1

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیرِ مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیرِ جلالین

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز
اردو بازار لاہور


سُوْرَۃُ الْفَاتِحَہ سُوْرَۃُ الْبَقَرَہ سُوْرَۃُ آلِ عِمْرَان

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

نمبر 1

سُوْرَةُ الْفَاتِحَه | سُوْرَةُ الْبَقَرَه | سُوْرَةُ آلِ عِمْرَان


تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

هو القادر



نام کتاب ———— (نمبر 1) ———— تفسیر مصباحین تفسیر جلالین

تصنیف ———— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم ———— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ———— ورڈ زمیکر

باہتمام ———— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ———— مارچ 2014ء

سرورق ———— اے ایف ایس ایڈورٹائزرز

طباعت ———— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ———— روپے

شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirborther786@gmail.com

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

# ترتیب

## السورة الفاتحة

## ﴿سورت آل عمران﴾

# مقدمه تفسیر مصباحین

الحمد لله الذی وفقنا لأداء أفضل الطاعات ووفقنا علی کیفیة اکتساب أکمل السعادات وهدانا إلی قولنا : أعوذ بالله من الشیطان الرجیم من کل المعاصی والمنکرات "( بسم الله الرحمن الرحیم ) " نشرع فی أداء کل الخیرات والمأمورات "( الحمد لله ) " الذی له ما فی السموات "( رب العالمین ) " بحسب کل الذوات والصفات "( الرحمن الرحیم ) " علی أصحاب الحاجات وأرباب الضرورات "( مالك یوم الدین ) " فی إیصال الأبرار إلی الدرجات وإدخال الفجار فی الدرکات "( إیاك نعبد وإیاك نستعین ) " فی القیام بأداء جملة التکلیفات "( اهدنا الصراط المستقیم ) " بحسب کل أنواع الهدایات "( صراط الذین أنعمت علیهم ) " فی کل الحالات والمقامات "( غیر المغضوب علیهم ولا الضالین ) " من أهل الجهالات والضلالات والصلاة علی محمد المؤید بأفضل المعجزات والآیات وعلی آله وصحبه بحسب تعاقب الآیات وسلم تسلیما,اما بعد فیقول العبد الضعیف الی حرم ربه الباری،محمد لیاقت علی الحنفی الرضوی البریلوی غفرله والوالدیه، الساکن قریة سنتیکا من مضافات بهاولنپر احرر "مصباحین شرح التفسیر الجلالین "بتوفق الله تعالی و بوسیلة النبی الکریم ﷺ۔ ومن علوم فقهاء الصحابة والتابعین وائمة المفسرین فی الامة المسلمة،( رضی الله عنهم ) ۔

## لفظ قرآن کے لغوی معانی کا بیان

قرآن کوقرآن کیوں کہاجا تا ہےاس لئے کہ یہ لفظ یاتو نکلا ہے قرء یقرء سے جس کا معنی ہے پڑھنااورقرآن مصدر کا صیغہ ہے مقروء کے معنی پر یعنی وہ کتاب جس کو پڑھا گیا ہے یا جن کو پڑھا جاتا ہے یا یہ لفظ نکلا ہے قرن یقرن سے جن کا معنی ہے ملانا۔ملنا،جڑنا،تو قرآن بمعنی مقرون یعنی وہ کتاب جس کی آیات باہم ملی ہوئی ہیں۔

مصدر"قرأ"( قرأت ) بمعنی "تلا"( تلاوت ) یا پھر بمعنی "جمع"( جمع )۔آپ کہتے ہیں "قرأ قرءاً وقرآناً" جیسا کہ کہتے ہیں:"غفر غَفْراً وغفراناً"۔پس پہلے معنی کے اعتبار سے "تلا" مصدر ہوگا بمعنی اسم مفعول کے یعنی "متلو"( جس کی تلاوت کی جاتی ہے )۔اوردوسرے معنی کے اعتبار سے "جَمَعَ" مصدر ہوگا بمعنی اسم فاعل یعنی "جامع"( جمع کرنے والا ) کیونکہ قرآن مجید اخبارواحکام کوجمع کرتا ہے۔

لفظی تعریف :لفظ قرآن،قرآن مجید میں ساٹھ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ یہ خالص عربی لفظ ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا اصل نام ہی قرآن ہے۔صحیح لفظ قُرآن اور صحیح تلفظ بھی قُرآن ہے۔بقول ابن کثیر،صرف ابوعمرو بن العلاء ہی اسے بغیر

ہمزہ کے پڑھا کرتے تھے۔ یہ نہ حرف ہے نہ فعل بلکہ اسم ہے اس پر اتفاق کرتے ہوئے اسے جامد یا مشتق مانا گیا ہے۔ کچھ علماء نے اسے اسم جامد کہا اور غیر مہموز بھی۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اسماعیل بن قسطنطین سے علم حاصل کیا وہ القران کہا کرتے یعنی بغیر ہمزہ کے اسے پڑھا کرتے تھے۔

قرآن: قَرَأْتُ سے ماخوذ بھی نہیں۔ ورنہ ہر چیز جو پڑھی جاتی اسے قرآن ہی کہا جاتا۔ بلکہ یہ قرآن کا اسم ہے جیسے توراۃ اور انجیل ہے۔ قرأت ہمزہ سے ہے اور القران ہمزہ کے بغیر۔ جیسے: (وإذا قرأتَ القرآنَ) قرأت ہمزہ سے آیا ہے اور القران ہمزہ کے بغیر۔ ابن کثیر کی قراءت یہی ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ قرآن اسم مشتق ہے۔ پھر اس کے بعد دو آراء بن گئیں: اس میں نون اصلی ہے جو مادہ ق ر ن سے مشتق ہے۔ پھر اختلاف اس پر ہوا کہ: قَرَنْتُ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ سے مشتق ہے۔ جب کوئی شے کسی شے سے ملا دی جائے۔ اسی سے عربوں کا قول ہے: قَرَنَ بَیْنَ الْبَعِیْرَیْنِ۔ جب وہ ان دونوں کو جمع کر دیتا ہے۔ ایک ہی احرام میں حج اور عمرہ کو جمع کرنے سے حج قران نام پڑا ہے۔

مگر فراء کا یہ کہنا ہے یہ قرائن سے مشتق ہے جو قرینہ کی جمع ہے۔ کیونکہ اس کی آیات ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔

دوسری رائے یہ ہے کہ اس کا ہمزہ اصلی ہے۔ پھر ان کی بھی آگے دو آراء ہو گئیں: پہلی رائے: فُعلان کے وزن پر قرآن ہے یہ قرأ سے مشتق ہے جو بمعنی تلا ہے۔ یہ مصدر ہے قرأ کا۔ جیسی غَفَرَ یَغْفِرُ سے غُفران ہے اسی وزن پر شکران، رُجحان، خسران، کفران، وغیرہ بھی ہیں۔ یہ مصدر بمعنی اسم مفعول ہوگا۔ یعنی بکثرت تلاوت کیا گیا۔ کیونکہ دیگر صحیفوں کو اس طرح کی تلاوت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ اس کی دلیل یہ آیت ہے جس میں قرآن بار بار پڑھنے اور پڑھوانے کے معنی میں ہے۔

(اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَه وَقُرْاٰنَه فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَه ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَه)(القیامۃ: ۔)

قرآن کا جمع کرنا اور اسے پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب ہم اسے پڑھ چکیں تو پھر آپ اسے پڑھئے۔ اسے بیان کرنے کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔ یہاں (قرآنہ) بمعنی قرائت کے ہے۔ (الاتقان)

دوسری رائے: یہ فُعْلان کے وزن پر بطور وصف کے ہے۔ اور قَرْءٌ سے جو بمعنی جمع کرنے کے ہے مشتق ہے۔ جیسے: قَرَأَ الْمَاءُ فِی الْحَوْضِ جب حوض پانی کو جمع کرلے تو یہ کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں قُرآن کا مطلب: جمع کرنا بھی ہے۔ جو ظاہر ہے ایک مصدری معنی ہے۔ اگر یہ مصدر بمعنی اسم فاعل لیں تو معنی: اخبار واحکام کا جامع ہوگا۔ اگر مصدر بمعنی مفعول لیں تو پھر قرآن کا معنی مصاحف اور سینوں میں جمع شدہ۔

ابن الاثیر کا کہنا ہے: کہ قرآن سورتوں کو باہم جمع کرتا اور ملاتا ہے یا وہ قصص، امر و نہی، وعدہ و وعید سب کا جامع ہے۔ اور یہ غفران کی طرح پھر مصدر ہے۔ (النہایۃ)

مگر اس کی معقول معنوی توجیہہ امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی ہے کہ قرآن نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ سابقہ سماوی

کتب کا جامع ہے۔اس اعتبار سے قرآن کریم پچھلی تمام الہامی کتابوں کا جامع اور نچوڑ ہے۔تورات تو صرف احکام وقانون کی کتاب تھی۔زبور حمد وثناء اور مناجات کا مجموعہ اور انجیل اخلاق کی کتاب تھی۔مگر قرآن مجید ان سب کا جامع ہے۔اس میں قانون بھی ہے اور اخلاق بھی،حمد وثنا بھی اس میں ہے اور مناجات بھی۔

بہرحال دوسری رائے جولحیانی اور زجاج کی ہے وہی راجح ہے کہ اس میں ہمزہ اصلی ہے اور لفظ قرآن مہموز ہے وصف ہے یا مصدر ہے۔رہا اس کا غیر مہموز ہونا تو یہ بعض قراءات میں از باب تخفیف ہے اور اس کی حرکت اپنے ماقبل کی طرف منتقل کی گئی ہے جو عام بات ہے۔پھر اسے مصدریت یا وصفیت سے نکال کر علم بنا دیا گیا ہے جیسا کہ محققین کا کہنا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے اور جسے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجیح بھی دی ہے کہ لفظ قرآن ایسا عَلَم ہے جو کسی سے مشتق نہیں یہ اللہ کی کتاب کا نام ہے جیسے دوسری کتب سماویہ کا اپنا اپنا نام تھا۔

## لفظ قرآن کے مشتقات و وجوہ تسمیہ کا بیان

فقہاء اور علمائے اصول کی اصطلاح میں الکتاب کا قرآن کریم پر اطلاق بطور علم کے ہوتا ہے۔پھر لفظ قرآن کے مشتق ہونے یا نہ ہونے کے متعلق بھی علماء کا اختلاف ہے،چنانچہ بیہقی،خطیب اور ایک جماعت کی روایت کے مطابق امام شافعی علیہ الرحمہ کے ہاں مختار بات یہ ہے کہ لفظ قرآن علم شخصی غیر مشتق ہے اور اس کتاب کے ساتھ خاص ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی،نیز لفظ القرآن معرفہ غیر مہموز ہے،یعنی لام کلمہ حرف ہمزہ نہیں بلکہ الف ہے اور قراء سبعہ میں سے ابن کثیر مکی نے بھی اسے یوں ہی پڑھا ہے،چنانچہ ان حضرات کے نزدیک لفظ قرآن القراۃ سے ماخوذ نہیں ہے۔امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ اور دیگر بعض حضرات کے نزدیک لفظ قرآن دراصل مشتق ہی تھا،لیکن بعد میں علیت کا غلبہ ہو گیا،پھر ان حضرات کا آپس میں لفظ قرآن کے مشتق منہ کی تعیین میں اختلاف واقع ہوا۔

امام اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ لفظ قرآن **قرنت الشیء بالشیء یعنی اذا ضممته** سے ماخوذ ہے،اس میں حرف نون اصلی ہے،اور وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قرآن کی سورتوں،آیات اور حروف کا آپس میں ربط اور تعلق ہے گویا ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں،اسی بناء پر اسے قرآن کہا جاتا ہے،لیکن اس قدر وجہ تسمیہ کافی نہ ہوگی اس لیے کہ اس سبب میں کوئی ایسی زائد خاص فضیلت ثابت نہیں ہو رہی،ہاں! یوں کہا جائے کہ کلمات قرآنی کا آپس میں ربط وتعلق ایسے بلیغ اسلوب اور عجیب ترتیب وتناسق کے ساتھ ہے کہ قرآن صرف وہی ہے۔

مشہور لغوی امام فراء علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن قرائن سے مشتق ہے،اسکی وجہ تسمیہ وہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ اس کی آیات آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں،مذکورہ بالا دونوں اقوال کی روشنی میں لفظ قرآن کا نون حرف اصلی ہوگا اور یہ مشتق منہ غیر مہموز ہے،اور ان صورتوں میں قرآن کا وزن فعآل ہوگا نہ کہ فعلان۔

امام زجاج نحوی علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ لفظ قرآن مہموز ہے اور ہمزہ کو تخفیفاً ترک کر دیا گیا ہے اور ہمزہ کی

حرکت ماقبل ساکن حرف راء کو دے دی گئی ہے، ائمہ لغت کی ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے جن میں ابوعبیدۃ، معمر بن المثنی، لحیانی اور قطرب وغیرہ حضرات سرفہرست ہیں۔ پھر ان علماء لغت کے درمیان ایک اور اختلاف واقع ہوا۔

امام لحیانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن لفظ غفران کی طرح مصدر ہے اور قرآن کو شیء مقروء کا نام دینا مفعول کو مصدر کا نام دینے کے قبیل سے ہے، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن قرأت سے مشتق ہے۔

بعض حضرات کے نزدیک قرآن قرء سے ہے جو بمعنی جمع کرنے کے مستعمل ہے، چونکہ قرآن کریم میں سورتوں کو آپس میں جمع کر دیا گیا ہے اس لیے قرآن کہلاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم گذشتہ انبیاء پر نازل شدہ کتب کے ثمرات وفوائد کو جمع کرتا ہے اس لیے قرآن کہلاتا ہے۔

## قرآن کو درست پڑھنے اور سیکھنے کا بیان

یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے جو مستند نسخے لکھوا کر مملکت کے مختلف مراکز میں رکھوائے تھے ان کے ساتھ ایک ایک ماہر قراءت کو بھی مقرر کیا تھا تاکہ وہ ان نسخوں کو ٹھیک طریقے سے پڑھنا لوگوں کو سکھائے۔ مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس خدمت پر مقرر تھے۔ مکہ میں حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر اسی کام کے لیے بھیجا گیا تھا۔ شام میں مغیرہ بن شہاب رضی اللہ عنہ، کوفہ میں ابوعبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ عنہ اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ اس منصب پر مامور کئے گئے تھے۔ ان کے علاوہ جہاں جو صحابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یا آپ کے بعد قراء صحابہ سے قرآن کی پوری قراءت سیکھے ہوئے تھے، ان کی طرف ہزارہا آدمی اس مقصد کے لیے رجوع کرتے تھے کہ قرآن کا صحیح تلفظ اور صحیح اعراب لفظ بلفظ ان سے سیکھیں۔

## قرآن کو سات قرأتوں پر پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قرآن کریم سات طرح پر نازل کیا گیا ہے ان میں سے ہر آیت ظاہر ہے اور باطن ہے، اور ہر حد کے واسطے ایک جگہ خبردار ہونے کی ہے۔

(شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 227)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص وہاں آیا اور نماز پڑھنے لگا اس نے نماز ہی میں یا نماز کے بعد ایسی قرأت پڑھی (یعنی ایسے لہجے میں قرآن شریف پڑھا) کہ میں نے اسے درست نہیں سمجھا پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے قرأت پڑھی جب ہم سب نماز سے فارغ ہو چکے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسجد ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی جگہ یا آپ کے حجرہ مبارک میں) حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت! اس شخص نے ایسی قرأت پڑھی جسے میں نے درست نہیں سمجھا اس کے بعد یہ دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کے خلاف طریقہ سے

قرأت پڑھی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر دونوں کو اپنے سامنے قرآن پڑھنے کا حکم دیا ان دونوں نے پڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی قرأت کی تحسین وتوثیق کی یہ دیکھ کر میرے دل میں اس بات کی تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوگیا ایسا وسوسہ اور شبہ جو ایام جاہلیت میں پیدا نہیں ہوا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ کیفیت دیکھی جو مجھ پر طاری تھی یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میرے دل میں تردد وشبہ پیدا ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا تا کہ اس کی برکت سے وسوسہ ختم ہو جائے چنانچہ میں پسینہ پسینہ ہوگیا اور خوف کی وجہ سے میری ایسی حالت ہوگئی کہ گویا میں خدا کو دیکھ رہا ہوں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ابی! جب قرآن نازل ہوا تو میرے پاس حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے یہ حکم بھیجا گیا کہ میں ایک طریقہ یعنی ایک قرأت پر یا ایک لغت پر قرآن پڑھوں میں نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ میری امت پر آسانی عطا فرمائی جائے تا کہ آسانی ہو بایں طور کہ ایک ہی قرأت میں قرآن پڑھنا مشکل ہے اس لیے کئی قرأتوں کے مطابق پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تا کہ آسانی ہو چنانچہ دوسری مرتبہ مجھے حکم یہ دیا گیا کہ میں دو قرأتوں پر قرآن پڑھوں! میں نے پھر درخواست پیش کی کہ میری امت کو مزید آسانی عطا فرمائی جائے چنانچہ تیسری مرتبہ مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں قرآن کریم کو سات طریقوں سے یعنی سات لغات یا سات قرأت کے مطابق پڑھوں اور یہ بھی فرمایا کہ جتنی مرتبہ ہم نے آپ کو حکم دیا ہے اتنی ہی مرتبہ آپ ہم سے دعا مانگئے ہم اسے قبول کریں گے چنانچہ میں نے بارگاہ الوہیت میں دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری امت میں سے کبیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اے اللہ میری امت میں سے صغیرہ گناہ کرنے والوں کو بخش دے اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے رکھ چھوڑی ہے جس دن مخلوق مجھ سے سفارش وشفاعت کی خواہش کرے گی یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مجھ سے شفاعت کی خواہش کریں گے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 731)

دنیا کی ہر زبان میں فصاحت وبلاغت اور لب ولہجہ کے اعتبار سے مختلف اسلوب اور مختلف لغات ہوتی ہیں۔ اسی طرح عربی زبان میں بھی سات لغات عرب میں مشہور تھیں، اس کے بارے میں فرمایا جارہا ہے کہ قرآن کریم سات طرح یعنی سات لغات پر نازل ہوا ہے۔

## معروف سات لغات عرب کا بیان

ان سات لغات کی تفصیل اس طرح ہے۔ لغت قریش، لغت طی، لغت ہوازن، لغت اہل یمن، لغت ثقیف، لغت ہذیل اور لغت بنی تمیم۔

قرآن کریم سب سے پہلے قریش کی لغت کے مطابق نازل ہوا تھا جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لغت تھی لیکن جب تمام عرب میں اس لغت کے مطابق قرآن کا پڑھنا جانا اس لیے دشوار ومشکل ہوا کہ ہر قبیلہ اور ہر قوم کی اپنی ایک مستقل لغت اور زبان کے لب ولہجہ کا الگ الگ انداز تھا تو سرکا دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الوہیت میں درخواست پیش کی کہ اس سلسلہ میں وسعت بخشی جائے تو حکم دے دیا گیا کہ ہر آدمی قرآن کو اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکتا ہے چنانچہ حضرت عثمان غنی کے رضی اللہ عنہ کے زمانہ

تک اسی طرح چلتا رہا اور لوگ اپنی اپنی لغت کے اعتبار سے قرآن پڑھتے رہے۔

لیکن جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کلام اللہ کو جمع کیا اور اس کی کتابت کرا کر اسلامی سلطنت کے ہر ہر خطہ میں اسے بھیجا تو انھوں نے اسی لغت کو مستقل قرار دیا جس پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے قرآن کو جمع کیا تھا اور وہ لغت قریش تھی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم بھی فرمایا کہ تمام لغات منسوخ کردی جائیں صرف اس ایک لغت کو باقی رکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ قرآن صرف ایک لغت میں جمع ہوگیا جس سے دنیا کے ہر خطہ کے لوگوں کے لیے آسانیاں ہوگئیں بلکہ اس کی وجہ سے ایک بڑے فتنہ کی جڑ بھی ختم کردی گئی اور فتنہ یہ تھا کہ لغات کے اختلافات کی وجہ سے مسلمان آپ میں لڑنے جھگڑنے لگے تھے اور نوبت بایں جارسد کہ اگر کوئی آدمی کسی دوسرے کو اپنی لغت کے خلاف قرآن پڑھتا دیکھتا تو یہ سمجھ کر کہ صرف میرے قبیلہ ہی کی لغت صحیح ہے اسے کافر کہہ دیا کرتا تھا، چنانچہ لغت قریش کے علاوہ جس پر قرآن نازل ہوا تھا بقیہ تمام لغات ختم کردی گئیں اور اگر کوئی لغت باقی بھی رہی تو وہی رہی جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق رہا اور جو سند متصل اور تواتر کے ساتھ آخر میں قراء سبعہ تک پہنچی اس کے علاوہ لغت میں مکرر یعنی امالہ وادغام وغیرہ کا اختلاف بھی باقی رہا جو آج تک قراء سبعہ میں موجود ہے۔

## اختلاف اور قرأتوں کی سات میں تحدید کا بیان

بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ قرآن سات طرح پر نازل ہوا ہے تو سات طرح سے مراد وہ سات قرأتیں ہیں جو قراء سبعہ پڑھتے ہیں، پھر علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگرچہ قرأتیں سات سے زیادہ ہیں لیکن یہاں سات کی تحدید اس لیے کی گئی ہے کہ اختلاف کی بھی سات ہی قسمیں ہیں جن کی طرف یہ سات قرأتیں راجع ہیں۔

(۱) کلمہ کی ذات میں اختلاف یعنی کلمہ میں کمی وزیادتی ہیں۔ (۲) جمع اور مفرد کا اختلاف (۳) مذکر اور مونث کا اختلاف (۴) صرفی اختلاف یعنی تخفیف وتشدید اور فتح وکسرہ وغیرہ کا اختلاف جیسے مَیْتٌ اور مَیِّتٌ یقنط اور یقنط (۵) اعراب کا اختلاف (۶) حروف کا اختلاف جیسے لکن الشیطین میں نون کی تشدید اور تخفیف (۷) ادائیگی لغات کا اختلاف جیسے تفخیم اور امالہ وغیرہ

چنانچہ ظاہر کا مطلع یعنی وہ مقام جس پر پہنچ کر حد اور نہایت معلوم ہوتی ہے، یہ ہے کہ عربی زبان اور اس کے اصول وقواعد سیکھے جائیں، علم صرف ونحو حاصل کیا جائے کہ قرآن کے ظاہری معنی انہیں سے متعلق ہیں، نیز ہر آیت کا شان نزول اور ناسخ ومنسوخ کا علم حاصل کرے، یا اسی طرح وہ دوسری چیزیں ہیں جن پر قرآن کے ظاہری معنی کے سمجھنے کا انحصار ہے۔

## قرأت قرآن کے معروف ائمہ سبعہ کا بیان

عام طور پر قرآن کو سیکھنے والوں کے علاوہ تابعین وتبع تابعین کے عہد میں ایک گروہ ایسے بزرگوں کا بھی پیدا ہوگیا جنہوں نے خصوصیت کے ساتھ قراءت قرآن میں اختصاص پیدا کیا۔ یہ لوگ ایک ایک لفظ کے تلفظ، طریق ادا اور اعراب کو معلوم کرنے کے لیے سفر کرکے ایسے اَساتذہ کے پاس پہنچے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر نسبت تلمذ رکھتے تھے اور ہر ہر لفظ کی قراءت کے

متعلق یہ نوٹ کیا کہ اسے انہوں نے کس سے سیکھا ہے اور اس کے استاد نے کس سے سیکھا تھا۔ اسی مرحلے میں یہ بات تحقیق ہوئی کہ مختلف صحابیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے شاگردوں کی قراءت میں کہاں کہاں اور کیا اختلافات ہیں۔ ان میں سے کون سے اختلافات شاذ ہیں، کون سے مشہور ہیں، کون سے متواتر ہیں اور ہر ایک کی سند کیا ہے۔

پہلی صدی کے دورِ آخر سے لے کر دوسری صدی تک اس طرح کے ماہرین قراءت کا ایک گروہ کثیر دنیائے اسلام میں موجود تھا۔ مگر ان میں خاص طور پر جن لوگوں کا کمال علم تمام اُمت میں تسلیم کیا گیا وہ حسب ذیل سات اُصحاب ہیں جو قراء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

1۔ نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ متوفی ۱۲۹ھ یہ اپنے وقت میں مدینہ کے رئیس القراء مانے جاتے تھے ان کا سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ یہ تھا کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا۔ انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

2۔ عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ یہ مکہ کے امام قراءت تھے۔ ۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔ ان کے خاص استاد عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ تھے جنہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے سرکاری نسخے کے ساتھ تعلیم دینے کے لیے مکہ بھیجا تھا اور عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ وہ بزرگ تھے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پورا قرآن پڑھا تھا۔

3۔ ابوعمرو بن العلاء البصری رحمہ اللہ ۶۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔ حرمین اور کوفہ وبصرہ کے کثیر التعداد ائمہ قراءت سے علم حاصل کیا۔ ان کے سب سے زیادہ معتبر سلسلہ تلمذ دو تھے۔ ایک مجاہد رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا سلسلہ جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تک پہنچتا تھا۔ دوسرا حسن بصری رحمہ اللہ کا سلسلہ جن کے اساتذہ ابوالعالیہ تھے اور وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔

4۔ عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ۔ یہ اہل شام میں قراءت کے امام مانے گئے۔ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸ میں وفات پائی۔ بڑے بڑے صحابہ سے قراءت سیکھی تھی۔ ان کے خاص استاذ مغیرہ بن شہاب مخزومی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن کا جو سرکاری نسخہ شام بھیجا گیا تھا اس کے ساتھ یہی مغیرہ بن شہاب رحمہ اللہ تعلیم قراءت پر مامور کر کے بھیجے گئے تھے۔

5۔ حمزہ بن حبیب الکوفی رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۷ھ میں وفات پائی۔ ان کا خاص سلسلۂ سند عن الاعمش، عن یحییٰ بن وثاب، عن زر بن حبیش، عن علی وعثمان وابن مسعود رضی اللہ عنہم ہے۔ اپنے وقت میں یہ کوفہ کے امام اہل قراءت مانے جاتے تھے۔

6۔ علی الکسائی رحمہ اللہ۔ یہ حمزہ کے بعد کوفہ کے امام قراءت مانے گئے۔ یہ بیک وقت نحو کے امام بھی تھے اور قراءت کے امام

بھی۔ان کی مجلس میں سینکڑوں آدمی اپنے اپنے مصاحف لے کر بیٹھ جاتے اور یہ قرآن کے ایک ایک لفظ کا صحیح تلفظ، طریق اَداء اور اعراب بتاتے جاتے تھے۔۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

7۔ عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ۔کوفہ کے شیخ القراء، ۱۲۷ھ میں وفات پائی۔ان کے معتبر ترین ذریعہ علم قراءت دو تھے۔ایک زر بن حبیش رحمہ اللہ جنہوں نے حضرات علی وعثمان وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔دوسرے عبداللہ بن حبیب السلمی رحمہ اللہ جنہوں نے حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی اور بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کا معلم قراءت مقرر کیا تھا۔آج قرآن کا جو نسخہ ہمارے ہاتھوں میں ہے وہ انہی عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد حفص رحمہ اللہ (۹۰ھ، ۱۸۰ھ) کی روایت کے مطابق ہے۔

## تفسیر کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ لفظ تفسیر کا مادہ فسر، ف، س، ر ہے اور یہ باب تفعیل سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا، کشف کرنا، بند چیز کو کھولنا، بے حجاب کرنا، تشریح کرنا، توضیح وتفصیل کرنا اور کسی عبارت کے مطلب کو واضح اور بیان کرنا۔

(لسان العرب، ج2، ص(136)

قرآن میں ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ۔(الفرقان،25:(33)

وہ جو بھی مثال آپ کی خدمت میں لائیں گے ہم اس (مثال) کے عوض آپ کے پاس حق اور بہترین تفصیل لائیں گے۔

امام ابن جریر طبری نے اس آیت کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں تفسیر سے مراد تفصیل اور حضرت مجاہد کی روایت میں تفسیر سے مراد بیان لیا ہے۔(جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، ج19، ص(11)

قاضی محمد زاہد الحسینی نے لغوی اعتبار سے تفسیر کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ تفسیر کا لفظی معنی وہ طریق کار ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت تلاش کی جائے جیسا کہ طبیب مریض کا حال معلوم کرنے کے لئے پورے غور وفکر سے کام لیتا ہے۔

تفسیر کے معنی اپنے عام ترین لغت کے مفہوم میں کسی دشوار عبارت یا تحریر یا کلام کو وضاحت وصراحت سے بیان کرنے کے ہوتے ہیں۔علم المعانی میں تفسیر کی تعریف یوں بھی کی جاتی ہے کہ تفسیر کسی رمزی زبان میں موجود علامات کو معنی پہنانے اور اس کے جملوں کو بھی اقدار تفویض کرنے کو کہا جاتا ہے۔اردو میں تفسیر کا لفظ، قرآن کی آیات کو تفصیل یا تشریح کے ساتھ بیان کرنے یا سمجھانے کے لیئے بکثرت استعمال ہوتا ہے؛ اس لفظ تفسیر کا ماخذ ایک عربی لفظ ،فسر، ہے جس کے معنی توضیح ،صراحت اور تشریح کے ہوتے ہیں (1)۔اسی عربی لفظ فسر سے، اردو زبان میں، تفسیر کے ساتھ ساتھ دیگر متعلقہ الفاظ بھی بنائے جاتے ہیں جیسے؛ مُفسَّر، مُفسِّر اور مُفسَّر وغیرہ (2)۔تفسیر کی جمع تفاسیر کی جاتی ہے اور مفسر کی جمع مفسرون آتی ہے۔

## تفسیر کی اصطلاحی تعریف کا بیان

علامہ زرکشی رحمہ اللہ نے اس کی مختصر تعریف یوں نقل کی ہے۔

"هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ فَهْمُ كِتَابِ اللهِ الْمُنَزَّلِ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيَانُ مَعَانِيْهِ وَاسْتِخْرَاجِ أَحْكَامِهٖ وَحِكَمِهٖ" ۔ (البرهان في علوم القرآن)

وہ ایسا علم ہے جس سے قرآن کریم کی سمجھ حاصل ہو اور اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے احکام اور حکمتوں کو نکالا جا سکے۔

اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تعریف میں مزید عموم پیدا کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"هُوَ عِلْمٌ يُبْحَثُ فِيْهِ عَنْ كَيْفِيَّةِ النُّطْقِ بِأَلْفَاظِ الْقُرْآنِ، وَمَدْلُوْلَاتِهَا، وَأَحْكَامِهَا الْإِفْرَادِيَّةِ وَالتَّرْكِيْبِيَّةِ، وَمَعَانِيْهَا الَّتِيْ تُحْمَلُ عَلَيْهَا حَالَةِ التَّرْكِيْبِ، وَتَتِمَّاتٌ لِذٰلِكَ ۔ (تفسير روح المعاني)

وہ علم ہے کہ جس میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کے طریقے اور ان کے مفہوم اور ان کے افرادی اور ترکیبی احکام اور اُن معانی سے بحث کی جاتی ہو جو کہ ان الفاظ سے جوڑنے کی حالت میں مراد لیے جاتے ہیں اور ان معانی کا تکملہ جو ناسخ و منسوخ اور شان نزول اور غیر واضح مضمون کی وضاحت میں بیان کیا جائے۔

علامہ ابو حیان اندلسی لکھتے ہیں کہ تفسیر وہ علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیت نطق و تلفظ، ان کے مدلولات، ان کے مفرد اور مرکب ہونے کے احکام، حالت ترکیب میں ان کے معانی اور ان کے تتمات سے بحث کی جاتی ہے۔

(بحر محیط، بیروت، لبنان، دار الفکر، ج1، ص(26)

اس تعریف کی روشنی میں علم تفسیر مندرجہ ذیل اجزاء پر مشتمل ہے۔

(۱) "الفاظ قرآن کی ادائیگی کے طریقے "یعنی الفاظ قرآن کو کس کس طرح پڑھا جا سکتا ہے؟ اس کی توضیح کے لیے قدیم عربی مفسرین اپنی تفسیروں میں ہر آیت کے ساتھ اس کی قرائتیں بھی تفصیل سے واضح کرتے تھے اور اس مقصد کے لیے ایک مستقل علم "علم قرأت" کے نام سے بھی موجود ہے۔

(۲) "الفاظ قرآنی کے مفہوم "یعنی ان کی لغوی معنی، اس کام کے لیے علم لغت سے پوری طرح باخبر ہونا ضروری ہے اور اسی بناء پر تفسیر کی کتابوں میں علماء لغت کے حوالے عربی ادب کے شواہد بکثرت ملتے ہیں۔

(۳) "الفاظ کے انفرادی احکام "یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ اس کا مادہ کیا ہے، یہ موجودہ صورت میں کس طرح آیا ہے، اس کا وزن کیا ہے، اور اس وزن کے معانی و خواص کیا ہیں؟ ان باتوں کے لیے علم صرف کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۴) "الفاظ کے ترکیبی احکام "یعنی ہر لفظ کے بارے میں یہ معلوم ہونا کہ وہ دوسرے الفاظ کے ساتھ مل کر کیا معنی دے رہا ہے؟ اس کی نحوی ترکیب کیا ہیں؟ اس پر موجودہ حرکات کیوں آئی ہیں اور کن معانی پر دلالت کر رہی ہیں؟ اس کام کے لیے علم نحو اور علم معانی سے مدد لی جاتی ہے۔

(۵) "ترکیبی حالت میں الفاظ کے مجموعی معنی" یعنی پوری آیت اپنے سیاق وسباق میں کیا معنی دے رہی ہے؟ اس مقصد کے لیے آیت کے مضامین کے لحاظ سے مختلف علوم سے مدد لی جاتی ہے، مذکورہ علوم کے علاوہ بعض اوقات علم ادب اور علم بلاغت سے کام لیا جاتا ہے، بعض اوقات علم حدیث اور بعض اوقات علم اصول فقہ سے۔

(٦) "معانی کے تکملے" یعنی آیات قرآنی کا پس منظر اور جو بات قرآن کریم میں مجمل ہے اس کی تفصیل، اس غرض کے لیے زیادہ تر علم حدیث سے کام لیا جاتا ہے، لیکن اس کے علاوہ بھی یہ میدان اتنا وسیع ہے کہ اس دنیا کے ہر علم وفن کی معلومات کھپ سکتی ہیں کیونکہ بسا اوقات قرآن کریم ایک مختصر سا جملہ فرماتا ہے مگر اس کی میں حقائق واسرار کی ایک غیر متناہی کائنات پوشیدہ ہوتی ہے مثلاً قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (الذاریات) اور تم اپنی جانوں میں غور کرو کیا تم نہیں دیکھتے۔

غور فرمایئے اس مختصر سے جملے کی تشریح وتفصیل میں پورا علم الابدان اور پورا علمِ نفسیات سما جاتا ہے اس کے باوجود یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی تخلیقی حکمت بالغہ کے جن اسرار کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ سب پورے ہو گئے ہیں؛ چنانچہ تفسیر کے اس ذیلی جز میں عقل وتدبر، تجربات ومشاہدات کے ذریعے انتہائی متنوع مضامین شامل ہیں۔ (علوم القرآن)

## تفسیر وتاویل کے مفہوم کا بیان

تفسیر کے معنی ہیں کسی چیز کا کھولنا ظاہر کرنا بیان کرنا۔ اور اہلِ علم کی اصطلاح میں تفسیرِ قرآن کے معنی ہیں: قرآنِ کریم کے معانی کو بیان کرنا اور مرادِ خداوندی کی تعیین کرنا۔

تاویل کے معنی ہیں: پھیرنا لوٹانا۔ اور اہلِ علم کی اصطلاح میں تاویل سے مراد ہے: قرآنِ کریم کے الفاظ اور جملوں کو ان کی اصل مراد کی طرف لوٹانا۔

تفسیر وتاویل کے الفاظ عموماً ہم معنی استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور بعض اہلِ علم ان دونوں کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ تفسیر کا لفظ زیادہ تر مفرد الفاظ کی تشریح کے لئے استعمال ہوتا ہے اور تاویل کا لفظ جملوں کا مفہوم بیان کرنے کے لئے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس فقرے کا مفہوم قطعی طور پر متعین ہو اور اس میں کسی دوسرے مفہوم کی گنجائش نہ ہو ایسے مفہوم کو بیان کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔ اور جہاں متعدد معانی کا احتمال ہو وہاں غور وفکر کے بعد ایک پہلو کو متعین کرنے کا نام تاویل ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو مفہوم منقول ہو اس کا نام تفسیر ہے اور جو اجتہاد واستنباط سے تعلق رکھتا ہو اسے تاویل کہا جائے گا۔ علمِ تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآنِ کریم کے معنی بیان کئے جائیں اور اس کے احکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے۔

## تفسیر کے مأخذ استدلالیہ کا بیان

یعنی وہ ذرائع جن سے قرآن کریم کی تفسیر معلوم ہو سکتی ہے، یہ تقریباً چھ قسم کی بتلائی گئی ہیں۔

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن۔ (قرآن کریم کی کسی آیت یا لفظ کی تشریح قرآن ہی کی کسی دوسری آیت یا لفظ سے کی جائے) (۲) تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (قرآن مجید کی کسی آیت کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے کسی قول یا

فعل سے کی جائے)

(۳) تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (قرآن پاک کے کسی آیت کی تشریح حضرات صحابہ کرام میں سے کسی صحابی کے قول سے کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ)

(۴) تفسیر القرآن باقوال التابعین رحمہم اللہ۔ (قرآن مجید کے کسی آیت کی وضاحت حضرات تابعین میں سے کسی تابعی کے قول سے کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ)

(۵) تفسیر القرآن بلغۃ العرب۔ (قرآن مجید کے کسی آیت یا کسی لفظ کی تشریح اہل عرب کے اشعار اور عربی محاورات کے مطابق کی جائے، تفسیری شرائط کے ساتھ)

(۶) تفسیر القرآن بعقل السلیم۔ (قرآن مجید کی تشریح وتوضیح اپنی صحیح سمجھ بوجھ اور منشائے خداوندی کو ملحوظ رکھ کر علوم اسلامیہ کی روشنی میں، حالات وواقعات، مواقع ومسائل پر اس کا صحیح انطباق کرنا اور اس کے اسرار ورموز کو کھولنا اور بیان کرنا تفسیر القرآن بعقل سلیم کہلاتا ہے) ہر ایک کی تھوڑی سی تفصیل ضروری مثالوں سے ذیل میں ذکر کی جاتی ہے۔

## قرآن کی تفسیر قرآن سے کرنے کا بیان

اختصار کی غرض سے اس کی صرف تین مثالیں پیش کی جاتی ہیں: پہلی مثال سورۃ الفاتحہ کو ہی لیجئے، اس کی دونوں آیتیں اس طرح ہیں:

اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ، صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ" .

(الفاتحہ)

ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما، ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ جن پر انعام کیا گیا ہے اس کی تفسیر "سورۃ النساء" کی درج ذیل آیت میں کی گئی ہے: "وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا" ۔ (النساء)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں۔ دوسری مثال

"فَتَلَقَّى آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۝ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ" ۔ (البقرۃ)

پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (توبہ کے) کچھ الفاظ سیکھ لیے (جن کے ذریعہ انہوں نے توبہ مانگی) چنانچہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی، بے شک وہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس آیت میں کلمات کا تذکرہ ہے مگر وہ کلمات کیا تھے؟ دوسری آیت میں اس کی تفسیر موجود ہے۔

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا، وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ" ۔ (الاعراف)

دونوں بول اٹھے کہ: اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گزرے ہیں اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نامرادلوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ تیسری مثال "سورۃ الانعام" کی آیت نازل ہوئی

"الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ" ۔ (الانعام)

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہ دیا، امن وچین تو بس ان ہی کا حق ہے اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ہم میں سے کون ایسا ہے کہ جس سے (کسی نہ کسی طرح کا) ظلم صادر نہ ہوا ہو، تو اللہ نے ظلم کی تفسیر ومراد کو واضح کرنے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی

"إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ" ۔ (لقمان)

کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ یعنی آیت بالا میں ایمان کے ساتھ جس ظلم کا تذکرہ آیا ہے وہاں ظلم سے مراد شرک ہے۔ (بخاری)

## حدیث وسیرت کے ساتھ قرآن کی تفسیر کرنے کا بیان

قرآن پاک کی تفسیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی روشنی میں کرنا تفسیر القرآن بالحدیث والسیرۃ کہلاتا ہے، خود قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اقوال وافعال اور عملی زندگی سے آیات قرآنیہ کی تفسیر وتشریح فرمائیں۔ (النحل)

تو جس طرح اللہ تعالی نے انسانی زندگی کو بندگی بنانے کیلیے اپنے احکامات کو قرآن حکیم کی شکل میں نازل فرمایا، اسی طرح ان احکامات پر عمل آوری کے لیے آپ ؟ کے پوری عملی زندگی کو درحقیقت قرآن پاک کی عملی تفسیر بنا کر مبعوث فرمایا، جو کچھ احکامات قرآن کریم کی شکل میں نازل کیے گئے ان پر سب سے پہلے آپ ہی نے عمل کر کید کھلایا اور ان احکامات خداوندی کو عملی جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا یہ آپ کی خصوصیات میں سے ایک نمایا خصوصیت ہے، خواہ وہ حکم ایمان، توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، صدقہ وخیرات، جنگ وجدال، ایثار وقربانی، عزم واستقلال، صبر وشکر سے تعلق رکھتا ہو یا حسن معاشرت وحسن اخلاق سے، ان سب میں قرآن مجید کی سب سے پہلی وعمدہ عملی تفسیر نمونہ وآئیڈیل کے طور پر آنحضرت ﷺ ہی کی ذات اقدس میں ملے گی، اس میں بھی دو قسم کی تفسیر ہے ایک تفسیر تو وہ قرآن پاک کے مجمل الفاظ وآیات کی تفسیر وتوضیح ہے جن کی مراد خداوندی واضح نہیں تو ان کی مراد واجمال کی تفصیل کو زبان رسالت مآب ﷺ نے واضح فرما دیا اور دوسری قسم عملی تفسیر کی ہے، یعنی قرآن حکیم کی وہ آیات جن میں واضح احکامات دیے گئے ہیں جن کا تعلق عملی زندگی کے پورے شعبۂ حیات سے ہے، خواہ وہ عقائد، عبادات، معاملات کی رو سے ہوں یا حسن معاشرت وحسن اخلاق کی رو سے اس میں بھی آپ نہ وہ کمال درجہ کی عبدیت اور اطاعت وفرمانبرداری کی ایسی بے مثال وبے نظیر عملی تفسیر وتصویر امت کے سامنے پیش فرمائی کہ جس طرح کلام اللہ تمام انسانی کلاموں پر اعجاز وفوقیت رکھتا ہے اسی طرح آپ کی عملی زندگی کا ہر قول وفعل بھی تمام انسانی زندگیوں پر اعجاز وفوقیت رکھتا ہے، دوسری قسم کی مثالیں کتب سیر، کتب مغازی، کتب تاریخ، کتب دلائل اور کتب شمائل میں بکثرت ملیں گے؛ بلکہ یہ کتابیں تو آپ ہی کی عملی تفسیر پیش کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں

جن کی مثالوں کو یہاں ذکر نہیں کیا جا رہا ہے۔

پہلی مثال سورۂ بقرہ کی آیت شریفہ:

"وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" ۔ (البقرة)

اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیط ابیض اور خیط اسود کی مراد کو اپنے ارشاد مبارک سے واضح فرمایا:

"اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ" ۔ (بخاری، بَاب قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَكُلُوا وَاشْرَبُوا)

کہ خیط ابیض سے مراد صبح صادق اور خیط اسود سے مراد صبح کاذب ہے۔

دوسری مثال سورۂ نور کی آیت:

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ، وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ، وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" ۔ (النور)

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملہ میں ان پر ترس کھانے کا کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے اور یہ بھی چاہیے کہ مؤمنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت سے زانیہ اور زانی کی سزا میں سو کوڑے مارنے کا ذکر ہے، اس میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا کوئی فرق نہیں کیا گیا؛ اس کی تفسیر احادیث پاک سے واضح ہوتی ہے کہ غیر شادی شدہ کو کوڑوں کی سزا دی جائے گی جیسا کے بخاری شریف میں ہے۔

"عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ اَمَرَ فِيْمَنْ زَنٰى وَلَمْ يُحْصَنْ بِجَلْدِ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبِ عَامٍ" ۔ (بخاری، بَاب شَهَادَةِ الْقَاذِفِ وَالسَّارِقِ)

زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر شادی شدہ زنا کرنے والوں کو سو کوڑے مارنے کا اور ایک سال کے لیے وطن سے نکالنے کا حکم دیا۔ اور شادی شدہ مرد و عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔

"اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا اَلْبَتَّةَ، رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ" ۔ (ابن ماجہ، باب الجرم)

شادی شدہ مرد و عورت جب زنا کے مرتکب ہوں تو ان کو رجم کرو، یعنی سنگسار کر دو، راوی کہتے ہیں کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ایسی سزا دی ہے اور بعد میں ہم نے بھی ایسی سزا دی ہے۔

اس کی تیسری مثال یہ ہے جس میں قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنے کی مثال میں یہ آیت پیش کی جا سکتی ہے۔

"غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ" ۔ (الفاتحة)

نہ کہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر غضب نازل ہوا ہے اور نہ ان کے راستے پر جو بھٹکے ہوئے ہیں۔قرآن پاک میں المغضوب اورالضال کا مصداق متعین نہیں کیا گیا ہے؛لیکن ان دونوں کا مصداق متعین کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمُ الْيَهُوْدُ وَإِنَّ الضَّالِّيْنَ النَّصَارَىٰ" ۔ (مسند احمد بن حنبل،حدیث ابن حاتم)

جن پر غضب نازل ہوا اس سے مراد یہود ہیں اور جو راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اس سے مراد نصاریٰ ہیں۔اس طرح کی بے شمار مثالیں کتب احادیث میں بکثرت موجود ہیں اور اس نقطۂ نظر سے بھی کئی تفاسیر لکھی گئی ہیں،اُن میں سے چند تفاسیر یہ ہیں۔

قاضی بیضاوی رحمہ اللہ کی انوار التنزیل والتاویل۔علامہ خازن کی لباب التاویل فی معانی التنزیل۔ علامہ ابن کثیر کی تفسیر ابن کثیر ہے۔

## اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ قرآن کی تفسیر کا بیان

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم چونکہ بجا طور پر خیر امت کہلانے کے مستحق ہیں جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست قرآن کریم کی تعلیم وتربیت حاصل کی،ان میں سے بعض وہ ہیں جو اپنی پوری زندگی اس کام کے لیے وقف کردیں کہ قرآن کریم اور اس کی تفسیر وتاویل کو بلاواسطہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کریں،اہل زبان ہونے کے باوجود ان کو صرف زبان دانی پر بھروسہ نہ تھا؛چنانچہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور سبق قرآن کریم کو پڑھا،مشہور تابعی ابوعبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں۔

"حَدَّثَنَا الَّذِيْنَ كَانُوْا يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ كَعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَغَيْرِهِمَا أَنَّهُمْ كَانُوْا إِذَا تَعَلَّمُوْا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ عَشَرَ آيَاتٍ لَمْ يَتَجَاوَزُوْهَا حَتّٰى يَعْلَمُوْا مَافِيْهَا مِنَ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ" ۔

(الاتقان فی علوم القرآن،الفصل فی شرف التفاسیر،النوع الثامن والسبعون،عبدالرحمن بن الکمال جلال الدین السیوطی)

صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو قرآن کی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا کرتے تھے،مثلاً حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ،عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ انہوں نے ہمیں یہ بتایا کہ وہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تو ان آیتوں سے آگے نہ بڑھتے جب تک ان آیتوں کی تمام علمی وعملی باتوں کو نہ جان لیتے۔

یہ ہے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم وتربیت کا سیکھنا کہ جتنا سیکھتے اتنا عمل کا بھی اہتمام فرماتے شاید اسی وجہ سے مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ اثر منقول ہے۔

"كَانَ الرَّجُلُ إِذَاقَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ جَدَّ فِيْنَا" ۔ (مسند احمد،مسند انس بن مالک)

یعنی جب کوئی شخص سورۃ بقرہ وآلِ عمران کو پڑھ لیتا تو وہ ہماری نظروں میں بہت ہی عزت والا سمجھا جاتا اور موطا مالک کی روایت میں ہے۔

"أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ مَكَثَ عَلَى سُورَةِ الْبَقَرَةِ ثَمَانِيَ سِنِينَ يَتَعَلَّمُهَا" .

(موطا مالك، كِتَابُ النِّدَاءِ لِلصَّلاةِ، بَابُ مَاجَاءَ فِي الْقُرْآنِ)

حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو سورۂ بقرہ یاد کرنے میں آٹھ سال لگے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اتنے کمزور ذہن والے تھے کہ سورۂ بقرہ یاد کرنے میں آٹھ سال لگے، جبکہ موجودہ دور میں کمزور سے کمزور طالب علم اتنے عرصہ سے کم میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیتا ہے، دراصل بات یہ تھی کہ آٹھ سال کی مدت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سورۂ بقرہ کے الفاظ اور اسکی تفسیر وتاویل اور اس کے متعلقات کے ساتھ حاصل کرنے میں لگی، اسکی تائید حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس اثر سے ہوتی ہے جسکو ابن کثیر نے نقل کیا ہے۔

"والذی لا إله غيره، ما نزلت آية من، كتاب الله إلا وأنا أعلم فيمن نزلت؟ وأين نزلت؟ ولو أعلم أحد اأعلم بكتاب الله منی تناله المطايا لاتيته" . (ابن کثیر)

قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت ایسی نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں مجھے یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کس بارے میں اور کہاں نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی شخص ایسی معلومات مجھ سے زیادہ رکھتا ہے اور سواریاں اس شخص تک پہنچا سکتی ہیں تو میں اس کے پاس ضرور جاؤں گا۔

یہ چند نمونے ہیں حضرات صحابہ کی جانفشانی اور ان کی محنت کے جو تفسیر قرآن کے سلسلہ میں پیش کئے گئے، یوں تو بہت سی آیات کی تفسیر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے ثابت ہیں ان میں سے کچھ برائے نمونہ پیش ہیں۔

پہلی مثال: ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور درج ذیل آیت کی تفسیر دریافت کی۔

"أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا" . (الانبياء)

کیا کفار نے دیکھا نہیں کہ آسمان وزمین بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ تم ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے اس کی تفسیر معلوم کرو اور وہ جو تفسیر بتائیں وہ مجھے بھی بتاتے جانا، وہ شخص ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور درج بالا آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: آسمان خشک تھے ان سے بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بانجھ تھی اس سے کچھ اُگتا نہیں تھا، بارش کے طفیل یہ پودے اگانے لگی؛ گویا آسمان کا فتق (پھٹنا) بارش کے ساتھ ہے اور زمین کا پھل پودے اگانے سے۔ اس شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ تفسیر بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کو خصوصی علم عطا ہوا ہے۔ (روح المعانی)

دوسری مثال "وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَی التَّهْلُكَةِ، وَاَحْسِنُوْا، اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" . (البقرة)

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں اور نیکی کرو، بیشک اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"التهلكة الاقامة في الاهل والمال وترك الجهاد". (تفسير بن كثير، تحت قوله وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ)

"التهلكة" سے مراد گھر اور مال کی مصروفیات میں لگا رہنا اور جہاد کو چھوڑ بیٹھنا ہے۔ عام مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس تفسیر کو خاص طور سے نقل کیا ہے۔

تیسری مثال علامہ طبری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کے متعلق دریافت کیا

"اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ". (البقرة)

کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں (اور) اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں اور بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو اور اس کے بچے ابھی کمزور ہوں، اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آ کر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے۔

کوئی بھی اس کا شافی جواب نہ دے سکے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے دل میں ایک بات آ رہی ہے، حضرت عمر نے فرمایا کہ آپ بلا جھجک برملا بیان کیجیے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اللہ تعالی نے اس آیت میں ایک مثال بیان کی ہے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ عمر بھر نیکی کا کام کرتا رہے اور جب اس کا آخری وقت آئے جب کہ نیکیوں کی اسے زیادہ ضرورت ہو تو بُرا کام کر کے سب نیکیوں کو برباد کر دے"۔ (تفسیر طبری، مکتبہ شاملہ)

ایک اہم بات اس بارے میں اہل اصول نے بتلائی ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم کے تفسیری اقوال میں صحیح وسقیم ہر طرح کی روایتیں ملتی ہیں تو ان اقوال کی بنیاد پر کوئی فیصلہ کئے جانے سے پہلے اصول حدیث کے اعتبار سے انکی جانچ ضروری ہے۔۔ نیز دوسرے یہ کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تفسیر اسی وقت حجت، دلیل سمجھے جائیں گے جبکہ آپ ﷺ سے آیت شریفہ کی کوئی صریح تفسیر مستند طور پر ثابت نہ ہو؛ چنانچہ اگر آپ ﷺ سے تفسیر منقول ہو تو پھر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اقوال محض اس تفسیر کی تائید شمار کئے جائیں گے اور اگر آپ ﷺ کے معارض کوئی قول صحابی رضی اللہ عنہ ہو تو اس کو قبول نہ کیا جائے گا۔۔ تیسرے یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تفسیر میں اگر تعارض اور ٹکراؤ ہو تو جہاں تک ہو سکے انکے اقوال میں مطابقت پیدا کی جائے گی اگر مطابقت نہ ہو سکے تو پھر مجتہد کو اس بات کا اختیار ہو گا کہ دلائل کی روشنی میں جس صحابی رضی اللہ عنہ کا قول مضبوط ہے اس کو اختیار کر لے۔ (ابن کثیر)

اس موضوع پر مستقل کتاب "تنویر المقیاس فی تفسیر ابن عباس" ہے اور اس کے علاوہ دیگر کتب تفاسیر میں صحابہ کی

تفسیری روایات مذکور ہیں۔

## اقوال تابعین سے قرآن کی تفسیر کرنے کا بیان

واضح ہونا چاہئے کہ تابعین سے مراد تمام ہی تابعین نہیں ہیں؛ بلکہ وہ حضرات تابعین جنہوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی صحبت اٹھائی ہو اور انکی صحبت سے علمی استفادہ کیا ہو، اہل علم میں اس بات پر بھی اختلاف ہے کہ تفسیر قرآن کے بارے میں اقوال تابعین حجت ہیں یا نہیں، اس معاملہ میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بہت ہی معتدل بات لکھی ہے کہ اگر کوئی تابعی کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے تفسیر نقل کر رہے ہوں تو اس کا حکم صحابی کی تفسیر جیسا ہوگا اور اگر خود تابعی اپنا قول بیان کریں تو دیکھا جائے گا کہ دوسرے کسی تابعی کا قول ان کے خلاف تو نہیں اگر خلاف میں کوئی قول ہو تو پھر اس تابعی کے قول کو حجت نہیں قرار دیا جائے گا؛ بلکہ ایسی آیات کی تفسیر کے لیے قرآن کی دوسری آیتیں احادیث نبویہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور لغت عرب جیسے دوسرے دلائل پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے گا، ہاں اگر تابعین کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہو تو ان کے تفسیری اقوال کو بلاشبہ حجت اور واجب الاتباع قرار دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ المکتبہ التجاریۃ الکبری)

جب تابعین کے اقوال پر تفسیر کی جاسکتی ہے تو اس کے کچھ نمونے بھی ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلی مثال

ارشاد باری تعالی ہے:"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ، رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" ۔ (التوبہ)

اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ اللہ تعالی راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور اللہ نے تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے ایسے باغات کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں رہا کریں ان میں وہ ہمیشہ یہی ہے بڑی کامیابی۔ اس آیت شریفہ میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف درجات فضیلت بیان کئے گئے ہیں ایک سابقین اولین کا، دوسرے انکے بعد والوں کا، اب سابقین اولین کون ہیں، اس میں مفسرین کے مختلف اقوال نقل کئے جاتے ہیں، کبار تابعین حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، ابن سیرین رحمہ اللہ اور قتادہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اس سے مراد وہ صحابہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور عطاء بن ابی رباح کا یہ قول ہے کہ سابقین اولین سے مراد بدر میں شریک ہونے والے صحابہ ہیں اور شعبی نے فرمایا کہ وہ جو کہ حدیبیہ کے موقع پر بیعت رضوان میں شامل رہے۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر سورۂ توبہ)

اس آیت میں تابعین رحمہ اللہ کے مختلف اقوال سامنے آئے، مفسرین نے کسی قول کو رد نہیں کیا اور ان کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔

دوسری مثال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ" ۔ (التوبہ)

توبہ کرنے والے، اللہ کی بندگی کرنے والے، اس کی حمد کرنے والے، روزے رکھنے والے، رکوع میں جھکنے والے، سجدہ گزارنے والے، نیکی کی تلقین کرنے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدوں کی حفاظت کرنے والے (اے پیغمبر) ایسے مؤمنوں کو خوشخبری دیدو۔

آیت میں ایک لفظ "اَلسَّآئِحُوْنَ" آیا ہے، جس کا مطلب جمہور مفسرین کے ہاں "صَآئِمُوْنَ" یعنی روزہ دار مراد ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قرآن میں جہاں کہیں بھی سائحین کا لفظ آیا ہے وہاں صائمین مراد ہیں، حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ جو کبار تابعین میں سے ہیں انہوں نے کہا سیاحت کرنے والوں سے مراد طالب علم ہیں جو علم کی طلب میں ملکوں میں پھرتے ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر سورۂ توبہ)

اس تفسیر کو مفسرین نے رد نہیں کیا ہے اگرچہ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ اس تفسیر میں منفرد ہیں۔ تیسری مثال

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (التوبہ)

صدقات تو صرف غریبوں کے لیے ہیں۔۔ الخ۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے غنی اور فقیر کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے، غنی سے متعلق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ غنی وہ شخص ہے جس کے پاس اصلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد بقدر نصاب زکوۃ مال باقی رہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورۂ توبہ)

عام مفسرین نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ تعریف غنی کو اپنی تفاسیر میں بلا کسی نکیر کے ذکر فرمایا ہے۔

اس موضوع پر بھی بہت سی تفاسیر لکھی گئی ہیں؛ چنانچہ علامہ نیشاپوری کی تفسیر "غرائب القرآن اور رغائب الفرقان" قابل ذکر ہے اور علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی مدارک التنزیل بھی قابل ذکر ہے اور علامہ آلوسی کی روح المعانی بھی ایک وقیع تفسیر ہے۔

## عربی لغت سے قرآن کی تفسیر کرنے کا بیان

لغت عرب کو تفسیر کا ماخذ ماننے میں اگرچہ کہ اہل علم کے یہاں اختلاف ہے، جیسے کہ امام محمد رحمہ اللہ نے لغۃ عرب سے قرآن کی تفسیر کو مکروہ قرار دیا ہے (حوالہ البرهان)

کیونکہ؛ عربی زبان ایک وسیع زبان ہے اور بعض اوقات ایک لفظ کئی معانی پر مشتمل ہوتا ہے اور ایک جملے کے بھی متعدد اور کئی مفہوم ہوسکتے ہیں تو ایسے مواقع پر صرف لغت عرب کو بنیاد بنا کر ان میں سے کوئی ایک مفہوم متعین کرنا تفسیر میں مغالطہ کا سبب بن سکتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو مکروہ بھی کہا گیا ہے مگر محققین کا کہنا ہے کہ مغالطہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ لغت کے کثیر الاستعمال معانی کو چھوڑ کر انتہائی قلیل الاستعمال معنی مراد لیے جائیں اس لیے ایسی جگہ جہاں قرآن وسنت وآثار صحابہ وتابعین میں سے کوئی صراحت نہ

ملے تو آیت کی تفسیر لغت عرب کے عام محاورات (جن کا چل چلاؤ ہو) کے مطابق کی جائے گی۔

پہلی مثال، ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے درج ذیل آیت کے معنی دریافت کیے۔

"أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ" . (النحل)

یا انہیں اس طرح گرفت میں لے کہ وہ دھیرے دھیرے گھٹتے چلے جائیں۔ یہ سن کر قبیلہ بنو ھذیل کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ ہماری زبان میں "تخوف" کمی اور نقصان کو کہتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا عربی اشعار میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں اور فوراً یہ شعر پڑھ دیا:

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ منها تامِكاً قَرِداً * كما تَخَوَّفَ عُوْدَ النبعةِ السَّفِنُ.

کجاوہ کی رسی اونٹنی کے کوہان کے بال کو کم کرتی رہتی ہے، جیسا کہ لوہا کشتی کی لکڑی کو کم کرتا رہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا اپنے دیوان کو تھامے رکھو، صحابہ نے عرض کیا دیوان سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا جاہلی شاعری، اس میں قرآن کی تفسیر اور تمہاری زبان کے معانی موجود ہیں۔ (روح المعانی)

دوسری مثال، علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صحن کعبہ میں تشریف فرما تھے سوال کرنے والوں کا ایک ہجوم تھا دو آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم آپ سے تفسیر قرآن کے متعلق کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا دل کھول کر پوچھیے، انہوں نے پوچھا کہ آپ اس آیت باری تعالیٰ کی تفسیر بتایئے۔

"عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ" . (المعارج)

دائیں بائیں حلقے باندھے ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا عزین کے معنی ہیں ساتھیوں کے حلقے، انہوں نے پھر سوال کیا کہ کیا اہل عرب اس معنی سے واقف ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں پھر آپ نے عبید بن الابرص کا شعر پڑھا:

فَجَاؤُا يُهْرَعُوْنَ إِلَيْهِ حَتَّ يَكُوْنُوْا حَوْلَ مِنْبَرِهِ عِزِيْنَا . وہ لوگ اس کی طرف بھاگتے ہوئے آتے ہیں اس کے منبر کے گرد حلقہ باندھ لیتے ہیں (الاتقان)

دیکھیے یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت بالا کی تفسیر لغت عرب کی مدد سے کی ہے۔ تیسری مثال اُسی صاحب نے آپ رضی اللہ عنہ سے درج ذیل آیت کی تفسیر دریافت کی۔

"وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ" ۔ (المائدۃ) اور اس تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وسیلہ حاجت اور ضرورت کو کہتے ہیں اس نے پوچھا کہ اہل عرب اس معنی سے واقف ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا کیا آپ نے عنترۃ نامی شاعر کا شعر نہیں سنا ہے؟ پھر شعر پڑھا۔

إِنَّ الرِّجَالَ لَهُمْ إِلَيْكِ وَسِيلَةٌ إِنْ يَأْخُذُوكِ، تَكَحَّلِي وَتَخَضَّبِي (الاتقان)

اس شعر میں وسیلہ کا لفظ حاجت وضرورت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیت بالا کی تفسیر لغت عرب سے کی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے، بہت سی تفاسیر لکھی گئی ہیں، ان میں تفسیر خازن جس کا اصل نام "لباب التاويل فی معانی التنزيل() السراج المنير فی الاعانة علی معرفة بعض معانی كلام ربنا الحكيم الخبير، للخطيب شربينی" قابل ذکر ہیں۔

## عقل سلیم سے قرآن کی تفسیر کرنے کا بیان

عقل سلیم جس کی اہمیت وضرورت سے کسی کو انکار نہیں، دنیا کے ہر کام میں اسکی اہمیت ہوتی ہے اور پچھلے مآخذ سے فائدہ اٹھانا بغیر عقل سلیم کے معتبر نہیں اس ماخذ کو علاحدہ لکھنے کی ضرورت محض اس لیے پڑتی ہے کہ قرآن کریم کے معارف ومسائل، اسرار ورموز یقیناً ایک بحر بیکراں ہیں اور پچھلے مآخذ سے ان کو ایک حد تک سمجھا جاسکتا ہے؛ لیکن کسی نے بھی یہ کہنے کی جرأت نہیں کی کہ قرآن کریم کے اسرار ومعارف کی انتہاء ہوگئی اور مزید کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہی، یہ بات خود قرآن کریم کی صریح آیتوں کے خلاف ہوگی، فرمان خداوندی ہے۔

"قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ، الخ" ۔ (الكهف)

فرمادو کہ اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے رب کی باتیں ختم نہیں ہوں گی کہ اس سے پہلے سمندر ختم ہو چکا ہوگا، چاہے اس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لیے ہم ویسا ہی ایک سمندر کیوں نہ لے آئیں۔

گویا اس آیت میں وضاحت ہے کہ ساری مخلوق مل کر بھی کلمات الٰہی کا احاطہ کرنا چاہے تو ممکن نہیں سارا سامان تسوید ختم ہوجائے گا اور لامتناہی کسی طرح بھی متناہیوں کی گرفت میں نہ آسکے گا، متناہی صفات والے لامتناہی صفات والی ہستی کو کیونکر اپنی گرفت میں لاسکتے ہیں اور یقیناً قرآن کریم بھی صفات باری میں سے ایک ہے لہٰذا عقل سلیم کے ذریعہ ان حقائق اور اسرار پر غور وفکر کا دروازہ قیامت تک کھلا ہوا رہیگا اور جس شخص کو بھی اللہ تعالی نے علم وعقل اور خشیت وتقوی اور رجوع الی اللہ کی صفات سے مالا مال کیا وہ تدبیر کے ذریعہ نئے نئے حقائق تک رسائی حاصل کرسکتا ہے؛ چنانچہ ہر دور کے مفسرین کی تفسریں اس بات کی واضح دلیل ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی دعا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے تھی۔

"اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" ۔ (كنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال، علی بن حسام الدين المتقی الهندی ۔ بخاری، كِتَاب الْوُضُوءِ بَاب وَضْعِ الْمَاءِ عِنْدَ الْخَلَاءِ)

اے اللہ ان کو تاویل یعنی تفسیر قرآن اور دین کی سمجھ عطا فرما۔ یہ دعا بھی اشارہ کرتی ہے کہ اس باب میں راہیں کھلی ہیں البتہ اہل علم نے اس معاملہ میں یہ اصول ضرور بتلایا ہے کہ عقل سلیم کے ذریعہ مستنبط ہونے والے وہی مسائل اور معارف معتبر ہوں گے جو سابق مآخذ سے متصادم نہ ہوں، یعنی ان سے نہ ٹکراتے ہوں، اصول شرعیہ کے خلاف کوئی نکتہ آفرینی کی جائے تو اسکی کوئی قدر

وقیمت نہ ہوگی۔ ہم کوایمان رکھنا چاہئے کہ کل کائنات اللہ کی بنائی ہوئی اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، لہٰذا قرآن کریم کی بعض آیتوں سے اگر کوئی ڈاکٹر یا سائنس داں معلومات کو اخذ کرتا ہے اور وہ معلومات مذکورہ اصولوں سے متصادم نہ ہوں تو ایسی تفسیر بھی قابل اعتبار ہوگی۔

پہلی مثال

"لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ o اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ" o ۔ (الشوری)

سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، وہ جس کو چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا پھر ان کو ملا کر لڑکے بھی دیتا ہے اور لڑکیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے، یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے قدرت کا بھی مالک۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس آیت میں خنثیٰ (ایسا شخص جو نہ مرد ہو نہ عورت) کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ ان کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

لیکن ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ایسا کہنا عقل کے خلاف بات ہے اس لیے کہ اللہ نے آیت کے ابتداء ہی میں فرمادیا "یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ" وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، لہٰذا اس میں خنثیٰ بھی شامل ہے۔ (الجامع لاحکام القرآن)

دوسری مثال

حضرت موسیٰ جب کوہ طور پر تیس دن کے لیے تشریف لے گئے تھے اور انہیں چالیس یوم تک وہاں رہنا پڑا تھا تو ان کے غائبانہ ان کی قوم نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی اس واقعہ سے متعلق ایک حصہ کو قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے

"وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا" ۔ (الاعراف)

موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد زیورات سے ایک بچھڑا بنالیا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ تستری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بچھڑے سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی محبت میں گرفتار ہو کر انسان اللہ سے منہ موڑ لے؛ مثلاً اہل و اولاد اور مال وغیرہ انسان تمام خواہشات کو ختم کر دے جس طرح بچھڑے کے پجاری اس سے اسی حالت میں چھٹکارا پا سکتے ہیں جب وہ اپنی جانوں کو تلف کر دیں۔

یہ تفسیر بھی عقل سلیم کی روشنی میں کی جانے والی تفسیر کے قبیل سے ہے اور یہ اصول شرعیہ کے مخالف بھی نہیں ہے۔

## تفسیر و ترجمہ قرآن کے لئے شرائط کا بیان

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ (م 911ھ/1505ء) مفسر قرآن کے لئے مندرجہ ذیل شرائط ضروری قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ مفسر قرآن کم از کم درج ذیل علوم پر ضروری دسترس رکھتا ہو۔

علم اللغة، علم نحو، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان، علم بدیع، علم قرأت،

**علم اصول دین، علم اصول فقہ، علم اسباب نزول، علم قصص القرآن، علم الحدیث، علم ناسخ و منسوخ، علم محاورات عرب، علم التاریخ اور علم اللدنی**

(الاتقان فی علوم القرآن جلد 2 ص:180 سہیل اکیڈمی 1980ء)

مندرجہ بالا شرائط کے ساتھ ساتھ مفسر کو بہت زیادہ وسیع النظر، صاحب بصیرت ہونا چاہیے کیونکہ ذرا سی کوتاہی تفسیر کو تفسیر بالرائے بنادے گی جس کا ٹھکانہ پھر جہنم ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

**(ومن قال فی القران برایئہٖ فلیتبوأ مقعدہ من النار)** جامع ترمذی جلد 2 حدیث (861)

اور جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ قارئین حضرات! علامہ سیوطی کی قائم کردہ شرائط کی روشنی میں مترجم قرآن کی ذمہ داری مفسر قرآن سے بھی زیادہ سخت نظر آتی ہیں کیونکہ تفسیر میں مفسر ایک لفظ کی شرح میں ایک صفحہ بھی لکھ سکتا ہے مگر ترجمہ قرآن کرتے وقت عربی لفظ کا ترجمہ ایک ہی لفظ سے کرنا ہوتا ہے اس لئے مترجم قرآن کا کسی بھی زبان میں ترجمہ منشا الٰہی کے مطابق یا منشائے الٰہی کے قریب قریب کرنا مشکل ترین کام ہے۔ البتہ تمام شرائط کے ساتھ ترجمہ قرآن اس وقت ممکن ہے کہ جب مترجم قرآن تمام عربی تفاسیر، کتب احادیث، تاریخ، فقہ اور دیگر علوم وفنون پر دسترس کے ساتھ ساتھ عربی زبان وادب پر مکمل عبور رکھتا ہو اور وہ ایک عبقری شخصیت کا حامل ہو ساتھ ہی مترجم قرآن کتاب اللہ کو عربی زبان میں سمجھنے کی حد درجہ صلاحیت رکھتا ہو تب ہی ترجمہ قرآن منشائے الٰہی اور فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہوگا۔

## تفسیر کی اقسام کا بیان

بنیادی طور پر تفسیر کی تین اقسام ہیں۔ تفسیر بالماثور، تفسیر بالرائے اور تفسیر اشاری۔ جن کی وضاحت درج ذیل ہے۔

ا۔ تفسیر بالماثور، ۲۔ تفسیر بہ رائے

قرآن مجید کی تفسیر کا پہلا اسلوب (رجحان) تفسیر بالماثور کے نام سے مشہور ہے اسے ہی عربی میں تفسیر بالروایۃ یا تفسیر بالنقل کہتے ہیں اور اردو میں ماثوری یا اثری یا روایتی یا نقلی اسلوب کہتے ہیں۔ پہلی چیز جو تفسیر کی صورت میں ظاہر ہوئی وہ مبنی بروایت تھی جسے تفسیر ماثور یا تفسیر اثری کہتے ہیں۔ اس لئے علماء حدیث وروایت ہی وہ پہلے حضرات ہیں جو تفسیر کے میدان میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ (امین الخولی، مقالہ تفسیر، اردو دائرہ معارف الاسلامیہ)

یعنی اس اسلوب کے بانی وموسس محدثین اور راوی حضرات ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (1174ھ/1762ء) اسی اسلوب کے متعلق فرماتے ہیں کہ مفسرین کی مختلف جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت (تفسیر میں) آیات سے مناسبت رکھنے والے آثار روایت کرتی ہے۔ خواہ وہ مرفوع حدیث یا موقوف، کسی تابعی کا قول ہو یا اسرائیلی روایت۔ یہ محدثین کا مسلک ہے۔

(محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، لاہور)

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کے نزدیک قرآن مجید کی اثری تفسیر چار امور پر مشتمل ہے: قرآنی آیات، احادیث رسول ا، آثار صحابہ

رضی اللہ عنہم اور اقوال تابعین رحمہم اللہ (ذہبی، داکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، قاہرہ، مصر، دار الکتب الحدیثہ)

اس سے قبل کہ تفسیر بالماثور اور اس کے متعلقات کو بیان کیا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً اس اسلوب کے تاریخی ارتقاء کو بیان کیا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ تفسیر بالماثور کی اقسام کیسے وجود میں آئیں اور ان پر اس اسلوب کا اطلاق کیسے ہوا؟ تفسیر بالماثور کے ارتقاء کو درج ذیل مراحل کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔

## لفظ رائے کے لغوی مفہوم کا بیان

لفظ رائے کا اطلاق اعتقاد، اجتہاد اور قیاس پر کیا جاتا ہے۔ اسی قیاس کے قائلین کو اصحاب الرائے بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن علم تفسیر کی اصطلاح میں تفسیر بالرائے سے مراد قرآن مجید کی وہ تفسیر ہے جو صرف نقلی روایات کی مدد ہی سے نہیں بلکہ نئے تقاضوں کے مطابق اجتہاد کی مدد سے کی جائے۔ یہ اسی صورت ممکن ہے جب تفسیر کرنے والا عربوں کے اسلوب کلام، عربی الفاظ اور ان کے وجوہ دلالت سے بخوبی آگاہ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ زمانہ جاہلیت کے اشعار، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ اور ان امور سے نابلد نہ ہو جو مفسر کے لئے بہت ضروری ہیں۔

(۱) دوسرے الفاظ میں تفسیر بالرائے جسے تفسیر بالدرایت، یا تفسیر بالعقل، یا تفسیر بالاجتہاد بھی کہتے ہیں، کا اطلاق قرآن مجید کی اس تفسیر پر ہوتا ہے، جس میں مفسر کے ذاتی اجتہاد کا عمل دخل ہو۔ تفسیر کے اس رجحان کو اجتہادی یا عقلی یا درایتی رجحان بھی کہتے ہیں۔

## تفسیر بہ رائے کی اقسام

تفسیر بالرائے کی دو قسمیں ہیں: تفسیر بالرائے المحمود اور تفسیر بالرائے المذموم۔

## تفسیر بہ رائے محمود کا بیان

تفسیر میں قرآن، حدیث، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے استفادہ کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ نئے پیش آمدہ مسائل اور نئے انداز فکر کے مطابق نصوص دینیہ کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے، رائے کو کام میں لایا جائے۔ تو ایسی تفسیر کو تفسیر بالرائے المحمود کہا جاتا ہے۔ تفسیر بالرائے المحمود کے لئے ضروری ہے کہ رائے کو محض جدید مسائل کے حل کے لئے اور اسلامی احکام کو منطبق کرنے کے لئے ہی کام میں لایا جائے۔ دینی نصوص کی اہمیت اور بالادستی قائم رہے اور تفسیر کرنے والا قرآن و حدیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے آگاہ ہونے کے ساتھ ساتھ عربی شاعری، عربی زبان، اسباب نزول، ناسخ و منسوخ اور قرآن مجید کی زبان کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہو۔ تفسیر بالرائے المحمود کو ممدوح، جائز، صحیح اور مقبول بھی کہتے ہیں۔ اس کے لئے علماء نے کچھ شروط متعین کی ہیں۔ (ذہبی، داکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دار الکتب الحدیثہ، قاہرہ، مصر، ج1، ص(255)

## تفسیر بہ رائے مذموم کا بیان

تفسیر میں رائے کو استعمال کرنے کا ایک دوسرا انداز یہ ہے کہ رائے استعمال کرتے ہوئے نصوص دینیہ کی بالادستی اور کتاب و

سنت کی حقیقی روح کا لحاظ کیے بغیر تفسیر کی جائے۔ نصوص کی بجائے عربی لغت و شاعری وغیرہ پر زیادہ دارومدار ہو اور اس تفسیر کو نصوص دینیہ کی تائید حاصل نہ ہو۔ اس تفسیر کو تفسیر بالرائے المذموم کہا جاتا ہے۔ تفسیر بالرائے المحمود کی اجازت ہے اور رائے المذموم کی بنیاد پر کی گئی تفسیر کو معتبر و پسندیدہ قرار نہیں دیا گیا ہے۔

تفسیر کی اس قسم کو غیر ممدوح، غیر محمود، ناجائز، غیر صحیح اور غیر مقبول کہتے ہیں کیونکہ اس میں تفسیر کے لئے علماء کی متعین کردہ شرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

مختصر یہ کہ ایک طرز تفسیر کا نام تفسیر بالرائے ہے۔ اس کے بارے میں لوگوں کے مختلف خیالات پائے جاتے ہیں۔ اس کی ایک قسم ممدوح اور دوسری مذموم ہے۔ اگر یہ تفسیر قرآنی ہدایت کے قریب ہو تو ممدوح اور اگر بعید ہو تو مذموم ہے۔

(صالح، علوم القرآن (اردو ترجمہ غلام احمد حریری)، ص 514 تا 614)

## 3۔ تفسیر اشاری کا بیان

تفسیر اشاری کو تفسیر فیضی یا تفسیر رمزی بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوشیدہ اشارات جو اصحاب تصوف ہی کو معلوم ہوتے ہیں کی بنیاد پر قرآن کریم کی ایسی تفسیر بیان کی جائے جو اس کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہو۔ البتہ ظاہری اور باطنی مفہوم میں جمع و تطبیق کا امکان ہو۔ بنا بریں نظری صوفیوں کی تفسیر اور تفسیر اشاری میں دو طرح سے فرق کیا جا سکے گا۔

نظری صوفیوں کی تفسیر چند علمی مقدمات پر مبنی ہوتی ہے جو پہلے صوفی کے ذہن میں آتے ہیں اور اس کے بعد وہ قرآن کو ان پر محمول کرتا ہے۔ بخلاف ازیں تفسیر اشاری کی اساس علمی مقدمات پر نہیں رکھی جاتی۔ بلکہ یہ روحانی ریاضت کے زیر اثر ہوتی ہے۔ صوفی ریاضت کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس پر عبادت کے پردہ میں کچھ اشارات قدسیہ منکشف ہونے لگتے ہیں اور اس طرح آیات میں جو معارف و حقائق ہوتے ہیں۔ وہ ابر غیب سے اس پر برس پڑتے ہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ نظری صوفی کسی آیت کی جو تفسیر کرتا ہے اس کے بارے میں اس کا خیال یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے ماسوا مفہوم کسی دوسرے کے متحمل ہی نہیں۔ اس کے برعکس تفسیر اشاری میں صوفی کا خیال یہ ہوتا ہے کہ آیات میں دوسرے معنی کی گنجائش ہے بلکہ وہ ظاہری معنی ہیں اور انسانی ذہن سب سے پہلے اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے۔

یہاں طبعاً قاری کے ذہن میں یہ سوال اُبھر سکتا ہے کہ آیا تفسیر اشاری کے لئے کوئی شرعی اصل و اساس بھی ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اس کا وجود اسلام کے عصر اول میں ہی تھا یا اس کا ظہور اس وقت ہوا جب تصوف کا چرچا ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عزیز کے معانی و مطالب کے اظہار و بیان میں تفسیر اشاری کا انداز نیا نہیں بلکہ یہ اس وقت سے جانا پہچانا طریق ہے جب آنحضور پر قرآن نازل ہوا کرتا تھا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے آگاہ کیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس سے آگاہ و آشنا تھے۔

## تفسیر قرآن کے عہد اول کا بیان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں قرآنی آیات کے فہم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب مشکلات پیش آئیں تو آپ اان کی توضیح فرمادیا کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسی توضیحات وتشریحات کو ایک دوسرے تک نقل کردیتے تھے۔

## تفسیر قرآن کے عہد ثانی کا بیان

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس دنیائے فانی سے ۱۱ ہجری میں رحلت فرماگئے تو خالص صحابہ رضی اللہ عنہم کا دور شروع ہوگیا۔ اس دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن مجید کے معانی ومطالب میں دشواریوں کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھ لیا کرتے تھے۔اس طرح تفسیر سے متعلقہ اقوالِ رسول اا ایک صحابی سے دوسرے تک منتقل ہوتے جاتے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف زبانی طور پر تفسیری روایات ایک دوسرے تک منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ بلکہ جدید تحقیقات نے یہ ثابت کردیا ہے کہ عہد نبوت وعہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں احادیث کے متعدد مجموعے کتابی صورت میں تیار کیے جاچکے تھے۔

(داکٹر مصطفیٰ، دراسات فی الحدیث النبویہ وتاریخ تدوینہ، :(84)

ظاہر ہے کہ ان مجموعوں میں قرآنی آیات کی تفسیر کے بارے میں بھی احادیث ضبط تحریر میں آچکی ہوں گی۔ یہاں اس بات کا ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ قرآن مجید کے پہلے مفسر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور پہلی تفسیر آپ اکی احادیث مبارکہ ہے۔ محققین حضرات نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ہر حدیث کی بنیاد قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ یہ کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ ہر قرآنی لفظ ایک باب ہے اور احادیث رسول اللہ اا اس کی مختلف مباحث ہیں۔ جیسے لفظ زکوٰۃ، صلوٰۃ، صدقہ، حج، عمرہ، ہجرت، قتال فی سبیل اللہ اور شہادت (گواہی) وغیرہ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسے صاحب علم حضرات بھی موجود تھے جو احادیث رسول اکی روشنی میں تفسیر قرآن کرتے، جسے بعد میں تفسیر القرآن بالا حادیث کہہ کر تفسیر بالماثور کی دوسری قسم قرار دیا گیا۔ اور یہی حضرات اپنی آراء سے بھی تفسیر کرتے۔ ان ہی آراء کو بعد میں تفسیر القرآن باقوال الصحابہ رضی اللہ عنہم کہہ کر تفسیر بالماثور کی تیسری قسم متعین کرلیا گیا۔

## تفسیر قرآن کے عہد ثالث کا بیان

تابعین حضرات کا جہاں تک تعلق ہے تو ان میں ایسے علماء کرام پائے گئے جنہوں نے تفسیر قرآن کا خاص اہتمام کیا اور احادیث رسول اللہ او آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے تفسیر کے متعلق جس قدر مواد ملا اسے اکٹھا کرلیا اور اس مواد پر اپنی رائے واجتہاد کا اضافہ کردیا۔ (ذہبی، داکٹر محمد حسین، التفسیر والمفسرون، دارالکتب الحدیثہ، قاہرہ، مصر، ج1، ص(53)

یہی اضافہ بعد میں تفسیر بالماثور کی ایک مستقل قسم کا سبب بنا جسے تفسیر القرآن باقوال التابعین رحمہم اللہ کا نام دیا گیا۔

تابعین حضرات نے اسی حد تک اپنی رائے واجتہاد کا اضافہ کیا۔ جس قدر قرآن مجید میں ابہام پیدا ہوچکا تھا۔ جس کا سبب عہد رسول اللہ ﷺ او عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دوری تھا۔

## تفسیر قرآن کے عہد رابع کا بیان

اور جہاں تک تبع تابعین کا تعلق ہے تو انہوں نے تابعین کے (تفسیری) فرمودات کو روایت (بیان) کیا اور قرآن کے مطالب و مفاہیم میں جس قدر ابہام زیادہ ہو گیا تھا اسی کے مطابق انہوں نے زائل کرنے کی کوشش کی۔ پس اسی اسلوب پر یہ کام چلتا رہا اور ہر آنے والا طبقہ اپنے سے پہلے طبقہ سے تفسیری اقوال روایت کرتا رہا۔

تبع تابعین رحمہم اللہ نے تابعین کے اقوال پر جو اضافہ کیا یہی اضافہ اصل میں تاریخ تفسیر کے مصادر میں تفسیر القرآن باقوال تبع التابعین رحمہم اللہ کے نام سے موسوم ہے اور تفسیر بالروایت یا بالماثور کی ایک قسم یا ایک اسلوب کے نام سے معروف ہے۔

یہ ہے عہد نبوت سے عہد تبع تابعین تک تفسیر بالماثور کا مختصر سا ارتقائی جائزہ۔ ان چار ادوار (مراحل، طبقات) میں جو بھی تفسیری کام ہوا ہے اسی کام کو بعد میں تفسیر بالماثور یا تفسیر بالمنقول یا بالروایت کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ جو کام عہد نبوت میں احادیث رسول ا کی صورت میں سامنے آیا اسے تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ جو آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں ہوا۔ اسے تفسیر القرآن باقوال الصحابہ۔ جو تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ کے کام کی صورت میں وجود میں آیا اسے تفسیر القرآن باقوال التابعین اور باقوال تبع تابعین کہا گیا۔ اور تفسیر میں اہل کتاب سے جو مواد نقل کیا گیا۔ اسے تفسیر القرآن بالروایات الاسرائیلیہ کا نام دے دیا گیا۔ تبع تابعین کے عہد والوں نے اپنے سے پہلے والے تفسیری مواد کو حاصل کر کے بڑی بڑی تفاسیر میں یکجا کر دیا جیسے تفسیر طبری وغیرہ۔

## چند مشہور تفاسیر کے مختصر تعارف کا بیان

کسی بھی فن پر کام کرنے کیلئے خواہ وہ علمی ہو یا دنیاوی کاموں سے متعلق ہو ضروری ہے کہ اس فن پر پہلے جس قدر کام ہو چکا ہے اس کا مطالعہ کیا جائے۔ دور جدید میں کسی عالم کیلئے جو تفسیر لکھنا چاہے تو اس کیلئے لازم ہوگا کہ سابقہ تمام تفاسیر یا کم از کم کثیر کتب تفاسیر کا نہ صرف مطالعہ کرے بلکہ پوری تحقیق کے ساتھ ان پر آگاہی حاصل کرے۔ یاد رہے ہم اس وقت کوئی اپنے نام سے منسوب تفسیر نہیں لکھ رہے بلکہ تفسیر جلالین کا دامن تھام کر کچھ توضیحات پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں اس دعا کے ساتھ کہ وہ مجھے میں لغزشوں سے محفوظ فرمائے۔

## تنویر مقباس فی تفسیر ابن عباس

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہیں ترجمان القرآن اور حبر اُمت کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے، علم تفسیر میں بلند مقام رکھتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے آپ کے لئے خصوصی دُعا فرمائی، اللھم فقهه فی الدین وعلمه التاویل (طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۶۳) اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور تاویل قرآن کا علم عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بجا طور پر رئیس المفسرین اور ترجمان القرآن ہیں، آپ کے شاگردوں نے آپ سے

علم تفسیر حاصل کر کے دور دراز علاقوں تک پہنچایا، ہر دور میں آپ کے تفسیری اقوال کی اہمیت مسلم رہی ہے، مشکل آیات کی تفسیر کے لئے آپ کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ سعید بن جبیر اور حضرت مجاہد جیسی شخصیات آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بکثرت تفسیری طرق مروی ہیں۔

## تفسیر ابن جریر کا تعارف

اس تفسیر کا اصل نام جامع البیان ہے، اور یہ علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۱۰ھ) کی تالیف ہے، علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ اونچے درجے کے مفسر، محدث اور مؤرخ ہیں، منقول ہے کہ وہ چالیس (۴۰) سال تک مسلسل لکھنے میں مشغول رہے، اور ہر روز چالیس (۴۰) ورق لکھنے کا معمول تھا (البدایہ والنہایہ، ص ۱۴۵ ج ۱۱)

بعض حضرات نے ان پر شیعہ ہونے کا الزام عائد کیا ہے، لیکن محققین نے اس الزام کی تردید کی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ اہل سنت کے جلیل القدر عالم ہیں، بلکہ ان کا شمار ائمہ مجتہدین میں ہوتا ہے۔

ان کی تفسیر تیس (۳۰) جلدوں میں ہے، اور بعد کی تفاسیر کے لیے بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے، وہ آیات کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال نقل کرتے ہیں، اور پھر جو قول اُن کے نزدیک راجح ہوتا ہے اسے دلائل کے ذریعہ ثابت کرتے ہی، البتہ ان کی تفسیر میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات جمع ہوگئی ہیں، اس لیے اُن کی بیان کی ہوئی ہر روایت پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، دراصل اس تفسیر سے ان کا مقصد یہ تھا کہ تفسیر قرآن کے بارے میں جس قدر روایات انہیں دستیاب ہوسکیں اُن سب کو جمع کر دیا جائے، تاکہ اس جمع شدہ مواد سے کام لیا جا سکے، البتہ انہوں نے ہر روایت کے ساتھ اس کی سند بھی ذکر کی ہے، تاکہ جو شخص چاہے راویوں کی تحقیق کر کے روایت کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ کر سکے۔

## تفسیر ابن کثیر کا مختصر تعارف

یہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن کثیر دمشقی شافعی (متوفی ۷۷۴ھ) کی تصنیف ہے، جو آٹھویں صدی کے ممتاز اور محقق علماء میں سے ہیں، اُن کی تفسیر چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، اس میں زیادہ زور تفسیری روایات پر دیا گیا ہے، اور خاص بات یہ ہے کہ مصنف روایتوں پر محدّثانہ تنقید بھی کرتے ہیں، اور اس لحاظ سے یہ کتاب تمام کتب تفسیر میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے

## تفسیر القرطبی کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ اس کا پورا نام الجامع الاحکام القرآن ہے، اندلس کے مشہور اور محقق عالم علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۷۱ھ) کی تصنیف ہے، جو فقہ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کے پیرو تھے، اور عبادت و زہد کے اعتبار سے شہرۂ آفاق تھے، اصل میں اس کتاب کا بنیادی موضوع تو قرآن کریم سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط تھا لیکن اس ضمن میں انہوں نے آیتوں کی تشریح، مشکل الفاظ کی تحقیق، اعراب و بلاغت اور متعلقہ روایات کو بھی تفسیر

میں خوب جمع کیا ہے، یہ کتاب بارہ جلدوں میں ہے، اور بار بار شائع ہو چکی ہے۔

## تفسیر کبیر کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۰۶ھ) کی تصنیف ہے، اور اس کا اصلی نام مفاتیح الغیب ہے، لیکن تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہے، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ متکلمین اسلام کے امام ہیں، اس لیے ان کی تفسیر میں عقلی اور کلامی مباحث اور باطل فرقوں کی تردید پر بہت زور دیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ حلِ قرآن کے لحاظ سے بھی یہ تفسیر اپنی نظیر آپ ہے، اور اس میں جس دلنشین انداز میں قرآن کریم کے معانیکی توضیح اور آیاتِ قرآنی کے باہمی ربط کی تشریح کی گئی ہے، وہ بڑا قابل قدر ہے، اغلب یہ ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ فتح تک کی تفسیر خود لکھی ہے، اس کے بعد وہ اسے پورا نہ کر سکے، چنانچہ سورہ فتح سے آخر تک کا حصّہ قاضی شہاب الدین بن خلیل الخولی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۹ھ) یا شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۷ھ) نے مکمل فرمایا۔

(کشف الظنون ۲/۴۷۷)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کی ضرورت کے مطابق چونکہ کلامی بحث اور باطل فرقوں کی تردید پر خاص زور دیا ہے، اور اس ضمن میں ان کی بحثیں بہت سے مقامات پر انتہائی طویل ہو گئی ہیں، اس لیے بعض حضرات نے اُن کی تفسیر پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ: فِیْہِ کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا التَّفْسِیْرُ (اس کتاب میں تفسیر کے سوا سب کچھ ہے) لیکن یہ تبصرہ تفسیر کبیر پر بڑا ظلم ہے، اور حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی، کہ حلِ قرآن کے لحاظ سے بھی اس تفسیر کا پایہ بہت بلند ہے، البتہ چند ایک مقامات پر انہوں نے جمہور امت کی راہ سے ہٹ کر آیاتِ قرآنی کی تفسیر کی ہے، لیکن ایسے مقامات آٹھ ضخیم جلدوں کی اس کتاب میں خال خال ہیں۔

## تفسیر بحر محیط کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ یہ علامہ ابو حیان غرناطی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۴ھ) کی تصنیف ہے، جو اسلامی علوم کے علاوہ علمِ نحو و بلاغت میں خصوصی مہارت رکھتے تھے، چنانچہ ان کی تفسیر میں نحو و بلاغت کا رنگ نمایاں ہے، وہ ہر آیت کے الفاظ کی تحقیق، تراکیب کے اختلاف اور بلاغت کے نکات بیان کرنے پر خاص زور دیتے ہیں۔

## احکام القرآن کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ یہ امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۳۷۰ھ) کی تصنیف ہے، جو فقہائے حنفیہ میں ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں، ان کی اس کتاب کا موضوع قرآن کریم سے فقہی احکام و مسائل کا استنباط ہے، اور انہوں نے مسلسل آیتوں کی تفسیر کے بجائے صرف اُن آیتوں کی فقہی تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو فقہی احکام پر مشتمل ہیں، اس موضوع پر اور بھی متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اس کتاب کو ان سب میں ایک نمایاں اور ممتاز مقام حاصل ہے۔

## تفسیر بغوی کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ معالم التنزیل علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، اس کو ہندوستانی علماء اپنے عرف میں تفسیرِ بغوی کہتے ہیں، علامہ بغوی مصر کے رہنے والے ہیں اور مسلک کے اعتبار سے شافعی ہیں، ان کی کنیت ابو محمد اور نام حسین بن مسعود ہے، ھ میں ان کی وفات ہوئی، علمِ لغت، علمِ قرأت کے علاوہ فقہ میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں، انھوں نے اپنی تفسیر میں عہدِ رسالت سے لے کر پانچویں صدی تک کے اکابرِ امت کے ارشادات سے استفادہ کیا ہے، احادیث، آثارِ صحابہ وتابعین سے یہ تفسیر بھری پڑی ہے، شانِ نزول بھی روایات کے حوالوں سے بیان فرماتے ہیں، اس تفسیر میں تفسیرِ خازن اور تفسیرِ ابن کثیر کے حوالے بھی خوب ملتے ہیں؛ البتہ روایات کے ضمن میں اسرائیلیات بھی در آئی ہیں، علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ تحقیقِ لغات میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں، اس تفسیر میں اس کے مظاہر ملتے ہیں، اسی طرح فقہی مسالک اور مسائل کو بھی بیان کیا ہے؛ چوں کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے تفسیر کے معانی ومفاہیم میں وسعت پیدا ہوتی ہے؛ اس لیے موصوف نے قراءت کی تفصیلات بھی خوب بیان فرمائی ہیں؛ لیکن یہ سب عربی زبان میں ہے۔

## تفسیر مدارک کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی کی تفسیر ہے، یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے، جامعیت اور پیرایہ بیان کی دلکشی میں منفرد ہے، اس میں گمراہ فرقوں کے عقائد باطلہ کی بھی بھرپور تردید کی گئی ہے، حافظ ابن کثیر کی تفسیر کی طرح اسرائیلی روایات سے بالکل پاک ہے، اہلِ علم نے ہمیشہ اسے پذیرائی بخشی ہے، پہلے ہندوپاک کے مدارس میں داخلِ نصاب تھی، اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس میں فقہی مسائل ودلائل حنفی نقطۂ نظر سے بیان ہوئے ہیں، تفسیر اور علمِ تفسیر سے بے اعتنائی کے دور میں جس طرح دوسری تفسیریں بے توجہی کا شکار ہوئی ہیں، اسی طرح یہ تفسیر بھی ہوئی، فالی اللہ المشتکی

## تفسیر درمنثور کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔ یہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۱۰ ھ) کی تصنیف ہے، اور اس کا پورا نام الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ہے، اس میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام روایات کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جو قرآن کریم کی تفسیر سے متعلق ان کو ملی ہیں، ان سے پہلے بہت سے محدثین مثلاً حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ، ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اپنے اپنے طور پر یہ کام کر چکے تھے، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب کی بیان کردہ روایات کو اس کتاب میں جمع کر دیا ہے، البتہ انہوں نے روایات کے ساتھ ان کی پوری سند ذکر کرنے کے بجائے صرف اس مصنف کا نام ذکر کرنے پر اکتفاء کیا ہے جس نے اس روایت کو اپنی سند سے بیان کیا ہے، تاکہ بوقتِ ضرورت اس کی مراجعت کر کے سند کی تحقیق کی جا سکے، چونکہ ان کا مقصد روایات کے ذخیرہ کو یکجا کرنا تھا، اس لیے اس کتاب میں بھی ہر طرح کی روایات جمع ہوگئی ہیں۔

## تفسیر روح المعانی کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔اس کا پورا نام روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ہے،اور یہ بغداد کے آخری دور کے مشہور دور کے مشہور عالم علاّمہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) کی تصنیف ہے،اور تیس جلدوں پر مشتمل ہے،انہوں نے اپنی اس تفسیر کو بڑی حد تک جامع بنانے کی کوشش کی ہے لغت،نحو،ادب اور بلاغت کے علاوہ فقہ،عائد،کلام،فلسفہ اور ہیئت، تصوّف اور متعلقہ رویات پر بھی مبسوط بحثیں کی ہیں،اور کوشش یہ کی ہے کہ آیت سے متعلق کوئی علمی گوشہ تشنہ نہ رہے،روایات حدیث کے معاملے میں بھی اس کے مصنف دوسرے مفسرین کے مقابلے میں محتاط رہے ہیں،اس لحاظ سے یہ بڑی جامع تفسیر ہے، اوراب تفسیر قرآن کے سلسلے میں کوئی بھی کام اس کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

## تفسیر ضیاء القرآن کا مختصر تعارف

یہ تفسیر اہل سنت و جماعت کی ہے۔یہ پیر محمد کرم شاہ ازہری کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جو ۱۹۷۰ء میں دوسری بار کلاسیکل پرنٹرس دہلی سے شائع ہوئی ہے، یہ تفسیر قدرے مفصل اور معانی قرآن کے بیان میں بہت ہی واضح ہے،مصنف موصوف کی تفہیم کا انداز بڑا اچھوتا ہے،ہر سورت سے پہلے اس کا اجمالی تعارف ہے خصوصاً سورۃ کا زمانہ نزول،اس کا ماحول،اس کے اہم اغراض ومقاصد،اس کے مضامین کا خلاصہ اور اگر اس میں کسی سیاسی یا تاریخی واقعہ کا ذکر ہے تو اس کا پس منظر،ترجمہ میں پیراگراف کے ذریعہ لکیریں کھینچ کر اس کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے،نحوی وصرفی اور لغوی مشکلات کو مستند لغات اور تفسیروں سے حل کیا گیا ہے۔

## تفسیر تبیان القرآن کا مختصر تعارف

اہل سنت و جماعت کے معروف عالم دین علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی کی یہ تفسیر تمام اردو تفاسیر پر فائق ہے۔بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے۔کہ جس طرح فقہی مسائل اور تفسیر کے دلائل میں آیات واحادیث سے استدلال اس تفسیر میں ہوا ہے کسی اور تفسیر میں اتنی تحقیق نہیں ہوئی۔اس تفسیر میں مسائل کلامیہ اور اسی طرح کئی دیگر مسائل پر سیر حاصل تحقیق کی گئی ہے۔لہٰذا اردو تفاسیر میں اس جیسی کوئی تفسیر نہیں ہے۔

## تفسیر نعیمی کا مختصر تعارف

اہل سنت و جماعت کے معروف حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ یہ بڑی مبسوط تفسیر ہے۔اس کی گیارہ جلدیں گیارہ پاروں پر مشتمل مفتی صاحب نے لکھی ہیں۔جبکہ اس کے بعد بقیہ تفسیر ان کے صاحبزادے نے لکھی ہے۔قبلہ مفتی صاحب کی یہ تفسیر بھی دیگر اردو تفاسیر میں ممتاز ہے۔اس میں عقائد اہل سنت کی خوب ترجمانی کی گئی ہے۔اور بدمذہبوں کے رد میں اس کے اندر کثیر دلائل موجود ہیں۔

## تفسیر جلالین کا مختصر تعارف

علامہ سیوطی اور محلی دونوں شافعی ہیں، آیات سے اپنے مسلک کے مطابق تفسیر اخذ کرتے ہیں، ان تمام مقامات پر سب سے پہلے شافعی مسلک کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے، اور اگر شوافع کی فقہی کتابیں میسر ہوں تو براہ راست ان میں مسائل دیکھنے چاہئیں، پھر اپنے مسلک کی کتاب سے مسائل دیکھ کر بیان کیے جائیں، شوافع کے استدلال کا جواب دینا بھی ضروری ہے، ورنہ حنفی طلبہ کے ذہن میں اشکال باقی رہ جائے گا اور یہ بہتر نہیں۔

جلالین کا حاشیہ بہت عمدہ ہے، اس کی عمدگی کا اعتراف بہت سے علماء نے کیا ہے؛ مگر حاشیہ لکھنے والے کون بزرگ ہیں؟ اس کا علم نہیں، انھوں نے محض اخلاص کی بنیاد پر اپنا نام تک نہیں لکھا؛ لیکن یہ بات طے ہے کہ وہ مسلک کے اعتبار سے حنفی ہیں۔ تفسیر کے بہت سے اشکالات اچھی طرح حل کر دیتے ہیں؛ لیکن واقعات میں اسرائیلیات بھی خوب لیتے ہیں، اساتذہ کو ایسے مقامات پر بیدار مغزی سے کام لینا چاہیے، ان کی رو میں خود کو بہانا نہیں چاہیے۔

جلالین میں قراءات بھی ہیں، قراءتِ مشہورہ کے ساتھ شاذّہ کو بھی ذکر کرتے ہیں، اساتذہ کو ذکر کردہ قراءات کو اچھی طرح تحقیق کر کے طلبہ کو بتانا چاہیے، اس کے لیے حاشیہ الجمل کافی ہے، اس کے علاوہ روح المعانی، مظہری، وغیرہ کا دیکھنا بھی مفید ہے، ہر قراءت کے لحاظ سے آیت کی مختصر تفسیر ضرور کر دینی چاہیے؛ بلکہ لکھوا دینا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

جلالین میں ایک مشکل یہ ہے کہ وہ قراءت میں ترتیب کا لحاظ نہیں کرتے ہیں، قرآنِ پاک کے رائج نسخہ میں جو آیت ہے، اس کی قراءت کبھی بعد میں اور دوسری قراءت پہلے لکھ دیتے ہیں، ایسی جگہوں پر طالبِ علم تشویش کا شکار ہوتا ہے؛ اس لیے اساتذہ کو وضاحت کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

## امام جلال الدین السیوطی علیہ الرحمہ کے حالات زندگی

السیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر حضرمی، 911-841ھ بمطابق 1505-1445 ماہ رجب 841ھ بعد مغرب آپکی پیدائش ہوئی۔ 5 سال اور 7 ماہ کی عمر میں والد کا انتقال ہوگیا۔ قاہرہ (مصر) میں پروان چڑھے۔ 8 سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ جلال الدین محلی، شمس سیرامی شمس مرزبانی الحنفی اور علامہ شہاب الشار مساحی وغیرہ آپکے خاص اساتذہ میں سے تھے۔ آپکے والد آپکو حافظ ابن حجر شارح بخاری کی مجلس میں بھی لیکر گئے تھے، لیکن ان سے تلمذ ثابت نہیں ہے، کم سنی میں ہی تمام علوم عقلی و نقلی میں ممتاز اور کامل استاذ کے درجے پر فائز ہوئے۔ داؤدی نے علامہ سیوطی کے اساتذہ کی تعداد 51 ذکر کی ہے اور آپکی تصانیف کی تعداد 5 سو سے زائد ہے۔

بعد کی تحقیقات اور انکشافات کی بنیاد پر سیوطی کی تصانیف پر ایک مستقل کتاب کویت میں "دلیل مخطوطات السیوطی واماکن وجودها" کے نام سے منسوب کی گئی جس میں انکی تالیفات کی تعداد 981 ہے۔ احمد خازندار اور محمد ابراہیم الشیبانی نے اسے مرتب کیا ہے۔ آپکی اکثر تصانیف آپکی زندگی ہی میں عرب و عجم میں پھیل گئی تھیں، اور شہرت و قبول عام حاصل کر چکی تھیں۔ علامہ سیوطی کثرت اور سرعت

تصنیف میں ابن جریر طبری اور ابن تیمیہ کے بعد امت اسلامیہ کے تیسرے بزرگ مصنف ہیں۔

عربی ادب لغت، لسانیات، شعر اور نقد شعر پر استادانہ گرفت کے ساتھ ہی علم حدیث وتفسیر میں امام وقت تھے اور اس فن شریف کے تمام جملہ اقسام مثلاً اسماء الرجال غریب الحدیث، نقد متن، اسناد کا درجہ، استنباط مسائل وغیرہ میں انکا ہمسر کوئی نہ تھا۔

چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو دنیا سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی اور عبادات ومجاہدات میں یکسر منہمک ہو گئے۔ تصنیف وتالیف کا اکثر کام اسی وقت کی یادگار ہے، دریائے نیل کے کنارے روضہ المقیاس میں قیام پزیر ہوئے۔ آپکا انتقال یہیں ہوا۔ شہرت کا عالم یہ تھا کہ اعیان سلطنت، امراء اغنیا خدمت میں حاضر ہوتے، بیش بہا ہدیے نذر کرتے لیکن کسی سے کوئی ہدیہ کبھی قبول نہ کیا۔ بادشاہ وقت نے بارہا تشریف آوری کی دعوت دی، لیکن نہ خود گئے نہ ملے، تذکرہ نویسوں نے علامہ سیوطی کے تبحر علمی اور مناقب میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہیں، اس کے ساتھ ہی علامہ سیوطی صاحب اسلوب شاعر بھی تھے، 17 جمادی الاول 911ھ بروز جمعہ بوقت سحر معمولی سے مرض میں انتقال کیا۔

زرکلی نے الاعلام میں سیوطی کی تصانیف کی تعداد 600 ذکر کی ہے۔ لیکن تازہ ترین تحقیق کے مطابق 981 ہیں۔

1: الاتقان فی علوم القرآن، کتاب کے مقدمے میں 80 علوم قرآنی کا ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ اجمالی ہے، تفصیل میں جائیے تو یہ 300 سے زائد ہیں۔ اپنے موضوع پر سب سے زیادہ محیط اور نادر تصنیف ہے۔ دو جلدوں میں باریک فل سائز پر طبع ہوئی ہے۔

## مؤلفات

2: اتمام الدرایۃ لقراء النقایۃ۔ یہ بھی علوم متنوعہ پر مشتمل ضخیم کتاب ہے، الاحادیث المنیفۃ الارج فی الفرج 5 الازدکار فیما عقدہ الشعراء من الاثار۔ تاریخی اماکن واثار جنکا عربی شاعری میں ذکر آیا ہے اسکی تحقیق ہے۔ اسعاف المبطافی رجال الموطا علم حدیث سے متعلق ہے۔ الاشباہ والنظائر العربیۃ۔ الاشباہ و النظائر فی فروع الشافیعۃ، دونوں کتابیں اسماء الرجال سے متعلق ہیں۔: الاقتراح فی اصول النحو۔ اصول نحو میں: الاکلیل فی استنباط التنزیل، یہ کتاب الاکلیل کے نام سے مشہور ہے، اور علم تفسیر سے متعلق نہایت اہم تصنیف ہے۔: الالفاظ المعربۃ الافیۃ فی المصلطح الحدیث، علم حدیث میں استعمال کی جانے والی اصطلاحات کا ذکر و شرح الالفیۃ فی النحو، نحوی اصطلاحات کو الفیۃ ابن مالک کی طرز پر جمع کیا ہے اور اسکا نام الفریدہ رکھا ساتھ ہی اسکی شرح بھی خود کی ہے بغیۃ الدعاۃ فی الطبقات اللغوین و النحاۃ: عرب ماہرین نحو کی مستند تاریخ اور انکا مبصرانہ جائزہ ہے۔

15: تاریخ الخلفاء، تاریخ اسلام کے ابتائی عہد کی نہایت معتبر تاریخ ہے اور بطور ماخذ اسکا استعمال عام ہے۔

16: تفسیر جلالین، اس تفسیر کی خصوصیت یہ ہے کہ اسکا نصف اول جلال الدین محلی نے لکھا ہے جو سیوطی کے استاذ تھے اور نصف آخر انکے انتقال کے بعد سیوطی نے مکمل کیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس تفسیر میں قرآنی کلمات اور تفسیری الفاظ کم بیش برابر ہیں۔ عربی مدارس کے ثانوی درجات میں بالعموم یہی تفسیر عالم اسلام میں پڑھائی جاتی ہے۔

17: الجامع الصغیر فی الحدیث

18: جمع الجوامع، سیوطی نے نہایت احتیاط و تدبر سے حدیث کی مستند صحاح و مسانید کی احادیث یکجا کر دی ہیں، یہ کتاب الجامع الکبیر

کے نام سے مشہور ہے، ہندوستان کے مشہور محدث علی متقی (م۔1567) نے اسے مختصر کر کے مفید عام بنا دیا۔اصل میں یہی کتاب کتاب جمع الجوامع کے نام سے موسوم ہے۔یہ عالم عرب میں مشہور اور زبان زد عام خاص ہوگیا کہ سیوطی کا احسان سارے عالم پر ہے،اور خود سیوطی متقی کے مرہون منت ہیں،

19: طبقات الحفاظ

20: طبقات المفسرین: سیوطی کی اہم ترین کتابوں میں سے ہیں، محدثین اور مفسرین کے مراتب، تاریخ اور انکی درجہ بندی میں ممتاز اور متداول ہیں۔

21: عقود الجمان فی المعانی والبیان۔فن بلاغت میں بے مثال تصنیف ہے اور نہایت معلومات افزا ہے۔آخر الذکر کے علاوہ مذکور تمام کتابیں متعدد ضخیم جلدوں میں ہیں۔عربی ادب کے ہر فن پر آپکی گرانقدر تصنیف موجود ہے، اکثر کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں میں ہیں،اور اپنی سہل نگاری کی وجہ سے ہر خاص وعام کیلیئے یکساں نافع ہیں، گوشہ نشینی سے قبل سیوطی نے بلاد اسلامیہ کا سفر بھی کیا تھا۔"المنجد" میں ہندوستان کے سفر کا ذکر ہے لیکن دوسرے تذکرہ نگار یا مؤرخ نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے۔

## امام جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ کی حالات زندگی

آپ کا اسم گرامی امام جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم ہے۔آپ مصر کے ایک شہر محلہ کبریٰ میں پیدا ہوئے ہیں اسی وجہ سے آپ علمائے کرام کے ہاں امام جلال الدین محلی کے لقب سے معروف ہیں۔

## سن میلاد کا بیان

امام جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ شوال کے ماہ مبارک میں ۷۹۱ھ میں مصر کے دارالخلافہ قاہرہ میں پیدا ہوئے ہیں۔اور یہی وہ مقام ہے جو اسلامی علوم وثقافت کا محور ومرکز رہا ہے۔کیونکہ مصر اور کے گردونواح کے ممالک اور مشہور شہروں میں اسلامی علوم کا چرچا پوری دنیا میں معروف رہا ہے۔

## دینی علوم کے حصول کا بیان

آپ نے قرآن مجید کو حفظ کیا ہے اور اس کے بعد ابتدائی علوم وہاں کے مقامی علمائے کرام اور معروف اساتذہ سے حاصل کیے تھے۔اس کے بعد فقہی علوم کے حصول کیلیئے آپ علامہ بیجوری اور علامہ جلال بلقینی اور ولی الدین عراقی کے حاصل کیے۔

اور علم نحو کا حصول علامہ شہاب الدین عجیمی اور شمس شطعونی اور اسی طرح کے دیگر معروف علمائے نحات سے علم نحو میں خوب مہارت حاصل کی۔

آپ نے علم فرائض اور حساب کے علوم اس وقت کے عظیم محقق علامہ ناصر الدین بن انس حنفی سے حاصل کیا۔جن کی شہرت شرق وغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔

اوراسی طرح منطق، فلسفہ، جدل معانی اور بیان وغیرہ جیسے علوم آپ نے بدر محمود اقصرائی سے حاصل کیے۔ اوراسی طرح اصول دین کا علم حاصل کرنے کیلئے علامہ شمس بساطی کے ہاں زانوئے تلمذ ہوئے۔ اورانہی سے علوم تفسیر کو بھی حاصل کیا۔ اور علم تفسیر کے مزید حصول کیلئے وقت عظیم علمائے ومفسرین کے حلقہ درس میں حاضر ہوکر استفادہ کیا۔

## معاشی حالات زندگی کا بیان

امام جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ نے ابتداء میں تجارت اختیار کی۔ اور آپ ایک عرصے تک کپڑے کا کاروبار کرتے رہے اوراس کے کچھ عرصہ بعد اسی کپڑے کے کاروبار میں کسی شخص کو اپنا نائب بنا کر خود درس وتدریس میں مصروف ہوگئے۔ اور لوگوں کی بڑی تعداد نے آپ تفسیر کا علم حاصل کیا۔ اور آپ کو چیف جسٹس کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن آپ نے از روئے تقویٰ اس سے انکار کردیا اوراسی طرح درس وتدریس میں رہنا پسند کیا۔ اور تمام عمر اسی طرح آپ نے بسر کردی۔

## امام جلال الدین محلی شافعی کی تفسیر جلالین

آپ نے کئی کتب تصانیت کی ہیں۔ جن میں سے ایک جمع الجوامع ہے۔ اوراسی طرح جو آپ کا معروف تفسیری کام ہے وہ جلالین شریف کا نصف ثانی ہے۔ آپ نے تفسیر کو سورہ کہف سے شروع کیا اور سورہ ناس تک مکمل کرکے اس کے بعد سورہ فاتحہ کی تفسیر کو شروع کیا تو آپ کی عمر نے وفا نہ کی۔ اور آپ اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ اسی وجہ سے بقیہ تفسیر آپ کے ارشد تلامذہ میں سے علامہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ نے آپ ہی کے اسلوب کے مطابق مکمل کی ہے۔ جو آج دنیا میں تفسیر جلالین کے نام سے معروف ہے۔

## امام جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ کا سن وصال

دنیائے اسلام میں ایک عظیم محقق، مفسر اور دیگر علوم اسلامیہ کا وارث وجانشین اسلاف امت مسلمہ آخر کار اس دنیائے فانی کو خیر باد کہہ گیا۔ اور آپ نے ۷۳ سال کی عمر مبارک پاکر ۱۵ رمضان المبارک ۸۶۴ھ میں وصال کیا۔ اور آپ اپنے آباواجداد کے قرب میں باب نصر میں مدفون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین،

## تفسیر جلالین ومصباحین کی وجہ تسمیہ کا بیان

تفسیر جلالین کو جلالین اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے دو مصنف ہیں اوران دونوں کا نام لقب اتفاق جو علمائے امت مسلمہ میں معروف ہے وہ جلال الدین ہے۔ لہٰذا اس میں دو جلال رکھنے والے مصنفین کا علم شامل ہے۔ لہٰذا اس کو جلالین کہا جاتا ہے۔

ہم نے اس کی شرح کرتے ہوئے اپنی تفسیر کا نام مصباحین رکھا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ ہمارے مدنظر دو طرح سے ہے۔ ایک وجہ یہ ہے۔ کہ ہدایت کے چراغ دو ہیں اوروہ قرآن وحدیث ہیں اور ہم نے کوشش کی ہے کہ تفسیر قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ تفسیر جلالین کے دو مصنف ہیں۔ لہٰذا ان دونوں ہستیوں کو چراغ سے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ ان کے

علم وفضل سے بھی ہدایت کا نور پھیلا ہے۔جو آج تک دنیائے اسلام میں موجود ہے۔

## دور جدید کے بعض مفسرین کے کارناموں کا بیان

تفسیر اور علم تفسیر کے مطالعہ کیلئے ہم نے مختلف کتب تفاسیر کا مطالعہ کیا ہے۔اس لئے ہمیں اس کا تجزیہ قارئین تک پہنچانا مناسب ہوگا۔کئی مفسرین جنہوں نے تفسیر مکہ وتفسیر مدنی کے نام سے مختلف تفاسیر لکھ دیں۔لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اس میں کثیر مقامات پر انہوں نے اپنی تفاسیر کا رخ اپنے مسلک بلکہ بعض مقامات پر اس طرح کی گری ہوئی گفتگو کردی جس طرح کوئی ذاتی مقاصد کیلئے مفہوم کو تبدیل کردے۔یعنی اس طرح کے مسلکی رنگ بھرے جاتے ہیں کہ پڑھنے والے کی عقلیں حیران رہ جاتی ہیں۔ اور اسی طرح مودودی صاحب نے تفہیم القرآن لکھ کر کوشش کی ہے۔قرآنی مضامین کو صحافتی زبان میں ڈھال دیا جائے۔ہمارے تجزیہ کے مطابق انہوں نے ایک ناول بنانے کی ملعون کوشش کی ہے۔اسی طرح کے کئی ماڈرن نام نہاد سکالر قرآنی آیات کی تفاسیر کو اپنے مسلک کے رنگ میں یا تنظیم کے گمراہ کن نظریات میں رنگنے کیلئے شب وروز کوششوں میں رہتے ہیں۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ایسے گمراہ کن لوگوں کی تفاسیر سے امت مسلمہ کی آنے والی نسلوں کو بھی محفوظ فرمائے۔

﴿محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق﴾

۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ

چك سنتيكا بهاولنگر

# سُورَۃ الفَاتِحَہ

## یہ قرآن مجید کی سورت فاتحہ ھے

### سورت فاتحہ کا معنی ومفہوم کا بیان

اس سورۃ کا سب سے زیادہ مشہور نام الفاتحہ ہے جس کے معنی ہیں کھولنے والی ہے۔اس کا نام الفاتحہ اس کے مضمون کی مناسبت سے ہے۔فاتحہ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی مضمون یا کتاب یا کسی شے کا افتتاح ہو۔دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیں کہ یہ نام دیباچہ اور آغازِ کلام کے ہم معنی ہے۔

### سورت فاتحہ کے دوسرے اسماء کا بیان

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے اسماء،اس سورۃ کے متعدد نام ہیں فاتحہ، فاتحۃ الکتاب، اُمُّ القرآن، سورۃ الکنز، کافیۃ، وافیۃ، شافیۃ، شفا، سبع مثانی، نور، رقیۃ، سورۃ الحمد، سورۃ الدعا، تعلیم المسئلہ، سورۃ المناجاۃ، سورۃ التفویض، سورۃ السوال، اُمُّ الکتاب، فاتحۃ القرآن، سورۃ الصلوۃ اس سورۃ میں سات آیتیں ستائیس کلمے ایک سو چالیس حرف ہیں کوئی آیت ناسخ یا منسوخ نہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان،سورہ فاتحہ،تفسیر مظہری،فاتحہ)

### سورت فاتحہ کی فضیلت کا بیان

امام مسلم علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اپنے اوپر ایک زوردار آواز سنی انہوں نے اپنا سر اٹھایا۔پھر فرمایا،یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا،پھر فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوا۔پھر اس فرشتے نے آپ کو سلام کیا اور دونوروں کی خوشخبری دی اور کہا یہ دونور آپ ہی کو دیے جارہے ہیں۔آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے۔ایک سورۃ فاتحہ اور دوسرا سورۃ البقرہ کی آخری دوآیات۔آپ جب کبھی ان دونوں میں سے کوئی کلمہ تلاوت کریں گے تو آپ کو طلب کردہ چیز ضرور عطا کی جائے گی۔(صحیح مسلم۔کتاب فضائل القرآن۔باب فضل الفاتحہ)

امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت سیدنا ابوسعید بن معلٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے فرمایا:میں تجھے قرآن کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو قرآن کی سب سورتوں سے بڑھ کر ہے اور وہ ہے آیت (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ)

وھی (سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ) اور قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا۔ (بخاری، کتاب تفسیر)

| |
|---|
| بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، |
| اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ہے۔ |

## سورت فاتحہ کی آیات کی تعداد کا بیان

"سُوْرَۃَ الْفَاتِحَۃ" مَکِّیَّۃ سَبْع آیَات بِالْبَسْمَلَۃِ اِنْ کَانَتْ مِنْھَا وَالسَّابِعَۃ صِرَاط الَّذِیْنَ اِلٰی آخِرھَا وَاِنْ لَمْ تَکُنْ مِنْھَا فَالسَّابِعَۃ غَیْر الْمَغْضُوب اِلٰی آخِرھَا وَیُقَدَّر فِی اَوَّلھَا قُوْلُوْا لِیَکُوْنَ مَا قَبْل اِیَّاکَ نَعْبُد مُنَاسِبًا لَہٗ بِکَوْنِھَا مِنْ مَقُوْل الْعِبَاد۔

## ترجمہ

سورت فاتحہ مکی ہے اس کی سات آیات ہیں اگر بسم اللہ اس میں شامل ہو تو ساتویں آیت صراط الذین سے لیکر آخر تک ہے اور اگر اس میں بسم اللہ شامل نہ ہو تو ساتویں آیت غیر المغضوب سے آخر تک ہے، اور بسم اللہ کے شروع میں قُوْلُوْا مقدر ہوگا تاکہ اِیَّاکَ نَعْبُد کا ماقبل لوگوں کے قول کے مناسب ہو جائے۔ کیونکہ وہ بندوں کا مقولہ ہے۔

## بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی ترکیب نحوی

حرف با: اس میں ''با'' حرف جار، بسبب عدم اسم وفعل، محتاج معنی غیر، از حروف عاملہ جارہ، مبنی الاصل مع جملہ حروف، مجرور علی الاصل، عامل لفظی، عامل قوی بسبب عامل ظاہر علی المعمول، برائے الصاق واستعانت یا قرائن مختلفہ معانی کثیرہ، معانی ثبوتیہ، بسبب وجود کلام انشاء جو ہر قسم کے عیب ونقص سے پاک ہے اصل فی الحروف الجارہ بسبب فروع دیگر،

لفظ ''اسم'':

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں "حرف باء" جار ہے، "اسم" مجرور اور مضاف "لفظ اللہ" مضاف الیہ اور موصوف ہے لفظ "الرحمٰن الرحیم"، صیغہ صفت مشبہ، ھو ضمیر اس کا فاعل، صیغہ صفت مشبہ اپنے فاعل سے ملکر شبہ جملہ ہو کر صفت، دونوں یکے بعد دیگرے موصوف یعنی اللہ کی صفات ہیں۔ موصوف (اللہ) اپنی دونوں صفات (الرحمٰن الرحیم) کے ساتھ مل کر اسم کا مضاف الیہ بن گیا اور مضاف (اسم) اپنے مضاف الیہ (اللہ الرحمٰن الرحیم) سے مل کر جار یعنی "حرف باء" کا مجرور ہو گیا۔ اب اس حرف باء (جار) کا ایک متعلق ہے جو فعل محذوف ہے۔ وہ یہاں اشرع ابدا یا اقراء وغیرہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جار و "مجرور" اور "فعل محذوف" جس میں فاعل بھی ہے۔ سب مل کر "جملہ فعلیہ خبریہ" پر منتج ہو گئے۔ اس کی دوسری صورت یہ بھی ہے کہ یہاں فعل محذوف صیغہ امر ابدا یا اقراء کو مانا جائے۔ اس طرح تسمیہ "جملہ فعلیہ انشائیہ" قرار پائے گا۔

یہاں ایک لطیف نکتہ قابل غور ہے کہ تسمیہ کا "جملہ فعلیہ خبریہ یا جملہ فعلیہ انشائیہ" ہونا فعل محذوف کی نوعیت پر مبنی تھا۔ اگر فعل

محذوف کی بجائے زیادہ توجہ حرف باء کے مفہوم اوراس کی نوعیت کے تعین پر کی جائے جیسے کہ بعد میں بیان کیا جائے گا تو تسمیہ کا کلام ہر صورت میں "دعائیہ" قرار پا جاتا ہے کیونکہ یہاں حرف باء تین حالتوں میں سے یقیناً کسی نہ کسی ایک حالت کا حامل ہے اور وہ ہیں۔"الصادق و مصاحبت "استمداد و استعانت اور تبرك و تیمن لہٰذا باء مذکورہ بالا میں سے جس حالت پر بھی دلالت کرے۔کلام تسمیہ ایک دعا بن جاتی ہے اور یہی مقصود الٰہی ہے۔

## لفظِ اللہ اور خُدا میں فرق کا بیان

حضرت پیر نصیر الدین نصیر گیلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ہمارے ہاں پاک و ہند میں اکثر پڑھا لکھا طبقہ بھی اللہ کی جگہ خُدا کا لفظ زیادہ استعمال کرتا ہے شعر وشاعری میں ہم نے بھی خُدا کا لفظ بہت استعمال کیا، ایسا کرنا درست ہے کہ نہیں اسی سلسلے میں اپنی تحقیق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

خدا فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنٰی بہ اعتبارِ لغت مالک، صاحب اور سربراہ کے ہیں۔جیسے کہ کد خدا، دِہ خدا، نا خدا وغیرہ۔فارسی والے اگرچہ یہ لفظ اللہ کے معنٰی میں استعمال کرتے ہیں اور آج تک بھی کر رہے ہیں اور اردو والوں نے یہی لفظ اسی معنٰی میں اللہ تعالی کے اسم ذات کے طور پر لکھنا اور بولنا شروع کر دیا، فارسی اور اردو کے ہزاروں شعراء کی نظم و نثر اس پر شاہد ہے۔میں نے شاعر ہونے کے حوالے سے اپنے کلام میں یہی لفظ اللہ کے معنٰی میں خود بھی استعمال کیا ہے۔مگر دیکھنا یہ ہے کہ قرآن و سنت اور اکابر کی تحقیق کی روشنی میں حقیقتِ حال کیا ہے۔سب سے پہلے ہمیں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ لفظ اللہ لغت و اصطلاح کے اعتبار سے کِن کِن معانی کا حامل ہے۔چونکہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے، اس لیے اس کے لغوی و اصطلاحی معانی اور پھر ان کا محل استعمال ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

## لفظِ اللہ کی اصطلاحی تعریف

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:هو اسم للذات الواجب الوجود المستحقِ لجميعِ المحامد وہ (اللہ) اُس ذات کے لئے اِسم ہے جو واجب الوجود ہے، تمام محامد و کمالات کا مستحق ہے۔(مختصر معانی، صفحہ 5 مطبع لاہور)

## لفظِ اللہ کی لُغوی تعریف

لفظِ اللہ کی تحقیق کرتے ہوئے مفسرینِ عظام نے متعدد اقوال نقل کئے ہیں۔ایک قول ہے کہ یہ لفظ سُریانی ہے اصل میں لاہا تھا، الف کو آخر سے حذف کر کے اول میں الف لام داخل کیا گیا اور معرب بنایا گیا۔

دوسرا قول ہے کہ یہ لفظ عربی کا ہے، ذاتِ باری سے مختص ہے، کسی ماخذ سے مشتق نہیں اور کسی اصل پر متفرع نہیں۔مشہور نحوی امام سیبویہ، خلیل اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب ہے۔کہ لفظِ اللہ غیر مشتق، جامد اور ذاتِ باری تعالیٰ کا نام ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ مشتق ہے اور اس کا ماخذ الہ یا لہ اُلوھۃ اِلھۃ اُلوھیۃ بمعنی عبد ہے۔ اسی سے تالہ، استالہ ہے اسی صورت میں الہ بروزن فعال " بمعنی مفعول " یعنی مالُوہ بمعنی معبود ہے۔ ہمزہ کو حذف کر کے عوض میں الف لام لائے۔

## لام کو دوسرے میں ادغام کر کے اللہ پڑھنے میں اشتقاقی اقوال

چوتھا قول ہے کہ الہ فی الشیء اذا تحیر ولم یھتد سے ماخوذ ہے۔ یعنی کوئی شخص جب کسی کام میں حیرت زدہ ہو اور اُسے کوئی راہ نہ ملے۔ لان العقول تتحیر فی معرفتہ، کیوں کہ عقل انسانی معرفتِ الٰہی میں حیران رہ جاتی ہے۔

پانچویں قول کی مطابق یہ لفظ ولہ یولہ اذا تحیر و تخبط عقلہ سے ماخوذ ہے اس صورت میں الہ اصل میں ولاہ ہوگا، واو کو ہمزہ سے تبدیل کیا گیا۔

امام راغب اصفہانی مفردات القرآن میں فرماتے ہیں وقیل اصلہ ولاہ فابدل من الواو ھمزۃ و تسمیتہ بذلک لکون کل مخلوق والھا نحوہ اما بالتسخیر فقط کالجھماداتِ والحیواناتِ واُمابالتسخیر والارادۃِ معاکبعضِ الناس ومن ھذا الوجہ قال بعض الحکماء :اللہ محبوب الاشیاء کلھا دل قولہ تعالی (وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم) یعنی ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ کا اصل ولاہ تھا پس واو کو ہمزہ سے بدل دیا گیا اور اُس ذاتِ باری کا نام ہوا کیونکہ ساری مخلوق اُسی کی طرف شیدا و مشتاق ہے یا تو تسخیر کے اعتبار سے جیسے کہ جمادات (پتھر وغیرہ) اور حیوانات یا تسخیر اور ارادہ دونوں اعتبار سے جیسے کہ مطیع انسان۔ اسی وجہ سے حکماء نے فرمایا اللہ تعالی ساری مخلوق کا محبوبِ (حقیقی) ہے، جس پر یہ ارشاد قرآن دلالت کرتا ہے ۔ان من شیء الا یسبح بحمدہ

چھٹے قول کی مطابق یہ لفظ الھت الی فلان سکنت الیہ سے ماخوذ ہے اور وجہ مناسبت یہ ہوگی لان القلوب تطمئن بذکرہ والا رواح تسکن الیہ یعنی دلوں کو اس کے ذکر سے اطمینان اور رُوحوں کو اُس سے سکون حاصل ہوتا ہے۔

ساتویں قول کے مطابق اللہ اذا فزع من امر نزل علیہ سے ماخوذ ہے اور اسی ہے تو اُس ذات کا نام بھی ایسا ہونا چاہیے جو کسی سے متولد و مشتق نہ ہوتا کہ اسم اور مسمی کے درمیان مناسبت رہے۔

اسی سے ہے اَلَھَہ غَیرُہ اَجَارَہ اذا العائذ یفزَع الیہِ و ھو یجیرُہ حقیقۃ او بزعمِہ یعنی اس کے غیر نے اسے پناہ دی، چونکہ پناہ مانگنے والا اس کی طرف پناہ لینے کے لیے بڑھتا ہے اور وہ اسے حقیقت پناہ دیتا ہے، یا اس کے خیال کے مطابق الھہ میں ہمزہ باب افعال سلبِ ماخذ کے لیے ہے۔

آٹھواں قول یہ ہے کہ یہ لفظ اَلِہَ الفصیلُ اذا ولِعَ بِامہ سے ماخوذ ہے، یعنی اونٹنی کا بچہ ماں کی طرف لپکا۔ اذا العباد مولعون بالتضرع الیہ فی الشدائد، کیوں کہ مصائب و آلام میں بندے عاجزی سے اس کی طرف ملتجی ہوتے ہیں۔

نواں قول ہے کہ یہ لفظ لَاہَ یلیہ لیھا ولاھا اذا احتجب وارتفع سے ماخوذ ہے۔ لانہ تعالی محتجِب عن ادراک الابصار و مرتفع عما لا یلیق بہ،

کیونکہ اللہ تعالیٰ ابصار کے ادراک سے حجاب انوار میں ہے اور ہر اس شے سے بلند و بالا ہے، جو اس کی شان کے لائق نہیں۔(تفسیر بیضاوی صفحہ 4، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی، تفسیر کبیر از امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، جلد اول صفحہ 83، مطبوعہ بیروت 1978ء)

## لفظ اللہ کے مشتق یا علم ہونے کا بیان

اگر لفظِ اللہ کو مشتق مانا جائے تو پھر یہ ایک مفہوم کلی بن جائے گا، یعنی اس کا مفہوم ہوگا" کسی کی بھی عبادت کی جائے اُسے اللہ کہتے ہیں" یہ مفہوم شرکتِ کثیرین سے مانع نہیں تو پھر لا الہ الا اللہ سے توحید ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ مطلب یہ ہے کہ الہ، اللہ کے سوا کوئی نہیں اور اللہ ہر معبود کو کہا جاسکتا ہے۔ حالانکہ بالاتفاق توحید خداوندی اسی کلمہء طیبہ سے ثابت ہے لہٰذا لفظِ اللہ علم ہے مشتق نہیں۔

ہمیشہ علم ذاتی کو پہلے ذکر کیا جاتا ہے پھر اس کے دیگر اوصاف کا ذکر ہوتا ہے۔ مثلاً زید الفقیہ النحوی الاصولی بلاتشبیہ و بلاتمثیل جب کوئی اللہ کا ذکر مع اس کے اوصاف کے کرتا ہے تو پہلے لفظِ اللہ کولایا جاتا ہے۔ پھر دیگر صفات کو جیسے اللہ، العالم، القادر، الحکیم یوں نہیں کہا جاتا کہ العالم، القادر، اللہ لہٰذا یہ استعمال دلالت کرتا ہے کہ لفظِ "اللہ" اللہ تعالیٰ کا علمِ ذاتی ہے مشتق نہیں ہے۔

مناطقہء اسلام نے لفظِ اللہ کی تعریف یوں کی ہے۔ واللہ علم علی الاصح للذات الواجب الوجود المستجمع لجمیع صفاتِ الکمال ۔ یعنی واجب الوجود جو تمام صفاتِ کمال کا مستجمع ہے اس کا علم ذاتی اصح مذہب کے مطابق لفظِ اللہ ہے۔ مناطقہ (منطقی علماء) کی نزدیک واجب الوجود ایک ایسی کلی ہے۔ جس کا خارج میں تحقق محض فرد واحد میں ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدس ہے یعنی اس کلی میں صرف ایک ہی فرد ہے۔

## اسم کا مسمیٰ یا غیر ہونے کا بیان

اسم یعنی نام ہی مسمیٰ یعنی نام والا ہے یا کچھ اور اس میں اہل علم کے تین قول ہیں ایک تو یہ کہ اسم ہی مسمی ہے۔ ابوعبیدہ کا اور سیبویہ کا بھی یہی قول ہے۔ باقلانی اور ابن فورک کی رائے بھی یہی ہے۔

ابن خطیب رازی اپنی تفسیر کے مقدمات میں لکھتے ہیں۔ حشویہ اور کرامیہ اور اشعریہ تو کہتے ہیں اسم نفس مسمیٰ ہے اور نفس تسمیہ کا غیر ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ اسم مسمی کا غیر ہے اور نفس تسمیہ ہے۔ ہمارے نزدیک اسم مسمی کا بھی غیر ہے اور تسمیہ کا بھی غیر ہے۔

## لفظ اللہ کا ہم معنی ولفظ نہ ہونے کا بیان

اللہ ہی وہ نام ہے جو سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی اور کا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک عرب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کا اشتقاق کیا ہے اس کا باب کیا ہے بلکہ ایک بہت بڑی نحویوں کی جماعت کا خیال ہے کہ یہ اسم جامد ہے اور اس کا کوئی اشتقاق ہے ہی نہیں۔

قرطبی نے علماء کرام کی ایک بڑی جماعت کا یہی مذہب نقل کیا ہے جن میں حضرت امام شافعی امام خطابی امام الحرمین امام غزالی بھی شامل ہیں۔ خلیل اور سیبویہ سے روایت ہے کہ الف لام اس میں لازم ہے۔
امام خطابی نے اس کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ یا اللہ اصل کلمہ کا نہ ہوتا تو اس پر ندا کا لفظ یا داخل نہ ہوسکتا کیونکہ قواعد عربی کے لحاظ سے حرف ندا کا الف لام والے اسم پر داخل نہ ہوسکتا کیونکہ قواعد عربی کے لحاظ سے حرف ندا کا لفظ لام والے اسم میں داخل ہونا جائز نہیں۔ بعض لوگوں کا یہ قول بھی ہے کہ یہ مشتق ہے اور اس پر روبہ بن لجاج کا ایک شعر دلیل لاتے ہیں جس میں مصدر تألہ، کا بیان ہے جس کا ماضی مضارع الَہَ یألہ، الھۃ اور تالھا ہے جیسے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ ویذرک الھتک پڑھتے تھے مراد اس سے عبادت ہے۔ یعنی اس کی عبادت کی جاتی ہے اور وہ کسی کی عبادت نہیں کرتا۔)
وغیرہ کہتے ہیں۔ بعض نے اس پر اس آیت سے دلیل پکڑی ہے کہ آیت (وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ) 6۔ الانعام:3) اور آیت میں ہے (وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ) 43 ۔ الزخرف: 84) یعنی وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ وہی ہے جو آسمان میں معبود ہے اور زمین میں معبود ہے۔

## اہل نحات کے نزدیک لفظ اللہ کے اشتقاق کا بیان

سیبویہ خلیل سے نقل کرتے ہیں کہ اصل میں یہ الہ تھا جیسے فعال پھر ہمزہ کے بدلے الف ولام لایا گیا جیسے "الناس" کہ اس کی اصل "اناس" ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس لفظ کی اصل الاہ ہے الف لام حرف تعظیم کے طور پر لایا گیا ہے۔ سیبویہ کا بھی پسندیدہ قول یہی ہے۔ عرب شاعروں کے شعروں میں بھی یہ لفظ ملتا ہے۔
کسائی اور فرا کہتے ہیں کہ اس کی اصل الالہ تھی ہمزہ کو حذف کیا اور پہلے لام کو دوسرے میں ادغام کیا جیسے کہ آیت (لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا) 18 ۔ الکہف:38) میں لکن انا کا لکنا ہوا ہے۔ چنانچہ حسن کی قرأت میں لکن انا ہی ہے اور اس کا اشتقاق ولہ سے ہے اور اس کے معنی تحیر ہیں ولہ عقل کے چلے جانے کو کہتے ہیں۔ جب وہ جنگل میں بھیج دیا جائے۔ چونکہ ذات باری تعالیٰ میں اور اس کی صفتوں کی تحقیق میں عقل حیران و پریشان ہو جاتی ہے اس لئے اس پاک ذات کو اللہ کہا جاتا ہے۔ اس بنا پر اصل میں یہ لفظ ولاہ تھا۔ واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا جیسے کہ وشاح اور وسادۃ میں اشاح اور اسادہ کہتے ہیں۔
رازی کہتے ہیں کہ یہ لفظ الھت الی فلان سے مشتق ہے جو کہ معنی میں "سکنت" کے ہے۔ یعنی میں نے فلاں سے سکون اور راحت حاصل کی۔ چونکہ عقل کا سکون صرف ذات باری تعالیٰ کے ذکر سے ہے اور روح کی حقیقی خوشی اس کی معرفت میں ہے اس لئے کہ علی الاطلاق کامل وہی ہے، اس کے سوا اور کوئی نہیں اسی وجہ سے اللہ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے آیت (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ) 13 ۔ الرعد: 28) یعنی ایمانداروں کے دل صرف اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی اطمینان حاصل کرتے ہیں۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ لاہ یلوہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی چھپ جانے اور حجاب کرنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ الہ الفصیل سے ہے چونکہ بندے اسی کی طرف تضرع اور زاری سے جھکتے ہیں اسی کے دامن رحمت کا پلہ ہر حال میں تھامتے ہیں، اس لئے اسے

اللہ کہا گیا ایک قول یہ بھی ہے کہ عرب الہ الرجل یالہ اس وقت کہتے ہیں جب کسی اچانک امر سے کوئی گھبرا اٹھے اور دوسرا اسے پناہ دے اور بچالے چونکہ تمام مخلوق کو ہر مصیبت سے نجات دینے والا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے، اس لئے اس کو اللہ کہتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن کریم میں ہے آیت (وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ) 23 ۔المومنون:88) یعنی وہی بچاتا ہے اور اس کے مقابل میں کوئی نہیں بچایا جاتا (وھو منعم) حقیقی منعم وہی فرماتا ہے تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، وہی مطعم ہے فرمایا ہے وہ کھلاتا ہے اور اسے کوئی نہیں کھلاتا۔ وہی موجد ہے فرماتا ہے ہر چیز کا وجود اللہ کی طرف سے ہے۔

رازی کا مختار مذہب یہی ہے کہ لفظ اللہ مشتق نہیں ہے۔ خلیل، سیبویہ اکثر اصولیوں اور فقہا کا یہی قول ہے، اس کی بہت سی دلیلیں بھی ہیں اگر یہ مشتق ہوتا تو اس کے معنی میں بہت سے افراد کی شرکت ہوتی حالانکہ ایسا نہیں پھر اس لفظ کو موصوف بنایا جاتا ہے اور بہت سی اس کی صفتیں آتی ہیں جیسے رحمٰن، رحیم، مالک، قدوس وغیرہ تو معلوم ہوا کہ یہ مشتق نہیں۔

## بسم اللہ کا فاتحہ کا حصہ ہونے یا نہ ہونے میں اسلاف فقہاء کے اختلاف کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ کی کتاب کو اسی سے شروع کیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) سورۃ نمل کی ایک آیت ہے۔

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ ہر سورت کے شروع میں خود مستقل آیت ہے؟ یا ہر سورت کی ایک مستقل آیت ہے جو اس کے شروع میں لکھی گئی ہے؟ اور ہر سورت کی آیت کا جزو ہے؟ یا صرف سورۃ فاتحہ ہی کی آیت ہے اور دوسری سورتوں کی نہیں؟ صرف ایک سورت کو دوسری سورت سے علیحدہ کرنے کے لئے لکھی گئی ہے؟ اور خود آیت نہیں ہے؟

سنن ابو داؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورتوں کی جدائی نہیں جانتے تھے جب تک آپ پر (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) نازل نہیں ہوئی تھی۔ یہ حدیث مستدرک حاکم میں بھی ہے ایک مرسل حدیث میں یہ روایت حضرت سعید بن جبیر سے بھی روایت ہے۔

چنانچہ صحیح ابن خزیمہ میں حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کو سورۃ فاتحہ کے شروع میں نماز میں پڑھا اور اسے ایک آیت شمار کیا لیکن اس کے ایک راوی عمر بن ہارون بلخی ضعیف ہیں اسی مفہوم کی ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے بھی روایت ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم، حضرت عطاء، حضرت طاؤس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مکحول اور حضرت زہری رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کے آغاز میں ایک مستقل آیت ہے جبکہ سورت برأت میں نہیں ہے

## بسم اللہ کا جز فاتحہ نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک، امام شافعی، امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور ابو عبیدہ قاسم بن سلام رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب

ہے۔کہ بسم اللہ سورت فاتحہ کا جز ہے۔البتہ امام مالک،امام ابوحنیفہ اوران کے ساتھی کہتے ہیں۔کہ بسم اللہ نہ تو سورۃ فاتحہ کی آیت ہے نہ کسی اور سورت کی آیت ہے۔

حضرت امام شافعی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی تو ایک آیت ہے لیکن کسی اور سورۃ کی نہیں۔ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ہر سورت کے اول کی آیت کا حصہ ہے لیکن یہ دونوں قول غریب ہیں۔داؤد کہتے ہیں کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ ایک مستقل آیت ہے سورت میں داخل نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل سے بھی یہی روایت ہے ابوبکر رازی نے ابوحسن کرخی کا بھی یہی مذہب بیان کیا ہے جو امام ابوحنیفہ کے بڑے پایہ کے ساتھی تھے۔(تفسیر ابن کثیر)

## نماز میں بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے میں اختلاف اسلاف و مذاہب اربعہ

اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا اسے با آواز بلند پڑھنا چاہیے یا پست آواز سے؟ جو لوگ اسے سورۃ فاتحہ کی آیت نہیں کہتے وہ تو اسے بلند آواز سے پڑھنے کے بھی قائل نہیں۔اسی طرح جو لوگ اسے سورۃ فاتحہ سے الگ ایک آیت مانتے ہیں وہ بھی اس کے پست آواز سے پڑھنے کے قائل ہیں۔رہے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ ہر سورت کے اول سے ہے۔ان میں اختلاف ہے۔ شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کہ سورۃ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے اسے اونچی آواز سے پڑھنا چاہیے۔

صحابہ،تابعین اور مسلمانوں کے مقدم و موخر اماموں کی جماعتوں کا یہی مذہب ہے صحابہ میں سے اسے اونچی آواز سے پڑھنے والے حضرت ابوہریرہ،حضرت ابن عمر،ابن عباس،حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔بیہقی،ابن عبدالبر نے حضرت عمر اور حضرت علی سے بھی روایت کیا اور امام خطیب بغدادی نے چاروں خلیفوں سے بھی روایت کیا لیکن سند غریب بیان کیا ہے۔تابعین میں سے حضرت سعید بن جبیر،حضرت عکرمہ حضرت ابوقلابہ،حضرت زہری،حضرت علی بن حسن ان کے لڑکے محمد،سعید بن میسب،عطاء طاؤس،مجاہد بن جبر مخزومی تابعی،سالم،محمد بن کعب قرظی،عبید،ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم،ابووائل ابن سیرین کے مولیٰ زید بن اسلم،عمر بن عبدالعزیز،ارزق بن قیس،حبیب بن ابی ثابت،ابوشعثاء،مکحول،عبداللہ بن معقل بن مقرن اور بروایت بیہقی،عبداللہ بن صفوان،محمد بن حنفیہ اور بروایت ابن عبدالبر عمرو بن دینار رحمہم اللہ سب کے سب ان نمازوں میں جن میں قرأت اونچی آواز سے پڑھی جاتی ہے۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ایک دلیل تو اس کی یہ ہے کہ جب یہ آیت سورۃ فاتحہ میں سے ہے تو پھر پوری سورت کی طرح یہ بھی اونچی آواز سے ہی پڑھنی چاہیے۔علاوہ ازیں سنن نسائی،صحیح ابن خزیمہ،صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی اور قرأت میں اونچی آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی پڑھی اور فارغ ہونے کے بعد فرمایا میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں مشابہ ہوں۔اس حدیث کو دارقطنی خطیب اور بیہقی وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

ابوداؤد اور ترمذی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کیا کرتے

تھے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث ایسی زیادہ صحیح نہیں۔ مستدرک حاکم میں انہی سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو اونچی آواز سے پڑھتے تھے۔ امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کس طرح تھی۔ فرمایا کہ ہر کھڑے لفظ کو آپ لمبا کر کے پڑھتے تھے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سنائی بسم اللہ پر مد کیا الرحمٰن پر مد کیا الرحیم پر مد کیا۔ مسند احمد، سنن ابوداؤد، صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر آیت پر رکتے تھے اور آپ کی قرأت الگ الگ ہوتی تھی جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر کر الحمد للہ رب العالمین پھر ٹھہر کر الرحمٰن الرحیم پھر ٹھہر کر ملک یوم الدین دارقطنی اسے صحیح بتاتے ہیں۔ امام شافعی، امام حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں نماز پڑھائی اور بسم اللہ نہ پڑھی تو جو مہاجر اصحاب وہاں موجود تھے انہوں نے ٹوکا۔ چنانچہ پھر جب نماز پڑھانے کو کھڑے ہوئے تو بسم اللہ پڑھی۔ غالباً اتنی ہی احادیث و آثار اس مذہب کی حجت کے لئے کافی ہیں۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ نماز میں بسم اللہ کو زور سے نہ پڑھنا چاہیے۔ خلفاء اربعہ اور عبداللہ بن مغفل، تابعین اور بعد والوں کی جماعتوں سے یہی ثابت ہے۔ ابوحنیفہ، ثوری، احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام مالک کا مذہب ہے کہ سرے سے بسم اللہ پڑھے ہی نہیں نہ تو آہستہ نہ بلند کیا۔ ان کی دلیل ایک تو صحیح مسلم والی حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو تکبیر سے اور قرأت کو الحمد للہ رب العالمین سے ہی شروع کیا کرتے تھے۔ صحیحین میں ہے حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی یہ سب الحمد للہ رب العلمین سے شروع کرتے تھے۔ مسلم میں ہے کہ بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے نہ تو قرأت کے شروع میں نہ اس قرأت کے آخر میں۔

سنن میں حضرت مغفل رضی اللہ عنہ سے بھی یہی روایت ہے۔ یہ ہے دلیل ان ائمہ کے بسم اللہ آہستہ پڑھنے کی۔ یہ خیال رہے کہ یہ کوئی بڑا اختلاف نہیں ہر ایک فریق دوسرے کی نماز کی صحت کا قائل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ سنن دارمی میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جہری قرأت کا آغاز الحمد للہ سے فرمایا کرتے تھے صحیح مسلم کے مزید الفاظ یہ ہیں کہ پہلی اور دوسری مرتبہ دونوں قرأتوں میں (جہرا) بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔ (1۔ صحیح لمسلم، 172:1، کتاب الصلاۃ، رقم: 52،2۔ مسند احمد بن حنبل، 101:3، 114، 3۔ سنن الدارمی، 300:1 مطبوعہ، دار القلم دمشق، 4۔ سنن النسائی، 97:2، رقم: 902)

## رحمٰن اور رحیم کے اشتقاق و معانی میں اقوال اسلاف کا بیان

آیت (الرحمٰن الرحیم) کا بیان آئے گا یہ دونوں نام رحمت سے مشتق ہیں۔ دونوں میں مبالغہ ہے الرحمٰن میں رحیم سے زیادہ

مبالغہ ہے۔
علامہ ابن جریر کے قول سے معلوم ہوتا ہے وہ بھی ان معنوں سے متفق ہیں گویا اس پر اتفاق ہے۔ بعض سلف کی تفسیروں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے ان معنوں پر مبنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول بھی پہلے گزر چکا ہے کہ رحمٰن سے مراد دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والا اور رحیم سے مراد آخرت میں رحم کرنے والا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن مشتق نہیں ہے اگر یہ اس طرح ہوتا تو مرحوم کے ساتھ ملتا۔ حالانکہ قرآن میں بالمومنین رحیما آیا ہے۔

مبرد کہتے ہیں رحمٰن عبرانی نام ہے عربی نہیں۔ ابواسحاق زجاج معانی القرآن میں کہتے ہیں کہ احمد بن یحییٰ کا قول ہے کہ رحیم عربی لفظ ہے اور رحمٰن عبرانی ہے دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ لیکن ابواسحٰق فرماتے ہیں۔ اس قول کو دل نہیں مانتا۔

"قرطبی فرماتے ہیں "اس لفظ کے مشتق ہونے کی یہ دلیل ہے کہ ترمذی کی صحیح حدیث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں رحمٰن ہوں میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام میں سے ہی اس کا نام مشتق کیا۔ اس کے ملانے والے کو میں ملاؤں گا اور اس کے توڑنے والے کو کاٹ دوں گا۔ اس صریح حدیث کے ہوتے ہوئے مخالفت اور انکار کرنے کی گوئی گنجائش نہیں۔ رہا کفار عرب کا اس نام سے انکار کرنا یہ محض ان کی جہالت کا ایک کرشمہ تھا۔ قرطبی کہتے ہیں کہ "رحمٰن اور رحیم کے ایک ہی معنی ہیں اور جیسے ندمان اور ندیم۔

"ابوعبید کا بھی یہی خیال ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ فعلان فعیل کی طرح نہیں۔ فعلان میں مبالغہ ضروری ہوتا ہے جیسے غضبان اسی شخص کو کہہ سکتے ہیں۔ جو بہت ہی غصہ والا ہو اور فعیل صرف فاعل اور صرف مفعول کے لئے بھی آتا ہے۔ جو مبالغہ سے خالی ہوتا ہے۔

ابوعلی فارسی کہتے ہیں کہ "رحمٰن عام اسم ہے جو ہر قسم کی رحمتوں کو شامل ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ رحیم باعتبار مومنوں کے ہے فرمایا ہے آیت (وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا) 33۔الاحزاب:43) مومنون کے ساتھ رحیم ہے۔

"ابن عباس فرماتے ہیں "یہ دونوں رحمت ورحم والے ہیں، ایک میں دوسرے سے زیادہ رحمت ورحم ہے۔ "حضرت ابن عباس کی اس روایت میں لفظ ارق ہے اس کے معنی خطابی وغیرہ ارفق کرتے ہیں جیسے کہ حدیث میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ رفیق یعنی شفیق اور مہربانی والا ہے وہ ہر کام میں نرمی اور آسانی کو پسند کرتا ہے وہ دوسروں پر نرمی اور آسانی کرنے والے پر وہ نعمتیں مرحمت فرماتا ہے جو سختی کرنے والے پر عطا نہیں فرماتا۔ "ابن المبارک فرماتے ہیں "رحمٰن اسے کہتے ہیں کہ جب اس سے جو مانگا جائے عطا فرمائے اور رحیم وہ ہے کہ جب اس سے نہ مانگا جائے وہ غضبناک ہو۔ "ترمذی کی حدیث میں ہے "جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوتا ہے۔ "بعض شاعروں کا قول ہے۔

الله يغضب ان تركت سواله        وبنی ادم حين يسال يغضب

یعنی اللہ تعالیٰ سے نہ مانگو تو وہ ناراض ہوتا ہے اور بنی آدم سے مانگو تو وہ بگڑتے ہیں۔عزرمی فرماتے ہیں کہ رحمٰن کے معنی تمام مخلوق پر رحم کرنے والا اور رحیم کے معنی مومنوں پر رحم کرنے والا ہے۔دیکھئے قرآن کریم کی دو آیتوں آیت (ثم استوی علی العرش اور الرحمٰن علی العرش استوی ) میں استویٰ کے ساتھ رحمٰن کا لفظ ذکر کیا تا کہ تمام مخلوق کو یہ لفظ اپنے عام رحم وکرم کے معنی سے شامل ہو سکے اور مومنوں کے ذکر کے ساتھ لفظ رحیم فرمایا آیت (وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا) (33۔الاحزاب:43) پس معلوم ہوا کہ رحمٰن میں مبالغہ بہ نسبت رحیم کے بہت زیادہ ہے۔

تفسیر ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ رحمٰن فعلان کے وزن پر رحمت سے ماخوذ ہے اور کلام عرب سے ہے۔ وہ اللہ رفیق اور رقیق ہے جس پر رحم کرنا چاہے اور جس سے غصے ہو اس سے بہت دور اور اس پر بہت سخت گیر بھی ہے اسی طرح اس کے تمام نام ہیں۔حسن فرماتے ہیں رحمٰن کا نام دوسروں کے لئے منع ہے۔خود اللہ تعالیٰ کا نام ہے لوگ اس نام پر کوئی حق نہیں رکھتے۔

ام سلمہ والی حدیث جس میں کہ ہر آیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا کرتے تھے۔پہلے گزر چکی ہے اور ایک جماعت اسی طرح بسم اللہ کو آیت قرار دے کر آیت الحمد کو الگ پڑھتی ہے اور بعض ملا کر پڑھتے ہیں۔میم کو دو ساکن جمع ہو جانے کی وجہ سے زیر دیتے ہیں۔

جمہور کا بھی یہی قول ہے کوفی کہتے ہیں کہ بعض عرب میم کے زیر سے پڑھتے ہیں، ہمزہ کی حرکت زبر میم کو دیتے ہیں۔جیسے آیت (الم اللہ لا الہ الا ھو) ابن عطیہ کہتے ہیں کہ زبر کی قرأت کسی سے بھی میرے خیال میں روایت نہیں۔(تفسیر ابن جریر)

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ |
| سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے |

## اللہ تعالیٰ کی تعریف کا اوصاف کے ساتھ بیان

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" جُمْلَةٌ خَبَرِيَّةٌ قُصِدَ بِهَا الثَّنَاءُ عَلَى اللّٰهِ بِمَضْمُوْنِهَا عَلٰى اَنَّهُ تَعَالٰى مَالِكٌ لِجَمِيْعِ الْحَمْدِ مِنَ الْخَلْقِ اَوْ مُسْتَحِقٌّ لِاَنْ يَحْمَدُوْهُ وَاللّٰهُ عَلَمٌ عَلَى الْمَعْبُوْدِ بِحَقٍّ . "رَبِّ الْعَالَمِيْنَ" اَیْ مَالِكِ جَمِيْعِ الْخَلْقِ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلَائِكَةِ وَالدَّوَابِّ وَغَيْرِهِمْ وَكُلٌّ مِنْهَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ عَالَمٌ يُقَالُ عَالَمُ الْاِنْسِ وَعَالَمُ الْجِنِّ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ وَغَلَبَ فِيْ جَمْعِهِ بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ اُولِي الْعِلْمِ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَهُوَ مِنَ الْعَلَامَةِ لِاَنَّهُ عَلَامَةٌ عَلٰى مُوْجِدِهِ .

ترجمہ

تمام خوبیاں اللہ کیلئے ہیں یہ جملہ خبریہ ہے جس کے ساتھ اللہ کی تعریف کا ارادہ کیا گیا ہے وہ اس مضمون کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی تمام محامد کا مالک ہے یا وہی حق رکھتا ہے کہ اس کی حمد کی جائے۔اور لفظ اللہ یہ معبود برحق کا علم ہے۔یعنی تمام عالمین کا رب

ہے۔یعنی تمام مخلوق کا مالک جوانسان، جن فرشتے، جانوروغیرہ ہیں۔اوران میں ہرایک پرعالم کا اطلاق ہوتا ہےاور کہا جاتا ہے عالم انس، عالم جن وغیرہ۔اوراس کی جمع میں یاءاورنون کے ساتھ لائی گئی ہے تا کہ علم والوں کوغیرعلم والوں غلبہ حاصل ہو۔اوروہ علامت ہے جواپنے موجد کیلئے نشانی ہوتی ہے۔

عالم کا لفظ علامت سے مشتق ہے اس لئے کہ عالم یعنی مخلوق اپنے پیدا کرنے والے اور بنانے والے پرنشان اور اس کی وحدانیت پرعلامت ہے۔

## الحمد کے مبتداء ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف کا بیان

ائمہ قرأت سبعہ الحمدکودال پرپیش سے پڑھتے ہیں اورالحمدللہ کومبتدا خبر مانتے ہیں۔سفیان بن عینیہ اورروبہ بن عجاج کا قول ہے کہ دال پرزبر کے ساتھ ہےاورفعل یہاں مقدر ہے۔

امام ابن ابی عبلہ الحمدکی دال کواوراللہ کے پہلے لام دونوں کوپیش کے ساتھ پڑھتے ہیں اوراس لام کوپہلے کے تابع کرتے ہیں اگرچہ اس کی شہادت عربی زبان میں ملتی ہے مگراس کی شہادت زبان عرب سے ملتی ہے شاذ ہے۔حسن اور زید بن علی ان دونوں حرفوں کوزیر سے پڑھتے ہیں اورلام کے تابع دال کوکرتے ہیں۔

امام ابن جریرفرماتے ہیں "الحمدللہ کے معنی یہ ہیں کہ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ہےاس کے سواکوئی اس کے لائق نہیں،خواہ وہ مخلوق میں سے کوئی بھی ہواس وجہ سے کہ تمام نعمتیں جنہیں ہم گن بھی نہیں سکتے،اس مالک کے سوااورکوئی ان کی تعدادکونہیں جانتااسی کی طرف سے ہیں۔اسی نے اپنی اطاعت کرنے کے تمام اسباب ہمیں عطافرمائے۔اسی نے اپنے فرائض پورے کرنے کے لئے تمام جسمانی نعمتیں ہمیں بخشیں۔

اَلْحَمْدُ میں 'ال' تخصیص کے لئے ہے یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں یااس کے لئے خاص ہیں کیونکہ تعریف کا اصل مستحق اور سزاوارصرف اللہ تعالیٰ ہے۔کسی کے اندرکوئی خوبی،حسن یا کمال ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اس لئے حمد (تعریف) کا مستحق بھی وہی ہے۔اللہ یہ اللہ کا ذاتی نام ہے اس کا استعمال کسی اورکے لئے جائزنہیں **لَا اِلٰـهَ افضل الذکر** اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** کوافضل دعا کہا گیا ہے۔(ترمذی،نسائی وغیرہ)

## حمداورشکر میں لغوی فرق ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہرشکرکرنے والے کا کلمہ الحمدللہ ہے۔قرطبی نے ابن جریر کے قول کومعتبرکرنے کے لئے یہ دلیل بھی بیان کی ہے کہ اگرکوئی الحمدللہ شکرا کہےتو جائز ہے۔دراصل علامہ ابن جریر کے اس دعویٰ میں اختلاف ہے،پچھلے علماء میں مشہور ہے کہ حمدکہتے ہیں زبانی تعریف بیان کرنے کوخواہ جس کی حمدکی جاتی ہواس کی لازم صفتوں پرہو یا متعدی صفتوں پراورشکر صرف متعدی صفتوں پرہوتا ہےاوروہ دل زبان اور جملہ ارکان سے ہوتا ہے۔

عرب شاعروں کے اشعار بھی اس پر دلیل ہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ حمد کا لفظ عام ہے یا شکر کا اور صحیح بات یہ ہے کہ اس میں عموم اس حیثیت سے خصوص ہے کہ حمد کا لفظ جس پر واقع ہو وہ عام طور پر شکر کے معنوں میں آتا ہے۔ اس لئے کہ وہ لازم اور متعدی دونوں اوصاف پر آتا ہے شہ سواری اور کرم دونوں پر حمدتہ کہہ سکتے ہیں لیکن اس حیثیت سے وہ صرف زبان سے ادا ہو سکتا ہے یہ لفظ خاص اور شکر کا لفظ عام ہے کیونکہ وہ قول، فعل اور نیت تینوں پر بولا جاتا ہے اور صرف متعدی صفتوں پر بولے جانے کے اعتبار سے شکر کا لفظ خاص ہے۔ شہ سواری کے حصول پر شکرتہ نہیں کہہ سکتے البتہ شکرتہ علی کرمہ و احسانہ الی کہہ سکتے ہیں۔

ابونصر اسماعیل بن حماد جوہری کہتے ہیں "حمد" مقابل ہے "ذم" کے۔ لہٰذا یوں کہتے ہیں کہ **حمدت الرجل احمده حمدا و محمدة فهو حميد و محمود تحميد** میں حمد سے زیادہ مبالغہ ہے۔ حمد شکر سے عام ہے۔ کسی محسن کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کی ثنا کرنے کو شکر کہتے ہیں۔

عربی زبان میں شکرتہ اور شکرت لہ دونوں طرح کہتے ہیں لیکن لام کے ساتھ کہنا زیادہ فصیح ہے۔ مدح کا لفظ حمد سے بھی زیادہ عام ہے اس لئے کہ زندہ مردہ بلکہ جمادات پر بھی مدح کا لفظ بول سکتے ہیں۔ کھانے اور مکان کی اور ایسی اور چیزوں کی بھی مدح کی جاتی ہے احسان سے پہلے، احسان کے بعد، لازم صفتوں پر، متعدی صفتوں پر بھی اس کا اطلاق ہو سکتا ہے تو اس کا عام ہونا ثابت ہوا حمد کا معنی تعریف بھی ہو سکتا ہے اور شکر بھی۔ تعریف (حمد) عام ہے اور شکر خاص۔ حمد کا تعلق قابل تعریف کارناموں سے ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، شمس و قمر اور ستاروں کی حرکت غرض تمام کائنات کا اس قدر مربوط اور منظم نظام بنا دیا ہے جسے دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس پر اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ اور شکر کا تعلق ان خاص انعامات سے ہوتا ہے جو کسی خاص ذات سے متعلق ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا انسان کو احسن تقویم پر پیدا کرنا۔ کسی کو صحت اور رزق کی فراوانیوں سے مالا مال کرنا۔ ایسی نعمتوں کے اعتراف کو شکر کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی ہر طرح کی حمد اور شکر کا مستحق ہوا۔ علاوہ ازیں اگر مخلوق میں سے کوئی شخص کوئی قابل تعریف کارنامہ سرانجام دے اور اس پر اس کی تعریف کی جائے تو وہ بھی حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہوگی۔ کیونکہ قابل تعریف کام کرنے کی صلاحیت اور توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ گویا ہر طرح کی تعریف کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی قرار پاتا ہے۔

## لفظ رب کے معنی و مدلول کے مصداق کا بیان

یہ لفظ تربیت کے معنی میں اصلاً مصدر ہے مگر اس کا اطلاق وصفاً فائل کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسے عادل کے لیے مبالغۃ عدل کا اور صائم کے لیے صوم کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کا مفاد یہ ہے کہ فی الحقیقت رب صرف مربی کو نہیں بلکہ نہایت ہی کامل مربی کو کہا جا سکتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جو خود ہر جہت سے کامل ہو وہی دوسرے کی کامل تربیت کرنے کا اہل ہو سکتا ہے۔ اس لیے تربیت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

**التربية هو تبليغ الشئ الى كماله شيا فشيا .**

تربیت سے مراد کسی چیز کو درجہ بدرجہ اس کے کمال تک پہنچانا ہے۔ (تفسیر ابی السعود، 1:(13)

بعض اہل علم کے نزدیک لفظ رب، مربی کے معنی میں خود نعت ہے۔ (جیسے نعمٌ۔ ینمّ۔ فھونمّ، ربّ، یربّ، فھو رب) لیکن دونوں صورتوں میں اصل مفہوم اور اس کی دلالت ایک ہی رہتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اصل میں یہ لفظ راب تھا جس کی درمیانی الف حذف کر دی گئی اور رجل بار سے رجل بر کی طرح راب سے لفظ رب رہ گیا۔ جیسا کہ ابوحیان کا قول ہے۔ بعض نے اسے مبالغہ پر اسم فاعل بھی قرار دیا ہے اور بعض نے صفت مشبہ کیونکہ وہ بسا اوقات فاعل کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے مثلاً الخالق، المنعم اور الصاحب وغیرہ ہیں۔

ائمہ تفسیر نے بالعموم رب کے معنی میں دو صفات کو شامل کیا ہے۔ ان دونوں کی اپنی اپنی جگہ معنوی حکمت وافادیت معلوم ہونی چاہیے۔ تربیت: اس کی تعریف سے واضح ہے کہ یہ دو شرائط کا تقاضا کرتی ہے: i۔ تکمیل ii۔ تدریج

تربیت کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: هو التبليغ الى الكمال تدريجاً۔

یہ کسی شے کو تدریجاً کمال تک پہنچانے کا نام ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو نہایت بلیغ انداز میں واضح کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

الرب فی الاصل التربيه و هو انشاء الشیء حالا فحالًا الیٰ حد التمام۔

لفظ رب اصلاً تربیت کے معنی میں ہے اور اس سے مراد کسی چیز کو درجہ بدرجہ مختلف احوال میں سے گزارتے ہوئے آخری کمال کی حد تک پہنچا دینا ہے۔ (المفردات، ص۱۸۴)

کمال سے یہاں مراد ہے ما يتم به الشیء فی صفاته یعنی یہ کسی چیز کی وہ حالت ہوتی ہے جہاں وہ اپنی جملہ صفات کے اعتبار سے انتہا کو پہنچ جائے۔ ان توضیحات سے معلوم ہوا کہ اگر تربیت پانے والا اپنے کمال یعنی صفاتی انتہا کو نہ پہنچے، تب بھی تربیت نامکمل رہی، اور اگر اس نے جملہ تدریجی اور ارتقائی مراحل طے نہ کیے ہوں تب بھی تربیت کامل نہ ہوئی۔ لہٰذا نظام تربیت کا کمال یہ ہے کہ مربوب (تربیت پانے والا) تدریجی اور ارتقائی منزلوں میں سے گزرتا ہوا اپنی صفات کی آخری حد کو پالے۔

## اللہ کے سوا لفظ رب کا اضافت کے ساتھ استعمال ہونے کا بیان

لفظ رب اس الوہیت شان کی نشاندہی کرتا ہے کہ وہ کامل مربی و مالک ہے۔ وہی قادر اور جمیع امور میں حقیقی متصرف ہے۔ اس کی شان ربوبیت میں کوئی شریک ہے نہ دخیل۔ اس لیے اس کا رب ہونا علی الاطلاق ہے جبکہ اس عالم اسباب میں کئی افراد جو ایک دوسرے کے مربی ہوتے ہیں، انہیں جب مجازاً رب کہا جاتا ہے تو ہمیشہ اضافت کی شرط کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ مثلاً گھر اور گھوڑے کے مالک کو مجازاً رب الدار اور رب الفرس کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے میں ایک شخص سے بادشاہ مصر کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اذْكُرْنِي عِندَ رَبِّكَ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ۔

اپنے بادشاہ کے پاس میرا ذکر کر دینا (شاید اسے یاد آ جائے) کہ ایک اور بے گناہ بھی قید میں ہے) مگر شیطان نے اسے اپنے بادشاہ کے پاس (وہ) ذکر کرنا بھلا دیا۔ (یوسف، 12:(42) اسی طرح آپ ایلچی کو فرماتے ہیں۔

**ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ .**

اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور اس سے (یہ) پوچھ (کہ) ان عورتوں کا (اب) کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ (یوسف، 12:(50) اسی طرح والدین کی نسبت بارگاہ ایزدی میں اس دعا کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

**وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ،**

اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے رہو اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے (رحمت و شفقت سے) پالا تھا۔ (بنی اسرائیل، 17:(24)

یہاں بھی رَبَّیٰنِی کا فعل رب مصدر سے والدین کے حق میں مجازاً استعمال کیا گیا ہے۔ الغرض جہاں بھی رب بطور مصدر یا کسی فرد کے لیے مجازاً استعمال ہوگا کسی نہ کسی اضافت کے ساتھ ہوگا۔ مطلقاً اس کا استعمال صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کیونکہ حقیقی مربی اور مالک مطلق وہی ذات ہے اور اسی کی ملکیت و پرورش ساری کائنات کے لیے علی الاطلاق ہے۔

بعض لوگ ایک جیسے الفاظ کے استعمال کی وجہ سے شرک کے وہم میں ڈوب جاتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ ان کو اضافت یا عدم اضافت کو علم ہی نہیں ہوتا اور اسی طرح ان کو مجاز و حقیقت کا علم ہی نہیں ہوتا لہٰذا وہ لوگوں کو گمراہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

## عالمین کو جمع لا کر تمام عالم مراد ہونے کا بیان

عَالَم (جہان) جہان کی جمع ہے۔ ویسے تو تمام خلائق کے مجموعہ کو عالم کہا جاتا ہے، اس لئے اس کی جمع نہیں لائی جاتی۔ لیکن یہاں اس کی ربوبیت کاملہ کے اظہار کے لئے عالم کی بھی جمع لائی گئی ہے، جس سے مراد مخلوق کی الگ الگ جنسیں ہیں۔ مثلاً عالم جن، عالم انس، عالم ملائکہ اور عالم وحوش وطیور وغیرہ۔ ان تمام مخلوقات کی ضرورتیں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں لیکن رَبّ الْعَالَمِیْنَ سب کی ضروریات، ان کے احوال وظروف اور طبائع و اجسام کے مطابق مہیا فرماتا ہے۔

مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن، عالم ملائکہ، عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں۔ اس لیے جمع لائے تاکہ جملہ افراد عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے۔

عالمین جمع ہے عالم کی اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔ لفظ عالم بھی جمع ہے اور اس کا واحد لفظ ہے ہی نہیں۔ آسمان کی مخلوق خشکی اور تری کی مخلوقات کو بھی عوالم یعنی کئی عالم کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک ایک زمانے، ایک ایک وقت کو بھی عالم کہا جاتا ہے۔

لغوی لحاظ سے عالم ہر وہ چیز ہے جس کا علم حواس خمسہ سے ہو سکتا ہو۔ اس لحاظ سے تمام مخلوقات ایک عالم ہے مگر اس آیت میں

عالم سے مراد جنس ہے (عالم غیب، عالم شہادۃ، عالم انس، عالم جن، عالم ملائکہ وغیرہ وغیرہ) بے شمار عالم ہیں۔ پھر زمانہ کے لحاظ سے ہر دور کے لوگ ایک عالم ہیں۔ دور بدلنے پر عالم بھی بدل جاتا ہے۔ اس طرح عالم کی سینکڑوں اور ہزاروں اقسام بن جاتی ہیں۔

## عالَم کی تفسیر میں اقوال اسلاف کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ اس سے مراد کل مخلوق ہے خواہ آسمانوں کی ہو یا زمینوں کی یا ان کے درمیان کی، خواہ ہمیں اس کا علم ہو یا نہ ہو۔ اس سے جنات اور انسان بھی مراد لئے گئے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر مجاہد بن جبر مخزومی تابعی اور ابن جریج سے بھی یہ روایت ہے۔ حضرت علی سے بھی غیر معتبر سند سے یہی منقول ہے اس قول کی دلیل قرآن کی آیت لیکون للعالمین نذیرا بھی جاتی ہے یعنی تا کہ وہ عالمین یعنی جن اور انس کے لئے ڈرانے والا ہو جائے۔

فرا اور ابوعبید کا قول ہے کہ سمجھدار کو عالم کہا جاتا ہے۔ لہٰذا انسان، جنات، فرشتے، شیاطین کو عالم کہا جائے گا۔ جانوروں کو نہیں کہا جائے گا۔ زید بن اسلم، ابومحیص فرماتے ہیں کہ ہر روح والی چیز کو عالم کہا جاتا ہے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں۔ ہر قسم کو ایک عالم کہتے ہیں ابن مروان بن حکم عرف جعد جن کا لقب حمار تھا جو بنوامیہ میں سے اپنے زمانے کے خلیفہ تھے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سترہ ہزار عالم پیدا کئے ہیں۔ آسمانوں والے ایک عالم، زمینوں والے سب ایک عالم اور باقی کو اللہ ہی جانتا ہے مخلوق کو ان کا علم نہیں۔

حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں انسان کل ایک عالم ہیں، سارے جنات کا ایک عالم ہے اور ان کے سوا اٹھارہ ہزار یا چودہ ہزار عالم اور ہیں۔ فرشتے زمین پر ہیں اور زمین کے چار کونے ہیں، ہر کونے میں ساڑھے تین ہزار عالم ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جمیری کہتے ہیں ایک ہزار امتیں ہیں، چھ سوتری میں اور چار سو خشکی میں۔

حضرت سعید بن میتب سے یہ بھی روایت ہے۔ ایک ضعیف روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق کی خلافت کے زمانے میں ایک سال ٹڈیاں نہ نظر آئیں بلکہ تلاش کرنے کے باوجود پتہ نہ چلا۔ آپ غمگین ہو گئے یمن، شام اور عراق کی طرف سوار دوڑائے کہ کہیں بھی ٹڈیاں نظر آتی ہیں یا نہیں تو یمن والے سوار تھوڑی سی ٹڈیاں لے کر آئے اور امیر المومنین کے سامنے پیش کیں آپ نے انہیں دیکھ کر تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سوتری میں ہیں اور چار سو خشکی میں ان میں سے سب سے پہلے جو امت ہلاک ہوگی وہ ٹڈیاں ہوں گی بس ان کی ہلاکت کے بعد پے در پے اور سب امتیں ہلاک ہو جائیں گی جس طرح کہ تسبیح کا دھاگا ٹوٹ جائے اور ایک کے بعد ایک سب موتی جھڑ جاتے ہیں۔

حضرت سعید بن میتب رحمہ اللہ سے بھی یہ قول روایت ہے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں اٹھارہ ہزار عالم ہیں، دنیا کی ساری کی ساری مخلوق ان میں سے ایک عالم ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چالیس ہزار عالم ہیں ساری دنیا ان میں سے ایک عالم ہے۔ زجاج کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا آخرت میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب عالم ہے۔

امام قرطبی کہتے ہیں کہ یہ قول صحیح ہے اس لئے کہ یہ تمام عالمین پر مشتمل لفظ ہے۔ جیسے فرعون کے اس سوال کے جواب میں رب العالمین کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ آسمانوں زمینوں اور دونوں کے درمیان جو کچھ ہے ان سب کا رب ہے۔ (تفسیر قرطبی ودیگر کتب تفاسیر)

| |
|---|
| الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ |
| جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ |

## رحمت الٰہی کے عام وخاص ہونے کا بیان

"الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" اَیْ ذِی الرَّحْمَۃِ وَھِیَ اِرَادَۃُ الْخَیْرِ لِاَھْلِہٖ۔

رحمٰن اور رحیم سے مراد رحمت والا ہونا ہے اور وہ رحمت کی اہلیت والے کیلئے بھلائی کا ارادہ ہے۔ رحمٰن بروز فعلان اور رحیم بر وزن فعیل ہے۔ دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ جن میں کثرت اور دوام کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا ہے اور اس کی یہ صفت دیگر صفات کی طرح دائمی ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں رحمٰن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے اسی لیے رحمٰن الدنیا والآخرہ کہا جاتا ہے۔ دنیا میں اس کی رحمت جس میں بلا تخصیص کافر و مومن سب فیض یاب ہو رہے ہیں اور آخرت میں وہ صرف رحیم ہوگا۔ یعنی اس کی رحمت صرف مومنین کے لئے خاص ہوگی۔

| |
|---|
| مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ |
| روز جزاء کا مالک ہے۔ |

## روز جزا کا مالک،

"مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ" اَیْ الْجَزَاءِ وَھُوَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ وَخُصَّ بِالذِّکْرِ لِاَنَّہٗ لَا مُلْكَ ظَاهِرًا فِیْہِ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلّٰہِ تَعَالٰی بِدَلِیْلِ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؟ لِلّٰہِ" وَمَنْ قَرَاَ مَالِكِ فَمَعْنَاہُ مَالِكُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ فِیْ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَوْ ھُوَ مَوْصُوْفٌ بِذٰلِكَ دَائِمًا "کَغَافِرِ الذَّنْبِ" فَصَحَّ وُقُوْعُہٗ صِفَۃً لِمَعْرِفَۃٍ۔

قیامت کے دن کا مالک یعنی جزاء کے دن کا مالک ہے اور وہ قیامت کا دن ہے اور اس کا ذکر خصوصی طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن یہ ظاہر ہوگا کہ اللہ کے سوا کوئی مالک نہیں ہے۔ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ؟ لِلّٰہِ" اس پر دلیل موجود ہے۔ اور جنہوں نے مالک پڑھا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام معاملات کا مالک ہوگا اور وہ صفت ملک کے ساتھ ہمیشہ متصف

رہنے والا ہے۔ جس طرح غافر الذنب کا لفظ ہے۔ پس اس کا معرفہ کی صفت واقع ہونا درست ہے۔

## یوم دین کے مفعول یا ظرف ہونے کا بیان

مالك يوم الدين "میں ملکیت حقیقی ہے یعنی وجودی وابستگی جسکا لازمی نتیجہ یہ ہے مالک ملکیت پر کامل اور ہر طرح کا تسلط رکھتا ہے۔ یوم الدین "ممکن ہے مالک کے لئے مفعول ہو اور ممکن ہے ظرف ہو، اگر ظرف ہو تو اس صورت میں مفعول ممکن ہے لفظ "الامور" یا اسکی مثل کوئی اور لفظ ہو اس صورت میں جملے کی ترکیب یوں ہوگی "مالك الامور فی یوم الدین" بہر حال یہ مفہوم اس آیہ مبارکہ سے نکل سکتا ہے۔

## مالک اور ملک کی قرأت تفسیری معانی کا بیان

بعض قاریوں نے ملک پڑھا ہے اور باقی سب نے مالک اور دونوں قرأت یں صحیح اور متواتر ہیں اور سات قرأت وں میں سے ہیں اور مالک نے لام کے زیر اور اس کے سکون کے ساتھ۔ اور ملیک اور ملکی بھی پڑھا گیا ہے پہلے کی دونوں قرأت یں معانی کی رو ترجیح ہیں اور دونوں صحیح ہیں اور اچھی بھی ہے۔

علامہ زمخشری نے ملک کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ حرمین والوں کی یہ قرأت ہے۔ اور قرآن میں بھی آیت (لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ)40 ۔غافر:16) اور (قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ)6 ۔ الانعام:73) ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے بھی حکایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے ملک پڑھا اس بنا پر کہ فعل اور فاعل اور مفعول آتا ہے لیکن یہ شاذ اور بیحد غریب ہے۔ ابوبکر بن داؤد نے اس بارے میں ایک غریب روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تینوں خلفاء اور حضرت معاویہ اور ان کے لڑکے مالک پڑھتے تھے۔

حضرت ابن شہاب کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مروان نے ملک پڑھا۔ میں کہتا ہوں مروان کو اپنی اس قرأت کی صحت کا علم تھا۔ راوی حدیث ابن شہاب کو علم نہ تھا واللہ اعلم۔ ابن مردویہ نے کئی سندوں سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مالک پڑھتے تھے۔ مالک کا لفظ ملک سے ماخوذ ہے جیسے کہ قرآن میں ہے آیت (اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ) 19 ۔مریم:40) یعنی زمین اور اس کے اوپر کی تمام مخلوق کے مالک ہم ہی ہیں اور ہماری ہی طرف سب لوٹا کر لائے جائیں گے۔ اور فرمایا آیت (قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ )114 ۔ الناس:1-2) یعنی کہہ کہ میں پناہ پکڑتا ہوں لوگوں کے رب اور لوگوں کے مالک کی۔ اور ملک کا لفظ ملک سے ماخوذ ہے جیسے فرمایا آیت (لمن الملک الیوم) الخ یعنی آج ملک کس کا ہے صرف اللہ واحد غلبہ والے کا۔ اور فرمایا آیت (قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ)6 ۔ الانعام: 73) اسی کا فرمان ہے اور اسی کا سب ملک ہے۔ اور فرمایا آج ملک رحمٰن ہی کا ہے اور آج کا دن کافروں پر بہت سخت ہے۔

اس فرمان میں قیامت کے دن ساتھ ملکیت کی تخصیص کرنے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے، اس لئے کہ پہلے اپنا وصف رب العالمین ہونا بیان کر چکا ہے دنیا اور آخرت دونوں شامل ہیں۔ قیامت کے دن کے ساتھ اس کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس دن تو کوئی ملکیت کا دعویدار بھی نہ ہوگا۔ بلکہ بغیر اس حقیقی مالک کی اجازت کے زبان تک نہ ہلا سکے گا۔ جیسے فرمایا جس دن روح القدس اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے اور کوئی کلام نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ رحمٰن اسے اجازت دے اور وہ ٹھیک بات کہے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے سب آوازیں رحمٰن کے سامنے پست ہوں گی اور گنگناہٹ کے سوا کچھ نہ سنائی دے گا اور فرمایا جب قیامت آئے گی اس دن بغیر اللہ تبارک وتعالیٰ کی اجازت کے کوئی شخص نہ بول سکے گا۔ بعض ان میں سے بد بخت ہوں گے اور بعض سعادت مند ہوں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس دن اس کی بادشاہت میں اس کے سوا کوئی بادشاہ نہ ہوگا جیسے کہ دنیا میں مجازاً تھے۔ آیت (یوم الدین سے مراد مخلوق کے حساب کا یعنی قیامت کا دن ہے جس دن تمام بھلے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ہاں اگر رب کسی برائی سے درگزر کرلے یا اس کا اختیاری امر ہے۔ صحابہ تابعین اور سلف صالحین سے بھی یہی روایت ہے۔ بعض سعادت مند۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس دن اس کی بادشاہت میں اس کے سوا کوئی بادشاہ نہ ہوگا جیسے کہ دنیا میں مجازاً تھے۔ آیت (یوم الدین) سے مراد مخلوق کے حساب کا یعنی قیامت کا ہے جس دن تمام بھلے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا ہاں اگر رب کسی برائی سے درگزر کرلے یہ اس کا اختیاری امر ہے۔ صحابہ، تابعین اور سلف صالحین سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم کا قول ہے کہ تم خود اپنی جانوں سے حساب لو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کو خود وزن کرلو اس سے پہلے کہ وہ ترازو میں رکھے جائیں اور اس بڑی پیشی کے لئے تیار ہو جاؤ جب تم اس اللہ کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جس سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں جیسے خود رب عالم نے فرمادیا جس دن تم پیش کئے جاؤ گے کوئی چھپی ڈھکی بات چھپے گی نہیں۔

| |
|---|
| اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ |
| ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ |

## عبادت کی تخصیص کے بعد مدد مانگنے کا بیان

"اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" اَیْ نَخُصُّكَ بِالْعِبَادَةِ مِنْ تَوْحِيْدٍ وَغَيْرِهٖ وَنَطْلُبُ الْمَعُوْنَةَ عَلَى الْعِبَادِ وَغَيْرِهَا .

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ یعنی ہم تجھے عبادت کیلئے خاص کرتے ہیں جو توحید وغیرہ سے ہے۔ اور عبادت وغیر عبادت کے کاموں میں تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

## عبادت کے معنی کا بیان

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں کہ وَ معنی العبادة فی اللغة الطاعة مع الخضوع (لسان العرب، ج ۳، ص ۲۸۳) خضوع کے ساتھ طاعت کا نام عبادت ہے۔ عبادت کی روح انتہائی خشوع وخضوع اور عاجزی وفروتنی کا اظہار تسبیح ہے۔ قرآن میں عبادت کا لفظ ایک جامع اصطلاح کے طور پر استعمال ہوا ہے یہاں اس لفظ کا جامع مفہوم ہی مراد ہے۔ عبادت اللہ کے لیے خاص ہے کیونکہ لائق عبادت اسی کی ذات ہے۔

## محل عبادت کے بعد مدد حقیقی کے اظہار کا بیان

ایک نمازی اس موقع پر اللہ تعالی کی عبادت جو خاص اللہ کیلئے کی گئی ہے اس کے بعد اللہ تعالی کی بارگاہ میں یہ بھی عرض کرتا ہے کہ یا اللہ! جس طرح میں تیری عبادت کرتا ہوں اسی طرح حقیقی مددگار بھی تجھ کو ہی مانتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اسی طرح اللہ کے سوا کوئی حقیقی مددگار نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کو جو ایمان نصیب ہوا ہے یہ تمام انبیاء کرام اور ان کو ماننے والے سچے مسلمانوں کی مدد سے نصیب ہوا ہے جو حقیقت میں اللہ تعالی کی مدد ہے۔ جو مومنوں کے ذریعے ظاہر ہوئی ہے۔ لہٰذا اظہار مدد خواہ کسی بھی طرح ہو وہ حقیقت میں اللہ تعالی کی طرف سے ہے۔

## مدد حقیقی ومجازی میں فرق نہ کرنے والے گمراہ لوگوں کا بیان

مدد کی دو اقسام ہیں (۱) حقیقی مدد (۲) مجازی مدد۔ جو مدد اللہ تعالی سے براہ راست یعنی بغیر وسیلے آئے وہ مدد حقیقی ہے۔ جس طرح اللہ تعالی کی مدد سے بنی اسرائیل کیلئے سمندر سے بارہ راستے بن گئے تھے۔ اور مدد مجازی وہ ہے جو اللہ تعالی کی مخلوق کے ذریعے انسان کیلئے ہوتی ہے۔ جس مدد کا محتاج انسان پیدا ہونے سے لیکر کفن ودفن تک رہتا ہے۔ اس مدد میں والدین، اساتذہ اور دیگر لوگ شامل ہوتے ہیں۔ یہ مدد بھی اللہ تعالی طرف ہے لیکن مجاز اس لئے ہے کہ اس کا اظہار مخلوق سے ہوتا ہے۔ بعض نام نہاد علماء نے گمراہی اور جہالت کی وجہ سے اس مسئلہ میں لوگوں کو اختلاف میں ڈال رکھا ہے۔ جس کے سبب لوگ انبیاء اللہ اور اولیاء اللہ کو مدد الٰہی کے ذرائع ہیں ان کی شان میں گستاخیاں کرکے اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ ایسے بیوقوف واعظین کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ پہلے علم حاصل کریں اس کے بعد لوگوں میں مسائل بیان کریں۔ ہم مدد حقیقی اور مجازی کی دلیل حسب ذیل آیت مبارکہ سے بیان کر رہے ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ، (المائدہ، 55)

تمہارا دوست تو اللہ اور اللہ کا رسول اور وہ اہلِ ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالی اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو ولی فرمایا گیا ہے حالانکہ ولی کا معنی مددگار بھی ہے۔ کیا یہاں قرآن نے اللہ تعالی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی مدد کو بیان کر کے کسی شرکیہ عقیدے کی دعوت دی ہے۔ (نعوذ باللہ) نہیں ایسا ہر گز نہیں ہے۔ بلکہ یہاں پر اللہ تعالی کی مدد حقیقی اور رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان واولیاء اللہ کی مدد مجازی ہے۔ لہذا قرآن کی دونوں آیات میں کسی قسم کا تعارض نہ ہوگا۔ ایاک نستعین میں مدد حقیقی کی تخصیص ہے۔ اور یہاں رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کی مجازی مدد کا بیان ہے۔

| |
|---|
| اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۝ |
| ہم کو سیدے راستے پر چلا۔ |

## سیدھے راستے پر چلانے کی دعا کا بیان

"اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" أَيْ أَرْشِدْنَا إِلَيْهِ وَيُبْدَلُ مِنْهُ

ہم کو سیدے راستے پر چلا۔ یعنی ہم کو اس راہ کی جانب ہدایت عطا فرما۔ صراط الذین یہ صراط مستقیم سے بدل ہے۔

اگر "اهدنا الصراط المستقيم" کے "الحمدللہ رب العالمين" کے ساتھ ربط کو ملاحظہ کیا جائے تو یہ پیغام ملتا ہے کہ اللہ تعالی کی معرفت کے بعد انسان کا ہدف صراط مستقیم پر گامزن رہنا ہے یعنی وہ راستہ جسکا منتہائے مقصود اللہ تعالی کی ذات اقدس ہے۔

## صراط مستقیم کے مفہوم کا تفسیری بیان

امام ابو جعفر ابن جریر فرماتے ہیں مراد اس سے واضح اور صاف راستہ ہے جو کہیں سے ٹیڑھا نہ ہو۔ عرب کی لغت میں اور شاعروں کے شعر میں یہ معنی صاف طور پر پائے جاتے ہیں اور اس پر بیشمار شواہد موجود ہیں۔ صراط کا استعمال بطور استعارہ کے قول اور فعل پر بھی آتا ہے اور پھر اس کا وصف استقامت اور ٹیڑھا پن کے ساتھ بھی آتا ہے۔ سلف اور متاخرین مفسرین سے اس کی بہت سی تفسیریں منقول ہیں اور ان سب کا خلاصہ ایک ہی ہے اور وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور تابعداری ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ صراط مستقیم کتاب اللہ ہے۔

ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بھی روایت کی ہے فضائل قرآن کے بارے میں پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی کی مضبوط رسی، حکمتوں والا ذکر اور سیدھی راہ یعنی صراط مستقیم یہی اللہ کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مسند احمد ترمذی حضرت علی کا قول بھی یہی ہے اور مرفوع حدیث کا بھی موقوف ہونا ہی زیادہ مشابہ ہے۔

حضرت عبداللہ سے بھی یہی روایت ہے ابن عباس کا قول ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیت (اهدنا الصراط مستقيم) کہئے یعنی ہمیں ہدایت والے راستہ کا الہام کرا اور اس دین قیم کی سمجھ دے جس میں کوئی کجی نہیں۔ آپ

سے یہ قول بھی روایت ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے۔ابن عباس، ابن مسعود اور بہت سے صحابہ سے بھی یہی تفسیر منقول ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے جو ہر اس چیز سے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے زیادہ وسعت والا ہے۔

ابن حنفیہ فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جس کے سوا اور دین مقبول نہیں۔عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ صراط مستقیم اسلام ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان کی کہ صراط مستقیم کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں، ان میں کئی ایک کھلے ہوئے دروازے اور دروازوں پر پردے لٹک رہے ہیں، صراط مستقیم کے دروازے پر ایک پکارنے والا مقرر ہے، جو کہتا ہے کہ اے لوگو! تم سب کے سب اسی سیدھی راہ پر چلے جاؤ، ٹیڑھی ترچھی ادھر ادھر کی راہوں کو نہ دیکھو نہ ان پر جاؤ۔ اور اس راستے سے گزرنے والا کوئی شخص جب ان دروازوں میں سے کسی ایک کو کھولنا چاہتا ہے تو ایک پکارنے والا کہتا ہے خبردار اسے نہ کھولنا۔ اگر کھولا تو اس راہ لگ جاؤ گے اور صراط مستقیم سے ہٹ جاؤ گے۔پس صراط مستقیم تو اسلام ہے اور دیواریں اللہ کی حدیں ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور دروازے پر پکارنے والا قرآن کریم ہے اور راستے کے اوپر سے پکارنے والا زندہ ضمیر ہے جو ہر ایماندار کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور واعظ کے ہوتا ہے۔

مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں اس سے مراد حق ہے۔ان کا قول سب سے زیادہ مقبول ہے اور مذکورہ اقوال کا کوئی مخالف نہیں۔ابوالعالیہ فرماتے ہیں اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے آپ کے دونوں خلیفہ ہیں۔ابوالعالیہ اس قول کی تصدیق اور تحسین کرتے ہیں دراصل یہ سب اقوال صحیح ہیں اور ایک دوسرے سے ملے جلے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلفاء صدیق و فاروق کا تابعدار حق کا تابع ہے اور حق کا تابع اسلام کا تابع ہے اور اسلام کا تابع قرآن کا مطیع ہے اور قرآن اللہ کی کتاب اس کی طرف کی مضبوط رسی اور اس کی سیدھی راہ ہے۔لہٰذا صراط مستقیم کی تفسیر میں یہ تمام اقوال صحیح ہیں اور ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔صراط مستقیم وہ ہے جس پر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا۔

امام ابوجعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہے کہ میرے نزدیک اس آیت کی تفسیر میں سب سے اولیٰ یہ ہے کہ ہم کو توفیق دی جائے اس کی جو اللہ کی مرضی کی ہو اور جس پر چلنے کی وجہ سے اللہ اپنے بندوں سے راضی ہوا ہو اور ان پر انعام کیا ہو، صراط مستقیم یہی ہے۔اس لئے کہ جس شخص کو اس کی توفیق مل جائے جس کی توفیق اللہ کے نیک بندوں کو تھی جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا تھا جو نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ تھے انہوں نے اسلام کی اور رسولوں کی تصدیق کی، کتاب اللہ کو مضبوط تھام رکھا، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالائے۔اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چاروں خلیفوں اور تمام نیک بندوں کی راہ کی توفیق مل جائے گی تو یہی صراط مستقیم ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ مومن کو تو اللہ کی طرف سے ہدایت حاصل ہو چکی ہے۔

پھر نماز اور غیر نماز میں ہدایت مانگنے کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مراد اس سے ہدایت پر ثابت قدمی اور رسوخ اور بینائی اور ہمیشہ کی طلب ہے اس لئے کہ بندہ ہر ساعت اور ہر حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا محتاج ہے وہ خود اپنی جان کے نفع نقصان کا مالک نہیں بلکہ دن رات اپنے اللہ کا محتاج ہے اسی لئے اسے سکھایا کہ ہر وقت وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت طلب کرتا رہے اور ثابت قدمی اور توفیق چاہتا رہے۔ بھلا اور نیک بخت انسان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے در کا بھکاری بنا لے وہ اللہ ہر پکارنے والے کی پکار کے قبول کرنے کا کفیل ہے۔

| |
|---|
| صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ |
| راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔ (کنزالایمان) |

## نیک لوگوں کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے

"صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ" بِالْهِدَايَةِ وَيُبْدَلُ مِنَ الَّذِيْنَ لِصِلَتِهِ بِهٖ ۔ "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" وَهُمُ الْيَهُوْدُ "وَلَا" وَغَيْرِ "الضَّآلِّيْنَ" وَهُمُ النَّصَارٰى وَنُكْتَةُ الْبَدَلِ اِفَادَةُ اَنَّ الْمُهْتَدِيْنَ لَيْسُوْا يَهُوْدَ وَلَا نَصَارٰى وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا،

راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔ یعنی ہدایت کے ساتھ، اور "غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ" یہ الذین کے صلہ کے ساتھ بدل ہے اور وہ یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں اور یہاں بدل ہونے کا راز اس فائدے کو ظاہر کرنا ہے کہ ہدایت یافتہ نہ تو یہودی ہیں اور نہ نصرانی ہیں۔ اور سب سے زیادہ حق کو اللہ تعالیٰ ہی جاننے والا ہے۔ اور اسی کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔ وہیں ٹھکانہ ہے۔ اور رحمت کاملہ ہو ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر کثیر سلام ہو۔

## معیت انبیاء والے خوش نصیب لوگوں کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ ایک انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے دیکھا کہ سخت مغموم ہیں سبب دریافت کیا تو جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تو صبح شام ہم لوگ آپ کی خدمت میں آ بیٹھے ہیں دیدار بھی ہو جاتا ہے اور دو گھڑی صحبت بھی میسر ہو جاتی ہے لیکن کل قیامت کے دن تو آپ نبیوں کی اعلیٰ مجلس میں ہوں گے ہم تو آپ تک پہنچ بھی نہ سکیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا اس پر حضور جبرائیل یہ آیت لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر انہیں یہ خوشخبری سنا دی۔

حضرت ربیع رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ یہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ آپ پر ایمان لانے والوں سے یقیناً بہت ہی بڑا ہے پس جب کہ جنت میں یہ سب جمع ہوں گے تو آپس میں ایک دوسرے کو کیسے

دیکھیں گے اور کیسے ملیں گے؟ پس یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر کے درجہ والے نیچے والوں کے پاس اتر آئیں گے اور پر بہار باغوں میں سب جمع ہوں گے اور اللہ کے احسانات کا ذکر اور اس کی تعریفیں کریں گے اور جو چاہیں گے پائیں گے ناز و نعم سے ہر وقت رہیں گے۔

امام ابن مردویہ میں ہے ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ میں آپ کو اپنی جان سے اپنے اہل عیال سے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ میں گھر میں ہوتا ہوں لیکن شوق زیارت مجھے بیقرار کر دیتا ہے صبر نہیں ہو سکتا دوڑتا بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کر کے چلا جاتا ہوں لیکن جب مجھے آپ کی اور اپنی موت یاد آتی ہے اور اس کا یقین ہے کہ آپ جنت میں نبیوں کے سب سے بڑے اونچے درجے میں ہوں گے تو ڈر لگتا ہے کہ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے محروم ہو جاؤں گا، آپ نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ آیت نازل ہوئی۔ اس روایت کے اور بھی طریقے ہیں،

صحیح مسلم شریف میں ہے ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتا اور پانی وغیرہ لا دیا کرتا تھا ایک بار آپ نے مجھ سے فرمایا کچھ مانگ لے میں نے کہا جنت میں میں آپ کی رفاقت کا طالب ہوں فرمایا اس کے سوا اور کچھ؟ میں نے کہا وہ بھی یہی فرمایا میری رفاقت کے لئے میری مدد کر بکثرت سجدے کیا کر، مسند احمد میں ہے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں اللہ کے لاشریک ہونے کی اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا جو مرتے دم تک اسی پر رہے گا وہ قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اس طرح ہوگا پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں اٹھا کر اشارہ کر کے بتایا۔ لیکن یہ شرط ہے کہ ماں باپ کا نافرمان نہ ہو۔

مسند احمد میں ہے جس نے اللہ کی راہ میں ایک ہزار آیتیں پڑھیں وہ انشاء اللہ قیامت کے دن نبیوں کے صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ لکھا جائے گا، ترمذی میں ہے سچا امانت دار، تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، ان سب سے زیادہ زبردست بشارت اس حدیث میں ہے جو صحاح اور مسانید وغیرہ میں صاحبہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی ایک زبردست جماعت ہے بہ تواتر روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا گیا جو ایک قوم سے محبت رکھتا ہے لیکن اس سے ملا نہیں تو آپ نے فرمایا (حدیث المرء مع من احب) ہر انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان جس قدر اس حدیث سے خوش ہوئے اتنا کسی اور چیز سے خوش نہیں ہوئی،

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ میری محبت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ مجھے بھی انہی کے ساتھ اٹھائے گا گو میرے اعمال ان جیسے نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی لوگ اپنے سے بلند درجہ والے جنتیوں کو ان کے بالا خانوں میں اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمکتے ستارے کو مشرق یا مغرب میں دیکھتے ہو ان میں بہت کچھ فاصلہ ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ منزلیں تو انبیاء کرام کے لئے ہی مخصوص ہوں گی؟ کیوں اور وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟

آپ نے فرمایا کیوں نہیں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان منزلوں تک وہ بھی پہنچیں گے جو اللہ پر ایمان لائے رسولوں کو سچا جانا اور مانا۔ (بخاری مسلم، تفسیر ابن جریر)

## مغضوب وضالین سے مراد یہود ونصاریٰ ہونے کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے آیت (غیر المغضوب علیھم وغیر الضالین) پڑھنا صحیح سند سے روایت ہے اور اسی طرح حضرت ابی بن کعب سے بھی روایت ہے اس لئے بھی کہ دونوں راہوں کا فرق معلوم ہو جائے تا کہ ہر شخص ان دونوں سے بھی بچتا رہے۔ اہل ایمان کا طریقہ تو یہ ہے کہ حق کا علم بھی ہو اور حق پر عمل بھی ہو۔ یہودیوں کے ہاں علم نہیں اور نصاریٰ کے ہاں علم نہیں اسی لئے یہودیوں پر غضب ہوا اور نصرانیوں کو گمراہی ملی۔ اس لئے کہ علم کے باوجود عمل کو چھوڑنا غضب کا سبب ہے اور نصرانی گو ایک چیز کا قصد کرنے کے باوجود صحیح راستہ کو نہیں پا سکتے اس لئے کہ ان کا طریقہ کار غلط ہے اور اتباع حق سے ہٹے ہوئے ہیں یوں تو غضب اور گمراہی ان دونوں جماعتوں کے حصہ میں ہے لیکن یہودی غضب کے حصہ میں پیش پیش ہیں۔ جیسے کہ اور جگہ قرآن کریم میں ہے آیت (مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ) 5۔المائدہ:60) اور نصرانی ضلالت میں بڑھے ہوئے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔ آیت (قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ) 5۔ المائدہ: 77) یعنی یہ پہلے ہی سے گمراہ ہیں اور بہتوں کو گمراہ کر بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ اس کی تائید میں بہت سی حدیثیں اور روایتیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

## عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا واقعہ

امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں کہ مسند احمد میں ہے۔ حضرت عدی بن حاتم فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے میری پھوپھی اور چند لوگوں کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو میری پھوپھی نے کہا میری خبر گیری کرنے والا غائب ہے اور میں عمر رسیدہ بڑھیا ہوں جو کسی خدمت کے لائق نہیں آپ مجھ پر احسان کیجئے اور مجھے رہائی دیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر بھی احسان کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ تیری خیر خبر لینے والا کون ہے اس نے کہا عدی بن حاتم آپ نے فرمایا وہی جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگتا پھرتا ہے؟

پھر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔ جب لوٹ کر آپ آئے تو آپ کے ساتھ ایک شخص تھے اور غالباً وہ حضرت علی تھے آپ نے فرمایا لو ان سے سواری مانگ لو۔ میری پھوپھی نے ان سے درخواست کی جو منظور ہوئی اور سواری مل گئی۔ وہ یہاں سے آزاد ہو کر میرے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت نے تیرے باپ حاتم کی سخاوت کو بھی ماند کر دیا۔ آپ کے پاس جو آتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔ یہ سن کر میں بھی حضور کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ چھوٹے بچے اور بڑھیا عورتیں بھی آپ کی خدمت میں آتی جاتی ہیں اور آپ ان سے بھی بے تکلفی کے ساتھ بولتے ہیں۔ اس بات نے مجھے یقین دلا دیا کہ آپ قیصر وکسریٰ کی طرح بادشاہت اور وجاہت کے طلب کرنے والے نہیں۔

آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا عدی آیت (لا الہ الا اللہ) کہنے سے کیوں بھاگتے ہو؟ کیا اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے لائق ہے؟ آیت (اللہ اکبر) کہنے سے کیوں منہ موڑتے ہو؟ کیا اللہ عزوجل سے بھی بڑا کوئی ہے؟ مجھ پر ان کلمات نے آپ کی سادگی اور بے تکلفی کا ایسا اثر کیا کہ میں فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ جس سے آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آیت (مغضوب علیهم) سے مراد یہود ہیں اور آیت (الضالین) سے مراد نصاریٰ ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ فاتحہ)

## سورہ فاتحہ ایک عظیم سورت ہے

حضرت سعید بن معلّی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، اس وقت میں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر (نماز سے فارغ ہو کر) جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ (اس وقت) میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لیے میں نے آپ کا جواب نہیں دیا تھا) آپ نے فرمایا کہ (کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ اور رسول کا جواب دو جب کہ رسول اللہ تمہیں بلائے اور ان کے حکم کی اطاعت کرو؟ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبل اس کے ہم اس مسجد سے نکلیں کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی یعنی افضل سورت نہ سکھلاؤں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا۔

اور جب ہم مسجد سے نکلنے کو ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی سورت نہ سکھلاؤں؟ آپ نے فرمایا وہ سورت الحمد للہ رب العالمین ہے وہ سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 630)

ارشاد گرامی جواب دو سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں جواب دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی جیسا کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنے سے نماز فاسد نہ ہوئی۔

سورت فاتحہ کو ایک بہت بڑی سورت اس لئے فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بڑی قدر رکھتی ہے اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد و معانی بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سورت فاتحہ کے صرف ایک جزء کے تحت دین و دنیا کے تمام مقاصد آ جاتے ہیں بلکہ بعض عارفین نے تو یہ کہا ہے کہ جو کچھ سابق آسمانی کتابوں میں ہے وہ سب قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورت فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورت فاتحہ میں ہے وہ سب بسم اللہ میں ہے۔

# سُورَۃُ الْبَقَرَہ

## یہ قرآن مجید کی سورت بقرہ ہے

### سورت بقرہ کے نام اور وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کا نام "بقرہ" اس لیے ہے کہ اس میں ایک جگہ گائے کا ذکر آیا ہے۔ قرآن مجید کی ہر سورت میں اس قدر وسیع مضامین بیان ہوئے ہیں کہ ان کے لئے مضمون کے لحاظ سے جامع عنوانات تجویز نہیں کئے جاسکتے۔ عربی زبان اگرچہ لغت کے اعتبار سے نہایت مالدار ہے مگر بہر حال ہے تو انسانی زبان ہی۔ انسان جو زبانیں بولتا ہے وہ اس قدر تنگ اور محدود ہیں کہ وہ ایسے الفاظ یا فقرے فراہم نہیں کرسکتیں جو ان وسیع مضامین کے لئے جامع عنوان بن سکتے ہوں۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے قرآن کی بیشتر سورتوں کے لیے عنوانات کے بجائے نام تجویز فرمائے جو محض علامت کا کام دیتے ہیں۔ اس سورت کو بقرہ کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں گائے کے مسئلے پر بحث کی گئی ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ "وہ سورت جس میں گائے کا ذکر آیا ہے۔

### قرآن کی سورتوں کے نام رکھنے کے حکم کا بیان

پہلے قرآن پاک میں سورتوں کے نام نہ لکھے جاتے تھے، یہ طریقہ حجاج نے نکالا۔ ابن عربی کا قول ہے کہ سورۃ بقر میں ہزار امر، ہزار نہی، ہزار حکم، ہزار خبریں ہیں، اس کے اخذ میں برکت، ترک میں حسرت ہے، اہل باطل جادوگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے، جس گھر میں یہ سورت پڑھی جائے تین دن تک سرکش شیطان اس میں داخل نہیں ہوتا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں یہ سورت پڑھی جائے۔ (تفسیر جمل، بقرہ)

### سورت بقرہ کے فضائل میں احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 631)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور (خاص طور پر) جگمگاتی ہوئی دو سورتیں کہ وہ سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہیں پڑھو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح ظاہر ہوں گی گویا کہ وہ ابر کی دو ٹکڑیاں ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں

یا پرندوں کی صف باندھے ہوئے دو ٹکڑیاں ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف جھگڑیں گے اور سورت بقرہ پڑھو کیونکہ اس کے پڑھنے پر مداومت اس کے مفہوم و معانی میں غور و فکر اور اس کے حکم پر عمل کرنا برکت (نفع عظیم ہے اور اس کو ترک کرنا قیامت کے دن حسرت یعنی ندامت کا باعث ہوگا اور یاد رکھو کہ سورت بقرہ کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے پڑھنے کی طاقت وہی لوگ نہیں رکھتے جو اہل باطل اور سست ہوتے ہیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 632)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے (یعنی جبرائیل نے) اوپر کی طرف دروازہ کھلنے کی سی آواز سنی چنانچہ انہوں نے اپنا سر اوپر اٹھالیا اور کہا کہ یہ اسمان کا دروازہ کھولا گیا آج کے علاوہ اور کبھی یہ نہیں کھولا گیا۔ جب ہی اس دروازے سے ایک فرشتہ اترا حضرت جبرائیل نے کہا کہ یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا ہے۔ پھر اس فرشتے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کہا کہ خوشخبری ہو کہ آپ کو وہ دو نور عطا فرمائے گئے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور کسی نبی کو نہیں دیئے گئے اور وہ سورت فاتحہ اور سورت بقرہ کا آخری حصہ ہیں ان میں سے آپ کی طرف پڑھے گئے ایک ایک حرف کے عوض آپ کو ثواب ملے گا یا آپ کی دعا قبول کی جائے گی۔
(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 636)

## حروف مقطعات کی مراد اللہ جاننے والا ہے

**(1) الٓمّٓ، "سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ" مَدَنِيَّةٌ مِائَتَانِ وَسِتٌّ اَوْ سَبْعٌ وَثَمَانُوْنَ اٰيَةً "الم" اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ ۔**

سورت بقرہ مدنی ہے اس میں دو سو چھیاسی آیات ہیں۔ الم سے کیا مراد اللہ ہی جاننے والا ہے۔

الف لام میم انہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے، یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف ان کے معنی کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے (وَاللّٰه العالِمُ بمرادہ) البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ضرور فرمایا ہے میں نہیں کہتا کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، میم ایک حرف اور لام ایک حرف ہر حرف پر ایک نیکی اور ایک نیکی کا اجر دس گنا ہے۔

## سورت بقرہ کے مقام نزول و تعداد کلمات کا بیان

سورہ بقرہ یہ سورت مدنی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مدینہ طیبہ میں سب سے پہلے یہی سورت نازل ہوئی سوائے آیت (وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ (۲۸۱، البقرۃ: 281) کے کہ حج وداع میں بمقام مکہ مکرمہ نازل ہوئی اس سورت میں دو سو چھیاسی آیتیں چالیس رکوع چھ ہزار ایک سو اکیس کلمے اور پچیس ہزار پانچ سو حرف ہیں۔ (خازن)

## حروف مقطعات کے معانی اسلاف امت مسلمہ کے اقوال کا بیان

الم اور اسی طرح کے دوسرے حروف مقطعات ہیں جو سورتوں کے اول میں آئے ہیں ان کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض تو کہتے ہیں ان کے معنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں اور کسی کو معلوم نہیں۔ اس لئے وہ ان حروف کی کوئی تفسیر نہیں کرتے۔

قرطبی نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت [illegible] ت علی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہی نقل کیا ہے۔ عامر، شعبی، سفیان ثوری، ربیع بن خیثم رحمہم اللہ بھی یہی [illegible]۔

ابوحاتم بن حبان کو بھی اسی سے اتفاق ہے [illegible] ان حروف کی تفسیر بھی کرتے ہیں لیکن ان کی تفسیر میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں یہ سورتوں کے نام ہیں۔

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر زمخشری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں اکثر لوگوں کا اسی پر اتفاق ہے۔ سیبویہ نے بھی یہی کہا ہے اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم السجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔

حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں الم اور حم اور المص اور ص یہ سب سورتوں کی ابتداء ہے جن سے یہ سورتیں شروع ہوتی ہیں۔ انہی سے یہ بھی منقول ہے کہ الم قرآن کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت قتادہ اور حضرت زید بن اسلم کا قول بھی یہی ہے کہ اور شاید اس قول کا مطلب بھی وہی ہے جو حضرت عبدالرحمٰن بن زید اسلم فرماتے ہیں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں اس لئے کہ ہر سورت کو قرآن کہہ سکتے ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ سارے قرآن کا نام المص ہو کیونکہ جب کوئی شخص کہے کہ میں نے سورۃ المص پڑھی تو ظاہر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس نے سورۃ اعراف پڑھی نہ کہ پورا قرآن۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ حضرت شعب سالم بن عبداللہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن سدی کبیر یہی کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ الم اللہ تعالیٰ کا بڑا نام ہے۔ اور روایت میں ہے کہ حم، طس اور الم یہ سب اللہ تعالیٰ کے بڑے نام ہیں۔

حضرت علی اور حضرت ابن عباس دونوں سے یہ روایت ہے۔ ایک اور روایت میں ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے اور اس کا نام بھی ہے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں یہ قسم ہے۔ ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ اس کے معنی انا اللہ اعلم ہیں یعنی میں ہی ہوں اللہ زیادہ جاننے والا۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ ابن عباس، ابن مسعود اور بعض دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے الگ الگ حروف ہیں۔

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ یہ تین حرف الف اور لام اور میم انتیس حرفوں میں سے ہیں جو تمام زبانوں میں آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ہر حرف اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی بلا کا ہے اور اس میں قوموں کی مدت اور ان کے وقت کا بیان ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعجب کرنے پر کہا گیا تھا کہ وہ لوگ کیسے کفر کریں گے ان کی زبانوں پر اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ اس کی روزیوں پر وہ پلتے ہیں۔ الف سے اللہ کا نام اللہ شروع ہوتا ہے اور لام سے اس کا نام لطیف شروع ہوتا ہے اور میم سے اس کا نام مجید شروع ہوتا ہے اور الف سے مراد آلا یعنی نعمتیں ہیں اور لام سے مراد اللہ تعالیٰ کا لطف ہے اور میم سے مراد اللہ تعالیٰ کا مجد یعنی بزرگی ہے۔ الف سے مراد ایک سال ہے لام سے تیس سال اور میم سے چالیس سال ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، بقرہ)

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝

یہ وہ بلند شان کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔

## قرآن مجید کے بلند مرتبہ کتاب ہونے کی جانب اشارے کا بیان

"ذٰلِكَ" أَيْ هٰذَا "الْكِتَابُ" الَّذِيْ يَقْرَؤُهُ مُحَمَّدٌ . "لَا رَيْبَ" لَا شَكَّ "فِيْهِ" أَنَّهُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَجُمْلَةُ النَّفْيِ خَبَرٌ مُبْتَدَؤُهُ ذٰلِكَ وَالْإِشَارَةُ بِهِ لِلتَّعْظِيْمِ "هُدًى" خَبَرٌ ثَانٍ أَيْ هَادٍ "لِلْمُتَّقِيْنَ" الصَّائِرِيْنَ إِلَى التَّقْوٰى بِامْتِثَالِ الْأَوَامِرِ وَاجْتِنَابِ النَّوَاهِيْ لِاتِّقَائِهِمْ بِذٰلِكَ النَّارَ .

ذلک یعنی یہ کتاب جو نبی کریم ﷺ پڑھتے ہیں اس میں کوئی ریب یعنی شک نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور جملہ منفیہ خبر ہے اور ذلک اس کا مبتداء ہے اور یہاں اشارہ بعید کا یہ تعظیم کیلئے ہے۔ اور اس کی دوسری خبر ھدی ہے جو ھاد کے معنی میں ہے۔ متقین کیلئے ہدایت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو احکام بجالانے اور نواہی سے بچ کر تقویٰ کی طرف رغبت رکھتے ہیں۔ جہنم سے بچنے کی وجہ سے ان کو متقی کہا گیا ہے۔

## قرآن مجید کا سراپا ہدایت ہونے کا بیان

'ذلک" مبتداء اور "الکتاب" خبر ہے۔ اس اعتبار سے "ال" صفات کے استغراق کے لئے آیا ہے اور کمال پر دلالت کرتا ہے۔ ہدی "مصدر ہے اور یہاں اسم فاعل "ہادی" کا معنی دے رہا ہے۔ اسم فاعل کی جگہ مصدر کا استعمال اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن ہدایت محض ہے یعنی قرآن میں موجود راہنمائی میں کسی طرح کی بھی بے راہ روی، حیرانگی، پریشانی یا گمراہی نہیں پائی جاتی۔

## سورہ بقرہ آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک ایسی کتاب نازل فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا جو نہ پانی سے دھو کر مٹائی جا سکے نہ پرانی ہو، جب قرآن پاک نازل ہوا تو فرمایا 'ذٰلِكَ الْكِتٰبُ' کہ وہ کتاب موعود یہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ایک کتاب نازل فرمانے اور بنی اسمٰعیل میں سے ایک رسول بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا۔

جب حضور ﷺ نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی جہاں یہود بکثرت تھے تو 'الم ذٰلِكَ الْكِتٰبُ " نازل فرما کر اس وعدے کے پورے ہونے کی خبر دی۔ (تفسیر خازن، سورہ بقرہ آیت ۲، بیروت)

## قرآن میں کسی قسم کا شک نہ ہونے کا بیان

وہ یعنی یہ کتاب جس کو حضرت محمد ﷺ نے پڑھا ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور یہ

جملہ نافیہ ذلک مبتداء کی خبر ہے جس کے ساتھ اس کی تعظیم کی جانب اشارہ ہے ہدی یہ دوسری خبر ہے یعنی ہدایت دینے والی پرہیزگاروں کے لئے یعنی نیک کاموں کو بجالانے اور منع کردہ کاموں سے بچ کر اپنے آپ کو جہنم سے بچانے والے ہیں

## ذلک کا بہ معنی هذا ہونے میں تابعین کے اقوال کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں ذالک معنی میں "ھذا" کے ہیں۔ مجاہد بن جبر مخزومی تابعی، عکرمہ، سعید، حبیہ سدی، مقاتل بن حباب، زید بن اسلم اور ابن جریج کا بھی یہی قول ہے۔ یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے قائم مقام عربی زبان میں اکثر آتے رہتے ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبیدہ سے بھی یہی نقل کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ذالک اصل میں ہے تو دور کے اشارے کے لئے جس کے معنی ہیں "وہ" لیکن کبھی نزدیک کے لئے بھی لاتے ہیں اس وقت اس کے معنی ہوتے ہیں "یہ" یہاں بھی اس معنی میں ہے۔

علامہ زمخشری کہتے ہیں اس سے اشارہ الم کی طرف ہے۔ جیسے اس آیت میں ہے آیت (قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِکْرٌ عَوَانٌ بَیْنَ ذٰلِکَ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ) 2۔البقرۃ:68) یعنی نہ تو وہ گائے بڑھیا ہے نہ بچہ ہے بلکہ اس کے درمیانی عمر کی جوان ہے۔ دوسری جگہ فرمایا آیت (ذٰلِکُمْ حُکْمُ اللّٰہِ یَحْکُمُ بَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ)60۔الممتحنہ:10) یہ ہی ہے اللہ کا حکم جو تمہارے درمیان حکم کرتا ہے۔ اور جگہ فرمایا آیت (ذالکھم اللہ) یہ ہی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کی مثال اور مواقع پہلے گزر چکے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲)

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ اشارہ قرآن کریم کی طرف ہے جس کے اتارنے کا وعدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا۔ بعض نے توراۃ کی طرف کسی نے انجیل کی طرف بھی اشارہ بتایا ہے اور اسی طرح کے دس قول ہیں لیکن ان کو اکثر مفسرین نے ضعیف کہا ہے۔

کتاب سے مراد قرآن کریم ہے جن لوگوں نے کہا ہے کہ آیت (ذلك الكتاب) کا اشارہ توراۃ اور انجیل کی طرف ہے انہوں نے انتہائی بھول بھلیوں کا راستہ اختیار کیا، بڑی تکلیف اٹھائی اور خواہ مخواہ بلا وجہ وہ بات کہی جس کا انہیں علم نہیں۔

## ریب کا لغوی مفہوم

ریب دراصل ایسے شک کو کہتے ہیں جس میں اضطراب اور خلجان کا عنصر بھی شامل ہو۔ کفار مکہ کے قرآن کے نزول پر دو طرح کے اعتراض تھے۔ ایک یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خود ہی اس کو تصنیف کر کے ہمیں یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ کلام منزل من اللہ ہے اور دوسرا اعتراض یہ تھا کہ یہ قرآن دوسرے عالموں سے سیکھ کر ہمیں سنا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ منزل من اللہ ہے۔ اگر بات اتنی ہی ہوتی تو خلجان اور اضطراب کا کوئی عنصر اس میں شامل نہیں ہوتا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ قرآن جو دعوت پیش کر رہا تھا اس میں سب سے زیادہ زور ہی عقیدہ آخرت اور اخروی باز پرس پر دیا جا رہا تھا جب کہ کفار مکہ بعث بعد الموت کے کلی طور پر منکر تھے اور انہیں اضطراب

اور بے چینی اس بات پر تھی کہ اگر بالفرض قرآن کی دعوت سچی ہے تو پھر ان کی خیر نہیں۔ان کے اسی اضطراب اور خلجان کو دور کرنے کے لیے اس سورۃ کے تمہیدی الفاظ میں ہی یہ واضح کر دیا گیا کہ اس کتاب کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول اور اس کے مضامین سب کچھ قطعی اور یقینی ہیں اور اس پر ایمان لانے والوں کو کسی قسم کا شک اضطراب اور خلجان باقی نہیں رہتا۔لہٰذا تمہارے اضطراب اور خلجان کا بھی یہی علاج ہے۔کہ تم اسے تسلیم کر کے اس پر ایمان لے آؤ۔

## تقویٰ کے مختلف معانی کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ تقویٰ کے کئی معنی آتے ہیں، نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور عرف شرع میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا متقی وہ ہے جو شرک و کبائر و فواحش سے بچے۔بعضوں نے کہا متقی وہ ہے جو اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر نہ سمجھے۔بعض کا قول ہے تقوی حرام چیزوں کا ترک اور فرائض کا ادا کرنا ہے۔بعض کے نزدیک معصیت پر اصرار اور طاعت پر غرور کا ترک تقوی ہے۔بعض نے کہا تقوی یہ ہے کہ تیرا مولیٰ تجھے وہاں نہ پائے جہاں اس نے منع فرمایا۔ایک قول یہ ہے کہ تقویٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کا نام ہے۔
(تفسیر،خازن،بقرہ)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ٥ |
| جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ |

## غیب پر ایمان لانے اور قیام صلوۃ وانفاق کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ" يُصَدِّقُوْنَ "بِالْغَيْبِ" بِمَا غَابَ عَنْهُمْ مِنَ الْبَعْثِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّار "وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ" اَیْ يَاْتُوْنَ بِهَا بِحُقُوْقِهَا "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ" اَعْطَيْنَاهُمْ "يُنْفِقُوْنَ" فِیْ طَاعَةِ اللّٰه ۔

جو لوگ غیب یعنی جو کچھ ان سے پوشیدہ ہے جس طرح دوبارہ زندہ ہونا اور جنت و دوزخ ہے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔اور قیام صلوٰۃ یعنی نماز کو اس کے حقوق کے ساتھ بجالاتے ہیں۔اور جو ہم نے اس کو رزق عطا کیا ہے وہ اللہ کی اطاعت میں اس کو خرچ کرتے ہیں۔

'ممارزقناھم" میں "من" تبعیض کیلئے ہے یعنی اپنے مال کا ایک حصہ خرچ کرتے ہیں یہاں پر اس کا استعمال کہ جہاں سچے مؤمنین کے اوصاف بیان ہو رہے ہیں۔خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے نصیحت ہے کہ مبادا انفاق میں حد اعتدال سے تجاوز کرو اور اپنے آپ اور اپنے زیر کفالت افراد کو زحمت میں ڈال دو۔

## سورہ بقرہ آیت ۳ سے ۱۳ تک مضمون نزول کا بیان

'اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ' یہاں سے 'مُفْلِحُوْنَ' تک آیتیں مومنین باخلاص کے حق میں ہیں جو ظاہراً و باطناً ایماندار ہیں اس کے بعد دو آیتیں کھلے کافروں کے حق میں ہیں جو ظاہراً و باطناً کافر ہیں۔اس کے بعد 'وَمِنَ النَّاسِ' سے تیرہ آیتیں منافقین

کے حق میں ہیں جو باطن میں کافر ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔ (تفسیر جمل، بقرہ، بیروت)

## غیب کو ایمان کا صلہ قرار نہ دینے کا بیان

علامہ جاراللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ یہ بھی درست ہے کہ بالغیب ایمان کا صلہ (مفعول) نہ ہو اور یہ کہ یہ حال کی جگہ پر ہو۔ یعنی جس پر ان کا ایمان ہے، اگرچہ یہ اس سے غائب ہیں، اس کے باوجود اسے مان رہے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ پردہ غیاب میں ہوتے ہوئے ایمان لانے والے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید کی ان آیات میں بھی 'بالغیب' اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ 'الـــذیـــن یخشون '، "وہ جو اپنے رب سے غیب میں رہتے ہوئے ڈرتے ہیں" اور 'لیعلم '، "تا کہ وہ آزمالے کہ میں نے غیاب میں ہوتے اس سے خیانت نہیں کی۔ (الکشاف، ج۱، ص ۱۲۷)

## ایمان کے مفہوم کا بیان

ایمان کے معنی ہیں، یقین کرنا، تصدیق کرنا، مان لینا۔ اصطلاح شریعت میں "ایمان" کا مطلب ہوتا ہے، اس حقیقت کو تسلیم کرنا اور ماننا کہ اللہ ایک ہے، اس کے علاوہ کوئی معبود اور پروردگار نہیں، اس کے تمام ذاتی وصفاتی کمالات برحق ہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں، ان کی ذات صادق ومصدوق ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتاب وسنت کی صورت میں اللہ کا جو آخری دین وشریعت لے کر اس دنیا میں آئے اس کی حقانیت وصداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

## تکمیل ایمان ایمان کے اجزاء کا بیان

محدثین کے نزدیک "ایمان" کے تین اجزاء ہیں: "تصدیق بالقب" یعنی اللہ کی وحدانیت، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دین کی حقانیت پر دل سے یقین رکھنا اور اس یقین واعتماد پر دل ودماغ کا مطمئن رہنا۔ "اقرار باللسان" یعنی اس دلی یقین و اعتقاد کا زبان سے اظہار، اعتراف اور اقرار کرنا۔ "اعمال بالجوارح" یعنی دین وشریعت کے احکام وہدایات کی جسمانی بجا آوری کے ذریعہ اس دلی یقین واعتقاد کا عملی مظاہرہ کرنا۔ ان تینوں اجزاء سے مل کر "ایمان" کی تکمیل ہوتی ہے اور جو آدمی اس ایمان کا حامل ہوتا ہے اس کو "مومن ومسلمان" کہا جاتا ہے۔

## ایمان اور اسلام میں فرق کا بیان

کیا ایمان اور اسلام میں کوئی فرق ہے یا یہ دونوں لفظ ایک ہی مفہوم کو ادا کرتے ہیں؟ اس سوال کا تفصیلی جواب، تفصیلی بحث کا متقاضی ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔ خلاصہ کے طور پر اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ظاہری مفہوم ومصداق کے اعتبار سے تو یہ دونوں لفظ تقریباً ایک ہی مفہوم کے لیے استعمال ہوتے ہیں لیکن اس اعتبار سے ان دونوں کے درمیان فرق ہے کہ "ایمان" سے عام طور پر تصدیق قلبی اور احوال باطنی مراد ہوتے ہیں جب کہ "اسلام" سے اکثر وبیشتر ظاہری اطاعت وفرمانبرداری مراد لی جاتی ہے اس کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ "وحدانیت، رسالت اور شریعت کو ماننے اور تسلیم کرنے" کا جو باطنی تعلق دل ودماغ سے قائم ہوتا ہے اس کو

"ایمان" سے تعبیر کرتے ہیں اور اس باطنی تعلق کا جو اظہار عمل جوارح کے ذریعہ ظاہری احوال سے ہوتا ہے اس کو "اسلام" سے تعبیر کرتے ہیں، ایک محقق کا قول ہے تصدیق قلبی جب پھوٹ کر جوارح "اعضاء" پر نمودار ہو جائے تو اس کا نام "اسلام" ہے اور اسلام جب دل میں اتر جائے تو "ایمان" کے نام موسوم ہو جاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حقیقت ایک ہے مواطن کے اعتبار سے اس کو کبھی "ایمان" کہا جاتا ہے اور کبھی "اسلام" اسی لیے ایمان اور اسلام ایک دوسرے کے لیے لازم ملزوم ہیں، نہ تو ایمان کے بغیر اسلام معتبر ہوگا اور نہ اسلام کے بغیر ایمان کی تکمیل ہوگی۔ مثلاً کوئی آدمی پانچوں وقت کی نماز بھی پڑھے، ہر سال زکوۃ بھی ادا کرے، استطاعت ہو تو حج بھی کر ڈالے اور اسی طرح دوسرے نیک کام کر کے اپنی ظاہری زندگی کو "اسلام" کا مظہر بنائے ہوئے ہو مگر اس کا باطن "قلبی تصدیق و انقیاد" سے بالکل خالی ہو اور کفر و انکار سے بھرا ہوا ہو تو اس کے یہ سارے اعمال بیکار محض قرار پائیں گے اسی طرح اگر کوئی آدمی ایمان یعنی قلبی تصدیق و انقیاد تو رکھتا ہے مگر عملی زندگی میں اسلام کا مظہر ہونے کے بجائے سرکشی و نافرمانی کا پیکر اور کافرانہ و مشرکانہ اعمال کا مجسمہ بنا ہوا ہے تو اس کا ایمان فائدہ مند نہیں ہوگا۔

بعض اہل نظر نے "ایمان اور اسلام" کی مثال "شہادتین" سے دی ہے یعنی جیسے کلمہ شہادت میں دیکھا جائے تو شہادت وحدانیت الگ ہے اور شہادت رسالت الگ ہے۔ لیکن ان دونوں کا ارتباط و اتحاد اس درجہ کا ہے کہ شہادت رسالت کے بغیر شہادت وحدانیت کارآمد نہیں، اور شہادت وحدانیت کے بغیر شہادت رسالت کا اعتبار نہیں۔ ٹھیک اسی طرح "ایمان" اور "اسلام" کے درمیان دیکھا جائے تو بعض اعتبار سے فرق محسوس ہوتا ہے لیکن ان دونوں کا ارتباط و اتحاد اس درجہ کا ہے کہ اعتقاد باطنی (یعنی ایمان) کے بغیر صرف اعمال ظاہرہ (اسلام) کھلا ہوا نفاق ہیں اور اعمال ظاہرہ کے بغیر اعتقاد باطن کفر کی ایک صورت ہے اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں کے مجموعہ کا نام "دین" ہے۔

## ایمان کا دار و مدار ماننے پر ہونے کا بیان

ایمان کا مدار "جاننے" پر نہیں "ماننے" پر ہے: ایمان کے بارے میں اس اہم حقیقت کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ تصدیق یعنی ماننے کا نام ایمان ہے نہ کہ محض علم یا معرفت یعنی جاننے کا۔ مطلب یہ کہ ایک آدمی جانتا ہے کہ "اللہ" ہے اور اکیلا ہے وہی پروردگار اور معبود ہے، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے بندے اور اس کے رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین و شریعت اور تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، وہ مبنی برحقیقت و صداقت ہے۔ مگر وہ آدمی دل سے ان باتوں کو نہیں مانتا، ان پر اعتقاد نہیں رکھتا، اس کا قلب ان باتوں کے اذعان و قبول سے خالی ہے تو اس آدمی میں "ایمان" کا وجود نہیں مانا جائے گا اس کو مومن نہیں کہا جائے گا۔ مومن تو وہی آدمی ہو سکتا ہے جو ان باتوں کو سچ اور حق بھی جانے اور دل سے مانے اور تسلیم بھی کرے۔ جب داعی حق صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پیش کی تو تمام اہل عرب بالخصوص اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) الوہیت کے بھی قائل تھے اور یہ بات بھی خوب جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے اور آخری رسول ہیں اور جو دین و شریعت پیش کر رہے ہیں وہ حق اور سچ ہے۔ مگر ان میں سے جو لوگ حسد و عناد رکھنے کے سبب ان حقائق کو مانتے اور تسلیم نہیں کرتے تھے ان کے دل و دماغ میں ایمان کا نور

داخل نہیں ہوسکا اور وہ کافر کے کافر ہی رہے، ان حقائق کا "جاننا" ان کے کسی کام نہ آیا۔

## ایمان میں زبانی اقرار ہونے کا بیان

بعض صورتوں میں "اقرار باللسان" کی قید ضروری ہے: جن حقائق کو ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کا زبان سے اقرار کرنا گو وجود ایمان کے لیے ضروری ہے لیکن بعض حالتوں میں یہ زبانی اقرار (اقرار باللسان) ضروری نہیں رہتا۔ مثلاً اگر کوئی آدمی گونگا ہے اور اس کے قلب میں تصدیق تو موجود ہے لیکن زبان سے کوئی لفظ ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو ایسے آدمی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کا ایمان زبانی اقرار کے بغیر بھی معتبر مانا جائے گا، اسی طرح کوئی آدمی جانی خوف یا کسی واقعی مجبوری کی بنا پر زبان سے اپنے ایمان کا اقرار نہیں کرسکتا تو اس کا ایمان بھی زبانی اقرار کے بغیر معتبر ہوگا۔

"اعمال" کی حیثیت: وجود ایمان کی تکمیل کے لیے "اعمال" بھی لازمی شرط ہیں کیونکہ تصدیق قلب اور زبانی اقرار کی واقعیت وصداقت کا ثبوت "اعمال" ہی ہیں۔ یہی عملی ثبوت ظاہری زندگی میں اس فیصلہ کی بنیاد بنتا ہے کہ اس کو مومن ومسلمان کہا جائے اسی بنا پر یہ حکم ہے کہ اگر کوئی آدمی دعوائے ایمان واسلام کے باوجود ایسے اعمال کرتا ہے جو خالصتاً کفر کی علامت اور ایمان و اسلام کے منافی ہیں، یا جن کو اختیار کرنے والے پر کافر ہونے کا یقین ہوتا ہے تو وہ آدمی کافر ہی شمار ہوگا اس کے اور ایمان واسلام کا دعویٰ غیر معتبر مانا جائے گا۔

## ایمان کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

ایمان عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ ا۔م۔ن ہے جو امن سے مشتق ہے۔ لغت کی رو سے کسی خوف سے محفوظ ہو جانے، دل کے مطمئن ہو جانے اور انسان کے خیر وعافیت سے ہمکنار ہونے کو امن کہتے ہیں۔

ایمان کا لفظ بطور فعل لازم استعمال ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے امن پانا، اور جب یہ فعل متعدی کے طور پر آئے تو اس کا معنی ہوتا ہے امن دینا۔ (ابن منظور، لسان العرب، 23:13، زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، 24،23:18)

کسی پر ایمان لانے سے مراد اس کی تصدیق کرنا اور اس پر یقین رکھنا ہے۔ گویا لفظ ایمان اپنے اصل معنی اور مفہوم کے اعتبار سے امن، امانت اور بھروسے پر دلالت کرتا ہے۔

## ایمان کے اصطلاحی معنی ومفہوم کا بیان

شریعت اسلامی کی اصطلاح میں: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اللہ کے پاس سے آئے ہوئے احکام کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے۔

## حقیقت ایمان کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو

سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔
(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 14)

ایمان قلب و باطن کی یقینی حالت کا نام ہے جس میں قلب و باطن دنیا کی محبت سے خالی اور اللہ کی محبت سے معمور ہوں۔ اس کی وضاحت درج ذیل حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔

حضرت حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: اے حارث! سناؤ تم نے صبح کیسے کی؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے ایمان کی حقیقت پاتے ہوئے صبح کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! غور کر کے بتاؤ تم کیا کہہ رہے ہو؟ بے شک ہر شے کی ایک حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنے نفس کو دنیا کی محبت سے جدا کر لیا ہے اور راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں اور دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں گویا میں اپنے رب کے عرش کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں اور مجھے ایسے لگتا ہے جیسے جنتی ایک دوسرے کی زیارت کرتے جا رہے ہیں اور دوزخیوں کو اس حالت میں دیکھتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے پر گر رہے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارث تم عارف ہو گئے، پس اس کیفیت و حال کو تھامے رکھو اور یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: (ابن ابی شیبہ، المصنف، 6:170، رقم: 30325)

## ایمان کے مفہوم میں تفسیری اقوال کا بیان

حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں۔ ایمان کسی چیز کی تصدیق کرنے کا نام ہے۔ حضرت ابن عباس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت زہری فرماتے ہیں "ایمان کہتے ہیں عمل کو" ربیع بن انس کہتے ہیں۔ یہاں ایمان لانے سے مراد ڈرنا ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں۔ یہ سب اقوال مل جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ زبان سے، دل سے، عمل سے، غیب پر ایمان لانا اور اللہ سے ڈرنا۔ ایمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے اصولوں پر، ایمان لانا شامل ہے اور اس اقرار کی تصدیق عمل کے ساتھ بھی کرنا لازم ہے۔ (تفسیر طبری، بقرہ)

لغت میں ایمان کہتے ہیں صرف سچا مان لینے کو، قرآن میں بھی ایمان اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے فرمایا حدیث (یومن باللہ ویومن من للمومنین) یعنی اللہ کو مانتے ہیں اور ایمان والوں کو سچا جانتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے اپنے باپ سے کہا تھا۔ آیت (وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ) 12۔ یوسف: 17) یعنی تو ہمارا یقین نہیں کرے گا اگر چہ ہم سچے ہوں۔ اس طرح ایمان یقین کے معنی میں آتا ہے جب اعمال کے ذکر کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ جیسے فرمایا آیت (اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ) 26۔ الشعراء: 227) ہاں جس وقت اس کا استعمال مطلق ہو تو ایمان شرعی جو اللہ کے ہاں مقبول ہے وہ اعتقاد قول اور عمل کے مجموعہ کا نام ہے۔ اکثر ائمہ کا یہی مذہب ہے

بلکہ امام شافعی امام احمد اور امام ابوعبیدہ وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایمان نام ہے زبان سے کہنے اور عمل کرنے کا۔ ایمان بڑھتا گھٹتا رہتا ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سے آثار اور حدیثیں بھی آئی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ)

## غیب کی تعریف واقسام کا بیان

غیب مصدر یا اسمِ فاعل کے معنی میں ہے، اس تقدیر پر غیب وہ ہے جو حواس وعقل سے بدیہی طور پر معلوم نہ ہو سکے، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ علمِ غیب ذاتی ہے اور یہی مراد ہے آیہ (وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ 59)-6الانعام:59) میں اور ان تمام آیات میں جن میں علمِ غیب کی غیرِ خدا سے نفی کی گئی ہے، اس قسم کا علمِ غیب یعنی ذاتی جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانعِ عالم اور اس کی صفات اور نبوّات اور ان کے متعلقات احکام وشرائع وروز آخر اور اس کے احوال، بعث، نشر، حساب، جزا وغیرہ کا علم جس پر دلیلیں قائم ہیں اور جو تعلیم الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے، اس دوسرے قسم کے غیوب جو ایمان سے علاقہ رکھتے ہیں ان کا علم ویقین ہر مومن کو حاصل ہے اگر نہ ہو آدمی مومن نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں انبیاء واولیاء پر جو غیوب کے دروازے کھولتا ہے وہ اسی قسم کا غیب ہے یا غیب معنی مصدری میں رکھا جائے اور غیب کا صلہ مومن بہ قرار دیا جائے یا باء کو متلبسین محذوف کے متعلق کر کے حال قرار دیا جائے، پہلی صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے جو بغیر دیکھے ایمان لائیں،

دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے جو مؤمنین کے پسِ غیب ایمان لائیں یعنی ان کا ایمان منافقوں کی طرح مومنین کے دکھانے کے لئے نہ ہو بلکہ وہ مخلص ہوں، غائب حاضر ہر حال میں مؤمن رہیں۔ غیب کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ غیب سے قلب یعنی دل مراد ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ دل سے ایمان لائیں۔ (تفسیر جمل، سورہ بقرہ، بیروت)

## بن دیکھے ایمان لانے کی فضیلت کا بیان

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا، تمہارے نزدیک ایمان لانے میں کون زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا، فرشتے۔ فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں، لوگوں نے پھر کہا انبیاء، فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کو قبول کیوں نہ کرتے؟ جب کہ میں تم میں موجود ہوں سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ افضل ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب پائیں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ (معجم کبیر، ج ۱۲، حدیث، ۱۲۵۶۰)

## اقامت صلوٰۃ وانفاق مال کا صفت تقویٰ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں فرائض نماز بجالانا۔ رکوع سجدہ تلاوت خشوع اور توجہ کو قائم رکھنا نماز کو قائم رکھنا ہے۔ قتادہ کہتے ہیں وقتوں کا خیال رکھنا، وضو اچھی طرح کرنا، رکوع سجدہ پوری طرح کرنا، اقامت صلوٰۃ ہے۔ مقاتل کہتے ہیں وقت کی

نگہبانی کرنا۔ مکمل طہارت کرنا، رکوع، سجدہ پورا کرنا، تلاوت اچھی طرح کرنا۔ التحیات اور درود پڑھنا اقامت صلوٰۃ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں آیت (وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ) 8 .الانفال:3) کے معنی زکوٰۃ ادا کرنے کے ہیں۔ ابن عباس بن مسعود اور بعض صحابہ نے کہا ہے اس سے مراد آدمی کا اپنے بال بچوں کو کھلانا پلانا ہے۔ خرچ میں قربانی دینا جز قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ اپنی استعداد کے مطابق بھی شامل ہے جو زکوٰۃ کے حکم سے پہلے کی آیت ہے۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی سات آیتیں جو سورۃ برات میں ہیں ان کے نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا کہ اپنی اپنی طاقت کے مطابق تھوڑا بہت جو میسر ہو دیتے رہیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں یہ مال تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے عنقریب تم سے جدا ہو جائے گا۔ اپنی زندگی میں اسے اللہ کی راہ میں لگا دو۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ آیت عام ہے زکوٰۃ میں اہل وعیال کا خرچ اور جن لوگوں کو دینا ضروری ہے ان سب کو دنیا بھی شامل ہے اس لئے کہ پروردگار نے ایک عام وصف بیان فرمایا اور عام تعریف کی ہے۔ لہٰذا ہر طرح کا خرچ شامل ہوگا۔ میں کہتا ہوں قرآن کریم میں اکثر جگہ نماز کا اور مال خرچ کرنے کا ذکر ملا جلا آتا ہے اس لئے کہ نماز اللہ کا حق اور اس کی عبادت ہے جو اس کی توحید، اس کی ثناء اس کی بزرگی، اس کی طرف جھکنے، اس پر توکل کرنے، اس سے دعا کرنے کا نام ہے اور خرچ کرنا مخلوق کی طرف احسان کرنا ہے جس سے انہیں نفع پہنچے۔ اس کے زیادہ حقدار اہل وعیال اور غلام ہیں، پھر دور والے اجنبی۔ لہٰذا تمام واجب خرچ اخراجات اور فرض زکوٰۃ اس میں داخل ہیں۔ (تفسیر ابن جریر، بقرہ)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (4) |
| اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ |

## قرآن، تورات وانجیل اور آخرت پر ایمان لانے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ" اَیِ الْقُرْاٰن "وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ" اَیِ التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيْل وَغَيْرهمَا "وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ .

اور وہ لوگ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا یعنی قرآن اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا یعنی تورات وانجیل اور ان دونوں کے علاوہ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور وہ آخرت کو جان کر اس پر بھی یقین رکھتے ہیں۔

## سابقہ شرائع کے حق ہونے پر یقین رکھنے کا بیان

اس آیت میں اہل کتاب سے وہ مومنین مراد ہیں جو اپنی کتاب اور تمام پچھلی آسمانی کتابوں اور انبیاء علیہم السلام کی وحیوں پر بھی ایمان لائے اور قرآن پاک پر بھی اور 'مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ' سے تمام قرآن پاک اور پوری شریعت مراد ہے۔ (جمل)

جس طرح قرآن پاک پر ایمان لانا ہر مکلّف پر فرض ہے اسی طرح کتب سابقہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قبل انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائیں البتہ ان کے جو احکام ہماری شریعت میں منسوخ ہو گئے ان پر عمل درست نہیں مگر ایمان ضروری ہے مثلاً پچھلی شریعتوں میں بیت المقدس قبلہ تھا، اس پر ایمان لانا تو ہمارے لئے ضروری ہے مگر عمل یعنی نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرنا جائز نہیں، منسوخ ہو چکا۔

قرآن کریم سے پہلے جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے انبیاء پر نازل ہوا ان سب پر اجمالاً ایمان لانا فرضِ عین ہے اور قرآن شریف پر تفصیلاً فرض کفایہ ہے لہٰذا عوام پر اس کی تفصیلات کے علم کی تحصیل فرض نہیں جب کہ علماء موجود ہوں جنہوں نے اس کی تحصیلِ علم میں پوری جہد صرف کی ہو۔

یعنی دارِ آخرت اور جو کچھ اس میں ہے جزا و حساب وغیرہ سب پر ایسا یقین و اطمینان رکھتے ہیں کہ ذرا شک و شبہ نہیں، اس میں اہل کتاب وغیرہ کفار پر تعریض ہے، جن کے اعتقادِ آخرت کے متعلق فاسد ہیں۔ (خزائن العرفان، بقرہ)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ |
| وہی لوگ اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور وہی حقیقی کامیابی پانے والے ہیں۔ |

## کامیاب لوگوں کے اوصاف کا بیان

"اُولٰئِكَ" الْمَوْصُوفُونَ بِمَا ذُكِرَ "عَلٰى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" الْفَائِزُوْنَ بِالْجَنَّةِ النَّاجُونَ مِنَ النَّار،

یہی وہ لوگ جو مذکورہ اوصاف کے ساتھ متصف ہیں یہی اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور کامیابی پانے والے بھی یہی ہیں۔ یعنی جنت کے کامیاب اور دوزخ سے نجات پائیں گے۔

اولئک " کا مشارالیہ ممکن ہے اجمالی طور پر "المتقین" ہو یا پھر ممکن ہے اسکا تفصیلی پہلو مراد ہو یعنی "اولئک" سے متقین کی صفات کی طرف اشارہ ہو جن کا بیان ہو چکا ہے۔

## ہدایت اور فلاح کی تفسیر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہدایت کی تفسیر "نور" اور "استقامت" سے کی ہے اور "فلاح" کی تفسیر اپنی چاہت کو پالینے اور برائیوں سے بچ جانے کی ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے نور، دلیل، ثابت قدمی، سچائی اور توفیق میں حق پر ہیں اور یہی لوگ اپنے ان پاکیزہ اعمال کی وجہ سے نجات، ثواب اور دائمی جنت پانے کے مستحق ہیں اور عذاب سے محفوظ ہیں۔

امام ابن جریر یہ بھی فرماتے ہیں کہ دوسرے اولئک کا اشارہ اہل کتاب کی طرف ہے جن کی صفت اس سے پہلے بیان ہو چکی

ہے جیسے پہلے گزر چکا۔اس اعتبار سے آیت والذین یومنون بما انزل الیک الخ پہلے کی آیت سے جدا ہوگا اور مبتدا بن کر مرفوع ہوگا اور اس کی خبر آیت اولئک هم المفلحون ہوگی لیکن پسندیدہ قول یہی ہے کہ اس کا اشارہ پہلے کے سب اوصاف والوں کی طرف ہے اہل کتاب ہوں یا عرب ہوں۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور بعض صحابہ سے روایت ہے کہ آیت یومنون بالغیب سے مراد عرب ایمان دار ہیں اس کے بعد کے جملہ سے مراد اہل کتاب ایماندار ہیں۔ پھر دونوں کے لئے یہ بشارت ہے کہ یہ لوگ ہدایت اور فلاح والے ہیں۔ اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ آیتیں عام ہیں اور یہ اشارہ بھی عام ہے۔

## اہل جنت اور اہل دوزخ کی پہچان کا بیان

مجاہد بن جبر مخزومی تابعی، ابو العالیہ، ربیع بن انس، اور قتادہ سے یہی روایت ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ حضور قرآن پاک کی بعض آیتیں تو ہمیں ڈھارس بندھا دیتی ہیں اور امید قائم کرا دیتی ہیں اور بعض آیتیں کمر توڑ دیتی ہیں اور قریب ہوتا ہے کہ ہم ناامید ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں جنتی اور جہنمی کی پہچان صاف صاف بتا دوں۔ پھر آپ نے الـم سے مفلحون تک پڑھ کر فرمایا یہ تو جنتی ہیں صحابہ نے خوش ہو کر فرمایا "الحمد للہ ہمیں امید ہے کہ ہم انہی میں سے ہوں" پھر آیت (ان الذین کفروا) سے عظیم تک تلاوت کی اور فرمایا یہ جہنمی ہیں۔ انہوں نے کہا ہم ایسے نہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ (ابن جریر)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ٥ |
| بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان کے لئے برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ |

## ابوجہل و ابولہب کے کفر کی طرح دوسرے کافروں کی حالت کا بیان

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا " کَاَبِیْ جَهْلٍ وَّاَبِیْ لَهَبٍ وَّنَحْوِهِمَا "سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ " بِتَحْقِیْقِ الْهَمْزَتَیْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِیَةِ اَلِفًا وَّتَسْهِیْلِهَا وَاِدْخَالِ اَلِفٍ بَیْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْاُخْرٰی وَتَرْکِهِ "اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" لِعِلْمِ اللّٰهِ مِنْهُمْ ذٰلِكَ فَلَا تَطْمَعْ فِیْ اِیْمَانِهِمْ وَالْاِنْذَارُ اِعْلَامٌ مَعَ تَخْوِیْفٍ .

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے جس طرح ابوجہل اور ابولہب اور ان دونوں کی طرح ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو ڈرسنانا برابر ہے۔ (ءانذرتھم) میں دونوں ہمزے محقق ہیں۔ دوسرے ہمزے کو الف سے تبدیل کیا گیا ہے جو کہ اس کی سہولت کیلئے ہے۔ اور مسہلہ اور محققہ کے درمیان الف کو داخل کیا گیا ہے۔ اور اس کا ترک بھی، کہ آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے پس آپ ان کے ایمان کا طمع نہ کریں، اور انذار وہ ڈرنے کی علامت ہے جو خوف کے سبب سے ہو۔

## سورہ بقرہ آیت ٦ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ابوجہل، ابولہب وغیرہ کفار کے بارے میں نازل ہوئی جو علم الٰہی میں ایمان سے محروم ہیں اسی لئے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرانا، نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں، انہیں نفع نہ ہوگا مگر حضور کی سعی بیکار نہیں کیونکہ منصب رسالت عامہ کا فرض رہنمائی واقامت حجت وتبلیغ علی وجہ الکمال ہے۔

## اہل قریش کو عذاب الٰہی سے ڈرسنانے کا بیان

تین برس کی اس خفیہ دعوت اسلام میں مسلمانوں کی ایک جماعت تیار ہوگئی اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سورۂ شعراء کی آیت وَ اَنۡذِرۡ عَشِیۡرَتَکَ الۡاَقۡرَبِیۡنَ ٥ نازل فرمائی اور خداوند تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اے محبوب! آپ اپنے قریبی خاندان والوں کو اللہ سے ڈرایئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دن کوہ صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یامعشر قریش کہہ کر قبیلہ قریش کو پکارا۔ جب سب قریش جمع ہوگئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر میں تم لوگوں سے یہ کہہ دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے جو تم پر حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم لوگ میری بات کا یقین کرلوگے؟ تو سب نے ایک زبان ہوکر کہا کہ ہاں! ہاں! ہم یقیناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات کا یقین کرلیں گے کیونکہ ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہمیشہ سچا اور امین ہی پایا ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرارہا ہوں اور اگر تم لوگ ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الٰہی اتر پڑے گا۔ یہ سن کر تمام قریش جن میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چچا ابولہب بھی تھا، سخت ناراض ہوکر سب کے سب چلے گئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں اول فول بکنے لگے۔ (بخاری، عامہ تفاسیر)

## آپ ﷺ کی دعوت اسلام کا تیسرا مرحلہ

اب وہ وقت آ گیا کہ اعلان نبوت کے چوتھے سال سورہ حجر کی آیت فَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ نازل فرمائی اور حضرت حق جل شانہ نے یہ حکم فرمایا کہ اے محبوب! آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو علی الاعلان بیان فرمایئے۔ چنانچہ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علانیہ طور پر دین اسلام کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اور شرک وبت پرستی کی کھلم کھلا برائی بیان فرمانے لگے۔ اور تمام قریش بلکہ تمام اہل مکہ بلکہ پورا عرب آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایذارسانیوں کا ایک طولانی سلسلہ شروع ہوگیا۔

## رحمت عالم ﷺ پر کفار مکہ کا ظلم وستم

کفار مکہ خاندان بنو ہاشم کے انتقام اور لڑائی بھڑک اٹھنے کے خوف سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل تو نہیں کرسکے لیکن طرح طرح کی تکلیفوں اور ایذارسانیوں سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے لگے۔ چنانچہ سب سے پہلے تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے کاہن، ساحر، شاعر، مجنون ہونے کا ہر کوچہ وبازار میں زوردار پروپیگنڈہ کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے شریر لڑکوں کا غول لگا دیا جو راستوں میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پھبتیاں کستے، گالیاں دیتے اور یہ دیوانہ ہے، یہ دیوانہ ہے، کا شور مچا مچا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوپر پتھر پھینکتے۔ کبھی کفار مکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستوں میں کانٹے بچھاتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دھکا دیتے۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس اور نازک گردن میں چادر کا پھندہ ڈال کر گلا گھونٹنے کی کوشش کرتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک دم سنگدل کافر عقبہ بن ابی معیط نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلے میں چادر کا پھندہ ڈال کر اس زور سے کھینچا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دم گھٹنے لگا۔ چنانچہ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کر دوڑ پڑے اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دے کر دفع کیا اور یہ کہا کہ کیا تم لوگ ایسے آدمی کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اس دھکم دھکا میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کفار کو مارا بھی اور کفار کی مار بھی کھائی۔ (زرقانی وبخاری)

| خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۭ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| --- |
| اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ |

## کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر لگانے کا بیان

"خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ" طَبَعَ عَلَيْهَا وَاسْتَوْثَقَ فَلَا يَدْخُلُهَا خَيْر "وَعَلٰى سَمْعِهِمْ" اَیْ مَوَاضِعه فَلَا يَنْتَفِعُوْنَ بِمَا يَسْمَعُوْنَهُ مِنَ الْحَقّ "وَعَلٰى اَبْصَارهمْ غِشَاوَة" غِطَاء فَلَا يُبْصِرُوْنَ الْحَقّ "وَلَهُمْ عَذَاب عَظِيْم" قَوِیّ دَائِم

اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی یعنی ان کو بند کر دیا اور مضبوط کر دیا ہے پس اب ان میں بھلائی داخل نہ ہو سکے گی۔ اور ان کی سماعتوں یعنی سماعت کی جگہوں پر مہر لگا دی لہٰذا وہ حق سن کو اس سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اور ان کو آنکھوں پر پردہ ہے۔ یعنی ایسا پردہ جس کے سبب وہ حق کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور ان کیلئے بہت بڑا عذاب یعنی ہمیشہ مضبوط رہنے والا عذاب ہے۔

## ختم اور غشاوہ کے معانی کا بیان

ختم" کا معنی گیلی مٹی یا اسی طرح کی کسی چیز سے دروازے کو بند کر دینا ہے اور اصطلاح میں کسی چیز کو لاک لگا کر بند کرنا ہے قلب کا بند ہونا درک نہ کرنے اور نہ سمجھنے کا کنایہ ہے "علی سمعهم" ممکن ہے "علی قلوبهم" پر عطف ہو یا پھر "غشاوة" کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ مذکورہ بالا مطلب میں پہلے احتمال کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن کریم کے منکروں کے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کے باعث وہ دین کے حقائق سننے اور دیکھنے

کی صلاحیت نہیں رکھتے "غشاوہ" کا معنی پردہ اور اس طرح کی چیز ہے۔ مذکورہ مطلب میں "علی سمعھم"، "غشاوۃ" کی خبر کے طور پر ہے۔

و علی سمعھم ' یہ جملہ حالیہ ہے اور قلوب کے مسدود ہونے کی علت بیان کر رہا ہے۔ یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ادراک کی صلاحیت سے اس لیے محروم کر دیا کیونکہ انہوں نے حقائق کو "ان سنا" کر دیا اور ان پر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

## کفار کے دلوں پر مہر لگانے میں تفسیری اقوال کا بیان

حضرت سدی فرماتے ہیں ختم سے مراد طبع ہے یعنی مہر لگا دی حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی ان پر شیطان غالب آ گیا وہ اسی کی ماتحتی میں لگ گئے یہاں تک کہ مہر لگا دی حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی ان پر شیطان غالب آ گیا وہ اسی کی ماتحتی میں لگ گئے یہاں تک کہ مہر الٰہی ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر لگ گئی اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ ہدایت کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں کہ گناہ لوگوں کے دلوں میں بستے جاتے ہیں اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ بس یہی طبع اور ختم یعنی مہر ہے۔ دل اور کان کے لئے محاورہ میں مہر آتی ہے۔

حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن میں ران کا لفظ ہے طبع کا لفظ ہے اور اقفال کا لفظ ہے۔ ران طبع سے کم ہے اور طبع اقفال سے کم ہے، اقفال سب سے زیادہ ہے۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی نے اپنا ہاتھ دکھا کر کہا کہ دل ہتھیلی کی طرح ہے اور بندے کے گناہ کی وجہ سے وہ سمٹ جاتا ہے اور بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک گناہ کیا تو گویا چھنگلیا بند ہو گئی پھر دوسرا گناہ کیا دوسری انگلی بند ہو گئی یہاں تک کہ تمام انگلیاں بند ہو گئیں اور اب مٹھی بالکل بند ہو گئی جس میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح گناہوں سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں مہر لگ جاتا ہیں مہر لگ جاتی ہے پھر اس پر کسی طرح حق اثر نہیں کرتا۔ اسے زین بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ تکبر کی وجہ ان کا حق سے منہ پھیر لینا بیان کیا جا رہا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس بات کے سننے سے بہرا بن گیا۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تکبر اور بے پرواہی کر کے اس نے اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں یہ مطلب ٹھیک نہیں اس لئے کہ یہاں تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

## علامہ زمخشری کی تاویلات کو رد کرنے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی علامہ زمخشری کی تاویلات کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زمخشری نے اس کی تردید کی ہے اور پانچ تاویلیں کی ہیں لیکن سب کی سب بالکل بے معنی اور فضول ہیں اور صرف اپنے معتزلی ہونے کی وجہ سے اسے یہ تکلفات کرنے پڑے ہیں کیونکہ اس کے نزدیک یہ بات بہت بری ہے کہ کسی کے دل پر اللہ قدوس مہر لگا دے لیکن افسوس اس نے دوسری صاف اور صریح آیات پر غور نہیں کیا۔ ایک جگہ ارشاد ہے آیت (فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ) 61۔ الصف:5) یعنی جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے اور فرمایا آیت (وَنُقَلِّبُ اَفْــِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ) 6-الانعام:110) ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو الٹ دیتے ہیں گویا کہ وہ سرے سے ایمان ہی نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے ہی چھوڑ دیتے ہیں۔اس قسم کی اور آیتیں بھی ہیں۔جو صاف بتاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ہدایت کو ان سے دور کر دیا ہے۔حق کو ترک کرنے اور باطل پر جم رہنے کی وجہ سے جو یہ سراسر عدل وانصاف ہے اور عدل اچھی چیز ہے نہ کہ بری۔اگر زمخشری بھی بغور ان آیات پر نظر ڈالتے تو تاویل نہ کرتے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں۔امت اجماع ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ایک صفت مہر لگانا بھی بیان کی ہے جو کفار کے کفر کے بدلے ہے۔فرمایا ہے آیت (بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا) 4 ۔ النسآء :155) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر مہر لگا دی۔حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ دلوں کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔دعا میں ہے حدیث (یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینك) یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم رکھ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دلوں پر فتنے اس طرح پیش ہوتے ہیں جیسے ٹوٹے ہوئے بورے کا ایک ایک تنکا جو دل انہیں قبول کر لیتا ہے اس میں ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اور جس دل میں یہ فتنے اثر نہیں کرتے،اس میں ایک سفید نکتہ ہو جاتا ہے جس کی سفیدی بڑھتے بڑھتے بالکل صاف سفید ہو کر سارے دل کو منور کر دیتی ہے۔پھر اسے کبھی کوئی فتنہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اسی طرح دوسرے دل کی سیاہی (جو حق قبول نہیں کرتا) پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔اب وہ الٹے کوزے کی طرح ہو جاتا ہے۔نہ اچھی بات اسے اچھی لگتی ہے نہ برائی بری معلوم ہوتی ہے۔

امام ابن جریر کا فیصلہ وہی ہے جو حدیث میں آ چکا ہے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر وہ باز آ جائے توبہ کر لے اور رک جائے تو وہ نکتہ مٹ جاتا ہے اور اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ گناہ میں بڑھ جائے تو وہ سیاہی بھی پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارے دل پر چھا جاتی ہے،یہی وہ ران ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے آیت (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ) 83 ۔ المطففين: 14) یعنی یقیناً ان کے دلوں پر ران ہے،ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے (ترمذی۔نسائی۔ابن جریر)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے تو معلوم ہوا کہ گناہوں کی زیادتی دلوں پر غلاف ڈال دیتی ہے اور اس کے بعد مہر الٰہی لگ جاتی ہے جسے ختم اور طبع کہا جاتا ہے۔اب اس دل میں ایمان کے جانے اور کفر کے نکلنے کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی۔

اسی مہر کا ذکر اس آیت آیت (ختم الله) الخ میں ہے،وہ ہماری آنکھوں دیکھی حقیقت ہے کہ جب کسی چیز کا منہ بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو جب تک وہ مہر نہ ٹوٹے نہ اس میں کچھ جا سکتا ہے نہ اس سے کوئی چیز نکل سکتی ہے۔اسی طرح جن کفار کے دلوں اور کانوں پر مہر الٰہی لگ چکی ہے ان میں بھی بغیر اس کے ہٹے اور ٹوٹے نہ ہدایت آئے،نہ کفر جائے۔سمعهم پر پورا وقف

ہے اور آیت (علی ابصارھم غشاوۃ) الگ پورا جملہ ہے۔ ختم اور طبع دلوں اور کانوں پر ہوتی ہے اور غشاوت یعنی پردہ آنکھوں پر پڑتا ہے۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ قرآن میں ہے آیت (فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِكَ وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِہٖ) 42۔ الشوریٰ:24) اور جگہ ہے آیت وختم علی سمعه وقلبه وجعل علی بصره غشاوة ان آیتوں میں دل اور کان پر ختم کا ذکر ہے اور آنکھ پر پردے کا بعض نے یہاں غشاوۃ زبر کے ساتھ بھی پڑھا ہے تو ممکن ہے کہ ان کے نزدیک فعل جعل مقصود ہو اور ممکن ہے کہ نصب محل کی اتباع سے ہو جیسے "آیت (وحور عین) میں ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ)

| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ |
| --- |
| اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان لائے حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ |

## منافقین کے جھوٹ کو کھول دینے کا بیان

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" وَنَزَلَ فِی الْمُنَافِقِیْنَ اَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ لِاَنَّهٗ اٰخِرُ الْاَیَّامِ "وَمَا ھُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ" رُوعِیَ فِیهِ مَعْنٰی مِنْ وَفِیْ ضَمِیرِ یَقُوْلُ لَفْظُهَا،

اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان لائے اور یہ منافقوں کے بارے میں نزال ہوئی یعنی یوم قیامت کیونکہ وہی آخری ایام ہیں۔ حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ اور من کی معنوی رعایت کرتے ہوئے جمع کی ضمیر ھم لائی گئی ہے اور من کی لفظی رعایت کرتے ہوئے یقول میں واحد کی ضمیر لائی گئی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں "منافق کا قول اس کے فعل کے خلاف، اس کا باطن ظاہر کے خلاف اس کا آنا جانے کے خلاف اور اس کی موجودگی عدم موجودگی ہوا کرتی ہے۔ نفاق مکہ شریف میں تو تھا ہی نہیں بلکہ اس کے الٹ تھا یعنی بعض لوگ ایسے تھے جو زبردستی بہ ظاہر کافروں کا ساتھ دیتے تھے مگر دل میں مسلمان ہوتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مکہ چھوڑ کر مدینہ تشریف لائے اور یہاں پر اوس اور خزرج کے قبائل نے انصار بن کر آپ کا ساتھ دیا اور جاہلیت کے زمانہ کی مشرکانہ بت پرستی ترک کر دی اور دونوں قبیلوں میں سے خوش نصیب لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے لیکن یہودی اب تک اللہ تعالیٰ کی اس نعمت سے محروم تھے۔

## منافق کی علامات کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "یہ منافق اوس اور خزرج کے قبیلوں میں سے تھے اور یہودی بھی جوان کے طریقے پر تھے۔ قبیلہ اوس اور خزرج کے نفاق کا ان آیتوں میں بیان ہے۔ "ابوالعالیہ، حضرت حسن، قتادہ، سدی نے یہی بیان کیا

ہے۔ پروردگار عالم نے منافقوں کی بہت سی بد خصلتوں کا یہاں بیان فرمایا۔ تاکہ ان کے ظاہر حال سے مسلمان دھوکہ میں نہ آ جائیں اور انہیں مسلمان خیال کر کے اپنا نہ سمجھ بیٹھیں۔ جس کی وجہ سے کوئی بڑا فساد پھیل جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں جس کسی میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار کی ایک بات ہو اس میں ایک بات نفاق کی ہے، تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (وہ چار باتیں یہ ہیں) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب لڑے تو بے ہودگی کرے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 33)

| |
|---|
| يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ |
| وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ |

اس مقام پر مضاف محذوف ہے جو کہ رسول ہے یعنی يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ کہہ کر مراد يُخٰدِعُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لیا گیا ہے۔ اکثر ائمہ مفسرین نے یہ معنی بیان کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، تفسیر بیضاوی)

## ایمان والوں کو دھوکہ دینے کے زعم میں خود فریبی کے شکار منافقین

"يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" بِاِظْهَارِ خِلَافِ مَا اَبْطَنُوْهُ مِنَ الْكُفْرِ لِيَدْفَعُوْا عَنْهُمْ اَحْكَامَهُ الدُّنْيَوِيَّةَ "وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ" لِاَنَّ وَبَالَ خِدَاعِهِمْ رَاجِعٌ اِلَيْهِمْ فَيَفْتَضِحُوْنَ فِي الدُّنْيَا بِاِطْلَاعِ اللّٰهِ نَبِيَّهُ عَلٰى مَا اَبْطَنُوْهُ وَيُعَاقَبُوْنَ فِي الْاٰخِرَةِ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ اَنَّ خِدَاعَهُمْ لِاَنْفُسِهِمْ وَالْمُخَادَعَةُ هُنَا مِنْ وَاحِدٍ كَعَاقَبْتُ اللِّصَّ وَذِكْرُ اللّٰهِ فِيْهَا تَحْسِيْنٌ وَفِيْ قِرَاءَةٍ وَمَا يَخْدَعُوْنَ ۔

وہ اللہ کو اور ایمان والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یعنی جو ان کے باطن میں ہے اس کے خلاف ظاہر کرتے ہوئے تا کہ وہ دنیاوی معاملات میں اپنا دفاع کر سکیں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو ہی دھوکہ دے رہے ہیں کیونکہ ان کے دھوکے کا نقصان ان کی جانب لوٹ رہا ہے۔ پس وہ دنیا میں رسوا ہو رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالی ان کے باطنی کفر کو اپنے نبی مکرم ﷺ پر مطلع کر دیتا ہے اور آخرت میں ان کو سزا دی جائے گی۔ اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ یعنی وہ جانتے ہی نہیں ہیں کہ وہ دھوکہ انہی کیلئے ہے۔ اور مخادعہ واحد سے ہے جس طرح قاقبت اللص ہے۔ اور یہاں اللہ تعالی کا ذکر حسن کیلئے ہے۔ اور ایک قرأت میں وَمَا يَخْدَعُوْنَ بھی ہے۔

یہ دھوکہ خود اپنی جانوں کو دے رہے ہیں۔ جیسے کہ اور جگہ ارشاد ہوا آیت (اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ) 4۔ النساء: 142) یعنی منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں کو دھوکہ میں رکھنے والا ہے۔

## سورہ بقرہ کی آیت ۹ سے تیرہ آیات کے شان نزول کا بیان

یہاں سے تیرہ آیتیں منافقین کی شان میں نازل ہوئیں جو باطن میں کافر تھے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، اللہ

تعالیٰ نے فرمایا وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ' وہ ایمان والے نہیں یعنی کلمہ پڑھنا، اسلام کا مدعی ہونا، نماز روزہ ادا کرنا، مومن ہونے کے لئے کافی نہیں جب تک دل میں تصدیق نہ ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ بقرہ، لاہور)

## ظاہر و باطن میں فساد کے مرتکب منافقین کا بیان

بعض قرأت کے ائمہ نے یخدعون پڑھا ہے اور بعض یخادعون مگر دونوں قرأتوں کے معنی کا مطلب ایک ہی ہوتا ہے۔

ابن جریر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اور ایمان والوں کو منافق دھوکہ کیسے دیں گے؟ وہ جو اپنے دل کے خلاف اظہار کرتے ہیں وہ تو صرف بچاؤ کے لیے ہوتا ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ اس طرح کی بات کرنے والے کو بھی جو کسی خطرہ سے بچنا چاہتا ہے۔

عربی زبان میں مخادع کہا جاتا ہے چونکہ منافق بھی قتل، قید اور دنیاوی عذابوں سے محفوظ رہنے کے لئے یہ چال چلتے تھے اور اپنے باطن کے خلاف اظہار کرتے تھے اس لئے انہیں دھوکہ باز کہا گیا۔ ان کا یہ فعل چاہے کسی کو دنیا میں دھوکا دے بھی دے لیکن درحقیقت وہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ کیونکہ وہ اسی میں اپنی بھلائی اور کامیابی جانتے ہیں اور دراصل یہ سب ان کے لئے انتہائی برا عذاب اور غضب الٰہی ہوگا جس کے سہنے کی ان میں طاقت نہیں ہوگی پس یہ دھوکہ حقیقتاً ان پر خود وبال ہوگا۔ وہ جس کام کے انجام کو اچھا جانتے ہیں وہ ان کے حق میں برا اور بہت برا ہوگا۔ ان کے کفر، شک اور تکذیب کی وجہ سے ان کا رب ان سے ناراض ہوگا لیکن افسوس انہیں اس کا شعور ہی نہیں اور یہ اپنے اندھے پن میں ہی مست ہیں۔

امام ابن جریر اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آیت (لا الہ الا اللہ) کا اظہار کر کے وہ اپنی جان اور مال کا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں، یہ کلمہ ان کے دلوں میں جاگزیں نہیں ہوتا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں منافقوں کی یہی حالت ہے کہ زبان پر کچھ، دل میں کچھ، عمل کچھ، عقیدہ کچھ، صبح کچھ اور شام کچھ کشتی کی طرح جو ہوا کے جھونکے سے کبھی ادھر ہو جاتی ہے کبھی ادھر۔ (تفسیر ابن جریر طبری، بقرہ)

| |
|---|
| فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ |
| ان کے دلوں میں بیماری ہے، پس اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |
| اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ |

## منافقین کے دلوں کی بیماری کو زیادہ کر دینے کا بیان

"فِيْ قُلُوبهِمْ مَرَض " شَكّ وَنِفَاق فَهُوَ يُمْرِض قُلُوبهمْ اَیْ يُضْعِفهَا "فَزَادَهُمْ اللّٰه مَرَضًا " بِمَا اَنْزَلَهُ مِنْ الْقُرْاٰن لِكُفْرِهِمْ بِهِ "وَلَهُمْ عَذَاب اَلِيْم " مُؤْلِم "بِمَا كَانُوْا يُكَذِّبُوْنَ " بِالتَّشْدِيْدِ اَیْ : نَبِیّ اللّٰه وَبِالتَّخْفِيفِ اَیْ قَوْلِهِمْ اٰمَنَّا،

ان کے دلوں میں بیماری ہے، یعنی شک اور نفاق پس یہ مرض ان دلوں میں بڑھنے والی یعنی ان کو کمزور کرنے والی ہے۔ پس

اللہ نے ان کی بیماری کو اور بڑھا دیا اس وجہ سے کہ ان قرآن میں ان کے کفر کو بیان کر دیا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب یعنی تکلیف والا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ یُکَذِّبُوْنَ شد کے ساتھ ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اور یُکَذِبُوْنَ خفت کے ساتھ بھی یعنی ان کے قول ''امنا'' میں جھوٹے ہیں۔

## مرض منافقت خود منافقین کی چال ہے

مذکورہ بالا مطلب ان دو جملوں "فی قلوبهم مرض، منافقین کے دلوں میں مرض ہے""فزادهم الله مرضاً "پس اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کر دیا ہے کے تقابل سے نکلتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے جملے میں ہے کہ اللہ تعالی بیماری کو بڑھانے والا ہے جبکہ پہلے جملے میں منافقین کے دلوں کے بیمار ہونے کی نسبت اللہ تعالی کی طرف نہیں دی گئی یعنی اس بیماری کے پیدا ہونے کا موجب خود منافقین ہیں۔ دل اور فکر و ذہن کی بیماری انسان کے سارے وجود میں سرایت کر جاتی ہے۔

پہلا جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ منافقین کے دل اور ذہن بیمار ہیں اور بعد کا جملہ دلالت کرتا ہے کہ بیماری نے ان کے سارے وجود کو گھیر لیا ہے کیونکہ یوں نہیں فرمایا "فزادها الله مرضاً" یہاں پر تعبیر کا اختلاف یا تو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کی تمام تر حقیقت اس کا دل اور فکر ہے یا یہ حکایت کرتا ہے کہ دل کی بیماری سارے وجود میں سرایت کر جاتی ہے اور پھر انسان کی تمام حرکات وسکنات متاثر ہوتی ہیں۔

## منافقین کی بیماری سے مراد شک وشبہ ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود اور چند صحابہ سے روایت ہے۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی عکرمہ، حسن بصری، ابو العالیہ، ربیع بن انس، قتادہ، کا بھی یہی قول ہے۔ بیماری سے مراد یہاں شک وشبہ ہے۔

حضرت عکرمہ اور طاؤس نے اس کی تفسیر سے ریا اور ابن عباس سے اس کی تفسیر نفاق بھی روایت ہے۔ زید بن اسلم فرماتے ہیں یہاں دینی بیماری مراد ہے نہ کہ جسمانی۔ انہیں اسلام میں شک کی بیماری تھی اور ان کی ناپاکی میں اللہ تعالیٰ نے اور اضافہ کر دیا۔ جیسے قرآن میں اس کا ذکر ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آیت (فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ١٢٤ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ١٢٥) 9۔ التوبہ: 124-125) یعنی ایمان والوں کے ایمان کو تقویت پہنچاتی اور وہ خوشیاں مناتے ہیں لیکن بیماری والوں کی ناپاکی اور پلیدی کو اور زیادہ کر دیتی ہے یعنی اس کی ابدی اور گمراہی بڑھ جاتی ہے، یہ بدلہ بالکل ان کے عمل کے مطابق ہے۔

## ابتدائے اسلام میں منافقین کے عدم قتل کی توجیہات کا بیان

بخاری ومسلم کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں میں یہ چرچے ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو اعرابی آس پاس

ہیں انہیں یہ تو معلوم نہ ہوگا کہ ان منافقوں کے پوشیدہ کفر کی بنا پر انہیں قتل کیا گیا ہے ان کی نظریں تو صرف ظاہر داری پر ہوں گی جب ان میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر ڈالتے ہیں تو خوف ہے کہ کہیں وہ اسلام کے قبول کرنے سے رک نہ جائیں۔

امام قرطبی فرماتے ہیں ہمارے علماء وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت امام مالک بھی منافقوں کو قتل نہ کرنے کی یہی وجہ بیان فرماتے ہیں جیسے محمد بن جہم، قاضی اسماعیل اور ابہری نے نقل کیا ہے۔ حضرت امام مالک سے بقول ابن ماجشون ایک وجہ یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ یہ اس لئے تھا کہ آپ کی امت کو معلوم ہو جائے کہ حاکم صرف اپنے علم کی بناء پر فیصلہ نہیں کر سکتا۔

امام قرطبی فرماتے ہیں گو علماء کا تمام مسائل میں اختلاف ہو لیکن اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے کہ قاضی صرف اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر کسی کو قتل نہیں کر سکتا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور وجہ بھی بیان کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منافقین کو قتل کرنے سے رکنے کا سبب ان کا اپنی زبان سے اسلام کو ظاہر کرنا تھا گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ ان کے دل اس کے الٹ ہے لیکن ظاہری کلمہ اس پہلی بات کی تردید کرتا تھا۔ (تفسیر قرطبی، بقرہ، بیروت)

## منافق کی اقسام کا بیان

نفاق کی دو قسمیں ہیں اعتقادی اور عملی۔ پہلی قسم کے منافق تو ابدی جہنمی ہیں اور دوسری قسم کے بدترین مجرم ہیں۔

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ○ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو تو کہنے لگے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ |

## منافقین کو زمین میں فساد کرنے سے منع کرنے کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ " اَیْ لِهٰؤُلَاءِ "لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ " بِالْكُفْرِ وَالتَّعْوِيْقِ عَنِ الْاِيْمَانِ "قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ" وَلَيْسَ مَا نَحْنُ فِيْهِ بِفَسَادٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے یعنی ان سب کیلئے کہ زمین میں فساد نہ ڈالو یعنی کفر کی وجہ سے اور ایمان میں رکاوٹ ڈال کر، تو کہنے لگے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ اور اس میں ہم کوئی فساد ڈالنے والے نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کو رد کیا ہے۔

''انما'' حصر پر دلالت کرتا ہے۔ اس جملے میں موصوف کا صفت میں حصر پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اس جملے "انـمـا نـحـن مصلحون" کا مفہوم یہ ہوا کہ ہم فقط صحیح امور انجام دیتے ہیں۔ ہمارے تمام تر افعال معاشرے کی بہتری کے لئے ہیں۔

## منافقین کے فساد کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ یہ

بیان بھی منافقوں سے ہی متعلق ہے ان کا فساد، کفر اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی تھی مطلب یہ ہے کہ زمین میں اللہ کی نافرمانی کرنا یا نافرمانی کا حکم دینا زمین میں فساد کرنا ہے اور زمین وآسمان میں اصلاح سے مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں کہ انہیں جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے روکا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت واصلاح پر ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس خصلت کے لوگ اب تک نہیں آئے۔ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ بدخصلت لوگ تھے تو سہی لیکن اب جو آئیں گے وہ ان سے بھی بدتر ہوں گے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اس وصف کا کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا ہی نہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں ان منافقوں کا فساد برپا کرنا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے تھے جس کام سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا تھا، اسے کرتے تھے۔ فرائض ربانی ضائع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے سچے دین میں شک وشبہ کرتے تھے۔ اس کی حقیقت اور صداقت پر یقین کامل نہیں رکھتے تھے۔ مومنوں کے پاس آ کر اپنی ایمانداری کی ڈینگیں مارتے تھے حالانکہ دل میں طرح طرح کے وسوسے ہوتے تھے موقع پا کر اللہ کے دشمنوں کی امداد واعانت کرتے تھے اور اللہ کے نیک بندوں کے مقابلہ میں ان کی پاسداری کرتے تھے اور باوجود اس مکاری اور مفسدانہ چلن کے اپنے آپ کو مصلح اور صلح کل کے حامی جانتے تھے۔ قرآن کریم نے کفار سے موالات اور دوستی رکھنے کو بھی زمین میں فساد ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے آیت (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ)8۔ الانفال: 73) یعنی کفار آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اگر تم ایسا نہ کرو گے یعنی آپس میں دوستی نہ کرو گے تو اس زمین میں بھاری فتنہ اور بڑا فساد پھیل جائے گا۔ اس آیت نے مسلمان اور کفار کے دوستانہ تعلقات منقطع کر دے اور جگہ فرمایا اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر کھلی حجت ہو جائے یعنی تمہاری دلیل نجات کٹ جائے۔ (تفسیر ابن جریر طبری، الانفال)

## منافق کی علامات کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ منافق کی تین پہچانیں ہیں جب بولے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث 32)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتیں جس کسی میں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار کی ایک بات ہو اس میں ایک بات نفاق کی ہے، تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (وہ چار باتیں یہ ہیں) جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب لڑے تو بےہودگی کرے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 33)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں، جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے

لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑ رہنے والے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ○ |
| خبردار بے شک وہی فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔ |

## بے عقل منافقین کیلئے تنبیہ کا بیان

"اَلَا" لِلتَّنْبِيهِ "اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ .

الا یہ انتباہ کیلئے ہے کہ خبردار بے شک وہی فساد کرنے والے ہیں لیکن وہ اس چیز کا شعور نہیں رکھتے۔اس آیت میں لفظ ''الا'' تنبیہ کیلئے آیا ہے۔ بے شک وہی فساد کرنے والے ہیں لیکن ان کو اس بات کا بھی شعور نہیں۔

سو یہاں پر الا کے حرف تنبیہ وتخصیص اور اَدَوات حَصر وقَصر کے ساتھ تاکیدی انداز واسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ احمق اور بیوقوف دراصل یہی لوگ ہیں مگر یہ جانتے نہیں۔

## منافقین کو فساد کو صلح سمجھتے تھے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے "ہم ان دونوں جماعتوں یعنی مومنوں اور اہل کتاب کے درمیان صلح کرانے والے ہیں۔" لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ان کی نری جہالت ہے جسے یہ صلح سمجھتے ہیں وہ عین فساد ہے لیکن انہیں شعور ہی نہیں۔

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ |
| هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ○ |
| اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں |
| خبردار وہی بے وقوف ہیں مگر جانتے نہیں۔ |

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثل ایمان لانے کے حکم کا بیان

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاس" اَصْحَاب النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَالُوْا اَنُؤْمِنُ كَمَا اٰمَنَ السُّفَهَاء " الْجُهَّال اَیْ لَا نَفْعَل كَفِعْلِهِمْ قَالَ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ : "اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاء وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ" ذٰلِك،

اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایمان لے آئیں احمقوں یعنی ان جاہلوں کی طرح ہم نہیں کریں گے جس طرح وہ اعمال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کیا کہ خبردار بے وقوف وہی لوگ ہیں لیکن وہ اپنی بے وقوفی کو جانتے نہیں۔

اس جملے "الا انھم" میں خبر پر موجود "ال" اور ضمیر فصل حصر پر دلالت کرتے ہیں اصطلاح میں اسے حصر اضافی کہتے ہیں پس جملے کا معنی یہ بنتا ہے، منافقین ہی احمق ہیں نہ کہ ایمان والے۔

## منافقین کا ایمان صحابہ کی توہین کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس، ابن مسعود اور بعض دیگر صحابہ، ربیع، انس، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہ نے یہ تفسیر بیان کی ہے مطلب یہ ہے کہ جب ان منافقوں کو صحابہ کی طرح اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے، موت کے بعد جی اٹھنے، جنت دوزخ کی حقانیت کے تسلیم کرنے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کر کے نیک اعمال بجالانے اور برائیوں سے رکے رہنے کو کہا جاتا ہے تو یہ فرقہ ایسے ایمان والوں کو بیوقوف قرار دیتا ہے۔ سفہاء سفیہ کی جمع ہے جیسے حکماء حکیم کی اور حلماء حلیم کی۔ جاہل، کم عقل اور نفع نقصان کے پوری طرح نہ جاننے والے کو سفیہ کہتے ہیں۔

قرآن میں اور جگہ ہے آیت (وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (4 . النسآء : 5) بیوقوفوں کو اپنے وہ مال نہ دے بیٹھو جو تمہارے قیام کا سبب ہیں۔

عام مفسرین کا قول ہے کہ اس آیت میں سفہاء سے مراد عورتیں اور بچے ہیں۔ ان منافقین کے جواب میں یہاں بھی خود پروردگار عالم نے جواب دیا اور تاکیداً حصر کے ساتھ فرمایا کہ بیوقوف تو یہی ہیں لیکن ساتھ ہی جاہل بھی ایسے ہیں کہ اپنی بیوقوفی کو جان بھی نہیں سکتے۔ نہ اپنی جہالت وضلالت کو سمجھ سکتے ہیں، اس سے زیادہ ان کی برائی اور کمال اندھاپن اور ہدایت سے دوری اور کیا ہوگی؟

## ایمان صحابہ کی مثل ایمان لانے کا بیان

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔(البقرہ ۱۳۷)

پس اگر یہ لوگ اسی طرح کا ایمان لے آئیں جس طرح کا تم لائے ہو، تو یقیناً یہ ہدایت پا گئے، اور اگر یہ (اس کے بعد بھی) پھرے ہی رہے، تو یقیناً یہ ضد (اور ہٹ دھرمی کی دلدل) میں پڑے ہوئے ہیں، سو اللہ کافی ہے آپ کو ان سب کے مقابلے میں، اور وہی ہے سننے والا، جاننے والا، (کنزالایمان)

صحابہ کرام کی مثال دیتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح سے صحابہ کرام! تم ایمان لائے ہو تو پھر یقیناً وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں گے۔

| |
|---|
| وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ |
| قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ○ |
| اور جب ایمان والوں سے ملیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہتے کہ ہم تمہارے |
| ساتھ ہیں، ہم تو صرف مذاق کرنے والے ہیں۔ |

## منافقین کا اہل ایمان سے مذاق کرنے کا بیان

"وَاِذَا لَقُوا" اَصْلُه لَقِيُوا حُذِفَتْ الضَّمَّة لِلاسْتِثْقَالِ ثُمَّ الْيَاءِ لِالْتِقَائِهَا سَاكِنَة مَعَ الْوَاو "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا " مِنْهُمْ وَرَجَعُوا "اِلٰى شَيَاطِيْنِهِمْ " رُؤَسَائِهِمْ "قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ " فِي الدِّيْن "اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُوْنَ" بِهِمْ بِاِظْهَارِ الْاِيْمَان،

اور جب وہ ملیں، لقو کی اصل لقیوا، ثقل کے سبب ضمہ کو حذف کر دیا گیا اس کے بعد واؤ کے ساتھ التقائے ساکنین کے اس یاء کو بھی حذف کر دیا گیا ہے۔ وہ جو ایمان لائے انہوں نے کہا ہم نے ایمان لائے اور جب الگ ہوئے ان میں سے اور اپنے شیطانوں یعنی سرداروں کی جانب لوٹے تو انہوں نے کہا کہ دین میں ہمارے تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو ان کے سامنے ایمان ظاہر کر کے ان سے مذاق کرنے والے ہیں۔

## لفظ خلا کا الی کے ساتھ متعدی ہونے کا بیان

خلا به و اليه" اسکا معنی یہ ہے کہ اس نے اس کے ساتھ خلوت (میں ملاقات) کی بعض کا کہنا ہے کہ "خلا" جب "الی" کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو اس میں "جانے" کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے بنابراین "و اذا خلوا ۔ کا معنی یہ ہوا" و اذا ذهبوا الى شياطينهم خالين بهم "یعنی جب وہ اپنے سرداروں کی طرف جاتے تو ان کے ساتھ خلوت نشین ہوتے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت عبداللہ بن اُبَی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی ایک روز انہوں نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو آتے دیکھا تو ابنِ اُبَی نے اپنے یاروں سے کہا دیکھو تو میں انہیں کیسا بناتا ہوں جب وہ حضرات قریب پہنچے تو ابنِ اُبَی نے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دستِ مبارک اپنے ہاتھ میں لے کر آپ کی تعریف کی پھر اسی طرح حضرت عمر اور حضرت علی کی تعریف کی (رضی اللہ عنہم) حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابنِ اُبَی اللہ سے ڈر، نفاق سے باز آ کیونکہ منافقین بدترین خلق ہیں، اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ باتیں نفاق سے نہیں کی گئیں بخدا ہم آپ کی طرح مومنِ صادق ہیں،

جب یہ حضرات تشریف لے گئے تو آپ اپنے یاروں میں اپنی چالبازی پر فخر کرنے لگا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ منافقین مؤمنین سے ملتے وقت اظہار ایمان واخلاص کرتے ہیں اور ان سے علیحدہ ہو کر اپنی خاص مجلسوں میں ان کی ہنسی اڑاتے اور استہزاء کرتے ہیں۔(اخرجه الثعلبی و الواحدی و ضعفه ابن حجر و السیوطی فی لباب النقول)

## شیطان کے معنی کا بیان

امام ابن جریر فرماتے ہیں "ہر بہکانے اور سرکشی کرنے والے کو شیطان کہتے ہیں۔ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے ہو۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝ |
| اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ |

## کفار کو مہلت دینے کا بیان

"اَللّٰهُ يَسْتَهْزِىءُ بِهِمْ" يُجَازِيهِمْ بِاسْتِهْزَائِهِمْ "وَيَمُدُّهُمْ" يُمْهِلُهُمْ "فِيْ طُغْيَانِهِمْ" بِتَجَاوُزِهِمُ الْحَدَّ فِي الْكُفْرِ "يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا حَال

اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے۔ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ان سے استہزا بنتا ہے۔ اور انہیں ڈھیل یعنی مہلت دیتا ہے کہ اپنی سرکشی یعنی کفر میں حد سے بڑھنے میں بھٹکتے رہیں۔ حیرت، یہ "یَعْمَهُوْن" کی ضمیر سے حال ہے۔

## منافقین کی حیرت وسرگرانی کا بیان

یعمھون " کا مصدر "عَمَه" ہے جس کا معنی حیرت وسرگردانی ہے "یمدھم" میں "ہم" کے لئے یعمھون حال واقع ہوا ہے اور "فی طغیانھم "یمدھم سے متعلق ہونے کے علاوہ یعمھون سے بھی متعلق ہوسکتا ہے۔ پس جملے کا معنی یوں ہوگا منافقین درآں حال کہ گمراہی وسرکشی میں سرگرداں ہیں اللہ تعالی انکی سرکشی میں اضافہ کرتا ہے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی رضوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ استہزاء اور تمام نقائص وعیوب سے منزہ و پاک ہے۔ یہاں جزاءِ استہزاء کو استہزاء فرمایا گیا تا کہ خوب دلنشین ہو جائے کہ یہ سزا اس ناکردنی فعل کی ہے، ایسے موقع پر جزاء کو اسی فعل سے تعبیر کرنا آئینِ فصاحت ہے جیسے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ میں کمالِ حسن بیان یہ ہے کہ اس جملہ کو جملہ سابقہ پر معطوف نہ فرمایا کیونکہ وہاں استہزاء حقیقی معنی میں تھا۔

## قیامت کے منافقین کا نور کو تلاش کرنے کا بیان

قیامت کے روز منافق مرد وعورت ایمان والوں سے کہیں گے ذرا ٹھہر جاؤ ہم بھی تمہارے نور سے فائدہ اٹھائیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور نور کی تلاش کرو۔ اس کے لوٹتے ہی درمیان میں ایک اونچی دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ ہوگا، اس طرف تو رحمت ہوگی اور دوسری طرف عذاب ہوگا۔ فرمان الٰہی ہے کافر ہماری ڈھیل کو اپنے حق میں بہتر نہ جانیں۔ اس تاخیر میں

وہ اپنی بدکرداریوں میں اور بڑھ جاتے ہیں پس قرآن میں جہاں استہزاء مسخریت یعنی مذاق، مکر، خدیعت یعنی دھوکہ کے الفاظ آئے ہیں وہاں یہی مراد ہے۔ ایک اور جماعت کہتی ہے کہ یہ الفاظ صرف ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کے طور پر استعمال کئے گئے ہیں ان کی بدکرداریوں اور کفر و شرک پر انہیں ملامت کی گئی ہے۔

اور مفسرین کہتے ہیں یہ الفاظ صرف جواب میں لائے گئے ہیں جیسے کوئی بھلا آدمی کسی مکار کے فریب سے بچ کر اس پر غالب آ کر کہتا ہے کہو میں نے کیسا فریب دیا حالانکہ اس کی طرف سے فریب نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہ فرمان الٰہی ہے کہ آیت (وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ) 3۔ آلِ عمران: 54) اور آیت (اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ) 2۔ البقرة:15) ورنہ اللہ کی ذات مکر اور مذاق سے پاک ہے مطلب یہ ہے کہ ان کا فن فریب انہی کو برباد کرتا ہے۔ ان الفاظ کا یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اللہ ان کی ہنسی، دھوکہ، تمسخر اور بھول کا ان کو بدلہ دیگا تو بدلے میں بھی وہی الفاظ استعمال کئے گئے دونوں لفظوں کے دونوں جگہ معنی جدا جدا ہیں۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے آیت (جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا) 10۔ یونس:27) یعنی برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے آیت (فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه) جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو تو ظاہر ہے کہ برائی کا بدلہ لینا حقیقتاً برائی نہیں۔ زیادتی کے مقابلہ میں بدلہ لینا زیادتی نہیں۔ لیکن لفظ دونوں جگہ ایک ہی ہے حالانکہ پہلی برائی اور زیادتی "ظلم" ہے اور دوسری برائی اور زیادتی "عدل" ہے لیکن لفظ دونوں جگہ ایک ہی ہے۔ اسی طرح جہاں جہاں کلام اللہ میں ایسی عبارتیں ہیں وہاں یہی مطلب ہے۔ ایک اور مطلب بھی سنئے دنیا میں یہ منافق اپنی اس ناپاک پالیسی سے مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے تھے اللہ نے بھی ان کے ساتھ یہی کیا کہ دنیا میں انہیں امن و امان مل گیا اور یہ مست ہو گئے حالانکہ یہ عارضی امن ہے، قیامت والے دن انہیں کوئی امن نہیں ملے گا گو یہاں ان کے مال اور جانیں بچ گئیں لیکن اللہ کے ہاں یہ دردناک عذاب کا شکار بنیں گے۔

امام ابن جریر نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور اس کی بہت تائید کی ہے اس لئے کہ مکر، دھوکہ اور مذاق جو بلا وجہ ہو اس سے تو اللہ کی ذات پاک ہے ہاں انتقام، مقابلے اور بدلے کے طور پر یہ الفاظ اللہ کی نسبت کہنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ ان کا بدلہ اور سزا ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ○

یہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔

## ہدایت کے بدلے گمراہی خریدنے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى" اَیْ اسْتَبْدَلُوْهَا بِهٖ "فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ" اَیْ مَا رَبِحُوْا فِيْهَا بَلْ خَسِرُوْا لِمَصِيْرِهِمْ اِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ "وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ" فِيْمَا فَعَلُوْا،

یہ لوگ جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی یعنی اس کے ساتھ تبدیل کیا۔تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا یعنی انہوں نے اس میں فائدہ حاصل نہ کیا بلکہ انہوں نے نقصان اٹھایا کیونکہ وہ ہمیشہ کیلئے جہنم ٹھکانہ بنا بیٹھے ہیں۔اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔جو سودا انہوں نے کر ڈالا ہے۔

## نقصان نہ جاننے والی بیوپاریوں کا بیان

ما کانوا مھتدین " کا جملہ "اشتروا الضلالۃ بالھدی " پر عطف ہے گویا اسکی دلیل کے طور پر ہے۔یعنی یوں ہے: چونکہ اپنے حقیقی سود وزیاں سے آگاہ نہیں ہیں اس لئے انہوں نے ایسی تجارت کی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۶ کے شان نزول کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت یا ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے یا یہود کے حق میں جو پہلے سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے مگر جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو منکر ہو گئے یا تمام کفار کے حق میں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فطرت سلیمہ عطا فرمائی، حق کے دلائل واضح کئے، ہدایت کی راہیں کھولیں لیکن انہوں نے عقل وانصاف سے کام نہ لیا اور گمراہی اختیار کی۔

حضرت ابن عباس، ابن مسعود اور بعض دیگر صحابہ رضوان اللہ علیھم سے مروی ہے کہ انہوں نے ہدایت چھوڑ دی اور گمراہی لے لی۔حضرت عبداللہ فرماتے ہیں انہوں نے ایمان کے بدلے کفر قبول کیا۔مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں ایمان لائے پھر کافر ہو گئے۔قتادہ فرماتے ہیں "ہدایت پر گمراہی کو پسند کرتے ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ بقرہ، ۱۵، لاہور)

| |
|---|
| مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ |
| وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ۝ |
| اِن کی مثال ایسے شخص کی مانند ہے جس نے آگ جلائی اور جب اس نے گردونواح کو روشن کر دیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور |
| انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا اب وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ |

## آگ روشن کرنے والوں کا تاریکی میں ہونے کا بیان

"مَثَلُهُمْ" صِفَتهمْ فِي نِفَاقهمْ "كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ" اَوْقَدَ "نَارًا" فِي ظُلْمَة "فَلَمَّا اَضَاءَتْ" اَنَارَتْ "مَا حَوْله" فَاَبْصَرَ وَاسْتَدْفَاَ وَاَمِنَ مِمَّنْ يَخَافهُ "ذَهَبَ اللّٰه بِنُوْرِهِمْ" اَطْفَاَهُ وَجُمِعَ الضَّمِير مُرَاعَاة لِمَعْنَى الَّذِى "وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَات لَا يُبْصِرُوْنَ" مَا حَوْلهمْ مُتَحَيِّرِيْنَ عَنْ الطَّرِيْق خَائِفِيْنَ فَكَذٰلِكَ هٰؤُلَاءِ اٰمَنُوْا بِاِظْهَارِ كَلِمَة الْاِيْمَان فَاِذَا مَاتُوْا جَاءَهُمْ الْخَوْف وَالْعَذَاب،

اِن کی مثال یعنی ان کی منافقت کی صفت ایسے شخص کی مانند ہے جس نے آگ یعنی اندھیرے میں جلائی یعنی اس کو روشن کیا اور جب اس نے گرد و نواح کو روشن کر دیا پس اس نے دیکھا اور سردی کم ہوگئی اور وہ خوف سے امن میں آ گیا تو اللہ نے ان کا نور سلب کر لیا اور الذی کے معنی کی رعایت کیلئے جمع کی ضمیر لائی گئی ہے۔ اور انہیں تاریکیوں میں چھوڑ دیا اب وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ یعنی اس کے گرد و نواح میں وہ پریشان حال راستے سے بھٹکے ہوئے خوف کھاتے پھرتے ہیں۔ پس یہ ایسے ہی ہے کہ انہوں نے کلمہ ایمان کا اظہار کیا پس جب وہ مریں گے تو ان کے پاس خوف اور عذاب آ جائے گا۔

## لما حرف شرط کے استعمال کا بیان

'استوقد" کا مصدر استیقاد ہے جسکا معنی آتش روشن کرنا ہے "لما" حرف شرط ہے جبکہ اسکا جواب محذوف ہے اور یہ جملہ "ذھب اللہ، 'اس کے جواب کی طرف اشارہ ہے گویا مطلب یوں ہوا: جیسے ہی آگ نے اس کے اطراف میں روشنی پھیلائی تو بجھ گئی اور وہ تاریکی میں رہ گیا۔

## دین گم ہو جانے پر حیرت کرنے والوں کا بیان

اس آیت شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو منافق گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور اندھے پن کو بینائی کے بدلے مول لیتے ہیں ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے اندھیرے میں آگ جلائی اس کے دائیں بائیں کی چیزیں اسے نظر آنے لگیں، اس کی پریشانی دور ہوگئی اور فائدے کی امید بندھی کہ دفعتہً آگ بجھ گئی اور سخت اندھیرا چھا گیا نہ تو نگاہ کام کر سکے، نہ راستہ معلوم ہو سکے اور باوجود اس کے وہ شخص خود بہرا ہو۔ کسی کی بات کو نہ سن سکتا ہو۔ گونگا ہو کسی سے دریافت نہ کر سکتا ہو، اندھا ہو جو روشنی سے کام نہ چلا سکتا ہو۔ اب بھلا یہ راہ کیسے پا سکے گا؟ ٹھیک اسی طرح یہ منافق بھی ہیں کہ ہدایت چھوڑ کر راہ گم کر بیٹھے اور بھلائی چھوڑ کر برائی کو چاہنے لگے۔ اس مثال سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان قبول کر کے کفر کیا تھا۔ جیسے قرآن کریم میں کئی جگہ یہ صراحت موجود ہے۔

امام رازی نے اپنی تفسیر میں سدی سے یہی نقل کیا ہے۔ پھر کہا ہے کہ یہ تشبیہ بہت ہی درست اور صحیح ہے، اس لئے کہ اولاً تو ان منافقوں کو نور ایمان حاصل ہوا پھر ان کے نفاق کی وجہ سے وہ چھن گیا اور یہ حیرت میں پڑ گئے اور دین گم ہو جانے کی حیرت سے بڑی حیرت اور کیا ہوگی؟

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ جن کی یہ مثال بیان کی گئی ہے انہیں کسی وقت بھی ایمان نصیب ہی نہ ہوا تھا کیونکہ پہلے فرمان الٰہی گزر چکا ہے کہ آیت (وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ) یعنی گو یہ زبان سے اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں مگر حقیقتاً یہ ایماندار نہیں۔ درحقیقت اس آیۂ مبارکہ میں ان کے کفر و نفاق کے وقت کی خبر دی گئی ہے اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس حالت کفر و نفاق سے پہلے کبھی انہیں ایمان حاصل ہی نہیں ہوا۔ ممکن ہے ایمان لائے ہوں، پھر اس سے ہٹ گئے ہوں اور اب دلوں میں مہریں لگ گئی ہوں۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے آیت (ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ) 63۔ المنافقون: 3) یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے ایمان کے بعد کفر کیا، پھر ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مثال میں روشنی اور اندھیرے کا ذکر ہے یعنی کلمہ ایمان کے ظاہر کرنے کی وجہ سے دنیا میں کچھ نور ہو گیا، کفر کے چھپانے کی وجہ سے پھر آخرت کے اندھیروں نے گھیر لیا۔ ایک جماعت کی مثال شخص واحد سے اکثر دی جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو کچھ لوگ مسلمان ہو گئے لیکن پھر جلدی منافق ہو گئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اندھیرے میں تھا اس نے روشنی جلائی جس سے اس کا ماحول روشن ہو گیا اور مفید اور نقصان دہ چیزیں اس پر واضح ہو گئیں دفعتاً وہ روشنی بجھ گئی اور حسب سابق تاریکیوں میں گھر گئے۔ یہ حال منافقین کا تھا پہلے وہ شرک کی تاریکی میں تھے مسلمان ہوئے تو روشنی میں آ گئے۔ حلال و حرام کو پہچان گئے پھر وہ دوبارہ کفر و نفاق کی طرف لوٹ گئے تو ساری روشنی جاتی رہی۔ (تفسیر کبیر، ابن جریر، ابن کثیر)

| |
|---|
| صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ |
| بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں کہ (کسی طرح بھی سیدھے رستے کی طرف) لوٹ ہی نہیں سکتے۔ |

## کفار و مشرکین کا حق سننے سے بہرہ ہونے کا بیان

هُمْ "صُمٌّ" عَنِ الْحَقِّ فَلَا یَسْمَعُوْنَهٗ سَمَاعَ قَبُوْلٍ "بُكْمٌ" خُرْسٌ عَنِ الْخَیْرِ فَلَا یَقُوْلُوْنَهٗ "عُمْیٌ" عَنْ طَرِیْقِ الْهُدٰی فَلَا یَرَوْنَهٗ "فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ" عَنِ الضَّلَالَةِ۔

وہ حق سے بہرے ہیں، پس وہ اس کو قبول کرنے کیلئے نہیں سن سکتے، گونگے ہیں یعنی بھلائی بولنے سے گونگے ہیں، اندھے ہیں یعنی سیدھے راستے کو وہ نہیں دیکھ سکتے، پس وہ کسی طرح بھی سیدھے رستے کی طرف لوٹ ہی نہیں سکتے۔ یعنی گمراہی کو چھوڑ کر، عمی (اندھا) کی جمع ہے۔ یہ کلمات مبتدائے محذوف کی خبر ہیں جو "هم" ہے اور ماقبل آیت میں ان لوگوں (ظلمتوں میں گھرے ہوئے منافقین) کا ذکر ہوا ہے۔

## معجزہ دیکھنے والی اور نہ دیکھنے والی آنکھوں کا بیان

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب انسانیت کو دعوت حق دی اور عقیدۂ توحید و رسالت کی نعمت سے مالا مال فرمانے لگے تو اہل مکہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں کو روکنا چاہتے تھے چنانچہ ابو جہل نے اسی سلسلہ میں اپنے ایک دوست حبیب یمنی کو بلا بھیجا تا کہ وہ اہل مکہ کو دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے روکے، حبیب یمنی جب مکہ مکرمہ پہنچے تو ابو جہل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق بہت شکایتیں کرنے لگا یہ سن کر حبیب یمنی نے کہا کہ میں پہلے ان سے مل کر تو دیکھوں کہ وہ کون ہیں۔

اپنے ایک قاصد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس روانہ کیا کہ حبیب یمنی فلاں مقام پر رؤساء قریش کے ہمراہ آپ

سے ملنا چاہتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لے گئے اور وہ چودھویں شب تھی حبیب یمنی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی۔ حبیب یمنی نے کہا: اگر آپ نبی ہیں تو نبوت کی صداقت پر بطور دلیل معجزہ کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو معجزہ تم چاہتے ہو میں وہ بتلانے تیار ہوں۔ حبیب نے کہا: میں دو معجزے دیکھنا چاہتا ہوں۔

(۱) پہلا یہ کہ آپ چاند کے دو ٹکڑے کردیں اور (۲) دوسرا آپ خود بتادیں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم تمام سرداران قریش کے ساتھ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور اپنی انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا فوراً چاند دو ٹکڑے ہوگیا یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بچشم خود دیکھ لیا پھر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو چاند کے دو ٹکڑے آپس میں مل گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم جن پر اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے احوالِ قلوب عیاں کردیا ہے، ارشاد فرمایا: اے حبیب یمنی! تمہاری ایک لڑکی اندھی، بہری اور لنگڑی ہے، تم چاہتے ہو کہ وہ شفایاب ہوجائے۔

جاؤ! تمہاری لڑکی صحت یاب ہوگئی ہے یہ سننا ہی تھا کہ حبیب یمنی کلمۂ شہادت پڑھ کر دولت ایمان سے مالا مال ہوگئے۔ پھر جب وہ اپنے گھر پہنچے تو دیکھا وہی لڑکی جو اپاہج تھی دروازہ کھول رہی ہے، دریافت کیا، بیٹی! ماجرا کیا ہے؟ کہنے لگی: ابا جان! میں نے خواب میں دیکھا، ایک حسین وجمیل نورانی بزرگ تشریف لائے، مجھے کلمۂ شہادت پڑھا کر مسلمان کئے اور اپنا دست مبارک میرے بدن پر پھیرا تو میں اسی وقت شفایاب ہوگئی۔ (شرح قصیدہ بردہ از علامہ خرپوتی علیہ الرحمہ)

اس سے معلوم ہوا کہ کفار نے بہ ظاہر تو معجزہ دیکھا اور نبی کریم ﷺ سے کلام حق سنا بھی لیکن حقیقت میں وہ بہرے اور نابینا رہے۔

| |
|---|
| اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ |
| مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ |
| یا پھر ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہے جس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک (بھی) ہے تو وہ |
| کڑک کے باعث موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں، اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ |

## کڑک کے خوف سے منافقین کا کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کا بیان

"اَوْ" مَثَلهمْ "كَصَيِّبٍ" اَىْ كَاَصْحَابِ مَطَر وَاَصْله صَيْوِب مِنْ صَابَ يَصُوْب اَىْ يَنْزِل "مِنَ السَّمَاء" السَّحَاب "فِيْهِ" اَىْ السَّحَاب "ظُلُمَات" مُتَكَاثِفَة "وَرَعْد" هُوَ الْمَلَك الْمُوَكَّل بِهِ وَقِيلَ صَوْته "وَبَرْق" لَمَعَان صَوْته الَّذِىْ يَزْجُرهُ بِهِ "يَجْعَلُوْنَ" اَىْ اَصْحَاب الصَّيِّب "اَصَابِعهمْ" اَىْ اَنَامِلهَا "فِىْ

اٰذَانِهِمْ مِنْ "اَجْلِ "الصَّوَاعِقِ" شِدَّةِ صَوْتِ الرَّعْدِ لِئَلَّا يَسْمَعُوهَا "حَذَرَ" خَوْفَ "الْمَوْتِ" مِنْ سَمَاعِهَا . كَذٰلِكَ هٰؤُلَاءِ : اِذَا نَزَلَ الْقُرْاٰنُ وَفِيْهِ ذِكْرُ الْكُفْرِ الْمُشَبَّهِ بِالظُّلُمَاتِ وَالْوَعِيْدِ عَلَيْهِ الْمُشَبَّهِ بِالرَّعْدِ وَالْحُجَجِ الْبَيِّنَةِ الْمُشَبَّهَةِ بِالْبَرْقِ يَسُدُّوْنَ اٰذَانَهُمْ لِئَلَّا يَسْمَعُوْهُ فَيَمِيْلُوْا اِلَى الْاِيْمَانِ وَتَرْكِ دِيْنِهِمْ وَهُوَ عِنْدَهُمْ مَوْتٌ "وَاللّٰهُ مُحِيْطٌ بِالْكَافِرِيْنَ" عِلْمًا وَّقُدْرَةً فَلَا يَفُوْتُوْنَهُ.

## ترجمہ

یا پھر ان کی مثال اس بارش کی سی ہے یعنی بارش والوں کی طرح اور صیب اصل صیوب ہے جو صاب یصوب سے ہے یعنی جو ینزل کے معنی میں ہے جو آسمان سے برس رہی ہے جس میں اندھیریاں یعنی سخت اندھیرے ہیں اور گرج یعنی وہ فرشتہ جو اس کام پر متعین کیا ہے یا بھی کہا گیا ہے کہ اس کی فرشتے کی آواز ہے۔ اور بجلی وہ آواز جس سے وہ بادلوں کو زجر و توبیخ کرتا ہے تو وہ بناتے ہیں یعنی بارش والے اپنی انگلیاں یعنی ان کے پوروں کو اپنے کانوں میں کڑک کے باعث جس کی آواز بہت سخت ہے کہ اس کو سنن بھی سن سکیں، اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے جب قرآن کو نازل کیا گیا اور اس میں کفر کو تاریکوں کے مشابہ ذکر کیا گیا اور وعید مشبہ بہ رعد پر ہے۔ اور مشبہ بہ برق کے دلائل ہیں۔ وہ اپنے کانوں کو بند کر لیتے ہیں کہ وہ کچھ نہ سن سکیں۔ کہ کہیں وہ ایمان کی جانب مائل نہ ہو جائیں۔ اور انہوں نے دین کو چھوڑ دیا یعنی ان کی موت کے وقت اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی علم اور قدرت سے احاطہ کیے ہوئے ہے جس سے یہ بچ نہیں سکیں گے۔

## منافقین کی حالت اور سورہ بقرہ آیت ۱۹ کے شان نزول کا بیان

امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ منافقوں میں سے دو آدمی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے مشرکین کی طرف بھاگے، راہ میں یہی بارش آئی جس کا آیت میں ذکر ہے اس میں شدت کی گرج کڑک اور چمک تھی، جب گرج ہوتی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں یہ کانوں کو پھاڑ کر مار نہ ڈالے، جب چمک ہوتی چلنے لگتے، جب اندھیری ہوتی اندھے رہ جاتے، آپس میں کہنے لگے اللہ خیر سے صبح کرے تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس میں دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔ ان کے حال کو اللہ تعالیٰ نے منافقین کے لئے مثل (کہاوت) بنایا جو مجلس شریف میں حاضر ہوتے تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں حضور کا کلام ان میں اثر نہ کر جائے جس سے مر ہی جائیں اور جب ان کے مال و اولاد زیادہ ہوتے اور فتوح و غنیمت ملتی تو بجلی کی چمک والوں کی طرح چلتے اور کہتے کہ اب تو دین محمدی سچا ہے اور جب مال و اولاد ہلاک ہوتے اور کوئی بلا آتی تو بارش کی اندھیریوں میں ٹھٹک رہنے والوں کی طرح کہتے کہ یہ مصیبتیں اسی دین کی وجہ سے ہیں اور اسلام سے پلٹ جاتے۔ (لباب نقول، از امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جیسے اندھیری رات میں کالی گھٹا چھائی ہو اور بجلی کی گرج و چمک جنگل میں مسافر کو حیران کرتی ہو اور وہ کڑک کی وحشت ناک آواز سے باندیشہ ہلاک کانوں میں انگلیاں ٹھونستا ہو، ایسے ہی

کفار قرآن پاک کے سننے سے کان بند کرتے ہیں اور انہیں یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اس کے دلنشین مضامین اسلام و ایمان کی طرف مائل کر کے باپ دادا کا کفری دین ترک نہ کرادیں جوان کے نزدیک موت کے برابر ہے۔ (خزائن العرفان)

| |
|---|
| یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ |
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ |
| بجلی یوں معلوم ہوتی ہے کہ ان کی نگاہیں اچک لے جائے گی جب کچھ چمک ہوئی اس میں چلنے لگے اور جب اندھیرا |
| ہوا کھڑے رہ گئے اور اللہ چاہتا تو ان کے کان اور آنکھیں لے جاتا بیشک اللہ ہر چاہت پر قادر ہے۔ |

## منافقین کا حق کے ساتھ چلنے یا نہ چلنے کا بیان

"یَكَاد" یَقْرَب "الْبَرْق یَخْطَف اَبْصَارهمْ" یَاْخُذهَا بِسُرْعَةٍ "كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيْهِ" اَیْ فِیْ ضَوْئِه "وَاِذَا اَظْلَم عَلَیْهِمْ قَامُوا" وَقَفُوْا تَمْثِیل لِاِزْعَاجِ مَا فِی الْقُرْاٰن مِنَ الْحُجَج قُلُوْبهمْ وَتَصْدِیْقهمْ لِمَا سَمِعُوا فِیْهِ مِمَّا یُحِبُّوْنَ وَوُقُوفهمْ عَمَّا یَكْرَهُوْنَ . "وَلَوْ شَاءَ اللّٰه لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ" بِمَعْنٰی اَسْمَاعهمْ "وَاَبْصَارهمْ" الظَّاهِرَة كَمَا ذَهَبَ بِالْبَاطِنَةِ "اِنَّ اللّٰه عَلٰی كُلّ شَیْء" شَاءَهُ "قَدِیر" وَمِنْهُ اِذْهَاب مَا ذُكِر،

یکاد یعنی قریب ہے کہ بجلی ابھی ان کی آنکھوں کو اچک لے جائے گی وہ جلدی کے ساتھ اس کو سلب کر لے گی۔ جب کچھ چمک ہوئی اس میں یعنی اس کی روشنی میں چلنے لگے اور جب اندھیرا ہوا کھڑے رہ گئے یعنی رک گئے یہ قرآن میں بیان کردہ دلائل کی وجہ ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے اور یہ تصدیق ہے اس چیز کی جس کو وہ پسند کرتے ہیں اور ان کو رکنا جس چیز کو وہ ناپسند کرتے ہیں اور اللہ چاہتا تو ان کے کان یعنی جو کچھ ان سے سنتے ہیں اور آنکھیں یعنی جس طرح باطن ہیں، ان کو لے جاتا بیشک اللہ ہر شئی یعنی جس کو چاہے، قادر یعنی مذکورہ چیزوں کو لے جانے پر قدرت رکھتا ہے۔

## دلائل شرعیہ منافق کیلئے کس طرح ہوتے ہیں

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جیسے بجلی کی چمک، معلوم ہوتا ہے کہ بینائی کو زائل کر دے گی ایسے ہی دلائل باہرہ کے انوار ان کی بصر و بصیرت کو خیرہ کرتے ہیں جس طرح اندھیری رات اور ابر و بارش کی تاریکیوں میں مسافر مُتحیّر ہوتا ہے، جب بجلی چمکتی ہے تو کچھ چل لیتا ہے جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑا رہ جاتا ہے اسی طرح اسلام کے غلبہ اور معجزات کی روشنی اور آرام کے وقت منافق اسلام کی طرف راغب ہوتے ہیں اور جب کوئی مشقت پیش آتی ہے تو کفر کی تاریکی میں کھڑے رہ جاتے ہیں اور اسلام سے ہٹنے لگتے ہیں، اسی مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح ارشاد فرمایا (وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ 48)-24النور:48)۔(خازن صاوی وغیرہ)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مشیت اسباب کی محتاج نہیں، وہ بے سبب جو چاہے کرسکتا ہے۔شئی اسی کو کہتے ہیں جسے اللہ چاہے اور جو تحتِ مشیت آ سکے، تمام ممکنات شئی میں داخل ہیں اس لئے وہ تحتِ قدرت ہیں اور جو ممکن نہیں واجب یا ممتنع ہے اس سے قدرت و ارادہ متعلق نہیں ہوتا جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات واجب ہیں اس لئے مقدور نہیں۔ باری تعالیٰ کے لئے جھوٹ اور تمام عیوب محال ہیں اسی لئے قدرت کوان سے کچھ واسطہ نہیں۔(تفسیر خزائن العرفان بقرہ)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ٥ |
| اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ |

## عبادت کا مقصد پرہیز گاری ہونے کا بیان

"یٰٓاَیُّھَا النَّاس" اَیْ اَھْل مَکَّة "اُعْبُدُوا" وَحِّدُوْا "رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ" اَنْشَاَکُمْ وَلَمْ تَکُوْنُوْا شَیْئًا " وَ " خَلَقَ "الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" بِعِبَادَتِهِ عِقَابه وَلَعَلَّ : فِی الْاَصْل لِلتَّرَجِّی وَفِیْ کَلَامه تَعَالٰی لِلتَّحْقِیق .

اے لوگو! یعنی اہل مکہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید بیان کرو جس نے تم کو یعنی پہلی مرتبہ جب کوئی چیز نہ تھی پیدا کیا اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔یعنی اس کی عبادت کے سبب اس کے عذاب سے بچو، لعل اصل میں ترجی کیلئے آتا ہے لیکن اس کلام باری میں یہ تحقیق کیلئے ہے۔

## عبادت کے مفہوم کا بیان

عبادت وہ غایت تعظیم ہے جو بندہ اپنی عبدیت اور معبود کی اُلوہیت کے اعتقاد واعتراف کے ساتھ بجالائے۔ یہاں عبادت عام ہے اپنے تمام انواع واقسام واصول وفروع کو شامل ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی عبادت واحکام پر عمل برحق ہونے کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو، قریب تھا کہ وہ اس میں غفلت کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو پروردگار عالم کا حکم تھا کہ ان پانچ چیزوں پر خود کاربند ہو کر دوسروں کو بھی حکم دو۔لہٰذا یا تو آپ کہہ دیجئے یا میں پہنچا دوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ سبقت لے گئے تو کہیں مجھے عذاب نہ دیا جائے یا زمین میں دھنسا نہ دیا جاؤں پس یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا، جب مسجد بھر گئی تو آپ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ

تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کر کے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم کیا ہے کہ خود بھی عمل کریں تم سے بھی ان پر عمل کراؤں۔ایک یہ کہ اللہ ایک کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خاص اپنے مال سے کسی غلام کو خریدے اور غلام کام کاج کرے لیکن جو کچھ حاصل ہوا ہے اسے کسی اور کو دے دے کیا۔تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ٹھیک اسی طرح تمہارا پیدا کرنے والا، تمہیں روزی دینے والا، تمہارا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

دوسری یہ کہ نماز کو ادا کرو اللہ تعالیٰ کی نگاہ بندے کی طرف ہوتی ہے۔جب تک کہ وہ نماز میں ادھر ادھر منہ پھیرے جب تم نماز میں ہو تو خبردار ادھر ادھر التفات نہ کرنا۔تیسرا حکم یہ ہے کہ روزے رکھا کرو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مشک کی تھیلی بھری ہوئی ہو جس سے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغ معطر رہیں۔یادرکھو روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

چوتھا حکم یہ ہے کہ صدقہ دیتے رہا کرو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دشمنوں نے قید کر لیا اور گردن کے ساتھ اس کے ساتھ باندھ دیئے گردن مارنے کے لئے لے جانے لگے تو وہ کہنے لگا کہ تم مجھ سے فدیہ لے اور مجھے چھوڑ دو چنانچہ جو کچھ تھا کم زیادہ دے کر اپنی جان چھڑالی۔

پانچواں اس کا حکم یہ ہے کہ بہ کثرت اس کے نام کا ذکر کیا کرو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی کے ساتھ دشمن دوڑتا آتا ہے اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں گھس جاتا ہے اور وہاں امن وامان پالیتا ہے اسی طرح بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت شیطان سے بچا ہوا ہوتا ہے یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب میں بھی تمہیں پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں، جن کا حکم جناب باری نے مجھے دیا ہے مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکم وقت کے احکام سننا۔اور جاننا ہجرت کرنا اور جہاد کرنا جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکل جائے گویا وہ اسلام کے پٹے کو اپنے گلے سے اتار پھینکے گا ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کر لے جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو فرمایا اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزے بھی رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

مسلمانوں کو ان کے ان ناموں کے ساتھ پکارتے رہو جو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے رکھے ہیں مسلمین مومنین اور عباد اللہ یہ حدیث حسن ہے۔(مسند احمد بن حنبل، بیروت)

اس آیت میں بھی یہی بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی تمہیں روزی دیتا ہے پس عبادت بھی اسی کی کرو۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادت میں توحید باری تعالیٰ کا پورا خیال رکھنا چاہیے کسی اور کی عبادت نہ کرنی چاہئے ہر ایک عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ |
| بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ |
| وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو عمارت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل نکالے |
| تمہارے کھانے کیلئے۔ لہٰذا اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق سے دلیل توحید کا بیان

"اَلَّذِیْ جَعَلَ " خَلَقَ "لَکُمُ الْاَرْض فِرَاشًا " حَال بِسَاطًا یُفْتَرَش لَا غَایَة فِی الصَّلَابَة اَوْ اللُّیُونَة فَلَا یُمْکِن الِاسْتِقْرَار عَلَیْهَا "وَالسَّمَاء بِنَاء " سَقْفًا "وَاَنْزَلَ مِنْ السَّمَاء مَاء فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنْ " اَنْوَاع "الثَّمَرَات رِزْقًا لَّکُمْ " "فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا " شُرَکَاء فِی الْعِبَادَة "وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ " اَنَّهُ الْخَالِق وَلَا تَخْلُقُوْنَ وَلَا یَکُوْن اِلٰهًا اِلَّا مَنْ یَّخْلُق .

وہ ذات جس نے بنایا یعنی پیدا کیا تمہارے لئے زمین کو بچھونا یعنی فراشا بچھونا یہ یفترش سے حال ہے۔ کہ ایسا بچھونا جو نہ زیادہ سخت اور نہ ہی زیادہ نرم کہ جس پر بیٹھنا ممکن نہ ہو۔ اور آسمان کو عمارت بنایا یعنی چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتارا تو اس سے کچھ پھل مختلف اقسام کے نکالے تمہارے کھانے کیلئے۔ لہٰذا اللہ کے لئے برابر والے یعنی عبادت میں شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور تم جانتے ہو کہ وہ خالق ہے جبکہ دوسرے شرکاء کوئی تخلیق نہیں کر سکتے اور معبود وہی ہوتا ہے جو خالق ہو۔

## من کے بیانیہ یا تبعیضیہ ہونے کا بیان

بعض اہل لغت کے نزدیک جعل" کا معنی "صیبر تبدیل کیا ہوسکتا ہے اور" خلق، خلق کیا بھی ہوسکتا ہے۔ فراشاً" کا معنی وسیع بستر ہے اسکا زمین پر اطلاق تشبیہ کے طور پر ہے یعنی مراد یہ ہے۔ جعل الارض کالفراش ۔

بناء" کا لفظ عرب لغت میں عمارت، خیمہ وغیرہ کا معنی رکھتا ہے۔ آسمان کو بناء کہنا تشبیہ کے طور پر ہے یعنی مفہوم یہ ہوگا۔ جعل لکم السماء کالبناء ۔

ثمرات کا مفرد "ثمرۃ" ہے جو درختوں کے پھلوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ من الثمرات "میں "من" کا معنی بعض ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں "من الثمرات '، "اخرج" کے لئے مفعول ہوگا یعنی "فاخرج بہ بعض الثمرات لیکون رزقاً لکم "، "من" بیانیہ بھی ہوسکتا ہے پس اس صورت میں "اخرج" کا مفعول "رزقاً" ہوگا یعنی: اخرج بہ رزقاً لکم وھی الثمرات ۔

## پانی کے اصل ہونے کا لطیفہ

یہاں پر ایک لطیفہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موتی پیدا کیا پھر اس پر نگاہ ڈالی تو پانی بن گیا۔ پھر اسے کثیف کیا تو مٹی بن گئی۔ پھر

اسے ہلکا کیا تو ہوا بن گئی۔ پھر اور ہلکا کیا تو آگ بن گئی۔ لہٰذا پانی اصل ہے۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ج۱، ص۱۹۵، بیروت)

## وجود باری تعالیٰ پر دلائل ائمہ اربعہ کا بیان

اللہ کے وجود کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ چھوڑو میں کسی اور سوچ میں ہوں۔ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بہت بڑی کشتی جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں نہ کوئی اس کا نگہبان ہے نہ چلانے والا ہے باوجود اس کے وہ برابر آ جا رہی ہے اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے ٹھہرنے کی جگہ پر ٹھہر جاتی ہے چلنے کی جگہ چلتی رہتی ہے نہ اس کا کوئی ملاح ہے نہ منتظم۔ سوال کرنے والے دہریوں نے کہا آپ کس سوچ میں پڑ گئے کوئی عقلمند ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ اتنی بڑی کشتی اتنے بڑے نظام کے ساتھ تلاطم والے سمندر میں آئے جائے اور کوئی اس کا چلانے والا نہ ہو آپ نے فرمایا افسوس تمہاری عقلوں پر ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے لیکن یہ ساری دنیا آسمان و زمین کی سب چیزیں ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں اور ان کا مالک حاکم خالق کوئی نہ ہو؟ یہ جواب سن کر وہ لوگ ہکابکا ہو گئے اور حق معلوم کر کے مسلمان ہو گئے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون رشید نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا زبانوں کا مختلف ہونا، آوازوں کا جداگانہ ہونا، نغموں کا الگ ہونا، ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ توت کے پتے ایک ہی ہیں ایک ہی ذائقہ کے ہیں کیڑے اور شہد کی مکھی اور گائیں بکریاں ہرن وغیرہ سب اس کو چباتے کھاتے اور چرتے چگتے ہیں اسی کو کھا کر ریشم کا کیڑا ریشم تیار کرتا ہے مکھی شہد بناتی ہے، ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے اور گائیں بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں۔ کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ ایک پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ اور اسی کو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ مانتے ہیں وہی موجد اور صانع ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا۔ سنو یہاں ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے بلکہ سوراخ تک نہیں باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا خوبصورت شکل اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ بتاؤ اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں پروردگار خالق یکتا جاندار بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے اللہ کے وجود پر اور اس کی توحید پر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (اس خاص) بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا، اپنے سب حمایت کرنے والوں کو بلا لو، اگر تم سچے ہو۔

## قرآن میں شک کرنے والوں کیلئے چیلنج کا بیان

"وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ" شَكٍّ "مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا" مُحَمَّدٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ اَنَّهُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ "فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ" اَيِ الْمُنَزَّلِ وَمِنْ لِلْبَيَانِ اَيْ هِيَ مِثْلُهٗ فِي الْبَلَاغَةِ وَحُسْنِ النَّظْمِ وَالْاِخْبَارِ عَنِ الْغَيْبِ. وَالسُّوْرَةُ قِطْعَةٌ لَهَا اَوَّلٌ وَاٰخِرٌ اَقَلُّهَا ثَلَاثُ اٰيَاتٍ "وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ" اٰلِهَتَكُمُ الَّتِيْ تَعْبُدُوْنَهَا "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَيْ غَيْرِهٖ لِتُعِيْنَكُمْ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّ مُحَمَّدًا قَالَهٗ مِنْ عِنْدِ نَفْسِهٖ فَافْعَلُوْا ذٰلِكَ فَاِنَّكُمْ عَرَبِيُّوْنَ فُصَحَاءُ مِثْلُهٗ وَلَمَّا عَجَزُوْا عَنْ ذٰلِكَ قَالَ تَعَالٰى:

اور اگر تمہیں کچھ ریب یعنی شک میں ہو ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا یعنی محمد ﷺ پر جو قرآن اتارا بے شک وہ اللہ کی جانب سے ہے تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ یعنی جو منزل کی طرح ہو اور یہاں من بیانیہ ہے یعنی اخبار غیب، حسن نظم اور بلاغت میں اس کی مثل ہو، اور سورت وہ ہوتی ہے جس کا اول و آخر ہو کم از کم تین آیات ہوں۔ اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو یعنی وہ معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو، اللہ کے سوا یعنی اس کے سوا جو تمہاری مدد کر سکیں، اگر تم سچے ہو۔ اس بات میں کہ جو نبی کریم ﷺ نے کہا وہ ان کی اپنی طرف سے ہے۔ تو تم بھی اسی طرح کر کے دیکھاؤ پس تم فصحاء عرب ہو لہٰذا اس کی مثل لاؤ پس جب وہ اس سے عاجز آ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

## شک کرنے والوں سے طلب دلیل کا بیان

شہید کی جمع شهداء ہے جسکا معنی "گواہ" ہے البتہ مطلع اور آگاہ افراد کے لئے بھی بولا جاتا ہے "ادعوا" کا مصدر "دعا" ہے اسکا معنی ہے بلانا اور دعوت دینا۔ اس جملہ "وادعوا شهداء كم" کا معنی یہ ہو سکتا ہے۔ شاہدوں کو دعوت دو تا کہ جو چیز تم لائے ہو اور اس کو قرآن کی مثال قرار دیتے ہو اس پر گواہی اور اپنی رائے دیں۔ اس مفہوم کی بنا پر "شہداء" سے مراد گواہ ہیں جبکہ یہ معنی بھی مراد ہو سکتا ہے: اپنے شاہدوں کو دعوت دو تا کہ قرآن کی مثل لانے میں تمہاری مدد کریں اس صورت میں "شہداء" کا معنی مطلع اور آگاہ افراد ہوگا۔

کہا گیا ہے کہ "من دون الله" (اللہ کے علاوہ) "شهداء كم" کے عموم اور اطلاق کی تاکید کے لئے بیان ہوا ہے یعنی یہ کہ جس کسی کو بھی جو بھی علم، فن یا دانش رکھتا ہو اس سے مدد لو تو پھر بھی قرآن کی مثل نہیں لا سکتے ہو۔ قرآن کی مثل لانا فقط اللہ تعالیٰ کے

لئے ممکن ہے۔

"ان کنتم فی ریب" کے قرینے سے "صادقین" کا متعلق مشرکوں کا قرآن کریم کے آسمانی ہونے کے بارے میں شک و تردید ہے۔ گویا مفہوم یوں ہے: ان کنتم صادقین فی انکم مرتابون، اگر اپنے شک وتردید کے اظہار میں سچے ہوتو یوں کرو۔ یہ معنی اس بات کی طرف کنایہ ہے کہ وہ لوگ اپنے شک وتردید کے اظہار میں جھوٹے ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳ کے شان نزول کا بیان

کفار ومشرکین اور اسی طرح دیگر قبائل میں یہ خبر پھیلانے کی کوشش کی گئی اور کفار نے ہر خاص وعام کیلئے زبان زد کرنے کیلئے مشہور کر دیا کہ محمد ﷺ کو کلام فرماتے ہیں یہ جادو کا کلام ہے یا وحی نہیں بلکہ ان کا اپنا بنایا ہوا ہے تو ان کے جواب میں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ کسی مخلوق کا کلام ہے تو تم ایسا کلام بنا کر لاؤ۔

## فصحاء عرب کا مثل قرآن لانے سے عجز کا بیان

اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ انبیاء کو ایسی چیز بطور معجزہ دی جاتی ہے۔ جس کی اس زمانہ میں دھوم مچی ہوئی ہو۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ساحری اپنی انتہائی بلندی پر پہنچی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو ایسے معجزات عطا کئے جن کے آگے فرعون کے بڑے بڑے جادوگروں کو سربسجود ہونے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب اپنی انتہائی بلندیوں کو پہنچی ہوئی تھی۔ بقراط، ارسطالیس، لقمان اور جالینوس جیسے حکماء کا ڈنکا بجتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے معجزات عطا کئے جو ان حکماء کی دسترس سے ماوراء تھے۔ بھلا کون سا حکیم مردوں کو زندہ کر سکتا تھا۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عربی زبان کی فصاحت وبلاغت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے شعراء مین باہمی مقابلے ہوتے تھے اور مقابلہ میں بہترین قرار دیئے جانے والے شعراء کا کلام کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ سبع معلقات اسی دور کی یادگار ہے۔ جو آج بھی متداول ہے۔ ایسے ہی شعراء ادباء اور خطباء کو اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا اور فرمایا کہ اپنے سب مددگاروں، جنوں یا انسانوں اور اپنے دیوتاؤں اور معبودوں سب کی مدد لے کر اس قرآن جیسی ایک سورت ہی بنالاؤ۔ لیکن یہ سب لوگ ایسا کلام پیش کرنے میں عاجز ثابت ہوئے۔

## قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کے سبب اعجاز کا بیان

لغت ونحو اور عربی ادب کے امام عبدالملک بن قریب بن عبدالملک اصمعی (متوفی 216ھ) کہتے ہیں کہ میں نے ایک دیہاتی بچی کو یہ فصیح وبلیغ اشعار کہتے سنا۔ استغفر اللہ لذنبی کلہ قبلت انسانا بغیر حلہ

مثل الغزال ناعما فی د لہ فانتصف اللیل ولم اصلہ

میں نے کہا: اللہ تجھے مارے! تو کس قدر فصیح ہے۔ اس نے جواب دیا: اویعد ھذا فصاحۃ مع قولہ تعالی یعنی کیا اس

فرمانِ باری تعالیٰ کے سامنے میری اس بات کو فصیح کہا جاسکتا ہے؟=) وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۚ فَاِذَا خِفۡتِ عَلَیۡہِ فَاَلۡقِیۡہِ فِی الۡیَمِّ وَ لَا تَخَافِیۡ وَ لَا تَحۡزَنِیۡ ۚ اِنَّا رَآدُّوۡہُ اِلَیۡکِ وَ جَاعِلُوۡہُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ O(پ20، القصص:)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بیشک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔(=میری یہ بات اس کے سامنے ہرگز فصیح نہیں کیونکہ اس ایک آیت میں دو امر، دو نہی، دو خبریں اور دو بشارتیں ہیں۔(النکت والعیون، ج،ص265، تفسیر قرطبی)

## فصحاء عرب کی عقلیں سمندر حیرت میں گم ہوئیں

قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی جو وجوہات ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ اور سب پر مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے دورِ جاہلیت میں اہل عرب کو فصاحت و بلاغت میں جو مقام حاصل تھا وہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا اہم مواقع پر وہ اپنے اس فن کے عجائبات بدیہی طور ظاہر کیا کرتے تھے مجالس میں فی البدیہہ خطبے پڑھ دیا کرتے تھے کھڑے کھڑے تین تین سو اشعار سنا دیا کرتے تمہید انِ جنگ میں جب گھمسان کا رن پڑتا تو سیف وسنان کی ضربوں کے درمیان رجز پڑھا کرتے تھے اس فن سے وہ بزدل کو دلیر، بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے جسے چاہتے تعریف کر کے شریف اور ہجو کر کے گھٹیا بنا دیتے بغض و کینہ دور کر کے بیگانے کو اپنا بنا لیتے انہیں یقین تھا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسوار ہم ہی ہیں اور انہیں گھمنڈ تھا کہ کوئی کلام ہمارے کلام پر سبقت نہیں لے جاسکتا کلام کے اس کمال کے باوجود ان کی ذاتی و معاشرتی حالت نہایت ہی دگرگوں ی ہوئی تھی عقائد و اعمال دونوں میں افراط و تفریط کا شکار تھے۔ کفر و شرک اور بدعملی و بداطواری انتہا کو پہنچی ہوئی تھی الغرض دن رات بدکاری، شراب خوری، جوئے بازی اور قتل و غارتگری میں مشغول رہتے تھے۔

ایسے حالات میں ضرورت تھی کہ زمین کے اس مرکز میں خدائے وحدہ لاشریک کی طرف سے کوئی کامل و روحانی طبیب مبعوث ہو چنانچہ، رب العالمین جل جلالہ نے ان کی طرف ایک کامل و اکمل ہستی کو بھیج دیا جو ایک کامل کتاب ساتھ لے کر آئی جس میں قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم کے سارے امراض کا نسخہ کیمیاء درج تھا امی لقب پانے والی اس کامل ہستی نے اپنی نبوت کے ثبوت میں جو کتاب اہل مکہ کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی اور اسی فن (فصاحت و بلاغت) میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ پوری دنیا کو چیلنج کرتے تھے اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ ان لوگوں میں انتہائی فصیح و بلیغ خطباء اور ذہین و فطین شعرا موجود تھے مگر جب بطورِ معارضہ ان کے سامنے قرآن کریم پیش کیا گیا تو ان کی عقلیں حیرت کے سمندر میں غرق ہو گئیں قرآن کریم نے واشگاف لفظوں میں فرمایا۔

قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ عَلٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا یَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِہٖ وَ لَوۡ کَانَ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ ظَہِیۡرًا O(پ15، بنی اسرائیل:(88)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ اس قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا

مثل نہ لاسکیں گے اگر چہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔

پھر لگام کو تھوڑا ڈھیلا کر کے فرمایا: قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ O (پ12، ھود:13)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلا لو اگر سچے ہو۔ پھر حجت کو پورا کرنے کے لئے دس کے بجائے ایک ہی سورت بنا کر لانے کا چیلنج کیا: ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بُلا لاؤ اگر تم سچے ہو۔

اور یوں وہ خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مسلسل دس برس کفار و مشرکین کو چیلنج کرتے رہے پھر جب مدینے میں رونق افروز ہوئے تو وہاں بھی دس سال: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (پ، البقرۃ:23) سے تحدی و معارضہ کرتے رہے اور ساتھ ہی ساتھ: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ (پ، البقرۃ:24) سے انہیں چونکاتے، برانگیختہ کرتے اور ڈراتے رہے غور فرمایئے! جس وقت عرب میں فصاحت و بلاغت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی اس زمانے میں فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضہ سے عاجز آ گئے تو بعد والوں اور غیر عرب کا عاجز و بے بس ہونا خود ہی ثابت ہو گیا اور یہ رسالت مصطفیٰ کی ایسی ساطع و قاطع دلیل ہے کہ آج 14 سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا مگر کوئی اس چیلنج کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور نہ ہی قیامت تک کوئی اس پر قادر ہو گا۔

اگر ہم کسی انسان کے فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے ان کی فصاحت و بلاغت میں فرق ضرور نظر آئے گا جیسے اہل عرب کے جن شعراء اور خطباء کی فصاحت و بلاغت میں مثالیں دی جاتی ہیں ان میں سے کوئی تعریف و مدح بہت بڑھ چڑھ کر ہے تو ہجو میں معمول سے زیادہ گرا ہوا اور کوئی اس کے برعکس ہے کوئی مرثیہ گوئی میں فوقیت رکھتا ہے تو غزل میں بھدا ہے اور کوئی اس کے برعکس ہے اور یوں ہی کوئی رجز میں اچھا ہے تو قصیدے میں خراب اور کوئی اس کے برعکس اس تمام کے برعکس قرآن کریم پر غور فرمایئے! اس میں وجوہ خطاب بھی مختلف ہیں: کہیں قصص و مواعظ ہیں کہیں حلال و حرام کا ذکر کہیں اعذار و انذار تو کہیں وعدہ و وعید کہیں تخویف و تبشیر تو کہیں اخلاق حسنہ کا بیان ہے مگر یہ کتاب ہر فن میں فصاحت و بلاغت کے اس اعلیٰ درجے پر فائز ہے جو بشری طاقت سے باہر ہے یوں تو قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے سلسلے میں بے شمار واقعات و روایات ہیں، سر دست صرف دو کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں۔

درس نظامی کے نصاب میں داخل مشہور کتاب سبع معلقات کے فصیح و بلیغ شعراء میں سے ایک حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور قبول اسلام کے بعد 60 سال زندہ رہے نیز اسلام لانے کے بعد انہوں نے صرف یہی ایک شعر کہا:

ماعاتب المرء الكريم كنفسه
والمرء يصلحه القرين الصالح

ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اپنے اشعار میں سے مجھے بھی کچھ سناؤ۔ تو انہوں عرض کی: ما کنت لاقول شعرا بعد ان علمی اللہ تعالی البقرۃ وال عمران یعنی جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرۃ اور سورہ ال عمران سکھادی ہے میں کوئی شعر نہیں کہتا۔ (اسد الغابۃ، ج، ص(540)

دور تابعین سے تعلق رکھنے والے فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزا بن المقفع کے متعلق منقول ہے کہ اس نے قرآن کریم کا معارضہ کرنا چاہا تو ایک کلام نظم کیا، اسے مفصل بنایا اور اس کا نام سورتیں رکھا۔ ایک دن وہ کسی مدرسے کے پاس گزرا تو اس نے کسی بچے کو قرآن کریم کی یہ آیت طیبہ پڑھتے ہوئے سنا:

وَقِيلَ يٰأَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيٰسَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ۝ (پ 12 ھود)

ترجمہ کنزالایمان: اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

یہ سن کر وہ واپس لوٹا اور گھر آ کر جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈیا اور کہا کہ اشھد ان ہذا لا یعارض ابدا و ماھو من کلام البشر یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کتاب کا معارضہ کبھی نہیں ہوسکتا اور یہ انسان کا کلام نہیں۔ (تفسیر الماوردی، ج، ص 31، المواھب اللدنیۃ مع شرحہ الزرقانی، ج، ص) یا اس نے یہ کہا: ھذا کلام لا یستطیع احد من البشر ان یاتی بمثلہ یعنی یہ ایسا کلام ہے کہ کوئی بشر اس جیسا کلام نہیں کرسکتا۔ (تفسیر البحر المحیط، ج، ص(229)

اپنی گفتگو تفسیر مظہری کے مقدمہ سے اس اقتباس پر ختم کرتا ہوں: بھلا وہ کلام جو اپنے الفاظ و معانی فصاحت و بلاغت عذوبت وحلاوت، جامعیت و آفاقیت اور اثر انگیزی و سحر طرازی میں اس عظمت و شان کا حامل ہو کہ ہر دور کے منکرین کو یہ چیلنج دے رہا ہو: تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی اور بلالو اپنے حمائتیوں کو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔

تو پھر کون ہے؟ جو اس کے حقیقی کمالات و اوصاف بیان کر سکے۔۔ ذرا غور تو کیجئے کون ہے؟ جو اس عظیم کلام سے وابستہ ہو اور دو جہاں میں سرخرو نہ ہو کون ہے؟ جو عامل قرآن تو ہو مگر خالق کائنات نے اسے اپنے خصوصی انعامات سے نہ نواز ہو کون ہے؟ جس نے اس بحر ذخار میں غواصی کی ہو مگر اس کا دامن لعل و گوہر سے نہ بھرا ہو کون ہے؟ جس کا سینہ مسکن آیات قرآنیہ ہو دل ان کی ضیاء سے ضوفشاں ہو اور ذہن ان میں تدبر کناں ہو مگر وہ تجلیات ربانی کا مرکز نہ ہو اور کتاب الٰہی کے اسرار و رموز اس پر ظاہر نہ ہوں کون ہے؟ جس کا مسیحا قرآن ہو مگر وہ شفایاب نہ ہو کون ہے؟ جس کا ہادی و رہبر قرآن ہو مگر وہ صراط مستقیم پر گامزن نہ ہو کون ہے؟ جس کا شفیع قرآن ہو مگر وہ جنت کی بہاروں کا مستحق نہ بنے کون سا وہ گھر ہے؟ جس میں تلاوت قرآن تو ہو مگر وہ ملائکہ رحمت کی آماجگاہ نہ بنے اور کون سا وہ معاشرہ ہے؟ جس میں دستور قرآن رائج تو ہو مگر وہ امن و آشتی اور سکون و راحت کا گہوارہ نہ ہو بلکہ جس کا تعلق قرآن سے مستحکم ہو جاتا ہے، قرآن کریم میں وہ جملہ اوصاف و کمالات اور فضائل و محاسن موجود ہیں کہ اسے گوہر مقصود حاصل

ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری، التقدیم، ج، ص (21)

| |
|---|
| فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚ |
| اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ○ |
| پس جب تم ایسانہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافروں کے لئے |
| تیار کی گئی ہے۔ |

## دلیل سے عاجز آنے والے کافروں کیلئے وعید جہنم کا بیان

"فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا " مَا ذُكِرَ لِعَجْزِكُمْ "وَلَنْ تَفْعَلُوا " ذٰلِكَ اَبَدًا لِظُهُوْرِ اِعْجَازِه - اعْتِرَاض - "فَاتَّقُوا" بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ كَلَامِ الْبَشَرِ "النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدهَا النَّاس " الْكُفَّار "وَالْحِجَارَة" كَاَصْنَامِهِمْ مِنْهَا يَعْنِيْ اَنَّهَا مُفْرِطَة الْحَرَارَة تَتَقَيَّد بِمَا ذُكِرَ لَا كَنَارِ الدُّنْيَا تَتَّقِد بِالْحَطَبِ وَنَحْوه "اُعِدَّتْ" هُيِّئَتْ "لِلْكَافِرِيْنَ" يُعَذَّبُوْنَ بِهَا جُمْلَة مُسْتَاْنَفَة اَوْ حَال لَازِمَة ،

پس جب تم ایسانہ کرسکو یعنی جو تمہارا عجز ذکر کیا گیا ہے۔ اور ہرگز نہ کرسکو گے یعنی ہمیشہ کیلئے اس اظہار سے عاجز آکر (جملہ معترضہ) تو اللہ پر ایمان لاؤ کیونکہ یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہے پس اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی یعنی کفار اور پتھر جیسے ان کے بت یعنی سخت حرارت کے ساتھ بھڑ کائی جائے گی جس کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ دنیاوی آگ کو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے اس کی مثل نہ ہو گی، جو تیار یعنی بھڑ کائی گئی ہے کافروں کیلئے یعنی اس سے ان کو عذاب دیا جائے گا۔ جملہ مستأنفہ ہے یا حال لازمہ ہے۔

جملہ "فان لم تفعلوا" کا جواب شرط محذوف ہے اور اسکی جگہ جملہ "فاتقوا، اسکا قائم مقام ہے۔ پس اگر تقدیری مفہوم کو نظر میں رکھیں تو معنی یہ ہوگا: فان لم تفعلوا تمت علیکم الحجة و ثبت لدیکم ان القرآن منزل من عند الله فاتقوا .

## جہنم کی آگ کے سیاہ ہو جانے کا بیان

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے یہ آیت "وقودها الناس والحجارة " کی تلاوت فرمائی اور فرمایا آتش جہنم کو ہزار سال روشن رکھا گیا یہاں تک کہ سرخ ہو گئی۔

اور ہزار سال شعلہ ور رکھا گیا یہاں تک کہ سفید ہو گئی اور پھر ہزار سال اس کے شعلے بھڑ کتے رہے یہاں تک کہ یہ آگ سیاہ ہو گئی اب یہ آگ سیاہ و تاریک ہے اور اس کے شعلے کبھی نہیں بجھیں گے۔ (درمنثور، ج ا، ص ۹۰، بیروت)

وقود کے معنی ایندھن کے ہیں جس سے آگ جلائی جائے۔ جیسے لکڑیاں وغیرہ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے آیت (وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا)72۔الجن:15) ظالم لوگ جہنم کی لکڑیاں ہیں اور جگہ فرمایا تم اور تمہارے معبود جو اللہ کے سوا ہیں جہنم کی لکڑیاں ہیں تم سب اس میں وارد ہو گے اگر وہ سچے معبود ہوتے تو وہاں وارد نہ ہوتے دراصل یہ سب کے سب اس میں

ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

اور حجارہ کہتے ہیں پتھر کو یہاں مراد گندھک کے سخت سیاہ اور بڑے بڑے اور بد بودار پتھر ہیں جن کی آگ بہت تیز ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں ان پتھروں کو زمین وآسمان کی پیدائش کے ساتھ ہی آسمان اول پر پیدا کیا گیا ہے۔ (ابن جریر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم)

ابن عباس ابن مسعود اور چند اور صحابہ سے سدی نے نقل کیا ہے کہ جہنم میں یہ سیاہ گندھک کے پتھر بھی ہیں جن کی سخت آگ سے کافروں کو عذاب کیا جائے گا۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں ان پتھروں کی بدبو مردار کی بو سے بھی زیادہ ہے محمد بن علی اور ابن جریج بھی کہتے ہیں کہ مراد گندھک کے بڑے بڑے اور سخت پتھر ہیں۔ بعض نے کہا ہے مراد وہ پتھر جن کی مورتیاں بنائی جاتی ہیں اور پھر ان کی پرستش کی جاتی تھی جیسے اور جگہ ہے آیت (اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ) 21 ۔ الانبیاء : 98) تم اور تمہارے وہ معبود جو اللہ کے سوا ہیں جہنم کی لکڑیاں ہیں قرطبی اور رازی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ گندھک کے پتھر جو کسی شکل میں بھی اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، کبیر وغیرہ)

## دنیاوی آگ کا جہنم کی آگ سے ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ آگ جس کو ابن آدم جلاتا ہے جہنم کی گرمی کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا یہی (دنیا کی آگ) کافی نہیں تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے انہتر حصے گرمی کے جہنم میں گرمی زیادہ ہے ہر حصے میں اتنی ہی گرمی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2665)

| |
|---|
| وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ |
| كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ |
| فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| اور آپ ان کو خوشخبری دیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے، کہ ان کے لئے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری |
| ہیں جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا، (صورت دیکھ کر) کہیں گے، یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں |
| پہلے ملا تھا اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں اور وہ ان میں |
| ہمیشہ رہیں گے۔ |

## ایمان اور نیک اعمال والوں کیلئے جنت کی خوشخبری کا بیان

"وَبَشِّرْ" اَخْبِرْ "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" صَدَّقُوْا بِاللّٰهِ "وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" مِنَ الْفُرُوْض وَالنَّوَافِل "اَنَّ" اَیْ

بِاَنَّ "لَهُمْ جَنَّات" حَدَائِق ذَات اَشْجَار وَمَسَاكِن "تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا" اَىْ تَحْت اَشْجَارِهَا وَقُصُوْرِهَا "الْاَنْهَار" اَىْ الْمِيَاه فِيْهَا وَالنَّهْر الْمَوْضِع الَّذِىْ يَجْرِى فِيْهِ الْمَاء لِاَنَّ الْمَاء يَنْهَرُهُ اَىْ يَحْفِرُهُ وَاِسْنَاد الْجَرْى اِلَيْهِ مَجَاز "كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا" اُطْعِمُوْا مِنْ تِلْكَ الْجَنَّات . "مِنْ ثَمَرَة رِزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِىْ" اَىْ مِثْل مَا "رُزِقْنَا مِنْ قَبْل" اَىْ قَبْله فِى الْجَنَّة لِتَشَابُهِ ثِمَارِهَا بِقَرِيْنَةِ "وَاُتُوْا بِهٖ" اَىْ جِيئُوْا بِالرِّزْقِ "مُتَشَابِهًا" يُشْبِه بَعْضه بَعْضًا لَوْنًا وَيَخْتَلِف طَعْمًا "وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاج" مِنْ الْحُوْر وَغَيْرِهَا "مُطَهَّرَة" مِنْ الْحَيْض وَكُلّ قَذَر "وَهُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ" مَاكِثُوْنَ اَبَدًا لَا يَفْنَوْنَ وَلَا يَخْرُجُوْنَ . وَنَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْيَهُوْد لَمَّا ضَرَبَ اللّٰه الْمَثَل بِالذُّبَابِ فِىْ قَوْله : ( وَاِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَاب شَيْئًا وَّالْعَنْكَبُوْت فِىْ قَوْله : ( كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْت مَا اَرَادَ اللّٰه بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاَشْيَاء ؟ الْخَسِيسَة فَاَنْزَلَ اللّٰه.

اور آپ ﷺ ان کو خوشخبری یعنی خبر دیں جو ایمان لائے یعنی اللہ کی تصدیق کی اور اچھے کام یعنی فرائض ونوافل ادا کیے یعنی کہ ان کے لئے باغات یعنی ایسے باغات جن میں درخت اور سکون کی جگہیں ہیں، جن کے نیچے یعنی ان درختوں اور محلات کے نیچے نہریں جن میں پانی ہے جاری ہیں۔ اور نہر اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی جاری ہوتا ہے کیونکہ پانی نہر کھودتا ہے۔ اور یہاں اسناد جاری یہ مجازی ہے۔ جب انہیں ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا، (صورت دیکھ کر) کہیں گے، یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے ملا تھا یعنی جنت کا پھل مشابہ ہوگا اس قرینے کی وجہ سے ''وَاُتُوْا بِهٖ' یعنی جب لایا جائے گا رزق، متشابہا اور وہ (صورت میں) ملتا جلتا انہیں دیا گیا یعنی ایک دوسرے سے رنگ ملتے ہوں گے اور ذائقہ مختلف ہوگا۔ اور ان کے لئے ان باغوں میں ستھری بیبیاں ہیں یعنی حور وغیرہ سے پاک یعنی حیض اور ہر نجاست سے پاک ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی ہمیشہ ٹھہریں گے وہ فنا نہ ہوں گے اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہود کے قول لَمَّا ضَرَبَ اللّٰه الْمَثَل بِالذُّبَاب کو اس قول ''وَاِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَاب شَيْئًا وَّالْعَنْكَبُوْت '' کو اس قول ''كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْت مَا اَرَادَ اللّٰه بِذِكْرِ هٰذِهِ الْاَشْيَاء'' کے ساتھ رد فرمایا پس اس نے یہ آیت نازل فرمائی، (جو آیت نمبر ۲۶ آرہی ہے)

بہ " کی ضمیر "رزقا" کی طرف لوٹتی ہے اور "متشابہا" کا مطلب ایک جیسا ہونا ہے اور یہ اس ضمیر کے لئے حال واقع ہوا ہے تو مطلب یہ ہوا: بہشت کا رزق مومنین کے پاس لایا جائے گا در آں حالانکہ یہ رزق ایک دوسرے کے مشابہ ہوگا البتہ یہ مفہوم اس بنا پر ہے اگر جملہ ''اتوا بہ'' مستانفہ بیانیہ ہو۔

## خلود کے مفہوم کا بیان

خُلُوْد کے معنی ہمیشگی کے ہیں۔ اہل جنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہیں گے اور خوش رہیں گے اور اہل دوزخ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے اور مبتلائے عذاب رہیں گے۔

حدیث میں ہے جنت اور جہنم میں جانے کے بعد ایک فرشتہ اعلان کرے گا اے جہنمیو! اب موت نہیں ہے اے جنتیو اب موت نہیں ہے۔ جو فریق جس حالت میں ہے اسی حالت میں ہمیشہ رہے گا۔ (صحیح مسلم)

## جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (ایسی ایسی چیزیں) تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) 32۔السجدہ:17) سو کسی نفس کو معلوم نہیں کہ جو نعمتیں ان کے لئے چھپا رکھی ہیں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے بدلہ ہے اس کا جو وہ کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2632)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ جس کے سائے میں چلنے والا سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2636)

## جنت میں اللہ کی خوشی و رضا کے ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جنت والوں سے فرمائے گا اے جنت والو! جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے پھر اللہ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے ہو جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ہم کیوں راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں وہ نعمتیں تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائیں پھر اللہ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی پھر اللہ فرمائے گا میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2640)

## جنت میں چلنے والی ہوا سے اہل جنت کے حسن میں اضافے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک ایسا بازار ہے کہ جس میں جنتی لوگ ہر جمعہ کو آیا کریں گے پھر شمالی ہوا چلائی جائے گی جو کہ وہاں کا گرد و غبار (جو کہ مشک و زعفران کی صورت میں ہوگا) جنتیوں کے چہروں اور ان کے کپڑوں پر اڑا کر ڈال دے گی جس سے جنتیوں کے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو جائے گا پھر جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے اس حال میں کہ ان کے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو چکا ہوگا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے بعد تو تمہارے حسن و جمال میں اور اضافہ ہو گیا ہے وہ کہیں گے اللہ کی قسم ہمارے بعد تمہارے حسن و جمال میں بھی تو اور اضافہ ہو گیا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2646)

## چاند کی طرح چمکتے چہروں والے اہل جنت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں جو گروہ سب سے پہلے داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی اور اس گروہ کے بعد جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے ان کی صورتیں انتہائی چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہوں گی وہ نہ پیشاب کریں گے اور نہ پاخانہ اور نہ تھوکیں گے اور نہ ناک صاف کریں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کا پسینہ مشک ہوگا اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہا ہوگا اور ان کی بیویاں بڑی آنکھوں والی ہوں گی اور ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے اور وہ سب اپنے باپ آدم کی صورت پر ہوں گے اور ان کا قد آسمان میں ساٹھ ہاتھ کا ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2649)

## جنت میں بیماریاں نہ ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آواز دینے والا آواز دے گا (اے جنت والو) کہ تمہارے لئے (یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ) تم صحت مند رہو گے اور کبھی بیمار نہیں ہو گے اور تم زندہ رہو گے تم کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے۔

اور تم آرام میں رہو گے تمہیں کبھی تکلیف نہیں آئے گی تو اللہ عزوجل کا یہی فرمان ہے کہ آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے تم اپنے اعمال کے بدلہ میں اس جنت کے وارث ہوئے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2657)

## اہل جنت کے کھانے پینے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک اہل جنت جنت میں کھائیں پییں گے۔ اور نہ تھوکیں گے اور نہ بول و براز کریں گے۔ اور بلغم سے پاک ہوں گے۔ "صحابہ کرام نے کہا: ان کا کھانا کہاں جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا کھانا محض ایک ڈکار ہوگا اور پسینہ ہوگا جس سے کستوری کی خوشبو آئیگی۔ انہیں تسبیح وتحمید کا الہام کیا جائے گا جیسا کہ تمھیں سانس کا الہام کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بے شک اہل جنت میں سے ایک شخص جنت کے مشروبات میں سے کچھ پینا چاہیگا تو ایک جگ خود بخود اس کے ہاتھ میں آجائے گا۔ جب وہ پی لیگا تو پھر وہ خود اپنی جگہ پر واپس لوٹ جائے گا۔ (رواہ ابن أبی الدنیا)

اسی طرح وہ کہتے ہیں: "بیشک اہل جنت میں سے ایک آدمی جنت کے پرندوں میں سے کسی پرندے کی خواہش کریگا تو وہ خود ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بھونا ہوا اس کے سامنے آجائے گا۔ (رواہ ابن أبی الدنیا)

## اہل جنت کیلئے پاکیزہ بیویاں ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ہم نے ان (کی بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے۔ اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے، محبت والی اور ہم

عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہیں۔

امام بغوی نے اپنی تفسیر میں فرمان الٰہی (فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا) ہم نے انہیں کنواریاں بنادیا ہے، کے متعلق ذکر کیا ہے کہ دنیا میں بوڑھی خواتین کو بھی اللہ تعالیٰ از سرِ نو پیدا کریگا اور جب بھی ان کے خاوندان کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں ہر مرتبہ کنواریاں ہی پائیں گے۔

جبکہ حافظ ابن کثیر فرمان الٰہی: (إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً) کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) نے انہیں جب دوسری مرتبہ پیدا کیا تو وہ بڑھاپے سے جوانی کو لوٹ آئیں، پھر وہ کنواری بن گئیں۔ اور وہ اپنے خاوندوں کو نہایت محبوب ہوں گی، ان کی فرمانبردار اور خوبصورت گفتگو کرنے والی ہوں گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اگر اہل جنت کی ایک عورت اہل زمیں پر جھانک لے تو وہ زمین وآسمان کے درمیان پورے خلا کو روشنی اور خوشبو سے بھردے۔ اور اس کے سر کا دوپٹہ پوری دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، ۲۷۹۶)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اہل جنت میں سے ہر ایک کے لیے موٹی آنکھوں والی حوروں سے دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی پر ستر زیورات ہوں گے۔ اور اس کی پنڈلیوں کا گودا اس کے گوشت اور زیورات کے پیچھے سے نظر آرہا ہوگا جیسا کہ سرخ رنگ کا مشروب سفید شیشے میں نظر آتا ہے۔ (أخرجہ الطبرانی)

## اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کے لیے سب سے بڑا انعام ہوگا

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں چلے جائیں گے تو اعلان کرنے والا اعلان کریگا: اے اہل جنت! بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا جسے وہ اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ وہ کہیں گے: وہ کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ترازو بھاری نہیں کیے؟ اور کیا اس نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کردیا؟ اور کیا اس نے ہمیں جہنم سے نجات نہیں دے دی؟ یعنی ان نعمتوں کے بعد اب اور کون سا وعدہ باقی رہ گیا ہے؟ پھر اچانک پردہ ہٹایا جائے گا۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں کوئی ایسی چیز نہیں دی ہوگی جو انہیں اس کے دیدار سے زیادہ محبوب ہوگی اور جس سے ان کی آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک نصیب ہوگی۔ "یعنی جنت میں دیدار الٰہی انہیں جنت کی دیگر تمام نعمتوں کی نسبت زیادہ محبوب ہوگا اور اس سے ان کی آنکھوں کو سب سے زیادہ ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی: لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ "جو لوگ نیک عمل کریں انہیں جنت ملے گی اور اس کے علاوہ اللہ کا دیدار بھی نصیب ہوگا۔ (رواہ مسلم والترمذی والنسائی، واللفظ لأحمد وابن ماجہ، صحیح الجامع ۱۵۲۱)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ |
| يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ |
| بیشک اللہ اس بات سے استحیاء نہیں فرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے (خواہ) مچھر کی ہو یا (ایسی چیز کی جو حقارت میں) اس |
| سے بھی بڑھ کر ہو، تو جو لوگ ایمان لائے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے حق (کی نشاندہی) ہے، اور |
| جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ (اسے سن کر یہ) کہتے ہیں کہ ایسی تمثیل سے اللہ کو کیا سروکار؟ (اس طرح) اللہ ایک ہی بات کے ذریعے |
| بہت سے لوگوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور اس سے صرف انہی کو گمراہی میں ڈالتا ہے جو نافرمان ہیں۔ |

## کسی طرح کی بھی مثال کو بیان کرنے میں اللہ تعالی کے بے نیاز ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِب" يَجْعَل "مَثَلًا" مَفْعُول اَوَّل "مَا" نَكِرَة مَوْصُوْفَة بِمَا بَعْدَهَا مَفْعُول ثَانٍ اَیْ مَثَل كَانَ اَوْ زَائِدَة لِتَاْكِيدِ الْخِسَّة فَمَا بَعْدَهَا الْمَفْعُول الثَّانِیْ "بَعُوضَة" مُفْرَد الْبَعُوض وَهُوَ صِغَار الْبَق "فَمَا فَوْقَهَا" اَیْ اَكْبَر مِنْهَا اَیْ لَا يَتْرُك بَيَانه لِمَا فِيْهِ مِنْ الْحُكْم "فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ" اَیْ الْمَثَل "الْحَقّ" الثَّابِت الْوَاقِع مَوْقِعه "مِنْ رَبّهمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰه بِهٰذَا مَثَلًا" تَمْيِيز اَیْ بِهٰذَا الْمَثَل وَمَا اسْتِفْهَام اِنْكَار مُبْتَدَأ وَذَا بِمَعْنَى الَّذِیْ بِصِلَتِهِ خَبَره اَیْ: اَیّ فَائِدَة فِيْهِ قَالَ تَعَالٰى فِیْ جَوَابهمْ "يُضِلّ بِهِ" اَیْ بِهٰذَا الْمَثَل "كَثِيْرًا" عَنْ الْحَقّ لِكُفْرِهِمْ بِهِ "وَيَهْدِی بِهِ كَثِيْرًا" مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ لِتَصْدِيقِهِمْ بِهِ "وَمَا يُضِلّ بِهِ اِلَّا الْفَاسِقِيْنَ" الْخَارِجِيْنَ عَنْ طَاعَته،

بیشک اللہ اس بات سے استحیاء نہیں فرماتا کہ کوئی بھی مثال بیان فرمائے یعنی یجعل کے معنی میں ضرب کا مفعول اول ہے جبکہ ما نکرہ مابعد کی طرف موصوف ہو کر ضرب کا مفعول ثانی ہے۔ یعنی مثل کان کے معنی میں ہے یا پھر ما زائدہ ہے و تاکید حقارت کیلئے ہے۔ جو مابعد کی جانب مفعول ثانی ہے۔ بعوضہ یہ بعوض کا مفرد ہے اور وہ چھوٹا مچھر ہے یا اس سے اوپر یعنی اس سے بڑا یعنی اس کے بیان کو ترک نہیں کرتا جو اس میں حکم بیان ہوا ہے' تو جو لوگ ایمان لائے وہ خوب جانتے ہیں یعنی اس مثال کے حق ہونے کو جو حق کے ساتھ اپنے موقع پر واقع ہے۔ کہ یہ مثال ان کے رب کی طرف سے حق (کی نشاندہی) ہے، اور جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ (اسے سن کر یہ) کہتے ہیں کہ ایسی تمثیل سے اللہ کو کیا ارادہ؟ مثلا اس میں تمیز ہے یعنی بهذا المثل اور ما یہ استفہام انکاری مبتداء ہے اور ذا یہ الذی کے معنی میں ہے جو اپنے صلہ کے ساتھ مبتداء کی خبر ہے یعنی اس مثال میں کیا فائدہ ہے تو اللہ تعالی نے ان کے جواب میں فرمایا اس طرح اللہ ایک ہی بات کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ یعنی حق سے دور ان کے کفر کے سبب ٹھہراتا ہے اور بہت سے لوگوں کو

ہدایت دیتا ہے یعنی اہل ایمان کی تصدیق کی وجہ سے اور اس سے صرف انہی کو گمراہی میں ڈالتا ہے جو نافرمان ہیں۔یعنی جو اطاعت سے خارج ہیں۔

## مچھر کی مثال کو بیان کرنے والی آیت کے سبب نزول کا بیان

ابن عباس ابن مسعود اور چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب اوپر کی تین آیتوں میں منافقوں کی دو مثالیں بیان ہوئیں یعنی آگ اور پانی کی تو وہ کہنے لگے کہ ایسی ایسی چھوٹی مثالیں اللہ تعالیٰ ہرگز بیان نہیں کرتا۔اس پر یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب قرآن پاک میں مکڑی اور مکھی کی مثال بیان ہوئی تو مشرک کہنے لگے بھلا ایسی حقیر چیزوں کے بیان کی قرآن جیسی اللہ کی کتاب میں کیا ضرورت تو جوابا یہ آیتیں اتریں اور کہا گیا کہ حق کے بیان سے اللہ تعالیٰ استحیاء نہیں فرماتا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مکہ میں اتری حالانکہ ایسا نہیں۔

اور بزرگوں سے بھی اس طرح کا شان نزول مروی ہے۔ربیع بن انس فرماتے ہیں یہ خود ایک مستقل مثال ہے جو دنیا کے بارے میں بیان کی گئی۔مچھر جب تک بھوکا ہوتا ہے زندہ رہتا ہے جہاں موٹا تازہ ہوا مرا۔اسی طرح یہ لوگ ہیں کہ جب دنیاوی نعمتیں دل کھول کر حاصل کر لیتے ہیں وہیں اللہ کی پکڑ آجاتی ہے

شرع میں فاسق اس نافرمان کو کہتے ہیں جو کبیرہ کا مرتکب ہو۔فسق کے تین درجے ہیں ایک تغابی وہ یہ کہ آدمی اتفاقیہ کسی کبیرہ کا مرتکب ہوا اور اس کو براہی جانتا رہا،دوسرا انہماک کہ کبیرہ کا عادی ہوگیا اور اس سے بچنے کی پرواہ نہ رہی،تیسرا جحود کہ حرام کو اچھا جان کر ارتکاب کرے اس درجہ والا ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔پہلے دو درجوں میں جب تک اکبر کبائر (شرک وکفر) کا ارتکاب نہ کرے اس پر مومن کا اطلاق ہوتا ہے۔یہاں فاسقین سے وہی نافرمان مراد ہیں جو ایمان سے خارج ہوگئے قرآن کریم میں کفار پر بھی فاسق کا اطلاق ہوا ہے۔(اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ 67)-9التوبہ:67)بعض مفسرین نے یہاں فاسق سے کافر مراد لئے بعض نے منافق بعض نے یہود۔(خزائن العرفان،بقرہ)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَاللّٰهِ مِنْ ۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ |
| وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ٥ |
| وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد،اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور |
| زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں۔ |

## اللہ کا عہد توڑنے والوں کے فساد کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" نَعْتَ "يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰه" مَا عَهِدَهُ اِلَيْهِمْ فِي الْكُتُب مِنْ الْاِيْمَان بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِنْ بَعْد مِيْثَاقه" تَوْكِيده عَلَيْهِمْ "وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰه بِهِ اَنْ يُّوْصَل" مِنْ الْاِيْمَان بِالنَّبِيِّ

وَالرَّحِمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ وَاَنْ بَدَلٌ مِنْ ضَمِيْرِ بِهٖ "وَيُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ" بِالْمَعَاصِىْ وَالتَّعْوِيْقِ عَنْ الْاِيْمَانِ "اُولٰٓئِكَ" الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ "هُمُ الْخٰسِرُوْنَ" لِمَصِيْرِهِمْ اِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ.

وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں جو کتابوں میں ان سے محمد ﷺ پر ایمان کا عہد لیا گیا پکا ہونے کے بعد، یعنی اس کی تاکید کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے یعنی نبی کریم ﷺ پر ایمان اور رحم کرنے کے بارے میں وغیرہ اور 'اَنْ يُّوْصَلَ' بہ کی ضمیر سے بدل ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یعنی گناہوں اور ایمان میں رکاوٹ ڈالنے کے سبب سے، وہی یعنی جن کا ذکر ہوا ہے نقصان میں ہیں۔ کیونکہ انہوں دائمی آگ میں اپنا ٹھکانہ بنایا ہے۔

اس سے وہ عہد مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے کتب سابقہ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی نسبت فرمایا ایک قول یہ ہے کہ عہد تین ہیں۔ پہلا عہد وہ جو اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم سے لیا کہ اس کی ربوبیت کا اقرار کریں اس کا بیان اس آیت میں ہے۔

(وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ)-7الاعراف:172)

دوسرا عہد انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے کہ رسالت کی تبلیغ فرمائیں اور دین کی اقامت کریں اس کا بیان آیہ۔

(وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

(۱۷۲-7الاعراف:172) میں ہے۔

تیسرا عہد علماء کے ساتھ خاص ہے کہ حق کو نہ چھپائیں اس کا بیان،

(وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۱۸۷)-3آل عمران:187) میں ہے۔

رشتہ وقرابت کے تعلقات مسلمانوں کی دوستی ومحبت تمام انبیاء کا ماننا کتب الٰہی کی تصدیق حق پر جمع ہونا یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ملانے کا حکم فرمایا گیا ان میں قطع کرنا بعض کو بعض سے ناحق جدا کرنا تفرقوں کی بناڈالنا ممنوع فرمایا گیا۔

| |
|---|
| كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ |
| ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ |
| تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان تھے اس نے تمہیں زندگی بخشی، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا |
| اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## وجود تخلیق کا وجود خالق پر دلیل ہونے کا بیان

"كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ" يَا اَهْلَ مَكَّةَ "بِاللّٰهِ" وَقَدْ "كُنْتُمْ اَمْوَاتًا" نُطَفًا فِى الْاَصْلَابِ "فَاَحْيَاكُمْ" فِى

الْاَرْحَام وَالدُّنْيَا بِنَفْخِ الرُّوحِ فِيكُمْ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّعَجُّبِ مِنْ كُفْرِهِمْ مَعَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ اَوْ لِلتَّوْبِيخِ "ثُمَّ يُمِيتُكُمْ" عِنْدَ انْتِهَاءِ آجَالِكُمْ "ثُمَّ يُحْيِيكُمْ" بِالْبَعْثِ "ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" تُرَدُّونَ بَعْدَ الْبَعْثِ فَيُجَازِيكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ وَقَالَ دَلِيْلًا عَلَى الْبَعْثِ لِمَا اَنْكَرُوْهُ،

تم کس طرح اللہ کا انکار کرتے ہو یعنی اے اہل مکہ اور حالانکہ تم بے جان تھے یعنی اصلاب میں نطفہ تھے۔ اس نے تمہیں زندگی بخشی، یعنی رحموں میں اور دنیا میں روح پھونک کر تم میں، اور یہاں استفہام ان کے کفر کے سبب تعجب کیلئے ہے کیونکہ دلیل کے ہونے یا توبیخ کے ہونے کے سبب، پھر تمہیں موت سے ہمکنار کرے گا یعنی تمہاری مدت ختم ہونے کے وقت اور پھر تمہیں زندہ کرے گا، یعنی دوبارہ اٹھائے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی بعثت کے بعد لوٹائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہارے اعمال کی تم کو جزاء دے گا۔ اور بعث کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا کیونکہ انہوں نے اسی کا انکار کیا۔

## انسان کی زندگی وموت کے مناظر کا بیان

دلائل توحید ونبوت اور جزائے کفر وایمان کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عام وخاص نعمتوں کا اور آثار قدرت وعجائب وحکمت کا ذکر فرمایا اور قباحت کفر دلنشین کرنے کے لئے کفار کو خطاب فرمایا کہ تم کس طرح اللہ کے منکر ہوتے ہو باوجود یہ کہ تمہارا اپنا حال اس پر ایمان لانے کا مقتضی ہے کہ تم مردہ تھے مردہ سے جسم بیجان مراد ہے ہمارے عرف میں بھی بولتے ہیں زمین مردہ ہوگئی عربی میں بھی موت اس معنی میں آئی خود قرآن پاک میں ارشاد ہوا (اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا 17)-57الحدید:17) تو مطلب یہ ہے کہ تم بے جان جسم تھے عنصر کی صورت میں پھر غذا کی شکل میں پھر اخلاط کی شان میں پھر نطفہ کی حالت میں اس نے تم کو جان دی زندہ فرمایا پھر عمر کی معیار پوری ہونے پر تمہیں موت دے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا اس سے یا قبر کی زندگی مراد ہے جو سوال کے لئے ہوگی یا حشر کی پھر تم حساب وجزا کے لئے اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اپنے اس حال کو جان کر تمہارا کفر کرنا نہایت عجیب ہے۔

ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ "كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ" کا خطاب مؤمنین سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ تم کس طرح کافر ہو سکتے ہو در حالانکہ تم جہل کی موت سے مردہ تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم وایمان کی زندگی عطا فرمائی اس کے بعد تمہارے لئے وہی موت ہے جو عمر گزرنے کے بعد سب کو آیا کرتی ہے اس کے بعد وہ تمہیں حقیقی دائمی حیات عطا فرمائے گا پھر تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں ایسا ثواب دے گا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گزرا۔

## دو مرتبہ موت ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کفار جو کہیں گے آیت (رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ) 40 .غافر:11) اے اللہ دو دفعہ تو نے ہمیں مارا اور دو دفعہ جلایا ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے۔ اس سے مراد یہی ہے جو اس آیت (وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا

فَاَحْيَاكُمْ) 2۔البقرة:28) میں ہے مطلب یہ ہے کہ تم اپنے باپوں کی پیٹھ میں مردہ تھے یعنی کچھ بھی نہ تھے۔اس نے تمہیں زندہ کیا یعنی پیدا کیا پھر تمہیں مارے گا یعنی موت ایک روز ضرور آئے گی پھر تمہیں قبروں سے اٹھائے گا۔پس ایک حالت مردہ پن کی دنیا میں آنے سے پہلے پھر دوسری دنیا میں مرنے اور قبروں کی طرف جانے کی پھر قیامت کے روز اٹھ کھڑے ہونے کی۔دو زندگیاں اور دو موتیں ہیں۔

ابو صالح فرماتے ہیں کہ قبر میں انسان کو زندہ کر دیا جاتا ہے۔عبدالرحمٰن بن زید کا بیان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں انہیں پیدا کیا پھر ان سے عہد و پیمان لے کر بے جان کر دیا پھر ماں کے پیٹ میں انہیں پیدا کیا پھر دنیوی موت ان پر آئی پھر قیامت والے دن انہیں زندہ کرے گا۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ |
| سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۠ |
| وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک |
| سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ |

## زمین کے خزانوں اور سات آسمانوں کی تخلیق کا بیان

"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِی الْاَرْض " اَیْ الْاَرْض وَمَا فِیْهَا "جَمِیْعًا" لِتَنْتَفِعُوا بِهٖ وَتَعْتَبِرُوْا "ثُمَّ اسْتَوٰی" بَعْد خَلْق الْاَرْض اَیْ قَصَدَ "اِلَی السَّمَاء فَسَوَّاهُنَّ" الضَّمِیر یَرْجِع اِلَی السَّمَاء لِاَنَّهَا فِیْ مَعْنَی الْجُمْلَة الْاٰیِلَة اِلَیْهِ : اَیْ صَیَّرَهَا كَمَا فِیْ اٰیَة اُخْرٰی ( فَقَضَاهُنَّ "سَبْع سَمَاوَات وَهُوَ بِكُلِّ شَیْء عَلِیْم" مُجْمَلًا وَمُفَصَّلًا اَفَلَا تَعْتَبِرُوْنَ اَنَّ الْقَادِر عَلٰی خَلْق ذٰلِكَ ابْتِدَاء وَهُوَ اَعْظَم مِنْكُمْ قَادِر عَلٰی اِعَادَتكُمْ،

وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔یعنی زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب تاکہ تم اس سے فائدہ حاصل کرو اور تم عبرت پاؤ، پھر برابر کیا یعنی زمین کی تخلیق کے بعد یعنی ارادہ کیا تو ٹھیک سات آسمان بنائے، اور ھن کی ضمیر السماء کی جانب لوٹ رہی ہے کیونکہ وہ مآئول کے اعتبار سے جملہ کے معنی میں ہے۔یعنی اس کو بنادیا جس طرح دوسری آیت میں ہے۔"فَقَضَاهُنَّ "سَبْع سَمَاوَات ' وہ سب کچھ جانتا ہے۔اجمالی طور پر اور تفصیلی طور کیا تم عبرت حاصل نہ کرو گے کہ جس طرح وہ ابتدائی طور پر تم کو پیدا کرنے پر قادر ہے وہ تم سے بہت زیادہ عظیم ہے کہ وہ تم کو دوبارہ لوٹائے۔(یعنی دوبارہ پیدا کرنا اس کیلئے کوئی مشکل نہیں ہے، دلیل بیان ہوئی ہے )

## استواء کے معانی و محل کا بیان

"استوا" یہاں قصد کرنے اور متوجہ ہونے کے معنی میں ہے اس لئے کہ اس کا صلہ "الی" ہے "سواھن" کے معنی درست کرنے

اور ساتوں آسمان بنانے کے ہیں۔ اسم جنس ہے۔

سوی" کا مصدر تسویہ ہے جسکا معنی ہے اعتدال کو وجود میں لانا۔ آیہ کریمہ میں یہ فعل دو مفعول کے ساتھ آیا ہے ایک "ھن" اور دوسرا "سبع سماوات" اس اعتبار سے اسکا معنی تصیر (ہونا) بنتا ہے جس میں تبدیل کا مفہوم بھی موجود ہے تو پس معنی یہ بنا: اللہ تعالیٰ نے آسمان کو اعتدال میں قرار دیا اور (پھر) اس کو سات آسمانوں میں تبدیل کر دیا۔

## ثم کے عطف کا عطف خبر ہونے کا بیان

اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ زمین کی پیدائش آسمان کے بعد ہے تو بعض بزرگوں نے تو فرمایا ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں "ثم" صرف عطف خبر کے لئے ہے عطف فعل کے لئے نہیں یعنی یہ مطلب نہیں کہ زمین کے بعد آسمان کی پیدائش شروع کی بلکہ صرف خبر دینا مقصود ہے کہ آسمانوں کو بھی پیدا کیا اور زمینوں کو بھی۔ عرب شاعروں کے اشعار میں یہ موجود ہے کہ کہیں "ثم" صرف خبر کا خبر پر عطف ڈالنے کے لئے ہوتا ہے تقدیم تاخیر مراد نہیں ہوتی۔ اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ آیت "ء انتـــــم" میں آسمانوں کی پیدائش کے بعد زمین کا پھیلانا اور بچھانا وغیرہ بیان ہوا ہے نہ کہ پیدا کرنا۔

## زمین وآسمان اور پہاڑوں وغیرہ کی تخلیق کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس کے خلا کو بلند کر کے اسے ٹھیک ٹھاک کیا اور ان میں سے رات دن پیدا کئے پھر اس کے بعد زمین پھیلائی اس سے پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو گاڑا جو سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے کام کی چیزیں ہیں۔

تو ٹھیک یہ ہے کہ پہلے زمین کو پیدا کیا پھر آسمان کو پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا اس طرح دونوں آیتیں ایک دوسرے کے مخالف نہ رہیں گی۔ اس عیب سے اللہ کا کلام بالکل محفوظ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہی معنی بیان فرمائے ہیں (یعنی پہلے زمین کی درستی وغیرہ یہ بعد کی چیز ہے) حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ سے مروی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عرش پانی پر تھا اور کسی چیز کو پیدا نہیں کیا تھا جب اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو پانی سے دھواں بلند کیا وہ اونچا چڑھا اور اس سے آسمان بنائے پھر پانی خشک ہو گیا اور اس کی زمین بنائی پھر اس کو الگ الگ کر کے سات زمینیں بنائیں اتوار اور پیر کے دو دن میں یہ ساتوں زمینیں بن گئیں۔ زمین مچھلی پر ہے اور مچھلی وہ ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے آیت، ن والقلم،، مچھلی پانی میں ہے اور پانی صفاۃ پر ہے اور صفاۃ فرشتے پر اور فرشتے پتھر پر زمین کانپنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو گاڑ دیا اور وہ ٹھہر گئی۔

## مخلوقات کی پیدائش کے ایام کا بیان

صحیح مسلم اور نسائی کی حدیث میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا مٹی کو اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن پیدا کیا، پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، برائیوں کو منگل کے دن نور کو، بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن، آدم کو جمعہ کے دن اور عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت میں عصر کے بعد سے رات تک

ہے

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں، فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

## فرشتوں کے سامنے اعلانِ خلافتِ آدم علیہ السلام کا بیان

وَاذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ إِذْ "قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" يَخْلُفُنِي فِي تَنْفِيذِ أَحْكَامِي فِيهَا وَهُوَ آدَمُ "قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا" بِالْمَعَاصِي "وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ" يُرِيقُهَا بِالْقَتْلِ كَمَا فَعَلَ بَنُو الْجَانِّ وَكَانُوا فِيهَا فَلَمَّا أَفْسَدُوا أَرْسَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ فَطَرَدُوهُمْ إِلَى الْجَزَائِرِ وَالْجِبَالِ "وَنَحْنُ نُسَبِّحُ" مُتَلَبِّسِينَ "بِحَمْدِكَ" أَيْ نَقُولُ سُبْحَانَ اللّٰهِ "وَنُقَدِّسُ لَكَ" نُنَزِّهُكَ عَمَّا لَا يَلِيقُ بِكَ فَاللَّامُ زَائِدَةٌ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ أَيْ فَنَحْنُ أَحَقُّ بِالْاِسْتِخْلَافِ قَالَ تَعَالٰى "إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ" مِنَ الْمَصْلَحَةِ فِي اسْتِخْلَافِ آدَمَ وَأَنَّ ذُرِّيَّتَهُ فِيهِمُ الْمُطِيعُ وَالْعَاصِي فَيَظْهَرُ الْعَدْلُ بَيْنَهُمْ فَقَالُوا لَنْ يَّخْلُقَ رَبُّنَا خَلْقًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنَّا وَلَا أَعْلَمَ لِسَبْقِنَا لَهُ وَرُؤْيَتِنَا مَا لَمْ يَرَهُ فَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰى آدَمَ مِنْ أَدِيمِ الْأَرْضِ أَيْ وَجْهِهَا بِأَنْ قَبَضَ مِنْهَا قَبْضَةً مِنْ جَمِيعِ أَلْوَانِهَا وَعُجِنَتْ بِالْمِيَاهِ الْمُخْتَلِفَةِ وَسَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ الرُّوحَ فَصَارَ حَيَوَانًا حَسَّاسًا بَعْدَ أَنْ كَانَ جَمَادًا،

اور یاد کیجئے یا محمد ﷺ جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں، یعنی وہ میرے احکام میں میرا نائب ہوگا۔ اور وہ آدم علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے عرض کیا: کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا یعنی معصیت کے ساتھ اور قتل کے ذریعے خونریزی کرے گا؟ جس طرح جنوں کی اولاد نے کیا جب وہ یہاں دنیا میں تھے۔ پس جب انہوں نے فساد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتوں کو بھیجا پس انہوں نے ان کو جزائر اور پہاڑوں کی جانب نکال بھیجا۔ حالانکہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں، یعنی وہ پاکی جو تیری شان کے لائق ہے۔ لک میں لام زائدہ ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے یعنی ہم خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔ تو اللہ نے فرمایا: میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یعنی آدم علیہ السلام کی خلافت کو اور ان کی اولاد میں اطاعت و معصیت کو جانتا ہے۔ پس ان کے درمیان عدل کا ظہور ہوگا تو انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے مکرم مخلوق ہرگز پیدا نہ کرے کیونکہ اس سے پہلے جو ہم نے دیکھا وہ اور کسی نے نہیں دیکھا۔ پس اللہ

تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا یعنی اس طرح کہ زمین میں سے ہر رنگ کی ایک مٹھی مٹی لی اور اس کو مختلف پانیوں سے گوندھا اور اس کو برابر کیا اور اس میں روح کر پھونک دیا تو وہ بے جان جماد ہونے کے بعد ایک حساس چیز بن گئی

## تسبیح کو خاص کرنے کا بیان

یسفك " کا مصدر "سفک " ہے جسکا معنی گرانا ہے یہ جملہ "من یّسفك الدمآء "وہ جو خون گرائے گا" اس طرف کنایہ ہے کہ بہت زیادہ قتل وغارت گری ہوگی۔

" لک "نقدس کے علاوہ نسبح سے بھی متعلق ہے" لک" کے لام سے خلوص کا معنی نکلتا ہے یعنی: نقدس لك لا لغیرك، بحمدک" میں باء کا معنی مصاحبت ہے اور استعانت بھی ہوسکتا ہے۔ مذکورہ بالا معنی پہلے احتمال کی بنا پر ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا بیان

خلیفہ احکام واوامر کے اجراء ودیگر تصرفات میں اصل کا نائب ہوتا ہے یہاں خلیفہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں اگرچہ اور تمام انبیاء بھی اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔

(یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ)-38ص:26)

فرشتوں کو خلافت آدم کی خبر اس لئے دی گئی کہ وہ ان کے خلیفہ بنائے جانے کی حکمت دریافت کر کے معلوم کرلیں اور ان پر خلیفہ کی عظمت وشان ظاہر ہو کہ ان کو پیدائش سے قبل ہی خلیفہ کا لقب عطا ہوا اور آسمان والوں کو ان کی پیدائش کی بشارت دی گئی۔

| |
|---|
| وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ |
| اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ |
| اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے پھر سب (اشیاء) کو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ |

## حضرت آدم علیہ السلام کیلئے علم کلی ہونے کا بیان

"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ " اَیْ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّیَات "کُلَّهَا" بِاَنْ اَلْقَی فِیْ قَلْبِه عِلْمَهَا "ثُمَّ عَرَضَهُمْ " اَیْ الْمُسَمَّیَات وَفِیْهِ تَغْلِیب الْعُقَلَاء "عَلَی الْمَلَائِكَة فَقَالَ " لَهُمْ تَبْكِیتًا "اَنْبِئُوْنِی" اَخْبِرُوْنِی "بِاَسْمَاءِ هٰؤُلَاءِ " الْمُسَمَّیَات "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ" فِیْ اَنِّیْ لَا اَخْلُق اَعْلَم مِنْكُمْ اَوْ اَنَّكُمْ اَحَقّ بِالْخِلَافَةِ وَجَوَاب الشَّرْط دَلَّ عَلَیْهِ مَا قَبْله،

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھائے یعنی ان کا علم آپ کے مبارک دل میں ڈال دیا۔ پھر سب اشیاء یعنی جن کے نام بتائے گئے اور اس میں ھم ضمیر جمع کی اس لئے لائے ہیں کہ اہل عقل کو غلبہ دینا ہے۔ تو ملائکہ پر پیش کر کے فرمایا تم مجھے بتاؤ ان سب چیزوں کے نام، اگر تم سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔ یعنی میں تم سے زیادہ جاننے والے کو پیدا نہ کروں گا یا تم خلافت کے زیادہ حقدار ہو؟ اور یہاں جواب شرط کی دلیل اس کے ماقبل پر ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی صفت علم کے سبب اظہار فضیلت کا بیان

یہاں سے اس بات کا بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علم میں حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں پر بھی فضیلت دی۔ یہ واقعہ فرشتوں کے سجدہ کرنے کے بعد کا ہے لیکن اللہ کی جو حکمت آپ کے پیدا کرنے میں تھی اور جس کا علم فرشتوں کو نہ تھا اور اس کا اجمالی بیان اوپر کی آیت میں گزرا ہے اس کی مناسبت کی وجہ سے اس واقعہ کو پہلے بیان کیا اور فرشتوں کا سجدہ کرنا جو اس سے پہلے واقعہ ہوا تھا بعد میں بیان کر دیا تا کہ خلیفہ کے پیدا کرنے کی مصلحت اور حکمت ظاہر ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شرافت اور فضیلت حضرت آدم کو اس لئے ملی کہ انہیں وہ علم حاصل ہے جس سے فرشتے خالی ہیں، فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام نام بتائے یعنی ان کی تمام اولاد کے علاوہ سب جانوروں، زمین، آسمان، پہاڑ، تری، خشکی، گھوڑے، گدھے، برتن، چرند، فرشتے، تارے وغیرہ تمام چھوٹی بڑی چیزوں کے نام بتائے گئے۔

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں کے نام معلوم کرائے گئے تھے کیونکہ اس کے بعد عرضھم آتا ہے اور یہ ذی عقل لوگوں کے لئے آتا ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی معقول وجہ نہیں جہاں ذی عقل اور غیر ذی عقل جمع ہوتے ہیں وہاں جو لفظ لایا جاتا ہے وہ عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے ہی لایا جاتا ہے جیسے قرآن میں ہے آیت (وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ) 24۔ النور:45) اللہ تعالیٰ نے تمام جانوروں کو پانی سے پیدا کیا جن میں سے بعض تو پیٹ کے بل گھسٹتے ہیں بعض دو پیروں پر چلتے ہیں بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے پس اس آیت سے ظاہر ہے کہ غیر ذی عقل بھی داخل ہیں مگر صیغے سب ذی عقل کے ہیں۔ علاوہ ازیں عرضھن بھی حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں ہے اور حضرت ابی بن کعب کی قرأت میں عرضھا بھی ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ تمام چیزوں کے نام سکھائے تھے ذاتی نام بھی صفاتی نام بھی اور کاموں کے نام بھی، جیسے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ گوز کا نام تک بھی بتایا گیا تھا۔ (تفسیر ابن جریر طبری، بقرہ)

| |
|---|
| قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| وہ بولے کہ پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ |

## فرشتوں کا علم سے عجز اختیار کرنے کا بیان

"قَالُوْا سُبْحَانَكَ" تَنْزِيهًا لَّكَ عَنْ الِاعْتِرَاض عَلَيْكَ "لَا عِلْم لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتنَا" اِيَّاهُ "اِنَّكَ اَنْتَ" تَاْكِيد

لِلْکَافِ "الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ" اَلَّذِیْ لَا یَخْرُجُ شَیْءٌ عَنْ عِلْمِهٖ وَحِکْمَتِهٖ،

وہ بولے کہ پاکی ہے تجھے یعنی تو اعتراض سے پاک ہے، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، انک انت میں انت کاف کی تاکید کیلئے ہے، تو ہی علم وحکمت والا ہے۔ یعنی وہ ذات جس کے علم وحکمت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔

حق تعالیٰ نے حضرت آدم کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرمادیا اور یہ علم ان کے دل میں بلا واسطہ کلام القاء کر دیا کیونکہ بدون اس کمال علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کار خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام واحوال بتاؤ لیکن انہوں نے اپنے عجز وقصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ سے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کار خلافت زمین میں نہیں کر سکتا اور اس علم عام سے قدر قلیل ہم کو اگر حاصل ہوا بھی تو اتنی بات سے ہم قابل خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اٹھے کہ تیرے علم وحکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

| |
|---|
| قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ |
| غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ○ |
| اللہ نے فرمایا، اے آدم، (اب تم) انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، پس جب آدم (علیہ السلام) نے انہیں |
| ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو (اللہ نے) فرمایا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی |
| (سب) مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ |

## آدم علیہ السلام کا فرشتوں کے سامنے ظاہری اور غیب کے علوم بتانے کا بیان

قَالَ "تَعَالٰی "یَا اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ" اَیِ الْمَلَائِکَةَ "بِاَسْمَائِهِمْ" الْمُسَمَّیَاتِ فَسَمّٰی کُلَّ شَیْءٍ بِاسْمِهٖ وَذَکَرَ حِکْمَتَهُ الَّتِیْ خُلِقَ لَهَا "فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَائِهِمْ قَالَ" تَعَالٰی لَهُمْ مُوَبِّخًا "اَلَمْ اَقُلْ لَکُمْ اِنِّیْ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ" مَا غَابَ فِیْهِمَا "وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ" مَا تُظْهِرُوْنَ مِنْ قَوْلِکُمْ اَتَجْعَلُ فِیْهَا اِلَخْ "وَمَا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ" تُسِرُّوْنَ مِنْ قَوْلِکُمْ لَنْ یَّخْلُقَ اَکْرَمَ عَلَیْهِ مِنَّا وَلَا اَعْلَمَ،

اللہ نے فرمایا، اے آدم! اب تم انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کرو، یعنی جو نام ان چیزوں کے رکھے گئے ہیں۔ اور ان کی حکمتوں کو بیان کردو جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ پس جب آدم (علیہ السلام) نے انہیں ان اشیاء کے ناموں سے آگاہ کیا تو اللہ نے بہ طور توبیخ فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی سب مخفی حقیقتوں کو جانتا ہوں، اور وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو یعنی تمہارے اس قول اتجعل فیھا سے ظاہر ہے اور جو تم چھپاتے ہو۔ یعنی وہ قول جو تم چھپاتے ہو، جیسے لَنْ یَّخْلُقَ اَکْرَمَ عَلَیْهِ مِنَّا وَلَا اَعْلَمَ،

## زمین وآسمان کے غیب کے مصداق کا بیان

"الــم اقل  کیا میں نے تمہیں نہ کہا تھا کہ زمین واسمانوں کے غیب سے میں واقف ہوں" ظاہراً یہ جملہ اس جملے "إنّــی اعــلـم " کی تفصیل ہے جو آیت 30 کے ذیل میں ایا ہے پس "مالا تعلمون " سے مراد آسمانوں اور زمین کا غیب ہے اور "إنّی أعلم مالا تـعلمون " کے بعد "وعلّم ادم ' کا آنا اس طرف اشارہ ہے کہ جو نام حضرت آدم  علیہ السلام کو تعلیم دیئے گئے وہ "مـالاتعلمون " کا مصداق ہیں اس گفتگو کی روشنی میں "الاسماء" سے مراد آسمانوں اور زمین کا غیب ہے۔

## کلام عرب میں واحد یا جمع کیلئے بعض اوقات ایک صیغہ لانے کا بیان

امام ابن جریر فرماتے ہیں سب سے اولیٰ قول حضرت ابن عباس کا ہے کہ آسمان وزمین کے غیب کا علم تمہارے ظاہر وباطن کا علم مجھے ہے ان کے ظاہری قول کو اور ابلیس کے باطنی عجب وغرور کو بھی جانتا تھا۔ اس میں چھپانے والا صرف ایک ابلیس ہی تھا لیکن صیغہ جمع کا لایا گیا ہے اس لئے کہ عرب میں یہ دستور ہے اور ان کے کلام میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ایک کے یا بعض کے ایک کام کو سب کی طرف نسبت کر دیا کرتے وہ کہتے ہیں کہ لشکر مارڈالا گیا یا انہیں شکست ہوئی حالانکہ شکست اور قتل ایک کا یا بعض کا ہوتا ہے اور صیغہ جمع کا لاتے ہیں۔

بنو تمیم کے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے حجرے کے آگے سے پکارا تھا لیکن قرآن میں اس کا بیان ان لفظوں میں ہے کہ آیت (اِنَّ الَّـذِيْـنَ يُـنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَاۗءِ الْـحُـجُـرٰتِ) 49۔ الحجرات:4) جو لوگ تمہیں اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجروں کے آگے سے پکارتے ہیں تو دیکھئے کہ پکارنے والا ایک تھا اور صیغہ جمع کا لایا گیا۔

اسی طرح آیت (وَاللّٰـهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ) 2 ۔ البقرة:72) میں بھی اپنے دل میں بدی کو چھپانے والا صرف ایک ابلیس ہی تھا لیکن صیغہ جمع کا لایا گیا۔ (تفسیر ابن جریر، طبری)

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○ |
| اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے جو منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ نہ کرنے کی وجہ شیطان کے کفر کا بیان

وَ " اُذْكُرْ " اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اُسْجُدُوْا لِ اٰدَم " سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ "فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيس " هُوَ اَبُـو الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة "اَبٰى" اِمْتَنَعَ مِنْ السُّجُود "وَاسْتَكْبَرَ" تَـكَبَّرَ عَنْهُ وَقَالَ : اَنَا خَيْر مِنْهُ "وَكَانَ مِنْ الْكَافِرِيْنَ" فِيْ عِلْم اللّٰه،

اور یاد کریں جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو یعنی تعظیم کے ساتھ جھک جاؤ تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس جو ابوالجن فرشتوں کے درمیان ہے وہ منکر ہوا یعنی وہ سجدہ کرنے رک گیا اور غرور کیا یعنی سجدہ کرنے سے تکبر کیا اور کہنے لگا کہ میں ان

سے بہتر ہوں اور کافر ہو گیا۔ یعنی اللہ کے علم میں وہ کافر ہے۔

## تعظیم نبوت نہ کرنے کے سبب شیطان بننے کا بیان

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم حضرت آدم کو سجدہ کرو تو اس خطاب میں ابلیس بھی داخل تھا اس لئے کہ گو وہ ان میں سے نہ تھا لیکن ان ہی جیسا اور ان ہی جیسے کام کرنے والا تھا اس لئے اس خطاب میں داخل تھا اور پھر نافرمانی کی سزا بھگتی۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں نافرمانی سے پہلے وہ فرشتوں میں تھا۔ عزازیل اس کا نام تھا زمین پر اس کی رہائش تھی اجتہاد اور علم میں بہت بڑا تھا اور اسی وجہ سے دماغ میں رعونت تھی اور اس کی جماعت کا اور اس کا تعلق جنوں سے تھا۔ اس کے چار پر تھے۔ جنت کا خازن تھا زمین اور آسمان دونوں کا سلطان تھا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں۔ ابلیس کبھی فرشتہ نہ تھا اس کی اصل جنات سے ہے جیسے کہ آدم کی اصل انس سے ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور شہر بن حوشب کا بھی یہی قول ہے۔ سعد بن مسعود کہتے ہیں کہ فرشتوں نے جنات کو جب مارا تب اسے قید کیا تھا اور آسمان پر لے گئے تھے وہاں کی عبادت کی وجہ سے رہ پڑا۔

حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ پہلے ایک مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا انہیں حضرت آدم کو سجدہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے انکار کیا جس پر وہ جلا دیئے گئے پھر دوسری مخلوق پیدا کی ان کا بھی یہی حشر ہوا پھر تیسری مخلوق پیدا کی انہوں نے تعمیل ارشاد کی لیکن یہ اثر بھی غریب ہے۔

ابلیس کی ابتداء آفرینش ہی کفر وضلالت پر تھی کچھ دن ٹھیک ٹھاک رہا لیکن پھر اپنی اصلیت پر آ گیا۔ سجدہ کرنے کا حکم بجالانا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور آدم علیہ السلام کا اکرام تھا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ سجدہ سلام اور عزت واکرام کا تھا جیسے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمان ہے۔ کہ انہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھالیا اور سب کے سب سجدہ میں گر پڑے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ابا یہی میرے اس خواب کی تعبیر ہے جسے میرے رب نے سچا کر دکھایا۔ اگلی امتوں میں سجدہ تعظیم جائز تھا لیکن ہمارے دین میں یہ منسوخ ہو گیا۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے شامیوں کو اپنے سرداروں اور علماء کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کو کسی انسان کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دینے والا ہوتا تو عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں کیونکہ ان کا ان پر بہت بڑا حق ہے۔ امام رازی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ)

## جنوں کی اقسام اور صفات کا بیان

جنوں کا قصہ یہ ہے کہ ان کی پیدائش نور کے بجائے نار یا آگ سے ہوئی ہے۔ جو نور سے بہر حال کم تر لطیف چیز ہے۔ پھر لطافت اور صفات کے لحاظ سے ان کی بھی کئی اقسام ہیں۔ کچھ ایسے جن ہیں جو آدمیوں کی بستیوں میں رہتے ہیں۔ انہیں عامر کہتے

ہیں۔انہیں میں سے ایک قسم ہے جو ہر انسان کے ساتھ لگی رہتی اور اسے برے کاموں پر اکساتی اور وسوسے ڈالتی رہتی ہے۔اسے ہماری زبان میں ہمزاد کہتے ہیں۔اس قسم کو شیطان کہتے ہیں۔جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔پھر کچھ ایسے جن ہیں جو لڑکوں بالوں کو ستاتے ہیں۔

ان کو اہل عرب ارواح کہتے ہیں اور ہم بھوت پریت یا آسیب کہتے ہیں اور جو جنگل میں آواز دیتے اور چیختے چلاتے ہیں ان کو ہاتف کہتے ہیں اور جو مسافروں کو بھولی ہوئی راہ بتا دیتے ہیں ان کو رجال الغیب کہتے ہیں اور کبھی جنگل میں مشعل سی دکھائی دیتی ہے ان کو شہابہ کہتے ہیں۔

جن بھی انسان کی طرح مکلّف مخلوق ہے یعنی ان کی فطرت میں خیر و شر دونوں چیزیں موجود ہیں۔ان میں کچھ جن صالح اور ایماندار ہیں اور اکثر شریر اور بدکردار ہیں۔ان کو شیطان کہتے ہیں اور جو بہت زیادہ سرکش ہوں ان کو مارد کہتے ہیں اور جسامت کے لحاظ سے جو بہت عظیم الجثہ اور طاقتور ہوں انہیں عفریت کہتے ہیں۔

جنوں میں لطیف تر وہ جن ہیں جن کی رسائی آسمانی دنیا تک بھی ہو سکتی ہے اور کثیف وہ ہیں جو زمین پر ہی رہتے ہیں۔بعض لوگوں کے خیال کے مطابق ابلیس ایک صالح اور عبادت گزار جن تھا جو ملائکہ ارضیہ کے ساتھ گھلا ملا رہتا تھا۔جب فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا گیا تو آدم علیہ السلام سے رقابت کی بنا پر اس کے شر کی رگ بھڑک اٹھی تھی۔اس کی انا نے گوارا نہ کیا۔کہ ایک ارضی مخلوق کی برتری تسلیم کرے، اور یہی انا اور تکبر اسے لے ڈوبا، اور چونکہ جنوں میں بھی توالد و تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔لہٰذا ابلیس کی اور پھر اس کی اولاد کی پہلے دن سے آدم علیہ السلام اور اس کی اولاد سے ٹھن گئی، اور چونکہ اس سجدہ آدم کے مقابلہ میں ابلیس نے ایک صالح جن کا کردار ادا نہیں کیا تھا بلکہ شیطان جن کا کیا تھا۔لہٰذا قرآن میں ابلیس کو ہی کئی مقامات پر شیطان کہا گیا ہے۔

| |
|---|
| وَ قُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا |
| هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۝ |
| اور ہم نے حکم دیا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو، جہاں سے |
| چاہو کھاؤ، مگر اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ حد سے بڑھنے والوں میں (شامل) ہو جاؤ گے۔ |

## آدم علیہ السلام کو شجر ممنوعہ کے قریب جانے سے منع کرنے کا بیان

"وَقُلْنَا يَا آدَم اُسْكُنْ اَنْت" تَاْكِيد لِلضَّمِيرِ الْمُسْتَتِر لِيَعْطِف عَلَيْهِ "وَزَوْجك" حَوَّاء بِالْمَدِّ وَكَانَ خَلَقَهَا مِنْ ضِلَعه الْاَيْسَر "الْجَنَّة وَكُلَا مِنْهَا" اَكْلًا "رَغَدًا" وَاسِعًا لَا حَجْر فِيهِ "حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَة" بِالْاَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَة اَوْ الْكَرْم اَوْ غَيْرهمَا "فَتَكُونَا" فَتَصِيرَا "مِنَ الظَّالِمِينَ" الْعَاصِينَ

اور ہم نے حکم دیا: اے آدم، تم ''انت ضمیر مستتر برائے تاکید ہے جس پر زوجک کا عطف ڈالا گیا ہے، اور تمہاری بیوی یعنی حواء، مد کے ساتھ پڑھائے، اور جن کو بائیں پسلی دے پیدا کیا گیا۔ اس جنت میں رہائش رکھو اور تم دونوں اس میں سے جو چاہو، جہاں سے چاہو کھانا کھاؤ، یعنی اس وسعت کے ساتھ کھاؤ کہ جس میں کوئی ممانعت نہیں ہے مگر اس درخت کے قریب نہ جانا یعنی اس سے نہ کھانا اور وہ گندم یا انگور وغیرہ ہے۔ ورنہ حد سے بڑھنے والوں یعنی عاصین میں شامل ہو جاؤ گے۔

"رغد" کا معنی ہے خیر و برکت سے پُر، پاک اور جس میں آرام و آسائش ہو۔ یہ لفظ "رغداً" ضمیر "منھا" کے لئے حال واقع ہوا ہے یعنی بہشت سے استفادہ کرو دراں حالانکہ یہ بہشت خیر و برکت، آرام و آسائش سے مالا مال ہے۔

## انبیائے کرام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں

عصمت کا مطلب ہے گناہوں سے معصوم ہونا، اہل سنت و جماعت کا اس پر اجماع ہے کہ نبی معصوم ہوتا ہے، وہ ظاہر و باطن قلب و قالب روح و جسد ہر اعتبار سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے وہ ایسا پاک طینت اور سعید الفطرت پیدا کیا جاتا ہے کہ اس کی تمام خواہشات رضاء و مشیتِ الٰہی کے تابع ہوتی ہیں ردائے عصمت اس کے زیب تن ہوتی ہے حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہردم اس کی نگرانی کرتی ہے اس کی ہر حرکت و سکون پر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ نفس و شیطان کے تسلط و استیلاء سے بالاتر ہوتا ہے ایسی شخصیت سے گناہ و معصیت اور نافرمانی کا صدور ناممکن اور منطقی اصطلاح میں محال و ممتنع ہے اسی کا نام عصمت ہے اور ایسی ہستی کو معصوم کہا جاتا ہے عصمت لازمہء نبوت ہے۔

چونکہ نبوت کے لئے حق تعالیٰ جل ذکرہ خود ایک ایسی برگزیدہ اور معصوم شخصیت کا انتخاب فرماتا ہے، ظاہر ہے کہ جب حق تعالیٰ کا علم محیط نبوت و رسالت کے لئے کسی شخصیت کو منتخب کرے گا تو اس میں کسی نقص کے احتمال کی گنجائش نہیں رہ جاتی اس منصب کے لئے جس مقدس ہستی پر حق تعالیٰ کی نظر انتخاب پڑے گی اور جسے تمام انسانوں سے چھانٹ کر اس عہدہ کے لئے چنا جائے گا وہ اپنے دور کی کامل ترین جامع ترین اعلیٰ ترین اور موزوں ترین شخصیت ہوگی۔

مزید نبوت و رسالت محض عطیہء الٰہی ہے کسب و اکتساب سے اس کا تعلق نہیں کہ محنت و مجاہدہ اور ریاضت و مشقت سے حاصل ہو جائے دنیا کا ہر کمال محنت و مجاہدہ سے حاصل ہو سکتا ہے، لیکن نبوت و رسالت حق تعالیٰ کا اجتبائی عطیہ ہے، وہ جس کو چاہتا ہے اس منصب کے لئے چن لیتا ہے قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ تصریحات موجود ہیں۔

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً ومن الناس (الحج) یعنی اللہ چن لیتا ہے فرشتوں سے پیغامبر اور انسانوں سے

اگر ہم ایک منٹ کے لیے نبوت سے عصمت کو جدا کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ عین اس وقت نبی کی حیثیت ایک ایسی شخصیت کی نہیں ہوتی جو امت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہو اور جسے امین و مامون قرار دیا گیا ہو اس وقت اس کی حیثیت ایک عام انسان کی سی ہوگی یا زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہئے کہ: عین اس حالت میں جبکہ نبی سے عصمت اٹھالی جاتی ہے وہ نبوت اور لوازم نبوت سے

موصوف نہیں ہوتا ظاہر ہے کہ اگر یہ غلط منطق تسلیم کر لی جائے تو سارا دین ختم ہو جاتا ہے۔ نبی اور رسول کی ہر بات معاذ اللہ مشکوک ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی قول وعمل اور تلقین وتعلیم قابل اعتماد نہیں رہتی۔

ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا یہاں ظلم خلاف اولی کے معنی میں ہے۔

انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت وکفر ہے جو کہے وہ کافر ہو جائے گا اللہ تعالیٰ مالک ومولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کلمہ زبان پر لائے اور خطاب حضرت حق کو اپنی جرأت کے لئے سند بنائے، ہمیں تعظیم و توقیر اور ادب وطاعت کا حکم فرمایا ہم پر یہی لازم ہے۔ (خزائن العرفان، بقرہ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کفر، شرک اور عمداً گناہ کبیرہ سے اور صغائر پر اصرار کرنے سے معصوم اور پاک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو تین طریقوں سے ان نقائص سے، بچاتا اور معصوم رکھتا ہے۔

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو پیدائشی طور پر ہی سلیم الفطرت اور اخلاق کے کامل اعتدال پر پیدا کرتا ہے، اس لئے وہ معاصی میں رغبت نہیں کرتے بلکہ ان سے متنفر ہوتے ہیں۔

دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف وحی نازل کرتا ہے کہ معاصی پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا ہوگی اور طاعات اور نیکیوں پر اچھا بدلہ دیا جائے گا اور یہ وحی ان کیلئے گناہوں اور معاصی سے روکنے کا باعث ہوتی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام کے درمیان اور معاصی کے درمیان اللہ تعالیٰ کسی لطیفہ غیبیہ کے ذریعے حائل ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت کو دانتوں میں انگلی دبائے ہوئے ظاہر کیا گیا۔ (العقیدۃ الحسنۃ، جامع البیان الازہر)

## حضرت حواء علیہا السلام کی تخلیق کا بیان مجاہد بن جبر مخزومی تابعی

حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں داخل ہو جانے کے بعد حضرت حوا پیدا کی گئیں۔ حضرت ابن عباس ابن مسعود وغیرہ صحابہ سے مروی ہے کہ ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں جگہ دی گئی۔ لیکن تن تنہا تھے اس وجہ سے ان کی نیند میں حضرت حوا کو ان کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔ جاگے، انہیں دیکھا تو پوچھا تم کون ہو اور کیوں پیدا کی گئی ہو؟ حضرت حوا نے فرمایا میں ایک عورت ہوں اور آپ کے ساتھ رہنے اور تسکین کا سبب بننے کے لئے پیدا کی گئی ہو تو فوراً فرشتوں نے پوچھا فرمایئے ان کا نام کیا ہے؟ حضرت آدم نے کہا "حوا" انہوں نے کہا اس نام کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ فرمایا اس لئے کہ یہ ایک زندہ سے پیدا کی گئی ہیں۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ کی آواز آئی، اے آدم اب تم اور تمہاری بیوی جنت میں با آرام واطمینان رہو اور جو چاہو کھاؤ۔

## حضرت آدم علیہ السلام کا ہند میں نازل ہونے کا بیان

حضرت سدی کا قول ہے کہ حضرت آدم ہند میں اترے، آپ کے ساتھ حجر اسود تھا اور جنتی درخت کے پتے جو ہند میں پھیلا

دیئے اور اس سے خوشبودار درخت پیدا ہوئے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ہند کے شہر "دھنا" میں اترے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ مکہ اور طائف کے درمیان اترے تھے۔ حسن بصری فرماتے ہیں حضرت آدم ہند میں اور مائی حواہ جدہ میں اتریں اور ابلیس بصرہ سے چند میل کے فاصلہ پر دست میساں میں پھینکا گیا اور سانپ اصفہان میں اترا۔

حضرت ابن عمر کا قول ہے کہ حضرت آدم صفا پر اور حضرت حوا مروہ پر اترے۔ اترتے وقت دونوں ہاتھ گھٹنوں پر تھے اور سر جھکا ہوا تھا اور ابلیس انگلیوں میں انگلیاں ڈالے آسمان کی طرف نظریں جمائے اترا۔ حضرت ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام صفتیں سکھا دیں اور پھلوں کا توشہ دیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ تمام دنوں میں بہتر دن جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم پیدا کئے گئے، اسی میں جنت میں داخل کئے گئے۔ اور اسی دن نکالے گئے۔

| |
|---|
| فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ |
| عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ |
| پس شیطان نے اس سے (یعنی جنت سے) انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے |
| فرمایا نیچے اترو آپس میں ایک تمہارا دوسرے کا دشمن اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور برتنا ہے۔ |

## لغزش میں آنے والے انسانوں کا ایک دوسرے کا دشمن ہونے کا بیان

"فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطَان" اِبْلِيس اَذْهَبهُمَا وَفِيْ قِرَاءَة فَاَزَالَهُمَا نَحَّاهُمَا "عَنْهَا" اَىْ الْجَنَّة بِاَنْ قَالَ لَهُمَا : هَلْ اَدُلُّكُمَا عَلٰى شَجَرَة الْخُلْد وَقَاسَمَهُمَا بِاللّٰهِ اِنَّهُ لَهُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ فَاَكَلَا مِنْهَا "فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ" مِنَ النَّعِيم "وَقُلْنَا اهْبِطُوا" اِلَى الْاَرْض اَىْ اَنْتُمَا بِمَا اشْتَمَلْتُمَا عَلَيْهِ مِنْ ذُرِّيَّتكُمَا "بَعْضكُمْ" بَعْض الذُّرِّيَّة "لِبَعْضٍ عَدُوّ" مِنْ ظُلْم بَعْضكُمْ بَعْضًا "وَلَكُمْ فِي الْاَرْض مُسْتَقَرّ" مَوْضِع قَرَار "وَمَتَاع" مَا تَتَمَتَّعُوْنَ بِهِ مِنْ نَبَاتهَا "اِلٰى حِيْن" وَقْت انْقِضَاء آجَالكُمْ،

پس شیطان یعنی ابلیس نے ان دونوں کو اس سے یعنی جنت سے انہیں لغزش دی یعنی ان دونوں کو لے گیا اور ایک قرأت میں 'فَاَزَالَهُمَا' ہے یعنی جنت سے معزول کروا دیا اور ان دونوں سے کہا کہ کیا میں تمہیں خلد کے درخت کی نشاندہی نہ کروں، پس اس نے ان دونوں کیلئے قسم اٹھائی کہ میں نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں پس دن دونوں نے کھایا پس دونوں کو نکلوا دیا جہاں وہ رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا یعنی نعمتوں سے، اور ہم نے فرمایا نیچے اترو یعنی زمین کی طرف یعنی تم دونوں اپنی اولاد کے سمیت جو تمہارے اندر ہے جہاں تمہارا آپس میں تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے یعنی ظلم کی وجہ سے تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے اور تمہیں ایک وقت تک زمین میں ٹھہرنا یعنی قرار پکڑنا ہے اور برتنا ہے۔ یعنی اس کے نباتات سے نفع حاصل کرنا ہے الی حین یعنی تمہاری مدت کے ختم ہونے کے وقت تک وہ

نفع ہے۔

## ازلال وھبوط کے معانی کا بیان

"ازل" کا مصدر "ازلال" ہے جس کا معنی لغزش، تزلزل پیدا کرنا اور گناہ کی ترغیب دلانا ہے۔عنہا کی ضمیر ممکن ہے "الجنۃ" کی طرف لوٹتی ہو یعنی شیطان نے آدم وحوا کو گناہ کی طرف ترغیب دلا کر جنت سے دور کر دیا یہ بھی ممکن ہے کہ "عنہا" کی ضمیر "الشجرۃ" کی گناہ طرف لوٹتی ہو پس مفہوم یہ ہوگا کہ شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کو ایسے گناہ کی طرف ترغیب دلائی جس کا منبع شجرہ ممنوعہ تھا مذکورہ بالا مطلب دوسرے احتمال کی بنا پر ہے۔

"اھبطوا" کا مصدر "ھبوط" ہے جس کا معنی ہے نیچے آنا ہے مابعد کے جملے کی روشنی میں "اھبطوا" کا مفعول "الارض" بنتا ہے۔لغت میں "ھبوط" کا معنی کسی بلند جگہ سے پست جگہ کی طرف سقوط کرنا ہے اور "صعود" اوپر چڑھنا اس کا مقابل ہے۔(لسان العرب)

## شیطان کا آدم وحوا علیہما السلام کو لغزش دلانے کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شیطان نے کسی طرح حضرت آدم وحوا (علیہما السلام) کے پاس پہنچ کر کہا کہ میں تمہیں شجر خلد بتادوں، حضرت آدم علیہ السلام نے انکار فرمایا اس نے قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، انہیں خیال ہوا کہ اللہ پاک کی جھوٹی قسم کون کھا سکتا ہے بایں خیال حضرت حوا نے اس میں سے کچھ کھایا۔

پھر حضرت آدم کو دیا انہوں نے بھی تناول کیا حضرت آدم کو خیال ہوا کہ "لَاتَقْرَبَا" کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کیونکہ اگر وہ تحریمی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطائے اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔(تفسیر خزائن العرفان، بقرہ)

| |
|---|
| فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ |
| پس آدم (علیہ السلام) نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، بیشک وہی بہت توبہ |
| قبول کرنے والا مہربان ہے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی طرف کلمات توبہ کے الہام کا بیان

"فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمَاتٍ" اَلْهَمَهُ اِيَّاهَا وَفِي قِرَاءَةٍ بِنَصْبِ اٰدَمَ وَرَفْعِ كَلِمَاتٍ اَيْ جَاءَهُ وَهِيَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا الْاٰيَةَ فَدَعَا بِهَا "فَتَابَ عَلَيْهِ" قَبِلَ تَوْبَته "اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ" عَلٰى عِبَادِه "الرَّحِيْمُ" بِهِمْ،

پس آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ لئے یعنی ان کو الہام کر دیئے اور ایک قرأت میں لفظ آدم کو

منصوب پڑھا گیا ہے اور کلمات کو مرفوع یعنی جب وہ کلمات آ گئے۔ اور یہ ہیں "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" یعنی ان کلمات سے آدم علیہ السلام نے دعا کی تو پس اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، بیشک وہی بہت توبہ قبول کرنے والا اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

## کلمات کو نکرہ ذکر کرنے کے سبب اظہار عظمت کا بیان

"تلقى" کا مصدر "تلقى" ہے جس کا معنی ہے لے لینا۔ لہٰذا اس جملے "فتلقى" کا معنی یوں بنتا ہے حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے کلمات لے لیئے۔ کلمات کو نکرہ لانا ان کی عظمت و بلندی پر دلالت کرتا ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک ندامت کی وجہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور روتے ہی رہے۔

روایت ہے کہ اگر تمام انسانوں کے آنسو جمع کئے جائیں، تو اتنے نہیں ہوں گے، جتنے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام کے خوف الٰہی سے زمین پر گرے اور اگر تمام انسانوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے، تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو ان سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ (تفسیر صاوی، البقرۃ)

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ پڑھ کر دعا مانگی کہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

یعنی اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت ہی بلند مرتبہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، بقرہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اور اگر تو ہمیں رحم فرما کر نہ بخشے گا، تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (تفسیر جلالین، الاعراف)

لیکن حاکم و طبرانی و ابو نعیم و بیہقی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب الٰہی ہوا، تو آپ توبہ کی فکر میں حیران تھے۔ ناگہاں اس پریشانی کی عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا

کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسر نہیں، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا کر عرش پر تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا کے ساتھ یہ عرض کیا کہ اسئلك بحق محمد ان تغفرلی اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات بھی ہیں کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِيْئَتِیْ

یعنی اے اللہ! تیرے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ ومرتبہ کے طفیل میں اور ان کی بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے، میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بخش دے۔ یہ دعا کرتے ہی حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمادی اور توبہ مقبول ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ، البقرۃ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، (پ1، البقرۃ:37)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے، تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی، بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ اور وسیلہ مصطفیٰ ﷺ

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

مستدرك على الصحيحين، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، حديث نمبر:-4194☆ معجم اوسط طبرانی حديث نمبر:-6690☆ معجم صغير طبراني، باب الميم، من اسمه محمد، حديث نمبر:989☆ دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة تبوك،اب ما جاء فى تحدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بنعمة ربه عز وجل، حديث نمبر:-2243☆ مجمع الزوائد، ج،8ص،198،حديث نمبر:-13917☆ جامع الاحاديث والمراسيل ،مسند على بن ابى طالب، حديث نمبر:-33457☆ كنز العمال، كتاب الفضائل من قسم الأفعال،الفصل الثالث فى فضائل متفرقة تنبيء عن التحدث بالنعم، حديث نمبر:--32138☆ تفسير در منثور ،سورة البقرة: - - 3 7☆ تفسير الكشف والبيان للثعلبي، سورة البقرة : - - 3 7☆ تفسير روح البيان،ج، 2،ص: 3 7 6،سورة المائدة: - - 1 6☆ الشريعة لابى بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادى (متوفى360ھ)كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، حديث نمبر:-938☆ المواهب اللدنية ,ج,1,ص-82,☆ شرح المواهب للزرقاني,ج,1,ص--119,☆ خصائص كبرى،باب خصوصيته صلى الله عليه وسلم بكتابة اسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش وسائر ما فى الملكوت--☆ سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد,جماع أبواب بعض الفضائل والآيات الواقعة قبل مولده صلى الله عليه وسلم,الباب الخامس فى كتابة أسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش،ج1ص-85☆ السيرة النبوية لابن كثير، ج،1ص،--320☆ خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى صلى الله عليه واله وسلم ,الفصل الثانى "فى توسل الزائر به صلى الله عليه وسلم إلى ربه تعالى--☆ البداية والنهاية لابن كثير باب خلق آدم عليه السلام -☆حجة الله على العلمين فى معجزات سيد المرسلين صلى الله علية واله وسلم،-23☆ الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمى،مطلب فى جماعة يصلون على النبى، النبى صلى الله عليه وسلم-☆ تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف الألف،

فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ کے حضور معروضہ کیا: اےئ میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اےئ آدم! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہوا بھی تو وہ دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اےئ میرے رب! تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ قوائم عرش پر لا إلـه إلا الله محمد رسول الله لکھا ہوا پایا، تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہیں کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پسندیدہ و محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اےئ آدم! تم نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں ضرور تم کو مغفرت عطا کروں گا، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے وسیلہ سے بحق فلاں و بجاہ فلاں کہہ کر دعا مانگنی جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

| |
|---|
| قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ |
| عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ |
| "ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو |
| کار ہوا اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم ہے۔ |

## ہدایت یافتہ لوگوں کیلئے خوف وغم نہ ہونے کا بیان

"قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا" مِنَ الْجَنَّة "جَمِيْعًا" كَرَّرَهُ لِيَعْطِف عَلَيْهِ "فَاِمَّا" فِيْهِ اِدْغَام نُون اِنْ الشَّرْطِيَّة فِيْ مَا الزَّائِدَة "يَاْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى" كِتَاب وَرَسُول "فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ" فَاٰمَنَ بِي وَعَمِلَ بِطَاعَتِيْ "فَلَا خَوْف عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَة بِاَنْ يَّدْخُلُوْا الْجَنَّة .

ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ اس کو تکرار کے ساتھ ذکر کیا تا کہ عطف کیا جائے اور فاما میں ان شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے اور ما زائدہ کا ان شرطیہ میں ادغام کیا گیا ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے یعنی کتاب اور رسول (علیہ السلام) تو جو میری ہدایت کا پیرو کار ہوا یعنی جو مجھ پر ایمان لایا اور عمل سے میری اطاعت کی اسے نہ کوئی اندیشہ نہ کچھ غم ہے۔ یعنی آخرت میں اس لئے خوف وغم نہ ہوگا کہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

## ہدایت کے یقین اور خوف کے عموم کا بیان

لفظ "اما" ان شرطیہ اور ما زائدہ سے ترکیب پایا ہے۔ جملے میں ایک طرف انْ شرطیہ اور دوسری طرف ما زائدہ اور یاتینّ میں

نون تاکید سے اس کی تاکید کرنا اس امر کا مقتضی ہے کہ جملے کا معنی یہ ہو "اگر میری طرف سے ہدایت ملے کہ جو یقینا آئے گی۔

خوف" نکرہ استعمال ہوا ہے اور حرف نفی کے بعد واقع ہوا ہے جو معنی میں عمومیت پر دلالت کرتا ہے گویا مطلب یوں ہے کسی قسم کا کوئی بھی خوف نہ ہوگا اسی طرح جب فعل منفی ہوتو تمام تر مصادیق کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہے پس "ولا هم يحزنون" سے مراد یہ ہے کہ کسی طرح کا بھی غم واندوہ نہ ہوگا۔

یہاں سے اولاد آدم علیہ السلام سے حکم فرمایا جارہا ہے کہ ہماری طرف سے کتابیں انبیاء اور رسول بھیجے جائیں گے، معجزات ظاہر کئے جائیں گے، دلائل بیان فرمائے جائیں گے، راہ حقوق واضح کر دی جائے گی، آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئیں گے، آپ پر قرآن کریم بھی نازل فرمایا جائے گا، جو بھی اپنے زمانے کی کتاب اور نبی کی تابعداری کرے گا اسے آخرت کے میدان میں کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی دنیا کے کھو جانے پر کوئی غم ہوگا۔ سورۃ طٰہ میں بھی یہی فرمایا گیا ہے کہ میری ہدایت کی پیروی کرنے والے نہ گمراہ ہوں گے، نہ بدبخت و بے نصیب۔ مگر میری یاد سے منہ موڑنے والے دنیا کی تنگی اور آخرت کے اندھاپن کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ یہاں بھی فرمایا کہ انکار اور تکذیب کرنے والے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہی جہنمی لوگ ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ |

## آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کے جہنمی ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوا بِ اٰيَاتِنَا " كُتُبِنَا "اُولٰٓئِكَ اَصْحَاب النَّار هُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ " مَاكِثُونَ اَبَدًا لَّا يَفْنَوْنَ وَلَا يَخْرُجُونَ،

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں یعنی کتابوں کو جھٹلایا، وہی جہنمی لوگ ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یعنی اس میں اس طرح ہمیشہ رہیں گے کہ وہ کبھی فنا نہ ہوں گے اور نہ اس سے نکلیں گے۔

کذبوا " کا مصدر تکذیب ہے جسکا معنی ہے جھوٹی نسبت دینا ہے "بایاتنا" کذبوا کے علاوہ کفروا سے بھی متعلق ہے۔ جبکہ "الذین کفروا، جملہ "من تبع، پر عطف ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت وراہنمائی کو قبول کرنے والے نہیں۔

امام ابن جریر طبری کی تفسیر میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو اصلی جہنمی ہیں انہیں تو جہنم میں نہ موت آئے گی، نہ ہی خوشگوار زندگی ملے گی، ہاں جن موحد، متبع، سنت لوگوں کو ان کی بعض خطاؤں پر جہنم میں ڈالا جائے گا یہ جل کر کوئلے ہو ہو کر مر جائیں گے اور پھر شفاعت کی وجہ سے نکال لئے جائیں گے۔ (جامع البیان، تفسیر ابن جریر طبری، بقرہ)

| |
|---|
| يَا بَنِيۤ اِسۡرَآئِيۡلَ اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِيَ الَّتِيۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِيۤ اُوۡفِ |
| بِعَهۡدِكُمۡ ۚ وَاِيَّايَ فَارۡهَبُوۡنِ٥ |
| اے یعقوب (علیہ السلام) کی اولا دیاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا |
| اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ |

## حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو احسان یاد کرنے کا حکم دینے کا بیان

يَا بَنِيۡ اِسۡرَائِيل "اَوۡلَاد يَعۡقُوب "اُذۡكُرُوۡا نِعۡمَتِي الَّتِي اَنۡعَمۡت عَلَيۡكُمۡ " اَيۡ عَلٰى اٰبَائِكُمۡ مِنۡ الۡاِنۡجَاء مِنۡ فِرۡعَوۡن وَفَلۡق الۡبَحۡر وَتَظۡلِيۡل الۡغَمَام وَغَيۡر ذٰلِكَ بِاَنۡ تَشۡكُرُوۡهَا بِطَاعَتِي "وَاَوۡفُوۡا بِعَهۡدِي" الَّذِيۡ عَهِدۡته اِلَيۡكُمۡ مِنۡ الۡاِيۡمَان بِمُحَمَّدٍ "اُوۡفِ بِعَهۡدِكُمۡ" الَّذِيۡ عَهِدۡت اِلَيۡكُمۡ مِنۡ الثَّوَاب عَلَيۡهِ بِدُخُوۡلِ الۡجَنَّة "وَاِيَّايَ فَارۡهَبُوۡنِي" خَافُوۡنِ فِيۡ تَرۡك الۡوَفَاء بِهٖ دُوۡن غَيۡرِي،

اے یعقوب علیہ السلام کی اولا دیاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا یعنی تمہارے اباواجداد پر کہ ان کوفرعون سے نجات دلائی اور سمندر کو پھاڑ دیا اور بادلوں کا سایہ کیا وغیرہ ذلک کہ تم میری اطاعت کے ساتھ شکر ادا کرو اور میرا عہد پورا کرو، جو میں نے تم سے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے کا کیا ہے میں تمہارا عہد پورا کروں گا یعنی جو میں نے تم سے اس کے ثواب یعنی دخول جنت کا وعدہ کیا ہے اور خاص میرا ہی ڈر رکھو۔ یعنی وعدہ کو پورا کرنے میں صرف مجھ سے ڈرو جبکہ میرے سواسے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

## بنی اسرائیل کو دعوت ایمان دینے کا بیان

اسرائیل بمعنی عبداللہ عبری زبان کا لفظ ہے یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ (مدارک)

کلبی مفسر نے کہا اللہ تعالیٰ نے (يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِيۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ 21)-2البقرة:21) فرما کر پہلے تمام انسانوں کو عموماً دعوت دی پھر "اِذۡ قَالَ رَبُّكَ" فرما کر انکے مبدء کا ذکر کیا اس کے بعد خصوصیت کے ساتھ بنی اسرائیل کو دعوت دی یہ لوگ یہودی ہیں اور یہاں سے سیقول تک ان سے کلام جاری ہے کبھی بملاطفت انعام یاد دلا کر دعوت کی جاتی ہے کبھی خوف دلایا جاتا ہے کبھی حجت قائم کی جاتی ہے۔ کبھی ان کی بدعملی پر توبیخ ہوتی ہے کبھی گزشتہ عقوبات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، بقرہ)

## بنی اسرائیل کو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دینے کا بیان

ایک حدیث میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ اسرائیل حضرت یعقوب کا نام تھا کا وہ سب قسم کھا کر کہتے ہیں کہ واللہ یہ سچ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ تو گواہ رہ۔ اسرائیل کے

لفظی معنی عبداللہ کے ہیں ان نعمتوں کو یاد دلایا جاتا ہے جو قدرت کاملہ کی بڑی بڑی نشانیاں تھیں۔ مثلاً پتھر سے نہروں کو جاری کرنا۔ من وسلوی اتارنا۔ فرعونیوں سے آزاد کرنا۔ انہیں میں سے انبیاء اور رسولوں کو مبعوث کرنا۔ ان میں سلطنت اور بادشاہی عطا فرمانا وغیرہ ان کو ہدایت دی جاتی ہے میرے وعدوں کو پورا کرو یعنی میں نے جو عہد تم سے لیا تھا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس آئیں اور ان پر میری کتاب قرآن کریم نازل ہو تو تم اس پر اور آپ کی ذات پر ایمان لانا۔ وہ تمہارے بوجھ ہلکے کریں گے اور تمہاری زنجیریں توڑ دیں گے اور تمہارے طوق اتار دیں گے اور میرا وعدہ بھی پورا ہو جائے گا کہ میں تمہیں اس دین کے سخت احکام کے متبادل آسان دین دوں گا۔

دوسری جگہ اس کا بیان اس طرح ہوتا ہے آیت (وَقَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا) 5 . المائدہ: 12) یعنی اگر تم نمازوں کو قائم کرو گے زکوٰۃ رہو گے میرے رسولوں کی ہدایت مانتے رہو گے مجھے اچھا قرضہ دیتے رہو گے تو میں تمہاری برائیاں دور کر دونگا اور تمہیں بہتی ہوئی نہروں والی جنت میں داخل کروں گا۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ توراۃ میں وعدہ کیا گیا تھا کہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک اتنا بڑا عظیم الشان پیغمبر پیدا کر دونگا جس کی تابعداری تمام مخلوق پر فرض ہوگی ان کے تابعداروں کو بخشوں گا انہیں جنت میں داخل کروں گا اور دوہرا اجر دوں گا۔ حضرت امام رازی نے اپنی تفسیر میں بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام سے آپ کی بابت پیش گوئی نقل کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ)

| |
|---|
| وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُوْنُوْٓا اَوَّلَ کَافِرٍ بِہٖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ○ |
| اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے اتارا اس کی تصدیق کرتا ہوا جو تمہارے ساتھ ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو اور مجھ سے خوف رکھو۔ |

## آیات کو بدلنے کی ممانعت کا بیان

"وَاٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلْت" مِنْ الْقُرْاٰن "مُصَدِّقًا لِمَا مَعَکُمْ" مِنْ التَّوْرَاۃ بِمُوَافَقَتِہِ لَہُ فِی التَّوْحِید وَالنُّبُوَّۃ "وَلَا تَکُوْنُوْا اَوَّل کَافِر بِہِ" مِنْ اَھْل الْکِتَاب لِاَنَّ خَلْفکُمْ تَبَع لَکُمْ فَاِثْمھمْ عَلَیْکُمْ "وَلَا تَشْتَرُوْا" تَسْتَبْدِلُوْا "بِاٰیَاتِی" الَّتِیْ فِیْ کِتَابکُمْ مِنْ نَعْت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "ثَمَنًا قَلِیْلًا" عَرَضًا یَسِیْرًا مِنْ الدُّنْیَا اَیْ لَا تَکْتُمُوْھَا خَوْف فَوَات مَا تَاْخُذُوْنَہُ مِنْ سَفِلَتکُمْ "وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ" خَافُوْنِ فِیْ ذٰلِکَ دُوْن غَیْرِی

اورایمان لاؤاس پر جومیں نے اتارایعنی قرآن سے جواس کی تصدیق کرتا ہوا جوتمہارے ساتھ ہے یعنی جوتورات میں اسی کے موافق توحید ونبوت کا بیان ہے۔اورسب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو یعنی اہل کتاب میں سے جو بعد والے تمہاری اتباع کریں ان کے گناہ بھی تم پر ہوں گے اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو یعنی ان کو نہ بدلو میری آیات جو نبی کریم ﷺ کی تعریف میں تمہاری کتابوں میں ہیں،تھوڑی قیمت یعنی جو دنیامیں بھی معمولی ہیں یعنی معمولی چیزوں کے نہ ملنے کے خوف جو تم کمزوں سے وصول کرتے ہو،اور مجھ سے ڈرو۔ان احکام میں صرف مجھ سے ڈرو۔

## یہود کا نعت رسول ﷺ کو تورات سے چھپانے کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤساء وعلماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی قوم کے جاہلوں اور کمینوں سے ٹکے وصول کر لیتے اوران پر سالانے مقرر کرتے تھے اورانہوں نے پھلوں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر لئے تھے انہیں اندیشہ ہوا کہ توریت میں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت ہے اگر اس کو ظاہر کریں تو قوم حضور ﷺ پر ایمان لے آئے گی اوران کی کچھ پرسش نہ رہے گی۔ یہ تمام منافع جاتے رہیں گے اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں تغییر کی اور حضور ﷺ کی نعت کو بدل ڈالا جب ان سے لوگ دریافت کرتے کہ توریت میں حضور ﷺ کے کیا اوصاف مذکور ہیں تو وہ چھپالیتے۔اور ہرگز نہ بتاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خازن،بقرہ،بیروت)

| |
|---|
| وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥ |
| اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ،اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ |

## حق کو باطل کے ساتھ ملانے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَلْبِسُوا" تَخْلِطُوا "الْحَقَّ" الَّذِیْ اَنْزَلْت عَلَیْکُمْ "بِالْبَاطِلِ" الَّذِیْ تَفْتَرُوْنَهٗ "وَ" لَا "تَكْتُمُوا الْحَقَّ" نَعْت مُحَمَّد صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُ الْحَقّ .

اورحق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ،یعنی مکس نہ کرو وہ حق جو تم پر نازل کیا گیا اس باطل کے ساتھ تم افتراء باندھتے ہو اور اور سچی بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ،یعنی نبی کریم ﷺ کی نعت مبارکہ کو حالانکہ تم اس کے برحق ہونے کو جانتے ہو۔

## نبی کریم ﷺ کی شان کو چھپانا باطل پرستوں کا طریقہ ہے

خصُوصیت کے ساتھ اہلِ مدینہ یہود سے بے حد مرعوب تھے،کیا نکہ ان کے آس پاس بڑے بڑے یہودی قبائل آباد تھے، رات دن کا ان سے میل جول تھا،اوراس میل جول میں وہ ان سے اُسی طرح شدت کے ساتھ متاثر تھے جس طرح ایک اَن پڑھ آبادی زیادہ تعلیم یافتہ،زیادہ متمدّن اور زیادہ نمایاں مذہبی تشخص رکھنے والے ہمسایوں سے متاثر ہوا کرتی ہے۔ان حالات میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو نبی کی حیثیت سے پیش کیا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینی شروع کی،تو قدرتی بات

تھی کہ اَن پڑھ عرب اہل کتاب یہودیوں سے جا کر پُوچھتے کہ آپ لوگ بھی ایک نبی کے پیرو ہیں اور ایک کتاب کو مانتے ہیں، آپ ہمیں بتائیں کہ یہ صاحب جو ہمارے اندر نبوّت کا دعویٰ لے کر اُٹھے ہیں، اِن کے متعلق اور ان کی تعلیم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ چنانچہ یہ سوال مکّے کے لوگوں نے بھی یہودیوں سے بارہا کیا، اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے، تو یہاں بھی بکثرت لوگ یہُودی علما کے پاس جا جا کر یہی بات پُوچھتے تھے۔ مگر ان علماء نے کبھی لوگوں کو صحیح بات نہ بتائی۔ ان کے لیے یہ کہنا تو مشکل تھا کہ وہ توحید، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیش کررہے ہیں غلط ہے، یا انبیاء اور کتب آسمانی اور ملائکہ اور آخرت کے بارے میں جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، اس میں کوئی غلطی ہے، یا وہ اخلاقی اُصول، جن کی آپ تعلیم دے رہے ہیں، ان میں سے کوئی چیز غلط ہے۔ لیکن وہ صاف صاف اس حقیقت کا اعتراف کرنے کے لیے بھی تیار نہ تھے کہ جو کچھ آپ ﷺ پیش کررہے ہیں، وہ صحیح ہے۔ وہ نہ سچائی کی کھُلی کھُلی تردید کرسکتے تھے، نہ سیدھی طرح اس کو سچائی مان لینے پر آمادہ تھے۔ ان دونوں راستوں کے درمیان انہوں نے طریقہ یہ اختیار کیا تھا کہ ہر سائل کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، آپ ﷺ کی جماعت کے خلاف، اور آپ ﷺ کے مشن کے خلاف کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیتے تھے، کوئی الزام آپ ﷺ چسپاں کردیتے تھے، کوئی ایسا شوشہ چھوڑ دیتے تھے جس سے لوگ شکوک وشبہات میں پڑ جائیں، اور طرح طرح کے اُلجھن میں ڈالنے والے سوالات چھیڑ دیتے تھے تا کہ لوگ ان میں خود بھی اُلجھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے پیروؤں کو بھی اُلجھانے کی کوشش کریں۔ ان کا یہی رویّہ تھا، جس کی بنا پر ان سے فرمایا جارہا ہے کہ حق پر باطل کے پردے نہ ڈالو، اپنے جھوٹے پروپیگنڈے اور شریرانہ شبہات واعتراضات سے حق کو دبانے اور چُھپانے کی کوشش نہ کرو، اور حق وباطل کو خلط ملط کرکے دنیا کو دھوکا نہ دو۔

| |
|---|
| وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ٥ |
| اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ |

## دینِ محمدی ﷺ پر ثابت قدم رہنے کا بیان

"وَاَقِیْمُوا الصَّلَاۃَ وَ اٰتُوا الزَّکَاۃَ وَارْکَعُوا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ" صَلُّوا مَعَ الْمُصَلِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِہٖ وَنَزَلَ فِیْ عُلَمَائِھِمْ وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاَقْرِبَائِھِمُ الْمُسْلِمِیْنَ اثْبُتُوْا عَلٰی دِیْنِ مُحَمَّدٍ فَاِنَّہٗ حَقٌّ،

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ یعنی تم حضرت محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھو، اور یہ ان کے علماء کے بارے میں حکم نازل ہوا اور وہ اپنے قریبی مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ تم دینِ محمدی ﷺ پر ثابت قدم رہو کیونکہ وہی حق ہے۔

## نماز باجماعت کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماعت کی نماز تنہا نماز پر

ستائیس درجہ ثواب زیادہ ہے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 617)

حضرت ابوسعید روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 618)

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کسی راستہ میں چلا جارہا تھا کہ اس نے راستے میں کانٹوں کی ایک شاخ پڑی ہوئی دیکھی تو اس کو ہٹا دیا پھر آپ نے فرمایا کہ شہید پانچ لوگ ہیں جو طاعون میں مرے جو پیٹ کے مرض میں مرے اور جو ڈوب کر مرے اور جو دب کر مرے اور جو اللہ کی راہ میں شہید ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اگر لوگ کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے میں اور پہلی صف میں شامل ہونے میں کیا ثواب ہے اور پھر یہ نیک کام قرعہ ڈالے بغیر نصیب نہ ہو تو یقیناً وہ اس پر قرعہ ڈالیں اور معلوم ہو جائے کہ سویرے نماز پڑھنے میں کیا فضیلت ہے تو بے شک اس کی طرف سبقت سے پڑھنے میں کس قدر ثواب ہے تو یقیناً ان میں آ کر شریک ہوں اگرچہ گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 623)

## ترک جماعت پر وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میرا یہ ارادہ ہوا ہے کہ اولا لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اس کے بعد حکم دوں کہ عشاء کی نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے اور میں خود کچھ لوگوں کو ہمراہ لے کر ایسے لوگوں کے گھروں تک پہنچوں جو عشاء کی نماز جماعت سے نہیں پڑھتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر ان میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ فربہ ہڈی یا وہ عمدہ گوشت میں ہڈیاں پائے گا تو یقیناً عشاء کی نماز میں آئے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 616)

| |
|---|
| اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو، تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟ |

## دوسروں کو نیکی دعوت جبکہ خود کو بھول جانے کا بیان

"اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ" بِالْاِيْمَانِ . بِمُحَمَّدٍ "وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" تَتْرُكُوْنَهَا فَلَا تَاْمُرُوْنَهَا بِهٖ "وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ" التَّوْرَاةَ وَفِيْهَا الْوَعِيْدُ عَلٰى مُخَالَفَةِ الْقَوْلِ الْعَمَلَ "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" سُوْءَ فِعْلِكُمْ فَتَرْجِعُوْنَ فَجُمْلَةُ النِّسْيَانِ مَحَلُّ الِاسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِيِّ،

کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی یعنی نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو یعنی خود کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب یعنی تورات بھی پڑھتے ہو، اور اس میں قول و عمل کی مخالفت پر وعید ہے تو کیا تم عقل نہیں رکھتے ؟ یعنی تمہارا عمل برا ہے۔ یہاں "وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" یہ جملہ نسیان ہے جو محل استفہام انکاری میں ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۴۴ کے شان نزول کا بیان

علماء یہود سے ان کے مسلمان رشتہ داروں نے دین اسلام کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا تم اس دین پر قائم رہو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حق اور کلام سچا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی ایک قول یہ ہے کہ آیت ان یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مشرکین عرب کو حضور کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور حضور کے اتباع کرنے کی ہدایت کی تھی پھر جب حضور مبعوث ہوئے تو یہ ہدایت کرنے والے حسد سے خود کافر ہو گئے اس پر انہیں توبیخ کی گئی۔ (تفسیر مدارک تنزیل، سورہ بقرہ، بیروت)

## خود عمل نہ کرنے والوں کیلئے وعید کا بیان

طبرانی کی معجم کبیر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عالم لوگوں کو بھلائی سکھائے اور خود عمل نہ کرے اس کی مثال چراغ جیسی ہے کہ لوگ اسی کی روشنی سے فائدہ اٹھارہے ہیں۔ لیکن وہ خود جل رہا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ معراج والی رات میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں تو کہا گیا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب اور واعظ اور عالم ہیں جو لوگوں کو بھلائی سکھاتے تھے مگر خود نہیں کرتے تھے علم کے باوجود سمجھتے نہیں تھے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کی زبانیں اور ہونٹ دونوں کاٹے جارہے تھے یہ حدیث صحیح ہے ابن حبان ابن ابی حاتم ابن مردویہ وغیرہ میں موجود ہے۔

ابو وائل فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت اسامہ سے کہا گیا کہ آپ حضرت عثمان سے کچھ نہیں کہتے آپ نے جواب دیا کہ تمہیں سنا کر ہی کہوں تو ہی کہنا ہوگا میں تو انہیں پوشیدہ طور پر ہر وقت کہتا رہتا ہوں لیکن میں کسی بات کو پھیلانا نہیں چاہتا اللہ کی قسم میں کسی شخص کو سب سے افضل نہیں کہوں گا اس لئے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اس کی آنتیں نکل آئیں گی اور وہ اس کے اردگرد چکر کھاتا رہے گا جہنمی جمع ہو کر اس سے پوچھیں گے کہ حضرت آپ تو ہمیں اچھی باتوں کا حکم کرنے والے اور برائیوں سے روکنے والے تھے یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ وہ کہے گا افسوس میں تمہیں کہتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا میں تمہیں روکتا تھا لیکن خود نہیں رکتا تھا (مسند احمد)

بخاری مسلم میں بھی یہ روایت ہے مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پڑھ لوگوں سے اتنا درگزر کرے گا جتنا جاننے والوں سے نہیں کرے گا بعض آثار میں یہ بھی وارد ہے کہ عالم کو ایک دفعہ بخشا جائے تو عام آدمی کو ستر دفعہ بخشا جاتا ہے عالم جاہل یکساں نہیں ہو سکتے۔

| |
|---|
| وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ |
| اور صبر اور نماز سے مدد چاہو اور بیشک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ |

## صبر اور نماز سے مدد مانگنے کا بیان

"وَاسْتَعِيْنُوا" اُطْلُبُوا الْمَعُوْنَةَ عَلٰى اُمُوْرِكُمْ "بِالصَّبْرِ" الْحَبْس لِلنَّفْسِ عَلٰى مَا تَكْرَه "وَالصَّلَاة"

اَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لِشَأْنِهَا وَفِي الْحَدِيْث (كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ بَادَرَ إِلَى الصَّلَاة وَقِيْلَ الْخِطَاب لِلْيَهُوْدِ لَمَّا عَاقَهُمْ عَنْ الْإِيْمَان الشَّرَه وَحُبّ الرِّيَاسَة فَأُمِرُوْا بِالصَّبْرِ وَهُوَ الصَّوْم لِأَنَّهُ يَكْسِر الشَّهْوَة وَالصَّلَاة لِأَنَّهَا تُوْرِث الْخُشُوْع وَتَنْفِي الْكِبْر "وَإِنَّهَا" أَيْ الصَّلَاة "لَكَبِيْرَة" ثَقِيْلَة "إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ" السَّاكِنِيْنَ إِلَى الطَّاعَة،

اور مدد چاہو یعنی اپنے معاملات میں مدد طلب کرو صبر سے اور وہ نفس کو روکنا ہے جس کو وہ پسند نہ کرے، اور نماز کو اس کی عظمت کے پیش نظر ذکر کیا ہے اور حدیث میں ہے آپ ﷺ کو جب کوئی پریشانی لاحق ہوتی تو آپ ﷺ نماز کی طرف سبقت لے جاتے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ خطاب یہود کو ہے۔ کیونکہ ان کو برائی نے ایمان سے روک رکھا تھا۔ اور نفسانی خواہشات نے روک رکھا تھا تو ان کو صبر کا حکم دیا گیا اور وہ روزہ ہے جو شہوات کو توڑنے ولا ہے اور نماز کا حکم دیا کیونکہ وہ خشوع بخشنے والی ہے اور تکبر کی نفی کرتی ہے۔ اور بیشک نماز ضرور بھاری یعنی ثقیل ہے مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔ یعنی جو اطاعت میں رہنے والے ہیں۔

انھا " کی ضمیر ممکن ہے "الصلاۃ" کی طرف لوٹتی ہو اور ممکن ہے "استعانت" کی طرف جو "استعینوا" سے سمجھی جاتی ہے۔ مذکورہ مفہوم پہلے احتمال کی بنا پر ہے۔ قابل ذکر ہے کہ نماز کا مشکل ہونا اس معنی میں ہے کہ اسکا قیام دشوار ہے۔

## صبر کرنے پر دنیا و آخرت میں اجر کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار پڑا اور مر گیا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر تھے جب ان کی بیوی نے دیکھا کہ لڑکا مر چکا ہے تو کچھ سامان کیا اور کفن پہنا کر گھر کے ایک گوشہ میں اس کو رکھ دیا، جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آئے تو پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ بیوی نے جواب دیا کہ اس کی طبیعت کو سکون ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ آرام میں ہے۔ ابوطلحہ نے سمجھا کہ وہ سچی ہے، چنانچہ انہوں نے رات گزاری جب صبح ہوئی اور غسل کر کے باہر جانے کا ارادہ کیا تو بیوی نے انہیں بتایا کہ لڑکا مر چکا ہے، پھر ابوطلحہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ کا بیان کیا جو ان دونوں کے ساتھ ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے گا سفیان کا بیان ہے کہ ایک انصاری شخص نے کہا میں نے ان دونوں کے لڑکے دیکھے سب کے سب قاری تھے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1231)

## نماز سے مدد مانگنے کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بھوک کے مارے پیٹ کے درد سے بیتاب ہو رہے ہیں آپ نے ان سے (فارسی زبان میں) دریافت فرمایا کہ درد شکم داری؟ کیا تمہارے پیٹ میں درد ہے؟ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اٹھو نماز شروع کر دو اس میں شفا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سفر میں اپنے

بھائی حضرت قثم کے انتقال کی خبر ملتی ہے تو آپ آیت (اناللہ) الخ پڑھ کر راستہ سے ایک طرف ہٹ کر اونٹ بٹھا کر نماز شروع کر دیتے ہیں اور بہت لمبی نماز ادا کرتے ہیں پھر اپنی سواری کی طرف جاتے ہیں اور اس آیت کو پڑھتے ہیں غرض ان دونوں چیزوں صبر و صلوٰت سے اللہ کی رحمت میسر آتی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، طبری، بقرہ)

| الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ٥ |
| --- |
| وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ |

## ظن کا یقین کے معنی میں ہونے کا بیان

"الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ" یُوقِنُوْنَ "اَنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ" بِالْبَعْثِ "وَاَنَّهُمْ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ" فِی الْاٰخِرَۃِ فَیُجَازِیهِمْ،

وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور وہ اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یعنی آخرت میں ان کو جزاء دی جائے گی۔

## اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے برحق ہونے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا ہے" (یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے اس فضیلت و مرتبہ سے) زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لیے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب و سزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں منقول ہے کہ "موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 80)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ "اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ بات بتادوں جو اللہ قیامت کے دن سب سے پہلے مؤمنین سے فرمائے گا اور وہ بات بھی

بتا دوں جو سب سے پہلے مؤمنین اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے؟ ہم نے عرض کیا کہ "ہاں یارسول اللہ ﷺ! ہمیں ضرور بتا دیجئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرمائے گا کہ کیا تم میری ملاقات کو پسند کرتے تھے مؤمنین عرض کریں گے کہ ہاں! اے ہمارے رب (ہم تیری ملاقات کو پسند کرتے تھے)۔

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تم میری ملاقات کو کیوں پسند کرتے تھے؟ مؤمنین عرض کریں گے "اس لیے کہ ہم تجھ سے معافی و درگزر اور تیری بخشش و مغفرت کی امید رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہارے لیے میری بخشش واجب ہوگئی۔ یہ روایت شرح السنۃ میں ابونعیم نے حلیہ میں نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 84)

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ |
| اے اولادِ یعقوب یاد کرو! میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ اس سارے زمانہ پر تمہیں بڑائی دی۔ |

## بنی اسرائیل کو نعمتوں کی یاد دلانے کا بیان

"يَا بَنِي اِسْرَائِيلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ" بِالشُّكْرِ عَلَيْهَا بِطَاعَتِي "وَاَنِّي فَضَّلْتُكُمْ" اَيْ اٰبَاءَكُمْ "عَلَى الْعَالَمِينَ" عَالِمِي زَمَانِهِمْ،

اے اولادِ یعقوب یاد کرو! میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا یعنی تم میری اطاعت کے ساتھ شکر ادا کرو اور میں نے تم کو فضیلت دی یعنی تمہارے آباء کو سارے زمانے پر یعنی دنیا کے زمانوں پر فضیلت دی ہے۔

فرمایا! لوگو اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے ایک کے بعد ایک نبی تم میں تمہیں میں سے بھیجا۔ "حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بعد سے انہی کی نسل میں نبوت رہی۔ یہ سب انبیاء تمہیں دعوت توحید و اتباع دیتے رہے۔ یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ روح اللہ پر ختم ہوا، پھر خاتم الانبیاء والرسل حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کاملہ عطا ہوئی، آپ اسماعیل کے واسطہ سے حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے تھے، جو اپنے سے پہلے کے تمام رسولوں اور نبیوں سے افضل تھے۔ اللہ آپ پر درود و سلام نازل فرمائے اور تمہیں اس نے بادشاہ بنادیا یعنی خادم دیئے، بیویاں دیں، گھر بار دیا اور اس وقت جتنے لوگ تھے، ان سب سے زیادہ نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ یہ لوگ اتنا پانے کے بعد بادشاہ کہلانے لگتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا میں فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں گھر بھی ہے؟ کہا ہاں، کہا پھر تو تو غنی ہے، اس نے کہا یوں تو میرا خادم بھی ہے، آپ نے فرمایا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں "سواری اور خادم ملک ہے"۔ بنو اسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے۔

وَاتَّقُوْا يَوْماً لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَاهُمْ يُنْصَرُوْنَ○

اور اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔ (جسے اجازت حاصل نہ ہو) اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان کی اِمداد کی جائے گی۔

## قیامت کے دن سے ڈرنے کا حکم دینے کا بیان

"وَاتَّقُوا" خَافُوْا "يَوْمًا" وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "لَا تَجْزِى نَفْس عَنْ نَفْس شَيْئًا" "لَا تَجْزِى" فِيهِ "نَفْس عَنْ نَفْس شَيْئًا" "وَلَا يُقْبَل" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "مِنْهَا شَفَاعَة" أَيْ لَيْسَ لَهَا شَفَاعَة فَتُقْبَل "فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ" "عَدْل" فِدَاء "وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ" يُمْنَعُوْنَ مِنْ عَذَاب اللّٰه،

اور اُس دن سے ڈرو یعنی قیامت کے دن سے جس دن کوئی جان کسی دوسرے کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے سکے گی یعنی کسی جان کو کسی جان کی طرف سے کوئی جزاء نہ ہوگی۔ ولا یقبل یہ تاء اور یاء دونوں سے ہے۔ اور نہ اس کی طرف سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی۔ جسے اجازت حاصل نہ ہو اور یعنی ہمارے لئے نہیں ہوگا کوئی شفاعت کرنے والا۔ عدل کا معنی فدیہ ہے۔ نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان کی اِمداد کی جائے گی۔ یعنی جو اللہ کے عذاب سے بچائے۔

## آیت منہا شفاعة کی ضمیر کے مرجع کا بیان

منھا" کی ضمیر ممکن ہے دوسرے "نفس" کی طرف لوٹتی ہو یعنی مورد مؤاخذہ شخص اگر شفیع لائے تو اس کی شفاعت قبول نہیں کی جائے گی۔ ہوسکتا ہے یہ ضمیر پہلے "نفس" کی طرف لوٹتی ہو اور اس سے مراد دوست، عزیز، رشتہ دار وغیرہ ہیں یعنی یہ کہ دوست اپنے دوستوں کا عذاب اپنے ذمہ نہ لیں گے اگر شفاعت بھی کریں تو قبول نہیں کی جائے گی۔ قیامت کے دن کسی سے کوئی عوض جس سے وہ فرد خود کو اسیری و عذاب سے نجات دلا سکے قبول نہیں کیا جائے گا۔

لفظ "عدل" کا معنی فدیہ اور عوض ہے جسکو کوئی اپنی یا کسی اور کی آزادی کے لئے ادا کرے تا کہ اس سے آزاد ہو جائے۔

## کفار کیلئے کی سفارش نہ ہونے کا بیان

کسی کافر کی نہ کوئی سفارش کرے نہ اس کی سفارش قبول ہو اور فرمایا ان کفار کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی دوسری جگہ اہل جہنم کا یہ مقولہ نقل کیا گیا ہے کہ افسوس آج ہمارا نہ کوئی سفارشی ہے نہ دوست۔ یہ بھی ارشاد ہے فدیہ بھی نہ لیا جائے گا اور جو لوگ کفر پر مر جاتے ہیں وہ اگر زمین بھر کر سونا دیں اور ہمارے عذابوں سے چھوٹنا چاہیں تو یہ بھی نہیں ہوسکتا اور جگہ ہے

کافروں کے پاس اگر تمام زمین کی چیزیں • اور اس کے مثال اور بھی ہوں اور قیامت کے دن وہ اسے فدیہ دے کر عذابوں سے بچنا چاہیں تو بھی کچھ قبول نہ ہوگا اور دردناک عذابوں میں مبتلا رہیں گے اور جگہ ہے۔ گو وہ زبردست فدیہ دیں پھر بھی قبول نہیں دوسری جگہ ہے آج تم سے نہ بدلہ لیا جائے نہ ہی کافروں سے تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اسی کی آگ تمہاری وارث ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان کے بغیر سفارش اور شفاعت کا آسرا بیکار محض ہے قرآن میں ارشاد ہے اس دن سے پہلے نیکیاں کر لو جس دن نہ خرید وفروخت ہوگی نہ دوستی اور شفاعت مزید فرمایا آیت (یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْہِ وَلَا خِلٰلٌ) 14۔ابراہیم:31) اس دن نہ بیع ہوگی نہ دوستی۔

عدل کے معنی یہاں بدلے کے ہیں اور بدلہ اور فدیہ ایک ہے حضرت علی والی حدیث میں صرف کے معنی نفل اور دل کے معنی فریضہ مروی ہیں لیکن یہ قول یہاں غریب ہے اور صحیح قول پہلا ہی ہے ایک روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا فدیہ۔ ان کی مدد بھی نہ کی جائے گی یعنی کوئی حمایتی نہیں ہوگا، قرابتیں کٹ جائیں گی جاہ وحشم جاتا رہے گا کسی کے دل میں ان کے لئے رحم نہ رہے گا نہ خود ان میں کوئی قدرت وقوت رہے گی۔

| |
|---|
| وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ |
| وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ٥ |
| اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں انتہائی سخت عذاب دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو |
| ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے، اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی۔ |

## بنی اسرائیل کی نجات کا واقعہ یاد دلانے کا بیان

"وَ" اُذْكُرُوا "اِذْ نَجَّيْنَاكُمْ" اَیْ اٰبَاءَ کُمْ وَالْخِطَا بِ بِهٖ وَبِمَا بَعْدَه لِلْمَوْجُوْدِيْنَ فِیْ زَمَن نَبِيِّنَا بِمَا اَنْعَمَ اللّٰه عَلٰى اٰبَائِهِمْ تَذْكِيْرًا لَّهُمْ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی لِيُؤْمِنُوْا "مِنْ اٰل فِرْعَوْن يَسُوْمُوْنَكُمْ" يُذِيقُوْنَكُمْ "سُوء الْعَذَاب" اَشَدّه وَالْجُمْلَة حَال مِنْ ضَمِير نَجَّيْنَاكُمْ "يُذَبِّحُوْنَ" بَيَان لِمَا قَبْله "اَبْنَاءَ كُمْ" الْمَوْلُوْدِيْنَ "وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَ كُمْ" يَسْتَبْقُوْنَ "نِسَاءَ كُمْ" لِقَوْلِ بَعْض الْكَهَنَة لَهٗ اِنَّ مَوْلُوْدًا يُوْلَد فِیْ بَنِیْ اِسْرَائِيل يَكُوْن سَبَبًا لِذَهَابِ مُلْكك "وَفِیْ ذٰلِكُمْ" الْعَذَاب اَوْ الْاِنْجَاء "بَلَاء" ابْتِلَاء اَوْ اِنْعَام "مِنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ"

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تمہیں یعنی آباء کو اور خطاب ان کو اور ان کے بعد یہود کو جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے ان کو وہ انعامات یاد کرائے جا رہے ہیں جو ان کے باپ دادا کو اللہ نے دیے تھے۔ تاکہ وہ ایمان لائیں۔ قوم فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں انتہائی سخت عذاب دیتے تھے، یہ جملہ "نَجَّیْنَاکُمْ" کی ضمیر سے حال ہے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے یہ ماقبل کا بیان ہے۔ کہ تمہارے بیٹے یعنی پیدا ہونے والے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے،

یعنی تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے محض کاہنوں کے کہنے کی وجہ سے تیرے ملک میں بنی اسرائیل سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری بادشاہت کے زوال کا سبب ہوگا۔ اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے عذاب نجات یا بڑی آزمائش تھی۔ یا انعام ہے جو تمہارے رب کی جانب سے عظیم ہے۔

## ذبح اور استحیاء کے معانی ومحل کا بیان

ذبح" کا معنی سر کاٹنا ہے اور "یـذبـحـون" کا مصدر تـذبیـح ہے جو سر کاٹنے کے معاملے میں کثرت پر دلالت کرتا ہے۔ یستحیون" کا مصدر "استحیاء" ہے جسکا معنی ہے زندگی پر باقی رکھنا۔

بنی اسرائیل کے بیٹوں کا وسیع سطح پر کشت وکشتار اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دینا فرعونیوں کی طرف سے شدید ترین شکنجے تھے۔

جملہ "یذبحون ممکن ہے ماقبل جملے کی تفسیر ہو یعنی "سوء العذاب " سے مراد بنی اسرائیل کے فرزندوں کے سر کاٹنا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دینا تاہم یہ بھی ممکن ہے کہ اسکا واضح مصداق ہو گویا فرعونی بنی اسرائیل پر جو ظلم وستم روا رکھتے تھے ان میں سے ایک ان کے فرزندوں کے سر کاٹنا تھا۔ بنابریں یہ جو مخصوص عذاب کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہے یہ غالباً شدت کی خاطر ہے فرعونی کے تسلط اور زمانہ حکمرانی میں بنی اسرائیل کی خواتین بھی انتہائی سختیوں، شکنجوں اور موت کے منہ میں مبتلا تھیں۔

## فرعون کے خواب میں آگ کے آنے کا بیان

فرعون نے خواب دیکھا کہ بَیْتُ الْمَقْدِس کی طرف سے آگ آئی اس نے مصر کو گھیر کر تمام قبطیوں کو جلا ڈالا بنی اسرائیل کو کچھ ضرر نہ پہنچایا اس سے اس کو بہت وحشت ہوئی کاہنوں نے تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے ہلاک اور زوال سلطنت کا باعث ہوگا۔ یہ سن کر فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل مین جو لڑکا پیدا ہو قتل کر دیا جائے دائیاں تفتیش کے لئے مقرر ہوئیں بارہ ہزار جبکہ ایک روایت کے مطابق ستر ہزار لڑکے قتل کرڈالے گئے اور نوّے ہزار حمل گرادیئے گئے اور مشیتِ الٰہی سے اس قوم کے بوڑھے جلد جلد مرنے لگے قوم قبط کے رؤسا نے گھبرا کر فرعون سے شکایت کی کہ بنی اسرائیل میں موت کی گرم بازاری ہے اس پر ان کے بچے بھی قتل کیے جاتے ہیں تو ہمیں خدمت گار کہاں سے میسر آئیں گے فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کیے جائیں اور ایک سال چھوڑے جائیں تو جو سال چھوڑنے کا تھا اس میں حضرت ہارون پیدا ہوئے اور قتل کے سال حضرت موسٰی علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

## بلاء کے معنی اشتراکی کے مفہوم کا بیان

یہاں پر حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی، ابو العالیہ، ابو مالک سدی وغیرہ سے نعمت کے معنی منقول ہیں، امتحان اور آزمائش بھلائی برائی دونوں کے ساتھ ہوتی ہے لیکن بلوتہ بلاء کا لفظ عموماً برائی کی آزمائش کے لئے اور ابلیہ ابلا وبلاء کا لفظ بھلائی کے ساتھ کی آزمائش کے لئے آتا ہے یہ کہا گیا ہے کہ اس میں تمہاری آزمائش یعنی عذاب میں اور اس بچوں کے قتل ہونے

میں تھی۔

علامہ قرطبی اس دوسرے مطلب کو جمہور کا قول کہتے ہیں تو اس میں اشارہ ذبح وغیرہ کی طرف ہوگا اور بلاء کے معنی برائی کے ہوں گے۔ بلاء کے چند معنی آتے ہیں اگر ذٰلکم کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی مصیبت کے ہوں گے اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو بلاء کے معنی نعمت کے ہوں گے اور مجموعہ کی طرف ہو تو امتحان کے معنی لئے جائیں گے۔

| وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ○ |
|---|
| اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا پھاڑ دیا تو تمہیں بچالیا اور فرعون والوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے دریا کو پھاڑ دینے کا بیان

" وَ " اُذْكُرُوْا "اِذْ فَرَقْنَا " فَلَقْنَا "بِكُمْ" بِسَبَبِكُمْ "الْبَحْرَ" حَتّٰى دَخَلْتُمُوْهُ هَارِبِيْنَ مِنْ عَدُوِّكُمْ "فَاَنْجَيْنَاكُمْ" مِنَ الْغَرَقِ "وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ" قَوْمَه مَعَهٗ "وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" اِلٰى انْطِبَاقِ الْبَحْرِ عَلَيْهِمْ،

اور تم یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے جدا کیا یعنی دریا پھاڑ دیا یعنی تمہارے لئے حتیٰ کہ تم دشمن سے بھاگتے ہوئے اس میں داخل ہوئے تو تمہیں ڈوبنے سے بچالیا اور فرعونیوں کو فرعون کے ساتھ غرق کیا اور تم ان پر دریا کا مل جانا دیکھ رہے تھے۔

"البحر" میں الف لام عہد ذکری ہے جو دریائے مذکور کی طرف اشارہ ہے، بہت سے مفسرین کے مطابق یہ دریائے نیل ہے۔ بنی اسرائیل کی نجات اور دریا کے پھٹ جانے کے باعث فرعونیوں کے غرق ہونے کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرعونی لشکر دریا کے کنارے بنی اسرائیل پر حملہ کرنے کے درپے تھا۔

## آج صبح تک کوئی مرغ نہ بول سکا

عمرو بن میمون اودی فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر نکلے اور فرعون کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ جب مرغ بولے تب سب نکلو اور سب کو پکڑ کر قتل کر ڈالو لیکن اس رات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صبح تک کوئی مرغ نہ بولا۔ مرغ کی آواز سنتے ہی فرعون نے ایک بکری ذبح کی اور کہا کہ اس کی کلیجی سے میں فارغ ہوں اس سے پہلے چھ لاکھ قبطیوں کا لشکر جرار میرے پاس حاضر ہو جانا چاہئے چنانچہ حاضر ہو گیا۔

اور یہ ملعون اتنی بڑی جمعیت کو لے کر بنی اسرائیل کی ہلاکت کے لئے بڑے کروفر سے نکلا اور دریا کے کنارے انہیں پا لیا۔ اب بنی اسرائیل پر دنیا تنگ آ گئی پیچھے ہٹیں تو فرعونیوں کی تلواروں کی بھینٹ چڑھیں آگے بڑھیں تو مچھلیوں کا لقمہ بنیں۔ اس وقت حضرت یوشع بن نون نے کہا کہ اے اللہ کے نبی اب کیا کیا جائے؟ آپ نے فرمایا حکم الٰہی ہمارا راہنما ہے، یہ سنتے ہی انہوں نے اپنا

گھوڑا پانی میں ڈال دیا لیکن گہرے پانی میں جب غوطے کھانے لگا تو پھر کنارے کی طرف لوٹ آئے اور پوچھا اے موسیٰ رب کی مدد کہاں ہے؟ ہم نہ آپ کو جھوٹا جانتے ہیں نہ رب کو تین مرتبہ ایسا ہی کہا۔

اب حضرت موسیٰ کی طرف وحی آئی کہ اپنا عصا دریا پر مارو عصا مارتے ہی پانی نے راستہ دے دیا اور پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا حضرت موسیٰ اور آپ کے ماننے والے ان راستوں سے گزر گئے انہیں اس طرح پار اترتے دیکھ کر فرعون اور فرعونی افواج نے بھی اپنے گھوڑے اسی راستہ پر ڈال دیئے۔ جب تمام کے تمام میں داخل ہو گئے پانی کو مل جانے کا حکم ہوا پانی کے ملتے ہی تمام کے تمام ڈوب مرے بنی اسرائیل نے قدرت الٰہی کا یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھا جس سے وہ بہت ہی خوش ہوئے اپنی آزادی اور فرعون کی بربادی ان کے لئے خوشی کا سبب بنی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہ دن عاشورہ کا تھا یعنی محرم کی دسویں تاریخ۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ شریف میں تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں پوچھا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا اس لئے کہ اس مبارک دن میں بنی اسرائیل نے فرعون کے ظلم سے نجات پائی اور ان کا دشمن غرق ہوا جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا آپ نے فرمایا تم سے زیادہ حقدار موسیٰ علیہ السلام کا میں ہوں پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ بخاری مسلم نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، ابن جریر، عزیزی وغیرہ)

یہ دوسری نعمت کا بیان ہے جو بنی اسرائیل پر فرمائی کہ انہیں فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات دی اور فرعون کو مع اس کی قوم کے ان کے سامنے غرق کیا یہاں آل فرعون سے فرعون مع اپنی قوم کے مراد ہے جیسے کہ "کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ" میں حضرت آدم و اولاد آدم دونوں داخل ہیں۔ (جمل)

## دریائی دیواروں کے روشندانوں کا واقعہ

مختصر واقعہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام والسلام بحکم الٰہی شب میں بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر روانہ ہوئے صبح کو فرعون ان کی جستجو میں لشکر گراں لے کر چلا اور انہیں دریا کے کنارے جا پایا بنی اسرائیل نے لشکر فرعون دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے بحکم الٰہی دریا میں اپنا عصا (لاٹھی) مارا اس کی برکت سے عین دریا میں بارہ خشک رستے پیدا ہو گئے پانی دیواروں کی طرح کھڑا ہو گیا ان آبی دیواروں میں جالی کی مثل روشندان بن گئے بنی اسرائیل کی ہر جماعت ان راستوں میں ایک دوسری کو دیکھتی اور باہم باتیں کرتی گزر گئی فرعون دریائی رستے دیکھ کر ان میں چل پڑا جب اس کا تمام لشکر دریا کے اندر آ گیا تو دریا حالت اصلی پر آیا اور تمام فرعونی اس میں غرق ہو گئے دریا کا عرض چار فرسنگ تھا یہ واقعہ بحرِ قُلزم کا ہے جو بحر فارس کے کنارہ پر ہے یا بحر ماورائے مصر کا جس کو اساف کہتے ہیں بنی اسرائیل لب دریا فرعونیوں کے غرق کا منظر دیکھ رہے تھے یہ غرق محرم کی دسویں تاریخ ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکر کا روزہ رکھا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ تک بھی یہود اس دن کا روزہ رکھتے تھے

حضور نے بھی اس دن کا روزہ رکھا اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی خوشی منانے اور اس کی شکر گزاری کرنے کے ہم یہود سے زیادہ حق دار ہیں۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کا روزہ سنّت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاء کرام پر جو انعامِ الٰہی ہو اس کی یادگار قائم کرنا اور شکر بجالانا مسنون ہے اگر کفار بھی قائم کرتے ہوں جب بھی اس کو چھوڑا نہ جائے گا۔ (خزائن العرفان)

| |
|---|
| وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۝ |
| اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی اور تم ظالم تھے۔ |

## انتظار تورات والوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی

"وَاِذْ وَاعَدْنَا" بِالَفِ وَدُوْنِهَا "مُوسٰى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً" نُعْطِيهِ عِنْدَ انْقِضَائِهَا التَّوْرَاةَ لِتَعْمَلُوْا بِهَا "ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ" الَّذِىْ صَاغَهُ لَكُمُ السَّامِرِىُّ اِلٰهًا "مِنْ بَعْدِه" اَىْ بَعْدَ ذَهَابِهٖ اِلٰى مِيْعَادِنَا "وَاَنْتُمْ ظَالِمُوْنَ" بِاتِّخَاذِهٖ، لِوَضْعِكُمُ الْعِبَادَةَ فِىْ غَيْرِ مَحَلِّهَا،

وَاعَدْنَا، کو الف کے ساتھ اور بغیر الف کے دونوں طرح کی قرأت کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور جب ہم نے موسیٰ سے چالیس رات کا وعدہ فرمایا یعنی مدت پوری کے وقت ہم تورات دیں گے تاکہ وہ تم کو سکھائیں پھر اس کے پیچھے تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی جو تمہارے لئے صامری نے بہ طور معبود بنادیا اس کے بعد یعنی ہماری میعاد کی جانب جانے کے بعد اور تم ظالم تھے۔ کیونکہ معبود بنالیا۔ کیونکہ تم نے عبادت کو غیر کے محل میں رکھ دیا۔

## سامری کے بنائے ہوئے معبود باطل کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بغدادی لکھتے ہیں کہ فرعون اور فرعونیوں کے ہلاک کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر مصر کی طرف لوٹے اور ان کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے عطائے توریت کا وعدہ فرمایا اور اس کے لئے میقات معین کیا جس کی مدت معہ اضافہ ایک ماہ دس روز تھی مہینہ ذوالقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین بنا کر توریت حاصل کرنے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے چالیس شب وہاں ٹھہرے اس عرصہ میں کسی سے بات نہ کی اللہ تعالیٰ نے زبرجدی الواح میں توریت آپ پر نازل فرمائی یہاں سامری نے سونے کا جواہرات سے مرصع بچھڑا بنا کر قوم سے کہا کہ یہ تمہارا معبود ہے وہ لوگ ایک ماہ حضرت کا انتظار کر کے سامری کے بہکانے سے بچھڑا پوجنے لگے سوائے حضرت ہارون علیہ السلام اور آپ کے بارہ ہزار ہمراہیوں کے تمام بنی اسرائیل نے گوسالہ کو پوجا۔ (تفسیر خازن، بقرہ)

ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی کہ کہیں تم احسان مانو۔

## بنی اسرائیل کے گناہوں کو معاف کردینے کا بیان

"ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ" مَحَوْنَا ذُنُوْبَكُمْ "مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ" اِلاتِّخَاذ "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" نِعْمَتَنَا عَلَيْكُمْ،

پھر اس کے بعد ہم نے تمہیں معافی دی یعنی تمہارے گناہوں کو مٹا دیا یعنی معبود بنانے کے بعد کہ کہیں تم احسان مانو۔یعنی جو ہماری نعمتیں تم پر ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بخشش ہونے کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے اور قیدیوں میں سے ایک عورت کسی کو تلاش کر رہی تھی اس نے قیدیوں میں اپنے بچے کو پایا اس نے اسے اٹھا کر اپنے پیٹ سے لگایا اور اسے دودھ پلانا شروع کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال دے گی؟ ہم نے عرض کیا نہیں اللہ کی قسم جہاں تک اس کی قدرت ہوئی اسے نہ پھینکے گی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس عورت کے اپنے بچہ پر رحم کرنے سے زیادہ اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2478)

وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

اور جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب اور حق و باطل میں فرق کرنے والی (دلیل) عطا کی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

## کتاب وفرقان کے درمیان عطف کا بیان

"وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ" التَّوْرَاة "وَالْفُرْقَانَ" عَطْف تَفْسِير اَىْ الْفَارِق بَيْنَ الْحَقّ وَالْبَاطِل وَالْحَلَال وَالْحَرَام "لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ" بِهٖ مِنَ الضَّلَال،

اور جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات اور حق و باطل میں فرق کرنے عطف تفسیری یعنی حق و باطل کے درمیان اور حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے والی دلیل عطا کی تاکہ تم ہدایت پاؤ۔یعنی گمراہی سے ہدایت پا جاؤ۔

الفرقان" کا "الکتاب" پر عطف ممکن ہے صفت کا صفت پر عطف ہو اور ہر ایک تورات کے پہلوؤں میں سے ایک پہلو ہو یعنی یہ کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک ایسی چیز عطا کی جو کتاب بھی ہے اور فرقان بھی یہ بھی ممکن ہے کہ کتاب اور فرقان دو مختلف چیزیں ہوں یعنی ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) دی اور فرقان بھی عطا کیا۔اس اعتبار سے فرقان سے مراد معجزات، دلائل و براہین یا اس طرح کے امور ہو سکتے ہیں۔(تفسیر الکشاف)

کتاب یعنی تورات کو فرقان سے بھی تعبیر کیا گیا ہو کیونکہ ہر آسمانی کتاب حق و باطل کو واضح کرنے والی ہوتی ہے یا معجزات کو

فرقان کہا گیا ہے کہ معجزات بھی حق وباطل کی پہچان میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

## تورات کے مختصر تعارف کا بیان

عبرانی زبان میں "تورات" کے لغوی معنے ہیں سبق۔ چنانچہ تورات میں وہ کچھ شامل ہے جس سے ایک دینی قوم کو سبق ہو، اور جس پر تاریخ اور شریعت کی بنیاد کھڑی ہو۔

وہ آسمانی کتاب جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور جس کا قرآن پاک میں مختلف جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔ موجودہ بائبل میں پرانے عہد نامے کی پہلی پانچ کتابوں کے مجموعے کو توریت کہتے ہیں۔ اس میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں۔

(۱) پیدائش، (۲) خروج، (۳) احبار، (۴) گنتی، (۵) استثنا

قرآن میں ہے کہ یہودیوں نے اس میں حسب منشا ترمیم کرلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو اس میں تقریباً وہی قصص اور احکام پائے جاتے ہیں جو قرآن شریف میں ہیں لیکن عقائد اور مسائل میں زمین آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ اور وہ تمام باتیں جو اسلام کو سچا مذہب ثابت کرتی ہیں اس میں سے نکال دی گئی ہیں۔ اس لیے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے توریت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کتابوں کو نہ سچ کہو نہ غلط۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کی کتابوں پر ایمان لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہودی توریت کے مضامین کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف میں ان کو اس پر مطعون کیا گیا ہے کہ وہ بعض باتیں ظاہر کرتے ہیں اور بعض کو چھپا لیتے ہیں۔ مؤخر الذکر باتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے سچے پیغمبر ہونے کی بھی شہادت ہے۔ یہود سے یہ بھی کہا گیا تھا کہ اگر سچے ہو تو تورات لاؤ اور سب کے سامنے سناؤ۔

## موجودہ شریعت کے ہوتے ہوئے تورات کو نہ پڑھنے کا بیان

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ یہ تورات کا نسخہ ہے، حضور اخاموش رہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہنے اس کو پڑھنا شروع کیا اور (غصہ کی وجہ سے) رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہورہا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہنے فرمایا، اے عمر، تمہارا ناس ہو، حضور ﷺ کے چہرہ پر غصہ کے آثار تمہیں دکھائی نہیں دیتے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضورا کے چہرہ کی طرف دیکھا اور کہا میں اللہ اور اس کے رسول کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، ہم اللہ کو رب ماننے پر اور اسلام کو دین تسلیم کرنے پر اور محمد اکو نبی ماننے پر راضی وخوش ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور تم ان کی اتباع کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم سیدھی راہ سے بھٹک جاؤ گے اور اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے۔ (تقریب تہذیب، ج۱، ص۵۷، بیروت)

مذکورہ بالا حدیث سے یہ حقیقت روشن ہوجاتی ہے کہ تقابلی مطالعہ کے علاوہ ان کتابوں کا پڑھنا درست ہی نہیں، اس لئے کہ یہ سب اب منسوخ ہیں اور ناسخ کی موجودگی میں منسوخ کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰی بَارِئِکُمْ |
| فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَ بَارِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○ |
| اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی |
| طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر دو یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لیے بہتر ہے تو |
| اس نے تمہاری توبہ قبول کی بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ |

## جانوں کے قتل کے بدلے توبہ ہونے کا بیان

"وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ" اَلَّذِیْنَ عَبَدُوا الْعِجْل "یَا قَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسکُمْ بِاتِّخَاذِکُمْ الْعِجْل" یَا قَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسکُمْ بِاتِّخَاذِکُمْ الْعِجْل اِلٰهًا. "فَتُوْبُوا اِلٰی بَارِئِکُمْ" خَالِقکُمْ مِنْ عِبَادَته "فَاقْتُلُوْا اَنْفُسکُمْ" اَیْ لِیَقْتُل الْبَرِیْء مِنْکُمُ الْمُجْرِم "ذٰلِکُمْ" الْقَتْل "خَیْر لَکُمْ عِنْد بَارِئِکُمْ" فَوَفَّقَکُمْ لِفِعْلِ ذٰلِکَ وَاَرْسَلَ عَلَیْکُمْ سَحَابَة سَوْدَاء لِئَلَّا یُبْصِر بَعْضکُمْ بَعْضًا فَیَرْحَمهُ حَتّٰی قَتَلَ مِنْکُمْ نَحْو سَبْعِیْنَ اَلْفًا "فَتَابَ عَلَیْکُمْ" قَبِلَ تَوْبَتکُمْ "اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ"

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا یعنی جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا کہ اے میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ یعنی تم اپنے خالق کی عبادت سے توبہ کرو تو آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر دو تا کہ تم جرم سے بری ہو جاؤ، یہی تمہارے خالق کی بارگاہ میں بہتر ہے۔ پس اس نے ان کو عمل کی توفیق دی اور ان پر سیاہ بادل بھیج دیا تا کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکیں۔ کہ کہیں قتل کرنے سے رحم نہ کرلیں۔ اس طرح ستر ہزار قتل ہوئے، تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی، بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۵۴ کے الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**من بعدہ** "یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور چلے جانے کے بعد۔ "**اتخذتم**" ان افعال میں سے ہے جو "**تصییر**" کا مفہوم رکھتے ہیں اسکا پہلا مفعول "**العجل**" ہے اور دوسرا مفعول "**الھا**" ہے جو بہت واضح ہونے کی بنا پر کلام میں ذکر نہیں ہوا گویا مطلب یوں ہے "**ثم جعلتم العجل الھاً لکم**۔

**فاقتلوا**" میں "**فاء**" تفسیر یہ ہے یعنی "**فاقتلوا انفسکم**" اور یہ "**توبوا**" کی تفسیر ہے۔ اس جملہ "**فاقتلوا انفسکم**" کے بارے میں دو طرح کی تفسیر بیان ہوئی ہے۔ **فاقتلوا بعضکم بعضا**۔ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ دوسرا یہ کہ ہر کوئی خود کو قتل کرے۔

## ستر ہزار آدمیوں کے قتل کے سبب توبہ ہونے کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں حکم الٰہی سنایا اور جن جن لوگوں نے بچھڑا پوجا تھا انہیں بٹھا دیا اور دوسرے

لوگ کھڑے رہ گئے اور قتل کرنا شروع کیا قدرتی طور پر اندھیرا چھایا ہوا تھا جب اندھیرا ہٹا تو انہیں روک دیا گیا۔ شمار کرنے پر معلوم ہوا کہ ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے ہیں اور ساری قوم کی توبہ قبول ہوئی ۔ یہ ایک سخت فرمان تھا جس کی ان لوگوں نے تعمیل کی اور اپنوں اور غیروں کو یکساں تہہ تیغ کیا یہاں تک کہ رحمت الٰہی نے انہیں بخشا اور موسیٰ علیہ السلام سے فرما دیا کہ اب بس کرو۔ مقتول کو شہید کا اجر دیا قاتل کی اور باقی ماندہ تمام لوگوں کی توبہ قبول فرمائی اور انہیں جہاد کا ثواب دیا۔ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون نے جب اسی طرح اپنی قوم کا قتل دیکھا تو دعا کرنی شروع کی کہ اللہ اب تو بنی اسرائیل مٹ جائیں گے چنانچہ انہیں معاف فرما دیا گیا اور پروردگار عالم نے فرمایا کہ اے میرے پیغمبر مقتولوں کا غم نہ کرو وہ ہمارے پاس شہیدوں کے درجہ میں ہیں وہ یہاں زندہ ہیں اور غذا پا رہے ہیں اب آپ کو اور آپ کی قوم کو صبر آیا اور عورتوں اور بچوں کی گریہ وزاری موقوف ہوئی ۔تلواریں نیزے چھرے اور چھریاں چلنی بند ہوئیں آپس میں باپ بیٹوں بھائیوں، بھائیوں میں قتل وخون موقوف ہوا اور اللہ تواب ورحیم نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ○ |
| اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک اعلانیہ اللہ کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے |
| آلیا اور تم دیکھ رہے تھے۔ |

## اللہ کو ظاہری آنکھوں سے دیکھنے کا مطالبہ کرنے والوں کے انجام کا بیان

"وَاِذْ قُلْتُمْ" وَقَدْ خَرَجْتُمْ مَعَ مُوسَى لِتَعْتَذِرُوْا اِلَى اللّٰهِ مِنْ عِبَادَةِ الْعِجْلِ وَسَمِعْتُمْ كَلَامَه "يَا مُوسَى لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً" "عِيَانًا" "فَاَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ" الصَّيْحَة فَمُتُّمْ "وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" مَا حَلَّ بِكُمْ،

اور جب تم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچھڑے کی عبادت کے عذرخواہی کیلئے نکلے اور اللہ کا کلام سنا تو کہا: اے موسیٰ ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ لائیں گے جب تک اعلانیہ اللہ کو نہ دیکھ لیں تو تمہیں کڑک نے آلیا جس سے تم مر گئے اور تم دیکھ رہے تھے۔ جو کچھ تمہارے ہو گزرا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ستر آدمیوں کا کوہ طور پر جانے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنے ساتھ بنی اسرائیل کے ستر شخصوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق کوہ طور پر گئے اور ان لوگوں نے کلام الٰہی سنا تو حضرت موسیٰ سے کہنے لگے ہم تو جب مانیں جب اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے خود دیکھ لیں۔ اس گستاخانہ سوال پر ان پر آسمان سے ان کے دیکھتے ہوئے بجلی گری اور ایک سخت ہولناک آواز ہوئی جس سے سب کے سب مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگے اور رو رو کر جناب باری میں عرض کرنے لگے کہ اللہ بنی اسرائیل کو میں کیا جواب دوں گا یہ

جماعت تو ان کے سرداروں اور بہترین لوگوں کی تھی پروردگار اگر یہی چاہت تھی تو انہیں اور مجھے اس سے پہلے ہی مار ڈالتا۔ اللہ تعالیٰ بیوقوفوں کی بیوقوفی کے کام پر ہمیں نہ پکڑ۔ یہ دعا مقبول ہوئی اور آپ کو معلوم کرایا گیا کہ یہ بھی دراصل بچھڑا پوجنے والوں میں سے تھے انہیں سزا مل گئی۔ پھر انہیں زندہ کر دیا اور ایک کے بعد ایک کر کے سب زندہ کئے گئے۔ ایک دوسرے کے زندہ ہونے کو ایک دوسرا دیکھتا رہا۔

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں بچھڑا پوجتے ہوئے دیکھا اور اپنے بھائی کو اور سامری کو تنبیہ کی۔ بچھڑے کو جلا دیا اور اس کی راکھ دریا میں بہادی اس کے بعد ان میں سے بہترین لوگوں کو چن کر اپنے ساتھ لیا جن کی تعداد ستر تھی اور کوہ طور پہ توبہ کرنے کے لئے چلے ان سے کہا کہ تم توبہ کرو ورنہ روزہ رکھو پاک صاف ہو جاؤ کپڑوں کو پاک کرلو جب بحکم الٰہی طور سینا پر پہنچے تو ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ اپنا کلام ہمیں بھی سنائے جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے پاس پہنچے تو ایک بادل نے آ کر سارے پہاڑ کو ڈھک لیا اور آپ اسی کے اندر اندر اللہ تعالیٰ کے قریب ہو گئے جب کلام رب ذوالجلال شروع ہوا تب موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی نور سے چمکنے لگا اس طرح کہ کوئی اس طرف نظر اٹھانے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ بادل کی اوٹ ہوگئی اور سب لوگ سجدے میں گر پڑے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آپ کے ساتھی بنی اسرائیل بھی اللہ تعالیٰ کا کلام سننے لگے کہ انہیں حکم احکام ہو رہے ہیں جب کلام الٰہ العالمین ختم ہوا بادل چھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس چلے آئے تو یہ لوگ کہنے لگے موسیٰ ہم تو ایمان نہ لائیں گے جب تک اپنے رب کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں۔ اس گستاخی پر ایک زلزلہ آیا اور سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ اب موسیٰ علیہ السلام نے خلوص دل کے ساتھ دعائیں شروع کیں اور کہنے لگے اس سے تو یہی اچھا تھا کہ ہم سب اس سے پہلے ہی ہلاک ہو جاتے۔ بیوقوفوں کے کاموں پر ہمیں ہلاک نہ کر یہ لوگ ان کے چیدہ اور پسندیدہ لوگ تھے۔

جب میں تنہا بنی اسرائیل کے پاس جاؤں گا تو انہیں کیا جواب دوں گا کون میری بات اس کو سچا سمجھے گا اور پھر اس کے بعد کون مجھ پر ایمان لائے گا؟ اللہ ہماری توبہ ہے۔ تو قبول فرما۔ اور ہم پر فضل و کرم کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام یونہی خشوع و خضوع سے دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ پروردگار نے ان کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ان مردوں کو زندہ کر دیا، اب سب نے ایک زبان ہو کر بنی اسرائیل کی طرف سے توبہ شروع کی ان سے فرمایا گیا کہ جب تک یہ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کریں اور ایک دوسرے کو قتل نہ کریں میں ان کی توبہ قبول نہیں فرماؤں گا۔

| ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ |
| --- |
| پھر ہم نے تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا تا کہ تم شکر ادا کرو۔ |

## مرنے کے بعد زندہ ہونے پر شکر ادا کرنے کا بیان

"ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ" اَحْيَيْنَاكُمْ "مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نِعْمَتَنَا بِذٰلِكَ۔

پھر ہم نے تمہارے مرنے کے بعد تمہیں زندہ کیا تاکہ تم شکرادا کرو۔یعنی ہماری نعمتوں کا شکرادا کرنے بن جاؤ۔

## نعمتوں کی عطاء کا تقاضہء شکر کرنے کا بیان

اس آیت مبارکہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کونعمتیں اس لئے بھی دی گئیں تھیں کہ وہ ان کا شکرادا کریں کیونکہ نعمت اپنے شکرانے کا تقاضہ کرنے والی ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت اس حقیقت کونہایت خوبی کے ساتھ پیش کرتی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ اپنی سیرو سیاحت کے سلسلے میں وہ دمشق یاکسی اور شہر میں جب پہنچے توان کی جوتی پھٹ چکی تھی اوران کے پاس اتنے پیسے بھی نہیں تھے کہ وہ نئی جوتی خرید سکیں۔وہ فرماتے ہیں کہ اپنی اس غربت کے سبب سے میں دل میں نہایت ملول تھا اور بار بار یہ خیال ذہن میں پیدا ہورہا تھا کہ اس فضل وکمال کے باوجود اللہ نے مجھے اس حال میں رکھا ہے کہ میرے پاؤں میں جوتی بھی نہیں ہے۔فرماتے ہیں کہ میں اسی گرفتگی کے ساتھ شہر کی مسجد میں داخل ہوا۔وہاں پہنچا تو میری نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جس کے سرے سے پاؤں ہی نہیں تھے۔اس کو دیکھتے ہی میں دفعۃً اپنے رب کے آگے سجدے میں گر پڑا کہ اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھے جوتی نہیں تو پاؤں تو دیے ہیں۔یہ بے چارہ تو سرے سے پاؤں ہی سے محروم ہے۔

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اپنی اس سرگزشت میں نہایت خوبی کے ساتھ یہ بات سمجھادی ہے کہ اللہ کا شکرگزار بندہ بننے کے لیے دنیا کو کس نگاہ سے دیکھنا ضروری ہے۔جولوگ دنیا کو سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ان کو قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی وہ نشانیاں ملتی رہتی ہیں جوان کو اللہ کے شکر پر ابھارتی رہتی ہیں۔لیکن جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے بھی کہ کتنوں کے پاس پاؤں ہی نہیں ہیں، اپنی اس محرومی پر اللہ سے شاکی رہتے ہیں۔کہ ان کے پاس کار نہیں ہے۔وہ کبھی بھی اللہ کی شکرگزاری کی توفیق نہیں پاتے۔

| |
|---|
| وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا |
| رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ |
| اور ہم نے بادل کو تمہارا سائبان کیا اور تم پر من اور سلویٰ اتارا کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور انہوں نے کچھ ہمارا |
| نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کو بگاڑ کرتے تھے۔ |

## بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ کرنے کا بیان

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ " سَتَرْنَاكُمْ بِالسَّحَابِ الرَّقِيقِ مِنْ حَرِّ الشَّمْسِ فِي التِّيهِ "وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ" فِيهِ "الْمَنَّ وَالسَّلْوَى " هُمَا التَّرَنْجَبِين وَالطَّيْر السُّمَانَى بِتَخْفِيفِ الْمِيم وَالْقَصْر وَقُلْنَا : "كُلُوا مِنْ طَيِّبَات مَا رَزَقْنَاكُمْ " وَلَا تَدَّخِرُوا فَكَفَرُوا النِّعْمَة وَادَّخَرُوا فَقَطَعَ عَنْهُمْ "وَمَا ظَلَمُونَا " بِذَلِكَ

"وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ" لِاَنَّ وَبَاله عَلَيهِم،

اور ہم نے بادل کو تمہارا سائبان کیا یعنی میدان تیہ میں سورج کی گرمی سے بچنے کیلئے ہلکے بادلوں سے ڈھانپ لیا۔ اور تم پر من اور سلویٰ اتارا یعنی وہ دونوں ترنجبین اور بٹیر تھی۔ سمانی کو میم کی تخفیف کے ساتھ اور قصر کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں کھاؤ اور تم ذخیرہ نہ کرو پس انہوں نے نعمت کا انکار کیا تو انہوں نے ذخیرہ کیا اور عہد کو کاٹ دیا۔ اور انہوں نے کچھ ہمارا نہ بگاڑا ہاں اپنی ہی جانوں کو بگاڑ کرتے تھے۔ کیونکہ اس کی سزا ان پر ہے۔

## من وسلویٰ کے لغوی مفہوم کا بیان

"غمامة" کا معنی ہے بادل اور اسکی جمع "غمام" ہے (لسان العرب) بعض اہل لغت کے نزدیک غمامہ کا معنی سفید بادل ہیں لغت میں "من" کے معانی میں سے ایک معنی میٹھا شربت یا ایک طرح کا میٹھا گوند ہے۔ سلوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بٹیر یا سفید رنگ کا ایک پرندہ ہے۔

امام کسائی نحوی کہتے ہیں سلویٰ واحد کا لفظ ہے اور اس کی جمع سلاوی آتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ جمع میں اور مفرد میں یہی صیغہ رہتا ہے یعنی لفظ سلویٰ۔

## بنی اسرائیل پر نازل ہونے والے من وسلویٰ کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی کہتے ہیں کہ ابن عمر ربیع بن انس ابومجاز ضحاک اور سدی نے بھی یہی کہا ہے حسن اور قتادہ بھی یہی کہتے ہیں۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ بادل عام بادلوں سے زیادہ ٹھنڈک والا اور زیادہ عمدہ تھا۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں یہ وہی بادل تھا جس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئے گا ابوحذیفہ کا قول بھی یہی ہے آیت (هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ) 2۔ البقرة:210) اس آیت میں اس کا ذکر ہے کہ کیا ان لوگوں کو اس کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بادل میں آئے۔ یہی وہ بادل ہے جس میں بدر والے دن فرشتے نازل ہوئے تھے۔ جو "من" ان پر اترا وہ درختوں پر اترا تھا۔ یہ صبح جاتے تھے اور جمع کر کے کھالیا کرتے تھے وہ گوند کی قسم کا تھا۔ کوئی کہتا ہے شبنم کی وضع کا تھا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اولوں کی طرح "من" ان کے گھروں میں اترتا تھا جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ صبح صادق سے لے کر آفتاب نکلنے تک اترتا رہتا تھا ہر شخص اپنے گھر بار کے لئے اتنی مقدار میں جمع کر لیتا تھا جتنا اس دن کافی ہو اگر کوئی زیادہ لیتا تو بگڑ جاتا تھا۔ جمعہ کے دن وہ دو دن کا لے لیتے تھے جمعہ اور ہفتہ کا اس لئے کہ ہفتہ ان کا بڑا دن تھا ربیع بن انس کہتے ہیں من شہد جیسی چیز تھی جس میں پانی ملا کر پیتے تھے شعبی فرماتے ہیں تمہارا یہ شہد اس "من" کا سترواں حصہ ہے شعروں میں یہی "من" شہد کے معنی میں آیا ہے یہ سب اقوال قریب قریب ہیں غرض یہ ہے کہ ایک ایسی چیز تھی جو انہیں بلا تکلیف و تکلف ملتی تھی اگر صرف اسے کھایا جائے تو وہ کھانے کی چیز تھی اور اگر پانی میں ملالی جائے تو پینے کی چیز تھی اور اگر دوسری چیزوں کے ساتھ مرکب کر

دی جاتی تو اور چیز ہو جاتی تھی۔لیکن یہاں "من" سے مراد یہی "من" مشہور نہیں۔

صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کھمبی من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے۔ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں ترمذی میں ہے کہ عجوہ جو مدینہ کی کھجوروں کی ایک قسم ہے وہ جنتی چیز ہے اور اس میں زہر کا تریاق ہے اور کھمبی من میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے درد کی دوا ہے۔(تفسیر قرآن، بقرہ، از امام ابن ابی حاتم رازی)

## بنی اسرائیل کیلئے میدان تیہ میں بادلوں کے سائے کا بیان

جب فرعون دریائے نیل میں غرق ہو گیا اور تمام بنی اسرائیل مسلمان ہو گئے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطمینان نصیب ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ بنی اسرائیل کا لشکر لے کر ارض مقدس (بیت المقدس) میں داخل ہو جائیں۔اُس وقت بیت المقدس پر عمالقہ کی قوم کا قبضہ تھا جو بدترین کفار تھے اور بہت طاقتور و جنگجو اور نہایت ہی ظالم لوگ تھے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھ لاکھ بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر قوم عمالقہ سے جہاد کے لئے روانہ ہوئے مگر جب بنی اسرائیل بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک دم بزدل ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس شہر میں "جبارین" (عمالقہ) ہیں جو بہت ہی زور آور اور زبردست ہیں۔لہٰذا جب تک یہ لوگ شہر میں رہیں گے ہم ہرگز ہرگز شہر میں داخل نہیں ہوں گے بلکہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہاں تک کہہ دیا کہ اے موسیٰ آپ اور آپ کا اللہ جا کر اس زبردست قوم سے جنگ کریں۔ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔بنی اسرائیل کی زبان سے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑا رنج و صدمہ ہوا اور آپ نے باری تعالیٰ کے دربار میں یہ عرض کیا کہ اے رب میرے مجھے اختیار نہیں مگر اپنا اور اپنے بھائی کا تو تو ہم کو اُن بے حکموں سے جدا رکھ۔(پ6، المائدۃ:25) اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب و جلال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ زمین اُن پر حرام ہے چالیس برس تک بھٹکتے پھریں زمین میں تو تم اُن بے حکموں کا افسوس نہ کھاؤ۔

(پ6، المائدۃ:26)

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ چھ لاکھ بنی اسرائیل ایک میدان میں چالیس برس تک بھٹکتے رہے مگر اس میدان سے باہر نہ نکل سکے۔اسی میدان کا نام "میدان تیہ" ہے۔اس میدان میں بنی اسرائیل کے کھانے کے لئے "من و سلویٰ" نازل ہوا۔اور پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا مار دیا تو پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔اس واقعہ کو قرآن مجید نے بار بار مختلف عنوانوں کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔جس میں سے سورہ مائدہ میں یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ مذکور ہوا ہے جو بلاشبہ ایک عجیب الشان واقعہ ہے جو بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی تعجب خیز اور حیرت انگیز داستان ہے مگر اس کے باوجود بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت و شفقت بنی اسرائیل پر ہمیشہ رہی کہ جب یہ لوگ میدان تیہ میں بھوکے پیاسے ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگ کر اُن لوگوں کے کھانے کے لئے من و سلویٰ نازل کرایا۔اور پتھر پر عصا مار کر بارہ چشمے جاری کرا دیئے اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صبر اور آپ کے حلم اور تحمل کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔(عجائب القرآن، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ |
| سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ؁ |
| اور جب ہم نے فرمایا اس بستی میں جاؤ۔ پھر اس میں جہاں چاہو کھاؤ اور دروازہ میں سجدہ کرتے داخل ہو اور کہو ہمارے |
| گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔ |

## بنی اسرائیل کا بیت المقدس میں داخل ہونے کا بیان

"وَاِذْ قُلْنَا" لَهُمْ بَعْدَ خُرُوجِهِمْ مِنَ التِّيه "اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ" بَيْتَ الْمَقْدِس اَوْ اَرِيحَا "فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا" وَاسِعًا لَّا حَجْر فِيْهِ "وَادْخُلُوا الْبَاب" اَىْ بَابهَا "سُجَّدًا" مُنْحَنِيْنَ "وَقُوْلُوا" مَسْاَلَتنَا "حِطَّةٌ" اَىْ اَنْ تَحُطَّ عَنَّا خَطَايَانَا "نَغْفِر" وَفِىْ قِرَاءَة بِالْيَاءِ وَالتَّاء مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ فِيْهِمَا "لَكُمْ خَطَايَاكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ" بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا،

اور جب ہم نے فرمایا یعنی میدان تیہ سے نکلنے کے بعد اس بستی یعنی بیت المقدس یا اریحا میں داخل ہو جاؤ۔ پھر اس میں جہاں چاہو کھاؤ وسیع طور پر بلا کسی روک ٹوک کے۔ اور دروازہ یعنی باب میں سجدہ یعنی جھکتے ہوئے داخل ہو اور کہو ہمارے مسائل یعنی گناہ معاف ہوں یعنی ہم سے ہماری خطائیں مٹا دے۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور ایک قرأت میں یاء اور تاء کے ساتھ یہ دونوں صیغے مفعول کے ہیں۔ یعنی تمہاری خطاؤں کیلئے۔ اور قریب ہے کہ نیکی والوں کو اور زیادہ دیں۔ یعنی اطاعت کے ساتھ اجر ہے۔

## قریہ وحطہ کے لغوی مفہوم کا بیان

لغت میں "قریۃ" کا معنی دیہات اور شہر بھی آیا ہے قرآن کریم میں بھی دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے۔ اب چونکہ کوئی قرینہ نہیں ہے کہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے لہٰذا " آبادی" کا مفہوم لیا گیا ہے اور "القریۃ" میں الف لام عہد حضوری ہے لہٰذا ایک خاص خطے کی طرف اشارہ ہے، بہت سے مفسّرین کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس ہے۔

'حطۃ" مبتدائے محذوف مثلاً "مسالتنا" کی خبر ہے یہ اسم مصدر ہے اور اسکا معنی ہے رکھنا یا نیچے اتارنا۔ جملہ "نغفر لکم" کے قرینے سے اس سے مراد گناہوں کا اٹھانا یا بخشش ہے۔ بنا بریں "قولوا حطۃ" یعنی کہو اے اللہ ہماری درخواست ہمارے گناہوں کی معافی ہے۔

المحسنین، نیک لوگ "، ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ بنی اسرائیل کے دوسرے گروہ کے بارے میں ہو اور یہ مطلب جملہ "نغفر لکم خطایاکم " سے سمجھ میں آتا ہے یعنی یہ کہ بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے ایک گروہ گناہگاروں کا تھا جس کی طرف "نغفر لکم خطایاکم" کے ذریعے اشارہ کیا گیا ہے اور دوسرا گروہ پاک دامن افراد کا تھا اور "المحسنین "اسی کو بیان کر رہا ہے۔

## حطہ کی بجائے حنطہ کہنے والے یہود کا بیان

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بنی اسرائیل کو حکم کیا گیا کہ وہ سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ کہتے ہوئے دروازے میں داخل ہوں لیکن انہوں نے بدل دیا اور اپنی رانوں پر گھسٹتے ہوئے اور حطہ کے بجائے **حبتہ فی شعرۃ** کہتے ہوئے جانے لگے۔ نسائی، عبدالرزاق، ابوداؤد، مسلم اور ترمذی میں بھی یہ حدیث باختلاف الفاظ موجود ہے اور سنداً صحیح ہے۔

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہے تھے۔ ذات الحنظل نامی گھاٹی کے قریب پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ اس گھاٹی کی مثال بھی بنی اسرائیل کے اس دروازے جیسی ہے جہاں انہیں سجدہ کرتے ہوئے اور حطہ کہتے ہوئے داخل ہونے کو کہا گیا تھا اور ان کے گناہوں کی معافی کا وعدہ کیا گیا تھا۔ حضرت براء فرماتے ہیں **سیقول السفہاء** میں سفہاء یعنی جاہلوں سے مراد یہود ہیں جنہوں نے اللہ کی بات کو بدل دیا تھا حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں حطہ کے بدلے انہوں نے **حنطۃ حبتہ حمراء فیہا شعیرۃ** کہا تھا ان کی اپنی زبان میں ان کے الفاظ یہ تھے **ھطا سمعانا ازبتہ مزبا** ابن عباس بھی ان کی اس لفظی تبدیلی کو بیان فرماتے ہیں کہ رکوع کرنے کے بدلے وہ رانوں پر گھسٹتے ہوئے اور حطہ کے بدلے **حنطۃ** کہتے ہوئے داخل ہوئے۔

| |
|---|
| فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلاً غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ |
| السَّمَآءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ○ |
| پس ان ظالموں نے اس قول کو جوان سے کہا گیا تھا ایک اور کلمہ سے بدل ڈالا سو ہم نے ظالموں پر آسمان سے سخت |
| آفت اتار دی اس وجہ سے کہ وہ حکم عدولی کر رہے تھے۔ |

## یہود کا حکم الٰہی کے لفظ حطہ کو بدلنے کا بیان

**"فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا" مِنْھُمْ "قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ" فَقَالُوْا : حَبَّۃٌ فِیْ شَعْرَۃٍ وَدَخَلُوْا یَزْحَفُوْنَ عَلٰی اَسْتَاھِھِمْ "فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوا" فِیْہِ وَضْعُ الظَّاھِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ مُبَالَغَۃً فِیْ تَقْبِیْحِ شَاْنِھِمْ "رِجْزًا" عَذَابًا طَاعُوْنًا "مِنَ السَّمَاءِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ" بِسَبَبِ فِسْقِھِمْ اَیْ خُرُوْجِھِمْ عَنِ الطَّاعَۃِ فَھَلَکَ مِنْھُمْ فِیْ سَاعَۃٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا اَوْ اَقَلَّ،**

**بما کانوا**، میں **باء سببیۃ** کی ہے اور "ما" مصدریہ ہے۔ فعل مضارع پر جب "کان" آجائے تو زمانہ ماضی میں استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

**بما کانوا یفسقون** "میں باء سببیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آسمانی عذاب کے نزول کا سبب بنی اسرائیل کا دیرینہ

فسق تھا۔ان کو ظالم، ستمگر "الذین ظلموا" کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عذاب ان کے ظلم کی وجہ سے ہوا اور یہ ظلم فرمان الٰہی کی تبدیلی تھا بنابریں کہا جاسکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ظلم و ستمگری کے ساتھ ساتھ ان کا پرانا فسق ان پر عذاب کا باعث بنا۔

حضرت عطا، مجاہد بن جبر مخزومی تابعی، عکرمہ، ضحاک، حسن، قتادہ، ربیع، یحییٰ نے بھی یہی بیان کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس قول وفعل کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے مذاق اڑایا جو صریح مخالفت اور معاندت تھی اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا عذاب نازل فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ظالموں پر ان کے فسق کی وجہ سے آسمانی عذاب نازل فرمایا۔رجز سے مراد عذاب ہے کوئی کہتا ہے غضب ہے کسی نے طاعون کہا ہے ایک مرفوع حدیث ہے طاعون رجز ہے اور یہ عذاب تم سے اگلے لوگوں پر اتارا گیا تھا۔بخاری اور مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ دکھ اور بیماری رجز ہے تم سے پہلے لوگ انہی سے عذاب دیئے گئے تھے۔

| |
|---|
| وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ |
| عَيْنًاؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۝ |
| اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے |
| ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا کھاؤ اور پیو اللہ کا دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے بارہ چشمے بننے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى" اَىْ طَلَبَ السُّقْيَا "لِقَوْمِهٖ" وَقَدْ عَطِشُوْا فِى التِّيْهِ "فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ" وَهُوَ الَّذِىْ فَرَّ بِثَوْبِهٖ خَفِيفٌ مُرَبَّعٌ كَرَاْسِ الرَّجُلِ رُخَامٌ اَوْ كَذَّانٌ فَضَرَبَهٗ "فَانْفَجَرَتْ" انْشَقَّتْ وَسَالَتْ "مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا" بِعَدَدِ الْاَسْبَاطِ "قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ" سِبْطٍ مِنْهُمْ "مَشْرَبَهُمْ" مَوْضِعَ شُرْبِهِمْ فَلَا يَشْرَكُهُمْ فِيْهِ غَيْرُهُمْ وَقُلْنَا لَهُمْ "كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ" حَالٌ مُؤَكِّدَةٌ لِعَامِلِهَا مِنْ عَثِىَ بِكَسْرِ الْمُثَلَّثَةِ اَفْسَدَ ۔

اور یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا، جو میدان تیہ میں پیاسے تھے تو ہم نے فرمایا اس پتھر پر اپنا عصا مارو یہ وہی پتھر تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگا تھا جو ہلکا سا چوکور کی طرح انسان کے سر کی مانند تھا جس کا رنگ سفید تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس پر عصا مارا تو فوراً اس میں سے بارہ چشمے بہہ نکلے یعنی پھوٹ نکلے، یعنی قبائل کی تعداد کے مطابق تو ہر گروہ نے اپنا چشمہ پہچان لیا کھاؤ یعنی ہر قبیلے نے پینے کی جگہ کو جان لیا تا کہ ان کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہ ہو اور ہم نے ان سے کہا کہ کھاؤ اور پیو اللہ کا دیا اور زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے نہ پھرو۔یہاں مفسدین اپنے عامل سے حال مؤکدہ ہے جس عثی مثلثہ کے کسرہ کے ساتھ جس کا معنی افسد ہے۔

## استسقاء کے معنی اور الحجر میں الف لام کے معنی کا بیان

لغت میں "استسقاء" کا معنی ہے پانی طلب کرنا اور شرعی اصطلاح میں ایک خاص انداز سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بارش کے لئے دعا کرنا ہے "الحجر" میں الف لام ممکن ہے جنس کے لئے ہو پس اس سے مراد دیگر اشیاء کے مقابل پتھر ہیں یہ بھی ممکن ہے کہ الف لام عہد حضوری یا عہد ذہنی کا ہو۔ اس صورت میں اس سے مراد خاص پتھر ہے۔

**فانفجرت**" کی **فاء فصیحه** ہے یعنی ایک مقدر معطوف علیہ کو بیان کر رہی ہے اس جملے کی تقدیر یوں بنتی ہے۔ **فضرب بعصاه الحجر فانفجرت**" اس جملے کا حذف ہونا گویا اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ فرمان الٰہی وہی مارنا ہے۔

علامہ جار اللہ زمخشری کہتے ہیں کہ حجر پر الف لام جس کے لئے ہے عہد کے لئے نہیں یعنی اسی ایک پتھر پر عصا مارو یہ نہیں کہ فلاں پتھر ہی پر مارو حضرت حسن سے بھی یہی مروی ہے۔ (تفسیر کشاف، بقرہ)

## چشموں والے پتھر کے مفہوم میں مفسرین کے اقوال کا بیان

جب تمہارے نبی نے تمہارے لئے پانی طلب کیا تو ہم نے اس پتھر سے چشمے بہا دیئے جو تمہارے ساتھ رہا کرتا تھا اور تمہارے ہر قبیلے کے لئے اس میں سے ایک ایک چشمہ ہم نے جاری کرا دیا جسے ہر قبیلہ نے جان لیا اور ہم نے کہہ دیا کہ من وسلویٰ کھاتے رہو اور ان چشموں کا پانی پیتے رہو بے محنت کی روزی کھا پی کر ہماری عبادت میں لگے رہو نا فرمانی کر کے زمین میں فساد مت پھیلاؤ ورنہ یہ نعمتیں چھن جائیں گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ ایک چکور پتھر تھا جو ان کے ساتھ ہی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم اللہ اس پر لکڑی ماری چاروں طرف سے تین تین نہریں بہ نکلیں۔ یہ پتھر بیل کے سر جتنا تھا جو بیل پر لاد دیا جاتا تھا۔ جہاں اترتے رکھ دیتے اور عصا کی ضرب لگتے ہی اس میں سے نہریں بہ نکلیں۔ جب کوچ کرتے اٹھا لیتے نہریں بند ہو جاتیں اور پتھر کو ساتھ رکھ لیتے۔ یہ پتھر طور پہاڑ کا تھا ایک ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ چوڑا تھا۔

بعض کہتے ہیں یہ جنتی پتھر تھا دس دس ہاتھ لمبا چوڑا تھا دو شاخیں تھیں جو چمکتی رہتی تھیں۔ ایک اور قول میں ہے کہ یہ پتھر حضرت آدم کے ساتھ جنت سے آیا تھا اور یونہی ہاتھوں ہاتھ پہنچتا ہوا حضرت شعیب کو ملا تھا انہوں نے لکڑی اور پتھر دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دئے تھے بعض کہتے ہیں یہ وہی پتھر ہے جس پر حضرت موسیٰ اپنے کپڑے رکھ کر نہا رہے تھے اور بحکم الٰہی یہ پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگا تھا اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت جبرائیل کے مشورے سے اٹھا لیا تھا جس سے آپ کا معجزہ ظاہر ہوا۔

## عصائے موسیٰ علیہ السلام کے مارنے سے چشموں کے جاری ہونے کا بیان

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ جب بنی اسرائیل نے سفر میں پانی نہ پایا شدت پیاس کی شکایت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو آپ کے پاس ایک مربع پتھر تھا جب پانی کی ضرورت ہوتی آپ اس پر

عصا مارتے اس سے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور سب سیراب ہوتے یہ بڑا معجزہ ہے لیکن سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انگشت مبارک سے چشمے جاری فرما کر جماعت کثیرہ کو سیراب فرمانا اس سے بہت اعظم واعلیٰ ہے کیونکہ عضو انسانی سے چشمے جاری ہونا پتھر کی نسبت زیادہ اعجب ہے۔ (تفسیر خازن، بقرہ)

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْتُمْ يَا مُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ |
| الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى |
| بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ |
| وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ |

الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

| |
|---|
| اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا تو آپ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ زمین کی اگائی |
| ہوئی چیزیں ہمارے لئے نکالے کچھ ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز فرمایا کیا ادنیٰ چیز کو بہتر کے بدلے |
| مانگتے ہو اچھا مصر یا کسی شہر میں اترو وہاں تمہیں ملے گا جو تم نے مانگا اور ان پر مقرر کر دی گئی خواری اور ناداری اور اللہ |
| کے غضب میں لوٹے یہ بدلہ تھا اس کا کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔ یہ بدلہ اس لئے تھا |
| کیونکہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھنے والے تھے |

## بنی اسرائیل کا ایک کھانے پر صبر نہ کرنے کا بیان

"وَاِذْ قُلْتُمْ يَا مُوْسٰى لَنْ نَصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ" اَیْ نَوْعٍ مِنْهُ "وَاحِدٍ" وَهُوَ الْمَنُّ وَالسَّلْوٰى "فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا" شَيْئًا "مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ" لِلْبَيَانِ "بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُوْمِهَا" حِنْطَتِهَا "وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا" قَالَ" لَهُمْ مُوْسٰى "اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى" اَخَسُّ "بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ" اَشْرَفُ اَتَاْخُذُوْنَهُ بَدَلَهُ وَالْهَمْزَةُ لِلْاِنْكَارِ فَاَبَوْا اَنْ يَرْجِعُوْا فَدَعَا اللّٰهَ تَعَالٰى فَقَالَ تَعَالٰى "اهْبِطُوْا" اَنْزِلُوْا "مِصْرًا" مِنَ الْاَمْصَارِ "فَاِنَّ لَكُمْ" فِيْهِ "مَا سَاَلْتُمْ" مِنَ النَّبَاتِ "وَضُرِبَتْ" جُعِلَتْ "عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ" الذُّلُّ وَالْهَوَانُ "وَالْمَسْكَنَةُ" اَیْ اَثَرُ الْفَقْرِ مِنَ السُّكُوْنِ وَالْخِزْیِ فَهِیَ لَازِمَةٌ لَهُمْ وَاِنْ كَانُوْا اَغْنِيَاءَ لُزُوْمَ الدِّرْهَمِ الْمَضْرُوْبِ لِسِكَّتِهِ "وَبَاءُوْا" رَجَعُوْا "بِغَضَبٍ مِنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ" اَیْ الضَّرْبُ وَالْغَضَبُ "بِاَنَّهُمْ" اَیْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ" كَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى "بِغَيْرِ الْحَقِّ" اَیْ ظُلْمًا "ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ" يَتَجَاوَزُوْنَ الْحَدَّ فِی الْمَعَاصِیْ وَكَرَّرَهُ لِلتَّاْكِيْدِ،

اور جب تم نے کہا: اے موسیٰ ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ یعنی ایک قسم کے کھانے اور وہ من وسلویٰ ہے تو اپنے رب کو ہمارے لئے پکاریے کہ وہ ہمارے لئے نکالے کوئی چیز جو زمین اگاتی ہے، یہاں مما میں من بیانیہ ہے۔ ساگ، سبزی، ککڑی، گندم، مسور اور پیاز ہے' تو ان سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم کمتر چیز کو بدلتے ہو اس کے بدلے میں جو بہتر ہے یعنی اعلیٰ دیکر ادنی لینا چاہتے ہو، اور ہمزہ یہاں انکاری ہے۔ پس اپنے مطالبے سے باز آنے سے انکار کر گئے۔ تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم شہروں میں سے کسی شہر میں اتر جاؤ، پس وہاں تمہارے لئے وہی ہوگا جو تم مانگتے ہو جو نبات سے ہوگا۔ اور ان پر ذلت ماردی گئی یعنی ذلت، خواری، مسکینی ومحتاجی یعنی فقر کے اثر سے سکون وذلت ان کیلئے لازم ہوگیا اگرچہ وہ دولت مند ہی کیوں نہ ہوں ان کے دراہم کیلئے ماردیا سکہ ہونا، پس وہ اللہ کا غضب لیکر لوٹے۔ یعنی ضرب اور غضب کیونکہ وہ اللہ تعالی کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ اور انبیائے کرام جس طرح ذکریا اور یحیٰ علیہما السلام، کو بغیر سبب کے قتل کردیا یعنی ظلم کرتے ہوئے کیونکہ وہ نافرمانی کرنے اور حد سے بڑھنے والے تھے۔ یعنی معصیت میں حد سے بڑھنے والے اور اس کی تاکید کیلئے تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

## ضمیر کے سبب زمینی غذاؤں پر تاکید ہونے کا بیان

مما تنبت الأرض، وہ جو زمین اگاتی ہے" یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم ایسی غذاؤں کو چاہتی تھی جو سبزیاں اور زمین سے اگی ہوئی ہوں۔ بـقـل اور بصل کا ضمیر "ہا" کی طرف اضافہ جس کا مرجع "الأرض" ہے (زمین کی سبزیاں اور زمین کی پیاز) یہ اضافہ طلب کی گئی غذاؤں کے زمینی ہونے پر تاکید ہے۔

"یخرج" مجزوم ہے جو دلالت کرتا ہے کہ اس کی شرط مقدر ہے یعنی "ادع لنا ربك ان تدع یخرج، دعا کرو اگر دعا کروگے تو اللہ تعالی نکال دے گا۔ یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی قوم کو دعا کی قبولیت کا اطمینان حاصل تھا،

## لفظ فوم کے مختلف لغوی مفاہیم کا بیان

فوم کے معنی میں اختلاف ہے ابن مسعود کی قرأت میں ثوم ہے، مجاہد بن جبر مخزومی تابعی نے فوم کی تفسیر ثوم کے ساتھ کی ہے۔ یعنی لہسن، حضرت ابن عباس سے بھی یہ تفسیر مروی ہے اگلی لغت کی کتابوں میں فـومـوا لنا کے معنی اختبروا یعنی ہماری روٹی پکاؤ کے ہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو یہ حروف مبدلہ میں سے ہیں جیسے عاثور شر عافور شر اثافی اثاثی مغافیر مغاثیر وغیرہ جن میں ف سے ث اور ث بدلا گیا کیونکہ یہ دونوں مخرج کے اعتبار سے بہت قریب ہیں واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں فوم کے معنی گیہوں کے ہیں حضرت ابن عباس سے بھی یہی تفسیر منقول ہے اور احیحہ کے شعر میں بھی فوم گیہوں کے معنی میں آیا ہے، بنی ہاشم کی زبان میں فوم گیہوں کے معنی میں مستعمل تھا۔ فوم کے معنی روٹی کے بھی ہیں بعض نے سنبلہ کے معنی کئے ہیں حضرت قتادہ اور حضرت عطا فرماتے ہیں جس اناج کی روٹی پکتی ہے اسے فوم کہتے ہیں بعض کہتے ہیں فوم ہر قسم کے اناج کو کہتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِـِٕیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ |
| عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۝ |
| بیشک جولوگ ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور جو نصاریٰ اور صابی تھے (ان میں سے) جو (بھی) اللہ پر اور آخرت کے دن |
| پر ایمان لایا اور اس نے اچھے عمل کیئے، تو ان کیلئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ |

## سابقہ ادیان حق پر ایمان وعمل کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" بِالْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْل "وَالَّذِیْنَ هَادُوا" هُمُ الْیَهُوْد "وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ" طَائِفَةٌ مِنْ الْیَهُوْد اَوْ النَّصَارٰی "مَنْ اٰمَنَ" مِنْهُمْ "بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِر" فِیْ زَمَن نَبِیّنَا "وَعَمِلَ صَالِحًا" بِشَرِیْعَتِهِ "فَلَهُمْ اَجْرهمْ" اَیْ ثَوَاب اَعْمَالهمْ "عِنْدَ رَبّهمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" رُوعِیَ فِیْ ضَمِیر اٰمَنَ وَعَمَل لَفْظ مَنْ وَفِیْمَا بَعْده مَعْنَاهَا،

بیشک جولوگ ایمان لائے یعنی پہلے انبیائے کرام پر ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے اور جو نصاریٰ اور صابی تھے جو یہود ونصاریٰ میں سے ایک گروہ ہے جو بھی ان میں سے اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا یعنی اپنے انبیائے کرام کے زمانے میں اور اس نے اچھے عمل کیئے، یعنی شریعت کے مطابق تو ان کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر یعنی اعمال کا ثواب ہے، ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یہاں پر امن اور عمل کی ضمیر میں من کے لفظ کی رعایت ہے جبکہ اس کے بعد میں من کے معنی کی رعایت ہے۔

## یہود ونصاریٰ کی لفظی وجوہ تسمیہ ومعانی کا بیان

لفظ یہود ہوداۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی مودۃ اور دوستی کے ہیں یا یہ ماخوذ ہے تہود سے جس سے کے معنی توبہ کے ہیں جیسے قرآن میں ہے آیت (انا هدنا الیك) حضرت موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں ہم اے اللہ تیری طرف توبہ کرتے ہیں پس انہیں ان دونوں وجوہات کی بنا پر یہود کہا گیا ہے یہودا حضرت یعقوب کے بڑے لڑکے کا نام تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ توراۃ پڑھتے وقت ہلتے تھے۔ اس بنا پر انہیں یہود یعنی حرکت کرنے والا کہا گیا ہے۔

## حضرت سلمان فارسی اور آیت ۶۲ کے شان نزول کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے جن ایمان والوں سے ملا تھا ان کی عبادت اور نماز روزے وغیرہ کا ذکر کیا تو یہ آیت اتری۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ بقرہ، آیت ۶۲، بیروت)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سلمان نے ان کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ نمازی روزہ دار ایماندار اور اس بات کے معتقد

تھے کہ آپ مبعوث ہونے والے ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہیں، حضرت سلمان کو اس سے بڑا رنج ہوا وہیں یہ آیت نازل ہوئی۔

## نصاریٰ کے نام نصاریٰ کی وجہ تسمیہ کا بیان

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا زمانہ آیا تو نبی اسرائیل پر آپ کی نبوت کی تصدیق اور آپ کے فرمان کی اتباع واجب ہوئی تب ان کا نام نصاریٰ ہوا کیونکہ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی نصرت یعنی تائید اور مدد کی تھی انہیں انصار بھی کہا گیا ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے آیت (مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ)3۔آل عمران:52) اللہ کے دین میں میرا مددگار کون ہے؟ حواریوں نے کہا ہم ہیں بعض کہتے ہیں یہ لوگ جہاں اترتے تھے اس زمین کا نام ناصرہ تھا اس لئے انہیں نصاریٰ کہا گیا قتادہ اور ابن جریج کا یہی قول ہے ابن عباس سے بھی مروی ہے۔نصاریٰ نصران کی جمع ہے جیسے نشوان کی جمع نشاوی اور سکران کی جمع سکاری اس کا مونث نصرانۃ آتا ہے۔

## صابی گروہ کے متعلق تفسیری تصریحات کا بیان

صابی کے معنی ایک تو بے دین اور لا مذہب کئے گئے ہیں اور اہل کتاب کے ایک فرقہ کا نام بھی یہ تھا جو زبور پڑھا کرتے تھے اسی بنا پر ابو حنیفہ اور اسحق کا مذہب ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی۔حضرت حسن اور حضرت حکم فرماتے ہیں یہ گروہ مجوسیوں کے مانند ہے یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے پجاری تھے۔زیاد نے جب یہ سنا تھا کہ یہ لوگ پانچ وقت نماز قبلہ کی جانب رخ کر کے پڑھا کرتے ہیں تو ارادہ کیا کہ انہیں جزیہ معاف کردے لیکن ساتھ ہی معلوم ہوا کہ وہ مشرک ہیں تو اپنے ارادہ سے باز رہے۔

حضرت ابوالزناد فرماتے ہیں یہ لوگ عراقی ہیں۔بکوثی کے رہنے والے سب نبیوں کو مانتے ہیں ہر سال تیس روزے رکھتے ہیں اور یمن کی طرف منہ کر کے ہر دن میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو یہ لوگ جانتے ہیں لیکن کسی شریعت کے پابند نہیں اور کفار بھی نہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ یہ بھی ایک مذہب ہے جزیرہ موصل میں یہ لوگ تھے آیت (لا الہ الا اللہ) پڑھتے تھے اور کسی کتاب یا نبی کو نہیں مانتے تھے اور نہ کوئی خاص شرع کے عامل تھے مشرکین اسی بنا پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو لا الہ الا اللہ صابی کہتے تھے یعنی کہنے کی بنا پر۔۔ان کا دین نصرانیوں سے ملتا جلتا تھا ان کا قبلہ جنوب کی طرف تھا یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت نوح کے دین پر بتاتے تھے ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود مجوس کے دین کا خلط ملط یہ مذہب تھا ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا ممنوع ہے قرطبی فرماتے ہیں مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ یہ لوگ موحد تھے لیکن تاروں کی تاثیر اور نجوم کے معتقد تھے ابو سعید اصطخری نے ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں یہ ستارہ پرست لوگ تھے کشرانیین میں سے تھے جن کی جانب حضرت ابراہیم علیہ السلام بھیجے گئے تھے حقیقت حال کا علم تو محض اللہ تعالیٰ کو ہے مگر بظاہر یہی قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ یہودی تھے نہ نصرانی نہ مجوسی نہ

مشرک بلکہ یہ لوگ فطرت پر تھے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے اور اسی معنی میں مشرکین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صابی کہا کرتے تھے یعنی ان لوگوں نے تمام مذاہب ترک کردیئے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ صابی وہ ہیں جنہیں کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی۔

| |
|---|
| وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ |
| لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○ |
| اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے اور اس کے مضمون یاد کرو اس |
| امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ |

## بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو بلند کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ " عَهْدَكُمْ بِالْعَمَلِ بِمَا فِي التَّوْرَاة "و" قَدْ "رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّور" الْجَبَل اقْتَلَعْنَاهُ مِنْ اَصْله عَلَيْكُمْ لَمَّا اَبَيْتُمْ قَبُولهَا وَقُلْنَا "خُذُوا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ" بِالْعَمَلِ بِهِ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" النَّار اَوْ الْمَعَاصِي،

اور تم یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا یعنی تورات پر عمل کرنے کا عہد لیا اور تم پر طور کو اونچا کیا یعنی پہاڑ کو جڑ سے اٹھا کر تمہارے اوپر لٹکا دیا جب تم نے تورات کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا اور ہم نے کہا کہ لو جو کچھ ہم تم کو دیتے ہیں زور سے یعنی سخت محنت واجتہاد سے اور اس کے مضمون یاد کرو یعنی عمل کے ساتھ اس امید پر کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔ یعنی آگ اور معصیت سے بچو۔

## میثاق کے معنی ومورد کا بیان

میثاق" کا معنی تاکیدی عہد و پیان ہے جملہ "خـــذوا" پیمان کے مورد کو بیان کر رہا ہے۔ آسمانی کتابوں کو اخذ کرنا یا لے لینا (خذوا ما آتیناکم) اس معنی میں ہے کہ ان کو قبول کیا جائے اور ان کے احکام پر عمل کیا جائے۔

"الطّور" ایک پہاڑ کا نام ہے (مفردات راغب) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ "الـطـور" وہی پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کیا کرتے تھے (مجمع البیان) یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ ہر پہاڑ کو بھی طور کہتے ہیں۔

## عہد شکن یہود کے سروں پر پہاڑ کے باوجود سجدے کا طریقہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب انہوں نے اطاعت سے انکار کرنے کے باعث ان کے سر پر پہاڑ آ گیا لیکن اسی وقت یہ سب سجدے میں گر پڑے اور مارے ڈر کے کنکھیوں سے اوپر کی طرف دیکھتے رہے اللہ تعالیٰ نے ان پر

رحم فرمایا اور پہاڑ ہٹالیا اسی وجہ سے وہ اسی سجدے کو پسند کرتے ہیں کہ آدھا دھڑ سجدے میں ہو اور دوسری طرف سے اوپر دیکھ رہے ہوں۔ جو ہم نے دیا اس سے مراد تورات ہے قوت سے مراد طاعت ہے یعنی تورات پر مضبوطی سے جم کر عمل کرنے کا وعدہ کرو ورنہ پہاڑ تم پر گرادیا جائے گا اور اس میں جو ہے اسے یاد کرو اور اس پر عمل کرو یعنی تورات پڑھتے پڑھاتے رہو۔ لیکن ان لوگوں نے اتنے پختہ میثاق اتنے اعلیٰ عہد اور اس قدر زبردست وعدے کے بعد بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور عہد شکنی کی اب اگر اللہ تعالیٰ کی کرم فرمائی اور رحمت نہ ہوتی اگر وہ توبہ قبول نہ فرماتا اور نبیوں کے سلسلہ کو برابر جاری نہ رکھتا تو یقیناً تمہیں زبردست نقصان پہنچتا اس وعدے کو توڑنے کی بنا پر دنیا اور آخرت میں تم برباد ہو جاتے۔

| |
|---|
| ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ |
| ترجمہ: پھر اس کے بعد بھی تم نے روگردانی کی، پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً نقصان |
| اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔ |

## بنی اسرائیل کا میثاق کے بعد اعراض کرنے کا بیان

"ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ" اَعْرَضْتُمْ "مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ" الْمِيْثَاقِ عَنِ الطَّاعَةِ "فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُه" لَكُمْ بِالتَّوْبَةِ اَوْ تَاْخِيْرِ الْعَذَابِ "لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ" الْهَالِكِيْنَ،

پھر اس کے بعد بھی تم نے روگردانی کی، یعنی فرمانبرداری کے عہد سے، پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی یعنی تمہاری توبہ یا عذاب میں تاخیر سے، تو تم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاتے۔ یعنی ہلاک ہو جاتے۔

تولّیتم " کا مصدر تولّی ہے جس کا معنی ہے منہ پھیر لینا ماقبل آیت کے قرینے سے اس کا متعلق بنی اسرائیل کا عہد تھا جس کے مطابق انہیں چاہیئے تھا کہ تورات کو قبول کریں اور اس کے احکام پر عمل کریں۔

"ثم تولّیتم" میں "ثم" "ترتیب رتبی کی حکایت کر رہا ہے جبکہ "من بعد ذلك" "ترتیب زمانی کا مفہوم دے رہا ہے" "ثم" کا ترتیب رتبی کے لئے آنا مابعد کے جملے میں موجود مفہوم کی عظمت، تعجب وغیرہ پر دلالت کرتا ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ فضل الٰہی اور رحمت حق سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک مراد ہے معنی یہ ہیں کہ اگر تمہیں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی دولت نہ ملتی اور آپ کی ہدایت نصیب نہ ہوتی تو تمہارا انجام ہلاک وخسران ہوتا۔

## اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے سبب نجات پانے کا بیان

روایات میں آتا ہے کہ شیطان شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے چاروں طرف مکر وفریب کے جال پھینکتا رہا تا کہ ان جالوں میں آپ کو پھانس کر زیر کرلے مگر اسے کامیابی نہ ہوئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان شیطانی پھندوں کو توڑنے میں مشغول رہے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی رحمت خاص کے سبب کامیاب ہو گئے۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت وریاضت میں مشغول تھے کہ زمین سے آسمان تک آنکھوں کو چندھیا دینے والی تیز روشنی ظاہر ہوئی پھراسی روشنی میں ایک چہرہ ظاہر ہوا جس نے گرجدار آواز میں آپ کو پکارا، اے عبدالقادر میں تیرا رب ہوں اور تیری عبادت وریاضت سے خوش ہو کر تجھ پر تمام فرائض کو معاف کرتا ہوں اور تجھ پر حرام چیزوں کو حلال کرتا ہوں لہٰذا اب جو جی میں آئے کر۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ سرورِکائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اتنا اعلیٰ مرتبہ حاصل ہونے کے باوجود عمر بھر عبادت میں مشغول رہے اور حلال وحرام پر سختی سے پابند رہے تو کوئی اور کیونکر اس سے آزاد ہوسکتا ہے چنانچہ میں نے لاحول پڑھا تو وہ تیز روشنی فوراً غائب ہوگئی اور اندھیرا پھیل گیا وہ چہرہ جو ظاہر ہوا تھا دھواں بن کر غائب ہوگیا پھر اس میں سے آواز آئی، اے عبدالقادر! تیرے علم نے تجھے بچالیا۔ یہ شیطان کا آخری وار تھا جس کا آپ نے فوراً جواب دیا کہ اے مردود علم نے نہیں بلکہ مجھے میرے رب کی رحمت نے بچایا ہے۔ یہ سن کر ابلیس سر پیٹنے لگا اور کہنے لگا کہ اب تو میں آپ سے بالکل مایوس ہو چکا ہوں اور آئندہ آپ پر وقت ضائع نہ کروں گا۔ اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دور ہو جا مردود میں تیری کسی بات کا اعتبار نہیں کرتا اور ہمیشہ تیرے مکر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (طبقات الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 127، قلائد الجواہر صفحہ 11، 20، 21، بہجۃ اسرار صفحہ 85، 86)

| |
|---|
| وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ○ |
| اور بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں سے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ |

## اہل ایلہ پر دنیا میں عذاب آنے کا عبرت ناک واقعہ

**"وَلَقَدْ" لام قَسم "عَلِمْتُمْ" عَرَفْتُمْ "الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ" تَجَاوَزُوا الْحَدَّ بِصَيْدِ السَّمَكِ وَقَدْ نَهَيْنَاهُمْ عَنْهُ وَهُمْ اَهْل اَيْلَة "فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ" مُبْعَدِيْنَ فَكَانُوْا وَهَلَكُوا بَعْد ثَلَاثَة اَيَّام،**

اور لقد میں لام قسم ہے۔ بیشک ضرور تمہیں معلوم ہے تم میں سے وہ جنہوں نے ہفتہ میں سرکشی کی یعنی حد سے بڑھ گئے کیونکہ انہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور وہ اہل ایلہ تھے تو ہم نے ان سے فرمایا کہ ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے یعنی دھتکارے گئے اور وہ سارے تین دن کے بعد ہلاک ہوگئے۔

"سبت" کا معنی ہے کام روکنا یا سکون واستراحت اس کو تعطیل یا چھٹی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ "اعتدوا" کا مصدر ہے "اعتداء" اسکا معنی ہے تجاوز یا خلاف ورزی کرنا۔

"قردۃ" کا مفرد "قرد" ہے جسکا معنی ہے بندر "خاسی" کا معنی ہے راندہ ہوا نیز حقیر اور ذلیل کے معنی میں بھی آتا ہے خاسئین"، "کونوا" کی دوسری خبر ہے۔

## بارہ ہزار یہودیوں کے بندر بننے کا واقعہ

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار آدمی "عقبہ" کے پاس سمندر کے کنارے "ایلہ" نامی گاؤں میں رہتے تھے اور یہ لوگ بڑی فراخی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کا اس طرح امتحان لیا کہ ہفتے کے دن مچھلی کا شکار اُن لوگوں پر حرام فرمادیا اور باقی دنوں میں شکار حلال فرمادیا مگر اس طرح اُن لوگوں کو آزمائش میں مبتلا فرمادیا کہ ہفتے کے دن بے شمار مچھلیاں آتی تھیں اور دوسرے دنوں میں نہیں آتی تھیں تو شیطان نے اُن لوگوں کو یہ حیلہ بتادیا کہ سمندر سے کچھ نالیاں نکال کر خشکی میں چند حوض بنالو اور جب ہفتے کے دن اُن نالیوں کے ذریعہ مچھلیاں حوض میں آجائیں تو نالیوں کا منہ بند کردو۔ اور اس دن شکار نہ کرو بلکہ دوسرے دن آسانی کے ساتھ اُن مچھلیوں کو پکڑلو۔ اُن لوگوں کو یہ شیطانی حیلہ بازی پسند آگئی اور اُن لوگوں نے یہ نہیں سوچا کہ جب مچھلیاں نالیوں اور حوضوں میں مقید ہوگئیں تو یہی اُن کا شکار ہوگیا۔ تو ہفتے ہی کے دن شکار کرنا پایا گیا جو اُن کے لئے حرام تھا۔ اس موقع پر ان یہودیوں کے تین گروہ ہوگئے۔

(۱) کچھ لوگ ایسے تھے جو شکار کے اس شیطانی حیلہ سے منع کرتے رہے اور ناراض و بیزار ہو کر شکار سے باز رہے۔

(۲) اور کچھ لوگ اس کام کو دل سے برا جان کر خاموش رہے دوسروں کو منع نہ کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں سے یہ کہتے تھے کہ تم لوگ ایسی قوم کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا یا سخت سزا دینے والا ہے۔

(۳) اور کچھ وہ سرکش و نافرمان لوگ تھے جنہوں نے حکم خداوندی کی اعلانیہ مخالفت کی اور شیطان کی حیلہ بازی کو مان کر سنیچر کے دن شکار کرلیا اور ان مچھلیوں کو کھایا اور بیچا بھی۔

جب نافرمانوں نے منع کرنے کے باوجود شکار کرلیا تو منع کرنے والی جماعت نے کہا کہ اب ہم ان معصیت کاروں سے کوئی میل ملاپ نہ رکھیں گے چنانچہ ان لوگوں نے گاؤں کو تقسیم کر کے درمیان میں ایک دیوار بنالی اور آمد و رفت کا ایک الگ دروازہ بھی بنالیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے غضب ناک ہو کر شکار کرنے والوں پر لعنت فرمادی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن خطا کاروں میں سے کوئی باہر نہیں نکلا۔ تو انہیں دیکھنے کے لئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے تو کیا دیکھا کہ وہ سب بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے ہیں۔ اب لوگ ان مجرموں کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے پاس آ کر اُن کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار و زار روتے تھے، مگر لوگ اُن بندر بن جانے والوں کو نہیں پہچانتے تھے۔ اُن بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور اس درمیان میں کچھ بھی کھا پی نہ سکے بلکہ یوں ہی بھوکے پیاسے سب کے سب ہلاک ہوگئے۔ شکار سے منع کرنے والا گروہ ہلاکت سے سلامت رہا۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ دل سے برا جان کر خاموش رہنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہلاکت سے بچالیا۔ (تفسیر الصاوی، البقرۃ)

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۝

اور اس قصے کو اس وقت کے لوگوں کے لیے اور جو ان کے بعد آنے والے تھے عبرت اور پرہیزگاروں کے لیے نصیحت بنا دیا۔

## واقعات سزا کا آنے والوں کیلئے عبرت ہونے کا بیان

"فَجَعَلْنَاهَا" اَیْ تِلْكَ الْعُقُوبَةَ "نَكَالًا" عِبْرَةً مَانِعَةً مِنْ ارْتِكَابِ مِثْلِ مَا عَمِلُوْا "لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا" اَیْ لِلْاُمَمِ الَّتِیْ فِیْ زَمَانِهَا وَبَعْدَهَا "وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِيْنَ" اللّٰه وَخُصُّوا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ۔

پس ہم نے اس کو بنا دیا یعنی اس سزا کو عبرت یعنی ایسی عبرت جو اس قسم کے عمل کے ارتکاب سے روکنے والی ہے جو انہوں نے عمل کیا موجودہ اور آنے والے لوگوں کیلئے۔ یہاں لام التی میں موجودہ اور بعد والوں کیلئے ہے۔ اور پرہیز گاروں کیلئے نصیحت ہے یعنی جن کو اللہ نے ذکر کیلئے خاص کرلیا ہے۔ کیونکہ وہی نفع اٹھانے والے ہیں جبکہ ان کے سوا کوئی نفع اٹھانے والا نہیں ہے۔

## ھا ضمیر کا اعتدوا کی جانب لوٹنے کے محل کا بیان

فجعلناھا " کی ضمیر سے مراد اصحاب سبت کا عذاب وعقوبت ہے اور یہ مطلب "فقلنالھم کونوا قردۃ " سے سمجھ میں آتا ہے۔ یدیھا" اور "خلفھا" کی ضمیر "الذین اعتدوا" کی طرف لوٹتی ہے اس کو مؤنث اسی لئے استعمال کیا ہے کہ مراد "امت" یا "طائفۃ " ہے "ما بین یدیھا، جو تمہارے سامنے ہے" گویا اصحاب سبت کے ہم عصر لوگ مراد ہیں "ما خلفھا جو ان کے بعد ہے" گویا آنے والے انسان مراد ہیں۔

کیونکہ سبق ہمیشہ ایسے ہی لوگ لیتے ہیں جو اپنے اندر اللہ کا خوف رکھتے ہیں۔ ورنہ جو لاپرواہ اور بے فکر ہوتے ہیں، ان کیلئے کسی بھی چیز میں نہ کوئی درس ہوتا ہے نہ عبرت، پس خوف اللہ رکھنے والوں اور عبرت پکڑنے والوں کیلئے ان لوگوں کے اس قصے میں بڑا سامان عبرت وبصیرت تھا اور ہے کہ اللہ کے قانون کو توڑنے والوں اور اسکی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والوں کا انجام کتنا بھیانک اور کس قدر ہولناک ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۝

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں

فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں جاہلوں سے ہوں۔

## بنی اسرائیل سے قاتل کو جاننے کیلئے گائے ذبح کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ " وَقَدْ قُتِلَ لَهُمْ قَتِيلٌ لَا يُدْرٰى قَاتِلُه وَسَاَلُوْهُ اَنْ يَّدْعُو اللّٰهَ اَنْ يُّبَيِّنَهُ لَهُمْ فَدَعَاهُ "اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوْا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا " مَهْزُوءًا بِنَا حَيْثُ تُجِيبنَا بِمِثْلِ ذٰلِكَ "قَالَ اَعُوذُ" اَمْتَنِعُ "بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ" الْمُسْتَهْزِئِيْنَ،

اور تم یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اور ان کا کوئی بندہ قتل ہو گیا جس کے قاتل کا پتہ نہیں معلوم ہو رہا تھا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ ان پر قاتل کو ظاہر کر دے تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو بولے کہ آپ ہمیں مسخرہ بناتے ہیں اس عجیب مثال کے ذریعے ہمارا مذاق کرتا ہے تو فرمایا اللہ کی پناہ روکتی ہے کہ میں جاہلوں سے ہوں۔ یعنی مذاق کرنے والوں سے ہوں،

"اعوذ" کا مصدر "عیاذ" ہے جس کا معنی ہے پناہ لینا اور یہ اس وقت ہوتا جب انسان کسی چیز کے شر سے خوف زدہ ہو۔

## چچا کو قتل کرنے والے قاتل کا واقعہ

بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا۔ جو بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت مالدار اور تونگر تھا اس کی کوئی نرینہ اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی اور ایک بھتیجا تھا بھتیجے نے جب دیکھا کہ بڈھا مرتا ہی نہیں تو ورثہ کے لالچ میں اسے خیال آیا کہ میں ہی اسے کیوں نہ مار ڈالوں؟ اور اس کی لڑکی سے نکاح بھی کر لوں قتل کی تہمت دوسروں پر رکھ کر دیت بھی وصول کروں اور مقتول کے مال کا مالک بھی بن جاؤں اس شیطانی خیال میں وہ پختہ ہو گیا اور ایک دن موقع پا کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا۔ بنی اسرائیل کے بھلے لوگ ان کے جھگڑوں بکھیڑوں سے تنگ آ کر یکسو ہو کر ان سے الگ ایک اور شہر میں رہتے تھے شام کو اپنے قلعہ کا پھاٹک بند کر دیا کرتے تھے اور صبح کھولتے تھے کسی مجرم کو اپنے ہاں گھسنے بھی نہیں دیتے تھے، اس بھتیجے نے اپنے چچا کی لاش کو لے جا کر اس قلعہ کے پھاٹک کے سامنے ڈال دیا اور یہاں آ کر اپنے چچا کو ڈھونڈنے لگا پھر ہائے دہائی مچا دی کہ میرے چچا کو کسی نے مار ڈالا۔ آخر کار ان قلعہ والوں پر تہمت لگا کر ان سے دیت کا روپیہ طلب کرنے لگا انہوں نے اس قتل سے اور اس کے علم سے بالکل انکار کیا، لیکن یہ اڑ گیا یہاں تک کہ اپنے ساتھیوں کو لے کر ان سے لڑائی کرنے پر تل گیا یہ لوگ عاجز آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور واقعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ علیہ السلام یہ شخص خواہ مخواہ ہم پر ایک قتل کی تہمت لگا رہا ہے حالانکہ ہم بری الذمہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی وہاں سے وحی نازل ہوئی کہ ان سے کہو ایک گائے ذبح کریں انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی کہاں قاتل کی تحقیق اور کہاں آپ گائے کے ذبح کا حکم دے رہے ہیں؟ کیا آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں؟ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اعوذ باللہ'' مسائل شرعیہ کے موقع پر مذاق جاہلوں کا کام ہے اللہ عزوجل کا حکم یہی ہے۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ط عَوَانٌ ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ط فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ○

توانہوں نے کہا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں بتادے گائے کیسی کہاوہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی اورنہ کم عمر بلکہ ان دونوں کے درمیان کی ہوتو عمل کروجس کاتمہیں حکم ہوتا ہے۔

## گائے سے متعلق بنی سرائیل کے سوال کا بیان

فَلَمَّا عَلِمُوْا اَنَّهٗ عَزْمٌ "قَالُوْا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ " اَیْ مَا سِنُّهَا "قَالَ" مُوسٰی "اِنَّهٗ" اَیْ اللّٰه "يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ " مُسِنَّةٌ "وَلَا بِكْرٌ " صَغِيْرَةٌ "عَوَانٌ" نِصْفٌ "بَيْنَ ذٰلِكَ" الْمَذْكُورِ مِنَ السِّنِيْنَ "فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ" بِهٖ مِنْ ذَبْحِهَا،

پس جب انہوں نے اس ارادے کو یقین کرلیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے رب سے دعا کیجئے یعنی اس کی عمر کیا ہو تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی (مسنہ) اورنہ کم عمر (چھوٹی) بلکہ ان دونوں کے درمیان کی ہو یعنی دونوں ذکر کردہ کی درمیانی عمر کی ہو تو عمل کروجس کاتمہیں حکم ہوتا ہے۔ یعنی اس کو ذبح کرنے کا عمل کرو۔

فارض " کامعنی ہے بوڑھی "بقرة بكر "ایسی جواں سال گائے کو کہتے ہیں جو حاملہ نہ ہوئی ہو (لسان العرب) "عوان" کا معنی درمیانی عمر ہے۔

اب اگر یہ لوگ جا کر کسی گائے کو ذبح کردیتے تو کافی تھا لیکن انہوں نے سوالات کا دروازہ کھولا اور کہا وہ گائے کیسی ہونی چاہئے؟ اس پر حکم ہوا کہ وہ نہ بہت بڑھیا ہے نہ بچہ ہے جوان عمر کی ہے انہوں نے کہا حضرت ایسی گائیں تو بہت ہیں یہ بیان فرمایئے کہ اس کا رنگ کیا ہے؟ وحی اتری کہ اس کا رنگ بالکل صاف زردی مائل ہے باہر دیکھنے والے کی آنکھوں میں اترتی جاتی ہے پھر کہنے لگے حضرت ایسی گائیں بھی بہت سی ہیں کوئی اور ممتاز وصف بیان فرمایئے وحی نازل ہوئی کہ وہ کبھی ہل میں نہیں جوتی گئی، کھیتوں کو پانی نہیں پلایا ہر عیب سے پاک ہے یک رنگی ہے کوئی داغ دھبہ نہیں جوں جوں وہ سوالات بڑھاتے گئے حکم میں سختی ہوتی گئی۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ط قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ○

وہ بولے: اپنے رب سے ہمارے حق میں دعا کریں وہ ہمارے لئے واضح کردے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا: وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو، اس کی رنگت خوب گہری ہو دیکھنے والوں کو بہت بھلی لگے۔

دیکھنے والوں کو خوش کرنے والی گائے کا بیان

"قَالُوْا اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا لَوْنُهَا قَالَ اِنَّهُ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا " شَدِيْدُ الصُّفْرَةِ "تَسُرُّ النَّاظِرِيْنَ" اِلَيْهَا بِحُسْنِهَا اَیْ تُعْجِبُهُمْ،

وہ بولے: اپنے رب سے ہمارے حق میں دعا کریں وہ ہمارے لئے واضح کردے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ کہا: وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے زرد رنگ کی ہو، یعنی زیادہ سرخی رنگ کی ہو، اس کی رنگت خوب گہری ہو دیکھنے والوں کو بہت بھلی لگے۔ یعنی دیکھنے والوں کو خوبصورت لگے اور ان کو تعجب میں ڈال دے۔

"فاقع" کا معنی گہرا، خالص اور روشن ہے "تسر، مسرت بخش ہو" اسکی ضمیر "بقرة" کی طرف لوٹتی ہے گویا گائے ایسی ہونی چاہیے کہ دیکھنے والوں کے لئے خوشی ومسرت کا باعث ہو "صفر آء" سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ مسرت بخش ہونے میں رنگ بھی دخیل ہے یعنی مراد یہ ہے "تسر بلونها الناظرین" پس گائے بھی خوبصورت ہو اور اس کا رنگ بھی بھلا ہو۔

| |
|---|
| قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ۝ |
| بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کردے وہ گائے کیسی ہے بیشک گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا |
| اور اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ |

ان شاءاللہ کی برکت سے مسئلہ ہو جانے کا بیان

"قَالُوْا اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ " اَسَائِمَةٌ اَمْ عَامِلَةٌ "اِنَّ الْبَقَرَ " اَیْ جِنْسَهُ الْمَنْعُوْتَ بِمَا ذُكِرَ "تَشَابَهَ عَلَيْنَا " لِكَثْرَتِهِ فَلَمْ نَهْتَدِ اِلَى الْمَقْصُوْدَةِ "وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ " اِلَيْهَا وَفِي الْحَدِيْثِ (لَوْ لَمْ يَسْتَثْنُوْا لَمَا بُيِّنَتْ لَهُمْ لِاٰخِرِ الْاَبَدِ،

بولے اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لیے صاف بیان کردے یعنی وہ چرنے والی ہو یا کام کرنے والی ہو وہ گائے کیسی ہے یعنی اس کی جنس کی تعریف بتا دیں بیشک گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا یعنی ان کی کثرت کی وجہ سے ہم منزل مقصود تک نہ پہنچ سکیں گے اور اگر اللہ چاہے تو ہم راہ پا جائیں گے۔ یعنی اس مقصد کو پالیں گے۔ اور حدیث میں ہے۔ اگر وہ لوگ ان شاءاللہ نہ کہتے تو کبھی بھی اس گائے کا پتہ معلوم نہ ہو سکتا۔

تشابہ کے لغوی مفہوم کا بیان

تشـــابـــه "یعنی مثل یا مشابہ ہونا، چونکہ "علی" کے ساتھ متعدی ہوا ہے اس لئے اس میں اشتباہ والتباس کا معنی پایا جاتا ہے بنا بریں "ان البقر، کا معنی یہ ہوا کہ جس گائے کی خصوصیات پیلا ہونا اور جواں سال ہونا بیان ہوئی ہے اس کے مضادیق بہت سے ہیں اور یہ امر اس بات کا موجب ہے کہ ہم کون سی گائے کا انتخاب کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا یہ جملہ حکایت کرتا ہے کہ

ان کا خیال تھا کہ ذبح کے لئے مورد نظر گائے کی اس طرح تعریف وتشریح ہو کہ اس جیسی گائے بس ایک ہی ہو۔

جملہ "ان البقر، ماقبل جملے کی تعلیل ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم یہ بتانے کے در پے تھی کہ ان کے بار بار کے سوالات اس لئے ہیں کہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ ہو گیا ہے اور وہ لوگ حیرت و پریشانی سے نکلنا چاہتے ہیں نہ یہ کہ بہانے بنا رہے ہیں اور ذمہ داری سے فرار کرنا چاہتے ہیں۔

## باپ سے حسن سلوک کے سبب دنیا میں انعام کا بیان

مشہور شیعہ مفسر اپنی تفسیر قمی میں لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے مابین ایک شخص کے پاس گائے تھی اسکا ایک نیک خصلت بیٹا تھا۔ اس بیٹے کے پاس ایک جنس تھی جس کو خریدنے کے لیئے کچھ افراد آئے تو چابی اس کے والد کے سرہانے تلے تھی جو سو رہا تھا، ۔ والد جب اٹھا تو اس نے بیٹے سے پوچھا تو نے جنس کا کیا کیا؟ تو بیٹے نے جواب دیا کہ جنس ویسے ہی ہے میں نے اسے نہیں بیچا کیونکہ چابی آپ کے سر کے نیچے تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ کو بیدار کروں اور آپ کی نیند خراب کروں۔ والد نے اس سے کہا وہ منافع جو تو نے ضائع کر دیا ہے اس کے بدلے میں یہ گائے تجھے بخشتا ہوں۔ بیٹے کے والد سے اس نیک سلوک پر اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ گائے کو ذبح کریں۔

حضرت موسیٰ (ع) نے ان سے فرمایا "اللہ تعالی نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو" یہ اسی نیک آدمی کی گائے تھی۔ یہ گائے خریدنے کے لئے لوگ اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ جب تک اس کی جلد کو سونے سے نہ بھرو اس کو ہرگز نہیں بیچوں گا۔ پس بنی اسرائیل حضرت موسیٰ (ع) کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ (ع) نے فرمایا کہ اسی گائے کو ذبح کرو اگر چہ اس کی جلد کو سونے سے بھرنا پڑے تو اس طرح بنی اسرائیل اسی گائے کو ذبح کرنے پر مجبور ہوئے۔ (تفسیر قمی، ج ۱، ص ۴۹، ایران)

| |
|---|
| قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ |
| فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ |
| کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی کو پانی دے بے عیب ہے |
| جس میں کوئی داغ نہیں بولے اب آپ ٹھیک بات لائے تو اسے ذبح کیا اور (ذبح) کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ |

## خود پہ سختی کرنے والوں پر اللہ بھی سختی کرتا ہے

"قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا ذَلُول" غَيْر مُذَلَّلَة بِالْعَمَلِ "تُثِيْر الْاَرْض" تُقَلِّبهَا لِلزِّرَاعَةِ وَالْجُمْلَة صِفَة ذَلُول دَاخِلَة فِي النَّفْي "وَلَا تَسْقِي الْحَرْث" الْاَرْض الْمُهَيَّاَة لِلزِّرَاعَةِ "مُسَلَّمَة" مِنْ الْعُيُوب وَ آثَار الْعَمَل "لَا شِيَة" لَوْن "فِيْهَا" غَيْر لَوْنهَا "قَالُوا الْآن جِئْت بِالْحَقِّ" نَطَقْت بِالْبَيَانِ التَّامّ فَطَلَبُوهَا فَوَجَدُوْهَا عِنْد الْفَتَى الْبَارّ بِاُمِّهِ فَاشْتَرَوْهَا بِمِلْءِ مَسْكهَا ذَهَبًا "فَذَبَحُوهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ" لِغَلَاءِ

تَمَنِهَا وَفِي الْحَدِيث : (لَوْ ذَبَحُوا اَيَّ بَقَرَةٍ كَانَتْ لَاَجْزَاَتْهُمْ وَلٰكِنْ شَدَّدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ فَشَدَّدَ اللّٰهُ عَلَيْهِم) .

کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے جس سے خدمت نہیں لی جاتی یعنی کام کے ذریعے خدمت نہ کرائی گئی ہو کہ زمین جوتے یعنی زراعت کیلئے ہل چلا کر استعمال نہ کی گئی ہو اور یہ جملہ ذلول کی صفت نہی میں داخل ہے۔اور نہ کھیتی کو پانی دے یعنی زراعت کیلئے پانی کھینچنے والی نہ ہو، سلامتی والی یعنی بے عیب اور کاموں کے آثار سے بے داغ ہو، جس میں کوئی داغ نہیں بولے ایسا رنگ جس میں کوئی دوسرا رنگ نہ ہو، تو انہوں نے کہا کہ اب آپ ٹھیک بات لائے یعنی مکمل بیان کر دیا ہے تو انہوں نے اس کو تلاش کیا تو اسے ایک ایسے نوجوان کے ہاں پایا جو اپنی ماں کا فرمانبردار تھا پس انہوں نے گائے کے چمڑے میں سونا بھر دیا جس کے بدلے میں اس کو خریدا تو اسے ذبح کیا اور ذبح کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ قیمت بہت زیادہ تھی۔اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ اگر وہ کسی بھی گائے کو ذبح کر دیتے تو ان کیلئے کافی تھا لیکن جب انہوں نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی فرمادی۔

## الفاظ کےلغوی معانی کا بیان

'ذلول" کا معنی ہے مطیع یا آرام کرنا تثیر کا مصدر "اثارۃ" ہے جسکا معنی ہے تہہ و بالا کرنا اور اس سے مراد زمین پر گائے کے ذریعے ہل چلا کر اس کو تہہ و بالا کرنا۔جس گائے کے ذبح کرنے کا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دیا گیا وہ سالم، بے عیب، اس کی جلد میں کسی طرح کا کوئی نقطہ نہ ہو اور اس کے رنگ اور بدن پر کوئی لکیر وغیرہ نہیں ہونی چاہیئے تھی۔

"مسلّمة" یعنی سالم اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کے عیب سے پاک ہو "شية" ہر اس رنگ کو کہتے ہیں جو عمومی رنگ سے مختلف ہو پس "لا شية فيها" یعنی گائے کے رنگ میں کوئی اور رنگ نہ ہو "شية" کا مصدر "وشی" ہے اور اس کے آخر کی "ہاء" واو محذوف کے عوض آئی ہے۔

'کاد" کا معنی ہے "قریب تھا۔ کہ یہ فعل جب منفی ہوتا ہے تو بعض اوقات کام کے نہ ہونے کی تاکید پر دلالت کرتا ہے اور بعض اوقات انجام پانے پر حکایت کرتا ہے البتہ بے رغبتی اور عدم تمایل کے ساتھ، "فذبحوها" کے قرینہ سے "وما كادوا يفعلون" میں دوسرا معنی مراد ہے گویا انہوں نے یہ کام انجام تو دیا لیکن بہت ہی بے رغبتی کے ساتھ۔

## بنی اسرائیل کی گائے کے بعض اوصاف کا بیان

اب کی مرتبہ اس کے اوصاف بیان کئے گئے کہ وہ ہل میں نہیں جتی، پانی نہیں سینچا، اس کے چمڑے پر کوئی داغ دھبہ نہیں، یکرنگی ہے، سارے بدن میں کہیں دوسرا رنگ نہیں۔اس کے ہاتھ پاؤں اور کل اعضاء بالکل درست اور توانا ہیں۔بعض کہتے ہیں کہ وہ گائے کام کرنے والی نہیں ہاں کھیتی کا کام کرتی ہے لیکن پانی نہیں پلاتی مگر یہ قول غلط ہے اس لئے کہ ذلول کی تفسیر یہ ہے کہ وہ ہل نہیں جوتی اور نہ پانی پلاتی ہے اس میں نہ کوئی داغ دھبہ ہے اب اتنی بڑی کدو کاوش کے بعد بادل ناخواستہ وہ اس کی قربانی کی

طرف متوجہ ہوئے اسی لئے فرمایا کہ یہ ذبح کرنا نہیں چاہتے تھے اور ذبح نہ کرنے کے بہانے تلاش کرتے تھے کسی نے کہا ہے اس لئے کہ انہیں اپنی رسوائی کا خیال تھا کہ نہ جانیں کون قاتل ہو بعض کہتے ہیں اس کی قیمت سن کر گھبرا گئے تھے لیکن بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کل تین دینار اس کی قیمت لگی تھی لیکن یہ تین دینار والی گائے کے وزن کے برابر سونے والی دونوں روایتیں بنی اسرائیل روایتیں ہیں۔ ٹھیک بات یہی ہے کہ ان کا ارادہ حکم کی بجا آوری کا تھا ہی نہیں لیکن اب اس قدر وضاحت کے بعد اور قتل کا مقدمہ ہونے کی وجہ سے انہیں یہ حکم ماننا ہی پڑا۔

## گائے کی قیمت وزن برابر سونا ہونے کا بیان

اب ایسی گائے ڈھونڈنے کو نکلے تو وہ صرف ایک لڑکے کے پاس ملی۔ یہ بچہ اپنے ماں باپ کا نہایت فرمانبردار تھا ایک مرتبہ جبکہ اس کا باپ سویا ہوا تھا اور نقدی والی پیٹی کی کنجی اس کے سرہانے تھی ایک سوداگر ایک قیمتی ہیرا بیچتا ہوا آیا اور کہنے لگا کہ میں اسے بیچنا چاہتا ہوں لڑکے نے کہا میں خریدوں گا قیمت ستر ہزار طے ہوئی لڑکے نے کہا ذرا ٹھہرو جب میرے والد جاگیں گے تو میں ان سے کنجی لے کر آپ کو قیمت ادا کر دوں گا اس نے کہا ابھی دے دو تو دس ہزار کم کر دیتا ہوں اس نے کہا نہیں حضرت میں اپنے والد کو جگاؤں گا نہیں تم اگر ٹھہر جاؤ تم میں بجائے ستر ہزار کے اسی ہزار دوں گا یونہی ادھر سے کمی اور ادھر سے زیادتی ہونی شروع ہوتی ہے یہاں تک کہ تاجر تیس ہزار قیمت لگا دیتا ہے کہ اگر تم اب جگا کر مجھے روپیہ دے دو میں تیس ہزار میں دیتا ہوں لڑکا کہتا ہے اگر تم ٹھہر جاؤ یا ٹھہر کر آؤ میرے والد جاگ جائیں تو میں تمہیں ایک لاکھ دوں گا آخر وہ ناراض ہو کر اپنا ہیرا واپس لے کر چلا گیا باپ کی اس بزرگی کے احساس اور ان کے آرام پہنچانے کی کوشش کرنے اور ان کا ادب و احترام کرنے سے پروردگار اس لڑکے سے خوش ہو جاتا ہے اور اسے یہ گائے عطا فرماتا ہے جب بنی اسرائیل اس قسم کی گائے ڈھونڈنے نکلتے ہیں تو سوا اس لڑکے کے اور کسی کے پاس نہیں پاتے اس سے کہتے ہیں کہ اس ایک گائے کے بدلے دو گائیں لے لو یہ انکار کرتا ہے پھر کہتے ہیں تین لے لو چار لے لو لیکن یہ راضی نہیں ہوتا دس تک کہتے ہیں مگر پھر بھی نہیں مانتا یہ آ کر حضرت موسیٰ سے شکایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں جو یہ مانگے دو اور اسے راضی کر کے گائے خریدو آخر گائے کے وزن کے برابر سونا دیا گیا تب اس نے اپنی گائے بیچی یہ برکت اللہ نے ماں باپ کی خدمت کی وجہ سے اسے عطا فرمائی جبکہ یہ بہت محتاج تھا اس کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور اس کی بیوہ ماں غربت اور تنگی کے دن بسر کر رہی تھی غرض اب یہ گائے خرید لی گئی اور اسے ذبح کیا گیا اور اس کے جسم کا ایک ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم سے لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ مردہ جی اٹھا اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا میرے بھتیجے نے اس لئے کہ وہ میرا مال لے لے اور میری لڑکی سے نکاح کر لے بس اتنا کہہ کر وہ پھر مر گیا اور قاتل کا پتہ چل گیا اور بنی اسرائیل میں جو جنگ و جدال ہونے والی تھی وہ رک گئی اور یہ فتنہ دب گیا اس بھتیجے کو لوگوں نے پکڑ لیا اس کی عیاری اور مکاری کھل گئی اور اسے اس کے بدلے میں قتل کر ڈالا گیا یہ قصہ مختلف الفاظ سے مروی ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بنی اسرائیل کے ہاں کا واقعہ ہے جس کی تصدیق، تکذیب ہم نہیں کر سکتے ہاں روایت جائز ہے تو اس آیت میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو بھی نہ بھولو کہ میں نے عادت کے خلاف بطور

معجزے کے ایک گائے کے جسم کو لگانے سے ایک مردہ کو زندہ کر دیا اس مقتول نے اپنے قاتل کا پتہ بتا دیا اور ایک ابھرنے والا فتنہ دب گیا۔

## دیکھے بغیر جانوروں کی بیع میں فقہی مذاہب اربعہ

جانوروں کو دیکھے بغیر ادھار دینا جائز ہے اس لئے کہ صفات کا حصر کر دیا گیا اور اوصاف پورے بیان کر دیئے گئے، جیسے کہ حضرت امام مالک، امام اوزاعی، امام لیث، امام شافعی، امام احمد صفات کا حصر کر دیا گیا اور اوصاف پورے بیان کر دیئے گئے، جیسے کہ حضرت امام مالک، امام اوزاعی، امام لیت، امام شافعی، امام احمد کا مذہب ہے اسلاف اور متاخرین کا بھی اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی ہے کہ کوئی عورت کسی اور عورت کے اوصاف اس طرح اپنے خاوند کے سامنے بیان نہ کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت کے اونٹوں کے اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں قتل خطا اور وہ قتل جو مشابہ "عمد" کے ہے جبکہ امام ابوحنیفہ اور دوسرے کوفی اور امام ثوری وغیرہ اور دیگر ائمہ احناف جو بیع مسلم کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جانوروں کے اوصاف و احوال پوری طرح ضبط نہیں ہو سکتے اسی طرح کی حکایت ابن مسعود حذیفہ بن یمان اور عبدالرحمٰن بن سمرہ وغیرہ سے بھی کی جاتی ہے۔

| وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ |
| --- |
| اور جب تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا پھر تم آپس میں اس کے الزام میں جھگڑنے لگے، اور اللہ وہ ظاہر فرمانے والا تھا جسے تم چھپا رہے تھے۔ |

## کوئی پوشیدہ بات اللہ سے پوشیدہ نہیں ہے

"وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَاْتُمْ" فِيْهِ اِدْغَامُ الذَّالِ فِى التَّاءِ اَىْ تَخَاصَمْتُمْ وَتَدَافَعْتُمْ "فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ" مُظْهِرٌ "مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ" مِنْ اَمْرِهَا وَهٰذَا اعْتِرَاضٌ وَهُوَ اَوَّلُ الْقِصَّةِ،

اور جب تم نے ایک آدمی کو قتل کر دیا پھر تم آپس میں اس کے الزام میں جھگڑنے لگے، پس فادراءتم میں دال کا ادغام تا میں ہے یعنی تم جھگڑتے اور تم آپس میں دفاع کرتے ہو اور اللہ نکالنے والا یعنی ظاہر کرنے والا ہے۔ جس کو تم چھپاتے ہو۔ یعنی جس بات کو تم چھپاتے ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے جو واقعہ کا ابتدائی حصہ ہے۔

فادارء تم" کا معنی ہے تم نے اختلاف و جھگڑا کیا یہ لفظ باب تفاعل میں "تدارء تم" تھا "ادارء تم فیها" مقتول میں نزاع و اختلاف کا معنی یہ ہے کہ ایک دوسرے پر قتل کا الزام لگانا اور اسی مسئلہ پر ایک دوسرے سے جھگڑنا ہے۔

"ما كنتم تكتمون" تم نے جو کچھ چھپایا ہے ماقبل جملہ کے قرینہ سے اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ قاتل کو جاننے کے باوجود انہوں نے نہیں بتایا "مخرج" کا مصدر "اخراج" ہے اور تکتمون کے قرینہ سے اس سے مراد آشکارا کرنا ہے۔

(73) فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

پس ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو اللہ یونہی مُردے جلائے گا۔ اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں

تمہیں عقل ہو۔

## گائے کے عضو لگنے سے مقتول کے زندہ ہونے کا بیان

"فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ " اَیِ الْقَتِیل "بِبَعْضِهَا" فَضَرَبَ بِلِسَانِهَا اَوْ عَجَب ذَنَبِهَا فَحَيِیَ وَقَالَ : قَتَلَنِیْ فُلَان وَفُلَان لابْنَیْ عَمّه وَمَاتَ فَحُرِمَا الْمِیرَاث وَقُتِلَا لَمْ يُرِدْ تَعْيِين الْعُضْو الَّذِیْ ضُرِبَ بِهِ الْقَتِيل لِيَحْيَا وَلَا يَسَعنَا تَعْيِينه اِلَّا بِخَبَرٍ صَحِيح مُعْتَمَد وَتَعْيِينه وَبِدُوْنِ سَنَد هُوَ مِنْ قَبِيْل التَّخَرُّص لِاَنَّ ظَاهِر الْاٰيَة اَنَّ اَیَّ عُضْو مِنْ الْبَقَرَة ضُرِبَ بِهِ الْقَتِيل اَعَادَ اِلَيْهِ الْحَيَاة وَبَيَّنَ عَنْ قَاتِله "كَذٰلِكَ" الْاِحْيَاء "يُحْيِی اللّٰه الْمَوْتٰی وَيُرِيكُمْ اٰيَاته " دَلَائِل قُدْرَته "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ " تَتَدَبَّرُوْنَ فَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ الْقَادِر عَلٰی اِحْيَاء نَفْس وَاحِدَة قَادِر عَلٰی اِحْيَاء نُفُوس كَثِيْرَة فَتُؤْمِنُوْنَ،

پس ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو یعنی اس قتل ہونے والے پر تو انہوں نے اس کی زبان کے ساتھ مار ایا دم کے ساتھ پس وہ زندہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میرے چچازاد بھائیوں میں سے فلاں اور فلاں نے قتل کیا ہے تو پھر وہ فوت ہو گیا اور وہ دونوں میراث سے محروم ہو گئے اور ان دونوں کو قتل کر دیا گیا اور مارے گئے عضو کی تعین کا ر دنہیں کیا گیا تا کہ وہ زندہ کرے اور ہمیں اس کے تعین کی ضرورت نہیں ہے ہاں البتہ جب کسی اعتماد والی صحیح خبر سے اس کا تعین حاصل ہو۔ جبکہ سند کے بغیر تو وہ تخرص کے قبیل سے ہے۔ کیونکہ ظاہری آیت میں گائے کے عضو کو قتیل کے جسم پر لگایا گیا ہے۔ جس کے بعد میں اس زندگی لوٹ آئی اور اس نے اپنے قاتل کو بیان کر دیا۔ اور اللہ یونہی مردے کو زندہ کرے گا۔ اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے یعنی اپنی قدرت کے دلائل دیکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔ تا کہ تم غور وفکر کرو اور تم یہ سمجھ لو جس طرح وہ ایک جان کی زندگی پر قادر ہے اسی طرح کثیر کی زندگیوں پر بھی قادر ہے پس تم ایمان لے آؤ۔

اضربوہ" کی مفعولی ضمیر "نفساً" کی طرف لوٹتی ہے اور ببعضھا کی ضمیر "بقرہ" کی طرف پلٹتی ہے۔ حضرت موسی کی قوم کا مقتول، ذبح شدہ گائے کا ایک ٹکڑا لگنے سے زندہ ہو گیا۔ "کذلک یحی اللہ الموتی "اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے" یہ عبارت اس جملہ "فقلنا" کے بعد آنا اس پر دلالت کرتی ہے کہ مقتول زندہ ہو گیا۔

## مقتول گائے کے گوشت کو مقتول آدمی کے جسم سے لگانے کا بیان

اس ذبح شدہ گائے کا کوئی ٹکڑا لے کر مقتول کے جسم پر لگا دو وہ ٹکڑا کونسا تھا؟ اس کا بیان تو قرآن میں نہیں ہے نہ کسی صحیح حدیث میں اور نہ ہمیں اس کے معلوم ہونے سے کوئی فائدہ ہے اور معلوم نہیں ہونے سے کوئی نقصان ہے سلامت روی اسی میں ہے کہ جس چیز کا بیان نہیں ہم بھی اس کی تلاش و تفتیش میں نہ پڑیں بعض نے کہا ہے کہ وہ غضروف کی ہڈی نرم تھی کوئی کہتا ہے ہڈی نہیں بلکہ ران کا گوشت تھا کوئی کہتا ہے دونوں شانوں کے درمیان کا گوشت تھا کوئی کہتا ہے زبان کا گوشت کوئی کہتا ہے دم کا گوشت وغیرہ لیکن

ہماری بہتری اسی میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے ہم بھی مبہم ہی رکھیں۔ اس ٹکڑے کے لگتے ہی وہ مردہ جی اٹھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے جھگڑے کا فیصلہ بھی اسی سے کیا اور قیامت کے دن جی اٹھنے کی دلیل بھی اسی کو بنایا۔

قاتلوں کا جرم صرف یہی نہیں تھا کہ انہوں نے مال و دولت کے لالچ میں آ کر اپنے چچا کو قتل کر ڈالا تھا۔ بلکہ ان کا دوسرا جرم یہ تھا کہ لاش کو کسی دوسرے شخص کے دروازے پر پھینک دیا تھا تا کہ ان پر شبہ نہ ہو سکے اور تیسرے یہ کہ خود شبہ سے بچنے کی خاطر اس قتل کا الزام دوسروں پر تھوپ رہے تھے۔ گائے ذبح ہونے کے بعد اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اس مقتول کی میت پر مارا گیا تو اس کے زخم سے خون بہنے لگا۔ جسم میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور اس لاش نے بول کر قاتل یا قاتلوں کا نام اور پتا بتا دیا۔ اس کے بعد پھر سے اس پر موت طاری ہو گئی۔ اس طرح جن جرائم کو یہ قوم چھپائے رکھنا چاہتی تھی اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ قصاص میں یہ دونوں بھتیجے مارے گئے اور انہیں اپنے چچا کے ورثہ میں سے بھی کچھ نہ ملا۔

| |
|---|
| ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ |
| الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا |
| يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ کڑے اور پتھروں میں تو کچھ وہ |
| ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر |
| سے گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ |

## معجزات کے باوجود یہود کے دلوں کی سختی کا بیان

"ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ" اَيُّهَا الْيَهُوْد صَلَبَتْ عَنْ قَبُول الْحَقّ "مِنْ بَعْد ذٰلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ اِحْيَاء الْقَتِيل وَمَا قَبْله مِنْ الْاٰيَات "فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ" فِي الْقَسْوَة "اَوْ اَشَدّ قَسْوَة" مِنْهَا "وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَة لَمَا يَتَفَجَّر مِنْهُ الْاَنْهَار وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّق" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الشِّين "فَيَخْرُج مِنْهُ الْمَاء وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِط" يَنْزِل مِنْ عُلُو اِلَى اَسْفَل "مِنْ خَشْيَة اللّٰه" وَقُلُوْبكُمْ لَا تَتَاَثَّر وَلَا تَلِين وَلَا تَخْشَع "وَمَا اللّٰه بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ" وَاِنَّمَا يُؤَخِّركُمْ لِوَقْتِكُمْ وَفِيْ قِرَاءَة بالتحتانية وَفِيْهِ اِلْتِفَات عَنْ الْخِطَاب،

پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے یعنی اے یہودیو! حق کو قبول کرنے میں تمہارے دل سخت ہو گئے ہیں اس ذکر کردہ معجزے کے بعد اور اس سے پہلے معجزات کے بعد بھی تو وہ پتھروں کی مثل ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔ اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور یشقق میں تاء کا

ادغام شین میں ہے تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں یعنی بلندی سے پستی کی جانب گرتے ہیں اللہ کے خوف کی وجہ سے، جبکہ تمہارے دل نہ اثر قبول کرتے ہیں نہ نرم ہوتے ہیں اور نہ ان میں خشوع آتا ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں، اور اس نے تمہارے لئے تمہارے وقت کو مؤخر کر دیا ہے۔ اور ایک قرأت میں یعملون یائے تحتانیہ کے ساتھ ہے اور حاضر سے غائب کی جانب متوجہ کرنا ہے۔

## قست کے لغوی مفہوم کا بیان

'قست" کا مصدر "قساوۃ" ہے اسکا معنی ہے گاڑھا اور سخت ہونا۔ جملہ "لعلکم تعقلون" کا مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے دلوں کا سخت ہونا آیات و معارف الٰہی کے فہم و ادراک کے مقابلے میں ہے۔ ذٰلک "ان نعمات اور معجزات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو پیش کیئے اور ان کا ذکر گزشتہ آیات میں ہو چکا ہے۔

'یتفجر" کا مصدر "تفجر" ہے جسکا معنی ہے باہر آنا اور جاری ہونا (مجمع البیان) جملہ "ان من الحجارۃ"، "اشد قسوۃ" کے لئے دلیل کے طور پر ہے۔ لما "لام تاکید اور "ما" موصولہ سے مرکب ہے اور اس سے مراد پتھر ہے پس مفہوم یوں ہے "ان من الحجارۃ لما، بعض پتھروں میں سے۔ یقیناً پتھر ہے کہ جو بعض پتھروں میں شگاف پیدا ہونا اور ان سے پانی کا جاری ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ بنی اسرائیل کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہیں۔

"یشقق، یتشقق" کا مصدر تشقق ہے جسکا معنی ہے شگاف پیدا ہونا۔ بعض اہل لغت کی رائے ہے کہ "شق" ایسے چھوٹے شگاف کو کہتے ہیں جو زیادہ واضح نہ ہو۔

## سورہ بقرہ آیت ۷۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس مقتول کے بھتیجے نے اپنے چچا کے دوبارہ زندہ ہونے اور بیان دینے کے بعد جب مر گیا تو کہا کہ اس نے جھوٹ کہا اور پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد بنی اسرائیل کے دل پھر پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے کیونکہ پتھروں سے تو نہریں نکلتی اور بہنے لگتی ہیں بعض پتھر پھٹ جاتے ہیں ان سے چاہے وہ بہنے کے قابل نہ ہوں بعض پتھر خوف اللہ سے گر پڑتے ہیں لیکن ان کے دل کسی وعظ و نصیحت سے کسی پند و موعظت سے نرم ہی نہیں ہوتے۔ یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پتھروں میں ادراک اور سمجھ ہے۔

| |
|---|
| اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ |
| مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ |
| تو اے مسلمانو! کیا تمہیں یہ طمع ہے کہ یہ (یہودی) تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں تو ایک گروہ وہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے |
| پھر سمجھنے کے بعد جان بوجھ اس کو بدل دیتا۔ |

## یہود کلام اللہ کو سمجھنے کے باوجود بدل دیتے تھے

"اَفَتَطْمَعُوْنَ" اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْهَمْزَة لِلْاِنْكَارِ اَیْ لَا تَطْمَعُوا فَلَهُمْ سَابِقَة بِالْكُفْرِ "اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ" اَیْ الْيَهُوْد "وَقَدْ كَانَ فَرِيْق" طَائِفَة "مِنْهُمْ" اَحْبَارهمْ "يَسْمَعُوْنَ كَلَام اللّٰه" فِي التَّوْرَاة "ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهُ" يُغَيِّرُوْنَهُ "مِنْ بَعْد مَا عَقَلُوْهُ" فَهِمُوهُ "وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُمْ مُفْتَرُوْنَ،

کیا تمہیں یہ طمع ہے یعنی اے ایمان والو، یہاں ہمزہ انکاری ہے۔ (یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسے لوگوں کے ایمان لانے کی قطعاً امید نہیں) تم طمع نہ کرو پس ان کیلئے سابقہ کفر ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے اور ان میں تو ایک گروہ (احبار و علماء) وہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے یعنی تورات میں پھر سمجھنے کے بعد جان بوجھ اس کو بدل دیتا۔ یعنی اس کو سمجھ لینے کے بعد اس کو بدل دیتے تھے۔ اور وہ جانتے تھے کہ وہ بہتان باندھنے والے ہیں۔

## طمع کے لغوی مفہوم کا بیان

طمع کا معنی ایسی چیز کی طرف نفس کا کشش کرنا ہے جس کو دل چاہے (مفردات راغب) طمع کا معنی امید و رغبت ہے (لسان العرب) "ان یومنوا" میں "لکم" کے قرینہ سے ایمان کے معنی تصدیق و تائید کرنا ہے پس "افتطمعون یعنی کیا تمہیں امید ہے کہ جس راہ کا تم نے انتخاب کیا ہے اس کی تائید کریں؟

## یہودی علماء کا احکام میں تغیر و تبدیلی کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہاں اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ سننے کو فرمایا اس سے مراد حضرت موسیٰ کے صحابیوں کی وہ جماعت ہے جنہوں نے آپ سے اللہ کا کلام اپنے کانوں سے سننے کی درخواست کی تھی اور جب وہ پاک صاف ہو کر روزہ رکھ کر حضرت موسیٰ کے ساتھ طور پہاڑ پر پہنچ کر سجدے میں گر پڑے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا کلام سنایا جب یہ واپس آئے اور نبی اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام بنی اسرائیل میں بیان کرنا شروع کیا تو ان لوگوں نے اس کی تحریف اور تبدیلی شروع کر دی۔

حضرت سدی فرماتے ہیں ان لوگوں نے توراۃ میں تحریف کی تھی یہی عام معنی ٹھیک ہیں جس میں وہ لوگ بھی شامل ہو جائیں گے اور اس بدخصلت والے دوسرے یہودی بھی۔ قرآن میں ہے فاجره حتی یسمع کلام الله یعنی مشرکوں میں سے کوئی اگر تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن لے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ اللہ کا کلام اپنے کانوں سے سنے بلکہ قرآن سنے تو یہاں بھی کلام اللہ سے مراد توراۃ ہے۔ یہ تحریف کرنے والے اور چھپانے والے ان کے علماء تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو اوصاف ان کی کتاب میں تھے ان سب میں انہوں نے تاویلیں کر کے اصل مطلب دور کر دیا تھا اسی طرح حلال کو حرام، حرام کو حلال، حق کو باطل، باطل کو حق لکھ دیا کرتے تھے۔

## سورہ بقرہ آیت ۷۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ والے دن یہودیوں کے قلعہ تلے کھڑے ہو کر فرمایا اے بندر اور خنزیر اور طاغوت کے عابدوں کے بھائیو! تو وہ آپس میں کہنے لگے یہ ہمارے گھر کی باتیں انہیں کس نے بتادیں خبردار اپنی آپس کی خبریں انہیں نہ دو ورنہ انہیں اللہ کے سامنے تمہارے خلاف دلائل میسر آ جائیں گے اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گو تم چھپاؤ لیکن مجھ سے تو کوئی چیز چھپ نہیں سکتی تم جو چپکے چپکے اپنوں سے کہتے ہو کہ اپنی باتیں ان تک نہ پہنچاؤ اور اپنی کتاب کی باتیں کو چھپاتے ہو تو میں تمہارے اس برے کام سے بخوبی آگاہ ہوں۔ تم جو اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہو۔ تمہارے اس اعلان کی حقیقت کا علم بھی مجھے اچھی طرح ہے۔ (تفسیر مجاہد، ج ا، ص ۸۱، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ |
| بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ |
| اور جب مسلمانوں سے ملیں تو کہیں ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوں تو کہیں وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا |
| مسلمانوں سے بیان کیے دیتے ہو کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں کیا تمہیں عقل نہیں۔ |

## یہود میں منافق وغیر منافق کے درمیان مکالمے کا بیان

"وَاِذَا لَقُوا" اَیْ مُنَافِقُو الْیَهُوْد "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا" بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیٌّ وَهُوَ الْمُبَشَّر بِهٖ فِیْ کِتَابِنَا "وَاِذَا خَلَا" رَجَعَ "بَعْضهمْ اِلٰی بَعْض قَالُوْا" اَیْ رُؤَسَاؤُهُمْ الَّذِیْنَ لَمْ یُنَافِقُوا لِمَنْ نَافَقَ "اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ" اَیْ الْمُؤْمِنِیْنَ "بِمَا فَتَحَ اللّٰه عَلَیْکُمْ" اَیْ عَرَّفَکُمْ فِی التَّوْرَاة مِنْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لِیُحَاجُّوْکُمْ" لِیُخَاصِمُوْکُمْ وَاللَّام لِلصَّیْرُوْرَة "بِهٖ عِنْد رَبّکُمْ" فِی الْاٰخِرَة وَیُقِیْمُوْا عَلَیْکُمْ الْحُجَّة فِیْ تَرْك اتِّبَاعه مَعَ عِلْمکُمْ بِصِدْقِهٖ "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" اَنَّهُمْ یُحَاجُّوْنَکُمْ اِذَا حَدَّثْتُمُوْهُمْ فَتَنْتَهُوْا،

اور جب مسلمانوں سے ملیں یعنی منافق یہودی تو کہیں ہم ایمان لائے یعنی محمد ﷺ نبی ہیں اور ان کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی ہے۔ اور جب آپس میں اکیلے یعنی ایک دوسرے کی طرف لوٹتے ہیں تو کہیں یعنی ان کے سردار جو منافقت نہیں کرتے تھے وہ منافقت کرنے والوں سے کہتے کہ وہ علم جو اللہ نے تم پر کھولا مسلمانوں سے بیان کیے دیتے ہو یعنی جو تورات میں تم نے محمد ﷺ کی نعت کو پہچانا ہے کہ اس سے تمہارے رب کے یہاں تمہیں پر حجت لائیں یعنی تم سے مخاصمت کریں اور یہاں لام صیرورت کیلئے ہے۔ کہ وہ رب کے پاس حجت پیش کریں اور وہ تم پر ترک اتباع کی دلیل قائم کریں حالانکہ تمہیں سچائی کا علم ہے کیا تمہیں عقل نہیں۔ یعنی جب تم کلام کرو گے تو وہ تم حجت

قائم کریں گے لہٰذا تم اس طرح کرنے باز آجاؤ۔

## سورہ بقرہ آیت ۷۶ کے شان نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہودی منافق جب صحابہ کرام سے ملتے تو کہتے کہ جس پر تم ایمان لائے اس پر ہم بھی ایمان لائے تم حق پر ہو اور تمہارے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں ان کا قول حق ہے، ہم ان کی نعت و صفت اپنی کتاب توریت میں پاتے ہیں ان لوگوں پر رؤساء یہود ملامت کرتے تھے اس کا بیان 'وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ' میں ہے۔
(تفسیر خازن، بقرہ، لبنان، بیروت)

اس سے معلوم ہوا کہ حق پوشی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا چھپانا اور کمالات کا انکار کرنا یہود کا طریقہ ہے آج کل کے بہت سے گمراہوں کی یہی عادت ہے۔ جو اسلام کے احکام اور ظاہری عبادات پر بڑا زور دیتے ہیں اور قرآن وحدیث کا نام استعمال کر کے لوگوں کو خوب جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ بھی شان رسالت ﷺ کو یہود طرح چھپاتے ہیں۔

| |
|---|
| اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ○ |
| کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ |

## ہر ظاہر و باطن کو اللہ جاننے والا ہے

قَالَ تَعَالٰی "اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ" اِلاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيْرِ وَالْوَاو الدَّاخِلَة عَلَيْهَا لِلْعَطْفِ "اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ" مَا يُخْفُوْنَ وَمَا يُظْهِرُوْنَ مِنْ ذٰلِكَ وَغَيْرِهٖ فَيَرْعَوُوا عَنْ ذٰلِكَ،

اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ کیا وہ نہیں جانتے یعنی استفہام تقریری ہے اور اس پر واؤ عطف کیلئے داخل ہوئی ہے کہ اللہ کو وہ سب کچھ معلوم ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ جن کو تم ظاہر کرتے ہو یہ اور اس کے سوا ہیں۔ سب جانتا ہے۔

یعنی اللہ کو تو ان کے سب امور ظاہر ہوں یا مخفی بالکل معلوم ہیں ان کی کتاب کی سب حجتوں کی خبر مسلمانوں کو دے سکتا ہے اور جا بجا مطلع فرما بھی دیا۔ آیت رجم کو انہوں نے چھپایا مگر اللہ نے ظاہر فرما کر ان کو فضیحت کیا' یہ تو ان کے علماء کا حال ہوا جو عقلمندی اور کتاب دانی کے مدعی تھے۔

## پرندہ وہاں ذبح کرو جہاں کوئی نہ دیکھ رہا ہو

منقول ہے کہ مشائخ میں سے ایک بزرگ کا ایک نوجوان شاگرد تھا وہ بزرگ اس کی تعظیم کرتے تھے ان کے کسی مرید نے پوچھا کہ آپ اس کی عزت کیوں کرتے ہیں جب کہ یہ نوجوان ہے اور ہم عمر رسیدہ ہیں؟ ان بزرگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ

پرندے منگوائے اوران سب کوایک ایک پرندہ اورایک ایک چھری دے دی اور فرمایا "تم میں سے ہرایک اس پرندے کو وہاں ذبح کرے جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو"۔اس نوجوان کو بھی اسی طرح پرندہ دیااوراس سے بھی وہی بات فرمائی۔تھوڑی دیر کے بعدان میں سے ہرایک ذبح کیا ہواپرندہ لے کرواپس آیالیکن وہ نوجوان زندہ پرندہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے واپس آیا، بزرگ نے پوچھا کہ دوسروں کی طرح تم نے اسے کیوں ذبح نہ کیا؟اس نے کہا مجھے کوئی ایسی جگہ نہیں ملی جہاں کوئی دیکھتا نہ ہو کیوں کہ اللہ عزوجل تو مجھے ہرجگہ دیکھتا ہے۔ان سب نے اس نوجوان کے مُراقبے کو پسند کیا اور کہا کہ واقعی یہ نوجوان عزت واحترام کے لائق ہے۔

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت سیدتنا زلیخارضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ خلوت میں گئیں تو انہوں نے اپنے بت کا چہرہ ڈھانپ لیا حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا:تم ایک پتھر سے حیاء کرتی ہو۔حالانکہ اللہ عزوجل دیکھ رہا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِيَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ |
| اوران میں کچھ اَن پڑھ ہیں کہ جو کتاب کونہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینایا کچھ اپنی من گھڑت اوروہ سراسر گمان میں ہیں۔ |

## ان پڑھ یہودیوں کی گمراہ کن تقلید کا بیان

وَمِنْهُمْ " اَیْ الْیَهُوْد "اُمِّیُّوْنَ" عَوَامّ "لَا یَعْلَمُوْنَ الْکِتَاب" التَّوْرَاة "اِلَّا" لٰـکِنْ "اَمَانِیّ" اَکَاذِیب تَلَقَّوْهَا مِنْ رُؤَسَائِهِمْ فَاعْتَمَدُوْهَا "وَاِنْ" مَا "هُمْ" فِیْ جَحْد نُبُوَّة النَّبِیّ وَغَیْرِه مِمَّا یَخْتَلِقُوْنَهٗ "اِلَّا یَظُنُّوْنَ" ظَنًّا وَّلَا عِلْم لَهُمْ،

اوران میں یعنی یہود میں سے کچھ اَن پڑھ عوام ہیں کہ جو کتاب یعنی تورات کونہیں جانتے مگر زبانی پڑھ لینایا کچھ اپنی من گھڑت جھوٹی باتیں جوان کے سرداروں نے ان میں ڈال دی ہیں اس پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ سراسر گمان میں ہیں۔یعنی نبی کریم ﷺ کی نبوت وغیرہ کے بارے جووہ اختلاف کرتے ہیں وہ محض گمان ہے اورایسا گمان جس کا ان کوعلم نہیں ہے۔

## امانی کے لغوی مفہوم کا بیان

"امنیة" کی جمع "امانی" ہے جسکا معنی ہے باطل خیال اور گھڑا ہوا جھوٹ، جملے میں استثنا "استثنائے منقطع" ہے۔بنابریں "لا یعلمون" یعنی یہودی عوام تورات کی حقیقت اورنفس کلام سے آگاہی نہ رکھتے تھے بلکہ باطل خیالات، توہمات اورجھوٹے مطالب کو آسمانی کتاب سمجھتے تھے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس لفظ میں بے پڑھے آدمی کو ماں کی طرف منسوب کیا گیا حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک روایت ہے کہ یہاں پر "امی" نہیں کہا گیا ہے جنہوں نے نہ تو کسی رسول کی تصدیق کی تھی نہ کسی کتاب کو مانتا تھااوراپنی لکھی ہوئی

کتابوں کو اوروں سے کتاب اللہ کی طرح منوانا چاہتے تھے۔

• امانی کے معنی باتیں اور اقوال ہیں حضرت ابن عباس سے مروی ہے " کذب "" آرزو "" جھوٹ کے " معنی بھی کئے گئے ہیں تلاوت اور ظاہری الفاظ کے معنی بھی مروی ہیں جیسے قرآن مجید میں اور جگہ سے آیت (الا اذا تمنی) یہاں تلاوت کے معنی صاف ہیں شعراء کے شعروں میں بھی یہ لفظ تلاوت کے معنی میں ہے اور وہ صرف گمان ہی پر ہیں یعنی حقیقت کو نہیں جانتے اور اس پر ناحق کا گمان کرتے ہیں اور اوٹ پٹانگ باتیں بناتے ہیں۔ (جامع البیان، بقرہ، بیروت)

| |
|---|
| فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ |
| ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ۝ |
| پس ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے |
| ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کمالیں، سو ان کے لئے اس وجہ سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا اور |
| اس وجہ سے تباہی ہے جو وہ کمارہے ہیں۔ |

## رشوت لیکر تورات کو بدلنے والے یہود کا بیان

"فَوَيْل" شِدَّة عَذَاب "لِلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَاب بِاَيْدِيهِمْ" اَىْ مُخْتَلَقًا مِنْ عِنْدهمْ "ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْد اللّٰه لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا" مِنْ الدُّنْيَا وَهُمْ الْيَهُوْد غَيَّرُوْا صِفَة النَّبِيّ فِي التَّوْرَاة وَ اٰيَة الرَّجْم وَغَيْرهمَا وَكَتَبُوهَا عَلٰى خِلَاف مَا اُنْزِلَ "فَوَيْل لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيهمْ" مِنْ الْمُخْتَلَق "وَوَيْل لَهُمْ مِمَّا يَكْسِبُوْنَ" مِنْ الرِّشَا جَمْع رِشْوَة،

پس ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی یعنی سخت عذاب ہے جو اپنے ہی ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، یعنی ان کے نزدیک مختلف ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ اس کے عوض تھوڑے سے دام کمالیں، یعنی دنیا میں اور وہ یہود ہیں جنہوں نے تورات میں نبی کریم ﷺ کی نعت اور آیت رجم کو تبدیل کردیا اور ان کے سوا کو بھی تبدیل کیا اور انہوں نازل کردہ حکم کے سوا لکھ دیا ہے۔ سو ان کے لئے اس وجہ سے ہلاکت ہے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا یعنی گھڑ لیا اور اس وجہ سے تباہی ہے جو وہ کمارہے ہیں۔ رشاء یہ رشوت کی جمع ہے۔

## لفظ ویل کے لغوی مفہوم کا بیان

ویل "وہ لفظ ہے کہ انسان جب عذاب میں مبتلا ہوتا ہے تو زبان پر جاری کرتا ہے، بنا بریں "فویل للذین سے مراد بری بدعت ایجاد کرنے والوں کا عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔ یہ جملہ "فویل للذین اپنی خیال بافیوں کو آسمانی کتاب کا عنوان دے کر لکھنے کی حرمت کو بیان کر رہا ہے جبکہ جملہ "یقولون اس کی نشر واشاعت کی حرمت کو بیان کر رہا ہے۔ دوسرا جملہ جو "ثم" کے ساتھ بیان

ہوا ہے یہاں تراخی رتبہ کے لئے ہے نہ کہ تراخی زمانی کے لئے اور یہ اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ ان امور کی نشر واشاعت لکھنے کی نسبت زیادہ شدید طور پر حرام ہے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۷۹ کے شان نزول کا بیان

جب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو علماء توریت ورؤساء یہود کو قوی اندیشہ ہو گیا کہ ان کی روزی جاتی رہے گی اور سرداری مٹ جائے گی کیونکہ توریت میں حضور کا حلیہ اور اوصاف مذکور ہیں جب لوگ حضور کو اس کے مطابق پائیں گے فوراً ایمان لے آئیں گے اور اپنے علماء اور رؤساء کو چھوڑ دیں گے اس اندیشہ سے انہوں نے توریت میں تحریف وتغییر کر ڈالی اور حلیہ شریف بدل دیا۔ مثلاً توریت میں آپ کے اوصاف یہ لکھے تھے کہ آپ خوب رو ہیں بال خوب صورت آنکھیں سرگیں قد میانہ ہے اس کو مٹا کر انہوں نے یہ بتایا کہ وہ بہت دراز قامت ہیں آنکھیں کنجی نیلی بال الجھے ہیں۔ یہی عوام کو سناتے یہی کتاب الٰہی کا مضمون بتاتے اور سمجھتے کہ لوگ حضور کو اس کے خلاف پائیں گے تو آپ پر ایمان نہ لائیں گے ہمارے گرویدہ رہیں گے اور ہماری کمائی میں فرق نہ آئے گا۔

## رشوت خود یہودیوں کی تحریف احکام کا بیان

یہاں سے یہودیوں کی ایک دوسری قسم کا بیان ہو رہا ہے جو پڑھے لکھے لوگ تھے اور گمراہی کی طرف دوسروں کو بلاتے تھے اور اللہ پر جھوٹ باندھتے تھے اور مریدوں کا مال ہڑپ کرتے تھے۔ ویل کے معنی ہلاکت اور بربادی کے ہیں اور جہنم کے گڑھے کا نام بھی ہے جس کی آگ اتنی تیز ہے کہ اگر اس میں پہاڑ ڈالے جائیں تو دھول ہو جائیں ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کی ایک وادی کا نام ویل ہے جس میں کافر ڈالے جائیں گے چالیس سال کے بعد تلے میں پہنچیں گے اتنی گہرائی ہے۔ (جامع البیان، بقرہ، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تم اہل کتاب سے کچھ بھی کیوں پوچھو؟ اللہ تعالیٰ کی تازہ کتاب تمہارے ہاتھوں میں ہے اہل کتاب نے تو کتاب اللہ میں تحریف کی اپنی ہاتھ کی لکھی ہوئی باتوں کو اللہ عزوجل کی طرف منسوب کر دیا اس کی تشہیر کی پھر تمہیں اپنی محفوظ کتاب کو چھوڑ کر ان کی تبدیل کردہ کتاب کی کیا ضرورت؟ افسوس کہ وہ تم سے نہ پوچھیں اور تم ان سے دریافت کرتے پھر وتھوڑے مول سے مراد ساری دنیا مل جائے تو بھی آخرت کے مقابلہ میں کمتر ہے اور جنت کے مقابلہ میں بیحد حقیر چیز ہے پھر فرمایا کہ ان کے اس فعل کی وجہ سے کہ وہ اپنی باتوں کو اللہ رب العزت کی باتوں کی طرح لوگوں سے منواتے ہیں اور اس پر دنیا کماتے ہیں ہلاکت اور بربادی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ |
| اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ |

| |
|---|
| اور بولے ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن، تم فرمادو کیا اللہ سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے کیونکہ اللہ ہرگز اپنا |
| عہد خلاف نہ کرے گا یا پھر اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔ |

## چالیس دن کے عذاب کی خوش فہمی والے یہود کا بیان

"وَقَالُوا" لَمَّا وَعَدَهُمُ النَّبِيّ النَّار "لَنْ تَمَسَّنَا" تُصِيبنَا "النَّار إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَة" قَلِيلَة أَرْبَعِينَ يَوْمًا مُدَّة عِبَادَة آبَائِهِمْ الْعِجْل ثُمَّ تَزُول "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّد "أَتَّخَذْتُمْ" حُذِفَتْ هَمْزَة الْوَصْل اسْتِغْنَاء بِهَمْزَةِ الِاسْتِفْهَام "عِنْد اللّٰه عَهْدًا" مِيثَاقًا مِنْهُ بِذٰلِكَ "فَلَنْ يُخْلِف اللّٰه عَهْده" فَلَنْ يُخْلِف اللّٰه عَهْده بِهِ ؟ لَا "أَمْ" بَلْ "تقولون على الله ما لا تعلمون"

اور بولے یعنی جن کو نبی کریم ﷺ نے آگ کی وعید بتائی ہمیں تو آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دن، یعنی جو کم از کم مدت چالیس دن، جس قدر ان کے باپ دادانے بچھڑے کی پوجا کی پھر عذاب ختم ہو جائے گا۔ تو یا محمد ﷺ تم فرمادو کیا اللہ سے تم نے کوئی عہد لے رکھا ہے، یہاں ہمزہ استفہامیہ کی کفایت کے سبب ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی اللہ کے نزدیک عہد ہے اور یہ پکا عہد ہے، کیونکہ اللہ ہرگز اپنا عہد خلاف نہ کرے گا جس کے ساتھ وہ عہد کرتا ہے۔ یا پھر بلکہ اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں ہے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہودی لوگ کہا کرتے تھے کہ دنیا کل مدت سات ہزار سال ہے۔ ہر سال کے بدلے ایک دن ہمیں عذاب ہوگا تو صرف سات دن ہمیں جہنم میں رہنا پڑے گا اس قول کی تردید میں یہ آیتیں نازل ہوئیں، بعض کہتے ہیں یہ لوگ چالیس دن تک آگ میں رہنا مانتے تھے کیونکہ ان کے بڑوں نے چالیس دن تک بچھڑے کی پوجا کی تھی بعض کا قول ہے کہ یہ دھوکہ انہیں اس سے لگا تھا کہ وہ کہتے تھے کہ توراۃ میں ہے کہ جہنم کے دونوں طرف زقوم کے درخت تک چالیس سال کا راستہ ہے تو وہ کہتے تھے کہ اس مدت کے بعد عذاب اٹھ جائیں گے ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کہا کہ چالیس دن تک تو ہم جہنم میں رہیں گے پھر دوسرے لوگ ہماری جگہ آ جائیں گے یعنی آپ کی امت آپ نے ان کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں بلکہ تم ہی تم ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں پڑے رہو گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## یہود کی بعض دھوکہ بازیوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح خیبر کے بعد حضور کے خدمت میں بطور ہدیہ بکری کا پکا ہوا زہر آلود گوشت آیا آپ نے فرمایا۔ یہاں کے یہودیوں کو جمع کرلو پھر ان سے پوچھا تمہارا باپ کون ہے انہوں نے کہا فلاں آپ نے فرمایا جھوٹے ہو بلکہ تمہارا باپ فلاں ہے انہوں نے کہا بجا ارشاد ہوا وہی ہمارا باپ ہے آپ نے فرمایا دیکھو اب میں کچھ اور پوچھتا ہوں سچ سچ بتانا

انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم اگر جھوٹ کہیں گے تو آپ کے سامنے نہ چل سکے گا ہم تو آزما چکے آپ نے فرمایا بتاؤ جہنمی کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کچھ دن تو ہم ہیں پھر آپ کی امت آپ نے فرمایا غلو ہرگز نہیں پھر فرمایا اچھا بتلاؤ اس گوشت میں تم نے زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں اگر آپ سچے ہیں تو یہ زہر آپ کو ہرگز ضرر نہ دے گا اور اگر جھوٹے ہیں تو ہم آپ سے نجات حاصل کرلیں گے۔ (صحیح بخاری)

## یہود ونصاریٰ کے جہنمی ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کی قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اس امت میں سے جو آدمی بھی خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، میری نبوت کی خبر پائے اور میری لائی ہوئی شریعت پر ایمان لائے بغیر مرجائے، وہ دوزخی ہے۔" (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 9)

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جس کے دائرہ اطاعت میں آنا تمام کائنات کے لیے ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے بھیجا ہوا ایک ایسا بین الاقوامی قانون ہے جس کی پیروی دنیا کے ہر آدمی پر لازم ہے، اسی طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بھی چونکہ عالمگیر اور بین الاقوامی ہے۔ ہر دور کے لیے، ہر قوم کے لیے اور ہر طبقہ کے لیے، اس میں کسی کا استثناء نہیں ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا سب پر ایک ہی طرح فرض ہے، خواہ کوئی کسی قوم کسی ملک اور کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

اس حدیث میں یہودی اور نصرانی یعنی عیسائی کا ذکر اس بنا پر کیا گیا ہے کہ یہ دونوں قومیں خود اپنا ایک دین اور ایک شریعت رکھتی تھیں ان کی اپنی اپنی آسمانی کتابیں تھیں جن کو مدار عمل ونجات ماننے کا ان کو خدائی حکم تھا، اس لیے ان کا ذکر کرکے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ قومیں جو خود اپنے پیغمبروں کی لائی ہوئی شریعت اور اللہ کی جانب سے بھیجی ہوئی کتابوں کی تابع ہیں اور جن کا دین بھی آسمانی دین ہے، جو اللہ تعالیٰ ہی کا اتارا ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ کے آخری دین اسلام کے نفاذ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر بعثت کے بعد جب ان قوموں کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں اور شریعت اسلام کے دائرہ میں آئے بغیر ان کی نجات ممکن نہیں تو پھر وہ قومیں پیغمبر اسلام اور شریعت اسلام پر ایمان وعمل کے بغیر ابدی نجات کیسے پاسکتی ہیں جو کسی آسمانی دین کی پابند بھی نہیں ہیں جن کے پاس کسی پیغمبر کی لائی ہوئی کوئی کتاب بھی نہیں ہے اور جو اللہ کے بھیجے ہوئے کسی نبی ورسول کی پیرو بھی نہیں ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ یہودی اور عیسائی کہا کرتے تھے کہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر موسیٰ اور عیسیٰ کے پیروکار اور اللہ کی اتاری ہوئی کتاب شریعت تورات وانجیل کے متبع ہونے کی وجہ سے ہم تو خود "نجات یافتہ" ہیں۔ جنت تو ہمارا پیدائشی حق ہے، ہمیں کیا ضرورت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول مانیں اور اسلام کو اپنا دین، اس حدیث کے ذریعہ ان کے اس غلط عقیدہ وخیال کی بھی تردید کی گئی ہے اور ان پر واضح کردیا گیا کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کے بعد تو نجات ان ہی لوگوں کی ہوگی جو دین اسلام کو مانیں گے اور

اس پر عمل کریں گے کیونکہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہے کہ سابقہ شریعتیں منسوخ ہو جائیں، تمام مذاہب کالعدم ہو جائیں اور تمام کائنات کو صرف ایک مذہب "دین اسلام" کے دائرہ میں لایا جائے جو اللہ کا سب سے آخری اور سب سے جامع وکمل دین ہے۔

| |
|---|
| بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| ہاں واقعی جس نے برائی اختیار کی اور اس کے گناہوں نے اس کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس |
| میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## گناہوں کے سبب عذاب کا بیان

"بَلٰى" تَمَسَّكُمْ وَتَخَلَّدُوْنَ فِيْهَا "مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً" شِرْكًا "وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُه" بِالْاِفْرَادِ وَالْجَمْعِ اَیْ اسْتَوْلَتْ عَلَيْهِ وَاَحْدَقَتْ بِهٖ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ بِاَنْ مَّاتَ مُشْرِكًا "فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ" رُوعِیَ فِيْهِ مَعْنٰى مَنْ،

ہاں واقعی تم کو چھوئے گی اور اس میں تم ہمیشہ رہو گے کہ جس نے برائی اختیار کی یعنی شرک کیا اور اس کے گناہوں نے اس کو ہر طرف سے گھیر لیا یعنی منفرد وجمع یعنی جب اکٹھے ہوئے اور انہوں نے اس کو ہر جانب سے گھیر لیا یہاں تک وہ شرک میں فوت ہو گیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہاں من کے معنی کی رعایت کی گئی ہے۔

'بلیٰ، ہاں یوں نہیں ہے" یہ حرف جواب ہے جو ایک دعویٰ کے رد کے طور پر آیا ہے یہ "لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ" کے دعویٰ کی رد کے طور پر آیا ہے۔

## گناہوں کی کثرت کے سبب بڑے عذاب کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں برائی سے مطلب کفر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مراد شرک ہے ابو وائل ابو العالیہ، مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ، ربیع بن انس وغیرہ سے یہی مروی ہے۔ سدی کہتے ہیں مراد کبیرہ گناہ ہیں جو تہ بہ تہ ہو کر دل کو گندہ کر دیں حضرت ابو ہریرہ وغیرہ فرماتے ہیں مراد شرک ہے جس کے دل پر بھی قابض ہو جائے ربیع بن خثیم کا قول ہے جو گناہوں پر ہی مرے اور توبہ نصیب نہ ہو مسند احمد میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گناہوں کو حقیر نہ سمجھا کرو وہ جمع ہو کر انسان کی ہلاکت کا سبب بن جاتے ہیں دیکھتے نہیں ہو کہ اگر کئی آدمی ایک ایک لکڑی لے کر آئیں تو انبار لگ جاتا ہے پھر اگر اس میں آگ لگائی جائے تو بڑی بڑی چیزوں کو جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، بیروت)

جو شخص اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کوشاں رہتا ہے، اس کے چہرے پہ چمک دمک، دل میں نور، روزی میں فراخی، بدن میں طاقت وقوت اور لوگوں کیدل میں اس کے لیے محبت ومودت ہوتی ہے اور جو شخص اطاعت الٰہی سے منہ موڑ کر

نافرمانی اور طغیانی میں کوشاں رہتا ہے، اس کے چہرے پہ نحوست، دل میں تاریکی، قبر میں اندھیرا، بدن میں کمزوری، روزی میں کمی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے حسد، بغض اور کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔۔

حدیث میں ہے "بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ سیاہی دور کر دی جاتی ہے، اور اگر توبہ کے بجائے، گناہ کیے جاتا ہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب تفسیر، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو وہی لوگ جنتی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## اہل جنت و اہل دوزخ کا بیان

حضرت حارث بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتیوں کا بتلا دوں؟ یعنی کیا میں یہ کہوں کہ کون لوگ جنتی ہیں تو سنو ہر وہ ضعیف شخص جنتی ہے جس کو لوگ ضعیف و حقیر سمجھیں اور اس کی کمزوری و شکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر و تکبر کا معاملہ کریں حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ ضعیف و کمزور اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے۔ تو اللہ اس کی قسم کو سچا کر دے۔ اور کیا میں تمہیں وہ لوگ بتلا دوں جو دوزخی ہیں؟ تو سنو ہر وہ شخص دوزخی ہے جو جھوٹی باتوں اور لغو باتوں پر سخت گوئی کرنے والا، جھگڑالو ہو، مال جمع کرنے والا بخیل ہو، اور تکبر کرنے والا ہو۔ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر وہ شخص دوزخی ہے۔ جو مال کو جمع کرنے والا اور حرام زادہ اور تکبر کرنے والا ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1030)

| |
|---|
| وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۟ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي |
| الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ |
| تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَ اَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ |
| اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں |
| کے ساتھ بھلائی کرتے رہنا اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو چند شخصوں کے سوا تم |
| سب روگردانی کر گئے۔ اور حالانکہ تم روگردانی کرنے والے ہو۔ |

## عہد سے اعراض کرنے والے یہود کا بیان

"وَ" "اُذْكُرْ" "اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْل" "فِي التَّوْرَاة وَقُلْنَا" "لَا تَعْبُدُوْنَ" "بِالتَّاءِ وَالْيَاء" "اِلَّا اللّٰه" "خَبَر

بِمَعْنَى النَّهْي وَقُرِءَ : لَا تَعْبُدُوا "وَبِالْوَالِدَيْنِ" "وَ" أَحْسِنُوا "بِالْوَالِدَيْنِ" "إِحْسَانًا" بِرًّا "وَذِي الْقُرْبَى" الْقَرَابَةَ عَطْف عَلَى الْوَالِدَيْنِ "وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُوْلُوا لِلنَّاسِ" قَوْلًا "حُسْنًا" مِنَ الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْي عَنِ الْمُنْكَرِ وَالصِّدْق فِيْ شَأْنِ مُحَمَّدٍ وَالرِّفْقِ بِهِمْ وَفِيْ قِرَاءَة بِضَمِّ الْحَاء وَسُكُوْنِ السِّيْن مَصْدَر وُصِفَ بِهِ مُبَالَغَة "وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ اٰتُوا الزَّكَاةَ" فَقَبِلْتُمْ ذٰلِكَ "ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ" أَعْرَضْتُمْ عَنِ الْوَفَاءِ بِهِ فِيْهِ اِلْتِفَات عَنِ الْغِيْبَة وَالْمُرَاد اٰبَاؤُهُمْ "إِلَّا قَلِيْلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُوْنَ" عَنْهُ كَاٰبَائِكُمْ،

اور تم یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا یعنی تورات میں عہد لیا اور کہا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، یہاں تعبدون تاء اور یاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور الا اللہ یہ نہی کے معنی میں خبر ہے اور لاتعبدوا بھی پڑھا گیا ہے۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ داروں، یہاں قرابت کا عطف والدین پر ہے اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا، یعنی نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا اور نبی کریم ﷺ کی شان میں سچ بولنا اور ان کے ساتھ نرمی اختیار کرنا اور ایک قرأت میں حاء کو ضمہ کے ساتھ اور سین کے سکون کے ساتھ مصدر ہے جس کو مبالغہ کیلئے بہ طور وصف لایا گیا ہے۔ اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے رہنا، تو تم یہ بات قبول کر لی، اس کے بعد مخصوص کے سوا تم سب روگردانی کر گئے۔ یعنی تم نے اس حکم کو پورا کیے بغیر اعراض کر لیا اس میں غائب والوں کو متوجہ کرنا ہے۔ اور مراد ان کے باپ دادا ہیں۔ مگر تم میں سے قلیل تھے اور بقیہ تم روگردانی کرنے والے ہو۔ یعنی جس طرح تمہارے باپ دادا ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"حسنا" مصدر ہے جو صفت (حَسَناً، اچھا) کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ ممکن ہے مفعول مطلق کے لئے صفت واقع ہوا ہو اور اسکا قائم مقام ہو یعنی جملہ یوں ہو "قولوا للناس قولاً حسناً" لوگوں سے اچھا اور بہترین کلام کرو۔ المیز ان میں ہے کہ یہ جملہ لوگوں سے حسن سلوک کے لئے کنایہ ہے۔

اس آیت میں لاتعبدون فرمایا اس لئے کہ اس میں بہ نسبت لاتعبدوا کے مبالغہ زیادہ ہے "طلب" یہ خبر معنی میں ہے بعض لوگوں نے ان لاتعبدوا ان لاتعبدوا بھی پڑھا ہے ابی اور ابن مسعود سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ لاتعبدوا پڑھتے تھے۔

## شرک کرنے والوں کی حالت کا بیان

اللہ تعالیٰ شرک کرنے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کے سواء اور مالک بنا لئے ہیں مکڑی کی طرح ہے اس نے جالے کا گھر بنایا، اور بے شک سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے، کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ جانتے

(العنکبوت، ۴۱)

## شرک کے لغوی مفہوم کا بیان

شرک کا لغوی معنی ہے دو یا دو سے زیادہ لوگ کسی ایک معین چیز کے مالک ہوں تو وہ دونوں اس کی ملکیت میں شریک ہیں اور دین میں شرک یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ کا شریک ٹھہرائے اور یہ سب سے بڑا کفر ہے اور شرک صغیر یہ ہے کہ بعض کاموں میں اللہ کے ساتھ دوسروں کی بھی رعایت کرے جیسے ریا اور نفاق۔ (المفردات، ۲۶۰، مکتبہ مرتضائیہ، ایران)

## شرک کی تعریف کا بیان

شرک کرنے کی تعریف یہ ہے کسی شخص کو الوہیت میں شریک ماننا جیسا کہ مجوس اللہ کے سوا واجب الوجود مانتے ہیں یا اللہ کے سوا کسی کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں جیسا کہ بت پرست اپنے بتوں کو عبادت کا مستحق مانتے ہیں۔ (شرح عقائد نسفی، ص ۶۱، مطبوعہ یوسفیہ، ہند)

## مسلمانوں پر الزام شرک لگانے والا خود مشرک

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بارے میں مجھے جن امور کا اندیشہ ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک ایسا آدمی (عالم) ہوگا جو قرآن بہت پڑھے گا حتیٰ کہ وہ قرآن کی رونق سے مکمل طور پر سیراب ہوگا اس کا اوڑھنا بچھونا بھی اسلام ہوگا اللہ تعالی اسے کسی عیب یعنی زعم میں مبتلاء کردے گا کہ قرآنی اثرات اس سے جدا ہو جائیں گے۔ پھر وہ شخص قرآن کو پس پشت ڈال کر اپنے معاشرے میں قرب وجوار کے مسلمان لوگوں کو مشرک قرار دے گا اور ان کے قتل کے درپے ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان دونوں میں فی الواقع مشرک کون ہوگا؟ مشرک کہنے والا یا جس کو مشرک کہا گیا۔ فرمایا: دوسرے کو مشرک کہنے والا خود مشرک ہوگا۔

(مشکل آثار، ج ۱ص ۳۰۷، بیروت)

یہ حدیث مسند ابو یعلی میں بھی روایت کی گئی ہے امام احمد بن حنبل، امام یحیٰی بن معین اور دیگر کثیر ائمہ حدیث نے اس حدیث کے راویوں کو ثقہ اور معتبر قرار دیا ہے۔

## والدین کے حقوق کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے اچھے سلوک کا حقدار کون ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں اس آدمی نے عرض کیا پھر کس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں کا اس نے پھر عرض کیا پھر کس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں کا اس نے عرض کیا پھر کس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تیرے باپ کا اس نے عرض کیا پھر کس کا آپ نے فرمایا پھر تیرے باپ کا اور قتیبہ کی روایت میں ہے میرے اچھے سلوک کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے کا ذکر ہے اور اس میں الناس یعنی لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2000)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے عرض کیا جی ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ان کی خدمت میں رہ تیرے لئے یہی جہاد ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2004)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جریج اپنے عبادت خانے میں عبادت کر رہے تھے کہ ان کی ماں آ گئی حمید کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی اس طرح صفت بیان کی جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صفت بیان کی تھی جس وقت ان کی ماں نے ان کو بلایا تو انہوں نے اپنی ہتھیلی اپنی پلکوں پر رکھی ہوئی تھی پھر اپنا سر ابن جریج کی طرف اٹھا کر ابن جریج کو آواز دی اور کہنے لگیں اے جریج میں تیری ماں ہوں مجھ سے بات کر ابن جریج اس وقت نماز پڑھ رہے تھے ابن جریج نے کہا: اے اللہ ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف نماز ہے۔

پھر ابن جریج نے نماز کو اختیار کیا پھر ان کی ماں نے کہا: اے اللہ یہ جریج میرا بیٹا ہے میں اس سے بات کرتی ہوں تو یہ میرے ساتھ بات کرنے سے انکار کر دیتا ہے اے اللہ ابن جریج کو اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ یہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جریج کی ماں اس پر یہ دعا کرتی کہ وہ فتنہ میں پڑ جائے تو وہ فتنے میں مبتلا ہو جاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھیڑوں کا ایک چرواہا تھا جو جریج کے عبادت خانہ میں ٹھہرتا تھا گاؤں سے ایک عورت نکلی تو اس چرواہے نے اس عورت کے ساتھ برا کام کیا تو وہ عورت حاملہ ہوگئی اس عورت کے ہاں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی تو اس عورت سے پوچھا گیا کہ یہ لڑکا کہاں سے لائی ہے اس عورت نے کہا اس عبادت خانہ میں جو رہتا ہے یہ اس کا لڑکا ہے (یہ سنتے ہی اس گاؤں کے لوگ) پھاوڑے لے کر آئے اور انہیں آواز دی وہ نماز میں تھے۔

انہوں نے کوئی بات نہ کی تو لوگوں نے اس کا عبادت خانہ گرانا شروع کر دیا۔ جب جریج نے یہ ماجرا دیکھا تو وہ اترا لوگوں نے اس سے کہا کہ اس عورت سے پوچھ یہ کیا کہتی ہے جریج ہنسا اور پھر اس نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس نے کہا تیرا باپ کون ہے اس بچے نے کہا میرا باپ بھیڑوں کا چرواہا ہے جب لوگوں نے اس بچے کی آواز سنی تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے آپ کا جتنا عبادت خانہ گرایا ہے ہم اس کے بدلے میں سونے اور چاندی کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں بلکہ تم اسے پہلے کی طرح مٹی ہی کا بنا دو اور پھر ابن جریج اوپر چلے گئے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2008)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ناک خاک آلود ہوگئی پھر ناک خاک آلود ہوگئی پھر ناک خاک آلود ہوگئی عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون آدمی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا، ان کی خدمت کر کے، اور جنت میں داخل نہ ہوا۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2010)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول لوگوں میں سے سب سے زیادہ

میرے اچھے سلوک کا کون حقدار ہے آپ نے ارشادفرمایا تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیری ماں پھر تیرے باپ کا پھر جو تیرے قریب ہو پھر جو تیرے قریب ہو۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2001)

## قریبی رشتہ داروں کے حقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ جب ان سے فارغ ہوئے تو رشتہ داری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یہ رشتہ توڑنے سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے اللہ نے فرمایا جی ہاں کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے ملانے والوں کے ساتھ مل جاؤں اور تجھے توڑنے والے سے میں دور ہو جاؤں رشتہ داری نے عرض کیا کیوں نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تیرے لئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس آیت کریمہ کی تلاوت کرو،

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ،اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ،اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا)47۔محمد:24)

تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تمہیں حکومت دی جائے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنی رشتہ داری کو توڑ ڈالو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے پس ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2018)

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ اس سے دور ہوگا۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2019)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اس پر اس کا رزق کشادہ کیا جائے یا اس کے مرنے کے بعد اس کو یاد رکھا جائے تو چاہے کہ وہ اپنی رشتہ داری کو جوڑے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2023)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2025)

## یتیموں کے حقوق کا بیان

یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لئے آپ ﷺ نے اپنی انگشت سبابہ دوسطیٰ کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا میں اور

یتیم کا متکفل خواہ یتیم اُس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اُجنبیوں میں سے ہو بہشت میں یوں ہوں گے۔

(مشکوۃ بحوالہ صحیح بخاری باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے الٰہی کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اُس کے لئے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اُس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ (جو اُس کی کفالت میں ہو نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں اِن دو اُنگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطٰی کو ملا کر اِشارہ فرمایا کی مانند ہوں گے۔

(مشکوۃ بحوالہ احمد و ترمذی باب الشفقۃ)

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے اِس کا علاج کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔ (مشکوۃ، مسند احمد بن حنبل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔ (نسائی کبریٰ، سنن ابن ماجہ، و مسند احمد)

وہ بچہ کہ اس دنیا میں آنکھ کھولنے سے قبل یا آنکھ تو کھولا لیکن ابھی جسمانی و عقلی قوت کا مالک نہ ہوا کہ اس کا والد اس دنیا سے رخصت ہو گیا، عمومی طور پر ایسا بچہ لاوارث اور حقیقی سر پرست سے محروم ہوتا ہے،

## مسکینوں کے حقوق کا بیان

وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ جبکہ امام زہری علیہ الرحمہ کے سے روایت ہے کہ فقیر وہ ہے جو اپنے گھر میں رہتا ہو اور لوگوں سے سوال نہ کرتا ہو جبکہ مسکین وہ ہے جو گھر سے نکلے اور لوگوں سے سوال کرے۔ (قمر الاقمار ص ۸۱، مکتبہ اکرمیہ پشاور)

## عام مسلمان لوگوں کے حقوق کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے ایک بھائی سے ملنے کے لئے ایک دوسرے گاؤں گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو اس کے انتظار کے لئے بھیج دیا جب اس آدمی کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتہ کہنے لگا کہاں کا ارادہ ہے اس آدمی نے کہا اس گاؤں میں میرا ایک بھائی ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں فرشتہ نے کہا کیا اس نے تیرے اوپر کوئی احسان کیا ہے کہ تو جس کا بدلہ دینا چاہتا ہے اس آدمی نے کہا نہیں سوائے اس کے کہ میں اس سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں فرشتے نے کہا تیری طرف اللہ کا پیغام لے کر آیا ہوں کہ اللہ بھی تجھ سے اسی طرح محبت کرتا ہے اور کہ جس طرح تو اس دیہاتی آدمی سے محبت کرتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2049)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آپس میں ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2026)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے زیادہ جھوٹ بات ہے اور نہ ہی تم ایک دوسرے کے ظاہری اور باطنی عیب تلاش کرو اور حرص نہ کرو اور حسد نہ کرو اور بغض نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے روگردانی کرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2036)

حضرت حسن فرماتے ہیں بھلائی کا حکم دو۔ برائی سے روکو۔ بردباری، درگزر اور خطاؤں کی معافی کو اپنا شعار بنا لو یہی اچھا خلق ہے جسے اختیار کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اچھی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگر اور کچھ نہ ہو سکے تو اپنے بھائیوں سے ہنستے ہوئے چہرے سے ملاقات تو کر لیا کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ |
| اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ○ |
| اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔ |

## عہد میں ایک دوسرے کے قتل کی ممانعت کا بیان

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ" وَقُلْنَا "لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ" تُرِیْقُوْنَهَا بِقَتْلِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا "وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ" لَا یُخْرِج بَعْضُكُمْ بَعْضًا مِنْ دَارِهِ "ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ" قَبِلْتُمْ ذٰلِكَ الْمِیْثَاق "وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ" عَلٰى اَنْفُسِكُمْ،

اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور فرمایا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا یعنی ایک دوسرے کو قتل کر کے خون نہ بہانا اور اپنوں کو اپنی بستیوں سے نہ نکالنا یعنی ایک دوسرے کو گھروں سے نہ نکالنا پھر تم نے اس کا اقرار کیا یعنی اس عہد کو قبول کر لیا اور تم اپنی جانوں پر گواہ ہو۔

لا تخرجون تم اپنے (دینی بھائیوں) کو ان کے گھروں سے باہر نہ نکالو یہ جملہ بھی "لاتسفکون" کی طرح خبریہ ہے، جو مقام انشاء پر ہے یعنی باہر نہ نکالو، انشاء کی جگہ جملہ خبریہ کا آنا تاکید کے لئے ہے۔

## اوس وخزرج کی باہمی خون ریزیوں کا بیان

اسلام سے پہلے مدینہ منورہ میں اوس وخزرج کے دو عرب قبیلے آباد تھے، جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اور ان کے درمیان جنگ وجدال کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ ادھر یہود کے بھی وہاں پر تین قبیلے آباد تھے بنوقینقاع بنوقریظہ، اور بنونضیر، اور ان میں سے یہود بنوقینقاع قبیلہ اوس کے حلیف تھے، اور اپنے بھائیوں یعنی بنوقریظہ کے دشمن، اور یہود بنونضیر عربوں کے قبیلہ خزرج کے حلیف تھے اور اپنے بھائیوں کے دشمن سو جب اوس اور خزرج کی آپس میں جنگ ہوتی تو یہودی بھی اپنے اپنے حلیفوں کے ساتھ ... کر ... یہودی بھائیوں کے خلاف لڑتے، اور اس طرح وہ اپنے قومی بھائیوں کے قتل وخونریزی کے مرتکب ہوتے، اور

جب ان کے پاس اپنے دوسرے بھائیوں کے کچھ لوگ قیدی ہو کر آتے تو یہ ان کو فدیہ دے کر چھڑاتے، اور کہتے کہ اپنے بھائیوں کو قید سے چھڑانا ہم پر ضروری اور لازم ہے، حالانکہ ان سے جو عہد لیا گیا تھا اس کے بموجب ان کو ان کے گھروں سے نکالنا ہی سرے سے ان پر حرام تھا۔ سو یہاں ان کے اسی رویے پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ اور ان کی اس پر سرزنش فرمائی گئی۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ |
| عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ؕ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ |
| اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ |
| فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ |
| پھر تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کر رہے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کے وطن سے باہر نکال رہے ہو اور ان کے |
| خلاف گناہ اور زیادتی کے ساتھ مدد بھی کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آجائیں تو ان کا فدیہ دے کر چھڑا |
| لیتے ہو حالانکہ ان کا وطن سے نکالا جانا بھی تم پر حرام کر دیا گیا تھا، کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان رکھتے ہو اور |
| بعض کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں |
| ذلت ہو، اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ |

## یہود کے قبائل بنو قریظہ و بنو نضیر کی دنیا میں رسوائی کا بیان

"ثُمَّ اَنْتُمْ" يَا "هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ" بِقَتْلِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا "وَتُخْرِجُونَ فَرِيْقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُوْنَ" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الظَّاء وَفِيْ قِرَاءَة بِالتَّخْفِيفِ عَلٰى حَذْفِهَا تَتَعَاوَنُوْنَ "عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ" بِالْمَعْصِيَةِ "وَالْعُدْوَان" الظُّلْم "وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسَارَى" وَفِيْ قِرَاءَة اَسْرٰى "تُفَادُوْهُمْ" تَفْدُوْهُمْ وَفِيْ قِرَاءَة تُفَادُهُمْ تُنْقِذُوهُمْ مِنَ الْاَسْر بِالْمَالِ اَوْ غَيْرِهٖ وَهُوَ مِمَّا عُهِدَ اِلَيْهِمْ "وَهُوَ" اَيِ الشَّاْن "مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجهمْ" مُتَّصِل بِقَوْلِهٖ وَتُخْرِجُونَ وَالْجُمْلَة بَيْنهمَا اعْتِرَاض: اَيْ كَمَا حَرَّمَ تَرْكَ الْفِدَاء وَكَانَتْ قُرَيْظَة حَالَفُوا الْاَوْس وَالنَّضِير الْخَزْرَج فَكَانَ كُلّ فَرِيْق يُقَاتِل مَعَ حُلَفَائِهٖ وَيُخَرِّب دِيَارهمْ وَيُخْرِجهُمْ فَاِذَا اُسِرُوْا فَدَوْهُمْ وَكَانُوْا اِذَا سُئِلُوْا لَمْ تُقَاتِلُوْنَهُمْ وَتَفْدُوْنَهُمْ؟ قَالُوْا اُمِرْنَا بِالْفِدَاءِ فَيُقَال فَلِمَ تُقَاتِلُوْنَهُمْ؟ فَيَقُوْلُوْنَ حَيَاء اَنْ تُسْتَذَلّ حُلَفَاؤُنَا "اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَاب" وَهُوَ الْفِدَاء "وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ" وَهُوَ تَرْكُ الْقَتْل وَالْاِخْرَاج وَالْمُظَاهَرَة "فَمَا جَزَاء مَنْ يَّفْعَل ذٰلِكَ اِلَّا خِزْى" هَوَان وَذُلّ "فِى الْحَيَاة الدُّنْيَا" وَقَدْ خُزُوا بِقَتْلِ قُرَيْظَة وَنَفْى النَّضِير اِلَى الشَّام وَضَرْب

الْجِزْيَةَ "وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ" يَعْمَلُوْنَ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ،

پھر تم یعنی اے وہ لوگ ہو کہ اپنوں کو قتل کر رہے ہو کہ ایک دوسرے کو قتل کیا اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کے وطن سے باہر نکال رہے ہو، تظاہروں میں اصل میں تاء کا ادغام ظاء میں ہے اور ایک قرأت میں تخفیف کے ساتھ اس کے حذف کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ تتعاونون علیھم بالاثم معصیت اور عدوان یعنی ظلم اور ان کے خلاف گناہ اور زیادتی کے ساتھ مدد بھی کرتے ہو، اور اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آ جائیں اور ایک قرأت میں اسریٰ ہے تو ان کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو اور ایک قرأت میں تفادھم یعنی تم مال وغیرہ سے فدیہ دیتے ہو اور وہ جس کا تم سے عہد لیا گیا اور وہ حکم ہے کہ ان کا وطن سے نکالا جانا بھی تم پر حرام کر دیا گیا تھا، یہ اس جملہ 'وَتُخْرِجُوْنَ'' کے ساتھ متصل ہے اور اس کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جس طرح ترک فدیہ حرام ہے ایسے قتل واخراج بھی حرام ہے۔ اور جب قریظہ والوں نے اوس، نضیر اور خزرج کی مخالفت کی گویا ہر فریق نے اپنے حلیف کو قتل کیا اور ان کے گھروں کو خراب اور ان کو گھروں سے نکالا اور جب وہ قیدی بن کر آئے تو ان سے فدیہ لیا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے قتل کیوں کیا اور تم نے فدیہ کیوں لیا تو کہتے ہیں کہ فدیے کا حکم دیا گیا ہے تو ان سے کہا جائے کہ قتل کیوں کیا ہے تو ان کو اس کا جواب دینے میں شرم آتی ہے۔ کیا تم کتاب کے بعض حصوں پر ایمان رکھتے ہو یعنی فدیہ لینے کے حکم پر اور بعض کا انکار کرتے ہو؟ یعنی قتل واخراج ومظاہرہ کے ترک کرنے پر کفر کرتے ہو، پس تم میں سے جو شخص ایسا کرے اس کی کیا سزا ہو سکتی ہے سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت ہو، تحقیق بنو قریظہ قتل کی وجہ سے رسوا ہوئے۔ اور نضیر شام کی طرف نکل گئے اور جزیہ دیکر رسوا ہوئے۔ اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ یہاں 'یَعْمَلُوْنَ'' یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے

## آیت نمبر ۸۵ کے شان نزول کا بیان

توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کریں وطن سے نہ نکالیں اور جو بنی اسرائیل کسی کی قید میں ہو اس کو مال دے کر چھڑا لیں اس عہد پر انہوں نے اقرار بھی کیا اپنے نفس پر شاہد بھی ہوئے لیکن قائم نہ رہے اور اس سے پھر گئے صورت واقعہ یہ ہے کہ نواح مدینہ میں یہود کے دو فرقے بنی قُرَیظہ اور بنی نُضَیر سکونت رکھتے تھے اور مدینہ شریف میں دو فرقے اَوس وخَزْرَج رہتے تھے بنی قریظہ اوس کے حلیف تھے اور بنی نضیر خزرج کے یعنی ہر ایک قبیلہ نے اپنے حلیف کے ساتھ قسما قسمی کی تھی کہ اگر ہم میں سے کسی پر کوئی حملہ آور ہو تو دوسرا اس کی مدد کرے گا اوس اور خزرج باہم جنگ کرتے تھے بنی قریظہ اوس کی اور بنی نضیر خزرج کی مدد کے لئے آتے تھے اور حلیف کے ساتھ ہو کر آپس میں ایک دوسرے پر تلوار چلاتے تھے بنی قریظہ بنی نضیر کو اور وہ بنی قریظہ کو قتل کرتے تھے اور انکے گھر ویران کر دیتے تھے انہیں ان کے مساکین سے نکال دیتے تھے لیکن جب انکی قوم کے لوگوں کو ان کے حلیف قید کرتے تھے تو وہ ان کو مال دے کر چھڑا لیتے تھے مثلاً اگر بنی نضیر کا کوئی شخص اوس کے ہاتھ میں گرفتار ہوتا تو بنی

قریظہ اوس کو مالی معاوضہ دے کر اس کو چھڑا لیتے باوجودیکہ اگر وہی شخص لڑائی کے وقت انکے موقعہ پر آ جاتا تو اس کے قتل میں ہرگز دریغ نہ کرتے اس فعل پر ملامت کی جاتی ہے کہ جب تم نے اپنوں کی خونریزی نہ کرنے ان کو بستیوں سے نہ نکالنے ان کے اسیروں کو چھڑانے کا عہد کیا تھا اس کے کیا معنی کہ قتل و اخراج میں تو درگزر نہ کرو اور گرفتار ہو جائیں۔ تو چھڑاتے پھرو عہد میں سے کچھ ماننا اور کچھ نہ ماننا کیا معنی رکھتا ہے۔ جب تم قتل و اخراج سے باز نہ رہے تو تم نے عہد شکنی کی اور حرام کے مرتکب ہوئے اور اس کو حلال جان کر کافر ہو گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

## اوس و خزرج اور دیگر قبائل کو دعوت اتحاد

اوس اور خزرج انصار مدینہ کے دو قبیلے تھے اسلام سے پہلے ان دونوں قبیلوں کی آپس میں کبھی بنتی نہ تھی ہمیشہ آپس میں جنگ و جدال رہتا تھا۔ مدینے کے یہودیوں کے بھی تین قبیلے تھے بنی قینقاع بنو نضیر اور بنو قریظہ، بنو قینقاع اور بنی نضیر تو خزرج کے طرف دار اور ان کے بھائی بند بنے ہوئے تھے، بنی قریظہ کا بھائی چارہ اوس کے ساتھ تھا۔ جب اوس و خزرج میں جنگ ٹھن جاتی تو یہودیوں کے یہ تینوں گروہ بھی اپنے اپنے حلیف کا ساتھ دیتے اور ان سے مل کر ان کے دشمن سے لڑتے، دونوں طرف کے یہودی یہودیوں کے ہاتھ مارے بھی جاتے اور موقعہ پا کر ایک دوسرے کے گھروں کو بھی اجاڑ ڈالتے، دیس نکالا بھی دے دیا کرتے تھے اور مال و دولت پر بھی قبضہ کر لیا کرتے تھے۔ جب لڑائی موقوف ہوتی تو مغلوب فریق کے قیدیوں کا فدیہ دے کر چھڑا لیتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ہم میں سے جب کوئی قید ہو جائے تو ہم فدیہ دے کر چھڑا لیں اس پر جناب باری تعالیٰ انہیں فرماتا ہے کہ اس کی کیا وجہ کہ میرے اس ایک حکم کو تو تم نے مان لیا لیکن میں نے کہا تھا کہ آپس میں کسی کو قتل نہ کرو گھروں سے نہ نکالو اسے کیوں نہیں مانتے؟ کسی حکم پر ایمان لانا اور کسی کے ساتھ کفر کرنا یہ کہاں کی ایمانداری ہے؟ آیت میں فرمایا کہ اپنے خون نہ بہاؤ اور اپنے آپ کو اپنے گھروں سے نہ نکالو یہ اس لئے کہ ہم مذہب سارے کے سارے ایک جان کے مانند ہیں حدیث میں بھی ہے کہ تمام ایماندار دوستی، اخوت، صلہ رحمی اور رحم و کرم میں ایک جسم کے مثل ہیں کسی ایک عضو کے درد سے تمام جسم بیتاب ہو جاتا ہے بخار چڑھ جاتا ہے راتوں کی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے اسی طرح ایک مسلمان کے لئے سارے جہان کے مسلمانوں کو تڑپ اٹھنا چاہئے عبد خیر کہتے ہیں ہم سلمان بن ربیعہ کی ماتحتی میں "بلنجر" میں جہاد کر رہے تھے محاصرہ کے بعد ہم نے اس شہر کو فتح کیا جس میں بہت سے قیدی بھی ملے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک یہودلونڈی کو سات سو میں خریدا۔ راس الجالوت کے پاس جب ہم پہنچے تو حضرت عبداللہ اس کے پاس گئے اور فرمایا یہ لونڈی تیری ہم مذہب ہے میں نے اسے سات سو میں خریدا ہے اب تم اسے مجھ سے خرید لو اور آزاد کر دو اس نے کہا بہت اچھا میں چودہ سو دیتا ہوں آپ نے فرمایا میں تو چار ہزار سے کم نہیں بیچوں گا اس نے کہا پھر میں نہیں خریدتا آپ نے کہا سن یا تو تو اسے خرید ورنہ تیرا دین جاتا رہے گا توراۃ میں لکھا ہوا ہے کہ بنو اسرائیل کا کوئی بھی شخص گرفتار ہو جائے تو اسے خرید کر آزاد کیا کرو۔ اگر وہ قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں تو فدیہ دے کر چھڑا لیا کرو اور انہیں ان کے گھر سے بےگھر بھی نہ کیا کرو اب یا تو توراۃ کو مان کر اسے خرید یا توراۃ کا منکر ہونے کا اقرار کر اوہ سمجھ گیا اور کہنے لگا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم شاید

عبداللہ بن سلام ہو آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ وہ چار ہزار لے آیا آپ نے دو ہزار لے لئے اور دو ہزار لوٹا دیئے بعض روایتوں میں ہے کہ رأس الجالوت کوفہ میں تھا یہ ان لونڈیوں کا فدیہ نہیں دیتا تھا جو عرب سے نہ بچی ہوں اس پر حضرت عبداللہ نے اسے توراۃ کی یہ آیت سنائی غرض آیت میں یہودیوں کی مذمت ہے کہ وہ احکام الٰہیہ کو جانتے ہوئے پھر بھی پس پشت ڈال دیا کرتے تھے امانت داری اور ایمانداری ان سے اٹھ چکی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں آپ کی نشانیاں آپ کی نبوت کی تصدیق آپ کی جائے پیدائش جائے ہجرت وغیرہ وغیرہ سب چیزیں ان کی کتاب میں موجود تھیں لیکن یہ ان سب کو چھپائے ہوئے تھے اور اتنا ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے اسی باعث ان پر دنیوی رسوائی آئی اور کم نہ ہونے والے اور دائمی آخرت کا عذاب بھی ہے۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ٥ |
| یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی مدد کی جائے۔ |

## دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کا بیان

"اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ" بِاَنْ اٰثَرُوْهَا عَلَيْهَا "فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ" يُمْنَعُوْنَ مِنْهُ،

یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خرید لی یعنی انہوں نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تو نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ ان کی مدد کی جائے۔ یعنی وہ عذاب بچائے نہ جائیں گے۔

## دنیا کے عیش و رغبت سے پرہیز کرنے کا بیان

مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ عمرو بن عوف نے (جو بنی عامر بن لوی کے حلیف تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ بدر میں شریک تھے) بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح کو، بحرین کی طرف بھیجا، تا کہ جزیہ لے آئیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے لوگوں سے صلح کر لی تھی اور علاء بن حضرمی کو ان پر امیر مقرر فرمایا تھا، چنانچہ ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے، انصاری نے ان کے آنے کی خبر سنی تو صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو گئے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، تو یہ لوگ آپ کے سامنے آئے آپ نے جب ان لوگوں کو دیکھا تو آپ مسکرائے، اور فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ تم لوگ ابوعبیدہ کے آنے کی، اور کچھ لانے کی خبر سن کر آئے ہو؟ لوگوں نے کہا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا، تو تمہیں خوش خبری ہو، اور تم امید رکھو، اس چیز کی جو تمہیں خوش کر دے گی، اللہ کی قسم میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی، تو تم رغبت کرنے لگو، جس طرح وہ رغبت کرنے لگے اور تمہیں غافل کر دے جس طرح ان لوگوں کو غافل کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1356)

## دنیا کی ذلت میں احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2920)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2921)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ جب میں کسی مومن بندے کی محبوب چیز اس دنیا سے اٹھا لیتا ہوں پھر وہ ثواب کی نیت سے صبر کرے، تو اس کا بدلہ جنت ہی ہے۔
(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1346)

سعد بن ابراہیم اپنے والد ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس کھانا لایا گیا اور وہ روزہ دار تھے تو کہا کہ مصعب بن عمیر شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے، ایک چادر میں انہیں کفن دیا گیا کہ اگر ان کا سر ڈھانپا جاتا تو دونوں پاؤں کھل جاتے اور اگر دونوں پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا اور میرا خیال ہے کہ شاید یہ بھی کہا کہ حمزہ شہید ہوئے اور وہ ہم سے بہتر تھے پھر ہم پر دنیا وسیع کر دی گئی یا یہ کہا کہ ہمیں دنیا دی گئی اور ہمیں خوف ہوا کہ ہماری نیکیاں جلد دے دی گئیں پھر رونے لگے یہاں تک کہ کھانا چھوڑ دیا (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1199)

ابوالخیر، عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نکلے تو احد والوں پر نماز پڑھی، جس طرح مردوں پر پڑھی جاتی ہے، پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ میں آگے جانے والا ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں، واللہ میں اپنے حوض کی طرف ابھی دیکھ رہا ہوں، اور زمین کے خزانے کی کنجیاں دیا گیا ہوں یا یہ فرمایا کہ زمین کی کنجیاں مجھے دی گئی ہیں اور بخدا مجھے اس کو خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم حصول دنیا میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے۔
(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1261)

نافع ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کے گھر میں تشریف لائے لیکن اندر نہیں گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان سے حضرت فاطمہ نے بیان کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ

وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے فاطمہ کے دروازے پر دھاری دار پردہ دیکھا مجھ کو دنیا کی آرائشوں سے کیا کام؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اوران سے یہ حال بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ چاہیں اس بارے میں مجھے کہہ دیں آپ نے فرمایا کہ فلاں گھر والے کے پاس بھیج دو کہ وہ ضرورت مند ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2439)

عروہ بن زبیر حکیم بن حزام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ کچھ مانگا، آپ نے مجھے دیدیا، پھر میں نے آپ سے مانگا، آپ نے پھر مجھے دیدیا، اس کے بعد آپ نے مجھ سے فرمایا، کہ اے حکیم یہ مال ایک سبز شیریں چیز ہے، جو شخص اس کو بغیر حرص کے لے گا، اس کیلئے اس میں برکت دی جائے گی، اور جو شخص اس کو لالچ کے ساتھ مانگے گا، اس کے لیے اس میں برکت نہ دی جائے گی اور وہ مثل اس شخص کے ہوگا، جو کھائے اور سیر نہ ہو، اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، حضرت حکیم کہتے ہیں پھر میں نے کہا: یارسول اللہ قسم ہے اس کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے، میں آپ کے بعد کسی سے سوال نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ دنیا سے سدھار جاؤں، حضرت ابوبکر اپنی خلافت کے زمانہ میں حضرت حکیم کو وظیفہ دینے کیلئے بلاتے رہے، لیکن وہ ان میں سے کچھ قبول کرنے سے انکار کرتے رہے، پھر حضرت عمر نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ان کو بلایا، تا کہ ان کو وظیفہ دیں، مگر انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا، تو حضرت عمر نے کہا: اے مسلمانو! میں حکیم کو ان کا وہ حق جو اللہ نے ان کے لئے اس مال غنیمت میں مقرر فرمایا ہے، دینا چاہتا ہوں، مگر وہ اس کے لینے سے انکار کرتے ہیں، الغرض حضرت حکیم نے رسول اللہ کے بعد کسی سے مرتے دم تک سوال نہیں کیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 23)

عروہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے عمرو بن عوف انصاری نے جو بنو عامر بن لوی کے حلیف اور بدری تھے بیان کیا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ بن جراح کو جزیہ لانے کے لیے بحرین روانہ کیا اور آپ نے بحرین کے باشندوں سے صلح کر کے ان پر علاء بن حضرمی کو حاکم اعلیٰ مقرر فرما دیا تھا انصار نے جب سن لیا کہ ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر لوٹ آئے ہیں تو انہوں نے ایک دن نماز فجر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی پھر جب آپ نماز فجر پڑھ کے واپس ہونے لگے تو انصاری آپ کے آگے جمع ہو گئے یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم نے سنا ہے کہ ابوعبیدہ کچھ مال لائے ہیں ان لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے بعد آپ نے فرمایا مسرور ہو جاؤ اور اس امر کی امید رکھو جو تم کو فرحان وشاداں کر دے گی اللہ کی قسم! مجھے تمہاری ناداری کا اندیشہ نہیں البتہ اس امر کا ڈر لگا ہوا ہے کہ تمہارے لئے دنیا ایسی ہی وسیع کر دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ وفراخ کر دی گئی تھی اور اس وقت تم جھگڑے کرو گے جیسے کہ پچھلی قوموں نے جھگڑے مچائے تھے اور یہ فراخی وکشادگی تم کو ہلاکت میں ڈال دے گی جس طرح گزشتہ لوگوں کو اس نے ہلاک کر دیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 399)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک جماعت کے پاس سے گزرے ان کے پاس ایک بھنی ہوئی بکری تھی ان لوگوں نے

ان کو بلایا انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اس حال میں کہ جو کی روٹی بھی آسودہ ہو کر نہیں کھائی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 379)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ذوالحلیفہ میں آپ نے دیکھا تو ایک مردہ بکری پیر اٹھائے ہوئے پڑی تھی۔ آپ نے فرمایا تم کیا سمجھتے ہو یہ اپنے مالک کے نزدیک ذلیل ہے قسم اللہ کی جس کے قبضے میں میری جان ہے البتہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اس کے مالک کے نزدیک اور اگر دنیا اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے بازو کے برابر بھی نہیں رکھتی تو اللہ تعالی اس میں سے ایک قطرہ پانی کا کافر کو پینے نہ دیتا۔

(سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 991)

مجاہد، عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا کہ تم دنیا میں اس طرح رہو گویا تم مسافر ہو یا راستہ طے کرنے والے ہو اور ابن عمر کہتے ہیں کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو، اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور اپنی صحت کے اوقات سے اپنی مرض کے اوقات کے لیے حصہ لے لے اور اپنی حیات کے وقت سے اپنی موت کیلیے کچھ حصہ لے لے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1339)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر داخل ہوئے جبکہ گھر میں میں اور میری والدہ اور ام حرام میری خالہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں اور وہ وقت کسی نماز کا بھی نہیں تھا ایک آدمی نے ثابت سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو کہاں کھڑا کیا تھا انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی دائیں طرف کھڑا کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے گھر والوں کے لئے ہر طرح کی دنیا و آخرت کی بھلائی کی دعا فرمائی میری والدہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول انس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چھوٹا سا خادم ہے اس کے لئے آپ دعا فرمائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے ہر طرح کی بھلائی کی دعا فرمائی اور دعا کے آخر میں جو میرے لئے تھی اس کے ساتھ یہ فرمایا اے اللہ ان کے مال اور ان کی اولاد میں کثرت اور ان کے لئے اس میں برکت عطا فرما۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1496)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا دنیا میٹھی اور سرسبز ہے اور اللہ تعالی تمہیں اس میں خلیفہ و نائب بنانے والا ہے پس وہ دیکھے گا کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو دنیا سے بچو اور عورتوں سے بھی ڈرتے رہو کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں تھا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2451)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شکل چار خطوں کی بنائی اور اس میں ایک خط کھینچا جو اس سے باہر نکلا ہوا تھا، اور اس کے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی لکیریں اس طرف بنا دیں، جو حصہ اس مربع کے درمیان تھا، اور فرمایا یہ آدمی ہے اور یہ اس کی موت ہے، جو اس کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ خط جو باہر کو نکلا ہوا ہے، اس کی دراز آرزوئیں اور امیدیں ہیں اور

یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں اغراض اور مصائب ہیں، اگر ایک سے بچ کر نکلا تو دوسرے میں پھنسا، اور اس سے نکلا تو پھر کسی اور میں پھنسا۔ (اس کی شکل یہ ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1340)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دولت مندی کثرت مال سے نہیں ہوتی بلکہ دولت مندی دل کے غنی ہونے کا نام ہے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2414)

مستورد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو بنی فہر میں سے تھے وہ کہتے تھے میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ کتنا پانی اس کی انگلی میں لگتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 989)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریئے پر لیٹے۔ آپ کے بدن میں اس کا نشان پڑ گیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان کاش آپ ہم کو حکم دیتے تو ہم آپ کے واسطے بچھونا کر دیتے اور آپ کو یہ تکلیف نہ ہوتی۔ آپ نے فرمایا میں تو دنیا میں ایسا ہوں جیسے ایک سوار ایک درخت کے تلے سایہ کے لئے اتر پڑے پھر تھوڑی دیر میں وہاں سے چل دے۔ (سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 990)

ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے متعلق جس چیز سے زیادہ ڈرتا ہوں، وہ زمین کی برکتیں ہیں کسی نے پوچھا زمین کی برکتیں کیا ہیں، آپ نے فرمایا دنیا کی زینت ایک شخص نے عرض کیا، کیا خیر سے شر پیدا ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا، کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے، پھر اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگے، پھر فرمایا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ ابوسعید کا بیان ہے کہ جب اس سوال کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، تو ہم نے اللہ کی حمد بیان کی، آپ نے فرمایا کہ خیر سے خیر ہی پیدا ہوتا ہے، یہ سرسبز وشاداب اور شیریں گھاس کی مانند ہے، جو جانور اسے حرص سے زیادہ کھالے، تو اسے یہ ہلاکت کے قریب یا ہلاک کر دیتی ہے، اور جو پیٹ بھر کے کھائے، اور سورج کی طرف منہ کر کے جگالی کرے، اور لید اور پیشاب کرے، پھر اگر کھائے تو آرام میں رہتا ہے، اسی طرح یہ مال ہے، کہ جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا، اور حق ہی میں خرچ کیا، تو وہ بہترین ذریعہ ہے، اور جس نے اس کو ناحق لیا، تو وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا ہے، لیکن آسودہ نہیں ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1349)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، کہ اگر آدمی کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں، تو وہ تیسری تلاش کرے گا، اور ابن آدم کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھرتی ہے، اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔ (صحیح، البخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1358)

عروہ، حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ کا بستر چمڑے کا تھا، جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1377)

## دنیا کی قُربانی کے بدلے میں آخرت کی بھلائی کا بیان

سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک یتیم جوان شکایت لیئے حاضر خدمت ہوا۔ کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ میں اپنی کھجوروں کے باغ کے ارد گرد دیوار تعمیر کرا رہا تھا کہ میرے ہمسائے کی کھجور کا ایک درخت دیوار کے درمیان میں آ گیا۔ میں نے اپنے ہمسائے سے درخواست کی کہ وہ اپنی کھجور کا درخت میرے لیئے چھوڑ دے تاکہ میں اپنی دیوار سیدھی بنوا سکوں، اُس نے دینے سے انکار کیا تو میں نے اُس کھجور کے درخت کو خریدنے کی پیش کش کر ڈالی، میرے ہمسائے نے مجھے کھجور کا درخت بیچنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نوجوان کے ہمسائے کو بلا بھیجا۔ ہمسایہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نوجوان کی شکایت سُنائی جسے اُس نے تسلیم کیا کہ واقعتا ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تم اپنی کھجور کا درخت اِس نوجوان کیلیئے چھوڑ دو یا اُس درخت کو نوجوان کے ہاتھوں فروخت کر دو اور قیمت لے لو۔ اُس آدمی نے دونوں حالتوں میں انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو ایک بار پھر دہرایا؛ کھجور کا درخت اِس نوجوان کو فروخت کر کے پیسے بھی وصول کر لو اور تمہیں جنت میں بھی ایک عظیم الشان کھجور کا درخت ملے گا جس کے سائے کی طوالت میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ دُنیا کے ایک درخت کے بدلے میں جنت میں ایک درخت کی پیشکش ایسی عظیم تھی جسکو سُن کر مجلس میں موجود سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما دنگ رہ گئے۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ ایسا شخص جو جنت میں ایسے عظیم الشان درخت کا مالک ہو کیسے جنت سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا۔ مگر وائے قسمت کہ دنیاوی مال و متاع کی لالچ اور طمع آڑے آ گئی اور اُس شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچنے سے انکار کر دیا۔

مجلس میں موجود ایک صحابی (ابا الدحداح) آگے بڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر میں کسی طرح وہ درخت خرید کر اِس نوجوان کو دیدوں تو کیا مجھے جنت کا وہ درخت ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں تمہیں وہ درخت ملے گا۔ ابا الدحداح اُس آدمی کی طرف پلٹے اور اُس سے پوچھا میرے کھجوروں کے باغ کو جانتے ہو؟ اُس آدمی نے فوراً جواب دیا؛ جی کیوں نہیں، مدینے کا کونسا ایسا شخص ہے جو ابا الدحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کو نہ جانتا ہو، ایسا باغ جس کے اندر ہی ایک محل تعمیر کیا گیا ہے، باغ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں اور باغ کے ارد گرد تعمیر خوبصورت اور نمایاں دیوار دور سے ہی نظر آتی ہے۔ مدینہ کے سارے تاجر تیرے باغ کی اعلیٰ اقسام کی کھجوروں کو کھانے اور خریدنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔

ابا الداحداح نے اُس شخص کی بات کو مکمل ہونے پر کہا، تو پھر کیا تم اپنے اُس کھجور کے ایک درخت کو میرے سارے باغ، محل، کنویں اور اُس خوبصورت دیوار کے بدلے میں فروخت کرتے ہو؟ اُس شخص نے غیر یقینی سے سرکار دو عالم کی طرف دیکھا کہ کیا عقل مانتی ہے کہ ایک کھجور کے بدلے میں اُسے ابا الداحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کا قبضہ بھی مِل پائے گا کہ نہیں؟ معاملہ تو ہر لحاظ سے فائدہ مند نظر آ رہا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے گواہی دی اور معاملہ طے پا گیا۔

ابا الداحداح نے خوشی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور سوال کیا؛ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جنت میں میرا ایک

کھجور کا درخت پکا ہو گیا ناں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ابالدحداح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے حیرت زدہ سے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اُس کا مفہوم یوں بنتا ہے کہ؛ اللہ رب العزت نے تو جنت میں ایک درخت محض ایک درخت کے بدلے میں دینا تھا۔ تم نے تو اپنا پورا باغ ہی دیدیا۔ اللہ رب العزت جود و کرم میں بے مثال ہیں اُنہوں نے تجھے جنت میں کھجوروں کے اتنے باغات عطاء کیئے ہیں کثرت کی بنا پر جنکے درختوں کی گنتی بھی نہیں کی جاسکتی۔ ابالدحداح، میں تجھے پھل سے لدے ہوئے اُن درختوں کی کس قدر تعریف بیان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس بات کو اسقدر دہراتے رہے کہ محفل میں موجود ہر شخص یہ حسرت کرنے لگا اے کاش وہ ابالداحداح ہوتا۔ ابالداحداح وہاں سے اُٹھ کر جب اپنے گھر کو لوٹے تو خوشی کو چُھپا نہ پا رہے تھے۔ گھر کے باہر سے ہی اپنی بیوی کو آواز دی کہ میں نے چار دیواری سمیت یہ باغ محل اور کنواں بیچ دیا ہے۔ بیوی اپنے خاوند کی کاروباری خوبیوں اور صلاحیتوں کو اچھی طرح جانتی تھی، اُس نے اپنے خاوند سے پوچھا؛ ابالداحداح کتنے میں بیچا ہے یہ سب کُچھ؟ ابالداحداح نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے یہاں کا ایک درخت جنت میں لگے ایسے ایک درخت کے بدلے میں بیچا ہے جس کے سایہ میں سوار سو سال تک چلتا رہے۔ ابالداحداح کی بیوی نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا. ابالداحداح، تو نے منافع کا سودا کیا ہے۔ ابالداحداح، تو نے منافع کا سودا کیا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں اور پاک روح سے اس کی مدد کی تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان (انبیاء) میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔

## روح مقدسہ سے عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کا بیان

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب" التَّوْرَاة "وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْده بِالرُّسُلِ" اَیْ اَتْبَعْنَاهُمْ رَسُوْلًا فِیْ اِثْرِ رَسُوْل "وَ اٰتَيْنَا عِيسَى ابْن مَرْيَم الْبَيِّنَات" الْمُعْجِزَات كَاِحْيَاءِ الْمَوْتٰى وَاِبْرَاء الْاَكْمَه وَالْاَبْرَص "وَاَيَّدْنَاهُ" قَوَّيْنَاهُ "بِرُوحِ الْقُدُس" مِنْ اِضَافَة الْمَوْصُوْف اِلَى الصِّفَة اَیْ الرُّوح الْمُقَدَّسَة جِبْرِيل لِطَهَارَتِهٖ يَسِير مَعَهُ حَيْثُ سَارَ فَلَمْ تَسْتَقِيْمُوْا "اَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُول بِمَا لَا تَهْوَى" تُحِبّ "اَنْفُسكُمْ" مِنْ الْحَقّ "اسْتَكْبَرْتُمْ" تَكَبَّرْتُمْ عَنْ اِتِّبَاعه جَوَاب كُلَّمَا وَهُوَ مَحَلّ الِاسْتِفْهَام وَالْمُرَاد بِهِ التَّوْبِيخ "فَفَرِيقًا" مِنْهُمْ "كَذَّبْتُمْ" كَعِيسَى "وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ" الْمُضَارِع لِحِكَايَةِ الْحَال الْمَاضِيَة : اَیْ قَتَلْتُمْ

كَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى،

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے یعنی ان کے بعد یکے بعد دیگر رسول بھیجے۔ اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی نشانیاں عطا فرمائیں یعنی معجزات جیسے مردوں کو زندہ کرنا اندھے کو بینائی دینا اور کوڑھی کو ٹھیک کرنا اور پاک روح سے اس کی مدد کی یعنی مضبوط کیا یہاں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے یعنی روح مقدسہ جبریل کی طرف کیونکہ وہ پاکیزہ ہے۔ اور جہاں وہ جاتے ہیں جبریل بھی ان کے ساتھ ہوتے ہیں پھر بھی لوگ ہدایت پر نہیں آئے تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش کے مطابق نہیں تو حق کو قبول کرنے سے تکبر کرتے ہو یعنی تم نے ان کی اتباع سے تکبر کیا ہے کہ کلما کا جواب ہے جو محل استفہام میں ہے اور مراد یہاں توبیخ ہے تو ان انبیاء میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو یعنی جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔ یہ مضارع حال ماضی کی حکایت کیلئے ہے۔ یعنی تم نے جس طرح حضرت ذکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کو قتل کیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"قفینا" کا مصدر "تقفیہ" ہے جسکا معنی ہے کسی چیز یا شخص کسی کو کسی دوسری چیز یا شخص کے بعد روانہ کرنا۔ پس "قفینا یعنی موسیٰ علیہ السلام کی رحلت کے بعد ہم نے (بنی اسرائیل کی طرف) پے در پے انبیاء کو بھیجا۔ الرسل "میں "ال" استغراق کا ہے جو یہاں کثرت پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ یہی ہے کہ یہاں مراد روح القدس سے حضرت جبرائیل ہیں جیسے اور جگہ ہے اذ ایدتک بروح القدس الخ اس آیت میں روح القدس کی تائید کے ذکر کے ساتھ کتاب وحکمت توراۃ وانجیل کے سکھانے کا بیان ہے معلوم ہوا کہ یہ اور چیز ہے اور وہ اور چیز علاوہ ازیں روانی عبارت بھی اس کی تائید کرتی ہے قدس سے مراد مقدس ہے جیسے حاتم جود اور رجل صدق میں روح القدس کہنے میں اور روح منہ کہنے میں قربت اور بزرگی کی ایک خصوصیت پائی جاتی ہے یہ اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ یہ روح مردوں کی پیٹھوں اور حیض والے رحموں سے بے تعلق رہی ہے۔

بعض مفسرین نے اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پاکیزہ روح لی ہے پھر فرمایا کہ ایک فرقے کو تم نے جھٹلایا اور ایک فرقے کو تم قتل کرتے ہو جھٹلانے میں ماضی کا صیغہ لائے لیکن قتل میں مستقبل کا اس لئے کہ ان کا حال آیت کے نزول کے وقت بھی یہی رہا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الموت میں فرمایا کہ اس زہر آلود لقمہ کا اثر برابر مجھ پر رہا جو میں نے خیبر میں کھایا تھا اس وقت اس نے رگ رگ کر جان کاٹ دی۔ (جامع البیان، بقرہ، بیروت)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معروف پانچ معجزات کا بیان

یہ پانچ معجزات اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے اور آپ علیہ السلام علی الاعلان ان کا اظہار بھی

فرمایا کرتے تھے، جس کی تصدیق خود باری تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمائی ہے۔ یہاں فقط اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ اس آیتِ کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُم میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت بناتا ہوں اَجْعَلُ کی بجائے اَخْلُقُ کا لفظ اِستعمال کیا گیا۔

کیا یہ معجزہ نہیں؟ اس موقع پر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سارا ماجرا تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اِستغاثہ کی بحث میں معجزے کا کیا کام کیونکہ اُس سے تو یہاں بحث ہی نہیں۔ اِس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ معجزہ تو مریضوں کا شفایاب ہو جانا ہے نہ کہ اُن کا اپنی طرف شفا دینے کی نسبت کرنا۔ اصل بات یہی ہے کہ اُن کا اپنی طرف ان مافوق الفطرت اَعمال کی نسبت کرنا مجاز ہے اور شِفا اور بیماری درحقیقت اللہ ربّ العزّت کی طرف سے ہے۔ جب یہ بات اٹل ہے کہ مادرزاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو شفاء دینے والا اللہ تبارک وتعالیٰ ہی ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ میں شفا دیتا ہوں؟ چاہیئے تو یوں تھا کہ اِرشاد فرماتے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پھیرنے سے مادرزاد اَندھے کو بینائی دیتا ہے اور کوڑھی کو شفا عطا فرماتا ہے، معجزے کی شانِ اعجازی میں تب بھی کوئی فرق نہ آتا مگر اُنہوں نے مجازاً اِن اَلفاظ کی نسبت اپنی طرف کی۔

چوتھا قول اُنہوں نے فرمایا: وَ اُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ اور میں مُردوں کو اللہ کے اِذن سے زندہ کرتا ہوں۔ یہاں تو اِنتہاء ہوگئی۔ ایسا نہیں فرمایا کہ تم مُردہ لے آؤ، میں اللہ سے اِلتجاء کروں گا، اللہ میری دُعا سے زندہ کردے گا، بلکہ یوں اِرشاد فرمایا: میں مُردوں کو اللہ کے اِذن سے زِندہ کرتا ہوں۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ ان صیغوں اور کلمات کا اِستعمال اور اُن کی کسی فردِ بشر کی طرف نسبت مجازی طور پر جائز ہے۔ مذکورہ آیتِ کریمہ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا اپنی طرف اِن اَعمال واَفعال کی نسبت کرنا نسبتِ مجازی ہونے کی بناء پر درست ہے اور اِسی آیت کے دُوسرے حصے میں آپ نے بِاِذْنِ اللّٰہِ کے اَلفاظ کے ذریعے حقیقی کارساز اللہ ربّ العزّت ہی کو قرار دیا۔

پانچویں بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمائی: وَاُنَبِّئُکُم بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ اس میں کوئی ذِکر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مطلع فرمانے سے ایسا کرتا ہوں، بلکہ فرمایا: اُنَبِّئُکُم میں تمہیں خبر دیتا ہوں۔ اِن الفاظ میں صراحت کے ساتھ علمِ غیب کا پہلو پایا گیا کیونکہ اِس بات کا علم کہ کسی نے کون سی چیز کھائی ہے علمِ غیب ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یوں نہیں فرمایا کہ خداوندِ قدّوس مجھے آگاہ فرماتا ہے۔ اگرچہ واقعتاً حقیقت یہی ہے کہ اللہ ہی آگاہ کرتا ہے مگر اُنہوں نے اِس بات کا اپنے اَلفاظ میں اِظہار نہیں فرمایا اور مجازی طور پر اِس غیب کی نسبت اپنی طرف کی، جس سے یہ ظاہر ہوا کہ غیر اللہ کی طرف علمِ غیب کی نسبت مجازی طور پر جائز ہے ورنہ رسولِ اللہ سے یہ فعل ہرگز سرزد نہ ہوتا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے دعویٰ نبوت کے سلسلے میں جو اعلانات فرمائے آج کے نام نہاد مؤحدین کے مؤقف کی روشنی میں وہ سب کے سب شرک کی زد میں آئے بغیر نہیں رہتے۔ اس طرح کے طرزِ فکر سے تو اَنبیائے کرام جو خالصتاً

توحید ہی کا پیغامِ سرمدی لے کر انسانیت کی طرف مبعوث ہوتے رہے ہیں، اُن کی قبائے عصمتِ نبوّت بھی تار تار ہوئے بغیر نہیں رہتی اور وہ بھی شرک کے فتوٰی سے نہیں بچ سکتے۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور یہودیوں نے کہا: ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے |
| سو وہ بہت ہی کم ایمان رکھتے ہیں۔ |

## یہود کا مذاقیہ طور پر اپنے دلوں پر پردہ ہے کہنے کا بیان

"وَقَالُوْا" لِلنَّبِيِّ اسْتِهْزَاء "قُلُوْبُنَا غُلْف" جَمْع اَغْلَف اَیْ مُغَشَّاة بِاَغْطِيَةٍ فَلَا تَعِی مَا تَقُوْل "بَلْ" لِلْاِضْرَابِ "لَعَنَهُمُ اللّٰه" اَبْعَدهمْ مِنْ رَحْمَته وَخَذَلَهُمْ عَنْ الْقَبُول "بِكُفْرِهِمْ" وَلَيْسَ عَدَم قَبُولهمْ لِخَلَلٍ فِیْ قُلُوْبِهِمْ "فَقَلِيْلًا مَا يُؤْمِنُوْنَ" مَا زَائِدَة لِتَاْكِيدِ الْقِلَّة اَیْ : اِيْمَانهمْ قَلِيْل جِدًّا،

اور یہودیوں نے کہا یعنی نبی کریم ﷺ سے مذاق کے انداز میں کہا ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، اور غلف کی جمع اغلف ہے یعنی پردوں میں پوشیدہ ہے جو آپ ﷺ ان کو دیتے ہیں تو فرمایا کہ نہیں (بل اضراب یعنی مثال بیان کرنے کیلئے ہے) بلکہ ان کے کفر کے باعث اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے یعنی ان کو رحمت سے دور کر دیا ہے سو وہ بہت ہی کم ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں ما زائدہ تاکید قلت کیلئے ہے یعنی ان کا ایمان بہت ہی قلیل ہے۔

## یہود کے دلوں پر اللہ کی لعنت کا بیان

یہودیوں کا ایک قول یہ بھی تھا کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں یعنی یہ علم سے بھر پور ہیں اب ہمیں نئے علم کی کوئی ضرورت نہیں اس لئے جواب ملا کہ غلاف نہیں بلکہ لعنت الٰہیہ کی مہر لگ گئی ہے ایمان نصیب ہی نہیں ہوتا خلف کو خلف بھی پڑھا گیا ہے یعنی یہ علم کے برتن ہیں اور جگہ قرآن کریم میں ہے آیت

(وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ) 41 .فصلت:5)

یعنی جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو اس چیز سے ہمارے دل پردے اور آڑ میں اور ہمارے دلوں کے درمیان پردہ ہے آڑ ہے ان پر مہر لگی ہوئی ہے وہ اسے نہیں سمجھتے اسی بنا پر وہ نہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ اسے یاد رکھتے ہیں ایک حدیث میں بھی ہے کہ بعض دل غلاف والے ہوتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے یہ کفار کے دل ہوتے ہیں سورۃ نساء میں بھی ایک آیت اسی معنی کی ہے آیت (وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ) 2 . البقرۃ:88) تھوڑا ایمان لانے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ ان میں سے بہت کم لوگ ایماندار ہیں اور دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ ان کا ایمان بہت کم ہے یعنی قیامت ثواب عذاب وغیرہ کا قائل۔ حضرت موسیٰ پر

ایمان رکھنے والے توراۃ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب مانتے ہیں مگر اس پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اپنا ایمان پورا نہیں کرتے بلکہ آپ کے ساتھ کفر کر کے اس تھوڑے ایمان کو بھی غارت اور برباد کر دیتے ہیں تیسرے معنی یہ ہیں کہ یہ سرے سے بے ایمان ہیں کیونکہ عربی زبان میں ایسے موقعہ پر بھی ایسے الفاظ بولے جاتے ہیں مثلاً میں نے اس جیسا بہت ہی کم دیکھا مطلب یہ ہے کہ دیکھا ہی نہیں۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝ |
| اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب (قرآن) آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب (توریت) کی تصدیق فرماتی ہے |
| اور اس سے پہلے وہ اسی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب تشریف لایا انکے پاس وہ جانا پہچانا |
| اس سے منکر ہو بیٹھے پس اللہ کی لعنت کافروں پر ہے۔ |

## بنی اسرائیل کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ و مدد سے دعا مانگنے کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَ هُمْ كِتَاب مِنْ عِنْد اللّٰه مُصَدِّق لِمَا مَعَهُمْ" مِنَ التَّوْرَاة : هُوَ الْقُرْاٰن "وَكَانُوْا مِنْ قَبْل" قَبْل مَجِيئِهِ "يَسْتَفْتِحُوْنَ" يَسْتَنْصِرُوْنَ "عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوث اٰخِر الزَّمَان "فَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا" مِنَ الْحَقّ وَهُوَ بَعْثَة النَّبِيّ "كَفَرُوْا بِهِ" حَسَدًا وَّخَوْفًا عَلَى الرِّيَاسَة وَجَوَاب لَمَّا الْاُولٰى دَلَّ عَلَيْهِ جَوَاب الثَّانِيَة "فلعنة الله على الكافرين"

اور جب ان کے پاس اللہ کی وہ کتاب قرآن آئی جو ان کے ساتھ والی کتاب تورات ہے اسکی تصدیق فرماتی ہے اور اس سے پہلے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل وہ اسی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافروں پر فتح مانگتے تھے یعنی مدد مانگتے تھے اور کہتے "اَللّٰهُمَّ اُنْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْث اٰخِر الزَّمَان" تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا جو حق ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیا حسد اور ریاست کے خوف سے اور یہ پہلے لما کے جواب پر دوسرے لما کا جواب دلالت کرنے والا ہے۔ پس اللہ کی لعنت کافروں پر ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"فتح" کا معنی نصرت و کامیابی ہے "استفتاح" کا معنی ہے کامیابی کا طلب کرنا، فعل مضارع (یستفتحون) پر "کان" کا آنا زمانہ ماضی میں استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ جملہ "و کانوا" کا ماقبل اور مابعد سے ارتباط اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ کامیابی نزول قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط ہو، بنا بریں "و کانوا یعنی زمانہ بعثت سے بہت مدت قبل سے یہودی نزول قرآن اور بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منتظر تھے تا کہ ان کے سائے تلے کفار پر کامیابی حاصل کریں۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۸۹ کے شان نزول کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ جب کبھی یہودیوں اور عرب کے مشرکین کے درمیان لڑائی ہوتی تو یہود کہا کرتے تھے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کی سچی کتاب لے کر اللہ عزوجل کے ایک عظیم الشان پیغمبر تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں ایسا قتل وغارت کریں گے کہ تمہارا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتے تھے کہا: اے اللہ تو اس نبی ﷺ کو جلد بھیج جس کی صفتیں ہم توراۃ میں پڑھتی ہیں تا کہ ہم ان پر ایمان لا کر ان کے ساتھ مل کر اپنا بازو مضبوط کر کے تیرے دشمنوں سے انتقام لیں۔ مشرکوں سے کہا کرتے تھے کہ اس نبی کا زمانہ اب بالکل قریب آ گیا ہے لیکن جس وقت حضور ﷺ مبعوث ہوئے تمام نشانیاں آپ میں دیکھ لیں۔ پہچان بھی لیا۔ دل سے قائل بھی ہو گئے۔ مگر چونکہ آپ عرب میں سے تھے۔ حسد کیا اور آپ کی نبوت سے انکار کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے لعنت یافتہ ہو گئے بلکہ وہ مشرکین مدینہ جو ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بارے میں سنتے چلے آتے تھے انہیں تو ایمان نصیب ہوا اور بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر وہ یہود پر غالب آ گئے ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبل حضرت بشر بن براء حضرت داؤد بن سلمہ نے ان یہود مدینہ سے کہا بھی کہ تم تو ہمارے شرک کی حالت میں ہم سے حضور نبوت کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ ہمیں ڈرایا کرتے تھے اور اب جب کہ وہ عام اوصاف جو تم حضرت کے بیان کرتے تھے وہ تمام اوصاف آپ میں ہیں۔ پھر تم خود ایمان کیوں نہیں لاتے؟ آپ کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ تو سلام بن مشکم نے جواب دیا کہ ہم ان کے بارہ میں نہیں کہتے تھے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے کہ پہلے تو مانتے تھے منتظر بھی تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد حسد اور تکبر سے اپنی ریاست کے کھوئے جانے کے ڈر سے صاف انکار کر بیٹھے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، بیروت)

## نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہود، اوس اور خزرج کے خلاف جنگ میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ کے وسیلہ سے فتح طلب کرنے کی دعا مانگتے تھے جب اللہ نے آپ کو عرب میں مبعوث کر دیا تو جو کچھ وہ آپ کے متعلق کہتے تھے اس کا انہوں نے انکار کر دیا، ایک دن حضرت معاذ بن جبل اور حضرت بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور اسلام لے آؤ۔ جب ہم مشرک تھے تو تم ہمارے خلاف سیدنا حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے فتح کی دعا کرتے تھے تم ہم کو یہ خبر دیتے تھے کہ وہ نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور اس نبی کی وہی صفات بیان کرتے تھے جو نبی کریم ﷺ میں موجود ہیں۔ اس کے جواب میں بنو نضیر کے سلام بن مشکم نے کہا کہ وہ کوئی ایسی چیز لے کر نہیں آئے جس کو ہم پہچانتے ہوں اور یہ وہ نبی نہیں ہیں جن کا ہم تم سے ذکر کیا کرتے تھے۔ (جامع البیان، ج ۱، ص ۳۲۵، بیروت)

امام ابو نعیم دلائل النبوت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ سیدنا حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے بنی قریظہ اور بنی نضیر کے یہود کفار کے خلاف جنگ میں اللہ تعالیٰ سے یوں فتح کی دعا کرتے تھے۔ اے اللہ! ہم نبی امی (ﷺ) کے وسیلہ سے تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں تو ہماری مدد فرما' تو ان کی مدد کی جاتی۔ اور جب وہ نبی آ گئے جن کو وہ پہچانتے

ہیں تو انہوں نے ان کا کفر کیا۔ جبکہ دوسری سند کے ساتھ دعا کا اس طرح ذکر ہے۔

اے اللہ! اپنے اس نبی کے وسیلہ سے ہماری مدد فرما اور اس کتاب کے وسیلہ سے جو تو ان پر نازل کرے گا، تو نے وعدہ کیا ہے کہ تو ان کو آخر زمانہ مبعوث فرمائے گا۔ (الدر المنثور، ج۱،ص ۸۸، مطبوعہ ایران)

## نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنے سے آنکھوں میں نور آ جانے کا بیان

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ سے عرض کیا، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے ٹھیک کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کر دوں اور اگر تم چاہو تو میں اس کو تمہارے لئے موخر کر دوں اور یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح سے وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے، اے اللہ! میں تیرے نبی (سیدنا) محمد ﷺ نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور تجھ سے سوال کرتا ہوں، اے محمد ﷺ! میں آپ کے وسیلے سے اپنی اس حاجت کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو، اے اللہ! میرے متعلق آپ ﷺ کی سفارش قبول فرما۔ (امام ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ ابو اسحاق نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے)

(سنن ترمذی رقم الحدیث، ۳۵۸۹۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث، ۱۳۸۵۔ مسند احمد، رقم الحدیث، ۱۷۱۷۵)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ایک نابینا صحابی کو خود سکھایا ہے کہ تم اللہ کی بارگاہ میں میرے وسیلے سے دعا کرو۔ یہاں پر ہم اس بات کی وضاحت کر دیں کہ معاشرے میں کئی لوگ ایسے بھی ہیں جو مسلمانوں کو اس طرح جاہلانہ تبلیغ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا اللہ کسی وسیلے کے بغیر کسی کی دعا کو نہیں سن سکتا، کیا کسی وسیلے کے بغیر اسکی بارگاہ میں رسائی نہیں ہو سکتی؟ اس طرح کی فضول اور بے مقصد باتیں بنا کر سادہ لوح لوگوں کی اسلام کی اصل تعلیمات سے دور کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اس حدیث رسول ﷺ نے ایسے لوگوں کی بدعقیدگی کی کلی کھول دی ہے۔ کہ وسیلے سے دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہے۔

## نیک لوگوں کے وسیلہ سے دعا کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے اور یہ عرض کرتے، اے اللہ! ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے تو ہم پر بارش برساتا تھا، (اب) ہم اپنے نبی کے عم (محترم) کو تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں لہٰذا تو ہم پر بارش برسا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر لوگوں پر بارش ہوتی۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۱۰۱۰)

| |
|---|
| بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ |
| عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ |
| انہوں نے اپنی جانوں کا کیا برا سودا کیا کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کا انکار کر رہے ہیں، محض اس حسد میں کہ اللہ اپنے |
| فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (وحی) نازل فرماتا ہے، پس وہ غضب در غضب کے سزاوار ہوئے، |
| اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## حسد کے سبب حق کو قبول نہ کرنے والے یہودیوں کا بیان

"بِئْسَمَا اشْتَرَوْا" بَاعُوا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ " اَیْ حَظَّهَا مِنَ الثَّوَاب ۔ وَمَا : نَكِرَة بِمَعْنٰى شَيْئًا تَمْيِيز لِفَاعِلِ بِئْسَ وَالْمَخْصُوص بِالذَّمِّ ""اَنْ يَّكْفُرُوْا" اَیْ كُفْرِهِمْ "بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" مِنَ الْقُرْاٰن "بَغْيًا" مَفْعُول لَهٗ لِيَكْفُرُوْا : اَیْ حَسَدًا عَلٰى "اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰه" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد "مِنْ فَضْله" الْوَحْی "عَلٰى مَنْ يَّشَاء "لِلرِّسَالَةِ "مِنْ عِبَاده فَبَاءُوا" رَجَعُوا "بِغَضَبٍ" مِنَ اللّٰه بِكُفْرِهِمْ بِمَا اَنْزَلَ وَالتَّنْكِير لِلتَّعْظِيمِ "عَلٰى غَضَب " اسْتَحَقُّوهُ مِنْ قَبْل بِتَضْيِيعِ التَّوْرَاة وَالْكُفْر بِعِيسٰى "وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَاب مُهِين" ذُو اِهَانَة،

انہوں نے اپنی جانوں کا کیا برا سودا کیا یعنی ان کو بیچ دیا یعنی ثواب میں ان کا حصہ اور ما نکرہ ہے شئیا بئس کے فاعل کی تمیز ہے اور مخصوص بہ ذم "اَنْ يَّكْفُرُوْا" کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب یعنی کا انکار کر رہے ہیں، بغیا یہ لیکفروسے مفعول لہ ہے یعنی محض اس حسد میں کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے۔، ینزل یہ تشدید و تخفیف دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ فضل سے مراد، وحی نازل فرماتا ہے، جس پر وہ چاہتا ہے اس کے بندوں میں سے، وہ غضب در غضب کے سزاوار ہوئے، کیونکہ انہوں نے اللہ کے نازل کردہ کا انکار کیا اور اس کی تعظیم سے انکار کیا۔ اور علیٰ غضب یعنی اس سے پہلے تورات کو ضائع کرنے اور عیسیٰ علیہ السلام سے کفر کرنے کے سبب غضب کے حقدار ہوئے۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی ان کو ہلاک کرنے والا عذاب ہے۔

'ان ینزل اللہ اس عبارت کی تقدیر میں "لام" ہے جو حسد کی علت و بنیاد کو بیان کر رہا ہے اس کا ماحصل یہ ہے "ان یکفروا، من عبادہ" یعنی یہودی نبی کریم ﷺ سے حسد کی وجہ سے قرآن کریم کے کافر ہو گئے اور ان کے حسد کا سرچشمہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ 'جو عربی النسل ہیں) کو نبوت کے لئے انتخاب کر لیا ہے اور آپ ﷺ پر وحی کو نازل کیا ہے۔

## یہود کے حسد و عناد کا بیان

مطلب یہ ہے کہ ان یہودیوں نے حضور کی تصدیق کے بدلے تکذیب کی اور آپ پر ایمان لانے کے بدلے کفر کیا۔ آپ کی

نصرت و امداد کے بدلے مخالفت اور دشمنی کی اس وجہ سے اپنے آپ کو جس غضب الٰہی کا سزاوار بنایا وہ بدترین چیز ہے جو بہترین چیز کے بدلے انہوں نے لی اور اس کی وجہ سے سوائے حسد و بغض تکبر و عناد کے اور کچھ نہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قبیلہ میں سے نہ تھے بلکہ آپ عرب میں سے تھے اس لئے یہ منہ موڑ کر بیٹھ گئے حالانکہ اللہ پر کوئی حاکم نہیں وہ رسالت کے حق دار کو خوب جانتا ہے وہ اپنا فضل و کرم اپنے جس بندے کو چاہے عطا فرماتا ہے پس ایک تو توراۃ کے احکام کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا دوسرا حضور کے ساتھ کفر کرنے کے سبب نازل ہوا۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ پہلا غضب حضرت عیسٰی علیہ السلام کو پیغمبر نہ ماننے کی وجہ سے اور دوسرا غضب حضرت محمد ﷺ کو پیغمبر تسلیم نہ کرنے کے سبب سدی کا خیال ہے۔ کہ پہلا غضب بچھڑے کے پوجنے کے سبب تھا دوسرا غضب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بناء پر چونکہ یہ حسد و بغض کی وجہ سے حضور ﷺ کی نبوت سے منکر ہوئے تھے اور اس حسد بغض کا اصلی باعث ان کا تکبر تھا اس لئے انہیں ذلیل عذابوں میں مبتلا کر دیا گیا تا کہ گناہ کا بدلہ پورا ہو جائے جیسے فرمان ہے آیت ( اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ) 40۔ غافر:60) میری عبادت سے جو بھی تکبر کریں گے وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں متکبر لوگوں کا حشر قیامت کے دن انسانی صورت میں چیونٹیوں کی طرح ہوگا جنہیں تمام چیزیں روندتی ہوئی چلیں گی اور جہنم کے "بولس" نامی قید خانے میں ڈال دیئے جائیں گے جہاں کی آگ دوسری تمام آگوں سے تیز ہوگی اور جہنمیوں کا لہو پیپ وغیرہ انہیں پلایا جائے گا۔

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ |
| وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ |
| اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی |
| سے منکر ہوتے ہیں حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تم فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا |
| اگر تمہیں اپنی کتاب پر ایمان تھا۔ |

## انبیائے کرام کو ناحق شہید کرنے والے جھوٹے یہودیوں کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" الْقُرْاٰن وَغَيْره "قَالُوْا نُؤْمِن بِمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا " اَيْ التَّوْرَاة "وَيَكْفُرُوْنَ" الْوَاو لِلْحَالِ "بِمَا وَرَاءَهُ" سِوَاهُ اَوْ بَعْده مِنْ الْقُرْاٰن "وَهُوَ الْحَقّ" حَال "مُصَدِّقًا" حَال ثَانِيَة مُؤَكِّدَة "لِمَا مَعَهُمْ قُلْ" لَهُمْ "فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ " اَيْ قَتَلْتُمْ "اَنْبِيَاء اللّٰه مِنْ قَبْل اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" بِالتَّوْرَاةِ وَقَدْ نُهِيتُمْ فِيهَا عَنْ قَتْلهمْ وَالْخِطَاب لِلْمَوْجُوْدِيْنَ مِنْ زَمَن نَبِيّنَا بِمَا فَعَلَ اٰبَاؤُهُمْ لِرِضَاهُمْ

اور جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے اتارے یعنی قرآن وغیرہ پر ایمان لاؤ تو کہتے ہیں وہ جو ہم پر اترا یعنی تورات اس پر ایمان لاتے ہیں اور باقی سے منکر ہوتے ہیں اور یہاں "وَيَكْفُرُوْنَ" واؤ حالیہ ہے۔ یعنی اس کے سوایا بعد والے قرآن جو حق ہے مصدقا یہ دوسرا حال ہے جو تاکیدہ ہے۔ حالانکہ وہ حق ہے ان کے پاس والے کی تصدیق فرماتا ہوا تم ان سے فرماؤ کہ پھر اگلے انبیاء کو کیوں شہید کیا اگر تمہیں اپنی کتاب یعنی تورات پر ایمان تھا۔ یقیناً اس میں ان کے قتل سے تمہیں منع کیا گیا تھا اور یہ خطاب اس زمانے کے موجودین کیلئے جو ہمارے نبی مکرم ﷺ کے زمانے تھے۔ کہ جو کچھ ان کے باپ دادوں نے کیا ہے یہ اس کے ساتھ راضی ہیں۔

فعل "قیــل" کو مجہول کی صورت میں لانا اور فاعل کا حذف کرنا اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن کریم کی دعوت پر منفی رد عمل یا منفی جواب فقط زمانہ بعثت کے یہودیوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کی آنے والی نسلیں بھی یہی کچھ کریں گی۔

"نـؤمـن بـمـا انـزل علينا" کے قرینہ سے "مؤمنین" کا متعلق ممکن ہے تورات پر ایمان ہو۔ جملہ "فـلـم تقتلون، "ان کنتم " کا جواب شرط ہے یعنی یہ کہ اگر تم تورات پر ایمان کے دعویدار ہو تو پھر انبیاء کو کیوں قتل کرتے ہو؟ یہ معنی اس بات کا مقتضی ہے کہ تورات میں حضرت موسیٰ کے مابعد انبیاء کے آنے کی بشارت دی گئی تھی اسی طرح ان کی اتباع کے واجب ہونے کی بھی خبر تھی۔

## نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے کا حکم سابقہ کتب میں ہونے کا بیان

جب ان سے قرآن پر اور نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کو کہا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں توراۃ انجیل پر ایمان رکھنا کافی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اس میں بھی جھوٹے ہیں قرآن تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق موجود ہے، جیسے فرمایا آیت (اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاۗءَهُمْ) 2 . البقرة: 146) یعنی اہل کتاب آپ کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں پس آپ سے انکار کا مطلب توراۃ انجیل سے بھی انکار کے مترادف ہے۔ اس حجت کو قائم کر کے اب دوسری طرح حجت قائم کی جاتی ہے کہ اچھا توراۃ اور انجیل پر اگر تمہارا ایمان ہے پھر اگلے انبیاء جو انہی کی تصدیق اور تابعداری کرتے ہوئے بغیر کسی نئی شریعت اور نئی کتاب کے آئے تو تم نے انہیں قتل کیوں کیا؟ معلوم ہوا کہ تمہارا ایمان نہ تو اس کتاب پر ہے نہ اس کتاب پر۔ تم محض خواہش کے بندے نفس کے غلام اپنی رائے قیاس کے غلام ہو۔ پھر فرمایا کہ اچھا موسیٰ علیہ السلام سے تو تم نے بڑے بڑے معجزے دیکھے طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون وغیرہ جو ان کی بددعا سے بطور معجزے ظاہر ہوئے لکڑی کا سانپ بن جانا ہاتھ کا روشن چاند بن جانا، دریا کو چیر دینا اور پانی کو پتھر کی طرح بنا دینا، بادلوں کا سایہ کرنا، من وسلویٰ کا اترنا، پتھر سے نہریں جاری کرنا وغیرہ تمام بڑے بڑے معجزات جو ان کی نبوت کی اور اللہ کی توحید کی روشن دلیلیں تھیں سب اپنی آنکھوں سے دیکھیں لیکن ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر گئے ادھر تم نے بچھڑے کو اللہ بنا لیا اب بتاؤ کہ خود توراۃ پر اور خود حضرت موسیٰ پر بھی تمہارا ایمان کہاں گیا؟ کیا یہ بدکاریاں تمہیں ظالم کہلوانے والی نہیں؟ من بعدہ سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے آیت (واتخذ قوم موسیٰ) الخ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طور پر جانے کے بعد آپ کی قوم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور اپنی جانوں پر اس گوسالہ پرستی سے واضح ظلم کیا جس کا احساس بعد میں خود انہیں بھی ہوا جیسے فرمایا آیت (ولما سقط فی ایدیھم) یعنی جب انہیں ہوش آیا نادم ہوئے اور اپنی گمراہی کو محسوس کرنے لگے اس وقت کہا: اے اللہ اگر تم ہم پر رحم نہ کرے اور ہماری خطا نہ بخشے تو ہم زیاں کار ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، آیت ۹۱، بیروت)

| وَلَقَدْ جَآءَ كُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۝ |
| --- |
| اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔ |

## معجزات دیکھنے کے باوجود یہود کا شرک میں مبتلاء ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ جَآءَ كُمْ مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ كَالْعَصَا وَالْيَد وَفَلْق الْبَحْر "ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ الْعِجْل" إلَهًا "مِنْ بَعْده" مِنْ بَعْد ذَهَابه إلَى الْمِيقَات "وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ" بِاتِّخَاذِهِ،

اور بیشک تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں یعنی معجزات جیسے عصا اور ید اور دریا کا پھٹنا، لے کر تشریف لایا پھر تم نے اس کے بعد بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔ یعنی میقات کی طرف جانے کے بعد تم نے ظلم کرتے ہوئے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

## روشن ہاتھ کے معجزے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی ہدایت کیلئے اس کے دربار میں بھیجا تو دو معجزات آپ کو عطا فرما کر بھیجا۔ ایک عصا دوسرا ید بیضا روشن ہاتھ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر باہر نکالتے تھے تو ایک دم آپ کا ہاتھ روشن ہو کر چمکنے لگتا تھا، پھر جب آپ اپنا گریبان میں ڈال دیتے تو وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جایا کرتا تھا۔ اس معجزہ کو قرآن عظیم نے مختلف سورتوں میں بار بار ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ارشاد فرمایا کہ

واضمم الیٰ جناحك تخرج بیضآء من غیر سوء ایة اخریٰ ٥ لنریك من ایٰتنا الکبریٰ ٥

اور اپنا ہاتھ اپنے بازو سے ملا خوب سپید نکلے گا بے کسی مرض کے ایک اور نشانی کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ (پ16، طٰہٰ:23،22)

اسی معجزہ کا نام ید بیضاء ہے جو ایک عجیب اور عظیم معجزہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک سے رات اور دن میں آفتاب کی طرح نور نکلتا تھا۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص563، طٰہٰ 22)

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝

اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے پیمان لیا اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا، لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے اور سنو بولے ہم نے سنا اور نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑا رچ رہا تھا ان کے کفر کے سبب تم فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

## یہود کے دعویٰ ایمان وعمل میں تضاد کا بیان

"وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ" عَلَى الْعَمَلِ بِمَا فِي التَّوْرَاة "و" قَدْ "رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّور" الْجَبَل حِيْن امْتَنَعْتُمْ مِنْ قَبُولِهَا لِيَسْقُط عَلَيْكُمْ وَقُلْنَا : "خُذُوا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَاسْمَعُوا" مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سَمَاع قَبُول "قَالُوْا سَمِعْنَا" قَوْلك "وَعَصَيْنَا" اَمْرك "وَاُشْرِبُوا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْل" اَيْ خَالَطَ حُبُّهُ قُلُوْبَهُمْ كَمَا يُخَالِط الشَّرَاب "بِكُفْرِهِمْ قُلْ" لَهُمْ "بِئْسَمَا" شَيْئًا "يَاْمُرُكُمْ بِهٖ اِيْمَانُكُمْ" بِالتَّوْرَاةِ. عِبَادَة الْعِجْل "اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" بِهَا كَمَا زَعَمْتُمْ الْمَعْنٰى لَسْتُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ لِاَنَّ الْاِيْمَان لَا يَاْمُر بِعِبَادَةِ الْعِجْل وَالْمُرَاد اٰبَاؤُهُمْ : اَيْ فَكَذٰلِكَ اَنْتُمْ لَسْتُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ بِالتَّوْرَاةِ وَقَدْ كَذَّبْتُمْ مُحَمَّدًا وَّالْاِيْمَان بِهَا لَا يَاْمُر بِتَكْذِيْبِهٖ،

اور جب ہم نے تم سے پیمان لیا کہ تم تورات پر عمل کرو گے اور کوہِ طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا، یعنی جب تم حکم تورات قبول کرنے اعراض کرو تو وہ پہاڑ تم پر گرا دیا جائے۔ اور ہم نے کہا کہ لو جو ہم تمہیں دیتے ہیں زور سے یعنی سخت محنت اور اجتہاد سے اور سنو جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے قبول کرو، بولے ہم نے آپ کی بات کو سنا اور آپ کے حکم کو نہ مانا اور ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت پلا دی گئی یعنی اس کی محبت شراب کی طرح ڈال دی گئی ہے۔ ان کے کفر کے سبب تم ان سے فرما دو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔ یعنی تورات پر ایمان رکھتے ہو تو جس طرح تمہارا ایمان کا دعویٰ ہے وہ ایمان بھی نہیں ہے کیونکہ ایمان تم کو بچھڑے کی عبادت کا حکم نہیں دیتا۔ اور آباء سے مراد ان کے باپ دادا ہیں۔ یعنی اس طرح بھی تم تورات پر ایمان لانے والے نہیں ہو کیونکہ تم نے نبی کریم ﷺ کو جھٹلایا ہے۔ جبکہ ایمان آپ ﷺ کو جھٹلانے کا حکم نہیں دیتا۔

یہ جملہ "سمعنا وعصینا ہم نے سنا اور نافرمانی کی" چونکہ اس جملہ "اسمعوا، سنوا" کے مقابل میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ (اسمعوا) سے مراد سمجھنا اور اطاعت کرنا ہے۔ قرینہ مقامیہ کی بنا پر "اسمعوا" کا متعلق اللہ تعالیٰ کے فرامین اور حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے احکامات ہیں۔

## طور پہاڑ کو یہود کے سروں پر بلند کرنے کا بیان

طور پہاڑ جب سروں پر دیکھا تو اقرار کرلیا جب وہ ہٹ گیا تو پھر منکر ہو گئے۔ اس کی تفسیر بیان ہو چکی ہے بچھڑے کی محبت ان کے دلوں میں رچ گئی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا کر دریا میں ڈال دیا تھا جس پانی کو بنی اسرائیل نے پی لیا اور اس کا اثر ان پر ظاہر ہوا گو بچھڑا نیست و نابود کر دیا گیا لیکن ان کے دلوں کا تعلق اب بھی اس معبود باطل سے لگا رہا دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم ایمان کا دعویٰ کس طرح کرتے ہو؟ اپنے ایمان پر نظر نہیں ڈالتے؟ بار بار کی عہد شکنیاں کئی بار کے کفر بھول گئے؟ حضرت موسیٰ کے سامنے تم نے کفر کیا ان کے بعد کے پیغمبروں کے ساتھ تم نے سرکشی کی یہاں تک کہ افضل الانبیاء ختم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی نہ مانا جو سب سے بڑا کفر ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ |
| اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ |
| آپ فرما دیں، اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے اور لوگوں کے لئے نہیں تو تم موت |
| کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ |

## جنت میں جانے والے یہودی موت سے کیوں گھبراتے ہیں

"قُلْ" لَهُمْ "اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ" اَيِ الْجَنَّةُ "عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً" خَاصَّةً "مِنْ دُوْنِ النَّاسِ" كَمَا زَعَمْتُمْ "فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" تَعَلَّقَ بِ تَمَنَّوُا الشَّرْطَانِ عَلٰى اَنَّ الْاَوَّلَ قَيْدٌ فِي الثَّانِيْ اَيْ اِنْ صَدَقْتُمْ فِيْ زَعْمِكُمْ اَنَّهَا لَكُمْ وَمَنْ كَانَتْ لَهُ يُؤْثِرُهَا وَالْمُوَصِّلُ اِلَيْهَا الْمَوْتُ فَتَمَنَّوْهُ،

آپ ان سے فرما دیں، اگر آخرت یعنی جنت کا گھر اللہ کے نزدیک صرف تمہارے لئے ہی مخصوص ہے اور لوگوں کے لئے نہیں جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو تم موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ اور جنت میں جانے کی تمنا کی دو شرائط ہیں اور پہلی دوسری میں مقید ہے یعنی اگر اپنے گمان میں سچے ہو وہ تمہارے لئے ہے تو اس تک پہنچنے کا ذریعہ موت ہے تو تم اس کو اپناؤ۔

یہودیوں کے اس دعویٰ " کہ عالم آخرت صرف انہی سے مختص ہے " کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پس موت کی تمنا کرو" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان مرنے سے عالم آخرت میں وارد ہوتا ہے یعنی یہ کہ انسان مرنے سے قیامت کے برپا ہونے تک کی مدت میں بھی آخرت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے یا عذاب الٰہی میں مبتلا ہوتا ہے۔

## مباہلہ اور یہودی مع نصاریٰ کے نہ آنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان یہودیوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زبانی پیغام دیا گیا کہ اگر تم سچے ہوتو مقابلہ میں آؤ ہم تم مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہم میں سے جھوٹا ہے اسے ہلاک کر دے۔ لیکن ساتھ ہی پیشگوئی بھی کر دی کہ یہ لوگ ہرگز اس پر آمادہ نہیں ہوں گے چنانچہ یہی ہوا کہ یہ لوگ مقابلہ پر نہ آئے اس لئے کہ وہ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آسمانی کتاب قرآن کریم کو سچا جانتے تھے اگر یہ لوگ اس اعلان کے ماتحت مقابلہ میں نکلتے تو سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔ روئے زمین پر ایک یہودی بھی باقی نہ رہتا۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی آیا ہے کہ اگر یہودی مقابلہ پر آتے اور جھوٹے کے لئے موت طلب کرتے تو سب کے سب مرجاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اسی طرح جو نصرانی آپ کے پاس آئے تھے وہ بھی اگر مباہلہ کے لئے تیار ہوتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل وعیال اور مال و دولت کا نام ونشان بھی نہ پاتے (مسند احمد بن حنبل)

| وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ○ |
| --- |
| وہ ہرگز کبھی بھی اس کی آرزو نہیں کریں گے اِن گناہوں کے باعث جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ |

## قیامت وآخرت میں ظالم کافروں کی سزا کا بیان

"وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ" مِنْ كُفْرِهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمُسْتَلْزِمِ لِكَذِبِهِمْ "وَاللّٰهُ عَلِيْم بِالظَّالِمِينَ" الْكَافِرِيْنَ فَيُجَازِيهِمْ،

وہ ہرگز کبھی بھی اس کی آرزو نہیں کریں گے ان گناہوں کے باعث جوان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں۔ یعنی نبی کریم ﷺ کے ساتھ کفر کرنا ان کے جھوٹ کو لازم کرنے والا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی وہ کافروں کو سزا دے گا۔

یہ غیب کی خبر اور معجزہ ہے کہ یہود باوجود نہایت ضد اور شدت مخالفت کے بھی تمنائے موت کا لفظ زبان پر نہ لا سکے۔ جیسے نبی آخر الزمان ﷺ اور قرآن کے ساتھ کفر اور توریت کی تحریف وغیرہ، موت کی محبت اور لقائے پروردگار کا شوق اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔

## مؤمن اور کافر کے وقت موت کی کیفیت کا بیان

عبادہ بن صامت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا، جو شخص اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا آپ کی کسی دوسری بیوی نے عرض کیا کہ ہم موت کو برا سمجھتے ہیں آپ نے فرمایا۔ بات یہ نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس مومن کی وفات کا وقت قریب آتا ہے تو اس کو اللہ کی رضا مندی اور بزرگی کی خوشخبری دی جاتی ہے چنانچہ جو چیز اس کے آگے ہوتی ہے اس سے بہتر

کوئی چیز اسے ملوم نہیں ہوتی اور اللہ سے ملنے کو اور اللہ اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اللہ کے عذاب اور اس کی ناراضگی کی خبر سنائی جاتی ہے اس کے سامنے جو چیز ہوتی ہے اس سے زیادہ ناگوار کوئی چیز نہیں ہوتی، چنانچہ وہ اللہ سے ملنے کو اور اللہ اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے، ابوداؤد اور عمرو نے شعبہ سے اس کو مختصراً نقل کیا اور سعید نے بوسطہ قتادہ زرارہ، سعید، عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1437)

## آرزوؤں کی حالت میں رہنے والے انسان پر موت آجانے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خطوط کھینچے، اور فرمایا یہ انسان کی طویل امیدیں ہیں، اور یہ اس کی موت ہے، اور وہ اسی امید کی حالت میں رہتا ہے کہ اس کی موت آجاتی ہے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1350)

## شہادت کی موت اور حرم میں مدفن کی تمنا کرنے کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر نماز کے بعد دعا فرماتے "اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَهَادَةً فِی سَبِیْلِكَ وَوَفَاةً بِبَلَدِ رَسُوْلِكَ" یارب مجھے اپنی راہ میں شہادت اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں وفات نصیب فرما بالعموم تمام صحابہ کبار اور بالخصوص شہدائے بدر واحد واصحاب بیعت رضوان موت فی سبیل اللہ کی محبت رکھتے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کفار کے سردار رستم بن فرخ زاد کے پاس جو خط بھیجا اس میں تحریر فرمایا تھا "اِنَّ مَعِیَ قَوْمٌ یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ کَمَا یُحِبُّ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ" یعنی میرے ساتھ ایسی قوم ہے جو موت کو اتنا محبوب رکھتی ہے جتنا عجمی شراب کو اس میں لطیف اشارہ تھا کہ شراب کی ناقص مستی کو محبت دنیا کے دیوانے پسند کرتے ہیں اور اہل اللہ موت کو محبوب حقیقی کے وصال کا ذریعہ سمجھ کر محبوب جانتے ہیں، فی الجملہ اہل ایمان آخرت کی رغبت رکھتے ہیں اور اگر طول حیات کی تمنا بھی کریں تو وہ اس لئے ہوتی ہے کہ نیکیاں کرنے کے لئے کچھ اور عرصہ مل جائے جس سے آخرت کے لئے ذخیرۂ سعادت زیادہ کر سکیں اگر گزشتہ ایام میں گناہ ہوئے ہیں تو ان سے توبہ و استغفار کرلیں۔ (خزائن العرفان)

| |
|---|
| وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ |
| سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی خواہش رکھتے ہیں اور مشرکوں میں سے ہر ایک کو تمنا ہے کہ کہیں |
| ہزار برس زندہ رہے اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں۔ |

## ہزاروں برس کی زندگی کی تمنا رکھنے والے یہود کا بیان

"وَلَتَجِدَنَّهُمْ" لام قسم "اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیَاةٍ" وَاَحْرَصَ "وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا" الْمُنْكِرِیْنَ لِلْبَعْثِ عَلَیْهَا لِعِلْمِهِمْ بِاَنَّ مَصِیرهمْ النَّار دُوْن الْمُشْرِكِیْنَ لِاِنْكَارِهِمْ لَهٗ "یَوَدُّ" یَتَمَنّٰی "اَحَدهمْ لَوْ

يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ " لَوْ مَصْدَرِيَّةٌ بِمَعْنَى اَنْ وَهِيَ بِصِلَتِهَا فِيْ تَأْوِيْلِ مَصْدَرٍ مَفْعُوْلُ يَوَدُّ "وَمَا هُوَ" اَىْ اَحَدُهُمْ "بِمُزَحْزِحِهٖ" مُبْعِدِهٖ "مِنَ الْعَذَابِ" النَّارِ "اَنْ يُّعَمَّرَ" فَاعِلُ مُزَحْزِحِهٖ اَىْ تَعْمِيْرُهٗ "وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فَيُجَازِيْهِمْ،

''وَلَتَجِدَنَّهُمْ'' میں لام قسم کیلئے ہے اور بیشک تم ضرور انہیں پاؤ گے کہ سب لوگوں سے زیادہ جینے کی خواہش رکھتے ہیں اور مشرکوں یعنی جو بعثت کا انکار کرنے والے ہیں جو ان کے علم کے مطابق جہنم میں جانے والے ہیں سوائے مشرکین کے کیونکہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو تمنا ہے کہ کہیں ہزار برس زندہ رہے، یہاں لو مصدر یہ ان کے معنی میں ہے اور یہ اپنے صلہ کے سبب تاویل مصدر میں ہے۔ یود کا مفعول ہے۔ اور وہ اسے عذاب سے دور نہ کرے گا اتنی عمر دیا جانا یعنی ان میں سے کوئی بھی عذاب و آگ سے دور نہ ہوگا اور ان یعمر یہ مزحزحہ کا فاعل ہے یعنی تعمیرہ اور اللہ دیکھنے والا ہے جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں۔ ''یَعْمَلُوْنَ'' یا اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے یعنی ان کو جزاء دے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لتجدن "فعل تجد، تم پاتے ہو"، لام قسم اور نون تاکید سے مرکب ہے یعنی یقیناً بلاشک تم دیکھتے ہو کہ یہودی انتہائی حریص لوگ ہیں۔ اس بات پر تاکید کہ تم تو یہودیوں کی دنیاوی زندگی پر وابستگی کو پاتے ہو، اس مفہوم کو بیان کر رہا ہے کہ یہودیوں کی چال ڈھال اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ لوگ دنیاوی زندگی سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

یہ مفہوم اس اعتبار سے ہے کہ "و من الذین اشرکوا "مبتدائے محذوف کی خبر ہے نہ کہ "الناس "پر عطف ہے یعنی مطلب یوں ہے "و من الذین اشرکوا طائفة یود احدھم "بنابریں جملہ "و من الذین، حالیہ ہے اور "یود احدھم "انہی مشرکین کی صفت بیان کی گئی ہے۔ پس آیہ مجیدہ کا مفہوم یوں بنتا ہے۔ یہودی سب سے زیادہ دنیا سے دل وابستہ کیئے ہوئے ہیں درآں حالانکہ بعض مشرکین ہزار سالہ عمر کے خواہشمند ہیں۔

## لمبی عمر کی حرص میں رہنے والے قارون کے انجام کا واقعہ

قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا ہوا نکلا، اس کا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت و تجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔

قارون اس طمطراق سے نکلا وہ سفید قیمتی خچر پر بیش بہا پوشاک پہنے تھا تب ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے، بنو اسرائیل کا مجمع تھا سب کی نگاہیں اس کی دھوم دھام پر لگ گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا اس طرح کیسے نکلے ہو؟ اس نے کہا ایک فضیلت اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس عزت و دولت ہے اگر آپ کو میری فضیلت میں شک ہے تو میں تیار ہوں آپ اللہ سے دعا کریں دیکھ لیجئے اللہ کس کی دعا قبول کرتا ہے آپ علیہ السلام اس بات

پر آمادہ ہوگئے اور اسے لے کر چلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اب پہلے دعا کروں یا تو کرے گا قارون نے کہا میں کروں گا اس نے دعا مانگی لیکن قبول نہ ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سے دعا کی یا اللہ زمین کو حکم کر جو میں کہوں مان لے۔ اللہ نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن زمین سے کہا: "اے زمین اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے، پھر مونڈھوں تک، پھر فرمایا اس کے خزانے اور اس کے مال بھی یہیں لے آ و اسی وقت قارون کے تمام خزانے آ گئے آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ قاروں اپنے خزانے سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا زمین جیسی تھی ویسی ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ |
| هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ |
| تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس (جبریل) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا اگلی کتابوں کی |
| تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کیلئے ہے۔ |

## یہود کی جبریل سے دشمن وعداوت کا بیان

وَسَاَلَ ابْن صُوْرِيَّا النَّبِيَّ اَوْ عُمَر عَمَّنْ يَّاْتِي بِالْوَحْيِ مِنَ الْمَلَائِكَة فَقَالَ جِبْرِيل فَقَالَ هُوَ عَدُوّنَا يَاْتِي بِالْعَذَابِ وَلَوْ كَانَ مِيكَائِيل لَاٰمَنَّا لِاَنَّهٗ يَاْتِي بِالْخِصْبِ وَالسِّلْم فَنَزَلَ،

"قُلْ لَهُمْ "مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيل " فَلْيَمُتْ غَيْظًا "فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ " اَيْ الْقُرْاٰن "عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ " بِاَمْرِ "اللّٰه مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" قَبْله مِنَ الْكُتُب "وَهُدًى" مِنَ الضَّلَالَة "وَبُشْرَى" بِالْجَنَّةِ " للمؤمنين "

ابن سوریا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ وحی کونسا فرشتہ لاتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا جبریل تو اس نے کہا کہ جبریل تو ہمارا دشمن ہے کیونکہ وہ عذاب کے ساتھ آتا ہے۔ اور اگر میکائیل ہوتے تو ہم ایمان لاتے کیونکہ وہ خوشحالی اور سلامتی لیکر آتے ہیں تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

تم ان سے فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو یعنی وہ غصے میں مر جائے کیونکہ جبریل نے تو تمہارے نبی مکرم ﷺ کے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا جو سابقہ کتابوں کی تصدیق فرماتا اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کیلئے ہے۔ یعنی گمراہ سے ہدایت دینے والا اور ایمان والوں کیلئے جنت کی خوشخبری دینے والا ہے۔

یہ مفہوم اس بنا پر ہے کہ "مصدقا"، "نزلہ" کی ضمیر مفعولی کے لئے حال ہو اور اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ ما بین یدیہ وہ کتاب جو قرآن کریم سے پہلے تھی۔ آیہ مبارکہ میں اس سے مراد تورات ہے۔ قرآن کریم کا وجود تورات کی حقانیت کے لئے گواہ اور شاہد کے طور پر ہے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۹۷ کے شان نزول کا بیان

یہودیوں کے عالم عبد اللہ بن صوریا نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے پاس آسمان سے کون فرشتہ آتا ہے فرمایا جبریل ابن صوریا نے کہا وہ ہمارا دشمن ہے عذاب شدت اور خسف اتارتا ہے کئی مرتبہ ہم سے عداوت کر چکا ہے اگر آپ کے پاس میکائیل آتے تو ہم آپ پر ایمان لے آتے۔

## خصومت جبرائیل علیہ السلام موجب کفر وعصیان

امام ابو جعفر طبری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ جب یہودیوں نے حضرت جبرائیل کو اپنا دشمن اور حضرت میکائیل کو اپنا دوست بتایا تھا اس وقت ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن بعض کہتے ہیں کہ امر نبوت کے بارے میں جو گفتگو ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی اس میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ بعض کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ سے ان کا جو مناظرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں ہوا تھا اس میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہودیوں کی ایک جماعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ ہم آپ سے چند سوال کرتے ہیں جن کے صحیح جواب نبی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ سچے نبی ہیں تو ان کے جوابات دیجئے آپ نے فرمایا بہتر ہے جو چاہو پوچھو مگر عہد کرو کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک جواب دوں گا تو تم میری نبوت کا اقرار کر لو گے اور میری فرمانبرداری کے پابند ہو جاؤ گے انہوں نے آپ سے وعدہ کیا اور عہد دیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت یعقوب کی طرح اللہ جل شانہ کی شہادت کے ساتھ ان سے پختہ وعدہ لے کر انہیں سوال کرنے کی اجازت دی، انہوں نے کہا پہلے تو یہ بتائے کہ توراۃ نازل ہونے سے پہلے حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے نفس پر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا جب حضرت یعقوب علیہ السلام عرق النساء کی بیماری میں سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے شفا دے تو میں اپنی کھانے کے سب سے زیادہ مرغوب چیز اور سب سے زیادہ محبوب چیز پینے کی چھوڑ دوں گا جب تندرست ہو گئے تو اونٹ کا گوشت کھانا اور اونٹنی کا دودھ پینا جو آپ کو پسند خاطر تھا چھوڑ دیا، تمہیں اللہ کی قسم جس نے حضرت موسیٰ پر تورات اتاری بتاؤ یہ سچ ہے؟ ان سب نے قسم کھا کر کہا کہ ہاں حضور سچ ہے بجا ارشاد ہوا اچھا اب ہم پوچھتے ہیں کہ عورت مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ آپ نے فرمایا سنو مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زردی مائل ہوتا ہے جو بھی غالب آ جائے اسی کے مطابق پیدائش ہوتی ہے اور شبیہ بھی۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد نرینہ ہوتی ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو حکم الٰہی سے اولاد لڑکی ہوتی ہے تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں سچ بتاؤ میرا جواب صحیح ہے؟ سب نے قسم کھا کر کہا بیشک آپ نے بجا ارشاد فرمایا آپ نے ان دو باتوں پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔ انہوں نے کہا اچھا یہ فرمائیے کہ تورات میں جس نبی امی کی خبر ہے اس کی خاص نشانی کیا ہے؟ اور اس کے پاس کونسا فرشتہ وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا کس خاص نشانی یہ ہے کہ اس کی آنکھیں جب سوئی

ہوئی ہوں اس وقت میں اس کا دل جاگتا رہتا ہے تمہیں اس رب کی قسم جس نے حضرت موسیٰ کو تورات دی بتاؤ تو میں نے ٹھیک جواب دیا؟ سب نے قسم کھا کر کہا آپ نے بالکل صحیح جواب دیا۔ اب ہمارے اس سوال کی دوسری شق کا جواب بھی عنایت فرما دیجئے اسی پر بحث کا خاتمہ ہے۔ آپ نے فرمایا میرا ولی جبرائیل ہے وہی میرے پاس وحی لاتا ہے اور وہی تمام انبیاء کرام کے پاس پیغام باری تعالیٰ لاتا رہا۔ سچ کہو اور قسم کھا کر کہو کہ میرا یہ جواب بھی درست ہے؟ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ جواب تو درست ہے لیکن چونکہ جبرائیل ہمارا دشمن ہے وہ سختی اور خون ریزی وغیرہ لے کر آتا رہتا ہے اس لئے ہم اس کی نہیں مانیں گے نہ آپ کی مانیں ہاں اگر آپ کے پاس حضرت میکائیل وحی لے کر آتے جو رحمت، بارش، پیداوار وغیرہ لے کر آتے ہیں اور ہمارے دوست ہیں تو ہم آپکی تابعداری اور تصدیق کرتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ رعد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہیں ادھر ادھر لے جاتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ گرج کی آواز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اسی فرشتے کی آواز ہے ملاحظہ ہو مسند احمد وغیرہ۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ میں تشریف لائے اس وقت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باغ میں تھے اور یہودیت پر قائم تھے۔ انہوں نے جب آپ کی آمد کی خبر سنی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمائے کہ قیامت کی پہلی شرط کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کونسی چیز بچہ کو کبھی ماں کی طرف کھینچتی ہے اور کبھی باپ کی طرف، آپ نے فرمایا ان تینوں سوالوں کے جواب ابھی ابھی جبرائیل نے مجھے بتلائے ہیں سنو، حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا وہ تو ہمارا دشمن ہے۔ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی پھر فرمایا پہلی نشانی قیامت کی ایک آگ ہے جو لوگوں کے پیچھے لگے گی اور انہیں مشرق سے مغرب کی طرف اکٹھا کر دے گی۔ جنتیوں کی پہلی خوراک مچھلی کی کلیجی بطور ضیافت ہوگی۔ جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر سبقت کر جاتا ہے تو لڑکا پیدا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی سے سبق لے جاتا ہے تو لڑکی ہوتی ہے یہ جواب سنتے ہی حضرت عبداللہ مسلمان ہو گئے اور پکار اٹھے حدیث (اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسولہ اللہ) پھر کہنے لگے حضور یہودی بڑے بیوقوف لوگ ہیں۔ اگر انہیں میرا اسلام لانا پہلے معلوم ہو جائے گا تو وہ مجھے کہیں گے آپ پہلے انہیں ذرا قائل کر لیجئے۔ اس کے بعد آپ کے پاس جب یہودی آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے شخص ہیں؟ انہوں نے کہا بڑے بزرگ اور دانشور آدمی ہیں بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں وہ تو ہمارے سردار ہیں اور سرداروں کی اولاد میں سے ہیں آپ نے فرمایا اچھا اگر وہ مسلمان ہو جائیں پھر تو تمہیں اسلام قبول کرنے میں کوئی تامل تو نہیں ہوگا؟ کہنے لگے اعوذ باللہ اعوذ باللہ وہ مسلمان ہی کیوں ہونے لگے؟ حضرت عبداللہ جواب تک چھپے ہوئے تھے باہر آ گئے اور زور سے کلمہ پڑھا۔ تو تمام کے تمام شور مچانے لگے کہ یہ خود بھی برا ہے اس کے باپ دادا بھی برے تھے یہ بڑا نیچے درجہ کا آدمی ہے خاندانی کمینہ ہے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی چیز کا مجھے ڈر تھا۔

صحیح بخاری میں ہے حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جبر، میک، اسراف، کے معنی عبد یعنی بندے کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ کے

ہیں تو جبرائیل وغیرہ کے معنی عبداللہ ہوئے بعض لوگوں نے اس کے معنی الٹ بھی کئے ہیں وہ کہتے ہیں ایل کے معنی عبد کے ہیں اور اس سے پہلے کے الفاظ اللہ کے نام ہیں، جیسے عربی میں عبداللہ عبدالرحمن عبدالملک عبدالقدوس عبدالسلام عبدالکافی عبدالجلیل وغیرہ لفظ عبد ہر جگہ باقی رہا اور اللہ کے نام بدلتے رہے اس طرح ایل ہر جگہ باقی ہے اور اللہ کے اسماء حسنہ بدلتے رہتے ہیں۔ غیر عربی زبان میں مضاف الیہ پہلے آتا ہے اور مضاف بعد میں۔ اسی قاعدے کے مطابق ان ناموں میں بھی ہے جیسے جبرائیل میکائیل اسرافیل عزرائیل وغیرہ۔

اب مفسرین کی دوسری جماعت کی دلیل سنئے جو لکھتے ہیں کہ یہ گفتگو جناب عمر سے ہوئی تھی شعبہ کہتے ہیں حضرت عمر روحاء میں آئے۔ دیکھا کہ لوگ دوڑ بھاگ کر ایک پتھروں کے تودے کے پاس جا کر نماز ادا کر رہے ہیں پوچھا کہ یہ کیا بات ہے جواب ملا کہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کی ہے، آپ بہت ناراض ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں کہیں نماز کا وقت آتا تھا پڑھ لیا کرتے تھے پہلے چلے جایا کرتے تھے اب ان مقامات کو متبرک سمجھ کر خواہ مخواہ وہیں جا کر نماز ادا کرنا کس نے بتایا؟ پھر آپ اور باتوں میں لگ گئے فرمانے لگے میں یہودیوں کے مجمع میں کبھی کبھی چلا جایا کرتا اور یہ دیکھتا رہتا تھا کہ کس طرح قرآن توراۃ کی اور توراۃ قرآن کو سچائی کی تصدیق کرتا ہے یہودی بھی مجھ سے محبت ظاہر کرنے لگے اور اکثر بات چیت ہوا کرتی تھی۔

ایک دن میں ان سے باتیں کر ہی رہا تھا تو راستے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نکلے انہوں نے مجھ سے کہا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ جا رہے ہیں۔ میں نے کہا میں ان کے پاس جاتا ہوں لیکن تم یہ تو بتاؤ تمہیں اللہ وحدہ کی قسم اللہ جل شانہ برحق کو مدنظر رکھو اس کی نعمتوں کا خیال کرو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب تم میں موجود ہے رب کی قسم کھا کر بتاؤ کیا تم حضور کو رسول نہیں مانتے؟ اب سب خاموش ہو گئے ان کے بڑے عالم نے جوان سب میں علم میں بھی کامل تھا اور سب کا سردار بھی تھا اس نے کہا اس شخص نے اتنی سخت قسم دی ہے تم صاف اور سچا جواب کیوں نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا حضرت آپ ہی ہمارے بڑے ہیں ذرا آپ ہی جواب دیجئے۔ اس بڑے پادری نے کہا سنئے جناب! آپ نے زبردست قسم دی ہے لہٰذا سچ تو یہی ہے کہ ہم دل سے جانتے ہیں کہ حضور اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں میں نے کہا افسوس جب یہ جانتے ہو تو پھر مانتے کیوں نہیں کہا صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس آسمانی وحی لے کر آنے والے جبرائیل ہیں جو نہایت سختی، تنگی، شدت، عذاب اور تکلیف کے فرشتے ہیں ہم ان کے اور وہ ہمارے دشمن ہیں اگر وحی لے کر حضرت میکائیل آتے جو رحمت و رافت تخفیف و راحت والے فرشتے ہیں تو ہمیں ماننے میں تامل نہ ہوتا۔ میں نے کہا اچھا بتاؤ تو ان دونوں کی اللہ کے نزدیک کیا قدر و منزل ہے؟ انہوں نے کہا ایک تو جناب باری کے داہنے بازو ہے اور دوسرا دوسری طرف میں نے کہا اللہ کی قسم جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں جو ان میں سے کسی کا دشمن ہو۔ اس کا دشمن اللہ بھی ہے اور دوسرا فرشتہ بھی کیونکہ جبرائیل کے دشمن سے میکائیل دوستی نہیں رکھ سکتے اور میکائیل کا دشمن جبرائیل کا دوست نہیں ہو سکتا۔ نہ ان میں سے کسی ایک کا دشمن اللہ تبارک و تعالیٰ کا دوست ہو سکتا ہے نہ ان دونوں میں سے کوئی ایک باری تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر آ سکتا ہے نہ کوئی کام کر سکتا ہے۔ واللہ مجھے نہ تم سے لالچ ہے نہ خوف۔ سنو جو شخص اللہ تعالیٰ کا دشمن ہو اس کے فرشتوں اس کے رسولوں اور جبرائیل و میکائیل کا

دشمن ہوتو اس کافر کا اللہ وحدہ لاشریک بھی دشمن ہے اتنا کہہ کر میں چلا آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا اے ابن خطاب مجھ پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے میں نے کہا حضور سنایئے، آپ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ میں نے کہا حضور آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہی باتیں ابھی ابھی یہودیوں سے میری ہورہی تھیں۔ میں تو چاہتا ہی تھا بلکہ اسی لئے حاضر خدمت ہوا تھا کہ آپ کو اطلاع کروں مگر میری آنے سے پہلے لطیف وخبیر سننے دیکھنے والے اللہ نے آپ کو خبر پہنچادی ملاحظہ ہو ابن ابی حاتم وغیرہ مگر یہ روایت منقطع ہے سند متصل نہیں شعبی نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اللہ کے امین فرشتے ہیں اللہ کے حکم سے آپ کے دل میں اللہ کی وحی پہنچانے پر مقرر ہیں۔ وہ فرشتوں میں سے اللہ کے رسول ہیں کسی ایک رسول سے عداوت رکھنے والا سب رسولوں سے عداوت رکھنے والا ہوتا ہے جیسے ایک رسول پر ایمان سب رسولوں پر ایمان لانے کا نام ہے اور ایک رسول کے ساتھ کفر تمام نبیوں کے ساتھ کفر کرنے کے برابر ہے خود اللہ تعالیٰ نے بعض رسولوں کے نہ ماننے والوں کو کافر فرمایا ہے۔ فرماتا ہے آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا) 4۔ النسآء:150) یعنی جولوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے دوسری آیت کے آخر تک پس ان آیتوں میں صراحتاً لوگوں کو کافر کہا جو کسی ایک رسول کو بھی نہ مانیں۔

| |
|---|
| مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ٥ |
| جو شخص اللہ کا اور اسکے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہوا تو یقیناً اللہ (بھی ان) کافروں کا دشمن ہے۔ |

## فرشتوں کے دشمن یہود اللہ کے بھی دشمن ہیں

"مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلَائِكَته وَرُسُله وَجِبْرِيل " بِكَسْرِ الْجِيم وَفَتْحهَا بِلَا هَمْزَة وَبِهِ بِيَاء وَدُونهَا "وَمِيكَال" عُطِفَ عَلَى الْمَلَائِكَة مِنْ عَطْف الْخَاصّ عَلَى الْعَامّ وَفِي قِرَاءَة مِيكَائِيل بِهَمْزَةٍ وَيَاء وَفِي أُخْرَى بِلَا يَاء "فَإِنَّ اللّٰه عَدُوّ لِلْكَافِرِينَ" أَوْقَعَه مَوْقِع لَهُمْ بَيَانًا لِحَالِهِمْ،

جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا دشمن ہوا (یہ جیم کے کسرہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ بغیر ہمزہ کے آیا ہے اور یاء کے ساتھ آیا ہے سوائے میکال اور ملائکہ پر عطف یہ خاص کا عطف عام پر ہے اور ایک قرأت میں میکائیل ہمزہ اور یاء کے ساتھ ہے۔ اور دوسری قرأت میں بغیر یاء کے ہے۔ تو یقیناً اللہ بھی ان کافروں کا دشمن ہے۔ لھم ضمیر کی جگہ پر کافرین کا لفظ کافروں کی حالت کے سبب لایا گیا ہے۔

## ملائکہ کی عداوت کے سبب جہنم کے عذاب کا بیان

اسی طرح جبرائیل کا دشمن اللہ کا دشمن ہے کیونکہ وہ اپنی مرضی سے نہیں آتے قرآن فرماتا ہے (ومانتنزل الا بامر ربک) فرماتا

ہے آیت (وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) 26۔الشعراء:192) یعنی ہم اللہ کے حکم کے سوانہیں اترتے ہیں نازل کیا ہوا رب العالمین کا ہے جسے لے کر روح الامین آتے ہیں اور تیرے دل میں ڈالتے ہیں تا کہ تو لوگوں کو ہوشیار کر دے صحیح بخاری کی حدیث قدسی میں ہے میرے دوستوں سے دشمنی کرنے والا مجھ سے لڑائی کا اعلان کرنے والا ہے۔قرآن کریم کی یہ بھی ایک صفت ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کے تمام ربانی کلام کی تصدیق کرتا ہے اور ایمانداروں کے دلوں کی ہدایت اور ان کے لئے جنت کی خوش خبری دیتا ہے جیسے فرمایا آیت (قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ) 41۔فصلت:44) فرمایا آیت (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاۗءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا) 17۔الاسراء:82) یعنی یہ قرآن ایمان والوں کے لئے ہدایت وشفا ہے رسولوں میں انسانی رسول اور ملکی رسول سب شامل ہیں جیسے فرمایا آیت (اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ) 22۔الحج:75) اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے اپنے رسول چھانٹ لیتا ہے جبرائیل اور میکائیل بھی فرشتوں میں ہیں لیکن ان کا خصوصاً نام لیا تا کہ مسئلہ بالکل صاف ہو جائے اور یہ بھی جان لیں کہ ان میں سے ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن ہے بلکہ اللہ بھی اس کا دشمن ہے حضرت میکائیل بھی کبھی کبھی انبیاء کے پاس آتے رہے ہیں جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع شروع میں تھے لیکن اس کام پر مقرر حضرت جبرائیل ہیں جیسے حضرت میکائیل روئیدگی اور بارش وغیرہ پر اور جیسے حضرت اسرافیل صور پھونکنے پر۔ایک صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تب یہ دعا پڑھتے۔دعا،

اللهم رب جبرائيل و ميكائيل و اسرافيل فاطر السموت والارض علم الغيب و الشهادة انت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون اهدني لما اختلف فيه من الحق باذنك انك تهدى من تشاء الى صراط مستقيم،

اے اللہ اے جبرائیل میکائیل اسرافیل کے رب اے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے اے ظاہر باطن کو جاننے والے اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ تو ہی کرتا ہے، اے اللہ اختلافی امور میں اپنے حکم سے حق کی طرف میری رہبری کر تو جسے چاہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔لفظ جبرائیل وغیرہ کی تحقیق اور اس کے معانی پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز بن عمر فرماتے ہیں فرشتوں میں حضرت جبرائیل کا نام خادم اللہ ہے۔ابوسلیمان دارانی یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمانے لگے یہ ایک روایت میری روایتوں کے ایک دفتر سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔جبرائیل اور میکائیل کے لفظ میں بہت سارے لغت ہیں اور مختلف قرأت ہیں جن کے بیان کی مناسب جگہ کتب لغت ہیں ہم کتاب کے حجم کو بڑھانا نہیں چاہتے کیونکہ کسی معنی کی سمجھ یا کسی حکم کا مفاد ان پر موقوف نہیں۔اللہ ہماری مدد کرے۔ہمارا بھروسہ اور توکل اسی کی پاک ذات پر ہے۔آیت کے خاتمہ میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ بھی ان لوگوں کا دشمن ہے بلکہ فرمایا اللہ کافروں کا دشمن ہے۔اس میں ایسے لوگوں کا حکم بھی معلوم ہو گیا اسے عربی میں مضمر کی جگہ مظہر کہتے ہیں اور کلام عرب میں اکثر اس کی مثالیں شعروں میں بھی پائی جاتی ہیں گویا یوں کہا جاتا ہے کہ

جس نے اللہ کے دوست سے دشمنی کی اس نے اللہ سے دشمنی کی اور جو اللہ کا دشمن اللہ بھی اس کا دشمن اور جس کا دشمن خود اللہ قادر مطلق ہو جائے اس کے کفر و بربادی میں کیا شبہ رہ گیا؟

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے آپ کی طرف روشن آیتیں اتاری ہیں اوران (نشانیوں) کا سوائے نافرمانوں کے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ |

## آیات الٰہی کے منکر یہودیوں کا بیان

"وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ" يَا مُحَمَّدُ "اٰيَاتٍ بَيِّنَاتٍ" اَىْ وَاضِحَاتٍ حَال رَدّ لِقَوْلِ ابْن صُوْرِيَا لِلنَّبِيّ مَا جِئْتَنَا بِشَيْءٍ "وَمَا يَكْفُر بِهَا اِلَّا الْفَاسِقُوْنَ" كَفَرُوْا بِهَا،

اور بیشک ہم نے آپ کی طرف یعنی یا محمد ﷺ روشن آیتیں اتاری ہیں اوران نشانیوں، بینات یہ آیات سے حال ہے جس میں ابن سوریا کے جواب کا رد کہ آپ ﷺ ہمارے لئے کوئی چیز یعنی احکام لیکر نہیں آئے۔ اور نافرمانوں کے سوا اس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ یعنی جنہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا ہے۔

## سورہ آیت نمبر ۹۹ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ابن صوریا یہودی کے جواب میں نازل ہوئی جس نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ آپ ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ لائے جسے ہم پہچانتے اور نہ آپ پر کوئی واضح آیت نازل ہوئی جس کا ہم اتباع کرتے۔

## فسق کے لغوی و تفسیری مفہوم کا بیان

فسق کا لغوی معنی ہے کسی چیز سے نکلنا یا ارادہ کرنا اور وہ ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے نکلنا۔ اور فسق کا معنی ہے گناہ۔ اور جب کھجور اپنے چھلکے سے علیحدہ ہو جائے تو عرب لوگ کہتے ہیں: **قد فسقت الرطبه من قشرها** ۔ کہ کھجور اپنے چھلکے سے علیحدہ ہوگئی۔

اور کہا جاتا ہے۔ **فسق فلان فی الدنیا فسقا** ۔ اور کہا جاتا ہے: **رجل فاسق ۔ و فِسْق و فُسَق** ۔ ہمیشہ گناہ کرنے والا۔

اور کہا جاتا ہے: **فُوَيْسِقَة** چوہیا اور یہ فاسقہ کی تصغیر ہے۔ اس لئے کہ اس کا اپنے بل سے نکلنا لوگوں کی طرف اور فساد برپا کرنا (اس کا کام ہے)۔ اور تفسیق کا معنی عدل وانصاف کے الٹ ہے۔

فسق کا اصطلاحی معنی یہ ہے جس کے بارے میں کئی اقوال بیان کئے ہیں۔ امام ابن عطیہ کہتے ہیں 155/1 فسق عام طور پر شریعت میں جس بارے میں استعمال کیا گیا ہے وہ ہے اللہ رب العالمین کی اطاعت سے نکلنا (روگردانی کرنا) تحقیق یہ (فسق) واقع ہوتا ہے اس پر جو کفر کر کے نکلے اور جو نافرمانی کر کے نکلے۔ اور اسی طرح امام قرطبی کا قول ہے: (تفسیر قرطبی (245/1)

شوکانی نے کہا تعریف کے بارے میں اور یہ جو اس نے کی ہے یہ لغوی معنی کے اعتبار سے کی ہے اور وہ نہیں اس نے اکتفا کیا۔ بعض خارجیوں پر جو کہ بعض سے زیادہ ہیں (فتح القدیر (57/1)

امام بیضاوی نے کہا: فاسق آدمی کبیرہ گناہ کی وہ سے اللہ کے دین سے نکل جانے والا ہوتا ہے۔

(تفسیر بیضاوی 41/1 تفسیر ابی سعود (131/1)

علامہ آلوسی نے کہا شریعت میں فسق کا معنی ہے سمجھدار لوگوں کا (اللہ رب العالمین اور اس کے رسول کی) اطاعت سے نکلنا۔ پس اس کا اطلاق کفر اور جو اس سے کم ہے گناہ پر کبیرہ وصغیرہ میں سے سب پر ہوتا ہے۔ اور اس نے خاص کیا ہے عرف عام میں کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے کو۔ پس اس نے اس کا اطلاق باقی تمام چیزوں کے ارتکاب پر نہیں کیا ہے مگر کچھ قرینہ کے کچھ جگہوں پر۔

ان تمام بیچ میں گذرنے والی تعریفات سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ عام طور پر فسق کی اصطلاح یہ ہے کہ فسق کفر سے زیادہ عام ہے۔ (مفردات الراغب ص 572، کلیات لکھنوی ص 693، نزھۃ الاعین النواظر ابن جوزی (72/2)

اس وجہ سے کہ فسق، کفر اور جو گناہ اس سے کمتر ہے سب کو شامل ہے لیکن اس کو خاص کیا ہے عرف عام میں گناہ کبیرہ کرنے والے کے ساتھ اسی وجہ سے ہے۔

امام راغب الاصفہانی کہتے ہیں (آدمی پر) فسق واقع ہوجاتا ہے کم اور زیادہ گناہوں کی وجہ سے لیکن عرف عام میں زیادہ گناہ کرنے والے پر فسق کا فتویٰ لگایا جاتا ہے۔ (المفردات 572)

| |
|---|
| اَوَ كُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور کیا جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ کر پھینک دیا، بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے۔ |

## عہد شکن یہود کے افعال کا بیان

"اَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا" اللّٰه "عَهْدًا" عَلَى الْإِيْمَان بِالنَّبِيّ اِنْ خَرَجَ اَوْ النَّبِيّ اَنْ لَّا يُعَاوِنُوْا عَلَيْهِ الْمُشْرِكِيْنَ "نَبَذَهٗ" طَرَحَهُ "فَرِيْق مِنْهُمْ" بِنَقْضِهِ جَوَاب كُلَّمَا وَهُوَ مَحَلّ الِاسْتِفْهَام الْإِنْكَارِيّ "بَلْ" لِلِانْتِقَالِ "أكثرهم لا يؤمنون"

اور کیا جب بھی انہوں نے اللہ سے کوئی عہد کیا یعنی نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اگر وہ نکلے یا نبی کریم ﷺ تو وہ آپ ﷺ کے خلاف مشرکوں کی مدد نہ کریں گے تو ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ کر پھینک دیا، یعنی اس کا توڑنا یہ کلما کا جواب ہے اور وہ استفہام انکاری کا محل ہے۔ بل یہ منتقل کرنے کے معنی میں ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایمان ہی نہیں رکھتے۔

یہ جملہ "کلما عاھدوا جب کبھی بھی تم نے عہد باندھا" متعدد اور مختلف عہد وپیمان پر دلالت کرتا ہے "۔بل اکثرھم لا یؤمنون " کی طرح کے قرائن دلالت کرتے ہیں کہ ان عہد وپیمان سے مراد یہودیوں کے اللہ تعالی اور انبیاء کرام سے کیئے گئے عہد

و پیمان تھے۔ او "نبذ" کا معنی ہے پھینکنا اور چھوڑ دینا البتہ آیہ مبارکہ میں توڑنے سے کنایہ ہے۔ "او کلما، میں استفہام انکار توبیخی ہے۔

## منافقین کی بعض بدعہدیوں اور سازشوں کا بیان

یہود اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی گٹھ جوڑ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کر کے مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے رہتے تھے۔ ادھر قریش عبداللہ بن ابی کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر اکساتے رہتے تھے اور خود بھی لڑنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ جنگ بدر میں عبرت ناک شکست سے قریش کا ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ قریش کا رئیس ابوسفیان مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لیے دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا۔ یہاں یہود کا رویہ دیکھیے، ابوسفیان بنونضیر کے سردار سلام بن مشکم کے پاس گیا۔ اس نے ابوسفیان کا پر جوش استقبال کیا، خوش گوار کھانے کھلائے، شراب پلائی اور مدینہ کے مخفی راز بتائے۔ صبح کو ابوسفیان عریض پر حملہ آور ہوا جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں ایک انصاری سعد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور ساتھ کچھ مکانات اور گھاس کے انبار جلا دیے۔ یوں اپنی قسم پوری کر کے بھاگ گیا۔

اسلام مدینہ میں آیا تو یہود کے مذہبی وقار میں کمی آنے لگی۔ مشرکین میں مسلسل پھیلتی ہوئی یہودیت، دفعتہً رک گئی۔ حضور نے اگر چہ ان کے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی، مگر اصلاح و دعوت تو آپ کا فرض نبوت تھا۔ یہود زنا کرتے تھے، سود لیتے تھے۔ اسلام ان چیزوں کی سخت مذمت کرتا تھا۔ اس سے بھی یہود مسلمانوں سے خفا رہتے تھے، چنانچہ انھیں جب کبھی موقع ملتا تو وہ حضور کو اذیت بھی پہنچاتے تھے، مگر حضور صبر و ضبط سے کام لیتے تھے۔ مثال کے طور پر یہود حضور سے علیک سلیک کے وقت السلام علیکم کے بجائے السام علیک (تجھ کو موت آئے، نعوذ باللہ) کہتے۔ حضور اس کے باوجود صبر سے کام لیتے، بلکہ حضور مشرکین کی نسبت ان کی ایسی باتوں میں موافقت کرتے جس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں تھی۔ اہل عرب بالوں میں مانگ نکالتے تھے۔ یہود بالوں کو یونہی چھوڑ دیتے تھے۔ حضور بھی بالوں کو یونہی چھوڑ دیتے تھے۔ فرعون سے بنی اسرائیل کی رہائی کے حوالے سے شکرانے کے طور پر یہود عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ آپ نے بھی حکم دیا کہ لوگ عاشورہ کا روزہ رکھیں۔ کسی یہودی کا جنازہ گزرتا تو آپ تعظیماً کھڑے ہو جاتے۔ پھر اسلام نے اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لیے حلال قرار دیا۔ اہل کتاب کو دعوت دی کہ آؤ ایسی باتوں کی طرف جو ہم دونوں میں مشترک ہیں۔ مگر یہود اپنی روش پر قائم رہے۔ انھوں نے اسلام کے بارے میں بے اعتباری پھیلانے کے لیے یہ کام بھی کرنا شروع کر دیا کہ وہ مسلمان ہو کر مرتد ہو جاتے۔ تا کہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ مذہب اگر سچا ہوتا تو اسے قبول کر کے کیوں چھوڑا جاتا۔ اس کے علاوہ وہ انصار کے دو قبائل اوس اور خزرج کو باہم لڑانے کی کوشش کرتے رہتے۔ ادھر قریش نے بدر کی شکست کے بعد یہود کو لکھا کہ تم لوگوں کے پاس اسلحہ جنگ اور قلعے ہیں۔ تم ہمارے حریف (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ اور یہ کریں گے۔ اور کوئی چیز ہمیں تمہاری عورتوں کے کڑوں تک پہنچنے سے روک نہ سکے گی۔ صورت حال ایسی تھی کہ مسلمانوں کے ہاں یہ اندیشہ پیدا ہو چکا تھا کہ یہود حضور پر حملہ نہ کر دیں۔ حضرت طلحہ بن براء نے انتقال کے

وقت وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو حضور کو خبر نہ کرنا، اس لیے کہ یہود کی طرف سے ڈر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ پر کوئی حادثہ گزر جائے۔ بدر کی فتح کے بعد یہود بھی اندیشہ ناک تھے کہ اسلام اب ایک طاقت بن گیا ہے۔ یہود میں قینقاع سب سے زیادہ جری اور بہادر تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور اعلان جنگ کی جرأت کی اور بدر اور احد کے درمیانی زمانے میں مسلمانوں سے لڑائی کی۔

ہوا یہ تھا کہ ایک یہودی نے ایک انصاری کی بیوی کی بے حرمتی کی۔ انصاری مسلمان غیرت سے بے تاب ہو گیا اور اس یہودی کو مار ڈالا۔ یہودیوں نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ حضور کو خبر ہوئی تو یہود کے پاس گئے اور فرمایا کہ اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے۔ وہ بولے: ہم قریش نہیں ہیں۔ ہم سے معاملہ پڑا تو ہم دکھادیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے۔ چونکہ ان کی طرف سے نقض عہد اور اعلان جنگ ہو چکا تھا، اس لیے مجبور ہو کر حضور نے جنگ کی۔ وہ قلعہ بند ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پندرہ دن تک محاصرہ کیا۔ بالآخر وہ اس پر راضی ہوئے کہ حضور جو فیصلہ کریں گے ان کو منظور ہوگا۔ عبداللہ بن ابی ان کا حلیف تھا۔ اس نے حضور سے درخواست کی کہ انہیں جلا وطن کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ شام کے ایک علاقے اذرعات میں جلا وطن کر دیے گئے۔ اسی ضمن میں سورۂ حشر میں ہے۔

اور اگر اللہ نے ان کے لیے جلا وطنی نہ لکھی ہوتی تو وہ دنیا ہی میں انہیں عذاب دے کر ان کا نام و نشان مٹا دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب مقرر ہی ہے۔

مشہور یہودی شاعر کعب بن اشرف کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ وہ بہت دولت مند آدمی تھا۔ بدر میں قریش کے سردار مرے تو چالیس آدمیوں کے ساتھ تعزیت کرنے مکہ گیا۔ مرنے والوں کے مرثیے پڑھے جن میں قریش کو انتقام کی ترغیب دی۔ ابو سفیان کو حرم میں لے آیا۔ حرم کا پردہ تھام کر عہد کیا کہ بدر کا انتقام لیں گے۔ اس کے ساتھ حضور کو دھوکے سے قتل کرنے کا قصد کیا۔ مدینہ آیا تو حضور کی ہجو میں اشعار کہے۔ اس کی حیثیت معاند یعنی اسلام کے سخت ترین دشمن کی تھی۔ ایسے لوگوں کو قانونِ اتمام حجت کی رو سے موت کی سزا دی جا رہی تھی۔ جنگ بدر میں بھی ایسے بہت سے معاندین یہ سزا پا چکے تھے۔ موت کی سزا مسلمانوں کے ہاتھوں سے نافذ ہو رہی تھی۔ اس معاملے میں مسلمانوں کی حیثیت موت کے فرشتوں کی تھی۔ جس طرح موت کے فرشتے موت کی سزا دینے سے پہلے الزام نہیں لگاتے، مقدمہ قائم نہیں کرتے اور موت کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنے سے گریز نہیں کرتے، ایسے ہی مسلمانوں نے کعب بن اشرف کو اس کے سنگین جرم کی وجہ سے موت کی سزا دے دی۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا |
| الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں |

جوان کے پاس موجود تھی تو اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات) کو پسِ پشت پھینک دیا، گویا وہ (اس کو) جانتے ہی نہیں۔ (حالانکہ اسی تورات نے انہیں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی تھی)۔

## تورات میں کتاب ونبوت محمدی ﷺ کے حق ہونے کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰه" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللّٰه" اَىِ التَّوْرَاةَ "وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ" اَىْ لَمْ يَعْمَلُوْا بِمَا فِيْهَا مِنَ الْاِيْمَانِ بِالرَّسُوْلِ وَغَيْرِهٖ "كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" مَا فِيْهَا مِنْ اَنَّهُ نَبِىٌّ حَقٌّ اَوْ اَنَّهَا كِتَابُ اللّٰه،

اور جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے جو اس کتاب کی تصدیق کرنے والے ہیں جو ان کے پاس موجود تھی تو اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب تورات کو پسِ پشت پھینک دیا، یعنی اس میں جو ایمان بہ رسول وغیرہ کا حکم تھا گویا وہ اس کو جانتے ہی نہیں۔ حالانکہ اسی تورات نے انہیں نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی تھی۔ یا کتاب اللہ حق ہے۔

جملہ "نبذ فریق "، "لما جاء هم " کے لئے جواب شرط ہے نبی کریم ﷺ کے آنے کے ساتھ یہودیوں کے تورات کو دور پھینکنے کا ذکر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ کے آنے کی بشارت دی گئی تھی اور نبی کریم ﷺ کی خصوصیات بیان کی گئی تھیں۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۰۱ کے سبب نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم توریت زبور وغیرہ کی تصدیق فرماتے تھے اور خود ان کی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کے اوصاف واحوال کا بیان تھا اس لئے حضور کی تشریف آوری اور آپ کا وجود مبارک ہی ان کتابوں کی تصدیق ہے تو حال اس کا مقتضی تھا کہ حضور ﷺ کی آمد پر اہل کتاب کا ایمان اپنی کتابوں کے ساتھ اور زیادہ پختہ ہوتا مگر اس کے برعکس انہوں نے اپنی کتابوں کے ساتھ بھی کفر کیا سدی کا قول ہے کہ جب حضور ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تو یہود نے توریت سے مقابلہ کر کے توریت وقرآن کو مطابق پایا تو توریت کو بھی چھوڑ دیا۔ (خزائن العرفان، لاہور)

## بنونضیر کی پتھر گرانے والی سازش کا بیان

بنونضیر نے بھی سازش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا کر آپ کے اوپر پتھر گرا کر قتل کرنے کی ناکام کوشش کی۔ قریش نے بھی بنونضیر کو حضور کے قتل کے لیے کہا۔ پھر انھوں نے ایک اور چال چلی۔ حضور کو پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں۔ ہم بھی تین علما کو ساتھ لے کر آتے ہیں۔ یہ علما آپ پر ایمان لائیں گے تو ہم بھی لے آئیں گے۔ آپ نے منظور فرمایا۔ لیکن راہ میں ایک ذریعے سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ تلواریں باندھ کر تیار ہیں کہ آپ آئیں تو آپ کو قتل کر دیا جائے۔ تب حضور نے ان کا محاصرہ کیا۔ یہ غزوۂ بنونضیر ہجری میں پیش آیا۔ بالآخر بنونضیر اس شرط پر راضی ہوئے کہ جس قدر مال واسباب اونٹوں پر لے جا

سکیں، لے جانے دیں تو ہم مدینہ سے نکل جائیں گے۔ ان میں معزز روسا مثلاً سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن الربیع، حی بن اخطب خیبر چلے گئے۔ وہاں لوگوں نے ان کا اس قدر احترام کیا کہ خیبر کا رئیس تسلیم کرلیا۔ یہاں پہنچ کر بھی وہ اپنے ہتھکنڈوں سے باز نہ آئے۔ وہاں انھوں نے ایک بڑی سازش شروع کی۔ یہ روسا مکہ گئے اور قریش سے کہا کہ اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ قریش اس کے لیے ہمیشہ سے تیار تھے۔ اس طرح دوسرے قبائل کو بھی ساتھ ملالیا۔ یوں ایک عظیم لشکر مدینہ کی طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے خندق کھود کر اپنا دفاع کرنے کا فیصلہ کیا۔ بنوقریظہ کے یہود اس سارے معاملے سے ابھی تک الگ تھے۔ بنونضیر کا رئیس حیٔ بن اخطب خود قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا اور کہا کہ تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امڈ آیا۔ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ کعب نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عہد شکنی خلاف مروت ہے۔ مگر بالآخر کعب پر ح بن اخطب کا جادو چل گیا۔ حضور نے صورت حال کی تحقیق کے لیے دو صحابیوں کو بھیجا۔ دونوں نے بنوقریظہ کو معاہدہ یاد دلایا۔ مگر انھوں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ محمد کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے۔ چنانچہ بنوقریظہ بھی مسلمانوں کے خلاف لشکر میں شامل ہوگئے۔ پھر جنگ خندق ہوئی، جسے جنگ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی مستورات جس قلعہ میں تھیں، وہ بنوقریظہ کی آبادی کے قریب تھا۔ اسی جنگ میں اس قلعہ پر حملے کا موقع ڈھونڈنے کے لیے ایک یہودی پھاٹک تک پہنچ گیا جو حضرت صفیہ کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ بہرحال خندق نے اس لشکر کو مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیا۔ اس کے علاوہ موسم کی سختی، رسد کی قلت، یہود کی علیحدگی اور زوردار آندھی نے ان کے پاؤں اکھیڑ دیے۔ یوں قریش واپس جانے پر مجبور ہوگئے۔

بنوقریظہ کو حی بن اخطب نے اس شرط پر مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر راضی کرلیا تھا کہ اگر قریش چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر تمہارے پاس آجاؤں گا۔ قریش کے جانے کے بعد حیٔ بنوقریظہ کے ساتھ آگیا۔ حضور نے احزاب سے فارغ ہوکر حکم دیا کہ ابھی لوگ ہتھیار نہ کھولیں۔ مسلمانوں نے بنوقریظہ کی طرف رخ کیا۔ بنوقریظہ صلح کا رویہ اختیار کرتے تو انہیں امن دیا جاتا، مگر انھوں نے مقابلہ کیا۔ حضور کے خلاف غلیظ زبان استعمال کی اور قلعہ بند ہوگئے۔ مسلمانوں نے ایک مہینے تک ان کا محاصرہ کیا۔ بالآخر بنوقریظہ نے درخواست کی کہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں گے، ہم کو منظور ہے۔ حضور نے یہ درخواست منظور فرمائی۔ حضرت سعد نے فیصلہ کیا کہ لڑنے والے قتل کردیے جائیں، عورتیں اور بچے قید ہوں اور مال واسباب مال غنیمت قرار دیا جائے۔ حضور نے حضرت سعد سے کہا کہ تم نے آسمانی فیصلہ کیا۔ اصل میں حضرت سعد کا فیصلہ تورات کے مطابق تھا۔

چنانچہ بنونضیر کے ساتھ اس طرح معاملہ کیا گیا۔ غزوۂ بنونضیر ۵ ہجری میں ہوا تھا۔

اُدھر خیبر میں موجود یہود نے اسلام کے خلاف سازشیں جاری رکھیں۔ آس پاس کے قبائل کو مسلمانوں کے مقابلے کے لیے تیار کیا۔ یہاں تک کہ ایک عظیم لشکر تیار کرلیا۔ یہ ۷ ہجری کی بات ہے۔ حضور کو اس کی اطلاع ہوئی۔ حضور کی طرف سے چند آدمی اس بات کی تحقیق کے لیے گئے۔ حضور کی خواہش تھی کہ ان کے ساتھ معاہدہ ہوجائے۔ یہود خود سخت دل اور بدگمان قوم تھی۔ ادھر عبد اللہ بن ابی انہیں مسلمانوں کے خلاف لڑنے پر ابھار رہا تھا۔ یہود نے قبائلِ غطفان کو بھی لالچ دے کر ساتھ ملالیا۔ غطفان کے چند

افراد نے حضور کی اونٹنیوں کی ایک چراگاہ پر حملہ کر دیا۔ اونٹنیوں کی حفاظت پر مامور حضرت ابوذر کے صاحب زادے کو قتل کر دیا۔ ان کی بیوی گرفتار کر لی۔ بیس اونٹنیاں ساتھ لے گئے۔ حضرت سلمہ بن الاکوع کو اس غارت گری کی خبر ہوئی تو انھوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو جالیا۔ وہ اونٹنیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ سلمہ رضی اللہ عنہ نے تیر برسائے۔ حملہ آور بھاگ گئے۔ انھوں نے تعاقب کیا اور لڑ بھڑ کر تمام اونٹنیاں چھڑا لائے۔ اس واقعہ کے تین دن بعد خیبر کی جنگ ہوئی۔

جب حضور کو یقین ہو گیا کہ یہود لڑنے کے درپے ہیں تو آپ نے جنگ کا قصد کیا۔ آپ جزیرہ نمائے عرب میں دین حق کا غلبہ قائم کرنے پر مامور تھے۔ چنانچہ آپ نے اعلان عام کر دیا کہ اس جنگ میں وہی لوگ شریک ہوں جن کا مقصد صرف جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ یہود معاہدہ صلح پر آمادہ نہ تھے۔ وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے درپے تھے۔ اور پھر اہل کتاب کے بارے میں اللہ کا یہ حتمی فیصلہ بھی نازل ہو چکا تھا:

ان اہل کتاب سے جنگ کرو۔ جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ قیامت کے دن کو مانتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے رسول نے جو حرام ٹھیرایا ہے، اسے حرام ٹھیراتے ہیں اور نہ دین حق کو اپنا دین بناتے ہیں، (ان سے جنگ کرو) یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو کر جزیہ ادا کریں، اور ماتحت بن کر زندگی بسر کریں۔ (التوبہ)

اس جنگ میں اہل خیبر کو شکست ہوئی۔ اور ان کے اہل توحید ہونے کی وجہ سے انہیں موت کی سزا تو نہیں دی گئی، البتہ انہیں مسلمانوں کے ماتحت ہو کر زندہ رہنے کی اجازت دے دی گئی۔

| |
|---|
| وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ |
| كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَمَا |
| يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ |
| الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا |
| يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ |
| لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور اس کے پیرو ہوئے جو شیطان پڑھا کرتے تھے سلطنت سلیمان کے زمانہ میں اور سلیمان نے کفر نہ کیا ہاں شیطان کافر ہوئے |
| لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں اور وہ (جادو) جو بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اترا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہ سکھاتے جب |
| تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو نری آزمائش ہیں تو اپنا ایمان نہ کھو تو ان سے سیکھتے وہ جس سے جدائی ڈالیں مرد اور اس کی عورت میں |
| اور اس سے ضرر نہیں پہنچا سکتے کسی کو مگر اللہ کے حکم سے اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں |

| |
|---|
| معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں اور بیشک کیا بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی |
| جانیں فروخت کیں کاش ان کو کسی طرح علم ہو جاتا۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی جادو سے برأت کا بیان

"وَاتَّبَعُوا" عُطِفَ عَلٰى نَبَذَ "مَا تَتْلُو" اَیْ تَلَتْ "الشَّيَاطِين عَلٰى" عَهْد "مُلْك سُلَيْمَان" مِنَ السِّحْر وَكَانَتْ دَفَنَتْهُ تَحْت كُرْسِيّه لَمَّا نُزِعَ مُلْكه اَوْ كَانَتْ تَسْتَرِق السَّمْع وَتَضُمّ اِلَيْهِ اَكَاذِيب وَتُلْقِيه اِلَى الْكَهَنَة فَيُدَوِّنُوْنَهُ وَفَشَا ذٰلِكَ وَشَاعَ اَنَّ الْجِنّ تَعْلَم الْغَيْب فَجَمَعَ سُلَيْمَان الْكُتُب وَدَفَنَهَا فَلَمَّا مَاتَ دَلَّتْ الشَّيَاطِين عَلَيْهَا النَّاس فَاسْتَخْرَجُوهَا فَوَجَدُوْا فِيْهَا السِّحْر فَقَالُوْا اِنَّمَا مَلَكَكُمْ بِهٰذَا فَتَعَلَّمُوهُ فَرَفَضُوْا كُتُب اَنْبِيَائِهِمْ قَالَ تَعَالٰى تَبْرِئَةً لِسُلَيْمَان وَرَدًّا عَلَى الْيَهُوْد فِيْ قَوْلهمْ اُنْظُرُوْا اِلٰى مُحَمَّدٍ يَذْكُر سُلَيْمَان فِي الْاَنْبِيَاء وَمَا كَانَ اِلَّا سَاحِرًا: "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَان" اَیْ لَمْ يَعْمَل السِّحْر لِاَنَّهُ كُفْرٌ "وَلٰكِنَّ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "الشَّيَاطِين كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاس السِّحْر" اَلْجُمْلَة حَال مِنْ ضَمِير كَفَرُوْا "وَ" يُعَلِّمُوْنَهُم "مَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ" اَیْ اُلْهِمَاهُ مِنَ السِّحْر وَقُرِئَ بِكَسْرِ اللَّام الْكَائِنَيْنِ "بِبَابِل" بَلَد فِيْ سَوَاد الْعِرَاق "هَارُوت وَمَارُوت" بَدَل اَوْ عَطْف بَيَان لِلْمَلَكَيْنِ قَالَ ابْن عَبَّاس هُمَا سَاحِرَانِ كَانَا يُعَلِّمَانِ السِّحْر وَقِيلَ مَلَكَانِ اُنْزِلَا لِتَعْلِيْمِهِ ابْتِلَاء مِنَ اللّٰه لِلنَّاسِ "وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ" زَائِدَة "اَحَد حَتّٰى يَقُوْلَا" لَهُ نُصْحًا "اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَة" بَلِيَّة مِنَ اللّٰه اِلَى النَّاس لِيَمْتَحِنَهُمْ بِتَعْلِيْمِهِ فَمَنْ تَعَلَّمَهُ كَفَرَ وَمَنْ تَرَكَهُ فَهُوَ مُؤْمِن "فَلَا تَكْفُر" بِتَعَلُّمِهِ فَاِنْ اَبٰى اِلَّا التَّعْلِيْم عَلَّمَاهُ "فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهِ بَيْن الْمَرْء وَزَوْجه" بِاَنْ يُبَغِّض كُلًّا اِلَى الْآخَر "وَمَا هُمْ" اَیْ السَّحَرَة "بِضَارِّيْنَ بِهِ" بِالسِّحْرِ "مِنْ" زَائِدَة "اَحَد اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهِ "وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ" فِي الْآخِرَة "وَلَا يَنْفَعهُمْ" وَهُوَ السِّحْر "وَلَقَدْ" لَام قَسَم "عَلِمُوا" اَیْ الْيَهُوْد "لَمَنْ" لَام ابْتِدَاء مُعَلِّقَة لِمَا قَبْلهَا وَمَنْ مَوْصُولَة "اشْتَرَاهُ" اخْتَارَهُ اَوْ اسْتَبْدَلَهُ بِكِتَابِ اللّٰه "مَا لَهُ فِي الْآخِرَة مِنْ خَلَاق" نَصِيب فِي الْجَنَّة "وَلَبِئْسَ مَا" شَيْئًا "شَرَوْا" بَاعُوا "بِهِ اَنْفُسَهُمْ" اَیْ الشَّارِيْنَ: اَیْ حَظّهَا مِنَ الْآخِرَة اِنْ تَعَلَّمُوهُ حَيْثُ اَوْجَبَ لَهُمْ النَّار "لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ" حَقِيقَة مَا يَصِيرُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْعَذَاب مَا تَعَلَّمُوهُ۔

واتبعوا کا عطف نبذ پر ہے۔ ماتتلوا کا معنی جو جادو شیطان سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کے عہد میں پڑھتے ہیں۔اور انہوں نے آپ کی کرسی کے نیچے چھپا دیا جب سلیمان علیہ السلام کی حکومت ختم ہوگئی یا وہ اس کے پیچھے پڑ گئے جس وہ

شیطانوں سے چوری سے سنا کرتے تھے۔اور اس میں جھوٹ موٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے تھے۔ وہ اس کی تدوین کرتے اور یہ مشہور ہو گیا کہ جنات غیب کی باتوں کا علم جانتے ہیں۔تو سلیمان علیہ السلام نے ان کتابوں کو جمع کیا اور ان کو دفن کر دیا تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو انہوں نے ان کتابوں کو نکال لیا اور ان کے اندر جادو پایا اور یہ کہنے لگے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس جادو کے ذریعے تم پر حکومت کرتے تھے' تو انہوں نے اس جادو کو سیکھ لیا اور اپنے نبیوں کی کتابوں کو پس پشت ڈال دیا' تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت کو بیان کیا اور یہودیوں کے اس قول کا رد کیا جس میں وہ کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ کو دیکھو وہ سلیمان علیہ السلام کو انبیائے کرام میں شامل کرتے ہیں حالانکہ وہ محض جادوگر تھے' تو فرمایا کہ سلیمان علیہ السلام نے کفر یعنی جادو نہیں کیا۔ یہاں لکن شد اور تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔لیکن کفر یعنی جادو شیطانوں نے کیا ہے۔جادو لوگوں کو سکھاتے تھے یہاں "" کفروا کی ضمیر سے حال ہے۔اور شیاطین لوگوں سحر کا علم وہ بھی سکھایا کرتے تھے جو ان کے دو فرشتوں کو الہام کیا گیا۔ جو بابل شہر میں رہتے تھے۔اور ملکین کی لام کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اور بابل عراق کے درمیان میں ایک شہر کا نام ہے۔ان فرشتوں کا نام ہاروت اور ماروت ہے۔یہ ملکین سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وہ دونوں جادوگر تھے جو خود جادو سکھایا کرتے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہیں لوگوں کی آزمائش کیلئے اتارا گیا تھا اور وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔من زائدہ ہے اور وہ دونوں لوگوں کو جادو سکھاتے وقت بہ طور نصیحت کہہ دیتے تھے کہ ہم لوگوں کی آزمائش کیلئے اتارے گئے ہیں۔تاکہ جادو سکھا کر آزمالیں، جو جادو سیکھے گا اس نے کفر کیا اور جس نے جادو نہ سیکھا وہ مومن ہے۔لہٰذا جادو سیکھ کر کفر نہ کرو اس کے باوجود بھی اگر کوئی اصرار کرتا تو وہ اس کو سکھا دیتے تھے۔پھر لوگ ان سے علم سیکھتے تھے جس سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈلوائی جاتی آپس میں بغض پیدا ہو جاتا، یہ جادو کرنے والے کسی بھی حکم الٰہی کے بغیر نقصان کا ارادہ کر کے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔اور یہ لوگ جو چیز سیکھتے ہیں وہ آخرت میں ان کو نقصان پہنچانے والی ہے فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

لقد میں لام قسم کیلئے آیا ہے یعنی یقیناً یہود جانتے ہیں کہ جس نے جادو کو اختیار کر لیا اور کتاب اللہ کو بدل ڈالا اس کا آخرت میں جنت سے کچھ حصہ نہ ہوگا۔

لبئس میں لام ابتدائیہ ہے جو اپنے ماقبل کو عمل کرنے سے روکنے والا ہے اور من موصولہ ہے یعنی یقیناً جس چیز کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانوں کو بیچا ہے وہ کتنی بری ہے۔اور اپنی جانوں کو بیچنے والے اور ان کے بدلے میں جادو کتنا برا ہے۔اور اسی جادو کے سیکھنے نے ان پر جہنم کو واجب کر دیا ہے۔اور اگر ان لوگوں کے عذاب کا پتہ چل جائے تو جس طرف یہ جا رہے ہیں یہ اس جانب کبھی نہ جاتے۔اور نہ سیکھتے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تتلوا" کا مصدر تلاوت ہے جس کا معنی پڑھنا اور قرات کرنا ہے آیت کے مابعد کے مضمون کی روشنی میں "ما" موصولہ سے مراد جادو اور اس طرح کی چیز ہے۔تتلوا" کا متعلق "علی الناس " ہےاور اس کی دلیل "یعلمون الناس "یعنی یہودی اس جادو کے پیروکار تھے جوشیاطین لوگوں کے لئے بیان کرتے تھے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل جادو سیکھنے میں مشغول ہوئے تو آپ نے ان کو اس سے روکا اور ان کی کتابیں لے کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کر دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کی وفات کے بعد شیاطین نے وہ کتابیں نکلوا کر لوگوں سے کہا کہ سلیمان علیہ السلام اسی کے زور سے سلطنت کرتے تھے بنی اسرائیل کے صلحاء وعلماء نے تو اس کا انکار کیا لیکن ان کے جہال جادو کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا علم بتا کر اس کے سیکھنے پر ٹوٹ پڑے۔انبیاء کی کتابیں چھوڑ دیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر ملامت شروع کی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اسی حال پر رہے اللہ تعالیٰ نے حضور پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی برائت میں یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر خازن،سورہ بقرہ،۱۰۲،بیروت)

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے واقعات کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جب آپ بیت الخلاء جاتے تو اپنی بیوی حضرت جرادہ کو دے جاتے جب حضرت سلیمان کی آزمائش کا وقت آیا اس وقت ایک شیطان جن آپ کی صورت میں آپ کی بیوی صاحبہ کے پاس آیا اور انگوٹھی طلب کی جو دے دی گئی اس نے پہن لی اور تخت سلیمانی پر بیٹھ گیا تمام جنات وغیرہ حاضر خدمت ہو گئے حکومت کرنے لگا ادھر جب حضرت سلیمان واپس آئے اور انگوٹھی طلب کی تو جواب ملا تو جھوٹا ہے انگوٹھی تو حضرت سلیمان لے گئے آپ نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے ان دنوں میں شیاطین نے جادو، نجوم، کہانت، شعر واشعار اور غیب کی جھوٹی سچی خبروں کی کتابیں لکھ لکھ کر حضرت سلیمان کی کرسی تلے دفن کرنی شروع کر دیں آپ کی آزمائش کا یہ زمانہ ختم ہو گیا آپ پھر تخت وتاج کے مالک ہوئے عمر طبعی کو پہنچ کر جب رحلت فرمائی تو شیاطین نے انسانوں سے کہنا شروع کیا کہ حضرت سلیمان کا خزانہ اور وہ کتابیں جن کے ذریعہ سے وہ ہواؤں اور جنات پر حکمرانی کرتے تھے ان کی کرسی تلے دفن ہیں چونکہ جنات اس کرسی کے پاس نہیں جا سکتے تھے اس لئے انسانوں نے اسے کھودا تو وہ کتابیں برآمد ہوئیں بس ان کا چرچا ہو گیا اور ہر شخص کی زبان پر چڑھ گیا کہ حضرت سلیمان کی حکومت کا راز یہی تھا بلکہ لوگ حضرت سلیمان کی نبوت سے منکر ہو گئے اور آپ کو جادوگر کہنے لگے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو عقدہ کشائی کی اور فرمان باری تعالیٰ نازل ہوا کہ جادوگری کا یہ کفر تو شیاطین کا پھیلایا ہوا ہے حضرت سلیمان اس سے بری الذمہ ہیں۔

حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص آیا آپ نے پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا عراق سے! فرمایا عراق کے کس شہر سے؟ اس نے کا کوفہ سے! پوچھا وہاں کی کیا خبریں ہیں؟ اس نے کہا وہاں باتیں ہو رہی ہیں کہ حضرت علی انتقال نہیں کر گئے بلکہ زندہ روپوش ہیں اور عنقریب آئیں گے آپ کانپ اٹھے اور فرمانے لگے اگر ایسا ہوتا تو ہم ان کی میراث تقسیم نہ کرتے اور ان کی عورتیں اپنا دوسرا نکاح نہ کرتیں سنو شیاطین آسمانی باتیں چرالایا کرتے تھے اور ان میں اپنی باتیں ملا کر لوگوں میں پھیلایا کرتے تھے، حضرت سلیمان نے یہ تمام کتابیں جمع کر کے اپنی کرسی تلے دفن کر دیں۔ آپ کے انتقال کے بعد جنات نے وہ پھر نکال لیں وہی کتابیں عراقیوں میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان ہی کتابوں کی باتیں وہ بیان کرتے اور پھیلاتے رہتے ہیں اسی کا ذکر اس آیت آیت (واتبعوا) الخ میں ہے اس زمانہ میں یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ شیاطین علم غیب جانتے ہیں حضرت سلیمان نے ان کتابوں کو صندوق میں بھر کر دفن کر دینے کے بعد یہ حکم جاری کر دیا کہ جو یہ کہے گا اس کی گردن ماری جائے گی بعض روایتوں میں ہے کہ جنات نے ان کتابوں کو حضرت سلیمان کے انتقال کے بعد آپ کی کرسی تلے دفن کیا تھا اور ان کے شروع صفحہ پر لکھ دیا تھا کہ یہ علمی خزانہ آصف بن برخیا کا جمع کیا ہوا ہے جو حضرت سلیمان بن داؤد کے وزیر اعظم مشیر خاص اور دلی دوست تھے یہودیوں میں مشہور تھا کہ حضرت سلیمان نبی نہ تھے بلکہ جادوگر تھے اس بنا پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور اللہ کے سچے نبی نے ایک سچے نبی کی برات کی اور یہودیوں کے اس عقیدے کا ابطال کیا وہ حضرت سلیمان کا نام نبیوں کے زمرے میں سن کر بہت بدکتے تھے اس لئے تفصیل کیساتھ اس واقعہ کو بیان کر دیا۔ ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ حضرت سلیمان نے تمام موذی جانوروں سے عہد لیا تھا جب انہیں وہ عہد یاد کرایا جاتا تھا تو وہ ستاتے نہ تھے پھر لوگوں نے اپنی طرف سے عبارتیں بنا کر جادو کی قسم کے منتر تنتر بنا کر ان سب کو آپ کی طرف منسوب کر دیا جس کا بطلان ان آیات کریمہ میں ہے یاد رہے کہ "علی" یہاں پر "فی" کے معنی میں ہے یا "تتلو" متضمن ہے تکذب کا، یہی اولی اور احسن ہے۔

خواجہ حسن بصری کا قول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں جادوگروں کا ہونا قرآن سے ثابت ہے اور حضرت سلیمان کا حضرت موسیٰ کے بعد ہونا بھی قرآن سے ظاہر ہے۔ داؤد اور جالوت کے قصے میں ہے من بعد موسیٰ بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو ان کی قوم نے کہا تھا آیت (انما انت من المسحرین) یعنی تو جادو کئے گئے لوگوں میں سے ہے۔ پھر فرماتا ہے آیت (وما انزل) الخ بعض تو کہتے ہیں یہاں پر "ما نافیہ" ہے یعنی انکار کے معنی میں ہے اور اس کا عطف ما کفر سلیمان پر ہے یہودیوں کے اس دوسرے اعتقاد کی کہ جادو فرشتوں پر نازل ہوا ہے اس آیت میں تردید ہے، ہاروت، ماروت لفظ شیاطین کا بدل ہے تثنیہ پر بھی جمع کا اطلاق ہوتا ہے جیسے آیت (ان کانا له اخوة) میں یا اس لئے جمع کیا گیا کہ ان کے ماننے والوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے اور ان کا نام ان کی زیادہ سرکشی کی وجہ سے سرفہرست دیا گیا ہے

## ہاروت و ماروت کے واقعہ کا بیان

حضرت علی حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر کعب احبار، حضرت سدی، حضرت کلبی یہی فرماتے ہیں اب اس حدیث کو سنئے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا اور ان کی اولاد پھیلی

اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہونے لگی تو فرشتوں نے کہا کہ دیکھو یہ کس قدر برے لوگ ہیں کیسے نافرمان اور سرکش ہیں ہم اگر ان کی جگہ ہوتے تو ہرگز ہرگز اللہ کی نافرمانی نہ کرتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے دو فرشتوں کو پسند کر لو میں ان میں انسانی خواہشات پیدا کرتا ہوں اور انہیں انسانوں میں بھیجتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتے ہیں چنانچہ انہوں نے ہاروت و ماروت کو پیش کیا اللہ تعالیٰ نے ان میں انسانی طبیعت پیدا کی اور ان سے کہہ دیا کہ دیکھو بنی آدم کو تو میں نبیوں کے ذریعہ اپنے حکم احکام پہنچاتا ہوں لیکن تم سے بلاواسطہ خود کہہ رہا ہوں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا زنا نہ کرنا، شراب نہ پینا، اب یہ دونوں زمین پر اترے اور زہرہ کو ان کی آزمائش کے لئے حسین و شکیل عورت کی صورت میں ان کے پاس بھیجا جسے دیکھ کر یہ مفتوں ہو گئے اور اس سے زنا کرنا چاہا اس نے کہا اگر تم شرک کرو تو میں منظور کرتی ہوں انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو ہم سے نہ ہو سکے گا وہ چلی گئی پھر آئی اور کہنے لگی اچھا اس بچے کو قتل کر ڈالو تو مجھے تمہاری خواہش پوری کرنی منظور ہے انہوں نے اسے بھی نہ مانا وہ پھر آئی اور کہا کہ اچھا یہ شراب پی لو انہوں نے اسے ہلکا گناہ سمجھ کر اسے منظور کر لیا۔ اب نشہ میں مست ہو کر زنا کاری بھی کی اور اس بچے کو بھی قتل کر ڈالا جب ہوش حواس درست ہوئے تو اس عورت نے کہا جن جن کاموں کا تم پہلے انکار کرتے تھے سب تم نے کر ڈالے۔ یہ نادم ہوئے انہیں اختیار دیا گیا کہ یا تو عذاب دنیا کو اختیار کر و یا عذاب اخروی کو۔ انہوں نے دنیا ے عذاب پسند کئے۔

صحیح ابن حبان مسند احمد ابن مردویہ ابن جریر عبدالرزاق میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے مروی ہے۔ مسند احمد کی یہ روایت غریب ہے اس میں ایک راوی موسیٰ بن جبیر انصاری سلمی کو ابن ابی حاتم نے مستور الحال لکھا ہے ابن مردویہ کی روایت میں یہی ہے کہ ایک رات کو اثناء سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نافع سے پوچھا کہ کیا زہرہ تارا نکلا؟ اس نے کہا نہیں دو تین مرتبہ سوال کے بعد کہا اب زہرہ طلوع ہوا تو فرمانے لگے اس سے نہ خوشی ہو نہ بھلائی ملے۔ حضرت نافع نے کہا حضرت ایک ستارہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے طلوع و غروب ہوتا ہے آپ اسے برا کہتے ہیں؟ فرمایا میں وہی کہتا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر اس کے بعد مندرجہ بالا حدیث باختلاف الفاظ سنائی۔

بعض میں ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی اس نے ان فرشتوں سے یہ شرط کی تھی کہ تم مجھے وہ دعا سکھا دو جسے پڑھ کر تم آسمان پر چڑھ جاتے ہو انہوں نے سکھا دی یہ پڑھ کر چڑھ گئی اور وہاں تارے کی شکل میں بنادی گئی بعض مرفوع روایتوں میں بھی یہ ہے لیکن وہ منکر اور غیر صحیح ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس واقعہ سے پہلے تو فرشتے صرف ایمان والوں کی بخشش کی دعا مانگتے تھے لیکن اس کے بعد تمام اہل زمین کے لئے دعا شروع کر دی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ جب ان دونوں فرشتوں سے یہ نافرمانیاں سرزد ہوئیں تب اور فرشتوں نے اقرار کر لیا کہ بنی آدم جو اللہ تعالیٰ سے دور ہیں اور بن دیکھے ایمان لاتے ہیں جن سے خطاؤں کا سرزد ہو جانا کوئی ایسی انوکھی چیز نہیں ان دونوں فرشتوں سے کہا گیا کہ اب یا تو دنیا کا عذاب پسند کر لو یا آخرت کے عذابوں کو اختیار کر لو۔ انہوں نے دنیا کا عذاب چن لیا چنانچہ انہیں بابل میں عذاب ہو رہا ہے ایک روایت میں ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیئے تھے ان میں قتل سے اور مال حرام سے ممانعت بھی کی تھی

اور یہ حکم بھی تھا کہ حکم عدل کے ساتھ کریں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ تین فرشتے تھے لیکن ایک نے آزمائش سے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر دو کی آزمائش ہوئی۔

## ہاروت وماروت سے قتل ہوجانے کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں یہ واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ کا ہے۔ یہاں بابل سے مراد بابل دنیاوند ہے اس عورت کا نام عربی میں زہرہ تھا اور نبطی زبان میں اس کا نام بیدخت تھا اور فارسی میں ناہید تھا۔ یہ عورت اپنے خاوند کے خلاف ایک مقدمہ لائی تھی جب انہوں نے اس سے برائی کا ارادہ کیا تو اس نے کہا پہلے مجھے میرے خاند کے خلاف حکم دو تو مجھے منظور ہے انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس نے کہا مجھے یہ بھی بتا دو کہ تم کیا پڑھ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہو اور کیا پڑھ کر اترتے ہو؟ انہوں نے یہ بھی بتا دیا چنانچہ وہ اسے پڑھ کر آسمان پر چڑھ گئی اترنے کا وظیفہ بھول گئی اور وہیں ستارے کی صورت میں مسخ کر دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر جب کبھی زہرہ ستارے کو دیکھتے تو لعنت بھیجا کرتے تھے اب ان فرشتوں نے جب چڑھنا چاہا تو نہ چڑھ سکے سمجھ گئے کہ اب ہم ہلاک ہوئے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں پہلے پہل چند دنوں تک تو فرشتے ثابت قدم رہے صبح سے شام تک فیصلہ عدل کے ساتھ کرتے رہتے شام کو آسمان پر چڑھ جاتے پھر زہرہ کو دیکھ کر اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکے زہرہ ستارے کو ایک خوبصورت عورت کی شکل میں بھیجا الغرض ہاروت ماروت کا یہ قصہ تابعین میں سے بھی اکثر لوگوں نے بیان کیا ہے جیسے مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابوالعالیہ، زہری، ربیع بن انس، مقتل بن حیان وغیرہ وغیرہ رحم اللہ اجمعین اور متقدمین اور متاخیرن مفسرین نے بھی اپنی اپنی تفسیروں میں اسے نقل کیا ہے۔

## جادو سے متعلق بعض واقعات کا بیان

ابن جریر میں ایک غریب اثر اور ایک عجیب واقعہ ہے اسے بھی سنئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دومتہ الجندل کی ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے تھوڑے ہی زمانہ کے بعد آپ کی تلاش میں آئی اور آپ کے انتقال کی خبر پا کر بےچین ہو کر رونے پیٹنے لگی میں نے اس سے پوچھا کہ آخر کیا بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھ میں اور میرے شوہر میں ہمیشہ نا چاقی رہا کرتی تھی ایک مرتبہ وہ مجھے چھوڑ کر لاپتہ کہیں چلا گیا، ایک بڑھیا سے میں نے یہ سب ذکر کیا اس نے کہا جو میں کہوں وہ کر وہ خود بخود تیرے پاس آ جائے گا میں تیار ہوگئی وہ رات کے وقت دو کتے لے کر میرے پاس آئی ایک پر وہ خود سوار ہوئی اور دوسرے پر میں بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم دونوں بابل پہنچ گئیں میں نے دیکھا کہ دو شخص ادھر لٹکے ہوئے ہیں اور لوہے میں جکڑے ہوئے ہیں اس عورت نے مجھ سے کہا ان کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میں جادو سیکھنے آئی ہوں میں نے ان سے کہا انہوں نے کہا سن ہم تو آزمائش میں ہیں تو جادو نہ سیکھ اس کا سیکھنا کفر ہے میں نے کہا میں تو سیکھوں گی انہوں نے کہا اچھا پھر جا اور اس تنور میں پیشاب کر کے چلی آ میں گئی ارادہ کیا لیکن کچھ دہشت سی طاری ہوئی میں واپس آ گئی اور کہا میں فارغ ہو آئی ہوں انہوں نے پوچھا کیا دیکھا؟ میں نے کہا کچھ نہیں انہوں نے کہا تو غلط کہتی ہے ابھی تو کچھ نہیں بگڑا تیرا ایمان ثابت ہے اب بھی لوٹ جا اور کفر نہ کر میں نے کہا مجھے

تو جادو سیکھنا ہے انہوں نے پھر کہا جا اور اس تنور میں پیشاب کر آ میں پھر گئی لیکن اب کی مرتبہ بھی دل نہ مانا واپس آ گئی پھر اسی طرح سوال جواب ہوئے میں تیسری مرتبہ پھر تنور کے پاس گئی اور دل کڑا کر کے پیشاب کرنے کو بیٹھ گئی میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار منہ پر نقاب ڈالے نکلا اور آسمان پر چڑھ گیا ہے۔ واپس چلی آئی ان سے ذکر کیا انہوں نے کہا ہاں اب کی مرتبہ تو سچ کہتی ہے وہ تیرا ایمان تھا جو تجھ میں سے نکل گیا اب جا چلی جا میں آئی اور اس بڑھیا سے کہا انہوں نے مجھے کچھ بھی نہیں سکھایا اس نے کہا بس تجھے کچھ آ گیا اب تو جو کہے گی ہو جائے گا میں نے آزمائش کے لئے ایک دانہ گیہوں کا لیا اسے زمین پر ڈال کر کہا اگ جا وہ فوراً اگ آیا میں نے کہا تجھ میں بال پیدا ہو جائے چنانچہ ہو گئے میں نے کہا سوکھ جا وہ بال سوکھ گئے میں نے کہا الگ الگ دانہ ہو جا وہ بھی ہو گیا پھر میں نے کہا سوکھ جا تو سوکھ گیا پھر میں نے کہا آٹا بن جا تو آٹا بن گیا میں نے کہا روٹی پک جا تو روٹی پک گئی یہ دیکھتے ہی میرا دل نادم ہونے لگا اور مجھے اپنے بے ایمان ہو جانے کا صدمہ ہونے لگا اے ام المومنین قسم اللہ کی نہ میں نے اس جادو سے کوئی کام لیا نہ کسی پر کیا میں یونہی روتی پیٹتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہوں لیکن افسوس بدقسمتی سے آپ کو بھی میں نے نہ پایا اب میں کیا کروں؟ اتنا کہہ کر چپ ہو گئی سب کو اس پر ترس آنے لگا صحابہ کرام بھی متحیر تھے کہ اسے کیا فتویٰ دیں؟ آخر بعض صحابہ نے کہا اب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ تم اس فعل کو نہ کرو توبہ استغفار کرو اور اپنے ماں باپ کی خدمت گزاری کرتی رہو یہاں یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ صحابہ کرام فتویٰ دینے میں بہت احتیاط کرتے تھے کہ چھوٹی سی بات بتانے میں تامل ہوتا تھا آج ہم بڑی سے بڑی بات بھی اٹکل اور رائے قیاس سے گھڑ گھڑا کر بتانے میں بالکل نہیں رکتے اس کی اسناد بالکل صحیح ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ "عین" چیز جادو کے زور سے پلٹ جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں نہیں صرف دیکھنے والے کو ایسا خیال پڑتا ہے اصل چیز جیسی ہوتی ہے ویسی ہی رہتی ہے جیسے قرآن میں ہے آیت (سحروا اعین الناس) الخ یعنی انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور فرمایا آیت (یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی) حضرت موسیٰ کی طرف خیال ڈالا جاتا تھا کہ گویا وہ سانپ وغیرہ ان کے جادو کے زور سے چل پھر رہے ہیں اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں لفظ بابل سے مراد بابل عراق ہے بابل دنیاوند نہیں۔ ابن ابی حاتم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابل کی زمین میں جا رہے تھے عصر کی نماز کا وقت آ گیا لیکن آپ نے وہاں نماز ادا نہ کی بلکہ اس زمین کی سرحد سے نکل جانے کے بعد نماز پڑھی اور فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے قبرستان میں نماز پڑھنے سے روک دیا ہے اور بابل کی زمین میں نماز پڑھنے سے بھی ممانعت فرمائی ہے یہ زمین ملعون ہے۔

## شیطان کا عرش پانی پر ہونے کا بیان

صحیح مسلم میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں شیطان اپنا عرش پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکروں کو بہکانے کے واسطے بھیجتا ہے سب سے زیادہ مرتبہ والا اس کے نزدیک وہ ہے جو فتنے میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ جب واپس آتے ہیں تو اپنے بدترین کاموں کا ذکر کرتے ہیں کوئی کہتا ہے میں نے فلاں کو اس طرح گمراہ کر دیا۔ کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شخص سے یہ گناہ

کرایا۔ شیطان ان سے کہتا ہے۔ کچھ نہیں یہ تو معمولی کام ہے یہاں تک کہ ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص کے اور اس کی بیوی کے درمیان جھگڑا ڈال دیا یہاں تک کہ جدائی ہوگئی شیطان اسے گلے لگا لیتا ہے اور کہتا ہے ہاں تو نے بڑا کام کیا اسے اپنے پاس بٹھا لیتا ہے اور اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے پس جادوگر بھی اپنے جادو سے وہ کام کرتا ہے جس سے میاں بیوی میں جدائی ہو جائے مثلاً اس کی شکل صورت اسے بری معلوم ہونے لگے یا اس کے عادات واطوار سے جو غیر شرعی نہ ہوں یہ نفرت کرنے لگے یا دل میں عداوت آ جائے وغیرہ وغیرہ رفتہ رفتہ یہ باتیں بڑھتی جائیں اور آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو جائے "مرا" کہتے ہیں اس کا مذکر مونث اور تثنیہ تو ہے جمع نہیں بنتا۔

## جادوگر کا سر قلم کرنے کا واقعہ

ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو اپنے کرتب بادشاہ کو دکھایا کرتا تھا بظاہر ایک شخص کا سر کاٹ لیتا پھر آواز دیتا تو سر جڑ جاتا اور وہ موجود ہو جاتا مہاجرین صحابہ میں سے ایک بزرگ صحابی نے یہ دیکھا اور دوسرے دن تلوار باندھے ہوئے آئے جب ساحر نے اپنا کھیل شروع کیا آپ نے اپنی تلوار سے خود اس کی گردن اڑا دی اور فرمایا لے اب اگر سچا ہے تو خود جی اٹھ پھر قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ کر لوگوں کو سنائی آیت (اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ) 21۔الانبیاء:3) کیا تم دیکھتے بھالتے جادو کے پاس جاتے ہو؟ چونکہ اس بزرگ صحابی نے ولید کی اجازت اس کے قتل میں نہیں لی تھی اسلئے بادشاہ نے ناراض ہو کر انہیں قید کر دیا پھر چھوڑ دیا۔

## جادوگر کے کفر میں فقہی مذاہب اربعہ

وزیر ابو المظفر یحییٰ بن محمد بن ہبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب "الاشراف علی مذاہب الاشراف" میں سحر کے باب میں کہا ہے کہ اجماع ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے لیکن ابو حنیفہ اس کے قائل نہیں جادو کے سیکھنے والے اور اُسے استعمال میں لانے والے کو امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ تو کافر بتاتے ہیں امام ابو حنیفہ کے بعض شاگردوں کا قول ہے کہ اگر جادو کو بچاؤ کے لئے سیکھے تو کافر نہیں ہوتا ہاں جو اس کا اعتقاد رکھے اور نفع دینے والا سمجھے۔ وہ کافر ہے۔ اور اسی طرح جو یہ خیال کرتا ہے کہ شیاطین یہ کام کرتے ہیں اور اتنی قدرت رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں جادوگر سے دریافت کیا جائے اگر وہ بابل والوں کا سا عقیدہ رکھتا ہو اور سات سیارہ ستاروں کو تاثیر پیدا کرنے والا جانتا ہو تو کافر ہے اور اگر یہ نہ ہو تو بھی اگر جادو کو جائز جانتا ہو تو بھی کافر ہے۔

## جادوگر کو قتل کرنے کی سزا میں فقہی مذاہب اربعہ

امام مالک اور امام احمد کا قول یہ بھی ہے کہ جادوگر نے جب جادو کیا اور جادو کو استعمال میں لایا وہیں اسے قتل کر دیا جائے امام شافعی اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا قتل بوجہ حد کے ہے مگر امام شافعی کا بیان ہے کہ بوجہ قصاص کے ہے امام مالک امام ابو حنیفہ اور ایک مشہور قول میں امام احمد کا فرمان ہے کہ جادوگر سے توبہ بھی نہ کرائی جائے اس کی توبہ سے اس پر سے حد نہیں ہٹے گی اور امام شافعی کا قول ہے کہ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔

امام احمد کا ہی صحیح قول ہے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ اہل کتاب کا جادوگر بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک قتل کردیا جائے گا لیکن تینوں اوراماموں کا مذہب اس کے برخلاف ہے لبید بن اعصم یہودی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور آپ نے اس کے قتل کرنے کو نہیں فرمایا اگر کوئی مسلمان عورت جادوگرنی ہو تو اس کے بارے میں امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ وہ قید کردی جائے اور تینوں کہتے ہیں اسے بھی مرد کی طرح قتل کردیا جائے واللہ اعلم حضرت زہری کا قول ہے کہ مسلمان جادوگر قتل کردیا جائے اور مشرک قتل نہ کیا جائے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر ذمی کے جادو سے کوئی مرجائے تو ذمی کو بھی مار ڈالنا چاہئے یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ پہلے تو اسے کہا جائے کہ توبہ کر اگر وہ کرلے اور اسلام قبول کرے تو خیر ورنہ قتل کردیا ائے اور یہ بھی آپ سے مروی ہے کہ اگرچہ اسلام قبول کرلے تاہم قتل کردیا جائے اس جادوگر کو جس کے جادو میں شرکیہ الفاظ ہوں اسے چاروں امام کافر کہتے ہیں کیونکہ قرآن میں ہے فلاتکفر امام مالک فرماتے ہیں جب اس پر غلبہ پالیا جائے پھر وہ توبہ کرے تو توبہ قبول نہیں ہوگی جس طرح زندیق کی توبہ قبول نہیں ہوگی ہاں اس سے پہلے اگر توبہ کرلے تو قبول ہوگی اگر اس کے جادو سے کوئی مرگیا پھر تو بہر صورت مارا جائے گا امام شافعی فرماتے ہیں اگر وہ کہے کہ میں نے اس پر جادو مار ڈالنے کے لئے نہیں کیا تو قتل کی خطا کی دیت (جرمانہ) لے لیا جائے۔ 1

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۠ |
| اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اللہ کے یہاں کا ثواب بہت اچھا ہے اگر وہ جانتے ہوتے۔ |

## ایمان بہ قرآن ونبوت کو چھوڑ کر جادو اختیار کرنے والے یہود کا بیان

"وَلَوْ اَنَّهُمْ" اَیْ الْيَهُوْد "اٰمَنُوا" بِالنَّبِيّ وَالْقُرْاٰن "وَاتَّقَوْا" عِقَاب اللّٰه بِتَرْكِ مَعَاصِيه كَالسِّحْرِ وَجَوَاب لَوْ مَحْذُوْف : اَیْ لَاُثِيْبُوا دَلَّ عَلَيْهِ "لَمَثُوبَة" ثَوَاب وَهُوَ مُبْتَدَأ وَاللَّام فِيْهِ لِلْقَسَمِ "مِنْ عِنْد اللّٰه خَيْر" خَبَره مِمَّا شَرَوْا بِهِ اَنْفُسَهُمْ "لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ" اَنَّهٗ خَيْر لَمَا اٰثَرُوْهُ عَلَيْهِ،

اور اگر یہ یہود نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لاتے اور جادو وغیرہ کو چھوڑ کر اللہ سے ڈرتے تو اللہ کے ہاں ان کے لئے بہترین ثواب ہوتا۔ اور کلمہ لو کا جواب محذوف ہے اور وہ "لَاُثِيْبُوا" ہے جس پر ثواب کی دلالت ہے۔ اور وہ مبتداء ہے اور اس میں لام قسم کیلئے ہے۔ اس سے جو انہوں نے اپنے خریداری کی ہے وہ اس کی حقیقت کا جان لیتے تو وہ آخرت پر جادو کو کبھی ترجیح نہ دیتے

## مثوبہ کو نکرہ استعمال کرکے مفہوم صفت کا بیان

مثوبة" کا معنی جزا کا ہے۔ بہت ہی کم" کی صفت کا مفہوم "مثوبة" کو نکرہ استعمال کرنے سے معلوم ہوتا ہے "خیر" کا مفضل علیہ بھی ذکر نہیں ہوا۔ تاکہ ہر چیز کو شامل ہوجائے۔ پس "خیر" یعنی ہر تصور کی جانے والی منفعت یا نفع سے بہتر ہے۔

## آگے بھیجے ہوئے مال کے کام آنے کا بیان

حارث بن سوید عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص ایسا ہے، جس کو اس کے اپنے مال سے زیادہ وارث کا مال پیارا ہو، لوگوں نے عرض کیا کہ ہم میں سے ہر شخص کو اپنا ہی مال محبوب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا، اس کا مال وہ ہے، جو وہ (اپنی زندگی ہی میں) پہلے خرچ کر چکا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے، جو پیچھے چھوڑ جائے گا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1372)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنتی جنت میں چلے جائیں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو لایا جائے گا یہاں تک کہ وہ جنت اور دوزخ کے درمیان میں لائی جائے گی پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر ایک منادی کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت! (تم کو آج کے بعد) موت نہ آئے گی اور اے اہل جہنم! (تم کو بھی آج کے بعد) موت نہیں آئے گی (اس آواز سے) اہل جنت کو خوشی پر خوشی ہوگی اور اہل دوزخ کو رنج پر رنج ہوگا۔

(صحیح بخاری، ۲۱۲۹)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| اے ایمان والو! (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے) رَاعِنَا مت کہا کرو بلکہ (ادب سے) اُنْظُرْنَا (ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے) کہا کرو اور (ان کا ارشاد) بغور سنتے رہا کرو، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## بارگاہ رسالت ﷺ کے آداب کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوا" لِلنَّبِيِّ "رَاعِنَا" اَمْرٌ مِنَ الْمُرَاعَاةِ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ لَهُ ذٰلِكَ وَهِيَ بِلُغَةِ الْيَهُوْدِ سَبٌّ مِنَ الرُّعُوْنَةِ فَسُرُّوْا بِذٰلِكَ وَخَاطَبُوْا بِهَا النَّبِيَّ فَنُهِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ عَنْهَا "وَقُوْلُوا" بَدَلَهَا "انْظُرْنَا" اَيْ اُنْظُرْ اِلَيْنَا "وَاسْمَعُوْا" مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهِ سَمَاعَ قَبُوْلٍ "وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ هُوَ النَّارُ،

اے ایمان والو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے رَاعِنَا مت کہا کرو یہ مراعاۃ سے امر کا صیغہ ہے، اور وہ یہ کلمہ کہا کرتے تھے اور یہ یہود کی زبان میں گالی تھا۔ جو رعونہ سے مشتق ہے، تو یہود اس کلمہ سے خوش ہوتے تھے اور اسی کلمہ سے نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے پس ایمان والوں کو اس سے منع کر دیا گیا۔ بلکہ ادب سے اُنْظُرْنَا، ہماری طرف نظرِ کرم فرمائیے کہا کرو یعنی اس کو انظرنا سے بدل دیا اور ان کا ارشاد بغور سنتے رہا کرو، جس کا تم کو حکم دیا جائے اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ جو تکلیف دینے والا ہے اور وہ آگ ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۴ کے شان نزول کا بیان

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو کچھ تعلیم و تلقین فرماتے تو وہ کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے۔ "رَاعِنَا یا رسول

اللہ "اس کے یہ معنی تھے کہ یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے یعنی کلام اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجئے یہود کی لغت میں یہ کلمہ سوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا انہوں نے اس نیت سے کہنا شروع کیا حضرت سعد بن معاذ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا اے دشمنان خدا تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا اس کی گردن ماردوں گا یہود نے کہا ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس پر آپ رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں "رَاعِنَـا" کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ "اُنْظُرْنَـا" کہنے کا حکم ہوا۔ (تفسیر خزائن العرفان، ضیاء القرآن، لاہور)

علامہ سید محمد امین شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

## جو چیز توہین کی دلیل ہو تو اس پر تکفیر کی جائے گی، قاعدہ فقہیہ

جو چیز توہین کی دلیل ہو تو اس پر تکفیر کی جائے گی خواہ توہین کی نیت نہ کی ہو۔ (ردالمحتار، ج ۳، ص ۳۹۲، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حکم ہے۔

اے ایمان والو: (اپنے رسول ﷺ سے) راعنا نہ کہو۔ (البقرہ ۱۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ سے راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت فرمائیے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمائیے جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر راعنا کہتے تھے۔ جبکہ یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کیلئے تھا اور اس کا معنی تھا سنو: تمہاری بات نہ سنی جائے۔

انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ پہلے تو ہم صرف ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے اب ہم سرعام ان کو بددعا دیں گے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اور اگر آئندہ میں نے تم سے نبی ﷺ کے بارے میں ایسا لفظ سنا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا تو یہود نے کہا کیا تم یہ لفظ نہیں کہتے ہو۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو: تم بھی اپنے رسول ﷺ سے لفظ راعنا نہ کہو۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۲ ص، ۵۷، مکتبہ انتشارات ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ الفاظ جو معاشرے میں توہین کیلئے معین ہوں ان کا استعمال جائز نہیں اور اگر کسی نے شان رسالت ﷺ میں ایسے الفاظ کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ، رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی (کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ

اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبد التواب اکیڈمی ملتان)

| |
|---|
| مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ |
| نہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور نہ ہی مشرکین اسے پسند کرتے ہیں کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی اترے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ |

## وحی کا آنا منشائے خداوندی پر منحصر ہے

"مَا يَوَدّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْل الْكِتَاب وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ" مِنْ الْعَرَب عُطِفَ عَلٰى اَهْل الْكِتَاب وَمِنْ لِلْبَيَانِ "اَنْ يُنَزَّل عَلَيْكُمْ مِنْ" زَائِدَة "خَيْر" وَحْي "مِنْ رَبّكُمْ" حَسَدًا لَكُمْ "وَاللّٰهُ يَخْتَصّ بِرَحْمَتِهِ" نُبُوَّته "من يشاء والله ذو الفضل العظيم"

نہ وہ لوگ جو اہلِ کتاب میں سے کافر ہوگئے اور نہ ہی مشرکین اسے پسند کرتے ہیں 'وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ'' کا عطف ''اَهْل الْكِتَاب' پر ہے اور من بیانیہ ہے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی اترے، اور یہاں من زائدہ ہے اور خیر سے مراد وحی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہے، اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت یعنی نبوت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

المشرکین "، "اہل الکتاب" پر عطف ہے پس "من اھل "میں "من" بیانیہ ہے۔ بنابریں "ما یود الذین کفروا یعنی وہ لوگ جو کافر ہوگئے (مراد اہل کتاب اور مشرک) نہیں چاہتے۔ خیر" کو نکرہ استعمال کرنا اور "من" زائدہ کا استعمال اس امر کی حکایت کرتا ہے کہ مشرکین مسلمانوں پر انتہائی کم خیر و برکت کے نزول سے بھی خوش نہیں ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۵ کے شان نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت مسلمانوں سے دوستی و خیر خواہی کا اظہار کرتی تھی ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل ہوئی مسلمانوں کو بتایا گیا کہ کفار خیر خواہی کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ کفار اہل کتاب اور مشرکین دونوں مسلمانوں سے بغض رکھتے ہیں اور اس رنج میں ہیں کہ ان کے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و وحی عطا ہوئی اور مسلمانوں کو یہ نعمت عظمیٰ ملی۔

(تفسیر خازن، سورہ بقرہ، آیت ۱۰۵، بیروت)

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

جب کوئی آیت منسوخ فرمائیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ سب کچھ کرسکتا ہے

## احکام شرعیہ کے منسوخ ہونے کے تفسیری مفہوم کا بیان

وَلَمَّا طَعَنَ الْكُفَّار فِي النَّسْخ وَقَالُوْا اِنَّ مُحَمَّدًا يَاْمُر اَصْحَابه الْيَوْم بِاَمْرٍ وَيَنْهَى عَنْهُ غَدًا نَزَلَ : "مَا" شَرْطِيَّة : "نَنْسَخ مِنْ اٰيَة" اَيْ نَزَلَ حُكْمهَا : اِمَّا مَعَ لَفْظهَا اَوْ لَا وَفِيْ قِرَاءَة بِضَمِّ النُّوْن مِنْ اَنْسَخ : اَيْ نَاْمُرك اَوْ جِبْرِيل بِنَسْخِهَا "اَوْ نُنْسِهَا" نُؤَخِّرهَا فَلَا نُنْزِل حُكْمهَا وَنَرْفَع تِلَاوَتهَا اَوْ نُؤَخِّرهَا فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ وَفِيْ قِرَاءَة بِلَا هَمْز مِنْ النِّسْيَان : اَيْ نُنْسِكهَا اَيْ نَمْحُهَا مِنْ قَلْبك وَجَوَاب الشَّرْط "نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا" اَنْفَع لِلْعِبَادِ فِي السُّهُوْلَة اَوْ كَثْرَة الْاَجْر "اَوْ مِثْلهَا" فِي التَّكْلِيف وَالثَّوَاب "اَلَمْ تَعْلَم اَنَّ اللّٰه عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ النَّسْخ وَالتَّبْدِيل وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ،

اور جب کافروں نے نسخ کے بارے میں طعنہ دیا اور کہا کہ محمد ﷺ آج سے کام کو حکم دیتے ہیں اور کل اس سے منع کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ماشرطیہ ہے یعنی ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یعنی اس کے حکم کے نزول کو، خواہ وہ لفظی کے اعتبار سے ہو یا نہ ہو یعنی تلاوت وحکم دونوں یا صرف تلاوت اور ایک قرأت میں ننسخ یہ نون کے ضمہ کے ساتھ انسخ یعنی ہم آپ کو یا جبریل کو اس کے نسخ کا حکم دیتے ہیں۔ اوننسہا یعنی ہم مؤخر کرتے ہیں پس اس کا حکم نازل نہیں کرتے یا ہم اس کو تلاوت کو اٹھا لیتے ہیں یا اس کو لوح محفوظ پر مؤخر کر دیتے ہیں اور ایک قرأت میں ہمزہ کے بغیر نسیان سے مشتق ہے یعنی ہم اس کو بھلا دیتے ہیں یعنی اس کو دل سے مٹا دیتے ہیں۔ اور اس کا جواب شرط یہ ہے کہ ہم اس سے بہتر لاتے ہیں۔ یعنی جو لوگوں کیلئے آسان اور ثواب زیادہ ہو یا اس کی مثل یعنی تکلیف اور ثواب میں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی سے نسخ تبدیل اور یہ استفہام تقریری ہے۔

ننسی " کا مصدر "انساء" ہے جس کا معنی ہے مٹا دینا دلوں سے محو کر دینا۔ یہ معنی ممکن ہے کسی فرمان سے ادیان کے ترک یا احکام کے ترک کرنے کے ساتھ پورا ہوتا ہو اس طرح کہ ذہنوں سے مٹ جائیں۔

جملہ "الم تعلم ۔'جملہ"ما ننسخ کے لئے تعلیل ہے اور اس مطلب کو پہنچا رہا ہے کہ شریعت کو وہ ہستی منسوخ کرسکتی ہے جو قادر مطلق ہو بنا بریں شریعت کا عالم ہستی اور اس پر حکمران قوانین کے ساتھ گہرا ارتباط ہے۔

## آیت نمبر ۱۰۶ کے شان نزول کا بیان

قرآن کریم نے شرائع سابقہ وکتب قدیمہ کو منسوخ فرمایا تو کفار کو بہت توحش ہوا اور انہوں نے اس پر طعن کیے اس پر یہ آیہء کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ منسوخ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی دونوں عین حکمت ہیں اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ سہل وانفع ہوتا ہے قدرت الٰہی پر یقین رکھنے والے کو اس میں جائے تردد نہیں کائنات میں مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن سے

رات کو گرما سے سرما کو جوانی سے بچپن کو بیماری سے تندرستی کو بہار سے خزاں کو منسوخ فرماتا ہے۔ یہ تمام نسخ وتبدیل اس کی قدرت کے دلائل ہیں تو ایک آیت اور ایک حکم کے منسوخ ہونے میں کیا تعجب نسخ درحقیقت حکم سابق کی مدت کا بیان ہوتا ہے کہ وہ حکم اس مدت کے لئے تھا اور عین حکمت تھا کفار کی نافہمی کہ نسخ پر اعتراض کرتے ہیں اور اہل کتاب کا اعتراض ان کے معتقدات کے لحاظ سے بھی غلط ہے انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام کی منسوخیت تسلیم کرنا پڑے گی یہ ماننا ہی پڑے گا کہ شنبہ کے روز دنیوی کام ان سے پہلے حرام نہ تھے ان پر حرام ہوئے یہ بھی اقرار ناگزیر ہوگا کہ توریت میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت کے لئے تمام چوپائے حلال ہونا بیان کیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت سے حرام کردیئے گئے ان امور کے ہوتے ہوئے نسخ کا انکار کس طرح ممکن ہے؟ (تفسیر خزائن العرفان، بقرہ، ۱۰۶، ضیاء القرآن لاہور)

## نسخ کی لغوی واصطلاحی تعریف کا بیان

نسخ" کے لغوی معنی ہیں مٹانا، ازالہ کرنا، اور اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے رَفْعُ الْحُكْمِ الشَّرْعِيِّ بِدَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ (مناهل العرفان: ماهو النسخ)

کسی حکم شرعی کو کسی شرعی دلیل سے ختم کردینا مطلب یہ ہے کہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کسی زمانے کے حالات کے مناسب ایک شرعی حکم نافذ فرماتا ہے پھر کسی دوسرے زمانے میں اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر اس حکم کو ختم کر کے اس جگہ کوئی نیا حکم عطا فرمادیتا ہے اس عمل کو نسخ کہا جاتا ہے اور اس طرح جو پرانا حکم ختم کیا جاتا ہے اس کو منسوخ اور جو نیا حکم آتا ہے اسے ناسخ کہتے ہیں۔

نسخ کا مطلب رائے کی تبدیلی نہیں ہوتا بلکہ ہر زمانے میں اس دور کے مناسب احکام دینا ہوتا ہے، ناسخ کا کام یہ نہیں ہوتا کہ وہ منسوخ کو غلط قرار دے؛ بلکہ اس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے حکم کی مدت نفاذ متعین کردے اور یہ بتادے کہ پہلا حکم جتنے زمانے تک نافذ رہا اس زمانے کے لحاظ تو وہی مناسب تھا لیکن اب حالات کی تبدیلی کی بنا پر ایک نئے حکم کی ضرورت ہے، جو شخص بھی سلامتِ فکر کے ساتھ غور کرے گا وہ اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ تبدیلی حکمت الٰہیہ کے عین مطابق ہے، حکیم وہ نہیں جو ہر قسم کے حالات میں ایک ہی نسخہ پلاتا رہے بلکہ حکیم وہ ہے جو مریض اور مرض کے بدلتے ہوئے حالات پر بالغ نظری کے ساتھ غور کر کے نسخہ میں ان کے مطابق تبدیلیاں کرتا رہے۔ متقدمین کی اصطلاح میں نسخ کا مفہوم بہت وسیع تھا، اسی لیے انھوں نے منسوخ آیات کی تعداد بہت زیادہ بتائی ہے لیکن علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے متاخرین کی اصطلاح کے مطابق لکھا ہے کہ پورے قرآن میں کل انیس آیتیں منسوخ ہیں۔ (الاتقان، ج ۱ ص ۲۲، بیروت)

## واقعات میں نسخ کے عدم اعتبار کا بیان

امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں کہ احکام میں تبدیلی ہم کر دیا کرتے ہیں حلال کو حرام حرام کو حلال جائز کو ناجائز ناجائز کو جائز وغیرہ امر ونہی روک اور رخصت جائز اور ممنوع کاموں میں نسخ ہوتا ہے ہاں جو خبریں دی گئی ہیں واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں

ردوبدل وناسخ ومنسوخ نہیں ہوتا۔ (جامع البیان، سورت بقرہ ۱۰۶، بیروت)

اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کیلئے ہے، اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی دوست ہے اور نہ ہی مددگار ہے۔

## کوہ صفا کو سونا بنانے کے لغو مطالبہ کا بیان

"اَلَمۡ تَعۡلَم اَنَّ اللّٰه لَهٗ مُلۡك السَّمَاوَات وَالۡاَرۡض " يَفۡعَل مَا يَشَاء "وَمَا لَكُمۡ مِنۡ دُوۡن اللّٰه " اَیۡ غَیۡرِہٖ "مِنۡ" زَائِدَة "وَلِیّ" یَحۡفَظُکُمۡ "وَلَا نَصِیر" یَمۡنَع عَنۡکُمۡ عَذَابه اِنۡ اَتَاکُمۡ وَنَزَلَ لَمَّا سَاَلَهٗ اَهۡل مَکَّة اَنۡ یُوَسِّعهَا وَیَجۡعَل الصَّفَا ذَهَبًا،

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی نہیں یعنی من زائدہ ہے یعنی تمہاری حفاظت کرنے والا دوست ہے اور نہ ہی مددگار ہے۔ کہ جب عذاب آجائے تو وہ تم کو بچالے۔ اور یہ آیت اس وقت نازل جب اہل مکہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ پہاڑوں کو اٹھا کر وسیع کردو اور کوہ صفا کو سونے کا بنادو۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۷ کے شان نزول کا بیان

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے کہ جب کفار مکہ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ پہاڑوں کو اٹھا کر وسیع کردو اور کوہ صفا کو سونے کا بنادو۔

## زمین وآسمان میں اللہ تعالی کی بادشاہت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین کو مٹھی میں لے گا، اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ سے لپیٹ دے گا، پھر فرمائے گا، کہ میں بادشاہ ہوں، شاہان زمین کہاں ہیں؟ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1449)

## مالداروں کا قیامت کے غریب ونادار ہونے کا بیان

زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کہ پتھریلی زمین میں چلا جارہا تھا، ہمیں احد پہاڑ نظر آیا، آپ نے فرمایا، اے ابوذر رضی اللہ عنہ میں نے عرض کیا، لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا، کہ مجھے اچھا نہیں لگتا، کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، اور تین رات اس میں سے بجز ادائے قرض کے ایک دینار بھی میرے پاس رہے، بلکہ میں اس کو اللہ کے بندوں میں اس طرح اور اس طرح خرچ کردوں اپنے دائیں بائیں اور پیچھے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، پھر تھوڑی دیر چلے تو فرمایا زیادہ مالدار قیامت کے دن نیکی کے اعتبار سے مفلس ہوں گے مگر وہ جس

نے اس طرح اور اس طرح (دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) خرچ کیا اور ایسے لوگ کم ہیں، پھر مجھ سے فرمایا کہ اسی جگہ ٹھہرے رہو جب تک میں نہ آؤں، پھر رات کی تاریکی میں آپ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ نظر سے غائب ہو گئے میں نے ایک آواز سنی جو بلند ہو رہی تھی، میں ڈرا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حادثہ پیش آ گیا میں نے چاہا کہ آپ کے پاس جاؤں پھر مجھے آپ کا فرمان یاد آ گیا، کہ جب تک میں نہ آؤں تم یہیں ٹھہرے رہو، چنانچہ میں وہی ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آپ میرے پاس تشریف لائے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک آواز سنی، میں ڈرا کہیں کوئی حادثہ پیش نہ آیا ہو (میں نے آپ کے پاس جانا چاہا) لیکن مجھے آپ کا حکم یاد آ گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے وہ آواز سنی تھی؟ میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ وہ جبریل تھے، جو میرے پاس آئے تھے، انہوں نے کہا کہ تمہاری امت میں سے کوئی شخص مر جائے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا اگرچہ زنا اور چوری کی ہو، انہوں نے کہا (ہاں) اگرچہ زنا اور چوری کی ہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1374)

| |
|---|
| اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ |
| بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ |
| کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے ہوا تھا اور جو ایمان کے بدلے کفر لے وہ سیدھی راستہ بھٹک چکا ہے۔ |

## کفر کو ایمان کے بدلے میں تبدیل کرنے کا بیان

"اَمْ" بَلْ "تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْاَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسَى " اَىْ سَاَلَهٗ قَوْمه "مِنْ قَبْل" مِنْ قَوْلهمْ : اَرِنَا اللّٰه جَهْرَة وَغَيْر ذٰلِكَ "وَمَنْ يَّتَبَدَّل الْكُفْر بِالْاِيْمَانِ " اَىْ يَاْخُذهُ بَدَله بِتَرْكِ النَّظَر فِي الْاٰيَات وَاقْتِرَاح غَيْرهَا "فَقَدْ ضَلَّ سَوَاء السَّبِيْل " اَخْطَاَ الطَّرِيْق الْحَقّ وَالسَّوَاء فِي الْاَصْل الْوَسَط ،

کیا یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے ویسا سوال کرو جو موسیٰ سے پہلے ہوا تھا یعنی آپ کی قوم اس سے پہلے ان کی قوم کے قول "اَرِنَا اللّٰه جَهْرَة وَغَيْر ذٰلِكَ" اور جو ایمان کے بدلے کفر لے۔ یعنی واضح آیات میں نظر و فکر کرنے کو چھوڑ کر ان کے علاوہ کسی اور چیزوں میں لگ گیا وہ سیدھی راستہ بھٹک چکا ہے۔ یعنی راہ حق سے ہٹ چکا ہے۔ اور سوا اصل میں کسی چیز کے درمیان کو کہتے ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۸ کے شان نزول کا بیان

یہود نے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آپ ایسی کتاب لائیے جو آسمان سے ایک بارگی نازل ہو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

## کثرت سوالات کی ممانعت میں احادیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم مجھے چھوڑ دو جب تک کہ میں تم کو چھوڑ دوں (یعنی بغیر ضرورت کے مجھ سے سوال نہ کرو) تم سے پہلے کی قومیں کثرت سوال اور انبیاء سے اختلاف کے سبب ہلاک ہوگئیں جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے پرہیز کرو اور تم کو کسی بات کا حکم دوں تو اس کو کرو جس قدر تم سے ممکن ہو سکے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2164)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو حرام نہ تھی اور اس کے سوال کرنے کی وجہ سے وہ حرام کر دی گئی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2165)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند چیزوں کے متعلق کسی نے سوال کیا، تو آپ نے اس کو ناپسند کیا جب سوالات کی کثرت ہوگئی تو آپ کو غصہ آ گیا اور فرمایا کہ مجھ سے پوچھ لو ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیرا باپ ابوحذافہ ہے، پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ ابوحذافہ پھر ایک دوسرا آدمی کھڑا ہوا اور پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے، آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ سالم، شیبہ کا آزاد کردہ ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غضب کے آثار دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے، تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ بزرگ و برتر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2167)

حضرت معاویہ نے مغیرہ کو لکھ کر بھیجا کہ مجھ کو لکھ بھیجو، جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، تو حضرت مغیرہ نے لکھ بھیجا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ فرماتے تھے، کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے بادشاہت ہے، اور اسی کے لئے سب تعریف ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ جسے تو دے اس کو کوئی روکنے والا نہیں ہے، اور جسے تو روکے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے، اور کسی کی بزرگی والے کو تجھ سے اس کی بزرگی نفع نہیں دیتی، اور لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیل و قال کثرت سوال اور مال کے ضائع کرنے سے منع فرماتے تھے، اور ماؤں کی نافرمانی اور بیٹیوں کے زندہ درگور کرنے اور حقوق کے روکنے اور بلاضرورت مانگنے سے منع فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2168)

حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھل جانے کے بعد تشریف لائے اور ظہر کی نماز پڑھی جب سلام پھیر چکے تو منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر کیا، کہ اس سے پہلے بہت بڑے امور ہیں پھر فرمایا کہ جو شخص کچھ پوچھنا چاہتا ہے، وہ پوچھ لے، اللہ کی قسم، جب تک میں اپنی اس جگہ پر ہوں جو کچھ بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں اس کا جواب دوں گا، حضرت انس کا بیان ہے کہ لوگ بہت زیادہ رونے لگے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے جاتے

کہ مجھ سے پوچھ لو، انس کا بیان ہے کہ ایک شخص آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے داخل ہونے کی جگہ کہاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ، پھر عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے اور پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے، آپ پھر برابر یہی فرماتے رہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے، اور کہا رضینا با اللہ ربا، و بالاسلام دینا، و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول، جب حضرت عمر نے یہ کہا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم دے کر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میرے سامنے جنت اور دوزخ ابھی اس دیوار کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس وقت میں نماز پڑھ رہا تھا، میں نے آج کی طرح خیر و شر نہیں دیکھی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2170)

| |
|---|
| وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ |
| عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ |
| عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| بہت سے اہلِ کتاب کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں، اس حسد کے باعث جو ان |
| کے دلوں میں ہے اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے، سوتم درگزر کرتے رہو اور نظر انداز کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ |
| اپنا حکم بھیج دے، بیشک اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ |

## اہل کتاب اہل ایمان کو کافر بنانے کی خواہش رکھتے ہیں

"وَدَّ كَثِيْرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَاب لَوْ" مَصْدَرِيَّة "يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْد اِيْمَانكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا" مَفْعُول لَهُ كَائِنًا "مِنْ عِنْد اَنْفُسهمْ" اَيْ حَمَلَتْهُمْ عَلَيْهِ اَنْفُسهمْ الْخَبِيثَة "مِنْ بَعْد مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ" فِي التَّوْرَاة "الْحَقّ" فِيْ شَأْن النَّبِيّ "فَاعْفُوْا" عَنْهُمْ اَيْ اُتْرُكُوهُمْ "وَاصْفَحُوا" اَعْرِضُوْا فَلَا تُجَازُوهُمْ "حَتّٰى يَاْتِي اللّٰه بِاَمْرِهِ" فِيْهِمْ مِنْ الْقِتَال "إن الله على كل شيء قدير"

بہت سے اہلِ کتاب (لو مصدریہ ہے) کی یہ خواہش ہے تمہارے ایمان لے آنے کے بعد پھر تمہیں کفر کی طرف لوٹا دیں، اس حسد کے باعث یعنی حسدا مفعول لہ ہے کہ ان کے نفس نے ان کو حسد کیلئے تیار کیا ہے۔ جو ان کے دلوں میں ہے اس کے باوجود کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے، یعنی تورات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ان پر ظاہر ہو چکی۔ سوتم درگزر کرتے رہو یعنی ان کو چھوڑ دو اور نظر انداز کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، یعنی ان میں جنگ کرنے کا حکم آجائے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔

## ارتداد کی کوششوں کے باوجود ایمان صحابہ کی مضبوطی کا بیان

جملہ "یردونکم "حرف مصدری "لو" کی وجہ سے مفرد میں تبدیل ہو گیا ہے لہٰذا "ود" کے لئے مفعول قرار پایا ہے "کفارا" کافر کی جمع ہے۔ اور "یردونکم" کا دوسرا مفعول ہے "یردون" کی روشنی میں کافر سے مراد مشرک ہے نہ کہ یہودی یا نصرانی کیونکہ صدر اسلام کے مسلمان اسلام قبول کرنے سے قبل مشرک تھے۔ اہل کتاب نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی مسلسل کوششیں کیں۔

"ود" کا معنی ہے چاہنا، محبت کرنا لیکن جملہ "فاعفوا، سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب اپنی آرزو (مسلمانوں اور اہل ایمان کو مرتد بنانا) کو پورا کرنے کے لئے مسلسل سازشیں بھی کرتے رہے۔ صدر اسلام کے مسلمانوں کو مرتد بنانے کی یہود و نصاریٰ کی آرزو خام تھی اور اس سلسلے میں ان کی کوششوں کو ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ فعل مضارع (چاہتے ہیں) کی جگہ فعل ماضی (وہ چاہتے تھے) کا استعمال اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی کوششیں بے ثمر رہیں اس طرح کہ گویا اس امر سے انکی محبت اور سعی جاتی رہی۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۰۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حی بن اخطب اور ابو یاسر بن اخطب یہ دونوں یہودی سب سے زیادہ مسلمانوں کے حاسد تھے لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے اور عربوں سے جلتے تھے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کعب بن اشرف کا بھی یہی شغل تھا زہری کہتے ہیں اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

جنگ احد کے بعد یہود کی جماعت نے حضرت حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تمہیں شکست نہ ہوتی' تم ہمارے دین کی طرف واپس آجاؤ' حضرت عمار نے فرمایا تمہارے نزدیک عہد شکنی کیسی ہے انہوں نے کہا نہایت بری آپ نے فرمایا میں نے عہد کیا ہے کہ زندگی کے آخر لمحہ تک سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پھروں گا اور کفر نہ اختیار کروں گا، اور حضرت حذیفہ نے فرمایا میں راضی ہوا اللہ کے رب ہونے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے 'اسلام کے دین ہونے قرآن کے ایمان ہونے کعبہ کے قبلہ ہونے 'مومنین کے بھائی ہونے سے پھر یہ دونوں صاحب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو واقعہ کی خبر دی حضور نے فرمایا تم نے بہتر کیا اور فلاح پائی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی اسلام پر استقامت کا واقعہ

امام حافظ علی بن حسن ابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کر لیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار

ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتارلو، پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کرلائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمر ہوکر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں، رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لیکر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلالیا، اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے فائدہ نکلا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کررہا ہوں، کاش کہ میرے رؤئیں رؤئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔ (تاریخ ابن عساکر، دمشق)

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کردیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہوگیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کردیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرمالیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہوکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر محلی ۱۰۶)

| |
|---|
| وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ |
| عِنْدَاللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔ اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔ |
| بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## اعمال صالحہ کا خدا کی بارگاہ میں باعث ثواب ہونے کا بیان

"وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَ اٰتُوا الزَّكَاةَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْر" طَاعَة كَصِلَةٍ وَصَدَقَة "تَجِدُوْهُ" اَیْ ثَوَابه "عِنْد اللّٰه اِنَّ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اپنی جانوں کے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے۔ یعنی طاعت جیسے صلہ رحمی اور صدقہ ہے اسے اللہ کے یہاں پاؤ گے۔ یعنی اس کا ثواب، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

اس مطلب میں "تجدوہ" کا معنی جیسا کہ اکثر مفسرین نے کیا ہے "عمل کی جزا پانا" کیا گیا ہے "عمل کی جزا پانا" اسکی جگہ یہ تعبیر "خود عمل کو پانا" استعمال کرنا اس میں یہ نکتہ موجود ہے کہ انسانوں کو نیک اعمال کی جزا بغیر کسی ذرہ برابر کمی کے اسطرح عطا کی جائے گی کہ گویا وہ عمل ان کو عنایت کیا گیا ہے۔

"لأنفسكم، تمہارے اپنے لئے" اس قید کو لانے کا مقصد انسانوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ جو کچھ انجام دیتے ہو اسکا فائدہ خود تمہیں ہی ہے کہیں ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالی کو اسکی ضرورت ہے اور اس کو بھی اسکا کوئی نفع حاصل ہوتا ہے۔

## صدقہ کرنے والے کیلئے آخرت میں ثواب کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز لباسوں میں سے لباس پہنائے گا، جو مسلمان کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے میوے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی پیاسے مسلمان کی پیاس بجھائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے مہر بند شراب سے سیراب کرے گا۔ (ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 412)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی چیزوں میں دو ہری چیز اللہ کی راہ میں (یعنی اس کی رضاء وخوشنودی کی خاطر) خرچ کرے گا تو اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا اور جنت کے کئی یعنی آٹھ دروازے ہیں چنانچہ جو شخص اہل نماز (یعنی بہت زیادہ نماز پڑھنے والا) ہوگا اسے جنت کے باب الصلوۃ سے بلایا جائے گا جو اہل نماز ہی کے لیے مخصوص ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ اے بندے اس دروازے کے ذریعے جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو شخص جہاد کرنے والا یعنی اللہ کی راہ میں بہت زیادہ لڑنے والا ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا۔ جو شخص صدقہ دینے والا ہوگا

اسے باب الصدقہ سے بلایا جائے۔ اور جو شخص بہت زیادہ روزے رکھنے والا ہوگا اسے باب الریان (یعنی باب الصیام سے کہ جنت میں روزہ کے دروازے کا یہی نام ہے) بلایا جائے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگرچہ جو شخص ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے گا اس کو تمام دروازوں سے بلائے جانے کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایک دروازے سے بلایا جانا بھی کافی ہوگا بایں طور کہ مقصد تو جنت میں داخل ہونا ہوگا اور یہ ایک ہی دروازے سے بھی حاصل ہو جائے گا پھر بھی میں صرف علم کی خاطر جاننا چاہتا ہوں کہ کیا کوئی ایسا خوش نصیب و باسعادت شخص بھی ہوگا، جسے ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم انہیں لوگوں میں سے ہوگے۔ (جنہیں تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔) (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 390)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے پاکیزہ کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کیا اللہ تعالی پاکیزہ کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا اللہ تعالی اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول فرماتا ہے، پھر اسے خرچ کرنے والے کے لیے اس کی ایسے پرورش کرتا ہے جس طرح تم میں کوئی اپنے گھوڑے کے بچھیرے کی پرورش کرتا ہے، حتی کہ وہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (1344) صحیح مسلم حدیث نمبر (1014)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا: اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کونسا صدقہ زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم تندرستی اور مال کی حرص رکھتے ہوئے اور صحت کی حالت میں صدقہ کرو اور تمہیں فقر کا ڈر ہو اور مالداری کا طمع ہو، اور تم دیر نہ کرو حتی کہ جب جان حلق میں اٹک جائے تو کہنے لگو: اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو دے دو۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (1330)

امام نووی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: خطابی رحمہ اللہ کا قول ہے، حدیث کا معنی یہ ہے کہ: غالبا حرص صحت اور تندرستی کی حالت میں ہوتی ہے، لہذا جب وہ مال کی حرص رکھے اور صدقہ کرے تو اس کی نیت میں زیادہ صدق اور زیادہ اجر و ثواب کا باعث ہوگا، بخلاف اس کے کہ جو شخص موت کے کنارے پہنچ چکا ہو اور زندگی سے مایوس ہو گیا اور دیکھا کہ اس کا مال دوسروں کو ملنے والا ہے تو اس وقت اس کا کیا ہوا صدقہ صحت کی حالت کی بہ نسبت ناقص ہے، اور حرص باقی رہنے کی امید اور فقر کا خوف ہے۔ صحت اور حرص کی حالت میں کیے ہوئے صدقے کی بہ نسبت وصیت میں اسے اتنا اجر و ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ (شرح صحیح مسلم نووی)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا |
| بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ |
| اور (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطل |
| ہیں۔ ان سے فرما دو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ |

## یہود و نصاریٰ کے باہمی مناظرہ کا بیان

"وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا " جَمْعِ هَائِد "اَوْ نَصَارٰى " قَالَ ذٰلِكَ يَهُوْد الْمَدِيْنَة وَنَصَارٰى نَجْرَان لَمَّا تَنَاظَرُوْا بَيْنَ يَدَىِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىْ قَالَ الْيَهُوْد لَنْ يَّدْخُلَهَا اِلَّا الْيَهُوْد وَقَالَ النَّصَارٰى لَنْ يَّدْخُلَهَا اِلَّا النَّصَارٰى "تِلْكَ" الْقَوْلَة "اَمَانِيُّهُمْ" شَهَوَاتهم الْبَاطِلَة "قُلْ" لَهُمْ "هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ" حُجَّتَكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْهِ،

اور یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا کوئی بہشت میں نہیں جانے کا۔ ھود کی جمع ھائد ہے اور نصاریٰ اور یہ قول یہود مدینہ اور نجران کے نصاریٰ نے جب نبی کریم ﷺ کے سامنے مناظرہ کیا اس وقت کہی تھی۔ یعنی یہودی کہتے تھے کہ جنت میں صرف یہودی جائیں گے جبکہ نصرانی کہتے تھے کہ جنت میں صرف نصرانی جائیں گے۔ یہ ان لوگوں کے خیالاتِ باطل ہیں۔ یعنی باطل شہوات ہیں۔ ان سے فرمادو کہ اگر سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ یعنی اپنے اس قول کی صداقت میں دلیل لاؤ۔

ہات" کی جمع "ھاتوا" ہے یہ اسم فعل ہے، جس کا معنی ہے عطا کر "ھاتوا برھانکم "یعنی اپنی دلیل و برہان پیش کرو۔ بغیر دلیل و برہان کے دعوی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے اور نہ ہی قابل اعتبار ہے۔

جملہ شرطیہ "ان کنتم صادقین، اگر اپنے دعوی میں سچے ہو" کا مفہوم یہ ہے کہ دلیل و برہان کا نہ ہونا دعوی کے بے قدر و قیمت ہونے کی دلیل ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۱۱ کے سبب نزول کا بیان

یہود کہتے ہیں کہ جنت میں صرف یہودی داخل ہوں گے اور نصرانی کہتے ہیں کہ فقط نصرانی اور یہ مسلمانوں کو دین سے منحرف کرنے کے لئے کہتے ہیں جیسے نسخ وغیرہ کے لچر شبہات انہوں نے اس امید پر پیش کئے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے دین میں کچھ تردد ہوجائے اسی طرح ان کو جنت سے مایوس کر کے اسلام سے پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں' چنانچہ آخر پارہ میں ان کا یہ مقولہ مذکور ہے۔' (وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، ۱۳۵) اللہ تعالیٰ ان کے اس خیالِ باطل کا رد فرماتا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، ضیاء القرآن، لاہور)

| |
|---|
| بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ |
| ہاں، جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحبِ احسان ہوگیا تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے اور ایسے |
| لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے۔ |

## عبادت میں درجہ احسان ہونے کا بیان

"بَلٰی" یَدْخُلِ الْجَنَّةَ غَیْرُهُمْ "مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَه لِلّٰهِ" اَیْ انْقَادَ لِاَمْرِهٖ وَخَصَّ الْوَجْهَ لِاَنَّهٗ اَشْرَفُ الْاَعْضَاءِ فَغَیْرُهٗ اَوْلٰی "وَهُوَ مُحْسِنٌ" مُوَحِّدٌ "فَلَهٗ اَجْرُه عِنْدَ رَبِّه" اَیْ ثَوَابُ عَمَلِه الْجَنَّةُ "وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" فِی الْاٰخِرَةِ،

ہاں، یعنی ان کے سوا جنت میں وہ جائیں گے۔ جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دیا یعنی حکم کی اطاعت کی اور چہرے کو اس لئے خاص طور پر ذکر کیا کہ وہ تمام اعضاء سے افضل ہوتا ہے لہٰذا وہ اپنے سوا سے اولیٰ ہے۔ اور وہ صاحبِ احسان ہو گیا یعنی عقیدہ توحید والا بن گیا' تو اس کے لئے اس کا اجر اس کے رب کے ہاں ہے یعنی اس کے عمل کا ثواب جنت ہے۔ اور ایسے لوگوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ آخرت میں غمزدہ ہوں گے۔

## احسان کے ساتھ ہونے والی عبادت کا بیان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرے اور سفید کپڑوں پر مشتمل تھا اور جس کے بال نہایت سیاہ (چمکدار) تھے، اس آدمی پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی (کہ اس کو کہیں سے سفر کر کے آیا ہوا کوئی اجنبی آدمی سمجھا جاتا) اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی مقامی آدمی ہو یا کسی کا مہمان بھی نہیں تھا) بہر حال وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب آکر بیٹھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لیے (جیسے ایک سعادت مند شاگرد اپنے جلیل القدر استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے اور استاد کی باتیں سننے کے لیے ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے) اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس حقیقت کا اعتراف کرو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم پابندی سے نماز پڑھو (اگر صاحب نصاب ہو تو) زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور زادراہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (تضاد) پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ آدمی (ایک لاعلم آدمی کی طرح پہلے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے (جیسے اس کو ان باتوں کا پہلے سے علم ہو) پھر وہ آدمی بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اب ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور اس بات پر یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے۔

اس آدمی نے (یہ سن کر) کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر بولا اچھا اب مجھے یہ بتائیے کہ احسان کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو (یعنی اتنا حضور قلب میسر نہ ہو سکے) تو پھر (یہ دھیان میں رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (متفق علیہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 2)

| |
|---|
| وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى |
| شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ |
| الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| اور یہودی بولے! نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح جاہلوں نے |
| ان کی سی بات کہی تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ |

## یہود و نصاریٰ کا دین سماوی سے انکار کرنے کا بیان

"وَقَالَتْ الْيَهُوْد لَيْسَتْ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْء " مُعْتَدّ بِهِ وَكَفَرَتْ بِعِيسَى "وَقَالَتْ النَّصَارٰى لَيْسَتْ الْيَهُوْد عَلٰى شَيْء " مُعْتَدّ بِهِ وَكَفَرَتْ بِمُوسَى "وَهُمْ" أَيْ الْفَرِيقَانِ "يَتْلُوْنَ الْكِتَاب" الْمُنَزَّل عَلَيْهِمْ وَفِي كِتَاب الْيَهُوْد تَصْدِيق عِيسَى وَفِي كِتَاب النَّصَارٰى تَصْدِيق مُوسَى وَالْجُمْلَة حَال "كَذٰلِكَ" كَمَا قَالَ هٰؤُلَاءِ "قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" أَيْ الْمُشْرِكُوْنَ مِنْ الْعَرَب وَغَيْرهمْ "مِثْل قَوْلهمْ" بَيَان لِمَعْنَى ذٰلِكَ: أَيْ قَالُوْا لِكُلِّ ذِي دِيْن لَيْسُوْا عَلٰى شَيْء "فَاللّٰه يَحْكُم بَيْنهمْ يَوْم الْقِيَامَة فِيمَا كَانُوْا فِيهِ يَخْتَلِفُوْنَ" مِنْ أَمْر الدِّيْن فَيُدْخِل الْمُحِقّ الْجَنَّة وَالْمُبْطِل النَّار،

اور یہودی بولے! نصرانی کچھ نہیں کیونکہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا۔ اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں کیونکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا ہے۔ اور وہ دونوں گروہ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں، جو ان پر نازل کی گئی اور کتاب یہود میں عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے اور کتاب نصاریٰ میں موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے کہ اسی طرح جاہلوں نے ان کی سی بات کہی یعنی مشرکین وغیرہ کی طرح، اور مثل قولھم یہ بیان معنی کیلئے ہے۔ یعنی انہوں نے ہر دین والے کو کہا کہ وہ کچھ نہیں ہے۔ تو اللہ قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ یعنی دین کے معاملہ میں فیصلہ کرے گا پس اہل حق جنت میں جائیں گے اور اہل باطل دوزخ میں جائیں گے۔

## آیت نمبر ۱۱۳ کے شان نزول کا تفسیری بیان

نجران کے نصاریٰ کا وفد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو علمائے یہود آئے اور دونوں میں مناظرہ شروع ہوگیا

آوازیں بلند ہوئیں شور مچا یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل شریف کا انکار کیا اسی طرح نصاریٰ نے یہود سے کہا کہ تمہارا دین کچھ نہیں اور توریت شریف وحضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ بقرہ، آیت ۱۱۳، بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۝ |
| اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے! انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں ذلّت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ |

## مساجد میں نماز و تسبیح سے روکنے والے ظالموں کا بیان

"وَمَنْ اَظْلَم" اَىْ لَا اَحَد اَظْلَم "مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِد اللّٰه اَنْ يُّذْكَر فِيْهَا اسْمه" بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيح "وَسَعَى فِىْ خَرَابهَا" بِالْهَدْمِ اَوْ التَّعْطِيل نَزَلَتْ اِخْبَارًا عَنْ الرُّوم الَّذِيْنَ خَرَّبُوا بَيْت الْمَقْدِس اَوْ فِى الْمُشْرِكِيْنَ لَمَّا صَدُّوا النَّبِىّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَام الْحُدَيْبِيَة عَنْ الْبَيْت "اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَائِفِيْنَ" خَبَر بِمَعْنَى الْاَمْر اَىْ اَخِيفُوهُمْ بِالْجِهَادِ فَلَا يَدْخُلهَا اَحَد اٰمِنًا "لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْى" هَوَان بِالْقَتْلِ وَالسَّبْى وَالْجِزْيَة "وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَة عَذَاب عَظِيْم" هُوَ النَّار،

اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا یعنی اس سے کوئی ایک بھی زیادہ ظالم نہیں ہے جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روک دے یعنی نماز اور تسبیح سے، اور انہیں ویران کرنے کی کوشش کرے، یعنی گرانے اور معطل کرنے کی کوشش کرے، اور یہ آیت ان یہود کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے بیت المقدس کو خراب کیا یا ان مشرکوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو حدیبیہ کے سال بیت اللہ سے روک دیا۔ انہیں ایسا کرنا مناسب نہ تھا کہ مسجدوں میں داخل ہوتے مگر ڈرتے ہوئے، یہ خبر امر کے معنی میں ہے یعنی ان کو جہاد کے ذریعے اس طرح خوفزدہ کردو کہ کوئی بھی امن سے داخل نہ ہو، ان کے لئے دنیا میں ذلّت ہے یعنی وہ قتل، قید اور جزیہ ہے۔ اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ وہ آگ ہے۔

## منع کا دو مفعولوں کو چاہنے کا بیان

منع "دو مفعول چاہتا ہے اس کا ایک مفعول "مساجد اللہ" ہے اور دوسرا "المسلمین" ہے جو بہت واضح ہونے کی بنا پر بیان نہیں ہوا یعنی "منع المسلمین مساجد اللہ" "منع" کو ماضی لانا اس امر کی حکایت کرتا ہے کہ مسلمانوں کو مساجد میں جانے کی

رکاوٹ و ممانعت واقع ہوئی تھی گویا آیہ مبارکہ مساجد میں جانے کی ممانعت کو بے جا اور ناروا بیان کرتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ صدر اسلام کے مسلمانوں کو مسجد الحرام اور دیگر مساجد میں جانے سے روکنے کے واقعات رونما ہوئے "ان یذکر" میں "لا" نافیہ مقدر ہے اور یہ "منع" کے لئے مفعول لہ ہے یعنی مساجد میں جانے سے روکتے تھے تاکہ نام اللہ نہ لیا جائے۔

## آیت نمبر ۱۱۴ کے شان نزول کا تفسیری بیان

یہ آیت بیت المقدس کی بے حرمتی کے متعلق نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ روم کے نصرانیوں نے بنی اسرائیل پر فوج کشی کی ان کے مردان کار آزما کو قتل کیا ذریت کو قید کیا توریت کو جلایا بیت المقدس کو ویران کیا اس میں نجاستیں ڈالیں، خنزیر ذبح کیے، معاذ اللہ بیت المقدس خلافت فاروقی تک اسی ویرانی میں رہا، آپ کے عہد مبارک میں مسلمانوں نے اس کو بنا کیا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے ابتدائے اسلام میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے روکا تھا اور جنگ حدیبیہ کے وقت اس میں نماز و حج سے منع کیا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان)

## مسجد اقصیٰ کو ویران کرنے والے نصاریٰ وغیرہ کا بیان

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد نصاریٰ ہیں دوسرا یہ کہ اس سے مراد مشرکین ہیں نصرانی بھی بیت المقدس کی مسجد میں پلیدی ڈال دیتے تھے اور لوگوں کو اس میں نماز ادا کرنے سے روکتے تھے، بخت نصر نے جب بیت المقدس کی بربادی کے لئے چڑھائی کی تھی تو ان نصرانیوں نے اس کا ساتھ دیا تھا اور مدد کی تھی، بخت نصر بابل کا رہنے والا مجوسی تھا اور یہودیوں کی دشمنی پر نصرانیوں نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا اور اس لئے بھی کہ بنی اسرائیل نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو قتل کر ڈالا تھا اور مشرکین نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ والے سال کعبۃ اللہ سے روکا تھا یہاں تک کہ ذی طوی میں آپ کو قربانیاں دینا پڑیں اور مشرکین سے صلح کرنے کے بعد آپ وہیں سے واپس آگئے حالانکہ یہ امن کی جگہ تھی باپ اور بھائی کے قاتل کو بھی یہاں کوئی نہیں چھیڑتا تھا اور ان کی کوشش یہی تھی کہ ذکر اللہ اور حج و عمرہ کرنے والی مسلم جماعت کو روک دیں۔

حضرت ابن عباس کا یہی قول ہے ابن جریر نے پہلے قول کو پسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ مشرکین کعبۃ اللہ کو برباد کرنے کی سعی نہیں کرتے تھے یہ سعی نصاریٰ کی تھی کہ وہ بیت المقدس کی ویرانی کے درپے ہو گئے تھے۔ لیکن حقیقت میں دوسرا قول زیادہ صحیح ہے، ابن زید اور حضرت عباس کا قول بھی یہی ہے اور اس بات کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ جب نصرانیوں نے یہودیوں کو بیت المقدس سے روکا تھا اس وقت یہودی بھی محض بیدین ہو چکے تھے ان پر تو حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم کی زبانی لعنتیں نازل ہو چکی تھیں وہ نافرمان اور حد سے متجاوز ہو چکے تھے اور نصرانی حضرت مسیح کے دین پر تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ بھی ایک وجہ ہے کہ اوپر یہود و نصاریٰ کی مذمت بیان ہوئی تھی اور یہاں مشرکین عرب کی اس بدخصلت کا بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں کو مسجد الحرام سے روکا مکہ سے نکالا پھر حج وغیرہ سے بھی روک دیا۔

امام ابن جریر کا یہ فرمان کہ مکہ والے بیت اللہ کی ویرانی میں کوشاں نہ تھے اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو وہاں سے روکنے اور نکال دینے اور بیت اللہ میں بت بٹھا دینے سے بڑھ کر اس کی ویرانی کیا ہو سکتی ہے؟ خود قرآن میں موجود ہے آیت (وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) 8 . الانفال: 34) اور جگہ فرمایا آیت (مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ) 9۔التوبہ:17) یعنی یہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں مشرکوں سے اللہ کی مسجدیں آباد نہیں ہو سکتیں جو اپنے کفر کے خود گواہ ہیں جن کے اعمال غارت ہیں اور جو ہمیشہ کے لئے جہنمی ہیں مسجدوں کی آبادی ان لوگوں سے ہوتی ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے اور نماز وزکوۃ کے پابند اور صرف اللہ ہی سے ڈرنے والے ہیں یہی لوگ راہ راست والے ہیں اور جگہ فرمایا آیت (هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّه) 48۔الفتح:25) ان لوگوں نے بھی کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے بھی روکا اور قربانیوں کو ان کے ذبح ہونے کی جگہ تک نہ پہنچنے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت بقرہ، بیروت)

## مسجد کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بیان

علامہ علی بن سلطان محمد حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مسجد لغت میں سجدہ گاہ کا نام ہے، اور شریعتِ اسلام کی اصطلاح میں وہ مخصوص جگہ جو نماز کے لئے وقف کردی جائے۔ مسجد کا لفظ مسلمانوں کی عبادت گاہ کے ساتھ مخصوص ہے، چنانچہ قرآنِ کریم میں مشہور مذاہب کی عبادت گاہوں کا ذکر کرتے ہوئے مسجد کو مسلمانوں کی عبادت گاہ قرار دیا ہے۔ جو چیز کسی قوم کے ساتھ مخصوص ہو وہ اس کا شعار اور اس کے تشخص کی خاص علامت سمجھی جاتی ہے، چنانچہ مسجد بھی اسلام کا خصوصی شعار ہے، یعنی کسی قریہ، شہر یا محلہ میں مسجد کا ہونا وہاں کے باشندوں کے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔ (مرقات، ج ا،ص ۴۴۱، بمبئی انڈیا)

## کافروں کے چندے سے تعمیر مساجد کی ممانعت اقوال مفسرین کا بیان

امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری لکھتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسجدیں تو اس لئے تعمیر کی جاتی ہیں کہ ان میں اللہ کی عبادت کی جائے، کفر کے لئے تو تعمیر نہیں کی جاتی، پس جو شخص کافر ہو اس کا یہ کام نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کی تعمیر کرے۔

(تفسیر ابن جریر ج ۱۰ص ۹۳ مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

امامِ عربیت جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے کسی طرح دُرست نہیں کہ وہ دو متنافی باتوں کو جمع کریں کہ ایک طرف اللہ کی مسجدیں بھی تعمیر کریں اور دُوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کی عبادت کے ساتھ کفر بھی کریں، اور ان کے اپنی ذات پر کفر کی گواہی دینے سے مراد ہے ان کے کفر کا ظاہر ہونا۔ (تفسیر کشاف ج ۲، ص ۲۵۳، بیروت)

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں: واحدی فرماتے ہیں: یہ آیت اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ کفار کو مسلمانوں کی مسجدوں میں سے کسی مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں، اور اگر کافر اس کی وصیت کرے تو اس کی وصیت قبول نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر کبیر ج:۱۶ص ۷، مطبوعہ مصر)

امام ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی لکھتے ہیں۔ مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ انتظام مساجد کے متوّلی خود ہوں اور کفار و

مشرکین کو ان میں داخل ہونے سے روک دیں۔ (تفسیر قرطبی، ج ۲، ص ۴۹ دارالکاتب العربی، القاہرۃ)

امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر واجب کیا ہے کہ وہ کافروں کو تعمیرِ مسجد سے روک دیں، کیونکہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی خاطر بنائی جاتی ہیں، پس جو شخص کافر ہو اس کا یہ کام نہیں کہ وہ مسجدیں تعمیر کرے، ایک جماعت کا قول ہے کہ تعمیر سے مراد یہاں تعمیرِ معروف ہے، یعنی مسجد بنانا، اور اس کی شکست وریخت کی اصلاح و مرمت کرنا، پس کافر کو اس عمل سے باز رکھا جائے گا، چنانچہ اگر وہ اس کی وصیت کر کے مرے تو پوری نہیں کی جائے گی، اور بعض نے عمارۃ کو یہاں مسجد میں داخل ہونے اور اس میں بیٹھنے پر محمول کیا ہے۔ (تفسیر معالم تنزیل، ج ۳، ص ۵۵، بیروت)

شیخ علاء الدین علی بن محمد البغدادی نے تفسیر خازن میں اس مسئلے کو مزید تفصیل سے تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ کافروں کو تعمیرِ مسجد سے روک دیں، کیونکہ مسجدیں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں، پس جو شخص کہ کافر ہو وہ ان کو تعمیر کرنے کا اہل نہیں۔ (تفسیر خازن، ج ۲، ص ۸۹، بیروت)

## کبوتروں کے منہ سے میزائل سے ابرہہ کی ہلاکت کا واقعہ

واقدی فرماتے ہیں یہ پرندے زرد رنگ کے تھے کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے اور روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی پیشانی پر کنکری پڑی اور بلبلا کر پیچھے ہٹا اور پھرا اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے گا ان میں سے کوئی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ خثعم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں بلک بلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا دل تک پھٹ گیا۔

قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا، عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا، زمین عرب میں آبلہ اور چیچک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی طرح سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کو مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا۔

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ○

اور مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے، پس تم جدھر بھی رخ کرو ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے بیشک اللہ بڑی وسعت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔

## مشرق و مغرب اللہ ہی کیلئے ہے

وَنَزَلَ لَمَّا طَعَنَ الْيَهُوْدُ فِيْ نَسْخِ الْقِبْلَةِ اَوْ فِيْ صَلَاةِ النَّافِلَةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ فِي السَّفَرِ حَيْثُمَا تَوَجَّهَتْ

: "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ" اَیْ الْاَرْض كُلّهَا لِاَنّهُمَا نَاحِيَتَاهَا "فَاَيْنَمَا تُوَلُّوا" وُجُوهَكُمْ فِي الصَّلَاةِ بِاَمْرِهِ "فَثَمَّ" هُنَاكَ "وَجْه اللّٰه" قِبْلَته الَّتِي رَضِيَهَا "إِنَّ اللّٰه وَاسِع" يَسَع فَضْله كُلّ شَيْء "عَلِيْم" بِتَدْبِيْرِ خَلْقه،

اور جب یہود نے قبلہ کی منسوخی یا سفر کی حالت میں سواری پر نفلی نماز کے بارے میں طعنہ دیا کہ کہیں بھی جہت ہوتی ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے، یعنی ساری زمین کیونکہ یہ دونوں یعنی مشرق و مغرب ہی زمین کے کنارے ہیں۔ پس تم جدھر بھی رخ کرو یعنی اپنے چہروں کو نماز میں اس کے حکم سے کرو۔ ادھر ہی اللہ کی توجہ ہے یعنی قبلہ جس وہ راضی ہے۔ بیشک اللہ بڑی وسعت والا یعنی اس کا فضل ہر چیز سے وسیع ہے۔ سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی تمہاری تخلیق کی تدبیر بھی جانتا ہے۔

فاینما "اسمائے شرط میں سے ہے اور اسکا جواب محذوف ہے اور جملہ "فثم وجه الله "اسکا قائم مقام ہے۔ جملہ کی تقدیر یہ بنتی ہے "اینما تولوا فلا جناح علیکم لان هناك وجه الله، (المیزان)

## سورہ بقرہ آیت ۱۱۵ کے شان نزول کا تفسیری بیان

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک اندھیری رات سفر میں تھے جہت قبلہ معلوم نہ ہوسکی ہر ایک شخص نے جس طرف اس کا دل جما نماز پڑھی صبح کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حال عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اس مسافر کے حق میں نازل ہوئی جو سواری پر نفل ادا کرے اس کی سواری جس طرف متوجہ ہو جائے اس طرف اس کی نماز درست ہے بخاری و مسلم کی احادیث سے یہ ثابت ہے ایک قول یہ ہے کہ جب تحویل قبلہ کا حکم دیا گیا تو یہود نے مسلمانوں پر طعنہ زنی کی ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی بتایا گیا کہ مشرق مغرب سب اللہ کا ہے جس طرف چاہے قبلہ معین فرمائے کسی کو اعتراض کا کیا حق ہے۔ (تفسیر خازن، سورت بقرہ، بیروت)

## تعین جہت حق شرع ہونے کا بیان

امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام نے اپنی کتاب ناسخ منسوخ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے کہ قرآن میں سب سے پہلا منسوخ حکم یہی قبلہ کا حکم ہے للہ المشرق والی آیت نازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے لگے پھر آیت (وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) 2 ۔ البقرۃ:149) نازل ہوئی اور آپ نے بیت اللہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کرنی شروع کی، مدینہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے تو یہود بہت خوش ہوئے لیکن جب یہ حکم چند ماہ کے بعد منسوخ ہوا اور آپ کو اپنی چاہت، دعا اور انتظار کے مطابق کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا تو ان یہودیوں نے طعنے دینے شروع کر

دیئے کہ اب اس قبلہ سے کیوں ہٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ مشرق ومغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر یہ اعتراض کیا؟ جدھر اس کا حکم ہو پھر جانا چاہئے حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ مشرق مغرب میں جہاں کہیں بھی ہو منہ کعبہ کی طرف کرو، (کتاب ناسخ ومنسوخ، از امام ابوعبیدہ قاسم بن سلام، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ٥ |
| اور وہ کہتے ہیں: اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے، حالانکہ وہ پاک ہے، بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کی ہے، |
| سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔ |

## یہود ونصاریٰ کے شرکیہ عقیدہ بنات اللہ کا بیان

"وَقَالُوا" بِوَاوٍ وَبِدُوْنِهَا الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات الله "اتَّخَذَ الله وَلَدًا" قَالَ تَعَالٰى "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَّهُ عَنْهُ "بَلْ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَالْاَرْض " مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيدًا وَّالْمِلْكِيَّة تُنَافِي الْوِلَادَة وَعَبَّرَ بِمَا تَغْلِيبًا لِمَا لَا يَعْقِل "كُلّ لَهُ قَانِتُوْنَ" مُطِيعُوْنَ كُلّ بِمَا يُرَاد مِنْهُ وَفِيهِ تَغْلِيب الْعَاقِل،

اور وہ کہتے ہیں، یعنی واؤ کے ساتھ یا بغیر واؤ کے مراد یہود ونصاریٰ، اور جو انہوں نے گمان کیا ہے کہ فرشتے اللہ کی بٹیاں ہیں اللہ نے اپنے لئے اولاد بنائی ہے، تو اللہ نے فرمایا وہ پاک ہے، یعنی ان چیزوں سے وہ پاک ہے۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کا ہے، یعنی ملک ومخلوق ہے مملوک ہیں۔ اور ملکیت ولادت کے منافی ہے اور ما کو اس لئے لایا گیا تا کہ غیر ذوالعقول کو غلبہ دیا جائے۔ سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں۔ یعنی ہر جس کا وہ ارادہ کرتا ہے۔ اور اس میں اہل عقل کو غلبہ دینا مقصود ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

سبحان "تسبیحاً" کے معنی میں ہے جو فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے یعنی "سبحت اللہ تسبیحاً" یہ لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی ناروا چیز کی نسبت دی جائے جو اسکی ذات اقدس کے لئے عیب اور نقص شمار ہوتی ہو۔

یہود ونصاریٰ کی ناروا نسبت کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ کو لفظ "سبحانہ" سے پاک ومنزہ بیان کرنا یہ سب انسانوں کے لئے درس ہے لہٰذا جب کبھی اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی ناروا صفت سنیں یا ایسی صفت جو اسکی ذات اقدس میں عیب اور نقص کے لئے ہو تو اسوقت اسکی پاکیزگی اور عیب سے پاک ہونے کو "سبحانہ" کہہ کر بیان کریں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا تفسیری بیان

یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی

بیٹیاں بتایا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی فرمایا سُبْحٰنَہٗ، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے اولاد ہو اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اس کو عیب لگانا اور بے ادبی ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم نے مجھے گالی دی میرے لئے اولاد بتائی میں اولاد اور بیوی سے پاک ہوں۔

| |
|---|
| بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ |
| وہی آسمانوں اور زمین کو وجود میں لانے والا ہے، اور جب کسی کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے کہ |
| "تو ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے۔ |

## مقام کن کی قدرت کا بیان

"بَدِيع السَّمَاوَات وَالْاَرْض" مُوجِدهمْ لَا عَلٰى مِثَال سَبَقَ "وَاِذَا قَضٰى" اَرَادَ "اَمْرًا" اَیْ اِيجَاده "فَاِنَّمَا يَقُوْل لَهٗ كُنْ فَيَكُوْن" اَیْ فَهُوَ يَكُوْن وَفِیْ قِرَاءَة بِالنَّصْبِ جَوَابًا لِلْاَمْرِ،

وہی آسمانوں اور زمین کو وجود میں لانے والا ہے، یعنی بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والا ہے۔ اور جب کسی کا فیصلہ فرمالیتا ہے یعنی ارادہ کرتا یعنی اس کو بنانے کا تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے کہ "تو ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ ہو جاتا ہے اور ایک قرأت میں یکون جواب امر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (قاعدہ نحویہ)

## بدع کے لغوی و اصطلاحی مفہوم کا بیان

بَدَعَ کا معنی ہے، کسی سابقہ مادہ، اصل، مثال، نمونہ یا وجود کے بغیر کوئی نئی چیز ایجاد کرنا؛ یعنی کسی شے کو عدمِ محض سے وجود میں لانے کو عربی زبان میں ابداع کہتے ہیں۔

البدعة أصلها : ما أحدث على غير مثال سابق. بدعت کی اصل یہ ہے کہ اسے بغیر کسی سابقہ نمونہ کے ایجاد کیا گیا ہو۔ (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 4:253)

امام ابن حجر مکی بدع کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو (جس طرح قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کے متعلق فرمایا گیا) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے (پہلی مرتبہ) پیدا فرمانے والا۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ |
| قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۭ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ |
| اور جاہل بولے اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات |

اِن کے اُن کے دل ایک سے ہیں بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔

## کفار مکہ کا اللہ سے ہم کلام ہونے کے مطالبہ کا بیان

"وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ" اَیْ كُفَّار مَكَّة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَوْلَا" هَلَّا "يُكَلِّمُنَا اللّٰه" بِاَنَّكَ رَسُوْله "اَوْ تَاْتِيْنَا اٰيَة" مِمَّا اقْتَرَحْنَاهُ عَلٰى صِدْقك "كَذٰلِكَ" كَمَا قَالَ هٰؤُلَاءِ "قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" مِنْ كُفَّار الْاُمَم الْمَاضِيَة لِاَنْبِيَائِهِمْ "مِثْل قَوْلهمْ" مِنْ التَّعَنُّت وَطَلَب الْاٰيَات "تَشَابَهَتْ قُلُوْبهمْ" فِي الْكُفْر وَالْعِنَاد فِيْهِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيَات لِقَوْمٍ يُوْقِنُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا اٰيَات فَيُؤْمِنُوْنَ فَاقْتِرَاح اٰيَة مَعَهَا تَعَنُّت،

اور جاہل بولے! یعنی کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا کیوں نہیں بتاتا کہ آپ ﷺ رسول ہیں۔یا ہمیں کوئی نشانی ملے یا آپ ﷺ کی صداقت پر ہم کوئی نشانی بنائیں تو وہ ہمارے پاس آئے۔انہوں نے ایسا ہی کہا ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات اِن کے،جس طرح سابقہ امتوں نے انبیائے کرام سے کہا۔اورانہوں نے معجزات طلب کیے اُن کے دل ایک سے ہیں۔یعنی وہ نبی کریم ﷺ کو تسلیم کرنے میں کفر وعناد مشابہ ہو گئے۔بیشک ہم نے نشانیاں کھول دیں یقین والوں کے لئے۔یعنی جب وہ معجزات کو جانتے ہیں تو ایمان لے آئیں پس نیا معجزہ طلب کرنا یہ ان کی سرکشی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۱۸ کے شان نزول کا تفسیری بیان

رافع بن حریملہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ خود ہم سے کیوں نہیں کہتا؟ ہم بھی تو خود اس سے اس کا کلام سنیں،اس پر یہ آیت اتری۔

مجاہد کہتے ہیں یہ بات نصرانیوں نے کہی تھی،ابن جریر فرماتے ہیں یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ آیت انہی سے متعلق بیان کے دوران میں ہے لیکن یہ قول سوچنے کے قابل ہے قرطبی فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ کی نبوت کی اطلاع خود جناب باری ہمیں کیوں نہیں دیتا؟ یہی بات ٹھیک ہے۔بعض اور مفسر کہتے ہیں کہ یہ قول کفار عرب کا تھا اسی طرح بے علم لوگوں نے بھی کہا تھا ان سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ○ |
| بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔ |

## کامل احکام پہنچا دینے کے بعد اہل جہنم سے متعلق سوال نہ ہونے کا بیان

"اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ" يَا مُحَمَّد "بِالْحَقِّ" بِالْهُدٰى "بَشِيْرًا" مَنْ اَجَابَ اِلَيْهِ بِالْجَنَّةِ "وَنَذِيْرًا" مَنْ لَّمْ يُجِبْ

اِلَیۡهِ بِالنَّارِ "وَلَا تُسۡئَلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِيۡمِ" النَّارِ اَیِ الۡکُفَّارِ مَا لَهُمۡ لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا اِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلَاغُ وَفِیۡ قِرَاءَةٍ بِجَزۡمِ تُسۡئَلُ نَهۡيًا،

بیشک ہم نے تمہیں یعنی یا محمد ﷺ حق کے ساتھ یعنی ہدایت کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا یعنی جس نے قبول کیا وہ جنتی ہوا اور ڈر سناتا یعنی جس نے قبول نہ کیا وہ دوزخی ہے۔ اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہ ہوگا۔ یعنی وہ کافر جو ایمان نہیں لائے کیونکہ آپ پر صرف پہنچادینے کا حکم تھا۔ اور ایک قرأت میں تسئال جزم کے ساتھ نہی ہونے کے سبب سے ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یہ مطلب اس بنا پر ہے کہ "بالحق" کی "باء"، "مع" کا معنی دیتی ہو اور "ک" ضمیر کے لئے حال ہو، بنابریں "الحق" وہ احکام اور معارف ہیں جو نبی کریم ﷺ کی طرف بھیجے گئے اور نبی کریم ﷺ ان کی تبلیغ پر مامور تھے پس "انا ارسلناك بالحق" یعنی اے حبیب ﷺ تجھے ان معارف اور احکام کے ساتھ ہم نے انسانوں کی طرف بھیجا جو سراسر حق ہیں۔

## قرآن میں بیان کردہ صفات نبوی ﷺ کا تورات میں بھی ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عطا بن یسار نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و ثنا توراۃ میں کیا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں وہی توراۃ میں بھی ہیں، توراۃ میں بھی ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشخبریاں دینے والا اور ڈرانے والا اوران پڑھوں کا بچاؤ بنا کر بھیجا ہے تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو نہ بدزبان ہے نہ سخت گو نہ بدخلق نہ بازاروں میں شور غل کرنے والا ہے نہ تو برائی کے بدلے برائی کرنے والا ہے بلکہ معاف اور درگزر کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ انہیں دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ تیرے دین کو تیری وجہ سے بالکل ٹھیک اور درست نہ کر دے اور لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں اور ان کی اندھی آنکھیں کھل نہ جائیں اور ان کے بہرے کان سننے نہ لگ جائیں اور ان کے زنگ آلود دل صاف نہ ہو جائیں بخاری کی کتاب بیوع میں بھی یہ حدیث ہے اور کتاب التفسیر میں بھی ابن مردویہ میں اس روایت کے بعد مزید یہ ہے کہ میں نے پھر جا کر حضرت کعب سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی ٹھیک یہی جواب دیا۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَلَنۡ تَرۡضٰی عَنۡكَ الۡيَهُوۡدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الۡهُدٰی ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝

اور ہرگز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے اور اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا اور نہ مددگار ہوگا۔

## اسلام کے سوا تمام مذاہب کے باطل ہونے کا بیان

"وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصَارٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" دِيْنَهُمْ "قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ" اَىِ الْاِسْلَام "هُوَ الْهُدٰى" وَمَا عَدَاهُ ضَلَال "وَلَئِنْ" لام قَسَم "اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَ هُمْ" الَّتِى يَدْعُوْنَكَ اِلَيْهَا فَرْضًا "بَعْدَ الَّذِىْ جَاءَ كَ مِنَ الْعِلْمِ" الْوَحْىِ مِنَ اللّٰهِ "مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِىٍّ" يَحْفَظُكَ "وَلَا نَصِير" يَمْنَعُكَ مِنْهُ،

اور ہر گز تم سے یہود اور نصاریٰ راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو تم فرما دو اللہ ہی کی ہدایت یعنی اسلام ہی ہدایت ہے اور اس کے سوا گمراہی ہے۔، یہاں لئن میں لام قسمیہ ہے۔اور اگر تو ان کی خواہشوں کا پیرو ہوا یعنی جس طرف وہ بلاتے ہیں۔ بعد اس کے کہ تجھے علم آچکا یعنی اللہ کی جانب سے وحی تو اللہ سے تیرا کوئی بچانے والا نہ ہوگا یعنی جو تیری حفظت کرے اور نہ مددگار ہوگا جو تجھے بچا سکے۔

## خطاب خاص جبکہ مراد عام ہونے کے تفسیری اصول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ خطاب امت محمدیہ کو ہے کہ جب تم نے جان لیا کہ سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس حق وہدایت لائے تو تم ہر گز کفار کی خواہشوں کا اتباع نہ کرنا اگر ایسا کیا تو تمہیں کوئی عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔(تفسیر خازن، بقرہ، بیروت)

## اسلام کے بعد ارتداد اختیار کرنے والے سے جنگ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے اور اہل عرب میں سے جنہیں کافر ہونا تھا وہ کافر ہو گئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف اعلان جنگ کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کرتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ مجھے لوگوں سے لڑنے کا حکم اس وقت تک ہوا ہے کہ وہ لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰه کے قائل ہو جائیں پس جو شخص لَا اِلٰــهَ اِلَّا اللّٰه کا قائل ہو جائے گا وہ مجھ سے اپنا جان و مال بچا لے گا ہاں حق پر ضرور اس کے جان و مال سے تعرض کیا جائے گا باقی اس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں ضرور اس شخص سے قتال کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں فرق جانتا ہے کیونکہ جس طرح نماز جسم کا حق ہے اسی طرح زکوٰۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم اگر وہ لوگ ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دیا کرتے تھے اور مجھے نہ دیں گے تو میں ضرور ان سے جنگ کروں گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم جب میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سینہ مرتدوں سے جنگ کرنے کے لئے کشادہ کر دیا ہے تو میں بھی سمجھ گیا کہ یہی بات حق ہے۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 127)

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِکَ |
| ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ |
| جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جو اس کے منکر ہوں |
| تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ |

## اہل ایمان کا قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ " مُبْتَدَأ "یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِه " اَیْ یَقْرَءُ وْنَهٗ کَمَا اُنْزِلَ وَالْجُمْلَةُ حَال وَحَقّ نُصِبَ عَلَی الْمَصْدَرِ وَالْخَبَر "اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ " نَزَلَتْ فِیْ جَمَاعَةٍ قَدِمُوْا مِنَ الْحَبَشَةِ وَاَسْلَمُوْا "وَمَنْ یَّکْفُرْ بِهٖ " اَیْ بِالْکِتَابِ الْمُؤْتٰی بِاَنْ یُّحَرِّفَهٗ "فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخَاسِرُوْنَ" لِمَصِیْرِھِمْ اِلَی النَّار الْمُؤَبَّدَةِ عَلَیْھِمْ،

جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، یہ مبتداء ہے وہ جیسی چاہئے اس کی تلاوت کرتے ہیں یعنی اس کو اس طرح پڑھتے ہیں جس وہ نازل کی گئی۔ یہ جملہ حال ہے اور حق مصدر ہونے کے سبب منصوب ہے اور ''اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ '' یہ خبر ہے۔ وہی اس پر ایمان رکھتے ہیں یہ آیت اس جماعت کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آئی اور اسلام کو قبول کیا۔ اور جو اس کے منکر ہوں یعنی عطا کردہ کتاب میں تحریف کرتے ہوں تو وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ کیونکہ ان کو جہنم کی طرف ڈال دیا جائے گا جو ہمیشہ ان کیلئے ہوگی۔

"الذین "مبتدا اور "اولئك یؤمنون به "اسکی خبر ہے اور جملہ "یتلونه، "الذین "کے لئے حال ہے پس "به " کی ضمیر "الکتاب " کی طرف لوٹانے سے جملے کا معنی یہ بنتا ہے اہل کتاب میں سے وہ لوگ "جو اپنی کتاب کی پیروی کرتے ہیں "اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۲۱ کے شان نزول کا تفسیری بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اہل سفینہ کے باب میں نازل ہوئی جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر بارگاہ رسالت ﷺ ہوئے تھے ان کی تعداد چالیس تھی بتیس اہل حبشہ اور آٹھ شامی راہب ان میں بحیرا راہب بھی تھے۔ معنی یہ ہیں کہ درحقیقت توریت شریف پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں اور بغیر تحریف وتبدیل پڑھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے اور مانتے ہیں اور اس میں حضور سید کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت وصفت دیکھ کر حضور پر ایمان لاتے ہیں اور جو حضور کے منکر ہوتے ہیں وہ توریت پر ایمان نہیں رکھتے۔ (تفسیر خزائن العرفان، لاہور)

## ذکر آیت رحمت کے وقت طلب رحمت کا بیان

حضرت قتادہ کہتے ہیں اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں اور روایت میں ہے کہ اس سے مراد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فرماتے ہیں حق تلاوت یہ ہے کہ جنت کے ذکر کے وقت جنت کا سوال کیا جائے اور جہنم کے ذکر کے وقت اس سے پناہ مانگی جائے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں حلال وحرام کو جاننا کلمات کو ان کی جگہ رکھنا تغیر وتبدل نہ کرنا وغیرہ یہی تلاوت کا حق ادا کرنا ہے حسن بصری فرماتے ہیں کھلی آیتوں پر عمل کرنا متشابہ آیتوں پر ایمان لانا مشکلات کو علماء کے سامنے پیش کرنا حق تلاوت کے ساتھ پڑھنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے اس کا مطلب حق اتباع بجالانا بھی مروی ہے پس تلاوت بمعنی اتباع ہے جیسے آیت (وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا) 91 ۔ الشمس:2)

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں قرآن کی اتباع کرنے والا جنت کے باغیچوں میں اترنے والا ہے، حضرت عمر کی تفسیر کے مطابق یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی رحمت کے ذکر کی آیت پڑھتے تو ٹھہر جاتے اور اللہ سے رحمت طلب کرتے اور جب کبھی کسی عذاب کی آیت تلاوت فرماتے تو رک کر اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب فرماتے۔

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اے اولاد یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں نے تمہیں اس زمانے کے تمام |
| لوگوں پر فضیلت عطا کی۔ |

"يَا بَنِيْ اِسْرَائِيلَ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِي اَنْعَمْت عُلَيْكُمْ وَاَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ" تَقَدَّمَ مِثْله،

اے اولاد یعقوب! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر انعام فرمائی اور یہ کہ میں نے تمہیں اس زمانے کے تمام لوگوں پر فضیلت عطا کی۔ اور کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

یہاں صرف تاکید کے طور پر ذکر کیا گیا اور انہیں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی رغبت دلائی گئی جن کی صفتیں وہ اپنی کتابوں میں پاتے تھے جن کا نام اور کام بھی اس میں لکھا ہوا تھا بلکہ ان کی امت کا ذکر بھی اس میں موجود ہے پس انہیں اس کے چھپانے اور اللہ کی دوسری نعمتوں کو پوشیدہ کرنے سے ڈرایا جا رہا ہے اور دینی اور دنیوی نعمتوں کو ذکر کرنے کا کہا جا رہا ہے اور عرب میں جو نسلی طور پر بھی ان کے چچا زاد بھائی ہیں اللہ کی جو نعمت آئی ان میں جس خاتم الانبیاء ﷺ کو اللہ نے مبعوث فرمایا ان سے حسد کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور تکذیب پر آمادہ نہ ہونے کی ہدایت کی گئی ہے۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ○

اورتم ڈرواس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو۔

"وَاتَّقُوا" خَافُوْا "يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ" لَا تُغْنِىْ "نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ" فِيْهِ "شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ" فِدَاء "وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ" يُمْنَعُوْنَ مِنْ عَذَابِ اللهِ،

اورتم ڈرواس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہوگی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش بہ طور فدیہ نفع دے ااور نہ ان کی مدد ہو۔یعنی وہ اللہ کے عذاب سے روکے نہ جائیں گے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۲۳ کے محل نزول کا بیان

اس آیت کے نازل ہونے کا جو موضوع ہے اس میں بڑے صاف الفاظ کے ساتھ یہ عقیدہ سامنے آتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کافر کو کسی دوسرے کافر کی سفارش کا کوئی نفع نہ ہوگا۔کوئی کافر کسی دوسرے کافر کی مدد نہ کر سکے گا۔کوئی جان کسی دوسری جان کو کچھ فدیہ دیکر نجات نہ دلائے گی اور یہ تمام تر احکام کفار سے متعلق ہیں۔

اس بارے میں لکھا ہے کہ سفارش تین طرح کی ہوتی ہے۔ایک تو یہ کہ کسی طاقتور وزیر نے سفارش کی اور بادشاہ اس کی طاقت سے خائف ہو کر سفارش قبول کر لیتا ہے۔دوسرا یہ کہ محبوب نے سفارش کی اور سفارش قبول نہ کرنے میں محبوب کے بگڑنے اور ناراض ہونے کا خطرہ ہے۔تیسرا یہ کہ مجرم بادشاہ سے اپنے گناہ قبول کر کے معافی چاہ رہا ہے اور بادشاہ اس کی گریہ وعاجزی کو دیکھ کر معاف کرنا چاہتا ہے مگر مشیت ہے کہ کوئی اور سفارش کرے تو معاف کر دے چنانچہ بادشاہ کی منشاء دیکھ کر ایک وزیر آگے بڑھتا ہے اور اس مجرم کی سفارش کرتا ہے۔بادشاہ معاف کر دیتا ہے۔

خدا کے یہاں جو بھی سفارش اور شفاعت ہوگی وہ اسی آخری قبیل سے ہوگی کہ اللہ پاک کی اولا مرضی اور منشاء اپنے گناہگار بندوں کو معاف کرنے کی ہوگی اور اللہ کی مرضی اور رضا کو جان کر پیغمبر،فرشتے اور دیگر نیک وصالحین سفارش کریں گے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیغمبروں فرشتوں اور نیک بندوں کی عزت افزائی کیلئے ان کے سفارش پر مجرموں کو معاف کر دے گا۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ○

اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا

ہوں عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت کا بیان

وَ" اُذْكُرْ "اِذْ ابْتَلٰى" اخْتَبَرَ "اِبْرَاهِيْمَ" وَفِي قِرَاءَ ةٍ اِبْرَاهَام "رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ" بِاَوَامِر وَنَوَاهٍ كَلَّفَهُ بِهَا قِيلَ هِيَ مَنَاسِكُ الْحَجّ وَقِيلَ الْمَضْمَضَة وَالِاسْتِنْشَاق وَالسِّوَاك وَقَصّ الشَّارِب وَفَرْق الشَّعْر وَقَلْم الْاَظَافِر وَنَتْف الْاِبْط وَحَلْق الْعَانَة وَالْخِتَان وَالِاسْتِنْجَاء كَانَ الْاَوْلٰى اَنْ يَتَوَقَّف الْحَدِيث عَنْ الِابْتِلَاء بِالْكَلِمَاتِ عِنْد اَوَامِر الدِّيْن وَنَوَاهِيه لِاَنَّ الْقُرْاٰن الْكَرِيم لَمْ يُعَيِّن الْكَلِمَات الَّتِي ابْتَلَى اللّٰهُ بِهَا اِبْرَاهِيْمَ وَاخْتِلَاف الْعُلَمَاء نَاشِء عَنْ تَحْدِيْد هٰذِهِ الْكَلِمَات "فَاَتَمَّهُنَّ" اَدَّاهُنَّ تَامَّات "قَالَ" تَعَالٰى لَهُ "اِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا" قُدْوَة فِي الدِّيْن "قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي" اَوْلَادِي اجْعَلْ اَئِمَّة "قَالَ لَا يَنَال عَهْدِي" بِالْاِمَامَةِ "الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِيْنَ مِنْهُمْ دَلَّ عَلٰى اَنَّهُ يَنَال غَيْر الظَّالِم،

اور یاد کریں جب ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا اور ایک قرأت میں ابراہام ہے۔ یعنی آپ کے رب نے کلمات یعنی اوامر ونواہی سے جن کو مکلّف کیا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ مناسک حج تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے وہ کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، مسواک کرنا، مونچھوں کو کتروانا، مانگ نکالنا، ناخن ترشوانا، بغلوں کے بال مونڈنا اور زیر ناف بال مونڈنا اور ختنہ کرنا اور استنجاء کرنا ہے۔ اولیٰ یہ ہے آزمائش کے کلمات میں توقف کیا جائے۔ کیونکہ اوامر دین ونواہی بھی ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ قرآن میں ان کا تعین نہیں ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا۔ اور ان کلمات کی تعریف میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ پس جب آپ نے ان کو پورا کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں سارے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ یعنی دین کے احکام میں۔ کہا کہ میری اولاد میں سے بھی یعنی میری اولاد کو بھی ائمہ بنادے تو فرمایا کہ میرا عہد یعنی امامت ظالموں یعنی کافروں کیلئے نہیں ہے۔ اس میں دلیل ہے کہ غیر ظالم کو عہد پہنچنے والا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ کے سبب نزول کا تفسیری بیان

اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کی آزمائش وامتحان سے کامیاب ہونے کے بعد ان کیلئے اس پر اجر کو بیان فرمایا ہے کہ لوگوں کیلئے ان کی امامت کا اعلان کے کامیاب ہونے کے بدلے میں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت سرزمین اہواز میں بمقام سوس ہوئی پھر آپ کے والد آپ کو بابل ملک نمرود میں لے آئے یہود ونصاریٰ ومشرکین عرب سب آپ کے فضل وشرف کے معترف اور آپ کی نسل میں ہونے پر فخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے وہ حالات بیان فرمائے جن سے سب پر اسلام کا قبول کرنا لازم ہوجاتا ہے کیونکہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر واجب کیں وہ اسلام کے خصائص میں سے ہیں۔

ابتلاء کے معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ کلمات سے مراد شریعت حکم اور ممانعت وغیرہ ہے کلمات سے مراد کلمات تقدیر یہ بھی ہوتی ہے جیسے مریم علیہا السلام کی بابت ارشاد ہے صدقت بکلمات ربھا یعنی انہوں نے اپنے رب کے کلمات کی تصدیق کی۔ کلمات سے مراد کلمات شرعیہ بھی ہوتی ہے۔ خدائی آزمائش یہ ہے کہ بندے پر کوئی پابندی لازم فرما کر دوسروں پر اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا اظہار کردے۔

## دس اشیائے فطرت کا بیان

جو باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزمائش کے لئے واجب کی تھیں ان میں مفسرین کے چند قول ہیں قتادہ کا قول ہے کہ وہ مناسکِ حج ہیں مجاہد نے کہا اس سے وہ دس چیزیں مراد ہیں جو اگلی آیات میں مذکور ہیں حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ وہ دس چیزیں یہ ہیں۔

(۱) مونچھیں کتروانا۔ (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں صفائی کے لئے پانی استعمال کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) سر میں مانگ نکالنا (۶) ناخن ترشوانا (۷) بغل کے بال دور کرنا (۸) موئے زیر ناف کی صفائی (۹) ختنہ (۱۰) پانی سے استنجا کرنا۔ یہ سب چیزیں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر واجب تھیں اور ہم پر ان میں سے بعض واجب ہیں بعض سنت ہیں۔

| |
|---|
| وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى |
| اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ |
| اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے رجوع کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے |
| کی جگہ کو مقامِ نماز بنالو، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں |
| اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔ |

## مقام ابراہیم کو جائے نماز بنانے کا بیان

"وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ" الْكَعْبَةَ "مَثَابَةً لِّلنَّاسِ" مَرْجِعًا يَثُوبُوْنَ اِلَيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ "وَاَمْنًا" مَاْمَنًا لَهُمْ مِنَ الظُّلْمِ وَالْاِغَارَاتِ الْوَاقِعَةِ فِيْ غَيْرِهٖ كَانَ الرَّجُلُ يَلْقَى قَاتِلَ اَبِيْهِ فِيْهِ فَلَا يُهَيِّجُهُ "وَاتَّخِذُوْا" اَيُّهَا النَّاسُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْخَاءِ خَبَرٌ "مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ" هُوَ الْحَجَرُ الَّذِيْ قَامَ عَلَيْهِ عِنْدَ بِنَاءِ الْبَيْتِ "مُصَلًّى" مَكَانَ صَلَاةٍ بِاَنْ تُصَلُّوْا خَلْفَهُ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ "وَعَهِدْنَا اِلَى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ" اَمَرْنَاهُمَا "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "طَهِّرَا بَيْتِيَ" مِنَ الْاَوْثَانِ "لِلطَّائِفِيْنَ وَالْعَاكِفِيْنَ" الْمُقِيْمِيْنَ فِيْهِ "وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ" جَمْعُ رَاكِعٍ وَسَاجِدٍ الْمُصَلِّيْنَ،

اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر یعنی کعبہ کو لوگوں کے لئے رجوع کا مرکز یعنی جو ہر طرف سے اس کی جانب لوٹ کر

آئیں گے اور جائے امان بنادیا، یعنی ظلم وغارت گری کے واقعات سے مامون بنادیا ہے۔ کسی شخص کو کعبہ میں باپ کا قاتل بھی ملتا تو اس کو باپ کے قاتل پر برانگیختہ ہونا نہ آتا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنا لو، اور ایک قرأت میں خاء کے فتحہ کے ساتھ ہے اور ''' خبر ہے۔ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کو تعمیر کیا۔ مصلی یعنی نماز کی جگہ یعنی اس کے پیچھے دو رکعت طواف کی پڑھو۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو تاکید فرمائی یعنی ان کو حکم دیا کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک رکھیں۔ یعنی بتوں سے پاک کریں، رکع یہ راکع کی جمع ہے اور نماز کا سجدہ ہے۔

## مثابہ کے لغوی معنی کا بیان

مثابۃ "یعنی ایسی جگہ جہاں لوگ مسلسل پے در پے رجوع کریں (لسان العرب)" امن "مصدر ہے اور آیہ مبارکہ میں اسم فاعل کے معنی میں ہے یعنی "آمنا، جو امنیت رکھتا ہو "اسم فاعل کی بجائے مصدر لانا تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ پس "امناً" وہ مقام جو امن وامان سے بالکل پر ہو۔ خانہ خدا میں سب کو حتی جانداروں کو بھی مکمل امن وامان میں ہونا چاہیئے اور ان کو ہر طرح کی آزار و اذیت سے محفوظ ہونا چاہیئے۔

لفظ "مثابۃ" کے ساتھ "الناس" کی قید لگانا اور "امنا" کو بغیر قید کے بیان کرنا اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ مکہ میں ہر ذی روح، انسان ہو یا غیر انسان سب کے امن وامان کی ضمانت فراہم کی جائے۔

جملہ "اتخذوا، انشائیہ اور حکمی ہے اور ہوسکتا ہے کہ قرینہ ہو اس امر پر کہ "جعلنا البیت، بھی انشائی اور حکمی معنی رکھتا ہو یعنی "جعل" سے مراد قانون کی تشریع ہو بنا بریں جملے کا مفہوم یوں بنتا ہے لوگوں کو چاہیئے کہ خانہ خدا کی طرف آئیں اور جس طرح حق ہے اس طرح اس کے امن وامان کا خیال رکھیں۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵ کے سبب نزول کا تفسیری بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کر لیا تو حضرت عمر نے مقام ابراہیم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کیا یہی ہمارے باپ ابراہیم کا مقام ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں کہا پھر ہم اسے قبلہ کیوں نہ بنالیں؟ اس پر آیت نازل ہوئی ایک اور روایت میں ہے کہ فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر تھوڑی ہی دیر گزری تھی جو حکم نازل ہوا ایک اور حدیث میں ہے کہ فتح مکہ والے دن مقام ابراہیم کے پتھر کی طرف اشارہ کر کے حضرت عمر نے پوچھا یہی ہے جسے قبلہ بنانے کا ہمیں حکم ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں یہی صحیح بخاری شریف میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے تین باتوں میں موافقت کی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہی میری زبان سے نکلا میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاش کہ ہم مقام ابراہیم کو قبلہ بنالیتے تو حکم آیت (وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى) (البقرة:125) نازل ہوا۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ |
| الْاٰخِرِ ط قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! اسے امن والاشہر بنادے اوراس کے باشندوں کوطرح طرح کے |
| پھلوں سے نواز (یعنی) ان لوگوں کو جوان میں سے اللہ پراور یوم آخرت پرایمان لائے، فرمایا: اور جوکوئی کفر کرے گا اس کوبھی |
| زندگی کی تھوڑی مدت فائدہ پہنچاؤں گا پھراسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کردوں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ |

## حرم کعبہ دعائے ابراہیم علیہ السلام کا صدقہ ہے

"وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا" اَلْمَكَانَ "بَلَدًا اٰمِنًا" ذَا اَمْنٍ وَقَدْ اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ فَجَعَلَهٗ حَرَمًا لَّا يُسْفَكُ فِيْهِ دَمُ اِنْسَانٍ وَلَا يُظْلَمُ فِيْهِ اَحَدٌ وَلَا يُصَادُ صَيْدُهٗ وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ "وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ" وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ مِنَ الشَّامِ اِلَيْهِ وَكَانَ اَقْفَرَ لَا زَرْعَ فِيْهِ وَلَا مَاءَ "مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" بَدَلٌ مِنْ اَهْلِهٖ وَخَصَّهُمْ بِالدُّعَاءِ لَهُمْ مُوَافَقَةً لِقَوْلِهٖ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ "قَالَ" تَعَالٰى "وَ" اُرْزُقُ "مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ فِي الدُّنْيَا بِالرِّزْقِ "قَلِيْلًا" مُدَّةَ حَيَاتِهٖ "ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ" اَلْجِئُهٗ فِي الْاٰخِرَةِ "اِلٰى عَذَابِ النَّارِ" فَلَا يَجِدُ عَنْهَا مَحِيْصًا "وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ" الْمَرْجِعُ هِيَ۔

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! اسے امن والاشہر یعنی جگہ بنادے یعنی اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا اوراس کوحرم بنادیا۔ جس میں کسی انسان کا نہ خون بہادیا جاتا ہے اور کسی پرظلم کیا جاتا ہے اور نہ کوئی شکار کیا جاتا ہے اور نہ کسی کانٹے کا اکھاڑا جاتا ہے۔ اوراس کے باشندوں کوطرح طرح کے پھلوں سے نواز۔ لہٰذا طائف کی زمین کو بدل کر شام کی طرح بنادیا حالانکہ وہ بنجر بغیر پانی کے زمین تھی۔ ان لوگوں کو جوان میں سے اللہ پراور یوم آخرت پر ایمان لائے، اور من آمن یہ اہلہ سے بدل ہے۔ اوران کودعا کیلئے خاص اس لئے کیا ہے کہ وہی قول "لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ" کے مطابق ہیں۔ فرمایا، اور جوکوئی کفر کرے گا اس کوبھی زندگی کی تھوڑی مدت فائدہ پہنچاؤں گا، یہاں امتع جو یہ شد و تخفیف دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ دنیا میں رزق تھوڑا یعنی جس کی مدت حیات کم ہوگی۔ پھراسے دوزخ کے عذاب کی طرف مجبور کردوں گا یعنی جب وہ آخرت میں آئے گا تو وہ اس سے نجات نہ پاسکیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ظاہرا "ہذا" کا مشار الیہ کعبہ کے اطراف کی زمینیں ہیں بنابریں جملہ "اجعل" میں دو دو احتمال موجود ہیں۔ (۱) کعبہ کے

اطراف کی زمینیں ایک شہر ہو جائیں (۲) اس شہر میں مکمل امن و امان ہو، قابل توجہ ہے کہ "بلد" کا معنی ایسی سرزمین ہے جسکی حدود و غیرہ مشخص ہوں یا اسکا معنی شہر بھی ہے۔ مذکورہ بالا مطلب دوسرے احتمال کی بنا پر ہے۔ بارگاہ رب العزت میں التجا کرنا، دعا اور حاجات طلب کرنے کے آداب میں سے ہے۔

## مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کا انبیاء کی دعا سے حرم بننے کا بیان

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ لوگ تازہ پھل لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے کر دعا کرتے کہ اے اللہ ہمارے پھلوں میں ہمارے شہر میں ہمارے ناپ تول میں بھی برکت دے۔ اے اللہ ابراہیم تیرے بندے تیرے خلیل اور تیرے رسول تھے میں بھی تیرا بندہ تیرا رسول ہوں انہوں نے مجھ سے مکہ کے لیے دعا کی تھی میں تجھ سے مدینہ (منورہ) کے لیے دعا کرتا ہوں جیسے انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے کی تھی آپ کسی چھوٹے بچہ کو بلا کر وہ پھل اسے عطا فرما دیا کرتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ابو طلحہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جاؤ اپنے بچوں میں سے کسی ایک کو ہماری خدمت کے لیے آؤ ابو طلحہ مجھے لے کر حاضر ہوئے میں اب سفر و حضر میں حاضر خدمت رہنے لگا۔ ایک مرتبہ آپ باہر سے آرہے تھے جب احد پہاڑ پر نظر پڑی تو آپ نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ جب مدینہ نظر آیا تو فرمانے لگے یا اللہ میں اس کے دونوں کنارے کے درمیان کی جگہ کو حرم مقرر کرتا ہوں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا اے اللہ ان کے مد اور صاع میں اور ناپ میں برکت دے اور روایت میں ہے یا اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں دی ہے اس سے دگنی برکت مدینہ میں دے اور روایت میں ہے مدینہ میں قتل نہ کیا جائے اور چارے کے سوا اور پتے بھی یہاں کے درختوں کے نہ جھاڑے جائیں۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کئے تب سے اس شہر کو حرمت وعزت والا بنایا ہے اب یہ قیامت تک حرمت وعزت والا ہی رہے گا اس میں جنگ وقتال کسی کو حلال نہیں میرے لئے بھی آج کے دن ہی ذرا سی دیر کے لیے حلال تھا اب وہ حرام ہی حرام ہے سنو اس کے کانٹے نہ کاٹے جائیں اس کا شکار نہ بھگایا جائے اس میں کسی کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے جو پہنچوائی جائے اس کے لیے اٹھانا جائز ہے اسکی گھاس نہ کاٹی جائے۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ حدیث آپ نے اثنائے خطبہ میں بیان فرمائی تھی اور حضرت عباس کے سوال پر آپ نے اذخر نامی گھاس کے کاٹنے کی اجازت دی تھی۔

حضرت ابن شریح عدوی نے عمر بن سعید سے اس وقت کہا جب وہ مکہ کی طرف لشکر بھیج رہا تھا کہ اے امیر فتح مکہ والے دن صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا جسے میرے کانوں نے سنا دل نے یاد رکھا اور میں نے آنکھوں سے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا آپ نے حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ مکہ کو رب ذوالجلال نے حرام کیا ہے لوگوں نے نہیں کیا، کسی ایماندار کو اس میں خون بہانا اس کا درخت کاٹنا حلال نہیں۔ اگر کوئی میری اس لڑائی کو دلیل بنائے تو کہہ دینا کہ میرے لئے صرف آج ہی کے دن کی ایسی ساعت یہاں جہاد حلال تھا۔ پھر اس شہر کی حرمت آ گئی ہے جیسے کل تھی۔ خبردار ہر حاضر غائب کو یہ پہنچا دے لیکن عمر نے یہ حدیث سن کر صاف جواب دے دیا کہ میں تجھ سے زیادہ اس حدیث کو جانتا ہوں۔ حرم نافرمان کو اور خونی کو اور بربادی کرنے والے کو نہیں بچاتا۔ (بخاری مسلم)

ان دونوں احادیث میں کوئی تعارض نہ سمجھے تطبیق یوں ہے کہ مکہ روز اول سے حرمت والا تھا لیکن اس حرمت کی تبلیغ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کی جس طرح آنحضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس وقت سے تھے جب کہ حضرت آدم کا خمیر گوندھ رکھا تھا بلکہ آپ اس وقت بھی خاتم الانبیاء لکھے ہوئے تھے لیکن تاہم حضرت ابراہیم نے آپ کی نبوت کی دعا کی کہ آیت (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) 2۔البقرة:129) ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیج جو اللہ نے پوری کی اور تقدیر کی لکھی ہوئی وہ بات ظاہر و باہر ہوئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ اپنی ابتدا نبوت کا تو کچھ ذکر کیجئے۔ آپ نے فرمایا میرے باپ ابراہیم کی دعا اور عیسیٰ بن مریم کی بشارت اور میری ماہ کا خواب وہ دیکھتی ہیں کہ ان سے گویا ایک نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا اور وہ نظر آنے لگے۔

| |
|---|
| وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| اور جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے (تو دعا کرتے تھے کہ) اے پروردگار، ہم سے |
| یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کی تعمیر کعبہ کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ" الْاُسُسَ اَوِ الْجُدُرَ "مِنَ الْبَيْتِ" يَبْنِيْهِ مُتَعَلِّقٌ بِيَرْفَعُ "وَاِسْمَاعِيْلُ" عُطِفَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ يَقُوْلَانِ "رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا" بِنَاءَ نَا "اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ" لِلْقَوْلِ "الْعَلِيْمُ" بِالْفِعْلِ،

اور یاد کریں جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے یعنی بنیاد یا دیوار کو بیت اللہ تعمیر کر رہے تھے یہ یرفع کے متعلق ہے اور اسماعیل کا عطف ابراہیم پر ہے کہ وہ دونوں دعا کرتے تھے کہ اے پروردگار، ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا ہے قول کو، جاننے والا فعل کو ہے۔

قواعد جمع ہے قاعدہ کی ترجمہ اس کا پایہ اور نیو ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والوں کو بنائے ابراہیمی کی

خبر دو، ایک قرأت میں واسمعیل کے بعد ویقولان بھی ہے اسی دلالت میں آگے لفظ مسلمین بھی ہے دونوں نبی نیک کام میں مشغول ہیں اور قبول نہ ہونے کا کھٹکا ہے تو اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتے ہیں حضرت وہیب بن ورد جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو بہت روتے اور فرماتے آہ! خلیل الرحمٰن جیسے اللہ کے مقبول پیغمبر اللہ کا کام اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اس کا گھر اس کے فرمان سے بناتے ہیں اور پھر خوف ہے کہ کہیں یہ قبولیت سے گر نہ جائے سچ ہے مخلص مومنوں کا یہی حال ہے آیت (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ) 23۔المومنون:60) وہ نیک کام کرتے ہیں صدقے خیرات کرتے ہیں لیکن پھر بھی خوف اللہ سے کانپتے رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ قبول نہ ہوں حضرت ابراہیم اٹھاتے تھے اور دعا حضرت اسماعیل کرتے تھے لیکن صحیح یہی ہے کہ دونوں ہر ایک کام میں شریک تھے۔

صحیح بخاری شریف کی ایک روایت اور بعض اور آثار بھی اس واقعہ کے متعلق یہاں ذکر کیے جانے کے قابل ہیں ابن عباس فرماتے ہیں کہ کمر بند باندھنا عورتوں نے حضرت اسمٰعیل کی والدہ محترمہ سے سیکھا ہے انہوں نے باندھا تھا کہ حضرت مائی سارہ کو ان کا نقش قدم نہ ملے انہیں اور ان کے جگر کے ٹکڑے اپنے اکلوتے فرزند حضرت اسمٰعیل کو لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نکلے جبکہ یہ پیارا بچہ دودھ پیتا تھا۔

| |
|---|
| رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ |
| اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ |

## امت مسلمہ کیلئے دعائے ابراہیمی کا بیان

"رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ" مُنْقَادَيْنِ "وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا" اجْعَلْ اَوْلَادنَا "اُمَّةً" جَمَاعَة "مُسْلِمَة لَك" وَمِنْ لِلتَّبْعِيضِ وَاَتَى بِهِ لِتَقَدُّمِ قَوْله لَا يَنَال عَهْدِى الظَّالِمِينَ "وَاَرِنَا" عَلِّمْنَا "مَنَاسِكَنَا" شَرَائِع عِبَادَتنَا اَوْ حَجّنَا "وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّك اَنْت التَّوَّاب الرَّحِيم" سَاَلَاهُ التَّوْبَة مَعَ عِصْمَتهمَا تَوَاضُعًا وَتَعْلِيمًا لِذُرِّيَّتِهِمَا،

اے رب ہمارے! اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا یعنی فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار ہو۔ من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے قول "لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ" آیا ہے اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے یعنی عبادت کے طریقے یا حج کے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ان دونوں کا توبہ کا سوال کرنا باوجود عصمت کے یہ بہ طور تواضع تھا۔ اور اپنی اولاد کیلئے

بہ طور تعلیم تھا،

## مکہ مکرمہ کے تاریخی پس منظر کا بیان

اب جہاں پر بیت اللہ بنا ہوا ہے یہاں ایک ٹیلہ تھا اور سنسان بیابان تھا کوئی اپنے سہنے والا وہاں نہ تھا یہاں پہنچ کر ماں بیٹے کو بٹھا کر پاس تھوڑی سی کھجوریں اور مشکیزہ پانی کا رکھ کر آپ چلے گئے جب خلیل اللہ نے پیٹھ موڑی اور جانے لگے تو مائی حاجرہ نے آواز دی اے خلیل اللہ ہمیں اس دہشت و وحشت والے بیابان میں یکہ وتنہا چھوڑ کر جہاں ہمارا کوئی مونس و ہمدم نہیں آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ لیکن حضرت ابراہیم نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اس طرف توجہ تک نہ کی، منہ موڑ کر بھی نہ دیکھا حضرت ہاجرہ کے بار بار کہنے پر بھی آپ نے التفات نہ فرمایا تو آپ فرمانے لگیں اللہ کے خلیل آپ ہمیں کسے سونپ چلے؟ آپ نے کہا اللہ تعالیٰ کو کہا: اے خلیل اللہ کیا اللہ تعالیٰ کا آپ کو یہ حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں مجھے اللہ کا یہی حکم ہے یہ سن کر ام اسمٰعیل کو تسکین ہوگئی اور فرمانے لگیں پھر تشریف لے جایئے وہ اللہ جل شانہٗ ہمیں ہرگز ضائع نہ کرے گا اسی کا بھروسہ اور اسی کا سہارا ہے۔ حضرت ہاجرہ لوٹ گئیں اور اپنے کلیجہ کی ٹھنڈک اپنی آنکھوں کے نور ابن نبی اللہ کو گود میں لے کر اس سنسان بیابان میں اس ہو کے عالم میں لاچار اور مجبور ہو کر بیٹھ رہیں۔

حضرت ابراہیم جب ثنیہ کے پاس پہنچے اور یہ معلوم کر لیا کہ اب حضرت ہاجرہ پیچھے نہیں اور وہاں سے یہاں تک ان کی نگاہ کام بھی نہیں کر سکتی تو بیت اللہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور کہا آیت رَبَّنَآ اِنِّیٓ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّيَّتِیۡ بِوَادٍ غَيۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ 14۔ابراہیم:37 الہ العالمین میں نے اپنے بال بچوں کو ایک غیر آباد جنگل میں تیرے برگزیدہ گھر کے پاس چھوڑا ہے تاکہ وہ نماز قائم کریں تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکا دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں دے شاید وہ شکر گزاری کریں آپ نے یہ دعا کر کے حکم اللہ بجا لا کر اپنی اہل وعیال کو اللہ کے سپرد کر کے چلے گئے ادھر حضرت ہاجرہ صبر وشکر کے ساتھ بچے سے دل بہلانے لگیں جب تھوڑی سی کھجوریں اور ذرا سا پانی ختم ہو گیا اب اناج کا ایک دانہ پاس ہے نہ پانی کا گھونٹ خود بھی بھوکی پیاسی ہیں اور بچہ بھی بھوک پیاس سے بیتاب ہے یہاں تک کہ اس معصوم نبی زادے کا پھول سا چہرہ کمہلانے لگا اور وہ تڑپنے اور بلکنے لگا مامتا بھری ماں کبھی اپنی تنہائی اور بے کسی کا خیال کرتی ہے کبھی اپنے ننھے سے اکلوتے بچے کا یہ حال بغور دیکھتی ہے اور سہمی جاتی ہے معلوم ہے کہ کسی انسان کا گزر اس بھیانک جنگل میں نہیں، میلوں تک آبادی کا نام ونشان نہیں کھانا تو کہاں؟ پانی کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں آ سکتا آخر اس ننھی سی جان کا یہ ابتر حال نہیں دیکھا جاتا تو اٹھ کر چلی جاتی ہیں اور صفا پہاڑ جو پاس ہی تھا اس پر چڑھ جاتی ہیں اور میدان کی طرف نظر دوڑاتی ہیں کہ کوئی آتا جاتا نظر آ جائے لیکن نگاہیں مایوسی کے ساتھ چاروں طرف ڈالتی ہیں اور کسی کو بھی نہ دیکھ کر پھر وہاں سے اتر آتی ہیں اور اسی طرح درمیانی تھوڑا سا حصہ دوڑ کر باقی حصہ جلدی جلدی طے کر کے پھر صفا پر چڑھتی ہیں اسی طرح سات مرتبہ کرتی ہیں ہر بار آ کر بچہ کو دیکھ جاتی ہیں اس کی حالت ساعت بہ ساعت بگڑتی جا رہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں صفا مروہ کی سعی جو حاجی کرتے ہیں اس کی ابتدا یہی سے ساتویں مرتبہ جب حضرت

ہاجرہ مروہ پر آتی ہیں تو کچھ آواز کان میں پڑتی ہے آپ خاموش ہو کر احتیاط کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتی ہیں کہ یہ آواز کیسی؟ آواز پھر آتی ہے اور اس مرتبہ صاف سنائی دیتی ہے تو آپ آواز کی طرف لپک کر آتی ہیں اور اب جہاں زمزم ہے وہاں حضرت جبرائیل کو پاتی ہیں حضرت جبرائیل پوچھتے ہیں تم کون ہو؟ آپ جواب دیتی ہیں میں ہاجرہ ہوں میں حضرت ابراہیم کے لڑکے کی ماں ہوں فرشتہ پوچھتا ہے ابراہیم تمہیں اس سنسان بیابان میں کسے سونپ گئے ہیں؟ آپ فرماتی ہیں اللہ کو فرمایا پھر تو وہ کافی ہے۔

حضرت ہاجرہ نے فرمایا اے غیبی شخص آواز تو میں نے سن لی کیا کچھ میرا کام بھی نکلے گا؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین رگڑی وہیں زمین سے ایک چشمہ پانی کا ابلنے لگا۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام نے ہاتھ سے اس پانی کو مشک میں بھرنا شروع کیا مشک بھر کر پھر اس خیال سے کہ پانی ادھر ادھر بہ کر نکل نہ جائے آس پاس باڑ باندھنی شروع کر دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ ام اسمٰعیل پر رحم کرے اگر وہ اس طرح پانی کو نہ روکتیں تو زم زم کنویں کی شکل میں نہ ہوتا بلکہ وہ ایک جاری نہر کی صورت میں ہوتا اب حضرت ہاجرہ نے پانی پیا اور بچہ کو بھی پلایا اور دودھ پلانے لگیں فرشتے نے کہہ دیا کہ تم بےفکر رہو اللہ تمہیں ضائع نہ کرے گا جہاں تم بیٹھی ہو یہاں اللہ کا ایک گھر اس بچے اور اس کے باپ کے ہاتھوں بنے گا حضرت ہاجرہ اب یہیں رہ پڑیں زمزم کا پانی پیتیں اور بچہ سے دل بہلاتیں بارش کے موسم میں پانی کے سیلاب چاروں طرف سے آتے لیکن یہ جگہ ذرا اونچی تھی ادھر ادھر سے پانی گزر جاتا ہے اور یہاں امن رہتا کچھ مدت کے بعد جرہم کا قبیلہ خدا کے راستہ کی طرف سے اتفاقاً گزرا اور مکہ شریف کے نیچے کے حصہ میں اترا ان کی نظریں ایک آبی پرند پر پڑیں تو آپس میں کہنے لگے یہ پرندہ تو پانی کا ہے اور یہاں پانی کبھی نہ تھا ہماری آمد و رفت یہاں سے کئی مرتبہ ہوئی یہ تو خشک جنگل اور چٹیل میدان ہے یہاں پانی کہاں؟ چنانچہ انہوں نے اپنے آدمی اصلیت معلوم کرنے کے لیے بھیجے انہوں نے واپس آ کر خبر دی کہ وہاں تو بہترین اور بہت سا پانی ہے اب وہ سب آئے اور حضرت ام اسمٰعیل سے عرض کرنے لگے کہ مائی صاحبہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم بھی یہاں ٹھہر جائیں پانی کی جگہ ہے آپ نے فرمایا ہاں شوق سے رہو لیکن پانی پر قبضہ میرا ہی رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہاجرہ تو چاہتی تھیں کہ کوئی ہم جنس مل جائے چنانچہ یہ قافلہ یہاں رہ پڑا حضرت اسمٰعیل بھی بڑے ہو گئے ان سب کو آپ سے بڑی محبت ہو گئی یہاں تک کہ آپ بالغ ہوئے تو انہی میں نکاح بھی کیا اور انہی سے عربی بھی سیکھی مائی ہاجرہ علیہا السلام کا انتقام یہیں ہوا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے اجازت ملی تو آپ اپنے لخت جگر کی ملاقات کے لیے تشریف لائے بعض روایات میں ہے کہ آپ کا یہ آنا جانا براق پر ہوتا تھا ملک شام سے آتے تھے اور پھر واپس جاتے تھے یہاں آئے تو حضرت اسمٰعیل گھر پر نہ ملے اپنی بہو سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو جواب ملا کہ کھانے پینے کی تلاش میں یعنی شکار کو گئے ہیں آپ نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ کیا برا حال ہے بڑی تنگی اور سختی ہے فرمایا اچھا تمہارے خاوند آویں تو انہیں سلام کہنا اور کہہ دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں۔ حضرت ذبیح اللہ جب واپس آئے تو گویا آپ کو کچھ انس سا معلوم ہوا پوچھنے لگا کیا کوئی صاحب تشریف لائے تھے؟ بیوی نے کہا ہاں ایسی ایسی شکل و شباہت کے ایک عمر رسیدہ بزرگ آئے تھے؟ آپ کی نسبت پوچھا میں نے کہا وہ شکار کی تلاش میں باہر گئے ہیں پھر پوچھا کہ گزران کیسی چلتی ہے؟ میں نے کہا بڑی سختی اور تنگی سے گزر اوقات ہوتی ہے پوچھا کچھ مجھ سے کہنے کو بھی فرما گئے ہیں؟ بیوی نے کہا ہاں کہہ گئے کہ وہ جب وہ آئیں میرا اسلام کہنا اور کہ

دینا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالیں آپ فرمانے لگے بیوی سنو یہ میرے والد صاحب تھے اور جو فرما گئے ہیں اس سے مطلب یہ ہے کہ چونکہ تم نے ناشکری کی میں تم کو الگ کردوں جاؤ میں نے تمہیں طلاق دی انہیں طلاق دے کر آپ نے اسی قبیلہ میں اپنا دوسرا نکاح کرلیا ایک مدت کے بعد پھر حضرت ابراہیم باجازت الٰہی یہاں آئے اب کی مرتبہ بھی اتفاقاً حضرت ذبیح سے ملاقات نہ ہوئی بہو سے پوچھا تو جواب ملا کہ ہمارے لئے رزق کی تلاش میں شکار کو گئے ہیں آپ آیئے، تشریف رکھئے جو کچھ حاضر ہے تناول فرمایئے۔ آپ نے فرمایا یہ تو بتاؤ کہ گزر بسر کیسی ہوتی ہے؟ کیا حال ہے؟ جواب ملا الحمدللہ ہم خیریت سے ہیں اور بفضل رب کعبہ کشادگی اور راحت ہے اللہ کا بڑا شکر ہے حضرت ابراہیم نے کہا تمہاری خوراک کیا ہے؟ کہا گوشت پوچھا تم پیتے کیا ہو؟ جواب ملا پانی آپ نے دعا کی کہ پروردگار انہیں گوشت اور پانی میں برکت دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اناج ان کے پاس ہوتا اور یہ کہتیں تو حضرت خلیل علیہ السلام ان کے لیے اناج کی برکت کی دعا بھی کرتے اب اس دعا کی برکت سے اہل مکہ صرف گوشت اور پانی پر گزر کر سکتے ہیں۔ اور لوگ نہیں کر سکتے آپ نے فرمایا اچھا میں تو جا رہا ہوں تم اپنے میاں کو میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ وہ اپنی چوکھٹ کو ثابت اور آباد رکھیں بعد ازاں حضرت اسمٰعیل آئے سارا واقعہ معلوم ہوا آپ نے فرمایا یہ میرے والد مکرم تھے مجھے حکم دے گئے ہیں کہ میں تمہیں الگ نہ کروں تم شکر گزار رہو۔

| |
|---|
| رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ |
| وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں |
| کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کو خوب پاک صاف کردے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔ |

## بعثت نبوی ﷺ کیلئے دعائے ابراہیم کا بیان

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ" اَىْ اَهْلِ الْبَيْتِ "رَسُوْلًا مِنْهُمْ" مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَقَدْ اَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَتْلُو عَلَيْهِمْ ايَاتكَ" الْقُرْاٰن "وَيُعَلِّمهُمْ الْكِتَاب" الْقُرْاٰن "وَالْحِكْمَة" اَىْ مَا فِيْهِ مِنْ الْاَحْكَام "وَيُزَكِّيهِمْ" يُطَهِّرهُمْ مِنْ الشِّرْك "اِنَّك اَنْتَ الْعَزِيْز" الْغَالِب "الْحَكِيْم" فِىْ صُنْعه،

اے ہمارے رب! ان میں انہی یعنی گھر والوں میں سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرما، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دعا کو محمد ﷺ کے ساتھ قبول کرلیا۔ جو ان پر تیری آیتیں یعنی قرآن تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی جس اس میں احکام ہیں ان کی تعلیم دے اور ان کو خوب پاک صاف کردے، یعنی شرک سے پاک کردے۔ بیشک تو ہی غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

## بعثت نبوی ﷺ کے شرف وعزت کا بیان

حضرت ابراہیم وحضرت اسمٰعیل کی ذریت میں یہ دعا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھی یعنی کعبہ معظمہ کی تعمیر کی عظیم خدمت بجالانے اور توبہ واستغفار کرنے کے بعد حضرت ابراہیم واسمٰعیل نے یہ دعا کی کہ یارب اپنے محبوب نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری نسل میں ظاہر فرما اور یہ شرف ہمیں عنایت کر یہ دعا قبول ہوئی اور ان دونوں صاحبوں کی نسل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں ہوا اولاد حضرت ابراہیم میں باقی انبیاء حضرت اسحٰق کی نسل سے ہیں۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل نبوت محمدی ﷺ کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا میلاد شریف خود بیان فرمایا امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا بحالیکہ حضرت آدم کے پتلہ کا خمیر ہو رہا تھا میں تمہیں اپنے ابتدائے حال کی خبر دوں میں دعائے ابراہیم ہوں بشارت عیسیٰ ہوں اپنی والدہ کی اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھی اور ان کے لئے ایک نور ساطع ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے ایوان وقصور ان کے لئے روشن ہو گئے اس حدیث میں دعائے ابراہیم سے بھی دعا مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور آخر زمانہ میں حضور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ (جمل وخازن)

## نور مصطفیٰ ﷺ کے ظہور کے بعض واقعات کا بیان

مسند احمد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میں اللہ جل شانہ کے نزدیک آخری نبی اس وقت سے ہوں جبکہ آدم ابھی مٹی کی صورت میں تھے "میں تمہیں ابتدائی امر بتاؤں میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ نے دی اور میری ماں نے دیکھا کہ گویا ان میں سے ایک نور نکلا، جس سے شام کے محل چمکا دئے۔ "مطلب یہ ہے کہ دنیا میں شہرت کا ذریعہ یہ چیزیں ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا خواب بھی عرب میں پہلے ہی مشہور ہو گیا تھا اور وہ کہتے ہیں کہ بطن آمنہ سے کوئی بڑا شخص پیدا ہوگا بنی اسرائیل کے نبیوں کے ختم کرنے والے حضرت روح اللہ نے تو بنی اسرائیل میں خطبہ پڑھتے ہوئے آپ کا صاف نام بھی لے دیا اور فرمایا لوگو میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب توراۃ کی میں تصدیق کرتا ہوں اور میرے بعد آنے والے نبی کی میں تمہیں بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی کی طرف اس حدیث میں اشارہ ہے، خواب میں نور سے شام کے محلات کا چمک اٹھنا اشارہ ہے، اس امر کی طرف کہ دین وہاں جم جائے گا بلکہ روایتوں سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں شام اسلام اور اہل اسلام کا مرکز جائے گا۔ شام کے مشہور شہر دمشق ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شرقی سفید مینارہ پر نازل ہوں گے۔ بخاری مسلم میں ہے "میری امت کی ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، ان کے مخالفین انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ امر اللہ آجائے" صحیح بخاری میں کہ "وہ شام میں ہوں گے۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ج |
| وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ o |
| اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوائے اس کے جو دل کا احمق ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں اسے چن لیا |
| اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے۔ |

## دین ابراہیمی سے بے وقوف ہی اعراض کرنے والے ہوں گے

"وَمَنْ" اَیْ لَا "يَرْغَب عَنْ مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ" فَيَتْرُكُهَا "اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسه" جَهِلَ اَنَّهَا مَخْلُوقَةٌ لِلّٰهِ يَجِب عَلَيْهَا عِبَادَته اَوْ اسْتَخَفَّ بِهَا وَامْتَهَنَهَا "وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَاهُ" اخْتَرْنَاهُ "فِي الدُّنْيَا" بِالرِّسَالَةِ وَالْخُلَّة "وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَة لَمِنْ الصَّالِحِيْنَ" الَّذِيْنَ لَهُمْ الدَّرَجَات الْعُلٰى،

اور ابراہیم کے دین سے کون منہ پھیرے سوائے اس کے جو دل کا احمق ہے یعنی بیوقوف کے سوا کوئی نہ اس دین کو چھوڑے گا۔ اور جو اللہ کی مخلوق سے جاہل ہے اور اللہ کی عبادت سے جاہل ہے یا اس کو حقیر جانتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو ذلیل کر رکھا ہے اور بیشک ضرور ہم نے دنیا میں رسالت اور دوستی کیلئے اسے چن لیا اور بیشک وہ آخرت میں ہمارے خاص قرب کی قابلیت والوں میں ہے۔ یعنی ان کیلئے بلند درجے ہوں گے۔

فقط احمق، سفیہ اور بے وقوف لوگ ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مکتب سے منحرف ہوئے ہیں اور قبول نہیں کرتے "رغبة" کا لفظ جب اپنے مشتقات کے ہمراہ حرف "عن" کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو انحراف اور روگردانی کا معنی دیتا ہے۔ "من یرغب" میں "من" اسم استفہام ہے جو یہاں استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے۔

"سفہ" کا مفعول "نفسه" ہے پس "من سفه نفسه" یعنی وہ شخص جس نے خود کو حماقت و بیوقوفی میں مبتلا کیا ہے البتہ مذکورہ مطلب میں اس کے لئے "عقل کو فریب دینے" کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۳۰ کے شان نزول کا تفسیری بیان

علماء یہود میں سے حضرت عبداللہ بن سلام نے اسلام لانے کے بعد اپنے دو بھتیجوں مہاجر و سلمہ کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں فرمایا ہے کہ میں اولاد اسمٰعیل سے ایک نبی پیدا کروں گا جن کا نام احمد ہوگا جو ان پر ایمان لائے گا راہ یاب ہوگا اور جو ایمان نہ لائے گا ملعون ہے، یہ سن کر سلمہ ایمان لے آئے اور مہاجر نے اسلام سے انکار کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ظاہر کر دیا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خود اس رسول معظم کے معبوث ہونے کی دعا فرمائی تو جو اُن کے دین سے پھرے وہ حضرت ابراہیم کے دین سے پھرا اس میں یہود و نصاریٰ و مشرکین عرب پر تعریض ہے جو اپنے آپ کو افتخاراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے جب ان کے دین سے پھر گئے تو شرافت کہاں رہی۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

اور جب ان کے رب نے ان سے فرمایا! گردن جھکا دو، تو عرض کرنے لگے: میں نے سارے جہانوں کے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔

## بارگاہ الوہیت میں جھکنے کا بیان

وَاذْكُرْ "اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ" انْقَدْ لِلّٰهِ وَاَخْلِصْ لَهٗ دِیْنَكَ "قال أسلمت لرب العالمين"

اور جب ان کے رب نے ان سے فرمایا: میرے سامنے گردن جھکا دو، یعنی دین کیلئے مخلص ہو جاؤ تو عرض کرنے لگے: میں نے سارے جہانوں کے رب کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔

## دین کے ساتھ مخلص ہونے کا مفہوم

اخلاص کے لغوی معنی پاک صاف ہونے اور خالص ہونے کے ہیں۔ امام راغب اصفہانی اخلاص کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الاخلاص التبرّی عن کُلِّ مادُون الله تعالی.

اخلاص یہ ہے کہ ہر ماسوا اللہ سے دل کو پاک کرلیا جائے۔ (امام راغب اصفہانی، المفردات القرآن، 155)

اخلاص کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انسان زندگی میں جو بھی عمل کرے اور جس سطح کی اور جس شکل کی بھی عبادت کرے اس کا دل اس عبادت اور عمل میں صرف اور صرف اس بات پر مطمئن ہو کہ میں یہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کر رہا ہوں۔ اپنے دل کو ہر قسم کی نفسانی، ظاہری و باطنی خواہشات سے پاک کرنے اور اپنی بندگی کو دنیا کے مفاد حتیٰ کہ اپنے ہر عمل و عبادت کو اپنی حرکات و سکنات کو بلکہ اپنی زندگی کی ساری جہتوں کو ہر طرف سے ہٹا کر صرف اللہ کی رضا میں خود کو گم کر دینا اخلاص کہلاتا ہے۔

## خلوصِ دل سے کلمہ شہادت پڑھنے والے کیلئے شفاعت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت کا حقدار خوش نصیب ترین شخص وہ ہے جو خلوص دل خلوص نفس کے ساتھ یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ (البخاری بشرحہ الفتح: 193/1 ح 99)

عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے آدمی کا جہنم میں جلنا حرام کردیا ہے جو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت دیتا ہو اور اس بات سے اللہ کی خوشنودی کا طالب ہو۔ (مسلم: 456/1 ح 263)

امام نسائی دو صحابیوں سے مروی حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو آدمی دل کے پورے خلوص اور زبان کی سچائی کے ساتھ یہ کہتا ہے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ تنہا اور لاشریک ہے، بادشاہی اسی کی ہے حمد و ثناء صرف اسی کا حق ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے تو ان کلمات کیلئے اللہ تعالیٰ آسمان کے پٹ کھول دیتا ہے یہاں تک کہ زمین میں ان کلمات کے کہنے والے پر نگاہ فرماتا ہے اور بس جس بندہ پر اللہ تعالیٰ نگاہ فرمالے اس کا حق ہو جاتا ہے کہ وہ جو مانگے سو دیا جائے۔ (النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ ہو قم: (28)

وَ وَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝

اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب (علیہ السلام) نے بھی۔اے میرے لڑکو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے دین (اسلام) پسند فرمایا ہے سو تمہارا مرنا بھی حالت اسلام میں ہو۔

## حضرت ابراہیم ویعقوب علیہما السلام نے دین اسلام پر قائم رہنے کی وصیت کی

"وَوَصّٰی" وَفِیْ قِرَاءَةٍ اَوْصٰی "بِهَا" بِالْمِلَّةِ "اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ" بَنِیْهِ قَالَ : "یَا بَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ" دِیْنَ الْاِسْلَامِ "فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" نَهْیٌ عَنْ تَرْكِ الْاِسْلَامِ وَاَمْرٌ بِالثَّبَاتِ عَلَیْهِ اِلٰی مُصَادَفَةِ الْمَوْتِ،

ووصی اور ایک قرأت میں اوصی ہے بھا یعنی ملت کے ساتھ اور ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو اسی بات کی وصیت کی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی۔اے میرے لڑکو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام پسند فرمایا ہے۔سو تمہارا مرنا بھی حالت اسلام میں ہو۔یعنی اسلام کو چھوڑنے سے منع کیا اور موت کے آنے تک اس پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا۔

فلا تموتن میں "فاء" سببیہ ہے یعنی اس کے مابعد جو کچھ واقع ہوا ہے وہ ماقبل جملے کے مضمون کا نتیجہ ہے پس جملے کا یہ معنی ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے دین ابراہیمی (اللہ جل جلالہ کے حضور سر تسلیم خم ہونا) کو تمہارے لئے انتخاب فرمایا ہے پس ہمیشہ اسی کے ساتھ وابستہ رہنا ضروری ہے۔

## دین اسلام کو منتخب کر لینے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذا) سے مسلمان محفوظ رہیں اور اصل مہاجر وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے"۔یہ الفاظ صحیح البخاری کے ہیں اور مسلم نے اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ایک آدمی نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ مسلمانوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ (کے ضرر) سے مسلمان محفوظ رہیں۔(مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر ۵)

## حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی اسلام پر قابل رشک شہادت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت پر عاصم رضی اللہ عنہ بن ثابت انصاری کو سردار بنا کر جاسوسی کے لئے روانہ فرمایا۔جب یہ لوگ ہدہ میں پہنچے جو عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہے تو قبیلہ لحیان جو قبیلہ ہذیل کی ایک شاخ ہے اسے کسی نے ان کے آنے کی خبر کر دی۔انہوں نے سو تیر

اندازوں کو ان کے تعاقب میں پتہ لگانے کے لئے روانہ کردیا۔ ایک جگہ جہاں اس جماعت نے قیام کیا تھا اور مدینہ کی کھجوریں کھائیں تھیں ان کی گٹھلیوں کو دیکھ کر ان تیراندازوں نے سمجھ لیا اور پھر پیروں کے نشان سے پتہ لگانے لگے۔ جب حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ یہ قریب آ گئے ہیں تو ایک پہاڑی پر پناہ لی تیراندازوں نے پہاڑی کو گھیر لیا اور کہا کہ تم سے ہم وعدہ کرتے ہیں اگر تم نے خود کو ہمارے حوالے کردیا تو کسی کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں سے کہا کہ میں تو کافر کی پناہ پسند نہیں کرتا ہوں پھر کہا: اے اللہ! ہمارے حال سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادے! بنی لحیان نے ان پر تیر برسانا شروع کردیئے۔ آخر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے سات ساتھی شہید ہو گئے اور خبیب رضی اللہ عنہ زید بن دثنہ اور عبداللہ بن طارق نے مجبور ہو کر خود کو کافروں کے حوالہ کردیا۔ کافروں نے کمان کی تانت نکال کر ان کی مشکیں کسیں تو عبداللہ بن طارق نے کہا یہ پہلا دغا ہے خدا کی قسم! میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا۔ میں تو اپنے ساتھیوں ہی میں جانا پسند کرتا ہوں کافروں نے بہت کھینچا کہ کسی طرح مکہ لے جائیں مگر وہ نہیں گئے آخر خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو لے گئے اور مکہ جا کر بیچ ڈالا۔ چونکہ یہ واقعہ بدر کے بعد ہوا تھا اس لئے خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا کیونکہ خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بہت دن قید رہے جب انہوں نے قتل کی ٹھان لی تو ایک دن حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرہ مانگا اس نے دے دیا۔ اتفاق سے اسی وقت اس کا بچہ خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا خبیب رضی اللہ عنہ نے اپنی ران پر بٹھا لیا عورت نے دیکھا کہ بچہ خبیب رضی اللہ عنہ کی ران پر بیٹھا ہے اور استرہ خبیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ سخت پریشان ہوگئی اور خبیب رضی اللہ عنہ نے اس کی پریشانی پہچان لی اور کہا کیا تو اس وجہ سے خوف کھا رہی ہے کہ میں اس بچہ کو مار ڈالوں گا؟ میں ایسا نہیں کروں گا اس عورت نے کہا خدا کی قسم! میں نے کوئی قیدی خبیب رضی اللہ عنہ سے زیادہ نیک نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم میں نے ایک دن دیکھا کہ خبیب رضی اللہ عنہ انگور کا خوشہ لئے ہوئے کھا رہا ہے حالانکہ وہ لوہے کی زنجیروں میں بندھا ہوا تھا اور پھر اس زمانہ میں کوئی میوہ مکہ میں نہیں تھا۔ عورت کا بیان ہے کہ یہ میوہ اللہ تعالیٰ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا۔ غرض جب حارث کے بیٹے خبیب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے حرم مکہ کی حد سے باہر لے گئے تو خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا مجھے دو نفل پڑھ لینے دو! چنانچہ اجازت کے بعد دو رکعت پڑھیں پھر کہا! بخدا اگر یہ خیال نہ کرو کہ میں موت سے ڈرتا ہوں تو اور نماز پڑھتا! اس کے بعد خبیب رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی یا اللہ! ان کو تباہ کردے اور کسی ایک کو زندہ مت چھوڑ پھر یہ اشعار پڑھے جب میں اسلام پر مر رہا ہوں تو کوئی ڈر نہیں ہے کسی بھی کروٹ پر گروں میرا مرنا خدا کی محبت میں ہے اگر وہ چاہے تو ہر ٹکڑے اور جسم کے اعضاء کے بدلہ میں بہترین ثواب عطا فرمائے اور برکت دے اس کے بعد حارث کے بیٹے ابوسروعہ عقبہ نے خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔ یہ سنت خبیب رضی اللہ عنہ سے نکلی کہ جب کوئی مسلمان بے بس ہو کر مارا جانے لگے تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر اسی دن دے دی جس دن وہ شہید ہوئے قریش نے عاصم رضی اللہ عنہ کے مرنے کی خبر سنکر کچھ لوگ بھیجے تا کہ وہ عاصم رضی اللہ عنہ کی لاش سے کوئی

حصہ کاٹ کر لائیں تا کہ ہم پہچانیں۔ کیونکہ عاصم رضی اللہ عنہ نے کافروں کے ایک بڑے آدمی کو قتل کیا تھا۔ اللہ نے بے شمار بھڑوں کو ان کی لاش پر بھیج دیا تا کہ قریش کے آدمی لاش کے قریب نہ آنے پائیں اور کچھ کاٹنے نہ پائیں کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی دو نیک آدمی تھے جو بدر میں شریک تھے (مگر تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے)۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1187)

| |
|---|
| اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا |
| نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ |
| بلکہ تم خود موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے |
| اسے جو معبود ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراھیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کا ایک معبود اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ |

## حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت اور یہودیت کا بیان

وَلَمَّا قَالَ الْيَهُوْدُ لِلنَّبِيِّ اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنَّ يَعْقُوْبَ يَوْمَ مَاتَ اَوْصٰى بَنِيْهِ بِالْيَهُوْدِيَّةِ نَزَلَ "اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ" حُضُوْرًا "اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ" بَدَلٌ مِنْ اِذْ قَبْلَهُ "قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ" بَعْدَ مَوْتِيْ "قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ" عَدَّ اِسْمَاعِيْلَ مِنَ الْاٰبَاءِ تَغْلِيْبٌ وَلِاَنَّ الْعَمَّ بِمَنْزِلَةِ الْاَبِ "اِلٰهًا وَّاحِدًا" بَدَلٌ مِنْ اِلٰهَكَ "ونحن له مسلمون" وَاَمْ بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ اَيْ لَمْ تَحْضُرُوْهُ وَقْتَ مَوْتِهِ فَكَيْفَ تَنْسُبُوْنَ اِلَيْهِ مَا لَا يَلِيْقُ بِهِ،

اور جب یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ یعقوب علیہ السلام نے یوم وصال کو اپنے بیٹوں کو یہودیت کی وصیت کی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ بلکہ تم خود موجود تھے جب یعقوبؑ کو موت آئی، یہ اذ سابقہ اذ سے بدل ہے۔ جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراھیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحاقؑ کا، اسماعیل علیہ السلام کو اب سے شمار کیا یہ تغلیبی طور پر ہے۔ کیونکہ چچا بھی باپ کے درجے میں ہوتا ہے۔ ایک خدا، واحد یہ الھک سے بدل ہے اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔ اور "ام" ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے یعنی کیا تم ان کے وصال کے وقت حاضر نہ تھے۔ تم کس طرح ان کی طرف وہ چیز منسوب کرتے ہو جو ان سے ملی ہوئی نہیں ہے۔

## ام منقطعہ میں استفہام انکاری کے مفہوم کا بیان

ام "منقطعہ ہے جس میں استفہام انکاری کا معنی پایا جاتا ہے۔ شہداء شہید کی جمع ہے اور اس کا معنی حاضرین بنتا ہے یہ یہودیوں کو خطاب ہے۔

پس "ام کنتم شهداء، یعنی تم یہودی حضرت یعقوب علیہ السلام کی رحلت کے وقت موجود نہ تھے (پس تم کیسے یہ دعویٰ کرتے ہو کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں کو دین یہودیت پر باقی رہنے کی وصیت اور تاکید کی؟

## آیت نمبر ۱۳۳ کے شان نزول کا تفسیری بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے روز اپنی اولاد کو یہودی رہنے کی وصیت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس بہتان کے رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر خازن، سورت بقرہ، ۱۳۳)

| تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
|---|
| وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی کچھ ہوگا جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے |
| اور تم سے ان کے اعمال کی باز پُرس نہ کی جائے گی۔ |

## اپنے اعمال کا خود حساب دہ ہونے کا بیان

"تِلْكَ" مُبْتَدَأ وَالْاِشَارَةُ اِلَى اِبْرَاهِيْمَ وَيَعْقُوبَ وَبَنِيهِمَا وَاَنَّثَ لِتَانِيْثِ خَبَرِه "اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ" سَلَفَتْ "لَهَا مَا كَسَبَتْ" مِنَ الْعَمَلِ اَىْ جَزَاؤُهُ اسْتِئْنَاف "وَلَكُمْ" الْخِطَاب لِلْيَهُوْدِ "مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْاَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" كَمَا لَا يُسْاَلُوْنَ عَنْ عَمَلِكُمْ وَالْجُمْلَةُ تَاكِيد لِمَا قَبْلَهَا،

تلک یہ مبتداء ہے اور اس کا اشارہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام اور ان کی اولاد ہے۔ اور تلک کو مؤنث اس لئے لائے ہیں کہ ان کی خبر مؤنث ہے۔ وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی کچھ ہوگا۔ عمل سے یعنی ان کے عمل کی جزاء۔ یہ جملہ نیا جملہ ہے اور لکم میں یہود سے خطاب ہے۔ جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے اور تم سے ان کے اعمال کی باز پُرس نہ کی جائے گی۔ جس طرح ان سے تمہارے عمل کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا۔ اور یہ جملہ ماقبل کی تاکید کیلئے آیا ہے

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تلک" کا مشارالیہ ماقبل آیہ مقدسہ میں مذکور انبیاء کرام اور ان کے فرزند ہیں۔ مذکر کی طرف اشارہ کرنے کے لئے "تلک" کا استعمال خبر (امۃ) کی وجہ سے ہے۔ "خلت" کا مصدر "خلو" ہے اسکا ایک معنی گزرنا ہے اور یہاں موت سے کنایہ ہے انبیاء علیہم السلام کی دنیا سے رحلت فقط ایک خبر ہی نہیں کیونکہ سب انسان اس سے آگاہ ہیں بلکہ یہاں مخاطبین کی توجہ اس حقیقت کی طرف دلانا مقصود ہے کہ اگر موت انبیاء کرام کی طرف آئی ہے تو تمہارا پیچھا بھی ضرور کرے گی۔ اس سے غافل نہ رہو۔

"ما کسبت" پر "لھا" کو مقدم کرنا حصر کا باعث ہے بنابریں "لھا ما کسبت" یعنی ان کے اعمال کی جزا اور فائدہ صرف

انہی کو لوٹ کر جائے گا۔

## انسانی انجام کا نیک یا برے عمل پر ہونے کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں وارد ہے کہ ایک مسلمان نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں بڑی بہادری دکھائی، صحابہ کرام کو اسکا کارنامہ بڑا اچھا لگا اور کہہ پڑے کہ آج فلاں کی طرح ہم میں سے کسی نے دلیری نہیں دکھائی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن سن لو! وہ جہنمی ہے، تو بعض صحابہ نے کہا: اگر وہ جہنمی ہے تو ہم میں سے جنتی کون ہے؟ قوم میں سے ایک آدمی نے کہا: میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرتا ہے، چنانچہ یہ صحابی اس کے پیچھے نکلے، وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ آدمی شدید زخمی ہوا اور مرنے کی جلدی کی، چنانچہ اس نے اپنی تلوار زمین پر رکھی اور اسکی دھار اپنے سینہ پر رکھا، پھر اپنا پورا بوجھ اس پر ڈال کر اپنے آپ کو قتل کرڈالا، یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آئے اور کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کیا؟ کہا کہ جس آدمی کے بارے میں آپ نے ابھی ابھی جہنمی فرمایا تھا اور لوگوں پر یہ بات گراں گزری تو میں نے کہا کہ میں تم لوگوں کو اسکی اطلاع دوں گا، چنانچہ میں اسکی تلاش میں نکلا، دیکھا وہ سخت زخمی تھا تو اس نے مرنے میں جلدی کی، تلوار کے دستہ کو زمین پر رکھا اور اسکی دھار کو اپنے دونوں چھاتیوں کے درمیان، پھر اس پر اپنا پورا بوجھ ڈال کر اپنے آپ کو قتل کرڈالا، اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی لوگوں کی نگاہ میں جنتیوں والا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جہنمی ہوتا ہے، اور ایک شخص لوگوں کی نگاہ میں جہنمیوں والا کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے" اور بعض روایات میں یہ اضافہ ہے: "اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔ (صحیح بخاری، ج ۳، حدیث ۴۲۳، صحیح مسلم)

| وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ |
| --- |
| اور کتابی بولے! یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے تم فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے اور مشرکوں سے نہ تھے۔ |

## ملت ابراہیمی کے دین حنیف ہونے کا بیان

"وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا" اَوْ لِلتَّفْصِيلِ وَقَائِلُ الْاَوَّلِ يَهُوْدُ الْمَدِيْنَةِ وَالثَّانِيْ نَصَارٰى نَجْرَانَ "قُلْ" لَهُمْ "بَلْ" نَتَّبِعُ "مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا" حَالٌ مِنْ اِبْرَاهِيْمَ مَائِلًا عَنِ الْاَدْيَانِ كُلِّهَا اِلَى الدِّيْنِ الْقَيِّمِ "وما كان من المشركين"

اور کتابی بولے! یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے۔ یہاں "او" تفصیل کیلئے آیا ہے پہلے قول کے قائل یہود مدینہ ہیں اور دوسرے قول کے قائم نصاریٰ نجران ہیں۔ تم ان سے فرماؤ بلکہ ہم تو ابراہیم کا دین لیتے ہیں جو ہر باطل سے جدا تھے، حنیفا یہ ابراہیم سے حال ہے یعنی تمام ادیان کو چھوڑ کر دین قیم کی طرف مائل ہونے والے ہیں۔ اور مشرکوں سے نہ تھے۔

'حنیف "اس کو کہتے ہیں جو ضلالت وگمراہی سے دور رہے اور صراط مستقیم کی طرف متوجہ رہے (مفردات راغب)

## سورہ بقرہ آیت ۱۳۵ کے شان نزول کا تفسیری بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت رؤساء یہود اور نجران کے نصرانیوں کے جواب میں نازل ہوئی یہودیوں نے تو مسلمانوں سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء میں سب سے افضل ہیں اور توریت تمام کتابوں سے افضل ہے اور یہودی دین تمام ادیان سے اعلیٰ ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے حضرت سید کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور انجیل شریف و قرآن شریف کے ساتھ کفر کر کے مسلمانوں سے کہا تھا کہ یہودی بن جاؤ اسی طرح نصرانیوں نے بھی اپنے ہی دین کو حق بتا کر مسلمانوں سے نصرانی ہونے کو کہا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (خزائن العرفان)

## دین حنیف اور عمرو بن نفیل کا واقعہ

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عمر ہی نے بیان کیا ہوگا کہ زید بن عمرو بن نفیل دین حق کی تلاش و اتباع میں ملک شام کی طرف گئے تو ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ زید نے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ممکن ہے میں تمہارا دین اختیار کرلوں لہٰذا مجھے بتاؤ اس نے کہا تم اس وقت تک ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے جب تک غضب الٰہی سے اپنا حصہ نہ لے لو۔ زید نے کہا میں غضب الٰہی سے ہی بھاگتا ہوں اور اس کے غضب کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے تو کیا تم مجھے کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو اس نے کہا میں حنیف کے سوا اور کوئی مذہب (تمہارے لئے) نہیں جانتا زید نے کہا حنیف کیا چیز؟ اس نے کہا دین ابراہیمی نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے لہٰذا زید وہاں سے نکل آئے اور ایک نصرانی عالم سے ملاقات کی اور زید نے اس سے بھی اسی طرح بیان کیا اس نے کہا کہ تم ہمارے دین پر آؤ گے۔ تو خدا کی لعنت سے اپنا حصہ تمہیں لینا پڑے گا زید نے کہا میں تو اللہ کی لعنت سے بھاگتا ہوں اور اللہ کی لعنت وغضب کو میں بالکل برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں طاقت ہے۔ کیا تم کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ تمہارے لئے حنیف کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جانتا انہوں نے کہا حنیف کیا چیز ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم علیہ السلام وہ نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے جب زید نے ان کی گفتگو حضرت ابراہیم کے بارے میں سن لی تو وہاں سے چل دیئے جب باہر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے خدا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ لیث نے کہا کہ مجھے ہشام نے بواسطہ اپنے والد اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا لکھا اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پشت لگائے کھڑا ہوا دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے جماعت قریش! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ اور وہ موودۃ (یعنی وہ نوزائیدہ لڑکی جسے زندہ درگور کردیا جاتا تھا) کو بھی بچا لیتے تھے وہ اس آدمی سے جو اپنی لڑکی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا یہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو اور میں تمہارے بجائے اس کی خدمت کروں گا تو وہ اسے (پرورش کے لئے) لے جاتے جب وہ بڑی ہوجاتی تو اس کے باپ سے کہتے اگر تم چاہو تو میں یہ لڑکی تمہارے حوالہ کردوں اور تمہارے منشا ہو تو میں ہی اس کی خدمت کرتا رہوں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1031)

| |
|---|
| قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ |
| وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ |
| وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝ |
| تم کہہ دو! ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم |
| السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور ان پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو عطا کی گئیں اور (اسی طرح) جو |
| دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے، اور ہم |
| اسی کے فرماں بردار ہیں۔ |

## بعض پر ایمان اور بعض پر کفر شیوہ یہود و نصاریٰ ہے

"قُوْلُوا" خِطَاب لِلْمُؤْمِنِيْنَ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا" مِنَ الْقُرْاٰن "وَمَا اُنْزِلَ اِلٰى اِبْرَاهِيْم" مِنَ الصُّحُف الْعَشْر "وَاِسْمَاعِيْل وَاِسْحَاق وَيَعْقُوْب وَالْاَسْبَاط" اَوْلَاده فَسَّرَ الْاَسْبَاط بِاَنَّهُمْ اَبْنَاء يَعْقُوْب وَلٰكِنْ اِتِّفَاق الْعُلَمَاء عَلٰى اَنَّهٗ لَا تَصِحّ النُّبُوَّة لِاُخْوَةِ يُوْسُف الْعَشَرَة مَا عَدَا بِنْيَامِين وَذٰلِكَ لِفِعْلِهِمُ الْاَفَاعِيْل الَّتِي لَا تَلِيْق بِمَقَامِ النُّبُوَّة وَالْمُرَاد بِالْاَسْبَاطِ هُمْ ذُرِّيَّة اِخْوَة يُوْسُف "وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى" مِنَ التَّوْرَاة "وَعِيْسٰى" مِنَ الْاِنْجِيل "وَمَا اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ" مِنَ الْكُتُب وَالْاٰيَات "لَا نُفَرِّق بَيْنَ اَحَدٍ مِنْهُمْ" فَنُؤْمِن بِبَعْضٍ وَنَكْفُر بِبَعْضٍ كَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى "ونحن له مسلمون"

قولوا یہ اہل ایمان کو خطاب ہے۔ تم کہہ دو! ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اتاری گئی یعنی قرآن پر اور اس پر جو ابراہیم یعنی دس صحائف اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی، یہاں اولاد کی تفسیر اسباط سے کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ لیکن علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ نبوت کا اجراء بنیامین کے سوا باقی دس بھائی جو یوسف علیہ السلام کے تھے ان میں جاری نہ ہوئی کیونکہ ان کے اعمال مقام نبوت کے شایان شان نہ تھے۔ اور اسباط سے مراد یوسف علیہ السلام کی اولاد ہے۔ اور ان پر بھی جو موسیٰ یعنی تورات اور عیسیٰ یعنی انجیل علیہما السلام کو عطا کی گئیں اور اسی طرح) جو دوسرے انبیاء علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے کتابیں اور معجزے عطا کیے گئے ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے، یعنی یہود کی طرح بعض کو مانیں اور بعض کا انکار کریں ایسا نہیں ہے۔ اور ہم اسی کے فرمان بردار ہیں۔

| |
|---|
| فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ |
| فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں تو اے |
| محبوب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی سننے جاننے والا ہے۔ |

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثل ایمان لانے کا بیان

"فَاِنْ اٰمَنُوا" اَیْ الْیَھُوْد وَالنَّصَارٰی "بِمِثْلِ" مِثْل زَائِدَة "مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدْ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا" عَنْ الْاِیْمَان بِهٖ "فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاق" خِلَاف مَعَکُمْ "فَسَیَکْفِیکَهُمْ اللّٰه" یَا مُحَمَّدٍ شِقَاقهمْ "وَهُوَ السَّمِیْع" لِاَقْوَالِهِمْ "الْعَلِیْم" بِاَحْوَالِهِمْ وَقَدْ کَفَاهُ اِیَّاهُمْ بِقَتْلِ قُرَیْظَة وَنَفْی النَّضِیر وَضَرْب الْجِزْیَة عَلَیْهِمْ،

پھر اگر وہ بھی یونہی ایمان لائے یعنی یہود و نصاریٰ، بمثل میں مثل زائدہ ہے، جیسا تم لائے جب تو وہ ہدایت پا گئے اور اگر منہ پھیریں تو وہ نری ضد میں ہیں۔ یعنی تمہارے خلاف، تو اے محبوب! عنقریب اللہ ان کی طرف سے تمہیں کفایت کرے گا اور وہی ان کے اقوال کو سننے والا، ان کے احوال کو جاننے والا ہے۔ یقیناً اللہ نے کفایت کی کہ قریظہ قتل ہوئے اور نضیر جلاوطن ہوئے اور ان پر جزیہ آیا۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۳۷ کے نزولی مفہوم کا بیان

یہ اللہ کی طرف سے ذمہ ہے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمائے گا اور اس میں غیب کی خبر ہے کہ آئندہ حاصل ہونے والی فتح و ظفر کا پہلے سے اظہار فرمایا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ذمہ پورا ہوا اور یہ غیبی خبر صادق ہو کر رہی کفار کے حسد و عناد اور ان کے مکائد سے حضور کو ضرر نہ پہنچا حضور کی فتح ہوئی بنی قُرَیظہ قتل ہوئے بنی نُضَیر جلاوطن کئے گئے یہود و نصاریٰ پر جزیہ مقرر ہوا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورت بقرہ، ۱۳۷)

اپنے ایمان دار صحابیو! اگر یہ کفار بھی تم جیسا ایمان لائیں یعنی تمام کتابوں اور رسولوں کو مان لیں تو حق و رشد ہدایت و نجات پائیں گے اور اگر باوجود قیام حجت کے باز رہیں تو یقیناً حق کے خلاف ہیں۔ اللہ تعالیٰ تجھے ان پر غالب کر کے تمہارے لئے کافی ہو گا، وہ سننے جاننے والا ہے۔ نافع بن نعیم کہتے ہیں کہ کسی خلیفہ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کا قرآن بھیجا گیا زیاد نے یہ سن کر کہا کہ لوگوں میں مشہور ہے کہ جب حضرت عثمان کو لوگوں نے شہید کیا اس وقت یہ کلام اللہ ان کی گود میں تھا اور آپ کا خون ٹھیک ان الفاظ پڑھا تھا آیت (فَسَیَکْفِیْکَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ)2۔ البقرۃ: 137) کیا یہ صحیح ہے؟ حضرت نافع نے کہا بالکل ٹھیک ہے میں نے خود اس آیت پر ذوالنورین کا خون دیکھا تھا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ○

اللہ کے رنگ (میں رنگے گئے ہیں) اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔

## اللہ کے فیصلے سے بڑھ کر کسی کا فیصلہ نہ ہونے کا بیان

"صِبْغَةَ اللّٰه" مَصْدَر مُؤَكِّد لِاٰمَنَّا وَنَصْبُهٗ بِفِعْلٍ مُقَدَّر اَیْ صَبَغَنَا اللّٰه وَالْمُرَاد بِهَا دِيْنه الَّذِیْ فَطَرَ النَّاس عَلَيْهِ لِظُهُورِ اَثَره عَلٰى صَاحِبه كَالصَّبْغِ فِی الثَّوْب . "وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَحْسَن مِنْ اللّٰه صِبْغَة" تَمْيِيز "وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ" قَالَ الْيَهُوْد لِلْمُسْلِمِينَ نَحْنُ اَهْل الْكِتَاب الْاَوَّل وَقِبْلَتنَا اَقْدَم وَلَمْ تَكُنْ الْاَنْبِيَاء مِنْ الْعَرَب وَلَوْ كَانَ مُحَمَّدٍ نَبِيًّا لَكَانَ مِنَّا فَنَزَلَ،

صبغۃ اللہ یہ مصدر جو امنا کی تاکید کیلئے ہے اور فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔یعنی 'صَبَغَنَا اللّٰه ' اور اس سے مراد اس کا وہ دین ہے جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے کیونکہ اس کا اثر دیندار پر اس طرح ظاہر ہوتا ہے جس طرح کپڑے میں رنگ ہوتا ہے۔ اور کون یعنی کوئی ایک، اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے، صبغہ یہ تمیز ہے اور ہم تو اسی کے عبادت گزار ہیں۔یعنی یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم پہلے اہل کتاب ہیں اور ہمارا قبلہ بھی مقدم ہے اور عرب سے انبیاء نہیں ہوئے اور اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو وہ ہم میں سے ہوتے' تو آنے والی آیت نازل ہوئی،

## صبغہ کے مصدر نوعی ہونے کا بیان

صبغۃ" مصدر نوعی ہے جسکا معنی رنگ آمیزی کرنا ہے جو آیہ مبارکہ میں فعل محذوف (صبغنا) کا مفعول مطلق ہے اس کا مصدر نوعی استعمال کرنا یہود و نصاریٰ کی ایک رسم کی طرف اشارہ ہے جو اپنے بچوں کی تطہیر کے لئے انہیں ایک خاص قسم کا پانی "معمودیہ" کے ساتھ نہلاتے تھے۔ ماقبل آیات کی روشنی میں "صبغۃ اللہ " سے مراد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے پس "صبغۃ اللہ" کا معنی یوں بنتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے اوپر ایمان کے ذریعے رنگ کیا ہے (پاک و تطہیر کیا) اسطرح رنگ نہ کیا کہ جس طرح یہود و نصاریٰ کرتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں یہ بدل ہے ملۃ ابراہیم سے جو اس سے پہلے موجود ہے۔ سیبویہ کہتے ہیں یہ صدر موکد ہے۔ امنا باللہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

"و من احسن، کون ہے جو اللہ سے بہتر رنگ دے سکتا ہے" (یعنی پاک کرسکتا ہے) ایمان، قرآنی معارف واحکام اور کو بیان کرنے کے بعد اس جملہ کو لانا اس مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام و معارف نازل فرمائے ہیں اور انسانوں کو ان کی طرف دعوت دی ہے انسانوں کی پاکیزگی اور تطہیر کے لئے یہ معارف اور احکام بہترین ہیں۔

## سب رنگ اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں

ایک مرفوع حدیث ہے "بنی اسرائیل نے کہا: اے رسول اللہ کیا ہمارا رب رنگ بھی کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ سے ڈرو آواز آئی ان سے کہہ دو کہ تمام رنگ میں ہی تو پیدا کرتا ہوں۔" یہی مطلب اس آیت کا بھی ہے۔

جس طرح رنگ کپڑے کے ظاہر و باطن میں نفوذ کرتا ہے اس طرح دین الٰہی کے اعتقادات حقہ ہمارے رگ و پے میں سما گئے ہمارا ظاہر و باطن قلب و قالب اس کے رنگ میں رنگ گیا ہمارا رنگ ظاہری رنگ نہیں جو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ یہ نفوس کو پاک کرتا ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار اوضاع و افعال سے نمودار ہوتے ہیں نصاریٰ جب اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے یا ان کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پانی میں زرد رنگ ڈال کر اس میں اس شخص یا بچہ کو غوطہ دیتے اور کہتے کہ اب یہ سچا نصرانی ہوا اس کا اس آیت میں رد فرمایا کہ یہ ظاہری رنگ کسی کام کا نہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ۝ |
| تم فرماؤ! اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں اور |
| تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں اور ہم اسی کیلئے خالص ہیں۔ |

## اخلاص کے سبب عزت و اکرام ہونے کا بیان

"قُلْ لَهُمْ "اَتُحَاجُّوْنَنَا" تُخَاصِمُوْنَنَا "فِی اللّٰهِ" اَنْ اصْطَفٰى نَبِيًّا مِنْ الْعَرَب "وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ" فَلَهٗ اَنْ يَّصْطَفِیْ مَنْ يَّشَاء "وَلَنَآ اَعْمَالُنَا" نُجَازٰی بِهَا "وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ" تُجَازُوْنَ بِهَا فَلَا يَبْعُد اَنْ يَّكُوْن فِیْ اَعْمَالنَا مَا نَسْتَحِق بِهِ الْاِكْرَام "وَنَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ" الدِّيْن وَالْعَمَل دُوْنكُمْ فَنَحْنُ اَوْلٰى بِالْاِصْطِفَاءِ وَالْهَمْزَة لِلْاِنْكَارِ وَالْجُمَل الثَّلَاث اَحْوَال،

تم ان سے فرماؤ! اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو، یقیناً اس نے عرب نبی علیہ السلام کو چن لیا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی، وہ جسے چاہتا ہے اس کو چن لیتا ہے۔ اور ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، یعنی ہم اس کی جزاء دیں گے۔ اور تمہارے اعمال تمہارے لئے ہیں یعنی ان کی جزا تم کو دی جائے گی۔ اور کچھ بعید نہیں ہے کہ ہمارے اعمال میں ایسا کمال ہے جس کی وجہ سے ہم عزت والے ہیں۔ اور ہم اسی کیلئے خالص ہیں۔ یعنی دین اور عمل میں ہم افضل ہیں۔ کیونکہ ہمیں چن لیا گیا ہے۔ اور یہاں ہمزہ انکاری ہے اور یہ تینوں جملے حال ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۳۹ کے شان نزول کا تفسیری بیان

یہود نے مسلمانوں سے کہا ہم پہلی کتاب والے ہیں ہمارا قبلہ پرانا ہے ہمارا دین قدیم ہے انبیاء ہم میں سے ہوئے ہیں اگر سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو ہم میں سے ہی ہوتے اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

| |
|---|
| اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ قُلْ |
| ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ٥ |
| کیاتم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب (علیھم السلام) اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے، |
| فرمادیں، کیاتم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے جو اس کے پاس اللہ کی |
| طرف سے ہے، اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ |

## آل ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف پر ہونے کا بیان

"اَمْ" بَلْ "تَقُوْلُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْیَاء "اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰى قُلْ " لَهُمْ "ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰه " اَیْ اللّٰهُ اَعْلَمُ وَقَدْ بَرَّاَ مِنْهُمَا اِبْرَاهِیْمَ بِقَوْلِهٖ "مَا كَانَ اِبْرَاهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا" وَالْمَذْكُوْرُوْنَ مَعَهُ تَبَعٌ لَهُ "وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ" اَخْفٰى عَنِ النَّاس "شَهَادَةً عِنْدَهٗ " كَائِنَةً "مِنَ اللّٰه " اَیْ لَا اَحَدَ اَظْلَمُ مِنْهُ وَهُمُ الْیَهُوْدُ كَتَمُوْا شَهَادَةَ اللّٰهِ فِی التَّوْرَاةِ لِاِبْرَاهِیْمَ بِالْحَنِیْفِیَّةِ "وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ" تَهْدِیْدٌ لَهُمْ ،

کیا یعنی بلکہ تم یہ کہتے ہو "تَقُوْلُوْنَ" تاء اور یاء کے ساتھ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کے بیٹے یہودی یا نصرانی تھے، آپ ان سے فرمادیں، کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ یعنی اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کے یہودیت ونصرانیت دونوں سے بری ہونے کو ظاہر کردیا ہے۔ اور جن مقدس ہستیوں کو ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ ان کے تابع تھے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اس گواہی کو چھپائے یعنی لوگوں سے گواہی چھپائے، جو اس کے پاس اللہ کی طرف سے ہے، یعنی کوئی بھی اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے اور وہ یہود ہیں جنہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے بیان کردہ دین حنیف جو تورات میں تھا اس کو چھپایا ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔ یہ ان کیلئے تہدید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے (جو یہودیوں کی زبان ہے اور مسلمانوں کے لیے اس کی تفسیر عربی زبان میں کیا کرتے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا)۔ تم اہل کتاب کو نہ تو سچا جانو اور نہ ان کو جھٹلاؤ (صرف) یہ کہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی، ایمان لائے (آخر آیت تک)۔" (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 152)

پوری آیت یہ ہے آیت (قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَعِیْسٰى وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ) 2 ۔البقرۃ: "(136

(مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے اہل کتاب (یعنی یہودی) تورات کی کسی عبارت کا ترجمہ وتفسیر کریں تو ان کو نہ جھٹلاؤ اور نہ ان کو سچ جانو بلکہ یہ آیت کریمہ پڑھو اور ان کو سچا اس لیے نہ جانو کہ یہ لوگ کتاب الٰہی میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے ہوسکتا ہے کہ تمہارے سامنے جس عبارت کا ترجمہ وتفسیر کر رہے ہیں، اس کو انہوں نے بدل دیا ہو، اور ان کو جھٹلاؤ اس لیے نہیں کہ اگرچہ انہوں نے تورات میں تغیر وتبدل کر رکھا ہے لیکن پھر بھی وہ کتاب ہے الٰہی ہے اور حق ہے اس لیے ہوسکتا ہے کہ شاید وہ سچ اور صحیح عبارت نقل کر رہے ہوں۔

## اسباط سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کا بیان

اسباط حضرت یعقوب کے بیٹوں کو کہتے ہیں، جو بارہ تھے، جن میں سے ہر ایک کی نسل میں بہت سے انسان ہوئے، بنی اسماعیل کو قبائل کہتے تھے، اور بنی اسرائیل کو اسباط کہتے تھے۔ زمخشری نے کشاف میں لکھا ہے کہ یہ حضرت یعقوب کے پوتے تھے جو ان کے بارہ لڑکوں کی اولاد تھی۔ بخاری میں ہے کہ مراد قبائل بنی اسرائیل ہیں۔ ان میں بھی نبی ہوئے تھے جن پر وحی نازل ہوئی تھی۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا آیت (اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَاۗءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ڰ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ) 5۔المائدہ:20) اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء اور بادشاہ بنائے۔ اور جگہ ہے آیت (وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا) 7۔الاعراف:160) ہم نے ان کے بارہ گروہ کردئے۔ سبط کہتے ہیں درخت کو یعنی یہ مثل درخت کے ہیں، جس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کل انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہی ہوئے ہیں سوائے دس کے نوح، ہود، صالح، شعیب، ابراہیم لوط، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، محمد علیہم الصلوۃ والسلام۔ سبط کہتے ہیں اس جماعت اور قبیلہ کو جن کا مورث اعلیٰ اوپر جا کر ایک ہو۔

| |
|---|
| تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی کچھ ہوگا جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے اور تم سے ان کے |
| اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔ |

## ہر امت سے اپنے اعمال کا حساب لینے کا بیان

"تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْاَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" تَقَدَّمَ مِثْله،

وہ ایک امت تھی جو گزر چکی، ان کے لئے وہی کچھ ہوگا جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم کماؤ گے اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔اس کی مثل تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

اصل چیز حسب ونسب وغیرہ جیسے غیر اختیاری امور نہیں، بلکہ خود اپنا ایمان وعقیدہ اور اپنا ہی عمل وکردار ہے۔خواہ وہ جیسا بھی ہو، سو تمہارے بڑے اپنی کمائی اپنے ساتھ لے گئے۔اور تم لوگوں کو وہی کچھ کام آسکے گا جس کی کمائی تم خود کرو گے۔پس جس طرح بیٹا محض ماں باپ کے کھانے سے سیر نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ خود نہ کھائے۔اور وہ ان کے پینے سے سیراب نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ خود نہ پئے۔ایسے ہی کسی اولاد کیلئے اس کے ماں باپ کی کمائی کام نہیں آسکتی جب تک وہ خود عمل نہ کرے۔سو محض حسب و نسب کے سہاروں پر جینے والے بڑے خسارے میں ہیں، اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان یعنی بنو ہاشم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا **یا بنی هاشم لایاتینی الناس باعمالهم وتاتونی باحسابکم** (تفسیر المراغی وغیرہ) اے بنو ہاشم! کہیں ایسا نہ ہو کہ کل روز حساب میں دوسرے لوگ تو میرے پاس اپنے اعمال لے کر آئیں، اور تم لوگ محض حسب ونسب کے دعوے لے کر آؤ۔

## ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے قاعدہ فقہیہ

**ولا تکسب کل نفس الا علیها** .(الانعام ۱۶۴)

ہر شخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے جو کسب کیا چاہے اس کا تعلق بھلائی سے ہو یا برائی سے ہو اصل کے اعتبار اسکی جزاء وسزا کا وہی مستحق ہے تاہم کئی ذرائع واسباب ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے دوسرے افراد بھی جزاء وسزا پاتے ہیں۔

## دوسروں کی وجہ سے سزائی اسباب کا بیان

ا۔اور وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور کئی بوجھ اٹھائیں گے۔(العنکبوت ۱۳)

۲۔تاکہ وہ (متکبر کافر) قیامت کے دن اپنے (گناہوں کے) پورے بوجھ اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان لوگوں کے اٹھائیں جنہیں وہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے تھے سنو! وہ کیسا برا بوجھ ہے جسے وہ اٹھاتے ہیں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص کو بھی ظلماً قتل کیا جائے گا اس کے خون کی سزا سے ایک حصہ پہلے ابن آدم (قابیل) کو بھی ملے گا کیونکہ وہ پہلا شخص تھا جس نے قتل کرنے کی رسم اور گناہ ایجاد کیا۔
(صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۳۳۵)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے اپنی سوکن کو خیمہ کی ایک چوب سے مارا۔حالانکہ وہ اس وقت حاملہ تھی اور اس ضرب سے اس کو ہلاک کر دیا۔ان میں سے ایک عورت بنولحیان کی تھی رسول اللہ ﷺ نے قاتلہ کے عصبات (باپ کی طرف سے رشتہ داروں) پر مقتولہ کی دیت لازم کی، اس اس کے پیٹ کے بچہ کے تاوان میں ایک باندی یا ایک غلام کا دینا

لازم کیا۔ (صحیح مسلم ج ۲، ص ۵۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انصار کا ایک آدمی یہود کی رہٹ والی زمین میں مقتول پایا گیا، انہوں نے اس کا نبی ﷺ سے ذکر کیا آپ نے یہود کے پچاس چنے ہوئے لوگوں کو بلایا اور ہر ایک سے یہ قسم لی؛ نہ میں نے اس کو قتل کیا اور نہ مجھے اس کے قتل کا علم ہے پھر ان پر دیت لازم کر دی۔ یہود نے کہا بہ خدا یہ وہی فیصلہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تھا۔ (سنن دار قطنی ج ۴، رقم الحدیث ۲۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی تو اس کی ہدایت پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان اتباع کرنے والوں کے اجروں میں سے کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اور جس نے کسی گمراہی کی دعوت دی تو اس کو اس گمراہی پر تمام عمل کرنے والوں کے برابر سزا ملے گی اور ان اتباع کرنے والوں کی سزاؤں میں سے کمی نہیں ہوگی۔ (موطا امام مالک رقم الحدیث ۵۰۷)

## دوسروں کی وجہ سے بھلائی کے اسباب کا بیان

محمد بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر زیارت ہر جمعہ کو کرے گا اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کے حق میں نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اس حدیث کو صاحب مشکوۃ نے بیان نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۵۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

| |
|---|
| سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ |
| وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ |
| اب کہیں گے بیوقوف لوگ، کس نے پھیر دیا مسلمانوں کو، ان کے اس قبلہ سے، جس پر تھے۔ تم فرمادو کہ مشرق مغرب |
| سب اللہ ہی کا ہے۔ جس کو چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔ |

## یہود و مشرکین کا مسلمانوں کے قبلہ پر اعتراض کرنے کا بیان

"سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ" الْجُهَّالُ وَالْإِتْيَانُ بِالسِّيْنِ الدَّالَّةِ عَلَى الِاسْتِقْبَالِ مِنَ الْإِخْبَارِ بِالْغَيْبِ "مِنَ النَّاسِ" الْيَهُوْدِ وَالْمُشْرِكِيْنَ "مَا وَلَّاهُمْ" أَيّ شَيْء صَرَفَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ "عَنْ قِبْلَتِهِمْ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا" عَلَى اسْتِقْبَالهَا فِي الصَّلَاة وَهِيَ بَيْت الْمَقْدِس "قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب" أَيْ الْجِهَات كُلّهَا فَيَأْمُر بِالتَّوَجُّهِ إِلَى أَيّ جِهَة شَاءَ لَا اعْتِرَاض عَلَيْهِ "يَهْدِي مَنْ يَشَاء" هِدَايَته "إِلَى صِرَاط" طَرِيْق "مُسْتَقِيْم" دِيْن الْإِسْلَام أَيْ وَمِنْهُمْ أَنْتُمْ دَلَّ عَلَى هَذَا،

اب کہیں گے بیوقوف لوگ، یعنی جہلاء، فعل مضارع کا سین کے ساتھ آنا اس کے معنی مستقبل پر دلالت کرتا ہے جو اخبار

غیب سے ہے۔اور من الناس سے مراد یہود و مشرکین ہیں۔کس نے پھیر دیا یعنی نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو کس چیز نے پھیر دیا ہے،ان کے اس قبلہ سے،جس پر تھے۔یعنی وہ نماز میں بیت المقدس کی طرف منہ کرتے تھے۔تم فرمادو کہ مشرق مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔یعنی تمام جہات پس حکم دیا گیا ان کی طرف متوجہ ہونے کا لہٰذا کچھ اعتراض نہ ہو گا۔جس کو چاہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔یعنی دین اسلام پر چلاتا ہے اور اے ایمان والو! تم بھی ان میں سے ہو۔

## آیت استقبال قبلہ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جب بجائے بیت المقدس کے کعبہ معظمہ کو قبلہ بنایا گیا اس پر انہوں نے طعن کئے کیونکہ یہ انہیں ناگوار تھا اور وہ نسخ کے قائل نہ تھے ایک قول پر یہ آیت مشرکین مکہ کے اور ایک قول پر منافقین کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے کفار کے یہ سب گروہ مراد ہوں کیونکہ طعن و تشنیع میں سب شریک تھے اور کفار کے طعن کرنے سے قبل قرآن پاک میں اس کی خبر دے دینا غیبی خبروں میں سے ہے طعن کرنے والوں کو بیوقوف اس لئے کہا گیا کہ وہ نہایت واضح بات پر معترض ہوئے باوجودیکہ انبیاء سابقین نے نبی آخر الزماں ﷺ کے خصائص میں آپ کا لقب ذو القبلتین ذکر فرمایا اور تحویل قبلہ اس کی دلیل ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی پہلے انبیاء خبر دیتے آئے ایسے روشن نشان سے فائدہ نہ اٹھانا اور معترض ہونا کمال حماقت ہے۔

## تبدیلی قبلہ کے وقت والی نماز کے بارے میں تفسیری تصریحات

بعض بزرگ تو کہتے ہیں آپ ﷺ نے اس طرف منہ کرکے پہلے نماز عصر پڑھی اور پھر لوگوں کو اپنے خطبہ میں اس امر سے آگاہ کیا۔بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ ظہر کی نماز تھی۔

حضرت ابوسعید بن معلّی فرماتے ہیں "میں نے اور میرے ساتھی نے اول اول کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے اور ظہر کی نماز تھی"۔بعض مفسرین وغیرہ کا بیان ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب قبلہ بدلنے کی آیت نازل ہوئی۔اس وقت آپ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے،دو رکعت ادا کرچکے تھے پھر باقی کی دو رکعتیں آپ نے بیت اللہ شریف کی طرف پڑھیں،اسی وجہ سے اس مسجد کا نام ہی مسجد ذو قبلتین یعنی دو قبلوں والی مسجد ہے۔

حضرت نویلہ بنت مسلم فرماتی ہیں کہ ہم ظہر کی نماز میں تھے جب ہمیں یہ خبر ملی اور ہم نماز میں ہی گھوم گئے۔مرد عورتوں کی جگہ آگئے اور عورتیں مردوں کی جگہ جا پہنچیں۔ہاں اہل قبا کو دوسرے دن صبح کی نماز کے وقت یہ خبر پہنچی۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز ادا کررہے تھے۔اچانک کسی آنے والے نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کو حکم قرآنی نازل ہوا اور کعبہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہوگیا۔چنانچہ ہم لوگ بھی شام کی طرف سے منہ ہٹا کر کعبہ کی طرف متوجہ ہوگئے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ناسخ کے حکم کا لزوم اسی وقت ہوتا ہے۔جب اس کا علم ہوجائے گو وہ پہلے ہی پہنچ چکا ہو۔اس لئے کہ ان حضرات کو عصر مغرب اور عشا کو لوٹانے کا حکم نہیں ہوا،

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور اسی طرح ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل بنایا ہے، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول مکرم ﷺ تمہارے نگہبان و گواہ اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے۔ ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔ اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔ اور بیشک یہ بھاری تھی مگران پر، جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے بیشک اللہ آدمیوں پر بہت مہربان، رحم والا ہے۔

## اتباع رسول ﷺ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آزمائش کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا هَدَيْنَاكُمْ اِلَيْهِ "جَعَلْنَاكُمْ" يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ "اُمَّةً وَّسَطًا" خِيَارًا عُدُولًا "لِتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّ رُسُلَهُمْ بَلَّغَتْهُمْ "وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا" اَنَّهُ بَلَّغَكُمْ "وَمَا جَعَلْنَا" صَيَّرْنَا "الْقِبْلَةَ" لَكَ الْاٰنَ الْجِهَةَ "الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا" اَوَّلًا وَهِيَ الْكَعْبَةُ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ اِلَيْهَا فَلَمَّا هَاجَرَ اُمِرَ بِاسْتِقْبَالِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ تَاَلُّفًا لِلْيَهُوْدِ فَصَلّٰى اِلَيْهِ سِتَّةَ اَوْ سَبْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا ثُمَّ حُوِّلَ "اِلَّا لِنَعْلَمَ" عِلْمَ ظُهُوْرٍ "مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ" فَيُصَدِّقُهُ "مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ" اَيْ يَرْجِعُ اِلَى الْكُفْرِ شَكًّا فِي الدِّيْنِ وَظَنًّا اَنَّ النَّبِيَّ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيْرَةٍ مِنْ اَمْرِهٖ وَقَدْ ارْتَدَّ لِذٰلِكَ جَمَاعَةٌ "وَاِنْ" مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيْلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَيْ : وَاِنَّهَا "كَانَتْ" اَيِ التَّوْلِيَةُ اِلَيْهَا "لَكَبِيْرَةً" شَاقَّةً عَلَى النَّاسِ "اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ" مِنْهُمْ "وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ" اَيْ صَلَاتَكُمْ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ، بَلْ يُثِيْبُكُمْ عَلَيْهِ لِاَنَّ سَبَبَ نُزُوْلِهَا السُّؤَالُ عَمَّنْ مَاتَ قَبْلَ التَّحْوِيْلِ "اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ" الْمُؤْمِنِيْنَ "لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ" فِيْ عَدَمِ اِضَاعَةِ اَعْمَالِهِمْ وَالرَّاْفَةُ شِدَّةُ الرَّحْمَةِ وَقَدَّمَ الْاَبْلَغَ لِلْفَاصِلَةِ،

اور اسی طرح یعنی جس طرح ہم نے تم کو اس کی جانب ہدایت دی، ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل بنایا ہے، یعنی اے امت محمد ﷺ تم بہتر اور اعتدال والی امت ہو، کہ تم لوگوں پر گواہ ہو یعنی قیامت کے دن تم گواہی دو گے کہ ان کے رسولان عظام علیہم السلام نے ان کو پیغام پہنچا دیا۔ اور یہ رسول مکرم ﷺ تمہارے نگہبان و گواہ یعنی تم کو بھی حق پہنچا

دیا ہے۔اور اے محبوب! تم پہلے جس قبلہ پر تھے، یعنی پہلے کعبہ تھا جس کی قبلہ بنا کر رسول ﷺ نماز پڑھتے پس جب آپ ﷺ نے مدینہ شریف کی جانب ہجرت فرمائی تو یہود کی تالیف قلب کیلئے سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس کو قبلہ بنا دیا۔اس کے بعد یہ حکم تبدیل کر دیا گیا۔ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں یعنی علم ظاہر ہو جانے پر، کون رسول کی پیروی کرتا ہے۔یعنی آپ ﷺ کی تصدیق کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے یعنی دین میں شک کرتے ہوئے کفر کی طرف لوٹتا ہے۔اور گمان کرتے ہوئے کہ نبی مکرم ﷺ قبلہ کے حکم میں متذبذب ہیں۔اور اس طرح ایک جماعت مرتد ہوگئی۔اور یہاں ان مثقلہ سے مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی وانها تھا۔اور بیشک یہ بھاری یعنی لوگوں پر مشکل تھی مگر ان پر، جنہیں اللہ نے ہدایت کی اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے، یعنی تمہاری بیت المقدس کی طرف پڑھی گئی نمازوں کو ضائع نہ کرے گا بلکہ ان پر ثواب عطا فرمائے گا۔اور اس آیت کا سبب نزول ان لوگوں کے بارے میں سوال کرتا تھا جو تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہوئے تھے۔بیشک اللہ آدمیوں پر یعنی اہل ایمان پر بہت مہربان، رحم والا ہے۔یعنی ان کے اعمال کو ضائع نہ کرے گا۔اور رافہ شدید رحمت کو کہتے ہیں اور رؤف کو فاصلہ کی رعایت کے سبب مقدم کیا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت اس لئے نازل کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی ان کے رشتہ داروں نے تحویل قبلہ کے بعد ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اطمینان دلایا گیا کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ان پر ثواب ملے گا۔فائدہ نماز کو ایمان سے تعبیر فرمایا گیا کیونکہ اس کی ادا اور بہ جماعت پڑھنا دلیل ایمان ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام کو بلایا اور پوچھا جائے گا کہ کیا آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔وہ کہیں گے ہاں۔پر ان کی قوم کو بلایا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں پیغام پہنچایا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی ڈرانے والا کوئی اور نہیں آیا۔پھر نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ کے گواہ کون ہیں۔وہ عرض کریں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت۔پھر تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا تھا۔یہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر ہے "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا "۔(اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہی دو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں) وسط سے مراد عدل ہے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔محمد بن بشار بھی جعفر بن عون سے اور وہ اعمش سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 892)

## اتباع رسول ﷺ میں صحابہ کرام کی عملی مثال کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف سولہ مہینے یا سترہ مہینے نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کعبہ کی طرف منہ کیا جائے، تو اللہ عزوجل نے حکم نازل فرمایا، قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ، پس آپ قبلہ جدید کی طرف پھر گئے، بعض لوگوں نے جو کہ یہود تھے، کہا کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ اب تک تھے، کس نے پھیر دیا؟ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دو مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے وہ جسے چاہتا ہے راہ راست کی طرف ہدایت دیتا ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور نماز پڑھنے کے بعد وہ چلا اور انصار کے کچھ لوگوں پر عصر کی نماز میں گذرا، وہ بیت المقدس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھ رہے تھے، تو اس نے (اپنی نسبت) کہا کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے اور آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر لیا ہے، تب سب لوگ کعبہ کی طرف پھر گئے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 390)

## قیامت کے دن آخری امت کی شہادت کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس پسندیدہ قبلہ کی طرف تمہیں متوجہ کرنا اس لیے ہے کہ تم خود بھی پسندیدہ امت ہو تم اور امتوں پر قیامت کے دن گواہ بنے رہو گے کیونکہ وہ سب تمہاری فضیلت مانتے ہیں وسط کے معنی یہاں پر بہتر اور عمدہ کے ہیں جیسے کہا جاتا ہے کہ قریش نسب کے اعتبار سے وسط عرب ہیں اور کہا گیا ہے حضور علیہ السلام اپنی قوم میں وسط تھے یعنی اشرف نسب والے اور صلوۃ وسطی یعنی افضل تر نماز جو عصر ہے جیسے صحیح احادیث سے ثابت ہے اور چونکہ تمام امتوں میں یہ امت بھی بہتر افضل اور اعلی تھی اس لئے انہیں شریعت بھی کامل راستہ بھی بالکل درست ملا اور دین بھی بہت واضح دیا گیا جیسے فرمایا (هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ) 22۔ الحج: 78) اس اللہ نے تمہیں چن لیا اور تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں کی تمہارے باپ ابراہیم کے دین پر تم ہو۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے اس سے پہلے بھی اور اس میں بھی تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے میرا پیغام میرے بندوں کو پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں اللہ پہنچا دیا تھا۔ ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پرسش ہوگی کیا نوح علیہ السلام نے میری باتیں تمہیں پہنچائی تھیں وہ صاف انکار کریں گے اور کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا تمہاری امت انکار کرتی ہے تم گواہ پیش کرو یہ کہیں گے کہ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے یہی مطلب اس آیت (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُـوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) 2۔ البقرۃ: 143) کا ہے وسط کے معنی عدل کے ہیں اب تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے اور میں تم پر گواہی دوں گا۔ (بخاری ترمذی، نسائی ابن ماجہ)

مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے قیامت کے دن نبی آئیں گے اور ان کے ساتھ ان کی امت کے صرف دو ہی شخص ہوں گے اور اس سے زیادہ بھی اس کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ انکار کریں گے نبی سے کہا جائے گا تم نے تبلیغ کی وہ کہیں گے ہاں، کہا جائے گا تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت بلائی جائے گی ان سے یہی سوال ہوگا کہ کیا اس پیغمبر نے تبلیغ کی؟ یہ کہیں گے ہاں، ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں کیسے علم ہوا؟ یہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نبی آئے اور آپ نے خبر دی کہ انبیاء علیہم السلام نے تیرا پیغام اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔ یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان (وکذلک)۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں وسطاً بمعنی عدلاً آیا ہے ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میری امت قیامت کے دن ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے تمام مخلوق میں نمایاں ہوں گے اور سب کو دیکھ رہے ہوں گے اس روز تمام دنیا تمنا کرے گی کہ کاش وہ بھی ہم میں سے ہوتے جس جس نبی کی قوم نے اسے جھٹلایا ہے ہم دربار رب العالمین میں شہادت دیں گے کہ ان تمام انبیاء نے حق رسالت ادا کیا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

مستدرک حاکم کی ایک حدیث میں ہے کہ بنی مسلمہ کے قبیلے کے ایک شخص کے جنازے میں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگ کہنے لگے حضور یہ بڑا نیک آدمی تھا۔ بڑا متقی پارسا اور سچا مسلمان تھا اور بھی بہت سی تعریفیں کیں آپ نے فرمایا تم یہ کس طرح کہہ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدگی کا علم تو اللہ ہی کو ہے لیکن ظاہر داری تو اس کی ایسی ہی حالت تھی آپ نے فرمایا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی پھر بنو حارثہ کے ایک شخص کے جنازے میں تھے لوگ کہنے لگے حضرت یہ برا آدمی تھا بڑا بدزبان اور کج خلق تھا آپ نے اس کی برائیاں سن کر پوچھا تم کیسے کہہ رہے ہو اس شخص نے بھی یہی کہا کہ آپ نے فرمایا اس کے لیے واجب ہوگئی محمد بن کعب اس حدیث کو سن کر فرمانے لگے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں دیکھو قرآن بھی کہہ رہا ہے۔ (مستدرک علی صحیحین، بیروت)

قَدۡ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِى السَّمَآءِ‌ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰٮهَا‌ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ‌ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ‌ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ‌ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ ۝

ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیجئے، اور تم جہاں کہیں بھی ہو پس اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لو، اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے ضرور جانتے ہیں کہ یہ (حکم) ان کے رب کی طرف سے حق ہے، اور اللہ ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دے رہے ہیں۔

## رضائے مصطفیٰ ﷺ کے مطابق قبلہ بنانے کا بیان

"قَدْ" لِلتَّحقِيقِ "نَرىٰ تَقَلُّب" "تَصَرُّف "وَجْهِكَ فِي" جِهَةَ "السَّمَاءِ" مُتَطَلِّعًا اِلَى الْوَحْيِ وَمُتَشَوِّقًا لِلْاَمْرِ بِاسْتِقْبَالِ الْكَعْبَةِ وَكَانَ يَوَدّ ذٰلِكَ لِاَنَّهَا قِبْلَةُ اِبْرَاهِيْم وَلِاَنَّهُ اَدْعَى اِلَى اِسْلَامِ الْعَرَب "فَلَنُوَلِّيَنَّكَ" نُحَوِّلَنَّكَ "قِبْلَةً تَرْضَاهَا" تُحِبّهَا "فَوَلِّ وَجْهَكَ" اسْتَقْبِلْ فِي الصَّلَاةِ "شَطْرَ" نَحْو "الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" اَيْ الْكَعْبَة "وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ" خِطَاب لِلْاُمَّةِ "فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ" فِي الصَّلَاة "شَطْرَه" "وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ" اَيْ التَّوَلِّي اِلَى الْكَعْبَة "الْحَقّ" الثَّابِت "مِنْ رَبِّهِمْ" لِمَا فِيْ كُتُبِهِمْ مِنْ نَعْتِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اَنَّهُ يَتَحَوَّل اِلَيْهَا "وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ" بِالتَّاءِ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ امْتِثَال اَمْرِه وَبِالْيَاءِ اَيْ الْيَهُوْد مِنْ اِنْكَار اَمْر الْقِبْلَة

اور قد تحقیق کیلئے آیا ہے۔ ہم بار بار آپ کے رُخِ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں، جو وحی کی اطلاع کیلئے اور کعبہ کے قبلہ ہونے کے شوق کیلئے تھا۔ اور وہی آپ ﷺ کو پسند تھا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ وہی تھا۔ کیونکہ یہ قبلہ اہل عرب کو اسلام کی جانب لانے میں زیادہ اثر انداز تھا۔ سو ہم ضرور بہ ضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں، پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے، یعنی نماز میں کعبہ کی جانب چہرہ مبارک پھیرلیں۔ اور تم جہاں کہیں بھی ہو یہ پوری امت کو خطاب ہے۔ پس اپنے چہروں کو نماز میں اسی کی طرف پھیر لو، اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی ہے ضرور جانتے ہیں یعنی کعبہ کی طرف پھر جانا یہ حکم ان کے رب کی طرف سے حق یعنی ثابت ہے، کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی نعت میں سے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ وہ کعبہ کو قبلہ بنا کر نماز پڑھیں گے۔ اور اللہ ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دے رہے ہیں۔ یہاں "یَعْمَلُوْن" تاء کے ساتھ بھی آیا ہے کہ اے ایمان والوں جو تم قبلہ کو اختیار کرتے ہو اور یاء کے ساتھ آیا ہے یعنی یہود قبلہ کے حکم سے انکار کرتے ہیں۔

## تنسیخ قبلہ کا منسوخ احکام میں سے پہلا حکم ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قرآن میں قبلہ کا حکم پہلا نسخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی یہاں کے اکثر باشندے یہود تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھنے کا حکم دیا یہود اس سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کئی ماہ تک اسی رخ نماز پڑھتے رہے لیکن خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت قبلہ ابراہیمی کی تھی آپ اللہ سے دعائیں مانگا کرتے تھے اور نگاہیں آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے بالآخر آیت (قد نری) الخ نازل ہوئی اس پر یہود کہنے لگے کہ اس قبلہ سے یہ کیوں ہٹ گئے جس کے جواب میں کہا گیا کہ مشرق اور مغرب کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے اور فرمایا جدھر تمہارا منہ ہو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے اور فرمایا کہ اگلا قبلہ امتحاناً تھا۔

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۭ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور اگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر ایک نشانی بھی لے آئیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ہی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے ،اور اگر آپ نے بھی اپنے پاس علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو بیشک آپ زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ |

## یہود و نصاریٰ کا ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی سے بھی اعراض کرنے کا بیان

"وَلَئِنْ" لام القَسم "اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب بِكُلِّ اٰيَة" عَلٰى صِدْقك فِيْ اَمْر الْقِبْلَة "مَا تَبِعُوا" اَيْ لَا يَتْبَعُوْنَ "قِبْلَتك" عِنَادًا "وَمَا اَنْت بِتَابِعٍ قِبْلَتهمْ" قَطْع لِطَمَعِهِ فِيْ اِسْلَامهمْ وَطَمَعهمْ فِيْ عَوْده اِلَيْهَا "وَمَا بَعْضهمْ بِتَابِعٍ قِبْلَة بَعْض" اَيْ الْيَهُوْد قِبْلَة النَّصَارٰى وَبِالْعَكْسِ "وَلَئِنْ اتَّبَعْت اَهْوَاءَهُمْ" الَّتِيْ يَدْعُوْنَك اِلَيْهَا "مِنْ بَعْد مَا جَاءَك مِنْ الْعِلْم" الْوَحْي "اِنَّك اِذًا" اِنْ اتَّبَعْتهمْ فَرْضًا "لمن الظالمين"

اور لئن میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔اور اگر آپ اہلِ کتاب کے پاس ہر ایک نشانی بھی لے آئیں یعنی حکم قبلہ کی صداقت کیلئے تب بھی وہ عناد رکھتے ہوئے آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کریں گے اور نہ آپ ہی ان کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں یہ آپ ﷺ کی امید جو ان کا اسلام کی طرف لوٹنا اس کا انقطاع اور ان کی امید کا انقطاع کہ وہ قبلہ کی جانب لوٹیں گے۔اور وہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے ،یعنی یہود نصاریٰ کے قبلہ اور نصاریٰ یہود کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے۔اور اگر آپ نے بھی اپنے پاس علم یعنی وحی آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی،یعنی جس طرف وہ آپ کو بلائیں،تو بیشک آپ اگر بہ فرضِ محال ایسا کریں تو پھر زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۭ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کی پہچان بیٹوں سے بھی زیادہ ہونے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَاب يَعْرِفُوْنَهُ" اَيْ مُحَمَّدًا "كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَهُمْ" بِنَعْتِهِ فِيْ كُتُبهمْ قَالَ ابْن

سَلام : لَقَدْ عَرَفْته حِيْن رَأَيْته كَمَا اَعْرِف ابْنِيْ وَمَعْرِفَتِي مُحَمَّدٍ اَشَدّ "وَاِنَّ فَرِيْقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقّ" نَعْته "وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" هٰذَا الَّذِيْ اَنْت عَلَيْهِ

جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی یعنی محمد ﷺ کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آدمی اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہے کیونکہ ان کی کتابوں میں نبی کریم ﷺ کی تعریف ہے۔جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں آپ ﷺ کی زیارت کی تو میں نے آپ ﷺ کو اس طرح پہچان لیا جس طرح میں اپنے بیٹے کو پہچانتا ہوں بلکہ میرے محبوب محمد ﷺ کی پہچان میرے بیٹے کی پہچان سے کہیں زیادہ ہے۔اور بیشک ان میں ایک گروہ جان بوجھ کر حق یعنی نبی کریم ﷺ کی نعت کو چھپاتے ہیں۔حالانکہ وہ جانتے ہیں جس طریقہ پر آپ ﷺ ہیں یہی حق ہے۔

## حضرت عبداللہ بن سلام نے چہرہ اقدس ﷺ سے نبوت کو پہچان لیا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا نام اسلام قبول کرنے سے قبل حصین بن سلام بن حارث تھا اور ان کی کنیت ابو یوسف تھی۔حصین بن سلام تورات کے عالم تھے۔انہوں نے تورات میں یہ پڑھا تھا کہ مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔دل میں ہر وقت یہی خیال رہتا تھا کہ نئے نبی کی زیارت کا کب شرف حاصل ہوگا۔کہتے ہیں کہ ایک دن مجھے پتہ چلا کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے آئے ہیں اور وادی قباء میں قیام پذیر ہیں۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو لوگ بھاگ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے،ان بھاگ کر حاضر ہونے والوں میں،میں بھی تھا۔جب میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے پہچان لیا کہ یہ چہرہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔

مزید تفصیلات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بارے میں سنا کہ آپ قباء میں عمرو بن عوف کے ہاں ٹھہرے ہوئے ہیں تو میں اس وقت درخت پر بیٹھا کھجوریں توڑ رہا تھا اور میری پھوپھی درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھیں۔میں نے یہ خبر سنتے ہی زور سے اللہ اکبر کہا۔میری پھوپھی نے جب مجھ سے نعرہ تکبیر سنا تو انہوں نے کہا،حصین تجھے کیا ہوگیا ہے؟اتنی خوشی تجھے اس صورت میں نہ ہوتی کہ حضرت موسیٰ بن عمران تشریف لے آتے۔میں نے کہا پھوپھی یہ بھی اللہ کے سچے نبی ہیں،جس طرح موسیٰ اللہ کے سچے نبی تھے۔انہیں سچا دین دے کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔پھوپھی نے میری بات سن کر کہا:واقعی یہ بات درست ہے۔میں نے کہا ہاں میں بالکل صحیح کہتا ہوں۔پھوپھی نے کہا:پھر تو ٹھیک ہے۔اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے گیا۔حصین بن سلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہی اسلام قبول کرلیا۔اسلام قبول کرنے کے بعد سب سے پہلی بات جو انہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنی وہ یہ تھی،آپ نے ارشاد فرمایا:

سلام پھیلاؤ،کھانا کھلاؤ،صلہ رحمی کرو،رات کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نماز پڑھو اور جنت میں سلامتی سے داخل ہوجاؤ،،۔(الاستیعاب)

جب حصین بن سلام نے اسلام قبول کرلیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ بن سلام رکھ دیا۔

اسلام کی نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر گھر آئے، اہل خانہ کو اسلام کی دعوت دی، سب نے دعوت کو قبول کرتے ہوئے اسلام قبول کرنے کا اعزاز حاصل کرلیا۔ یہ دیکھ کر انہیں بہت خوشی ہوئی کہ تمام اہل خانہ مسلمان ہو چکے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا قبولِ اسلام یہودیوں سے چھپائے رکھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہودیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، یہ بڑی افتراء پرداز قوم ہے۔ آپ اس طرح کریں کہ مجھے اپنے گھر میں کہیں چھپالیں، پھر یہودیوں کو بلا کر میرے بارے میں پوچھیں کہ میں ان کے نزدیک کیسا ہوں، اگر انہیں میرے مسلمان ہونے کا پتہ چل گیا تو وہ مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو چھپادیا، پھر یہودیوں کے سرکردہ افراد کو بلایا اور ان سے پوچھا حصین بن سلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ کیسا آدمی ہے؟ انہوں نے بیک زبان کہا،

وہ ہمارا سردار، ہمارے سردار کا بیٹا ہے، اور ہمارا عالم، فاضل ہے۔ کیا بتائیں بڑی خوبیاں ہیں اس میں۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے میرے بارے میں اظہار خیال کردیا تو میں ایک کونے سے چپکے سے نکل کر ان کے سامنے آ گیا اور ان سے کہا: اے یہودیو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لائے ہیں اسے قبول کرلو۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ تم نے تورات میں ان کا نام اور ان کے اوصاف دیکھے ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔ ان کو سچا مانتا ہوں۔

انہوں نے یہ سنتے ہی پینترا بدلا اور کہنے لگے تو جھوٹ بولتا ہے۔ پھر انہوں نے مجھ پر طرح طرح کے الزامات عائد کئے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا، میں نے نہیں کہا تھا کہ یہودی بڑے افتراء پرداز ہیں، بڑے جھوٹے، مکار اور دغاباز ہیں، میں نے اس کے سامنے ببانگ دہل اپنے اور اپنے اہل خانہ کے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا۔ میری پھوپھی خالدہ بنت حارث بھی مسلمان ہوگئیں اور انہوں نے اسلام کے تقاضوں کو خوب اچھی طرح پہچان لیا۔ (سیرت حلبیہ وسیرت ابن ہشام ج ۲، ص ۸۷، بیروت)

## سورہ بقرہ آیت ۱۴۶ کے مضمون نزول کا بیان

اور کتب سابقہ میں نبی آخر الزماں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ایسے واضح اور صاف بیان کئے گئے ہیں جن سے علماء اہل کتاب کو حضور کے خاتم الانبیاء ہونے میں کچھ شک وشبہ باقی نہیں رہ سکتا اور وہ حضور کے اس منصب عالی کو اتم یقین کے ساتھ جانتے ہیں احبار یہود میں سے عبداللہ بن سلام مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آیۂ "یَعْرِفُوْنَهٗ" میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے انہوں نے فرمایا کہ اے عمر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا حضور کو پہچاننا اپنے بیٹوں کے پہچاننے سے بدرجہا زیادہ اتم واکمل ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ

کیسے انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اللہ کی طرف سے اس کے بھیجے رسول ہیں ان کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے ہماری کتاب توریت میں بیان فرمائے ہیں بیٹے کی طرف سے ایسا یقین کس طرح ہو عورتوں کا حال ایسا قطعی کس طرح معلوم ہوسکتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا سر چوم لیا۔ (خزائن العرفان، بقرہ، ضیاء القرآن، لاہور)

| |
|---|
| اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ٥ |
| حق ہے تیرے رب کی طرف سے (یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو) تو خبردار تو شک نہ کرنا۔ |

## حق بات میں شک کرنے کی ممانعت کا بیان

"اَلْحَقّ" كَائِنًا "مِنْ رَبّكَ فَلَا تَكُوْنَن مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" الشَّاكِّينَ فِيْهِ اَیْ مِنْ هٰذَا النَّوْع فَهُوَ اَبْلَغ مِنْ اَنْ لَّا تَمْتَر،

اے سننے والو! یہ حق جو ہے تیرے رب کی طرف سے یا حق وہی ہے جو تیرے رب کی طرف سے ہو، تو خبردار تو شک نہ کرنا۔ یعنی اس میں شک کرنے والوں کے قسم سے نہ بن جانا۔ اور یہاں ممترین یہ تمتر سے زیادہ بلاغت والا ہے۔

## الحق میں الف لام جنسی بہ معنی استغراق ہونے کا بیان

الحق" میں "ال" جنسی ہے جو استغراق کا مفہوم دے رہا ہے یعنی جو کچھ حق ہے وہ اللہ تعالی کی جانب سے ہے۔ البتہ مورد کی مناسبت کے اعتبار سے اصل مقصود احکام ومعارف ہیں یہ مفہوم اس بناء پر ہے کہ "الحق" میں "ال" زید الرجل کی طرح افراد کی خصوصیات کے استغراق کے لئے ہے۔ یعنی جس چیز کی بھی تمام تر خصوصیات حق ہوں اور کسی بھی باطل شے سے نہیں مل سکتی اور وہ اللہ تعالی کی جانب سے ہے۔

| |
|---|
| وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ٥ |
| اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک جہت (مقرر) ہے وہ اسی کی طرف رُخ کرتا ہے پس تم نیکیوں کی طرف پیش قدمی کیا کرو، |
| تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو جمع کرلے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ |

## ہر امت کیلئے جہت ہونے کا بیان

"وَلِكُلٍّ" مِنْ الْاُمَم "وِجْهَة" قِبْلَة "هُوَ مُوَلِّيهَا" وِجْهَة فِيْ صَلَاتـه وَفِيْ قِرَاءَة مُوَلَّاهَا "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات" بَادِرُوْا اِلَى الطَّاعَات وَقَبُولهَا "اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمْ اللّٰه جَمِيْعًا" يَجْمَعكُمْ يَوْم الْقِيَامَة فَيُجَازِيكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ "إن الله على كل شيء قدير"

اور ہرایک کے لئے یعنی امتوں میں سے ہرایک امت، توجہ کی ایک جہت یعنی قبلہ مقرر ہے وہ اسی کی طرف رُخ کرتا ہے، یعنی نماز میں اسی کو جہت بناتا ہے۔ اور ایک قرأت میں مولاھا ہے۔ پس تم نیکیوں کی طرف پیش قدمی کیا کرو، یعنی اطاعت کے کاموں اور ان کی قبولیت کی طرف پہل کرو، تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تم سب کو جمع کرلے گا، یعنی قیامت کے دن وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزادے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

## بعض الفاظ کے معانی ومراجع کا بیان

'وجھۃ" اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف انسان رخ کرے۔ ماقبل اور مابعد کی آیات کے قرینہ کی روشنی میں اس سے مراد قبلہ ہے۔ لفظ" کل" کا مضاف الیہ "امۃ" جیسا کوئی لفظ ہے۔ البتہ "ھـو مـولیھـا" کے قرینہ سے اس سے مراد دینی امتیں ہیں۔ 'ہو" کی ضمیر ماقبل آیت میں "ربک" کی طرف لوٹتی ہے۔ "مولّی" کا معنی پلٹانے یا لوٹانے والا ہے اسکا پہلا مفعول " کل امۃ " ہے جو بہت واضح ہونے کی بناپر کلام میں نہیں آیا۔ بنابریں "ھو مولّیھا" کا معنی یہ بنتا ہے اللہ تعالی ہے جو امتوں کو ایک خاص قبلہ کی طرف پلٹاتا ہے۔ یعنی حکم دیتا ہے کہ کس سمت کو اپنا قبلہ قرار دو۔

## قبلہ کو ماننے والی قوم کا بھلائیوں میں بڑھ جانے کا بیان

مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہر مذہب والوں کا ایک قبلہ ہے لیکن سچا قبلہ وہ ہے جس پر مسلمان ہیں ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہود کا بھی قبلہ ہے نصرانیوں کا بھی قبلہ ہے اور تمہارا بھی قبلہ ہے لیکن ہدایت والا قبلہ وہی ہے جس پر اے مسلمانو تم ہو۔ مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ ہرایک وہ قوم جو کعبہ کو قبلہ مانتی ہے وہ بھلائیوں میں سبقت کرے آیت (مولیھا) کی دوسری قرأت (مولاھا) ہے جیسے اور جگہ ہے آیت (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا) 5۔ المائدہ:48) یعنی ہر شخص کو اپنے اپنے قبلہ کی پڑی ہوئی ہے ہر شخص اپنی اپنی راہ لگا ہوا ہے پھر فرمایا کہ گو تمہارے جسم اور بدن مختلف ہوجائیں گو تم ادھر ادھر بکھر جاؤ لیکن اللہ تمہیں اپنی قدرت کاملہ سے اسی زمین سے جمع کرلے گا۔ (تفسیر مجاہد، بقرہ، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ۭ |
| وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور جہاں سے آؤ اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ |

## مسجد حرام کو قبلہ بنانے کا بیان

"وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ " لِسَفَرٍ "فَوَلِّ وَجْهك شَطْر الْمَسْجِد الْحَرَام وَإِنَّهُ لَلْحَقّ مِنْ رَبّك وَمَا اللّٰه بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء تَقَدَّمَ مِثْله وَكَرَّرَهُ لِبَيَانِ تَسَاوِي حُكْم السَّفَر وَغَيْره،

اور جہاں سے آؤ یعنی سفر کے سبب اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو اور وہ ضرور تمہارے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ

تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ یہاں "تَعْمَلُوْن" تاء اور یاء کے ساتھ آیا ہے جیسا پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔
اور تکرار بیان اس لئے ہے کہ سفر وغیر سفر کے حکم میں برابری پائی جائے۔

## حکم قبلہ میں تکرار کی حکمت کا بیان

یہ تیسری مرتبہ حکم ہو رہا ہے کہ روئے زمین کے مسلمانوں کو نماز کے وقت مسجد حرام کی طرف منہ کرنا چاہئے۔ تین مرتبہ تاکید اس لئے کی گئی کہ یہ تبدیلی کا حکم پہلی بار واقع ہوا تھا۔ فخر الدین رازی نے اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ پہلا حکم تو ان کے لیے ہے جو کعبہ کو دیکھ رہے ہیں۔ دوسرا حکم ان کے لیے ہے جو مکہ میں ہیں لیکن کعبہ ان کے سامنے نہیں۔ تیسری بار انہیں حکم دیا جو مکہ کے باہر روئے زمین پر ہیں۔ قرطبی نے ایک توجیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ پہلا حکم مکہ والوں کو ہے دوسرا اور شہر والوں کو تیسرا مسافروں کو بعض کہتے ہیں تینوں حکموں کا تعلق اگلی پچھلی عبارت سے ہے۔

## قبلہ بنانے میں اتباع رسول ﷺ کی اہمیت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ دیں پھر جب وہ یہ کہہ دیں اور ہماری جیسی نماز پڑھنے لگیں، اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرنے لگیں اور ہمارا ذبیحہ کھالیں تو یقیناً ان کے خون اور مال حرام ہو گئے، مگر اس حق کی بناء پر جو اسلام نے ان پر مقرر کر دیا ہے، باقی ان کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔

اور علی بن عبداللہ نے کہا ہے کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا کہ میمون بن سیاہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ! وہ کون سی چیز ہے، جس سے آدمی کا جان و مال دونوں دست درازی سے محفوظ ہو جاتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری جیسی نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھالے تو وہ مسلمان ہے، اس کے وہی حقوق ہیں، جو مسلمان کے ہوتے ہیں اور اس کے ذمہ وہی باتیں واجب ہیں، جو مسلمان کے ذمہ ہوتی ہیں اور ابن ابی مریم نے کہا کہ مجھ سے حمید نے بیان کیا ان سے انس نے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 385)

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور تم جدھر سے بھی نکلو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو، اور تم جہاں کہیں بھی ہو سو اپنے چہرے اسی کی سمت پھیر لیا کرو تا کہ لوگوں

| |
|---|
| کے پاس تم پر اعتراض کرنے کی گنجائش نہ رہے سوائے ان لوگوں کے جو ان میں حد سے بڑھنے والے ہیں، پس تم ان سے مت ڈرو |
| مجھ سے ڈرا کرو، اس لئے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں اور تا کہ تم کامل ہدایت پا جاؤ۔ |

## یہود و مشرکین کے اعتراض قبلہ کو ختم کرنے کا بیان

"وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ" كَرَّرَهُ لِلتَّاكِيدِ "لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ" الْيَهُودِ أَوِ الْمُشْرِكِينَ "عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ" أَيْ مُجَادَلَةٌ فِي التَّوَلِّي إِلَى غَيْرِهِ لِتَنْتَفِيَ مُجَادَلَتُهُمْ لَكُمْ مِنْ قَوْلِ الْيَهُودِ يَجْحَدُ دِينَنَا وَيَتَّبِعُ قِبْلَتَنَا وَقَوْلِ الْمُشْرِكِينَ يَدَّعِي مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ وَيُخَالِفُ قِبْلَتَهُ "إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ" بِالْعِنَادِ فَإِنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا تَحَوَّلَ إِلَيْهَا إِلَّا مَيْلًا إِلَى دِينِ آبَائِهِ وَالِاسْتِثْنَاءُ مُتَّصِلٌ وَالْمَعْنَى: لَا يَكُونُ لِأَحَدٍ عَلَيْكُمْ كَلَامٌ إِلَّا كَلَامُ هَؤُلَاءِ "فَلَا تَخْشَوْهُمْ" تَخَافُوا جِدَالَهُمْ فِي التَّوَلِّي إِلَيْهَا "وَاخْشَوْنِي" بِامْتِثَالِ أَمْرِي "وَلِأُتِمَّ" عُطِفَ عَلَى لِئَلَّا يَكُونَ "نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ" بِالْهِدَايَةِ إِلَى مَعَالِمِ دِينِكُمْ "وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" إِلَى الْحَقِّ.

اور تم جدھر سے بھی نکلو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو، اور تم جہاں کہیں بھی ہو ہو اپنے چہرے اسی کی سمت پھیر لیا کرو، اس حکم کو تاکید کیلئے مکرر بیان کیا ہے۔ تا کہ لوگوں یعنی یہود و مشرکین کے پاس تم پر اعتراض یعنی یہود کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کا انکار کرتے ہیں لیکن ہمارے قبلہ کی اتباع کرتے ہیں اور مشرکین کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دین ابراہیمی کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان کے قبلہ کی مخالفت کرتے ہیں، ایسا کہنے کی گنجائش نہ رہے سوائے ان لوگوں کے جو عناد میں حد سے بڑھنے والے ہیں، لہٰذا وہ کہتے ہیں کہ باپ دادا کے دین کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے اس قبلہ کی طرف رخ کیا ہے۔ اور یہاں استثناء متصل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم پر کسی کا بھی کلام نہ ہوگا سوائے ان ظالم لوگوں کے، پس تم ان سے مت ڈرو مجھ سے ڈرا کرو، یعنی قبلہ کی جانب رخ کرنے کے سبب اور تم مجھ سے ڈرو، یعنی میرا حکم بجالاؤ، یہاں "وَلِأُتِمَّ" کا عطف "لِئَلَّا يَكُونَ" پر ہے۔ اس لئے کہ میں تم پر اپنی نعمت، یعنی تمہارے دین کے معالم کی طرف رہنمائی کی، پوری کر دوں اور تا کہ تم حق کی طرف کامل ہدایت پا جاؤ۔

## حکم قبلہ سے اہل کتاب پر حجت مکمل کرنے کا بیان

پہلے حکم میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب کا اور پھر اس کی قبولیت کا ذکر ہے اور دوسرے حکم میں اس بات کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چاہت بھی ہماری چاہت کے مطابق تھی اور حق امر یہی تھا اور تیسرے حکم میں یہودیوں کی حجت کا جواب ہے کہ ان کی کتابوں میں پہلے سے موجود تھا کہ آپ کا قبلہ کعبہ ہوگا تو اس حکم سے وہ پیشنگوئی بھی پوری ہوئی۔ ساتھ ہی مشرکین کی حجت بھی ختم ہوئی کہ وہ کعبہ کو متبرک اور مشرف مانتے تھے اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ بھی اسی کی طرف ہو گئی رازی وغیرہ نے اس حکم کو بار بار لانے کی حکمتوں کو بخوبی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس کے بعد فرمایا تا کہ اہل کتاب کوئی حجت تم پر باقی نہ رہے وہ جانتے تھے کہ امت کی طرح پہچان کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے جب وہ یہ صفت نہ پائیں گے تو انہیں شک کی گنجائش ہو سکتی ہے لیکن جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قبلہ کی طرف پھرتے ہوئے دیکھ لیا تو اب انہیں کسی طرح کا شک نہ رہنا چاہئے اور یہ بات بھی ہے کہ جب وہ تمہیں اپنے قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے ہاتھ ایک بہانہ لگ جائے گا لیکن جب تم ابراہیمی قبلہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو وہ خالی ہاتھ رہ جائیں گے،

حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں یہود کی یہ حجت تھی کہ آج یہ ہمارے قبلہ کی طرف ہیں یعنی ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں کل ہمارا مذہب بھی مان لیں گے لیکن جب اپنے اللہ کے حکم سے اصلی قبلہ اختیار کر لیا تو ان کی اس ہوس پر پانی پڑ گیا پھر فرمایا مگر جو ان میں سے ظالم اور ضدی مشرکین بطور اعتراض کہتے تھے کہ یہ شخص ملت ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر ابراہیمی قبلہ کی طرف نماز نہیں پڑھتا انہیں جواب بھی مل گیا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے احکام کا تبع ہے پہلے ہم نے اپنی کمال حکمت سے انہیں بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کا حکم دیا جسے وہ بجالائے پھر ابراہیمی قبلہ کی طرف پھر جانے کو کہا جسے جان و دل سے بجالائے پس آپ ہر حال میں ہمارے احکام کے ماتحت ہیں (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم) پھر فرمایا ان ظالموں کے شبہ ڈالنے سے تم شک میں نہ پڑو ان باغیوں کی سرکشی سے تم خوف نہ کرو ان کے بے جان اعتراضوں کی مطلق پرواہ نہ کرو ہاں میری ذات سے خوف کیا کرو صرف مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو قبلہ بدلنے میں جہاں یہ مصلحت تھی کہ لوگوں کی زبانیں بند ہو جائیں وہاں یہ بھی بات تھی کہ میں چاہتا تھا کہ اپنی نعمت تم پر پوری کر دوں اور قبلہ کی طرح تمہاری تمام شریعت کامل کر دوں اور تمہارے دین کو ہر طرح مکمل کر دوں اور اس میں یہ ایک راز بھی تھا کہ جس قبلہ سے اگلی امتیں بہک گئیں تم اس سے نہ ہٹو ہم نے اس قبلہ کو خصوصیت کے ساتھ تمہیں عطا فرما کر تمہارا شرف اور تمہاری فضیلت و بزرگی تمام امتوں پر ثابت کر دی۔

| |
|---|
| كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ |
| وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝ |
| جس طرح ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب |
| اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے۔ جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ |

## رسول اللہ ﷺ لوگوں کو شرک سے پاک کرنے والے ہیں

"كَمَا اَرْسَلْنَا" مُتَعَلِّق بِاُتِمَّ اَيْ اِتْمَامًا كَاِتْمَامِهَا بِاِرْسَالِنَا "فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِنْكُمْ" مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَتْلُو عَلَيْكُمْ اٰيَاتِنَا" الْقُرْاٰن "وَيُزَكِّيكُمْ" يُطَهِّرُكُمْ مِنَ الشِّرْك "وَيُعَلِّمكُمْ الْكِتَاب" الْقُرْاٰن "وَالْحِكْمَة" مَا فِيْهِ مِنَ الْاَحْكَام "ويعلمكم ما لم تكونو تعلمون"

جس طرح ہم نے تم میں بھیجا، یہ اتم کے متعلق ہے یعنی "اِتْمَامًا کَاِتْمَامِھَا بِاِرْسَالِنَا" ایک رسول یعنی محمد ﷺ تم میں سے کہ تم پر ہماری آیات یعنی قرآن تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں شرک سے پاک کرتا اور کتاب یعنی قرآن اور پختہ علم یعنی جو اس قرآن میں احکام ہیں وہ سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے۔ جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

## کتاب وسنت ہدایت کے دونوں سرچشمے ہونے کا بیان

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے۔ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ (مؤطاامام مالک، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 181)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ علم کو سیکھو اور سکھلاؤ، علم فرائض یا فرض احکام کو سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھلاؤ اسی طرح قرآن کو سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھلاؤ۔ اس لیے کہ بے شک میں ایک آدمی ہوں جو اٹھایا جاؤں گا اور علم بھی اٹھالیا جائے گا اور فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو آدمی ایک فرض چیز میں اختلاف کریں گے اور کسی کو ایسا نہ پائیں گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے یعنی علم کے کم ہوجانے اور فتنوں کے بڑھ جانے سے یہ حال ہوجائے گا۔ (سنن دارمی، سنن دارقطنی، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 265)

| |
|---|
| فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ٥ |
| تم میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔ |

## نماز و تسبیح کے ذریعے اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

"فَاذْكُرُوْنِيْ" بِالصَّلَاةِ وَالتَّسْبِيحِ وَنَحْوِهِ "اَذْكُرْكُمْ" قِيلَ مَعْنَاهُ أُجَازِيكُمْ وَفِي الْحَدِيثِ عَنْ اللّٰهِ (مَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِيْ نَفْسِيْ وَمَنْ ذَكَرَنِيْ فِيْ مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِيْ مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْ مَلَئِهِ) "وَاشْكُرُوْا لِيْ" نِعْمَتِي بِالطَّاعَةِ "وَلَا تَكْفُرُوْنِ" بِالْمَعْصِيَةِ

تم میرا ذکر کرو۔ یعنی نماز اور تسبیح وغیرہ کے ساتھ، میں تمہارا چرچا کروں گا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں جزاء دوں گا۔ اور حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے مجھے دل میں یاد کیا میں بھی اس کو نفس میں یاد کرتا ہوں اور جس نے مجھے جماعت میں یاد کیا میں اس سے بہتر جماعت میں اس کا چرچا کرتا ہوں اور اطاعت کے ساتھ میرا حق مانو اور نافرمانی کے ساتھ میری ناشکری نہ کرو۔

## تنہائی و جماعت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ

کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں کا مطلب یہ ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان و خیال رکھتا ہے میں اس کے لئے ویسا ہی ہوں اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے اگر وہ مجھ سے عفو معافی کی امید رکھتا ہے تو اس کو معافی دیتا ہوں اور اگر وہ میرے عذاب کا گمان رکھتا ہے تو پھر عذاب دیتا ہوں۔

اس ارشاد کے ذریعہ گویا ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کی امید اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہئے اور اس کے بارہ میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں بخشش اور لامحدود رحمت سے نوازے گا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ ایک شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کرے گا جب اسے کنارہ دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب تیرے بارے میں میرا گمان اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو واپس لے آؤ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے۔ امید کا مطلب اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور پھر بخشش کا امیدوار رہے بغیر عمل صرف امید ہی پر تکیہ کر لینا ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے یعنی ایسی امید کا کوئی فائدہ نہیں۔

جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو شخص میری یاد میں مشغول رہتا ہے تو میں اسے مزید نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہوں اور اس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور اس کی مدد و حفاظت کرتا ہوں۔

## ذکر کی تین اقسام کا بیان

ذکر تین طرح کا ہوتا ہے۔ (۱) لسانی (۲) قلبی (۳) بالجوارح۔ ذکر لسانی تسبیح، تقدیس، ثناء وغیرہ بیان کرنا ہے خطبہ توبہ استغفار دعا وغیرہ اس میں داخل ہیں۔ ذکر قلبی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرنا اس کی عظمت و کبریائی اور اس کے دلائل قدرت میں غور کرنا علماء کا استنباط مسائل میں غور کرنا بھی اسی میں داخل ہیں۔

ذکر بالجوارح یہ ہے کہ اعضاء طاعتِ الٰہی میں مشغول ہوں جیسے حج کے لئے سفر کرنا یہ ذکر بالجوارح میں داخل ہے نماز تینوں قسم کے ذکر پر مشتمل ہے تسبیح و تکبیر ثناء و قراءت تو ذکر لسانی ہے اور خشوع و خضوع اخلاص ذکر قلبی اور قیام، رکوع و سجود وغیرہ ذکر بالجوارح ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم طاعت بجالا کر مجھے یاد کرو میں تمہیں اپنی امداد کے ساتھ یاد کروں گا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو۔ بیشک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

## صبر و نماز سے مدد طلب کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا" عَلَى الْاٰخِرَةِ "بِالصَّبْرِ" عَلَى الطَّاعَةِ وَالْبَلَاءِ "وَالصَّلَاةِ" خَصَّهَا بِالذِّكْرِ لِتَكَرُّرِهَا وَعِظَمِهَا "اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" بِالْعَوْنِ،

اے ایمان والو! طاعت و پریشانی پر صبر کرو اور نماز کے ساتھ آخرت کیلئے مدد مانگو۔ اور نماز کے ذکر کو اس لئے خاص کیا ہے تا کہ اس کی عظمت پر دلالت کرے، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کی مدد کرنے والا ہے۔

## ذکر و عبادت والے کی طرف رحمت الٰہی کے قریب ہونے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق و اخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو شخص اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔ جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم و کریم ہے اس کی رحمت کتنی وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کتنا مہربان ہے اس کی شان عفو کس قدر بے پایاں ہے اور اس کا فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر بندہ خدا کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ اور رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ، التفات اور رحمت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

## مصیبت پر صبر کرنے کے سبب ثواب کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ (انسان کو مخاطب کرتے ہوئے) فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو (کسی مصیبت کے وقت) صبر کرے اور صدمہ کی ابتدائی مرحلہ ہی پر ثواب کا طلب گار ہو تو میں تیرے

لیے جنت سے کم کسی اجر وثواب پر راضی نہیں ہوتا (یعنی میں تجھے اس کے بدلہ میں جنت ہی میں داخل کروں گا)
(ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 248)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، بلکہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں۔

## شہداء کو مردہ کہنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ " هُمْ "اَمْوَات بَلْ " هُمْ "اَحْيَاء " اَرْوَاحهمْ فِيْ حَوَاصِل طُيُور خُضْر تَسْرَح فِي الْجَنَّة حَيْثُ شَاءَتْ لِحَدِيثٍ بِذٰلِكَ "وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ" تَعْلَمُوْنَ مَا هُمْ فِيهِ،
اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مت کہا کرو کہ یہ مُردہ ہیں، بلکہ زندہ ہیں یعنی ان کے ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں جو جنت میں خوش ہیں جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں۔ کیونکہ اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ لیکن تمہیں شعور نہیں۔ یعنی ان کے ان احوال کے بارے میں تم نہیں جانتے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۵۴ کے شان نزول کا تفسیری بیان

یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا وہ دنیوی آسائش سے محروم ہوگیا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

## شہداء کی حیات ورزق کے بارے میں احادیث کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔
(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک۔ صحیح علی شرط مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے۔ ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔
(الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا

تَبۡدِیۡلًا ( الاحزاب (23)

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن السبارک مرسلا)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب (مسلمان) ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالی سے ملاقات ہوئی اور اپنے (شہداء) ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالی نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالی نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں **ولا تحسبن** سے آخر تک۔ (اخرجہ المنذری فی تفسیرہ)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکر مند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل وعیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالی نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تا کہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا: اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالی نے یہ آیات نازل فرمائیں: **ولا تحسبن الذین** سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک)

## حیات شہداء کے بارے میں مفسرین کے اقوال کا بیان

(1) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلاشبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی

طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لیے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کردی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لیے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(2) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لیے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(5) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(6) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

## حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد والی وصیت کا بیان

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی،

(اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ الحجرات۔2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز طبعی طور پر بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ لقمان۔18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت

سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرمارہے ہیں میں تمھیں ایک وصیت کررہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کردینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ صبح وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک از امام حاکم، بیروت)

## شہداء کے قافلہ سے ملاقات کرنے کا واقعہ

ایک واقعہ علامہ حزولی رحمہ اللہ نے ابومحمد عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابو محمد رحمہ اللہ سے خود سنا ہے ابومحمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں عبدالرحمٰن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا۔ لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا ایک رات اچانک میں ایک ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی میں نے شکر ادا کیا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی تلاوت کررہا تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب دیکر کہا کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے کہا آپ بیٹھے اور آرام کیجئے پھر وہ میرے پاس بے موسم انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا پھر اس نے کہا کیا آپ سونا چاہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا یہاں تک کہ سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے میں اس دن چھپا رہا جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے

ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے سلام کیا تو میں نے کہا: اے بھائی یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں میں نے کہا تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے اس نے کہا اس گھوڑے کی قیمت میں سے میرے ذمے دو دینار باقی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو دینار ادا کروں گا یہ گھڑ سوار گھوڑا چلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم (نامی جگہ پہنچ چکے تھے اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا کے درمیان دس دن کی مسافت تھی اس شہید نے مجھے کہا تم اس شہر میں چلے جاؤ میں اسی میں رہتا تھا وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ غافقی کے گھر کا پوچھنا اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے کہ میرا اسلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں تم ان میں سے دو دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو کیونکہ میرے ذمے گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباچہ الرسالہ)

| |
|---|
| وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ |
| وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝ |
| اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے۔ کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور ان صبر والوں کو خوشخبری سنا دو۔ |

## اہل ایمان کو خوف اور اموال و جانوں کی کمی سے آزمانے کا بیان

"وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْف" لِلْعَدُوِّ "وَالْجُوع" الْقَحْط "وَنَقْص مِنَ الْاَمْوَال" بِالْهَلَاكِ "وَالْاَنْفُس" بِالْقَتْلِ وَالْمَوْت وَالْاَمْرَاض "وَالثَّمَرَات" بِالْحَوَائِجِ اَیْ لَنَخْتَبِرَنَّكُم فَنَنْظُر اَتَصْبِرُوْنَ اَمْ لَا "وَبَشِّرْ الصَّابِرِيْنَ" عَلَى الْبَلَاءِ بِالْجَنَّةِ،

اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے۔ کچھ ڈر یعنی دشمن کے خوف سے اور بھوک سے یعنی قحط سے اور کچھ مالوں یعنی اموال کی ہلاکت سے اور جانوں یعنی قتل، موت اور امراض کے ساتھ اور پھلوں کی کمی سے یعنی ضروریات یعنی ہم ان میں کمی کے سبب آزمائیں گے تاکہ ہم دیکھیں کہ تم ان پر صبر کرتے ہو یا نہیں اور خوشخبری سنا ان صبر والوں کو۔ یعنی جنہوں نے آزمائش پر صبر کر کے جنت حاصل کی۔

"بلاء" کا معنی آزمائش ہے فعل "لـنـبـلـون" میں لام قسم اور نون تاکید اس کے استمرار اور حتمی ہونے کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ امور جن میں مالی، جانی، کمائی کا نقصان اور نعمتوں کی کمی ہو۔ ان میں مبتلا کر کے اللہ تعالیٰ مومنین کی آزمائش کرتا ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عروہ سے کہا: اے میرے بھانجے ایک ایسا بھی وقت تھا کہ ہم ایک چاند دیکھتے پھر دوسرا چاند دیکھتے پھر تیسرا چاند دیکھتے دو دو مہینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ سلگتی میں نے پوچھا اے خالہ پھر کون سی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ رکھتی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا دو کالی چیزیں یعنی چھوہارے اور پانی مگر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں چند انصار تھے ان کے پاس دودھ والی بکریاں تھیں اور وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دودھ دیتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بھی پلاتے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2416)

## سخت بھوک میں صبر کرنے کا بیان

ابو حازم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی، میں حضرت عمر بن خطاب کے پاس گیا اور قرآن کی آیتیں سنانے کی خواہش ظاہر کی، وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور میرے لئے دروازہ کھولا، میں تھوڑی دور چلا تھا کہ اپنے منہ کے بل بھوک کی وجہ سے گر پڑا، دیکھا تو میرے سر کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ! میں نے کہا لبیک وسعدیک یا رسول اللہ! آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے کھڑا کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حالت پہچان لی، چنانچہ مجھے اپنے گھر لے گئے، اور مجھے ایک پیالہ دودھ پینے کا حکم دیا، میں نے اس میں سے پی لیا، پھر فرمایا اور پیو اے ابو ہریرہ! میں نے دوبارہ پیا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا اور پی لو، چنانچہ میں نے پی لیا، یہاں تک کہ میرا پیٹ پیالہ کی طرح ہو گیا، پھر میں عمر سے ملا اور ان سے اپنی حالت بیان کی اور میں نے کہا: اے عمر اللہ نے اس کام کا اسے مالک بنا دیا جو اس کا زیادہ مستحق تھا، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بھوک کی تکلیف دور کی، بخدا میں نے تم سے آیت پڑھنے کو کہا تھا، حالانکہ میں تم سے زیادہ ان آیتوں کا پڑھنے والا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں (سمجھا نہیں تھا ورنہ) بخدا تمہیں اپنے گھر میں داخل کرنا (مہمان بنانا) مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس سرخ اونٹ ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 346)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر آپ کی وفات تک ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ انہوں نے مسلسل تین دن پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ (بخاری، کتاب الاطعمہ)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ |
| جن پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کہتے ہیں، بیشک ہم بھی اللہ کیلئے ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ |

## مصیبت کے وقت اللہ کی طرف رجوع کرنے کا بیان

هُمْ "اَلَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ" بَلَاء "قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ" مِلْكًا وَّعَبِيْدًا يَفْعَل بِنَا مَا يَشَاء "وَاِنَّآ اِلَيْهِ

رَاجِعُوْنَ " فِی الْاٰخِرَۃ فَیُجَازِیْنَا وَفِی الْحَدِیْث (مَنْ اسْتَرْجَعَ عِنْدَ الْمُصِیْبَۃ اٰجَرَہُ اللّٰہُ فِیْھَا وَاَخْلَفَ اللّٰہُ عَلَیْہِ خَیْرًا) وَفِیْہِ اَنَّ مِصْبَاحَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طُفِیءَ فَاسْتَرْجَعَ فَقَالَتْ عَائِشَۃُ : اِنَّمَا ھٰذَا مِصْبَاحٌ فَقَالَ : (کُلُّ مَا اَسَاءَ الْمُؤْمِنَ فَھُوَ مُصِیْبَۃٌ) رَوَاہُ اَبُوْ دَاوٗدَ فِیْ مَرَاسِیلہ،

جن پر کوئی مصیبت یعنی آزمائش پڑتی ہے تو کہتے ہیں، بیشک ہم بھی اللہ کیلئے یعنی اس کی ملکیت میں ہیں اوراس کے غلام ہیں اور ہم بھی اسی کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔یعنی آخرت میں اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں پس وہ ہمیں اس کی جزاء دے گا اور حدیث میں ہے کہ جو شخص مصیبت میں اللہ تعالی سے رجوع کرے تو اللہ اس کو ثواب عطا فرماتا ہے اوراس کے بعد اللہ اس پر بھلائی بھیج دیتا ہے۔اور حدیث ہی میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا چراغ بجھا تو آپ ﷺ نے ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ '' پڑھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ چراغ ہی تو ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہر وہ چیز جو مؤمن کے تکلیف دہ ہو وہ مصیبت ہے۔اس کو امام ابوداؤد نے اپنی مراسیل کے اندر بیان کیا ہے۔

## معمولی وغیر معمولی مصیبت پر بھی استرجاع کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسی شخص کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو اسے چاہئے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے کیونکہ یہ بھی ایک مصیبت ہی ہے۔(مشکوۃ شریف:جلد دوم:حدیث نمبر 250)

غالباً جوتے کا تسمہ ٹوٹنے سے معمولی مصیبت وتکلیف سے مراد ہے،جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی معمولی درجہ کی بھی تکلیف و مصیبت پہنچے تو انا اللہ پڑھنی چاہئے چنانچہ ایک روایت میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ اچانک چراغ بجھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس مسلمان مرد وعورت کو کوئی مصیبت وصدمہ پہنچے اور خواہ کتنا ہی طویل زمانہ گزر جانے کے بعد وہ مصیبت وصدمہ یاد آجائے اور وہ اس وقت انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ثواب ثابت کر دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے وہی اجر وثواب عطا فرماتا ہے جو اس دن عطا کیا جائے گا جب کہ وہ اس مصیبت وصدمہ سے دوچار ہوا تھا اور اس پر صبر کا تھا۔(مشکوۃ شریف:جلد دوم:حدیث نمبر 249)

## مؤمن کو مصیبت کے بدلے میں ثواب ملنے کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی مصیبت پیش آئے تو وہ اس پر اس طرح کہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ اَجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا ۔یعنی اے اللہ تو مجھے اس مصیبت میں اجر بھی دے،اوراس سے بہتر بدلہ بھی عطاء فرما،تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا اجر وثواب بھی عطاء فرماتا ہے۔اوراس سے بہتر بدلہ بھی،تو پھر مومن صادق کیلئے کسی مصیبت میں کیا خسارہ؟ خسارہ تو اس کو ہوتا ہے جس کو کوئی اجر وثواب نہ ملے،اسی لئے کہا جاتا ہے اِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ

الثَّوَابَ یعنی مصیبت والا تو وہ ہے جو اجر و ثواب سے محروم رہے۔

## بخار کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام صائب رضی اللہ عنہا کے پاس (جو تپ و لرزہ میں مبتلا تھیں) تشریف لائے اور (ان کی حالت دیکھ کر) کہ "یہ تمہیں کیا ہوا جو کانپ رہی ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ بخار ہے اللہ اس میں برکت نہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخار کو برا مت کہو کیونکہ بخار بنی آدم کے گناہوں کو اسی طرح دور کرتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کر دیتی ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 22)

ایک روایت میں منقول ہے کہ "اللہ تعالیٰ مؤمن کی تمام خطائیں اس کے ایک رات کے بخار کی وجہ سے دور فرما دیتا ہے اسی طرح ابوداؤد کی ایک روایت میں منقول ہے کہ "ایک رات کا بخار ایک برس کے گناہ دور کر دیتا ہے۔

## استرجاع والے کیلئے جنت میں مکان ہونے کا بیان

ابن ماجہ میں ہے حضرت ابوسنان فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک بچے کو دفن کیا ابھی میں اس کی قبر میں سے نکلا نہ تھا کہ ابوطلحہ خولانی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے نکالا اور کہا سنو میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے دریافت فرماتا ہے تو نے میرے بندے کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کا کلیجہ کا ٹکڑا چھین لیا بتا تو اس نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں اللہ تیری تعریف کی اور انا للہ پڑھا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناؤ اور اس کا نام بیت الحمد رکھو۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوٰتٌ مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ ○ |
| یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔ |

## صراط مستقیم والوں پر اللہ کی مغفرت کا بیان

"اُولٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَاتٌ" مَغۡفِرَة "مِنۡ رَبِّهِمۡ وَرَحۡمَة" نِعۡمَة "وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُهۡتَدُوۡنَ" اِلَى الصَّوَاب،
یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی صلوات یعنی مغفرت ہے اور رحمت یعنی نعمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں، یعنی صحیح راہ پر چلنے والے ہیں۔

## اللہ کی رحمت کے سبب جنت میں داخل ہونے کا بیان

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھی راہ پر گامزن رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری دو کیونکہ کسی کو اس کے عمل جنت میں داخل نہ کرائیں گے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور مجھے بھی نہیں سوائے اس کے کہ اللہ اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے گا اور جان لو اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے اگرچہ کم ہو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2622)

| |
|---|
| اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ |
| اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| بیشک صفااور مروہ اللہ کے نشانوں سے ہیں۔تو جواس گھر کا حج یا عمرہ کرے۔اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے |
| اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے۔تو اللہ نیکی کا صلہ دینے خبر دار ہے۔ |

## صفاومردہ دو پہاڑوں کے شعائر اللہ ہونے کا بیان

"اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ" جَبَلَانِ بِمَكَّة "مِنْ شَعَائِر اللّٰه" اَعْلَام دِيْنه جَمْع شَعِيرَة "فَمَنْ حَجّ الْبَيْت اَوْ اعْتَمَرَ" اَيْ تَلَبَّسَ بِالْحَجِّ اَوْ الْعُمْرَة وَاَصْلهمَا الْقَصْد وَالزِّيَارَة "فَلَا جُنَاح عَلَيْهِ" اِثْم عَلَيْهِ "اَنْ يَطَّوَّف" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الطَّاء "بِهِمَا" بِاَنْ يَسْعَى بَيْنهمَا سَبْعًا نَزَلَتْ لَمَّا كَرِهَ الْمُسْلِمُوْنَ ذٰلِكَ لِاَنَّ اَهْل الْجَاهِلِيَّة كَانُوْا يَطُوفُوْنَ بِهِمَا وَعَلَيْهِمَا صَنَمَانِ يَمْسَحُوْنَهُمَا وَعَنْ ابْن عَبَّاس اَنَّ السَّعْي غَيْر فَرْض لِمَا اَفَادَهُ رَفْع الْاِثْم مِنْ التَّخْيِير وَقَالَ الشَّافِعِيّ وَغَيْره رُكْن وَبَيَّنَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرِيْضَته بِقَوْلِهٖ (اِنَّ اللّٰه كَتَبَ عَلَيْكُمْ السَّعْي) رَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ وَغَيْره (وَقَالَ ابْدَءُوْا بِمَا بَدَاَ اللّٰه بِهٖ) يَعْنِي الصَّفَا رَوَاهُ مُسْلِم "وَمَنْ تَطَوَّعَ" وَفِيْ قِرَاءَة بِالتَّحْتِيَّة وَتَشْدِيْد الطَّاء مَجْزُوْمًا وَفِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِيْهَا "خَيْرًا" اَيْ بِخَيْرٍ اَيْ عَمِلَ مَا لَمْ يَجِب عَلَيْهِ مِنْ طَوَاف وَغَيْره "فَاِنَّ اللّٰه شَاكِر" لِعَمَلِهٖ بِالْاِثَابَةِ عَلَيْهِ "عَلِيْم" بِهٖ،

بیشک صفااور مروہ یہ مکہ کے دو پہاڑ ہیں۔اللہ کے نشانوں یعنی دین کے نشانوں میں سے ہیں۔کیونکہ شعائر یہ شعیرۃ کی جمع ہے تو جواس گھر کا حج یا عمرہ کرے۔ان دونوں کا معنی قصد وزیارت ہے۔اس پر کچھ گناہ نہیں کہ ان دونوں کے پھیرے کرے، یہاں ''اَنْ يَـطَّـوَّف'' تاء کا طاء میں ادغام ہے۔یعنی ان دونوں کے سات چکر لگائے کیونکہ دور جاہلیت میں لوگ ان دونوں کا طواف کیا کرتے تھے۔اوران دونوں میں دو بت تھے جن کو وہ مس کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سعی فرض نہیں ہے کیونکہ اثم پر جو رفع ہے وہ اختیار پر دلالت کرتا ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک رکن ہے۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اس کے فرض ہونے کو بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ بے شک اللہ نے تم پر سعی کو لکھ دیا ہے۔اس کو امام بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔اور فرمایا کہ تم اسی سے ابتداء کرو جس سے اللہ نے شروع کیا ہے۔یعنی صفا سے اور اس کو امام مسلم علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے۔اور''وَمَنْ تَطَوَّعَ ''ایک قرأت میں تاء تحتانیہ اور طاء کے شد کے ساتھ مجزوم ہے۔اور اس میں تا کا طاء میں ادغام ہے۔بھلائی یعنی اس عمل کی بھلائی جو طواف وغیرہ میں سے واجب نہیں ہے۔اور جو کوئی بھلی بات اپنی طرف سے کرے۔تو اللہ نیکی کا صلہ دینے خبر دار ہے۔

## شعائر کے لغوی مفہوم کا بیان

شعیرۃ" کی جمع شعائر ہے۔ایسی نشانیوں یا علامتوں کو کہتے ہیں جن کو خاص اعمال کے لئے قرار دیا گیا ہو،کہا جاتا ہے کہ " شعائر اللہ"

ایسی علامتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے قرار دیا ہے پس "صفاومروہ" کو "شعائر اللہ" کہنا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دوجگہوں کو ایسی علامتیں قرار دیا ہے کہ بندگان خدا وہاں عبادت کریں۔اعتمر" کا مصدر "اعتمار" ہے جس کا معنی زیارت کرنا اور عمرہ بجالانا ہے۔(مجمع البیان)

## سورہ بقرہ آیت ۱۵۸ کے شان نزول کا بیان

آیت شریف کا شان نزول یہ ہے کہ مثلل (ایک جگہ کا نام ہے) کے پاس مناۃ بت تھا اسلام سے پہلے انصار اسے پوجتے تھے اور جو اس کے نام لبیک پکار لیتا وہ صفا مروہ کے طواف کرنے میں حرج سمجھتا تھا،اب بعد از اسلام ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صفا مروہ کے طواف کے حرج کے بارے میں سوال کیا تو یہ آیت اتری کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اسی کے بعد حضور علیہ السلام نے صفا مروہ کا طواف کیا اس لئے مسنون ہو گیا اور کسی کو اس کے ترک کرنے کا جواز نہ رہا۔(بخاری،مسلم)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ میں صفاومروہ کے درمیان سعی نہ کرنے والے پر اس عمل میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتا۔نیز میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ ان کے درمیان سعی نہ کروں۔انہوں نے فرمایا اے بھانجے تو نے کتنی غلط بات کہی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کی پھر اس کے بعد مسلمانوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ہاں زمانہ جاہلیت میں جو سرکش مناۃ (بت) کے لئے لبیک کہتا تھا وہ صفاء ومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا ." 2 . البقرۃ:15) (جو حج بیت اللہ کرے یا عمرہ ادا کرے اس پر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے پر کوئی گناہ نہیں) اگر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ تم کہہ رہے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے "فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِ اَنْ لَّا یَطَّوَّفَ بِهِمَا " (یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں اگر وہ صفاومروہ کی سعی نہ کرے)۔

زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام کے سامنے بیان کی تو انہوں نے اسے بہت پسند کیا اور فرمایا اس میں بڑا علم ہے۔میں نے کچھ علماء کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ عرب میں سے جو لوگ صفاومروہ کے درمیان سعی نہیں کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ان دو پتھروں کے درمیان سعی کرنا امور جاہلیت میں سے ہے اور انصار میں سے کچھ لوگ کہتے کہ ہمیں بیت اللہ کے طواف کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صفاومروہ کا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ." 2۔البقرۃ:158) (یعنی صفاومروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔) ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میرے خیال میں یہ آیت انہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی:جلد دوم:حدیث نمبر896)

## سعی کے وجوب ورکن میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف کے نزدیک اگر کسی نے سعی ترک کی تو اس پر دم واجب ہے۔اور اس کا حج مکمل ہوگا۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سعی واجب ہے۔

جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک رکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس کے ترک پر فساد حج نہیں بلکہ دم لازم آئے گا۔ کیونکہ ہر نسک رکن نہیں ہے لہٰذا دم اس کا قائم مقام ہوگا جس طرح رمی میں ہوتا ہے۔اور فساد سے احتراز اس لئے کیا کہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد علیہم الرحمہ کے نزدیک سعی رکن ہے۔ (البنائیہ شرح الہدایہ،۵،ص،۲۶۶،حقانیہ ملتان)

## حضرت اسماعیل اور صفا مروہ کی فضیلت کا بیان

سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عورتوں نے سب سے پہلے ازار بند بنانا اسماعیل کی ماں سے سیکھا انہوں نے ازار بند بنایا تا کہ اپنے نشانات کو سارہ سے چھپائیں پھر انہیں اور ان کے لڑکے اسماعیل کو ابراہیم لے کر آئے اور وہ انہیں دودھ پلاتی تھیں تو ان دونوں کو مسجد کے اوپری حصہ میں زمزم کے پاس کعبہ کے قریب ایک درخت کے پاس بٹھادیا اور اس وقت مکہ میں نہ تو آدمی تھا نہ پانی ابراہیم نے انہیں وہاں بٹھادیا اور ان کے پاس ایک چمڑے کے تھیلے میں کھجوریں اور مشکیزہ میں پانی رکھ دیا اس کے بعد ابراہیم لوٹ کر چلے تو اسماعیل کی والدہ نے ان کے پیچھے دوڑ کر کہا: اے ابراہیم کہا جارہے ہو اور ہمیں ایسے جنگل میں جہاں نہ کوئی آدمی ہے نہ اور کچھ (کس کے سہارے چھوڑے جارہے ہو؟) اسماعیل کی والدہ نے یہ چند مرتبہ کہا مگر ابراہیم نے ان کی طرف مڑکر بھی نہ دیکھا۔

اسماعیل کی والدہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! ہاجرہ نے کہا تو اب اللہ بھی ہم کو برباد نہیں کرے گا پھر وہ واپس چلی آئیں۔اور ابراہیم چلے گئے حتیٰ کہ وہ ثنیہ کے پاس پہنچے، جہاں سے وہ لوگ انہیں دیکھ نہ سکتے تھے، تو انہوں نے اپنا منہ کعبہ کی طرف کر کے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ (اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کفدست) میدان میں جو زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں) اور اسماعیل کی والدہ انہیں دودھ پلاتی تھیں اور اس مشکیزہ کا پانی پیتی تھیں حتی کہ جب وہ پانی ختم ہوگیا تو انہیں اور ان کے بچہ کو (سخت) پیاس لگی وہ اس بچہ کو دیکھنے لگیں کہ وہ مارے پیاس کے تڑپ رہا ہے یا فرمایا کہ ایڑیاں رگڑ رہا ہے وہ اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ لا کر چلیں اور انہوں نے اپنے قریب جو اس جگہ کے متصل تھا کوہ صفا کو دیکھا پس وہ اس پر چڑھ کر کھڑی ہوئیں اور جنگل کی طرف منہ کر کے دیکھنے لگیں کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں؟ تو ان کو کوئی نظر نہ آیا (جس سے پانی مانگیں) پھر وہ صفا سے اتریں۔

جب وہ نشیب میں پہنچیں تو اپنا دامن اٹھا کے ایسے دوڑیں جیسے کوئی سخت مصیبت زدہ آدمی دوڑتا ہے حتیٰ کہ اس نشیب سے گزر گئیں پھر وہ کوہ مروہ پر آکر کھڑی ہوئیں اور ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی نظر آتا ہے یا نہیں تو انہیں کوئی نظر نہ آیا اسی طرح انہوں نے سات مرتبہ کیا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی لئے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں

جب وہ آخری دفعہ کوہ مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی خود ہی کہنے لگیں ذرا ٹھہر کر سننا چاہئے تو انہوں نے کان لگایا تو پھر بھی آواز سنی خود ہی کہنے لگیں (اے شخص) تو نے آواز تو سنادی کاش کہ تیرے پاس فریادرسی بھی ہو، یکا یک ایک فرشتہ کو مقام زمزم میں دیکھا اس فرشتہ نے اپنی ایڑی ماری یا فرمایا کہ اپنا پر مارا حتیٰ کہ پانی نکل آیا ہاجرہ اسے حوض کی شکل میں بنا کر روکنے لگیں اور ادھر ادھر کرنے لگیں۔

اور چلو بھر بھر کے اپنی مشک میں ڈالنے لگیں ان کے چلو بھرنے کے بعد پانی زمین سے ابلنے لگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اسماعیل کی والدہ پر رحم فرمائے اگر وہ زمزم کو (روکتی نہیں بلکہ) چھوڑ دیتیں یا فرمایا چلو بھر بھر کے نہ ڈالتیں تو زمزم ایک جاری رہنے والا چشمہ ہوتا پھر فرمایا کہ انہوں نے پانی پیا اور بچہ کو پلایا پھر ان سے فرشتہ نے کہا کہ تم اپنی ہلاکت کا اندیشہ نہ کرو کیونکہ یہاں بیت اللہ ہے جسے یہ لڑکا اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہلاک و برباد نہیں کرتا (اس وقت) بیت اللہ زمین سے ٹیلہ کی طرح اونچا تھا سیلاب آتے تھے تو اس کے دائیں بائیں کٹ جاتے تھے ہاجرہ اسی طرح رہتی رہیں یہاں تک کہ چند لوگ قبیلہ بنو جرہم کے ان کی طرف سے گزرے یا یہ فرمایا کہ بنو جرہم کے کچھ لوگ کدا کے راستہ سے لوٹے ہوئے آرہے تھے تو وہ مکہ نشیب میں اترے انہوں نے کچھ پرندوں کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا بیشک یہ پرندے پانی پر چکر لگا رہے ہیں (حالانکہ) ہمارا زمانہ اس وادی میں گزرا تو اس میں پانی نہ تھا انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا تو انہوں نے پانی کو دیکھ لیا، واپس آکر انہوں نے سب کو پانی ملنے کی اطلاع دی وہ سب لوگ ادھر آنے لگے کہا کہ اسماعیل کی والدہ پانی کے پاس بیٹھی تھیں تو ان لوگوں نے کہا کیا تم اجازت دیتی ہو کہ ہم تمہارے پاس قیام کریں انہوں نے کہا اجازت ہے مگر پانی پر کوئی حق نہ ہوگا انہوں نے شرط منظور کر لی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسماعیل کی والدہ نے اسے غنیمت سمجھا وہ انسانوں سے انس رکھتی تھیں تو وہ لوگ مقیم ہو گئے اور اپنے اہل وعیال کو بھی پیغام بھیج کر وہاں بلا لیا انہوں نے بھی وہیں قیام کیا حتیٰ کہ ان کے پاس چند خاندان آباد ہو گئے اور اب اسماعیل بچہ سے بڑے ہو گئے اور انہوں نے بنو جرہم سے عربی سیکھ لی اور خود ان کی حالت بھی معلوم کر لی اسماعیل جب جوان ہوائے تو انہیں بڑے بھلے معلوم ہوئے جب اسماعیل بالغ ہوئے تو انہوں نے اپنے قبیلہ کی ایک عورت سے ان کا نکاح کر دیا اور اسماعیل کی والدہ وفات پا گئیں۔

حضرت ابراہیم اپنے چھوڑے ہوؤں کو دیکھنے کے لئے اسماعیل کے نکاح کے بعد تشریف لائے تو اسماعیل کو نہ پایا ان کی بیوی سے معلوم کیا تو اس نے کہا کہ وہ ہمارے لئے رزق تلاش کرنے گئے ہیں پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس سے بسر اوقات اور حالت معلوم کی تو اس عورت نے کہا ہماری بری حالت ہے اور ہم بڑی تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہیں (گویا) انہوں نے ابراہیم سے شکوہ کیا ابراہیم نے کہا کہ جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ تبدیل کر دیں جب اسماعیل واپس آئے تو گویا انہوں نے اپنے والد کی تشریف آوری کے آثار پائے تو کہا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا؟ بیوی نے

کہاہاں! ایسا ایسا ایک بوڑھا شخص آیا تھا اس نے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا اور اس نے ہماری بسر اوقات کے متعلق دریافت کیا تو میں نے بتادیا کہ ہم تکلیف اور سختی میں ہیں اسماعیل نے کہا کیا انہوں نے کچھ پیغام دیا ہے؟ کہاہاں! مجھ کو حکم دیا تھا کہ تمہیں ان کا سلام پہنچادوں اور وہ کہتے تھے تم اپنے دروازہ کی چوکھٹ بدل دو اسماعیل نے کہا وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے تم کو جدا کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا تم اپنے گھر چلی جاؤ اور اس کو طلاق دے دی۔

اور بنو جرہم کی کسی دوسری عورت سے نکاح کرلیا کچھ مدت کے بعد ابراہیم پھر آئے تو اسماعیل کو نہ پایا اُن کی بیوی کے پاس آئے اور اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا وہ ہمارے لئے رزق تلاش کرنے گئے ہیں ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ اور ان کی بسر اوقات معلوم کی اس نے کہا ہم اچھی حالت اور فراخی میں ہیں اور اللہ کی تعریف کی ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تمہاری غذا کیا ہے؟ انہوں نے کہا گوشت ابراہیم نے پوچھا تمہارے پینے کی کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا پانی، ابراہیم نے دعا کی اے اللہ! ان کے لئے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت وہاں غلہ نہ ہوتا تھا اگر غلہ ہوتا تو اس میں بھی ان کے لئے دعا کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص مکہ کے سوا کسی اور جگہ گوشت اور پانی پر گزارہ نہیں کرسکتا صرف گوشت اور پانی مزاج کے موافق نہیں آسکتا ابراہیم نے کہا جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے میرا سلام کہنا اور انہیں میری طرف سے یہ حکم دینا کہ اپنے دروازہ کی چوکھٹ باقی رکھیں جب اسماعیل آئے تو پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی آدمی آیا تھا ؟ بیوی نے کہاہاں! ایک بزرگ خوبصورت پاکیزہ سیرت آئے تھے اور ان کی تعریف کی تو انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے بتادیا پھر مجھ سے ہماری بسر اوقات کے متعلق پوچھا تو میں نے بتایا کہ ہم بڑی اچھی حالت میں ہیں اسماعیل نے کہا کہ تمہیں وہ کوئی حکم دے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ وہ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں اور حکم دے گئے ہیں کہ آپ اپنے دروازہ کی چوکھٹ باقی رکھیں۔

اسماعیل نے کہا وہ میرے والد تھے اور چوکھٹ سے تم مراد ہو گویا انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ تمہیں اپنی زوجیت میں باقی رکھوں پھر ابراہیم کچھ مدت کے بعد پھر آئے اور اسماعیل کو زمزم کے قریب ایک درخت کے سایہ میں بیٹھے ہوئے اپنے تیر بناتے پایا جب اسماعیل نے انہیں دیکھا تو ان کی طرف بڑھے اور دونوں نے ایسا معاملہ کیا جیسے والد لڑکے سے اور لڑکا والد سے کرتا ہے ابراہیم نے کہا: اے اسماعیل! اللہ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ اس حکم کے مطابق عمل کیجئے ابراہیم بولے کیا تم میرا ہاتھ بٹاؤ گے؟ اسماعیل نے کہاں ہاں! میں آپ کا ہاتھ بٹاؤں گا ابراہیم نے کہا کہ اللہ نے مجھے یہاں بیت اللہ بنانے کا حکم دیا ہے اور آپ نے اس اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا یعنی اس کے گرداگرد ان دونوں نے کعبہ کی دیواریں بلند کیں اسماعیل پتھر لاتے تھے اور ابراہیم تعمیر کرتے تھے حتیٰ کہ جب دیوار بلند ہوئی تو اسماعیل ایک پتھر کو اٹھا لائے اور اسے ابراہیم کے لئے رکھ دیا ابراہیم اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنے لگے اور اسماعیل انہیں پتھر دیتے تھے اور دونوں یہ دعا کرتے رہے کہ اے پروردگار! ہم سے (یہ کام) قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے پھر دونوں تعمیر کرنے

لگے اور کعبہ کے گرد گھوم کر یہ کہتے جاتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ کام) قبول فرما بیشک تو سننے والا جاننے والا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 599)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ |
| فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ○ |
| بیشک جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے اپنی کتاب میں |
| واضح کر دیا ہے تو انہی لوگوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے۔ اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ |

## یہود پر ہر لعنت کرنے والوں کی لعنت کا بیان

وَنَزَلَ فِی الْيَهُوْد "اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ" النَّاس "مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْبَيِّنَات وَالْهُدَى" كَآيَةِ الرَّجْم وَنَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مِنْ بَعْد مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَاب" التَّوْرَاة "اُولٰٓئِكَ يَلْعَنهُمْ اللّٰه" يُبْعِدهُمْ مِنْ رَحْمَته "وَيَلْعَنهُمْ اللَّاعِنُوْنَ" الْمَلَائِكَة وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَوْ كُلّ شَيْء بِالدُّعَاءِ عَلَيْهِمْ بِاللَّعْنَةِ،

یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بیشک جو لوگ ہماری نازل کردہ کھلی نشانیوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں جس طرح رجم کی آیت اور نبی کریم ﷺ کی نعت ہے۔ اس کے بعد کہ ہم نے اسے لوگوں کے لئے اپنی کتاب یعنی تورات میں واضح کر دیا ہے تو انہی لوگوں پر اللہ لعنت یعنی ان کو رحمت سے دور کرتا ہے۔ اور لعنت بھیجنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ یعنی فرشتے، اہل ایمان یا ہر وہ چیز جو ان کیلئے لعنت کی بددعا کرتی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۵۹ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت علماء یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف اور آیت رجم اور توریت کے دوسرے احکام کو چھپایا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودیہ کو لایا گیا ان دونوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تورات میں کیا پاتے ہو اس کے بارے میں جس نے زنا کیا؟ انہوں نے کہا ہم ان کے چہروں کو سیاہ کرتے ہیں اور سوار کرتے ہیں اس طرح کہ ہم ان کے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کرتے ہیں اور ان کو چکر لگواتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سچے ہو تو تورات لے آو۔ وہ اسے لے آئے اور پڑھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آیت رجم تک پہنچے تو اس نوجوان نے جو پڑھ رہا تھا اپنا ہاتھ آیت پر رکھ لیا اور اس کے آگے اور پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ہاتھ اٹھانے کا حکم دیں۔ اس نے ہٹایا تو اس کے نیچے آیت رجم تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، انہیں رجم کر دیا گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں بھی ان دونوں کو سنگسار کرنے والو میں سے تھا۔ تحقیق! میں نے اس مرد کو دیکھا کہ وہ اپنے آپ پر پتھر برداشت کر کے اس عورت کو بچا رہا تھا۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1944)

## علم کی بات چھپانے والوں کی مذمت کا بیان

صحیح حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جس شخص نے کسی شرعی امر کی نسبت سوال کیا جائے اور وہ اسے چھپالے اسے قیامت کے دن آگ کی لگام پہنائی جائے گی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں ایک حدیث بھی بیان نہ کرتا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں تھے آپ نے فرمایا کہ قبر میں کافر کی پیشانی پر اس زور سے ہتھوڑا مارا جاتا ہے کہ جاندار اس کا دھماکہ سنتے ہیں سوائے جن وانس کے۔ پھر وہ سب اس پر لعنت بھیجتے ہیں یہی معنی ہیں کہ ان پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے یعنی تمام جانداروں کی حضرت عطاء فرماتے ہیں آیت (لاعنون) سے مراد تمام جانور اور کل جن وانس ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں جب خشک سالی ہوتی ہے بارش نہیں برستی تو چوپائے جانور کہتے ہیں یہ بنی آدم کے گنہگاروں کے گناہ کی شومی قسمت سے ہے اللہ تعالیٰ بنی آدم کے گنہگاروں پر لعنت نازل کرے، بعض مفسرین کہتے اس سے مراد فرشتے اور مومن لوگ ہیں، حدیث میں ہے عالم کے لئے ہر چیز استغفار کرتی ہے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس آیت میں ہے کہ علم کے چھپانے والوں کو اللہ لعنت کرتا ہے اور فرشتے اور تمام لوگ اور کل لعنت کرنے والے یعنی ہر بازبان اور ہر بیزبان چاہے زبان سے کہے چاہے قرائن سے اور قیامت کے دن بھی سب چیزیں ان پر لعنت کریں گی۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ |
| مگر وہ لوگ جو توبہ کریں اور سنواریں اور ظاہر کریں تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی ہوں بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ |

## اہل اصلاح کی توبہ کی قبولیت کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا" رَجَعُوْا عَنْ ذٰلِكَ "وَاَصْلَحُوْا" عَمَلَهُمْ "وَبَيَّنُوْا" مَا كَتَمُوْا "فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ" اَقْبَلُ تَوْبَتَهُمْ "وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ" بِالْمُؤْمِنِيْنَ،

مگر وہ لوگ جو توبہ کریں یعنی اس سے رجوع کریں اور اپنے عمل کو سنواریں اور ظاہر کریں جو انہوں نے چھپایا تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا اور میں ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، اہل ایمان کے ساتھ مہربان ہوں۔

## توبہ کرنے کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّكَ اَنْتَ

التَّوَّابُ الرَّحِیمُ سو مرتبہ شمار کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1512)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے انتظار میں بیٹھے تھے وہ ہماری طرف نکل آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے کہ جس کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے جاری ہونے سے مانع بن گئی تو بیشک اس نے اللہ سے ضد کی اور جس شخص نے کسی امر باطل پر جھگڑا کیا اور اسے معلوم ہو (کہ یہ غلط اور باطل ہے) تو وہ اس جھگڑے کو جب تک نہیں چھوڑے گا اللہ کے غصہ اور غضب میں رہے گا اور جس شخص نے کسی مومن و مسلمان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس کے اندر نہیں ہے تو اللہ اسے اہل دوزخ کی کیچڑ اور گندگی و غلاظت میں رکھیں گے یہاں تک کہ جو کچھ اس نے کہا کہ اس سے توبہ نہ کرلے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 204)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ٥ |
| بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہی تھے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ |

## حالت کفر میں مرنے والے کفار پر لعنت کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّار" حَال "اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَة وَالنَّاس اَجْمَعِيْنَ" اَيْ هُمْ مُسْتَحِقُّوْنَ ذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة وَالنَّاس قِيْلَ : عَامّ وَقِيْلَ : الْمُؤْمِنُوْنَ،

بیشک جنہوں نے کفر کیا اور اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہی تھے ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ یعنی وہ دنیا و آخرت میں لعنت کے حقدار ہیں۔ اور الناس کے بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ عام لوگ مراد ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل ایمان مراد ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۶۱ کے مضمون نزول کا بیان

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنہوں نے کیا اور کفر کی حالت میں مر گئے ان پر لعنت ہو۔ لعن (طعن) کے معنی ہیں، اللہ کی رحمت سے دور کرنا، حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کسی کو لعن طعن کرنا انتہائی بری حرکت ہے چنانچہ شریعت کا حکم ہے کہ کسی آدمی کو متعین کر کے اس پر لعنت نہ بھیجی جائے چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ کسی متعین کافر پر لعنت بھیجنے کی ممانعت اس بنا پر ہے کہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب اس کو ایمان و اسلام کی توفیق ہو جائے اور وہ کفر و شرک کی لعنت سے نکل کر اللہ کی رحمت کے سایہ میں آجائے۔ ہاں جو آدمی کفر کی حالت میں مر گیا ہو اور اس کا کفر پر مرنا یقینی طور پر معلوم ہو تو اس پر لعنت بھیجی جا سکتی ہے اسی طرح نفس برائی پر لعنت بھیجی جا سکتی ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ کفر پر اللہ کی لعنت یا یہ کہ کافروں پر اللہ کی لعنت۔

## کافروں پر فرشتوں کی لعنت کا بیان

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ ہم) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک انصاری شخص کے جنازہ کے

ساتھ چلے ہم قبر پر پہنچے (قبر تیار نہ ہونے کی وجہ سے) ابھی جنازہ سپرد خاک نہیں ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف فرما ہو گئے ہم بھی آپ کے گرداگرد (اس طرح) بیٹھ گئے گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں (یعنی ہم بالکل خاموش سر جھکائے بیٹھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ جس سے آپ زمین کرید رہے تھے (جس طرح کہ کوئی شخص انتہائی تفکر و استغراق کے عالم میں ہوتا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور (ہمیں مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا کہ عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا۔ اور پھر فرمایا "جب بندہ مومن دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے کو ہوتا ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے (یعنی مرنے کے قریب ہوتا ہے) تو اس کے پاس آسمان سے نہایت روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں (جن کے چہرہ کی چمک دمک ایسی ہوتی ہے) گویا کہ ان کے چہرے آفتاب ہیں، ان کے ہمراہ جنت کا (یعنی ریشمی کپڑے کا) کفن اور جنت کی خوشبو (یعنی مشک وعنبر وغیرہ کی خوشبو) ہوتی ہے اور وہ (بسبب کمال ادب اور روح نکلنے کے انتظار میں) اس کے سامنے اتنی دور کہ جہاں تک کہ اس کی نگاہ پہنچ سکے، بیٹھ جاتے ہیں، پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتے ہیں کہ "اے پاک جان! اللہ بزرگ و برتر کی طرف سے مغفرت و بخشش اور اس کی خوشنودی کی طرف پہنچنے کے لیے جسم سے نکل! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) بندہ مومن کی جان (اس کے جسم سے) اس طرح (یعنی آسانی اور سہولت سے) نکل آتی ہے جس طرح کہ مشک سے پانی کا قطرہ بہ نکلتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں، جب ملک الموت اسے لے لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے اس جان کو ملک الموت کے ہاتھ میں پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے یعنی غایت اشتیاق کی بنا پر فوراً اس جان کو ملک الموت کے ہاتھوں سے (اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور اس کو اس کفن میں اور اس خوشبو میں کہ جسے وہ اپنے ہاتھ میں لائے تھے رکھ لیتے ہیں، اور اس جان سے بہترین وہ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر (زمین کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی فنا تک) پائی جانے والی مشک کی بہترین خوشبوؤں کے مانند ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "پھر وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں، چنانچہ جب وہ فرشتے اس جان کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں تو (زمین وآسمان کے درمیان موجود) فرشتوں کی کسی بھی جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کون ہے؟ وہ فرشتے جو اس روح کو لے جا رہے ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں کا بیٹا (یعنی اس کی روح) ہے اور وہ فرشتے اس کو بہترین نام ولقب (اور اس کے اوصاف) بتاتے ہیں جن کے ذریعہ اہل دنیا اس کا ذکر کرتے ہیں اسی طرح سوال وجواب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ فرشتے اس کو لے کر آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان تک) پہنچتے ہیں اور آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں جو ان کے لیے کھول دیا جاتا ہے (اسی طرح ہر آسمان کا دروازہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے) اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ساتوں آسمانوں تک (اسی اعزاز واکرام کے ساتھ) پہنچا دیا جاتا ہے۔ پس اللہ عزوجل (فرشتوں سے) فرماتا ہے کہ اس بندہ کا نامہ اعمال علیین میں رکھو اور اس جان کو زمین کی طرف یعنی اس کے بدن میں جو زمین میں مدفون ہے واپس لے جاؤ (تاکہ یہ اپنے بدن میں پہنچ کر قبر کے سوال وجواب کے لیے تیار رہے) کیونکہ بے شک

میں زمین ہی سے جسموں کو پیدا کیا ہے اور زمین ہی میں ان کو (یعنی اجسام وارواح کو) واپس بھیجتا ہوں اور پھر زمین ہی سے ان کو دوبارہ نکالوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد وہ جان اپنے جسم میں پہنچا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے (یعنی منکر نکیر) آتے ہیں جو اسے بٹھلاتے ہیں اور پھر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ بندہ مومن جواب دیتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر وہ پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر وہ پوچھتے ہیں کہ یہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے وہ جواب دیتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ پوچھتے ہیں کہ یہ تم نے کیسے جانا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میں نے خدا کی کتاب کو پڑھا، اس پر ایمان لایا۔ اور دل سے اسے سچ جانا (جس کی وجہ سے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا معلوم ہوا پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے (یعنی خدا کی طرف سے اعلان ہوتا ہے کہ) میرا بندہ سچا ہے اس کے لیے جنت کا بستر بچھاؤ اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لیے جنت کی طرف دروازہ کھول دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چنانچہ اس کی طرف جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے اسے جنت کی ہوا اور خوشبو آتی رہتی ہے۔ پھر اس کی قبر کو حد نظر تک کشادہ کر دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد اس کے پاس ایک خوبصورت شخص اچھے کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ خوشخبری ہو تجھے اس چیز کی جو تجھے خوش کرنے والی ہے۔ یعنی تیرے لیے وہ نعمتیں تیار ہیں جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بندہ مومن اس سے پوچھتا ہے کہ تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ حسن و جمال میں کامل ہے اور تم بھلائی کو لائے ہو اور اس کی خوشخبری سناتے ہو وہ شخص جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں (جو اس شکل وصورت میں آیا ہوں) آج وہ دن ہے جس کا (دنیا میں) تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا بندہ مومن (یہ سن کر) کہتا ہے اے میرے پروردگار قیامت قائم کر دے! قیامت قائم کر دے قیامت قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور جب بندہ کافر دنیا سے اپنا تعلق ختم کرنے اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے (یعنی اس کی موت کا وقت قریب آتا ہے) تو اس کے پاس سے آسمان سے (عذاب کے) کالے چہرے والے فرشتے آتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اور وہ اتنی دور کہ جہاں تک نگاہ پہنچ سکے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت آتا ہے اور اس کے سر کے قریب بیٹھ کر کہتا ہے کہ اے خبیث جان! خدا کی طرف سے عذاب (بتلا کیے جانے کے لیے جسم سے باہر) نکل! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کافر کی روح یہ سن کر) اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے (یعنی روح کافر جب عذاب خداوندی کے آثار دیکھتی ہے تو اس کے خوف سے اپنے جسم سے نکلنے کے لیے تیار نہیں بلکہ پورے جسم میں چھپی چھپی پھرتی ہے بخلاف مومن کی روح کے کہ وہ انوار الٰہی اور پروردگار کے کرم کے آثار دیکھ کر جسم سے خوشی خوشی نکل آتی ہے) چنانچہ ملک الموت اس روح کو سختی اور زور سے باہر نکالتا ہے جیسا کہ تر صوف سے آنکڑا کھینچا جاتا ہے (یعنی جس طرح تر صوف سے آنکڑا بڑی سختی اور مشکل سے کھینچا جاتا ہے اور اس سختی سے کھینچنے کی وجہ سے صوف کے کچھ اجزاء اس آنکڑا سے لگے ہوئے باہر آ جاتے ہیں تو یہ حال ہوتا ہے کہ جیسے کہ روح کے ساتھ رگوں کے کچھ اجزاء لگے ہوئے باہر آ گئے ہیں) جب ملک الموت اس

روح کو نکال لیتا ہے دوسرے فرشتے اس روح کو ملک الموت کے ہاتھ پلک جھپکنے کے بقدر بھی نہیں چھوڑتے بلکہ اسے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ دیتے ہیں، اس روح میں سے ایسے (سڑے ہوئے) مردار کی بدبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر پایا جائے۔ وہ فرشتے اس روح کو لے کر آسمان کی طرف چلتے ہیں چنانچہ جب وہ فرشتوں کی کسی جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون ناپاک روح ہے؟ وہ فرشتے جو اسے لے جا رہے ہوتے ہیں جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں شخص کا بیٹا ہے (یعنی فلاں شخص کی روح ہے) اور اس کے برے برے نام برے اوصاف کے ساتھ اس کا ذکر کرتے ہیں کہ جن نام و اوصاف سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا، یہاں تک کہ جب اسے آسمان سے دنیا تک پہنچا دیا جاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا جاتا ہے تو اس کے واسطے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استدلال کے طور پر یہ آیت پڑھی: (لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (7۔ الاعراف:40)۔ ان کافروں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس روح کا اعمال نامہ سجین میں لکھ دو جو سب سے نیچے کی زمین ہے۔ چنانچہ کافر کی روح (نیچے) پھینک دی جاتی ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (استدلال کے طور پر) یہ آیت تلاوت فرمائی (وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (22۔الحج: 31)۔ جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ ایسا ہے جیسے آسمان سے (یعنی ایمان و توحید کی بلندی سے کفر و شرک کی پستی میں) گر پڑا۔ چنانچہ اسے پرندے اچک لیتے ہیں (یعنی وہ ہلاک ہو جاتا ہے) یا ہوا اسے (اڑا کر) دور پھینک دیتی ہے (یعنی رحمت خداوندی سے دور ہو جاتا ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اسے شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ مقام قرب سے دور جا پڑا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس کی روح اس کے جسم میں آ جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ! میں نہیں جانتا۔ پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ! میں نہیں جانتا پھر وہ فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں کہ یہ "شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے کون ہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ! میں نہیں جانتا! (اس سوال و جواب کے بعد) پکارنے والا آسمان کی طرف سے پکار کر کہتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے لہٰذا اس کے لیے آگ کا بچھونا بچھاؤ اور اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دو!۔ چنانچہ (اس کے لیے دوزخ کی طرف دروازہ کھول دیا جاتا ہے) جس سے اس کے پاس دوزخ کی گرمی اور اس کی گرم ہوا آتی رہتی ہے اور اس کے لیے اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ (دونوں کنارے مل جانے سے) اس کی پسلیاں ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدصورت شخص آتا ہے جو برے کپڑے پہنے ہوئے ہوتا ہے اور اس سے بدبو آتی رہتی ہے اور وہ اس سے کہتا ہے کہ تو وہ بری خبر سن، جو تجھے رنج و غم میں مبتلا کر دے، آج وہ دن ہے جس کا تجھ سے (دنیا میں وعدہ کیا گیا

تھا۔ وہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ انتہائی برا ہے جو برائی لیے ہوئے آیا ہے۔ وہ شخص کہتا ہے کہ تیرا برا عمل ہوں (یہ سن کر) مردہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار قیامت قائم نہ کیجیے۔

ایک اور روایت میں اسی طرح منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب مومن کی روح (اس کے جسم سے) نکلتی ہے تو ہر وہ فرشتہ جو آسمان و زمین کے درمیان ہے اور ہر وہ فرشتہ جو آسمان میں ہے اس پر رحمت بھیجتا ہے۔ اس لیے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور (ہر آسمان کا) ہر دروازے والا (فرشتہ) اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرتا ہے کہ اس مومن کی روح اس کی طرف سے آسمان پر لے جائی جائے (تا کہ وہ اس مومن کی روح کے ساتھ چلنے کا شرف حاصل ہو سکے) اور کافر کی روح رگوں کے ساتھ نکالی جاتی ہے چنانچہ زمین و آسمان کے درمیان تمام فرشتے اور وہ فرشتے جو (پہلے آسمان کے) ہیں اس پر لعنت بھیجتے ہیں اس کے لیے آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور پہلے آسمان کے تمام دروازے والے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ اس کافر کی روح ان کی طرف سے نہ چڑھائی جائے۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 107)

## مستحق لعنت بنانے والے بعض اعمال کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ چھ آدمی ایسے ہیں جن پر میں لعنت بھیجتا ہوں اور اللہ نے بھی ان کو ملعون قرار دیا ہے اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (پہلا) کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا (دوسرا) تقدیر الٰہی کو جھٹلانے والا۔ (تیسرا) وہ آدمی جو زبردستی غلبہ پانے کی بنا پر ایسے آدمی کو معزز بنائے جس کو اللہ نے ذلیل کر رکھا ہو اور اس آدمی کو ذلیل کرے جس کو اللہ تعالیٰ نے عزت و عظمت کی دولت سے نواز رکھا ہو۔ (چوتھا) وہ آدمی جو (حدود اللہ سے تجاوز کر کے اس چیز کو حلال جانے جسے اللہ نے حرام کیا ہو۔ (پانچواں) وہ جو میری اولاد سے وہ چیز (قتل) حلال جانے جو اللہ نے حرام کی ہے۔ اور (چھٹا) وہ آدمی جو میری سنت کو چھوڑ دے۔ (بیہقی، رزین، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 105)

حدیث میں جن اشخاص کا ذکر کیا گیا ہے وہ اپنے ان غلط عقائد اور گمراہ کن اعمال کی بنا پر شریعت کی نظر میں اتنے مجرم ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور نہ صرف یہ کہ دربار رسالت سے ان پر پھٹکار برسائی گئی ہے بلکہ وہ بارگاہ الوہیت سے بھی راندہ درگاہ کر دیئے گئے۔ چنانچہ کسی آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں؟ تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ چونکہ خداوند قدوس نے ان کو اپنے اعمال کی بنا پر ملعون قرار دیا ہے اس لیے یہ اسی کے مستحق ہیں کہ رسول بھی ان کو ملعون قرار دے اور ظاہر ہے نبی کی لسان مقدس سے نکلی ہوئی ہر دعا اور ہر بد دعا باب قبولیت تک پہنچ کر رہتی ہے اس لیے جس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لعنت بھیجیں اس کی دنیا بھی برباد ہوگئی اور دین میں تباہ ہو جائے گا اسی طرف کل نبی یجاب کہہ کر اشارہ فرمایا گیا ہے۔

ویسے تو اس حدیث میں جس ترکیب کے اعتبار سے یہ جملہ معترضہ واقع ہو رہا ہے اور اس کے مقصد لعنت میں شدت ہے۔ پہلا آدمی جسے ملعون قرار دیا جا رہا ہے وہ قرآن میں زیادتی کرنے والا ہے، خواہ وہ قرآن میں الفاظ کی زیادتی کرے یا قرآن کی

آیتوں کے ایسے معنی بیان کرے جو کتاب اللہ کے مفہوم کے خلاف اور منشاء الٰہی کے برعکس ہوں۔

تیسرا آدمی وہ ہے جو زبردستی غلبہ حاصل کرے اور اپنی ظاہری شان و شوکت کے بل بوتہ پر ان لوگوں کو معزز کرے جو اللہ کی نظروں میں ذلیل ہیں اور ان لوگوں کو ذلیل کرے جو اللہ کے یہاں بڑا مرتبہ رکھتے ہیں اور اس تیسرے آدمی سے مراد ایسے بادشاہ اور ظالم حاکم ہیں جو اپنے اغراض و مقاصد کی بنا پر حکومت و دولت کے نشہ میں اللہ کے ان صالح و نیک بندوں اور مسلمانوں کو ذلیل خوار کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک بڑی عزت و عظمت کے مالک ہوتے ہیں اور ایسے کافروں، جاہلوں اور بدکار لوگوں کو عزیز رکھتے ہیں جو اللہ کی نظر میں سخت ذلیل ہوتے ہیں۔

چوتھا آدمی وہ ہے جو اللہ کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز کرتا ہے یعنی ان چیزوں کو حلال سمجھتا ہے جو اللہ کی جانب سے حرام کر دی گئی ہیں مثلاً بیت اللہ مکہ میں جن باتوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے جیسے کسی جانور کا شکار کرنا، درخت وغیرہ کاٹنا، یا بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونا، ان کو وہ حلال سمجھتا ہو، ایسے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے بارہ میں جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا ہے ان کو حرام کرتا ہو یعنی رسول اللہ صلی اللہ عنہ کی اولاد کی عزت و تعظیم کرنا ضروری ہے لیکن کوئی آدمی نہ کرنے کو جائز سمجھے یا ان کو تکلیف پہنچانا حرام قرار دیا گیا ہے ان کو تکلیف پہنچانا حلال جانے تو اس پر بھی لعنت فرمائی گئی۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی میری اولاد میں سے ہونے کے باوجود ان افعال کو حلال جان کر کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس طرح اس کا مقصد سیدوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ لوگ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں ہونے کے ناطے گناہ و معصیت سے بچتے رہیں، اس لیے کہ دوسری قوموں کے مقابلہ میں اس قوم کو گناہ و معصیت زیادہ برائی و تباہی کا باعث ہیں کیونکہ ان کا نسبی تعلق براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اسی طرح پانچواں ملعون وہ آدمی قرار دیا گیا ہے جو ان چیزوں کو حرام سمجھتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو۔ چھٹا ملعون آدمی کو قرار دیا گیا ہے جو سنت نبوی کو ترک کرتا ہو۔ اس کا مسئلہ یہ ہے کہ جو آدمی سستی اور کسل کی بنا پر سنت کو ترک کرتا ہو وہ گناہ گار ہے اور جو آدمی سنت کو نعوذ باللہ ناقابل اعتناء سمجھ کر چھوڑتا ہو تو وہ کافر ہے لیکن اس لعنت میں دونوں شریک ہیں۔ مگر یہ کہا جائے گا کہ جو آدمی از راہ کسل و سستی سنت چھوڑتا ہے اس پر لعنت کرنا زجر و توبیخ کے لیے ہے اور جو آدمی ناقابل اعتناء سمجھ کر سنت کو ترک کرتا ہے اس پر حقیقۃً لعنت ہوگی ہاں اگر کوئی آدمی کسی وجہ سے کسی وقت سنت کو ترک کر دے تو اس پر گناہ نہیں ہوگا لیکن یہ بھی مناسب نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں جس سے اٹھ نہ سکے (یعنی مرض وفات میں) فرمایا۔ عیسائیوں اور یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا رکھا ہے۔"

(صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 676)

## کافروں پر لعنت بھیجنے کا بیان

حضرت اعرج فرماتے ہیں کہ "ہم نے ہمیشہ لوگوں کو دیکھا کہ وہ رمضان (کے روزوں) میں کفار پر لعنت بھیجا کرتے تھے اور

(اس زمانے میں) قاری (یعنی نماز تراویح کا امام) سورت بقرہ کو آٹھ رکعتوں میں پڑھا کرتا تھا اور اگر (کبھی) سورت بقرہ کو بارہ رکعتوں میں پڑھتا تو لوگ سمجھتے کہ نماز ہلکی پڑھی گئی ہے۔ (مالک، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1276)

اگرچہ حدیث سے بصراحت یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کفار پر لعنت پورے رمضان کے وتروں کے ساتھ مخصوص تھا۔ اس طرح تمام حدیثوں میں تطبیق پیدا ہو جائے گی چنانچہ اس مفہوم کو اختیار کرنے کے بعد یہ حدیث حضرت عمر کی اس حدیث کے منافی نہیں ہوگی جس سے ثابت ہو چکا ہے کہ جب رمضان کا نصف حصہ گذر جائے تو وتروں میں کفار پر لعنت بھیجنا سنت ہے۔

کفار پر لعنت بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ جب کفار نے اس بابرکت اور مقدس و باعظمت مہینے کی تعظیم نہ کی جس کی عظمت و بزرگی خود باری تعالیٰ عزاسمہ نے بیان فرمائی ہے اور سرچشمہ ہدایت و فیضان کلام اللہ سے ذرہ برابر بھی ہدایت حاصل نہیں کی جو اسی باعظمت مہینے میں نازل ہوا ہے تو وہ اس بات کے مستحق ہوئے کہ ان پر لعنت بھیجی جائے۔

نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد کے بارے میں ابھی پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے ایک مرتبہ پھر سمجھ لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح کی رکعتوں کی کوئی تعداد متعین نہیں فرمائی تھی بلکہ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مختلف رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں بھی مسنون ہیں اور یہ بھی آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ رکعتیں پڑھی ہیں۔ اسی طرح تیرہ اور بیس رکعتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنی منقول ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی بیس رکعتیں متعین فرما دیں اس کے بعد تمام صحابہ کا اسی پر عمل رہا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی اپنے اپنے زمانہ خلافت میں اس کا انتظام رکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت اپنے اوپر لازم قرار دو، اسے اپنے دانتوں سے پکڑو۔

لہٰذا اگر کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی موجودگی میں تراویح کی بیس رکعتوں کا اس لیے قائل نہیں ہوتا کہ ان کا ثبوت قطعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے تو اس کے بارے میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ منشاء نبوت اور حقیقت سنت کی صریح خلاف ورزی کر رہا ہے۔

## ہوا پر لعنت بھیجنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک آدمی نے کسی ایسی چیز پر لعنت کی جو لعنت کی مستحق نہ تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ہوا پر لعنت نہ کرو کیونکہ وہ تو (رحمت یا عذاب کے لیے) اللہ کی جانب سے مامور ہے اور جو آدمی کسی ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کی مستحق نہیں ہوتی تو وہ لعنت اسی لعنت کرنے والے پر لوٹ آتی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1493)

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لعنت کا باعث تین ہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ (۱) کفر (۲) بدعت (۳) فسق، اور ظاہر ہے کہ ہوا میں ان تین چیزوں میں سے کوئی بھی چیز نہیں پائی جاتی اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا کو لعنت

دینے سے منع فرمایا۔

| |
|---|
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ |
| ہمیشہ رہیں گے۔اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے، |

## کفار کو آخرت میں توبہ کی بھی مہلت نہ مل سکے گی

"خَالِدِيْنَ فِيْهَا" اَیْ اللَّعْنَة وَالنَّار الْمَدْلُول بِهَا عَلَيْهَا "لَا يُخَفَّف عَنْهُمْ الْعَذَاب" طَرْفَة عَيْن "وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ" يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ اَوْ لِمَعْذِرَةٍ،

ہمیشہ رہیں گے۔یعنی لعنت اور آگ میں جو اس لعنت کا مدلول ہے۔اس میں نہ ان پر سے عذاب ہلکا ہو گا یعنی کوئی رعایت نہ ہوگی اور نہ انہیں مہلت دی جائے،یعنی ان کو توبہ یا مغفرت کی مہلت نہ دی جائے گی۔

و لا هم ينظرون، یہ مطلب اس بنا پر ہے کہ "ینظرون" باب افعال سے فعل مجہول ہو اسکا مصدر "انظار، مہلت دینا" ہے "و ماتوا و هم كفار" کے قرینہ سے مہلت نہ دینے سے مراد یہ ہے کہ عذاب مرنے کے فوراً بعد شروع ہو جائے گا۔اس مطلب میں فعل مجہول "ینظرون"، "نظر" سے لیا گیا ہے جسکا معنی ہے دیکھنا پس "و لا هم ينظرون" یعنی ان پر نظر رحمت نہ ڈالے گا۔

## کفار کیلئے جہنم کا دائمی عذاب ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک آگ کا پہاڑ ہے جس کا نام صعود ہے۔کافر اس پر ستر سال میں چڑھے گا اور پھر اتنی ہی مدتے میں گرتا رہے گا۔اور ہمیشہ اسی عذاب میں رہے گا۔یہ حدیث غریب ہے۔ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 480)

| |
|---|
| وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ |
| اور تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## صفات الٰہی کو بیان کرنے کے مطالبہ کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا صِفْ لَنَا رَبَّك : "وَاِلٰهكُمْ" الْمُسْتَحِقّ لِلْعِبَادَةِ مِنْكُمْ "اِلٰه وَاحِد" لَا نَظِير لَهُ فِيْ ذَاته وَلَا فِيْ صِفَاته "لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ" هُوَ "الرَّحْمٰن الرَّحِيْم" وَطَلَبُوا اٰيَة عَلٰى ذٰلِكَ فَنَزَلَ،

اور جب انہوں نے یعنی مشرکین نے کہا کہ ہمارے لئے اپنے رب کا وصف بیان کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔اور تمہارا معبود جو تمہاری عبادت کے لائق ہے۔خدائے واحد ہے یعنی ذات وصفات میں اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔وہ نہایت مہربان بہت رحم فرمانے والا ہے۔اور جب مشرکین نے اس کی دلیل کا مطالبہ کیا تو اگلی

آیت نازل ہوئی۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۶۳ کے شان نزول کا بیان

جب کفار نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ اپنے رب کی شان وصفت بیان فرمائیے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتادیا گیا کہ معبود صرف ایک ہے نہ وہ متجزی ہوتا ہے نہ منقسم نہ اس کے لئے مثل نہ نظیر۔ اُلوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک نہیں وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اپنی ذات میں اکیلا ہے کوئی اس کا قسیم نہیں اپنے صفات میں یگانہ ہے کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ابوداؤد و ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے ایک یہی آیت وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ، دوسری " الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ)( آل عمران ۲)

## اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید ورسالت پر ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک یہ لوگ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نیز ہمارے قبلے کی طرف منہ کریں، ہماری ذبح کی ہوئی چیزیں کھائیں اور ہماری نماز کی سی نماز پڑھیں۔ اگر وہ لوگ ایسا کریں گے تو ان کے مال اور جانیں ہم پر حرام ہو جائیں گی مگر یہ کہ وہ کسی ایسے جرم کا ارتکاب کریں جس کی وجہ سے ان کی یہ چیزیں حلال ہو جائیں۔ پھر ان کے لیے وہی کچھ ہے جو تمام مسلمانوں کے لیے اور ان پر بھی وہی حقوق واجب الاداہیں جو دوسرے مسلمانوں پر ہیں۔ اس باب میں حضرت معاذ بن جبل اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ یحییٰ بن ایوب نے بھی حمید سے اور انہوں نے انس رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 515)

| |
|---|
| اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا |
| یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ |
| كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ٥ |
| بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات ودن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ |
| نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ |
| آسمان وزمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔ ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔ |

## توحید اور وجود باری تعالیٰ کے دلائل کا بیان

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ " وَمَا فِیْهِمَا مِنَ الْعَجَائِبِ "وَاخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ " بِالذَّهَابِ

وَالْمَجِیْءِ وَالزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ "وَالْفُلْكِ" السُّفُنِ "الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ" وَلَا تَرْسُبُ مُوقَرَةً "بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ" مِنَ التِّجَارَاتِ وَالْحَمْلِ "وَمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ" مَطَرٍ "فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ" بِالنَّبَاتِ "بَعْدَ مَوْتِهَا" یُبْسِهَا "وَبَثَّ" فَرَّقَ وَنَشَرَ بِهِ "فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ" لِاَنَّهُمْ یَنْمُوْنَ بِالْخِصْبِ الْكَائِنِ عَنْهُ "وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ" تَقْلِیْبِهَا جُنُوْبًا وَّشِمَالًا حَارَّةً وَبَارِدَةً "وَالسَّحَابِ" الْغَیْمِ "الْمُسَخَّرِ" الْمُذَلَّلِ بِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَسِیْرُ اِلٰی حَیْثُ شَاءَ اللّٰهُ "بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ" بِلَا عَلَاقَةٍ "لَاٰیَاتٍ" دَالَّاتٍ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِهِ تَعَالٰی "لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ" یَتَدَبَّرُوْنَ،

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش یعنی جو کچھ ان دونوں میں عجائب ہیں اور رات و دن کا بدلتے آنا یعنی چلنے جانا اور آجانا اور زیادہ ہونا اور کم ہونا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے۔ یعنی تجارتی سامان اٹھا کر چلتی ہیں۔ اور بوجھل ہونے کے باوجود ڈوبتی نہیں ہیں۔ اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی یعنی بارش اتار کر مردہ زمین کو اس سے جلا یعنی نبات اگانے کے قابل بنادیا یعنی خشک ہونے کے بعد اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے کیونکہ ان کی نشوونما اسی کے سبزے سے ہوتی ہے۔ اور ہواؤں کی گردش یعنی شمال و جنوب جو کبھی ٹھنڈی ہوتی ہیں اور کبھی گرم ہوتی ہیں۔ اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے یعنی زمین و آسمان کے درمیان بغیر باندھے معلق ہیں اور جیسے اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اسی جانب چلتے ہیں یعنی کسی بندھن کے اور آیات یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔ ان سب میں عقلمندوں یعنی غور و فکر کرنے والوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بما ینفع "میں "ما" ممکن ہے موصولہ ہو تو اس صورت میں "باء" مصاحبت کے لئے ہوگی۔ بنابریں "التی تجری، "یعنی وہ کشتیاں جو سمندر میں حرکت کرتی ہیں اور ان میں مال تجارت وغیرہ ہوتا ہے لوگوں کے لئے نفع بخش ہیں۔ البتہ "ما" مصدریہ بھی ہوسکتی ہے اس صورت میں "باء" سببیت کے لئے ہوگی یعنی وہ کشتیاں جو انسانوں کو نفع دینے کے لئے سمندر میں حرکت کرتی ہیں

## سورہ بقرہ آیت ۱۶۴ کے شان نزول کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنادے ہم اس سے گھوڑے اور ہتھیار وغیرہ خریدیں اور تیرا ساتھ دیں اور ایمان بھی لائیں آپ نے فرمایا پختہ وعدے کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں پختہ وعدہ ہے آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا تمہاری دعا تو قبول ہے لیکن اگر یہ لوگ پھر بھی ایمان نہ لائے تو ان پر اللہ کا وہ عذاب آئے گا جو آج سے پہلے کسی پر نہ آیا ہو، آپ کانپ اٹھے اور عرض کرنے لگے نہیں اللہ تو انہیں یونہی رہنے دے میں انہیں تیری طرف بلاتا رہوں گا کیا عجب آج نہیں کل اور کل نہیں تو پرسوں ان میں سے کوئی نہ کوئی تو تیری جھک جائے اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، ۱۶۴)

## وجود باری تعالیٰ کے حق ہونے پر سات دلائل کا بیان

یہ آیت اس لحاظ سے بڑی جامع ہے کہ کائنات کی تخلیق اور اس کے نظم وتدبیر کے متعلق سات اہم امور کا اس میں یکجا تذکرہ ہے، جو کسی آیت میں نہیں

۱۔ آسمان اور زمین کی پیدائش، جن کی وسعت وعظمت محتاج بیان نہیں۔

۲۔ رات اور دن کا یکے بعد دیگرے آنا، دن کو روشنی اور رات کو اندھیرا کر دینا تا کہ کاروبار معاش بھی ہو سکے اور آرام بھی۔ پھر رات کا لمبا اور دن کا چھوٹا ہونا اور پھر اس کے برعکس دن کا لمبا اور رات کا چھوٹا ہونا۔

۳۔ سمندر میں کشتیوں اور جہازوں کا چلنا، جن کے ذریعے سے تجارتی سفر بھی ہوتے ہیں اور ٹنوں کے حساب سے سامان رزق وآسائش ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔

۴۔ بارش جو زمین کی شادابی وروئیدگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔

۵۔ ہر قسم کے جانوروں کی پیدائش، جو نقل وحمل، کھیتی باڑی اور جنگ میں بھی کام آتے ہیں اور انسانی خوراک کی بھی ایک بڑی مقدار ان سے پوری ہوتی ہے۔

۶۔ ہر قسم کی ہوائیں ٹھنڈی بھی گرم بھی، بارآور بھی اور غیر بارآور بھی، مشرقی مغربی بھی اور شمالی جنوبی بھی۔ انسانی زندگی اور ان کی ضروریات کے مطابق ہے۔

۷۔ بادل جنہیں اللہ تعالیٰ جہاں چاہتا ہے، برساتا ہے۔ یہ سارے امور کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی وحدانیت پر دلالت نہیں کرتے، یقیناً کرتے ہیں۔ کیا اس تخلیق میں اور اس نظم وتدبیر میں اس کا کوئی شریک ہے؟ نہیں۔ یقیناً نہیں۔ تو پھر اس کو چھوڑ کر دوسروں کو معبود سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے۔

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ |
| وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○ |
| اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں |
| اور کیسے ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور اللہ کو ہے اور اس لئے کہ |
| اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ |

## غیر اللہ یعنی بتوں سے محبت کرنے والے مشرکین کا بیان

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَىْ غَيْرِهٖ "اَنْدَادًا" اَصْنَامًا "يُحِبُّوْنَهُمْ" بِالتَّعْظِيْمِ وَالْخُضُوْعِ "كَحُبِّ اللّٰهِ" اَىْ كَحُبِّهِمْ لَهٗ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ" مِنْ حُبِّهِمْ لِلْاَنْدَادِ لِاَنَّهُمْ لَا يَعْدِلُوْنَ عَنْهُ

بِحَالٍ مَا وَالْكُفَّار يَعْدِلُوْنَ فِي الشِّدَّة اِلَى اللّٰه "وَلَوْ يَرَى" تُبْصِر يَا مُحَمَّد "اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوا" بِاتِّخَاذِ الْاَنْدَاد "إِذْ يَرَوْنَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول يُبْصِرُوْنَ "الْعَذَاب" لَرَاَيْت اَمْرًا عَظِيْمًا وَّاِذْ بِمَعْنَى اِذَا "اَنَّ" اَیْ لِاَنَّ "الْقُوَّة" الْقُدْرَة وَالْغَلَبَة "لِلّٰهِ جَمِيْعًا" حَال "وَاَنَّ اللّٰه شَدِيْد الْعَذَاب" وَفِيْ قِرَاءَة تَرى وَالْفَاعِل ضَمِير السَّامِع وَقِيلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَهِيَ بِمَعْنَى يَعْلَم وَاَنَّ وَمَا بَعْدهَا سَدَّتْ مَسَدّ الْمَفْعُولَيْنِ وَجَوَاب لَوْ مَحْذُوْف وَالْمَعْنَى لَوْ عَلِمُوْا فِي الدُّنْيَا شِدَّة عَذَاب اللّٰه وَاَنَّ الْقُدْرَة لِلّٰهِ وَحْده وَقْت مُعَايَنَتهمْ لَهُ وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة لَمَّا اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنه اَنْدَادًا،

اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں یعنی بتوں کو کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں یعنی تعظیم اور خشوع کے ساتھ اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ یعنی مشرکین کی محبت بت کے مقابلہ میں، کیونکہ ایمان والے جو اللہ سے محبت کرتے ہیں تو وہ کسی حالت میں بھی اس سے پھرنے والے نہیں جبکہ کفار سخت مصیبت کے وقت اپنے بتوں کو چھوڑ کر اللہ کو پکارتے ہیں۔ اگر دیکھیں یعنی اے محمد ﷺ آپ دیکھیں تو ظالم یعنی جنہوں نے شرک کرتے ہوئے ظلم کیا۔ جس وقت عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا۔ اور یہاں ''إِذْ يَرَوْنَ'' فاعلیت یا مفعولیت کی بناء پر ''يُبْصِرُوْنَ'' کے معنی میں ہے۔ اور العذاب یعنی آپ بڑا معاملہ دیکھیں گے اور یہاں اذ، یہ اذا کے معنی میں ہے۔ اور ''ان'' یعنی لان، اس لئے کہ سارا زور یعنی طاقت و غلبہ اللہ کو ہے۔ اور ''جَمِيْعًا'' یہ کائنہ سے حال ہے۔ اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ اور ایک قرأت میں تاء تحتانیہ کے ساتھ ہے اور فاعل کی ضمیر مخاطب کیلئے ہے۔ اور یہ بھی

کہا گیا ہے کہ "الَّذِيْنَ ظَلَمُوا" اور یری بہ معنی یعلم ہے۔ اور ان اور اس کا مابعد دو مفاعیل کے قائم مقام ہے۔ اور جواب لو محذوف ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر یہ لوگ دنیا میں اللہ کے عذاب کی شدت کو جان لیں جس کا وہ قیامت کے دن معائنہ کریں گے۔ تو اللہ کے ساتھ کسی شریک نہ ٹھہرائیں۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

إذ يرون "، "يرى" کے لئے مفعول ہے "ان القوة " فعل مقدر کے ساتھ جواب شرط ہے گویا مطلب یوں ہے "لو يرى، لعلموا ان القوة لله جميعاً" اگر مشرکین آج دیکھ لیتے اس دن کو جب قیامت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے تو یقیناً جان لیتے کہ تمام تر قدرتوں کا مالک اللہ تعالی ہے۔

يرى" کا فعل ممکن ہے "رؤيت" سے ہے جو آنکھوں سے دیکھنے کے معنی میں ہے اس بنا پر اس جملہ "كذلك " کا معنی یہ بنتا ہے اللہ تعالی مشرکین کو انکے اعمال یا ان اعمال کے نتائج دکھائے گا۔

بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ سب سے بڑا گناہ

کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا حالانکہ پیدا اسی اکیلے نے کیا ہے۔ پھر فرمایا ایماندار اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں ان کے دل عظمت الٰہی اور توحید ربانی سے معمور ہوتے ہیں، وہ اللہ کے سوا دوسرے سے ایسی محبت نہیں کرتے کسی اور سے طرف التجا کرتے ہیں نہ دوسروں کی طرف جھکتے ہیں نہ اس کی پاک ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ پھر ان مشرکین کو جو اپنی جانوں پر شرک کے بوجھ کا ظلم کرتے ہیں انہیں اس عذاب کی خبر پہنچاتا ہے کہ اگر یہ لوگ اسے دیکھ لیں تو یقین ہو جائے کہ قدرتوں والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام چیزیں اسی کے ماتحت اور زیر فرمان ہیں اور اس کا عذاب بڑا بھاری ہے جیسے اور جگہ ہے کہ اس دن نہ تو اس کے عذاب جیسا کوئی عذاب کر سکتا ہے نہ اس کی پکڑ جیسی کسی کی پکڑ ہو سکتی، دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ اگر انہیں اس منظر کا علم ہوتا تو یہ اپنی گمراہی اور شرک وکفر پر ہرگز نہ اڑتے۔ اس دن ان لوگوں نے جن جن کو اپنا پیشوا بنا رکھا تھا وہ سب ان سے الگ ہو جائیں گے، فرشتے کہیں گے اللہ ہم ان سے بیزار ہیں یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اللہ تری ذات پاک ہے تو ہی ہمارا ولی ہے، یہ لوگ تو جنات کی عبادت کرتے ہیں انہیں پر ایمان رکھتے تھے، اسی طرح جنات بھی ان سے بیزاری کا اعلان کریں گے اور صاف صاف ان کے دشمن ہو جائیں گے اور عبادت سے انکار کریں گے۔

| |
|---|
| اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ○ |
| جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی اپنے پیروکاروں سے بےزار ہوں گے اور عذاب دیکھ لیں گے اور سارے اسباب ان سے منقطع ہو جائیں گے۔ |

## گمراہ کن روسا کا اپنے متبعین سے بیزاری کا بیان

"اِذْ" بَدَل مِنْ اِذْ قَبْلَه "تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوا" اَیْ الرُّؤَسَاء "مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوا" اَیْ اَنْكَرُوْا اِضْلَالَهُمْ "وَ" قَدْ "رَاَوُا الْعَذَاب وَتَقَطَّعَتْ" عُطِفَ عَلٰى تَبَرَّاَ "بِهِمْ" عَنْهُمْ "الْاَسْبَاب" الْوُصَل الَّتِي كَانَتْ بَيْنَهُمْ فِي الدُّنْيَا مِنَ الْاَرْحَام وَالْمَوَدَّة،

اذ یہ پہلے والے اذ سے بدل ہے۔ جب وہ لوگ جن کی پیروی کی گئی یعنی روساء اپنے پیروکاروں سے بےزار ہوں گے یعنی ان کی گمراہی سے انکار کریں گے۔ اور عذاب دیکھ لیں گے اور "تَقَطَّعَت" کا عطف تبراء پر ہے اور سارے اسباب یعنی جو ان کے درمیان دنیا میں رشتے داری اور محبت تھے، ان سے منقطع ہو جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

راوا العذاب " کی ضمیر فاعلی ظاہراً دونوں گروہوں یعنی سرداراوران کے پیروکار کی طرف لوٹتی ہے۔ ماقبل اور مابعد والی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ "تبری" کے لئے ظرف روز قیامت ہے۔ بنابریں "العذاب" سے مراد عذاب قیامت ہے۔ سرداران شرک جب عذاب قیامت کا سامنا کریں گے تو اپنے پیروکاروں سے دوری اور بیزاری اختیار کریں گے۔

جملہ "و راوا العذاب" حالیہ ہے یعنی سرداران شرک کی اپنے پیروکاروں سے دوری وبیزاری اس حالت میں ہوگی جب عذاب کا سامنا کریں گے۔

"بھم"، "الاسباب" کے لئے قید ہے اوراس میں "باء"، "ملابسة" کے معنی میں ہے پس جملہ "تقطعت" کا معنی یوں ہے درآں حال کہ ان کے پاس جو وسائل واسباب تھے وہ سب کے سب ٹوٹ چکے ہوں گے اور نابود ہوجائیں گے "الاسباب" سے ممکن ہے عذاب سے نجات کے اسباب مراد ہوں یا مراد وہ اسباب ہوں جو سرداراوران کے پیروکاروں کو ایک دوسرے سے جوڑتے ہوں۔ مذکورہ بالا مطلب پہلے احتمال کی بنا پر ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ |
| اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاهُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ۝ |
| اور کہیں گے پیروکاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا۔ تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے انہوں نے ہم سے توڑ دی، یونہی اللہ انہیں دکھائے گا |
| ان کے کام ان پر حسرتیں ہو کر اور وہ دوزخ سے نکلنے والے نہیں۔ |

## آخرت میں کفار کی حسرتوں کا بیان

"وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً" رَجْعَةً اِلَى الدُّنْيَا وَلَوْ لِلتَّمَنِّي وَنَتَبَرَّاَ جَوَابه "فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ" اَيْ الْمَتْبُوعِيْنَ "كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا" الْيَوْم "كَذٰلِكَ" اَيْ كَمَا اَرَاهُمْ شِدَّةَ عَذَابه وَتَبَرَّاَ بَعْضهمْ مِنْ بَعْض "يُرِيهِمْ اللّٰه اَعْمَالهمْ" السَّيِّئَة "حَسَرَات" حَال نَدَامَات "عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّار" بَعْد دُخُولهَا

اور کہیں گے پیروکاش ہمیں لوٹ کر جانا ہوتا یعنی دنیا کی طرف لوٹ جاتے اور یہاں لو تمنا کیلئے ہے۔ جس کا جواب نتبرء ہے یعنی جو پیروی کرنے والے ہیں۔ تو ہم ان سے توڑ دیتے جیسے آج انہوں نے ہم سے توڑ دی، یعنی جب وہ اُن کو عذاب کی سختی دیکھائے گا تو وہ ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں جب اللہ نے کے اعمال ان کو دیکھائے گا۔ یونہی اللہ انہیں دکھائے گا ان کے کام ان پر حسرتیں، اور یہاں حسرات یہ ندامات کے معنی میں ہے اور ھم ضمیر سے حال ہے۔ اور وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد اس سے نکلنے والے نہیں۔

کرّ" کا معنی رجوع ہے اور" کرّة" کا معنی ہے ایک بار رجوع کرنا اوراس سے مراد دنیا کی طرف بازگشت ہے بنا برایں "لو ان لنا کرّة" یعنی اے کاش ہم ایک مرتبہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۶۷ کے مضمون نزول کا بیان

آیت مبارکہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ وہ کفار جو گمراہ کن رہنماؤں کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ بتانا مقصود ہے کہ

یہی تمہارے گمراہ رہنما بھی تم سے بری الذمہ ہو جائیں گے۔ حتیٰ کہ شیطان، جس کو سب انسانیت کا دشمن جانتے ہیں وہ بھی برات کا اظہار کرے گا۔

## گمراہی کی طرف لانے والا شیطان بھی قیامت کے دن بیزاری کا اظہار کرے گا

یہ ظالم رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے اور اپنے پیشواؤں سے کہہ رہے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ایماندار بن جاتے، وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں اللہ پرستی سے روکا؟ حقیقت یہ ہے کہ تم خود مجرم تھے، وہ کہیں گے تمہاری دن رات کی مکاریاں تمہارے کفرانہ احکام تمہاری شرف کی تعلیم نے ہمیں پھانس لیا، اب سب دل سے نادم ہوں گے اور ان کی گردنوں میں ان کے برے اعمال کے طوق ہوں گے اور جگہ ہے کہ اس دن شیطان بھی کہے گا آیت (اِنَّ اللّٰہَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ) 14۔ ابراھیم: 22) یعنی اللہ کا وعدہ تو سچا تھا اور میں تمہیں جو سبز باغ دکھایا کرتا تھا وہ محض دھوکہ تھا لیکن تم پر میرا کوئی زور تو نہیں تھا میں نے تمہیں صرف کہا اور تم نے منظور کر لیا اب مجھے ملازمت کرنے سے کیا فائدہ؟ اب اپنی جانوں کو لعنت ملامت کرو۔ نہ میں نے تمہاری مدد کر سکتا ہوں نہ تم میری میں تمہارے اگلے شرک سے کوئی واسطہ نہیں جان لو کہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے پھر فرمایا کہ وہ عذاب دیکھ لیں گے اور اور تمام اسباب منقطع ہو جائیں گے نہ کوئی بھاگنے کی جگہ رہے گی نہ چھٹکارے کی کوئی صورت نظر آئے گی دوستیاں کٹ جائیں گی رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ اور بلا دلیل باتیں ماننے والے بیوجہ اعتقاد رکھنے والے پوجا پاٹ اور اطاعت کرنے والے جب اپنے پیشواؤں کو اس طرح بری الذمہ ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو نہایت حسرت ویاس سے کہیں گے کہ اگر اب ہم دنیا میں لوٹ جائیں تو ہم بھی ان سے ایسے ہی بیزار ہو جائیں جیسے یہ ہم سے ہوئے نہ ان کی طرف التفات کریں نہ ان کی باتیں مانیں نہ انہیں شریک اللہ سمجھیں بلکہ اللہ واحد کی خالص عبادت کریں۔ حالانکہ اگر درحقیقت یہ لوٹائے بھی جائیں تو وہی کریں گے جو اس سے پہلے کرتے تھے۔

## دنیا میں رہ چلتے مسافر کی طرح رہنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے تو) میرا مونڈھا پکڑا (تاکہ میں متنبہ ہو جاؤں) پھر فرمایا "تم دنیا میں اس طرح رہو گویا کہ تم مسافر بلکہ راہ گیر ہو" حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما (اس کے بعد لوگوں سے) فرمایا کرتے تھے کہ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کرو اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو، نیز اپنی صحت کو بیماری سے غنیمت جانو اور اپنی زندگی کو موت سے غنیمت سمجھو"۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر ۸۲)

یہاں حدیث میں لفظ بمعنی حرف یا کے سکون کے ساتھ بصیغہ مفرد نقل کیا گیا ہے جبکہ مشکوۃ کے ایک دوسرے نسخہ میں حرف یا کے تشدید کے ساتھ بصیغہ تثنیہ منقول ہے۔

فانک غریب (گویا تم مسافر ہو) کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت نہ رکھو اس لیے کہ تم اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والے ہو، لہٰذا تم اس دنیا کو اپنا وطن نہ بناؤ، دنیا کی لذتوں کے ساتھ الفت نہ رکھو اور دنیا دار لوگوں سے اور ان کے اختلاط

سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ تم ان سب لوگوں سے جدا ہونے والے ہو، اس دنیا میں اپنی بقا کو وہم وگمان میں بھی نہ رکھو، ان امور سے قطعاً اجتناب کرو جن سے ایک مسافر غیر وطن میں اجتناب کرتا ہے اور ان چیزوں سے مشغول نہ رہو جن میں وہ مسافر کہ جو اپنے اہل وعیال اور اپنے وطن کی طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے، مشغول نہیں ہوتا، گویا کہ تم کلیۃً اس دنیا میں بالکل اسی طرح رہو جس طرح کہ ایک مسافر اپنے وطن اور اپنے اہل وعیال سے دور غیر وطن میں رہتا ہے۔

پھر آگے زیادہ مبالغہ کے ساتھ فرمایا کہ "بلکہ ایک راہ گیر (راستہ چلنے والے) کی طرح رہو کیونکہ مسافر تو اپنے سفر کے دوران مختلف شہروں میں قیام بھی کر لیتا ہے بخلاف راستہ چلنے والے کے کہ وہ تو کسی جگہ قیام بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا دنیا کو نہ صرف یہ کہ سفرگاہ سمجھنا چاہئے بلکہ یہ خیال کرنا چاہئے کہ راستہ چل رہا ہوں نہ تو وطن میں ہوں اور نہ حالت سفر میں کہیں ٹھہرا ہوا ہوں۔

"جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو الخ" اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی شخص کو اپنی موت کے وقت کا علم نہیں نہ معلوم موت کا پنجہ کس وقت گردن آ دبوچے، ایک لمحے کے لیے بھی کسی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے صبح کے وقت کسی کو معلوم نہیں کہ شام کا وقت دیکھنا بھی نصیب ہوگا یا نہیں، شام کے وقت کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ صبح تک اس کی زندگی ضرور ہی باقی رہے گی حاصل یہ کہ صبح و شام ہر وقت تم موت کو اپنے سامنے حاضر سمجھو، زندگی کی آرزوؤں اور تمناؤں کو دراز نہ کرو، عمل خیر کرنے میں پیش روی اختیار کرو دن کی عبادات اور نیک اعمال کو رات پر اور رات کی عبادات و نیک اعمال کو دن پر اٹھا نہ رکھو کیونکہ

غنیمت ہے شمرا ے شمع وصل پروانہ — ایں معاملہ تا صبح دم نہ خواہد ماند

"صحت کو بیماری سے غنیمت جانو" کا مطلب یہ ہے کہ صحت و تندرستی کی حالت میں جس قدر ممکن ہو سکے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرو تا کہ حالت بیماری میں جب تم نیک اعمال کرنے پر قادر نہ رہو گے ویسا ہی ثواب پا سکو۔

"اپنی زندگی کو موت سے غنیمت جانو" یعنی تمہاری جتنی بھی زندگی ہے اس میں عمل ہی عمل کیے جاؤ تا کہ جب یہ زندگی اپنا وقت پورا کرے اور تم موت کی آغوش میں پہنچ جاؤ تو پھر اس کے بعد تمہاری زندگی کے انہیں اعمال کا ثواب تمہیں پہنچتا رہے۔

غنیمت داں جوانا دولت حسن جوانی را — نہ پنداری کہ ایام جوانی جاوداں باشد

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حدیث کے الفاظ اذا امسیت۔ من حیا تک لموتک تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد موقوف ہے لیکن احیاء العلوم" میں اسے مرفوعاً یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ |
| اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ |

## بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑ کر حرام سمجھنے والے مشرکین کا بیان

وَنَزَلَ فِيْمَنْ حَرَّمَ السَّوَائِبَ وَنَحْوَهَا "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا" حَالٌ "طَيِّبًا" صِفَةٌ

مُؤَكِّدَة اَىْ مُسْتَلَذًّا "وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ" طُرُق "الشَّيْطَان" اَىْ تَزْيِينه "اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة،

یہ آیت بتوں وغیرہ کے نام پر حرام کردہ جانوروں کو چھوڑنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اے لوگو! زمین کی چیزوں میں سے جو حلال یعنی حال ہے اور طیبا یہ صفت مؤکدہ ہے یعنی لذت والے، اور پاکیزہ ہے کھاؤ، اور شیطان کے راستوں یعنی جو اس نے تمہارے لئے سجائے ہیں، پر نہ چلو، بیشک وہ عداوت میں تمہارا کھلا دشمن ہے۔

## آیت ۱۶۸ کے الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

"کلوا" کا مصدر "اکل" ہے جس کا معنی کھانا ہے۔ بہت سے موارد میں "مجاز شامل" کے طور پر استعمال ہوتا ہے جسکا معنی مطلق تصرف یا استفادہ کرنا ہے اور کھانا بھی اسی میں شامل ہے۔

کلوا مما فی الأرض حلالاً طیباً، اس مطلب میں "حلالاً طیباً"، "ما" کے لئے حال ہے، طیب اپنے موارد استعمال کے اعتبار سے خوب، اچھا کا معنی دیتا ہے لہٰذا ہر جملے میں اس کی تفسیر اس حکم کے مناسب کی جائے گی جو اس جملے میں موجود ہے۔

اس مطلب میں "حلالا" اور "طیبا" کو محذوف مفعول مطلق کی صفت قرار دیا گیا ہے یعنی کلوا، اکلاً حلالا طیبا پس یہ دو قید اس لئے بیان ہوئیں ہیں کہ استفادے کی نوعیت بیان کریں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۶۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان اشخاص کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے بجار وغیرہ کو حرام قرار دیا تھا۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال فرمائی ہوئی چیزوں کو حرام قرار دینا اس کی رزاقیت سے بغاوت ہے مسلم شریف کی حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مال میں اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہوں وہ ان کے لئے حلال ہے اور اسی میں ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو باطل سے بےتعلق پیدا کیا پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے دین سے بہکایا اور جو میں نے ان کے لئے حلال کیا تھا اس کو حرام ٹھہرایا ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کی تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوۃ کردے حضور نے فرمایا: اے سعد اپنی خوراک پاک کرو مستجاب الدعوۃ ہو جاؤ گے اس ذات پاک کی قسم جس کے دستِ قدرت میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے آدمی اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک قبولیت سے محروم رہتی ہے۔(تفسیر ابن کبیر)

## حلال کو حلال اور حرام کو حرام جاننے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جس شخص نے قرآن مجید پڑھا پھر اسے یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام جانا تو اللہ تعالیٰ اسے ابتداء ہی میں جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کے ان دس ۱۰، ۶ کے حق میں اس کی سفارش قبول فرمائے گا جو مستوجب دوزخ (یعنی فاسق اور مستحق عذاب) ہوں گے۔(احمد، ترمذی،

ابن ماجہ، دارمی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اس کے ایک راوی قوی نہیں ہیں بلکہ روایت حدیث میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر652)

## پاکیزہ کی فضیلت جبکہ حرام کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! اللہ پاک ہے اور وہ صرف پاک مال قبول کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا جس کا اس نے رسولوں کو حکم دیا: چنانچہ فرمایا آیت یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو اور فرمایا اے ایمان والو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کر کے آیا ہو، اس کے بال پریشان اور خاک آلود ہوں وہ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! جبکہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام اور جس غذا سے اس کا جسم بنا ہے وہ بھی حرام ہے تو پھر اس کی دعا کیسے قبول ہوگی؟ (ترمذی، ابواب التفسیر) (مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گوشت جو مال حرام سے پروان چڑھا ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جو بھی گوشت حرام سے پروان چڑھا اس کے لیے جہنم ہی لائق تر ہے۔" (احمد، دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حرام مال کمائے اور پھر اس سے صدقہ کرے تو وہ صدقہ قبول نہیں ہوتا اور اگر اس سے خرچ کرے تو اس میں برکت نہیں ہوتی۔ (احمد، بحوالہ مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ کمائی سے ہی صدقہ قبول کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب بیان ان اسم الصدقۃ یقع علی کل نوع من المعروف)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں کہتے سنا ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اب جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا اور جو مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو کسی کی رکھ کے گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے، قریب ہے کہ وہ رکھ میں جا گھسیں۔ سن لو ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے۔ سن لو! اللہ کی رکھ اس کی زمین میں حرام کردہ چیزیں ہیں۔ (بخاری، کتاب الایمان، باب فضل من استبرا لدینہ (مسلم، کتاب المساقاۃ باب اخذ الحلال وترک الشبہات)

عطیہ سعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک اندیشہ والی چیزوں سے بچنے کی خاطر ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی اندیشہ نہیں۔"

(ترمذی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات یاد رکھی ہے کہ جو چیز تجھے شک میں ڈالے اسے چھوڑ اور وہ اختیار کر جو شک میں نہیں ڈالتی۔" (احمد بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب البیوع، باب الکسب وطلب الحلال)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ آدمی اس بات کی پروا نہیں کرے گا کہ جو مال اس کے ہاتھ آیا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔" (بخاری، کتاب البیوع، باب مالم یبال من حیث کسب المال)

## اپنی طرف سے حرام ٹھہرانے کی ممانعت کا بیان

یہاں شیطان کے پیچھے چلنے سے مراد یہ ہے جو چیزیں اللہ نے حرام نہیں کیں انہیں حرام نہ سمجھ لو، جیسے مشرکین عرب بتوں کے نام سانڈ چھوڑ دیتے تھے۔ پھر ان جانوروں کا گوشت کھانا یا ان سے کسی طرح کا بھی نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے یا کسی مخصوص کھانے پر اپنی طرف سے پابندیاں عائد کر کے اسے حرام قرار دے لیتے تھے۔ یہی صورت کسی حرام چیز کو حلال قرار دینے کی ہے۔ جیسے یہود نے سود کو حلال قرار دے لیا تھا۔ امیوں کا مال کھانا جائز سمجھتے تھے۔

## شیطان کی پیروی کرنے والے اعمال کا بیان

شعبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے نذر مانی کہ وہ اپنے لڑکے کو ذبح کرے گا حضرت مسروق کے پاس جب یہ واقعہ پہنچا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ وہ شخص ایک مینڈھا ذبح کر دے ورنہ نذر شیطان کے نقش قدم سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک دن بکرے کا پایا نمک لگا کر کھا رہے تھے ایک شخص جو آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا وہ ہٹ کر دور جا بیٹھا، آپ نے فرمایا کھاؤ اس نے کہا میں نہیں کھاؤں گا آپ نے پوچھا کیا روزے سے ہو؟ کہا نہیں میں تو اسے اپنے اوپر حرام کر چکا ہوں آپ نے فرمایا یہ شیطان کی راہ چلنا ہے اپنے قسم کا کفارہ دو اور کھالو،

ابو رافع کہتے ہیں ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو وہ کہنے لگی کہ میں ایک دن یہودیہ ہوں ایک دن نصرانیہ ہوں اور میرے تمام غلام آزاد ہیں اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے، اب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس مسئلہ پوچھنے آیا اس صورت میں کیا کیا جائے؟ تو آپ نے فرمایا شیطان کے قدموں کی پیروی ہے،

حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور اس وقت مدینہ بھر میں ان سے زیادہ فقیہ عورت کوئی نہ تھی میں نے ان سے بھی یہی مسئلہ پوچھا یہاں بھی یہی جواب ملا، عاصم اور ابن عمر نے بھی یہی فتویٰ، حضرت ابن عباس کا فتویٰ ہے کہ جو قسم غصہ کی حالت کھائی جائے اور جو نذر ایسی حالت میں مانی جائے وہ شیطانی قدم کی تابعداری ہے اس کا کفارہ قسم کے کفارے برابر دے دے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، ۱۶۸، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○ |
| وہ تمہیں بدی اور بے حیائی کا ہی حکم دیتا ہے اور یہ بھی کہ تم اللہ کی نسبت وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ |

## شیطان کا برائی و بے حیائی کا حکم دینے کا بیان

"اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ" الْاِثم "وَالْفَحْشَاءِ" الْقَبِيح شَرْعًا "وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" مِنْ

تَحْرِيمِ مَا لَمْ يُحَرِّمْ وَغَيْرِه،

وہ تمہیں بدی یعنی گناہ اور بے حیائی یعنی جو شریعت کی نظر میں برا عمل ہے، اس کا ہی حکم دیتا ہے اور یہ بھی کہ تم اللہ کی نسبت وہ کچھ کہو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یعنی جس کے حرام ہونے یا نہ ہونے وغیرہ کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔

## ہر انسان کے ساتھ ہمزاد شیطان کے مقرر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ ایک ہمزاد جنوں (شیطان میں سے اور ایک ہمزاد فرشتوں میں سے مقرر نہ کیا گیا ہو، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میرے ساتھ بھی لیکن اللہ نے مجھ کو اس (جن موکل) سے مقابلہ کرنے میں مدد دے رکھی ہے اس لیے میں اس (کے مکر و فریب اور اس کی گمراہی) سے محفوظ رہتا ہوں، بلکہ یہاں تک کہ) وہ بھی مجھے بھلائی کا مشورہ دیتا ہے۔" (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 63)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ موکل ہوتے ہیں ان میں سے ایک تو فرشتہ ہے جو نیکی و بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور انسان کو اچھی باتیں و نیک کام سکھاتا ہے اور اس کے قلب میں خیر و بھلائی کی چیزیں ڈالا رہتا ہے، اس کو "ملہم" کہتے ہیں، دوسرا ایک جن (شیطان) ہوتا ہے، جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو برائی کے راستہ پر ڈالتا رہے۔ چنانچہ وہ گناہ و معصیت کی باتیں بتاتا ہے اور دل میں برے خیالات و غلط وسوسے پیدا کرتا رہتا ہے اس کا نام "وسواس" ہے۔

## شیطان کا بندوں کے ایمان کو خراب کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور اس چیز کو کس نے پیدا کیا؟ تا آنکہ پھر وہ یوں کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب نوبت یہاں تک آ جائے تو اس کو چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس سلسلہ کو ختم کر دے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 61)

شیطان انسان کے روحانی ارتقاء کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کا بنیادی نصب العین ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو، جو اللہ کی ذات و صفات پر ایمان و یقین رکھتے ہیں، ورغلانے اور بہکانے میں لگا رہے ہیں، یہی نہیں کہ وہ فریب کاری کے ذریعہ انسان کے نیک عمل اور اچھے کاموں میں رکاوٹ اور تعطل پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے بلکہ اس زبردست قدرت کے بل پر کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے تکوینی مصلحت کے تحت اس کو دی ہے۔ وسوسہ اندازی کے ذریعہ انسان کی سوچ فکر اور خیالات کی دنیا میں مختلف انداز کے شبہات اور برائی بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جن لوگوں کی سوچ، فکر اور خیالات کے سرچشموں پر ایمان و یقین کی مضبوط گرفت ہوتی ہے وہ اپنے ایمان کی فکری اور شعوری طاقت سے شیطان کے وسوسوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں، چنانچہ اس حدیث میں جہاں بعض شیطانی وسوسوں کی نشان دہی کی گئی ہے وہیں اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو ان وسوسوں کو غیر موثر اور ناکارہ بنانے سے

تعلق رکھتا ہے۔

فرمایا گیا ہے کہ پہلے تو شیطان اللہ کی مخلوقات اور موجودات کے بارہ میں وسوسہ اندازی کرتا ہے، مثلاً فکر وخیال میں یہ بات ڈالتا ہے کہ انسان کو وجود کس نے بنایا، یہ زمین وآسمان کی تخلیق کس کا کارنامہ ہے، چونکہ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھنے والوں کی عقل سلیم کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات کی تخلیقی وتکوینی نوعیت کا بدیہی شعور وادراک رکھتی ہے اس لیے مخلوقات کی حد تک شیطان کی وسوسہ اندازی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن معاملہ وہاں نازک ہو جاتا ہے جب یہ سلسلہ نازک ہو کر ذات باری تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وسوسہ شیطانی دل ودماغ سے سوال کرے جب یہ زمین وآسمان اور ساری مخلوقات اللہ کی پیدا کردہ ہیں تو پھر خود اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا گیا کہ جوں ہی یہ وسوسہ پیدا ہوا اپنے اللہ سے پناہ مانگو اور اپنے ذہن سے اس فاسد خیال کو فوراً جھٹک دو تا کہ وسوسہ شیطانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اللہ کی پناہ چاہنے کا مطلب محض زبان سے چند الفاظ ادا کر لینا نہیں ہے بلکہ یہ کہ ایک طرف تو اپنے فکر وخیال کو یکسو کر کے اس عقیدہ یقین کی گرفت میں دے دو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، وہ واجب الوجود ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اور دوسری طرف ریاضیت ومجاہدہ اور ذات باری تعالیٰ کے ذکر واستغراق کے ذریعہ اپنے نفس کے تزکیہ اور ذہن وفکر کے تحفظ اور سلامتی کی طرف متوجہ رہو۔ وسوسہ کی راہ روکنے کا ایک فوری موثر طریقہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجلس بدل دی جائے۔ یعنی جس جگہ بیٹھے یا لیٹے ہوئے اس طرح کا وسوسہ پیدا ہو وہاں سے فوراً ہٹ جائے اور کسی دوسری جگہ جا کر کسی کام اور مشغلہ میں لگ جائے اس طرح دھیان فوری طور پر ہٹ جائے گا اور وسوسہ کی راہ ماری جائے گی۔

| |
|---|
| وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ |
| اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں، بلکہ ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے |
| جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت پر ہوں۔ |

## باپ دادا کی اتباع کرنے والے مشرکین کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ" اَیِ الْكُفَّارِ "اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ" مِنَ التَّوْحِيْدِ وَتَحْلِيْلِ الطَّيِّبَاتِ "قَالُوْا" لَا "بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا" وَجَدْنَا "عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا" مِنْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ وَتَحْرِيْمِ السَّوَائِبِ وَالْبَحَائِرِ "اَوَلَوْ" يَتَّبِعُوْنَهُمْ وَالْهَمْزَةُ لِلْاِنْكَارِ "كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا" مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ "وَلَا يَهْتَدُوْنَ" اِلَى الْحَقِّ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے یعنی کفار سے کہ جو اللہ نے نازل فرمایا ہے یعنی توحید اور پاکیزہ چیزوں کو حلال کرنے، اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں، بلکہ ہم تو اسی طریقے پر چلیں گے۔ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، یعنی بتوں کی

پوجا اور سوائب و بحائر کی حرمت پر، اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں، یہاں ہمزہ انکاری ہے۔ یعنی دین کے معاملہ میں کچھ عقل نہیں ہے۔ اور نہ ہی حق کی طرف سے ہدایت پر ہوں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۰ کے سبب نزول کا بیان

ان کافروں اور مشرکوں سے جب کہا جاتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور اپنی ضلالت و جہالت کو چھوڑ دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے بڑوں کی راہ لگے ہوئے ہیں جن چیزوں کی وہ پوجا پاٹ کرتے تھے ہم بھی کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے جس کے جواب میں قرآن کہتا ہے کہ وہ تو فہم و ہدایت سے غافل تھے۔ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں اتری ہے۔

## ہدایت کا سرچشمہ قرآن وحدیث ہونے کا بیان

حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ جو اعور (یعنی کانی آنکھ والے) تھے راوی ہیں کہ میں ایک دن کوفہ کی مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں کے پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بیکار ولایعنی گفتگو (یعنی قصے کہانیوں) میں مصروف ہیں (اور انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ ترک کی ہوئی ہے) چنانچہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اس بارہ میں بتایا، انہوں نے فرمایا کیا انہوں نے واقعی ایسا کیا ہے (کہ تلاوت قرآن مجید چھوڑ کر بیکار باتوں میں مصروف ہیں؟) میں نے کہا کہ جی ہاں! انہوں نے فرمایا تو پھر سن لو میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خبردار! فتنہ واقع ہوگا (یعنی لوگوں کے دینی افکار وعقائد میں اختلاف ہوگا، اعمال میں سست روی اور گمراہی پیدا ہوگی اور وہ گمراہ لوگ اسلام کے نام پر نت نئے مذاہب ونظریات کی داغ بیل ڈالیں گے) میں نے عرض کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم! پھر اس سے نجات پانے کا کیا راستہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کتاب اللہ (یعنی نجات کا راستہ قرآن پر عمل کرنے ہی سے ہاتھ لگے گا) جس میں تم سے پہلے لوگوں (یعنی پچھلی امتوں) کے حالات بھی ہیں اور ان باتوں کی خبر بھی دی گئی ہے جو تمہارے بعد واقع ہونے والی ہیں (یعنی قیامت کی علامات واحوال) اور اس قرآن میں وہ احکام بھی مذکورہ ہیں جو تمہارے درمیان (ضروری) ہیں (یعنی ایمان وکفر، اطاعت وگناہ حلال وحرام اور اسلام کے شرائع نیز آپس کے تمام معاملات وغیرہ کے بارہ میں احکام بیان کئے گئے ہیں جو پوری انسانی برادری کے لیے ضروری ہیں) اور (یاد رکھو) وہ قرآن حق وباطل کے درمیان (اپنے احکام کے ذریعہ سے) فرق کرنے والا ہے وہ کوئی بیکار ولایعنی چیز نہیں ہے اور (یہ بھی کان کھول کر سن لو کہ) جس متکبر نے قرآن کو چھوڑ دیا اس کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر ڈالے گا اور جو شخص اس قرآن کے علاوہ (کسی ایسی کتاب وعلم سے کہ جو نہ قرآن سے مستنبط ہے اور نہ اسلامی شرائع ونظریات کے مطابق ہے) ہدایت وروشنی چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا وہ قرآن اللہ کی مضبوط سیدھی رسی ہے (یعنی خدا کے قرب اور اس کی معرفت کا سب سے قوی وسیلہ ہے) قرآن باحکمت ذکر اور بیان ہے، قرآن بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے (جس پر چل کر انسان اپنی تخلیق کا حقیقی مقصد پاتا ہے) قرآن وہ سرچشمہ ہدایت ہے جس کی اتباع کے نتیجہ میں خواہشات انسانی حق سے باطل کی طرف مائل نہیں ہوتیں اس کی زبان سے اور زبانیں

نہیں ملتیں علماء اس سے (کبھی) سیر نہیں ہوتے (یعنی علماء و مفسرین اس کے تمام علوم و معارف پر حاوی نہیں ہوتے) اور قرآن مجید مزاولت (کثرت تلاوت) سے پرانا نہیں ہوتا اور نہ اس کے عجائب تمام ہوتے ہیں قرآن کریم وہ کلام ہے جس کو جنات نے سنا تو وہ ایک لمحہ توقف کئے بغیر کہہ اٹھے کہ ہم نے قرآن سنا جو ہدایت کی عجیب راہ دکھاتا ہے لہٰذا ہم اس پر ایمان لائے (یاد رکھو) جس شخص نے قرآن کے مطابق کہا اس نے سچ کہا اور جس نے اس پر عمل کیا اسے ثواب دیا جائے گا (یعنی وہی اقوال و نظریات صحیح اور قابل قبول ہیں جو قرآن کے عین مطابق ہیں اسی طرح ہدایت یافتہ بھی وہی شخص ہے جس نے قرآن کو سرچشمہ ہدایت جان کر اس پر عمل کیا) جس شخص نے (لوگوں کے درمیان) قرآن کے مطابق فیصلہ و انصاف کیا اور جس نے (لوگوں کو) اس (پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے) کی طرف بلایا اس کو سیدھی راہ دکھائی گئی ہے (یعنی وہ ہدایت یافتہ ہے)۔ (ترمذی، دارمی اور امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند مجہول ہے اور اس کے راوی حارث اعور کے بارہ میں کلام ہے (یعنی ان کے سچا ہونے میں شبہ کیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 649)

| |
|---|
| وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ؕ |
| صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ۝ |
| اوران کافروں کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یہ لوگ بہرے، |
| گونگے، اندھے ہیں سوانہیں کوئی سمجھ نہیں۔ |

## کفار کی سماعت کا جانوروں کی سماعت جیسے ہونے کا بیان

"وَمَثَل" صِفَة "الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" وَمَنْ یَدْعُوهُمْ اِلَی الْهُدٰی "كَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ" یُصَوِّت "بِمَا لَا یَسْمَع اِلَّا دُعَاء وَنِدَاء" اَیْ صَوْتًا وَّلَا یَفْهَم مَعْنَاهُ اَیْ فِیْ سَمَاع الْمَوْعِظَة وَعَدَم تَدَبُّرهَا كَالْبَهَائِمِ تَسْمَع صَوْت رَاعِیهَا وَلَا تَفْهَمهُ هُمْ "صُمّ بُكْم عُمْی فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ" الْمَوْعِظَة،

اور یہاں مثل صفت ہے۔ اوران کافروں یعنی جن وہ ہدایت کی طرف بلاتے ہیں، ان کی مثال ایسے شخص کی سی ہے جو کسی ایسے کو پکارے جو سوائے پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتا، یعنی ایسی آواز جس کا معنی وہ نہیں سمجھتا، اور وعظ سننے میں اور اس کو نہ سمجھنے میں جانوروں کی طرح ہیں جس طرح جانور آواز کی رعایت کرتے ہیں لیکن اس کو سمجھ نہیں سکتے۔ یہ لوگ نصیحت بہرے، گونگے، اندھے ہیں سوانہیں کوئی سمجھ نہیں۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

'ینعق" کا مصدر "نعق" ہے اسکا معنی وہ آواز ہے جو چرواہا بکریوں، بھیڑوں کو ہانکنے کے لئے نکالتا ہے "ما لا یسمع" سے مراد بھیڑیں وغیرہ ہیں۔ مفسرین کے مطابق آیہ مقدسہ میں ضدی اور ڈھیٹ کفار کو بھیڑوں سے اور معارف دینی کی دعوت دینے

والوں کو چرواہے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بناء بریں مشبہ کا ایک جزء ذکر نہیں ہوا۔ پس تقدیر کلام یوں ہے "مثل الذین کفروا والذی یدعوھم الی الایمان کمثل الذی،

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۲ کے مضمون نزول کا بیان

ان کافروں کی مثال جنہوں نے تقلید آباء میں اپنی عقل وفہم کو معطل کر رکھا ہے ان جانوروں کی طرح ہے جن کو چرواہا بلاتا اور پکارتا ہے وہ جانور آواز تو سنتے ہیں لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ انہیں کیوں بلایا اور پکارا جا رہا ہے؟ اسی طرح یہ آباؤاجداد کی تقلید کرنے والے بھی بہرے ہیں کہ حق کی آواز نہیں سنتے، گونگے ہیں کہ ان کی زبان سے حق نہیں نکلتا، اندھے ہیں کہ حق کو دیکھنے سے عاجز ہیں اور بے عقل ہیں کہ دعوت حق اور دعوت توحید وسنت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ یہاں دعا سے قریب کی آواز اور ندا سے دور کی آواز مراد ہے۔

## آباؤاجداد کے دین کی تقلید کرنے والے کفار کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) 26۔الشعراء:214)۔نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (اس حکم کی تعمیل کے لئے فوراً) نکل پڑے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے (قریش کے قبائل کو) پکارنا شروع کیا: اے فہر کی اولاد! اے عدی کی اولاد اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تمام شاخوں کو نام بنام پکارا۔ چنانچہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آواز پر) قریش کے تمام قبائل اور گروہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد) جمع ہو گئے یہاں تک کہ جو شخص (کسی عذر اور مجبوری کے سبب) خود اس جگہ نہ پہنچ سکا تو اس نے (یہ) معلوم کرنے کے لئے (کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں سب کو بلایا ہے) کسی کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیج دیا۔ غرضیکہ جب سب اہل قریش اور (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا) ابولہب آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ (جنگجو) سواروں کا ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ سواروں کا ایک دستہ (مکہ کے) جنگل سے نمودار ہوا ہے اور اس کا مقصد قتل وغارت گری کے لئے (دن یا رات کے کسی حصہ میں) تم لوگوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا ہے تو بتاؤ کہ کیا تم لوگ میری اس بات کو سچ مانو گے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہاں (ضرور سچ مانیں گے) کیونکہ ہم نے تمہیں ہمیشہ سچا پایا ہے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (سنو) میں تم لوگوں کو اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو (دنیا یا آخرت میں) تمہارے سامنے پیش (آنے والا ہے۔) (یہ سنتا تھا کہ) ابولہب (بھبک اٹھا اور) کہنے لگا: ہلاکت اور نقصان میں پڑو تم، کیا تم نے ہمیں اس لئے جمع کیا تھا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تبت یدا ابی لہب وتب (ہلاک ہو جائے ابولہب اور وہ ہلاک ہو گیا)۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 427)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم صرف اسی کی بندگی بجالاتے ہو۔

## حلال چیزوں سے کھانے کا بیان

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ " حَلَالَات "مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ " عَلٰی مَا اَحَلَّ لَکُمْ "اِنْ کنتم اِیاہ تعبدون"

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں یعنی جو حلال ہیں، میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو اس پر جو تمہارے حلال کیا ہے۔ اگر تم صرف اسی کی بندگی بجالاتے ہو۔

## طیبات سے حلال چیزیں ہونے کی حکمت کا بیان

اس آیت مبارکہ میں طیبات سے یہ مراد لیناواجب ہے کہ جو چیزیں طبیعت کے نزدیک پاکیزہ اور لذیذ ہیں وہ حلال ہیں اور نفع بخش چیزوں میں اصل حلت ہے لہٰذا یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ چیز جو نفس کے نزدیک پاکیزہ ہو، اور لذیز ہو، وہ حلال ہے مگر یہ کہ اس پر کوئی شرعی دلیل ہو، جس سے وہ حرام ہو۔

اور اسی طرح الخبائث سے مراد وہ چیز ہے جو نفس اور طبیعت کے نزدیک ناپسندیدہ ونقصان دہ ہو، وہ حرام ہے کیونکہ نقصان دہ اشیاء میں اصل حرمت ہے اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کتا خبیث ہے اور اسکی قیمت خبیث ہے اور جب وہ خبیث ہے تو پھر وہ حرام ہے۔ (ماخوذ من تفسیر الکبیر، ج ۵، ص ۱۸۲۔ ۳۸۱، مطبوعہ بیروت)

## غذا کی پاکیزگی کا سبب قبولیت ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمام کمی اور عیوب سے پاک ہیں اس پاک ذات کی بارگاہ میں صرف وہی صدقات واعمال مقبول ہوتے ہیں جو شرعی عیوب اور نیت کے فساد سے پاک ہوں۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے جس چیز (یعنی حلال مال کھانے اور اچھے اعمال) کا حکم اپنے رسولوں کو دیا ہے اسی چیز کا حکم تمام مؤمنوں کو بھی دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ایت (یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا) (یعنی اے رسولو حلال روزی کھاؤ اور اچھے اعمال کرو) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ایت (یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم) (یعنی اے مؤمنو تم صرف وہی پاک وحلال رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطاء کیا ہے)۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مثال ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طول طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب اے میرے رب یعنی وہ اپنے مقاصد کے لئے دعا مانگتا ہے حالانکہ کھانا اس کا حرام لباس اس کا حرام شروع سے اب تک پرورش اس کی حرام ہی غذاؤں سے ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 3)

اس ارشاد گرامی میں پہلے تو حلال مال کمانے کی فضیلت اور اس کا حکم بیان کرتے ہوئے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ

تعالیٰ جب کہ خود پاک ہے اور حلال رزق کو اس کی جناب پاک میں اس وجہ سے ایک نسبت حاصل ہے کہ حلال رزق بھی حرمت کی نجاستوں سے پاک ہوتا ہے تو تقاضاء عبودیت یہی ہے کہ بندہ حلال ہی رزق کھائے تاکہ اس پاک و حلال رزق کی وجہ سے اس بندہ کو بارگاہ خداوندی میں تقرب کی دولت حاصل ہو۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا ہے کہ حرام مال سے اجتناب نہ کرنے کا اثر دعا کا قبول نہ ہونا ہے چنانچہ اس بات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کے ذریعے ظاہر فرمایا ہے کہ ایک شخص حج یا اور عبادات کے لئے طول طویل سفر اختیار کرتا ہے وہ ان مقامات مقدسہ تک پہنچنے میں پوری مشقت وجد وجہد کرتا ہے جہاں مانگی جانے والی دعا باب قبولیت تک پہنچتی ہے یہاں تک کہ وہ ان مقامات تک پہنچ جاتا ہے وہاں پہنچ کر وہ اس حال میں دست سوال اٹھاتا ہے کہ سفر کی مشقت وطوالت کی وجہ سے اس کے بال پراگندہ ہیں پورا جسم گرد وغبار سے آلودہ ہے اور تضرع والحاح کی پوری کیفیت اس پر طاری ہے ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کی دعا بظاہر قبول ہونی چاہئے کیونکہ اول تو ایک عبادت گزار بندہ ہے پھر وہ مسافر بھی ہے اور مسافر کے بارے میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس کی دعا باب قبولیت تک پہنچ کر رہتی ہے دوسرے یہ کہ اس جگہ دعا مانگ رہا ہے جہاں مانگی جانے والی ہر دعا کی لاج رکھی جاتی ہے غرضیکہ قبولیت دعا کے تمام آثار موجود ہیں مگر اس شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی کیوں اس لئے کہ جاننے والا جانتا ہے کہ وہ حرام مال سے پرہیز نہیں کرتا گویا اس کی ساری محنت ومشقت اور اس کی ساری عبادت وحالت اس کی دعا کو صرف اس لئے مؤثر نہیں بنا سکی وہ حرام مال کھاتا ہے حرام لباس پہنتا ہے اور کمائی کے حرام ذرائع سے اجتناب نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ دعا کی قبولیت حلال رزق پر موقوف ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ دعا کے دو بازو ہیں (جن کے سہارے وہ دعا باب قبولیت تک پہنچتی ہے) ایک تو اکل حلال دوسرا صدق مقال یعنی حلال کھانا اور سچ بولنا۔

| |
|---|
| اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِۚ |
| فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ |
| اس نے تم پر صرف مُردار اور خون اور سؤر کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو حرام کیا ہے، پھر جو شخص |
| سخت مجبور ہو جائے نہ تو نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اشیائے اربعہ کی حرمت واضطراری حالت کا بیان

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ" اَیْ اَكْلَهَا اِذِ الْكَلَامُ فِيْهِ وَكَذَا مَا بَعْدَهَا وَهِیَ مَا لَمْ يُذَكَّ شَرْعًا وَّاُلْحِقَ بِهَا بِالسُّنَّةِ مَا اُبِيْنَ مِنْ حَیٍّ وَخُصَّ مِنْهَا السَّمَكُ وَالْجَرَادُ "وَالدَّمَ" اَیِ الْمَسْفُوْحَ كَمَا فِی الْاَنْعَامِ "وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ" خَصَّ اللَّحْمَ لِاَنَّهٗ مُعْظَمُ الْمَقْصُوْدِ وَغَيْرُهٗ تَبَعٌ لَهٗ "وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" اَیْ ذُبِحَ عَلٰی اسْمِ غَيْرِهٖ وَالْاِهْلَالُ رَفْعُ الصَّوْتِ وَكَانُوْا يَرْفَعُوْنَهٗ عِنْدَ الذَّبْحِ لِاٰلِهَتِهِمْ "فَمَنِ اضْطُرَّ" اَیْ

اَلْحَاجَةُ الضَّرُوْرَةُ اِلٰی اَکْلِ شَیْءٍ مِمَّا ذُکِرَ فَاَکَلَهُ "غَیْرَ بَاغٍ" خَارِجٍ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ "وَلَا عَادٍ" مُتَعَدٍ عَلَیْهِمْ بِقَطْعِ الطَّرِیْقِ "فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ" فِیْ اَکْلِهِ "اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ" لِاَوْلِیَائِهِ "رَحِیْمٌ" بِاَهْلِ طَاعَتِهِ حَیْثُ وَسَّعَ لَهُمْ فِیْ ذٰلِکَ وَخَرَجَ الْبَاغِیْ وَالْعَادِیْ وَیَلْحَقُ بِهِمَا کُلُّ عَاصٍ بِسَفَرِهٖ کَالْاٰبِقِ وَالْمَکَّاسِ فَلَا یَحِلُّ لَهُمْ اَکْلُ شَیْءٍ مِنْ ذٰلِکَ مَا لَمْ یَتُوْبُوْا وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیُّ،

اس نے تم پرصرف مُردار حرام کیا یعنی اس کا کھانا حرام ہے کیونکہ یہ کلام کھانے کے بارے میں اور اس کے بعد والی ذکر کردہ چیزوں کا کھانا بھی حرام ہے۔ مردار وہ جانور ہے جس کو شریعت کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو۔ اور حکم سنت کے مطابق اس میں گوشت کا وہ ٹکڑا بھی شامل کیا گیا ہے جو کسی زندہ جانور سے کاٹ لیا جائے۔ اور مردار سے مچھلی اور ٹڈی کا استثناء کیا گیا ہے۔ اور خون یعنی بہنے والا خون جس جانوروں میں ہوتا ہے۔ اور سؤر کا گوشت یعنی خنزیر کے گوشت کو خاص کیا گیا کیونکہ وہی مقصود ہے جبکہ بقیہ اس کے اعضاء اس کے تابع ہیں۔ اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، یعنی جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور اہلال کا معنی آواز کو بلند کرنا ہے۔ اور مشرکین اس کو آواز کو ذبح کے وقت اپنے معبودوں کے نام سے بلند کرتے تھے۔ حرام کیا ہے، پھر جو شخص سخت مجبور ہو جائے یعنی جس کو مذکورہ چیزوں کو کھانے کی طرف مجبور کیا گیا ہو، تو وہ باغی نہ ہو یعنی اہل اسلام سے خارج نہ ہو، و نہ حد سے بڑھنے والا اور رہزن بن کو مسلمانوں پر ظلم کرنے والا بھی نہ ہو، تو اس کے کھانے پر کوئی گناہ نہیں، بیشک اللہ اپنے دوستوں کو نہایت بخشنے والا، مہربان ہے۔ یعنی اطاعت کرنے والوں پر مہربان ہے۔ کیونکہ ان کیلئے وسعت ہے۔ جبکہ باغی اور ظالم اس حکم سے خارج ہیں۔ اور معصیت کا سفر کرنے والے ہر شخص کو ان کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ جس طرح بھاگا ہوا غلام ہے اور ظلم کر کے مال چھیننے والا ہے۔ لہٰذا ان کے ان چیزوں میں سے کچھ بھی کھانا حلال نہ ہوگا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہی ہے۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

"اہل" کا مصدر "اہلال" ہے اسکا معنی ہے آواز اونچی کرنا اور آیہ مجیدہ میں اس سے مراد جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے نام لینا ہے۔ لغیر اللہ میں لام متعدی کرنے کے لئے آیا ہے۔ بنا بریں "ما اھل بہ لغیر اللہ" یعنی وہ جانور جس پر ذبح کرتے ہوئے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔

غیر باغ و لا عاد "اس صورت میں کہ نہ تو ستم گر ہو اور نہ تجاوز کرنے والا" یہ "اضطر" کے نائب فاعل کے لئے حال ہے۔ پس یہ حکم "فلا اثم علیہ" ایسے مضطر شخص کو بیان کرتا ہے جو ستم و تجاوز کی وجہ سے مضطر نہ ہوا ہو۔

## پانی میں رہنے والے جانوروں کے متعلق احکام

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہمارے

لئے دو مردار حلال کئے گئے ہیں مچھلی، ٹڈی۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۳۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام الائمہ فی الفقہ والحدیث امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور حرام ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مچھلی کے سوا تمام سمندری جانور خبیث ہیں اور خبیث جانوروں کی حرمت نص سے ثابت ہے۔

## خشکی پر رہنے والے جانوروں کی حلت وحرمت کے قواعد

ا۔ قاعدہ: وہ تمام درندے جونوک دار دانتوں سے شکار کرتے ہیں اور پھاڑ کر کھاتے ہیں وہ سب حرام ہیں اور اسی طرح وہ تمام پرندے جو ناخنوں سے شکار کرتے ہیں اور کھاتے ہیں وہ سب حرام ہیں۔

اس کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر کچلیوں والے درندے اور ہر ناخنوں سے (شکار کرنے) والے پرندے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۴۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## مردار، خون اور خنزیر کی حرمت کا بیان

قرآن مجید میں یہ حکم ہے۔ ترجمہ: بے شک تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ (البقرہ)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: پانچ (جانور) فاسق ہیں جن کو حرم میں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ چوہا، بچھو، چیل، کوا، اور باؤلا کتا۔ (مسلم ج ۲، ص ۳۸۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

انتباہ: شریعت اسلامیہ نے جانوروں کی حرمت کی علت خباثت قرار دی ہے اس لئے تمام حشرات الارض میں یہ علت موجود ہے لہٰذا ان کے حرام ہونے کی یہی علت ہے اور مذکورہ حدیث میں بچھو کی حرمت بیان ہوئی جو کہ بالاتفاق علماء وعرف حشرات الارض سے ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے گوہ کھانے سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابوداؤد، ج ۲، ص ۵۳۲، دارالحدیث ملتان)

نوٹ۔ گوہ بھی حشرات الارض سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوا کون کھائے گا؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فاسق قرار دیا ہے بخدا وہ پاک جانوروں سے نہیں۔ (سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۲۳۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت خذیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سے جنگلی جانوروں کے متعلق پوچھنے آیا ہوں آپ لومڑی کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: لومڑی کون کھائے گا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھیڑیے کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جس میں کوئی بھلائی ہو، کیا وہ بھیڑیے کو کھائے گا۔ نیز

ترمذی کی روایت میں بجو کی حرمت کا ذکر بھی ہے (سنن ابن ماجہ، ج ۲،ص ۲۳۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ابوداؤد، ج ۲،ص ۵۳۱، دارالحدیث ملتان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کو کھانے اور اسکی قیمت سے منع فرمایا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ج ۲،ص ۲۳۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

**قاعدہ:**

ہر وہ جانور جو دب کر مر جائے یا گلہ گھونٹ کر مرے یا سینگ مارا ہوا ہو یا جس کو درندہ نے کھایا ہو، وہ حرام ہے۔اس کا ثبوت یہ ہے۔

ترجمہ: تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار، خون، خنزیر اور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جس کا گلہ گھونٹا گیا ہو، جو کسی ضرب سے دب کر مرا ہو، اوپر سے گرا ہوا، سینگ مارا ہوا ہو، اور جس کو درندہ نے کھایا ہو۔البتہ ان میں سے جس کو تم نے (اللہ کے نام پر) ذبح کیا تو وہ حلال ہے۔ (المائدہ، ۳)

**قاعدہ:**

اگر جانور آلہ کی ضرب سے کٹ کر یا چھد کر مرا اس کو زخم آیا اور خون بہا تو وہ حلال ہے۔

## ذبح کی دو اقسام ہونے کا بیان

۱۔ذبح اختیاری ۲۔ذبح اضطراری

## ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبڑوں اور سینہ کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

## ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو مذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا۔اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے۔ (المبسوط، ج ۱۱،ص ۲۲۱، مطبوعہ بیروت)

**قاعدہ:**

جب شکار میں ''شاید'' ہوسکتا'' جمع ہو جائیں تو پھر اس کا کھانا جائز نہیں۔ (المبسوط، ج ۱۱،ص ۲۲۲، بیروت)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے جب کسی شکار کرنے والے سے شکار غائب ہو جائے اور ڈھونڈنے پر اسے پانی میں بہتا ہوا ملے

اور وہ شکار کرنے والا کہے کہ ''شاید'' یہ شکار میرے تیر سے مرا ہے یا ہوسکتا ہے ڈوب کر مرا ہو، تو ایسی صورت میں اس قاعدہ کے مطابق وہ شکار حلال نہیں۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ حدیث مبارکہ ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟ ہم لوگ کتوں سے شکار کرتے ہیں آپ نے فرمایا: تم اپنا سدھایا ہوا کتا چھوڑ دو اور اس پر بسم اللہ پڑھو تو کتے نے جو شکار تمہارے لئے روکا ہے اس کو کھالو خواہ کتے نے شکار کو مار ڈالا ہو۔ البتہ اگر کتے نے بھی کچھ کھایا ہو، تو پھر مت کھاؤ۔ کیونکہ پھر یہ خدشہ ہے کہ کتے نے شاید اپنے لئے اس کو شکار کیا ہے اور تمہارے کتے کے ساتھ اور کتے بھی مل جائیں تو پھر اس شکار کو مت کھاؤ۔

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۲۴، وزارت تعلیم اسلام آباد)

قاعدہ:

ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ موت اگر یقینی طور پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے اور اگر وہ ثقل کی طرف منسوب ہو تو بالکل حرام ہے اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے مرا ہے یا ثقل سے، تو احتیاطاً حرام ہے۔ (ہدایہ اخیرین، ج ۴، کتاب الصید، مطبوعہ دہلی)

## مذبح کے بچے کا حکم

اگر بچہ مردہ نکلے تو حرام ہے اور اگر وہ زندہ نکلا اور ذبح کر لیا تو حلال ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۲، ص ۲۷۹، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## معدنیات اور نباتات میں قاعدہ

ان میں قاعدہ یہ ہے کہ ہر نقصان دہ چیز کو کھانا حرام اور غیر نقصان دہ چیز کا کھانا حلال ہے۔ دیکھو سنکھیا کھانا حرام ہے کیونکہ نقصان دہ (جان لیوا ہے) ہے لیکن اگر مار کر حکیم کھلائے تو جائز ہے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۱۳۵، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

## حرام جانوروں کے حرام ہونیکی حکمت کا بیان

غذا کی تاثیر تمام حکماء، اطباء اور عرف کے نزدیک ایک مسلمہ حقیقت ہے شریعت اسلامیہ نے ذبح کا ایک طریقہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ جو جانور ذبح کے بغیر طبعی موت مر جاتے ہیں تو خون اسکی رگوں یا شریانوں میں جم جاتا ہے جس سے مفاسد مادے پیدا ہوتے ہیں جو کئی جان لیوا بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے ہر ایسے جانور کو جو طبعی موت مرا ہو، حرام قرار دیا ہے۔

اسی طرح خنزیر جو کہ ایک بے غیرت جانور ہے۔ یہ جانور جب اپنی مادہ سے جماع کرتا ہے تو دوسرے خنازیر کی لمبی قطار میں اپنی باری کا انتظار کرتا ہے حتی کہ اس سے پہلے اور بعد میں کئی دوسرے خنازیر اسکی مادہ سے صحبت کرتے ہیں۔ اس کے اندر وصف بے غیرتی اس قدر کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اس لئے شریعت نے اس کا گوشت حرام کر دیا تا کہ لوگوں کے اندر غیرت کا وصف رہے۔ آج مغربی ممالک جہاں خنزیر کا گوشت کھایا جاتا ہے وہاں بے غیرتی اور بے راہ روی بھی عروج تک پہنچ چکی ہے۔

جنگلی درندے اور پرندے جو شکار کرتے ہیں ان کے اندر ظلم کا وصف انتہائی بڑے درجے کا ہوتا ہے اور وہ انتہائی سخت فطرت

ہوتے ہیں حالانکہ اگران کے شکار میں کوئی ایسی ہرنی آجائے جو بچے کو جنم دے رہی ہو، تو وہ تب بھی اس پر رحم نہیں کرتے، بلکہ اس تکلیف کے وقت میں بھی اس کی گردن مار دیتے ہیں اور اپنا شکار بنالیتے ہیں۔ جبکہ اسلام نے ایسے جانوروں کے گوشت کو حرام قرار دیا، تاکہ انسان ظلم کرنے سے محفوظ رہے۔ تہذیب مغرب میں بسنے والی کفار مقتدر طاقتیں امت مسلمہ پر اور انسانیت پر مظالم ڈھاتے ہوئے اسی لئے ڈرتے نہیں کہ ان میں جانوروں کی ظالمانہ تاثیر موجود ہے۔ لیکن اسلام نے انسانیت سے ہمدردی کو قائم رکھنے کیلئے اور مہربانی جیسے اچھے سلوک کرنے کیلئے پاکیزہ جانوروں کا گوشت حلال کیا اور خبیث جانوروں کو حرام کردیا۔

حشرات الارض بچھو اور سانپ وغیرہ کا زہر تو عرف میں بھی معروف ہے اسی طرح باقی جانور بھی انسانی جانوں کیلئے نقصان دہ ہیں اور مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں اس لئے وہ بھی حرام ہوئے۔ (ہذا التحریر عندی، واللہ ورسولہ اعلم من کل عالم)

## حلال اور طیب میں فرق کا بیان

مفسرین کرام نے فائدے کے طور پر حلال اور طیب میں چند طریقوں سے فرق بیان کیا ہے۔

۱۔ حلال وہ جو حرام نہ ہو جبکہ طیب وہ جو بدمزہ اور گھناؤنی نہ ہو۔ جس طرح اپنا تھوک اور رینٹ حلال ہے مگر طیب نہیں۔

۲۔ حلال وہ جو حرام نہ ہو، جبکہ طیب وہ جو حرام ذریعہ سے حاصل نہ کیا ہو۔ جیسے غیر کی بکری، چوری کا جانور وغیرہ خبیث ہے طیب نہیں۔ ۳۔ حلال وہ جو حرام نہ ہو، جبکہ طیب وہ جو تندرستی کو نقصان دہ نہ ہو۔

۴۔ حلال وہ جسے شرع پسند کرے، طیب وہ جسے طبیعت پسند کرے۔ (تفسیر نعیمی، ج ۲، ص ۱۳۵، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

## اضطراری حالت کے سبب سقوط حکم کا بیان

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے زنا کا اقرار کیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا حکم دیا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید وہ کوئی عذر پیش کر سکے۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا؟ تمہیں بدکاری پر کس چیز نے مجبور کیا۔ اس عورت نے کہا میرا ایک پڑوسی تھا جس کے اونٹوں کے ہاں پانی اور دودھ تھا اور میرے اونٹ کے ہاں پانی اور دودھ نہ تھا۔ اسی وجہ سے میں پیاسی رہتی تھی، میں نے اس سے پانی مانگا تو اس نے پانی دینا اس شرط پر منظور کیا کہ میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کردوں اس پر میں نے تین دفعہ انکار کیا مگر جب میری پیاس اس قدر بڑھ گئی کہ جان نکلنے کا اندیشہ ہو گیا تو میں نے اسکی خواہش پوری کردی، تب اس نے مجھے پانی پلایا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ اکبر! پس جس کو مجبور کیا جائے اور اس کا ارادہ سرکشی اور زیادتی کا نہ ہو، تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (الطرق الحکمیہ، ص ۵۳، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور)

## ضروریات ممنوع اشیاء کو مباح قرار دیتی ہیں قاعدہ فقہیہ

الضرورات تبیح المحظورات ۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۴۳)

ضروریات ممنوع اشیاء کو مباح قرار دیتی ہیں۔

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شریعت نے ایسی ضروریات جن کو پورا کئے بغیر جان کو خطرہ ہو اور ان کا پورا کرنا ممنوع اشیاء سے ہو تو ضرورت کے تحت وہ ممنوع اشیاء مباح ہو جاتی ہیں۔

اس قاعدہ کا ثبوت یہ آیت مقدسہ ہے۔ بے شک تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کیا اور وہ (جانور) جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو مگر جو مجبور ہو خواہش کرنا والا نہ ہو اور سرکشی کرنے والا نہ ہو پس اللہ تعالی بخشنے والا مہربان ہے۔

(البقرہ،۱۷۳)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ مَا |
| يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| بیشک جو لوگ کتاب کو جو اللہ نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں، وہ لوگ سوائے |
| اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے کچھ نہیں کھاتے اور اللہ قیامت کے روز ان سے کلام تک نہیں فرمائے گا اور نہ ہی ان کو پاک کرے |
| گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تعریف کو چھپانے والے یہود کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتَابِ" الْمُشْتَمِل عَلٰى نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ الْيَهُوْد "وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا" مِنَ الدُّنْيَا يَاْخُذُوْنَهُ بَدَله مِنْ سَفَلَتهمْ فَلَا يُظْهِرُوْنَهُ خَوْف فَوْته عَلَيْهِمْ "اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّار" لِاَنَّهَا مَآلهمْ "وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْم الْقِيَامَة" غَضَبًا عَلَيْهِمْ "وَلَا يُزَكِّيْهِمْ" يُطَهِّرهُمْ مِنْ دَنَس الذُّنُوْب "وَلَهُمْ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم هُوَ النَّار،

بیشک جو لوگ کتاب کو جو اللہ نے نازل فرمائی ہے چھپاتے ہیں یعنی وہ یہود ہیں جو نبی کریم ﷺ کی نعت پر مشتمل کتاب کو چھپاتے ہیں۔ اور اس کے بدلے حقیر قیمت حاصل کرتے ہیں، یعنی نہایت تھوڑی قیمت دنیا میں وہ وصول کرتے ہیں اور اسی تھوڑی سے قیمت کے نہ ملنے کے ڈر سے وہ نبی کریم ﷺ کو تعریف کو ظاہر نہیں کرتے۔ وہ لوگ سوائے اپنے پیٹوں میں آگ بھرنے کے کچھ نہیں کھاتے یعنی ان کے اعمال کی سزا یہی ہے۔ اور اللہ قیامت کے روز ان سے کلام تک نہیں فرمائے گا یعنی غصب کرے گا۔ اور نہ ہی ان کو گناہوں کی سیاہی سے پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی وہ تکلیف دہ عذاب جہنم کا عذاب ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۴ کے شان نزول کا بیان

یہود کے علماء و رؤساء جو امید رکھتے تھے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے مبعوث ہوں گے جب انہوں نے

دیکھا کہ سید عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسری قوم میں سے مبعوث فرمائے گئے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ توریت وانجیل میں حضور ﷺ کے اوصاف دیکھ کر آپ کی فرمانبرداری کی طرف جھک پڑیں گے اور ان کے نذرانے ہدیئے تحفے تحائف سب بند ہو جائیں گے حکومت جاتی رہے گی اس خیال سے انہیں حسد پیدا ہوا اور توریت وانجیل میں جو حضور ﷺ کی نعت وصفت اور آپ کے وقت نبوت کا بیان تھا انہوں نے اس کو چھپایا اس پر یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی۔

## اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا باعث شرف ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جابر! کیا بات ہے کہ میں تم کو افسردہ وغمگین دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: میرے والد (حضرت عبداللہ) کو غزوۂ احد میں شہید کر دیا گیا اور وہ (ایک بڑا) کنبہ اور قرضہ چھوڑ گئے ہیں، گویا میری پریشانی اور افسردگی کے کئی سبب پیدا ہو گئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس معاملہ کی خبر دے کر تمہیں خوش نہ کر دوں جو اللہ نے تمہارے والد کے ساتھ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (مجھ کو خوش خبری سے ضرور نوازیئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے کلام کیا ہے۔ حجاب کے پیچھے سے کیا ہے، مگر تمہارے والد کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اور پھر ان سے روبرو کلام فرمایا (یعنی اللہ تعالیٰ اور تمہارے والد کے درمیان نہ کوئی حجاب حائل تھا اور نہ کوئی دوسرا واسطہ) اور فرمایا: اے میرے (خاص) بندے میرے فضل وکرم کے سہارے آرزو کر (یعنی جس چیز کی خواہش ہو مجھ سے مانگ) میں تجھ کو عطا کروں گا (یہ سن کر) تمہارے والد گویا ہوئے، میرے پروردگار! (میں بس یہ چاہتا ہوں کہ) مجھ کو زندہ کر کے دنیا میں بھیج دے تاکہ تیری راہ میں لڑتا ہوا ایک مرتبہ پھر مارا جاؤں (اور تیری رضا وخوشنودی مزید حاصل کرنے کا ایک اور وسیلہ مجھ کو مل جائے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اس بارہ میں یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہئے کہ میرا یہ حکم پہلے سے نافذ ہے کہ جو مر چکے ہیں دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیں گے' اور پھر (انہی تمہارے والد اور دوسرے شہداء احد کے حق میں) یہ آیت نازل ہوئی، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ہیں ان کو مردہ مت خیال کرو۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 895)

اور تمہیں خوش نہ کر دوں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ دنیا کی جو پریشانی آتی ہے اور جو بھی غم پڑتا ہے وہ دیر سویر زائل ہو جاتا ہے اور آسانی کی راہ نکل ہی آتی ہے۔ تمہارے والد نے جو بڑا کنبہ چھوڑا ہے اللہ اس کے تکفل کا انتظام کرا دے گا، اور جو قرضہ وہ چھوڑ گئے ہیں اللہ کے فضل سے اس کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔ لہٰذا اس وقت جس دنیاوی غم واندوہ کا تمہیں سامنا ہے اس کا صبر وشکر کے ساتھ انگیز کرنا چاہئے اور محض اس کی وجہ سے اپنے آپ کو غمگین ودل گیر نہ رکھنا چاہئے، بلکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کو شہادت کا مرتبہ عظمی عطا فرمایا اور اس سعادت سے مشرف فرمایا جو مولی کی رضا وقرب اور مولی کے کرم کو ظاہر کرتی ہے۔ پس اس ارشاد گرامی میں ایک تو اس طرف اشارہ ہے کہ اگر اولاد سیدھی راہ پر ہو تو باپ کی فضیلت وبزرگی اس میں بھی سرایت کرتی ہے، اور دوسرے اس طرف اشارہ ہے کہ باپ کو حاصل ہونے والی خوشی وسعادت پر اولاد کو بھی خوش ہونا

جاتا ہے۔

| |
|---|
| أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ○ |
| یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب، کس چیز نے انہیں |
| آگ پر صبر کرنے والا بنا دیا ہے۔ |

## آگ پر صبر کرنے والوں کا باعث تعجب ہونے کا بیان

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ" اَخَذُوهَا بَدَلَه فِي الدُّنْيَا، "وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ" الْمُعَدَّة لَهُمْ فِي الْاٰخِرَة لَوْ لَمْ يَكْتُمُوْا "فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّار" اَيْ مَا اَشَدّ صَبْرهمْ وَهُوَ تَعَجُّب لِلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اِرْتِكَابهمْ مُوجِبَاتهَا مِنْ غَيْر مُبَالَاة وَاِلَّا فَاَيّ صَبْر لَهُمْ،

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی یعنی انہوں نے اس کا بدلہ دنیا میں لے لیا ہے۔اور مغفرت کے بدلے عذاب، جو آخرت میں ہے۔اگر وہ نہ چھپاتے، کس چیز نے انہیں آگ پر صبر کرنے والا بنا دیا ہے۔یعنی کتنا سخت صبر ہے اور مؤمنوں کیلئے باعث تعجب ہے۔کیونکہ ان کے واجبات جہنم کے ارتکاب کے سبب ہے۔ ورنہ ان کیلئے صبر کا معنی کیسا ہو؟

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۵ کے مضمون نزول کا بیان

ان لوگوں کے حال پر اظہار تعجب ہے کہ ان کا یہ طرز عمل کس قدر قابل تعجب و افسوس ہے کہ یہ ہدایت کہ بدلے میں گمراہی کو اپناتے ہیں۔اور بخشش کے مقابلے میں عذاب کو اختیار کرتے ہیں، اور اس ہولناک سودے اور اس کے ہولناک نتیجہ و انجام کے بارے میں یہ لوگ بے فکر ہیں۔سو یہ کیسی مت ماری ہے؟ کہ یہ لوگ اس قدر سخت ہولناک خسارے پر بھی بے فکر و لاپرواہ ہیں، جس کا بھگتان ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بھگتنا ہوگا اور جس کی تلافی و تدارک کی پھر کوئی صورت ان کے لئے ممکن نہ ہوگی۔

## پیٹ میں آگ بھرنے والوں کا بیان

قرآن کریم نے ان لوگوں کے بارے میں بھی جو یتیموں کا مال ظلم سے ہڑپ کرلیں۔ان کے لئے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ بھی اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہے ہیں اور قیامت کے دن بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ بھی اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتا ہے۔پھر فرمایا ان سے تعالیٰ قیامت کے دن بات چیت بھی نہیں کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا بلکہ المناک عذابوں میں مبتلا کرئے گا۔اس لئے کہ ان کے اس کرتوت کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا ہے اور اب ان پر سے نظر رحمت ہٹ گئی ہے اور یہ ستائش اور تعریف کے قابل نہیں رہے بلکہ سزایاب ہوں گے اور وہاں تلملاتے رہیں گے۔حدیث شریف میں ہے تین قسم کے لوگوں سے اللہ بات چیت نہ

کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب میں زانی بڈھا، جھوٹا بادشاہ، متکبر فقیر ہیں۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ۠ |
| یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی، اور بیشک جنہوں نے کتاب میں اختلاف ڈالا |
| وہ مخالفت میں بہت دور جا پڑے ہیں۔ |

## کتاب میں اختلاف کرنے والوں کا بیان

"ذٰلِكَ" الَّذِیْ ذُكِرَ مِنْ اَكْلِهِمْ النَّار وَمَا بَعْده "بِاَنَّ" بِسَبَبِ اَنَّ "اللّٰه نَزَّلَ الْكِتَاب بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِنَزَّلَ فَاخْتَلَفُوْا فِیْهِ حَیْثُ اٰمَنُوْا بِبَعْضِهٖ وَكَفَرُوْا بِبَعْضِهٖ بِكَتْمِهٖ "وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْكِتَاب" بِذٰلِكَ وَهُمْ الْیَهُوْد وَقِیْلَ الْمُشْرِكُوْنَ فِی الْقُرْاٰن حَیْثُ قَالَ بَعْضهمْ شِعْر وَبَعْضهمْ سِحْر وَبَعْضهمْ كَهَانَة "لَفِیْ شِقَاق" خِلَاف "بَعِیْد" عَنْ الْحَقّ،

یہ اس وجہ سے ہے یعنی جو ان کے آگ کو کھانے اور اس کے بعد ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ نازل فرمائی، یہاں حق نزل کے متعلق ہے۔ پس انہوں نے اس میں اختلاف کیا کہ بعض کو وہ مانتے اور چھپانے کی وجہ سے بعض کا وہ انکار کرتے، اور بیشک جنہوں نے کتاب میں اختلاف ڈالا، یعنی وہ یہود تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین تھے جو قرآن میں اختلاف کرتے تھے۔ کیونکہ ان میں سے بعض اس کو شعر کہتے جبکہ بعض سحر کہتے اور بعض کہانت کہتے تھے۔ وہ مخالفت میں بہت دور جا پڑے ہیں۔ یعنی اختلاف کر کے حق سے بہت دور ہوئے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

جملہ "اختلفوا فی الکتاب" میں موجود اختلاف کے بارے میں مفسرین نے مختلف وجوہات بیان کی ہیں جن میں سے ایک مذکورہ مطلب ہے "شقاق" کا معنی عداوت اور دشمنی ہے اسکا مفعول ماقبل جملہ کے قرینہ سے "الحق" ہوسکتا ہے۔

بعض آسمانی کتابوں پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا حق کی مخالفت اور حق سے دوری ہے۔ اہل کتاب کا آسمانی کتابوں میں اختلاف (بعض کو ماننا اور بعض کا انکار کرنا اور ان پر پردے ڈالنا) ان کے حق سے فاصلے کا باعث بنا اور وہ ایک دوسرے کی دشمنی و جنگ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۶ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توریت میں اختلاف کیا بعض نے اس کو حق کہا بعض نے غلط تاویلیں کیں بعض نے تحریفیں ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی اس صورت میں کتاب سے قرآن مراد ہے اور ان کا اختلاف یہ ہے کہ بعض ان میں سے اس کو شعر کہتے تھے بعض سحر بعض کہانت۔ (تفسیر خزائن العرفان، بقرہ ۱۷۶، لاہور)

## اختلاف کرنے کے سبب پہلی قوموں کی ہلاکت کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کے بارے میں سنا کہ وہ آپس میں قرآن کے بارے میں بحث کر رہے ہیں اور جھگڑ رہے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تم سے پہلے کے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے انھوں نے کتاب اللہ کے بعض حصہ کو بعض پر مارا (یعنی آیات میں تضاد اور اختلاف ثابت کیا کہ فلاں آیت فلاں آیت کے مخالف ہے اور یہ آیت فلاں آیت کے مخالف ہے) اور بے شک کتاب اللہ کا بعض حصہ بعض کی تصدیق کرتا ہے لہٰذا تم قرآن کے بعض حصہ کو بعض سے نہ جھٹلاؤ، اور اس کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اس کو بیان کرو اور جو نہیں جانتے ہو اسے جاننے والوں کی طرف سونپ دو۔

(مسند احمد بن حنبل وابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 226)

جیسا کہ اس سے پہلے حدیث میں گزر چکا ہے کہ جن لوگوں کا علم ناقص ہوتا ہے اور جن کے ایمان وعقیدہ میں کمزوری اور ذہن وفکر میں کمی ہوتی ہے وہ آیات میں باہم اختلاف پیدا کرتے رہتے ہیں اور آیت کے حقیقی مفہوم ومراد سے ہٹ کر ان کے ناقص ذہن وفکر میں جو مفہوم آتا ہے اسے بیان کرتے ہیں اور پھر اسی طرز پر اپنے نظریات واعتقادات کی بنیاد بھی رکھ دیتے ہیں جس کی مثال ماقبل کی حدیث میں بیان کی جا چکی ہے۔

اس کے بارے میں یہاں بھی فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تمہیں کچھ آیتوں میں اختلاف نظر آئے تو اس میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ ساقط نہ کرو اور نہ اس کی تکذیب کرو بلکہ جہاں تک تمہارا علم مدد کر سکے ان میں تطبیق پیدا کرو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پھر تم بجائے اس کے کہ اس میں اپنی عقل وسمجھ کے تیر چلاؤ۔ اس کے حقیقی معنی ومفہوم کا علم اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی جانب سونپ دو، یا پھر ایسے علماء وصلحاء جو علم کے اعتبار سے تم سے اعلیٰ وافضل ہوں اور تم پر فوقیت رکھتے ہیں ان سے رجوع کرو۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے۔ اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑوانے

میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے۔ جب عہد کریں اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔

## نیک اعمال کی حقیقت رضائے الٰہی ہونے کا بیان

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ" فِي الصَّلَاةِ "قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ" نَزَلَ رَدًّا عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى حَيْثُ زَعَمُوْا ذٰلِكَ "وَلٰكِنَّ الْبِرَّ" اَىْ ذَا الْبِرِّ وَقُرِءَ بِفَتْحِ الْبَاءِ اَىْ الْبَارَّ "مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ" اَىْ الْكُتُبِ "وَالنَّبِيِّيْنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى" مَعَ "حُبِّهٖ" لَهُ "ذَوِي الْقُرْبٰى" الْقَرَابَةِ "وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ" الْمُسَافِرَ "وَالسَّائِلِيْنَ" الطَّالِبِيْنَ "وَفِي" فَكِّ "الرِّقَابِ" الْمُكَاتَبِيْنَ وَالْاَسْرٰى "وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَاٰتَى الزَّكَاةَ" الْمَفْرُوْضَةَ وَمَا قَبْلَهٗ فِي التَّطَوُّعِ "وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا" اللّٰهَ اَوِ النَّاسَ "وَالصَّابِرِيْنَ" نُصِبَ عَلَى الْمَدْحِ "فِي الْبَاْسَاءِ" شِدَّةِ الْفَقْرِ "وَالضَّرَّاءِ" الْمَرَضِ "وَحِيْنَ الْبَاْسِ" وَقْتَ شِدَّةِ الْقِتَالِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ "اُولٰئِكَ" الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ "الَّذِيْنَ صَدَقُوْا" فِيْ اِيْمَانِهِمْ اَوْ اِدِّعَاءِ الْبِرِّ "وَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ" اللّٰهَ۔

کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ نماز میں منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو، یہ آیت یہود ونصاریٰ کے گمان کو رد کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ہاں اصلی نیکی یہ کہ ایمان لائے۔ اور "البــــر" کی باء کو فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب یعنی کتب پر اور پیغمبروں پر اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور سائلوں کو اور گردنیں چھڑوانے میں اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے یعنی جو فرض کی گئی ہے اور ان سے پہلی چیزوں سے مراد نفلی صدقہ ہے۔ اور اپنا قول پورا کرنے والے۔ جب عہد کریں یعنی جب اللہ یا لوگوں سے عہد کریں، اور صابرین یہ منصوب بہ مدح ہے۔ اور صبر والے سخت فقر میں اور سخت مرض میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں یعنی اللہ کی راہ میں سخت جنگ کے وقت، یہی وہ لوگ یعنی مذکورہ اوصاف والے، جنہوں نے اپنی بات سچی کی یعنی اپنے ایمان یا دعویٰ نیکی میں اور یہی پرہیزگار یعنی اللہ سے ڈرنے والے ہیں۔

رقبہ "رقاب" کی جمع ہے جس کا معنی غلام ہیں "فی الرقاب"، "ذوی القربٰی" پر عطف ہے۔ فی "کا" رقاب "پر آنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ "آتی المال علی حبہ، فی الرقاب" سے مراد ان کو آزاد کرنے کیلئے مال کا خرچ کرنا ہے نہ کہ خود ان کو ادا کرنا۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود ونصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ یہود نے بیت المقدس کے مشرق کو اور نصاریٰ نے اس کے مغرب کو قبلہ بنا

رکھا تھا اور ہر فریق کا گمان تھا کہ صرف اس قبلہ ہی کی طرف منہ کرنا کافی ہے اس آیت میں ان کا رد فرمادیا گیا کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا منسوخ ہوگیا۔ (مدارک) مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ خطاب اہل کتاب اور مؤمنین سب کو عام ہے اور معنی یہ ہیں کہ صرف روبقبلہ ہونا اصل نیکی نہیں جب تک عقائد درست نہ ہوں اور دل اخلاص کے ساتھ رب قبلہ کی طرف متوجہ نہ ہو۔

ایک شخص نے حضرت ابوذر سے سوال کیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمادی اس نے کہا حضرت میں آپ سے بھلائی کے بارے میں سوال نہیں کرتا میرا سوال ایمان کے بارے میں ہے تو آپ نے فرمایا سن ایک شخص نے یہی سوال حضور ﷺ سے کیا آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمادی وہ بھی تمہاری طرح راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا مومن جب نیک کام کرتا ہے تو اس کا جی خوش ہوجاتا ہے اور اسے ثواب کی امید ہوتی ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو اس کا دل غمگین ہوجاتا ہے اور وہ عذاب سے ڈرنے لگتا ہے۔ (ابن مردویہ)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ |
| وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ |
| ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ |
| اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور |
| عورت کے بدلے عورت، تو جس کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا، یہ |
| تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ پر ہلکا کرنا ہے۔ اور تم پر رحمت تو اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## قصاص اور دیت دونوں سے متعلق احکام کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ" فُرِضَ "عَلَيْكُمُ الْقِصَاص" الْمُمَاثَلَة "فِي الْقَتْلَى" وَصْفًا وَّفِعْلًا "الْحُرّ" يُقْتَل "بِالْحُرِّ" وَلَا يُقْتَل بِالْعَبْدِ "وَالْعَبْد بِالْعَبْدِ وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى" وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الذَّكَر يُقْتَل بِهَا وَاَنَّهُ تُعْتَبَر الْمُمَاثَلَة فِي الدِّيْن فَلَا يُقْتَل مُسْلِم وَلَوْ عَبْدًا بِكَافِرٍ وَلَوْ حُرًّا "فَمَنْ عُفِيَ لَهُ" مِنْ الْقَاتِلِيْنَ "مِنْ" دَم "اَخِيْهِ" الْمَقْتُول "شَيْء" بِاَنْ تَرَكَ الْقِصَاص مِنْهُ وَتَنْكِير شَيْء يُفِيد سُقُوط الْقِصَاص بِالْعَفْوِ عَنْ بَعْضه وَمِنْ بَعْض الْوَرَثَة وَفِي ذِكْر اَخِيْهِ تَعَطُّف دَاعٍ اِلَى الْعَفْو وَاِيذَان بِاَنَّ الْقَتْل لَا يَقْطَع اُخُوَّة الْاِيْمَان وَمَنْ مُبْتَدَا شَرْطِيَّة اَوْ مَوْصُولَة وَالْخَبَر "فَاتِّبَاع" اَيْ فِعْل الْعَافِي اِتِّبَاع لِلْقَاتِلِ "بِالْمَعْرُوفِ" بِاَنْ يُطَالِبهُ بِالدِّيَةِ بِلَا عُنْف وَتَرْتِيب الْاِتِّبَاع عَلَى الْعَفْو يُفِيد اَنَّ الْوَاجِب اَحَدهمَا وَهُوَ اَحَد قَوْلَيْ الشَّافِعِيّ وَالثَّانِي الْوَاجِب الْقِصَاص وَالدِّيَة بَدَل عَنْهُ فَلَوْ عَفَا وَلَمْ يُسَمِّهَا فَلَا شَيْء

وَرَجَعَ "و" عَلَى الْقَاتِلِ "اَدَاء" الدِّيَة "اِلَيْهِ" اَىْ الْعَافِىْ وَهُوَ الْوَارِث "بِاِحْسَانٍ" بِلا مَطْل وَلَا بَخْس "ذٰلِكَ" الْحُكْم الْمَذْكُور مِنْ جَوَازِ الْقِصَاصِ وَالْعَفْو عَنْهُ عَلَى الدِّيَة "تَخْفِيف" تَسْهِيل "مِنْ رَبِّكُمْ" عَلَيْكُمْ "وَرَحْمَة" بِكُمْ حَيْثُ وَسَّعَ فِىْ ذٰلِكَ وَلَمْ يُحَتِّم وَاحِدًا مِنْهُمَا كَمَا حَتَّمَ عَلَى الْيَهُوْد الْقِصَاص وَعَلَى النَّصَارٰى الدِّيَة "فَمَنْ اعْتَدٰى" ظَلَمَ الْقَاتِل بِاَنْ قَتَلَهُ "بَعْدَ ذٰلِكَ" اَىْ الْعَفْو "فَلَهُ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم فِىْ الْاٰخِرَة بِالنَّارِ اَوْ فِىْ الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ،

اے ایمان والوں تم پر فرض ہے کہ جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، یعنی وصف اور فعل کے اعتبار سے قتل میں برابری ہونے کی وجہ سے، آزاد کے بدلے آزاد یعنی آزاد غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت، اور حدیث میں بیان ہوا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے میں قتل کیا جائے گا کیونکہ کیونکہ دین میں برابری کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور کسی مسلمان کو قتل نہ کیا جائے گا اگر چہ وہ غلام ہو یا کافر ہو یا آزاد ہو۔ تو جس کے لئے یعنی قاتلوں کیلئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی۔ تو بھلائی سے تقاضا ہو، یعنی قصاص کو چھوڑ کر، اور یہاں شئی کو نکرہ ذکر کیا گیا ہے جو قصاص کے ساقط ہونے میں بعض ورثاء سے معافی کا فائدہ دیتی ہے۔ اور نرمی کے سبب بھائی ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ قتل ایمانی اخوت کو ختم کرنے والا نہیں ہے۔ اور ''من'' شرطیہ یہ مبتداء ہے اور اتباع اس کی خبر ہے۔ یعنی وہ بھائی سے نرمی کے ساتھ مطالبہ کرے۔ یعنی وہ بغیر کسی سختی کے دیت کا مطالبہ کرے اور یہاں اتباع کو عفو پر مرتب کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک واجب ہے اور وہ قصاص ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک یہ ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص واجب ہے اور دیت اس کا بدل ہے۔ لہٰذا جب مقتول کے وارث نے معاف کیا اور دیت کو تذکرہ نہ کیا تو قاتل پت کچھ واجب نہ ہوگا۔ یہی راجح قول ہے۔ اور اچھی طرح ادا، یعنی بغیر کسی کمی وزیادتی کے آسان طریقے سے دیت کو ادا کردیں، یہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارا بوجھ پر ہلکا کرنا ہے۔ یعنی ان دونوں میں سے کسی ایک کو واجب نہیں کیا جس طرح یہود پر صرف قصاص واجب تھا جبکہ نصاریٰ پر صرف دیت کو واجب کیا۔ اور تم پر رحمت ہے۔ تو اس کے بعد جو زیادتی کرے یعنی قاتل قتل کرنے کے بعد اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی آخرت میں تکلیف دینے والا عذاب ہے یا دنیا میں قتل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"من" سے مراد قاتل اور "اخیہ" سے مراد مقتول کا وارث ہے "لہ" اور "اخیہ" کی ضمیر "من" کی طرف لوٹتی ہے یعنی قاتل کی طرف "شیء" سے مراد قصاص کا حق ہے پس جملہ "فمن عفی" کا معنی یہ بنتا ہے پس وہ قاتل جسے مقتول کے وارث کی طرف سے اس کے لئے حق قصاص میں سے کچھ معاف کردیا گیا ہو۔

قصاص قابل معافی حق ہے نہ ایسا حکم جو ساقط نہیں ہو سکتا۔ حق قصاص مقتول کے ورثاء میں سے کسی ایک کے معاف کر دینے سے بھی ساقط ہو جاتا ہے۔ شئی ء" سے مراد حق قصاص ہے اس کو نکرہ استعمال کرنا اس مطلب کیطرف اشارہ ہے کہ اگر حق قصاص میں سے کچھ معاف کر دیا جائے تو قاتل کا قصاص نہیں ہوگا البتہ یہ فرض اس صورت میں ہے کہ مقتول کے وارث متعدد ہوں اور ان میں سے بعض قاتل کو معاف کر دیں۔ مقتول کے وارث کیلئے بہتر ہے کہ قاتل کو معاف کر دے اور اپنے حق (قصاص) سے درگزر کرے۔ مقتول کے وارث کو حق قصاص معاف کرنے کی طرف ترغیب دلانا اس لفظ " اخیــــــہ " کے جملہ اہداف میں سے ایک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس لفظ کو مقتول کے وارث کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اوس وخزرج کے بارے میں نازل ہوئی ان میں سے ایک قبیلہ دوسرے سے قوت تعداد مال وشرف میں زیادہ تھا اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنے غلام کے بدلے دوسرے قبیلہ کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک کے بدلے دو کو قتل کرے گا زمانہ جاہلیت میں لوگ اس قسم کی تعدی کے عادی تھے عہد اسلام میں یہ معاملہ حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اور عدل ومساوات کا حکم دیا گیا اور اس پر وہ لوگ راضی ہوئے قرآن کریم میں قصاص کا مسئلہ کئی آیتوں میں بیان ہوا ہے اس آیت میں قصاص وعفو دونوں کے مسئلہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا بیان ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو قصاص وعفو میں مختار کیا چاہیں قصاص لیں یا عفو کریں' آیت کے اول میں قصاص کے وجوب کا بیان ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، بقرہ، ۱۷۸، لاہور)

## قصاص کے لغوی وفقہی مفہوم کا بیان

اصطلاح شریعت میں " قصاص کا مفہوم ہے، قاتل کی جان لینا، جس شخص نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو اس کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دینا! یہ لفظ قص اور قصص سے " نکلا ہے، جس کے لغوی معنی ہیں کسی کے پیچھے پیچھے جانا، چونکہ مقتول کا ولی قاتل کا پیچھا پکڑتا ہے تا کہ اسے مقتول کے بدلے میں قتل کرائے اس لئے قاتل کی جان لینے کو قصاص کہا جاتا ہے، ویسے قصاصات کے معنی مساوات (برابری) کے بھی ہیں۔ " قصاص " پر اس معنی کا اطلاق اس طرح ہوتا ہے کہ جب قاتل کو مقتول کے بدلے میں قتل کر دیا جاتا ہے تو مقتول کا ولی اور قاتل یا مقتول اور قاتل برابر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ قصاص میں قاتل کے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا ہے جو قاتل نے مقتول کے ساتھ کیا تھا۔

قصاص" کے معنی بدلہ ومکافات کے ہیں یعنی جس شخص نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا! مثلا اگر کسی شخص نے کسی شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی قتل کرنا اور اگر کسی شخص نے کسی شخص کو زخمی کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی زخمی کرنا قصاص کہلاتا ہے قیامت کے دن، جان کا بدلہ جان، زخم اور تکلیف ہوگا اور دنیا میں جس نے جس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہوگا کہ خواہ اس کو آزردہ کیا ہو اور خواہ کوئی بھی جسمانی اور روحانی اذیت پہنچائی ہو اور وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو، تو قیامت کے دن اس سے

اس کا بدلہ لیا جائے گا اگر چہ وہ مکلف نہ ہو چنانچہ تمام حیوانات کو بھی قیامت کے دن اسی لئے اٹھایا جائے گا تا کہ ان کو بھی ایک دوسرے کا بدلہ دلوایا جاسکے مثلاً اگر کسی سینگ والی بکری نے کسی بے سینگ بکری کو مارا ہوگا تو اس دن اس کو قصاص یعنی بدلہ دینا ہوگا۔

## قتل کی اقسام کا فقہی بیان

فقہا کے نزدیک قتل کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) قتل عمد۔ (۲) قتل شبہ عمد۔ (۳) قتل خطا۔ (۴) قتل جاری مجری خطا۔ (۵) قتل بسبب۔

قتل عمد یہ ہے کہ مقتول کو کسی چیز سے مارا جائے جو اعضاء کو جدا کر دے (یا اجزاء جسم کو پھاڑ ڈالے) خواہ وہ ہتھیار کی قسم سے ہو یا پتھر، لکڑی، کھپاچ کی قسم سے کوئی تیز (دھاردار) چیز ہو اور مادہ آگ کا شعلہ ہو، صاحبین کے نزدیک قتل عمد کی تعریف یہ ہے کہ " مقتول بارادہ قتل کسی ایسی چیز سے مارا جائے جس سے عام طور پر انسان کو ہلاک کیا جاسکتا ہے " قتل عمد کا مرتکب سخت گناہگار ہوتا ہے اور اس قتل کی سزا قصاص (یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کر دینا) ہے الا یہ کہ مقتول کے ورثاء اس کو معاف کر دیں یا دیت (مالی معاوضہ) لینے پر راضی ہو جائیں، اس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

قتل شبہ عمد۔ یہ ہے کہ مقتول کو مذکورہ بالا چیزوں (ہتھیار اور دھاردار چیز وغیرہ) کے علاوہ کسی اور چیز سے قصداً ضرب پہنچائی گئی ہو قتل کی یہ صورت بھی (باعتبار ترک عزیمت اور عدم احتیاط) گنہگار کرتی ہے، لیکن اس میں قصاص کی بجائے قاتل کے عاقلہ (برادری کے لوگوں) پر دیت مغلظہ واجب ہوتی ہے (دیت مغلظہ چار طرح کے سو اونٹوں کو کہتے ہیں، لیکن اگر ہلاکت واقع نہ ہو تو قصاص واجب ہوتا ہے یعنی اس کی وجہ سے مرنے کی بجائے مضروب کا کوئی عضو کٹ گیا ہو تو مارنے والے کا بھی وہی عضو کاٹا جائے گا۔

## قتل خطاء کی اقسام کا بیان

قتل خطاء کی دو قسمیں ہیں، ایک تو یہ کہ " خطاء " کا تعلق " قصد " سے ہو، مثلاً ایک چیز کا شکار گمان کر کے تیر یا گولی کا نشان بنایا گیا مگر وہ آدمی نکلا یا کسی شخص کو حربی کافر سمجھ کر تیر یا گولی کا نشانہ بنایا مگر وہ مسلمان نکلا۔ دوسرے یہ کہ " خطا " کا تعلق " فعل " سے ہو مثلاً کسی خاص نشانہ پر تیر یا گولی چلائی گئی مگر وہ تیر یا گولی بہک کر کسی آدمی کے جا لگی۔"

قتل جاری مجریٰ خطاء کی صورت یہ ہے مثلاً ایک شخص سوتے میں کسی دوسرے شخص پر جا پڑا اور اس کو ہلاک کر ڈالا! قتل خطاء اور جاری مجریٰ خطاء میں کفارہ لازم آتا ہے اور عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے، نیز ان صورتوں میں (باعتبار ترک عزیمت) گناہ بھی ہوتا ہے۔

قتل بسبب یہ ہے کہ مثلاً کسی شخص نے دوسرے شخص کی زمین میں اس کی اجازت کے بغیر کنواں کھدایا یا کوئی پتھر رکھ دیا اور کوئی تیسرا شخص اس کنویں میں گر کر یا اس پتھر سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ اس صورت میں عاقلہ پر دیت واجب ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں آتا۔ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ قتل کی پہلی چار قسمیں یعنی عمد، شبہ عمد، اور جاری مجریٰ خطاء میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم ہو جاتا

ہے (اور وہ صورت کہ مقتول، قاتل کا مورث ہو) اور پانچویں قسم یعنی "قتل بسبب" میں قاتل، مقتول کی میراث سے محروم نہیں ہوتا

## قصاص چھوڑ کر دیت پر رضامند ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

امام مالک کا مشہور مذہب اور امام ابوحنیفہ اور آپ کے شاگردوں کا اور امام شافعی اور امام احمد کا ایک روایت کی رو سے یہ مذہب ہے کہ مقتول کے اولیاء کا قصاص چھوڑ کر دیت پر راضی ہونا اس وقت جائز ہے جب خود قاتل بھی اس پر آمادہ ہوا لیکن اور بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اس میں قاتل کی رضامندی شرط نہیں۔

## مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت شعبی، ابوجحیفہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ امیرالمومنین کیا آپ کے پاس کوئی ایسی تحریر ہے جو اللہ کتاب میں نہ ہو، حضرت علی نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو وجود بخشا۔ مجھے علم نہیں کہ کوئی ایسی چیز ہو جو قرآن میں نہ ہو۔ البتہ، ہمیں قرآن کی وہ سمجھ ضرور دی گئی ہے جو کسی انسان کو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے پھر کچھ چیزیں ہمارے پاس مکتوب بھی ہیں راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا وہ کیا ہیں حضرت علی نے فرمایا اس میں دیت ہے اور قیدیوں یا غلاموں کے آزاد کرنے کا ذکر ہے اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے حضرت علی کی حدیث حسن صحیح ہے بعض اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، شافعی، احمد، اسحاق، کا یہی قول ہے کہ مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ ذمی کافر کے بدلے مسلمان کو بطور قصاص قتل کیا جائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1447)

عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے اسی سند سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول کہ کافر کی دیت مومن کی دیت کا نصف ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث حسن ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کی اس باب میں منقول حدیث بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ یہودی اور نصرانی کی دیت مسلمان کی دیت سے آدھی ہے۔

امام احمد بن حنبل کا بھی یہی قول ہے حضرت عمر بن خطاب سے منقول ہے کہ یہودی اور نصرانی کی دیت چار ہزار درہم اور مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم ہے۔ امام مالک، شافعی، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ یہودی اور عیسائی کی دیت مسلمان کی دیت کے برابر ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1448)

## قتل کرنے پر وجوب قصاص میں مذاہب اربعہ

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل ڈالا (یعنی ایک پتھر پر اس کا سر رکھ کر

دوسرے پتھر سے اس پر ضرب ماری) چنانچہ (جب لڑکی کا نزاعی بیان لیا گیا تو) اس سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کس نے یہ معاملہ کیا ہے، کیا فلاں شخص نے؟ کیا فلاں شخص نے؟ (یعنی جن جن لوگوں پر شبہ تھا ان کا نام لیا گیا یہاں تک کہ جب اس یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے اپنے سر کے اشارے سے بتایا کہ ہاں اس نے ایسا کیا ہے۔ پھر اس یہودی کو حاضر کیا گیا اور اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا، لہٰذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح اس یہودی کا سر کچلنے کا حکم فرمایا اور اس کا سر پتھروں سے کچلا گیا۔"

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 628)

بظاہر یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس یہودی نے لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان کچلا تھا اسی طرح اس یہودی کا بھی دو پتھروں کے درمیان کچلا گیا ہو، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح اگر کوئی عورت کسی مرد کو قتل کر دے تو مقتول مرد کے بدلے میں اس عورت کو قتل کیا جا سکتا ہے، اسی طرح مقتول عورت کے بدلے میں اس کے مرد قاتل کو بھی قتل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی قول ہے، نیز یہ حدیث اس امر پر بھی دلالت ہے کہ ایسے بھاری پتھر سے کسی کو ہلاک کر دینا جس کی ضرب سے عام طور پر ہلاکت واقع ہو جاتی ہو، قصاص کا بموجب ہے۔ چنانچہ اکثر علماء اور تینوں ائمہ کا یہی قول ہے لیکن امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر پتھر کی ضرب سے ہلاکت واقع ہو جائے تو اس کی وجہ سے قصاص لازم نہیں ہوتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک اس یہودی سے قصاص لینے کا سوال ہے تو اس کا تعلق سیاسی اور وقتی مصالحی سے تھا۔

## غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے میں فقہی مذاہب کا بیان

امام ابوحنیفہ امام ثوری امام ابن ابی لیلیٰ اور داؤد کا مذہب ہے کہ آزاد نے اگر غلام کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے وہ بھی قتل کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن جبیر حضرت ابراہیم نخعی حضرت قتادہ اور حضرت حکم کا بھی یہی مذہب ہے،

حضرت امام بخاری، علی بن مدینی، ابراہیم نخعی اور ایک اور روایت کی رو سے حضرت ثوری کا بھی مذہب یہی ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو مار ڈالے تو اس کے بدلے اس کی جان لی جائے گی دلیل میں یہ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے ہم اسے قتل کریں گے اور جو شخص اپنے غلام کو نکٹا کرے ہم بھی اس کی ناک کاٹ دیں گے اور جو اسے خصی کرے اس سے بھی یہی بدلہ لیا جائے،

لیکن جمہور کا مذہب ان بزرگوں کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں آزاد غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ غلام مال ہے اگر وہ خطا سے قتل ہو جائے تو دیت یعنی جرمانہ نہیں دینا پڑتا صرف اس کے مالک کو اس کی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور اسی طرح اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے نقصان پر بھی بدلے کا حکم ہے۔

## والدین کیلئے بیٹے کو قتل پر قصاص نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسجدوں میں حدود جاری نہ کی

جائیں اور نہ اولاد کے (قتل کے) بدلے میں باپ کو قتل کیا جائے (بلکہ باپ سے دیت (یعنی مالی معاوضہ لیا جائے)۔

(ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 636)

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ زنا، چوری، یا اسی قسم کے دوسرے جرائم حدود (یعنی ان کی شرعی سزائیں) مساجد میں جاری نہ کی جائیں، اسی طرح قصاص بھی اسی حکم میں داخل ہے کہ کسی قاتل کو بطور قصاص مسجد میں قتل نہ کیا جائے کیونکہ مسجدیں فرض نماز پڑھنے کے لئے ہیں یا فرض نماز کے توابع کے لئے ہیں جیسے نفل نمازیں یا ذکر و شغل اور دینی علوم کا پڑھنا پڑھانا۔

حدیث کے دوسرے جزو کا مطلب یہ ہے کہ اگر باپ اپنی اولاد کو قتل کر دے تو اس کو مقتول اولاد کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے اس بارے میں فقہی تفصیل یہ ہے کہ اگر بیٹا اپنے ماں باپ کو قتل کر دے تو اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ بیٹے کو بطور قصاص قتل کیا جا سکتا ہے۔لیکن اگر ماں باپ، بیٹے کو مار ڈالے تو اس میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، امام ابوحنیفہ امام شافعی اور امام احمد تو یہ فرماتے ہیں کہ باپ کو بطور قصاص قتل نہ کیا جائے، امام مالک کا قول یہ ہے کہ اگر باپ نے بیٹے کو ذبح کر کے مار ڈالا ہے تو اس صورت میں باپ کو بطور قصاص قتل کیا جا سکتا ہے اور اگر اس نے بیٹے کو تلوار سے ختم کیا ہے تو پھر اس سے قصاص نہ لیا جائے! یہ ملحوظ رہے کہ اس بارے میں ماں کا حکم بھی وہی ہے جو باپ کا ہے، نیز دادا دادی، اور نانی بھی ماں اور باپ کے حکم میں ہیں۔

## غلام کے بدلے مالک کے قتل و عدم قتل میں فقہی مذاہب

حضرت سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو اس کے بدلے اسے قتل کریں گے اور جس نے اپنے غلام کے اعضاء (ناک، کان وغیرہ) کاٹے ہم بھی اس کے اعضاء کاٹیں گے یہ حدیث حسن غریب ہے۔بعض علماء، تابعین، اور ابراہیم نخعی کا یہی مذہب ہے۔بعض اہل علم جن میں حضرت حسن بصری، اور عطاء بن ابی رباح بھی شامل ہیں فرماتے ہین کہ آزاد اور غلام کے درمیان خون اور زخم مین قصاص نہیں۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس سے قصاص نہ لیا جائے گا لیکن اگر غلام کسی اور کا ہو تو اس کے بدلے آزاد کو بھی قتل کیا جائے سفیان ثوری کا یہی قول ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1449)

حضرت حسن بصری (تابعی) حضرت سمرۃ (صحابی) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اس کو قتل کر دیں گے اور جو شخص (اپنے غلام کے) اعضاء کاٹے گا ہم اس کے اعضاء کاٹ دیں گے۔(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی) اور نسائی نے ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔ کہ جو شخص اپنے غلام کو خصی کرے گا ہم اس کو خصی کر دیں گے۔(مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 639)

جو شخص اپنے غلام کو قتل کر دے گا ہم اس کو قتل کر دیں گے دیں گے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور زجر و تشدید اور تنبیہ فرمایا کہ لوگ اپنے غلاموں کو مار ڈالنے سے باز رہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص نے سخت ترین ممانعت تنبیہ کے باوجود بھی جب چوتھی یا پانچویں بار شراب پی لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کر دو، لیکن جب وہ آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ

نے اس کو قتل نہیں کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں غلام سے مراد وہ شخص ہے جو غلام بھی رہا ہو، اور پھر آزاد کر دیا گیا ہو، اگر چہ ایسے شخص کو غلام نہیں کہا جاتا لیکن اس کے سابق حال کے اعتبار سے اس کو یہاں غلام تعبیر کیا گیا۔

اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس آیت کریمہ (اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى) 2۔البقرة: 178) کے ذریعہ منسوخ ہے! اس بارے میں جہاں تک فقہی مسئلہ کا تعلق ہے تو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے غلام کو قتل کر دے تو اس کو غلام کے بدلے میں قتل کیا جا سکتا ہے لیکن اگر اس نے اپنے غلام کو قتل کر دیا تو اس غلام کے بدلے میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام اعظم کے سوا تینوں ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ آیت کریمہ (اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى) 2۔البقرة:178) کے بموجب کسی آزاد شخص کو نہ تو اپنے غلام کے بدلے میں قتل کیا جائے اور نہ کسی دوسرے کے بدلے میں۔ حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت سفیان ثوری کا قول یہ ہے کہ مقتول غلام کے بدلے میں قاتل آزاد کو قتل کیا جائے خواہ وہ مقتول اس کا اپنا غلام ہو یا کسی دوسرے کا۔

اور جو شخص اعضاء کاٹے گا" شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ "تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آزاد کسی غلام کے اعضاء جسم کاٹ ڈالے تو اس کے بدلے میں اس آزاد کے اعضاء جسم نہ کاٹے جائیں" علماء کے اس اتفاق سے یہ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی "ہم اس کے اعضاء کاٹ دیں گے" یا تو زجر و تنبیہ پر محمول ہے یا منسوخ ہے۔

## متعدد قاتلوں کو ایک قتل کے بدلے قتل کرنے میں مذاہب اربعہ

چاروں اماموں اور جمہور امت کا مذہب ہے کہ کئی ایک نے مل کر ایک مسلمان کو قتل کیا ہے تو وہ سارے اس ایک کے بدلے قتل کر دئے جائیں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کو سات شخص مل کر مار ڈالتے ہیں تو آپ ان ساتوں کو قتل کراتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر صفا کے تمام لوگ بھی اس قتل میں شریک ہوتے تو میں قصاص میں سب کو قتل کرا دیتا۔ آپ کے اس فرمان کے خلاف آپ کے زمانہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے اعتراض نہیں کیا پس اس بات پر گویا اجماع ہو گیا۔ لیکن امام احمد سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں ایک کے بدلے ایک ہی قتل کیا جائے زیادہ قتل نہ کیے جائیں۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو۔

## قصاص میں ہی حیات ہونے کا بیان

"وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ" اَيْ بَقَاءٌ عَظِيْمٌ "يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ" ذَوِي الْعُقُوْلِ لِاَنَّ الْقَاتِلَ اِذَا عَلِمَ اَنَّهُ يُقْتَلُ ارْتَدَعَ فَاَحْيَا نَفْسه وَمَنْ اَرَادَ قَتْله فَشُرِعَ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" الْقَتْل مَخَافَة الْقَوَد،

اور خون کا بدلہ لینے میں تمہاری زندگی ہے یعنی بہت بڑی بقاء ہے۔ اے عقل مندو کہ تم کہیں بچو، یہ اہل عقل کیلئے نصیحت ہے

کیونکہ جب قاتل کو معلوم ہو کہ اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا تو وہ اپنے آپ کو بچانے کیلئے ایسے عمل سے باز آ جائے گا۔ اور قتل ہونے والا شخص بھی بچ جائے گا۔ تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ یعنی قصاص کے خوف سے قتل سے بچو۔

یہ مطلب اس بنا پر ہے کہ "لعلکم "حیاۃ" کے لئے بیان غایت ہو یعنی قانون قصاص اس لئے وضع کیا گیا ہے تا کہ معاشرتی زندگی کی ضمانت فراہم کرے۔ جبکہ زندگی خود سے کوئی معنی نہیں رکھتی مگر یہ کہ تقویٰ کے حصول کی بنیادیں فراہم کی جائیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۷۹ کے مضمون نزول کا بیان

جب قاتل کو یہ خوف ہوگا کہ میں بھی قصاص میں قتل کر دیا جاؤں گا تو پھر اسے کسی کو قتل کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور جس معاشرے میں یہ قانون قصاص نافذ ہو جاتا ہے وہاں یہ خوف معاشرے کو قتل اور خونریزی سے محفوظ رکھتا ہے جس سے معاشرے میں نہایت امن اور سکون رہتا ہے۔

## حق قصاص کی حقیقت وخلافت کا بیان

جب کسی شخص نے کسی دوسرے آدمی کو عمداً قتل کر دیا جس کی وجہ سے قصاص کا حکم لازم ہوا ہے، لہٰذا مقتول حصول قصاص کیلئے سبب اصلی ہے کیونکہ قتل وہ ہوا ہے اور مطالبہ قصاص کا صحیح معنوں میں وہی حقدار ہے لیکن وہ قتل ہونے کی وجہ فوت ہو جاتا ہے اور قصاص لینے کی اس میں اہلیت نہیں رہتی، لہٰذا جس میت کی وراثت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اسی طرح حکم قصاص بھی اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ اسی طرح یہ تفریع ہے کہ اگر کوئی شخص زخمی ہوا ہے تو وہ اپنے مدمقابل آدمی کو اگر معاف کر دے اور قصاص کا مطالبہ نہ کرے تو وہ معاف کر سکتا ہے اور معاف کرنے والے کے اقارب اس میں دخل انداز نہیں ہو سکتے کیونکہ سبب اصلی کے ہوتے ہوئے سبب خلفی کا اختیار سلب ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۚۖ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ |
| وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت قریب آ پہنچے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو، تو والدین اور قریبی رشتہ داروں |
| کے حق میں بھلے طریقے سے وصیت کرے، یہ پرہیزگاروں پر لازم ہے۔ |

## ورثاء کیلئے وصیت کے حکم کی منسوخی کا بیان

"كُتِبَ" فُرِضَ "عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ" اَیْ اَسْبَابه "اِنْ تَرَكَ خَيْرًا" مَالًا "الْوَصِيَّةُ" مَرْفُوع بِكُتِبَ وَمُتَعَلِّق بِاِذَا اِنْ كَانَتْ ظَرْفِيَّة وَدَالّ عَلٰى جَوَابهَا اِنْ كَانَتْ شَرْطِيَّة وَجَوَاب اِنْ اَیْ فَلْيُوصِ "لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ" بِالْعَدْلِ بِاَنْ لَّا يَزِيد عَلَى الثُّلُث وَلَا يُفَضِّل الْغَنِيّ "حَقًّا"

مَصْدَرٌ مُؤَكِّدٌ لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَهُ "عَلَى الْمُتَّقِيْنَ" اللّٰهِ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِ ايَةِ الْمِيْرَاثِ وَبِحَدِيْثِ لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ،

تم پر فرض کیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت یعنی موت کے آثار قریب آ پہنچے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو، یہاں پر وصیت کتب کا نائب فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور اذا کے متعلق ہے جبکہ وہ ظرفیہ ہو اور وہ اس کے جواب پر دلالت کرتا ہے اور جب وہ شرطیہ ہو تو اس کا جواب ''ان'' یعنی وصیت ہے۔ تو والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں بھلے طریقے سے وصیت کرے، یعنی عدل سے کہ وہ تہائی سے زائد نہ ہو اور غنی کو فضیلت نہ دے۔ اور حقا یہ مصدر مؤکد ہے جس میں گذشتہ جملہ کے مضمون کی تاکید ہے۔ یہ پرہیزگاروں پر لازم ہے۔ اور یہ آیت میراث والی آیت سے منسوخ ہے۔ اور اس حدیث سے بھی وراث کیلئے کوئی وصیت نہیں ہے۔ (جامع ترمذی)

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

خیر" سے مراد اموال ہیں بعض مفسرین نے اس کے ساتھ "زیادہ" کا اضافہ کیا ہے کہتے ہیں کہ کم اموال پر "خیر" کا اطلاق نہیں ہوتا حکم اور اس کے موضوع کی مناسبت یعنی والدین اور سب عزیزوں کو وصیت کرنا علاوہ بریں "خیر" کو نکرہ استعمال کرنا بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے۔

## وارث کیلئے وصیت کے عدم جواز کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سورۃ بقرہ کی تلاوت کرتے ہیں جب آپ اس آیت پر پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے (مسند احمد) آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ پہلے ماں باپ کے ساتھ اور کوئی رشتہ دار وارث نہ تھا اوروں کے لئے صرف وصیت ہوتی تھی پھر میراث کی آیتیں نازل ہوئیں اور ایک تہائی مال میں وصیت کا اختیار باقی رہا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سعید بن مسیب، حسن، مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، محمد بن سیرین، عکرمہ، زید بن اسلم، ربیع بن انس، قتادہ، سدی، مقاتل بن حیان، طاؤس، ابراہیم نخعی، شریح، ضحاک اور زہری رحمہم اللہ یہ سب حضرات بھی اس آیت کو منسوخ بتاتے ہیں۔

علماء کے نزدیک وصیت کرنا واجب ہے جبکہ دوسرے تمام علماء کے ہاں پہلے تو وصیت واجب تھی یعنی اپنے اختیار سے والدین اور رشتہ داروں کے لئے اپنے مال واسباب میں سے حصے مقرر کرنا جانا ہر مال دار پر واجب تھا لیکن جب آیت میراث نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے خود تمام حصے متعین و مقرر فرما دیئے تو یہ حکم منسوخ ہو گیا اسی لئے وارث کے لئے وصیت کرنا درست نہیں ہے البتہ آیت میراث کے بعد بھی تہائی مال میں وصیت کرنے کا اختیار باقی رکھا گیا تاکہ اگر کوئی شخص اپنے آخری وقت میں فی سبیل اللہ مال خرچ کر کے اپنی عمر بھی کی تقصیرات مثلاً بخل وغیرہ کا کفارہ اور مکافات کرنا چاہے تو یہ سعادت حاصل کر لے یا اگر اپنے کسی دوست یا دور کے رشتہ دار یا خادم وغیرہ کو کچھ دینا چاہے تو اس تہائی میں سے دیکر اپنا دل خوش کر لے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دیدیا ہے لٰہذا وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

(ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 297)

| |
|---|
| فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ؕ |
| تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے، اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سنتا جانتا ہے، |

## وصیت کو بدلنے والوں پر گناہ ہونے کا بیان

"فَمَنْ بَدَّلَهٗ" اَیْ الْاِیصَاء مِنْ شَاهِد وَوَصِیّ "بَعْدَمَا سَمِعَهٗ" عَلِمَهٗ "فَاِنَّمَا اِثْمه" اَیْ الْاِیصَال الْمُبَدَّل "عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ" فِیهِ اِقَامَة الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر "اِنَّ اللّٰه سَمِیْع "لِقَوْلِ الْمُوصِی "عَلِیْم" بِفِعْلِ الْوَصِیّ فَمُجَازٍ عَلَیْهِ،

تو جو وصیت کو سن سنا کر بدل دے۔ یعنی جس نے وصیت کو بدل دیا خواہ وہ گواہ ہو یا وصیت کرنے والا ہو۔ اس کا گناہ انہیں بدلنے والوں پر ہے۔ یہاں تبدیلی کرنے والوں پر گناہ ہے اور اس میں اسم ظاہر کے بہ جائے اسم ضمیر کو قائم مقام کیا گیا ہے۔ بیشک اللہ سنتا یعنی وصیت کرنے والے کے قول کو، جانتا یعنی وصی کے عمل کو جانتا ہے جس پر وہ جزاء دینے والا ہے،

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بدلہ" میں ضمیر مفعول وہ اور عرف کے مطابق وصیت کا ہونا ہے اور اس پر ماقبل آیہ مجیدہ دلالت کر رہی ہے۔ میت کی وصیتوں میں تبدیلی کرنے کا گناہ صرف تبدیل کرنے والوں پر ہے نہ کہ وصیت کرنے والا یا ان افراد پر جو میت کے اموال سے اس وصیت کے نتیجے میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

"انما" حصر پر دلالت کرتا ہے اور یہ حصر وصیت کرنے والے نیز ان لوگوں کی نسبت ہے، جو وصیت سے اطلاع نہ رکھتے تھے اور اس میں تبدیلی کی وجہ سے میت کے کچھ اموال ان کو نصیب ہو گئے۔

## وارثوں کو نقصان پہنچانے کیلئے شہادت بدلنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد اور عورت ساٹھ برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں مگر جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وصیت کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں لٰہذا ان کے لئے دوزخ ضروری ہو جاتی ہے، اس کے بعد حضرت ابوہریرہ نے یہ آیت کریمہ پڑھی ( وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ) 4۔النساء:12) (یعنی ورثاء اپنے حصے کی وصیت پوری کرنے کے بعد جس کی وصیت کی جائے یا دین کے بعد بشرطیکہ وصیت کرنے

والا کسی کو ضرر نہ پہنچائے ۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 298)

یہ حدیث حقوق العباد کی اہمیت ظاہر کرتی ہے کہ جو لوگ اپنی ساری زندگی عبادت الٰہی میں گزار دیتے ہیں مگر حقوق العباد کو نقصان پہنچانے سے اجتناب نہیں کرتے وہ اپنی تمام عبادتوں کے باوجود خدا کی ناراضگی کا مورد بن جاتے ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ خواہ وہ مرد ہوں یا عورت ساٹھ سال تک عبادت کرتے ہیں مگر اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یہ وبال اپنے سر لے لیتے ہیں کہ وہ اپنے مال میں تہائی سے زیادہ کی وصیت کسی غیر شخص کے حق میں کر جاتے ہیں یا اپنا سارا مال کسی ایک وارث کو ہبہ کر دیتے تا کہ دوسرے وارثوں کو کچھ نہ ملے اور اس طرح وہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں تو وہ اتنے طویل عرصہ کی اپنی عبادتوں کے باوجود اپنے آپ کو دوزخ کے عذاب کا سزاوار بنا لیتے ہیں کیونکہ اپنے وارثوں کو نقصان پہنچانا حقوق العباد کی ادائیگی میں کوتاہی کی وجہ سے غیر مناسب ونا جائز ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی اور اس کی مقررہ ہدایات سے تجاوز بھی ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کرنے کے بعد بطور تائید مذکورہ بالا آیت کریمہ پڑھی کیونکہ اس آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ مورث کو چاہئے کہ وہ اپنے مال کے تہائی حصہ سے زائد کے بارے میں وصیت کر کے اپنے وارثوں کو نقصان نہ پہنچائے۔

| |
|---|
| فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ |
| پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی اس پر کچھ گناہ نہیں |
| بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## تہائی وصیت میں زیادتی کرنے والے مصلح کا بیان

"فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوْصٍ " مُخَفَّفًا وَّمُثَقَّلًا "جَنَفًا" مَيْلًا عَنْ الْحَقّ خَطَأً "اَوْ اِثْمًا " بِاَنْ تَعَمَّدَ ذٰلِكَ بِالزِّيَادَةِ عَلَى الثُّلُث اَوْ تَخْصِيص غَنِيّ مَثَلًا "فَاَصْلَحَ بَيْنَهمْ " بَيْن الْمُوْصِي وَالْمُوصَى لَهُ بِالْاَمْرِ بِالْعَدْلِ "فَلَا اِثْم عَلَيْهِ" فِيْ ذٰلِكَ "إن الله غفور رحيم"

موص کا لفظ تخفیف وتشدید دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ بے انصافی یعنی حق بات سے غلطی کرنا یا گناہ یعنی بہ طور ارادہ تہائی سے زیادہ یا مالدار کو خاص کیا تو اس نے ان میں یعنی موصی اور موصی لہ کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دی اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

جنف" کا معنی ستم اور باطل کی طرف میلان رکھنے والا ہے پس اس اعتبار سے یہاں غیر معروف وصیت مراد ہے جو پس ماندگان کے لئے ظلم وستم شمار ہوتا ہے "اثما" کا معنی بھی یہی ہے "فاصلح بینهم " سے مراد وصیت کرنے والے کو آمادہ کرنا ہے،

اس بات پر کہ اپنی غیر عادلانہ وصیت کو تبدیل کرے تا کہ اس سے پیدا ہونے والا ممکنہ اختلاف اور نزاع ختم ہو جائے۔ غیر عادلانہ وصیتوں کو تبدیل کرنا اور وصیت کرنے والے کو اس کی تبدیلی پر آمادہ کرنا جائز ہے۔

یہ بات گزر گئی کہ "جنفا" اور "اثما" سے مراد غیر عادلانہ وصیت ہے یہ تقسیم اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے کہ غیر عادلانہ وصیت جان بوجھ کر تحریر کی گئی ہو کہ اس صورت میں وصیت کرنے والا گنہگار ہے، یا یہ کہ بھول کر ایسا کیا گیا ہو دونوں صورتوں میں وصیت کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۸۲ کے مضمون نزول کا بیان

معنی یہ ہیں کہ وارث یا وصی یا امام یا قاضی جس کو بھی موصی کی طرف سے ناانصافی یا ناحق کارروائی کا اندیشہ ہو وہ اگر موصی لہ یا وارثوں میں شرع کے موافق صلح کرادے تو گنہگار نہیں کیونکہ اس نے حق کی حمایت کے لئے باطل کو بدلا ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو وقت وصیت دیکھے کہ موصی حق سے تجاوز کرتا اور خلاف شرع طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس کو روک دے اور حق و انصاف کا حکم کرے۔ (خزائن العرفان، سورہ بقرہ، ۱۸۲، لاہور)

## تہائی میں وصیت اور عدل و انصاف کرنے کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اتنا سخت بیمار ہوا کہ موت کے کنارہ پر پہنچ گیا چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس بہت مال ہے مگر ایک بیٹی کے سوا میرا کوئی وارث نہیں ہے تو کیا میں اپنے سارے مال کے بارے میں وصیت کر جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں پھر میں نے عرض کیا کہ کیا دو تہائی مال کے بارے میں وصیت کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے پوچھا نصف کے لئے فرمایا نہیں، میں نے پوچھا کہ ایک تہائی کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تہائی مال کے بارے میں وصیت کر سکتے ہو اگر چہ یہ بھی بہت ہے اور یاد رکھو اگر تم اپنے وارثوں کو مالدار و خوش حال چھوڑ جاؤ گے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو مفلس چھوڑ جاؤ اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں جان لو تم اپنے مال کا جو بھی حصہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے جذبہ سے خرچ کرو گے تو تمہیں اس کے خرچ کا ثواب ملے گا یہاں تک کہ تمہیں اس لقمہ کا بھی ثواب ملے گا جو تم اپنی بیوی کے منہ تک لے جاؤ گے (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 296)

میرا کوئی وارث نہیں ہے" سے حضرت سعد کی مراد یہ تھی کہ ذوی الفروض سے میرا کوئی وارث نہیں ہے یا یہ کہ ایسے وارثوں میں سے کہ جن کے بارے میں مجھے یہ خوف نہ ہو کہ وہ میرا مال ضائع کر دیں گے علاوہ ایک بیٹی کے اور کوئی وارث نہیں ہے، حضرت سعد کے اس جملہ کی یہ تاویل اسلئے کی گئی ہے کہ حضرت سعد کے کئی عصبی وارث تھے۔

یہ حدیث جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ مال جمع کرنا مباح ہے وہیں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وارثوں کے حق میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس میت کے وارث موجود ہوں تو اس کی وصیت اس کے تہائی مال

سے زائد میں جاری نہیں ہوتی، البتہ اگر وہ ورثاء اپنی اجازت وخوشی سے چاہیں تو ایک تہائی سے زائد میں بھی بلکہ سارے ہی مال میں وصیت جاری ہوسکتی ہے بشرطیکہ سب وارث عاقل وبالغ اور موجود ہوں، اور جس میت کا کوئی وارث نہ ہوتو اس صورت میں بھی اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اس کی وصیت بھی ایک تہائی سے زائد میں جاری نہیں ہوسکتی۔ البتہ حضرت امام اعظم اوران کے متبعین علماء اس صورت میں ایک تہائی سے زائد میں بھی وصیت جاری کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں نیز حضرت امام احمد اور حضرت اسحٰق کا بھی یہی قول ہے۔

| |
|---|
| يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ٥ |
| اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔ |

## روزوں کی فرضیت کا بیان

"يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ" فُرِضَ "عَـلَيْـكُمُ الصِّيَام كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" مِنَ الْاُمَمِ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" الْمَعَاصِي فَإِنَّهُ يَكْسِر الشَّهْوَة الَّتِي هِيَ مَبْدَؤُهَا،

اے ایمان والو! تم پر اسی طرح روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں یعنی امتوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم گناہوں سے پرہیز گار کرنے والے بن جاؤ۔ کیونکہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے۔ جو گناہ کی ابتداء ہے۔

## صوم کے لغوی وشرعی معانی کا بیان

لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے "فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں وہ "اندر" کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزہ دار کا مسلمان اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔ لغت میں صوم اور صیام کے معنی ہیں امساک یعنی مطلقاً رکنا! اصطلاح شریعت میں ان الفاظ کا مفہوم ہے فجر سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانے پینے، جماع کرنے اور بدن کے اس حصے میں جو اندر کے حکم میں ہو کسی چیز کے داخل کرنے سے رکے رہنا نیز روزے دار مسلمان کیلئے اور حیض ونفاس سے پاک ہونا اس کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ہے۔ الصوم لغت عرب میں الامساک یعنی رکنے کو کہتے ہیں۔

شرعی اصطلاح میں طلوع فجر سے لیکر غروب شمس تک مفطرات یعنی روزہ توڑنے والی اشیاء سے نیت کے ساتھ رکنے کو روزہ کہا جاتا ہے۔

امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا فرض ہیں، اس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان باری تعالی ہے: (اے ایمان والو تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر بھی فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

روزے کی فرضیت پر سنت نبویہ میں بھی دلائل پائے جاتے ہیں جن میں سے ایک دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اور رمضان المبارک کے روزے رکھنا) (فتح الباری (1/49)

## امت مسلمہ پر روزوں کی فرضیت کی تاریخ کا بیان

ماہ رمضان کے روزے ہجرت کے اٹھارہ ماہ بعد شعبان کے مہینے میں تحویل قبلہ کے دس روز بعد فرض کیے گئے بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے قبل کوئی روزہ فرض نہیں تھا جب کہ بعض حضرات کا قول ہے کہ اس سے قبل بھی کچھ ایام کے روزے فرض تھے جو اس ماہ رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد منسوخ ہو گئے۔ چنانچہ بعض حضرات کے نزدیک تو عاشورا محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ فرض تھا اور بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ ایام بیض (قمری مہینے کی تیرہویں، چودھویں اور پندرہویں راتوں کے دن) کے روزے فرض تھے۔ رمضان کے روزے کی فرضیت کے ابتدائی دنوں میں بعض احکام بہت سخت تھے مثلاً غروب آفتاب کے بعد سونے سے پہلے کھانے پینے کی اجازت تھی مگر سونے کے بعد کچھ بھی کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ چاہے کوئی شخص بغیر کھائے پیے ہی کیوں نہ سو گیا ہو، اسی طرح جماع کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں جائز نہ تھا۔ مگر جب یہ احکام مسلمانوں پر بہت شاق گزرے اور ان احکام کی وجہ سے کئی واقعات بھی پیش آئے تو یہ احکام منسوخ کر دیئے گئے اور کوئی سختی باقی نہ رہی۔

## روزے کے ثواب کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے ہر نیک عمل کا ثواب زیادہ کیا جاتا ہے بایں طور کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے سات سو گنا تک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مگر روزہ کہ وہ میرے ہی لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا (یعنی روزہ کی جو جزا ہے اسے میں ہی جانتا ہوں اور وہ روزہ دار کو میں خود ہی دوں اس بارے میں کوئی دوسرا یعنی فرشتہ بھی واسطہ نہیں ہو گا کیونکہ روزہ دار) اپنی خواہش اور اپنا کھانا صرف میرے لیے ہی چھوڑتا ہے (یعنی وہ میرے حکم کی بجا آوری میری رضاء و خوشنودی کی خاطر اور میرے ثواب کی طلب کے لیے روزہ رکھتا ہے) روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں ایک خوشی تو روزہ کھولنے کے وقت اور دوسری خوشی اپنے پروردگار سے ملاقات کے وقت، یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ لطف اور پسندیدہ ہے اور روزہ سپر ہے (کہ اس کی وجہ سے بندہ دنیا میں شیطان کے شر و فریب سے اور آخرت میں دوزخ کی آگ سے محفوظ رہتا ہے) لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص روزہ دار ہو تو وہ نہ فحش باتیں کرے اور نہ بے ہودگی کے ساتھ اپنی آواز بلند کرے اور اگر کوئی (نادان جاہل) اسے برا کہے یا اس سے لڑنے جھگڑنے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 463)

نیک عمل کے اجر کے سلسلے میں ادنیٰ درجہ دس ہے کہ نیکی تو ایک ہو مگر ثواب اس کا دس گناہ ملے، پھر اس کے بعد نیک عمل کرنے والے کے صدق خلوص پر انحصار ہوتا ہے کہ اس کی ریاضت و مجاہدہ اور اس کے خلوص و صدق نیت میں جتنی پختگی اور کمال بڑھتا رہتا

ہے اسی طرح اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ بعض حالات میں ایک نیکی پر سات سو گناہ ثواب ملتا ہے گویا یہ آخری درجہ ہے لیکن بعض مقامات و اوقات ایسے بھی ہیں جہاں کی جانے والی ایک نیکی اس سے بھی زیادہ اجر و ثواب سے نوازی جاتی ہے چنانچہ منقول ہے کہ مکہ میں ایک نیک عمل کے بدلے میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ الا الصوم (مگر روزہ) سے ثواب کی اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ ہے کہ روزہ کا ثواب بے انتہاء اور لامحدود ہے جس کی مقدار سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

## روزہ کے فوائد کا بیان

کسی بھی عبادت اور کسی بھی عمل کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل ہو جائے اور پروردگار کی رحمت کاملہ اس عمل اور عبادت کرنے والے کو دین اور دنیا دونوں جگہ اپنی آغوش میں چھپالے ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے روزہ کا فائدہ بھی بڑا ہی عظیم الشان ہوگا مگر اس کے علاوہ روزے کے کچھ اور بھی روحانی اور دینی فوائد ہیں جو اپنی اہمیت و عظمت کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں لہٰذا ان میں سے کچھ فائدے بیان کئے جاتے ہیں۔

(۱) روزہ کی وجہ سے خاطر جمعی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے نفس امارہ کی تیزی و تندی جاتی رہتی ہے، اعضاء جسمانی اور بطور خاص وہ اعضاء جن کا نیکی اور بدی سے براہ راست تعلق ہوتا ہے جیسے ہاتھ، آنکھ، زبان، کان اور ستر وغیرہ سست ہو جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے گناہ کی خواہش کم ہو جاتی ہے اور معصیت کی طرف رجحان ہلکا پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جب نفس بھوکا ہوتا ہے تو تمام اعضاء سیر ہوتے ہیں یعنی انہیں اپنے کام کی رغبت نہیں ہوتی اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں انہیں اپنے کام کی طرف رغبت ہوتی ہے اس قول کو وضاحت کے ساتھ یوں سمجھ لیجئے کہ جسم کے جتنے اعضاء ہیں قدرت نے انہیں اپنے مخصوص کاموں کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً آنکھ کی تخلیق دیکھنے کے لیے ہوئی ہے گویا آنکھ کا کام دیکھنا ہے لہٰذا بھوک کی حالت میں کسی بھی چیز کو دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی ہاں جب پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام بڑی رغبت کے ساتھ کرتی ہے اور ہر جائز و ناجائز چیز کو دیکھنے کی خواہش کرتی ہے اسی پر بقیہ اعضاء کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔

(۲) روزہ کی وجہ سے دل کدورتوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے کیونکہ دل کی کدورت آنکھ، زبان اور دوسرے اعضاء کے فضول کاموں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ یعنی زبان کا ضرورت و حاجت سے زیادہ کلام کرنا، آنکھوں کا بلاضرورت دیکھنا، اسی طرح دوسرے اعضاء کا ضرورت سے زیادہ اپنے کام میں مشغول رہنا افسردگی دل اور رنجش قلب کا باعث ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ دار فضول گوئی اور فضول کاموں سے بچا رہتا ہے بدیں وجہ اس کا دل صاف اور مطمئن رہتا ہے اس طرح پاکیزگی دل اور اطمینان قلب اچھے و نیک کاموں کی طرف میلان و رغبت اور درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔

(۳) روزہ مساکین و غرباء کے ساتھ حسن سلوک اور ترحم کا سبب ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کسی وقت بھوک کا غم جھیل چکا ہوتا ہے اکثر و بیشتر وہ کربناک حالت یاد آتی ہے چنانچہ وہ جب کسی شخص کو بھوکا دیکھتا ہے تو اسے خود اپنی بھوک کی وہ حالت یاد آ جاتی

ہے جس کی وجہ سے اس کا جذبہ ترحم امنڈ آتا ہے۔

(۴) روزہ دار اپنے روزہ کی حالت میں گویا فقراء مساکین کی حالت بھوک کی مطابقت کرتا ہے بایں طور کہ جس اذیت اور تکلیف میں وہ مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی تکلیف اور مشقت کو روزہ دار بھی برداشت کرتا ہے اس وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے جیسا کہ ایک بزرگ بشر حافی کے بارے میں منقول ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں جاڑے کے موسم میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہ بیٹھے ہوئے کانپ رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس اتنے کپڑے موجود تھے جوان کو سردی سے بچا سکتے تھے۔

مگر وہ کپڑے الگ رکھے ہوئے تھے۔ اس شخص نے یہ صورت حال دیکھ کر ان سے بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے سردی کی اس حالت میں اپنے کپڑے الگ رکھ چھوڑے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی فقراء و مساکین کی تعداد بہت زیادہ ہے مجھ میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ میں ان کے کپڑوں کا انتظام کروں لہٰذا (جو چیز میرے اختیار میں ہے اسی کو غنیمت جانتا ہوں کہ) جس طرح وہ لوگ سردی کی تکلیف برداشت کر رہے ہیں اس طرح میں بھی سردی کی تکلیف برداشت کر رہا ہوں اس طرح میں بھی ان کی مطابقت کر رہا ہوں۔

یہی جذبہ ہمیں ان اولیاء عارفین کی زندگیوں میں بھی ملتا ہے جن کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھانے کے وقت ہر ہر لقمہ پر یہ دعائیہ کلمات کہا کرتے تھے۔ **اللّٰھم لا تواخذنی بحق الجائعین** ۔ اے اللہ مجھ سے بھوکوں کے حق کے بارے میں مواخذہ نہ کیجئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں منقول ہے کہ جب قحط سالی نے پورے ملک کو اپنے مہیب سایہ میں لے لیا باوجودیکہ خود ان کے پاس بے انتہا غلہ کا ذخیرہ تھا مگر وہ صرف اس لیے پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے کہ کہیں بھوکوں کا خیال دل سے اتر نہ جائے نیز یہ انہیں اس طرح بھوکوں اور قحط زدہ عوام کی تکلیف و مصیبت سے مشابہت اور مطابقت حاصل رہے۔

## مذاہب اربعہ کے مطابق فرضیت صوم کا بیان

ائمہ اربعہ کے نزدیک بہ اجماع روزہ فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ یہاں تک فقہی مذاہب کے علاوہ اگر اسلام کے سوا دوسرے مذاہب کا جائزہ لیں تو ان کے نزدیک بھی روزے کی مختلف کیفیات ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

روزے کا تصور کم وبیش ہر مذہب اور ہر قوم میں موجود رہا ہے اور اب بھی ہے مگر اسلام میں روزے کا تصور یکسر جداگانہ، منفرد اور مختلف ہے جبکہ دوسرے مذاہب روزے کی اصل مقصدیت سے صرف نظر کرتے ہوئے روزے کو اپنے مخصوص مفادات کے لیے محدود کر لیتے تھے مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک نظام تربیت دیا۔ دنیا کا ہر مذہب کسی نہ کسی صورت میں تزکیہ نفس اور روحانی طہارت کی اہمیت کو اُجاگر کرتا رہا ہے مگر ان کے ہاں اس کے مختلف انداز اور طریقے ہیں مثلاً ہندوؤں کے ہاں پوجا کا تصور ہے، عیسائیوں کے ہاں رہبانیت کا رجحان ہے تو یونانی ترک دنیا کے قائل ہیں اور بدھ مت جملہ خواہشات کو قطعاً فنا کر دینے کے خواہاں ہیں لیکن اسلام ایک ایسا سادہ اور آسان دین ہے جو ان تمام خرافات اور افراط و تفریط سے پاک ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تقویٰ اور تزکیہ نفس کے لیے ارکانِ اسلام کی صورت میں ایک ایسا پانچ نکاتی لائحہ

عمل عطا کر دیا جو فطرتاً انسان سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ، آسان اور قابل عمل بھی ہے۔

علاوہ ازیں مختلف مذاہب میں روزہ رکھنے کے مکلف بھی مختلف طبقات میں موجود ہیں مثلاً پارسیوں کے ہاں صرف مذہبی پیشوا، ہندوؤں میں برہمن اور یونانیوں کے ہاں صرف عورتیں روزے رکھنے کی پابند ہیں جبکہ ان کے اوقات روزہ میں بھی اختلاف اور افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔

## سابقہ امتوں پر روزوں کی فرضیت کا بیان

روزہ کا حکم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تمام انبیاء کی شریعت میں جاری رہا ہے۔ صرف تعیین ایام میں اختلاف رہا ہے اور یہ دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اہم رکن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے جو احکام بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کی ادائیگی سہل ہو جائے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما عطاء قتادہ ضحاک کا فرمان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے ہر مہینہ میں تین روزوں کا حکم تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے بدلا اور ان پر اس مبارک مہینہ کے روزے فرض ہوئے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگلی امتوں پر بھی ایک مہینہ کامل کے روزے فرض تھے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ رمضان کے روزے تم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض تھے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں کو یہ حکم تھا کہ جب وہ عشاء کی نماز ادا کرلیں اور سو جائیں تو ان پر کھانا پینا عورتوں سے مباشرت کرنا حرام ہو جاتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگلے لوگوں سے مراد اہل کتاب ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، ۱۸۳، بیروت)

| |
|---|
| اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ |
| يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ |
| كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ |
| گنتی کے دن ہیں تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو وہ بدلہ دیں ایک مسکین |
| کا کھانا پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو |

## فدیہ اور روزے کے درمیان اختیار والے حکم کے نسخ کا بیان

"اَيَّامًا" نُصِبَ بِالصِّيَامِ اَوْ يَصُوْمُوْا مُقَدَّرًا "مَعْدُوْدَاتٍ" اَیْ قَلَائِلَ اَوْ مُؤَقَّتَاتٍ بِعَدَدٍ مَعْلُوْمٍ وَهِیَ رَمَضَانُ كَمَا سَيَاْتِیْ وَقَلَّلَهٗ تَسْهِيْلًا عَلَى الْمُكَلَّفِيْنَ "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ" حِيْنَ شُهُوْدِهٖ "مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى

سَفَر " اَیْ مُسَافِرًا سَفَرَ الْقَصْرِ وَاَجْهَدَهُ الصَّوْمُ فِی الْحَالَیْنِ فَاَفْطَرَ "فَعِدَّةٌ" فَعَلَیْهِ عِدَّةُ مَا اَفْطَرَ "مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ " یَصُومُهَا بَدَلَه "وَعَلَی الَّذِیْنَ " لَا "یُطِیْقُوْنَهٗ" لِکِبَرٍ اَوْ مَرَضٍ لَا یُرْجٰی بُرْؤُهٗ "فِدْیَةٌ" هِیَ "طَعَامُ مِسْکِیْنٍ " اَیْ قَدْرَ مَا یَاْکُلُهٗ فِیْ یَوْمِهٖ وَهُوَ مُدٌّ مِنْ غَالِبِ قُوتِ الْبَلَدِ لِکُلِّ یَوْمٍ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِاِضَافَةِ فِدْیَةٍ وَهِیَ لِلْبَیَانِ وَقِیْلَ لَا غَیْرُ مُقَدَّرَةٍ وَکَانُوْا مُخَیَّرِیْنَ فِیْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ بَیْنَ الصَّوْمِ وَالْفِدْیَةِ ثُمَّ نُسِخَ بِتَعْیِیْنِ الصَّوْمِ بِقَوْلِهٖ مَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : اِلَّا الْحَامِلَ وَالْمُرْضِعَ اِذَا اَفْطَرَتَا خَوْفًا عَلَی الْوَلَدِ فَاِنَّهَا بَاقِیَةٌ بِلَا نَسْخٍ فِیْ حَقِّهِمَا "فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا" بِالزِّیَادَةِ عَلَی الْقَدْرِ الْمَذْکُوْرِ فِی الْفِدْیَةِ "فَهُوَ" اَیِ التَّطَوُّعُ "خَیْرٌ لَهٗ وَاَنْ تَصُومُوْا" مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ "خَیْرٌ لَکُمْ" مِنَ الْاِفْطَارِ وَالْفِدْیَةِ "اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهٗ خَیْرٌ لَکُمْ فَافْعَلُوْهُ،

ایاما یہ صیام یا یصومو ا کے مقدر ہونے کے سبب منصوب ہے۔ جو معدود یعنی چند ایام ہیں۔ یا جن کی مدت معلوم ہے۔ اور رمضان کے روزے ہیں۔ جس طرح ان کا بیان آئے گا۔ اور وہ تھوڑے اس لئے ہیں تاکہ مکلفین پر سہولت ہو تو تم میں سے ان کو موجودگی میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو یعنی قصر کے سفر میں ان دونوں کی حالت میں روزہ مشقت ہو تو وہ افطار کر لے۔ تو اتنے روزے یعنی جتنے چھوڑے ہیں اور دنوں میں یعنی ان روزوں کے بدلے میں رکھے۔ اور جنہیں اس کی طاقت نہ ہو یعنی بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے بری الذمہ ہو سکیں۔ وہ بدلہ دیں ایک مسکین کا کھانا، یعنی جو ایک دن میں کھاتے ہیں اور وہ شہر کی غالب قوت کے پیش نظر ایک مد ہے۔ اور یہ ہر دن میں ہے اور ایک قرأت میں فدیہ کو اضافت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور وہ بیان کیلئے ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لا مقدر نہیں ہے۔ اور وہ ابتدائے اسلام میں روزے اور فدیے کے درمیان اختیار ہوا کرتا تھا جو اس آیت کے تعین کے سبب منسوخ ہو چکا ہے۔ "فَمَنْ شَهِدَ مِنْکُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سوائے حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے جبکہ وہ بچے کے خوف سے افطار کریں۔ پس یہ حکم ان کے حق میں باقی رہے گا یعنی بغیر کسی نسخ کے ان دونوں کے حق میں ہوگا۔ پھر جو اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے، یعنی ذکر کردہ فدیہ کے باوجود زیادہ کی قدرت رکھتا ہے۔ تو وہ اس کے لئے بہتر ہے۔ اور "اَنْ تَصُوْمُوْا" مبتداء ہے جس کی خبر "خَیْرٌ لَکُمْ" ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو، لہٰذا جو تمہارے لئے بہتر ہے تم وہ کر دو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

'ایاما'، "الصیام" کے لئے ظرف زمان ہے جسکا ذکر ماقبل آیت میں ہوا ہے۔ جن دنوں میں روزہ رکھنا چاہیئے محدود، مشخص اور تقریباً تھوڑے ہیں۔ کتب علیکم الصیام، ایاما معدودات، اشیاء کو بیان کرتے ہوئے "معدود" ممکن ہے معین اور مشخص کا معنی دیتا ہو اور ممکن ہے تھوڑا یا قلیل کا معنی دیتا ہو دوسرے معنی کی بنیاد پر اس کو جمع "معدودات" استعمال کرنا اس نکتہ کی طرف شارہ

ہوسکتا ہے کہ جن دنوں میں روزہ رکھنا چاہیے وہ نسبتاً کم ہیں۔

لفظ "عدۃ" مبتداء ہے اور "کتب علیکم" اور بعد والے جملے کے قرینہ سے اس کی خبر "علیہ" ہے یعنی "فمن کان، فعلیہ عدۃ من ایام آخر" یہ جملہ بیان کررہا ہے کہ مکلف اگر ایام معدودات، ماہ رمضان میں مریض یا مسافر ہو تو اسکا فریضہ ہے کہ ماہ رمضان کے بعد روزے رکھے یعنی یہ کہ ماہ رمضان میں روزے نہ رکھے۔

## سفر کے روزے میں اختیار صائم کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں سفر کی حالت میں روزہ رکھوں؟ (یعنی اگر میں رمضان میں سفر کروں تو روزہ رکھوں یا نہ رکھوں اس بارے میں کیا حکم ہے؟) اور حمزہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ روزے رکھا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے چاہو رکھو اور چاہے نہ رکھو۔ (بخاری و مسلم)

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سفر کی حالت میں روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں خواہ سفر صعوبت و مشقت کے ساتھ ہو یا راحت و آرام کے ساتھ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ اگر سفر میں کوئی صعوبت و مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اور صعوبت و مشقت نہ ہو تو پھر نہ رکھنا بہتر ہوگا، نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے یہاں یہ مسئلہ ہر سفر کے لیے خواہ مباح اور جائز امور کے لیے سفر ہو یا معصیت و برائی کے لئے، جب کہ حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت کا تعلق صرف مباح اور جائز سفر سے ہے اگر معصیت و برائی کے لئے سفر ہوگا تو اس صورت میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

## حالت سفر میں عزیمت و رخصت پر عمل کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جہاد کے لئے روانہ ہوئے تو رمضان کی سولہویں تاریخ تھی ہم میں سے کچھ لوگوں نے (جو قوی تھے) روزہ رکھا اور کچھ لوگوں نے (جو ضعیف تھے یا یہ کہ دوسروں کے خدمت گار تھے) روزہ نہ رکھا چنانچہ نہ تو روزہ داروں نے روزہ نہ رکھنے والوں کو معیوب جانا کیونکہ انہوں نے رخصت یعنی اجازت پر عمل کیا تھا اور نہ روزہ نہ رکھنے والوں نے روزہ داروں کو معیوب سمجھا (کیونکہ انہوں نے عزیمت پر عمل کیا تھا)۔ (مسلم)

## ضعف اور مشقت کی حالت میں روزہ نہ رکھنا ہی لیے بہتر ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت سفر میں تھے کہ ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجمع دیکھا اور ایک شخص کو دیکھا جس پر دھوپ سے بچاؤ کے لئے سایہ کیا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے کہا یہ شخص روزہ دار ہے جو ضعف کی وجہ سے گر پڑا ہے آپ نے فرمایا سفر کی حالت میں روزہ رکھنا نیکی

نہیں ہے۔(بخاری ومسلم)

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ رکھنے کی صورت میں ضعف وناتوانی کی وجہ سے روزہ دار کی اتنی خستہ حالت ہو جائے تو اس کے لیے سفر میں روزہ رکھنا کوئی زیادہ بہتر بات نہیں ہے۔ بلکہ افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے ہم میں سے کچھ لوگ تو روزہ دار تھے اور کچھ لوگ بغیر روزہ کے تھے، جب ہم ایک منزل پر اترے تو گرمی کا دن تھا جو لوگ روزہ سے تھے وہ تو گر پڑے (یعنی ضعف وناتوانی کی وجہ سے کسی کام کے لائق نہیں رہے) اور جو لوگ روزہ سے نہیں تھے وہ مستعد رہے (یعنی اپنے کام کاج میں مشغول ہو گئے) چنانچہ انہوں نے خیمے کھڑے کئے اور اونٹوں کو پانی پلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ روزہ نہ رکھنے والوں نے آج ثواب کا میدان جیت لیا۔(بخاری ومسلم)

یعنی جن لوگوں نے آج روزہ نہیں رکھا زیادہ کامل ثواب انہیں لوگوں کے حصہ میں آیا کیونکہ ایسے وقت میں ان کے لیے روزہ نہ رکھنا ہی بہتر تھا۔

لفظ الیوم سے اس طرف اشارہ ہے کہ روزہ نہ رکھنے کی یہ فضیلت روزہ داروں کی خدمت گاری کی وجہ سے حاصل ہوئی نہ کہ مطلقاً نیز یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے نیک وصالح بندوں کی خدمت نوافل سے افضل ہے۔

## سفر میں روزہ توڑنے کی اجازت ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سفر میں روزہ رکھا یہاں تک کہ جب عسفان (جو مکہ سے دو منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ کا نام ہے) پہنچے تو پانی منگوایا پہلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پانی کو ہاتھ میں (لے کر بہت اونچا) اٹھایا (تا کہ لوگ دیکھ لیں) اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روزہ توڑ ڈالا اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے اور یہ سفر رمضان میں ہوا تھا، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا لہذا جو چاہے (سفر کی حالت میں) روزہ رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک اور روایت جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر کے بعد پانی پیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ میں لے کر پانی اونچا اس لیے اٹھایا تا کہ لوگ جان لیں کہ سفر کی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے یا پھر یہ مقصد تھا کہ دوسرے لوگ بھی آپ کی متابعت میں اپنا اپنا روزہ افطار کر لیں۔

## سفر کے روزے میں شوافع کی فقہی تصریحات کا بیان

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ (سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں) یعنی سفر میں روزہ رکھنا اطاعت اور عبادت میں سے نہیں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ: جب تم پر روزہ مشقت بنے اور تم ضرر کا خدشہ محسوس کرو تو روزہ رکھنا نیکی نہیں۔

اور حدیث کا سیاق بھی اسی چیز کا متقاضی ہے۔لھذا یہ حدیث اس شخص کے لیے ہوگی جو روزے کی وجہ سے ضرر اور تکلیف محسوس کرے۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے بھی یہی معنی سمجھا ہے، اسی لیے انہوں نے یہ کہتے ہوئے باب باندھا ہے: باب ہے اس سایہ کیے ہوئے شخص کے بارے میں جس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ تعالی نے اس باب سے یہ اشارہ کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں، اس شخص کو مشقت پہنچنے کی وجہ سے فرمایا۔

ابن قیم تھذیب السنن میں کہتے ہیں: اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں) یہ ایک معین شخص کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا کہ اس پر مشقت کی وجہ سے سایہ کیا گیا ہے تو اس وقت یہ فرمایا کہ انسان کو سفر میں اتنی مشقت نہیں اٹھانی چاہیے کہ اس حد تک پہنچ جائے کہ کوئی نیکی نہیں، حالانکہ اللہ تعالی نے اسے روزہ چھوڑنے کی رخصت دے رکھی ہے۔

سوم؛ اس حدیث کو عموم پر محمول کرنا ممکن نہیں، کہ کسی بھی سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

اسی لیے علامہ خطابی رحمہ اللہ تعالی نے کہا ہے۔ یہ سب صرف سبب کی وجہ سے کہا گیا ہے جو صرف اس شخص کے بارہ میں ہے جس کی حالت بھی اس شخص کی طرح ہو جائے جس کے بارہ میں یہ کہا گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں۔

یعنی جب مسافر کو روزہ اس حالت تک اذیت دے تو روزہ رکھنا نیکی نہیں، جس کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھا تھا۔ (عون المعبود)

## سفر کا روزہ رکھنے یا رکھنے میں فقہی مذاہب اربعہ

اس مسئلہ میں سلف کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا سفر میں اگر روزہ رکھے گا تو اس سے فرض روزہ ادا نہ ہوگا پھر قضا کرنا چاہئیے اور جمہور علماء جیسے امام مالک اور امام شافعی اور ابوحنیفہ علیہم الرحمہ یہ کہتے ہیں کہ روزہ رکھنا سفر میں افضل ہے اگر طاقت ہو، اور کوئی تکلیف نہ ہو، اور امام احمد بن حنبل اور اوزاعی اور اسحاق اور اہل حدیث (غیر مقلدین) یہ کہتے ہیں کہ سفر میں روزہ نہ رکھنا افضل ہے بعضوں نے کہا دونوں برابر ہیں روزہ رکھے یا افطار کرے بعضوں نے کہا جو زیادہ آسان ہو وہی افضل ہے۔

## بغیر کسی عذر کے روزوں کو تاخیر کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ مثلا اگر وہ قضاء کرنا چاہتا تو کرسکتا تھا لیکن اس نے آئندہ رمضان شروع ہونے تک قضاء کے روزے نہیں رکھے۔

تو یہ شخص بغیر کسی عذر کے قضاء میں تاخیر کرنے پر گنہگار ہوگا، اور علماء کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے، لیکن قضاء

کیساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ کھانا کھلائے یا نہیں؟

آئمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمھم اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اس کے ذمہ کھانا ہے اور انہوں نے اس سے استدلال کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام مثلاً ابوھریرہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ ثابت ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ قضاء کیساتھ کھانا کھلانا واجب نہیں۔ انہوں اس سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان میں روزہ چھوڑنے والے کو صرف قضاء کا حکم دیا ہے اور کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا، فرمان باری تعالیٰ ہے: (اور جو کوئی مریض ہو یا مسافر وہ دوسرے ایام میں گنتی پوری کرے) (البقرۃ،185) (المغنی (ج4،ص،400بیروت)

## میت کے ذمہ روزوں کے فدیہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے ہوں تو اس کی طرف سے اس کے ورثاء روزہ رکھیں (یعنی فدیہ دیں) (بخاری ومسلم)

جس شخص کا انتقال ہو جائے اور اس کے ذمہ روزے واجب ہوں تو اس کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی مسلک ہیں چنانچہ اکثر علماء کہ جن میں حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں یہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کی طرف سے کوئی دوسرا روزہ نہ رکھے بلکہ اس کے ورثاء اس کے ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو فدیہ دیں چنانچہ ان حضرات کی طرف سے اس حدیث کی یہی تاویل کی جاتی ہے کہ یہاں روزہ رکھنے سے مراد فدیہ دینا ہے کیونکہ فدیہ دینا بھی بمنزلہ روزہ رکھنے کے ہے اور اگلی حدیث اس توجیہ وتاویل کی بنیاد ہے۔

میت کی طرف سے روزہ رکھنے سے اس لیے منع کیا جاتا ہے کہ ایک حدیث میں جو اس باب کے آخر میں آ رہی ہے صراحت کے ساتھ اس کی ممانعت فرمائی گئی حضرت امام احمد حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میت کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھے۔

مذکورہ بالا مسئلہ کے سلسلہ میں حنفیہ کا یہ مسلک بھی ہے کہ اگر مرنے والے فدیہ کے بارے میں وصیت کر جائے تو وارث پر میت کی طرف سے فدیہ مذکور ادا کرنا واجب ہے۔ جب کہ وہ فدیہ میت کی تہائی مال میں سے نکل سکتا ہو لہٰذا اگر فدیہ مقدار اس کے تہائی مال کے مقدار سے زائد ہوگی تو وارث پر فدیہ کی اس مقدار کی ادائیگی واجب نہیں جو تہائی مال سے زائد ہو۔ ہاں اگر وارث اس زائد مقدار کو بھی ادا کر دے گا تو نہ صرف یہ کہ وارث کا یہ عمل جائز شمار ہوگا بلکہ میت پر اس کا احسان بھی ہوگا، لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ پورا مسئلہ اس صورت سے متعلق ہے جب کہ مرنے والے کے ذمہ وہ روزے ہوں جن کی قضا اس کے مرنے سے پہلے ممکن رہی ہو۔ مثلاً رمضان کا مہینہ گزر جانے کے بعد کسی ایسے مہینہ میں اس کا انتقال ہو جس میں وہ مرنے سے پہلے رمضان کے وہ روزے جو بیماری وغیرہ کی وجہ سے رکھنے سے رہ گئے تھے ان کی وہ قضا کر سکتا تھا، اور اگر رمضان کے کچھ روزے فوت ہو گئے ہوں (مثلاً رمضان ہی کے مہینہ میں اس کا انتقال ہوا ہو اور انتقال سے پہلے کچھ روزے رکھنے سے رہ گئے کہ جن کی قضا ممکن نہ ہو تو پھر ان کا

تدارک یعنی ان روزوں کے بدلہ فدیہ دینا لازم ہے اور نہ مرنے والے پر فوت شدہ روزوں کا کوئی گناہ ہوگا چنانچہ تمام علماء کا یہی مسلک ہے البتہ طاؤس اور قتادہ کہتے ہیں کہ ان روزوں کا تدارک اور فدیہ بھی لازم ہوگا جن کی قضا کے ممکن ہونے سے پہلے ہی اس کا انتقال ہوگیا ہوگا۔

امام شافعی کا مسلک یہ ہے مرنے والا وصیت کرے یا نہ کرے۔ اس کے فوت شدہ روزوں کے بدلے اس کے کل مال میں سے فدیہ ادا کرنا ضروری ہے مذکورہ بالا مسئلہ میں حضرت امام احمد کا جو مسلک ہے وہ پہلی حدیث کی تشریح میں بیان کیا جاچکا ہے۔

حضرت نافع (تابعی) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا چاہئے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے یعنی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

ہر روزہ کے بدلہ مسکین کو کھلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر روزہ کے بدلہ میں پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو۔ یا اتنی ہی مقدار کی قیمت ادا کی جائے اور یہی مقدار نماز کے فدیہ کی بھی ہے کہ ہر نماز کے بدلہ اسی قدر فدیہ ادا کیا جائے۔ یہ حدیث جمہور علماء کی دلیل ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ اگر کسی مرنے والے کے ذمہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص روزہ نہ رکھے بلکہ ورثاء اس کے بدلہ فدیہ ادا کریں اس سے پہلے جو حدیث گزری ہے غالب امکان ہے کہ وہ منسوخ ہو اور یہ حدیث ناسخ ہو، لیکن جیسا کہ اوپر بتایا جاچکا ہے اس حدیث کو منسوخ نہ قرار دے کر اس کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی حدیث ہے۔

یہ روایت اگرچہ موقوف ہے جیسا کہ امام ترمذی نے فرمایا لیکن حکم میں مرفوع (ارشاد رسول) ہی کے ہے کیونکہ اس قسم کے تشریعی امور کوئی بھی صحابی اپنی عقل سے بیان نہیں کرسکتا لہٰذا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا جب ہی انہوں نے اسے نقل کیا۔

## فدیہ کی مقدار کا فقہی بیان

ہر دن کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع یعنی ایک کلو ۲۳۳ گرام گیہوں یا اس کی مقدار ہے فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحت طعام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دے دی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں جائز ہیں۔ صدقہ فطر کے برخلاف کہ اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارے میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ اطعام یا طعام (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ایتاء یا ادا کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

## دوسروں کی طرف سے نماز پڑھنے یا روزہ رکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ ان تک یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھ سکتا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے روزہ رکھ سکتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے جواب میں فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے نماز پڑھے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے روزے رکھے۔ (مؤطا امام مالک، کتاب الصوم)

حضرت امام مالک، ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ نماز روزہ کسی کی طرف سے کرنا تا کہ وہ بری الذمہ ہو جائے درست نہیں ہے ہاں احناف کے نزدیک یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بھی عمل کا ثواب خواہ وہ نماز ہو یا روزہ وغیرہ کسی دوسرے کو بخش سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص فوت ہو گیا حالانکہ اس نے روزوں کی منت مانی تھی تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے گا۔ اور اگر کوئی شخص فوت ہوا جس پر رمضان کے روزے تھے تو ولی اس کی طرف سے روزہ نہ رکھے بلکہ اس پر واجب ہے کہ اس کے مال سے فدیہ ادا کر دے۔ (اکمال اکمال المعلم، ج ۳، ص ۲۶۲، بیروت)

## آیت فدیہ کے منسوخ ہونے میں اختلاف کا بیان

آیت (وعلی الذین یطیقونہ) کا مطلب حضرت معاذ بیان فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں جو چاہتا روزہ رکھتا جو چاہتا نہ رکھتا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیتا۔ حضرت سلمہ بن اکوع سے بھی صحیح بخاری میں ایک روایت آئی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے وقت جو شخص چاہتا افطار کرتا اور فدیہ دے دیتا یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اتری اور یہ منسوخ ہوئی، حضرت ابن عمر بھی اسے منسوخ کہتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ منسوخ نہیں مراد اس سے بوڑھا مرد اور بڑھیا عورت ہے جسے روزے کی طاقت نہ ہو، ابن ابی لیلیٰ، کہتے ہیں عطار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رمضان میں گیا دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اس آیت نے پہلی آیت کا حکم منسوخ کر دیا، اب یہ حکم صرف بہت زیادہ بیطاقت بوڑھے بڑے کے لئے ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص مقیم ہو اور تندرست ہو اس کے لئے یہ حکم نہیں بلکہ اسے روزہ ہی رکھنا ہوگا ہاں ایسے بوڑھے، بڑے معمر اور کمزور آدمی جنہیں روزے کی طاقت ہی نہ ہو روزہ نہ رکھیں اور نہ ان پر قضا ضروری ہے لیکن اگر وہ مالدار ہوں تو آیا انہیں کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں ہمیں اختلاف ہے۔

امام شافعی کا ایک قول تو یہ ہے کہ چونکہ اس میں روزے کی طاقت نہیں لہذا یہ بھی مثل بچے کے ہے نہ اس پر کفارہ ہے نہ اس پر قضا کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، دوسرا قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کہ اس کے ذمہ کفارہ ہے، اکثر علماء کرام کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیروں سے بھی یہی ثابت ہوا ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ مسئلہ بھی یہی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑی عمر والا بوڑھا جسے روزے کی طاقت نہ ہو تو فدیہ دے دے جیسے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنی بڑی عمر میں بڑھاپے کے آخری دنوں میں سال دو سال تک روزہ نہ رکھا اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو روٹی گوشت کھلا دیا کرے۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ روزہ رکھنے سے عاجز ہو گئے تو گوشت روٹی تیار کر کے تیس مسکینوں کو بلا کر کھلا دیا کرتے، اسی طرح حمل والی اور دودھ پلانے والی عورت کے بارے میں جب انہیں اپنی جان کا یا اپنے بچے کی جان کا خوف ہو علماء میں سخت اختلاف ہے، بعض تو کہتے ہیں کہ وہ روزہ نہ رکھیں فدیہ دے دیں اور جب خوف ہٹ جائے قضا بھی کر لیں بعض کہتے ہیں صرف فدیہ ہے قضا نہ کریں، بعض کہتے ہیں قضا کر لیں فدیہ نہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہ روزہ رکھیں نہ فدیہ نہ قضا کریں۔

| |
|---|
| شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ |
| مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ |
| الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ |
| رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے اور رہنمائی کرنے والی اور فرق کرنے والی واضح |
| نشانیاں ہیں، پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں |
| سے گنتی پوری کرے، اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا، اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کر سکو اور |
| اس لئے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے اس پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس لئے کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ |

## سفر ومرض کا علت رخصت ہونے کا بیان

تِلْكَ الْاَيَّام "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰن" مِنَ اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فِيْ لَيْلَة الْقَدْرِ مِنْهُ "هُدًى" حَال هَادِيًا مِنَ الضَّلَالَة "لِلنَّاسِ وَبَيِّنَات" آيَات وَاضِحَات "مِنَ الْهُدٰى" بِمَا يَهْدِي اِلَى الْحَق مِنَ الْاَحْكَام "وَالْفُرْقَان" وَمِنَ الْفُرْقَان مِمَّا يُفَرِّق بَيْن الْحَق وَالْبَاطِل "فَمَنْ شَهِدَ" حَضَرَ "مِنْكُمُ الشَّهْر فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَر فَعِدَّة مِنْ اَيَّام اُخَر" تَقَدَّمَ مِثْله وَكُرِّرَ لِئَلَّا يُتَوَهَّم نَسْخه بِتَعْمِيمِ مَنْ شَهِدَ "يُرِيْد اللّٰه بِكُمُ الْيُسْر وَلَا يُرِيْد بِكُمُ الْعُسْر" وَلِذَا اَبَاحَ لَكُمْ الْفِطْر فِي الْمَرَض وَالسَّفَر لِكَوْنِ ذٰلِكَ فِيْ مَعْنَى الْعِلَّة اَيْضًا لِلْاَمْرِ بِالصَّوْمِ عُطِفَ عَلَيْهِ "وَلِتُكْمِلُوا"

بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ "الْعِدَّةَ" اَیْ عِدَّةَ صَوْمِ رَمَضَانَ "وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ" عِنْدَ اِکْمَالِھَا "عَلٰی مَا ھَدَاکُمْ" اَرْشَدَکُمْ لِمَعَالِمِ دِیْنِہٖ "وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ" اللّٰہَ عَلٰی ذٰلِکَ،

یہ دن یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے، جو لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف قدر والی رات میں نزال کیا گیا ہے۔ جو لوگوں کے لئے ہدایت ہے، یہ ھدی حادیا سے حال ہے۔ یعنی گمراہ سے ہدایت کی حالت، اور رہنمائی کرنے والی اور فرق کرنے والی واضح نشانیاں ہیں، اور بینات سے مراد واضح آیات ہیں۔ جو حق کی جانب راہنمائی کرنے والی کتاب ہے احکام کے اعتبار سے۔ اور فرقان سے مراد حق و باطل میں فرق کرنے والی ہے۔ پس تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پالے یعنی اس میں موجود ہو تو وہ اس کے روزے ضرور رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے، اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ اور تکرار کے ساتھ لانے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کو وہم باقی نہ رہ جائے کیونکہ اس کا نسخ من شھد سے ہوا ہے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا، یعنی تمہارے لئے سفر اور مرض میں افطار کو مباح کر دیتا ہے۔ کیونکہ روزے کا حکم علت کے معنی میں واقع ہوا ہے اسی لئے اس کا عطف "وَلِتُکْمِلُوا" پر ڈالا گیا ہے۔ اور یہ تخفیف و تشدید دونوں کے ساتھ آیا ہے اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کر سکو اور اس لئے کہ اس نے تمہیں جو ہدایت فرمائی ہے، یعنی معالم دینیہ پر طرف رہنمائی کی۔ اس پر اس کی بڑائی بیان کرو یعنی ان کی تعداد کو مکمل کر کے اور اس لئے کہ تم اس بات پر اللہ شکر گزار بن جاؤ۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

شہد" کا مصدر شہود اور شہادت ہے جسکا معنی ہے حاضر ہونا اور اس کے نتیجے میں دیکھنا اور سمجھنا ہے (مفردات راغب) بنابریں (فمن شهد منكم الشهر) یعنی جو کوئی اس مہینے کو پائے، اس سے آگاہ ہو جائے اور یقین حاصل کرلے۔ اس ماہ کے حلول کے بارے میں احتمال کا کافی نہ ہونا یہ مطلب اس جملے کا مفہوم ہے۔ روزے کے واجب ہونے کی خاصر کسی شخص کے لئے ذاتی طور پر رمضان کا یقین اور ثابت ہونا کافی ہے۔

## نزول قرآن وصحائف آسمانی کا بیان

ماہ رمضان شریف کی فضیلت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے اسی ماہ مبارک میں قرآن کریم اترا مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے ابراہیمی صحیفہ رمضان کی پہلی رات اترا اور توراۃ چھٹی تاریخ اگلے تمام صحیفے اور توراۃ وانجیل تیرھویں تاریخ اور قرآن چوبیسویں تاریخ نازل ہوا ایک اور روایت میں ہے کہ زبور بارھویں کو اور انجیل اٹھارہویں کو، اگلے تمام صحیفے اور توراۃ و انجیل وزبور جس پیغمبر پر اتریں ایک ساتھ ایک ہی مرتبہ اتریں لیکن قرآن کریم بیت العزت سے آسمانی دنیا تک تو ایک ہی مرتبہ نازل ہوا۔

| |
|---|
| وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ |
| فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ۝ |
| اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے |
| پکارے تو انہیں چاہئے، میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں، |

## اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا بیان

وَسَاَلَ جَمَاعَةَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَرِیب رَبّنَا فَنُنَاجِیه اَمْ بَعِید فَنُنَادِیه فَنَزَلَ "وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیب" مِنهُمْ بِعِلمِی فَاَخْبَرَهُمْ بِذٰلِكَ "اُجِیب دَعْوَة الدَّاعِی اِذَا دَعَانِی" بِاِنَالَتِهِ مَا سَاَلَ "فَلْیَسْتَجِیبُوا لِی" دُعَائِی بِالطَّاعَةِ "وَلْیُؤْمِنُوا" یُدَاوِمُوْا عَلَی الْاِیْمَان بِی "بِی لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ" یَهْتَدُوْنَ۔

اور جب نبی کریم ﷺ سے ایک جماعت نے سوال کیا کہ کیا ہمارا قریب ہے کہ ہمیں مناجات کریں یا وہ دور ہے کہ ہم اس کو پکاریں، تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اے محبوب! جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں یعنی ان کو بتادو کہ میرے علم کے اعتبار سے میں ان کے قریب ہوں، دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے، اپنے آہ وبکاہ میں جو مجھ سے مانگے، تو انہیں چاہئے، اطاعت میں میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں یعنی ایمان پر ہمیشگی اختیار کریں، کہ کہیں راہ پائیں، یعنی وہ ہدایت کو پانے والے ہوں،

جملہ " لعلهم یرشدون " اعمال کے ثمر کی امید کو بیان کر رہا ہے ہوسکتا ہے یہ جملہ اطاعت الٰہی کی ترغیب کے لئے بیان کیا گیا ہو پس عمل کے نتیجہ کی امید انسان میں عمل کی تحریک پیدا کرتی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۸۶ کے شان نزول کا بیان

ایک جماعت صحابہ نے جذبہ عشق الٰہی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے اس پر نوید قرب سے سرفراز کر کے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مکان سے پاک ہے جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اس کے دور والے سے ضرور بعد رکھتی ہے اور اللہ تعالیٰ سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں منازل قرب میں رسائی بندہ کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسر آتی ہے۔ دوست نزدیک تر از من بمن ست۔ ویں عجب تر کہ من از وے دورم، (خزائن العرفان)

ایک اعرابی نے پوچھا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہو تو ہم اس سے سرگوشیاں کر لیں یا دور ہے؟ اگر دور ہو تو ہم اونچی اونچی آوازوں سے اسے پکاریں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اس پر یہ آیت اتری۔

(ابن ابی حاتم)

ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ یہ آیت اتری (ابن جریر)

حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ جب آیت (رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ)40۔غافر:60) نازل ہوئی یعنی مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کرتا رہوں گا تو لوگوں نے پوچھا کہ دعا کس وقت کرنی چاہئے؟ اس پر یہ آیت اتری (ابن جریج)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے ہر بلندی پر چڑھتے وقت اور ہر وادی میں اترتے وقت بلند آوازوں سے تکبیر کہتے جا رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آ کر فرمانے لگے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی کم سننے والے یا دور والے کو نہیں پکار رہے بلکہ جسے تم پکارتے ہو وہ تم سے تمہاری سواریوں کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے، اے عبداللہ بن قیس! سن لو! جنت کا خزانہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔(مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میرے ساتھ جیسا عقیدہ رکھتا ہے میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں جب بھی وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے میں اس کے قریب ہی ہوتا ہوں۔(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے ہیں میں اس کے قریب ہوتا ہوں۔

## رات کے آخری حصے میں دعا کی قبولیت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر رات کو آخر انتہائی رات کے وقت ہمارا بزرگ و برتر پروردگار دنیا کے آسمان (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اسے قبولیت بخشوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہو اور میں اسے بخشوں؟ (صحیح البخاری وصحیح مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر اللہ جل شانہ اپنے (لطف ورحمت کے) دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جو نہ فقیر ہے اور نہ ظلم کرنے والا ہے اور صبح تک یہی فرماتا رہتا ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1198)

ہمارا رب نزول فرماتا ہے، کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ جل شانہ خود آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے کیونکہ وہ جسم کی ثقالت و کثافت سے پاک وصاف ہے اور ایسا نور ہے جو ہمہ وقت کائنات کے ذرے ذرے پر محیط و حاوی ہے اور کسی خاص مقام و کسی وقت کا پابند نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما نے اس کی تاویل کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ "اللہ جل شانہ کا فرمان، اس کی رحمت یا اس کی ملائکہ اس وقت آسمان دنیا پر اترتے ہیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ اعلان کرتے ہیں) چنانچہ اس کی تائید ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جو مرقات میں مذکور ہے، یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ ارشاد متشابہات میں سے ہے جس کے حقیقی معنی و مطلب اللہ جل شانہ ہی جانتے ہیں۔

مَنْ یَّدْعُوْنِی دعا کے معنی ہیں پکارنا جیسا کہ بندہ کہے "یارب" اس کے مقابلے پر اجابت اور قبولیت ہوتی ہے جیسے کہ پروردگار بندے کے اس پکارنے کے جواب میں کہے "لبیک عبدی"

مَنْ یَّسْاَلُنِی سوال کے معنی "کسی کا مانگنا اور اس کا طلب کرنا" اور اس کے مقابلے میں سوال کا پورا کرنا ہے یعنی جو چیز طلب کی جائے اور مانگی جائے اس کا دینا۔

یہ حدیث اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں منقول ہے کہ "اللہ جل شانہ (آسمان دنیا پر) اس وقت نزول فرماتا ہے جب اول تہائی رات گذر جاتی ہے" نیز اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں منقول ہے کہ "اس وقت نزول فرماتا ہے جب آدھی رات یا دو تہائی رات گذرتی ہے" کیونکہ احتمال ہے کہ بعض صورتوں میں تو نزول آخری تہائی رات کے وقت، بعض راتوں کو اول تہائی رات کے گذرنے کے بعد اور بعض راتوں کو آدھی یا دو تہائی رات گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔

| |
|---|
| اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ ؕ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ○ |
| روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال ہوا وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس، اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا تو اب ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے (پو پھٹ کر) پھر رات آنے تک روزے پورے کرو اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ ان کے پاس نہ جاؤ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیزگاری ملے، |

## رمضان المبارک کی راتوں میں جماع کی حلت کا بیان

"اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَةَ الصِّیَامِ الرَّفَث" بِمَعْنَی الْاِفْضَاء "اِلٰی نِسَائِکُمْ" بِالْجِمَاعِ نَزَلَ نَسْخًا لِمَا کَانَ فِیْ صَدْرِ الْاِسْلَامِ عَلٰی تَحْرِیمه وَتَحْرِیم الْاَکْل وَالشُّرْب بَعْد الْعِشَاء "هُنَّ لِبَاس لَکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاس لَهُنَّ" کِنَایَة عَنْ تَعَانُقهمَا اَوْ احْتِیَاج کُلّ مِنْهُمَا اِلٰی صَاحِبه "عَلِمَ اللّٰه اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ" تَخُوْنُوْنَ "اَنْفُسکُمْ" بِالْجِمَاعِ لَیْلَة الصِّیَام وَقَعَ ذٰلِکَ لِعُمَرَ وَغَیْره وَاعْتَذَرُوْا اِلَی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَتَابَ عَلَيْكُمْ" قَبِلَ تَوْبَتَكُمْ "وَعَفَا عَنكُمْ فَالْآن" إِذْ أُحِلَّ لَكُمْ "بَاشِرُوهُنَّ" جَامِعُوهُنَّ "وَابْتَغُوا" اُطْلُبُوا "مَا كَتَبَ اللهُ لَكُمْ" أَيْ أَبَاحَهُ مِنَ الْجِمَاعِ أَوْ قَدَّرَهُ مِنَ الْوَلَد "وَكُلُوا وَاشْرَبُوا" اللَّيْلَ كُلَّه "حَتّٰى يَتَبَيَّنَ" يَظْهَر "لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" أَيْ الصَّادِق بَيَان لِلْخَيْطِ الْأَبْيَض وَبَيَان الْأَسْوَد مَحْذُوف أَيْ مِنَ اللَّيْل شِبْه مَا يَبْدُو، مِنَ الْبَيَاض وَمَا يَمْتَدّ مَعَهُ مِنَ الْغَبَش بِخَيْطَيْنِ أَبْيَض وَأَسْوَد فِي الْإِمْتِدَاد "ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَام" مِنَ الْفَجْرِ "إِلَى اللَّيْل" أَيْ إِلَى دُخُوله بِغُرُوبِ الشَّمْس "وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ" أَيْ نِسَاءَ كُمْ "وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ" مُقِيمُونَ بِنِيَّةِ الْإِعْتِكَاف "فِي الْمَسَاجِد" مُتَعَلِّق بِعَاكِفُونَ نَهْي لِمَنْ كَانَ يَخْرُج وَهُوَ مُعْتَكِف فَيُجَامِع امْرَأَته وَيَعُوْد "تِلْكَ" الْأَحْكَام الْمَذْكُورَة "حُدُوْد الله" حَدَّهَا لِعِبَادِهِ لِيَقِفُوا عِنْدَهَا "فَلَا تَقْرَبُوهَا" أَبْلَغ مِنْ لَا تَعْتَدُوهَا الْمُعَبَّر بِه فِيْ آيَة أُخْرٰى "كَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّنُ اللّٰهُ آيَاته لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" مَحَارِمه،

روزہ کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا یعنی جماع کرنا تمہارے لئے حلال ہوا۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں واقع ہونے والے حکم کہ عشاء کی نماز کے بعد رمضان کی راتوں میں کھانا پینا اور جماع کرنا حرام تھا اس کو منسوخ کرنے والا ہے۔ وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس، یہ ان کے معانقہ کرنا یا ان کی طرف رغبت رکھنے سے کنایہ ہے۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے۔ یہ واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا تو انہوں نے بارگاہ نبوی ﷺ میں معذرت کی پس ان کی معذرت کو قبول کرلیا گیا۔ تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تمہیں معاف فرمایا۔ تو اب ان سے صحبت کرو یعنی جماع کرو یہ حلال ہے اور طلب کرو یعنی جماع میں سے جو حلال ہے، یا اولاد کو جماع کے ذریعے تلاش کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے۔ یہاں پر من الفجر یہ خیط ابیض کیلئے بیان ہے اور اسود کا بیان محذوف ہے۔ یعنی رات کو خیط اسود جبکہ سفیدی کو خیط ابیض کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ سفیدی کا ڈورا سیاہی کے ڈورے سے پو پھٹ کر یعنی صبح صادق سے لیکر پھر رات آنے تک روزے پورے کرو یعنی سورج غروب ہونے تک اس کو مکمل کرو، اور عورتوں کو ہاتھ نہ لگاؤ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو، یعنی اعتکاف کی حالت میں جو مسجد نکل کر جماع کر کے آئے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں تا کہ تم اس پر ٹھہر جاؤ، ان کے پاس نہ جاؤ، یہاں پر لَتعتدوا زیادہ بلاغت والا ہے جس طرح دوسری آیت میں اس کا بیان آیا ہے۔ اللہ یوں ہی بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی آیتیں کہ کہیں انہیں پرہیز گاری ملے، یعنی حرام کاموں سے بچ جائیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

امام راغب لکھتے ہیں 'رفـــــــث' ' کا معنی نزدیکی ہے۔ نزدیکی کرنے کی ترغیب میں صراحت کے لئے بھی استعمال

ہوتا ہے۔البتہ آیہ مجیدہ میں "مباشرت" سے کنایہ ہے۔(مفردات راغب)

اسکا "الی" کے ساتھ متعدی ہونا نیز جملہ "فالآن باشروھن" اس کنائی معنی کے لئے قرینہ ہے۔ جملہ "کنتم تختانون" جوانحراف وسرکشی کی حکایت کررہا ہے نیز جملہ "فالآن باشروھن" کامفہوم اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ ماہ رمضان کی راتوں میں جماع کرنا حرام تھا۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۸۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جب کوئی روزہ رکھتا پھر افطار کئے بغیر سوجاتا تو وہ دوسری شام تک رات دن کچھ نہ کھاتا۔ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ روزہ دار تھے افطار کے وقت اپنی بیوی کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کیا تیرے پاس کھانا ہے۔اس نے کہا۔نہیں۔لیکن میں جا کر تلاش کرتی ہوں۔ سارا دن کام کرنے کی وجہ سے حضرت قیس بن صرمہ کو نیند آ گئی۔ جب آپ کی زوجہ واپس آئی تو (سوئے ہوئے) دیکھ کر کہا ہائے تمہاری محروی۔ پھر جب دوسرے دن دوپہر کا وقت ہوا تو وہ بیہوش ہو گئے۔ چنانچہ اسکا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ احل لکم۔تم لوگوں کیلئے روزوں کی راتوں اپنی بیویوں سے (محبت کرنا) حلال کر دیا گیا ہے۔ اس پر وہ لوگ بہت خوش ہوئے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 899)

شرائع سابقہ میں افطار کے بعد کھانا پینا مجامعت کرنا نماز عشاء تک حلال تھا بعد نماز عشاء یہ سب چیزیں شب میں بھی حرام ہو جاتی تھیں یہ حکم زمانہ اقدس تک باقی تھا بعض صحابہ سے رمضان کی راتوں میں بعد عشاء مباشرت وقوع میں آئی ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اس پر وہ حضرات نادم ہوئے اور درگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض حال کیا اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا اور یہ آیت نازل ہوئی اور بیان کر دیا گیا کہ آئندہ کے لئے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک مجامعت کرنا حلال کیا گیا۔(خزائن العرفان، بقرہ ۱۸۷، لاہور)

## طلوع فجر کے گمان سے کھانے والے کے فساد صوم میں مذاہب اربعہ

جس شخص نے رات گمان کرتے ہوئے کھایا پیا حتیٰ کہ اس پر دن ظاہر ہو گیا تو مذاہب اربعہ کے مشہور روایات کے مطابق اس کا روزہ فاسد ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کے گناہ کی نفی اس کے ذمے سے قضاء کو ساقط کرنے والی نہیں ہے۔ یہی قول حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت امیر معاویہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت زہری اور حضرت سفیان ثوری کا ہے۔

اور جمہور کے اس مؤقف کی صحیح بخاری کی یہ روایت ہے۔ حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابر کے دن روزہ افطار کیا پھر سورج طلوع ہو گیا۔ ہشام بن عروہ کی روایت میں کہا گیا کہ انہیں قضاء کا حکم دیا گیا۔اور فرمایا: قضاء ضروری ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے ہشام نے کہا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے قضاء کی یا نہ کی۔تو اس جواب یہ ہے کہ پہلی روایت اولیٰ اور مشہور ہے اور اسی پر اکثر کا عمل ہے اور علامہ عینی نے کہا ہے قضاء ضروری ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں کہا ہے کہ یہ کوئی حدیث نہیں ہے کہ انہیں قضاء کا حکم دیا گیا ہے۔اور ہشام کا یہ قول کہ قضاء لازم ہے یہ کوئی خبر نہیں ہے۔لہٰذا میرے درمیان یہ واضح نہیں ہوا کہ ان پر قضاء ہے۔

حضرت زید بن اسلم اپنے بھائی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابر کے دن افطار کیا اور انہوں نے دیکھا کہ وقت گزر گیا اور سورج غروب ہو گیا پس آپ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: اے امیر المؤمنین! تحقیق سورج طلوع ہو چکا ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الخطب یسیر، تحقیق ہم نے کوشش کر لی۔

(مؤطا امام مالک)

حضرت امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمہ نے کہا ہے کہ ''الخطب یسیر'' کا معنی ہے وہ اس دن کی قضاء کرے۔اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔رمضان کا مہینہ تھا آپ نے افطار کیا اور لوگوں نے بھی افطار کیا اور مؤذن اذان دینے لگا تو اس نے کہا: اے لوگو! ابھی تو سورج بھی غروب نہیں ہوا تو اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس نے روزہ افطار کیا ہے اسے چاہیے کہ وہ اسکی جگہ ایک روزہ رکھے۔(بیہقی)

علامہ بدر الدین عینی حنفی علیہ الرحمہ نے کہا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے دو روایات ہیں ایک یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے کھایا ہے وہ اس دن کی قضاء کرے۔یہی اثر مروی ہے۔

علامہ ابن بطال نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کے پاس جو قضاء والی روایت آئی ہے یہ اہل حجاز اور اہل عراق سے آئی ہے۔اور جس روایت کو امام عبد الرزاق نے بیان کیا ہے اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ واللہ! ہم قضاء نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے کسی کی طرف رغبت نہیں کی ہے۔(سنن کبریٰ، ج ۴، ص، بیروت)

ایک شخص نے بھول کر روزے میں کچھ کھا لیا پھر اس کے بعد قصداً کھایا، یا بھول کر جماع کر لیا اور اس کے بعد پھر قصداً جماع کیا یا دن میں روزہ کی نیت کی پھر قصداً کھا پی لیا یا جماع کیا، یا رات ہی سے روزہ کی نیت کی پھر صبح ہو کر سفر کیا اور پھر اس کے بعد اقامت کی نیت کر لی اور کچھ کھا پی لیا اگر چہ اس صورت میں اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا، یا رات سے روزہ کی نیت کی، صبح کو مقیم تھا، پھر سفر کیا اور مسافر ہو گیا اور حالت سفر میں قصداً کھایا یا جماع کیا، اگر چہ اس صورت میں اس کے لیے روزہ توڑنا جائز نہیں تھا تو ان تمام صورتوں میں صرف قضا لازم ہو گی کفارہ واجب نہیں ہو گا مسئلہ مذکورہ میں حالت سفر میں کھانے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر شروع کر دینے کے بعد پھر اپنی کوئی بھولی ہوئی چیز لینے کے لیے واپس اپنے گھر میں آئے اور اپنے مکان میں یا اپنے شہر وا پنی آبادی سے جدا ہونے سے پہلے قصداً کھا لے تو اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہونگے۔

اگر کوئی شخص تمام دن کھانے پینے اور دوسری ممنوعات روزہ سے رکا رہا مگر نہ تو اس نے روزہ کی نیت کی اور نہ افطار کیا، یا کسی

شخص نے سحری کھائی یا جماع کیا اس حالت میں کہ طلوع فجر کے بارے میں اسے شک تھا حالانکہ اس وقت فجر طلوع ہو چکی تھی، یا کسی شخص نے غروب آفتاب کے ظن غالب کے ساتھ افطار کیا حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو ان صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا، اور اگر غروب آفتاب میں شک ہونے کی صورت میں افطار کیا اور حالانکہ اس وقت تک سورج غروب نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں کفارہ لازم ہونے کے بارے میں دو قول ہیں جس میں سے فقیہ ابو جعفر رحمۃ اللہ کا مختار قول یہ ہے کہ غروب آفتاب کے شک کی صورت میں کفارہ لازم ہوگا اس طرح اگر کسی شخص کا ظن غالب یہ ہو کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ روزہ افطار کرے اور حقیقت میں بھی سورج غروب نہ ہوا تو اس پر کفارہ لازم ہوگا۔

| |
|---|
| وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا |
| مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥ |
| اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ کہ لوگوں کا کچھ مال |
| ناجائز طور پر جان بوجھ کر نہ کھاؤ۔ |

## غیر شرعی طریقے سے لوگوں کے اموال کھانے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ" اَیْ يَاْكُل بَعْضكُمْ مَال بَعْض "بِالْبَاطِلِ" الْحَرَام شَرْعًا كَالسَّرِقَةِ وَالْغَصْب "و" لَا "تُدْلُوا" تُلْقُوا "بِهَا" اَیْ بِحُكُومَتِهَا اَوْ بِالْاَمْوَالِ رِشْوَة "اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوا" بِالتَّحَاكُمِ "فَرِيْقًا" طَائِفَة "مِنْ اَمْوَال النَّاس" مُتَلَبِّسِينَ "بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اَنَّكُمْ مُبْطِلُوْنَ،

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ یعنی تم میں سے بعض دوسرے بعضوں کا مال نہ کھائیں۔ اور باطل سے مراد جو شریعت کے اعتبار سے حرام ہے جس طرح چوری اور غصب ہے۔ اور نہ حاکموں کے پاس ان کا مقدمہ اس لئے پہنچاؤ یعنی ان کی حکومت یا رشوت کے ذریعے لوگوں کا ایک گروہ ہے، کہ لوگوں کے کچھ مال ناجائز طور پر جان بوجھ کر نہ کھاؤ۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ تم غلط طور پر کھانے والے ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بینکم "، "اموالکم" کے لئے قید ہے یعنی جو اموال تمہارے مابین ہیں اور ہر کوئی کچھ حصے کا مالک ہے۔ پس جملہ "لا تاکلوا' کا ترجمہ یوں ہوگا۔ تم میں سے کوئی بھی دوسرے کے مال کو ناجائز طریقے سے ہڑپ نہ کرے۔

" تدلوا"، "تاکلوا" پر عطف ہے اسی لئے "لائے ناہیہ "کے ذریعے مجزوم ہے یعنی" و لا تدلوا " "تدلوا" کا مصدر ادلاء" ہے جسکا معنی ڈول یا بالٹی کو کنویں میں بھیجنا ہے۔ تاہم آیہ مجیدہ میں "وسیلہ بنانے" کیلئے کنایہ ہے یعنی "تدلوا بھا، گویا قاضیوں کو مال نہ دو کہ اس وسیلے سے لوگوں کے اموال کو ہڑپ کر جاؤ۔ البتہ یہاں صرف مال حاصل کرنے کو ہی خصوصیت حاصل نہیں

ہے لہٰذا حرمت رشوت کا عنوان ان تمام موارد کو شامل ہو سکتا ہے جہاں کسی کا کوئی حق ضائع ہوتا ہو اس مطلب کی "بالاثم" تائید کرتا ہے۔

جملہ "وتدلوا" عام پر عطف خاص ہے لہٰذا دوسروں کے اموال کو ناجائز ذرائع سے استعمال کا واضح نمونہ ہے۔ "لا" ئے ناہیہ " کا "تدلوا" پر نہ لانا اس مطلب کی تائید کر رہا ہے۔

## رشوت کے سبب دشمن کا خوف مسلط ہونے کا بیان

حضرت عمرو ابن العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے اس کو قحط اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جس قوم میں رشوت کی وبا عام ہو جاتی ہے اس پر رعب (وخوف) مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 738)

"رشوت" اس مال کو کہتے ہیں جو کسی شخص کو اس شرط کے ساتھ دیا جائے کہ وہ اس کے کام میں مدد کرے۔ بعض حضرات نے اس کی تعریف میں اس قید کا بھی اضافہ کیا ہے کہ اس کام میں اتنی مشقت و محنت نہ ہو جس کی اجرت عام طور پر دیئے گئے مال کی بقدر دی جاتی ہو جیسے کسی بادشاہ یا حاکم کے سامنے کوئی بات سفارش کے طور پر کہہ دینی یا اس میں سعی و کوشش کرنی اس سے معلوم ہوا کہ محنت و مشقت کے بقدر مال دینا رشوت نہیں کہلائے گا اسی طرح اگر بلا شرط مال دیا جائے تو بھی رشوت کے حکم میں نہیں ہوگا۔

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ |
| ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ |
| (اے حبیب ﷺ) لوگ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرما دیں: یہ لوگوں کے لئے اور ماہِ حج (کے |
| تعیّن) کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ بلکہ نیکی تو پرہیزگاری |
| اختیار کرنا ہے، اور تم گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ |

## چاند سے متعلق سوال کرنے کا بیان

"يَسْأَلُوْنَكَ" يَا مُحَمَّد "عَنْ الْاَهِلَّة" جَمْع هِلَال لِمَ تَبْدُو دَقِيقَة ثُمَّ تَزِيد حَتّٰى تَمْتَلِئ نُوْرًا ثُمَّ تَعُوْد كَمَا بَدَتْ وَلَا تَكُوْن عَلٰى حَالَة وَاحِدَة كَالشَّمْسِ "قُلْ" لَهُمْ "هِيَ مَوَاقِيت" جَمْع مِيقَات "لِلنَّاسِ" يَعْلَمُوْنَ بِهَا اَوْقَات زَرْعهمْ وَمَتَاجِرهمْ وَعِدَد نِسَائِهِمْ وَصِيَامهمْ وَاِفْطَارهمْ "وَالْحَجّ" عُطِفَ عَلَى النَّاس اَيْ يَعْلَم بِهَا وَقْته فَلَوْ اسْتَمَرَّتْ عَلٰى حَالَة لَمْ يُعْرَف ذٰلِكَ "وَلَيْسَ الْبِرّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوت مِنْ ظُهُوْرهَا" فِي الْاِحْرَام بِاَنْ تَنْقُبُوا فِيهَا نَقْبًا تَدْخُلُوْنَ مِنْهُ وَتَخْرُجُوْنَ وَتَتْرُكُوا الْبَاب وَكَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ وَيَزْعُمُوْنَهُ بِرًّا "وَلٰكِنَّ الْبِرّ" اَيْ ذَا الْبِرّ "مَنْ اتَّقٰى" اللّٰه بِتَرْكِ مُخَالَفَته "وَاْتُوا الْبُيُوت مِنْ اَبْوَابهَا" فِي الْاِحْرَام "وَاتَّقُوا اللّٰه لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوزُوْنَ،

لوگ آپ یعنی یا محمد ﷺ سے نئے چاندوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، اور اہلہ، ہلال کی جمع ہے۔ کہ چاند نمو داری کے وقت باریک کیوں ہوتا ہے۔ پھر بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ نور سے بھر جاتا ہے اور پھر دوبارہ پہلی حالت پر آجاتا ہے اور وہ سورج کی طرح ایک حالت پر نہیں رہتا۔ فرمادیں یہ لوگوں کے لئے اور ماہِ حج کے تعین کے لئے وقت کی علامتیں ہیں، میقات کی جمع مواقیت ہے۔ یہ اوقات ہیں جن کے ذریعے لوگ اپنی زراعت اور تجارت اور عورتوں کی عدت اور روزوں کے رکھنے اور افطار معلوم کرتے ہیں۔ اور حج کا عطف الناس پر ہے یعنی اس کے ذریعے اس کا وقت معلوم کیا جاتا ہے اور اگر یہ اپنی ایک ہی حالت پر برقرار رہے تو یہ پہچان نہ ہو، اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے آؤ یعنی احرام کی حالت میں تم اپنے گھروں میں نقب لگاؤ اور اسی سے داخل ہو اور اسی سے نکلو اور دروازوں کو چھوڑ دو، وہ اسی طرح کرتے تھے اور اس کو نیکی سمجھتے بلکہ نیکی تو پرہیزگاری اختیار کرنا ہے، یعنی جو اللہ کی مخالفت سے ڈرے، اور تم حالت احرام میں گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی تم کامیاب ہو جاؤ۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

علامہ ابن منظور افریکی لکھتے ہیں کہ فعل مضارع "یسئلون "سوال کے تکرار پر دلالت کرتا ہے اور جمع کا صیغہ دلالت کرتا ہے کہ سوال کرنے والے افراد زیادہ ہیں "اھلہ" ہلال کی جمع ہے اور اس سے ایک ماہ کے مختلف چاند مراد ہیں۔

"میقات" کی جمع "مواقیت" ہے۔ میقات کا معنی زمان ہے یا ایسی جگہ کو کہا جاتا ہے جسے کام کرنے کے لئے معین کیا گیا ہو (لسان العرب)

## سورہ بقرہ آیت ۱۸۹ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری کے جواب میں نازل ہوئی ان دونوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاند کا کیا حال ہے ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں دریافت کرنا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصود چاند کے اختلافات کا سبب دریافت کرنا تھا۔

## مکانوں کے دروازوں سے داخل نہ ہونے میں کوئی نیکی نہ ہونے کا بیان

ابوداؤد طیالسی میں بھی یہ روایت ہے انصار کا عام دستور تھا کہ سفر سے جب واپس آتے تو گھر کے دروازے میں نہیں گھستے تھے دراصل یہ بھی جاہلیت کے زمانہ میں قریشیوں نے اپنے لیے ایک اور امتیاز قائم کر لیا تھا کہ اپنا نام انہوں نے حمس رکھا تھا احرام کی حالت یہ تو براہ راست اپنے گھروں میں آسکتے تھے لیکن دوسرے لوگ سیدھے راستے گھروں میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ سے اس کے دروازے سے نکلے تو آپ کے ایک انصاری صحابی حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بھی آپ کے ساتھ ہی اسی دروازے سے نکلے اس پر لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ایک تجارت پیشہ شخص ہیں یہ آپ کے ساتھ آپ کی طرح اس دروازے سے کیوں نکلے؟ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جواب دیا کہ میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح کرتے دیکھا کیا۔ مانا کہ آپ حمس میں سے ہیں لیکن میں بھی تو آپ کے دین پر ہی ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں بہت سی قوموں کا یہ رواج تھا کہ جب وہ سفر کے ارادے سے نکلتے پھر سفر ادھورا چھوڑ کر اگر کسی وجہ سے واپس چلے آتے تو گھر کے دروازے سے گھر میں نہ آتے بلکہ پیچھے کی طرف سے چڑھ کر آتے جس سے اس آیت میں روکا گیا۔

وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ○

اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں لیکن حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۹۰ کے سبب نزول کا بیان

وَلَمَّا صُدَّ رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْبَيْت عَام الْحُدَيْبِيَة وَصَالَحَ الْكُفَّار عَلٰى اَنْ يَّعُوْد الْعَام الْقَابِل وَيُخْلُوْا لَهُ مَكَّة ثَلَاثَة اَيَّام وَتَجَهَّزَ لِعُمْرَةِ الْقَضَاء وَخَافُوْا اَنْ لَّا تَفِيْ قُرَيْش وَيُقَاتِلُوْهُمْ وَكَرِهَ الْمُسْلِمُوْنَ قِتَالهمْ فِي الْحَرَم وَالْاِحْرَام وَالشَّهْر الْحَرَام نَزَلَ "وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْل اللّٰه" اَيْ لِاِعْلَاءِ دِيْنه "الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ" الْكُفَّار "وَلَا تَعْتَدُوْا" عَلَيْهِمْ بِالِابْتِدَاءِ بِالْقِتَالِ "اِنَّ اللّٰه لَا يُحِبّ الْمُعْتَدِيْنَ" الْمُتَجَاوِزِيْنَ مَا حُدَّ لَهُمْ وَهٰذَا مَنْسُوخ بِاٰيَةِ بَرَاءَة اَوْ بِقَوْلِه،

اور جب رسول اللہ ﷺ کو حدیبیہ کے سال بیت اللہ سے روکا گیا اور کفار نے اس معاہدے پر صلح کی کہ وہ آنے سال میں آئیں گے۔ اور ان کیلئے تین دن کیلئے مکہ خالی کر دیا جائے گا' تو آپ ﷺ نے عمرہ قضاء کی تیاری کی، اور یہ بھی اندیشہ ہوا کہ شاید قریش معاہدہ پورا نہ کریں اور وہ مسلمانوں سے لڑیں اور مسلمانوں نے حرم اور احرام کی حالت اور حرمت والے مہینے میں ان سے لڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو یعنی دین کی بلندی کیلئے ان سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں یعنی کفار لیکن حد سے نہ بڑھو، یعنی لڑنے میں حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یعنی جو اپنی مقرر کردہ حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یہ حکم آیت برأۃ یا اس قول سے منسوخ ہے۔

## صلح حدیبیہ کے وقت صبر واستقلال کے اظہار کا بیان

حضرت ابو وائل سے روایت ہے کہ صفین کے دن حضرت سہل بن حنیف کھڑے ہوئے اور کہا: اے لوگو! اپنے آپ کو غلط تصور

کرو تحقیق ہم حدیبیہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اگر ہم جنگ کرنا چاہتے تو ضرور کرتے اور یہ اس صلح کا واقعہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہوئی حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں عمر رضی اللہ نے عرض کیا پھر ہم اپنے دین میں جھکاؤ اور ذلت کیوں قبول کریں اور حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کا حکم نہیں دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابن خطاب میں اللہ کا رسول ہوں اللہ مجھے کبھی بھی ضائع نہیں فرمائے گا حضرت عمر سے صبر نہ ہو سکا اور غصہ ہی کی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: اے ابوبکر! کیا ہم حق پر اور وہ باطل پر نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ کہنے لگے کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، عمر کہنے لگے پھر ہم کس وجہ سے اپنے دین میں کمزوری قبول کریں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا اور ان کے درمیان فیصلہ کا حکم نہیں دیا ابوبکر نے کہا: اے ابن خطاب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اللہ انہیں کبھی بھی ضائع نہیں کرے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت فتح نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں سے وہ آیات پڑھوائیں تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا جی ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دلی طور پر خوش ہو کر لوٹ گئے۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 136)

## صلح کی تحریر اور ادب مصطفیٰ ﷺ کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن قریشیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی ان میں سہیل بن عمرو بھی تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سہیل نے کہا کہ بسم اللہ تو ہم نہیں جانتے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کیا ہے البتہ (بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ) لکھو جسے ہم جانتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (کفار) نے کہا اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد بن عبداللہ کی طرف سے لکھو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شرط باندھی کہ تم میں سے جو ہمارے پاس آ جائے گا ہم اسے واپس نہ کریں گے اور اگر تمہارے پاس ہم میں سے کوئی آئے گا تو تم اسے ہمارے پاس واپس کر دو گے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا ہم یہ بھی لکھ دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں لیکن ہم میں سے جو ان کی طرف جائے گا اللہ اسے دور کر دے گا اور جو ان میں سے ہمارے پاس آئے گا اللہ عنقریب اس کے لئے کوئی راستہ اور کشائش پیدا فرما دے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 135)

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۗ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○

اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے اور مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو، جب تک وہ تم سے، وہاں نہ لڑیں اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے،

## مسجد حرام میں قتال کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ" وَجَدْتُمُوْهُمْ "وَاَخْرِجُوْهُمْ مِنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ" اَیْ مِنْ مَّكَّةَ وَقَدْ فَعَلَ بِهِمْ ذٰلِكَ عَامَ الْفَتْحِ "وَالْفِتْنَةُ" الشِّرْكُ مِنْهُمْ "اَشَدُّ" اَعْظَمُ "مِنَ الْقَتْلِ" لَهُمْ فِی الْحَرَمِ اَوِ الْاِحْرَامِ الَّذِیْ اسْتَعْظَمْتُمُوْهُ "وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" اَیْ فِی الْحَرَمِ "حَتّٰى يُقَاتِلُوْكُمْ فِيْهِ فَاِنْ قَاتَلُوْكُمْ" فِيْهِ "فَاقْتُلُوْهُمْ" فِيْهِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِلَا اَلِفٍ فِی الْاَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ "كَذٰلِكَ" الْقَتْلُ وَالْاِخْرَاجُ "جزاء الكافرين"،

اور کافروں کو جہاں پاؤ مارو اور انہیں نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا یعنی مکہ اور یقیناً فتح مکہ کے سال ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کا شرکیہ فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ اور ان کا قتل حرم یا احرام میں جس کو عظیم سمجھتے ہیں۔ اور ان کا فساد تو قتل سے بھی سخت ہے۔ اور مسجد حرام یعنی حرم کے پاس ان سے نہ لڑو، جب تک وہ تم سے وہاں نہ لڑیں۔ اور اگر تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو کافروں کی یہی سزا ہے، ایک قرأت کے مطابق تینوں افعال بغیر الف کے ہیں۔ اسی طرح قتل اور اخراج کافروں کی سزا ہے۔

**و اقتلوهم حيث ثقفتموهم**

اس جملہ میں ضمیر "ہم"، "الذین یقاتلو کم" کی طرف لوٹتی ہے اسی لئے ان کے لئے کفار محارب کی تعبیر استعمال کی گئی ہے "ثقفتم" کا مصدر "ثقف" ہے جسکا معنی ہے پانا یا دسترسی حاصل کرنا۔

## حرم شریف کی تعظیم کے واجب ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرض نہیں ہے البتہ جہاد اور عمل میں نیت کا اخلاص ضروری ہے لہذا جب تمہیں جہاد کے لئے بلایا جائے یعنی تمہارا امیر تمہیں جو جہاد کا حکم دے تو جہاد کے لئے نکل کھڑے ہو۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ ہی کے دن یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شہر یعنی تمام زمین حرم کو حرام کیا ہے بایں طور کہ تمام لوگوں پر اس مقدس خطہ زمین کی ہتک و بے حرمتی حرام ہے اور اس کی تعظیم واجب ہے اسی دن

سے جب کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا یعنی اس خطہ زمین کی حرمت شروع ہی سے ہے لہٰذا یہ خطہ زمین اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کے سبب قیامت تک کے لئے حرام کیا گیا بلاشہ اس خطہ زمین میں نہ تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے قتل وقتال حلال کیا گیا تھا اور نہ میرے لئے حلال ہوا ہے علاوہ فتح مکہ کے دن کی ایک ساعت کے پس اس دن کے بعد یہ خطہ زمین اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی حرمت کے سبب قیامت کے دن پہلا صور پھونکے جانے تک ہر شخص کے لئے حرام کر دیا گیا ہے لہٰذا نہ تو اس زمین کا کوئی خاردار درخت ہی کاٹا جائے اگرچہ وہ ایذاء دے نہ اس کا شکار بھگایا جائے یعنی کوئی شکار کی غرض سے یا محض بھڑ کانے ستانے کے لئے یہاں کے کسی جانور کے ساتھ تعرض نہ کرے اور نہ یہاں کا لقطہ اٹھایا جائے ہاں وہ شخص اس کو اٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے اور نہ اس کی زمین کی گھاس کاٹی جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مگر اذخر (ایک قسم کی گھاس) تو ایسی چیز ہے جو لوہاروں اور سناروں کے لئے لوہا اور سونا گلانے کے کام آتی ہے اور گھروں کی چھتیں بنانے میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اس کو کاٹنے کی اجازت دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اذخر کاٹی جا سکتی ہے۔ (بخاری ومسلم) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نہ یہاں کا درخت کاٹا جائے اور نہ یہاں کی گری پڑی کوئی چیز اٹھائی جائے البتہ اس کے مالک کو تلاش کرنے والا اٹھا سکتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1265)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو اس وقت ہجرت ہر اس شخص پر فرض تھی جو اس کی استطاعت رکھتا تھا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو اس ہجرت کا سلسلہ منقطع ہو گیا جو فرض تھی کیونکہ اس کے بعد مکہ دار الحرب نہیں رہا تھا لہٰذا ارشاد گرامی اب ہجرت نہیں الخ، کا مطلب یہی ہے کہ اگر اب کوئی ہجرت کرے تو اسے وہ درجہ حاصل نہیں ہوگا جو مہاجرین کو حاصل ہو چکا ہے البتہ جہاد اور اعمال میں حسن نیت کا اجر اب بھی باقی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا، اسی طرح وہ ہجرت بھی باقی ہے جو اپنے دین اور اسلام کے احکام وشعائر کی حفاظت کے لئے ہوتی ہے اور اس کا اجر بھی ملتا ہے۔

نہ کوئی خاردار درخت کاٹا جائے، اس سے معلوم ہوا کہ بغیر خاردار درخت کو کاٹنا تو بدرجہ اولیٰ جائز نہیں ہوگا ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص زمین حرم کی ایسی گھاس یا ایسا درخت کاٹے جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو اور خودرو ہو تو اس پر اس گھاس یا درخت کی قیمت بطور جزاء واجب ہوگی، البتہ خشک گھاس کاٹنے کی صورت میں قیمت واجب نہیں ہوتی لیکن اس کا کاٹنا بھی درست نہیں ہے۔! زمین حرم کی گھاس کو چرانا بھی جائز نہیں ہے، البتہ اذخر کو کاٹنا بھی جائز ہے اور چرانا بھی، اسی طرح کماۃ یعنی کھنبی (ایک قسم کا خودرو ساگ) بھی مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ نباتات میں سے نہیں ہے! حضرت امام شافعی کے مسلک میں زمین حرم کی گھاس میں جانوروں کو چرانا بھی جائز ہے۔

## اخلاص کے ساتھ جہاد کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے جہاد کے بارے میں بتائیے کہ کس طرح کا جہاد موجب ثواب ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ ابن عمرو! اگر تم اس حال میں لڑو کہ صبر کرنے

والے اور ثواب چاہنے والے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں، قیامت کے دن صبر کرنے والا ہی اٹھائے گا یعنی تم جس طرح ان صفات کے ساتھ جہاد کرو گے اور ان صفات پر مرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان صفات کے ساتھ اٹھائے گا اور تمہیں ان کا ثواب عطا فرمائے گا جیسا کہ ایک روایت میں ہے حدیث، کما تعیشون تموتون و کما تموتون تحشرون یعنی تم جس حالت پر جیتے ہو اسی حالت پر مرو گے اور جس حالت پر مرو گے اسی حالت پر اٹھائے جاؤ گے اور اگر تم نمائش کی نیت سے اور اپنا زور جتلانے کے لئے لڑو گے یعنی اگر تم لوگوں میں یہ فخر کرنے کے لئے لڑو گے کہ میں مال اور طاقت اور لشکر کے اعتبار سے تم سے بڑھ کر ہوں اور جہاد کے حکم کی اتباع تم سے زیادہ کرنے والا ہوں تو اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن نمائش کرنے والا اور زور جتلانے اٹھائے گا یعنی میدان حشر میں تمہارے بارے میں اعلان کیا جائے گا کہ یہ شخص کون ہے جو نمائش کی نیت سے اور فخر کرنے اور زیادہ مال و منال حاصل کرنے کے لئے لڑا تھا۔ اے عبداللہ ابن عمرو یاد رکھو! تم جس حال میں لڑو گے یا جس حال میں مارے جاؤ گے اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حال میں اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد، کتاب جہاد، بیروت، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 961)

## امت کی بھلائی کا تعظیم حرم سے منسلک ہونے کا بیان

حضرت عیاش ابن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ امت اس وقت تک بھلائی کے ساتھ رہے گی جب تک کہ اس حرمت یعنی مکہ کی حرمت کی تعظیم کرتی رہے گی جیسا کہ اس کی تعظیم کا حق ہے اور جب لوگ اس تعظیم کو ترک کر دیں گے تو ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1276)

| فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ |
|---|
| پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے، |

"فَإِنْ انْتَهَوْا" عَنْ الْكُفْر وَأَسْلَمُوْا "فَإِنَّ اللَّه غَفُور" لَهُمْ "رَحِيم" بِهِمْ،

پھر اگر وہ کفر باز رہیں اور اسلام قبول کر لیں تو بیشک اللہ ان کیلئے بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم، ماقبل آیات کے قرینہ سے "انتھوا" کا متعلق جنگ اور فتنہ پروری ہے۔ جملہ "فان اللہ، جواب مقام ہے یعنی تقدیر کلام یوں بنتی ہے" فان انتھوا عن القتال و الفتنۃ فلا تقاتلوھم و لا تقتلوھم ان اللہ غفور رحیم"

یہ مطلب اس بنا پر ہے کہ "انتھوا" کا متعلق کفر اور شرک ہو پس "فان انتھوا،" کا معنی یہ بنتا ہے اگر کفار و مشرکین کفر و شرک سے دست بردار ہو جائیں اور ایمان لے آئیں، بنابریں جملہ "فان اللہ، کے دو معنی بنتے ہیں۔ ان سے ایمان کو قبول کرنا ان کی گزشتہ غلطیوں اور خطاؤں کو معاف کرنا۔

## اسلام قبول کرنے کے سبب سابقہ گناہوں کی بخشش کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم سے جاہلیت کے زمانہ میں کیئے گئے اعمال کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سچے دل سے اسلام قبول کیا اس سے جاہلیت والے اعمال کے بارے میں باز پرس نہیں ہوگی اور جس نے سچے دل سے اسلام قبول نہ کیا صرف دکھلاوے کے لئے قبول کیا اس سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام دونوں اعمال کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 319)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے بہت سے قتل کیے تھے اور کثرت سے زنا کا ارتکاب بھی کیا تھا، وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرماتے ہیں اور جس بات کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ بہت اچھا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گناہوں کا کفارہ بتلا دیں جو ہم نے کئے ہیں تو ہم مسلمان ہو جائیں، اس پر یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت نہیں کرتے اور جس آدمی کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو سابقہ پڑے گا سورت الفرقان اور یہ آیت نازل ہوئی اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 322)

| |
|---|
| وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور ایک اللہ کی پوجا ہو پھر اگر وہ باز آ ئیں تو زیادتی صرف ظالموں پر ہوتی ہے۔ |

## دین کی سربلندی کیلئے جہاد کرنے کا بیان

"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ" "تُوجَد "فِتْنَةٌ" شِرْك "وَيَكُوْن الدِّيْن" "الْعِبَادَة" "لِلّٰهِ" وَحْده لَا يُعْبَد سِوَاهُ "فَإِنْ انْتَهَوْا" "عَنْ الشِّرْك فَلَا تَعْتَدُوْا عَلَيْهِمْ دَلَّ عَلٰى هٰذَا "فَلَا عُدْوَان" "اعْتِدَاء بِقَتْلٍ أَوْ غَيْره" "إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ" "وَمَنْ انْتَهٰى فَلَيْسَ بِظَالِمٍ فَلَا عُدْوَان عَلَيْهِ،

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ یعنی شرک نہ پاؤ اور ایک اللہ کی پوجا ہو یعنی صرف اللہ کی عبادت ہو اس کے سوا کی نہ ہو پھر اگر وہ شرک باز آ ئیں تو تم ان پر زیادتی نہ کرو اور فلا عدوان کی اسی پر دلالت ہے۔ یعنی یہ زیادتی قتل وغیرہ کے ذریعے سے بھی نہ ہو، مگر ظالموں پر، یعنی جو ظلم سے رک گیا اس کیلئے کوئی عداوت نہ ہوگی۔

## جہاد کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے

کوئی ایسی عبادت بتائے جو جہاد کے ہم مرتبہ ہو آپ نے فرمایا کہ ایسی عبادت تو کوئی نہیں لیکن کیا تم یہ کر سکتے ہو۔ کہ جب مجاہد جہاد کیلئے نکلے تو اپنی مسجد میں جائے اور نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے اور سست نہ ہو اور برابر روزے رکھے کوئی روزہ نہ چھوڑے اس نے عرض کیا کہ حضرت ایسا کون کرسکتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مجاہد کا گھوڑا جب اپنی رسی میں بندھا ہوا چرنے کیلئے چلتا پھرتا ہے تو اس گھوڑے کے ہر ہر قدم پر مجاہد کیلئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 54)

| |
|---|
| اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ وَالۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝ |
| ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام اور ادب کے بدلے ادب ہے جو تم پر زیادتی کرے اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے، |

## ظلم کا ظلم کے ساتھ ہونے کا بیان

"اَلشَّهۡرُ الۡحَرَامُ" اَلۡمُحَرَّمُ مُقَابَلٌ "بِالشَّهۡرِ الۡحَرَامِ" فَكُلَّمَا قَاتَلُوكُمۡ فِيهِ فَاقۡتُلُوهُمۡ فِي مِثۡلِهِ رَدٌّ لِاسۡتِعۡظَامِ الۡمُسۡلِمِينَ ذٰلِكَ "وَالۡحُرُمَات" جَمۡعُ حُرۡمَةٍ مَا يَجِبُ احۡتِرَامه "قِصَاص" اَيۡ يُقۡتَصّ بِمِثۡلِهَا اِذَا انۡتُهِكَتۡ "فَمَنۡ اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ" بِالۡقِتَالِ فِي الۡحَرَمِ اَوۡ الۡاِحۡرَامِ اَوۡ الشَّهۡرِ الۡحَرَامِ "فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ" سَمّٰى مُقَابَلَته اعۡتِدَاء لِشَبَهِهَا بِالۡمُقَابِلِ بِهِ فِي الصُّورَة "وَاتَّقُوا اللّٰه" فِي الۡاِنۡتِصَار وَتَرۡك الۡاِعۡتِدَاء "وَاعۡلَمُوا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِينَ" بِالۡعَوۡنِ وَالنَّصۡر،

ماہ حرام کے بدلے یعنی جو حرمت میں برابر ہے، ماہ حرام، پس جب وہ اس میں تمہارے ساتھ قتال کریں تو تم بھی اسی کی مثل مہینے میں ان سے قتل کرو۔ اس میں مسلمانوں کے عظیم جاننے کا رد ہے۔ اور حرمات یہ حرمۃ کی جمع ہے۔ یعنی اس کا احترام واجب ہے اور ادب کے بدلے ادب ہے، جو تم پر زیادتی کرے، یعنی جو حرم میں یا احرام میں یا حرمت والے مہینے میں قتال کے ساتھ زیادتی کرے، اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی یہاں بہ طور صورت مشابہ ہونے کی وجہ سے اعتداء کو مقام جزاء پر لایا گیا ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو یعنی مدد کرنے اور ظلم کو ترک کرنے پر اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے، یعنی اس کی مدد و نصرت،

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

الشہر " کی "باء" مقابلہ یا عوض کے لئے ہے۔ آیت کے مابعد والے حصے اور ماقبل آیات جو جنگ کے بارے میں تھیں کی روشنی میں اس "مقابلہ" کا معنی یہ بنتا ہے اگر ان حرام مہینوں کی حرمت کو دشمن توڑ دے تو تم بھی اسوقت اس حرمت کی اعتنانہ کرو اور دفاع کے لئے قیام کرو۔ زمانہ بعثت کے کفار بھی مہینوں کی حرمت و تقدس اور ان مہینوں میں جنگ کی ممانعت کے قائل تھے۔

اسلام اور مسلمانوں کی عظمت وحیثیت کا دفاع ان مہینوں کے احترام کی حفاظت اور ان میں جنگ کے حرام ہونے سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ حرمات کا مفرد "حرمۃ" ایسے امور (قوانین وغیرہ) کو کہا جاتا ہے جن کا خیال رکھنا ضروری اور ان کو توڑنا یا خلاف ورزی کرنا ممنوع ہے۔ قصاص ایسی سزا ہے جو قتل وجنایت کے مقابل جاری ہوتی ہے۔ پس "والحرمات قصاص" یعنی وہ قوانین جن کا احترام ہونا چاہیئے اور ان کو توڑنا درست نہیں اگر ان کی دشمن کی طرف سے خلاف ورزی ہو اور اس طرح تمہیں نقصان پہنچے تو تم بھی اس امر کی اعتنا نہ کرو اور دشمن کی بربریت کا جواب دو۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۹۴ کے مضمون نزول کا بیان

ذوالقعدہ سن ۶ ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے صحابہ کرام سمیت مکہ کو تشریف لے چلے لیکن مشرکین نے آپ کو حدیبیہ والے میدان میں روک لیا بالآخر اس بات پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال آپ عمرہ کریں اور اس سال واپس تشریف لے جائیں چونکہ ذی القعدہ کا مہینہ بھی حرمت والا مہینہ ہے اس لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

## حرمت والوں مہینوں میں لڑائی کے موقوف ہونے کا بیان

مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرمت والے مہینوں میں جنگ نہیں کرتے تھے ہاں اگر کوئی آپ پر چڑھائی کرے تو اور بات ہے بلکہ جنگ کرتے ہوئے اگر حرمت والے مہینے آجاتے تو آپ لڑائی موقوف کر دیتے، حدیبیہ کے میدان میں بھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان کو مشرکین نے قتل کر دیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لے کر [شر]یف میں گئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چودہ سو صحابہ سے ایک درخت تلے مشرکوں سے جہاد کرنے کی بیعت لی پھر جب معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے تو آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور صلح کی طرف مائل ہو گئے۔ پھر جو واقعہ ہوا وہ ہوا۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی لڑائی سے حنین والے دن فارغ ہوئے اور مشرکین طائف میں جا کر قلعہ بند ہو گئے تو آپ نے اس کا محاصرہ کر لیا چالیس دن تک یہ محاصرہ رہا بالآخر کچھ صحابہ کی شہادت کے بعد محاصرہ اٹھا کر آپ مکہ کی طرف لوٹ گئے اور جعرانہ سے آپ نے عمرے کا احرام باندھا یہیں حنین کی غنائم تقسیم کیں اور یہ عمرہ آپ کا ذوالقعدہ میں ہوا یہ سن ۸ ہجری کا واقعہ ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر درود وسلام بھیجے۔ پھر فرماتا ہے جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کر لو، یعنی مشرکین سے بھی عدل کا خیال رکھو، یہاں بھی زیادتی کے بدلے کو زیادتی سے تعبیر کرنا ویسا ہی ہے جیسے اور جگہ عذاب وسزا کے بدلے میں برائی کے لفظ سے بیان کیا گیا،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ آیت مکہ شریف میں اتری جہاں مسلمانوں میں کوئی شوکت وشان نہ تھی نہ جہاد کا حکم تھا پھر یہ آیت مدینہ شریف میں جہاد کے حکم سے منسوخ ہو گئی، لیکن امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کی تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت مدنی ہے عمرہ قضا کے بعد نازل ہوئی ہے حضرت مجاہد کا قول بھی یہی ہے۔ ارشاد ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور پرہیزگاری اختیار کرو اور اسے جان لو کہ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ دین ودنیا میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت رہتی ہے۔

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ ۚ وَ اَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ○

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں، ہلاکت میں نہ پڑو اور بھلائی والے ہو جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں،

## اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے ممانعت کا بیان

"وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" طَاعَتِہٖ بِالْجِهَادِ وَغَیْرِہٖ "وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ" اَیْ اَنْفُسَکُمْ وَالْبَاءُ زَائِدَةٌ "اِلَی التَّهْلُکَةِ" الْهَلَاكِ بِالْاِمْسَاكِ عَنِ النَّفَقَةِ فِی الْجِهَادِ اَوْ تَرْکِہٖ لِاَنَّہٗ یُقَوِّی الْعَدُوَّ عَلَیْکُمْ "وَاَحْسِنُوْا" بِالنَّفَقَةِ وَغَیْرِهَا "اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" اَیْ یُثِیْبُهُمْ،

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو یعنی جہاد وغیرہ کی طاعت کے ساتھ، اور اپنے ہاتھوں، ہلاکت میں نہ پڑو یعنی اپنی جان کو اور باء زائدہ ہے۔ اور ہلاکت سے مراد جہاد میں نفقہ روک لینا ہے یا جہاد کو ترک کرنا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے دشمنی تم پر طاقت پکڑنے والا بن جائے گا۔ اور نفقہ وغیرہ سے بھلائی والے ہو، جاؤ بیشک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔ یعنی وہ ان کو ثواب دے گا۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

اس جملہ "ولا تلقوا، کا معنیٰ ممکن ہے اس جملہ "و انفقوا فی سبیل اللہ" یعنی دفاعی اخراجات وضروریات کا مسئلہ " کی روشنی میں کیا جائے یا پھر خود جہاد و معرکہ آرائی (قاتلوا فی سبیل اللہ) کے اعتبار سے اس کا معنیٰ کیا جائے البتہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کو انفاق کے آداب میں سے شمار کیا جائے۔ مذکورہ بالا مطلب پہلے احتمال کی بنا پر ہے یعنی دفاعی ضروریات کو پورا کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۹۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت اسلم ابوعمران کہتے ہیں کہ ہم جنگ کیلئے روم گئے ہوئے تھے رومیوں کی فوج میں سے ایک بڑی صف مقابلے کیلئے نکلی جن سے مقابلے کیلئے مسلمانوں میں سے بھی اتنی ہی تعداد میں یا اس سے زیادہ آدمی نکلے۔ ان دنوں مصر پر عقبہ بن عامر حاکم تھے جبکہ لشکر کے امیر فضالہ بن عبید تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے روم کی صف پر حملہ کر دیا یہاں تک کہ انکے اندر چلا گیا۔ اس پر لوگ چیخنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ خود کو اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم لوگ اس آیت کی یہ تفسیر کرتے ہو (وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ 2۔البقرۃ:195)۔ (یعنی تم خود کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو)۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیت ہم انصار کے متعلق نازل ہوئی اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کے مددگاروں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ تو ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کی مدد کرنے والے بہت ہیں اور ہمارے اموال (کھیتی باڑی وغیرہ) ضائع ہو گئے ہیں۔ ہمارے

لئے بہتر ہوگا کہ ہم ان کی اصلاح کریں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بات جواب کے مں یہ آیت نازل فرمائی"وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ" 2 . البقرۃ 195 )(یعنی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو) چنانچہ ہلاکت یہ تھی کہ ہم اپنے احوال اور کھیتی باڑی کی اصلاح میں لگ جائیں اور جنگ و جہاد کو ترک کر دیں۔راوی کہتے ہیں کہ ابوایوب رضی اللہ عنہ ہمیشہ جہاد ہی میں رہے یہاں تک کہ دفن بھی روم ہی کی سرزمین میں ہوئے۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 904)

| |
|---|
| وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ |
| حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ |
| صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۟ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ |
| لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ |
| يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو پھر اگر تم روکے جاؤ تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور اپنے سر نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنے |
| ٹھکانے نہ پہنچ جائے پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہے تو بدلے دے روزے یا خیرات یا قربانی، پھر جب |
| تم اطمینان سے ہو تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے |
| حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے یہ حکم اس کے لئے ہے جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو |
| اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے، |

## حج اور عمرے سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ " اَدُّوهُمَا بِحُقُوقِهِمَا "فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ " مُنِعْتُمْ عَنْ اِتْمَامِهَا بِعَدُوٍّ "فَمَا اسْتَيْسَرَ" تَيَسَّرَ "مِنَ الْهَدْيِ" عَلَيْكُمْ وَهُوَ شَاة "وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسكُمْ " اَيْ لَا تَتَحَلَّلُوْا "حَتّٰى يَبْلُغ الْهَدْيُ" الْمَذْكُور "مَحِلّه" حَيْثُ يَحِلّ ذَبْحه وَهُوَ مَكَان الْإِحْصَار عِنْد الشَّافِعِيّ فَيَذْبَح فِيْهِ بِنِيَّةِ التَّحَلُّل وَيُفَرِّق عَلٰى مَسَاكِينه وَيَحْلِق وَبِهٖ يَحْصُل التَّحَلُّل "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِنْ رَاْسه" كَقَمْلٍ وَصُدَاع فَحَلَقَ فِي الْإِحْرَام "فَفِدْيَة" عَلَيْهِ "مِنْ صِيَام" ثَلَاثَة اَيَّام "اَوْ صَدَقَة" بِثَلَاثَةِ اَصْوُع مِنْ غَالِب قُوت الْبَلَد عَلٰى سِتَّة مَسَاكِين "اَوْ نُسُك" اَيْ ذَبْح شَاة وَاَوْ لِلتَّخْيِيرِ وَاُلْحِقَ بِهٖ مَنْ حَلَقَ لِغَيْرِ عُذْر لِاَنَّهُ اَوْلٰى بِالْكَفَّارَةِ وَكَذَا مَنْ اسْتَمْتَعَ بِغَيْرِ الْحَلْق كَالطِّيبِ وَاللُّبْس وَالدُّهْن

لِعُذْرٍ اَوْ غَيْرِهٖ "فَاِذَا اَمِنْتُمْ" الْعَدُوَّ بِاَنْ ذَهَبَ اَوْ لَمْ يَكُنْ "فَمَنْ تَمَتَّعَ" اسْتَمْتَعَ "بِالْعُمْرَةِ" اَىْ بِسَبَبِ فَرَاغِهٖ مِنْهَا بِمَحْظُوْرَاتِ الْاِحْرَامِ "اِلَى الْحَجِّ" اَىْ اِلَى الْاِحْرَامِ بِهٖ بِاَنْ يَكُوْنَ اَحْرَمَ بِهَا فِىْ اَشْهُرِهٖ "فَمَا اسْتَيْسَرَ" تَيَسَّرَ "مِنَ الْهَدْىِ" عَلَيْهِ وَهُوَ شَاةٌ يَذْبَحُهَا بَعْدَ الْاِحْرَامِ بِهٖ وَالْاَفْضَلُ يَوْمَ النَّحْرِ "فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ" الْهَدْىَ لِفَقْدِهٖ اَوْ فَقْدِ ثَمَنِهٖ "فَصِيَامُ" اَىْ فَعَلَيْهِ صِيَامُ "ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ" اَىْ فِىْ حَالِ الْاِحْرَامِ بِهٖ فَيَجِبُ حِيْنَئِذٍ اَنْ يُّحْرِمَ قَبْلَ السَّابِعِ مِنْ ذِى الْحِجَّةِ وَالْاَفْضَلُ قَبْلَ السَّادِسِ لِكَرَاهَةِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ وَلَا يَجُوْزُ صَوْمُهَا اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ عَلٰى اَصَحِّ قَوْلَىِ الشَّافِعِىِّ "وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ" اِلٰى وَطَنِكُمْ مَكَّةَ اَوْ غَيْرِهَا وَقِيْلَ اِذَا فَرَغْتُمْ مِنْ اَعْمَالِ الْحَجِّ وَفِيْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغِيْبَةِ "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ" جُمْلَةٌ تَاْكِيْدٌ لِمَا قَبْلَهَا "ذٰلِكَ" الْحُكْمُ الْمَذْكُوْرُ مِنْ وُجُوْبِ الْهَدْىِ اَوِ الصِّيَامِ عَلٰى مَنْ تَمَتَّعَ "لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" بِاَنْ لَّمْ يَكُوْنُوْا عَلٰى دُوْنِ مَرْحَلَتَيْنِ مِنَ الْحَرَمِ عِنْدَ الشَّافِعِىِّ فَاِنْ كَانَ فَلَا دَمَ عَلَيْهِ وَلَا صِيَامَ وَاِنْ تَمَتَّعَ فَعَلَيْهِ ذٰلِكَ وَهُوَ اَحَدُ وَجْهَيْنِ عِنْدَ الشَّافِعِىِّ وَالثَّانِىْ لَا وَالْاَهْلُ كِنَايَةٌ عَنِ النَّفْسِ وَاُلْحِقَ بِالْمُتَمَتِّعِ فِيْمَا ذُكِرَ بِالسُّنَّةِ الْقَارِنُ وَهُوَ مَنْ اَحْرَمَ بِالْعُمْرَةِ وَالْحَجِّ مَعًا اَوْ يُدْخِلُ الْحَجَّ عَلَيْهَا قَبْلَ الطَّوَافِ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" فِيْمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖ وَيَنْهَاكُمْ عَنْهُ "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" لِمَنْ خَالَفَهٗ،

اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا کرو یعنی ان دونوں کے حقوق ادا کرو، پھر اگر تم روکے جاؤ یعنی دشمن کے ذریعے منع کردیئے جاؤ، تو قربانی بھیجو جو میسر آئے اور وہ بکری ہے۔ اور اپنے سر نہ منڈاؤ، حتیٰ کہ حلال ہو جائے، جب تک قربانی اپنے ٹھکانے نہ پہنچ جائے، اور ذبح کا مقام ہی مقام انحصار ہے اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا موقف ہے۔ یعنی حلال ہونے کی نیت سے ذبح کرے اور وہاں مساکین میں اس گوشت کو تقسیم کردے تو وہ حلال ہو جائے گا۔ پھر جو تم میں بیمار ہو یا اس کے سر میں جوں یا درد کے سبب کچھ تکلیف ہے، تو وہ احرام کی حالت میں حلق کرا سکتا ہے۔ تو بدلے دے روزے یعنی تین دن کے روزے یا خیرات یعنی شہر کی غالب نقدی کے مطابق چھ مساکین کو تین صاع دے، یا قربانی کرے، یعنی بکری ذبح کرے اور یہاں حرف ''او'' اختیار کیلئے آیا ہے۔ اور یہ حکم اس شخص کیلئے بھی ہوگا جس نے بغیر کسی عذر کے احرام کی حالت میں حلق کروایا، کیونکہ اس کیلئے یہی کفارہ لائق ہے۔ اور اسی طرح اس شخص کیلئے بھی یہی حکم ہوگا جس نے حلق کے سوا کوئی نفع حاصل کیا جس طرح خوشبو لگانا، لباس پہننا اور عذر کے ساتھ یا بغیر عذر کے تیل لگانا ہے۔ پھر جب تم اطمینان سے ہو یعنی دشمن سے مطمئن ہوئے کہ وہ چلا گیا یا پھر وہ وہاں نہیں تھا' تو جو حج سے عمرہ ملانے کا فائدہ اٹھائے، یعنی ممنوعات احرام سے حج کے مہینوں میں عمرہ کر کے فائدہ اٹھائے، وہ اس طرح کے اسی مہینے میں حج کا احرام باندھے، اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے، اور وہ بکری کو اس کا احرام باندھنے کے بعد ذبح کرے۔ اور

افضل یہ ہے کہ وہ بکری کو قربانی کے دنوں میں ذبح کرے، پھر جسے مقدور نہ ہو یعنی ہدی مل نہ سکے یا قیمت نہ ہونے کے سبب نہ لے سکے، تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے، یعنی حج کے احرام کے دنوں میں رکھے اور ساتویں ذی الحج سے پہلے حج کا احرام باندھے جبکہ افضل یہ ہے کہ چھ ذی الحج کو احرام باندھے، کیونکہ قربانی کے دن حاجی کیلئے روزہ رکھنا مکروہ ہے جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے صحیح قول کے مطابق ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یعنی جب شہر کی طرف یا غیر مکہ کی طرف آجاؤ، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حج کے اعمال کے فارغ ہونے کے بعد وہ روزے رکھے، کہ اس میں غائب سے حاضر کی طرف التفات ہے۔ یہ پورے دس روزے ہوئے، یہ جملہ ماقبل کی تاکید کیلئے ہے۔ اور قربانی اور روزوں کا یہ حکم اس کے لئے ہے جو حج تمتع کرنے والا ہے یا وہ جو مکہ کا رہنے والا نہ ہو، اور جب دو مراحل سے کم ہو تو پھر نہ ہدی ہے نہ روزے ہیں اگرچہ وہ تمتع کرنے والا ہو، یہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہے۔ اور امام شافعی کی دونوں دلیلوں میں سے ایک یہی ہے۔ جبکہ دوسری میں نہیں ہے کہ لفظ اہل یہ نفس سے کنایہ ہے اور حدیث میں ذکر ہونے کے سبب حج قران والے کو بھی اس کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ اور قارن وہ ہے جس نے حج اور عمرے کا اکٹھے احرام باندھا یا طواف عمرہ سے پہلے حج کو عمرے پر داخل کر دے، اور اللہ سے ڈرتے رہو، ان چیزوں کے بارے میں جن کو وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ اور جن سے وہ تم کو منع کرتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے، یعنی جس نے اس کی مخالفت کی۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۹۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ آیت میرے ہی متعلق نازل ہوئی "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ " 2۔ البقرۃ: 196) اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو روزے، خیرات یا قربانی سے اسکا فدیہ ادا کرو)۔ کہتے ہیں کہ ہم صلح حدیبیہ کے مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں تھے۔ ہمیں مشرکین نے روک دیا۔ میرے بال کانوں تک لمبے تھے اور جوئیں میرے منہ پر گرنے لگیں تھیں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور دیکھا تو فرمایا لگتا ہے کہ تمہارے سر کی جوئیں تمہیں اذیت (تکلیف) دے رہی ہیں۔ عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر بال منڈوا دو۔ اس طرح یہ آیت نازل ہوئی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ روزے تین دن کے، کھانا کھلائے تو چھ مسکینوں کو اور قربانی کرے تو ایک بکری یا اس سے زیادہ۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 905)

## قارن کے عدم ہدی کی صورت میں روزوں کے اختیار میں مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں۔ چاروں اماموں کا بھی یہی مذہب ہے، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عمر وغیرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صرف اونٹ اور گائے ہی ہے، غالبا ان کی دلیل حدیبیہ والا واقعہ ہوگا اس میں کسی صحابی سے بکری کا ذبح کرنا منقول

نہیں، گائے اور اونٹ ہی ان بزرگوں نے قربان کئے ہیں، بخاری ومسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم سات سات آدمی گائے اور اونٹ میں شریک ہو جائیں،

حضرت ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے کہ جس جانور کے ذبح کرنے کی وسعت ہو اسے ذبح کر ڈالے، اگر مالدار ہے تو اونٹ اس سے کم حیثیت والا ہے تو گائے ورنہ پھر بکری حضرت عروہ فرماتے ہیں مہنگے سستے داموں پر موقوف ہے، جمہور کے اس قول کی کہ بکری کافی ہے کہ یہ دلیل ہے کہ قرآن نے میسر آسان ہونے کا ذکر فرمایا ہے یعنی کم سے کم وہ چیز جس پر قربانی کا اطلاق ہو سکے اور قربانی کے جانور اونٹ گائے بکریاں اور بھیڑیں ہیں جیسے حبر البحر ترجمان قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے، بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بکری کی قربانی کی۔ پھر فرمایا جب تک قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے تم اپنے سروں کو نہ منڈواؤ، اس کا عطف آیت (واتموا الحج) الخ پر ہے، آیت (فان احصرتم) پر نہیں امام ابن جریر سے یہاں سہو ہو گیا ہے وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے حدیبیہ والے سال جبکہ مشرکین رکاوٹ بن گئے تھے اور آپ کو حرم میں نہ جانے دیا تو حرم سے باہر ہی سب نے سر بھی منڈوائے اور قربانیاں بھی کر دیں، لیکن امن کی حالت میں جبکہ حرم میں پہنچ سکتے ہوں تو جائز نہیں جب تک کہ قربانی اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے اور حاجی حج وعمرے کے جملہ احکام سے فارغ نہ ہو لے اگر وہ حج وعمرے کا ایک ساتھ احرام باندھے ہوئے ہو تو ان میں سے ایک کو کرنے والے ہو تو خواہ اس نے صرف حج کا احرام باندھا ہو خواہ تمتع کی نیت کی ہو۔

## حاجی کے ایام تشریق میں روزے رکھنے میں مذاہب اربعہ

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ وہ ان سات دنوں میں روزے نہ رکھے گا کیونکہ یہ روزے اپنے اہل کی طرف لوٹ کر آنے کی شرط کے ساتھ معلق ہیں۔ اور جب اس سے شرط مفقود ہو گئی تو حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

احناف کے نزدیک اس کی فراغت ہی اس کے وجوع کا سبب ہے۔ پس یہ اداء سبب کے بعد ہوئی۔ یعنی وجود سبب کے بعد ادا پائی گئی ہے۔ لہٰذا اس باب میں سبب کے ذکر سے ارادہ مسبب ہے۔ اور وہ فراغت ہے۔ پس اس کو مجاز کی طرف پھیر دیا جائے گا' تو بہ اتفاق یہ شرط نہیں ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب کوئی مکہ میں اقامت کی نیت کرے تو اس کیلئے مکہ میں روزے رکھنا جائز ہے۔ حالانکہ رجوع الی اہل نہیں پایا گیا۔ اس کا مطلب ہے۔ یہاں رجوع سے مراد فراغت ہے۔

اگر اس نے روزے نہ رکھے یہاں تک کہ یوم نحر آ گیا تو اس کی کفایت صرف دم ہے۔ حضرت علی، ابن عباس، رضی اللہ عنہم، سعید بن جبیر، طاؤس، مجاہد، حسن، عطا سے روایت کی گئی ہے۔

حضرت حماد، ثوری، ابن منذر اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا ایک قول اسی طرح ہے کہ ان ایام کے گزر جانے کے بعد روزے رکھنا کفایت کرے گا۔ لہٰذا امام شافعی علیہا الرحمہ کا مذہب یہی ہے کہ ان دنوں کے بعد روزے رکھے جائیں۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے اس مسئلہ میں چھ اقوال ہیں۔(۱) روزہ نہیں ہے وہ ہدی کی طرف منتقل ہو جائیں گے۔ (۲) دس دنوں کے روزے اس پر ہیں۔خواہ وہ متفرق ہوں یا مسلسل رکھے جائیں۔(۳) وہ متفرق دس دنوں کے روزے رکھے۔(۴) چار دنوں کے متفرق رکھے۔(۵) امکان سہولت تک متفرق رکھے (۶) چار دنوں کے روزے متفرق حتی الامکان رکھے۔جب تک اس کو سہولت ہو۔(شرح مہذب، امام نووی)

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ وہ ایام تشریق میں روزے رکھے گا۔کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے جو نہ پائے تو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے۔

فقہاء احناف کے نزدیک ایام تشریق کی نفی مشہور ہے۔وہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ تم ان دنوں میں روزے نہ رکھو کیونکہ یہ کھانے پینے کے ایام ہیں۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔(فقہاء حنابلہ کے موقف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بھی وہی موقف ہے جو احناف کا موقف ہے)۔(البنایہ شرح الہدایہ، ج۵،ص۱۹۲، حقانیہ ملتان)

| |
|---|
| اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ |
| وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ○ |
| حج کے چند مہینے معیّن ہیں،تو جو شخص ان میں نیت کر کے حج لازم کر لے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے اور نہ کوئی |
| (اور) گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا کرے،اور تم جو بھلائی بھی کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے،اور (آخرت کے) سفر کا سامان کر لو، |
| بیشک سب سے بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے،اور اے عقل والو! میرا تقویٰ اختیار کرو۔ |

## حج کے مشہور مہینوں کا بیان

"اَلْحَجّ" وَقْته "اَشْهُر مَعْلُومَات" شَوَّال وَذُو الْقَعْدَة وَعَشْر لَيَالٍ مِّنْ ذِی الْحِجَّة وَقِيلَ كُلّه "فَمَنْ فَرَضَ" عَلٰى نَفْسه "فِيْهِنَّ الْحَجّ" بِالْإِحْرَامِ بِهٖ "فَلَا رَفَث" جِمَاع فِيْهِ "وَلَا فُسُوق" مَعَاصٍ "وَلَا جِدَال" خِصَام "فِي الْحَجّ" وَفِيْ قِرَاءَة بِفَتْحِ الْاَوَّلَيْنِ وَالْمُرَاد فِي الثَّلَاثَة النَّهْي "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْر" كَصَدَقَةٍ "يَّعْلَمهُ الله" فَيُجَازِيكُمْ بِهٖ وَنَزَلَ فِيْ اَهْل الْيَمَن وَكَانُوْا يَحُجُّونَ بِلَا زَاد فَيَكُوْنُوْنَ كَلًّا عَلَى النَّاس "وَتَزَوَّدُوا" مَا يُبَلِّغكُمْ لِسَفَرِكُمْ "فَاِنَّ خَيْر الزَّاد التَّقْوٰى" مَا يَتَّقِي بِهٖ سُؤَال النَّاس وَغَيْرِهٖ "وَاتَّقُوْنِ يَا اُولِي الْاَلْبَاب" ذَوِي الْعُقُوْل،

حج کے چند مہینے معیّن ہیں یعنی شوّال، ذوالقعدہ اور عشرہ ذی الحجہ ہیں، اور بھی کہا گیا ہے سارے کا سارا ذی الحج مہینہ ہے۔تو جو شخص ان مہینوں میں نیت کر کے احرام کے ساتھ اپنے اوپر حج لازم کر لے تو حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے

اختلاط کرے یعنی جماع نہ کرے۔ اور نہ کوئی اور گناہ اور نہ ہی کسی سے جھگڑا یعنی جنگ کرے، اور ایک قرأت میں دونوں کا اول فتح کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی رفث اور فسوق کا۔ اور تم جو بھلائی یعنی صدقہ بھی کرو اللہ اسے خوب جانتا ہے، پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔ اور یہ آیت والوں یمن والوں کے بارے میں نازل ہوئی۔ جو بغیر زادراہ کے حج کرنے آتے تھے اور وہ لوگوں پر بوجھ بنتے تھے۔ اور سفر کا سامان کرلو، بیشک سب سے بہتر زادِراہ تقویٰ ہے، یعنی جس کے ذریعے لوگوں سے سوال کرنے سے بچ جائے۔ اور اے عقل والو، تم مجھ سے ڈرو۔

## آیت نمبر ۱۹۷ کے شانِ نزول کا تفسیری بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یمن والے جب حج کرنے آئے تو زادراہ ساتھ نہیں لائے تھے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو توکل کرنے والے ہیں اور پھر جب وہ مکہ میں آتے تو لوگوں سے مانگتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی (وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى ) 2۔ البقرۃ: 197) اور جب حج کو جانے لگو تو زادراہ ضرور ساتھ لے لیا کرو کیونکہ سب سے بڑی بات اور خوبی زادراہ میں گداگری سے بچنا ہے۔ (بخاری)

ان لوگوں نے توکل کو زادراہ کا درجہ دے دیا تھا اور یہ سمجھتے تھے کہ حج کے ضروری اخراجات کی فراہمی سے قطع نظر توکل بہترین چیز ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ توکل تھا اور نہ یہ کوئی اچھی بات تھی کہ حج کے لئے مکہ مکرمہ پہنچ کر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائے جائیں جو انسانی شرف وعظمت کے خلاف ہے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ سب سے بڑی بات اور خوبی یہ ہے کہ زادراہ اپنے ساتھ رکھو اور گداگری سے بچو۔

اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ حج کے ضروری اخراجات ساتھ رکھے بغیر اس شخص کے لیے جانا درست نہیں ہے جس کے نفس میں توکل کی قوت نہ ہو اور اس کو غالب گمان ہو کہ میں شکایت و بے صبری اور گداگری میں مبتلا ہو کر خود بھی پوری طمانیت اور سکون کے ساتھ افعال حج ادا نہ کرسکوں گا اور دوسروں کو بھی پریشانی میں مبتلا کروں گا۔

آیت اور حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ اتنا وسائل اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں ہے چنانچہ کاملین کے نزدیک یہ افضل ہے کہ ہاں اگر کوئی بغیر اسباب کے صرف توکل ہی کو اختیار کرے تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اپنے عزم وارادہ پر مستحکم ومضبوط رہ کر صبر کرسکے اور ایسا کوئی بھی کام نہ کرے جو حقیقی توکل کے منافی ہو۔

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ |
| عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ |
| تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل تلاش کرو، تو جب عرفات سے پلٹو تو اللہ کی یاد کرو مشعر حرام کے پاس اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی اور بیشک اس سے پہلے تم بھٹکے ہوئے تھے۔ |

## حج کے موقع پرتجارت کرنے کا بیان

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ" فِيْ "أَنْ تَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا "فَضْلًا" رِزْقًا "مِنْ رَبِّكُمْ" بِالتِّجَارَةِ فِي الْحَجّ نَزَلَ رَدًّا لِكَرَاهَتِهِمْ ذٰلِكَ "فَإِذَا أَفَضْتُمْ" دَفَعْتُمْ "مِنْ عَرَفَات" بَعْد الْوُقُوف بِهَا "فَاذْكُرُوا اللّٰه" بَعْد الْمَبِيت بِمُزْدَلِفَةَ بِالتَّلْبِيَةِ وَالتَّهْلِيل وَالدُّعَاء "عِنْد الْمَشْعَر الْحَرَام" هُوَ جَبَل فِي آخِر الْمُزْدَلِفَة يُقَال لَهُ قُزَح وَفِي الْحَدِيث أَنَّهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ بِهِ يَذْكُر اللّٰه وَيَدْعُو حَتّٰى أَسْفَرَ جِدًّا رَوَاهُ مُسْلِم "وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ" لِمَعَالِم دِينه وَمَنَاسِك حَجّه وَالْكَاف لِلتَّعْلِيلِ "وَإِنْ" مُخَفَّفَة "كُنْتُمْ مِنْ قَبْله" قَبْل هُدَاهُ "لَمِن الضَّالِّين"،

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے رب کا فضل یعنی رزق تلاش کرو، یعنی طلب کرو، حج کے دونوں میں تجارت کے ساتھ، اور رزق طلب کرنے کو پسند نہ کرنے والوں کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ تو جب عرفات سے پلٹو یعنی وہاں ٹھہرنے کے بعد تو اللہ کی یاد کرو یعنی مزدلفہ میں رات کو تلبیہ، تہلیل اور دعا کے ساتھ گزارو، مشعر حرام کے پاس، یہ مزدلفہ کی ایک جانب پہاڑ ہے جس کو جبل قزح کہا جاتا ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پر وقوف کیا اور اللہ کا ذکر کیا اور دعا مانگی حتیٰ کہ اجالا ہو گیا اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی یعنی جس طرح اس نے دین کی شعائر اور حج کے مناسک کی ہدایت کی ہے۔ اور یہاں کاف تعلیل کیلئے ہے اور ان مخففہ ہے۔ اور بیشک اس سے پہلے تم بہکے ہوئے تھے۔

## سورہ بقرہ آیت ۱۹۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ذوالمجاز اور عکاظ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کے تجارت کی جگہ تھی، جب اسلام کا زمانہ آیا تو ان لوگوں نے وہاں تجارت کو مکروہ سمجھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ تم پر کوئی حرج نہیں اس بات میں کہ حج کے زمانے میں اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1669)

بعض مسلمانوں نے خیال کیا کہ راہِ حج میں جس نے تجارت کی یا اونٹ کرایہ پر چلائے اس کا حج ہی کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## قزح پہاڑ کے قریب وقوف کرنے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب (مزدلفہ میں) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قزح (پہاڑ کا نام) کے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا یہ قزح ہے اور یہ وقوف کی جگہ ہے اور سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے (اور منیٰ تشریف لائے تو فرمایا) میں نے یہاں نحر کیا اور منیٰ نحر کی جگہ ہے پس تم اپنے ٹھکانوں پر نحر (قربانی) کرو۔ (سنن ابوداؤد)

## صبح سویرے منیٰ سے عرفات جانے کا بیان

امام ابن ماجہ علیہ الرحمہ اپنی اسناد کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ ہم علی الصبح نبی کے ساتھ آج ہی کے دن (یعنی نویں ذی الحجہ کو) منی سے عرفات گئے۔ ہم میں سے کوئی تکبیر کہتا تھا کوئی تہلیل۔ نہ اس نے اس پر عیب کیا نہ اس نے اس پر یا یوں کہا کہ نہ انہوں نے عیب کیا نہ ان پر نہ انہوں نے ان پر۔ ہر کوئی ذکر الٰہی میں مصروف تھا کیسا ہی ذکر الٰہی ہو۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی عرفات میں (مقام) وادی نمرہ میں اترتے تھے جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو شہید کیا تو ابن عمر سے پوچھنے بھیجا کہ نبی آج کے دن کون سے وقت پر نکلے تھے؟ ابن عمر نے کہا جب یہ وقت آئے گا تو ہم خود چلیں گے۔ حجاج نے ایک آدمی کو بھیجا کہ وہ دیکھتا رہے کہ ابن عمر کب نکلتے ہیں۔ جب حضرت ابن عمر نے کوچ کا ارادہ کیا تو پوچھا کیا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا ابھی نہیں ڈھلا وہ بیٹھ گئے پھر پوچھا کیا سورج ڈھل گیا کیا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا نہیں ڈھلا۔ (یہ سن کر) وہ بیٹھ گئے پھر پوچھا سورج ڈھل گیا؟ لوگوں نے کہا ہاں! یہ سنا تو وہ چل پڑے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرفہ میں ٹھہرے اور یہ موقف ہے بلکہ عرفہ تمام کا تمام موقف ہے۔

یزید بن شیبان سے ایک روایت ہے کہ ہم عرفات میں ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے لیکن ہم اس کو دور سمجھتے تھے۔ ٹھہرنے کی جگہ سے اتنے میں مربع کے بیٹے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں نبی کا پیغام لایا ہوں تمہاری طرف تم لوگ اپنے اپنے مقاموں میں رہو۔ آج تم وارث ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے۔

حضرت قاسم بن عبداللہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عرفہ سب کا سب موقف ہے۔

## قبولیت دعائے عرفات اور ابلیس کے رونے کا بیان

عباس بن مرداس سلمی سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی تیسرے پہر کو تو آپ کو جواب ملا کہ میں نے بخش دیا تیری امت کو مگر جوان میں ظالم ہو اس سے تو میں مظلوم کا بدلہ ضرور لوں گا۔ آپ نے فرمایا اے مالک! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت دے اور ظالم کو بخش کر اس کو راضی کر دے لیکن اس شام کو اس کا جواب نہیں ملا جب مزدلفہ میں صبح ہوئی تو آپ نے پھر دعا فرمائی۔ اللہ عزوجل نے آپ کی درخواست قبول کی تو آپ مسکرائے یا آپ نے تبسم فرمایا تو ابو بکر و عمر نے عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ اس وقت کبھی نہیں ہنستے تھے تو آج کیوں ہنسے؟ اللہ عزوجل آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ آپ نے فرمایا اللہ کے دشمن ابلیس نے جب دیکھا کہ اللہ تعالی نے میری دعا قبول کی اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ڈالنے لگا اور پکارنے لگا ہائے خرابی! ہائے تباہی تو مجھے ہنسی آ گئی۔ جب میں نے اس کا تڑپنا دیکھا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی دن بھی اللہ تعالی دوزخ سے اپنے اتنے زیادہ بندوں کو رہائی نہیں عطا فرماتے جتنے بندوں کو عرفہ کے روز (دوزخ سے رہائی عطا فرماتے ہیں) اور اللہ عزوجل قریب

ہوتے ہیں پھر ملائکہ کے سامنے اپنے بندوں پر فخر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کیا ارادہ کیا۔ (سنن ابن ماجہ)

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر تم وہیں سے جا کر واپس آیا کرو جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ سے بخشش طلب کرو، بیشک اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

## مزدلفہ میں وقوف کرنے کا بیان

"ثُمَّ اَفِيْضُوْا" يَا قُرَيْش "مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاس" اَيْ مِنْ عَرَفَة بِاَنْ تَقِفُوْا بِهَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا يَقِفُوْنَ بِالْمُزْدَلِفَةِ تَرَفُّعًا عَنْ الْوُقُوف مَعَهُمْ وَثُمَّ لِلتَّرْتِيبِ فِي الذِّكْر "وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰه" مِنْ ذُنُوْبكُمْ "اِنَّ اللّٰه غَفُور" لِلْمُؤْمِنِيْنَ "رَحِيم" بِهِمْ،

پھر تم یعنی اے قریش، وہیں سے جا کر واپس آیا کرو یعنی عرفہ سے یہ کہ تم ان کے ساتھ ٹھہرو، اور وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے۔ یہ وقوف میں ان سے برتری میں تھے۔ اور یہاں ذکر کرنے میں ثم ترتیب کیلئے ہے۔ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں اور اللہ گناہوں سے بخشش طلب کرو، بیشک اللہ نہایت بخشنے والا ان کے ساتھ مہربان ہے۔

بعض کے نزدیک جملہ "ثم افیضوا" عرفات سے کوچ (افاضہ) کی تاکید ہے، "من حیث" کے قرینے سے کیونکہ قریش اوران کے حلیف عام لوگوں کے برعکس، عرفات سے کوچ نہیں کرتے تھے۔

## عرفات سے امام سے پہلے جانیوالے سے متعلق مذاہب اربعہ

جو بندہ عرفات سے امام سے پہلے چلا گیا تو اس پر دم واجب ہے۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اس پر کوئی شئی واجب نہیں ہے کیونکہ اصل رکن وقوف عرفہ ہے لہذا ترک طواف کی وجہ سے کچھ واجب نہ ہوگا۔ اور امام شافعی کے دوسرے قول کے مطابق اس پر دم واجب ہے جس طرح ہمارا موقف ہے۔

اور امام مالک اور امام احمد علیہ الرحمہ نے بھی اسی طرح کہا ہے اگر چہ انہوں نے رات کے وقوف اور دن کے وقوف کو جمع نہیں کیا۔ اور علامہ کاکی نے بھی کہا ہے دن رات کو جمع کرنا شرط نہیں ہے۔ علامہ سروجی نے کہا ہے امام مالک علیہ الرحمہ نے اشتراط وقوف میں دن کو کچھ قرار نہیں دیا۔ کیونکہ ان کے نزدیک رکن ہے۔ (البنایہ شرح الہدایہ، ۵، ص، ۲۶۷، حقانیہ ملتان)

جو شخص غروب آفتاب سے پہلے عرفات سے چلا گیا دم دے پھر اگر غروب سے پہلے واپس آیا تو ساقط ہوگیا اور غروب کے بعد واپس ہوا تو نہیں اور عرفات سے چلا آنا خواہ باختیار ہو یا بلا اختیار ہو مثلاً اونٹ پر سوار تھا وہ اسے لے بھاگا دونوں صورت میں دَم ہے۔

اگر کسی نے اس واجب کو بلا عذر شرعی ترک کر دیا تو اسے بعض ائمہ (مالک، شافعی، اور ایک روایت میں امام احمد) کے نزدیک دَم دینا پڑے گا جبکہ امام احمد کی مشہور روایت اور اَحناف کے نزدیک ترکِ قیامِ منیٰ پر فدیہ نہیں ہے۔ لیکن اُنہیں رَجوع کرنا ہوگی، ایسے

لوگ ایک دن بکریاں چرائیں اور ایک دن میں دونوں کی اکٹھی کنکریاں مارلیں۔ (ابن حبان، رقم، ۲۹۷۵)

تو کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اس کی عبادت پہچانی نہ گئی ہاں البتہ ایک خاص مقام تک ہے۔

| |
|---|
| فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ |
| فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ |
| پھر جب تم اپنے حج کے ارکان پورے کر چکو تو اللہ کا خوب ذکر کیا کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ |
| شدّتِ شوق سے ذکر کیا کرو، پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں، اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں عطا کر دے اور |
| ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ |

## مناسک حج کو ادا کر لینے کے بعد ذکر کرنے کا بیان

"فَإِذَا قَضَيْتُمْ" اَدَّيْتُمْ "مَنَاسِكَكُمْ" عِبَادَاتِ حَجِّكُمْ بِاَنْ رَمَيْتُمْ جَمْرَةَ الْعَقَبَةِ وَطُفْتُمْ وَاسْتَقْرَرْتُمْ بِمِنًى "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ" بِالتَّكْبِيْرِ وَالثَّنَاءِ "كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ" كَمَا كُنْتُمْ تَذْكُرُوْنَهُمْ عِنْدَ فَرَاغِ حَجِّكُمْ بِالْمُفَاخَرَةِ "اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا" مِنْ ذِكْرِكُمْ اِيَّاهُمْ وَنُصِبَ اَشَدَّ عَلَى الْحَالِ مِنْ ذِكْرِ الْمَنْصُوْبِ بِاُذْكُرُوْا اِذْ لَوْ تَاَخَّرَ عَنْهُ لَكَانَ صِفَةً لَهٗ "فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا" نَصِيْبًا "فِي الدُّنْيَا" فَيُؤْتَاهُ فِيْهَا "وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ" نَصِيْبٍ،

پھر جب تم اپنے حج کے ارکان پورے کر چکو یعنی حج کے مناسک یہ کہ جمرہ عقبہ کی رمی کر و چکو اور طواف کر چکو اور منیٰ میں ٹھہر چکو، تو منیٰ میں اللہ کا ذکر یعنی تکبیر اور ثناء کے ساتھ کیا کرو جیسے تم اپنے باپ دادا کا بڑے شوق سے ذکر کرتے ہو یعنی جس طرح حج سے فارغ ہو کر بہ طور فخر ان کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ شدّتِ شوق سے اللہ کا ذکر کیا کرو، یہاں پر اشد ذکر منصوب سے حال ہے جو اذکروا کے سبب منصوب ہے اور اگر یہ ذکر سے مؤخر ہوتا تو یہ صفت ہوتا۔ پھر لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں ہی حصہ عطا کر دے پس ان کو دے دیا جاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۰۰ کے سبب نزول کا بیان

یہاں اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کہ فراغت حج کے بعد اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو، اگلے جملے کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ اس طرح اللہ کا ذکر کرو جس طرح بچہ اپنے ماں باپ کو یاد کرتا رہتا ہے، دوسرے معنی یہ ہیں کہ اہل جاہلیت حج کے موقع پر ٹھہرتے وقت کوئی کہتا تھا میرا باپ بڑا مہمان نواز تھا کوئی کہتا تھا وہ لوگوں کے کام کاج کر دیا کرتا تھا سخاوت وشجاعت میں یکتا تھا وغیرہ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ فضول باتیں چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی بزرگیاں بڑائیاں عظمتیں اور عزتیں بیان کرو۔

تو کافی نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اس کی عبادت پہچانی نہ گئی ہاں البتہ ایک خاص مقام تک ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ |
| اور جو شخص اس طرح کہتا ہے کہ اے رب ہمارے! ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے |
| اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ |

## دنیا وآخرت کی بھلائی طلب کرنے کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَة "نِعْمَة "وَفِي الْاٰخِرَة حَسَنَة" هِيَ الْجَنَّة "وَقِنَا عَذَاب النَّار" بِعَدَمِ دُخُولهَا وَهٰذَا بَيَان لِمَا كَانَ عَلَيْهِ الْمُشْرِكُونَ وَلِحَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْقَصْد بِهِ الْحَثّ عَلٰى طَلَب خَيْر الدَّارَيْنِ كَمَا وَعَدَ بِالثَّوَابِ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ،

اوران میں سے جو شخص اس طرح کہتا ہے کہ اے رب ہمارے، ہمیں دنیا میں بھلائی نعمت دے اور ہمیں آخرت میں بھلائی دے یعنی جنت عطا کر اور ہمیں عذاب دوزخ سے بچا۔ یعنی اس میں داخل ہونے سے بچا۔ جس پر مشرکین تھے اس پر یہ بیان ہے اور مؤمنین کیلئے حال ہے۔ اور اس میں بھلائی طلب کرنے کی ترغیب دلانا مقصود ہے۔ جس طرح اس پر ثواب کا وعدہ ہے۔ جس آگلی آیت میں اس کا بیان آرہا ہے۔

## اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہونے کا بیان

علقمہ بن وقاص لیثی روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، چنانچہ جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو کہ وہ اسے پائے گا، یا کسی عورت کے لئے ہو، کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف شمار ہوگی جس کے لئے ہجرت کی ہو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر ۱)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ |
| یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ان کی کمائی میں سے حصہ ہے، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ |

## اللہ کا مخلوق سے جلد حساب لینے کا بیان

"اُولٰئِكَ لَهُمْ نَصِيْب "ثَوَاب "مِن" مِنْ اَجْل "مَا كَسَبُوا" عَمِلُوْا فِي الْحَجّ وَالدُّعَاء "وَاللّٰهُ سَرِيع الْحِسَاب" يُحَاسِب الْخَلْق كُلّهمْ فِي قَدْر نِصْف نَهَار مِنْ اَيَّام الدُّنْيَا لِحَدِيْثٍ بِذٰلِكَ،

یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے حصے ہیں، جن کے لئے ان کی کمائی میں سے حصہ ہے، یعنی انہوں نے حج اور دعا میں جو عمل کیا

اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔یعنی حدیث مبارکہ کے بیان کے مطابق ساری مخلوق کا حساب دنیاوی دنوں کے اعتبار سے صرف نصف دن میں حساب لے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جس شخص کا حساب لیا جائے گا، وہ ہلاک ہو جائے گا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو عنقریب اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو صرف پیشی ہے اور قیامت کے دن جس شخص کے حساب کی تفتیش کی گئی تو اسے عذاب دیا جائے گا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1468)

| |
|---|
| وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ |
| فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ |
| اور اللہ کی یاد کرو گنے ہوئے دنوں میں تو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے۔اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے تو اس پر گناہ نہیں |
| پرہیز گار کے لئے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ |

## ایام حج میں اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

"وَاذْكُرُوا اللّٰهَ" بِالتَّكْبِيْرِ عِنْدَ رَمْيِ الْجَمَرَاتِ "فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ" اَيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ الثَّلَاثَةِ "فَمَنْ تَعَجَّلَ" اَيْ اسْتَعْجَلَ بِالنَّفْرِ مِنْ مِنًى "فِيْ يَوْمَيْنِ" اَيْ فِيْ ثَانِيْ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ بَعْدَ رَمْيِ جِمَارِهِ "فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ" بِالتَّعْجِيْلِ "وَمَنْ تَاَخَّرَ" بِهَا حَتّٰى بَاتَ لَيْلَةَ الثَّالِثِ وَرَمَى جِمَارَهُ "فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ" بِذٰلِكَ اَيْ هُمْ مُخَيَّرُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ وَنَفْيُ الْاِثْمِ "لِمَنِ اتَّقٰى" اللّٰهَ فِيْ حَجِّهِ لِاَنَّهُ الْحَاجُّ فِي الْحَقِيْقَةِ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" فِي الْاٰخِرَةِ فَيُجَازِيْكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ،

اور اللہ کی یاد کرو یعنی جمرات کی رمی کے وقت تکبیر کے ساتھ، گنے ہوئے دنوں میں یعنی ایام تشریق کے تین دنوں میں، تو جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے۔یعنی منیٰ سے جانے میں جلدی کی، یعنی ایام تشریق کے دوسرے دن میں جمارہ کی رمی کے بعد، تو اس جلدی کے سبب اس پر کچھ گناہ نہیں اور جو رہ جائے حتیٰ کہ تیسری رات گزارے اور جمارہ کی رمی کرے، تو اس پر گناہ نہیں یعنی جنہوں نے اس کو اختیار کیا اور اس میں گناہ کی نفی ہے۔ پرہیز گار کے لئے یعنی جو حج میں اللہ سے ڈرا کیونکہ وہ حقیقت میں حج کرنے والا ہے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اسی کی طرف اٹھنا ہے، یعنی آخرت میں پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے گا۔

## رمی جمرات کے لغوی مفہوم کا بیان

جمار دراصل سنگریزوں اور کنکریوں کو کہتے ہیں اور جمار جمع ان سنگریزوں اور کنکریوں کا نام ہے جو مناروں پر مارے جاتے ہیں اور جن مناروں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں انہیں جمار کی مناسبت سے جمرات کہتے ہیں۔

جمرات یعنی وہ منارے جن پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں تین ہیں۔ (۱) جمرہ اولیٰ۔ (۲) جمرہ وسطی۔ (۳) مرہ عقبہ۔ یہ تینوں جمرات منیٰ میں واقع ہیں اور بقر عید کے روز یعنی دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ پر کنکریاں پھینکی جاتی ہیں، پھر گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

## رمی جمار کرنے کے وقت میں مذاہب فقہاء کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن کو چاشت کے وقت (یعنی زوال سے پہلے) منارے پر کنکریاں پھینکیں اور بعد کے دنوں میں دو پہر ڈھلنے کے بعد کنکریاں پھینکیں۔ (بخاری ومسلم)

ضحیٰ دن کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو طلوع آفتاب کے بعد سے زوال آفتاب سے پہلے تک ہوتا ہے، بعد کے دنوں سے مراد ایام تشریق یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں تاریخیں ہیں۔ ان دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زوال آفتاب کے بعد رمی کی۔

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے دن یعنی گیارھویں تاریخ کو رمی جمار کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہوتا ہے اسی طرح تیسرے دن یعنی بارھویں تاریخ کو بھی رمی کا وقت زوال آفتاب کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد اگر کوئی شخص مکہ جانا چاہے تو وہ تیرھویں تاریخ کو طلوع فجر سے پہلے جا سکتا ہے اور اگر طلوع فجر کے بعد مکہ جانا چاہے گا تو پھر اس پر اس دن کی رمی جمار واجب ہو جائے گی اب اس کے لئے رمی جمار کئے بغیر مکہ جانا درست نہیں ہوگا ہاں اس دن یعنی تیرھویں تاریخ کو زوال آفتاب سے پہلے بھی رمی جمار جائز ہو جائے گی۔

اس موقع پر ایک یہ مسئلہ بھی جان لیجئے کہ اگر کوئی شخص کنکریاں مناروں پر پھینکے نہیں بلکہ ان پر ڈال دے تو یہ کافی ہو جائے گا مگر یہ چیز غیر پسندیدہ ہوگی بخلاف مناروں پر کنکریاں رکھ دینے کے کہ یہ اس طرح کافی بھی نہیں ہوگا۔

حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو پہلے سے روانہ کر دیا اور ان سے فرمایا کہ رمی جمرہ عقبہ آفتاب طلوع ہونے کے بعد ہی کرنا، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہی ہے کہ رمی جمرہ عقبہ کا وقت دسویں ذی الحجہ کو سورج نکلنے کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن بعض روایت میں یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے بس اتنا ہی فرمایا تھا کہ جاؤ اور رمی جمرہ عقبہ کرو، اس روایت میں طلوع آفتاب کی قید نہیں ہے، چنانچہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد نے اسی روایت پر عمل کیا کہ ان کے ہاں رمی جمرہ عقبہ کا وقت نصف شب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔

## رمی جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ یا راستہ سے لے لی جائیں

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے جو (مزدلفہ سے منیٰ آتے ہوئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، بیان کیا کہ جب عرفہ کی شام کو (عرفات سے مزدلفہ آتے ہوئے) اور مزدلفہ کی صبح کو (مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے) لوگوں نے سواریوں کو تیزی سے ہانکنا اور مارنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اطمینان وآہستگی کے ساتھ چلنا تمہارے لئے ضروری ہے اور اس وقت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی کو روکے ہوئے بڑھا رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وادی محسر میں جو منیٰ (کے قریب مزدلفہ کے آخری حصہ) میں ہے پہنچے تو فرمایا کہ تمہیں (اس میدان سے) خذف کی کنکریاں اٹھا لینی چاہئیں جو جمرہ (یعنی مناروں) پر ماری جائیں گی۔ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمی جمرہ تک برابر لبیک کہتے رہے تھے (یعنی جمرہ عقبہ پر پہلی کنکری ماری تو لبیک کہنا موقوف کردیا)۔ (مسلم)

عرفہ کے دن شام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب میدان عرفات سے مزدلفہ کو چلے تو اس وقت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

خذف اصل میں تو چھوٹی کنکری یا کھجور کی گٹھلی دونوں شہادت کی انگلیوں میں رکھ کر پھینکنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں خذف کی مانند کنکریوں سے مراد یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی کنکریاں جو چنے کے برابر ہوتی ہیں یہاں سے اٹھالو جو رمی جمار کے کام آئیں گی۔

اس بارہ میں مسئلہ یہ ہے کہ رمی جمار کے واسطے کنکریاں مزدلفہ سے روانگی کے وقت وہیں سے یا راستہ میں سے اور یا جہاں سے جی چاہے لے لی جائیں ہاں جمرہ کے پاس سے وہ کنکریاں نہ لی جائیں جو جمرہ پر ماری جا چکی ہیں کیونکہ یہ مکروہ ہے ویسے اگر کوئی شخص جمرہ کے پاس ہی سے پہلے پھینکی گئی کنکریاں اٹھا کر مارے تو یہ جائز تو ہو جائے گا مگر خلاف اولیٰ ہوگا۔ چنانچہ شمنی نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ ان کنکریوں سے رمی کافی ہو جائے گی مگر ایسا کرنا برا ہے۔

اس بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ کنکریاں کتنی اٹھائی جائیں؟ آیا صرف اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے لئے سات کنکریاں اٹھائی جائیں یا ستر کنکریاں اٹھائی جائیں جن میں سات تو اسی دن رمی جمرہ عقبہ کے کام آئیں اور تریسٹھ بعد کے تینوں دنوں میں تینوں جمرات پر پھینکی جائیں گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (منیٰ کے لئے) مزدلفہ سے چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار میں سکون ووقار تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو بھی سکون واطمینان کے ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ ہاں میدان محسر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو تیز رفتاری کے ساتھ گزارا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ خذف کی کنکریوں جیسی (یعنی چنے کی برابر) سات کنکریوں سے رمی کریں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) یہ بھی فرمایا کہ شاید اس سال کے بعد میں تمہیں نہیں دیکھوں گا۔ (صاحب مشکوٰۃ فرماتے ہیں کہ) میں نے یہ حدیث بخاری و

مسلم میں تو پائی نہیں۔ ہاں ترمذی میں یہ حدیث کچھ تقدیم وتاخیر کے ساتھ مذکور ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ سال میری دنیاوی زندگی کا آخری سال ہے، آئندہ سال میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، اس لئے تم لوگ مجھ سے دین کے احکام اور حج کے مسائل سیکھ لو۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے کہ اسی حج کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے احکام پورے طور پر لوگوں تک پہنچا دیئے اور اپنے صحابہ کو رخصت وو داع کیا، پھر اگلے سال یعنی بارہ ہجری کے ماہ ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔

صاحب مشکوٰۃ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مصابیح نے اس حدیث کو پہلی فصل میں نقل کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث صحیحین یعنی بخاری ومسلم کی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ یہ ترمذی کی روایت ہے۔ اس لئے صاحب مصابیح کو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس روایت کو پہلی فصل کی بجائے دوسری فصل میں نقل کرتے۔ اگر چہ اس صورت میں تقدیم وتاخیر کا اعتراض پھر بھی باقی رہتا۔

## رمی جمار کے وقت تکبیر کہنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ (رمی کے لئے) جمرہ کبریٰ (یعنی جمرہ عقبہ) پر پہنچے تو (اس طرح کھڑے ہوئے کہ) انہوں نے خانہ کعبہ کو اپنی بائیں طرف کیا اور منیٰ کو دائیں طرف اور پھر انہوں نے سات کنکریاں (اس طرح) پھینکیں کہ ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہتے تھے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اسی طرح اس ذات گرامی (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھینکی ہیں جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی ہے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ جمرہ عقبہ پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ خانہ کعبہ تو ان کی بائیں سمت میں تھا اور منیٰ دائیں سمت لیکن دوسرے جمرات پر اس طرح کھڑا ہونا مستحب ہے کہ منہ قبلہ کی طرف ہو۔

رمی جمرہ میں سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور ہر کنکری پھینکتے ہوئے تکبیر کہی جاتی ہے چنانچہ بیہقی کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کنکری کے ساتھ اس طرح تکبیر کہتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر دعا۔

**(اللّٰهم اجعله حجا مبرورا وذنبا مغفوراً عملا مشكورا)۔**

یوں تو پورا قرآن ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے لیکن اس موقع پر خاص طور پر سورہ بقرہ کا ذکر اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ اس سورت میں حج کے احکام وافعال مذکور ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مناروں پر کنکریاں مارنا اور صفا اور مروہ کے درمیان پھرنا ذکر اللہ کے قیام کے لئے ہے (ترمذی، دارمی) امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ظاہری طور پر یہ فعل ایسے ہیں کہ ان کا عبادت ہونا معلوم نہیں ہوتا اس لئے فرمایا کہ یہ دونوں فعل اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے

[illegible]

[illegible]

## رمی کی کنکریوں میں کمی یا زیادتی کرنے کا بیان

[illegible]

صدقہ کی مقدار گیہوں دینے کی صورت میں آدھا صاع [illegible] ہے ایک صاع 2 کلو 212 گرام کے برابر ہوتا ہے [illegible] صاع [illegible] اور ایک صاع [illegible] کو صدقہ کرنا چاہیے [illegible] ایک صاع تین کلو 180 گرام ہوتا ہے۔

اگر کسی شخص کو اس امر میں شک ہو کہ اس نے چھ کنکریاں ماری ہیں یا سات [illegible] ہر جگہ سات کنکریاں مار چکا تو کوئی حرج نہیں [illegible]

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ

اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔

## منافقین کا میٹھے کلام کے ذریعے دھوکہ دینے کا بیان

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" وَلَا يُعْجِبُكَ فِي الْآخِرَةِ لِلْمُخَالَفَةِ لِاعْتِقَادِهِ "وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ" أَنَّهُ مُوَافِقٌ لِقَوْلِهِ "وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ" شَدِيْدُ الْخُصُوْمَةِ لَكَ وَلِأَتْبَاعِكَ لِعَدَاوَتِهِ لَكَ وَهُوَ الْأَخْنَسُ بْنُ شَرِيْقٍ كَانَ مُنَافِقًا حُلْوَ الْكَلَامِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ أَنَّهُ مُؤْمِنٌ بِهِ وَمُحِبٌّ لَهُ فَيُدْنِيْ مَجْلِسَهُ فَأَكْذَبَهُ اللّٰهُ فِي ذٰلِكَ وَمَرَّ بِزَرْعٍ وَحُمُرٍ لِبَعْضِ الْمُسْلِمِيْنَ فَأَحْرَقَهُ وَعَقَرَهَا لَيْلًا،

اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہے کہ جس کی گفتگو دنیاوی زندگی میں تجھے اچھی لگتی ہے اور آخرت میں اچھی نہیں

کیونکہ اس کا اعتقاد مختلف ہے۔ اور وہ اللہ کو اپنے دل کی بات پر گواہ بھی بناتا ہے، یعنی اس کے مطابق کرتا ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدروں سے سخت جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور وہ اخنس بن شریق منافق تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میٹھا کلام کرتا تھا اور وہ اپنے مؤمن ہونے کی قسم اٹھاتا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے پاس بیٹھنے دیتے اور ایک دفعہ وہ مسلمانوں کی زراعت اور گدھوں کے پاس سے گزرا تو اس نے رات میں مسلمانوں کے کھیتوں کو جلا دیا اور ان کے گدھوں کی کوچوں کو کاٹ دیا۔

## شانِ آیت ۲۰۴ کے شانِ نزول کا تفسیری بیان

اس آیت شانِ نزول یہ ہے اور اس سے اگلی آیت اَخْنَس بن شَرِیْق منافق کے حق میں نازل ہوئی جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بہت لجاجت سے میٹھی میٹھی باتیں کرتا تھا اور اپنے اسلام اور آپ کی محبت کا دعویٰ کرتا اور اس پر قسمیں کھاتا اور در پردہ فساد انگیزی میں مصروف رہتا تھا مسلمانوں کے مویشی کو اس نے ہلاک کیا اور ان کی کھیتی کو آگ لگا دی۔

## سابقہ کتب میں منافقین کی بعض عادات کا بیان

حضرت نوف بکالی جو توراہ وانجیل کے بھی عالم تھے فرماتے ہیں کہ میں اس امت کے بعض لوگوں کی برائیاں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں پاتا ہوں لکھا ہے کہ بعض لوگ دین کے حیلے سے دنیا کماتے ہیں ان کی زبانیں تو شہد سے زیادہ میٹھی ہیں لیکن دل ایلوے (مصبر) سے زیادہ کڑوے ہیں لوگوں کے لئے بکریوں کی کھالیں پہنتے ہیں لیکن ان کے دل بھیڑیوں جیسے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کیا وہ مجھ پر جرأت کرتے ہیں اور میرے ساتھ دھوکے بازیاں کرتے ہیں مجھے اپنی ذات کی قسم کہ میں ان پر وہ فتنہ بھیجوں گا کہ بردبار لوگ بھی حیران رہ جائیں گے، قرطبی کہتے ہیں میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ منافقوں کا وصف ہے۔

| وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ۝ |
| --- |
| اور جب وہ شخص پیٹھ پھیرے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اللہ فساد کرنے والے سے راضی نہیں ہوتا۔ |

## منافق کے فساد کا بیان

"وَاِذَا تَوَلّٰى" انْصَرَفَ عَنْكَ "سَعٰى" مَشٰى "فِى الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ" مِنْ جُمْلَةِ الْفَسَادِ "وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ" اَىْ لَا يَرْضٰى بِهٖ،

اور جب وہ شخص پیٹھ پھیرے یعنی آپ سے الگ ہو جائے تو زمین میں فساد ڈالتا پھرے اور کھیتی اور جانیں تباہ کرے اور اسی طرح کے کئی دوسرے فسادات بھی ہیں اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی وہ اس پر راضی نہیں ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۰۵ کے سبب نزول کا بیان

اا ... منافق کا ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور

جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچاوے اور منع کرنے سے اس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے، کہتے ہیں ایک شخص اخنس ابن شریق تھا منافق فصیح و بلیغ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا تو غایت اخلاص اور محبت اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلا دیتا کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا اس پر منافقین کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی:

| وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ |
|---|
| اور جب اسے اس کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے مزید گناہ پر اکساتا ہے، پس اس کے لئے جہنم کافی ہے |
| اور وہ یقیناً برا ٹھکانا ہے۔ |

## تقویٰ کی بہ جائے تکبر اپنانے والے کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰه" فِيْ فِعْلك "اَخَذَتْهُ الْعِزَّة" حَمَلَتْهُ الْاَنَفَة وَالْحَمِيَّة عَلَى الْعَمَل "بِالْاِثْمِ" الَّذِيْ اُمِرَ بِاتِّقَائِهِ "فَحَسْبه" كَافِيْهِ "جَهَنَّم وَلَبِئْسَ الْمِهَاد" الْفِرَاش هِيَ،

اور جب اسے اس کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اس کا غرور اسے مزید گناہ پر اکساتا ہے، پس اس کے لئے جہنم کافی ہے اور وہ یقیناً برا ٹھکانا ہے۔

## تکبر کرنے والوں کیلئے جہنم میں ٹھکانہ خاص ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ دونوں نے اپنے رب کے پاس جھگڑا کیا، جنت نے عرض کیا اے پروردگار اس کا (جنت) کیا حال ہے کہ اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو کمزور اور غریب ہوں گے، اور دوزخ نے عرض کیا کہ مجھے تکبر کرنے والوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ اس کو عذاب دوں گا جس کو چاہوں گا، اور تم دونوں میں سے ہر ایک بھر دی جائیں گی، آپ نے فرمایا کہ جنت کو تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور دوزخ کے لئے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا اور وہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے، دوزخ تین بار کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم ڈال دے گا تو وہ دوزخ بھر جائے گی، اور اس کے بعض حصے بعض حصوں سے مل جائیں گے اور وہ دوزخ کہے گی بس! بس! بس!

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2315)

| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ |
|---|
| اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے، اور اللہ بندوں پر |
| بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ کی رضا کو طلب کرنے کیلئے جان بیچنے کا بیان

"وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ" یَبِیع "نَفۡسه" اَیۡ یَبۡذُلهَا فِیۡ طَاعَةِ اللّٰه "ابۡتِغَاء" طَلَب "مَرۡضَاةِ اللّٰه" رِضَاهُ وَهُوَ صُهَیۡب لَمَّا اٰذَاهُ الۡمُشۡرِکُوۡنَ هَاجَرَ اِلَی الۡمَدِیۡنَةِ وَتَرَكَ لَهُمۡ مَاله "وَاللّٰهُ رَءُوۡف بِالۡعِبَادِ" حَیۡثُ اَرۡشَدَهُمۡ لِمَا فِیۡهِ رِضَاهُ،

اور لوگوں میں کوئی شخص ایسا بھی ہوتا ہے جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان بھی بیچ ڈالتا ہے، یعنی اللہ کی اطاعت میں اس کو قربان کرتا ہے۔ اور وہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ ہیں کہ جب مشرکین نے ان کو تکالیف پہنچائیں تو انہوں نے اپنے مال چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور اللہ بندوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔ یعنی اس طرح کی ہدایت جس میں اللہ کی رضا ان کو حاصل ہو۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۰۷ کے شان نزول کا تفسیری بیان

حضرت صہیب ابن سنان رومی مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے مشرکین قریش کی ایک جماعت نے آپ کا تعاقب کیا تو آپ سواری سے اترے اور ترکش سے تیر نکال کر فرمانے لگے کہ اے قریش تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں آ سکتا جب تک کہ میں تیر مارتے مارتے تمام ترکش خالی نہ کردوں اور پھر جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے اس سے ماروں اس وقت تک تمہاری جماعت کا کھیت ہو جائے گا اگر تم میرا مال چاہو جو مکہ مکرمہ میں مدفون ہے تو میں تمہیں اس کا پتا بتا دوں، تم مجھ سے تعرض نہ کرو وہ اس پر راضی ہو گئے اور آپ نے اپنے تمام مال کا پتا بتا دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا: کہ تمہاری یہ جاں فروشی بڑی نافع تجارت ہے۔

## حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ کا جذبہ ایمان اور مال کی قربانی

یہ آیت حضرت صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے یہ مکہ میں مسلمان ہوئے تھے جب مدینہ کی طرف ہجرت کرنی چاہی تو کافروں نے ان سے کہا کہ ہم تمہیں مال لے کر نہیں جانے دیں گے اگر تم مال چھوڑ کر جانا چاہتے ہو تو تمہیں اختیار ہے، آپ نے سب مال سے علیحدگی کر لی اور کفار نے اس پر قبضہ کر لیا اور آپ نے ہجرت کی جس پر یہ آیت اتری۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کے استقبال کے لئے حرہ تک آئی اور مبارکبادیاں دیں کہ آپ نے بڑا اچھا بیوپار کیا بڑے نفع کی تجارت کی آپ یہ سن کر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ آپ کی تجارتوں کو بھی نقصان والی نہ کرے آخر بتاؤ تو یہ مبارکبادیاں کیا ہیں۔ ان بزرگوں نے فرمایا آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری سنائی۔ قریش نے ان سے کہا تھا کہ جب آپ مکہ میں آئے آپ کے پاس مال نہ تھا یہ سب مال یہیں کمایا اب اس مال کو لے کر ہم جانے نہ دیں گے چنانچہ آپ نے مال کو چھوڑا

اور دین لے کر خدمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ ہجرت کے ارادے سے نکلے اور کفار مکہ کو علم ہوا تو سب نے آن کر گھیر لیا آپ نے اپنے ترکش سے تیر نکال لئے اور فرمایا اے مکہ والو تم خوب جانتے ہو کہ میں کیسا تیر انداز ہوں میرا ایک نشانہ بھی خطا نہیں جاتا جب تک یہ تیر ختم نہ ہوں گے میں تم کو چھیدتا رہوں گا اس کے بعد تلوار سے تم سے لڑوں گا اور اس میں بھی تم میں سے کسی سے کم نہیں ہوں جب تلوار کے بھی ٹکڑے ہو جائیں گے پھر تم میرے پاس آسکتے ہو پھر جو چاہو کرلو اگر یہ تمہیں منظور ہے تو بسم اللہ ورنہ سنو میں تمہیں اپنا کل مال دیئے دیتا ہوں سب لے لو اور مجھے جانے دو وہ مال لینے پر رضامند ہو گئے اور اس طرح آپ نے ہجرت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی وہاں بذریعہ وحی یہ آیت نازل ہو چکی تھی آپ کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک باد دی اکثر مفسرین کا یہ قول بھی ہے کہ یہ آیت عام ہے ہر مجاہد فی سبیل اللہ کی شان میں ہے۔

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَاۤفَّةً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

## اسلام میں سارے کا سارا داخل ہو جانے کا بیان

وَنَـزَلَ فِـيْ عَبْـدِ اللّٰـه بْن سَلَام وَاَصْحَابه لَمَّا عَظَّمُوا السَّبْت وَكَرِهُوا الْاِبِل بَعْد الْاِسْلَام "يٰـاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَنُوْا اُدْخُلُوْا فِي السِّلْم" بِـفَتْحِ السِّين وَكَسْرهَا الْاِسْلَام "كَافَّة" حَـال مِنْ السِّلْم اَيْ فِيْ جَمِيْع شَرَائِعه "وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَات" طُرُق "الشَّيْطَان" اَيْ تَـزْيِينه بِالتَّفْرِيْقِ "اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة،

اور جب عبداللہ بن سلام اور ان کے وہ اصحاب جو ہفتہ کے دن کی تعظیم کرتے اور اسلام کے بعد بھی اونٹ کے گوشت کو مکروہ سمجھتے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، یہاں سلم یہ سین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ آتا ہے اس کا معنی اسلام ہے۔ اور کافہ یہ سلم سے حال ہے۔ یعنی مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے راستوں پر نہ چلو، کیونکہ وہ ان کو سجا کر رکھتا ہے۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس کی دشمنی واضح ہو چکی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس آیت میں یہ جملہ "ولا تتبعوا خطوات الشیطان" قرینہ بن رہا ہے کہ "سلم" سے مراد اسلام اور اللہ کے احکامات کے سامنے مکمل طور پر سر جھکانا اور ان کی پیروی کرنا ہے نہ یہ کہ صرف لوگوں کے درمیان صلح مقصود ہو۔

اس صورت میں کہ "کافۃ"، "السلم"، کیلئے حال ہو تو اس کا مطلب ہے کہ مکمل طور پر اسلام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ اسلام تمام تر بشری ضروریات کو پورا کر سکتا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۰۸ کے شان نزول کا تفسیری بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ اہل کتاب میں سے عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد شریعت موسوی کے بعض احکام پر قائم رہے شنبہ کی تعظیم کرتے اس روز شکار سے اجتناب لازم جانتے اور اونٹ کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کرتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ چیزیں اسلام میں تو مباح ہیں ان کا کرنا ضروری نہیں اور توریت میں ان سے اجتناب لازم کیا گیا ہے تو ان کے ترک کرنے میں اسلام کی مخالفت بھی نہیں ہے اور شریعت موسوی پر عمل بھی ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ اسلام کے احکام کا پورا اتباع کرو یعنی توریت کے احکام منسوخ ہوگئے اب ان سے تمسک نہ کرو۔ (تفسیر خازن، سورہ بقرہ، بیروت)

## اہل کتاب کو مکمل اسلام میں داخل ہو جانے کا حکم دینے کا بیان

بعض مفسرین نے کــــافة کو حال کہا ہے یعنی تم سب کے سب اسلام میں داخل ہو جاؤ، لیکن پہلی بات زیادہ صحیح ہے یعنی اپنی طاقت بھر اسلام کے کل احکام کو مانو۔

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ بعض اہل کتاب باوجود ایمان لانے کے توراۃ کے بعض احکام پر جمے ہوئے تھے ان سے کہا جاتا ہے کہ محمدی دین میں پوری طرح آ جاؤ اس کا کوئی عمل نہ چھوڑو توراۃ پر صرف ایمان رکھنا کافی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ اللہ کی اطاعت کرتے رہو شیطان کی نہ مانو وہ تو برائیوں اور بدکاریوں کو اور اللہ پر بہتان باندھنے کو اکساتا ہے اس کی اور اس کے گروہ کی تو خواہش یہ ہے کہ تم جہنمی بن جاؤ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔ اگر تم دلائل معلوم کرنے کے بعد بھی حق سے ہٹ جاؤ تو جان رکھو کہ اللہ بھی بدلہ لینے میں غالب ہے نہ اس سے کوئی بھاگ کر بچ سکے نہ اس پر کوئی غالب ہے اپنی پکڑ میں وہ حکیم ہے اپنے امر میں وہ کفار پر غلبہ رکھتا ہے اور عذر وحجت کو کاٹ دینے میں حکمت رکھتا ہے۔

## اسلام کے مکمل تیس حصے ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں اس سے مراد پورا اسلام ہے جس کے تیس حصے ہیں دس کا بیان سورۃ برائت میں ہے آیت (التــائبـون العـابدون) سے مومنین تک یعنی توبہ کرنا، عبادت کرنا، حمد کرنا، اللہ کی راہ میں پھرنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، اللہ کی حدود کی حفاظت کرنا، ایمان لانا، دس کا بیان "قد افلاح" کے شروع سے یحافظون تک ہے اور سورۃ معارج میں ہے یعنی نماز کو خشوع خضوع سے ادا کرنا لغو اور فضول باتوں اور کاموں سے منہ پھیر لینا زکوۃ دیتے رہا کرنا، شرمگاہ کی حفاظت کرنا، امانت داری کرنا، وعدہ وفائی کرنا، نماز پر ہیشگی اور حفاظت کرنا قیامت کو سچا جاننا عذابوں سے ڈرتے رہنا سچی شہادت پر قائم رہنا اور دس کا بیان سورۃ احزاب میں آیت

(اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ

وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِیْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِیْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآىِٕمِیْنَ وَالصّٰٓىِٕمٰتِ وَالْحٰفِظِیْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِیْنَ اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا) 33۔الاحزاب:35) تک ہے یعنی اسلام لانا، ایمان رکھنا، قرآن پڑھنا، سچ بولنا، صبر کرنا، عاجزی کرنا، خیرات دینا، روزہ رکھنا، بدکاری سے بچنا، اللہ تعالیٰ کا ہر وقت بکثرت ذکر کرنا، ان تینوں احکام کا جو عامل ہو وہ پورے اسلام کا پابند ہے اور اللہ کے عذابوں سے بری ہے۔

| |
|---|
| فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۝ |
| پس اگر تم اس کے بعد بھی لغزش کرو جب کہ تمہارے پاس واضح نشانیاں آ چکیں تو جان لو کہ اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ |

## دلائل شرعیہ کے ایضاح کے بعد پھسل جانے کا بیان

"فَاِنْ زَلَلْتُمْ" مِلْتُمْ عَنْ الدُّخُول فِیْ جَمِیْعه "مِنْ بَعْد مَا جَاءَ تْكُمْ الْبَیِّنَات" اَلْحُجَج الظَّاهِرَة عَلٰی اَنَّهُ الْحَق "فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه عَزِیْز" لَا یُعْجِزهُ شَیْء عَنْ اِنْتِقَامه مِنْكُمْ "حَكِیْم" فِیْ صُنْعه،

پس اگر تم اس کے بعد بھی لغزش کرو یعنی مکمل طور پر اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد، جب کہ تمہارے پاس واضح نشانیاں آ چکیں یعنی اس کے حق ہونے پر ظاہری دلائل، تو جان لو کہ اللہ بہت غالب بڑی حکمت والا ہے۔ یعنی تم سے انتقام لینے میں اس کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔ وہی اپنی حکمت میں غالب ہے۔

زلل" کے معنی سقوط، گرنے کے ہیں اور سقوط عموماً ایسی جگہوں پر استعمال ہوتا ہے جہاں کوئی چیز اونچی جگہ سے گرے۔

شریعت محمدی ﷺ کے صاف صاف احکام معلوم ہونے کے بعد بھی اگر کوئی اس پر قائم نہ ہو بلکہ دوسری طرف بھی نظر رکھے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ سب پر غالب ہے جس کو چاہے سزا دے کوئی اس کے عذاب کو روک نہیں سکتا بڑا حکمت والا ہے جو کرتا ہے حق اور مصلحت کے موافق کرتا ہے خواہ عذاب دے یا کچھ ڈھیل دے یعنی نہ جلد باز ہے نہ بھولنے والا نہ خلاف انصاف اور غیر مناسب امر کو کرنے والا۔

| |
|---|
| هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ وَقُضِیَ الْاَمْرُؕ |
| وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝ |
| کیا وہ اسی بات کے منتظر ہیں کہ بادل کے سائبانوں میں اللہ کا عذاب آ جائے اور فرشتے بھی اور سارا قصہ تمام ہو جائے، |
| تو سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ |

## بادلوں کے عذاب کے انتظار کا بیان

"هَلْ" مَا "یَنْظُرُوْنَ" یَنْتَظِر التَّارِكُوْنَ الدُّخُول فِیْهِ "اِلَّا اَنْ یَّاْتِیَهُمْ اللّٰه" اَیْ اَمْره كَقَوْلِهٖ اَوْ یَاْتِیَ اَمْر

رَبُّكَ اَىْ عَذَابه "فِىْ ظُلَل" جَمْع ظُلَّة "مِنَ الْغَمَام" السَّحَاب "وَالْمَلٰٓئِكَة وَقُضِىَ الْاَمْر" تَمَّ اَمْر هَلَاكِهِم "وَاِلَى اللّٰه تُرْجَع الْاُمُور" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ فِى الْاٰخِرَة فَيُجَازِى كُلًّا بِعَمَلِهِ،

کیا وہ اسی بات کے منتظر ہیں یعنی اس میں داخل ہونے کے انتظار میں ہیں، کہ بادل کے سائبانوں میں اللہ کا عذاب آجائے یعنی اس کا عذاب آجائے۔اور یہاں ظلل یہ ظلۃ کی جمع ہے۔اور فرشتے بھی اور سارا قصہ تمام ہو جائے، یعنی ان ہلاکت کا معاملہ مکمل ہو جائے تو سارے کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔اور یہاں ترجع کو فاعلیت اور مفعولیت کے سبب دونوں طرح یعنی معروف ومجہول پڑھا گیا ہے۔پس وہ ان کے ہر عمل کی جزاء دے گا۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۰ کے سبب نزول کا بیان

کیا یہ قیامت برپا ہونے کا انتظار کررہے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے جلوے اور بادلوں کے سایہ میں ان کے سامنے آئیں اور فیصلہ چکائیں تب وہ ایمان لائیں گے۔لیکن ایسا اسلام قابل قبول نہیں اس لئے قبول اسلام میں تاخیر مت کرو اور فوراً اسلام قبول کر کے اپنی آخرت سنوار لو۔اس آیت کو اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ وہ اس دن تک کی مہلت کا انتظار نہ کریں۔بلکہ اسی دنیا میں اسلام کو قبول کر لیں ورنہ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

## دل دہلا دینے والی بادلوں کی آواز کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت وہ اترے گا تو مخلوق اور اس کے درمیان ستر ہزار پردے ہوں گے نور کی چکاچوند کے اور پانی کے اور پانی سے وہ آوازیں آرہی ہوں گی جس سے دل ہل جائیں، زبیر بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ بادل کا سائبان یاقوت کا جڑا ہوا اور جوہر وزبرجد والا ہوگا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ بادل معمولی بادل نہیں بلکہ یہ وہ بادل ہے جو بنی اسرائیل کے سروں پر وادی تیہ میں تھا، ابوالعالیہ فرماتے ہیں فرشتے بھی بادل کے سائے میں آئیں گے اور اللہ تعالیٰ جس میں چاہے آئے گا۔

| |
|---|
| سَلْ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۭ بَيِّنَةٍ ؕ وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ |
| بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں۔اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے۔تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے، |

## نعمتوں کو بدل دینے والے بنو اسرائیلیوں کا بیان

"سَلْ" يَا مُحَمَّدٍ "بَنِىْٓ اِسْرَائِيل" تَبْكِيتًا "كَمْ اٰتَيْنَاهُمْ" كَمْ اسْتِفْهَامِيَّة مُعَلِّقَة سَلْ عَنِ الْمَفْعُول الثَّانِى وَهِىَ ثَانِى مَفْعُول اٰتَيْنَا وَمُمَيِّزهَا "مِنْ اٰيَة بَيِّنَة" ظَاهِرَة كَفَلْقِ الْبَحْر وَاِنْزَال الْمَنّ وَالسَّلْوٰى

فَبَدَّلُوْهَا كُفْرًا "وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ" اَىْ مَا اَنْعَمَ بِهٖ عَلَيْهِ مِنْ الْاٰيَاتِ لِاَنَّهَا سَبَبُ الْهِدَايَة "مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تْهُ" كُفْرًا "فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" لَهٗ،

یا محمد ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھو یعنی ان کو لا جواب کرنے کیلئے، ہم نے کتنی روشن نشانیاں انہیں دیں۔ یہاں پر کم استفہامیہ ہے جوسل کومفعول ثانی اتینھم میں عمل سے مانع ہے اور اتینا کا مفعول ثانی کم ہے ہے اور ممیز ہے اور من ایہ اس کی تمیز ہے۔ اور نشانیاں ظاہر ہیں جس طرح سمندر کو پھاڑنا ہے اور من وسلوی کو نازل کرنا ہے۔ پس انہوں نے ناشکری کے ساتھ ان نعمتوں کو بدل کیا۔ اور جو اللہ کی آئی ہوئی نعمت کو بدل دے۔ یعنی جب ان پر یہ نعمتیں انعام کی گئیں جو ہدایت کا سبب ہیں۔ تو ان کو ناشکری کے ساتھ بدلنے کے بعد جان لیں کہ اللہ کا عذاب ان کیلئے سخت ہے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۱۱ کے محل نزول کا بیان

عصائے موسیٰ جس کے ذریعے سے ہم نے جادوگروں کا توڑ کیا سمندر سے راستہ بنایا پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے، بادلوں کا سایہ، من وسلوی کا نزول وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے احکام الٰہی سے انکار کیا۔ نعمت کے بدلنے کا مطلب یہی ہے کہ ایمان کے بدلے انہوں نے کفر کا راستہ اپنایا۔

دیکھو بنی اسرائیل کو میں نے بہت سے معجزات دکھلا دیئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ ہاتھوں لکڑی ان کے ہاتھ کی روشنی ان کے لئے دریا کو چیر دینا ان پر سخت گرمیوں میں ابر کا سایہ کرنا من وسلوی اتارنا وغیرہ۔

| |
|---|
| زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ |
| کافروں کے لئے دنیا کی زندگی خوب آراستہ کر دی گئی ہے اور وہ ایمان والوں سے تمسخر کرتے ہیں، اور جنہوں نے تقویٰ |
| اختیار کیا وہ قیامت کے دن ان پر سر بلند ہوں گے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب نوازتا ہے۔ |

## کفار کیلئے دنیا کو مزین کر دیا گیا ہے

"زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّة "الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" بِالتَّمْوِيهِ فَاَحَبُّوْهَا "وَ" هُمْ "يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا" لِفَقْرِهِمْ كَبِلَالٍ وَعَمَّار وَصُهَيْب اَىْ يَسْتَهْزِئُوْنَ بِهِمْ وَيَتَعَالَوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْمَالِ "وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا" الشِّرْكَ وَهُمْ هٰؤُلَاءِ "فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَة وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَاب" اَىْ رِزْقًا وَّاسِعًا فِى الْاٰخِرَة اَوْ الدُّنْيَا بِاَنْ يُّمَلِّكَ الْمَسْخُوْرَ مِنْهُمْ اَمْوَالَ السَّاخِرِيْنَ وَرِقَابَهُمْ،

کافروں یعنی اہل مکہ کے کفار کے لئے دنیا کی زندگی خوب آراستہ کر دی گئی ہے۔ اس لئے اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ ایمان والوں کا فقر کے سبب مذاق کرتے ہیں، جس طرح حضرت بلال، حضرت عمار اور حضرت صہیب

رضی اللہ عنہم ہیں۔یعنی ان کا مذاق اڑاتے ہیں اور اپنے آپ کو مال کی وجہ سے بلند مرتبے والا سمجھتے ہیں۔اور جنہوں نے تقوی اختیار کیا یعنی شرک وغیرہ سے بچے وہ قیامت کے دن ان پر سربلند ہوں گے،اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب نوازتا ہے۔یعنی آخرت میں وسیع رزق یا دنیا وسعت عطا کرتا ہے۔جس کے سبب مذاق کرنے والوں کے مالوں اوران کی گردنوں کا مالک ان لوگوں کو بنا دیتا ہے جن کا مذاق کیا گیا تھا۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر۲۱۲ کے سبب نزول کا بیان

وہ دنیوی مال و دولت میں مگن رہ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ،عمار رضی اللہ عنہ،صہیب رضی اللہ عنہ اور دوسرے فقرائے مہاجرین کا تمسخر اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ ملا کر عرب کے سرداروں پر غالب آنے کے خواب دیکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ جواب دیا کہ دنیا کا رزق کامیابی اوراخروی نجات کا کوئی معیار نہیں۔بلکہ اللہ تعالیٰ دنیا میں یہ رزق کافروں کو چاہے تو زیادہ بھی دے دیتا ہے۔رہی کامیابی کی بات تو یہی ناتواں اور پرہیزگار لوگ قیامت کے دن جنت میں بلند تر مقامات پر ہوں گے۔

## دنیا میں ریشم پہننے والے کیلئے آخرت آگ کے لباس کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ عنہ،حضرت انس رضی اللہ عنہ،حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ(چاروں صحابہ کرام)نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"جس شخص نے دنیا میں (غیر مشروع ریشم پہنا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہنے گا۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 251)

اس ارشاد گرامی کا تعلق اس شخص سے ہے جو مردوں کے لئے ریشم کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتے ہوئے ریشمی کپڑا پہنے یا یہ زجر وتہدید پر محمول ہے اور یا اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ ایسا شخص ایک خاص مدت تک جنت میں داخل ہونے سے پہلے ریشمی کپڑا پہننے سے محروم رہے گا کیوں کہ جنت میں جنتیوں کا لباس ریشمی ہوگا،اور حافظ سیوطی کے قول کے مطابق اکثر علماء نے اس حدیث کی یہ تاویل بیان کی ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشمی کپڑا پہنے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا جو ابتداء ہی میں جائز المرام قرار پا کر جنت میں جائیں گے چنانچہ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے حضرت جویرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ حدیث(من لبس الحرير فی الدنيا البسه الله يوم القيمة ثوبا من نار)۔یعنی جس شخص نے دنیا میں ریشمی کپڑا پہنا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کا لباس پہنائے گا۔

## فقر کی فضیلت میں احادیث کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو ایک صاحب سے جو آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟تو انہوں نے کہا:یہ شریف لوگوں میں

سے ہے، یہ آدمی تو بخدا اس لائق ہے کہ اگر نکاح کا پیغام بھیجے تو نکاح کیا جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول کی جائے، حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر ایک شخص آپ کے پاس سے گزرا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ: اس کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا: فقیر مسلمانوں میں سے ہے، یہ اس لائق نہیں کہ اس سے نکاح کیا جائے اگر یہ پیغام نکاح بھیجے اور اگر یہ سفارش کرے تو اس کی سفارش قبول نہ کی جائے اور اگر وہ کوئی بات کہے تو اس کی بات بھی نہ سنی جائے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص ساری دنیا (کے انسانوں) سے بہتر ہے۔

(صحیح بخاری۔ جلد ۲ حدیث نمبر، ۶۰۲۷)

حضرت ابووائل کا کہتے ہیں کہ میں حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کو گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی، ہمارا مقصد صرف خدا کی خوشنودی تھا، ہمارا اجر اللہ تعالیٰ ضرور دے گا، ہم میں سے بعض لوگ گزر گئے اور انہیں اس کا کچھ بدلہ اس دنیا میں نہ مل سکا، جن میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جو احد کے دن شہید ہوئے، انہوں نے ایک چادر چھوڑی، جب ان کا سر اس سے ڈھکتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب ان کے پاؤں ڈھکتے تو ان کا سر کھل جاتا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ان کا سر چھپادیں اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) رکھ دیں، اور ہم میں سے بعض وہ ہیں جن کی محنت دنیا میں برآور ہوئی اور وہ اپنی کمائی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲ حدیث نمبر، ۶۰۲۸)

حضرت عمران بن حصین روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا، میں نے جنت میں جھانکا تو وہاں اکثر فقیر لوگ نظر آئے اور جہنم میں جھانکا تو وہاں اکثر عورتوں کو پایا، ایوب اور عوف نے اس کی متابعت میں حدیث روایت کی ہے، صخر و حماد بن نجیح نے ابورجاء سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲ حدیث نمبر، ۶۰۲۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو خوان پر کھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی اور نہ ہی پتلی چپاتی کھائی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲ حدیث نمبر، ۶۰۳۰)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور اس وقت ہماری الماری میں کوئی ایسی چیز نہیں تھی جو جاندار کے کھانے کے لائق ہو، مگر تھوڑے جو تھے جو کو میری الماری میں تھے، جسے میں بہت دنوں تک کھاتی رہی (ایک دن) میں نے ان کو وزن کیا تو وہ ختم ہوگئے۔ (صحیح بخاری۔ جلد ۲ حدیث نمبر، ۶۰۳۱)

## دنیا کے عیش وآرام میں محو متکبر لوگوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں جنتیوں کا بتلا دوں؟ یعنی کیا میں یہ کہوں کہ کون لوگ جنتی ہیں تو سنو ہر وہ ضعیف شخص جنتی ہے جس کو لوگ ضعیف و حقیر سمجھیں اور اس کی کمزوری وشکستہ حالی کی وجہ سے اس کے ساتھ جبر وتکبر کا معاملہ کریں حالانکہ حقیقت کے اعتبار سے وہ ضعیف و کمزور اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا مرتبہ رکھتا ہے کہ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر کسی بات پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ اس کی قسم کو سچا کردے اور کیا میں تمہیں وہ لوگ بتلا دوں جو دوزخی ہیں؟ تو سنو ہر وہ

شخص دوزخی ہے جو جھوٹی باتوں اور لغو باتوں پر سخت گوئی کرنے والا جھگڑالو ہو مال جمع کرنے والا بخیل ہو، اور تکبر کرنے والا ہو۔ (بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر وہ شخص دوزخی ہے جو مال کو جمع کرنے والا اور حرام زادہ اور تکبر کرنے والا ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1030)

ہر ضعیف جنتی ہے۔ سے مراد وہ شخص ہے جو نہ تو گھمنڈ اور متکبر ہو اور نہ لوگوں پر جبر و زیادتی کرنے والا ہو۔ لفظ متضعف میں مشہور تو عین پر زبر ہی ہے اور ترجمہ میں اسی کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن بعض حضرات نے عین کو زیر کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں اس لفظ کے معنی متواضع اور کمتر اور گمنام کے ہوں گے۔ ہر ضعیف جنتی ہے سے مراد یہ ہے کہ جنت میں جن لوگوں کی کثرت ہوگی وہ یہی لوگ ہوں گے اس طرح دوسری قسم کے لوگ یعنی دوزخی جن کو قرار دیا ہے سے بھی یہی مراد ہے کہ دوزخیوں کی اکثریت ان ہی لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ علماء نے لو اقسم علی اللہ کے معنی بیان کیے ہیں ایک تو یہ کہ اگر وہ شخص اللہ کے لطف و کرم پر اعتماد کر کے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم کھالے تو اللہ اس کو سچا کرتا ہے اور اس کے اعتماد کو پورا کرتا ہے یعنی اس کی قسم ٹوٹتی نہیں بلکہ پوری ہوتی ہے۔ ترجمہ میں اس معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص اپنے پروردگار سے کسی چیز کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو قسم دے کر اپنی مراد پوری ہونے کی دعا کرتا ہے تو پروردگار اس کی قسم کی لاج رکھتا ہے اور اس کی مراد پوری کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ اگر وہ شخص کسی کام کے بارے میں قسم کھا کر یہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو کرے گا یا اس کام کو نہیں کرے گا تو اللہ اس کی قسم کو سچا کرتا ہے یعنی اس طرح کرتا ہے جو اس کی قسم کے مطابق ہوتا ہے۔

زنیم کے معنی کمینہ کے ہیں اور اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے آپ کو کسی ایسی قوم یا طبقے کی طرف منسوب کرلے جس سے حقیقت میں وہ کوئی تعلق نہیں رکھتا اسی لیے زنیم کا ترجمہ حرام زادہ کیا جاتا ہے چنانچہ عتل اور زنیم کے الفاظ قرآن کریم میں بھی آئے ہیں اور مذکورہ بالا معنی ہی ان میں الفاظ کا مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے جو کفار مکہ میں سے نہایت بدظن اور اسلام و پیغمبر اسلام کا سخت ترین دشمن تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل یعنی اچھا اور آراستہ ہے اور جمال یعنی اچھائی و آراستگی کو پسند کرتا ہے اور تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ہٹ دھرمی کے ساتھ نہ مانا جائے اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھا جائے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1032)

"اللہ تعالیٰ جمیل ہے" کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں اور اپنے افعال وقدرت میں اوصاف کاملہ سے موصوف ہے۔ اور تمام ظاہری و باطنی حسن و جمال اسی کے جمال کا عکس ہیں اور جمال وجلال بس اسی کی ذات پاک کا خاصہ ہے بعض حضرات نے جمیل کے معنی آراستہ کرنے والے اور جمال بخشنے والے بیان کیے ہیں، بعضوں نے یہ کہا ہے کہ جمیل دراصل جلیل کے معنی میں ہے اس صورت میں اللہ جمیل کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام تر نور و بہجت اور حسن و جمال کا مالک ہے نیز بعض حضرات نے یہ معنی بھی

بیان کیے ہیں کہ وہ اپنے بندوں کا اچھا کارساز ہے۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں جمع کیا جائے گا یعنی ان کی شکل مردوں کی سی ہوگی لیکن جسم وجثہ چیونٹیوں کی مانند ہوگا اور ہر طرف سے ذلت وخواری کو پوری طرح گھیرے گی پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف کہ جس کا نام بولس ہے ہانکا جائے گا وہاں اگوں کی آگ ان پر چھا جائے گی۔اور دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون، پیپ اور کچ لہوان کو پلایا جائے گا۔جس کا نام طینت الخبال ہے۔(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1036)

چھوٹی چیونٹیوں کی طرح" کے اصل مفہوم کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں چنانچہ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ چیونٹیوں کی تشبیہ دراصل اس بات سے کنایہ ہے کہ تکبر کرنے والے لوگ قیامت کے دن میدان حشر میں نہایت ذلت خواری کے ساتھ حاضر ہوں گے اور گویا وہ لوگوں کے پاؤں کے نیچے اس طرح پامال ہوں گے جس طرح چیونٹیوں کو روندا جاتا ہے ان حضرات کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کا اٹھنا اور ان کے اجسام کا دوبارہ بننا ان ہی اجزاء اصل کے ساتھ ہوگا جو وہ دنیا میں رکھتے تھے جیسا کہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر شخص میدان حشر میں اپنے اجزاء اعضاء کے ساتھ اٹھ کر آئے گا جن پر دنیا میں اس کا جسم پر مشتمل تھا اور ظاہر ہے کہ چیونٹی کی صورت اس کا جثہ اس جسم وبدن کے اجزاء اصلی کے حامل نہیں ہوسکتا اس لیے حدیث فی الصور مردوں کی صورت میں کے الفاظ بھی اس قول پر دلالت کرتے ہیں۔

ملاعلی قاری نے بھی اس کے بارے میں کئی اقوال نقل کیے ہیں اور پھر تورپشتی کی طرف منسوب کر کے یہ بیان کیا ہے کہ ہم اس حدیث کے ظاہری معنی اس لیے مراد لیتے نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ قیامت کے دن دوبارہ اٹھ کر میدان حشر میں آئیں تو ان کے جسم وبدن ان ہی اجزاء پر مشتمل ہوں گے جن پر دنیا میں ان کے جسم تھے۔یہاں تک کہ ان کے عضو تناسل کی کھال کا وہ حصہ بھی لگا دیا جائے گا جو ختنہ کے وقت کاٹا جاتا ہے گویا سارے لوگ غیر مختون اٹھیں گے لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک انسان کے جسم کے سارے اجزاء یہاں تک کہ ناخن اور بال وغیرہ بھی ایک چنونٹی کے جثہ کے برابر ہو جمع ہو جائیں۔

آخر میں ملاعلی قاری نے تورپشتی کے مذکورہ قول کے مخالفین کے جواب بھی نقل کیے ہیں اور ان پر شک کا اظہار کرتے ہوئے اپنی تحقیق یہ لکھی ہے کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر میدان حشر میں آئیں گے تو اس وقت اللہ دوسرے لوگوں کی طرح تکبر کرنے والوں کے جسم کو بھی دوبارہ بنائے گا۔اور وہ بھی اپنے تمام اجزاء معدومہ کے ساتھ اپنے پورے جسم میں اٹھ کر آئیں گے تاکہ ہر ایک کی دوبارہ جسمانی تخلیق کی قدرت پوری طرح ثابت ہو جائے لیکن پھر ان لوگوں کو میدان حشر میں مذکورہ جسم وصورت میں تبدیل کر دے گا یعنی ان کے جسم چیونٹیوں کی طرح ہو جائیں گے اور ان کی صورت مردوں کی سی رہے گی اور یہ تبدیلی جسم اس لیے ہوگی کہ تاکہ ان کی ذلت وہانت پوری مخلوق کے سامنے ظاہر ہو جائے یا یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب مذکورہ لوگ حساب وکتاب کی جگہ آئیں گے اور ان کے سامنے عذاب الٰہی کی نشانیاں ظاہر ہوں گی تو اس وقت وہ ہیبت ودہشت کے سبب اس

قدر گھٹ جائیں گے کہ ان کے جسم چیونٹیوں کی طرح معلوم ہوں گے اور اہل دوزخ کا اپنی اپنی حالتوں اور گناہوں کے اعتبار سے مختلف صورتوں جیسے کتے سور، گدھے، وغیرہ کی شکلوں میں تبدیل ہو جانا مختلف منقولات سے ثابت ہے۔

لفظ بولس" باء کے زبر، واؤ کے جزم اور لام کے زبر کے ساتھ، اور قاموس میں لکھا ہے کہ یہ لفظ با کے پیش کے اور لام کے زیر کے ساتھ ہے جو بلس سے مشتق ہے اور جس کے معنی تحیر اور ناامیدی کے ہیں شیطان کا نام ابلیس بھی اسی سے مشتق ہے۔

"آگوں کی آگ میں" کی طرف نسبت ایسی ہے جیسے آگ کی نسبت کسی ایسی چیز کی طرف کی جائے جس کو آگ جلا دیتی ہے مطلب یہ ہے کہ وہ آگ اس طرح کی ہوگی کہ وہ خود آگ کو لکڑی کی طرح جلائے گی۔

طینۃ الخبال میں لفظ خبال خاء کے زبر کے ساتھ ہے اور اس کے لغوی معنی فساد اور خرابی کے ہیں اور جیسا کہ حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ 'طینۃ الخبال، ان دوزخ کے عصارہ کا نام ہے اور عصارہ اس پیپ، خون، اور کچ لہو کو کہتے ہیں جو دوزخیوں کے زخموں سے بہے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کے مرتبہ کو بلند کر دیتا ہے۔

چنانچہ وہ اپنی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کو ذلت و حقارت کی نظر میں دیکھتا ہے اور جو شخص لوگوں کے ساتھ تکبر و غرور کرتا ہے اللہ اس کے مرتبہ کو گرا دیتا ہے چنانچہ وہ لوگوں کی نظر میں تو حقیر ہوتا ہے لیکن اپنی نظر میں خود کو بلند مرتبہ سمجھتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سور سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1042)

| |
|---|
| كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ |
| لوگ ایک دین پر تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کر دے اور کتاب میں اختلاف اُنہوں نے ڈالا جن کو دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس روشن حکم آ چکے آپس میں سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھا دی جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے، اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے، |

## اختلاف کے سبب سابقہ قوموں کی ہلاکت کا بیان

"كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً " عَلَى الْاِيْمَانِ فَاخْتَلَفُوْا بِاَنْ اٰمَنَ بَعْضٌ وَ كَفَرَ بَعْضٌ "فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ "

اِلَيْهِمْ "مُبَشِّرِيْنَ" مَنْ اٰمَنَ بِالْجَنَّةِ "وَمُنْذِرِيْنَ" مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ "وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ" بِمَعْنَى الْكُتُبِ "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّقٌ بِاَنْزَلَ "لِيَحْكُمَ" بِهٖ "بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ" مِنَ الدِّيْنِ "وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ" اَىِ الدِّيْنِ "اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ" اَىِ الْكِتٰبَ فَاٰمَنَ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ "مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ" الْحُجَجُ الظَّاهِرَةُ عَلَى التَّوْحِيْدِ وَمِنْ مُتَعَلِّقَةٌ بِاخْتَلَفَ وَهِيَ وَمَا بَعْدَهَا مُقَدَّمٌ عَلَى الِاسْتِثْنَاءِ فِي الْمَعْنٰى "بَغْيًا" مِنَ الْكَافِرِيْنَ "بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنْ" لِلْبَيَانِ "الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ" بِاِرَادَتِهٖ "وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ" هِدَايَتَهٗ "اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" طَرِيْقِ الْحَقِّ،

لوگ ایک دین پر تھے۔یعنی ایمان پر ایک ہی امت تھے۔اس کے بعد اختلاف کر گئے اس طرح کہ ان میں سے بعض پر ایمان لائے اور بعض کا انکار کیا۔ پھر اللہ نے ان کی طرف انبیاء بھیجے جو جنت کی خوشخبری دیتے اور ڈرسناتے یعنی جس نے جہنم کا کفر کیا۔اوران کے ساتھ سچی کتاب اتاری۔ کہ وہ لوگوں میں ان کے اختلافوں کا فیصلہ کردے یعنی دین میں اور کتاب میں اختلاف اُنہوں نے ڈالا یعنی دینی معاملات میں، جن کو دی گئی تھی بعد اس کے یعنی بعض کتاب پر ایمان لائے اور بعض کا انہوں نے انکار کیا۔ کہ ان کے پاس روشن حکم آچکے۔یعنی توحید پر ظاہری دلائل آچکے ہیں۔اور یہاں من اختلف کے متعلق ہے۔ وہ اوراس کا مابعد استثناء میں مقدم ہے۔ میں آپس میں سرکشی سے تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سوجھادی جس میں جھگڑ رہے تھے۔اپنے حکم سے،اور اللہ جسے، چاہے سیدھی راہ پر چلادے۔یعنی صراط مستقیم جو حق کا راستہ ہے۔

## گمراہی کی طرف لے جانے والے اختلاف کی مذمت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک (متشابہ) آیت میں اختلاف کر رہے تھے یعنی اس کے معنی میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سے پہلے کے لوگ کتاب میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 149)

اس سے مراد وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے قلوب شک میں گرفتار ہوں، یا ایمان میں کمزوری پیدا ہو اور آپس میں فتنہ وفساد اور دشمنی کا سبب نیز کفر و بدعت کا باعث ہو، جیسے نفس قرآن میں اختلاف کرنا، اس کے معنی و مطالب میں فرق پیدا کرنا، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ اختلاف کرنا صحیح ہے، ہاں علمائے مجتہدین کے اختلاف صحیح ہیں جو اللہ کی رحمت کا باعث اور دین وشریعت میں وسعت کا ذریعہ ہیں، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اس طرح کا اجتہادی اختلاف جو فائدہ مند ہے، منقول ہے جو جائز تھا اور جس کی وجہ سے بے شمار مسائل کا استنباط ہوا اور امت ان سے منتفع ہوگئی۔

| |
|---|
| اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ |
| وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝ |
| کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر تو ابھی ان لوگوں جیسی حالت نہیں بیتی جو تم سے پہلے گزر چکے، |
| انہیں تو طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا کہ پیغمبر اور ان کے ایمان والے ساتھی پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب |
| آئے گی؟ آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ |

## دین کیلئے سختیاں برداشت کرنے کا بیان

ونزل في جهد أصاب المسلمين "اَمْ" بَلْ اَ "حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا" لَمْ "يَاْتِكُمْ مَثَل" شِبْه مَا اَتَى "الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ" مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنَ الْمِحَن فَتَصْبِرُوْا كَمَا صَبَرُوْا "مَسَّتْهُمْ" جُمْلَة مُسْتَاْنَفَة مُبَيِّنَة مَا قَبْلهَا "الْبَاْسَاء" شِدَّة الْفَقْر "وَالضَّرَّاء" الْمَرَض "وَزُلْزِلُوا" أُزْعِجُوْا بِاَنْوَاعِ الْبَلَاء "حَتّٰى يَقُوْل" بِالنَّصْبِ وَالرَّفْع اَيْ قَالَ : "الرَّسُوْل وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ" اسْتِبْطَاء لِلنَّصْرِ لِتَنَاهِي الشِّدَّة عَلَيْهِمْ "مَتٰى" مَتَى يَاْتِي "نَصْر اللّٰه" الَّذِيْ وُعِدْنَاهُ فَاُجِيْبُوا مِنْ قِبَل اللّٰه "اَلَا اِنَّ نَصْر اللّٰه قَرِيْب" اِتْيَانه،

یہ آیت مسلمانوں کو پہنچنے والی مشقت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر تو ابھی ان لوگوں جیسی حالت نہیں بیتی جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے، یعنی مؤمنین جو مشقت میں پڑے لہٰذا تم صبر کرو جس طرح انہوں نے صبر کیا۔انہیں تو طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور انہیں ہلا ڈالا گیا اور مستھم یہ جملہ مستأنفہ ہے جو ماقبل کیلئے بیان ہے۔اور یہاں بأساء کا معنی شدت فقر ہے اور ضراء کا معنی مرض ہے۔ اور زلزلوا سے مراد مختلف مصائب سے ہلا دیئے جاؤ گے۔اور یقول یہ نصب اور رفع دونوں کے ساتھ آیا ہے۔کہ پیغمبر اور ان کے ایمان والے ساتھی پکار اٹھے یعنی مدد کو طلب کرنے کیلئے تاکہ سخت ان سے دور ہو، کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تو انہیں اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا ہے۔آگاہ ہو جاؤ کہ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۱۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت غزوہ احزاب کے متعلق نازل ہوئی جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیفیں پہنچی تھیں اس میں انہیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہِ خدا میں تکالیف برداشت کرنا قدیم سے خاصان خدا کا معمول رہا ہے۔ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں پہنچی بھی نہیں ہیں بخاری شریف میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سایہ کعبہ میں اپنی چادر مبارک سے تکیہ کئے ہوئے تشریف فرما تھے ہم نے حضور سے عرض کی کہ حضور ہمارے لئے کیوں دعا نہیں فرماتے ہماری کیوں مدد نہیں کرتے فرمایا تم سے پہلے لوگ گرفتار کئے جاتے تھے زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے اور ان میں کی کوئی مصیبت انہیں ان کے دین سے روک نہ سکتی تھی۔

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى |
| وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ٥ |
| آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور |
| یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔ |

## نیک جگہوں پر مال کو خرچ کرنے کا بیان

"يَسْئَالُوْنَكَ" يَا مُحَمَّدِ "مَاذَا يُنْفِقُوْنَ" اَیْ الَّذِیْ يُنْفِقُوْنَهٗ وَالسَّائِلِ عَمْرو بْن الْجَمُوحِ وَكَانَ شَيْخًا ذَا مَالٍ فَسَاَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا يُنْفِقُ وَعَلٰى مَنْ يُّنْفِقُ "قُلْ" لَهُمْ "مَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ" بَيَان لِمَا شَامِل لِلْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ وَفِيْهِ بَيَان الْمُنْفِق الَّذِیْ هُوَ اَحَد شِقَّیْ السُّؤَال وَاَجَابَ عَنْ الْمَصْرِف الَّذِیْ هُوَ الشِّقّ الْاٰخَر بِقَوْلِهٖ : "فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْن وَابْن السَّبِيْل" اَیْ هُمْ اَوْلٰى بِهٖ "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْر" اِنْفَاق اَوْ غَيْره "فَاِنَّ اللّٰه بِهٖ عَلِيْم" فَمُجَازٍ عَلَيْهِ،

یا محمد ﷺ آپ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، یہاں پر ماذا یہ الذی کے معنی میں ہے۔ اور سائل عمرو بن جموع ہے جو بوڑھے مالدار تھے۔ تو انہوں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں؟ تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو یہاں من بیانیہ ہے جو قلیل وکثیر دونوں کو شامل ہے۔ اور اس میں خرچ کرنے والے کیلئے دونوں شقوں میں سے پہلی شق کے سوال کا جواب یہ ہے وہ مصرف جہاں خرچ کرنا ہے۔ اور دوسری شق کا جواب اس قول سے ہے۔ تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے یعنی ان پر خرچ کرنا افضل ہے۔ اور جو بھلائی کرو یعنی خرچ وغیرہ میں سے، بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔ پس وہ اس کا اجر دے گا۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۱۵ کے مضمون نزول کا بیان

مقاتل فرماتے ہیں یہ آیت نفلی خیرات کے بارے میں ہے، سدی کہتے ہیں اسے آیت زکوۃ نے منسوخ کر دیا۔ لیکن یہ قول ذرا غور طلب ہے، مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے نبی لوگ تم سے سوال کرتے ہیں کہ وہ کس طرح خرچ کریں تم انہیں کہدو کہ ان

لوگوں سے سلوک کریں جن کا بیان ہوا۔ حدیث میں ہے کہ اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر اور قریبی اور قریبی لوگوں سے یہ حدیث بیان فرما کر حضرت میمون بن مہران نے اس آیت کی تلاوت کیا اور فرمایا یہ ہیں جن کے ساتھ مالی سلوک کیا جائے اور ان پر مال خرچ کیا جائے۔

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص زمین کے ایک حصے جنگل میں کھڑا تھا کہ اس نے ابر میں سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر پھر وہ ابر ایک طرف چلا اور ایک جگہ پتھریلی زمین پر پانی برسانے لگا۔ اور وہ تمام پانی ان نالیوں میں سے کہ جو اس زمین میں تھیں ایک نالی میں جمع ہونے لگا پھر وہ پانی اس نالی کے ذریعے ایک طرف بہنے لگا تو وہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ تا کہ یہ دیکھے کہ جس شخص کے باغ میں یہ پانی جا رہا ہے وہ کون ہے؟ ناگہاں اس شخص نے ایک آدمی کو دیکھا جو اپنے کھیت میں کھڑا بیلچہ کے ذریعے اس پانی کو باغ کے درختوں میں پھیلا رہا تھا اس شخص نے باغ والے سے پوچھا کہ اے خدا کے بندے تمہارا کیا نام ہے؟؟ اس نے کہا کہ میرا فلاں نام ہے اور اس نے وہی نام بتایا جو اس ابر میں سے سنا تھا۔ پھر باغ والے نے اس شخص سے پوچھا کہ بندہ خدا تم میرا نام کیوں پوچھ رہے ہو؟ اس شخص نے کہا کہ میں اس لیے پوچھ رہا ہوں جس ابر کا یہ پانی ہے اس ابر میں میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا اس ابر سے یہ کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور وہ نام تمہارا ہی تھا اور اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم اس باغ میں کیا بھلائی کرتے ہو جس کی وجہ سے تم اس فضیلت اور بزرگی سے نوازے گئے ہو باغ والے نے کہا کہ چونکہ اس وقت تم پوچھ رہے ہو اس لیے میں بھی تم سے بتائے دیتا ہوں کہ اس باغ کی جو کچھ پیداوار ہوتی ہے پہلے میں اسے دیکھتا ہوں پھر اس میں سے ایک تہائی تو خدا کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ میں لگا دیتا ہوں۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 375)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں شمار کرے گا (یعنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت ختم کر کے تمہارا رزق کم کر دے گا بایں طور کہ اسے ایک معدود وچند ومحدود چیز کی مانند کر دے گا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال وزر کے بارے میں تم سے محاسبہ کرے گا اور جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہوا سے حاجت مندوں سے روک کر نہ رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد عطاء وبخشش روک لے گا، نیز یہ کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 359)

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

تم پر فرض ہوا اللہ کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں نا گوار ہے۔ اور قریب ہے۔ کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو

اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

## جہاد کی فرضیت کا بیان

"كُتِبَ" فُرِضَ "عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ" لِلْكُفَّارِ "وَهُوَ كُرْهٌ" مَكْرُوْهٌ "لَكُمْ" لَكُمْ طَبْعًا لِمَشَقَّتِهٖ "وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَكُمْ" لِمَيْلِ النَّفْسِ اِلَى الشَّهَوَاتِ الْمُوجِبَةِ لِهَلَاكِهَا وَنُفُورِهَا عَنِ التَّكْلِيفَاتِ الْمُوجِبَةِ لِسَعَادَتِهَا فَلَعَلَّ لَكُمْ فِي الْقِتَالِ وَاِنْ كَرِهْتُمُوهُ خَيْرًا لِاَنَّ فِيهِ اِمَّا الظَّفَرَ وَالْغَنِيمَةَ اَوِ الشَّهَادَةَ وَالْاَجْرَ وَفِي تَرْكِهِ وَاِنْ اَحْبَبْتُمُوهُ شَرًّا لِاَنَّ فِيهِ الذُّلَّ وَالْفَقْرَ وَحِرْمَانَ الْاَجْرِ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ" مَا هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ "وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" ذٰلِكَ فَبَادِرُوْا اِلٰى مَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖ،

تم پر جہاد فرض ہوا یعنی اللہ کی راہ میں کفار سے لڑنا اور وہ تمہیں نا گوار ہے۔ ممکن ہے کہ ایک تم میں سے ایک گروہ اس کی مشقت کے سبب اس کو پسند نہ کرے، اور قریب ہے۔ کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے، کیونکہ نفس ایسی شہوات کی طرف مائل کرنے والا ہے جو ہلاکت کو واجب کرنے والی ہیں اور سعادت کو واجب کرنے والی تکالیف سے نفس کا نفرت کرنا، تا کہ تم جہاد کرو اگر چہ تم مشکل لگے اور خیر سے مراد اس میں کامیابی، غنیمت یا شہادت اور اجر ہے اور اس کو چھوڑ دینے میں اگر چہ تمہیں ایسا پسند ہو تمہارے لئے برائی ہے۔ کیونکہ اس میں ذلت اور فقر اور ثواب سے محروم ہونا ہے۔ اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا تم اسی جانب آؤ جس کی طرف تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

## جہاد کے لغوی واصطلاحی معنی کا بیان

امام راغب اصفہانی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جہد اور جہاد کے لغوی معنی ہیں مشقت اٹھانا اور طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا "(الجهاد استفراغ الوسع في مدافعة العدو) ۔ جہاد کا مطلب ہے، انتہائی قوت سے حملہ آور دشمن کی مدافعت کرنا۔"

اصطلاح شریعت میں "جہاد کا مفہوم ہے۔" کفار کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ میں اپنی طاقت خرچ کرنا بایں طور کہ خواہ اپنی جان کو پیش کیا جائے یا اپنے مال کے ذریعہ مدد کی جائے اور خواہ اپنی عقل وتدبیر (یعنی اپنی رائے اور مشوروں کا) تعاون دیا جائے یا محض اسلامی لشکر میں شامل ہو کر اس کی نفری میں اضافہ کیا جائے اور یا ان کے علاوہ کسی بھی طریقے سے دشمنان اسلام کے مقابلے

میں اسلامی لشکر کی معانت وحمایت کی جائے۔ (المفردات، بتصرف)

جہاد کے معنی ہیں کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی انتہائی کوشش صرف کر دینا۔ یہ محض جنگ کا ہم معنی نہیں ہے۔ جنگ کے لیے تو قِتال کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جھاد اس سے وسیع تر مفہوم رکھتا ہے اور اس میں ہر قسم کی جدو جہد شامل ہے۔ مجاہد وہ شخص ہے، جو ہر وقت اپنے مقصد کی دُھن میں لگا ہو، دماغ سے اس کے لیے تدبیریں سوچے، زبان وقلم سے اسی کی تبلیغ کرے، ہاتھ پاؤں سے اسی کے لیے دَوڑ دُھوپ اور محنت کرے، اپنے تمام امکانی وسائل اس کو فروغ دینے میں صَرف کر دے، اور ہر اس مزاحمت کا پُوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرے جو اس راہ میں پیش آئے، حتّٰی کہ جب جان کی بازی لگانے کی ضرورت ہو تو اس میں بھی دریغ نہ کرے۔ اس کا نام ہے جہاد۔ اور جہاد فی سبیل اللہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ صرف اللہ کی رضا کے لیے اور اس غرض کے لیے کیا جائے کہ اللہ کا دین اس کی زمین پر قائم ہو اور اللہ کا کلمہ سارے کلموں پر غالب ہو جائے۔ اس کے سوا اور کوئی غرض مجاہد کے پیشِ نظر نہ ہو۔

## احادیث کے مطابق فرضیت جہاد کا بیان

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کون سا فرمایا اپنے والدین کی خدمت کرنا میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا اگر میں آپ سے زیادہ پوچھتا تو آپ اور زیادہ مجھے بتا دیتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 51)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فتح مکہ کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی ہاں جہاد اور نیک نیتی کا ثواب ملتا ہے اگر تم جہاد کیلئے طلب کئے جاؤ تو فوراً کمربستہ ہو جاؤ۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 52)

(۳) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دربار رسول اللہ میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ سب لوگوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا وہ مومن جو اپنی جان سے اور اپنے مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہو، پھر صحابہ نے عرض کیا، اس کے بعد کون؟ فرمایا وہ مومن جو پہاڑ کے کسی درے میں رہتا ہو، اور وہیں خدا کی عبادت کرتا ہو، اور لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھتا ہو۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 55)

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ |
| وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا يَزَالُوْنَ |
| يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ |

فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں جنگ کا حکم دریافت کرتے ہیں، فرمادیں: اس میں جنگ بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے، اور یہ فتنہ انگیزی قتل وخون سے بھی بڑھ کر ہے اور (یہ کافر) تم سے ہمیشہ جنگ جاری رکھیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر طاقت پاسکیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا وآخرت میں اعمال برباد ہو جائیں گے، اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

## مشرکین کا مسلمانوں سے ہمیشہ لڑتے رہنے کا بیان

وَاَرْسَلَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَّل سَرَایَاهُ وَعَلَیْهَا عَبْد اللّٰه بْن جَحْش فَقَاتَلُوا الْمُشْرِكِیْنَ وَقَتَلُوْا ابْن الْحَضْرَمِیّ اٰخِر یَوْم مِنْ جُمَادَی الْاٰخِرَة وَالْتَبَسَ عَلَیْهِمْ بِرَجَبٍ فَعَیَّرَهُمْ الْكُفَّار بِاسْتِحْلَالِهِ فَنَزَلَ : "یَسْاَلُوْنَكَ عَنْ الشَّهْر الْحَرَام" الْمُحَرَّم "قِتَال فِیْهِ" بَدَل اشْتِمَال "قُلْ" لَهُمْ "قِتَال فِیْهِ كَبِیْر" عَظِیْم وِزْرًا مُبْتَدَا وَخَبَر "وَصَدّ" مُبْتَدَا مَنْع لِلنَّاسِ "عَنْ سَبِیْل اللّٰه" دِیْنه "وَكُفْر بِهِ" بِاللّٰهِ "و" صَدّ عَنْ "الْمَسْجِد الْحَرَام" اَیْ مَكَّة "وَاِخْرَاج اَهْله مِنْهُ" وَهُمْ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَخَبَر الْمُبْتَدَا "اَكْبَر" اَعْظَم وِزْرًا "عِنْد اللّٰه" "مِنْ الْقِتَال فِیْهِ" "وَالْفِتْنَة" الشِّرْك مِنْكُمْ "اَكْبَر مِنْ الْقَتْل" لَكُمْ فِیْهِ "وَلَا یَزَالُوْنَ" اَیْ الْكُفَّار "یُقَاتِلُوْنَكُمْ" اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ "حَتّٰی" كَیْ "یَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِیْنكُمْ" اِلَی الْكُفْر "اِنْ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنه فَیَمُتْ وَهُوَ كَافِر فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالهمْ" الصَّالِحَة "فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَة" فَلَا اعْتِدَاد بِهَا وَلَا ثَوَاب عَلَیْهَا وَالتَّقْیِیْد بِالْمَوْتِ عَلَیْهِ یُفِید اَنَّهُ لَوْ رَجَعَ اِلَی الْاِسْلَام لَمْ یَبْطُل عَمَله فَیُثَاب عَلَیْهِ وَلَا یُعِیدهُ كَالْحَجِّ مَثَلًا وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیّ "واُولئك اصحاب النار هم فیها خالدون"

اور جب نبی کریم ﷺ نے پہلا سرایا بھیجا اور اس میں عبداللہ بن جحش تھے۔ جنہوں نے مشرکین سے قتال کیا اور جمادی الثانی کے آخری دن ابن حضرمی کو قتل کر دیا تو ان پر رجب کا اشتباہ ہو گیا جس کے سبب کافروں نے حرمت والے مہینے کی حلت پر عار دلائی تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لوگ آپ سے حرمت والے مہینے میں جنگ کا حکم دریافت کرتے ہیں، قتال فیہ ''عَنْ الشَّهْر الْحَرَام'' سے بدل اشتمال ہے۔ فرمادیں اس میں جنگ بڑا گناہ ہے۔ بڑا گناہ یہ یہاں مبتداء وخبر ہے۔ اور صد کا معنی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا یعنی اللہ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجدِ حرام سے روکنا یعنی مکہ سے اور وہاں کے رہنے والوں کو

وہاں سے نکالنا یعنی نبی کریم ﷺ اور ان کے ساتھ اہل ایمان اور یہ مبتداء کی خبر ہے۔اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے، یعنی زیادہ سزا ہوگی۔ اور یہ فتنہ انگیزی یعنی شرک قتل وخون سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ کافر تم سے ہمیشہ ایمان والوں سے جنگ جاری رکھیں گے۔ یہاں حتیٰ کی کے معنی میں ہے۔ یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے کفر کی طرف پھیر دیں اگر طاقت پاسکیں، اور تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے اور پھر وہ کافر ہی مرے تو ایسے لوگوں کے دنیا و آخرت میں اعمال برباد ہو جائیں گے، لہٰذا وہ عمل شمار نہ ہوگا اور نہ ہی اس پر ثواب ہوگا اور کفر پر موت کی قید کو اس لئے بیان کیا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص اسلام کی طرف لوٹ آیا تو اس کا عمل باطل نہ ہوگا پس اس کو اس کا ثواب دیا جائے گا۔ اور وہ عمل لوٹائے گا نہیں جس طرح حج وغیرہ ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہی ہے۔ اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۱۷ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی تھی اس نے مشرکین سے قتال کیا ان کا خیال تھا کہ وہ روز جمادی الاخریٰ کا آخر دن ہے مگر درحقیقت چاند ۲۹ کو ہو گیا تھا اور رجب کی پہلی تاریخ تھی اس پر کفار نے مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم نے ماہ حرام میں جنگ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال ہونے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## حضرمی کا غلطی سے قتل ہو جانے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو بھیجا اور اس کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا جب وہ جانے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدائی کے صدمہ سے رو دیئے آپ نے انہیں روک لیا اور ان کے بدلے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو سردار لشکر مقرر کیا اور انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور فرمایا کہ جب تک بطن نخلہ نہ پہنچو اس خط کو نہ پڑھنا اور وہاں پہنچ کر جب اس مضمون کو دیکھو تو ساتھیوں میں سے کسی کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کرنا چنانچہ حضرت عبداللہ اس مختصر سی جماعت کو لے کر چلے جب اس مقام پر پہنچے تو فرمان نبی پڑھا اور کہا میں فرمانبرداری کے لئے تیار ہوں پھر اپنے ساتھیوں کو پڑھ کر سنایا اور واقعہ بیان کیا دو شخص تو لوٹ گئے لیکن اور سب ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہو گئے آگے چل کر ابن الحضرمی کا فر کو انہوں نے پایا چونکہ یہ علم نہ تھا کہ جمادی الاخریٰ کا یہ آخری دن ہے یا رجب کا پہلا دن ہے انہوں نے اس لشکر پر حملہ کر دیا ابن الحضرمی مارا گیا اور صحابہ کی یہ جماعت وہاں واپس ہوئی اب مشرکین نے مسلمانوں پر اعتراض کرنا شروع کیا کہ دیکھو انہوں نے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی اور قتل بھی کیا اس بارے میں یہ آیت اتری۔ (ابن ابی حاتم)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ |
| وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| بیشک جولوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کے لئے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار |
| ہیں، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اعلائے دین کیلئے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا بیان

وَلَمَّا ظَنَّ السَّرِيَّة اَنَّهُمْ اِنْ سَلِمُوْا مِنَ الْاِثْم فَلَا يَحْصُل لَهُمْ اَجْر نَزَلَ : "اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا" فَارَقُوا اَوْطَانهمْ "وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْل اللّٰه" لِاِعْلَاءِ دِيْنه "اُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَة اللّٰه" ثَوَابه "وَاللّٰهُ غَفُوْر" لِلْمُؤْمِنِيْنَ "رَحِيْم" بِهِمْ،

اور جب اہل سریہ کو یہ گمان ہوا کہ اگر چہ وہ گناہ سے بچ نکلے ہیں لیکن ان کو اس جہاد کا ثواب حاصل نہ ہوسکے گا تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

بیشک جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی یعنی جنہوں نے اللہ کے لئے وطن چھوڑا اور اللہ کی راہ میں دین کی بلندی کیلئے جہاد کیا، یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، یعنی اس کے ثواب کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ مؤمنوں کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۱۸ کے شان نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں جو مجاہدین بھیجے گئے تھے ان کی نسبت بعض لوگوں نے کہا کہ چونکہ انہیں خبر نہ تھی کہ یہ دن رجب کا ہے اس لئے اس روز قتال کرنا گناہ تو نہ ہوا لیکن اس کا کچھ ثواب بھی نہ ملے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ ان کا یہ عمل جہاد مقبول ہے اور اس پر انہیں امیدوار رحمت الٰہی رہنا چاہئے اور یہ امید قطعاً پوری ہوگی۔ (تفسیر خازن، بقرہ ۲۱۸، بیروت)

## اللہ کی رضا کیلئے ہجرت کرنے کا باعث ثواب ہونے کا بیان

علقمہ بن وقاص لیثی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی، چنانچہ جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو کہ وہ اسے پائے گا، یا کسی عورت کے لئے ہو، کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف شمار ہوگی جس کے لئے ہجرت کی ہو۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1)

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۝

آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں، فرما دیں: ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ (دنیوی) فائدے بھی ہیں مگر ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے بڑھ کر ہے، اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرما دیں جو ضرورت سے زائد ہے، اسی طرح اللہ تمہارے لئے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

## شراب اور جوئے کے بارے میں احکام شرعیہ کا بیان

"يَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" اَلْقِمَار وَمَا فِیْ حُكْمِهِمَا "قُلْ" لَهُمْ "فِيْهِمَا" اَیْ فِیْ تَعَاطِيْهِمَا "اِثْم كَبِيْر" عَظِيْم وَفِیْ قِرَاءَة بِالْمُثَلَّثَةِ لِمَا يَحْصُل بِسَبَبِهِمَا مِنْ الْمُخَاصَمَة وَالْمُشَاتَمَة وَقَوْل الْفُحْش "وَمَنَافِع لِلنَّاسِ" بِاللَّذَّةِ وَالْفَرَح فِي الْخَمْر وَاِصَابَة الْمَال بِلَا كَدّ فِي الْمَيْسِر "وَاِثْمهمَا" اَیْ مَا يَنْشَأ عَنْهُمَا مِنْ الْمَفَاسِد "اَكْبَر" اَعْظَم "مِنْ نَفْعهمَا" وَلَمَّا نَزَلَتْ شَرِبَهَا قَوْم وَامْتَنَعَ عَنْهَا آخَرُوْنَ اِلَّا اَنْ حَرَّمَتْهَا آيَة الْمَائِدَة "وَيَسْاَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ" اَیْ مَا قَدْره "قُلْ" اَنْفِقُوا "الْعَفْو" اَیْ الْفَاضِل عَنْ الْحَاجَة وَلَا تُنْفِقُوا مَا تَحْتَاجُوْنَ اِلَيْهِ وَتُضَيِّعُوا اَنْفُسكُمْ وَفِیْ قِرَاءَة بِالرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ هُوَ "كَذٰلِكَ" اَیْ كَمَا بَيَّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ "يبين الله لكم ال ايات لعلكم تتفكرون"

آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں، اور جو ان دونوں کے حکم میں ہے۔ آپ ﷺ ان دونوں کے بارے میں فرما دیں کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔ اور ایک قرأت میں کبیر یہ ثائے مثلثہ کے ساتھ یعنی کثیر آیا ہے۔ یعنی ان دونوں کی وجہ سے جھگڑا، گالی اور بے حیائی کی باتیں ہو جاتی ہیں۔ اور لوگوں کے لئے کچھ دنیوی فائدے بھی ہیں یعنی شراب میں لذت وسرور حاصل ہوتا ہے جبکہ جوئے میں بغیر کسی کمائی کے مال مل جاتا ہے۔ مگر ان دونوں کا گناہ یعنی جس مفاسد کھلتے ہیں، ان کے نفع سے بڑھ کر ہے، اور جب آیت نازل ہوئی تو ایک قوم شراب پیتی رہی اور ایک قوم رک گئی حتیٰ کہ سورہ مائدہ کی آیت نے شراب کو حرمت کو بیان کر دیا۔ اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ یعنی کتنی مقدار خرچ کریں؟ فرما دیں، جو ضرورت سے زائد ہے، اور جس کی تم کو ضرورت ہو اس کو خرچ نہ کرو اور تم اپنے لئے مال کو ضائع نہ کرو۔ اور ایک قرأت میں عفو ھو کی تقدیر پر رفع کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

امام راغب اصبہانی لکھتے ہیں کہ یہاں پر کلمہ "اثم" اپنے مقابل "منافع" کے قرینے سے نقصان کے معنی میں ہو سکتا ہے۔

شراب اور قمار انسان کے ایمان میں سستی ایجاد کرتے ہیں اور انسان کو کارِ خیر اور ثواب سے باز رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔

قل فیھما اثم کبیر "الاثم" اسم للافعال المبطئة عن الثواب (مفردات راغب) اثم "ان افعال کو کہتے ہیں جو ثواب سے دوری اور باز رکھنے کا باعث بنتے ہیں"۔ شراب خوری اور قمار بازی گناہان کبیرہ میں سے ہیں۔ "اثم" کے معنی گناہ اور ایسے کام کے ہیں، جس کا انجام دینا حرام ہو۔ (القاموس المحیط)

## سورہ بقرہ آیت ۲۱۹ کے شانِ نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ مقدار ارشاد فرمائیں کتنا مال راہِ خدا میں دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن، سورہ بقرہ ۲۱۹، بیروت)

## خمر (شراب) کا فقہی مفہوم

قاموس میں لکھا ہے کہ خمر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے استعمال یعنی جس کو پینے سے نشہ ومستی پیدا ہو جائے۔ اور وہ انگور کے شیرے کی صورت میں ہو یا عام کہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی چیز کا عرق وکاڑھا وغیرہ ہو، زیادہ صحیح یہی ہے کہ اس کا عام مفہوم مراد لیا جائے یعنی نشہ لانے والی چیز خواہ وہ انگور کا شیرہ ہو یا کسی دوسری چیز کا شیرہ وغیرہ کیونکہ شراب مدینہ میں حرام ہوئی ہے اور اس زمانہ میں انگور کی شراب کا کوئی وجود نہیں تھا بلکہ وہ کھجور سے بنائی جاتی تھی خمر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ لغت میں خمر کے معنی ہیں ڈھانپنا چھپانا، خلط کرنا اور چونکہ شراب انسان کی عقل کو ڈھانپ دیتی ہے اور اس کے فہم وشعور کی قوتوں کو خلط وخبط کر دیتی ہے اس لئے اس کو خمر کہا گیا۔

## احادیث کے مطابق حرمت شراب کا بیان

حضرت انس کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی حد سزا میں کھجور کی ٹہنیوں چھڑیوں اور جوتوں سے مارا (یعنی مارنے کا حکم دیا) اور حضرت ابوبکر نے (اپنے دورِ خلافت میں شراب پینے والے کو چالیس کوڑے مارے۔" (بخاری، مسلم) اور روایت میں حضرت انس ہی سے یوں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شراب نوشی کی حد (سزا) میں چالیس کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارتے تھے یعنی مارنے کا حکم دیتے تھے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 763)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زانی زنا نہیں کرتا اس حال میں کہ وہ مومن ہو اور نہ شراب پینے والا شراب پیتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور نہ چوری کرنے والا چوری کرتا ہے اس حال میں کہ وہ مومن ہو، اور نہ اچکا اچکنے کے وقت جب لوگ اس کی طرف آنکھ اٹھاتے ہیں مومن رہتا ہے، اور ابن شہاب سے بواسطہ سعید بن مسیب وابوسلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے مگر اس میں نہبہ کا لفظ نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1690)

## شرابی کی حد میں اسی کوڑوں پر اجماع صحابہ کرام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے ابتدائی دور میں نشے کی حالت میں پائے جانے والے شخص کو جسے کسی بھی چیز سے نشہ ہوا ہو اسے چالیس کوڑے مارتے تھے، لیکن اپنی خلافت کے آخری ایام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خاص واقعہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے اس جرم کی سزا اسی کوڑے جاری کردی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید نے ابوافرہ کلبی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اور ان کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ابوافرہ کلبی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ بکثرت مے نوشی اختیار کرتے جارہے ہیں اور سزا کو کم سمجھ رہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سب بیٹھے ہیں ان سے دریافت کرلو، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہماری رائے یہ ہے کہ آپ شراب نوشی کی سزا اسی 80) ) کوڑے مقرر کردیں کیونکہ جب کوئی آدمی شراب پیتا ہے تو اسے نشہ ہوتا ہے اور نشہ میں ہذیان بکتا ہے اور لوگوں پر تہمت لگاتا ہے اسی لیے تہمت کی سزا ہی شراب نوشی کی سزا مقرر کردیں جو کہ 80 کوڑے ہے۔ چنانچہ اس رائے کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب نوشی کی سزا80 کوڑے مقرر کرنے کا فرمان جاری کردیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لیے بھی 80 کوڑے مقرر کی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب نوش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتیوں کے چالیس جوڑے مروائے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر جوتی کی جگہ ایک کوڑا مقرر کیا۔ شراب نوشی کے ساتھ اگر کوئی اور جرم بھی جمع ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسکی سزا بھی حد کے ساتھ جمع کردیتے، جیسے انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن پر حد کے ساتھ تعزیر بھی جمع کی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کے دوران مے نوشی پر ایک شخص کو اسی درے شراب نوشی کے اور بیس کوڑے رمضان کی بے حرمتی کے بھی لگائے۔ جو شخص جتنی مرتبہ شراب پیئے گا اتنی مرتبہ ہی اس پر حد جاری کی جائے گی۔ چنانچہ ابومحجن ثقفی نے آٹھ مرتبہ شراب پی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر آٹھ مرتبہ ہی حد جاری فرمائی۔

شرابی پر اس وقت حد جاری ہوگی جب اسکا نشہ اتر جائے گا اور کوڑے جو مارے جائیں گے وہ زیادہ شدید نہیں ہونے چاہئیں بلکہ ہلکے لیکن درد پہنچانے والے ہوں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص لایا گیا جس نے شراب چڑھائی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے ایک ایسے شخص کے پاس بھیجتا ہوں جو تیرے ساتھ کوئی نرمی نہیں کرے گا۔ چنانچہ اسے مطیع بن اسود عدوی کے پاس بھیج دیا گیا اور ان سے کہا کہ اگلے دن صبح اس پر مے نوشی کی حد جاری کردینا۔ چنانچہ اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود گئے تو دیکھا کہ وہ اس مے نوش کو سخت قسم کے کوڑے مار رہے ہیں،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کتنے مارے جاچکے ہیں جواب دیا کہ ساٹھ، حضرت عمر نے حکم دیا اس کوڑے کی شدت کے

سب باقی بیس چھوڑ دو۔ شراب نوشی کی حد میں چالیس کی بجائے اسی کوڑوں کا تقرر چونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوا اس لیے بعض فقہاء ان اضافی چالیس دروں کو تعزیر کا مقام دیتے ہیں تاہم جمہور علمائے امت کل اسی کی تعداد کو ہی حد گردانتے ہیں کیونکہ اس تعداد پر صحابہ کرام کا اجماع واقع ہوا ہے اور جس مقدس گروہ سے جمع وتدوین قرآن میں کسی غلطی کا احتمال نہیں ہوا تو کیا اس گروہ سے دیگر معاملات میں غلطی کے احتمال کے امکان سے قرآن مجید کی صحت مشکوک ہوسکتی ہے۔

## قمار کے فقہی مفہوم کا بیان

واضح رہے کہ کسی چیز کی مسابقت اور ہار جیت کے مقابلہ میں رقم کی شرط باندھنا دراصل قمار یعنی جوئے کا مفہوم ہے، کیونکہ اس صورت میں ملکیت بھی مشتبہ رہتی ہے اور نفع ونقصان کے درمیان بھی شک رہتا ہے اور قمار کے یہی معنی ہیں ہاں اگر کسی مسابقت اور ہار جیت کے مقابلہ میں امیر وحاکم یا کسی اور تیسرے شخص کی طرف سے کسی رقم یا کسی مال کی شرط باندھی جائے مثلا وہ (امیر وحاکم یا تیسرا شخص) یہ کہے کہ ان دونوں مقابل میں سے جو شخص آگے بڑھ جائے گا یا جو شخص جیت جائے گا میں اس کو اتنی رقم یا فلاں چیز دوں گا تو یہ جائز ہوگا، اسی طرح دونوں مقابل میں سے صرف کسی ایک کی جانب سے کی رقم یا مال کی شرط باندھی جائے مثلا ان میں سے کوئی ایک یوں کہے کہ "اگر تم مجھ سے آگے بڑھ گئے یا میرے مقابلہ پر جیت گئے تو میں تمہیں اتنی رقم یا فلاں چیز دوں گا اور اگر میں آگے بڑھ گیا یا میں جیت گیا تو تمہیں کچھ نہ دینا ہوگا۔" تو اس کے جواز میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ ناجائز تو اس صورت میں ہوگا جب کہ دونوں کی طرف سے بازی لگے۔ جیسے یوں کہا جائے کہ اگر میں آگے بڑھ گیا یا میں جیت گیا تو تمہیں اتنی رقم یا فلاں چیز دینی ہوگی اور اگر تم آگے بڑھ گئے یا جیت گئے تو میں اتنی رقم یا فلاں چیز دوں گا۔" کیونکہ حقیقت میں یہی قمار یعنی جوا ہے لیکن یہ صورت بھی اس طرح سے جائز ہوسکتی ہے۔ جب کہ دونوں کے درمیان "محلل" شامل ہوجائے۔

## قمار کے جوا ہونے یا نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا گھوڑا شامل کرے تو اگر وہ گھوڑا ایسا ہے کہ (جس کے تیز رو ہونے کی وجہ سے) اس کے بارے میں یہ یقین ہے کہ وہ (ان دونوں گھوڑوں سے) آگے نکل جائے گا تو اس میں بھلائی نہیں ہے اور اگر یہ یقین نہیں ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا تو پھر اس میں مضائقہ نہیں۔

(شرح السنۃ مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 988)

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اگر کوئی شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا گھوڑا شامل کرے یعنی جس کے بارے میں یہ یقین نہیں ہے کہ اگر وہ آگے نکل جائے گا تو یہ قمار جوا نہیں ہے اور اگر کوئی شخص دو گھوڑوں کے درمیان اپنا ایسا گھوڑا شامل کرے جس کے بارے میں یہ یقین ہے کہ وہ آگے نکل جائے گا تو یہ قمار ہے۔

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۝

دنیا اور آخرت (دونوں کے معاملات) میں (رہے)، اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، فرمادیں: ان کے معاملات کا سنوارنا بہتر ہے، اور اگر انہیں اپنے ساتھ ملالو تو وہ بھی تمہارے بھائی ہیں، اور اللہ خرابی کرنے والے کو بھلائی کرنے والے سے جدا پہچانتا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، بیشک اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

## یتیموں کے اموال سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"فِي" اَمْرِ "الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ" فَتَاْخُذُوْنَ بِالْاَصْلَحِ لَكُمْ فِيْهِمَا، "وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتَامٰى" وَمَا يَلْقَوْنَهُ مِنَ الْحَرَجِ فِيْ شَاْنِهِمْ فَاِنْ وَاكَلُوْهُمْ يَاْثَمُوْا وَاِنْ عَزَلُوْا مَا لَهُمْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ وَصَنَعُوْا لَهُمْ طَعَامًا وَّحْدَهُمْ فَحَرَجٌ "قُلْ اِصْلَاحٌ لَهُمْ" فِيْ اَمْوَالِهِمْ بِتَنْمِيَتِهَا وَمُدَاخَلَتِكُمْ "خَيْرٌ" خَيْرٌ مِنْ تَرْكِ ذٰلِكَ "وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ" اَيْ تَخْلِطُوْا نَفَقَتَكُمْ بِنَفَقَتِهِمْ "فَاِخْوَانُكُمْ" اَيْ فَهُمْ اِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمِنْ شَاْنِ الْاَخِ اَنْ يُّخَالِطَ اَخَاهُ اَيْ فَلَكُمْ ذٰلِكَ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ" لِاَمْوَالِهِمْ بِمُخَالَطَتِهِ "مِنَ الْمُصْلِحِ" بِهَا فَيُجَازِيْ كُلًّا مِنْهُمَا "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ" لَضَيَّقَ عَلَيْكُمْ بِتَحْرِيْمِ الْمُخَالَطَةِ "اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ" غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهِ "حَكِيْمٌ" فِيْ صُنْعِهِ،

دنیا وآخرت دونوں کے معاملات میں تم اصلاح غور وفکر کر کے اصلاح کرو۔ اور آپ سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، یعنی یتیموں کو پیش آنے والی پریشانی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہ اگر ان اموال ملا کر کھاتے ہیں تو گناہگار ہوتے ہیں اور اگر کے اموالوں کو الگ کرتے ہیں تو بھی حرج لازم آتا ہے۔ فرمادیں ان کے اموال کو ساتھ ملا کر معاملات کا سنوارنا بہتر ہے، اس بات سے کہ تمہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، اور اگر انہیں اپنے ساتھ ملا لو یعنی ان کے نفقہ کو اپنے نفقہ کے ساتھ، تو وہ بھی تمہارے دینی بھائی ہیں، اور بھائی کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کو ساتھ ملائے۔ اور اللہ خرابی کرنے والے کو یعنی مال ملا کر، بھلائی کرنے والے سے جدا پہچانتا ہے، لہٰذا وہ ان دونوں کا اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو آپس میں مال کو ملانے کی حرمت بیان کر کے تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، بیشک اللہ اپنے حکم میں بڑا غالب، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## یتیم کے مال میں میں تصرف کرنے کا بیان

اور جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے

ہی ان کے مال کو ختم کردیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے، ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بیشک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھیئے اور اپنی محنت کو اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے، پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس لئے کہ آیت میں بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑا نہ جمع کرنہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے، ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے،

ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتاً کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کر نہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر، حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفہ دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کی کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے، (موطا مالک)

حضرت عطاء بن رباح حضرت عکرمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطیہ عوفی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھالے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا، دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کو اسناد صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو

جانے کے لائق ہی خرچ کرے تا کہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے،

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھالے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحییٰ بن سعید انصار اور ربیعہ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے، یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو، دوسری آیت میں ہے آیت (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ) 6 . الانعام:152) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو، تا کہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے، یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا تباہ و برباد کیا جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا، ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا نگران و نگہبان کو ہے،

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۵)

| |
|---|
| وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا |
| الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ |
| وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ؀ |
| اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ تمہیں |
| بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا |
| ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا |
| ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ |

## شرک کے مانع نکاح ہونے کا بیان

"وَلَا تَنْكِحُوا" "تَتَزَوَّجُوْا اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ" "الْمُشْرِكَاتِ" "اَيِ الْكَافِرَاتِ" "حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ

خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکَۃٍ" حُرَّۃٍ لِاَنَّ سَبَبَ نُزُوْلِهَا الْعَیْبُ عَلٰی مَنْ تَزَوَّجَ اَمَۃً وَتَرْغِیْبُهٗ فِیْ نِکَاحِ حُرَّۃٍ مُشْرِکَۃٍ "وَلَوْ اَعْجَبَتْکُمْ" لِجَمَالِهَا وَمَالِهَا وَهٰذَا مَخْصُوْصٌ بِغَیْرِ الْکِتَابِیَّاتِ بِاٰیَۃِ "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ" "وَلَا تُنْکِحُوا" "تُزَوِّجُوْا" "الْمُشْرِکِیْنَ" اَیِ الْکُفَّارَ الْمُؤْمِنَاتِ "حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَیْرٌ مِنْ مُشْرِکٍ وَلَوْ اَعْجَبَکُمْ" لِمَالِهٖ وَجَمَالِهٖ "اُولٰٓئِکَ" اَیْ اَهْلُ الشِّرْکِ "یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ" بِدُعَائِهِمْ اِلَی الْعَمَلِ الْمُوْجِبِ لَهَا فَلَا تَلِیْقُ مُنَاکَحَتُهُمْ "وَاللّٰهُ یَدْعُوْ" عَلٰی لِسَانِ رُسُلِهٖ "اِلَی الْجَنَّۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ" اَیِ الْعَمَلِ الْمُوْجِبِ لَهُمَا "بِاِذْنِهٖ" بِاِرَادَتِهٖ فَتَجِبُ اِجَابَتُهٗ بِتَزْوِیْجِ اَوْلِیَائِهٖ "وَیُبَیِّنُ اٰیَاتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ" یَتَّعِظُوْنَ،

اور شرک والی عورتوں یعنی کافر خواتین سے نکاح نہ کرو یعنی اے مسلمانوں تم شادی نہ کرو۔ جب تک مسلمان نہ ہو جائیں اور بیشک مسلمان لونڈی آزاد مشرکہ سے اچھی ہے۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ جو شخص مؤمنہ باندی سے نکاح کرتا اور آزاد مشرکہ عورت جس کی طرف ترغیب ہوتی اس کو چھوڑ دیتا تو یہ معاملہ باعث عار سمجھا جاتا تھا جبکہ اس آیت کے نزول نے اس عار کو ختم کر کے نص قائم کر دی ہے۔

اگرچہ وہ تمہیں مال و جمال کے اعتبار سے بھاتی ہو اور یہ حکم غیر اہل کتابیات کے ساتھ اس آیت "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ" کے سبب خاص ہے۔ اور مشرکوں یعنی کافروں کے نکاح میں نہ دو۔ جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو، وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں یعنی ایسے عمل کی طرف بلاتے ہیں جو جہنم میں لے جانے والا ہے لہٰذا ان سے نکاح نہ کیا جائے۔ اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے یعنی اپنے رسول علیہ السلام کے زبان اقدس سے جنت و مغفرت کی طرف بلاتا ہے۔ یعنی ایسے عمل کی طرف جو ان دونوں یعنی جنت و مغفرت کو واجب کرنے والا ہے۔ اپنے حکم سے یعنی اپنے ارادے سے جس کو قبول کرنا واجب ہے۔ یعنی اس کے اولیاء سے نکاح کرتے ہوئے، اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت مانیں، یا وعظ پکڑیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۱ کے شان نزول کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت مرثد غنوی ایک بہادر شخص تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مکّہ مکرّ مہ روانہ فرمایا تا کہ وہاں سے تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو نکال لائیں وہاں عناق نامی ایک مشرکہ عورت تھی جو زمانہ جاہلیت میں ان کے ساتھ محبت رکھتی تھی حسین اور مالدار تھی جب اس کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ آپ کے پاس آئی اور طالب وصال ہوئی آپ نے بخوف الٰہی اس سے اعراض کیا اور فرمایا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا تب اس نے نکاح کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ یہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت پر موقوف ہے اپنے کام سے فارغ ہو کر جب آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حال عرض کر کے نکاح کی بابت دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر احمدی)

بعض علماء نے فرمایا جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کرے وہ مشرک ہے خواہ اللہ کو واحد ہی کہتا ہو اور توحید کا مدعی ہو۔ (خازن، تفسیر خزائن العرفان، سورہ بقرہ، ۲۲۱، لاہور)

## مشرکہ آزاد سے مسلمان باندی سے نکاح کی فضیلت کا بیان

ایک روز حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کسی خطا پر اپنی باندی کے طمانچہ مارا پھر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا عرض کیا کہ وہ اللہ کی وحدانیت اور حضور کی رسالت کی گواہی دیتی ہے۔ رمضان کے روزے رکھتی ہے خوب وضو کرتی ہے اور نماز پڑھتی ہے حضور نے فرمایا وہ مؤمنہ ہے آپ نے عرض کیا: تو اس کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر مبعوث فرمایا میں اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کروں گا اور آپ نے ایسا ہی کیا اس پر لوگوں نے طعنہ زنی کی کہ تم نے ایک سیاہ فام باندی کے ساتھ نکاح کیا باوجودیکہ فلاں مشرکہ حرّہ عورت تمہارے لئے حاضر ہے وہ حسین بھی ہے مالدار بھی ہے اس پر نازل ہوا۔ " وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ " یعنی مسلمان باندی مشرکہ سے بہتر ہے خواہ مشرکہ آزاد ہو اور حسن و مال کی وجہ سے اچھی معلوم ہوتی ہو۔ (خزائن العرفان، البقرہ، ۲۲۱)

| |
|---|
| وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى |
| يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ٥ |
| اور آپ سے حیض کی نسبت سوال کرتے ہیں، فرما دیں: وہ نجاست ہے، سو تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کش رہا کرو، اور جب |
| تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جایا کرو، اور جب وہ خوب پاک ہو جائیں تو جس راستے سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے |
| ان کے پاس جایا کرو، بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ |

## حالت حیض میں جماع سے ممانعت کے حکم کا بیان

"وَيَسْاَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ " اَىِ الْحَيْضِ اَوْ مَكَانه مَاذَا يَفْعَل بِالنِّسَاءِ فِيْهِ "قُلْ هُوَ اَذًى " قَذَر اَوْ مَحَلّه "فَاعْتَزِلُوا النِّسَاء " اُتْرُكُوا وَطْاَهُنَّ "فِى الْمَحِيْضِ " اَىْ وَقْته اَوْ مَكَانه "وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ" بِالْجِمَاعِ "حَتّٰى يَطْهُرْنَ " بِسُكُوْنِ الطَّاء وَتَشْدِيْدهَا وَالْهَاء وَفِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِى الْاَصْل فِى الطَّاء اَىْ يَغْتَسِلْنَ بَعْد انْقِطَاعه "فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ " بِالْجِمَاعِ "مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰه " بِتَجَنُّبِهِ فِى الْحَيْض وَهُوَ الْقُبُل وَلَا تَعْدُوْهُ اِلٰى غَيْرِهٖ "اِنَّ اللّٰه يُحِبّ " يُثِيب وَيُكْرِم "التَّوَّابِيْنَ" مِنَ الذُّنُوْب "وَيُحِبّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" مِنَ الْاَقْذَار،

اور آپ سے حیض یا حائض سے حالت میں ازدواجی تعلق کے بارے میں سوال کرتے ہیں، تو آپ ﷺ فرما دیں وہ نجاست ہے، یا محل نجاست ہے۔ سو تم حیض کے دنوں میں عورتوں سے کنارہ کش رہا کرو، یعنی ان سے جماع کرنا حیض

کی مدت میں یا اس مقام پر جماع کرنا چھوڑ دو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جایا کرو، یعنی جماع نہ کرو۔ اور جب وہ خوب پاک ہو جائیں، اور یہاں پر "يَطَّهَّرْنَ" طاء کے سکون وتشدید دونوں کے ساتھ آیا ہے اور ھاء کو تاء میں ادغام کیا گیا ہے جو اصل میں طاء تھی یعنی اس کے ختم ہونے کے بعد وہ غسل کر لیں۔ تو جس راستے سے اللہ نے تمہیں اجازت دی ہے ان کے پاس جایا کرو، یعنی حالت حیض میں پرہیز کرتے ہوئے اور وہ قبل سے بچنا ہے لہٰذا اس کے غیر کی جانب بھی نہ جائے۔ بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے یعنی ثواب دیتا اور کرم کرتا ہے۔ اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔ یعنی جو نجاست سے بچتے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اگر چہ "فاعتزلوا النساء" کا ظہور یہ ہے کہ عورت کے ساتھ ہر قسم کی معاشرت ترک کردی جائے لیکن بعد میں یہ کہنا کہ ایام حیض اور غسل کے بعد اس کے ساتھ ہمبستری جائز ہے "حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث" یہ قرینہ ہے کہ وہ امر جس سے "فاعتزلوا" کہہ کر منع کیا گیا تھا وہ صرف ہمبستری تھی نہ کہ ہر قسم کی معاشرت کیونکہ اگر یہ مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا "فاذا تطھرن فعاشروھن" ایام حیض میں قبل کی طرف سے نزدیکی حرام ہے۔

آیت کے ابتداء میں کلمہ "محیض" مصدر ہے (یعنی حیض آنا) لیکن جملہ "فاعتزلوا النساء فی المحیض" میں المحیض اسم مکان ہے۔ اس پر دلیل کلمہ "المحیض" کا تکرار ہے۔ چونکہ اگر دونوں جگہ پر ایک ہی معنی مراد ہوتا تو قاعدتاً دوسرے کو ضمیر کی صورت میں ذکر کیا جاتا۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر یہودیوں میں سے کوئی عورت ایام حیض میں ہوتی تو وہ لوگ نہ اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور نہ میل جول رکھتے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلے کے متعلق دریافت کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى " 2۔البقرۃ:22) (یعنی یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ یہ ناپاکی ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے ساتھ کھایا پیا جائے اور انہیں گھروں میں اپنے ساتھ رکھا جائے نیز ان کے ساتھ جماع کے علاوہ سب کچھ (یعنی بوس وکنار وغیرہ) کرنا جائز ہے۔ اس پر یہودی کہنے لگے کہ یہ ہمارے ہر کام کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عباد بن بشیر اور اسید بن حضیر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے اس قول کی خبر دینے کے بعد عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم حیض کے ایام میں جماع بھی نہ کرنے لگیں تا کہ ان کی مخالفت پوری ہو جائے۔ یہ بات سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصے سے متغیر ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے ہیں اور پھر اٹھ کر چل دیئے۔ اسی وقت ان دونوں کیلئے دودھ بطور ہدیہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیج دیا اور انہوں نے پیا۔ اس طرح ہمیں علم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

ان سے ناراض نہیں ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ محمد بن عبدالاعلی اسے عبدالرحمٰن بن مہدی سے اور وہ حماد بن سلمہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 911)

## حیض ونفاس واستحاضہ کے فقہی مفہوم کا بیان

لغت میں "حیض" کے معنی "جاری ہونا" ہیں اور اصطلاح شریعت میں حیض اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کے رحم سے بغیر کسی بیماری اور ولادت کے جاری ہوتا ہے اور جسے عرف عام میں "ماہواری" یا ایام بھی کہتے ہیں۔ اسی طرح رحم عورت سے جو خون کسی مرض کی وجہ سے آتا ہے اسے استحاضہ اور جو خون ولادت کے بعد جاری ہوتا ہے اسے "نفاس" کہتے ہیں۔

حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے لہٰذا اس مدت میں خون خالص سفیدی کے علاوہ جس رنگ میں بھی آئے وہ حیض کا خون شمار ہوگا یعنی حیض کے خون کا رنگ سرخ بھی ہوتا ہے اور سیاہ وسبز بھی، نیز زرد اور مٹی کے رنگ جیسا بھی حیض کے خون کا رنگ ہوتا ہے۔ ایام حیض میں نماز، روزہ نہ کرنا چاہئے البتہ ایام گزر جانے کے بعد روزے تو قضاء ادا کئے جائیں گے مگر نماز کی قضا نہیں ہوگی۔

## حائض کے بقیہ جسم سے استمتاع کرنے میں مذاہب اربعہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہالیا کرتے تھے۔ (اور بعض اوقات) میں ایام سے ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (تہ بند باندھنے کے واسطے) ارشاد فرماتے جب میں تہبند باندھ لیتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے (ناف کے اوپر اوپر) اپنے بدن کو لگا کر لیٹ جایا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے اور اپنا سر مبارک (مسجد سے) باہر نکال دیتے تو میں اپنے ایام کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھویا کرتی تھی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 513)

عرب کے قاعدے اور معمول کے مطابق ایک بڑا برتن جو طشت کی قسم کا ہوتا تھا پانی سے بھرا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان رکھا ہوتا اور یہ دونوں اس میں سے چلو بھر بھر کر نہاتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت کے جسم کے اس حصے سے فائدہ اٹھانا جو ناف کے نیچے اور زانو کے اوپر ہوتا ہے حرام ہے۔ یعنی وہاں ہاتھ لگانا اور جماع کرنا ممنوع ہے چنانچہ اس کی وضاحت دوسری احادیث سے بھی ہوتی ہے اور یہی مسلک امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

امام محمد، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما اور بعض شوافع حضرات کا مسلک یہ ہے کہ حائضہ عورت سے صرف وطی یعنی شرمگاہ میں دخول کرنا حرام ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مسجد سے بالکل ملا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کا دروازہ بھی مسجد ہی کی طرف کھلا ہوا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں ہوتے تھے تو اپنے سر مبارک اسی دروازے سے حجرے کی طرف نکال دیتے تھے وہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک دھو دیتی تھی۔ اس سے معلوم

ہوا کہ اگر کوئی آدمی اعتکاف میں بیٹھا ہوا اور اپنے جسم کے کسی حصے کو مسجد سے باہر نکالے تو اس سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں حدیث عائشہ حسن صحیح ہے اور اکثر صحابہ وتابعین کا یہی قول ہے اور امام شافعی امام احمد اور امام اسحاق بھی یہی کہتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 126)

## جنبی وحائض کیلئے تلاوت قرآن کی ممانعت میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں اس باب میں حضرت علی سے بھی روایت ہے امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں ہم ابن عمر کی حدیث کو اسماعیل بن عباس موسی بن عقبہ اور نافع کے واسطے سے پہچانتے ہیں جس میں حضرت ابن عمر بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنبی اور حائضہ قرآن نہ پڑھیں۔ اور یہی قول ہے اکثر صحابہ اور تابعین اور بعد کے فقہاء سفیان ثوری، ابن مبارک، امام شافعی، احمد اور اسحاق کا وہ کہتے ہیں کہ حائضہ اور جنبی قرآن سے نہ پڑھیں مگر ایک آیت کا ٹکڑا یا حرف وغیرہ اور رخصت دی جنبی اور حائضہ کو سُبْحَانَ اللّٰهِ اور لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھنے کی۔ امام ابوعیسی ترمذی فرماتے ہیں میں نے محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش اہل حجاز اور اہل عراق سے منکر احادیث روایت کرتا ہے گویا کہ امام بخاری نے اسماعیل بن عیاش کی ان روایات کو جو انہوں نے اکیلے اہل عراق اور اہل حجاز سے روایت کی ہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اور امام بخاری نے کہا کہ اسماعیل بن عیاش کی وہی روایات صحیح ہیں جو انہوں نے اہل شام سے روایت کی ہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا اسماعیل بن عیاش بقیہ سے بہتر ہے بقیہ ثقہ راویوں سے منکر حدیث روایت کرتا ہے امام ابوعیسی ترمذی نے فرمایا کہ احمد بن حنبل کا یہ قول مجھ سے احمد بن حسن نے بیان کیا۔ (احناف اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب وہی ہے جو متن قدوری میں ہے)۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 125)

| |
|---|
| نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ |
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ، اور اپنے لئے آئندہ کا کچھ سامان کرلو، اور اللہ کا تقویٰ |
| اختیار کرو اور جان لو کہ تم اس کے حضور پیش ہونے والے ہو، اور آپ اہلِ ایمان کو خوشخبری سنادیں۔ |

## بیویوں کو کھیتیوں سے تشبیہ دینے کا بیان

"نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ" اَیْ مَحَلُّ زَرْعِكُمُ الْوَلَدَ "فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ" اَیْ مَحَلَّهُ وَهُوَ الْقُبُلُ "اَنّٰى" كَيْفَ "شِئْتُمْ" مِنْ قِيَامٍ وَقُعُوْدٍ وَاضْطِجَاعٍ وَاِقْبَالٍ وَاِدْبَارٍ وَنَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْيَهُوْدِ: مَنْ اَتَى امْرَاَتَهُ فِي قُبُلِهَا اَيْ مِنْ جِهَةِ دُبُرِهَا جَاءَ الْوَلَدُ اَحْوَلَ "وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ" الْعَمَلَ الصَّالِحَ كَالتَّسْمِيَةِ عِنْدَ الْجِمَاعِ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" فِي اَمْرِهِ وَنَهْيِهِ "وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلَاقُوْهُ" بِالْبَعْثِ فَيُجَازِيكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ "وَبَشِّرِ"

الْمُؤْمِنِينَ " الَّذِينَ اتَّقَوْهُ بِالْجَنَّةِ،

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں یعنی اولاد کو حاصل کرنے کیلئے وہ تمہارے لئے کھیت کی طرح ہیں۔پس تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ،اور وہ مقام قبل ہے۔اور جیسے چاہو سے مراد خواہ کھڑے ہوکر،بیٹھ کر،چت لیٹ کر،آگلی جانب سے یا پچھلی جانب سے آؤ۔اور یہ آیت یہود کے اس قول کے رد میں نازل ہوئی کہ جو شخص اپنی بیوی سے قبل میں جماع کرنے کیلئے پچھلی جانب سے آیا تو اس کا بچہ بھینگا ہوگا۔اور اپنے لئے آئندہ کا کچھ سامان کرلو یعنی نیک عمل سے جس طرح جماع کے وقت بسم اللہ کا پڑھنا ہے۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو یعنی امر ونہی میں اور جان لو کہ تم اس کے حضور پیش ہونے والے ہو،یعنی دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد،تو وہ تمہارے اعمال کو تم کو جزاء دے گا۔اور آپ اہلِ ایمان کو خوشخبری سنادیں۔یعنی جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ان کو جنت کی بشارت دے دو۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۴ کے سبب نزول کا بیان

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ یہود کہتے تھے کہ جب عورت سے مجامعت سامنے رخ کر کے نہ کی جائے اور حمل ٹھہر جائے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ان کی تردید میں یہ جملہ نازل ہوا کہ مرد کو اختیار ہے،ابن ابی حاتم میں ہے کہ یہودیوں نے یہی بات مسلمانوں سے بھی کہی تھی،ابن جریج فرماتے ہیں کہ آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا کہ خواہ سامنے سے آئے خواہ پیچھے سے لیکن ایک ہی رہے۔

مسند احمد میں ہے کہ چند انصاریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا،طحاوی کی کتاب مشکل الحدیث میں ہے ایک شخص نے اپنی بیوی سے الٹا کر کے مباشرت کی تھی،لوگوں نے اسے برا بھلا کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

## شرم وحیاء کے باوجود شرعی مسئلہ پوچھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن سابط حضرت حفصہ بن عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے پاس آئے اور کہا میں ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں لیکن شرم آتی ہے،فرمایا بھتیجے تم نہ شرماؤ اور جو پوچھنا ہو پوچھ لو،کہا فرمایئے عورتوں کے پیچھے کی طرف سے جماع کرنا جائز ہے؟ فرمایا سنو مجھ سے حضرت ام سلمہ نے فرمایا ہے کہ انصار عورتوں کو الٹا لٹایا کرتے تھے اور یہود کہتے تھے کہ اس طرح سے بچہ بھینگا ہوتا ہے،جب مہاجر مدینہ شریف آئے اور یہاں کی عورتوں سے ان کا نکاح ہوا اور انہوں نے بھی یہی کرنا چاہا تو ایک عورت نے اپنے خاوند کی بات نہ مانی اور کہا جب تک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان نہ کرلوں تیری بات نہ مانوں گی چنانچہ وہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی،ام سلمہ نے بٹھایا اور کہا ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجائیں گے،جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انصاریہ عورت شرمندگی کی وجہ سے نہ پوچھ سکی اور واپس چلی گئی لیکن ام المومنین نے آپ سے پوچھا،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصاریہ عورت کو بلالو،پھر یہ آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا جگہ ایک ہی ہو،

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہلاک ہو گیا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ کہا، میں نے رات کو اپنی سواری الٹی کردی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے سے آ، پیچھے سے آ، اختیار ہے لیکن حیض کی حالت میں نہ آ اور پاخانہ کی جگہ نہ آئے۔ (جامع البیان، سورہ بقرہ ۲۲۴، بیروت)

| |
|---|
| وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝ |
| اور اللہ کو اپنی قسموں کا بہانہ نہ بنالو کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو، اور اللہ سنتا جانتا ہے، |

## قسم کی اباحت وممانعت کا بیان

"وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ" اَیْ الْحَلِف بِهٖ "عُرْضَةً" عِلَّةً مَانِعَةً "لِّاَیْمَانِكُمْ" اَیْ نَصْبًا لَّهَا بِاَنْ تُكْثِرُوا الْحَلِف بِهٖ "اَنْ" لَا "تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا" فَتُكْرَه الْیَمِین عَلٰی ذٰلِكَ وَیُسَنّ فِیْهِ الْحِنْث وَیُكَفِّر بِخِلَافِهَا عَلٰی فِعْل الْبِرّ وَنَحْوه فَهِیَ طَاعَة "وَتُصْلِحُوْا بَیْنَ النَّاس" الْمَعْنٰی لَا تَمْتَنِعُوْا مِنْ فِعْل مَا ذُكِرَ مِنَ الْبِرّ وَنَحْوه اِذَا حَلَفْتُمْ عَلَیْهِ بَلْ اْئتُوهُ وَكَفِّرُوْا لِاَنَّ سَبَب نُزُولهَا الِامْتِنَاع مِنْ ذٰلِكَ "وَاللّٰهُ سَمِیْع" لِاَقْوَالِكُمْ "عَلِیْم" بِاَحْوَالِكُمْ،

اور اللہ کو اپنی قسمیں اٹھا کر بہانہ نہ بنالو یعنی اللہ کے نام سے کثیر قسمیں نہ کھاؤ۔ کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صلح کرنے کی قسم کرلو، یعنی نیکی واحسان نہ کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے لہٰذا سنت ہے کہ ایسی قسم کو توڑ دیا جائے اور اس کا کفارہ دیا جائے کیونکہ وہ نیکی کے عمل کے خلاف ہے اور اسی طرح کا حکم اطاعت کے کاموں میں بھی ہے۔ اور لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا معنی یہ ہے کہ مذکورہ عمل جو ذکر کیا ہے وہ تمہیں نیکی اور اسی طرح کے کاموں سے روکنے والا نہ ہو۔ جب تم نے حلف اٹھالیا ہو۔ بلکہ تم اس کو کرگزرو اور کفارہ دو کیونکہ اس کے نزول سے روکنے کا سبب یہی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ تمہارے اقوال کو سنتا، تمہارے حالات کو جانتا ہے

یہاں پر نہی کے ظہور کو موردِ توجہ قرار دیا جائے اور "عرضۃ" کے لغوی معنی پر نگاہ ڈالی جائے تو یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ انسان کے لیئے مناسب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو قسم کے طور پر پیش کرے اور ہر مقام پر قسم میں اللہ کا نام لے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے اپنے بہنوئی نعمان بن بشیر کے گھر جانے اور ان سے کلام کرنے اور ان کے خصوم کے ساتھ ان کی صلح کرانے سے قسم کھالی تھی جب اس کے متعلق ان سے کہا جاتا تھا تو کہہ دیتے تھے کہ میں قسم کھا چکا ہوں اس لئے یہ کام کر ہی نہیں سکتا اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی اور نیک کام کرنے سے قسم کھالینے کی ممانعت فرمائی گئی۔

## خلاف قسم بھلائی ہونے کی صورت میں کفارے کی ادائیگی کا بیان

حضرت زہدم جرمی سے روایت ہے کہ ہم حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے دسترخوان منگوایا اور

اس میں مرغ کا گوشت تھا بنی تیم اللہ میں سے ایک آدمی سرخ رنگ غلام کی مشابہت رکھنے والا آیا ابوموسی رضی اللہ نے کہا: آؤ اس نے تکلف کیا تو ابوموسی رضی اللہ نے کہا آؤ، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس سے کھاتے ہوئے دیکھا تو اس آدمی نے کہا میں نے اسے (مرغیوں کو) کوئی چیز (گندگی) کھاتے دیکھا تو مجھے اس سے گھن آئی میں نے اسے نہ کھانے کی قسم اٹھائی تو ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ میں تجھے اس بارے میں حدیث بیان کروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اشعری قبیلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری طلب کرنے کے لیے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم میں تمہیں سوار نہ کروں گا نہ ہی میرے پاس ایسی چیز ہے جس پر میں تمہیں سوار کروں پس ہم ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال غنیمت کے اونٹ لائے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلوایا اور ہمارے لیے سفید کوہان والے پانچ اونٹوں کا حکم دیا کہتے ہیں جب ہم چلے تو بعض نے ایک دوسرے سے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قسم سے غافل کر دیا ہمارے لیے برکت نہ ہوگی ہم نے آپ کے پاس لوٹ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم آپ سے سواری طلب کرنے کے لیے آئے اور آپ نے ہمیں سواری نہ دینے کی قسم اٹھائی پھر آپ بھول گئے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اگر اللہ نے چاہا تو میں قسم نہ اٹھاؤں گا کسی چیز کی پھر میں اس کے علاوہ میں خیر دیکھوں تو میں وہی کام کروں گا جو بہتر ہوگا اور قسم کا کفارہ دوں گا پس تم جاؤ بے شک اللہ نے تمہیں سواری دی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1772)

| |
|---|
| لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ |
| وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ○ |
| اور تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے |
| جو کام تمہارے دلوں نے کئے اور اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ |

## لغو قسم پر مؤاخذہ نہ ہونے کا بیان

"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ" الْكَائِنِ "فِيْ اَيْمَانِكُمْ" وَهُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَانُ مِنْ غَيْرِ قَصْدِ الْحَلِفِ نَحْوِ وَاللّٰهِ وَبَلٰى وَاللّٰهِ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا كَفَّارَةَ "وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ" اَیْ قَصَدَتْهُ مِنَ الْاَيْمَانِ اِذَا حَنِثْتُمْ "وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ" لِمَا كَانَ مِنَ اللَّغْوِ "حَلِيْمٌ" بِتَاْخِيْرِ الْعُقُوْبَةِ عَنْ مُسْتَحِقِّهَا،

اور تمہیں نہیں پکڑتا ان قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے۔ یعنی جو قسم اٹھانے والے کی زبان پر بغیر کسی ارادے کے آجائیں۔ جس طرح "وَاللّٰهِ" اس پر کوئی گناہ اور کفارہ نہیں ہے، ہاں اس پر گرفت فرماتا ہے۔ جو کام تمہارے دلوں نے کئے یعنی جن قسموں کا ارادہ کر کے جب تم ان کو توڑ دیا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا، یعنی جو لغو ہیں، حلم والا ہے، یعنی سزا کا حقدار ہونے کے باوجود سزا کی تاخیر کرنے میں حلم کرنے والا ہے۔

لغو قسم سے وہ قسمیں مراد ہیں جو عموماً عادت کی وجہ سے منہ سے نکل جاتی ہیں بغیر اس کے کہ قسم کھانے والے نے دلی طور پر اس کا قصد کیا ہو، "باللغو" کا یہ معنی اس کے "بما کسبت قلوبکم" کے ساتھ تقابل کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔

## عام طور پر زبان سے قسم جاری ہونے پر عدم مؤاخذہ کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں ابوداؤد میں بروایت حضرت عائشہ ایک مرفوع حدیث مروی ہے جو اور روایتوں میں موقوف وارد ہوئی ہے کہ یہ لغو قسمیں وہ ہیں جو انسان اپنے گھر بار میں بال بچوں میں کہہ دیا کرتا ہے کہ ہاں اللہ کی قسم اور نہیں اللہ کی قسم، غرض بطور تکیہ کلام کے یہ لفظ نکل جاتے ہیں دِل میں اس کی پختگی کا خیال بھی نہیں ہوتا، حضرت عائشہ سے یہ بھی مروی ہے کہ یہ دو قسمیں ہیں جو ہنسی ہنسی میں انسان کے منہ سے نکل جاتی ہیں، ان پر کفارہ نہیں، ہاں جو ارادے کے ساتھ قسم ہو پھر اس کا خلاف کرے تو کفارہ ادا کرنا پڑے گا،

آپ کے علاوہ اور بھی بعض صحابہ اور تابعین نے یہی تفسیر اس آیت کی بیان کی ہے، یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی اپنی تحقیق پر بھروسہ کر کے کسی معاملہ کی نسبت قسم کھا بیٹھے اور حقیقت میں وہ معاملہ یوں نہ ہو تو یہ قسمیں لغو ہیں، یہ معنی بھی دیگر بہت سے حضرات سے مروی ہیں، ایک حسن حدیث میں ہے جو مرسل ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیر اندازوں کی ایک جماعت کے پاس جا کھڑے ہوئے، وہ تیر اندازی کر رہے تھے اور ایک شخص کبھی کہتا اللہ کی قسم اس کا تیر نشانے پر لگے گا، کبھی کہتا اللہ کی قسم یہ خطا کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی نے کہا دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کی قسم کے خلاف ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو قسمیں لغو ہیں ان پر کفارہ نہیں اور نہ کوئی سزا یا عذاب ہے، بعض بزرگوں نے فرمایا ہے یہ وہ قسمیں ہیں جو انسان کھا لیتا ہے پھر خیال نہیں رہتا، یا کوئی شخص اپنے کسی کام کے نہ کرنے پر کوئی بددعا کے کلمات اپنی زبان سے نکال دیتا ہے، وہ بھی لغو میں داخل ہیں یا غصے اور غضب کی حالت میں بیساختہ زبان سے قسم نکل جائے یا حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر لے تو اسے چاہئے کہ ان قسموں کی پروا نہ کرے اور اللہ کے احکام کیخلاف نہ کرے،

حضرت سعید بن مسیب سے مروی ہے کہ انصار کے دو شخص جو آپس میں بھائی بھائی تھے ان کے درمیان کچھ میراث کا مال تھا تو ایک نے دوسرے سے کہا اب اس مال کو تقسیم کر دو، دوسرے نے کہا اگر اب تو نے تقسیم کرنے کیلئے کہا تو میرا مال کعبہ کا خزانہ ہے۔ حضرت عمر نے یہ واقع سن کر فرمایا کہ کعبہ ایسے مال سے غنی ہے، اپنی قسم کا کفارہ دے اور اپنے بھائی سے بول چال رکھ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی رشتے ناتوں کے توڑنے اور جس چیز کی ملکیت نہ ہو ان کے بارے میں قسم اور نذر نہیں۔ پھر فرماتا ہے تمہارے دِل جو کریں اس پر گرفت ہے یعنی اپنے جھوٹ کا علم ہو اور پھر قسم کھائے جیسے اور جگہ ہے آیت:

(وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ) 5۔المائدہ:89) یعنی جو تم مضبوط اور تاکید والی قسمیں کھالو۔
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے والا ہے اور ان پر علم و کرم کرنے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۲۵)

| |
|---|
| لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآءِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی، انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے |
| تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اپنی بیویوں سے ایلاء کرنے والوں کیلئے حکم شرعی کا بیان

"لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ" اَیْ یَحْلِفُوْنَ اَنْ لَّا یُجَامِعُوْهُنَّ "تَرَبُّص" انْتِظَار "اَرْبَعَة اَشْهُر فَاِنْ فَاءُوْا" رَجَعُوا فِيْهَا اَوْ بَعْدَهَا عَنْ الْيَمِين اِلَى الْوَطْء "فَاِنَّ اللّٰه غَفُور" فَيَكُوْن غَفُور لَهُمْ مَا اَتَوْهُ مِنْ ضَرَر الْمَرْاَة بِالْحَلِفِ "رَحِيْم" بِهِمْ،

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں کہ وہ ان سے جماع نہ کریں گے۔اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے۔یعنی اس میں رجوع کرلیا یا قسم کے بعد وطی کرلی۔تو اللہ بخشنے والا یعنی قسم کے ذریعے جو اس عورت کو نقصان پہنچایا، مہربان ان کے ساتھ ہے۔

"یؤلون" کا مصدر "ایلاء" ہے جو لغت میں قسم کے معنی میں ہے لیکن اصطلاح میں ایلاء کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ چار مہینے سے زیادہ مدت تک ہمبستری چھوڑنے کی قسم کھائے۔آیت میں بھی یہی اصطلاحی معنی مراد ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۶ کے شان نزول کا بیان

زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ معمول تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے اگر وہ دینے سے انکار کرتیں تو ایک سال دو سال تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ ان کے پاس نہ جانے اور صحبت ترک کرنے کی قسم کھا لیتے تھے اور انہیں پریشانی میں چھوڑ دیتے تھے نہ وہ بیوہ ہی تھیں کہ کہیں اپنا ٹھکانہ کرلیتیں نہ شوہر دار کہ شوہر سے آرام پاتیں اسلام نے اس ظلم کو مٹایا اور ایسی قسم کھانے والوں کے لئے چار مہینے کی مدت معین فرمادی کہ اگر عورت سے چار مہینے یا اس سے زائد عرصہ کے لئے یا غیر معین مدت کے لئے ترک صحبت کی قسم کھالے جس کو ایلا کہتے ہیں تو اس کے لئے چار ماہ انتظار کی مہلت ہے اس عرصہ میں خوب سوچ سمجھ لے کہ عورت کو چھوڑنا اس کے لئے بہتر ہے یا رکھنا اگر رکھنا بہتر سمجھے اور اس مدت کے اندر رجوع کرے تو نکاح باقی رہے گا اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر اس مدت میں رجوع نہ کیا قسم نہ توڑی تو عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور اس پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔

## ایلاء کا فقہی مفہوم کا بیان

"ایلاء" "اَلَا یَاْلُوْ" سے باب افعال ہے۔"اَلَا یَاْلُوْ" کا اصل لغوی مفہوم کسی امر میں کوتاہی اور کمی کرنا ہے اور "ایلاء" ایلاء کے لغوی معنی یہ ہیں کہ قسم (یمین) کے ہیں خواہ کسی بھی بات پر قسم کھائی جائے۔جبکہ اصطلاحی معنی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے مطلق طور پر یا ہمیشہ کے لیے یا چار مہینہ اور اس سے زیادہ مدت کے لیے صحبت نہ کرنے کی قسم کھالے، اسی طرح بیوی سے صحبت

کرنے کی صورت میں کوئی ایسی چیز اپنے اوپر لازم کرلے جس کی ادائیگی ایک گونہ دشوار اور مشکل ہو مثلاً یہ کہے کہ اگر میں تجھ سے صحبت کرلوں تو مجھ پر حج یا روزہ وغیرہ واجب ہو جائے تو بھی ایلاء ہی شمار ہوگا۔ (فقہ اسلامی وادلہ، ج ۹ ص ۵۰۳)

## مدت ایلاء گزرنے کے بعد وقوع طلاق میں مذاہب اربعہ

حضرت سلیمان ابن یسار تابعی کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس بلکہ اس سے بھی زیادہ صحابیوں کو پایا ہے وہ سب یہ فرمایا کرتے تھے کہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے (شرح السنۃ مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 496)

ایلاء اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مرد یہ قسم کھائے کہ میں چار مہینہ یا اس سے زائد مثلاً پانچ مہینہ یا چھ مہینہ) تک اپنی بیوی سے جماع نہیں کروں گا لہٰذا اگر اس مرد نے اپنی بیوی سے جماع نہیں کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس صورت میں اکثر صحابہ کے قول کے مطابق اس مرد کی بیوی پر محض چار مہینے گزر جانے سے طلاق نہیں پڑے گی بلکہ ایلاء کرنے والے کو ٹھہرایا جائے گا یعنی حاکم وقاضی اس کو محبوس کریگا اور اس سے یہ کہے گا کہ یا تو اپنی عورت سے رجوع کر دیعنی اس سے جماع کرلو اور اپنی قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ دو یا اپنی بیوی کو طلاق دیدو۔ چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد کا مسلک یہی ہے نیز حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد حاکم وقاضی کی اس بات پر عمل نہ کرے یعنی نہ تو عورت سے رجوع کرے اور نہ طلاق دے تو حاکم کو اختیار ہے کہ وہ اس کی بیوی کو طلاق دیدے۔ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں اگر اس مرد نے چار مہینے کے اندر اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا ایلاء ساقط ہو جائے گا۔ مگر اس پر قسم پوری نہ کرنے کا کفارہ لازم آئے گا اور اگر اس نے جماع نہ کیا یہاں تک کہ چار مہینے گزر گئے تو اس کی بیوی پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی ایلاء کے دیگر مسائل اور اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ "امام نخعی اور قتادہ اور حماد، ور ابن ابی لیلی اور اسحاق کا قول ہے کہ جس نے بھی قلیل یا اکثر وقت میں وطئی نہ کرنے کی قسم اٹھائی، اور اسے چار ماہ تک چھوڑ دیا تو اس نے ایلاء کیا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: (ان لوگوں کے لیے جو اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں). اور یہ شخص ایلاء کرنے والا ہے؛ کیونکہ ایلاء حلف ہے اور اس نے قسم اٹھائی ہے۔ (المغنی (7/415.)

## ایلاء کے حکم کا بیان

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ شخص اس عورت سے چار ماہ تک صحبت نہ کرے تو چار مارہ بعد خود بخود طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر چار ماہ کے اندر صحبت کرلے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔

(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۵، ص ۴۴۲، بیروت)

## مدت ایلاء کے بعد والی طلاق میں مذاہب اربعہ

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ قاضی تفریق کرائے گا بلکہ ان کا

مذہب بھی یہی ہے کہ طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

اور اسی طرح امام مالک علیہ الرحمہ اور امام احمد بن حنبل علیہما الرحمہ کا بھی مذہب ہے لہٰذا احناف اور ائمہ ثلاثہ کا اس مسئلہ میں اختلاف طلاق رجعی اور بائنہ ہونے میں ہے۔ وقوع طلاق میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (فتح القدیر، ج ۸، ص ۴۷۵، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۝ |
| اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے۔ |

## رجوع یا طلاق دونوں میں سے کسی ایک کو اپنانے کا بیان

"وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ" اَیْ عَلَیْهِ بِاَنْ لَّا یَفِیْئُوْا فَلْیُوْقِعُوْهُ "فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ" لِقَوْلِهِمْ "عَلِیْمٌ" بِعَزْمِهِمْ الْمَعْنٰی لَیْسَ لَهُمْ بَعْدَ تَرَبُّصٍ مَا ذُکِرَ اِلَّا الْفَیْئَةَ اَوْ الطَّلَاقَ،

اور اگر چھوڑ دینے کا ارادہ پکا کر لیا یعنی وہ رجوع نہ کریں تو طلاق ہی دے دیں، تو اللہ ان کو بات کو سننے والا ہے، ان کے ارادے کو جانتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ انتظار کے بعد رجوع کرنا ہے یا پھر طلاق دے دینا ہے۔

## قوت آثار کے مطابق فقہ حنفی کا موقف طلاق ایلاء میں اصح

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ فقہاء شوافع کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہم شوافع کے مذہب کا اس لئے رد کرتے ہیں کہ بہت سے آثار میں تعارض ہے۔ اور اصول کے مطابق آثار میں ترجیح دی ہے اور معروف چار آثار حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار ماہ اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اس کی سند سب سے جید ہے جبکہ اس سے اختلافی سند میں حبیب کی پہچان بھی نہیں ہے اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ طاؤس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے لہٰذا وہ سند منقطع ہے۔

(۲) امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم ایلاء کے بارے میں فرماتے ہیں جب چار اس کی عدت گزر جائے تو اسے ایک طلاق ہے اور وہ اپنی جان کی زیادہ حقدار ہے اور مطلقہ والی عدت گزارے۔ اور ان میں ہر ایک کی روایت مرسل ہے۔

(۳) (۴) امام ابن ابی شیبہ علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم دونوں فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ایلاء کیا اور رجوع نہ کیا اور اس کی مدت گزر گئی تو اسے ایک طلاق بائنہ ہو جائے گی۔

اس روایت کے رواۃ تمام وہی ہیں جن کی تخریج امام بخاری اور امام مسلم کی ہے۔ لہٰذا اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔ سب سے تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بیان کیا ہو اور ان کے بعد تقدم اس روایت کو ہوتا ہے جو روایت ان

کے شرط کے مطابق صحیح ہو اور یہ روایت امام بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ (فتح القدیر، بتصرف، ج ۸، ص ۴۸۲، بیروت)

| |
|---|
| وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ |
| اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا |
| اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے |
| رحموں میں پیدا فرما دیا ہو، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں اپنی |
| زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے اگر وہ اصلاح کا ارادہ کر لیں، اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق |
| ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ |

## طلاق کی عدت تین حیض ہونے کا بیان

"وَالْمُطَلَّقَات يَتَرَبَّصْنَ" اَیْ لِيَنْتَظِرْنَ "بِاَنْفُسِهِنَّ" بِاَنْفُسِهِنَّ عَنْ النِّكَاح "ثَلَاثَة قُرُوء" تَمْضِي مِنْ حِين الطَّلَاق جَمْع قَرْء بِفَتْحِ الْقَاف وَهُوَ الطُّهْر اَوْ الْحَيْض قَوْلَانِ وَهٰذَا فِي الْمَدْخُول بِهِنَّ اَمَّا غَيْرهنَّ فَلَا عِدَّة عَلَيْهِنَّ لِقَوْلِهِ: "فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّة" وَفِي غَيْر الْآيِسَة وَالصَّغِيرَة فَعِدَّتهنَّ ثَلَاثَة اَشْهُر وَالْحَوَامِل فَعِدَّتهنَّ اَنْ يَضَعْنَ حَمْلهنَّ كَمَا فِي سُوْرَة الطَّلَاق وَالْإِمَاء فَعِدَّتهنَّ قَرْءَانِ بِالسُّنَّةِ "وَلَا يَحِلّ لَهُنَّ اَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰه فِي اَرْحَامهنَّ" مِنْ الْوَلَد وَالْحَيْض "إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْم الْآخِر وَبُعُولَتهنَّ" اَزْوَاجهنَّ "اَحَقّ بِرَدِّهِنَّ" بِمُرَاجَعَتِهِنَّ وَلَوْ اَبَيْنَ "فِي ذٰلِكَ" اَيْ فِي زَمَن التَّرَبُّص "إِنْ اَرَادُوا إِصْلَاحًا" بَيْنهمَا لَا إِضْرَار الْمَرْاَة وَهُوَ تَحْرِيض عَلَى قَصْده لَا شَرْط لِجَوَازِ الرَّجْعَة وَهٰذَا فِي الطَّلَاق الرَّجْعِيّ وَاَحَقّ لَا تَفْضِيل فِيهِ إِذْ لَا حَقّ لِغَيْرِهِمْ مِنْ نِكَاحهنَّ فِي الْعِدَّة "وَلَهُنَّ" لَهُنَّ عَلَى الْاَزْوَاج "مِثْل الَّذِي" لَهُمْ "عَلَيْهِنَّ" مِنْ الْحُقُوق "بِالْمَعْرُوفِ" شَرْعًا مِنْ حُسْن الْعِشْرَة وَتَرْك الْإِضْرَار وَنَحْو ذٰلِكَ "وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَة" فَضِيلَة فِي الْحَقّ مِنْ وُجُوب طَاعَتهنَّ لَهُمْ لِمَا سَاقُوهُ مِنْ الْمَهْر وَالْإِنْفَاق "وَاللّٰه عَزِيز" فِي مُلْكه "حَكِيم" فِيمَا دَبَّرَهُ لِخَلْقِهِ،

اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں، یعنی اپنے آپ کو نکاح سے روک کر انتظار کریں۔ اور تین قروؤ سے مراد وقت طلاق سے تین قروؤ کا انتظار کریں۔ اور لفظ قروؤ یہ قرؤ کی جمع ہے۔ اور یہ قاف کی فتح کی ساتھ ہے۔ اور اس سے مراد طہر ہے یا پھر حیض ہے۔ یہ دونوں قول ہیں۔ اور یہ حکم اس عورت کیلئے ہے جو مدخول بہا ہے جبکہ

غیر مدخولہ کی کوئی عدت نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل یہ قول ہے "فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ" جبکہ عائسہ اور صغیرہ کیلئے عدت تین ماہ ہے۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ جس طرح سورت طلاق میں آیا ہے۔ اور باندیوں کی عدت حدیث کے مطابق دو حیض ہے۔ اور ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اسے چھپائیں جو اللہ نے ان کے . ول میں پیدا فرمادیا ہو، یعنی اولاد اور حیض، اگر وہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں، اور اس مدت کے اندر ان کے شوہروں کو انہیں اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا حق زیادہ ہے۔ یعنی انتظار کے زمانے میں اگر چہ وہ انکار کریں۔ اگر وہ اصلاح کا ارادہ کرلیں، "اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا" یہ جملہ رجعت کے عزم کی جانب رغبت کیلئے ہے۔ جبکہ جواز رجعت کیلئے یہ بطور شرط نہیں ہے۔ اور یہ حکم طلاق رجعی کی صورت میں ہے۔ اور لفظ "اَحَق" میں عدم تفصیل کے ان کے شوہروں کے سوا کسی کو عدت میں نکاح کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور دستور کے مطابق عورتوں کے بھی مردوں پر اسی طرح حقوق ہیں جیسے مردوں کے عورتوں پر، یعنی شریعت اسلامیہ کے مطابق حسن معاشرت کے طور پر حقوق ہیں۔ اور نقصان کو ترک کرنا ہے۔ البتہ مردوں کو ان پر فضیلت ہے، یعنی ان عورتوں پر اطاعت واجب ہونے کا حق ہے۔ کیونکہ مرد ان کا مہر اور نان ونفقہ اٹھاتے ہیں۔ اور اللہ بڑا غالب اپنی بادشاہت میں ہے۔ خلقت کی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ذلك"، "تربص" کی طرف اشارہ ہے یعنی ان تین طہر میں جو کہ عورت کی عدت کا زمانہ ہے۔ کیونکہ لفظ "بعولة" شوہر اور اس کا "هن" کی ضمیر کی طرف مضاف ہونا اس معنی کو بیان کررہا ہے کہ عدت طلاق کے زمانہ میں زوجیت والا تعلق اور رشتہ باقی ہے لہٰذا رجوع کیلئے نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

للرجال " کا جملہ "لهن " کیلئے قید ہے اور اس کے معنی کو مشخص کررہا ہے۔ یعنی شوہر اور بیوی کے ایک جیسے حقوق کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ بطور مطلق مساوی ہیں کیونکہ مرد خلقت کے لحاظ سے کچھ خصوصیات کے حامل ہیں کہ جن کی وجہ سے انہیں مخصوص حقوق بھی حاصل ہوں گے۔ اس بنیاد پر دونوں کے درمیان عدل وانصاف کی رعایت کی گئی ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ کے سبب نزول کا بیان

عدت کے اندر اس شوہر کو جس نے طلاق دی ہے لوٹا لینے کا پورا حق حاصل ہے جبکہ طلاق رجعی ہو یعنی ایک طلاق کے بعد اور دو طلاقوں کے بعد، باقی رہی طلاق بائن یعنی تین طلاقیں جب ہو جائیں تو یاد رہے کہ جب یہ آیت اتری ہے تب تک طلاق بائن ہی نہیں بلکہ اس وقت تک جب چاہے طلاق ہو جائے سب رجعی تھیں طلاق بائن تو پھر اسلام کے احکام میں آئی کہ تین اگر ہو جائیں تو اب رجعت کا حق نہیں رہے گا۔

## دور جاہلیت میں طریقہ عدت کا بیان

[illegible] کا بیان ہے کہ میں نے ام سلمہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میری بیٹی کا شوہر مر گیا ہے، اور اس کی آنکھ میں تکلیف ہے تو کیا ہم اس کو سرمہ لگائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا نہیں نہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ چار مہینے دس دن تک انتظار کرے اور تم میں سے ایک عورت جاہلیت کے زمانہ میں ایک سال کے بعد مینگنی پھینکتی تھی (اس کے بعد عدت سے باہر ہوتی تھی) حمید کا بیان ہے کہ میں نے زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ مینگنی پھینکنے کا کیا مطلب ہے تو زینب رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو ایک تنگ کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی اور خراب قسم کا کپڑا پہن لیتی اور خوشبو نہیں لگاتی یہاں تک کہ ایک سال گزر جاتا پھر اس کے پاس کوئی چوپایہ گدھا، بکری یا کوئی پرندہ لایا جاتا اور اس پر ہاتھ پھیرتی، بہت کم ایسا ہوتا کہ جس پر وہ ہاتھ پھیرے اور وہ مر نہ جائے پھر وہ باہر نکل آتی اور اس کے پاس لوگ مینگنی لاتے جسے پھینکتی وہ پھر واپس ہو جاتی اور جو کام کرنا چاہتی مثلا خوشبو وغیرہ لگانا تو وہ کرتی، مالک سے کسی نے پوچھا کہ تفتض سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس سے اپنی کھال ملتی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 310)

## طلاق کی اقسام میں مذاہب اربعہ

احناف طلاق کی تین قسمیں قرار دیتے ہیں: احسن، حَسَن اور بِدْعی۔ احسن طلاق یہ ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو ایسے طہر میں جس کے اندر اس نے مجامعت نہ کی ہو، صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دے۔ حَسَن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک ایک طلاق دے۔ اس صورت میں تین طہروں میں تین طلاق دینا بھی سنت کے خلاف نہیں ہے،۔ اگرچہ بہتر یہی ہے کہ ایک ہی طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ اور طلاق بدعت یہ ہے کہ آدمی بیک وقت تین طلاق دے دے، یا ایک ہی طہر کے اندر الگ الگ اوقات میں تین طلاق دے، یا حیض کی حالت میں طلاق دے، یا ایسے طہر میں طلاق دے جس میں وہ مباشرت کر چکا ہو۔ ان میں سے جو فعل بھی وہ کرے گا گناہگار ہوگا۔ یہ تو ہے حکم ایسی مدخولہ عورت کا جسے حیض آتا ہو۔ رہی غیر مدخولہ عورت تو اسے سنت کے مطابق طہر اور حیض دونوں حالتوں میں طلاق دی جا سکتی ہے۔ اور اگر عورت ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، تو اسے مباشرت کے بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کے حاملہ ہونے کا امکان نہیں ہے۔ اور عورت حاملہ ہو تو مباشرت کے بعد اسے بھی طلاق دی جا سکتی ہے، کیونکہ اس کا حاملہ ہونا پہلے ہی معلوم ہے۔ لیکن ان تینوں قسم کی عورتوں کو سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ایک مہینہ بعد طلاق دی جائے، اور احسن یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ (ہدایہ، فتح القدیر، احکام القرآن للجصاص، عمدۃ القاری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ سُنی، بدعی مکروہ، اور بدعی حرام۔ سنت کے مطابق طلاق یہ ہے کہ مدخولہ عورت کو جسے حیض آتا ہو، طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر ایک طلاق دے کر عدت گزر جانے دی جائے۔ بدعی مکروہ یہ ہے کہ ایسے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں آدمی مباشرت کر چکا ہو، یا مباشرت کیے بغیر ایک طہر میں ایک سے زیادہ طلاقیں دی جائیں، یا عدت کے اندر الگ الگ طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی

جائیں۔اور بدعی حرام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں طلاق دی جائے۔(حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر۔احکام القرآن لابن العربی)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا معتبر مذہب یہ ہے جس پر جمہور حنابلہ کا اتفاق ہے: مدخولہ عورت جس کو حیض آتا ہو اسے سنت کے مطابق طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ طہر کی حالت میں مباشرت کیے بغیر اسے طلاق دی جائے، پھر اسے چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ عدت گزر جائے۔لیکن اگر اسے تین طہروں میں تین الگ الگ طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دے دی جائیں، یا بیک وقت تین طلاقیں دے ڈالی جائیں، یا حیض کی حالت میں طلاق دی جائے، یا ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں مباشرت کی گئی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو، تو یہ سب طلاق بدعت اور حرام ہیں۔لیکن اگر عورت غیر مدخولہ ہو، یا ایسی مدخولہ ہو جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا ابھی حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو، یا حاملہ ہو، تو اس کے معاملہ میں نہ وقت کے لحاظ سے سنت و بدعت کا کوئی فرق ہے نہ تعداد کے لحاظ سے۔(الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف علی مذہب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک طلاق کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا فرق کے لحاظ سے ہے نہ کہ تعداد سے یعنی مدخول عورت جس کو حیض آتا ہو اسے حیض کی حالت میں طلاق دینا یا جو حاملہ ہو سکتی ہو اسے ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں مباشرت کی جا چکی ہو اور عورت کا حاملہ ہونا ظاہر نہ ہو بدعت اور حرام ہے۔رہی طلاقوں کی تعداد، تو خواہ بیک وقت تین طلاقیں دی جائیں، یا ایک ہی طہر میں دی جائیں، یا الگ الگ طہروں میں دی جائیں، بہر حال یہ سنت کے خلاف نہیں ہے۔اور غیر مدخولہ عورت جسے حیض آنا بند ہو گیا ہو، یا حیض آیا ہی نہ ہو، یا جس کا حاملہ ہونا ظاہر ہو، اس کے معاملہ میں سنت اور بدعت کا کوئی فرق نہیں ہے۔

(مغنی المحتاج)

| |
|---|
| اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ |
| شَيْـًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا |
| افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
| یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو |
| دیا۔اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے۔پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک |
| انہیں حدوں پر نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو |
| اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ |

## دوسری طلاق رجعی کے بعد حکم شرعی کا بیان

"الطَّلَاق" اَیْ التَّطْلِیق الَّذِیْ یُرَاجِع بَعْده "مَرَّتَانِ" اَیْ اِثْنَتَانِ "فَاِمْسَاك" اَیْ فَعَلَیْکُمْ اِمْسَاکهنَّ بَعْده بِاَنْ تُرَاجِعُوهُنَّ "بِمَعْرُوف" مِنْ غَیْر ضِرَار "اَوْ تَسْرِیح" اَیْ اِرْسَالهنَّ "بِاِحْسَانٍ وَلَا یَحِلّ لَکُمْ" اَیُّهَا

الاَزْوَاج "اَنْ تَاْخُذُوا مِمَّا اٰتَیْتُمُوْهُنَّ" مِنَ الْمُهُور "شَیْئًا" اِذَا طَلَّقْتُمُوْهُنَّ "اِلَّا اَنْ یَّخَافَا" اَیْ الزَّوْجَانِ اَنْ "لَا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰه" اَیْ اَنْ لَّا یَاْتِیَا بِمَا حَدَّهُ لَهُمَا مِنَ الْحُقُوق وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ یُخَافَا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ فَاَنْ لَّا یُقِیْمَا بَدَل اشْتِمَال مِنَ الضَّمِیر فِیْهِ وَقُرِئَ بالفوقانیة فِی الْفِعْلَیْنِ "فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یقیما حدود الله فلا جناح علیهما" "فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ" نَفْسَهَا مِنَ الْمَال لِیُطَلِّقَهَا اَیْ لَا حَرَج عَلَی الزَّوْج فِیْ اَخذه وَلَا الزَّوْجَة فِیْ بَذْله "تِلْكَ" الْاَحْكَام الْمَذْكُوْرَة "حدود الله فلا تعتدوها ومن یتعد حدود الله فاولئك هم الظالمون"

یہ طلاق یعنی جس کے بعد رجوع کیا جا سکے، دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ یعنی رجوع کے بعد اچھے طریقے سے روک لینا ہے یا ان کو نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دینا ہے۔ اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو۔ یعنی اے مردو! تم جو کچھ بیویوں کو مہر وغیرہ دے چکے ہو اس کا واپس لینا حلال نہ ہوگا۔ مگر جب دونوں یعنی شوہر اور زوجہ کو اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے۔ یعنی جو حکم ان کیلئے بیان ہوا ہے وہ دونوں ان حقوق کو پورا نہ کر سکیں گے۔ اور مفعولیت کے سبب ایک قرأت میں ''یخافا اور تقیما'' بھی پڑھا گیا ہے۔ اور ''لَّا یُقِیْمَا'' یہ ضمیر سے بدل اشتمال ہے۔ اور دونوں افعال کو ''یخافا اور تقیما'' تاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہیں حدوں پر نہ رہیں گے۔ تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے، یعنی مرد پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ بدلے میں مال وغیرہ پکڑ لے۔ اور اسی طرح عورت کیلئے کوئی مالی معاوضہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہی ذکر کردہ احکام، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۰ کے شان نزول کا بیان

ایک عورت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس کے شوہر نے کہا ہے کہ وہ اس کو طلاق دیتا اور رجعت کرتا رہے گا ہر مرتبہ جب طلاق کی عدت گزرنے کے قریب ہوگی رجعت کر لے گا پھر طلاق دے دے گا اسی طرح عمر بھر اس کو قید رکھے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ارشاد فرمادیا کہ طلاق رجعی دو بار تک ہے اس کے بعد طلاق دینے پر رجعت کا حق نہیں۔

## عورتوں کی بلا وجہ عدت بڑھانے کی ممانعت کا بیان

امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہ تو میں تجھے بساؤں گا نہ چھوڑوں گا، اس نے کہا یہ کس طرح؟ طلاق دے دوں گا اور جہاں عدت ختم ہونے کا وقت آیا تو رجوع کر لوں گا، پھر طلاق دے دوں گا، پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کر لوں گا اور یونہی کرتا چلا جاؤں گا۔ وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور اپنا یہ دُکھ رونے لگی اس

پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، ایک اور روایت میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں نے نئے سرے سے طلاقوں کا خیال رکھنا شروع کیا اور وہ سنبھل گئے، اور تیسری طلاق کے بعد اس خاوند کو لوٹا لینے کا کوئی حق حاصل نہ رہا اور فرمادیا گیا کہ دو طلاقوں تک تو تمہیں اختیار ہے کہ اصلاح کی نیت سے اپنی بیوی کو لوٹا لو اگر وہ عدت کے اندر ہے اور یہ بھی اختیار ہے کہ نہ لوٹاؤ اور عدت گزر جانے دو تا کہ وہ دوسرے سے نکاح کرنے کے قابل ہو جائے۔

اور اگر تیسری طلاق دینا چاہتے ہو تو بھی احسان وسلوک کے ساتھ ورنہ اس کا کوئی حق نہ مارو، اس پر کوئی ظلم نہ کرو، اسے ضرر نقصان نہ پہنچاؤ، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ دو طلاقیں تو اس آیت میں بیان ہو چکی ہیں تیسری کا ذکر کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا آیت (اوتسریح باحسان) میں، جب تیسری طلاق کا ارادہ کرے تو عورت کو تنگ کرنا اس پر سختی کرنا تا کہ وہ اپنا حق چھوڑ کر طلاق پر آمادگی ظاہر کرے، یہ مردوں پر حرام ہے۔ (تفسیر قرآن عزیز، سورہ بقرہ، ۲۲۹، بیروت)

## خلع کا فقہی مفہوم

خلع خ کے پیش کے ساتھ خلع خ کے زبر کے ساتھ) اسم ہے خلع کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو نکالنا اور عام طور پر یہ لفظ بدن سے کسی پہنی ہوئی چیز مثلا کپڑے اور موزے وغیرہ اتارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

شرعی اصطلاح میں اس لفظ کے معنی ہیں ملکیت نکاح کو مال کے عوض میں لفظ خلع کے ساتھ زائل کرنا یا ملکیت نکاح ختم کرنے کے لئے لفظ خلع کے ساتھ اپنی عورت سے مال لینا اس شرعی اصطلاح کی توضیح یہ ہے کہ اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں کسی طرح نباہ نہ ہو سکے اور مرد طلاق بھی نہ دیتا ہو تو عورت کو جائز ہے کہ کچھ مال دے کر اپنا مہر دے کر نجات حاصل کرلے مثلا اپنے مرد سے کہے کہ اتنا روپیہ لے کر خلع کر دو یعنی میری جان چھوڑ دو یا یوں کہے کہ جو مہر تمہارے ذمہ ہے اس کے عوض میری جان چھوڑ دو اس کے جواب میں مرد کہے کہ میں نے چھوڑ دی تو اس سے عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی اور دونوں میں جدائی ہو جائے گی۔

## خلع سے مراد فسخ یا طلاق ہونے میں مذاہب اربعہ

مظہر نے لکھا ہے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ اگر مرد عورت سے کہے کہ میں نے اتنے مال کے عوض تم سے خلع کیا اور بیوی کہے کہ میں نے قبول کیا اور پھر میاں بیوی کے درمیان جدائی واقع ہو جائے تو آیا یہ طلاق ہے یا فسخ ہے، چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ یہ طلاق بائن ہے حضرت امام شافعی کا زیادہ صحیح قول بھی یہی ہے لیکن حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ یہ فسخ ہے اور حضرت امام شافعی کا بھی ایک قول یہی ہے

اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد شوہر کی زیادتی وسرکشی ہو اور شوہر کی اس زیادتی وسرکشی کی دلیل سے بیوی خلع چاہتی ہو تو اس صورت میں شوہر کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ خلع کے معاوضہ کے طور پر کوئی چیز مثلا روپیہ وغیرہ لے اور اگر میاں بیوی کے باہمی اختلاف کی بنیاد بیوی کی نافرمانی وسرکشی ہو یعنی بیوی کی نافرمانی وبداطواری کی دلیل سے خلع کی نوبت آئی ہو تو اس صورت میں شوہر

کے لیے یہ مکروہ ہے کہ وہ اس خلع کے عوض میں اس قدر رقم لے کہ اس نے عورت کے مہر میں جو رقم دی ہے اس سے بھی زیادہ ہو۔

## خلع کے طلاق ہونے میں فقہ حنفی کی ترجیحی دلیل

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ ثابت ابن قیس کی بیوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت ابن قیس پر مجھے غصہ نہیں آتا اور نہ میں ان کی عادات اور ان کے دین میں کوئی عیب لگاتی ہوں لیکن میں اسلام میں کفر یعنی کفران نعمت یا گناہ کو پسند نہیں کرسکتی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ثابت ابن قیس کا باغ جوانہوں نے تمہیں مہر میں دیا ہے) ان کو واپس کرسکتی ہو؟ ثابت کی بیوی نے کہا کہ ہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ثابت سے فرمایا کہ تم اپنا باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دیدو۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 475)

ثابت ابن قیس کی بیوی کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں اپنے شوہر سے اس لئے جدائی اختیار کرنا نہیں چاہتی کہ وہ بد اخلاق ہیں یا ان کی عادات مجھے پسند نہیں ہیں یا یہ کہ ان کے دین میں کچھ نقصان ہے بلکہ صورت حال یہ ہے کہ مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور وہ طبعی طور پر مجھے ناپسند ہیں لیکن بہرحال وہ میرے شوہر ہیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان کے تئیں میری طرف سے کوئی ایسی حرکت نہ ہو جائے جو اسلامی حکم کے خلاف ہو مثلا مجھ سے کوئی نافرمانی ہو جائے یا ان کی مرضی کے خلاف کوئی فعل سرزد ہو جائے تو ایسی صورت میں گویا کفران نعمت یا گناہ ہوگا جو مجھے گوارہ نہیں ہے اس لئے میں کیوں نہ ان سے جدائی اختیار کرلوں۔

کہا جاتا ہے کہ ثابت ابن قیس بہت بدصورت تھے اور ٹھگنے (پست) قد تھے اور ان کی بیوی کا نام حبیبہ یا جمیلہ تھا جو بہت خوبصورت اور حسین تھیں اسی لئے ان دونوں کا جوڑا بہت ناموزوں تھا اور ان کی بیوی ان کو پسند نہیں کرتی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عرض کے مطابق حضرت ثابت کو مصلحۃ یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو ایک طلاق دیدیں اس سے معلوم ہوا کہ طلاق دینے والے کے حق میں یہ اولی افضل ہے کہ وہ ایک طلاق دے تاکہ اگر رجوع کرنا منظور ہو تو رجوع کرلے نیز اس سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ خلع طلاق ہے فسخ نہیں ہے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ الخلع تطليقة بائنة یعنی خلع طلاق بائن ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدوں پر قائم رہیں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اللہ عقل والی قوم کیلئے بیان کرتا ہے۔

## طلاق ثلاثہ کے بعد رجوع ونکاح کے عدم جواز کا بیان

"فَاِنْ طَلَّقَهَا" الزَّوْج بَعْد الثِّنْتَيْنِ "فَلَا تَحِلّ لَهُ مِنْ بَعْد" بَعْد الطَّلْقَة الثَّالِثَة "حَتّٰى تَنْكِح" تَتَزَوَّج "زَوْجًا غَيْرِه" وَيَطَأهَا كَمَا فِي الْحَدِيث رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "فَاِنْ طَلَّقَهَا" اَيْ الزَّوْج الثَّانِي "فَلَا جُنَاح عَلَيْهِمَا" اَيْ الزَّوْجَة وَالزَّوْج الْاَوَّل "اَنْ يَتَرَاجَعَا" اِلَى النِّكَاح بَعْد انْقِضَاء الْعِدَّة "اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيمَا حُدُوْد اللّٰه وَتِلْكَ" الْمَذْكُورَات "حُدُوْد اللّٰه يُبَيِّنهَا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی یعنی دو طلاقوں کے بعد، تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی یعنی طلاق ثلاثہ کے بعد، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، یہاں تک کہ وہ اس سے وطی نہ کرلے جس طرح صحیح بخاری ومسلم کی روایت کردہ حدیث ہے۔ پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو اب وہ بیوی پہلے شوہر کیلئے حلال ہو جائے گی۔ تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں یعنی عدت کے بعد نکاح سے رجوع کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدوں پر قائم رہیں، جن کا ذکر ہوا ہے۔ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جن کو اللہ عقل والی قوم کیلئے بیان کرتا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا جس کے پاس عضو مخصوص کپڑے کے پھندنے کی طرح تھا اس شوہر سے اپنا مقصد نہ پاسکی کچھ ہی دنوں کے بعد اس نے عورت کو طلاق دے دی، پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔

اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے، میں نے ایک دوسرے مرد سے نکاح کرلیا، وہ میرے پاس آیا تو اس کے پاس (عضو مخصوص) کپڑے کے پھندنے کی طرح تھا، میرے پاس تھوڑی ہی دیر ٹھہر سکا اور مجھ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکا، تو کیا میں پہلے شوہر کے لئے حلال ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں جب تک کہ دوسرا شوہر تجھ سے اور تو اس سے لطف اندوز نہ ہولے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 247)

## طلاق ثلاثہ کے وقوع میں مذاہب اربعہ

ایک مجلس میں تین دفعہ دی گئی طلاق کو سنت کے خلاف ہے، طلاق بدعت ہے؛ لیکن اس کے واقع ہو جانے میں ائمہ اربعہ کا اختلاف نہیں، حضرت امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"وقد اختلف العلماء فيمن قال لامراته انت طالق ثلاثاً فقال الشافعي ومالك وابو حنيفة واحمد وجماهير العلماء من السلف والخلف يقع الثلاث" ۔ (نووی شرح مسلم)

علامہ نووی شافعی کہتے ہیں: امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور قدیم وجدید تمام علماء کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس شخص نے بیک وقت تین طلاقیں دیں وہ واقع

ہو جائیں گی۔

سیدنا حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بعد کے تابعین اور ائمہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (المغنی، ج:7،ص ۲۸۲، بیروت)

## بیک وقت تین طلاق دینا حرام ہیں

حضرت محمود ابن لبید کہتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کو اس شخص کے بارے میں بتایا گیا جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہو کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا اللہ عزوجل کی کتاب کے ساتھ کھیلا جاتا ہے (یعنی حکم خداوندی کے ساتھ استہزاء کیا جاتا ہے) درآنحالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں یہ سن کر مجلس نبوی میں موجود صحابہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ (نسائی)

اللہ عزوجل کی کتاب سے قرآن کریم کی یہ آیت (اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ) 2۔البقرۃ:229) مراد ہے۔
اس آیت میں یہاں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دینی چاہئیں بلکہ متفرق طور پر دینی چاہئیں وہیں (وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا) 2۔البقرۃ:231) کے ذریعہ یہ تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو لعب کی طرح بے وقعت مت سمجھو چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ متفرق طور پر طلاق دینے کی بجائے ایک ساتھ تینوں طلاقیں دینا حق تعالیٰ کے حکم و منشاء کی خلاف ورزی ہے اور یہ خلاف ورزی گویا حق تعالیٰ کے احکام کے ساتھ استہزاء ہے۔ کیونکہ جس شخص نے حق تعالیٰ کے حکم کے خلاف کیا اس نے درحقیقت اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ اس کی نظر میں حکم خداوندی کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ اس پر عمل نہ کرنا اور کرنا دونوں برابر ہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا بدعت و حرام ہے۔ اور اس حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے اس فعل پر غضب ناک ہوتے تھے جو گناہ و معصیت کا باعث ہوتا تھا حضرت امام شافعی کے نزدیک تین طلاق ایک ساتھ دینا حرام نہیں ہے بلکہ خلاف اولی ہے۔

علماء لکھتے ہیں کہ تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دینے میں فائدہ یہ ہے کہ ایک طلاق کے بعد شاید اللہ تعالیٰ خاوند کے دل کو اس کی بیوی کی طرف مائل کر دے اور اس کے فیصلہ میں کوئی ایسی خوشگوار تبدیلی آ جائے کہ وہ رجوع کر لے اور ان دونوں کے درمیان مستقل جدائی کی نوبت نہ آئے۔

علماء کے اس بارے میں مختلف اقوال ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہے کہ انت طالق ثلاثا (یعنی تجھ پر تین طلاق ہیں) تو آیا اس کی بیوی پر ایک طلاق پڑے گی یا تین طلاق واقع ہوں گی چنانچہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ حضرت امام شافعی حضرت امام ابوحنیفہ حضرت امام احمد اور جمہور علماء یہ فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں پڑیں گی جب کہ طاؤس اور بعض اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ ایک طلاق پڑے گی۔

ایک صحابی کا یہ کہنا کہ میں اس شخص کو قتل نہ کر دوں؟ اس بناء پر تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو کتاب اللہ کے ساتھ استہزاء کرنے والا کہا تھا جو کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کفر کی حد میں داخل ہو جائے تو اس کی سزا قتل ہے حالانکہ ان صحابی نے یہ نہیں جانا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارے میں جو الفاظ ارشاد فرمائے ہیں وہ زجر و توبیخ پر مبنی ہیں ان کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔

## ایک ساتھ تین طلاقیں دینے کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے حضرت عویمر عجلان نے بیان کیا کہ میں حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ کے پاس کسی اجنبی آدمی کو دیکھے اور وہ شخص اس اجنبی شخص کو قتل کر دے تو اس قتل کرنے کے عوض کیا اس شخص کو بھی قتل کر دیں گے اگر وہ شخص ایسا نہ کرے؟ یعنی اس عورت کے شوہر کے واسطے کیا شرعی حکم ہے؟ تم یہ مسئلہ اے عاصم میری جانب سے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو چنانچہ پھر حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے یہ مسئلہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگر چہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ سوال ناگوار محسوس ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال کو برا خیال فرمایا اور سائل کے اس سوال کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معیوب خیال فرمایا حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناگواری محسوس کر کے گراں محسوس ہوا اس وجہ سے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کو اس سوال سے افسوس ہوا اور ان کو اس سوال سے شرمندگی محسوس ہوئی اور خیال ہوا کہ میں نے خواہ مخواہ یہ مسئلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا بہر حال۔ جس وقت حضرت عاصم رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس گھر تشریف لائے جب حضرت عویمر کہنے لگے کہ تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ حضرت عویمر سے حضرت عاصم نے کہا کہ تم نے مجھ کو اس طرح کے سوال کرنے کا خواہ مخواہ مشورہ دیا (یعنی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ نہیں دریافت کرنا چاہیے تھا) اس پر حضرت عویمر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں اس مسئلہ کو بغیر دریافت کیے نہیں رہوں گا۔ یہ کہہ کر حضرت عویمر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل دیئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی دوسرے کو دیکھے اور اگر یہ شخص اس کو قتل کر دے تو کیا اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا؟ آیا اس کے ساتھ (یعنی قاتل کے ساتھ) کس قسم کا معاملہ ہوگا؟ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تمہارے واسطے حکم خداوندی نازل ہو چکا ہے تم جاؤ اور اس عورت کو لے کر آؤ۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں نے لعان کیا یعنی حضرت عویمر اور ان کی اہلیہ محترمہ نے اور ہم لوگ بھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک موجود تھے۔ جس وقت حضرت عویمر لعان سے فارغ ہو گئے تو فرمانے لگے کہ اگر اب میں اس خاتون کو مکان میں رکھوں تو میں جھوٹا اور غلط گو قرار پایا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اسی وقت تین طلاقیں دے ڈالیں اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا انتظار بھی نہ فرمایا۔ (سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 1340)

## نکاح حلالہ کا فقہی مفہوم کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ایک دن رفاعہ قرظی کی عورت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں رفاعہ کے نکاح میں تھی مگر انہوں نے مجھے طلاق دیدی اور طلاقیں بھی تین دیں چنانچہ میں نے رفاعہ کے بعد عبدالرحمٰن ابن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن عبدالرحمٰن کپڑے کے پھند کی مانند رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کیا تم پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہو۔

اس نے عرض کیا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس وقت تک رفاعہ سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتیں جب تک کہ عبدالرحمٰن تمہارا مزہ نہ چکھ لے اور تم اس کا مزہ نہ چکھ لو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 494)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تمہارا دوسرا شوہر تمہارے سات جماع نہ کرے اور پھر اس کی طلاق کے بعد تم عدت کے دن پورے نہ کر لو تم اپنے سابق خاوند یعنی رفاعہ سے نکاح نہیں کر سکتیں چنانچہ یہ حدیث مشہور اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حلالہ یعنی سابق خاوند کے واسطے حلال ہونے کے لیے کسی دوسرے مرد سے محض نکاح کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ مجامعت بھی ضروری ہے البتہ مجامعت میں صرف دخول کافی ہے انزال شرط نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محلل اور محلل لہ پر لعنت فرمائی ہے (دارمی) ابن ماجہ نے اس روایت کو حضرت علی حضرت ابن عباس اور حضرت عقبہ ابن عامر سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 495)

فرض کیجئے کہ دو شخص ہیں ایک کا نام زید ہے اور دوسرے کا نام بکر ہے زید نے اپنی بیوی خالدہ کو تین طلاقیں دیدیں اور اس کی عدت کے دن پورے ہو گئے ہیں اب زید پھر چاہتا ہے کہ وہ خالدہ کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لائے۔ لہٰذا دوسرا شخص یعنی بکر خالدہ سے اس شرط یا ارادہ کے ساتھ نکاح کرتا ہے کہ جماع کے بعد خالدہ کو طلاق دیدی جائے گی تا کہ خالدہ کا پہلا شوہر زید کہ جس نے اس کو تین طلاقیں دی تھیں اس سے دوبارہ نکاح کر سکے اور خالدہ کا پہلا شوہر محلل لہ یعنی جس کے لئے حلالہ کیا گیا) کہلائے گا۔

حدیث میں انہی دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لعنت فرمائی ہے حلالہ کرنے والے پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے زبان سے تحلیل کی شرط کا اظہار واقرار کرنے کے بعد اور محض جدائی اختیار کرنے کے قصد سے اس عورت سے نکاح کیا جب کہ نکاح اس لئے شروع ہوا ہے کہ اس کے ذریعہ مرد وعورت ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے رفیق حیات ودمساز رہیں، لہٰذا اس صورت میں نہ صرف یہ کہ نکاح کے اصل مقصد ومنشاء پر زد پڑتی ہے بلکہ عورت کی حرمت وعزت بھی مجروح ہوتی ہے اسی لئے ایک حدیث میں اس کو مستعار بکری سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اور محلل لہ یعنی پہلے خاوند پر لعنت فرمانے کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت حال اور اس نکاح کا اصل باعث وہی بنا ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس صورت میں عقد باطل ہوتا ہے بلکہ حدیث کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ عقد صحیح ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں اس نکاح کرنے والے کو محلل کہا گیا ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ کوئی شخص محلل اسی صورت

میں ہوتا ہے جب کہ عقد صحیح ہو عقد فاسد سے محلل نہیں ہوتا لہٰذا ثابت ہوا کہ اس ارشاد گرامی میں لعنت کا حقیقی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ یہاں مراد محلل اور محلل لہ کی خساست طبع کو ظاہر کرنا ہے اور یہ واضح کرنا ہے کہ یہ ایک قبیح فعل ہے جس کو کوئی سلیم الطبع انسان پسند نہیں کر سکتا۔

## حلالہ کے مکروہ تحریمی ہونے کا بیان

ہدایہ اور فقہ کی دیگر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر حلالہ کو زبان سے مشروط کیا گیا ہو یعنی محلل اس عورت سے کہ جس کو اس کا خاوند تین طلاقیں دے چکا ہے یہ کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ تمہیں اس خاوند کے لئے کہ جس نے تمہیں طلاق دی ہے حلال کر دوں یعنی میں تم سے صرف اس لئے نکاح کرتا ہوں کہ میں جماع کے بعد تمہیں طلاق دیدوں تا کہ تمہارے پہلے خاوند کے لے تم سے دوبارہ نکاح کرنا حلال ہو جائے یا وہ عورت محلل سے یوں کہے کہ میں تم سے اس لئے نکاح کرتی ہوں کہ میں اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جاؤں تو اس صورت میں حلالہ مکروہ تحریمی ہوگا۔ ہاں اگر زبان سے یہ نہ کہا جائے مگر نیت میں یہ بات ہو تو پھر محلل نہ قابل مواخذہ ہوگا اور نہ لعنت کا مورد ہوگا کیونکہ اس صورت میں یہی کہا جائے گا کہ اس کا مقصد در اصل اصلاح احوال ہے۔

علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اس عورت نے کہ جس کو تین طلاقیں دی جا چکی ہیں غیر کفو سے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا اور پھر اس نے اس کے ساتھ جماع بھی کر لیا تو اس صورت میں وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی چنانچہ فتوی اسی قول پر ہے۔ (فتح القدیر، کتاب طلاق، باب حلالہ)

| |
|---|
| وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا |
| تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا |
| وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ |
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دو اور |
| انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے، وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اور اللہ کی آیتوں کا مذاق نہ بنا لو، اور |
| یاد کرو۔ اللہ کا احسان جو تم پر ہے، اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ |
| اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ |

## بیویوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے روکنے کی ممانعت کا بیان

"وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ" قَارَبْنَ انْقِضَاء عِدَّتهنَّ "فَاَمْسِكُوهُنَّ" بِاَنْ تُرَاجِعُوهُنَّ

"بِمَعْرُوْفٍ" مِنْ غَيْر ضَرَر "اَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" اُتْرُكُوهُنَّ حَتّٰى تَنْقَضِى عِدَّتُهُنَّ "وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ" بِالرَّجْعَةِ "ضِرَارًا" مَفْعُول لِاَجْلِه "لِتَعْتَدُوا" عَلَيْهِنَّ بِالْاِلْجَاءِ اِلَى الْاِفْتِدَاء وَالتَّطْلِيق، وَتَطْوِيل الْحَبْس "وَمَنْ يَّفْعَل ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسه" بِتَعْرِيْضِهَا اِلٰى عَذَاب اللّٰه "وَلَا تَتَّخِذُوا اٰيَات اللّٰه هُزُوًا" مَهْزُوءًا بِهَا بِمُخَالَفَتِهَا "وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰه عَلَيْكُمْ" بِالْاِسْلَامِ "وَمَا اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَاب" الْقُرْاٰن "وَالْحِكْمَةَ" مَا فِيْهِ مِنَ الْاَحْكَام "يَعِظُكُمْ بِهٖ" بِاَنْ تَشْكُرُوْهَا بِالْعَمَلِ بِهٖ "وَاتَّقُوا اللّٰه وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْم" وَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء،

اور جب تم عورتوں کوطلاق دواوران کی میعادآ لگےیعنی ان کی عدت ختم ہونے کے قریب آجائے،تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لویعنی بغیر نقصان پہنچائے یا اچھے سلوک کے ساتھ چھوڑ دوتا کہ وہ اپنی عدت کو پورا کرلیں۔اور انہیں ضرر دینے کے لئے نہ روکنا،یعنی رجعت کے ساتھ، یہاں ضرارامفعول لہ ہے۔تا کہ حد سے بڑھویعنی ان کوفدیہ یعنی مالی معاوضہ خلع وغیرہ کی طرف مجبور نہ کرو۔اوراسی طرح لمبی قید میں بھی نہ ڈالو۔اور جوایسا کرے،وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے،یعنی اللہ کے عذاب کو بلانے والا ہےاوراللہ کی آیتوں کا مذاق نہ بنالو،یعنی ان کی مخالفت کر کے مذاق نہ کرو۔اور یاد کرو۔اللہ کا احسان جوتم پر ہے،یعنی اسلام،اوروہ جوتم پر کتاب یعنی قرآن اورحکمت اتاری یعنی جس اس قرآن میں احکام ہیں۔تمہیں نصیحت دینے کوتا کہ تم عمل کر کے اس کا شکرادا کرواوراللہ سے ڈرتے رہواور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔یعنی اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ثابت بن یسارانصاری کے حق میں نازل ہوئی انہوں نے اپنی عورت کوطلاق دی تھی اور جب عدت قریب ختم ہوتی تھی رجعت کرلیا کرتے تھے تا کہ عورت قید میں پڑی رہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ |
| بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ |
| وَاَطْهَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور جب تم عورتوں کوطلاق دواوروہ اپنی عدت کوآ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہوجائیں توانہیں اپنے |
| (پرانے یانئے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو،اس شخص کواس امر کی نصیحت کی جاتی ہے جوتم میں سے اللہ پراور یوم |
| قیامت پرایمان رکھتا ہو،یہ تمہارے لئے بہت ستھری اورنہایت پاکیزہ بات ہے،اوراللہ جانتا ہےاورتم نہیں جانتے۔ |

## عدت پوری ہونے کے بعد نکاح سے روک لینے کی ممانعت کا بیان

"وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاء فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ" انقضت عِدَّتهنّ "فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ" خطاب لِلْاَوْلِيَاءِ اَىْ تَمْنَعُوهُنَّ مِنْ "اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ" الْمُطَلِّقِيْنَ لَهُنَّ لِاَنَّ سَبَبَ نُزُوْلِهَا اَنَّ اُخْتَ مَعْقِل بْن يَسَار طَلَّقَهَا زَوْجهَا فَاَرَادَ اَنْ يُّرَاجِعهَا فَمَنَعَهَا مَعْقِل بْن يَسَار كَمَا رَوَاهُ الْحَاكِم "إِذَا تَرَاضَوْا" اَىِ الْاَزْوَاج وَالنِّسَاء "بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ" شَرْعًا "ذٰلِكَ" النَّهْى عَنِ الْعَضْل "يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" لِاَنَّهُ الْمُنْتَفِع بِهٖ "ذٰلِكُمْ" اَىْ تَرْكُ الْعَضْل "اَزْكٰى" خَيْر "لَكُمْ وَاَطْهَرُ" لَكُمْ وَلَهُمْ لِمَا يَخْشٰى عَلَى الزَّوْجَيْنِ مِنَ الرِّيْبَةِ بِسَبَبِ الْعَلَاقَةِ بَيْنَهُمَا "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ" مَا فِيْهِ الْمَصْلَحَة "وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" ذٰلِكَ فَاتَّبِعُوا اَوَامِرَه،

اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت کو آ پہنچیں تو جب وہ شرعی دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے (پرانے یا نئے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو، یہاں ممانعت کا خطاب اولیاء کیلئے ہے۔ کہ اگر وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرنے پر رضامند ہیں۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ معقل بن یسار کی بہن کو ان کے شوہر نے طلاق دے دی اس کے بعد اس نے اپنی بیوی سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا تو معقل بن یسار نے ان کو منع کر دیا۔ (اس کو امام حاکم نے روایت کیا ہے)۔ یعنی جب شوہر اور بیویاں آپس میں رضامند ہوں تو شریعت کے مطابق ان کو روکنا منع ہے۔ اس شخص کو اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو، کیونکہ اس نے فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ تمہارے لئے یعنی ممانعت کو چھوڑ دینا بہت ستھری اور نہایت پاکیزہ بات ہے، کیونکہ ان کے شوہروں پر گذشتہ تعلقات کے سبب تہمت کا خدشہ ہے۔ اور اللہ جانتا ہے یعنی جس میں مصلحت ہے اور تم نہیں جانتے۔ لہٰذا اس کے احکام کی اتباع کرو۔

**فبلغن اجلهن** "عدت کے مکمل ہونے کے معنی میں ہے اور یہ "ان ینکحن" کے قرینہ سے ہے کیونکہ عورت عدت کے مکمل ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے نہ کہ عدت کے مکمل ہونے سے پہلے۔

## سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۲ کے سبب نزول کا بیان

حضرت امام حسن بصری کہتے کہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ایک شخص کے نکاح میں تھی، اس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی، پھر اس سے علیحدہ رہا، یہاں تک کہ اس کی عدت گذر گئی، پھر اس کے پاس پیغام نکاح بھیجا، معقل نے اس کو برا سمجھتے ہوئے اس سے بچنا چاہا اور کہا جب وہ اس پر قادر تھا اس وقت تو اس سے علیحدہ رہا، اب نکاح کا پیغام بھیجتا ہے، چنانچہ اپنی بہن اور اس کے شوہر کے نکاح کے درمیان حائل ہوا تو اللہ تعالیٰ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت گذر جائے تو انہیں روکو نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معقل کو پیغام بھیجا اور اس کے سامنے یہ آیت پڑھی تو وہ اپنی ضد سے باز آ گئے اور خدا کے

حکم کی اطاعت کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 305)

## عورتوں کو نقصان پہنچانے کیلئے عدت بڑھانے کی ممانعت کا بیان

امام عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشعری قبیلہ پر ناراض ہوئے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری نے حاضرِ خدمت ہوکر (ان اصلاحات طلاق کے بارے میں) سبب دریافت کیا، آپ نے فرمایا کیونکہ یہ لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ میں نے طلاق دی، میں نے رجوع کیا۔ یادرکھو مسلمانوں کی یہ طلاقیں نہیں۔ عورتوں کی عدت کے مطابق طلاقیں دو۔ اس حکم کا یہ بھی مطلب لیا گیا ہے کہ ایک شخص ہے جو بلاوجہ طلاق دیتا ہے اور عورت کو ضرر پہنچانے کیلئے اور اس کی عدت لمبی کرنے کیلئے رجوع ہی کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک شخص ہے جو طلاق دے یا آزاد کرے یا نکاح کرے پھر کہہ دے کہ میں نے تو ہنسی ہنسی میں یہ کیا۔ ایسی صورتوں میں یہ تینوں کام فی الحقیقت واضح ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر کہہ دیا کہ میں نے تو مذاق کیا تھا، اس پر یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ طلاق ہوگئی۔ (ابن مردویہ)

حسن بصری فرماتے ہیں کہ لوگ طلاق دے دیتے، آزاد کر دیتے، نکاح کر لیتے اور پھر کہہ دیتے کہ ہم نے بطور دل لگی کے یہ کیا تھا، اس پر یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو طلاق یا غلام آزاد کرے یا نکاح کرا دے خواہ پختگی کے ساتھ خواہ ہنسی مذاق میں وہ سب ہوگیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ بقرہ، ۲۳۲، بیروت)

| |
|---|
| وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ |
| رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا |
| مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا |
| جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ |
| بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ |
| اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں یہ اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، اور دودھ |
| پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی |
| جائے، نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد |
| ہوگا، پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو |
| دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر دو، اور اللہ سے ڈرتے |
| رہو اور یہ جان لو کہ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## مدت رضاعت کا بیان

"وَالْوَالِدَات يُرْضِعْنَ" اَیْ لِيُرْضِعْنَ "اَوْلَادهنَّ حَوْلَيْنِ" عَامَيْنِ "كَامِلَيْنِ" صِفَة مُؤَكِّدَة ذٰلِكَ "لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَة" وَلَا زِيَادَة عَلَيْهِ "وَعَلَى الْمَوْلُود لَهُ" اَیْ الْاَب "رِزْقهنَّ" اِطْعَام الْوَالِدَات "وَكِسْوَتهنَّ" عَلَى الْاِرْضَاع اِذَا كُنَّ مُطَلَّقَات "بِالْمَعْرُوْفِ" بِقَدْرِ طَاقَته "لَا تُكَلَّف نَفْس اِلَّا وُسْعهَا" طَاقَتهَا "لَا تُضَارَّ وَالِدَة بِوَلَدِهَا" اَیْ بِسَبَبِه بِاَنْ تُكْرَه عَلٰى اِرْضَاعه اِذَا امْتَنَعَتْ "وَلَا" وَلَا يُضَارّ "مَوْلُود لَهُ بِوَلَدِهِ" اَیْ بِسَبَبِه بِاَنْ يُكَلَّف فَوْق طَاقَته وَاِضَافَة الْوَلَد اِلٰى كُلّ مِنْهُمَا فِی الْمَوْضِعَيْنِ لِلاسْتِعْطَاف "وَعَلَى الْوَارِث" اَیْ وَارِث الْاَب وَهُوَ الصَّبِیّ اَیْ عَلٰى وَلِيّه فِیْ مَاله "مِثْل ذٰلِكَ" الَّذِیْ عَلَى الْاَبِ لِلْوَالِدَةِ مِنْ الرِّزْق وَالْكِسْوَة "فَاِنْ اَرَادَا" اَیْ الْوَالِدَان "فِصَالًا" فِطَامًا لَهُ قَبْل الْحَوْلَيْنِ صَادِرًا "عَنْ تَرَاضٍ" اتِّفَاق "مِنْهُمَا وَتَشَاوُر" بَيْنهمَا لِتَظْهَر مَصْلَحَة الصَّبِیّ فِيْهِ "فَلَا جُنَاح عَلَيْهِمَا" فِیْ ذٰلِكَ "وَاِنْ اَرَدْتُمْ" خِطَاب لِلْاٰبَاءِ "اَنْ تَسْتَرْضِعُوا اَوْلَادكُمْ" مَرَاضِع غَيْر الْوَالِدَات "فَلَا جُنَاح عَلَيْكُمْ" فِيْهِ "اِذَا سَلَّمْتُمْ" اِلَيْهِنَّ "مَا اٰتَيْتُمْ" اَیْ اَرَدْتُمْ اِيتَاءَهُ لَهُنَّ مِنْ الْاُجْرَة "بِالْمَعْرُوْفِ" بِالْجَمِيْلِ كَطِيْبِ النَّفْس "وَاتَّقُوا اللّٰه وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِير" لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَیْء مِنْهُ،

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلائیں۔ یہاں پر کاملین تاکیدی صفت ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے، لہٰذا اس کے باپ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور پہننا دستور کے مطابق بچے کے باپ پر لازم ہے، جبکہ دودھ پلانے والی طلاق یافتہ ہوں۔ اور معروف سے مراد طاقت کے مطابق ہے۔ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دی جائے، نہ ماں کو اس کے بچے کے باعث نقصان پہنچایا جائے یعنی جب وہ بچے کو دودھ پلانا نہ چاہتی ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے۔ اور نہ باپ کو اس کی اولاد کے سبب سے، یعنی اس کی طاقت سے زیادہ کو مکلف نہ کیا جائے اور یہاں والدین کے رحم دل ہونے کے سبب ان دونوں کی طرف ولد کی اضافت ہے۔ اور وارثوں پر بھی یہی حکم عائد ہوگا، اور یہاں وارث سے مراد بچے کا باپ ہے کیونکہ وہی اس کے مال میں ولی ہے۔ اور جو بھی باپ پر بچے کی والدہ کیلئے رزق اور لباس ہے۔ پھر اگر ماں باپ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں، تاکہ بچے کے حق میں مصلحت کا اظہار ہو۔ اور پھر اگر تم اپنی اولاد کو دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتے ہو تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں، یہاں خطاب آباء کو ہے یعنی جب تم بچوں کی ماؤں کے سوا دوسری عورتوں سے دودھ پلانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جب کہ جو تم دستور کے مطابق دیتے ہو انہیں ادا کر [illegible] دیتے رہو۔ معروف سے اپنے طریقے سے ہو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یہ جان لو کہ بیشک جو

کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

## مدت رضاعت میں فقہی مذاہب کا بیان

فقہاء اسلام نے کم از کم مدت کے تعین کے لیے ان نصوص شریعت کو بنیاد بنایا ہے: **والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین** اور چاہیے کہ (باہمی مشورے سے) مائیں اپنے جنے ہوئے بچوں کو پورے دو برس تک دودھ پلاتی رہیں دوسری آیت سورہ احقاف کی ہے جسے پہلی آیت کے ساتھ رکھ کر اہل علم نے مدت کا تعین کیا ہے: **وحملہ وفصالہ ثلاثون شھراً** (بچے) کی مدت حمل اور مدت رضاعت (دونوں کا کل دورانیہ) تیس ماہ ہے۔

ان دونوں آیات مبارکہ کو جمع کرنے سے کم او کم مدت چھ ماہ اس طرح بنتی ہے کہ اگر وضع حمل نو ماہ کے بعد ہو تو تیس ماہ میں سے نو ماہ نکال کر رضاعت کی مدت اکیس ماہ بنے گی اور اگر پیدائش کے بعد پورے دو سال تک دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ سے منہا کی جائے تو یہ چوبیس ماہ کل تیس ماہ سے منفی کرنے کے بعد چھ ماہ رہ جاتے ہیں۔ پوری مدت رضاعت کو سامنے رکھ کر تیس ماہ کی نص کو اصل اور طبعی مدت مان کر کم از کم حمل کی مدت چھ ماہ ہی بنے گی۔

صحابہ کرام میں سے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سب اکابر صحابہ نے انہیں آیات سے یہ حکم اخذ کیا تھا اور اسی مدت پر امت کا اجماع ہو گیا۔ یہ تو تھا حمل کی کم از کم مدت کا مسئلہ۔ جہاں تک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعلق ہے تو اس کے تعین میں اہل علم کا صریح نص نہ ہونے کی وجہ سے اتفاق نہیں ہو سکا۔

ظاہری مذہب: امام ابن حزم نے مذکورہ بالا آیات کو بنیاد بنا کر کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ نو ماہ کی مدت کو فیصلہ کن مدت کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نو ماہ سے زیادہ مدت تک ٹھہرے جانے والے حمل کا شرعی اعتبار رکھتا ہے تو وہ اللہ کے واضح کلام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جب اللہ نے خود ہی زیادہ سے زیادہ مدت تیس مہینے متعین کر دی ہے تو کم یا زیادہ کا سوال ہی نہ رہا۔

شافعیہ اور حنابلہ کی مشہور رائے چار برس ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک رائے یہی ملتی ہے۔ احناف اور شافعیہ میں سے امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ نے دو برس کی مدت کو حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت بتلایا ہے۔ امام حزم اور ظاہری مذہب میں نو ماہ کی ہی مدت کو حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ جن ائمہ نے زیادہ سے زیادہ چار برس کی رائے اختیار کی ہے تو انہوں نے اپنی رائے کے درست ہونے کے یہ دلائل دیے ہیں: انسانوں کو جو روزمرہ مسائل پیش آتے ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کے لیے شریعت میں نصوص پائی جاتی ہیں اور کچھ ایسے ہیں کے وہ عرف پر چھوڑ دیے گئے ہیں۔ جس طرح حیض اور نفاس کا حکم عورت کے معمول پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ خون کا سیلان بند ہوتے ہی عورت پاک ہو جاتی ہے اسی طرح عورتوں کے وضع حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا تعین چار برس کیا گیا ہے کیونکہ اگر کسی عورت کے ہاں وقت پر ولادت نہ ہو تو عورتوں میں زیادہ سے زیادہ وضع حمل کا یہی معمول دیکھا گیا ہے۔ مبارک بن مجاہد کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں محمد بن عجلان کے گھر ہر بار چار برس کے حمل کے بعد ولادت ہوتی تھی۔ اُن کی گھر والی کا یہ ایسا بندھا معمول تھا کہ ان کی بابت کہا جاتا کہ فلانہ کا معمول حمل فیل کی طرح پورے چار برس ہے۔

جن ائمہ کرام نے زیادہ سے زیادہ مدت دو برس اختیار کی ہے ان کی دلیلیں یہ ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمایا کرتی تھیں لا یبقی الولد فی رحم امھا کثر من سنتین، و لو بفلکة مغزل جنین اپنی ماں کے پیٹ میں کبھی بھی دو برس سے زیادہ نہیں نکتا بس سمجھوں اتنی مدت اوٹھہرا تو ٹھہر جائے گا جتنی دیر میں تکلے کا ایک چکر پورا ہوتا ہے (دھوپ میں تکلے کا سایہ یا اس کا ایک چکر کم مدت کے لیے کنایہ ہے) یہ اصحاب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس فرمان کی بابت فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مدت کا تعین یقیناً اپنے طور پر نہ فرماتی ہوں گی کیونکہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کا بیان کوئی شخص بھی اپنے مشاھدے یا عقل سے حتمی کور پر نہیں کرسکتا۔ یہ ماننا ہی پڑے گا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ایسا سن رکھا ہوگا۔

## بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خاوند پر واجب ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل اور حریص ہے وہ مجھ کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال میں سے خود کچھ نکال لوں اس طرح اس کو خبر نہ ہو تو ہماری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ میں شوہر کو خبر کئے بغیر اس کے مال میں سے اپنی اور اولاد کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کے بقدر کہ جو شریعت کے مطابق ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لیا کرو (بخاری و مسلم)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع و اتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت و حاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالب کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریحاً اجازت دے دی ہو یا بیوی کو اس کی رضامندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دے دیا۔ (شرح مسلم، نووی)

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○

اورتم میں سے جوفوت ہو جائیں اوروہ بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، پھر جب وہ اپنی عدت کو آ پہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔

## عدت وفات کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ" يَمُوْتُوْنَ "مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ" يَتْرُكُوْنَ "اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ" اَىْ لِيَتَرَبَّصْنَ "بِاَنْفُسِهِنَّ" بَعْدَهُمْ عَنِ النِّكَاحِ "اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" مِنَ اللَّيَالِى وَهٰذَا فِىْ غَيْرِ الْحَوَامِلِ اَمَّا الْحَوَامِلُ فَعِدَّتُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ بِاٰيَةِ الطَّلَاقِ وَالْاَمَةُ عَلَى النِّصْفِ مِنْ ذٰلِكَ بِالسُّنَّةِ "فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ" انْقَضَتْ مُدَّةُ تَرَبُّصِهِنَّ "فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ" اَيُّهَا الْاَوْلِيَاءُ "فِيْمَا فَعَلْنَ فِىْٓ اَنْفُسِهِنَّ" مِنَ التَّزَيُّنِ وَالتَّعَرُّضِ لِلْخُطَّابِ "بِالْمَعْرُوْفِ" شَرْعًا "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ" عَالِمٌ بِبَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ،

اورتم میں سے جوفوت ہو جائیں اوروہ بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن انتظار میں روکے رکھیں، یعنی ان کی موت کے بعد چار ماہ دس دن ورات تک روک لیں۔ اور یہ حکم غیر حاملہ عورتوں کیلئے ہے۔ جبکہ حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے جس طرح آیت طلاق میں آیا ہے۔ اور حدیث کے مطابق باندی کی عدت دو حیض ہے۔ پھر جب وہ اپنی عدت کو آ پہنچیں یعنی عدت کی مدت ختم ہو جائے۔ تو تم پر حرج نہیں ہے یعنی اولیاء پر کہ جو کچھ وہ اپنے بارے میں کریں۔ یعنی زیب وزینت کریں، تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح خبردار ہے۔ یعنی باطن کو اسی طرح جاننے والا ہے جس طرح ظاہر کو جانتا ہے۔

## دور جاہلیت کی عدت وفات کے منسوخ ہونے کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں بیوہ کی عدت ایک سال کی تھی اور ایک سال کامل وہ شوہر کے یہاں رہ کر نان ونفقہ پانے کی مستحق ہوتی تھی۔ پھر ایک سال کی عدت تو "يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا" سے منسوخ ہوئی جس میں بیوہ کی عدت چار ماہ دس دن مقرر فرمائی گئی اور سال بھر کا نفقہ آیت میراث سے منسوخ ہوا جس میں عورت کا حصہ شوہر کے ترکہ سے مقرر کیا گیا لہٰذا اب اس وصیت کا حکم باقی نہ رہا حکمت اس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اپنے مورث کی بیوہ کا نکلنا یا غیر سے نکاح کرنا بالکل گوارا ہی نہ کرتے تھے اور اس کو عار سمجھتے تھے اس لئے اگر ایک دم چار ماہ دس روز

کی عدت مقرر کی جاتی تو یہ ان پر بہت شاق ہوتی لہٰذا بتدریج انہیں راہ پر لایا گیا۔ (خزائن العرفان، سورہ بقرہ، لاہور)

## عدت کا لغوی وفقہی مفہوم کا بیان

لغت میں عدت کے معنی ہیں شمار کرنا اور اصطلاح شریعت میں عدت اسے کہتے ہیں کہ جب کسی عورت کو اس کا خاوند طلاق دیدے یا خلع وایلاء وغیرہ کے ذریعہ نکاح یا نکاح جیسی چیز مثلاً نکاح فاسد ٹوٹ جائے بشرطیکہ اس نکاح میں جماع یا خلوت صحیحہ ہو چکی ہو یا شوہر مر جائے تو وہ مقررہ مدت (کہ جس کی تفصیل آگے آئے گی) گھر میں رکی رہے جب تک وہ مدت ختم نہ ہو جائے تب تک نہ کہیں جائے اور نہ کسی دوسرے مرد سے ملاقات کرے جب مدت پوری ہو جائے تو جہاں چاہے جائے اور جس طرح چاہے نکاح کرے۔

عدت کے لغوی معنی: شمار کرنے کے ہیں۔ فقہ کی اصطلاح میں عدت: اس مدت کو کہتے ہیں جس میں نکاح صحیح کے ختم ہونے، نکاح فاسد کے بعد قاضی کی طرف سے علیحدگی کے فیصلہ یا باہمی فیصلہ کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ترک تعلق یا شبہ کی بنا پر وطی کے بعد اپنے آپ کو خاص مدت تک روکے رکھے۔

## عدت وفات کا چار ماہ دس دن ہونے کا بیان

حضرت مجاہد فرماتے ہیں سات مہینے بیس دن جو اصلی عدت چار مہینے دس دن کے سوا کے ہیں اس آیت میں اس مدت کا حکم ہو رہا ہے، عدت تو واجب ہے لیکن یہ زیادتی کی مدت کا عورت کو اختیار ہے خواہ وہیں بیٹھ کر یہ زمانہ گزار دے خواہ نہ گزارے اور چلی جائے، میراث کی آیت نے رہنے سہنے کے مکان کو بھی منسوخ کر دیا، وہ جہاں چاہ عدت گزارے مکان کا خرچ خاوند کے ذمہ ہیں، پس ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت نے سال بھر تک کی عدت کو واجب ہی نہیں کیا پھر منسوخ ہونے کے کیا معنی؟

یہ تو صرف خاوند کی وصیت ہے اور اسے بھی عورت پورا کرنا چاہے تو کرے ورنہ اس پر جبر نہیں، وصیۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں وصیت کرتا ہے جیسے آیت (یوصیکم اللہ فی اولادکم) الخ، اس کا نصب فلتو صوا الھن کو محذوف مان کر ہے۔ وصیۃ کی قرأت یہی ہے یعنی آیت (کتب علیکم وصیۃ) پس اگر عورتیں سال بھر تک اپنے فوت شدہ خاوندوں کے مکانوں میں رہیں تو انہیں نہ نکالا جائے اور اگر وہ عدت گزار کر جانا چاہیں تو ان پر کوئی جبر نہیں۔

بہت سے لوگ اسی کو اختیار کرتے ہیں اور باقی کی جماعت اسے منسوخ بتاتی ہے، پس اگر ان کا ارادہ اصلی عدت کے بعد کے زمانہ کے منسوخ ہونے کا ہے تو خیر ورنہ اس بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں خاوند کے گھر میں عدت گزارنی ضروری ہے اور اس کی دلیل موطا مالک کی حدیث ہے کہ حضرت ابوسعید خدری کی ہمشیرہ صاحبہ فریعہ بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا ہمارے غلام بھاگ گئے تھے جنہیں ڈھونڈنے کیلئے میرے خاوند گئے قدوم میں ان غلاموں سے ملاقات ہوئی لیکن انہوں نے آپ کو قتل کر دیا ان کا کوئی مکان نہیں جس میں عدت گزاروں اور نہ کچھ کھانے پینے کو ہے اگر آپ اجازت دیں تو اپنے میکے چلی جاؤں اور وہیں عدت پوری کروں، آپ نے فرمایا اجازت ہے، میں لوٹی ابھی تو میں حجرے میں ہی تھی کہ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا یا خود بلایا اور فرمایا تم نے کیا کہا، میں نے پھر قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی گھر میں ہی ٹھہری رہو یہاں تک کہ عدت گزر جائے، چنانچہ میں نے وہیں عدت کا زمانہ پورا کیا یعنی چار مہینے دس دن۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ نے مجھے بلوایا اور مجھ سے یہی مسئلہ پوچھا، میں نے اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سمیت سنایا، حضرت عثمان نے بھی اسی کی پیروی کی اور یہی فیصلہ دیا، اس حدیث کو امام ترمذی حسن صحیح کہتے ہیں۔

## باندی کی عدتِ وفات میں فقہی مذاہب اربعہ

اسی طرح لونڈی کی عدت بھی اتنی نہیں، اس کی عدت اس سے آدھی ہے یعنی دو مہینے اور پانچ راتیں، جمہور کا مذہب یہی ہے جس طرح لونڈی کی حد بہ نسبت آزاد عورت کے آدھی ہے اسی طرح عدت بھی۔ محمد بن سیرین اور بعض علماء ظاہر یہ لونڈی کی اور آزاد عورت کی عدت میں برابری کے قائل ہیں۔ ان کی دلیل ایک تو اس آیت کا عموم ہے، دوسرے یہ کہ عدت ایک جبلی امر ہے جس میں تمام عورتیں یکساں ہیں۔

حضرت سعید ابن مسیب ابو العالیہ وغیرہ فرماتے ہیں اس عدت میں حکمت یہ ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگا تو اس مدت میں بالکل ظاہر ہو جائے گا۔ حضرت ابن مسعود کی بخاری ومسلم والی مرفوع حدیث میں ہے کہ انسان کی پیدائش کا یہ حال ہے کہ چالیس دن تک تو رحمِ مادر میں نطفہ کی شکل میں ہوتا ہے، پھر خون بستہ کی شکل چالیس دن تک رہتی ہے پھر چالیس دن تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے اور وہ اس میں روح پھونکتا ہے۔ تو یہ ایک سو بیس دن ہوئے جس کے چار مہینے ہوئے، دس دن احتیاطاً اور رکھ دے کیونکہ بعض مہینے انتیس دن کے بھی ہوتے ہیں اور جب روح پھونک دی گئی تو اب بچہ کی حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور حمل بالکل ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لئے اتنی عدت مقرر کی گئی واللہ اعلم۔ سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں دس دن اس لئے ہیں کہ روح انہی دس دنوں میں پھونکی جاتی ہے۔

ربیع بن انس بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت امام احمد سے ایک روایت میں یہ بھی مروی ہے تاکہ جس لونڈی سے بچہ ہو جائے اس کی عدت بھی آزاد عورت کے برابر ہے اس لئے کہ وہ فراش بن گئی اور اس لئے بھی کہ مسند احمد میں حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن عاص نے فرمایا لوگو سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم پر خلط ملط نہ کرو۔ اولا د والی لونڈی کی عدت جبکہ اس کا سردار فوت ہو جائے چار مہینے اور دس دن ہیں۔ یہ حدیث ایک اور طریق سے بھی ابوداؤد میں مروی ہے۔

امام احمد اس حدیث کو منکر بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے ایک راوی قبیصہ نے اپنے استاد عمر سے یہ روایت نہیں سنی۔ حضرت سعید بن مسیب مجاہد، سعید بن جبیر، حسن بن سیرین، ابن عیاض زہری اور عمرو بن عبدالعزیز کا یہی قول ہے۔ یزید بن عبدالملک بن مروان جو امیر المومنین تھے، یہی حکم دیتے تھے۔

اوزاعی، اسحاق بن راہویہ اور احمد بن حنبل بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں لیکن طاؤس اور قتادہ اس کی عدت بھی آدھی بتلاتے ہیں یعنی دو ماہ پانچ راتیں۔

ابوحنیفہ ان کے ساتھ حسن بن صالح بن حی فرماتے ہیں میں حیض عدت گزارے، حضرت علی ابن مسعود، عطاء اور ابراہیم نخعی کا قول بھی یہی ہے۔

امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی مشہور روایت یہ ہے کہ اس کی عدت ایک حیض ہی ہے۔ ابن عمر، شعبی، مکحول، لیث، ابوعبید، ابوثور اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔ حضرت لیث فرماتے ہیں کہ اگر حیض کی حالت میں اس کا سید فوت ہوا ہے تو اسی حیض کا ختم ہو جانا اس کی عدت کا ختم ہو جانا ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں اگر حیض نہ آتا ہو تو تین مہینے عدت گزارے۔ امام شافعی اور جمہور فرماتے ہیں ایک مہینہ اور تین دن مجھے زیادہ پسند ہیں۔

## عدت وفات میں اسی گھر میں رہنے پر مذاہب اربعہ

ان میں سے مشہور اور قوی قول یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر میں ہی عدت گزارے۔ اکثر علماء کرام جن میں آئمہ اربعہ بھی شامل ہیں کا یہی قول ہے ان کی دلیل میں مندرجہ ذیل حدیث شامل ہے: فریعہ بنت مالک رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور ان سے سوال کیا کہ اس کا خاوند اپنے بھاگے ہوئے غلاموں کو تلاش کرنے نکلا اور جب وہ ان کے قریب جا پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا تو کیا وہ اپنے خاندان بنوخدرہ میں واپس چلی جائے کیونکہ میرے خاوند نے مجھے اپنی ملکیت والے گھر میں نہیں چھوڑا؟ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا جی ہاں آپ جا سکتی ہیں، تو میں واپس پلٹی اور ابھی کمرہ یا مسجد میں ہی تھی تو انہوں نے مجھے بلایا، یا پھر مجھے حکم دیا، میں وہی قصہ دوبارہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دھرایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ تم اپنے گھر میں ہی رہو حتی کہ تمہاری عدت ختم ہو جائے۔

ان کا کہنا ہے کہ میں نے اس گھر میں چار ماہ دس دن عدت گزاری، اور جب عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کی خلافت کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے اس کے متعلق سوال کیا اور میں نے انہیں بتایا تو انہوں نے بھی اسی کی پیروی کرتے ہوئے فیصلہ کیا۔ سنن ابوداود، سنن نسائی، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، امام ترمذی، ابن حبان، حاکم، اور ابن نعیم رحمہم اللہ تعالی وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ ابن قیم کا کہنا ہے کہ: اس میں ایسی کوئی چیز نہیں جو سنت صحیحہ کو رد کرنے کا باعث ہو جسے عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ اور اکابر صحابہ کرام نے قبول کیا۔ (زاد المعاد (5/691)

بعض اوقات عدت گزارنے والی عورت اور یا پھر اس کے گھر میں کوئی اضطراری حالت پیدا ہو سکتی ہے مثلا: ڈر اور خوف، انہدام، غرق، یا پھر دشمن کا خوف، یا وحشت، یا یہ کہ وہ فاسق فاجر لوگوں کے درمیان رہائش پذیر ہو، یا پھر اس کے ورثا اسے وہاں سے لانے کا ارادہ کر لیں، یا پھر اس کا وہاں رہنا اولاد یا مال و دولت کے ضیاع کا باعث بن جائے، وغیرہ۔

احناف، حنابلہ، مالکیہ کے جمہور علماء کے ہاں اس حالت میں اس کے لیے وہاں سے اپنی مرضی کی رہائش میں منتقل ہونا جائز ہے، اور اس کے لیے لازم نہیں کہ وہ قریبی رہائش اختیار کرے بلکہ وہ جہاں چاہے رہ سکتی ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ اس دوسری رہائش میں بھی وہ ان احکام کی پابندی کرے گی جو پہلی رہائش میں کرتی تھی۔
اور جو عورت اپنے خاوند کی فوتگی کے وقت والے گھر میں رہتے ہوئے اپنے معاملات کو چلا سکتی ہو اسے وہاں سے منتقل ہونا صحیح نہیں کیونکہ اس کا کوئی عذر نہیں ہے، مثلاً وہ وراثت یا املاک کیبارہ میں کسی معتبر شخص کو وکیل بنا سکتی ہے۔
اس بنا پر اگر آپ کی والدہ جس گھر میں اپنے خاوند کی فوتگی کے وقت رہ رہی تھی وہاں پر عدت گزار سکتی ہے اور اس کے لیے ممکن ہے تو وہ اسی گھر میں عدت گزارے۔

## بیوہ کے نان ونفقہ میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ مطلقہ، خواہ رجعیہ ہو یا مبتوتہ، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کی سکونت اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار شوہر ہے البتہ اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ حاملہ کا شوہر مر گیا ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ طلاق دینے کے بعد مرا ہو، یا اس نے کوئی طلاق نہ دی ہو اور عورت زمانہ حمل میں بیوہ ہوگئی ہو۔ اس معاملہ میں فقہاء کے مسالک یہ ہیں۔

1 حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ شوہر کے مجموعی ترکہ میں اس کا نفقہ واجب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، قاضی شریح، ابوالعالیہ، شعبی اور ابراہیم نخعی سے بھی یہی قول منقول ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول اسی کی تائید میں ہے (آلوسی۔ جصاص)

2 ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ اس پر اس کے پیٹ کے بچہ کے حصے میں سے خرچ کیا جائے اگر میت نے کوئی میراث چھوڑی ہو۔ اور اگر میراث نہ چھوڑی ہو تو میت کے وارثوں کو اس پر خرچ کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ (البقرہ، آیت 233)۔

3 حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ، حضرت حسن بصری، حضرت سعید بن المُسَیَّب اور حضرت عطاء بن ابی رَباح کہتے ہیں کہ متوفی شوہر کے مال میں اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک تیسرا قول یہی منقول ہوا ہے (جصاص)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر کے ترکہ میں سے اس کو جو میراث کا حصہ ملا ہو اس سے وہ اپنا خرچ پورا کر سکتی ہے، لیکن شوہر کے مجموعی ترکے پر اس کا نفقہ عائد نہیں ہوتا جس کا بار تمام وارثوں پر پڑے۔

4 ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ اس کا نفقہ متوفی شوہر کے مال میں اسی طرح واجب ہے جس طرح اس کے مال میں کسی کا قرض واجب ہوتا ہے (جصاص)۔ یعنی مجموعی ترکہ میں سے جس طرح قرض ادا کیا جاتا ہے اسی طرح اس کا نفقہ بھی ادا کیا جائے۔

5 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام زُفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میت کے مال میں اس کے لیے نہ سکونت کا حق ہے نہ نفقہ کا۔ کیونکہ موت کے بعد میت کی کوئی ملکیت ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد تو وہ وارثوں کا مال ہے۔ ان کے مال میں حاملہ بیوہ کا نفقہ کیسے واجب ہو سکتا ہے (ہدایہ، جصاص)۔ یہی مسلک امام احمد رحمۃ اللہ علیہ بن حنبل کا ہے۔

(الانصاف)

6 امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے، البتہ اسے سکونت کا حق ہے (مُغنی المحتاج)۔ ان کا استدلال حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی بہن فریعہ بنت مالک کے اس واقعہ سے ہے کہ ان کے شوہر جب قتل کر دیے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ شوہر کے گھر ہی میں عدت گزاریں (ابوداؤد، نسائی، ترمذی)

مزید برآں ان کا استدلال دارقطنی کی اس روایت سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: للحامل المتوفی عنها زوجها نفقة۔ بیوہ حاملہ کے لیے کوئی نفقہ نہیں ہے۔ یہی مسلک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔ (حاشیۃ الدسوقی)

| |
|---|
| وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِي اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ |
| سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ |
| النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا |
| اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ |
| اورتم پر گناہ نہیں، اس بات میں جو پردہ رکھ کرتم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی |
| یاد کرو گے۔ ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے، اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا |
| حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے، |

## عدت کی حالت میں پیغام نکاح بھیجنے کا بیان

"وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ" لَوَّحْتُمْ "بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاء" الْمُتَوَفّٰى عَنْهُنَّ اَزْوَاجهنَّ فِي الْعِدَّة كَقَوْلِ الْاِنْسَان : مَثَلًا اِنَّك لَجَمِيْلَة وَمَنْ يَّجِد مِثْلك وَرُبَّ رَاغِب فِيك "اَوْ اَكْنَنْتُمْ" اَضْمَرْتُمْ "فِيْ اَنْفُسكُمْ" مِنْ قَصْد نِكَاحهنَّ "عَلِمَ اللّٰه اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ" بِالْخِطْبَةِ وَلَا تَصْبِرُوْنَ عَنْهُنَّ فَاَبَاحَ لَكُمْ التَّعْرِيْض "وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا" اَيْ نِكَاحًا "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَعْرُوْفًا" اَيْ مَا عُرِفَ شَرْعًا مِنْ التَّعْرِيْض فَلَكُمْ ذٰلِكَ "وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَة النِّكَاح" اَيْ عَلٰى عَقْده "حَتّٰى يَبْلُغ الْكِتَاب" اَيْ الْمَكْتُوْب مِنْ الْعِدَّة "اَجَله" بِاَنْ يَّنْتَهِي "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه يَعْلَم مَا فِيْ اَنْفُسكُمْ" مِنْ الْعَزْم وَغَيْره "فَاحْذَرُوْهُ" اَنْ يُّعَاقِبكُمْ اِذَا عَزَمْتُمْ "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه غَفُوْر" لِمَنْ يَّحْذَرهُ "حَلِيْم" بِتَاْخِيْرِ الْعُقُوْبَة عَنْ مُسْتَحِقّهَا،

اورتم پر گناہ نہیں، اس بات میں جو پردہ رکھ کرتم عورتوں کے ہاں نکاح کا پیام دو، یعنی جس کوئی شخص یہ کہے کہ تم بہت خوبصورت ہو، تمہارے جیسی حسین کس کو ملے گی؟ تمہیں چاہنے والے بڑے ہیں، یا اپنے دل میں چھپا رکھو یعنی جو تمہارے دلوں میں جو نکاح کرنے کا ارادہ پوشیدہ ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ اب تم ان کی یاد کرو گے۔ یعنی منگنی کے ساتھ

یاد کرو گے اور تم ان سے صبر نہ کر سکو گے۔ لہٰذا اس نے تمہارے لئے پیغام منگنی مباح قرار دیا ہے۔ ہاں ان سے خفیہ نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے، یعنی جس قدر شریعت نے اشارے سے تمہارے لئے مباح کیا ہے۔ اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو یعنی عقد پختہ نہ کرو۔ جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے یعنی جو عدت لکھ دی گئی ہے۔ جب وہ مکمل ہو جائے۔ اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل میں ارادہ وغیرہ ہے۔ تو اس سے ڈرو یعنی اگر تم پختہ ارادہ کرو گے تو وہ تم کو اس کی سزا دے گا۔ اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا یعنی جو اس سے ڈر رکھتا ہو، مستحق عذاب کے عذاب کو مؤخر کرنے والا ہے۔

## عدت میں نکاح درست نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ علماء کا اجماع ہے کہ عدت کے اندر نکاح صحیح نہیں۔ اگر کسی نے کر لیا اور دخول بھی ہو گیا تو بھی ان میں جدائی کرادی جائے گی، اب آیا یہ عورت اس پر ہمیشہ کیلئے حرام ہو جائے گی یا پھر عدت گزر جانے کے بعد نکاح کر سکتا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ جمہور تو کہتے ہیں کہ کر سکتا ہے۔

لیکن امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ ہمیشہ کیلئے حرام ہو گئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ جب عورت کا نکاح عدت کے اندر کر دیا جائے گا اگر اس کا خاوند اس سے نہیں ملا تو ان دونوں میں جدائی کرادی جائے گی اور جب اس کے پہلے خاوند کی عدت گزر جائے تو یہ شخص منج اور لوگوں کو اس کے نکاح کا پیغام ڈال سکتا ہے اور اگر دونوں میں ملاپ بھی ہو گیا ہے جب بھی جدائی کرادی جائے گی اور پہلے خاوند کو عدت گزار کر پھر اس دوسرے خاوند کی عدت گزارے گی اور پھر یہ شخص اس سے ہرگز نکاح نہیں کر سکتا، اس فیصلہ کا ماخذ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب اس شخص نے جلدی کر کے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت کا لحاظ نہ کیا تو اسے اس کی خلاف سزا دی گئی کہ وہ عورت اس پر ہمیشہ کیلئے حرام کر دی گئی، جیسا کہ قاتل اپنے مقتول کے ورثہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔۔ امام شافعی نے امام مالک سے بھی یہ اثر روایت کیا ہے، امام بیہقی فرماتے ہیں کہ پہلا قول تو امام صاحب کا یہی تھا لیکن جدید قول آپ کا یہ ہے کہ اسے بھی نکاح کرنا حلال ہے کیونکہ حضرت علی کا یہی فتویٰ ہے۔ حضرت عمر والا یہ اثر سنداً منقطع ہے بلکہ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے اس بات سے رجوع کر لیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ ۲۳۵، بیروت)

## منگیتر کو دیکھنے کی اباحت کا بیان

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ یہ تمہاری محبت کو قائم رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اس باب میں محمد بن مسلمہ، جابر، انس، ابوحمید، ابوہریرہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن ہے۔ بعض علماء نے اس حدیث کے مطابق فرمایا کہ جس عورت کو آدمی نکاح کا پیغام بھیجے اس کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اس کا کوئی ایسا عضو نہ دیکھے جس کو دیکھنا حرام ہو۔ امام احمد، اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد آخری انکے معنی یہ ہیں کہ تمہارے درمیان محبت

کے ہمیشہ رہنے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۱۰۸۷، مرفوع)

## منگیتر کو دیکھنے میں مذاہب اربعہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ حضرت امام شافعی حضرت امام احمد اور اکثر علماء کے نزدیک اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا جائز ہے خواہ منسوبہ اس بات کی اجازت دے یا نہ دے۔ حضرت امام مالک کے ہاں اپنی منسوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا اسی صورت میں جائز ہے جب کہ اس کی اجازت حاصل ہو اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا جائز نہیں ہے لیکن ایک روایت کے مطابق حضرت امام مالک کے ہاں منسوبہ کو دیکھنا علی الاطلاق ممنوع ہے۔

اس بارے میں فقہی مسئلہ یہ بھی ہے کہ بہتر اور مناسب یہی ہے کہ مرد اپنی منسوبہ کو دیکھنے کی بجائے کسی تجربہ کار اور معتمد عورت کو بھیج دے تا کہ وہ اس کی منسوبہ کو دیکھ کر مطلوبہ معلومات فراہم کر دے۔

| |
|---|
| لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ |
| عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ○ |
| تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اگر تم نے اپنی منکوحہ عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے |
| دی ہے تو انہیں مناسب خرچہ دے دو، وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق، |
| یہ خرچہ مناسب طریق پر دیا جائے، یہ بھلائی کرنے والوں پر حق ہے۔ |

## غیر مدخول بہا کو بعض نفقہ دینے کا بیان

"لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ" وَفِىْ قِرَاءَةٍ (تُمَاسُّوْهُنَّ) اَىْ تُجَامِعُوْهُنَّ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ ظَرْفِيَّةٌ اَىْ لَا تَبِعَةَ عَلَيْكُمْ فِى الطَّلَاقِ زَمَنَ عَدَمِ الْمَسِيْسِ وَالْفَرْضِ بِاِثْمٍ وَلَا مَهْرٍ فَطَلِّقُوْهُنَّ "اَوْ" لَمْ "تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً" مَهْرًا "وَمَتِّعُوْهُنَّ" اَعْطُوْهُنَّ مَا يَتَمَتَّعْنَ بِهٖ "عَلَى الْمُوْسِعِ" الْغَنِىِّ مِنْكُمْ "قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ" الضَّيِّقِ الرِّزْقِ "قَدَرُهٗ" يُفِيْدُ اَنَّهٗ لَا نَظَرَ اِلٰى قَدْرِ الزَّوْجَةِ "مَتَاعًا" تَمْتِيْعًا "بِالْمَعْرُوْفِ" شَرْعًا صِفَةُ مَتَاعًا "حَقًّا" صِفَةٌ ثَانِيَةٌ اَوْ مَصْدَرٌ مُؤَكِّدَةٌ "عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ" الْمُطِيْعِيْنَ،

تم پر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اگر تم نے اپنی منکوحہ عورتوں کو ان کے چھونے یا ان کے مہر مقرر کرنے سے بھی پہلے طلاق دے دی ہے تو انہیں مناسب خرچہ دے دو، ایک قرأت میں ''تُمَاسُّوْهُنَّ'' ہے اور یہاں پر ما ظرفیہ مصدریہ ہے یعنی مس نہ کرنے کے زمانے میں طلاق دینے میں تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ اور مہر مقرر کرنے کے زمانے میں بھی نہیں ہے۔ اور نہ وجوب مہر میں کوئی حرج ہے۔ پس اگر تم طلاق دے دو اگرچہ مہر مقرر نہ کیا تو انہیں وسعت والے پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق، یہ خرچہ مناسب طریق پر دیا جائے، تا کہ

عورت اس سے فائدہ حاصل کرے۔ متاعا معروف کی صفت اول ہے اور حقا یہ صفت ثانی ہے یا تاکیدی مصدر ہے۔ یہ بھلائی کرنے والوں یعنی اطاعت کرنے والوں پر حق ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلمہ "مس" آیت شریفہ میں جماع سے کنایہ ہے۔ اس کے علاوہ آیت سے مراد اس گمان کو دور کرنا ہے کہ "عورت کے ساتھ ہمبستری سے پہلے اسے طلاق دینا جائز نہیں ہے'۔ حق مہر کی تعیین نہ کئے جانے کی صورت میں عورتوں کو طلاق دینا جائز ہے۔

'فریضة" میں فرض سے مراد حق مہر کی تعیین ہے "او تفرضوا" کا عطف "ما لم تمسوهن" پر ہے یعنی ان عورتوں کو طلاق دینا جائز ہے جن کا مہر معین نہ کیا گیا ہو۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۶ کے شان نزول کا بیان

علامہ علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ آیت ایک انصاری کے باب میں نازل ہوئی جنہوں نے قبیلہ بنی حنیفہ کی ایک عورت سے نکاح کیا اور کوئی مہر معین نہ کیا پھر ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی۔ (تفسیر خازن، البقرہ، بیروت)

## جماع سے قبل طلاق کی صورت کچھ نفقہ دینے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس کا اعلیٰ حصہ خادم ہے اور اس سے کم چاندی ہے اور اس سے کم کپڑا ہے یعنی اگر مالدار ہے تو غلام وغیرہ دے اور اگر مفلس ہے تو کم سے کم تین کپڑے دے۔

حضرت شعبی فرماتے ہیں درمیانہ درجہ اس فائدہ پہنچانے کا یہ ہے کہ کرتہ دوپٹہ لحاف اور چادر دے دے۔ تشریح فرماتے ہیں پانچ سو درہم دے۔

ابن سیرین فرماتے ہیں غلام دے یا خوراک دے یا کپڑے لتے دے، حضرت حسن بن علی نے دس ہزار دیئے تھے لیکن پھر بھی وہ بیوی صاحبہ فرماتی تھیں کہ اس محبوب مقبول کی جدائی کے مقابلہ میں یہ حقیر چیز کچھ بھی نہیں۔

امام ابوحنیفہ کا قول ہے کہ اگر دونوں اس فائدہ کی مقدار میں تنازعہ کریں تو اس کے خاندان کے مہر سے آدھی رقم دلوادی جائے حضرت امام شافعی کا فرمان ہے کہ کسی چیز پر خاوند کو مجبور نہیں کیا جا سکتا بلکہ کم سے کم جس چیز کو متعہ یعنی فائدہ اور اسباب کہا جا سکتا ہے وہ کافی ہوگا۔ میرے نزدیک اتنا کپڑا متعہ ہے جتنے میں نماز پڑھ لینی جائز ہو جائے۔

**وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○**

اور اگر تم نے عورتوں کو بغیر مس کئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر

| |
|---|
| یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے، جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور اے مرد و تمہارا زیادہ دینا پرہیز گاری سے |
| نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## زوجہ یا ولی زوجہ کا مہر میں سے معاف کرنے کا بیان

"وَاِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ " يَجِب لَهُنَّ وَيَرْجِع لَكُمْ النِّصْف "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ يَّعْفُوْنَ " اَيْ الزَّوْجَات فَيَتْرُكْنَهُ "اَوْ يَعْفُو الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاح " وَهُوَ الزَّوْج فَيَتْرُك لَهَا الْكُلّ وَعَنْ ابْن عَبَّاس : الْوَلِيّ اِذَا كَانَتْ مَحْجُورَة فَلَا حَرَج فِيْ ذٰلِكَ "وَاَنْ تَعْفُوْا " مُبْتَدَأ خَبَره "اَقْرَب لِلتَّقْوٰى وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْل بَيْنَكُمْ " اَيْ اَنْ يَتَفَضَّل بَعْضكُمْ عَلٰى بَعْض "اِنَّ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهٖ،

اور اگر تم نے عورتوں کو بغیر مس کئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے یعنی نصف ان کیلئے واجب ہے اور بقیہ نصف تمہارے لئے واپس ہو جائے گا۔ مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یعنی معاف کر دیں یا وہ زیادہ دے، جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے اور وہ شوہر ہے لہٰذا اس کیلئے سارا چھوڑ دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ولی تب ہے جب وہ عورت اس معاملہ میں معذور ہو لہٰذا اس پر ولی کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور ''وَاَنْ تَعْفُوْا'' یہ مبتداء ہے اور ''اَقْرَب لِلتَّقْوٰى'' یہ اس کی خبر ہے۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس کی جزا دے گا۔

## مقرر مہر سے نصف دینے میں فقہی وتفسیری تصریحات کا بیان

اس آیت میں صاف دلالت ہے اس امر پر کہ پہلی آیت میں جن عورتوں کیلئے متعہ مقرر کیا گیا تھا وہ صرف وہی عورتیں ہیں جن کا ذکر اس آیت میں تھا کیونکہ اس آیت میں یہ بیان ہوا ہے کہ دخول سے پہلے جبکہ طلاق دے دی گئی ہو اور مہر مقرر ہو چکا ہو تو آدھا مہر دینا پڑے گا۔ اگر یہاں بھی اس کے سوا کوئی اور متعہ واجب ہوتا تو وہ ضرور ذکر کیا جاتا کیونکہ دونوں آیتوں کی دونوں صورتوں میں ایک کے بعد ایک بیان ہو رہی ہیں،

اس صورت میں جو یہاں بیان ہو رہی ہے آدھے مہر پر علماء کا اجماع ہے، لیکن تین کے نزدیک پورا مہر اس وقت واجب ہو جاتا ہے جبکہ خلوت ہو گئی یعنی میاں بیوی تنہائی کی حالت میں کسی مکان میں جمع ہو گئے، گو ہم بستری نہ ہوئی ہو۔ امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی ہے اور خلفائے راشدین کا فیصلہ بھی یہی ہے، لیکن امام شافعی کی روایت سے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ اس صورت میں بھی صرف نصف مہر مقررہ ہی دینا پڑے گا، امام شافعی فرماتے ہیں میں بھی یہی کہتا ہوں اور ظاہر الفاظ کتاب اللہ کے بھی یہی کہتے ہیں۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم اگرچہ سند پکڑے جانے کے قابل نہیں لیکن ابن ابی طلحہ سے ابن عباس کی یہ روایت مروی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا فرمان یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ اگر عورتیں خود ایسی حالت میں اپنا آدھا مہر بھی خاوند کو معاف کر دیں تو یہ اور بات ہے اس صورت میں خاوند کو سب معاف ہو جائے گا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ثیبہ عورت اگر اپنا حق چھوڑ دے تو اسے اختیار ہے۔ بہت سے مفسرین تابعین کا یہی قول ہے،

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اس سے مراد عورتوں کا معاف کرنا نہیں بلکہ مردوں کا معاف کرنا ہے۔ یعنی مرد اپنا آدھا حصہ چھوڑ دے اور پورا مہر دے دے لیکن یہ قول شاذ ہے کوئی اور اس قول کا قائل نہیں، پھر فرماتا ہے کہ وہ معاف کر دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے اس سے مراد خاوند ہے۔

حضرت علی سے سوال ہوا کہ اس سے مراد کیا عورت کے اولیاء ہیں، فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد خاوند ہے۔ اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہے۔ امام شافعی کا جدید قول بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے، اس لئے کہ حقیقتاً نکاح کو باقی رکھنا توڑ دینا وغیرہ یہ سب خاوند کے ہی اختیار میں ہے اور جس طرح ولی کو اس کی طرف سے جس کا ولی ہے، اس کے مال کا دے دینا جائز نہیں اسی طرح اس کے مہر کے معاف کر دینے کا بھی اختیار نہیں۔ دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کے باپ بھائی اور وہ لوگ ہیں جن کی اجازت بغیر عورت نکاح نہیں کر سکتی۔ ابن عباس، علقمہ، حسن، عطاء، طاؤس، زہری، ربیعہ، زید بن اسلم، ابراہیم نخعی، عکرمہ، محمد بن سیرین سے بھی یہی مروی ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا بھی ایک قول یہی ہے۔

امام مالک کا اور امام شافعی کا قول قدیم بھی یہی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ ولی نے ہی اس حق کا حقدار اسے کیا تھا تو اس میں تصرف کرنے کا بھی اسے اختیار ہے، گو اور مال میں ہیر پھیر کرنے کا اختیار نہ ہو،

عکرمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے معاف کر دینے کی رخصت عورت کو دی اور اگر وہ بخیلی اور تنگ دلی کرے تو اس کا ولی بھی معاف کر سکتا ہے۔ گو وہ عورت سمجھدار ہو، حضرت شریح بھی یہی فرماتے ہیں لیکن جب شعبی نے انکار کیا تو آپ نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمانے لگے کہ اس سے مراد خاوند ہی ہے بلکہ وہ اس بات پر مباہلہ کو تیار رہتے تھے۔ پھر فرماتا ہے تمہارا خود معاف کرنا ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، اس سے مراد عورتیں دونوں ہی ہیں یعنی دونوں میں سے اچھا وہی ہے جو اپنا حق چھوڑ دے، یعنی عورت یا تو اپنا آدھا حصہ بھی اپنے خاوند کو معاف کر دے یا خاوند ہی اسے بجائے آدھے کے پورا مہر دے دے۔ آپس کی فضیلت یعنی احسان کو نہ بھولو، اسے بیکار نہ چھوڑو بلکہ اسے کام میں لاؤ۔

ابن مردویہ کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک کاٹ کھانے والا زمانہ آئے گا، مومن بھی اپنے ہاتھوں کی چیز کو دانتوں سے پکڑ لے گا اور فضیلت و بزرگی کو بھول جائے گا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنے آپس کے فضل کو نہ بھولو، برے ہیں وہ لوگ جو ایک مسلمان کی بے کسی اور تنگ دستی کے وقت اس سے سستے داموں اس کی چیز خریدتے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیع سے منع فرما دیا ہے۔ اگر تیرے پاس بھلائی ہو تو اپنے بھائی کو بھی وہ بھلائی پہنچا اس کی

ہلاکت میں حصہ نہ لے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ اسے رنج وغم پہنچے نہ اسے بھلائیوں سے محروم رکھے،

حضرت عون حدیثیں بیان کرتے جاتے ہیں روتے جاتے یہاں تک کہ داڑھی سے ٹپکتے رہتے اور فرماتے میں مالداروں کی صحبت میں بیٹھا اور دیکھا کہ ہر وقت دِل ملول رہتا ہے کیونکہ جدھر نظر اٹھتی ہر ایک کو اپنے سے اچھے کپڑوں میں اچھی خوشبوؤں میں اور اچھی سواریوں میں دیکھتا، ہاں مسکینوں کی محفل میں میں نے بڑی راحت پائی،۔(تفسیر ابن کثیر، بقرہ ۲۳۷، بیروت)

| حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ○ |
| --- |
| نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور درمیانی نماز کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو جاؤ، |

## نمازوں کی حفاظت کرنے کا بیان

"حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَات " الْخَمْس بِأَدَائِهَا فِيْ أَوْقَاتهَا "وَالصَّلَاة الْوُسْطَى" هِيَ الْعَصْر أَوْ الصُّبْح أَوْ الظُّهْر أَوْ غَيْرِهَا أَقْوَال وَأَفْرَدَهَا بِالذِّكْرِ لِفَضْلِهَا "وَقُومُوْا لِلّٰهِ" فِي الصَّلَاة "قَانِتِيْنَ" قِيلَ مُطِيعِيْنَ لِقَوْلِهِ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (كُلّ قُنُوت فِي الْقُرْآن فَهُوَ طَاعَة) رَوَاهُ أَحْمَد وَغَيْرِه وَقِيلَ سَاكِتِيْنَ لِحَدِيثِ زَيْد بْن أَرْقَم: (كُنَّا نَتَكَلَّم فِي الصَّلَاة حَتّٰى نَزَلَتْ فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ وَنُهِينَا عَنْ الْكَلَام) رَوَاهُ الشَّيْخَان،

نگہبانی کرو سب نمازوں کی یعنی پانچوں نمازوں کو ان کے اوقات میں ادا کر کے حفاظت کرو۔اور درمیانی نماز کی، جو عصر ہے یا صبح کی ہے یا ظہر کی ہے یا ان کے علاوہ اقوال ہیں۔اور اس کو اکیلے بیان کرنا اس کی فضیلت کے سبب ہے۔اور اللہ کے حضور ادب سے نماز میں کھڑے ہو جاؤ، قانتین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اطاعت کرنے والے ہیں۔جس طرح نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔ہر قنوت قرآن میں ہے پس وہ طاعت ہے۔اس کو امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مطابق نماز میں خاموش کھڑا ہونا مراد ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ نماز میں کلام کرتے تھے حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی جس پر ہمیں خاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔اور ہمیں کلام سے منع کر دیا گیا۔اور حدیث امام بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کیونکہ "حافظوا" کو جمع لایا گیا ہے جس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ خطاب پورے ایمانی معاشرے سے ہے اور واضح ہے کہ یہ اس بات سے منافات نہیں رکھتا کہ یہ امر معاشرہ کے فرد فرد کیلئے نماز پر توجہ اور حفاظت کا حکم بھی ہو۔

قنوت" کے معنی اطاعت میں خضوع وخشوع کرنے کے ہیں اور خضوع وخشوع کا لازمہ کامل توجہ ہے اور "قوموا لله "میں قیام سے مراد یا صرف نماز ہے یا قیام کا واضح ترین مصداق نماز ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۸ کے سبب نزول کا بیان

زید بن ثابت فرماتے ہیں اس سے زیادہ بھاری نماز صحابہ پر اور کوئی نہ تھی اس لئے یہ آیت نازل ہوئی اور اس سے پہلے بھی دو نمازیں ہیں اور اس کے بعد دو ہیں۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ قریشیوں کی ایک جماعت کے بھیجے ہوئے دو شخصوں نے آپ سے یہی سوال کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا وہ عصر ہے۔

صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ حبشہ کی ہجرت سے پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے تھے آپ نماز میں ہوتے پھر بھی جواب دیتے، جب حبشہ سے ہم واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے آپ کی نماز کی حالت میں ہی سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا، اب میرے رنج وغم کا کچھ نہ پوچھئے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجھے فرمایا عبداللہ اور کوئی بات نہیں میں نماز میں تھا اس وجہ سے میں نے جواب نہ دیا، اللہ جو چاہے نیا حکم اتارے، اس نے یہ نیا حکم نازل فرمایا ہے کہ نماز میں نہ بولا کرو، پس یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے پہلے کا ہے اور یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ، ۲۳۹، بیروت)

## نماز وسطیٰ سے نماز عصر مراد ہونے میں فقہی تصریحات کا بیان

صلوۃ وسطیٰ عصر کی نماز ہے۔ حضرت عمر، حضرت علی، ابن مسعود، ابوایوب، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، ابو ہریرہ، ابوسعید، حفصہ، ام حبیبہ، ام سلمہ، ابن عمر، ابن عباس، عائشہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ کا فرمان بھی یہی ہے اور ان حضرات سے یہی مروی ہے اور بہت سے تابعین سے یہ منقول ہے۔

امام احمد اور امام شافعی کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ کا بھی صحیح مذہب یہی ہے۔ ابو یوسف، محمد سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن حبیب مالکی بھی یہی فرماتے ہیں۔ اس قول کی دلیل سنیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب میں فرمایا اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کے دلوں کو اور گھر کو آگ سے بھر دے کہ انہوں نے ہمیں صلوۃ وسطیٰ یعنی نماز عصر سے روک دیا (مسند احمد)

حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہم اس سے مراد صبح یا عصر کی نماز لیتے ہیں یہاں تک کہ جنگ احزاب میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا، اس میں قبروں کو بھی آگ سے بھرنا وارد ہوا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ عصر کی نماز ہے۔ اس حدیث کے بہت سے طرق ہیں اور بہت سی کتابوں میں مروی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے ایک مرتبہ اس بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم نے بھی ایک مرتبہ اس میں اختلاف کیا تو ابو ہاشم بن عتبہ مجلس میں سے اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر گئے، اجازت مانگ کر اندر داخل ہوئے اور آپ سے معلوم کر کے باہر آ کر ہمیں فرمایا یہ نماز عصر ہے۔

عبدالعزیز بن مروان کی مجلس میں بھی ایک مرتبہ یہی مسئلہ پیش آیا، آپ نے فرمایا جاؤ فلاں صحابی سے پوچھ آؤ، تو ایک شخص نے کہا کہ مجھ سے سنیئے مجھے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے میرے بچپن میں یہی مسئلہ پوچھنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا، آپ نے میری چھنگلیا یعنی سب سے چھوٹی انگلی پکڑ کر فرمایا دیکھ یہ تو ہے فجر کی نماز، پھر اس کے پاس والی انگلی تھام کر فرمایا یہ ہوئی ظہر کی، پھر انگوٹھا پکڑ کر فرمایا یہ ہے مغرب کی نماز، پھر شہادت کی انگلی پکڑ کر فرمایا یہ عشاء کی نماز،

پھر مجھ سے کہا اب تمہاری کون سی نگلی باقی رہی، میں نے کہا بیچ کی، فرمایا اور نماز کون سی باقی رہی، میں نے کہا عصر کی، فرمایا یہی صلوۃ وسطیٰ ہے۔ (جامع البیان، بقرہ ۲۳۸، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۝ |
| پس اگر تم حالتِ خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار، پھر جب تم حالتِ امن میں آ جاؤ تو انہی طریقوں پر اللہ کی یاد کرو |
| جو اس نے تمہیں سکھائے ہیں جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ |

## نماز میں وجود عذر و عدم وجود عذر کے سبب انتقال حکم کا بیان

"فَاِنْ خِفْتُمْ" مِنْ عَدُوٍّ اَوْ سَيْلٍ اَوْ سَبُعٍ "فَرِجَالًا" جَمْعُ رَاجِلٍ اَیْ مُشَاةً صَلُّوْا "اَوْ رُكْبَانًا" جَمْعُ رَاكِبٍ اَیْ كَيْفَ اَمْكَنَ مُسْتَقْبِلِی الْقِبْلَةِ اَوْ غَيْرِهَا وَيُوْمِءُ بِالرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ "فَاِذَا اَمِنْتُمْ" مِنَ الْخَوْفِ "فَاذْكُرُوا اللّٰهَ" اَیْ صَلُّوا "كَمَا عَلَّمَكُمْ مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ" قَبْلَ تَعْلِيْمِهٖ مِنْ فَرَائِضِهَا وَحُقُوْقِهَا وَالْكَافُ بِمَعْنٰى مِثْلٍ وَمَا مَصْدَرِيَّةٌ اَوْ مَوْصُوْلَةٌ،

پس اگر تم حالتِ خوف میں ہو یعنی دشمن یا سیلاب یا درندے کا خوف ہو، تو پیادہ، یہاں رجالا یہ راجل کی جمع ہے۔ یعنی پیدل چلتے ہو یا سوار، یہاں رکبانا یہ راکب کی جمع ہے۔ یعنی جس طرح تمہارے لئے ممکن ہو قبلہ وغیرہ کی طرف رخ کر کے اور رکوع وسجود کے ساتھ اشارہ کر کے نماز پڑھو۔ پھر جب تم خوف سے حالتِ امن میں آ جاؤ تو انہی طریقوں پر اللہ کی یاد کرو یعنی نماز پڑھو۔ جو اس نے تمہیں سکھائے ہیں یعنی جس طرح اس کے فرائض اور حقوق سے پہلے جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ اور یہاں کاف بہ معنی مثل ہے اور ما مصدر یہ ہے یا موصولہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

یہاں پر "فان خفتم" کا جملہ ایک محذوف شرط کی حکایت کرتا ہے جو پہلے والی آیت کے حکم کو مشروط کرتا ہے یعنی نماز میں تمام شرائط کی کامل رعایت، امن کی صورت میں ہے لیکن اگر خوف پیش آ جائے تو جس قدر امکان ہو بجالائے اور باقی شرائط اور آداب ضروری نہیں ہیں۔ اسی طرح "رجالا" "راجلاً" کی جمع ہے جو پیدل کے معنی میں ہے اور "رکباناً" راکب کی جمع ہے جو سوار کے معنی میں ہے اور دونوں میں حرکت کا پہلو مدنظر ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۳۹ کے سبب نزول کا بیان

مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے لوگ ضروری بات چیت بھی نماز میں کرلیا کرتے تھے، جب یہ آیت اتری تو چپ رہنے کا حکم دے دیا گیا، لیکن اس حدیث میں ایک اشکال یہ ہے کہ علماء کرام کی ایک جماعت کے نزدیک نماز میں بات چیت کرنے کی حرمت حبشہ کی ہجرت کے بعد اور مدینہ شریف کی ہجرت سے پہلے ہی مکہ شریف میں نازل ہو چکی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نفل نماز سواری پر ہی پڑھ لیتے تھے خواہ اس کا منہ کسی طرف بھی ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ کی طرف آ رہے تھے پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ الْاٰيَةَ" (اللہ ہی کے لئے مشرق اور مغرب) اور فرمایا یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور قتادہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت "وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" 2 . البقرة: 115) (اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے) سے منسوخ ہے۔ یہ قول محمد بن عبد الملک بن شوارب بن یزید بن زریع سے وہ سعید سے اور وہ قتادہ سے نقل کرتے ہیں۔ جب کہ مجاہد اس کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس مراد یہ ہے کہ جس طرف بھی منہ کرو گے اسی طرف قبلہ ہے یعنی اپنا تمہاری نماز قبول ہوگی۔ یہ قول ابو کریب وکیع سے وہ نضر بن عربی سے اور وہ مجاہد سے نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 888)

## مرض وخوف کے سبب نماز میں عذر اباحت کا بیان

حضرت عمران بن حصین راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نماز کھڑے ہوکر پڑھو، اور اگر (کسی عذر کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز پڑھنے پر) قادر نہ ہو سکو تو بیٹھ کر پڑھو، اور اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے پر بھی) قادر نہ ہو سکو تو (پھر) کروٹ پر پڑھو۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1223)

اگر کوئی آدمی کسی عذر شدید مثلاً سخت بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہوکر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر اپنی نماز ادا کرے اور اگر عذر اتنا شدید ہو کہ بیٹھ کر بھی قدرت سے باہر ہو تو پھر آخری مرحلہ یہ ہے کہ (لیٹے لیٹے) کروٹ سے بقبلہ ہوکر پڑھ لے پھر اس میں بھی اتنی آسانی کہ اگر کوئی آدمی قبلے کی طرف منہ نہ کر سکے یا یہ کہ کوئی آدمی ایسا پاس موجود نہ ہو جو معذور کا منہ قبلے کی طرف کر سکے تو جس طرف بھی منہ ہو ادھر ہی کی طرف پڑھ لے، ایسے موقع پر کسی بھی سمت منہ کر کے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ لیٹ کر نماز پڑھنے کے سلسلے میں افضل یہ ہے کہ رو بقبلہ ہوکر چت لیٹے کندھے کے نیچے تکیہ رکھ کر سر کو اونچا کرے اور اشاروں سے نماز پڑھے۔ چنانچہ دار قطنی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اس سے چت لیٹ کر ہی نماز پڑھنے کا اثبات ہوتا ہے یہاں جو حدیث ذکر کی گئی ہے اس کے بارہ میں حنفیہ کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بطور خاص حضرت عمران کے لیے فرمایا تھا کیونکہ وہ بواسیر کے مرض میں مبتلا تھے اور چت نہیں لیٹ سکتے تھے لہٰذا یہ حدیث دوسروں کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔

آخر میں اتنی بات اور جان لیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرض نماز کے لیے ارشاد فرمایا ہے اس لیے نفل نمازوں میں یہ بطریق اولی جائز ہوگا۔

امام اوزاعی فرماتے ہیں اگر فتح قریب آ گئی ہو اور نماز پڑھنے پر قدرت نہ ہو تو ہر شخص اپنے طور پر اشارے سے نماز پڑھ لے، اگر اتنا وقت بھی نہ ملے تو تاخیر کریں یہاں تک کہ لڑائی ختم ہو جائے اور چین نصیب ہو تو دو رکعتیں ادا کریں ورنہ ایک رکعت کافی ہے لیکن

صرف تکبیر کہہ لینا کافی نہیں بلکہ تاخیر کر دیں یہاں تک کہ امن ملے، مکحول بھی یہی کہتے ہیں حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ تستر قلعہ کی لڑائی میں میں بھی فوج میں تھا، صبح صادق کے وقت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، ہمیں وقت ہی نہ ملا کہ نماز ادا کرتے، خوب دن چڑھے اس دن ہم نے صبح کی نماز پڑھی، اگر نماز کیلئے بدلے میں مجھے دنیا اور جو کچھ اس میں ہے مل جائے تاہم میں خوش نہیں ہوں۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ |
| فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور تم میں سے جو لوگ فوت ہوں اور بیویاں چھوڑ جائیں ان پر لازم ہے کہ اپنی بیویوں کے لئے انہیں ایک سال تک کا خرچہ |
| دینے، اپنے گھروں سے نہ نکالے جانے کی وصیت کر جائیں، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو دستور کے مطابق جو کچھ بھی وہ اپنے حق |
| میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی گناہ نہیں، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ |

## ازواج کیلئے ایک سال کے نفقہ کی وصیت کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا " فَلْيُوْصُوا "وَصِيَّةً" وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ اَيْ عَلَيْهِمْ "لِّاَزْوَاجِهِمْ" وَلْيُعْطُوْهُنَّ "مَتَاعًا" مَا يَتَمَتَّعْنَ بِهِ مِنَ النَّفَقَةِ وَالْكِسْوَةِ "اِلٰى" تَمَام "الْحَوْل" حَال اَيْ غَيْر مُخْرَجَات مِنْ مَّسْكَنهنَّ "فَاِنْ خَرَجْنَ" بِاَنْفُسِهِنَّ "فَلَا جُنَاح عَلَيْكُمْ" يَا اَوْلِيَاء الْمَيِّت "فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسهنَّ مِنْ مَّعْرُوْف" شَرْعًا كَالتَّزَيُّنِ وَتَرْك الْاِحْدَاد وَقَطْع النَّفَقَة عَنْهَا "وَاللّٰهُ عَزِيْز" فِيْ مُلْكه "حَكِيْم" فِيْ صُنْعه وَالْوَصِيَّة الْمَذْكُوْرَة مَنْسُوْخَة بِاٰيَةِ الْمِيرَاث وَتَرَبُّص الْحَوْل بِاٰيَةِ اَرْبَعَة اَشْهُر وَعَشْرًا السَّابِقَة الْمُتَاَخِّرَة فِي النُّزُوْل وَالسُّكْنٰى ثَابِتَة لَهَا عِنْد الشَّافِعِيّ رَحِمَهُ اللّٰه،

اور تم میں سے جو لوگ فوت ہوں اور بیویاں چھوڑ جائیں ان پر لازم ہے کہ اپنی بیویوں کے لئے انہیں ایک سال تک کا خرچہ دینے، اپنے گھروں سے نہ نکالے جانے کی وصیت کر جائیں، ایک قرأت میں وصیہ رفع کے ساتھ آئی ہے۔ یعنی ان پر ان کی ازواج کیلئے نفقہ اور لباس سے وہ فائدہ حاصل کریں۔ یعنی مکمل سال ہونے تک نفع اٹھائیں جبکہ ان کو گھروں سے باہر بھی نہ نکالا جائے۔ پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو دستور کے مطابق جو کچھ بھی وہ اپنے حق میں کریں تم پر یعنی اے میت کے اولیاء، اس معاملے میں کوئی گناہ نہیں، یعنی جو زیب و زینت اور ترک سوگ اور اس سے نفقہ ختم کرنا ہے۔ اور اللہ اپنی بادشاہت میں بڑا غالب، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

اس آیت میں ذکر کردہ وصیت آیت میراث سے منسوخ ہے۔ اور ایک سال کا ٹھہرنا یہ چار ماہ دس دن والی آیت سے منسوخ ہے۔ کیونکہ سابقہ آیات نزول میں متاخر ہیں۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سکنیٰ ثابت ہے۔

## عدت وفات میں ایک سال کی مدت کے منسوخ ہونے کا بیان

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت اس سے پہلے کی آیت اس سے پہلے کی آیت یعنی چار مہینے دس رات کی عدت والی آیت کی منسوخ ہو چکی ہے، صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابن زبیر نے حضرت عثمان سے کہا کہ جب یہ آیت منسوخ ہو چکی ہے تو پھر آپ اسے قرآن کریم میں کیوں لکھوا رہے ہیں، آپ نے فرمایا بھتیجے جس طرح اگلے قرآن میں یہ موجود ہے یہاں بھی موجود ہی رہے گی، ہم کوئی تغیر وتبدیل نہیں کر سکتے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پہلے تو یہی حکم تھا کہ سال بھر تک نان نفقہ اس بیوہ عورت کو میت کے مال سے دیا جائے اور اسی کے مکان میں یہ رہے، پھر آیت میراث نے اسے منسوخ کر دیا اور خاوند کو اولاد ہونے کی صورت میں مال متروکہ کا آٹھواں حصہ اور اولاد نہ ہونے کے وقت چوتھائی مال ورثہ کا مقرر کیا گیا اور عدت چار ماہ دس دن مقرر ہوئی۔ اکثر صحابہ اور تابعین سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے،

## عورت کا عدت اپنے شوہر گھر میں گزارنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کی ہمشیرہ صاحبہ فریعہ بن مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا ہمارے غلام بھاگ گئے تھے جنہیں ڈھونڈنے کیلئے میرے خاوند گئے قدوم میں ان غلاموں سے ملاقات ہوئی لیکن انہوں نے آپ کو قتل کر دیا ان کا کوئی مکان نہیں جس میں عدت گزاروں اور نہ کچھ کھانے پینے کو ہے اگر آپ اجازت دیں تو اپنے میکے چلی جاؤں اور وہیں عدت پوری کروں، آپ نے فرمایا اجازت ہے، میں لوٹی ابھی تو میں حجرے میں ہی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا یا خود بلایا اور فرمایا تم نے کیا کہا، میں نے پھر قصہ بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی گھر میں ہی ٹھہری رہو یہاں تک کہ عدت گزر جائے، چنانچہ میں نے وہیں عدت کا زمانہ پورا کیا یعنی چار مہینے دس دن۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں آپ نے مجھے بلوایا اور مجھ سے یہی مسئلہ پوچھا، میں نے اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سمیت سنایا، حضرت عثمان نے بھی اسی کی پیروی کی اور یہی فیصلہ دیا، اس حدیث کو امام ترمذی حسن صحیح کہتے ہیں۔

| وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| --- |
| اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے' یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ |

## غیر ممسوسہ کیلئے مناسب نفقہ دینے کا بیان

"وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاع" يُعْطِينَهُ "بِالْمَعْرُوفِ" بِقَدْرِ الْإِمْكَان "حَقًّا" نُصِبَ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر "عَلَى الْمُتَّقِينَ" اللّٰه تَعَالٰى كَرَّرَهُ لِيَعُمّ الْمَمْسُوسَة أَيْضًا إِذْ الْآيَة السَّابِقَة فِي غَيْرهَا،

اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے، یعنی ممکن مقدار کے مطابق دیا جائے۔ اور یہاں پر "حقًّا" فعل مقدر کے سبب منصوب ہے۔ یہ پرہیزگاروں پر واجب ہے۔ اور اس کو تکرار کے ساتھ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ مس والی عورت کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ سابقہ آیت میں بیان کردہ حکم غیر مس والی عورت کیلئے تھا۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۴۱ کے مضمون نزول کا بیان

مطلقہ عورت کو فائدہ دینے کے بارے میں لوگ کہتے تھے کہ اگر ہم چاہیں دیں، چاہیں نہ دیں، اس پر یہ آیت اتری، اسی آیت سے بعض لوگوں نے ہر طلاق والی کو کچھ نہ کچھ دینا واجب قرار دیا، اور بعض دوسرے بزرگوں نے اسے ان عورتوں کے ساتھ مخصوص مانا ہے جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے یعنی جن عورتوں سے صحبت نہ ہوئی اور مہر بھی نہ مقرر ہوا ہو اور طلاق دے دی جائے لیکن پہلی جماعت کا جواب یہ ہے کہ عام میں سے ایک خاص صورت کا ذکر کرنا اسی صورت کے ساتھ اس حکم کو مخصوص نہیں کرتا جیسا کہ مشہور اور منصوص مذہب ہے۔

| كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ |
| --- |
| اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنے احکام واضح فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ |

"كَذٰلِكَ" كَمَا يُبَيِّن لَكُمْ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّن اللّٰه لَكُمْ اٰيَاته لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" تَتَدَبَّرُوْنَ،

اسی طرح یعنی جس طرح تمہارے لئے ذکر کیے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے اپنے احکام واضح فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔

## احکام شرعیہ پر عمل کیلئے فرشتے کی رہنمائی کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے (وہ یہ کہ) ایک سیدھا راستہ ہے اور اس کے دونوں طرف دیواریں ہیں۔ ان دیواروں میں کھلے ہوئے دروازے ہیں دروازوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور راستہ کے سر پر پکارنے والا کھڑا ہے جو پکار پکار کر کہتا ہے، سیدھے راستہ پر چلے آؤ، غلط راستے پر نہ لگو! اس پکارنے والے کے اوپر (یعنی اس کے آگے کھڑا ہوا) ایک دوسرا پکارنے والا ہے، جب کوئی بندہ ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولنا چاہتا ہے تو وہ (دوسرا پکارنے والا) پکار کر کہتا ہے، تجھ پر افسوس ہے! اس کو نہ کھول اگر تو اسے کھولے گا تو اس کے اندر داخل ہو جائے گا (اور وہاں سخت تکلیف میں ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مثال کی وضاحت کی اور فرمایا، سیدھا راستہ سے مراد اسلام ہے (جس کو اختیار کر کے جنت میں پہنچتے ہیں) اور کھلے ہوئے دروازوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے (جس کو اختیار کرنا تکمیل اسلام کے منافی ہے) اور (دروازوں پر) پڑے ہوئے پردوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدود ہیں اور راستہ کے سرے پر جو پکارنے والا کھڑا ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کرنے والا فرشتہ ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔ زرین، مسند احمد بن حنبل اور بیہقی نے اس روایت کو شعب الایمان میں نواس بن سمعان سے نقل کیا ہے اور جامع ترمذی نے بھی انہیں سے روایت کی ہے مگر جامع ترمذی نے اختصار ساتھ بیان کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 186)

شرعی احکام زیادہ تر دو ہی قسموں سے متعلق ہیں یعنی حلال و حرام اور ان دونوں کو شریعت نے وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا

ہے جو چیزیں حلال ہیں ان کے بارہ میں بھی اعلان کر دیا گیا ہے اور جو چیزیں حرام ہیں ان کی بھی تصریح کر دی گئی ہے اور بتا دیا گیا ہے کہ جس طرح حلال چیزوں پر عمل کر کے اللہ کی خوشنودی و رضا کے مستحق ہوگے اسی طرح حرام چیزوں کو اختیار کر کے سزا کے مستوجب گردانے جاؤ گے جو چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں ان کے اور بندوں کے درمیان اللہ نے اپنے احکام سے حدیں قائم کر دی ہیں تا کہ بندے اس سے تجاوز کر کے محرمات کے ارتکاب کے مجرم نہ ہوں، انہی حرام چیزوں اور حدود کو جو احکام الٰہی ہیں اس مثال میں دروازں اور پردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اسی طرح مثال مذکورہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر مومن کے دل پر ایک فرشتہ ہوتا ہے جو قلب کا محافظ ہوتا ہے جس کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ بندہ کو نیکی کے راستہ پر لگانے کی سعی کرے اس کو تائید الٰہی اور توفیق خداوندی کہتے ہیں اگر کسی بندے کے ساتھ تائید الٰہی و توفیق خداوندی نہ ہو تو انسان کتنا بھی چاہے ہدایت کے راستہ پر نہیں لگ سکتا۔ چنانچہ مثال میں قرآن کو راہبر بتایا گیا ہے مگر اسکی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا ہے کہ قرآن کی ہدایت بھی اسی وقت کارآمد ہوتی ہے جب کہ بندہ کے ساتھ تائید الٰہی اور توفیق خداوندی بھی شامل ہو۔ قرآن تو راستہ بتا دیتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت کرتا ہے مگر اس سے نصیحت حاصل کرنا اور اس راہ پر چل کر منزل مقصود تک پہنچنا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب بندہ کے دل میں اللہ کی جانب سے ہدایت ڈال دی جائے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ م فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا قف ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ |
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، تو اللہ نے انہیں حکم دیا، مرجاؤ، پھر انہیں زندہ فرما دیا، بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے مگر اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ |

## موت سے فرار ہونے والوں کیلئے کوئی فرار نہیں ہے

"اَلَمْ تَرَ" اِسْتِفْهَام تَعْجِيب وَتَشْوِيق اِلَى اسْتِمَاعِ مَا بَعْدَه اَىْ يَنْتَهِ عِلْمُكَ "اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْف" اَرْبَعَة اَوْ ثَمَانِيَة اَوْ عَشَرَة اَوْ ثَلَاثُوْنَ اَوْ اَرْبَعُوْنَ اَوْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا "حَذَرَ الْمَوْت" مَفْعُوْل لَهُ وَهُمْ قَوْم مِنْ بَنِىْ اِسْرَائِيل وَقَعَ الطَّاعُوْن بِبِلَادِهِمْ فَفَرُّوْا "فَقَالَ لَهُمُ اللّٰه مُوْتُوْا" فَمَاتُوْا "ثُمَّ اَحْيَاهُمْ" بَعْدَ ثَمَانِيَة اَيَّام اَوْ اَكْثَر بِدُعَاءِ نَبِيِّهِمْ حِزْقِيل بِكَسْرِ الْمُهْمَلَة وَالْقَاف وَسُكُوْن الزَّاى فَعَاشُوْا دَهْرًا عَلَيْهِمْ اَثَر الْمَوْت لَا يَلْبَسُوْنَ ثَوْبًا اِلَّا عَادَ كَالْكَفَنِ وَاسْتَمَرَّتْ فِىْ اَسْبَاطِهِمْ "اِنَّ اللّٰه لَذُو فَضْل عَلَى النَّاس" وَمِنْهُ اِحْيَاء هٰؤُلَاءِ "وَلٰكِنَّ اَكْثَر النَّاس" وَهُمُ الْكُفَّار "لَا يَشْكُرُوْنَ" وَالْقَصْد مِنْ ذِكْر خَبَر هٰؤُلَاءِ تَشْجِيع الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَال وَلِذَا عَطَفَ عَلَيْهِ،

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا۔ یہاں پر استفہام تعجب کیلئے ہے اور مابعد کو سنانے کا شوق دلانے کیلئے آیا ہے یعنی

کیا تم کو اس کا علم نہیں ہے۔ جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکل گئے حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے، یعنی چار ہزار، یا آٹھ ہزار یا دس ہزار یا تیس ہزار یا چالیس ہزار یا ستر ہزار تھے۔ یہاں پر "حَذَرَ الْمَوْتِ" مفعول لہ ہے۔ اور وہ بنی اسرائیل تھے جن کے شہروں میں طاعون کی بیماری پھیلی۔ تو انہوں نے فرار اختیار کیا' تو اللہ نے انہیں حکم دیا، مرجاؤ، پس وہ فوت ہوگئے۔ پھر انہیں زندہ فرمادیا، یعنی آٹھ دن یا اس سے زیادہ دنوں کے بعد ان کے نبی حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا کے ذریعے ان کو زندہ کیا۔ یہاں پر حاء مہملہ اور کاف کسرہ کے ساتھ اور زاء سکون کے ساتھ آئی ہے۔ لہٰذا وہ ایک مدت تک زندہ رہے اور ان پر موت کا اثر باقی رہا کہ جب وہ لباس پہنتے تو کفن بن جاتا تھا۔ اور یہی اثر مدتوں ان کی نسل میں باقی رہا۔ بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور اسی میں سے وہ ان کو زندہ کرتا ہے۔ مگر اکثر لوگ یعنی کفار شکر ادا نہیں کرتے۔ اس واقعہ کو ذکر کرنے کا مقصد اہل ایمان کو جہاد پر ہمت دلانا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا عطف ''وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ'' ڈالا گیا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۴۳ کے سبب نزول کا بیان

بنی اسرائیل کی ایک جماعت تھی جس کے بلاد میں طاعون ہوا تو وہ موت کے ڈر سے اپنی بستیاں چھوڑ بھاگے اور جنگل میں جا پڑے بحکم الٰہی سب وہیں مرگئے کچھ عرصہ کے بعد حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا سے انہیں اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور وہ مدتوں زندہ رہے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی موت کے ڈر سے بھاگ کر جان نہیں بچاسکتا تو بھاگنا بیکار ہے جو موت مقدر ہے وہ ضرور پہنچے گی بندے کو چاہئے کہ رضائے الٰہی پر راضی رہے مجاہدین کو بھی سمجھنا چاہئے کہ جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو دفع نہیں کرسکتا لہٰذا دل مضبوط رکھنا چاہئے۔

## اللہ کے نبی علیہ السلام کی دعا سے چالیس ہزار مردوں کے زندہ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ لوگ چار ہزار تھے اور روایت میں ہے کہ آٹھ ہزار تھے، بعض تو ہزار کہتے ہیں، بعض چالیس ہزار بتاتے ہیں، بعض تیس ہزار سے کچھ اوپر بتاتے ہیں، یہ لوگ ذروروان نامی بستی کے تھے جو واسط کی طرف ہے، بعض کہتے ہیں اس بستی کا نام اذرعات تھا، یہ لوگ طاعون کے مارے اپنے شہر کو چھوڑ کر بھاگے تھے، ایک بستی میں جب پہنچے وہیں اللہ کے حکم سے سب مرگئے، اتفاق سے ایک نبی اللہ کا وہاں سے گزرا، ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے انہیں پھر دوبارہ زندہ کردیا، بعض لوگ کہتے ہیں ایک چٹیل صاف ہوادار کھلے پر فضا میدان میں ٹھہرے تھے اور دو فرشتوں کی چیخ سے ہلاک کئے گئے تھے جب ایک لمبی مدت گزر چکی ان کی ہڈیوں کا بھی چونا ہوگیا، اسی جگہ بستی بس گئی تب خرقیل نامی ایک نبی وہاں سے نکلے انہوں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور حکم دیا کہ تم کہو کہ اے بوسیدہ ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم سب جمع ہوجاؤ، چنانچہ ہر ہر جسم کی ہڈیوں کا ڈھانچہ کھڑا ہوگیا پھر اللہ کا حکم ہوا ندا کرو کہ اے ہڈیو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم گوشت پوست رگیں پٹھے بھی جوڑ لو، چنانچہ اس نبی کے دیکھتے ہوئے یہ بھی ہوگیا، پھر آواز آئی کہ اے روحو اللہ تعالیٰ کا تمہیں حکم ہو رہا ہے کہ ہر روح اپنے اپنے قدیم جسم میں آ

جائے چنانچہ یہ سب جس طرح ایک ساتھ مرے تھے اسی طرح ایک ساتھ جی اٹھے اور بیساختہ انکی زبان سے نکلا (سبحانک لا الہ الا انت) اے اللہ تو پاک ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں، یہ دلیل ہے قیامت کے دن اسی جسم کے ساتھ دوبارہ جی اُٹھنے کی۔

(تفسیر القرآن العظیم، بقرہ، ۲۴۳)

| |
|---|
| وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ○ |
| اللہ کی راہ میں جنگ کرو اور جان لو کہ اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## دین کی سربلندی کیلئے جہاد کرنے کا بیان

"وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ" اَیْ لِاِعْلَاءِ دِیْنِہ "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہ سَمِیْع" لِاَقْوَالِکُمْ "عَلِیْم" بِاَحْوَالِکُمْ فَمُجَازِیکُمْ،

اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کیلئے جنگ کرو اور جان لو کہ اللہ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا تمہارے حالات کو خوب جاننے والا ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## اللہ کی رضا کیلئے جہاد کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے آپ نے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کون سا فرمایا اپنے والدین کی خدمت کرنا میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اس کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پوچھا اگر میں آپ سے زیادہ پوچھتا تو آپ اور زیادہ مجھے بتا دیتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 51)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی عبادت بتائے جو جہاد کے ہم مرتبہ ہو آپ نے فرمایا کہ ایسی عبادت تو کوئی نہیں لیکن کیا تم یہ کر سکے ہو۔ کہ جب مجاہد جہاد کیلئے نکلے تو اپنی مسجد میں جائے اور نماز پڑھنے کھڑا ہو جائے اور سست نہ ہو اور برابر روزے رکھے کوئی روزہ نہ چھوڑے اس نے عرض کیا کہ حضرت ایسا کون کر سکتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مجاہد کا گھوڑا جب اپنی رسی میں بندھا ہوا چرنے کیلئے چلتا پھرتا ہے تو اس گھوڑے کے ہر ہر قدم پر مجاہد کیلئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 54)

| |
|---|
| مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗٓ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْصُۜطُ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○ |
| کون ہے جو اللہ کو قرضِ حسنہ دے پھر وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھا دے گا، اور اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے، |
| اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرض حسنہ کہنے کا بیان

"مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ " بِاِنْفَاقِ مَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ "قَرْضًا حَسَنًا " بِاَنْ یُّنْفِقَہُ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ عَنْ طِیْبِ قَلْبٍ "فَیُضَاعِفُہُ" وَفِیْ قِرَاءَ ۃٍ فَیُضَعِّفُہُ بِالتَّشْدِیْدِ "لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً " مِنْ عَشْرٍ اِلٰی اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِمِائَۃٍ کَمَا سَیَاْتِیْ "وَاللّٰہُ یَقْبِضُ " یُمْسِکُ الرِّزْقَ عَمَّنْ یَّشَاءُ ابْتِلَاءً "وَیَبْسُطُ" یُوَسِّعُہُ لِمَنْ یَّشَاءُ امْتِحَانًا "وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ" فِی الْاٰخِرَۃِ بِالْبَعْثِ فَیُجَازِیْکُمْ بِاَعْمَالِکُمْ،

کون ہے جواللہ کوقرضِ حسنہ دے یعنی اپنے مال کواللہ راہ میں خرچ کرکے۔یعنی خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے۔ پھر وہ اس کے لئے اسے کئی گنا بڑھادے گا،اور یضاعف ایک قرأت میں شد کے ساتھ آیا ہے۔اور یہ اضافہ دس گنا سے لیکر ساتھ سوگنا تک ہے۔جس طرح اس کا بیان عنقریب ان شاءاللہ آئے گا۔اور اللہ ہی کوروک کرآزمائش میں مبتلا کرکے تنگی کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے رزق میں کشادگی امتحان لیتا ہے،اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔یعنی آخرت میں زندہ کرکے اسی جانب لوٹنا ہے۔پس وہ تمہارے اعمال کی تم کو جزاء دے گا۔

فیضاعفہ " کی ضمیر اپنے مفعول یعنی قرض کی طرف لوٹتی ہے یعنی جو مال قرض دیا جاتا ہے وہ کئی گنا ہو جاتا ہے اور انسان کو واپس کیا جاتا ہے یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ مال باقی ہو۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۴۵ کے مضمون نزول کا بیان

راہ خدا میں اخلاص کے ساتھ خرچ کرے راہِ خدا میں خرچ کرنے کو قرض سے تعبیر فرمایا یہ کمال لطف وکرم ہے بندہ اس کا بنایا ہوا اور بندے کا مال اس کا عطا فرمایا ہوا حقیقی مالک وہ اور بندہ اس کی عطا سے مجازی ملک رکھتا ہے مگر قرض سے تعبیر فرمانے میں یہ دل نشین کرنا منظور ہے کہ جس طرح قرض دینے والا اطمینان رکھتا ہے کہ اس کا مال ضائع نہیں ہوا وہ اس کی واپسی کا مستحق ہے ایسا ہی راہِ خدا میں خرچ کرنے والے کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ وہ اس انفاق کی جزا بالیقین پائے گا اور بہت زیادہ پائے گا۔

## حضرت ابوالاصداح انصاری کا باغ اللہ کی راہ میں دینے کا بیان

امام ابن ابی رازی لکھتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر حضرت ابوالاصداح انصاری نے کہا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ ہم سے قرض طلب فرماتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔فرمایا اپنا ہاتھ دیجئے، پھر ہاتھ میں ہاتھ لے کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا باغ جس میں چھ کھجور کے درخت ہیں اللہ کو قرض دیا اور وہاں سے سیدھے اپنے باغ میں آئے اور باہر ہی کھڑے رہ کر اپنی بیوی صاحبہ کو آواز دی کہ بچوں کو لے کر باہر آ جاؤ میں نے یہ باغ اللہ کی راہ میں دے دیا ہے (تفسیر ابن ابی حاتم)

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلاً مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ۝

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا۔ جب اپنے ایک پیغمبر سے، بولے ہمارے لیے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو، بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے۔ تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

## حضرت شمویل علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا بادشاہ طلب کرنے کا بیان

"اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ" الْجَمَاعَة اَیْ اِلٰی قِصَّتھِمْ وَخَبَرِھِمْ "مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْل مِنْ بَعْدِ" مَوْت "مُوسٰی" أی اِلٰی قصتھم وخبرھم "اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَھُمْ" ھُوَ شَمْوِیل "ابْعَثْ" اَقِمْ "مَلِكًا نُقَاتِل" مَعَهُ "فِیْ سَبِیْل اللّٰه" تَنْتَظِم بِهِ كَلِمَتنَا وَنَرْجِع اِلَیْهِ "قَالَ" النَّبِیّ لَھُمْ "هَلْ عَسَیْتُمْ" بِالْفَتْحِ وَالْكَسْر "اِن كتب علیكم القتال " اَنْ "لَا تُقَاتِلُوا" خَبَر عَسَی وَالِاسْتِفْهَام لِتَقْرِیرِ التَّوَقُّع بِهَا "قَالُوْا وَمَا لَنَا اَلَّا" اَنْ لَّا "نُقَاتِل فِیْ سَبِیْل اللّٰه وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارنَا وَاَبْنَائِنَا" بِسَبْیِھِمْ وَقَتْلھمْ وَقَدْ فَعَلَ بِھِمْ ذٰلِكَ قَوْم جَالُوت اَیْ لَا مَانِع لَنَا مِنْهُ مَعَ وُجُود مُقْتَضِیه "فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمْ الْقِتَال تَوَلَّوْا" تَوَلَّوْا عَنْهُ وَجَبُنُوْا "اِلَّا قَلِیْلًا مِنْهُمْ" وَھُمْ الَّذِیْنَ عَبَرُوا النَّهْر مَعَ طَالُوت كَمَا سَیَاْتِی "وَاللّٰهُ عَلِیْم بِالظَّالِمِیْنَ" فَمُجَازِیھِمْ وَسَاَلَ النَّبِیّ اِرْسَال مَلِك فَاَجَابَهُ اِلٰی اِرْسَال طَالُوت،

کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا۔ یعنی ان کے واقعہ اور خبر کی طرف توجہ نہیں کی۔ جب اپنے ایک پیغمبر جو شمویل علیہ السلام تھے، ان سے بولے ہمارے لیے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم اللہ کی راہ میں لڑیں، تاکہ اس کے ذریعے سے ہماری بات پکی ہو جائے اور ہم اسی کی جانب رجوع کریں۔ ان نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے اور تم جہاد نہ کرسکو، تو پھر نہ کرو، یہاں پر عسیتم سین کے فتح اور کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور عسیٰ کی خبر ہے۔ اور یہاں استفہام توقع کیلئے تقریری ہے۔ بولے ہمیں کیا ہوا یعنی ہم کیوں نہ لڑیں گے۔ کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے، یعنی انہیں کے سبب سے ایسا ہوا ہے اور ایسا قوم جالوت نے کیا ہے۔ لہٰذا تقاضہ جہاد کے ہوتے ہوئے ہمارے لئے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منہ پھیر گئے اور بزدلی کا اظہار کرگئے۔ مگر ان میں سے تھوڑے سے رہ گئے جنہوں نے طالوت کے ساتھ نہر کو پار کیا تھا۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ لہٰذا وہ ان کو

ج: ا رد ے گا اور انہوں نے اپنے نبی مکرم شموئیل علیہ السلام سے بادشاہ سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے طالوت کی طرف بھیج دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"لھـــــم" کی لام اختصاص کے لیئے ہے یعنی نبی کی نبوت بنی اسرائیل کی قوم کے ساتھ مخصوص تھی اور اگر لام نہ ہوتا مثلاً "نبیھم" کہا جاتا تو پھر اس اختصاص کو نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔

"نــقــاتــل" فعل مضارع کا مجزوم ہونا شرط کے مقدر ہونے کی علامت ہے یعنی اگر سپہ سالار ہو گا تو ہم اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے۔ پس اگر سپہ سالار ضروری نہ ہوتا تو جہاد فی سبیل اللہ کو اس کے وجود کے ساتھ مشروط نہ کیا جاتا۔

## قوم عمالقہ کا بادشاہ کا مطالبہ کرنے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور انہوں نے عہد الٰہی کو فراموش کیا بت پرستی میں مبتلا ہوئے سرکشی اور بدافعالی انتہا کو پہنچی ان پر قوم جالوت مسلط ہوئی جس کو عمالقہ کہتے ہیں کیونکہ جالوت عملیق بن عاد کی اولاد سے ایک نہایت جابر بادشاہ تھا اس کی قوم کے لوگ مصر و فلسطین کے درمیان بحر روم کے ساحل پر رہتے تھے انہوں نے بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے آدمی گرفتار کیے طرح طرح کی سختیاں کیں اس زمانہ میں کوئی نبی قوم بنی اسرائیل میں موجود نہ تھے خاندانِ نبوت سے صرف ایک بی بی باقی رہی تھیں جو حاملہ تھیں ان کے فرزند تولد ہوئے ان کا نام اشمویل رکھا جب وہ بڑے ہوئے تو انہیں علم توریت حاصل کرنے کے لئے بیت المقدس میں ایک کبیر السن عالم کے سپرد کیا وہ آپ کے ساتھ کمال شفقت کرتے اور آپ کو فرزند کہتے جب آپ سن بلوغ کو پہنچے تو ایک شب آپ اس عالم کے قریب آرام فرما رہے تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی عالم کی آواز میں یا اشمویل کہہ کر پکارا آپ عالم کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ نے مجھے پکارا ہے عالم نے بایں خیال کہ انکار کرنے سے کہیں آپ ڈر نہ جائیں یہ کہہ دیا کہ فرزند تم سو جاؤ پھر دوبارہ حضرت جبریل علیہ السلام نے اسی طرح پکارا اور حضرت اشمویل علیہ السلام عالم کے پاس گئے عالم نے کہا کہ اے فرزند اب اگر میں تمہیں پھر پکاروں تو تم جواب نہ دینا تیسری مرتبہ میں حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر ہو گئے اور انہوں نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا منصب عطا فرمایا آپ اپنی قوم کی طرف جایئے اور اپنے رب کے احکام پہنچایئے جب آپ قوم کی طرف تشریف لائے انہوں نے تکذیب کی اور کہا کہ آپ اتنی جلدی نبی بن گئے اچھا اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے لئے ایک بادشاہ قائم کیجئے۔ (تفسیر خازن، سورہ بقرہ آیت ۲۴۶، بیروت)

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

اوران سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

## بادشاہت کیلئے طالوت کو چن لینے کا بیان

"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا قَالُوْا اَنّٰى" كَيْفَ "يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ" لِاَنَّهُ لَيْسَ مِنْ سِبْطِ الْمَمْلَكَةِ وَلَا النُّبُوَّةِ وَكَانَ دَبَّاغًا اَوْ رَاعِيًا "وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِنَ الْمَالِ" يَسْتَعِيْنُ بِهَا عَلٰى اِقَامَةِ الْمُلْكِ "قَالَ" النَّبِيُّ لَهُمْ "اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ" اخْتَارَهُ لِلْمُلْكِ "عَلَيْكُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً" سَعَةً "فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" وَكَانَ اَعْلَمَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ يَوْمَئِذٍ وَاَجْمَلَهُمْ وَاَتَمَّهُمْ خَلْقًا "وَاللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهُ مَنْ يَّشَاءُ" اِيْتَاءَهُ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ "وَاللّٰهُ وَاسِعٌ" فَضْلَهُ "عَلِيْمٌ" بِمَنْ هُوَ اَهْلٌ لَهُ،

اوران سے ان کے نبی نے فرمایا بیشک اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے بولے اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہوگی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ اہل مملکت کے خاندان اور نہ ہی نبوت کے خاندان سے ہے۔ حالانکہ وہ دباغ یا چرواہوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اسے مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی۔ جس کی [illegible] سے ملکی نظام کو قائم رکھا جاتا ہے۔ تو ان سے ان کے نبی نے فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا یعنی بادشاہت کیلئے پسند [illegible] ہے۔ اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی۔ کیونکہ اس وقت بنی اسرائیل میں سب سے بڑا عالم اور خوبصورت جسم و مکمل خلقت والا ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے یعنی اس کی عطاء پر کسی اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اور اللہ کا فضل وسعت والا، علم والا ہے۔ کون ہو اس کی اہلیت رکھنے والا؟

## طالوت کا بادشاہ بنانے جانے کا بیان

طالوت بنیامین بن حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے ہیں آپ کا نام طول قامت کی وجہ سے طالوت ہے حضرت اشمویل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عصا ملا تھا اور بتایا گیا تھا کہ جو شخص تمہاری قوم کا بادشاہ ہوگا اس کا قد اس عصا کے برابر ہوگا۔ آپ نے اس عصا سے طالوت کا قد ناپ کر فرمایا کہ میں تم کو بحکم الٰہی بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کرتا ہوں اور بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔ (تفسیر خازن)

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

| |
|---|
| اوران کے نبی نے ان سے فرمایا، اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف |
| سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا، |
| اگر تم ایمان والے ہو تو بیشک اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ |

## تبرکات آلِ موسیٰ وہارون کی برکتوں کا بیان

"وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ" لَمَّا طَلَبُوا مِنْهُ اٰيَةً عَلٰى مُلْكِه "إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِه اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ" الصُّنْدُوق كَانَ فِيهِ صُوَر الْاَنْبِيَاء اَنْزَلَهُ عَلٰى اٰدَم وَاسْتَمَرَّ اِلَيْهِمْ فَغَلَبَهُمُ الْعَمَالِقَةُ عَلَيْهِ وَاَخَذُوْهُ وَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِهٖ عَلٰى عَدُوِّهِمْ وَيُقَدِّمُوْنَهُ فِي الْقِتَال وَيَسْكُنُوْنَ اِلَيْهِ "فِيْهِ سَكِيْنَةٌ" طُمَانِيْنَة لِقُلُوْبِكُمْ "مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوسٰى وَاٰلُ هَارُوْنَ" وَهِيَ نَعْلَا مُوسٰى وَعَصَاهُ وَعِمَامَة هَارُوْنَ وَقَفِيز مِنَ الْمَنّ الَّذِيْ كَانَ يَنْزِل عَلَيْهِمْ وَرُضَاض مِنَ الْاَلْوَاح "تَحْمِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ" حَال مِنْ فَاعِل يَاْتِيَكُمْ "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَكُمْ" عَلٰى مُلْكِه "إن كنتم مؤمنين" فَحَمَلَتْهُ الْمَلَائِكَة بَيْنَ السَّمَاء وَالْاَرْض وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْهِ حَتّٰى وَضَعَتْهُ عِنْد طَالُوت فَاَقَرُّوا بِمُلْكِهِ وَتَسَارَعُوا اِلَى الْجِهَاد فَاخْتَارَ مِنْ شَبَابهمْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا،

اوران کے نبی نے ان سے فرمایا، اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا۔ جس میں انبیائے کرام کی تصویریں ہوں گی۔ جن کو آدم علیہ السلام پر نازل کیا گیا۔ اور وہ ان کے پاس باقی رہی ہیں۔ اور جب قوم عمالقہ نے ان پر غلبہ پایا اور وہ صندوق ان سے چھین لیا۔ اور وہ اس صندوق کے وسیلے اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کیا کرتے تھے۔ اور قتال کے وقت اس کو آگے رکھتے تھے اور اس سے سکون پاتے تھے۔ اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے۔ اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی نعلین مبارک اور عصا تھا اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف تھا۔ اور من کا ایک قفیز تھا جو ان پر آسمان سے نازل ہوا تھا۔ اور کچھ تورات کے حصے تھے۔ اور'' تَحْمِلُهُ الْمَلٰئِكَةُ'' یہ یاتیکم کے فاعل سے حال ہے۔ اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہوگا، اس میں تمہارے لئے نشانی ہے۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ لہٰذا فرشتوں نے اس کو زمین و آسمان کے درمیان اٹھایا اور تم اس کو دیکھ رہے تھے حتیٰ کہ وہ طالوت کے پاس رکھ دیا۔ تو انہوں نے آپ کی بادشاہت کا اقرار کیا اور جہاد کیلئے آگے بڑھے۔ پس انہوں نے ستر ہزار جوانوں کا انتخاب کیا۔

## نیک بندوں سے نسبت والی اشیاء میں برکت ہونے کا بیان

اس آیت مبارکہ اور اس کے تحت مذکورہ تفسیر سے پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک اور مقبول بندوں کے جسم سے جو چیزیں مس ہو

3 جائیں ان میں برکتیں آجاتی ہیں انکے توسط اور وسیلہ سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں دکھوں تکلیفوں کا ازالہ ہوتا ہے بیماریوں سے شفا اور دردوں کا مداوا ہوتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔ اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا ۔ یہ میری قمیض لے جاؤ اور والد گرامی کے چہرہ مبارکہ پر ڈال دینا بینائی لوٹ آئیگی۔ (سورۃ الیوسف) اس پر ناطق ہے۔ اور فَارۡتَدَّ بَصِيۡرًا حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کا لوٹ آنا اس پر شاہد صادق ہے۔

ایک خالی ذہن آدمی جو صفا و مروہ کے بارے میں معلومات نہ رکھتا ہو مقام ابراہیم کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو اس کے ذہن میں طرح طرح کے تصورات آئیں گے۔ شاید صفا و مروہ کی پہاڑیاں سونے یا چاندی کی ہونگی اسلئے انہیں اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں کہہ رہا ہے یا بہت بلند ہونگی جس کی وجہ سے شعائر اللہ بن گئی ہونگی یا کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت سرسبز و شاداب ہوں اسلئے شعائر اللہ شمار ہوئیں اور مقام ابراہیم وہ جگہ نہ ہو جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قدم مبارک جسم سے جدا کر کے رکھا گیا ہو۔ لیکن صفا و مروہ کی زیارت کرنے والے جانتے ہیں اور بتانے والے بتاتے ہیں کہ یہ پہاڑیاں سونے چاندی کی نہیں عام پتھروں کی ہیں۔ بلند و بالا بھی نہیں، بلکہ چھوٹی چھوٹی ہیں۔ اگر بلندی کی وجہ سے شعائر اللہ فرماتا تو کے۔ ٹو یا ہمالیہ کو فرماتا۔ شادابی و ہریالی کی وجہ سے اللہ کی نشانیاں قرار پاتیں تو کشمیر کی پہاڑیاں قرار پاتیں یہ پہاڑیاں اگرچہ بلند و بالا نہیں لیکن انکی عظمت و رفعت کی بلندیوں کو کے۔ ٹو اور ہمالیہ بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ اگرچہ سرسبز و شاداب نہیں بلکہ جلی ہوئی سیاہ پہاڑیاں ہیں۔ لیکن اہل دل جانتے ہیں کہ کشمیر کی سرسبز پہاڑیاں انکی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ان پہاڑیوں کو چند لمحے اللہ تعالیٰ کی ایک نیک اور برگزیدہ بندی کے قدم چومنے کی سعادت مل گئی۔ جب سے انکے ساتھ حضرت مائی ہاجرہ کے قدم لگے دنیا بھر کی پہاڑیوں سے ممتاز ہو گئیں۔ یہاں تک کہ انکی عظمت و شان میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: اِنَّ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَةَ مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۔

اس طرح مقام ابراہیم علیہ السلام بھی ایک پتھر ہی ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم مبارک کے نشان ثبت ہو گئے ہزاروں برس گزر چکے وہ پتھر نشان قدم سمیت محفوظ ہے۔ صفا و مروہ کی سعی کرنا، مقام ابراہیم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کرنا مناسک حج میں سے ہے یہاں سے ثابت ہوا کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے مس ہو جائیں یا جن چیزوں کی نسبت مقبولان بارگاہ کیطرف ہو جائے وہ چیزیں بھی بابرکت ہو جاتی ہیں۔

انبیاء کرام سے لیکر صحابہ کرام بلکہ تابعین کرام تک علماء ربانیین سے لیکر اولیاء کاملین علماء سے لیکر عوام الناس تک سب کے سب ان تبرکات کو قابلِ صد تکریم متاعِ دنیا سے زیادہ قیمتی اور جان سے زیادہ عزیز سمجھتے اور ان سے برکتیں حاصل کرتے رہے ہیں۔ آیئے چند حوالہ جات نظر قارئین کیئے جاتے ہیں۔

## بال نبوی ﷺ سے برکت حاصل کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں رسول اکرم ﷺ کے چند بال مبارک تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں یہ ٹوپی جس غزوہ میں میرے پاس رہی مجھے اسکی برکت سے فتح حاصل ہوتی رہی۔ آپکی یہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی آپ نے اسے حاصل کرنے

کے لئے سخت حملہ کیا جس میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ صحابہ کرام نے اعتراض کیا کہ ایک ٹوپی کی خاطر آپ نے اتنے مسلمانوں کو شہید کرایا ہے تو انہوں نے جواب دیا یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا گیا بلکہ موئے مبارک کے لئے کیا تھا۔ جو ٹوپی میں تھے کہ مبادا انکی برکت میرے پاس سے جاتی رہے۔ (شفاء شریف)

## پیالہ نبوی ﷺ سے برکت حاصل کرنا

سیرت رسول عربی ﷺ میں اصابہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت خداش بن ابی خداش مکی نے رسول اللہ ﷺ کو ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا۔ انہوں نے وہ پیالہ بطور تبرک آپ سے لے لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب کبھی حضرت خداش رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے اسے آبِ زمزم سے بھر کر پیتے اور چہرے پر چھینٹے مارتے۔ یوں پیالہ نبوی ﷺ سے آپ برکتیں حاصل کرتے۔ (شفاء شریف)

## عمامہ نبوی ﷺ سے برکت حاصل کرنا

حضرت عبداللہ بن حازم کے پاس ایک سیاہ رنگ کا عمامہ شریف تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتے تھے۔ لڑائی میں جب فتح پاتے تو بطور تبرک اس عمامہ کو پہنتے اور فرماتے یہ عمامہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنایا تھا۔ (شفاء شریف)

## عصائے نبوی ﷺ سے برکت حاصل کرنا

ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کو بطور انعام ایک عصا عنایت فرمایا زندگی بھر وہ عصا آپکے پاس رہا بوقت وصال آپ نے وصیت فرمائی کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ آپکی وصیت کے مطابق وہ عصا آپکے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ (شفاء شریف)

## جبہ نبوی ﷺ سے برکت حاصل کرنا

امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ: حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک جبہ دیکر بھیجا اور فرمایا یہ رسول اکرم ﷺ کا جبہ مبارک ہے۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک انکے پاس موجود تھا (یہ وہی جبہ تھا جس کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو بڑے ادب و احترام سے زیارت کرایا کرتی تھیں جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) حضرت اسماء فرماتی ہیں جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی تو میں نے اس جبہ مبارک کو اپنے قبضہ میں لے لیا نبی کریم ﷺ اس جبہ کو زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ ہم اسے دھو کر اس کا پانی بیماروں کو پلاتے تھے اور ان کیلئے شفا طلب کرتے تھے۔ (صحیح مسلم جلد 2 صفحہ 192)

## صحابہ کرام کے نزدیک بالِ نبوی ﷺ کی قدر و قیمت

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابن سیرین سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ

عنہ سے کہا ہمارے پاس نبی کریم ﷺ کے چند بال مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس رضی اللہ عنہ یا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کیطرف سے ملے ہیں تو اس پر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا دنیا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہے۔ (بخاری شریف، جلد 1 صفحہ 29(1)

| |
|---|
| فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ وَمَنْ لَّمْ |
| يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ |
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا |
| اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ |
| پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہوا بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تو جو اس کا پانی پئے وہ میرا نہیں |
| اور جو نہ پیئے وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے۔ تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے پھر جب طالوت اور |
| اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی بولے وہ جنہیں اللہ سے |
| ملنے کا یقین تھا کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے۔ زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے، اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ |

## طالوت کے لشکر پر آزمائش آنے کا بیان

"فَلَمَّا فَصَلَ" خَرَجَ "طَالُوت بِالْجُنُوْدِ" مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِس وَكَانَ الْحَرّ شَدِيْدًا وَّطَلَبُوا مِنْهُ الْمَاء "قَالَ اِنَّ اللّٰه مُبْتَلِيكُمْ" مُخْتَبِركُمْ "بِنَهَرٍ" لِيَظْهَر الْمُطِيع مِنْكُمْ وَالْعَاصِي وَهُوَ بَيْنَ الْاُرْدُنّ وَفِلَسْطِين "فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ" اَىْ مِنْ مَّائِهِ "فَلَيْسَ مِنِّي" اَىْ مِنْ اَتْبَاعِي "وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمهُ" يَذُقْهُ "فَاِنَّهُ مِنِّي اِلَّا مَنْ اغْتَرَفَ غُرْفَة" بِالْفَتْحِ وَالضَّمّ "بِيَدِهِ" فَاكْتَفَى بِهَا وَلَمْ يَزِدْ عَلَيْهَا فَاِنَّهُ مِنِّي "فَشَرِبُوا مِنْهُ" لَمَّا وَافَوْه بِكَثْرَةٍ "اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ" فَاقْتَصَرُوْا عَلَى الْغُرْفَة رُوِىَ اَنَّهَا كَفَتْهُمْ لِشُرْبِهِمْ وَدَوَابّهِمْ وَكَانُوْا ثَلَاثمِائَة وَبِضْعَة عَشَرَ رَجُلًا "فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ" وَهُمْ الَّذِيْنَ اقْتَصَرُوْا عَلَى الْغُرْفَة "قَالُوا" اَىْ الَّذِيْنَ شَرِبُوا "لَا طَاقَة" قُوَّة "لَنَا الْيَوْم بِجَالُوت وَجُنُوْده" اَىْ بِقِتَالِهِمْ وَجَبُنُوْا وَلَمْ يُجَاوِزُوهُ "قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ" يُوْقِنُوْنَ "اَنَّهُمْ مُلَاقُو اللّٰه" بِالْبَعْثِ وَهُمْ الَّذِيْنَ جَاوَزُوهُ "كَمْ" خَبَرِيَّة بِمَعْنَى كَثِير "مِنْ فِئَة" جَمَاعَة "قَلِيْلَة غَلَبَتْ فِئَة كَثِيْرَة بِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهِ "وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر،

پھر جب طالوت لشکروں کو بیت المقدس سے لے کر شہر سے جدا ہوا، تو اس وقت سخت گرمی تھی تو اہل لشکر نے پانی

طلب کیا بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے تا کہ وہ فرق کرنے کہ کون اس کی اطاعت کرنے والا ہے اور کون نافرمانی کرنے والا ہے۔ اور وہ نہر اردن اور فلسطین کے درمیان میں ہے۔ تو جو اس کا پانی پیے وہ میرا نہیں یعنی اس نے میری اتباع نہ کی۔ اور جو نہ پیئے یعنی چکھے بھی نہ تو وہ میرا ہے مگر وہ جو ایک چلو اپنے ہاتھ سے لے لے۔ اور یہاں غرفہ فتح اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی جس نے ایک چلو کو کافی جانا۔ تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے یعنی بہت کم تھے جنہوں نے ایک چلو پر اقتصار کیا۔ روایت کی گئی ہے کہ جنہوں نے ایک چلو پر کفایت کی وہ پانی ان کیلئے، ان کے جانوروں کیلئے بھی کافی تھا۔ اور ان کی تعداد تین سو سے بھی زیادہ تھی پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے۔ جنہوں نے ایک چلو پانی پی لیا تھا۔ اور جنہوں نے پانی سیر ہو کر پی لیا تھا وہ بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی۔ یعنی ان سے جہاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس طرح انہوں نے بزدلی کا اظہار کیا۔ بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا یعنی جن کا دوبارہ زندہ ہونے پر یقین اور وہ آگے بڑھ گئے تھے۔ اور یہاں پر کم خبریہ بہ معنی کثیر ہے۔ کہ بارہا کم جماعت غالب آئی ہے۔ زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے، یعنی اس کے ارادے سے۔ اور اللہ کی مدد و نصرت صابروں کے ساتھ ہے۔

## نہر سے زیادہ پینے والوں کی پیاس نہ بجھنے کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق ایک چلو پینے والوں کی تو پیاس بھی بجھ گئی اور وہ جہاد میں بھی شامل رہے لیکن پوری پیاس پینے والوں کی نہ تو پیاس بجھی نہ وہ قابل جہاد رہے، سدی فرماتے ہیں اسی ہزار میں سے چھہتر ہزار نے پانی پی لیا صرف چار ہزار آدمی حقیقی فرمانبردار نکلے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا |
| وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابل ہوئے تو عرض کرنے لگے: اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر میں |
| وسعت ارزانی فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ |

## کفار کے خلاف دعا مانگنے کا بیان

"وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوت وَجُنُوْدِه" اَیْ ظَهَرُوْا لِقِتَالِهِمْ وَتَصَافُّوا "قَالُوْا رَبَّنَا اَفْرِغْ" اَصْبِبْ "عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا" بِتَقْوِيَةِ قُلُوْبِنَا عَلَى الْجِهَاد "وانصرنا على القوم الكافرين"

اور جب وہ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابل ہوئے یعنی لڑنے کیلئے ان کے سامنے آئے تو عرض کرنے لگے، اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر میں وسعت ارزانی فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ یعنی ہمارے دلوں کو جہاد پر طاقت

دے۔اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دن دعا فرمائی کہ اے اللہ کتاب کے اتارنے والے، جلدی حساب لینے والے، کافروں کے جتھے کو ہزیمت دے اور ان کے پاؤں ڈگمگا دے اور حمیدی نے اتنا زیادہ بیان کیا کہ ہم سے سفیان نے بیان کیا کہ ہم سے ابی خالد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2355)

| |
|---|
| فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ |
| وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| تو انہوں نے ان کو بھگا دیا اللہ کے حکم سے، اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا |
| سکھایا اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے، تو ضرور زمین تباہ ہو جائے مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے، |

## حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس نبوت وحکومت ہونے کا بیان

"فَهَزَمُوْهُمْ" كَسَرُوْهُمْ "بِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهٖ "وَقَتَلَ دَاوُد" وَكَانَ فِيْ عَسْكَر طَالُوت "جَالُوت وَ اٰتَاهُ" اَيْ دَاوُد "اللّٰه الْمُلْك" فِيْ بَنِيْ اِسْرَائِيل "وَالْحِكْمَة" النُّبُوَّة بَعْد مَوْت شَمْوِيل وَطَالُوت وَلَمْ يَجْتَمِعَا لِاَحَدٍ قَبْله "وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَاء" كَصَنْعَةِ الدُّرُوع وَمَنْطِق الطَّيْر "وَلَوْلَا دَفْع اللّٰه النَّاس بَعْضَهُم" بَدَل بَعْض مِنْ النَّاس "بِبَعْض لَفَسَدَتْ الْاَرْض" بِغَلَبَةِ الْمُشْرِكِيْنَ وَقَتْل الْمُسْلِمِيْنَ وَتَخْرِيب الْمَسَاجِد "وَلٰكِنَّ اللّٰه ذُو فَضْل عَلَى الْعَالَمِيْنَ" فَدَفَعَ بَعْضهمْ بِبَعْضٍ،

تو انہوں نے ان کو بھگا دیا یعنی ان کو مروڑ کر رکھ دیا۔ اللہ کے حکم سے یعنی اس کے ارادے سے ایسا ہوا، اور داؤد علیہ السلام جو طالوت کے لشکر میں تھے انہوں نے جالوت کو قتل کیا۔ اور اللہ نے داؤد علیہ السلام کو بنی اسرائیل میں سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور حضرت شمویل علیہ السلام اور طالوت کی موت کے بعد حکمت یعنی نبوت عطا فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام سے پہلے کسی بھی نبی میں نبوت اور حکومت جمع نہیں ہوئی۔ اور اسے جو چاہا سکھایا جس طرح زرہ سازی کرنا اور پرندوں کی بولی کو سمجھنا ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے، یہاں پر بعضھم بہ "بَعْض مِنْ النَّاس" سے بدل بعض ہے تو ضرور زمین تباہ ہو جائے یعنی اہل شرک کے غلبہ اور اہل اسلام کے قتل اور مساجد کی ویرانی کے سبب زمین تباہ ہو جائے۔ مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے، یعنی بعض کے سبب بعض کو دور کرتا ہے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کی شان رعب کا بیان

حضرت داؤد علیہ السلام کے والد ایشا طالوت کے لشکر میں تھے اور انکے ساتھ انکے تمام فرزند بھی حضرت داؤد علیہ السلام ان

سب میں چھوٹے تھے بیمار تھے رنگ زرد تھا بکریاں چراتے تھے جب جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ طلب کیا وہ اس کی قوت جسامت دیکھ کر گھبرائے کیونکہ وہ بڑا جابر قوی شہ زور عظیم الجثہ قد آور تھا طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور نصف ملک اس کو دوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو طالوت نے اپنے نبی حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ بارگاہ الٰہی میں دعا کریں آپ نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کریں گے طالوت نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دوں اور نصف ملک پیش کروں آپ نے قبول فرمایا اور جالوت کی طرف روانہ ہو گئے صف قتال قائم ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام دست مبارک میں فلاخن لے کر مقابل ہوئے جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا آپ نے فلاخن میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو لا کر طالوت کے سامنے ڈال دیا تمام بنی اسرائیل خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حسب وعدہ نصف ملک دیا اور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی تمام ملک پر حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت ہوئی۔ (تفسیر جمل)

## حضرت داؤد علیہ السلام سے طالوت کا وعدہ کرنے کا بیان

حضرت طالوت نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم جالوت کو قتل کرو گے تو میں اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دوں گا اور اپنا آدھا مال بھی تمہیں دے دوں گا اور حکومت میں بھی برابر شریک کر لوں گا، چنانچہ حضرت داؤد نے پتھر کو فلاخن میں رکھ کر جالوت پر چلایا اور اسی سے وہ مارا گیا، حضرت جالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا، بالآخر سلطنت کے مستقل سلطان آپ ہی ہو گئے اور پروردگار عالم کی طرف سے بھی نبوت جیسی زبردست نعمت عطا ہوئی اور حضرت شموئیل کے بعد یہ پیغمبر بھی بنے اور بادشاہ بھی، حکمت سے مراد نبوت ہے۔

| |
|---|
| تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ |
| یہ اللہ کی آیات ہیں ہم انہیں آپ پر سچائی کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ |

## رسالت کی صداقت میں دلائل کو بیان کرنا

"تِلْكَ" هٰذِهِ الْاٰيَات "اٰيَات اللّٰه نَتْلُوْهَا" نَقُصّهَا "عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّد "بِالْحَقِّ" بِالصِّدْقِ "وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ" التَّاْكِيد بِاِنَّ وَغَيْرهَا رَدّ لِقَوْلِ الْكُفَّار لَهُ لَسْت مُرْسَلًا،

یہ اللہ کی آیات ہیں ہم انہیں آپ پر سچائی کے ساتھ پڑھتے ہیں، یا محمد ﷺ ہم ان کو آپ پر حق یعنی سچائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یہاں پر ان تاکید کیلئے آیا ہے کیونکہ کفار جو آپ ﷺ کی رسالت کے منکر ہیں ان کا رد کیا گیا ہے۔ یہ گزشتہ واقعات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ کتاب کے ذریعے سے دنیا کو معلوم ہو رہے ہیں اے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً آپ کی رسالت وصداقت کی دلیل ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ کسی کتاب میں پڑھے ہیں نہ کسی سے سنے ہیں جس سے یہ واضح ہے کہ یہ غیب کی وہ خبریں جو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ آپ پر نازل فرمارہا ہے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر گزشتہ امتوں کے واقعات کو بیان کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۠ |
| یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی اور اللہ چاہتا تو واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد وہ نہ لڑتے ، لیکن وہ مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔ |

## رسولان عظام علیہم السلام کے درجات کا بیان

"تِلْكَ" مُبْتَدَأ "الرُّسُل" نَعْت اَوْ عَطْف بَيَان وَالْخَبَر "فَضَّلْنَا بَعْضهمْ عَلٰى بَعْضٍ" بِتَخْصِيصِهِ بِمَنْقَبَةٍ لَيْسَتْ لِغَيْرِهِ "مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ" كَمُوسَى "وَرَفَعَ بَعْضهمْ" اَىْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "دَرَجَات" عَلٰى غَيْرِهِ بِعُمُومِ الدَّعْوَة وَخَتْم النُّبُوَّة وَتَفْضِيل اُمَّته عَلٰى سَائِر الْاُمَم وَالْمُعْجِزَات الْمُتَكَاثِرَة وَالْخَصَائِص الْعَدِيْدَة "وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْن مَرْيَم الْبَيِّنَات وَاَيَّدْنَاهُ" قَوَّيْنَاهُ "بِرُوحِ الْقُدُس" جِبْرِيل يَسِير مَعَهُ حَيْثُ سَارَ "وَلَوْ شَاءَ اللّٰه" هُدَى النَّاس جَمِيْعًا "مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدهمْ" بَعْد الرُّسُل اَىْ اُمَمهمْ "مِنْ بَعْد مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَات" لِاخْتِلَافِهِمْ وَتَضْلِيل بَعْضهمْ بَعْضًا "وَلٰكِنْ اخْتَلَفُوْا" لِمَشِيئَتِهِ ذٰلِكَ "فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ" ثَبَتَ عَلٰى اِيْمَانه "وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ" كَالنَّصَارٰى بَعْد الْمَسِيح "وَلَوْ شَاءَ اللّٰه مَا اقْتَتَلُوا" تَاْكِيد "وَلٰكِنَّ اللّٰه يَفْعَل مَا يُرِيْد" مِنْ تَوْفِيق مَنْ شَاءَ وَخِذْلَان مَنْ شَاءَ،

تلک مبتداء ہے۔ الرسل نعت ہے یا عطف بیان ہے اور خبر ہے۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں بعض کو بعض پر فضیلت دی یعنی منقبت سے جو ان کے سوا کسی میں نہیں ہے۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا جیسے موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا جس طرح حضرت محمد ﷺ ہیں۔ آپ ﷺ کی دعوت کے عام ہونے کے سبب اور آپ ﷺ پر ختم نبوت ہونے کی وجہ سے فضیلت بخشی ہے۔ اور آپ ﷺ کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت

دی اور آپ ﷺ کو کثیر معجزات عطا فرمائے۔ اور اسی طرح متعدد خصوصیات عطا فرمائی ہیں۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح کے ذریعے ان کو مضبوط کیا۔ یعنی جبریل ان کے ساتھ چلتے تھے جہاں وہ جاتے تھے۔ اور اللہ چاہتا تو واضح نشانیوں کے آجانے کے بعد وہ نہ لڑتے ،یعنی رسولان عظام کے بعد ان کی امتوں میں ایک دوسرے کے اختلاف کے سبب اور ایک دوسرے کو گمراہ کرنے کے سبب باہمی قتل و غارت نہ ہوتی۔ لیکن وہ مختلف ہوگئے۔ یعنی اسی کی مرضی کے سبب مختلف ہوئے۔ ان میں کوئی ایمان پر رہا یعنی اپنے ایمان پر ثابت رہا اور کوئی کافر ہوگیا یعنی جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نصاریٰ ہوئے۔ اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے، یہ بہ طور تاکید ہے۔ مگر اللہ جو چاہے کرے۔ یعنی جسے چاہتا ہے بھلائی کی توفیق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے رسوا کرتا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے نسب کا اعلیٰ ہونے کا بیان

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1441)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا قیامت کے دن میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1443)

## نبی کریم ﷺ کا نبی آخر الزماں ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور ان تمام انبیاء کرام کی مثال جو مجھ سے پہلے آچکے ہیں اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے مکان بنایا اور بہت اچھا اور خوبصورت بنایا لیکن مکان کے ایک کونے میں سے ایک اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی لوگ اس کے مکان کے چاروں طرف گھومے وہ مکان ان کو بڑا اچھا لگا اور وہ مکان بنانے والے سے کہنے لگے کہ آپ نے اس جگہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھ دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں انبیاء میں سے آخری نبی ہوں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1464)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ |
| وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ |
| اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت |
| ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی اور نہ سفارش، اور یہ کفار ہی ظالم ہیں۔ |

## اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرنے کا بیان

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ" زَكَاتَه "مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ" فِدَاء "فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ" صَدَاقَة تَنْفَع "وَّلَا شَفَاعَةٌ" بِغَيْرِ إِذْنِه وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَة وَفِي قِرَاءَة بِرَفْعِ الثَّلَاثَة "وَالْكٰفِرُوْنَ" بِاللهِ أَوْ بِمَا فُرِضَ عَلَيْهِمْ "هُمُ الظّٰلِمُوْنَ" لِوَضْعِهِمْ أَمْرَ اللهِ فِي غَيْرِ مَحَلِّه،

اے ایمان والو! جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرو یعنی اس کی زکوٰۃ دو۔قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت فدیہ کے طور پر ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی یعنی کوئی صدقہ نفع نہ دے گا اور نہ سفارش، یعنی اس کی اجازت کے بغیر قیامت کے دن کوئی سفارش نفع نہ دے گی۔اور قرأت کے مطابق یہ تینوں "لَا بَیْعٌ، وَّلَا خُلَّةٌ" "وَّلَا شَفَاعَةٌ رفع کے ساتھ آئے ہیں۔اور یہ کفار ہی ظالم ہیں۔یعنی جوان پر فرض کیا گیا ہے۔کیونکہ انہوں نے اللہ کے حکم کو محل غیر میں رکھا ہے۔

## قیامت کے دن کفار کی سفارش قبول نہ کی جائے گی

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم کرتا ہے کہ وہ بھلائی کی راہ میں اپنا مال خرچ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کا ثواب جمع رہے، اور پھر فرماتا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی خیرات وصدقات کرلو، قیامت کے دن نہ تو خرید وفروخت ہوگی نہ زمین بھر کر سونا دینے سے جان چھوٹ سکتی ہے، نہ کسی کا نسب اور دوستی ومحبت کچھ کام آسکتی ہے، جیسے اور جگہ ہے آیت (فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ) 23۔المومنون:101) یعنی جب صور پھونکا جائے گا اس دن نہ تو نسب رہے گا نہ کوئی کسی کا پرسان حال ہوگا، اور اس دن سفارشیوں کی سفارش بھی کچھ نفع نہ دے گی۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۬ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی |
| الْاَرْضِؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ |
| بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَاۚ |
| وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۝ |
| اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا ، اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند، اسی کا ہے |
| جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ ان |
| کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے، اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے اس کی کرسی میں سمائے ہوئے |
| آسمان اور زمین اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند بڑائی والا ہے۔ |

## آیت کرسی میں صفات الٰہیہ کا بیان

"اللّٰہ لَا اِلٰہ" اَیْ لَا مَعْبُوْد بِحَقٍّ فِی الْوُجُود "اِلَّا ھُوَ الْحَیّ" الدَّائِم بِالْبَقَاءِ "الْقَیُّوم" الْمُبَالِغ فِی الْقِیَام بِتَدْبِیْرِ خَلْقِه "لَا تَاْخُذهُ سِنَة" نُعَاس "وَّلَا نَوْم لَهٗ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْکًا وَّخَلْقًا وَّعَبِیْدًا "مَنْ ذَا الَّذِی" اَیْ لَا اَحَد "یَشْفَع عِنْده اِلَّا بِاِذْنِهٖ" لَهٗ فِیْهَا "یَعْلَم مَا بَیْن اَیْدِیهِمْ" اَیْ الْخَلْق "وَمَا خَلْفهمْ" اَیْ مِنْ اَمْر الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَة "وَلَا یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمه" اَیْ لَا یَعْلَمُوْنَ شَیْئًا مِنْ مَّعْلُوْمَاته "اِلَّا بِمَا شَاءَ" اَنْ یُّعْلِمهُمْ بِهٖ مِنْهَا بِاَخْبَارِ الرُّسُل "وَسِعَ کُرْسِیّه السَّمَاوَات وَالْاَرْض" قِیلَ اَحَاطَ عِلْمه بِهِمَا وَقِیلَ الْکُرْسِیّ نَفْسه مُشْتَمِل عَلَیْهِمَا لِعَظَمَتِهٖ لِحَدِیثِ: (مَا السَّمَاوَات السَّبْع فِی الْکُرْسِیّ اِلَّا کَدَرَاهِم سَبْعَة اُلْقِیَتْ فِیْ تُرْس) "وَلَا یَئُودهُ" یُثْقِلهُ "حِفْظهمَا" اَیْ السَّمٰوَات وَالْاَرْض "وَهُوَ الْعَلِیّ" فَوْق خَلْقه بِالْقَهْرِ "الْعَظِیْم" الْکَبِیْر،

اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں یعنی کسی معبود برحق کا کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ آپ زندہ یعنی ہمیشہ باقی ہے اور اوروں کا قائم رکھنے والا، یعنی جس کی تدبیر مخلوق کے قیام میں کما حقہ پہنچنے والی ہے۔ اسے نہ اونگھ آئے، نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں، یعنی بادشاہت، مخلوق اور غلام، وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے، یعنی مخلوق اور اس کے بعد والوں کے احوال کا علم اسی کو ہے۔ خواہ وہ دنیاوہ معاملات ہوں یا آخرت کے معاملات ہوں۔ اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے، یعنی اپنے رسولان عظام کے ذریعے ان کو بیان کرتا ہے۔ اس کی کرسی میں سمائے ہوئے آسمان اور زمین، کہا گیا ہے اس کے علم نے ان دونوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی خود اپنی عظمت کے سبب ان دونوں پر ہے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں ہے کہ سات آسمانوں کی حیثیت کرسی کے سامنے اسی طرح ہے جس سات دراہم کو ڈھال میں ڈال دیا جائے۔ اور اسے بھاری نہیں ان کی یعنی زمین و آسمان کی نگہبانی اور وہی ہے بلند اپنی مخلوق پر قوت کے ساتھ غالب ہے، بڑائی والا ہے۔

## آیت الکرسی کے عظیم فضائل کا بیان

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوالمنذ ر ( یہ حضرت ابی بن کعب کی کنیت ہے ) کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا کہ ابوالمنذ ر تم جانتے ہو کہ تمہارے نزدیک کتاب اللہ کی کون سی آیت سب سے عظیم ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ (اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْ حَیُّ الْقَیُّوْمُ) 2 . البقرة : 255) (یعنی پوری آیت الکرسی) حضرت ابی بن کعب

کہتے ہیں کہ (یہ سن کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ ابوالمنذر خدا کرے تمہارا علم خوشگوار ہو۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 346)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی زکوۃ یعنی صدقہ عید الفطر کی نگہبانی اور جمع کرنے پر مجھے مامور فرمایا تا کہ جمع ہونے کے بعد آپ اسے فقراء میں تقسیم فرمادیں چنانچہ اس دوران میں ایک شخص میرے پاس آیا اور اپنے ہاتھوں سے اپنے دامن اور اپنے برتن میں غلہ بھرنا شروع کر دیا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چلوں گا اور تجھے اس غلط حرکت کی سزا دلواؤں گا اس نے کہا کہ میں ایک محتاج ہوں میرے اوپر میرے اہل و عیال کا نفقہ ہے اور میں سخت حاجتمند ہوں یعنی میرے ذمہ قرض وغیرہ بھی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کی یہ خستہ حالت سن کر اسے چھوڑ دیا، جب صبح ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے گزشتہ رات کے قیدی کا کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دے دی تھی میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ مجھ سے اپنی سخت حاجت اور عیال داری کا رونا رونے لگا اس لیے مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار رہنا! اس نے اپنے حالات کے اظہار میں تم سے جھوٹ بولا ہے وہ پھر آئے گا اس لئے آئندہ احتیاط رکھنا میں سمجھ گیا کہ ضرور آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا وہ آیا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے غلہ بھرنا شروع کر دیا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب تو میں تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دیجئے میں ضرورت مند ہوں میرے اوپر کنبہ کا نفقہ ہے اب آئندہ میں نہیں آؤں گا مجھے اس پر رحم آیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا اور اس مرتبہ میں نے یہ سلوک اس لیے کیا کہ اس نے آئندہ نہ آنے کا وعدہ کیا تھا اور نہ تو اپنی حاجت و ضرورت کے بارہ میں اس کا جھوٹ مخبر صادق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی معلوم ہو ہی چکا تھا۔ جب صبح ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پھر فرمایا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ میرے سامنے اپنی شدید ضرورت و حاجت اور عیالداری کا دکھڑا رونے لگا، اس لیے مجھے اس پر رحم آ گیا اور میں نے اس کے اس وعدہ پر کہ آئندہ پھر کبھی نہیں آؤں گا اس کو چھوڑ دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوشیار رہنا! اس نے اس مرتبہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ میں آئندہ نہیں آؤں گا وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا اور وہ پھر آیا جب اس نے غلہ بھرنا شروع کیا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں آج تو تجھے ضرور ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا یہ آخری تیسرا موقع ہے تو نے تو کہا تھا آئندہ نہیں آؤں گا اسی لئے میں نے تجھے اس مرتبہ چھوڑ دیا تھا مگر تو پھر آ گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایسے کلمات سکھاؤں گا کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے نفع پہنچائے گا اور وہ یہ کہ جب تم سونے کے لیے اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی کی آخری آیت یعنی وھو العلی العظیم 2۔ البقرۃ: 255 پڑھو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ہمیشہ ایک نگہبان فرشتہ رہا کرے گا۔

اور صبح تک تمہارے پاس کوئی شیطان خواہ وہ انسان میں سے ہو یا جنات میں سے دنیوی تکلیف و اذیت پہنچانے کے لئے

نہیں آئے گا، میں نے یہ سن کر اسے اس مرتبہ بھی چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پھر فرمایا کہ تمہارے قیدی کا کیا ہوا، میں نے عرض کیا کہ قیدی نے جب مجھ سے یہ کہا کہ وہ مجھے کچھ کلمات سکھائے گا جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے نفع پہنچائے گا تو میں نے اس مرتبہ بھی اس کو چھوڑ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو اگر چہ اس نے تم سے ان کلمات کے بارہ میں سچ کہا ہے مگر وہ دوسری باتوں میں جھوٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تم ان تین راتوں میں کس سے مخاطب تھے؟ میں نے کہا کہ نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان تھا جو اس طرح مکر وفریب سے صدقات کے مال میں کمی کرنے آیا تھا۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 635)

| |
|---|
| لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْ ۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ |
| اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے، سو جو کوئی معبودان باطلہ کا انکار کردے اور اللہ پر |
| ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لئے ٹوٹنا نہیں، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## قبول اسلام میں جبر نہ ہونے کا بیان

"لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" عَلَى الدُّخُول فِيهِ "قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْد مِنْ الْغَيّ" أَيْ ظَهَرَ بِالْآيَاتِ الْبَيِّنَات أَنَّ الْإِيمَان رُشْد وَالْكُفْر غَيّ نَزَلَتْ فِيمَنْ كَانَ لَهُ مِنْ الْأَنْصَار أَوْلَاد أَرَادَ أَنْ يُكْرِههُمْ عَلَى الْإِسْلَام "فَمَنْ يَكْفُر بِالطَّاغُوتِ" الشَّيْطَان أَوْ الْأَصْنَام وَهُوَ يُطْلَق عَلَى الْمُفْرَد وَالْجَمْع "وَيُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ" تَمَسَّكَ "بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى" بِالْعَقْدِ الْمُحْكَم "لَا انْفِصَام" انْقِطَاع "لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيع" لِمَا يُقَال "عَلِيم" بِمَا يُفْعَل،

دین کے اندر داخل ہونے میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے، یعنی واضح دلائل سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ ایمان ہدایت ہے اور کفر گمراہی ہے۔

یہ آیت اس انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کے بچے تھے جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو یہ ارادہ کیا کہ وہ اپنے بچوں کو اسلام لانے پر مجبور کریں۔

لہذا جو کوئی معبودان باطلہ یعنی شیطان یا بتوں اور اسی کا اطلاق مفرد وجمع دونوں پر ہوتا ہے، کا انکار کردے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے ایک ایسا مضبوط حلقہ تھام لیا جس کے لئے ٹوٹنا نہیں، اور اللہ خوب سننے والا ہے جو کہا گیا ہے۔ جاننے والا ہے۔ جو کیا جاتا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۵۶ کے شان نزول کا بیان

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہ ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے ہاں اولاد

ہوئی تو ہم اسے یہود بنا دیں گے، یہودیوں کے سپرد کر دیں گے، اسی طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے، جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور اللہ کے دین انصار بنے، یہودیوں سے جنگ ہوئی اور ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کیلئے سرور رسل علیہ السلام نے یہ حکم جاری فرمایا کہ بنی نضیر کے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا جائے، اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جوان کے پاس تھے ان سے طلب کئے تا کہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جبر اور زبردستی نہ کرو۔

## زبردستی اسلام قبول نہ کروانے کا بیان

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنو سالم بن عوف کا ایک شخص حصینی نامی تھا جس کے دولڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں، ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں، اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کر دی، اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ نصرانیوں کا ایک قافلہ ملک شام سے تجارت کیلئے کشمش لے کر آیا تھا جن کے ہاتھوں پر دونوں لڑکے نصرانی ہو گئے تھے جب وہ قافلہ جانے لگا تو یہ بھی جانے پر تیار ہو گئے، ان کے باپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں انہیں اسلام لانے کیلئے کچھ تکلیف دوں اور جبراً مسلمان بنالوں، ورنہ پھر آپ کو انہیں واپس لانے کیلئے اپنے آدمی بھیجنے پڑیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر کا غلام اسبق نصرانی تھا، آپ اس پر اسلام پیش کرتے وہ انکار کرتا، آپ کہہ دیتے کہ خیر تیری مرضی اسلام جبر سے روکتا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم، سورہ بقرہ ۲۵٦، بیروت)

| |
|---|
| اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ط اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ |

## ظلمات کو کفر جبکہ نور کو ایمان سے تعبیر کرنے کا بیان

"اللّٰه وَلِیّ" نَاصِر "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجهُمْ مِنْ الظُّلُمَات" الْكُفْر "اِلَى النُّور" الْاِیْمَان "وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَوْلِیَاؤُهُمْ الطَّاغُوت یُخْرِجُونَهُمْ مِنْ النُّور اِلَى الظُّلُمَات" ذَكَرَ الْاِخْرَاج اَمَّا فِیْ مُقَابَلَة قَوْله یُخْرِجهُمْ مِنْ الظُّلُمَات اَوْ فِیْ كُلّ مَنْ اٰمَنَ بِالنَّبِیِّ قَبْل بَعْثَته مِنْ الْیَهُوْد ثُمَّ كَفَرَ بِهِ "اُولٰئِكَ اَصْحَاب النَّار هُمْ فِیهَا خَالِدُونَ"

اللہ ایمان والوں کا کارساز یعنی مددگار ہے وہ انہیں تاریکیوں یعنی کفر سے نکال کر نور یعنی ایمان کی طرف لے جاتا ہے،

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہاں اخراج کا ذکر اس "يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ" کے مقابلے کے طور پر لایا گیا ہے۔ یا پھر ہر اس یہودی کے مقابلے میں لایا گیا جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو مانتا تھا لیکن بعد میں اس نے کفر کو اختیار کیا۔ یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

## ہدایت وگمراہی دونوں راستوں کی وضاحت کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صادق ومصدوق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ تم میں سے ہر آدمی کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ (پہلے) اس کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں یعنی چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون بنتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار باتوں کے لکھنے کے لیے بھیجتا ہے،

چنانچہ وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت (کا وقت) اس کے رزق (کی مقدار) اور اس کا بدبخت و نیک بخت ہونا اللہ کے حکم سے اس کی تقدیر میں لکھ دیتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک آدمی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا آگے آتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے، اور تم میں ایک آدمی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا سامنے آتا ہے اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 79)

ایسا کم ہوتا ہے کہ لوگ بھلائی کے راستہ کو چھوڑ کر برائی کا راستہ اختیار کرتے ہوں لیکن اللہ کی رحمت کاملہ کے صدقے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو لوگ بدبختی و برائی کے راستہ کو اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں وہ بھلائی کی طرف آجاتے ہیں اور نیکی کے راستہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔

اس حدیث نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ابدی نجات وعذاب کا دار و مدار خاتمہ پر ہے، اگر کسی کی پوری زندگی گناہ و معصیت یا کفر وشرک میں گزری لیکن اس نے آخر وقت میں صدق دل سے اپنی بداعمالیوں اور گمراہی پر نادم وشرمسار ہو کر نیک بختی و سعادت کے راستہ کو اختیار کر لیا تو وہ نجات پا جائے گا۔

اسی طرح اگر کوئی آدمی تمام عمر نیکی و بھلائی کرتا رہا اور اس کی تمام زندگی اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزری لیکن آخر وقت میں وہ شیطان کی گمراہی یا اپنے نفس کی شرارت سے گمراہ ہو گیا اور اس نے اپنی حیات کے آخری لمحوں کو برائی و بدبختی کی بھینٹ چڑھا دیا تو وہ اپنی زندگی بھر کی نیکیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

لہٰذا اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ بھلائی و بہتری اور اخروی نجات اسی میں ہے کہ بندہ ہمیشہ اطاعت الٰہی اور فرمان نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کی بجا آوری میں مصروف رہے، اس کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی حدود شریعت سے تجاوز کرنے نہ پائے اور ہر آنے والے لمحہ کو یہ سوچ کر کہ شاید میری زندگی کا یہ آخری لمحہ ہو نیکی و بھلائی میں صرف کرتا رہے تا کہ خاتمہ بالخیر کی سعادت سے نوازا جائے۔

اس موقع پر اتنی بات اور بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو لوگ قضا و قدر کے مسئلوں کو دیکھ کر یہ نظریہ قائم کر بیٹھے ہیں کہ جب نجات و عذاب، نیک بختی و بدبختی اور جنت و دوزخ کا ملنا تقدیری چیز ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟ وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہیں چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جو اس مسئلہ کی حقیقت کو نہیں سمجھ پائے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کی بات کہی تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تم عمل کئے جاؤ کیونکہ جس کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اس کو اختیار بھی دیا گیا ہے۔

یعنی قضا و قدر پر بھروسہ کر کے تمہارا عمل میں توقف کرنا یا عمل سے انکار کرنا کوئی کارآمد نہیں ہوگا اس لیے کہ احکام شارع کی جانب سے وارد ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تم کو سوچنے سمجھنے کی قابلیت اور نیکی و بدی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بھی دی گئی ہے، نیز تمہارے اندر قصد و جہد کا مادہ بھی پیدا کیا گیا ہے تا کہ تم ان اسباب کے ذریعہ عمل کر سکو، لہٰذا اب اگر تم قضا و قدر کا سہارا لے کر اسباب سے قطع نظر کرو گے اور اعمال کو چھوڑ دو گے تو تباہی و بربادی کے غار میں جا گرو گے۔ ہاں یہ اللہ کی یقیناً کوئی مصلحت ہوگی جس کی حقیقت و حکمت کو تو وہی جانتا ہے کہ ایک طرف تو اس نے قضا و قدر کے مسئلہ کو سامنے کر دیا دوسری طرف اعمال و افعال کے کرنے کا حکم دیا اور پھر اس مسئلہ میں تحقیق و تفتیش کرنے سے بھی منع فرما دیا، اور پھر قضا و قدر کے سہارے اعمال کی ضرورت سے انکار کر دیا جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ اللہ کی جانب سے شریعت کا اتارنا، احکام بھیجنا اور رسولوں کی بعثت جن کا مقصد احکام خداوندی پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہوتا تھا بلاوجہ ہوئی کیونکہ جب محض تقدیر پر بھروسہ ہوگا کہ جس کے مقدر میں جنت میں جانا لکھا ہوگا وہ جنت میں یقیناً جائے گا اور جس کے مقدر میں دوزخ لکھی ہوگی اور دوزخ میں یقیناً جائے گا تو ان رسولوں کی بعثت اور احکام و اعمال کی بجا آوری کی تاکید کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی، لہٰذا اس حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو یہ خیال غلط ثابت ہوگا۔

بہر حال جس طرح اور بہت سے اسرار الٰہی ہیں کہ ان کی بندوں کو خبر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ایک راز ہے جو بندوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس لیے کسی کے ظاہری عمل کو دیکھ کر اس کے جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا بلکہ یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے کہ (ایت یعذب من یشاء و یرحم من یشاء) (یعنی وہ جس کو چاہے (بداعمالیوں کی بنا پر) عذاب میں مبتلا کر دے اور جس کو چاہے اپنے فضل و کرم سے بخش دے)۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَ يُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَ اُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے، جس نے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑا کیا۔ اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے
اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے بولا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا
تو اللہ سورج کو لاتا ہے، مشرق سے، تو اس کو مغرب سے لے آ، تو کافر کے ہوش اُڑ گئے، اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا،

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ کا بیان

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَاجَّ" جَادَلَ "إبراهيم فى ربه " "اَنْ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ" اَىْ حَمَلَهٗ بَطَره بِنِعْمَةِ اللّٰه عَلٰى ذٰلِكَ وَهُوَ نُمْرُوْد "اِذْ" بَدَل مِنْ حَاجَّ "قَالَ اِبْرَاهِيْم " لَمَّا قَالَ لَهٗ مَنْ رَبُّكَ الَّذِىْ تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ "رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْيِىْ وَيُمِيت " اَىْ يَخْلُق الْحَيَاةَ وَالْمَوْت فِى الْاَجْسَاد "قَالَ" هُوَ "اَنَا اُحْيِىْ وَاُمِيت " بِالْقَتْلِ وَالْعَفْو عَنْهُ وَدَعَا بِرَجُلَيْنِ فَقَتَلَ اَحَدهمَا وَتَرَكَ الْاٰخر فَلَمَّا رَاٰهُ غَبِيًّا "قَالَ اِبْرَاهِيْم " مُنْتَقِلًا اِلٰى حُجَّة اَوْضَح مِنْهَا "فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِق فَاْتِ بِهَا" اَنْت "مِنَ الْمَغْرِب فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ" تَحَيَّرَ وَدُهِشَ "وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْم الظَّالِمِيْنَ" بِالْكُفْرِ اِلٰى مَحَجَّة الِاحْتِجَاج،

اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا تھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی۔ یعنی جو اللہ کی نعمتوں پر اکڑنے لگا اور اسی تکبر نے اس کو ابھارا اور وہ نمرود تھا۔ اور یہاں اذ یہ حاج سے بدل ہے۔ جبکہ ابراہیم نے اس کے قول کے جواب میں کہا، اس کا قول یہ تھا کہ تیرا رب کون ہے جس طرف تو دعوت دیتا ہے۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ یعنی مخلوق میں حیات ڈالتا اور اور جسموں میں موت ڈالتا ہے۔ بولا میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ یعنی قتل کر دینے اور معاف کر دینے سے لہٰذا اس نے دو بندوں کو بلوایا ان میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ دیا پس جب ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حماقت کو دیکھا تو اس سے بھی زیادہ واضح دلیل طلب کی۔ ابراہیم نے فرمایا تو اللہ سورج کو لاتا ہے، مشرق سے، تو اس کو مغرب سے لے آ، تو کافر کے ہوش اُڑ گئے، یعنی حیران و پریشان ہو گیا۔ اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا، یعنی کفر کے سبب ہدایت والے راستے کی جانب سے محروم رہتے ہیں۔

## اللہ کی طاقت سے مقابلہ کرنے والے نمرود کی عبرتناک شکست کا بیان

اس بادشاہ کا نام نمرود بن کنعان بن سام بن نوح تھا اس کا پایہ تخت بابل تھا اس کے نسب میں کچھ اختلاف بھی ہے، حضرت مجاہد فرماتے ہیں دنیا کی مشرق مغرب کی سلطنت رکھنے والے چار ہوئے جن میں سے دو مومن اور دو کافر، حضرت سلیمان بن داؤد اور حضرت ذوالقرنین، اور کافروں میں نمرود اور بخت نصر، فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم نے اسے نہیں دیکھا، جو حضرت ابراہیم سے وجود باری تعالیٰ میں مباحثہ کرنے لگا، یہ شخص خود اللہ ہونے کا مدعی تھا، جیسا اس کے بعد فرعون نے بھی اپنے والوں میں دعویٰ کیا تھا کہ میں اپنے سوا کسی کو تمہارا رب نہیں جانتا، چونکہ ایک مدت مدید اور عرصہ بعید سے یہ بادشاہ چلا آتا تھا اس

لئے دماغ میں رعونت اور انانیت آ گئی تھی، سرکشی اور تکبر، نخوت اور غرور طبیعت میں سما گیا تھا، بعض لوگ کہتے ہیں چار سو سال تک حکومت کرتا رہا تھا۔

حضرت ابراہیم سے جب اس نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو آپ نے نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنے کی دلیل دی جو ایک بدیہی اور مثل آفتاب روشن دلیل تھی کہ موجودات کا پہلے کچھ نہ ہونا پھر ہونا پھر مٹ جانا کھلی دلیل ہے۔ موجد اور پیدا کرنے والے کے موجود ہونے کی اور وہی اللہ ہے، نمرود نے جواباً کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں، یہ کہہ کر دو شخصوں کو اس نے بلوایا جو واجب القتل تھے، ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو رہا کر دیا، دراصل یہ جواب اور دعویٰ کس قدر لچر اور بے معنی ہے اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں، حضرت ابراہیم نے تو صفات باری میں سے ایک صفت پیدا کرنا اور پھر نیست کر دینا بیان کی تھی اور اس نے نہ تو انہیں پیدا کیا اور نہ ان کی یا اپنی موت حیات پر اسے قدرت، لیکن جہلاء کو بھڑکانے کیلئے اور اپنی علمیت جتانے کیلئے باوجود اپنی غلطی اور مباحثہ کے اصول سے طریقہ فرار کو جانتے ہوئے صرف ایک بات بنالی، ابراہیم بھی اس کو سمجھ گئے اور آپ نے کند ذہن کے سامنے ایسی دلیل پیش کر دی کہ صورتاً بھی اس کی مشابہت نہ کر سکے، چنانچہ فرمایا کہ جب تو پیدائش اور موت تک کا اختیار رکھتا ہے تو مخلوق پر تصرف تیرا پورا ہونا چاہئے، میرے اللہ نے تو یہ تصرف کیا کہ سورج کو حکم دے دیا ہے کہ وہ مشرق کی طرف سے نکلا کرے چنانچہ وہ نکل رہا ہے۔

اب تو اسے حکم دے کہ وہ مغرب کی طرف سے نکلے اس کا کوئی ظاہری ٹوٹا پھوٹا جواب بھی نہ اس سے بن پڑا اور بیزبان ہو کر اپنی عاجزی کا معترف ہو گیا اور اللہ کی حجت اس پر پوری ہو گئی لیکن چونکہ ہدایت نصیب نہ تھی راہ یافتہ نہ ہو سکا، ایسے بد وضع لوگوں کو اللہ کوئی دلیل نہیں سجھاتا اور وہ حق کے مقابلے میں بغلیں جھانکتے ہی نظر آتے ہیں، ان پر اللہ کا غضب و غصہ اور ناراضگی ہوتی ہے اور اس کیلئے اس جہاں میں بھی سخت عذاب ہوتے ہیں۔

بعض منطقیوں نے کہا ہے کہ حضرت خلیل اللہ نے یہاں ایک واضح دلیل کے بعد دوسری اس سے بھی زیادہ واضح دلیل پیش کر دی، لیکن درحقیقت یوں نہیں بلکہ پہلی دلیل دوسری کا مقدمہ تھی اور ان دونوں میں سے نمرود کے دعویٰ کا بطلان بالکل واضح ہو گیا، اصل دلیل پیدائش و موت ہی ہے چونکہ اس کا دعویٰ اس ناسمجھ مشت خاک نے بھی کیا تو لازم تھا کہ جو بنانے بگاڑنے پر نہ صرف قادر ہو بلکہ بناؤ بگاڑ کا بھی خالق ہو اس کی ملکیت پوری طرح اسی کے قبضہ میں ہونی چاہئے اور جس طرح موت و حیات کے احکام اس کے جاری ہو جاتے ہیں اسی طرح دوسرے احکام بھی جاری ہو جائیں، پھر کیا وجہ ہے کہ سورج جو کہ ایک مخلوق ہے اس کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری نہ کرے اور اس کے کہنے سے مشرق کی بجائے مغرب سے نہ نکلے؟ پس ابراہیم نے اس پر اس مباحثہ میں کھلا غلبہ پایا اور اسے بالکل لاجواب کر دیا۔

حضرت سدی فرماتے ہیں یہ مناظرہ حضرت ابراہیم کے آگ سے نکل آنے کے بعد ہوا تھا اس سے پہلے آپ کی اس ظالم بادشاہ سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی، زید بن اسلم کا قول ہے کہ قحط سالی تھی، لوگ نمرود کے پاس جاتے تھے اور غلہ لے آتے تھے،

حضرت خلیل اللہ بھی گئے، وہاں یہ مناظرہ ہو گیا بد بخت نے آپ کو غلہ نہ دیا، آپ خالی ہاتھ واپس آئے، گھر کے قریب پہنچ کر آپ نے دونوں بوریوں میں ریت بھر لی کہ گھر والے سمجھیں کچھ لے آئے، گھر آتے ہی بوریاں رکھ کر سو گئے، آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ اٹھیں بوریوں کو کھولا تو دیکھا کہ عمدہ اناج سے دونوں پر ہیں، کھانا پکا کر تیار کیا، آپ کی بھی آنکھ کھلی دیکھا کہ کھانا تیار ہے، پوچھا اناج کہاں سے آیا، کہا دو بوریاں جو آپ بھر کر لائے ہیں، انہیں میں سے یہ اناج نکالا تھا، آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ جل شانہ کی طرف سے برکت اور اس کی رحمت ہے، اس نا ہنجار بادشاہ کے پاس اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا اس نے آ کر اسے توحید کی دعوت دی لیکن اس نے قبول نہ کی، دوبارہ دعوت دی لیکن انکار کیا تیسری مرتبہ اللہ کی طرف بلایا لیکن پھر بھی یہ منکر ہی رہا۔ اس بار بار کے انکار کے بعد فرشتے نے اس سے کہا اچھا تو اپنا لشکر تیار کر میں بھی اپنا لشکر لے آتا ہوں، نمرود نے بڑا بھاری لشکر تیار کیا اور زبردست فوج کو لے کر سورج نکلنے کے میدان میں آ ڈٹا، ادھر اللہ تعالیٰ نے مچھروں کا ایک دروازہ کھول دیا، بڑے بڑے مچھر اس کثرت سے آئے کہ لوگوں کو سورج بھی نظر نہ آتا تھا، اللہ کی یہ فوج نمرودیوں پر گری اور تھوڑی دیر میں ان کا خون تو کیا ان کا گوشت پوست سب کھا گئی اور سارے کے سارے یہیں ہلاک ہو گئے، ہڈیوں کا ڈھانچہ باقی رہ گیا، انہی مچھروں میں سے ایک نمرود کے نتھنے میں گھس گیا اور چار سو سال تک اس کا دماغ چاٹتا رہا ایسے عذاب میں وہ رہا کہ اس سے موت ہزاروں درجہ بہتر تھی اپنا سر دیواروں اور پتھروں پر مارتا پھرتا تھا، ہتھوڑوں سے کچلواتا تھا، یونہی رینگ رینگ کر بدنصیب نے ہلاکت پائی۔

| |
|---|
| اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ مسمار ہوئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر بولا اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس پھر زندہ کر دیا، فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا، عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے اور پانی کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا بولا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے، |

## حضرت عزیر علیہ السلام کی سو سالہ نیند کا بیان

"اَوْ" رَاَيْتَ "كَالَّذِىْ" اَلْكَافُ زَائِدَةٌ "مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ" هِىَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ رَاكِبًا عَلٰى حِمَارٍ وَمَعَهٗ سَلَّةُ

تِیْن وَقَدَح عَصِیر وَهُوَ عُزَیْر "وَهِیَ خَاوِیَة" سَاقِطَة "عَلٰی عُرُوشِهَا" سُقُوطِهَا لَمَّا خَرَّبَهَا بُخْتُنَصَّر "قَالَ اَنّٰی" کَیْفَ "یُحْیِی هٰذِهِ اللّٰه بَعْد مَوْتهَا" اسْتِعْظَامًا لِقُدْرَتِهِ تَعَالٰی "فَاَمَاتَهُ اللّٰه" فَاَمَاتَهُ اللّٰه وَاَلْبَثَهُ "مِائَة عَام ثُمَّ بَعَثَهُ" اَحْیَاهُ لِیُرِیَهُ کَیْفِیَّة ذٰلِكَ "قَالَ" قَالَ تَعَالٰی لَهُ "کَمْ لَبِثْت" مَکَثْت هُنَا "قَالَ لَبِثْت یَوْمًا اَوْ بَعْض یَوْم" لِاَنَّهُ نَامَ اَوَّل النَّهَار فَقُبِضَ وَاُحْیِیَ عِنْد الْغُرُوب فَظَنَّ اَنَّهُ یَوْم النَّوْم "قَالَ بَلْ لَبِثْت مِائَة عَام فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامك" التِّین "وَشَرَابك" الْعَصِیر "لَمْ یَتَسَنَّهُ" لَمْ یَتَغَیَّر مَعَ طُول الزَّمَان وَالْهَاء قِیلَ اَصْل مِنْ سَانَهْت وَقِیلَ لِلسَّکْتِ مِنْ سَانَیْت وَفِیْ قِرَاءَة بِحَذْفِهَا "وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارك" کَیْفَ هُوَ فَرَاٰهُ مَیِّتًا وَّعِظَامه بِیض تَلُوح "وَلِنَجْعَلك اٰیَة" عَلَی الْبَعْث "لِلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَام" مِنْ حِمَارك "کَیْفَ نُنْشِزُهَا" نُحْیِیهَا بِضَمِّ النُّوْن وَقُرِءَ بِفَتْحِهَا مِنْ اَنْشَزَ وَنَشَزَ - لُغَتَانِ - وَفِیْ قِرَاءَة بِضَمِّهَا وَالزَّای - نُحَرِّکهَا وَنَرْفَعهَا "ثُمَّ نَکْسُوهَا لَحْمًا" فَنَظَرَ اِلَیْهِ وَقَدْ تَرَکَّبَتْ وَکُسِیَتْ لَحْمًا وَّنُفِخَ فِیْهِ الرُّوح وَنَهَقَ "فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهُ" ذٰلِكَ بِالْمُشَاهَدَةِ "قَالَ اَعْلَم" عِلْم مُشَاهَدَة "أن الله علی کل شیء قدیر" وَفِیْ قِرَاءَة اعْلَمْ اَمْر مِنَ اللّٰه لَهُ،

یا اس کی طرح جو گزرا۔ یہاں کاف زائدہ ہے۔ ایک بستی یعنی پر جو بیت المقدس تھی۔ حضرت عزیر علیہ السلام اپنے گدھے پر سوار ہو کر گزرے آپ کے ساتھ ایک انجیر کی ٹوکری اور ایک انگور کا پیالہ تھا۔ اور وہ مسمار ہوئی پڑی تھی اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی کیونکہ اس کو بخت نصر نے خراب کیا تھا' تو آپ نے کہا کہ اسے کیونکر جلائے گا اللہ اس کی موت کے بعد، یعنی اللہ کی قدرت کو عظیم جانتے ہوئے بہ طور تعجب کہہ دی۔ تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس۔ پھر زندہ کر دیا، تاکہ آپ پر زندگی کی کیفیت کو ظاہر کرے۔ فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا، عرض کی دن بھر ٹھہرا ہوں گا یا کچھ کم، کیونکہ آپ دن کے اول حصے میں سوئے تو آپ کی روح کو قبض کر لیا گیا اور دن کے آخر حصے یعنی غروب کے وقت آپ کو زندہ کیا گیا تو آپ نے اسی لئے ایک دن کا گمان کیا۔ فرمایا نہیں تجھے سو برس گزر گئے اور اپنے کھانے یعنی انجیر اور پانی یعنی انگور کو دیکھ کہ اب تک بو نہ لایا یعنی طویل مدت گزرنے کے باوجود اس میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ اور یہاں پر ہاء اصلی ہے یعنی سانہت سے مشتق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے سانیت سے ہے۔ اور ایک قرأت میں حذف ھاء سے بھی آیا ہے۔ کہ اور اپنے گدھے کو دیکھ کہ جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں یعنی وہ تو مردہ ہے لیکن اس کی ہڈیاں سفید چمکدار ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ تجھے ہم لوگوں کے واسطے نشانی کریں کہ ہم کس طرح مرنے کے بعد زندہ کرتے ہیں۔ اور ان ہڈیوں کو دیکھ کیونکر ہم انہیں اٹھان دیتے یعنی زندہ کرتے ہیں۔ یہاں ننشزھا یہ نون کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور انشز، نشز میں دو قرأتیں ہیں ایک قرأت نون وزاء کے ضمہ کے ساتھ ہے۔ ہم اس کو حرکت دیتے ہیں پھر اس کو بلند کرتے ہیں۔ پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں یعنی حضرت عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ ہڈیاں آپس میں جڑ گئیں

پھران پر گوشت آیا اور پھران میں روح کو پھونک دیا گیا تو وہ بولنے لگیں۔ جب یہ معاملہ اس پر ظاہر ہو گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام نے کہا میں خوب جانتا ہوں یعنی میں اس مشاہدے سے یقینی علم حاصل ہو چکا ہے کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اور ایک قرأت میں اعلم بیہ امر کے صیغہ کے ساتھ آیا ہے یعنی حضرت عزیر علیہ السلام کو مشاہدے کا حکم دیا گیا تھا۔

## حضرت عزیر علیہ السلام کے معجزات کا بیان

اکثر مفسرین کے قول کے مطابق یہ واقعہ عُزیر علیہ السلام کا ہے اور بستی سے بیت المقدس مراد ہے جب بخت نصر بادشاہ نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کو قتل کیا گرفتار کیا تباہ کر ڈالا پھر حضرت عُزیر علیہ السلام وہاں گزرے آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک دراز گوش پر سوار تھے تمام بستی میں پھرے کسی شخص کو وہاں نہ پایا بستی کی عمارتوں کو منہدم دیکھا تو آپ نے براہ تعجب کہا (اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا) اور آپ نے اپنی سواری کے حمار کو وہاں باندھ دیا اور آپ نے آرام فرمایا اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے شاہان فارس میں سے ایک بادشاہ کو مسلط کیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچا اور اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقہ پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہے تھے اللہ تعالیٰ انہیں پھر یہاں لایا اور وہ بیت المقدس اور اس کے نواح میں آباد ہوئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عُزیر علیہ السلام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا جب آپ کی وفات کو سو برس گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا پہلے آنکھوں میں جان آئی ابھی تک تمام جسم مردہ تھا وہ آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا یہ واقعہ شام کے وقت غروب آفتاب کے قریب ہوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم یہاں کتنے دن ٹھہرے آپ نے اندازہ سے عرض کیا کہ ایک دن یا کچھ کم آپ کا خیال یہ ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے' فرمایا بلکہ تم سو برس ٹھہرے اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے رس کو دیکھئے کہ ویسا ہی ہے اس میں بو تک نہ آئی اور اپنے گدھے کو دیکھئے دیکھا تو وہ مر گیا تھا گل گیا' اعضاء بکھر گئے تھے ہڈیاں سفید چمک رہی تھیں آپ کی نگاہ کے سامنے اس کے اعضاء جمع ہوئے اعضاء اپنے اپنے مواقع پر آئے ہڈیوں پر گوشت چڑھا گوشت پر کھال آئی بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز کرنے لگا۔

آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے پھر آپ اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے سر اقدس اور ریش مبارک کے بال سفید تھے عمر وہی چالیس سال کی تھی کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں رہ گئے تھے۔ وہ نابینا ہو گئی تھی وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا تھا آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عُزیر کا مکان ہے اس نے کہا ہاں، اور عُزیر کہاں، انہیں مفقود ہوئے سو برس گزر گئے یہ کہہ کر خوب روئی۔

آپ نے فرمایا میں عُزیر ہوں اس نے کہا سبحان اللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے سو برس مردہ رکھا پھر

زندہ کیا اس نے کہا حضرت عُزیر مستجاب الدعوات تھے جو دعا کرتے قبول ہوتی آپ دعا کیجئے میں بینا ہو جاؤں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں آپ نے دعا فرمائی وہ بینا ہوئی آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اٹھ خدا کے حکم سے یہ فرماتے ہی اس کے مارے ہوئے پاؤں درست ہو گئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بیشک حضرت عُزیر ہیں وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلہ میں لے گئی وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہو چکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہو چکے تھے بوڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عُزیر تشریف لے آئے اہل مجلس نے اس کو جھٹلایا اس نے کہا مجھے دیکھو آپ کی دعا سے میری یہ حالت ہو گئی لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے شانوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال تھا جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ نہ رہا تھا کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔

آپ نے تمام توریت حفظ پڑھ دی ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بختِ نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کر دی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے اس پتہ پر جستجو کر کے توریت کا وہ مدفون نسخہ نکالا گیا اور حضرت عُزیر علیہ السلام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔ (تفسیر جمل)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْکَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ |
| اور جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھا دے تو کیونکر مردے جلائے گا فرمایا کیا تجھے یقین نہیں عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے فرمایا تو اچھا، چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے پھر انہیں بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے۔ پاؤں سے دوڑتے اور جان رکھ کہ اللہ غالب حکمت والا ہے۔ |

## مردہ پرندوں کو پکارا تو وہ زندہ ہوتے ہوئے آئے

"وَ" اُذْکُرْ "اِذْ قَالَ اِبْرَاهِیمُ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی قَالَ" تَعَالٰی لَهٗ "اَوَلَمْ تُؤْمِنْ" بِقُدْرَتِیْ عَلَی الْاِحْیَاءِ سَاَلَهٗ مَعَ عِلْمِهٖ بِاِیْمَانِهٖ بِذٰلِكَ لِیُجِیبَهٗ بِمَا سَاَلَ فَیَعْلَمَ السَّامِعُوْنَ غَرَضَهٗ "قَالَ بَلٰی" بَلٰی اٰمَنْتُ "وَلٰکِنْ" سَاَلْتُكَ "لِیَطْمَئِنَّ" یَسْکُنَ "قَلْبِیْ" بِالْمُعَایَنَةِ الْمَضْمُوْمَةِ اِلَی الِاسْتِدْلَالِ "قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ" بِکَسْرِ الصَّادِ وَضَمِّهَا اَمِلْهُنَّ اِلَیْكَ وَقَطِّعْهُنَّ وَاخْلِطْ لَحْمَهُنَّ وَرِیشَهُنَّ فَاَخَذَ طَاوُوسًا وَّنَسْرًا وَّغُرَابًا وَّدِیکًا وَّفَعَلَ بِهِنَّ مَا ذُکِرَ وَاَمْسَكَ رُءُوسَهُنَّ عِنْدَهٗ

وَدَعَاهُنَّ فَتَطَايَرَتْ الْاَجْزَاءُ اِلٰى بَعْضِهَا حَتّٰى تَكَامَلَتْ ثُمَّ اَقْبَلَتْ اِلٰى رُءُوْسِهَا "ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ" مِنْ جِبَالِ اَرْضِكَ "منهن جزءا ثم اُدْعُهُنَّ" اِلَيْكَ "يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا" سَعْيًا سَرِيْعًا "وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ" لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ "حَكِيْمٌ" فِيْ صُنْعِهِ،

اور یاد کریں جب عرض کی ابراہیم نے اے رب میرے مجھے دکھادے تو کیونکر مردے جلائے گا تو اللہ تعالی نے فرمایا کیا تجھے یقین نہیں۔یعنی میری اس قدرت پر جس سے میں زندہ کرتا ہوں تو اللہ تعالی کا یہ سوال ابراہیم کے ایمان کا علم ہونے کے باوجود کرنا اس لئے تھا تا کہ ان کو جواب دیا جائے۔تا کہ سننے والے مقصد کو سمجھ جائیں۔عرض کی یقین کیوں نہیں مگر یہ چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آ جائے۔یعنی اس معائنہ سے دیکھنا چاہتا ہوں جس استدلال سے ملا ہوا ہے۔فرمایا تو اچھا، چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلا لے۔اور یہاں یہ صیغہ صاد کے کسرہ اور ضمہ کے آیا ہے۔یعنی ان کو اپنی طرف مائل کرو۔اور ان کے ٹکڑوں کو مکس کر دو اور ان کے گوشت اور پروں کو ملا جلا دو، تو آپ نے مور، مرغا، کوا اور گرگس کبوتر کو پکڑا۔اور ان کے ساتھ ایسا ہی کیا۔جس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ان کے سروں سے پکڑ لیا۔اور ان کو پکارا۔تو پرندوں کے اجزاء ان کے سروں کی جانب دوڑے۔پس پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے یعنی زمین کے پہاڑوں پر رکھ دیا۔پھر انہیں اپنے پاس بلا وہ تیرے پاس چلے آئیں گے۔یعنی تیز پاؤں سے دوڑتے آئے۔اور جان رکھ کہ اللہ غالب یعنی اس کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۶۰ کے سبب نزول کا بیان

مفسرین نے لکھا ہے کہ سمندر کے کنارے ایک آدمی مرا پڑا تھا جوار بھاٹے میں سمندر کا پانی چڑھتا اترتا رہتا ہے جب پانی چڑھتا تو مچھلیاں اس لاش کو کھاتیں جب اتر جاتا تو جنگل کے درندے کھاتے جب درندے جاتے تو پرند کھاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ ملاحظہ فرمایا تو آپ کو شوق ہوا کہ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ مردے کس طرح زندہ کئے جائیں گے آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا یارب مجھے یقین ہے کہ تو مردوں کو زندہ فرمائے گا اور انکے اجزاء دریائی جانوروں اور درندوں کے پیٹ اور پرندوں کے پوٹوں سے جمع فرمائے گا لیکن میں یہ عجیب منظر دیکھنے کی آرزو رکھتا ہوں مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کیا ملک الموت حضرت رب العزت سے اذن لے کر آپ کو یہ بشارت سنانے آئے آپ نے بشارت سن کر اللہ کی حمد کی اور ملک الموت سے فرمایا کہ اس خُلت کی علامت کیا ہے انہوں نے عرض کیا یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرمائے اور آپ کے سوال پر مردے زندہ کرے تب آپ نے یہ دعا کی۔(خازن)

## دلائل کے سبب ایمان کے مضبوط ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے لائق ہیں، جب انہوں نے کہا تھا رب ارنی کیف تحی الموتی (اے پروردگار مجھے دکھا دے کہ تو مردوں کو کس

طرح جلائے گا) اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے جو رکن شدید، کا سہارا پکڑنا چاہتے تھے۔ اور اگر میں قید خانے میں اتنی طویل مدت تک رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں یقیناً بلانے والے کی دعوت قبول کر لیتا۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 270)

## مردہ جسموں کا اپنے اعضاء کی پہچان کرنے کا بیان

مفسرین کے اس بارے میں کئی قول ہیں کہ کون کون سے پرندے حضرت ابراہیم نے لئے تھے؟ لیکن ظاہر ہے کہ اس کا علم ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور اس کا نہ جاننا ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا، کوئی کہتا ہے وہ کلنگ اور مور اور مرغ اور کبوتر تھے، کوئی کہتا ہے وہ مرغابی اور سیمرغ کا بچہ اور مرغ اور مور تھے، کوئی کہتا ہے کبوتر، مرغ، مور اور کوا تھے، پھر انہیں کاٹ کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، حضرت ابن عباس یہی فرماتے ہیں اور روایت میں ہے اپنے پاس رکھ لیا، جب ہل گئے انہیں ذبح کر دیا، پھر ٹکڑے ٹکڑے الگ الگ کر دیئے، پس آپ نے چار پرند لئے، ذبح کر کے ان کے ٹکڑے کئے پھر اکھیڑ دیئے اور سارے مختلف ٹکڑے آپس میں ملا دیئے، پھر چاروں پہاڑوں پر وہ ٹکڑے رکھ دیئے اور سب پرندوں کے سر اپنے ہاتھ میں رکھے، پھر بحکم الہ انہیں بلانے لگے جس جانور کو آواز دیتے اس کے بکھرے ہوئے پر ادھر ادھر سے اڑتے اور آپس میں جڑتے اسی طرح خون خون کے ساتھ ملتا اور باقی اجزاء بھی جس جس پہاڑ پر ہوتے آپس میں مل جاتے اور پرندہ اڑتا ہوا آپ کے پاس آتا، آپ اسے دوسرے پرند کا سر دیتے تو وہ قبول نہ کرتا، خود اس کا سر دیتے تو وہ بھی جڑ جاتا، یہاں تک کہ ایک ایک کر کے یہ چاروں پرند زندہ ہو کر اُڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اور مردوں کے زندہ ہونے کا یہ ایمان افروز نظارہ خلیل اللہ نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔

| |
|---|
| مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں، اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے، اضافہ فرما دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اضافہ ہونے کا بیان

"مَثَلُ" صِفَةُ نَفَقَاتِ "الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اَيْ طَاعَته "كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ" فَكَذٰلِكَ نَفَقَاتهمْ تَضَاعَفَ سَبْع مِائَةِ ضِعْف "وَاللّٰهُ يُضَاعِف" اَكْثَر مِنْ ذٰلِكَ "لِمَنْ يَّشَاء وَاللّٰهُ وَاسِع" فَضْله "عَلِيْم" بِمَنْ يَّسْتَحِقّ الْمُضَاعَفَة،

جو لوگ اللہ کی راہ یعنی طاعت کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اگیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں، یعنی اس طرح ان کے خرچ کردہ کو سات سو گنا تک بڑھا دیتے ہیں۔ اور اللہ جس کے

لئے چاہتا ہے، اضافہ فرما دیتا ہے، اور اللہ اپنے فضل میں بڑی وسعت والا، کون اضافے کا حقدار اس کو خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے سبب اجر بڑھ جانے کا بیان

حضرت علی، حضرت ابودرداء حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوامامہ، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت جابر ابن عبداللہ اور حضرت عمران ابن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین یہ سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی راہ میں جہاد میں روپیہ پیسہ اور سامان واسباب بھیجا اور خود اپنے گھر میں بیٹھا رہا یعنی جہاد میں خود شریک نہیں ہوا بلکہ روپے پیسے اور سامان سے جہاد میں مدد کی تو اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات سو درہم کا ثواب ملے گا اور جس شخص نے بنفس خود جہاد بھی کیا اور جہاد میں روپیہ پیسہ اور مال بھی خرچ کیا یعنی لڑائی میں خود شریک بھی ہوا اور مالی مدد بھی پہنچائی تو اس کو ہر درہم کے بدلے سات لاکھ درہم کا ثواب ملے گا کیونکہ اس نے اپنے نفس کو بھی مشقت و دکھ میں مبتلا کیا اور اپنا مال بھی خرچ کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی ( وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ) یعنی اللہ تعالیٰ جس کے چاہتا ہے اس کے ثواب میں اور اضافہ کرتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 971)

آیت تلاوت فرما کر گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف اشارہ کیا کہ یہاں ثواب کی جو مقدار بیان کی گئی ہے وہ کوئی آخری حد نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے کہ وہ چاہے گا تو اس مقدار سے بھی زیادہ اور کہیں زیادہ ثواب عطا فرمائے گا۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ |
| عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ |
| جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے ہوئے کے پیچھے نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت دیتے ہیں |
| ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ |

## دوسروں پر بھلائی نہ جتلانے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَا اَنْفَقُوا مَنًّا" مَنًّا عَلَى الْمُنْفَق عَلَيْهِ بِقَوْلِهِمْ مَثَلًا : قَدْ اَحْسَنْتُ اِلَيْهِ وَجَبَرْتُ حَاله "وَلَا اَذًى" وَلَا اَذًى لَهُ بِذِكْرِ ذٰلِكَ اِلٰى مَنْ لَّا يُحِبّ وُقُوفه عَلَيْهِ وَنَحْوه "لَهُمْ اَجْرهمْ" ثَوَاب اِنْفَاقهمْ "عِنْد رَبّهمْ وَلَا خَوْف عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَة،

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں پھر اپنے خرچ کئے ہوئے کے پیچھے نہ احسان جتلاتے ہیں یعنی جس پر انہوں نے خرچ کیا ہے اس پر زبانی طور پر جیسے یہ کہنا کہ میں نے اس کے ساتھ بھلائی کی ہے یا اس کی بری حالت کو سنبھالا ہے۔ اور نہ اذیت دیتے ہیں یعنی اس طرح اس کو ذکر کرنا جس کو وہ پسند نہیں کرتا۔ اور ایسے ہی کسی طرح بھی ذکر

کرنا۔ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اوران پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ آخرت میں غمگین ہوں گے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۶۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت عثمان غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے حق میں نازل ہوئی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کے لئے ایک ہزار اونٹ مع سامان پیش کئے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم صدقہ کے بارگاہ رسالت میں حاضر کئے اور عرض کیا کہ میرے پاس کل آٹھ ہزار درہم تھے نصف میں نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے رکھ لئے اور نصف راہ خدا میں حاضر ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیئے اور جو تم نے رکھے اللہ تعالیٰ دونوں میں برکت فرمائے۔(تفسیر خازن)

## سات گنا تک نیکی کے ثواب کے بڑھ جانے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق واخلاص کے مطابق سات سوگنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔

جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

| |
|---|
| قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ○ |
| نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد دل آزاری ہو، اور اللہ بے نیاز بڑا حلم والا ہے۔ |

## اچھی بات کا صدقہ سے افضل ہونے کا بیان

"قَوْلٌ مَعْرُوْف" كَلَام حَسَن وَرَدّ عَلَى السَّائِل جَمِيْل "وَمَغْفِرَة" مَغْفِرَة لَهُ فِيْ اِلْحَاحه "خَيْر مِنْ صَدَقَة يَتْبَعهَا اَذًى" بِالْمَنِّ وَتَعْيِير لَهُ بِالسُّؤَالِ "وَاللّٰهُ غَنِيّ" عَنْ صَدَقَة الْعِبَاد "حَلِيْم" بِتَأْخِيرِ الْعُقُوبَة عَنْ الْمَانّ وَالْمُؤْذِي،

نرمی کے ساتھ گفتگو کرنا یعنی اچھے کلام سے بات چیت کرنا اور سائل سے بھلائی کرنا اور درگزر کرنا اس صدقہ سے کہیں بہتر ہے جس کے بعد دل آزاری ہو، یعنی احسان جتلا کر یا اس کو سوال پر شرمندگی دلا کر تکلیف دینا۔ اور اللہ بندوں کے صدقہ سے بے نیاز، احسان جتلانے والے اور تکلیف دینے والے پر بڑا حلم والا ہے۔

## اچھے اخلاق اپنانے کی فضیلت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کروں اور اچھے کاموں کو پورا کروں۔ (شرح السنۃ، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 352)

اخلاق خلق کی جمع ہے جس کی معنی طبعی خصلت اور باطنی صفت کے ہیں اور شمائل "شمال کی جمع ہے جس کے معنی عادت اور خو کے ہیں پس پچھلے باب میں مؤلف کتاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری شکل وصورت سے متعلق احادیث نقل کیں جس کو صورت اور خلق کہا جاتا ہے اب یہ باب قائم کر کے ان احادیث کو نقل کیا گیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اوصاف وخصائل ذکر کئے گئے ہیں، جن کو سیرت اور خلق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ باطنی اوصاف یا سیرت وخلق سے مراد مردانگی، شجاعت سخاوت، نرمی مروت محبت تحمل تواضع رحم وکرم اور شرم وحیا وغیرہ ہیں۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا |
| يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا |
| يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ |
| اے ایمان والو! اپنے صدقات احسان جتا کر اور دُکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کر لیا کرو جو مال لوگوں کے دکھانے کے لئے |
| خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ روزِ قیامت پر، اس کی مثال ایک ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی |
| ہو پھر اس پر زوردار بارش ہو تو وہ اسے (پھر وہی) سخت اور صاف (پتھر) کر کے ہی چھوڑ دے، سو اپنی کمائی میں سے ان کے ہاتھ |
| کچھ بھی نہیں آئے گا، اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## ریاکاری کیلئے خرچ کرنے والے کی مثال کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ" اَيْ اُجُورَهَا "بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى" اِبْطَالًا بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى "كَالَّذِيْ" اَيْ كَاِبْطَالِ نَفَقَة الَّذِيْ "يُنْفِق مَاله رِئَاء النَّاس" مُرَائِيًا لَهُمْ "وَلَا يُؤْمِن بِاللّٰهِ وَالْيَوْم الْاٰخِر" هُوَ الْمُنَافِق "فَمَثَله كَمَثَلِ صَفْوَان" حَجَر اَمْلَس "عَلَيْهِ تُرَاب فَاَصَابَهٗ وَابِل" مَطَر شَدِيْد "فَتَرَكَهٗ صَلْدًا" صُلْبًا اَمْلَس لَا شَيْء عَلَيْهِ "لَا يَقْدِرُوْنَ" اسْتِئْنَاف لِبَيَانِ مَثَل الْمُنَافِق الْمُنْفِق رِئَاء النَّاس

وَجَمْعُ الضَّمِيرِ بِاعْتِبَارِ مَعْنَى الَّذِیْ "عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا" عَمِلُوْا اَیْ لَا یَجِدُوْنَ لَهُ ثَوَابًا فِی الْاٰخِرَةِ كَمَا لَا يُوجَدُ عَلَى الصَّفْوَانِ شَیْءٌ مِنَ التُّرَابِ الَّذِیْ كَانَ عَلَيْهِ لِاِذْهَابِ الْمَطَرِ لَهُ "والله لا يهدی القوم الكافرين"

اے ایمان والو! اپنے صدقات یعنی ان کے ثواب کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح برباد نہ کر لیا کرو جو مال لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے یعنی ریا کاری والے کی طرح نہ کرو۔ اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نہ روز قیامت پر، یعنی وہ منافق ہے۔ اس کی مثال ایک ایسے چکنے پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو پھر اس پر زوردار بارش ہو تو وہ اسے (پھر وہی) سخت اور صاف پتھر کر کے ہی چھوڑ دے، یعنی ایسی ہی چکناہٹ والا جس کوئی چیز نہ ٹھہر سکے۔ سو اپنی کمائی میں سے ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا، یہ نیا جملہ ہے۔ یہ اس مثال کو بیان کرنے والا ہے کہ منافق لوگوں کو دیکھانے کیلئے خرچ کرتا ہے۔ اور الذی کے معنی کی رعایت کرنے کیلئے ''لَا یَقْدِرُوْنَ '' کو جمع لایا گیا ہے۔ اور عمل میں سے کچھ نہ پائیں گے یعنی آخرت میں اس کوئی ثواب نہ ملے گا جس طرح صفوان پر کوئی مٹی نہیں رہتی۔ کیونکہ اس کو بارش لیکر گئی ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## صفوان کے لغوی مفہوم کا بیان

صفوان، جمع ہے اسکا مفرد صفوانہ ہے۔ یعنی صاف پتھر، وابل، موتی بوند والی بارش کو کہتے ہیں۔ صلد کے معنی ہیں صاف پتھر ہیں۔ ایک مضبوط پتھر فرض کریں کہ جس کے اُوپر گردہ خاک کی ہلکی پرت جم گئی ہو۔ اس خاک پر بیج بکھیر دیا جائیں جو ہوا اور سورج کی دھوپ کی زد میں ہیں۔ پھر اس پر موٹی بوند بارش پڑ جائے واضح ہے کہ شدید بارش اس پتھر پر پڑی ہوئی گرد کو بیج سمیت بہالے جائے گی اور سخت پتھر اپنی سختی کے ساتھ آشکار ہو جائے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آفتاب دھوپ کی کھلی ہوا اور بارش کے پڑنے کا کوئی برا اثر ہے بلکہ بیج نامناسب جگہ بویا گیا تھا۔ جس کا ظاہر تو صحیح تھا، باطن بہت سخت تھا۔ وہ قابل نفوذ نہ تھا۔ صرف اس پر گرد جم گئی تھی جبکہ نباتات زمین کی ظاہری سطح کی آمادگی کے علاوہ اسکی باطنی سطح اور گہرائی کی آمادگی بھی چاہتے ہیں تا کہ اس میں ان کی جڑیں اتر جائیں۔ اور وہ اس سے غذا حاصل کریں۔ قرآن نے ریاکارانہ اعمال اور احسان جتانے اور آزار رسانی کے ساتھ دیئے گئے صدقہ کو سخت پتھر پر پڑی ہوئی خاک سے تشبیہ دی ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا بلکہ اس سے بیج بونے والے اور باغبان کی زحمت میں اضافہ ہوگا۔

## قیامت کے دن ریاکار کی مذمت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان شہرت دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس "ریاکارانہ عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دے گا۔ (یعنی جو شخص کوئی نیک کام کر کے لوگوں کو یہ سنائے گا کہ اس نے یہ کام کیا ہے، اور اس کے ذریعہ اس کا مقصد شہرت و عزت حاصل کرنا ہوگا

اللہ تعالیٰ اس کی اس ریاکاری کو ظاہر کر دے گا اور لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچا دے گا کہ یہ شخص ریاکار اور غیر مخلص ہے نیز (قیامت کے دن) اس کو رسوا کرے گا اور (دنیا وآخرت میں) ذلت وخواری سے دوچار کرے گا۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1249)

| |
|---|
| وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۭ بِرَبْوَةٍ |
| اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| اور ان کی مثال جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو اس باغ کی سی ہے جو رتیلی زمین پر ہو |
| اس پر زور کا پانی پڑا تو دُوگنا میوے لایا پھر اگر زور کی بارش اسے نہ پہنچے تو شبنم کافی ہے اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## اللہ کی رضا کو طلب کرنے کیلئے خرچ کرنے والے کا بیان

"وَمَثَل" وَمَثَل نَفَقَات "الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالهمْ ابْتِغَاء" طَلَب "مَرْضَات اللّٰه وَتَثْبِيتًا مِنْ اَنْفُسهمْ" اَيْ تَحْقِيقًا لِلثَّوَابِ عَلَيْهِ بِخِلَافِ الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُونَهُ لِاِنْكَارِهِمْ لَهُ وَمِنْ ابْتِدَائِيَّة "كَمَثَلِ جَنَّة" بُسْتَان "بِرَبْوَةٍ" بِضَمِّ الرَّاء وَفَتْحهَا مَكَان مُرْتَفِع مُسْتَوٍ "اَصَابَهَا وَابِل فَاٰتَتْ" اَعْطَتْ "اُكُلهَا" بِضَمِّ الْكَاف وَسُكُونهَا ثَمَرهَا "ضِعْفَيْنِ" مِثْلَيْ مَا يُثْمِر غَيْرهَا "فَاِنْ لَمْ يُصِبْهَا وَابِل فَطَلّ" مَطَر خَفِيف يُصِيبهَا وَيَكْفِيهَا لِارْتِفَاعِهَا الْمَعْنٰى: تُثْمِر وَتَزْكُو كَثُرَ الْمَطَر اَمْ قَلَّ فَكَذٰلِكَ نَفَقَات مَنْ ذُكِرَ تَزْكُو عِنْد اللّٰه كَثُرَتْ اَمْ قَلَّتْ "وَاللّٰه بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور ان کی مثال یعنی جو اپنے اموال کو اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل میں پکے رہتے ہیں۔ یعنی ان کا ثواب یقینی ہے جبکہ منافقین کیلئے کوئی ثواب نہ ہوگا کیونکہ وہ اس کی امید ہی نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ آخرت کے منکر ہیں اور یہاں پر من ابتدائیہ ہے۔ اس باغ کی سی ہے جو رتیلی زمین پر ہو اس پر زور کا پانی پڑا۔ یہاں پر ربوہ آیا ہے جو ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور بلند سیدھی جگہ کو ربوہ کہتے ہیں۔ یعنی اس باغ نے بارش ہونے کی وجہ سے دوسرے باغات کی بہ نسبت دُوگنا پھل لایا پھر اگر زور کی بارش اسے نہ پہنچے تو شبنم کافی ہے۔ یعنی بارش ہلکی سی ہو جائے تو اس کے بلند مقام ہونے کے سبب اس کیلئے وہی کافی ہے۔ یعنی بارش اگرچہ زیادہ ہو یا کم ہو ہر حالت میں اس کے پھل کثیر ہوتے ہیں۔ یعنی ایسے ایمان والوں کے اخراجات کا حال ہے کہ اگرچہ وہ تھوڑے ہوں یا زیادہ ہوں اللہ کے ہاں کے ان کا ثواب زیادہ ہے۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ پس وہ تمہیں اس کے ساتھ ثواب عطا فرمائے گا۔

اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۝

کیاتم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا، جس کے نیچے ندیاں بہتیں اس کے لئے، اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے، اور اسے بڑھاپا آیا اور اس کے ناتوان بچے ہیں تو آیا اس پر ایک بگولا جس میں آگ تھی تو جل گیا ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔

## احسان کر کے مال کو ضائع کرنے کا بیان

"اَيَوَدُّ" اَيُحِبُّ "اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْن لَهٗ جَنَّة" بُسْتَان "مِنْ نَخِيل وَاَعْنَاب تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار لَهٗ فِيْهَا" لَهٗ فِيْهَا ثَمَر "مِنْ كُلّ الثَّمَرَات وَ" وَقَدْ "اَصَابَهُ الْكِبَر" فَضَعُفَ مِنْ الْكِبَر عَنْ الْكَسْب "وَلَهٗ ذُرِّيَّة ضُعَفَاء" اَوْلَاد صِغَار لَا يَقْدِرُوْنَ عَلَيْهِ "فَاَصَابَهَا اِعْصَار" رِيح شَدِيْدَة "فِيْهِ نَار فَاحْتَرَقَتْ" فَفَقَدَهَا اَحْوَج مَا كَانَ اِلَيْهَا وَبَقِيَ هُوَ وَاَوْلَاده عَجَزَة مُتَحَيِّرِيْنَ لَا حِيلَة لَهُمْ وَهٰذَا تَمْثِيل لِنَفَقَةِ الْمُرَائِي وَالْمَانّ فِيْ ذَهَابهَا وَعَدَم نَفْعهَا اَحْوَج مَا يَكُوْن اِلَيْهَا فِي الْاٰخِرَة وَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي وَعَنْ ابْن عَبَّاس هُوَ الرَّجُل عَمِلَ بِالطَّاعَاتِ ثُمَّ بَعَثَ لَهُ الشَّيْطَان فَعَمِلَ بِالْمَعَاصِي حَتّٰى اَحْرَقَ اَعْمَاله "كَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّن اللّٰه لَكُمْ الْاٰيَات لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ" فَتَعْتَبِرُوْنَ،

کیاتم میں کوئی اسے پسند رکھے گا کہ اس کے پاس ایک باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا، جس میں پھل ہوں۔ جس کے نیچے ندیاں بہتیں اس کے لئے، اس میں ہر قسم کے پھلوں سے ہے، اور اسے بڑھاپا آیا یعنی بڑھاپے کی وجہ سے کمانے سے عاجز آگیا اور اس کے کمزور بچے ہیں یعنی چھوٹے ہیں جو کمانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تو ہوا کا ایک تیز بگولہ آیا جس میں آگ تھی تو جل گیا اور اس نے اس باغ کو اس وقت کھو دیا جبکہ اس کو اور اس کی اولاد اس کی سخت ضرورت تھی۔ اب وہ اور اس کی اولاد عاجز و بے بس اور حیران رہ گئے ہیں۔ اور ان کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہی مثال ریاکاری اور احسان جتلا کر مال خرچ کرنے والے کی ہے۔ لہٰذا آخرت میں جب اس کو مال کے نفع کی بہت ضرورت ہوگی وہ محروم رہے گا۔ اور یہاں استفہام بہ معنی نفی کے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بندہ طاعات پر عمل کرتا ہے۔ پھر اس کے پاس شیطان بھیج دیا جاتا ہے تو وہ شیطانی عمل کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا وہ عمل جلوا دیتا ہے۔ ایسا ہی بیان کرتا ہے اللہ تم سے اپنی آیتیں کہ کہیں تم دھیان لگاؤ۔ یعنی تم اللہ کی آیات سے عقلمندی کے کام کرو۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۶۶ کے شان نزول کا بیان

وہ باغ تو اس وقت اس کے رنج وغم اور حسرت ویاس کی کیا انتہا ہے یہی حال اس کا ہے جس نے اعمال حسنہ تو کئے ہوں مگر رضائے الٰہی کے لئے نہیں بلکہ ریا کی غرض سے اور وہ اس گمان میں ہو کہ میرے پاس نیکیوں کا ذخیرہ ہے مگر جب شدتِ حاجت کا وقت یعنی قیامت کا دن آئے تو اللہ تعالیٰ ان اعمال کو نامقبول کردے اور اس وقت اس کو کتنا رنج اور کتنی حسرت ہوگی ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ آپ کے علم میں یہ آیت کس باب میں نازل ہوئی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ یہ مثال ہے ایک دولت مند شخص کے لئے جو نیک عمل کرتا ہو پھر شیطان کے اغواء سے گمراہ ہو کر اپنی تمام نیکیوں کو ضائع کردے۔ (مدارک)

## خرچ کیے ہوئے مال کے برباد ہو جانے کا بیان

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے ایک دن صحابہ سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ انہوں نے کہا اللہ زیادہ جاننے والا، آپ نے ناراض ہو کر فرمایا تم جانتے ہو یا نہیں؟ اس کا صاف جواب دو، حضرت ابن عباس نے فرمایا امیر المومنین میرے دِل میں ایک بات ہے آپ نے فرمایا بھتیجے کہو اور اپنے نفس کو اتنا حقیر نہ کرو، فرمایا ایک عمل کی مثال دی گئی ہے، پوچھا کون سا عمل؟ کہا ایک مالدار شخص جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کرتا ہے پھر شیطان اسے بہکاتا ہے اور وہ گناہوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنے نیک اعمال کو کھو دیتا ہے، پس یہ روایت اس آیت کی پوری تفسیر ہے اس میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے ابتداء اچھے عمل کیے پھر اس کے بعد اس کی حالت بدل گئی اور برائیوں میں پھنس گیا اور پہلے کی نیکیوں کا ذخیرہ برباد کردیا، اور آخری وقت جبکہ نیکیوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی یہ خیال ہاتھ رہ گیا، جس طرح ایک شخص ہے، جس نے باغ لگایا پھل اتارتا ہو، لیکن جب بڑھاپے کے زمانہ کو پہنچا چھوٹے بچے بھی ہیں آپ کسی کام کاج کے قابل بھی نہیں رہا، اب مدارِ زندگی صرف وہ ایک باغ ہے اتفاقاً آندھی چلی پھر برائیوں پر اتر آیا اور خاتمہ اچھا نہ ہوا تو جب ان نیکیوں کے بدلے کا وقت آیا تو خالی ہاتھ رہ گیا، کافر شخص بھی جب اللہ کے ہاں جاتا ہے تو وہاں تو کچھ کرنے کی طاقت نہیں جس طرح اس بڑھے کو، اور جو کیا ہے وہ کفر کی آگ والی آندھی نے برباد کردیا، اب پیچھے سے بھی کوئی اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتا جس طرح اس بڑھے کی کم سن اولاد اسے کوئی کام نہیں دے سکتی۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا |
| الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ |
| اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اور اس میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے، خرچ کیا کرو اور اس میں |
| سے گندے مال کو خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ تم خود اسے ہرگز نہ لو سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کرلو، اور جان لو کہ |
| بیشک اللہ بے نیاز لائق ہر حمد ہے۔ |

## بیکار مال خرچ کرنے کا فائدہ نہ ہونے کا بیان

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوا" اَیْ زَکُّوا "مِنْ طَیِّبَات" جِیَاد "مَا کَسَبْتُمْ" مِنَ الْمَال "وَمِمَّا" وَمِنْ طَیِّبَات "اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْض" مِنَ الْحُبُوب وَالثِّمَار "وَلَا تَیَمَّمُوا" تَقْصِدُوْا "الْخَبِیْث" الرَّدِیْء "مِنْهُ" اَیْ مِنَ الْمَذْکُور "تُنْفِقُوْنَ" تُنْفِقُوْنَهٗ فِی الزَّکَاة حَال مِنْ ضَمِیر تَیَمَّمُوْا "وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ" اَیْ الْخَبِیث لَوْ اَعْطَیْتُمُوهُ فِیْ حُقُوقکُمْ "اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ" بِالتَّسَاهُلِ وَغَضّ الْبَصَر فَکَیْفَ تُؤَدُّونَ مِنْهُ حَقّ اللّٰه "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه غَنِیٌّ" عَنْ نَفَقَاتکُمْ "حَمِید" مَحْمُود عَلٰی کُلّ حَال،

اے ایمان والو! ان پاکیزہ کمائیوں میں سے اعلیٰ مال اور اس مال میں سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے، یعنی غلہ اور پھلوں کو نکالا ہے۔ خرچ کیا کرو یعنی زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اس میں سے گندے یعنی بیکار مال کو خرچ کرنے کا ارادہ مت کرو کہ تم خود اسے ہرگز نہ لو۔ یہاں ''تُنْفِقُوْن'' تیمموا کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی اگر خراب چیز تم کو دے دی جائے تو تم قبول نہ کرو گے۔ سوائے اس کے کہ تم اس میں چشم پوشی کرلو، یعنی نظرانداز کر جاؤ گے تو پھر ایسی چیز کو اللہ کے حق میں کیسے لاتے ہو۔ اور جان لو کہ بیشک اللہ بے نیاز یعنی تمہارے نفقات سے بے پرواہ ہے۔ ہر حالت میں وہی لائق حمد ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۶۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ یہ آیت ہم گروہ انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ہم کھجوروں والے تھے۔ ہم میں سے ہر کوئی اپنی قلت و کثرت کے موافق کھجوریں لے کر آتا، کوئی ایک خوشہ، کوئی دو خوشے اور انہیں مسجد میں لٹکا دیتا۔ اہل صفہ کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا تھا۔

ان میں سے جب کوئی آتا تو عصا سے خوشہ کو ضرب لگاتا تو اس سے تر اور خشک کھجوریں گر پڑتیں جنہیں وہ کھالیتا اور جنہیں نیکی کی رغبت نہ ہوتی تھی وہ ایسے خوشے لاتے جن میں ناقص اور ردی کھجوریں ہوتیں اور ٹوٹے پھوٹے خوشے لے کر آتے تب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ براء کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہر شخص اچھی کھجوریں لاتا۔ (ترمذی، ابواب التفسیر)

## اللہ کی رضا کیلئے مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! خرچ کر میں تیری ذات پر خرچ کروں گا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 323)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیواؤں اور مسکین کے لئے محنت اور مزدوری کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا یا رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 324)

| |
|---|
| اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے، محتاجی کا اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا اور اللہ تم سے وعدہ فرماتا ہے بخشش اور فضل کا |
| اور اللہ وسعت والا علم والا ہے، |

## شیطان کا انسان کو محتاجی کی طرف بلانے کا بیان

"الشَّيْطَان يَعِدكُمُ الْفَقْر " يُخَوِّفكُمْ بِهِ اِنْ تَصَدَّقْتُمْ فَتُمْسِكُوا "وَيَاْمُركُمْ بِالْفَحْشَاءِ " الْبُخل وَمَنْع الزَّكَاة "وَاللّٰهُ يَعِدكُمْ" عَلَى الْاِنْفَاق "مَغْفِرَة مِنْهُ" لِذُنُوبِكُمْ "وَفَضْلًا" رِزْقًا خَلَفًا مِنْهُ "وَاللّٰهُ وَاسِع" وَاسِع فَضْله "عَلِيم" بِالْمُنْفِقِ،

شیطان تمہیں اندیشہ دلاتا ہے، محتاجی کا، یعنی تمہیں صدقہ کرنے سے ڈراتا ہے لہذا تم رک جاؤ۔ اور حکم دیتا ہے بے حیائی کا یعنی کنجوسی اور زکوٰۃ نہ دینے کا حکم دیتا ہے۔ اور خرچ کرنے پر اللہ تم سے گناہوں کی بخشش کا وعدہ فرماتا ہے اور اور اس کے بعد فضل یعنی رزق عطا کرنے کا اور اللہ وسیع فضل والا، خرچ کرنے والے کو جاننے والا ہے۔

## گناہوں کے سبب رزق میں تنگی ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان پر ایک تصرف تو شیطان کا ہوا کرتا ہے اور ایک تصرف فرشتہ کا شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ برائی پر ابھارتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ نیکی پر ابھارتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا لہذا جو آدمی (نیکی پر فرشتہ کے ابھارنے کی) یہ کیفیت اپنے اندر پائے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ہدایت) ہے اس پر اس کو اللہ کا شکر بجالانا چاہیے اور جو آدمی دوسری کیفیت (یعنی شیطان کی وسوسہ اندازی) اپنے اندر پائے تو اس کو چاہیے کہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآنی آیت پڑھی، شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور گناہ کے لیے اکساتا ہے۔ اس روایت کو جامع ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 70)

فرشتہ کے ابھارنے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ نیکی کی اہمیت اور نیکی پر ملنے والے اجر وانعام کی کشش ظاہر کرتا ہے اور انسان کے احساس وشعور میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اللہ کا سچا دین ہی انسانیت کی بقاو ترقی کا ضامن ہے اللہ کے رسول جو شریعت لے کر آئے ہیں اسی میں بنی آدم کی دنیاوی اور آخروی نجات پوشیدہ ہے۔ اگر اپنی فلاح ونجات چاہتے ہو تو برائی کے راستہ سے بچو اور نیکی کے راستہ کو اختیار کرو۔ شیطان کا ابھارنا یہ ہوتا ہے کہ وہ راہ حق کو تاریک کر کے دکھاتا ہے وسوسہ اندازی کے ذریعہ دین کی بنیادی باتوں مثلاً توحید، نبوت آخرت اور دوسرے معتقدات میں تردد وتشکیک پیدا کرتا ہے۔ نیکی کو بدنما صورت میں اور بدی کو اچھی شکل وصورت میں پیش کرتا ہے، انسانی دماغ میں یہ بات بٹھانے کی سعی کرتا ہے کہ اگر ان چیزوں کو اختیار کرو گے جو نیکی سے تعبیر کی جاتی ہیں تو

پریشانیاں اٹھاؤ گے، تکلیفیں، برداشت کرو گے، مثلاً توکل وقناعت کی زندگی اختیار کرو گے اور اپنے اوقات کو دنیا سازی میں صرف کرنے کی بجائے اللہ کی عبادت اور دین کی خدمت میں لگاؤ گے تو تم نہ مال دولت حاصل کر پاؤ گے اور نہ دنیا کی کوئی آسائش و راحت اٹھا پاؤ گے، الٹے فقر ومحتاجگی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالی فرماتا ہے کہ قسم ہے اپنی عزت وبزرگی کی جس بندہ کو میں بخشا چاہتا ہوں۔

اسے میں دنیا سے اس وقت تک نہیں اٹھاؤں گا جب تک کہ اس کے بدن کو بیماری میں مبتلا کر کے اور اس کے رزق کی تنگی میں ڈال کر اس کے ہر گناہ کا بدلہ جو اس کے ذمہ ہو نہ دے لوں گا۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 64)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس بندہ کو میں آخرت کی ابدی سعادت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں بایں طور دے دیتا ہوں کہ کبھی تو اسے بیماری میں مبتلا کر دیتا ہوں کبھی مال ورزق کی تنگی اس پر مسلط کر دیتا ہوں۔ پس وہ بخشا جاتا ہے اور عذاب آخرت سے نجات پاتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فقر وبیماری اور بلاومصیبت گناہوں کو دور کرتی ہے۔

| |
|---|
| يُّؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ |
| وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ |
| جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے، اور جسے دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی، اور صرف وہی لوگ نصیحت |
| حاصل کرتے ہیں جو صاحبِ عقل ودانش ہیں۔ |

## حکمت ودانائی کی عطاء کا خیر کثیر ہونے کا بیان

"يُؤْتِي الْحِكْمَة" اَیْ الْعِلْم النَّافِع الْمُؤَدِّي اِلَى الْعَمَل "مَنْ يَّشَاء وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَة فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا" لِمَصِيرِهِ اِلَى السَّعَادَة الْاَبَدِيَّة "وَمَا يُذَّكَّر" فِيهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الذَّال يَتَّعِظ "اِلَّا اُولُو الْاَلْبَاب" اَصْحَاب الْعُقُوْل،

جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے، یعنی ایسا علم جو عمل کی طرف لے جانے والا ہے۔ اور جسے دانائی عطا کی گئی اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی، کیونکہ وہ ہمیشہ کی سعادت کی طرف جانے والا ہے۔ اور صرف وہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں جو صاحبِ عقل ودانش ہیں۔ یہاں پر "یَذَّکَّر" اصل میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے۔ تا کہ وہ نصیحت حاصل کرے۔

## اہل حکمت پر رشک کرنے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا

کہ حسد صرف دو چیزوں پر جائز ہے ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو راہ حق پر خرچ کرنے کی قدرت دی اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1335)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا اے اللہ! اس کو حکمت عطا فرما اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ! اس کو کتاب (قرآن) کا علم دے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 962)

| |
|---|
| وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ○ |
| اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یا تم جو منّت بھی مانو تو اللہ اسے یقیناً جانتا ہے، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ |

## نذر کو پورا کرنے کا بیان

"وَمَا اَنۡفَقۡتُمۡ مِنۡ نَفَقَة" اَدَّيۡتُمۡ مِنۡ زَكَاة اَوۡ صَدَقَة "اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِنۡ نَذۡر" فَوَفَّيۡتُمۡ بِهٖ "فَاِنَّ اللّٰه يَعۡلَمهُ" فَيُجَازِيكُمۡ عَلَيۡهِ "وَمَا لِلظَّالِمِينَ" بِمَنۡعِ الزَّكَاة وَالنَّذۡر اَوۡ بِوَضۡعِ الۡاِنۡفَاق فِيۡ غَيۡر مَحَلّه مِنۡ مَعَاصِي اللّٰه "مِنۡ اَنۡصَار" مَانِعِينَ لَهُمۡ مِنۡ عَذَابه،

اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو یعنی زکوٰۃ یا صدقہ میں سے خرچ کرو۔ یا تم جو منّت بھی مانو تو اس کو پورا کرو۔ اللہ اسے یقیناً جانتا ہے، پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔ اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔ یعنی زکوٰۃ نہ دینے کے سبب، نذر کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے اور اخراجات کو اس کے غیر کے محل میں رکھنے کے سبب ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اور من انصار سے ان کو عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت شعبی فرماتے ہیں یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے بارے میں اتری۔ حضرت عمر اپنا آدھا مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور حضرت صدیق اکبر جو کچھ تھا لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنے گھر والوں کیلئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ فاروق نے جواب دیا اتنا ہی، صدیق کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے اور چپکے سے سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر چکے تھے، لیکن جب ان سے پوچھا گیا تو کہنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کافی ہے۔ حضرت عمر فاروق یہ سن کر رو دیئے اور فرمانے لگے اللہ کی قسم جس کسی نیکی کے کام کی طرف ہم لپکے ہیں اس میں اے صدیق آپ کو آگے ہی آگے پاتے ہیں۔

## منت مان کر اس کو پورا کرنے میں مذاہب اربعہ

یہ زیور ہی اس کا سارا مال اور پونجی ہو، تو اس زیور کا ایک تہائی حصہ صدقہ نکالنا کافی ہوگا، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہی مذہب

ہے. اور کچھ اہل علم نے سارا مال ہی صدقہ کرنا واجب قرار دیا ہے، جن میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالی شامل ہیں۔
علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: "جس شخص نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر مانی ہو تو اس کا ایک تہائی حصہ ادا کرنے سے ادا ہو جائے گا، امام زہری اور امام مالک رحمہما اللہ تعالی کا یہی قول ہے۔
اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: زکوٰۃ والا مال سارا صدقہ کرے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: وہ اپنا سارا مال صدقہ کرے گا؛ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے بھی اللہ تعالی کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کی نذر مانی ہو تو وہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرے" اور اس لیے بھی کہ وہ اطاعت کی نذر ہے، لہذا اسے پورا کرنا لازم ہے، مثلا نماز اور روزے کی نذر. اور اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ جب ابولبابہ رضی اللہ تعالی نے کہا کہ میری توبہ میں ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولبابہ رضی اللہ تعالی کو فرمایا: تجھے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا ہی کافی ہو جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر (3439)
اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ تعالی کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم: میری توبہ میں یہ بھی ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کرتا ہوں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا کچھ مال رکھ لو" متفق علیہ. اور ابوداود کی روایت میں ہے: تیرے لیے ایک تہائی حصہ (کا صدقہ کرنا) کافی ہو جائے گا
(المغنی لابن قدامہ المقدسی (11/340)
معنی یہ ہوا کہ: اگر نذر مانی ہوئی معین چیز سارے مال کو اپنے اندر سمو لے تو اس کا حکم اس شخص کا حکم ہوگا جس نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر مانی ہو، تو اس کے لیے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا کافی ہوگا۔
"سنت میں ہے کہ جس شخص نے اپنا سارا مال صدقہ کرنے کی نذر مانی ہو اس کے لیے ایک تہائی حصہ صدقہ کرنا کافی ہوگا، کیونکہ سارا مال صدقہ کرنے میں ضرر ہے۔ (الفتاوی الکبری (6/188)
ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں: "اور جب کوئی شخص اپنے مال میں سے کوئی معین یا مقدار مثلا ایک ہزار روپے صدقہ کرنے کی نذر مانے تو امام احمد سے روایت کیا جاتا ہے کہ: اس کا ایک تہائی دینا جائز ہے؛ کیونکہ اس نے مال صدقہ کرنے کی نذر مانی ہے، تو اسے کے لیے ایک تہائی صدقہ کرنا کفائت کر جائے گا، سارے مال کی طرح ہے۔
اور صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ سارا ہی صدقہ کرے، کیونکہ اس نے وہ مال نذر مانا ہوا ہے، اور وہ فعل نیک وصالح اور اللہ تعالی کا قرب حاصل کرنے کے لیے ہے، لہذا سب نذر والی اشیاء کی طرح اسے بھی پورا کرنا لازم ہے، اور اللہ تعالی کے مندرجہ ذیل فرمان کے عموم کی بنا پر بھی: وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ (الانسان، 7)
اختلاف تو سارے مال میں ہے کیونکہ اس میں حدیث وارد ہے، اور اس لیے بھی کہ سارا مال صدقہ کرنے میں ضرر لاحق ہوتا ہے، الا یہ کہ یہاں اگر نذر سارا مال ہی اپنے اندر سمو لے تو پھر اسی طرح ہوگا۔ (المغنی لابن قدامہ المقدسی (11/340)

| |
|---|
| اِنۡ تُبۡدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ ۚ وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ |
| وَيُكَفِّرُ عَنۡكُمۡ مِّنۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ۝ |
| اگر خیرات اعلانیہ دو تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے |
| اور اس میں تمہارے کچھ گناہ کم ہوں گے، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ |

## فرضی صدقہ میں اعلانیہ ہونے کی افضلیت کا بیان

"اِنۡ تُبۡدُوا" تُظۡهِرُوۡا "الصَّدَقَات" اَیۡ النَّوَافِل "فَنِعِمَّا هِیَ" اَیۡ نِعۡمَ شَيۡئًا اِبۡدَاؤُهَا "وَاِنۡ تُخۡفُوۡهَا" تُسِرُّوۡهَا، "وَتُؤۡتُوۡهَا الۡفُقَرَاء فَهُوَ خَيۡر لَكُمۡ" مِنۡ اِبۡدَائِهَا وَاِيۡتَائِهَا الۡاَغۡنِيَاء اَمَّا صَدَقَة الۡفَرۡض فَالۡاَفۡضَل اِظۡهَارهَا لِيُقۡتَدٰى بِهِ وَلِئَلَّا يُتَّهَم وَاِيۡتَاؤُهَا الۡفُقَرَاء مُتَعَيِّن "وَيُكَفِّر" بِالۡيَاءِ وَالنُّوۡن مَجۡزُوۡمًا بِالۡعَطۡفِ عَلٰى مَحَلّ فَهُوَ وَمَرۡفُوۡعًا عَلَى الِاسۡتِئۡنَاف "عَنۡكُمۡ مِنۡ" بَعۡض "سَيِّئَاتِكُمۡ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡر" عَالِم بِبَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ لَا يَخۡفٰى عَلَيۡهِ شَيۡء مِنۡهُ،

اگر خیرات اعلانیہ دو، صدقات سے مراد نوافل ہیں تو وہ کیا ہی اچھی بات ہے یعنی اس کو ظاہر کرنا کتنا اچھا ہے۔ اور اگر چھپا کر فقیروں کو دو یہ تمہارے لئے سب سے بہتر ہے۔ یعنی اس کا اظہار کرنا اور اغنیاء کو دینا، البتہ فرض صدقہ میں اظہار افضل ہے۔ تاکہ لوگ بھی اس کی اتباع کریں اور یہ بندہ محل تہمت سے بھی بچ جائے۔ جبکہ فقراء کو دینا بھی معین ہے۔ اور اس میں تمہارے کچھ گناہ کم ہوں گے، اور یہاں "وَيُكَفِّر" یاء اور نون کے ساتھ حالت جزمی کے ساتھ آیا ہے اور اس کا عطف ھو پر ہے اور نیا جملہ ہونے کے سبب مرفوع ہے۔ اور تمہارے بعض گناہوں کو دور فرما دے۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ اس کو تمہارے باطن کی خبر بھی ایسے ہی ہے جیسے ظاہر کا علم ہے۔ اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

## صدقہ میں اظہار و اخفاء کے ذکر کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جب اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہچکولے کھاتی تھی۔ پھر اللہ نے پہاڑ پیدا کئے اور کہا کہ اسے (زمین کو) تھامے رہو۔ چنانچہ وہ ٹھہر گئی۔ تب فرشتوں کو پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب ہوا اور کہنے لگے: 'پروردگار! تیری مخلوق میں سے کوئی چیز پہاڑوں سے بھی سخت ہے؟ فرمایا ہاں، لوہا ہے۔ فرشتے کہنے لگے، پروردگار کوئی چیز لوہے سے بھی سخت ہے؟' فرمایا' ہاں آگ ہے۔' پھر وہ کہنے لگے: کوئی چیز آگ سے بھی سخت ہے؟' فرمایا: ہاں پانی ہے۔' وہ کہنے لگے، کوئی چیز پانی سے بھی سخت ہے؟' فرمایا ہاں ہوا ہے۔' پھر وہ کہنے لگے:' کوئی چیز ہوا سے بھی سخت ہے؟' فرمایا: ہاں وہ آدمی جو اس طرح صدقہ دے کہ دائیں ہاتھ سے دے تو بائیں کو خبر تک نہ ہو۔' (ترمذی، ابواب التفسیر، سورۃ الناس)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) سات قسم کے آدمیوں کو اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ دے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے علاوہ اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔ ایک انصاف کرنے والا حاکم۔ دوسرا وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی عبادت میں گزاری، تیسرا وہ شخص جس کا دل مسجد سے لگا رہے۔

چوتھے وہ دو شخص جنہوں نے اللہ کی خاطر محبت کی۔ اللہ کی خاطر ہی مل بیٹھے اور اللہ کی خاطر ہی جدا ہوئے۔ پانچویں وہ مرد جسے کسی مرتبہ والی حسین وجمیل عورت نے (بدکاری کے لیے) بلایا اور اس نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں یوں چھپا کر صدقہ دیا کہ داہنے ہاتھ نے جو صدقہ دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ ساتویں وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہہ نکلیں۔ (بخاری، کتاب الاذان)

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ |
| ان کو ہدایت دینا آپ کے ذمہ نہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو سو وہ تمہارے اپنے فائدے میں ہے، اور اللہ کی رضا جوئی کے سوا تمہارا خرچ کرنا مناسب ہی نہیں ہے، اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے (اس کا اجر) تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۲ کے شان نزول کا بیان

وَلَمَّا مَنَعَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّصَدُّقِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ لِيُسْلِمُوْا نَزَلَ "لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ" أَيِ النَّاسِ إِلَى الدُّخُولِ فِي الْإِسْلَامِ إِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ" هِدَايَتَهُ إِلَى الدُّخُولِ فِيهِ "وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ" مَالٍ "فَلِأَنْفُسِكُمْ" لِأَنَّ ثَوَابَهُ لَهَا "وَمَا تُنْفِقُوْنَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ" أَيْ ثَوَابِهِ لَا غَيْرِهِ مِنْ أَعْرَاضِ الدُّنْيَا خَبَرٌ بِمَعْنَى النَّهْيِ "وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ" جَزَاؤُهُ "وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ" تُنْقَصُوْنَ مِنْهُ شَيْئًا وَّالْجُمْلَتَانِ تَأْكِيدٌ لِلْأُولَى،

اور جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین پر صدقہ کرنے سے منع کیا تا کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں تو اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ان کو ہدایت دینا یعنی اسلام میں داخل کرنا آپ کے ذمہ نہیں ہے۔ بلکہ آپ کیلئے صرف حکم کو پہنچا دینا ہے۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے، یعنی اسلام میں داخل ہونے کی ہدایت۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرو سو وہ تمہارے اپنے فائدے میں ہے، اور اللہ کی رضا جوئی کے سوا تمہارا خرچ کرنا مناسب ہی نہیں ہے، یعنی دنیاوہ مقاصد واغرض کیلئے خرچ نہ کرنا اور یہاں خبر بہ معنی نہی ہے۔ اور تم جو مال بھی خرچ کرو گے اس کا اجر تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی اور یہ دونوں جملے پہلے جملہ کی تاکید کیلئے آئے ہیں۔

## صدقہ کسی طرح کے سائل میں کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ مسلمان صحابہ اپنے مشرک رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا ناپسند کرتے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا اور یہ آیت اتری اور انہیں رخصت دی، فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ صدقہ صرف مسلمانوں کو دیا جائے، جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمادیا ہر سائل کو دو، گو وہ کسی مذہب کا ہو (ابن ابی حاتم)

حسن بصری فرماتے ہیں ایماندار کا ہر خرچ اللہ ہی کیلئے ہوتا ہے گو وہ خود کھائے پئے، عطا خراسان اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب تم نے اپنی مرضی سے مولا اور رضائے رب کیلئے دیا تو لینے والا خواہ کوئی بھی ہو اور کیسے ہی اعمال کا کرنے والا ہو، یہ مطلب بھی بہت اچھا ہے، حاصل یہ ہے کہ نیک نیتی سے دینے والے کا اجر تو اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا ہے۔ اب خواہ وہ مال کسی نیک کے ہاتھ لگے یا بد کے یا غیر مستحق کے، اسے اپنے قصد اور اپنی نیک نیتی کا ثواب مل گیا۔ جبکہ اس نے دیکھ بھال کر لی پھر غلطی ہوئی تو ثواب ضائع نہیں جاتا اسی لئے آیت کے آخر میں بدلہ ملنے کی بشارت دی گئی۔

اور بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا کہ ایک شخص نے قصد کیا کہ آج رات میں صدقہ دوں گا، لے کر نکلا اور چپکے سے ایک عورت کو دے کر چلا آیا، صبح لوگوں میں باتیں ہونے لگیں کہ آج رات کوئی شخص ایک بدکار عورت کو خیرات دے گیا، اس نے بھی سنا اور اللہ کا شکر ادا کیا، پھر اپنے جی میں کہا آج رات اور صدقہ دوں گا، لے کر چلا اور ایک شخص کی مٹھی میں رکھ کر چلا آیا، صبح سنتا ہے کہ لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ آج شب ایک مالدار کو کوئی صدقہ دے گیا، اس نے پھر اللہ کی حمد کی اور ارادہ کیا کہ آج رات کو تیسرا صدقہ دوں گا، دے آیا، دن کو پھر معلوم ہوا کہ وہ چور تھا تو کہنے لگا، اللہ تیری تعریف ہے زانیہ عورت کے دیئے جانے پر بھی، مالدار شخص کو دیئے جانے پر بھی اور چور کو دینے پر بھی، خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتہ آیا اور کہہ رہا ہے تیرے تینوں صدقے قبول ہو گئے۔ شاید بدکار عورت مال پا کر اپنی حرام کاری سے رُک جائے اور شاید مالدار کو عبرت حاصل ہو اور وہ بھی صدقے کی عادت ڈال لے اور شاید چور مال پا کر چوری سے باز رہے۔

| |
|---|
| لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ |
| اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ |
| اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ |
| ان فقیروں کے لئے جو راہ اللہ میں روکے گئے، زمین میں چل نہیں سکتے، نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب، تو انہیں ان کی |
| صورت سے پہچان لے گا لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو اللہ اسے جانتا ہے، |

## اللہ کی راہ میں محصور فقراء کو صدقہ دینے کا بیان

"لِلْفُقَرَاءِ" خَبَر مُبْتَدَا مَحْذُوْف اَیْ الصَّدَقَات "الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اَیْ حَبَسُوْا اَنْفُسَهُمْ

عَلَى الْجِهَاد نَزَلَتْ فِي اَهْلِ الصُّفَّةِ وَهُمْ اَرْبَعمِائَة مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ اُرْصِدُوْا لِتَعَلُّمِ الْقُرْاٰن وَالْخُرُوج مَعَ السَّرَايَا "لَا يَسْتَطِيعُوْنَ ضَرْبًا" "سَفَرًا" "فِي الْاَرْض" لِلتِّجَارَةِ وَالْمَعَاش لِشُغْلِهِمْ عَنْهُ بِالْجِهَادِ "يَحْسِبهُمْ الْجَاهِل" "الْجَاهِل بِحَالِهِمْ "اَغْنِيَاء مِنْ التَّعَفُّف" اَىْ لِتَعَفُّفِهِمْ عَنْ السُّؤَال وَتَرْكه "تَعْرِفهُمْ" يَا مُخَاطَب "بِسِيمَاهُمْ" عَلَامَتهمْ مِنْ التَّوَاضُع وَاَثَر الْجَهْد "لَا يَسْاَلُوْنَ النَّاس" شَيْئًا فَيُلْحِفُوْنَ "اِلْحَافًا" اَىْ لَا سُؤَال لَهُمْ اَصْلًا فَلَا يَقَع مِنْهُمْ اِلْحَاف وَهُوَ الْاِلْحَاح "وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْر فَاِنَّ اللّٰه بِهِ عَلِيْم" فَمُجَازٍ عَلَيْهِ،

یہاں پر للفقراء یہ مبتدائے محذوف صدقات کی خبر ہے۔ان فقیروں کے لئے جوراہ اللہ میں روکے گئے،یعنی انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کیلئے وقف کررکھا تھااور یہ آیت اہل صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اوران کی تعداد مہاجرین میں سے چار سوتھی۔ جوقرآن کو سیکھتے تھے اور سرایا میں جایا کرتے تھے۔لہٰذا وہ زمین میں طلب معاش کیلئے نہیں جاسکتے تھے زمین میں چل نہیں سکتے۔جبکہ ان واقف انہیں تونگر سمجھے،یعنی وہ سوال کرنے سے بچتے تھے۔اے مخاطب توان کو چہروں سے پہچان لے گا۔کیونکہ ان کی پیشانیوں میں انکساری اورمحنت کے آثار نمایاں تھے۔توانہیں ان کی صورت سے پہچان لے گالوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے یعنی اصرار وچمٹ کرلوگوں سے سوال کرنے والے نہیں ہیں۔اورتم جوخیرات کرواللہ اسے جانتا ہے۔پس وہ اس پرتم کوثواب دے گا

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اہل صفہ کے حق میں نازل ہوئی ان حضرات کی تعداد چارسو کے قریب تھی یہ ہجرت کرکے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تھے نہ یہاں ان کا مکان تھانہ قبیلہ کنبہ نہ ان حضرات نے شادی کی تھی ان کے تمام اوقات عبادت میں صرف ہوتے تھے رات میں قرآن کریم سیکھنادن میں جہاد کے کام میں رہنا آیت میں ان کے بعض اوصاف کا بیان ہے۔

## اصحاب صفہ کی حالت افلاس اوردین کے علم کی اہمیت کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ مفلس لوگ تھے (جن کے خوردونوش کا انتظام تمام مسلمان اپنی اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ جس شخص کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہووہ پانچویں شخص کو (اصحاب صفہ میں سے لے جائے یا چھٹے شخص کو بھی لے جائے" (یہ سن کر) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین آدمیوں کو لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھانا کھایا اور وہیں (کھانے کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے یہاں تک کہ جب عشاء کی نماز ہوگئی تو وہ (نماز کے بعد بھی اپنے گھر نہیں گئے بلکہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر چلے آئے اوراس وقت تک خدمت اقدس میں حاضر رہے۔ جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (تنہا یا اپنے مہمانوں کے ساتھ) کھانا نہیں کھالیا۔اس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جب اپنے گھر پہنچے تو رات کا اتنا حصہ کہ جو اللہ نے چاہا گذر چکا تھا۔ اور اس وقت تک نہ صرف ان کے اہل وعیال بلکہ ان کے مہمان بھی گھر میں بیٹھے ان کا انتظار کرتے رہے، گھر میں ان کے داخل ہوتے ہی ان کی بیوی نے کہا: کس چیز نے آپ کو اپنے مہمانوں سے روک رکھا تھا، یعنی آپ نے گھر آنے میں اتنی تاخیر کیوں کی جب کہ یہاں آپ کے مہمان کھانے کے لئے آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے تو کیا تم نے اب تک مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی بولیں: ان مہمانوں نے آپ کے آنے تک کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا، تاکہ کھانے میں ان کے ساتھ آپ بھی شریک رہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سن کر اپنے گھر والوں پر) سخت غصبناک ہوئے کیونکہ ان کو یہ خیال گذرا کہ گھر والوں ہی کی کوتاہی ہے جو انہوں نے اصرار کرکے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا چنانچہ انہوں نے (اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے) کہا کہ: خدا کی قسم میں یہ کھانا ہرگز نہیں کھاؤں گا پھر ان کی بیوی نے بھی قسم کھالی کہ وہ اس کھانے کو (ہرگز نہیں کھائیں گی اور مہمانوں نے بھی قسم کھائی کہ وہ بھی اس کھانے کو (یا تو مطلق یا تنہا) نہیں کھائیں گے بھر چند ہی لمحوں بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا اس طرح غضبناک ہو جانا اور قسم کھالینا (کوئی موزوں بات نہیں ہے بلکہ) شیطان کے (بہکا دینے کے سبب) سے تھا (جس پر مجھے اب سخت پشیمانی ہو رہی ہے اور میں اپنے اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ یہ کہہ) انہوں نے کھانا منگایا اور پھر سب لوگوں نے (یعنی خود انہوں نے ان کے گھر والوں نے اور ان کے مہمانوں نے کھانا کھایا۔ (کھانے کے دوران یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان (برتن سے منہ کی طرف) جو لقمہ بھی اٹھاتے تھے اس کی جگہ کھانا اور بڑھ جاتا تھا (یعنی جب وہ لوگ لقمہ اٹھاتے تو برتن میں اس لقمہ کی جگہ کھانا کم ہونے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ ہو جاتا تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (یہ حیرت انگیز بات دیکھ کر) اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہا: ارے بنو فراس کی بہن! ذرا دیکھنا) یہ کیسا عجیب معاملہ ہے۔ بیوی بولیں: اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم (میں خود بھی حیرت سے یہی دیکھے جا رہی ہوں) یہ کھانے کا برتن جتنا پہلے بھرا ہوا تھا اس سے سہ چند زیادہ اب بھرا ہوا ہے، بہرحال سب نے (خوب سیر ہو کر) کھانا کھایا اور پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ کھانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی بھیجا، اور بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کھانے میں سے تناول فرمایا۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 536)

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ٥ |
| جو لوگ اللہ کی راہ میں شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روز قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ |

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کیے تھے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر، ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا۔ ایک رات میں ایک دن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہری طور پر دو۔

## صدقہ کرنے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں کون شخص روزہ سے ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں روزے سے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کون شخص جنازہ کے ساتھ نماز جنازہ کے لیے گیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس شخص نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم میں سے کس شخص نے بیمار کی عیادت کی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سن لو! جس شخص میں یہ ساری باتیں جمع ہوتی ہیں وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 391)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ |
| بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ |
| فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو، اس |
| لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے |
| نصیحت آئی اور وہ باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام اللہ کے سپرد ہے اور جو اب ایسی حرکت کرے گا تو وہ |
| دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔ |

## سود کھانے والوں کی حالت کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبَا" "اَیْ يَاْخُذُوْنَهٗ وَهُوَ الزِّيَادَةُ فِي الْمُعَامَلَةِ بِالنُّقُوْدِ وَالْمَطْعُوْمَاتِ فِي الْقَدْرِ اَوْ الْاَجَل "لَا يَقُوْمُوْنَ" "مِنْ قُبُوْرِهِمْ" "اِلَّا" قِيَامًا "كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ" "يَصْرَعُهُ" "الشَّيْطَان مِنْ

الْمَسّ " الْجُنُوْن مُتَعَلِّق بِيَقُوْمُوْنَ "ذٰلِكَ" الَّذِىْ نَزَلَ بِهِمْ "بِاَنَّهُمْ" بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "قَالُوْا اِنَّمَا الْبَيْع مِثْل الرِّبَا" فِي الْجَوَاز وَهٰذَا مِنْ عَكْس التَّشْبِيه مُبَالَغَة فَقَالَ تَعَالٰى رَدًّا عَلَيْهِمْ : "وَاَحَلَّ اللّٰه الْبَيْع وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ" بَلَغَهُ "مَوْعِظَة" وَعْظ "مِنْ رَبّه فَانْتَهٰى" عَنْ اَكْله "فَلَهُ مَا سَلَفَ" قَبْل النَّهْي اَىْ لَا يُسْتَرَدّ مِنْهُ "وَاَمْره" فِي الْعَفْو عَنْهُ "اِلَى اللّٰه وَمَنْ عَادَ" اِلٰى اَكْله مُشَبِّهًا لَهُ بِالْبَيْعِ فِي الْحِلّ "فاولئك أصحاب النار هم فيها خالدون"

وہ لوگ جوسود کھاتے ہیں یعنی نقدی معاملات اور قدری مطعومات میں زیادتی کے سبب یا مدت کی زیادتی کے سبب وصول کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اپنی قبروں سے نہ کھڑے ہوں گے مگر، جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھوکر مخبوط بنادیا ہو، یعنی شیطان نے انہیں ہواس باختہ کردیا ہے۔ اور یہاں مس ''یَقُوْمُوْن'' کے متعلق ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کے مانند ہے، یعنی سود بھی بیع کی طرح جائز ہے۔ اور یہ طور مبالغہ یہ اس تشبیہ کا عکس ہے جو اللہ تعالی نے ان کی تردید میں بیان کی کہ اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ باز رہا یعنی رک گیا۔ تو اسے کھانا حلال ہے جو پہلے لے چکا، یعنی حکم نہی کے نازل ہونے سے پہلے لیا ہے۔ تو اس کی معافی معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اور جو اب ایسی حرکت کرے گا یعنی جس نے اب سود کی بیع کے مشابہ قرار دیتے ہوئے حلال جانا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۵ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ جب سورۃ بقرہ کی آخری آیت حرمت سود میں نازل ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں آکر اس کی تلاوت کی اور سودی کاروبار اور سودی تجارت کو حرام قرار دیا۔

کفار لوگوں سے یہ کہا کرتے تھے کہ سود بیع کی طرح ہے تو ان کے رد میں یہ حکم نازل ہوا کہ سود اور بیع میں فرق ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا ہے جبکہ سود کو حرام قرار دیا ہے۔

## سود کی لغوی تعریف کا بیان

لغت کے اعتبار سے ربا کے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے اتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

سود کو عربی زبان میں ربا کہتے ہیں، جس کا لغوی معنی زیادہ ہونا، پروان چڑھنا، اور بلندی کی طرف جانا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں ربا (سود) کی تعریف یہ ہے کہ کسی کو اس شرط کے ساتھ رقم ادھار دینا کہ واپسی کے وقت وہ کچھ رقم زیادہ لے گا۔ مثلاً کسی کو سال یا چھ ماہ کے لیے 100 روپئے قرض دئے، تو اس سے یہ شرط کرلی کہ وہ 100 روپے کے 120 روپے لے گا، مہلت کے عوض یہ جو 20 روپے زیادہ لیے گئے ہیں، یہ سود ہے۔

علامہ مناوی لکھتے ہیں۔ ربوٰا کے لغوی معنی زیادتی اور اضافے کے ہیں اور شریعت میں اس کا اطلاق ربا الفضل اور ربا النسیئۃ پر ہوتا ہے۔ ربا الفضل اس سود کو کہتے ہیں جو چھ اشیا میں کمی بیشی یا نقد و ادھار کی وجہ سے ہوتا ہے، مثلاً گندم کا تبادلہ گندم سے کرنا ہے تو فرمایا گیا ہے کہ ایک تو برابر برابر ہو۔ دوسرے ہاتھوں ہاتھ ہو۔ اس میں کمی بیشی ہوگی تب بھی اور ہاتھوں ہاتھ ہونے کے بجائے ایک نقد اور دوسرا ادھار یا دونوں ہی ادھار ہوں تب بھی سود ہے) ربا النسیئۃ کا مطلب ہے کسی کو (مثلاً) چھ مہینے کے لیے اس شرط پر سو روپے دینا کہ واپسی روپے ہوگی۔ روپے چھ مہینے کی مہلت کے لیے دیے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قول میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے "کل قرض جر منفعة فهو ربا ۔(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج ۵، ص ۲۸)

## منصوص علیہ اشیاء میں مساوات پر بیع میں مذاہب اربعہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سونے کے بدلے سونا برابر بیچو اور اسی طرح چاندی کے عوض چاندی، کھجور کے بدلے کھجور، گیہوں کے بدلے گیہوں، نمک کے بدلے نمک، اور جو کے عوض جو برابر فروخت کرو جس نے زیادہ لیا یا دیا اس نے سود کا معاملہ کیا۔ پس سونا چاندی کے عوض، گیہوں کھجور کے عوض اور جو کھجور کے بدلے جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ ہو۔

اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، اور بلال رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن صحیح ہے بعض راوی یہ حدیث اسی سند سے خالد سے بھی روایت کرتے ہیں اس میں یہ الفاظ ہیں گیہوں کے بدلے جو کہ جس طرح چاہو فروخت کرنا لیکن نقد و نقد ہونا شرط ہے۔ بعض راوی یہ حدیث خالد سے وہ ابوقلابہ سے وہ ابوالاشعث سے وہ عبادہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ الفاظ زیادہ کرتے ہیں کہ خالد ابوقلابہ کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ گیہوں جو کے عوض جیسے چاہو فروخت کرو۔

اہل علم کا اسی پر عمل ہے وہ فرماتے ہیں کہ گند کو گندم کے عوض برابر ہی بیچا جا سکتا ہے اور اسی طرح جو کے عوض جو بھی برابر برابر فروخت کیے جا سکتے ہیں یعنی اگر جنس مختلف ہو تو کمی بیشی سے بیچنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ سودا نقد ہو، اکثر صحابہ کرام اور دیگر علماء کا یہی قول ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کے عوض گندم جس طرح چاہو فروخت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ نقد و نقد ہو اہل علم کی ایک جماعت نے جو کے بدلے گندم بڑھا کر بیچنے کو مکروہ کہا ہے امام مالک بن انس کا یہی قول ہے پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1257)

## سود خور کیلئے سخت وعید کا بیان

حضرت عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم یہ جاننے کے باوجود کھانا کہ یہ سود ہے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے (احمد دارقطنی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 64)

اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے نیز بیہقی نے اس روایت میں حضرت ابن عباس کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا ہو (یعنی جس شخص کی جسمانی نشوونما حرام مال مثلاً سود ورشوت وغیرہ سے ہوئی ہو وہ شخص دوزخ ہی کے لائق ہے۔

جس طرح مذکورہ بالا وعید اس شخص کے بارے میں فرمائی گئی ہے جو سود کا مال یہ جاننے کے باوجود کھائے کہ یہ مال سودی ذریعے سے حاصل شدہ ہے اسی طرح اس وعید کا تعلق اس شخص سے بھی ہے جس نے لاعلمی میں سود کا مال کھایا بشرطیکہ اس لاعلمی میں خود اس کی اپنی کوتاہی یالاپرواہی کا دخل ہو۔

علماء کہتے ہیں کہ سود کھانے کے گناہ کو زنا کے گناہ سے بھی زیادہ سخت اور بڑا گناہ اس لئے کہا گیا ہے کہ سود کھانے والے کے حق میں اللہ تعالیٰ نے جتنی سخت اور غضب ناک تنبیہ فرمائی ہے اتنی سخت اور غضب ناک تنبیہ زنا کی کسی بھی گناہ کے بارے میں نہیں فرمائی ہے چنانچہ سود کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں متنبہ کیا ہے۔ آیت (فاذنوا بحرب من اللہ ورسول،

اعلان جنگ سن لو اللہ اور اس کے رسول کا

یہ بات ہر ذی شعور شخص جانتا ہے کہ کسی کے خلاف اعلان جنگ کا کیا مطلب ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جس شخص کے خلاف اعلان جنگ کرے یا جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے برسر جنگ ہو اس کی محرومی شقاوت بدبختی اور دنیا و آخرت کی مکمل تباہی و بربادی کا کیا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

علماء یہ بھی لکھتے ہیں کہ سود کھانے والے کے حق میں اتنی سخت وعید اور اتنی شدید وغضب ناک تنبیہ کا سبب یہ ہے کہ سود کے بارے میں عملی طور پر ہی گمراہی کا صدور نہیں ہوتا بلکہ سود کی پہچان مشکل ہونے کی وجہ سے عموماً اعتقادی گمراہی میں بھی لوگ مبتلا ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکثر لوگ سود کو حرام بھی نہیں سمجھتے بلکہ ان کے ذہن وفکر اور قلب و دماغ پر گمراہی و کجروی کی اتنی ظلمت چھائی ہوئی ہے کہ وہ سود کو حلال سمجھتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ سود کی حرمت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اس کا مرتکب ہونا عملی گمراہی یعنی گناہ کبیرہ ہے جس پر معافی بھی ممکن ہے مگر سود کی حرمت کا اعتقاد نہ رکھنا بلکہ اس کو حلال سمجھنا اعتقادی گمراہی و کجروی ہے جس کا آخری نتیجہ کفر ہے اور اس کی معافی وبخشش ناممکن ہے جبکہ زنا ایک فعل ہے جس کی حرمت و برائی سے کوئی بھی انکار نہیں کرتا جو شخص اس فعل میں مبتلا ہوتا ہے وہ بھی اس کی برائی کا بہر صورت اعتقاد رکھتا ہے یہاں تک کہ اسلام ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب وفرقے میں زنا ایک برائی ہی تصور کی جاتی ہے کوئی بھی اسے جائز اور حلال نہیں سمجھتا۔

اب رہی یہ بات کہ چھتیس کا عدد بطور خاص کیوں ذکر کیا گیا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کا مقصد محض سود کی حرمت کی اہمیت جتانا ہے یا اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کے گناہ کے ستر درجے ہیں اور ان میں جو سب سے ادنی درجہ ہے وہ ایسا جیسا کہ کوئی شخص اپنی ماں سے صحبت کرے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝

اور اللہ سود کو مٹاتا ہے۔ اور صدقات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کسی بھی ناسپاس نافرمان کو پسند نہیں کرتا۔

## صدقات کی برکات سے مال میں اضافہ ہونے کا بیان

"يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبَا" يُنْقِصهُ وَيُذْهِب بَرَكَته "وَيُرْبِي الصَّدَقَات" يَزِيدهَا وَيُنَمِّيهَا وَيُضَاعِف ثَوَابهَا "وَاللّٰهُ لَا يُحِبّ كُلّ كَفَّار" بِتَحْلِيلِ الرِّبَا "اَثِيم" فَاجِر بِاَكْلِهِ اَیْ يُعَاقِبهُ،

اور اللہ سود کو مٹاتا ہے یعنی سودی مال سے برکت کو ختم کرتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے یعنی صدقہ کے ذریعے مال کی برکت کو زیادہ کرتا ہے، اور اس کا ثواب دوگنا کرتا ہے۔ اور اللہ کسی بھی ناسپاس نافرمان کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جو سود کو حلال جانتا ہے۔ اور سود کھانے والے فاجر کو پسند نہیں کرتا۔

## سودی نظام آخرکار تباہی کی طرف لے جاتا ہے

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود سے حاصل شدہ مال خواہ کتنا ہی زیادہ ہو مگر آخر کار اس میں کمی یعنی بے برکتی آ جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں کو ابن ماجہ نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے نقل کیا ہے نیز دوسری روایت کو امام احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

سودی ذرائع سے حاصل ہونیوالا مال بظاہر تو بہت زیادہ محسوس ہوتا ہے مگر چونکہ سودی مال میں خیر و برکت کا کوئی جزء نہیں ہوتا اس لئے انجام کار وہ مال اس طرح تباہ و برباد اور ختم ہو جاتا ہے کہ اس کا نام ونشان تک باقی نہیں رہتا یہ محض ایک وعیدی بات نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو روزانہ نظروں کے سامنے آتی رہتی ہے چنانچہ اسی حقیقت کو قرآن کریم نے بھی ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔ آیت (يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۔ اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیتا ہے اور صدقات کو بڑھا دیتا ہے۔

اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ انسان جو مال سود کے ذریعے حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نیست و نابود کر دیتا ہے مگر انسان اپنی جائز محنت و حلال ذریعہ سے جو مال کما کر اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے گویا اس آیت میں سود اور صدقہ کو ایک ساتھ ذکر کر کے جہاں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان دونوں کی حقیقت میں تضاد ہے وہیں ان دونوں کے متضاد نتائج کی نشان دہی بھی کی گئی ہے چنانچہ ان دونوں کی حقیقت میں تضاد تو یہ ہے کہ صدقہ میں بغیر کسی معاوضے اور بغیر کسی لالچ کے انسان اپنا مال محض خدا کی خوشنودی کے لئے دوسروں کو دیتا ہے جبکہ سود میں بغیر کسی معاوضہ کے انسان محض مال و زر کی ہوس اور دولت کی فراوانی کے جذبے کے تحت دوسرے سے مال حاصل کرتا ہے اس طرح دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت اور غرض بالکل جدا جدا ہوتی ہے کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کے لئے اپنے مال کو ختم کرنے یا کم کرنے کا فیصلہ کر کے ایک زبردست ایثار کرتا ہے اور سود لینے والا محض دنیاوی حرص و طمع کی بناء پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ

وناراضگی سے بالکل بے پرواہ ہوکراپنے موجودہ مال میں ناجائز زیادتی کا خواہش مند ہوتا ہے یہ تو سود اور صدقہ کی حقیقت کا تضاد تھا دونوں کے نتائج کا تضاد یہ ہے کہ جو مال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر ناجائز طریقے یعنی سود سے حاصل کیا جاتا ہے اسے اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے یا اس میں سے برکت اٹھالیتا ہے اس کے برخلاف جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی وخوشنودی کی خاطر اپنا مال دوسروں کو دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو بڑھا دیتا ہے بایں طور کہ اس کے موجودہ مال میں خیر وبرکت عطاء فرماتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں دونوں کے نتائج میں تضاد کا مطلب مفسرین نے اس انداز میں بیان کیا ہے کہ سود کو مٹانے اور صدقہ کو بڑھانے کا تعلق آخرت سے ہے یعنی سود خوار کو اس کا مال آخرت میں کچھ نفع نہیں پہنچائے گا بلکہ عذاب ہی کا موجب بنے گا جبکہ صدقہ کرنے والے کا مال آخرت میں اس کے لئے ابدی سعادتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنے گا پھر سود کا مٹایا جانا اور صدقہ کا بڑھایا جانا آخرت سے تو تعلق رکھتا ہی ہے مگر اس کے کچھ آثار دنیا ہی میں مشاہدہ ہو جاتے ہیں چنانچہ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات وہ مال اس طرح تباہ وبرباد ہو جاتا ہے کہ اس کا وہم وگمان بھی نہیں جیسا کہ سود اور سٹہ کے بازاروں میں عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ بڑے بڑے کروڑ پتی اور سرمایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ ہو جاتے ہیں اگرچہ بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع ونقصانات کے احتمال ضرور ہیں اور اسی وجہ سے بعض مرتبہ بے سود کی تجارت کرنے والوں کو بھی کسی تجارت میں نقصان ہو جاتا ہے لیکن ایسا تاجر جو کل کروڑ پتی تھا اور آج ایک ایک پیسہ کی بھیک کا محتاج ہے یہ صرف سود اور سٹہ کے بازاروں ہی میں نظر آتا ہے۔

بہر کیف جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے سودی مال کا وقتی طور پر بڑھنا اور آخر میں تباہ وبرباد ہو جانا محض ایک شرعی وعید کے درجے کی بات نہیں ہے بلکہ اہل تجربہ کے بیانات بھی اس پر شاہد ہیں کہ سود کا مال فوری اور وقتی طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ عموماً ایسا دیرپا نہیں ہوتا کہ اس کا فائدہ نسلوں تک پہنچے اگر ایسی کوئی نہ کوئی صورت پیش آ جاتی ہے جو سودی مال کو ختم یا کم کر دیتی ہے۔

## مہنگائی کرنے کیلئے ذخیرہ کرنے والے کا جذامی ہوکر مرنے کا بیان

مسند کی ایک اور روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق مسجد سے نکلے اور اناج پھیلا ہوا دیکھ کر پوچھا یہ غلہ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے کہا بکنے کیلئے آیا ہے، آپ نے دعا کی کہ اللہ اس میں برکت دے، لوگوں نے کہا یہ غلہ گراں بھاؤ بیچنے کیلئے پہلے ہی جمع کرلیا تھا، پوچھا کس نے جمع کیا تھا، لوگوں نے کہا ایک تو فروخ نے جو حضرت عثمان کے مولی ہیں اور دوسرے آپ کے آزاد کردہ غلام نے، آپ نے دونوں کو بلوایا اور فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہم اپنے مالوں سے خریدتے ہیں اور جب چاہیں بیچیں، ہمیں اختیار ہے، آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں مہنگا بیچنے کے خیال سے غلہ روک رکھے اسے اللہ مفلس کر دے گا، یہ سن کر حضرت فروخ تو فرمانے لگے کہ میری توبہ ہے میں اللہ سے اور پھر آپ سے عہد کرتا ہوں کہ پھر یہ کام نہ کروں گا لیکن حضرت عمر کے غلام نے پھر بھی یہی کہا کہ ہم اپنے مال سے خریدتے ہیں اور نفع اٹھا کر بیچتے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ راوی حدیث حضرت ابو یحییٰ فرماتے ہیں میں نے پھر دیکھا کہ اسے جذام ہو گیا اور جذامی

(کوڑھ) بنا پھرتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ |
| وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ |
| بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کئے اور نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ دیتے رہے ان کے لئے ان کے رب کے پاس |
| ان کا اجر ہے، اور ان پر (آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ |

## خوف اور غم کے مفہوم کا بیان

کسی واقعہ کے پیش آنے سے پہلے جو اس کی وحشت سے انسان پر حالت طاری ہو۔ اسے خوف کہتے ہیں اور کسی واقعہ کے رونما ہو جانے کے بعد جو غم کی حالت طاری ہو اسے غم کہتے ہیں۔

اسی طرح جب ہم خوف اور غم کی کیفیت کا اندازہ لگاتے ہیں تو اس کا اظہار بھی حواس خمسہ سے محسوس کرتے ہیں اور حواس خمسہ ہی اس کا اظہار کرتے ہیں یا دیگر اعضاء بھی اس کا اظہار کرتے ہیں۔ جہاں تک دنیا کے خوف اور غم کا تعلق ہے اس پر اولیاء کرام کو عطا کردہ خصوصی عطیہ الٰہی کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے تمام کائنات کے خوفوں اور غموں سے وہ بے پرواہ ہوتے ہیں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ منصور حلاج نے مسکرا کر پھانسی کے رسے کو چومتے ہوئے اور بے خوف ہو کر ہاتھ میں تھام لیا۔ کیا آپ نے نہیں سمجھا کہ کئی اولیاء کرام جن کا دنیاوی مال و اسباب سب کچھ لٹ جاتا تو وہ اس پر کچھ غمزدہ نہ ہوتے۔ کیونکہ اس قسم کے خوف اور غم پر ان کے حواس کو غلبہ حاصل تھا۔

اسی طرح آخرت کا خوف بھی انہیں نہ ہوگا کیونکہ اس پر انہیں عطا کردہ قرب الٰہی غالب ہوگا جس کی قوت و شان کی وجہ سے خوف نہ ہو گا۔ اور انہیں غم اس لئے نہ ہوگا کہ دنیا کی کامیاب زندگی بسر کر کے وہ سرخرو ہو چکے ہوں گے۔ عام مومنین کی طرح حسرت نہ ہوگی۔

جب تک ہمارے دل پر کسی کی نگاہ تھی      غم تھا بھی کچھ، تو لذتِ غم بے پناہ تھی

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر ایمان رکھتے ہو۔ |

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۸ کے شان نزول کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا" اُتْرُكُوا "مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" صَادِقِيْنَ فِيْ اِيْمَانِكُمْ فَاِنَّ مِنْ شَاْنِ الْمُؤْمِنِ امْتِثَال اَمْر اللّٰه تَعَالٰى نَزَلَتْ لَمَّا طَالَبَ بَعْض الصَّحَابَة بَعْد النَّهْي بِرِبًا كَانَ لَهُمْ مِنْ قَبْل،

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو اگر تم صدقِ دل سے ایمان رکھتے

ہو۔ یعنی مؤمن کے لائق نہیں ہے کہ وہ اللہ کے حکم کی اتباع نہ کرے۔ اور یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ کرام نے بقیہ سابقہ سود کا مطالبہ حکم نہی کے بعد کیا، تو یہ حکم نازل ہوا۔

یہ آیت قبیلہ ثقیف بن عمرو بن عمیر اور بنومخزوم کے قبیلے بنومغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جاہلیت کے زمانہ میں ان کا سودی کاروبار تھا، اسلام کے بعد بنوعمرہ نے بنومغیرہ سے اپنا سود طلب کیا اور انہوں نے کہا کہ اب ہم اسے اسلام لانے کے بعد ادا نہ کریں گے آخر جھگڑا بڑھا حضرت عتاب بن اسید جو مکہ شریف کے نائب تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ لکھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لکھوا کر بھیج دی اور انہیں قابلِ وصول سود لینا حرام قرار دیا چنانچہ وہ تائب ہوئے اور اپنا سود بالکل چھوڑ دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، بقرہ ۲۷۸، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ۝ |
| پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ پر خبردار ہو جاؤ، اور اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم خود ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ |

## سود خور کیلئے اللہ ورسول کی طرف سے اعلان جنگ کا بیان

"فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا" مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ "فَاْذَنُوْا" اعْلَمُوْا "بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" لَكُمْ فِيْهِ تَهْدِيْد شَدِيْد لَهُمْ وَلَمَّا نَزَلَتْ قَالُوْا لَا بُدّ لَنَا بِحَرْبِهٖ "وَاِنْ تُبْتُمْ" رَجَعْتُمْ عَنْهُ "فَلَكُمْ رُءُوْس" اُصُول "اَمْوَالكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ" بِزِيَادَةٍ "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" بِنَقْصٍ،

پھر اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی جس ہم نے تم کو حکم دیا ہے۔ تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ پر خبردار ہو جاؤ، یعنی اس حکم میں تمہارے لئے سختی ہے۔ اور یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ ہم میں رب سے جنگ کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ اور اگر تم توبہ کر لو یعنی اپنی بات سے رجوع کر لو تو تمہارے لئے تمہارے اصل مال ہیں، نہ تم خود زیادتی کرے ظلم کرو اور نہ تم پر کمی کے باعث ظلم کیا جائے۔

آیت کے آخری الفاظ کی بنا پر ابن عباس، حسن بصری، ابن سیرین اور ربیع بن انس کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سُود کھائے اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے، تو اسے قتل کر دیا جائے۔ دُوسرے فقہا کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔ جب تک وہ سُود خواری چھوڑ دینے کا عہد نہ کرے، اسے نہ چھوڑا جائے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۷۹ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حُرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی گراں

قدر سودی رقمیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں اس میں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابق کے مطالبہ بھی واجب الترک ہیں اور پہلا مقرر کیا ہوا سود بھی اب لینا جائز نہیں۔

## نزول کے اعتبار سے قرآن کی سب سے آخری آیت کا بیان

یہ بھی مروی ہے کہ قرآن کریم کی سب سے آخری آیت یہی ہے، اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف نو راتوں تک ظاہری حیات کے ساتھ رہے اور ربیع الاول کی دوسری تاریخ کو پیر کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ ابن عباس سے ایک روایت میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اکتیس دن کی بھی مروی ہے، ابن جریج فرماتے ہیں کہ سلف کا قول ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نو رات تک ظاہری حیات کے ساتھ رہے۔ ہفتہ کے دن سے ابتدا ہوئی اور پیر والے دن انتقال ہوا۔ الغرض قرآن کریم میں سب سے آخر یہی آیت نازل ہوئی ہے۔

**وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○**

اور اگر قرض دار تنگدست ہو تو خوشحالی تک مہلت دی جانی چاہئے، اور تمہارا معاف کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں معلوم ہو۔

## تنگ دست مقروض کو مہلت دینے کی فضیلت کا بیان

**"وَاِنْ كَانَ" وَقَعَ غَرِيم "ذُو عُسْرَة فَنَظِرَة" لَهُ اَیْ عَلَيْكُمْ تَاْخِيْره "اِلٰى مَيْسَرَة" بِفَتْحِ السِّين وَضَمِّهَا اَیْ وَقْت يُسْر "وَاَنْ تَصَدَّقُوا" بِالتَّشْدِيْدِ عَلٰى اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الصَّاد وَبِالتَّخْفِيفِ عَلٰى حَذْفهَا اَیْ تَتَصَدَّقُوا عَلَى الْمُعْسِر بِالْاِبْرَاءِ "خَيْر لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ " اَنَّهُ خَيْر فَافْعَلُوْهُ وَفِي الْحَدِيث (مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ عَنْهُ اَظَلَّهُ اللّٰه فِيْ ظِلّه يَوْم لَا ظِلّ اِلَّا ظِلّه) رَوَاهُ مُسْلِم،**

اور اگر قرض دار تنگدست ہو تو خوشحالی تک مہلت دی جانی چاہئے، یعنی اس کو تاخیر کی اجازت دے دو۔ اور یہاں میسرہ میں سین فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی آسانی کے وقت تک۔ اور تمہارا صدقہ کرنا، یہاں یہ شد کے ساتھ آیا ہے اور اصل میں تاء کا صاد میں ادغام کیا گیا اور تخفیف کی صورت میں تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ یعنی تنگ دست مقروض کو بری کرتے ہوئے معاف کر دینا تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو۔ یہی بھلائی ہے۔

امام مسلم علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے کسی تنگ دست کو مہلت دی تو اللہ اس کو بندے کو اس دن سایہ عطا فرمائے گا جس دن اس سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

## مقروض کو مہلت دینے والے کیلئے قیامت کے دن سایہ ہونے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا باپ علم کے حصول کے لئے قبیلہ حی میں گئے یہ اس قبیلہ کی ہلاکت سے پہلے کی بات ہے تو سب سے پہلے ہماری ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوالیسر سے

ہوئی حضرت ابوالیسر کے ساتھ ان کا غلام بھی تھا جس کے پاس صحیفوں کا ایک بستہ تھا حضرت ابوالیسر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور مغافری کپڑے پہنے ہوئے تھے اور حضرت ابوالیسر کے غلام پر بھی ایک چادر تھی اور وہ بھی مغافری کپڑے پہنے ہوئے تھا فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے ان سے کہا: اے چچا میں آپ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات دیکھ رہا ہوں انہوں نے فرمایا فلاں بن فلاں حرامی کے اوپر میرا کچھ مال تھا میں اس کے گھر گیا اور میں نے سلام کیا اور میں نے کہا کیا کوئی شخص ہے؟ گھر والوں نے کہا نہیں اسی دوران جفر کا بیٹا باہر نکلا میں نے اس سے پوچھا تیرا باپ کہاں ہے اس نے کہا آپ کی آواز سن کر میری ماں کے چھپر کھٹ میں داخل ہو گیا ہے پھر میں نے کہا میری طرف باہر نکل مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تو کہاں ہے پھر وہ باہر نکلا تو میں نے اس سے کہا تو مجھ سے چھپا کیوں تھا اس نے کہا اللہ کی قسم میں آپ سے بیان کرتا ہوں اور آپ سے جھوٹ نہیں کہوں گا کہ اللہ کی قسم مجھے آپ سے جھوٹ کہتے ہوئے ڈر لگا اور مجھے آپ سے وعدہ کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے خوف معلوم ہوا کیونکہ آپ رسول اللہ کے صحابی ہیں اور اللہ کی قسم میں ایک تنگ دست آدمی ہوں۔

حضرت ابوالیسر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تو اللہ کو حاظر وناظر جان کر کہتا ہے اس نے کہا میں اللہ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں حضرت ابوالیسر نے فرمایا کیا تو اللہ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہے اس نے کہا میں اللہ کر حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں حضرت ابوالیسر نے پھر فرمایا کیا تو اللہ کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہے اس نے کہا میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں حضرت ابوالیسر نے وہ کاغذ منگوا کر اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دیا اور فرمایا اگر تو پائے تو اسے ادا کر دینا ورنہ میں تجھے معاف کرتا ہوں اپنی آنکھوں پر دو انگلیاں رکھ کر فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میری ان آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے اس کو یاد رکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی کسی تنگ دست کو مہلت دے یا اس سے اس کا قرض معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 3012)

| |
|---|
| وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| اور اس دن سے ڈرو جس میں تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر شخص کو جو کچھ عمل اس نے کیا ہے اس کی پوری پوری |
| جزا دی جائے گی اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ |

## قیامت کے دن حساب کی سختی سے ڈرنے کا بیان

"وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ " بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ تُرَدُّوْنَ وَلِلْفَاعِلِ تَسِيْرُوْنَ "فِيْهِ اِلَى اللّٰه " هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "ثُمَّ تُوَفّٰى " فِيْهِ "كُلّ نَفْس " جَزَاء "مَا كَسَبَتْ " عَمِلَتْ مِنْ خَيْر وَشَرّ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ " بِنَقْصِ حَسَنَة اَوْ زِيَادَة سَيِّئَة،

اور اس دن سے ڈرو۔ صیغہ مجہول کے ساتھ یعنی تم لوٹائے جاؤ گے اور صیغہ معروف کے ساتھ یعنی تم لوٹو گے۔ وہی قیامت کا دن ہے۔ پھر ہر شخص کو جو کچھ عمل اس نے کیا ہے اس کی پوری پوری جزا دی جائے گی خواہ اس نے نیک عمل کیا

ہو یا برا عمل کیا ہے۔ اور یعنی کسی نیکی میں کمی کر کے یا کسی کی برائی میں اضافہ کر کے ظلم نہیں ہوگا۔

## قیامت کے دن بندے اور رب کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بات نہ کریں اور اس دوران بندے اور رب کے درمیاں کوئی ترجمان نہ ہوگا پھر بندہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے بائیں طرف نظر دوڑائے گا تو اس طرف بھی اس کے کیے ہوئے اعمال ہی ہوں گے پھر جب سامنے کی طرف دیکھے گا تو اسے دوزخ نظر آئے گی پس اگر کسی میں اتنی بھی استطاعت ہو کہ وہ خود کو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر دوزخ کی آگ سے بچا سکے تو اسے چاہئے کہ ایسا ہی کرے ابو سائب سے روایات ہے کہ وکیع نے ایک دن یہ حدیث اعمش سے (روایت کرتے ہوئے) ہم سے بیان کی جب وکیع بیان کر چکے گا فرمایا اگر کوئی خراسان کا باشندہ یہاں ہو تو وہ یہ حدیث اہل خراسان کو سنا کر ثواب حاصل کرے امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ جہمیہ اس بات کے منکر ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 311)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ |
| بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ |
| اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْــــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ |
| يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ |
| فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىھُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ |
| وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ |
| اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا |
| بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْھَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ |
| وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک کے لئے آپس میں قرض کا معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تمہارے درمیان جو لکھنے والا |
| ہو اسے چاہئے کہ انصاف کے ساتھ لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اسے اللہ نے لکھنا سکھایا ہے، پس وہ لکھ دے |
| (یعنی شرع اور ملکی دستور کے مطابق وثیقہ نویسی کا حق پوری دیانت سے ادا کرے)، اور مضمون وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق |

(یعنی قرض) ہو اور اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور اس (زرِ قرض) میں سے (لکھواتے وقت) کچھ بھی کمی نہ کرے، پھر اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق واجب ہوا ہے ناسمجھ یا ناتواں ہو یا خود مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کے کارندے کو چاہئے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور اپنے لوگوں میں سے دو مردوں کو گواہ بنالو، پھر اگر دونوں مرد میسر نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں (یہ) ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرتے ہو (یعنی قابلِ اعتماد سمجھتے ہو) تاکہ ان دو میں سے ایک عورت بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاددلا دے، اور گواہوں کو جب بھی (گواہی کے لئے) بلایا جائے وہ انکار نہ کریں، اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے اپنی میعاد تک لکھ رکھنے میں اکتایا نہ کرو، یہ تمہارا دستاویز تیار کر لینا اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے اور گواہی کے لئے مضبوط تر اور یہ اس کے بھی قریب تر ہے کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو سوائے اس کے کہ دست بدست ایسی تجارت ہو جس کا لین دین تم آپس میں کرتے رہتے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے کا کوئی گناہ نہیں، اور جب بھی آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو، اور نہ لکھنے والے کو نقصان پہنچایا جائے اور نہ گواہ کو، اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری حکم شکنی ہوگی، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور اللہ تمہیں (معاملات کی) تعلیم دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

## کاروباری لین دین کی قانونی دستاویز میں احکام شرعیہ کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ" تَعَامَلْتُمْ "بِدَيْنٍ" كَسَلَمٍ وَقَرْضٍ "اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى" مَعْلُوم "فَاكْتُبُوْهُ" اسْتِيثَاقًا وَدَفْعًا لِلنِّزَاعِ "وَلْيَكْتُبْ" كِتَابَ الدَّيْنِ "بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ" بِالْحَقِّ فِي كِتَابَتِهِ لَا يَزِيد فِي الْمَال وَالْاَجَل وَلَا يَنْقُص "وَلَا يَاْبَ" يَمْتَنِع "كَاتِبٌ" مِنْ "اَنْ يَّكْتُبَ" اِذْ دُعِيَ اِلَيْهَا "كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ" اَيْ فَضَّلَهُ بِالْكِتَابَةِ فَلَا يَبْخَل بِهَا وَالْكَاف مُتَعَلِّقَة بـ"يَاْبَ" "فَلْيَكْتُبْ" تَاْكِيد "وَلْيُمْلِلِ" يُمِلِّ الْكَاتِب "الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ" الدَّيْن لِاَنَّهُ الْمَشْهُوْد عَلَيْهِ فَيُقِرّ لِيَعْلَم مَا عَلَيْهِ "وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ" فِي اِمْلَائِهِ "وَلَا يَبْخَسْ" يَنْقُص "مِنْهُ" اَيْ الْحَقّ "شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا" مُبَذِّرًا "اَوْ ضَعِيْفًا" عَنْ الْاِمْلَاء لِصِغَرٍ اَوْ كِبَر "اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ" لِخَرَسٍ اَوْ جَهْل بِاللُّغَةِ اَوْ نَحْو ذٰلِكَ "فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ" مُتَوَلِّي اَمْره مِنْ وَالِد وَوَصِيّ وَقَيِّم وَمُتَرْجِم "بِالْعَدْلِ"

وَاسْتَشْهِدُوْا" اَشْهِدُوْا عَلَى الدَّيْن "شَهِيْدَيْنِ" شَاهِدَيْنِ "مِنْ رِّجَالِكُمْ" اَيْ بَالِغِي الْمُسْلِمِينَ الْاَحْرَار "فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا" اَيْ الشَّهِيدَانِ "رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ" يَشْهَدُوْنَ "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۤءِ" لِدِيْنِهِ وَعَدَالَته وَتَعَدُّد النِّسَاء لِاَجْلِ "اَنْ تَضِلَّ" تَنْسَى "اِحْدٰىهُمَا" الشَّهَادَة لِنَقْصِ عَقْلهنَّ وَضَبْطهنَّ "فَتُذَكِّرَ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "اِحْدٰىهُمَا" الذَّاكِرَة "الْاُخْرٰى" النَّاسِيَة وَجُمْلَة الْاِذْكَار مَحَلّ الْعِلَّة اَيْ لِتُذَكِّر اِنْ ضَلَّتْ وَدَخَلَتْ عَلَى الضَّلَال لِاَنَّهُ سَبَبه وَفِي قِرَاءَة بِكَسْرِ اَنْ

شَرْطِيَّة وَرَفْع تُذَكِّر اسْتِئْنَاف جَوَابه،

وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا" زَائِدَة "دُعُوا" دُعُوا إِلَى تَحَمُّل الشَّهَادَة وَادَائِهَا "وَلَا تَسْأَمُوا" تَمَلُّوا مِنْ "اَنْ تَكْتُبُوهُ" اَيْ مَا شَهِدْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْحَق لِكَثْرَة وُقُوع ذٰلِكَ "صَغِيرًا" كَانَ قَلِيْلًا "اَوْ كَبِيرًا" كَثِيرًا "اِلَى اَجَله" وَقْت حُلُوله حَال مِنَ الْهَاء فِيْ تَكْتُبُوهُ "ذٰلِكُمْ" اَيْ الْكُتُب "اَقْسَط" اَعْدَل "عِنْد اللّٰه وَاَقْوَم لِلشَّهَادَة" اَيْ اَعْوَن عَلٰى اِقَامَتهَا لِاَنَّهُ يُذَكِّرهَا "وَاَدْنٰى" اَقْرَب اِلَى "اَلَّا" اَنْ لَا "تَرْتَابُوا" تَشُكُّوا فِيْ قَدْر الْحَق وَالْاَجَل،

إِلَّا اَنْ تَكُوْن" تَقَع "تِجَارَة حَاضِرَة " وَفِيْ قِرَاءَة بِالنَّصْبِ فَتَكُوْن نَاقِصَة وَاسْمهَا ضَمِير التِّجَارَة "تُدِيرُوْنَهَا بَيْنكُمْ" اَيْ تَقْبِضُونَهَا وَلَا اَجَل فِيْهَا "فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح" فِيْ اَنْ "لَا تَكْتُبُوْهَا" وَالْمُرَاد بِهَا الْمُتَجَر فِيْهِ "وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ" عَلَيْهِ فَإِنَّهُ اَدْفَع لِلِاخْتِلَافِ وَهٰذَا وَمَا قَبْله اَمْر نَدْب،

وَلَا يُضَارّ كَاتِب وَلَا شَهِيد " صَاحِب الْحَق وَمَنْ عَلَيْهِ بِتَحْرِيفٍ اَوْ امْتِنَاع مِنَ الشَّهَادَة اَوْ الْكِتَابَة وَلَا يَضُرّهُمَا صَاحِب الْحَق بِتَكْلِيفِهِمَا مَا لَا يَلِيق فِي الْكِتَابَة وَالشَّهَادَة "وَاِنْ تَفْعَلُوا" مَا نُهِيتُمْ عَنْهُ "فَإِنَّهُ فُسُوق" خُرُوج عَنْ الطَّاعَة لَاحِق "بِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰه" فِيْ اَمْره وَنَهْيه "وَيُعَلِّمكُمْ اللّٰه" مَصَالِح اُمُورِكُمْ حَال مُقَدَّرَة اَوْ مُسْتَاْنَف "واللّٰه بكل شيء عليم"

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک کے لئے آپس میں قرض کا معاملہ کرو جس طرح بیع سلم یا مدت معلومہ تک قرض کا معاملہ کرو۔ تو اسے لکھ لیا کرو، تا کہ وثیقہ بن جائے اور جھگڑا ختم ہو جائے۔ اور تمہارے درمیان جو لکھنے والا ہو اسے چاہئے کہ انصاف کے ساتھ لکھے۔ یعنی لکھنے میں مال کی زیادتی یا مدت کی زیادتی نہ کرے اور نہ ہی ان میں کوئی کمی کرے۔ اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے۔ یعنی جب اس کو لکھنے کیلئے بلایا جائے۔ جیسا کہ اسے اللہ نے لکھنا سکھایا ہے، یعنی اس کو اللہ نے لکھنے کی فضیلت دی ہے۔ لہٰذا وہ اس میں بخل نہ کرے۔ اور یہاں کاف یأب کے متعلق ہے۔ پس وہ لکھ دے۔ یہ تاکیدی حکم ہے۔ اور مضمون وہ شخص لکھوائے جس کے ذمہ حق یعنی قرض ہو۔ کیونکہ وہی مشہود علیہ ہے لہٰذا وہی اقرار کرے گا۔ اور اسی کو معلوم ہے۔ اور اسے چاہئے کہ اللہ سے ڈرے۔ جو اس کا پروردگار ہے۔ یعنی لکھوانے میں کچھ کمی نہ کرے۔ اور اس زر قرض میں سے لکھواتے وقت کچھ بھی کمی نہ کرے۔

پھر اگر وہ شخص جس کے ذمہ حق واجب ہوا ہے ناسمجھ، بے وقوف، فضول خرچ یا پاگل یا کم عمر ہونے کے سبب یا بوڑھا ہونے کے سبب یا گونگا ہے۔ یا کسی عذر کے سبب لکھوانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ یا ناتواں ہو یا خود مضمون لکھوانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو اس کے کارندے کو چاہئے کہ وہ انصاف کے ساتھ لکھوا دے، اور وہ لکھوانے والا اگرچہ والد یا وصی یا اختیار کردہ ہو یا مترجم ہو۔ اور اپنے لوگوں میں سے دو بالغ مسلمان آزاد مردوں کو گواہ بنا لو، پھر اگر دونوں مرد میسر نہ

ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، جن کو تم ان کے دین اور عادل ہونے کے سبب پسند کرتے ہو۔ یعنی یہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہیں تم گواہی کے لئے پسند کرتے ہو۔ یعنی قابلِ اعتماد سمجھتے ہو۔ تاکہ ان دو میں سے ایک عورت بھول جائے تو اس ایک کو دوسری یاد دلا دے، اور یہاں پر "فَتُذَكِّرَ" تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور اذکار کا جملہ یہاں بہ طور علت آیا ہے۔ یعنی بھول جانے کی صورت میں دوسری اس کو یاد دلائے۔ اور یہاں لام کا داخل ہونے بھول سے بچانے کا سبب بیان کرنے کیلئے آیا ہے۔ ایک قرأت میں ان شرطیہ کسرہ کے ساتھ آیا اور تذکر یہ رفع کے ساتھ آیا ہے، تو اس صورت میں یہ جملہ مستانفہ اور جواب شرط ہوگا۔

اور گواہوں کو جب بھی گواہی کے لئے بلایا جائے۔ یہاں ما، زائدہ ہے۔ وہ انکار نہ کریں، اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے اپنی میعاد تک لکھ رکھنے میں اکتایا نہ کرو، یعنی جس کے حق میں تم نے گواہی دی ہے اس کے زیادہ آنے جانے کے سبب تمہیں اکتاہٹ محسوس نہ کرنی چاہیے۔ یہ تمہارا دستاویز تیار کر لینا اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف ہے اور گواہی کے لئے مضبوط تر اور یہ اس کے بھی قریب تر ہے کہ تم شک میں مبتلا نہ ہو سوائے اس کے کہ دست بدست یعنی نقد بہ نقد ہو اور ادھار نہ ہو۔ ایسی تجارت ہو۔ یہاں تجارت نصب کے ساتھ آئی ہے۔ اس صورت میں تکون فعل ناقص ہوگا اور اس کا اسم تجارۃ کی ضمیر ہوگا۔ جس کا لین دین تم آپس میں کرتے رہتے ہو تو تم پر اس کے نہ لکھنے کا کوئی گناہ نہیں، اور جب بھی آپس میں خرید و فروخت کرو تو گواہ بنا لیا کرو، اور تحریر میں تبدیلی کر کے لکھنے والے کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور گواہ کو گواہی دینے سے روک کر نقصان نہ پہنچایا جائے۔ لہٰذا صاحب حق ان دونوں کو تکلیف دیکر نقصان نہ پہنچائے۔ کہ وہ ان کو ایسی بات کی طرف مجبور نہ کرے جو کتابت اور شہادت کے قابل نہ ہو۔ اور اگر تم نے ایسا کیا تو یہ تمہاری حکم شکنی ہوگی، یعنی ممنوعہ کاموں کا ارتکاب ہوگا لہٰذا یہ گناہ ہوگا۔ اور اطاعت سے خروج ہوگا۔ اور احکام شرعیہ میں اوامر و نواہی کے کاموں میں اللہ سے ڈرتے رہو، اور اللہ تمہیں معاملات میں اصلاح کی تعلیم دیتا ہے اور "وَيُعَلِّمُكُم" یہ اتقوا کی ضمیر حال مقدرہ ہے یا کلام مستانفہ ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا |
| فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا |
| فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ |
| اور اگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو با قبضہ رہن رکھ لیا کرو، پھر اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتماد ہو تو جس کی دیانت پر |
| اعتماد کیا گیا اسے چاہئے کہ اپنی امانت ادا کر دے اور وہ اللہ سے ڈرتا رہے جو اس کا پالنے والا ہے، اور تم گواہی کو چھپایا نہ کرو، اور جو |
| شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے، اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## سفر و حضر میں رہن رکھنے کا بیان

"وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَر " اَىْ مُسَافِرِيْنَ وَتَدَايَنْتُمْ "وَلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهَان " تَسْتَوْثِقُوْنَ بِهَا وَبَيَّنَتْ السُّنَّة جَوَاز الرَّهْن فِى الْحَضَر وَوُجُود الْكَاتِب فَالتَّقْيِيد بِمَا ذُكِرَ لِاَنَّ التَّوْثِيق فِيْهِ اَشَدّ وَفِىْ قِرَاءَة فَرِهَان جَمْع رَهْن "مَقْبُوضَة" اَفَادَ قَوْله مَقْبُوضَة اشْتِرَاط الْقَبْض فِى الرَّهْن وَالاكْتِفَاء بِهِ مِنْ الْمُرْتَهِن وَوَكِيله، "فَاِنْ اَمِنَ بَعْضكُمْ بَعْضًا " اَىْ الدَّائِن الْمَدِيْن عَلٰى حَقّه فَلَمْ يَرْتَهِن "فَلْيُؤَدِّ الَّذِىْ اُؤْتُمِنَ " اَىْ الْمَدِيْن "اَمَانَته" دَيْنه "وَلْيَتَّقِ اللّٰه رَبّه" فِىْ اَدَائِهِ "وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَة" اِذَا دُعِيتُمْ لِاِقَامَتِهَا "وَمَنْ يَكْتُمهَا فَاِنَّهُ اٰثِم قَلْبه " خُصَّ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُ مَحَلّ الشَّهَادَة وَلِاَنَّهُ اِذَا اَثِمَ تَبِعَهُ غَيْره فَيُعَاقَب عَلَيْهِ مُعَاقَبَة الْاٰثِمِينَ "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْم" لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَىْء مِنْهُ،

اور اگر تم سفر پر ہو یعنی مسافر لوگ جب معاملہ کریں۔اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضہ رہن رکھ لیا کرو، تاکہ تم اس سے معاملہ مضبوط ہو جائے۔

کاتب کی موجودگی میں اور حضر میں رہن رکھنے کا جواز حدیث سے ثابت ہے۔جبکہ ذکر کردہ قید توثیق معاملہ کیلئے ہے۔ اور ایک قرأت کے مطابق فرھان یہ رھن کی جمع ہے۔جس کا افادہ رہن میں شرط قبضہ کا ہونا ہے۔جو مرتہن یا اس کے وکیل کی کفایت پر ہے۔

پھر اگر تم میں سے ایک کو دوسرے پر اعتماد ہو۔یعنی دائن مدین کو اس کا حق دے گا تو رہن کی وکئی ضرورت نہیں ہے۔تو جس کی دیانت پر اعتماد کیا گیا۔اسے چاہئے کہ اپنی امانت ادا کر دے۔یعنی جس کو امانت دینی ہے۔اور وہ اس کی ادائیگی میں اللہ سے ڈرتا رہے۔جو اس کا پالنے والا ہے، اور تم گواہی کو چھپایا نہ کرو،یعنی جب تم کو اس کی ادائیگی کیلئے بلایا جائے۔اور جو شخص گواہی چھپاتا ہے تو یقیناً اس کا دل گنہگار ہے، دل کا ذکر اس لئے خاص کیا ہے۔کیونکہ وہی محل شہادت ہے۔اور جب وہ گناہگار ہو گیا اس کی اتباع میں وہ بھی گناہگار ہو جائے گا۔اور گناہگاروں کی طرح اس کا معاملہ یعنی اس کو سزا ہوگی۔اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔یعنی اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

## رہن کے لغوی و شرعی مفہوم کا بیان

اس کے لغوی معنی ثابت اور قائم رہنے کے ہیں اور اصطلاح شرعی میں رہن یہ ہے کہ کسی ایسی شے کو جو شرعاً مالیت کی حامل ہو، حصول قرض کے لیے ضمانت بنایا جائے تاکہ اس شے کے اعتماد پر قرض کا حصول ممکن ہو۔عرف عام میں اسے گروی رکھنا کہتے ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے" :اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور دستاویز لکھنے والا میسر نہیں تو رہن بالقبض پر معاملہ کر لو") سورہ بقرہ)۔رہن بالقبض کا مطلب یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اپنے قرض کی واپسی کا اطمینان ہو جائے۔رہن کی شرعی حیثیت یہ ہے کہ وہ بھی خرید و فروخت کی طرح فعل جائز ہے کیونکہ (چند استثنائی صورتوں کے علاوہ) ہر وہ شے جس کی بیع جائز ہے اس کو رہن رکھنا بھی جائز ہے۔

رہن کا معاملہ کرنا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔اس سلسلہ میں لکھا پڑھی بہتر ہے تا کہ شرطیں سامنے رہیں۔

## رہن کے ارکان کا بیان

رہن کے تین ارکان ہیں۔(۱) فریقین یعنی راہن اور مرتہن (شے مرہونہ کے مالک یا رہن کرنے والے کو راہن کہتے ہیں اور مرتہن جو رہن رکھ کر قرض دے)۔

(۲) اشیا معاملہ، اس میں دو چیزیں شامل ہیں۔ایک تو شے مرہونہ رہن رکھی ہوئی چیز اور دوسرے وہ رقم قرض جو رہن کے مقابلہ میں دی گئی۔الفاظ معاملہ (جو لین دین کے لیے استعمال کیے جائیں)۔

(۳) معاملہ رہن کے درست ہونے کی اہم ترین شرط یہ ہے کہ راہن اور مرتہن دونوں معاملہ بیع کی اہلیت رکھتے ہوں۔یعنی کوئی مجنون ودیوانہ یا بے شعور نابالغ لڑکا نہ ہو۔ان کا کیا ہوا معاملہ رہن درست نہ ہوگا۔

## رہن میں زرہ رکھ کر غلہ لینے کا بیان

صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت فوت ہوئے اس وقت آپ کی زرہ مدینے کے ایک یہودی ابوالشحم کے پاس تیس وسق جو کے بدلے گروی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے کھانے کیلئے لئے تھے۔

| |
|---|
| لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ |
| اللّٰهُ ؕ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ |
| جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے، وہ باتیں جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاؤ اللہ تم |
| سے اس کا حساب لے گا، پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ |

## ظاہر و پوشیدہ کے حساب ہونے کا بیان

"لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوَات وَمَا فِی الْاَرْض وَاِنْ تُبْدُوا" تُظْهِرُوْا "مَا فِیْ اَنْفُسكُمْ" مِنْ السُّوء وَالْعَزْم عَلَيْهِ "اَوْ تُخْفُوْهُ" تُسِرُّوْهُ "يُحَاسِبكُمْ" يُخْبِركُمْ "بِهِ اللّٰه" يَوْم الْقِيَامَة "فَيَغْفِر لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهٗ "وَيُعَذِّب مَنْ يَّشَاء" تَعْذِيبه وَالْفِعْلَانِ بِالْجَزْمِ عَطْف عَلٰى جَوَاب الشَّرْط وَالرَّفْع اَیْ فَهُوَ "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَیْء قَدِير" وَمِنْهُ مُحَاسَبَتكُمْ وَجَزَاؤُكُمْ،

جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ کے لئے ہے، وہ باتیں ظاہر کرو جو تمہارے دلوں میں ہیں خواہ انہیں ظاہر کرو یا انہیں چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، یعنی تم کو قیامت کے دن بتا دے گا۔پھر جسے وہ چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا، اور یہاں "فَیَغْفِر اور یُعَذِّب" دونوں افعال جواب شرط ہونے کے وجہ سے مجزوم آئے ہیں۔اور ھو کی تقدیر پر مرفوع ہیں۔اور اللہ ہر چیز پر کامل قدرت رکھتا ہے۔اور انہی چیزوں میں سے

تمہارا محاسبہ کرنا اور تم کو جزاء دینا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۸۴ کے شان نزول کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی کہ یہ آیت "وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ" 2۔البقرۃ:284) (خواہ تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اس کا حساب لے گا پھر جسے چاہے گا بخش دے گا اور جسے چاہے گا عذاب دے گا) نازل ہوئی تو اس نے غمگین کر دیا ہم سوچنے لگے کہ اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال کرے اور اس پر حساب ہونے لگا تو ہمیں کیا معلوم کہ اس میں سے کیا معاف کیا جائے گا اور کیا نہیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی اور اسے منسوخ کر دیا "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" 2۔البقرۃ: 286) (اللہ تعالیٰ کسی کو اسکی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا ہر ایک کیلئے وہی ہے جو اس نے کمایا ہے اور ہر ایک پر اپنی برائی کا وبال ہے)۔ یعنی خیال پر حساب نہیں ہوگا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 925)

| |
|---|
| اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟ |
| لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے |
| میں فرق نہیں کرتے اور عرض کی کہ ہم نے سنا اور مانا تیری معافی ہو، اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ اور آپ پر نازل کردہ پر ایمان لانے کا بیان

"اٰمَنَ" صَدَّقَ "الرَّسُوْلُ" مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ" مِنَ الْقُرْاٰنِ "وَالْمُؤْمِنُوْنَ" عُطِفَ عَلَيْهِ "كُلٌّ" تَنْوِيْنُهٗ عِوَضٌ مِنَ الْمُضَافِ اِلَيْهِ "اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ" بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ "وَرُسُلِهٖ" يَقُوْلُوْنَ "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ" فَنُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ كَمَا فَعَلَ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى "وَقَالُوْا سَمِعْنَا" اَيْ مَا اُمِرْنَا بِهٖ سَمَاعَ قَبُوْلٍ "وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا" نَسْاَلُكَ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا "وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" الْمَرْجِعُ بِالْبَعْثِ،

جب رسول مکرم حضرت محمد ﷺ پر جو ان کے رب کی جانب سے قرآن نازل کیا گیا تو سب نے مانا اور اہل ایمان نے مانا اور یہاں پر مؤمنون کا عطف الرسل پر ہے اور یہ تینوں "کل" کی تنوین کے بدلے میں مضاف الیہ ہیں۔ یعنی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور کتب یہ کتاب کی جمع اور افراد کے ساتھ ہے۔ اور اس کے رسولوں کو یہ کہتے ہوئے کہ ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے یعنی ان میں سے کسی ایک درمیان کوئی فرق نہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں۔ جس طرح یہود و نصاریٰ نے کیا۔ اور عرض کی کہ ہم نے سنا

یعنی جو سنا اس کو قبول کیا ہے۔ اور مانا تیری معافی ہو، یعنی اے اے ہمارے رب ہم تجھ سے بخشش کا سوال کرتے ہیں۔ اور اے رب ہمارے اور تیری ہی طرف پھرنا ہے۔ یعنی دوبارہ زندہ ہو کر ہم نے تیری طرف لوٹ کر آنا ہے۔

## سورہ بقرہ آیت ۲۸۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آیت (وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ، 2۔البقرۃ:284)۔ نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اتنا خوف بیٹھ گیا کہ کسی اور چیز سے نہیں بیٹھا تھا۔ انہوں نے اس خوف کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان داخل کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۲۸۵ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا، 2۔البقرۃ:284)۔ (ترجمہ۔ رسول اس چیز کا اعتقاد رکھتے ہیں جو ان پر ان کے رب کی طرف نازل کی گئی اس طرح مؤمنین بھی یہ سب اللہ، اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے تمام پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور سب نے کہا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اے ہمارے پروردگار ہم تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور ہمیں تیری طرف ہی لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا اسے ثواب بھی اس کا ہوتا ہے جو وہ ارادے کرتا ہے اور گناہ بھی۔ ہمارے رب اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہمارا مواخذہ نہ فرما۔ (اس دعا پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں) میں نے قبول کی (پھر وہ دعا کرتے ہیں) اے ہمارے رب ہم پر سخت حکم نہ بھیج جیسا کہ تو نے پہلی امتوں پر بھیجا تھا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں نے یہ دعا بھی قبول کی (پھر وہ لوگ دعا کرتے ہیں)۔ اے ہمارے رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جسے سہنے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور ہمیں معاف فرما، ہماری مغفرت فرما، ہم پر رحم فرما اس لئے کہ تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ لہٰذا ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے یہ دعا بھی قبول کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ایک اور سند سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث منقول ہے۔ آدم بن سلیمان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ یحییٰ کے والد ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 927)

## سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت کا بیان

حضرت ابومسعود انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی سورت البقرہ کی آخری دو آیتیں رات کے وقت پڑھے گا وہ اسے کافی ہو جائیں گی راوی عبدالرحمٰن نے کہا میں حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ سے بیت اللہ کے طواف کے دوران ملا میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے یہی حدیث بیان کی۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1874)

| |
|---|
| لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ |
| نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا |
| تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى |
| الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت کے مطابق، اس کا فائدہ ہے، جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائے، اے |
| رب ہمارے، ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا جو خطاء ہو جائے اے رب ہمارے، اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں |
| پر رکھا تھا، اے رب ہمارے، اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں برداشت نہ ہو اور ہمیں معاف فرمادے اور بخش دے اور ہم پر رحم |
| کر تو ہمارا مولیٰ ہے تو کافروں پر ہمیں مدد عطا کردے۔ |

## سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۶ کے شان نزول کا بیان

وَلَمَّا نَزَلَتْ الْاٰيَةُ الَّتِى قَبْلَهَا شَكَا الْمُؤْمِنُوْنَ مِنَ الْوَسْوَسَةِ وَشَقَّ عَلَيْهِمُ الْمُحَاسَبَةُ بِهَا فَنَزَلَ، "لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" اَىْ مَا تَسَعُهُ قُدْرَتُهَا "لَهَا مَا كَسَبَتْ" "كَسَبَتْ مِنَ الْخَيْرِ اَىْ ثَوَابُه "وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ" مِنَ الشَّرِّ اَىْ وِزْرُه وَلَا يُؤَاخَذُ اَحَدٌ بِذَنْبِ اَحَدٍ وَلَا بِمَا لَمْ يَكْسِبْهُ مِمَّا وَسْوَسَتْ بِهٖ نَفْسُه , قُوْلُوْا "رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا" بِالْعِقَابِ "اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا" تَرَكْنَا الصَّوَابَ لَا عَنْ عَمْدٍ كَمَا اُخِذَتْ بِهٖ مَنْ قَبْلَنَا وَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ذٰلِكَ عَنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا وَرَدَ فِى الْحَدِيْثِ فَسُؤَالُه اعْتِرَافٌ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ "رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا" اَمْرًا يَثْقُلُ عَلَيْنَا حَمْلُه "كَمَا حَمَلْتَه عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا" اَىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ مِنْ قَتْلِ النَّفْسِ فِى التَّوْبَةِ وَاِخْرَاجِ رُبْعِ الْمَالِ فِى الزَّكَاةِ وَقَرْضِ مَوْضِعِ النَّجَاسَةِ "رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ" قُوَّةَ "لَنَا بِهٖ" مِنَ التَّكَالِيْفِ وَالْبَلَاءِ "وَاعْفُ عَنَّا" اُمْحُ ذُنُوْبَنَا "وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا" فِى الرَّحْمَةِ زِيَادَةٌ عَلَى الْمَغْفِرَةِ "اَنْتَ مَوْلَانَا" سَيِّدُنَا وَمُتَوَلِّىْ اُمُوْرِنَا "فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ" بِاِقَامَةِ الْحُجَّةِ وَالْغَلَبَةِ فِىْ قِتَالِهِمْ فَاِنَّ مِنْ شَاْنِ الْمَوْلٰى اَنْ يَنْصُرَ مَوَالِيَه عَلَى الْاَعْدَاءِ وَفِى الْحَدِيْثِ : (لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ فَقَرَاَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيْلَ لَه عَقِبَ كُلِّ كَلِمَةٍ قَدْ فَعَلْتُ،

جب اس سے پہلے والی آیت نازل ہوئی تو اہل ایمان وسوسوں کی شکایت کی کیونکہ ان کو محاسبہ سخت لگا تو ان وساوس کو دور کرنے کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت کے مطابق، یعنی بوجھ اٹھانے والے کی طاقت کے مطابق بوجھ ڈالا جائے گا۔ اس کا ثواب ہے، جو اچھا کمایا اور اس کا نقصان ہے جو برائی کمائے، یعنی وہی اپنے گناہ کا بوجھ اٹھائے گا۔ اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ بوجھ نہ اٹھائے گا۔ نہ ہی اس کا بوجھ جو اس کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا ہے۔ اے رب ہمارے، ہمیں نہ پکڑ یعنی ہمیں سزا نہ دے۔ اگر ہم بھولیں یا جو خطاء ہو جائے۔ یعنی ہم درست کو چھوڑ بیٹھیں جبکہ بہ طور ارادہ ایسا نہ کریں۔ جس طرح ہم پہلے لوگوں پر تو نے گرفت فرمائی۔ اور وہ یقیناً اللہ نے اس امت سے اٹھالیا ہے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور معافی کا اعتراف کر لینا اصل میں اللہ کی نعمت کا اعتراف ہے۔ اے رب ہمارے، اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ یعنی وہ حکم جو ہم پر بھاری ہو۔ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا، یعنی جس طرح تو نے بنی اسرائیل کو توبہ کیلئے اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ زکوۃ مال سے چوتھائی حصہ نکالنے کا حکم دیا۔ اور محل نجاست کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا۔ اے رب ہمارے، اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں برداشت نہ ہو یعنی ایسی تکالیف دہ اور مصائب والے احکام کو بوجھ نہ ڈال۔ اور ہمارے گناہ معاف فرمادے اور اپنی رحمت سے ہم کو بخش دے بخشش زیادہ کردے۔ اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے۔ یعنی ہمارے معاملات کا تو ہی مولی ہے تو کافروں پر ہمیں مدد عطا کردے۔ تاکہ ہماری حجت قائم ہو جائے اور ان کو قتل کرنے میں ہمیں غلبہ عطا فرما۔ کیونکہ مولیٰ کی شان ہے کہ وہ اپنے موالیوں کی مدد کرتا ہے۔ جبکہ ان کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے اس کو پڑھا۔ تو ہر آیت کے بعد آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ہم نے اس کو قبول کیا یعنی ایسا ہی کیا جیسا آپ ﷺ نے تلاوت کیا۔

## سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک اوپر سے ایک آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دروازہ آسمان کا ہے جسے صرف آج کے دن کھولا گیا اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا پھر اس سے ایک فرشتہ اترا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ فرشتہ جو زمین کی طرف اترا ہے یہ آج سے پہلے کبھی نہیں اترا اس فرشتے نے سلام کیا اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو نوروں کی خوشخبری ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیے گئے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ایک سورت الفاتحہ اور دوسری سورت البقرہ کی آخری آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے جو حرف بھی پڑھیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے مطابق دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1871)

## اللہ تعالی کی بے انتہاء بخشش و مغفرت کا بیان

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل استغفار یہ ہے کہ تم یوں دعا مانگو:

اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں میں تیرے عہد پر ہوں۔ یعنی عہد میثاق پر قائم ہوں اور تیرے وعدے پر ہوں یعنی تو نے حشر وغیرہ کے بارے میں جو وعدہ کیا ہے اس پر یقین کامل رکھتا ہوں میں اپنی طاقت کے بقدر اس برائی یعنی گناہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں جس میں میں مبتلا ہوا۔ میں تیری نعمتوں کو جو تو نے مجھے عنایت فرمائی اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں پس تو مجھے بخش دے۔ کیونکہ گناہوں کو تیرے علاوہ کوئی نہیں بخشتا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ان کلمات کو دن میں ان کے معنی پر یقین رکھ کر پڑھے اور پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ جنتیوں میں سے ہے اور جو شخص ان کلمات کو رات میں ان کے معنی پر یقین رکھ کر پڑھے اور اسی رات صبح ہونے سے پہلے مر جائے تو وہ جنتیوں میں سے ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 868)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھے بخشوں گا تو نے جو برا کام بھی کیا ہوگا اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی یعنی تو چاہے کتنا ہی بڑا گنہگار ہو تجھے بخشنا میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک بھی پہنچ جائیں اور تو مجھ سے بخشش چاہے تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ اور مجھ کو اس کی پرواہ نہیں ہوگی، اے ابن آدم! اگر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تیرے ساتھ گناہوں سے بھری ہوئی زمین ہو تو میں تیرے پاس بخشش مغفرت سے بھری ہوئی زمین کو لے کر آؤں گا۔ بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو۔ (یعنی شرک میں مبتلا نہ ہوا ہو) ترمذی اور احمد و دارمی نے اس روایت کو ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 869)

حضرت ابوسعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اے میرے پروردگار! میں تیرے بندوں کو ہمیشہ گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ ان کی روحیں ان کے جسم میں ہیں! پروردگار عزوجل نے فرمایا قسم ہے اپنی عزت اور بزرگی کی اور اپنے مرتبہ کی بلندی کی، میرے بندے جب تک مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی ہمیشہ ان کو بخشتا رہوں گا۔ (مسند احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 876)

## سورت بقرہ کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! سورہ بقرہ کی تفسیر جلالین کے متن و ترجمہ کے ساتھ ساتھ تفسیری و فقہی مسائل کی وضاحت کے ساتھ مکمل ہو چکی ہے۔ ہم نے بڑے اختصار کی کوشش کی ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں فقہی مسائل کی کثرت بھی موجود ہے جن کو جزئیات کے ساتھ اگر تشریح کی جاتی یا مختلف فقہی مذاہب کو دلائل اور ائمہ کے کثیر استدلال کے ساتھ ذکر کیا جاتا تو یہ تفسیر نہایت وسیع ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں نبی کریم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے تفسیر جلالین کی وضاحت کرنے میں غلطیوں سے محفوظ فرمائے۔ مجھ پر حق کو واضح کر دے اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور مجھ پر باطل کو واضح کرے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین،

# سُورَۃ آلِ عِمرَان

یہ قرآن مجید کی سورت آلِ عمران ھے

## سورت آلِ عمران کے شان نزول کا بیان

امام قرطبی لکھتے ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وفد نجران رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا یہ ساٹھ سوار تھے اوران میں چودہ قوم کے بڑے سردار تھے ان چودہ میں سے تین افراد ایسے تھے کہ ان کے تمام معاملات وہی سنبھالتے تھے، عاقب یہ قوم کا امیر تھا اور صاحب مشورہ تھا اس کی رائے کے بغیر یہ لوگ کوئی کام نہ کرتے تھے اس کا نام عبدالمسیح تھا۔ سید یہ ان کا امام تھا اور سفر کا متولی تھا اس کا نام ایہم تھا۔ اور ابو حارثہ بن علقمہ ان کا بشپ بڑا عالم اور امام تھا اور ان کی مذہبی تعلیم گاہ کا متولی تھا اسے ان کے ہاں بے حد شرف تھا یہ ان کی مذہبی کتابیں پڑھا کر ان کے دینی علوم میں بہت ماہر ہو چکا تھا روم کے بادشاہوں نے اسے بے حد شرف اور مال سے نواز رکھا تھا اور اس کے لیے اس کے علم و اجتہاد کی وجہ سے کئی کنیسے بنا رکھے تھے۔

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے جب آپ عصر کی نماز سے فارغ ہوئے تو یہ آپ کی مسجد میں داخل ہوئے یہ لوگ یمنی چادر جبے اور کپڑے پہنے ہوئے تھے صحابہ میں سے جس نے انہیں دیکھا کہا ہم نے ان کی طرح کا وفد کبھی نہیں دیکھا ان کی نماز کا وقت قریب آیا تو یہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے رسول اللہ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی سید اور عاقب نے رسول اللہ سے گفتگو شروع کی رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اسلام لے آؤ انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے پہلے اسلام لا چکے ہیں آپ نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا تمہیں اللہ کے لیے بیٹا پکارنے ، صلیب کی عبادت کرنے اور خنزیر کا گوشت کھانے نے اسلام قبول کرنے سے روک دیا انہوں نے کہا کہ اگر عیسی اللہ کے بیٹے نہیں ہیں تو پھر ان کا والد کون ہے؟ ان تمام نے حضور ﷺ سے عیسی کے بارے میں جھگڑا کیا آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کوئی بھی بیٹا وہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ نے فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز پر نگہبان ہے اور ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ کیا عیسی ان میں سے کسی چیز پر قادر ہیں انہوں نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہمارے رب نے عیسی کو رحم میں جیسی چاہی صورت بخشی اور ہمارا رب نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور نہ اسے حدث لاحق ہوتا ہے انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ عیسی کو ان کی والدہ نے ایسے اٹھایا جیسے ایک عورت اپنے بچے کو اٹھاتی ہے پھر ایسے ہی جنا جیسے ایک عورت اپنے بچے کو جنتی ہے پھر آپ کو ایسے ہی خوراک دی گئی جیسے ایک بچے کو دی جاتی ہے پھر آپ کھاتے پیتے تھے اور آپ علیہ السلام کو پیشاب اور پاخانہ بھی آتا تھا انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا کہ تم پھر

اس طرح کیسے کہہ سکتے ہو جیسا کہ تم گمان کرتے ہو اس موقع پر اللہ نے سورہ آلِ عمران کے شروع حصے سے تقریبا اسی سے کچھ زائد نازل فرمائیں۔(قرطبی 4-4، نیسابوری (80)

(1) الٓمّٓ o سُوْرَۃ اٰل عِمْرَان ( مَدَنِیَّۃ وَ اٰیَاتھَا مِائَتَانِ اَوْ اِلَّا اٰیَۃ نَزَلَتْ بَعْد الْاَنْفَال)
"الم" اللّٰہ اَعْلَم بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ،

الم یہ حروف مقطعات ہیں۔اس کا نام آلِ عمران ہے، اور یہ مدنی سورت ہے۔اس کی دوسو آیات ہیں۔یا یہ انفال کے بعد نازل ہوئی ہے۔اور الم سے کیا مراد ہے اللہ ہی اس کو بہتر جاننے والا ہے۔

حروف مقطعات اور ان سے مقصود و مراد؟: سورہ کریمہ کے شروع کے یہ حروف "حروف مقطعات" کہلاتے ہیں۔کیونکہ ان کو کاٹ کر اور الگ الگ کر کی پڑھا جاتا ہے اور ان سے مقصود و مراد کے بارے میں کتب تفسیر میں مختلف اقوال اور احتمالات پائے جاتے ہیں۔لیکن راجح قول کے مطابق حضرات اہل علم کا کہنا ہے کہ ان کی صحیح اور حقیقی مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔لہٰذا ان کے بارے میں مجمل طور پر یہی کہنا چاہیئے کہ " اَللّٰـہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ ""ان کی مراد اللہ ہی بہتر جانتا ہے"۔اس کی کچھ مزید تفصیل اس سے پہلے سورہ بقرہ کے شروع میں کردی گئی ہے۔اس لیے اسی کی طرف رجوع کرلیا جائے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں ہے

| |
|---|
| اَللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ o |
| اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندہ قائم رہنے والا ہے۔ |

## حی وقیوم کے معانی کا بیان

قیوم اسے کہتے ہیں جو خود قائم ہو اور دوسری تمام چیزوں کا محافظ اور انہیں قوام بخشنے والا ہو۔(مفردات راغب)

قیوم اسے کہتے ہیں جو کسی دوسرے پر اعتماد کئے بغیر ثابت اور قائم ہو(روح المعانی) مذکورہ بالا نکتے میں حصر اس لحاظ سے ہے کہ "الحی القیوم""اللہ" کیلئے خبر ہو۔

دو صفات حیی اور قیوم عبادت کو خداوند متعال میں منحصر کرنے کی علت بیان کررہی ہیں یعنی صرف وہ معبود بن سکتا ہے جو زندہ اور قائم بالذات ہو۔

| |
|---|
| نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِّمَا بَیْنَ یَدَیْہِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ o |
| اسی نے کتاب آپ پر حق کے ساتھ نازل فرمائی ہے ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے اتری ہیں |
| اور اسی نے تورات اور انجیل نازل فرمائی ہے۔ |

## قرآن مجید کی حقانیت کا دلیل سے بیان

"نَزَّلَ عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّدُ "الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن مُلْتَبِسًا "بِالْحَقِّ" بِالصِّدْقِ فِيْ اَخْبَارِه "مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" قَبْلَه مِنَ الْكُتُب "وَاَنْزَلَ التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيلَ مِنْ قَبْلُ" اَیْ قَبْلَ تَنْزِيلِه "هُدًى" حَال بِمَعْنٰى هَادِيْنَ مِنَ الضَّلَالَةِ "لِلنَّاسِ" مِمَّنْ تَبِعَهُمَا وَعَبَّرَ فِيْهِمَا بِاَنْزَل وَفِي الْقُرْاٰن بِنَزَّلَ الْمُقْتَضِي لِلتَّكْرِيْرِ لِاَنَّهُمَا اُنْزِلَا دُفْعَةً وَاحِدَةً بِخِلَافِه "وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ" بِمَعْنَى الْكُتُب الْفَارِقَة بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ وَذَكَرَهُ بَعْدَ ذِكْرِ الثَّلَاثَة لِيَعُمَّ مَا عَدَاهَا،

یا محمد ﷺ آپ پر کتاب یعنی قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا، یعنی اس کی صداقت احادیث میں آئی ہے، جو ان کتابوں کی تصدیق کرنیوالی ہے، جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں۔اور اس سے پہلے اس نے تورات اور انجیل کو نازل کیا ہے۔یعنی اس کتاب کے نازل ہونے کے بعد، یہاں پر ھدی ھادین کے معنی میں حال ہے۔یعنی گمراہی سے ہدایت لوگوں کیلئے ہے۔یعنی جن لوگوں نے ان دونوں کی اتباع کی۔ان دونوں کو انزل سے بیان کیا ہے جبکہ قرآن کو نزل سے بیان کیا ہے کیونکہ وہ دونوں بہ یک مرتبہ نازل ہوئی ہیں۔جبکہ قرآن درجہ بہ درجہ نازل ہوا ہے۔اور فرقان کو نازل کرنے کا معنی یہ ہے کہ جو کتاب حق وباطل کے درمیان فرق کرنے والی ہے اور تینوں کتابوں کے بعد فرقان کو اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ ان تینوں کے سوا دوسری کتابوں کو بھی شامل ہو جائے۔

## قرآن کو صفت حق کے ساتھ بیان کرنے کا مفہوم

پیر محمد کرم شاہ ازہری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے۔لکھتے ہیں: الحق للفعل والقول: الواقع بحسب ما يجب وقدر ما يجب وفي الوقت الذى يجب ۔یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے جیسے چاہئے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس کی ضرورت ہو۔

قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرما دیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایان شان تھی۔اور ایسے دلائل و براہین سے مزین ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی۔اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا چکا تھا۔اور انسانیت کا کاروان وشت حیرت وضلالت میں بھٹک رہا تھا اور اس وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے آیا۔جب عقل انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کر کے فکر ونظر کی وادی میں قدم رکھ چکی تھی۔اور انسان کے حواس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل وخرد کو مطمئن کرنے والی آیات بینات کی ضرورت تھی۔سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔(ضیاء القرآن، سورہ آل عمران، لاہور)

مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۝

لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا، بیشک وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے۔ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے،

## اللہ کے احکام کے منکرین کیلئے سخت عذاب کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰه " اَلْقُرْاٰن وَغَيْرِه "لَهُمْ عَذَاب شَدِيْد وَاللّٰهُ عَزِيْز " غَالِب عَلٰى اَمْره فَلَا يَمْنَعهُ شَيْء مِنْ اِنْجَاز وَعْده وَوَعِيده "ذُو انْتِقَام" عُقُوبَة شَدِيْدَة مِمَّنْ عَصَاهُ لَا يَقْدِر عَلٰى مِثْلهَا اَحَد،

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی آیات یعنی قرآن وغیرہ کا انکار کیا تو ان کیلئے سخت عذاب ہے۔اور اللہ تعالیٰ غالب ہے یعنی اپنے حکم میں اور وعدے اور وعید میں غالب ہے کہ اس کو اس سے کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔

## فرقان کے ذریعے حق و باطل کو واضح کرنے کا بیان

"الفرقان" سے مقصود و مراد؟: یعنی قرآن حکیم، جو کہ حق و باطل کے درمیان فرق کو پوری طرح واضح کرنے والا ہے اور اس حد تک واضح کرنے والا ہے کہ کسی کیلئے بھی کوئی خفاء وغموض باقی نہیں رہ جاتا۔سوائے ان لوگوں کے، جن کے دل و دماغ مقفل ہیں اور جو عناد و ہٹ دھرمی کے روگی ہیں۔والعیاذ باللہ، اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد معجزات ہیں کہ ان سے بھی یہی مقصد حاصل ہوتا ہے جبکہ بعض حضرات اہل علم نے کہا کہ اس سے مراد میزان عدل و شریعت ہے، جس سے لوگوں کے حقوق کی تعیین اور ان کی ادائیگی کا انتظام ہوتا ہے

جبکہ بعض حضرات نے کہا کہ اس "فرقان" سے مراد وہ عقل صحیح و سالم ہے جو حق و باطل اور صحیح و غلط کے درمیان فرق و تمیز کرتی ہے۔(المراغی)۔سو لفظ "فرقان" اپنے عموم کے لحاظ سے اگرچہ ان سب ہی مفاہیم کو شامل ہے اور یہ سب ہی مطالب اس کے دائرہ میں آتے ہیں لیکن اس کا واضح مصداق قران حکیم ہی ہے، جس میں سب کے حقوق اور ان کے دوائر کو پوری طرح واضح اور متعین کردیا گیا۔اور باقی تمام احتمالات بھی اس کے ماتحت آتے ہیں، اور اپنی اپنی جگہ وہ سب ہی صحیح اور درست ہیں۔بہر کیف قرآن حکیم وہ فرقان حمید ہے جس سے حق اور باطل پوری طرح واضح ہو کر اور نکھر کر ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔اور کوئی اشتباہ باقی نہیں رہ جاتا۔-(تفسیر روح البیان، سورہ آل عمران، بیروت لبنان)

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝

بے شک اللہ پر زمین اور آسمان کی کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔

## زمین وآسمان کی کسی بھی چیز کا علم الٰہی سے پوشیدہ نہ ہونے کا بیان

"إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْءٌ " كَائِن "فِي الْأَرْض وَلَا فِي السَّمَاء " لِعِلْمِهِ بِمَا يَقَع فِي الْعَالَم مِنْ كُلِّيّ وَجُزْئِيّ وَخَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِأَنَّ الْحِسّ لَا يَتَجَاوَزهُمَا،

بے شک اللہ پر کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں۔یعنی نہ تو وہ چیز زمین میں ہوئی ہے۔اور نہ آسمان میں ہوئی ہے۔یعنی اس عالم میں وہ چیز کلی اور جزئی طور پر واقع ہوئی ہو اور ان دونوں کو ذکر کے ساتھ خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ حس ان دونوں سے بڑھنے والی نہیں ہے۔

## دلوں کے احوال کا علم اللہ ہی کو ہونے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن بکرہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی دوسرے آدمی کی تعریف بیان کی تو آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی تونے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔
کئی مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دہرایا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے ساتھی کی تعریف ہی کرنا چاہئے تو اسے چاہئے کہ وہ ایسے کہے میرا گمان ہے اور اللہ خوب جانتا ہے اور میں اس کے دل کا حال نہیں جانتا انجام کا علم اللہ ہی کو ہے کہ وہ ایسے ایسے ہے۔(صحیح مسلم: جلدسوم: حدیث نمبر 3001)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| وہ ذات جس نے تمہاری صورتوں کو رحم میں بنایا جس طرح اس نے چاہا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی غالب حکمت والا ہے۔ |

## وہ جیسے چاہے صورتیں بنانے والا ہے

"هُوَ الَّذِي يُصَوِّركُمْ فِي الْأَرْحَام كَيْف يَشَاء "مِنْ ذُكُورَة وَأُنُوثَة وَبَيَاض وَسَوَاد وَغَيْر ذَلِكَ "لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

وہ ذات جس نے تمہاری صورتوں کو رحم میں بنایا جس طرح اس نے چاہا یعنی مذکر ومؤنث اور سفید وسیاہ وغیرہ۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی غالب اپنے ملک میں، حکمت والا اپنی صنعت میں ہے۔

## انسان کی پیدائش سے انتقال تک کی تقدیر کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق ومصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بدبخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے

ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جا دوم: حدیث نمبر 468)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا |
| الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ ۚ وَ مَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ |
| اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَ مَا یَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ |
| وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی |
| میں اشتباہ ہے۔ وہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔ وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو اور اس |
| کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور |
| صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ |

## محکم ومتشابہ آیات کا قرآن میں ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتَاب مِنْهُ اٰیَات مُحْكَمَات " وَاضِحَات الدَّلَالَة "هُنَّ اُمّ الْكِتَاب " اَصْله الْمُعْتَمَد عَلَیْهِ فِی الْاَحْكَام "وَاُخَر مُتَشَابِهَات" لَا تُفْهَم مَعَانِیهَا كَاَوَائِل السُّوَر وَجَعَلَهُ كُلّه مُحْكَمًا فِیْ قَوْله "اُحْكِمَتْ اٰیَاته" بِمَعْنَی اَنَّهُ لَیْسَ فِیْهِ عَیْب وَمُتَشَابِهًا فِیْ قَوْله "كِتَابًا مُتَشَابِهًا" بِمَعْنَی اَنَّهُ یُشْبِه بَعْضه بَعْضًا فِی الْحُسْن وَالصِّدْق "فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبهمْ زَیْغ" مَیْل عَنْ الْحَقّ "فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاء " طَلَب "الْفِتْنَة" لِجُهَّالِهِمْ بِوُقُوْعِهِمْ فِی الشُّبُهَات وَاللَّبْس "وَابْتِغَاء تَاْوِیْله " تَفْسِیْره "وَمَا یَعْلَم تَاْوِیْله" تَفْسِیْره "اِلَّا اللّٰه " وَحْده "وَالرَّاسِخُوْنَ" الثَّابِتُوْنَ الْمُتَمَكِّنُوْنَ "فِی الْعِلْم " مُبْتَدَاٌ خَبَره "یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهِ " اَیْ بِالْمُتَشَابِهِ اَنَّهُ مِنْ عِنْد اللّٰه وَلَا نَعْلَم مَعْنَاهُ "كُلّ " مِنْ الْمُحْكَم وَالْمُتَشَابِه "مِنْ عِنْد رَبّنَا وَمَا یَذَّكَّر " بِاِدْغَامِ التَّاء فِی الْاَصْل فِی الذَّال اَیْ یَتَّعِظ "اِلَّا اُولُو الْاَلْبَاب" اَصْحَاب الْعُقُوْل وَیَقُوْلُوْنَ اَیْضًا اِذَا رَاَوْا مَنْ یَتَّبِعهُ :

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں یعنی جن کی دلالت واضح ہے۔ وہ کتاب کی اصل ہیں یعنی احکام میں جن پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ جن کے معانی کو سمجھا نہیں جاسکتا۔ جس طرح سورتوں کے شروع میں (حروف مقطعات ہیں)۔ اور اللہ تعالی کے اس فرمان

''اُحْكِمَتْ اٰيٰتُه'' کے مطابق پورے قرآن کو محکم بنایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کتاب میں عیب کوئی نہیں ہے۔اور اس قول ''كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا'' کے مطابق متشابہ ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض آیات بعض کے حسن وصدق میں مشابہ ہیں۔وہ جن کے دلوں میں کجی ہے۔وہ اشتباہ والی کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے اور اس میں فتنے کا پہلو ڈھونڈتے ہیں۔یعنی اپنے جاہل حامیوں کے شبہات والتباس میں پڑنے کے سبب فتنے تلاش کرتے ہیں۔اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے۔اور پختہ علم والے یعنی علم میں ثابت اور قرار پکڑنے والے کہتے ہیں، ''فِي الْعِلْمِ'' مبتداء اور ''يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ'' اس کی خبر ہے۔ہم اس پر ایمان لائے۔یعنی وہ متشابہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہم اس کا معنی نہیں جانتے۔یعنی ہر محکم اور متشابہ،سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔اور ''يَذَّكَّرُ'' میں اصل میں تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے۔یعنی صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔یعنی جب وہ کسی کو متشابہ کے پیچھے پڑتے ہیں تو وہ اس وقت ایسے ہی کہتے ہیں۔

## الفاظ کے معانی کے مفہوم کا بیان

محکمت۔اسم مفعول جمع مونث۔محکم۔مفرد۔احکام مصدر(افعال) پختہ۔درست۔جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو۔اخر۔اخری کی جمع جو اخر کی تانیث ہے۔

متشابھت۔اسم فاعل جمع مونث۔متشابھۃ مفرد۔قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مراد ہے اس کے معنی کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ظاہر امراد کا علم نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔زیغ۔کجی۔حق سے روگردانی۔زاغ یزیغ کا مصدر ہے۔

ابتغاء۔چاہنا۔تلاش کرنا۔مصدر ہے بغی سے۔باب افتعال۔بغی کی اصل معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کے ہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔بغی دو قسم پر ہے(۱) محمود یعنی عدل وانصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا۔فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل بجالانا۔(۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

اویل۔اول سے بروزن تفعیل مصدر ہے۔جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مؤئل کہتے ہیں۔کسی شے کو خواہ وہ شی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کے نام تاویل ہے۔علم کی مثال وما يعلم تاويله الا الله۔(اور اس کی تاویل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال هل ينظرون الا تاويله 7):53) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ انجام سامنے آجائے۔تاویل۔تفسیر۔تشریح۔تعبیر۔کل بیٹھنی۔بیان۔حقیقت۔ٹھیک پڑنا۔انجام کار آیت ہذا میں اللہ پر وقف ہے والرخون سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

ہر چیز کی اصل واساس کو "ام" کہا جاتا ہے۔(مفردات راغب)"ام"عربی زبان میں ہر اس شئے کو کہا جاتا ہے جس کی

طرف کسی دوسری شئے کی بازگشت ہو۔ (روح المعانی، ج ۳،ص ۷۰)

## اشتباہ ڈالنے والوں سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: هو الذی انزل علیك ۔ ترجمہ۔ وہی ہے، جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی کتاب نازل کی جس کا ایک حصہ وہ آیات ہیں جو کہ محکم ہیں (یعنی اشتباہ سے محفوظ ہیں) اور انہی آیات پر کتاب کا اصل مدار ہے۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے، جس میں ایسی آیات ہیں جو مشتبہ المراد ہیں چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ اس کے اسی حصے کے پیچھے ہو لیتے ہی جو مشتبہ المراد ہے۔ ان کی غرض فتنے کی ہی ہوتی ہے اور اس کا (غلط) مطلب ڈھونڈنے کی۔ حالانکہ اس کا مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (سورت آل عمران آیت) کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو آیات مشتبہات کی پیروی کرتے ہیں۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے بچو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ایوب اسے ابن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 928)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا (فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِیْلِهٖ) 3۔ال عمران: 7)۔ (یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ کی اتباع کرتے ہیں ان کی غرض فتنہ پیدا کرنا اور اس کی غلط تفسیر کرنا ہوتا ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم انہیں دیکھو تو پہچان لینا۔ یزید اپنی روایت میں کہتے ہیں کہ جب تم لوگ ان کو دیکھو تو پہچان لو۔ دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس طرح کئی حضرات اسے ابن ابی ملیکہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہوئے قاسم بن محمد کا ذکر نہیں کرتے۔ انکا ذکر صرف یزید بن ابراہیم کرتے ہیں۔ ابن ابی ملیکہ کا نام عبداللہ بن عبیداللہ بن ابی ملیکہ ہے ان کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع ثابت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 929)

## متشابہ کا لغوی معنیٰ ومفہوم کا بیان

"متشابہ" کا معنیٰ اور اس سے مراد: "محکم" کی طرح متشابہ کی بھی دو صورتیں، اور دو قسمیں ہیں، اور اس کے بھی دو معنی و مطلب بنتے ہیں۔ ایک یہ کہ "متشابہ" کے معنی ہوں "تشابہ" اور "مشابہت" والی۔ یعنی باہم ایک جیسی اور آپس میں ملتی جلتی۔ سو اس اعتبار سے قرآن حکیم کی سب ہی آیات "متشابہ" ہیں۔ یعنی وہ اپنی عمدگی وتاثیر، صداقت وحقانیت، اعجاز و بلاغت، اور کمال و جامعیت وغیرہ صفات حمیدہ اور خصائص ومزایا، اور کلام الٰہی ہونے کے اعتبار سے باہم دیگر متشابہ اور ایک جیسی ہیں۔ ان میں باہم کوئی فرق واختلاف نہیں۔ سو اسی بناء پر اس پوری کتاب حکیم کو "متشابہ" قرار دیا گیا ہے۔

اور دوسرا معنیٰ "متشابہ" کا یہ ہے کہ یہ "تشابہ" اور "اشتباہ" کے معنی میں ہو۔ یعنی ان کے معانی ومطالب سے متعلق اشتباہ پایا جاتا ہو۔ سو اس اعتبار سے قرآنی آیات دو قسم پر ہیں۔ ایک "محکم" اور دوسری "متشابہ" جیسا کہ یہاں ارشاد فرمایا جا رہا ہے۔ سو اس

اعتبار سے "متشابہ" سے مراد وہ آیات ہیں جن کے معنی مراد واضح نہ ہوں۔ خواہ اس اعتبار سے کہ ان کی دلالت علی المعنی ہی واضح نہ ہو، جیسا کہ حروف مقطعات ہیں کہ ان کی کسی خاص معنی مرادی پر کوئی دلالت ہی واضح نہیں۔

## محکمات ومتشابہات کا بیان

حضرت ابن عباس تو فرماتے ہیں کہ محکمات وہ ہیں جو ناسخ ہوں جن میں حلال حرام احکام حکم ممنوعات حدیں اور اعمال کا بیان ہو، اسی طرح آپ سے یہ بھی مروی ہے (آیت قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم، ) اور اس کے بعد کے احکامات والی اور (آیت وقضی ربك ان لا تبعدوا) اور اس کے بعد کی تین آیتیں محکمات سے ہیں،

حضرت ابو فاختہ فرماتے ہیں سورتوں کے شروع میں فرائض اور احکام اور روک ٹوک اور حلال وحرام کی آیتیں ہیں، سعید بن جبیر کہتے ہیں انہیں اصل کتاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ تمام کتابوں میں ہیں، حضرت مقاتل کہتے ہیں اس لئے کہ تمام مذہب والے انہیں مانتے ہیں، متشابہات ان آیتوں کو کہتے ہیں جو منسوخ ہیں اور جو پہلے اور بعد کی ہیں اور جن میں مثالیں دی گئیں ہیں اور قسمیں کھائی گئی ہیں اور جن پر صرف ایمان لایا جاتا ہے اور عمل کیلئے وہ احکام نہیں،

حضرت ابن عباس کا بھی یہی فرمان ہے حضرت مقاتل فرماتے ہیں اس سے مراد سورتوں کے شروع کے حروف مقطعات ہیں حضرت مجاہد کا قول یہ ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ) 39۔ الزمر:23) اور مثانی وہ ہے جہاں دو مقابل کی چیزوں کا ذکر ہو جیسے جنت دوزخ کی صفت، نیکوں اور بدوں کا حال وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت میں متشابہ محکم کے مقابلہ میں اس لئے ٹھیک مطلب وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور حضرت محمد بن اسحاق بن یسار کا یہی فرمان ہے، فرماتے ہیں یہ رب کی حجت ہے ان میں بندوں کا بچاؤ ہے، جھگڑوں کا فیصلہ ہے، باطل کا خاتمہ ہے، انہیں ان کے صحیح اور اصل مطلب سے کوئی گھما نہیں سکتا نہ ان کے معنی میں ہیر پھیر کر سکتا ہے۔ متشابہات کی سچائی میں کلام نہیں ان میں تصرف و تاویل نہیں کرنی چاہئے۔ ان سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ایمان کو آزماتا ہے جیسے حلال حرام سے آزماتا ہے، انہیں باطل کی طرف لے جانا اور حق سے پھیرنا چاہئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جن کے دلوں میں کجی ٹیڑھ پن گمراہی اور حق سے باطل کی طرف ہی ہے وہ تو متشابہ آیتوں کو لے کر اپنے بدترین مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور لفظی اختلاف سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مذموم مقاصد کی طرف موڑ لیتے ہیں اور جو محکم آیتیں ان میں ان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے الفاظ بالکل صاف اور کھلے ہوئے ہوتے ہیں نہ وہ انہیں ہٹا سکتے ہیں نہ ان سے اپنے لئے کوئی دلیل حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اس سے ان کا مقصد فتنہ کی تلاش ہوتی ہے تاکہ اپنے ماننے والوں کو بہکائیں، اپنی بدعتوں کی مدافعت کریں جیسا کہ عیسائیوں نے قرآن کے الفاظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا لڑکا ہونے کی دلیل لی ہے۔ پس اس متشابہ آیت کو لے کر صاف آیت جس میں یہ لفظ ہیں کہ (آیت ان هو الا عبد الخ، یعنی حضرت عیسیٰ اللہ کے غلام ہیں، جن پر اللہ کا انعام ہے، اور جگہ ہے آیت (اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ) 3۔ آل عمران:59) یعنی حضرت عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضرت آدم کی طرح ہے کہ انہیں اللہ نے

مٹی سے پیدا کیا پھر اسے کہا کہ ہو جا، وہ ہو گیا، چنانچہ اسی طرح کی اور بھی بہت سی صریح آیتیں ہیں ان سب کو چھوڑ دیا اور متشابہ آیتوں سے حضرت عیسیٰ کے اللہ کا بیٹا ہونے پر دلیل لے لی حالانکہ آپ اللہ کی مخلوق ہیں، اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کی دوسری غرض آیت کی تحریف ہوتی ہے تاکہ اسے اپنی جگہ سے ہٹا کر مفہوم بدل لیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو متشابہ آیتوں میں جھگڑتے ہیں تو انہیں چھوڑ دو، ایسے ہی لوگ اس آیت میں مراد لئے گئے ہیں۔ یہ حدیث مختلف طریق سے، بہت سی کتابوں میں مروی ہے،

ابو یعلیٰ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن تو پڑھے گی لیکن اسے اس طرح پھینکے گی جیسے کوئی کھجور کی گٹھلیاں پھینکتا ہو، اس کے غلط مطالب بیان کرے گی، پھر فرمایا اس کی حقیقی تاویل اور واقعی مطلب اللہ ہی جانتا ہے، لفظ اللہ پر وقف ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس تو فرماتے ہیں تفسیر چار قسم کی ہے، ایک وہ جس کے سمجھنے میں کسی کو مشکل نہیں، ایک وہ جسے عرب اپنے لغت سے سمجھتے ہیں، ایک وہ جسے جید علماء اور پورے علم والے ہی جانتے ہیں اور ایک وہ جسے بجز ذاتِ الٰہی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ یہ روایت پہلے بھی گزر چکی ہے، حضرت عائشہ کا بھی یہی قول ہے، معجم کبیر میں حدیث ہے کہ مجھے اپنی امت پر صرف تین باتوں کا ڈر ہے۔ مال کی کثرت کا جس سے حسد و بغض پیدا ہوگا اور آپس کی لڑائی شروع ہوگی، دوسرا یہ کہ کتاب اللہ کی تاویل کا سلسلہ شروع ہوگا حالانکہ اصلی مطلب ان کا اللہ ہی جانتا ہے اور اہل علم والے کہیں گے کہ ہمارا اس پر ایمان ہے۔ تیسرے یہ کہ علم حاصل کرنے کے بعد اسے بےپرواہی سے ضائع کر دیں گے، یہ حدیث بالکل غریب ہے اور حدیث میں ہے کہ قرآن اس لئے نہیں اترا کہ ایک آیت دوسری آیت کی مخالف ہو، جس کا تمہیں علم ہو اور اس پر عمل کرو اور جو متشابہ ہوں ان پر ایمان لاؤ (ابن مردویہ)

ابن عباس حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت مالک بن انس سے بھی یہی مروی ہے کہ بڑے سے بڑے عالم بھی اس کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے، ہاں اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ پختہ علم والے یہی کہتے ہیں اس کی تاویل کا علم اللہ ہی کو ہے کہ اس پر ہمارا ایمان ہے۔ ابی بن کعب بھی یہی فرماتے ہیں،

امام ابن جریر بھی اسی سے اتفاق کرتے ہیں، یہ تو تھی وہ جماعت جو الا اللہ پر وقف کرتی تھی اور بعد کے جملہ کو اس سے الگ کرتی تھی، کچھ لوگ یہاں نہیں ٹھہرتے اور فی العلم پر وقف کرتے ہیں، اکثر مفسرین اور اہل اصول بھی یہی کہتے ہیں، ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ جو سمجھ میں نہ آئے اس بات کا ٹھیک نہیں، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے میں ان راسخ علماء میں ہوں جو تاویل جانتے ہیں، مجاہد فرماتے ہیں راسخ علم والے تفسیر جانتے ہیں، حضرت محمد بن جعفر بن زبیر فرماتے ہیں کہ اصل تفسیر اور مراد اللہ ہی جانتا ہے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے پھر متشابہات آیتوں کی تفسیر محکمات کی روشنی کرتے ہیں جن میں کسی کو بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی، قرآن کے مضامین ٹھیک ٹھاک سمجھ میں آتے ہیں دلیل واضح ہوتی ہے، عذر ظاہر ہو جاتا ہے، باطل چھٹ جاتا ہے اور کفر دفع ہو جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کیلئے دعا کی کہ اے اللہ

انہیں دین کی سمجھ دے اور تفسیر کا علم تھے، بعض علماء نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا ہے، قرآن کریم میں تاویل دو معنی میں آئی ہے، ایک معنی جن سے مفہوم کی اصلی حقیقت اور اصلیت کی نشاندہی ہوتی ہے،

حدیث میں ہے کہ قرآن سات حرفوں پر اترا، قرآن میں جھگڑنا کفر ہے، قرآن میں اختلاف اور تضاد پیدا کرنا کفر ہے، جو جانو اس پر عمل کرو، جو نہ جانو اسے جاننے والے کی طرف سونپ دو۔ (مسند ابویعلی)

| |
|---|
| رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ |
| اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے |
| اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔ |

## دلوں کو ٹیڑھے پن سے بچانے کی دعا کا بیان

"رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا" تُمِلْهَا عَنِ الْحَقِّ بِابْتِغَاءِ تَأْوِيْلِهِ الَّذِيْ لَا يَلِيْقُ بِنَا كَمَا اَزَغْتَ قُلُوْبَ اُولٰئِكَ "بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا" اَرْشَدْتَنَا اِلَيْهِ "وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ" مِنْ عِنْدِكَ "رَحْمَةً" تَثْبِيْتًا "إنك انت الوهاب"

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر، یعنی ایسی تاویل کی تلاش سے بچا جو ہمیں حق سے دور کرنے والی ہے جس طرح وہ لوگ ہیں جن کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد کہ تو نے ہمیں ہدایت سے سرفراز فرمایا ہے اور ہمیں خاص اپنی طرف سے رحمت پر ثابت قدمی عطا فرما، بیشک تو ہی بہت عطا فرمانے والا ہے۔

| |
|---|
| رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ |
| اے رب ہمارے۔ بیشک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہ نہیں بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔ |

## قیامت کے دن سب کے جمع ہونے کا بیان

يَا "رَبَّنَا اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ" تَجْمَعُهُمْ "لِيَوْمٍ" اَيْ فِيْ يَوْمٍ "لَا رَيْبَ" لَا شَكَّ "فِيْهِ" هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَتُجَازِيْهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ كَمَا وَعَدْتَ بِذٰلِكَ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" مَوْعِدَهُ بِالْبَعْثِ فِيْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ مِنْ كَلَامِهِ تَعَالٰى وَالْغَرَضُ مِنَ الدُّعَاءِ بِذٰلِكَ بَيَانُ اَنَّ هَمَّهُمْ اَمْرُ الْآخِرَةِ وَلِذٰلِكَ سَاَلُوا الثَّبَاتَ عَلَى الْهِدَايَةِ لِيَنَالُوْا ثَوَابَهَا رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: (تَلَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهِ الْآيَةَ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ اِلٰى آخِرِهَا وَقَالَ: فَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ فَاُولٰئِكَ الَّذِيْنَ سَمَّى اللّٰهُ فَاحْذَرُوْهُمْ) وَرَوَى الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيْرِ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: (مَا اَخَافُ عَلٰى اُمَّتِيْ اِلَّا ثَلَاثَ خِلَالٍ وَذَكَرَ مِنْهَا اَنْ يُفْتَحَ لَهُمُ الْكِتَابُ فَيَاْخُذَهُ

الْمُؤمِن يَتَتَبَّعُ تَأوِيلَه وَلَيسَ يَعلَمُ تَأوِيلَه إلّا الله وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِه كُلٌّ مِنْ عِندِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إلّا أُولُو الألبَابِ) الحَدِيث،

اے ہمارے رب۔ بیشک تو سب لوگوں کو جمع کرنے والا ہے۔ اس دن کے لئے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ پس تو ان کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔ جس طرح تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ بیشک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا۔ یعنی جو دوبارہ زندہ کرنے کا وعدہ ہے اس کی خلاف ورزی نہ کرے گا۔ اور میں غیب کی جانب توجہ کیلئے خطاب ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اللہ کا کلام ہو اور اس سے مقصد دعا ہو۔ کیونکہ ان کیلئے آخرت کا معاملہ اہم معاملات میں سے ہے۔ اور اسی لئے اس پر ثابت قدمی کا سوال کیا جاتا ہے۔ تا کہ اس کا ثواب حاصل کیا جائے۔

امام بخاری اور امام مسلم علیہما الرحمہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی" هُوَ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيكَ الكِتَابَ مِنهُ آيَاتٌ مُحكَمَاتٌ "اور اس کے بعد فرمایا پس جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ نے یہ نام رکھا ہے پس ان سے بچو۔

امام طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ نے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پر تین چیزوں کا اندیشہ ہے اور اس میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ان کیلئے کتاب کھول دی جائے گی پس مؤمن اس کو پکڑے گا اور اس میں سے تاویل کو تلاش کرے گا حالانکہ تاویل کا علم صرف اللہ جانتا ہے۔ اور جو علم میں راسخ ہیں۔ اور پختہ علم والے کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے۔ سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور صرف عقل والے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

| |
|---|
| إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغنِيَ عَنهُم أَموَالُهُم وَلَا أَولَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيئًا ط |
| وَأُولَٰئِكَ هُم وَقُودُ النَّارِ ۝ |
| بیشک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں، |

## کفار کے اموال و اولاد آگ سے نہ بچائیں گے

"إنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغنِيَ "تَدفَعُ "عَنهُم أموَالُهُم وَلَا أولَادُهُم مِنَ الله " أي عَذَابِه "شَيئًا وَأُولَئِكَ هُم وَقُودُ النَّارِ" بِفَتحِ الوَاوِ مَا تُوقَدُ بِه،

بیشک وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ سے انہیں کچھ نہ بچا سکیں گے یعنی ان سے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں۔ یہاں وقود فتح کے ساتھ آیا ہے یعنی جس کے سبب سے آگ جلائی جاتی ہے۔

لن تغنی عنہم۔ نفی تاکید بلن۔ مضارع واحد مونث غائب۔ الغنی۔ تونگری، بے نیازی۔ غنی۔ مالدار۔ بے نیاز۔ اغنی عنہ شیئا۔ اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا۔ هذا ما يغني عنك شيئا لی تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔ تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی۔

تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔ مااغنی عنہ مالہ (111:2) اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔ لن تغنی عنھم اموالھم ولا اولادھم من اللہ شیئا ان کا مال اوران کی اولادان کواللہ کی جانب سے کسی حدتک بھی بے نیاز نہ کرسکیں گی یعنی ان کواللہ کے عذاب سے نہ بچاسکیں گے۔ وقود۔ وقد یقد (ضرب) (آگ کا بھڑکنا) سے ایندھن۔ نیز وقادوقید بمعنی ایندھن۔

| |
|---|
| كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ |
| وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ |
| قومِ فرعون اوران سے پہلی قوموں جیسا طریقہ ہے، جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث |
| انہیں پکڑلیا، اوراللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ |

## سابقہ قوموں کی طرح احکام کو جھٹلانے والوں کا بیان

دَاْبُهُم "كَدَاْبِ" كَعَادَةِ "اٰلِ فِرْعَوْن وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" مِنَ الْاُمَم كَعَادٍ وَثَمُود "كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا فَاَخَذَهُمْ اللّٰه" اَهْلَكَهُمْ "بِذُنُوْبِهِمْ" وَالْجُمْلَة مُفَسِّرَة لِمَا قَبْلهَا "وَاللّٰهُ شَدِيْد الْعِقَاب"

قومِ فرعون اوران سے پہلی قوموں جیسا طریقہ ہے، یعنی پہلی امتوں کی طرح جس طرح قوم عاداورثمود تھیں۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں پکڑلیا، یعنی ان کو ہلاک کردیا، یہ جملہ ماقبل کی تفسیر کررہا ہے، اوراللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

کداب۔ ک حرف تشبیہ یا تمثیل۔ داب کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ مسلسل روش۔ عادۃ مستمرہ۔ ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا ہے۔ کداب ال فرعون میں اگراس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں داٰبھم محذوف تصور ہوگا۔ اوراس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیۃ ماقبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اوران سے پہلے لوگوں کا تھا۔

دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سابقہ میں مذکور کفار کے مال واولاد سے ہے اورعبارت کچھ یوں ہوگی۔ لن تغنی عنھم اموالھم واولادھم من اللہ شیئا کداب ال فرعون یعنی جس طرح آل فرعون کواس کا مال اوراس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچاسکی ان (کفار) کوبھی ان کا مال اوران کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچاسکیں گے۔

ایک تیسری صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کا تعلق وقود النار سے ہے۔ اورعبارت کچھ اس طرح ہے۔ اولئك ھم وقود النار کداب ال فرعون یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

عقاب۔ مار، سزا، ایذاء، عذاب، عقوبت، سزا دینا، عاقب یعاقب کا مصدر ہے۔ عقاب عقوبۃ معاقبۃ۔ عذاب کے لئے

مخصوص ہیں۔عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جوارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔

| |
|---|
| قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ۝ |
| کافروں سے فرمادیں۔تم عنقریب مغلوب ہوجاؤ گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے،اوروہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

وَنَزَلَ لَمَّا اَمَرَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُوْد بِالْإِسْلَامِ بَعْد مَرْجِعه مِنْ بَدْر فَقَالُوْا لَا يَغُرَّنكَ اَنْ قَتَلْتَ نَفَرًا مِنْ قُرَيْش اَغْمَارًا لَّا يَعْرِفُوْنَ الْقِتَال، "قُلْ" يَا مُحَمَّدِ "لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنَ الْيَهُوْد "سَتُغْلَبُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِي الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْاَسْر وَضَرْب الْجِزْيَة وَقَدْ وَقَعَ ذٰلِكَ "وَتُحْشَرُوْنَ" بِالْوَجْهَيْنِ فِي الْاٰخِرَة "اِلٰى جَهَنَّم" فَتَدْخُلُوْنَهَا "وَبِئْسَ الْمِهَاد" الْفِرَاش هِيَ،

## سورہ آلِ عمران آیت نمبر۱۲ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب غزوہ بدر سے یہود لوٹ کر آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اسلام لانے کا حکم دیا،تو انہوں نے کہا کہ چند غیر تجربہ کار قریشیوں کو قتل کر دینا کہیں تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے۔کیونکہ وہ قتال کو جانتے ہیں تھے،تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی،

یا محمد ﷺ آپ کافروں یعنی یہود سے فرمادیں۔تم عنقریب مغلوب ہوجاؤ گے یہاں پر''سَتُغْلَبُوْن'' تاءاور یاء دونوں کے ساتھ آیا کہ دن ان کا قتل ہونا،قید ہونااور جزیہ دینا ہے۔اور یہ ایسے ہی ہوا،اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے، "وَتُحْشَرُوْن یعنی آخرت کیلئے دونوں طرح سے ہے،تم اس جہنم میں داخل ہوجاؤ۔اوروہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔یعنی کتنا برا بچھونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب بدر میں کفار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شکست دے کر مدینہ طیبہ واپس ہوئے تو حضور نے یہود کو جمع کر کے فرمایا کہ تم اللہ سے ڈرو اور اس سے پہلے اسلام لاؤ کہ تم پر ایسی مصیبت نازل ہو جیسی بدر میں قریش پر ہوئی تم جان چکے ہو میں نبی مرسل ہوں تم اپنی کتاب میں یہ لکھا پاتے ہو اس پر انہوں نے کہا کہ قریش تو فنونِ حرب سے ناآشنا ہیں اگر ہم سے مقابلہ ہوا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انہیں خبر دی گئی کہ وہ مغلوب ہوں گے اور قتل کیے جائیں گے گرفتار کیے جائیں گے ان پر جزیہ مقرر ہوگا،چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میں چھ سو کی تعداد کو قتل فرمایا اور بہتوں کو گرفتار کیا اور اہل خیبر پر جزیہ مقرر فرمایا۔

## جنگ بدر کے بعد یہود کو دعوت اسلام دینے کا بیان

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ جب بدر کی جنگ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مظفر و منصور واپس ہوئے تو بنوقینقاع کے بازار میں

یہودیوں کو جمع کیا اور فرمایا! اس سے پہلے کہ قریش کی طرح تمہیں بھی ذلت و پستی دیکھنا پڑے اسلام قبول کرلو، تو اس سرکش جماعت نے جواب دیا کہ چند قریشیوں کو جو فنونِ جنگ سے ناآشنا تھے، آپ نے انہیں ہرالیا اور دماغ میں غرور سا گیا، اگر ہم سے لڑائی ہوئی تو ہم بتادیں گے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں، آپ کو ابھی تک ہم سے پالا ہی نہیں پڑا۔ اس پر یہ آیت اتری اور فرمایا گیا فتح بدر نے ظاہر کردیا ہے کہ اللہ اپنے سچے اچھے اور پسندیدہ دین کو اور اس دین والوں کو عزت وحرمت عطا فرمانے والا ہے، وہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کی اطاعت گزار امت کا خود مددگار ہے۔ وہ اپنی باتوں کو ظاہر اور غالب کرنے والا ہے۔ دو جماعتیں لڑائی میں گھتم گتھا ہوگئی تھیں، ایک صحابہ کرام کی اور دوسری مشرکین قریش کی،

یہ واقعہ جنگ بدر کا ہے، اس دن مشرکین پر اس قدر رعب غالب آیا اور اللہ نے اپنے بندوں کی اس طرح مدد کی گو مسلمان گنتی میں مشرکین سے کہیں کم تھے لیکن مشرکوں کو اپنے سے دُگنے نظر آتے تھے، مشرکوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی جاسوسی کیلئے عمیر بن سعد کو بھیجا تھا جس نے آکر اطلاع دی تھی کہ تین سو ہیں، کچھ کم یا زائد ہوں اور واقعہ بھی یہی تھا کہ صرف تین سو دس اور کچھ تھے لیکن لڑائی کے شروع ہوتے ہی اللہ عزوجل نے اپنے خاص اور چیدہ فرشتے ایک ہزار بھیجے۔ ایک معنی تو یہ ہیں، دوسرا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ کافر ہم سے دو چند ہیں، پھر بھی اللہ عزوجل نے انہی کی مدد کی۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ بدری صحابہ تین سو تیرہ تھے اور مشرکین چھ سو سولہ تھے۔ لیکن تواریخ کی کتابوں میں مشرکین کی تعداد نوسو سے ایک ہزار تک بیان کی گئی ہے، ہوسکتا ہے حضرت عبداللہ کا قرآن کے الفاظ سے یہ استدلال ہو کہ ابن الحجاج قبیلہ کا جو سیاہ فام غلام پکڑا ہوا آیا تھا اس سے جب حضور نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا بہت ہیں، آپ نے پھر پوچھا اچھا روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں، اس نے کہا ایک دن نو دوسرے دن دس، آپ نے فرمایا بس تو ان کی گنتی نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ پس مشرکین مسلمانوں سے تین گنے تھے۔

| |
|---|
| قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ اُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ |
| مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○ |
| بیشک تمہارے لئے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑتا اور دوسرا کافر کہ انہیں آنکھوں |
| دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں، اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے، |

## اہل عقل کیلئے حصول عبرت کی دلیل کا بیان

"قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ" عِبْرَةٌ وَذَكَّرَ الْفِعْلَ لِلْفَصْلِ "فِيْ فِئَتَيْنِ" فِرْقَتَيْنِ "الْتَقَتَا" يَوْم بَدْر لِلْقِتَالِ "فِئَة تُقَاتِل فِيْ سَبِيْل اللّٰه" اَيْ طَاعَته وَهُمْ النَّبِيّ وَاَصْحَابه وَكَانُوْا ثَلٰثمِائَةٍ وَثَلَاثَة عَشَرَ رَجُلًا مَعَهُمْ فَرَسَانِ وَسِتّ اَدْرُع وَثَمَانِيَة سُيُوف وَاَكْثَرهمْ رَجَّالَة "وَاُخْرٰى كَافِرَة يَرَوْنَهُمْ" اَيْ الْكُفَّار

"مِثْلَيْهِمْ" اَیِ الْمُسْلِمِیْنَ اَیْ اَکْثَرَھُمْ مِنْھُمْ وَ کَانُوْا نَحْوَ اَلْف "رَأْیَ الْعَیْنِ" اَیْ رُؤْیَةً ظَاھِرَةً مُعَایَنَةً وَقَدْ نَصَرَھُمُ اللّٰهُ مَعَ قِلَّتِھِمْ "وَاللّٰهُ یُؤَیِّدُ" یُقَوِّی "بِنَصْرِهٖ مَنْ یَّشَاءُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ" الْمَذْکُوْر "لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَبْصَار" لِذَوِی الْبَصَائِرِ اَفَلَا تَعْتَبِرُوْنَ بِذٰلِکَ فَتُؤْمِنُوْنَ.

بیشک تمہارے لئے نشانی یعنی عبرت تھی۔اور یہاں فعل کو فاصلہ کرنے کیلئے ذکر کیا ہے۔دو گروہوں میں جو آپس میں بدر کے دن قتال کرتے ہوئے بھڑ پڑے ایک گروہ اللہ کی راہ یعنی اس کی طاعت میں لڑتا۔اور وہ نبی مکرم حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ تین سو تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔جن کے پاس دو گھوڑے، سات زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔اور اکثر پیادہ تھے۔اور دوسرا گروہ کافر کہ انہیں آنکھوں نے دیکھا اپنے سے دوگنا سمجھا۔یعنی ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی۔اور روئیت سے مراد آنکھوں سے ظاہری معائنہ کرنا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے قلیل ہونے کے باوجود مدد کی۔اور اللہ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے بیشک ان ذکر دہ امور میں عقلمندوں کے لئے ضرور دیکھ کر سیکھنا ہے۔یعنی دیکھنے والے کیوں نہیں اس سے عبرت پکڑتے تا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

## غزوہ بدر میں اہل ایمان اور مشرکوں کی تعداد کا بیان

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ بدر والے دن ہمیں مشرکین کچھ زیادہ نہیں لگے، ہم نے غور سے دیکھا پھر بھی یہی معلوم ہوا کہ ہم سے ان کی گنتی زیادہ نہیں، دوسری روایت میں ہے کہ مشرکین کی تعداد اس قدر کم معلوم ہوئی کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر ہوں گے، اس نے کہا نہیں نہیں سو ہوں گے، جب ان میں سے ایک شخص پکڑا گیا تو ہم نے اس سے مشرکین کی گنتی پوچھی، اس نے کہا ایک ہزار ہیں۔اب جبکہ دونوں فریق ایک دوسرے کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے تو مسلمانوں کو یہ معلوم ہونے لگا کہ مشرکین ہم سے دوگنے ہیں۔یہ اس لئے کہ انہیں اپنی کمزوری کا یقین ہو جائے اور یہ اللہ پر پورا بھروسہ کرلیں اور تمام تر توجہ اللہ کی جانب پھیرلیں اور اپنے رب عزوجل سے اعانت اور امداد کی دعائیں کرنے لگیں، ٹھیک اسی طرح مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تا کہ ان کے دلوں میں رعب اور خوف بیٹھ جائے اور گھبراہٹ اور پریشانی بڑھ جائے، پھر جب دونوں بھڑ گئے اور لڑائی ہونے لگی تو ہر فریق دوسرے کو اپنی نسبت کم نظر آنے لگا تا کہ ایک دل کھول کر حوصلہ نکالے اور اللہ تعالیٰ حق و باطل کا صاف فیصلہ کردے، ایمان و کفر وطغیان پر غالب آ جائے۔مومنوں کو عزت اور کافروں کو ذلت مل جائے، جیسے اور جگہ ہے آیت (وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ) 3۔آل عمران:123) یعنی البتہ اللہ تعالیٰ نے بدر والے دن تمہاری مدد کی حالانکہ تم اس وقت کمزور تھے۔اسی لئے یہاں بھی فرمایا اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے طاقتور بنادے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ○

لوگوں کے لئے ان خواہشات کی محبت آراستہ کردی گئی ہے۔عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی، یہ دنیوی زندگی کا سامان ہے، اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے۔

## دنیا کی زندگی میں کثرت شہوات کا بیان

"زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَات " مَا تَشْتَهِيهِ النَّفْس وَتَدْعُو إِلَيْهِ زَيَّنَهَا اللّٰه ابْتِلَاء اَوْ الشَّيْطَان "مِنَ النِّسَاء وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِير " الْاَمْوَال الْكَثِيْرَة "الْمُقَنْطَرَة" الْمُجَمَّعَة "مِنَ الذَّهَب وَالْفِضَّة وَالْخَيْل الْمُسَوَّمَة " الْحِسَان "وَالْاَنْعَام" اَیْ الْاِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم "وَالْحَرْث" الزَّرْع "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "مَتَاع الْحَيَاة الدُّنْيَا" يَتَمَتَّع بِهِ فِيْهَا ثُمَّ يَفْنٰى "وَاللّٰهُ عِنْده حُسْن الْمَاٰب" الْمَرْجِع وَهُوَ الْجَنَّة فَيَنْبَغِي الرَّغْبَة فِيْهِ دُوْن غَيْره،

لوگوں کے لئے ان خواہشات کی محبت آراستہ کردی گئی ہے یعنی جن کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے۔اللہ نے مزین کردیا ہے آزمائش کیلئے یا شیطان ان کی طرف ورغلاتا ہے۔اگرچہ وہ عورتیں اور اولاد اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے کثیر خزانے اور نشان کئے ہوئے خوبصورت گھوڑے اور مویشی اور کھیتی شامل ہیں، یہ دنیوی زندگی کا سامان ہے، جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔پھر یہ ختم ہو جاتی ہیں۔اور اللہ کے پاس بہتر ٹھکانا ہے۔یعنی اسی جانب لوٹنا ہے اور وہ ٹھکانہ جنت ہے لہٰذا اسی طرف جانب رغبت رکھنی چاہئے جبکہ اس کے سوا کی ضرورت نہیں ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

زین۔تزئین سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔وہ سنوارا گیا۔مزین کیا گیا۔اچھا دکھایا گیا۔قناطیر۔قنطار کی جمع۔ڈھیر۔انبار۔کثیر مال۔پُل۔قنطار کی لفظی ساخت بلندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اونچی عمارت کو قنطرۃ کہتے ہیں۔مقنطرۃ۔ڈھیر کیا ہوا۔قنطرۃ مصدر باب فعللۃ رباعی مجرد۔

المسومۃ۔اسم مفعول۔واحد مونث۔تسویم مصدر سومۃ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز۔سیمۃ سومۃ۔سیما علامت،نشان۔سوم کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا۔اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں۔جانا اور طلب۔کبھی صرف دوسرا جز ملحوظ ہوتا ہے جیسے یسومونکم سوء العذاب (3:4) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے۔

چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سمت (باب نصر) اسمت (باب افعال) سومت (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے

بھیجا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ شجر فیہ تسیمون، درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو۔ سائمۃ۔ چرانے والے جانور۔

ماب۔ ماب مصدر بھی ہے اور اسم زمان ومکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنے کا وقت اوب اور ایاب مصدر ہیں۔ ان الینا ایبھم، تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے۔

## قنطار کی مقدار میں مفسرین کے اختلافی اقوال کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ قنطار کی مقدار میں مفسرین کا اختلاف ہے، ماحصل یہ ہے کہ بہت زیادہ مال کو قنطار کہتے ہیں، جیسے حضرت ضحاک کا قول ہے، اور اقوال بھی ملاحظہ ہوں، ایک ہزار دینار، بارہ ہزار چالیس ہزار ساٹھ ہزار، ستر ہزار، اسی ہزار وغیرہ وغیرہ۔ مسند احمد کی ایک مرفوع حدیث میں ہے، ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہے اور ہر اوقیہ بہتر ہے زمین وآسمان سے، غالبًا یہاں مقدار ثواب کی بیان ہوئی ہے جو ایک قنطار ملے گا۔

اسی طرح ابن جریر میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابن عمر سے بھی مروی ہے، اور ابن ابی حاتم میں حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوالدرداء سے مروی ہے کہ قنطار بارہ سو اوقیہ ہیں، ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں سو اوقیہ آئے ہیں۔

ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص سو آیتیں پڑھ لے غافلوں میں نہیں لکھا جائے گا اور جس نے سو سے ہزار تک پڑھ لیں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قنطار اجر ملے گا، اور قنطار بڑے پہاڑ کے برابر ہے، مستدرک حاکم میں ہی اس آیت کے اس لفظ کا مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو ہزار اوقیہ، امام حاکم اسے صحیح اور شرط شیخین پر بتلاتے ہیں۔ بخاری مسلم نے اسے نقل نہیں کیا، طبرانی وغیرہ میں ہے ایک ہزار دینار، حضرت حسن بصری سے موقوفا یا مرسلا مروی ہے کہ بارہ سو دینار، حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، ضحاک فرماتے ہیں بعض عرب قنطار کو بارہ سو کا بتاتے ہیں، بعض بارہ ہزار کا، حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں بیل کی کھال کے بھر جانے کے برابر سونے کو قنطار کہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، ۱۴، بیروت لبنان)

| |
|---|
| قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ |
| تم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں |
| رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ |

## دنیا کی زندگی سے بہتر زندگی کی طرف دعوت کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّدٍ لِقَوْمِكَ "اَؤُنَبِّئُكُمْ" اُخْبِرُكُمْ "بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ" الْمَذْكُورِ مِنَ الشَّهَوَاتِ اسْتِفْهَام

تَقْرِیر "لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا" الشِّرْكَ "عِنْدَ رَبِّهِمْ" خَبَر مُبْتَدَؤُهُ "جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ" اَیْ مُقَدَّرِیْنَ الْخُلُوْد "فِیْهَا" اِذَا دَخَلُوْهَا "وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ" مِنَ الْحَیْضِ وَغَیْرِهٖ مِمَّا یُسْتَقْذَر "وَرِضْوَان" بِكَسْرِ اَوَّله وَضَمِّه لُغَتَانِ اَیْ رِضًا كَثِیْر "مِنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ بَصِیْر" عَالِم "بِالْعِبَادِ" فَیُجَازِیْ كُلًّا مِنْهُمْ بِعَمَلِهٖ،

یا محمد ﷺ تم اپنی قوم فرماؤ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز بتادوں۔ یعنی شہوت یافتہ چیزوں کا بیان ہوا اور یہ استفہام تقریری ہے پرہیز گاروں کے لئے، یعنی جو شرک سے بچنے والے ہیں۔ اور عندربھم یہ مبتداء کی خبر ہے۔ ان کے رب کے پاس جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں گے اور جب اس میں داخل ہوں گے تو ان کیلئے حیض وغیرہ اور ہر قسم کی نجاست سے صاف ستھری بیبیاں ہوں گی۔ اور رضوان یہ پہلے حرف کی کسرہ کے ساتھ آیا ہے اور ضمہ کے ساتھ بھی آتا ہے جس میں دو لغات ہیں یعنی کثیر رضا ہے۔ اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ پس وہ ان میں سے سب کو ان کے عمل کی جزاء دے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اُنبئکم۔ استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے انبی مضارع واحد متکلم تنبئۃ (باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا۔ بتانا۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاوں، میں تمہیں بتاتا ہوں۔ خیر۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ بہتر۔ زیادہ اچھی، عمدہ تر، ذلک سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں اور اوپر مذکور ہوتی ہیں۔ (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں نہریں جاری ہیں)۔ ازواج اور رضوان کا عطف جنت پر ہے۔ اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی خوشنودی۔

## سورہ آل عمران کی آیت ۱۴، ۱۵ کے شان نزول کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ جب یہ آیت یعنی ۱۴ نمبر نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ جبکہ تو نے اسے زینت دے دی تو اس کے بعد کیا؟ اس پر اس کے بعد والی آیت اتری کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس سے بہترین چیزیں بتاتا ہوں، یہ تو ایک نہ ایک روز زائل ہونے والی ہیں اور میں جن کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں وہ صرف دیرپا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، سنو اللہ سے ڈرنے والوں کیلئے جنت ہے جس کے کنارے کنارے اور جس کے درختوں کے درمیان قسم قسم کی نہریں بہہ رہی ہیں، کہیں شہد کی، کہیں دودھ کی، کہیں پاک شراب کی، کہیں نفیس پانی کی، اور وہ نعمتیں ہیں جو نہ کسی کان نے سنی ہوں نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں نہ کسی دل میں خیال بھی گزرا ہو، ان جنتوں میں یہ متقی لوگ ابدالآباد رہیں گے نہ یہ نکالے جائیں نہ انہیں دی ہوئی نعمتیں کم ہوں گی نہ فنا ہوں گی، پھر وہاں بیویاں ملیں گی جو میل کچیل سے خباثت اور برائی سے حیض اور نفاس سے گندگی اور پلیدی سے پاک ہیں، ہر طرح ستھری اور پاکیزہ، ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی رضامندی انہیں

حاصل ہو جائے گی اور ایسی کہ اس کے بعد ناراضگی کا کھٹکا ہی نہیں، اسی لئے سورۃ برات کی آیت میں فرمایا ورضوان من اللہ اکبر، اللہ کی تھوڑی سی رضامندی کا حاصل ہو جانا بھی سب سے بڑی چیز ہے، یعنی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت رضائے رب اور مرضی مولا ہے۔ تمام بندے اللہ کی نگاہ میں ہیں وہ بخوبی جانتا ہے کہ کون مہربانی کا مستحق ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ |
| جو کہتے ہیں، اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں سو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔ |

## گناہوں سے مغفرت کیلئے دعا میں وسیلہ لانے کا بیان

"اَلَّذِیْنَ" نَعت اَوْ بَدَل مِنَ الَّذِیْنَ قَبله "یَقُوْلُوْنَ" یَا "رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا" صَدَّقْنَا بِكَ وَبِرَسُوْلِكَ "فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار"

الذین یہ ماقبل سے نعت ہے یا پھر بدل ہے۔ یعنی جو لوگ کہتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم یقیناً ایمان لے آئے ہیں یعنی ہم نے تیری اور تیرے رسول ﷺ کی تصدیق کی۔ لہٰذا تو ہمارے گناہ معاف فرما دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

## متقیوں کے تعارف کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے اوصاف بیان فرماتا ہے کہ وہ کہتے ہیں اے پروردگار ہم تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، ہمارے اس ایمان کے باعث جو تیری ذات اور تیری شریعت پر ہے تو ہمارے گناہوں کو اپنے فضل وکرم سے معاف فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے، یہ متقی لوگ اللہ کی اطاعت بجالاتے ہیں اور حرام چیزوں سے الگ رہتے ہیں، صبر کے سہارے کام لیتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے میں بھی سچے ہیں، کل اچھے اعمال بجالاتے ہیں خواہ وہ ان کے نفس کو کتنے بھاری پڑیں، اطاعت اور خشوع خضوع والے ہیں، اپنے مال اللہ کی راہ میں جہاں جہاں حکم ہے خرچ کرتے ہیں، صلہ رحمی میں رشتہ داری کا پاس رکھنے میں برائیوں کے روکنے آپس میں ہمدردی اور خیر خواہی کرنے میں حاجت مندوں، مسکینوں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے میں سخاوت سے کام لیتے ہیں اور سحری کے وقت پچھلی رات کو اٹھ اٹھ کر استغفار کرتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت استغفار افضل ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں سے یہی فرمایا تھا کہ آیت (سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ) 12۔ یوسف:98) رب میں ابھی تھوڑی دیر میں تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا، اس سے مراد بھی سحری کا وقت ہے، اپنی اولاد سے فرماتے ہیں کہ سحری کے وقت میں تمہارے لئے استغفار کروں گا،

بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں جو بہت سے صحابیوں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات [illegible] باقی رہتے ہوئے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور فرماتا ہے کہ کوئی سائل ہے؟ جسے میں دوں، کوئی دعا

مانگنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اسے بخشوں،

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول رات درمیانی اور آخری رات میں وتر پڑھے ہیں، سب سے آخری وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا سحری تک تھا، حضرت عبداللہ بن عمر رات کو تہجد پڑھتے رہتے اور اپنے غلام حضرت نافع سے پوچھتے کیا سحر ہوگئی، جب وہ کہتے ہاں تو آپ صبح صادق کے نکلنے کی دعا استغفار میں مشغول رہتے، حضرت حاطب فرماتے ہیں سحری کے وقت میں نے سنا کہ کوئی شخص مسجد کے کسی گوشہ میں کہہ رہا ہے اے اللہ تو نے مجھے حکم کیا میں بجالایا، یہ سحر کا وقت ہے مجھے بخش دے، میں نے دیکھا تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود تھے۔ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں ہمیں حکم کیا جاتا تھا کہ ہم جب تہجد کی نماز پڑھیں تو سحری کے آخری وقت ستر مرتبہ استغفار کریں اللہ سے بخشش کی دعا کریں۔

| |
|---|
| اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَ الْقٰنِتِیْنَ وَ الْمُنْفِقِیْنَ وَ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ؀ |
| صبر کرنے والے ہیں اور قول و عمل میں سچائی والے ہیں اور ادب و اطاعت میں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے |
| ہیں اور رات کے پچھلے پہر اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔ |

"الصَّابِرِيْنَ" عَلَى الطَّاعَة وَعَنْ الْمَعْصِيَة نَعْت "وَالصَّادِقِيْنَ" فِي الْإِيْمَان "وَالْقَانِتِيْنَ" الْمُطِيعِيْنَ لِلّٰهِ "وَالْمُنْفِقِيْنَ" الْمُتَصَدِّقِيْنَ " والمستغفرين " اللّٰه بِاَنْ يَّقُوْلُوا اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا "بِالْاَسْحَارِ" اَوَاخِر اللَّيْل خُصَّتْ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهَا وَقْت الْغَفْلَة وَلَذَّة النَّوْم،

صبر کرنے والے ہیں یعنی طاعت پر صبر کرنے والے اور نافرمانی سے بچ کر صبر کرنے والے لائق تعریف ہیں۔ اور قول یعنی ایمان میں سچے اور وعمل میں سچائی والے ہیں اور ادب و اطاعت میں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔ رات کے پچھلے پہر کو اس لئے خاص طور پر ذکر کیا ہے کیونکہ یہ وقت غفلت اور نیند کی لذت کا ہوتا ہے۔

## نیک لوگوں کی پانچ صفات کا بیان

اس آیت میں ایسے متقی لوگوں کی پانچ صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی صفت صبر ہے۔ صبر ایک جامع اصطلاح ہے جس کا اطلاق عموماً دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ کسی مصیبت کے پیش آنے پر جزع وفزع سے پرہیز کیا جائے اور اسے اللہ کی رضا کی خاطر خوشدلی سے برداشت کیا جائے اور کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالی جائے یا ایسی حرکت نہ کی جائے جو اللہ کی رضا کے خلاف ہو۔ اور دوسرے یہ کہ دین کی راہ میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب کو خوشدلی سے برداشت کرتے ہوئے آگے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے جسے دوسرے لفظوں میں استقامت بھی کہتے ہیں اور یہ بھی صبر ہی کی قسم ہے۔ دوسری صفت صادق ہونا ہے۔ صادق کے لفظ کا اطلاق صرف اس شخص پر ہی نہیں ہوتا جو سچ بولنے کا عادی ہو بلکہ اس پر بھی ہوتا ہے جو اپنے تمام معاملات میں راست باز ہو۔ بد عہدیوں اور فریب کاریوں سے بچنے والا ہو۔ تیسری صفت شریعت کے اوامر و نواہی کے آگے سر تسلیم خم کرنا۔ چوتھی

صفت اللہ کے عطا کردہ مال و دولت میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور پانچویں صفت مذکورہ اعمال کو بجالانے پر پھول جانے کی بجائے اللہ سے استغفار کرنا ہے جس کا بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہوتا ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے آخری حصہ میں آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور فرماتا ہے: کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں؟ کون مجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہے کہ میں اس کے گناہ بخش دوں؟"

(بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء نصف اللیل)

| |
|---|
| شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ |
| لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ؈ |
| اور اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر |
| اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں عزت والا حکمت والا، |

## معبود حقیقی کی پہچان کیلئے دلائل وآیات کا بیان

"شَهِدَ اللّٰهُ" بَيَّنَ لِخَلْقِهٖ بِالدَّلَائِلِ وَالْاٰيَات "اَنَّهٗ لَا اِلٰه" اَیْ لَا مَعْبُوْد فِی الْوُجُود بِحَقٍّ "اِلَّا هُوَ" شَهِدَ بِذٰلِكَ "وَالْمَلَائِكَة" بِالْاِقْرَارِ "وَاُولُو الْعِلْم" مِنَ الْاَنْبِيَاء وَالْمُؤْمِنِيْنَ بِالاعْتِقَادِ وَاللَّفْظ "قَائِمًا" بِتَدْبِيْرِ مَصْنُوعَاته وَنَصْبه عَلَى الْحَال وَالْعَامِل فِيْهَا مَعْنَى الْجُمْلَة اَیْ تَفَرَّدَ "بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" كَرَّرَهٗ تَاْكِيْدًا "الْعَزِيْز" فِیْ مُلْكه "الْحَكِيْم" فِیْ صُنْعه،

اور اللہ نے گواہی دی یعنی اس نے مخلوق کیلئے دلائل وآیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی معبود برحق نہیں ہے۔ اور فرشتوں نے اقرار کے ساتھ اور عالموں یعنی انبیاء اور اہل ایمان نے عقیدے کے ساتھ انصاف سے قائم ہوکر اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔ اور قائما کا لفظ یہ تدبیر مصنوعات کے ساتھ آیا ہے۔ اور یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس میں عامل معنی جملہ ہے یعنی تفرد کہ وہ عدل کرنے والا ہے۔ یعنی اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ بہ طور تاکید مکرر ہے۔ وہ غالب اپنے ملک میں، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۸ کے شان نزول کا تفسیری بیان

امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ احبار شام میں سے دو شخص سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے مدینہ طیبہ دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کے شہر کی یہی صفت ہے، جو اس شہر میں پائی جاتی ہے جب آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کے شکل وشمائل توریت کے مطابق دیکھ کر حضور کو پہچان لیا اور عرض کیا آپ محمد ﷺ ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ہاں، پھر عرض کیا کہ آپ احمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا ہاں، عرض کیا ہم ایک سوال کرتے

ہیں اگر آپ نے ٹھیک جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے فرمایا سوال کرو انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کو سن کر وہ دونوں حبر مسلمان ہو گئے حضرت سعید بن جُبَیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کعبہ معظمہ میں تین سو ساٹھ بت تھے جب مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو کعبہ کے اندر وہ سب سجدہ میں گر گئے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ آل عمران، بیروت لبنان)

| |
|---|
| اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۝ |
| بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی مگر اس کے کہ انہیں علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے |
| اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے، |

## اللہ کے نزدیک اسلام کے دین ہونے کا بیان

"اِنَّ الدِّیْنَ" الْمَرْضِیَّ "عِنْدَ اللّٰهِ" هُوَ "الْاِسْلَام" اَیْ الشَّرْع الْمَبْعُوث بِهِ الرُّسُل الْمَبْنِیّ عَلَی التَّوْحِیْد وَفِیْ قِرَاءَة بِفَتْحِ اَنَّ بَدَل مِنْ اَنَّهُ اِلَخْ بَدَل اشْتِمَال "وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب" الْیَهُوْد وَالنَّصَارٰی فِی الدِّیْن بِاَنْ وَحَّدَ بَعْض وَكَفَرَ بَعْض "اِلَّا مِنْ بَعْد مَا جَاءَهُمْ الْعِلْم" بِالتَّوْحِیْدِ "بَغْیًا" مِنَ الْكَافِرِیْنَ "بینهم ومن یكفر بایات الله" "فَاِنَّ اللّٰه سَرِیع الْحِسَاب" اَیْ الْمُجَازَاة لَهُ.

بیشک اللہ کے نزدیک پسندیدی دین اسلام ہی ہے یعنی ایسی شریعت جس کے ساتھ رسولان عظام کی بعثت ہوئی۔ جو توحید کی بنیاد پر ہے۔ اور ایک قرأت میں ''ان'' فتح کے ساتھ یعنی انہ سے بدل اشتمال ہے۔ اور پھوٹ میں نہ پڑے کتابی یعنی یہود و نصاریٰ دین میں کہ بعض نے توحید کو مانا اور بعض نے نہ مانا۔ مگر اس کے کہ انہیں توحید کا علم آچکا اپنے دلوں کی جلن سے اور جو اللہ کی آیتوں کا منکر ہو تو بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے، یعنی اس کی جزاء دینے والا ہے۔

## جنت میں لے جانے والی آیت کا بیان

امام طبرانی کی طبرانی میں ہے حضرت غالب قطان فرماتے ہیں میں کوفے میں تجارتی غرض سے گیا اور حضرت اعمش کے قریب ٹھہرا، رات کو حضرت اعمش تہجد کیلئے کھڑے ہوئے پڑھتے پڑھتے جب اس آیت تک پہنچے اور آیت (اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) 3۔ آل عمران:19) پڑھا تو فرمایا وانا اشهد بما شهد الله به واستودع الله هذه الشهادة وهی لی عند الله دیعتہ یعنی میں بھی شہادت دیتا ہوں اس کی جس کی شہادت اللہ نے دی اور میں اس شہادت کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ میری امانت اللہ کے پاس ہے، پھر کئی دفعہ آیت (اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) 3۔ آل عمران:19) پڑھا، میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہوگی، صبح ہی صبح میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ ابو محمد کیا بات تھی جو آپ اس

آیت کو بار بار پڑھتے رہے؟ کہا کیا اس کی فضیلت تمہیں معلوم نہیں؟ میں نے کہا حضرت میں تو مہینہ بھر سے آپ کی خدمت میں ہوں لیکن آپ نے حدیث بیان ہی نہیں کی، کہنے لگے اللہ کی قسم میں تو سال بھر تک بیان نہ کروں گا، اب میں اس حدیث کے سننے کی خاطر سال بھر تک ٹھہرا رہا اور ان کے دروازے پر پڑا رہا جب سال کامل گزر چکا تو میں نے کہا: اے ابو محمد سال گزر چکا ہے، سُن مجھ سے ابو وائل نے حدیث بیان کی، اس نے عبداللہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ عزوجل فرمائے گا میرے اس بندے نے میرا عہد لیا ہے اور میں عہد کو پورا کرنے میں سب سے افضل و اعلیٰ ہوں، میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے وہ صرف اسلام ہی کو قبول فرماتا ہے، اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری کا نام ہے، اور سب سے آخر اور سب رسولوں کو ختم کرنے والے ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کی نبوت کے بعد نبوت کے سب راستے بند ہو گئے اب جو شخص آپ کی شریعت کے سوا کسی چیز پر عمل کرے اللہ کے نزدیک وہ صاحب ایمان نہیں جیسے اور جگہ ہے آیت (وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ) 3۔آل عمران:85) جو شخص اسلام کے سوا اور دین کی تلاش کرے وہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا، اسی طرح اس آیت میں دین کا انحصار اسلام میں کر دیا ہے۔ حضرت ابن عباس کی قرأت میں (آیت شھد اللہ انہ) ہے اور ان الاسلام ہے، تو معنی یہ ہوں گے، خود اللہ کی گواہی ہے اور اس کے فرشتوں اور ذی علم انسانوں کے نزدیک مقبول ہونے والا دین صرف اسلام ہی ہے، جمہور کی قرأت میں ان زیر کے ساتھ ہے اور معنی کے لحاظ سے دونوں ہی ٹھیک ہیں، لیکن جمہور کا قول زیادہ ظاہر ہے

## دین اور اسلام کے معانی و بہ طور اصطلاح کا بیان

عربی زبان میں لفظ دین کے چند معنی ہیں، جس میں ایک معنی ہیں طریقہ اور روش، قرآن کریم کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول واحکام کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک سب انبیاء میں مشترک ہیں، اور لفظ "شریعت" یا "منہاج" یا بعد کی اصطلاحات میں لفظ "مذہب" فروعی احکام کے لئے بولے جاتے ہیں، جو مختلف زمانوں اور مختلف امتوں میں مختلف ہوتے چلے آئے ہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے: (شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا ۔ ۴:) "یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین جاری فرمایا جس کی وصیت تم سے پہلے نوح علیہ السلام کو اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو کی گئی تھی"

اس سے معلوم ہوا کہ دین سب انبیاء علیہم السلام کا ایک ہی تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے جامع کمالات اور تمام نقائص سے پاک ہونے اور اس کے سوا کسی کا لائق عبادت نہ ہونے پر دل سے ایمان اور زبان سے اقرار، روز قیامت اور اس میں حساب کتاب اور جزا و سزا اور جنت و دوزخ پر دل سے ایمان لانا اور زبان سے اقرار کرنا، اس کے بھیجے ہوئے ہر نبی و رسول اور ان کے لائے ہوئے احکام پر اسی طرح ایمان لانا۔ اور لفظ "اسلام" کے اصلی معنی ہیں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا، اور اس کے تابع

فرمان ہونا، اس کے معنی کے اعتبار سے ہر نبی ورسول کے زمانہ میں جولوگ ان پر ایمان لائے اوران کے لائے ہوئے احکام میں ان کی فرمانبرداری کی وہ سب مسلمان اور مسلم کہلانے کے مستحق تھے، اوران کا دین دین اسلام تھا، اسی معنی کے لحاظ سے حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ( وامرت ان اکون من المسلمین (سورۃ یونس:) اوراسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کواوراپنی امت کوامت مسلمہ فرمایا( ربنا واجعلنا مسلمین لك ومن ذریتنا امة مسلمة لك . (بقرہ) اورحضرت عیسی علیہ السلام کے حواریین نے اسی معنی کے اعتبار سے کہا تھا( واشهد بانا مسلمون .(آل عمران:)

اور بعض اوقات یہ لفظ خصوصیت سے اس دین وشریعت کے لئے بولا جاتا ہے جوسب سے آخرت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، اور جس نے پچھلی تمام شرائع کومنسوخ کردیا اور جو قیامت تک باقی رہے گا، اس معنی کے اعتبار سے یہ لفظ صرف دین محمدی اور امت محمدیہ کے لئے مخصوص ہوجاتا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کی ایک حدیث جوتمام کتب حدیث میں مشہور ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی یہی خاص تفسیر بیان فرمائی ہے، آیت مذکورہ کے لفظ "الاسلام" میں بھی دونوں معنی کا احتمال ہے۔ پہلے معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین صرف دین اسلام ہے، یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان بنانا اور ہر زمانہ میں جورسول آئے اور وہ جو کچھ احکام لائے اس پر ایمان لانا اوراس کی تعمیل کرنا اس میں دین محمدی کی اگرچہ تخصیص نہیں، لیکن عام قاعدہ کے ماتحت حضرت سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعدان پر اوران کے لائے ہوئے تمام احکام پرایمان وعمل بھی اس میں داخل ہوجاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ نوح علیہ السلام کے زمانہ دین مقبول وہ تھا جونوح علیہ السلام لائے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں وہ جوابراہیم علیہ السلام لے کر آئے، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا اسلام وہ تھا جوالواح توراۃ اورموسوی تعلیمات کی صورت میں آیا۔ اورعیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا اسلام وہ جوانجیل اورعیسوی ارشادات کے رنگ میں نازل ہوا اورآخرت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا اسلام وہ ہوگا جو قرآن وسنت کے بتلائے ہوئے نقشہ پر مرتب ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی دین اسلام اورعنداللہ مقبول تھا، جو بعد میں یکے بعد دیگرے منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دین دین اسلام کہلایا، جو قیامت تک باقی رہے گا۔

| |
|---|
| فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۭ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ |
| اگر وہ تم سے حجت کریں تو فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیرو ہوئے اور کتابیوں |
| اوراَن پڑھوں سے فرماؤ کیا تم نے گردن رکھی پس اگر وہ گردن رکھیں جب تو راہ پاگئے اور اگر منہ پھیریں تو تم پر تو یہی حکم |
| پہنچادینا ہے اوراللہ بندوں کودیکھ رہا ہے، |

## بارگاہ الوہیت میں جھک جانے کا بیان

"فَإِنْ حَاجُّوكَ" خَاصَمَكَ الْكُفَّارُ يَا مُحَمَّدُ فِي الدِّيْنِ "فَقُلْ" لَهُمْ "أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ" انْقَدْتُ لَهُ أَنَا "وَمَنِ اتَّبَعَنِ" وَخَصَّ الْوَجْهَ بِالذِّكْرِ لِشَرَفِهِ فَغَيْرُهُ أَوْلَى "وَقُلْ لِلَّذِيْنَ أُوتُوا الْكِتَابَ" الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى "وَالْأُمِّيِّيْنَ" مُشْرِكِي الْعَرَبِ "أَأَسْلَمْتُمْ" أَيْ أَسْلِمُوْا "فَإِنْ أَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا" مِنَ الضَّلَالِ "وَإِنْ تَوَلَّوْا" عَنِ الْإِسْلَامِ "فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ" أَيِ التَّبْلِيْغُ لِلرِّسَالَةِ "وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ" فَيُجَازِيْهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ،

اگر وہ تم سے حجت کریں یعنی یا محمد ﷺ اگر کفار آپ سے دین میں جھگڑا کریں۔تو فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور جھکائے ہوں اور جو میرے پیروکار ہوئے اور یہاں چہرے کا ذکر اس لئے خاص طور پر کیا ہے وہ معزز ہوتا ہے لہٰذا دوسروں افضل ہے۔اور کتابیوں یعنی یہود نصاریٰ سے اوران پڑھوں یعنی مشرکین عرب سے فرماؤ کیا تم نے گردن رکھی پس اگر وہ گردن رکھیں جب تو گمراہی سے راہ پا گئے اور اگر اسلام سے منہ پھیریں تو تم پر تو یہی حکم پہنچا دینا ہے یعنی حکم رسالت کو پہنچانا ہے۔اور اللہ بندوں کو دیکھ رہا ہے،پس وہ ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ومن اتبعن ۔ اتبعن اصل میں اتبعنی تھا۔اوروہ جنہوں نے میری پیروی کی۔الامیین۔مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔امی کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر وبیشتر بے پڑھے لکھے تھے اوراس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔

تولوا۔ماضی جمع مذکر غائب تولی سے۔اگر تولی کا لفظ متعدی بنفسہٖ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔جیسے ولیت سمعی کذا۔میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔یا جیسے قرآن حکیم میں ہے ومن یتولی اللہ ورسولہ 5):56)اور جو شخص خدا اوراس کے رسول سے دوستی کرے گا۔

اور جب تعدیہ بذریعہ عن ہو خواہ عن لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت ہذا میں۔یہاں عن مقدر ہے پس فان تولوا کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں۔

## نبی کریم ﷺ کی برکت سے اسلام قبول کرنے کا والے نوجوان کا بیان

بخاری ومسلم وغیرہ میں کئی کئی واقعات سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب وعجم کے تمام بادشاہوں کو اوردوسرے اطراف کے لوگوں کو خطوط بھجوائے جن میں انہیں اللہ کی طرف آنے کی دعوت دی خواہ وہ عرب ہوں عجم ہوں اہل کتاب

ہوں مذہب والے ہوں اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کے فرض کو تمام وکمال تک پہنچا دیا۔

مصنف عبدالرزاق میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اس امت میں سے جس کے کان میں میری نسبت کی آواز پہنچے اور وہ میری لائی ہوئی چیز پر ایمان نہ لائے خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی ہو مگر مجھ پر ایمان لائے بغیر مرجائے گا تو قطعاً جہنمی ہوگا، مسلم شریف میں بھی یہ حدیث مروی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ میں ہر ایک سرخ وسیاہ کی طرف اللہ کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، ایک اور حدیث میں ہے ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اور میں تمام انسانوں کیلئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

مسند احمد میں حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک یہودی لڑکا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وضو کا پانی رکھا کرتا تھا اور نعلین مبارک لاکر رکھ دیتا تھا، بیمار پڑ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے، اس وقت اس کا باپ اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں لا الہ الا اللہ کہہ، اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور باپ کو خاموش دیکھ کر خود بھی چپ کر گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ یہی فرمایا اس نے پھر اپنے باپ کی طرف دیکھا باپ نے کہا ابو القاسم کی مان لے (صلی اللہ علیہ وسلم) پس اس بچے نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ وانك رسول اللہ، وہاں سے یہ فرماتے ہوئے اٹھے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اسے جہنم سے بچا لیا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ |
| بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۝ |
| وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں |
| انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی، |

## اللہ کی آیات کا انکار کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُقَاتِلُوْنَ "النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "مِنَ النَّاسِ" وَهُمُ الْيَهُوْدُ رُوِيَ اَنَّهُمْ قَتَلُوْا ثَلَاثَةً وَّاَرْبَعِيْنَ نَبِيًّا فَنَهَاهُمْ مِائَةٌ وَسَبْعُوْنَ مِنْ عِبَادِهِمْ فَقَتَلُوْهُمْ مِنْ يَّوْمِهِمْ "فَبَشِّرْهُمْ" اَعْلِمْهُمْ "بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" مُؤْلِمٍ وَذِكْرُ الْبِشَارَةِ تَهَكُّمٌ بِهِمْ وَدَخَلَتِ الْفَاءُ فِيْ خَبَرِ اِنَّ لِشَبَهِ اسْمِهَا الْمَوْصُوْلِ بِالشَّرْطِ،

وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور ایک قرأت میں "یُقَاتِلُوْن" اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو دوسروں کو عدل وانصاف کا حکم دیتے ہیں اور یہ وہی یہود ہیں جنہوں نے ۴۳ انبیائے کرام کو شہید کیا۔ جبکہ انہیں ایک ستر عابدوں نے قتل انبیاء سے روکا تو انہوں نے ان

عابدوں کو بھی قتل کر دیا۔ انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی، یعنی تکلیف دینے والے عذاب کی بشارت دو۔ یہاں بشارت کا ذکر ان سے بہ طور مذاق ہے اور خبر پر فاء کا داخل ہونا اس لئے ہے کیونکہ ان کا اسم موصول بہ شرط کے مشابہ ہے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت عذاب کس کو ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جس نے کسی نبی کو قتل کیا، یا کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو نبی کی تعلیم دیتا اور برائی سے روکتا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک کی یہی آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا "ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے ایک دن میں اور صبح کے ایک وقت میں تینتالیس انبیائے کرام کو قتل کیا۔ اس پر بنی اسرائیل کے ایک سو ستر علماء وصلحاء نے ان بدبختوں کو نصیحت فرمائی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا تو انہوں نے اسی شام کو ان سب کو بھی قتل کر دیا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ آل عمران، بیروت لبنان)

ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بنو اسرائیل نے تین سو نبیوں کو دن کے شروع میں قتل کیا اور شام کو سبزی پالک بیچنے بیٹھ گئے، پس ان لوگوں کی اس سرکشی تکبر اور خود پسندی نے ذلیل کر دیا اور آخرت میں بھی رسوا کن بدترین عذاب ان کے لئے تیار ہیں، اسی لئے فرمایا کہ انہیں دردناک ذلت والے عذاب کی خبر پہنچا دو، ان کے اعمال دنیا میں بھی غارت اور آخرت میں بھی برباد اور ان کا کوئی مددگار اور سفارشی بھی نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ |
| یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ |

## کفار کے اعمال دنیا وآخرت میں ضبط کر لیے جائیں گے

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالهمْ" مَا عَمِلُوْا مِنْ خَيْر كَصَدَقَةٍ وَصِلَة رَحِم "فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة" فَلَا اعْتِدَاد بِهَا لِعَدَمِ شَرْطهَا "وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ" مَانِعِيْنَ مِنَ الْعَذَاب،

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہو گئے یعنی جو بھی انہوں نے بھلائی جیسے صدقہ وصلہ رحمی کی ہے۔ پس شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے کچھ بھی شمار نہ ہوگی۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ یعنی عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ |
| کیا تم نے انہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں کہ وہ ان کا فیصلہ کرے |
| پھر ان میں کا ایک گروہ اس سے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے۔ |

"اَلَمْ تَرَ" تنظر "اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا" حظًّا "مِنَ الْكِتَاب" التَّوْرَاة "يُدْعَوْنَ" حال "اِلٰى كِتَاب الله لِيَحْكُم بَيْنَهم ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُوْنَ" عَنْ قَبُول حُكْمه،

یا تم نے انہیں دیکھا جنہیں کتاب یعنی تورات کا ایک حصہ ملا کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ یہاں یدعون الذین سے حال ہے۔ کہ وہ ان کا فیصلہ کرے پھر ان میں کا ایک گروحکم کو قبول کرنے روگرداں ہو کر پھر جاتا ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۲۳ کے شانِ نزول کا بیان

اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ آئی ہے کہ ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بیت المِدراس میں تشریف لے گئے اور وہاں یہود کو اسلام کی دعوت دی نُعَیم ابن عمرو اور حارث ابن زید نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس دین پر ہیں فرمایا، ملّتِ ابراہیمی پر وہ کہنے لگے حضرت ابراہیم علیہ السلام تو یہودی تھے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا توریت لاؤ ابھی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ ہو جائے گا اس پر نہ جمے اور منکر ہو گئے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت میں کتاب اللہ سے توریت مراد ہے انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت یہ بھی مروی ہے کہ یہود خیبر میں سے ایک مرد نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا تھا اور توریت میں ایسے گناہ کی سزا پتھر مار مار کر ہلاک کر دینا ہے لیکن چونکہ یہ لوگ یہودیوں میں اونچے خاندان کے تھے اس لئے انہوں نے ان کا سنگسار کرنا گوارہ نہ کیا اور اس معاملہ کو بایں امید سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاس لائے کہ شاید آپ سنگسار کرنے کا حکم نہ دیں مگر حضور نے ان دونوں کے سنگسار کرنے کا حکم دیا اس پر یہود طیش میں آئے اور کہنے لگے کہ اس گناہ کی یہ سزا نہیں آپ نے ظلم کیا، حضور نے فرمایا کہ فیصلہ توریت پر رکھو کہنے لگے یہ انصاف کی بات ہے توریت منگائی گئی اور عبداللہ بن صوریا یہود کے بڑے عالم نے اس کو پڑھا اس میں آیت رجم آئی جس میں سنگسار کرنے کا حکم تھا عبداللہ نے اس پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کو چھوڑ گیا حضرت عبداللہ بن سلام نے اس کا ہاتھ ہٹا کر آیت پڑھ دی یہودی ذلیل ہوئے اور وہ یہودی مرد و عورت جنہوں نے زنا کیا تھا حضور کے حکم سے سنگسار کئے گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ |
| یہ جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں اور ان کے دین میں انہیں فریب دیا |
| اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔ |

## تورات سے احکام شرعیہ کو چھپانے والے یہود کا بیان

نَزَلَتْ فِي الْيَهُوْد زَنٰى مِنْهُمْ اثْنَانِ فَتَحَاكَمُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَكَمَ عَلَيْهِمَا بِالرَّجْمِ فَاَبَوْا فَجِيءَ بِالتَّوْرَاةِ فَوَجَدَ فِيْهَا فَرُجِمَا فَغَضِبُوْا، "ذٰلِكَ" التَّوَلِّي وَالْاِعْرَاض "بِاَنَّهُمْ قَالُوْا" اَيْ بِسَبَبِ قَوْلِهِمْ "لَنْ تَمَسَّنَا النَّار اِلَّا اَيَّامًا مَعْدُوْدَات" اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا مُدَّة عِبَادَة اٰبَائِهِمْ الْعِجْل ثُمَّ

تَزُول عَنهُمْ "وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ" مُتَعَلِّق بِقَوْلِهِ "مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ" مِنْ قَوْلِهِمْ ذٰلِكَ،

یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب ان میں سے دو بندوں نے زنا کیا اور وہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لائے تو آپ ﷺ نے ان دونوں پر رجم کا حکم دیا تو انہوں نے انکار کیا پس تورات کو لایا گیا تو اس میں رجم کا حکم پایا گیا۔ تو ان دونوں کو رجم کیا گیا تو یہود اس پر غضب ناک ہوئے۔ یہ اعراض یعنی جرأت انہیں اس لئے ہوئی کہ وہ کہتے ہیں ہرگز ہمیں آگ نہ چھوئے گی مگر گنتی کے دنوں یعنی چالیس جن میں ان کے اباؤ اجداد نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ پھر ان سے عذاب ٹل جائے گا۔ اور ان کے دین میں انہیں فریب دیا یعنی ان کے قول سے متعلق ہے۔ جس قول سے وہ جھوٹ نے جو باندھتے تھے۔

یہودیوں کا یہ سمجھنا کہ انہیں معمولی سا عذاب ہوگا "لن تمسنا" میں "نا" کے قرینہ سے یہ احتمال دیا جاسکتا ہے کہ ان کا یہ سمجھنا اپنے آپ کو برتر نسل سمجھنے کی وجہ سے تھا۔

## سورج کی روشنی کے سبب لوگوں کے پگھل جانے کا بیان

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سورج بندوں سے صرف ایک یا دو میل کے فاصلے پر رہ جائے گا سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ کون سا میل مراد لیا زمین کی مسافت یا وہ سلائی جس سے سرمہ لگایا جاتا ہے پھر فرمایا کہ سورج لوگوں کو پگھلانا شروع کردے گا چنانچہ لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک کوئی کمر تک اور کوئی منہ تک ڈوبا ہوگا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے منہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا گویا کہ اسے لگام ڈال دی گئی ہو اس باب میں حضرت ابوسعید اور ابن عمر سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 317)

| |
|---|
| فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| پس کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جس میں کوئی شک نہیں جمع کریں گے، اور جس جان نے جو کچھ بھی کمایا ہوگا |
| اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## قیامت کے سب کے جمع ہونے کا بیان

"فَكَيْفَ" حَالهِمْ "إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ" أَيْ فِي يَوْم "لَا رَيْبَ" لَا شَكَّ "فِيهِ" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "وَوُفِّيَتْ كُلّ نَفْس" مِنْ أَهْل الْكِتَاب وَغَيْرهمْ جَزَاء "مَا كَسَبَتْ" عَمِلَتْ مِنْ خَيْر وَشَرّ "وَهُمْ" أَيْ النَّاس "لَا يُظْلَمُونَ" بِنَقْصِ حَسَنَة أَوْ زِيَادَة سَيِّئَة،

پس کیا حال ہوگا جب ہم ان کو اس دن جس میں کوئی شک نہیں جمع کریں گے، وہ قیامت کا دن ہے۔ اور جس جان نے

جو کچھ بھی کمایا ہوگا اسے اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا یعنی اہل کتاب وغیرہ کو جزاء دی جائے گی۔ یعنی جو بھی انہوں نے بھلائی یا برائی کی ہوگی۔ اوران لوگوں پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی نیکی کی کمی کے باعث اور برائی کی زیادتی کے باعث ان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے اس قول کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے عذاب میں ڈالوں گا بعض علماء نے اس آیت (فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ) 7۔الاعراف:91) کا مطلب یہی بیان کیا ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہم ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 326)

## قیامت کے دن نیکیاں مظلوم کو بھی دی جائیں گیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کریں جس نے اپنے کسی بھائی کی عزت یا مال میں کوئی ظلم کیا ہو اور پھر وہ آخرت میں حساب وکتاب سے پہلے اس کے پاس آ کر اپنے ظلم کو معاف کرا لے کیونکہ اس دن نہ تو درہم ہوگا اور نہ دینار اگر ظالم کے پاس نیکیاں ہوں گی تو اس سے لے کر مظلوم کو دے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہیں ہوں گی تو اس ظلم کے بدلے میں مظلوموں کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت مالک بن انس بھی اسے سعید مقبری سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 315)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل حقوق کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا ہوں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس باب میں حضرت ابوذر اور عبداللہ بن انیس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 316)

| |
|---|
| قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِى الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ |
| وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| یوں عرض کر، اے اللہ! ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے، اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے، بیشک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔ |

## اللہ ہی عزت وذلت دینے والا ہے

وَنَزَلَتْ لَمَّا وَعَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمَّته مَلِك فَارِس وَالرُّوم فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ هَيْهَاتَ : "قُلْ اللّٰهُمَّ" يَا اللّٰه "مَالِك الْمُلْك تُؤْتِي" تُعْطِي "الْمُلْك مَنْ تَشَاء " مِنْ خَلْقك "وَتَنْزِع الْمُلْك مِمَّنْ تَشَاء وَتُعِزّ مَنْ تَشَاء " بِإِيتَائِهِ "وَتُذِلّ مَنْ تَشَاء " بِنَزْعِهِ مِنْهُ "بِيَدِك" بِقُدْرَتِك "الْخَيْر" اَیْ وَالشَّرّ "إنك على كل شيء قدير"

اور جب نبی کریم ﷺ اپنی امت سے ملک فارس وروم کے بارے میں وعدہ کیا تو منافقین نے کہا کہ کتنی دور کی بات ہے۔ یوں عرض کر، اے اللہ! یہاں پر اللھم بہ معنی یا اللہ ہے۔ ملک کے مالک تو جسے اپنی مخلوق میں سے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے اپنی نشانیوں سے چھین لے، اور جسے چاہے عزت یعنی بھلائی دے دے اور جسے چاہے ذلت دے، یعنی خیر دور کر کے۔ ساری بھلائی وسختی تیرے ہی ہاتھ ہے، بیشک تو سب کچھ کر سکتا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۲۶ کے سبب نزول کا بیان

کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف سے اسے اس کے والد نے اپنے والد سے روایت کر کے خبر دی کہ جنگ خندق کے دن رسول اللہ نے ایک خط کھینچا پھر دس آدمیوں پر چالیس ہاتھ کھدائی مقرر کی عمرو بن عوف نے کہا میں سلیمان، حذیفہ نعمان بن مقرن المزنی اور چھ انصاری چالیس ہاتھ کھودنے پر مقرر ہوئے ہم کھودتے گئے تا آنکہ ہم ذوناب کے نیچے تک پہنچ گئے اللہ نے خندق کی تہ میں سے ایک چٹان نمودار کی جس نے ہمارے کدالوں کو کند کر دیا اور ہمارے لیے اس کا توڑنا مشکل ہو گیا ہم نے کہا کہ اے سلمان تم اوپر چڑھو اور جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس چٹان کے بارے میں اطلاع دو یا تو ہم اس خط سے مڑ جائیں یا آپ ہمیں کوئی اور حکم دیں ہم آپ کے مقرر کیے ہوئے خط سے تجاوز کرنا نہیں چاہتے راوی نے کہا کہ سلمان اوپر چڑھ کر رسول اللہ کی طرف گئے آپ اس وقت ایک ترکی قبہ یعنی سائبان تانے ہوئے تھے سلمان نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ خندق کے اندر سے ایک سفید چٹان نمودار ہوئی ہے جس نے ہمارے کدال کند کر دیے اور اسے توڑنا ہمارے لیے سخت مشکل ہو گیا حتی کہ اس میں سے تھوڑا بہت کچھ نہیں ٹوٹ سکا اس بارے میں ہمیں اپنا حکم دیجیے ہم آپ کے مقرر کیے ہوئے خط سے تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔ راوی کا کہنا ہے کہ پھر رسول اللہ سلمان کے ساتھ خندق میں اترے اور نو آدمی خندق کے دہانے پر تھے رسول اللہ ﷺ نے سلمان سے کدال لے لیا اور خندق پر چوٹ لگائی جس سے خندق میں شگاف پڑ گیا اس سے ایک چمک پیدا ہوئی جس سے خندق کے کنارے روشن ہو گئے یعنی مدینہ روشن ہو گیا یوں لگا جیسے کسی تاریک گھر کے چراغ روشن ہوا ہو رسول اللہ ﷺ نے فتح کی تکبیر بلند کی اور مسلمانوں نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا آپ سلمان کا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھے سلمان نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے ایک ایسی چیز دیکھی ہے جو میں نے اس سے پہلے قطعاً نہیں دیکھی رسول اللہ ﷺ قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ سلمان کیا کہہ رہا ہے لوگوں نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ میں نے پہلی ضرب لگائی تو چمک پیدا ہوئی جب کہ تم

نے دیکھا کہ اس روشنی میں میرے لیے حیرہ کے محلات اور کسریٰ یوں ظاہر ہوگئے گویا وہ کتے کی کچلیاں ہوں جبریل نے مجھے بتایا کہ میری امت ان محلات اور شہروں پر قبضہ کرے گی پھر میں نے دوسری ضرب لگائی تو دوبارہ چمک پیدا ہوئی جب کہ تم نے دیکھ لیا اس بار میرے لیے روم کے سرخ محلات یوں نمودار ہوئے گویا وہ کتوں کی کچلیاں ہوں جبریل نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان پر قابض ہوگی پھر میں نے تیسری ضرب لگائی تو چمک پیدا ہوئی جسے تم نے دیکھ لیا تو اس بار میرے سامنے صنعا کے محلات ظاہر ہوئے گویا وہ کتوں کی کچلیاں ہوں اور جبریل نے مجھے یہ بتایا کہ میری امت اس پر قابض ہوگی لہٰذا تمہیں خوش خبری ہو مسلمانوں کو اس سے خوش ہوئی انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے یہ سچا وعدہ ہے اللہ نے خندق کھودنے کے بعد فتح کا وعدہ کیا اس پر منافقوں نے کہا کہ کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ وہ یعنی نبی تمہیں غلط اور باطل امیدیں دلاتا ہے اور تم کو بتاتا ہے کہ وہ یثرب میں بیٹھے بٹھائے حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے مدائن کو دیکھتا ہے اور یہ کہ یہ جگہیں تمہارے لیے فتح ہوں گی تم تو ڈر کے مارے بچاؤ کے لیے خندق کھود رہے ہو اور کھلے ظاہر تک نہیں ہو سکتے۔ راوی کا کہنا ہے واذ یقول المنافقون والذین فی قلوبھم الخ۔ اس قصے سے متعلق اللہ نے قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ کی آیت نازل کی۔ (اسباب نزول)

| |
|---|
| تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ |
| وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ۝ |
| تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے |
| نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے بہرہ اندوز کرتا ہے۔ |

## دن کو رات اور رات کو دن میں داخل کرنے کا بیان

"تُولِج" تُدْخِل "اللَّيْل فِي النَّهَار وَتُولِج النَّهَار" "تُدْخِلهُ" "فِي اللَّيْل" "فَيَزِيد كُلّ مِنْهُمَا بِمَا نَقَصَ مِنْ الْآخَر "وَتُخْرِج الْحَيّ مِنْ الْمَيِّت" كَالْإِنْسَانِ وَالطَّائِر مِنْ النُّطْفَة وَالْبَيْضَة "وَتُخْرِج الْمَيِّت" كَالنُّطْفَةِ وَالْبَيْضَة "مِنْ الْحَيّ وَتَرْزُق مَنْ تَشَاء بِغَيْرِ حِسَاب" أَيْ رِزْقًا وَّاسِعًا،

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ لہٰذا تو ان میں سے ہر ایک زیادہ کرتا ہے دوسرے کو کم کرتے ہوئے۔ اور تو ہی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے جس طرح انسان اور پرندے ہیں جو نطفہ اور انڈے سے بنے ہیں۔ اور مُردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جس طرح نطفہ اور انڈہ ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے بہرہ اندوز کرتا ہے۔ یعنی وسیع رزق عطا کرتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

'تولج النہار، کے معنی دن کو رات میں داخل کرنا اور رات کو دن میں داخل کرنا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے کم ہونے

سے دوسرے میں اضافہ ہوجاتا ہے اور "تولج" فعل مضارع ہے جواس معنی کے استمرار ودوام پر دلالت کرتا ہے۔

## ابتدائی مخلوق کی تخلیق کا بیان

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی اونٹنی کو دروازہ پر باندھ کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم کے کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا بشارت قبول کرواے بنوتمیم! انہوں نے دو مرتبہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت تو دی ہے اب کچھ عطا بھی تو فرمایئے پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل یمن بشارت قبول کرو کیونکہ بنی تمیم نے تو اسے رد کردیا ہے انہوں نے کہا: یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے قبول کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امر (دین) کے بارے میں کچھ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ابتداء میں) اللہ تعالیٰ کا وجود تھا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے ہر ہونے والی چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا تھا اور اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اتنی ہی بات سنی) کہ ایک منادی نے آواز دی کہ اے ابن حصین! تیری اونٹنی بھاگ گئی میں (اٹھ کر) چلا تو وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ سراب بیچ میں حائل ہوگیا بس اللہ کی قسم! میں نے تمنا کی کہ میں اسے چھوڑ دیتا عیسیٰ، رقبہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش کی بابت ہمیں بتلایا حتیٰ کہ (یہ بھی بتلایا کہ) جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی اپنی جگہوں میں داخل ہوگئے اس بات کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 451)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بدبخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

## اہل جنت کے سب سے پہلے کھانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں تشریف آوری کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں

جن کا علم نبی کے علاوہ کسی اور کو نہیں قیامت کی سب سے پہلی علامت کیا ہے؟ اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا کیا ہوگا؟ اور کس وجہ سے بچہ اپنے باپ یا ننہال کے مشابہ ہوتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ابھی یہ باتیں بتائی ہیں عبداللہ نے کہا کہ یہ تو تمام فرشتوں میں یہودیوں کے دشمن ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی سب سے پہلی علامت وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت کے کھانے کے لئے سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کی نوک ہوگی رہی بچہ کی مشابہت، مرد جب اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے اور اسے پہلے انزال ہو جاتا ہے تو بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کو پہلے انزال ہو جاتا ہے تو بچہ اس کی صورت پر ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی بہت ہی بہتان توڑنے والی قوم ہے (اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری بابت ان سے پوچھنے سے پہلے میرے اسلام لانے سے واقف ہو گئے) تو مجھ پر بہتان لگائیں گے۔ پھر یہودی آئے اور عبداللہ گھر میں چھپ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ عبداللہ بن سلام تم میں کیسے آدمی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ وہ ہمارے سب سے بڑے عالم اور بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔

اور ہم میں سب سے بہتر اور بہتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بتاؤ تو سہی اگر عبداللہ اسلام لے آئیں (تو کیا تم بھی اسلام لے آؤ گے) انہوں نے کہا اللہ انہیں اس سے بچائے فوراً وہ ان کے سامنے آ گئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائی کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ ہم میں سب سے بدتر اور بدتر آدمی کے بیٹے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 584)

| |
|---|
| لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ |
| اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ |
| مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں مسلمانوں کے سوا اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا مگر یہ کہ تم ان سے |
| کچھ ڈرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے، |

## کفار کو دوست بنانے کی ممانعت کا بیان

"لَا يَتَّخِذ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاء " يُوَالُوْنَهُمْ "مِنْ دُوْن" اَىْ غَيْر "الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَل ذٰلِكَ" اَىْ يُوَالِيهِمْ "فَلَيْسَ مِنْ" دِيْن "اللّٰه فِیْ شَیْء اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاة" مَصْدَر تَقَيْته اَىْ تَخَافُوا مَخَافَة فَلَكُمْ مُوَالَاتهمْ بِاللِّسَانِ دُوْن الْقَلْب وَهٰذَا قَبْل عِزَّة الْاِسْلَام وَيَجْرِی فِيْمَنْ هُوَ فِیْ بَلَد لَيْسَ قَوِيًّا فِيْهَا "وَيُحَذِّركُمْ" يُخَوِّفكُمْ "اللّٰه نَفْسه " اَنْ يَّغْضَب عَلَيْكُمْ اِنْ وَالَيْتُمُوهُمْ "وَاِلَى اللّٰه الْمَصِير "

الْمَرْجِعُ فَيُجَازِيكُمْ،

مسلمان کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں اور جس نے مسلمانوں کے سوا کسی سے دوستی کی اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہ رہا یعنی وہ اللہ کے دین میں کچھ شمار نہ کیا جائے گا۔مگر یہ کہ تم ان سے کچھ ڈرو۔اس کا مصدر تقیہ ہے یعنی جب تمہیں کوئی خوف ہو تو زبانی کلامی دوستی کرو جبکہ دلی دوستی نہ کرنا۔اور یہ حکم اسلام کے غالب آنے سے پہلے کا ہے۔اور یہ حکم ان لوگوں پر جاری ہوگا جو ایسے شہروں میں ہیں جہاں اسلام طاقت ور نہیں ہے۔اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے یعنی اگر تم نے ان سے دوستی کی تو تم پر غضب ہوگا۔اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے، پس وہی تمہیں جزاء دے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فلیس من اللہ فی شیء ( الخازن ) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی دوستی نہیں ہوگی۔کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھے گا۔کیونکہ موالاۃ اللہ و موالاۃ الکفار ضدان لا یجتمعان۔کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔جو کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔فلیس لہ نصر او ولایۃ من اللہ فی ای امر۔تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد نصیب نہ ہوگی۔الا ان تتقوا منھم تقۃ۔تتقوا۔مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔اصل میں تتقون تھا۔نون اعرابی بوجہ عامل ان کے گر گیا۔تقۃ مصدر ہے تقۃ اصل میں وقاۃ تھا۔واو کو تا سے بدل دیا گیا۔و ق ی۔حروف مادہ ہیں۔وقی۔یقی۔اتقی۔یتقی۔بچنا۔پرہیز کرنا۔حفاظت کرنا۔یحذرکم۔یحذر۔مضارع واحد مذکر غائب۔کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔(اور اللہ) تم کو ڈراتا ہے۔خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے۔یعنی اپنے غضب۔اپنی ناراضگی سے۔المصیر۔اسم ظرف مکان۔صار یصیر کا مصدر بھی ہے۔لوٹنے کی جگہ۔قرارگاہ۔ٹھکانہ۔لوٹنا۔مائل ہونا۔کاٹنا۔جمع ہونا۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۲۸ کے شانِ نزول کا تفسیری بیان

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ الحجاج بن عمرو کہمس بن ابی الحقیق اور قیس بن زید یہ لوگ یہود تھے یہ انصار کے کچھ لوگوں کو خفیہ طور پر انکے دین سے ورغلاتے تھے چنانچہ رفاعہ بن منذر عبداللہ بن جبیر اور سعید بن خیثمہ نے ان لوگوں سے کہا کہ ان یہودیوں سے دور رہو ان کے ساتھ میل ملاپ اور خفیہ ملاقاتوں سے پرہیز کرو وہ تمہیں کہیں تمہارے دین سے فتنے میں نہ مبتلا کر دیں ان لوگوں نے ان یہود کے ساتھ میل ملاپ اور خفیہ طور پر ملنا جلنا ترک کرنے سے انکار کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

الکلبی کا قول ہے کہ یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھ ان لوگوں کی یہود اور مشرکین سے دوستی تھی یہ انہیں اطلاعات اور معلومات فراہم کرتے تھے اور اس بات کے خواہش مند رہتے تھے کہ ان لوگوں کو رسول اللہ پر فتح ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی اور مومنوں کو ان جیسے کام کرنے سے منع فرما دیا۔

جو یبر نے الضحاک سے اس نے ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت عبادہ بن صامت انصاری کے بارے میں نازل ہوئی

یہ بدری سردار تھے ان کے حلیف کچھ یہودی تھے جس روز نبی غزوہ احزاب کے لیے نکلے تو عبادہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی میرے ساتھ پانچ سو یہودیوں جوانمبرد ہیں میرے رائے ہے کہ وہ میرے ساتھ چلیں اور شریک جہاد ہوں تو میں دشمن پر غلبہ پالوں گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

## دین کے دشمنوں سے دور رہنے کا بیان

بخاری میں ہے حضرت حسن فرماتے ہیں یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے۔ پھر فرمایا اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے دبدبے اور اپنے عذاب سے اس شخص کو خبردار کئے دیتا ہے جو اس کے فرمان کی مخالفت کر کے اس کے دشمنوں سے دوستی رکھے اور اس کے دوستوں سے دشمنی کرے۔ پھر فرمایا اللہ کی طرف لوٹنا ہے ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا بدلہ وہیں ملے گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا اے بنی اود میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہو کر تمہاری طرف آیا ہوں جان لو کہ اللہ کی طرف پھر کر سب کو جانا ہے پھر یا تو جنت ٹھکانا ہو گا یا جہنم۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم بعض قوموں سے کشادہ پیشانی سے ملتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صرف زبان سے اظہار کرے لیکن عمل میں ان کا ساتھ ایسے وقت میں بھی ہرگز نہ دے، یہی بات اور مفسرین سے بھی مروی ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ |
| وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| تم فرمادو کہ اگر تمہارے دل میں جو بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے |
| اور جو کچھ زمین میں ہے، اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے، |

## ظاہر و پوشیدہ محبت کو اللہ جاننے والا ہے

"قُلْ" لَهُمْ "اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ" قُلُوْبِكُمْ مِنْ مُوَالَاتِهِمْ "اَوْ تُبْدُوْهُ" تُظْهِرُوْهُ "يَعْلَمْهُ اللّٰه وَيَعْلَم" وَهُوَ يَعْلَم "مَا فِي السَّمٰوَات وَالْاَرْض وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ تَعْذِيب مَنْ وَالَاهُمْ،

تم فرمادو کہ اگر تمہارے دل میں یعنی دلوں میں ان کی محبت، جو بات چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ کو سب معلوم ہے، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور ہر چیز پر اللہ کا قابو ہے۔ اور انہی کافروں سے دوستی کرنے والوں کیلئے عذاب ہے۔

یہ آیت دراصل پچھلی آیت ہی کی تفسیر ہے۔یعنی اے مسلمانو! اگر تم کفر کی محبت کو دل میں جگہ دو گے یا کافروں سے محبت کا برتاؤ رکھو گے تو تمہارے یہ باطنی اور ظاہری اعمال اللہ کی نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ لہذا تم اللہ کی دی ہوئی رعایت سے اسی قدر فائدہ اٹھاؤ جس کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آ رہا ہو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اللہ بڑی قدرت والا ہے۔وہ تمہیں دنیا میں بھی سزا دے سکتا ہے اور ذلیل ورسوا کرسکتا ہے اور آخرت کے عذاب سے بھی بچ نہ سکو گے۔

| |
|---|
| يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ |
| اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا ۢ بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ ۢ بِالْعِبَادِ ۝ |
| جس دن ہر جان ہر اس نیکی کو بھی حاضر پالے گی جو اس نے کی تھی اور ہر برائی کو بھی جو اس نے کی تھی، تو وہ آرزو کرے گی، کاش! |
| میرے اور اس برائی کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا، اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔ |

## ہر شخص کیلئے اس کے اعمال کی جزاء ہونے کا بیان

اُذْكُرْ "يَوْمَ تَجِد كُلّ نَفْس مَا عَمِلَتْ" ـهُ "مِنْ خَيْر مُحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ" ـهُ "مِنْ سُوء" مُبْتَدَأ خَبَره "تَوَدّ لَوْ اَنَّ بَيْنهَا وَبَيْنه اَمَدًا بَعِيدًا" غَايَة فِي نِهَايَة الْبُعْد فَلَا يَصِل اِلَيْهَا "وَيُحَذِّركُمْ اللّٰه نَفْسه" كُرِّرَ لِلتَّاكِيدِ "والله رؤف بالعباد"

جس دن ہر جان ہر اس نیکی کو بھی حاضر پالے گی جو اس نے کی تھی اور ہر برائی کو بھی جو اس نے کی تھی، اور یہاں "وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوء" مبتداء کی خبر ہے۔تو وہ آرزو کرے گی، کاش! میرے اور اس برائی کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہوتا، یعنی اتنا دور ہوتا کہ وہ اس تک نہ پہنچ سکتا۔اور اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے، اس کو تاکیدی طور پر مکرر بیان کیا گیا ہے اور اللہ بندوں پر بہت مہربان ہے۔

## دائیں یا بائیں جانب اعمال دیکھائے جانے کا بیان

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے بات نہ کریں اور اس دوران بندے اور رب کے درمیاں کوئی ترجمان نہ ہوگا پھر بندہ اپنی دائیں طرف دیکھے گا تو اسے اپنے اعمال نظر آئیں گے بائیں طرف نظر دوڑائے گا تو اس طرف بھی اس کے کئے ہوئے اعمال ہی ہوں گے پھر جب سامنے کی طرف دیکھے گا تو اسے دوزخ نظر آئے گی پس اگر کسی میں اتنی بھی استطاعت ہو کہ وہ خود کو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر دوزخ کی آگ سے بچا سکے تو اسے چاہئے کہ ایسا ہی کرے ابوسائب سے روایات ہے کہ وکیع نے ایک دن یہ حدیث اعمش سے (روایت کرتے ہوئے) ہم سے بیان کی جب وکیع بیان کر چکے گا فرمایا اگر کوئی خراسان کا باشندہ یہاں ہو تو وہ یہ حدیث اہل خراسان کو سنا کر ثواب حاصل کرے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ جہمیہ اس بات کے منکر ہیں یہ حدیث حسن صحیح

ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 311)

| |
|---|
| قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ |
| اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا |
| اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، |

## اللہ کے تقرب کیلئے بھی بتوں کی پوجا کرنے کی ممانعت کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا مَا نَعْبُدُ الْاَصْنَامَ اِلَّا حُبًّا لِلّٰهِ لِیُقَرِّبُوْنَا اِلَیْهِ "قُلْ" لَهُمْ یَا مُحَمَّدُ "اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰه فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰه" بِمَعْنٰی یُثِیْبُكُمْ "وَیَغْفِر لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُور" لِمَنْ اتَّبَعَنِیْ مَا سَلَفَ مِنْهُ قَبْل ذٰلِكَ "رَحِیْم" بِهٖ،

اور جب مشرکین نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت اللہ کا قرب حاصل کرنے کیلئے کرتے ہیں۔تو ان کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

یا محمد ﷺ تم ان سے فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا یعنی تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔یعنی جس نے میری اتباع کی،البتہ جو اس سے پہلے گزر چکا ہے۔اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کسی عمل کے انجام دینے کی تشویق کیلئے جو کچھ اجر کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے ضروری ہے کہ جن لوگوں کو اسکی تشویق دلائی جارہی ہے وہ اسکی خواہش بھی رکھتے ہوں۔فعل کی حجیت "اتبعونی" سے مستفاد ہوتی ہے اس بنا پر کہ اتباع سے مراد عملی اتباع ہو "اطیعوا" کے قرینہ سے کہ جس سے مراد کلام میں اتباع کرنا ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۳۱ کے شان نزول کا تفسیری بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے پاس ٹھہرے جنہوں نے خانہ کعبہ میں بت نصب کئے تھے اور انہیں سجا سجا کر ان کو سجدہ کررہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا اے گروہ قریش خدا کی قسم تم اپنے آباء حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کے دین کے خلاف ہو گئے قریش نے کہا ہم ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کریں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ محبت الٰہی کا دعویٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع و فرماں برداری کے بغیر قابل قبول نہیں جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور ﷺ کی غلامی کرے اور حضور ﷺ نے بت پرستی کو منع فرمایا تو بت پرستی کرنے والا حضور ﷺ کا نافرمان اور محبت الٰہی کے دعوٰی میں جھوٹا ہے۔

الحسن اور ابن جریج کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں

چنانچہ انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ ہم کو اپنے رب سے محبت ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

جویبر نے الضحاک سے اس نے ابن عباس سے نقل کیا اس نے کہا کہ نبی کریم قریش کے پاس ٹھہرے قریش اس وقت خانہ کعبہ میں تھے انہوں نے بت نصب کیے ہوئے تھے ان بتوں کے گلے میں شتر مرغ کے انڈے آویزاں کیے ہوئے تھے اور ان کانوں میں بالیاں لٹکائی ہوئی تھیں اور یہ قریش ان بتوں کے آگے سجدے کرتے تھے نبی نے ان سے کہا: اے معشر قریش تم نے اپنے آباء واجداد ابراہیم اور اسماعیل کی ملت یعنی دین کی مخالفت کی ہے وہ دونوں اسلام پر تھے قریش نے جواب دیا کہ اے محمد ہم تو ان بتوں کو اللہ کی محبت میں پوجتے ہیں تا کہ یہ بت ہمیں اللہ کا قرب دلا دیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ۔ اور تم اس لیے ان بتوں کی پوجا کرتے ہو کہ وہ تمہیں اللہ کا قرب دلا دیں۔ فاتبعونی یحببکم الله۔ یعنی تم میری پیروی کرو اللہ تم کو محبوب رکھے گا۔ پس میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اور اس کا رسول ہوں اور تم پر اس کی حجت ہوں میں تمہارے ان بتوں کے مقابلے میں تمہاری تعظیم کا زیادہ حق دار اور سزاوار ہوں۔

الکلبی کی روایت ہے جو انہوں نے ابوصالح اور ابن عباس سے روایت کی کہ جب یہود نے کہا نحن ابناء الله یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے چہیتے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل کی جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے یہود کے سامنے پیش کیا یہود نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

محمد بن اسحاق بن یسار نے محمد بن جعفر بن الزبیر سے روایت کی اس نے کہا کہ آیت نجران کے انصاری کے بارے میں نازل ہوئی یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم صرف اللہ کی محبت اور اس کی تعظیم کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس پر اللہ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل کی۔

## اللہ کی محبت حاصل ہونے والے کیلئے انعام کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو آواز دے کر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ جبریل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر جبریل آسمان سے اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ فلاں سے محبت کرتا ہے اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور زمین والوں میں اس کے لئے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2351)

| |
|---|
| قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| آپ فرما دیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم

"قُلْ" لَهُمْ "اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ" فِيْمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖ مِنَ التَّوْحِيْد "فَاِنْ تَوَلَّوْا" اَعْرَضُوْا عَنِ الطَّاعَة

"فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ" فِيْهِ اِقَامَةُ الظَّاهِرِ مَقَامَ الْمُضْمَرِ اَیْ لَا يُحِبُّهُمْ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ يُعَاقِبُهُمْ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں کہ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو توحید میں سے جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں یعنی اطاعت سے اعراض کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ یہاں پر اسم ظاہر کو ضمیر کے مقام پر لایا گیا ہے۔ یعنی وہ ان سے محبت نہیں کرتا یعنی ان کو سزا دے گا۔

## نبی کریم ﷺ کی سنت سے محبت کرنے والے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر فرمایا، اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے لہٰذا جس آدمی نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 170)

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پسند کرنا اور اسے محبوب رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا سبب اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جیسی نعمت عظیم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے پر یہ خوشخبری ہے تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا کتنی بڑی سعادت وخوش بختی کی بات ہوگی۔ ذرا غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے والوں کا کتنا بڑا مرتبہ ہے وہ یہ ہے کہ انہیں جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت ومعیت کا شرف حاصل ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ دونوں جہان کی تمام نعمتیں اگر ایک طرف ہوں اور دوسری طرف یہ نعمت ہو تو یقیناً سعادت وخوشی کے اعتبار سے یہ نعمت بڑھ جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس سنت کو محبوب رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ ہم سب اس نعمت سے بہرہ ور ہوسکیں۔ (آمین)۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| بیشک اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو اور نوح (علیہ السلام) کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران کو سب جہان والوں پر منتخب فرمالیا۔ |

## اللہ اپنے نیک بندوں کو چن لیتا ہے

"اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى" اِخْتَارَ "اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ" بِمَعْنٰى اَنْفُسِهِمَا "عَلَى الْعَالَمِيْنَ" بِجَعْلِ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ نَسْلِهِمْ،

بیشک اللہ نے آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو اور آلِ ابراہیم کو اور آلِ عمران یعنی ان دونوں کو سب جہان والوں منتخب فرمالیا۔ یعنی ان کے نسب سے انبیاء کرام مبعوث کیے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۳۴ کے سبب نزول کا بیان

یہود نے کہا تھا کہ ہم حضرت ابراہیم واسحٰق ویعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں اور انہیں کے دین پر ہیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اسلام کے ساتھ برگزیدہ کیا تھا اور تم اے یہود اسلام پر نہیں ہو تو تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان بزرگ ہستیوں کو تمام جہان پر فضیلت عنایت فرمائی، حضرت آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ اپنی روح ان میں پھونکی ہر چیز کے نام انہیں بتلائے، جنت میں انہیں بسایا پھر اپنی حکمت کے اظہار کے لئے زمین پر اتارا، جب زمین پر بت پرستی قائم ہوگئی تو حضرت نوح علیہ السلام کو سب سے پہلا رسول بنا کر بھیجا پھر جب ان کی قوم نے سرکشی کی پیغمبر کی ہدایت پر عمل نہ کیا، حضرت نوح نے دن رات پوشیدہ اور ظاہر اللہ کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے ایک نہ سنی تو نوح علیہ السلام کے فرماں برداروں کے سوا باقی سب کو پانی کے عذاب یعنی مشہور طوفان نوح بھیج کر ڈبو دیا۔ خاندان خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدگی عنایت فرمائی اسی خاندان میں سے سید البشر خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، عمران کے خاندان کو بھی اس نے منتخب کرلیا، عمران نام ہے حضرت مریم کے والد صاحب کا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہیں، ان کا نسب نامہ بقول محمد بن اسحاق یہ ہے، عمران بن ہاشم بن میشا بن خرقیا بن اسیث بن ایاز بن رحیم بن سلیمان بن داؤد علیہما السلام، پس عیسیٰ علیہ السلام بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔

| |
|---|
| ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| یہ ایک ہی نسل ہے ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ |

"ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ" وَلَد "بَعْضٍ" مِنْهُمْ.

یہ ایک ہی نسل ہے ان میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

## ذریت کے معانی واشتقاق کا بیان

ذریۃ۔ اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذریۃ کہتے ہیں۔ مگر عرف عام میں چھوٹی بڑی سب والا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو ذرء سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ متروک ہوگیا ہے۔ جیسے ردیۃ اور بریۃ۔ یا اس کی اصل ذرویۃ ہے۔ یا ذر سے بمعنی بکھیرنا۔ فعلیۃ کے وزن پر جیسے قمریۃ ہے۔ اس کی جمع ذرائی اور ذریات ہے۔

ذریۃ بعضھا من بعض ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بعضھا من بعض۔ ذریۃ کی صفت ہے۔

## نسبی شرف کی اہمیت کا بیان

ہشام بن عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کی ہجو بیان کرنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نسب کا کیا کرو گے (یعنی مشرکین میں بعض کا ہم سے نسبی تعلق ہے اگر ان کی ہجو کرو گے تو میری بھی ہجو ہوگی) حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کو اس سے اس طرح نکال دوں گا جس طرح بال آٹے سے نکالا جاتا ہے ہشام بن عروہ نے اپنے والد سے نقل کیا انہوں نے کہا کہ حسان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیتے تھے۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1090)

| |
|---|
| اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ج |
| اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ٥ |
| اور جب عمران کی بیوی نے عرض کیا: اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے میں اسے آزاد کر کے خالص تیری نذر کرتی ہوں |
| لہٰذا تو میری طرف سے قبول فرمالے، بیشک تو خوب سننے خوب جاننے والا ہے۔ |

## زوجہ عمران کا منت ماننے کا بیان

اُذْکُرْ "اِذْ قَالَتْ امْرَاَۃ عِمْرَان " حَنَّۃ لَمَّا اَسَنَّتْ وَاشْتَاقَتْ لِلْوَلَدِ فَدَعَتْ اللّٰہ وَاَحَسَّتْ بِالْحَمْلِ یَا "رَبّ اِنِّیْ نَذَرْت" اَنْ اَجْعَل "لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا" عَتِیقًا خَالِصًا مِنْ شَوَاغِل الدُّنْیَا لِخِدْمَۃِ بَیْتك الْمُقَدَّس "فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّك اَنْتَ السَّمِیْع" لِلدُّعَاءِ "الْعَلِیْم" بِالنِّیَّاتِ وَهَلَكَ عِمْرَان وَهِیَ حَامِل،

اور یاد کریں جب عمران کی بیوی نے عرض کیا، جو حنہ تھیں جب وہ بوڑھی ہو چکی تھیں اور ان کو بچے کی خواہش ہوئی اور اللہ سے دعا کی اور حمل کو محسوس کیا۔ اے میرے رب! جو میرے پیٹ میں ہے میں اسے آزاد کر کے خالص تیری نذر کرتی ہوں یعنی دنیاوی مصروفیات سے آزاد کر کے صرف بیت المقدس کی خدمت میں دوں گی۔ سو تو میری طرف سے قبول فرمالے، بیشک تو دعا خوب سننے والا، نیتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ اور عمران کا انتقال ہو گیا جبکہ وہ ابھی حاملہ تھیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۳۵ کے مضمون نزول کا بیان

ایک روز حَنّہ نے ایک درخت کے سایہ میں ایک چڑیا دیکھی جو اپنے بچہ کو بھرا رہی تھی یہ دیکھ کر آپ کی دل میں اولاد کا شوق پیدا ہوا اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ یارب اگر تو مجھے بچہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بناؤں اور اس خدمت کے لئے حاضر کر دوں جب وہ حاملہ ہوئیں اور انہوں نے یہ نذر مان لی تو ان کے شوہر نے فرمایا: کہ یہ تم نے کیا کیا اگر لڑکی ہوگی تو وہ اس قابل کہاں ہے اس زمانہ میں لڑکوں کو خدمتِ بیت المقدس کے لئے دیا جاتا تھا اور لڑکیاں عوارض نسائی اور زنانہ کمزوریوں اور مردوں کے ساتھ نہ رہ سکنے کی وجہ سے اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں اس لئے ان صاحبوں کو شدید فکر لاحق ہوئی اور حَنّہ کے وضع حمل سے قبل

عمران کا انتقال ہو گیا۔

## مریم بنت عمران

حضرت عمران کی بیوی صاحبہ کا نام حسنہ بنت فاقوذ تھا حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ تھیں حضرت محمد اسحاق فرماتے ہیں انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی ایک دن ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو چوغہ دے رہی ہے تو انہیں ولولہ اٹھا اور اللہ تعالیٰ سے اسی وقت دعا کی اور خلوص کے ساتھ اللہ کو پکارا، اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا قبول فرمالی اور اسی رات انہیں حمل ٹھہر گیا جب حمل کا یقین ہو گیا تو نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی، پھر اللہ سے دعا کی کہ پروردگار تو میری اس مخلصانہ نذر کو قبول فرما تو میری دعا کو سن رہا ہے اور تو میری نیت کو بھی خوب جان رہا ہے، اب یہ معلوم نہ تھا لڑکا ہو گا یا لڑکی جب پیدا ہوا تو دیکھا کہ وہ لڑکی ہے اور لڑکی تو اس قابل نہیں کہ وہ مسجد مقدس کی خدمت انجام دے سکے اس کے لئے تو لڑکا ہونا چاہئے تو عاجزی کے طور پر اپنی مجبوری جناب باری میں ظاہر کی کہ اے اللہ میں تو اسے تیرے نام پر وقف کر چکی تھی لیکن مجھے تو لڑکی ہوئی ہے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ |
| كَالْاُنْثٰی ۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ |
| پھر جب اس نے لڑکی جنم دیا تو عرض کرنے لگی، مولا! میں نے تو اس لڑکی کو جنم ہے، حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ اسے خوب |
| جانتا تھا، اور لڑکا، ہرگز اس لڑکی جیسا نہیں تھا، اور میں نے اس کا نام ہی مریم رکھ دیا ہے اور بیشک میں اس کو اور اس کی اولاد کو |
| شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ |

## بچی کے ذریعے نذر کو پورا کرنے کا بیان

"فَلَمَّا وَضَعَتْهَا" وَلَدَتْهَا جَارِيَة وَكَانَتْ تَرْجُو اَنْ يَّكُوْن غُلَامًا اِذْ لَمْ يَكُنْ يُحَرَّر اِلَّا الْغِلْمَان "قَالَتْ" مُعْتَذِرَة يَا "رَبّ اِنِّي وَضَعْتهَا وَاللّٰهُ اَعْلَم" اَيْ عَالِم "بِمَا وَضَعَتْ" جُمْلَة اعْتِرَاض مِنْ كَلَامه تَعَالٰى وَفِيْ قِرَاءَة بِضَمِّ التَّاء "وَلَيْسَ الذَّكَر" الَّذِيْ طَلَبَتْ "كَالْاُنْثٰى" الَّتِيْ وَهَبَتْ لِاَنَّهُ يُقْصَد لِلْخِدْمَةِ وَهِيَ لَا تَصْلُح لِضَعْفِهَا وَعَوْرَتهَا وَمَا يَعْتَرِيهَا مِنْ الْحَيْض وَنَحْوه "وَاِنِّيْ سَمَّيْتهَا مَرْيَم وَاِنِّيْ اُعِيذهَا بِكَ وَذُرِّيَّتهَا" اَوْلَادهَا "مِنْ الشَّيْطَان الرَّجِيْم" الْمَطْرُود فِي الْحَدِيْث (مَا مِنْ مَوْلُوْد يُوْلَد اِلَّا مَسَّهُ الشَّيْطَان حِيْن يُوْلَد فَيَسْتَهِلّ صَارِخًا اِلَّا مَرْيَم وَابْنهَا) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ،

پھر جب اس نے لڑکی جنم دیا جبکہ ان کو لڑکے کی امید تھی کیونکہ لڑکوں کو آزاد کیا جاتا تھا۔ تو معذرت کے ساتھ عرض کرنے لگی، مولا! میں نے تو یہ لڑکی جنم دی ہے، کلام الٰہی میں جملہ معترضہ ہے اور ایک قرأت میں تاء کے ضمہ کے ساتھ

بچہ آیا ہے۔ حالانکہ جو کچھ اس نے جنا تھا اللہ اسے خوب جانتا تھا، اور لڑکا، ہرگز اس لڑکی جیسا نہیں تھا، یعنی بیت المقدس کی خدمت کیلئے، کیونکہ بچی کمزوری اور حیض وغیرہ جیسے عوارض کے سبب خدمت کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اور میں نے اس کا نام ہی مریم رکھ دیا ہے اور بیشک میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان مس کر لیتا ہے جس وہ چیختا ہے۔ جبکہ مریم اور ان کے بیٹے کو شیطان نے مس نہیں کیا۔ اس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

**واللہ اعلم بما وضعت و لیس الذکر کالانثی**

یہ اس صورت میں ہے کہ "الانثی" میں الف لام عہد حضوری کا ہو یعنی جو بیٹا تم چاہتی تھیں اس بیٹی کی طرح نہیں ہو سکتا جو ہم نے تم کو دی ہے۔ اس قسم کا انداز حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی عظیم شخصیت پر دلالت کرتا ہے۔

بما ضعت بھی پڑھا گیا یعنی یہ قول بھی حضرت حنہ کا تھا کہ اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی اور "تا" کے جزم کے ساتھ بھی آیا ہے، یعنی اللہ کا یہ فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بخوبی معلوم ہے کہ کیا اولاد ہوئی ہے، اور فرماتی ہے کہ مرد و عورت برابر نہیں، میں اس کا نام مریم رکھتی ہوں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن بچہ ہوا اسی دن نام رکھنا بھی جائز ہے، کیونکہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہماری شریعت ہے اور یہاں یہ بیان کیا گیا اور تردید نہیں کی گئی بلکہ اسے ثابت اور مقرر رکھا گیا،

## حضرت مریم کی پیدائش کا مس شیطان سے محفوظ ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی آدم میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے چھوتا ہے پس وہ چیخ کر آواز بلند کرتا ہے شیطان کے چھونے کی وجہ سے مگر مریم اور ان کے لڑکے (پر شیطان کا یہ اثر نہیں ہو سکا) پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (کہ اس کی وجہ مریم کی والدہ کی یہ دعا ہے) کہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 693)

## بچے کا نام رکھنے اور عقیقہ کرنے کا بیان

اسی طرح حدیث شریف میں بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میرے ہاں لڑکا ہوا اور میں نے اس کا نام اپنے باپ حضرت ابراہیم کے نام پر ابراہیم رکھا ملاحظہ ہو بخاری مسلم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کو جبکہ وہ تولد ہوئے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں اپنے ہاتھ سے گھٹی دی اور ان کا نام عبداللہ رکھا، یہ حدیث بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں رات کو بچہ ہوا ہے کیا نام رکھوں؟ فرمایا عبدالرحمٰن نام رکھو (بخاری)

ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت ابو سید رضی اللہ عنہ کے ہاں بچہ ہوا جسے لے کر آپ حاضر خدمت نبوی ہوئے تا کہ آپ اپنے دست مبارک سے اس بچے کو گھٹی دیں آپ اور طرف متوجہ ہو گئے بچہ کا خیال نہ رہا۔ حضرت ابو اسید نے بچے کو واپس گھر بھیج

دیا جب آپ فارغ ہوئے بچے کی طرف نظر ڈالی تو اسے نہ پایا گھبرا کر پوچھا اور معلوم کر کے کہا اس کا نام منذر رکھو (یعنی ڈرا دینے والا)

مسند احمد اور سنن میں ایک اور حدیث مروی ہے جسے امام ترمذی صحیح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن عقیقہ کرے یعنی جانور ذبح کرے اور نام رکھے، اور بچہ کا سر منڈوائے، ایک روایت میں ہے اور خون بہایا جائے اور یہ زیادہ ثبوت والی اور زیادہ حفظ والی روایت ہے واللہ اعلم، لیکن زبیر بن بکار کی روایت جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا عقیقہ کیا اور نام ابراہیم رکھا یہ حدیث سنداً ثابت نہیں اور صحیح حدیث اس کے خلاف موجود ہے اور یہ تطبیق بھی ہوسکتی ہے کہ اس نام کی شہرت اس دن ہوئی۔ حضرت مریم علیہا السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا۔

| |
|---|
| فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ؕ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا |
| زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ |
| پس اس کے رب نے اس (مریم) کو اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمالیا اور اسے اچھی پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا اور اس کی |
| نگہبانی زکریا (علیہ السلام) کے سپرد کردی، جب بھی زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس عبادت گاہ میں داخل ہوتے تو وہ اس کے |
| پاس کھانے کی چیزیں موجود پاتے، انہوں نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا: |
| یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کرامات کا بیان

"فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا" اَیْ قَبِلَ مَرْیَمَ مِنْ اُمِّهَا "بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا" اَنْشَاَهَا بِخُلُقٍ حَسَنٍ فَکَانَتْ تَنْبُتُ فِی الْیَوْمِ کَمَا یَنْبُتُ الْمَوْلُوْدُ فِی الْعَامِ وَاَتَتْ بِهَا اُمُّهَا الْاَحْبَارَ سَدَنَةَ بَیْتِ الْمَقْدِسِ فَقَالَتْ : دُوْنَکُمْ هٰذِهِ النَّذِیْرَةَ فَتَنَافَسُوْا فِیْهَا لِاَنَّهَا بِنْتُ اِمَامِهِمْ فَقَالَ زَکَرِیَّا اَنَا اَحَقُّ بِهَا لِاَنَّ خَالَتَهَا عِنْدِیْ فَقَالُوْا لَا حَتّٰی نَقْتَرِعَ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ تِسْعَةٌ وَعِشْرُوْنَ اِلٰی نَهْرِ الْاُرْدُنِّ وَاَلْقَوْا اَقْلَامَهُمْ عَلٰی اَنَّ مَنْ ثَبَتَ قَلَمُهٗ فِی الْمَاءِ وَصَعِدَ اَوْلٰی بِهَا فَثَبَتَ قَلَمُ زَکَرِیَّا فَاَخَذَهَا وَبَنٰی لَهَا غُرْفَةً فِی الْمَسْجِدِ بِسُلَّمٍ لَا یَصْعَدُ اِلَیْهَا غَیْرُهٗ وَکَانَ یَاْتِیْهَا بِاَکْلِهَا وَشُرْبِهَا وَدُهْنِهَا فَیَجِدُ عِنْدَهَا فَاکِهَةَ الصَّیْفِ فِی الشِّتَاءِ وَفَاکِهَةَ الشِّتَاءِ فِی الصَّیْفِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی "وَکَفَّلَهَا زَکَرِیَّاءُ" ضَمَّهَا اِلَیْهِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالتَّشْدِیْدِ وَنَصْبِ زَکَرِیَّا مَمْدُوْدًا وَّمَقْصُوْرًا وَّالْفَاعِلُ اللّٰهُ "کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ" الْغُرْفَةَ وَهِیَ اَشْرَفُ الْمَجَالِسِ "وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یَا مَرْیَمُ اَنّٰی" "مِنْ اَیْنَ" "لَکِ هٰذَا قَالَتْ" وَهِیَ

صَغِيرَةٌ "هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" يَأْتِيْنِيْ بِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ "اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ" رِزْقًا وَّاسِعًا بِلَا تَبِعَةٍ،

پس اس کے رب نے اس مریم کو ان کی والدی سے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول فرمالیا اور اسے اچھی پرورش کے ساتھ پروان چڑھایا۔ یعنی وہ ایک دن میں اتنی بڑی ہوجاتی تھیں عام بچہ جتنا سال میں بڑا ہوتا ہے۔ تو ان والدہ احبار کے پاس ان کو لے کر آئیں تا کہ بیت المقدس کی خدمت کریں تو آپ کی والدہ نے کہا اس نذر والی بچی کو لے لو تو انہوں نے اس میں رغبت کی۔ کیونکہ وہ ان کے امام کی بیٹی تھی۔ جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا کہ میں اس کا زیادہ حقدار ہوں کیونکہ اس کی خالہ ان کے ہاں تھی۔ تو ان احبار نے کہا کہ قرعہ اندازی کرنی پڑے گی۔ تو یہ ۲۹ افراد نہر اردن کی طرف چلے۔ اور یہ طے کرتے ہوئے اپنی قلموں کو اس میں ڈال دیا کہ جس کی قلم ثابت رہ گئی یعنی پانی کی سطح پر آئی تو بچی کو کفالت کیلئے اسی کے سپرد کیا جائے گا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم ثابت رہا لہٰذا کفالت کیلئے انہوں نے لے لیا۔ اور مسجد میں ایک کمرہ بنایا جس میں صرف حضرت زکریا علیہ السلام ہی جاتے تھے۔ اور ان کیلئے کھانا پینا اور تیل دینے آتے تھے۔ تو آپ ان کے پاس موسم گرمی کے پھل سردیوں میں اور سردیوں کے پھل گرمیوں میں پاتے۔ جس طرح اللہ نے بیان کیا ہے۔ لہٰذا آپ نے کفالت کی۔ ایک قرأت میں کفل تشدید کے ساتھ اور زکریا مد کے ساتھ مقصورہ آیا ہے اور لفظ اللہ فاعل ہے۔ اور اس کی نگہبانی زکریا (علیہ السلام) کے سپرد کر دی، جب بھی زکریا (علیہ السلام) اس کے پاس عبادت گاہ کے کمرے میں داخل ہوتے اور وہی اچھی جگہ تھی۔ تو وہ اس کے پاس کھانے کی چیزیں موجود پاتے، انہوں نے پوچھا: اے مریم! یہ چیزیں تمہارے لئے کہاں سے آتی ہیں؟ اس نے کہا حالانکہ وہ کم سن تھیں، یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔ یعنی بغیر محنت کے وسیع رزق عطا فرماتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی واشتقاق کا بیان

انبتها ۔ انبات (افعال) مصدر بمعنی اگانا۔ بڑھانا۔ اس نے اس کو بڑھایا (جاندار کے لئے) اس نے اس کو اگایا۔ (نباتات کے لئے) ای ربها الرب تربية حسنة في عبادة وطاعة لربها (روح المعانی)

كفلها زكريا ۔ اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا۔ کفل ماضی واحد مذکر غائب۔ تکفیل (تفعیل) مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب۔ کفل کا فاعل اللہ۔ یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنا دیا۔ اس صورت میں ھا ضمیر مفعول اول اور زکریا مفعول دوم ہوگا۔ لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے۔ اس لئے زکریا فاعل بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا۔ کفل (باب نصر) بمعنی کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا۔ کفیل ذمہ دار۔

یہ،اذ قالت" آیت 35 کے "اذ قالت پر عطف ہے اور "اصطفی آل عمران" کے لیئے ظرف ہے یعنی اس وقت حضرت عمران کے خاندان کو چن لیا گیا جب حضرت مریم کو اللہ نے پاکیزہ کیا اور برگزیدہ کرلیا۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۳۷ کے مضمون نزول کا بیان

اور نذر میں لڑکے کی جگہ حضرت مریم کو قبول فرمایا حَنّہ نے ولادت کے بعد حضرت مریم کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر بیتُ المقدِس میں احبار کے سامنے رکھ دیا یہ احبار حضرت ہارون کی اولاد میں تھے اور بیتُ المقدِس میں ان کا منصب ایسا تھا جیسا کہ کعبہ شریف میں حجبہ کا چونکہ حضرت مریم ان کے امام اور ان کے صاحب قربان کی دختر تھیں اور ان کا خاندان بنی اسرائیل میں بہت اعلی اور اہل علم کا خاندان تھا اسلیئے ان سب نے جن کی تعداد ستائیس تھی حضرت مریم کو لینے اور ان کا تکفّل کرنے کی رغبت کی حضرت زکریا نے فرمایا کہ میں ان کا سب سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میرے گھر میں ان کی خالہ ہیں معاملہ اس پر ختم ہوا کہ قرعہ ڈالا جائے قرعہ حضرت زکریا ہی کے نام پر نکلا۔

## حضرت زکریا علیہ السلام کا تعارف

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ حضرت حفصہ کی نذر کو اللہ تعالیٰ نے بخوشی قبول فرمالیا اور اسے بہترین طور سے نشوونما بخشی، ظاہری خوبی بھی عطا فرمائی اور باطنی خوبی سے بھرپور کردیا اور اپنے نیک بندوں میں ان کی پرورش کرائی تا کہ علم اور خیر اور دین سیکھ لیں، حضرت زکریا کو ان کا کفیل بنادیا ابن اسحاق تو فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ حضرت مریم علیہا السلام یتیم ہوگئی تھیں، لیکن دوسرے بزرگ فرماتے ہیں کہ قحط سالی کی وجہ سے ان کی کفالت کا بوجھ حضرت زکریا نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، ہوسکتا ہے کہ دونوں وجوہات اتفاقاً آپس میں مل گئی ہوں،

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی یتیم صاحبزادی عمرہ کو ان کی خالہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ کے سپرد کیا تھا اور فرمایا تھا کہ خالہ قائم مقام ماں کے ہے، اب اللہ تعالیٰ حضرت مریم کی بزرگی اور ان کی کرامت بیان فرماتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب کبھی ان کے پاس ان کے حجرے میں جاتے تو بیوی کی میوے ان کے پاس پاتے مثلاً جاڑوں میں گرمیوں کے میوے اور گرمیوں میں جاڑے کے میوے۔

## اولیائے کرام کی کرامت کے برحق ہونے کا بیان

حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت ابو الشعثاء، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ، حضرت ربیع بن انس، حضرت عطیہ عوفی، حضرت سدی اس آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں، حضرت مجاہد سے یہ بھی مروی ہے کہ یہاں رزق سے مراد علم اور وہ صحیفے ہیں جن میں علمی باتیں ہوتی تھیں لیکن اول قول ہی زیادہ صحیح ہے، اس آیت میں اولیاء اللہ کی کرامات کی دلیل ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی حدیثیں بھی آتی ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ایک دن پوچھ بیٹھے کہ مریم تمہارے پاس یہ رزق کہاں سے آتا ہے؟ صدیقہ نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے، وہ جسے چاہے بے حساب روزی دیتا ہے،

## برکت اور خیر کثیر اللہ کی طرف سے ہونے کا بیان

مسند حافظ ابو یعلیٰ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی دن بغیر کچھ کھائے گذر گئے بھوک سے آپ کو تکلیف ہونے لگی اپنی سب بیویوں کے گھر ہو آئے لیکن کہیں بھی کچھ نہ پایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور دریافت فرمایا کہ بچی تمہارے پاس کچھ ہے؟ کہ میں کھالوں مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے باپ صدقے ہوں کچھ بھی نہیں، اللہ کے نبی ﷺ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ حضرت فاطمہ کی لونڈی نے دو روٹیاں اور ٹکڑا گوشت حضرت فاطمہ کے پاس بھیجا آپ نے اسے لے کر برتن میں رکھ لیا اور فرمانے لگیں گو مجھے، میرے خاوند اور بچوں کو بھوک ہے لیکن ہم سب فاقے ہی سے گذار دیں گے اور اللہ کی قسم آج تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دوں گی، پھر حضرت حسن یا حسین کو آپ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ کو بلا لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے ہی میں ملے اور ساتھ ہو لئے، آپ آئے تو کہنے لگیں میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اللہ نے کچھ بھجوا دیا ہے جسے میں نے آپ کے لئے چھپا کر رکھ دیا ہے، آپ نے فرمایا میری پیاری بچی لے آؤ، اب جو طشت کھولا تو دیکھتی ہے کہ روٹی سالن سے ابل رہا ہے دیکھ کر حیران ہو گئیں لیکن فوراً سمجھ گئیں کہ اللہ کی طرف سے اس میں برکت نازل ہوگئی ہے، اللہ کا شکر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پر درود پڑھا اور آپ کے پاس لا کر پیش کر دیا آپ نے بھی اسے دیکھ کر اللہ کی تعریف کی اور دریافت فرمایا کہ بیٹی یہ کہاں سے آیا؟ جواب دیا کہ ابا جان اللہ کے پاس سے وہ جسے چاہے بےحساب روزی دے، آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اے پیاری بچی تجھے بھی اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی تمام عورتوں کی سردار جیسا کر دیا، انہیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز عطا فرماتا اور ان سے پوچھا جاتا تو یہی جواب دیا کرتی تھیں کہ اللہ کے پاس سے ہے اللہ جسے چاہے بےحساب رزق دیتا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور آپ نے حضرت علی نے اور حضرت فاطمہ نے اور حضرت حسین نے اور آپ کی سب ازواج مطہرات اور اہل بیت نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی اتنا ہی باقی رہا جتنا پہلے تھا جو آس پاس کے پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا یہ خیر کثیر اور برکت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

| |
|---|
| هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ |
| اسی جگہ زکریا (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، |
| بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔ |

## نیک بیٹے کی دعا مانگنے کا بیان

"هُنَالِكَ" اَیْ لَمَّا رَاٰی زَكَرِيَّا ذٰلِكَ وَعَلِمَ اَنَّ الْقَادِرَ عَلَى الْاِتْيَانِ بِالشَّیْءِ فِیْ غَيْرِ حِيْنِهٖ قَادِرٌ عَلَى الْاِتْيَانِ بِالْوَلَدِ عَلَى الْكِبَرِ وَكَانَ اَهْلُ بَيْتِهٖ انْقَرَضُوْا "دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ" لَمَّا دَخَلَ الْمِحْرَابَ لِلصَّلَاةِ جَوْفَ اللَّيْلِ "قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ" مِنْ عِنْدِكَ "ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً" وَلَدًا صَالِحًا "اِنَّكَ سَمِيْعُ"

مُجیب "الدعاء"

حضرت زکریا علیہ السلام نے جب اسی جگہ پر دیکھا اور سمجھ لیا کہ قدرت والا اگر چاہے تو وہ بڑھاپے میں اولاد عطا فرما دیتا ہے حالانکہ ان کے گھر والے انتقال کر گئے تھے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی، عرض کیا: جب وہ رات کے پچھلے پہر میں محراب میں داخل ہوئے، میرے مولا! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ اولاد عطا فرما، یعنی نیک بیٹا عطا فرما، بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے۔ یعنی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کا اولاد انس کیلئے کرنے کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا جو انہوں نے اپنے خادم سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو دی تھی (صحیح بخاری: 2334)

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اللہ نے میری اولاد اور مال میں بہت برکت عطا فرمائی حتیٰ کہ میری اولاد آج ایک سو تک پہنچ چکی ہے۔ (صحیح مسلم: 2481)

| |
|---|
| فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا |
| بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ |
| تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے۔ یحیٰی کا جو اللہ کی طرف کے |
| ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا اور سردار اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے ہے۔ |

## فرشتوں نے مسجد میں آکر بیٹے کی خوشخبری سنائی

"فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ" اَیْ جِبْرِیل "وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَاب" اَیْ الْمَسْجِد "اَنَّ" اَیْ بِاَنَّ وَفِیْ قِرَاءَة بِالْكَسْرِ بِتَقْدِيرِ الْقَوْل "اللّٰه يُبَشِّرك" مُثَقَّلًا وَّمُخَفَّفًا "بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ" كَائِنَة "مِنْ اللّٰه" اَیْ بِعِيسَى اَنَّهُ رُوح اللّٰه وَسُمِّیَ كَلِمَة لِاَنَّهُ خُلِقَ بِكَلِمَةِ كُنْ "وَسَيِّدًا" مَتْبُوعًا "وَحَصُورًا" مَمْنُوعًا مِنْ النِّسَاء "وَنَبِيًّا مِنْ الصَّالِحِينَ" رُوِیَ اَنَّهُ لَمْ يَعْمَل خَطِيئَة وَلَمْ يَهِمّ بِهَا.

تو فرشتوں یعنی جبریل نے اسے آواز دی اور وہ اپنی نماز کی جگہ یعنی مسجد میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ یہاں پر "ان" "بان ہے اور ایک قرأت میں کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی تقدیری قول کے ساتھ، بیشک اللہ آپ کو مژدہ دیتا ہے۔ اور یہاں "یُبَشِّرُكَ" ثقل وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ یحیٰی کا جو اللہ کی طرف کے ایک کلمہ کی تصدیق کرے گا یعنی عیسیٰ علیہ السلام جو روح اللہ ہیں اور نام کلمہ رکھا جاتا ہے کیونکہ ان کی تخلیق کلمہ کن سے ہوئی ہے۔ اور سردار یعنی کس اتباع کی جائے گی اور ہمیشہ کے لیے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خاصوں میں سے ہے۔ یعنی وہ غلطی والا عمل نہ کرے گا اور نہ اس کا ارادہ کرے گا۔

لفظِ "حصور" کا معنی ومطلب؟: یہ لفظ یعنی "حصور" حصر سے ماخوذ ہے جس کے معنی لغت میں حبس اور منع، یعنی روکنے کے آتے ہیں۔ یعنی وہ اس قدر پاکیزہ بچہ ہوگا کہ ناجائز امور تو درکنار، وہ اپنے نفس کو جائز شہوات وخواہشات سے بھی پاک، صاف اور دور رہے گا اور وہ خالص اللہ کا بندہ اور آخرت کیلئے ہو کر رہے گا۔

## رسالت وکلمہ ہونے کی بشارت سنانے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر مردوں میں تو بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی کامل نہیں ہوئی ابن وہب یونس ابن شہاب سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قریش کی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والی تمام عورتوں (یعنی عرب عورتوں) سے بہتر ہیں سب سے زیادہ بچہ سے محبت رکھنے والی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں اس کے بعد ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ اس کے متابع حدیث زہری کے بھتیجے۔

اور اسحاق کلبی نے زہری سے روایت کی ہے اور قول الٰہی اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ کی شان میں غلط بات نہ کہو مسیح عیسیٰ بن مریم تو کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول اور اس کے ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اس کی طرف سے ایک جان ہیں سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین اللہ ہیں باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی ملک ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ کلمتہ سے مراد (اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ) کن بس وہ کام ہو جاتا ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ روح منہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا اور روح دی اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 695)

## بطن مادر میں رہ کر سجدہ کرنے کی عجیب عبادت کا بیان

حضرت زکریا علیہ السلام عالم کبیر تھے۔ قربانیاں بارگاہ الٰہی میں آپ ہی پیش کیا کرتے تھے اور مسجد شریف میں بغیر آپ کے اِذن کے کوئی داخل نہیں ہوسکتا تھا جس وقت محراب میں آپ نماز میں مشغول تھے اور باہر آدمی دخول کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے دروازہ بند تھا اچانک آپ نے ایک سفید پوش جوان دیکھا وہ حضرت جبریل تھے انہوں نے آپ کو فرزند کی بشارت دی جو "اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكَ "میں بیان فرمائی گئی۔

کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریم ہیں کہ انہیں اللہ تعالےٰ نے کُن فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحیٰی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے یہ دونوں حضرات خالہ زاد بھائی تھے حضرت یحیٰی کی والدہ اپنی بہن حضرت مریم سے ملیں تو انہیں اپنے حاملہ ہونے پر مطلع کیا حضرت مریم نے

فرمایا میں بھی حاملہ ہوں حضرت یحییٰ کی والدہ نے کہا: اے مریم مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچے کو سجدہ کرتا ہے۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ قَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِىْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○ |
| عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ درآنحالیکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے، |
| فرمایا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ |

## ۹۸ سال کی عمر میں اولاد ہونے پر اظہار تعجب کا بیان

"قَالَ رَبِّ اَنّٰى" كَيْفَ "يَكُوْنُ لِىْ غُلَام" وَلَد "وَقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَر" اَىْ بَلَغْتُ نِهَايَةَ السِّنِّ مِائَةَ وَعِشْرِيْنَ سَنَة "وَامْرَاَتِىْ عَاقِر" بَلَغَتْ ثَمَانِيَةً وَتِسْعِيْنَ سَنَة "قَالَ" الْاَمْر "كَذٰلِكَ" مِنْ خَلْقِ اللّٰه غُلَامًا مِنْكُمَا "اَللّٰه يَفْعَلُ مَا يَشَاء" لَا يُعْجِزُهُ عَنْهُ شَىْء وَلِاِظْهَارِ هٰذِهِ الْقُدْرَةِ الْعَظِيْمَةِ اُلْهِمَهُ السُّؤَالَ لِيُجَابَ بِهَا وَلَمَّا تَاقَتْ نَفْسه اِلٰى سُرْعَةِ الْمُبَشَّرِ بِه،

عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا؟ درآنحالیکہ مجھے بڑھاپا پہنچ چکا ہے یعنی ان کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی۔ اور میری بیوی (بھی) بانجھ ہے، یعنی ان کی عمر ۹۸ سال ہو چکی تھی۔ فرمایا: اسی طرح یعنی اللہ کی تخلیق سے تمہارے لئے بیٹا ہوگا، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہٰذا کوئی چیز اس کو اس طرح اظہار قدرت سے عاجز کرنے والی نہیں ہے۔ اور ان کو سوال کا الہام کیا تا کہ اپنی قدرت کے اظہار کیلئے اس کا جواب دیا جائے۔ اور جب زکریا علیہ السلام کی آرزو خوشخبری کیلئے جلدی کی طرف بڑھنے لگی۔

## حضرت زکریا کے تعجب واستعجاب کا ذکرو بیان

ارشاد فرمایا گیا کہ اس پر حضرت زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے یہاں کوئی لڑکا کس طرح ہوگا جبکہ میں بڑھاپے کی انتہاء کو پہنچ گیا ہوں۔ یعنی ایسے آخری درجے کا بڑھاپا جس میں عادۃً بچہ پیدا ہونے کا امکان باقی نہیں رہتا۔ روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس برس ہو چکی تھی، اور آپ کی بیوی کی اٹھانوے برس۔ (صفوۃ)

اور اس عرض کرنے کا مطلب یہ تھا کہ ایسی صورت حال میں بچہ پیدا ہونے کی شکل کیا ہوگی، جبکہ بظاہر یہ چیز بہت بعید از امکان نظر آتی ہے۔ سو اس سوال کے جواب سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انتہا درجے کے بڑھاپے میں بھی نعمت اولاد سے سرفراز فرما سکتا ہے کہ اس کی شان (عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْر) کی شان ہے وہ جو چاہے اور جب اور جیسے چاہے کرے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ اس لیے وہاں پر نہ کسی تعجب کی گنجائش ہے نہ کسی اچنبھے کی۔

## بیوی کے بانجھ پن کے عذر و مانع کا ذکر

حضرت زکریا نے اپنے تعجب واستعجاب کے بارے میں عذر مزید کے طور پر کہا اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔ سو وہ بانجھ ہونے کے باعث پہلے سے ہی بچہ جننے کے قابل نہیں، تو "یک نہ شد دو شد" والا معاملہ ہو گیا کہ ایک تو بڑھاپا اس قدر آ گیا ہے، جس میں عادۃً بچہ پیدا ہونا ممکن نہیں ہوتا، اور دوسرا بیوی کا بانجھ پن اس پر مزید رکاوٹ ہے۔ تو اس طرح بچے اور اولاد سے سرفرازی کے عادی اسباب مفقود ہیں تو پھر بچے سے سرفرازی کی یہ سعادت کس طرح حاصل ہو سکے گی؟ سو اس سوال سے حضرت زکریا نے نہایت حسین و بلیغ انداز میں اس بشارت کی تصدیق کی طلب و درخواست پیش کر دی۔ ان کے سامنے اس بشارت کے وقوع وظہور میں جو رکاوٹیں تھیں وہ انہوں نے بیان کر دیں اور اس طرح چاہا کہ اس کی تصدیق حاصل کر لیں کہ ان رکاوٹوں کے باوجود اس بشارت کے ظاہر ہونے کی شکل کیا ہوگی؟ تاکہ اس طرح وہ بشارت کے حصول کے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو جائیں۔

## قدرت خداوندی سلسلہ اسباب کی پابند نہیں

حضرت زکریا کے اس تعجب واستعجاب کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا کہ ایسے ہی ہوگا۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ سو اس سے واضح فرما دیا گیا کہ قادر مطلق کی قدرت مطلقہ اسباب و مسببات کے ظاہری سلسلہ کی پابند نہیں۔ کہ وہ قادر مطلق ہے جو چاہے اور جیسے چاہے کرے، اس کی قدرت و مشیئت اسباب کی پابند نہیں ہے بلکہ تمام اسباب اس کی قدرت کے محتاج ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ |
| وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ۝ |
| عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما، فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے |
| سوائے اشارے کے بات نہیں کر سکو گے، اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرتے رہو۔ |

## تین دن رات تک کلام نہ کرنے کا بیان

"قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً" اَیْ عَلَامَةً عَلٰی حَمْلِ امْرَاَتِیْ "قَالَ اٰیَتُكَ" عَلَیْهِ "اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ" اَیْ تَمْتَنِعَ مِنْ كَلَامِهِمْ بِخِلَافِ ذِكْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی "ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ" اَیْ بِلَیَالِیْهَا "اِلَّا رَمْزًا" اِشَارَةً "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّسَبِّحْ" صَلِّ "بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ" اَوَاخِرَ النَّهَارِ وَاَوَائِلَهٗ،

عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما، یعنی جو میری عورت کے حاملہ ہونے پر نشانی ہو۔ فرمایا: تمہارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن رات تک اللہ کے ذکر کے سوا لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے، البتہ اشارے سے کر سکو گے اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو اور شام اور صبح اس کی تسبیح کرتے رہو۔ یعنی دن کے شروع اور اس کے آخر میں اسی کی تسبیح کو بیان کرو۔

## زبان کا معجزانہ طور پر کلام کرنے سے رک جانے کا بیان

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آدمیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے زبان مبارک تین روز تک بند رہی اور تسبیح وذکر پر آپ قادر رہے اور یہ ایک عظیم معجزہ ہے کہ جس میں جوارح صحیح وسالم ہوں اور زبان سے تسبیح وتقدیس کے کلمات ادا ہوتے رہیں مگر لوگوں کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکے اور یہ علامت اس لئے مقرر کی گئی کہ اس نعمتِ عظیمہ کے ادائے حق میں زبان ذکر وشکر کے سوا اور کسی بات میں مشغول نہ ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ آلِ عمران، ضیاء القرآن لاہور)

## تین دن کے عدد سے ہماری شریعت سے مطابقت کا بیان

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین راتوں سے زیادہ چھوڑے رکھے وہ دونوں ملیں تو یہ اس طرف منہ پھیر لے اور وہ (اس طرف) منہ پھیر لے اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر دوسرے بھائی کو اس کے بات نہ کرنے سے تکلیف ہوتی ہو تو صرف سلام سے قطع تعلق ختم نہیں ہوگا بلکہ پہلے جیسے تعلقات بحال کرنے سے ختم ہوگا۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اور جب فرشتوں نے کہا، اے مریم، بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں پر برگزیدہ کیا ہے۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی طہارت کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَتُ الْمَلَائِكَة" اَیْ جِبْرِيل "يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰه اصْطَفَاكِ" اخْتَارَكِ "وَطَهَّرَكِ" مِنْ مَّسِيس الرِّجَال "وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَاء الْعَالَمِينَ" اَیْ اَهْل زَمَانكِ،

اور یاد کریں جب فرشتوں یعنی جبریل نے کہا، اے مریم، بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور خوب ستھرا کیا اور آج سارے جہاں کی عورتوں پر برگزیدہ کیا ہے۔ یعنی مردوں کے مس کرنے سے پاک کر دیا ہے۔ اور اس زمانے کی تمام عورتوں پر مرتبہ دیا ہے۔

## جنتی خواتین کی فضیلت کا بیان

صحیح مسلم شریف وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والیاں ہیں ان میں سے بہتر عورتیں قریش کی ہیں جو اپنے چھوٹے بچوں پر بہت ہی شفقت اور پیار کرنے والی اور اپنے خاوند کی چیزوں کی پوری حفاظت کرنے والی ہیں، حضرت مریم بنت عمران اونٹ پر کبھی سوار نہیں ہوئی،

بخاری ومسلم کی ایک حدیث میں ہے عورتوں میں سے بہتر عورت حضرت مریم بنت عمران ہیں اور عورتوں میں سے بہتر عورت

حضرت خدیجہ بنت خویلد ہیں (رضی اللہ عنہما) ترمذی کی صحیح حدیث میں ہے ساری دنیا کی عورتوں میں سے تجھے مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد، آسیہ فرعون کی بیوی ہیں (رضی اللہ عنہما) اور حدیث میں ہے یہ چاروں عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے افضل اور بہتر ہیں اور حدیث میں ہے مردوں میں سے کامل مرد بہت سے ہیں لیکن عورتوں میں کمال والی عورتیں صرف تین ہیں، مریم بنت عمران، آسیہ فرعون کی بیوی اور خدیجہ بنت خویلد اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید یعنی گوشت کے شوربے میں بھگوئی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر ہے۔

| |
|---|
| یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ٥ |
| اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجالاتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی اطاعت الٰہی کا بیان

"یَا مَرْیَمُ اُقْنُتِیْ لِرَبِّكِ" اَطِیْعِیْهِ "وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرَّاكِعِیْنَ" اَیْ صَلِّیْ مَعَ الْمُصَلِّیْنَ،

اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجالاتی رہو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کیا کرو۔ یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو۔

## حضرت مریم علیہا السلام کے طویل قیام ورکوع کا بیان

حضرت اوزاعی فرماتے ہیں کہ مریم صدیقہ اپنے عبادت خانے میں اس قدر بکثرت باخشوع اور لمبی نمازیں پڑھا کرتی تھیں کہ دونوں پیروں میں زرد پانی اتر آیا۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام نماز میں اتنا لمبا قیام کرتی تھیں کہ دونوں ٹخنوں پر ورم آجاتا تھا قنوت سے مراد نماز میں لمبے لمبے رکوع کرنا ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور رکوع سجدہ کرنے والوں میں سے ہوجا،

| |
|---|
| ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ |
| مَرْیَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ٥ |
| یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ |
| مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔ |

## حضرت مریم وزکریا علیہما السلام کا واقعہ علم غیب تھا

"ذٰلِكَ" الْمَذْكُوْرُ مِنْ اَمْرِ زَكَرِیَّا وَمَرْیَمَ "مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ" اَخْبَارِ مَا غَابَ عَنْكَ "نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ" یَا

مُحَمَّدٍ "وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ" فِى الْمَاءِ يَقْتَرِعُوْنَ لِيَظْهَرَ لَهُمْ "اَيُّهُمْ يَكْفُلُ" يُرَبِّى "مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ" فِى كَفَالَتِهَا فَتَعْرِفُ ذٰلِكَ فَتُخْبِرُ بِهٖ وَاِنَّمَا عَرَفْتَهُ مِنْ جِهَةِ الْوَحْىِ،

یہ یعنی حضرت زکریا اور حضرت مریم کا ذکر غیب کی خبریں ہیں۔یعنی جو آپ سے پہلے واقعات تھے۔اے محمد ﷺ کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلموں سے پانی میں قرعہ ڈالتے تھے تا کہ وہ قرعہ اندازی ان پر ظاہر کردے۔کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ مریم کی کفالت میں جھگڑ رہے تھے۔آپ اس واقعہ کو جانتے ہیں لہذا آپ اس کی خبر بیان کریں کیونکہ آپ نے اس کو وحی کے ذریعے پہچان لیا ہے۔

## انبیائے کرام کو علم غیب کی وحی آنے کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا علم غیب بھی ہے۔اس بات پر تمام امت کا اتفاق ہے کہ علم غیب ذاتی تو خدا کے سوا کسی اور کو نہیں مگر اللہ اپنے برگزیدہ بندوں یعنی اپنے نبیوں اور رسولوں وغیرہ کو علم غیب عطا فرماتا ہے۔یہ علم غیب عطائی کہلاتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (سورہ جن، آیت 26، پارہ (29)

(اللہ) عالم الغیب ہے وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دوسری جگہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا کہ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ص

. (سورہ آل عمران، آیت 179، پارہ 4)

اللہ کی شان نہیں کہ اے عام لوگوں! تمہیں غیب کا علم دے دے۔ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے شمار غیوب کا علم عطا فرمایا۔اور آپ نے ہزاروں غیب کی خبریں اپنی امت کو دیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ تو قرآن مجید میں ہے باقی ہزاروں غیب کی خبروں کا ذکر احادیث کی کتابوں اور سیر و تواریخ کے دفتروں میں مذکور ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (سورہ ہود، آیت 49، پارہ 12)

یہ غیب کی خبریں ہیں جن کو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔بعض جہلاء سکالری نظریے کے حامل نبی کریم ﷺ کے علم غیب کے منکر ہیں۔انہیں یہ آیات اس لئے سمجھ نہیں آتیں کیونکہ وہ گونگے بہرے اور نابینا ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے گمراہ کن لوگوں کے نظریاتی

فسادات کو امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے آمین،

| |
|---|
| اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى |
| ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ٥ |
| جب فرشتوں نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا |
| رُودار ہوگا دنیا اور آخرت میں اور قرب والا ہے۔ |

## کلمہ مبارکہ کی خوشخبری کا بیان

"إِذْ قَالَتْ الْمَلَائِكَةُ" اَىْ جِبْرِيل "يَا مَرْيَم إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُك بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ" اَىْ وَلَد "اسْمه الْمَسِيح عِيسَى ابْن مَرْيَم" خَاطَبَهَا بِنِسْبَتِهِ إِلَيْهَا تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهَا تَلِدهُ بِلَا اَب إِذْ عَادَة الرِّجَال نِسْبَتهمْ إِلٰى اٰبَائِهِمْ "وَجِيهًا" ذَا جَاه "فِي الدُّنْيَا" بِالنُّبُوَّةِ "وَالْاٰخِرَة" بِالشَّفَاعَةِ وَالدَّرَجَات الْعُلَا "وَمِنْ الْمُقَرَّبِينَ" عِنْد اللّٰه،

جب فرشتوں یعنی جبریل نے مریم سے کہا، اے مریم! اللہ تجھے بشارت دیتا ہے اپنے پاس سے ایک کلمہ یعنی بیٹے کی جس کا نام ہے مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا رُودار ہوگا جن کو ان کی والدہ کی نسبت سے یاد کیا جائے گا کیونکہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔ جبکہ لوگوں میں عرف یہ ہے کہ وہ اپنے باپ سے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ دنیا میں نبوت کے ساتھ عزت والا ہوگا اور آخرت میں شفاعت اور بلند درجات والا ہوگا اور اللہ کے نزدیک قرب والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

امام رازی فرماتے ہیں کہ انہ خلق (عیسیٰ) بکلمة اللہ وهو قوله كن فيكون۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قول کن سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہے

المسیح۔ بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے۔ جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحت یاب ہو جاتا تھا۔ یا مسیح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافت میں گزار دی اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔ اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہو نہ بھویں۔ اسی بناء پر دجال کو دجال مسیح کہتے ہیں۔

عیسیٰ۔ عبرانی لفظ الیشوع کا معرب ہے بمعنی سید۔ سردار۔ وجیھا۔ صیغہ صفت۔ وجاھة۔ مصدر (باب کرم) وجاہت والا۔ قدر و منزلت والا۔ باعزت۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۂ الٰہی ہونے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اس کے بندے اور رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جو اس نے مریم رضی اللہ عنہا کو پہنچایا تھا اور اس کی طرف سے ایک جان ہیں اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا جیسے بھی عمل کرتا ہو ولید نے ابن جابر عمیر جنادہ کے واسطہ سے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جس سے وہ چاہے (اللہ داخل جنت کرے گا)۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 696)

| |
|---|
| وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ٥ |
| اور وہ لوگوں سے گہوارے میں پختہ عمر والی گفتگو کرے گا اور وہ نیکوکار بندوں میں سے ہوگا۔ |

## گہوارے میں کلام کرنے کا بیان

"وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ" اَیْ طِفْلًا قَبْلَ وَقْتَ الْكَلَام "وكهلا ومن الصالحين"

اور وہ لوگوں سے گہوارے میں یعنی بچہ ہے کلام کے وقت سے پہلے گفتگو کرے گا اور وہ نیکوکار بندوں میں سے ہوگا۔

## مہد میں تین بچوں کے کلام کرنے کا بیان

محمد بن سیرین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گہوارے میں صرف تین بچوں نے کلام کیا ہے عیسیٰ اور بنو اسرائیل میں ایک آدمی تھا جس کا نام جریج تھا وہ نماز پڑھ رہا تھا تو اس کی ماں نے آکر آواز دی اس نے (اپنے دل میں) کہا آیا میں جواب دوں یا نماز پڑھتا رہوں اس کی ماں نے بدعا کی اے اللہ جب تک یہ زانیہ عورتوں کی صورت نہ دیکھ لے اسے موت نہ آئے جریج اپنے عبادت خانہ میں رہتے تھے (ایک دن) ایک عورت ان کے پاس آئی اور کچھ گفتگو کی مگر انہوں نے (اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار) کر دیا پھر وہ ایک چرواہے کے پاس پہنچی اور اسے اپنے اوپر قابو دے دیا پھر اس کے ایک لڑکا پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ لڑکا جریج کا ہے لوگ جریج کے پاس آئے اور ان کا عبادت خانہ توڑ دیا اور انہیں نیچے اتار کر گالیاں دیں جریج نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اس بچہ کے پاس آکر کہا: اے بچے تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا چرواہا (اب) لوگوں نے کہا ہم تمہارا عبادت خانہ سونے کا بنائے دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا نہیں مٹی کا ہی بنا دو۔

اور بنی اسرائیل کی ایک عورت اپنے بچہ کو دودھ پلا رہی تھی کہ اس کے پاس سے ایک خوبصورت سوار گزرا عورت نے کہا: اے اللہ میرے بچہ کو اس طرح کرنا بچہ اپنی ماں کا پستان چھوڑ کر سوار کی طرف متوجہ ہو کر بولا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ کرنا پھر وہ پستان کی طرف متوجہ ہو کر چوسنے لگا ابوہریرہ فرماتے ہیں گویا میں اب (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی چوس

کر) اس بچہ کے دودھ پینے کی حالت بتا رہے تھے۔ پھر اس عورت کے پاس سے ایک باندی گزری تو اس نے کہا: اے اللہ میرے بچہ کو اس باندی جیسا نہ کرنا بچہ نے پستان چھوڑ کر کہا: اے اللہ مجھے اس جیسا کرنا۔ ماں نے پوچھا یہ کیوں بچہ نے کہا وہ سوار تو ظالموں میں سے ایک ظالم تھا اور اس باندی کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ تو نے چوری کی۔ تو نے زنا کیا، حالانکہ اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 697)

| |
|---|
| قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ط قَالَ کَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ط |
| اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○ |
| عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا، ارشاد ہوا: اسی طرح اللہ جو چاہتا |
| ہے پیدا فرماتا ہے، جب کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اس سے فقط اتنا فرماتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔ |

## بیٹے کی ولادت پر تعجب کے اظہار کا بیان

"قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی" کَیْفَ "یَکُوْنُ لِی وَلَد وَلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَر" بِتَزَوُّجٍ وَلَا غَیْرِهٖ "قَالَ" الْاَمْر "کَذٰلِكِ" مِنْ خَلْق وَلَد مِنْك بِلَا اَب "اللّٰه یَخْلُق مَا یَشَاء اِذَا قَضٰی اَمْرًا" اَرَادَ خَلْقه "فَاِنَّمَا یَقُوْل لَهٗ کُنْ فَیَکُوْن" اَیْ فَهُوَ یَکُوْن،

عرض کیا: اے میرے رب! میرے ہاں کیسے لڑکا ہوگا حالانکہ مجھے تو کسی شخص نے ہاتھ تک نہیں لگایا، یعنی شادی نہیں ہوئی۔ ارشاد ہوا: اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے بغیر باپ کے بیٹا پیدا فرماتا ہے، جب کسی کام کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اس سے فقط اتنا فرماتا ہے کہ ہو جا وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی جب اس نے تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ فرماتا ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ بھی اسی طرح ہو جائے گا

## لفظ قضیٰ کے لغوی معانی کا بیان

قضی ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قضاء مصدر۔ قضاء فعلی ہو یا قولی۔ بشری ہو یا الٰہی۔ بہر حال فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا۔ ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔

بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقدر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مر جانا۔ مار ڈالنا۔

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے۔ یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے۔ اذا قضی امرا۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔

وَ يُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝

اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل،

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کتاب وحکمت لوگوں کو سکھانے کا بیان

"وَيُعَلِّمُهُ" بِالنُّوْنِ وَالْيَاءِ "الْكِتَابَ" الْخَطَّ "والحكمة والتوراة والإنجيل"

یہاں پر "وَيُعَلِّمُهُ" نون اور یاء کے ساتھ آیا ہے۔ اور کتاب یعنی خط، اور اللہ کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائے گا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہبی علوم کا بیان

روایات میں ہے کہ حضرت عیسیٰ جب کچھ بڑے ہوئے تو ان کی والدہ ماجدہ ان کو استاد کے پاس پڑھانے کیلئے لے گئیں، تو استاد نے حسب معمول جب آپ سے کہا پڑھو بچے الف، آپ نے کہا الف۔ استاد نے کہا پڑھو باء، تو حضرت عیسیٰ نے کہا کہ جناب پہلے الف کا معنی تو بیان کیجئے۔ استاد نے کہا کہ یہ تو حروف ہجا میں سے ہے، جن کے کوئی معنی نہیں ہوتے۔ تو حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ جب آپ نے پہلا لفظ ہی بے معنی پڑھایا تو پھر آپ آگے مجھے کیا پڑھائیں گے؟ اور میں آپ سے کیا پڑھونگا؟ استاد نے کہا کیا تم اس کے معنی جانتے ہو؟ تو آپ نے کہا جی ہاں، پھر آپ نے اپنے وہ وہبی علوم بیان فرمانا شروع کر دیئے، جو حضرت حق۔ جل مجدہ۔ کی طرف سے آپ کو عطا ہوئے تھے۔ تب استاد نے حیرت زدہ ہو کر کہا "كَيْفَ اُعَلِّمُ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنِّيْ ؟" کہ میں اس کو کیسے اور کیا پڑھاؤں جو مجھ سے بھی کہیں زیادہ اور بڑھ کر علم رکھتا ہے۔ یہ اس بارے مختلف روایات کا خلاصہ ہے۔

(تفسیر در منثور، بحوالہ حاشیہ جامع البیان، بیروت)

ایسی روایات سند کے اعتبار سے خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہوں، لیکن معنی کے اعتبار سے من حیث المجموع یہ معنی ومطلب بہرحال درست ہے۔ اور جو مضمون ان روایات میں بیان کیا گیا ہے وہ بہرحال صحیح ہے، کہ پیغمبر کبھی کسی انسان سے کچھ پڑھتا سیکھتا نہیں بلکہ ان کا علم براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا (ایک پُتلا) بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے، اور میں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفایاب کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ

کر دیتا ہوں، اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں بتا دیتا ہوں، بیشک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

## مردوں کو زندہ کرنے وغیرہ معجزات کا بیان

"وَ" يَجْعَلُهُ "رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَائِيل" فِى الصِّبَا اَوْ بَعْدَ الْبُلُوْغِ فَنَفَخَ جِبْرِيل فِىْ جَيْبِ دِرْعِهَا فَحَمَلَتْ وَكَانَ مِنْ اَمْرِهَا مَا ذُكِرَ فِىْ سُوْرَةِ مَرْيَم فَلَمَّا بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَائِيل قَالَ لَهُمْ : اِنِّى رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ "اَنِّى" اَىْ بِاَنِّى "قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ" عَلَامَةٍ عَلٰى صِدْقِى "مِنْ رَّبِّكُمْ" هِىَ "اَنِّىْٓ" وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا "اَخْلُقُ" اُصَوِّرُ "لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ" مِثْلَ صُوْرَتِهٖ فَالْكَاف اسْم مَفْعُوْل "فَاَنْفُخُ فِيْهِ" الضَّمِير لِلْكَافِ "فَيَكُوْنُ طَيْرًا" وَفِىْ قِرَاءَةٍ طَائِرًا "بِاِذْنِ اللّٰهِ" بِاِرَادَتِهٖ فَخَلَقَ لَهُمُ الْخُفَّاش لِاَنَّهٗ اَكْمَلُ الطَّيْرِ خَلْقًا فَكَانَ يَطِير وَهُمْ يَنْظُرُوْنَهٗ فَاِذَا غَابَ عَنْ اَعْيُنِهِمْ سَقَطَ مَيِّتًا "وَاُبْرِئُ" اُشْفِىْ "الْاَكْمَهَ" الَّذِىْ وُلِدَ اَعْمٰى "وَالْاَبْرَص" وَخُصَّا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمَا دَاءَا اِعْيَاءٍ وَكَانَ بَعْثُهٗ فِىْ زَمَنِ الطِّبِّ فَاَبْرَاَ فِىْ يَوْمٍ خَمْسِيْنَ اَلْفًا بِالدُّعَاءِ بِشَرْطِ الْاِيْمَان "وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ" كَرَّرَهٗ لِنَفْىِ تَوَهُّمِ الْاُلُوْهِيَّةِ فِيْهِ فَاَحْيَا عَازِرَ صَدِيْقًا لَّهٗ وَابْنَ الْعَجُوْزِ وَابْنَةَ الْعَاشِرِ فَعَاشُوْا وَوُلِدَ لَهُمْ وَسَام بْن نُوح وَمَاتَ فِى الْحَال "وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ" تُخَبِّئُوْنَ "فِىْ بُيُوْتِكُمْ" مِمَّا لَمْ اُعَايِنْهُ فَكَانَ يُخْبِرُ الشَّخْص بِمَا اَكَلَ وَبِمَا يَاْكُلُ بَعْدُ "اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْن"

اور وہ بنی اسرائیل کی طرف رسول ہوگا یعنی بچپن میں یا بالغ ہونے کے بعد ہم اس کو بھیجیں گے۔ پس حضرت جبرائیل امین نے ان کے چاک گریبان میں پھونک دیا جس سے حمل ٹھہر گیا۔ اور اس کی مزید تفصیل سورہ مریم میں آئی ہے۔ پس جب اللہ نے ان کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تو ان سے فرمایا کہ بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں۔ جو میری صداقت کی دلیل ہے۔ اور ایک قرأت میں ''انی'' کسرہ کے ساتھ نئے جملے کے طور پر آیا ہے۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرندے کی شکل جیسا ایک پُتلا بناتا ہوں پھر میں اس میں پھونک مارتا ہوں سو وہ اللہ کے حکم سے فوراً اڑنے والا پرندہ ہو جاتا ہے، اور میں مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو شفایاب کرتا ہوں اور میں اللہ کے حکم سے مُردے کو زندہ کر دیتا ہوں، اور جو کچھ تم کھا کر آئے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو میں تمہیں بتا دیتا ہوں، بیشک اس میں تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چار بندوں کو زندہ کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا ایک عازر جس کو آپ کے ساتھ اخلاص تھا جب اس کی حالت نازک ہوئی تو اس کی بہن نے آپ کو اطلاع دی مگر وہ آپ سے تین روز کی مسافت کے فاصلہ پر تھا جب آپ تین روز میں وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس کے انتقال کو تین روز ہو چکے آپ نے اس کی بہن سے فرمایا ہمیں اس کی قبر پر لے چل وہ لے گئی آپ نے اللہ تعالےٰ سے دعا فرمائی عازر باذن الٰہی زندہ ہو کر قبر سے باہر آیا اور مدت تک زندہ رہا اور اس کے اولاد ہوئی ایک بڑھیا کا لڑکا جس کا جنازہ حضرت کے سامنے جا رہا تھا آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی وہ زندہ ہو کر نعش برداروں کے کندھوں سے اتر پڑا کپڑے پہنے گھر آیا زندہ رہا اولاد ہوئی ایک عاشر کی لڑکی شام کو مری اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے اس کو زندہ کیا ایک سام بن نوح جن کی وفات کو ہزاروں برس گزر چکے تھے لوگوں نے خواہش کی کہ آپ ان کو زندہ کریں آپ ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی سام نے سنا کوئی کہنے والا کہتا ہے اَجِبْ رُوْحَ اللہ یہ سنتے ہی وہ مرعوب اور خوف زدہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوگئی اس ہول سے ان کا نصف سر سفید ہوگیا، پھر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ دوبارہ انہیں سکرات موت کی تکلیف نہ ہو بغیر اس کے واپس کیا جائے چنانچہ اسی وقت ان کا انتقال ہوگیا اور باذنِ اللہ فرمانے میں رد ہے نصاریٰ کا جو حضرت مسیح کی الوہیت کے قائل تھے

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پرندوں کو بنا کر زندہ کرنے کا بیان

جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ ایک چمگادڑ پیدا کریں آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی چمگادڑ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اڑنے والے جانوروں میں بہت اکمل اور عجیب تر ہے اور قدرت پر دلالت کرنے میں اوروں سے ابلغ کیونکہ وہ بغیر پروں کے تو اُڑتی ہے اور دانت رکھتی ہے اور ہنستی ہے اور اس کی مادہ کے چھاتی ہوتی ہے اور بچہ جنتی ہے باوجودیکہ اُڑنے والے جانوروں میں یہ باتیں نہیں ہیں

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بیماروں کو شفاء دینے کا بیان

جس کا برص عام ہوگیا ہو اور اطبا اس کے علاج سے عاجز ہوں چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طب انتہائے عروج پر تھی اور اس کے ماہرین امر علاج میں ید طولےٰ رکھتے تھے اس لئے ان کو اسی قسم کے معجزے دکھائے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے اس کو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی کے صدق نبوت کی دلیل ہے وہب کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا ان میں جو چل سکتا تھا وہ حاضر خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی اس کے پاس خود حضرت تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اس کو تندرست

کرتے اوراپنی رسالت پرایمان لانے کی شرط کر لیتے۔

| |
|---|
| وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ |
| بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ٥ |
| اور میں اپنے سے پہلے اتری ہوئی تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور یہ اس لئے کہ تمہاری خاطر بعض ایسی چیزیں حلال کردوں |
| جوتم پرحرام کردی گئی تھیں اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کرآیا ہوں، سواللہ سے ڈرواور |
| میری اطاعت اختیار کرلو۔ |

## اہل کتاب کی تورات کی تصدیق کرنے کا بیان

"و" جِئْتُكُمْ "مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ" قَبْلِی "مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ" فِیهَا فَاَحَلَّ لَهُمْ مِنَ السَّمَك وَالطَّیْر مَا لَا صِیصَة لَهُ وَقِیلَ اَحَلَّ الْجَمِیع فَبَعْض بِمَعْنٰی كُلّ "وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ" كَرَّرَهُ تَاْكِیدًا وَّلِیَبْنِیَ عَلَیْهِ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ" فِیمَا اٰمُرُكُمْ بِهٖ مِنْ تَوْحِید اللّٰه وَطَاعَته،

اور میں اپنے سے پہلے اتری ہوئی یعنی جوتورات تمہارے پاس ہےاس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور یہ اس لئے کہ تمہاری خاطر بعض ایسی چیزیں حلال کردوں، جوتم پرحرام کردی گئی تھیں، لہٰذاان کیلئے مچھلی اور ایسا پرندہ ہے جس پرخارنہ ہوں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے لئے سب کچھ حلال کیا گیا ہےاوراب بعض کل کے معنی میں ہوگا۔اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کرآیا ہوں، اس جملہ کوتاکید کیلئے مکرر لایا گیا ہے۔تاکہ آئندہ جملے کی بناء اس ہوجائے۔اللہ سے ڈرواور میری اطاعت اختیار کرلو۔یعنی توحیداوراس کی طاعت مین جوتمہیں حکم دیا جاتا ہے۔

## سابقہ کتب کی تصدیق کے سبب دلیل صداقت کا بیان

میں اپنے سے پہلی کتاب توراۃ کوبھی ماننے والا اس کی سچائی کا دنیا میں اعلان کرنے والا ہوں، میں تم پر بعض وہ چیزیں حلال کرنے آیا ہوں جومجھ سے پہلے تم پرحرام کی گئی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کے بعض احکام منسوخ کیئے ہیں، گواس کے خلاف بھی مفسرین کا خیال ہے،لیکن درست بات یہی ہے کہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تورات کا کوئی حکم آپ نے منسوخ نہیں کیا البتہ بعض حلال چیزوں میں جواختلاف تھا اور بڑھتے بڑھتے گویاان کی حرمت پراجماع ہو چکا تھا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی حقیقت بیان فرمادی اوران کے حلال ہونے پرمہر کردی، جیسے قرآن حکیم نے اورجگہ فرمایاولا بین لکم بعض الذی تختلفون فیہ میں تمہارے بعض آپس کے اختلاف میں صاف فیصلہ کردونگا۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۝ |
| بیشک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ |

## ہم سب کا رب اللہ ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا " اَلَّذِیْ اٰمُرُكُمْ بِهٖ "صِرَاطٌ" طَرِیْقٌ "مُّسْتَقِیْمٌ" فَكَذَّبُوْهُ وَلَمْ یُؤْمِنُوْا بِهٖ،

بیشک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے تو اسی کی عبادت کرو یعنی وہ عبادت جس کا تمہیں حکم دیا جاتا ہے۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پس انہوں نے اس کو جھٹلایا اور وہ ایمان نہ لائے۔

پھر فرمایا کہ میرے پاس اپنی سچائی کی اللہ جل شانہ کی دلیلیں موجود ہیں تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو، جس کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے کہ اسے پوجو جو میرا اور تمہارا پالنہار ہے سیدھی اور سچی راہ تو صرف یہی ہے۔

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ |
| نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝ |
| پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر پایا بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف، حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں |
| ہم اللہ پر ایمان لائے، اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواریوں کا بیان

"فَلَمَّا اَحَسَّ " عَلِمَ "عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ " وَاَرَادُوْا قَتْله "قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْ " اَعْوَانِیْ ذَاهِبًا "اِلَى اللّٰه" لِاَنْصُر دِیْنه "قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَار اللّٰه " اَعْوَان دِیْنه وَهُمْ اَصْفِیَاء عِیْسٰی اَوَّل مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَكَانُوْا اثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا مِنَ الْحُور وَهُوَ الْبَیَاض الْخَالِص وَقِیْلَ كَانُوْا قَصَّارِیْنَ یَحُوْرُوْنَ الثِّیَاب اَیْ یُبَیِّضُوْنَهَا "اٰمَنَّا" صَدَّقْنَا "بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ" یَا عِیْسٰی "بِاَنَا مسلمون"

پھر جب عیسیٰ نے ان سے کفر کو جان لیا یعنی آپ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف، یعنی اس کے دین کیلئے، حواریوں نے کہا ہم دینِ خدا کے مددگار ہیں۔ یعنی ہم آپ کے دین مددگار ہیں اور وہ پہلے چنے ہوئے لوگوں کا گروہ تھا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا اور ان کی تعداد بارہ تھی۔ اور حواری یہ حور سے مشتق ہے جس کا معنی خاص سفید ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور آپ یعنی عیسیٰ علیہ السلام گواہ ہو جائیں کہ ہم مسلمان ہیں۔

## حواری کے لغوی مفہوم کا بیان

حواریون۔ حواری کی جمع۔ حواری حور سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ حواری اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جوان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کا کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔

بعض کہتے ہیں یہ شکاری تھے، صحیح یہ ہے کہ حواری کہتے ہیں مددگار کو، جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جنگ خندق کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کوئی جو سینہ سپر ہو جائے؟ اس آواز کو سنتے ہی حضرت زبیر تیار ہو گئے آپ نے دوبارہ یہی فرمایا پھر بھی حضرت زبیر نے ہی قدم اٹھایا پس حضور علیہ السلام نے فرمایا ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر ہے۔

باقی تمام یہودی اپنے کفر پر جمے رہے یہاں تک کہ جوش عداوت میں ان یہودیوں نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنالیا اور ایک شخص کو یہودیوں نے جس کا نام "ططیانوس" تھا آپ کے مکان میں آپ کو قتل کر دینے کے لئے بھیجا۔ اتنے میں اچانک اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک بدلی کے ساتھ بھیجا اور اس بدلی نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آپ کی والدہ جوشِ محبت میں آپ کے ساتھ چمٹ گئیں تو آپ نے فرمایا کہ اماں جان! اب قیامت کے دن ہماری اور آپ کی ملاقات ہوگی اور بدلی نے آپ کو آسمان پر پہنچادیا۔ یہ واقعہ بیت المقدس میں شب قدر کی مبارک رات میں وقوع پذیر ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف بقول علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ برس کی تھی اور بقول علامہ زرقانی شارح مواہب، اس وقت آپ کی عمر شریف ایک سو بیس برس کی تھی اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے بھی آخر میں اسی قول کی طرف رجوع فرمایا ہے۔ (تفسیر جمل علی الجلالین)

## حواریان عیسیٰ علیہ السلام کیلئے خشوع سے پہلے نیند آنے کا واقعہ

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ وحی کر دیا کہ وہ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تو آپ پر بہت گراں گذرا اور موت کی گھبراہٹ بڑھ گئی تو آپ نے حواریوں کی دعوت کی، کھانا تیار کیا اور سب سے کہدیا کہ آج رات کو میرے پاس تم سب ضرور آنا، مجھے ایک ضروری کام ہے۔ جب وہ آئے تو خود کھانا کھلایا سب کام کاج اپنے ہاتھوں کرتے رہے، جب وہ کھا چکے تو خود ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے یہ ان پر بھاری پڑا اور برا بھی لگا لیکن آپ نے فرمایا "اس رات میں جو کچھ کر رہا ہوں، اگر تم میں سے کسی نے مجھے اس سے روکا تو میرا اس کا کچھ واسطہ نہیں نہ وہ میرا نہ میں اس کا۔

چنانچہ وہ سب خاموش رہے۔ جب آپ ان تمام کاموں سے فارغ ہو گئے تو فرمایا دیکھو! تمہارے نزدیک میں تم سب سے

بڑے مرتبے والا ہوں اور میں نے تمہاری خدمت خود کی ہے، یہ اس لئے کہ تم میری اس سنت کے عامل بن جاؤ، خبردار تم میں سے کوئی اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے بڑا نہ سمجھے، بلکہ ہر بڑا چھوٹے کی خدمت کرے، جس طرح خود میں نے تمہاری خدمت کی ہے۔ اب تم سے میرا جو خاص کام تھا جس کی وجہ سے آج میں نے تمہیں بلایا ہے وہ بھی سن لو کہ "تم سب مل کر آج رات بھر خشوع و خضوع سے میرے لئے دعائیں کرو کہ اللہ میری اجل کو مؤخر کردے۔

چنانچہ سب نے دعائیں شروع کیں لیکن خشوع وخضوع کا وقت آنے سے پہلے ہی اس طرح انہیں نیند آنے لگی کہ زبان سے ایک لفظ نکالنا مشکل ہوگیا، آپ نے انہیں بیدار کی کوشش میں ایک ایک کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہا تمہیں کیا ہوگا؟ ایک رات بھی جاگ نہیں سکتے؟ میری مدد نہیں کرتے؟ لیکن سب نے جواب دیا اے رسول اللہ ہم خود حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک چھوڑ کئی کئی راتیں جاگتے تھے، جاگنے کے عادی ہیں لیکن اللہ جانے، آج کیا بات ہے کہ بری طرح نیند نے گھیر رکھا ہے، دعا کے اور ہمارے درمیان کوئی قدرتی رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا! اچھا پھر چرواہا رہے گا اور بکریاں تین تیرہ ہو جائیں گی، غرض اشاروں کنایوں میں اپنا مطلب ظاہر کرتے رہے، پھر فرمایا" دیکھو تم میں سے ایک شخص صبح کا مرغ بولنے سے پہلے تین مرتبہ میرے ساتھ کفر کرے گا اور تم میں سے ایک چندہ درہموں کے بدلے مجھے بیچ دے گا اور میری قیمت کھائے گا۔

| رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ٥ |
|---|
| اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا، اور رسول کے تابع ہوئے تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ |

## رسول مکرم علیہ السلام کی اتباع کا بیان

"رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ " مِنَ الْاِنْجِيل "وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ" عِيسَى "فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ" لَكَ بالوحدانية وَلِرَسُوْلِكَ بِالصِّدْقِ،

اے ہمارے رب، ہم اس پر ایمان لائے جو تو نے اتارا یعنی انجیل، اور رسول یعنی عیسٰی علیہ السلام کے تابع ہوئے۔ تو ہمیں حق پر گواہی دینے والوں میں لکھ لے، یعنی آپ کی توحید اور آپ رسول کی تصدیق کیلئے ہمیں گواہ رکھ لے۔

'واشهد " کے قرینہ سے "الشاهدين " سے مراد حضرت عیسی علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام ہیں۔

(54) وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ٥

اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔

## کفار کے مکر کے بدلے میں خفیہ تدبیر کا بیان

قال تعالى "وَمَكَرُوْا" اَیْ كُفَّار بَنِیْ اِسْرَائِيل بِعِيسَى اِذْ وَكَلُوْا بِهٖ مَنْ يَقْتُلهُ غِيلَة "وَمَكَرَ اللّٰهُ" بِهِمْ بِاَنْ اَلْقَى شَبَه عِيسَى عَلٰى مَنْ قَصَدَ قَتْله فَقَتَلُوْهُ وَرَفَعَ عِيسَى اِلَى السَّمَاء "وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ "

اَعْلَمُهُمْ بِهٖ،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور بنی اسرائیل کے کافروں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا۔ یعنی جب انہوں نے اچانک قتل کرنا چاہا اور اللہ نے ان کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائی یعنی ان پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی، لہٰذا انہوں نے مشابہ شخص کو قتل کر دیا جبکہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ سب سے بہتر چھپی تدبیر والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خفیہ تدبیر کو ان سے زیادہ جاننے والا ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتانے والے بدبخت عیسائی کا واقعہ

اب یہ لوگ یہاں سے باہر نکلے ادھر ادھر چلے گئے، یہود جو اپنی جستجو میں تھے، انہوں نے شمعون حواری کو پہچان کر اسے پکڑا اور کہا یہ بھی اس کا ساتھی ہے، مگر شمعون نے کہا" غلط ہے میں اس کا ساتھی نہیں ہوں۔ انہوں نے یہ باور کر کے اسے چھوڑ دیا لیکن کچھ آگے جا کر یہ دوسری جماعت کے ہاتھ لگ گیا، وہاں سے بھی اسی طرح انکار کر کے اپنا آپ چھڑایا۔ اتنے میں مرغ نے بانگ دی اب یہ پچھتانے لگے اور سخت غمگین ہوئے۔ صبح ایک حواری یہودیوں کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں تمہیں عیسیٰ کا پتہ بتادوں تو تم مجھے کیا دلواؤ گے؟ انہوں نے کہا تیس درہم، چنانچہ اس نے وہ رقم لے لی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتادیا۔ اس سے پہلے وہ شبہ میں تھے، اب انہوں نے گرفتار کرلیا اور رسیوں میں جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور بطور طعنہ زنی کے کہتے جاتے تھے کہ آپ تو مردوں کو زندہ کرتے تھے، جنات کو بھگا دیا کرتے تھی، مجنون کو اچھا کر دیا کرتے تھے، اب کیا بات ہے کہ خود اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے ان رسیوں کو بھی نہیں توڑ سکتے، تھو ہے تمہارے منہ پر! یہ کہتے جاتے تھے اور کانٹے ان کے اوپر ڈالتے جاتے تھے۔ اسی طرح بیدردی سے گھسیٹتے ہوئے جب اس لکڑی کے پاس لائے جہاں سولی دینا تھی اور ارادہ کیا کہ سولی پر چڑھا دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اپنی طرف چڑھالیا اور انہوں نے دوسرے شخص کو جو آپ کے مشابہ تھا سولی پر چڑھا دیا۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ |
| الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ |
| فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بیشک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں |
| اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں اور تمہارے پیروکاروں کو کافروں پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں، پھر تمہیں |
| میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے لہٰذا جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے میں تمہارے درمیان ان کا فیصلہ کردوں گا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا گیا

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ" قَابِضُكَ "وَرَافِعُكَ اِلَيَّ" مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ

"وَمُطَهِّرُكَ" مُبْعِدُكَ "مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ" صَدَّقُوا بِنُبُوَّتِكَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالنَّصَارٰى "فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِكَ وَهُمُ الْيَهُوْدُ يَعْلُوْنَهُمْ بِالْحُجَّةِ وَالسَّيْفِ "اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ" مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ،

تم یاد کرو جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! بیشک میں تمہیں پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھانے والا ہوں یعنی دنیا سے بغیر وصال کے اٹھانے والا ہوں۔ اور تمہیں کافروں سے نجات دلانے والا ہوں اور تمہارے پیروکاروں یعنی مسلمانوں اور نصاریٰ میں جنہوں نے تیری نبوت کی تصدیق کی، ان کو کافروں یعنی یہود پر قیامت تک برتری دینے والا ہوں، یعنی وہ یہود پر دلیل وتلوار کے ذریعے غالب رہیں گے۔ پھر تمہیں میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے لہٰذا جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے میں تمہارے درمیان دین کے معاملے میں ان کا فیصلہ کر دوں گا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا

بل رفعہ اللہ کی ضمیر اسی طرف راجع ہے جس طرف کہ ما قتلوہ اور ما صلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ ما قتلوہ اور ما صلبوہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ کے جسم وجسد اطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں ہیں۔ اس لیے کہ قتل کرنا اور صلیب چڑھانا جسم کا ہی ممکن ہے روح کا قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف ماقتلوہ اور ماصلبوہ کی ضمیریں راجع ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کو وہ قتل کرنا چاہتے تھے اور بل رفعہ اللہ میں اس کی تردید کی گئی لہٰذا بل رفعہ سے مراد جسم (مع روح) ہی ہوگا نہ کہ صرف روح ہے۔

اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل وصلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ کیوں کہ قتل وصلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور یہاں "بل" کے بعد بصیغہ ماضی "رفعہ" کو لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تمہارے قتل وصلب سے پہلے ہی ان کو ہم نے اپنی طرف اٹھالیا۔ یہی بات ہے کہ جملہ ائمہ ومفسرین اس بات پر بالکل متفق ہیں آپ کوئی بھی مستند تفسیر اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ کہ حضرت عیسیٰ کا یہ رفع ان کی زندگی کی حالت میں ان کے جسد عنصری کے ساتھ ہوا۔

علامہ ابن جریر طبری تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے تحت سدی سے بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عیسیٰ کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ نیز حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں سیدنا عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اٹھالیا۔ (جامع البیان)

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ○

پھر جو لوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت سخت عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

## کافروں کیلئے دنیا وآخرت میں سخت عذاب ہونے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِي الدُّنْيَا" بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ وَالْجِزْيَةِ "وَالْاٰخِرَةِ" بِالنَّارِ

"وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ" مَانِعِيْنَ مِنْهُ،

پھر جولوگ کافر ہوئے انہیں دنیا اور آخرت سخت عذاب دوں گا یعنی دنیا میں قتل، قید اور جزیہ کی سزا دوں گا۔ جبکہ آخرت میں جہنم کی آگ ہوگی۔ اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یعنی ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن سب سے ہلکے عذاب والا وہ شخص ہوگا۔

جس کے دونوں پاؤں پر دو چنگاریاں رکھی ہوں گی اور ان دونوں کے سبب سے اس کا دماغ اس طرح جوش کھائے گا جس طرح ہانڈی یا گھڑا جوش کھاتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1489)

| |
|---|
| وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کا بھرپور اجر دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ |

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَيُوَفِّيهِمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْن "اُجُورهمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبّ الظَّالِمِينَ" اَیْ يُعَاقِبهُمْ رُوِيَ اَنَّ اللّٰه تَعَالٰی اَرْسَلَ اِلَيْهِ سَحَ : فَرَفَعَتْهُ فَتَعَلَّقَتْ بِهِ اُمّه وَبَكَتْ فَقَالَ لَهَا اِنَّ الْقِيَامَة تَجْمَعنَا وَكَانَ ذٰلِكَ لَيْلَةَ الْقَدْر بِبَيْتِ الْمَقْدِس وَلَهُ ثَلَاث وَثَلَاثُونَ سَنَة وَعَاشَتْ اُمّه بَعْده سِتّ سِنِيْنَ وَرَوَى الشَّيْخَانِ حَدِيث (اَنَّهُ يَنْزِل قُرْب السَّاعَة وَيَحْكُم بِشَرِيعَةِ نَبِيّنَا وَيَقْتُل الدَّجَّال وَالْخِنْزِير وَيَكْسِر الصَّلِيب وَيَضَع الْجِزْيَة) وَفِيْ حَدِيث مُسْلِم اَنَّهُ يَمْكُث سَبْع سِنِيْنَ وَفِيْ حَدِيث عَنْ اَبِي دَاوُد الطَّيَالِسِيّ اَرْبَعِيْنَ سَنَة وَيُتَوَفّٰى وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ فَيَحْتَمِل اَنَّ الْمُرَاد مَجْمُوع لُبْثه فِي الْاَرْض قَبْل الرَّفْع وَبَعْده،

اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے تو (اللہ) انہیں ان کا بھرپور اجر دے گا، یہاں پر "فَيُوَفِّيهِمْ" یاء اور نون کے ساتھ آیا ہے۔ اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک بادل کو بھیجا جس نے آپ کو اٹھالیا تو آپ کی والدہ نے آپ کو پکڑلیا اور رونے شروع کردیا تو آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ بے شک قیامت دن ہم کو جمع کیا جائے گا۔ اور یہ واقعہ بیت المقدس میں قدر والی رات کا ہے۔ اور اس وقت آپ کی عمر مبارک ٣٣ سال تھی۔ جبکہ اس کے بعد آپ کی والدہ چھ سال زندہ رہیں۔

امام بخاری و امام مسلم علیہما الرحمہ نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے کہ آپ قیامت کے قریب نزول فرمائیں گے اور ہمارے نبی مکرم ﷺ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ دجال اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ اور جزیہ رکھیں گے۔ اور مسلم کی ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ سات سال ٹھہریں گے۔

امام ابوداؤد طیالسی کی روایت ہے کہ آپ چالیس سال ٹھہریں گے۔ اور پھر آپ کا وصال ہوگا اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی

جائے گی۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ مراد اٹھائے جانے سے پہلے یا بعد میں ٹھہرنا مراد ہو۔

## دجال سے متعلق بعض احوال کا بیان

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے سنا اور ان کے پاس ایک آدمی نے آ کر عرض کیا یہ حدیث کیسے ہے جسے آپ روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس اس طرح قائم ہوگی انہوں نے کہا سُبْحَانَ اللّٰہِ یالَاَ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا کہ میں نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ میں کسی سے بھی کبھی کوئی حدیث روایت نہ کروں گا میں نے تو یہ کہا تھا: عنقریب تھوڑی ہی مدت کے بعد ایک بہت بڑا حادثہ دیکھو گے جو گھر کو جلا دے گا اور جو ہونا ہے وہ ضرور ہوگا پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال میری امت میں خروج کرے گا اور ان میں چالیس دن ٹھہرے گا اور میں نہیں جانتا کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہیں تو وہ تلاش کر کے دجال کو قتل کر دیں گے پھر لوگ سات سال اسی طرح گزاریں گے کہ کسی بھی دو اشخاص کے درمیان کوئی عداوت نہ ہوگی پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس سے زمین پر کوئی بھی ایسا آدمی باقی نہیں رہے گا کہ اس کی روح قبض کر لی جائے گی جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی پہاڑ کے اندر داخل ہو گیا تو وہ اس میں اس تک پہنچ کر اسے قبض کر کے ہی چھوڑے گی اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل درندہ صفت ہوں گے وہ کسی نیکی کو نہ پہچانیں گے اور نہ برائی کو برائی تصور کریں گے ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا تو وہ کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے تو وہ کہیں گے کہ تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے تو شیطان انہیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اسی بت پرستی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش و عشرت کی ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا جو بھی اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک مرتبہ ایک طرف جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا اور جو شخص سب سے پہلے صور کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا وہ بے ہوش ہو جائے گا اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ بھیجے گا یا اللہ شبنم کی طرح بارش نازل کرے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے پھر صور میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھتے ہوں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو اپنے رب کی طرف آؤ اور ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دوزخ کے لئے ایک جماعت نکالو تو کہا جائے گا کتنے لوگوں کی جماعت کہا جائے گا ہر ہزار سے نوسو ننانوے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2881)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُصْبَہَانَ کے ستر ہزار یہودی دجال کے پیروکار ہو جائیں گے جن پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2892)

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ○

یہ جو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہی نشانیاں ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے۔

## آیات وذکر حکیم کے ذریعے وعظ ونصیحت کا بیان

"ذٰلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ اَمْرِ عِيسَى "نَتْلُوْهُ" نَقُصّهُ "عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّدِ "مِنْ الْاٰيَات" حَال مِنْ الْهَاء فِيْ نَتْلُوْهُ وَعَامِله مَا فِيْ ذٰلِكَ مِنْ مَّعْنَى الْاِشَارَة "وَالذِّكْر الْحَكِيْم" الْمُحْكَم اَىْ الْقُرْاٰن،

یعنی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر ہوا ہے۔ اے محمد ﷺ اس کو ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہی نشانیاں ہیں۔ یہاں آیات یہ نتلوہ کی ھاء سے حال ہے۔ اور یہاں اسم اشارہ بہ معنی اشیر ہے۔ اور حکمت والی نصیحت ہے۔ اور محکم سے مراد قرآن مجید ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے وصیت کی کہ اس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا لہٰذا جب وہ مر جائے تو اس کو جلا ڈالو اور نصف حصہ خشکی میں اور نصف حصہ سمندر میں بکھیر ڈالو، خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے اس پر قدرت پائی تو اس کو ایسا عذاب دے گا کہ دنیا والوں میں سے کسی کو نہیں دے گا، اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم دیا تو اس نے اس حصہ کو جو اس میں تھا یکجا کر دیا اور خشکی کو حکم دیا تو اس نے بھی اس حصہ کو جو اس میں تھا، یکجا کر دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا کہ تیرے ڈر سے ایسا کیا اور تو اس کو خوب جانتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2372)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتا ہے تو جتنے لوگ اس قوم میں ہوتے ہیں وہ سب ہی اس عذاب میں مبتلا ہو جاتے ہیں، پھر اپنے اعمال کے مطابق اٹھائے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1996)

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ○

عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے،

## حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان

"اِنَّ مَثَل عِيسَى" شَانه الْغَرِيْبْ "عِنْد اللّٰه كَمَثَلِ اٰدَم" كَشَانِهٖ فِيْ خَلْقه مِنْ غَيْر اَب وَهُوَ مِنْ تَشْبِيْه الْغَرِيْبْ بِالْاَغْرَبِ لِيَكُوْنَ اَقْطَع لِلْخَصْمِ وَاَوْقَع فِي النَّفْس "خَلَقَهٗ مِنْ تُرَاب ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ" بَشَرًا "فَيَكُوْن" اَىْ فَكَانَ وَكَذٰلِكَ عِيسَى قَالَ لَهٗ كُنْ مِنْ غَيْر اَب فَكَانَ،

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی طرح ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا

اسی طرح عجیب ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کا ماں باپ کے بغیر تخلیق ہونا ہے۔ یا یہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ تا کہ جھگڑالو کیلئے دلیل قاطع اور واقع میں حقیقت ہو۔ اسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا وہ فوراً ہو جاتا ہے۔ یعنی اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کیلئے کن کہا گیا تو باپ کے بغیر ان کی پیدائش ہوئی۔

## مختلف انبیائے کرام کے مختلف القاب کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے جب ان کے قریب پہنچے تو انہیں کچھ گفتگو کرتے ہوئے سنا۔ اُن میں سے بعض نے کہا، کیا خوب! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے سے زیادہ بڑی بات تو نہیں۔ ایک نے کہا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں۔ کسی نے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو چن لیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لائے سلام کیا اور فرمایا: میں نے تمہاری گفتگو اور تمہارا اظہارِ تعجب سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ بیشک وہ ایسے ہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں۔ بیشک وہ اسی طرح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ واقعی وہ اسی طرح ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چن لیا۔ وہ بھی یقیناً ایسے ہی (شرف والے) ہیں۔ سن لو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ میں قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلا شفاعت کرنے والا بھی میں ہی ہوں اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کا کنڈا کھنکھٹانے والا بھی میں ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا۔ میرے ساتھ فقیر وغریب مومن ہوں گے اور مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ میں اولین وآخرین میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں لیکن مجھے اس بات پر کوئی فخر نہیں۔ (جامع ترمذی رقم ٣٦١٦)

## حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور مٹی کو اٹھانے کا واقعہ

جنات کئی ہزار سال پہلے حضرت آدم کی پیدائش سے قبل دنیا پر آباد تھے۔ پروردگار عالم جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل کو فرمایا کہ روئے زمین سے ہر رنگ کی مٹی سفید سرخ سیاہ شور شیریں نرم سخت میں سے ایک مشت حال اُٹھا کر لا کہ میں ایک مخلوق پیدا کرتا ہوں۔ جب حضرت جبرائیل زمین کے پاس گئے اور چاہا کہ ایک مشت خاک اُٹھائے تو زمین نے پوچھا کس واسطے اتنی کم کرتا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو زمین پر رہیں گے نیک اور بد بھی ہونگے۔ عذاب اور ثواب اُن کے واسطے ہوگا۔ پھر زمین نے عرض کیا کہ میں اللہ کی عزت کی پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے مٹی نہ اُٹھا کیونکہ لوگ نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جلیں گے۔ حضرت جبرائیل زمین کی فریاد سن کر واپس چلے گئے اور عرض کی الٰہی زمین تیری عزت کی پناہ

چاہتی ہے۔ میں تیرے نام کی عزت سے مٹی کو اُٹھا نہ سکا۔

پھر حق تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت میکائیل کو بھیجا وہ بھی واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو عزرائیل علیہ السلام نے زمین کی منت سماجت وزاری نہ سنی اور کہا کہ میں اللہ کے حکم کو تیری منت وزاری پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں خدا تعالیٰ کا تابعدار رہوں۔ ملک الموت فرشتہ مٹی لیکر واپس آ گیا پھر اللہ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی کے سپرد کیا۔

| |
|---|
| اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ٥ |
| یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے حق ہونے کا بیان

"اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ" خَبَر مُبْتَدَأ مَحْذُوْف اَیْ اَمْرِ عِیْسَی "فَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ" الشَّاكِّیْنَ فِیْهِ،

یہاں پر "اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ" مبتدائے محذوف "اَیْ اَمْرِ عِیْسَی" کی خبر ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے پس شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔ کلمہ "الحق" مبتدا محذوف کے لیئے خبر ہے جو کہ "ھو" ہے اور اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

| |
|---|
| فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ |
| وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ٥ |
| پھر جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آ ؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے |
| بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔ |

## اہل نجران کے مباہلہ کا بیان

"فَمَنْ حَاجَّكَ" جَادَلَكَ مِنَ النَّصَارٰی "فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْم" بِاَمْرِهٖ "فَقُلْ" لَهُمْ "تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَاَبْنَاءَ كُمْ وَنِسَاءَ نَا وَنِسَاءَ كُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ" فَنَجْمَعهُمْ "ثُمَّ نَبْتَهِل" نَتَضَرَّع فِی الدُّعَاء "فَنَجْعَل لَعْنَة اللّٰه عَلَى الْكَاذِبِينَ" بِاَنْ نَقُوْل : اللّٰهُمَّ الْعَنْ الْكَاذِب فِیْ شَاْن عِیْسَی وَقَدْ دَعَا صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْد نَجْرَان لِذٰلِكَ لَمَّا حَاجُّوهُ بِهٖ فَقَالُوْا : حَتّٰی نَنْظُر فِیْ اَمْرنَا ثُمَّ نَاْتِیك فَقَالَ ذَوُو رَاْیهمْ : لَقَدْ عَرَفْتُمْ نُبُوَّته وَاَنَّهُ مَا بَاهَلَ قَوْم نَبِیًّا اِلَّا هَلَكُوا فَوَادَعُوا الرَّجُل وَانْصَرَفُوْا فَاَتَوُا الرَّسُوْل صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ وَمَعَهُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْن وَفَاطِمَة وَعَلِیّ وَقَالَ لَهُمْ: اِذَا دَعَوْت فَاَمِّنُوْا فَاَبَوْا اَنْ یُلَاعِنُوْا وَصَالَحُوهُ عَلَى الْجِزْیَة رَوَاهُ اَبُو نُعَیْم وَعَنْ ابْن عَبَّاس : قَالَ : لَوْ

خَرَجَ الَّذِیْنَ یُبَاهِلُوْنَ لَرَجَعُوْا لَا یَجِدُوْنَ مَالًا وَّلَا اَهْلًا وَّرُوِیَ : لَوْ خَرَجُوْا لَاحْتَرَقُوْا،

پھر جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں یعنی نصاریٰ اگر جھگڑا کریں۔ بعد اس کے کہ تمہیں ان کے معاملہ کا علم آ چکا ہے تو ان سے فرما دو آ ؤ، ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں، پھر مباہلہ کریں اور عاجزی سے دعا مانگیں۔تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔یعنی اس طرح کہیں کہ اے اللہ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے جو جھوٹا ہے اس پر لعنت ہو۔تو نبی کریم ﷺ نے نجران کے وفد کو بلایا کیونکہ وہ اس معاملہ میں آپ ﷺ سے جھگڑا کرتے تھے۔تو انہوں نے کہا کہ ہم اس معاملہ میں غور وفکر کرتے ہیں۔اس کے بعد آپ کے پاس آئیں گے،تو ان میں سے صاحب رائے شخص نے ان سے کہا ہے۔کہ یقیناً تم ان کی نبوت کو پہچان چکے ہو اور کسی بھی قوم نے نبی سے مباہلہ نہیں کیا مگر وہ ہلاک ہو گئے۔پس انہوں نے اس شخص کو چھوڑا اور وہاں سے آپ ﷺ کی طرف آئے حالانکہ آپ ﷺ امام حسن وحسین اور حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ مباہلہ کیلئے باہر تشریف لا چکے تھے۔تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا تو انہوں نے انکار کر دیا اور انہوں نے جزیہ پر صلح کر لی۔اس کو امام ابونعیم نے روایت کیا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر وہ یہ مباہلہ کرنے والے مباہلہ کرتے اور واپس لوٹتے تو وہ نہ اپنا مال پاتے اور نہ ہی اہل وعیال اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے۔کہ اگر وہ مباہلہ کیلئے نکلتے تو وہ سب جل جاتے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ٦١ کے شان نزول کا بیان

نصاریٰ نجران کا ایک وفد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور وہ لوگ حضور سے کہنے لگے آپ گمان کرتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں فرمایا ہاں اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے کلمے جو کوانری بتول عذراء کی طرف القاء کئے گئے نصاریٰ یہ سن کر بہت غصہ میں آئے اور کہنے لگے یا محمد ﷺ کیا تم نے کبھی بے باپ کا انسان دیکھا ہے اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں (معاذ اللہ) اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بغیر باپ ہی کے ہوئے اور حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر مٹی سے پیدا کئے گئے تو جب انہیں اللہ کا مخلوق اور بندہ مانتے ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا مخلوق وبندہ ماننے میں کیا تعجب ہے۔

## نصاریٰ کے وفد نجران کی تفصیلی روئیداد کا بیان

نجران کے نصرانیوں نے بطور وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ساٹھ آدمی بھیجے تھے جن میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں، عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا، سید جس کا نام ایہم تھا، ابوحارثہ بن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا، اور اوث بن حارث، زید، قیس، یزید اور اس کے دونوں لڑکے، اور خویلد اور عمرو، خالد، عبداللہ اور محسن یہ سب چودہ سردار تھے لیکن پھر ان میں بڑے سردار تین شخص تھے عاقب جو امیر قوم تھا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اور اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو

جاتے تھے اور سید جو ان کا لاٹ پادری تھا اور مدرس اعلیٰ تھا یہ بنو بکر بن وائل کے عرب قبیلے میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی اس کے لئے انہوں نے بڑے بڑے گرجے بنا دیئے تھے اور اس کے دین کی مضبوطی دیکھ کر اس کی بہت کچھ خاطر و مدارات اور خدمت و عزت کرتے رہتے تھے یہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت و شان سے واقف تھا۔ اور اگلی کتابوں میں آپ کی صفتیں پڑھ چکا تھا دل سے آپ کی نبوت کا قائل تھا لیکن نصرانیوں میں جو اس کی تکریم و تعظیم تھی اور وہاں جو جاہ و منصب اسے حاصل تھا اس کے چھن جانے کے خوف سے راہ حق کی طرف نہیں آتا تھا، غرض یہ وفد مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا آپ اس وقت عصر کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہی تھے یہ لوگ نفیس پوشاکیں پہنے ہوئے اور خوبصورت نرم چادریں اوڑھے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بنو حارث بن کعب کے خاندان کے لوگ ہوں صحابہ کہتے ہیں ان کے بعد ان جیسا باشوکت وفد کوئی نہیں آیا، ان کی نماز کا وقت آ گیا تو آپ کی اجازت سے انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے مسجد نبوی میں ہی اپنے طریق پر نماز ادا کر لی۔ بعد نماز کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی گفتگو ہوئی ادھر سے بولنے والے یہ تین شخص تھے حارثہ بن علقمہ عاقب یعنی عبدالمسیح اور سید یعنی ایہم یہ گو شاہی مذہب پر تھے لیکن کچھ امور میں اختلاف رکھتے تھے۔

حضرت مسیح کی نسبت ان کے تینوں خیال تھے یعنی وہ خود اللہ جل شانہ ہے اور اللہ کا لڑکا ہے اور تین میں کا تیسرا ہے اللہ ان کے اس ناپاک قول سے مبرا ہے اور بہت ہی بلند و بالا، تقریباً تمام نصاریٰ کا یہی عقیدہ ہے، مسیح کے اللہ ہونے کی دلیل تو ان کے پاس یہ تھی کہ وہ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا اور اندھوں اور کوڑھیوں اور بیماروں کو شفا دیتا تھا، غیب کی خبریں دیتا تھا اور مٹی کی چڑیا بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا کرتا تھا اور جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری باتیں اس سے اللہ کے حکم سے سرزد ہوتی تھیں اس لئے کہ اللہ کی نشانیاں اللہ کی باتوں کے سچ ہونے پر اور حضرت عیسیٰ کی نبوت پر مثبت دلیل ہو جائیں، اللہ کا لڑکا ماننے والوں کی حجت یہ تھی کہ ان کا بہ ظاہر کوئی باپ نہ تھا اور گہوارے میں ہی بولنے لگے تھے، یہ باتیں بھی ایسی ہیں کہ ان سے پہلے دیکھنے میں ہی نہیں آئی تھیں۔

اور تین میں تیسرا اس لئے کہتے تھے کہ اس نے اپنے کلام میں فرمایا ہے ہم نے کیا ہمارا امر ہماری مخلوق ہم نے فیصلہ کیا وغیرہ پس اگر اللہ اکیلا ایک ہی ہوتا تو یوں نہ فرماتا بلکہ فرماتا میں نے کیا میرا امر میری مخلوق میں نے فیصلہ کیا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ اللہ تین ہیں خود اللہ رب کعبہ اور عیسیٰ اور مریم

اللہ تعالیٰ ان ظالموں منکروں کے قول سے پاک و بلند ہے، ان کے تمام عقائد کی تردید قرآن کریم میں نازل ہوئی، جب یہ دونوں پادری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کر چکے تو آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو جاؤ انہوں نے کہا ہم تو ماننے والے ہیں ہی، آپ نے فرمایا نہیں نہیں تمہیں چاہئے کہ اسلام قبول کر لو وہ کہنے لگے ہم تو آپ سے پہلے کے مسلمان ہیں فرمایا نہیں تمہارا یہ اسلام مقبول نہیں اس لئے کہ تم اللہ کی اولاد مانتے ہو صلیب کی پوجا کرتے ہو خنزیر کھاتے ہو۔ انہوں نے کہا اچھا پھر یہ تو فرمائے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ کون تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس پر خاموش رہے اور سورۂ آل عمران کی شروع سے لے کر اوپر تک کی آیتیں ان کے جواب میں نازل ہوئیں۔

ابن اسحاق ان سب کی مختصری تفسیر بیان کر کے پھر لکھتے ہیں آپ نے یہ سب تلاوت کر کے انہیں سمجھا دیں۔ اس مباہلہ کی آیت کو پڑھ کر آپ نے فرمایا اگر نہیں مانتے تو آؤ مباہلہ کا لکلو یہ سن کر وہ کہنے لگے اے ابوالقاسم ہمیں مہلت دیجئے کہ ہم آپس میں مشورہ کر لیں پھر تمہیں اس کا جواب دیں گے اب تنہائی میں بیٹھ کر انہوں نے عاقب سے مشورہ لیا جو بڑا دانا اور عقلمند سمجھا جاتا تھا اس نے اپنا حتمی فیصلہ ان الفاظ میں سنایا کہ اے جماعت نصاریٰ تم نے یقین کے ساتھ اتنا تو معلوم کر لیا ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے سچے رسول ہیں اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ حضرت عیسیٰ کی حقیت وہی ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانی تم سن چکے ہو اور تمہیں بخوبی علم ہے کہ جو قوم نبی کے ساتھ ملاعنہ کرتی ہے نہ ان کے بڑے باقی رہتے ہیں نہ چھوٹے بڑے ہوتے ہیں بلکہ سب کے سب جڑ بنیاد سے اکھیڑ کر پھینک دیئے جاتے ہیں یاد رکھو کہ اگر تم نے مباہلہ کے لئے قدم بڑھایا تو تمہارا ستیاناس ہو جائے گا، پس یا تو تم اسی دین کو قبول کر لو اور اگر کسی طرح نہیں ماننا چاہتے ہو اور اپنے دین پر اور حضرت عیسیٰ کے متعلق اپنے ہی خیالات پر قائم رہنا چاہتے ہو تو آپ سے صلح کر لو اور اپنے وطن کو لوٹ جاؤ، چنانچہ یہ لوگ صلاح مشورہ کر کے پھر دربار نبوی میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ سے ملاعنہ کرنے کے لئے تیار نہیں آپ اپنے دین پر رہئے اور ہم اپنے خیالات پر ہیں لیکن آپ ہمارے ساتھ اپنے صحابیوں میں سے کسی ایسے شخص کو بھیج دیجئے جن سے آپ خوش ہوں کہ وہ ہمارے مالی جھگڑوں کا ہم میں فیصلہ کر دیں آپ لوگ ہماری نظروں میں بہت ہی پسندیدہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تم دوپہر کو پھر آنا میں تمہارے ساتھ کسی مضبوط امانت دار کو کر دوں گا۔

صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے ہر امت کا امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے (رضی اللہ عنہ) مسند احمد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوجہل ملعون نے کہا۔ اگر میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کی گردن کچل دوں گا فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر وہ ایسا کرتا تو سب کے سب دیکھتے کہ فرشتے اسے دبوچ لیتے، اور یہودیوں سے جب قرآن نے کہا تھا کہ آؤ جھوٹوں کے لئے موت مانگو اگر وہ مانگتے تو یقیناً سب کے سب مرجاتے اور اپنی جگہیں جہنم کی آگ میں دیکھ لیتے اور جن نصرانیوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی تھی اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے نکلتے تو لوٹ کر اپنے مالوں کو اور اپنے بال بچوں کو نہ پاتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران ۶۱، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| بیشک یہی سچا بیان ہے، اور کوئی بھی اللہ کے سوا لائق عبادت نہیں، اور بیشک اللہ ہی تو بڑا غالب حکمت والا ہے۔ |

## قصہ مباہلہ سے اظہار حق ہو جانے کا بیان

"اِنَّ هٰذَا" الْمَذْكُور "لَهُوَ الْقَصَص" الْخَبَر "الْحَقّ" الَّذِيْ لَا شَكَّ فِيْهِ "وَمَا مِنْ اِلٰـهٍ اِلَّا اللّٰه وَاِنَّ اللّٰه لَهُوَ الْعَزِيْز" فِيْ مُلْكه "الْحَكِيْم" فِيْ صُنْعه،

بیشک یہی یعنی قصہ ذکر ہوا ہے۔ سچا بیان ہے، اور کوئی بھی اللہ کے سوا لائق عبادت نہیں، اور بیشک اللہ ہی تو بڑا غالب

اپنے ملک میں، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ عاقب اور سید نجران کے دو سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مباہلہ کرنے آئے (مباہلہ یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے اپنے اہل وعیال کو لے کر جنگل میں جا کر اللہ سے دعا کریں کہ جو ہم میں سے کاذب ہو اس پر عذاب نازل فرما) تو ایک نے اپنے ساتھی سے کہا مباہلہ مت کرنا اللہ کی قسم! اگر وہ نبی ہوا اور ہم نے مباہلہ کیا تو ہم اور ہمارے بعد ہماری اولاد کبھی فلاح نہیں پا سکتے، تو ان دونوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جو طلب فرمائیں ہم اسے ادا کرتے رہیں گے اور ہمارے ساتھ ایک امین آدمی کو بھیج دیجئے خائن کو نہ بھیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایسے امین کو بھیجوں گا جو پکا اور سچا امین ہے، اصحاب رسول منتظر تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوعبیدہ بن جراح تم کھڑے ہو جاؤ جب وہ کھڑے ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس امت کے امین ہیں۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1566)

| |
|---|
| فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ○ |
| پھر اگر وہ لوگ روگردانی کریں تو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ |

## حق ظاہر ہو جانے کے بعد اس سے اعراض کا فساد ہونے کا بیان

"فَاِنْ تَوَلَّوْا" اَعْرَضُوْا عَنْ الْاِيْمَان "فَاِنَّ اللّٰه عَلِيْم بِالْمُفْسِدِيْنَ" فَيُجَازِيهِمْ وَفِيْهِ وَضْع الظَّاهِر مَوْضِع الْمُضْمَر،

پھر اگر وہ لوگ روگردانی کریں یعنی ایمان سے اعراض کر جائیں۔ تو یقیناً اللہ فساد کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی وہ ان کو جزاء دے گا اور یہاں بھی اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ پر لایا گیا ہے۔

بے شک اللہ مفسدین کو پوری طرح جانتا ہی۔ پس نہ کوئی فسادی اس سے چھپ سکتا ہے، اور نہ اس کا کوئی فساد۔ لہٰذا ہر فسادی اپنے وقت پر اپنے کیے کی سزا بہر حال بھگت کر رہے گا کہ ایسے لوگ نہ اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر ہو سکتے ہیں اور نہ اس کی گرفت و پکڑ سے کسی طرح نکل سکتے ہیں۔ لہٰذا آج ان کو جو ڈھیل ملی ہوئی ہے اس سے ان کو کبھی دھوکے میں نہیں پڑنا چاہیے۔

| |
|---|
| قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا |
| وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ○ |
| آپ فرما دیں، اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی |
| عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں |
| بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان ہیں۔ |

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ" الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى "تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ" مَصْدَرٌ بِمَعْنٰى مُسْتَوٍ أَمْرُهَا "بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" هِيَ "أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" كَمَا اتَّخَذْتُمُ الْأَحْبَارَ وَالرُّهْبَانَ "فَإِنْ تَوَلَّوْا" أَعْرَضُوْا عَنِ التَّوْحِيْدِ "فَقُوْلُوْا" أَنْتُمْ لَهُمْ "اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ" مُوَحِّدُوْنَ،

آپ یہود ونصاریٰ سے فرمادیں، اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہاں پر سوا مصدر بہ معنی مستوی ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، جس طرح انہوں نے احبار ورہبان کو بنایا ہوا تھا۔ پھر اگر وہ توحید سے روگردانی کریں تو تم ان سے کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان یعنی موحد ہیں۔

## کلمہ سواء کے ذریعے ہرقل کو دعوت اسلام دینے کا بیان

حضرت ابن عباد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ابوسفیان نے یہ حدیث میرے سامنے بیان کی کہ جب ہماری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صلح تھی اس وقت میں ملک شام میں تھا اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دحیہ الکلبی لے کر ہرقل کے پاس آئے تھے پہلے یہ خط دحیہ نے بصری کے سردار کو دیا اس نے ہرقل کے پاس بھیج دیا ہرقل نے خط پڑھ کر کہا کہ دیکھو یہ جس کا خط ہے اور جو نبوت کا دعویٰ بھی کرتا ہے اس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے، لوگوں نے کہا ہاں! اس کی قوم کے لوگ یہاں موجود ہیں ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں اور میرے چند قریبی ساتھی ہرقل کے دربار میں بلائے گئے تو اس نے ہم کو اپنے سامنے بٹھایا پھر پوچھا کہ تم میں اس (پیغمبر) کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور دوسرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور پھر اپنے ایک آدمی سے کہا کہ تم ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوسفیان سے کچھ دریافت کروں گا اگر یہ غلط بیانی سے کام لے تو تم اس کی تردید کر دینا ابوسفیان نے بیان کیا کہ اگر مجھے اپنے ہمراہیوں کا خوف نہ ہوتا (کہ مجھے جھٹلا دیں گے) تو ضرور کچھ غلط باتیں بھی کہتا آخر پر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حسب دریافت کرو انہوں نے پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سب سے زیادہ عالی حسب ہیں، پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا اس کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے؟ تو میں نے جواب دیا نہیں پھر اس نے دریافت کیا کیا تم نے دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی ان کو جھوٹ بولتے سنا ہے؟ میں نے کہا نہیں، پھر اس نے پوچھا کہ اس کی اطاعت میں امیر لوگ آتے ہیں یا غریب؟ میں نے جواب دیا غریب، پھر اس نے دریافت کیا کہ ان کے ماننے والے زیادہ ہو رہے ہیں یا کم؟ میں نے جواب دیا کہ بڑھتے جا رہے ہیں، پھر اس نے پوچھا کہ اس کے ماننے والوں میں سے کبھی کوئی اپنے مذہب سے پھر بھی جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، پھر اس نے پوچھا کیا تم نے اس سے کبھی جنگ بھی کی ہے اور اس کی کیا صورت رہی ہے؟ میں نے جواب دیا کہ کبھی وہ غالب ہوئے اور کبھی ہم، پھر اس نے پوچھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کبھی وعدہ خلافی کی

ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، مگر آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہوا ہے معلوم نہیں اس کی کیا صورت ہوتی ہے، ابوسفیان نے بیان کیا کہ مجھ کو سوائے اس آخری بات کے کچھ زیادہ بڑھانے کی گنجائش نہیں ملی پھر اس نے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کبھی کسی نے ان کے خاندان سے اس طرح کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں، اس کے بعد ہرقل نے کہا: اے ترجمان! تو ابوسفیان سے کہہ دے کہ تم سے ان کا حسب پوچھا گیا تو تم نے کہا کہ وہ عالی حسب ہے اور پیغمبر ہمیشہ عالی حسب ہوتے ہیں، پھر پوچھا گیا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہے تم نے کہا نہیں ہرقل کا بیان ہے کہ اس سوال کے وقت میں نے سوچا تھا کہ اگر سفیان نے کہا کہ کوئی بادشاہ ہوا ہے تو میں کہہ دوں گا کہ دعوئ نبوت غلط ہے اپنے ملک کو حاصل کرنا چاہتے ہیں، میں نے ان کے ماننے والوں کے متعلق پوچھا کہ وہ امیر ہیں یا غریب تو تم نے کہا غریب اور پیغمبروں کے ماننے والے اکثر غریب ہی ہوتے ہیں اور میں نے پوچھا کہ تم نے اس کو کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے تو تم نے کہا نہیں اس لئے میں جان گیا کہ بیشک جو لوگوں پر جھوٹ نہیں بولتا تو اللہ تعالیٰ پر وہ کیسے جھوٹ بولے گا اور میں نے تجھ سے سوال کیا کہ اس کے دین سے کوئی بدظن ہو کر پھر بھی گیا ہے تو تم نے کہا نہیں لہٰذا ایمان کی علامت یہی ہے کہ جب وہ دل میں بیٹھ جاتا ہے تو پھر نکلتا نہیں ہے، پھر میں نے پوچھا کہ اس کے ماننے والے بڑھ رہے ہیں یا گھٹ رہے ہیں تو تم نے کہا کہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی یہی خاصیت ہے کہ وہ بڑھتا ہی رہتا ہے، پھر میں نے پوچھا کہ کیا تم نے ان سے کبھی جنگ بھی کی ہے تو تم نے کہا ہاں! اور اس میں کبھی وہ کبھی ہم غالب رہے ہیں اور رسولوں کی یہی حالت ہوا کرتی ہے اور آخر وہی فتح پاتے ہیں، پھر میں نے پوچھا کہ وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں یا نہیں تو تم نے کہا کہ نہیں اور رسول وعدہ خلافی کبھی نہیں کرتے، پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اس سے پہلے بھی کبھی کسی نے نبوت کا دعوی کیا ہے تو تم نے کہا نہیں ہرقل کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر کسی نے دعوئ کیا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ نبی نہیں ہے بلکہ اپنے پہلے والے کی پیروی کر رہا ہے، پھر تم سے میں نے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے کہا کہ وہ نماز، زکوۃ، صلہ رحمی اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ اگر تو اپنے بیان میں سچا ہے تو بیشک وہ سچے نبی ہیں اور میں جانتا تھا کہ وہ پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ تم میں پیدا ہوں گے اگر یہ معلوم ہوتا تو میں ان سے ضرور ملاقات کرتا اور ان کے دیدار سے مستفیض ہوتا اور ان کے پاؤں دھو کر پیتا اور ان کی حکومت ضرور میرے ان قدموں تک پہنچے گی اس کے بعد ہرقل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو دوبارہ پڑھا مضمون یہ تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ خط محمد رسول اللہ کی طرف سے ہے روم کے بادشاہ ہرقل کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو دین حق کی پیروی کرے گا اس پر سلام، میں تم کو کلمہ اسلام کی طرف بلاتا ہوں اگر تو نے اسلام قبول کرلیا تو سلامت رہے گا اور دوگنا ثواب تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا اور اگر تم نے اسلام قبول نہ کیا تو تمام رعایا کے اسلام نہ لانے کا گناہ بھی تیرے ہی سر رہے گا، اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے اس کی طرف آؤ اور وہ بات یہ ہے کہ ہم تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں آخر آیت تک ابوسفیان نے کہا کہ ہرقل جب خط سے فارغ ہوا تو دربار میں عجیب ہلچل مچ گئی اور پھر ہم کو باہر کر دیا گیا میں نے باہر نکلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ کے کام میں بڑی مضبوطی پیدا ہوگئی ہے اور اب اس سے بادشاہ بھی

ڈرنے لگے ہیں میں تو کفر کی حالت میں یقین رکھتا تھا کہ آپ کو ضرور غلبہ ہوگا زہری کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہرقل نے تمام رؤسا کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ اے اہل روم! کیا تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ سلامت رہو اور تمہارے ملک تمہارے ہاتھ میں رہیں تو ہدایت اور ہمیشہ کی سلامتی کی طرف آؤ راوی کا بیان ہے کہ لوگ یہ بات سن کر سخت ناراض ہو کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازے بند پائے، ہرقل نے کہا بھاگو نہیں میرے قریب آؤ سب آگئے تو ہرقل نے کہا میں تم لوگوں کا امتحان لے رہا تھا میں خوش ہوں کہ تم اپنے دین پر قائم اور ثابت ہو اس کے بعد خوش ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کر کے واپس چلے گئے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1731)

| |
|---|
| يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰةُ وَالْاِنْجِيْلُ |
| اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| اے کتاب والو! ابراہیم کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو توریت وانجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ |

## یہود و نصاریٰ دونوں گروہوں کا دعویٰ دین ابراہیمی کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْيَهُوْد : اِبْرَاهِيْم يَهُوْدِيّ وَنَحْنُ عَلٰى دِيْنه وَقَالَتْ النَّصَارٰى كَذٰلِكَ "يَا اَهْل الْكِتَاب لِمَ تُحَاجُّوْنَ" تُخَاصِمُوْنَ "فِيْ اِبْرَاهِيْم" بِزَعْمِكُمْ اَنَّهٗ عَلٰى دِيْنكُمْ "وَمَا اُنْزِلَتْ التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل اِلَّا مِنْ بَعْده" بِزَمَنٍ طَوِيل وَبَعْد نُزُولهمَا حَدَثَتْ الْيَهُوْدِيَّة وَالنَّصْرَانِيَّة "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" بُطْلَان قَوْلكُمْ،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور ہم ان کے دین پر ہیں تو نصاریٰ نے بھی اسی طرح کہا' تو یہ حکم نازل ہوا کہ اے کتاب والو! ابراہیم کے باب میں کیوں جھگڑتے ہو یعنی تمہارا گمان یہ ہے کہ وہ تمہارے دین پر تھے۔ توریت وانجیل تو نہ اتری مگر ان کے بعد طویل مدت کے بعد ان دونوں کا نزول ہوا۔ لہٰذا یہودیوں اور نصرانیوں نے خود اس بات کو بنایا ہے' تو کیا ان کے قول کو باطل کرنے کیلئے تمہیں عقل نہیں۔

## سورہ آل عمران آیت ۶۵ کے شان نزول کا بیان

امام قرطبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب نصاریٰ نجران اور یہودی علماء رسول اللہ کے پاس جمع ہوئے اور آپ کے پاس آپس میں جھگڑا کرنے لگے یہودی علماء نے کہا کہ حضرت ابراہیم عیسائی تھے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ میں سے ہر ایک کے یہ دعویٰ کرنے کی وجہ سے نازل ہوئی کہ ابراہیم علیہ السلام ان کے دین پر تھے اللہ نے ان کی تکذیب فرمائی کہ یہودیت اور نصرانیت تو آپ کے بعد آئی ہے۔

یہی اللہ کے اس فرمان میں مذکور ہے (وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِهٖ، حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد

اتری اور وہ پہلے ہو چکے ہیں۔ (تفسیر قرطبی 4۔107)

## یہود ونصاریٰ کے دین حنیف کے بارے میں غلط دعوے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ یہودی حضرت ابراہیم کو اپنے میں سے اور نصرانی بھی حضرت ابراہیم کو اپنے میں سے کہتے تھے اور آپس میں اس پر بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں دونوں کے دعوے کی تردید کرتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نجران کے نصرانیوں کے پاس یہودیوں کے علماء آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا جھگڑا شروع ہو گیا، ہر فریق اس بات کا مدعی تھا کہ حضرت خلیل اللہ ہم میں سے تھے اس پر یہ آیت اتری کہ اے یہودیو تم خلیل اللہ کو اپنے میں سے کیسے بتاتے ہو؟ حالانکہ ان کے زمانے میں نہ موسیٰ تھے نہ توراۃ، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور کتاب تورات شریف تو خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد آئے، اسی طرح اے نصرانیو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی کیسے کہہ سکتے ہو؟ حالانکہ نصرانیت تو ان کے صدیوں بعد ظہور میں آئی کیا تم اتنی موٹی بات کے سمجھنے کی عقل بھی نہیں رکھتے؟ پھر ان دونوں فرقوں کی اس بیعلمی کے جھگڑے پر رب دو عالم انہیں ملامت کرتا ہے اگر تم بحث ومباحثہ دینی امور میں جو تمہارے پاس ہیں کرتے تو بھی خیر ایک بات تھی تم تو اس بارے میں گفتگو کرتے ہو جس کا دونوں کو مطلق علم ہی نہیں، تمہیں چاہئے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے اس علیم اللہ کے حوالے کرو جو ہر چیز کی حقیقت کو جانتا ہے اور چھپی کھلی تمام چیزوں کا علم رکھتا ہے، اسی لئے فرمایا اللہ جانتا ہے اور تم محض بیخبر ہو۔ دراصل اللہ کے خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی تھے وہ شرک سے بیزار مشرکوں سے الگ صحیح اور کامل ایمان کے مالک تھے اور ہرگز مشرک نہ تھے، یہ آیت اس آیت کی مثل ہے جو سورۃ بقرہ میں گذر چکی آیت (وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا) 2۔ البقرۃ:135) یعنی یہ لوگ کہتے ہیں یہودی یا نصرانی بننے میں ہدایت ہے۔

| |
|---|
| هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ |
| عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| سن لو! تم وہی لوگ ہو جو ان باتوں میں بھی جھگڑتے رہے ہو جن کا تمہیں علم تھا مگر ان باتوں میں کیوں تکرار کرتے ہو |
| جن کا تمہیں کوئی علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ |

## حضرت موسیٰ وعیسیٰ کے واقعہ میں یہود ونصاریٰ کو انتباہ

"هَا" لِلتَّنْبِيْهِ "اَنْتُمْ" مُبْتَدَاً يَا "هٰؤُلَاءِ" وَالْخَبَر "حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ" مِنْ اَمْرِ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَزَعْمِكُمْ اَنَّكُمْ عَلٰى دِيْنِهِمَا "فَلِمَ تُحَاجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ" مِنْ شَاْنِ اِبْرَاهِيْمَ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ" شَاْنَهٗ "وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"

یہاں پرھا انتباہ کیلئے آیا ہے جبکہ انتم مبتداء ہے۔ اور ھؤلاء خبر ہے۔ سن لو تم وہی لوگ ہو جو ان باتوں میں بھی

جھگڑتے رہے ہو جن کا تمہیں علم تھا یعنی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں تمہارا یہ گمان ہے کہ تم ان کے دین پر ہو۔ مگران باتوں میں کیوں تکرار کرتے ہو جن کا تمہیں کوئی علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

| |
|---|
| مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ |
| ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے، اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہ تھے۔ |

قَالَ تَعَالٰى تَبْرِئَةً لِإِبْرَاهِيْمَ، "مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا" مَائِلًا عَنْ الْاَدْيَانِ كُلِّهَا اِلَى الدِّيْنِ الْقَيِّمِ "مُسْلِمًا" مُوَحِّدًا "وما كان من المشركين"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو برأت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی وہ ہر باطل سے جدا رہنے والے مسلمان تھے، یعنی تمام باطل ادیان سے اعراض کرنے والے سچے موحد مسلمان تھے۔ اور وہ مشرکوں میں سے بھی نہ تھے۔

## دین حنیف اور عمرو بن نفیل کا واقعہ

سالم بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ابن عمر ہی نے بیان کیا ہوگا کہ زید بن عمرو بن نفیل دین حق کی تلاش و اتباع میں ملک شام کی طرف گئے تو ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ زید نے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ممکن ہے میں تمہارا دین اختیار کرلوں لہٰذا مجھے بتاؤ اس نے کہا تم اس وقت تک ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے جب تک غضب الٰہی سے اپنا حصہ نہ لے لو۔ زید نے کہا میں غضب الٰہی سے ہی بھاگتا ہوں اور اس کے غضب کو کبھی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے تو کیا تم مجھے کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو اس نے کہا میں حنیف کے سوا اور کوئی مذہب (تمہارے لئے) نہیں جانتا زید نے کہا حنیف کیا چیز؟ اس نے کہا دین ابراہیمی نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے لہٰذا زید وہاں سے نکل آئے اور ایک نصرانی عالم سے ملاقات کی اور زید نے اس سے بھی اسی طرح بیان کیا اس نے کہا کہ تم ہمارے دین پر آ ؤگے۔ تو خدا کی لعنت سے اپنا حصہ تمہیں لینا پڑے گا زید نے کہا میں تو اللہ کی لعنت سے بھاگتا ہوں اور اللہ کی لعنت وغضب کو میں بالکل برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں طاقت ہے۔ کیا تم کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ تمہارے لئے حنیف کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جانتا انہوں نے کہا حنیف کیا چیز ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم علیہ السلام وہ نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے جب زید نے ان کی گفتگو حضرت ابراہیم کے بارے میں سن لی تو وہاں سے چل دیئے جب باہر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے خدا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

لیث نے کہا کہ مجھے ہشام نے بواسطہ اپنے والد اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا لکھا اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پشت لگائے کھڑا ہوا دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے جماعت قریش! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم

پر نہیں ہے۔ اور وہ موودۃ (یعنی وہ نوزائیدہ لڑکی جسے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا) کو بھی بچا لیتے تھے وہ اس آدمی سے جو اپنی لڑکی کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا یہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو اور میں تمہارے بجائے اس کی خدمت کروں گا تو وہ اسے (پرورش کے لئے) لے جاتے جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے اگر تم چاہو تو میں یہ لڑکی تمہارے حوالہ کر دوں اور تمہارے منشا ہو تو میں ہی اس کی خدمت کرتا رہوں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1031)

| |
|---|
| اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| بیشک سب لوگوں سے بڑھ کر ابراہیم کے قریب تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہی |
| نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان لانے والے ہیں، اور اللہ ایمان والوں کا مددگار ہے۔ |

"اِنَّ اَوْلَى النَّاس " اَحَقُّهُمْ "بِاِبْرَاهِيْم لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ " فِيْ زَمَانه "وَهٰذَا النَّبِيّ " مُحَمَّد لِمُوَافَقَتِهِ لَهُ فِيْ اَكْثَر شَرْعه "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا" مِنْ اُمَّته فَهُمْ الَّذِيْنَ يَنْبَغِي اَنْ يَقُوْلُوْا نَحْنُ عَلٰى دِيْنه لَا اَنْتُمْ "وَاللّٰهُ وَلِيّ الْمُؤْمِنِيْنَ" نَاصِرهمْ وَحَافِظهمْ،

بیشک سب لوگوں سے بڑھ کر حق میں ابراہیم کے قریب تو وہی لوگ ہیں جنہوں ان کے زمانے میں نے ان کی پیروی کی ہے اور یہی نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کیونکہ ان کی اکثر شریعت ان کی شریعت کے مطابق ہے۔ اور ایمان لانے والے ہیں، یعنی آپ ﷺ کی امت کے لوگوں کیلئے مناسب یہ ہے کہ وہ کہیں کہ ہم ان کے دین پر ہیں جبکہ تم نہیں ہو۔ اور اللہ ایمان والوں کا مددگار یعنی ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۶۸ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے نبیوں میں سے دوست ہوتے ہیں۔ میرے دوست میرے والد اور میرے رب کے دوست ابراہیم علیہ السلام ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ 3۔ آلِ عمران: 68۔ ترجمہ۔ ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی تابعداری کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور جو اس پر ایمان لائے اور اللہ مؤمنوں کے دوست ہیں (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 930)

| |
|---|
| وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ |
| اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ تو خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کر سکیں، مگر وہ فقط اپنے آپ ہی کو گمراہی میں مبتلا |
| کئے ہوئے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔ |

سورہ آلِ عمران آیت ۶۹ کے شان نزول کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا دَعَا الْيَهُوْد مُعَاذًا وَّحُذَيْفَةَ وَعَمَّارًا اِلٰى دِيْنِهِمْ : "وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ" لِاَنَّ اِثْمَ اِضْلَالِهِمْ عَلَيْهِمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ لَا يُطِيْعُوْنَهُمْ فِيْهِ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ،

جب یہود نے حضرت معاذ، حذیفہ اور عمار رضی اللہ عنہم کو اپنے دین کی طرف بلایا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل کتاب میں سے ایک گروہ تو خواہش رکھتا ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کرسکیں، مگر وہ فقط اپنے آپ ہی کو گمراہی میں مبتلا کئے ہوئے ہیں یعنی ان کو گمراہی ان پر رہے گی ایمان والے ان کی اطاعت نہ کریں گے اور انہیں اس بات کا شعور نہیں۔

یہ آیت حضرت معاذ بن جبل و حذیفہ بن یمان اور عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوئی جن کو یہود اپنے دین میں داخل کرنے کی کوشش کرتے اور یہودیت کی دعوت دیتے تھے اس میں بتایا گیا کہ یہ ان کی ہوس خام ہے وہ ان کو گمراہ نہ کرسکیں گے۔

| |
|---|
| يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ٥ |
| اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کررہے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔ |

"يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ" الْقُرْاٰن الْمُشْتَمِل عَلٰى نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ" تَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقّ،

اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں یعنی اس قرآن کا جو نبی کریم ﷺ کی نعت پر مشتمل ہے اس کا انکار کیوں کررہے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو۔ یعنی تم اس کے حق ہونے کو بھی جانتے ہو۔

| |
|---|
| يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ٥ |
| اے اہل کتاب، حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ تمہیں خبر ہے۔ |

"يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُلْبِسُوْنَ" تَخْلِطُوْنَ "الْحَقّ بِالْبَاطِلِ" بِالتَّحْرِيْفِ وَالتَّزْوِيْر "وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقّ" اَيْ نَعْت النَّبِيّ "وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُ الْحَقّ،

اے اہل کتاب، تم تحریف و جھوٹ بناتے ہوئے حق میں باطل کیوں ملاتے ہو اور حق کیوں چھپاتے ہو حالانکہ اس میں نبی کریم ﷺ کی نعت ہے اور تمہیں اس کے حق ہونے کی بھی خبر ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا |
| وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۝ |
| اور اہلِ کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ تم اس کتاب پر جو مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے دن چڑھے ایمان لایا کرو اور |
| شام کو انکار کر دیا کرو تا کہ وہ بھی پھر ہو جائیں۔ |

## یہود کا صبح وشام عقیدہ بدلنے کا بیان

"وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ" اَلْیَهُوْدِ لِبَعْضِهِمْ "اٰمِنُوْا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" اَیِ الْقُرْاٰن "وَجْهَ النَّهَارِ" اَوَّله "وَاكْفُرُوْا" بِهٖ "اٰخِره لَعَلَّهُمْ" اَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ "یَرْجِعُوْنَ" عَنْ دِیْنِهِمْ اِذْ یَقُوْلُوْنَ مَا رَجَعَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ بَعْدَ دُخُولِهِمْ فِیْهِ وَهُمْ اُولُو عِلْمٍ اِلَّا لِعِلْمِهِمْ بُطْلَانه،

اور اہلِ کتاب یعنی ان میں سے بعض یہود کا ایک گروہ کہتا ہے کہ تم اس کتاب یعنی قرآن پر جو مسلمانوں پر نازل کی گئی ہے دن چڑھے ایمان لایا کرو اور شام کو انکار کر دیا کرو تا کہ وہ مسلمان بھی پھر ہو جائیں۔ یعنی جب یہود دین سے پھر جائیں گے تو اسلام میں نئے داخل ہونے والے سمجھیں گے کہ یہود اہل علم ہیں جب ان کو اس دین کے باطل ہونے کا پتہ چل گیا ہے تو لہٰذا یہ دین باطل ہے (یہ یہود کی باطنی خباثت تھی لیکن اللہ نے اہل ایمان کو استقامت عطا فرمائی)

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۲ کے شان نزول کا بیان

یہودیوں نے اسلام کی مخالفت میں رات دن نئے نئے مکر کیا کرتے تھے خیبر کے علماء یہود کے بارہ شخصوں نے باہمی مشورہ سے ایک یہ مکر سوچا کہ ان کی ایک جماعت صبح کو اسلام لے آئے اور شام کو مرتد ہو جائے اور لوگوں سے کہے کہ ہم نے اپنی کتابوں میں جو دیکھا تو ثابت ہوا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی موعود نہیں ہیں جن کی ہماری کتابوں میں خبر ہے تا کہ اس حرکت سے مسلمانوں کو دین میں شبہ پیدا ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا یہ راز فاش کر دیا اور ان کا یہ مکر نہ چل سکا اور مسلمان پہلے سے خبردار ہو گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ بقرہ ۲۷، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ |
| یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰهِ ۚ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۝ |
| اور یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کا پیروکار ہو تم فرما دو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے۔ اس لئے کہ کسی کو ملے |
| جیسا تمہیں ملا یا کوئی تم پر حجت لا سکے تمہارے رب کے پاس تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے، |
| اور اللہ وسعت والا علم والا ہے، |

کتاب وحکمت اور فضائل کا بیان

وقالوا ایضا "وَلَا تُؤْمِنُوا" تُصَدِّقُوا "إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ" وَافَقَ "دِيْنَكُمْ" قَالَ تَعَالَى : "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّدٍ "إِنَّ الْهُدَى هُدَى اللَّهِ" الَّذِي هُوَ الْإِسْلَام وَمَا عَدَاهُ ضَلَال وَالْجُمْلَة اعْتِرَاض "أَنْ" أَيْ بِأَنْ "يُؤْتَى أَحَد مِثْل مَا أُوتِيتُمْ" مِنَ الْكِتَاب وَالْحِكْمَة وَالْفَضَائِل وَأَنْ مَفْعُول تُؤْمِنُوا وَالْمُسْتَثْنَى مِنْهُ أَحَد قُدِّمَ عَلَيْهِ الْمُسْتَثْنَى الْمَعْنَى : لَا تُقِرُّوا بِأَنَّ أَحَدًا يُؤْتَى ذَلِكَ إِلَّا لِمَنْ اتَّبَعَ دِيْنَكُمْ "أَوْ" بِأَنْ "يُحَاجُّوكُمْ" أَيْ الْمُؤْمِنُونَ يَغْلِبُوكُمْ "عِنْد رَبّكُمْ" يَوْم الْقِيَامَة لِأَنَّكُمْ أَصَحّ دِيْنًا وَفِي قِرَاءَة : آأَنْ بِهَمْزَةِ التَّوْبِيخ أَيْ إِيتَاء أَحَد مِثْله تُقِرُّونَ بِهِ "قُلْ إِنَّ الْفَضْل بِيَدِ اللَّه يُؤْتِيه مَنْ يَشَاء" فَمِنْ أَيْنَ لَكُمْ أَنَّهُ لَا يُؤْتَى أَحَد مِثْل مَا أُوتِيتُمْ "وَاللَّهُ وَاسِع" كَثِيْر الْفَضْل "عَلِيْم" بِمَنْ هُوَ أَهْله،

اور انہوں نے اس طرح بھی کہا کہ تم یقین نہ لاؤ مگر اس کا جو تمہارے دین کے مطابق ہو تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا محمد ﷺ تم ان سے فرما دو کہ اللہ ہی کی ہدایت ہدایت ہے۔ وہ اسلام ہے اور اس کے سوا گمراہی ہے۔ اور ان یعنی بان یہ جملہ معترضہ ہے۔ یہ اس کی عطاء ہے، جس طرح اس نے تمہیں بھی عطا کیا تھا یعنی جو تم کت کتاب، حکمت اور فضیلت بخشی ہے۔ تاکہ تم پر کوئی تم پر حجت لا سکے یعنی اہل ایمان تم کو مغلوب کر دیں گے۔ جو قیامت کے دن تمہارے رب کے پاس یعنی تمہارا دین صحیح ہے۔ ایک قرأت میں یہاں ہمزہ توبیخ کیلئے آیا ہے۔ یعنی اس کی مثل دینا جس کا تم اقرار کرتے ہو؟ تم فرما دو کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ ہے جسے چاہے دے، اس کے باوجود تم یہ کس طرح کہہ سکتے ہو کہ تمہارے جیسا فضل کسی کو نہ دے گا۔ اور اللہ زیادہ فضل والا، وسعت والا علم والا ہے، جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت سمار کیا ہے (ضیاء القرآن) وقال الواحدی ان هذه الاية من مشكلات القران واصعبه تفسيرا .

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (72:3) میں دیا گیا ہے اس آیۃ کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور ولاتومنوا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔

يحتمل ان يكون الخبر عن اليهود قد تم عند قوله لعلهم يرجعون . وقوله ولا تومنوا من كلام الله تعالىٰ ثبت به قلوب المومنين لئلا ليشكوا عند تلبيس اليهود وتزويرهم فى دينهم يقول الله عزوجل لا تصدقوا يا معشر المومنين الامن تبع دينكم ولا تصدقوا ان يوتى احد مثل ما اوتيتم من الدين والفضل ولا تصدقوا ان يحاجوكم عند ربكم او يقدروا على ذلك فان الهدى هدى الله وان الفضل بيد الله يوتيه من يشاء والله واسع عليم . فتكون الاية كلها خطا باللمومنين عند تلبيس اليهود لئلا يرتابوا ولا يشكوا .

احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلہم یرجعون پر ختم ہوگئی۔ اور ولا تومنوا الخ کلام اللہ ہے (یہ اس لئے کہ) مومنین کے دل نہ ڈگمگائیں اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبیس باعث شک نہ بنے۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مومنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگہ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آ جائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا ہے اور علیم ہے۔

اس میں قل ان الهدى هدى الله جملہ معترضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لا تومنوا سے ہے۔ یعنی لا تومنوا الا لمن تبع دينكم ولا تومنوا ان يوتى احد مثل ما اوتيتم ولا تصدقوا ان يحاجوكم عند ربكم

(ضیاء القرآن بحوالہ تفسیر قرطبی)

مت مانو کسی کی بات ماسوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور مت یقین کرو کہ جو انعام و فضل تم پر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے اور مت مانو یہ بات کہ وہ تمہارے رب کے نزدیک تم پر دلیل سے غالب آ سکتے ہیں۔

تفسیر الخازن میں ہے ثم اختلفوا فيه فمنهم من قال هذا كلام معترض بين كلامين وما بعده متصل بالكلام الاول اى لا تومنوا الا لمن تبع دينكم ولا تومنوا ان يوتى احد مثل ما اوتيتم، ولا تومنوا ان يحاجوكم عند ربكم .

طائفة من اهل الكتاب کا کلام لمن تبع دينكم پر ختم ہو جاتا ہے اور قل ان الهدى سے آیۃ کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تو کہہ کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے کہ جس طرح وہ ہدایت تمہیں عطا ہوئی تھی اسی طرح وہ اسے کسی اور کو بھی عطا کر دے۔ یا وہ تمہارے رب کی عطائیگی کے بارے میں حجت بازی کریں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ ان الفضل بيد الله الخ یہاں عند ربکم کا مطلب عند فعل ربکم ہوگا۔

وہ ایک دوسرے کو اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ خبردار اپنے دین پر پکے رہنا، دوسرے کسی مذہب والے کی پیروی نہ کرنا، تم مسلمانوں کی باتیں سنو مگر قبول وہی کرو جو تمہارے اپنے مذہب کے مطابق ہوں۔ اور خبردار! انہیں تورات کی کوئی ایسی بات بھی نہ بتلانا جو تمہارے اپنے خلاف جاتی ہو۔ ورنہ وہ قیامت کو اللہ کے حضور یہ کہہ دیں گے کہ ان باتوں کا تو یہ یہود خود بھی اقرار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں اپنے پیارے پیغمبر سے فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ تم جو ہدایت کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہو تو یہ تو بتلاؤ کہ یہ ہدایت تمہیں ملی کہاں سے ہے؟ اور اگر اللہ ہی کی طرف سے ملی ہے تو کیا دوسروں کو ایسی ہی ہدایت کے احکام نہیں بتلا سکتا۔ بالخصوص اس صورت میں کہ تم اللہ کے احکام کے علی الرغم ہر قسم کی بددیانتی پر اتر آئے ہو؟

| |
|---|
| يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ |
| اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ |

## اللہ جسے چاہے رحمت کیلئے خاص کر لیتا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک کا درمیانی وقت، علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود ونصاری کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کے لئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان سے کہے کہ کوئی ہے جو دوپہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر) ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا۔ چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے) یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دوپہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دونگا چنانچہ یہود کے بعد عیسی علیہ السلام کے ماننے والے لوگوں نے یعنی) انصاری نے دوپہر سے عصر کے وقت ایک ایک قیراط پر کام کیا، اور پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا (اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کر نے والے ہیں، یاد رکھو تمہارا اجر دوگنا ہے اور اسی وجہ سے (کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے لیکن مستحق دوگنے اجر کے قرار پائے ہو) یہود ونصاری بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں اجر وثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔

اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے یعنی میں نے تمہاری جو اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا کیا اس میں کچھ کمی کی ہے، یہود ونصاری نے کہا انہیں (ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟) پروردگار نے فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل واحسان ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 980)

| |
|---|
| وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ |
| اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ |
| وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور اہل کتاب میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اس کے پاس مال کا ڈھیر امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو لوٹا دے گا اور انہی میں ایسے بھی ہیں |
| کہ اگر اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دیں تو آپ کو وہ بھی نہیں لوٹائے گا سوائے اس کے کہ آپ اس کے سر پر کھڑے رہیں، یہ |
| اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں، اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں خود معلوم ہے۔ |

## امانات میں بددیانتی کرنے والے یہود کا بیان

"وَمِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ" اَیْ بِمَالٍ كَثِيْرٍ "يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ" لِاَمَانَتِهٖ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ اَوْدَعَهٗ رَجُلٌ اَلْفًا وَّمِائَتَيْ اُوْقِيَّةٍ ذَهَبًا فَاَدَّاهَا اِلَيْهِ "وَمِنْهُمْ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَا يُؤَدِّهٖ اِلَيْكَ" لِخِيَانَتِهٖ "اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَائِمًا" لَا تُفَارِقُهٗ فَمَتٰى فَارَقْتَهٗ اَنْكَرَهٗ كَكَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ اسْتَوْدَعَهٗ قُرَشِيٌّ دِيْنَارًا فَجَحَدَهٗ "ذٰلِكَ" اَیْ تَرْكُ الْاَدَاءِ "بِاَنَّهُمْ قَالُوْا" بِسَبَبِ قَوْلِهِمْ "لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيِّيْنَ" اَیْ الْعَرَبِ "سَبِيْلٌ" اَیْ اِثْمٌ لِاسْتِحْلَالِهِمْ ظُلْمَ مَنْ خَالَفَ دِيْنَهُمْ وَنَسَبُوْهُ اِلَيْهِ تَعَالٰى "وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" فِيْ نِسْبَةِ ذٰلِكَ اِلَيْهِ "وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُمْ كَاذِبُوْنَ،

اور اہلِ کتاب میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اس کے پاس مال کا ڈھیر یعنی کثیر امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو لوٹا دے گا جس طرح عبد اللہ بن سلام ہیں کہ جب ایک شخص نے ان کے پاس ۱۲۰۰ اوقیہ سونا رکھا تو انہوں نے اس کو واپس کر دیا۔ اور انہی میں ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دیں تو خیانت کرتے ہوئے آپ کو وہ بھی نہیں لوٹائے گا سوائے اس کے کہ آپ اس کے سر پر کھڑے رہیں، یعنی اس سے جدا نہ ہوں اور جیسے ہی جدا ہوں گے تو وہ انکار کر دے گا جس طرح کعب بن اشرف ہے کہ ایک قریشی نے اس کے پاس ایک دینار رکھا تو اس نے اس کا بھی انکار کر دیا۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان پڑھ اہل عرب کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں، یعنی جو بھی ان کے دین کے خلاف ہوتا وہ اس پر ظلم کو حلال جانتے اور اس عقیدے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے تھے۔ اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی ایسی جھوٹی نسبت کرتے ہوئے۔ اور انہیں خود معلوم ہے۔ کہ وہی جھوٹے ہیں

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۵ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی اور اس میں ظاہر فرمایا گیا کہ ان میں دو قسم کے لوگ ہیں امین وخائن بعض تو ایسے ہیں کہ کثیر مال ان کے پاس امانت رکھا جائے تو بے کم وکاست وقت پر ادا کر دیں جیسے حضرت عبد اللہ بن سلام جن کے پاس ایک قریشی نے بارہ سو اَوقیہ سونا امانت رکھا تھا آپ نے اس کو ویسا ہی ادا کیا، ور بعض اہل کتاب میں اتنے بددیانت ہیں کہ تھوڑے پر بھی ان کی نیت بگڑ جاتی ہے جیسے کہ فخاص بن عازوراء جس کے پاس کسی نے ایک اشرفی امانت رکھی تھی مانگتے وقت اس سے مُکر گیا۔ (خزائن العرفان)

## خلوص نیت سے مال کی واپسی کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے کسی اور شخص سے ایک ہزار دینار قرض مانگے اس نے کہا گواہ لاؤ کہا اللہ کی گواہی کافی ہے اس نے کہا ضامن لاؤ اس نے کہا ضمانت بھی اللہ ہی دیتا ہوں وہ اس پر راضی ہو گیا اور وقت مقرر کر کے رقم دے دی وہ اپنے دریائی سفر میں نکل گیا جب کام کاج سے نپٹ گیا تو دریا کنارے کسی جہاز کا انتظار کرنے لگا

تا کہ جا کر اس کا قرض ادا کر دے لیکن سواری نہ ملی تو اس نے ایک لکڑی لی اور اسے بیچ میں سے کھوکھلا کر کے اس میں ایک ہزار دینار رکھ دیئے اور ایک خط بھی اس کے نام رکھ دیا پھر منہ بند کر کے اسے دریا میں ڈال دیا اور کہا: اے اللہ تو بخوبی جانتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار دینار قرض لئے تیری شہادت پر اور تیری ضمانت پر اور اس نے بھی اس پر خوش ہو کر مجھے دے دیئے اب میں نے ہر چند کشتی ڈھونڈی کہ جا کر اس کا حق مدت کے اندر ہی اندر دے دوں لیکن نہ ملی پس اب عاجز آ کر تجھ پر بھروسہ کر کے میں اسے دریا میں ڈال دیتا ہوں تو اسے اس تک پہنچا دے یہ دعا کر کے لکڑی کو سمندر میں ڈال کر چلا آیا لکڑی پانی میں ڈوب گئی، یہ پھر بھی تلاش میں رہا کہ کوئی سواری ملے تو جائے اور اس کا حق ادا کر آئے ادھر قرض خواہ شخص دریا کے کنارے یا کہ شاید مقروض کسی کشتی میں اس کی رقم لے کر آ رہا ہو جب دیکھا کہ کوئی کشتی نہیں آئی اور جانے لگا تو ایک لکڑی کو جو کنارے پر پڑی ہوئی تھی یہ سمجھ کر اٹھا لیا کہ جلانے کے کام آئے گی گھر جا کر اسے چیرا تو مال اور خط نکلا کچھ دنوں بعد قرض دینے والا شخص آیا اور کہا اللہ تعالیٰ جانتا ہے میں نے ہر چند کوشش کی کہ کوئی سواری ملے تو آپ کے پاس آؤں اور مدت گذرنے سے پہلے ہی آپ کا قرض ادا کر دوں لیکن کوئی سواری نہ ملی اس لئے دیر لگ گئی اس نے کہا تو نے جو رقم بھیج دی تھی وہ اللہ نے مجھے پہنچا دی ہے تو اب اپنی یہ رقم واپس لے جا اور راضی خوشی لوٹ جا، یہ حدیث بخاری شریف میں تعلیق کے ساتھ بھی ہے۔

| |
|---|
| بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۝ |
| ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا عہد پورا کیا اور پرہیز گاری کی اور بیشک پرہیز گاروں کو اللہ پسند کرتا ہے، |

## عہد کو پورا اور تقویٰ اختیار کرنے والے کا بیان

"بَلٰى" عَلَيْهِمْ فِيْ سَبِيْل "مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ" الَّذِيْ عَاهَدَ عَلَيْهِ اَوْ بِعَهْدِ اللّٰهِ اِلَيْهِ مِنْ اَدَاء الْاَمَانَة وَغَيْرِهٖ "وَاتَّقٰى" اللّٰه بِتَرْكِ الْمَعَاصِي وَعَمِلَ الطَّاعَات "فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ" فِيْهِ وَضْع الظَّاهِر مَوْضِع الْمُضْمَر اَيْ يُحِبّهُمْ بِمَعْنٰى يُثِيْبهُمْ،

ہاں کیوں نہیں، بلکہ ان پر مؤاخذہ ہے۔ جس نے اپنا عہد پورا کیا یعنی جس پر عہد کیا گیا یا جس سے امانت کی ادائیگی وغیرہ میں اللہ کا عہد لیا گیا۔ اور جس نے پرہیز گاری کی یعنی اللہ سے ڈرتے ہوئے گناہ چھوڑ دیا اور نیک عمل کیا۔ اور بیشک پرہیز گاروں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ یہاں پر بھی اسم ظاہر کی جگہ پر اسم ضمیر کو لایا گیا ہے۔ یعنی وہ ان سے محبت کرتا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ انہیں ثابت قدم رکھتا ہے۔

## کیے ہوئے عہد کو پورا کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس آدمی میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں ایفاء عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔" (شعب الایمان)

امانت و دیانت اور ایفاء عہد وہ اعلیٰ اوصاف ہیں جن کا ہر مسلمان و مومن میں ہونا ضروری ہے ان اوصاف کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے یا خطبہ دیا کرتے تھے، تو امانت و دیانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں ضرور تاکید فرمایا کرتے تھے اس لئے مومن کی فطرت ہی امانت و دیانت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے اندر ان اوصاف کے جوہر فطری طور پر ہوتے ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر نیکی و بھلائی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایفاء عہد بھی فطرت سلیم اور ایمان کا خاصہ ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ جس آدمی کے اندر یہ اوصاف ہوں گے وہ دین وایمان کی حقیقی لذت سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکے گا، تاہم اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا ایمان بالکل ہی ختم ہو جائے گا بلکہ ان اوصاف کی اہمیت وعظمت کی بنا پر مبالغہ سے کام لیا گیا اور تاکیدا اس طرح فرمایا گیا تا کہ ان کی اہمیت دلوں میں بیٹھ جائے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 31)

## عہد کو توڑنے والے کی مذمت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے میں قیامت کے دن جھگڑوں گا، ایک تو وہ شخص جس نے میرے نام اور میری سوگند کے ذریعے کوئی عہد کیا اور پھر اس کو توڑ ڈالا دوسرا وہ شخص ہے جس نے ایک آزاد شخص کو فروخت کیا اور اس کا مول کھایا اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی مزدور کو مزدوری پر لگایا اور اس سے کام لیا (یعنی جس کام کے لئے لگایا تھا وہ پورا کام اس سے کرایا) لیکن اس کو اس کی مزدوری نہیں دی)

(بخاری، (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 204)

اس حدیث میں ایسے تین اشخاص کی نشان دہی کی گئی ہے جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب کا خاص طور سے نشانہ ہوں گے ان میں سے پہلا شخص تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر یعنی اس کی قسم کھا کر کوئی عہد ومعاہدہ کرتا ہے اور پھر اس کو توڑ ڈالتا ہے یوں تو عہد معاہدہ کی پاسداری بہر صورت ایک ضروری چیز ہے کیونکہ انسان کی شرافت وانسانیت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ جو عہد و معاہدہ کے نام پر کیا جاتا ہے تو پھر اس کی تکمیل کہیں زیادہ ضروری ہو جاتی ہے اس لئے جو شخص اللہ کے نام پر کیے ہوئے عہد و معاہدہ کو توڑتا ہے وہ بجا طور پر غضب الٰہی کا مستحق ہے۔

دوسرا شخص وہ ہے جو کسی آزاد انسان کو بیچ ڈالے شرف انسانی کی توہین اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک انسان اپنے ہی جیسے ایک دوسرے آزاد انسان کو ایک بازاری مال بنا دے اور اس کی خرید وفروخت کرے چنانچہ ایسے شخص کو بھی قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ اس بارے میں یہ نکتہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں اس کا مول کھانے کی قید محض زیادتی تنبیہ کے لئے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی آزاد انسان کو فروخت کرنا ہی ایک بڑے گناہ کی بات ہے خواہ اس کا مول کھائے یا نہ کھائے۔ اگر اس کا مول نہیں کھائے گا تب بھی گنہگار ہوگا اور اس وعید میں داخل ہوگا۔ تیسرا شخص وہ ہے جو کسی مزدور کو اپنے کسی کام کی تکمیل کے لئے مزدوری پر لگائے اور اپنا وہ کام پورا کرانے کے بعد اس کی مزدوری نہ دے یہ ایک انتہائی قابل نفریں

فعل ہے کسی شخص کی محنت اس کی زندگی کا ایک قیمتی اثاثہ ہوتا ہے جسے حاصل کر کے اس کی اجرت نہ دینا شیوۂ انسانیت کے خلاف ہے یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ کوئی غریب اپنا پیٹ بھرنے کے لئے اپنا خون پسینہ ایک کر کے کسی کے یہاں محنت کرائی مگر اس کی محنت کی اجرت اسے نہ دی جائے چنانچہ ایسے شخص کے بارے میں بھی کہ جو مزدور کی نہ دے اللہ تعالیٰ نے یہ آگاہی دی ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن اپنے اس انسانی ظلم کی ضرور سزا پائے گا۔

## عہد توڑنے والے کیلئے قیامت کے دن رسوائی کا بیان

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن عہد شکن کی فضیحت و رسوائی کے لئے ایک نشان کھڑا کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں کی عہد شکنی کی علامت ہے۔" بخاری و مسلم اور حضرت انس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک نشان مقرر ہوگا جس کے ذریعہ وہ پہچانا جائے۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن ہر عہد شکن کی رسوائی و فضیحت کی تشہیر کے لئے اس کے مقعد کے قریب ایک نشان ہوگا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ "قیامت کے دن ہر عہد شکن کے لئے ایک نشان ہوگا جو اس کی عہد شکنی کے بقدر بلند کیا جائے گا۔ یعنی اس کی جتنی زیادہ عہد شکنی ہوگی اسی قدر وہ نشان اور اس کی تشہیر زیادہ ہوگی خبردار! کوئی عہد شکن عہد شکنی کے اعتبار سے امام عام یعنی حکمران وقت سے بڑا نہیں یعنی حکمران کی عہد شکنی سب سے بڑی عہد شکنی ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 855)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ |
| وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ٥ |
| بیشک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کا تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا کر دیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی |
| حصہ نہیں اور نہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ فرمائے گا اور نہ انہیں پاکیزگی دے گا |
| اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ |

## اللہ کو ناراض کر کے ملاقات کرنے کا بیان

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے ایسی جھوٹی قسم کھائی جس سے وہ کسی مسلمان کا مال دبانا چاہتا ہے وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس پر غصہ ہوں گے۔ اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میرے متعلق ہے۔ میرے اور ایک یہودی کے درمیان کچھ مشترک زمین تھی۔ اس نے میری شراکت کا انکار کر دیا تو میں اسے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے گواہ لا

کیلئے کہا تو میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کوئی گواہ نہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو حکم دیا کہ قسم کھاؤ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو قسم کھا کر میرا مال لے جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَ مَنًا قَلِیْلًا) 3۔ آلِ عمران :77) (یعنی جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے مقابلے میں تھوڑا سا معاوضہ لے لیتے ہیں آخرت میں ان لوگوں کیلئے کوئی حصہ نہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ ان سے بات کریں گے نہ ان کی طرف دیکھیں گے اور نہ انہیں پاک کریں گے اور ان کیلئے دردناک عذاب ہوگا) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں ابن ابی اوفیٰ سے بھی روایت منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 932)

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۷ کے سببِ نزول کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص کسی چیز پر مقید ہو کر (یعنی حاکم کی مجلس میں) قسم کھائے اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو کہ اس کا مقصد قسم کھا کر کسی مسلمان شخص کا مال حاصل کرنا ہو تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔" چنانچہ اس ارشاد کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔ (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ) 3۔ آلِ عمران:77)۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 885)

پوری آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ) ۔ 3۔ آلِ عمران:77)" یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے (انہوں نے) کیا ہے اور (بمقابلہ اپنی قسموں کے، ان لوگوں کو کچھ حصہ آخرت میں (وہاں کی نعمت کا) نہیں ملے گا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نہ ان سے (لطف کا) کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر محبت سے دیکھیں گے۔ اور نہ (ان کے گناہوں کو معاف کر کے) ان کو پاک کریں گے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔" حدیث کی عبارت من حلف علی یمین "صبر" کے لغوی معنی ہیں "حبس، روکنا، لزوم" اور "یمین صبر" سے مراد یہ ہے کہ حاکم عدالت میں کسی شخص پر قسم کھانا لازم ہے گویا علی یمین صبر میں "علی" حرف با کے معنی میں ہے اور اس سے مراد محلوف علیہ ہے! بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ "یمین صبر" یہ ہے کہ کسی چیز پر قسم کھانے والا اس مقصد سے دیدہ و دانستہ غلط بیانی کرتا ہے کہ ایک مسلمان کا مال تلف کر دے یا اس کو ہڑپ کر لے، چنانچہ (وهو فیها فاجر) اور وہ اپنی قسم میں جھوٹا ہو، کے الفاظ سے اس مفہوم کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

حضرت امامہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی (جھوٹی) قسم کے ذریعہ کسی مسلمان شخص کا حق غصب کیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا اور اس پر بہشت کو حرام کر دیا۔ "ایک شخص نے (یہ سن کر) آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم سے عرض کیا اگرچہ وہ حق کوئی معمولی ہی چیز ہو۔" آپ صلی اللہ وعلیہ وسلم نے فرمایا (ہاں) اگرچہ پیلو کے درخت کا

ایک ٹکڑا (یعنی مسواک) ہی کیوں نہ ہو۔ (مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آگ کو واجب کیا" اس جملہ کی دو تاویلیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ حکم اس شخص پر محمول ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کا حق غصب کرنا حلال جانے اور اسی عقیدہ پر اس کی موت ہو جائے دوسری تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اگرچہ دوزخ کی آگ کا یقیناً سزاوار ہوگا لیکن یہ بھی غیر بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو معاف کر دے! اسی طرح " بہشت کو اس پر حرام کر دیا۔" کی تاویل یہ ہے کہ ایسا شخص اول وہلہ میں نجات یافتہ لوگوں کے ساتھ جنت میں داخل ہونے سے محروم قرار دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ جس طرح جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی مسلمان کے حق کو ہڑپ کرنے والے کے بارے میں مذکورہ وعید ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس وعید میں شامل ہے جو جھوٹی قسم کے ذریعہ کسی ذمی کا حق مارے۔

## یہودیوں کی عہد شکنیوں کا بیان

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم فرمایا اسی کے بارے میں (دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی شاعر حضرت حسان ابن ثابت انصاری نے یہ شعر کہا۔ "وھان علی سراۃ بنی لؤی حریق بالبریرۃ مستطیر یعنی بنی لوئی کے سرداروں کے لئے پھیلے ہوئے بویرہ کو جلا ڈالنا آسان ہو گیا۔ نیز اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: (مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَا ىِٕمَةً عَلٰ ى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ) 59 ۔ الحشر : 5) . " تم نے کھجور کے درخت پر سے جو کچھ کاٹا یا جو کچھ اس کی جڑ پر کھڑا ہوا چھوڑ دیا (یعنی جو کچھ نہیں کاٹا) یہ سب اللہ کے حکم سے ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1051)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو یہاں یہودیوں سے بھی واسطہ پڑا، اس وقت مدینہ میں ان (یہودیوں) کے تین قبائل آباد تھے، بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باہمی معاہدہ کیا جس کے تحت مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان بہت اہم سماجی اور معاشرتی معاملات سے متعلق اور آپس میں میل ملاپ سے رہنے کے بارے میں کچھ دفعات طے ہوئیں جن میں یہودیوں کو مسلمانوں کے سیاسی اور تمدنی حقوق میں صراحت کے ساتھ مساوات دے کر " پورے حقوق شہریت " عطا کئے گئے اور ان کو مذہبی آزادی دے کر نہایت فیاضانہ رواداری کا رویہ برتا گیا اور مسلمانوں کی طرف سے ان پر عمل بھی کیا گیا، مگر یہودیوں کی طرف سے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی گئی یہاں تک کہ بنو نضیر کے یہودیوں کی طرف سے اس حد تک عہد شکنی کا مظاہر ہوا کہ ان کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش بھی تیار کر لی گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ناپاک سازش پر مطلع کر دیا، چنانچہ ان یہودیوں کو مدینہ سے جلا وطن کر کے خیبر بھگا دیا گیا، ان کے کھجوروں کے باغات جلا ڈالے گئے اور ان کے مکانات کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہی لام کے پیش اور ہمزہ کے زبر اور یاء کے تشدید کے ساتھ، نضر ابن کنانہ کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے ہیں۔ اور بنی لوی سے مراد قریش کے اشراف ہیں، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔ "بویرہ" ایک جگہ کا نام تھا جہاں بنونضیر کے یہودیوں کے باغات تھے اور جن کو صحابہ نے جلا ڈالا تھا۔ منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے کھجوروں کے درختوں کا کاٹنے اور جلا ڈالنے کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ "محمد ﷺ آپ تو زمین پر فساد برپا کرنے سے منع کرتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے کھجوروں کے ان درختوں کو کیوں کٹوایا اور جلوا ڈالا؟" چنانچہ مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کی توثیق کر دی اور یہ واضح کر دیا کہ ان یہودیوں کو جو سزا دی گئی ہے وہ حکم الٰہی کے مطابق ہے اور اسلام دشمن لوگوں کے درختوں کا کاٹنا اور جلانا جائز ہے

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۷ کے شانِ نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِي الْيَهُودِ لَمَّا بَدَّلُوا نَعْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدَ اللّٰهِ اِلَيْهِمْ فِي التَّوْرَاةِ وَفِيْمَنْ حَلَفَ كَاذِبًا فِيْ دَعْوَى اَوْ فِيْ بَيْعِ سِلْعَةٍ "اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ" يَسْتَبْدِلُوْنَ "بِعَهْدِ اللّٰهِ" اِلَيْهِمْ فِي الْاِيْمَانِ بِالنَّبِيِّ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ "وَاَيْمَانِهِمْ" حَلِفِهِمْ بِهٖ تَعَالٰى كَاذِبِيْنَ "ثَمَنًا قَلِيْلًا" مِنَ الدُّنْيَا "اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ" نَصِيْبَ "لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ" غَضَبًا "وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ" يَرْحَمُهُمْ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ" يُطَهِّرُهُمْ "وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ،

یہ آیت مبارکہ ان یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نعت کو تبدیل کر دیا اور اسی طرح اللہ نے ان سے تورات میں عہد لیا تھا اور جو شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹی قسم اٹھائے یا بیع کے نفع میں جھوٹی قسم اٹھائے۔ ان تمام عہدوں کو انہوں بدل ڈالا تو تب یہ آیت نازل ہوئی:

بیشک جو لوگ اللہ کے عہد یعنی جو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے اور امانتوں کی ادائیگی کا تھا اور اپنی قسموں یعنی اللہ کی جھوٹی قسموں کو اٹھاتے تھے، کا دنیا میں تھوڑی سی قیمت کے عوض سودا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور نہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام فرمائے گا اور نہ ہی ان کی طرف نگاہ فرمائے گا یعنی قیامت کے دن ان پر رحم نہ فرمائے گا اور نہ انہیں پاکیزگی دے گا اور ان کے لئے تکلیف دینے والا دردناک عذاب ہوگا۔

## جھوٹی قسم اٹھا کر مال کھانے والے کا بیان

حضرت ابووائل عبداللہ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال (یا فرمایا کہ بھائی کا مال) ہضم کرے تو اللہ اس سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ 3۔ آل عمران: 77)، یعنی جو لوگ اللہ کے عہد کے ساتھ خریدتے ہیں، سلیمان نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ اشعث بن قیس گزرے تو پوچھا کہ تم سے عبداللہ کیا بیان کرتے ہیں لوگوں نے ان کو بتایا تو اشعث نے کہا کہ یہ آیت تو میرے اور میرے ایک ساتھی کے متعلق نازل ہوئی، ہمارے درمیان ایک کنویں کے بارے میں تنازع تھا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1579)

## عہد والے شخص کے قتل کی سخت مذمت وگناہ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عہد والے کو قتل کرے گا وہ جنت کی بو نہیں پائے گا اور جنت کی بو چالیس برس کی راہ سے آتی ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 623)

معاہد یعنی عہد والا اس کافر کو کہتے ہیں جس نے امام وقت (سربراہ مملکت اسلامی) سے جنگ وجدل نہ کرنے کا عہد کر لیا ہو خواہ وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔ اس روایت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ جنت کی بو چالیس برس کی راہ سے آتی ہے۔" جب کہ ایک روایت میں ستر برس" ایک روایت میں "سو برس" مؤطا میں "پانچ سو برس' اور فردوس میں "ہزار برس" کے الفاظ ہیں' بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان رواتیوں میں یہ فرق واختلاف دراصل اشخاص واعمال کے مختلف ہونے اور درجات کے تفاوت کی بناء ہے چنانچہ (میدان حشر میں) بعض لوگوں کو جنت کی بو ہزار برس کی راہ سے بعض لوگوں کو پانچ سو برس کی راہ سے آئے گی، اسی طرح بعض لوگ جنت کی اس بو کو ایک سو برس اور بعض لوگ ستر برس اور چالیس برس کی مسافت آتی ہوئی محسوس کریں گے بہرکیف۔ ان تمام مذکورہ اعداد سے تحدید مراد نہیں ہے بلکہ طول مسافت مراد ہے۔ نیز جنت کی بو نہ پانے سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ شخص ہمیشہ کے لئے جنت کی بو سے محروم رہے گا۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں جب مقربین اور علماء جنت کی بو پائیں گے۔ وہ شخص اس وقت جنت کی بو سے محروم رہے گا۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد سے مراد معاہد کو قتل کرنے کی سخت مذمت بیان کرنا اور قتل کرنے والے کے خلافت سخت الفاظ میں تنبیہ وتہدید کا اظہار کرنا ہے۔

## عہد کو پورا کرنے پر بیعت لینے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی یعنی آپ کے روبرو ان امور کا عہد کیا کہ " ہم (آپ کی ہدایات کو توجہ سے) سنیں گے (اور ہر قسم کے حالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی) اطاعت کریں. گے تنگی اور سخت حالات میں بھی اور آسان وخوش آئند زمانہ میں بھی، خوشی کے موقع پر بھی اور ناخوشی کی حالت میں ہم پر ترجیح دی جائے گی۔ (تو ہم صبر کریں گے۔ ہم امر کو اس کی جگہ سے نہیں نکالیں گے ہم (جب زبان سے کوئی بات کہیں کے تو) حق کہیں گے خواہ ہم کسی جگہ ہوں (اور کسی حال میں ہوں) اور ہم اللہ کے معاملے میں (یعنی دین پہنچانے اور حق بات کہنے میں) کسی ملامت کرنے والے شخص کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ (ہم نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم امر کو جگہ سے نہیں نکالیں گے۔ (چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امر کو اس کی جگہ سے نہ نکالو) ہاں اگر تم صریح کفر دیکھو جس پر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے (یعنی قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث کی صورت میں دلیل ہو (اور اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہ ہو تو اس صورت میں امر کو اس کی جگہ سے نکالنے کی اجازت ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 806)

ہم پر ترجیح دی جائے گی" کا مطلب یہ ہے کہ ہم انصار نے یہ بھی عہد کیا کہ اگر ہم پر کسی کو ترجیح دی جائے گی ہم صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں گے۔ ایک روایت میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا تھا کہ (میرے بعد تم لوگوں سے ترجیحی سلوک ہوگا یعنی بخشش وانعام اور اعزاز مناصب کی تقسیم کے وقت تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح وتفصیل دی جائے گی ایسے موقع پر تم لوگ صبر کرنا" چنانچہ آپ کی یہ پیش گوئی ثابت ہوئی کہ خلفاء راشدین کے زمانے کے بعد جب امراء کا عہد حکومت شروع ہوا تو انصار کے ساتھ ترجیحی سلوک کیا گیا اور انصار نے بھی آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اور اپنا عہد نبھاتے ہوئے اس ترجیحی سلوک کے خلاف شکوہ شکایت کرنے کی بجائے صبر وتحمل کی راہ کو اختیار کیا۔ "ہم امر کو اس کی جگہ سے نہیں نکالیں گے" کا مطلب یہ ہے کہ ہم امارت وحکومت کی طلب وخواہش نہیں کریں گے ہم پر جس شخص کو امیر وحاکم بنادیا جائے گا ہم اس کو معزول نہیں کریں گے اور اپنے امیر وحاکم کے خلاف ہنگامہ آرائی کر کے کوئی شورش پیدا نہیں کریں گے۔ روایت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر امیر وحاکم کے قول وفعل میں صریح کفر دیکھو تو اس کو معزول کر دینے کی اجازت ہے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا واجب ہوگا۔

حضرت اشعث ابن قیس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "ایک زمین میرے اور ایک یہودی کے درمیان مشترک تھی لیکن یہودی نے (اس زمین پر) میرے حصے (کو تسلیم کرنے) سے انکار کر دیا، چنانچہ میں اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا اور اپنا معاملہ پیش کیا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ میں نے عرض کیا "نہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی سے فرمایا کہ "تم قسم کھاؤ" میں نے یہ (سن کر) عرض کیا کہ "یارسول اللہ! یہ اس وقت قسم کھا لے گا اور میرا مال ہڑپ کر لے گا۔" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے (اسی طرح کے ایک قضیہ کے سلسلے میں جس کا ذکر حضرت ابن مسعود کی روایت میں گزر چکا ہے) یہ آیت نازل فرمائی: (اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَ مَنًا قَلِيْلًا اُولٰ ىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَ ةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ) 3۔ آلِ عمران: 77) یقیناً جو لوگ معاوضہ حقیر لے لیتے ہیں بمقابلہ اس عہد کے جو اللہ تعالیٰ سے انہوں نے کیا ہے اور (بمقابلہ) اپنی قسموں کے الخ اس روایت کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 900)

حدیث میں جو آیت نقل کی گئی ہے وہ دراصل اس قضیہ کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی جو حضرت ابن مسعود کی روایت (نمبر۲) میں بیان ہوا ہے، چونکہ اس روایت میں جو قضیہ ذکر کیا گیا ہے وہ بھی اس قضیہ کی مانند ہے اس لئے یہاں اسی آیت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پوری روایت حضرت ابن مسعود کی روایت کی تشریح میں نقل کی جا چکی ہے۔ حضرت اشعث کا نقطہ اعتراض یہ تھا کہ اس یہودی کو قسم کھانے کا حکم دیا جا رہا ہے اور اس کی قسم پر فیصلہ کا انحصار ہے اور یہ سب جانتے ہیں کہ بطور خاص مالی معاملات میں یہودیوں کی فطرت کیا ہے، اس یہودی کے لئے اس میں کوئی باک نہیں ہے کہ یہ میرا مال ہڑپ کرنے کے لئے جھوٹی قسم کھا لے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کی قسم پر فیصلہ کا انحصار نہ رکھا جائے۔ حضرت اشعث کے اس نقطہ اعتراض کے جواب میں صرف اس آیت کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے جو اس سلسلہ میں نازل ہوئی تھی، لہٰذا اس آیت کو ذکر کرنا گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے کہ شریعت نے اس

صورت میں کے لئے جو ضابطہ مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ مدعا علیہ سے قسم لی جائے اور چونکہ اس طرح کے قضیہ میں قسم کھانا مدعا علیہ کا حق ہے اس لئے کسی نقطہ اعتراض کی بنا پر مدعا علیہ کو اس حق سے محروم کرنا اس مقررہ ضابطہ کی خلاف ورزی کرنا ہے جو ہمارے لئے غیر موزوں بات ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اگر کوئی مدعا علیہ اپنے حق سے ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے اور اس مقصد سے جھوٹی قسم کھاتا ہے کہ مدعی کا مال ہڑپ کرے تو اس کو آگاہ ہو جانا چاہئے کہ اس کی اس جھوٹی قسم کا وبال اس کی گردن پر ہوگا اور جیسا کہ قرآن مجید نے اعلان کیا ہے۔ اس شخص کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

| |
|---|
| وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِۚ |
| وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِۚ وَ يَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَ هُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ○ |
| اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل (ملاوٹ) کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں، |
| اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں، اور اللہ پر دیدہ ودانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔ |

## زبانوں کو پھیر کر مفہوم کو بدلنے والے یہود کا بیان

"وَاِنَّ مِنۡهُمۡ" اَیۡ اَهۡلِ الۡكِتَابِ "لَفَرِيۡقًا" طَائِفَة كَكَعۡبِ بۡنِ الۡاَشۡرَف "يَلۡوُونَ اَلۡسِنَتهمۡ بِالۡكِتَابِ" اَیۡ يَعۡطِفُوۡنَهَا بِقِرَاءَتِهِ عَنۡ الۡمُنَزَّل اِلٰى مَا حَرَّفُوۡهُ مِنۡ نَعۡت النَّبِیّ صَلَّى اللّٰه عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَنَحۡوه "لِتَحۡسَبُوۡهُ" اَیۡ الۡمُحَرَّف "مِنۡ الۡكِتَاب" الَّذِیۡ اَنۡزَلَهُ اللّٰه "وَمَا هُوَ مِنۡ الۡكِتَاب وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡد اللّٰه وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡد اللّٰه وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰه الۡكَذِب وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ" اَنَّهُمۡ كَاذِبُوۡنَ،

اور ان میں یعنی اہل کتاب میں کچھ وہ ہیں یعنی جس طرح کعب بن اشرف ہے۔ جو زبان پھیر کر کتاب میں میل وملاوٹ کرتے ہیں۔ یعنی اس کی قرأت کو نازل کردہ مقام سے کسی اور جانب پھیر کر اس میں موجود نبی کریم ﷺ کی تعریف کو بدل دیتے ہیں کہ تم سمجھو کہ یہ بدلہ ہوا حصہ بھی کتاب میں ہے یعنی اس کو بھی اللہ نے نازل کیا حالانکہ وہ کتاب میں نہیں، اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں، اور اللہ پر دیدہ ودانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ دونوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ انہوں نے توریت وانجیل کی تحریف کی اور کتاب اللہ میں اپنی طرف سے جو چاہا ملایا۔

## تورات وانجیل میں بیان کردہ احکام میں تحریف کا بیان

حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری شریف میں مروی ہے کہ یہ لوگ تحریف اور ازالہ کر دیتے تھے مخلوق میں ایسا تو کوئی نہیں جو کسی اللہ کی کتاب کا لفظ بدل دے مگر یہ لوگ تحریف اور بیجا تاویل کرتے تھے، وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ توراۃ وانجیل اسی طرح

ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے اتا یا ایک حرف بھی ان میں سے اللہ نے نہیں بدلا لیکن یہ لوگ تحریف اور تاویل سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جو کتابیں انہوں نے اپنی طرف سے لکھ لی ہیں اور جسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشہور کر رہے ہیں اور لوگوں کو بہکاتے ہیں حالانکہ دراصل وہ اللہ کی طرف سے نہیں اللہ کی اصلی کتابیں تو محفوظ ہیں جو بدلتی نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت وہب کے اس فرمان کا اگر یہ مطلب ہو کہ ان کے پاس اب جو کتاب ہے تو ہم بالیقین کہتے ہیں کہ وہ بدلی ہوئی ہے اور محرف ہے اور زیادتی اور نقصان سے ہرگز پاک نہیں اور پھر جو عربی زبان میں ہمارے ہاتھوں میں ہے اس میں تو بڑی غلطیاں ہیں کہیں مضمون کو کم کر دیا گیا ہے کہیں بڑھا دیا گیا ہے اور صاف صاف غلطیاں موجود ہیں بلکہ دراصل اسے ترجمہ کہنا زیبا ہی نہیں وہ تو تفسیر اور وہ بھی بے اعتبار تفسیر ہے اور پھر ان سمجھداروں کی لکھی ہوئی تفسیر ہے جن میں اکثر بلکہ کل کے کل دراصل محض الٹی سمجھ والے ہیں اور اگر حضرت وہب کے فرمان کا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب جو درحقیقت اللہ کی کتاب ہے پس وہ بیشک محفوظ و سالم ہے اس میں کمی زیادتی ناممکن ہے۔

| |
|---|
| مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ |
| کسی بشر کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے |
| بندے بن جاؤ بلکہ تم اللہ والے بن جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم خود اسے پڑھتے بھی ہو۔ |

## سورہ آلِ عمران آیت ۷۹ کے شان نزول کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ نَصَارٰى نَجْرَانَ اِنَّ عِيسَى اَمَرَهُمْ اَنْ يَّتَّخِذُوهُ رَبًّا وَّلَمَّا طَلَبَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ السُّجُودَ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا كَانَ" يَنْبَغِي "لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ" اَيِ الْفَهْمَ لِلشَّرِيعَةِ "وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّي مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ" يَقُوْلُ "كُوْنُوْا رَبَّانِيِّينَ" عُلَمَاءَ عَامِلِينَ مَنْسُوبِينَ اِلَى الرَّبِّ بِزِيَادَةِ اَلِفٍ وَنُوْنٍ تَفْخِيمًا "بِمَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ "الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ" اَيْ بِسَبَبِ ذٰلِكَ فَاِنَّ فَائِدَتَهُ اَنْ تَعْمَلُوا،

یہ آیت مبارکہ نجران کے ان عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو رب ماننے کا حکم ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے دیا ہے۔ یا اس کا سبب نزول یہ ہے کہ جب بعض مسلمانوں نے نبی کریم ﷺ کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ کسی بشر کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت تا کہ وہ شریعت کو سمجھ لیں اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہنے لگے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ تم اللہ والے بن جاؤ یعنی باعمل علماء بن جاؤ۔ یہاں ربانیین یہ رب کی جانب منسوب ہے اور الف نون کی زیادتی کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اس سبب سے کہ تم

کتاب سکھاتے ہو یعنی تعلمون یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ اور اس وجہ سے کہ تم خود اس کتاب کو پڑھتے بھی ہو۔ یقیناً اس کا فائدہ یہ ہے کہ تم اس پر عمل کرو۔

## کسی بھی مخلوق کا کیلئے حق عبادت ثابت نہ ہونے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہودیوں اور نجرانی نصرانیوں کے علماء جمع ہوئے اور آپ نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی تو ابورافع قرظی کہنے لگا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی عبادت کی ہم بھی آپ کی عبادت کریں؟ تو نجران کے ایک نصرانی نے بھی جسے "ا ٓ ئیس" کہا جاتا تھا یہی کہا کہ کیا آپ کی یہی خواہش ہے؟ اور یہی دعوت ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا معاذ اللہ نہ ہم خود اللہ وحدہ لاشریک کے سوا دوسرے کی پوجا کریں نہ کسی اور کو اللہ کے سوا دوسرے کی عبادت کی تعلیم دیں نہ میری پیغمبری کا یہ مقصد نہ مجھے اللہ حاکم اعلیٰ کا یہ حکم، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، کہ کسی انسان کو کتاب وحکمت اور نبوت ورسالت پالینے کے بعد یہ لائق ہی نہیں کہ اپنی پرستش کی طرف لوگوں کو بلائے، جب انبیائے کرام کا جو اتنی بڑی بزرگی فضیلت اور مرتبے والے ہیں یہ منصب نہیں تو کسی اور کو کب لائق ہے کہ اپنی پوجا پاٹ کرائے، اور اپنی بندگی کی تلقین لوگوں کو کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، ۷۹، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ |
| اور وہ پیغمبر تمہیں یہ حکم کبھی نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنالو، کیا وہ تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد |
| تمہیں کفر کا حکم دے گا۔ |

## تعلیمات نبوت کا شرک سے پاک ہونے کا بیان

"وَلَا يَاْمُرَكُمْ" بِالرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا أَيْ اللّٰه وَالنَّصْب عَطْفًا عَلٰى يَقُوْل أَيْ الْبَشَر "اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَة وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا" كَمَا اتَّخَذَتْ الصَّابِئَة الْمَلَائِكَة وَالْيَهُوْد عُزَيْرًا وَّالنَّصَارٰى عِيسٰى "اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" لَا يَنْبَغِي لَهُ هٰذَا،

یہاں پر "وَلَا يَاْمُرَكُمْ" نیا جملہ ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور ان یقول پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور وہ پیغمبر تمہیں یہ حکم کبھی نہیں دیتا کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنالو، جس طرح صابئہ نے فرشتوں کو اور یہود نے عزیر علیہ السلام کو جبکہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو رب خدا بنالیا۔ کیا وہ تمہارے مسلمان ہو جانے کے بعد تمہیں کفر کا حکم دے گا۔ یعنی یہ مناسب نہیں ہے

## سورہ آل عمران آیت ۸۰ کے شان نزول کا بیان

نجران کے نصاریٰ نے کہا کہ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا ہے کہ ہم انہیں رب مانیں اس آیت میں اللہ

45
45

تعالیٰ نے ان کے اس قول کی تکذیب کی اور بتایا کہ انبیاء کی شان سے ایسا کہنا ممکن ہی نہیں اس آیت کے شان نزول میں دوسرا قول یہ ہے کہ ابورافع یہودی اور سید نصرانی نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا محمد ﷺ آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی عبادت کریں اور آپ کو رب مانیں حضور نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں غیر اللہ کی عبادت کا حکم کروں نہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا نہ مجھے اس لئے بھیجا۔ (خزائن العرفان)

## رسول اللہ ﷺ کیلئے بہ طور درختوں و پتھروں کے سجدہ کرنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوطالب تجارت کے لئے شام کی طرف گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ چل دیئے۔ قریش کے شیوخ بھی ساتھ تھے۔ جب وہ لوگ راہب کے پاس پہنچے تو ابوطالب اترے، لوگوں نے بھی اپنے کجاوے کھول دیئے۔ راہب ان کے پاس آیا۔ یہ لوگ ہمیشہ وہاں سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ نہ ان لوگوں کے پاس آیا اور نہ ہی انکی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ راہب ان کے درمیان گھس گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے مالک رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجیں گے۔ قریش کے مشائخ کہنے لگے کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا؟ کہنے لگا کہ جب تم لوگ اس ٹیلے پر سے اترے تو کوئی پتھر یا درخت ایسا نہیں رہا جو سجدہ میں نہ گر گیا ہو اور یہ نبی کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ میں انہیں نبوت کی مہر سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی اوپر والی ہڈی پر سیب کی طرح ثبت ہے۔ پھر واپس گیا اور انکے لئے کھانا تیار کیا جب وہ کھانا لے کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے کیلئے گئے ہوئے تھے۔ راہب کہنے لگا کہ کسی کو بھیج کر انہیں بلاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو بدلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کئے ہوئے ساتھ چل رہی تھی۔ لوگ درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے تو درخت جھک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ ہو گیا۔ راہب کہنے لگا دیکھو درخت بھی انکی طرف جھک گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ ہو گیا ہے۔ راہب کہنے لگا دیکھو درخت بھی انکی طرف جھک گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ وہیں کھڑا انہیں قسم دے کر کہنے لگا کہ انہیں روم نہ لے جاؤ۔ وہاں کے لوگ انہیں دیکھ کر ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے اور قتل کر دیں گے۔ پھر راہب متوجہ ہوا تو دیکھا کہ سات رومی آئے ہیں اور ان سے پوچھنے لگے کہ کیوں آئے ہو؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ یہ نبی اس مہینے میں (گھر سے) باہر نکلنے والے ہیں۔ لہٰذا ہر راستے پر کچھ لوگ بٹھائے گئے ہیں جب ہمیں تمہارا پتہ چلا تو ہمیں اس طرف بھیج دیا گیا۔ راہب نے پوچھا کہ کیا تمہارے پیچھے بھی کوئی ہے جو تم سے بہتر ہو۔ کہنے لگے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ (نبی) تمہارے راستے میں ہے۔ راہب کہنے لگا دیکھو اگر اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر لیں تو یا کوئی شخص انہیں روک سکتا ہے؟ کہنے لگا نہیں۔ راہب نے کہا کہ پھر ان کے ہاتھ پر بیعت کرو اور ان کے ساتھ رہو۔ پھر وہ (راہب) اہل مکہ سے مخاطب ہوا اور قسم دے کر پوچھا کہ ان کا سرپرست کون ہے۔ انہوں نے کہا ابوطالب۔ وہ انہیں قسمیں دیتا رہا یہاں تک کہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس راہب کے پاس بھیجا اور راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زاد راہ کے طور پر زیتون اور روٹیاں دیں۔ یہ حدیث حسن

غریب ہے۔ہم اس حدیث کوصرف اسی سند سے جانتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1586)

| |
|---|
| وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ |
| لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ |
| قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ |
| اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ |
| تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس |
| پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور |
| میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں، |

## نبی آخر الزماں ﷺ کیلئے میثاق انبیاء کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "إِذْ" حِيْنَ "اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ" عَهْدَهُمْ "لَمَا" بِفَتْحِ اللَّامِ لِلابْتِدَاءِ وَتَوْكِيْدِ مَعْنَى الْقَسَمِ الَّذِيْ فِيْ اَخْذِ الْمِيْثَاقِ وَكَسْرِهَا مُتَعَلِّقَةٌ بِاَخَذَ وَمَا مَوْصُوْلَةٌ عَلَى الْوَجْهَيْنِ اَيْ لِلَّذِيْ "اٰتَيْتُكُمْ" اِيَّاهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ اٰتَيْنَاكُمْ "مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ" مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ وَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ" جَوَابُ الْقَسَمِ اِنْ اَدْرَكْتُمُوْهُ وَاُمَمُهُمْ تَبَعٌ لَهُمْ فِيْ ذٰلِكَ "قَالَ" تَعَالٰى لَهُمْ "ءَاَقْرَرْتُمْ" بِذٰلِكَ "وَاَخَذْتُمْ" قَبِلْتُمْ "عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ" عَهْدِيْ "قَالُوْا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا" عَلٰى اَنْفُسِكُمْ وَاَتْبَاعِكُمْ بِذٰلِكَ "وَاَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ" عَلَيْكُمْ وَعَلَيْهِمْ،

اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا یہاں پر لما لام کے فتح کے ساتھ ہے اور یہ لام ابتدائیہ ہے اور معنی قسم میں تاکید کیلئے ہے جس میں عہد لیا گیا ہے اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے جب یہ اخذ کے متعلق ہو۔ اور ما یہ دونوں صورتوں میں موصولہ ہے۔ ایک قرأت میں الذی اور دوسری قرأت کے مطابق "اٰتَيْنَاكُمْ" جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں اور حکمت کی تصدیق فرمائے۔ یعنی حضرت محمد ﷺ کا میلاد آ جائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، یہ جواب قسم ہے۔ یعنی اگر تم ان کا زمانہ پاؤ یا ان کی اتباع کرنے والی امت کا زمانہ پاؤ، تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی، ہم نے اقرار کیا، فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ یعنی میں تمہاری اور ان کی شہادت میں تمہارے ساتھ ہوں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۸۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت علی مرتضی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اوران کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی نصرت کریں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ آل عمران، لاہور)

## ساری انسانیت کی ارواح کو اجسام میں منتقل کرنے کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس آیت "جب آپ کے رب نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں سے ان کی اولاد کو نکالا اور انہیں خود اپنے اوپر گواہ بنایا" کی تفسیر میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کو جمع کر کے انہیں ارواح میں منتقل کیا پھر انہیں شکلیں عطاء کیں اور انہیں قوت گویائی بخشی اور وہ بولنے لگے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان لے کر ان سے ان ہی کے متعلق یہ گواہی دلوائی کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اور فرمایا کہ میں تم پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو گواہ بناتا ہوں اور میں تم پر تمہارے باپ آدم کو گواہ بناتا ہوں تا کہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں تو اس کے متعلق کچھ معلوم ہی نہیں تھا یاد رکھو! میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میرے علاوہ کوئی رب نہیں لہٰذا تم کسی کو بھی میرے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور میں تمہارے پاس اپنے پیغمبروں کو بھیجتا رہوں گا جو تمہیں مجھ سے کیا ہوا عہد و پیمان یاد دلاتے رہیں گے اور میں تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا۔ سب نے بیک زبان کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی ہمارے رب اور ہمارے معبود ہیں آپ کے علاوہ ہمارا کوئی رب نہیں اور آپ کے علاوہ ہمارا کوئی معبود نہیں اس طرح انہوں نے اس کا اقرار کر لیا پھر حضرت آدم علیہ السلام کو ان پر بلند کیا گیا تا کہ وہ سب کو دیکھ لیں انہوں نے دیکھا کہ ان کی اولاد میں مالدار بھی ہیں اور فقیر بھی خوب صورت بھی ہیں اور بدصورت بھی تو عرض کیا کہ پروردگار! نے تو اپنے بندوں کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے یہ بات اچھی لگتی ہے کہ میرا شکر ادا کیا جائے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے درمیان انبیاء کرام علیہم السلام کو چراغ کی طرح روشن دیکھا جن پر نور چمک رہا تھا جن سے خصوصیت کے ساتھ منصب رسالت و نبوت کے حوالے سے ایک اور عہد و پیمان بھی لیا گیا تھا اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے "واذ اخذنا من النبیین میثاقھم" یہ سب عالم ارواح میں ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ان میں شامل تھے اور ان کی روح منہ کے راستے سے حضرت مریم علیہا السلام میں داخل ہوئی تھی۔ (مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 1357)

| |
|---|
| فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ |
| پھر جس نے اس کے بعد روگردانی کی پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔ |

## عہد سے اعراض کرنے کی ممانعت کا بیان

"فَمَنْ تَوَلّٰی" اَعْرَضَ "بَعْدَ ذٰلِكَ" الْمِیْثَاق "فاولئك هم الفاسقون"

پھر جس نے اس کے بعد یعنی عہد کے بعد روگردانی کی یعنی اعراض کیا پس وہی لوگ نافرمان ہوں گے۔

## اہل ایمان کا عہد کو پورا کرنے کا بیان

حضرت سلیم ابن عامر (تابعی) کہتے ہیں کہ امیر معاویہ اور رومیوں کی درمیان (یہ) معاہدہ ہوا تھا کہ (اتنے دنوں تک ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے) اور حضرت معاویہ (اس معاہدہ کے زمانہ میں) رومیوں کے شہروں میں گشت (کر کے حالات کا اندازہ) لگایا کرتے تھے تاکہ جب معاہدہ کی مدت گذر جائے تو وہ ان (رومیوں) پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں (اور ان کے ٹھکانوں کو تخت وتاراج کر دیں جب کہ اگر وہ گشت کے ذریعہ ان کے حالات اور ٹھکانوں کا جائزہ لینے کی بجائے اطمینان کے ساتھ اپنے کیمپ میں پڑے رہتے اور پھر معاہدہ کی مدت ختم ہونے پر حملہ کرتے تو ان رومیوں کے چوکنا ہونے کی وجہ سے خاطر خواہ جنگی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا تھا پھر (انہی دنوں میں جب کہ امیر معاویہ اپنے لشکر والوں کے ساتھ رومیوں کے شہر میں پھر رہے تھے)

ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار یہ کہتے ہوئے آئے کہ "اللہ اکبر، اللہ اکبر، وفا کو ملحوظ رکھو نہ کہ بدعہدی کو! یعنی تم پر معاہدہ کو پورا کرنا لازم ہے نہ کہ تم معاہدہ کی خلاف ورزی کرو (گویا انہوں نے یہ واضح کیا کہ تم لوگ معاہدہ کے زمانے میں دشمنوں کے شہروں میں گشت لگاتے ہو تو یہ اپنے عہد کی پاسداری کی علامت نہیں ہے بلکہ یہ عہد شکنی اور معاہدہ کی خلاف ورزی کے حکم میں داخل ہے)۔ جب لوگوں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص ایک صحابی حضرت عمرو ابن عبسہ ہیں، حضرت امیر معاویہ نے ان سے اس بات کو پوچھا (کہ رومیوں کے شہروں میں ہمارا پھرنا، عہد شکنی کے مرادف کیسے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص اور کسی قوم کے درمیان معاہدہ ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے عہد کو نہ توڑے اور نہ باندھے، آنکہ اس معاہدہ کی مدت گذر جائے یا وہ ان کو مطلع کر کے برابری کی بنیاد پر اپنا عہد توڑ دے (یعنی مجبوری یا مصلحت کی بناء پر مدت کے دوران ہی معاہدہ توڑنا ضروری ہو گیا ہو اور فریق مخالف کو پہلے سے آگاہ کر دیا گیا ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا ہم اس کو توڑتے ہیں،

اب ہم اور تم دونوں برابر ہیں کہ جس کی (جو مرضی ہو کرے) حدیث کے راوی حضرت سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ! حضرت ابن عبسہ کی یہ بات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سن کر "اپنے لوگوں کے ساتھ (رومیوں کے شہر سے اپنے کیمپ میں) واپس چلے آئے۔" (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1083)

| |
|---|
| اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ |
| کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس نے خوشی سے |
| یا لاچاری سے اسی کی فرمانبرداری اختیار کی ہے اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ |

## اللہ کے دین کے سوا کوئی دین قابل قبول نہ ہونے کا بیان

"اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء اَیْ الْمُتَوَلُّوْنَ "وَلَهٗ اَسْلَمَ" انْقَادَ "مَنْ فِى السَّمٰوَات وَالْاَرْض

طَوْعًا" بِلَا اِبَاء "وَكَرْهًا" بِمُعَايَنَةِ مَا يُلْجِء اِلَيْهِ "وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ وَالْهَمْزَة فِىْ اَوَّل الْاٰيَة لِلْاِنْكَارِ،

کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں یہاں پر "يَبْغُوْنَ" یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے یعنی وہ پھرنے والے ہیں اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اس نے خوشی سے یعنی انکار کیے یا لاچاری سے یعنی طاقت وغیر سے مجبور کیے اسی کی فرمانبرداری اختیار کرے۔ اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یہاں پر "تُرْجَعُوْنَ" یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے اور آیت کے شروع میں ہمزہ انکاری ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۸۳ سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اہل کتابین یعنی یہود اور نصاریٰ جو تورات اور انجیل کے حامل ہیں، دین ابراہیمی کے بارے میں اپنے باہمی اختلاف کا معاملہ نبی کریم کے پاس لے گئے، ہر فرقے کا خیال تھا کہ وہی حضرت ابراہیم کے دین کا زیادہ دعویدار اور حق دار ہے، نبی کریم نے فرمایا کہ دونوں فریق دین ابراہیمی (کی قربت) سے بری ہیں، اس پر وہ ناراض ہو گئے، انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم آپ کے فیصلے پر رضامند نہیں ہیں اور نہ ہی ہم آپ کا دین قبول کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ نازل کی۔

## کمزور ایمان والوں کی تالیف کیلئے ان کی مدد کرنے کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں عطا فرمایا اور انہی میں میں بیٹھا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک آدمی کو چھوڑ دیا یعنی کچھ نہ دیا حالانکہ اس کو دینا میرے نزدیک ان سب سے اچھا تھا تو میں نے کھڑے ہو کر چپکے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو کیوں نہ دیا حالانکہ میری نظر میں وہ مومن یا مسلمان ہے۔ پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا اس کے حالات کی واقفیت کی وجہ سے مجھ پر غلبہ ہوا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص کو کیوں نہ دیا اللہ کی قسم میں تو اس کو مومن یا مسلمان گمان کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اس کے حالات کی واقفیت مجھ پر غالب ہوئی تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں کو کیوں نہ دیا اللہ کی قسم میں تو اسے مومن یا مسلمان تصور کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض آدمی مجھے محبوب ہوتے ہیں لیکن ان کو چھوڑ کر میں دوسروں کو صرف اس ڈر اور خوف کی وجہ سے دیتا ہوں کہ اگر اسے نہ دوں تو یہ اوندھے منہ دوزخ میں جائے گا اور حلوانی کی روایت میں حضرت سعد کے قول کا تکرار دو مرتبہ ہے۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2428)

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

آپ فرمادیجئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیاء کو ان کے رب سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔

## ایمان کے اصولوں کا شرائع میں متفق ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمَاعِيْلَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ" اَوْلَادِهِ "وَمَا اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ" بِالتَّصْدِيْقِ وَالتَّكْذِيْبِ "وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ" مُخْلِصُوْنَ فِي الْعِبَادَةِ وَنَزَلَ فِيْمَنْ ارْتَدَّ وَلَحِقَ بِالْكُفَّارِ،

یا محمد ﷺ آپ ان سے فرمادیجئے کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کے بیٹوں پر اور جو کچھ ملا موسیٰ اور عیسیٰ اور انبیاء کو ان کے رب سے، ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے یعنی تصدیق وتکذیب سے فرق نہیں کرتے۔ اور ہم اسی کے حضور گردن جھکائے ہیں۔ یعنی عبادت میں اخلاص رکھنے والے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ارتداد کیا اور کفار سے مل گیا۔

## سابقہ کتب سماویہ وشرائع اسلامیہ کی حقانیت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے (جو یہودیوں کی زبان ہے اور مسلمانوں کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کیا کرتے تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا)۔ تم اہل کتاب کو نہ تو سچا جانو اور نہ ان کو جھٹلاؤ (صرف) یہ کہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی، ایمان لائے۔ (آخر آیت تک)۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 152)

پوری آیت یہ ہے آیت (قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ)

(2۔البقرۃ:136)

(مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور

پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے اہل کتاب (یعنی یہودی) تورات کی کسی عبارت کا ترجمہ وتفسیر کریں تو ان کو نہ جھٹلاؤ اور نہ ان کو سچ جانو بلکہ یہ آیت کریمہ پڑھو اور ان کو سچا اس لئے نہ جانو کہ یہ لوگ کتاب الٰہی میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ تمہارے سامنے جس عبارت کا ترجمہ وتفسیر کر رہے ہیں، اس کو انہوں نے بدل دیا ہو اور ان کو جھٹلاؤ اس لئے نہیں کہ اگرچہ انہوں نے تورات میں تغیر وتبدل کر رکھا ہے لیکن پھر بھی وہ کتاب ہے الٰہی ہے اور حق ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ شاید وہ سچ اور صحیح عبارت نقل کر رہے ہوں۔

| |
|---|
| وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ |
| اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان |
| اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ |

## اسلام کے سوا کسی دین کے قبول نہ ہونے کا بیان

"وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ" لِمَصِیْرِهٖ اِلَی النَّار الْمُؤَبَّدَة عَلَیْهِ،

اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔ یعنی ہمیشہ کیلئے جہنم کی آگ اس کا ٹھکانہ ہوگی۔

## ہر بچے کا فطرت اسلام پر پیدا ہونے کا بیان

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہر وفات پانے والے بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا ہی ہو۔ اس لئے کہ بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین یا صرف اس کا باپ مسلمان ہونے کا دعوی کرے اور اگر اس کی ماں اسلام پر نہ ہو تو وہ چلا کر روئے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور جو چلا کر نہ روئے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ ساقط ہوگیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اسلامی فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔

جس طرح جانور صحیح سالم عضو والا بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں سے کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت آخر تک تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1283)

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اللہ ان لوگوں کو کیونکر ہدایت فرمائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ وہ اس امر کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی تھیں، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## مرتد ہو جانے کے بعد ہدایت سے محروم رہ جانے کا بیان

"كَيْفَ" اَيْ لَا "يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْا" اَيْ شَهَادَتَهُمْ "اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ" وَقَدْ "جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ" اَلْحُجَجُ الظَّاهِرَاتُ عَلٰى صِدْقِ النَّبِيِّ "وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ" اَيْ الْكَافِرِيْنَ،

اللہ ان لوگوں کو کیوں ہدایت فرمائے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے؟ حالانکہ وہ اس امر کی گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچا ہے یعنی انہوں نے رسول ﷺ کے حق ہونے کی گواہی بھی دی۔ اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آ چکی تھیں، یعنی نبی کریم ﷺ کی صداقت پر ظاہری دلائل آ چکے تھے۔ اور اللہ ظالم قوم یعنی کافر قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۸۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ یہود حضور کی بعثت سے قبل آپ کے وسیلہ سے دعائیں کرتے تھے اور آپ کی نبوت کے مُقِر تھے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرتے تھے جب حضور کی تشریف آوری ہوئی تو حسداً آپ کا انکار کرنے لگے اور کافر ہو گئے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے توفیق ایمان دے کہ جو جان پہچان کر اور مان کر منکر ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک انصار مرتد ہو کر مشرکین میں جا ملا پھر پچھتانے لگا اور اپنی قوم سے کہلوایا کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرو کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ ان کے دریافت کرنے پر یہ آیتیں اتریں اس کی قوم نے اسے کہلوا بھیجا وہ پھر توبہ کر کے نئے سرے سے مسلمان ہو کر حاضر ہو گیا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ آل عمران، ۸۶، بیروت)

اس کی قوم نے یہ آیت اس کے پاس بھیجی جب اس نے یہ آیت پڑھی تو کہا کہ اللہ قسم نہ تو میری قوم نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھا اور نہ ہی رسول اللہ نے اللہ پر اور اللہ تینوں میں سب سے زیادہ سچا ہے اور وہ واپس لوٹ آیا اور اس نے اسلام قبول فرمایا اور اسے چھوڑ دیا۔ (مستدرک 2۔142، طبری 3۔(240)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص انصار میں سے اسلام سے مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا اور پھر اس نے اپنی قوم کی طرف پیغام بھیجا کہ رسول اللہ سے میرا سوال کریں کیا میری توبہ قبول ہے؟ میں اپنے کیے پر نادم ہوں تو یہ آیت نازل فرمائی

مجاہد سے روایت ہے کہ حارث بن سوید اسلام لے آیا اور رسول اللہ کے ساتھ شامل ہو گیا پھر اپنی قوم سے مل گیا اور کافر ہو گیا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ) ۔ ایک شخص یہ آیت کریمہ اس کے پاس لایا اور اس پر اس آیت کی تلاوت کی تو حارث نے کہا اللہ کی قسم میرے علم میں تو یقیناً بہت سچا ہے اور رسول اللہ تجھ سے بھی زیادہ سچے ہیں اور اللہ تینوں میں سب سے زیادہ سچا ہے پھر یہ لوٹ آیا اور اسلام قبول کر لیا اور اس کا اسلام اچھا ہوا۔ (نیسابوری 96، سیوطی 54)

## ارتداد کی سزا قتل ہونے کا بیان

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا پھر جب اس بات کی خبر حضرت ابن عباس کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی ہے کہ کسی شخص کو ایسے عذاب میں مبتلا نہ کرو۔

جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح ہو جیسے کسی کو آگ میں جلانا بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 693)

اصل میں "زندیق" مجوسیوں کی ایک قوم کا نام ہے جو زردشت مجوس کی اختراع کی ہوئی کتاب زند کے پیروکار ہیں لیکن اصطلاح عام میں ہر ملحد فی الدین کو زندیق کہا جاتا ہے، چنانچہ یہاں بھی زندیق سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جن لوگوں کو زندیق کہا گیا ہے وہ دراصل عبداللہ ابن سبا کی قوم میں سے کچھ لوگ تھے جو حدود اسلام میں فتنہ و فساد برپا کرنے اور امت کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علی کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی نے ان کے اس عظیم فتنہ کا سر کچلنے کے لئے ان سب کو پکڑوا بلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ سب توبہ کریں اور یہ فتنہ پھیلانے سے باز رہیں لیکن جب انہوں نے اس سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی اور ان سب کو آگ کے اس گڑھے میں ڈلوا دیا۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابن عباس کا مذکورہ قول حضرت علی تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک ابن عباس نے سچ کہا اُس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور اس مصلحت کے پیش نظر ان سب کو جلوا دیا کہ یہی لوگ نہیں بلکہ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس قسم کی مفسدہ پردازی سے باز رہیں۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ٥ |
| ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ |

## مؤمن مستحق رحمت جبکہ منافق و کافر مستحق لعنت ہے

حضرت صفوان بن محرز مازنی روایت کرتے ہیں، کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک بار ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا

رہا تھا، کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا کہ تم نے سرگوشی کرنے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب بلائے گا، اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا، کیا تمہیں فلاں فلاں گناہ معلوم ہے؟ وہ کہے گا ہاں اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ وہ جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا، تو وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا، کہ وہ تو اب تباہ ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ پر پردہ ڈالا، آج میں تیرے گناہ کو بخش دیتا ہوں، پھر نیکیوں کی کتاب اسے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق تو ان کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا سن لو کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2297)

| |
|---|
| خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ |
| ہمیشہ اس میں رہیں، نہ ان سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔ |

## ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہنے کا بیان

"خَالِدِیْنَ فِیْهَا" اَیْ اللَّعْنَة اَوْ النَّار الْمَدْلُول بِهَا عَلَیْهَا "لَا یُخَفَّف عَنْهُمْ الْعَذَاب وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ" یُمْهَلُوْنَ،

ہمیشہ اس میں رہیں، یعنی لعنت میں یا آگ میں جو اس کا مدلول ہے۔ نہ ان سے عذاب ہلکا ہو اور نہ انہیں مہلت دی جائے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم میں ایک آگ کا پہاڑ ہے جس کا نام صعود ہے۔ کافر اس پر ستر سال میں چڑھے گا اور پھر اتنی ہی مدت میں گرتا رہے گا۔ اور ہمیشہ اسی عذاب میں رہے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اسے صرف ابن لہیعہ کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 480)

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ |
| سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## توبہ کے سبب بخشش ہوجانے کا بیان

"اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْد ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا" عَمَلهمْ "فَاِنَّ اللّٰه غَفُوْر" لَهُمْ "رَحِیْم" بِهِمْ،

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس کے بعد توبہ کرلی اور اصلاح کرلی، تو بیشک اللہ ان کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۸۹ کے شانِ نزول کا بیان

حارث ابن سوید انصاری کو کفار کے ساتھ جا ملنے کے بعد ندامت ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کے پاس پیام بھیجا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے انکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تب وہ مدینہ منورہ میں تائب ہو کر حاضر ہوئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

## اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے سے خوش ہوتا ہے

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ کے پاس ان کی عیادت کے لئے حاضر ہوا اور وہ بیمار تھے تو انہوں نے ہمیں دو حدیثیں بیان کیں ایک حدیث اپنی طرف سے اور ایک حدیث رسول اللہ سے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا اللہ اپنے مومن بندے کی توبہ پر اس آدمی سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو ایک سنسان اور ہلاکت خیز میدان میں ہو اور اس کے ساتھ اس کی سواری وہ جس پر اس کا کھانا پینا ہو اور پھر وہ سو جائے۔

جب بیدار ہو تو دیکھے کہ اس کی سواری جا چکی ہے وہ اس کی تلاش میں نکلے۔ یہاں تک کہ اسے سخت پیاس لگے پھر وہ کہے میں اپنی جگہ پر سو جاؤں گا یہاں تک کہ مر جاؤں پس اس نے اپنے سر کو اپنی کلائی پر مرنے کے لئے رکھا پھر بیدار ہوا تو اس کی سواری اس کے پاس ہی کھڑی ہو اور اس پر اس کا زادہ راہ اور کھانا پینا ہو تو اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ پر اس آدمی کی سواری اور زاد راہ ملنے کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2455)

## عذاب کے خوف کی وجہ سے مغفرت ہو جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ایک آدمی نے ایک نیکی بھی نہ کی تھی جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا مجھے جلا کر میرا آدھا حصہ سمندر میں جبکہ آدھا حصہ فضا میں اڑا دینا اللہ کی قسم اگر اللہ اسے عذاب دے گا تو ایسا سخت عذاب دے گا کہ جہان والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ ہوا ہوگا پس جب وہ آدمی مر گیا تو اس کے گھر والوں نے وہی کیا جو انہیں حکم دیا گیا تھا پس اللہ نے فضا کو حکم دیا تو اس نے اس کے ذرات کو جمع کر دیا اور سمندر کو حکم دیا تو اس نے بھی اپنے موجود سب کو جمع کر دیا پھر فرمایا تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا: اے میرے رب تیرے خوف وڈر کی وجہ سے تو بہتر جانتا ہے پس اللہ نے اسے معاف فرما دیا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2480)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ○ |
| بیشک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا پھر وہ کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گے، اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔ |

## حالت نزاع کے وقت توبہ کے قبول نہ ہونے کا بیان

وَنَزَلَ فِي الْيَهُوْد "اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِعِيسَى "بَعْدَ اِيْمَانهمْ" بِمُوسَى "ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا" بِمُحَمَّدٍ

"لَنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ" اِذَا غَرْغَرُوْا اَوْ مَاتُوْا كُفَّارًا "واُولئك هم الالضالون"
یہ آیت مبارکہ یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بیشک جن لوگوں نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا پھر وہ کفر یعنی نبی کریم ﷺ پر کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی، جب وہ حالت نزاع میں پہنچ جائیں یا وہ حالت کفر میں مر جائیں۔ اور وہی لوگ گمراہ ہیں۔

## سورہ آل عمران آیت ۹۰ کے سبب نزول کا بیان

حسن، قتادہ اور عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے حضرت عیسیٰ اور انجیل کا انکار کر کے کفر کیا اور پھر محمد اور قرآن کا انکار کر کے اپنے کفر میں مزید بڑھ گئے

ابوالعالیہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی ہے انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی صفت اور نعت پر ایمان کے بعد آپ کا انکار کر کے کفر کیا اور پھر کفر پر ڈٹ کر اپنے کفر میں مزید بڑھ گئے (اسباب النزول للسیوطی 54)

## وقت نزاع توبہ کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک کہ غرغرہ کی کیفیت نہ شروع ہو جائے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 875)

غرغرہ، انسانی زندگی کا وہ آخری درجہ ہے جب جسم و روح کا تعلق اپنے انقطاع کے انتہائی نقطہ کے بالکل قریب ہوتا ہے جان پورے بدن سے کھنچ کر حلق میں آ جاتی ہے سانس اکھڑ کر صرف غرغر کی سی آواز میں تبدیل ہو جاتا ہے اور زندگی کی بالکل آخری امید بھی یاس و ناامیدی کے درجہ یقین پر پہنچ جاتی ہے۔

لہٰذا اس ارشاد گرامی میں "جب تک کہ غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو جائے" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک موت کا یقین نہیں ہوتا اس وقت تک توبہ قبولیت سے نوازی جاتی ہے مگر جب موت کا بالکل یقین ہو جائے یعنی مذکورہ بالا کیفیت شروع ہو جائے تو اس وقت توبہ قبول نہیں ہوتی۔

اس حدیث کے ظاہری اور واضح مفہوم سے تو یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ مرنے کے وقت مطلقاً توبہ صحیح نہیں ہوتی خواہ کفر سے توبہ ہو یا گناہوں سے یعنی اس وقت نہ تو کافر کا ایمان لانا صحیح و درست ہوگا اور نہ مسلمان کی گناہوں سے توبہ صحیح ہوگی چنانچہ قرآن کریم کی آیت (وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰ‍ِٕكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا) 4۔ النساء:18) سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے لیکن بعض علماء اس بات کے قائل ہیں کہ گناہوں سے توبہ تو صحیح ہوگی لیکن کفر سے توبہ صحیح نہیں ہوگی گویا ان حضرات کے نزدیک یاس و ناامید کا ایمان غیر مقبول ہے اور یاس کی توبہ مقبول ہے۔

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ حدیث مذکورہ بالا کے تحت جو حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق گناہوں سے توبہ کرنے سے ہے کہ حالت غرغرہ میں توبہ قبول نہیں ہوتی لیکن ایسی حالت میں اگر کسی سے اس کا کوئی حق معاف کرایا جائے اور وہ صاحب حق معاف کر دے یہ صحیح ہوگا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا |
| وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝ |
| بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور حالتِ کفر میں ہی مر گئے سو ان میں سے کوئی شخص اگر زمین بھر سونا بھی معاوضہ میں دینا چاہے |
| تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، انہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔ |

## قیامت کے دن کفار کیلئے روئے زمین کے برابر سونا بھی فدیہ نہ بن سکے گا

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَّهُمْ كُفَّار فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدهِمْ مِلْء الْاَرْض" مِقْدَار مَا يَمْلَؤُهَا "ذَهَبًا وَّلَوْ افْتَدٰى بِهٖ" اَدْخَلَ الْفَاء فِيْ خَبَر اِنَّ لِشَبَهِ الَّذِيْنَ بِالشَّرْطِ وَاِيْذَانًا بِتَسَبُّبِ عَدَم الْقَبُوْل عَنْ الْمَوْت عَلَى الْكُفْر "اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم "وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِيْنَ" مَانِعِيْنَ مِنْهُ،

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور حالتِ کفر میں ہی مر گئے سو ان میں سے کوئی شخص اگر زمین بھر سونا بھی معاوضہ میں دینا چاہے یعنی اتنی مقدار جس سے زمین بھر جائے۔ تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، یہاں پر خبر میں فاء کو الذین کے مشابہ شرط ہونے کی وجہ دے داخل کیا گیا ہے۔ اور توبہ کی قبولیت اس لئے نہ ہوگی کہ وہ حالت کفر میں مرے ہیں۔ انہی لوگوں کے لئے تکلیف پہنچانے والا دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہو سکے گا۔ یعنی ان کو عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۹۱ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے ساتھ کفر کیا پھر کفر میں اور بڑھے اور سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے ساتھ کفر کیا، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل تو اپنی کتابوں میں آپ کی نعت وصفت دیکھ کر آپ پر ایمان رکھتے تھے اور آپ کے ظہور کے بعد کافر ہوگئے اور پھر کفر میں اور شدید ہو گئے۔ یہاں تک وہ اسی کفر کے حالت میں مر گئے۔ تو ان کی توبہ کو بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا کوئی فدیہ لیا جائے گا کہ وہ کہیں کوئی فدیہ دے کر اپنی نجات کا راستہ بنالیں۔

## قیامت کے دن مہلت مانگنے والے کفار کا دوزخ میں جانے کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنمی سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ زمین پر جو کچھ ہے اگر تیرا ہو جائے تو کیا تو اس کو ان سزاؤں کے بدلے اپنے فدیے میں دے ڈالے گا۔ وہ کہے گا ہاں تو جناب باری کا ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھ سے بہ نسبت اس کے بہت ہی کم چاہا تھا، میں نے تجھ سے اس وقت وعدہ لیا تھا جب تو اپنے باپ آدم کی پیٹھ میں تھا کہ میرے ساتھ کسی کو شرک نہ بنانا لیکن تو شرک کئے بغیر نہ رہا۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی دوسری سند کے ساتھ ہے،

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایسے جنتی کو لایا جائے گا جس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہو تم نے کیسی جگہ پائی؟ وہ جواب دے گا اللہ بہت ہی بہتر۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اور کچھ مانگنا ہو تو مانگو دل میں جو تمنا ہو کہو تو یہ کہے گا باری تعالیٰ میری صرف یہی تمنا ہے اور میرا یہی ایک سوال ہے کہ مجھے دنیا میں پھر بھیج دیا جائے میں تیری راہ میں جہاد کروں اور پھر شہید کیا جاؤں پھر زندہ ہو جاؤں پھر شہید کیا جاؤں دس مرتبہ ایسا ہی ہو کیونکہ وہ شہادت کی فضیلت اور شہید کے مرتبے دیکھ چکا ہوگا اسی طرح ایک جہنمی کو بلایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے ابن آدم تو نے اپنی جگہ کیسی پائی؟ وہ کہے گا اللہ بہت ہی بری۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا ساری زمین بھر کر سونا دے کر ان عذابوں سے چھوٹنا تجھے پسند ہے؟ وہ کہے گا ہاں اے باری تعالیٰ اس وقت جناب باری تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے میں نے تو اس سے بہت ہی کم اور بالکل آسان چیز تجھ سے طلب کی تھی لیکن تو نے اسے بھی نہ کیا چنانچہ وہ جہنم میں بھیج دیا جائے گا، پس یہاں فرمایا ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہیں اور ایسا نہیں جو ان عذابوں سے اپنے آپ کو چھڑا سکے یا کوئی ان کی کس طرح مدد کر سکے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے نجات دے۔ آمین۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، ۹۱، بیروت)

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا۔

اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا یہ حدیث صحیح غریب ہے اس قول کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے عذاب میں ڈالوں گا بعض علماء نے اس آیت (فَالْيَوْمَ نَنسٰىهُمْ) 7۔الاعراف:91) کا مطلب یہی بیان کیا ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہم ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 326)

| |
|---|
| لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝ |
| وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ |
| تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے جب تک تم اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو |
| بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ کی راہ میں اپنی پسندیدہ چیز کو خرچ کرنے کا بیان

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ" اَیْ ثَوَابَه وَهُوَ الْجَنَّة "حَتّٰى تُنْفِقُوْا" تَصَدَّقُوْا "مِمَّا تُحِبُّوْنَ" مِنْ اَمْوَالِكُمْ "وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰه بِهٖ عَلِیْم" فَیُجَازِی عَلَیْهِ،

تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکو گے یعنی ثواب یعنی جنت کو نہ پاس کو گے۔ جب تک تم اپنے اموال میں سے اپنی محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو، اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ پس وہ اس پر جزاء دے گا۔

## حضرت ابوطلحہ کا اللہ کی راہ میں اپنا باغ دینے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابوطلحہ انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مالدار تھے اور بیرحاء سب سے زیادہ ان کو پیارا تھا، اسکا رخ مسجد کی طرف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں جاتے اور اس کا عمدہ پانی پیا کرتے تھے، جب یہ آیت اتری (لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ) 3۔العمران:92) یعنی تم نیکی کو کبھی نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ تم اپنی محبوب ترین چیز میں سے خرچ کرو، ابوطلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ تم نیکی نہ پاؤ گے جب تک تم اپنی محبوب ترین چیز خرچ نہ کرو، اور مجھ کو سب سے زیادہ پیارا بیرحاء ہے اور وہ اللہ کے لئے خیرات کرتا ہوں میں اس کی نیکی اور اس کے ثواب کا اللہ کے پاس امیدوار ہوں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے جہاں چاہیں خرچ کریں، آپ نے فرمایا خوب یہ مال تو چلا جانے والا ہے یہ مال تو چلا جانے والا ہے جو تم نے کہا وہ میں نے سن لیا اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تو اس کو رشتہ داروں میں تقسیم کر دے،

حضرت ابوطلحہ نے کہا ایسا ہی کروں گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، چنانچہ ابوطلحہ نے اس کو اپنے رشتہ داروں اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا اسماعیل نے مالک سے اس کے متابع حدیث روایت کی اور روح نے مالک نے رائح کے بجائے رابح (فائدہ پہنچانے والا) کا لفظ بیان کیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2185)

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِیْلُ عَلٰی نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ

اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝

سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوبؑ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ

توریت لاکر پڑھو اگر سچے ہو۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی ذات پر اونٹ کے گوشت کو حرام قرار دیا

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْیَهُوْد اِنَّك تَزْعُم اَنَّك عَلٰی مِلَّة اِبْرَاهِیم وَكَانَ لَا یَاْكُل لُحُوم الْاِبِل وَاَلْبَانها "كُلّ الطَّعَام كَانَ حِلًّا" حَلَالًا , "لِبَنِیْٓ اِسْرَائِیل اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَائِیل" یَعْقُوب "عَلٰی نَفْسه" وَهُوَ الْاِبِل لَمَّا حَصَلَ لَهٗ عِرْق النَّسَا بِالْفَتْحِ وَالْقَصْر فَنَذَرَ اِنْ شُفِیَ لَا یَاْكُلهَا فَحُرِّمَ عَلَیْهِ "مِنْ قَبْل اَنْ تُنَزَّل التَّوْرَاة" وَذٰلِك بَعْد اِبْرَاهِیم وَلَمْ تَكُنْ عَلٰی عَهْده حَرَامًا كَمَا زَعَمُوْا "قُلْ" لَهُمْ "فَاْتُوْا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوْهَا" لِیَتَبَیَّن صِدْق قَوْلكُمْ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ" فِیْهِ فَبُهِتُوْا وَلَمْ یَاْتُوْا بِهَا،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے کہا کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ ملت ابراہیمی پر ہو حالانکہ وہ اونٹوں کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور نہ ان کا دودھ پیتے تھے۔ سب کھانے بنی اسرائیل کو حلال تھے مگر وہ جو یعقوبؑ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور وہ اونٹ تھا کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو عرق نساء کا مرض لاحق ہوا تو اب انہوں نے اپنے اوپر حرام کیا۔ اور یہ نساء فتح اور کسرہ دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی انہوں نے یہ منت مانی تھی کہ اگر مجھے شفاء ہوئی تو میں اونٹ کا گوشت نہ کھاؤں گا اور یہ واقعہ نزول تورات سے پہلے کا ہے۔ جبکہ یہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوا لہٰذا آپ کے عہد میں حرام نہ تھا جس طرح انہوں نے گمان کیا ہوا ہے۔ توریت اترنے سے پہلے تم فرماؤ توریت لاکر پڑھو تا کہ تمہارے قول کی صداقت واضح ہو اگر تم سچے ہو۔ اس پر وہ حیران ہو گئے اور تورات کو لیکر نہ آئے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

ابوورق اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی نے فرمایا ملت ابراہیم پر ہوں تو انہوں نے کہا کہ آپ ملت ابراہیمی پر کیسے ہوسکتے ہیں حالانکہ آپ تو اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں نبی نے فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم کے لیے حلال تھا اس لیے ہم بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں تو اس پر یہود نے کہا کہ جو چیز بھی آج ہم حرام سمجھتے ہیں وہ نوح اور ابراہیم علیہ السلام پر حرام تھی اور اسی طرح یہ بات ہمیں پہنچی ہے۔ اس موقع پر اللہ نے ان کی تکذیب کی اور یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِیْٓ اِسْرَاءِیْلَ ۔ بنی اسرائیل کے لیے (تورات کے نازل ہونے سے) پہلے کھانے کی سب چیزیں حلال تھیں بجز ان کے جو یعقوب نے خود اپنے اوپر حرام کرلی تھیں۔ (نیشاپوری 98)

## بارگاہ رسالت ﷺ میں یہود کے وفد کے آنے کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ ہم آپ سے چند سوال کرنا چاہتے ہیں جن کے جواب نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں آپ نے فرمایا پوچھو لیکن پہلے تم لوگ وعدہ کرو اگر میں صحیح صحیح جواب دے دوں تو تمہیں میری نبوت کے تسلیم کر لینے میں کوئی عذر نہ ہوگا انہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا کہ اگر آپ نے سچے جواب دے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے ساتھ ہی انہوں نے بڑی بڑی قسمیں بھی کھائیں پھر پوچھا کہ بتائیے۔ حضرت اسرائیل نے کیا چیز اپنے اوپر حرام کی تھی؟ عورت مرد کے پانی کی کیا کیفیت ہے؟ اور کیوں کبھی لڑکا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی؟ اور نبی امی کی نیند کیسی ہے؟ اور فرشتوں میں سے کونسا فرشتہ اس کے پاس وحی لے کر آتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب حضرت اسرائیل سخت بیمار ہوئے تو نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دے گا تو میں سب سے زیادہ پیاری چیز کھانے پینے کی چھوڑ دوں گا جب شفایاب ہو گئے تو اونٹ کا گوشت اور دودھ چھوڑ دیا، مرد کا پانی سفید رنگ اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا پانی زردی مائل پتلا ہوتا ہے دونوں سے جو اوپر آ جائے اس پر اولاد نر مادہ ہوتی ہے، اور شکل و شباہت میں بھی اسی پر جاتی ہے۔ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں اس کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔ میرے پاس وحی لے کر وہی فرشتہ آتا ہے جو تمام انبیاء کے پاس بھی آتا رہا یعنی جبرائیل علیہ السلام، بس اس پر وہ چیخ اٹھے اور کہنے لگے کوئی اور فرشتہ آپ کا ولی ہوتا تو ہمیں آپ کی نبوت تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ رہتا۔ (مسند احمد بن حنبل)

| فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
|---|
| تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے تو وہی ظالم ہیں۔ |

## اللہ پر جھوٹ کا بہتان باندھنے کی ممانعت کا بیان

"فَمَنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰه الْكَذِب مِنْ بَعْد ذٰلِكَ" اَیْ ظُهُور الْحُجَّة بِاَنَّ التَّحْرِیم اِنَّمَا كَانَ مِنْ جِهَة یَعْقُوب لَا عَلٰی عَهْد اِبْرَاهِیم "فَاُولٰئِكَ هُمْ الظَّالِمُوْنَ" الْمُتَجَاوِزُوْنَ الْحَقّ اِلَی الْبَاطِل،

تو اس کے بعد جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ یعنی جب یہ دلیل ظاہر ہو چکی ہے کہ حرمت حضرت یعقوب علیہ السلام کی اپنی جانب سے تھی جبکہ وہ عہد ابراہیم سے نہ تھی۔ تو وہی ظالم ہیں۔ یعنی حق سے باطل کی طرف بڑھنے والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے بغیر علم کے قرآن کی تفسیر کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کر لے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 877)

## اللہ ورسول ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف سے کوئی بات (یعنی حدیث) اس وقت تک نقل نہ کرو جب تک تمہیں یقین نہ ہو کہ یہ میرا قول ہے۔

اور جو شخص میری طرف کوئی جھوٹ بات منسوب کرے گا وہ اور ایسا شخص جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے گا دونوں اپنا ٹھکانہ جہنم میں تلاش کرلیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 878)

| |
|---|
| قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۗ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ |
| فرمادیں کہ اللہ نے سچ فرمایا ہے، سوتم ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کرو جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کے ہو گئے تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔ |

## دین اسلام کے برحق ہونے کا بیان

"قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ" فِيْ هٰذَا كَجَمِيْعِ مَا اَخْبَرَ بِهٖ "فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ" الَّتِيْ اَنَا عَلَيْهَا "حَنِيْفًا" مَائِلًا عَنْ كُلِّ دِيْنٍ اِلَى الْاِسْلَام "وما كان من المشركين"

فرمادیں کہ اللہ نے دوسری خبر کی طرح اس کو سچ فرمایا ہے، لہٰذا تم ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرو۔ وہ جس پر میں ہوں۔ جو ہر باطل سے منہ موڑ کر صرف اللہ کے ہو گئے تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہیں تھے۔

## دین اسلام سے کمال محبت کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ ( کی خوشنودی ) کے لیے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو"۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔ اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لیے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔

ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری و نفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔

اسی لیے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا ہے اور سارے

جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔

## دنیا میں عبادت کا پہلا گھر مکہ میں ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا قِبْلَتُنَا قَبْلَ قِبْلَتِكُمْ "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ" مُتَعَبَّدًا ، "لِلنَّاسِ" فِى الْاَرْضِ "لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ" بِالْبَاءِ لُغَةٌ فِىْ مَكَّةَ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِاَنَّهَا تَبُكُّ اَعْنَاقَ الْجَبَابِرَةِ اَىْ تَدُقُّهَا بَنَاهُ الْمَلَائِكَةُ قَبْلَ خَلْقِ اٰدَمَ وَوُضِعَ بَعْدَهُ الْاَقْصٰى وَبَيْنَهُمَا اَرْبَعُوْنَ سَنَةً كَمَا فِىْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَفِىْ حَدِيْثٍ (اَنَّهُ اَوَّلُ مَا ظَهَرَ عَلٰى وَجْهِ الْمَاءِ عِنْدَ خَلْقِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ زُبْدَةً بَيْضَاءَ فَدُحِيَتْ الْاَرْضُ مِنْ تَحْتِهِ) "مُبَارَكًا" حَالٌ مِنَ الَّذِىْ اَىْ ذَا بَرَكَةٍ "وَهُدًى لِلْعَالَمِيْنَ" لِاَنَّهُ قِبْلَتُهُمْ،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ ہماری قبلہ قدیمی ہے۔ بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بہ طور عبادت بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، ایک لغت میں مکہ باء کے ساتھ ہے جس معنی توڑنا ہے اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں پر بڑے بڑوں کی گردنیں ٹوٹتی ہیں۔ اس کو فرشتوں نے تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے بنایا اور اس کے بعد مسجد اقصی کو بنایا گیا اور ان دونوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے۔ جس طرح صحیح بخاری ومسلم کی روایت ہے کہ زمین وآسمان کی تخلیق کے وقت پانی کی سطح پر جھاگ کی طرح جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی کعبہ تھی۔ اس کے بعد زمین کو اس کے نیچے سے پھیلایا۔ یہاں پر مبارکا یہ الذی سے حال ہے۔ یعنی برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے ہدایت ہے۔ یعنی ان کا قبلہ ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۹۶ کے شان نزول کا بیان

یہود نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے کعبہ سے افضل اور اس سے پہلا ہے انبیاء کا مقام ہجرت وقبلہ عبادت ہے مسلمانوں نے کہا کہ کعبہ افضل ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں بتایا گیا کہ سب سے پہلا مکان جس کو اللہ تعالیٰ نے طاعت وعبادت کے لئے مقرر کیا نماز کا قبلہ حج اور طواف کا موضع بنایا جس میں نیکیوں کے ثواب زیادہ ہوتے ہیں وہ کعبہ معظمہ ہے جو شہر مکہ معظمہ میں واقع ہے حدیث شریف میں ہے کہ کعبہ معظمہ بیت المقدس سے چالیس سال قبل بنایا گیا۔ (تفسیر خازن، آل عمران، ۹۶، بیروت)

## مسجد حرام اور مسجد اقصی کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہونے کا بیان

حضرت ابراہیم بن یزید تیمی سے روایت ہے کہ میں اپنے والد کو مسجد سے باہر سائبان میں قرآن سنایا کرتا تھا۔ جب میں سجدہ

کی آیت پڑھتا تھا تو وہ سجدہ کر لیتے میں نے اپنے والد سے کہا: اے ابا جان کیا آپ راستہ ہی میں سجدہ کر لیتے ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا زمین میں سب سے پہلی کونسی مسجد بنائی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا مسجد حرام، میں نے عرض کیا پھر کونسی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد اقصی، میں نے عرض کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس سال کا، پھر ساری زمین تیرے لئے مسجد ہے جہاں تو نماز کا وقت پائے تو نماز پڑھ لے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1157)

## دنیا کا پہلا انسان اور پہلے گھر کا بیان

حدیث جو امام بیہقی نے روایت کی ہے جس میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا نے بحکم الہ بیت اللہ بنایا اور طواف کیا اور اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو سب سے پہلا انسان ہے اور یہ سب سے پہلا گھر ہے یہ حدیث ابن لہیعہ کی روایت سے ہے اور وہ ضعیف راوی ہیں، ممکن ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمر کا اپنا قول ہو اور یرموک والے دن انہیں جو دو پورے اہل کتاب کی کتابوں کے ملے تھے انہی میں یہ بھی لکھا ہوا ہو۔ "مکہ" مکہ شریف کا مشہور نام ہے چونکہ بڑے بڑے جابر شخصوں کی گردنیں یہاں ٹوٹ جاتی تھیں ہر بڑائی والا یہاں پست ہو جاتا تھا، اس لئے اسے مکہ کہا گیا اور اس لئے بھی کہ لوگوں کی بھیڑ بھاڑ یہاں ہوتی ہے اور ہر وقت کھچا کھچ بھرا رہتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہاں لوگ خلط ملط ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ کبھی عورتیں آگے نماز پڑھتی ہوتی ہیں اور مرد ان کے پیچھے ہوتے ہیں جو اور کہیں نہیں ہوتا،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "فج" سے "تنعیم" تک مکہ ہے بیت اللہ سے بطحا تک بکہ ہے بیت اللہ اور مسجد کو بکہ کہا گیا ہے، بیت اللہ اور اس آس پاس کی جگہ کو بکہ اور باقی شہر کو مکہ بھی کہا گیا ہے، اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں مثلاً بیت العتیق، بیت الحرام، بلد الامین، بلد المامون، ام رحم، ام القری، صلاح، عرش، قادس، مقدس، ناسبہ، ناسسہ، حاطمہ، راس، کوثا البلدہ البینۃ العکبہ۔ اس میں ظاہر نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت و شرافت کی دلیل ہیں۔

| |
|---|
| فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَ مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ |
| مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم (علیہ السلام) کی جائے قیام ہے، اور جو اس میں داخل ہو گیا امان پا گیا، اور اللہ کے لئے لوگوں پر |
| اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اور جو منکر ہو تو بیشک اللہ سب جہانوں سے بے نیاز ہے۔ |

## حرم کی برکتوں کا بیان

"فِيْهِ اٰيَات بَيِّنَات" مِنْهَا "مَقَام اِبْرَاهِيْم" اَيْ الْحَجَر الَّذِيْ قَامَ عَلَيْهِ عِنْد بِنَاء الْبَيْت فَاَثَر قَدَمَاهُ فِيْهِ وَبَقِيَ اِلَى الْاٰن مَعَ تَطَاوُل الزَّمَان وَتَدَاوُل الْاَيْدِيْ عَلَيْهِ وَمِنْهَا تَضْعِيف الْحَسَنَات فِيْهِ وَاَنَّ الطَّيْر لَا

يَعْلُوْهُ "وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا" لَا يُتَعَرَّضُ اِلَيْهِ بِقَتْلٍ اَوْ ظُلْمٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ" وَاجِبٌ بِكَسْرِ الْحَاءِ وَفَتْحِهَا لُغَتَانِ فِيْ مَصْدَرِ حَجَّ قَصَدَ وَيُبْدَلُ مِنَ النَّاسِ "مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا فَسَّرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَغَيْرُهُ "وَمَنْ كَفَرَ" بِاللّٰهِ اَوْ بِمَا فَرَضَهُ مِنَ الْحَجِّ "فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ" الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلَائِكَةِ وَعَنْ عِبَادَتِهِمْ،

اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم علیہ السلام کی جائے قیام ہے، یعنی وہ پتھر جس پر آپ نے کھڑے ہو کر بیت اللہ کو تعمیر کیا پس آپ کے مبارک قدموں کے نشان باقی ہیں حالانکہ طویل زمانے گزر جانے کے باوجود آج تک باقی ہیں۔ اور طویل مدتوں سے اس پر ہاتھ بھی رکھے جاتے ہیں۔ اور اس میں احسانات کا اضافہ ہے۔ یعنی کوئی پرندہ پرواز کر کے اس کے اوپر سے نہیں گزرتا۔ اور جو اس میں داخل ہو گیا امان پا گیا، یعنی اس سے قتل اور ظلم وغیرہ کیلئے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے، لفظ حج کے بارے میں دو لغات ہیں یہ حاء کے فتحہ اور کسرہ دونوں طرح آتا ہے حج مصدر ہے جس کا معنی ارادہ ہے۔ اور یہ الناس سے بدل ہے۔ جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، اس کی تفسیر نبی کریم ﷺ نے زادِ راہ اور سواری سے کی ہے۔ جس کو امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور جو اللہ یا حج کی فرضیت کا منکر ہوا، تو بیشک اللہ سب جہانوں یعنی انسانوں، جنات اور فرشتوں اور ان کی عبادات سے بے نیاز ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۹۷ شانِ نزول کا بیان

عکرمہ فرماتے ہیں مراد صحت جسمانی ہے پھر فرمایا جو کفر کرے یعنی فرضیت حج کا انکار کرے، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ دین اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور دین پسند کرے اس سے قبول نہ کیا جائے گا تو یہودی کہنے لگے ہم بھی مسلمان ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مسلمانوں پر تو حج فرض ہے تم بھی حج کرو تو وہ صاف انکار بیٹھے جس پر یہ آیت اتری کہ اس کا انکاری کافر ہے اور اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے،

## استطاعت کی تفسیر زادِ راہ اور سواری ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا حاجی اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا سر گرد آلود ہو اور کپڑے میلے کچیلے ہوں۔ پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا حج افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں بلند آواز سے لبیک کہا جائے اور زیادہ قربانیاں کی جائیں پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھا کہ (آیت) وللہ علی الناس۔ میں سبیل سے کیا مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا سفر خرچ اور سواری۔ اس حدیث کو ہم صرف ابراہیم بن یزید خوزی مکی کی روایت سے جانتے ہیں بعض اہل علم نے ان کے حافظے پر اعتراض

کیا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 934)

## آیات بینات سے مراد مقام ابراہیم وغیرہ ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں آیات بینات میں سے ایک مقام ابراہیم بھی ہے باقی اور بھی ہیں، حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ خلیل اللہ کے قدموں کے نشان جو مقام ابراہیم پر تھے یہ بھی آیات بینات میں سے ہیں، کل حرم کو اور حطیم کو اور سارے ارکان حج کو بھی مکہ امن والا رہا باپ کے قاتل کو بھی یہاں پاتے تو نہ چھیڑتے ابن عباس فرماتے ہیں بیت اللہ پناہ چاہنے والے کو پناہ دیتا ہے۔

## حج کی فرضیت میں مذاہب اربعہ کا بیان

علامہ علی بن سلطان ملاعلی قاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔حج کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع سے محکم ہے۔قرآن میں اس کی دلیل یہ ہے کہ لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے جو اس کی اس راہ کی طاقت رکھتا ہو' اس آیت میں کلمہ ''علیٰ'' جو ایجاب کیلئے آیا ہے۔لہٰذا حج فرض ہے۔

جبکہ احادیث میں اس کی فرضیت میں کثیر احادیث موجود ہیں۔جس طرح یہ حدیث ہے۔حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات پر کہ اللہ کو ایک مانا جائے، نماز کے اہتمام پر، زکوٰۃ کی ادائیگی پر، رمضان کے روزوں پر اور حج پر۔ایک آدمی نے پوچھا: حج اور رمضان کے روزے؟ انھوں نے کہا: نہیں، رمضان کے روزے اور حج۔میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔" (صحیح مسلم، رقم، ۱۶،)

(شرح الوقایہ، ج۱، ص۴۵۰، بیروت)

علامہ ابن قدامہ مقدسی حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔حج کی فرضیت قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔قرآن سے اس طرح ثابت ہے کہ ''لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے'' حدیث کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جن میں حج کو بیان کیا گیا ہے۔اور اسی طرح کثیر احادیث ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے اور اسی پر امت کا اجماع ہے۔

(المغنی، ج۳، ص۱۶۳، بیروت)

علامہ شرف الدین نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ حج ارکان اسلام میں سے رکن ہے اور اس کے فرائض میں سے فرض ہے۔اور اس آیت ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا '' میں واؤ ترتیب کا تقاضہ نہیں کرتی کیونکہ انہوں نے اس سے حج کے رکن ہونے کا استدلال کیا ہے۔اور احادیث سے جو استدلال ہے اس کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ حج فرض ہے۔

(المجموع، ج۴، ص۷، بیروت)

علامہ شہاب الدین قرافی مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا '' اس آیت میں حکم کا وصفیت کے طریقے پر بیان ہونا اس کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا حج فرض ہے اور باقی دلائل اسی طرح ہیں جس طرح پہلے فقہاء مذاہب ثلاثہ کے ہیں۔(ذخیرہ، ج۳، ص۱۶۷، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے لہٰذا تم حج کرو یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا ہم ہر سال حج کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی بات کہی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا ہوں تو یقیناً حج ہر سال کے لئے فرض ہو جاتا اور تم ہر سال حج کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے تھے؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک میں تمہیں چھوڑوں تم مجھے چھوڑ دو (یعنی جو کچھ میں نہ کہا کروں مجھ سے مت پوچھا کرو) کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ وہ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ وہ اپنے انبیاء سے پوچھتے اور ان سے اختلاف کرتے تھے (جیسا کہ بنی اسرائیل کے بارے میں منقول ہے) لہٰذا جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اس میں سے جو کچھ تم کرنے کی طاقت رکھتے ہو کرو اور جب میں تمہیں کسی بات سے منع کروں تو اس کو چھوڑ دو۔

(مسلم، ترمذی، حاکم، ابن ماجہ)

| |
|---|
| قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ○ |
| فرمادیں، اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیتوں کا انکار کیوں کرتے ہو؟ اور اللہ تمہارے کاموں کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ |

## اہل کتاب قرآن کا انکار کیوں کرتے ہیں

"قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰه" اَلْقُرْاٰن "وَاللّٰهُ شَهِيد عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيْكُمْ عَلَيْهِ،

فرمادیں، اے اہل کتاب! تم اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کا انکار کیوں کرتے ہو؟ اور اللہ تمہارے کاموں کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

## اہل کتاب کے برے انجام کا بیان

اہل کتاب کے کافروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے جو حق سے دشمنی کرتے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کرتے دوسرے لوگوں کو بھی پورے زور سے اسلام سے روکتے تھے باوجودیکہ رسول کی حقانیت کا انہیں یقینی علم تھا اگلے انبیاء اور رسولوں کی پیش گوئیاں اور ان کی بشارتیں ان کے پاس موجود تھیں نبی امی ہاشمی عربی مکی مدنی سید الولد آدم خاتم الانبیاء رسول رب ارض وسماء صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ان کتابوں میں موجود تھا پھر بھی اپنی بے ایمانی پر بضد تھے اس لئے ان سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں خوب دیکھ رہا ہوں تم کس طرح میرے نبیوں کی تکذیب کرتے ہو اور کس طرح خاتم الانبیاء کو ستاتے ہو اور کس طرح میرے مخلص بندوں کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہو میں تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہوں تمام برائیوں کا بدلہ دوں گا اس دن پکڑوں گا جس دن تمہیں کوئی سفارشی اور مددگار نہ ملے۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

فرمادیں، اے اہلِ کتاب، جو شخص ایمان لے آیا ہے تم اسے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان کی راہ میں بھی کجی چاہتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

## اہل کتاب کا دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکنے کا بیان

"قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَاب لِمَ تَصُدُّوْنَ" تَصْرِفُوْنَ "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" اَیْ دِيْنه "مَنْ اٰمَنَ" بِتَكْذِيْبِكُمْ النَّبِیّ وَكَتْم نَعْتِه "تَبْغُوْنَهَا" اَیْ تَطْلُبُوْنَ السَّبِيْل "عِوَجًا" مَصْدَر بِمَعْنٰی مُعْوَجَّة اَیْ مَائِلَة عَنْ الْحَق "وَاَنْتُمْ شُهَدَاء" عَالِمُوْنَ بِاَنَّ الدِّيْن الْمَرْضِیّ الْقَيِّم هُوَ دِيْن الْاِسْلَام كَمَا فِیْ كِتَابكُمْ "وَمَا اللّٰه بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ" مِنْ الْكُفْر وَالتَّكْذِيب وَاِنَّمَا يُؤَخِّركُمْ اِلٰی وَقْتكُمْ لِيُجَازِيَكُمْ،

فرمادیں، اے اہلِ کتاب، جو شخص ایمان لے آیا ہے تم اسے اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو؟ تم ان کی راہ میں بھی کجی چاہتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو، اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

## فطرت پر پیدا ہونے والے بچے کو والدین کا یہودی و نصرانی وغیرہ بنانے کا بیان

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہر وفات پانے والے بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگرچہ وہ زانیہ کا ہی ہو۔ اس لئے کہ بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین یا صرف اس کا باپ مسلمان ہونے کا دعوی کرے اور اگر اس کی ماں اسلام پر نہ ہو تو وہ چلا کر روئے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی۔

اور جو چلا کر نہ روئے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ ساقط ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اسلامی فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنا لیتے ہیں جس طرح جانور صحیح سالم عضو والا بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں سے کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت آخر تک تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1283)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝

اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے تو وہ تمہارے ایمان کے بعد کافر کر چھوڑیں گے۔

## اوس و خزرج کی باہمی عداوت کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا مَرَّ بَعْض الْيَهُوْد عَلَی الْاَوْس وَالْخَزْرَج وَغَاظَهُمْ تَاَلُّفهمْ فَذَكَّرُوْهُمْ بِمَا كَانَ بَيْنهمْ فِی الْجَاهِلِيَّة مِنْ الْفِتَن فَتَشَاجَرُوْا وَكَادُوْا يَقْتَتِلُوْنَ "يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِنْ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا

الْکِتَابَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کَافِرِیْنَ"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بعض یہود کا گزر اوس وخزرج پر ہوا تو وہ آپس میں غضب ناک ہوئے۔تو انہوں نے اپنے درمیان دور جاہلیت والے فتنوں کو چھیڑ دیا جس کی وجہ سے وہ بھڑک اٹھے۔قریب تھا کہ قتل وغارت ہو جاتی۔اے ایمان والو! اگر تم کچھ کتابیوں کے کہے پر چلے۔تو وہ تمہارے ایمان کے بعد کافر کر چھوڑیں گے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۰۰ کے شان نزول کا بیان

اَوس وخزرج کے قبیلوں میں پہلے بڑی عداوت تھی اور مدتوں ان کے درمیان جنگ جاری رہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان قبیلوں کے لوگ اسلام لاکر باہم شیر وشکر ہوئے ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے انس ومحبت کی باتیں کر رہے تھے شاس بن قیس یہودی جو بڑا دشمن اسلام تھا اس طرف سے گزرا اور ان کے باہمی روابط دیکھ کر جل گیا اور کہنے لگا کہ جب یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کیا ٹھکانا ہے ایک جوان کو مقرر کیا کہ انکی مجلس میں بیٹھ کر ان کی پچھلی لڑائیوں کا ذکر چھیڑے اور اس زمانہ میں ہر ایک قبیلہ جو اپنی مدح اور دوسروں کی حقارت کے اشعار لکھتا تھا پڑھے چنانچہ اس یہودی نے ایسا ہی کیا اور اس کی شر انگیزی سے دونوں قبیلوں کے لوگ طیش میں آگئے اور ہتھیار اٹھالئے قریب تھا کہ خونریزی ہو جائے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر پا کر مہاجرین کے ساتھ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے جماعت اہل اسلام یہ کیا جاہلیت کے حرکات ہیں میں تمہارے درمیان ہوں اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی عزت دی جاہلیت کی بلا سے نجات دی تمہارے درمیان الفت ومحبت ڈالی تم پھر زمانہ کفر کی حالت کی طرف لوٹتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور انہوں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا فریب اور دشمن کا مکر تھا انہوں نے ہاتھوں سے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے سے لپٹ گئے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمانبردارانہ چلے آئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خازن، سورہ آل عمران، بیروت)

| |
|---|
| وَ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَ فِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ؕ |
| وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ |
| اور تم کیوں کر کفر کرو گے تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تم میں اس کا رسول تشریف لایا اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو |
| ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔ |

## اللہ کی آیات و رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود ایمان سے انکار کیسے؟

"وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ" اسْتِفْھَام تَعْجِیب وَتَوْبِیخ "وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیَات اللّٰہ وَفِیکُمْ رَسُوْلہ وَمَنْ یَّعْتَصِم" یَتَمَسَّکْ "بِاللّٰہ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاط مُسْتَقِیم"

اورتم کیوں کر کفر کرو گے۔ یہ استفہام تعجب وتوبیخ کیلئے۔تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اورتم میں اس کا رسول تشریف لایا اور جس نے اللہ کا سہارا لیا تو ضرور وہ سیدھی راہ دکھایا گیا۔

## عجیب ایمان والے لوگوں کی شان کا بیان

حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب سے پوچھا تمہارے نزدیک سب سے بڑا ایمان والا کون ہے؟ انہوں نے کہا فرشتے آپ نے فرمایا بھلا وہ ایمان کیوں نہ لاتے؟ انہیں تو اللہ تعالیٰ کی وحی سے براہ راست تعلق ہے، صحابہ نے کہا پھر ہم، فرمایا تم ایمان کیوں نہ لاتے تم میں تو میں خود موجود ہوں صحابہ نے کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ارشاد فرمائیں فرمایا کہ تمام لوگوں سے زیادہ عجیب ایمان والے وہ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے وہ کتابوں میں لکھا پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے۔ (متدرک حاکم، ج۴)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان ہو۔ |

## تقویٰ اس طرح اختیار کرو، جس طرح اس کا حق ہے

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِه" بِاَنْ یُّطَاعَ فَلَا یُعْصٰی وَیُشْکَرَ فَلَا یُکْفَرَ وَیُذْکَرَ فَلَا یُنْسٰی فَقَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ یَّقْوٰی عَلٰی هٰذَا فَنُسِخَ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰی "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" "وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ" مُوَحِّدُوْنَ،

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے یہ کہ اس کی اطاعت کی جائے جبکہ نافرمانی نہ کی جائے اس کا شکر ادا کیا جائے جبکہ اس کا کفر نہ کیا جائے اس کو یاد کیا جائے جبکہ اس کو بھلایا نہ جائے۔ تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ اسی پر کون طاقت رکھتا ہے؟ تو یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" سے منسوخ ہے اور تمہاری موت صرف اسی حال پر آئے کہ تم مسلمان موحد ہو۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۰۲ کے مضمون نزول کا بیان

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) 64 ۔ التغابن:16) کی آیت سے منسوخ ہے اس دوسری آیت میں فرمادیا ہے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس سے ڈرتے رہا کرو، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں منسوخ نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو اس کے کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کرو عدل پر جم جاؤ یہاں تک کہ خود اپنے نفس پر عدل کے احکام جاری کرو اپنے ماں باپ اور اپنی اولاد کے بارے میں بھی عدل وانصاف برتا کرو۔

## زیادہ سے زیادہ تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال دریافت کریں، جب ان لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال بتلایا گیا تو انہوں نے آپ کی عبادت کو کم خیال کر کے آپس میں کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں ہم کیا چیز ہیں اللہ تعالیٰ نے تو ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے ہیں، ان میں سے ایک نے کہا، اب میں ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا، دوسرے نے کہا، اور میں دن کو ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی نکاح نہ کروں گا، ان میں آپس میں یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا، تم لوگوں نے ایسا ویسا کہا ہے، خبردار! میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں، اور تم سے زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہوں (لیکن اس کے باوجود) میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں میں (رات میں) نماز بھی پڑھتا ہوں او سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں (یہی میرا طریقہ ہے لہٰذا) جو آدمی میرے طریقہ سے انحراف کرے گا وہ مجھ سے نہیں (یعنی میری جماعت سے خارج ہے)۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 142)

## اسلام پر آنے والی قابل رشک موت کا بیان

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار پڑا۔ تو اس کے پاس نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا اسلام لے آ! اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس کھڑا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے سے کہا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مان اور وہ اسلام لے آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو آگ سے نجات دی۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1281)

| |
|---|
| وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ |
| اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ |
| فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ |
| اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم دشمن تھے تو اس نے |
| تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے |
| کنارے پر تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے |
| تا کہ تم ہدایت پا جاؤ۔ |

## اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لینے کا بیان

"وَاعْتَصِمُوا" تَمَسَّكُوا "بِحَبْلِ اللّٰه" اَیْ دِیْنِه "جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا" بَعْدَ الْاِسْلَام "وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰه" اِنْعَامَه "عَلَیْكُمْ" یَا مَعْشَرَ الْاَوْسِ وَالْخَزْرَجِ "اِذْ كُنْتُمْ" قَبْلَ الْاِسْلَام "اَعْدَاءً فَاَلَّفَ" جَمَعَ "بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ" بِالْاِسْلَامِ "فَاَصْبَحْتُمْ" فَصِرْتُمْ "بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا" فِی الدِّیْنِ وَالْوِلَایَة "وَكُنْتُمْ عَلٰی شَفَا" طَرَفِ "حُفْرَةٍ مِّنَ النَّار" لَیْسَ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَ الْوُقُوْعِ فِیْهَا اِلَّا اَنْ تَمُوْتُوْا كُفَّارًا "فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا" بِالْاِیْمَانِ "كَذٰلِكَ" كَمَا بَیَّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ "یبین اللّٰه لكم اٰیاته لعلكم تهتدون"

اورتم سب مل کر اللہ کی رسی یعنی اس کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور اسلام کے بعد تفرقہ مت ڈالو، اور اے اوس اور خزرج کے گروہ! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم اسلام سے پہلے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی یعنی اسلام کے ساتھ ان کو اکٹھا کردیا۔ اورتم اس کی نعمت کے باعث دین اور ولایت میں آپس میں بھائی بھائی ہوگئے، اورتم آگ کے گڑھے کے کنارے پرتھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچالیا، یعنی اس میں گرنے اور تمہارے درمیان کوئی فاصلہ تھا۔ تو اس نے تمہیں ایمان دیکر بچالیا۔ یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

## رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والے کیلئے جنت ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا" وہ کون آدمی ہے، جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

| |
|---|
| وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ |
| وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ |
| اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری بات سے منع کریں |
| اور یہی لوگ مراد کو پہنچے۔ |

## خیر سے مراد اسلام ہونے کا بیان

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ" الْإِسْلَام "وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ" الدَّاعُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ النَّاهُوْنَ "هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" الْفَائِزُوْنَ وَمِنْ لِلتَّبْعِيضِ لِاَنَّ مَا ذُكِرَ فَرْض كِفَايَة لَا يَلْزَم كُلّ الْاُمَّة وَلَا يَلِيق بِكُلِّ اَحَد كَالْجَاهِلِ،

اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی یعنی اسلام کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں اور یہی یعنی نیکی طرف بلانے والے اور برائی سے روکنے والے لوگ مراد کو پہنچے یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔ یہاں پر من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ جو حکم ذکر کیا گیا ہے یہ فرض کفایہ ہے لہٰذا امت کے ہر فرد پر لازم نہیں ہے۔ نہ ہی ہر فرد اس سے ملا ہوا ہے جس طرح جاہل ہوتا ہے۔

## نیکی کا حکم اور برائی سے پرہیز کرنے کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اچھائی کا حکم اور برائیوں سے مخالفت کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمادے گا پھر تم دعائیں کرو گے لیکن قبول نہ ہوں گی۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کردے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کر سکتا ہو تو اپنے دل سے نفرت کرے یہ ضعیف ایمان ہے، ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں،

| |
|---|
| وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ |
| وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں مین بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اس کے بعد بھی |
| اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔ |

## اصل دین کو چھوڑ کر فرقہ بندیوں میں یہود ونصاریٰ کی تقسیم کا بیان

"وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا" عَنْ دِيْنِهِمْ "وَاخْتَلَفُوْا" فِيْهِ "مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَات" وَهُمُ الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "واُولئك لهم عذاب عظيم"

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے دین سے ہٹ کر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، یعنی وہ یہود ونصاریٰ تھے۔ اور انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

## یہود و نصاریٰ کی طرح فرقہ بندی کی ممانعت کا بیان

مسند احمد میں ہے حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کیلئے جب مکہ شریف میں آئے تو ظہر کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اہل کتاب اپنے دین میں اختلاف کر کے بہتر گروہ بن گئے اور اس میری امت کے تہتر فرقے ہو جائیں گے خواہشات نفسانی اور خوش فہمی میں ہوں گے بلکہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی رگ رگ میں نفسانی خواہشیں اس طرح گھس جائیں گی جس طرح کتے کے کاٹے ہوئے انسان کی ایک ایک رگ اور ایک ایک جوڑ میں اس کا اثر پہنچ جاتا ہے اے عرب کے لوگو اگر تم ہی اپنے نبی کی لائی ہوئی چیز پر قائم نہ رہو گے تو اور لوگ تو بہت دور ہو جائیں گے۔

## امت مسلمہ کا فرقہ بندی میں تقسیم ہو جانے کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے باقی ستر دوزخی ہیں اور نصرانی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر دوزخ میں ہوں گے۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

پس ایک فرقہ جنتی ہے جبکہ ۷۲ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

یاد رہے کہ فرقوں کا تعین تو حدیث مبارکہ میں ہو چکا ہے۔ جب خود حدیث سے واضح ہو گیا کہ 72 فرقے دوزخ میں ہوں گے اور ایک فرقہ جو اہل سنت و جماعت وہ جنتی جماعت ہے۔ تو پھر کیونکر آدمی اس جماعت کے نام کو متعارف نہ کرائے۔ اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو فخر سے اہل سنت و جماعت کہے اور لکھے۔ اللہ کا شکر ہے مجھے یعنی راقم الحروف کو سنی ہونے پر فخر ہے۔

## اہل سنت و جماعت کی اتباع کرنے کا بیان

اس سے پہلی حدیث میں سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت والوں کیلئے معیار عظمت ہے نیز اس حدیث سے اہل سنت و جماعت مراد لینا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی بہتر فرقے اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ امام المحدثین امام جلال الدین علیہ الرحمہ "اتمام الدرایہ" میں فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہم اور تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ عقائد اور دوسرے مسائل میں بھی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کے امام ہیں اور طریقت میں سید الطائفہ حضرت جنید علیہ الرحمہ امام ہیں۔ (انجاح الحاجہ، ج ۲، ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## صلوٰۃ وسلام اہل سنت وجماعت کی علامت کا بیان

امام سخاوی علیہ الرحمہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سُنّی ہونے کی)۔ (مسند ابویعلی) (فضائل اعمال، ص ۷۶۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

| |
|---|
| يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ |
| اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ |
| جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہوجائیں گے، کیا تم نے ایمان لانے کے بعد |
| کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے سو اس کے عذاب کو چکھ لو۔ |

## قیامت کے دن اہل ایمان کے چہرے چمکتے ہوں گے

"يَوْم تَبْيَضّ وُجُوه وَتَسْوَدّ وُجُوه" اَیْ يَوْم الْقِيَامَة "فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوههمْ" وَهُمْ الْكَافِرُوْنَ فَيُلْقَوْنَ فِي النَّار وَيُقَال لَهُمْ تَوْبِيخًا "اَكَفَرْتُمْ بَعْد اِيْمَانكُمْ" يَوْم اَخْذ الْمِيثَاق، "فَذُوقُوا الْعَذَاب بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ"،

جس دن یعنی قیامت کے دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے، تو جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے، یعنی وہ کفار ہوں گے جن کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس نے بہ توبیخ کے کہا جائے گا کہ کیا تم نے ایمان لانے کے بعد یعنی پکا میثاق کے دن کے بعد کفر کیا؟ تو جو کفر تم کرتے رہے تھے۔ سو اس کے عذاب کو چکھ لو۔

## خوارج کو جہنمی کتے کہنے کا بیان

ابو غالب کہتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ نے (خارجیوں کے) کچھ سروں کو دمشق کی سیڑھی پر لٹکے ہوئے دیکھا تو فرمایا یہ دوزخ کے کتے ہیں اور آسمان کی چھت کے نیچے کے بدترین مقتول ہیں۔ اور بہترین مقتول وہ ہیں جو ان (خارجیوں) کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پھر یہ آیت پڑھی (يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) 3۔ آل عمران:106)۔ (جس دن کچھ سیاہ اور کچھ چہرے سفید ہوں گے) راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا۔

آپ نے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو فرمایا اگر میں نے ایک دو یا تین یا چار یہاں تک کہ سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو ہرگز تم لوگوں کے سامنے بیان نہ کرتا۔ یعنی کئی مرتبہ سنا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابو غالب کا نام حزور ہے جبکہ ابو امامہ باہلی کا نام صدی بن عجلان ہے وہ قبیلہ باہلہ کے سردار ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 936)

## خوارج ظاہری توحید کے پردے میں اسلام اور انبیائے کرام کی توہین کرتے ہیں

حضرت عبید اللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ حروریہ کے خروج کے وقت وہ حضرت علی کے ساتھ تھا خوارج نے کہا اللہ کے

سوا کسی کا حکم نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمہ تو حق ہے لیکن اس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کا حال بیان کیا تھا میں ان میں ان لوگوں کی نشانیاں پہچان رہا ہوں یہ زبان سے تو حق کہتے ہیں مگر وہ زبان سے تجاوز نہیں کرتا اور حلق کی طرف اشارہ فرمایا۔ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے ہاں یہی ہیں ان میں سے ایک سیاہ آدمی ہے اس کا ہاتھ بکری کے تھن یا پستان کے سر کی طرح ہے پھر جب ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تو فرمایا کہ دیکھو لوگوں نے دیکھا تو وہ نہ ملا پھر کہا دوبارہ جاؤ اللہ کی قسم میں نے جھوٹ بولا نہ مجھے جھوٹ کہا گیا دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا پھر انہوں نے اس کو ایک کھنڈر میں پایا تو اس کو لائے یہاں تک کہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا حضرت عبیداللہ کہتے ہیں میں اس جگہ موجود تھا جب انہوں نے یہ کام کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں یہ فرمایا یونس نے اپنی روایت میں یہ زیادہ کیا ہے کہ مجھے بکیر نے کہا مجھے ایک شخص نے ابن حنین سے روایت بیان کیا کہ اس نے کہا کہ میں نے اس اسود کو دیکھا۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2461)

## بدبخت خارجی کا شان رسالت ﷺ سے تقاضہ انصاف کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ آپ کے پاس ذوالخویصرہ جو بنی تمیم میں سے ایک ہے اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! انصاف کر۔ تو رسول اللہ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں انصاف نہ کروں تو کون ہے جو انصاف کرے گا اور تو بدنصیب اور نقصان اٹھانے والا ہو گیا اگر میں نے عدل نہ کیا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے اس کی گردن مارنے کی اجازت دے دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ اس کے ساتھی ایسے ہوں گے کہ تمہارا ایک آدمی اپنی نماز کو ان کی نماز سے حقیر تصور کرے گا اور اپنے روزے کو ان کے روزے سے قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ وہ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے کہ تیرانداز اس کے بھالہ کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی چیز نہیں پاتا پھر اس کے کنارے کو دیکھتا ہے تو اس میں کوئی چیز نہیں پاتا۔ پھر اس کی لکڑی کو دیکھتا ہے تو کچھ نہیں پاتا حالانکہ تیر پیٹ کی گندگی اور خون سے نکل چکا ہوتا ہے ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک آدمی ایسا سیاہ ہے کہ اس کا ایک شانہ عورت کے پستان یا گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگا جو تھرتھراتا ہوگا۔ یہ اس وقت نکلیں گے جب لوگوں میں پھوٹ ہوگی ابوسعید کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ان سے جہاد کیا اور میں آپ کے ساتھ تھا تو آپ نے اس آدمی کو تلاش کرنے کا حکم دیا وہ ملا تو اسے علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسے ویسا ہی پایا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2449)

آج بھی کئی بدبخت لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ کو محض بشر یا عام انسانوں کی طرح سمجھ کر اور دوسروں کو سمجھا کر شان رسالت ﷺ کو کم کرنے کی ملعون کوشش کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ آنے والی نسلوں میں نبی کریم ﷺ کو محض ایک شخصیت کے طور پر

47 متعارف کرایا جائے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو ایسے شیطانوں کے شر سے محفوظ فرمائے۔

| |
|---|
| وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِىْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے تو وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ |

## اہل ایمان کا اللہ کی رحمت میں ہونے کا بیان

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوهِهِمْ" وَهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ "فَفِىْ رَحْمَةِ اللّٰهِ" اَىْ جَنَّته،هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ،

اور جن لوگوں کے چہرے سفید ہوں گے وہی ایمان والے ہوں گے۔ تو وہ اللہ کی رحمت یعنی جنت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

## خوف خدا رکھنے والے کو اللہ کی رحمت نے ڈھانپ لیا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ایک شخص تم سے پہلے تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بہت مال عطا کیا تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے دریافت کیا میں تمہارا کس قسم کا باپ تھا انہوں نے کہا تو (ہمارا) اچھا باپ تھا پھر اس نے کہا (تو اچھا میری وصیت پر عمل کرنا) میں نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی ہے تو جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور جلا کر پیس ڈالنا اس کے بعد مجھے تیز ہوا چلنے والے دن دریا میں ڈال دینا چنانچہ اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت کے موافق اسی طرح کیا۔

خدائے بزرگ و برتر نے اس کے ذرات کو جمع کر کے دریافت کیا کہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا اس نے عرض کیا تیرے خوف نے پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت میں لے لیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 706)

| |
|---|
| تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں، اور اللہ جہاں والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ |

## اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں کرتا

"تِلْكَ" اَىْ هٰذِهِ الْاٰيَات "اٰيَات اللّٰه نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّدِ "بِالْحَقِ وَمَا اللّٰه يُرِيْد ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ" بِاَنْ يَّاْخُذهُمْ بِغَيْرِ جُرْمٍ،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں، اور اللہ جہاں والوں پر ظلم نہیں چاہتا۔ یعنی بغیر جرم ان کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔

لفظ ظلم بڑا وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس کی ضد عدل ہے اور اللہ تعالیٰ عادل ہے۔ ظالم نہیں۔ اس لئے اس سے ایسے افعال کا صدور ممکن ہی نہیں جس میں ظلم کا شائبہ تک پایا جاتا ہو۔ مثلاً وہ کسی مستحق رحمت کو سزا دے دے، یا زیادہ اجر کے مستحق کو تھوڑا اجر دے

یا کم سزا کے مستحق کو زیادہ سزا دے دے وغیرہ وغیرہ، ایسی سب باتیں اس کی صفت عدل کے منافی ہیں۔

| |
|---|
| وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۠ |
| اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ |

## تمام امور کا اللہ کی طرف لوٹنے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْکًا وَّخَلْقًا وَّعَبِیْدًا "وَاِلَی اللّٰه تَرْجِع" تَصِیر

اور اللہ ہی کا ہے جو بادشاہت، مخلوق اور غلام آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں، اور اللہ ہی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ یعنی لوٹنا ہے۔

## زمین و آسمان وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر، اور زمین کو ایک انگلی پر اور پہاڑ ایک انگلی پر، درخت اور نہروں کو ایک انگلی پر، اور تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھے گا، پھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آیت وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه 6۔الانعام:91)، (ان لوگوں نے خدا کی قدر نہ کی جس قدر کرنی چاہئے تھی) پڑھی۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2317)

| |
|---|
| كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ |
| وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۠ |
| تم بہتر ہو ان امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، |
| اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور زیادہ کافر ہیں۔ |

## امت محمدیہ کا تمام امتوں سے افضل ہونے کا بیان

"كُنْتُمْ" يَا اُمَّة مُحَمَّدٍ فِیْ عِلْم اللّٰه تَعَالٰی "خَيْر اُمَّة اُخْرِجَتْ" اُظْهِرَتْ "لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنْ الْمُنْكَر وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْل الْكِتَاب لَكَانَ " الْاِيْمَان "خَيْرًا لَّهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ" كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَام رَضِیَ اللّٰه عَنْهُ وَاَصْحَابه "وَاَكْثَرهمْ الْفَاسِقُوْنَ" الْكَافِرُوْنَ،

اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے علم میں تم بہتر ہو ان امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر کتابی ایمان لاتے تو ان کا بھلا تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں جس طرح

حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔اور زیادہ کافر ہیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہوئے سنا (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) 3۔آلِ عمران: 110) کہ تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرنے والے ہو۔اور ان سب میں بہتر اور معزز ہو۔یہ حدیث حسن ہے اسے کئی راوی بہز بن حکیم سے اس کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں اس آیت کا ذکر نہیں کرتے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 937)

یہودیوں میں سے مالک بن صیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تمہارے دین سے بہتر ہے جس کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا دست رحمت جماعت پر ہے جو جماعت سے جدا ہوا دوزخ میں گیا۔

## امت مسلمہ کا ہمیشہ حق پر قائم رہنے کا بیان

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ خدا کے حکم پر قائم رہے گا اور ان کو جھٹلانے اور مخالفت کرنے والے نقصان نہیں پہنچائیں گے، یہاں تک کہ خدا کا حکم آ جائے گا (یعنی قیامت آ جائے گی) اور وہ لوگ اسی حال میں ہوں گے، مالک بن یخامر نے کہا کہ میں نے معاذ کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ لوگ شام میں ہوں گے، معاویہ نے کہا کہ مالک بیان کرتا ہے کہ میں نے معاذ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ وہ لوگ شام میں ہوں گے۔(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2326)

## امت مسلمہ سے ستر افراد کا بغیر حساب جنت میں جانے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے سب یک رنگ ہونگے، میں نے اپنے رب سے گزارش کی کہ اے اللہ اس تعداد میں اور اضافہ فرما اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں والے بلکہ بادیہ نشین بھی آ جائیں گے۔(مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًی ؕ وَاِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ○ |
| یہ لوگ ستانے کے سوا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور اگر یہ تم سے جنگ کریں تو تمہارے سامنے پیٹھ پھیر جائیں گے، |
| پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ |

## گالی وگلوچ کے ذریعے یہود کا مسلمانوں کو ایذاء دینے کا بیان

"لَنْ یَّضُرُّوْکُمْ" اَیْ الْیَھُوْدُ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ بِشَیْءٍ "اِلَّا اَذًی" بِاللِّسَانِ مِنْ سَبٍّ وَّوَعِیْدٍ "وَاِنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ یُوَلُّوْکُمُ الْاَدْبَارَ" مُنْھَزِمِیْنَ "ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ" عَلَیْکُمْ بَلْ لَکُمُ النَّصْرُ عَلَیْھِمْ،

اے مسلمانوں کے گروہ یہ یہود ستانے کے سوا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، مگر یہ کہ زبانی گالی ووعید کریں اور اگر یہ تم سے جنگ کریں تو تمہارے سامنے پیٹھ پھیر جائیں گے، یعنی شکست کھا جائیں گے پھر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ جبکہ ان کے خلاف تمہاری مدد کی جائے گی۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان یہود کے بارے میں ہے۔ جو لوگ اسلام لائے تھے جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ہمراہی رؤساء یہود ان کے دشمن ہوگئے اور انہیں ایذا دینے کی فکر میں رہنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مطمئن کر دیا کہ زبانی قیل وقال کے سوا وہ مسلمانوں کو کوئی آزار نہ پہنچا سکیں گے غلبہ مسلمانوں ہی کو رہے گا اور یہود کا انجام ذلت ورسوائی ہے۔

## یہود ونصاریٰ کی ذلت ورسوائی کا بیان

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بشارت دیتا ہے کہ تم نہ گھبرانا اللہ تمہیں تمہارے مخالفین پر غالب رکھے گا چنانچہ خیبر والے دن اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا اور ان سے پہلے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کو بھی اللہ نے ذلیل ورسوا کیا، اسی طرح شام کے نصرانی صحابہ کے وقت میں مغلوب ہوئے اور ملک شام ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ہمیشہ کیلئے مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور وہاں ایک حق والی جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے تک حق پر قائم رہے گی، حضرت عیسیٰ آ کر ملت اسلام اور شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق حکم کریں گے صلیب توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ قبول نہ کریں گے صرف اسلام ہی قبول فرمائیں گے۔

| |
|---|
| ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰہِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ |
| مِّنَ اللّٰہِ وَضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الْمَسْکَنَةُ ط ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ |
| بِغَیْرِ حَقٍّ ط ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ○ |
| وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مسلط کر دی گئی ہے سوائے اس کے کہ انہیں کہیں اللہ کے عہد سے یا لوگوں کے عہد سے |
| اور وہ اللہ کے غضب کے سزاوار ہوئے ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کی گئی ہے، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور |
| انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، کیونکہ وہ نافرمان ہو گئے تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ |

## انبیائے کرام کو بغیر وجہ شہید کرنے والوں کا بیان

"ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْا" حَيْثُمَا وُجِدُوْا فَلَا عِزَّ لَهُمْ وَلَا اعْتِصَامَ "اِلَّا" كَائِنِيْنَ "بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ" الْمُؤْمِنِيْنَ وَهُوَ عَهْدُهُمْ اِلَيْهِمْ بِالْاَمَانِ عَلٰى اَدَاءِ الْجِزْيَةِ اَيْ لَا عِصْمَةَ لَهُمْ غَيْرُ ذٰلِكَ "وَبَاءُوْا" رَجَعُوْا "بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ" اَيْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ" "كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ" تَاْكِيْدٌ "بِمَا عَصَوْا" اَمْرَ اللّٰهِ "وَكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ" يَتَجَاوَزُوْنَ الْحَلَالَ اِلَى الْحَرَامِ،

وہ جہاں کہیں بھی پائے جائیں ان پر ذلت مسلط کردی گئی ہے یعنی ان کیلئے کوئی عزت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ انہیں کہیں اللہ کے عہد سے یا لوگوں کے عہد سے یعنی وہ اہل ایمان سے جوان کا جزیہ پر امان لینے کا عہد ہے پس اس کے سوا ان کی کوئی عصمت نہیں ہے۔ اور وہ اللہ کے غضب کے سزاوار ہوئے ہیں اور ان پر محتاجی مسلط کی گئی ہے، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے، یعنی قتل انبیاء وکفران آیات کا حکم تاکیدی طور پر مکرر ہے۔ کیونکہ وہ نافرمان ہو گئے تھے اور حد سے بڑھ گئے تھے۔ یعنی حلال کو حرام کی بڑھا دیتے ہیں۔

## یہود تین تین سو انبیائے بنی اسرائیل کو قتل کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ حبل سے مراد ہے جو غضب کے مستحق ہوئے اور مسکینی چپکا دی گئی، ان کے کفر اور انبیاء کے تکبر، حسد، سرکشی وغیرہ کا بدلہ ہے۔ اسی باعث ان پر ذلت پستی اور مسکینی ہمیشہ کیلئے ڈال دی گئی ان کی نافرمانیوں اور تجاوز حق کا یہ بدلہ ہے العیاذ باللہ، ابوداؤد طیالسی میں حدیث ہے کہ بنی اسرائیل ایک ایک دن میں تین تین سو نبیوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور دن کے آخری حصہ میں اپنے اپنے کاموں پر بازاروں میں لگ جاتے تھے۔

| |
|---|
| لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ |
| یہ سب برابر نہیں ہیں، اہل کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر قائم ہیں وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سربسجود رہتے ہیں۔ |

## اہل کتاب اور اہل ایمان کا برابر نہ ہونے کا بیان

"لَيْسُوْا" اَيْ اَهْلُ الْكِتَابِ "سَوَاءً" مُسْتَوِيْنَ "مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ" مُسْتَقِيْمَةٌ ثَابِتَةٌ عَلَى الْحَقِّ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاَصْحَابِهِ "يَتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَاءَ الَّيْلِ" اَيْ فِيْ سَاعَاتِهِ "وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ" يُصَلُّوْنَ حَالٌ،

یہ اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں، اہلِ کتاب میں سے کچھ لوگ حق پر قائم ہیں۔ جس طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ وہ رات کی ساعتوں میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے ہیں اور سربسجود رہتے ہیں۔ اور یہ حال ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۱۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس اور مقاتل کہتے ہیں کہ جب عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعدنہ، اسید بن سعنہ، اسد بن عبیداور کچھ دوسرے حضرت یہود میں سے اسلام لے آئے تو یہودی علماء کہنے لگے کہ محمد پر ہم میں سے برے لوگوں کے سوااور کوئی ایمان نہیں لایا اگر یہ ہمارے اچھے لوگ ہوتے تو کبھی بھی اپنے آباء کا دین نہ چھوڑتے انہوں نے ان حضرات یہ بھی کہا کہ تم نے اپنے دین کو دوسرے دین سے بدل کر خیانت کی ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ لَيْسُوْا سَوَآءً الی آخرہ

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ صلوۃ عتمہ (عشاء کی نماز) کے بارے میں نازل ہوئی جسے مسلمان تو پڑھتے تھے اوران کے سوا اہل کتاب نہ پڑھتے تھے۔ (اسباب النزول سیوطی (56)

| |
|---|
| يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ |
| وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ |
| وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں |
| تیزی سے بڑھتے ہیں، اور یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔ |

## نیکیوں میں دوسروں سے بڑھ جانے کا بیان

"يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنْ الْمُنْكَر وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَات وَاُولٰٓئِكَ" الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذَكَرَ اللّٰه "مِنْ الصَّالِحِيْنَ" وَمِنْهُمْ مَنْ لَيْسُوْا كَذٰلِكَ وَلَيْسُوْا مِنْ الصَّالِحِيْنَ،

وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں میں تیزی سے بڑھتے ہیں، اور یہی لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے ذکر میں مصروف ہوتے ہیں۔ اوران میں سے جو ان کی طرح نہیں ہے وہ صالحین میں سے بھی نہیں ہیں۔

## معروف ومنکر کے لغوی مفہوم کا بیان

معروف اصل میں "معرفت" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں پہچاننا، حقیقت کو پالینا اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیزیں جن کو شریعت کے ذریعہ پہچانا گیا ہے اور جن کو اختیار کرنے کا حکم شریعت نے دیا ہے۔ معروف کے مقابلہ پر منکر ہے یعنی وہ چیزیں جن کا شریعت سے کوئی واسطہ نہ ہو اوران کو اختیار کرنے سے شریعت نے باز رکھا ہو۔ واضح رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، تعلیمات اسلامی کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے معنی ہیں لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دینا، اور برائیوں سے روکنا۔

## نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنے میں ایمان کے امتحان کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"تم میں سے جو شخص کسی خلاف شرع امر کو دیکھے (یعنی جس چیز کو شریعت کے خلاف جانے) تو اس کو چاہئے کہ اس چیز کو اپنے ہاتھوں سے بدل ڈالے۔ اور اگر وہ خلاف شرع امر کے مرتکب کے زیادہ قوی ہونے کی وجہ سے ہاتھوں کے ذریعہ اس امر کو انجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ذریعہ اس امر کو انجام دے (یعنی خلاف شرع امور کے بارے میں وعید کی آیتیں اور احادیث کو انجام دینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ذریعہ اس امر کو انجام دے (یعنی اس کو دل سے برا جانے قلبی کڑھن رکھے اور عزم وارادہ پر قائم رہے کہ جب بھی ہاتھ یا زبان کے ذریعہ اس امر کو انجام دینے کی طاقت حاصل ہوگی تو اپنی ذمہ داری کو ضرور پورا کرے گا، نیز اس خلاف شرع امر کے مرتکب کو بھی برا جانے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کرے) اور یہ (آخری درجہ) ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مسلم مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1062)

| وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ |
|---|
| اور یہ لوگ جو نیک کام بھی کریں اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## نیک لوگوں کو نیکی کا ثواب دیا جائے گا

"وَمَا تَفْعَلُوا " بِالتَّاءِ اَيَّتُهَا الْاُمَّةُ وَالْيَاءِ اَيِ الْاُمَّةُ الْقَائِمَةُ "مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ" بِالْوَجْهَيْنِ اَيْ تُعْدَمُوْا ثَوَابَهُ بَلْ تُجَازَوْنَ عَلَيْهِ،وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ،

اے امت، اور یہ لوگ جو نیک کام بھی کریں، یہاں پر"وَمَا تَفْعَلُوا" تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ اس کی ناقدری نہیں کی جائے گے یعنی دونوں طرح یعنی ان کا ثواب ضائع نہ کیا جائے گا بلکہ ان کو جزاء دی جائے گی۔ اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جاننے والا ہے۔

## عمل صالح پر اجر مل کر رہنے کا بیان

ابن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبادہ بن صامت جو جنگ بدر میں شریک تھے اور شب عقبہ میں ایک نقیب تھے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ ایسا بہتان (کسی پر) باندھنا جس کو تم (دیدہ ودانستہ) بناؤ اور کسی اچھی بات میں خدا اور رسول کی نافرمانی نہ کرنا پس جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی ان میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کی سزا اسے مل جائے گی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہو جائے گی اور جو ان (بری) باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ

کے حوالے ہے، اگر چاہے تو اس سے درگذر کردے اور چاہے تو اسے عذاب دے (عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ) سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط پر (بیعت کرلی)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 17)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ |
| وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| وہ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچالیں گے اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔ |

## اولاد و اموال کا عذاب الٰہی سے نہ بچاسکنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ" تَدْفَع "عَنْهُمْ اَمْوَالهمْ وَلَا اَوْلَادهمْ مِنْ اللّٰه شَيْئًا" اَيْ مِنْ عَذَابه وَخَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّ الْاِنْسَان يَدْفَع عَنْ نَفْسه تَارَة بِفِدَاءِ الْمَال وَتَارَة بِالِاسْتِعَانَةِ بِالْاَوْلَادِ، وَّاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ،

بے شک وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے مال اور اولاد ان کو اللہ سے کچھ نہ بچالیں گے یعنی اس کے عذاب سے اور ان دونوں چیز کو ذکر اس لئے خاص طور پر کیا ہے کہ انسان کبھی مال سے اپنی جان کا فدیہ دیتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد حاصل کرتا ہے۔ اور وہ جہنمی ہیں ان کو ہمیشہ اس میں رہنا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت بنی قُریظہ ونضیر کے حق میں نازل ہوئی یہود کے روساء نے تحصیل ریاست و مال کی غرض سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ ان کے مال و اولاد کچھ کام نہ آئیں گے وہ رسول کی دشمنی میں ناحق اپنی عاقبت برباد کررہے ہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین قریش کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ ابوجہل کو اپنی دولت و مال پر بڑا فخر تھا اور ابوسفیان نے بدر و اُحد میں مشرکین پر بہت کثیر مال خرچ کیا تھا ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے ان سب کو بتایا گیا کہ مال و اولاد میں سے کوئی بھی کام آنے والا اور عذاب الٰہی سے بچانے والا نہیں۔ (تفسیر خازن، آل عمران، بیروت)

| |
|---|
| مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ |
| ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ |
| مثال اس کی جو اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں اس ہوا کی سی ہے۔ جس میں پالا ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو اپنا |
| ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ |

## کفر کے سبب نیکیوں کے مٹ جانے کا بیان

"مَثَلُ" صِفَةُ "مَا یُنۡفِقُوۡنَ" اَیِ الۡکُفَّارُ "فِیۡ هٰذِهِ الۡحَیَاةِ الدُّنۡیَا" فِیۡ عَدَاوَةِ النَّبِیِّ مِنۡ صَدَقَةٍ وَنَحۡوِهَا "کَمَثَلِ رِیۡحٍ فِیۡهَا صِرٌّ" حَرٌّ اَوۡ بَرۡدٌ شَدِیۡدٌ "اَصَابَتۡ حَرۡثَ" زَرۡعَ "قَوۡمٍ ظَلَمُوۡا اَنۡفُسَهُمۡ" بِالۡکُفۡرِ وَالۡمَعۡصِیَةِ "فَاَهۡلَکَتۡهُ" فَلَمۡ یَنۡتَفِعُوا بِهٖ فَکَذٰلِكَ نَفَقَاتُهُمۡ ذَاهِبَةٌ لَا یَنۡتَفِعُوۡنَ بِهَا "وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ" بِضَیَاعِ نَفَقَاتِهِمۡ "وَلٰکِنۡ اَنۡفُسَهُمۡ یَظۡلِمُوۡنَ" بِالۡکُفۡرِ الۡمُوۡجِبِ لِضَیَاعِهَا،

مثال اس کی جو کافر اس دنیا کی زندگی میں خرچ کرتے ہیں یعنی جو صدقہ نبی کریم ﷺ کی عداوت وغیرہ میں کرتے ہیں۔اس ہوا کی سی ہے۔جس میں سردی یا سخت ٹھنڈک ہو وہ ایک ایسی قوم کی کھیتی پر پڑی جو کفر اور نافرمانی سے اپنا ہی برا کرتے تھے تو اسے بالکل مار گئی۔لہٰذا وہ اس جس طرح فائدہ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح وہ اپنے صدقات سے بھی کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے اور اللہ نے نفقات کو ضائع کر کے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔یعنی ان کو کفر ان کی صدقات کو مٹانے والا ہے۔

## دنیاوی غرض سے کی جانے والی نیکی پر اجر نہ ہونے کا بیان

مفسرین کا قول ہے کہ اس سے یہود کا وہ خرچ مراد ہے جو اپنے علماء اور روساء پر کرتے تھے ایک قول یہ ہے کہ کفار کے تمام نفقات و صدقات مراد ہیں ایک قول یہ ہے کہ ریا کار کا خرچ کرنا مراد ہے کیونکہ ان سب لوگوں کا خرچ کرنا یا نفع دنیوی کے لئے ہوگا یا نفع اُخروی کے لئے اگر محض نفع دنیوی کے لئے ہو تو آخرت میں اس سے کیا فائدہ اور ریا کار کو تو آخرت اور رضائے الٰہی مقصود ہی نہیں ہوتی اس کا عمل دکھاوے اور نمود کے لئے ہوتا ہے ایسے عمل کا آخرت میں کیا نفع اور کافر کے تمام عمل اکارت ہیں وہ اگر آخرت کی نیت سے بھی خرچ کرے تو نفع نہیں پا سکتا ان لوگوں کے لئے وہ مثال بالکل مطابق ہے جو آیت میں ذکر فرمائی جاتی ہے۔

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِکُمۡ لَا یَاۡلُوۡنَکُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ ۚ قَدۡ بَدَتِ الۡبَغۡضَآءُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ ۚ وَمَا تُخۡفِیۡ صُدُوۡرُهُمۡ اَکۡبَرُ ؕ قَدۡ بَیَّنَّا لَکُمُ الۡاٰیٰتِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ |
| اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ان کی آرزو ہے، جتنی ایذا پہنچے بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے، ہم نے نشانیاں تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔ |

## یہود و نصاریٰ اور منافقین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا بیان

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً" اَصۡفِیَاءَ تُطۡلِعُوۡنَهُمۡ عَلٰی سِرِّکُمۡ "مِنۡ دُوۡنِکُمۡ" اَیۡ غَیۡرِکُمۡ مِنَ الۡیَهُوۡدِ وَالنَّصَارٰی وَالۡمُنَافِقِیۡنَ "لَا یَاۡلُوۡنَکُمۡ خَبَالًا" نُصِبَ بِنَزۡعِ الۡخَافِضِ اَیۡ لَا یُقَصِّرُوۡنَ لَکُمۡ فِی الۡفَسَادِ "وَدُّوۡا" تَمَنَّوۡا "مَا عَنِتُّمۡ" اَیۡ عَنَتَکُمۡ وَهُوَ شِدَّةُ الضَّرَرِ "قَدۡ بَدَتۡ" ظَهَرَتۡ "الۡبَغۡضَاءُ"

الْعَدَاوَةَ لَكُمْ "مِنْ أَفْوَاهِهِمْ" بِالْوَقِيعَةِ فِيكُمْ وَإِطْلَاعِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى سِرِّكُمْ "وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ" مِنَ الْعَدَاوَةِ "أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ" عَلَى عَدَاوَتِهِمْ "إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ" ذَلِكَ فَلَا تُوَالُوهُمْ،

اے ایمان والو! غیروں یعنی یہود ونصاریٰ اور منافقین کو اپنا راز دار نہ بناؤ یعنی جو تمہارے پوشیدہ راز جانتے ہوں، وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ یہاں خبالا یہ حذف جار کے سبب منصوب ہے یعنی وہ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتے، ان کی آرزو ہے، جتنی ایذا پہنچے یعنی سخت تکلیف، عداوت ان کی باتوں سے جھلک اٹھا یعنی جو ان میں واقع ہوئی ہیں اور مشرکین کو تمہارے رازوں پر مطلع ہونے کی وجہ سے اور وہ عداوت جو سینے میں چھپائے ہیں اور زیادہ بڑی ہے، ہم نے نشانیاں یعنی ان کی عداوت کی تمہیں کھول کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔ یعنی ان سے گہری دوستی نہ رکھو۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۱۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس اور مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت مومنین کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ لوگ منافقین سے میل جول اور بعض یہود سے تعلق رکھتے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے درمیان آپس میں قرابت داری، دوستی، معاہدے، پڑوس اور رضاعت کا تعلق تھا اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل کی اور ان مسلمانوں کو ان منافقین اور یہود سے خوف فتنہ کی وجہ سے پوشیدہ دوستی رکھنے سے منع فرمایا۔ (زادالمسیر 1۔446)

## کاتب وحی بن جانے کے بعد مرتد ہونے والے شخص کو قبر نے قبول نہ کیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نصرانی اسلام لایا اور اس نے سورت بقرہ اور سورت آل عمران پڑھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب وحی مقرر ہو گیا اس کے بعد پھر وہ نصرانی ہو گیا اور مشرکوں سے جاملا وہ کہا کرتا کہ محمد صرف اتنا ہی جانتے ہیں جتنا میں نے ان کو لکھ دیا ہے پھر اس کو خدا تعالیٰ نے موت دی تو لوگوں نے اس کو دفن کر دیا جب صبح کو دیکھا گیا تو زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا تھا لوگوں نے کہا یہ محمد اور اس کے ساتھیوں کا فعل ہے چونکہ ان کے ہاں سے بھاگ آیا تھا اس لئے انہوں نے اس کی قبر کھود ڈالی چنانچہ ان لوگوں نے اس کو دوبارہ حتی الامکان بہت گہرائی میں دفن کیا۔ دوسری صبح بھی اس کی لاش کو جب زمین نے باہر پھینک دیا تو لوگوں نے کہا یہ محمد اور ان کے اصحاب کا فعل ہے کیونکہ وہ بھاگ آیا تھا پھر انہوں نے جتنا گہرا کھود سکتے تھے کھود کر اس کی لاش کو دفن کر دیا لیکن تیسری صبح بھی جب زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا تب لوگوں نے سمجھا کہ یہ بات آدمیوں کی طرف سے نہیں تب انہوں نے یوں ہی پڑا رہنے دیا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 838)

هَاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

آ گاہ ہو جاؤ! تم وہ لوگ ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور جب وہ تم سے ملتے ہیں، کہتے ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں، فرمادیں، مرجاؤ اپنی گھٹن میں، بیشک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

## اہل ایمان کی محبت سے کفار کے حسد کا بیان

"هَا" لِلتَّنْبِيْهِ "اَنْتُمْ" يَا "اُولَاءِ" الْمُؤْمِنِيْنَ "تُحِبُّوْنَهُمْ" لِقَرَابَتِهِمْ مِنْكُمْ وَصَدَاقَتِهِمْ "وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ" لِمُخَالَفَتِهِمْ لَكُمْ فِي الدِّيْنِ "وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتَابِ كُلِّه" اَيْ بِالْكُتُبِ كُلِّهَا وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِكِتَابِكُمْ "وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلِ" اَطْرَاف الْاَصَابِع "مِنَ الْغَيْظ" شِدَّة الْغَضَب لِمَا يَرَوْنَ مِنَ ائْتِلَافكُمْ وَيُعَبَّر عَنْ شِدَّة الْغَضَب بِعَضِّ الْاَنَامِل مَجَازًا وَّاِنْ لَّمْ يَكُنْ ثَمَّ عَضّ "قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ" اَيْ ابْقَوْا عَلَيْهِ اِلَى الْمَوْت فَلَنْ تَرَوْا مَا يَسُرّكُمْ "اِنَّ اللّٰه عَلِيْم بِذَاتِ الصُّدُوْر" بِمَا فِي الْقُلُوْب وَمِنْهُ مَا يُضْمِرهُ هٰؤُلَاءِ،

یہاں پر ھا یہ انتباہ کیلئے آیا ہے۔ آ گاہ ہو جاؤ تم ایمان والے لوگ ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو یعنی تم میں بعض تمہارے قریبی ہیں اور بعض سے صدقات کا تعلق ہے۔ اور تمہاری ان سے دین میں مخالفت کی وجہ سے وہ تمہیں پسند نہیں کرتے حالانکہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، جبکہ وہ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں رکھتے اور جب وہ تم سے ملتے ہیں، کہتے ہیں، ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں یعنی انگلیوں کے کنارے چباتے ہیں، یعنی جب وہ تمہاری محبت کو دیکھتے ہیں تو سخت غصے کے سبب انگلیاں کاٹ مرتے ہیں۔ یہاں انگلیوں کو کاٹنا یہ مجازی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ فرمادیں، مرجاؤ اپنی گھٹن میں، یعنی موت تک اسی غصے میں رہو۔ اور تم کبھی بھی خوشی نہ دیکھ سکو۔ بیشک اللہ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے۔ اور اسی سے ہے جو ھؤلاء ضمیر کو لایا گیا ہے۔

## اپنے غیظ وغضب میں یہود ونصاریٰ کے جل جانے کا بیان

دیکھو کتنی کمزوری کی بات ہے کہ تم ان سے محبت رکھو اور وہ تمہیں نہ چاہیں، تمہارا ایمان کل کتاب پر ہو اور یہ شک شبہ میں ہی پڑے ہوئے ہیں ان کی کتاب کو تم تو مانو لیکن یہ تمہاری کتاب کا انکار کریں تو چاہئے تو یہ تھا کہ تم خود انہیں کڑی نظروں سے دیکھتے لیکن برخلاف اس کے یہ تمہاری عداوت کی آگ میں جل رہے ہیں۔ سامنا ہو جائے تو اپنی ایمانداری کی داستان بیان کرنے بیٹھ

جاتے ہیں لیکن جب ذرا الگ ہوتے ہیں تو غیظ وغضب سے جلن اور حسد سے اپنی انگلیاں چباتے ہیں پس مسلمانوں کو بھی ان کی ظاہرداری سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے یہ چاہے جلتے بھنتے رہیں لیکن اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو ترقی دیتا رہے گا مسلمان دن رات ہر حیثیت میں بڑھتے ہی رہیں گے گو وہ مارے غصے کے مرجائیں۔ اللہ ان کے دلوں کے بھیدوں سے بخوبی واقف ہے ان کے تمام منصوبوں پر خاک پڑے گی یہ اپنی شرارتوں میں کامیاب نہ ہوسکیں گے اپنی چاہت کے خلاف مسلمانوں کی دن دوگنی ترقی دیکھیں گے اور آخرت میں بھی انہیں نعمتوں والی جنت حاصل کرتے دیکھیں گے برخلاف ان کے یہ خود یہاں بھی رسوا ہوں گے اور وہاں بھی جہنم کا ایندھن بنیں گے،

| |
|---|
| اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا |
| وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ |
| اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور تمہیں کوئی رنج پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرتے رہو اور تقویٰ |
| اختیار کئے رکھو تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جو کچھ وہ کررہے ہیں بیشک اللہ اس پر احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ |

## کفار ایمان والوں سے دشمنی کی انتہاء کرنے والے ہیں

"اِنْ تَمْسَسْكُمْ" "تُصِبْكُمْ" "حَسَنَةٌ" نِعْمَةٌ كَنَصْرٍ وَغَنِيْمَةٍ "تَسُؤْهُمْ" تُحْزِنهُمْ "وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ" كَهَزِيْمَةٍ وَجَدْب "يَفْرَحُوا بِهَا" وَجُمْلَةُ الشَّرْط مُتَّصِلَة بِالشَّرْطِ قَبْل وَمَا بَيْنهمَا اعْتِرَاض وَالْمَعْنٰى اَنَّهُمْ مُتَنَاهُوْنَ فِيْ عَدَاوَتكُمْ فَلِمَ تُوَالُوْهُمْ فَاجْتَنِبُوْهُمْ "وَاِنْ تَصْبِرُوْا" عَلٰى اَذَاهُمْ "وَتَتَّقُوا" اللّٰه فِيْ مُوَالَاتهمْ وَغَيْرِهَا "لَا يَضُرّكُمْ" بِكَسْرِ الضَّاد وَسُكُوْن الرَّاء وَضَمّهَا وَتَشْدِيْدهَا "كَيْدهمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰه بِمَا يَعْمَلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مُحِيط" عَالِم فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اگر تمہیں کوئی بھلائی پہنچے یعنی جس طرح نعمت اور غنیمت ہے۔ تو انہیں بری لگتی ہے اور تمہیں کوئی رنج پہنچے جس طرح شکست وقحط سالی ہے۔ تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، یہ جملہ ماقبل سے متصل شرط ہے اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ تمہارے دشمنی میں انتہاء کرنے والے ہیں۔ لہٰذا تم ان کو دوست نہ بناؤ بلکہ ان سے بچو۔ اور اگر تم تکلیف پر صبر کرتے رہو اور تقویٰ اختیار کئے رکھو یعنی ان کی محبت وغیرہ میں اللہ سے ڈرو تو ان کا فریب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں پر "لَا يَضُرّكُمْ" ضاد کے کسرہ اور راء کے سکون اور ضمہ اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ جو کچھ وہ کررہے ہیں بیشک اللہ اس پر احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ یعملون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ لہٰذا وہ اس پر ان کو جزاء دینے والا ہے۔

## مسلمانوں کے نقصان پر کافر خوش ہوتے ہیں

ان کی شدت عداوت کی یہ کتنی بڑی دلیل ہے کہ جہاں تمہیں کوئی نفع پہنچتا ہے یہ کلیجہ مسوسنے لگے اور اگر (اللہ نہ کرے) تمہیں

کوئی نقصان پہنچ گیا تو ان کی باچھیں کھل جاتی ہیں بغلیں بجانے اور خوشیاں منانے لگتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں کی مدد ہوئی یہ کفار پر غالب آئے انہیں غنیمت کا مال ملا یہ تعداد میں بڑھ گئے تو وہ جل بھجے اور اگر مسلمانوں پر تنگی آگئی یا دشمنوں میں گھر گئے تو ان کے ہاں عید منائی جانے لگی۔ اب اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ان شریروں کی شرارت اور ان بدبختوں کے مکر سے اگر نجات چاہتے ہو تو صبر وتقویٰ اور توکل کرو اللہ عزوجل خود تمہارے دشمنوں کو گھیر لے گا کسی بھلائی کے حاصل کرنے کسی برائی سے بچنے کی کسی میں طاقت نہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہو سکتا جو اس پر توکل کرے اسے وہ کافی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| اور جب آپ صبح سویرے اپنے در دولت سے روانہ ہو کر مسلمانوں کو جنگ کے لئے مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے، اور اللہ خوب سننے والا |
| جاننے والا ہے۔ |

## اہل ایمان کا غزوہ احد کیلئے صبح سویرے خروج کرنے کا بیان

"وَ" "اُذْكُرْ يَا مُحَمَّدٍ" "اِذْ غَدَوْت مِنْ اَهْلك" "مِنْ الْمَدِيْنَة" "تُبَوِّء" "تُنْزِل" "الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِد" مَرَاكِز يَقِفُوْنَ فِيْهَا "لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِيْع" "لِاَقْوَالِكُمْ" "عَلِيْم" بِاَحْوَالِكُمْ وَهُوَ يَوْم اُحُد خَرَجَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاَلْفٍ اَوْ اِلَّا خَمْسِينَ رَجُلًا وَّالْمُشْرِكُوْنَ ثَلَاثَة اٰلاف وَنَزَلَ بِالشِّعْبِ يَوْم السَّبْت سَابِع شَوَّال سَنَة ثَلَاث مِنْ الْهِجْرَة وَجَعَلَ ظَهْره وَعَسْكَره اِلَى اُحُد وَسَوّٰى صُفُوفهمْ وَاَجْلَسَ جَيْشًا مِنْ الرُّمَاة وَاَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْد اللّٰه بْن جُبَيْر بِسَفْحِ الْجَبَل وَقَالَ: انْضَحُوا عَنَّا بِالنَّبْلِ لَا يَاْتُوْا مِنْ وَرَائِنَا وَلَا تَبْرَحُوا غُلِبْنَا اَوْ نُصِرْنَا،

اور یا محمد ﷺ آپ یاد کریں، جب صبح سویرے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر مسلمانوں کو جنگ کے لئے مورچوں پر ٹھہرا رہے تھے، اور اللہ تمہارے اقوال کو خوب سننے والا، تمہارے احوال کو خوب جاننے والا ہے۔

اور وہ احد کا دن تھا کہ جب نبی کریم ﷺ ایک ہزار یا ۵۰ کم ہزار افراد کو لیکر تشریف لائے۔ جبکہ مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی اور آپ ﷺ نے ۳ ہجری سات شوال ہفتہ کے دن گھاٹی شعب میں نزول فرمایا اور احد کی طرف اپنے لشکر کی پشت کی اور ان کی صفوں کو درست کیا اور ایک تیر اندازوں کا دستہ بٹھایا اور ان پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنایا اور ان کو حکم دیا کہ تم تیر اندازی کر کے دشمنوں کو انتشار کرنا تا کہ وہ ہمارے پیچھے نہ آسکیں اور غالب ومغلوب ہونے تک یہ جگہ نہ چھوڑنا۔

## غزوہ احد کی اجمالی روئیداد کا بیان

جمہور مُفسّرین کا قول ہے کہ یہ بیان جنگ اُحد کا ہے جس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا اس لئے انہوں نے بقصد انتقام لشکرِ گراں مرتب کر کے فوج کشی کی، جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکر کفار اُحد میں اترا ہے تو آپ نے اصحاب سے مشورہ فرمایا اس مشورہ میں عبداللہ بن ابی بن سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے قبل کبھی کسی مشورت کے لئے بلایا نہ گیا تھا اکثر انصار کی اور اس عبداللہ کی یہ رائے ہوئی کہ حضور مدینہ طیبہ میں ہی قائم رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب ان سے مقابلہ کیا جائے یہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی تھی لیکن بعض اصحاب کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اسی پر انہوں نے اصرار کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے اب حضور کو دیکھ کر ان اصحاب کو ندامت ہوئی اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی اس کو معاف فرمائیے اور جو مرضی مُبارک ہو وہی کیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ نبی کے لئے سزاوار نہیں کہ ہتھیار پہن کر قبل جنگ اتار دے مشرکین اُحد میں چہار شنبہ پنج شنبہ کو پہنچے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال ۳ھ روز یک شنبہ اُحد میں پہنچے یہاں نزول فرمایا اور پہاڑ کا ایک درّہ جو لشکرِ اسلام کے پیچھے تھا اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پر سے آکر حملہ کرے اس لئے حضور نے عبداللہ بن زُبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ وہاں مامور فرمایا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیر باری کر کے اس کو دفع کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا خواہ فتح ہو یا شکست ہو عبداللہ بن ابی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کئے جانے کی وجہ سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوعمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پروا نہ کی اس عبداللہ بن اُبَی کے ساتھ تین سو منافق تھے ان سے اس نے کہا کہ جب دشمن لشکرِ اسلام کے مقابل آجائے اس وقت بھاگ پڑو تا کہ لشکرِ اسلام میں ابتری ہو جائے اور تمہیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں۔ مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد معہ ان منافقین کے ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار، مقابلہ ہوتے ہی عبداللہ بن اُبَی منافق اپنے تین سو منافقوں کو لے کر بھاگ نکلا اور حضور کے سات سو اصحاب حضور کے ساتھ رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو ہزیمت ہوئی اب صحابہ بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت رہی جس میں حضرت ابوبکر و علی و عباس و طلحہ و سعد تھے اسی جنگ میں دندان اقدس شہید ہوا اور چہرہ اقدس پر زخم آیا اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ بزدلی کر جائیں، حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا، اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

## بنوسلمہ اور بنوحارثہ کے ثابت قدم رہنے کا بیان

"اِذْ" بَدَل مِنْ اِذْ قَبْله "هَمَّتْ" بَنُو سَلَمَة وَبَنُو حَارِثَة جَنَاحَا الْعَسْكَر "طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا" تَجْبُنَا عَنْ الْقِتَال وَتَرْجِعَا لَمَّا رَجَعَ عَبْد اللّٰه بْن اُبَيّ الْمُنَافِق وَاَصْحَابه وَقَالَ : عَلَام نَقْتُل اَنْفُسنَا وَاَوْلَادنَا وَقَالَ لِاَبِي جَابِر السُّلَمِيّ الْقَائِل لَهُ اَنْشُدكُمْ اللّٰه فِيْ نَبِيّكُمْ وَاَنْفُسكُمْ لَوْ نَعْلَم قِتَالًا لَاتَّبَعْنَاكُمْ فَثَبَّتَهُمَا اللّٰه وَلَمْ يَنْصَرِفَا "وَاللّٰهُ وَلِيّهمَا" نَاصِرهمَا "وَعَلَى اللّٰه فَلْيَتَوَكَّلْ الْمُؤْمِنُوْنَ" لِيَثِقُوا بِهِ دُوْن غَيْره،

یہ اذ ماقبل اذ سے بدل ہے۔ یعنی بنوسلمہ اور بنوحارثہ یہ دونوں لشکر کے دست و بازو تھے۔ جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ بزدلی کر جائیں، یعنی قتال سے لوٹ جائیں کیونکہ جب عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی لوٹے تو اس نے کہا کہ ہم کیوں اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو قتل کرائیں اور اس نے ابو جابر سلمی سے کہا کہ میں تمہیں تمہاری اور تمہارے نبی کے بارے میں حفاظت کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ہم اس کو قتال جانتے تو ضرور تمہاری اتباع کرتے لہٰذا اللہ نے ان دونوں کو ثابت قدم رکھا لہٰذا وہ ہٹ کر نہ گئے۔ حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا، اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اسی تو کل کرنا چاہیے جبکہ کسی دوسرے پر نہیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۲۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ قرآن کی یہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل کی گئی تھیں کیونکہ ہمارے ہی دو گروہ تھے۔ ایک بنی سلمہ، ایک بنی حارثہ ہم اس آیت کے نزول کو اچھا خیال کرتے ہیں اگر چہ اس میں ہماری کمزوری کا ذکر ہے مگر واللہ ولیھما کی وجہ سے ہم خوش ہیں اور ابوسفیان کا بیان ہے کہ ہم کو اس وجہ سے خوشی ہوئی کہ اللہ ہمارا محافظ اور مددگار رہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1702)

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی حالانکہ تم بالکل بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرا کرو تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

## غزوہ بدر میں اہل ایمان کی مدد کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا هُزِمُوْا تَذْكِيْرًا لَهُمْ بِنِعْمَةِ اللّٰه "وَلَقَدْ نَصَرَكُمْ اللّٰه بِبَدْرٍ" مَوْضِع بَيْن مَكَّة وَالْمَدِيْنَة "وَاَنْتُمْ اَذِلَّة" بِقِلَّةِ الْعَدَد وَالسِّلَاح "فَاتَّقُوا اللّٰه لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" نِعَمه،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب ظاہری طور پر مسلمانوں کا نقصان ہوا تو ان کو اللہ کی نعمت یاددلائی۔ اور اللہ نے بدر میں تمہاری مدد فرمائی، بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان کی جگہ ہے۔ حالانکہ تم بالکل بے سروسامان تھے یعنی تعداد واسلحہ کم تھا۔ پس اللہ سے ڈرا کرو تا کہ تم اس کی نعمت کے شکرگزار بن جاؤ۔

## غزوہ بدر میں فرشتوں کی مدد کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں اس روز ایک مسلمان ایک مشرک کا تعاقب کر رہا تھا تو اس نے اچانک ایک غیبی آواز سنی جیسے کوئی زبردست سوار اپنے گھوڑے کو آگے بڑھنے کا حکم دے رہا ہو کہ اے حیزوم آگے بڑھ! پھر کوڑے کی آواز سنی۔ اسی لمحے مجاہد کے وار سے پہلے ہی وہ کافر بری طرح گر گیا، اس کا چہرہ لہولہان ہو گیا، ناک پچک گئی، کوڑے کی ضرب سے سر پھٹ گیا۔ وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کے فرشتوں کی مدد تھی۔ (مسلم 2:(93)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے احد کے دن دو شخصوں کو سفید لباس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دیکھا میں نے انہیں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد دیکھا وہ بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے۔
(بخاری، کتاب المغازی)

غرضیکہ یہ فرشتے نظام کائنات کے کارکن ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے چلا رہے ہیں۔ رب تعالیٰ نے انہیں مختلف خدمات انجام دینے پر مامور فرمایا ہوا ہے اور طرح طرح کی ذمہ داریاں سونپی ہوئی ہیں۔ زندگی، پیدائش، موت وحیات، راحت و مصیبت، تندرستی و بیماری، خوشی و غم، عزت و ذلت، اقتدار و افلاس اور جو تغیر بھی وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ان کارکن فرشتوں کے ہاتھوں وقوع میں آتا ہے اور جو اللہ چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِیْنَ ○ |
| جب اے محبوب ﷺ تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر، |

## تین ہزار فرشتوں کے ذریعے مدد کا بیان

"اِذْ" ظَرْف لِنَصْرِكُمْ "تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ" تُوعِدهُمْ تَطْمِینًا "اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ" یُعِینَكُمْ "رَبُّكُمْ بِثَلَاثَةِ اٰلَافٍ مِنَ الْمَلَائِكَة مُنْزَلِینَ" بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِیْد،

یہاں پر اذ ظرف کیلئے ہے۔ تا کہ ہم تمہاری مدد کریں۔ جب اے محبوب ﷺ تم مسلمانوں کو اطمینان کا وعدے سے فرماتے تھے کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتہ اتار کر، یہاں منزلین یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے لشکر کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار کی تعداد میں تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تین سو اور چند آدمی تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور

ہاتھ پھیلا کر اپنے رب کو پکارنے لگے اے اللہ! اگر تو مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا تو اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر تک قبلہ رخ ہو کر ہاتھ پھیلائے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کندھوں سے گر گئی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور چادر اٹھا کر کندھوں پر ڈال دی پھر پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی! اپنے رب سے کافی مناجات ہو چکی۔ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ) 8۔الانفال:9) (جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتہ بھیج رہا ہوں۔ الانفال، آیت) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی فرشتوں سے مدد کی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عکرمہ بن عمار کی ابوزمیل سے روایت سے جانتے ہیں۔ ابوزمیل کا نام سماک حنفی ہے۔ یہ غزوہ بدر میں شریک تھے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1022)

| |
|---|
| بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ |
| اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۝ |
| ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر و تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ |

## فرشتوں کے وسیلے سے اہل ایمان کی مدد کا بیان

**"بَلٰى" يَكْفِيكُمْ ذٰلِكَ وَفِي الْاَنْفَال بِاَلْفٍ لِاَنَّهُ اَمَدَّهُمْ اَوَّلًا بِهَا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَة ثُمَّ صَارَتْ خَمْسَة كَمَا قَالَ تَعَالٰى "اِنْ تَصْبِرُوْا" عَلٰى لِقَاء الْعَدُوّ "وَتَتَّقُوا" اللّٰه فِي الْمُخَالَفَة "وَيَاْتُوكُمْ" اَيْ الْمُشْرِكُوْنَ "مِنْ فَوْرهمْ" وَقْتهمْ "هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَاف مِنَ الْمَلَائِكَة مُسَوِّمِينَ" بِكَسْرِ الْوَاو وَفَتْحهَا اَيْ مُعَلَّمِينَ وَقَدْ صَبَرُوْا وَاَنْجَزَ اللّٰه وَعْده بِاَنْ قَاتَلَتْ مَعَهُمْ الْمَلَائِكَة عَلٰى خَيْل بُلْق عَلَيْهِمْ عَمَائِم صُفْر اَوْ بِيض اَرْسَلُوْهَا بَيْن اَكْتَافهمْ،**

ہاں کیوں نہیں۔ وہ تمہارے لئے کافی ہے اور سورہ انفال میں ہے کہ پہلے ایک ہزار سے ان کی مدد کی پھر تین ہزار سے اور اس کے بعد پانچ ہزار سے مدد کی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم دشمن کی ملاقات پر صبر کرو اور ان کی مخالفت پر اللہ سے ڈرو اور مشرکین اسی دم تم پر آ پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا۔ یہاں مسومین واؤ کے کسرہ اور فتح دونوں طرح آیا ہے یعنی معلمین ہے۔ اور یقیناً انہوں نے صبر کیا اور اللہ نے وعدہ پورا کیا کہ ان کے ساتھ فرشتوں نے ابلق گھوڑوں پر سوار ہو کر قتال کیا اور ان پر زرد یا سفید عمامہ شریف تھے۔ جن کے شملے ان کے کندھوں پر لٹکے ہوئے تھے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِه ؕ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

اور اللہ نے اس مدد کو محض تمہارے لئے خوشخبری بنایا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہو جائیں، اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بڑا غالب حکمت والا ہے۔

## غلبہ کو تمہارے لئے خوشخبری بنانے کا بیان

"وَمَا جَعَلَهُ اللّٰه" اَیْ الْاِمْدَاد "اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ" بِالنَّصْرِ "وَلِتَطْمَئِنَّ" تَسْكُن "قُلُوْبُكُمْ بِهِ" فَلَا تَجْزَع مِنْ كَثْرَة الْعَدُوّ وَقِلَّتكُمْ "وَمَا النَّصْر اِلَّا مِنْ عِنْد اللّٰه الْعَزِيْز الْحَكِيْم" يُؤْتِيه مَنْ يَّشَاء وَلَيْسَ بِكَثْرَةِ الْجُنْد،

اور اللہ نے اس مدد کو محض تمہارے لئے خوشخبری بنایا اور اس لئے کہ اس سے تمہارے دل مطمئن یعنی سکون پا جائیں، لہٰذا وہ دشمن کی کثرت اور تمہاری کمی کے سبب نہ ڈریں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے جو بڑا غالب حکمت والا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ جبکہ اس کی عطاء کیلئے کثرت لشکر کا ہونا لازم نہیں ہے۔

## نبی کریم ﷺ نے بدر میں قتل ہونے والے کفار کی قتل گاہوں کا علم پہلے سے بیان کر دیا

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ فرمایا جب ابوسفیان کے آنے کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی تو اس سے اعراض کیا پھر عمر نے گفتگو کی تو اس سے اعراض کیا پھر حضرت سعد بن عبادہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہم سے ہے اے اللہ کے رسول اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سمندر میں گھوڑے دوڑانے کا حکم دیں تو ہم انہیں ڈال دیں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ان کے سینے برک الغماد سے ٹکرا دینے کا حکم دیں تو ہم کر گزریں گے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلایا اور چلے یہاں تک کہ مقام بدر پر جا کر اترے اور ان پر قریش کے پانی پلانے والے گزرے اور ان میں بنو حجاج کا سیاہ فام غلام بھی تھا صحابہ نے اسے پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں پوچھنے لگے تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کے بارے میں معلوم نہیں لیکن ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ بن خلف یہ سامنے ہیں جب اس نے یہ کہا تو صحابہ نے اسے مارا تو اس نے کہا ہاں میں تمہیں ابوسفیان کی خبر دیتا ہوں کہ ابوسفیان یہ ہے صحابہ نے اسے چھوڑ دیا پھر پوچھا تو اس نے کہا مجھے ابوسفیان کے بارے میں معلوم نہیں بلکہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف یہاں لوگوں میں ہیں اس نے جب یہ کہا تو صحابی نے اسے پھر مارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے نماز پڑھ رہے تھے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب یہ سچ کہتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب تم سے جھوٹ

کہتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں کی قتل گاہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اس اس جگہ اپنا ہاتھ مبارک رکھتے تھے انس کہتے ہیں ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے ادھر ادھر متجاوز نہ ہوا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 124)

| |
|---|
| لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ فَيَنۡقَلِبُوۡا خَآئِبِيۡنَ ○ |
| اس لئے کہ کافروں کے ایک گروہ کو ہلاک کردے یا انہیں ذلیل کردے تاکہ وہ ناکام ہو کر واپس پلٹ جائیں۔ |

## کافروں کی ہلاکت وذلت کا بیان

"لِيَقۡطَعَ" مُتَعَلِّق بِنَصۡرَكُمۡ اَیۡ لِيُهۡلِكَ "طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوۡا" بِالۡقَتۡلِ وَالۡاَسۡرِ "اَوۡ يَكۡبِتَهُمۡ" يُذِلَّهُمۡ بِالۡهَزِيۡمَةِ "فَيَنۡقَلِبُوۡا" يَرۡجِعُوۡا "خَآئِبِيۡنَ" لَمۡ يَنَالُوۡا مَا رَامُوۡهُ،

یہاں پر "لِيَقۡطَعَ" یہ "بِنَصۡرَكُمۡ" کے متعلق ہے۔ اس لئے کہ کافروں کے ایک گروہ کو قتل وقید سے ہلاک کردے یا انہیں شکست سے ذلیل کردے تاکہ وہ ناکام ہو کر واپس پلٹ جائیں۔ یعنی وہ اپنے مقصد کو حاصل نہ کرسکیں۔

## شیطان کا کفار کے پاس آنے کا بیان

جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں متشکل ہو کر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے آئے گا۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبریل ومیکائیل کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں (اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں متشکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو) تم مظلوم وضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے ادھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو۔ کیونکہ آج ان سب جنی وانسی کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزہ چکھ لیں۔ روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کئے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو وہ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح وغلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت وقدرت سے انجام پاتا ہے۔ اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی اور اگر فرشتوں

ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے یہاں تو عالم تکلیف واسباب میں ذراسی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا۔

| |
|---|
| لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ |
| یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔ |

وَنَزَلَتْ لَمَّا كُسِرَتْ رُبَاعِيَّته صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشُجَّ وَجْهه يَوْم أُحُد وَقَالَ: (كَيْفَ يُفْلِح قَوْم خَضَّبُوا وَجْه نَبِيّهمْ بِالدَّمِ) "لَيْسَ لَكَ مِنْ الْأَمْر شَيْء" بَلْ الْأَمْر لِلّٰهِ فَاصْبِرْ "أَوْ" بِمَعْنَى إِلَى أَنْ "يَتُوب عَلَيْهِمْ" بِالْإِسْلَامِ "أَوْ يُعَذِّبهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ" بِالْكُفْرِ،

اور یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی کہ جب نبی کریم ﷺ کے رباعی مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کا چہرہ احد کے دن زخمی کرو۔ تو فرمایا کہ وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جس نے اپنے نبی کو زخمی کردیا۔ یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ یعنی اسلام کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے۔ یہاں پر او بہ معنی الی ہے۔ کیونکہ وہ ظالم یعنی کافر ہیں۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۲۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ سر میں زخم آیا اور پیشانی بھی زخمی ہوئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خون بہنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ قوم کیسے کامیاب ہوگی جنہوں نے اپنے نبی کے ساتھ یہ کچھ کیا اور وہ انہیں اللہ کی طرف بلاتا ہے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ 3۔ آل عمران: 128 آپ کیلئے مناسب نہیں اللہ چاہے تو انہیں معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 938)

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ |
| وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب کرے |
| اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اللہ جس کو چاہے عذاب دے اور جس کو چاہے بخش دے

"وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض" مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيدًا "يَغْفِر لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهُ "وَيُعَذِّب مَنْ يَّشَاء" تَعْذِيبه "وَاللّٰهُ غَفُور" لِأَوْلِيَائِهِ "رَحِيم" بِأَهْلِ طَاعَته،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ بادشاہت مخلوق اور غلام ہیں۔ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے اپنا عذاب کرے، اور اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا، اہل طاعت کے ساتھ مہربان ہے۔

## اعمال انسانی پر تقدیر کے غالب آجانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صادق و مصدوق ہیں، فرمایا کہ تم میں ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن اور چالیس رات جمع رہتا ہے پھر اسی طرح خون بستہ ہو جاتا ہے پھر اسی طرح خون کا لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اس کے پاس فرشتہ بھیجا جاتا ہے جس کو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ وہ اس کی روزی، اس کی عمر، اس کا عمل اور اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے، پھر اس میں روح پھونکتا ہے، پس تم میں سے ایک جنتیوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، اس پر تقدیر کا لکھا غالب آتا ہے، چنانچہ وہ دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ میں داخل ہوتا ہے، اور تم میں سے ایک شخص دوزخیوں کے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، تو نوشتہ تقدیر غالب آتا ہے وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2320)

| |
|---|
| يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! دوگنا اور چوگنا کر کے سود مت کھایا کرو، اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ |

## سود کھانے کی ممانعت کا بیان

"يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبَا اَضْعَافًا مُضَاعَفَة " بِالْاَلِفِ وَدُوْنهَا بِاَنْ تَزِيْدُوْا فِي الْمَال عِنْد حُلُول الْاَجَل وَتُؤَخِّرُوْا الطَّلَب "وَاتَّقُوْا اللّٰه" بِتَرْكِهِ "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

اے ایمان والو! دوگنا اور چوگنا کر کے سود مت کھایا کرو، یہاں پر مضاعف یہ الف اور بغیر الف دونوں طرح آیا ہے یعنی مدت کے حلول اور طلب کی تاخیر کر کے زیادہ ہونے کا مطالبہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ یعنی تمام کامیاب ہو جاؤ گے

## سود کھانے وسودی کاروبار کرنے والوں پر لعنت ہونے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سود لینے والے سود دینے والے سود کا تمسک لکھنے والے سود کا حساب کتاب لکھنے والے اور صدقہ سے منع کرنے والے پر لعنت فرماتے تھے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوحہ کرنے سے منع فرماتے تھے۔ (نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 69)

صدقہ سے منع کرنے والے سے مراد یا تو وہ شخص ہے جو کسی دوسرے کو صدقہ وخیرات کرنے سے منع کرے اور روکے چنانچہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص پر لعنت فرمائی ہے یا پھر اس سے وہ شخص مراد ہے جو واجب صدقہ یعنی زکوۃ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو۔ کسی مردہ شخص کے اوصاف بیان کر کے اور چلا چلا کر رونا نوحہ کہلاتا ہے چونکہ یہ ایک انتہائی نازیبا اور خلاف وقار و دانش فعل ہے اس لئے شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔

| وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ |
|---|
| اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ |

## اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ

"وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ" أَنْ تُعَذَّبُوا بِهَا،

اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ یعنی ان کو اس کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔

حضرت عدی بن حاتم سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر آدمی سے اس کا رب اس طرح کلام فرمائے گا کہ اس کے درمیان اور خدا کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا وہ اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو اس کو اپنے اعمال کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور بائیں طرف دیکھے گا تو اس کو اپنے ہی نظر آئیں گے۔

اور اپنے آگے دیکھے گا تو جہنم نظر آئے گی، پس دوزخ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے ہی کے عوض کیوں نہ ہو اعمش نے بیان کیا کہ مجھ سے عمرو بن مرہ نے خثیمہ کے واسطہ سے اسی طرح نقل کیا اور اس میں اتنا زیادہ ہے، اگرچہ اچھی بات ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2378)

| وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ |
|---|
| اور اللہ کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فرمانبرداری کرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا باعث رحمت ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ) فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہا۔ تمہارے اس دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا، وہ سوئے ہوئے ہیں (لہذا بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں بعض نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لیے دستر خوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا لہذا جس نے بلانے والی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا، اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں، بعض فرشتوں نے کہا بیان کرنے سے کیا فائدہ کیونکہ وہ تو

سوئے ہوئے ہیں۔ دوسروں نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا، گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 141)

اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہو رہے ہیں اس لیے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔

| |
|---|
| وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آجاتے ہیں، |
| جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ |

## اللہ کی مغفرت کی طرف بڑھنے کا بیان

"وَسَارِعُوا" بِوَاوٍ وَدُوْنَهَا "إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْاَرْضُ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْاَرْضُ " اَىْ كَعَرْضِهِمَا لَوْ وُصِلَتْ اِحْدَاهُمَا بِالْاُخْرٰى وَالْعَرْضُ السَّعَةُ "اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ" اللّٰه بِعَمَلِ الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْمَعَاصِى،

یہاں پر وسارعوا، واؤ اور بغیر واؤ دونوں طرح آیا ہے۔ اور اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف تیزی سے بڑھو جس کی وسعت میں سب آسمان اور زمین آجاتے ہیں، یعنی ان دونوں میں سے ایک کو دوسرے ملائے، اور عرض کا معنی وسعت ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ یعنی اللہ کی فرمانبرداری اور ترک معصیت کی وجہ سے اہل تقویٰ کو حاصل ہو۔

## اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وسعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن رحمت کو پیدا کیا تو اس دن اس کے سو حصے کیے۔ ننانوے حصے تو اپنے پاس رکھے۔ اور اپنی ساری مخلوق میں ایک حصہ بھیج دیا اگر کافر کل رحمت کا جان لیتے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، تو جنت سے مایوس نہ ہوتے اور اگر ایمان دار اللہ تعالیٰ کے ہاں کے پوری عذاب کی خبر جان لیں، تو جہنم سے (کبھی بھی) بے خوف نہ ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1399)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط |
| وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿﴾ |
| وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے |
| اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ |

## اللہ کی اطاعت میں خرچ کرنے والوں کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ" فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ "فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ" الْيُسْرِ وَالْعُسْرِ "وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ" الْكَافِّيْنَ عَنْ اِمْضَائِهِ مَعَ الْقُدْرَةِ "وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ" مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ اَیْ التَّارِكِيْنَ عُقُوْبَتَهُمْ "وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ" بِهٰذِهِ الْاَفْعَالِ اَیْ يُثِيْبُهُمْ،

وہ جو اللہ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے یعنی اپنی قدرت کے ساتھ کافی ہیں۔ اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، یعنی ان کے ظلم کے سبب یعنی ان کے انتقام کو چھوڑنے والے ہیں اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ یعنی ان افعال کے ساتھ یعنی وہ ان کو ثواب دے گا۔

## دن رات اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد (رشک) دو آدمیوں کے سوا کسی کے لئے جائز نہیں، ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا اور وہ اسے دن رات تلاوت کرتا ہے، (اور سننے والا) کہتا ہے، کاش مجھے بھی اسی طرح ملتا، جس طرح اسے ملا ہے، تو میں بھی ویسا ہی کرتا جیسا وہ کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا اور وہ اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے (دیکھنے والا) کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی ملتا جیسا کہ اسے ملا میں بھی اسی طرح خرچ کرتا، ہم سے قتیبہ نے بواسطہ جریر یہ حدیث بیان کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2111)

## غصہ کرنے سے ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نصیحت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اس نے کئی بار عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ کرو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1056)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور غصے میں صبر کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس بن حصن کے ہاں اترے، اور یہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو حضرت عمر اپنے قریب رکھتے تھے، اور قراء خواہ وہ

بوڑھے ہوں یا جوان عمر کی مجلس کے مشیر ہوتے تھے، عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا: اے بھتیجے کیا امیر المومنین کے یہاں تیری رسائی ہے، تو میرے لئے اجازت لے سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ عنقریب تمہارے لئے اجازت لوں گا، ابن عباس کا بیان ہے، انہوں نے عیینہ کے لئے اجازت لی، جب وہ اندر آئے تو کہا کہ اے ابن خطاب خدا کی قسم تم ہمیں نہ تو زیادہ مال دیتے ہو اور نہ ہمارے ساتھ عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو، حضرت عمر کو ان پر غصہ آ گیا یہاں تک کہ قریب تھا کہ الجھ پڑیں، تو حر نے کہا امیر المومنین اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ معافی کو قبول کریں اور نیکیوں کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے درگزر کیجئے، یہ شخص جاہلوں میں سے ہے، خدا کی قسم، جونہی یہ آیت حضرت عمر کے پاس پڑھی انہوں نے اس آیت کے خلاف نہیں کیا، اور کتاب اللہ کے پاس بہت زیادہ رکنے والے تھے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2162)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ قف |
| وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۛ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں پھر اپنے گناہوں کی معافی |
| مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۔ |

## اللہ کے ڈر کی وجہ سے گناہوں کو چھوڑ دینے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَة" ذَنْبًا قَبِيحًا كَالزِّنَا "اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ" بِمَا دُوْنه كَالْقُبْلَةِ "ذَكَرُوا اللّٰه" اَیْ وَعِيده "فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ" اَیْ لَا "يَغْفِر الذُّنُوْب اِلَّا اللّٰه وَلَمْ يُصِرُّوْا" يُدَاوِمُوْا "عَلٰى مَا فَعَلُوْا" بَلْ اَقْلَعُوا عَنْهُ "وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ" اَنَّ الَّذِیْ اَتَوْهُ مَعْصِيَة،

اور ایسے لوگ ہیں کہ جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یعنی برا گناہ جیسے زنا ہے یا اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں یعنی زنا کے سوا جس طرح بوسہ ہے۔ تو اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔ پھر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں، اور اللہ کے سوا گناہوں کی بخشش کون کرتا ہے، اور پھر جو گناہ وہ کر بیٹھے تھے ان کو بار بار نہیں کرتے، ان پر جان بوجھ کر اصرار بھی نہیں کرتے۔ یعنی وہ ان کی سزا کو بھی جانتے ہیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۳۵ کے شان نزول کا بیان

تیہان خرما فروش کے پاس ایک حسین عورت خرمے خریدنے آئی اس نے کہا یہ خرمے تو اچھے نہیں ہیں عمدہ خرمے مکان کے اندر ہیں اس حیلے سے اس کو مکان میں لے گیا اور پکڑ کر لپٹا لیا اور منہ چوم لیا عورت نے کہا خدا سے ڈر یہ سنتے ہی اس کو چھوڑ دیا اور شرمندہ ہوا اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر حال عرض کیا اس پر یہ آیت (وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ -3 آل عمران:135) نازل ہوئی ایک قول یہ ہے کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی دونوں میں محبت تھی اور ہر ایک نے ایک دوسرے کو بھائی بنایا تھا ثقفی جہاد میں گیا تھا اور اپنے مکان کی نگرانی اپنے بھائی انصاری کے سپرد کر گیا تھا ایک روز انصاری گوشت لایا جب ثقفی کی عورت نے گوشت لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو انصاری نے اس کا ہاتھ چوم لیا اور چومتے ہی اس کو سخت ندامت و شرمندگی ہوئی اور وہ جنگل میں نکل گیا اپنے سر پر خاک ڈالی اور منہ پر طمانچے مارے جب ثقفی جہاد سے واپس آیا تو اس نے اپنی بی بی سے انصاری کا حال دریافت کیا اس نے کہا خدا ایسے بھائی نہ بڑھائے اور واقعہ بیان کیا انصاری پہاڑوں میں روتا استغفار و توبہ کرتا پھرتا تھا ثقفی اس کو تلاش کر کے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اس کے حق میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

## نیک اعمال کا گناہوں کیلئے کفارہ بننے کا بیان

حضرت اسماء بن حکم فزاری کہتے ہیں کی میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیث سنتا اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق مجھے اس سے فائدہ پہنچتا اور اگر کوئی صحابی سے کوئی حدیث بیان کرتا تو میں اسے قسم دیتا۔ اگر وہ قسم کھالیتا تو میں اس کی تصدیق کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا اور وہ سچے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں جو کسی گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد طہارت حاصل کرنے کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔

پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ اسے معاف نہ کریں۔ پھر یہ آیت پڑھی ( وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ 3۔ آل عمران:135) (اور وہ لوگ جو اگر کبھی کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں یا اپنے آپ پر ظلم کر لیتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے علاوہ کون گناہ بخشتا ہے اور اپنے کیے پر جانتے بوجھتے ہوئے اصرار نہ کریں)۔ اس حدیث کو شعبہ اور کئی لوگوں نے عثمان بن مغیرہ سے غیر مرفوع روایت کیا ہے۔ اور ہم اسماء کی صرف یہی حدیث جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 942)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا |
| وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ۝ |
| یہ وہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں |
| ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا صلہ ہے۔ |

## اہل ایمان کیلئے جنت کی نہروں کی بشارت کا بیان

"اُولٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَة مِنْ رَبّهمْ وَجَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا" حَال مُقَدَّرَة اَيْ مُقَدَّرِيْنَ الْخُلُود فِيْهَا اِذَا دَخَلُوْهَا "وَنِعْمَ اَجْر الْعَامِلِيْنَ" بِالطَّاعَةِ هٰذَا الْاَجْر،

یہ وہ لوگ ہیں جن کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، خالدین یہ حال مقدر ہے یعنی جب وہ اس میں داخل ہوں گے تو ہمیشہ رہیں گے۔ اور نیک عمل کرنے والوں کا اس طاعت کے سبب کیا ہی اچھا صلہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرے یا جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں جما رہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم لوگوں میں اس بات کی بشارت نہ سنا دیں آپ نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کیلئے مقرر کئے ہیں دونوں درجوں کے درمیان اتنا فصل ہے جیسے آسمان و زمین کے درمیان پس جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے مجھے خیال ہے کہ حضور نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اس کے اوپر صرف رحمٰن کا عرش ہے اور یہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 58)

| |
|---|
| قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ |
| وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ |
| تم سے پہلے بہت سے قوانین گزر چکے ہیں سو تم زمین میں چلا پھرا کرو اور دیکھا کرو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ |

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۳۷ کے سبب نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ هَزِيمَةِ اُحُد "قَدْ خَلَتْ" مَضَتْ، "مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَن" طَرَائِق فِي الْكُفَّار بِاِمْهَالِهِمْ ثُمَّ اَخْذهمْ "فَسِيرُوْا" اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ "فِي الْاَرْض فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُكَذِّبِينَ" الرُّسُل اَيْ اٰخِر اَمْرهمْ مِنْ الْهَلَاك فَلَا تَحْزَنُوْا لِغَلَبَتِهِمْ فَاَنَا اُمْهِلهُمْ لِوَقْتِهِمْ،

یہ آیت مبارکہ احد میں نقصان ہو جانے کے بعد نازل ہوئی، تم سے پہلے بہت سے قوانین یعنی کفار کو مہلت دینے اور ان کا دنیا میں مؤاخذہ کرنے کے حالات گزر چکے ہیں، اے ایمان والو! تم زمین میں چلا پھرا کرو اور دیکھا کرو کہ رسولان عظام کو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ یعنی کی ہلاکت کو دیکھو اور تم ان کے وقتی طور پر غلبہ کی وجہ سے پریشان نہ ہونا کیونکہ میں ان کو ایک مدت تک مہلت دینے والا ہوں۔

| |
|---|
| هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ |
| یہ قرآن لوگوں کے لئے واضح بیان ہے اور ہدایت ہے اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ |

"هٰذَا" الْقُرْاٰن "بَيَان لِلنَّاسِ" كُلّهمْ "وَهُدًى" مِنْ الضَّلَالَة "وَمَوْعِظَة لِلْمُتَّقِيْنَ" مِنْهُمْ،

یہ قرآن سب لوگوں کے لئے واضح بیان ہے اور گمراہی سے ہدایت ہے اور ان میں سے پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ |
| اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ۔ تم ہی غالب آ ؤ گے۔ اگر ایمان رکھتے ہو۔ |

## جہاد کو جاری رکھنے کے سبب اہل اسلام کے غلبہ کا بیان

"وَلَا تَهِنُوا" تَضْعُفُوْا عَنْ قِتَالِ الْكُفَّار "وَلَا تَحْزَنُوا" عَلٰى مَا اَصَابَكُمْ بِاُحُدٍ "وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ" بِالْغَلَبَةِ عَلَيْهِمْ "اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" حَقًّا وَّجَوَابه دَلَّ عَلَيْهِ مَجْمُوع مَا قَبْله،

اور نہ سستی کرو یعنی کافروں سے لڑنے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور جو احد میں نقصان پہنچا اس پر نہ غم کھاؤ۔ تم ہی ان پر قوی ہو کر غالب آ ؤ گے۔ اگر ایمان رکھتے ہو۔ یہ جملہ اس سارے مضمون کا جواب ہے۔ جس اس سے مضمون پر دلالت کرنے والا ہے۔

## ترک جہاد کے سبب ذلت ورسوائی کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اور اگر تم نے جہاد چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر ذلت مسلط کر دے گا اور اس وقت تک یہ حالت ختم نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف پلٹ نہ آ ؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عزت کی زندگی گزارنے کے لیے مشقتیں بھی برداشت کرنا پڑتی ہیں اور اس کو جہاد کہتے ہیں۔ امت اس وقت عزت دار کہلانے کی مستحق ہوگی جب وہ دشمن کا مقابلہ کرے گی اور مشقتیں برداشت کرنے میں ثابت قدمی دکھائے گی۔ جب لوگ مجموعی طور پر جہاد کو ترک کر دیتے ہیں اور دنیا کی لذتوں میں کھو جاتے ہیں تو عذاب الٰہی پوری قوم کو گھیر لیتا ہے۔ ظالم، مظلوم، نیک و بدکار، سب لپیٹ میں آ جاتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ |
| وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ○ |
| اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں اور یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں اور اس |
| لئے کہ اللہ پہچان کرا دے ایمان والوں کی اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## غزوہ احد میں پہنچنے والی تکلیف کا باعث امتحان ہونے کا بیان

"اِنْ يَّمْسَسْكُمْ" يُصِبْكُمْ بِاُحُدٍ "قَرْح" بِفَتْحِ الْقَاف وَضَمّهَا جَهْد مِنْ جُرْح وَنَحْوه "فَقَدْ مَسَّ الْقَوْم" الْكُفَّار "قَرْح مِثْله" بِبَدْرٍ "وَتِلْكَ الْاَيَّام نُدَاوِلهَا" نُصَرِّفهَا "بَيْن النَّاس" يَوْمًا لِفِرْقَةٍ وَيَوْمًا

لِأُخرٰی لِیَتَّعِظُوا "وَلِیَعْلَمَ اللّٰہُ" عِلْمَ ظُهُورٍ "الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" اَخْلَصُوا فِیْ اِیْمَانِهِمْ مِنْ غَیْرِهِمْ "وَیَتَّخِذَ مِنْکُمْ شُهَدَاءَ" یُکْرِمُهُمْ بِالشَّهَادَةِ "وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ" اَلْکَافِرِیْنَ اَیْ یُعَاقِبُهُمْ وَمَا یُنْعِمُ بِهٖ عَلَیْهِمْ اسْتِدْرَاجٌ،

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچی یہاں پر قرح یہ قاف کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح آیا ہے۔یعنی سخت تکلیف وغیرہ پہنچی۔تو وہ لوگ بھی ویسی ہی تکلیف پا چکے ہیں یعنی کافروں کو بھی تو بدر والے دن ایسی تکلیف پہنچی تھی۔اور یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں اور اس لئے کہ اللہ پہچان کرادے۔ایمان والوں کی یعنی جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں۔اور تم میں سے کچھ لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے یعنی ان کو شہادت کی عزت عطا کرتا ہے۔اور اللہ ظالموں یعنی کافروں کو پسند نہیں کرتا۔یعنی وہ ان کو سزا دے گا اور جو ان کو نعمتیں دی گئی ہیں۔یہ ان پر مہلت ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۴۰ کے شان نزول کا بیان

امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ راشد بن سعد کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ یوم احد میں غمگین اور پریشان واپس لوٹے تو ایک عورت اپنے مقتول خاوند اور بیٹے کے پاس اپنے منہ پر طمانچے مارتی ہوئی آئی تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے عرض کی کیا تیرے رسول کے ساتھ اس طرح کیا جائے گا۔تو اللہ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی۔اِنْ یَّمْسَسْکُمْ قَرْحٌ،

(اسباب نزول، آل عمران، ۱۴۰، بیروت)

| |
|---|
| وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ یَمْحَقَ الْکٰفِرِیْنَ○ |
| اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کردے اور کافروں کو مٹادے۔ |

## اللہ کافروں مٹاتا ہے جبکہ مسلمانوں کو بڑھاتا ہے

"وَلِیُمَحِّصَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" یُطَهِّرُهُمْ مِنَ الذُّنُوبِ بِمَا یُصِیبُهُمْ "وَیَمْحَقَ" یُهْلِكَ،الْکَافِرِیْنَ،
اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کا نکھار کردے یعنی ان کو ان گناہوں سے پاک کردے گا جو انہیں پہنچے ہیں۔اور کافروں کو مٹادے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر دو زر ہیں تھیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب پتھر پر چڑھنے لگے تو نہ چڑھ سکے۔پھر طلحہ رضی اللہ عنہ کو نیچے بٹھایا اور اس طرح اس پتھر پر چڑھ کر سیدھے ہو گئے۔راوی کہتے ہیں میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کیلئے اس عمل کی وجہ سے (شفاعت یا جنت) واجب ہوگئی۔اس باب میں حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ اور سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1761)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ○

کیاتم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو پرکھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی صبر کرنے والوں کو جانچا ہے۔

"اَمْ" بَلْ "حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا" وَلَمْ "يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ" عِلْمَ ظُهُوْر "وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ" فِي الشَّدَائِد،

کیاتم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے؟ حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے جہاد کرنے والوں کو پرکھا ہی نہیں ہے اور نہ ہی مصائب پر صبر کرنے والوں کو جانچا ہے۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ○

اور تم تو اس کا سامنا کرنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے، لہٰذا اب تم نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا ہے۔

## کفار سے ملاقات کرنے سے پہلے شہادت کی تمنا کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ" فِيْهِ حَذْف اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْاَصْل "الْمَوْت مِنْ قَبْل اَنْ تَلْقَوْهُ" حَيْثُ قُلْتُمْ لَيْتَ لَنَا يَوْمًا كَيَوْمِ بَدْر لِنَنَالَ مَا نَالَ شُهَدَاؤُهُ "فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ" اَيْ سَبَبه الْحَرْب "وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ" اَيْ بُصَرَاء تَتَاَمَّلُوْنَ الْحَال كَيْفَ هِيَ فَلِمَ انْهَزَمْتُمْ ؟

یہاں پر تمنون میں اصل میں دونوں تاء میں سے ایک کو حذف کیا گیا ہے۔ اور تم تو اس کا سامنا کرنے سے پہلے موت کی تمنا کیا کرتے تھے، یعنی جس طرح شہدائے بدر نے مقام حاصل کیا ایسے ہی ہم حاصل کرتے۔ لہٰذا اب تم نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے سبب حرب کو دیکھ لیا ہے۔ یعنی ان کی حالت کیسی ہے۔ یعنی دیکھنا یہ تاملون سے حال ہے۔ یعنی ان کو کیونکر ہزیمت ہوئی۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۴۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کچھ صحابہ کہا کرتے تھے کاش اصحاب بدر کی طرح ہم بھی شہید کر دیے جاتے یا ہمارے لیے بھی یوم بدر کی طرح کوئی دن ہوتا جس میں ہم مشرکین سے لڑتے اور انجام کار اچھے ثابت ہوتے یا ہم شہادت اور جنت یا زندگی اور رزق تلاش کرتے تو اللہ نے احد کا موقع عطا فرمایا لیکن چند ایک کے سوا جن کو اللہ نے چاہا کوئی ثابت قدم نہ رہا ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (اسباب نزول، سیوطی 59، زادالمسیر 1۔468)

## دشمن سے ملنے کی تمنا کرنے کی ممانعت کا بیان

ابواسحاق فزاری موسیٰ بن عقبہ سالم ابوالنضر سے روایت کرتے ہیں کہ میں عمر بن عبیداللہ کا منشی تھا اور عبداللہ بن ابی اوفی نے

انہیں ایک خط بھیجا جبکہ وہ حروریہ کے مقابلہ پر جا رہا تھا میں نے وہ خط پڑھا اس میں تحریر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض ان سفروں میں جن میں دشمن سے آمنا سامنا ہوتا اس وقت تک انتظار کرتے جب تک سورج ڈھل نہ جاتا پھر لوگوں میں کھڑے ہوتے اور فرماتے اے لوگو! دشمن سے ملنے کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت طلب کرو۔ اگر تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو صبر کرو اور یہ جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر فرماتے اے اللہ! کتاب کے نازل کرنے والے اور لشکروں کو شکست دینے والے انہیں شکست دے اور ہمیں ان پر غالب فرما۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 281)

| |
|---|
| وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاِئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ○ |
| اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤں گے اور جو الٹے پاؤں پھرے گا اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، اور عنقریب اللہ شکر والوں کو صلہ دے گا۔ |

## غزوہ احد میں نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر پھیلانے کا بیان

وَنَزَلَ فِیْ هَزِيْمَتِهِمْ لَمَّا اُشِيْعَ اَنَّ النَّبِیَّ قُتِلَ وَقَالَ لَهُمُ الْمُنَافِقُوْنَ اِنْ كَانَ قُتِلَ فَارْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ، "وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِه الرُّسُل اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ" كَغَيْرِهٖ "انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ" رَجَعْتُمْ اِلَى الْكُفْرِ وَالْجُمْلَةُ الْاَخِيْرَةُ مَحَلُّ الْاِسْتِفْهَامِ الْاِنْكَارِیّ اَیْ مَا كَانَ مَعْبُوْدًا فَتَرْجِعُوْا "وَمَنْ يَّنْقَلِب عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰه شَيْئًا" وَاِنَّمَا يَضُرّ نَفْسه "وَسَيَجْزِی اللّٰه الشّٰكِرِيْنَ" نِعَمه بِالثَّبَاتِ،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہ مشہور کر دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو منافقین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا لہٰذا اب تم اپنے سابقہ دین کی طرف پلٹ آؤ۔ اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول ہو چکے تو کیا اگر وہ انتقال فرمائیں یا شہید ہوں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤں گے، یعنی کفر کی طرف پھر جاؤ گے؟ یہاں پر آخری جملہ استفہام انکاری کی جگہ پر ہے۔ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا۔ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، اور عنقریب اللہ نعمتوں کو ثابت رکھ شکر والوں کو صلہ دے گا۔

## سورہ آلِ عمران آیت ١٤٤ کے شانِ نزول کا بیان

جنگ اُحد میں جب کافروں نے پکارا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے اور شیطان نے یہ جھوٹی افواہ مشہور کی تو صحابہ کو بہت اِضطراب ہوا اور ان میں سے کچھ لوگ بھاگ نکلے پھر جب ندا کی گئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت واپس آئی حضور نے انہیں ہزیمت پر ملامت کی انہوں نے عرض کیا ہمارے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی شہادت کی خبر

سُن کر ہمارے دِل ٹوٹ گئے اور ہم سے ٹھہرا نہ گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ انبیاء کے بعد بھی اُنھوں پران کے دین کا اتباع لازم رہتا ہے تو اگر ایسا ہوتا بھی تو حضور کے دین کا اتباع اور اس کی حمایت لازم رہتی۔ (تفسیر قرطبی، آل عمران، ۱۴۴، بیروت)

## نبی کریم ﷺ کے وصال کی خبر کے مشہور ہونے کا بیان

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر سن کر حضرت ابوبکر صدیق جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے مسجد میں تشریف لے گئے لوگوں کی حالت دیکھی بھالی اور بغیر کچھ کہے سنے حضرت عائشہ کے گھر پر آئے یہاں حضور علیہ السلام پر حبرہ کی چادر اوڑھادی گئی تھی آپ نے چادر کا کونہ چہرہ مبارک پر سے ہٹا کر بے ساختہ بوسہ لے لیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو مرتبہ موت نہ لائے گا جو موت آپ پر لکھ دی گئی تھی وہ آپ کو آچکی۔ اس کے بعد آپ پھر مسجد میں آئے اور دیکھا کہ حضرت عمر خطبہ سنا رہے ہیں ان سے فرمایا کہ خاموش ہو جاؤ انہیں چپ کرا کر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش رہے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی لوگوں کو ایسا معلوم ہونے لگا گویا یہ آیت اب اتری ہے پھر تو ہر شخص کی زبان پر یہ آیت چڑھ گئی اور لوگوں نے یقین کر لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر حضرت عمر کے تو گویا قدموں تلے سے زمین نکل گئی، انہیں بھی یقین ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان فانی کو چھوڑ کر چل بسے، حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فرماتے تھے کہ نہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر مرتد ہوں، نہ آپ کی شہادت پر اللہ کی قسم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کئے جائیں تو ہم بھی اس دین پر مرمٹیں جس پر پر شہید ہوئے اللہ کی قسم میں آپ کا بھائی ہوں آپ کا ولی ہوں آپ کا چچا زاد بھائی ہوں اور آپ کا وارث ہوں مجھ سے زیادہ حقدار آپ کا اور کون ہوگا۔

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ |
| مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ○ |
| اور کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مرسکتا، وقت لکھا ہوا ہے، اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے |
| ہیں، اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور ہم عنقریب شکر گزاروں کو صلہ دیں گے۔ |

## موت کا وقت مقررہ پر آنے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" بِقَضَائِهٖ "كِتَابًا" مَصْدَر اَیْ : كَتَبَ اللّٰهُ ذٰلِكَ "مُؤَجَّلًا" مُؤَقَّتًا لَا يَتَقَدَّم وَلَا يَتَاَخَّر فَلِمَ انْهَزَمْتُمْ ا وَالْهَزِيمَة لَا تَدْفَع الْمَوْت وَالثَّبَات لَا يَقْطَع الْحَيَاة "وَمَنْ

يُرِدْ" بِعَمَلِهٖ "ثَوَابَ الدُّنْيَا" اَیْ جَزَاءَهُ مِنْهَا "نُؤْتِهٖ مِنْهَا" مَا قُسِمَ لَهٗ وَلَا حَظَّ لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ "وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا" اَیْ مِنْ ثَوَابِهَا، وَسَنَجْزِی الشّٰكِرِيْنَ،

اور کوئی شخص اللہ کے حکم یعنی اس کے فیصلے کے بغیر نہیں مر سکتا، وقت لکھا ہوا ہے، یعنی کتابا مصدر ہے یعنی اللہ نے اس کو لکھ دیا یعنی مؤجلا کا معنی مقرر ہے یعنی اس سے لمحہ بھی تقدم وتاخر نہ ہوگا۔ لہٰذا تم نے کیوں سستی کی کیونکہ یہ سستی موت کو دور کرنے والی نہیں ہے اور ثابت قدمی زندگی کو ختم نہیں کر سکتی۔ اور جو شخص دنیا کا انعام چاہتا ہے یعنی جو اس کی قسمت میں ہے اور آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ ہم اسے اس میں سے دے دیتے ہیں، اور جو آخرت کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اس میں یعنی آخرت میں عطا کریں گے۔ اور ہم عنقریب شکر گزاروں کو صلہ دیں گے۔

## حجر بن عدی کے عزم جہاد نے کافروں کو دوڑ لگوادی

حجر بن عدی جب دشمنان دین کے مقابلے میں جاتے ہیں اور دریائے دجلہ بیچ میں آجاتا ہے اور لشکر اسلام ٹھہر کر کھڑا ہو جاتا ہے تو آپ اس آیت کی تلاوت کر کے فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بے اجل نہیں مرتا آؤ اسی دجلہ میں گھوڑے ڈال دو، یہ فرما کر آپ اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیتے ہیں آپ کی دیکھا دیکھی اور لوگ بھی اپنے گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ دشمن کا خون خشک ہو جاتا ہے اور اس پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ کہنے لگتے ہیں کہ یہ تو دیوانے آدمی ہیں یہ تو پانی کی موجوں سے بھی نہیں ڈرتے بھاگو بھاگو چنانچہ سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ آل عمران، ۱۴۵، بیروت)

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عزرائیل کے حاضر ہونے کا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ملک الموت آدمی کی صورت بن کر حاضر ہوا۔ ایک وزیر حضرت کے پاس بیٹھا تھا۔ ملک الموت نے کئی بار وزیر کو دیکھا۔ جب ملک الموت چلے گئے۔ وزیر نے پوچھا۔ حضرت یہ کون تھا؟ فرمایا۔ عزرائیل۔ وزیر نے کہا۔ اس کے بار بار دیکھنے سے خوف پیدا ہوا۔ ابھی ہوا کو حکم دو کہ مجھے اپنے وطن بوماس جزیرہ میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا آن کی آن میں خدا کی شان وزیر با تدبیر وطن پہنچا۔ ابھی گھر کی دہلیز پر قدم رکھا تھا۔ ملک الموت نے جان قبض کر لی۔ دوسری ملاقات میں سلیمانؑ کے دریافت فرمانے پر ملک الموت نے جواب دیا: میں حیران تھا کہ مجھے حکم ہوا کہ اس وزیر کی جان جزیرہ بوماس میں قبض کرنی ہے اور یہ یہاں آپ کے پاس تھا۔ مگر حکم پورا ہو گیا۔ مثل مشہور ہے۔ پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

| |
|---|
| وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ |
| وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ |
| اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے، تو نہ سست پڑے۔ ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں |
| پہنچیں اور نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے اور صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔ |

## اصحاب انبیاء کا ثابت قدمی سے جہاد کرنے کا بیان

"وَكَأَيِّنْ" كَمْ "مِنْ نَبِيّ قُتِلَ" وَفِي قِرَاءَة قَاتَلَ وَالْفَاعِل ضَمِيره "مَعَهُ" خَبَر مُبْتَدَؤُهُ "رِبِّيُّونَ كَثِير" جُمُوع كَثِيرَة "فَمَا وَهَنُوا" جَبُنُوا "لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيل اللّٰه" مِنْ الْجِرَاح وَقَتْل أَنْبِيَائِهِمْ وَأَصْحَابهمْ "وَمَا ضَعُفُوا" عَنْ الْجِهَاد "وَمَا اسْتَكَانُوا" خَضَعُوا لِعَدُوِّهِمْ كَمَا فَعَلْتُمْ حِين قِيلَ قُتِلَ النَّبِيّ "وَاللّٰه يُحِبّ الصَّابِرِينَ" عَلَى الْبَلَاء أَيْ يُثِيبهُمْ،

اور کتنے ہی انبیاء نے جہاد کیا اور ایک قرأت میں قاتل ہے اور اس کا فاعل ضمیر ہے۔ اور یہاں پر معہ خبر ہے جبکہ ربیون کثیر اس کا مبتداء ہے۔ ان کے ساتھ بہت خدا والے تھے، تو نہ سست پڑے۔ ان مصیبتوں سے جو اللہ کی راہ میں انہیں پہنچیں یعنی انبیائے کرام کا شہید ہو جانا اور ان کے اصحاب کا شہید ہونا اور زخموں کے سبب جو ان کو مصائب پہنچے۔ اور وہ جہاد نہ کمزور ہوئے اور نہ دبے یعنی اپنے دشمن کے رعب میں نہ آئے جس طرح تم نے اس وقت کیا جب یہ مشہور کر دیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کو شہید کیا گیا ہے۔ اور مصیبت پر صبر والے اللہ کو محبوب ہیں۔ یعنی وہ ان کو ثابت قدم رکھتا ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۴۶ کے شان نزول کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ ایک مہاجر نے دیکھا کہ ایک انصاری جنگ احد میں زخموں سے چور زمین پر گرا پڑا ہے اور خاک و خون میں لوٹ رہا ہے اس سے کہا کہ آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دیئے گئے اس نے کہا اگر یہ صحیح ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنا کام کر گئے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر سے تم سب بھی قربان ہو جاؤ، اسی کے بارے میں یہ آیت اتری۔

| |
|---|
| وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا |
| وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۝ |
| اور ان کا کہنا کچھ نہ تھا سوائے اس التجا کے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہم سے ہونے والی |
| زیادتیوں سے درگزر فرما اور ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔ |

## کافروں کے خلاف ثابت قدمی کی دعا کا بیان

"وَمَا كَانَ قَوْلهمْ" عِنْد قَتْل نَبِيّهمْ مَعَ ثَبَاتهمْ وَصَبْرهمْ "إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبنَا وَإِسْرَافنَا" تَجَاوُزنَا الْحَدّ "فِي أَمْرنَا" إِيذَانًا بِأَنَّ مَا أَصَابَهُمْ لِسُوءِ فِعْلهمْ وَهَضْمًا لِأَنْفُسِهِمْ "وَثَبِّتْ أَقْدَامنَا" بِالْقُوَّةِ عَلَى الْجِهَاد، وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْم الْكَافِرِينَ،

یعنی ان کے نبی مکرم ﷺ کے شہید ہونے کے وقت ان کی ثابت قدمی اور ان کے صبر کے وقت ان کا کہنا کچھ نہ تھا سوائے اس التجا کے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور ہمارے کام میں ہم سے ہونے والی زیادتیوں سے درگزر فرما یعنی جو تکلیف ان کی سرزنش یا کسر نفسی کے سبب پریشانی پہنچی۔ اور جہاد کی طاقت کے ذریعے ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہمیں کافروں پر غلبہ عطا فرما۔

## دعا کے ذریعے ایمان تازہ ہونے کا بیان

حضرت فضیل بن عیاض کہتے ہیں تمہارے دل ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک تم دنیا سے بے رغبتی اختیار نہیں کر لیتے۔ مزید کہتے ہیں، اگر تمہیں رات کو اُٹھ کر عبادت کرنے اور دن کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو پھر جان لو کہ تم بھلائیوں سے محروم ہو۔ سچے مومن کا دل دہکتے انگارے کی طرح ہوتا ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دل میں ایمان پرانا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا پرانا ہوتا ہے، تم اللہ سے سوال کرتے رہو کہ وہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ کرتا رہے۔

(مستدرک، معجم الطبرانی)

| |
|---|
| فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَ حُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۞ |
| پس اللہ نے انہیں دنیا کا بھی انعام عطا فرمایا اور آخرت کے بھی عمدہ اجر سے نوازا، اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے |

## دنیا و آخرت کی بھلائی عطا ہونے کا بیان

"فَاٰتَاهُمُ اللّٰه ثَوَابَ الدُّنْيَا" النَّصر وَالْغَنِيمَة "وَحُسْن ثَوَاب الْاٰخِرَة" اَیْ الْجَنَّة وَحُسْنه : التَّفَضُّل فَوْق الِاسْتِحْقَاق، وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ،

پس اللہ نے انہیں دنیا کا بھی انعام یعنی مدد اور غنیمت عطا فرمائی۔ اور آخرت کے بھی عمدہ اجر سے نوازا، یعنی وہ جنت اور اس کا حسن ہے۔ کیونکہ فضیلت حقدار ہونے پر بلند ہوتی ہے۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

## مال غنیمت کے ساتھ مدد کرنے کا بیان

مسور بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب ہوازن کا وفد مسلمان ہو کر آیا اور ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کو ان کے مال اور قیدی واپس کر دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میرے ساتھ جو لوگ ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو اور میرے نزدیک سچی بات سب سے زیادہ اچھی ہے اس لیے تم دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر دو یا تو قیدی یا مال لو اور اسی لیے میں نے تمہارا انتظار کیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس سے زائد رات تک ان لوگوں کا انتظار کر کے طائف سے واپس ہوئے جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو چیزوں میں سے صرف ایک ہی واپس کریں گے تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم اپنے قیدی واپس لینا چاہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان

کھڑے ہوئے اور خدا کی تعریف بیان کی جو اس کے شایان شان ہے پھر فرمایا امابعد تمہارے یہ بھائی تمہارے پاس تائب ہو کر آئے آئے ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس کردوں تم میں سے جو شخص برضا و رغبت کرنا چاہے تو ایسا کرے اور جو شخص اپنے حصے پر قائم رہنا چاہے۔

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مال غنیمت جو ہمیں عطا کرے اس میں سے ہم ان کو دیں تو ایسا ہی کرے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم برضا و رغبت ایسا کرتے ہیں (یعنی ان کے قیدی واپس کردیتے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کہا ہم نہیں جانتے کہ تم میں سے کس نے اجازت دی اور کس نے اجازت نہ دی اس لیے تم واپس جاؤ یہاں تک کہ تمہارے سردار ہمارے پاس تمہارا معاملہ بیان کریں لوگ واپس گئے ان سے ان کے سرداروں نے گفتگو کی پھر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے اور آپ سے بیان کیا کہ لوگ بخوشی ایسا کرنے کو (قیدی واپس کرنے کو) تیار ہیں ہوازن کے قیدیوں کا حال ہم تک اس طرح پہنچا ہے یہ آخری قول یعنی فَهٰذَا الَّذِي بَلَغَنَا زہری کا قول ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2454)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○ |
| اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہا مانا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔ |

## کفار کی اطاعت کفر کی طرف لے جاتی ہے

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" فِيْمَا يَاْمُرُوْنَكُمْ بِهٖ "يَرُدُّوْكُمْ" اِلَى الْكُفْرِ، عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ،

اے ایمان والو! اگر تم نے کافروں کا کہا مانا یعنی جس چیز کا وہ تمہیں حکم دیتے ہیں۔ تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے یعنی کفر کی طرف پھیر دیں گے۔ پھر تم نقصان اٹھاتے ہوئے پلٹو گے۔

| |
|---|
| بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ○ |
| بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔ |

"بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ" نَاصِرُكُمْ "وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِيْنَ" فَاَطِيْعُوْهُ دُوْنَهُمْ،

بلکہ اللہ تمہارا مولیٰ یعنی تمہارا مددگار ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔ لہٰذا تم اسی کی اطاعت کرو جبکہ اس کے سوا کی اطاعت نہ کرو۔

| |
|---|
| سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ |
| وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ○ |

| |
|---|
| ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے جس کے لئے |
| اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔ |

## کفار کے دلوں میں رعب ڈال دینے کا بیان

"سَنُلْقِي فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْب" بِسُكُوْنِ الْعِيْن وَضَمّهَا الْخَوْف وَقَدْ عَزَمُوْا بَعْد ارْتِحَالهمْ مِنْ أُحُد عَلَى الْعَوْد وَاسْتِئْصَال الْمُسْلِمِيْنَ فَرَعَبُوا وَلَمْ يَرْجِعُوا "بِمَا أَشْرَكُوا" بِسَبَبِ إِشْرَاكهمْ "بِاَللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّل بِهِ سُلْطَانًا" حُجَّة عَلَى عِبَادَته وَهُوَ الْأَصْنَام "وَمَأْوَاهُمْ النَّار وَبِئْسَ مَثْوَى" مَأْوَى "الظَّالِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ هِيَ،

ہم عنقریب کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیں گے یہاں پر رعب عین سکون اور اس کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔یعنی خوف ڈال دیں گے۔اور انہوں نے احد کے نقصان پر یہ ارادہ کر لیا کہ وہ دوبارہ واپس لوٹ کر آئیں گے اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے لیکن وہ گھبرا گئے اور انہوں نے ایسا نہیں کیا۔اس وجہ سے کہ انہوں نے اس چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرایا ہے جس کے لئے اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری۔جس پر ان کی عبادت یعنی بتوں کی عبادت کرنا دلیل ہے۔اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔وہی کافروں کا ٹھکانہ ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۵۱ کے شانِ نزول کا بیان

جنگِ اُحد سے واپس ہو کر جب ابوسفیان وغیرہ اپنے لشکریوں کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے تو انہیں اس پر افسوس ہوا کہ ہم نے مسلمانوں کو بالکل ختم کیوں نہ کر ڈالا آپس میں مشورہ کر کے اس پر آمادہ ہوئے کہ چل کر انہیں ختم کر دیں جب یہ قصد پختہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا ،ا نہیں خوف شدید پیدا ہوا اور وہ مکہ مکرمہ ہی کی طرف واپس ہو گئے اگر چہ سبب تو خاص تھا لیکن رعب تمام کفار کے دلوں میں ڈال دیا گیا کہ دنیا کے سارے کفار مسلمانوں سے ڈرتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہے۔

## نبی کریم ﷺ کیلئے عطائی رعب ہونے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسے کو نہ دی گئی تھیں، مجھے ایک مہینہ کی راہ سے رعب کے ذریعہ مدد دی گئی، زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنا دی گئی، لہٰذا میری امت میں جس شخص پر نماز کا وقت (جہاں) آ جائے، اسے چاہئے کہ (وہیں زمین پر) نماز پڑھ لے، میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیئے گئے،

حالانکہ مجھ سے پہلے کسی (نبی) کے لئے حلال نہ کئے گئے تھے، مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی، ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف

مبعوث ہوتا تھا، اور میں تمام آدمیوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 328)

| |
|---|
| وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ |
| وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ |
| ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور بیشک اللہ نے تمہیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تم نے بزدلی کی اور (رسول |
| صلی اللہ علیہ وسلم کے) حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب کہ اللہ نے تمہیں وہ کامیابی دکھادی |
| تھی جو تم چاہتے تھے، تم میں سے کوئی دنیا کا خواہش مند تھا اور تم میں سے کوئی آخرت کا طلب گار تھا، پھر اس نے تمہیں ان سے پھیر |
| دیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے، اس نے تمہیں معاف کر دیا، اور اللہ اہلِ ایمان پر بڑے فضل والا ہے۔ |

## غزوہ احد میں بعض حضرات سے لغزش ہو جانے کا بیان

"وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَه" اِيَّاكُمْ بِالنَّصرِ "اِذْ تَحُسُّونَهُمْ" تَقْتُلُوْنَهُمْ "بِاِذْنِهٖ" بِاِرَادَتِهٖ "حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ" جَبُنْتُمْ عَنِ الْقِتَالِ وَجَوَاب اِذَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْله اَىْ مَنَعَكُمْ نَصْره "وَتَنَازَعْتُمْ" اخْتَلَفْتُمْ "فِى الْاَمْر" اَىْ اَمْر النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمُقَامِ فِىْ سَفْحِ الْجَبَل لِلرَّمْيِ فَقَالَ بَعْضكُمْ: نَذْهَب فَقَدْ نُصِرَ اَصْحَابنَا وَبَعْضكُمْ: لَا نُخَالِف اَمْر النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَعَصَيْتُمْ" اَمْره فَتَرَكْتُمْ الْمَرْكَز لِطَلَبِ الْغَنِيمَة "مِنْ بَعْد مَا اَرَاكُمْ" اللّٰه "مَا تُحِبُّوْنَ" مِنَ النَّصْر "مِنْكُمْ مَنْ يُرِيْد الدُّنْيَا" فَتَرَكَ الْمَرْكَز لِلْغَنِيمَةِ "وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيْد الْاٰخِرَة" فَثَبَتَ بِهٖ حَتّٰى قُتِلَ كَعَبْدِ اللّٰه بْن جُبَيْر وَاَصْحَابه "ثُمَّ صَرَفَكُمْ" عَطْف عَلٰى جَوَاب اِذَا الْمُقَدَّر رَدَّكُمْ لِلْهَزِيمَةِ "عَنْهُمْ" اَىْ الْكُفَّار "لِيَبْتَلِيَكُمْ" لِيَمْتَحِنكُمْ فَيَظْهَر الْمُخْلِص مِنْ غَيْرِهٖ "وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ" مَا ارْتَكَبْتُمُوْهُ "وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" بِالْعَفْوِ۔

اور بیشک اللہ نے تمہاری مدد فرما کر تمہیں اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جب تم اس کے حکم سے انہیں قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ تم نے بزدلی کی یعنی قتل کرنے سے ہاتھ روک لیا اور یہی ماقبل مدد کی دلالت پر جواب ہے۔ اور (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے) حکم کے بارے میں جھگڑنے لگے یعنی رسول اللہ ﷺ کا وہ حکم جو آپ ﷺ نے ان کو پہاڑ کی گھاٹی پر رہ کر تیر اندازی کرنے کا دیا تھا۔ پس تم میں سے بعض نے کہا کہ ہم چلتے ہیں کیونکہ ہمارے اصحاب نے کامیابی حاصل کر لی ہے اور بعض نے کہا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی مخالفت نہیں کرنی تو تم سے لغزش ہو گئی۔ پس نے طلب غنیمت کیلئے مرکز چھوڑ دیا۔ اور تم نے اس کے بعد نافرمانی کی جب کہ اللہ نے تمہیں وہ کامیابی دکھادی تھی جو تم چاہتے تھے، تم

میں سے کوئی دنیا کا خواہش مند تھا اور تم میں سے کوئی آخرت کا طلب گار تھا، جس طرح حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھی تھے۔ پھر اس نے تمہیں ان سے (مغلوب کر کے) پھیر دیا۔ یہاں پر اس جملہ کا عطف اذا مقدرہ پر ہے۔ یعنی ہزیمت کیلئے ان سے تمہیں پھیر دیا۔ تا کہ وہ تمہیں آزمائے، یعنی تم میں سے مخلص وغیر مخلص کون ہے۔ اس نے تمہیں معاف کر دیا، جو تم سے سرزنش ہوئی تھی۔ اور اللہ اہل ایمان بخشش کے ساتھ پر بڑے فضل والا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۵۲ کے مضمون نزول کا بیان

کفار کی ہزیمت کے بعد حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ جو تیر انداز تھے وہ آپس میں کہنے لگے کہ مشرکین کو ہزیمت ہو چکی اب یہاں ٹھہر کر کیا کریں چلو کچھ مال غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کریں بعض نے کہا مرکز مت چھوڑو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتاکید حکم فرمایا ہے کہ تم اپنی جگہ قائم رہنا کسی حال میں مرکز نہ چھوڑنا جب تک میرا حکم نہ آئے مگر لوگ غنیمت کے لئے چل پڑے اور حضرت عبداللہ بن جبیر کے ساتھ دس سے کم اصحاب رہ گئے۔

## بعض اصحاب کی لغزش کے سبب نقصان ہونے کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ احد کے دن جب مشرکوں کے مقابلہ پر گئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیراندازوں کی ایک جماعت پر عبداللہ بن جبیر کو سردار مقرر فرما کر ان سے فرمایا تم کو اس جگہ سے کسی حال میں نہ سرکنا چاہئے تم ہم کو غالب دیکھو یا مغلوب اور ہماری مدد کے لئے بھی نہ آنا غرض جب ہماری اور کافروں کی ٹکر ہوئی تو وہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے میں نے ان کی عورتوں کو دیکھا کہ پنڈلیاں کھولے اور پائنچے چڑھائی پہاڑ پر بھاگ رہی ہیں اور ان کی پازیبیں چمک رہی ہیں۔ عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا دوڑو اور مال غنیمت لوٹو، عبداللہ نے منع کیا کہ دیکھو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے کہ کسی حال میں اپنی جگہ مت چھوڑنا مگر کسی نے نہ مانا آخر مسلمانوں کے منہ پھر گئے اور ستر 70 مسلمان شہید ہو گئے ابوسفیان نے ایک بلند جگہ پر چڑھ کر پکارا اے مسلمانو! کیا محمد زندہ ہیں! حضور نے فرمایا خاموش رہو جواب نہ دو پھر کہنے لگا اچھا ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر زندہ ہیں آپ نے فرمایا چپ رہو جواب مت دو پھر کہا اچھا خطاب کے بیٹے عمر زندہ ہیں پھر کہنے لگا کہ معلوم ہوتا ہے کہ سب مارے گئے اگر زندہ ہوتے تو جواب دیتے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا اور کہنے لگے او دشمن خدا! تو جھوٹا ہے اللہ نے تجھے ذلیل کرنے کے لئے ان کو قائم رکھا ہے ابوسفیان نے نعرہ لگایا اے ہبل! تو بلند اور اونچا ہے ہماری مدد کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بھی جواب دو پوچھا کیا جواب دیں؟ آپ نے فرمایا کہو خدا بلند و بالا اور بزرگ ہے، ابوسفیان نے کہا ہمارا مددگار عزیٰ ہے اور تمہارے پاس عزیٰ نہیں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو جواب دو پوچھا کیا جواب دیں؟ فرمایا کہو اللہ ہمارا مددگار ہے، تمہارا مددگار کوئی نہیں ابوسفیان نے کہا بدر کا بدلہ ہو گیا لڑائی ڈول کی طرح ہے ہار جیت رہتی ہے کہا تم کو میدان میں بہت سی لاشیں ملیں گی جن کے ناک کان کٹے ہوں گے میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا اور نہ مجھے اس کا افسوس ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1236)

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

جب تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس جماعت میں (کھڑے) جو تمہارے پیچھے رہی تھی تمہیں پکار رہے تھے پھر اس نے تمہیں غم پر غم دیا، تاکہ تم اس پر جو تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا اور اس مصیبت پر جو تم پر آن پڑی رنج نہ کرو، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

## ہزیمت کے سبب اہل ایمان کے نقصان کا بیان

"اِذْ تُصْعِدُوْنَ" اِذْ تَبْعُدُوْنَ فِي الْاَرْضِ هَارِبِيْنَ "وَلَا تَلْوٗنَ" تَعْرُجُوْنَ "عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ" اَيْ مِنْ وَرَائِكُمْ يَقُوْلُ اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰه "فَاَثَابَكُمْ" فَجَازَاكُمْ "غَمًّا" بِالْهَزِيْمَةِ "بِغَمٍّ" بِسَبَبِ غَمِّكُمْ لِلرَّسُوْلِ بِالْمُخَالَفَةِ وَقِيْلَ الْبَاء بِمَعْنٰى عَلٰى اَيْ مُضَاعَفًا عَلٰى غَمِّ فَوْت الْغَنِيْمَة "لِكَيْلَا" مُتَعَلِّق ب عَفَا اَوْ بِاَثَابَكُمْ فَلَا زَائِدَة "تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ" مِنَ الْغَنِيْمَة "وَلَا مَا اَصَابَكُمْ" مِنَ الْقَتْل وَالْهَزِيْمَة، وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ،

جب تم بھاگے جا رہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس جماعت میں (کھڑے) جو تمہارے پیچھے رہی تھی تمہیں پکار رہے تھے یعنی تمہیں پیچھے سے پکار رہے تھے کہ اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔ پھر اس نے تمہیں غم پر غم دیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کے حکم میں سستی کرنے کے سبب اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں پر باء یہ علی کے معنی میں ہے۔ یعنی غنیمت کے جانے سے دوگنا غم پہنچا۔ اور یہاں پر لکیلا کا تعلق عفا سے ہے یا اثابکم سے ہے تو اس صورت میں لا زائدہ ہوگا۔ تاکہ تم اس پر جو تمہارے ہاتھ سے غنیمت وغیرہ کا نقصان جاتا رہا اور قتل ونقصان کے مصیبت پر جو تم پر آن پڑی رنج نہ کرو، اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۵۳ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن پیدل لشکر کا سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا چنانچہ تمام لشکر مدینہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پکار رہے تھے چنانچہ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی (يَدْعُوْهُمُ الرَّسُوْلُ فِيْ اُخْرَاهُمْ، (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1259)

## غزوہ احد کے موقع پر حضرت ابوطلحہ کی محبت رسول ﷺ کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب احد کا دن آیا تو لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگے مگر

ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنی ڈھال لگائے کھڑے تھے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ بڑے تیر انداز اور کمان دار تھے انہوں نے اس دن دو تین کمانیں توڑ ڈالیں جو مسلمان تیروں کا ترکش لے کر گزرتا تو حضور اکرم اس سے فرماتے یہ تیر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سر اٹھا کر کافروں کو دیکھتے تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ عرض کرتے یا رسول اللہ! میرے ماں باپ قربان ہوں اپنا سر نہ اٹھائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لگ جائے اگر میرے گلا پر لگ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ میرا گلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے پر قربان ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور اپنی ماں ام سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ کپڑے اٹھائے ہوئے پانی کی مشکیں بھر بھر کر لا رہی تھیں اور مردوں کو پلا رہی تھیں وہ پھر لوٹ کر جاتیں اور مشکیں بھر کر لاتیں اور لوگوں کے منہ میں ڈالتیں ان کے پاؤں کی پازیبیں دکھائی دے رہی تھیں اور پھر ایسا ہوا کہ حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین مرتبہ تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم۔ حدیث نمبر 1256)

| |
|---|
| ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ |
| اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ |
| الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا |
| قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ |
| لِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ |
| پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی اللہ پر بے جا گمان |
| کرتے تھے۔ جاہلیت کے سے گمان، کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے تم فرمادو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے اپنے دلوں |
| میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں، ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے، تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں |
| میں ہوتے۔ جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا اپنی قتل گاہوں تک نکل آتے اور اس لئے کہ اللہ تمہارے سینوں کی بات آزمائے |
| اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ |

## مسلمانوں پر نیند کے طاری ہو جانے کا بیان

"ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْنَا مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً" اَمْنًا "نُعَاسًا" بَدَل "يَغْشٰى" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "طَائِفَةً مِنْكُمْ" وَهُمْ الْمُؤْمِنُوْنَ فَكَانُوْا يَمِيْدُوْنَ تَحْت الحجف وَتَسْقُط السُّيُوف مِنْهُمْ "وَطَائِفَة قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسهمْ" اَيْ حَمَلَتْهُمْ عَلَى الْهَمّ فَلَا رَغْبَة لَهُمْ اِلَّا نَجَاتهَا دُوْن النَّبِيّ وَاَصْحَابه فَلَمْ يَنَامُوْا وَهُمْ الْمُنَافِقُوْنَ "يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ" ظَنًّا "غَيْر" الظَّنّ "الْحَقّ ظَنّ" اَيْ كَظَنِّ "الْجَاهِلِيَّة" حَيْثُ اعْتَقَدُوْا اَنَّ النَّبِيّ قُتِلَ اَوْ لَا

يُنْصَر "يَقُوْلُوْنَ هَلْ" مَا "لَنَا مِنْ الْاَمْر" اَىْ النَّصْر الَّذِىْ وُعِدْنَاهُ "مِنْ شَىْء قُلْ" لَهُمْ "إنَّ الْاَمْر كُلّه" بِالنَّصْبِ تَوْكِيدًا وَّالرَّفْع مُبْتَدَا وَخَبَره "لِلّٰهِ" اَىْ الْقَضَاء لَهُ يَفْعَل مَا يَشَاء "يُخْفُوْنَ فِىْ اَنْفُسهمْ مَا لَا يُبْدُوْنَ" يُظْهِرُوْنَ "لَك يَقُوْلُوْنَ" بَيَان لِمَا قَبْله "لَوْ كَانَ لَنَا مِنْ الْاَمْر شَىْء مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا" اَىْ لَوْ كَانَ الِاخْتِيَار اِلَيْنَا لَمْ نَخْرُج فَلَمْ نُقْتَل لٰكِنْ اُخْرِجنَا كَرْهًا "قُلْ" لَهُمْ "لَوْ كُنْتُمْ فِىْ بُيُوتكُمْ" وَفِيكُمْ مَنْ كَتَبَ اللّٰه عَلَيْهِ الْقَتْل "لَبَرَزَ" خَرَجَ "الَّذِيْنَ كُتِبَ" قُضِىَ "عَلَيْهِمْ الْقَتْل" مِنْكُمْ "إلٰى مَضَاجِعهمْ" مَصَارِعهمْ فَيُقْتَلُوْا وَلَمْ يُنْجِهِمْ قُعُوْدهمْ لِاَنَّ قَضَاءَهُ تَعَالٰى كَائِن لَا مَحَالَة "و" فَعَلَ مَا فَعَلَ بِاُحُدٍ "لِيَبْتَلِىَ" يَخْتَبِر "اللّٰه مَا فِىْ صُدُوركُمْ" قُلُوْبكُمْ مِنْ الْإِخْلَاص وَالنِّفَاق "وَلِيُمَحِّص" يُمَيِّز "مَا فِىْ قُلُوْبكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِى الْقُلُوْب لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَىْء وَاِنَّمَا يَبْتَلِى لِيُظْهِر لِلنَّاسِ،

پھر تم پر غم کے بعد چین کی نیند اتاری یہاں نعاسا یہ امنہ سے بدل ہے۔اور یغشی یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔کہ تمہاری ایک جماعت کو گھیرے تھی اور وہ مؤمن تھے جن کو ڈھالوں کے نیچے نیند کے جھونکے آرہے تھے۔اور ان سے تلواریں گر رہی تھیں۔اور ایک گروہ کو اپنی جان کی پڑی تھی ،یعنی وہ غم میں مبتلا تھے اور ان کو نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کو خیال بھی نہ رہا۔اور ان کو نیند بھی نہ آئی یہ لوگ منافق تھے۔اللہ پر بے جا گمان کرتے تھے۔جاہلیت کے گمان کی طرح کہ نبی کریم ﷺ شہید ہو گئے یا وہ مدد نہ کیے گئے۔کہتے کیا اس کام میں کچھ ہمارا بھی اختیار ہے یعنی وہ مدد جس کا ہم سے وعدہ کیا گیا تھا۔اس سے بھی کچھ ہے،تم ان سے فرما دو کہ اختیار تو سارا اللہ کا ہے، یہاں کلہ یہ تاکید ہونے کے سبب منصوب ہے اور مبتداء ہونے کے اعتبار سے مرفوع ہے اور اس کی خبر لفظ للہ‘‘ ہے۔یعنی اس کا فیصلہ ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔کرتا ہے اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں، یقولون ماقبل کا بیان ہے۔ہمارا کچھ بس ہوتا تو ہم یہاں نہ مارے جاتے ،یعنی اگر ہمارے پاس کوئی اختیار ہوتا تو ہم گھروں سے نکلتے ہی نہ اور نہ ہی یہاں آکر قتل کیے جاتے ،مگر ہم کو تو زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔تم ان سے فرما دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے۔جب بھی جن کا مارا جانا لکھا جا چکا تھا۔وہ ضرور نکل آتے اور اپنی قتل گاہوں تک نکل آتے اور وہ ضرور قتل ہوتے اس لئے کہ اللہ کا فیصلہ ہو کر رہتا ہے۔اور جو احد میں کرنا تھا سو ہی کیا۔کہ اللہ تمہارے سینوں میں اخلاص ونفاق کی بات آزمائے۔اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے کھول دے یعنی فرق کر دے اور اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔یعنی جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔یقیناً وہ لوگوں پر ظاہر کرنے کیلئے آزماتا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۵۴ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے موقع پر میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس روز ان میں

سے کوئی ایسا نہیں تھا جو اونگھ کی وجہ سے نیچے کو نہ جھکا جاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے یہی اونگھ مراد ہے ۔ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُعَاسًا ۔ (پھر تم لوگوں پر تنگی (غم) کے بعد اونگھ نازل کی گئی جو تم میں سے ایک جماعت کو گھیر رہی تھی اور دوسری جماعت کو صرف اپنی فکر تھی) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 943)

حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جن کو احد کے دن اونگھ نے دبا لیا تھا مجھ کو ایسی اونگھ آئی کہ کئی مرتبہ میرے ہاتھ سے میری تلوار گر پڑی وہ گرتی تھی اور میں اٹھاتا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1260)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ |
| مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ |
| بیشک وہ جو تم میں سے پھر گئے ۔جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انہیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث |
| اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے، |

## اللہ تعالیٰ نے اہل احد کی لغزش کو معاف کر دیا

"اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ" عَنْ الْقِتَال "يَوْم الْتَقَى الْجَمْعَانِ" جَمْع الْمُسْلِمِيْنَ وَجَمْع الْكُفَّار بِاُحُدٍ وَهُمْ الْمُسْلِمُوْنَ اِلَّا اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا "اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمْ" اَزَلَّهُمْ "الشَّيْطَان" بِوَسْوَسَتِهِ "بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا" مِنْ الذُّنُوْب وَهُوَ مُخَالَفَة اَمْر النَّبِيّ "وَلَقَدْ عَفَا اللّٰه عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰه غَفُور" لِلْمُؤْمِنِيْنَ "حَلِيْم" لَا يُعَجِّل عَلَى الْعُصَاة،

بیشک وہ جو تم میں قتال کرنے سے پھر گئے ۔جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں ۔یعنی جب مسلمان اور کفار احد میں جمع ہوئے اور بارہ افراد کے سوا سے لغزش ہوئی انہیں شیطان ہی نے لغزش دی۔ یعنی شیطان نے ان کو وسوسہ سے پھسلایا۔ یعنی ان سے نبی کریم ﷺ کے حکم کے خلاف عمل کرایا۔ ان کے بعض اعمال کے باعث اور بیشک اللہ نے انہیں معاف فرما دیا، بیشک اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔ یعنی وہ مؤاخذہ کرنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

## حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا قتل لغزش کے سبب ہوا

ہشام بن عروہ اپنے والد عروہ رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ احد کے دن جب مشرکین کو پہلی مرتبہ شکست ہوئی تو شیطان نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! تمہارے عقب سے ایک جماعت آ رہی ہے اس سے بچو! یہ سن کو لوگ پلٹ پڑے اتنے میں دیکھا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد یمان کو مسلمان مارے ڈال رہے ہیں، چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا کہ اے اللہ کے بندو! یہ تو میرے والد ہیں عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی

ہیں خدا کی قسم! وہ نہ مانے یہاں تک کہ یمان کو مار ڈالا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا تم کو بخش دے، عروہ کہتے ہیں بخدا حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے آخر وقت تک ان کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے امام بخاری کہتے ہیں بصرت، بصیرت سے ہے یعنی میں نے جانا اور ابصرت کے معنی آنکھ سے دیکھا بعض نے کہا کہ بصرت اور بصیرت کے ایک ہی معنی ہیں۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1257)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي |
| الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَ مَا قُتِلُوْا ج لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ |
| قُلُوْبِهِمْ ط وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| اے ایمان والو! تم ان کافروں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے ان بھائیوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں جو سفر پر گئے ہوں یا جہاد کر رہے |
| ہوں۔ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے، تاکہ اللہ اس (گمان) کو ان کے دلوں میں حسرت بنائے |
| رکھے، اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے، اور اللہ تمہارے اعمال خوب دیکھ رہا ہے۔ |

## ایمان والوں کو منافقین کی طرح ہونے سے منع کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَىِ الْمُنَافِقِيْنَ "وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ" اَىْ فِيْ شَانِهِمْ "اِذَا ضَرَبُوْا" سَافَرُوْا "فِي الْاَرْضِ" فَمَاتُوْا "اَوْ كَانُوْا غُزًّى" جَمْع غَازٍ فَقُتِلُوْا "لَوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوا" اَىْ لَا تَقُوْلُوْا كَقَوْلِهِمْ "لِيَجْعَل اللّٰه ذٰلِكَ" الْقَوْل فِيْ عَاقِبَة اَمْرهمْ "حَسْرَة فِيْ قُلُوْبهمْ وَاللّٰهُ يُحْيِي وَيُمِيت" فَلَا يَمْنَع عَنْ الْمَوْت قُعُوْد "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "بَصِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! تم ان کافروں یعنی منافقوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جو اپنے ان بھائیوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں جو زمین میں سفر پر گئے ہوں یا جہاد کر رہے ہوں۔ یہاں غزی یہ غاز کی جمع ہے۔ کہ اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے، تاکہ اللہ اس گمان کو ان کے انجام کے طور پر ان کے دلوں میں حسرت بنائے رکھے، اور اللہ ہی زندہ رکھتا اور مارتا ہے، لہٰذا گھروں میں بیٹھ رہنا بھی ان کو موت سے بچانے والا نہیں ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال خوب دیکھ رہا ہے۔ یعملوں یہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

| |
|---|
| وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ |
| اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جاؤ یا تمہیں موت آ جائے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت اس سے بہت بہتر ہے جو تم جمع کرتے ہو۔ |

## مغفرت کا گناہوں کو مٹا دینے کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ" اَیْ الْجِهَاد "اَوْ مُتُّمْ" بِضَمِّ الْمِیم وَکَسْرِهَا مِنْ مَّاتَ یَمُوت اَیْ اَتَاکُمُ الْمَوْت فِیْهِ "لَمَغْفِرَة" کَائِنَة "مِنَ اللّٰه" "لِذُنُوْبِکُمْ "وَرَحْمَة" مِنْهُ لَکُمْ عَلٰی ذٰلِكَ وَاللَّام وَمَدْخُولهَا جَوَاب الْقَسَم وَهُوَ فِیْ مَوْضِع الْفِعْل مُبْتَدَأ خَبَره "خَیْر مِمَّا یَجْمَعُوْنَ" مِنَ الدُّنْیَا بِالتَّاءِ وَالْیَاء،

اورولئن میں لام قسم ہے۔اوراگرتم اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل کردیئے جاؤیاتمہیں موت آ جائے۔یہاں متم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔یعنی جوفوت ہوایا اس کوموت آ گئی۔تو اللہ کی مغفرت گناہوں کو مٹانے والی اور رحمت اس سے بہت بہتر ہے۔یہاں پرلام اوراس کا مدخول جواب قسم ہے۔اوروہ فعل کی جگہ میں ہے مبتداء کی خبر ہے۔جوتم جمع کرتے ہو۔اوریہاں پریجمع تاءاوریاءدونوں طرح آیا ہے۔

## شہید ہونے والے کیلئے جنت کا بیان

حضرت ابو مالک اشعری سے روایت ہے کہ میں نے سنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔جوشخص راہ خدا میں جہاد کی غرض سے نکلا اور وہ مرگیا یا مارا گیا تو ہر دوصورت میں وہ شہید ہے یا اس کے گھوڑے یا اونٹ نے اس کو کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور نے اس کو کاٹ لیا یا اپنے بستر پر (طبعی) موت مرا یا کسی اور طریقہ سے جو اللہ نے چاہا مرگیا تو ہرصورت میں وہ شہید ہے اور اس کے لئے جنت ہے۔(سنن ابوداؤد، ج ۲، کتاب جہاد، بیروت)

| |
|---|
| وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ الَی اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ٥ |
| اوراگرتم مرو یا مارے جاؤ تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔ |

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "مُتُّمْ" بِالْوَجْهَیْنِ "اَوْ قُتِلْتُمْ" فِی الْجِهَاد وَغَیْرِهٖ "لَاِلَی اللّٰه" لَا اِلٰی غَیْرِهٖ "تُحْشَرُوْنَ" فِی الْاٰخِرَة فَیُجَازِیْکُمْ،

اورلئن میں لام، دونوں طرح لام قسم ہے۔یاتم جہاد وغیرہ میں مارے جاؤ، جو اللہ کی راہ میں جہاد ہو نہ کسی غیر کی طرف ہو۔تم میں آخرت میں جمع کیے جاؤ گے پس وہ تمہیں جزاء دے گا۔

| |
|---|
| فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ |
| فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ |
| يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ٥ |

پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تُند خُو، سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا بیان

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ لِنْتَ" يَا مُحَمَّدُ "لَهُمْ" أَيْ سَهَّلْتَ أَخْلَاقَكَ إِذْ خَالَفُوكَ "وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا" سَيِّءَ الْخُلُقِ "غَلِيظَ الْقَلْبِ" جَافِيًا فَأَغْلَظْتَ لَهُمْ "لَانْفَضُّوا" تَفَرَّقُوا "مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ" تَجَاوَزْ "عَنْهُمْ" مَا أَتَوْهُ "وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ" ذُنُوبَهُمْ حَتّٰى أَغْفِرَ لَهُمْ "وَشَاوِرْهُمْ" اسْتَخْرِجْ آرَاءَهُمْ "فِي الْأَمْرِ" أَيْ شَأْنِكَ مِنَ الْحَرْبِ وَغَيْرِهِ تَطْيِيبًا لِقُلُوبِهِمْ وَلِيُسْتَنَّ بِكَ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرَ الْمُشَاوَرَةِ لَهُمْ "فَإِذَا عَزَمْتَ" عَلٰى إِمْضَاءِ مَا تُرِيدُ بَعْدَ الْمُشَاوَرَةِ "فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" ثِقْ بِهِ لَا بِالْمُشَاوَرَةِ "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ" عَلَيْهِ۔

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اس وقت بھی احسان والے ہوتے ہیں جب وہ آپ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ تُند خُو، سخت دل ہوتے، یعنی ان پر سختی کرتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، لہٰذا جو بھی آپ پر پریشانی آئے، ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے ان کے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، یعنی ان کی رائے کو بھی دیکھ لیا کریں، یعنی جنگی معاملات وغیرہ میں تاکہ ان کے دل کو پاکیزگی حاصل ہو جائے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم رہیں۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں یعنی مشورہ کرنے کے بعد جس کا ارادہ کریں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، یعنی اللہ کا بھروسہ مضبوط کریں نہ مشورہ کو، بیشک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کے سبب اسلام کی اشاعت کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابوذر کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم جاؤ اور مجھے اس شخص (کے حالات وتعلیمات) کے بارے میں بتاؤ جو اپنے نبی ہونے کا اور آسمانی خبروں کے آنے کا دعویٰ کرتا ہے اور تم اس کی بات سن کر میرے پاس آنا تو (ان کا) بھائی چل کر آنحضرت کے پاس آیا اور آپ کی باتیں سن کر ابوذر کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا کہ میں نے انہیں مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہوئے دیکھا اور ان سے ایسا کلام سنا جو شعر نہیں ابوذر نے کہا جو میں نے چاہا تھا اس میں تم سے میری تسلی نہیں ہوئی پھر ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود زادراہ لی اور ایک مشک

جس میں پانی تھا ساتھ لے کر چلے حتیٰ کہ مکہ آ گئے پھر وہ مسجد میں آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے لگے اور ابوذر آنحضرت کو پہچانتے نہ تھے اور کسی سے آپ کے بارے میں پوچھنا بھی پسند نہ کیا حتیٰ کہ رات ہوگئی اور یہ لیٹ رہے پھر ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ سمجھ گئے کہ یہ کوئی مسافر ہے۔

جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے ساتھ ہو لئے اور ان میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے سے کچھ نہ پوچھا حتیٰ کہ صبح ہوگئی پھر یہ اپنا مشکیزہ اور زادراہ لے کر مسجد میں آ گئے اور دن بھر رہے (لیکن) انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا حتیٰ کہ شام کو پھر یہ اپنی خواب گاہ کی طرف واپس آ گئے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گزر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کیا ابھی تک اس آدمی کو اپنے گھر کا پتہ نہیں چلا کہ وہاں قیام کرتا اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے ان میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے سے کچھ نہیں پوچھا حتیٰ کہ تیسرے دن بھی حضرت علی نے ایسا ہی کیا اور انہیں اپنے پاس ٹھہرا لیا پھر ان سے کہا تم اپنے آنے کا سبب مجھے کیوں نہیں بتاتے؟ ابوذر نے کہا اگر تم مجھ سے عہد و پیمان کرلو کہ میری رہبری کرو گے تو میں بھی بتا دوں حضرت علی نے عہد کرلیا تو انہوں نے اپنا قصہ بتایا حضرت نے فرمایا بے شک یہ حق ہے اور آپ اللہ کے (برحق) رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو تم میرے پیچھے چلنا اگر (راستہ میں) مجھے تمہارے حق میں خوف کی کوئی بات نظر آئی تو میں ٹھہر جاؤں گا ایسا ظاہر کروں گا کہ میں پیشاب کر رہا ہوں پھر اگر میں چل پڑوں تو تم بھی میرے پیچھے آنا یہاں تک کہ جہاں میں داخل ہو جاؤں تم بھی داخل ہو جانا پھر حضرت علی چلے اور ابوذر ان کے پیچھے ہو لئے یہاں تک کہ حضرت علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوئے تو یہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر ابوذر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی تو اسی جگہ مسلمان ہو گئے ان سے آپ نے فرمایا تم اپنی قوم میں واپس جا کر انہیں یہ سب کچھ بتا دو حتیٰ کہ تمہیں میرا غلبہ معلوم ہو انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو سب لوگوں کے سامنے چلا چلا کر اس کلمہ کا اعلان کروں گا پھر وہ باہر نکل کر مسجد میں آئے اور بلند آواز میں پکار کر کہا **اشھد ان لا الــــہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ** بس لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں مارا حتیٰ کہ مارتے مارتے لٹا دیا عباس آئے اور ان پر جھک گئے اور کہا تمہارا ناس جائے تمہیں معلوم نہیں کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور تمہارے تاجروں کے شام جانے کا راستہ اسی طرف ہے تو عباس نے ان کو کفار سے بچایا پھر دوسرے دن بھی ابوذر نے ایسا ہی کیا تو کفار نے انہیں مارا اور ان پر امنڈ آئے پھر عباس ان پر جھک پڑے اور کافروں سے بچایا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1063)

| |
|---|
| اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ |
| مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے |
| جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ |

## اللہ جس کی مدد کرے اس پر کوئی غالب نہ آئے گا

"اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ" یُعِنْكُمْ عَلٰی عَدُوِّكُمْ كَيَوْمِ بَدْرٍ "فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ" يَتْرُكْ نَصْرَكُمْ كَيَوْمِ اُحُد "فَمَنْ ذَا الَّذِیْ يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِه" اَیْ بَعْدَ خِذْلَانِه اَیْ لَا نَاصِرَ لَكُمْ "وَعَلَی اللّٰهِ" لَا غَيْرِهٖ "فَلْيَتَوَكَّلْ" لِيَثِقْ،

اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے یعنی اس نے تمہیں بدر کے دن تمہارے دشمن کے خلاف تمہاری مدد کی۔ تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا، کہ وہ تمہاری مدد کو چھوڑ دے جس طرح احد کے دن ہوا۔ اور اگر وہ تمہیں بے سہارا چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے، یعنی اس کی مدد کے بعد تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ جبکہ اس کے غیر پر نہیں۔

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰی |
| كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا |
| پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر پور دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ |

وَنَزَلَتْ لَمَّا فُقِدَتْ قَطِيفَةُ حَمْرَاءَ يَوْمَ اُحُد فَقَالَ بَعْضُ النَّاسِ : لَعَلَّ النَّبِیَّ اَخَذَهَا "وَمَا كَانَ" وَمَا يَنْبَغِی ، "لِنَبِیٍّ اَنْ يَّغُلَّ" يَخُوْنَ فِی الْغَنِيمَةِ فَلَا تَظُنُّوا بِهِ ذٰلِكَ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ اَنْ يُّنْسَبَ اِلَی الْغُلُوْلِ "وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" حَامِلًا لَّهُ عَلٰی عُنُقِه "ثُمَّ تُوَفّٰی كُلُّ نَفْسٍ" الْغَالَّ وَغَيْرَهٗ جَزَاءَ "مَا كَسَبَتْ" عَمِلَتْ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" شَيْئًا،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب احد کے دن سرخ چادر گم ہوئی تو بعض لوگوں نے کہا کہ شاید نبی کریم ﷺ نے اس کو لے لیا ہو۔ اور کسی نبی پر یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ کچھ چھپا رکھے یعنی وہ غنیمت میں خیانت کر دے لہٰذا تم ایسا گمان نہ کرو۔ اور ایک قرأت میں یغل مجہول ہے کہ غلول کی جانب اس کو منسوب کیا گیا ہے۔ اور جو چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا یعنی اس کو اپنی گردن پر اٹھا کر لائے گا۔ پھر ہر جان کو ان کی کمائی بھر پور دی جائے گی یعنی خیانت وغیرہ کی جزاء جو کسی نے کسب کیا اس پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۶۱ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت مقسم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (وَمَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّغُلَّ )3۔ آلِ عمران:161) (یعنی (مال غنیمت میں) خیانت کرنا نبی کا کام نہیں اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اسے لے کر حاضر ہوگا) یہ آیت ایک

سرخ روئی دار چادر کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ بدر کے موقع پر گم ہوئی تھی تو بعض لوگوں نے کہا کہ شاید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لے لی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ عبدالسلام بن حرب بھی خصیف سے اور وہ مقسم سے نقل کرتے ہوئے ابن عباس کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 946)

| |
|---|
| اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ |
| بھلا وہ شخص جو اللہ کی مرضی کے تابع ہو گیا اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو اللہ کے غضب کا سزاوار رہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، |
| اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ |

## اللہ کی رضا اور نافرمانی کرنے والے کا برابر نہ ہونے کا بیان

"اَفَمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَان اللّٰه " فَاَطَاعَ وَلَمْ يَغُلّ "كَمَنْ بَاءَ " رَجَعَ "بِسَخَطٍ مِّنْ اللّٰه " لِمَعْصِيَتِهِ وَغُلُوله "وَمَاْوَاهُ جَهَنَّم وَبِئْسَ الْمَصِير" الْمَرْجِع هِيَ،

بھلا وہ شخص جو اللہ کی مرضی کے تابع ہو گیا یعنی جس نے اس کی اطاعت کی اور خیانیت نہ کی، اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جو نافرمانی اور خیانت کے سبب اللہ کے غضب کا سزاوار ہوا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ اسی جگہ لوٹنا ہے۔

## جنت و دوزخ میں داخلہ کے سبب کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کو واجب کرنے والی کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے کسی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 270)

| |
|---|
| هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| وہ اللہ کے یہاں درجہ درجہ ہیں اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔ |

## ثواب و عذاب کے مختلف درجات کا بیان

"هُمْ دَرَجَات " اَيْ اَصْحَاب دَرَجَات "عِنْد اللّٰه " اَيْ مُخْتَلِفُو الْمَنَازِل فَلِمَنْ اتَّبَعَ رِضْوَانه الثَّوَاب وَلِمَنْ بَاءَ بِسَخَطِهِ الْعِقَاب "وَاللّٰهُ بَصِير بِمَا يَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اللہ کے ہاں ان کے درجات ہیں۔ یعنی مختلف مراتب ہیں یعنی بعض میں سے وہ جس نے اس رضا یعنی ثواب کی اتباع کی یعنی اس کو حاصل کیا اور ان میں سے بعض اس کی ناراضگی لیکر آئے۔ اور اللہ ان کے کام دیکھتا ہے۔ لہٰذا وہ ان کو اس

## جنت کے اعلیٰ کمروں کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آئے گا۔ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ کس کے لیے ہوں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس کے لیے ہیں جس نے اچھی گفتگو کی، کھانا کھلایا ہمیشہ روزہ رکھا اور رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اللہ کے لیے نماز پڑھی۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 427)

## دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری یہ آگ ہے جسے انسان جلاتے ہیں جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جلانے کے لیے تو یہی آگ کافی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آگ اس سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور ہر درجہ اس کی گرمی کے برابر ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 495)

| |
|---|
| لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ |
| وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ٥ |
| بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک |
| کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ |

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِنْ اَنْفُسِهِمْ" اَیْ عَرَبِيًّا مِثْلَهُمْ لِيَفْهَمُوْا عَنْهُ وَيَشْرُفُوْا بِهٖ لَا مَلَكًا وَّلَا عَجَمِيًّا "يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ" الْقُرْاٰن "وَيُزَكِّيْهِمْ" يُطَهِّرُهُمْ مِنَ الذُّنُوْبِ "وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن "وَالْحِكْمَةَ" السُّنَّة "وَاِنْ" مُخَفَّفَةٌ اَیْ اِنَّهُمْ "كَانُوْا مِنْ قَبْلُ" اَیْ قَبْلَ بَعْثِهٖ "لَفِیْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ" بَيِّنٍ،

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔یعنی اہل عرب کی مثل تا کہ وہ آپ ﷺ کو پہچانیں اور انہیں آپ ﷺ کے ذریعے شرف بخشا جبکہ فرشتہ یا اہل عجم سے رسول سے نہ بھیجا۔جو ان پر قرآن کی آیات پڑھتا ہے اور انہیں گناہوں سے پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی سنت سکھاتا ہے اور یہاں پر ان مخففہ بھی آیا ہے۔اور وہ اس سے پہلے یعنی آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

## تعلیمات نبوت وبرکات نبوت ﷺ کا بیان

جو علوم انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام تقسیم فرماتے ہیں، اس میں دو چیزیں ہوتی ہیں، یا دو طرح کا فیض نصیب ہوتا ہے، ایک حصہ کو

تعلیمات نبوت کہتے ہیں، اور دوسرا حصہ برکات نبوت کہلاتا ہے۔

تعلیمات نبوت ارشادات ظاہری۔ اقوال و افعال و رسول ﷺ کا مرقع ہے، قرآن وحدیث وفقہ سب اسی قبیل سے ہیں۔ تعلیمات نبوت کا یہ پہلو حروف والفاظ کی شکل میں قلم بند ہوا، اور سیکھا سکھایا جاتا ہے۔

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب قلبی تعلق بنتا ہے تو قلب اطہر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض پانے والے کے قلب پر وہ کفیت آ جاتی ہے جو دیکھی نہیں جا سکتی، بیان نہیں کی جا سکتی جس کے لئے کوئی الفاظ نہیں ملتے جو صرف محسوس کی جا سکتی ہے، اس کو برکات نبوت کہتے ہیں۔ دین مبین کا یہ شعبہ تصوف وسلوک، احسان، اسرار شریعت، طریقت وغیرہ کے الفاظ سے بھی گردانا گیا ہے۔ اور ہمارے عرف عام میں اس کو پیری مریدی بھی کہا جاتا ہے۔

**"یتلو علیھم آیاتہ "دعوت الی اللہ ہے،"یزکیھم" برکات نبوت ہے،"و یعلمھم الکتاب و لحکمۃ" تعلیمات** نبوت ہے۔ اب یہ قرآن نے علیحدہ سے **یــزکیھــم** کا ذکر کیا ہے۔ یعنی آپ ﷺ تزکیہ فرماتے تھے، یہ تزکیہ کیا ہے۔ یہی ہمارا موضوع ہے۔ اور اس شعبے کو آج تصوف واحسان یا طریقت وغیرہ کہا جاتا ہے۔

تزکیہ کیا ہے؟ ایک قلبی اور روحانی کفیت کا نام ہے، جس کے طفیل دل میں خلوص اور اطاعت الٰہی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور گناہ اور معصیت سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ اسکا ثبوت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس زندگیاں ہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا کی اخلاقی حالت عموماً اور اہل عرب کی خصوصاً تباہی کی آخری کنارے پر پہنچ چکی تھی کہ آپ ﷺ کی بعثت نے انسانیت کی حیات نو بخشی اور ان ہی لوگوں کو وہ اخلاقی عظمت اور خلوص للہیت عطا فرمائی کہ تاریخ انسانی اسکی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

آپ ﷺ کی تعلیمات، ارشادات اور اس کے ساتھ فیض صحبت تزکیہ کی اصل ہے تزکیہ کا اصول کثرت ذکر ہے، اور صحابہ اکرام رضوان اللہ اجمعین کی یہ کیفیت تھی، **ثــم تــلین جلودھم وقلوبھم إلی ذکر اللہ** ۔ صرف تعلیمات تو کافر بھی سنتا اور جانتا ہے مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے فیض صحبت سے محروم ہو کر تزکیہ سے محروم رہتا ہے اور مومن ایمان لا کر ان کفیات کو حاصل کرتا ہے، جو آپ ﷺ کی صحبت میں بٹتی ہیں چنانچہ ایک نگاہ پانے والا صحابیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوا اور یہ نعمت عظمیٰ بٹتی رہی۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی صحبت میں آنے والے تابعین کہلائے اور ان سے تبع تابعین مستفید ہوئے پھر اہل اللہ نے اسی نعمت کو ان مقدس سینوں سے حاصل کیا اور خلق خدا کے دلوں کو روشن کرتے رہے اور کرتے رہے گے، انشاء اللہ، کہ اسی کی برکت سے کتاب وحکمت یا کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی جا سکتی ہے یہ تزکیہ یا فیض صحبت ہی اصول تعلیم کی اساس ہے، کتاب وحکمت کی وہ تعلیم جو انسان کے لئے راہ عمل آسان کر دے جو اسکی عملی زندگی بن جائے ورنہ پھر محض حروف کی شناخت رہ جائے گی، اسے تعلیم کہنا درست نہ ہوگا۔

یہ بھی وضاحت فرما دی کہ کتاب کے ساتھ مفہوم کتاب یا حکمت بھی ہے یعنی حدیث مبارک اور کتاب اللہ کی وہ شرح جو آپ ﷺ نے فرمائی۔ ورنہ قبل ازیں تو لوگ ایسی گمراہی میں مبتلاء تھے، جسے وہ خود بھی جانتے تھے، یعنی اپنے گمراہ ہونے کا خود

انہیں بھی علم تھا۔اور غالبا آج کے دور کی مصیبت بھی یہی ہے کہ کیفیات باطنی دنیا میں بہت کم نصیب ہوتی ہیں۔ایسے لوگ جن کے نہ صرف دل روشن ہوں بلکہ دوسرے دلوں کو روشن کرنے کی ہمت بھی رکھتے ہوں، دنیا میں نظر نہیں آتے ہیں۔اور جب یہ نعمت نصیب نہیں ہوتی، تو قوت عمل نصیب نہیں ہوتی۔لوگ کتاب اللہ پڑھتے بھی ہیں۔پڑھاتے بھی ہیں، مگر عمل بہت کم نصیب ہوتا ہے، اللہ کریم دلوں کو روشنی نصیب فرمائیں، آمین۔

اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگ تلاش کیا جائے جو ایک روشن دل رکھتے ہوں۔آور آپ ﷺ کی عطا کردہ کیفیات کے نہ صرف امین ہوں بلکہ انہیں تقسیم بھی کر سکے اور دوسروں کے دلوں میں بھی وہ روشنی منتقل کر سکے جس کے وہ امین ہوں۔

| |
|---|
| اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ |
| اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| کیا جب تمہیں ایک مصیبت آ پہنچی حالانکہ تم اس سے دو چند پہنچا چکے تھے تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آ پڑی؟ فرمادیں: |
| یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے ہے بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ |

## احد میں نقصان ہو جانے کا بیان

"اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَة" بِاُحُدٍ بِقَتْلِ سَبْعِيْنَ مِنكُمْ "قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلَيْهَا" بِبَدْرٍ بِقَتْلِ سَبْعِيْنَ وَاَسْرِ سَبْعِيْنَ مِنْهُمْ "قُلْتُمْ" مُتَعَجِّبِينَ "اَنّٰى" مِنْ اَيْنَ لَنَا "هٰذَا" الْخِذْلَان وَنَحْنُ مُسْلِمُوْنَ وَرَسُوْلُ اللّٰه فِينَا وَالْجُمْلَةُ الْاَخِيْرَة مَحَلّ الِاسْتِفْهَام الْاِنْكَارِيّ "قُلْ" لَهُمْ "هُوَ مِنْ عِنْد اَنْفُسكُمْ" لِاَنَّكُمْ تَرَكْتُمْ الْمَرْكَز فَخُذِلْتُمْ "اِنَّ اللّٰه عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ النَّصْر وَمَنْعه وَقَدْ جَازَاكُمْ بِخِلَافِكُمْ،

کیا جب تمہیں ایک مصیبت آ پہنچی یعنی احد میں تمہارے ستر آدمی شہید ہو گئے۔حالانکہ تم اس سے دو چند پہنچا چکے تھے یعنی بدر میں ان کے ستر آدمی مارے گئے اور ان کے ستر آدمی قتل ہوئے۔تو تم تعجب سے کہنے لگے کہ یہ کہاں سے پریشانی آ پڑی؟ حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ ﷺ ہم موجود ہیں۔اور یہ دوسرا جملہ یہ استفہام انکاری کی جگہ پر آیا ہے۔آپ ﷺ ان سے فرمادیں، یہ تمہاری اپنی ہی طرف سے ہے۔یعنی مرکز کو چھوڑ دیا جس کی وجہ سے تم پریشان ہوئے۔بیشک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔یعنی مدد کا آنا نہ آنا اسی کی طرف سے ہے۔پس وہ تمہارے خلاف کو تم پر رخصت دینے والا ہے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور اُس دن جو تکلیف تمہیں پہنچی جب دونوں لشکر باہم مقابل ہو گئے تھے سو وہ اللہ کے حکم سے تھے |
| اور یہ اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کی پہچان کرادے۔ |

## اہل ایمان اور منافقین کے درمیان فرق کرنے کا بیان

"وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ" بِاُحُدٍ "فَبِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهٖ "وَلِيَعْلَمَ" عِلْمَ ظُهُورٍ "الْمُؤْمِنِيْنَ" حَقًّا،

اور اُس دن جو تکلیف تمہیں پہنچی جب احد کے دن دونوں لشکر باہم مقابل ہو گئے تھے سو وہ اللہ کے حکم سے تھے اور یہ اس لئے کہ اللہ ایمان والوں کے برحق ہونے کی پہچان کرا دے۔

| |
|---|
| وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۖ قَالُوْا لَوْ |
| نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ |
| فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۝ |
| اور اس لئے کہ پہچان کرا دے، ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آ ؤ اللہ کی راہ میں لڑو یا دشمن کو ہٹاؤ بولے اگر ہم لڑائی |
| ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں، اپنے منہ سے کہتے ہیں |
| جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں۔ |

## غزوہ احد میں منافقین کے واپس ہو جانے کا بیان

"وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا" وَالَّذِيْنَ "قِيْلَ لَهُمْ" لَمَّا انْصَرَفُوْا عَنِ الْقِتَالِ وَهُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُبَيٍّ وَاَصْحَابُه "تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه" اَعْدَاءَهُ "اَوِ ادْفَعُوْا" عَنَّا الْقَوْمَ بِتَكْثِيْرِ سَوَادِكُمْ اِنْ لَّمْ تُقَاتِلُوْا "قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ" نُحْسِنُ "قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ" قَالَ تَعَالٰى تَكْذِيْبًا لَّهُمْ "هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ" بِمَا اَظْهَرُوْا مِنْ خِذْلَانِهِمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَكَانُوْا قَبْلُ اَقْرَبَ اِلَى الْاِيْمَانِ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِرِ "يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ" وَلَوْ عَلِمُوْا قِتَالًا لَّمْ يَتَّبِعُوْكُمْ "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ" مِنَ النِّفَاقِ،

اور اس لئے کہ پہچان کرا دے، ان کی جو منافق ہوئے اور ان سے کہا گیا کہ آ ؤ اللہ کی راہ میں لڑو اور وہ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی تھے۔ یا دشمن کو ہٹاؤ یعنی اگر تم لڑ نہیں سکتے تو ہماری تعداد میں اضافہ کر کے کافروں کو ہم سے دور کر دو، بولے اگر ہم کو اچھے طریقے سے لڑائی کرنا آتی تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے، تو اللہ تعالی نے ان کی تکذیب میں فرمایا، اور اس دن ظاہری ایمان کی بہ نسبت کھلے کفر سے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ انہوں نے مؤمنین کیلئے اپنی بزدلی دیکھائی حالانکہ اس سے پہلے وہ ظاہری طور پر ایمان کے زیادہ قریب تھے۔ اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں یعنی اگر ہم قتال کا پتہ ہوتا تو وہ تمہاری اتباع نہ کرتے۔ اور اللہ کو معلوم ہے جو منافقت کو چھپا رہے ہیں۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۸۷ کے سبب نزول کا بیان

جنگ شروع ہونے سے پہلے جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا، اس وقت کہا گیا تھا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو، آؤ اگر دعوائے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑ۔ ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے میں حصہ لو یعنی مجمع میں شریک رہو تاکہ کثرت تعداد کا اثر دشمن پر پڑے، یا یہ کہ خدا کی راہ میں دین کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیت وطنی وقومی یا اپنے اموال واولاد کی حفاظت کے لئے دشمن کی مدافعت کرو۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ |
| الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ |
| وہی لوگ ہیں جنہوں نے باوجود اس کے کہ خود بیٹھے رہے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ مارے جاتے ، |
| فرمادیں، تم اپنے آپ کو موت سے بچالینا اگر تم سچے ہو۔ |

## موت سے بچنے والے کیوں مرتے ہیں

"اَلَّذِیْنَ" بَدَل مِنَ الَّذِیْنَ قَبْله اَوْ نَعْت "قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ" فِی الدِّیْن "و" قَدْ "قَعَدُوا" عَنْ الْجِهَاد "لَوْ اَطَاعُوْنَا" اَیْ شُهَدَاء اُحُد اَوْ اِخْوَاننَا فِی الْقُعُوْد قُلْ " لَهُمْ "فَادْرَءُوا" ادْفَعُوا "عَنْ اَنْفُسكُمْ الْمَوْت اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ" فِیْ اَنَّ الْقُعُوْد یُنْجِی مِنْهُ،

یہاں پر الذین یہ ماقبل سے بدل ہے یا نعت ہے۔ وہی لوگ ہیں جنہوں نے باوجود اس کے کہ خود جہاد سے بیٹھے رہے اپنے بھائیوں کے دین کی نسبت کہا کہ اگر وہ ہمارا کہا مانتے یعنی شہداء احد یا ہمارے بیٹھے ہوئے بھائی، تو نہ مارے جاتے، تو آپ ان سے فرمادیں، تم اپنے آپ کو موت سے بچالینا اگر تم سچے ہو۔ یعنی اگر یہ بیٹھ جانا تم کو اس سے نجات دلا دے؟

فرماتا ہے ان کے دلوں کی چھپی ہوئی باتوں کا مجھے بخوبی علم ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کے بارے میں کہتے ہیں اگر یہ ہمارا مشورہ مانتے یہیں بیٹھے رہتے اور جنگ میں شرکت نہ کرتے تو ہرگز نہ مارے جاتے، اس کے جواب میں جناب باری جل وعلا کا ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے اور تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ بیٹھ رہنے اور میدان جنگ میں نہ نکلنے سے انسان قتل وموت سے بچ جاتا ہے تو چاہئے کہ تم مرو ہی نہیں اس لئے کہ تم تو گھروں میں بیٹھے ہو لیکن ظاہر ہے کہ ایک روز تم بھی چل بسو گے چاہے تم مضبوط برجوں میں پناہ گزین ہو جاؤ پس ہم تو تمہیں تب سچا مانیں کہ تم موت کو اپنی جانوں سے ٹال دو، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔روزی پاتے ہیں۔

## شہداء کی شان میں نازل ہونے والی آیت مبارکہ کا بیان

وَنَزَلَ فِي الشُّهَدَاءِ "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ "فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" اَيْ لِاَجْلِ دِيْنِهِ "اَمْوَاتًا بَلْ" هُمْ "اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ" اَرْوَاحهمْ فِيْ حَوَاصِل طُيُور خُضْر تَسْرَح فِي الْجَنَّة حَيْثُ شَاءَتْ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيث "يُرْزَقُوْنَ" يَاْكُلُوْنَ مِنْ ثِمَار الْجَنَّة،

یہ آیت مبارکہ شہداء کی شان میں نازل ہوئی ہے۔اور جو اللہ کی راہ یعنی اس کے دین کی وجہ سے مارے گئے یہاں پر قتلو یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔یعنی ان ارواح جنت میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں جہاں چاہتی ہیں جنت کی سیر کرتی ہیں۔جس طرح حدیث میں آیا ہے۔روزی پاتے ہیں۔یعنی وہ جنت کے پھلوں کا رزق کھاتے ہیں۔

## شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہونے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کی میری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر کیا بات ہے؟۔میں تمہیں شکستہ حال کیوں دیکھ رہا ہوں۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد شہید ہو گئے اور قرض وعیال چھوڑ گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اس چیز کی خوشخبری نہ سناؤں جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہارے والد سے ملاقات کی عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کے علاوہ ہر شخص سے پردے کے پیچھے سے گفتگو کی لیکن تمہارے والد کو زندہ کر کے ان سے بالمشافہ گفتگو کی اور فرمایا اے میرے بندے تمنا کر۔تو جس چیز کی تمنا کرے گا میں تجھے عطا کروں گا۔انہوں نے عرض کیا اے اللہ مجھے دوبارہ زندہ کردے تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں قتل ہو جاؤں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا فیصلہ ہو چکا کہ کوئی دنیا میں واپس نہیں جائے گا۔

راوی کہتے ہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) 3۔آل عمران:169)(یعنی تم ان لوگوں کو مردہ نہ سمجھو جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے الخ۔) یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ہم اسے صرف موسیٰ بن ابراہیم کی روایت سے جانتے ہیں۔پھر علی بن عبداللہ مدینی اور کئی راوی اس حدیث کو کبار محدثین سے اسی طرح روایت کرتے ہیں نیز عبداللہ بن محمد بن عقیل بھی جابر سے اس کو کچھ حصہ نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 947)

## شہداء کا ٹھکانہ عرش کی قندیلوں میں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اس آیت (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ) 3۔آل عمران:169)۔کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی اس کی تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی (یعنی شہداء کی) روحیں سبز پرندوں (کی شکل) میں جو جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہاں پھرتے ہیں۔ان کا ٹھکانہ عرش سے لٹکی ہوئی قندیلیں ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف جھانکا اور پوچھا کیا تم لوگ کچھ اور بھی چاہتے ہو جو میں تمہیں عطا کروں گا۔انہوں نے عرض کیا یا اللہ ہم اس سے زیادہ کیا چاہیں گے کہ ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں گھومتے پھرتے ہیں پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے ان سے اسی طرح کہا تو ان شہداء نے سوچا کہ ہم اس وقت تک نہیں چھوٹیں گے جب تک کوئی فرمائش نہیں کریں گے۔تو انہوں نے تمنا ظاہر کی کہ ہماری روحیں ہمارے جسموں میں واپس کر دی جائیں تا کہ ہم دنیا میں جائیں اور دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو کر آئیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 948)

## جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔(بخاری۔مسلم)

## شہداء کے تمام گناہوں کا کفارہ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔(مسلم شریف)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہین کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔(مقدمات ابن رشد)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائیگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے اداء کرے اور نہ مرنے کے بعد اداء کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر اداء کئے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب اداء کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے اداء کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہے۔ (بخاری)

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کئے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرمادے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے گا۔ (بخاری)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں (التذکرہ للقرطبی)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

## شہید کے پاس دو حوریں ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بہت خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک صحیح الاسناد)

اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے اس کا نام اسلم بتایا ہے۔

## شہداء کی جنت میں باہمی محبت کا بیان

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی

طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں۔ جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا شہادت کے بعد اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

## شہید کے کلام کرنے کا بیان

محمود وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مبارک نامی شخص تھا ہم اسے کہتے تھے کہ اے مبارک کیا آپ شادی نہیں کرتے تو وہ کہتے تھے میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ حور عین سے میری شادی کر دے۔ محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کر دیا اس میں مبارک شہید ہو گیا ہم نے اسے دیکھا تو اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اے مبارک اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین انگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا کہ تین حوروں سے شادی ہوئی ہے۔ (روض الریاحین)

سعید العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں جہاد کے لیے نکلے ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کی گردن کٹ گئی ہم نے دیکھا کہ وہ سر پانی کے اوپر آیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھنے لگا: وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام نیک تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (القصص۔38، شوق العروس وانس النفوس)

عبد العزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اندر (نامی مقام) پر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا ایک بار اس نے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا گھوڑے پر بیٹھ کر آ رہا تھا اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو بیوی نے کہا توبہ کرو کیونکہ شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے وہ توبہ کرنے لگا مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا آ رہا ہے اس نے بیوی کو بتایا تو اس نے بھی دیکھ کر کہا بخدا یہ تو ہمارا بیٹا ہے وہ نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بیٹا آپ تو شہید ہو چکے تھے اس نے کہا جی ہاں لیکن ابھی ابھی حضرت عمر بن عبد العزیز کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے اللہ تعالیٰ سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے میں بھی ان میں سے ہوں اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی پھر اس

نے ان دونوں کے لیے دعاء کی اور لوٹ گیا۔ اسی دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ (یعنی شہید کے والد) نے دی ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ علامہ ابوعلی حسین بن یحییٰ بخاری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "روضۃ العلماء" میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کوفی نوجوان جہاد میں نکلا پھر اس نے خواب میں اپنا محل اور حوریں دیکھیں پھر رومیوں نے اسے مسجد میں گھس کر شہید کر دیا کچھ عرصے کے بعد اس کے والد نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے اس نے کہا جی ہاں مگر آج ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ (روضۃ العلماء)

ابوعمران الجونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا مسلمانوں میں ایک شخص بطال نامی تھا وہ رومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا چونکہ رومی اسے اپنا پادری سمجھتے تھے اس لیے انہیں کچھ نہیں کہتے تھے اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر (یہ خفیہ) کاروائیاں کرتا رہا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں وہ واپس آیا تو ہارون الرشید نے اسے بلایا اور فرمایا اے بطال رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ اس نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین (لیجئے سنئے)

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا اسے نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا میں بطال ہوں تمہیں کیا کام ہے اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا میں اس لیے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں میں نے اسے دعاء دی اور ساتھ لے لیا ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور سے ایک قلعے سے دیکھ لیا وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہمارے طرف بڑھے اس نوجوان نے کہا: اے بطال مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں میں نے اجازت دے دی وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر بعد شہید ہو گیا وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور کہنے لگے تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ میں نے کہا میرے پاس تو یہی ٹوپی اور انجیل ہے اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو تاکہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے میں جب تیار ہو گیا تو وہ پھر آگے بڑھے میں نے کہا یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ کر رہے ہو تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔ انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے میں نے تین کو تو مار گرایا مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا لڑتے لڑتے ہمارے نیزے تلواریں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آسکا میں نے اسے کہا: اے رومی میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادت کو ادا کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں اس نے کہا یہ ٹھیک ہے وہ خود ایک پادری تھا ہم

نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا تم اپنا سر میرے اوپر اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ صبح میں نے نماز پڑھی اور کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا اِس بار مجھے چھوڑ دو تا کہ ہم پھر مقابلہ کریں میں نے اسے چھوڑ دیا جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے اس نے کہا ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔ تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا جب چوتھی بار اس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے اس نے کہا تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تا کہ میری گردن پر وار کرے اے امیر المؤمنین اسی وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اس نے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاء

تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ تو زندہ ہیں۔ پھر وہ دوبارہ گر گیا یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ (روضۃ العلماء)

اور اس بطال کا نام عبداللہ تھا۔ اور ان کی کنیت ابو محمد یا ابو یحییٰ تھی اور وہ تابعی تھے علامہ ابن ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بطال بہادروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی امراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ رومی ان کے نام سے خوف اور ذلت محسوس کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت بطال کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لیے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا اس بچے کی ماں نے کہا چپ ہو جاؤ ورنہ تمہیں بطال کو دے دوں گی بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اسے چارپائی سے اٹھا کر کہا: اے بطال اسے لے لو میں اندر داخل ہوا اور میں نے کہا لاؤ دے دو۔

## شہداء کی حیات کے مختلف انداز کا بیان

حضرت رافع بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یحییٰ کنانی نے کہا میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لیے سنا رہا ہوں تا کہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا ضرور سنائیے انہوں نے کہا ہم نے 38ھ میں جہاد روم میں حصہ لیا اس وقت ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالمالک اور عبداللہ بن ولید تھے یہی وہ جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طوانہ (نامی مقام) مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اہل بصرہ اور اہل جزیرہ اکٹھے تھے اور ہم نے خدمت، پہرے داری، اور جانوروں کا چارہ لانے کے لیے باریاں مقرر کر رکھی تھیں ہماری

جماعت میں سعید بن حارث نام کے ایک شخص بھی تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ ہم خدمت کرلیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے۔ بس صبح شام رات دن ہو محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے۔ رات کو سعید بن حارث کے پہرے کی باری تھی انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزرنے کے بعد کہا: اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اتنا عمل کیا کرو جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو میں نیہ اور اسی طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھائی ہمارے پاس چند گنے چنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزرجانے والے دنوں کے علاوہ اور کیا ہے۔ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعاء دی پھر ان سے کہا آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجئے تاکہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لیے تیار ہوں وہ خیمے کے ایک کونے میں سوگئے۔ باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید سو رہے تھے۔ وہی نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر آرام سے واپس کھینچ لیا۔ اور پھر کہا رات تو وہی رات ہوگی پھر وہ اوچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے میں نے انہیں سینے سے لگالیا وہ برابر تڑپتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آ گیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کرکے پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا آپ مجھے معاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق جتلایا تو وہ کہنے لگے جب میں سوگیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہے اچانک دو خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے خوش ہو جاؤ اے سعید اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کرلیا ہے اور تمہیں زندگی ہی میں بشارت دے دی ہے آؤ ہم تمہیں وہ نعمتیں دیکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار فرمائی ہیں وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کرکے دائیں جانب لے گئے جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا وہ تو بجلی کی چمک کر طرح تیز رفتار تھا وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس لے آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہوکر وہ چیزیں دیکھی جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کرسکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمتگار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے یہ اللہ کا ولی ہے اللہ کا ولی آ گیا خوش آمدید اے اللہ کے ولی پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچھے ہوئے تھے ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔ ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین وجمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی

لڑکی تھی۔ان دونوں آدمیوں نے مجھے کہا یہ تیرا گھر ہے یہ لڑکی تیری بیوی ہے یہی تیرا ٹھکانہ اور منزل ہے یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تابی کے ساتھ بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں پھر انہوں نے مجھے درمیان والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں تو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی آج نہیں آج تو تمہیں دنیا میں واپس جانا ہے میں نے کہا میں واپس نہیں جانا چاہتا اس نے کہا ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے ان شاء اللہ۔

میں نے کہا رات تو وہی رات ہوگی اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشام کہتے ہیں میں نے کہا تم اللہ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دکھا دیا انہوں نے کہا میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتائیے گا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کے لیے گئے ہوئے ہیں یہ سنکر وہ اٹھے، انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدان جنگ میں چلے گئے وہ روزے کی حالت میں تھے سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آ گئے واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج انہوں نے (یعنی سعید نے) وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کئے اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا میں نے دل میں کہا اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے اس کے بعد سعید نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مصلے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا تیسرے دن میں بھی ان کے ساتھ نکلا تا کہ ان کا پورا معاملہ دیکھ سکوں وہ سارا دن بہادری کے ساتھ لڑتے رہے مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر ان پر کارگر نہیں ہو رہی تھی یہاں تک کہ سورج کے غروب کا وقت قریب آ گیا اور وہ پہلے سے زیادہ چست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اوپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا جو ان کی گردن میں لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اٹھایا اور پیچھے لے آئے اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی میں نے انہیں کہا مبارک ہو اس چیز کی جو آپ کو افطار کے وقت ملنے والی ہے کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے سے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا پھر ان کی روح پرواز کر گئی اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے لوگو! ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنا چاہئے آؤ میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا پھر انہوں نے تکبیر و رسالت ﷺ کا نعرہ بلند کیا جس سے میدان گونج اٹھا دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر

ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالمالک تک بھی پہنچ گئی ہم نے ان سے کہا آپ کا انتظار ہے آیئے جنازہ پڑھایئے انہوں نے کہا ان کا جنازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر ابھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ سے ملاقات کے والہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرما دیا ان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابی الحسن علی بن الخضر السلمی)

| |
|---|
| فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ |
| اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ |
| وہ ان (نعمتوں) پر خوش رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے ان پچھلوں سے بھی جو ان سے نہیں |
| مل سکے خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ |

## اللہ کے فضل پر خوش ہونے والوں کا بیان

"فَرِحِيْنَ" حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُرْزَقُوْنَ "بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه" "وَ" "هُمْ" "يَسْتَبْشِرُوْنَ" يَفْرَحُوْنَ "بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ" مِنْ اِخْوَانِهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيُبْدَلُ مِنَ الَّذِيْنَ "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" اَلَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ "وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَةِ الْمَعْنٰى يَفْرَحُوْنَ بِاَمْنِهِمْ وَفَرَحِهِمْ،

یہاں پر فرحین 'یُرْزَقُوْنَ'' کی ضمیر سے حال ہے۔ وہ ان نعمتوں پر خوش رہتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرما رکھی ہیں اور اپنے ان پچھلوں سے بھی جو ان سے نہیں مل سکے خوش ہوتے ہیں یعنی ان کے مؤمن بھائی بھی خوش ہیں، اور یہاں پر لاخوف یہ الذین سے بدل ہے۔ کہ ان پر بھی نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ یعنی وہ آخرت میں ان کے امن و خوشی کے سبب خوش ہوتے ہیں۔

## شہداء کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد، بیہقی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا

دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (7) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

## خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے

اس بارے میں کئی روایات پہلے بھی بیان ہو چکی ہیں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے وہ آسمانوں کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لیے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالی کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالی کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لیے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کے نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالی سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ (الطبرانی۔ مجمع الزوائد)

## خون خشک ہونے سے پہلے حور عین کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں یعنی حوریں اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابن ماجہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے

افضل جہاد کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے یعنی وہ شہید ہو جائے۔ (مسند احمد)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایا ہم دونوں بھائی غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔ پس اسی سے تمہیں ان کی فضیلت معلوم ہو جانی چاہئے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک)

| |
|---|
| يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| وہ اللہ کی نعمت اور فضل سے خوش رہتے ہیں اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ |

## اللہ ایمان والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا

"يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ" ثَوَاب "مِنَ اللّٰهِ وَفَضْل" زِيَادَة عَلَيْهِ "وَاَنَّ" بِالْفَتْحِ عَطْفًا عَلٰى نِعْمَة وَبِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا "اللّٰهُ لَا يُضِيعُ اَجْر الْمُؤْمِنِيْنَ" بَلْ يَاْجُرهُمْ،

وہ اللہ کی نعمت یعنی ثواب اور فضل یعنی اس پر زیادہ نعمت کے ثواب پر خوش رہتے ہیں اور یہاں ان فتحہ کے ساتھ آیا ہے جب اس کا عطف نعمت پر ہو اور کسرہ کے ساتھ ہوگا جب یہ مستانفہ ہو اور اس پر کہ اللہ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ بلکہ وہ ان کو اجر دیتا ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا |
| مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ |
| وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا۔ ان کے نیکو کاروں اور پرہیزگاروں |
| کے لئے بڑا ثواب ہے۔ |

## زخموں کی تاب نہ رکھنے کے باوجود جذبہ ایمانی کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" مُبْتَدَا "اسْتَجَابُوا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْل" دُعَاءَهُ بِالْخُرُوجِ لِلْقِتَالِ لَمَّا اَرَادَ اَبُو سُفْيَان وَاَصْحَابه الْعَوْد تَوَاعَدُوْا مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُوق بَدْر الْعَام الْمُقْبِل مِنْ يَوْم اُحُد "مِنْ بَعْد مَا اَصَابَهُمْ الْقَرْح" بِاُحُدٍ وَخَبَر الْمُبْتَدَا "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ" بِطَاعَتِهِ "وَاتَّقَوْا" مُخَالَفَته "اَجْر عَظِيْم" هُوَ الْجَنَّة،

الذین مبتداء ہے۔ وہ جو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہوئے، یعنی جب دوبارہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے لوٹ آنے کا ارادہ کیا۔ تو آپ ﷺ نے بدر کے بازار میں احد کے سال ان کو مقابلے کا چیلنج کر دیا۔ بعد اس کے کہ

انہیں احد میں زخم پہنچ چکا تھا۔ یہاں پر الذین مبتداء ہے اور احسنوا منهم یہ خبر ہے۔ان کے نیکوکاروں اور پرہیزگاروں کے لئے بڑا ثواب یعنی جنت ہے۔

## غزوہ حمراء الاسد اور آلِ عمران آیت ۱۷۲ کے شانِ نزول کا بیان

جنگ احد سے فارغ ہونے کے بعد جب ابوسفیان مع اپنے ہمراہیوں کے مقام روحاء میں پہنچے تو انہیں افسوس ہوا کہ وہ واپس کیوں آگئے مسلمانوں کا بالکل خاتمہ ہی کیوں نہ کر دیا یہ خیال کر کے انہوں نے پھر واپس ہونے کا ارادہ کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے تعاقب کے لئے روانگی کا اعلان فرمادیا صحابہ کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی اور جو جنگ احد کے زخموں سے چور ہو رہے تھے حضور کے اعلان پر حاضر ہوگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جماعت کو لے کر ابوسفیان کے تعاقب میں روانہ ہوگئے جب حضور مقام حَمراء الاسد پر پہنچے جو مدینہ سے آٹھ میل ہے تو وہاں معلوم ہوا کہ مشرکین مرعوب وخوف زدہ ہو کر بھاگ گئے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ آلِ عمران، ۱۷۲، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ صلے |
| وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ۝ |
| وہ لوگ جن سے لوگوں نے کہا کہ مخالف لوگ تمہارے مقابلے کے لئے جمع ہو چکے ہیں سو ان سے ڈرو، تو ان کے ایمان کو |
| اور بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے۔ |

## نعیم بن مسعود اشجعی کے واقعہ کا بیان

"اَلَّذِیْنَ" بَدَل مِنَ الَّذِیْنَ قَبْلَه اَوْ نَعْت "قَالَ لَهُمُ النَّاس" اَیْ نَعِیم بْن مَسْعُوْد الْاَشْجَعِیّ "اِنَّ النَّاس" اَبَا سُفْیَان وَاَصْحَابه "قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ" الْجُمُوع لیستأصلوکم "فَاخْشَوْهُمْ" وَلَا تَاْتُوهُمْ "فَزَادَهُمْ" ذٰلِكَ الْقَوْل "اِیْمَانًا" تَصْدِیْقًا بِاللّٰهِ وَیَقِیْنًا "وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰه" كَافِیْنَا اَمْرهمْ "وَنِعْمَ الْوَكِیل" الْمُفَوَّض اِلَیْهِ الْاَمْر هُوَ وَخَرَجُوْا مَعَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَوَافَوْا سُوق بَدْر وَاَلْقَی اللّٰه الرُّعْب فِیْ قَلْب اَبِی سُفْیَان وَاَصْحَابه فَلَمْ یَاْتُوْا وَكَانَ مَعَهُمْ تِجَارَات فَبَاعُوا وَرَبِحُوا،

یہاں پر الذین ماقبل سے بدل ہے یا نعت ہے۔ وہ لوگ جن سے لوگوں یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ مخالف لوگ یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھی تمہارے مقابلے کے لئے جمع ہو چکے ہیں سو ان سے ڈرو، یعنی مقابلے کیلئے نہ آؤ، تو اس بات نے ان کے ایمان باللہ اور تصدیق کو اور بڑھا دیا اور وہ کہنے لگے، ہمیں اللہ کافی ہے یہ معاملہ اسی کے سپرد ہے۔ اور وہ کیا اچھا کارساز ہے۔ پھر جب وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے اور میدان بدر میں جمع ہوئے تو اللہ نے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ مقابلہ کیلئے نہ آسکے، اور مسلمانوں کے پاس مال

تجارت تھا لہٰذا انہوں نے تجارت کی اور خوب نفع کمایا۔

## کفار کی بزدلی اور آلِ عمران آیت ۱۷۳ کے شان نزول کا بیان

جنگ اُحد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور نے انکے جواب میں فرمایا انشاء اللہ جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہل مکہ کو لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا اور انہوں نے واپس ہوجانے کا ارادہ کیا اس موقع پر ابوسفیان کی نُعَیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نعیم اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طے ہو چکی ہے اور اس وقت مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں واپس جاؤں تو مدینہ جا اور تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو میدان جنگ میں جانے سے روک دے اس کے عوض میں تجھ کو دس اونٹ دوں گا نعیم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا کہ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں ان سے کہنے لگا کہ تم جنگ کے لئے جانا چاہتے ہو اہل مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں خدا کی قسم تم میں سے ایک بھی پھر کر نہ آئے گا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو پس حضور ستر سواروں کو ہمراہ لے کر "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَ كِيْلُ" پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے بدر میں پہنچے وہاں آٹھ شب قیام کیا مال تجارت ساتھ تھا اس کو فروخت کیا خوب نفع ہوا اور سالم غانم مدینہ طیبہ واپس ہوئے جنگ نہیں ہوئی چونکہ ابوسفیان اور اہل مکہ خوف زدہ ہو کر مکہ شریف کو واپس ہوگئے تھے اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ بن زبیر سے فرمایا: (اے میرے بھانجے تیرے والد اور تمہارے نانا) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے، جب احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو صدمہ پہنچنا تھا، پہنچ چکا اور مشرکین (مکہ کو) لوٹ گئے تو آپ کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں واپس آ کر پھر نہ حملہ آور ہوں۔ لہٰذا آپ نے فرمایا کہ کون ان کا فروں کا تعاقب کرتا ہے۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر ستر آدمی تعاقب کے لیے تیار ہوگئے جن میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور زبیر بھی تھے۔

(بخاری، کتاب المغازی)

| |
|---|
| فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ |
| وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ |
| پس وہ لوٹ کر آئے اللہ کے احسان اور فضل سے کیونکہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی اور اللہ کی رضا کی اتباع کی اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ |

## بدر صغریٰ میں تجارتی منافع کا بیان

"فَانْقَلَبُوا" رَجَعُوا مِنْ بَدْر "بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْل" بِسَلَامَةٍ وَرِبْح "لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوء" مِنْ قَتْل اَوْ جُرْح "وَاتَّبَعُوا رِضْوَان اللّٰه" بِطَاعَتِهِ وَطَاعَة رَسُوْله فِي الْخُرُوج "وَاللّٰهُ ذُو فَضْل عَظِيْم" عَلٰى اَهْل

طاعتہ،

پس وہ بدر سے لوٹ کر آئے اللہ کے احسان اور فضل سے یعنی سلامتی اور نفع کے ساتھ آئے۔ کیونکہ انہیں کوئی برائی نہ پہنچی یعنی کوئی قتل وزخم نہ پہنچا۔ اور اللہ کی رضا کی اتباع کی۔ یعنی وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کیلئے نکلے تھے۔ اور اللہ اہل طاعت پر بڑے فضل والا ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اب وعدے کی جگہ بدر ہے آپ نے فرمایا ممکن ہے چنانچہ وہاں پہنچے تو یہ ڈرپوک آیا ہی نہیں وہاں بازار کا دن تھا مال خرید لیا جو نفع سے بکا اسی کا نام غزوہ بدر صغریٰ ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَه۪ٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ٥ |
| بیشک یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے دھمکاتا ہے، پس ان سے مت ڈرا کرو اور مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم مومن ہو۔ |

## اہل ایمان کو میدان بدر کی محض دھمکی لگانے والے کفار کا بیان

"اِنَّمَا ذٰلِكُمْ" اَىْ الْقَائِل لَكُمْ اِنَّ النَّاس اِلَخْ "الشَّيْطَان يُخَوِّف" الشَّيْطَان يُخَوِّفكُمْ "اَوْلِيَاءَهُ" الْكُفَّار "فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوْنِي" فِيْ تَرْك اَمْرِى "اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" حَقًّا،

بیشک یعنی اسک بات کا قائل یہی شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں یعنی کافروں کے ذریعے دھمکاتا ہے، پس ان سے مت ڈرا کرو اور میرا حکم چھوڑنے میں، مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم سچے مومن ہو۔

احد کے میدان سے جاتے ہوئے دشمن کہہ گئے تھے کہ آئندہ سال بدر میں فیصلہ کن مقابلہ ہوگا مگر جب وعدے کا وقت قریب آیا تو ان کی ہمت نے جواب دے دیا لیکن مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے اپنے آدمی پروپیگنڈا کرنے کے لئے چھوڑ دیئے جنہوں نے مدینہ پہنچ کر مسلمانوں میں یہ خبر پھیلانی شروع کردی کہ اب کے سال قریش نے اتنی زبردست تیاریاں کی ہیں اور ایسا بھاری لشکر جمع کیا ہے کہ اگر مسلمان مقابلے پر نکلے تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس پروپیگنڈے نے بجائے پست ہمتی پیدا کرنے کے مسلمانوں میں جوش ایمانی اور تیز کردیا۔ چنانچہ پندرہ سو فدائین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر پہنچ گئے لیکن دشمن مقابلے پر نہ آیا۔ مسلمانوں نے آٹھ روز تک بدر میں ٹھہر کر تجارتی کاروبار سے خوب نفع حاصل کیا۔ ان آیات میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

| |
|---|
| وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ؕ |
| يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ٥ |
| اور اے محبوب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جو کفر پر دوڑتے ہیں وہ اللہ کا کچھ بگاڑیں گے اور اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ |

## کفار کیلئے آخرت میں کچھ حصہ نہ ہونے کا بیان

"وَلَا يَحْزُنْكَ" بِضَمِّ الْيَاءِ ، وَكَسْرِ الزَّايِ وَبِفَتْحِهَا وَضَمِّ الزَّايِ مِنْ : اَحْزَنَهُ "الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ" يَقَعُوْنَ فِيهِ سَرِيعًا بِنُصْرَتِهِ وَهُمْ اَهْلُ مَكَّةَ اَوِ الْمُنَافِقُوْنَ اَيْ لَا تَهْتَمَّ لِكُفْرِهِمْ "اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا" بِفِعْلِهِمْ وَاِنَّمَا يَضُرُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ "يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا" نَصِيبًا "فِي الْاٰخِرَةِ" اَيِ الْجَنَّةِ فَلِذٰلِكَ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ "وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ" فِي النَّارِ،

یہاں پر "وَلَا يَحْزُنْكَ" یاء کے ضمہ اورزاء کے کسرہ اوریاء کے فتحہ اورزاء کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اورحزن یہ ایک قرأت کے مطابق احزنہ ہے۔اوراے محبوب! تم ان کا کچھ غم نہ کرو جوکفر پر دوڑتے ہیں یعنی اہل مکہ اورمنافقین کفر کی جانب دوڑ پڑے ہیں وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑیں گے بلکہ اپنی عادات کے سبب اپنا نقصان کررہے ہیں۔اوراللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے یعنی جنت ان کیلئے نہ ہواوران کے لئے آگ کا بڑا عذاب ہے۔

## کفار اسلام کو کچھ بھی نقصان نہیں کرسکتے

اس دور میں مسلمانوں کے علاوہ جتنی بھی اقوام تھیں۔سب ہی اسلام دشمن اوراسے مٹانے کے درپے تھیں خواہ وہ مشرکین مکہ ہوں یا یہود مدینہ، منافقین ہوں یا دیگر قبائل عرب اور یہ سب لوگ اسلام کو کچلنے کے لیے حتیٰ المقدور کوششیں بھی کررہے تھے۔اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ تمہارا یا اسلام کا کچھ بھی بگاڑنے کی قدرت نہیں رکھتے۔بس اپنی ہی عاقبت خراب کررہے ہیں۔ان کے بارے میں آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔دوسری بات جو آپ کو فی الواقعہ غمزدہ بنا رہی تھی وہ یہ تھی کہ آپ کی انتہائی کوششوں کے باوجود یہ لوگ اسلام کو سمجھنے اوراس کے قریب آنے یا اسے قبول کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتے تھے اوراس بات سے آپ سخت پریشان ہوجاتے تھے اوراس بات کا قرآن میں متعدد مقامات پر ذکر آیا ہے۔جس کے جواب میں اللہ نے اپنے پیارے نبی کو یہی کہہ کر تسلی دی کہ تمہارا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا اورلوگوں کو ڈرانا ہے۔اب اگر یہ لوگ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے تو اس کا وبال انہیں پر ہوگا اور نہ ہی میرا پیغام پہنچادینے سے آگے آپ کی کوئی ذمہ داری ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| بیشک جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خریدلیا ہے وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرسکتے اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## ایمان کے بدلے میں کفر خریدنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ" اَيْ اَخَذُوْهُ بَدَلَهُ "لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ" بِكُفْرِهِمْ "شَيْئًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ،

بیشک جنہوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا ہے یعنی اس کا بدلہ لیا، وہ اپنے کفر کے سبب اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے اوران کے لئے تکلیف پہنچانے والا دردناک عذاب ہے۔

| |
|---|
| وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ |
| لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ |
| اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں |
| ڈھیل دیتے ہیں کہ اور گناہ میں بڑھیں اوران کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔ |

## کفار کیلئے دنیا میں مہلت ہونے کا بیان

"وَلَا يَحْسَبَنَّ " بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّمَا نُمْلِي " اَيْ اِمْلَاءَ نَا "لَهُمْ" بِتَطْوِيلِ الْاَعْمَار وَتَاْخِيرِهِمْ "خَيْرٌ لِاَنْفُسِهِمْ " وَاَنَّ وَمَعْمُولَاهَا سَدَّتْ مَسَدَّ الْمَفْعُولَيْنِ فِي قِرَاءَ ة التَّحْتَانِيَّة وَمَسَدّ الثَّانِيْ فِي الْاُخْرٰى "اِنَّمَا نُمْلِي " نُمْهِل "لَهُمْ لِيَزْدَادُوْا اِثْمًا " بِكَثْرَةِ الْمَعَاصِي "وَلَهُمْ عَذَاب مُهِين" ذُو اِهَانَة فِي الْاٰخِرَة،

یہاں پر ''وَلَا يَحْسَبَنَّ '' یاء اورتاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں یعنی ان کی عمریں لمبی کرتے ہیں، کہ اس تاخیر کے سبب کچھ ان کے لئے بھلا ہے، ہم تو اسی لئے انہیں ڈھیل دیتے ہیں یہاں ''يَحْسَبَنَّ'' تاء کہ صورت میں مفعول ثانی کے قائم مقام کیا گیا ہے۔ کہ اور گناہ میں بڑھیں تا کہ گناہوں کے بڑھنے کی وجہ سے عذاب زیادہ ہو اوران کے لئے آخرت میں ذلت کا عذاب ہے۔

## ظالموں پر مہلت کے بعد پکڑ ہونے میں سخت عذاب کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے مگر جب ان کی گرفت فرماتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا ہے اس کے بعد آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى ۔ 11۔ ہود: 102) یعنی اس طرح تیرا رب ظالموں کی بستیوں کو پکڑتا ہے اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1829)

| |
|---|
| مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا |
| كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ |
| وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ |

| |
|---|
| اور اللہ مسلمانوں کو ہرگز اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدانہ کر دے، اور اللہ کی یہ شان نہیں |
| کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے |
| رسولوں پر ایمان لاؤ، اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔ |

## رسولان عظام کو غیب کا علم عطا کرنے کا بیان

"مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ" لِيَتْرُكَ "الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ" اَيُّهَا النَّاس "عَلَيْهِ" مِنْ اخْتِلَاط الْمُخْلِص بِغَيْرِهِ "حَتّٰى يَمِيز" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد يَفْصِل "الْخَبِيث" الْمُنَافِق "مِنَ الطَّيِّب" الْمُؤْمِن بِالتَّكَالِيفِ الشَّاقَّة الْمُبَيِّنَة لِذٰلِكَ فَفَعَلَ ذٰلِكَ يَوْم اُحُد "وَمَا كَانَ اللّٰه لِيُطْلِعكُمْ عَلَى الْغَيْب" فَتَعْرِفُوا الْمُنَافِق مِنْ غَيْرِهِ قَبْل التَّمْيِيز "وَلٰكِنَّ اللّٰه يَجْتَبِي" يَخْتَار "مِنْ رُسُله مَنْ يَّشَاء" فَيُطْلِعهُ عَلٰى غَيْبه كَمَا اَطْلَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حَال الْمُنَافِقِيْنَ "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُله وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوا" النِّفَاق، فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ،

اے لوگو! اللہ مسلمانوں کو ہرگز اس حال پر نہیں چھوڑے گا جس پر تم ہو یعنی مخلص وغیر مخلص کے اختلاط پر، جب تک وہ ناپاک کو پاک سے جدانہ کر دے، یہاں پر یمیز تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے یعنی خبیث یعنی منافق کو اور طیب یعنی مؤمن کو مشکل تکالیف کے ذریعے الگ کر دے۔ جس طرح اس نے احد کے دن کیا۔ اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے۔ کہ تم فرق سے پہلے ہی منافق وغیر منافق کی پہچان کرو۔ لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے غیب کے علم کے لئے اختیار کر لیتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی علم غیب عطا فرمایا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے منافقین کی حالت پر مطلع ہوئے۔ لہٰذا تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو یعنی نفاق سے بچو، تو تمہارے لئے بڑا ثواب ہے۔

حتی یمیز، کے قرینے سے جملہ "علی ما انتم علیہ" سے مراد اچھے اور برے لوگوں کا مشخص نہ ہونا ہے۔ مندرجہ بالا مطلب اس بنا پر ہے کہ جب "من" تبعیض کیلئے اور "یجتبی" کے متعلق ہو چونکہ جملہ "ولکن اللہ"، "ما کان اللہ" سے استدراک کیلئے ہے لہٰذا آیت کا معنی یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ امتوں اور قوموں کو غیب سے آگاہ نہیں کرتا، لیکن بعض انبیاء کو غیب سے آگاہ کرنے کیلئے منتخب کر لیتا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۷۹ کے شان نزول کا بیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلقت وآفرینش سے قبل جب کہ میری امت مٹی کی شکل میں تھی اسی وقت وہ میرے سامنے اپنی صورتوں میں پیش کی گئی جیسا کہ حضرت آدم پر پیش کی گئی اور مجھے علم دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا کون کفر کرے گا یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو انہوں نے براہ استہزاء کہا کہ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ جو لوگ ابھی پیدا

بھی نہیں ہوئے ان میں سے کون ان پر ایمان لائے گا کون کفر کرے گا باوجود یکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہمیں نہیں پہچانتے اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر قیام فرما کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں طعن کرتے ہیں آج سے قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا تم مجھ سے سوال کرو اور میں تمہیں اس کی خبر نہ دے دوں۔ عبداللہ بن حذافہ سہمی نے کھڑے ہو کر کہا میرا باپ کون ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا حذافہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ ہم اللہ کی ربوبیت پر راضی ہوئے اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوئے قرآن کے امام ہونے پر راضی ہوئے آپ کے نبی ہونے پر راضی ہوئے ہم آپ سے معافی چاہتے ہیں حضور نے فرمایا کیا تم باز آؤ گے کیا تم باز آؤ گے پھر منبر سے اتر آئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔ اور حضور کے علم غیب میں طعن کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ آل عمران، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ |
| مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۠ |
| اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی۔ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا |
| ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا |
| اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ |

## بخل اختیار کرنے والوں کے گلے میں قیامت کے دن طوق ہونے کا بیان

**"وَلَا يَحْسَبَنَّ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ "الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه" اَيْ بِزَكَاتِهِ "هُوَ" اَيْ بُخْلهمْ "خَيْرًا لَّهُمْ" مَفْعُول ثَانٍ وَالضَّمِير لِلْفَصْلِ وَالْاَوَّل بُخْلهمْ مُقَدَّرًا قَبْل الْمَوْصُول عَلَى الْفَوْقَانِيَّة وَقَبْل الضَّمِير عَلَى التَّحْتَانِيَّة "بَلْ هُوَ شَرّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهِ" اَيْ بِزَكَاتِهِ مِنْ الْمَال "يَوْم الْقِيَامَة" بِاَنْ يُجْعَل حَيَّة فِيْ عُنُقه تَنْهَشهُ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيث "وَلِلّٰهِ مِيرَاث السَّمَاوَات وَالْاَرْض" يَرِثهُمَا بَعْد فَنَاء اَهْلهمَا "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "خَبِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ**

یہاں پر "وَلَا يَحْسَبَنَّ" یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل یعنی اس کی زکوٰۃ کے سبب سے دی۔ ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں، یہاں پر "خَيْرًا" مفعول ثانی ہے اور ھو ضمیر فصل کیلئے ہے اور وہ "بُخْلهمْ" مقدر سے پہلے موصول ہونے کے سبب ہے اور پہلے ہونا تحتانیہ کی صورت میں ہے۔ بلکہ وہ ان کے لئے برا ہے، عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا، یعنی مال سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے، قیامت کے

دن ان کے گلے کا طوق ہوگا گویا کہ ان کا مال ان کے گلوں میں سانپ بنا کر ڈال دیا جائے گا جو ان کو ڈنگ مارتا رہے گا جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا، یعنی ان دونوں کے اہل کے ختم ہو جانے کے بعد اس کا وارث وہی ہے۔ اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ یہاں پر "تَعْمَلُوْنَ" یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## مال کا قیامت کے دن اژدھا بن کر آنے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں ایک اژدھا بنا دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مطابق آیت پڑھی (وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه ) 3۔ آل عمران: 180 ) ( ترجمہ۔ جو لوگ اللہ کی اپنے فضل سے دی ہوئی چیزوں کو خرچ کرنے میں بخل سے کام لیتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کی لئے بہتر ہے بلکہ یہ ان کے لئے برا ہے کیونکہ عنقریب قیامت کے دن جس چیز سے انہوں نے بخل کیا تھا وہ ان کی گردن میں طوق بنا کر لٹکائی جائے گی ) پھر راوی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مصداق میں یہ آیت پڑھی (سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ) 3۔ آل عمران: 180 ) ( عنقریب وہ چیز جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن وہ ان کی گردن میں طوق بنا کر لٹکائی جائے گی ) اور فرمایا جس نے کسی مسلمان بھائی کا جھوٹی قسم کھا کر حق لے لیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ اس سے ناراض ہوگا۔ پھر اس کے مصداق میں یہ آیت پڑھی اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ( بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بدلے تھوڑی قیمت لیتے ہیں ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور شجاع اقرع سے مراد سانپ ہے جو گنجا ہوگا۔ شدت زہر کی وجہ سے اس کے سر کے بال ختم ہو گئے ہوں گے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 950)

| |
|---|
| لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا |
| وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ○ |
| بیشک اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جو کہتے ہیں کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، اب ہم ان کی ساری باتیں اور ان کا انبیاء کو |
| ناحق قتل کرنا لکھ رکھیں گے، اور فرمائیں گے کہ جلا ڈالنے والے عذاب کا مزہ چکھو۔ |

## یہود کا اللہ کو فقیر کہنے کا بیان

"لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْر وَنَحْنُ اَغْنِيَاء " وَهُمْ الْيَهُوْد قَالُوْهُ لَمَّا نَزَلَ "مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِض اللّٰه قَرْضًا حَسَنًا " وَقَالُوْا لَوْ كَانَ غَنِيًّا مَا اسْتَقْرَضَنَاهُ "سَنَكْتُبُ" نَأْمُر بِكَتْبِ "مَا قَالُوْا" [illegible] ...وْا عَلَيْهِ وَفِيْ قِرَاءَة بِالْيَاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ "و" نَكْتُب "قَتْلهمْ" بِالنَّصْب

وَالرَّفع "الْاَنْبِيَاء بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُوْل " بِالنُّوْنِ وَالْيَاء اَىْ اللّٰه لَهُمْ فِى الْاٰخِرَة عَلٰى لِسَان الْمَلَائِكَة "ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيْق" النَّار وَيُقَال لَهُمْ اِذَا اُلْقُوا فِيْهَا،

بیشک اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جو کہتے ہیں کہ اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں، اور وہ یہود تھے انہوں نے اس وقت یہ بات کہی تھی جب یہ آیت نازل ہوئی "مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" تو انہوں نے کہا کہ اگر وہ غنی ہوتا تو وہ ہم سے قرض طلب نہ کرتا۔ لہٰذا اب ہم ان کی ساری باتیں جن کا ہم نے کتابوں کے ذریعے ان کو حکم دیا پس انہی کی کہی ہوئی باتیں ان کے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں۔ اور ایک قرأت میں یکتب یاء کے ساتھ معروف کا صیغہ ہے۔ اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا لکھ رکھیں گے، اور قتلھم یہ رفع اور نصب دونوں طرح آیا ہے۔ اور نقول یہ نون اور یاء کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبان میں ان سے فرمائے گا۔ کہ جلا ڈالنے والے آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ اور یہ اس وقت ان سے کہا جائے گا جب ان کو اس میں ڈال دیا جائے گا۔

## الفاظ لغوی معانی کا بیان

اس بنا پر ہے کہ جب "ان اللہ" ایک محذوف مبتدا کی خبر ہو (الامر و الشان ان الله ليس) یوں "قدمت ايديكم" کے قرینہ سے اللہ تعالیٰ کے ظلم نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سزا دینے میں ظلم نہیں کرتا۔

## حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ اور آلِ عمران ۱۸۱ کے شانِ نزول کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کے مدرسے میں گئے یہاں کا بڑا معلم فخاص تھا اور اس کے ماتحت ایک بہت بڑا عالم اشیع تھا لوگوں کا مجمع تھا اور وہ ان سے مذہبی باتیں سن رہے تھے آپ نے فرمایا فخاص اللہ سے ڈر اور مسلمان ہو جا اللہ کی قسم تجھے خوب معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں وہ اس کے پاس سے حق لے کر آئے ہیں ان کی صفتیں توراۃ و انجیل میں تمہارے ہاتھوں میں موجود ہیں تو فخاص نے جواب میں کہا ابوبکر سن اللہ کی قسم اللہ ہمارا محتاج ہے، ہم اس کے محتاج نہیں اس کی طرف اس طرح نہیں گڑگڑاتے جیسے وہ ہماری جانب عاجزی کرتا ہے بلکہ ہم تو اس سے بے پرواہ ہیں۔ ہم غنی اور تونگر ہیں اگر وہ غنی ہوتا تو ہم سے قرض طلب نہ کرتا جیسے کہ تمہارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہہ رہا ہے ہمیں تو سود سے روکتا ہے اور خود سود دیتا ہے اگر غنی ہوتا تو ہمیں سود کیوں دیتا، اس پر حضرت صدیق اکبر کو سخت غصہ آیا اور فخاص کے منہ پر زور سے مارا اور فرمایا اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم یہود سے معاہدہ نہ ہوتا تو میں تجھ اللہ کے دشمن کا سر کاٹ دیتا جاؤ بدنصیبو جھٹلاتے ہی رہو اگر سچے ہو۔ فخاص نے جا کر اس کی شکایت سرکارِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کی آپ نے صدیق اکبر سے پوچھا کہ اسے کیوں مارا؟ حضرت صدیق نے واقعہ بیان کیا لیکن فخاص اپنے قول سے مکر گیا کہ میں نے تو ایسا کہا ہی نہیں۔ اس بارے میں یہ آیت اتری۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ آلِ عمران، ۱۸۱، بیروت)

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

یہ ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھ خود آگے بھیج چکے ہیں اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

## انسان کی سزا اس کے اپنے اعمال کے سبب ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْعَذَاب "بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ" عَبَّرَ بِهَا عَنِ الْاِنْسَانِ لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَال تُزَاوَلُ بِهَا "وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ" اَیْ بِذِیْ ظُلْم "لِلْعَبِيْدِ" فَيُعَذِّبُهُمْ بِغَيْرِ ذَنْب،

یہ عذاب ان اعمال کا بدلہ ہے جو تمہارے ہاتھ خود آگے بھیج چکے ہیں ہاتھوں سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ انسان اکثر کاموں کو ہاتھوں سے سرانجام دیتا ہے اور بیشک اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔یعنی ظلم کے سبب بغیر کسی گناہ کے ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے۔

## اللہ اپنی مخلوق پر ظلم کرنے والا نہیں ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ دونوں نے اپنے رب کے پاس جھگڑا کیا، جنت نے عرض کیا اے پروردگار اس کا (جنت) کیا حال ہے کہ اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو کمزور اور غریب ہوں گے، اور دوزخ نے عرض کیا کہ مجھے تکبر کرنے والوں کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ اس کو عذاب دوں گا جس کو چاہوں گا، اور تم دونوں میں سے ہر ایک بھر دی جائیں گی، آپ نے فرمایا کہ جنت کو تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور دوزخ کے لئے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا اور وہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے، دوزخ تین بار کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم ڈال دے گا تو وہ دوزخ بھر جائے گی، اور اس کے بعض حصے بعض حصوں سے مل جائیں گے اور وہ دوزخ کہے گی بس! بس! بس!

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2315)

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

وہ جو کہتے ہیں اللہ نے ہم سے اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے۔جس کو آگ کھائے۔تم فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں اور یہ حکم لے کر آئے۔جو تم کہتے ہو پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔

## صدقے کو آسمانی آگ کے کھانے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" نَعْت لِلَّذِيْنَ قَبْلَه "قَالُوْا" لِمُحَمَّدٍ "اِنَّ اللّٰهَ" "قَدْ" "عَهِدَ اِلَيْنَا" فِی التَّوْرَاة "اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ"

نُصَدِّقُهُ "حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ " فَلَا نُؤْمِنُ لَكَ حَتّٰى تَاْتِيَنَا بِهٖ وَهُوَ مَا يُتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ مِنْ نَعَمٍ وَغَيْرِهَا فَاِنْ قُبِلَ جَاءَ تْ نَارٌ بَيْضَاءُ مِنَ السَّمَاءِ فَاَحْرَقَتْهُ وَاِلَّا بَقِيَ مَكَانَهٗ وَعَهِدَ اِلٰى بَنِیْ اِسْرَائِيلَ ذٰلِكَ اِلَّا فِي الْمَسِيحِ وَمُحَمَّدٍ "قُلْ" لَهُمْ تَوْبِيخًا "قَدْ جَآءَ كُمْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ " بِالْمُعْجِزَاتِ "وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ " كَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى فَقَتَلْتُمُوهُمْ وَالْخِطَابُ لِمَنْ فِي زَمَنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لِاَجْدَادِهِمْ لِرِضَاهُمْ بِهٖ "فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِي اَنَّكُمْ تُؤْمِنُونَ عِنْدَ الْاِتْيَانِ بِهٖ،

یہاں پرالذین یہ ماقبل للذین کی نعت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اللہ نے ہم سے تورات میں عہد یعنی اقرار کرلیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک ایسی قربانی کا حکم نہ لائے۔ جس کو آگ کھائے۔ یعنی ہم آپ کے ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ایسی قربانی نہ کرلیں جس کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہو جائے اور وہ قربانی جانور وغیرہ کی ہو لہٰذا اگر وہ مقبول ہوئی تو آسمان سے آگ ظاہر ہو اس کو جلا دے گی ورنہ وہ اپنی جگہ پر ہی رہ جائے گی۔ جبکہ بنی اسرائیل کا یہ عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے سوا میں دیا گیا تھا۔ تم ان سے بہ طور توبیخ فرمادو مجھ سے پہلے بہت رسول تمہارے پاس کھلی نشانیاں یعنی معجزات اور یہ حکم لے کر آئے۔ جو تم کہتے ہو، جس طرح حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام ہیں۔ تو ان کو تم نے شہید کر دیا اور یہ خطاب ان کو ہے۔ جس ہمارے نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں ہیں۔ اگرچہ وہ کام ان کے باپ دادوں کا تھا لیکن یہ لوگ اس پر راضی تھے۔ پھر تم نے انہیں کیوں شہید کیا اگر سچے ہو۔ یعنی اگر تم ایمان لانے میں سچے ہو۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۸۳ کے شانِ نزول کا بیان

یہود کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ جو مدعی رسالت ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انکے اس کذب محض اور افتراء خالص کا ابطال کیا گیا کیونکہ اس شرط کا توریت میں نام ونشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لئے معجزہ کافی ہے کوئی معجزہ ہو جب نبی نے کوئی معجزہ دکھایا اس کے صدق پر دلیل قائم ہوگئی اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا اب کسی خاص معجزہ کا اصرار حجت قائم ہونے کے بعد نبی کی تصدیق کا انکار ہے۔

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝

پھر بھی اگر آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا جو واضح نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔

## معجزات کو نہ ماننے والے لوگوں کا بیان

"فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ جَاءُوا بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَاتِ "وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ"

كَـصُحُفِ اِبْرَاهِيْم وَفِي قِرَاءَ ةٍ بِاِثْبَاتِ الْبَاءِ فِيْهِمَا "الْمُنِير" الْـوَاضِح هُوَ التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا،

پھر بھی اگر آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا جو واضح نشانیاں یعنی معجزات اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے۔ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیفہ ہے۔ اور ایک قرأت میں زبر اور کتاب یہ دونوں اثبات باء کے ساتھ آیا ہے۔ اور منیر سے مراد واضح یعنی تورات اور انجیل ہے۔ پس آپ صبر کریں جس طرح انہوں نے صبر کیا۔

## دین کی تبلیغ میں سخت باتیں بھی سننا پڑتی ہیں

جو لوگ آج آپ کو جھٹلا رہے ہیں اے پیغمبر! تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ پہلے سے ہی ایسے ہوتا چلا آیا ہے۔ ظالموں نے اللہ والوں کو ہمیشہ اسی طرح جھٹلایا، اور ان کے خلاف طرح طرح کی دکھ دہ اور دل آزار باتیں کہیں، جیسا کہ دوسرے مقام پر اس بارے میں ارشاد فرمایا گیا (مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ) 41۔فصلت:43) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح صبر و برداشت سے کام لیں جس طرح کہ آپ سے پہلے کے ان اولوالعزم رسولوں نے صبر سے کام لیا۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر اس ہدایت کی اس طرح تصریح فرمائی گئی ہے (فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ )46۔ الاحقاف:35) سو ان آیات کریمات میں حضرت امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر داعیٔ حق کیلئے تسکین وتسلی کا سامان ہے۔

| |
|---|
| كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ |
| وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ |
| ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے، اور تمہارے اجر پورے کے پورے تو قیامت کے دن ہی دیئے جائیں گے، پس جو کوئی دوزخ |
| سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ واقعۃً کامیاب ہو گیا، اور دنیا کی زندگی دھوکے کے مال کے سوا کچھ بھی نہیں۔ |

## ہر جان کیلئے موت نے آنا ہے

"كُلّ نَفْس ذَائِقَة الْمَوْت وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُوركُمْ " جَزَاء أَعْمَالكُمْ "يَوْم الْقِيَامَة فَمَنْ زُحْزِحَ " بُعِدَ "عَنْ النَّار وَأُدْخِلَ الْجَنَّة فَقَدْ فَازَ " نَالَ غَايَة مَطْلُوبه "وَمَا الْحَيَاة الدُّنْيَا " أَيْ الْعَيْش فِيهَا "إِلَّا مَتَاع الْغُرُور" الْبَاطِل يَتَمَتَّع بِهِ قَلِيلًا ثُمَّ يَفْنَى،

ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے، اور قیامت کے دن تمہارے اجر پورے کے پورے اعمال کی جزاء دی جائے گی، پس جو کوئی دوزخ کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ واقعۃً کامیاب ہو گیا، یعنی اس نے مقصد

حاصل کرلیا۔اور دنیا کی زندگی یعنی عیش وآرام دھوکے کے مال کے سوا کچھ بھی نہیں۔غرور سے مراد باطل یعنی جس سے تھوڑا نفع حاصل کیا جاتا ہے اس کے بعد وہ ختم ہو جاتا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۸۵ میں کلمہ انما کے حصر کا بیان

کلمہ "انما"پوری پوری جزا یا سزا کے دریافت کرنے کو، روز قیامت میں منحصر کر رہا ہے۔لہٰذا اس کا مفہوم یہ ہے کہ بعض سزا و جزا قیامت کے علاوہ کسی اور وقت بھی دی جاتی ہیں اور اس غیر قیامت سے مراد ہو سکتا ہے دنیا ہو یا عالم برزخ یا دونوں ہوں

## موت کی حقیقت سے کسی کو فرار نہ ہونے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ گویا کوئی آ رہا ہے ہمیں پاؤں کی چاپ سنائی دیتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا اس نے آ کر کہا: اے اہل بیت تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت، ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے تم سب کو تمہارے اعمال کا بدلہ پورا پورا قیامت کے دن دیا جائے گا۔ ہر مصیبت کی تلافی اللہ کے پاس ہے، ہر مرنے والے کا بدلہ ہے اور ہر فوت ہونے والے کا اپنی گم شدہ چیز کو پالینا ہے اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اسی سے بھلی امیدیں رکھو سمجھ لو کہ سچ مچ مصیبت زدہ وہ شخص جو ثواب سے محروم رہ جائے تم پر اللہ کی طرف سے سلامتی نازل ہو اور اس کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔(تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ آل عمران، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک کوڑا (لاٹھی) رکھنے کی جگہ دنیا اور اس کی چیزوں سے بہتر ہے۔لہٰذا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو اِنْ شِئْتُمْ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (یعنی پھر جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سودا ہے)۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 951)

لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ ۗ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ○

تمہیں ضرور بالضرور تمہارے اموال اور تمہاری جانوں میں آزمایا جائے گا، اور تمہیں بہر صورت ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سے اذیت ناک (طعنے) سننے ہوں گے، اور اگر تم صبر کرتے رہو اور تقویٰ اختیار کیے رکھو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔

## اموال اور جانوں سے آزمائش ہونے کا بیان

"لَتُبْلَوُنَّ" حُذِفَ مِنْهُ نُوْن الرَّفْع لِتَوَالِي النُّوْنَات وَالْوَاو ضَمِير الْجَمْع لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ لَتُخْتَبَرُنَّ "فِيْ اَمْوَالكُمْ" بِالْفَرَائِضِ فِيهَا وَالْحَوَائِج "وَاَنْفُسكُمْ" بِالْعِبَادَاتِ وَالْبَلَاء "وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ

اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ" الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى "وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا" مِنَ الْعَرَبِ "اَذًى كَثِيْرًا" مِنَ السَّبِّ وَالطَّعْنِ وَالتَّشْبِيْبِ بِنِسَائِكُمْ "وَاِنْ تَصْبِرُوْا" عَلٰى ذٰلِكَ "وَتَتَّقُوْا" بِالْفَرَائِضِ "فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" اَىْ : مِنْ مَعْزُوْمَاتِهَا الَّتِىْ يَعْزِمُ عَلَيْهَا لِوُجُوْبِهَا،

یہاں پر"لَتُبْلَوُنَّ" مسلسل نونات کے سبب نون کا حذف کردیا گیا ہے۔ اور واؤضمیر کو بھی اجتماع ساکنین کی وجہ سے حذف کردیا گیا ہے۔ تمہیں ضرور بالضرور تمہارے اموال یعنی جن میں تمہاری ضروریات وواجبات ہیں اور تمہاری جانوں یعنی عبادات ومصائب میں آزمایا جائے گا، اور تمہیں بہرصورت ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی یعنی یہودونصاریٰ اور اہل عرب میں سے جولوگ مشرک ہیں بہت سے اذیت ناک طعنے جس طرح گالی گلوچ اور عورتوں کے بارے میں اشعار سننے ہوں گے، اور اگر تم اس بات پر صبر کرتے رہو اور فرائض کے ساتھ تقویٰ اختیار کیے رکھو تو یہ بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔ یعنی ان مقاصد میں ہوگا جن کا تم نے ارادہ کیا ہوا ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۸۶ میں کلمہ عزم کے مفہوم کا بیان

کلمہ "عزم" مصدراور مفعول کے معنی میں ہے۔ اور "عزم الامور" میں صفت موصوف کی طرف مضاف ہے یعنی "الامور المعزومة" اور معزوم، بلند ونیک ہدف ومقصد کو کہتے ہیں کہ جس کی طرف حرکت کرنا لازم ہے۔ لہٰذا آیت کا معنی یہ ہوگا، صبر وتقویٰ ایک ایسا امر ہے جس کے کمال وشرف کی خاطر اسکی طرف حرکت کرنا ضروری ہے۔ اور یہ کہ مفرد اسم اشارہ "ذلک" صبر وتقویٰ کی طرف اشارے کیلئے استعمال ہوا ہے، اس سے ان صبر وتقویٰ کے ایک ساتھ ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

## تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مشرکین سے اور اہل کتاب سے بہت کچھ درگذر فرمایا کرتے تھے اور ان کی ایذاؤں کو برداشت کرلیا کرتے تھے اور رب کریم کے اس فرمان پر عامل تھے یہاں تک کہ جہاد کی آیتیں اتریں، صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گدھے پر سوار ہو کر حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لئے بنو حارث بن خزرج کے قبیلے میں تشریف لے چلے یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے راستہ میں ایک مخلوط مجلس بیٹھی ہوئی ملی جس میں مسلمان بھی تھے یہودی بھی تھی۔ مشرکین بھی تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا یہ بھی اب تک کفر کے کھلے رنگ میں تھا مسلمانوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سے گردوغبار جو اڑا تو عبداللہ بن ابی سلول نے ناک پر کپڑا رکھ لیا اور کہنے لگا غبار نہ اڑاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچ ہی چکے تھے سواری سے اتر آئے سلام کیا اور انہیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی چند آیتیں سنائیں تو عبداللہ بول پڑا سنئے صاحب آپ کا یہ طریقہ ہمیں پسند نہیں آپ کی باتیں حق ہی سہی لیکن اس کی کیا وجہ کہ آپ ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں ایذاء [illegible] کے پاس آئے اسے سنائیے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم بیشک آپ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں ہمیں تو اس کی عین چاہت ہے اب ان کی آپس میں خوب جھڑپ ہوئی ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگا اور قریب تھا کہ کھڑے ہو کر لڑنے لگیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھانے بجھانے سے آخر امن و امان ہو گیا اور سب خاموش ہو گئے۔ آپ اپنی سواری پر سوار ہو کر حضرت سعد کے ہاں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر حضرت سعد سے فرمایا کہ ابو حباب عبداللہ بن ابی سلول نے آج تو اس طرح کیا حضرت سعد نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانے دیجئے معاف کیجئے اور درگذر کیجئے قسم اللہ کی جس نے آپ پر قرآن اتارا اسے آپ سے اس لئے بے حد دشمنی ہے اور ہونی چاہئے کہ یہاں کے لوگوں نے اسے سردار بنانا چاہا تھا اسے چودراہٹ کی پگڑی بندھوانے کا فیصلہ ہو چکا تھا ادھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا نبی برحق بنا کر بھیجا لوگوں نے آپ کو نبی مانا اس کی سرداری جاتی رہی جس کا اسے رنج ہے اسی باعث یہ اپنے جلے دل کے پھپولے پھوڑ رہا ہے جو کہہ دیا کہہ دیا آپ اسے اہمیت نہ دیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درگذر کر لیا اور یہی آپ کی عادت تھی اور آپ کے اصحاب کی بھی، یہودیوں سے مشرکوں سے درگذر فرماتے سنی ان سنی کر دیا کرتے۔

| |
|---|
| وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ |
| وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ○ |
| اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا فرمائی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا تو انہوں نے |
| اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کی، تو کتنی بری خریداری ہے۔ |

## توارت میں کیے گئے عہد کو پس پشت ڈالنے کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ" اَیْ الْعَهْدَ عَلَيْهِمْ فِی التَّوْرَاةِ "لَيُبَيِّنُنَّهٗ" اَیْ الْكِتَابَ "لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ" اَیْ الْكِتَابَ بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ بِالْفِعْلَيْنِ "فَنَبَذُوْهُ" طَرَحُوا الْمِيْثَاقَ "وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ" فَلَمْ يَعْمَلُوْا بِهٖ "وَاشْتَرَوْا بِهٖ" اَخَذُوا بَدَلَهٗ "ثَمَنًا قَلِيْلًا" مِنَ الدُّنْيَا مِنْ سَفَلَتِهِمْ بِرِيَاسَتِهِمْ فِی الْعِلْمِ فَكَتَمُوْهُ خَوْفَ فَوْتِهٖ عَلَيْهِمْ "فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ" شِرَاؤُهُمْ هٰذَا،

اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا فرمائی یعنی تو ارت میں ان سے عہد لیا کہ تم ضرور اس کتاب کو لوگوں سے بیان کر دینا اور اس کتاب کو نہ چھپانا، یہاں پر "وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ" یاء اور تاء، دونوں طرح آیا تو انہوں نے اسے اپنی پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا یعنی اس عہد کو اڑا دیا۔ یعنی انہوں نے اس پر عمل نہ کیا اور اس کے بدلے تھوڑی قیمت حاصل کی، یعنی اپنے علم کی سرپرستی میں اس دنیا میں معمولی سے قیمت لیتے ہیں اور وہ عہد چھپا دیتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں وہ معمولی قیمت ان کے ہاتھ لگنے سے رہ نہ جائے۔ تو کتنی بری خریداری ہے۔ یعنی ان کی یہ خریداری کتنی بری ہے۔

## اہل کتاب کا حق باتوں کو چھپا لینے کا بیان

حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں کہ مروان بن حکم نے اپنے محافظ کو حکم دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور کہو کہ جو لوگ اپنی بات پر خوش ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایسے کام پر ان کی تعریف کی جائے جو انہوں نے نہیں کیا۔ اگر انہیں عذاب دیا گیا تو ہم سب عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم لوگوں کو اس آیت سے کیا مطلب یہ آیت تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی ہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی (وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّه لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَه فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِه ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ) (3۔آل عمران:187) (یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب (یعنی یہودیوں) سے اقرار لیا کہ اسے لوگوں کے لئے بیان کرو اور چھپاؤ مت لیکن انہوں نے اسے اپنی پیٹھ پیچھے پھینک دیا اور اس کے مقابلے میں تھوڑا سا معاوضہ لے لیا۔ یہ کتنی بری خریداری کرتے ہیں جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور کسی کام کے کئے بغیر اپنی تعریف چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کے متعلق یہ نہ سوچئے کہ انہیں عذاب سے نجات مل جائے گی۔ ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے اس کے علاوہ کوئی دوسری بات بتائی۔

اور یہ ظاہر کیا کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ہم نے بتا دیا اور اس پر اپنی تعریف کے طلبگار ہوئے۔ اپنی کتاب اور پوچھی گئی بات پر خوش ہوئے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 952)

| |
|---|
| لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ |
| ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور چاہتے ہیں کہ بغیر کچھ کئے ان کی تعریف ہو ایسے لوگوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھنا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ |

## یہود کا بلاوجہ اپنی تعریفات کروانے کا بیان

"لَا تَحْسَبَنَّ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوا" فَعَلُوْا فِي اِضْلَال النَّاس "وَيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا" مِنْ التَّمَسُّك بِالْحَقِّ وَهُمْ عَلٰى ضَلَال "فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ" فِي الْوَجْهَيْنِ تَاْكِيد "بِمَفَازَةٍ" بِمَكَانٍ يَنْجُوْنَ فِيْهِ "مِنَ الْعَذَاب" مِنْ الْاٰخِرَة بَلْ هُمْ فِيْ مَكَان يُعَذَّبُوْنَ فِيْهِ وَهُوَ جَهَنَّم "وَلَهُمْ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم فِيْهَا وَمَفْعُوْلَا يَحْسَب الْاُوْلٰى دَلَّ عَلَيْهِمَا مَفْعُوْلَا الثَّانِيَة عَلٰى قِرَاءَة التَّحْتَانِيَّة وَعَلَى الْفَوْقَانِيَّة حُذِفَ الثَّانِيْ فَقَطْ،

یہاں پر "لَا تَحْسَبَنَّ" یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر یعنی لوگوں کو گمراہ کر کے اور چاہتے ہیں کہ بغیر حق میں کچھ کئے ان کی تعریف ہو، حالانکہ وہ گمراہی پر ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ سمجھنا، یہ "تَحْسَبَنَّهُم" دونوں صورتوں میں تاکید کیلئے آیا ہے۔ یعنی کوئی ایسی جگہ نہ ہوگی جو ان کو عذاب سے نجات دلائے۔ بلکہ وہ آخرت میں ایسی جگہ میں ہوں گے جہاں عذاب گا اور وہ جہنم ہے۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ یعنی اس میں تکلیف ہے یہاں پر پہلا "لَا تَحْسَبَنَّ" مفعول ہے جس کی دلالت قرأت تحتانی کے مطابق مفعول ثانی پر ہے۔ جبکہ قرأت فوقانی کے کے دوسرا کو صرف حذف کیا گیا ہے۔

## سورہ آل عمران آیت ۱۸۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے پر خوش ہوتے اور باوجود نادان ہونے کے یہ پسند کرتے کہ انہیں عالم کہا جائے۔

تفسیر ابن مردویہ میں ہے کہ مروان نے حضرت ابوسعید سے اس آیت کے بارے میں اسی طرح سوال کیا تھا جس طرح اوپر گزرا کہ حضرت ابن عباس سے پچھوایا تو حضرت ابوسعید نے اس کا مصداق اور اس کا شان نزول ان منافقوں کو قرار دیا جو غزوہ کے وقت بیٹھ جاتے اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو بغلیں بجاتے اگر فائدہ ہوا تو اپنا معذور ہونا ظاہر کرتے اور فتح و نصرت کی خوشی کا اظہار کرتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ نے یہود کو بلا بھیجا اور ان سے دین کی کوئی بات پوچھی۔ انہوں نے حق چھپایا اور غلط بات بتلادی۔ پھر سمجھے کہ ہم (نے کمال کیا) آپ کے نزدیک قابل تعریف ٹھہرے یعنی آپ کو بتلایا بھی اور حق بات چھپا بھی لی۔ پھر یہی آیت پڑھی۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

مروان نے اپنے دربان رافع کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا کہ اس آیت کا مطلب پوچھ کے آؤ، کیونکہ اس آیت کی رو سے ہر شخص عذاب کا مستحق قرار پاتا ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو جو نعمت ملی، یا وہ جو کرتا ہے۔ اس پر خوش ہوتا ہے اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے ناکردہ کام پر اس کی تعریف کی جائے۔ چنانچہ رافع ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم مسلمانوں کا اس سے کیا تعلق؟ پھر انہوں نے اس سے پہلی آیت ساتھ ملا کر پڑھی اور کہا کہ یہ ان یہودیوں کے حق میں ہے۔ جنہیں آپ نے بلا کر ان سے کوئی بات پوچھی تو انہوں نے حق بات تو چھپادی اور کوئی غلط بات بتلادی پھر یہ سمجھے کہ وہ ان کے نزدیک قابل تعریف ٹھہرے (یعنی آپ کو بتلا بھی دیا اور حق بھی چھپالیا) پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔
(بخاری۔ کتاب التفسیر)

حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آپ کے زمانہ میں چند ایسے منافق تھے کہ جب آپ جہاد پر جاتے تو وہ پیچھے رہ جاتے اور خوش ہوتے۔ پھر جب آپ واپس آتے تو قسمیں کھا کر طرح طرح کے بہانے بناتے اور یہ بات انہیں اچھی لگتی تھی کہ ان کے

نا کردہ کاموں پر ان کی تعریف ہو۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

"وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَات وَالْاَرْض " خَزَائِن الْمَطَر وَالرِّزْق وَالنَّبَات وَغَيْرهَا "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ تَعْذِيب الْكَافِرِيْنَ وَاِنْجَاء الْمُؤْمِنِيْنَ،

اور اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے یعنی جو بارش، رزق اور نباتات وغیرہ کے خزانے ہیں۔اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔یعنی کافروں کیلئے عذاب ہے اور اہل ایمان کیلئے نجات ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقلِ سلیم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

## زمین وآسمان کی تخلیق میں عجائب ہونے کا بیان

" اِن فِی خلق السَّمَاوَات وَالْاَرْض " وَمَا فِيْهِمَا مِنْ الْعَجَائِب "وَاخْتِلَاف اللَّيْل وَالنَّهَار " بِالْمَجِيْء وَالذَّهَاب وَالزِّيَادَة وَالنُّقْصَان "لَآيَات" دَلَالَات عَلٰى قُدْرَته تَعَالٰى "لِاُولِی الْاَلْبَاب" لِذَوِی الْعُقُوْل،

بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں یعنی ان دونوں میں جو عجائب ہیں اور شب و روز یعنی دن رات کا جانا اور آنا اور ان کا کم ہونا اور زیادہ ہونا، عقلِ سلیم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔یعنی ان کی دلالت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ہے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۹۰ کے سبب نزول کا بیان

امام طبرانی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ قریش یہودیوں کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کیا کیا معجزات لے کر آئے تھے انہوں نے کہا اژدھا بن جانے والی لکڑی اور چمکیلا ہاتھ، پھر نصرانیوں کے پاس گئے ان سے کہا تمہارے پاس حضرت عیسیٰ (علیہ اسلام) کیا نشانیاں لائے تھے جواب ملا کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کر دینا اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا۔اب یہ قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے صفا پہاڑ کو سونے کا بنادے آپ نے دعا کی جس پر یہ آیت۔(اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ) 2۔البقرۃ:164) اتری یعنی نشانِ قدرت دیکھنے والوں کیلئے اسی میں بڑی نشانیاں ہیں یہ اسی میں غور وفکر کریں گے تو ان قدرتوں والے اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں گے۔

بخاری شریف میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے گھر رات گزاری یہ ام المومنین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب آئے تو تھوڑی دیر تک آپ حضرت میمونہ سے باتیں

کرتے رہے پھر سو گئے جب آخری تہائی رات باقی رہ گئی تو آپ اٹھ بیٹھے اور آسمان کی طرف نگاہ کر کے آیت (ان فی خلق السموات) سے آخر سورت تک کی آیتیں تلاوت فرمائیں پھر کھڑے ہوئے مسواک کی وضو کیا اور گیارہ رکعت نماز ادا کی حضرت بلال کی صبح کی اذان سن کر پھر دو رکعتیں صبح کی سنتیں پڑھیں پھر مسجد میں تشریف لا کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ |
| وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ |
| جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے ہمارے رب |
| تو نے یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ |

## اٹھتے بیٹھے اللہ کا ذکر کرنے والوں کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" نَعتٌ لِمَا قَبْلَه اَوْ بَدَل "يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ" مُضْطَجِعِيْنَ اَىْ فِىْ كُلِّ حَالٍ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يُصَلُّوْنَ كَذٰلِكَ حَسْبَ الطَّاقَةِ "وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ" لِيَسْتَدِلُّوْا بِهِ عَلٰى قُدْرَةِ صَانِعِهِمَا يَقُوْلُوْنَ "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا" الْخَلْقَ الَّذِىْ نَرَاهُ "بَاطِلًا" حَالٌ عَبَثًا بَلْ دَلِيْلًا عَلٰى كَمَالِ قُدْرَتِكَ "سُبْحَانَكَ" تَنْزِيْهًا لَكَ عَنِ الْعَبَثِ،

یہاں پر الذین ماقبل کیلئے نعت ہے یا بدل ہے۔ جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے یعنی ہر حالت میں ذکر کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں تا کہ ان دونوں کے خالق پر قدرت پر استدلال کریں۔ وہ کہتے ہیں، اے ہمارے رب، تو نے یہ بیکار نہ بنایا، یعنی جس مخلوق کو ہم دیکھتے ہیں۔ باطلا، عبثا سے حال ہے یعنی تیری قدرت کے کمال پر دلیل کیلئے۔ پاکی ہے تجھے، تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ یعنی بیکار سے پاک ہونا تیرے لئے ہیں۔

## اللہ کا ذکر کرنے والے لوگوں کے قابل فخر ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مسجد آئے تو لوگوں سے پوچھا کہ کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کیا اللہ کی قسم اللہ کے ذکر کے لیے ہی بیٹھے ہو۔ انہوں نے کہا اللہ قسم اسی لیے بیٹھے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو میں نے کسی الزام یا تہمت کے پیش نظر تم سے قسم نہیں لی اور تم لوگ تو جانتے ہو کہ میں شدت احتیاط کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کم احادیث نقل کرتا ہوں۔ آپ ایک مرتبہ صحابہ کے حلقے کی طرف تشریف لائے اور ان سے بیٹھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہم لوگ اللہ کا ذکر اور اسکی تعریف

کر رہے ہیں جس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں اس دولت سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم کیا تم اسی لیے بیٹھے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم ہم اسی لیے بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں جھوٹ کے گمان کی وجہ سے قسم نہیں دی۔ جان لو کہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تم پر فخر کر رہا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1331)

| |
|---|
| رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۞ |
| اے ہمارے رب! بیشک تو جسے دوزخ میں ڈال دے تو تُو نے اسے واقعۃً رسوا کر دیا، اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ |

"رَبَّنَا اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّار" لِلْخُلُوْدِ فِيْهَا "فَقَدْ اَخْزَيْتَه" اَهَنْته "وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ فِيْهِ وُضِعَ الظَّاهِر مَوْضِعَ الْمُضْمَر اِشْعَارًا بِتَخْصِيْصِ الْخِزْي بِهِمْ "مِنْ اَنْصَار" يَمْنَعُوْنَهُمْ مِنْ عَذَاب اللّٰه تَعَالٰى،

اے ہمارے رب! بیشک تو جسے دوزخ میں ڈال دے وہ اس میں ہمیشہ کیلئے ہے، تو تُو نے اسے یقیناً رسوا کر دیا، اور ظالموں یعنی کافروں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے کہ ان کی رسوائی ان کے ساتھ خاص ہے۔ اور من انصار سے مراد کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔

| |
|---|
| رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا |
| ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۞ |
| اے ہمارے رب! ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو ایمان کی ندا دے رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ |
| اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے سے محو فرما دے اور ہمیں نیک لوگوں کی معیت میں |
| موت دے۔ |

"رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي" يَدْعُو النَّاس "لِلْاِيْمَانِ" اَيْ اِلَيْهِ وَهُوَ مُحَمَّد اَوْ الْقُرْاٰن "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا" بِهِ "رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ" حُطَّ "عَنَّا سَيِّاٰتِنَا" فَلَا تُظْهِرهَا بِالْعِقَابِ عَلَيْهَا "وَتَوَفَّنَا" اقْبِضْ اَرْوَاحنَا "مَعَ" فِيْ جُمْلَة "الْاَبْرَار" الْاَنْبِيَاء الصَّالِحِيْنَ،

اے ہمارے رب! ہم نے ایک ندا دینے والے کو سنا جو لوگوں کو ایمان کیلئے ندا دے رہا تھا یعنی وہ حضرت محمد ﷺ ہیں یا قرآن ہے۔ کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! اب ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری خطاؤں کو ہمارے سے محو فرما دے لہٰذا تو ان کو سزا کے ساتھ ظاہر نہ فرما، اور ہمیں نیک لوگوں کی معیت میں موت دے۔ یعنی ہماری ارواح کو ان کے ساتھ قبض کرنا۔ اور ابرار سے مراد انبیائے کرام علیہم السلام اور بزرگان دین ہیں۔

## اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کرنے کا بیان

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کھڑے ہوتے تو فرماتے وجھت وجھی اتوب الیک (یعنی میں نے اپنے چہرے کو اسی کی طرف متوجہ کرلیا۔ جو آسمانوں اور زمین کا پالنے والا ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں ماننے والوں میں سے ہوں۔

اے اللہ تو ہی بادشاہ ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو میرا رب ہے۔ اور میں تیرا بندہ ہوں، میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف ہے پس تو میرے تمام گناہ معاف فرمادے۔ اس لیے کہ گناہوں کا بخشنے والا صرف تو ہی ہو سکتا ہے۔ مجھ سے گناہوں کو دور کردے اور گناہوں کو صرف تو ہی دور کرسکتا ہے۔ میں تجھ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1374)

| |
|---|
| رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝ |
| اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں |
| قیامت کے دن رسوانہ کر، بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ |

"رَبَّنَا وَاٰتِنَا" اَعْطِنَا "مَا وَعَدْتَنَا" بِهٖ "عَلٰی" اَلْسِنَة "رُسُلِكَ" مِنَ الرَّحْمَة وَالْفَضْل وَسُؤَالهمْ ذٰلِكَ وَاِنْ كَانَ وَعْده تَعَالٰی لَا یُخْلِف سُؤَال اَنْ یَّجْعَلهُمْ مِنْ مُسْتَحِقِّیْهِ لِاَنَّهُمْ لَمْ یَتَیَقَّنُوْا اسْتِحْقَاقهمْ لَهٗ وَتَكْرِیر رَبَّنَا مُبَالَغَة فِی التَّضَرُّع "وَلَا تُخْزِنَا یَوْم الْقِیَامَة اِنَّكَ لَا تُخْلِف الْمِیْعَاد" الْوَعْد بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاء،

اے ہمارے رب! اور ہمیں وہ سب کچھ یعنی سنت عطا فرما جس کا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعے جس رحمت اور فضل کا وعدہ فرمایا ہے ان کا سوال اسی لئے ہے کیونکہ اللہ تعالی جس چیز کا وعدہ فرماتا ہے وہ اس کا خلاف نہیں کرتا۔ لہٰذا وہی ان کو اس کا حقدار بنائے کیونکہ انہیں کماحقہ اس کا حقدار ہونے کا یقین نہیں ہے۔ اور یہ تکرار خشوع میں مبالغہ کیلئے ہے۔ اور ہمیں قیامت کے دن رسوانہ کر، بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ یعنی بعث و جزاء کا وعدہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلمہ "اتنا" کا جملہ "فامنا ربنا فاغفر لنا" میں، "اغفر لنا" پر عطف ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ صاحبان عقل اپنی دعاو مناجات کے پورا ہونے کو ربوبیت الٰہی کے ایمان پر مترتب سمجھتے ہیں۔

جملہ "ولاتخزنا" کے بعد جملہ "انك" دلالت کرتا ہے کہ عدم ذلت و رسوائی اہل عقل مؤمنین کیلئے الٰہی وعدہ ہے۔ لہٰذا "اتنا ما

وعدتنا" پر "لاتخزنا" کا عطف، عام پر خاص کا عطف ہے اور معطوف (لاتخزنا) کی بہت زیادہ اہمیت کو ظاہر کر رہا ہے۔

## اللہ تعالیٰ سے مختلف الفاظ کے ساتھ دعائیں مانگنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ اگر کوئی سونے لگے تو یہ کلمات کہے۔ اے اللہ، اے آسمانوں اور زمینوں کے پروردگار، اے ہمارے رب، اے ہر چیز کے رب، اے دانے اور گٹھلی کو چیرنے والے اور اے تورات، انجیل اور قرآن نازل کرنے والے، میں تجھ سے ہر شر پہنچانے والی چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں تو اسے اس کے بالوں سے پکڑنے والا ہے تو سب سے پہلے ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کچھ نہیں۔ تو سب سے اوپر ہے تجھ سے اوپر کچھ نہیں اور تو ہی باطن میں ہے تجھ سے مخفی کوئی چیز نہیں۔ (اے اللہ) میرا قرض ادا کر دے اور مجھے فقر سے بے نیاز (غنی) کر دے۔) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1352)

| |
|---|
| فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَآ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ |
| فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ |
| وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ |
| تو ان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں سے کام والے کی محنت ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو تو وہ |
| جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے میں ضرور ان کے سب |
| گناہ اتار دوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اللہ کے پاس کا ثواب ہے، اور اللہ ہی |
| کے پاس اچھا ثواب ہے۔ |

## سورہ آلِ عمران آیت ۱۹۵ کے شان نزول کا بیان

"فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ" دُعَاءَهُمْ "اَنِّیْ" اَیْ بِاَنِّیْ "لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنْكُمْ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی بَعْضُكُمْ" كَائِنٌ "مِنْ بَعْضٍ" اَیِ الذُّكُورُ مِنَ الْاِنَاثِ وَبِالْعَكْسِ وَالْجُمْلَةُ مُؤَكِّدَةٌ لِمَا قَبْلَهَا اَیْ هُمْ سَوَاءٌ فِی الْمُجَازَاةِ بِالْاَعْمَالِ وَتَرْكِ تَضْيِيعِهَا نَزَلَتْ لَمَّا قَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَا اَسْمَعُ ذِكْرَ النِّسَاءِ فِی الْهِجْرَةِ بِشَیْءٍ۔ "فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا" مِنْ مَّكَّةَ اِلَى الْمَدِیْنَةِ "وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ" دِیْنِیْ "وَقَاتَلُوْا" الْكُفَّارَ "وَقُتِلُوْا" بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِتَقْدِیْمِهِ "لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّئَاتِهِمْ" اَسْتُرُهَا بِالْمَغْفِرَةِ "وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ ثَوَابًا" مَصْدَرٌ مِنْ مَّعْنٰی لَاُكَفِّرَنَّ مُؤَكِّدٌ لَهٗ "مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" فِیْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ التَّكَلُّمِ "وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

الثَّوَاب " الْجَزَاء،

توان کی دعا سن لی ان کے رب نے کہ میں تم میں سے کام والے کی محنت ضائع نہیں کرتا مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو یعنی مذکر ومؤنث یا اس کے برعکس اور یہ جملہ ماقبل کی تاکید کیلئے آیا ہے۔یعنی وہ اعمال کی جزاء میں برابر ہیں۔اور ثواب کے ضائع نہ ہونے میں بھی برابر ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یارسول اللہ ﷺ کہ میں ہجرت میں عورتوں کا کوئی ذکر ہی نہیں سنا' تو وہ جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ یعنی میرے دین کی راہ میں ستائے گئے اور وہ کفار سے لڑے اور مارے گئے، یہاں قتلوا یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔اور ایک قرأت میں تقدیم کے ساتھ آیا ہے۔میں ضرور ان کے سب گناہ اتار دوں گا یعنی بخشش کے ساتھ پوشیدہ رکھوں گا اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ثواب مصدر ہے جو لاکفرن کے معنی میں تاکید کیلئے ہے۔اللہ کے پاس کا ثواب ہے، اس میں کلام میں توجہ کی غرض ہے۔اور اللہ ہی کے پاس اچھا ثواب یعنی جزاء ہے۔

## اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کیلئے ثواب کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اسامہ بن زید نے بیان کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا عقیل نے جائیداد یا گھر کہاں چھوڑا ہے؟ اور عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہوئے۔اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی چیز کے بھی وارث نہ ہوئے، اس لئے کہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے۔حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس لئے کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہوگا۔

ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالی کے اس قول کی تاویل کرتے تھے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی، ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں، آخر آیت تک۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1504)

| |
|---|
| لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِى الْبِلَادِ ۝ |
| کافروں کا شہروں میں گھومنا پھرنا تجھے کسی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ |

## سورہ آل عمران آیت ۱۹۶ کے سبب نزول کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْمُسْلِمُوْنَ : اَعْدَاء اللّٰه فِيْمَا نَرٰى مِنَ الْخَيْر وَنَحْنُ فِى الْجَهْد : "لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّب الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" تَصَرُّفهمْ، "فِى الْبِلَاد" بِالتِّجَارَةِ وَالْكَسْب،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں نے کہا کہ اللہ کے دشمنوں میں ہم بھلائی دیکھتے ہیں حالانکہ ہم جہاد کرنے میں ہے تو یہ حکم نازل ہوا کہ کافروں کا شہروں میں گھومنا پھرنا تجھے کسی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار ومشرکین اللہ کے دشمن تو عیش وآرام میں ہیں اور ہم تنگی ومشقت میں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ کفار کا یہ عیش متاع قلیل ہے اور انجام خراب ہے۔

| |
|---|
| مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ٥ |
| یہ تھوڑا سا نفع ہے، پھران کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## دنیا کا سامان معمولی فائدے کے بعد ختم ہو جاتا ہے

هُوَ "مَتَاعٌ قَلِيلٌ" يَتَمَتَّعُوْنَ بِهٖ يَسِيرًا فِي الدُّنْيَا وَيَفْنٰى "ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَاد" الْفِرَاش هِيَ،

یہ تھوڑا سا نفع ہے، جس وہ دنیا میں معمولی نفع اٹھاتے ہیں اور ختم ہو جاتے ہیں۔ پھران کا ٹھکانا دوزخ ہوگا، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یعنی ان کے رہنے کی جگہ کتنی ہی بری ہے۔

## دنیا سے آخرت کے زیادہ اہم ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ پڑھا، تو فرمایا کہ یقین سمجھو کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا، (چاہے جس کو پسند کرے) اس نے اس چیز کو اختیار کر لیا، جو اللہ کے ہاں ہے، ابوبکر (یہ سن کر) رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسی کیا چیز ہے، جو اس بوڑھے کو رلا رہی ہے، اگر اللہ نے کسی بندہ کو دنیا کے اور اس عالم کے درمیان میں، جو اللہ کے ہاں ہے، اختیار دیا اور اس نے اس عالم کے اختیار کر لیا، جو اللہ کے ہاں ہے، (تو اس میں رونے کی کیا بات ہے، مگر آخر میں معلوم ہوا کہ) وہ بندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور ابوبکر ہم سب میں زیادہ علم رکھتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نہ رو کیونکہ یہ بات یقینی ہے سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا اپنی صحبت میں اور اپنے مال میں ابوبکر ہیں میں اپنی امت میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے لیکن اسلام کی محبت مسجد میں ابوبکر کے دروازہ کے سوا کسی کے دروازہ کو بے بند نہ چھوڑا جائے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 452)

| |
|---|
| لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ٥ |
| لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے |

ہیں، اللہ کے ہاں سے مہمانی ہے اور جو کچھ بھی اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے بہت ہی اچھا ہے۔

## نیک لوگوں کیلئے اعلیٰ باغات ہونے کا بیان

"لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهِمْ لَهُمْ جَنَّات تَجْرِى مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ " اَىْ مُقَدَّرِيْنَ بِالْخُلُودِ "فِيْهَا نُزُلًا" وَهُوَ مَا يُعَدّ لِلضَّيْفِ وَنَصَبه عَلَى الْحَال مِنْ جَنَّات وَالْعَامِل فِيْهَا مَعْنَى الظَّرْف "مِنْ عِنْد اللّٰه وَمَا عِنْد اللّٰه" مِنَ الثَّوَاب "خَيْر لِلْاَبْرَارِ" مِنْ مَّتَاعِ الدُّنْيَا،

لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یعنی ہیشگی کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ کے ہاں سے مہمانی ہے یعنی نزل وہ چیز جو مہمان کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔ اور نزلا یہ جنات سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور عامل اس میں ظرفیت کا معنی ہونا ہے۔ اور جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کے پاس ثواب ہے۔ وہ نیک لوگوں کے لئے دنیا کا نفع بہت ہی اچھا ہے۔

## دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کرنے کا بیان

بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سرائے اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان کونین ایک بوریئے پر آرام فرما ہیں چمڑہ کا تکیہ جس میں ناریل کے ریشے بھرے ہوئے ہیں زیر سر مبارک ہے جسم اقدس میں بوریئے کے نقش ہوگئے ہیں یہ حال دیکھ کر حضرت فاروق رو پڑے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبب گریہ دریافت کیا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ قیصر وکسریٰ تو عیش وراحت میں ہوں اور آپ رسول خدا ہو کر اس حالت میں۔ فرمایا کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ |
| اور بیشک کچھ اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔ |

## اہل کتاب میں سے لوگوں کے ایمان لانے کا بیان

"وَاِنَّ مِنْ اَهْل الْكِتَاب لَمَنْ يُّؤْمِن بِاللّٰهِ" كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَام وَاَصْحَابه وَالنَّجَاشِىّ "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ" اَىْ الْقُرْاٰن "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ" اَىْ التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل "خَاشِعِيْنَ" حَال مِنْ ضَمِير يُؤْمِن

مُرَاعی فِیہِ مَعْنٰی مِنْ اَیْ : مُتَوَاضِعِیْنَ "لِلّٰہِ لَا یَشْتَرُوْنَ بِ اٰیٰتِ اللّٰہِ" الَّتِی عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیلِ مِنْ بَعْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "ثَمَنًا قَلِیْلًا" مِنَ الدُّنْیَا بِاَنْ یَکْتُمُوْھَا خَوْفًا عَلَی الرِّیَاسَۃِ کَفِعْلِ غَیْرِھِمْ مِنَ الْیَھُوْدِ "اُولٰئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ" ثَوَابُ اَعْمَالِھِمْ "عِنْدَ رَبِّھِمْ" یُؤْتَوْنَہٗ مَرَّتَیْنِ کَمَا فِی الْقَصَصِ "اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ" یُحَاسِبُ الْخَلْقَ فِیْ قَدْرِ نِصْفِ نَھَارٍ مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا،

اور بیشک کچھ اہل کتاب ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی اور بادشاہ نجاشی ہے۔ اور اس کتاب یعنی قرآن پر بھی جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور جو ان کی طرف نازل کی گئی یعنی تورات وانجیل اور خاشعین یہ یُؤمن کی ضمیر سے حال ہے اس میں معنیٰ من کی رعایت کی گئی ہے یعنی تواضع کرنے والے ہیں۔ اور ان کے دل اللہ کے حضور جھکے رہتے ہیں اور اللہ کی آیتوں کے عوض قلیل دام وصول نہیں کرتے، یعنی ان کے پاس جو تورات وانجیل میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کا بیان ہے وہ اس کے بدلے میں دنیا کی تھوڑی قیمت اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ اس معمولی نفع سے رہ نہ جائیں جس طرح یہود وغیرہ کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اجر یعنی ان کے اعمال کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے، وہ ان کو دو مرتبہ عطا فرمائے گا جس طرح سورہ قصص میں ہے۔ بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔ یعنی وہ مخلوق کا حساب دنیا کے دنوں کے اعتبار سے آدھے دن کی مقدار ہی میں لینے والا ہے۔

## نجاشی کا جنازہ اور آیت ۱۹۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت نجاشی بادشاہ حبشہ کے باب میں نازل ہوئی ان کی وفات کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا چلو اور اپنے بھائی کی نماز پڑھو جس نے دوسرے ملک میں وفات پائی ہے حضور بقیع شریف میں تشریف لے گئے اور زمین حبشہ آپ کے سامنے کی گئی اور نجاشی بادشاہ کا جنازہ پیش نظر ہوا اس پر آپ نے چار تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھی اور اس کے لئے استغفار فرمایا۔ سبحان اللہ۔ کیا نظر ہے کیا شان ہے سرزمین حبشہ حجاز میں سامنے پیش کر دی جاتی ہے منافقین نے اس پر طعن کیا اور کہا دیکھو حبشہ کے نصرانی پر نماز پڑھتے ہیں جس کو آپ نے کبھی دیکھا بھی نہیں اور وہ آپ کے دین پر بھی نہ تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

## بادشاہ حبشہ نجاشی کا اسلام کی صداقت کا نعرہ بلند کرنے کا بیان

علامہ ابن اثیر جذری لکھتے ہیں کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے، بدکاری کرتے تھے، اپنے سے کمزور کو نیچا دکھاتے تھے۔ ان حالات میں خدا نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی اور دیانت داری سے ہم سب واقف ہیں۔ اس نے ہمیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور بتوں کی پرستش سے منع کیا، سچ بولنے کی تلقین کی، امانت داری کی تعلیم دی، ہم نے ان کی تعلیمات کو قبول کیا جو ان کے نزدیک ہمارا جرم ہے اور اس جرم میں ہمارے دشمن ہوگئے ۔

اس کے بعد حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی چند آیات سنائیں جنہیں سن کر نجاشی بہت متاثر ہوا اور قریش کے آدمیوں کو واپس کر دیا۔ یہ قریش کی سخت بے عزتی تھی۔ اس سے ان کے وقار کو ٹھیس پہنچی کہ ایک غیر ملک کے بادشاہ کے دربار سے ناکام لوٹے تھے۔ اپنی انا کی تسکین کے لیے وہ دوسرے دن پھر دربار پہنچے اور نجاشی سے کہا کہ ان لوگوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنا عقیدہ معلوم کریں۔ اس سے قریش مسلمانوں کو نجاشی کی نظروں میں گرانا چاہتے تھے کیونکہ قرآن نے عیسائیوں کے گمراہ کن عقائد کی سخت مخالفت کی۔ لیکن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قرآن کی رو سے وہ خدا کے بندے، اس کے پیغمبر اور اس کی روح ہیں اور سورۂ مریم کی تلاوت کی۔ نجاشی یہ سن کر بے اختیار پکار اٹھا کہ "بے شک تم درست کہتے ہو"۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا جواب قریش کی توقعات کے خلاف تھا اب بھی ان کو ناکامی ہوئی اور وہ نامراد واپس لوٹ گئے۔ قریش کی واپسی کے بعد مسلمان کچھ عرصے تک سکون میں رہے لیکن چند دنوں بعد مسلمانوں کو یہ اطلاع ملی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں جو مسلمانوں کے لیے ایک بڑی خوشخبری تھی۔ فوراً حبشہ سے مکہ کی طرف چل پڑے لیکن مکہ کے قریب پہنچ کر اس غلط خبر کی تردید ہوگئی جس پر کچھ حبشہ واپس چلے گئے اور کچھ مکہ آ گئے۔ ادھر قریش حبشہ میں ناکامی کے بعد پیچ و تاب کھا رہے تھے۔ یہ ناکامی ان کے لیے باعث ندامت تھی جس سے ان کا تمام تر غصہ مسلمانوں پر ظلم و ستم ظاہر ہونے لگا اور ان کے ظلم و ستم کی وجہ سے 83 مرد اور 20 عورتیں حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئیں۔ یہ حبشہ کی دوسری ہجرت تھی۔ (اسد الغابہ، ج ۲، ص ۱۱۱، بیروت)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؏ |
| اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو |
| اس امید پر کہ کامیاب ہو۔ |

## طاعات اور مصائب پر صبر اختیار کرنے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا" عَلَى الطَّاعَات وَالْمَصَائِب وَعَنْ الْمَعَاصِي "وَصَابِرُوْا" الْكُفَّار فَلَا يَكُوْنُوْا اَشَدّ صَبْرًا مِنْكُمْ "وَرَابِطُوا" اَقِيْمُوْا عَلَى الْجِهَاد "وَاتَّقُوا اللّٰه" فِيْ جَمِيْع اَحْوَالكُمْ "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ بِالْجَنَّةِ وَتَنْجُوْنَ مِنْ النَّار،

اے ایمان والو! صبر کرو اور طاعات اور مصائب پر صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور معصیت سے بچنے میں صبر کرو۔ اور کفار نے بھی صبر کیا لہٰذا وہ صبر کرنے میں تم سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو یعنی جہاد پر قائم رہو اور تمام حالات میں اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔ تاکہ تم جنت کے ساتھ کامیابی حاصل کرو اور جہنم سے نجات پاؤ۔

## الفاظ کے لغوی مفہوم کا بیان

صابروا" باب مفاعلہ سے ہے جو طرفین کی مقاومت پر دلالت کرتا ہے اور اکثر یہ معنی دو دشمنوں کے درمیان تصور کیا جا

ہے۔ہوسکتا ہے "صابروا" کا یہ معنی ہو کہ مؤمنین کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے درمیان پیدا ہونے والی مشکلات کو تحمل کریں اور ایک دوسرے کی نسبت صبر و بردباری سے کام لیں۔ بظاہر "صابروا" میں الف مفاعلہ "صبر" کو متعدی کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے۔لہٰذا "صابروا" یعنی دوسروں کو صبر کی ترغیب دلانا۔

"صابروا" پر "اصبروا" کا مقدم ہونا ہوسکتا ہے اس معنی کی حکایت کر رہا ہو کہ جب تک انفرادی مشکلات کے مقابلے میں صبر نہیں کرو گے۔اس وقت تک دین کے دشمنوں کے سامنے بھی استقامت نہیں کرسکو گے۔

## سورہ آلِ عمران آیت ۲۰۰ کے مضمون نزول کا بیان

ابن مردویہ میں ہے کہ ابوسلمہ سے ایک دن حضرت ابو ہریرہ نے پوچھا اے میرے بھتیجے جانتے ہو اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے معلوم نہیں آپ نے فرمایا سنو اس وقت کوئی غزوہ نہ تھا یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو مسجدوں کو آباد رکھتی تھی اور نمازوں کو ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے پھر اللہ کا ذکر کرتے تھے انہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ تم پانچوں نمازوں پر جمے رہو اور اپنے نفس کو اور اپنی خواہش کو روکے رکھو اور مسجدوں میں بسیرا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔یہی اعمال موجب ایمان ہیں،ابن جریر کی حدیث میں ہے کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں ناپسندیدگی کے وقت کامل وضو کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا تمہاری مستعدی اسی میں ہونی چاہئے اور حدیث میں زیادہ قدم رکھ کر چل کر مسجد میں آنا بھی ہے،اور روایت میں ہے کہ گناہوں کی معافی کے ساتھ ہی درجے بھی ان اعمال سے بڑھتے رہتے ہیں۔

## صبر کی تعریف

صبر کا لغوی معنی، کسی خوشی، مُصیبت، غم اور پریشانی وغیرہ کے وقت میں خود کو قابو میں رکھنا۔

## صبر کا شرعی مفہوم

کسی خوشی، مُصیبت، غم اور پریشانی وغیرہ کے وقت میں خود کو قابو میں رکھتے ہوئے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ حدود میں رہنا۔

## صبر کی فضیلت

صبر ایک ایسا عظیم اور اعلیٰ فضیلت والا عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام کی صفات میں تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ،اور اسماعیل اور ادریس اور ذا الکفل سب ہی صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

اور اس صبر کو ایک نیک عمل قرار فرماتے ہوئے اُس کا پھل یہ بتایا وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ،اور ہم نے (اُن کے صبر کرنے کے نتیجے میں) اُن سب کو اپنی رحمت میں داخل فرما لیا کہ وہ (یہ) نیک عمل کرنے والے تھے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا کہ یہ عظیم کام بہت بلند حوصلہ رسولوں کی صفات میں رہا ہے اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس کام کا حکم فرمایا، فَاصبِر کَمَا صَبَرَ أُولُوا العَزمِ مِنَ الرُّسُلِ،

اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی اُسی طرح صبر فرمایئے جس طرح (آپ سے پہلے) حوصلہ مند رسولوں نے فرمایا۔

## حقیقی صبر کے مفہوم کا بیان

حقیقی صبر وہ ہے جو کسی صدمے کی ابتداء میں ہی اختیار کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر میرا سب کچھ قربان ہو، ہمیں یہ عظیم حقیقت بھی بتائی کہ اِنَّمَا الصَّبرِ عِندَ الصَّدمۃ الأُولیٰ، بے شک صبر تو وہ ہے جو کسی صدمے کی ابتداء میں کیا جائے۔

## صبر کی اہمیت اور عظمت

صبر کی اُہمیت، عظمت اور دُنیا اور آخرت کے فوائد کا اندازہ اس بات سے خوب اچھی طرح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قُرآن کریم میں ہمیں بہت دفعہ، اور ہماری زندگیوں کے مختلف حالات میں صبر اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے

## صبر کے عمومی حکم کا بیان

وَاصبِر وَمَا صَبرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَا تَحزَن عَلَیھِم وَلَا تَكُ فِی ضَیقٍ مِّمَّا یَمکُرُونَ،

اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صبر کیجیے اور آپ کا صبر سوائے اللہ کی (دی ہوئی) توفیق کے ہو نہیں سکتا اور آپ ان لوگوں (کے کفر و عناد کی وجہ سے ان) کے لیے غمزدہ مت ہوں اور نہ ان لوگوں کی مکاریوں کی وجہ سے تنگی میں ہوں۔

## جہاد پر قائم رہنے کی فضیلت میں احادیث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کی پشت پر اللہ کے راستہ میں اڑا جا رہا ہو جب وہ دشمن کی آواز سنے یا خوف محسوس کرے تو اسی طرح اڑ جائے قتل اور موت کو تلاش کرتے ہوئے۔

اور یا پھر اس شخص کی زندگی بہتر ہے جو چند بکریاں لے کر پہاڑ کی ان چوٹیوں میں سے کسی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی وادی میں رہتا ہو نماز قائم کرتا ہو زکوۃ ادا کرتا ہو اور اپنے رب کی عبادت کرتا ہو یہاں تک کہ اسے اسی حال میں موت آ جائے اور سوائے خیر کے لوگوں کے کسی معاملہ میں نہ پڑتا ہو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 392)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد اور اللہ پر ایمان لانا افضل الاعمال ہیں ایک آدمی نے کھڑا ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں تو میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا ہاں اگر تو اللہ کے راستہ میں قتل کیا جائے اور تو صبر کرنے والا، ثواب کی نیت رکھنے والا اور پیٹھ پھیرے بغیر

دشمن کی طرف متوجہ رہنے والا ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا کہا تھا اس نے کہا میں نے کہا تھا کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں تو کیا میرے گناہ مجھ سے دور ہو جائیں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس صورت میں کہ تو صبر کرنے والا ثواب کی نیت رکھنے والا اور پیٹھ پھیرے بغیر دشمن کی طرف متوجہ رہنے والا ہو تو سوائے قرض کے کیونکہ جبرائیل نے مجھے یہی کہا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 383)

حضرت موسیٰ بن عقبہ نے سالم ابوالنضر سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عمر بن عبیداللہ کا کاتب تھا کہ عبداللہ بن ابی اوفی کا خط آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور ابوعامر نے مغیرہ بن عبدالرحمٰن ابوالزناد اور اعرج کے ذریعہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمن سے ملاقات کی تمنا نہ کرو اور اگر ملاقات ہو جائے تو صبر کرو۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 282)

## تفسیر مصباحین جلد اول کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے احسان اور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ عظیمہ سے تفسیر مصباحین کی پہلی جلد سورہ فاتحہ سے لیکر سورہ آل عمران سمیت یعنی تین سورتوں کے ساتھ آج بہ روز پیر ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۳۵ھ بہ مطابق ۱۳ جنوری ۲۰۱۴ء کو پایہ تکمیل تک پہنچ گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے حق وصواب کی ہدایت دے اور باطل اور باطل کے ہر ذریعے سے محفوظ فرمائے۔ یا اللہ میں تجھ سے رحمت کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جس شخص کے لئے دعا کا دروازہ کھولا گیا یعنی جس شخص کو پورے آداب وشرائط کے ساتھ بہت دعا مانگنے کی توفیق عطا کی گئی تو سمجھو کہ اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیئے گئے کیونکہ اس کی دعا کے نتیجے میں کبھی تو اس کی مانگی ہوئی چیز ملتی ہے اور کبھی مانگی ہوئی چیز کے بدلہ میں اس سے شر و برائی کو دور کر دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں مانگی جاتی۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب بات یہ ہے کہ اس سے عافیت مانگی جائے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر ۷۶۱)

حدیث کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عافیت مانگنے والے کو بہت پسند کرتا ہے۔ عافیت کے معنی ہیں دنیا و آخرت کی تمام ظاہری و باطنی غیر پسندیدہ چیزوں تمام آفات و مصائب تمام بیماریوں اور تمام بلاؤں سے سلامتی و حفاظت۔ لہٰذا عافیت، دنیا و آخرت کی تمام بھلائیوں پر حاوی ہے جس نے عافیت مانگی اس نے گویا دنیا و آخرت کی تمام ہی بھلائیاں مانگ لیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ عافیت مانگنے کو پسند کرتا ہے۔

محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق

﴿۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ﴾

چک سنتیکا بہاولنگر

2

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

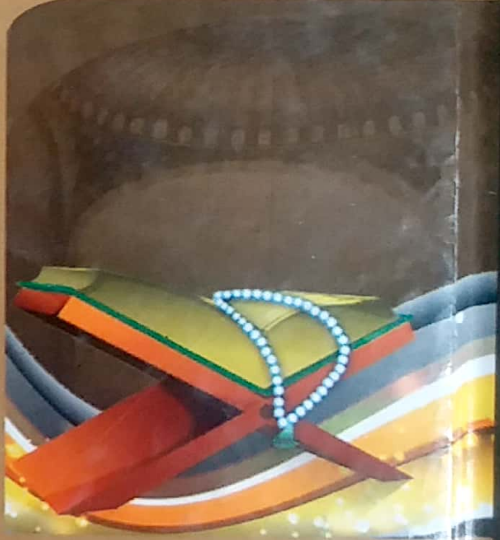

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی

امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی

شبیر برادرز
اردو بازار، لاہور

سورۃ انعام　سورۃ مائدہ　سورۃ اعراف　سورۃ نساء

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ و شرح

# تفسیر جلالین

نمبر 2

سورۃ نساء | سورۃ مائدہ | سورۃ انعام | سورۃ اعراف

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر



نام کتاب ——— (نمبر 2) ——— تفسیر مصباحین تفسیر جلالین

تصنیف ——— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ——— ورڈز میکر

باہتمام ——— ملک شبیر حسین

سن اشاعت ——— مارچ 2014ء

سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212

طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر، 40، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

# ترتیب

## السورة الانعام

# مقدمہ تفسیر مصباحین

## تفسیر قرآن میں صحابہ وتابعین کے علوم پر اعتماد کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ والذی لا الہ غیرہ ما نزلت آیۃ من کتاب اللہ الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احداً اعلم بکتاب اللہ منی تنالہ المطایا لاتیتہ ۔ (ابن کثیر)

معبودِ حقیقی کی قسم کتاب اللہ کی جو آیت بھی نازل ہوئی مجھے اس کے متعلق علم ہے کہ کس کے حق میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور اگر میری دانست میں کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی موجود ہوتا اور وہاں تک سواری جاسکتی تو میں ضرور اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اسی قسم کا مضمون حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اہل علم سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں۔ خذوا من الرأی مایصدق من کان قبلکم ولاتاخذوا الخلاف لھم فانھم اخیر منکم واعلم ۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی)

صرف وہی نظریہ اور رائے اختیار کرو جو تم سے پہلے لوگوں یعنی صحابہ کرام اور اکابر تابعین کی تصدیق کرے ایسی رائے نہ لو جو ان کے خلاف ہو اس لئے کہ وہ تم سے بہتر بھی تھے اور زیادہ علم والے بھی۔

بلاشبہ اپنے سے پہلے لوگوں کے متعلق ہم اخیر واعلم کا نظریہ جب تک قائم رہے گا امت میں خیر باقی رہے گی کیوں نہ ہو جن کے سامنے وحی نازل ہوتی رہی جن کو اول وحی کی کیفیات واحوال کے مشاہدہ کے مواقع نصیب ہوئے قرآن کی کونسی آیت: کس وقت کس جگہ نازل ہوئی اور کب نازل ہوئی کس کے حق میں نازل ہوئی سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نازل ہوئی یا تبوک سے واپسی پر۔ الغرض اسی قسم کے جزئیاتی امور ایک ایک کر کے جن کے حافظہ میں نقش تھے قرآن کے ایک ایک حرف پر جن کو صاحب قرآن کی نگرانی میں عملی مشق کی سعادت میسر آئی۔ پھر جن کے علم وتقویٰ فضل وکمال زہد وورع اور فہم وذکاء کی قرآن ہی نے شہادت دی جن کی جان بازی اور سرفروشی ایثار اور قربانی کی نظیر پیش کرنے سے اولین وآخرین عاجز رہے جن کی عفت وپارسائی توکل اور قناعت جبرئیل ومیکائیل کے لئے باعثِ رشک بنی رہی اگر ان کی اور ان کے تربیت یافتہ شاگردوں کی تفسیر پر اعتماد نہ ہوگا تو ان کے بعد اللہ کی کتاب کو سمجھنے اور سمجھانے کا سلیقہ کس کو نصیب ہو سکتا ہے؟

## تفسیر کا اصل سرمایہ صحابہ اور تابعین کے آثار ہیں

یہاں ایک اور نکتہ پر تنبیہ ضروری ہے وہ یہ کہ یوں تو کتاب اللہ کے اسرار کا سلسلہ غیر متناہی ہے ایک عامی سے لے کر ایک

اعلیٰ درجہ کے مفکر فلسفی ادیب اور عالم تک سب ہی اس میں غور کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے اور ہر ایک اپنی اپنی استعداد اور فراخ دامنی کے بقدر اس خزانۂ عامرہ سے استفادہ کرتا رہے گا لیکن جہاں تک اس کے نفسِ مفہوم کا تعلق ہے اور اس کی وضاحت جہاں تک انسانی وسعت کے دائرہ میں آسکتی ہے اس سے صحابہ کرام اور ثقات تابعین کے علوم نے بعد میں آنے والے تمام انسانوں کو مستغنی کر دیا ہے اس لئے قرآن کی شرح وتفسیر میں نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام اور ان کے تربیت یافتہ شاگردوں کے آثار جو صحیح اور مقبول اسناد کے ساتھ مروی ہیں اصل سرمایہ ہیں۔ کوئی آیت ایسی نہیں جسے ان حضرات نے نبی کریم ﷺ کی منشا کے موافق نہ سمجھا دیا ہو قرآن سے متعلقہ اشکالات میں سے کوئی دشواری ایسی نہیں جسے ان نفوس قدسیہ نے جزئیاتی یا کلیاتی انداز میں حل نہ کر دیا ہو اور قرآن سے پیدا ہونے والے علوم کی طرف اشارہ نہ کر دیا ہو۔

اسی سلسلہ کی ایک اور مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جن صدیقی اصولِ تفسیر کو ذکر کرتا چلا آرہا ہوں اسی سلسلہ کی یہ روایت خاص اہمیت کی حامل ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق نے ایک دفعہ حاضرین سے دریافت فرمایا کہ قرآن کی ان دو آیتوں کا کیا مطلب سمجھے ہو؟

(۱) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ۔ (۲) الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم ۔

مطلب یہ کہ پہلی آیت میں استقاموا کے معنی اور دوسری آیت میں ظلم کا مفہوم حضرت ابوبکر صدیق نے حاضرین سے دریافت کرنا چاہا۔

جواب میں ان کی طرف سے عرض کیا گیا: ثم استقاموا ای فلم یذنبوا ولم یلبسوا ایمانھم ای بخطیئۃ یعنی ثم استقاموا کے معنی یہ کہ پھر گناہ نہ کیا اور ظلم سے مراد بھی گناہ ہے۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی معنی مفہوم ہوتے ہیں جو انہوں نے بیان کر دیئے لیکن قرآن ہی میں دوسری آیتیں ایسی بھی ہیں جن کو سامنے رکھنے کے بعد یہ معنی درست نہیں رہتے بہر حال ان کی اس تفسیر کے سن لینے کے بعد خود حضرت ابوبکر نے ان دونوں آیتوں کی تفسیر فرمائی حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔

لقد حملتموھما علی غیر المحمل ۔ قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلم یمیلوا الی الٰہ غیرہ ولم یلبسوا ایمانھم بظلم بشرک ۔

تم نے دونوں آیتوں کو غیر محمل پر حمل کر دیا ان دونوں آیتوں کے یہ معنی نہیں بلکہ ثم استقاموا کے معنی تو یہ ہیں کہ پھر اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کی طرف مائل نہ ہوئے اور ظلم سے مراد شرک ہے

اس مقام پر قابل توجہ امر یہی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے کس بنیاد پر ان حضرات کی تفسیر کو بے محل قرار دیا؟ اور ان حضرات کی تفسیر میں کیا نقص پایا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے ان کی تفسیر غیر صحیح قرار پائی؟ روایت کے الفاظ میں چونکہ اس سوال سے تعرض نہیں اس لئے قرائنِ خارجیہ کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہی ان کا سراغ لگایا جا سکتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت جو ولم یلبسوا ایمانھم بظلم کے جواب میں نقل کی ہے اس سے یہ

اشکال رفع ہو جاتا ہے یعنی یہ آیت جب نازل ہوئی تو اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا کہ: یارسول اللہ ﷺ! اس آیت میں امن اور ہدایت کو ایمان اور ترک ظلم پر معلق کیا گیا ہے اور ہم میں ایسا کون ہے جس نے ظلم بمعنی کوئی گناہ نہ کیا ہو؟ اس پر آیت

ان الشرك لظلم عظيم

نازل ہوئی جس کا حاصل یہ ہوا کہ ظلم سے مراد آیت زیر بحث میں شرک ہے مطلق گناہ مراد نہیں۔ بلکہ مسند احمد کی روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی عام بے چینی جو اس آیت سے ان کو لاحق ہوئی تھی اسے سن کر فرمایا۔

انه ليس الذى تعنون الم تسمعوا ما قال العبد الصالح يابنىّ ان الشرك لظلم عظيم انما هو الشرك۔

(ابن کثیر)

اس کا یہ مفہوم نہیں جو تم مراد لے رہے ہو کیا تم نے عبد صالح (لقمان علیہ السلام) کا قول نہیں سنا کہ بیٹا! واقعۃً شرک ہی سب سے بڑا ظلم ہے پس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ یہ آیت جس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق اپنی عام روش کے خلاف لوگوں کو چھیڑ چھیڑ کر ان کے علم کی تصحیح فرما رہے تھے اس کی تفسیر خود قرآن ہی میں دوسری جگہ کی جا چکی ہے اور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے استفسار پر اس آیت کا حوالہ بھی دے چکے ہیں جس میں اس آیت کی تفسیر قرآن میں کی گئی ہے (ان الشرك لظلم عظيم) اس لئے اس سوال کے جواب میں جو اوپر عرض کر چکا ہوں کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی طرف سے ان حضرات کی تفسیر کے غیر صحیح قرار دیئے جانے کی بنیاد یہی آیت ہے جس کا حوالہ خود نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کے سامنے پیش فرمایا اور یہیں سے دوسرے سوال کا جواب بھی نکل آیا کہ ان بزرگوں کی تفسیر میں جس کو حضرت ابوبکر صدیق نے بے محل قرار دیا بنیادی نقص یہی تھا کہ ان حضرات نے صرف اسی مقام کو سامنے رکھ کر تفسیر فرما دی دوسرے مقام پر ان کی نظر نہیں گئی جہاں اس اجمال کو مفصل کر دیا گیا تھا۔

بہر حال! اگر اس صدیقی روایت کا مطلب یہی ہے جو میں نے عرض کیا تو اس میں جس اصول کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے۔ آپ مجھ ہی سے سن چکے ہیں کہ کتاب اللہ کے معاملہ میں صدیقی ذوق احتیاطی دقائق رکھتا تھا وہ لوگوں کے بار بار سوال کرنے پر بھی تفسیر کتاب اللہ پر حرف زنی کے لئے حتی الوسع تیار نہ ہوتے تھے لیکن یہاں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ از خود لوگوں سے سوال کرتے ہیں پھر ان کے علم کی تصحیح فرماتے ہیں اور اپنے علم کو پیش فرماتے ہیں کہنے کو تو یہ ایک جزئی واقعہ ہے جو شاید اپنی جزئیت ہی کی وجہ سے لوگوں کے نزدیک زیادہ توجہ کا مستحق نہ ہو لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ ہر جزئیہ کسی کلیہ کے تحت مندرج ہوتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری اصلاح کو جزئیہ تک ہی محدود مانا جائے اور صدیقی نظر کو اس جزئیہ سے کلیہ کی طرف متعدی نہ مانا جائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک اور تفسیری خطبہ مروی ہے جسے مشکوٰۃ شریف میں ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے اور ترمذی کی تصحیح کے ساتھ نقل کیا گیا ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

**یا ایھا الناس انکم تقرؤن ھذہ الآیۃ: یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم وانی سمعت رسول اللہ ا یقول: ان الناس اذا راٰوا ظالماً فلم یاخذوا علی یدیہ اوشك ان یعمھم اللہ بعقاب ھذا حدیث حسن صحیح ۔ (ترمذی)**

لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو! اے ایمان والو! تم اپنی ذات کی فکر کرو تمہیں نقصان نہیں اس کا جو گمراہ ہوا جب تم ہدایت پر ہوگیا ور میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: لوگ جب کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں (یعنی اسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں) تو بعید نہیں: کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو عذابِ عام میں مبتلا کردے۔

پڑھنے کی حد تک اس آیت کو کون نہیں پڑھتا لیکن آیت کا مفہوم کیا یہی ہے کہ آدمی پر صرف اس کی ذات کی ذمہ داری ہے؟ غلط کاروں کی اصلاح گمراہوں کو غلط راستے سے ہٹانے اور ظالم کے مقابلہ کی اس پر کوئی ذمہ داری نہیں؟ آیت کا مطلب اگر یہی ہوتا تو امر بالمعروف کی آیات نہی عن المنکر کے احکام اور جہاد فی سبیل اللہ کے فضائل جو قرآن ہی میں مذکور ہیں ان کے کیا معنی ہوں گے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ **وانی سمعت رسول اللہ ﷺ** کی روشنی میں اعلان فرمارہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کو سامنے رکھے بغیر آیت کا ظاہری مفہوم اگر لیا جائے تو یہ تفسیرِ قرآن پر بڑا ظلم ہوگا صرف اس خطبہ کے سامعین کو نہیں بلکہ آنے والی پوری امت کو امت کا پہلا صدیق آگاہ کردینا چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی کسی آیت کا مفہوم **وانی سمعت رسول اللہ ﷺ** کی روشنی اور حدیثِ نبوی ﷺ کی بصارت کے بغیر متعین کرنے والے ظالم ہیں جن کا ہاتھ اگر نہ پکڑا گیا ان کی زبان اگر نہ کھینچی گئی ان سے قلم اگر نہ چھینا گیا ان کی کتاب اللہ پر دست درازیوں پر گرفت نہ کی گئی تو بعید نہیں کہ اللہ کا عذابِ عام نازل ہوجائے اور ایمان واعمال کی استعداد ہی امت سے سلب کرلی جائے: **ویمسی مؤمنا ویصبح کافراً**، صبح ایک شخص مؤمن ہوگا شام کو کافر اور شام کو مؤمن ہوگا صبح ہوتے ہی کافر (معاذ اللہ) کا نقشہ سامنے آنے لگے۔

آیت پڑھ کر اس کی کوئی شرح کیے بغیر معا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کا لفظ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زبان پر جاری ہوجاتا ہے جانتے ہو، یہ اپنے اندر ایمان ویقین اور فہم وفراست کا کتنا وزن رکھتا ہے؟ سننے والوں کو صرف آیت کی تفسیر نہیں بتلائی گئی بلکہ یہ تفسیری اصول تلقین کیا گیا کہ پڑھنے والوں کو آفتابِ نبوت ﷺ کی ذات سے صادر شدہ کلمات مبارکہ کو سامنے رکھ کر قرآن پڑھنا چاہئے۔

**محمد لیاقت علی الرضوی الحنفی**

# سُورَۃ نساء

## یہ قرآن مجید کی سورت نساء ھے

( مَدَنِيَّة وَ ايَاتها 176 اَوْ 177 نَزَلَتْ بَعْد الْمُمْتَحِنَة )

یہ سورت مدنی ہے اس کی آیات ۱۷۶ یا ۱۷۷ ہیں یہ سورہ ممتحنہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔اور تین ہزار پینتالیس کلمے اور سولہ ہزار تیس حرف ہیں۔

### سورہ نساء کے نام کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کریمہ میں عورتوں کے حقوق نسبتاً زیادہ بیان ہوئے ہیں، اس لئے اس کا نام النساء رکھا گیا ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں پورے قرآن مجید میں سورہ الرِّجَالُ، یعنی مردوں کی سورت کے نام سے کوئی سورت نہیں ہے، تو پھر کتنے بے انصاف اور کس قدر ظالم ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اسلام نے عورتوں کو حقوق نہیں دیئے۔اور اس سورہ کریمہ میں چونکہ قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ہدایت وارشادات ہیں اس لیے اس کا آغاز تقویٰ کے امر وارشاد سے فرمایا گیا ہے، کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو ان حقوق کی حفاظت و پاسداری اور ان کی ادائیگی پر آمادہ و تیار کر سکتی ہے، بہر کیف چونکہ اس سورہ کریمہ میں عورتوں کے حقوق سے متعلق زیادہ احکام ارشاد فرمائے گئے ہیں۔اسی لئے اس کو سورہ طلاق کے مقابلے میں سورہ نساء کبریٰ یعنی بڑی سورہ نساء کہا جاتا ہے۔جب کہ سورہ طلاق کو سورہ نساء صغریٰ یعنی چھوٹی سورہ نساء کہا جاتا ہے۔(صفوۃ التفاسیر، سورہ نساء)

### سورہ نساء کے شان نزول ومضامین کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سورت مدینہ شریف میں اتری ہے، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ جب یہ سورت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب روک رکھنا نہیں،

سورۃ آل عمران کی آخری آیت تقویٰ پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت بھی حکم تقویٰ سے شروع ہو رہی ہے، پہلی سورت میں بعض غزوات اور مخالفین کے ساتھ برتاؤ کرنے اور غزوات کے سلسلہ میں مال غنیمت حاصل ہونے پر خیانت کی مذمت اور بعض دیگر امور کا ذکر تھا، اس سورت کے شروع میں اپنوں سے میل جول یعنی حقوق العباد سے متعلق احکام ہیں، مثلاً یتیموں کے حقوق، رشتہ داروں اور بیویوں کے حقوق وغیرہ، لیکن حقوق کچھ تو ایسے ہیں جو قانون انضباط میں آسکتے ہیں اور ان کی ادائیگی بزور قانون کرائی جاسکتی

ہے، جیسے عام معاملات بیع وشراء اجارہ ومزدوری کے ذریعہ پیدا ہونے والے حقوق، جو باہمی معاہدات اور صلح کے ذریعہ طے ہوسکتے ہیں، اگر کوئی فریق مقررہ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو بزور حکومت بھی دلوائے جاسکتے ہیں، لیکن اولاد، والدین، شوہر اور بیوی ویتیم بچے جو اپنی تحویل میں ہوں اور دوسرے رشتہ داران کے باہمی حقوق جو ایک دوسرے پر عائد ہوتے ہیں، ان کی ادائیگی کا مدار، ادب، احترام، ولداری، ہمدردی اور قلبی خیر خواہی پر ہے، اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی کانٹے میں تولی نہیں جاسکتیں، اور معاہدات کے ذریعہ بھی ان کی پوری تعیین مشکل ہے، لہٰذا ان کی ادائیگی کے لئے بجز خوف خدا اور خوف آخرت کے کوئی دوسرا ذریعہ نہیں، جس کو تقویٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حقیقت میں یہ تقویٰ کی طاقت حکومت اور قانون کی طاقت سے کہیں زیادہ ہے، اس لئے اس سورت کو امر بالتقویٰ سے شروع فرمایا۔

## سورہ نساء کی فضیلت کا بیان

امام حاکم نقل فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سورۃ نساء میں پانچ آیتیں ایسی ہیں کہ اگر ساری دنیا بھی مجھے مل جائے جب بھی مجھے اس قدر خوشی نہ ہو جتنی ان آیتوں سے ہے۔ یعنی آیت (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ)، النساء، ۴۰)

اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا اور جس کسی کی جو نیکی ہوتی ہے اس کا ثواب بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے جو بطور انعام اجر عظیم دے وہ جداگانہ ہے۔ (مستدرک، از امام حاکم)

اور آیت (اِنْ تَجْتَنِبُوْا کَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَنُدْخِلْکُمْ مُّدْخَلًا کَرِیْمًا) 4۔النسآء:31)
اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچ جاؤ تو ہم تمہارے صغیرہ گناہ خود ہی معاف فرمادیں گے اور تمہیں عزت والی جگہ جنت میں لے جائیں گے۔

اور آیت (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰٓی اِثْمًا عَظِیْمًا) 4 . النسآء:48)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کرنے والے کو تو نہیں بخشا باقی جس گنہگار کو چاہے بخش دے اور آیت (وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا)، النسآء، ۶۴)
یعنی یہ لوگ گناہ سرزد ہو چکنے کے بعد تیرے پاس آجاتے اور خود بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے استغفار طلب کریں تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو معافی اور مہربانی کرنے والا پاتے۔

مصنف عبدالرزاق کی اس روایت میں آیت (ولوانہم) کے بدلے آیت (وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء ۱۱۰) ہے۔
یعنی جس شخص سے کوئی برا کام ہو جائے یا اپنے نفس پر ظلم کر گزرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ تو بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے

والا مہربان پائے گا دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ ایک آیت کا بیان کرنا پہلی حدیث میں یا تو رہ گیا ہے اور اس کا بیان دوسری حدیث میں ہے تو چار آیتیں پہلی حدیث اور پانچویں آیت اس حدیث (ومن یعمل)، کی مل کر پانچ ہو گئیں یا یہ ہے کہ آیت (ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ) والی آیت پوری ہے اور آیت (وان تک حسنۃ) کو الگ آیت شمار کیا ہے تو دونوں احادیث میں پانچ پانچ آیتیں ہو گئیں۔ (مستدرک ومصنف عبدالرزاق، مطبوعہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا |
| رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ |
| اے لوگو! تم اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے کثیر مردوں |
| اور عورتوں کو پھیلایا اور تم اللہ سے ڈرو، جس سے مانگتے ہو اور قرابتوں کا خیال کرو۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ |

## انسان کی تخلیق اور تقویٰ کے حکم کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ "اتَّقُوْا رَبَّكُمُ" اَیْ عِقَابَهٗ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ "الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" اٰدَمَ "وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا" حَوَّاءَ بِالْمَدِّ مِنْ ضِلَعٍ مِنْ اَضْلَاعِهِ الْيُسْرٰى "وَبَثَّ" فَرَّقَ وَنَشَرَ "مِنْهُمَا" مِنْ اٰدَمَ وَحَوَّاءَ "رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً" كَثِيْرَةً "وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاءَلُوْنَ" فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي السِّيْنِ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالتَّخْفِيْفِ بِحَذْفِهَا اَیْ تَتَسَاءَلُوْنَ "بِهٖ" فِيْمَا بَيْنَكُمْ حَيْثُ يَقُوْلُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ اَسْاَلُكَ بِاللّٰهِ وَاَنْشُدُكَ بِاللّٰهِ "وَ" اتَّقُوا "الْاَرْحَامَ" اَنْ تَقْطَعُوْهَا وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْجَرِّ عَطْفًا عَلَى الضَّمِيْرِ فِيْ بِهٖ وَكَانُوْا يَتَنَاشَدُوْنَ بِالرَّحِمِ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا" حَافِظًا لِاَعْمَالِكُمْ فَيُجَازِيْكُمْ بِهَا اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اے لوگو! یعنی اہل مکہ، تم اپنے رب سے ڈرو یعنی اس کے عذاب سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا ہے۔ اور اس سے جوڑا پیدا کیا یعنی حضرت حواء علیہا السلام کو پیدا کیا۔ لفظ حواء یہ مد کے ساتھ بھی آیا ہے۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پسلیوں میں سے ایک پسلی سے پیدا کیا۔ اور ان دونوں یعنی آدم وحواء سے کثیر مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔ اور تم اللہ سے ڈرو، جس سے مانگتے ہو، یہاں پر تسالوں میں تاء کا سین میں ادغام ہے اور ایک قرأت میں تاء کے حذف یعنی تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے تتسالون، یعنی تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوئے کہتے ہو میں اللہ کیلئے سوال کرتا ہوں یا اللہ کی قسم دیتے ہو، اور قرابتوں کا خیال کرو۔ یعنی اپنے آپ کو قطع رحمی سے بچاؤ، اور ایک قرأت ارحام میں جر کے ساتھ آیا ہے۔ جب اس کا عطف بہ ضمیر پر ڈالا جائے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو صلہ رحمی کرنے کا سوال کرتے تھے۔ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ یعنی تمہارے اعمال کا حافظ ہے۔ پس وہ تمہیں اس کے ساتھ ان کی جزاء دے گا۔ یعنی وصف حفاظت کے ساتھ ہمیشہ سے

متصف ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

جملہ "الذی خلقکم "ربکم" کی صفت اور تقویٰ کی رعایت کرنے کے ضروری ہونے کی علت کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی چونکہ اس نے تمہیں خلق کیا ہے اور تمہاری تدبیر کر رہا ہے لہٰذا تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے اور اسکے احکام پر عمل کرنا لازمی ہے۔

ہوسکتا ہے کلمہ "ربّ" (تربیت وتدبیر کرنے والا) تقویٰ کے حکم کے مقصد کی طرف اشارہ ہو۔ یعنی تقویٰ کا حکم دینے کا مقصد یہ ہے کہ تمہاری تربیت وہدایت کی جائے۔

بث۔اس نے بکھیرا۔اس نے پھیلایا۔بث سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔نصر۔نفس واحدۃ۔ایک جان۔من اصل واحد وھو ادم ابو البشر علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔صیغہ واحد مونث نفس کے لئے آیا ہے۔جو مونث سماعی ہے۔زوجھا۔جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے۔جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہواہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زوجھا میں ھا ضمیر مونث واحد نفس کی رعائیت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوا مراد ہیں۔

منھا۔ھما ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدمؑ اور حضرت حوا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

تساءلون بہ۔تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطہ سے۔تسائل (تفاعل) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔اصل میں تتساءلون تھا تاء تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔اللہ کی طرف راجع ہے۔والارحام۔منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے ارحام رحم کی جمع ہے۔

رحم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادہ میں پلتا ہے۔استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واتقوا الارحام۔اور ڈرو قطع رحمی سے۔رقیبا۔نگہبان۔خبر رکھنے والا۔محافظ۔مطلع۔منتظر۔راہ دیکھنے والا۔فعیل کے وزن پر اسم صفت ہے۔

## پیدائش سے پہلے چار باتوں کی تقدیر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق ومصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک

مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

## عورت کا پسلی سے پیدا ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پنی عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کرو وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، پسلی کا سب سے زیادہ مڑا ہوا حصہ اس کا اوپر والا حصہ ہوتا ہے۔ اگر اسے سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے توڑ دے گا، اگر اسی طرح چھوڑے گا تو یہ ٹیڑھا ہی رہے گا۔ لہٰذا ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ (صحیح بخاری، احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریت، حدیث 3331)

اس حدیث کے بارے میں محمد الجبالی کہتے ہیں: "اس حدیث میں پسلی کیا وپر والے حصہ کا جو حوالہ دیا گیا ہے، غالبا اس کا اشارہ سر کی طرف ہے، جہاں پر انسان کی اہم صلاحیت مرتکز ہوتی ہے۔ (قوت بصارت اور قوت سماعت) اور وہاں زبان بھی ہے جو بولنے کا فعل انجام دیتی ہے۔ سر جسم کا وہ حصہ ہے جہاں سوچ بچار کا عمل انجام پاتا ہے"۔

حافظ ابن حجر رح نے فتح الباری میں حدیث 5186 کی توضیح کرتے ہوئے کہا ہے: "ہوسکتا ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال عورت کے جسم کے انتہائی اوپر والے حصہ کے لیے دی ہو کیونکہ اس کا اوپر والا حصہ، اس کا سر ہے، اس میں اس کی زبان ہوتی ہے جو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان فرق و اختلاف مسائل سے نمٹنے کے طریق کار کا ہے۔ طریق کار کا مختلف ہونا ان کی الگ الگ سوچوں اور محسوس کرنے کے مختلف انداز کا نتیجہ ہوتا ہے، جبکہ حالات کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ان کا جذباتی رد عمل (ہنسنا، طعن و تشنیع اور جھوٹ بولنا وغیرہ) بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو جاتا ہے۔

## صلہ رحمی کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص کو یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 943)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا یہاں تک کہ جب پیدا کرنے سے فارغ ہو چکا تو رشتہ داری نے عرض کیا کہ یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحم سے تیری پناہ مانگے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اس سے ملوں جو تجھ ملے۔

اور اس سے قطع تعلق کروں جو تجھ سے قطع تعلق کرے، رشتہ داری نے عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار! خداوند تعالیٰ نے فرمایا بس تجھے حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو، فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ (سورہ محمد، ۲۲) (بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 945)

| |
|---|
| وَ اٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ |
| اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ |
| اور یتیموں کو ان کے مال دے دو اور بُری چیز کو عمدہ چیز سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو، |
| بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ |

## یتیموں کے اموال کو اپنے مالوں سے نہ بدلنے کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ يَتِيم طَلَبَ مِنْ وَلِيِّه مَاله فَمَنَعَهُ "وَاٰتُوا الْيَتَامٰى" الصِّغَار الَّذِيْنَ لَا اَب لَهُمْ, "اَمْوَالهم" اِذَا بَلَغُوا "وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيث " الْحَرَام "بِالطَّيِّبِ" الْحَلَال اَیْ تَاْخُذُوهُ بَدَله كَمَا تَفْعَلُوْنَ مِنْ اَخْذ الْجَيِّد مِنْ مَّال الْيَتِيم وَجَعْل الرَّدِيْء مِنْ مَّالكُمْ مَكَانه "وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالهمْ " مَضْمُوْمَة "اِلٰى اَمْوَالكُمْ اِنَّهُ" اَیْ اَكْلهَا "كَانَ حُوْبًا" ذَنْبًا "كَبِيْرًا"

یہ آیت اس یتیم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے اپنے ولی سے مال طلب کیا تو اس نے منع کر دیا۔ تو یہ حکم نازل ہوا کہ اور یتیموں یعنی وہ چھوٹے جن کا باپ نہ ہو ان کو ان کے مال دے دو جب وہ بالغ ہو جائیں۔ اور بُری چیز یعنی حرام کو عمدہ چیز یعنی یتیم کا عمدہ مال لیکر اس کی جگہ اپنا خراب مال رکھ کر تبدیل نہ کرو۔ حلال سے نہ بدلا کرو اور نہ ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر کھایا کرو، بے شک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فعل "لاتاکلوا" کا "الی" کے ساتھ متعدی ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس فعل میں ملانے اور ضم کرنے کا معنی موجود ہے۔ لا تتبدلوا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تبدل (تفعل) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔ انہ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے ولا تاکلوا اموالھم الی اموالکم میں ممانعت فرمائی ہے۔ حوبا۔ گناہ۔ وبال، اسم ہے۔ الحوب (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

## سورہ نساء آیت ۲ کے سبب نزول کا بیان

مقاتل اور کلبی کہتے ہیں یہ آیت کریمہ قبیلہ غطفان کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی اس کے یتیم بھتیجے کے پاس بہت زیادہ مال تھا جب یتیم بھتیجے نے بلوغت کے بعد مال کا مطالبہ کیا تو چچا نے مال حوالے کرنے سے انکار کر دیا یہ دونوں اپنا جھگڑا نبی کے

پاس لائے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی چچانے آیت سنتے ہیں کہا ہم نے اللہ کا حکم مان لیا اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور ہم بڑے وبال سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور بھتیجے کو اس کا مال دے دیا تو نبی نے فرمایا جو شخص نفس کی ہوس سے بچالیا گیا اور اس سے اس طرح رد کر دیا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا جب نوجوان نے اپنا مال لیا تو اس نے بھی اللہ کے راستے میں خرچ کر دیا تو رسول اللہ نے فرمایا اجر ثابت ہو گیا اور گناہ باقی رہ گیا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے اجر کا ثابت رہنا تو جان لیا لیکن گناہ کیسے باقی رہ گیا حالانکہ اس نے مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ لڑکے کے لیے اجر ثابت ہو گیا اور باپ پر گناہ باقی رہ گیا کیونکہ وہ مشرک تھا۔ (تفسیر قرطبی 5۔۸، بیروت)

## یتیم کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

یتیم کے لفظی معنی اکیلے اور منفرد کے ہیں، اسی لئے جو موتی سیپ میں تنہا ایک ہو، اس کو دریتیم کہا جاتا ہے، اصطلاح شرع میں اس بچہ کو یتیم کہا جاتا ہے جس کا باپ مر گیا ہو اور جانوروں میں اس کو یتیم کہا جاتا ہے جس کی ماں مر گئی ہو۔ (قاموس)

بالغ ہونے کے بعد شرعی اصطلاح میں اس کو یتیم نہیں کہا جائے گا، جیسا کہ حدیث شریف میں تصریح ہے لا یتم بعد احتلام، یعنی بلوغ کے بعد یتیمی باقی نہیں رہتی۔ (مشکوۃ شریف، ص ۲۸۲)

## یتیم کا مال کھانا ہلاکت والا کام ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 42)

| |
|---|
| وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ |
| فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝ |
| اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار |
| پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔ |

## سورہ نساء آیت ۳ کے سبب نزول کا بیان

وَلَمَّا نَزَلَتْ تَحَرَّجُوْا مِنْ وِلَايَة الْيَتَامَى وَكَانَ فِيهِمْ مَنْ تَحْته الْعَشْر اَوْ الثَّمَان مِنَ الْاَزْوَاج فَلَا يَعْدِل بَيْنهنَّ فَنَزَلَ،

"وَاِنْ خِفْتُمْ" اَنْ لَّا "تُقْسِطُوا" تَعْدِلُوْا "فِي الْيَتَامَى" فَتَحَرَّجْتُمْ مِنْ اَمْرهمْ فَخَافُوْا اَيْضًا اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا

بِهِنَّ النِّسَاءِ إِذَا نَكَحْتُمُوهُنَّ "فَانْكِحُوا" تَزَوَّجُوا "مَا" بِمَعْنَى مَنْ "طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ" أَيْ اثْنَتَيْنِ وَثَلَاثًا وَأَرْبَعًا وَلَا تَزِيدُوا عَلَى ذَلِكَ "فَإِنْ خِفْتُمْ" أَنْ لَا "تَعْدِلُوا" فِيهِنَّ بِالنَّفَقَةِ وَالْقَسْمِ "فَوَاحِدَةً" انْكِحُوهَا "أَوْ" اقْتَصِرُوا عَلَى "مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ" مِنَ الْإِمَاءِ إِذْ لَيْسَ لَهُنَّ مِنَ الْحُقُوقِ مَا لِلزَّوْجَاتِ "ذَلِكَ" أَيْ نِكَاحُ الْأَرْبَعِ فَقَطْ أَوْ الْوَاحِدَةِ أَوْ التَّسَرِّي "أَدْنَى" أَقْرَبُ إِلَى "أَلَّا تَعُولُوا" تَجُورُوا،

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو لوگوں نے یتیم کی کفالت میں حرج سمجھا حالانکہ ان کی کفالت میں آٹھ آٹھ یا دس دس یتیم بیویاں ہوتی تھیں۔ جن کے درمیان عدل کرنا ان کے بس میں نہ ہوتا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں میں انصاف نہ کرو گے یعنی ان کی کفالت میں جب حرج جاننے لگو کہ تم ان کے درمیان انصاف قائم نہ کر سکو گے۔ تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں۔ یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔ دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے۔ پس چار سے آگے نہ بڑھو۔ پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو نفقہ اور تقسیم میں برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو یا کنیزیں جن کے تم مالک ہو۔ کیونکہ باندیوں کے وہ حقوق نہیں ہوا کرتے جو بیویوں کے ہوتے ہیں۔ یعنی یا تو چار سے نکاح کر لو یا صرف ایک سے یا باندی پر اکتفاء کرو۔ یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

'ان خفتم" کی جزا حذف ہوگئی ہے اور "فانکحوا" اس کا قائم مقام ہے یعنی: "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فلا تنکحوھن و انکحوا" اور اس کے شان نزول میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اسکے مطابق یہ نہی اس نکاح سے متعلق ہے جو مناسب مہر ادا کئے بغیر بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے کرتے ہیں۔

ان خفتم" کی جزا حذف ہوگئی ہے اور "فانکحوا" اس کا قائم مقام ہے یعنی: "ان خفتم الا تقسطوا فی الیتامی فلا تنکحوھن و انکحوا" اور اس کے شان نزول میں جو کچھ ذکر ہوا ہے اسکے مطابق یہ نہی، اس نکاح سے متعلق ہے جو مناسب مہر ادا کئے بغیر بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے کرتے ہیں۔

خفتم۔ خوف (اجوف وادی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خوفتم تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح واو کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تاء کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔

خفتم۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔ الا۔ ان لا کا مخفف ہے۔

.تقسطوا ۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کرو گے۔ اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تقسطون تھا۔ ان ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ الا تقسطوا ۔ کہ تم انصاف نہیں کرو گے۔ یا نہ کر سکو گے۔

طاب۔ طیب (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ بھلا معلوم دے صاحب مدارک التنزیل نے ماطاب

لکم سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔ الا تعدلوا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

ادنی۔ دان اور دنی کا اسم تفضیل ہے۔ الدنو (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی اور قرب ملحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ لفظ ادنی کبھی بمعنی اصغر آتا ہے اس صورت میں اکبر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی ادنی بمعنی ارذل آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔ اور کبھی بمعنی اول (نشاۃ اولی) استعمال ہوتا ہے اور الاخر (نشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خسر الدنیا و الاخرۃ اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

اور کبھی ادنی بمعنی اقرب آتا ہے اور اقصیٰ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اذ انتم بالعدوۃ والدنیا وھم بالعدوۃ القصوی، جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔

وذلك ادنى ان یاتوا بالشھادۃ علی وجھھا، یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کریں۔ یہاں ادنی بمعنی اقرب آیا ہے۔ الا تعولوا۔ تا کہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔ تعولوا۔ عول (نصر) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرنے کے ہیں۔ عال المیزان۔ ترازو جھک گئی۔ عال الحاکم۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عال السھم۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔

## یتیموں کی کفالت وانصاف کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے، وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی ۔ کہ یہ آیت ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی جس کی پرورش ایک یتیم لڑکی تھی اس یتیم لڑکی کے پاس کافی مال تھا لیکن اس کی خاطر جھگڑا کرنے والا کوئی نہ تھا وہ شخص اس کے مال کی ہوس میں اس کا نکاح نہ کرواتا تھا اور اسے تکلیف دیتا تھا اور اسے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کرتا تھا اس کے بارے میں اللہ نے فرمایا وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ، اور تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار نکاح کرلو۔ یعنی جو میں نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان سے نکاح کرلو اور ان کو چھوڑ دو۔ (مسلم 3018، بخاری 2362)

سعید بن جبیر، قتادہ، ضحاک اور سدی کہتے ہیں کہ یہ لوگ یتیموں کے اموال سے تو بچتے اور عورتوں کو رخصت سمجھتے اور جتنی عورتوں سے چاہتے نکاح کر لیتے پھر بعض اوقات عدل کرتے اور بعض اوقات ناانصافی جب انہوں نے یتیموں کے متعلق سوال کیا تو آیت یتامی اتری (واتوا الیامی اموالھم) ۔ اور یتیموں کا مال (جو تمہاری تحویل میں ہو) ان کے حوالے کر دو۔ تو اللہ نے اس کے ساتھ یہ آیت بھی نازل فرمائی، وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی،

اور تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو عورتیں تم کو پسند ہوں دو دو یا تین تین یا چار چار نکاح کرلو۔ فرماتے ہیں کہ جس طرح تم یتیموں کے بارے میں ناانصافی سے بچتے ہو اسی طرح عورتوں کے

بارے میں بھی ناانصافی سے ڈرو جن کے حقوق کا خیال رکھنا تمہارے لیے ممکن ہے ان سے زائد سے نکاح مت کرو کیونکہ ضعیف اور عجز میں عورتیں بھی یتیموں ہی کی طرح ہیں۔ والبی کی روایت میں یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ (تفسیر نیسابوری 121)

## نکاح کرنے میں ترجیحات دینی و دنیاوی کا بیان

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں چار چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے اول اس کا مالدار ہونا دوم اس کا حسب نسب والی ہونا سوم اس کا حسین وجمیل ہونا اور چہارم اس کا دین دار ہونا لہٰذا دیندار عورت کو اپنا مطلوب قرار دو اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 305)

حسب ونسب والی سے مراد وہ عورت ہے جو نہ صرف اپنی ذات میں شرف وبلندی اور وجاہت رکھتی ہو بلکہ وہ جس خاندان وقبیلہ کی فرد ہو وہ خاندان وقبیلہ بھی عزت ووجاہت اور شرف وبلندی کا حامل ہو چنانچہ انسان کی یہ فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ ایسی عورت سے بیاہ کرے جو باحیثیت وباعزت خاندان وقبیلہ کی فرد ہو تا کہ اس عورت کی وجہ سے اپنی اولاد کے نسب میں شرف وبلندی کا امتیاز حاصل ہو۔ بہرکیف حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عام طور پر لوگ عورت سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں مذکورہ چار چیزوں کو بطور خاص ملحوظ رکھتے ہیں کہ کوئی شخص تو مالدار عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ بعض لوگ اچھے حسب ونسب کی عورت کو بیوی بنانا پسند کرتے ہیں بہت سے لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت ان کی رفیقہ حیات بنے اور کچھ نیک بندے دین دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں لہٰذا دین ومذہب سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ دین دار عورت ہی کو اپنے نکاح کے لئے پسند کرے کیونکہ اس میں دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی بھی سعادت ہے۔ اور خاک آلودہ ہوں تیرے دونوں ہاتھ ویسے تو یہ جملہ لفظی مفہوم کے اعتبار سے ذلت وخواری اور ہلاکت کی بددعا کے لئے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں اس جملہ سے یہ بددعا مراد نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد دین دار عورت کو اپنا مطلوب قرار دینے کی ترغیب دلانا ہے۔

| |
|---|
| وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗــــًٔـا مَّرِيْۗـــــًٔـا ۝ |
| اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اس سے ہنسی خوشی کھاؤ۔ |

## عورتوں کے مہر خوش دلی سے ادا کرنے کا بیان

"وَ اٰتُوا" اَعْطُوا "النِّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ" جَمْع صَدُقَة مُهُورهنَّ "نِحْلَة" مَصْدَر عَطِيَّة عَنْ طِيب نَفْس "فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْء مِنْهُ نَفْسًا" تَمْيِيز مُحَوَّل عَنْ الْفَاعِل اَيْ طَابَتْ اَنْفُسهنَّ لَكُمْ عَنْ شَيْء مِنْ الصَّدَاق فَوَهَبْنَهُ لَكُمْ "فَكُلُوْهُ هَنِيئًا" طَيِّبًا "مَرِيئًا" مَحْمُود الْعَاقِبَة لَا ضَرَر فِيهِ عَلَيْكُمْ فِي الْاٰخِرَة نَزَلَتْ رَدًّا عَلٰى مَنْ كَرِهَ ذٰلِكَ،

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، یہاں پر صدقات یہ صدقہ کی جمع ہے مراد حق مہر ہیں۔ اور نحلہ یہ مصدر ہے یعنی دلی خوشی سے دینا ہے۔ پھر اگر وہ اس میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں، یہاں نفسا یہ فاعل سے منقول ہو کر حال ہے۔ یعنی جب

خوشی سے وہ تمہیں اس میں سے ہبہ کردیں تو تب اس سے ہنسی خوشی کھاؤ۔ یعنی یہ معاملہ اچھا ہے اس کے بارے میں آخرت میں تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور یہ آیت اس شخص کے رد میں نازل ہوئی ہے جس ایسا کرنا مکروہ جانتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس مطلب میں کلمہ "نحلة" کو ایک محذوف ،مفعول مطلق کیلئے صفت کے طور پر اخذ کیا گیا ہے "اتوهن ايتاء نحلة" یعنی یہ ادائیگی بغیر کسی احسان ولالچ کے ہونی چاہیے۔

صدقتهن ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صدقۃ کی جمع ہے بمعنی مہر۔ نحلة ۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔ طبن وہ خوش ہوئیں۔ ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طیب ۔ مصدر۔ باب ضرب ۔ هنيئا ۔ صیغہ صفت مشبہ ۔ هناء مصدر (فتح۔ ضرب۔ نصر) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ فعیل کے وزن پر۔ واحد، جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هنيئى ۔ خوش گوار۔ مبارک۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جاوے۔ مريئا ۔ صفت مشبہ ۔ خوشگوار۔ مراءۃ مصدر۔ خوش گوار ہونا (کرم۔ سمع۔ فتح) امراء (افعال) کھانے کو خوشگوار بنانا۔ استمراء (استفعال) کھانے کو خوشگوار پانا۔

## سورہ نساء آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

ابو صالح سے رایت ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیٹی کا نکاح کرولتا تو اس کا مہر اسے دینے کے بجائے خود رکھ لیتا اللہ نے انہیں اس سے منع فرمایا اور یہ آیت نازل کی۔ (سیوطی 67)

## حق مہر کی تعریف کا بیان

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں۔ اصطلاح فقہ میں مہر اس مال کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے بعد عورت سے نفع حاصل کرنے کے بدلے دیا جاتا ہے۔ جبکہ بعض فقہاء نے کہا ہے مہر وہ ہے جو ملک بضع کے بدلے میں بیوی کو دیا جاتا ہے۔ البتہ اس کے مال ہونے میں مختلف حیثیت ہے۔

فقہاء شوافع نے لکھا ہے کہ مہر وہ مال ہے جو نکاح سے یا مباشرت سے یا خاوند سے حقوق زوجیت سے جبری طور پر محروم کئے جانے یا خلع کے سبب جھوٹی (گواہی) سے واجب ہو جاتا ہے۔ (مذاہب اربعہ، ج ۵، ص ۱۴۲، اوقاف پنجاب)

## زوجہ کیلئے مہر ہونے کا شرعی بیان

ابوداؤد و ترمذی ونسائی ودارمی روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے نکاح کیا اور مہر کچھ نہیں بندھا اور دخول سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: عورت کو مہرِ مثل ملے گا، نہ کم نہ زیادہ اور اس پر عدت ہے اور اُسے میراث ملے گی۔

معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بروع بنت واشق کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا

ہی حکم فرمایا تھا۔ یہ سن کر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوش ہوئے۔ (جامع ترمذی، ۱۱۴۸)

حاکم و بیہقی عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "بہتر وہ مہر ہے جو آسان ہو۔ (مستدرک، رقم الحدیث ۲۷۹۶)

## مہر نہ دینے پر وعید کا بیان

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا: "جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ عورت کو مہر میں سے کچھ نہ دے گا۔

تو جس روز مرے گا زانی مرے گا اور جو کسی سے کوئی شے خریدے اور یہ نیت ہو کہ قیمت میں سے اُسے کچھ نہ دے گا تو جس دن مرے گا، خائن مرے گا اور خائن نار میں ہے۔ (معجم کبیر، ج ۲، ص ۳۵، رقم الحدیث ۷۳۰۲)

## مہر کی مقدار میں مذاہب اربعہ

عاصم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے ان کے والد کے حوالے سے سنا کہ قبیلہ بنوفزارہ کی ایک عورت نے دو جوتیاں مہر مقرر کر کے نکاح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم جوتیوں کے بدلے میں اپنی جان و مال دینے پر راضی ہو، اس نے عرض کیا ہاں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اجازت دے دی۔ اس باب میں حضرت عمر، ابوہریرہ، سہل بن سعد، ابوسعید، انس، عائشہ، جابر اور ابوحدرد اسلمی سے بھی روایت ہے عامر بن ربیعہ کی حدیث حسن صحیح ہے مہر کے مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں لہٰذا زوجین جس پر متفق ہو جائیں وہی مہر ہے۔ سفیان، ثوری، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے امام مالک فرماتے ہیں کہ مہر چار دینار سے کم نہیں۔ بعض (فقہاء احناف) اہل کوفہ فرماتے ہیں کہ مہر دس درہم سے کم نہیں ہوتا۔ (جامع ترمذی، ج ۱، رقم الحدیث ۱۱۱۳)

چنانچہ حنفیہ کے مسلک میں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم (۶۲ء30 گرام چاندی) ہے اگر کسی شخص نے اتنا مہر باندھا جو دس درہم یعنی (۶۲ء۳۰ گرام چاندی) کی قیمت سے کم ہو تو مہر صحیح نہیں ہوگا۔

حضرت امام مالک کے نزدیک کم سے کم مہر کی آخری حد چوتھائی دینار ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ جو بھی چیز ثمن یعنی قیمت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو اس کا مہر باندھنا جائز ہے۔

## عورت کے مہر کے کچھ حصے کا معاف ہونا

شیخ الاسلام امام علی بن ابوبکر فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اصل بات تو یہی ہے کہ مہر وہی چیز ادا کی جائے گی جو اس نے بیوی کو کہا تھا، لیکن اگر خاوند اور بیوی دونوں اس کے خلاف یا پھر اس میں کمی یا زیادتی پر متفق ہو جائیں تو ایسا کرنا بھی جائز ہے۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: (اور مہر مقرر ہو جانے کے بعد تم آپس کی رضامندی سے جو طے کر لو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں) النساء (24)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی اس کی تفسیر میں کہتے ہیں۔یعنی مہر کی کمی اور زیادتی میں رضامندی کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے جبکہ مہر مقرر ہو چکا ہو۔(تفسیر القرطبی، ج ۵،ص ۲۳۵، بیروت)(ہدایہ، کتاب نکاح، ج ۲، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا |
| وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ |
| اور بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، جو اللہ نے تمہارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو |
| اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ |

## ناسمجھ بچوں کو مال دینے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تُؤْتُوا" اَیُّهَا الْاَوْلِیَاء "السُّفَهَاء" اَلْمُبَذِّرِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالصِّبْیَانِ "اَمْوَالَكُمْ" اَیْ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ فِیْ اَیْدِیْكُمْ "الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیَامًا" مَصْدَرُ قَامَ اَیْ تَقُوْمُ بِمَعَاشِكُمْ وَصَلَاحِ اَوْلَادِكُمْ فَیُضَیِّعُوْهَا فِیْ غَیْرِ وَجْهِهَا وَفِیْ قِرَاءَةٍ قِیَمًا جَمْعُ قِیْمَةٍ مَا تَقُوْمُ بِهِ الْاَمْتِعَةُ "وَارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا" اَیْ اَطْعِمُوْهُمْ مِنْهَا "وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا" عِدُوْهُمْ عِدَةً جَمِیْلَةً بِاِعْطَائِهِمْ اَمْوَالَهُمْ اِذَا رَشَدُوْا.

اے وارثو! بے سمجھوں کو اپنے مال نہ دو، یعنی مردوں، عورتوں اور بچوں میں سے فضول خرچی کرنے والے ہیں۔جو اللہ نے تمہارے قائم رہنے کا ذریعہ بنائے ہیں یہاں پر قیام فعل قام سے مصدر ہے یعنی جس سے تمہاری معیشت اور تمہاری اولاد کی اصلاح قائم ہے جبکہ وہ اس کو بلاضرورت خرچ کر دیں گے۔اور ایک قرأت میں قیما یہ قیمہ کی جمع ہے یعنی جس سے تمہاری زندگی کے منافع قائم ہیں۔اور انھیں ان میں سے کھانے کے لیے دو اور انھیں پہننے کے لیے دو اور ان سے اچھی بات کہو۔یعنی ان سے مال دینے میں اچھا وعدہ کرو کہ جب تم لوگ سمجھدار بن جاؤ گے تو ہم تمہیں تمہارا مال دے دیں گے۔

## لفظ قیام کے مختلف معانی کا بیان

قیما۔مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔اور قائم کی جمع بھی ہے۔کھڑے ہونے والے۔قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔مثال منها قائم وحصيد ،ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تہس نہس ہو گئے ہیں (تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی ہیں)۔والذین یبیتون لربهم سجدا وقیاما، اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں۔

قیام للشیء ۔ کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔الرجال قوامون علی النساء، مرد عورتوں پر راعی اور محافظ ہیں

کسی کام کا پختہ ارادہ کرلینا۔ یایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوۃ، مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

قیام اور قوام اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقاوابستہ ہو۔ مثلاً آیۃ ہذا: ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما، نہ دو نادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے۔

اموالکم۔ سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ ھم کی بجائے کم کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جعل اللہ لکم قیاما جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر وقیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیۃ کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ۔ بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑادیں گے (لیکن ان کے کھانے پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کرسکتے ہو۔

## حجر کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

اور کسی شخص کے تصرفات قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراتب پر پیدا فرمایا ہے کسی کو سمجھ بوجھ اور دانائی وہوشیاری عطا فرمائی اور بعض کی عقلوں میں فتور اور کمزوری رکھی جیسے مجنون اور بچے کہ ان کی فہم وعقل میں جو کچھ قصور ہے وہ مخفی نہیں اگر ان کے تصرفات نافذ ہو جایا کریں اور بسا اوقات یہ اپنی کم فہمی سے ایسے تصرفات کر جاتے ہیں جو خود ان کے لیے مضر ہیں تو انھیں کو نقصان اٹھانا پڑے گا لہٰذا اس کی رحمتِ کاملہ نے ان کے تصرفات کو روک دیا کہ ان کو ضرر نہ پہنچنے پائے۔ باندی غلام کی عقل میں فتور نہیں ہے مگر یہ خود اور جو ان کے پاس ہے سب ملکِ مولیٰ ہے لہٰذا ان کو پرائی مِلک میں تصرّف کرنے کا کیا حق ہے۔

## کم عقل اہل وعیال کو مال پر تصرف سے روک دینے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہاں (سفہاء) سے مراد تیری اولاد اور عورتیں ہیں، اسی طرح حضرت ابن مسعود حکم بن عیینہ حسن اور ضحاک رحمۃ اللہ سے بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عورتیں اور بچے ہیں، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یتیم مراد ہیں، مجاہد عکرمہ اور قتادہ کا قول ہے کہ عورتیں مراد ہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک عورتیں بیوقوف ہیں مگر جو اپنے خاوند کی اطاعت گزار ہوں، ابن مردویہ میں بھی یہ حدیث مطول مروی ہے، حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سرکش خادم ہیں۔ پھر فرماتا ہے انہیں کھلاؤ پہناؤ اور اچھی بات کہو ابن عباس فرماتے ہیں یعنی تیرا مال جس پر تیری گزربسر موقوف ہے اسے اپنی بیوی بچوں کو نہ دے ڈال کر پھر ان کا ہاتھ تکتا پھرے بلکہ اپنا مال اپنے قبضے میں رکھ اس کی اصلاح کرتا رہ اور خود اپنے ہاتھ سے ان کے کھانے کپڑے کا

...کرخرچ اٹھا...

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے لوگ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، ایک وہ شخص جس کی بیوی بدخلق ہو اور پھر بھی وہ اسے طلاق نہ دے دوسرا وہ شخص جو اپنا مال بیوقوف کو دے دے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیوقوف کو اپنا مال نہ دو تیسرا وہ شخص جس کا قرض کسی پر ہو اور اس نے اس قرض پر کسی کو گواہ نہ کیا ہو۔ ان سے بھلی بات کہو یعنی ان سے نیکی اور صلہ رحمی کرو، اس آیت سے معلوم ہوا کہ محتاجوں سے سلوک کرنا چاہئے اسے جسے بالفعل تصرف کا حق نہ ہو اس کے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ نرم زبانی اور خوش خلقی سے پیش آنا چاہئے۔

## حجر میں معتبر ہونے والے اسباب کا بیان

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔(۱) جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلا وجہ لوگوں کو مارے، گالیاں دے، شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی، وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مجنون کی ولایت عصبہ کو ہے۔ سب میں مقدم اس کا بیٹا عاقل بالغ، وہ نہ ہو تو باپ، پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، پھر چچا، پھر چچا کا بیٹا الی آخر العصبات، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ولایت مال صرف سات کو ہے۔ بیٹا، پھر اس کا وصی، پھر باپ، پھر اس کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، یا ان وصیوں کا وصی علی الترتیب، اور ان میں کوئی نہ ہو تو حاکم اسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) شرعا مجنون وصبی غیر عاقل ایک حکم میں ہیں، اور صبی عاقل کا حکم اس سے جدا ہے۔ وہ خرید وفروخت باجازت ولی کر سکتا ہے اور مجنون نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم،

(۵) مجنون کی طلاق نہیں واقع ہو سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۶) ڈرائیں یا نہیں۔ ولی موجود ہو یا نہیں۔ مجنون کے دئے طلاق نہیں ہو سکتی جبکہ اس کا جنون ثابت ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔(۷) اس کا جواب گزرا کہ صبی لا یعقل اور مجنون کا ایک حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔(۸) نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب حجر، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّ بِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝

اور یتیموں کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں، پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری معلوم کرو تو ان کے مال ان کے سپرد کر دو اور فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے انہیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ اور جو غنی ہو تو وہ بہت پرہیز کرے۔ اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، پھر جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنالو اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔

## دنیاوی معاملات میں یتیموں کو آزماتے رہنے کا بیان

"وَابْتَلُوا" اخْتَبِرُوْا "الْيَتَامٰى" قَبْلَ الْبُلُوغِ فِیْ دِيْنِهِمْ وَتَصَرُّفِهِمْ فِیْ اَحْوَالِهِمْ "حَتّٰى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ" اَیْ صَارُوْا اَهْلًا لَهُ بِالِاحْتِلَامِ اَوِ السِّنِّ وَهُوَ اسْتِكْمَالُ خَمْسَ عَشْرَةَ سَنَةً عِنْدَ الشَّافِعِیِّ "فَاِنْ اٰنَسْتُمْ" اَبْصَرْتُمْ "مِّنْهُمْ رُشْدًا" صَلَاحًا فِیْ دِيْنِهِمْ وَمَالِهِمْ "فَادْفَعُوا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَاْكُلُوْهَا" اَيُّهَا الْاَوْلِيَاءُ "اِسْرَافًا" بِغَيْرِ حَقٍّ حَالٌ "وَّبِدَارًا" اَیْ مُبَادِرِيْنَ اِلٰى اِنْفَاقِهَا مَخَافَةَ "اَنْ يَّكْبَرُوْا" رُشَدَاءَ فَيَلْزَمُكُمْ تَسْلِيْمُهَا اِلَيْهِمْ "وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا" مِنَ الْاَوْلِيَاءِ "فَلْيَسْتَعْفِفْ" اَیْ يَعِفَّ عَنْ مَالِ الْيَتِيْمِ وَيَمْتَنِعْ مِنْ اَكْلِهِ "وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ" مِنْهُ "بِالْمَعْرُوْفِ" بِقَدْرِ اُجْرَةِ عَمَلِهِ "فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ" اَیْ اِلَى الْيَتَامٰى "اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ" اَنَّهُمْ تَسَلَّمُوْهَا وَبَرِئْتُمْ لِئَلَّا يَقَعَ اخْتِلَافٌ فَتَرْجِعُوْا اِلَى الْبَيِّنَةِ وَهٰذَا اَمْرُ اِرْشَادٍ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ" الْبَاءُ زَائِدَةٌ "حَسِيْبًا" حَافِظًا لِاَعْمَالِ خَلْقِهِ وَمُحَاسِبَهُمْ

اور بلوغت سے پہلے یتیموں کے دین اور خرچ کرنے احوال میں ان کو آزماتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں۔یعنی احتلام یا عمر کے حساب سے نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ان کی عمر کا پندرہ سال مکمل ہونا ہے۔پھر اگر تم ان سے کچھ سمجھداری یعنی ان کے دین اور مال کے حالات معلوم کرلو یعنی دیکھ لوتو ان کے مال ان کے سپرد کردو اور اے وارثو! بلاوجہ فضول خرچی کرتے ہوئے اور اس سے جلدی کرتے ہوئے یعنی اپنے اخراجات کی جانب پھیر کر انھیں مت کھاؤ کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔یعنی وہ بڑے ہو جائیں گے تو مال کو ان کے سپرد کرنا لازم ہو جائے گا۔اور اولیاء میں سے جو غنی ہو تو وہ یتیم کے مال سے بہت پرہیز کرے۔یعنی کھانے سے اپنے آپ کو روک رکھے۔اور جو محتاج ہو تو وہ جانے پہچانے طریقے سے کھالے، یعنی کام کی مزدوری کے برابر کھائے۔پھر جب ان یتیموں کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ بنالو کہ ان کا مال ان کے حوالے کر چکے ہو اور تم بری الذمہ ہو چکے ہو لہذا اب کوئی اختلاف واقع نہ ہوگا۔اور اگر اختلاف واقع ہوا بھی تو تم گواہ کی طرف معاملہ حوالے کر دو گے۔اور یہاں امر ارشاد کے معنی میں ہے۔اور اللہ پورا حساب لینے والا کافی ہے۔یہاں پر باء زائدہ ہے۔یعنی اللہ تعالی اپنی مخلوق کے اعمال کا حافظ ومحاسب ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ابتلوا۔تم آزماؤ۔تم امتحان لو۔ابتلاء (افتعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع ونقصان کو صحیح طور پر رکھ سکتے ہیں۔

حتی اذا بلغوا النکاح۔نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سن تمیز کو پالیں۔

رشدا۔ رشد کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر (رشد یرشد کا مصدر ہے) یہاں مراد صلاحیت ہے۔ ادفعوا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دفع سے۔ امر کا صیغہ مذکر حاضر۔ ولا تاکلوھا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔ اسرافا۔ فضول مدوں میں۔ بدارا۔ جلدی کرکے بروزن فعال۔ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام نے کر ان کا مال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔ فلیستعفف۔ امر۔ واحد مذکر غائب۔ استعفاف (استفعال) مصدر۔ وہ بچتا رہے۔ یعنی یتیموں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔ بالمعروف۔ مناسب مقدار میں۔ حسیبا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

## سورہ نساء آیت ۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آیت، وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ، کے یتیم کے ولی کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ اگر وہ محتاج ہو تو دستور کے موافق اپنے حق کے بقدر یتیم کے مال میں سے لے سکتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 41)

یہ آیت ثابت بن رفاعہ اور ان کے چچا کے متعلق نازل ہوئی حضرت رفاعہ فوت ہو گئے اور ایک چھوٹا بیٹا ثابت چھوڑ گئے ثابت کے چچا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ میرے بھائی کا یتیم بچہ میری پرورش میں ہے اس کے مال سے میرے لیے کیا حلال ہے اور میں اس کا مال کب اس کے حوالے کروں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (زاد المسیر 2۔ 14)

## یتیم کے مال میں میں تصرف کرنے کا بیان

اور جب تم دیکھو کہ یہ اپنے دین کی صلاحیت اور مال کی حفاظت کے لائق ہو گئے ہیں تو ان کے ولیوں کو چاہئے کہ ان کے مال انہیں دے دیں۔ بغیر ضروری حاجت کے صرف اس ڈر سے کہ یہ بڑے ہوتے ہی اپنا مال ہم سے لے لیں گے تو ہم اس سے پہلے ہی ان کے مال کو ختم کر دیں ان کا مال نہ کھاؤ۔ جسے ضرورت نہ ہو خود امیر ہو کھاتا پیتا ہو تو اسے تو چاہئے کہ ان کے مال میں سے کچھ بھی نہ لے، مردار اور بہے ہوئے خون کی طرح یہ مال ان پر حرام محض ہے، ہاں اگر والی مسکین محتاج ہو تو بیشک اسے جائز ہے کہ اپنی پرورش کے حق کے مطابق وقت کی حاجت اور دستور کے موجب اس مال میں سے کھا پی لے اپنی حاجت کو دیکھیے اور اپنی محنت کو اگر حاجت محنت سے کم ہو تو حاجت کے مطابق لے اور اگر محنت حاجت سے کم ہو تو محنت کا بدلہ لے لے، پھر ایسا ولی اگر مالدار بن جائے تو اسے اس کھائے ہوئے اور لئے ہوئے مال کو واپس کرنا پڑے گا یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ واپس نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنے کام کے بدلے لے لیا ہے۔ امام شافعی کے ساتھیوں کے نزدیک یہی صحیح ہے، اس لئے کہ آیت میں بغیر بدل کے مباح قرار دیا ہے اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس مال نہیں ایک یتیم میری پرورش میں ہے تو کیا میں اس کے کھانے سے کھا سکتا ہوں آپ نے فرمایا ہاں اس یتیم کا مال اپنے کام میں لا سکتا بشرطیکہ حاجت سے زیادہ نہ اڑانہ جمع کرنہ یہ ہو کہ اپنے مال کو تو بچا رکھے اور اس کے مال کو کھاتا چلا جائے، ابن ابی حاتم میں بھی ایسی ہی روایت ہے،

ابن حبان وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے یتیم کو ادب سکھانے کے لئے ضرورتا کس چیز سے ماروں؟ فرمایا جس سے تو اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہے اپنا مال بچا کر اس کا مال خرچ نہ کر نہ اس کے مال سے دولت مند بننے کی کوشش کر، حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ میرے پاس بھی اونٹ ہیں اور میرے ہاں جو یتیم پل رہے ہیں ان کے بھی اونٹ ہیں میں اپنی اونٹنیاں دودھ پینے کے لئے فقیروں کو تحفہ دے دیتا ہوں تو کیا میرے لئے جائز ہے کہ ان یتیموں کی اونٹنیوں کا دودھ پی لوں؟ آپ نے فرمایا اگر ان یتیموں کی گم شدہ اونٹنیوں کی کو تو ڈھونڈ لاتا ہے ان کے چارے پانی کی خبر گیری رکھتا ہے ان کے حوض درست کرتا رہتا ہے اور ان کی نگہبانی کیا کرتا ہے تو بیشک دودھ سے نفع بھی اٹھا لیکن اس طرح کہ نہ ان کے بچوں کو نقصان پہنچے نہ حاجت سے زیادہ لے، (موطا مالک)

حضرت عطاء بن رباح حضرت عکرمہ حضرت ابراہیم نخعی حضرت عطیہ عوفی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہی قول ہے دوسرا قول یہ ہے کہ تنگ دستی کے دور ہو جانے کے بعد وہ مال یتیم کو واپس دینا پڑے گا اس لئے کہ اصل تو ممانعت ہے البتہ ایک وجہ سے جواز ہو گیا تھا جب وہ وجہ جاتی رہی تو اس کا بدل دینا پڑے گا جیسے کوئی بے بس اور مضطر ہو کر کسی غیر کا مال کھا لے لیکن حاجت کے نکل جانے کے بعد اگر اچھا وقت آیا تو اسے واپس دینا ہوگا، دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو اعلان فرمایا تھا کہ میری حیثیت یہاں یتیم کے والی کی حیثیت ہے اگر مجھے ضرورت ہی نہ ہوئی تو میں بیت المال سے کچھ نہ لوں گا اور اگر محتاجی ہوئی تو بطور قرض لوں گا جب آسانی ہوئی پھر واپس کر دوں گا۔ (ابن ابی الدنیا)

یہ حدیث سعید بن منصور میں بھی ہے اور اس کو اسناد صحیح ہے، بیہقی میں بھی یہ حدیث ہے، ابن عباس سے آیت کے اس جملہ کی تفسیر میں مروی ہے کہ بطور قرض کھائے اور بھی مفسرین سے یہ مروی ہے، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں معروف سے کھانے کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے کھائے اور روایت میں آپ سے یہ مروی ہے کہ وہ اپنے ہی مال کو صرف اپنی ضرورت پوری ہو جانے کے لائق ہی خرچ کرے تا کہ اسے یتیم کے مال کی حاجت ہی نہ پڑے،

حضرت عامر شعبی فرماتے ہیں اگر ایسی بے بسی ہو جس میں مردار کھانا جائز ہو جاتا ہے تو بیشک کھا لے لیکن پھر ادا کرنا ہوگا، یحییٰ بن سعید انصار اور ربیعہ سے اس کی تفسیر یوں مروی ہے کہ اگر یتیم فقیر ہو تو اس کا ولی اس کی ضرورت کے موافق دے اور پھر اس ولی کو کچھ نہ ملے گا، لیکن عبارت یہ ٹھیک نہیں بیٹھتا اس لئے کہ اس سے پہلے یہ جملہ بھی ہے کہ جو غنی ہو وہ کچھ نہ لے، یعنی جو ولی غنی ہو تو یہاں بھی یہی مطلب ہوگا جو ولی فقیر ہو نہ یہ کہ جو یتیم فقیر ہو، دوسری آیت میں ہے آیت (وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ( 6 . الانعام:152) یعنی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ ہاں بطور اصلاح کے پھر اگر تمہیں حاجت ہو تو حسب حاجت بطریق معروف اس میں سے کھاؤ پیو پھر اولیاء سے کہا جاتا ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جائیں اور تم دیکھ لو کہ ان میں تمیز آ چکی ہے تو گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو، تا کہ انکار کرنے کا وقت ہی نہ آئے، یوں تو دراصل سچا شاہد اور پورا نگراں اور باریک حساب لینے والا اللہ ہی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی؟ آیا خورد برد کیا تباہ و برباد کیا

جھوٹ سچ حساب لکھا اور دیا یا صاف دل اور نیک نیتی سے نہایت چوکسی اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب کتاب صاف رکھا، ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی دانا و بینا نگران و نگہبان کو ہے،

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے ابوذر میں تمہیں ناتواں پاتا ہوں اور جو اپنے لئے چاہتا ہوں وہی تیرے لئے بھی پسند کرتا ہوں خبردار ہرگز دو شخصوں کا بھی سردار اور امیر نہ بننا نہ کبھی کسی یتیم کا ولی بننا۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء ۵)

| |
|---|
| لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ |
| وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ○ |
| مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے، ماں باپ اور قریبی |
| رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ تھوڑا ہو یا زیادہ، مقرر کردہ حصہ ہے۔ |

## دور جاہلیت کے قانون وراثت کی تردید کا بیان

وَنَزَلَ رَدًّا لِمَا كَانَ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ عَدَمِ تَوْرِيثِ النِّسَاءِ وَالصِّغَارِ: "لِلرِّجَالِ" الْاَوْلَادِ وَالْاَقْرِبَاءِ ، "نَصِيْبٌ" حَظٌّ "مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ" "الْمُتَوَفَّوْنَ "وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ " اَىِ الْمَالِ "اَوْ كَثُرَ" جَعَلَهُ اللّٰهُ "نَصِيْبًا مَفْرُوْضًا" مَقْطُوْعًا بِتَسْلِيْمِهِ اِلَيْهِمْ،

یہ آیت مبارکہ دور جاہلیت میں عورتوں اور چھوٹے بچوں کو وراثت نہ ملنے کی وجہ سے اس قانون کے رد میں نازل ہوئی جو دور جاہلیت میں رائج تھا۔ مردوں یعنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے موت کے بعد چھوڑا ہو اور عورتوں کے لئے، ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے ترکہ میں سے حصہ ہے۔ وہ ترکہ کا مال تھوڑا ہو یا زیادہ، مقرر کردہ حصہ ہے۔ یعنی یقیناً ان کے حوالے کرنا لازم کیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"الاقربون" کا معنی ہے، قریبی ترین رشتہ دار (لسان العرب) لہٰذا جو وارث تمام رشتہ داروں سے زیادہ میت کے نزدیک ہو وہی ارث لینے میں مقدم ہے۔ عورتوں کو ارث سے محروم کرنے والی جاہلانہ رسم کا ختم کیا جانا۔ طبری نقل کرتے ہیں کہ عرب جاہلیت میں عورتوں کو ارث سے محروم کر دیتے تھے اور یہ آیت اسی رسم کو ختم کرنے کیلئے نازل ہوئی ہے۔ عورت اور مرد کیلئے، کلمہ "نصیب" کا تکرار ارث سے ان دونوں کے حصہ کے متفاوت ہونے کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اوس بن ثابت وفات پا گئے اور ایک بیوی ام کجہ اور تین بیٹیاں چھوڑیں دو آدمی سوید اور عرفجہ جو میت کے چچازاد بھائی تھے اور اس کے وصی تھے کھڑے ہوئے اور اس کے مال پر قابض ہو گئے نہ بیوی کو کچھ دیا اور نہ ہی بچیوں کو یہ لوگ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچے کو ترکے میں سے کچھ نہ دیتے اگرچہ وہ بچہ لڑکا ہی کیوں نہ ہو صرف بڑے آدمی وارث بنتے یہ کہتے کہ ورثہ صرف اس شخص کو ملتا ہے جو گھوڑے کی پیٹھ پر لڑے اور مال غنیمت جمع کرے ام کجہ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اوس بن ثابت فوت ہو گیا پیچھے تین بیٹیاں چھوڑی ہیں اور میں اس کی بیوی ہوں میرے پاس کچھ نہیں کہ ان بچیوں پر خرچ کروں حالانکہ ان کے والد نے اچھا ترکہ چھوڑا ہے جو کہ سوید اور عرفجہ کے پاس ہے نہ وہ اس مال میں سے مجھے دیتے ہیں اور نہ ہی بیٹیوں کو کچھ دیتے ہیں جبکہ وہ میری پرورش میں ہیں نہ وہ مجھے کھلاتے پلاتے ہیں اور نہ ان کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔

آپ نے ان دونوں کو بلایا انہوں نے آپ سے عرض کیا یارسول اللہ اس کی اولاد گھوڑے پر سوار نہیں ہوئی نہ انہوں نے بوجھ اٹھایا اور نہ دشمن سے لڑائی کی تو آپ نے فرمایا یہاں سے چلے جاؤ یہاں تک کہ میں دیکھ لوں کہ اللہ ان کے بارے میں مجھ سے کیا بیان فرماتے ہیں پس وہ چلے گئے تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (نیسابوری 122، سیوطی 67، قرطبی 5۔46)

| |
|---|
| وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا٥ |
| اور جب تقسیم کے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے کچھ دو اور ان سے اچھی بات کہو۔ |

## موت کے بعد میت کی طرف سے صدقہ کرنے کا بیان

"وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ" لِلْمِيرَاثِ "اُولُو الْقُرْبٰى" ذَوُو الْقَرَابَةِ مِمَّنْ لَّا يَرِث "وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْن فَارْزُقُوْهُمْ مِنْهُ" شَيْئًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ "وَقُوْلُوْا" اَيُّهَا الْاَوْلِيَاء "لَهُمْ" اِذَا كَانَ الْوَرَثَة صِغَارًا "قَوْلًا مَعْرُوْفًا" جَمِيْلًا بِاَنْ تَعْتَذِرُوْا اِلَيْهِمْ اَنَّكُمْ لَا تَمْلِكُوْنَهُ وَاَنَّهُ لِلصِّغَارِ وَهٰذَا قِيْلَ اِنَّهُ مَنْسُوخ وَقِيْلَ لَا وَلٰكِنْ تَهَاوَنَ النَّاس فِيْ تَرْكه وَعَلَيْهِ فَهُوَ نَدْب وَعَنْ ابْن عَبَّاس وَاجِب،

اور جب تقسیم یعنی میراث کے وقت قرابت والے یعنی وہ قرابت جو وارث نہ بن سکیں اور یتیم اور مسکین حاضر ہوں تو انھیں اس میں سے تقسیم سے پہلے کچھ دو اور اولیاء میت ان سے اچھی بات کہو۔ جب ورثاء کم سن ہوں۔ تو معذرت کے ساتھ ان سے کہہ دو کہ ابھی تم اس کے مالک نہ بنو گے کیونکہ اولاد چھوٹی ہے۔ اور اس حکم کے نسخ و عدم نسخ کا قول بھی آیا ہے۔ لیکن لوگوں نے عدم نسخ پر عمل کیا ہے۔ اور اس صورت میں یہاں امر مستحب کے معنی میں ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کا وجوب بیان کیا گیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۸ کے سبب نزول کا بیان

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ان کے والد نے تقسیم میراث کے وقت ایک بکری ذبح کرا کے کھانا پکایا اور رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں کو کھلایا اور یہ آیت پڑھی ابن سیرین نے اسی مضمون کی عبیدہ سلمانی سے بھی روایت کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ کہا کہ اگر یہ آیت نہ آئی ہوتی تو یہ صدقہ میں اپنے مال سے کرتا۔ تیجہ جس کو سویم کہتے ہیں اور مسلمانوں میں معمول ہے وہ بھی اسی آیت کا اتباع ہے کہ اس میں رشتہ داروں اور یتیموں و مسکینوں پر تصدق ہوتا ہے اور کلمہ کا ختم اور قرآن پاک کی تلاوت اور دعا قول معروف ہے اس میں بعض لوگوں کو بیجا اصرار ہوگیا ہے جو بزرگوں کے اس عمل کا ماخذ تو تلاش نہ کر سکے باوجود یہ کہ اتنا صاف قرآن پاک میں موجود تھا لیکن انہوں نے اپنی رائے کو دین میں دخل دیا اور عمل خیر کو روکنے پر مصر ہو گئے۔ اللہ ہدایت کرے۔ (خزائن العرفان)

## میت کی طرف سے صدقہ کرنے کے ثواب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں کی وفات ہوگئی اور میں ان کے پاس موجود نہ تھا، کیا انہیں کچھ نفع دے گا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ سعد نے کہا اچھا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے صدقہ ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 31)

مذکورہ آیت وحدیث کے مطابق میت کی طرف سے ایصال ثواب کیلئے تیجہ، دسواں اور چہلم وغیرہ کا ختم شریف دلا کر غرباء ومساکین میں کھانا تقسیم کرنا یہ میت کی بخشش کا سبب بنے گا۔ لہٰذا مسلمانوں جو خشک فکر سکالری نظریے کے حامل گمراہ کن لوگوں سے بچنا چاہیے اور فوت شدہ والدین و مسلمان بھائیوں کیلئے ایصال ثواب کا اہتمام کرنا چاہیے۔

| |
|---|
| وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ص |
| فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا |
| اور ڈریں وہ لوگ اگر اپنے بعد ناتواں اولاد چھوڑتے، تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کریں۔ |

## یتیموں کے حقوق میں اولاد کی طرح اچھا خیال رکھنے کا بیان

"وَلْيَخْشَ" أَيْ لِيَخَفْ عَلَى الْيَتَامَى "الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوا" أَيْ قَارَبُوا أَنْ يَتْرُكُوا "مِنْ خَلْفهمْ" أَيْ بَعْد مَوْتهمْ "ذُرِّيَّة ضِعَافًا" أَوْلَادًا صِغَارًا "خَافُوا عَلَيْهِمْ" الضَّيَاع "فَلْيَتَّقُوا اللّٰه" فِي أَمْر الْيَتَامَى وَلْيَأْتُوا إِلَيْهِ مَا يُحِبُّونَ أَنْ يُفْعَل بِذُرِّيَّتِهِمْ مِنْ بَعْدهمْ "وَلْيَقُولُوا" لِمَنْ حَضَرَتْهُ الْوَفَاة "قَوْلًا سَدِيدًا" صَوَابًا بِأَنْ يَأْمُرُوْهُ أَنْ يَتَصَدَّق بِدُوْنِ ثُلُثه وَيَدَع الْبَاقِي لِوَرَثَتِهِ وَلَا يَتْرُكهُمْ عَالَة،

اور وہ یتیموں کے حقوق پر ڈریں کہ وہ لوگ اپنی موت کے بعد اگر ناتواں اولاد یعنی چھوٹی اولاد چھوڑتے، تو ان کے ضائع

کرنے کا کیسا انہیں خطرہ ہوتا تو چاہئے کہ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈریں۔یعنی ان کو اسی طرح دیں جس طرح وہ اپنی اولاد کو موت کے بعد دینا پسند کرتے ،اور سیدھی بات کریں۔یعنی موت کے وقت اچھی بات کہو اور ان کو تہائی سے کم پر صدقے کا حکم دو اور بقیہ وراثت کیلئے چھوڑ دو۔جبکہ انہیں محتاج کر کے نہ چھوڑ نا۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

پہلے جملے(لو تركوا من خلفهم ذرية ضعافاً ) کے قرینے سے جملہ "فليتقوا الله " کا معنی اس طرح ہوگا: "فليتقوا الله فی امر الذرية الضعاف "یعنی جولوگ اپنی موت کے بعد اپنے یتیم بچوں کے حقوق کے بارے میں پریشان ہیں ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے یتیم بچوں کے بارے میں تقوائے الٰہی اختیار کریں۔

## ورثاء ترکہ کو ان کا حق ادا کر دینے کا بیان

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "سعد رضی اللہ عنہ بن ربیع کی بیوی اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی۔ یہ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی بچیاں ہیں ان کا باپ جنگ احد میں شہید ہو گیا ہے بچیوں کے چچا(سعد بن ربیع کے بھائی ) نے سعد کے سارے ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے اوران کے لیے کچھ نہیں چھوڑا۔اور مال کے بغیر ان کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خود اس معاملہ میں فیصلہ فرمائے گا۔پھر میراث کی آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کے بھائی کو بلایا اور فرمایا کہ ترکہ میں سے دو تہائی تو سعد کی بچیوں کو دو اور آٹھواں حصہ ان کی والدہ کو۔باقی جو بچے (یعنی ۲۴ حصوں میں سے صرف ۵ حصے ) وہ تمہارا ہے۔(ترمذی،ابواب الفرائض)

بعض کے نزدیک اس کے مخطب اوصیاء ہیں (جن کو وصیت کی جاتی ہے )ان کو نصیحت کی جارہی ہے کہ ان کے زیر کفالت جو یتیم ہیں انکے ساتھ وہ ایسا سلوک کریں جو اپنے بچوں کے ساتھ اپنے مرنے کے بعد کیا جانا پسند کرتے ہیں۔بعض کے نزدیک اس کے مخاطب عام لوگ ہیں کہ وہ یتیموں اور دیگر چھوٹے بچوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ مرنے والے کو اچھی باتیں سمجھائیں تا کہ وہ نہ حقوق اللہ میں کوتاہی کر سکے نہ حقوق بنی آدم میں،اور وصیت میں وہ ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھے۔اگر وہ خوب صاحب حیثیت ہے تو ایک تہائی مال کی وصیت ایسے لوگوں کے حق میں ضرور کرے جو اس کے قریبی رشتہ داروں میں غریب اور مستحق امداد ہیں یا پھر کسی دینی مقصد اور ادارے پر خرچ کرنے کی وصیت کرے تا کہ یہ مال اس کے لیے زاد آخرت بن جائے اور اگر وہ صاحب حیثیت نہیں ہے تو اسے تہائی مال میں وصیت کرنے سے روکا جائے۔

تا کہ اس کے اہل خانہ بعد میں مفلسی اور احتیاج سے دوچار نہ ہوں۔اسی طرح کوئی اپنے ورثا کو محروم کرنا چاہے تو اس سے اس کو منع کیا جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ اگر ان کے بچے فقر و فاقہ سے دوچار ہو جائیں تو اس کے تصور سے ان پر کیا گزرے گی۔اس تفصیل سے مذکورہ سارے ہی مخاطبین اس کا مصداق ہیں۔(تفسیر قرطبی،سورہ نساء،بیروت)

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ۝

بیشک جولوگ یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں،

اوروہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جاگریں گے۔

## یتیموں کا مال کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ بھرنے والا ہے

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتَامٰی ظُلۡمًا" بِغَیۡرِ حَقٍّ "اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ" اَیۡ مِلۡاَہَا "نَارًا" لِاَنَّہٗ یُؤَوَّلُ اِلَیۡہَا "وَسَیَصۡلَوۡنَ" بِالۡبِنَاءِ لِلۡفَاعِلِ وَالۡمَفۡعُوۡلِ یَدۡخُلُوۡنَ "سَعِیۡرًا" نَارًا شَدِیۡدَۃً یَحۡتَرِقُوۡنَ فِیۡہَا،

بیشک جولوگ ظلم کرکے یتیموں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں صرف آگ بھرتے ہیں، یعنی ان کا کھایا ہوا مال آگ میں بدل جائے گا۔اوروہ جلد ہی دہکتی ہوئی آگ میں جاگریں گے۔اور"وَسَیَصۡلَوۡنَ" یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے اور سعیر سے مراد سخت جلادینے والی آگ ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰ کے سبب نزول کا بیان

مقاتل بن حیان کہتے ہیں یہ آیت کریمہ غطفان کے ایک آدمی مرثد بن زید کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے ایک یتیم بھتیجے کا ولی تھا جو چھوٹا تھا یہ اس کا مال کھا گیا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر قرطبی 5۔53،زادالمسیر 2۔32)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) یتیموں کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر اچھے طور سے اور یہ کہ جولوگ یتیموں کا مال ناجائز طریقہ پر کھارہے ہیں تو دراصل وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں۔تو جن جن لوگوں کے پاس یتیم تھے (یعنی ان کے زیر کفالت وسر پرستی تھے) انہوں نے اپنا کھانا پینا ان کے کھانے پینے سے الگ کرلیا۔پس اگر یتیم کا کھانا بچ جاتا وہ اس کو اٹھا کر رکھ دیتے یہاں تک کہ وہ کھانا خود اس یتیم ہی کو کھانا پڑتا یا سڑ جاتا۔پس اس حکم پر عمل کرنا لوگوں کے لئے دشوار ہوگیا۔لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو ان کے لئے بھلائی کرنا اچھا ہے اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔اس کے بعد لوگوں نے ان کے کھانے پینے کو اپنے کھانے پینے کے ساتھ شریک کر لیا۔(سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1104)

## یتیموں کا مال کھانا باعث ہلاکت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کونسی باتیں ہیں فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا ناحق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن بھولی

بھالی مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 42)

| |
|---|
| يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا |
| مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ |
| كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ |
| السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ |
| نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ |
| اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف |
| لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور |
| مُورِث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مُورِث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت |
| (مُورِث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا |
| حصہ ہے)، پھر اگر مُورِث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد |
| جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہوگی) تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان |
| میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## احکام وراثت کے قوانین کا بیان

"يُوصِيكُمْ" يَأْمُرُكُمْ "اللّٰهُ فِي" شَأْنِ "أَوْلَادِكُمْ" بِمَا يُذْكَرُ "لِلذَّكَرِ" مِنْهُمْ "مِثْلُ حَظِّ" نَصِيبِ "الْأُنْثَيَيْنِ" إِذَا اجْتَمَعَتَا مَعَهُ فَلَهُ نِصْفُ الْمَالِ وَلَهُمَا النِّصْفُ فَإِنْ كَانَ مَعَهُ وَاحِدَةٌ فَلَهَا الثُّلُثُ وَلَهُ الثُّلُثَانِ وَإِنِ انْفَرَدَ حَازَ الْمَالَ "فَإِنْ كُنَّ" أَيِ الْأَوْلَادُ "نِسَاءً" فَقَطْ "فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ" الْمَيِّتُ وَكَذَا الِاثْنَتَانِ لِأَنَّهُ لِلْأُخْتَيْنِ بِقَوْلِهِ "فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ" فَهُمَا أَوْلَى وَلِأَنَّ الْبِنْتَ تَسْتَحِقُّ الثُّلُثَ مَعَ الذَّكَرِ فَمَعَ الْأُنْثَى أَوْلَى (وَفَوْقَ) قِيلَ صِلَةٌ وَقِيلَ لِدَفْعِ تَوَهُّمِ زِيَادَةِ النَّصِيبِ بِزِيَادَةِ الْعَدَدِ لِمَا فُهِمَ اسْتِحْقَاقُ الْبِنْتَيْنِ الثُّلُثَيْنِ مِنْ جَعْلِ الثُّلُثِ لِلْوَاحِدَةِ مَعَ الذَّكَرِ "وَإِنْ كَانَتْ" الْمَوْلُودَةُ "وَاحِدَةً" وَفِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَّةٌ "فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ" أَيِ الْمَيِّتِ وَيُبْدَلُ مِنْهُمَا "لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ" ذَكَرٌ أَوْ أُنْثَى وَنُكْتَةُ الْبَدَلِ إِفَادَةُ أَنَّهُمَا لَا يَشْتَرِكَانِ فِيهِ وَأُلْحِقَ بِالْوَلَدِ وَلَدُ الِابْنِ وَبِالْأَبِ الْجَدُّ "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ" فَقَطْ أَوْ مَعَ

زَوْج "فَلِاُمِّهِ" بِضَمِّ الْهَمْزَة وَكَسْرهَا فِرَارًا مِنَ الِانْتِقَال مِنْ ضَمَّة اِلٰى كَسْرَة لِثِقَلِهِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ "الثُّلُث" اَیْ ثُلُث الْمَال اَوْ مَا يَبْقَى بَعْد الزَّوْج وَالْبَاقِي لِلْاَب "فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَة" اَیْ اثْنَانِ فَصَاعِدًا ذُكُورًا اَوْ اِنَاثًا "فَلِاُمِّهِ السُّدُس" وَالْبَاقِي لِلْاَبِ وَلَا شَيْء لِلْاِخْوَة وَاِرْث مَنْ ذُكِرَ مَا ذُكِرَ "مِنْ بَعْد" تَنْفِيذ "وَصِيَّة يُوصِي" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول "بِهَا اَوْ" قَضَاء "دَيْن" عَلَيْهِ وَتَقْدِيم الْوَصِيَّة عَلَى الدَّيْن وَاِنْ كَانَتْ مُؤَخَّرَة عَنْهُ فِي الْوَفَاء لِلِاهْتِمَامِ بِهَا "آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ" مُبْتَدَأ خَبَره "لَا تَدْرُونَ اَيُّهُمْ اَقْرَب لَكُمْ نَفْعًا" "لَا تَدْرُونَ اَيُّهُمْ اَقْرَب لَكُمْ نَفْعًا" فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة فَظَانّ اَنَّ ابْنه اَنْفَع لَهٗ فَيُعْطِيه الْمِيرَاث فَيَكُون الْاَب اَنْفَع وَبِالْعَكْسِ وَاِنَّمَا الْعَالِم بِذٰلِكَ هُوَ اللّٰه فَفَرَضَ لَكُمْ الْمِيرَاث "فَرِيضَة مِنَ اللّٰه اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيمًا" بِخَلْقِهِ "حَكِيمًا" فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ: اَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اللہ تمہیں تمہاری اولاد ( کی وراثت ) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ان میں سے لڑکے کے لئے دولڑکیوں کے برابر حصہ ہے، اور جب ایک لڑکے کے ساتھ دولڑکیاں ہیں تو ترکہ میں سے بیٹے کیلئے نصف ہے۔اور جب ایک لڑکے کے ساتھ ایک لڑکی ہو تو لڑکی کیلئے ایک تہائی جبکہ لڑکے کیلئے دوتہائیاں حصہ ہوگا۔اور اگر صرف لڑکا ہے تو وہ پورا مال لینے والا ہوگا،

پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں ( دویا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دوتہائی حصہ ہے، دولڑکیوں کیلئے دوتہائی حصہ ہو گا۔اور ایسے یہ دو بہنوں کیلئے بھی دوتہائی ہوگا۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ،

لہٰذا دولڑکیاں اس کی بدرجہ اولیٰ حقدار ہوں گی۔کیونکہ لڑکی جب ایک لڑکے کے ساتھ تہائی کی حقدار ہوتی ہے تو وہ ایک لڑکی کے ساتھ بدرجہ والی حقدار بن جائے گی۔اور فوق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ صلہ ہے جو عدد کی زیادتی کے سبب حصہ کی زیادتی کے وہم کو دور کرنے کیلئے آیا ہے جو دو بیٹیوں کیلئے دوتہائی جبکہ ایک بیٹے کے ساتھ ایک تہائی کے سبب سمجھا جارہا تھا۔

اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، ایک قرأت میں واحدہ کو رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔تو اس صورت میں کان تامہ ہوگا۔اور مورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ( ملے گا) کیونکہ لکل واحد یہ ابویہ سے بدل ہے، بشرطیکہ مورث کی کوئی اولاد ہو، بدل ہونے کا نکتہ یہ ہے کہ اس بات کا فائدہ حاصل ہوگا کہ وہ دونوں سدس میں شریک نہ ہوں گے بلکہ ہر کوئی الگ الگ سدس کا حقدار ہوگا۔اور ولد کے ساتھ ولد الابن اور اب کے ساتھ جد کو بھی شامل کر دیا گیا ہے۔

پھر اگر اس میت ( مورث ) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں یا ان کے ساتھ صرف زوج ہو تو میت کی ماں کے لئے کل مال سے تہائی ہے۔لفظ ام ضمہ اور کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔تا کہ ضمہ سے کسرہ کی انتقال ثقل سے بچنے کیلئے دونوں جگہ پر ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔یعنی زوج کو دینے کے بعد ماں کیلئے بقیہ میں سے تہائی ہے۔اور باقی سب باپ کا حصہ ہے، پھر اگر مورث کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے باقی سب کا باپ کا ہے اور بھائی بہنوں کیلئے کچھ نہ ہوگا۔یہ تقسیم اس وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد ہوگی، یوصی یہ معروف

ومجہول دونوں طرح آیا ہے اور وصیت کو دین پر مقدم اس کی شان کے پیش نظر کیا گیا ہے اگرچہ ادائیگی میں مؤخر ہی سہی۔ تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہاں پر "اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ" یہ مبتداء اور اس کی خبر "لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا" ہے۔ ممکن وہ یہ گمان کرتا کہ اس کا بیٹا اس کیلئے زیادہ فائدے مند ہے لہٰذا یہ میراث اس کے حوالے کر دیتا جبکہ اس کا باپ زیادہ فائدہ دینے والا ہے یا اس کے برعکس ہوتا۔ پس اللہ ہی اس معاملہ کو زیادہ جاننے والا ہے لہٰذا اسی نے میراث کو فرض کیا ہے۔ اور یہ تقسیم اللہ کی طرف سے فریضہ ہے، بیشک اللہ خوب اپنی مخلوق کو جاننے والا، اپنی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ اسی صفت کے متصف رہتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"للذکر"، "الانثیین" اور کا لام، تملیک کیلئے ہے اور "من بعد وصیة" اس تملیک کے واقع ہونے کا ظرف ہے۔ جملہ "فان کان لہ اخوة" ایک مقدر جملے پر متفرع ہے، یعنی ماں کا ارث میں سے حصہ اس وقت ایک تہائی (تیسرا حصہ) ہے جب میت کے متعدد بھائی نہ ہوں لیکن اگر میت کے بھائی موجود ہوں تو ماں کا حصہ چھٹا ہوگا اور چونکہ فرض یہ ہے کہ میت کے وارث فقط والدین ہیں، باقی حصہ باپ کا ہوگا۔ میت کے ماں باپ یا اس کی اولاد موجود ہو تو میت کے بھائیوں کو میراث میں سے کچھ نہیں ملتا۔ چونکہ میت کے بھائیوں کی موجودگی میں (فان کان لہ اخوة) فقط اسکے ماں باپ کو اس کا وارث شمار کیا گیا ہے (وورثہ ابواہ، جملہ "فان کان لہ اخوة" کے مفہوم سے پتہ چلتا ہے کہ اگر میت کا کوئی بھائی نہ ہو یا فقط ایک بھائی ہو تو اس کا وہی سابقہ سہم یعنی ایک تہائی اسے ملے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ میں بیمار ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے۔ مجھ پر بے ہوشی طاری تھی۔

جب افاقہ ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اپنے مال کے متعلق کیا فیصلہ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتے ہیں کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور کئی لوگوں نے اس حدیث کو محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 953)

## اصحاب فروض کے حصوں میں کمی وبیشی کی ممانعت کا بیان

میت کے ورثاء میں ذوی الفروض کے حصے کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع سے ثابت ہیں۔ ان میں کمی بیشی ممکن نہیں جن کا جتنا حصہ مقرر ہے ان کو اتنا دیا جائے گا نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ۔ ذوی الفروض کو اپنا اپنا حصہ دینے کے بعد جو مال بچے وہ

مستحق عصبات کو دیا جائے گا۔ اگر ان میں کوئی بھی نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کو اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جس نے میت کو آزاد کیا ہو اگر وہ نہ ہو تو مولیٰ عتاقہ کے مرد عصبات کو مال ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں یا میت کبھی غلام رہا ہی نہ ہو تو بقیہ مال کو بھی ذوی الفروض نسبیہ پر رد کیا جائے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بقیہ مال کو موجودہ ذوی الفروض نسبی کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ اگر ذوی الفروض نسبی نہ ہو تو باقی مال ذوی الارحام کو ملے گا۔ وہ بھی نہ ہوں تو پھر مولیٰ الموالاۃ کو دیا جائے گا ورنہ مقرلہ بالنسب علی الغیر اور وہ نہ ہو تو اس شخص کو دیا جائے گا جس کے لئے میت نے سارے مال کی وصیت کی ہے۔ اگر مندرجہ بالا میں سے کوئی بھی نہ ملے تو باقی مال بیت المال کا ہوگا۔

## خاوند کی دو حالتوں کا بیان

(۱) جب فوت شدہ بیوی کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو خاوند کو ترکہ میں سے نصف ملے گا۔ اولاد اور نرینہ اولاد کی اولاد فرع کہلاتی ہے مثلاً بیٹا پوتا پڑپوتا بیٹی پوتی پڑپوتی ہو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تمہاری بیویوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہارے لیے نصف ہے۔

(۲) جب بیوی کی کوئی فرع وارث ہو خواہ اسی خاوند سے ہو یا کسی پہلے خاوند سے تو خاوند کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بیویوں کی اولاد ہو تو تمہارے لیے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء)

## باپ کی تین حالتوں کا بیان

(۱) جب میت کی مذکر فرع وارث ہو جیسے بیٹا پوتا وغیرہ تو باپ کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔

(۲) جب میت کی مونث فرع وارث ہو جیسے بیٹی پوتی وغیرہ تو باپ چھٹے حصے کے ساتھ عصبہ بھی بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہوگا۔

(۳) جب میت کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو باپ بطور عصبہ وارث بنے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث والدین ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ ملے گا۔ باقی دو تہائی بطور عصبہ باپ کا ہوگا۔

## دادا کی تین حالتوں کا بیان

باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث بنتا ہے اور باپ کی مذکورہ تینوں حالتیں دادا پر جاری ہوں گی۔

## مادری بہن بھائی کے حصوں کا بیان

(مادری بہن اور بھائی) وارثت میں برابر ہوتے ہیں اور ان کی تین حالتیں ہیں 1۔ اگر ایک ہو تو اس کے لیے چھٹا حصہ ہوگا۔ 2۔ اگر زیادہ ہوں تو ان کے لیے ایک تہائی حصہ ہوگا۔ 3۔ اگر میت کی فرع وارث یا باپ دادا موجود ہوں تو یہ ترکہ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کوئی میت مرد یا عورت کلالہ ہو (جس کا اصل یا فرع میں سے کوئی نہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا

ایک بہن ہو تو ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ تیسرے حصے میں شریک ہوں گے۔ (النساء)

نوٹ: مادری بہن بھائی کو اصطلاح میں اَخیافی بہن بھائی کہا جاتا ہے۔ یہ (مذکر اور مونث) وراثت کے استحقاق اور آپس کی تقسیم میں برابر ہوتے ہیں۔

نیز ماں کی موجودگی میں بھی وارث بنتے ہیں۔ جبکہ دیگر ورثاء اس وارث کی موجودگی میں اکثر محروم ہو جایا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ میت کے رشتہ دار بنتے ہیں۔

## بیوی کے دو احوال کا بیان

1 جب فوت شدہ خاوند کی کوئی فرع وارث نہ ہو تو بیوی کو ترکہ میں سے چوتھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تمھاری اولاد نہ ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے۔ (النساء 4:12)

2 جب خاوند کی فرع وارث ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمھاری اولاد ہو تو ان (بیویوں) کے لیے تمھارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ النساء 4:12

نوٹ: اگر بیوی اکیلی ہو تو تنہا چوتھا یا آٹھواں حصہ لے گی اگر زیادہ ہوں تو یہی حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اور رجعی طلاق کی عدت میں بھی عورت وارث ہو گی۔

## ماں کے تین احوال کا بیان

1 جب فوت شدہ بیٹے کی کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لیے ترکہ میں چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لیے چھٹا حصہ ہے۔ النساء 4:11

2 جب مذکورہ وارث (اولاد یا ایک سے زیادہ بہن بھائی) نہ ہوں تو ماں کو کل ترکہ کا ایک تہائی ملے گا۔ 3۔ جب میت کے والدین کے ساتھ خاوند یا بیوی میں سے کوئی ہو تو ماں کو باقی ماندہ ترکہ کا ایک تہائی حصہ ملے گا۔ باقی ماندہ سے مراد خاوند یا بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بچنے والا حصہ ہوتا ہے۔ اسے مسئلہ عُمَرِیَّتَین کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا فیصلہ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ اس کی دو صورتیں ہیں: خاوند ماں اور باپ۔ بیوی ماں اور باپ۔

## دادی و نانی صحیحہ کے احوال کا بیان

دادی اور نانی کو ترکہ میں چھٹا حصہ ملے گا جب میت کی ماں موجود نہ ہو۔ اور باپ کی موجودگی میں دادی محروم ہو جاتی ہے البتہ نانی وارث بنتی ہے۔

نوٹ: میت کی دادی اور نانی دونوں ہوں تو چھٹا حصہ آپس میں برابر تقسیم کر لیں گی۔ اگر ایک ہو تو تنہا چھٹے حصے کی وارث بنے

گی۔

قریبی کی موجودگی میں بعیدی محروم ہو جاتی ہے۔ مثلاً دادی کی موجودگی پڑدادی اور نانی کی موجودگی پڑنانی کو محروم کردے گی۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس میت کی جدہ (نانی) آئی اور اپنی میراث کا سوال کیا۔ انھوں نے فرمایا تیرا حصہ کتاب اللہ میں (بیان) نہیں ہے اس کے بارے میں مجھے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی معلوم نہیں اس لیے واپس چلی جاؤ۔ میں لوگوں سے (اس بارے) میں سوال کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے دریافت کیا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا تو آپ نے جدہ (نانی) کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تیرے ساتھ اور کون تھا؟ تو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اسی طرح کہا جو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا، تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے یہی حکم جاری کر دیا۔

پھر دوسری جدہ (دادی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (ان کے دور خلافت) میں آئی اور اپنی وراثت کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے فرمایا: کتاب اللہ میں تیرا کوئی حصہ (بیان) نہیں۔ البتہ وہی چھٹا حصہ ہے اگر تم دونوں (دادی اور نانی) ہو تو یہ چھٹا حصہ تمھارے درمیان مشترکہ ہوگا اگر کوئی اکیلی ہو تو صرف اس کے لیے ہوگا۔ جامع الترمذی)

قاضی حسین نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی میت کی نانی تھی اور عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنے والی دادی تھی۔ اور ابن ماجہ کی ایک روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی، 229/6)

## بیٹی کے تین احوال کا بیان

1۔ جب میت کی اولاد میں صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹی اکیلی ہو تو اسے آدھا حصہ ملے گا۔ النساء 4:11

2۔ جب ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو دو تہائی حصہ لیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر بیٹیاں (دو یا) دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی حصہ ہوگا۔ النساء 4:11

3۔ جب لڑکے اور لڑکیاں دونوں قسم کی اولاد ہو تو بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ بطور عصبہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمھیں اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہیں۔ النساء 4:11

## پوتی کے پانچ احوال کا بیان

1۔ جب میت کی اولاد میں سے صرف ایک پوتی ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔ 2۔ جب ایک سے زیادہ ہوں تو انھیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ 3۔ جب ایک یا زیادہ پوتیوں کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو تو انھیں چھٹا حصہ ملے گا اور بیٹی کو اس صورت میں نصف ملے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ بیٹی کے لیے نصف پوتی کے لیے چھٹا حصہ دو تہائی کی تکمیل کے لیے اور باقی ماندہ بہن کے لیے ہوگا۔ (صحیح البخاری الفرائض)

4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔اور (لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ) کے مطابق آپس میں تقسیم کرلیں گے۔5۔جب میت کا بیٹا یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔

## حقیقی بہن کے پانچ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک بہن ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وہ آپ سے (کلالہ کے بارے) میں سوال کرتے ہیں۔آپ فرمائیے:اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے فرماتا ہے اگر کوئی مرد بغیر اولاد کے فوت ہو جائے اور اس کی ایک (حقیقی یا پدری) بہن ہو تو اسے نصف ملے گا۔النساء 4:176

2۔جب ایک سے زیادہ ہوں تو ان کو دو تہائی ملے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اگر بہنیں دو (یا دو) سے زیادہ ہوں تو ان کے لیے ترکہ میں سے دو تہائی ہے۔النساء 4:176

3۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی ہو تو ان کو بطور عصبہ حصہ ملے گا اور لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کے مطابق آپس میں تقسیم کریں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:اگر بھائی مذکر اور مونث (دونوں قسم کے) ہوں تو مذکر کے لیے مونث کی بہ نسبت دو حصے ہوں گے۔

النساء 4:176

4۔جب میت کی مونث فرع وارث ہوں تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔5۔جب میت کی مذکر فرع وارث ہوں یا باپ موجود ہو تو محروم ہو جاتی ہیں۔

## پدری بہن کے چھ احوال کا بیان

1۔جب میت کی صرف ایک پدری بہن ہو اور حقیقی بہن نہ ہو تو اسے ترکہ میں سے آدھا حصہ ملے گا۔2۔جب یہ ایک سے زیادہ ہوں اور حقیقی بہن نہ ہو تو دو تہائی لیں گی۔3۔ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں چھٹا حصہ کی وارث بنے گی تا کہ دو تہائی مکمل ہو جائے۔4۔جب ان کے ساتھ ان کا بھائی یا میت کی مونث فرع وارث ہو تو یہ بطور عصبہ وارث ہوں گی۔5۔جب میت کی مذکر فرع باپ یا حقیقی بھائی وارث ہو تو یہ محروم ہو جاتی ہیں۔6۔دو حقیقی بہنوں کی موجودگی میں بھی یہ محروم ہو جاتی ہیں۔الّا یہ کہ ان کے ساتھ پدری بھائی ہو۔اس وقت بطور عصبہ وارث ہوں گی۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ

وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ

امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي

الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ٥

اور تمہارے لئے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا (تمہارے) قرض کی ادائیگی کے بعد، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب علم وحلم والا ہے۔

## وراثت سے متعلق بعض احکام شرعیہ کا بیان

"وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَد " مِنْكُمْ اَوْ مِنْ غَيْرِكُمْ "فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَد فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْنَ بِهَا اَوْ دَيْن" وَاُلْحِقَ بِالْوَلَدِ فِيْ ذٰلِكَ وَلَد الِابْن بِالْاِجْمَاعِ "وَلَهُنَّ" اَيِ الزَّوْجَات تَعَدَّدْنَ اَوْلَا "الرُّبُع مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَد فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَد" مِنْهُنَّ اَوْ مِنْ غَيْرِهِنَّ "فَلَهُنَّ الثُّمُن مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّة تُوْصُوْنَ بِهَا اَوْ دَيْن" وَوَلَد الِابْن فِيْ ذٰلِكَ كَالْوَلَدِ اِجْمَاعًا "وَاِنْ كَانَ رَجُل يُوْرَث" صِفَة وَالْخَبَر "كَلَالَة" اَيْ لَا وَالِد لَهُ وَلَا وَلَد "اَوْ امْرَاَة" تُوْرَث كَلَالَة "وَلَهُ" اَيْ لِلْمُوْرِثِ كَلَالَة "اَخ اَوْ اُخْت" اَيْ مِنْ اُمّ وَقَرَاَ بِهِ ابْن مَسْعُوْد وَغَيْره "فَلِكُلِّ وَاحِد مِنْهُمَا السُّدُس" مِمَّا تَرَكَ "فَاِنْ كَانُوْا" اَيِ الْاِخْوَة وَالْاَخَوَات مِنَ الْاُمّ "اَكْثَر مِنْ ذٰلِكَ" اَيْ مِنْ وَاحِد "فَهُمْ شُرَكَاء فِي الثُّلُث" يَسْتَوِيْ فِيْهِ ذَكَرهمْ وَاُنْثَاهُمْ "مِنْ بَعْد وَصِيَّة يُوْصٰى بِهَا اَوْ دَيْن غَيْر مُضَارّ" حَال مِنْ ضَمِيْر يُوْصٰى اَيْ غَيْر مُدْخِل الضَّرَر عَلَى الْوَرَثَة بِاَنْ يُّوْصِيَ بِاَكْثَر مِنَ الثُّلُث "وَصِيَّة" مَصْدَر مُؤَكِّد لِيُوْصِيْكُمْ "مِنْ" دُوْن اللّٰه "وَاللّٰهُ عَلِيْم" بِمَا دَبَّرَهُ لِخَلْقِهِ مِنَ الْفَرَائِض "حَلِيْم" بِتَاْخِيْرِ الْعُقُوْبَة عَمَّنْ خَالَفَهُ وَخَصَّتِ السُّنَّة تَوْرِيْث مَنْ ذُكِرَ بِمَنْ لَيْسَ فِيْهِ مَانِع مِنْ قَتْل اَوْ اخْتِلَاف دِيْن اَوْ رِقّ،

اور تمہارے لئے اس مال کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان میں سے تمہاری یا تمہارے سوا کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے یہ بھی اس وصیت کے پورا کرنے کے بعد جو

انہوں نے کی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد، یہاں پر اجماع کے مطابق ولد اور ولد الابن کو لاحق کر دیا گیا۔

اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے مال میں سے چوتھا حصہ ہے اگر چہ وہ متعدد ہوں یا نہ ہوں۔ بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ان سے یا ان کے سوا سے ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس مال کی نسبت کی ہوئی وصیت پوری کرنے یا تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد۔ یہاں پر پوتا بہ اجماع بیٹے کی طرح ہے۔

اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جا رہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد، یورث یہ رجل کی صفت ہے جبکہ کلالہ یہ کان کی خبر ہے۔ اور جب مورث کلالہ کی ماں کی طرف سے ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، یہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق ہے۔

پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے اور ان میں مذکر ومونث برابر ہوں گے۔ یہ تقسیم بھی اس وصیت کے بعد ہوگی، جو وارثوں کو نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض کی ادائیگی کے بعد، اور یہاں پر غیر مضار یہ یوصی کی ضمیر سے حال ہے یعنی تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے نقصان پہنچانے والا نہ ہو۔ یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، وصیت یہ یوصیکم کیلئے بہ طور تاکید ہے۔ اور اللہ خوب علم والا یعنی جو اس نے اپنی مخلوق کیلئے حصے مقرر کرنے کی تدبیر فرمائی ہے۔ جو شخص اس کے احکام کی مخالفت کرے اس سے درگزر کرنے والا ہے۔ احادیث کے مطابق مذکورہ وراثت کے حقداروں کیلئے وہ حصے ہیں جن کے درمیان کوئی مانع نہ ہو۔ جس طرح قتل، اختلاف دین اور رقیت ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ہو سکتا ہے کلمہ "غیر مضار" وصیت و دین دونوں کیلئے حال ہو، اور اصطلاحاً کہا جاتا ہے کہ ذوالحال، احد الامرین ہے جو انتزاعی عنوان ہے، یعنی میت کی وصیت یا اس کا قرض، نقصان دہ وضرر رساں نہ ہو، اور ہو سکتا ہے مورث کا حال ہو، یعنی وہ اپنی وصیت اور دین کے ذریعے وارث کیلئے ضرر و نقصان نہ پہنچائے۔

کلالہ سے مراد وہ شخص ہے جس کا باپ اور اولاد نہ ہو، اور گذشتہ آیت میں موجود کلمہ "ورثہ ابواہ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماں کے ہوتے ہوئے بھی بہن و بھائی ارث نہیں لیتے، بنابراین بہن و بھائی اس وقت ارث لیں گے کہ جب طبقہ اول میں سے کوئی بھی وارث نہ ہوں، جملہ "فلکل واحد،" اور جملہ "فان کانوا اکثر، سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر میت کی ایک بہن اور ایک بھائی بھی ہو تو ہر ایک کا سہم ارث چھٹا ہوگا۔

## وارث کو نقصان پہنچانے والی وصیت کے باعث جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرد یا عورت ساٹھ سال تک اللہ کی عبادت کرتے ہیں پھر جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وصیت کر کے وارثوں کو نقصان پہنچاتے ہیں پس ان کے لئے جہنم واجب ہو جاتی ہے شہر بن حوشب کہتے ہیں۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد ابو ہریرہ نے میرے سامنے قرآن کی آیت، مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ، الخ تک پڑھی۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اشعث بن جابر نصر بن علی کے دادا ہیں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1100)

## اولاد نہ ہونے صورت میں خاوند کیلئے نصف وراثت کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے مردو تمہاری عورتیں جو چھوڑ کر مریں اگران کی اولاد نہ ہو تو اس میں سے آدھوں آدھ حصہ تمہارا ہے اور اگر ان کے بال بچے ہوں تو تمہیں چوتھائی ملے گا، وصیت اور قرض کے بعد۔ ترتیب اس طرح ہے پہلے قرض ادا کیا جائے پھر وصیت پوری کی جائے پھر ورثہ تقسیم ہو، یہ ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام علماء امت کا اجماع ہے، پوتے بھی اس مسئلہ میں حکم میں بیٹیوں کی ہی طرح ہیں بلکہ ان کی اولاد در اولاد کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کی موجودگی میں خاوند کو چوتھائی ملے گا۔

پھر عورتوں کو حصہ بتایا کہ انہیں یا چوتھائی ملے گا یا آٹھواں حصہ چوتھائی تو اس حالت میں کہ مرنے والے خاوند کی اولاد نہ ہو، اور آٹھواں حصہ اس حالت میں کہ اولاد ہو، اس چوتھائی یا آٹھویں حصے میں مرنے والے کی سب بیویاں شامل ہیں چار ہوں تو ان میں یہ حصہ برابر برابر تقسیم ہو جائے گا تین یا دو ہوں تب بھی اور اگر ایک ہو تو اسی کا یہ حصہ ہے آیت (من بعد وصية) کی تفسیر اس سے پہلی آیت میں گزر چکی ہے۔

(کلالہ) مشتق ہے اکلیل سے اکلیل کہتے ہیں اس تاج وغیرہ کو جو سر کو ہر طرف سے گھیر لے، یہاں مراد یہ ہے کہ اس کے وارث ارد گرد حاشیہ کے لوگ ہیں اصل اور فرع یعنی جڑ یا شاخ نہیں، صرف ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کلالہ کا معنی پوچھا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں میں اپنی رائے سے جواب دیتا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ کی طرف سے ہے۔

اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری الذمہ ہیں، کلالہ وہ ہے جس کا نہ لڑکا ہو نہ باپ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے بھی اس سے موافقت کی اور فرمایا مجھے ابوبکر کی رائے سے خلاف کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ نساء، بیروت)

## کلالہ کی وراثت میں مذاہب واقوال اسلاف اُمت کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے آخری زمانہ پانے والا میں ہوں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے بات وہی ہے جو میں نے کہی ٹھیک اور درست یہی ہے کہ کلالہ اسے کہتے ہیں جس کا نہ ولد ہو والد، حضرت علی، ابن مسعود، ابن عباس، زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین، شعبی نخعی، حسن، قتادہ، جابر بن زید، حکم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی یہی فرماتے ہیں، اہل مدینہ اہل کوفہ اہل بصرہ کا بھی یہی قول ہے۔

ساتوں فقہاء چاروں امام اور جمہور سلف وخلف بلکہ تمام یہی فرماتے ہیں، بہت سے بزرگوں نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی آیا ہے، ابن لباب فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور ممکن ہے کہ راوی نے مراد سمجھی ہی نہ ہو پھر فرمایا کہ اس کا بھائی یا بہن ہو یعنی ماں زاد، جیسے کہ سعد بن

وقاص وغیرہ بعض سلف کی قرأت ہے، حضرت صدیق وغیرہ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے تو ان میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اگر زیادہ ہوں تو ایک ثلث میں سب شریک ہیں۔

ماں زاد بھائی باقی وارثوں سے کئی وجہ سے مختلف ہیں، ایک تو یہ کہ یہ باوجود اپنے ورثے کے دلانے والے کے بھی وارث ہوتے ہیں مثلاً ماں دوسرے یہ کہ ان کے مرد وعورت یعنی بہن بھائی میراث میں برابر ہیں تیسرے یہ کہ یہ اسی وقت وارث ہوتے ہیں جبکہ میت کلالہ ہو پس باپ دادا کی یعنی پوتے کی موجودگی میں یہ وارث نہیں ہوتے، چوتھے یہ کہ انہیں ثلث سے زیادہ نہیں ملتا تو گو یہ کتنے ہی ہوں مرد ہوں یا عورت، حضرت عمر کا فیصلہ ہے کہ ماں زاد بہن بھائی کا ورثہ آپس میں اس طرح بٹے گا کہ مرد کے لئے دوہرا اور عورت کے لئے اکہرا، حضرت زہری فرماتے ہیں حضرت عمر ایسا فیصلہ نہیں کر سکتے تاوقتیکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہو، آیت میں اتنا تو صاف ہے کہ اگر اس سے زیادہ ہوں تو ثلث میں شریک ہیں، اس صورت میں علماء کا اختلاف ہے کہ اگر میت کے وارثوں میں خاوند ہو اور ماں ہو یا دادی ہو اور دو ماں زاد بھائی ہوں اور ایک یا ایک سے زیادہ باپ کی طرف سے بھائی ہوں تو جمہور تو کہتے ہیں کہ اس صورت میں خاوند کو آدھا ملے گا اور ماں یا دادی کو چھٹا حصہ ملے گا اور ماں زاد بھائی کو تہائی ملے گا اور اسی میں سگے بھائی بھی شامل ہوں گے قدر مشترک کے طور پر جو ماں زاد بھائی ہے، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ایک ایسی ہی صورت پیش آئی تھی تو آپ نے خاوند کو آدھا دلوایا اور ثلث ماں زاد بھائیوں کو دلوایا تو سگے بھائیوں نے بھی اپنے تئیں پیش کیا آپ نے فرمایا تم ان کے ساتھ شریک ہو،

حضرت عثمان سے بھی اسی طرح شریک کر دینا مروی ہے، اور دو روایتوں میں سے ایک روایت ایسی ہے ابن مسعود اور زید بن ثابت اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

حضرت سعید بن مسیب، قاضی شریح، مسروق، طاؤس، محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، ثوری اور شریک رحمہم اللہ کا قول بھی یہی ہے، امام مالک اور امام شافعی اور امام اسحٰق بن راہویہ بھی اسی طرف گئے ہیں، ہاں حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں شرکت کے قائل نہ تھے بلکہ آپ اولاد ام کو اس حالت میں ثلث دلواتے تھے اور ایک ماں باپ کی اولاد کو کچھ نہیں دلاتے تھے اس لئے کہ یہ عصبہ ہیں اور عصبہ اس وقت پاتے ہیں جب ذوی الفرض سے بچ جائے، بلکہ وکیع بن جراح کہتے ہیں حضرت علی سے اس کے خلاف مروی ہی نہیں۔

حضرت ابی بن کعب حضرت ابوموسیٰ اشعری کا قول بھی یہی ہے، ابن عباس سے بھی مشہور یہی ہے، شعبی، ابن ابی لیلی، ابوحنیفہ، ابویوسف، محمد بن حسن، حسن بن زیادہ، زفر بن ہذیل، امام احمد، یحییٰ بن آدم، نعیم بن حماد، ابوثور، داؤد ظاہری بھی اسی طرف گئے ہیں ابوالحسن بن لبان فرضی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے، ملاحظہ ہو ان کی کتاب الایجاز پھر فرمایا یہ وصیت کے جاری کرنے کے بعد ہے، وصیت ایسی ہو جس میں خلاف عدل نہ ہو کسی کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا گیا ہو نہ کسی پر جبر وظلم کیا گیا ہو، کسی وارث کا نہ ورثہ مارا گیا ہو نہ کم وبیش کیا گیا ہو، اس کے خلاف وصیت کرنے والا اور ایسی خلاف شرع وصیت میں کوشش کرنے والا اللہ کے حکم اور اس

کی شریعت میں اس کے خلاف کرنے والا اور اس سے لڑنے والا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وصیت میں کسی کو ضرر و نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ |
| مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ |
| یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں |
| ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ |

## اللہ کے قوانین پر عمل کرنے والوں کیلئے انعام جنت کا بیان

"تِلْكَ " اَلْاَحْكَامُ الْمَذْكُوْرَةُ مِنْ اَمْرِ الْيَتَامٰى وَمَا بَعْدَهٗ "حُدُوْدُ اللّٰهِ " شَرَائِعُهٗ الَّتِيْ حَدَّهَا لِعِبَادِهٖ لِيَعْمَلُوْا بِهَا وَلَا يَتَعَدَّوْهَا "وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" فِيْمَا حَكَمَ بِهٖ "يُدْخِلْهُ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ الْتِفَاتًا، جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ،

یتیموں اور اس کے بعد ذکر کردہ احکام یہ یا اللہ کی حدیں یعنی وہ راستے ہیں جس کو اس نے اپنے بندوں کیلئے مقرر کیا ہے تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہوں اور ان سے آگے نہ بڑھیں، اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے یعنی جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ یدخل یہ باء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ وہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ایک شخص ستر سال تک نیکی کے عمل کرتا رہتا ہے پھر وصیت کے وقت ظلم وستم کرتا ہے اس کا خاتمہ برے عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنمی بن جاتا ہے اور ایک شخص برائی کا عمل ستر سال تک کرتا رہتا ہے پھر اپنی وصیت میں عدل کرتا ہے اور خاتمہ اس کا بہتر ہو جاتا ہے تو جنت میں داخل جاتا ہے، پھر اس حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس آیت کو پڑھو آیت (تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ،

| |
|---|
| وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ |
| اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا |
| ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے دردناک کرنے والا عذاب ہے۔ |

## اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے کیلئے دائمی جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ" بِالْوَجْهَيْنِ "نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ" فِيْهَا "عَذَابٌ مُّهِيْنٌ" ذُو اِهَانَةٍ رُوْعِيَ فِي الضَّمَائِرِ فِي الْاٰيَتَيْنِ لَفْظُ مَنْ وَفِيْ خَالِدِيْنَ مَعْنَاهَا،

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے تجاوز کرے وہ اسے آگ میں داخل کرے گا، یدخلہ اور ندخلہ یہ دونوں آیا ہے۔ ہمیشہ اس میں رہنے والا ہے اور اس کے لیے دردناک کرنے والا عذاب ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب ہوگا اور مذکورہ دونوں آیات میں لفظ من کی جبکہ خالدین میں معنی کی رعایت کی گئی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مندرجہ بالا مطلب اس بنا پر اخذ کیا گیا ہے کہ جب جملہ "یتعد حدودہ" کا "یعص اللہ و رسولہ" پر عطف، عطف تفسیری ہو۔ کلمہ "مہین" کا معنی ذلیل کرنے والا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب، انسان کے گناہ سے تناسب رکھتے ہیں، لہٰذا عصیان سے مراد وہ نافرمانی ہے جو طغیان وسرکشی کی بنا پر ہو۔

## حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کا انجام نہایت ہولناک

اس سے واضح فرما دیا گیا کہ اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے والوں کیلئے دوزخ کی آگ اور رسوا کن عذاب ہے کہ انہوں نے اپنے تکبر وغرور کی بناء پر حق سے منہ موڑا تھا (جیسا کہ عموماً ہوتا ہے) اس لئے اب اس کو اس رسوا کن عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ لہٰذا یہ عذاب مہین (رسوا کن عذاب) ایسے شخص کیلئے ہے جو تجاوز حدود یعنی حدوں کے پھلانگنے کے اس جرم کو حلال جانتا ہو، اور اس کی پرواہ ہی نہ کرتا ہو، کہ ایسا کرنا کفر ہے جسکی سزا عذاب مہین یعنی رسوا کن عذاب ہے۔

البتہ وہ لوگ جن سے بشری تقاضوں کی بناء پر ایسے ہو جائے اور وہ اس پر اصرار کرنے کی بجائے توبہ واستغفار کرلیں وہ اس زمرے میں نہیں آتے۔ (مدارک التنزیل، سورہ نساء ۱۴، بیروت)

| |
|---|
| وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا |
| فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝ |
| اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو |
| ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یہاں تک کہ انہیں موت اٹھالے یا اللہ ان کیلئے کوئی آسانی پیدا کر دے۔ |

## زنا کی شہادت میں چار کا نصاب ہونے کا بیان

"وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ" الزِّنَا "مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ" اَيْ مِنْ رِّجَالِكُمْ

الْمُسْلِمِينَ "فَإِنْ شَهِدُوا" عَلَيْهِنَّ بِهَا "فَأَمْسِكُوهُنَّ" احْبِسُوهُنَّ "فِي الْبُيُوت" وَامْنَعُوهُنَّ مِنْ مُخَالَطَة النَّاس "حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْت" أَيْ مَلَائِكَته "أَوْ" إِلَى أَنْ "يَجْعَل اللّٰه لَهُنَّ سَبِيلًا" طَرِيقًا إِلَى الْخُرُوج مِنْهَا أُمِرُوا بِذَلِكَ أَوَّل الْإِسْلَام ثُمَّ جَعَلَ لَهُنَّ سَبِيلًا بِجَلْدِ الْبِكْر مِائَة وَتَغْرِيبهَا عَامًا وَرَجْم الْمُحْصَنَة وَفِي الْحَدِيث لَمَّا بَيَّنَ الْحَدّ قَالَ (خُذُوا عَنِّي خُذُوا عَنِّي قَدْ جَعَلَ اللّٰه لَهُنَّ سَبِيلًا) رَوَاهُ مُسْلِم،

اور تمہاری عورتوں میں جو بدکاری یعنی زنا کریں ان پر خاص اپنے میں کے چار مردوں یعنی مسلمان مردوں میں سے چار کی گواہی لو پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو ان عورتوں کو گھر میں بند رکھو یعنی قید کر دو، اور ان کو لوگوں سے اختلاط کرنے سے منع کر دو۔ یہاں تک کہ انہیں موت اٹھا لے یعنی فرشتے لے جائیں یا اللہ ان کیلئے کوئی قانون مقرر کر دے۔ یعنی ان کو اس قید سے نکالنے کا کوئی حکم نازل فرما دے۔ یہ ابتدائے اسلام کا حکم ہے اس کے بعد ان کیلئے قانون یہ آیا کہ باکرہ کیلئے ایک سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی جبکہ محصنہ کیلئے رجم کا حکم آیا۔ اور حدیث مبارکہ میں حد کو جس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حکم پکڑو، مجھ سے حکم پکڑو یقیناً اللہ نے ان کیلئے راستہ بنایا ہے۔ اس کا امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

الفاحشۃ" کا معنی بُرا کام ہے اور اس کا الف و لام اس خاص عمل کی طرف اشارہ ہے جو مورد کی مناسبت سے زنا ہے اور "مساحقہ" کو بھی شامل ہوسکتا ہے "فاحشۃ" لغت میں انتہائی بُرے عمل کو کہتے ہیں اور مذکورہ آیت میں زنا اور مساحقہ کو فاحشۃ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

## حکم رجم کے سبب ابتدائی بدکاری کی سزا کی تنسیخ کا بیان

ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب عادل گواہوں کی سچی گواہی سے کسی عورت کی سیاہ کاری ثابت ہو جائے تو اسے گھر سے باہر نہ نکلنے دیا جائے گھر میں ہی قید کر دیا جائے اور جنم قید یعنی موت سے پہلے اسے چھوڑا نہ جائے، اس فیصلہ کے بعد یہ اور بات ہے کہ اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ پیدا کر دے، پھر جب دوسری صورت کی سزا تجویز ہوئی تو وہ منسوخ ہو گئی اور یہ حکم بھی منسوخ ہوا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب تک سورۃ نور کی آیت نہیں اتری تھی زنا کار عورت کے لئے یہی حکم رہا پھر اس آیت میں شادی شدہ کو رجم کرنے یعنی پتھر مار مار کر مار ڈالنے اور بیشادی شدہ کو کوڑے مارنے کا حکم اترا، حضرت عکرمہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن، حضرت عطاء خرسانی، حضرت ابوصالح، حضرت قتادہ، حضرت زید بن اسلم اور حضرت ضحاک کا بھی یہی قول ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

## غیر شادی شدہ مرد و عورت کی سزا سو کوڑے ہونے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے فرمایا مجھ سے حاصل کر لو مجھ سے حاصل کر لو۔ تحقیق اللہ نے عورتوں کے لئے راستہ بنایا ہے کنوارا مرد کنواری عورت سے جو زنا کرنے والا ہو تو ان کو سو کوڑے مارو اور ایک سال کے لئے ملک

بدر کرو اور شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو سو کوڑے مارو اور رجم یعنی سنگسار کرو۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1921)

## شادی شدہ مرد و عورت کی سزا حد رجم ہونے کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے۔ بے شک اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا اس میں آیت رجم بھی ہے۔ ہم نے اسے پڑھا، یاد رکھا اور اسے سمجھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (زانی کو) سنگسار کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم نے بھی سنگسار کیا۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر زمانہ دراز گزرے گا کہ کہنے والا کہے گا کہ ہم اللہ کی کتاب میں سنگسار کا حکم نہیں پاتے تو وہ ایک فریضہ کو چھوڑنے پر گمراہ ہوں گے جسے اللہ نے نازل کیا ہے حالانکہ جب شادی شدہ مرد، عورت زنا کریں جب ان پر گواہی قائم ہو جائے یا اعتراف کر لیں تو اللہ کی کتاب میں اسے سنگسار کرنا ثابت ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1925)

| |
|---|
| وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اور تم میں سے جو بھی کوئی بدکاری کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو انہیں |
| سزا دینے سے گریز کرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ |

## بدکاری کرنے والوں کی ابتدائی سزا کا بیان

"وَالَّذَانِ" بِتَخْفِيفِ النُّوْنِ وَتَشْدِيْدِهَا "يَاْتِيَانِهَا" اَىِ الْفَاحِشَةَ الزِّنَا اَوِ اللِّوَاطَ "مِنْكُمْ" اَىِ الرِّجَالِ "فَاٰذُوْهُمَا" بِالسَّبِّ وَالضَّرْبِ بِالنِّعَالِ ، "فَاِنْ تَابَا" مِنْهَا "وَاَصْلَحَا" الْعَمَلَ "فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا" وَلَا تُؤْذُوْهُمَا "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا" عَلٰى مَنْ تَابَ "رَحِيْمًا" بِهِ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِالْحَدِّ اِنْ اُرِيْدَ بِهَا الزِّنَا وَكَذَا اِنْ اُرِيْدَ بِهَا اللِّوَاطُ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ لٰكِنَّ الْمَفْعُوْلَ بِهٖ لَا يُرْجَمُ عِنْدَهٗ وَاِنْ كَانَ مُحْصَنًا بَلْ يُجْلَدُ وَيُغَرَّبُ وَاِرَادَةُ اللِّوَاطِ اَظْهَرُ بِدَلِيْلِ تَثْنِيَةِ الضَّمِيْرِ وَالْاَوَّلُ قَالَ اَرَادَ الزَّانِيَ وَالزَّانِيَةَ وَيَرُدُّهُ تَبْيِيْنُهُمَا بِمِنَ الْمُتَّصِلَةِ بِضَمِيْرِ الرِّجَالِ وَاشْتِرَاكُهُمَا فِى الْاَذٰى وَالتَّوْبَةِ وَالْاِعْرَاضِ وَهُوَ مَخْصُوْصٌ بِالرِّجَالِ لِمَا تَقَدَّمَ فِى النِّسَاءِ فِى الْحَبْسِ،

اللذان یہ نون کی تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ اور تم یعنی مردوں میں سے جو بھی کوئی بدکاری یعنی زنا و لواطت کا ارتکاب کریں تو ان دونوں کو سب وشتم اور جوتوں سے مار کر ایذا پہنچاؤ، پھر اگر وہ دونوں توبہ کر لیں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں تو انہیں سزا دینے سے گریز کرو، یعنی ان کو سزا نہ دو۔ اور جو توبہ کرے، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔ یہ حکم حد والے حکم کے ساتھ منسوخ ہے۔ یعنی جب وہ زنا کا ارادہ کریں۔ اور اسی طرح امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جب وہ لواطت کا ارادہ کریں

لیکن ان کے نزدیک مفعول بہ کو رجم نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر چہ وہ محض محصن ہے۔ تو کوڑے ماریں جائیں گے اور ایک سال کی جلاوطنی کی جائے گی۔ اور ارادہ لواطت والے کیلئے ضمیر تثنیہ کی دلیل سے یہ حکم ظاہر ہے۔ اور پہلے قول میں جبکہ زانی اور زانیہ مراد ہو جس کا رد اس کیا گیا ہے کہ من متصلہ کا بیان ضمیر رجال کے ساتھ آیا ہے۔ لہٰذا وہ تکلیف وتوبہ اور اعراض میں برابر ہوں گے۔ اور وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ جس عورتوں کو قید کرنے والے حکم میں پہلے بیان گزر چکا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۶ کے سبب نزول کا بیان

حضرت مجاہد فرماتے ہیں لواطت کے بارے میں یہ آیت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے تم لوطی فعل کرتے دیکھو تو فاعل مفعول دونوں کو قتل کر ڈالو، ہاں اگر یہ دونوں باز آجائیں اپنی بدکاری سے توبہ کریں اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں اور ٹھیک ٹھاک ہوجائیں تو اب انکے ساتھ درشت کلامی اور سختی سے پیش نہ آؤ، اس لئے کہ گناہ سے توبہ کرلینے والا مثل گناہ نہ کرنے والے کے ہے۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے، بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر کسی کی لونڈی بدکاری کرے تو اس کا مالک اسے حد لگا دے اور ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے، یعنی حد لگ جانے کے بعد پھر اسے عار نہ دلایا کرے کیونکہ حد کفارہ ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ |
| فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝ |
| اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں پھر جلد ہی توبہ کرلیں |
| پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اللہ کی رحمت سے قبولیت توبہ کا بیان

"إِنَّمَا التَّوْبَة عَلَى اللّٰه" اَیْ الَّتِیْ کَتَبَ عَلٰی نَفْسه قَبُولهَا بِفَضْلِهٖ "لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوء" الْمَعْصِيَة "بِجَهَالَةٍ" حَال اَیْ جَاهِلِيْنَ اِذَا عَصَوْا رَبّهمْ "ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ" زَمَن "قَرِيْب" قَبْل اَنْ يُغَرْغِرُوْا "فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْب اللّٰه عَلَيْهِمْ" يَقْبَل تَوْبَتهمْ "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعه بِهِمْ،

اللہ نے صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ یعنی جس کو اس نے اپنے فضل سے قبولیت کے درجے میں لکھ دیا ہے۔ جو نادانی کے باعث برائی کر بیٹھیں، جہالت یہ یہاں پر حال ہے۔ پھر جلد ہی توبہ کرلیں یعنی وقت نزاع کے آنے سے پہلے توبہ کرلیں۔ پس اللہ ایسے لوگوں پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرمائے گا، اور اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ بڑے علم والا، اپنی صنعت میں ان کے ساتھ بڑی حکمت والا ہے۔

مندرجہ بالا مطلب میں جملہ "فان تابا، فاعرضوا" جملہ "فاذوھما" پر عطف اور متفرع ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

ان کی سزا و آزار کا خاتمہ ان کے توبہ کرنے پر ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کی سزا جاری رہنی چاہیئے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں۔

یہ اس بنا پر ہے کہ جب جملہ "فان تابا" کا ایک محذوف جملے پر عطف ہو یعنی "فاذوھما ان لم یتوبا فان تابا و اصلحا فاعرضوا عنھما،

## سورہ نساء آیت ۱۷ کے سبب نزول کا بیان

امام تفسیر مجاہد نے فرمایا: کل عامل بمعصیۃ اللہ فھو جاھل حین عملھا یعنی جو شخص کسی کام میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کررہا ہے وہ یہ کام کرتے ہوئے جاہل ہی ہے۔ اگرچہ صورت میں بڑا عالم اور باخبر ہو۔

اور ابوحیان نے تفسیر بحرمحیط میں فرمایا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے حدیث میں ارشاد ہے: لایزنی الزنی وھو مومن، یعنی زنا کرنے والا مومن ہونے کی حالت میں زنا نہیں کرتا۔ مراد یہ ہے کہ جس وقت وہ اس فعل بد میں مبتلا ہوا ہے اس وقت وہ ایمانی تقاضہ سے دور جا پڑا۔

اسی لئے حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ، امور الدنیا کلھا جھالۃ یعنی دنیا کے وہ سارے کام جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اطاعت سے خارج ہوں سب کے سب جہالت ہیں۔ اور وجہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا تھوڑی دیر کی لذت کو ہمیشہ باقی رہنے والی لذت پر ترجیح دے رہا ہے اور جو اس تھوڑی دیر کی لذت کے بدلہ میں ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب شدید خریدے وہ عاقل نہیں کہا جاسکتا، اس کو ہر شخص جاہل ہی کہے گا، اگرچہ وہ اپنے فعل بد کو جانتا ہو اور اس کا قصد و ارادہ بھی کررہا ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ قصداً کرے یا خطاءً دونوں حالت میں گناہ جہالت ہی سے ہوتا ہے، اسی لئے صحابہ و تابعین اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ جو شخص قصداً کسی گناہ کا مرتکب ہو اس کی بھی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ (بحرمحیط)

## موت سے قبل ہونے والی توبہ کے اعتبار کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں جو اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور جو مہینہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ہفتہ بھر پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے اور جو ایک دن پہلے توبہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ بھی قبول فرماتا ہے، یہ سن کر حضرت ایوب نے یہ آیت پڑھی تو آپ نے فرمایا وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، مسند احمد میں ہے کہ چار صحابی جمع ہوئے ان میں سے ایک نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص اپنی موت سے ایک دن پہلے بھی توبہ کرلے اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے، دوسرے نے پوچھا کیا سچ مچ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں تو دوسرے نے کہا تم نے یہ سنا ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے کہا میں نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہاں تک سنا ہے کہ جب تک اس کے نرخرے میں روح نہ آجائے توبہ کے دروازے اس کے لئے بھی کھلے رہتے ہیں، ابن مردویہ میں مروی ہے کہ جب تک جان نکلتے ہوئے گلے سے نکلنے والی آواز شروع

نہ ہوتب تک توبہ قبول ہے۔

حضرت ابوقلابہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس پر لعنت نازل فرمائی تو اس نے مہلت طلب کی اور کہا تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم کہ ابن آدم کے جسم میں جب تک روح رہے گی میں اس کے دل سے نہ نکلوں گا، اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں بھی جب تک اس میں روح رہے گی اس کی توبہ قبول کروں گا۔

## سو بندوں کے قاتل کی توبہ کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہوگئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا جسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اُن کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2507)

| |
|---|
| وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ |
| وَ لَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓـئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۝ |
| اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے |
| تو وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کرلی اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں |
| یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ |

## موت کے وقت توبہ کی عدم قبولیت کا بیان

"وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ" الذُّنُوب "حَتّٰى إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ" وَأَخَذَ فِي النَّزْعِ "قَالَ" عِنْدَ مُشَاهَدَةِ مَا هُوَ فِيهِ "إِنِّي تُبْتُ الْاٰنَ" فَلَا يَنْفَعُهُ ذٰلِكَ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهُ "وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ" إِذَا تَابُوا فِي الْاٰخِرَةِ عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ لَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ "أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا" أَعْدَدْنَا "لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا" مُؤْلِمًا۔

اور توبہ ان لوگوں کی نہیں جو برے کام یعنی گناہ کیے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجاتی ہے۔ یعنی نزاع کا وقت آجاتا ہے۔ اور اس کو دیکھ کر وہ کہتا ہے بے شک میں نے اب توبہ کرلی، پس اس توبہ کا اس کو کوئی نفع نہیں اور نہ ہی ایسی توبہ قبول ہوتی ہے، اور نہ ان کی ہے جو اس حال میں مرتے ہیں کہ وہ کافر ہوتے ہیں، یعنی جب وہ آخرت میں عذاب کو دیکھ کر توبہ کریں گے۔ تو وہ قبول نہ کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہم نے تکلیف دینے والا دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل شرک کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جب تک پردہ نہ پڑ جائے پوچھا گیا پردہ پڑنے سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا شرک کی حالت میں جان نکل جانا۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سخت دردناک المناک ہمیشہ رہنے والے عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

## انسانی عمل سے توبہ کے منقطع ہو جانے کا بیان

جب زندگی سے مایوس ہو جائے فرشتوں کو دیکھ لے اور روح بدن سے نکل کر حلق تک پہنچ جائے سینے میں گھٹن لگے حلق میں اٹکے سانسوں سے غرغرہ شروع ہو تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا کہ مرتے دم تک جو گناہوں پر اڑا رہے اور موت دیکھ کر کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں تو ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہوتی، جیسے اور جگہ ہے آیت، فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ (غافر) مطلب یہ ہے کہ ہمارے عذابوں کا معائنہ کر لینے کے بعد ایمان کا اقرار کرنا کوئی نفع نہیں دیتا اور جگہ ہے آیت، يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ (الانعام) مطلب یہ ہے کہ جب مخلوق سورج کو مغرب کی طرف سے چڑھتے ہوئے دیکھ لے گی اس وقت جو ایمان لائے یا نیک عمل کرے اسے نہ اس کا عمل نفع دے گا نہ اس کا ایمان۔ پھر فرماتا ہے کہ کفر و شرک پر مرنے والے کو بھی ندامت و توبہ کوئی فائدہ نہ دے گی نہ ہی اس فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا چاہے زمین بھر کر سونا دینا چاہیے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ۭ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی اور عورتوں کو روکو نہیں اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ صریح بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔

## دور جاہلیت کے رسم ورواج کی طرح عورتوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاء " اَىْ ذَاتَهُنَّ "كَرْهًا" بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ لُغَتَانِ اَىْ مُكْرِهِيْهِنَّ عَلٰى ذٰلِكَ كَانُوْا فِى الْجَاهِلِيَّةِ يَرِثُوْنَ نِسَاءَ اَقْرِبَائِهِمْ فَاِنْ شَاءُوْا تَزَوَّجُوْهُنَّ بِلَا صَدَاقٍ اَوْ زَوَّجُوْهُنَّ وَاَخَذُوْا صَدَاقَهُنَّ اَوْ عَضَلُوْهُنَّ حَتّٰى يَفْتَدِيْنَ بِمَا وَرِثْنَهُ اَوْ يَمُتْنَ فَيَرِثُوْهُنَّ فَنُهُوْا عَنْ ذٰلِكَ "وَلَا" اَنْ "تَعْضُلُوْهُنَّ" اَىْ تَمْنَعُوْا اَزْوَاجَكُمْ عَنْ نِكَاحِ غَيْرِكُمْ بِاِمْسَاكِهِنَّ وَلَا رَغْبَةَ لَكُمْ فِيْهِنَّ ضِرَارًا "لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ" مِنَ الْمَهْرِ "اِلَّا اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ" بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا اَىْ بَيَّنَتْ اَوْ هِىَ بَيِّنَةٌ اَىْ زِنًا اَوْ نُشُوْزٍ فَلَكُمْ اَنْ تُضَارُّوْهُنَّ حَتّٰى يَفْتَدِيْنَ مِنْكُمْ وَيَخْتَلِعْنَ "وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ" اَىْ بِالْاِجْمَالِ فِى الْقَوْلِ وَالنَّفَقَةِ وَالْمَبِيْتِ "فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ" فَاصْبِرُوْا "فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا" وَلَعَلَّهُ يَجْعَلُ فِيْهِنَّ ذٰلِكَ بِاَنْ يَّرْزُقَكُمْ مِنْهُنَّ وَلَدًا صَالِحًا،

اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ عورتوں کے وارث بن جاؤ زبردستی، یہاں پر کرھا کی فتحہ اور ضمہ دونوں لغات ہیں یعنی ان کو اس معاملہ پر مجبور کرو جس طرح دور جاہلیت میں کیا جاتا تھا۔ کہ قریبی رشتے دار ہی عورتوں کے وارث بن جاتے پس اگر وہ چاہتے تو خود ہی بلا مہر ان سے نکاح کر لیتے یا دوسروں سے نکاح کر دیتے یا ان کو روک لیتے حتیٰ کہ وہ فدیہ دے یا فوت ہو جائے تو وہ اس کے مال کے مالک بن جائیں لہٰذا ان کو ان کے اس عمل سے منع کر دیا گیا۔ اور عورتوں دوسروں سے نکاح کرنے سے بھی نہ روکو، کیونکہ تمہیں ان سے کوئی رغبت نہیں ہے۔ لہٰذا نقصان کی غرض سے منع نہ کرو۔ اس نیت سے کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں، کہ صریح بے حیائی کا کام کریں۔ مبینہ یہ یاء کی فتحہ اور کسرہ دونوں طرح آئی ہے یعنی وہ بالکل نمایاں ہو یا ظاہر کرنے والی ہو۔ یعنی زنا یا نافرمانی تو پھر تمہیں انہیں روک دو حتیٰ کہ وہ تم کو فدیہ دیں وہ تم سے خلع لے لیں۔ اور ان سے گفتگو میں اور نفقہ میں اور شب باشی میں اچھا برتاؤ کرو، پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں تو تم صبر کرو، تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور

اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔یعنی شاید اللہ ان سے کوئی نیک بیٹا عطا فرما دے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

میت سے ارث لینا، انسان کے اختیار میں نہیں، لہٰذا "ترثوا" سے مراد عورتوں کو آزاد نہ چھوڑنا ہے تا کہ ان کے مرنے کے بعد ان سے ارث حاصل کیا جائے اور "کرھاً" بمعنی "کارھین" ہے اور "ان ترثوا" کی ضمیر کیلئے حال ہے۔

ان ترثوا" مسبب ہو کہ جو سبب کی جگہ آیا ہے (یعنی عورت کو ارث کی خاطر رکھنے کی حرمت، چونکہ مرد اس وقت اپنی بیوی کی وراثت لے سکتا ہے کہ جب اسے اپنے ساتھ رکھے اور اسے طلاق نہ دے، کرھاً" بمعنی" کارھات" اور "النساء" کیلئے حال ہو یہ بھی یاد رہے کہ "ان ترثوا" سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کے زندگی بسر کرنے کا مقصد فقط ارث لینا ہے یعنی اسے اور کوئی ضرورت نہیں ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۹ کے سبب نزول کا بیان

جب کوئی آدمی مر جاتا ہے تو اس کے گھر والے اس کی بیوی کے حق دار ہوتے اگر چاہتے تو اس سے نکاح کر لے اور اگر وہ چاہیں تو کسی سے اس کا نکاح کروا دیں اور اگر چاہیں تو اس کا نکاح نہ کروائیں۔ وہ اس کے گھر والوں سے اس کے زیادہ حق دار ہوتے اس بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔(بخاری 4303،قرطبی 5-95)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آل مدینہ زمانہ جاہلیت اور شروع اسلام میں اس حالت پر تھے کہ جب ان میں سے کوئی شخص مر جاتا اور اس کی کوئی بیوی ہوتی تو اس شخص کا بیٹا جو دوسرے عورت سے ہوتا یا کسی عصبی رشتہ دار، آتا اور کپڑا اس عورت پر ڈال دیتا تو وہ اس عورت کا اس کی اپنی ذات اور تمام دوسروں سے بڑھ کر حق دار ہو جاتا اور اگر وہ چاہتا تو اس سے بغیر مہر کے سوائے اس مہر کے جو میت نے اسے دیا تھا نکاح کر لیتا اور چاہتا تو کسی دوسرے سے اس کا نکاح کروا کر مہر وصول کر لیتا اور اسے بالکل کچھ نہ دیتا اور اگر چاہتا تو اسے روک لیتا اور تکلیف دیتا رہتا تا کہ وہ اس میت سے حاصل ہونے والی وارث فدیہ کے طور پر دے دے یا اسی حالت میں مر جائے اور یہ اس کے مال کا وارث بن جائے۔

چنانچہ ابو قیس بن اسلت انصاری وفات پا گئے ان کی ایک بیوی کبیشہ بنت معن انصاریہ تھی قیس کا دوسری عورت سے بیٹا کھڑا ہوا جس کا نام حصن تھا مقاتل کہتے ہیں کہ اس کا نام قیس بن ابی قیس تھا اس نے اپنا کپڑا اس پر ڈال دیا اور اس کے نکاح کا وارث بن گیا پھر اس کو چھوڑ دیا نہ اس سے صحبت کرتا اور نہ ہی اس پر کچھ خرچ کرتا اور اسے تکلیف دیتا رہتا تا کہ وہ فدیے میں اپنا مال دے دے اس سے پریشان ہو کر کبیشہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور سارا ماجرا سنایا کہ قیس فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا میرے نکاح کا وارث بن گیا اب وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور مجھ پر قابض ہے نہ تو مجھ سے جماع کرتا ہے۔

اور نہ ہی مجھ پر خرچ کرتا ہے اور نہ ہی مجھے چھوڑتا ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تو اپنے گھر بیٹھ جا یہاں تک کہ تیرے بارے میں اللہ کا حکم آ جائے پس وہ واپس چلی گئی اور یہ سارا قصہ مدینہ کی عورتوں نے بھی سنا وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں

اور عرض کیا ہماری حالت بھی بالکل کبیشہ کی طرح ہے ماسوائے کہ اس کے ہمارے بیٹے ہم سے نکاح نہیں کرتے بلکہ چچا کے بیٹے کرتے ہیں اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 123، طبری 4-209)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عورت ناپسند ہے دل نہیں ملا چھوڑ دینا چاہتا ہے تو اس صورت میں حق مہر کے علاوہ بھی وغیرہ تمام حقوق دینے پڑیں گے اس صورت حال سے بچنے کے لئے اسے ستانا یا طرح طرح سے تنگ کرنا تا کہ وہ خود اپنے حقوق چھوڑ کر چلے جانے پر آمادہ ہو جائے ایسا رویہ اختیار کرنے سے قرآن پاک نے مسلمانوں کو روک دیا ابن سلمانی فرماتے ہیں ان دونوں آیتوں میں سے پہلے آیت امر جاہلیت کو ختم کرنے اور دوسری امر اسلام کی اصلاح کے لئے نازل ہوئی، ابن مبارک بھی یہی فرماتے ہیں۔ مگر اس صورت میں کہ ان سے کھلی بیحیائی کا کام صادر ہو جائے۔

| |
|---|
| وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِينًا ٥ |
| اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال لینا چاہتے ہو۔ |

## بیوی کو دیا ہوا مال واپس نہ لینے کا بیان

"وَإِنْ أَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ" أَيْ أَخْذَهَا بَدَلَهَا بِأَنْ طَلَّقْتُمُوهَا "وَ" قَدْ "آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ" أَيْ الزَّوْجَات "قِنْطَارًا" مَالًا كَثِيرًا صَدَاقًا "فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا" ظُلْمًا "وَإِثْمًا مُّبِينًا" بَيِّنًا وَنَصْبهمَا عَلَى الْحَال، وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّوْبِيخِ،

اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو یعنی ایک بیوی کو طلاق دیکر دوسری سے شادی کرنا چاہو اور تم اسے یعنی بیویوں کو جو ڈھیروں مال دے چکے ہو، تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال لینا چاہتے ہو۔ مبینا یہ بینا کے معنی میں ہے اور منصوب حال ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور یہاں استفہام زجر و توبیخ کیلئے ہے۔

جملہ "فان کرھتموھن" کے بعد جملہ "ان اردتم" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ "استبدال" کی وجہ موجودہ بیوی کو پسند نہ کرنا اور دوسری شادی کا رجحان رکھنا ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ بات مہر واپس لینے کا جواز فراہم نہیں کرسکتی۔

## سورہ نساء آیت ۲۰ کے سبب نزول کا بیان

اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور نکاح جدید میں کام آئے۔ یہ آیت اس کی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس

مت لو، کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کر کے زوجہ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔

اس آیت سے گراں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دلیل لائی گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر فرمایا کہ عورت کے مہر گراں نہ کرو ایک عورت نے یہ آیت پڑھ کر کہا کہ اے ابن خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو اس پر امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے جو چاہو مقرر کرو سبحان اللہ خلیفہ رسول کے شان انصاف اور نفس شریف کی پاکیزگی، اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

صحیح حدیث میں ہے مومن مرد مومنہ عورت کو الگ نہ کرے اگر اس کی ایک آدھ بات سے ناراض ہوگا تو ایک آدھ خصلت اچھی بھی ہوگی۔ پھر فرماتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہے اور اس کی جگہ دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے دیئے ہوئے مہر میں سے کچھ بھی واپس نہ لے چاہے خزانہ کا خزانہ دیا ہوا ہو۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا عورتوں کے مہر باندھنے میں زیادتی نہ کرو اگر یہ دنیوی طور پر کوئی بھی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک یہ تقویٰ کی چیز ہوتی تو تم سب سے پہلے اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمل کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی کا یا کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیا (تقریباً سوا سو روپیہ) انسان زیادہ مہر باندھ کر پھر مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی بیوی اسے بوجھ معلوم ہونے لگتی ہے اور اس کے دل میں اس کی دشمنی بیٹھ جاتی ہے اور کہنے لگتا ہے کہ تو نے تو میرے کندھے پر مشک لٹکا دی۔

| |
|---|
| وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهٗ وَقَدْ أَفْضٰى بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ وَّأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۝ |
| اور تم اسے کیسے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکے ہیں۔ |

## دیئے ہوئے مہر سے واپس نہ لینے کا بیان

**وَلِلْإِنْكَارِ فِيْ قَوْلِهٖ: "وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ" أَيْ بِأَيِّ وَجْهٍ "وَقَدْ أَفْضٰى" وَصَلَ "بَعْضُكُمْ إِلٰى بَعْضٍ" بِالْجِمَاعِ الْمُقَرِّرِ لِلْمَهْرِ "وَأَخَذْنَ مِنْكُمْ مِيْثَاقًا" عَهْدًا "غَلِيْظًا" شَدِيْدًا وَهُوَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ مِنْ إِمْسَاكِهِنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ تَسْرِيْحِهِنَّ بِإِحْسَانٍ،**

اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور تم اسے کیسے یعنی کس وجہ سے واپس لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے جماع کے ذریعے مہر مقرر سے پہلو بہ پہلو مل چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکے ہیں۔ یعنی وہ سخت عہد جس کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ انہیں اچھے طریقے سے روک لو یا ان کو بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

افضیٰ "کا مصدر" افضاء "ہے جس کا معنی اتصال ہے، اور آیت میں ہوسکتا ہے یہ زوجین کے اتحاد و یگانگت سے کنایہ ہو نہ

مباشرت سے ورنہ یہ فرماتا" وقد افضیتم الیھن " مباشرت اور دخول کا معنی بیان کرنے کیلئے کلمہ "افضی" کا استعمال (یہ اس بنا پر ہے کہ جب "افضی" کا معنی مباشرت لیا جائے) کلام کی ادائیگی میں قرآنی ادب کو ظاہر کرتا ہے۔

کلمہ کیف کا استعمال یہاں پر تعجب اور استنکار کیلئے ہے۔ یعنی تم لوگ ان سے اپنا دیا ہوا مہر کس طرح واپس لیتے ہو جبکہ تم آپس میں اس طرح کے عظیم الشان رشتے میں منسلک ہو چکے ہو۔ اور ایسے عظیم الشان بندھن میں باہم بندھ چکے ہو۔ اور تم دونوں آپس میں ایک دوسرے سے بے حجابانہ طور پر مل چکے ہو۔ ایک دوسرے سے تمتع اور فائدہ حاصل کر چکے ہو۔ اور وہ عورتیں تم لوگوں سے ایک بڑا مضبوط اور پختہ عہد لے چکی ہیں یعنی اللہ کے نام کے ساتھ رشتہ ازدواج میں بندھ چکی ہیں، اور تمہارے باہمی تعلق سے یہ رشتہ ازدواج اور بھی مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے، سو ایسے میں تمہارا اس مہر میں سے کچھ واپس لینا اور بھی بعید اور تمہاری مروت وفتوت کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

## خلوت صحیحہ ہو جانے کے بعد مہر کی عدم واپسی کا بیان

اب تم اپنا مال ان سے کیسے واپس لے سکتے ہو، جبکہ صرف عقد نکاح ہی نہیں بلکہ خلوت صحیحہ اور ایک دوسرے سے بے حجابانہ ملنا بھی ہو چکا ہے، کیونکہ اس صورت میں دیا ہوا مال اگر مہر کا ہے تو عورت اس کی پوری مستحق اور مالک ہو چکی ہے، کیونکہ اس نے اپنے نفس کو شوہر کے سپرد کر دیا، اب اس کی واپسی کے کوئی معنی نہیں اور اگر دیا ہوا مال ہدیہ تحفہ کا ہے تو بھی اب اس کی واپسی ممکن نہیں، کیونکہ میاں بیوی جو آپس میں ایک دوسرے کو ہبہ کریں اس کی واپسی نہ شرعاً جائز ہے اور نہ قانوناً نافذ کی جاتی ہے، غرض ازدواجی تعلق ہبہ کی واپسی سے مانع ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا ۝ |
| اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، بے شک |
| یہ ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔ |

## منکوحہ اب سے نکاح کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَنۡكِحُوا مَا" بِمَعۡنٰى مَنۡ "نَكَحَ اٰبَاؤُكُمۡ مِنَ النِّسَاءِ اِلَّا" لٰكِنۡ "مَا قَدۡ سَلَفَ" مِنۡ فِعۡلِكُمۡ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ مَعۡفُوٌّ عَنۡهُ "اِنَّهٗ" اَيۡ نِكَاحُهُنَّ "كَانَ فَاحِشَةً" قَبِيۡحًا "وَمَقۡتًا" سَبَبًا لِلۡمَقۡتِ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ اَشَدُّ الۡبُغۡضِ "وَسَاءَ" بِئۡسَ "سَبِيۡلًا" طَرِيۡقًا ذٰلِكَ،

یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔ اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو جن سے تمھارے باپ نکاح کر چکے ہوں، مگر جو پہلے گزر چکا، یعنی وہی معاف ہے۔ بے شک یہ نکاح ہمیشہ سے بڑی بے حیائی اور سخت غصے کی بات ہے اور برا راستہ ہے۔ جو اللہ کی سخت ناراضگی کا سبب ہے۔ اور اس کی ناراضگی سب سے سخت ہے اور ایسا کرنا کتنا برا راستہ ہے۔

## سورہ نساء آیت ۲۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حصن بن ابی قیس کے بارے میں نازل ہوئی جس نے اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی تھی جس کا نام کبیشہ تھا دوسرا شخص جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، الاسود بن خیف جس نے اپنے باپ کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں سے شادی کی تھی تیسرا شخص صفوان بن امیہ بن خلف تھا جس نے اپنی سوتیلی ماں فاختہ بنت الاسود بن المطلب سے شادی کی تھی اور چوتھا شخص منظور بن زبان تھا جس نے اپنے والد کی بیوی یعنی اپنی سوتیلی ماں ملیکہ بنت خارجہ سے شادی کی تھی۔

اشعث بن سوار کا قول ہے کہ ابوقیس فوت ہوگیا یہ شخص انصار کے نیکوکار لوگوں میں سے تھا اس کے بیٹے قیس نے اپنے باپ کی بیوی کے ساتھ منگنی کی تو اس نے اس سے کہا کہ میں تم سے ایک بچے کا وعدہ کرتی ہوں۔

لیکن میں رسول اللہ کے پاس جا کر ان کی اجازت لوں گی چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے آپ کو اس صورت حال کی اطلاع دی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری ملاقات میرے اپنے چچا سے ہوئی جن کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے رسول اللہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نے ایک ایسے شخص کی گردن اتار دینے کے لئے بھیجا ہے جس نے اس حکم کے بعد اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا ہے۔ (ابن ماجہ، جامع البیان)

## نکاح کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

نکاح کے لغوی معنی ہیں جمع کرنا لیکن اس لفظ کا اطلاق مجامعت کرنے اور عقد کے معنی پر بھی ہوتا ہے کیونکہ مجامعت اور عقد دونوں ہی میں جمع ہونا اور ملنا پایا جاتا ہے لہٰذا اصول فقہ میں نکاح کے یہی معنی یعنی جمع ہونا بمعنی مجامعت کرنا مراد لینا چاہئے بشرطیکہ ایسا کوئی قرینہ نہ ہو جو اس معنی کے خلاف دلالت کرتا ہو۔ علماء فقہ کی اصطلاح میں نکاح اس خاص عقد و معاہدہ کو کہتے ہیں جو مرد وعورت کے درمیان ہوتا ہے اور جس سے دونوں کے درمیان زوجیت کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

## محرمات سے بدکاری کرنے والی کی سزا میں مذاہب اربعہ

جو شخص محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کرے اسے قتل کر دو۔ فقہاء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ امام احمد تو اسی بات کے قائل ہیں کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے اور اس کا مال ضبط کرلیا جائے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ اگر اس نے محرمات میں سے کسی کے ساتھ زنا کیا ہو تو اس پر حد زنا جاری ہوگی، اور اگر نکاح کیا ہو تو اسے سخت عبرتناک سزا دی جائے گی۔

## سوتیلی ماں سے حرمت نکاح پر اجماع کا بیان

اس پر تو علماء کا اجماع ہے کہ جس عورت سے باپ نے مباشرت کرلی خواہ نکاح کر کے خواہ ملکیت میں لا کر خواہ شبہ سے وہ

عورت بیٹے پر حرام ہے، ہاں اگر جماع نہ ہوا ہو تو صرف مباشرت ہوئی ہو یا وہ اعضاء دیکھے ہوں جن کا دیکھنا اجنبی ہونے کی صورت میں حلال نہ تھا تو اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد تو اس صورت میں بھی اس عورت کو لڑکے پر حرام بتاتے ہیں، حافظ ابن عساکر کے اس واقعہ سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت خدیج حمصی نے جو حضرت معاویہ کے مولی تھے حضرت معاویہ کے لئے ایک لونڈی خریدی جو گورے رنگ کی اور خوبصورت تھی اسے برہنہ ان کے پاس بھیج دیا ان کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے اشارہ کر کے کہنے لگے اچھا نفع تھا اگر یہ ملبوس ہوتی پھر کہنے لگے اسے یزید بن معاویہ کے پاس لے جاؤ پھر کہا نہیں نہیں ٹھہرو ربیعہ بن عمرو حرسی کو میرے پاس بلا لاؤ یہ بڑے فقیہ تھے جب آئے تو حضرت معاویہ نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میں نے اس عورت کے یہ اعضاء مخصوص دیکھے ہیں، یہ برہنہ تھی۔ اب میں اسے اپنے لڑکے یزید کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں تو کیا اس کے لئے یہ حلال ہے؟ حضرت ربیعہ نے فرمایا امیر المومنین ایسا نہ کیجئے یہ اس کے قابل نہیں رہی فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو اچھا جاؤ عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو بلا لاؤ وہ آئے وہ تو گندم گوں رنگ کے تھے اس سے حضرت معاویہ نے فرمایا اس لونڈی کو میں تمہیں دیتا ہوں تا کہ تمہاری اولاد سفید رنگ پیدا ہو یہ عبداللہ بن مسعدہ وہ ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو دیا تھا آپ نے انہیں پالا پرورش کیا پھر اللہ تعالیٰ کے نام سے آزاد کر دیا پھر یہ حضرت معاویہ کے پاس چلے آئے تھے۔

| |
|---|
| حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ |
| وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ |
| مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ٘ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ |
| الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ٘ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ٘ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ |
| مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں حرام کر دی گئی ہیں، اور |
| تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، پھر اگر تم نے ان سے صحبت |
| نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں، اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں، جو تمہاری پشت سے ہیں، اور یہ بھی کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع |
| کرو سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## دائمی حرمت نکاح کے اسباب کا بیان

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ" اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَشَمِلَتِ الْجَدَّاتُ مِنْ قِبَلِ الْاَبِ اَوِ الْاُمِّ "وَبَنَاتُكُمْ"

وَشَمِلَتْ بَنَاتُ الْاَوْلَادِ وَاِنْ سَفَلْنَ "وَاَخَوَاتُكُمْ" مِنْ جِهَةِ الْاَبِ اَوِ الْاُمِّ "وَعَمّٰتُكُمْ" اَیْ اَخَوَاتُ اٰبَائِكُمْ وَاَجْدَادِكُمْ "وَخٰلٰتُكُمْ" اَیْ اَخَوَاتُ اُمَّهَاتِكُمْ وَجَدَّاتِكُمْ "وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ" وَيَدْخُلُ فِيْهِنَّ اَوْلَادُهُمْ "وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ" قَبْلَ اسْتِكْمَالِ الْحَوْلَيْنِ خَمْسَ رَضَعَاتٍ كَمَا بَيَّنَهُ الْحَدِيْثُ "وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ" وَيُلْحَقُ بِذٰلِكَ بِالسُّنَّةِ الْبَنَاتُ مِنْهَا وَهُنَّ مَنْ اَرْضَعَتْهُمْ مَوْطُوْءَتُهٗ وَالْعَمَّاتُ وَالْخَالَاتُ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ مِنْهَا لِحَدِيْثِ (يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ) رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ وَمُسْلِمٌ "وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ" جَمْعُ رَبِيْبَةٍ وَهِیَ بِنْتُ الزَّوْجَةِ مِنْ غَيْرِهٖ "الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ" تُرَبُّوْنَهُنَّ صِفَةٌ مُوَافِقَةٌ لِلْغَالِبِ فَلَا مَفْهُوْمَ لَهَا "مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ" اَیْ جَامَعْتُمُوْهُنَّ "فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ" فِیْ نِكَاحِ بَنَاتِهِنَّ اِذَا فَارَقْتُمُوْهُنَّ "وَحَلَآئِلُ" اَزْوَاجُ "اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ" بِخِلَافِ مَنْ تَبَنَّيْتُمُوْهُمْ فَلَكُمْ نِكَاحُ حَلَائِلِهِمْ "وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ" مِنْ نَسَبٍ اَوْ رَضَاعٍ بِالنِّكَاحِ وَيُلْحَقُ بِهِمَا بِالسُّنَّةِ الْجَمْعُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ عَمَّتِهَا اَوْ خَالَتِهَا وَيَجُوْزُ نِكَاحُ كُلِّ وَاحِدَةٍ عَلَى الْاِنْفِرَادِ وَمِلْكُهُمَا مَعًا وَيَطَاُ وَاحِدَةً "اِلَّا" لٰكِنْ "مَا قَدْ سَلَفَ" فِی الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ نِكَاحِهِمْ بَعْضَ مَا ذُكِرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْهِ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا" لِمَا سَلَفَ مِنْكُمْ قَبْلَ النَّهْیِ "رَّحِيْمًا" بِكُمْ فِیْ ذٰلِكَ۔

تم پر تمہاری مائیں یعنی ان سے نکاح کرنا حرام ہے اس میں باپ کی طرف سے دادیاں اور ماں کی جانب سے نانیاں بھی شامل ہیں۔

اور تمہاری بیٹیاں اس میں پوتیاں بھی شامل ہیں اور اسی طرح نیچے تک تمام داخل ہیں، اور تمہاری بہنیں اور علاتی واخیافی بیٹیاں بھی تم پر حرام کردی گئی ہیں۔

اور تمہاری پھوپھیاں یعنی تمہارے باپ دادوں کی بہنیں، اور تمہاری خالائیں یعنی تمہاری ماؤں اور نانیوں کی بہنیں، اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، ان میں ان کی اولادیں بھی شامل ہیں۔ اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو، یعنی جنہوں نے دوسال مکمل ہونے سے پہلے پانچ گھونٹ دودھ پلایا ہو۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے، اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور اس میں رضاعی بیٹیاں بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ اور وہ لڑکیاں جن کو موطوءہ نے دودھ پلایا ہو۔

رضاعی پھوپیاں، خالائیں اور رضاعی بھتیجیاں اور رضاعی بھانجیاں بھی اس اصول سے حرام ہیں جو حدیث میں بیان ہوا ہے کہ جو رشتے نسب سے حرام ہوتے ہیں وہی رضاعت سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

اور تمہاری بیویوں کی مائیں حرام کردی گئی ہیں، اور تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں سے ہیں جن سے تم صحبت کرچکے ہو، یہاں پر ربائب ئی ربیبہ کی جمع ہے یعنی جو اس کی بیوی کی دوسرے شوہر سے لڑکی ہو۔ یہاں پر ای حجورکم

یہ صفت غالب ہے پس یہاں مفہوم مخالف معتبر نہ ہوگا۔ یعنی وہ تب حرام ہوں گی جب وہ اپنی بیویوں سے ہیں۔
پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کوئی حرج نہیں، جب تم نے بیویوں سے جماع بھی نہیں کیا کوئی حرج نہیں، خواہ ان بیویوں کو تم الگ کر دو۔

اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں، جو تمہاری پشت سے ہیں، وہ تم پر حرام ہیں۔ جبکہ متبنی جس کو بنایا ہے فرقت کے ان سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی کہ تم دو بہنوں خواہ وہ حقیقی ہوں یا رضاعی ہوں ان کو ایک ساتھ جمع کرو یہ حرام ہے۔ اور حدیث مبارکہ کے مطابق بیویوں کو ان کی خالاؤں اور ان کی پھوپھیوں کے ساتھ جمع کرنا حرام ہے جبکہ الگ الگ ان میں سے ہر ایک نکاح درست ہے۔ اور ان کی ملکیت حاصل کرنا بھی درست ہے البتہ وطی صرف ایک شخص کر سکتا ہے۔
سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔ یعنی مذکورہ میں سے کسی کا نکاح ہوا تو اس میں حرج نہ ہوگا۔ کہ احکام تکلیفہ سے پہلے کا معاملہ ہے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، احکام بیان میں مہربان ہے۔

## فقہاء احناف کے نزدیک مدت رضاعت کا بیان

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ دودھ کے رشتے شیر خواری کی مدت میں قلیل دودھ پیا جائے یا کثیر اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے شیر خواری کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیس ماہ اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہیں شیر خواری کی مدت کے بعد دودھ پیا جائے اس سے حرمت متعلق نہیں ہوتی اللہ نے رضاعت (شیر خواری) کو نسب کے قائم مقام کیا ہے اور دودھ پلانے والی کو شیر خوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیر خوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلائی کا شوہر شیر خوار کا باپ اور اس کا باپ شیر خوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلائی کے سوا اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ وہ قبل شیر خواری کے پیدا ہوا یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔
اور دودھ پلائی کی ماں شیر خوار کی نانی اور اُس کی بہن اس کی خالہ اور اُس شوہر سے اُس کے جو بچے پیدا ہوں وہ شیر خوار کے رضاعی بھائی بہن اور اُس شوہر کے علاوہ دوسرے شوہر سے جو ہوں وہ اس کی سوتیلے بھائی بہن اس میں اصل یہ حدیث ہے کہ رضاع سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہیں اس لئے شیر خوار پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے نسبی و رضاعی اصول و فروع سب حرام ہیں۔ (خزائن العرفان، نساء ۲۳)

## حرمت رضاعت کا حرمت نسب پر قیاس کرنے کا بیان

(۱) حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رشتے نسب سے حرام کیے ہیں وہی رشتے رضاعت سے بھی حرام کیے ہیں اس باب میں حضرت عائشہ، ابن عباس، ام حبیبہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1152)

(۲) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے رضاعت سے بھی وہی رشتے

سیاہ فام عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اور وہ جھوٹی ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ پر چہرہ پھیر لیا میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور آیا اور عرض کیا وہ جھوٹی ہے آپ نے فرمایا کیسے؟ جب کہ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے تم دونوں کو دودھ کو پلایا ہے تم اس عورت کو چھوڑ دو۔

حدیث عقبہ بن حارث حسن صحیح ہے کئی راوی یہ حدیث ابن ابی ملیکہ سے اور وہ عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں اور اس میں عبید بن ابی مریم کا ذکر نہیں کرتے پھر اس حدیث میں یہ الفاظ بھی نہیں ہیں کہ تم اس کو چھوڑ دو۔ بعض علماء صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں یہ اس صورت میں کافی ہے کہ اس عورت سے قسم لی جائے۔ امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی گواہی کافی نہیں بلکہ زیادہ ہونی چاہییں۔ امام شافعی کا یہی قول ہے۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن عبید اللہ بن ابی ملیکہ ان کی کنیت ابو محمد ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے انہیں طائف میں قاضی مقرر کیا تھا ابن جریج کہتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیس صحابیوں کو پایا ہے ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے جارود بن معاذ سے سنا ہے کہ وکیع کے نزدیک بھی رضاعت کے لیے ایک عورت کی گواہی کافی نہیں لیکن اگر ایک عورت کی گواہی سے اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو یہ عین تقویٰ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1158)

## حرمت نکاح کا سبب رضاعت وربیبہ ہونے کا بیان

امام ابوداؤد علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میری بہن پسند ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیوں کیا بات ہے؟ بولیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے نکاح کر لیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کو پسند کرو گی وہ بولیں صرف میں ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی نہیں ہوں اور میں اس بات کو پسند کروں گی کہ میری بہن بھی ان میں شامل ہو جائے جو میرے ساتھ خیر میں (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجیت میں) شریک ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ میرے لیے حلال نہیں ہو سکتی (کیونکہ ایک ساتھ دو بہنوں سے نکاح جائز نہیں) (یہ سن کر) ام حبیبہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہ (یا ذرہ) بنت ابی سلمہ سے نکاح کا پیغام دیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیرت سے دریافت فرمایا کہ کیا ام سلمہ کی بیٹی درہ سے ام حبیبہ نے کہا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تو میری ربیبہ ہے اور اگر وہ ربیبہ نہ بھی ہوتی تو بھی وہ میرے دودھ شریک بھائی کی بیٹی ہے (پس دونوں صورتوں میں وہ میرے لیے حلال نہیں لہٰذا تمہیں اس کی جو خبر ملی ہے وہ غلط ہے) مجھے اور اس کے باپ ابوسلمہ کو تو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے پس تم میرے لیے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو پیش مت کرو۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 291)

حرام کیے ہیں جو ولادت سے حرام کیے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کا اسی پر عمل ہے اس مسئلہ میں علماء کا اتفاق ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1153)

## حرمت رضاعت سے متعلق بعض فقہی مذاہب کا بیان

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میرے پاس میرے رضاعی چچا تشریف لانے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر انہیں اجازت دینے سے انکار کر دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے پاس داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ تو تمہارے چچا ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں آپ نے فرمایا انہیں چاہیے کہ وہ تمہارے پاس آ جائیں اس لیے کہ وہ تمہارے چچا ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام اور دیگر علماء کا اس پر عمل ہے کہ انہوں نے رضاعی رشتہ والے مرد کے سامنے ہونے کو مکروہ کہا ہے بعض اہل علم نے اس کی اجازت دی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1154)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں ہیں ان میں سے ایک نے لڑکی کو اور دوسرے نے ایک لڑکے کو دودھ پلایا کیا اس لڑکے کے لیے وہ لڑکی حلال ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ منی تو ایک ہی ہے (یعنی وہ شخص دونوں باندیوں کے ساتھ صحبت کرتا ہے) یہ مرد کے دودھ کی تفسیر ہے اس باب میں یہی اصل ہے امام احمد اور اسحاق کا یہی قول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1155)

## محرمات رضاعیہ کی تفصیل کا بیان

حرمت رضاعت کا تعلق جس طرح دودھ پلانے والی عورت سے ہوتا ہے اسی طرح اس کے شوہر سے بھی ہوتا ہے دودھ پینے والے پر اس کے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول و فروع حرام ہیں۔ خواہ وہ اصول اور فروع نسبا ہوں یا رضاعی، حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کا اس شخص (شوہر) سے یا کسی سے بچہ پیدا ہو، اس دودھ پلانے سے پہلے یا اس کے بعد یا وہ عورت کسی اور بچہ کو دودھ پلائے تو یہ سب اس دودھ پینے والے کے بہن بھائی ہیں اور ان کی اولاد اس کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے اور دودھ پلانے والی عورت کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور اس کا بھائی اس کا ماموں ہے اور اس کی بہن اس کی خالہ ہے اسی طرح دادا، اور دادی کا حکم ہے اور رضاعت میں مصاہرت بھی ثابت ہو گی حتیٰ کہ دودھ پلانے والی کے شوہر کی بیوی دودھ پینے والے پر حرام ہو گی اور دودھ پینے والے کی بیوی اس پر حرام ہو گی۔ (فتاوی عالم گیری، ج ۱، ص ۳۴۳۔۳۴۲، بولاق مصر)

## دعویٰ رضاعت میں شہادت کا فقہی حکم

حضرت عقبہ بن حارث سے نقل کرتے ہیں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث عقبہ سے بھی سنی ہے لیکن عبید کی حدیث مجھے زیادہ یاد ہے کہ عقبہ نے کہا کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا تو ایک سیاہ فام عورت آئی اور اس نے کہا میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے پس میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے فلاں عورت سے نکاح کیا تھا ایک

## دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی ممانعت کا بیان

ابن فیروز دیلمی سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے فرمایا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمان ہو گیا ہوں اور میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان دونوں میں سے جس کو چاہو اپنے لیے منتخب کر لو، یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1134)

## دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت پر سلف وخلف کا اجماع

صحابہ تابعین ائمہ اور سلف وخلف کے علماء کرام کا اجماع ہے کہ دو بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو شخص مسلمان ہو اور اس کے نکاح میں دو بہنیں ہوں تو اسے اختیار دیا جائے گا کہ ایک کو رکھ لے اور دوسری کو طلاق دے دے اور یہ اسے کرنا ہی پڑے گا حضرت فیروز فرماتے ہیں میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں دو عورتیں تھیں جو آپس میں بہنیں تھیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو طلاق دے دو۔ (مسند احمد)

ابن ماجہ ابوداؤد اور ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے ترمذی میں بھی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے جسے چاہو ایک کو رکھ لو اور ایک کو طلاق دے دو، امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں، ابن ماجہ میں ابوخراش کا ایسا واقعہ بھی مذکور ہے ممکن ہے کہ ضحاک بن فیروز کی کنیت ابوخراش ہو اور یہ واقعہ ایک ہی ہو اور اس کے خلاف بھی ممکن ہے

حضرت دیلمی نے رسول مقبول صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نکاح میں دو بہنیں ہیں آپ نے فرمایا ان سے جسے چاہو ایک کو طلاق دے دو (ابن مردویہ) پس دیلمی سے مراد ضحاک بن فیروز ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ یمن کے ان سرداروں میں سے تھے جنہوں نے اسود عنسی متنبی ملعون کو قتل کیا چنانچہ دو لونڈیوں کو جو آپس میں سگی بہنیں ہوں ایک ساتھ جمع کرنا ان سے وطی کرنا بھی حرام ہے، اس کی دلیل اس آیت کا عموم ہے جو بیویوں اور اور لونڈیوں پر مشتمل ہے

حضرت ابن مسعود سے اس کا سوال ہوا تو آپ نے مکروہ بتایا سائل نے کہا قرآن میں جو ہے آیت (الا ماملکت ایمانکم) یعنی وہ جو جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہیں اس پر حضرت ابن مسعود نے فرمایا تیرا اونٹ بھی تو تیرے داہنے ہاتھ کی ملکیت میں ہے جمہور کا قول بھی یہی مشہور ہے اور آئمہ اربعہ وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں گو بعض سلف نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ایک آیت اسے حلال کرتی ہے دوسری حرام میں تو اس سے منع کرتا سائل وہاں سے نکلا تو راستے میں ایک صحابی سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے بھی یہی سوال کیا انہوں نے فرمایا اگر مجھے کچھ اختیار ہوتا تو میں ایسا کرنے والے کو عبرت ناک سزا دیتا،

حضرت امام مالک فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ یہ فرمانے والے غالباً علی کا نام اس لئے نہیں لیا کہ وہ عبدالملک بن مروان کا مصاحب تھا اور ان لوگوں پر آپ کا نام بھاری پڑتا تھا حضرت الیاس بن عامر کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب سے سوال

کیا کہ میری ملکیت میں دو لونڈیاں ہیں دونوں آپس میں سگی بہنیں ہیں ایک سے میں نے تعلقات قائم کر رکھے ہیں اور میرے ہاں اس سے اولاد بھی ہوئی ہے اب میرا جی چاہتا ہے کہ اس کی بہن سے جو میری لونڈی ہے اپنے تعلقات قائم کروں تو فرمایئے شریعت کا اس میں کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلی لونڈی کو آزاد کر کے پھر اس کی بہن سے یہ تعلقات قائم کر سکتے ہو، اس نے کہا اور لوگ تو کہتے ہیں کہ میں اس کا نکاح کرادوں پھر اس کی بہن سے مل سکتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا دیکھو اس صورت میں بھی خرابی ہے وہ یہ کہ اگر اس کا خاوند اسے طلاق دے دے یا انتقال کر جائے تو وہ پھر لوٹ کر تمہاری طرف آجائے گی، اسے تو آزاد کر دینے میں ہی سلامتی ہے، پھر آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا سنو آزاد عورتوں اور لونڈیوں کے احکام حلت وحرمت کے لحاظ سے یکساں ہیں ہاں البتہ تعداد میں فرق ہے یعنی آزاد عورتیں چار سے زیادہ جمع نہیں کر سکتے اور لونڈیوں میں کوئی تعداد کی قید نہیں اور دودھ پلائی کے رشتہ سے بھی اس رشتہ کی وہ تمام عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسل اور نسب کی وجہ سے حرام ہیں۔

## نکاح میں ممانعت جمع سے متعلق قاعدہ فقہیہ

**توقف اول الکلام علی اخرہ فلا جرم یقتر نان** (نورالانوار)

کلام کا اول حصہ آخری حصہ پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا دونوں حصے اول وآخر زمانے میں مقترن ہو گئے۔

اس کا ثبوت یہ ہے۔ **ولا یجمع بین الاختین**۔ (النساء)

اگر کسی شخص کے وکیل نے دو حقیقی بہنوں کو اس کے نکاح میں جمع کر دیا اور نکاح پڑھا دیا تو اس پر نکاح کرنے والے نے کہا" **اجزت نکاح ھذہ و ھذہ** " میں نے اس اور اُس کے نکاح کی اجازت دی۔ تو دونوں سے نکاح باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ پہلی بہن کے نکاح کا اقرار کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصہ میں اس کی دوسری بہن کا نکاح کا اقرار ہے جبکہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لہٰذا ایک زمانہ میں دو حقیقی بہنوں سے اقرار نکاح کی وجہ سے دونوں سے نکاح باطل ہو گیا۔ پہلی بہن سے نکاح کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نکاح تو کلام کے آخری حصہ پر موقوف تھا اور آخری حصے کا اقرار شرعاً باطل تھا وہ تو موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے باطل ہو گیا۔ اور دوسری بہن کا نکاح بھی پہلے اقرار کو ثابت کرنے کیلئے تھا جبکہ اس اقرار کو اس طرح ثابت کرنا شرعاً باطل تھا لہٰذا دونوں کا نکاح باطل ہو گیا۔ اور یہ قاعدہ بھی ثابت ہو گیا۔ (نورالانوار)

| |
|---|
| وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ |
| اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ |
| فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ |

| |
|---|
| اور شوہر والی عورتیں ( بھی تم پر حرام ہیں ) سوائے ان ( کافروں کی قیدی عورتوں ) کے جو تمہاری مِلک میں آ جائیں، (ان احکام |
| حرمت کو) اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے، اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں تا کہ تم اپنے اموال کے |
| ذریعے طلبِ نکاح کرو پاک دامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے اس کے عوض فائدہ |
| اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد |
| باہم رضا مند ہو جاؤ، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## محصنات کی حرمت کا بیان

"وَ" حُرِمَتْ عَلَيْكُمْ "الْمُحْصَنَات" اَیْ ذَوَات الْاَزْوَاج "مِنَ النِّسَاء " اَنْ تَنكِحُوهُنَّ قَبْلَ مُفَارَقَة اَزْوَاجِهِنَّ حَرَائِر مُسْلِمَات كُنَّ اَوْ لَا "إِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانكُمْ" مِنَ الْإِمَاء بِالسَّبْيِ فَلَكُمْ وَطْؤُهُنَّ وَاِنْ كَانَ لَهُنَّ اَزْوَاج فِي دَار الْحَرْب بَعْد الِاسْتِبْرَاء "كِتَاب اللّٰه" نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَر اَیْ كَتَبَ ذٰلِكَ "عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول "لَكُمْ مَا وَرَاء ذٰلِكُمْ" اَیْ سِوَى مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ النِّسَاء "اَنْ تَبْتَغُوا " تَطْلُبُوا النِّسَاء "بِاَمْوَالِكُمْ" بِصَدَاقٍ اَوْ ثَمَن "مُحْصِنِينَ" مُتَزَوِّجِينَ "غَيْر مُسَافِحِينَ" زَانِينَ "فَمَا" فَمَنْ "اسْتَمْتَعْتُمْ" تَمَتَّعْتُمْ "بِهِ مِنْهُنَّ" مِمَّنْ تَزَوَّجْتُمْ بِالْوَطْءِ "فَاٰتُوهُنَّ اُجُورهنَّ" مُهُورهنَّ الَّتِي فَرَضْتُمْ لَهُنَّ "فَرِيضَة وَلَا جُنَاح عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ" اَنْتُمْ وَهُنَّ "بِهِ مِنْ بَعْد الْفَرِيضَة" مِنْ حَطِّهَا اَوْ بَعْضها اَوْ زِيَادَة عَلَيْهَا "إِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيمًا" بِخَلْقِهِ "حَكِيمًا" فِيمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ،

اور وہ شوہر والی عورتیں بھی تم پر حرام ہیں۔ جن سے تم ان کے شوہروں سے جدا ہونے کے بغیر نکاح کرنا چاہو۔ اگرچہ وہ آزاد ہوں یا باندیاں ہوں یا کوئی دوسری عورتیں ہوں۔

لیکن ان کافروں کی قیدی عورتیں جو تمہاری مِلک میں آ جائیں، وہ استبرائے رحم کے بعد تمہارے لئے حلال ہیں اگرچہ ان کے شوہر دارالحرب میں موجود ہوں۔ ان احکامِ حرمت کو اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے۔ یعنی نصب ذالک مصدر ہونے کے سبب منصوب ہے۔

اور ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی گئی ہیں، احل یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ تا کہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلبِ نکاح کرو پاک دامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے نکاح کے بعد جماع کے ذریعے فائدہ اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضا مند ہو جاؤ، یعنی اس میں کل کے اسقاط پر یا بعض کم کرنے پر یا زیادہ کرنے پر، بیشک اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، ان کی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔

'محصنة" مسلمان، عفیف، آزاد یا شوہر دار عورت کو کہتے ہیں اور حکم وموضوع کی مناسبت سے آیت میں اس سے مراد شوہر دار عورت ہے۔'المحصنات" کیلئے "من النساء" کی قید، تاکید کیلئے ہے۔اور یہ غیر مسلمان عورت کے شمول پر دلالت کر رہی ہے۔

## سورہ نساء آیت ۲۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ اوطاس کے موقع پر ہم لوگوں نے مال غنیمت کے طور پر ایسی عورتیں پائیں جن کے شوہر مشرکین میں موجود تھے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے ان سے صحبت کرنا مکروہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاۗءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ، اور حرام ہیں خاوند والی عورتیں مگر یہ کہ وہ تمہاری ملکیت میں آ جائیں۔اللہ تعالیٰ نے ان احکام کو تم پر فرض کر دیا ہے، یہ حدیث حسن ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 955)

## دارالاسلام میں عدت کے اعتبار کا بیان

ابن شہاب سے روایت ہے کہ چند عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو جاتی تھیں اپنے ملک میں ہجرت نہیں کرتی تھیں اور خاوند ان کے کافر ہوتے تھے انہی عورتوں میں سے ایک عاتکہ تھی جو ولید بن مغیرہ کی بیٹی تھیں جو صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں وہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئیں اور ان کے خاوند صفوان بھاگ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چچازاد بھائی وہب بن عمیر کو اپنی چادر نشانی کے واسطے دے کو صفوان کے پاس بھیجا اور ان کو امان دی اور اسلام کی طرف بلایا اور یہ کہا کہ میرے پاس آئے اگر تمہای خوشی ہو تو مسلمان ہو نا نہ تو تم کو دو مہینے کی مہلت ملے گی جب صفوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی چادر لے کر آ آئے تو لوگوں کے سامنے پکار اٹھے اے محمد وہب بن عمیر میرے پاس تمہاری چادر لے کر آئے اور مجھ سے کہا کہ تم نے مجھ کو بلایا ہے اس شرط پر کہ اگر میں چاہوں تو مسلمان ہو جاؤں نہیں تو مجھ کو دو مہینے کی مہلت ملے گی۔آپ نے فرمایا اتر وابے ابووہب صفوان نے کہا قسم اللہ کی میں کبھی نہ اتروں گا جب تک تم مجھ سے بیان نہ کرو گے کہ وہب بن عمیر کا پیام صحیح ہے آپ نے فرمایا وہ تو کیا میں تمہیں چار مہینے کی مہلت دیتا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ہوازن کی طرف حنین میں گئے اور آپ نے صفوان سے کچھ ہتھیار اور سامان عاریتاً مانگا صفوان نے کہا آپ خوشی سے مانگتے ہیں یا زبردستی سے آپ نے فرمایا خوشی سے صفوان نے ہتھیار اور سامان دیئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے اور صفوان کفر ہی کی حالت میں آپ کے ساتھ رہے مگر آپ نے ان کی عورت کو ان سے نہ چھڑایا یہاں تک کہ صفوان بھی مسلمان ہو گئے اور ان کی عورت بدستور ان کے پاس رہیں۔ابن شہاب نے کہا کہ صفوان کی بی بی خاوند سے ایک مہینہ پہلے اسلام لائی تھیں اور جو عورت دارالکفر سے مسلمان ہو کر دارالاسلام میں ہجرت کر کے آئے تو وہ اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی اور عدت کر کے دوسرا نکاح کر لے گی مگر جب اس کا خاوند اس کی عدت کے اندر مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آ جائے۔(موطا امام مالک: جلد اول: حدیث نمبر 1019)

| |
|---|
| وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ |
| فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ |
| وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ |
| فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ |
| مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں |
| ہاتھ ہوں، تمہاری مومن باندیوں سے نکاح کرلے، اور اللہ تمہارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے، تمہارا بعض بعض سے ہے۔ تو |
| ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو، جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، |
| بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، پھر جب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر |
| اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ |
| تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ |

## محصنات سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھنے کا بیان

"وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا" اَىْ غِنًى "اَنْ يَّنْكِح الْمُحْصَنَات" اَلْحَرَائِر "الْمُؤْمِنَات" هُوَ جَرْى عَلَى الْغَالِب فَلَا مَفْهُوم لَهٗ "فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانكُمْ" يَنْكِح "مِنْ فَتَيَاتكُمْ الْمُؤْمِنَات وَاللّٰهُ اَعْلَم بِاِيْمَانِكُمْ" فَاكْتَفُوْا بِظَاهِرِهٖ وَكِلُوا السَّرَائِر اِلَيْهِ فَاِنَّهٗ الْعَالِم بِتَفْضِيلِهَا وَرُبَّ اَمَة تَفْضُل حُرَّة فِيْهِ وَهٰذَا تَاْنِيس بِنِكَاحِ الْاِمَاء "بَعْضكُمْ مِنْ بَعْض" اَىْ اَنْتُمْ وَهُنَّ سَوَاء فِى الدِّيْن فَلَا تَسْتَنْكِفُوْا مِنْ نِكَاحِهِنَّ "فَانْكِحُوهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلهنَّ" مَوَالِيهِنَّ "وَاٰتُوهُنَّ" اَعْطُوهُنَّ "اُجُورهنَّ" مُهُورهنَّ "بِالْمَعْرُوْفِ" مِنْ غَيْر مَطْل وَنَقْص "مُحْصَنَات" عَفَائِف حَال "غَيْر مُسَافِحَات" زَانِيَات جَهْرًا "وَلَا مُتَّخِذَات اَخْدَان" اَخِلَّاء يَزْنُوْنَ بِهِنَّ سِرًّا "فَاِذَا اُحْصِنَّ" زُوِّجْنَ وَفِىْ قِرَاءَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ تَزَوَّجْنَ "فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ" زِنًا "فَعَلَيْهِنَّ نِصْف مَا عَلَى الْمُحْصَنَات" الْحَرَائِر الْاَبْكَار اِذَا زَنَيْنَ "مِنْ الْعَذَاب" الْحَدّ فَيُجْلَدْنَ خَمْسِيْنَ وَيُغَرَّبْنَ نِصْف سَنَة وَيُقَاس عَلَيْهِنَّ الْعَبِيد وَلَمْ يَجْعَل الْاِحْصَان شَرْطًا لِوُجُوْبِ الْحَدّ لِاِفَادَةِ اَنَّهٗ لَا رَجْم عَلَيْهِنَّ اَصْلًا "ذٰلِكَ" اَىْ نِكَاح الْمَمْلُوكَات عِنْد عَدَم الطَّوْل "لِمَنْ خَشِيَ" خَافَ "الْعَنَت" الزِّنَا وَاَصْله الْمَشَقَّة سُمِّيَ بِهِ الزِّنَا لِاَنَّهٗ سَبَبهَا بِالْحَدِّ

فِی الدُّنْیَا وَالْعُقُوبَۃِ فِی الْاٰخِرَۃِ "مِنْکُمْ" بِخِلَافِ مَنْ لَّا یَخَافُہُ مِنَ الْاَحْرَارِ فَلَا یَحِلُّ لَہٗ نِکَاحُھَا وَکَذَا مَنِ اسْتَطَاعَ طَوْلَ حُرَّۃٍ وَعَلَیْہِ الشَّافِعِیُّ وَخَرَجَ بِقَوْلِہٖ "مِنْ فَتَیَاتِکُمُ الْمُؤْمِنَاتِ" الْکَافِرَاتُ: فَلَا یَحِلُّ لَہٗ نِکَاحُھَا وَلَوْ عَدِمَ وَخَافَ "وَاَنْ تَصْبِرُوْا" عَنْ نِکَاحِ الْمَمْلُوْکَاتِ "خَیْرٌ لَّکُمْ" لِئَلَّا یَصِیْرَ الْوَلَدُ رَقِیْقًا "وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" بِالتَّوْسِعَۃِ فِیْ ذٰلِکَ،

اور تم میں سے جو مالی لحاظ سے طاقت نہ رکھے کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے۔ایمان کی صفت غلبے کے سبب ہے لہٰذا اس کے مفہوم مخالف کا اعتبار نہ ہوگا۔ ان میں سے جن کے مالک نکاح کے اعتبار سے تمہارے دائیں ہاتھ ہوں، تمہاری مومن باندیوں سے نکاح کرلے،اور اللہ تمہارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے،یعنی تم ان کے ظاہری ایمان کا کافی سمجھو اور ان کے رازوں کو اللہ کے حوالے کردو کیونکہ دلوں کے راز وہی جانتا ہے۔کیونکہ بہت سی باندیاں ایمان میں آزاد عورتوں پر مرتبہ رکھتی ہیں۔لہٰذا ان کو باندیوں سے نکاح کرنے کی رغبت دلانا ہے۔تمہارا بعض بعض سے ہے۔یعنی تم اور وہ دین میں برابر ہو لہٰذا ان سے نکاح کرنے کا انکار نہ کرو۔تو ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں ان کے مہر اچھے طریقے سے دو،یعنی بغیر کسی کمی اور ٹال مٹول کے مہر دے دو۔جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی، جس کے سبب وہ پوشیدہ زنا کرنے والی ہوں۔ایک قرأت میں یہ معروف ہے کہ جب وہ نکاح کرلیں۔پھر جب وہ نکاح میں لائی جاچکیں تو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔یعنی شادی شدہ عورتوں کی بہ نسبت نصف ہے۔اور جب وہ زنا کریں تو ان کی سزا پچاس کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے۔اور اسی پر غلاموں کو قیاس کیا جائے گا۔اور یہاں احصان کی شرط وجوب حد کیلئے نہیں بلکہ اس فائدے کیلئے کہ اصلا اس پر رجم نہ ہوگا۔اور جو شخص نکاح کرنے کی قدرت رکھتا ہو یہ حکم اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے۔عنت کا معنی مشقت ہے اور زنا میں مشقت ہوتی ہے کیونکہ دنیا میں اس کی سزا حد اور آخرت میں سخت سزا کا ہونا ہے۔جبکہ وہ لوگ جن کو زنا کا اندیشہ نہیں ہے تو ان کیلئے باندیوں سے نکاح حلال نہ ہوگا۔اور یہی حکم اس بندے کا ہے جو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہی ہے۔اور مؤمن عورتوں کی قید سے کافر عورتیں خارج ہوگئی ہیں۔لہٰذا اس کیلئے کافر عورتوں سے نکاح حلال نہ ہوگا اگرچہ اس کو زنا وغیرہ کا خوف نہ ہو اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے یعنی باندیوں سے نکاح کرنے پر ضبط کرے۔تا کہ بچہ غلام نہ ہو۔اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت وسعت کے ساتھ مہربان ہے۔

## منکوحہ باندی کا آقا کیلئے حرام ہونے کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ دادا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کردے تو پھر اس لونڈی کی شرمگاہ کو نہ دیکھو کیونکہ نکاح کے بعد وہ اپنے آقا کے لئے حرام ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تو وہ اس لونڈی کے جسم کے اس حصہ کو نہ دیکھے جو ناف کے نیچے سے زانو کے اوپر تک

ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 332)

جب اپنے غلام کے ساتھ نکاح کر دینے کی صورت میں یہ حکم ہے تو پھر کسی دوسرے کے غلام کے ساتھ اپنی لونڈی کا نکاح کر دینے کی صورت میں یہ حکم بطریق اولی ہوگا کہ اس لونڈی کو اپنے لئے بالکل حرام سمجھا جائے۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جب اس لونڈی کو بیاہ دیا جائے تو پھر اس کے جسم کی اس حد کو دیکھنا حرام ہوگا جو ناف اور زانوں کے درمیان ہوتا ہے۔ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ بیاہ ہو جانے کے بعد لونڈی اپنے آقا کے حق میں کسی غیر کی لونڈی کی مانند ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت امام شافعی یہ فرماتے ہیں کہ بیاہ ہو جانے کے بعد لونڈی کا سرعین اس کے جسم کا مستور حصہ مرد کے ستر کی مانند ہے۔

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان کا احصان اسلام اور عفت ہے لیکن یہ حدیث منکر ہے اس میں ضعف بھی ہے اور ایک راوی کا نام نہیں، ایسی حدیث حجت کے لائق نہیں ہوتی، دوسرا قول یعنی احصان سے مراد نکاح ہے حضرت ابن عباس مجاہد عکرمہ طاؤس سعید بن جبیر حسن قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ابوعلی طبری نے اپنی کتاب ایضاح میں یہی نقل کیا ہے، مجاہد فرماتے ہیں لونڈی کا محصن ہونا یہ ہے کہ وہ کسی آزاد کے نکاح میں چلی جائے، اسی طرح غلام کا احصان یہ ہے کہ وہ کسی آزاد مسلمہ سے نکاح کر لے۔

ابن عباس سے بھی یہ منقول ہے، شعبی اور نخعی بھی یہی کہتے ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں قرآتوں کے اعتبار سے معنی بھی بدل جاتے ہیں، احصن سے مراد تو نکاح ہے اور احصن سے مراد اسلام ہے۔

امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں، لیکن بظاہر مراد یہاں نکاح کرنا ہے اسی لئے کہ سیاق آیات کی دلالت اسی پر ہے، ایمان کا ذکر تو لفظوں میں موجود ہے بہر دو صورت جمہور کے مذہب کے مطابق آیت کے معنی میں بھی اشکال باقی ہے اس لئے کہ جمہور کا قول ہے کہ لونڈی کو زنا کی وجہ سے پچاس کوڑے لگائے جائیں گے خواہ وہ مسلمہ ہو یا کافرہ ہو شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہو باوجود یہ کہ آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ ہے کہ غیر محصنہ لونڈی پر حد ہی نہ ہو، پس اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، جمہور کا قول ہے کہ بیشک "جو بولا گیا" مفہوم پر مقدم ہے اس لئے ہم نے ان عام احادیث کو جن میں لونڈیوں کو حد مارنے کا بیان ہے اس آیت کے مفہوم پر مقدم کیا۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت علی نے اپنے خطبے میں فرمایا لوگو اپنی لونڈیوں پر حدیں قائم رکھو خواہ وہ محصنہ ہوں یا نہ ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی لونڈی کے زنا پر حد مارنے کو فرمایا چونکہ وہ نفاس میں تھی اس لئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں حد کے کوڑے لگنے سے یہ مر نہ جائے چنانچہ میں نے اس وقت اسے حد نہ لگائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اچھا کیا جب تک وہ ٹھیک ٹھاک نہ ہو جائے حد نہ مارنا،

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا جب یہ نفاس سے فارغ ہو تو اسے پچاس کوڑے لگانا۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جب تم میں سے کسی کی لونڈی زنا کرے اور زنا ظاہر ہو جائے تو اسے وہ حد مارے اور برا بھلا نہ کہے پھر اگر دوبارہ زنا کرے تو بھی حد لگائے اور ڈانٹ جھڑک نہ کرے، پھر اگر تیسری مرتبہ زنا کرے اور ظاہر ہو تو اسے بیچ ڈالے اگرچہ ایک رسی کے ٹکڑے کے بدلے ہی ہو۔

اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب تین بار یہ فعل اس سے سرزد ہو تو چوتھی دفعہ فروخت کر ڈالے، عبداللہ بن عیاش بن ابو ربیعہ مخزومی فرماتے ہیں کہ ہم چند قریش نوجوانوں کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امارت کی لونڈیوں سے کئی ایک پر حد جاری کرنے کو فرمایا ہم نے انہیں زنا کی حد میں پچاس پچاس کوڑے لگائے دوسرا جواب ان کا ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ لونڈی پر احصان بغیر حد نہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مارنا صرف بطور ادب سکھانے اور باز رکھنے کے ہے، ابن عباس اسی طرف گئے ہیں طاؤس سعید ابو عبید داؤد ظاہری کا مذہب بھی یہی ہے ان کی بڑی دلیل مفہوم آیت ہے اور یہ شرط ہے مفہوموں میں سے ہے اور اکثر کے نزدیک یہ محض حجت ہے اس لئے ان کے نزدیک ایک عموم پر مقدم ہو سکتا ہے۔

اور ابو ہریرہ اور زید بن خالد کی حدیث جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جب لونڈی زنا کرے اور وہ محصنہ نہ ہو یعنی اس کا نکاح نہ ہوا ہو تو کیا جائے؟ آپ نے فرمایا اگر وہ زنا کرے تو اسے حد لگاؤ پھر زنا کرے تو پھر کوڑے لگاؤ پھر بیچ ڈالو گو ایک رسی کے ٹکڑے کے قیمت پر ہی کیوں نہ بیچنا پڑے، راوی حدیث ابن شہاب فرماتے ہیں نہیں جانتا کہ تیسری مرتبہ کے بعد یہ فرمایا یا چوتھی مرتبہ کے بعد۔ پس اس حدیث کے مطابق وہ جواب دیتے ہیں کہ دیکھو یہاں کی حد کی مقدار اور کوڑوں کی تعداد بیان نہیں فرمائی جیسے کہ محصنہ کے بارے میں صاف فرمادیا ہے اور جیسے کہ قرآن میں مقرر طور پر فرمایا گیا کہ محصنات کی نسبت نصف حد ان پر ہے، پس آیت وحدیث میں اس طرح تطبیق دینا واجب ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کردے اور تمہیں اگلوں کی روشیں بتادے اور تم پر اپنی رحمت سے |
| رجوع فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے، |

## احکام شرع ومصالح دین کو بیان کرنے کا حکم

"يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ" شَرَائِعَ دِيْنِكُمْ وَمَصَالِحَ اَمْرِكُمْ "وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ" طَرَائِقَ "الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ" مِنَ الْاَنْبِيَاءِ فِي التَّحْلِيْلِ وَالتَّحْرِيْمِ فَتَتَّبِعُوْهُمْ "وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ" يَرْجِعُ بِكُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ الَّتِي كُنْتُمْ عَلَيْهَا اِلَى طَاعَتِهِ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِكُمْ "حَكِيْمٌ" فِيْمَا دَبَّرَهُ لَكُمْ،

اللہ چاہتا ہے کہ اپنے احکام اور تمہارے لئے مصالح کو بیان کردے اور تمہیں اگلوں یعنی انبیائے کرام علیہم السلام کی سنن بتا دے جن میں احکام حلت وحرمت تھے تا کہ ان کی اتباع کرو۔ اور تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمائے یعنی تم کو معصیت سے طاعت کی طرف رجوع کرے گا اور اللہ تمہیں جانتا ہے تمہارے لئے تدبیر کرنے میں حکمت والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یہ اس بنا پر ہے کہ جب "سنن الذین"، لیبیّن" کا بھی مفعول ہو یعنی دونوں فعل" لیبیّن " اور "یهدیکم " از باب تنازع "سنن" میں عمل کریں۔

مذکورہ بالا مطلب میں جملہ "یهدیکم " کو، احکام کے بیان کی غایت کے طور پر لیا گیا ہے، اور کلمہ "یهدیکم" کے مطابق، سابقہ قوموں کے سنن اور طور طریقوں سے مراد ان کے صحیح آداب و احکام ہیں کہ جن کی پہچان اللہ اپنے بیان کے ذریعے کروا رہا ہے۔

جملہ "یبیّن لکم" پر جملہ "یهدیکم" کا عطف اور ان دونوں سے ارادہ الٰہی کا تعلق، گذشتہ قوموں کے سنن وقوانین اور احکام (اسلام) کی تبیین میں ایک قسم کے ارتباط کو ظاہر کرتا ہے اور بعد والی آیات میں "یرید الله ان یخفف عنکم " کے قرینے سے کہہ سکتے ہیں کہ اس مورد نظر ارتباط سے مراد ان دونوں کے درمیان موازنہ ہے۔

اگر "لیبیّن" پر جملہ "یتوب علیکم " کا عطف، عطف تفسیری ہو تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ خداوند متعال کی جانب سے احکام کا بیان، بعینہ بندوں کی طرف اسکی بازگشت ہے۔

## احکام شریعت کا مکلف کے مطابق ہونے کا بیان

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں سدرۃ المنتہی سے لوٹے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے دریافت کیا کہ آپ پر کیا فرض کیا گیا؟ فرمایا ہر دن رات میں پچاس نمازیں تو کلیم اللہ نے فرمایا واپس جایئے اور اللہ کریم سے تخفیف طلب کیجئے آپ کی امت میں اس کی طاقت نہیں میں اس سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں وہ اس سے بہت کم ہیں گھبرا گئے تھے اور آپ کی امت تو کانوں آنکھوں اور دل کی کمزوری میں ان سے بھی بڑھی ہوئی ہے چنانچہ آپ واپس گئے دس معاف کرا لائے پھر بھی یہی باتیں ہوئیں پھر گئے دس ہوئیں یہاں تک کہ آخری مرتبہ پانچ رہ گئیں۔

## شریعت کو لوگوں پر تنگی اور حرج نہ ڈالنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے کہا لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ انکی صلاح بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اللہ مفسد اور مصلح کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں کر دیتا، بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور لا عنتکم کے معنی لا حرجکم و ضیق (یعنی تمہیں حرج اور تنگی میں ڈال دیتا) اور عنت کے معنی جھک گئے اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بسلسلہ سند حماد ایوب نافع بیان کیا، حضرت ابن عمر نے کبھی کسی کی وصیت نامنظور نہیں کی اور ابن سیرین کو یتیم کے مال میں زیادہ پسند یہ تھا، کہ اس کے خیر خواہ اور اس کے اولیاء جمع ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے جو مفید ہے وہی کام اس کے مال سے آغاز کر دیا جائے اور طاؤس سے جب یتیموں کے معاملہ میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے واللہ یعلم المفسد الخ اور عطاء نے یتیموں کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے کہا ہے کہ ولی ہر شخص پر بقدر اس کے حصہ کے خرچ کرے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 43)

| |
|---|
| وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ |
| اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے، اور جو اپنے شہوات کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ |
| تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔ |

## توبہ کی طرف ترغیب کا بیان

"وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ" كَرَّرَهُ لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ "وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَات " الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى اَوْ الْمَجُوس اَوْ الزُّنَاة "اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا " تَعْدِلُوْا عَنْ الْحَقّ بِارْتِكَابِ مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ فَتَكُوْنُوْا مِثْلهمْ،

اور اللہ تم پر اپنی رحمت سے رجوع فرمانا چاہتا ہے، اس کو مکرر لانے کا مقصد پر پابندی ہے۔اور جو لوگ اپنی شہوات یعنی یہود ونصاریٰ یا مجوسی یا زنا کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت الگ ہو جاؤ۔یعنی ان حرام کاموں کا ارتکاب کر کے حق سے دور ہو جاؤ اور تم بھی ان کی طرح بن جاؤ۔

## لوگوں کو اپنی خواہشات پر پیچھے لگانے والے کی عبادت کے رد کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف پھیرنے کے لئے عمدہ گفتگو سیکھے اللہ قیامت کے روز اس کے صرف وعدل فرائض اور نفلی عبادات قبول نہیں فرمائے گا (ایک قول یہ ہے کہ صَرف سے مراد توبہ ہے اور عدل سے مراد عبادات، نماز، روزہ، وغیرہ کا فدیہ ہے)۔

(سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1598)

نعمان بن سعد، علی سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں حضرت علی نے فرمایا میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے رمضان کے علاوہ کون سے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہے تو محرم کے روزے رکھا کرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اس دن دوسری قوم کی بھی توبہ قبول کرے گا۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 725)

| |
|---|
| يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝ |
| اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے اور آدمی کمزور بنایا گیا۔ |

## احکام شریعت میں سہولیات کا بیان

"یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ" یُسَہِّلُ عَلَیْکُمْ اَحْکَامَ الشَّرْعِ "وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا" لَا یَصْبِرُ عَنِ النِّسَاءِ وَالشَّهَوَاتِ،

اللہ چاہتا ہے کہ تم پر تخفیف کرے یعنی احکام شرع میں تمہارے لئے آسانی پیدا کردے۔ اور آدمی کمزور بنایا گیا۔ یعنی وہ عورتوں اور شہوات کے بارے میں صبر نہ کر پائے گا۔

اس کو عورتوں سے اور شہوات سے صبر دُشوار ہے حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں میں بھلائی نہیں اور ان کی طرف سے صبر بھی نہیں ہوسکتا نیکوں پر وہ غالب آتی ہیں بداُن پر غالب آجاتے ہیں۔

## احکام شرع میں تخفیفات سبعہ کا بیان

۱۔ **تخفیف اسقاط:** عذر کے پائے جانے کی وجہ سے عبادات کا ساقط ہونا جیسے حالت حیض میں نماز کا سقوط

۲۔ **تخفیف تنقیص (کمی):** عذر کی وجہ سے عبادات میں کمی کا حکم جیسے حالت سفر میں نماز قصر کا حکم۔

۳۔ **تخفیف ابدال:** عذر کی وجہ سے ایک عبادت کے قائم مقام دوسری عبادت کا حکم جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمم کا حکم۔

۴۔ **تخفیف تقدیم:**

کسی عبادت کو اس کے وقت سے پہلے ادا کرنا جیسے کوئی شخص نصاب زکوٰۃ پر سال گزرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح صدقہ فطر اگر کسی نے رمضان المبارک یا اس سے بھی پہلے ادا کر دیا تو فطرانہ ادا ہو جائے گا۔

۵۔ **تخفیف تاخیر:** کسی عذر شرعی کی وجہ سے عبادت کو موخر کرنا جیسے کسی مسافر یا مریض کا رمضان المبارک کے روزوں کو موخر کرنا۔

۶۔ **تخفیف ترخیص:** عذر شرعی کی وجہ سے رخصت جیسے زخمی عضو پر باندھی ہوئی پٹی پر مسح کرنا۔

۷۔ **تخفیف تغییر:** عذر شرعی کی وجہ سے عبادت کے طریقہ کار میں تبدیلی لانا جیسے نماز خوف کا طریقہ ہے

**انتباہ:** مشقت اور حرج کا اعتبار وہاں ہوگا جہاں نص وارد نہ ہوئی ہو اور اگر مشقت وحرج کی وجہ سے فراہم کردہ آسانی کے خلاف نص آجائے تو پھر اس آسانی وسہولت کو ترک کرنا واجب اور نص پر عمل کرنا ضروری ہے۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۴۸)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً |
| عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۝ |
| اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو اور |
| اپنی جانیں قتل نہ کرو بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔ |

## باطل طریقے سے مالوں کو کھانے کی ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ" بِالْحَرَامِ فِي الشَّرْعِ كَالرِّبَا وَالْغَصْبِ "اِلَّآ" لٰكِنْ "اَنْ تَكُوْنَ" تَقَعَ "تِجَارَةً" وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ اَنْ تَكُوْنَ الْاَمْوَالُ اَمْوَالَ تِجَارَةٍ صَادِرَةً "عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ" وَطِيْبِ نَفْسٍ فَلَكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْهَا "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" بِارْتِكَابِ مَا يُؤَدِّيْ اِلٰى هَلَاكِهَا اَيًّا كَانَ فِي الدُّنْيَا اَوِ الْاٰخِرَةِ بِقَرِيْنَةِ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" فِيْ مَنْعِهٖ لَكُمْ مِنْ ذٰلِكَ.

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ یعنی جو شریعت کے نزدیک حرام ہے جیسے سود اور غصب ہے مگر یہ کہ کوئی سودا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔ایک قرأت کے مطابق تجارتِ منصوب ہے۔یعنی تجارت کی غرض والے اموال مراد ہیں۔اور اپنی جانیں قتل نہ کرو۔یعنی ایسے اعمال کے ارتکاب کی طرف جانا جو دنیا و آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوں۔اور اس کا قرینہ یہ ہے"اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا" بیشک اللہ تم پر مہربان ہے۔یعنی ایسے اعمال سے منع کرنے میں تمہارے لئے اس کی مہربانی ہے۔

## سورہ نساء آیت ۲۹ کی عدم تنسیخ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی شخص نے پوچھا کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کر دونگا آپ نے اس آیت کی تلاوت کر دی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا۔حضرت عبداللہ فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہوسکتی ہے، آپ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو مسلمانوں نے ایک دوسرے کے ہاں کھانا چھوڑ دیا جس پر یہ آیت (لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ ۔ 24 ۔ النور: 61) اتری تجارۃ کو تجارۃ بھی پڑھا گیا ہے۔ یہ استثنا منقطع ہے گویا یوں فرمایا جا رہا ہے کہ حرمت والے اسباب سے مال نہ لو ہاں شرعی طریق پر تجارت سے نفع اٹھانا جائز ہے جو خریدار اور بیچنے والے کی باہم رضامندی سے ہو۔ جیسے دوسری جگہ ہے کسی بیگناہ جان کو نہ مارو ہاں حق کے ساتھ ہو تو جائز ہے اور جیسے دوسری آیت میں ہے وہاں موت نہ چکھیں گے مگر پہلی بار کی موت۔

آیت میں لاتاکلوا کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں مت کھاؤ۔ مگر عام محاورے کے اعتبار سے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کے مال میں ناحق طور پر کسی قسم کا تصرف نہ کرو، خواہ کھانے پینے کا ہو یا اسے استعمال کرنے کا، عرف عام میں کسی کے مال میں تصرف کرنے کو اس کا کھانا ہی بولا جاتا ہے، اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہو، لفظ باطل جس کا ترجمہ ناحق سے کیا گیا ہے عبداللہ بن مسعود اور جمہور صحابہ کے نزدیک تمام ان صورتوں پر حاوی ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں، جس میں چوری، ڈاکہ، غصب، خیانت، رشوت، سود و قمار اور تمام معاملات فاسدہ داخل ہیں۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ نساء، بیروت)

## تجارت وبہانوں کے ذریعے ناحق مال کھانے والوں کا بیان

حضرت ابوذر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ تو ان سے مہربانی وعنایت کا کلام کرے گا نہ بنظر رحمت وعنایت ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا اور ان تینوں کے لئے دردناک عذاب ہے ابوذر نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر وبھلائی سے محروم اور اس ٹوٹے میں رہنے والے وہ کون شخص ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک تو پائچے لٹکانے والا دوسرا کسی کو کوئی چیز دے کر احسان جتانے والا اور تیسرا جھوٹی قسمیں کھا کر اپنی تجارت بڑھانیوالا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 36)

حضرت عبید ابن رفاعہ تابعی اپنے والد محترم حضرت رفاعہ ابن رافع انصاری صحابی سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تاجر لوگوں کا حشر فاجروں (یعنی دروغ گو اور نافرمان لوگوں) کے ساتھ ہوگا ہاں وہ تاجر اس سے مستثنیٰ ہونگے) جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی (یعنی خیانت اور فریب دہی وغیرہ میں مبتلا نہ ہوئے) اور نیکی کی (یعنی اپنے تجارتی معاملات میں لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا یہ کہ عبادت الٰہی کرتے رہے) اور سچ پر قائم رہے (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس روایت کو حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 39)

| |
|---|
| وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ |
| اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو ہم عنقریب اسے آگ میں ڈال دیں گے، اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔ |

## حلال سے بڑھ کر حرام کو اپنانے پر سخت وعید کا بیان

"وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ" اَیْ مَا نُهِيَ عَنْهُ "عُدْوَانًا" تَجَاوُزًا لِلْحَلَالِ حَال "وَظُلْمًا" تَاكِيد "فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ" نُدْخِلهُ "نَارًا" يَحْتَرِق فِيهَا "وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا" "هَيِّنًا"

اور جو کوئی تعدی اور ظلم سے ایسا کرے گا یعنی منع کردہ کام کرے تو ہم عنقریب اسے آگ میں ڈال دیں گے، یعنی حلال کو چھوڑ کر اس سے آگے بڑھ جائے اور یہاں عدوانا کا معنی تجاوزا ہے جو حال ہے۔ یعنی ایسی آگ میں جو جلا ڈالے گی۔ اور یہ اللہ پر بالکل آسان ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بعض کا کہنا ہے کہ "عدوانا" اور "ظلما" قید توضیحی ہے اور عقوبت وعذاب کی علت کی طرف اشارہ ہے یعنی چونکہ قتل و خودکشی، تجاوز اور ظلم ہے لہٰذا موجب عقوبت وعذاب ہے۔

جو کوئی ایسا کرے گا زیادتی وظلم کے ساتھ تو ہم اس کو جھونک دیں گے ایک بڑی ہی ہولناک آگ میں۔ یعنی تنوین تعظیم و

تہویل کیلئے ہے "اَیْ هَائِلَة شَدِيْدُ الْعَذَاب" (محاسن التاویل)

## برے اعمال کے سبب دوزخ میں جانے کا بیان

اور ظاہر ہے کہ دوزخ کی اس سے بڑھ کر ہولناک اور خوفناک آگ اور کون سی ہوسکتی ہے؟ جو دنیا کی ہماری اس آگ سے ستر گنا زیادہ سخت ہوگی، بہر کیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے منع فرمودہ اور حرام کردہ امور کے ارتکاب کا نتیجہ وانجام بہت برا ہے۔ "ذالک" کا مشارٌ الیہ جیسا کہ ظاہر اور متبادر ہے، وہی امور ہیں جن کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی خودکشی کا ارتکاب اور دوسروں کا مال ناحق طور پر مار کھانا، لیکن اس میں دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس کا مشارٌ الیہ وہ تمام اوامر وارشادات ہوں جن کا ذکر اس سورہ کریمہ کے شروع سے لیکر یہاں تک فرمایا گیا ہے۔۔ "عدوان" سے مراد حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ اور "ظلم" سے مراد کسی پر ناحق دست درازی کرنا ہے۔

یہاں ایسے کام سے مراد وہ تمام اوامر ونواہی ہیں جن کا ذکر اس سورہ کی ابتداء سے چلا آ رہا ہے۔ اور از راہ ظلم وزیادتی سے مراد یہ ہے کہ جو شخص از راہ معصیت وتکبر اللہ کے اوامر ونواہی کی پروانہ کرے اور گناہوں کا ارتکاب کرتا جائے اس کی سزا دوزخ ہی ہوسکتی ہے۔

| |
|---|
| اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا٥ |
| اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو تو ہم تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹادیں گے |
| اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرمادیں گے۔ |

## صغیرہ گناہوں کا نیکیوں کے سبب مٹ جانے کا بیان

"اِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ" وَهِيَ مَا وَرَدَ عَلَيْهَا وَعِيد كَالْقَتْلِ وَالزِّنَا وَالسَّرِقَة وَعَنْ ابْن عَبَّاس هِيَ إِلَى السَّبْع مِائَة أَقْرَب "نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتكُمْ" الصَّغَائِر بِالطَّاعَاتِ "وَنُدْخِلكُمْ مُدْخَلًا" بِضَمِّ الْمِيم وَفَتْحهَا أَيْ إِدْخَالًا أَوْ مَوْضِعًا "كَرِيمًا" هُوَ الْجَنَّة.

اگر تم کبیرہ گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے بچتے رہو یعنی جن پر سخت وعید آئی ہے جس طرح قتل وزنا اور چوری ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سات سو تک ہیں۔ تو ہم طاعات کے سبب تم سے تمہاری چھوٹی برائیاں مٹادیں گے۔ مدخل یہ میم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور تمہیں عزت والی جگہ میں داخل فرمادیں گے۔ جو کہ جنت ہے۔

## کبیرہ گناہ کے تفسیری مفہوم کا بیان

گناہ کبیرہ کی تعریف میں بہت اقوال ہیں جامع تر قول وہ ہے جس کو روح المعانی میں شیخ الاسلام بارزی سے نقل کیا ہے کہ جس گناہ پر کوئی وعید ہو یا حد ہو یا اس پر لعنت آئی ہو یا اس میں مفسدہ کسی ایسے گناہ کے برابر یا زیادہ ہو جس پر وعید یا حد یا لعنت آئی

ہو یا وہ براہ تہاون فی الدین صادر ہو وہ کبیرہ ہے اور اس کا مقابل صغیرہ ہے اور حدیثوں میں جو عدد وارد ہے اس سے مقصود حصر نہیں بلکہ مقتضائے وقت ان ہی کا ذکر ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا' اللہ کے نزدیک کونسا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا' یہ کہ تو کسی اور کو اللہ کے برابر کردے حالانکہ اللہ ہی نے تجھے پیدا کیا۔' میں نے عرض کیا' یہ تو واقعی بڑا گناہ ہے اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا' تو اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالے کہ اسے کھلانا پڑے گا۔' میں نے پوچھا' پھر کون سا گناہ بڑا ہے؟' فرمایا ' یہ کہ تو ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرے' (بخاری، کتاب التفسیر)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبیرہ گناہوں کا ذکر کیا تو فرمایا' بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ناحق خون کرنا، والدین کو ستانا۔' پھر فرمایا' کیا میں تمہیں بڑے سے بڑا گناہ نہ بتاؤں قول الزور، (جھوٹ کو ہیرا پھیری سے سچ بنانا) یا ایسی ہی جھوٹی گواہی دینا۔ (بخاری، کتاب الادب)

امام ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الزواجر میں ان تمام گناہوں کی فہرست اور ہر ایک کی مکمل تشریح بیان فرمائی ہے جو مذکور (الصدر تعریف کی رو سے کبائر میں داخل ہیں، ان کی اس کتاب میں کبائر کی تعداد چار سو ستر سٹھ تک پہنچی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بعض نے بڑے بڑے ابواب معصیت کو شمار کرنے پر اکتفاء کیا ہے تو تعداد کم لکھی ہے بعض نے ان کی تفصیلات اور انواع واقسام کو پورا لکھا تو تعداد زیادہ ہوگئی، اس لئے یہ کوئی تعارض واختلاف نہیں ہے۔

## ۸۳ کبیرہ گناہوں کا کی تفصیل کا بیان

احادیث میں ایک جگہ تمام کبیرہ گناہوں کا تعین اور تفصیل کے ساتھ ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ موقع محل کی مناسبت یا کسی سائل کو جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ کبیرہ گناہوں کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ مختصراً یوں ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا یعنی کسی کو اس کی عبادت یا اس کی صفات میں شریک کرنا مثلاً استعانت (مدد چاہنے) میں، علم میں، قدرت میں، تصرف میں، تخلیق میں، پکارنے میں، نام رکھنے میں، ذبح کرنے میں، نذر ماننے میں اور لوگوں سے امور سوچنے میں کسی کو بھی وہ درجہ اور حیثیت دینا جو صرف اللہ تعالیٰ کی سزاوار ہے۔ (۲) گناہ پر اصرار و دوام کی نیت رکھنا۔ (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) زنا کرنا۔ (۵) لواطت کرنا۔ (۶) چوری کرنا۔ (۷) جادو سیکھنا اور جادو کرنا (۸) شراب پینا اور نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنا۔ (۹) محارم یعنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، نانی اور خالہ وغیرہ سے نکاح کرنا۔ (۱۰) جوا سیکھنا اور جوا کھیلنا (۱۱) دار الحرب سے ہجرت نہ کرنا۔ (۱۲) دشمنان دین سے ناروا دوستی اور تعلق رکھنا۔ (۱۳) طاقت وقوت اور غالب حیثیت رکھنے کے باوجود دشمنان دین سے جہاد نہ کرنا۔ (۱۴) سود کھانا۔ (۱۵) خنزیر اور مردار کے گوشت کا استعمال کرنا۔ (۱۶) نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ (۱۸) ناحق کسی کا مال ہڑپ کر لینا۔ (۱۸) پاکباز مرد یا پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت دھرنا۔ (۱۹) جھوٹی گواہی دینا۔ (۲۰) کسی عذر شرعی کے بغیر قصداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا یا روزہ توڑنا۔ (۲۱) جھوٹی قسم کھانا۔ (۲۲) قطع تعلق کرنا۔ (۲۳) ماں باپ کو ستانا اور ان کی

نافرمانی کرنا۔(۲۴) جنگ کے موقع پر دشمناں دین کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا۔(۲۵) یتیموں کا مال ناحق کھانا۔(۲۶) ناپ تول میں خیانت کرنا۔(۲۷) نماز کو وقت پر نہ پڑھنا۔(۲۸) مسلمانوں سے ناحق لڑنا جھگڑنا۔(۲۹) ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگانا۔(۳۰) رسول، کتاب اللہ اور فرشتوں کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا۔(۳۱) احکام دین اور مسائل شریعت کا انکار کرنا۔(۳۲) فرائض پر عمل نہ کرنا یعنی نماز نہ پڑھنا، زکوۃ ادا نہ کرنا، رمضان کے روزے نہ رکھنا اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا۔(صحابہ یا کسی صحابی کو برا کہنا۔(۳۴) بالعذر کتمان شہادت کرنا۔(۳۵) رشوت لینا۔(۳۶) میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈلوانا۔(۳۷) حاکم کے سامنے کسی کی چغل خوری کرنا۔(۳۸) غیبت کرنا۔(۳۹) اسراف میں مبتلا ہونا۔(۴۰) رہزنی کا ارتکاب کرنا۔(۴۱) دین کے نام پر یا کسی دنیوی غرض کے تحت روئے زمین پر فتنہ و فساد پھیلانا۔(۴۲) گناہ صغیرہ پر اصرار و دوام اختیار کرنا۔(۴۳) کسی کو گناہ کی طرف راغب کرنا یا گناہ کے ارتکاب میں مدد دینا۔(۴۴) ہارمونیم، طبلہ اور دوسرے ممنوع باجوں کے ساتھ گانا۔(۴۵) نہاتے وقت دوسروں کے سامنے ستر کھولنا۔(۴۶) مالی مطالبات و واجبات کی ادائیگی میں بخل کرنا۔(۴۷) خود کشی کرنا۔(۴۸) اپنے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو ضائع کرنا اور تلف کر دینا۔(۴۹) منی اور پیشاب کی گندگی سے صفائی اور پاکی حاصل نہ کرنا۔(۵۰) تقدیر کو جھٹلانا۔(۵۱) اپنے سردار اور حاکم سے عہد شکنی کرنا۔(۵۲) کسی کی ذات اور نسب میں طعنہ زنی کرنا۔(۵۳) غرور اور تکبر کے تحت پائنچے لٹکانا۔(۵۴) لوگوں کو گمراہی کی طرف بلانا۔(۵۵) میت پر نوحہ کرنا۔(۵۶) برے طریقے اور بیہودہ رسمیں رائج کرنا۔(۵۷) دھار دار آلہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنا۔(۵۸) کسی کو خصی کر دینا۔(۵۹) اپنے بدن کے کسی حصہ کو کاٹنا۔ مثلاً داڑھی منڈانا یا ناک وغیرہ تھوڑی سی کاٹ ڈالنا۔(۶۰) اپنے محسن سے احسان فراموشی کرنا۔(۶۱) حدود حرم میں ان کاموں کو کرنا جن کی ممانعت ہے۔(۶۲) حدود حرم میں جاسوسی کرنا۔(۶۳) نرد کھیلنا یا ایسا کوئی بھی کھیل کھیلنا جو بالاتفاق حرام ہو۔(۶۴) کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس کو کسی ایسے الفاظ سے مخاطب کرنا جو صرف کافر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۶۵) اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باری میں عدل نہ کرنا۔(۶۶) جلق کرنا (مشت زنی کرنا)۔(۶۷) غلہ وغیرہ کی گرانی سے خوش ہونا۔(۶۸) جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنا۔(۶۹) عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔(۷۰) دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا۔(۷۱) امرد پر بری نظر رکھنا۔(۷۲) دوسروں کے گھر میں جھانکنا۔(۷۳) صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کے اندر داخل ہونا۔(۷۴) دیوثی اور قرم ساقی کرنا۔(۷۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ و تلقین اور برے کاموں سے روکنے) کا فریضہ باوجود قدرت کے انجام نہ دینا۔(۷۶) پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو بھلا دینا۔(۷۷) جانوروں کو آگ میں جلانا (۷۸) عورت کا بغیر عذر شرعی اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا۔(۷۹) مرد کا عورت پر ظلم کرنا۔(۸۰) اللہ کی رحمت و مغفرت سے ناامید ہونا۔(۸۱) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔(۸۲) علماء اور حفاظ کی توہین و تحقیر کرنا۔(۸۳) بیوی سے ظہار کرنا۔ بعض علماء نے کبائر کی فہرست میں کچھ اور گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہاں اختصار کی پیش نظر اسی فہرست پر اکتفا کیا

| |
|---|
| وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ |
| نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ۞ |
| اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لئے اس میں سے |
| حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور اللہ سے اس کا فضل |
| مانگا کرو، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## باہمی برتری کی تمنا نہ کرنے کا بیان

"وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ" مِنْ جِهَةِ الدُّنْيَا أَوْ الدِّيْنِ لِئَلَّا يُؤَدِّي إِلَى التَّحَاسُد وَالتَّبَاغُض "لِلرِّجَالِ نَصِيْب" ثَوَاب "مِمَّا اكْتَسَبُوا" بِسَبَبِ مَا عَمِلُوْا مِنْ الْجِهَاد وَغَيْرِهٖ "وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْب مِمَّا اكْتَسَبْنَ" مِنْ طَاعَةِ أَزْوَاجهنَّ وَحِفْظ فُرُوجهنَّ نَزَلَتْ لَمَّا قَالَتْ أُمّ سَلَمَة: لَيْتَنَا كُنَّا رِجَالًا فَجَاهَدْنَا وَكَانَ لَنَا مِثْل أَجْر الرِّجَال "وَسَأَلُوا" بِهَمْزَةٍ وَدُوْنهَا "اللّٰه مِنْ فَضْله" مَا احْتَجْتُمْ إِلَيْهِ يُعْطِكُمْ "إِنَّ اللّٰه كَانَ بِكُلِّ شَيْء عَلِيْمًا" وَمِنْهُ مَحَلّ الْفَضْل وَسُؤَالكُمْ،

اور تم اس چیز کی تمنا نہ کیا کرو جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، یعنی یہ فضیلت خواہ دنیاوی ہو یا دینی ہو کیونکہ یہ تمہیں باہمی حسد اور غصے کی طرف لے جانے والی ہے۔ مردوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، یعنی جہاد وغیر کے عمل سے جو انہوں نے کسب کیا ہے۔ اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، یعنی اپنے شوہروں کی اطاعت اور اپنی ناموس کی حفاظت کے سبب جو انہوں نے کسب کیا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ کاش ہم مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور مردوں کی طرح ثواب حاصل ہوتا تو تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَسَاَلُوا، یہ ہمزہ کے بغیر بھی آیا ہے۔

اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو، یعنی جس طرف تم محتاج ہو پس وہ تمہیں عطا کرتا ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اسی سے محل فضل اور تمہارے جیسے سوالیوں کیلئے بارگاہ ہے۔

## سورہ نساء آیت ۳۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتیں۔ پھر ہم عورتوں کی لئے وراثت میں سے بھی مرد سے آدھا حصہ ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ (اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر۔ النساء) مجاہد کہتے ہیں کہ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ بھی انہی (ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے بارے میں نازل ہوئی اور یہ پہلی عورت ہیں جو مکہ سے ہجرت کر کے

مدینہ طیبہ آئیں۔ یہ حدیث مرسل ہے بعض راوی اسے ابو نجیح سے اور وہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس طرح، اس طرح فرمایا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 961)

قتادہ اور السدی کا قول ہے کہ جب اللہ کا یہ قول نازل ہوا۔ **للذکر مثل حظ الانثیین** ۔ تو مردوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ ہمیں ہماری نیکیوں کی بناء پر آخرت میں بھی فضیلت حاصل ہو جس طرح اللہ نے میراث میں ہمیں عورتوں پر فضیلت دی ہے یوں عورتوں کے مقابل میں ہمارا اجر دوگنا ہوگا عورتوں نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ آخرت میں مردوں کے مقابلے میں ہمارا بوجھ نصف ہو جس طرح دنیا میں میراث میں ہمارا حصہ مردوں کے مقابلے میں نصف ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی ۔ **وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ** ۔

## ثواب میں دوگنی فضیلت کو طلب کرنے کا بیان

سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مردوں نے کہا تھا کہ جب دوہرے حصے کے مالک ہم ہیں تو دوہرا اجر بھی ہمیں کیوں نہ ملے؟ اور عورتوں نے درخواست کی تھی کہ جب ہم پر جہاد فرض ہی نہیں ہمیں تو شہادت کا ثواب کیوں نہیں ملتا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو روکا اور حکم دیا کہ میرا فضل طلب کرتے رہو۔ حضرت ابن عباس ؟ سے یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ انسان یہ آرزو نہ کرے کہ کاش کہ فلاں کا مال اور اولاد میرا ہوتا؟ اس پر اس حدیث سے کوئی اشکال ثابت نہیں ہو سکتا جس میں ہے کہ حسد کے قابل صرف دو ہیں ایک مالدار جو راہ اللہ اپنا مال لٹاتا ہے اور دوسرا کہتا ہے کاش کہ میرے پاس بھی مال ہوتا تو میں بھی اسی طرح فی سبیل اللہ خرچ کرتا رہتا پس یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر میں برابر ہیں اس لئے کہ یہ ممنوع نہیں یعنی ایسی نیکی کی حرص بری نہیں کسی نیک کام حاصل ہونے کی تمنا یا حرص کرنا محمود ہے اس کے برعکس کسی کی چیز اپنے قبضے میں لینے کی نیت کرنا ہر طرح مذموم ہے جس طرح دینی فضیلت حاصل کرنے کی حرص جائز رکھی ہی اور دنیوی فضیلت کی تمنا ناجائز ہے پھر فرمایا ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے شر اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق ورثہ دیا جاتا ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم سے ہمارا فضل مانگتے رہا کرو آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت کی تمنا بیکار امر ہے ہاں مجھ سے میرا فضل طلب کرو تو میں بخیل نہیں کریم ہوں وہاب ہوں دوں گا اور بہت کچھ دوں گا۔ جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں لوگو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو اللہ سے مانگنا اللہ کو بہت پسند ہے یاد رکھو سب سے اعلیٰ عبادت کشادگی اور وسعت و رحمت کا انتظار کرنا اور اس کی امید رکھنا ہے۔

**وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝**

اور ہم نے سب کے لئے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حق دار مقرر کر دیے ہیں، اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے سو انہیں ان کا حصہ دے دو، بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔

## اموال وراثت میں حقوق مقرر ہونے کا بیان

"وَلِكُلٍّ" مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ "جَعَلْنَا مَوَالِيَ" عَصَبَةً يُعْطَوْنَ "مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُوْنَ" لَهُمْ مِنَ الْمَالِ "وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ" بِأَلِفٍ وَدُوْنِهَا "أَيْمَانُكُمْ" جَمْعُ يَمِيْنٍ بِمَعْنَى الْقَسَمِ أَوِ الْيَدِ أَيِ الْحُلَفَاءُ الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمُوْهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ عَلَى النُّصْرَةِ وَالْإِرْثِ "فَآتُوْهُمْ" الْآنَ "نَصِيْبَهُمْ" حُظُوْظَهُمْ مِنَ الْمِيْرَاثِ وَهُوَ السُّدُسُ "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا" مُطَّلِعًا وَمِنْهُ حَالُكُمْ وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِقَوْلِهِ "وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ"

اور ہم نے سب کے لئے ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں کے چھوڑے ہوئے مال میں حق دار مقرر کر دیئے ہیں، اور جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے۔ خواہ وہ ہزار کے بدلے میں ہو یا اس کے سوا ہو۔ ایمان یہ یمین کی جمع بہ معنی قسم یا عہد ہے یعنی وہ حلف والے جن سے تم نے دور جاہلیت میں مدد اور وراثت کا عہد کیا ہے۔ لہٰذا انہیں ان کا حصہ دے دو، یعنی جو حصہ میراث میں سے ہے اور وہ چھٹا حصہ ہے، بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرمانے والا ہے۔ یعنی وہ مطلع ہے اور اسی طرح تمہاری حالت پر مطلع ہے۔ اور یہ حکم اس قول کے سبب منسوخ ہے۔ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ،

## سورہ نساء آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ میں ام سعد بنت ربیع کے پاس قرآن پڑھتا تھا۔ وہ ایک یتیم لڑکی تھیں جنہوں نے حضرت ابوبکر کی گود میں پرورش پائی تھی۔ پس جب میں نے یہ آیت، وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ، پڑھی تو بولیں یہ آیت مت پڑھ (یعنی اس پر عمل مت کر کیونکہ یہ ایک خاص شخص کے بارے مین نازل ہوئی تھی) دراصل یہ آیت حضرت ابوبکر اور ان کے بیٹے عبدالرحمن کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ عبدالرحمن نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکر نے قسم کھائی کہ میں اس کو اپنا وارث نہ بناؤں گا۔ لیکن جب بعد میں وہ اسلام لے آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں حکم فرمایا کہ ان کو ان کا حصہ دیا جائے۔ عبدالعزیز کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ عبدالرحمن بزور شمشیر مسلمان ہوئے، یعنی جب اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا تب اسلام لائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1156)

علامہ قرطبی اس آیت کے نزول کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنے بیٹوں کے علاوہ منہ بولے بیٹے بنا لیتے اور ان کو میراث میں حصہ دیتے تو ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی ان کے لیے وصیت میں حصہ مقرر فرمایا۔

اور اللہ نے اس سے منع فرمایا کہ منہ بولے بیٹوں کے لیے بیٹا بنانے والے کی میراث میں حصہ مقرر کیا جائے ہاں ان کے لیے وصیت میں حصہ رکھ دیا۔ (طبری 5۔35، قرطبی 5۔165)

## مسئلہ وارثت میں موالی؟ وارث اور عصبہ کی وضاحت واصلاحات

بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں بعض کہتے ہیں عصبہ مراد ہیں؟ چچا کی اولاد کو بھی موالی کہا جاتا ہے جیسے حضرت فضل بن عباس کے شعر میں ہے۔ پس مطلب آیت کا یہ ہوا کہ اے لوگو! تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے عصبہ مقرر کر دیئے ہیں جو اس مال کے وارث ہوں گے جسے ان کے ماں باپ اور قرابتدار چھوڑ مریں اور تمہارے منہ بولے بھائی ہیں تم جن کی قسمیں کھا کر بھائی بنے ہو اور وہ تمہارے بھائی بنے ہیں انہیں ان کی میراث کا حصہ دو جیسے کہ قسموں کے وقت تم میں عہد و پیان ہو چکا تھا، یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اور حکم ہوا کہ جن سے عہد و پیان ہوئے وہ نبھائے جائیں اور بھولے نہ جائیں لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ موالی سے مراد وارث ہیں اور بعد کے جملہ سے مراد یہ ہے کہ مہاجرین جب مدینہ شریف میں تشریف لائے تو یہ دستور تھا کہ ہر مہاجر اپنے انصاری بھائی بند کا وارث ہوتا اس کے ذو رحم رشتہ دار وارث نہ ہوتے پس آیت نے اس طریقے کو منسوخ قرار دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو انہیں فائدہ پہنچاؤ ان کی خیر خواہی کرو لیکن میراث انہیں نہیں ملے گی ہاں وصیت کر جاؤ۔ قبل از اسلام یہ دستور تھا کہ دو شخصوں میں عہد و پیان ہو جاتا تھا کہ میں تیرا وارث اور تو میرا وارث اسی طرح قبائل عرب عہد و پیان کر لیتے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاہلیت کی قسمیں اور اس قسم کے عہد اس آیت نے منسوخ قرار دے دیئے اور فرمایا معاہدوں والوں کی بہ نسبت ذی رحم رشتہ دار کتاب اللہ کے حکم سے زیادہ ترجیح کے مستحق ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاہلیت کی قسموں اور عہدوں کے بارے میں یہاں تک تاکید فرمائی کہ اگر مجھے سرخ اونٹ دیئے جائیں اور اس قسم کے توڑنے کو کہا جائے جو دار الندوہ میں ہوئی تھی تو میں اسے بھی پسند نہیں کرتا، ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں اپنے بچپنے میں اپنے ماموؤں کے ساتھ حلف مطیبین میں شامل تھا میں اس قسم کو سرخ اونٹوں کے بدلے بھی توڑنا پسند نہیں کرتا پس یاد رہے کہ قریش وانصار میں جو تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم کیا تھا وہ صرف الفت و یگانگت پیدا کرنے کے لئے تھا، لوگوں کے سوال کے جواب میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے کہ جاہلیت کے حلف نبھاؤ۔ لیکن اب اسلام میں رسم حلف کالعدم قرار دے دی گئی ہے فتح مکہ والے دن بھی آپ نے کھڑے ہو کر اپنے خطبہ میں اسی بات کا اعلان فرمایا داؤد بن حصین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ام سعد بنت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے قرآن پڑھتا تھا میرے ساتھ ان کے پوتے موسیٰ بن سعد بھی پڑھتے تھے جو حضرت ابوبکر کی گود میں یتیمی کے ایام گزار رہے تھے میں نے جب اس آیت میں عاقدت پڑھا تو مجھے میری استانی جی نے روکا اور فرمایا عقدت پڑھو اور یاد رکھو یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ عبدالرحمٰن اسلام کے منکر تھے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ انہیں وارث نہ کریں گے بالآخر جب یہ مسلمانوں کے بے انتہا حسن اعمال سے

اسلام کی طرف آمادہ ہوئے اور مسلمان ہو گئے تو [illegible]
دلوائیں لیکن یہ قول غریب ہے۔

اور صحیح قول پہلا ہی ہے الغرض اس آیت اور ان احادیث سے ان [illegible] کے قائل ہیں جیسے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کا خیال ہے [illegible] ہے۔ لیکن جمہور اور امام مالک اور امام شافعی سے صحیح [illegible] میں ارشاد ہے کہ ہر شخص کے وارث اس کے قرابت دار ہیں اور کوئی نہیں۔ [illegible] فرماتے ہیں حصہ دار وارثوں کو ان کے حصوں کے مطابق دے [illegible] آیتوں میں ہے اور جن سے تم نے مضبوط عہد و پیمان اور قسمیں [illegible] اور قسمیں ہوں خواہ اس آیت کے اترنے کے بعد ہوں سب کا یہی حکم ہے [illegible] ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا حصہ امداد خیر خواہی اور وصیت ہے [illegible] کرتے تھے کہ ان میں سے جو پہلے مرے [illegible] (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا) (33-الاحزاب-6) نازل فرما کر حکم دیا کہ ذی رحم محرم ایک سے اولیٰ ہے البتہ اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک [illegible] دینے کی وصیت کر جاؤ تو جائز ہے۔

یہی معروف و مشہور امر اور بہت سے سلف سے یہی مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے [illegible] (وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا) (33-الاحزاب-6) [illegible] ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انہیں ان کا حصہ دو یعنی میراث۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک صاحب کو اپنا بیٹا بنائے تھے اور انہیں اپنی جائیداد کا جائز وارث قرار دے رکھا تھا پس اللہ تعالیٰ نے [illegible] میراث کا مستحق موالی یعنی ذی رحم محرم رشتہ داروں اور عصبہ کو قرار دے [illegible] ہوئے بیٹوں کو ورثہ نہ دیا جائے ہاں ان کے لئے وصیت میں سے دے سکتے ہو۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ انہیں حصہ دو یعنی [illegible] انہیں ان کے ورثہ کا حصہ دو تو یہ معنی کرنے سے یہ آیت کو منسوخ بتانے کی وجہ باقی نہیں [illegible] نہیں رہا۔ بلکہ آیت کی دلالت صرف اسی امر پر ہے کہ جو عہد و پیمان آپس میں امداد و اعانت کے [illegible] انہیں وفا کرو پس یہ آیت محکم اور غیر منسوخ ہے۔

لیکن امام صاحب کے قول میں ذرا اشکال ہے اس لئے کہ ان میں تو شک نہیں کہ بعض [illegible]

ہوتے تھے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ بعض عہد و پیمان ورثے کے بھی ہوتے تھے جیسے کہ بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے اور جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر بھی منقولی ہیں۔ جس میں انہوں نے صاف فرمایا ہے کہ مہاجر انصار کا وارث ہوتا تھا اس کے قرابتی لوگ وارث نہیں ہوتے تھے نہ ذی رحم رشتہ دار وارث ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ منسوخ ہوگیا پھر امام صاحب کیسے فرما سکتے ہیں کہ یہ آیت محکم اور غیر محکم منسوخ ہے۔ (تفسیر جامع البیان، نساء، تفسیر ابن کثیر، نساء، بیروت)

| |
|---|
| اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ |
| فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ |
| فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝ |
| مرد افسر ہیں عورتوں پر اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے |
| مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں، جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا |
| اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہارے حکم میں |
| آجائیں تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔ |

## عورتوں پر مردوں کی حکمرانی کا بیان

"اَلرِّجَال قَوَّامُوْنَ" مُسَلَّطُوْنَ "عَلَى النِّسَاء" يُؤَدِّبُوْنَهُنَّ وَيَاْخُذُوْنَ عَلٰى اَيْدِيْهِنَّ "بِمَا فَضَّلَ اللّٰه بَعْضهمْ عَلٰى بَعْضٍ" اَىْ بِتَفْضِيْلِهٖ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ بِالْعِلْمِ وَالْعَقْل وَالْوِلَايَة وَغَيْر ذٰلِكَ "وَبِمَا اَنْفَقُوْا" عَلَيْهِنَّ "مِنْ اَمْوَالهمْ فَالصَّالِحَات" مِنْهُنَّ "قَانِتَات" مُطِيْعَات لِاَزْوَاجِهِنَّ "حَافِظَات لِلْغَيْبِ" اَىْ لِفُرُوْجِهِنَّ وَغَيْرِهَا فِيْ غَيْبَة اَزْوَاجهنَّ "بِمَا حَفِظَ" لَهُنَّ "اللّٰه" حَيْثُ اَوْصٰى عَلَيْهِنَّ الْاَزْوَاج "وَاللَّاتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزهنَّ" عِصْيَانهنَّ لَكُمْ بِاَنْ ظَهَرَتْ اَمَارَته "فَعِظُوْهُنَّ" فَخَوِّفُوْهُنَّ اللّٰه "وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِع" اعْتَزِلُوْا اِلٰى فِرَاش اٰخَر اِنْ اَظْهَرْنَ النُّشُوْز "وَاضْرِبُوْهُنَّ" ضَرْبًا غَيْر مُبَرِّح اِنْ لَّمْ يَرْجِعْنَ بِالْهِجْرَانِ "فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ" فِيْمَا يُرَاد مِنْهُنَّ "فَلَا تَبْغُوْا" تَطْلُبُوْا "عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلٰى ضَرْبهنَّ ظُلْمًا "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا" فَاحْذَرُوْهُ اَنْ يُّعَاقِبكُمْ اِنْ ظَلَمْتُمُوْهُنَّ،

مرد عورتوں پر حکمران ہیں کیونکہ وہ ان کو ادب سکھاتے ہیں اور ان کو ناپسند کاموں سے بچاتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔ یعنی ان کو علم، عقل، ولایت وغیرہ میں فضیلت ہے۔ اور اس لئے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں ہیں۔ جو اپنے شوہروں کی فرمانبرداری کرتی ہیں۔ خاوند کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں، یعنی اپنی ناموس وغیرہ کو اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں محفوظ رکھتی ہیں۔ جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا۔ یعنی ان پر ازواج کو

نصیحت کی۔اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو۔یعنی نافرمانی کی علامات ظاہر ہو جائیں، تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ۔یعنی ان کے بستر الگ کردو۔اور وہ پھر بھی باز نہ آئیں تو انہیں مارو۔یعنی ایسی مار جو سخت تکلیف والی نہ ہو۔پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آجائیں۔یعنی جو تم ان سے ارادہ رکھتے ہو۔تو ان پر زیادتی کی کوئی راہ نہ چاہو، یعنی محض بہانے تلاش کرکے زیادتی مت کرو۔بیشک اللہ بلند بڑا ہے۔یعنی تم اس سے ڈرو کہ وہ تمہارا عورتوں پر ظلم کرنے کی وجہ سے انتقام لے۔

## سورہ نساء آیت ۳۴ کے شانِ نزول کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ سعد بن ربیع کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ نقباء (سرداروں) میں سے تھے ان کی بیوی حبیبہ بنت زید بن ابی ہریرہ تھی یہ دونوں انصار میں سے تھے ایک مرتبہ ان کی بیوی نے ان کی نافرمانی کی تو انہوں نے اسے طمانچہ مارا بیوی اپنے والد کے ساتھ نبی کی خدمت میں آئی اور والد نے کہا کہ میں نے اپنی محبوب بیٹی اس کے نکاح میں دی اور وہ اسے طمانچہ مارتا ہے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اپنے شوہر سے قصاص لے گی۔

چنانچہ یہ اپنے والد کے ساتھ شوہر سے قصاص لینے کے لیے گئی نبی نے فرمایا کہ واپس لوٹو یہ جبرائیل ہمارے پاس تشریف لائے ہیں اور اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے اور آپ نے فرمایا ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے بھی ایک بات کا ارادہ کیا اور جس چیز کا ارادہ اللہ نے فرمایا وہی بہتر ہے اور یہ فرما کر قصاص کو ختم کردیا۔(قرطبی 5-168)

جبنی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طمانچہ مارا وہ حضور کے پاس جھگڑا لے کر گئی اور اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی لے گئی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہماری عزیزہ کو طمانچہ مارا ہے تو آپ فرمانے لگے کہ قصاص لیا جائے گا اور کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ

مرد عورتوں پر حاکم و مسلط ہیں اس لیے کہ خدا نے بعض کو بعض پر افضل بنایا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے اس کے سوا دوسری بات کا ارادہ فرمایا۔(سیوطی 71، طبری 5-37)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔پس آپ نے بدلہ لینے کا حکم دیا ہی تھا جو یہ آیت اتری اور بدلہ نہ دلوایا گیا ایک اور روایت کہ ایک انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیوی صاحبہ کو لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اس عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس خاوند نے مجھے تھپڑ مارا جس کا نشان اب تک میرے چہرے پر موجود ہے آپ نے فرمایا اسے حق نہ تھا وہیں یہ آیت اتری کہ ادب سکھانے کے لئے مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ۝

اور اگر تمہیں ان دونوں کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو تو تم ایک مُنصِف مرد کے خاندان سے اور ایک مُنصِف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، اگر وہ دونوں صلح کرانے کا اِرادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔

## شوہر اور زوجہ کے درمیان منصف مقرر کرنے کا بیان

"وَاِنْ خِفْتُمْ" عَلِمْتُمْ "شِقَاقَ" خِلَاف "بَيْنِهِمَا" بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ وَالْاِضَافَةُ لِلْاِتِّسَاعِ اَیْ شِقَاقًا بَيْنَهُمَا "فَابْعَثُوا" اِلَيْهِمَا بِرِضَاهُمَا "حَكَمًا" رَجُلًا عَدْلًا "مِنْ اَهْلِه" اَقَارِبه "وَحَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا" وَيُوَكِّل الزَّوْج حُكْمه فِیْ طَلَاق وَقَبُول عِوَض عَلَيْهِ وَتُوَكِّل هِیَ حُكْمهَا فِی الْاِخْتِلَاع فَيَجْتَهِدَانِ وَيَأْمُرَانِ الظَّالِم بِالرُّجُوعِ اَوْ يُفَرِّقَانِ اِنْ رَاَيَاهُ قَالَ تَعَالٰی "اِنْ يُّرِيْدَا" اَیْ الْحَكَمَانِ "اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰه بَيْنَهُمَا" بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ اَیْ يُقَدِّرهُمَا عَلٰی مَا هُوَ الطَّاعَة مِنْ اِصْلَاح اَوْ فِرَاق "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَلِيْمًا" بِكُلِّ شَیْء "خَبِيْرًا" بِالْبَوَاطِنِ كَالظَّوَاهِرِ،

اور اگر تمہیں ان دونوں یعنی زوجین کے درمیان مخالفت کا اندیشہ ہو یہاں پر شقاق بینھما کے درمیان اضافت اتساع کیلئے ہے یعنی اصل میں "شقاقا بینھما" ہے۔ تو تم ایک مُنصِف مرد کے خاندان سے اور ایک مُنصِف عورت کے خاندان سے مقرر کرلو، لہٰذا شوہر طلاق کے حکم کیلئے اور اس کے عوض کیلئے بہ طور وکالت کسی شخص کو بھیجے جبکہ بیوی خلع کیلئے کسی شخص کو اختیار دے پس وہ دونوں رجوع کی کوشش کرائیں یا ان دونوں کو الگ الگ کرا دیں۔ اگر وہ دونوں صلح کرانے کا اِرادہ رکھیں تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا، یعنی وہ دونوں طاعت کے اعتبار سے اصلاح وفراق کا اختیار رکھتے ہیں۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا خبردار ہے۔ یعنی باطنی احوال کو بھی ظاہری احوال کی طرح جانتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

شقاق۔ الشق۔ شگاف کو کہتے ہیں۔ جیسے مشققۃ بنصفین میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے ثم شققنا الارض شقا، پھر ہم نے زمین کو چیر اپھاڑا۔ یا اذا السماء انشقت، جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشق (بکسر ش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ ودو سے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔ مثلاً الا بشق الانفس، مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔ الشقاق۔ کے معنی مخالفت۔ عداوت۔ ناچاقی کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف شقاق بمعنی الگ الگ (مخالف)

طرف، جہت، پہلو۔

فابعثوا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاو۔ مقرر کرو۔ بعث سے باب فتح۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ حکما۔ مفعول بہ۔ منصف۔ پنچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حکم سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد جمع۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ۔ یریدا تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد دو پنچ۔ ایک خاوند کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل میں یریدان تھا۔ ان ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ یوفق اللہ۔ یوفق مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب توفیق مصدر باب تفعیل موافقت پیدا کر دے گا۔ بینھما میں ھما ضمیر تثنیہ مونث غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

## زوجین کی برداری سے دو منصف بندوں کے انتخاب کا بیان

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خلافت کے زمانے میں ایک میاں بیوی اپنی ناچاقی کا جھگڑا لے کر آئے اس کے ساتھ اس کی برادری کے لوگ تھے اور اس کے ہمراہ اس کے گھرانے کے لوگ بھی، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں جماعتوں میں سے ایک ایک کو چنا اور انہیں منصف مقرر کر دیا پھر دونوں پنچوں سے کہا جانتے بھی ہو تمہارا کام کیا ہے؟ تمہارا منصب یہ ہے کہ اگر چاہو دونوں میں اتفاق کرا دو اور اگر چاہو تو الگ الگ کرا دو یہ سن کر عورت نے تو کہا میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی ہوں خواہ ملاپ کی صورت میں ہو جدائی کی صورت میں مرد کہنے لگا مجھے جدائی نامنظور ہے اس پر حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تجھے دونوں صورتیں منظور کرنی پڑیں گی۔

## منصفین کے اختیار اجتماع وافتراق میں مذاہب اربعہ

علماء کا اجماع ہے کہ ایسی صورت میں ان دونوں منصفوں کو دونوں اختیار ہیں یہاں تک کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں اجتماع کا اختیار ہے تفریق کا نہیں، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول مروی ہے، ہاں احمد ابوثور اور داؤد کا بھی یہی مذہب ہے ان کی دلیل (اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا) 4۔ النسآء:35) والا جملہ ہے کہ ان میں تفریق کا ذکر نہیں، ہاں اگر یہ دونوں دونوں جانب سے وکیل ہیں تو بیشک ان کا حکم جمع اور تفریق دونوں میں نافذ ہوگا اس میں کسی کو پھر یہ بھی خیال رہے کہ یہ دونوں پنچ حاکم کی جانب سے مقرر ہوں گے اور فیصلہ کریں گے چاہے ان سے فریقین ناراض ہوں یا یہ دونوں میاں بیوی کی طرف سے ان کو بنائے ہوئے وکیل ہوں گے، جمہور کا مذہب تو پہلا ہے اور دلیل یہ ہے کہ ان کا نام قرآن حکیم نے حکم رکھا ہے اور حکم کے فیصلے سے کوئی خوش یا ناخوش بہر صورت اس کا فیصلہ قطعی ہوگا آیت کے ظاہری الفاظ بھی جمہور کے ساتھ ہی ہیں، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نیا قول بھی یہی ہے

اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے، لیکن مخالف گروہ کہتا ہے کہ اگر یہ حکم کی صورت میں ہوتے تو پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خاوند کو کیوں فرماتے؟ کہ جس طرح عورت نے دونوں صورتوں کو ماننے کا اقرار کیا ہے اور اسی طرح تو بھی نہ مانے تو تو جھوٹا ہے۔

علامہ ابن عبد البر فرماتے ہیں علماء کرام کا اجماع ہے کہ دونوں پنچوں کا قول جب مختلف ہو تو دوسرے کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس امر پر بھی اجماع ہے کہ یہ اتفاق کرانا چاہیں تو ان کا فیصلہ نافذ ہے ہاں اگر وہ جدائی کرانا چاہیں تو بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ اس میں بھی ان کا فیصلہ نافذ ہے گو انہیں وکیل نہ بنایا گیا ہو۔

| |
|---|
| وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْئًا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى |
| وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ |
| وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ |
| اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو اور قرابتداروں کے ساتھ |
| اور یتیموں، مسکینوں قریب کے ہمسایہ، دور کے ہمسایہ، پہلو نشین، مسافر غربت زدہ، غلام و کنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو |
| کہ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## بندوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا بیان

"وَاعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا" اَحْسِنُوْا "وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" بِـرًّا وَّلِين جَانِب "وَبِذِي الْقُرْبٰى" الْقَرَابَة "وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْن وَالْجَار ذِي الْقُرْبٰى" الْقَرِيب مِنْكَ فِي الْجِوَار اَوْ النَّسَب "وَالْجَار الْجُنُب" الْبَعِيد عَنْكَ فِي الْجِوَار اَوْ النَّسَب "وَالصَّاحِب بِالْجَنْبِ" الرَّفِيق فِي السَّفَر اَوْ صِنَاعَة وَقِيلَ الزَّوْجَة "وَابْن السَّبِيْل" الْمُنْقَطِع فِي سَفَره "وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانكُمْ" مِنَ الْاَرِقَّاء "اِنَّ اللّٰه لَا يُحِبّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا" مُتَكَبِّرًا "فَخُوْرًا" عَلَى النَّاس بِمَا اُوْتِيَ،

اور اللہ وحدہ کی عبادت کرو، اور کسی شے کو اس کا شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرو یعنی ان سے نرمی سے پیش آؤ۔ اور قرابتداروں کے ساتھ اور یتیموں، مسکینوں، قریب کے ہمسایہ، یعنی جو ہمسائیگی اور نسب میں تمہارے قریب ہے۔ دور کے ہمسایہ، یعنی جو نسب میں اور ہمسائیگی میں تم سے دور ہو، پہلو نشین، یعنی جو سفر کا کاروباری ساتھی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد بیوی ہے۔ مسافر غربت زدہ، یعنی جو سفر کو جاری رکھنے میں بے بس ہو چکا ہے۔ غلام و کنیز سب کے ساتھ نیک برتاؤ کرو کہ اللہ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی مال و دولت وغیرہ کے سبب تکبر کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وبالوالدین احسانا ۔ اس کی تقدیر ہے واحسنوا بالوالدین احسانا ۔ وبذی القربی ۔ ایمانکم میں ذوی القربی ۔ والیتامی ۔ والمساکین ۔ والجار ذی القربی ۔ والجار الجنب ۔ والصاحب بالجنب وابن السبیل اور ما ملکت ایمانکم سے پہلے احسنوا محذوف ہے۔ الجار ذی القربی۔ الجار۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو یعنی

پڑوسی ذوی القربیٰ۔قرابت دار ہو۔یعنی رشتہ دار پڑوسی الجار الجنب۔جنب بمعنی دور۔اجنبی۔یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو۔صاحب بالجنب پہلو کا رفیق۔قریبی دوست کا سفر کا ساتھی۔ابن السبیل مسافر۔

مختالا۔اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کان۔اختیال (افتعال) مصدر۔بمعنی اکڑنے والا۔اترانے والا۔اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔ فخورا۔خبر ثانی۔کان مبالغہ کا صیغہ فاخر سے مفعول بمعنی فاعل بہت فخر کرنے والا۔گھمنڈ کرنے والا۔اترانے والا۔شیخی خور،

## شرک اور والدین کو ناراض کرنا کبیرہ گناہ ہے

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں۔صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کو ناراض کرنا، راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات۔راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم کہنے لگے کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو جائیں۔یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 958)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وصیتیں فرمائی تھیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے، دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزاری نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دو دوسرے یہ کہ اپنے والدین کی نافرمانی یا دل آزادی نہ کرو اگرچہ وہ یہ حکم دیں کہ تم اپنے اہل اور مال کو چھوڑ دو۔(مسند احمد)

## مسلمانوں کے باہمی چھ حقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں (ایک تو یہ ہے کہ) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو دوسرا مسلمان اس کی عیادت کرے دوسرے یہ کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو دوسرا مسلمان اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو تیسرے یہ کہ جب کوئی مسلمان کھانے پر بلائے تو بلایا جانے والا مسلمان اس کی دعوت کو قبول کرے (بشرطیکہ کوئی شرعی عذر مانع نہ ہو۔جیسے کہ اس دعوت میں باجا گاجا وغیرہ ہو یا اس دعوت کا تعلق اظہار فخر و ریاکاری سے ہو۔چوتھے یہ کہ جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرے پانچویں یہ کہ جب کوئی مسلمان چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کا جواب دے یعنی یرحمک اللہ کہے اور اگر چھینکنے والا الحمد للہ نہ کہے تو وہ جواب کا مستحق نہیں ہوگا۔اور چھٹے یہ کہ ایک مسلمان کی ہر حالت میں خیر خواہی کرے خواہ وہ حاضر ہو یا غائب ہو۔(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 564)

ۨالَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَ یَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَیَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّهِیۡنًا ۝

جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

## بخل کرنے اور بخل کا حکم دینے والوں کا بیان

"اَلَّذِیۡنَ" مُبۡتَدَأ "یَبۡخَلُوۡنَ" بِمَا یَجِب عَلَیۡهِمۡ "وَیَاۡمُرُوۡنَ النَّاس بِالۡبُخۡلِ" بِهِ "وَیَکۡتُمُوۡنَ مَا اٰتَاهُمۡ اللّٰه مِنۡ فَضۡله" مِنۡ الۡعِلۡم وَالۡمَال وَهُمۡ الۡیَهُوۡد وَخَبَر الۡمُبۡتَدَأ لَهُمۡ وَعِید شَدِیۡد "وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡكَافِرِیۡنَ" بِذٰلِكَ وَبِغَیۡرِهٖ "عَذَابًا مُهِیۡنًا" ذَا اِهَانَة۔

الذین مبتداء ہے۔ جو خود اس میں بخل کریں جو ان پر واجب ہے۔ اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپائیں یعنی جو علم اور مال دیا ہے اور وہ یہود ہیں۔ اور یہ مبتداء کی خبر ہے کہ ان کیلئے سخت وعید ہے۔ اور کافروں کے لئے ہم نے اس کے سبب ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی ایسا عذاب جو اہانت والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یبخلون۔ مضارع جمع مذکر غائب بخل (باب سمع) مصدر وہ بخل کرتے ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔ فضلہ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔ برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی کے ہیں۔ اعتدنا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اعتاد مصدر۔ عتد مادہ۔ العتاد ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا۔ یہی معنی اعداد کے ہیں۔ اعتدنا بروزن افعلنا۔ اعتاد سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اعددنا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۳۷ کے شان نزول کا بیان

اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی انہوں نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کو چھپالیا اور لوگوں کے سامنے بیان نہ کیا حالانکہ وہ اپنے پاس کتابوں میں اس کے متعلق لکھا ہوا پاتے تھے۔ کلبی کہتے ہیں کہ یہ یہود تھے جنہوں نے اپنی کتابوں میں محمد کی صفت اور نعت کو اپنے پاس آنے والے پر صدقہ کرنے سے بخل کیا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ تین آیات اللہ کے فرمان (سورہ نساء آیات 36 تا 39) یہود کے متعلق نازل ہوئی ابن عباس اور ابن زید فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی جو انصار کے پاس آ کر ان سے ملتے اور انہیں نصیحت کرتے کہ اپنے اموال مت خرچ کرو کیونکہ ہمیں تمہارے بارے میں فقر کا اندیشہ ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ اَلَّذِیۡنَ یَبۡخَلُوۡنَ وَیَاۡمُرُوۡنَ

النَّاسَ بِالْبُخْلِ، جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) خدا نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کر رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (طبری 5-55، زاد المسیر 2-81)

## اللہ اور رسول مکرم ﷺ سے بخل نہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فتح مکہ کے دن ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں تھے (اس دن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا کہ مشرکین میں سے جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ امن میں ہے اور (مشرکین میں سے) جو شخص ہتھیار ڈال دے وہ امن میں ہے (بعض) انصار (یہ اعلان سن کر آپس میں) کہنے لگے کہ اس شخص (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) پر اپنی قوم کے تئیں مروت و مہربانی اور اپنی بستی والوں (یعنی مکہ) کے تئیں رغبت وچاہت کا جذبہ (طبعی طور پر) غالب آ گیا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی (جس کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا گیا کہ انصار اس اس طرح کہہ رہے ہیں اس پر آپ نے انصار کو بلایا) اور (ان سے) فرمایا: تم نے یہ کہا ہے کہ اس شخص پر اپنی قوم کے تئیں مروت ومہربانی اور اپنی بستی والوں کے تئیں رغبت وچاہت کا جذبہ غالب آ گیا ہے۔ نہیں، ایسا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں میں نے اللہ کی طرف (یعنی اللہ کے حکم سے اور اللہ کے اجر وانعام حاصل کرنے کے لئے) اور تمہاری طرف (یعنی تمہارے دیار کی طرف) ہجرت کی ہے اب تو زندگی بھی تمہاری زندگی کے ساتھ ہے اور مرنا بھی تمہارے ساتھ ہے (یہ سن کر) ان انصار نے (معذرت کا اظہار کرتے ہوئے) عرض کیا: واللہ ہم نے یہ بات صرف اس لئے کہی کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ ہم کو بخل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہیں راست گو مانتے ہیں اور تمہاری یہ معذرت قبول کرتے ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 868)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ |
| وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ○ |
| اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر |
| اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہو گیا تو وہ برا ساتھی ہے۔ |

## ریا کاری کے طور پر مال کو خرچ کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ" عُطِفَ عَلَى الَّذِيْنَ قَبْله "يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالهمْ رِئَاء النَّاس" مُرَائِيْنَ لَهُمْ "وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِر" كَالْمُنَافِقِيْنَ وَاَهْل مَكَّة "وَمَنْ يَّكُنْ الشَّيْطَان لَهٗ قَرِيْنًا" صَاحِبًا يَعْمَل بِاَمْرِهٖ كَهٰؤُلَاءِ "فَسَاءَ" بِئْسَ "قَرِيْنًا" هُوَ.

والذین کا عطف ماقبل الذین پر ہے۔ اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان

رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، جس طرح منافقین اور اہل مکہ ہیں۔ اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہو گیا یعنی وہ اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ تو وہ برا ساتھی ہے۔ پس وہ کتنا ہی برا ساتھی ہے۔

## اعمال میں ریا کاری کرنے والے کیلئے رسوائی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان شہرت دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس "ریا کارانہ عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچادے گا۔ (یعنی جو شخص کوئی نیک کام کر کے لوگوں کو یہ سنائے گا کہ اس نے یہ کام کیا ہے اور اس کے ذریعہ اس کا مقصد شہرت و عزت حاصل کرنا ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی اس ریا کاری کو ظاہر کر دے گا اور لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچادے گا کہ یہ شخص ریا کار اور غیر مخلص ہے نیز (قیامت کے دن) اس کو رسوا کرے گا اور (دنیا و آخرت میں) ذلت و خواری سے دوچار کرے گا۔ اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1249)

| |
|---|
| وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ○ |
| اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے عطاء کردہ میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے |
| اور اللہ ان کو جانتا ہے، |

## ایمان لانے میں نفع ہونے کا بیان

"وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقَهُمْ اللّٰه" اَیْ اَیّ ضَرَر عَلَيْهِمْ فِیْ ذٰلِكَ وَالِاسْتِفْهَام لِلْاِنْكَارِ وَلَوْ مَصْدَرِيَّة اَیْ لَا ضَرَر فِيْهِ وَاِنَّمَا الضَّرَر فِيْمَا هُمْ عَلَيْهِ "وَكَانَ اللّٰه بِهِمْ عَلِيْمًا" فَيُجَازِيهِمْ بِمَا عَمِلُوْا،

اور ان کا کیا نقصان تھا اگر ایمان لاتے اللہ اور قیامت پر اور اللہ کے عطاء کردہ میں سے اس کی راہ میں خرچ کرتے۔ یعنی ان کیلئے اس بات میں کیا نقصان تھا یہ استفہام انکاری ہے۔ اور یہاں لو مصدریہ ہے یعنی اس میں کوئی نقصان نہ تھا جبکہ نقصان اس میں ہے جس میں وہ ہیں۔ اور اللہ ان کو جانتا ہے۔ لہذا وہ ان کو ان کے اعمال کی جزاء دے گا۔

## ایمان لانے اور خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 357)

... عنہ ... تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے

اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر وثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے۔

اے اللہ! بخیل کو تلف (نقصان) دے اور یعنی جو شخص مال ودولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف وضائع کر دے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہوا سے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے! بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہوا سے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ |
| بیشک اللہ ذرّہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو تو اسے دوگنا کر دیتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔ |

## سات سو گنا تک نیکیوں کے ثواب میں اضافہ ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ" اَحَدًا "مِثْقَالَ" وَزْنَ "ذَرَّةٍ" اَصْغَرَ نَمْلَةٍ بِاَنْ يُّنْقِصَهَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ اَوْ يَزِيْدَهَا فِيْ سَيِّئَاتِهٖ "وَاِنْ تَكُنْ" الذَّرَّةُ "حَسَنَةً" مِنْ مُؤْمِنٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ فَكَانَ تَامَّةً "يُضَاعِفْهَا" مِنْ عَشْرٍ اِلٰى اَكْثَرَ مِنْ سَبْعِ مِائَةٍ وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُضَعِّفْهَا بِالتَّشْدِيْدِ "وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ" مِنْ عِنْدِهٖ مَعَ الْمُضَاعَفَةِ "اَجْرًا عَظِيْمًا" لَا يَقْدِرُهٗ اَحَدٌ،

بیشک اللہ کسی ایک پر بھی ذرّہ برابر ظلم نہیں کرتا، یعنی چھوٹی سے چیونٹی کے برابر بھی نیکیوں میں کمی یا اس کے گناہوں میں زیادتی نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی مؤمن نیکی کرے تو اسے دوگنا کر دیتا ہے۔ حسنہ ایک قرأت میں رفع کے ساتھ آیا ہے۔ اس وقت تک یہ تامہ ہوگا۔ اور اضافے سے مراد دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک اضافہ کر دیتے ہیں۔ اور ایک قرأت میں یضاعف یہ تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ اور اپنے پاس سے بڑا یعنی اس کی بارگاہ میں بڑا ثواب جو ہے وہ اجر عطا فرماتا ہے۔ جس پر کسی اور کو کوئی قدرت ہی حاصل نہیں ہے۔

## سورہ نساء آیت ۴۰ کے سبب نزول کا بیان

امام ابی حاتم لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے کہ (آیت "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها)

اعراب کے بارے میں اتری ہے اس پر ان سے سوال ہوا کہ پھر مہاجرین کے بارے میں کیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس سے بہت ہی اچھی (اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا، نازل ہوئی ہے۔
(تفسیر ابن ابی حاتم رازی)

## نیکی میں ثواب کے بڑھ جانے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق واخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔

جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور برابر (خواہ صورت میں خواہ قیمت میں) حلال کمائی میں خرچ کرے، اللہ تعالیٰ صرف مال حلال قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے اسی طرح پالتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 387)

مسند احمد کی ایک غریب حدیث میں ہے حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ نیکی کا ثواب دے گا مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے کہا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر ان سے خود پوچھ آؤں چنانچہ میں نے سامان سفر درست کیا اور اس روایت کی چھان بین کے لئے روانہ ہوا معلوم ہوا کہ وہ تو حج کو گئے ہیں تو میں بھی حج کی نیت سے وہاں پہنچا ملاقات ہوئی تو میں نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نے سنا آپ نے ایسی حدیث بیان کی ہے؟ کیا یہ سچ ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں تعجب معلوم ہوتا ہے؟ تم نے قرآن میں نہیں پڑھا؟ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص اللہ کو اچھا قرض دے اللہ اسے بہت بہت بڑھا کر عنایت فرماتا ہے اور دوسری آیت میں ساری دنیا کو کم کہا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ ایک نیکی کو بڑھا کر اس کے ... ملے گی۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

## قیامت کے دن کی شہادت کا بیان

"فَكَيْفَ" حَالُ الْكُفَّار "اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ" يَشْهَدُ عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ نَبِيُّهَا "وَجِئْنَا بِكَ" يَا مُحَمَّد،

پھر اس دن کفار کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے جو ان کے عمل کی گواہی دے گا اور وہ ان کا نبی ہوگا اور یا محمد ﷺ ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

مذکورہ بالا مطلب میں "ھؤلاء" جملہ سابق میں موجود "شہید" کی طرف اشارہ ہے چونکہ ہر امت کا ایک خاص شاہد ہے اور امتیں بھی متعدد ہیں لہٰذا گواہ بھی متعدد ہوں گے، لہٰذا اسم اشارہ صیغہ جمع "ھؤلاء" کے ساتھ لایا گیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۴۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں قرآن پڑھوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورت نساء کی تلاوت شروع کی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچا۔ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا، پھر کیا حال ہوگا جب بلائیں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلائیں گے آپ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا۔ (النساء) تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ابوالاحوص بھی اعمش وہ ابراہیم وہ علقمہ اور وہ عبداللہ سے اسی طرح حدیث نقل کرتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ ابراہیم، عبیداللہ سے اور وہ عبداللہ سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 963)

ابوعبداللہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تذکرہ میں باب باندھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی امت پر شہادت کے بارے میں کیا آیا ہے؟ اس میں حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول لائے ہیں کہ ہر دن صبح شام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں مع ناموں کے پاس آپس قیامت کے دن ان سب پر گواہی دیں گے پھر یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہر چیز اور ہر جمعرات کو اعمال پیش کئے جاتے ہیں پس وہ انبیاء پر اور ماں باپ پر ہر جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں اور اس میں کوئی تعارض نہیں ممکن ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہر جمعہ کو بھی پیش ہوتے ہوں اور ہر دن بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

(تذکرہ، امام قرطبی، ترجمہ استاذی المکرم علامہ غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی)

| |
|---|
| يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ۝ |
| اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے |
| اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔ |

## قیامت کے دن کفار کی تمناؤں کا بیان

"يَوْمَئِذٍ" يَوْمَ الْمَجِيْءِ "يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ" اَیْ اَنْ "تُسَوّٰى" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِلِ مَعَ حَذْفِ اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْاَصْلِ وَمَعَ اِدْغَامِهَا فِي السِّيْنِ اَیْ تَتَسَوّٰى "بِهِمُ الْاَرْضُ" بِاَنْ يَّكُوْنُوْا تُرَابًا مِثْلَهَا لِعِظَمِ هَوْلِهٖ كَمَا فِيْ اٰيَةٍ اُخْرٰى "وَيَقُوْلُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرَابًا" "وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا" عَمَّا عَمِلُوْهُ وَفِيْ وَقْتٍ اٰخَرَ يَكْتُمُوْنَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ"،

یومئذ سے مراد آنے والا دن یعنی قیامت کا دن ہے۔اس دن تمنا کریں گے وہ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی کاش انہیں مٹی میں دبا کر زمین برابر کر دی جائے، تسوی یہ مجہول اور دونوں تاؤں میں سے ایک کے حذف کے ساتھ معروف بھی آیا ہے اور سین کے ادغام کے ساتھ یعنی ان پر زمین کو برابر کر دیا جاتا کہ اس دن کی ہولناک سختی سے بچ جائیں جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے کہ کافر کہیں گے کہ کاش میں مٹی ہوتے۔اور کوئی بات اللہ سے نہ چھپا سکیں گے۔یعنی جس پر انہوں نے عمل کیا ہے اور دوسرے وقت میں وہ اس کو چھپانا چاہتے ہیں۔اور وہ کہتے ہیں۔اللہ ہمارا رب ہے ہم مشرکین میں سے نہیں ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۴۲ کے مضمون نزول کا بیان

اس دن کافر کہے گا کاش میں کسی زمین میں سما جاؤں پھر زمین برابر ہو جائے گی۔کافر نا قابل برداشت ہولناکیوں رسوائیوں اور ڈانٹ ڈپٹ سے گھبرا اٹھے گا، جیسے اور آیت میں ہے (يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا) 78۔ النبا: 40) جس دن انسان اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال اپنی آنکھوں دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کاش کہ میں مٹی ہو گیا ہوتا۔

## میدان حشر میں مخلوق کے پسینے کا بیان

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ " قیامت کے دن (میدان حشر میں) سورج کو مخلوق کے نزدیک کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلہ پر رہ جائے گا پس تمام لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں شرابور ہوں گے چنانچہ ان میں سے بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے ٹخنوں تک پسینہ ہو گا بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے گھٹنوں تک پسینہ ہو گا۔

بعض لوگ وہ ہوں گے جو کمر تک پسینہ میں ڈوبے ہوں گے اور بعض لوگ وہ ہوں گے جن کے لئے ان کا پسینہ لگام بن جائے

گا یعنی ان کے داہنے تک پسینہ ہوگا بلکہ دہانے کے اندر تک پہنچ جائے گا یہ فرما کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اپنے دہانہ، مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 113)

## قیامت کے دن کی سختی کے سبب بات کرنے پر بھی قدرت نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن (میدان حشر میں جب حساب کتاب کی ابتداء ہوگی اور نامہ اعمال کھلنے شروع ہوں گے تو) لوگوں کو پسینہ آئے گا اور وہ پسینہ اس قدر بہے گا کہ زمین کے اندر ستر گز تک چلا جائے گا اور ان کے لئے لگام بن جائے گا۔

یہاں تک کہ ان کے کانوں تک پہنچ جائے گا یعنی وہ پسینہ ان کے دہنوں تک پہنچ کر لگام کی طرح ان کے منہ کو جکڑے گا کہ وہ بات چیت کرنے پر بھی قادر نہیں ہوسکیں گے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 112)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا |
| اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ |
| مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا |
| فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نماز کے قریب نہ جاؤ، اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو اور نہ اس حال |
| میں کہ جنبی ہو، مگر راستہ عبور کرنے والے، یہاں تک کہ غسل کرلو۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، |
| یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر ملو |
| بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ |

## تیمم کے حکم نزول کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاة" اَيْ لَا تُصَلُّوا "وَاَنْتُمْ سُكَارَى" مِنْ الشَّرَاب لِاَنَّ سَبَب نُزُولهَا صَلَاة جَمَاعَة فِي حَال سُكْر "حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ" بِاَنْ تَصْحُوا "وَلَا جُنُبًا" بِاِيلَاجٍ اَوْ اِنْزَال وَنَصْبه عَلَى الْحَال وَهُوَ يُطْلَق عَلَى الْمُفْرَد وَغَيْره "اِلَّا عَابِرِي" مُجْتَازِي "سَبِيل" طَرِيق اَيْ مُسَافِرِينَ "حَتّٰى تَغْتَسِلُوا" فَلَكُمْ اَنْ تُصَلُّوا، وَاسْتِثْنَاء الْمُسَافِر لِاَنَّ لَهُ حُكْمًا آخَر سَيَاْتِي وَقِيلَ الْمُرَاد النَّهْي عَنْ قُرْبَان مَوَاضِع الصَّلَاة اَيْ الْمَسَاجِد اِلَّا عُبُورهَا مِنْ غَيْر مُكْث "وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى" مَرَضًا يَضُرّهُ الْمَاء "اَوْ عَلَى سَفَر" اَيْ مُسَافِرِينَ وَاَنْتُمْ جُنُب اَوْ مُحْدِثُونَ "اَوْ جَاءَ اَحَد

مِنكُم مِنَ الْغَائِطِ " هُوَ الْمَكَانُ الْمُعَدُّ لِقَضَاءِ الْحَاجَةِ اَیْ اَحْدَثَ "اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ " وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِلَا اَلِفٍ وَكِلَاهُمَا بِمَعْنَى اللَّمْسِ هُوَ الْجَسُّ بِالْيَدِ قَالَهُ ابْنُ عُمَرَ وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيُّ وَاُلْحِقَ بِهِ الْجَسُّ بِبَاقِي الْبَشَرَةِ وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ هُوَ الْجِمَاعُ "فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً " تَتَطَهَّرُوْنَ بِهٖ لِلصَّلَاةِ بَعْدَ الطَّلَبِ وَالتَّفْتِيْشِ وَهُوَ رَاجِعٌ اِلٰى مَا عَدَا الْمَرْضٰى "فَتَيَمَّمُوْا" اقْصِدُوْا بَعْدَ دُخُوْلِ الْوَقْتِ "صَعِيْدًا طَيِّبًا" تُرَابًا طَاهِرًا فَاضْرِبُوْا بِهٖ ضَرْبَتَيْنِ "فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ" مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ مِنْهُ وَمَسَحَ يَتَعَدّٰى بِنَفْسِهٖ وَبِالْحَرْفِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا،

اے ایمان والو! نماز کے قریب نہ جاؤ، یعنی نماز نہ پڑھو۔ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو، یعنی شراب پینے کی حالت میں کیونکہ اس کا سبب نزول حالت نشہ میں جماعت کی نماز کا پڑھنا ہے۔ یہاں تک کہ تم جانو جو کچھ کہتے ہو یعنی جب تم صحیح حالت میں آجاؤ۔ اور نہ اس حال میں کہ جنبی ہو، یعنی دخول یا انزال کے سبب جنبی ہو۔ جنبا یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اس کا اطلاق مفرد وغیر مفرد دونوں پر ہوتا ہے۔ مگر راستہ عبور کرنے والے مسافر کیلئے رخصت ہے کہ بغیر غسل نماز پڑھ لے اس کا استثناء عنقریب آجائے گا۔ جبکہ بقیہ کیلئے حکم ہے کہ غسل کرلیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہی سے مراد نماز کے مقامات یعنی مساجد سے گزرنا ہے البتہ بغیر رکنے کے گزرنا جائز ہے۔ اور اگر تم بیمار ہو، یا سفر پر، یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، غائط اس جگہ کو کہتے ہیں جو قضائے حاجت کیلئے بنائی گئی ہے۔ یعنی بے وضو ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، ایک قرأت میں مس بغیر لام کے ہے جبکہ معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور وہ ہاتھ سے چھونا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے اسی طرح کہا ہے۔ اور اسی چھونے کو بقیہ بدن کے ساتھ ملا دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد جماع ہے۔ پھر کوئی پانی نہ پاؤ یعنی نماز کیلئے طہارت حاصل کرنے کیلئے تلاش وڈھونڈنے کے بعد بھی پانی نہ پاؤ، اور وہ مریض بھی نہیں ہے۔ تو وقت کے داخل ہونے کے بعد پاک مٹی کا قصد کرو، یعنی پاک مٹی سے دو ضربیں مارو۔ پس اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں سمیت ملو۔ یہاں پر مسح متعدی بہ نفسہ اور متعدی بہ حرف دونوں طرح ہے۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف نے کھانا تیار کیا اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دعوت دی انہوں نے دعوت میں کھایا اور جب نماز کا وقت آیا تو ایک شخص آگے بڑھا اور مغرب کی نماز پڑھائی اس نے نماز میں (قل یاایھا الکافرون) کی تلاوت کی لیکن درست نہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ۔ مومنو جب تم نشے کی حالت میں ہو تو جب تک (ان الفاظ کو) کو جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔ (نیسابوری 129، سیوطی 73، قرطبی 5۔200))

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (کر کے تیمم) کرلو۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے جب ہم بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا رسول اللہ ﷺ اور لوگ اس کی تلاش میں لگ گئے ان کے اردگرد پانی نہ تھا اور نہ ہی ان کے پاس پانی موجود تھا لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ عائشہ نے کیا کیا ہے رسول اللہ ﷺ اور لوگوں کو ہار کی تلاش میں ٹھہرا دیا اور ان کے پاس پانی بھی موجود نہیں ہے حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ابوبکر آئے دراں حالیکہ رسول اللہ ﷺ میری ران پر سر رکھ کر سو رہے تھے آپ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی حالت میں ٹھہرنے دیا کہ نہ تو لوگوں کے آس پاس پانی تھا اور نہ ہی ان کے پاس پانی تھا آپ فرماتی ہیں کہ ابوبکر نے مجھے خوب ڈانٹا اور اللہ نے جو چاہا انہوں نے مجھ سے کہا اور میرے پہلو میں اپنے ہاتھ سے مارنا شروع کر دیا مجھے اس بات نے حرکت کرنے سے روکا کہ میری ران پر رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں رسول اللہ ﷺ اسی طرح سوئے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور پانی موجود نہ تھا اس موقع پر اللہ نے آیت تیمم نازل کی پس سب نے تیمم کیا اسید بن حضیر جو نقباء سرداروں میں سے ایک تھے نے کہا اے آل ابی بکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی کھڑا کیا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (بخاری 4331، قرطبی 5-214، زاد المسیر 2-93)

## تیمم کے لغوی وفقہی مفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ پاک سطح زمین کا قصد کرو تو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو"۔ جس کا ملک العلماء نے بدائع میں افادہ فرمایا اور بہت سے حضرات نے ان کا اتباع کیا جس کے آخری لوگوں میں سے صاحب درر ہیں وہ یہ ہے: ''جنس زمین کا' وہ خاص عضووں میں، تطہیر کے ارادہ سے، مخصوص شرائط کے ساتھ استعمال کرنا''۔ امام زیلعی نے حضرات علماء سے حکایت کرتے ہوئے جو الفاظ ذکر کیے وہ یہ ہیں ''زمین کے کسی جز کا، خاص اعضاء پر تطہیر کے ارادہ سے استعمال کرنا۔ (بدائع الصنائع)

## تیمم کی ضربوں کے اختلاف میں فقہی مذاہب اربعہ

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں یا ایک ضرب ہے؟ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا مسلک یہ ہے کہ تیمم کے لیے دو ضربیں ہیں یعنی پاک مٹی یا اس کے قائم مقام مثلاً پاک چونے اور پتھر وغیرہ پر دو دفعہ ہاتھ مارنا چاہئے ایک ضرب تو منہ کے لیے ہے اور دوسری ضرب کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کے لیے۔ حضرت امام شافعی کا بھی مختار مسلک یہی ہے اور بعض حنابلہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

لیکن حضرت امام احمد بن حنبل کا مشہور مسلک اور حضرت امام شافعی کا قدیم قول یہ ہے کہ تیمم ایک ہی ضرب ہے یعنی تیمم کرنے والے کو چاہئے کہ ایک ہی مرتبہ پاک مٹی وغیرہ پر ہاتھ مار کر اسے منہ اور کہنیوں تک دونوں ہاتھوں پر پھیر لے، حضرت امام اوزاعی، عطاء اور مکحول سے بھی یہی منقول ہے۔

## حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی مضطرب روایات کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے ایک سفر میں تیمم کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہنیوں تک مسح کرو۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۸، معرفۃ السنن، ۳۲۵)

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ کندھوں تک تیمم کیا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۵۶، سنن ابوداؤد، ۳۲۰)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں صرف اس طرح کرنا کافی ہے آپ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مٹی کی طرف مارا۔ پھر اس پر پھونک ماری اور اپنے چہرے پر اور ہاتھوں کے جوڑ تک مسح کیا اس میں کلائیوں کا ذکر نہیں۔

(صحیح ابن خزیمہ، ۲۷۰، سنن ابوداؤد، ۳۲۶)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پھونک ماری اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور ہتھیلیوں پر کہنیوں تک یا کلائیوں تک مسح کیا۔ (سنن ابوداؤد، ۳۲۵)

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے منسوب جس قدر بھی روایت موجود ہیں اور جن کو ائمہ حدیث نے ذکر کیا ہے ان کے متن میں شدید اضطراب ہے ہم نے چند ایک کو مثال کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اس قدر اضطراب والی روایات سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں جس طرح فقہاء احناف نے دلائل ذکر کیے ہیں۔ وہی اصل و صحیح ہیں۔ اور ان کی ہی اتباع و پیروی کی جائے گی۔

حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا مسلک چونکہ یہ ہے کہ تیمم کے لیے مٹی پر دو مرتبہ ہاتھ مارنا چاہیے ایک مرتبہ تو منہ پر پھیرنے کے لیے اور دوسری مرتبہ کہنیوں تک ہاتھوں پر پھیرنے کے لیے اس لیے حضرت شیخ محی الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی توجیہ یہ فرماتے ہیں کہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف یہ تھا کہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مٹی پر ہاتھ مارنے کی کیفیت و صورت دکھا دیں کہ جنابت کے لیے تیمم اس طرح کر لیا کرو مٹی میں لوٹ پوٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد پورے تیمم کی کیفیت بیان کرنا نہیں تھا اس لیے حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت حدیث کے وقت ایک مرتبہ ہاتھ مارنے ہی کو بطور تعلیم ذکر کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کے علاوہ حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایتیں تیمم کے بارے میں منقول ہیں ان میں صراحت کے ساتھ دو مرتبہ ہی ہاتھ مارنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

## مسح تیمم میں تمام عضو کو گھیر لینے کے حکم کا بیان

علامہ محمود بن مازہ بخاری حنفی لکھتے ہیں۔ امام کرخی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک تیمم کے اعضاء میں استیعاب (پورے عضو کو گھیر لینا) واجب ہے۔ یہی ظاہر الروایت ہے۔ حتیٰ کہ اگر تیمم کرنے والے نے مقام

تیمم سے ذرا بھر بھی چھوڑا تو تیمم نہ ہوگا۔ کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہے جس طرح ذرہ برابر بھی عضو سے دھونا رہ جائے تو وضو نہیں ہوتا اسی طرح تیمم بھی نہ ہوگا۔ امام محمد علیہ الرحمہ سے نوادر میں اس قول کی تاکید موجود ہے اور وہ روایت اس طرح بھی ہے کہ اگر غبار انگلیوں میں نہ پہنچے تو وہ انگلیوں کا خلال کرے۔ اس حالت میں اس تین ضربوں کی ضرورت ہے کیونکہ ایک ضرب چہرے کیلئے دوسری ہاتھوں کیلئے اور تیسری انگلیوں کے خلال کیلئے ہوگی۔ اسی پر یہ دلیل ہے کہ اگر اس کے ہاتھ میں انگوٹھی ہے اور وہ اس کو نہیں اتارتا یا عورت کے ہاتھ سوار ہے اور تیمم کی حالت میں اسے اتارا نہیں تو تیمم نہ ہوگا۔

امام حسن نے فقہاء احناف سے نقل کیا ہے کہ اگر اس نے ربع سے کم ترک کیا تو تیمم کفایت کرے گا۔ اور امام حسن نے ایک روایت امام اعظم رضی اللہ عنہ سے یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر وہ کفین یا ذراعین کے اکثر کا مسح کر لے تو جائز ہے۔ کیونکہ اکثر کا مسح ایسے ہے جیسے کل کا استیعاب ہے۔ کیونکہ مسح والے امور میں استیعاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس سے حرج لازم آتا ہے۔ اسی روایت کے مطابق انگوٹھی یا سوار کا اتارنا واجب نہ ہوگا۔ امام شمس الائمہ حلوانی نے کہا کہ اسی روایت تعریف مسح میں محفوظ کیا جائے کیونکہ اسی میں عموم بلوی (عرف) ہے۔ جبکہ امام محمد علیہ الرحمہ سے امام حسن سے مختلف روایت مذکور ہے جو یہ ہے کہ اگر کسی نے ظاہر ہتھیلی کی مقدار مسح ترک کیا تو تیمم نہ ہوگا۔ حالانکہ ظاہر کف ربع سے کم ہے۔

فقیہ ابوجعفر علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو امام حسن سے روایت ہے وہی ظاہر الروایہ ہے۔ کیونکہ تیمم کرنے والا ربع سے کم کا متروک ہے تو جائز ہے۔ کف کا مسئلہ اسی سے متخرج ہے۔ اور اس میں کف کی تعریف کا تعین کیا جائے گا۔ لہٰذا امام حسن کی روایت تیمم اور وضو کے درمیان فرق کی محتاج ہے۔ (محیط برہانی فی فقہ نعمانی، تیمم کے مسائل، بیروت)

## مس سے مراد جماع یا چھونے اقوال اسلاف کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اولامستم النساء سے مراد مجامعت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبید بن عمیر حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مقاتل رحمۃ اللہ علیہ بن حیان سے بھی یہی مروی ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ اس لفظ پر مذاکرہ ہوا تو چند موالی نے کہا یہ جماع نہیں اور چند عرب نے کہا جماع ہے، میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کا ذکر کیا آپ نے پوچھا تم کن کے ساتھ تھے میں نے کہا موالی کے فرمایا موالی مغلوب ہو گئے لمس اور مس اور مباشرت کا معنی جماع ہے، اللہ تعالیٰ نے یہاں کنایہ کیا ہے، بعض اور حضرات نے اس سے مراد مطلق چھونا لیا ہے۔ خواہ جسم کے کسی حصہ کو عورت کے کسی حصہ سے ملایا جائے تو وضو کرنا پڑے گا۔ لمس سے مراد چھونا ہے۔ اور اس سے بھی وضو کرنا پڑے گا۔ فرماتے ہیں مباشرت سے ہاتھ لگانے سے بوسہ لینے سے وضو کرنا پڑے گا۔ لمس سے مراد چھونا ہے، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی عورت کا بوسہ لینے سے وضو کرنے کے قائل تھے اور اسے لمس میں داخل جانتے تھے۔

عبیدہ، ابوعثمان ثابت ابراہیم زید بھی کہتے ہیں کہ لمس سے مراد جماع کے علاوہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ انسان کا اپنی بیوی کا بوسہ لینا اور اسے ہاتھ لگانا ملامست ہے اس سے وضو کرنا پڑے گا (موطا مالک) دار قطنی میں خود عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے لیکن دوسری روایت آپ سے اس کے خلاف بھی پائی جاتی ہے آپ باوضو تھے آپ نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا پھر وضو نہ کیا اور نماز ادا کی۔ پس دونوں رواتیوں کو صحیح ماننے کے بعد یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آپ وضو کو مستحب جانتے تھے۔

مطلق چھونے سے وضو کے قائل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور مشہور امام احمد بن حنبل سے بھی یہی روایت ہے۔ اس قول کے قائل کہتے ہیں کہ یہاں دو قرأت یں ہیں لامستم اور لمستم اور لمس کا اطلاق ہاتھ لگانے پر بھی قرآن کریم میں آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے (وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ) 6۔الانعام:7) ظاہر ہے کہ یہاں ہاتھ لگانا ہی مراد ہے اسی طرح حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ کا یہ فرمانا کہ شاید تم نے بوسہ لیا ہوگا ہاتھ لگایا ہوگا وہاں بھی لفظ لمست ہے۔ اور صرف ہاتھ لگانے کے معنی میں ہی اور حدیث میں ہے (حدیث والیدز ناھا اللمس ہاتھ کا "زنا" چھونا اور ہاتھ لگانا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں بہت کم دن ایسے گزرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آ کر بوسہ نہ لیتے ہوں یا ہاتھ نہ لگاتے ہوں۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع ملامست سے منع فرمایا یہ بھی ہاتھ لگانے کے بیع ہے پس یہ لفظ جس طرح جماع پر بولا جاتا ہے ہاتھ سے چھونے پر بھی بولا جاتا ہے شاعر کہتا ہے ولمست کفی کفه اطلب الغنی میرا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملا میں تونگری چاہتا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ایک شخص سرکار محمد ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شخص کے بارے میں کیا فیصلہ ہے جو ایک جنبیہ عورت کے ساتھ تمام وہ کام کرتا ہے جو میاں بیوی میں ہوتے ہیں سوائے جماع کے تو (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ) 11۔ہود:114) نازل ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وضو کر کے نماز ادا کر لے اس پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پوچھتے ہیں کیا یہ اسی کے لئے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے کام ہے آپ جواب دیتے ہیں تمام ایمان والوں کے لئے ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ۝ |
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ |
| تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔ |

## یہود اہل ایمان کو راہ حق سے ہٹانے کی تمنا رکھتے ہیں

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا" حَظًّا "مِنَ الْكِتَاب" وَهُمُ الْيَهُوْد "يَشْتَرُوْنَ الضَّلَالَة" بِالْهُدَى "وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْل" تُخْطِئُوْا الطَّرِيْق الْحَق لِتَكُوْنُوْا مِثْلهمْ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا۔ وہ یہود ہیں جو گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک جاؤ۔ یعنی تم بھی ان کی طرح راہ حق سے ہٹ جاؤ۔

## سورہ نساء آیت ۴۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت یہود کے بڑے سرداروں میں سے تھا اس نے رسول اللہ ﷺ سے زبان موڑ موڑ کر گفتگو کی اور کہا اے محمد ﷺ میری بات غور سے سنو میں تمہیں سمجھاتا ہوں پھر ہنسی مذاق کرتے ہوئے اسلام پر طعن کرنے لگا اس کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ، بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا تھا کہ وہ گمراہی کو خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ۔ (تفسیر قرطبی 5-241)

| وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝ |
|---|
| اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے اور اللہ مددگار کافی ہے۔ |

## اللہ اہل ایمان کے دشمنوں کو جانتا ہے

"وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَائِكُمْ" مِنْكُمْ فَيُخْبِرُكُمْ بِهِمْ لِتَجْتَنِبُوْهُمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا" حَافِظًا لَكُمْ مِنْهُمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا" مَانِعًا لَكُمْ مِنْ كَيْدِهِمْ،

اور اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، یعنی وہ ان سے تمہیں خبردار کرتا ہے تاکہ تم ان سے بچ جاؤ۔ اور اللہ کارساز کافی ہے یعنی تمہاری حفاظت کرنے والا ہے۔ اور اللہ مددگار کافی ہے۔ یعنی تمہیں ان کے فریب سے بچانے والا ہے۔

**کفی باللہ ولیا ۔ کفی یکفی (ضرب) کفایۃ الشی** ۔ کسی شی کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ علیا۔ صفت مشبہ (فعیل) ولایۃ محافظ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کارساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ کفی باللہ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ ولیا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

## دشمنان اسلام یہود سے بچ کر اسلام پر قائم رہنے کا بیان

یہود کو کتاب سے کچھ حصہ ملا یعنی لفظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے۔ تم ایسا ہرگز نہیں جانتے سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور ان سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے کے لئے کافی ہے اس لئے دشمنوں سے اس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قائم رہو۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور کچھ یہودی کلمات کو اپنے اصل مقامات سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں، ہم نے سن لیا اور نہیں مانا، اور سنو! آپ سنوائے نہ جائیں، اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، اور اگر وہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور سنئے اور ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے تو یہ اُن کے لئے بہتر ہوتا اور درست اور مناسب ہوتا لیکن اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی سو تھوڑے لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لاتے۔

## یہود کا عداوت رسالت ﷺ میں زبانوں کو مروڑنے کا بیان

"مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوا" قَوْم "يُحَرِّفُوْنَ" يُغَيِّرُوْنَ "الْكَلِم" الَّذِي اَنْزَلَ اللّٰه فِي التَّوْرَاة مِنْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَنْ مَّوَاضِعه" الَّتِي وُضِعَ عَلَيْهَا "وَيَقُوْلُوْنَ" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَمَرَهُمْ بِشَيْءٍ "سَمِعْنَا" قَوْلك "وَعَصَيْنَا" اَمْرك "وَاسْمَعْ غَيْر مُسْمَع" حَال بِمَعْنَى الدُّعَاء اَيْ لَا سَمِعْت "وَ" يَقُوْلُوْنَ لَهُ "رَاعِنَا" وَقَدْ نُهِيَ عَنْ خِطَابه بِهَا وَهِيَ كَلِمَة سَبّ بِلُغَتِهِمْ "لَيًّا" تَحْرِيفًا "بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا" قَدْحًا "فِي الدِّيْن" الْاِسْلَام "وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" بَدَل وَعَصَيْنَا "وَاسْمَعْ" فَقَطْ "وَانْظُرْنَا" اُنْظُرْ اِلَيْنَا بَدَل رَاعِنَا "لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ" مِمَّا قَالُوهُ "وَاَقْوَم" اَعْدَل مِنْهُ "وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰه" اَبْعَدهمْ عَنْ رَحْمَته "بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا" مِنْهُمْ كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَام وَاَصْحَابه،

اور کچھ یہودی کلمات کو اپنے اصل مقامات سے پھیر دیتے ہیں یعنی تورات میں جو نبی کریم ﷺ کے اوصاف نازل کیے ہیں۔ ان کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔ اور جب نبی کریم ﷺ ان سے کسی معاملہ میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو وہ کہتے ہیں، ہم نے آپ کی بات کو سن لیا اور آپ کی بات کو نہیں مانا، اور سنو! آپ سنوائے نہ جائیں، یہاں پر غیر مسمع یہ حال بہ معنی پکار ہے۔ یعنی آپ نے نہ سنا اور اپنی زبانیں مروڑ کر دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے راعنا کہتے ہیں، جس کے ساتھ آپ ﷺ کو خطاب کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ کلمہ ان کی لغت میں گالی تھا۔ اور اگر وہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور سنئے، یہ عصینا اور واسمع کا بدل ہے۔ اور ہماری طرف نظرِ کرم فرمایئے، یہ راعنا کا بدل ہے۔ تو یہ اُن کے لئے ان کے اپنے قول سے بہتر ہوتا، یعنی جس قول سے انہوں نے عدول کیا، اور درست اور مناسب ہوتا، لیکن اللہ نے ان کے کفر کے باعث ان پر لعنت کی، یعنی ان کو اپنی رحمت سے [illegible] کے سوا وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور ان تھوڑی تعداد والوں میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان

... کے ساتھی ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ھادوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ھود، مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے من الذین ھادوا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔ یحرفون۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔ الکلم۔ جنس جمع ہے۔ کلمۃ واحد ہے۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں۔ یہاں کلمات سے مراد کلمات توارۃ ہیں۔ مواضعہ۔ اسم ظرف جمع موضع واحد۔ وضع مصدر۔ باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔ اصلی جگہوں سے وضع اتار کر رکھ دینا۔

اسمع۔ تو سن۔ سماع وسماعۃ۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔ غیر مسمع۔ مسمع اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال۔ اسماع مسدر۔ نہ سنا گیا۔ واسمع غیر مسمع۔ سنیئے نہ سنوائے جاو۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے:

ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو جاو کچھ نہ سن سکو۔ دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات نہ سننی پڑے۔

راعنا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مراعاۃ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ لیا۔ مصدر موڑ نا۔ مروڑ نا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لوی یلوی (ضرب) زبان کو مروڑ کر۔

یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات سے متعلق تھے۔ ان کو حرفا یا معنی تبدیل کر دیتے تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوت حق دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے: سمعنا وعصینا یعنی با آواز بلند تو یہ کہتے ہیں سمعنا (ہم نے سن لیا۔ سمجھ لیا) اور بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے عصینا۔ ہم قبول نہیں کرتے۔ ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے۔

مذکورہ بالا مطلب میں "غیـــر مســمـع" کو اسکے انشائی معنی میں لیا گیا ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے۔ خدا تمہیں بہرا اور ناشنوا کردے، یا خدا تجھے نافہم بنادے۔

## یہود کے لغت میں غلط معنی کے سبب راعنا کہنے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ مسلمان نبی ﷺ سے راعنا کہتے تھے یعنی ہماری رعایت فرمائیے اور ہماری طرف توجہ اور التفات فرمائیے جب کوئی بات سمجھ نہ آتی تو وہ اس موقع پر راعنا کہتے تھے۔ جبکہ یہود کی لغت میں یہ لفظ بددعا کیلئے تھا اور اس کا معنی تھا سنو: تمہاری بات نہ سنی جائے۔ انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا کہ پہلے تو ہم صرف ان کو تنہائی میں بددعا دیتے تھے۔

اب ہم سر عام ان کو بددعا دیں گے تو وہ نبی ﷺ کو مخاطب کر کے راعنا کہتے تھے اور آپس میں ہنستے تھے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو ان کی لغت کا علم تھا انہوں نے جب ان سے یہ لفظ سنا تو کہا کہ تم پر اللہ کی لعنت ہو، اور اگر آئندہ میں نے تم سے نبی ﷺ

کے بارے میں ایسا لفظ سنا تو تمہاری گردن اڑا دوں گا تو یہود نے کہا کیا تم یہ لفظ نہیں کہتے ہو تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو: تم بھی اپنے رسول ﷺ سے لفظ راعنا نہ کہو۔ (الجامع لاحکام القرآن، ج ۲ ص، ۵۷، مکتبہ انتشارات ایران)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ الفاظ جو معاشرے میں توہین کیلئے معین ہوں ان کا استعمال جائز نہیں اور اگر کسی نے شان رسالت ﷺ میں ایسے الفاظ کہے تو کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

علامہ قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ایک شخص سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حق کی قسم: تو اس نے کہا، اللہ، رسول اللہ سے ایسا ایسا کرے اور بہت قبیح کلام ذکر کیا اسے بتایا گیا کہ اے دشمن خدا: تو کیا کہہ رہا ہے تو اس نے اس سے بھی زیادہ برا کلام کیا پھر اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے بچھو کی نیت کی تھی ( کیونکہ بچھو بھی تو اللہ کا بھیجا ہوا ہے ) تو اس پر ابن سلیمان نے کہا کہ اس کو قتل کرنے میں، میں بھی تمہارے ساتھ اس کے خلاف گواہی دیتا ہوں اور اس کے ثواب میں شریک ہوں اور حبیب بن ربیع نے کہا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ نہیں کیا جاتا۔ (الشفاء، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا |
| فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ |
| اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، |
| اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انہیں ان کی پیٹھوں پر پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں، جس طرح ہم نے ہفتے کے |
| دن والوں پر لعنت کی تھی اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔ |

## اہل کتاب کی صورتوں کے مسخ ہو جانے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا" مِنَ الْقُرْاٰن "مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ" مِنَ التَّوْرَاة "مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا" نَمْحُو مَا فِيهَا مِنَ الْعَيْنِ وَالْاَنْف وَالْحَاجِب "فَنَرُدَّهَا عَلٰى اَدْبَارِهَا" فَنَجْعَلهَا كَالْاَقْفَاءِ لَوْحًا وَّاحِدًا "اَوْ نَلْعَنَهُمْ" نَمْسَخهُمْ قِرَدَة "كَمَا لَعَنَّا" مَسَخْنَا "اَصْحَاب السَّبْت" مِنْهُمْ "وَكَانَ اَمْر اللّٰه" قَضَاؤُهُ "مَفْعُوْلًا" وَلَمَّا نَزَلَتْ اَسْلَمَ عَبْد اللّٰه بْن سَلَام فَقِيلَ كَانَ وَعِيدًا بِشَرْطٍ فَلَمَّا اَسْلَمَ بَعْضهمْ رُفِعَ وَقِيلَ يَكُوْن طَمْس وَمَسْخ قَبْل قِيَام السَّاعَة"

اے لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے، اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے قرآن نازل کیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس تورات ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، یعنی اس میں سے آنکھ، ناک اور ابرو کو مٹا دیں گے۔ پس ان کے چہروں کو پشتوں کی جانب کر دیں گے۔ لہٰذا ان کو ایک تختی کی طرح بنا دیں گے یا ان پر لعنت کریں، یعنی ان کو مسخ کر دیں گے جس طرح ہم نے ہفتے کے دن والوں پر لعنت کی تھی یعنی ان کو مسخ کیا تھا۔ اور اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن

سلام رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ وعید مشروط تھی۔ اور بعض کے اسلام کے سبب اس کو اٹھالیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مسخ کرنا اور مٹانا یہ قیامت سے پہلے پہلے ہوگا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**نطمس** ۔مضارع منصوب بوجہ عمل ان۔ جمع متکلم ۔ **طمس** مصدر باب ضرب ونصر۔ کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طمس کے اصل معنی مٹانا۔ بگاڑنا اور پلٹ دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

**فنردھا** ۔ مضارع جمع متکلم رد سے باب نصر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب جو وجوھا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ علی ادبارھا ار بار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ۔ پھیر دیں۔ نلعنھم۔ مضارع جمع متکلم لعن مصدر (فتح) ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان پر لعنت کریں۔ لعنا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی۔

**اصحب السبت** ۔ ہفتہ کے دن والے۔ 536ء سے 628ء کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یونی ہفتہ کے دن مچھلی شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف ورزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف ورزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف ورزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آلیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

## سورہ نساء آیت ۴۷ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود کے بڑے بڑے علماء سے گفتگو کی جن میں عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید بھی تھے آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے یہود کی جماعت اللہ سے ڈرو اور اسلام قبول کرلو۔ اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس حق لایا ہوں انہوں نے کہا اے محمد ﷺ ہم تو نہیں جانتے تو اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 5-244، طبری 5-78)

## حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں سچ مچ حق کے راستے سے ہٹا دیں اور گمراہی کی طرف متوجہ کر دیں، ہم تمہیں کافر بنا دیں اور تمہارے چہرے بندروں جیسے کر دیں، ابوزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوٹا دینا یہ تھا کہ ارض حجاز سے بلاد شام میں پہنچا دیا۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اسی آیت کو سن کر حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کا تذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مسلمان ہوئے یہ بیت المقدس جاتے ہوئے مدینہ میں آئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس گئے اور فرمایا اے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو جاؤ انہوں نے جواب دیا تم تو قرآن

میں پڑھ چکے ہو کہ جنہیں توراۃ کا حامل بنایا گیا انہوں نے اسے کما حقہ قبول نہ کیا۔ ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بوجھ لادے ہوئے ہو اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو توراۃ اٹھوائے گئے اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چھوڑ دیا یہ یہاں سے چل کر حمص پہنچے وہاں سنا کہ ایک شخص جوان کے گھرانے میں سے تھا اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے جب اس نے آیت ختم کی انہیں ڈر لگنے لگا کہ کہیں سچ مچ اس آیت کی وعید مجھ پر صادق نہ آ جائے اور میرا منہ مسخ کر پلٹ نہ جائے یہ جھٹ سے کہنے لگے "یارب اسلمت" میرے اللہ میں ایمان لایا۔ پھر حمص سے ہی واپس اپنے وطن یمن میں آئے اور یہاں سے اپنے تمام گھر والوں کو لے کر سارے کنبے سمیت مسلمان ہو گئے۔

ابن ابی حاتم میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے اسلام کا واقعہ اس طرح مروی ہے کہ ان کے استاد ابو مسلم جلیلی ان کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے میں دیر لگانے کی وجہ سے ہر وقت انہیں ملامت کرتے رہتے تھے پھر انہیں بھیجا کہ دیکھیں کہ آپ وہی پیغمبر ہیں جن کی خوشخبری اور اوصاف توراۃ میں ہیں؟ یہ آئے تو فرماتے ہیں جب میں مدینہ شریف پہنچا تو ایک شخص قرآن کریم کی اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا کہ اے اہل کتاب ہماری نازل کردہ کتاب تمہارے پاس موجود کتاب کی تصدیق کرتی ہے بہتر ہے کہ اس پر اس سے پہلے ایمان لاؤ کہ ہم تمہارے منہ بگاڑ دیں اور انہیں الٹا کر دیں۔ میں چونک اٹھا اور جلدی جلدی غسل کرنے بیٹھ گیا اور اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا جاتا تھا کہ کہیں مجھے ایمان لانے میں دیر نہ لگ جائے اور میرا چہرہ الٹا نہ ہو جائے۔ پھر میں بہت جلد آکر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ |
| فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ |
| بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے |
| اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھ دیا ہے۔ |

## سب سے بڑا گناہ شرک ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِر اَنْ يُّشْرَك" اَیْ الْاِشْرَاك "بِهٖ وَيَغْفِر مَا دُوْن" سِوَى ذٰلِكَ مِنَ الذُّنُوب "لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهُ بِاَنْ يُّدْخِلهُ الْجَنَّة بِلَا عَذَاب وَمَنْ شَاءَ عَذَّبَهُ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِذُنُوبِه ثُمَّ يُدْخِلهُ الْجَنَّة "وَمَنْ يُّشْرِك بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا" ذَنْبًا "عَظِيْمًا" كَبِيْرًا،

بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور شرک سے نیچے جو کچھ گناہ ہیں۔ جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے یعنی وہ جسے بلا عذاب جنت میں داخل کر دے اور جس طرح اہل ایمان میں سے ان کو ان کے گناہوں کی سزا دے اور پھر ان کو جنت میں داخل کرے۔ اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑا گناہ کا طوفان باندھ دیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۴۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرا ایک بھتیجا ہے وہ حرام سے نہیں بچتا آپ ﷺ نے پوچھا اس کا دین کیا ہے اس نے کہا وہ نماز پڑھتا ہے اور توحید پرست ہے آپ نے فرمایا کہ اس کا دین ہبہ میں مانگ اگر وہ انکار کرے تو اس سے خرید لے چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا لیکن اس کا بھتیجا انکار پر مصر رہا وہ شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو ساری بات بتلائی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اسے اپنے دین پر حریص پایا ہے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ،خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔(سیوطی 74)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○ |
| کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاک ظاہر کرتے ہیں، بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک فرماتا ہے اور |
| ان پر ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ پاک فرمانے والا ہے

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ" وَهُمُ الْيَهُوْدُ حَيْثُ قَالُوْا نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاؤُهُ اَيْ لَيْسَ الْاَمْرُ بِتَزْكِيَتِهِمْ اَنْفُسَهُمْ "بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ" يُطَهِّرُ "مَنْ يَّشَاءُ" بِالْاِيْمَانِ "وَلَا يُظْلَمُوْنَ" يُنْقَصُوْنَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ "فَتِيْلًا" قَدْرَ قِشْرَةِ النَّوَاةِ،

کیا آپ نے ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو خود کو پاک ظاہر کرتے ہیں، یعنی وہ یہود ہیں جنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے لاڈلے ہیں۔ جبکہ اس طرح وہ اپنے آپ کو پاک نہیں بنا سکتے۔ بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ایمان کے ساتھ پاک فرماتا ہے اور ان پر ایک دھاگہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کے اعمال میں گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یزکون ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ تزکیۃ مصدر ۔ باب تفعیل ۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک تزکیہ بالفعل اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قد افلح من تزکی، جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا ۔ دوسرا تزکیہ بالقول: انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے ۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً لا تزکوا انفسکم، اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ یہاں اس آیۃ میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

فتیلا ۔ باریک دھاگہ ۔ ڈورا جو دو انگلیوں میں پکڑ کر رہتا جاتا ہے ۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

## سورہ نساء آیت ۴۹ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کچھ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی وہ اپنے بچوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے اور پوچھا اے محمد کیا ہماری اس اولاد پر بھی گناہ ہے آپ نے فرمایا نہیں، تو انہوں نے اس ذات کی قسم جس کے نام پر ہم حلف اٹھاتے ہیں ہماری حالت بالکل انہی کی طرح ہے ہم جو بھی گناہ دن میں کرتے ہیں وہ رات کو مٹا دیا جاتا ہے اور جو بھی گناہ کرتے ہیں رات کو وہ صبح کو مٹا دیا جاتا ہے یہ انہوں نے اپنی پاکیزگی بیان کی۔ (نیسابوری 132، سیوطی 75، زاد المسیر 2۔104)

ایک روایت میں حضرت زینب بنت ابی سلمہ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس وقت چونکہ میرا نام برہ تھا جس کے معنی ہیں گناہوں سے پاک میں نے وہی بتلایا، تو آپ نے فرمایا: لاتزکوا انفسکم، اللہ اعلم باھل البر منکم، سموھا زینب (رواہ مسلم بحوالہ مشکوۃ)

یعنی تم اپنے آپ کی گناہوں سے پاکی بیان نہ کرو کیونکہ یہ علم صرف اللہ ہی کو کہ تم میں سے کون پاک ہے، پھر برہ کے بجائے آپ نے زینب نام رکھا۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

| |
|---|
| اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا۠ |
| آپ دیکھئے وہ اللہ پر کیسے جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور یہی کھلا گناہ کافی ہے۔ |

## یہود کا اللہ تعالی پر بہتان کے حیرت انگیز ہونے کا بیان

"اُنْظُرْ" مُتَعَجِّبًا "كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِب" بِذٰلِكَ "وَكَفٰى بِهٖ اِثْمًا مُبِينًا" بَيِّنًا،

آپ دیکھئے وہ اللہ پر کیسے جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور یہی کھلا گناہ کافی ہے۔ ان کا اپنے منہ سے ایسی باتیں کہنا بالکل جھوٹ ہے جو انہوں نے خود گھڑ کر اللہ کے ذمہ لگا دیا ہے ان کے دوسرے گناہ تو ایک طرف ہیں اکیلا یہ گناہ ہی ان کے فی الواقع گناہگار ہونے کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ |
| وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَاۤءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا۠ |
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا ہے، وہ بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں |
| اور کافروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی نسبت یہ زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔ |

## کعب بن اشرف سے دین کی سند لینے والوں کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ كَعْب بْن الْاَشْرَف وَنَحْوه مِنْ عُلَمَاء الْيَهُوْد لَمَّا قَدِمُوْا مَكَّة وَشَاهَدُوْا قَتْلٰى بَدْر

وَحَرَّضُوا الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْاَخْذِ بِثَارِهِمْ وَمُحَارَبَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ" صَنَمَانِ لِقُرَيْشٍ، "وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَبِي سُفْيَانَ وَاَصْحَابِهِ حِيْنَ قَالُوْا لَهُمْ: اَنَحْنُ اَهْدٰى سَبِيْلًا وَّنَحْنُ وُلَاةُ الْبَيْتِ نَسْقِي الْحَاجَّ وَنَقْرِي الضَّيْفَ وَنَفُكُّ الْعَانِيَ وَنَفْعَلُ ... اَمْ مُحَمَّدٌ؟ وَقَدْ خَالَفَ دِيْنَ اٰبَائِهِ وَقَطَعَ الرَّحِمَ وَفَارَقَ الْحَرَمَ "هٰؤُلَاءِ" اَيْ اَنْتُمْ "اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا" اَقْوَمُ طَرِيْقًا،

یہ آیت کعب بن اشرف اور اسی جیسے دوسرے علمائے یہود کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب وہ مکہ آئے اور مقتولین بدر کا مشاہدہ کیا اور مشرکین کو بدلہ لینے پر اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے پر برانگیختہ کیا۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا حصہ دیا گیا ہے، وہ بتوں یعنی قریش کے بتوں اور شیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جب انہوں نے کہا کہ کیا ہم زیادہ ہدایت کی راہ پر ہیں کیونکہ ہم بیت اللہ کی متولی ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور مہمان نوازی کرتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اور اسی طرح کئی کام کرتے ہیں یا پھر محمد ﷺ زیادہ ہدایت پر ہیں؟ حالانکہ انہوں نے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی اور قطع رحمی کی اور حرم کو چھوڑ دیا تو انہوں نے یعنی کعب بن اشرف وغیرہ نے کہا کہ تم مسلمانوں کی نسبت یہ زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حیی ابن اخطب اور کعب بن اشرف اہل مکہ کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے کہا کہ تم اہل کتاب، قدیم علم والے ہو پس تم ہمیں ہمارے اور محمد کے بارے میں بتلاؤ انہوں نے کہا کہ تم اور محمد کس چیز پر ہو انہوں نے کہا ہم بلند کوہان والی اونٹنی کو نحر کرتے ہیں پانی پر دودھ پلاتے ہیں قیدیوں کو رہا کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرتے ہیں حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں اور ہمارا دین قدیم اور محمد کا دین حادث ہے تو ان دونوں نے ان سے کہا کہ تم بہتر ہو اور زیادہ سیدھے راستے پر ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ،

تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے رستے پر ہیں۔ (زادالمسیر 2۔106، قرطبی 5۔249)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کعب بن اشرف غزوہ احد کے بعد ستر یہودی سواروں کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا تا کہ یہ قریش سے رسول اللہ سے غدر پر معاہدہ کریں اور اس معاہدے کو جو ان کے اور رسول اللہ کے درمیان تھا توڑ دیں چنانچہ کعب ابوسفیان کے ہاں ٹھہرے اور یہود نے قریش کے گھروں میں قیام کیا اہل مکہ نے کہا کہ تم اہل کتاب ہو اور محمد صاحب کتاب ہیں ہمیں خوف ہے کہ تمہاری طرف سے دھوکا ہو اگر تو چاہتا ہے کہ ہم تیرے ساتھ نکلیں تو تو ان بتوں کو سجدہ کر اور ان پر ایمان لا یہی اللہ کے اس فرمان کا مطلب ہے۔ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں۔

پھر کعب بن اشرف نے اہل مکہ سے کہا کہ تم میں سے بھی تیس فرد آئیں اور ہم میں سے بھی تیس فرد اور ہم سب اپنے جگروں کو کعبہ کے ساتھ رگڑ کر رب کعبہ سے یہ معاہدہ کریں کہ ہم محمد سے قتال پر خوب کوشش کریں گے چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب یہ لوگ اس سے فارغ ہو گئے تو ابوسفیان نے کعب سے کہا کہ بے شک تو کتاب کو پڑھنے اور جاننے والا ہے اور ہم امی لوگ ہیں کتاب کو نہیں جانتے تو بتلا کہ ہم میں سے کون زیادہ سیدھے راستے پر ہے اور حق کے زیادہ قریب ہے کیا ہم یا محمد۔ تو کعب نے کہا کہ مجھ پر اپنا دین پیش کرو ابوسفیان نے کہا کہ ہم حاجیوں کے لیے بلند کوہان والی اونٹنی نحر کرتے ہیں انہیں پانی پلاتے ہیں مہمانوں کی خاطر مدارت کرتے ہیں اسیروں کو رہائی دلاتے ہیں صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے رب کے گھر کو آباد کرتے ہیں اور اس کا طواف کرتے ہیں اور ہم اہل حرم ہیں اور محمد اپنے آباء کے دین کو چھوڑنے والے قطع تعلق کرنے والا ہے اور حرم کو چھوڑنے والا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارا دین قدیم اور محمد کا دین جدید ہے تو کعب نے کہا کہ تم اس کی نسبت زیادہ سیدھے رستے پر ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ، (سیوطی 76)

| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا ۝ |
| --- |
| یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، اور جس پر اللہ لعنت کرے تُو اس کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا۔ |

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّلْعَنِ" ہ "اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا" مَانِعًا مِنْ عَذَابِه،

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی، اور جس پر اللہ لعنت کرے تُو اس کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائے گا۔ یعنی اس کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

## سورہ نساء آیت ۵۲ کے سبب نزول کا بیان

حضرت کعب بن قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت بنونضیر کے دو یہودیوں کعب بن اشرف اور حی بن اخطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان دونوں نے موسم حج میں قریش سے ملاقات کی تو مشرکین نے ان سے پوچھا کہ ہم سیدھے راستے پر ہیں یا محمد اور اس کے ساتھی؟ کیونکہ ہم تو کعبہ کے خادم ہیں اور ساقی ہیں اور اہل حرم ہیں تو ان دونوں نے کہا کہ تم محمد کی نسبت زیادہ سیدھے راستے پر ہو حالانکہ وہ جانتے تھے کہ وہ جھوٹے ہیں اور انہیں اس بات پر ان کے محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ سے حسد نے اکسایا اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ، یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جس پر خدا لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔ جب یہ دونوں اپنی قوم کے پاس واپس لوٹے تو ان کی قوم نے ان سے کہا کہ محمد گمان کرتے ہیں کہ تمہارے بارے میں یوں یوں نازل ہوا ہے تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم انہوں نے سچ کہا ہمیں اس بات پر صرف ان سے بغض اور حسد نے اکسایا۔ (تفسیر نیسابوری، ص 133)

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ○

کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے۔ایسا ہو تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔

## بادشاہت میں حصہ ہو تو کسی کو تل برابر بھی نہ دیں

"اَمْ" بَلْ "لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ "اَىْ لَيْسَ لَهُمْ شَىْءٌ مِنْهُ وَلَوْ كَانَ "فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا" اَىْ شَيْئًا تَافِهًا قَدْرَ النَّقْرَةِ فِىْ ظَهْرِ النَّوَاةِ لِفَرْطِ بُخْلِهِمْ،

کیا ملک میں ان کا کچھ حصہ ہے۔یعنی ان کے پاس تو کوئی چیز ہی نہیں ہے اور اگر ان کے پاس کچھ ہوتا تو لوگوں کو تل بھر نہ دیں۔یعنی کنجوسی کے سبب گٹھلی کی پشت میں معمولی سوراخ کے برابر بھی کسی کو کچھ نہ دیں گے۔

## سورہ نساء آیت ۵۳ کے سبب نزول کا بیان

یہود کہتے تھے کہ ہم ملک و نبوت کے زیادہ حق دار ہیں تو ہم کیسے عربوں کا اتباع کریں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو جھٹلا دیا کہ ان کا ملک میں حصہ ہی کیا ہے اور اگر بالفرض کچھ ہوتا تو ان کا بخل اس درجہ کا ہے کہ کسی کو تل کے برابر بھی کچھ نہ دیں۔

## کوڑھی گنجے اور نابینا شخص کے عبرت ناک واقعہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں ایک تو کوڑھی تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانا چاہا کہ یہ نعمت الٰہی کا شکرادا کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ مسکین وفقیر کی صورت میں بھیجا وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ اچھا رنگ اور جسم کی بہترین جلد نیز یہ کہ مجھے اس چیز یعنی وڑھ سے نجات مل جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ سن کر فرشتہ نے کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اس کا کوڑھ جاتا رہا۔

اسے بہترین رنگ وروپ اور بہترین جلد عطا کر دی گئی۔پھر فرشتہ نے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ "اونٹ" "یا کہا" گائیں۔(حدیث کے ایک راوی اسحٰق کو شک ہے کہ) گائے کے لئے کوڑھی نے کہا تھا یا گنجے نے کہا تھا بہر حال یہ طے ہے کہ ان میں سے ایک نے تو اونٹ کے لئے کہا تھا اور دوسرے نے گائے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس شخص کو حاملہ اونٹنیاں عطا کر دی گئیں پھر فرشتے نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ گنجے نے کہا کہ بہترین قسم کے بال اور یہ کہ یہ چیز یعنی گنجے پن سے نجات پا جاؤں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا نیز اسے بہترین قسم کے بال عطا کر دیئے گئے۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ گائیں چنانچہ اسے حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اسے دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس کے بعد پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی دے تاکہ میں اس کے ذریعے لوگوں کو دیکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے اس اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی بینائی عطا فرمادی، پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عنایت فرمادی گئیں اس کے کچھ عرصے کے بعد کوڑھی اور گنجے نے اونٹنیوں اور گائیوں کے ذریعے اور اندھے نے بکریوں کے ذریعے بچے حاصل کئے گویا اللہ نے تینوں کے مال میں بے انتہا برکت دی یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل بھر گیا گنجے کی گائیوں سے ایک جنگل بھر گیا اور اندھے کی بکریوں سے ایک جنگل بھر گیا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے اس لئے آج منزل مقصود تک میرا پہنچنا ممکن نہیں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی ہو جائے اور اس کے بعد تم ذریعہ بن جاؤ تو میری یہ مشکل آسان ہو جائے گی لہٰذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ، بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تاکہ اس کے ذریعے میرا سفر پورا ہو جائے اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے کہا کہ میرے اوپر حق بہت زیادہ ہیں (یعنی اس کوڑھی نے فرشتے کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کہا کہ میرے اس مال کے حقدار بہت ہیں اس لئے تمہیں کوئی اونٹ نہیں مل سکتا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی کوڑھی نہیں ہو جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی اور تم محتاج وقلاش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین رنگ وروپ کے ساتھ صحت عطا فرمائی اور مال سے نوازا کوڑھی نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے۔

بلکہ یہ مال تو مجھے اپنے باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا اگر تم جھوٹے ہو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت کی طرف پھیر دے جس میں تم پہلے مبتلا تھے یعنی تمہیں پھر کوڑھی اور مفلس بنادے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی سی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا چنانچہ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو جواب کوڑھی نے دیا تھا فرشتے نے گنجے سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے جیسا کہ تم پہلے گنجے اور محتاج تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ میں ایک مسکین انسان اور مسافر ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے۔ اس لئے آج منزل مقصود تک پہنچنا اس شکل میں ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی میرے شامل حال ہو جائے اور اس کے

بعد تم اس کا ذریعہ بن جاؤ لہٰذا میں اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس کر دی تم سے ایک بکری مانگتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے میں اپنا سفر پورا کر سکوں اندھے نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کہا کہ بے شک پہلے میں ایک اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کر دی ہے لہٰذا میری تمام بکریاں حاضر ہیں اس میں تم جو چاہو لے لو اور جو نہ چاہو اسے چھوڑ دو تم جو کچھ بھی لو گے میں اللہ کی قسم تمہیں اس کو واپس کرنے کی تکلیف نہیں دوں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا کہ تمہیں تمہارا مال مبارک تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے تمہارے مال کی قطعا ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا تھا کہ آیا تمہیں اپنا پرانا حال یاد بھی ہے یا نہیں؟ اور تم اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں؟ سو تم آزمائش میں پورے اترے چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہوا اور تمہارے وہ دونوں بدبخت ساتھی یعنی کوڑھی اور گنجا ناشکرے ثابت ہوئے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض قرار پائے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف، جلد دوم: حدیث نمبر 376)

| |
|---|
| اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ الْکِتٰبَ |
| وَالْحِکْمَۃَ وَاٰتَیْنٰھُمْ مُّلْکًا عَظِیْمًا ۝ |
| کیا یہ لوگوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں، لہٰذا واقعی ہم نے ابراہیم کے خاندان |
| کو کتاب اور حکمت عطا کی اور ہم نے انہیں بڑی سلطنت بخشی۔ |

## یہود کا نبی کریم ﷺ کی نبوت سے حسد کرنے کا بیان

"اَمْ" بَلْ "یَحْسُدُوْنَ النَّاس " اَیْ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "عَلٰی مَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہ" مِنْ النُّبُوَّۃ وَکَثْرَۃ النِّسَاء اَیْ یَتَمَنَّوْنَ زَوَالہ عَنْہُ وَیَقُوْلُوْنَ لَوْ کَانَ نَبِیًّا لَاشْتَغَلَ عَنْ النِّسَاء "فَقَدْ اٰتَیْنَا اٰل اِبْرَاھِیْم" جَدّہ کَمُوْسٰی وَدَاوُد وَسُلَیْمَان "الْکِتَاب وَالْحِکْمَۃ" وَالنُّبُوَّۃ "وَاٰتَیْنَاھُمْ مُلْکًا عَظِیْمًا" فَکَانَ لِدَاوُد تِسْع وَتِسْعُوْنَ امْرَاَۃ وَلِسُلَیْمَان اَلْف مَا بَیْن حُرَّۃ وَسُرِّیَّۃ،

کیا یہ نبی کریم ﷺ پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل نبوت اور کثرت ازواج سے عطا فرمائی ہیں، یعنی کثرت ازواج کے زائل ہونے کی تمنا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہوتے تو عورتوں کی جانب مشغول نہ ہوتے۔ حالانکہ یقیناً ہم نے ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی، جو دادا گرامی ہیں موسیٰ و داؤد اور سلمان علیہم السلام کے، اور داؤد علیہ السلام کو عظیم ملک ۹۹ بیویاں جبکہ آزاد اور باندیاں سب ملائیں تو ایک ہزار تھیں۔ اور ہم نے انہیں بڑی سلطنت بخشی۔

## دربار داؤد علیہ السلام میں ایک عجیب مقدمہ

حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اس کے بعد آپ نے ایک دوسری عورت کو نکاح کا پیغام دیا جس کو ایک مسلمان نے پہلے سے پیغام دے رکھا تھا لیکن آپ کا پیغام پہنچنے کے بعد عورت کے اولیاء دوسرے کی طرف بھلا کب اور کیسے توجہ

کر سکتے تھے، آپ سے نکاح ہو گیا۔ یہ بات نہ تو شرعاً ناجائز تھی، نہ اُس زمانے کے رسم ورواج کے خلاف تھی۔ لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان بہت ہی ارفع واعلیٰ ہوتی ہے۔ یہ آپ کے منصب عالی کے مناسب نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہوئی کہ آپ کو اس پر متنبہ اور آگاہ کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کا ذریعہ یہ بنایا کہ فرشتے مدعی اور مدعا علیہ بن کر آپ کے دربار میں ایک مقدمہ لے کر آئے اور بجائے دروازہ سے داخل ہونے کے دیوار پھاند کر مسجد میں آئے۔ آپ ان لوگوں کو دیوار پھاندتے دیکھ کر کچھ گھبرا گئے۔ تو فرشتوں نے کہا کہ آپ ڈریں نہیں۔ ہم دو فریق ہیں کہ ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ لہٰذا آپ ہمارا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجئے اور ہمیں سیدھی راہ چلائیے۔ ہمارا مقدمہ یہ ہے کہ میرا یہ بھائی اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک ہی دنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ تو اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالہ کر دے اور اس بات کے لئے مجھ پر دباؤ ڈالتا ہے۔ یہ سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فوراً یہ فیصلہ فرمادیا کہ بے شک یہ زیادتی ہے کہ وہ تیری دنبی کو اپنی دنبیوں میں ملا لینے کو کہتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ بجز اُن لوگوں کے جو صاحب ایمان اور نیک عمل ہوں اور ایسوں کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ مقدمہ کا فیصلہ سنا کر حضرت داؤد علیہ السلام کا ماتھا ٹھنکا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اس مقدمہ کی پیشی درحقیقت یہ میرا امتحان تھا۔ چنانچہ فوراً ہی آپ سجدہ میں گر پڑے اور خدا سے معافی مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرما دیا۔

## ان شاء اللہ کہنے کی برکت کا بیان

جعفر بن ربیعہ نے عبد الرحمٰن بن ہرمز سے نقل کیا وہ کہتے تھے، کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کرتے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ایک دن کہا تھا، کہ میں آج کی رات، سو یا ننانوے عورتوں کے پاس جاؤں گا اور وہ عورتیں ایک ایک شہسوار پیدا کریں گی، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ تو ان سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ انشاء اللہ کہو، مگر انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا، ان میں سے اگرچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی، لیکن اس نے بھی آدھا بچہ جنا، قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو سب عورتوں کے بچے پیدا ہوتے اور بے شک وہ سب جانباز بہادر ہو کر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 92)

## حسد و بغض کے تفسیری مفہوم کا بیان

علامہ نووی شارح مسلم، حسد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں۔ الحسد تمنی زوال النعمة (مسلم) یعنی دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے۔ اور یہ حرام ہے۔

تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور جائز نہیں کسی مسلمان کے لئے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔

تم حسد سے بچو، اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حضرت زبیر نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔

| |
|---|
| فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝ |
| پس ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لے آیا اور ان میں سے کسی نے اس سے روگردانی کی، اور دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے عذاب جہنم ہونے کا بیان

"فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ" بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمِنْهُمْ مَنْ صَدَّ" اَعْرَضَ "عَنْهُ" فَلَمْ يُؤْمِنْ "وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا" عَذَابًا لِمَنْ لَّا يُؤْمِنُ،

پس ان میں سے کوئی تو حضرت محمد ﷺ ایمان لے آیا اور ان میں سے کسی نے اس سے روگردانی کی، یعنی کسی نے روکا پس جو ایمان نہ لایا تو اس کیلئے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔ یہ اس کے ایمان نہ لانے کا عذاب ہے۔

## شیاطین کا لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹانے میں مختلف حیلوں کا بیان

شیطانوں کا سردار ابلیس ہے۔ روزانہ ابلیس اپنے باقی شیطانوں سے پوچھتا ہے کہ آج کس نے کیا کام کیا ہے؟ ایک روز اسی طرح ابلیس (شیطانوں کا سردار) اپنے باقی شیطانوں سے کہہ رہا تھا کہ کس نے کیا کام کیا ہے۔ کوئی بولا کہ میں نے فلاں شخص سے یہ برا کام کروایا۔ لیکن ابلیس کسی کے کام سے خوش نہیں ہوا۔ اب آخری شیطان تھا اس نے کہا حضور میں نے ایک چھوٹا سا کام کیا ہے۔ ابلیس بولا بتاؤ کیا کام کیا؟ شیطان بولا کہ میں نے ایک طالب علم کو علم پڑھنے سے روکا۔ تو ابلیس کھڑا ہوا اور اس کا دل باغ باغ ہوا اور شیطان کو گلے لگایا اور کہا انت شاباش تم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ باقی شیطان بولے کہ حضور ہم نے تو اتنے بڑے بڑے کام کیے تو اس نے تو چھوٹا سا کام کیا ہے۔ اس کو شاباشی کیوں دی گئی، شاباشی تو ہمیں ملنی چاہئے۔ ابلیس نے بولا تم سب شیطانوں نے بھی اچھے اچھے کام کیے ہیں لیکن اس نے سب سے اچھا کام کیا ہے۔ دوسرے شیطان ابھی بھی مطمئن نہیں ہوئے۔ ابلیس نے کہا چلو میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ اسی نے اچھا کام کیا ہے۔ ابلیس نے اپنے تمام شیطانوں کو ساتھ لیا اور کہا یہاں سب سے بڑا عابد کون؟ شیطان بولے فلاں شخص ہے، وہ ابھی نماز کیلئے نکلے گا۔ ابلیس نے اپنے آپ کو انسان کی شکل بنائی اور جب عابد وہاں سے گذرا تو ابلیس نے پہلے اسلام علیکم! کہا اور اپنی جیب سے شیشی نکالی اور عابد کو دکھائی اور کہا حضور ایک شرعی مسئلہ تھا۔ عابد نے کہا جلد کہو نماز کو جانا ہے۔ شیشی دکھائی اور بولا کہ کیا اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ تمام زمین و آسمان کو اس شیشی میں جمع کر سکیں۔ عابد (عبادت گذار) بولا کہاں یہ چھوٹی سی شیشی اور کہاں زمین و آسمان یہ ممکن نہیں ہیں۔ ابلیس نے عابد سے کہا اچھا آپ جائیں۔

ابلیس پھر سے شیطانوں کی طرح مخاطب ہوا اور کہا یہاں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ شیطانوں نے عرض کیا حضور وہ رہے۔

ابلیس نے اسلام علیکم کیا اور وہی شیشی نکالی، اور بولا حضور ایک شرعی مسئلہ تھا۔ عالم نے کہا جلد کہو نماز کو جانا ہے؟ ابلیس نے کہا کہ کیا اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ اس زمین و آسمان کو اسی شیشی میں جمع کر سکتا ہے؟ عالم فوراً بولا تو ابلیس ہے اللہ کی قدرت اتنی ہے کہ وہ کروڑوں زمین و آسمان کو سوئی کی نوک میں جمع کر سکتا ہے۔ شیطانوں کا سردار یعنی ابلیس غائب ہوا اور بولا پہلے جو عابد تھا اس کے پاس علم نہیں تھا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا اور اپنے تمام اعمال ضائع کئے اور میرے جال میں پھنس گئے۔ دوسرا جو عالم تھا اس کے پاس علم تھا اور میرے جال سے بچ کر نکلا۔ بلیس بولا: سمجھ لیا اسی شیطان نے اچھا کام کیا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا |
| غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ |
| بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم عنقریب انہیں آگ میں جھونک دیں گے، جب ان کی کھالیں جل جائیں گی |
| تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ |

## اہل دوزخ کی جسمانی کھالوں کے بدلنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ" نُدْخِلهُمْ "نَارًا" يَحْتَرِقُوْنَ فِيْهَا "كُلَّمَا نَضِجَتْ" احْتَرَقَتْ "جُلُوْدهمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُوْدًا غَيْرهَا" بِاَنْ تُعَاد اِلٰى حَالهَا الْاَوَّل غَيْر مُحْتَرِقَة "لِيَذُوْقُوا الْعَذَاب" لِيُقَاسُوْا شِدَّته "اِنَّ اللّٰه كَانَ عَزِيْزًا" لَا يُعْجِزهُ شَيْء "حَكِيْمًا" فِيْ خَلْقه.

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا ہم عنقریب انہیں آگ میں جھونک دیں گے، جس میں وہ جل جائیں گے جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم انہیں دوسری کھالیں بدل دیں گے یعنی ان کو پہلی حالت والی بغیر جلی ہوئی کھالوں کی جگہ لایا جائے گا۔ تا کہ وہ عذاب کی شدت کو چکھتے رہیں، بیشک اللہ غالب یعنی اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں، وہ اپنی مخلوق میں حکمت والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۵۶ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ پڑھنے والے سے دوبارہ سنانے کی فرمائش کرتے وہ دوبارہ پڑھتا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آپ کو اس کی تفسیر سناؤں ایک ایک ساعت میں سو سو بار بدلی جائے گی اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی سنا ہے (ابن مردویہ)

دوسری روایت میں ہے کہ اس وقت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تھا کہ مجھے اس آیت کی تفسیر یاد ہے میں نے اسے اسلام لانے سے پہلے پڑھا تھا آپ نے فرمایا اچھا بیان کرو اگر وہ وہی ہوئی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے تو ہم اسے قبول کریں گے ورنہ ہم اسے قابل التفات نہ سمجھیں گے تو آپ نے فرمایا ایک ساعت میں ایک سو بیس مرتبہ اس پر حضرت عمر

فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔

حضرت ربیع بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر ہاتھ ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے۔ جب ان کھالوں کو آگ کھالے گی تو اور کھالیں آجائیں گی ایک حدیث میں اس سے بھی زیادہ مسند احمد میں ہے جہنمی جہنم میں اس قدر بڑے بڑے بنا دیئے جائیں گے کہ ان کے کان کی نوک سے کندھا سات سو سال کی راہ پر ہوگا اور ان کی کھال کی موٹائی ستر ذراع ہوگی اور کچلی مثل احد پہاڑ کے ہوں گی۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۡ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم انہیں بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ |
| ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کیلئے جنتی سایہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا "أبدا لهم فيها" اَزْوَاج مُطَهَّرَة" مِنَ الْحَيْض وَكُلّ قَذَر "وَنُدْخِلهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا" دَائِمًا لَّا تَنْسَخهُ شَمْس وَهُوَ ظِلّ الْجَنَّة،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم انہیں بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، ان کے لئے وہاں حیض اور ہر قسم کی نجاست سے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم ان کو بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔ یعنی ایسا ہمیشگی والا سایہ جس کو سورج ختم نہ کر سکے گا اور وہ جنت کا سایہ ہے۔

## اہل جنت کیلئے خادمین وازاج ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنتیوں میں سب سے کم مرتبہ کا جو شخص ہوگا اس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی، (جن میں سے دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے اور ستر بیویاں حوران جنت میں سے ہوں گی) اس کے لئے جو خیمہ کھڑا کیا جائے گا وہ موتی زمرد اور یاقوت سے (بنا ہوگا یا یہ کہ ان چیزوں سے مرصع ومزین) ہوگا۔" اسی اسناد کے ساتھ (حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہونے والی) ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" وہ لوگ جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا دنیا میں خواہ چھوٹی عمر میں مریں یا بڑی عمر میں جنت کے اندر تیس تیس سال کی عمر کے ہو کر جائیں گے اور وہ کبھی بھی اس عمر سے زیادہ کے نہیں ہوں گے، یہی معاملہ دوزخیوں کا بھی ہوگا۔

اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کے سروں پر جو تاج ہوگا اس کا سب سے معمولی موتی بھی ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک کو روشن و منور کر دے۔" اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر (بالفرض) کوئی مسلمان جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو (اس کی خواہش اس طرح پوری کی جائے گی کہ) بچہ کا حمل قرار پانا، اس کا پیدا ہونا اور اس کا انتہائی عمر (یعنی تیس سال کی عمر) تک پہنچنا سب کچھ ایک ساعت میں عمل پذیر ہو جائے گا۔" حضرت ابواسحاق بن ابراہیم اس آخری روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو اس کی خواہش ایک ساعت میں پوری تو ہو جائے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی خواہش کوئی بھی نہیں کرے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 213)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا |
| بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ |
| بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل |
| کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## امانات کو ان کے اہل کی طرف لوٹا دینے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَات" اَیْ مَا اُؤْتُمِنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحُقُوق "اِلٰى اَهْلِهَا" نَزَلَتْ لَمَّا اَخَذَ عَلِيّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ مِفْتَاح الْكَعْبَة مِنْ عُثْمَان بْن طَلْحَة الحجبى سَادِنهَا قَسْرًا لَمَّا قَدِمَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّة عَام الْفَتْح وَمَنَعَهُ وَقَالَ لَوْ عَلِمْت اَنَّهُ رَسُوْل اللّٰه لَمْ اَمْنَعهُ فَاَمَرَ رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَدِّهِ اِلَيْهِ وَقَالَ هَاكَ خَالِدَة تَالِدَة فَعَجِبَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَرَاَ لَهُ عَلِيّ الْاٰيَة فَاَسْلَمَ وَاَعْطَاهُ عِنْد مَوْته لِاَخِيهِ شَيْبَة فَبَقِيَ فِيْ وَلَده وَالْاٰيَة وَاِنْ وَرَدَتْ عَلٰى سَبَب خَاصّ فَعُمُومهَا مُعْتَبَر بِقَرِيْنَةِ الْجَمْع "وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْن النَّاس" يَاْمُرُكُمْ "اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰه نِعِمَّا" فِيْهِ اِدْغَام مِيم نِعْمَ فِيْ مَا النَّكِرَة الْمَوْصُوْفَة اَیْ نِعْمَ شَيْئًا "يَعِظكُمْ بِهِ" تَاْدِيَة الْاَمَانَة وَالْحُكْم بِالْعَدْلِ "اِنَّ اللّٰه كَانَ سَمِيْعًا" لِمَا يُقَال "بَصِيْرًا" بِمَا يُفْعَل،

بیشک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں انہی لوگوں کے سپرد کرو۔ یعنی حقوق میں سے جو امانتیں تمہیں دی گئی ہیں۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ حجبی سے جبری طور پر چھین لی تھی جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر تشریف لائے تو عثمان نے کہا کہ چابی میں نہ دوں گا کیونکہ اگر مجھے آپ ﷺ کے رسول ہونے کا علم تو میں انکار نہ کرتا تو آپ ﷺ نے اس کو واپس کرنے کا حکم دیا اور ساتھ ہی اس سے معذرت کرنے کا کہا اور ساتھ یہ کہا کہ یہ چابی ہمیشہ

تمہارے پاس رہے گی۔ جس پر اس نے تعجب کیا تو آپ ﷺ نے اس کیلئے آیت پڑھی۔ تو وہ اسلام لایا۔ تو اس نے موت کے وقت یہ چابی اپنے بھائی شیبہ کو دی پس وہ آپ کی اولاد میں باقی رہی۔ اس آیت کا سبب نزول اگرچہ خاص ہے لیکن جمع کے صیغوں کے استعمال ہونے کا قرینہ یہ بتاتا ہے کہ اعتبار عام ہے۔

جو ان کے اہل ہیں، اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو، بیشک اللہ تمہیں کیا ہی اچھی نصیحت فرماتا ہے، نعما میں میم کا ادغام ہے۔ اور ما نکرہ موصوفہ ہے۔ یعنی کتنی اچھی نصیحت ہے۔ جو امانت کی ادائیگی اور عدل کے ساتھ فیصلہ کرنا ہے۔ بیشک اللہ خوب سننے والا جو کہا گیا، جو ہوا اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۵۸ کے شان نزول اور عثمان کے ایمان لانے کا واقعہ

یہ آیت کریمہ عثمان بن طلحہ حجبی کے بارے میں نازل ہوئی جو بنو عبد الدار میں سے تھا یہ کعبہ کا دربان تھا جب نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو عثمان نے بیت اللہ کا دروازہ بند کر دیا اور چھت پر چڑھ گیا رسول اللہ ﷺ نے چابی مانگی تو آپ کو بتایا گیا کہ چابی عثمان کے پاس ہے آپ ﷺ نے اس سے مانگی تو اس نے چابی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اگر میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تو ان سے چابی نہ روکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ موڑا اور اس سے چابی چھین کر دروازہ کھول دیا رسول اللہ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور دو رکعتیں ادا فرمائیں جب آپ باہر تشریف لائے تو عباس نے عرض کیا کہ چابی مجھے دے دی جائے تاکہ مجھے پانی پلانے اور دربانی دونوں کا موقع نصیب ہو جائے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ چابیاں دوبارہ عثمان کے حوالے کر دو اور اس سے معذرت بھی کرو چنانچہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا تو عثمان نے ان سے کہا اے علی میں نے تمہیں مجبور کیا اور تکلیف دی پھر بھی تم میرے ساتھ نرمی برتتے ہو تو آپ ﷺ نے اسے بتایا کہ اللہ نے تیری شان میں یہ آیت نازل کی پھر اس پر یہ آیت تلاوت کی اس پر عثمان نے کہا کہ پھر میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ کہہ کر اسلام لے آیا تھوڑی دیر بعد حضرت جبرائیل تشریف لائے اور فرمایا کہ جب تک یہ بیت اللہ قائم رہے گا اس وقت اس کی چابیاں اور خدمت عثمان کی اولاد میں رہے گی چنانچہ آج بھی یہ انہیں کے پاس ہیں۔

(قرطبی 5-256)

حضرت مجاہد سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا، خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔ کہ یہ آیت ابن طلحہ کے بارے میں نازل ہوئی نبی اس سے کعبہ کی چابی لے کر فتح مکہ کے دن کعبہ میں داخل ہو گئے جب آپ نکلے تو یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے آپ نے عثمان کو بلایا اور اس کے حوالے کر دی اور فرمایا اے بنو ابی طلحہ یہ لو اللہ کی امانت اسے تم سے سوائے ظالم کے اور کوئی چھین نہیں سکتا۔ (نیسابوری 133، سیوطی 77، طبری 5-92)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت ضائع

ہو جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ پوچھا اس کا ضائع ہونا کس طرح ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ نے فرمایا کہ جب کام نااہل کے سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1443)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ |
| فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۠ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، پھر اگر تم کسی چیز میں |
| جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي" اَصْحَاب "الْاَمْرِ" اَيْ الْوُلَاة "مِنْكُمْ" اِذَا اَمَرُوْكُمْ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ" اخْتَلَفْتُمْ "فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ" اَيْ اِلٰى كِتَابه "وَالرَّسُوْلِ" مُدَّة حَيَاته وَبَعْده اِلٰى سُنَّته اَيْ اكْشِفُوْا عَلَيْهِ مِنْهُمَا "اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ" اَيْ الرَّدّ اِلَيْهِمَا "خَيْر" لَكُمْ مِنْ التَّنَازُع وَالْقَوْل بِالرَّاْيِ "وَاَحْسَن تَاْوِيْلًا" مَآلًا،

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول ﷺ کا حکم مانو اور ان کا بھی جو تم میں سے حکم دینے والے ہیں، یعنی جب وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا حکم دیں۔ پھر اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو یعنی جب تم کسی چیز میں اختلاف کر بیٹھو، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، یعنی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی طرح ان کی ظاہری حیات مبارکہ میں جبکہ وصال کے بعد ان کی سنت مبارکہ کی طرف لوٹ دو یعنی جو ان دونوں سے مسئلہ حل کرو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، ان دونوں کی طرف لوٹا دینا یہ جھگڑا کرنے اور رائے زنی کے قول سے بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۵۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں روایت ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک سریہ میں بھیجا۔ (بخاری 4308، مسلم 1834)

اور حضرت بن عباس ایک روایت میں اس بات کی خبر بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کی طرف ایک سریہ میں حضرت خالد بن ولید کو بھیجا اس لشکر میں ان کے ساتھ عمار بن یاسر بھی تھے حضرت خالد چلتے رہے یہاں تک کہ جب قوم کے قریب پہنچے تو پڑاؤ ڈال لیا کہ صبح ان پر حملہ کریں گے اس قوم کے پاس ان کا ایک ڈرانے والا آیا پس وہ سوائے ایک آدمی کے سب بھاگ گئے جو اسلام لے آیا تھا اس شخص نے بھی اپنے گھر والوں کو کہا کہ سفر کے لیے تیاری کرو پھر وہ چلا یہاں تک کہ خالد رضی الہ عنہ کے لشکر کے پاس پہنچ گیا اور وہاں حضرت عمار کے پاس آیا اور کہا اے ابوالیقان بے شک میں تمہیں میں سے ہوں

جب میری قوم نے تمہارے متعلق سنا تو میرے سوا بھاگ گئے اور میں اپنے اسلام کی وجہ سے ٹھہرا رہا کیا یہ مجھے نفع دے گا یا میں بھی اپنی قوم کی طرح بھاگ جاؤں؟ آپ نے فرمایا کہ ٹھہرے رہو یہ تمہیں نفع دے گا چنانچہ وہ شخص واپس لوٹ گیا اور اپنے گھر والوں کو ٹھہرنے کا حکم دیا صبح حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو اس شخص کے سوا کسی کو نہ پایا آپ نے اس پر اور اس کے مال پر قبضہ کرلیا آپ کے پاس عمار آئے اور کہا کہ اس شخص کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ یہ مسلمان ہے اور میں نے اسے امان دیا ہے اور میں نے ہی اس کو پناہ دی ہے اگرچہ آپ امیر ہیں اس موقع پر ان دونوں کیدرمیان کچھ سخت کلامی ہوئی یہ واپس نبی کریم ﷺ کے پاس لوٹے تو اس شخص کا قصہ بیان کیا نبی نے ابھی اسے امان دیدی اور حضرت عمار کے امان کو برقرار رکھا اور آئندہ امیر کے ہوتے ہوئے امیر کی اجازت کے بغیر امان دینے سے منع فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت عمار اور خالد رضی اللہ عنہ کے درمیان رسول اللہ ﷺ کے سامنے کافی سخت کلامی ہوئی حضرت عمار خالد سے بہت سختی سے پیش آئے تو خالد رضی اللہ عنہ کو آ گیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ اس غلام کو مجھے گالی دینے کے لیے چھوڑتے ہیں اگر آپ موجود نہ ہوتے تو یہ مجھے کبھی گالی نہ دیتا یہ عمار ہاشم بن مغیرہ کے آزادہ کردہ غلام تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے خالد عمار سے باز رہ کیونکہ جو شخص عمار کو برا بھلا کہے گا اللہ اسے برا بھلا کہے گا جو عمار سے بغض رکھے گا اللہ اسے مبغوض رکھے گا اس پر عمار رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور چل دیے حضرت خالد ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان کا کپڑا ان سے درخواست کی کہ مجھ سے راضی ہوجایئے تو آپ حضرت خالد سے راضی ہوگئے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ (نیسابوری 136، طبری 5-94)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ؀ |
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں اور شیطان ان کو بہکا کر بہت دور لیجانا چاہتا ہے۔ |

## رسول اللہ ﷺ کو حاکم نہ ماننے والے کیلئے حضرت عمر کے فیصلہ کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اخْتَصَمَ يَهُوْدِيٌّ وَمُنَافِقٌ فَدَعَا الْمُنَافِقُ اِلٰى كَعْبِ بْنِ الْاَشْرَفِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمَا وَدَعَا الْيَهُوْدِيُّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيَاهُ فَقَضٰى لِلْيَهُوْدِيِّ فَلَمْ يَرْضَ الْمُنَافِقُ وَاَتَيَا عُمَرَ فَذَكَرَ الْيَهُوْدِيُّ ذٰلِكَ فَقَالَ لِلْمُنَافِقِ اَكَذٰلِكَ قَالَ نَعَمْ فَقَتَلَهُ "اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ" الْكَثِيْرِ الطُّغْيَانِ

وَهُوَ كَعْبُ بْنُ الْاَشْرَفِ "وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهِ" وَلَا يُوَالُوْهُ "وَيُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا" عَنِ الْحَقِّ،

جب ایک یہودی اور ایک منافق کے درمیان جھگڑا ہوا تو منافق نے کعب بن اشرف سے فیصلہ کروانا چاہا کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا جبکہ یہودی نے یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لانا پس وہ دونوں بارگاہ رسالت ﷺ میں آئے تو آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا تو اس پر منافق راضی نہ ہو بلکہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو یہ یہودی نے پہلے فیصلہ کا ذکر کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا ایسا ہے تو اس منافق نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہے پس آپ نے اس کو قتل کر دیا۔

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اپنے مقدمے شیطان یعنی کعب بن اشرف کے پاس لیجانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ اس کو نہ مانیں یعنی اس کے اقتدار کو تسلیم نہ کریں۔ اور شیطان ان کو حق سے بہکا کر بہت دور لیجانا چاہتا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۶۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی اور اس کے اور ایک یہودی کے درمیان جھگڑا تھا یہودی نے کہا ہمارے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلو اور منافق نے کہا بلکہ ہم تو کعب بن اشرف کے پاس جائیں گے اسی کا نام اللہ نے الطاغوت رکھا ہے یہودی نے اپنا جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کے پاس لے جانے سے انکار کر دیا جب منافق نے یہ صورت حال دیکھی تو اس کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا گیا اور دونوں نے جھگڑا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا جب یہ دونوں آپ کی خدمت میں سے نکلے تو منافق اس سے چمٹ گیا کہ اور کہا کہ ہم عمر بن خطاب کے پاس بھی جائیں گے چنانچہ وہ دونوں عمر کے پاس گئے یہودی نے کہا کہ ہم دونوں نے اپنا جھگڑا محمد ﷺ کی عدالت میں لے گئے تھے اور آپ نے میرے حق میں فیصلہ دیا لیکن یہ راضی نہیں ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف جھگڑا لے کر آ گیا اور میرے ساتھ چمٹ گیا لہٰذا اب میں اس کے ساتھ آپ کے پاس آیا ہوں عمر نے پوچھا کہ معاملہ اسی طرح ہیں؟ اس نے کہا ہاں تو آپ نے ان سے کہا ذرا میں ابھی نکلتا ہوں اور آپ اندر گئے تلوار پکڑی اور اسے چھپا لیا پھر ان کی طرف نکلے اور منافق پر وار کیا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا اور فرمایا کہ میں اس شخص اسی طرح فیصلہ کرتا ہوں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو یہودی بھاگ گیا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ عمر نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا اسی وجہ سے آپ کا لقب فاروق ہو گیا۔ (نیسابوری 137)

سدی کہتے ہیں کہ یہود میں سے کچھ لوگ اسلام لے آئے اور کچھ منافق تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر زمانہ جاہلیت میں اس بات پر تھے کہ اگر بنو قریظہ کے ایک آدمی نے بنو نضیر کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تو اسے بھی قصاصاً قتل کیا جائے گا اور کھجور کے سو وسق وصول

کیے جائیں گے اور اگر بنو نضیر کے کسی آدمی کو قتل کر دیا گیا تو اس کے لیے اس آدمی کو قتل نہ کیا جائیگا اور دیت کھجور کے ساٹھ وسق ہوں گی یہ نضیر قبیلہ اوس کے حلیف تھے اور یہ قریظہ سے زیادہ مکرم اور معزز تھے جبکہ قریظہ خزرج کے حلیف تھے چنانچہ بنو نضیر کے ایک شخص نے قریظہ کے ایک شخص کو قتل کر دیا اور اس بارے میں ان دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا تو بنو نضیر کہنے لگے کہ ہم اور تم نے آپس میں زمانہ جاہلیت مین اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ تم میں سے قتل کیا جائے گا اور تم ہم سے بدلے میں قتل نہیں کرو گے اور یہ کہ تمہاری دیت ساٹھ وسق ہوگی اور ہماری دیت سو وسق ہوگی تو ہم تمہیں وہ ساٹھ وسق دیتے ہیں خزرج نے کہا یہ تو وہ چیز ہے جو تم زمانہ جاہلیت میں کرتے تھے اور کیونکہ تم کثیر تھے اور ہم قلیل پس تم ہم پر غالب آ گئے لیکن اب ہم اور تم آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ہمارا دین ایک ہے اور تمہیں ہم کوئی فضیلت حاصل نہیں تو منافقین نے کہا چلو ابو بردہ اسلمی کاہن کے پاس چلتے ہیں اور مسلمانوں نے کہا نہیں بلکہ نبی کے پاس چلتے ہیں لیکن منافقین انکار کرتے رہے۔

اور آخر کار ابو بردہ اسلمی کے پاس آ گئے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کریں اس نے کہا تم مجھے بڑی رشوت دو انہوں نے کہا دس وسق دیں گے اس نے کہا نہیں بلکہ میری دیت مجھے سو وسق دو کیونکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر میں نے نضیر قبیلہ کو غالب کر دیا تو اگر قریظہ قبیلہ کو غالب کر دیا تو نضیر مجھے قتل کر دیں گے لیکن انہوں نے دس وسق سے زائد دینے سے انکار کر دیا اور ابو بردہ نے بھی ان کے درمیان فیصلہ کرنے سے انکار کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم نے قبیلہ اسلم کے کاہن کو اسلام کی دعوت دی لیکن اس نے انکار کر دیا اور واپس چلا گیا پھر آپ نے اس کے دو بیٹوں کو بلایا اور فرمایا کہ اپنے والد کو پکڑو اگر یہ فلاں گھاٹی پار کر گیا تو پھر کبھی بھی اسلام نہیں لائے گا ان دونوں نے اسے پکڑ لیا اور اسے پکڑے رکھا یہاں تک کہ وہ واپس آیا اور اسلام قبول کر لیا نبی نے ایک منادی کو حکم دیا کہ اس نے یہ اعلان کر دیا کہ قبیلہ اسلم کا کاہن اسلام لے آیا۔ (سیرت ابن ہشام)

| وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۝ |
| --- |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ کی طرف اور رسول کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ |
| وہ آپ سے گریزاں رہتے ہیں۔ |

## منافق قرآن اور بارگاہ رسالت ﷺ بھاگنے والے ہیں

"وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ" فِي الْقُرْاٰنِ مِنَ الْحُكْمِ "وَاِلَى الرَّسُوۡلِ" لِيَحْكُمَ بَيْنَكُمْ "رَاَيْتَ الْمُنَافِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ" يُعْرِضُوْنَ "عَنْكَ" اِلٰى غَيْرِكَ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ قرآن والے حکم کی طرف اور رسول مکرم ﷺ جو تمہارے درمیان حاکم ہیں ان کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ سے گریزاں رہتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے سوا کی طرف جائیں گے۔

## سورہ نساء آیت ٦١ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ابو برزہ اسلمی ایک کاہن شخص تھا، یہود اپنے بعض فیصلے اس سے کراتے تھے ایک واقعہ میں مشرکین بھی اس کی طرف دوڑے اس میں یہ آیتیں (آیت الم تر سے ترفیقا) تک نازل ہوئیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس قسم کے لوگ یعنی منافقین کے دلوں میں جو کچھ ہے؟ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو کامل ہے اس پر کوئی چھوٹی سے چھوٹی چیز بھی مخفی نہیں وہ ان کے ظاہر و باطن کا اسے علم ہے تو ان سے چشم پوشی کر ان کے باطنی ارادوں پر ڈانٹ ڈپٹ نہ کر ہاں انہیں نفاق اور دوسروں سے شر وفساد وابستہ رہنے سے باز رہنے کی نصیحت کر اور دل میں اترنے والی باتیں ان سے کہہ بلکہ ان کے لئے دعا بھی کر۔

## انصار سے مخالفت کرنا منافقت کی علامت ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت کرنا ایماندار ہونے کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 16)

| |
|---|
| فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ |
| اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝ |
| پھر ان کی حالت کیا ہوگی جب اپنی کارستانیوں کے باعث ان پر کوئی مصیبت آن پڑے تو اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے |
| آپ کی خدمت میں حاضر ہوں کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی موافقت کا ہی ارادہ کیا تھا۔ |

## بعض اعمال کا باعث مصیبت ہونے کا بیان

"فَكَيْفَ" يَصْنَعُوْنَ "اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيْبَةٌ" عُقُوبَةٌ "بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ" مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي اَيْ اَيَقْدِرُوْنَ عَلَى الْاِعْرَاضِ وَالْفِرَارِ مِنْهَا ؟ لَا "ثُمَّ جَاءُوكَ" مَعْطُوف عَلَى يَصُدُّونَ "يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنْ" مَا "اَرَدْنَا" بِالْمُحَاكَمَةِ اِلَى غَيْرِكَ "اِلَّا اِحْسَانًا" صُلْحًا "وَتَوْفِيقًا" تَالِيفًا بَيْنَ الْخَصْمَيْنِ بِالتَّقْرِيبِ فِي الْحُكْمِ دُوْنَ الْحَمْلِ عَلَى مُرِّ الْحَقِّ،

پھر ان کی حالت کیا ہوگی جب اپنی کارستانیوں کے باعث ان پر کوئی مصیبت آن پڑے، یعنی آگے بھیجے ہوئے ان کے کفر اور نافرمانی کے سبب جو ان کو سزا پہنچے گی کیا وہ اس سے اعراض یا فرار ہو سکتے ہیں؟ کبھی بھی نہیں۔ جاؤک کا عطف یصدون پر ہے۔ تو اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں، یعنی اس عمل سے ہمارا ارادہ آپ کے غیر سے محاکمہ کرنا ہے کہ ہم نے تو صرف بھلائی اور باہمی موافقت کا ہی ارادہ کیا تھا۔ یعنی دو گروہوں کے درمیان باہمی الفت جو حکم میں قریب ہو وہ لانا جبکہ حق بات کی تلخی پر ابھارنا ہرگز مقصود نہیں۔

## منافق کی مشہور علامات کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ چاروں خصلتیں جمع ہو جائیں تو وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے تو سمجھ لو کہ اس میں منافق کی ایک خصلت پیدا ہو گئی جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب عہد کرے تو توڑ ڈالے جب وعدہ کرے تو وعدے کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑا کرے تو آپے سے باہر ہو جائے سفیان کی حدیث میں یوں ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہوگی اس میں نفاق کی علامت ہوگی۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 212)

## منافق کیلئے قبر کے سوالوں سے لاعلمی اور عذاب کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہوتے ہیں اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے وہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو اس شخص (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا جانتا ہے؟ مومن تو یہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول ہیں تو اسے کہا جاتا ہے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی طرف دیکھو اللہ نے اس کے بدلے تمہیں جنت عطا کی وہ شخص یہ دونوں چیزیں دیکھتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی قبر میں کشادگی پیدا کر دیتی ہے پھر انس کی حدیث کی طرف رجوع کیا اور منافق یا کافر سے کہا جاتا ہے کہ اس شخص کے متعلق تو کیا کہتا تھا؟

وہ کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے تو اس سے کہا جاتا ہے تو نے نہ تو عقل سے سمجھا اور نہ عقل سے سمجھنے کی کوشش کی اور لوہے کے ہتھوڑوں سے اسے مارا جاتا پس وہ اس طرح چلاتا ہے کہ سوائے انس وجن کے تمام چیزیں جو اس کے قریب ہوتی ہیں سنتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1312)

## منافق مدینہ منورہ کو یثرب کہتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ایسے شہر جانے کا حکم دیا گیا جو دوسرے شہروں کو کھا جائے، منافق لوگ اس کو یثرب کہتے ہیں اس کا نام مدینہ ہے اور برے لوگوں کو اس طرح دور کر دے گا جس طرح بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1797)

أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ○

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی ہر بات کو خوب جانتا ہے، پس آپ ان سے اعراض برتیں اور انہیں نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے بارے میں مؤثر گفتگو فرماتے رہیں۔

## اچھے انداز سے وعظ کرنے کا بیان

"اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یَعْلَمُ اللّٰہُ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ " مِنَ النِّفَاقِ وَ کَذِبِھِمْ فِیْ عُذْرِھِمْ "فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ" بِالصَّفْحِ "وَعِظْھُمْ" خَوِّفْھُمُ اللّٰہَ "وَقُلْ لَّھُمْ فِیْ" شَاْنِ "اَنْفُسِھِمْ قَوْلًا بَلِیْغًا" مُؤَثِّرًا فِیْھِمْ اَیْ اُزْجُرْھُمْ لِیَرْجِعُوْا عَنْ کُفْرِھِمْ،

یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی ہر بات یعنی ان کے نفاق اور عذر میں ہونے والے جھوٹ کو خوب جانتا ہے، پس آپ ان سے اعراض برتیں اور انہیں اللہ کا خوف دلا کر نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے بارے میں مؤثر گفتگو فرماتے رہیں۔ تاکہ اس اثر انداز والے وعظ کے سبب وہ کفر سے واپس آجائیں۔

## قیامت کے دن منافق کے اعضاء دل میں پوشیدہ منافقت کو کھول دیں گے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کیا ہم اپنے رب کو قیامت کے دن دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا نہیں! آپ نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کو اپنے رب کے دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں سے کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے آپ نے فرمایا پھر اس کے بعد اللہ اپنے بندوں سے ملاقات کرے گا اور فرمائے گا اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا اور تیرے لئے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا وہ عرض کرے گا جی ہاں اے پروردگار اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا وہ عرض کرے گا نہیں پھر اللہ عزوجل فرمائے گا کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے پھر اس کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بولو پھر اس کی رگ اور اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گے اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کسی نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ ہو سکے گا اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2937)

| |
|---|
| وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ |
| فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ۝ |
| اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں، |
| تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت |
| توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ |

## گناہوں کی بخشش کیلئے بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کا بیان

"وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ" فِيمَا يَأمُر بِهِ وَيَحۡكُم "بِاِذۡنِ اللّٰهِ" بِاَمۡرِهٖ لَا لِيُعۡصَى وَيُخَالَف "وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ" بِتَحَاكُمِهِمۡ اِلَى الطَّاغُوت "جَآءُوۡكَ" تَائِبِينَ "فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ" فِيهِ اِلۡتِفَات عَنِ الۡخِطَاب تَفۡخِيمًا لِشَاۡنِهٖ "لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا" عَلَيۡهِمۡ "رَّحِيۡمًا" بِهِمۡ،

اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، یعنی جس چیز کا وہ حکم دے، جبکہ اس کی نافرمانی اور اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ اور اگر جب وہ طاغوت کو حاکم بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کریں، تو اے محبوب ﷺ! تو وہ توبہ کرتے ہوئے تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ﷺ ان کی شفاعت فرمائے۔ اس میں خطاب کا التفات غائب کیلئے اس سبب سے ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان کا اظہار ہو۔ تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، ان کے ساتھ مہربان پائیں۔

اس آیتِ کریمہ کو فقط سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات پر محمول کرنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، نصِ قرآنی کا غلط اِطلاق اور قرآن فہمی سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ مذکورۂ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے محدّثین ومفسرین نے بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری کو مطلق قرار دیا ہے۔

## وصال رسول ﷺ کے بعد قبر رسول ﷺ پر حاضری کے سبب بخشش ہو جانے کا بیان

حافظ ابنِ کثیر اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عاصیوں اور خطا کاروں کو ہدایت فرمائی ہے کہ جب ان سے خطائیں اور گناہ سرزد ہو جائیں تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے اِستغفار کرنا چاہئے اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی عرض کرنا چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیک وسلم ہمارے لئے دعا فرمائیں جب وہ ایسا کریں گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی طرف رجوع فرمائے گا، انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا۔ اِسی لئے فرمایا گیا: لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا ( تو وہ (اِس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے )۔ یہ روایت بہت سوں نے بیان کی ہے جن میں سے ابو منصور صباغ نے اپنی کتاب الحکایات المشہورۃ میں لکھا ہے: عُتبی کا بیان ہے کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دیہاتی آیا اور اس نے کہا: السلام علیک یا رسول اللہ ! میں نے سنا ہے کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان کے لئے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے o میں آپ صلی اللہ علیک وسلم کی خدمت میں اپنے گناہوں پر استغفار کرتے ہوئے اور آپ کو اپنے رب کے سامنے اپنا سفارشی بناتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ پھر اس نے یہ اشعار پڑھے:

اے مدفون لوگوں میں سب سے بہتر ہستی! جن کی وجہ سے میدان اور ٹیلے اچھے ہو گئے، میری جان قربان اس قبر پر جس میں آپ صلی اللہ علیک وسلم رونق افروز ہیں، جس میں بخشش اور جود و کرم جلوہ افروز ہے۔ پھر اعرابی تو لوٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی، میں نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے فرما رہے تھے: عُتبی! اعرابی حق کہہ رہا ہے، پس تو جا اور اُسے خوش خبری سنا دے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

(1 بیہقی، شعب الایمان، 3:495، 496، رقم: 4178۔ 2 ابن قدامہ، المغنی، 3:298۔ 3 نووی، کتاب الأذکار: 92، 93۔ 4 سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الأنام: 4746۔ 5 مقریزی، إمتاع الأسماع، 14:615)

امام قرطبی نے اپنی معروف تفسیر الجامع لاحکام القرآن 5): 265۔266) میں عتبی کی روایت سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ یوں بیان کیا ہے۔ بوصادق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہمارے سامنے ایک دیہاتی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین کے تین دن بعد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے فرطِ غم سے اپنے آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک پر گرا لیا۔ قبر انور کی مٹی اپنے اوپر ڈالی اور عرض کیا،

اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فرمایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم کا قول مبارک سنا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلمنے اللہ سے احکامات لئے اور ہم نے آپ صلی اللہ علیک وسلم سے احکام لئے اور اُنہی میں سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے: وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ (اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے۔۔۔)۔ میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے، آپ صلی اللہ علیک وسلم میرے لیے اِستغفار فرما دیں۔ اعرابی کی اِس (عاجزانہ اور محبت بھری) التجاء پر اُسے قبر سے ندا دی گئی: بیشک تمہاری مغفرت ہو گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 5:265)

عتبی کی اس روایت پر اکابر محدثین کرام نے اعتماد کیا ہے۔ امام نووی نے اسے اپنی معروف کتاب الایضاح کے چھٹے باب (ص: 454، 455) میں، شیخ ابو الفرج بن قدامہ نے اپنی تصنیف الشرح الکبیر (3:495) میں اور شیخ منصور بن یونس بہوتی نے اپنی کتاب کشاف القناع (5:30)، جو مذہب حنبلی کی مشہور کتاب ہے، میں اسے نقل کیا ہے۔ علاوہ ازیں تمام مذاہب کے اجل ائمہ و علماء کا عتبی کی روایت کے مطابق دیہاتی کا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آ کر مغفرت طلب کرنا ان کی کتابوں میں زیارۃِ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مناسکِ حج کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔ جن میں امام ابنِ کثیر، امام نووی، امام قرطبی، امام ابنِ قدامہ،

امام سبکی، امام سیوطی، امام زرقانی سمیت کئی ائمہ شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا ان اکابر محدثین ومفسرین کرام نے کفر اور گمراہی کو نقل کیا ہے؟ یا (معاذ اللہ) وہ بات نقل کی ہے جو بت پرستی یا قبر پرستی کی غماز ہے؟ اگر ایسا تسلیم کر لیا جائے تو پھر کس امام کو معتبر اور کس کتاب کو ثقہ و مستند مانا جائے گا؟

لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد از وصال اُمت کے لئے اِستغفار فرمانا ممکن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمت کے حق میں انتہائی شفیق ورحیم ہونا نصوصِ قرآن وسنت سے ثابت اور متحقق ہے تو یہ امر قطعاً وحتماً معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد از وصال بھی روضۂ مبارک پر حاضرِ خدمت ہونے والوں کو محروم نہیں فرماتے۔

| |
|---|
| فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ |
| حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا٥ |
| تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں |
| پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کو حاکم تسلیم کر لینے کا بیان

"فَلَا وَرَبِّكَ " لَا زَائِدَة "لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيْمَا شَجَرَ " اخْتَلَطَ "بَيْنَهم ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ اَنْفُسِهُمْ حَرَجًا" ضِيقًا اَوْ شَكًّا "مِمَّا قَضَيْتَ" بِهِ "وَيُسَلِّمُوا" يَنْقَادُوْا لِحُكْمِك "تَسْلِيمًا" مِنْ غَيْر مُعَارَضَة،

یہاں پر لام زائدہ ہے۔ تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں یعنی اپنے باہمی اختلاف میں آپ ﷺ کو اس طرح حاکم تسلیم کر لیں کہ ان کو کچھ بھی شک وشبہ نہ ہو۔ جو پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔ یعنی آپ ﷺ کے حکم کے سامنے بغیر کسی چون وچرا کے اپنی گردنوں کو جھکا دیں۔

## سورہ نساء آیت ۶۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری کا ان سے پانی پر جھگڑا ہو گیا جس سے وہ اپنی کھجوروں کو پانی دیا کرتے تھے۔ انصاری نے کہا کہ پانی کو چلتا ہوا چھوڑ دو لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔ پھر وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم (اپنے باغ کو) سیراب کر و اور پھر اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ اس فیصلے سے انصاری ناراض ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ یہ فیصلہ اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

چہرہ متغیر ہو گیا اور پھر فرمایا اے زبیر اپنے باغ کو سیراب کرو اور پانی روک لیا کرو یہاں تک کہ منڈیر تک واپس لوٹ جائے۔ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم میرے خیال میں یہ آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے۔ پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے )۔ میں نے امام بخاری سے سنا انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابن وہب، لیث بن سعد سے وہ یونس سے وہ زہری سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ شعیب بن حمزہ اسے زہری سے اور وہ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیر کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 966)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ |
| وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ |
| اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے |
| اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔ |

## بنی اسرائیل کو طرح توبہ کا حکم امت مسلمہ پر نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ" مُفَسِّرَة "اُقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اَوْ اُخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ" كَمَا كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيل "مَا فَعَلُوْهُ" اَيْ الْمَكْتُوْب عَلَيْهِمْ "اِلَّا قَلِيْل" بِالرَّفْعِ عَلَى الْبَدَل وَالنَّصْب عَلَى الِاسْتِثْنَاء "مِنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ" مِنْ طَاعَة الرَّسُوْل صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدّ تَثْبِيْتًا" تَحْقِيْقًا لِاِيْمَانِهِمْ،

اور اگر ہم واقعی ان پر فرض کر دیتے، یہاں پر ان برائے تفسیر ہے۔ کہ اپنے آپ کو قتل کرو، یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ، جس طرح ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا۔ تو وہ فرض کردہ میں سے ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے، یہاں پر قلیل بدل ہونے کی وجہ سے مرفوع جبکہ استثناء کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور اگر وہ واقعی اس پر عمل کرتے جو انھیں نصیحت کی جاتی ہے یعنی رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کرنا، تو یہ ان کے لیے بہتر اور ان کے ایمانوں کو زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔

## سورہ نساء آیت ۶۶ کے سبب نزول کا بیان

سدی کا قول ہے کہ ایک یہودی نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فخریہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر خود ہمارا قتل بھی فرض کیا تو بھی ہم کر گزریں گے اس پر حضرت ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا واللہ اگر ہم پر یہ فرض ہوتا تو ہم بھی کر گزرتے اس پر یہ آیت اتری اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر یہ حکم ہوتا تو

اس کے بجالانے والوں میں ایک ابن ام عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہوتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر دربار محمد ﷺ میں آئے آپ نے فیصلہ کر دیا لیکن جس کے خلاف فیصلہ تھا اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیجئے آپ نے فرمایا بہت اچھا ان کے پاس چلے جاؤ جب یہاں آئے تو جس کے موافق فیصلہ ہوا تھا اس نے سارا ہی واقعہ کہہ سنایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دوسرے سے پوچھا کیا یہ سچ ہے؟ اس نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اچھا تم دونوں یہاں ٹھہرو میں آتا ہوں اور فیصلہ کر دیتا ہوں تھوڑی دیر میں تلوار تانے آ گئے اور اس شخص کی جس نے کہا تھا کہ حضرت ہمیں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیج دیجئے گردن اڑا دی دوسرا شخص یہ دیکھتے ہی دوڑا بھاگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا ساتھی تو مار ڈالا گیا اور اگر میں بھی جان بچا کر بھاگ کر نہ آتا تو میری بھی خیر نہ تھی، آپ نے فرمایا میں عمر کو ایسا نہیں جانتا تھا کہ وہ اس جرات کے ساتھ ایک مومن کا خون بہادے گا اس پر یہ آیت اتری اور اس کا خون برباد گیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بری کر دیا، لیکن یہ طریقہ لوگوں میں اس کے بعد بھی جاری نہ ہو جائے اس لئے اس کے بعد ہی یہ آیت اتری (وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ، (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نساء، ۶۶، بیروت)

| |
|---|
| وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ |
| اور اس وقت ہم بھی انہیں اپنے حضور سے عظیم اجر عطا فرماتے۔ |

## ایمان پر ثابت قدمی والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"وَاِذًا" اَیْ لَوْ تَثَبَّتُوْا "لَاٰتَيْنَاهُمْ مِنْ لَّدُنَّا" مِنْ عِنْدِنَا "اَجْرًا عَظِيْمًا" هُوَ الْجَنَّة.

اور اس وقت اگر تم ثابت قدم رہتے تو ہم بھی انہیں اپنے حضور سے عظیم اجر عطا فرماتے۔ جو کہ جنت ہے۔

اذا۔ حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔ اصل میں یہ اذن ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اذا۔ وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خیر انهم اور اشد تثبيتا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

من لدنا۔ ہماری طرف سے لدن ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اقمت عنده من لدن طلوع الشمس الى غروبها ۔ میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔ ظرف مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے مثلاً آیۃ ہذا۔

## خوش قسمت لوگوں کیلئے رسول اللہ ﷺ کی دعا کا بیان

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے جریر کیا تم مجھے خثعم

کے گھر ذوالخلصہ کے معاملہ سے آزاد نہیں کر دیتے اسے کعبہ یمانیہ کہا جاتا تھا پس میں ایک سو پچاس سواروں کے ساتھ اس کی طرف چل پڑا اور میں گھوڑے پر جم کر نہ بیٹھ سکتا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مار کر فرمایا اے اللہ اسے ثابت قدمی عطا فرما اور اسے ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا پس میں گیا اور اسے آگ میں جلا ڈالا پھر حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہم میں سے ایک آدمی کو جس کی کنیت ابوارطاۃ تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خوشخبری دینے کے لئے بھیجا پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا ہم ذوالخلصہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح کر کے چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادوں کے لئے پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1865)

| |
|---|
| وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا٥ |
| اور ہم انہیں یقیناً سیدھی راہ پر لگا دیتے۔ |

## سورہ نساء آیت ۶۸ کے شان نزول کا بیان

"وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا" قَالَ بَعْض الصَّحَابَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَيْفَ نَرَاك فِي الْجَنَّة وَأَنْت فِي الدَّرَجَات الْعُلٰى وَنَحْنُ اَسْفَل مِنْك ؟ فَنَزَلَ،

اور ہم انہیں یقیناً سیدھی راہ پر لگا دیتے، نبی کریم ﷺ کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کو جنت میں کیسے دیکھ پائیں گے حالانکہ آپ ﷺ جنت کے اعلیٰ درجات میں جلوہ فرما ہوں گے۔ جبکہ ہم نچلے درجوں میں ہوں تو ان کی تسلی کیلئے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

## ایمان والوں کو آخرت میں اعلیٰ درجات نصیب ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت والے اپنے اوپر کے بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا۔

صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے کہ ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کئے جائیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2643)

| |
|---|
| وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ |
| وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا٥ |

| |
|---|
| اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے |
| جو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ |

## انبیاء وصدیقین، شہداء وصالحین کی رفاقت کا بیان

"وَمَنْ يُطِعْ اللّٰه وَالرَّسُوْل" فِيْمَا اَمَرَ بِهٖ "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ" اَفَاضِل اَصْحَاب الْاَنْبِيَاء لِمُبَالَغَتِهِمْ فِي الصِّدْق وَالتَّصْدِيْق "وَالشُّهَدَاء" الْقَتْلٰى فِيْ سَبِيْل اللّٰه "وَالصَّالِحِيْنَ" غَيْر مَنْ ذُكِرَ "وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا" رُفَقَاء فِي الْجَنَّة بِاَنْ يَسْتَمْتِع فِيْهَا بِرُؤْيَتِهِمْ وَزِيَارَتهمْ وَالْحُضُور مَعَهُمْ وَاِنْ كَانَ مَقَرّهمْ فِي الدَّرَجَات الْعَالِيَة بِالنِّسْبَةِ اِلٰى غَيْرهمْ،

اور جو کوئی اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، یعنی جس کو اس کو حکم دیا جائے تو یہی لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء، صدیقین، یعنی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے اصحاب میں زیادہ فضیلت والے ہیں کیونکہ وہ صدق اور تصدیق میں افضل ہیں، شہداء جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور صالحین جو ان کے سوا ہیں، اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔ یہی جنت کے ساتھی ہیں جن کی زیارت ومعیت سے فائدہ حاصل ہوگا۔ اگرچہ ان کے درجات بلند ہوں گے۔ جبکہ دوسرے لوگوں کے درجات ان کی نسبت کم ہوں گے۔

## سورہ نساء آیت ۶۹ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان کے بارے میں نازل ہوئی وہ آپ سے شدید محبت رکھتا تھا اور آپ کے بغیر زیادہ دیر نہ رہ سکتا تھا ایک دن وہ نبی کی خدمت میں اس حالت میں آیا کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور اس کا جسم لاغر ہو چکا تھا اور اس کے چہرے پر غم کے آثار نظر آتے تھے آپ نے اس سے فرمایا اے ثوبان تیرے رنگ کو کیا ہوا ہے کس چیز نے تبدیل کر دیا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہ مجھے کوئی تنگی ہے اور نہ تکلیف لیکن جب میں آپ کو دیکھوں تو آپ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جب تک آپ سے مل نہ لوں شدید وحشت محسوس ہو جاتی ہے پھر مجھے آخرت یاد آ گئی اور یہ ڈر لاحق ہوا کہ میں آپ کو وہاں نہ دیکھ سکوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انبیاء کے ساتھ جنت میں بلند درجات ہوں گے اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تو آپ کے درجے سے بہت نیچے ہوں گا اور جنت میں دخل نہ ہوا تو پھر تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ پاؤں گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (قرطبی 5،271)

مسروق سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے صحابہ نے کہا کہ ہمارے لیے مناسب یہ ہے کہ ہم دنیا میں آپ سے بالکل جدا ہی نہ ہوں کیونکہ جب آپ ہم سے جدا ہو جائیں گے تو ہم سے بہت بلند درجات پہنچ جائیں گے اور ہم آپ سے ملاقات نہ کر سکیں گے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ، اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی

انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ۔ ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔ (قرطبی 5_272)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے میری جان و مال اور اہل تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں بعض اوقات میں گھر میں ہوتا ہوں اور آپ کی یاد آ جاتی ہے تو مجھے اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ آپ کو آ کر نہ دیکھ لوں لیکن جب مجھے اپنی اور آپ کی وفات کا خیال آتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ کا درجہ انبیاء کے ساتھ بہت بلند ہوگا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا تو ڈرتا ہوں کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ جبرائیل یہ آیت مبارکہ لے کر اترے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ (مجمع الزوائد 7_17)

## ایمان کی اصل نبی کریم ﷺ کی محبت ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک (حضرت انس بن مالک بن نضر انصاری ہیں اور مدینہ کے اصل باشندے تھے۔ آپ کی عمر جب دس سال کی تھی تو آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ ۹۶ ھ میں انتقال فرمایا)۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 6)

حضرت عمر فاروق کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا "یا رسول اللہ! دنیا میں صرف اپنی جان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں" یعنی دنیا کے اور تمام رشتوں اور چیزوں سے زیادہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میری جان ہے تم اب بھی کامل مومن نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں"۔ ان الفاظ نبوت نے جیسے آن واحد میں حضرت عمر فاروق کے دل و دماغ کی دنیا تبدیل کر دی ہو، وہ بے اختیار بولے۔ "یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو خوشخبری سنائی کہ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا اور تم پکے مومن ہو گئے۔"

غزوہ احد کا واقعہ ہے۔ میدان جنگ میں جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور حق کی مٹھی بھر جماعت پر باطل کے لشکر جرار نے پوری قوت اور طاقت سے حملہ کیا تو دیکھا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت کے شوہر، باپ اور بھائی تینوں نے جام شہادت پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دیوانہ وار فدا ہو گئے، یہ دل دہلا دینے والی خبر اس عورت کو بھی پہنچائی گئی مگر اللہ پر ایمان کی پختگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اثر کہ بجائے اس کے کہ وہ عورت اپنے لواحقین کی شہادت پر نالہ وشیون اور ماتم وفریاد کرتی اس نے سب سے پہلے سوال کیا "خدارا مجھے یہ بتاؤ کہ میرے آقا اور سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان

قربان) تو بخیر ہیں؟۔"لوگوں نے کہا۔ ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں" مگر اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی اور بے تابانہ کہنے لگی:"اچھا چلو! میں اپنی آنکھوں سے دیدار کرلوں تو یقین ہوگا" اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے چہرہ انور کی زیارت کرلی تو بولی: کل مصیبة بعدک جلل۔ جب آپ زندہ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے تو صبر نہیں آتا جب تک کہ یہاں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی نہیں کرلیتا۔ مگر اب تو یہی غم کھائے جاتا ہے کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے، وہاں میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیسے کرسکیں گی۔ جب ہی یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ (النساء ۶۹) "جو لوگ اللہ ورسول کا کہنا مانتے ہیں وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام ہیں یعنی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی صحبت بڑی غنیمت ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو یہ خوشخبری سنادی۔

عبداللہ بن زید بن عبدربہ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ اسی حالت میں ان کے صاحبزادہ نے آکر پریشانی والی خبر سنائی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرماگئے۔ عشق نبوی سے سرشار اور محبت رسول سے سرمست، یہ صحابی اس جان گداز خبر کی تاب ضبط نہ لاسکے، بے تابانہ ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرت ناک الفاظ نکلے: خداوندا اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ومنور ہوا کرتی تھیں اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں (السنۃ)۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وتعلق کا وہی مقام حاصل تھا جو اس حدیث کا منشاء ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ ایمان کی سلامتی اور اپنے اسلام میں مضبوطی پیدا کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت سے اپنے دل کو معمور کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے ہی کو مدار نجات جانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اتباع شریعت اور اتباع رسول ہے جو آدمی شریعت پر عمل نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر نہیں چلتا، وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۝ |
| یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے، اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔ |

## نیک لوگوں پر اللہ کا فضل ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ " اَیْ كَوْنُهُمْ مَعَ مَنْ ذُكِرَ مُبْتَدَأ خَبَره "الْفَضْلُ مِنَ اللهِ" تَفَضَّلَ بِهٖ عَلَيْهِمْ لَا اَنَّهُمْ نَالُوْهُ بِطَاعَتِهِمْ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا" بِثَوَابِ الْاٰخِرَةِ اَیْ فَثِقُوا بِمَا اَخْبَرَكُمْ بِهٖ "وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ "

یعنی مذکورہ ہستیوں کی رفاقت کا ہونا یہ فضل ہے۔ یہاں پر ذلک مبتداء اور فضل اس کی خبر ہے۔ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے، جو اللہ نے ان کو عطا فرمایا ہے جبکہ انہوں نے طاعت کے ساتھ اس کو نہیں پایا اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔ یعنی آخرت کے ثواب کو جاننے والا ہے لہٰذا تم اس پر اعتماد کرو کیونکہ اس کی طرح کوئی خبیر نہیں ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یہ اس بناء پر ہے کہ "ذلک" سے مراد وہ معیت ورفاقت ہو کہ جس کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا ہے اور بڑی فضیلت اس بنا پر ہے کہ جب "الفضل"، "ذلک" کیلئے خبر ہو۔ انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کی ہم نشینی اور معاشرت، خدا اور رسول ﷺ کے اطاعت گذار بندوں کیلئے تفضل الٰہی ہے۔ یہ اس بنا پر ہے کہ "ذلک"، جملہ "الذین انعم اللہ علیھم " سے مستفاد انعام کی طرف اشارہ ہو۔

## نبی کریم ﷺ سے رفاقت وجنت مانگنے کا بیان

حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رات گزاری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کا پانی وغیرہ لا کر دیا۔ تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مانگو کیا چاہتے ہو؟ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چاہئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس کے علاوہ کچھ اور بھی؟ تو حضرت ربیعہ نے کہا کہ نہیں بس یہی چاہئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کے لئے تم کثرت سجود کے ذریعے میری مدد کرو۔ (مسلم)

## نبی کریم ﷺ کی محبت بڑا فضل ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر فرمایا: اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے لہٰذا جس آدمی نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 170)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ٥ |
| اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو پھر متفرق جماعتیں ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر کوچ کرو۔ |

## دشمنان اسلام سے محتاط رہنے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ" مِنْ عَدُوِّكُمْ اَىْ احْتَرِزُوْا مِنْهُ وَتَيَقَّظُوْا لَهٗ "فَانْفِرُوْا" انْهَضُوْا اِلٰى قِتَالِه "ثُبَاتٍ" مُتَفَرِّقِيْنَ سَرِيَّةً بَعْدَ اُخْرٰى "اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا" مُجْتَمِعِيْنَ،

اے ایمان والو! اپنی حفاظت کا سامان لے لیا کرو یعنی اپنے دشمن سے احتیاط کرو اور ہوشیار رہو۔ پھر تم ایک سریہ کے بعد دوسرے سریہ کی جانب متفرق جماعتیں ہو کر نکلو یا سب اکٹھے ہو کر کوچ کرو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

حذرکم۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ الحذر (س) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروھم، تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حذر سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ خذوا حذرکم احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکنے اور تیار رہو۔

انفروا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (نصر، ضرب) نفیر اور نفور سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فرار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نفر کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فانفروا۔ پس تم نکلو۔ ثبات۔ جمع۔ ثبۃ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثبات ای فی ثبات۔ جمیعا۔ سب اکٹھے ہو کر۔ جماعت کی صورت میں۔

انفروا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف ونواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تا کہ بوقت ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سربلندی کے لئے جہاد کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق ومجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔

## نیک لوگوں کے ساتھ درجہ مانگنے کا بیان

حضرت انس بن مالک اپنی خالہ ام حرام بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی تھیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں سو رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مسکراتے ہیں فرمایا میری امت کے کچھ لوگ اس وقت خواب میں میرے سامنے پیش کئے گئے اور وہ اس سبز دریا میں کشتی پر

تخت نشین بادشاہوں کی طرح سوار تھے۔

ام حرام نے عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کیجئے، کہ وہ مجھے انہیں لوگوں میں کردے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے دعا کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سورہے اور مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو ام حرام نے اسی قسم کی گفتگو پھر کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسم کا جواب دیا، انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے انہیں لوگوں میں سے کردے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے لوگوں میں سے ہو چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت کے ہمراہ جہاد میں نکلیں وہ سب سے پہلا جہاد تھا جس میں مسلمان حضرت معاویہ کے ہمراہ دریا پار گئے تھے پھر جب وہ لوگ جہاد سے فارغ ہو کر مملکت شام میں لوٹے تو، ام حرام ایک جانور سے گر کر وہیں انتقال کر گئیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 74)

| |
|---|
| وَاِنَّ مِنكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيدًا ٥ |
| اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت آ پہنچی تو کہے گا |
| بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ |

## منافقین کا جہاد سے گریز کرنے کا بیان

"وَاِنَّ مِنكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ" لَيَتَاَخَّرَنَّ عَنْ الْقِتَال كَعَبْدِ اللّٰه بْن اُبَيّ الْمُنَافِق وَاَصْحَابه وَجَعَلَه مِنْهُمْ مِنْ حَيْثُ الظَّاهِر وَاللَّام فِي الْفِعْل لِلْقَسَمِ "فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيبَة" كَقَتْلٍ وَهَزِيمَة "قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيدًا" حَاضِرًا فَاُصَاب،

اور بے شک تم میں سے یقیناً کوئی ایسا بھی ہے جو ہر صورت دیر لگا دے گا، جس طرح عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھی ہیں اور وہ ظاہری طور پر مسلمان بنے پھرتے ہیں۔ اور یہاں پر فعل میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔ پھر اگر تمہیں کوئی مصیبت یعنی قتل یا شکست کی صورت میں آ پہنچی تو کہے گا بے شک اللہ نے مجھ پر انعام فرمایا، جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا۔ یعنی اگر میں بھی ساتھ ہوتا تو مجھے بھی وہ پریشانی پہنچتی۔

## جہاد کے موقع پر منافقین کی سازشوں سے محفوظ رہنے کا بیان

منافقین کی خصلت ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے جی چرائیں اور دوسروں کو بھی بزدل بنائیں، جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول سردار منافقین کا فعل تھا اللہ تعالیٰ اسے رسوا کرے اس کا کردار یہ تھا کہ اگر حکمت الٰہیہ سے مسلمانوں کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیابی نہ ہوتی دشمن ان پر چھا جاتا انہیں نقصان پہنچاتا ان کے آدمی شہید ہوتے تو یہ گھر بیٹھا خوشیاں مناتا اور اپنی دانائی پر اکڑتا اور اپنا اس جہاد میں شریک نہ ہونا اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام قرار دیتا لیکن بے خبر یہ نہیں سمجھتا کہ جو اجر و ثواب ان مجاہدین کو ملا اس سے یہ بدنصیب یک لخت محروم رہا اگر یہ بھی ان میں شامل ہوتا تو غازی کا درجہ پاتا اپنے صبر کے ثواب سمیٹتا یا شہادت کے بلند

مرتبے تک پہنچ جاتا، اور اگر مسلمان مجاہدین کا اللہ کا فضل معاون ہوتا یعنی یہ دشمنوں پر غالب آ جاتے ان کی فتح ہوتی دشمنوں کو انہوں نے پامال کیا اور مال غنیمت لونڈی غلام لے کر خیر عافیت ظفر اور نصرت کے ساتھ لوٹتے تو یہ انگاروں پر لوٹتا اور ایسے لمبے لمبے سانس لے کر ہائے وائے کرتا ہے اور اس طرح پچھتاتا ہے اور ایسے کلمات زبان سے نکالتا ہے گویا یہ دین تمہارا نہیں بلکہ اس کا دین ہے اور کہتا افسوس میں ان کے ساتھ نہ ہوا اور نہ مجھے بھی حصہ ملتا اور میں بھی لونڈی، غلام، مال، متاع والا بن جاتا الغرض دنیا پر ریجھا ہوا اور اسی پر مٹا ہوا ہے۔

## جہاد میں استعمال ہونے والی سواریوں کا باعث ثواب بن کر آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے گھوڑا پالے اور محض اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے اس کے وعدوں کو سچا سمجھے تو بیشک اس کا کھانا اس کا پینا اس کی لید اور اس کا پیشاب غرض اس کی ہر چیز ثواب بن کر قیامت کے دن اس جہاد کرنے والے کے اعمال میں وزن کی جائے گی اور یہ وزن بڑا بھاری ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 126)

## انبیاء وصالحین کیلئے پریشانی کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں کون شخص (محنت ومصیبت کی) زیادہ بلاء میں مبتلا ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "انبیاء۔ پھر وہ لوگ جو انبیاء سے بہت زیادہ مشابہ ہوں پھر وہ لوگ جو ان سے بہت زیادہ مشابہ ہوں۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) انسان اپنے دین کے مطابق (مصیبت میں) مبتلا کیا جاتا ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی سخت ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے دین میں نرم ہوتا ہے تو اس کی مصیبت بھی ہلکی ہوتی ہے، (لہذا اپنے دین میں سخت شخص اسی طرح ہمیشہ) مصیبت وبلاء میں گرفتار رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی مغفرت ہوتی ہے، یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر اس حال میں چلتا ہے کہ (اس کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 41)

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ |
| يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ |
| اور اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کوئی نعمت نصیب ہو جائے تو یہی ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ دوستی |
| ہی نہ تھی کہ اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ |

## مال غنیمت سے رہ جانے پر منافقین کی حسرت کا بیان

"وَلَئِنْ" لَامُ قَسَم "اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِنَ اللّٰه" كَفَتْحٍ وَغَنِيمَة "لَيَقُولَنَّ" نَادِمًا "كَاَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا

مَحذُوف اَی کَانَّهٗ "لَم یَکُنْ" بِالْیَاءِ وَالتَّاء "بَیْنکُم وَبَیْنه مَوَدَّة" مَعرِفَة وَصَدَاقَة وَهٰذَا رَاجِع اِلٰی قَوْله قَدْ اَنْعَمَ اللّٰه عَلَیَّ. اعْتَرَضَ بِهٖ بَیْن الْقَوْل وَمَقُوْله وَهُوَ "یَا" لِلتَّنْبِیْهِ "لَیْتَنِیْ کُنْت مَعَهُمْ فَاَفُوْز فَوْزًا عَظِیْمًا" اٰخُذ حَظًّا وَّافِرًا مِنَ الْغَنِیْمَة،

لئن میں لام قسم کیلئے آیا ہے۔ اور اگر تمہیں اللہ کی جانب سے کوئی نعمت کامیابی وغنیمت کی صورت میں نصیب ہو جائے تو ندامت میں یہی ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کچھ دوستی ہی نہ تھی، کان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف یعنی اصل میں کانہ تھا۔ اور یکن یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور یہاں پر باہمی محبت سے معرفت وصداق مراد ہے۔ اور یہ جملہ قد انعم اللہ سے متعلق ہے۔ اور یہ قول مقولہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور وہ "لَیْتَنِیْ" کہ اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں بھی بڑی کامیابی حاصل کرتا۔ یعنی میں غنیمت سے بڑی مقدار میں حصہ حاصل کر لیتا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لیقولن۔ مضارع بلام تاکید نون ثقلیہ واحد مذکر غائب۔ تو ضرور کہہ اٹھے۔ فعل بافاعل یلیتنی، عظیما۔ مفعول۔ کان لم تکن، مودۃ ۔ لیقولن اور یلیتنی کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں۔ اور اسے محض اپنی خودغرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ مودۃ۔ مصدر۔ دوستی۔ محبت۔ دلی رغبت۔

## آزمائش کے وقت صبر سے کام لینے کا بیان

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو (گویا آپ نے بات کی اہمیت کو زیادہ موثر اور تاکیدی انداز میں بیان کرنے کے لئے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا) اور یقیناً نیک بخت وہ شخص بھی ہے جو فتنہ میں مبتلا کیا گیا لیکن اس نے صبر وضبط کا دامن پکڑے رکھا اور قابل افسوس وہ شخص ہے جو نہ فتنوں سے محفوظ رکھا گیا اور نہ اس نے صبر وضبط اختیار کیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1341)

| |
|---|
| فَلْيُقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ یُّقَاتِلْ |
| فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیُقْتَلْ اَوْیَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا٥ |
| تو انہیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے |
| یا غالب آئے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب دیں گے۔ |

## دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں فروخت کرنے کا بیان

[illegible] اللّٰه" لِاِعْلَاءِ دِیْنه "الَّذِیْنَ یَشْرُوْنَ" یَبِیْعُوْنَ "الْحَیَاة الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَةِ وَمَنْ یُّقَاتِلْ

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیُقْتَلْ" یُسْتَشْہَدْ "اَوْ یَغْلِبْ" یَظْفَرْ بِعَدُوِّہٖ "فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا" ثَوَابًا جَزِیْلًا،

تو انہیں اللہ کی راہ میں دین کی سربلندی کیلئے لڑنا چاہئے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں اور جو اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یعنی شہید ہو جائے یا غالب آئے یعنی دشمن پر کامیاب ہو جائے تو عنقریب ہم اسے بڑا ثواب یعنی ہمیشہ رہنے والا ثواب دیں گے۔

پس اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہونے والے مومنوں کو چاہیے کہ ان سے جہاد کریں جو اپنے دین کو دنیا کے بدلے فروخت کر رہے ہیں اپنے کفر اور عدم ایمان کے باعث اپنی آخرت کو برباد کر کے دنیا بناتے ہیں۔ سنو! اللہ کی راہ کا مجاہد کبھی نقصان نہیں اٹھاتا اس کے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں قتل کیا گیا تو اجر موجود غالب رہا تو ثواب حاضر۔ بخاری مسلم میں ہے کہ اللہ کی راہ کے مجاہد کا ضامن خود اللہ عزوجل ہے یا تو اس فوت کر کے جنت میں پہنچائے گا جس جگہ سے وہ چلا ہے وہیں اجر و غنیمت کے ساتھ صحیح سالم واپس لائے گا۔

## اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرنے میں فضیلت کا بیان

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا' کوئی شخص مال غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی شہرت اور ناموری کے لیے اور کوئی اپنی بہادری دکھانے کے لیے لڑتا ہے اور کوئی غصے اور قومی حمیت کی وجہ سے لڑتا ہے۔ ان میں سے کون اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟' آپ نے فرمایا' اللہ کی راہ میں لڑنے والا صرف وہ ہے جس کا مقصد یہ ہو کہ اس سے اللہ کا کلمہ بلند ہو۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے اللہ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت نفاق کی ایک شاخ پر ہوگی۔ (مسلم، کتاب الامارۃ)

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ 'لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟' فرمایا' جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔ (بخاری، کتاب الجہاد، باب افضل الناس مومن مجاهد بنفسه وماله)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' اگر میری امت پر یہ بات گرانبار نہ ہوتی تو میں کسی لشکر سے پیچھے نہ رہتا اور میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں۔

(بخاری، کتاب الایمان، باب الجہاد من الایمان۔۔۔ مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب فضل الجہاد)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ 'جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے (بلندی درجات کے حساب سے) مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے اور ہر درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔

(بخاری، کتاب الجہاد، مسلم، کتاب الامارۃ)

آپ نے فرمایا' جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں تو یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر اسے آگ چھوئے۔

(بخاری، کتاب الجہاد)

آپ نے فرمایا' خوب جان لو! جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

آپ نے فرمایا' اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری، کتاب الجہاد)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا' جو شخص اللہ کی راہ میں خالصتاً جہاد کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور اللہ کے ارشادات کا اسے یقین ہو تو اللہ اسے یا تو شہادت کا درجہ دے کر جنت میں داخل کرے گا یا ثواب اور مال غنیمت دلا کر بخیر و عافیت اسے اس کے گھر لوٹائے گا۔ (بخاری، کتاب التوحید)

| |
|---|
| وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ |
| وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ |
| وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ |
| اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس |
| بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ |

## مقصد جہاد مسلمانوں کو تکالیف سے نجات دلوانے کا بیان

"وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ" اِسْتِفْهَام تَوْبِيخ اَیْ لَا مَانِع لَكُمْ مِنَ الْقِتَال "فِیْ سَبِيْلِ اللّٰه" وَفِیْ تَخْلِيص "الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَال وَالنِّسَاء وَالْوِلْدَان" "الَّذِيْنَ حَبَسَهُمْ الْكُفَّار عَنْ الْهِجْرَة وَ اٰذَوْهُمْ قَالَ ابْن عَبَّاس رَضِیَ اللّٰه عَنْهُمَا: كُنْت اَنَا وَاُمِّی مِنْهُمْ "الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ" دَاعِيْنَ يَا "رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَة" مَكَّة "الظَّالِم اَهْلُهَا" بِالْكُفْرِ "وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْك" "مِنْ عِنْدك" "وَلِيًّا" يَتَوَلّٰى اُمُورنَا "وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْك نَصِيرًا" "يَمْنَعنَا مِنْهُمْ وَقَدْ اسْتَجَابَ اللّٰه دُعَاءَهُمْ فَيَسَّرَ لِبَعْضِهِمْ الْخُرُوج وَبَقِیَ بَعْضهمْ اِلٰی اَنْ فُتِحَتْ مَكَّة وَوَلّٰی صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَتَّاب بْن اَسِيد فَاَنْصَفَ مَظْلُومهمْ مِنْ ظَالِمهمْ،

اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں یہاں استفہام زجر و توبیخ کیلئے آیا ہے کہ کسی چیز نے بھی ان کو لڑنے سے روکا نہیں ہے اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے یہ دعا کر رہے ہیں یعنی کمزروں مرد و خواتین اور بچوں اور جن کو کافروں نے ہجرت سے روک رکھا ہے۔ اور انہیں تکالیف پہنچاتے ہیں۔

مالکم کیا ہو گیا ہے تمہیں۔ کیا وجہ ہے۔ یہ استفہام تحریض علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے۔

والمستضعفین ۔ اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سبیل اللہ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ یعنی کہ تم جنگ [illegible] بے بس مرد، عورتوں اور بچوں (کی خلاصی) کے لئے۔ یہاں بے بس مرد، عورتیں اور بچوں سے

مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روکے رکھا۔ اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں۔

## سورہ نساء آیت ۷۵ کے مضمون نزول کا بیان

اس آیت میں مؤمنین نے اللہ تعالیٰ سے دو چیزوں کی درخواست کی تھی ایک یہ کہ ہم کو اس قریہ سے نکالیں (یہاں قریہ سے مراد مکہ ہے) دوسری یہ کہ ہمارے لئے کوئی ناصر اور مددگار بھیج دیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دونوں باتیں قبول فرمائی ہیں، اس طرح کہ بعض کو وہاں سے نکلنے کے مواقع میسر کیے جن سے ان کی پہلی بات پوری ہوئی، بعض اسی جگہ رہے، یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو ان کا مُتولی مقرر کیا، جنہوں نے مظلومین کو ان کے ظالمین سے نجات دلائی، اس طرح سے ان کی دوسری بات بھی پوری ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور میری والدہ بھی انہی لوگوں میں تھے۔ جو یہ پکارتے ہوئے عرض کرتے تھے کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے جو ہمارے معاملات کا متولی ہو اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے۔ جو ہمیں ان کے نجات دلائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمالیا پس ان کیلئے مکہ سے ہجرت کرنے کو آسان بنا دیا۔ اور جو فتح مکہ کے دن تک باقی بچ رہے۔ تو ان پر نبی کریم ﷺ نے عتاب بن اسید کو متولی بنا دیا جس نے ظالموں اور مظلوموں کے درمیان انصاف کیا۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ |
| فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ۝ |
| ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو |
| بیشک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔ |

## شیطان کے دوستوں سے جہاد کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْت" الشَّيْطَان "فَقَاتِلُوْا اَوْلِيَاء الشَّيْطَان" اَنْصَار دِيْنه تَغْلِبُوْهُمْ لِقُوَّتِكُمْ بِاللّٰهِ "اِنَّ كَيْد الشَّيْطَان" بِالْمُؤْمِنِيْنَ "كَانَ ضَعِيْفًا" وَاهِيًا لَا يُقَاوِم كَيْد اللّٰه بِالْكَافِرِيْنَ،

ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو، یعنی شیطان کے دین والے دوستوں سے لڑو تم اللہ کی طاقت کے سبب ان پر غلبہ پاؤ گے۔ بیشک شیطان کا داؤ اہل ایمان پر کمزور ہے۔ وہ کافروں کو ساتھ ملا کر بھی اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

## جنگ بدر سے شیطان کے بھاگنے کا بیان

جنگ بدر میں ایسا ہی ہوا کہ پہلے شیطان کافروں کے سامنے لمبی ڈینگیں مارتا رہا اور اس نے کافروں کو مکمل یقین دلایا کہ: لاغالب لکم الیوم آج کے دن تم لوگوں کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا اس لئے کہ انی جار لکم (میں تمہارا مددگار ہوں) میں اپنے تمام لاؤلشکر کے ساتھ تمہاری مدد کو آؤں گا، جب تک جنگ شروع ہوئی تو وہ اپنے لشکر کے ساتھ اگرچہ آگے بڑھا، لیکن جب اس نے دیکھا کہ مسلمانوں کی حمایت میں فرشتے آپہنچے ہیں تو اس نے اپنی تدبیر کو ناکام پا کر الٹے پاؤں بھاگنا شروع کردیا اور اپنے دوستوں یعنی کافروں سے کہا: انی بری منکم، انی اری مالاترون انی اخاف اللہ، واللہ شدید العقاب میں تم لوگوں سے بری ہوں، اس لئے کہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جس کی تم کو خبر نہیں (یعنی فرشتوں کا لشکر) میں اللہ سے ڈرتا ہوں کیونکہ وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (تفسیر مظہری سورہ نساء، لاہور)

اس آیت میں شیطان کی تدبیر کو جو ضعیف کہا گیا ہے اس کے لئے اسی آیت سے دو شرطیں بھی مفہوم ہوتی ہیں ایک یہ کہ وہ آدمی جس کے مقابلہ میں شیطان تدبیر کررہا ہے مسلمان ہو اور دوسری یہ کہ اس کا کام محض اللہ ہی کے لئے ہو، کوئی دینی نفسانی غرض نہ ہو، پہلی شرط الذین امنوا سے اور دوسری یقاتلون فی سبیل اللہ سے معلوم ہوتی ہے، اگر ان دونوں شرطوں میں سے کوئی فوت ہوجائے تو پھر ضروری نہیں کہ شیطان کی تدبیر اس کے مقابل میں کمزور ہو۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب تم شیطان کو دیکھو تو بغیر کسی خوف وخدشہ کے اس پر حملہ کردو۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی ان کید الشیطن کان ضعیفاً۔ (احکام القرآن للسیوطی)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ |
| عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا |
| رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ |
| وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ |
| کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا |
| اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرنا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انھوں نے کہا اے |
| ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ کہہ دے دنیا کا سامان بہت تھوڑا |
| ہے اور آخرت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## تکالیف کے باوجود صبر کرنے والوں کا بیان

"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ" عَنْ قِتَالِ الْكُفَّارِ لَمَّا طَلَبُوْهُ بِمَكَّةَ لِاَذَى الْكُفَّارِ لَهُمْ وَهُمْ جَمَاعَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ "وَاَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاٰتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ" فُرِضَ "عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ" يَخَافُوْنَ "النَّاسَ" الْكُفَّارَ اَيْ عَذَابَهُمْ بِالْقَتْلِ "كَخَشْيَةِ" كَخَشْيَتِهِمْ عَذَابَ "اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً" مِنْ خَشْيَتِهِمْ لَهُ وَنَصْبُ اَشَدَّ عَلَى الْحَالِ وَجَوَابُ لَمَّا دَلَّ عَلَيْهِ اِذَا وَمَا بَعْدَهَا اَيْ فَاجَاَتْهُمُ الْخَشْيَةُ "وَقَالُوْا" جَزَعًا مِنَ الْمَوْتِ "رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا" هَلَّا "اَخَّرْتَنَا اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ قُلْ" لَهُمْ "مَتَاعُ الدُّنْيَا" مَا يُتَمَتَّعُ بِهِ فِيْهَا اَوِ الْاِسْتِمْتَاعُ بِهَا "قَلِيْلٌ" اٰيِلٌ اِلَى الْفَنَاءِ "وَالْاٰخِرَةُ" اَيِ الْجَنَّةُ "خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقٰى" عِقَابَ اللّٰهِ بِتَرْكِ مَعْصِيَتِهِ "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تُنْقَصُوْنَ مِنْ اَعْمَالِكُمْ "فَتِيْلًا" قَدْرَ قِشْرَةِ النَّوَاةِ فَجَاهِدُوْا۔

کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا کہ کفار کے قتل سے اپنے ہاتھ روکے رکھو جبکہ کافروں کی تکالیف کے سبب انہوں نے مکہ میں کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا مطالبہ کیا اور وہ صحابہ کی ایک جماعت تھی۔ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو، پھر جب ان پر لڑنا لکھا گیا اچانک ان میں سے کچھ لوگ، لوگوں یعنی کفار کی سختیوں قتل وغیرہ سے ڈرنے لگے، جیسے اللہ سے ڈرتا ہو، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا یہاں پر اشد حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور لما کے جواب پر اذا اور اس کے بعد والا کلام دلالت کر رہا ہے اور موت سے گھبرا کر انھوں نے کہا اے ہمارے رب! تو نے ہم پر لڑنا کیوں لکھ دیا، تو نے ہمیں ایک قریب وقت تک مہلت کیوں نہ دی۔ تو آپ ان سے فرمادیں کہ دنیا کا سامان جس سے تم نفع اٹھاتے ہو یا جس میں نفع ہے، بہت تھوڑا ہے کیونکہ فنا ہو جائے گا۔ اور آخرت یعنی جنت اس کے لیے بہتر ہے جو متقی بنے یعنی اللہ کے عذاب سے ڈر کر معصیت کو ترک کرے۔ اور تم پر ایک دھاگے کے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یہاں پر "وَلَا تُظْلَمُوْنَ" تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی تمہارے اعمال میں سے ذرہ برابر بھی کمی نہ کی جائے گی۔ فتیل سے مراد گٹھلی کے چھلکے کی مقدار کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ پس تم جہاد کرو۔

## سورہ نساء آیت ۷۷ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے چند صحابہ جن میں عبدالرحمن بن عوف، مقداد بن اسود، قدامہ بن مظعون اور سعد بن ابی وقاص بھی ہیں کے بارے میں نازل ہوئی ہے مشرکین انہیں بہت زیادہ تکالیف پہنچایا کرتے تھے یہ لوگ کہتے یارسول اللہ ﷺ ہمیں آپ ان سے قتال کی اجازت مرحمت فرمائیں تو آپ ان سے فرماتے کہ ان سے اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو کیونکہ مجھے ابھی تک قتال کا حکم نہیں دیا گیا جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینے تشریف لے گئے اور اللہ نے مسلمانوں کو مشرکین سے قتال کا حکم دیا تو بعض نے اس کو ناپسند کیا اور قتال کا حکم ان پر شاق گذرا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 140)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عبدالرحمن اور ان کے ساتھی مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا

اے اللہ کے نبی ﷺ جب ہم مشرک تھے اس وقت ہم عزت سے رہتے تھے لیکن جب ہم ایمان لے آئے تو ہم ذلیل ہو گئے اور تو آپ نے ان سے فرمایا کہ مجھے درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا تم ان لوگوں سے مت لڑو جب اللہ آپ کو مدینہ لے گیا تو آپ کو قتال کا حکم دیا گیا اس وقت یہ لوگ قتال سے رک گئے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (تفسیر طبری 5۔108)

## جہاد کی فرضیت کے حکم کے وقت وپس منظر کا بیان

ابتدائے اسلام میں جب مکہ شریف میں تھے کمزور تھے حرمت والے شہر میں تھے کفار کا غلبہ تھا یہ انہی کے شہر میں تھے وہ بکثرت تھے جنگی اسباب میں ہر طرح فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد وقتال کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ ان سے فرمایا تھا کہ کافروں کی ایذائیں سہتے چلے جائیں ان کی مخالفت برداشت کریں، ان کے ظلم وستم برداشت کریں، جو احکام اللہ نازل ہو چکے ہیں ان پر عامل رہیں نماز ادا کرتے رہیں زکوۃ دیتے رہا کریں، گو ان میں عموماً مال کی زیادتی بھی نہ تھی لیکن تاہم مسکینوں اور محتاجوں کے کام آنے کا اور ان کی ہمدردی کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا مصلحت الٰہی کا تقاضہ یہ تھا کہ سردست یہ کفار سے نہ لڑیں بلکہ صبر وضبط سے کام لیں ادھر کافی بڑی دلیری سے ان پر ستم کے پہاڑ توڑ رہے تھے ہر چھوٹے بڑے کو سخت سے سخت سزائیں دے رہے تھے، مسلمانوں کا ناک میں دم کر رکھا تھا اس لئے ان کے دل میں رہ رہ کر جوش اٹھتا تھا اور زبان سے الفاظ نکل جاتے تھے کہ اس روزمرہ کی مصیبتوں سے تو یہی بہتر ہے کہ ایک مرتبہ دل کی بھڑاس نکل جائے، دو دو ہاتھ میدان میں ہو لیں کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جہاں کا حکم دے دے، لیکن اب تک حکم نہیں ملا تھا، جب انہیں ہجرت کی اجازت ملی اور مسلمان اپنی زمین، زر، رشتہ، کنبے، اللہ عزوجل کے نام پر قربان کر کے اپنا دین لے کر مکہ سے ہجرت کر کے مدینے پہنچے یہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی سہولت دی امن کی جگہ دی امداد کے لئے انصار مدینہ دیئے، تعداد میں کثرت ہو گئی قوت وطاقت قدر بڑھ گئی تو اب اللہ حاکم مطلق کی طرف سے اجازت ملی کہ اپنے لڑنے والوں سے لڑو، جہاد کا حکم اترتے ہی بعض لوگ خوف زدہ ہوئے جہاد کا تصور کر کے میدان میں قتل کئے جانے کا تصور عورتوں کے بیوہ ہونے کا خیال، بچوں کی یتیمی کا منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا گھبراہٹ میں کہہ اٹھے کہ اے اللہ ابھی سے جہاد کیوں فرض کر دیا کچھ تو مہلت دی ہوتی۔

اسی مضمون کو دوسری آیتوں میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ (وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ (47۔محمد:20) مختصر مطلب یہ ہے کہ ایماندار کہتے ہیں کوئی سورت کیوں نازل نہیں کی جاتی جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں جہاد کا ذکر ہوتا ہے تو بیمار دل لوگ چیخ اٹھتے ہیں ٹیڑھے تیوروں سے تجھے گھورتے ہیں اور موت کی غشی والوں کی طرح اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں ان پر افسوس ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی مکہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں اے نبی اللہ ہم کفر کی حالت میں منع کرتے ہیں جن سے کفار کی جرأت بڑھ گئی ہے۔ اور وہ ہمیں ذلیل کرنے لگے ہیں تو آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟) لیکن آپ نے جواب دیا مجھے اللہ کا حکم یہی ہے کہ ہم درگزر کریں کافروں سے جنگ نہ کریں۔ پھر جب مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی اور جہاد کے

احکام نازل ہوئے تو لوگ ہچکچانے لگے اس پر یہ آیت اتری۔ (نسائی، حاکم ابن مردویہ)

| |
|---|
| اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَةٍ ؕ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ حَسَنَةٌ |
| یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَةٌ یَّقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدِكَ ؕ قُلۡ كُلٌّ |
| مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ حَدِیۡثًا ۝ |
| تم جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو اور جب انہیں بھلائی پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں |
| کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ کہہ دیجیے کہ |
| یہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں؟ |

## موت مضبوط قلعہ والوں کے پاس بھی آ کر رہے گی

"اَیۡنَمَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡت وَلَوۡ کُنۡتُمۡ فِیۡ بُرُوۡج" حُصُوۡن "مُشَیَّدَة" مُرۡتَفِعَة فَلَا تَخۡشَوۡا الۡقِتَال خَوۡف الۡمَوۡت "وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ" اَیۡ الۡیَهُوۡد "حَسَنَة" خِصۡب وَسِعَة "یَقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡد اللّٰه وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَیِّئَة" جَدۡب وَبَلَاء كَمَا حَصَلَ لَهُمۡ عِنۡد قُدُوم النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ الۡمَدِیۡنَة "یَقُوۡلُوۡا هٰذِهٖ مِنۡ عِنۡدك" "یَا مُحَمَّد اَیۡ بِشُؤۡمِك "قُلۡ" لَهُمۡ "كُلّ" مِنۡ الۡحَسَنَة وَالسَّیِّئَة "مِنۡ عِنۡد اللّٰه" مِنۡ قِبَله "لَا یَكَادُوۡنَ یَفۡقَهُوۡنَ" اَیۡ لَا یُقَارِبُوۡنَ اَنۡ یَفۡهَمُوۡا "حَدِیۡثًا" یُلۡقَی اِلَیۡهِمۡ وَمَا اسۡتِفۡهَام تَعۡجِیب مِنۡ فَرۡط جَهۡلهمۡ وَنَفۡی مُقَارَبَة الۡفِعۡل اَشَدّ مِنۡ نَفۡیه،

تم جہاں کہیں بھی ہوگے، موت تمہیں آئے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو یعنی وہ بلند قلعے جہاں تمہیں موت کا کوئی خوف بھی نہ ہو، اور جب انہیں یعنی یہود کو بھلائی یعنی خوشحالی پہنچتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی ہے یعنی جس طرح نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ میں آمد پر خشک سالی آئی، تو کہتے ہیں کہ یہ آپ کی وجہ سے ہے۔ یعنی اے محمد ﷺ کے آنے کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجیے کہ یہ اچھائی یا برائی سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھتے ہی نہیں ہیں؟ یعنی کسی بات کو سمجھنے کی قریب بھی نہیں جاتے۔ جو ان کو سمجھائی جاتی ہے۔ اور یہ استفہام تعجب کیلئے آیا ہے۔ یعنی جہالت پر تعجب ہے۔ مقاربت فعل کی نفی فعل کی نفی سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔

## سورہ نساء آیت ۷۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے یوم احد میں کچھ مسلمانوں کو شہادت کی موت عطا فرمائی تو ان منافقین نے کہا جو جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے کہ اگر یہ ہمارے بھائی جو شہید ہو گئے ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ شہید ہوتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی 5-282)۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قوت جبکہ آپ بستر مرگ پر ہیں فرماتے ہیں اللہ کی قسم فلاں جگہ فلاں جگہ غرض بیسیوں لڑائیوں میں سینکڑوں معرکوں میں گیا ثابت قدمی پامردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کئے آؤ دیکھ لو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدان جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت کے پنجے سے بلند و بالا مضبوط اور مضبوط قلعے اور محل بھی بچا نہیں سکتے۔

## مضبوط قلعہ میں مکڑی کے سبب ایک عورت کی موت واقع ہونے کا واقعہ

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضرت مجاہد مروی ہے کہ اگلے زمانے میں ایک عورت حاملہ تھی جب اسے درد ہونے لگے اور بچی تولد ہوئی تو اس نے اپنے ملازم سے کہا کہ جاؤ کہیں سے آگ لے آؤ وہ باہر نکلا تو دیکھا کہ دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے پوچھتا ہے کہ کیا ہوا لڑکی یا لڑکا؟ اس نے کہا لڑکی ہوئی ہے کہا سن یہ لڑکی ایک سو آدمیوں سے زنا کرائے گی پھر اس کے ہاں اب جو شخص ملازم ہے اسی سے اس کا نکاح ہوگا اور ایک مکڑی اس کی موت کا باعث بنے گی۔ یہ شخص یہیں سے پلٹ آیا اور آتے ہی ایک تیز چھری لے کر اس لڑکی کے پیٹ کو چیر ڈالا اور اسے مردہ سمجھ کر وہاں سے بھاگ نکلا اس کی ماں نے یہ حال دیکھ کر اپنی بچی کے پیٹ کو ٹانکے دیئے اور علاج معالجہ شروع کیا جس سے اس کا زخم بھر گیا اب ایک زمانہ گزر گیا ادھر یہ لڑکی بلوغت کو پہنچ گئی اور تھی بھی اچھی شکل وصورت کی بد چلنی میں پڑ گئی ادھر ملازم سمندر کے راستے کہیں چلا گیا کام کاج شروع کیا اور بہت رقم پیدا کی کل مال سمیٹ کر بہت مدت بعد یہ پھر اسی اپنے گاؤں میں آ گیا ایک بڑھیا عورت کو بلا کر کہا کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں گاؤں میں جو بہت خوبصورت عورت ہو اس سے میرا نکاح کرا دو، یہ عورت گئی اور چونکہ شہر بھر میں اس لڑکی سے زیادہ خوش شکل کوئی عورت نہ تھی یہیں پیغام بھیجا، منظور ہو گیا، نکاح بھی ہو گیا اور وداع ہو کر یہ اس کے ہاں آ بھی گئی دونوں میاں بیوی میں بہت محبت ہو گئی، ایک دن ذکر اذکار میں اس عورت نے اس سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں یہاں کیسے آ گئے؟ وغیرہ اس نے اپنا تمام ماجرا بیان کر دیا کہ میں یہاں ایک عورت کے ہاں ملازم تھا اور وہاں سے اس کی لڑکی کے ساتھ یہ حرکت کر کے بھاگ گیا تھا اب اتنے برسوں کے بعد یہاں آیا ہوں تو اس لڑکی نے کہا جس کا پیٹ چیر کر تم بھاگے تھے میں وہی ہوں یہ کہہ کر اپنے اس زخم کا نشان بھی اسے دکھایا تب تو اسے یقین ہو گیا اور کہنے لگا جب تو وہی ہے تو ایک بات تیری نسبت مجھے اور بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تو ایک سو آدمیوں سے مجھ سے پہلے مل چکی ہے اس نے کہا ٹھیک ہے یہ کام تو مجھ سے ہوا ہے لیکن گنتی یاد نہیں۔ اس نے کہا کہ مجھے تیری نسبت ایک اور بات بھی معلوم ہے وہ یہ کہ تیری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی، خیر چونکہ مجھے تجھ سے بہت زیادہ محبت ہے میں تیرے لئے ایک بلند و بالا پختہ اور اعلیٰ محل تعمیر کرا دیتا ہوں اسی میں تو رہ تاکہ وہاں تک ایسے کیڑے مکوڑے پہنچ ہی نہ سکیں چنانچہ ایسا ہی محل تیار ہوا اور یہ وہاں رہنے لگی، ایک مدت کے بعد ایک روز دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک چھت پر ایک مکڑی دکھائی دی اسے دیکھتے ہیں اس شخص نے کہا دیکھو آج یہاں مکڑی دکھائی دی عورت بولی اچھا یہ میری جان لیوا ہے؟ تو میں اس کی جان لوں گی غلاموں کو حکم دیا کہ اسے زندہ پکڑ کر میرے سامنے لاؤ نوکر پکڑ کر لے آئے اس نے زمین پر رکھ کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے اسے مل ڈالا اس کی جان نکل گئی لیکن

اس میں سے پیپ کا ایک آدھ قطرہ اس کے انگوٹھے کے ناخن اور گوشت کے درمیان اڑ کر چپک گیا اس کا زہر چڑھا پھر سیاہ پڑ گیا اور اسی میں آخر مر گئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نساء آیت ۷۸، بیروت)

| |
|---|
| مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ٘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ |
| وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ |
| جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے، اور |
| (اے محبوب!) ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ گواہی میں کافی ہے۔ |

## بھلائی کی نسبت اللہ کی جانب کرنے کا بیان

"مَا اَصَابَكَ " اَيُّهَا الْاِنْسَان "مِنْ حَسَنَةٍ" خَيْر "فَمِنَ اللّٰه" اَتَتْك فَضْلًا مِنْهُ "وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ" بَلِيَّة "فَمِنْ نَفْسك " اَتَتْك حَيْثُ ارْتَكَبْت مَا يَسْتَوْجِبهَا مِنَ الذُّنُوب "وَاَرْسَلْنَاكَ " يَا مُحَمَّدِ "لِلنَّاسِ رَسُوْلًا" حَال مُؤَكِّدَة "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" عَلٰى رِسَالَتك،

اے انسان جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو وہ اللہ کی طرف سے ہے، یعنی اس کے فضل سے وہ تیرے پاس آئی ہے۔ اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو وہ تیری اپنی طرف سے ہے، یعنی تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا جس کے سبب وہ واجب ہوئی ہے۔ اور اے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے، یہاں پر رسول حال مؤکدہ ہے۔ اور آپ ﷺ کی رسالت پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

## پریشانی کا آزمائش یہ گناہ کے سبب آنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کو جو کوئی ہلکی یا سخت مصیبت پیش آتی ہے تو وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوتی ہے، اور بہت گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی رسالت تمام عالم کے لئے عام ہے: وارسلنك للناس رسولاً اس سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، آپ محض عربوں کے لئے ہی رسول نہیں تھے، بلکہ آپ کی رسالت پورے عالم کے انسانوں کے لئے عام ہے۔ خواہ اس وقت موجود ہوں یا آئندہ تا قیامت پیدا ہوں۔ (تفسیر مظہری، سورہ نساء، لاہور)

## اعمال کے بدلے جزاء وسزا ہونے کا بیان

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ گے اور نہ زنا کرو گے اور نہ چوری کرو گے اور آپ نے عورتوں والی آیت پڑھی اور سفیان نے بیان کیا کہ آپ نے آیت پڑھی عورتوں کا ذکر نہیں کیا پھر آپ نے فرمایا کہ تم میں

سے جس نے اس کو پورا کیا تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی گئی تو یہ کفارہ ہے اور جو ان میں سے کسی چیز کا مرتکب ہوا اور اللہ نے اسے چھپایا تو یہ اللہ کے اختیار میں ہے اگر چاہے اس کو عذاب دے یا چاہے تو بخش دے عبدالرزاق نے معمر سے آیت کے متعلق اس کی متابعت میں روایت کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2105)

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

## رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى" اَعْرَضَ عَنْ طَاعَتِكَ فَلَا يُهِمَّنْكَ "فَمَا اَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا" حَافِظًا لِاَعْمَالِهِمْ بَلْ نَذِيْرًا وَّاِلَيْنَا اَمْرُهُمْ فَنُجَازِيْهِمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ،

جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا، اور جس نے آپ ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کی یعنی اس کو کوئی اہمیت ہی نہ دی، تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ یعنی ان کے اعمال کی حفاظت کرنے والا نہیں بلکہ ان کو ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور ان کا معاملہ ہماری جانب لوٹ کر آتا ہے۔ پس ہم انہیں جزاء دیں گے۔ اور یہ حکم جہاد سے پہلے کا حکم ہے۔

## سورہ نساء آیت ۸۰ کے شان نزول کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ سے محبت کی، اس پر آج کل کے گستاخ بددینوں کی طرح اس زمانہ کے بعض منافقوں نے کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں کہ ہم انہیں رب مان لیں جیسا نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو رب مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے رد میں یہ آیت نازل فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی تصدیق فرمادی کہ بیشک رسول ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء ۸۰، لاہور)

## نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کیلئے جنت ہونے کا بیان

جس شخص نے میری اطاعت کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس کسی نے بھی میری نافرمانی کی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر (2957) صحیح مسلم حدیث نمبر (1835)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا "وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت و فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔" (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ |
| يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ |
| اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف |
| مشورے کرتا ہے جو وہ کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں۔ پس ان سے اعراض فرمالیں |
| اور اللہ پر بھروسا کریں اور اللہ کافی وکیل ہے۔ |

## اطاعت کہنے والے منافقین راتوں کو مشورہ کرتے تھے

"وَيَقُوْلُوْنَ" اَىِ الْمُنَافِقُوْنَ اِذَا جَاءُوكَ اَمْرُنَا "طَاعَةٌ" لَكَ "فَاِذَا بَرَزُوْا" خَرَجُوْا "مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ" بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِى الطَّاءِ وَتَرْكِهِ اَىْ اَضْمَرَتْ "غَيْرَ الَّذِىْ تَقُوْلُ" لَكَ فِىْ حُضُوْرِكَ مِنَ الطَّاعَةِ اَىْ عِصْيَانَكَ "وَاللّٰهُ يَكْتُبُ" يَاْمُرُ بِكَتْبِ "مَا يُبَيِّتُوْنَ" فِىْ صَحَائِفِهِمْ لِيُجَازَوْا عَلَيْهِ "فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" بِالصَّفْحِ "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ" ثِقْ بِهِ فَاِنَّهُ كَافِيكَ "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا" مُفَوَّضًا اِلَيْهِ،

اور وہ منافق کہتے ہیں کہ ہمیں حکم دیں اطاعت ہوگی، پھر جب تیرے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو اس کے خلاف مشورے کرتا ہے، یہاں پر بیت طائفہ میں تاء کو طاء میں ادغام کرکے اور بغیر ادغام کے دونوں طرح کی قرأت ہے (بعض علماء نے بیت کی تفسیر اضمرت سے کرنے کا تسامح کہا ہے۔ جو وہ آپ کی اطاعت کا یعنی عصیان کا کہہ رہا تھا اور اللہ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے اپنی کتابوں میں لکھا کرتے ہیں۔ پس ان سے اعراض فرمالیں اور اللہ پر بھروسا کریں اسی پر یقین رکھیں کیونکہ وہ آپ کیلئے کافی ہے۔ اور اللہ کافی وکیل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

طاعۃ۔ ای یقولون من افواھھم۔ یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طاعۃ اسم بمعنی حکمبرداری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طوع سے۔

برزوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بروز سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

بیت۔ اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ ( گروہ ) رات بھر ( آپ کے خلاف ) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو غیر الذی نقول ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے ( کہ ہم فرمانبردار ہیں ) اس سے بالکل مختلف ہے۔ نقول میں ضمیر واحد مونث غائب طائفۃ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر ( واحد مذکر حاضر ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔ یبیتون۔ جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۸۱ کے سبب نزولی کا بیان

یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں ایمان واطاعت شعاری کا اظہار کرتے تھے اور کہتے تھے ہم حضور ﷺ پر ایمان لائے ہیں ہم نے حضور ﷺ کی تصدیق کی ہے حضور ﷺ جو ہمیں حکم فرمائیں اس کی اطاعت ہم پر لازم ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ نساء، ۸۱، بیروت)

حدیث میں ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنے ولا رشد وہدایت والا ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان اپنے ہی نفس کو ضرور نقصان پہنچانے والا ہے، پھر منافقوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ ظاہری طور پر اطاعت کا اقرار کرتے ہیں موافقت کا اظہار کرتے ہیں لیکن جہاں نظروں سے دور ہوئے اپنی جگہ پر پہنچے تو ایسے ہو گئے گویا ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا جو کچھ یہاں کہا تھا اس کے بالکل برعکس راتوں کو چھپ چھپ کر سازشیں کرنے بیٹھ گے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی ان پوشیدہ چالاکیوں اور چالوں کو بخوبی جانتا ہے اس کے مقرر کردہ زمین کے فرشتے ان کی سب کرتوتوں اور ان کی تمام باتوں کو اس کے حکم سے ان کے نامہ اعمال میں لکھ رہے ہیں پس انہیں ڈانٹا جا رہا ہے کہ یہ کیا بیہودہ حرکت ہے؟ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس سے تمہاری کوئی بات چھپ سکتی ہے؟ تم کیوں ظاہر و باطن یکساں نہیں رکھتے، ظاہر باطن کا جاننے والا تمہیں تمہاری اس بیہودہ حرکت پر سزا دے گا ایک اور آیت میں بھی منافقوں کی اس خصلت کا بیان ان الفاظ میں فرمایا ہے (وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ) النور: 47) پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان سے درگزر کیجئے بردباری برتئے، ان کی خطا معاف کیجئے، ان کا حال ان کے نام سے دوسروں سے نہ کہئے، ان سے بالکل بے خوف رہیے اللہ پر بھروسہ کیجئے جو اس پر بھروسہ کرے جو اس کی طرف رجوع کرے اسے وہی کافی ہے۔

| |
|---|
| اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ○ |
| تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔ |

## قرآن میں تناقض وتباین کے نہ ہونے کا بیان

"اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ" يَتَاَمَّلُوْنَ "الْقُرْاٰنَ" وَمَا فِيْهِ مِنَ الْمَعَانِي الْبَدِيعَة "وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا

فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا" تَنَاقُضًا فِيْ مَعَانِيْهِ وَتَبَايُنًا فِيْ نَظْمِهٖ،

تو کیا غور وفکر نہیں کرتے قرآن میں اور جو اس کے بدیہی معانی ہیں۔اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔یعنی اس کے معانی میں تناقض اور اس کے نظم میں تبائین پاتے۔

## ممانعت والے اختلاف سے پرہیز کرنے کا بیان

عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ میں اور میرے بھائی ایک ایسی مجلس میں شامل ہوئے کہ اس کے مقابلہ میں سرخ اونٹوں کا مل جانا بھی اس کے پاسنگ برابر بھی قیمت نہیں رکھتا ہم دونوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر چند بزرگ صحابہ کھڑے ہوئے ہیں ہم ادب کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئے ان میں قرآن کریم کی کسی آیت کی بابت مذاکرہ ہو رہا تھا جس میں اختلافی مسائل بھی تھے آخر بات بڑھ گئی اور زور زور سے آپس میں بات چیت ہونے لگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر سخت غضبناک ہو کر باہر تشریف لائے چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا ان پر مٹی ڈالتے ہوئے فرمانے لگے خاموش رہو تم سے اگلی امتیں اسی باعث تباہ و برباد ہو گئیں، کہ انہوں نے اپنے انبیاء سے اختلاف کیا اور کتاب اللہ کی ایک آیت کو دوسری آیت کے خلاف سمجھا یاد رکھو قرآن کی کوئی آیت دوسری آیت کے خلاف اسے جھٹلانے والی نہیں بلکہ قرآن کی ایک ایک آیت ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہے تم جسے جان لو عمل کرو جسے نہ معلوم کر سکو اس کے جاننے والے کے لئے چھوڑ دو۔

دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ تقدیر کے بارے میں مباحثہ کر رہے تھے، راوی کہتے ہیں کہ کاش کہ میں اس مجلس میں نہ بیٹھتا۔
حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت حاضر حضور ہوا تو بیٹھا ہی تھا کہ ایک آیت کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہوا ان کی آوازیں اونچی ہوئیں تو آپ نے فرمایا تم سے پہلی امتوں کی ہلاکت کا باعث صرف ان کا کتاب اللہ کا اختلاف کرنا ہی تھا (مسند احمد بن حنبل)

## قرآن وسنت سے استنباط مسائل کیلئے اہلیت ہونے کا بیان

قرآن وسنت کی تفسیر وتشریح پر کسی جماعت یا فرد کی اجارہ داری نہیں ہے لیکن اس کے لئے شرائط ہیں:۔آیت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ قرآن میں تدبر وتفکر کرے،لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہی کہ تدبر کے درجات متفاوت اور ہر ایک کا حکم الگ ہے مجتہدانہ تدبر جس کے ذریعہ قرآن حکیم سے دوسرے مسائل کا استخراج کیا جاتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی مبادیات کو حاصل کرے تا کہ وہ نتائج کا استخراج صحیح کر سکے اور اگر اس نے مقدمات کو بالکل حاصل نہ کیا یا اس نے ناقص حاصل کیا، جن اوصاف وشرائط کی ایک مجتہد کو ضرورت ہوتی ہے وہ اس کے پاس نہیں ہیں تو ظاہر ہے وہ نتائج غلط نکالے گا، اب اگر علماء اس پر نکیر کریں تو حق ہے۔

اگر ایک شخص جس نے کبھی کسی میڈیکل کالج کی شکل تک نہ دیکھی ہو یہ اعتراض کرنے لگے کہ ملک میں علاج ومعالجہ پر سند یافتہ ڈاکٹروں کی اجارہ داری کیوں قائم کر دی گئی ہے؟ مجھے بھی بحیثیت ایک انسان کے یہ حق ملنا چاہئے۔

یا کوئی عقل سے کورا انسان یہ کہنے لگے کہ ملک میں نہریں، پل اور بند تعمیر کرنے کا ٹھیکہ صرف ماہر انجینئرز ہی کو کیوں دیا جاتا ہے؟ میں بھی بحیثیت شہری کے یہ خدمت انجام دینے کا حق دار ہوں۔ یا کوئی عقل سے معذور آدمی یہ اعتراض اٹھانے لگے کہ قانون ملک کی تشریح وتعبیر پر صرف ماہرین قانون ہی کی اجارہ داری کیوں قائم کردی گئی ہے؟ میں بھی عاقل و بالغ ہونے کی حیثیت سے یہ کام کرسکتا ہوں، اس آدمی سے یہی کہا جاتا ہے کہ بلاشبہ بحیثیت شہری کے تمہیں ان تمام کاموں کا حق حاصل ہے، لیکن ان کاموں کی اہلیت پیدا کرنے کے لئے سالہا سال دیدہ ریزی کرنی پڑتی ہے، ماہر اساتذہ سے ان علوم وفنون کو سیکھنا پڑتا ہے، اس کے لئے ڈگریاں حاصل کرنی پڑتی ہیں، پہلے یہ زحمت تو اٹھاؤ، پھر بلاشبہ تم بھی یہ تمام خدمتیں انجام دے سکتے ہو، لیکن یہی بات اگر قرآن و سنت کی تشریح کے دقیق اور نازک کام کے لئے کہی جائے تو اس پر علماء کی اجارہ داری کے آوازے کسے جاتے ہیں؟ کیا قرآن و سنت کی تشریح وتعبیر کرنے کے لئے کوئی اہلیت اور کوئی قابلیت درکار نہیں؟ کیا پوری دنیا میں ایک قرآن وسنت ہی کا علم ایسالاوارث رہ گیا ہے کہ اس کے معاملہ میں ہر شخص کو اپنی تشریح وتعبیر کرنے کا حق حاصل ہے خواہ اس نے قرآن وسنت کا علم حاصل کرنے کے لئے چند مہینے بھی خرچ نہ کئے ہوں۔

اس آیت سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر کسی مسئلہ کی تصریح قرآن وسنت میں نہ ملے تو انہی میں غور وفکر کرکے اس کا حل نکالنے کی کوشش کی جائے اور اسی عمل کو اصطلاح میں قیاس کہتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ |
| لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول اور اپنے میں سے |
| صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں اس کو جان لیتے |
| اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔ |

## امن وہزیمت کی خبر آنے کا بیان

"وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ" عَنْ سَرَايَا النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا حَصَلَ لَهُمْ "مِنَ الْاَمْنِ" بِالنَّصْرِ "اَوِ الْخَوْفِ" بِالْهَزِيمَةِ "اَذَاعُوا بِهٖ" اَفْشَوْهُ نَزَلَ فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُنَافِقِينَ اَوْ فِي ضُعَفَاءِ الْمُؤْمِنِينَ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ فَتَضْعُفُ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ وَيَتَاَذَّى النَّبِيُّ "وَلَوْ رَدُّوهُ" اَيِ الْخَبَرَ "اِلَى الرَّسُولِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ" اَيْ ذَوِي الرَّاْيِ مِنْ اَكَابِرِ الصَّحَابَةِ اَيْ لَوْ سَكَتُوا عَنْهُ حَتّٰى يُخْبَرُوا بِهٖ "لَعَلِمَهُ" هَلْ هُوَ مِمَّا يَنْبَغِي اَنْ يُّذَاعَ اَوْ لَا "الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ" يَتَّبِعُوْنَهٗ وَيَطْلُبُوْنَ عِلْمَهٗ وَهُمُ الْمُذِيْعُوْنَ "مِنْهُمْ" مِنَ الرَّسُوْلِ وَاُولِي الْاَمْرِ "وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" بِالْاِسْلَامِ "وَرَحْمَتُهٗ" لَكُمْ بِالْقُرْاٰنِ

"لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ" فِيمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ مِنَ الْفَوَاحِشِ،
اور جب ان کے پاس کوئی نبی کریم ﷺ کی خبر امن یعنی مدد یا خوف ہزیمت کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں یہ آیت منافقین اور کمزور ایمان والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ مؤمنوں کی دلوں کو کمزور کریں اور نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچائیں۔اور اگر وہ اسے رسول مکرم ﷺ اور اپنے اصحاب میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے یعنی سکوت اختیار کرتے حتیٰ کہ کوئی خبر دے دی جائے۔تو وہ جان لیتے کہ اس کو پھیلانا مناسب ہے یا نہیں،تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں یعنی وہ اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کا علم پا لیتے ہیں۔اگر اسلام کے ذریعے تم پر اللہ کا فضل اور قرآن کے ساتھ اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔یعنی وہ شیطان تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے

## سورہ نساء آیت ۸۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج سے خلوت اختیار کرلی میں مسجد میں داخل ہوا تو لوگ بلا تحقیق کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی ہے میں مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوگیا اور بلند آواز سے پکارا کہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی،اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کردیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کرلیتے۔حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اس امر کو مستنبط کیا تھا۔(سیوطی،81،زادالمسیر 2۔45،طبری 5۔114)

ابن عباس،ضحاک اور ابو معاذ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی اور حضرت حسن اور دوسرے اکثر حضرات کے نزدیک یہ آیت ضعیف اور کمزور مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(روح المعانی)

ابن جریج سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ روایات میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کا کوئی سریہ ہوتا تو لوگ اس کے بارے میں خبریں پھیلا دیتے اور کہتے کہ مسلمانوں کو دشمن سے یہ نقصان پہنچا اور دشمن کو مسلمانوں سے یہ نقصان پہنچا تو وہ بجائے اس کے کہ نبی کریم ﷺ اس کے بارے میں لوگوں کو خبر دیں خود ہی لوگوں کے درمیان اسے پھیلا دیتے۔

## روایات علمی و واقعات میں تحقیق کرلینے کا بیان

سفیان بن حسین سے مروی ہے کہ مجھ سے ایاس بن معاویہ نے پوچھا کہ میرا گمان ہے کہ تم قرآن کے حاصل کرنے میں بہت محنت کرتے ہو تو میرے سامنے ایک سورت پڑھو اور اس کی تفسیر بیان کرو تاکہ میں تمہارا علم دیکھوں،سفیان نے کہا کہ میں نے ایسا ہی کیا ایاس بن معاویہ نے کہا میری بات کو یاد رکھو کہ ناقابل اعتبار احادیث بیان نہ کرنا کیونکہ جس نے شناعت کو اختیار کیا وہ شخص خود بھی اپنی نظر میں حقیر ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔(صحیح مسلم:جلد اول:حدیث نمبر 15)

حضرت مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ بشیر بن کعب عدوی ابن عباس کے پاس آئے اور احادیث بیان کرنا شروع کیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا لیکن ابن عباس نے نہ اس کی احادیث غور سے سنیں اور نہ ہی اس کی طرف دیکھا بشیر

نے عرض کیا اے ابن عباس! کیا بات ہے کہ میں آپ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ سنتے ہی نہیں؟

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک وہ وقت تھا کہ جب ہم کسی سے یہ سنتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ہماری نگاہیں دفعتاً بے اختیار اس کی طرف لگ جاتیں اور غور سے اس کی حدیث سنتے لیکن جب سے لوگوں نے ضعیف اور ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم صرف اسی حدیث کو سن لیتے ہیں جس کو صحیح سمجھتے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 22)

## اولی الامر سے مراد علماء وفقہاء ہونے کا بیان

حضرت حسن، قتادہ اور ابن ابی لیلی رحمہم اللہ کے نزدیک علماء اور فقہاء مراد ہیں، حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امراء اور حکام مراد ہیں، ابوبکر حصاص ان دونوں اقوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں مراد ہیں، اس لئے کہ اولی الامر کا اطلاق ان سب پر ہوتا ہے، البتہ اس پر بعض لوگ یہ شبہ کرتے ہیں کہ اولی الامر سے مراد فقہاء نہیں ہو سکتے، کیونکہ اولی الامر اپنے لفظی معنی کے اعتبار سے وہ لوگ ہیں جن کا حکم چلتا ہو اور ظاہر ہے کہ فقہاء کا یہ کام نہیں حقیقت یہ ہے کہ حکم چلنے کی دو صورتیں ہیں ایک جبر و تشدد سے وہ تو صرف اہل حکومت ہی کر سکتے ہیں دوسری صورت اعتقاد و اعتماد کی وجہ سے حکم ماننے کی ہے، وہ حضرات فقہاء ہی کو حاصل ہے جس کا مشاہدہ عام مسلمانوں کے حالات سے ہر دور میں ہوتا رہا ہے کہ دین کے معاملات میں ام مسلمان اپنے اختیار سے علماء ہی کے حکم کو واجب العمل قرار دیتے ہیں اور از روئے شرع ان پر ان کے احکام کی اطاعت واجب بھی ہے، لہٰذا اس وجہ سے ان پر بھی اولی الامر کا اطلاق صحیح ہے۔ (احکام القرآن از حصاص، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ |
| اَنْ یَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِیْلًا ۝ |
| پس آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو اپنی جان کے سوا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا اور آپ مسلمانوں کو رغبت دلائیں، |
| عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ گرفت میں بہت سخت ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ |

## اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا بیان

"فَقَاتِلْ" يَا مُحَمَّد "فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه لَا تُكَلَّفُ إلَّا نَفْسك" فَلَا تَهْتَمّ بِتَخَلُّفِهِمْ عَنْك الْمَعْنَى قَاتِلْ وَلَوْ وَحْدك فَإِنَّك مَوْعُود بِالنَّصْرِ "وَحَرِّضْ الْمُؤْمِنِيْنَ" حُثَّهُمْ عَلَى الْقِتَال وَرَغِّبْهُمْ فِيْهِ "عَسَى اللّٰه أَنْ يَكُفّ بَأْس" حَرْب "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاللّٰه أَشَدّ بَأْسًا" مِنْهُمْ "وَأَشَدّ تَنْكِيْلًا" تَعْذِيبًا مِنْهُمْ فَقَالَ رَسُوْل اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَخْرُجَنّ وَلَوْ وَحْدِي) فَخَرَجَ بِسَبْعِيْنَ رَاكِبًا إلَى بَدْر الصُّغْرَى فَكَفَّ اللّٰه بَأْس الْكُفَّار بِإِلْقَاءِ الرُّعْب فِيْ قُلُوبهمْ وَمَنْع أَبِيْ سُفْيَان عَن

اَلْخُرُوج كَمَا تَقَدَّمَ فِيْ الِ عِمْرَان،

یا محمد ﷺ آپ اللہ کی راہ میں جہاد کیجئے، آپ کو اپنی جان کے سوا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا لہٰذا جہاد پر نہ جانے والوں پر غمزدہ نہ ہوں اگرچہ آپ کو تنہا ہی کیوں نہ جانے پڑے کیونکہ مدد کا وعدہ آپ کے ساتھ ہے۔ اور آپ مسلمانوں کو جہاد میں حصہ لینے پر رغبت دلائیں، عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا جنگی زور توڑ دے، اور اللہ گرفت میں بہت سخت عذاب ہے اور سزا دینے میں بہت سخت ہے۔ یعنی عذاب دینے میں بہت سخت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کیلئے جاؤں گا اگرچہ مجھے تنہا جانا پڑے۔ لہٰذا بدر صغریٰ کے موقع پر نبی کریم ﷺ ۷۰ سواروں کے ہمراہ چلے تو اللہ تعالیٰ نے کفار کے دلوں میں رعب ڈال دیا جس کی وجہ سے لڑنے سے رک گئے اور ابوسفیان بھی نکلنے سے رک گیا۔ جس طرح سورہ آل عمران میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۸۴ کے سبب نزول کا بیان

بدر صغریٰ کی جنگ جو ابوسفیان سے ٹھہر چکی تھی جب اس کا وقت آ پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں جانے کے لئے لوگوں کو دعوت دی بعضوں پر یہ گراں ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ جہاد نہ چھوڑیں اگرچہ تنہا ہوں اللہ آپ کا ناصر ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے یہ حکم پا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر صغریٰ کی جنگ کے لئے روانہ ہوئے صرف ستر سوار ہمراہ تھے۔

## اللہ کی راہ میں جہاد کرو اگرچہ تنہا ہی کیوں نہ کرنا پڑے

ابواسحاق حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان اکیلا تنہا ہو اور دشمن ایک سو ہوں تو کیا وہ ان سے جہاد کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو کہا پھر قرآن کی اس آیت سے تو ممانعت تاکید ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے ہاتھوں آپ ہلاکت میں نہ پڑو تو حضرت براء نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسی آیت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے اللہ کی راہ میں لڑ تجھے فقط تیرے نفس کی تکلیف دی جاتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ مومنوں کو بھی اس سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رکنے والا ہے اور روایت میں ہے کہ جب یہ آیت ہلاکت اتری تو آپ نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا مجھے میرے رب نے جہاد کا حکم دیا ہے پس تم بھی جہاد کرو۔

| |
|---|
| مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ |
| كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ |
| جو اچھی سفارش کرے اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے اور جو بری سفارش کرے۔ اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے |
| اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ |

سفارش کرنے والے کیلئے جزاء ہونے کا بیان

"مَنْ یَّشْفَعْ" بَیْنَ النَّاس "شَفَاعَةً حَسَنَةً" مُوَافِقَةً لِلشَّرْعِ "یَکُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ" مِنَ الْاَجْرِ "مِنْهَا" بِسَبَبِهَا "وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً" مُخَالِفَةً لَهٗ "یَکُنْ لَّهٗ کِفْلٌ" نَصِیْبٌ مِنَ الْوِزْرِ "مِنْهَا" بِسَبَبِهَا "وَکَانَ اللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا" مُقْتَدِرًا فَیُجَازِیْ کُلَّ اَحَدٍ بِمَا عَمِلَ،

جو لوگوں کیلئے اچھی سفارش یعنی جو شریعت کے مطابق ہو کرے تو اس کے لئے اس میں سے حصہ یعنی ثواب ہے اور جو بری سفارش کرے۔ یعنی جو شریعت کے خلاف ہو تو اس کے لئے اس میں سے حصہ ہے۔ یعنی اس کو بھی گناہ کا ایک حصہ ملے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہٰذا وہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے پس وہ ہر عمل کی جزاء دینے والا ہے۔

الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس آیت اور گذشتہ آیت کے درمیان ارتباط کا تقاضا یہ ہے کہ جہاد کی طرف مسلمانوں کی تشویق ہوسکتا ہے شفاعت و وساطت حسنہ کا مورد نظر مصداق ہو۔ چونکہ راہ خدا میں جہاد کیلئے تشویق کرنا، اسکے انجام دینے کیلئے ایک قسم کا سبب اور واسطہ ہے۔

یشفع ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل من ہے۔ جو سفارش کرتا ہے جو معاونت کرتا ہے۔ کفل۔ حصہ۔ پورا پورا حصہ۔ مقیتا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اقوات مصدر۔ قوت۔ مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

اچھی سفارش کے بدلے اجر ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی سائل آتا، آپ کے سامنے کوئی حاجت پیش کرتا تو ہمیں فرماتے کہ سفارش کرو، تم بھی اجر دیئے جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1375)

| |
|---|
| وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝ |
| اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو، بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ |

سلام کرنے والے کو اچھے انداز میں جواب دینے کا بیان

"وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ" کَاَنْ قِیْلَ لَکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ "فَحَیُّوْا" الْمُحَیِّیْ "بِاَحْسَنَ مِنْهَا" بِاَنْ تَقُوْلُوْا لَهٗ عَلَیْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ "اَوْ رُدُّوْهَا" بِاَنْ تَقُوْلُوْا لَهٗ کَمَا قَالَ اَیْ الْوَاجِبُ اَحَدُهُمَا وَالْاَوَّلُ اَفْضَلُ "اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا" مُحَاسِبًا فَیُجَازِیْ عَلَیْهِ وَمِنْهُ رَدُّ السَّلَامِ وَخَصَّتِ السُّنَّةُ الْکَافِرَ وَالْمُبْتَدِعَ وَالْفَاسِقَ وَالْمُسَلِّمَ عَلٰی قَاضِی الْحَاجَةِ وَمَنْ فِی الْحَمَّامِ وَالْاٰکِلَ

فَلَا يَجِب الرَّدّ عَلَيْهِمْ بَلْ يُكْرَه فِي غَيْر الْأَخِير وَيُقَال لِلْكَافِرِ وَعَلَيْك،

اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے یعنی تمہیں سلام علیکم کہا جائے، تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یعنی علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یا وہی کہہ دو، یعنی ویسے ہی کہہ دو جیسے اس نے کہا ہے ان میں سے ایک واجب ہے جبکہ پہلا افضل ہے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔ یعنی وہ اس پر جزاء دینے والا ہے۔ اور اسی سے سلام کا جواب دینا ہے۔ اور سلام کرنے سے کافر اور بدعتی اور فاسق اور قضائے حاجت کرنے والا مسلمان اور جو حمام میں ہو اور کھانا کھا رہا ہو لہٰذا پر جواب دینا واجب نہیں ہے۔ بلکہ آخری کے سوا بقیہ مکروہ ہیں۔ اور کافر کے جواب میں صرف علیک کہا جائے گا۔

## فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو سلام کا جواب دینے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الٰہی کی تعمیل میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمہ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن و جمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

## غیر مسلموں کیلئے سلام میں پہل نہ کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا جب یہودی تمہیں سلام کرتے ہیں تو اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہ وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ السام علیک۔ (یعنی تمہیں موت آئے) لہٰذا تم ان کے جواب میں یہ کہو وعلیک (یعنی تمہیں موت آئے) (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 570)

اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيۡثًا۞

اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ تمہیں ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں،

اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے۔

## قیامت کے دن سب کے جمع ہونے کا بیان

"اَللّٰـهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ" وَاللّٰهِ "لَيَجْمَعَنَّكُمْ" مِنْ قُبُوْرِكُمْ "اِلٰى" فِيْ "يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ" لَا شَكَّ "فِيْهِ وَمَنْ" اَيْ لَا اَحَدَ "اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" قَوْلًا،

اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ قبروں سے تمہیں ضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں، اور اللہ سے بات میں زیادہ سچا کون ہے۔ یعنی اللہ سے زیادہ سچی بات کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔

## حشر کے مفہوم کا بیان

"حشر" کے اصل معنی ہیں جمع کرنا، اکٹھا کرنا، ہانکنا! چنانچہ قیامت کے دن کو یوم الحشر (حشر کا دن) اسی اعتبار سے کہتے ہیں کہ اس دن تمام مردے اپنی قبروں وغیرہ سے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے اور سب کو اس جگہ پر جمع کیا جائے گا جس کو "محشر" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ حشر دو ہوں گے، ایک تو مذکورہ بالا معنی میں قیامت آنے کے بعد اور دوسرے حشر کا تعلق قیامت سے پہلے علامات قیامت سے ہے کہ ایک آگ مشرق کی طرف سے نمودار ہوگی جو لوگوں کو گھیر کر زمین شام کی طرف لے جائے گی اور وہاں اکٹھا کر دے گی۔

## حشر میں لوگوں کی تین اقسام ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حشر میں لوگوں کو تین قسموں میں جمع کیا جائے گا ایک قسم کے لوگ تو وہ ہوں گے جو بہشت کے خواہشمند ہیں، دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو دوزخ سے ڈرنے والے ہیں اور ان دونوں قسموں میں سے جو لوگ سواری پر ہوں گے ان کی صورت یہ ہوگی کہ دو ایک اونٹ پر سوار ہوں گے۔ یعنی جس شخص کا مرتبہ جتنا زیادہ بلند ہوگا وہ اتنے ہی کم آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور نہایت آرام وکشادگی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوگا اور جس کا مرتبہ جتنا ادنیٰ ہوگا وہ اتنے ہی زیادہ آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور تنگی کے ساتھ بیٹھا ہوگا۔

اور تیسری قسم باقی تمام لوگوں پر مشتمل ہوگی جن کو آگ جمع کرے گی اور وہ آگ ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ اور کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوگی یہاں تک کہ، جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے یعنی استراحت کے لئے رکیں گے، آگ بھی وہیں قیلولہ کرے گی، جہاں وہ لوگ رات گزاریں گے وہیں ان کے ساتھ ہی رات گزارے گی،

جہاں وہ لوگ صبح کریں گے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ لوگ شام کریں کے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 107)

**فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝**

تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا، ان کے اعمال کے سبب کیا
یہ چاہتے ہیں کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے۔ تو ہرگز اس کے لئے راہ نہ پائے گا۔

## غزوہ احد سے لوٹ کر آنے پر اختلاف ہو جانے کا بیان

وَلَمَّا رَجَعَ نَاس مِنْ أُحُد اخْتَلَفَ النَّاس فِيهِمْ فَقَالَ فَرِيْق اُقْتُلْهُمْ وَقَالَ فَرِيْق: لَا فَنَزَلَ: "فَمَا لَكُمْ" مَا شَأنُكُمْ صِرْتُمْ "فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ" فِرْقَتَيْنِ "وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ" رَدَّهُمْ "بِمَا كَسَبُوا" مِنَ الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "اَتُرِيدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ" اَیْ تَعُدُّوهُمْ مِنْ جُمْلَة الْمُهْتَدِيْنَ وَالِاسْتِفْهَام فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلْاِنْكَارِ "فَلَنْ تَجِد لَهٗ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلَى الْهُدٰى،

جب غزوہ احد سے واپسی ہوئی تو لوگوں میں اختلاف ہوا ان میں سے ایک گروہ نے کہا کہ انہیں قتل کیا جائے جبکہ ایک فریق نے کہا کہ نہیں تو یہ حکم نازل ہوا۔

تو تمہارا کیا حال ہوا کہ منافقوں کے بارے میں دو فریق ہو گئے اور اللہ نے کفر و نافرمانی کے سبب انہیں اوندھا کر دیا، ان کے اعمال کے سبب کیا یہ چاہتے ہیں کہ اسے راہ دکھاؤ جسے اللہ نے گمراہ کیا اور جسے اللہ گمراہ کرے۔ یعنی تم ان کو ہدایت یافتہ شمار کرتے ہو، یہاں استفہام دونوں مقامات پر انکاری ہے۔ تو ہرگز اس کے لئے ہدایت کی طرف راہ نہ پائے گا۔

## سورہ نساء آیت ۸۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ، پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا ہے بسبب ان کے اعمال کے کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاوے گا تو اس کیلئے کوئی راہ۔ (النساء)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ غزوہ احد کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے کچھ لوگ میدان جنگ سے واپس ہو گئے۔ ان کے متعلق لوگوں کے دو فریق بن گئے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے اور دوسرا فریق کہتا تھا نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ پاک ہے اور یہ ناپاکی کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے کی میل کو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 967)

حضرت عبداللہ بن یزید بن ثابت سے روایت ہے کہ ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ احد میں گئی اور پھر واپس لوٹ آئی تو مسلمانوں نے ان کے بارے میں اختلاف کیا چنانچہ ایک گروہ نے کہا ہم ان کو قتل کر دیں اور ایک گروہ نے کہا نہیں ہم انہیں قتل نہیں کرتے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری 4313، مسلم 1384، قرطبی 5-306))

حضرت مجاہد اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ تھے جو مکہ سے نکل کر مدینہ آ گئے اور خود کو مہاجر خیال کرتے تھے لیکن کچھ عرصہ کے بعد یہ مرتد ہو گئے اور نبی کریم ﷺ سے مکہ واپس جانے کی اجازت چاہی تا کہ اپنا سامان تجارت لا کر اس میں تجارت

کرسکیں مومنین نے ان کے بارے میں اختلاف کیا بعض نے انہیں منافق کہا اور بعض نے مومن تو اللہ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کا نفاق بیان فرما دیا اور اپنے اس فرمان میں ان کے قتل کا حکم دیا۔ (فان تولوا فخذوھم وقتلوھم حیث وجدتموھم،

## منافقین کو قتل کرنے یا نہ کرنے میں اختلاف کا بیان

ابن اسحاق میں ہے کہ کل لشکر جنگ احد میں ایک ہزار کا تھا، عبداللہ بن ابی سلول تین سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر واپس لوٹ آیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پھر سات سو ہی رہ گئے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مکہ نکلے، انہیں یقین تھا کہ اصحاب رسول سے ان کی کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی کیونکہ بظاہر کلمہ کے قائل تھے ادھر جب مدنی مسلمانوں کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے بعض کہنے لگے ان نامرادوں سے پہلے جہاد کرو یہ ہمارے دشمنوں کے طرف دار ہیں اور بعض نے کہا سبحان اللہ جو لوگ تم جیسا کلمہ پڑھتے ہیں تم ان سے لڑو گے؟ صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھر نہیں چھوڑے، ہم کس طرح ان کے خون اور ان کے مال اپنے اوپر حلال کر سکتے ہیں؟ ان کا یہ اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوا آپ خاموش تھے جو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نساء، ۸۸، بیروت)

| |
|---|
| وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ |
| اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ |
| وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا تا کہ تم سب برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست نہ بناؤ |
| یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو انہیں پکڑ لو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو |
| اور ان میں سے کسی کو دوست اور نہ ہی مددگار بناؤ۔ |

## دوسروں کو اپنے جیسا کافر بنانے والوں کا بیان

"وَدُّوا" تَمَنَّوْا "لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ" اَنْتُمْ وَهُمْ "سَوَاء" فِي الْكُفْر "فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ اَوْلِيَاء" تُوَالُوْنَهُمْ وَاِنْ اَظْهَرُوا الْاِيْمَان "حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰه" هِجْرَة صَحِيحَة تُحَقِّق اِيْمَانهمْ "فَاِنْ تَوَلَّوْا" وَاَقَامُوْا عَلٰى مَا هُمْ عَلَيْهِ "فَخُذُوْهُمْ" بِالْاَسْرِ "وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا" تُوَالُوْنَهُ "وَلَا نَصِيرًا" تَنْتَصِرُوْنَ بِهِ عَلٰى عَدُوّكُمْ،

وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ تم بھی کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا تا کہ تم سب کفر میں برابر ہو جاؤ۔ سو تم ان میں سے دوست نہ بناؤ اگر چہ وہ ایمان کو بھی ظاہر کریں، یہاں تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کریں، یعنی ایسی ہجرت صحیحہ جو ان کے ایمان کو ثابت رکھنے والی ہو، پھر اگر وہ روگردانی کریں یعنی اپنے اسی نفاق پر قائم رہیں تو انہیں پکڑ کر قید کر لو اور جہاں بھی پاؤ انہیں قتل کر ڈالو اور ان میں سے کسی کو دوست اور نہ ہی مددگار بناؤ۔ کہ دشمن سے لڑنے کیلئے ان سے مدد طلب کرو۔

## سورہ نساء آیت ۸۹ کے سبب نزول کا بیان

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بھی مکہ والے تھے یہاں آ کر بطور ریاکاری کے اسلام قبول کرتے تھے وہاں جا کر ان کے بت پوجتے تھے تو مسلمانوں کو فرمایا جاتا ہے کہ اگر یہ اپنی دوغلی روش سے باز نہ آئیں ایذاء رسانی سے ہاتھ نہ روکیں صلح نہ کریں تو انہیں امن امان نہ دو ان سے بھی جہاد کرو، انہیں بھی قیدی بناؤ اور جہاں پاؤ قتل کردو، بیشک ان پر ہم نے تمہیں ظاہر غلبہ اور کھلی حجت عطا فرمائی ہے۔

## ہجرت کرنے والوں کو انہی کی نیت کی جزاء ملے گی

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اعمال کے نتیجے) نیت کے موافق ہوتے ہیں اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جو وہ نیت کرے، لہٰذا جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہوگی، تو اللہ کے ہاں اس کی ہجرت اسی (کام) کے لئے (لکھی جاتی) ہے، جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہو اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہو کہ اسے مل جائے یا کسی عورت کیلئے ہو جس سے وہ نکاح کرے، تو اس کی ہجرت اس بات کے لئے ہوگی، جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 53)

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ |
| يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ |
| فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝ |
| مگر ان لوگوں کو جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہو یا وہ تمہارے پاس اس حال میں |
| آ جائیں کہ ان کے سینے تنگ آ چکے ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً انہیں تم پر غالب کر دیتا |
| تو وہ تم سے ضرور لڑتے، پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کر لیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح بھیجیں |
| تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی راہ نہیں بنائی۔ |

## امان طلب کرنے والی قوم کیلئے امان ہونے کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ" يَلْجَئُوْنَ "اِلٰى قَوْم بَيْنَكُمْ وَبَيْنهمْ مِيْثَاق" عَهْد بِالْاَمَانِ لَهُمْ وَلِمَنْ وَصَلَ اِلَيْهِمْ كَمَا عَاهَدَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ هِلَال بْن عُوَيْمِر الْاَسْلَمِيّ "اَوْ" الَّذِيْنَ "جَاءُوْكُمْ" وَقَدْ "حَصِرَتْ" ضَاقَتْ "صُدُورهمْ" عَنْ "اَنْ يُقَاتِلُوْكُمْ" مَعَ قَوْمهمْ "اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمهمْ" مَعَكُمْ اَيْ مُمْسِكِيْنَ عَنْ قِتَالكُمْ وَقِتَالهمْ فَلَا تَتَعَرَّضُوْا اِلَيْهِمْ بِاَخْذٍ وَلَا قَتْل وَهٰذَا وَمَا بَعْده مَنْسُوخ بِاٰيَةِ

السَّیف "وَلَوْ شَاءَ اللّٰہُ" تَسْلِیطھم عَلَیْکُمْ "لَسَلَّطَھُمْ عَلَیْکُمْ" بِاَنْ یُّقَوِّی قُلُوْبِھِمْ "فَلَقَاتَلُوْکُمْ" وَلٰکِنَّہُ لَمْ یَشَاْہُ فَاَلْقٰی فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْب "فَاِنِ اعْتَزَلُوْا فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ" الصُّلح اَیْ انْقَادُوْا "فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا" طَرِیْقًا بِالْاَخْذِ وَالْقَتْلِ،

مگر ان لوگوں کو جو ایسی قوم سے جا ملے ہوں کہ تمہارے اور ان کے درمیان امان کا معاہدہ ہو یا اس کا معاہدہ جو ان سے جا ملا ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے ہلال بن عویمر اسلمی سے کیا۔ یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آجائیں کہ ان کے سینے تنگ آچکے ہوں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، یعنی وہ تمہارے ساتھ اور ان کے ساتھ قتال کرنے سے رکے ہوئے ہیں۔ پس تم ان سے قید اور قتل وغیرہ کے ذریعے معارضہ نہ کرو اور یہ حکم اور اس کے بعد کا حکم آیت سیف کے ذریعے منسوخ ہے۔ اور اگر اللہ ان کو مسلط کرنا چاہتا تاکہ ان کے دل مضبوط ہوں تو یقیناً انہیں تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے، لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا پس اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کشی کرلیں اور تمہارے ساتھ جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان پر کوئی قتل و پکڑ کی راہ نہیں بنائی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یصلون۔ وہ پناہ پکڑیں یا جا ملیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب وصل باب ضرب مصدر۔ حصرت۔ حصر (سمع) ماضی واحد مونث غائب وہ گھر گئی وہ تنگ ہوگئی۔ وہ رک گئی حصار محصور اسی سے مشتق ہیں حصرت صدورھم محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)۔ جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

جو اس قوم سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔ جو تمہارے پاس آجائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پا سکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

لسلطھم۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سلیط (تفعیل) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔ یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ الحصر (تنگ دلی۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت) مدارک۔ عبداللہ یوسف علی۔ (الخازن)

فلماتلوکم۔ عطف ہے لسلطھم پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے تقویت قلب دے دیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہو گئے تو لڑنے کی کون سی گنجائش رہ گئی۔ ولوشاء اللہ۔ فلماتلوکم۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پا سکے۔ فان اعتزلوکم۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں۔ اعتزلوا۔ ماضی جمع

مذکر غائب۔ اعتزال (افتعال) مصدر۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ السلم۔ صلح۔ انقیاد۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔ تسلیم سے بمعنی سپرد کرنا۔ اسم ہے۔

## سورہ نساء آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت حسن سے روایت ہے کہ سراقہ بن مالک مدلجی نے بیان کیا کہ جب نبی اہل بدر اور احد پر غالب آ گئے اور ان کے آس پاس لوگ مسلمان ہو گئے سراقہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ پہنچا کہ رسول اللہ ﷺ خالد کو میری قوم بنو مدلج کی طرف (لڑائی کے لیے) بھیجنا چاہتے ہیں تو میں آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپ کو ایک نعمت کے بارے میں بتلاتا ہوں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ میری قوم کی طرف لشکر بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ آپ ان سے صلح کر لیں اگر آپ کی قوم اسلام لے آئی تو یہ بھی اسلام قبول کر لیں گے اور اگر آپ کی قوم اسلام نہ لائی تو ان کو ان پر غالب کرنا اچھا نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے خالد کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ اس کے ساتھ جاؤ اور جو یہ چاہتا ہے ویسا ہی کرو چنانچہ حضرت خالد نے اس شرط پر ان سے صلح کر لی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں کسی تعاون نہیں کریں گے اور اگر قریش اسلام لے آئے تو یہ بھی اسلام قبول کر لیں اور اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ تو جو بھی ان کے ساتھ مل جاتا وہ بھی صلح کے معاہدے میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ہلال بن عویمر اسلمی، سراقہ بن مالک مدلجی اور جذیمہ بن عامر بن عبد مناف کے بارے میں نازل ہوئی۔ (سیوطی 82، طبری 5۔124)

| |
|---|
| سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا |
| فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ |
| حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ؀ |
| اب کچھ اور تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں۔ جب کبھی |
| انکی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے، تو اس پر اوندھے گرتے ہیں پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں |
| اور اپنے ہاتھ سے نہ روکیں تو انہیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو، اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا ہے۔ |

## فتنہ پرور لوگوں کو قتل کرنے کا بیان

"سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ" بِاِظْهَارِ الْاِيْمَانِ عِنْدَكُمْ "وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ" بِالْكُفْرِ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ وَهُمْ اَسَد وَغَطَفَان "كُلَّمَا رُدُّوْا اِلَى الْفِتْنَة" دُعُوْا اِلَى الشِّرْك "اُرْكِسُوْا فِيْهَا" وَقَعُوْا اَشَدّ وُقُوْع "فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ" بِتَرْكِ قِتَالكُمْ "وَيُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَم" وَلَمْ يُلْقُوْا اِلَيْكُمُ السَّلَم

"وَيَكُفُّوا اَيدِيَهُمْ" وَلَمْ يَكُفُّوا اَيدِيَهِمْ عَنكُمْ "فَخُذُوهُمْ" بِالْاَسْرِ "وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ" وُجَدْتُمُوهُمْ "وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا مُّبِينًا" بُرْهَانًا بَيِّنًا ظَاهِرًا عَلٰى قَتْلِهِمْ وَسَبْيِهِمْ لِغَدْرِهِمْ،

اب کچھ اور لوگ بھی تم ایسے پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے ایمان کا اظہار کر کے امان میں رہیں اور جب اپنی قوم کے پاس جائیں تو کفر کا اظہار کر کے ان سے بھی امان میں رہیں۔اور وہ اسد اور غطفان ہیں۔جب کبھی انکی قوم انہیں فساد یعنی شرک کی طرف بلائے ،تو اس میں اوندھے گرتے ہیں یعنی اس میں واقع ہونے کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔پھر اگر قتال کو چھوڑ کر وہ تم سے کنارہ نہ کریں اور صلح کی گردن نہ ڈالیں اور اپنے ہاتھ سے نہ روکیں تو انہیں پکڑ کر قید کرو اور جہاں پاؤ قتل کرو،اور یہ ہیں جن پر ہم نے تمہیں صریح اختیار دیا ہے۔یعنی ان کو قتل کرنے اور ان کو قید کرنے دلیل کو ظاہر کر کے عطا کر دیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ردوا۔وہ لوٹائے گئے۔وہ پھیرے گئے۔رد سے باب نصر۔ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔کلام ردوا الی الفتنة ۔جب بھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا تو ارکسوا فیھا ۔وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔ارکسوا۔وہ الٹ دیئے گئے۔ازکاس سے۔سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔

اس جملہ میں ارکسوا۔فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔بعض دفعہ فاعل کو اس تیزی وتندی سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی جلد بازی نہ کرتا۔اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط کے قصہ میں سورۃ ہود میں آیا ہے وجاء ہ قومه یھرعون الیه،جب فرشتوں کو انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سرپٹ اس طرف دوڑے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے لئے جا رہی ہے اصل میں ان کی شدت خواہش ان کو بھگائے لئے جا رہی تھی۔

اس طرح آیت ہذا میں ارکسوا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سطحی تھا۔ان کے نہاں خانہ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ برسر پیکار ہو گئے۔یلقوا اور یکفوا عطف ہیں یعتزلوا پر۔اس لئے لم کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے ۔ ثقفتموھم ۔ تم پاؤ ان کو۔ سلطانا مبینا ۔کھلا کھلا اختیار۔پورا پورا اختیار۔

## سورہ نساء آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

مدینہ طیبہ میں قبیلہ اسد وغطفان کے لوگ ریاکاری کے طور پر کلمہ اسلام پڑھتے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور جب ان میں سے کوئی اپنی قوم سے ملتا اور وہ لوگ ان سے کہتے کہ تم کس چیز پر ایمان لائے تو وہ لوگ کہتے کہ بندروں بچھوؤں وغیرہ پر اس انداز سے ان کا مطلب یہ تھا کہ دونوں طرف سے رسم وراہ رکھیں اور کسی جانب سے انہیں نقصان نہ پہنچے یہ لوگ منافقین تھے انکے حق

میں یہ آیت نازل ہوئی۔

## .دورخی اپنانے والے مفسد انسان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں میں سے برا اللہ کے نزدیک وہ ہوگا جو دورخی ہو، اس طرف آئے تو ایک چہرہ کے ساتھ اور اُس طرف جائے تو دوسرے چہرے کے ساتھ یعنی جس کے پاس اس جیسی بات کرے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1016)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّـكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ |
| اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کر دے مگر غلطی سے، اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو ایک مسلمان غلام / باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، پھر اگر وہ تمہاری دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن ہو تو ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے، اور اگر وہ اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے تو خون بہا جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے۔ پھر جس شخص کو میسر نہ ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے ہیں۔ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## قتل خطاء میں دیت وکفارے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُل مُؤْمِنًا" اَيْ مَا يَنْبَغِي اَنْ يَّصْدُر مِنْهُ قَتْل لَهُ "اِلَّا خَطَأ" مُخْطِئًا فِيْ قَتْله مِنْ غَيْر قَصْد "وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأ" بِاَنْ قَصَدَ رَمْي غَيْره كَصَيْدٍ اَوْ شَجَرَة فَاَصَابَهُ اَوْ ضَرَبَهُ بِمَا لَا يَقْتُل غَالِبًا "فَتَحْرِير" عِتْق "رَقَبَة" نَسَمَة "مُؤْمِنَة" عَلَيْهِ "وَدِيَة مُسَلَّمَة" مُؤَدَّاة "اِلٰى اَهْله" اَيْ وَرَثَة الْمَقْتُول "اِلَّا اَنْ يَّصَّدَّقُوْا" يَتَصَدَّقُوا عَلَيْهِ بِهَا بِاَنْ يَّعْفُوْا عَنْهَا وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّهَا مِائَة مِنْ الْاِبِل عِشْرُوْنَ بِنْت مَخَاض وَكَذَا بَنَات لَبُوْن وَبَنُو لَبُوْن وَحِقَاق وَجِذَاع وَاَنَّهَا عَلٰى عَاقِلَة الْقَاتِل وَهُمْ عَصَبَته فِي الْاَصْل وَالْفَرْع مُوَزَّعَة عَلَيْهِمْ عَلٰى ثَلَاث سِنِيْنَ عَلَى الْغَنِيّ مِنْهُمْ نِصْف دِيْنَار وَالْمُتَوَسِّط رُبْع كُلّ سَنَة فَاِنْ لَّمْ يَفُوْا فَمِنْ بَيْت الْمَال فَاِنْ تَعَذَّرَ فَعَلَى الْجَانِيْ "فَاِنْ كَانَ" الْمَقْتُول "مِنْ قَوْم عَدُوّ" حَرْب "لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِن فَتَحْرِير رَقَبَة مُؤْمِنَة" عَلٰى قَاتِله كَفَّارَة وَلَا دِيَة تُسَلَّم اِلٰى

اَهْلَه لِحرَابَتِهِمْ "وَاِنْ كَانَ" الْمَقْتُول "مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاق" عَهْد كَاَهْلِ الذِّمَّة "فَدِيَة" لَه "مُسَلَّمَة اِلٰى اَهْلِه" وَهِيَ ثُلُث دِيَة الْمُؤْمِن اِنْ كَانَ يَهُوْدِيًّا اَوْ نَصْرَانِيًّا وَّثُلُثَا عُشْرِهَا اِنْ كَانَ مَجُوْسِيًّا "وَتَحْرِير رَقَبَة مُؤْمِنَة" عَلٰى قَاتِلِه "فَمَنْ لَّمْ يَجِد" الرَّقَبَة بِاَنْ فَقَدَهَا وَمَا يُحَصِّلُهَا بِه "فَصِيَام شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ" عَلَيْهِ كَفَّارَة وَلَمْ يَذْكُر اللّٰه تَعَالٰى الِانْتِقَال اِلَى الطَّعَام كَالظِّهَارِ وَبِه اَخَذَ الشَّافِعِيّ فِيْ اَصَحّ قَوْلَيْهِ "تَوْبَة مِنَ اللّٰه" مَصْدَر مَنْصُوْب بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا" بِخَلْقِه "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ،

اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کردے مگر غلطی سے، یعنی بغیر ارادے کے قتل ہو گیا۔ اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا یعنی اس نے کسی اور طرف نشانہ لگایا جس طرح شکار اور درخت وغیرہ ہے لیکن وہ غلطی سے اس کو جا لگا یا ایسی چیز جس سے عام طور پر قتل نہیں کیا جاتا تو ایک مسلمان غلام، باندی کا آزاد کرنا اور خون بہا جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں، یعنی وہ اس پر صدقہ کر دیں یا اس کو معاف کر دیں، اور سنت مطہرہ میں دیت ۱۰۰ اونٹ ہے جو بیس بنت مخاض، ۲۰ بنت لبون ۲۰ بنو لبون، ۲۰ حقے اور ۲۰ جذعے ہیں۔ اور یہ قاتل کی عاقلہ پر ہے اور وہ اصل وفرع میں اس کے عصبہ ہیں۔ اور یہ تین سال میں ادا کی جائے گی ان میں سے غنی پر سالانہ نصف دینار جبکہ درمیانہ آدمی پر چوتھائی دینار ہر سال ہوگا، اور اگر وہ ادا نہ کر سکیں تو بیت المال دیت ادا کرے گا اور وہ بھی نہ دے تو پھر اس قاتل کو ادا کرنا پڑے گی، پھر اگر وہ تمہاری جنگی دشمن قوم سے ہو اور وہ مومن ہو تو ایک غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے، یہ قاتل پر کفارہ ہے نہ کہ بہ طور دیت ہے کہ جس کو ان کے اہل کو سپرد کیا جائے اور اگر وہ اس قوم میں سے ہو کہ تمہارے اور ان کے درمیان معاہدہ ہے جس طرح اہل ذمہ ہیں تو خون بہا جو اس کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے اور وہ مؤمن کی دیت کا تہائی ہے اگر چہ وہ یہودی ہو یا عیسائی ہو اور اگر وہ مجوسی ہے تو دیت کے عشر سے دو تہائی ہے۔ اور ایک مسلمان غلام یا باندی کا آزاد کرنا ہے۔ پھر جس شخص کو میسر نہ ہو یا وہ غلام کو خرید لینے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا اس کیلئے کفارہ ہیں۔ اور کفارہ ظہار کی طرح کھانا کھلانے کو اللہ نے ذکر نہیں کیا، حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں صحیح قول بھی اسی طرح ہے۔ اللہ کی طرف سے توبہ ہے، توبہ یہ مصدر منصوب فعل مقدر کے سبب ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، اس میں ان کیلئے تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۹۲ کے شان نزول کا بیان

کلبی اس آیت کے شان نزول میں فرماتے ہیں کہ عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی اسلام لے آئے وہ اس اندیشے سے کہ کہیں ان کا اسلام ظاہر نہ ہو جائے مدینہ کی طرف بھاگے اور مدینہ پہنچ کر ایک قلعہ میں محفوظ ہو گئے پیچھے ان کے والدہ ان کے غم میں بہت غمگین ہوئی اور اپنے دو بیٹوں ابو جہل اور حارث بن ہشام سے کہا کہ میں گھر کی چھت کا سایہ نہ لوں گی اور نہ کچھ کھاؤں گی یہاں تک کہ تم عیاش کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ دونوں ان کی تلاش میں نکلے ان کے ساتھ حارث بن زید ابن انیسہ بھی تھا جب یہ مدینہ پہنچے تو

عیاش کے پاس قلعہ میں آئے اور ان سے انہوں نے کہا کہ نیچے آ تیری والدہ نے تیرے آنے کے بعد چھت تلے پناہ بھی نہیں لی اور یہ قسم اٹھائی کہ جب تک تو واپس نہ آ جائے نہ کچھ کھائے گی اور نہ پیے گی اور اللہ کی قسم ہم تجھے کسی بات پر مجبور نہ کریں اور نہ ہی تیرے اور تیرے دین کے درمیان رکاوٹ بنیں گے جب ان دونوں نے ان کی والدہ کی پریشانی ذکر کی اور قسم کھائی تو یہ ان کے پاس نیچے آ گئے انہوں نے انہیں مدینہ سے نکال کر جوڑوں سے باندھ دیا اور ان تینوں میں سے ہر ایک نے سو سو کوڑے لگائے پھر ان کی والدہ کے پاس لے آئے اور کہا اللہ کی قسم ہم تجھے اس وقت تک نہ کھولیں جب تک کہ تو اس چیز سے انکار نہ کر دے جس پر ایمان لایا ہے پھر انہیں باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا اور انہوں نے اس کا بعض جو انہوں نے ان چاہا تھا دے دیا (یعنی ظاہری طور پر کفر کے الفاظ کہہ دیے جبکہ دل میں ایمان موجود تھا) ان کے پاس حارث آیا اور کہا کہ اے عیاش اگر تو ہدایت پر تھا تو تو نے اس ہدایت کو چھوڑ دیا اور اگر گمراہی پر تھا تو اس پر تھا اس پر عیاش غصے میں آ گئے اور کہا کہ میں تجھے جب بھی تنہائی میں ملا تو قتل کر دوں گا پھر اس کے بعد دوبارہ اسلام لا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف مدینے ہجرت کر گئے اور حارث بن زید بھی اسلام لے آیا اور ہجرت کر کے مدینہ آ گیا اس دن عیاش موجود نہ تھے اس لیے انہیں اس کے اسلام کی خبر نہ ہوئی تو اس دوران کہ یہ قبا کی سرزمین پر جا رہے تھے انہیں حارث بن زید مل گیا جب انہوں نے اسے دیکھا تو اس پر حملہ کر دیا اور اسے قتل کر دیا لوگوں نے کہا تم نے یہ کیا کام کیا؟ یہ تو اسلام قبول کر چکا تھا پس عیاش رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بتایا کہ آپ تو جانتے ہیں میرے اور حارث کے درمیان کیا معاملہ تھا جب میں نے اسے قتل کیا اس وقت مجھے اس کے اسلام کی خبر نہ تھی اس موقع پر حضرت جبرائیل کا یہ فرمان لے کر اترے۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ |
| اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا |
| اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## قتل عمد کی آخروی سزا ہمیشہ کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا" بِاَنْ يَّقْصِد قَتْله بِمَا يَقْتُل غَالِبًا بِاِيْمَانِهِ "فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّم خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰه عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ" اَبْعَدَهُ مِنْ رَحْمَته "وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا " فِي النَّار وَهٰذَا مُؤَوَّل بِمَنْ يَّسْتَحِلّهُ اَوْ بِاَنَّ هٰذَا جَزَاؤُهُ اِنْ جُوْزِيَ وَلَا بِدْع فِيْ خُلْف الْوَعِيد لِقَوْلِهِ "وَيَغْفِر مَا دُون ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاء " وَعَنْ ابْن عَبَّاس اَنَّهَا عَلٰى ظَاهِرهَا وَاَنَّهَا نَاسِخَة لِغَيْرِهَا مِنْ اٰيَات الْمَغْفِرَة وَبَيَّنَتْ اٰيَة الْبَقَرَة اَنَّ قَاتِل الْعَمْد يُقْتَل بِهِ وَاَنَّ عَلَيْهِ الدِّيَة اِنْ عُفِيَ عَنْهُ وَسَبَقَ قَدْرهَا وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ بَيْن الْعَمْد وَالْخَطَا قَتْلًا يُسَمّٰى شِبْه الْعَمْد وَهُوَ اَنْ يَّقْتُلهُ بِمَا لَا يَقْتُل غَالِبًا فَلَا قِصَاص فِيْهِ بَلْ دِيَة كَالْعَمْدِ فِي الصِّفَة وَالْخَطَا فِي التَّاْجِيل وَالْحَمْل وَهُوَ الْعَمْد اَوْلٰى بِالْكَفَّارَةِ مِنْ الْخَطَا۔

اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے یعنی اپنے نظریے کے مطابق اس کو قتل کر دیا تو اس کی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا یعنی اس کو رحمت سے دور کر دے گا۔ اور اس نے اس کے لئے جہنم میں زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ آیت مبارکہ اس تاویل کے ساتھ ہے کہ وہ شخص جس نے قتل مؤمن کو حلال جانا یا اس نے اس کی سزا بھی، جبکہ وعید کی مخالفت کرنے میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور وہ بخش دے گا جو اس کے سوا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت اپنے ظاہری مفہوم کے مطابق ہے۔ اور یہ دوسری آیت میں بیان کردہ اسی مسئلہ کے متعلق حکم کو منسوخ کرنے والی ہے۔ جو آیات مغفرت ہیں۔ اور جس طرح سورہ بقرہ میں بیان ہوا ہے۔ یقیناً قتل میں عمد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اگرچہ معاف کرے اس کی دیت ہوگی جس کی مقدار پہلے گزر چکی ہے۔ جس کا بیان سنت نے کیا ہے اور قتل عمد اور خطاء کے درمیان ایک قتل شبہ عمد ہے۔ اور وہ ایسی چیز سے قتل کرنا جس سے عام طور پر قتل نہ کیا جاتا ہے۔ تو اس کے قاتل کو قصاص میں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ دیت ہوگی، اور یہ قتل صفت میں عمد کی طرح جبکہ تاخیر میں خطاء کی طرح ہے اور کفارے میں اس کو خطاء کی بہ نسبت عمد پر حمل کرنا زیادہ افضل ہے۔

## سورہ نساء آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قیس بن ضبابہ نے بنونجار میں اپنے بھائی ہشام بن ضبابہ کو مقتول پایا وہ مسلمان تھا لہٰذا رسول اللہ کے پاس آیا اور آپ کے سامنے سارا ماجرا ذکر کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنوفہد میں سے ایک پیغام رساں اس کے ساتھ بھیج دیا اور اس نے کہا بنونجار کے پاس جاؤ اور انہیں میری طرف سے سلام کہو اور ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں ہشام بن ضبابہ کے قاتل کا علم ہو تو اسے ہشام کے بھائی کے حوالے کردو تاکہ وہ اس سے قصاص لے لے اور اگر تمہیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہے تو پھر اسے اس کے بھائی کی دیت دے پس اس فہدی نے نبی کی طرف سے انہیں یہ بات پہنچادی۔ انہوں نے کہا ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری پر لبیک کہتے ہیں اللہ کی قسم ہمیں اس کے قاتل کا علم نہیں ہیں البتہ ہم اس کی دیت ادا کرتے ہیں اور انہوں نے سو اونٹ قیس کے حوالے کر دیئے پھر وہ دونوں مدینہ کی طرف واپس لوٹے ابھی ان کے اور مدینہ کے درمیان مسافت تھوڑی ہی تھی کہ شیطان قیس کے پاس آیا اور اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا؟ اپنے بھائی کی دیت وصولی کر لی تھی یہ تو تجھ پر گالی بن جائے اپنے ساتھ والے کو قتل کر دے تاکہ جان کے بدلے ہو جائے اور دیت زائد ہو جائے چنانچہ قیس نے ایسا ہی کیا اور فہدی کو پتھر مار کر اس کا سر کچل دیا پھر وہ ان اونٹوں میں سے ایک پر سوار اور بقیہ تمام کو ہانکتے ہوئے کفر کی حالت میں مکہ لوٹ گیا اور اپنے شعر میں یہ کہنا شروع کر دیا۔

میں نے اپنے بھائی کے بدلے میں ایک شیر کو قتل کر دیا جو بلند رتبہ اور بنونجار کا سردار ہے اور اس کی دیت پر سوگوار ہو گیا اپنا انتقام لے لیا اور تکیہ لگا کر لیٹ گیا اور میں بتوں کی طرف سب سے پہلے لوٹنے والا ہوں اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

## آخرت میں قاتل کو پیشانی سے پکڑ کر لانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز مقتول شخص قاتل کو (پکڑ کر) لائے گا اور اس کی پیشانی اور اس کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا (یعنی مقتول کے) اور اس کی رگوں سے خون جاری ہوگا اور وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! اس نے مجھ کو قتل کر دیا یہاں تک کہ عرش کے پاس لے جائے گا۔ راوی نے نقل کیا پھر لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے توبہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی، وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا، اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہ تو یہ آیت منسوخ ہوئی اور نہ ہی بدلی گئی اور ایسے آدمی کی توبہ کہاں قبول ہوسکتی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بعض لوگوں نے یہ حدیث عمر بن دینار سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن یہ مرفوع نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 968)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ |
| لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ |
| قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ○ |
| اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو اور اس کو جو تمہیں سلام کرے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، |
| تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت اموالِ غنیمت ہیں۔ اس سے پیشتر تم تو ایسے ہی تھے |
| پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ پس تحقیق کر لیا کرو۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ |

## جہاد پر جانے کیلئے پہلے تحقیق کر لینے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا مَرَّ نَفَرٌ مِنَ الصَّحَابَة بِرَجُلٍ مِّنْ بَنِيْ سُلَيْم وَهُوَ يَسُوق غَنَمًا فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوْا مَا سَلَّمَ عَلَيْنَا اِلَّا تَقِيَّة فَقَتَلُوْهُ وَاسْتَاقُوا غَنَمه "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ لِلْجِهَادِ، "فِيْ سَبِيْل اللّٰه فَتَبَيَّنُوْا" وَفِيْ قِرَاءَة فَتَثَبَّتُوْا فِي الْمَوْضِعَيْنِ "وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلَام" بِاَلِفٍ اَوْ دُوْنهَا اَيِ التَّحِيَّة اَوِ الْاِنْقِيَاد بِكَلِمَةِ الشَّهَادَة الَّتِيْ هِيَ اَمَارَة عَلَى الْاِسْلَام "لَسْت مُؤْمِنًا" اِنَّمَا قُلْت هٰذَا تَقِيَّة لِنَفْسِك وَمَالك فَتَقْتُلُوْهُ "تَبْتَغُوْنَ" تَطْلُبُوْنَ لِذٰلِكَ "عَرَض الْحَيَاة الدُّنْيَا" مَتَاعهَا مِنَ الْغَنِيْمَة "فَعِنْدَ اللّٰه مَغَانِم كَثِيْرَة" تُغْنِيْكُمْ عَنْ قَتْل مِثْله لِمَالِهٖ "كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْل" تُعْصَم دِمَاؤُكُمْ وَاَمْوَالكُمْ بِمُجَرَّدِ قَوْلكُمْ الشَّهَادَة "فَمَنَّ اللّٰه عَلَيْكُمْ" بِالْاِشْتِهَارِ بِالْاِيْمَانِ وَالْاِسْتِقَامَة

"فَتَبَيَّنُوْا" اَنْ تَقْتُلُوْا مُؤْمِنًا وَّافْعَلُوْا بِالدَّاخِلِ فِى الْاِسْلَامِ كَمَا فُعِلَ بِكُمْ "اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر بنوسلیم کے ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ تو اس نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سمجھا کہ اس نے جان بچانے کیلئے ایسا کیا ہے۔ لہٰذا اس کو قتل کر دیا اور غنیمت لائے۔ تو یہ حکم نازل ہوا کہ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں یعنی جہاد کیلئے سفر پر نکلو تو تحقیق کر لیا کرو، ایک قرأت میں دونوں مقامات پر تثبتوا آیا ہے۔ کہ تم انکار کر لیا کرو، اور اس کو جو تمہیں سلام کرے، لفظ سلام الف کے ساتھ اور بغیر یہ دونوں طرح آیا ہے۔ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں ہے، بلکہ تو نے اپنے آپ کو اور مال کو بچانے کیلئے تقیہ اختیار کیا ہے۔ پس تم اس کو قتل کر ڈالو اور تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو تو اللہ کے پاس بہت اموال غنیمت ہیں۔ ایسی غنائم جو تمہیں اس کے مال سے بے پرواہ کریں گی۔ اس سے پیشتر تم تو ایسے ہی تھے اور تمہارے مال وجان کلمہ شہادت کی گواہی کے سبب محفوظ رکھے جاتے تھے۔ پھر اللہ نے ایمان کی مشہوری اور استقامت کے ذریعے تم پر احسان کیا۔ پس تحقیق کر لیا کرو۔ کہ کہیں مؤمن کو تو نہیں قتل کر رہے ہو؟ اور تم اسلام میں داخل ہونے ویسا ہی معاملہ کرو جس طرح اس سے پہلے تمہارے ساتھ کیا گیا۔ بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## سورہ نساء آیت ۹۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ اصحاب نبی ﷺ چکر لگاتے ہوئے نکلے تو مشرکین سے ان کا مقابلہ ہو گیا اور انہوں نے انہیں شکست دی مشرکین میں سے ایک شخص نے دوڑ لگائی تو مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس کا سامان حاصل کرنے کے لیے اس کا پیچھا کیا جب اس مسلمان نے اسے نیزے سے ڈھانپ لیا تو اس نے بار بار کہا کہ میں مسلمان ہوں لیکن اس نے اس کی تکذیب کی اور اسے نیزہ گھونپ کر مار دیا اور اس کا ساز وسامان لے لیا اور اس کا سامان بھی بہت تھوڑا تھا یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اس کے باوجود کے اس کو قتل کر دیا وہ خود کو مسلمان بتا رہا تھا اس شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے تو صرف بچنے کے لیے کہا تھا آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا تا کہ جان لے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے اس نے کہا میں جانتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ نے فرمایا افسوس کہ تو نہیں جانتا تھا اسے اس کی زبان نے بیان کیا راوی کہتے ہیں کہ بہت جلد ہی وہ قتل کرنے والا شخص مر گیا اور اسے دفن کر دیا گیا لیکن جب صبح ہوئی تو اس کی میت قبر میں پہلو میں باہر پڑی ہوئی تھی پھر لوگوں نے دوبارہ اس کے لیے قبر کھودی اور اسے مضبوط بنایا اور اس شخص کی میت کو دفن کر دیا لیکن اگلی صبح پھر وہ قبر کے پہلو میں باہر پڑا ہوا تھا دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا آخر کار جب انہوں نے دیکھا کہ زمین اس کو قبول نہیں کرتی تو اسے گھاٹی میں پھینک دیا اور اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر در منثور 2_201)

## زبانی کلمہ شریف سننے والے کے اسلام کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو سلیم کے ایک شخص کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزر ہوا اس کے ساتھ بکریاں تھیں اس نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام کیا۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس نے ہم سے بچنے کیلئے سلام کیا ہے۔ چنانچہ وہ اٹھے اور اسے قتل کر کے اس کی بکریاں لے لیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ، اے ایمان والو جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں۔ النساء آیت) یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 969)

## فتنوں سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ (جنگ) میں بھیجا تو ہم صبح صبح جہینہ کے علاقہ میں پہنچ گئے میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا اس نے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، میں نے اسے ہلاک کر دیا پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں مسلمان کو قتل نہیں کروں گا جب تک کہ اس کو اسامہ قتل کر دیں ایک آدمی نے کہا کہ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا کافروں سے اس وقت تک قتال کرو جب تک کہ فتنہ نہ رہے اور اللہ کا دین عام ہو جائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ہم فتنہ مٹانے کے لئے جہاد کر رہے ہیں اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 277)

لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰہِدِیْنَ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ دَرَجَةً ؕ وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی ؕ وَفَضَّلَ اللّٰہُ الْمُجٰہِدِیْنَ عَلَی الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر

مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے اور اللہ نے سب سے وعدہ، بھلائی کا فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر زبردست اجر کی فضیلت دی ہے۔

## عذر کے سبب جہاد نہ کرنے والوں کیلئے بھی نیت کا ثواب ہونے کا بیان

"لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" عَنِ الْجِهَاد "غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ" بِالرَّفْعِ صِفَة وَالنَّصْب اسْتِثْنَاء مِنْ زَمَانَة اَوْ عَمًى وَنَحْوِه "وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ" لِضَرَرٍ "دَرَجَة" فَضِيلَة لِاسْتِوَائِهِمَا فِى النِّيَّة وَزِيَادَة الْمُجَاهِدِيْنَ بِالْمُبَاشَرَةِ "وَكُلًّا" مِنَ الْفَرِيقَيْنِ "وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنَى" الْجَنَّة "وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ" لِغَيْرِ ضَرَر "اَجْرًا عَظِيْمًا"

مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو جہاد میں بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے ہیں یہاں پر لفظ غیر یہ صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع جبکہ استثناء کے سبب منصوب ہوگا۔ یعنی سوائے ان کے جو نابینا وغیرہ ہیں۔ اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والے ہیں درجات میں برابر نہیں ہوسکتے۔ اللہ نے اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر مرتبہ میں فضیلت بخشی ہے یعنی نیت اور مجاہدین کی زیادہ محنت کے سبب فضیلت ہے۔ اور اللہ نے سب سے وعدہ بھلائی کا فرمایا ہے، اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر زبردست اجر کی فضیلت دی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

القاعدون۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔ غیراولی الضرر۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔ کلا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدون میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔ کل۔ لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع، مذکر، مونث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کلا بوجہ فعل وعد کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

## سورہ نساء آیت ۹۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ، برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ سورت النساء۔ آیت) تو عمر بن ام مکتوم آئے جو نابینا تھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم میں نابینا ہوں میرے لئے کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شانے کی ہڈی اور دوات لاؤ فرمایا تختی اور دوات۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس میں عمرو بن ام مکتوم ہے جبکہ بعض روایات میں عبداللہ بن ام مکتوم ہے اور عبداللہ زائدہ کے بیٹے ہیں۔ ام مکتوم ان کی والدہ ہیں۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 970)

مقسم مولیٰ عبداللہ بن حارث، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت، لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ، سے مراد اہل بدر اور اس میں شریک نہ ہونے والے ہیں اس لئے کہ جب غزوہ بدر ہوا اور عبداللہ بن جحش اور ابن ام مکتوم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دونوں اندھے ہیں کیا ہمارے لئے اجازت ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اور اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے، بیٹھ رہنے والوں پر درجہ)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ جہاد نہ کرنے والے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً، زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں، جو کہ درجے ہیں۔ اللہ کی طرف سے)۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہاں بھی مراد اہل عذر اور مریض لوگ نہیں ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ مقسم بعض محدثین کے نزدیک عبداللہ بن حارث کے مولیٰ ہیں اور بعض کے نزدیک عبداللہ بن عباس کے مولیٰ ہیں۔ ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 971)

| |
|---|
| دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اس کی طرف سے درجات ہیں اور بخشائش اور رحمت ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اولیائے رحمٰن کیلئے اعلان بخشش کا بیان

"دَرَجَات مِنْهُ" مَنَازِل بَعْضهَا فَوْق بَعْض مِنَ الْكَرَامَة "وَمَغْفِرَة وَرَحْمَة" مَنْصُوبَانِ بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّر "وَكَانَ اللّٰه غَفُورًا" لِأَوْلِيَائِهِ "رَحِيمًا" بِأَهْلِ طَاعَته،

اس کی طرف سے درجات ہیں یعنی بعض کے درجے بعض سے عزت میں بلند ہیں۔ اور بخشائش اور رحمت ہے، مغفرت اور رحمت یہ دونوں فعل مقدر کے سبب منصوب ہیں۔ اور اللہ اپنے اولیاء کو بڑا بخشنے والا ، اہل طاعت پر مہربان ہے۔

## اللہ کی بخشش ورحمت کے اعلان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا کی طرف اترتا ہے، جس وقت کہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے، تو میں اس کی پکار کو قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تو میں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تو میں اسے بخش دوں۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1097)

## انصار و مہاجرین کیلئے دعائے بخشش کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! عیش تو صرف آخرت کا عیش ہے پس انصار اور مہاجرین کی حالت درست فرما اور قتادہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا پس انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1031)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ |
| قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ |
| بیشک جن لوگوں کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ ان سے دریافت کرتے |
| ہیں کہ تم کس حال میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور و بے بس تھے، فرشتے کہتے ہیں، کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس |
| میں ہجرت کر جاتے، سو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## کفار کی معیت میں مرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ" بِالْمُقَامِ مَعَ الْكُفَّارِ وَتَرْكِ الْهِجْرَةِ وَنَزَلَ فِيْ جَمَاعَةٍ اَسْلَمُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا فَقُتِلُوْا يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْكُفَّارِ: "قَالُوْا" لَهُمْ مُوَبِّخِيْنَ "فِيْمَ كُنْتُمْ" اَيْ فِيْ شَيْءٍ كُنْتُمْ فِيْ اَمْرِ دِيْنِكُمْ "قَالُوْا" مُعْتَذِرِيْنَ "كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ" عَاجِزِيْنَ عَنْ اِقَامَةِ الدِّيْنِ "فِي الْاَرْضِ" اَرْضِ مَكَّةَ "قَالُوْا" لَهُمْ تَوْبِيْخًا "اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا" مِنْ اَرْضِ الْكُفْرِ اِلٰى بَلَدٍ اٰخَرَ كَمَا فَعَلَ غَيْرُكُمْ "فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا" هِيَ،

بیشک جن لوگوں کی روح فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں یعنی وہ کفار کے ساتھ تھے اور انہوں نے ہجرت بھی نہیں کی تھی۔

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کیا لیکن انہوں نے ہجرت نہ کی اور وہ بدر کے دن کفار کے ساتھ قتل ہوئے۔ تو فرشتے از راہ توبیخ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ تم کس حال یعنی کس دین میں تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین مکہ میں کمزور و بے بس تھے، فرشتے کہتے ہیں، کیا اللہ کی زمین فراخ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، یعنی کفر سے دوسرے شہر کی طرف چلے جاتے تو وہ تمہارے لئے بہتر ہوتا۔ سو یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۹۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ مکہ کے کچھ لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جنہوں نے اسلام کا دعویٰ کیا لیکن ہجرت نہ کی اور ایمان ظاہر کیا لیکن اپنے نفاق کو پوشیدہ رکھا جب بدر کا دن تھا تو یہ لوگ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کے لیے نکلے اور قتل ہوئے تو

فرشتوں نے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارا اور ان سے وہ کچھ کہا جو اللہ نے اس آیت میں ذکر کیا۔

حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو آخر تک پڑھا اور فرمایا کہ یہ مسلمانوں کی جماعت مکہ میں تھی یہ لوگ مشرکین کے ساتھ (مسلمانوں کے خلاف) قتل کے لیے نکلے اور انہی کے ساتھ قتل ہوئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی 5۔345)

یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام تو زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ کفار کے ساتھ ہونا اور فرض ہجرت ترک کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو اسلام کا کلمہ پڑھتے تھے اور تھے مکے میں ہی ان میں علی ابن امیہ بن خلف اور ابوقیس بن ولید بن مغیرہ اور ابو منصور بن حجاج اور حارث بن زمعہ تھے ضحاک کہتے ہیں یہ ان منافقوں کے بارے میں اتری ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد مکے میں رہ گئے پھر بدر کی لڑائی میں مشرکوں کے ساتھ آئے ان میں سے بعض میدان جنگ میں کام بھی آ گئے۔ مقصد یہ ہے کہ آیت کا حکم عام ہے ہر اس شخص کا جو ہجرت پر قادر ہو پھر بھی مشرکوں میں پڑا رہے اور دین پر مضبوط نہ رہے اوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ظالم ہے اور اس آیت کی رو سے اور مسلمانوں کے اجماع سے وہ حرام کام کا مرتکب ہے اس آیت میں ہجرت سے گریز کرنے کو ظلم کہا گیا ہے، ایسے لوگوں سے ان کے نزع کے عالم میں فرشتے کہتے ہیں کہ تم یہاں کیوں ٹھہرے رہے؟ کیوں ہجرت نہ کی؟ یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنے شہر سے دوسرے شہر کہیں نہیں جاسکتے تھے، جس کے جواب میں فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ تعالیٰ کی زمین میں کشادگی نہ تھی۔

| |
|---|
| اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۝ |
| سوائے ان واقعی مجبور و بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے، جو نہ کسی تدبیر پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ کوئی راستہ جانتے ہیں۔ |

## عدم استطاعت والوں کیلئے ہجرت میں رخصت کا بیان

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ " اَلَّذِيْنَ "لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً" اَلَّذِيْنَ لَا قُوَّةَ لَهُمْ عَلَى الْهِجْرَةِ وَلَا نَفَقَةَ "وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلٰى اَرْضِ الْهِجْرَةِ،

سوائے ان واقعی مجبور و بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے، جو نہ کسی تدبیر پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ کوئی ہجرت کا راستہ جانتے ہیں۔ اور نہ ہی کوئی راستے کا نفقہ ہے کہ وہ ہجرت والی زمین طرف چلے جاتے۔

حضرت صمرہ بن جندب ہجرت کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے لیکن آپ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی راستے میں انتقال کر گئے ان کے بارے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی اور روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی ضمرہ جن کو آنکھوں سے

دکھائی نہ دیتا تھا جب وہ (اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا) 4۔ النسآء: 98) سنتے ہیں تو کہتے ہیں میں مالدار ہوں اور چارہ کار بھی رکھتا ہوں مجھے ہجرت کرنی چاہئے چنانچہ سامان سفر تیار کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چل کھڑے ہوئے لیکن ابھی تنعیم میں ہی تھے جو موت آ گئی ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری راہ میں غزوہ کرنے کے لئے نکلا صرف میرے وعدوں کو سچا جان کر اور میرے رسولوں پر ایمان رکھ کر بس وہ اللہ کی ضمانت میں ہے یا تو وہ لشکر کے ساتھ فوت ہو کر جنت میں پہنچے گا یا اللہ کی ضمانت میں واپس لوٹے گا اجر و غنیمت اور فضل رب لے کر۔ اگر وہ اپنی موت مر جائے یا مار ڈالا جائے یا گھوڑے سے گر جائے یا اونٹ پر سے گر پڑے یا کوئی زہریلا جانور کاٹ لے یا اپنے بستر پر کسی طرح فوت ہو جائے وہ شہید ہے۔ ابوداؤد میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ وہ جنتی ہے بعض الفاظ ابوداؤد میں نہیں ہیں۔

مسند ابویعلی میں ہے جو شخص حج کے لئے نکلا پھر مر گیا قیامت تک اس کے لئے حج کا ثواب لکھا جاتا ہے، جو عمرے کے لئے نکلا اور راستے میں فوت ہو گیا اس کے لئے قیامت تک عمرے کا اجر لکھا جاتا ہے۔ جو جہاد کے لئے نکلا اور فوت ہو گیا اس کے لئے قیامت تک کا ثواب لکھا جاتا ہے۔

| |
|---|
| فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝ |
| تو قریب ہے اللہ ایسوں کو معاف فرمائے اور اللہ معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔ |

## عذر کے سبب ہجرت نہ کرنے والوں کیلئے معافی کا بیان

بعض مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں۔ سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔ اس رکوع میں اسی کا ذکر ہے آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ مل رہے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف و کمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے۔ سو ایسوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ ان کو کوئی ہجرت کا راستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا |
| اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف |
| ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آ لیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## ہجرت کرنے والے کیلئے راستے میں موت واقع ہوجانے کا بیان

"وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِى الْاَرْضِ مُرَاغَمًا" مُهَاجِرًا "كَثِيْرًا وَّسَعَةً" فِى الرِّزْق "وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ" فِى الطَّرِيْق كَمَا وَقَعَ لِجندع بْن ضَمْرَة اللَّيْثِيّ "فَقَدْ وَقَعَ" ثَبَتَ "اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا،

اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں رزق کیلئے بہت جگہ اور گنجائش پائے گا، اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول ﷺ کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا جس طرح جندع بن ضمرہ لیثی کے ساتھ راستے میں ہوا تو وہ ثابت قدم رہے۔ تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۰ کے شان نزول کا بیان

جب مسلمانوں نے یہ آیت پڑھی تو حبیب بن ضمرہ لیثی حالانکہ وہ بہت بوڑھے تھے نے اپنے بیٹوں سے کہا مجھے اٹھاؤ کیونکہ میں کمزور اور لاچار لوگوں میں سے نہیں ہوں اور مجھے رستہ بھی معلوم ہے چنانچہ ان کے بیٹوں نے انہیں چارپائی پر ڈالا اور مدینہ کی طرف چل پڑے جب یہ مقام تنعیم میں پہنچے تو ان کی موت کا وقت آ گیا انہوں نے دائیں بائیں ہاتھ پر مارا اور کہا اے اللہ یہ تیری طرف سے اور یہ تیرے رسول ﷺ کی طرف سے ہے، میں اسی چیز پر تجھ سے بیعت کرتا ہوں جس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی موت اچھی ہوئی ہے۔ ان کی خبر اصحاب رسول ﷺ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ اگر یہ مدینہ پہنچ جاتا تو ان کا اجر کامل ہوتا اس موقع پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 150، طبری 5-152)

## بارگاہ رسالت ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کا بیان

آیتِ مقدسہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جو شخص اپنے نہاں خانہ دل میں گنبد خضراء کے جلووں کو سمیٹنے کی نیت سے سفر اختیار کرتا ہے اس پر بھی اسی ہجرت الی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِطلاق ہوتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف طریقوں سے اَز رہ شان و فضیلت کہیں اپنے روضۂ اَقدس، کہیں اپنے مسکن مبارک اور کہیں اپنے منبرِ اَقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان و فضیلت کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اُمت میں اِن مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔ ذیل میں قبرِ انور کی فضیلت بزبانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملاحظہ کریں۔

## روضۂ اَطہر ﷺ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ

مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِى عَلَى حَوْضِى.

میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور (روزِ قیامت) میرا منبر میرے حوض (کوثر) پر ہوگا۔ (1. بخاری، الصحیح، کتاب الجمعة، باب فضل ما بین القبر والمنبر، 1:399، رقم:1138، 2. مسلم، الصحیح، کتاب الحج، باب ما بین القبر والمنبر، 2:1011 رقم:1391)

ابو صالح ذکوان سمان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے: مِنْبَرِى هٰذَا عَلَى تُرْعَةٍ مِنْ تُرَعِ الْجَنَّةِ، وَمَا بَيْنَ حُجْرَتِى وَمِنْبَرِى رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ.

میرا یہ منبر جنت کی نہروں میں سے ایک نہر (کوثر کے کنارے) پر (نصب) ہوگا اور میرے گھر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (أحمد بن حنبل، المسند، 2:534)

محمد بن منکدر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو روضۂ اَطہر کے پاس روتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہہ رہے تھے: یہی وہ جگہ ہے جہاں (محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد میں) آنسو بہائے جاتے ہیں۔ میں نے خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: مَا بَيْنَ قَبْرِى وَمِنْبَرِى رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ. میری قبر اور منبر کی درمیانی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ (بیہقی، شعب الایمان، 3:491، رقم:4163)

اُم المؤمنین حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قَوَائِمُ مِنْبَرِى رَوَاتِبُ فِى الْجَنَّةِ. میرے اس منبر کے پائے جنت میں پیوست ہیں۔

(1. نسائی، السنن الکبریٰ، 1:257، رقم:775، 2. أحمد بن حنبل، المسند، 6:289، 3. عبدالرزاق، المصنف، 3:182، رقم:5242)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اِمام بخاری اور اِمام مسلم جیسے اَجل ائمہِ حدیث نے اپنی کتب میں روضۂ اَطہر اور منبر مبارک کی درمیانی جگہ کی فضیلت سے متعلق اَحادیث بیان کرتے ہوئے اُس کا عنوان اِس طرح قائم کیا ہے:

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح (1:399) میں کتاب التطوع کے باب نمبر 18 کا عنوان فَضْلُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رکھا ہے۔

اِمام مسلم نے صحیح (2:1010) میں کتاب الحج کے باب نمبر 92 کا عنوان مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ رکھا ہے۔

اِن اَحادیثِ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قبرِ انور کی نشاندہی کرتے ہوئے خود فرما دیا کہ میری قبرِ انور میری اَزواجِ مطہرات کے گھروں میں ہے، لہٰذا مَا بَيْنَ بَيْتِى کے الفاظ میں معناً قبرِ انور مراد ہے، جبکہ قبرِ انور کا ذکر لفظاً (مَا بَيْنَ قَبْرِى) بھی آیا ہے، اور اُن کی زیارت کے لئے جانا ایسا ہے جیسے کوئی شخص جنت میں جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک زیارتِ قبرِ انور کی نیت سے سفر کرنا اُمتِ مسلمہ کا پسندیدہ اور محبوب عمل رہا ہے۔ ایسا محبوب عمل جس کی ادائیگی تو کجا اس کی محض یاد بھی موجب برکت وسعادت ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے زیارتِ روضۂ اطہر کی ترغیب

خود سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ گرامی میں روضۂ اقدس کی زیارت کی ترغیب دی اور زائر کے لئے شفاعت کا وعدہ فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روضۂ اطہر کی زیارت کے حوالے سے اِرشاد فرمایا، جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے: مَنْ زَارَ قَبْرِی، وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی.

جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگئی۔

1. دارقطنی، السنن، 2: 2782 حکیم ترمذی، نوادر الاصول، 2: 67، 3. بیہقی، شعب الایمان، 3: 490، رقم: 4159، 4160

4۔ ذہبی نے میزان الاعتدال 6): 567) میں کہا ہے کہ اسے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابنِ خزیمہ نے مختصر المختصر میں نقل کیا ہے۔

ایک دوسری روایت میں حلّت لہ شفاعتی کے الفاظ بھی ہیں۔ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ **شواهد الحق فی الاستغاثه بسید الخلق** (ص: 77) میں لکھتے ہیں کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی چند اِسناد بیان کرنے اور جرح وتعدیل کے بعد فرماتے ہیں: مذکورہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے۔ جن احادیث میں زیارتِ قبرِ انور کی ترغیب دی گئی ہے ان کی تعداد دس سے بھی زیادہ ہے، اِن احادیث سے مذکورہ حدیث کو تقویت ملتی ہے اور اِسے حسن سے صحیح کا درجہ مل جاتا ہے۔ (سبکی، شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام: 3، 11)

| |
|---|
| وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ﴿ق﴾ صلے اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَّفْتِنَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ اِنَّ الْكٰفِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا۝ |
| اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے بیشک کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ |

## نماز میں قصر کی رخصت ہونے کا بیان

"وَاِذَا ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ "فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاح" فِی "اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاة" بِاَنْ تَرُدُّوهَا مِنْ اَرْبَع اِلَی اثْنَتَیْنِ "اِنْ خِفْتُمْ اَنْ یَفْتِنَكُمْ" اَیْ یَنَالكُمْ بِمَكْرُوهٍ "الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" بَیَان لِلْوَاقِعِ اِذْ ذَاكَ فَلَا مَفْهُوم لَهُ وَبَیَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الْمُرَاد بِالسَّفَرِ الطَّوِیل وَهُوَ اَرْبَع بُرُد وَهِیَ مَرْحَلَتَانِ. وَیُؤْخَذ مِنْ قَوْله تَعَالَی: "فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاح" اَنَّهُ رُخْصَة لَا وَاجِب وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیّ "اِنَّ الْكَافِرِیْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِینًا" بَیِّنِی الْعَدَاوَة،

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو یعنی چار رکعت والی میں دو رکعات کر کے پڑھو، اگر

تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ایذا دیں گے یعنی ان سے تکلیف پہنچے گی۔

یہ نماز قصر کے واقعہ کو بیان کرنے والی آیت ہے لہٰذا اس کا مفہوم مخالف معتبر نہ ہوگا اور سنت نے بیان کیا ہے کہ سفر سے مراد طویل سفر ہے۔ اور وہ چار برد ہیں اور دو مرحلے ہیں۔ اور ماخذ یہ قول "فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ" لہٰذا یہ رخصت ہے واجب نہیں ہے اور یہی امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ بیشک کفار عداوت کرنے میں تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت یعلی بن امیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا، اگر تمہیں خوف ہو تو قصر نماز پڑھ لیا کرو، اور اب تو لوگ امن میں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے بھی اسی طرح تعجب ہوا تھا۔ پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے عنایت کردہ صدقہ ہے پس اسے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 973)

## مسافت سفر کے بارے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت کے مطابق ایک روز کی مسافت اور دوسری روایت کے مطابق دو روز کی مسافت کو مقرر کیا ہے لیکن ان کے مسلک کی کتاب حاوی میں سولہ فرسخ کا تعین کیا گیا ہے اور یہی مسلک حضرت امام مالک و حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے مسافت قصر کے سلسلے میں تین منزلیں کی حد مقرر کی ہیں اور ایک منزل اتنی مسافت پر ہو کہ چھوٹے دنوں میں قافلہ صبح کو چل کر دو پہر کے بعد منزل پر پہنچ جائے۔ حضرت امام ابویوسف دو روز اور تیسرے روز کے اکثر حصہ کی مسافت کو مسافت قصر قرار دیا ہے۔

اصحاب ظواہر (وہ جماعت جو صرف حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل پیرا ہوتی ہے) نے مطلقاً سفر کا اعتبار کیا ہے یعنی ان کے نزدیک مسافت قصر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے خواہ سفر لمبا ہو یا چھوٹا ہو ہر صورت میں نماز قصر ادا کی جائے گی۔

اس سلسلے میں اگر چاروں ائمہ کے مسلک کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ حقیقت اور نتیجے کے اعتبار سے سب کا یکساں ہی مسلک ہے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک مشہور مسلک کے مطابق مسافت قصر (۴۸) میل مقرر ہے، حاوی قول کے مطابق شوافع کے ہاں سولہ فرسخ مقرر ہے اور سولہ فرسخ حساب کے اعتبار سے (۴۷) میل کے برابر ہے اسی طرح حضرت امام مالک و حضرت امام احمد کا یہی مسلک ہے لہٰذا چاروں مسلک میں مسافت قصر (۴۸) میل ہوئی۔

## میل کی مسافت کا بیان

میل تین فرسخ کا ہوتا ہے اور ہر فرسخ بارہ ہزار قدموں کا ہوتا ہے۔ ابن شجاع نے کہا ہے کہ میل تین ہزار پانچ سو گز سے لیکر چار

ہزار گزوں کا ہوتا ہے۔ اور میل کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے اس کی وجہ سے حرج لازم آتا ہے۔ جو کہ اٹھالیا گیا ہے۔
(عنایہ شرح الہدایہ، ج ۱، ص ۱۸۵، بیروت)

## سفر کی مدت اقامت میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے مکہ کے لئے روانہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں راوی نے انس سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنے دن مکہ میں قیام کیا انہوں نے فرمایا دس دن اس باب میں ابن عباس اور جابر سے بھی روایت ہے امام ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں حدیث انس حسن صحیح ہے ابن عباس سے مروی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اسفار میں انیس دن تک قیام کیا اور دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے چنانچہ اگر ہمارا قیام انیس دن یا اس سے کم مدت کا ہوتا تو ہم بھی قصر ہی پڑھتے اور اگر اس سے زیادہ رہتے تو پوری نماز پڑھتے حضرت علی سے مروی ہے کہ جو دس دن قیام کرے وہ پوری نماز پڑھے ابن عمر پندرہ دن اور دوسری روایت میں بارہ دن قیام کرنے والے کے متعلق پوری نماز کا حکم دیتے تھے قتادہ اور عطاء خراسانی سعید بن مسیب سے روایت ہیں کہ جو شخص چار دن تک قیام کرے وہ چار رکعتیں ادا کرے داؤد بن ابی ہندان سے اس کے خلاف روایت کرتے ہیں اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے سفیان ثوری اور اہل کوفہ پندرہ دن قیام کی نیت ہو تو پوری نماز پڑھے۔

امام اوزاعی بارہ دن قیام کی نیت پر پوری نماز پڑھنے کے قائل ہیں امام شافعی، امام مالک اور احمد کا یہ قول ہے کہ اگر چار دن رہنے کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے اسحاق کہتے ہیں کہ اس باب میں قوی ترین مذہب ابن عباس کی حدیث کا ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی اسی پر عمل پیرا ہیں کہ اگر انیس دن قیام کا ارادہ ہو تو پوری نماز پڑھے۔ پھر اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اگر رہنے کی مدت متعین نہ ہو تو قصر ہی پڑھنی چاہئے اگر سال گزر جائیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 536 )

## سفر مباح و معصیت دونوں میں رخصت قصر پر مذاہب اربعہ

تم پر نماز کی تخفیف کرنے میں کوئی گناہ نہیں، یہ کمی یا تو کیت میں یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت ہے جیسے کہ جمہور نے اس آیت سے سمجھا ہے گو پھر ان میں بعض مسائل میں اختلاف ہوا ہے بعض تو کہتے ہیں یہ شرط ہے کہ سفر اطاعت کا ہو مثلاً جہاد کے لئے یا حج و عمرے کے لئے یا طلب و زیارت کے لئے وغیرہ۔ ابن عمر عطاء یحیٰی اور ایک روایت کی رو سے امام مالک کا یہی قول ہے، کیونکہ اس سے آگے فرمان ہے اگر تمہیں کفار کی ایذا رسانی کا خوف ہو، بعض کہتے ہیں اس قید کی کوئی ضرورت نہیں کہ سفر قربت الٰہیہ کا ہو بلکہ نماز کی کمی ہر مباح سفر کے لئے ہے جیسے اضطرار اور بے بسی کی صورت میں مردار کھانے کی اجازت ہے، ہاں یہ شرط ہے کہ سفر معصیت کا نہ ہو،

امام شافعی وغیرہ ائمہ کا یہی قول ہے، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں تجارت کے سلسلے میں دریائی

سفر کرتا ہوں تو آپ نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا، یہ حدیث مرسل ہے، بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ ہر سفر میں نماز کو قصر کرنا جائز ہے سفر خواہ مباح ہو خواہ ممنوع ہو یہاں تک کہ اگر کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لئے اور مسافروں کو ستانے کے لئے نکلا ہوا ہے اسے بھی نماز قصر کرنے کی اجازت ہے، ابو حنیفہ ثوری اور داؤد کا یہی قول ہے۔

| |
|---|
| وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً وَاحِدَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ كُنتُم مَّرْضٰى أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ |
| اور اے محبوب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے، جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں کافروں کی تمنا ہے کہ کہیں تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی پناہ لیے رہو، بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## نماز خوف کے شرعی طریقہ کا بیان

"وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ" يَا مُحَمَّدُ حَاضِرًا "فِيهِمْ" وَأَنْتُمْ تَخَافُونَ الْعَدُوَّ "فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ" وَهٰذَا جَرٰى عَلٰى عَادَةِ الْقُرْاٰنِ فِي الْخِطَابِ "فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَكَ" وَتَتَأَخَّرُ طَائِفَةٌ "وَلْيَأْخُذُوا" أَيِ الطَّائِفَةُ الَّتِي قَامَتْ مَعَكَ "أَسْلِحَتَهُمْ" مَعَهُمْ "فَإِذَا سَجَدُوا" أَيْ صَلَّوْا "فَلْيَكُونُوا" أَيِ الطَّائِفَةُ الْأُخْرٰى "مِنْ وَرَائِكُمْ" يَحْرُسُونَ إِلٰى أَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ وَتَذْهَبَ هٰذِهِ الطَّائِفَةُ تَحْرُسُ "وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ" مَعَهُمْ إِلٰى أَنْ تَقْضُوا الصَّلَاةَ وَقَدْ فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذٰلِكَ بِبَطْنِ نَخْلٍ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ" إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ "عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً" بِأَنْ يَحْمِلُوا عَلَيْكُمْ فَيَأْخُذُوكُمْ وَهٰذَا عِلَّةُ الْأَمْرِ بِأَخْذِ السِّلَاحِ "وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضٰى أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ" فَلَا تَحْمِلُوهَا وَهٰذَا يُفِيدُ إِيجَابَ حَمْلِهَا عِنْدَ عَدَمِ

الْعُذْرِ وَهُوَ اَحَد قَوْلَيْنِ لِلشَّافِعِيِّ وَالثَّانِيْ اَنَّهُ سُنَّة وَرَجَحَ "وَخُذُوا حِذْرَكُمْ" مِنَ الْعَدُوِّ اَيْ احْتَرِزُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ "إِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُهِينًا" ذَا اِهَانَة،

اوراے محبوب ﷺ جب تم ان میں تشریف فرما ہو، پھر نماز میں ان کی امامت کرو، قرآن کے طریقے کے مطابق خطاب ہے تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ جبکہ دوسرا گروہ مؤخر رہے۔ پھر جب وہ سجدہ کرلیں یعنی نماز پڑھ لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے، یعنی یہ گروہ نماز سے پھر کر چلا جائے تو دوسرا گروہ جو نماز میں حاضر نہ تھا۔ بلکہ حفاظت پر مقرر تھا وہ آجائے۔ جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہئے کہ اپنی پناہ اور اپنے ہتھیار لیے رہیں، اور یہ گروہ بھی نماز پوری کرے، امام بخاری و مسلم کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے بطن نخلہ میں ایسا ہی کیا۔

کافروں کی تمنا ہے کہ جب تم نماز کیلئے کھڑے ہو تو تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے اسباب سے غافل ہو جاؤ تو ایک دفعہ تم پر جھک پڑیں یعنی اچانک۔ تم پر حملہ کردیں اور یہی اسلحہ کو لینے کی علت ہے۔ اور تم پر مضائقہ نہیں اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو یعنی اسلحہ رکھ دو لہٰذا عدم عذر کے وقت اسلحہ کو بند رکھنا واجب ہوا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے دونوں اقوال میں سے ایک قول یہی ہے۔ اور اپنی پناہ لیے رہو، یعنی جس قدر ہو سکے دشمن سے اپنے آپ کو بچاتے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے خواری کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ جو توہین کرنے والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوعیاش زرقی کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی تو مشرکین نے کہا کہ یہ لوگ ایسی حالت میں تھے کہ ہم ان پر دھوکہ سے حملہ کر سکتے تھے انہوں نے کہا ان پر ابھی ایسی نماز کا وقت آنے والا ہے جو ان کے نزدیک ان کے آباء سے بڑھ کر محبوب ہے۔

آپ فرماتے ہیں وہ عصر کی نماز تھی آپ کہتے ہیں کہ اس موقع پر پچھلی نماز اور عصر کے درمیان حضرت جبرائیل تشریف لائے یہ آیت لے کر۔ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ ۔ ہم مقام عسفان میں تھے اور مشرکین پر خالد بن ولید سپہ سالار تھے اور یہ جماعت ہمارے اور قبلے کے درمیان حائل تھی اس کے بعد آپ نے نماز خوف کا ذکر کیا۔ (سنن ابی داؤد، رقم 1236)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نکلے تو مقام عسفان میں مشرکین سے سامنا ہو گیا جب رسول اللہ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور انہوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو رکوع سجدہ کرتے دیکھا تو بعض نے بعض سے کہا یہ تمہارے لیے موقع تھا کہ اگر تم ان پر حملہ کر دیتے تو تمہارے بارے میں علم بھی نہ ہوتا یہاں تک کہ تم ان پر غلبہ پا لیتے ان میں سے ایک نے کہا ان کی ایک دوسری نماز ہے جو ان کے نزدیک ان کے اہل اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہے لہٰذا تم ان پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور اس پر اللہ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی۔

## نماز خوف کے طریقے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سہل بن ابوحثمہ نماز خوف کے متعلق فرماتے ہیں کہ امام قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور اس کے ساتھ ایک گروہ کھڑا ہو جبکہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے اور انہی کی طرف رخ کیے رہے پھر امام پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور وہ لوگ دوسری رکعت خود پڑھیں اور دو سجدے کرنے کے بعد دوسری جماعت کی جگہ دشمن کے مقابل آجائیں اور وہ جماعت آ کر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور سجدے کرے امام کی دو رکعتیں ہو جائیں گی اور جماعت کی پہلی رکعت ہوگی پھر یہ لوگ کھڑے ہو جائیں اور دوسری رکعت پڑھیں اور سجدہ کریں محمد بن بشار کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے شعبہ کے حوالے سے مجھے بتایا کہ شعبہ عبدالرحمٰن بن قاسم سے وہ قاسم سے وہ اپنے والد سے وہ صالح بن خوات سے وہ سہل بن ابی حثمہ سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یحییٰ بن سعید انصاری کی روایت کی مثل بیان کرتے ہیں پھر یحییٰ بن سعید نے مجھ سے کہا کہ اس حدیث کو اس کے ساتھ لکھ دو مجھے یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں لیکن یہ یحییٰ بن سعید انصاری کی حدیث ہی کی مثل ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اسے یحییٰ بن سعید انصاری نے قاسم بن محمد کی روایت سے مرفوع نہیں کیا یحییٰ بن سعید انصاری کے ساتھی بھی اسے موقوف ہی روایت کرتے ہیں جبکہ شعبہ عبدالرحمٰن بن قاسم محمد کے حوالے سے اسے مرفوع روایت روایت کرتے ہیں جو نماز خوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھ چکا تھا امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے امام مالک شافعی احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے اور یہ کئی راویوں سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں گروہوں کے ساتھ ایک ایک رکعت نماز پڑھی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے دو اور دونوں کے لئے ایک ایک رکعت تھی۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 552) یہی حدیث احناف ائمہ کی دلیل ہے۔

حضرت سالم سے روایت ہے کہ وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز خوف میں ایک رکعت ایک گروہ کے ساتھ پڑھی جب کہ دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے میں لڑتا رہا پھر یہ لوگ اپنی جگہ چلے گئے اور انہوں نے آ کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں دوسری رکعت پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام پھیر دیا اور اس گروہ نے کھڑے ہو کر اپنی چھوڑی ہوئی رکعت پوری کی اس کے بعد دوسرا گروہ کھڑا ہوا اور اس نے بھی اپنی دوسری رکعت پڑھی اس باب میں جابر حذیفہ زید بن ثابت ابن عباس ابوہریرہ ابن مسعود ابوبکرہ سہل بن ابوحثمہ اور ابوعیاش ذوقی سے بھی روایت ہے بوعیاش کا نام زید بن ثابت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں۔

امام مالک نماز خوف میں سہل بن ابوحثمہ ہی کی روایت پر عمل کرتے ہیں اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ حضرت امام احمد کہتے ہیں کہ نماز خوف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئی طرح مروی ہے اور میں اس باب میں سہل بن ابوحثمہ کی حدیث سے صحیح روایت نہیں جانتا چنانچہ وہ بھی اسی طریقے کو اختیار کرتے ہیں اسحاق بن ابراہیم بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے صلوۃ خوف میں کئی روایات ثابت ہیں ان سب پر عمل کرنا جائز ہے یعنی یہ بقدر خوف ہے اسحاق کہتے ہیں کہ ہم سہل بن ابی حثمہ کی حدیث کو دوسری روایات پر ترجیح نہیں دیتے ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے اسے موسیٰ بن عقبہ بھی نافع سے وہ ابن عمر سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 551)

| |
|---|
| فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ |
| فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ |
| پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور |
| نماز قائم کرو، بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ |

## نماز سے فارغ ہو کر اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

"فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاة" فَرَغْتُمْ مِنْهَا "فَاذْكُرُوا اللّٰه" بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّسْبِيْح "قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ" مُضْطَجِعِيْنَ أَيْ فِيْ كُلّ حَال "فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ" أَمِنْتُمْ "فَأَقِيْمُوا الصَّلَاة" أَدُّوْهَا بِحُقُوْقِهَا "إِنَّ الصَّلَاة كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا" مَكْتُوْبًا أَيْ مَفْرُوْضًا "مَّوْقُوْتًا" أَيْ مُقَدَّرًا وَقْتهَا فَلَا تُؤَخَّر عَنْهُ،

پس جب تم نماز پڑھ چکو یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو تسبیح وتہلیل سے اللہ کی یاد کرو، کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، یعنی ہر حالت میں اس کا ذکر کرتے رہو، پھر جب مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو، یعنی نماز کے حقوق کا مکمل طور پر ادا کرو بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ یعنی نماز کا وقت مقرر ہے۔ لہٰذا اس سے موخر نہ کیا جائے۔

## اللہ کا ذکر کرنے والے کیلئے فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خوش بختی ہے اس کے لئے (یعنی وہ

بہتر شخص ہے) جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک ہوئے۔

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کہ جب تم دنیا سے جدا ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔ (ترمذی، احمد مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 791)

## فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنے کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ میں جب ذکر سنتا تو پہچان جاتا کہ اب وہ نماز سے فارغ ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

| |
|---|
| وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ط اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ج |
| وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَالَا يَرْجُوْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ٥ |
| اور تم قوم کی تلاش میں سستی نہ کرو۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسی تکلیف تمہیں پہنچ رہی ہے |
| حالانکہ تم اللہ سے وہ امیدیں رکھتے ہو جو اُمیدیں وہ نہیں رکھتے۔ اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## کفار سے لڑنے میں اہل ایمان میں زیادہ رغبت ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا بَعَثَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَائِفَةً فِى طَلَب اَبِى سُفْيَان وَاَصْحَابه لَمَّا رَجَعُوا مِنْ اُحُد فَشَكَوْا الْجِرَاحَات،

"وَلَا تَهِنُوا" تَضْعُفُوْا "فِى ابْتِغَاء الْقَوْم" طَلَب الْكُفَّار لِتُقَاتِلُوْهُمْ "اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ" تَجِدُوْنَ اَلَم الْجِرَاح "فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ" اَیْ مِثْلكُمْ وَلَا يَجْبُنُوْنَ عَلٰى قِتَالكُمْ "وَتَرْجُوْنَ" اَنْتُمْ "مِنَ اللّٰه" مِنَ النَّصْر وَالثَّوَاب عَلَيْهِ "مَا لَا يَرْجُوْنَ" هُمْ فَاَنْتُمْ تَزِيْدُوْنَ عَلَيْهِمْ بِذٰلِكَ فَيَنْبَغِى اَنْ تَكُوْنُوْا اَرْغَب مِنْهُمْ فِيْهِ "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا" بِكُلِّ شَىْء "حَكِيْمًا" فِى صُنْعه،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے احد سے واپسی پر ایک گروہ کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے تعاقب میں بھیجا تو انہوں نے زخموں کی شکایت کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اور تم قوم یعنی کفار کو قتل کرنے کی تلاش میں سستی یعنی کمزوری نہ کرو۔ اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو انہیں بھی ایسی ہی تکلیف پہنچتی ہے جیسی تکلیف تمہیں پہنچ رہی ہے اور وہ پھر بھی تمہارے ساتھ قتال کرنے میں ہمت نہ ہارے، حالانکہ تم اللہ سے ثواب و مدد کی امیدیں رکھتے ہو جو اُمیدیں وہ نہیں رکھتے۔ پس جب تمہیں ان پر مرتبہ حاصل ہے تو تمہیں ان کی بہ نسبت زیادہ قتال کی طرف رغبت ہونی چاہیے۔ اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۴ کے شان نزول کا بیان

احد کی جنگ سے جب ابوسفیان اوران کے ساتھی واپس ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو صحابہ اُحد میں حاضر ہوئے تھے انہیں مشرکین کے تعاقب میں جانے کا حکم دیا اصحاب زخمی تھے انہوں نے اپنے زخموں کی شکایت کی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ دشمنوں کی تلاش میں کم ہمتی نہ کرو چستی اور چالاکی سے گھات کی جگہ بیٹھ کران کی خبرلو، اگر قتل وزخم ونقصان تمہیں پہنچتا ہے تو کیا انہیں نہیں پہنچتا؟ اسی مضمون کوان الفاظ میں بھی ادا کیا گیا ہے (اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُه (3۔آل عمران:140) پس مصیبت اور تکلیف کے پہنچنے میں تم اور وہ برابر ہیں، لیکن بہت بڑا فرق یہ ہے کہ تمہیں ذات عزاسمہ سے وہ اُمیدیں اور وہ آسرے ہیں جو انہیں نہیں، تمہیں اجر وثواب بھی ملے گا تمہاری نصرت وتائید بھی ہوگی، جیسے کہ خود باری تعالیٰ نے خبر دی ہے اور وعدہ کیا، نہ اس کی خبر جھوٹی نہ اس کے وعدے ٹلنے والے، پس تمہیں بہ نسبت ان کے بہت تگ ودو چاہئے تمہارے دلوں میں جہاد کا ولولہ ہونا چاہئے، تمہیں اس کی رغبت کامل ہونی چاہئے، تمہارے دلوں میں اللہ کے کلمے کو مستحکم کرنے توانا کرنے پھیلانے اور بلند کرنے کی تڑپ ہر وقت موجود رہنی چاہئے اللہ تعالیٰ جو کچھ مقرر کرتا ہے جو فیصلہ کرتا ہے جو جاری کرتا ہے جو شرع مقرر کرتا ہے جو کام کرتا ہے سب میں پوری خبر کا مالک صحیح اور سچے علم والا ساتھ ہی حکمت والا بھی ہے، ہر حال میں ہر وقت سزاوار تعریف وحمد وہی ہے۔

## سستی سے بچنے کیلئے دعا کرنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخیلی، سستی اور نکمی عمر سے، عذاب قبر سے، دجال کے فتنے اور زندگی وموت کے فتنہ سے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1900)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرماتے تھے، کہ اللھم انی اعوذبك. الخ یعنی اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، سستی اور بڑھاپے اور گناہ اور قرض اور قبر کی آزمائش سے اور عذاب قبر اور آگ کی آزمائش سے اور مالداری کی آزمائش کے شر سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں مسیح دجال کے فتنہ سے یا اللہ تو مجھ سے میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھودے۔

اور میرے دل کو گناہوں سے صاف کردے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو گندگی سے صاف کیا اور میرے گناہوں کے درمیان ویسی ہی دوری کردے جیسی دوری تو نے مشرق ومغرب میں کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1318)

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝

بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب نازل کی ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔

## طعمہ بن ابیرق کی چوری اور بددیانتی کرنے کا بیان

وَسَرَقَ طُعْمَةُ بْنُ اُبَيْرِق دِرْعًا وَّخَبَّاَهَا عِنْدَ يَهُوْدِيّ فَوُجِدَتْ عِنْدَه فَرَمَاهُ طُعْمَةُ بِهَا وَحَلَفَ اَنَّهُ مَا سَرَقَهَا فَسَاَلَ قَوْمُه النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَادِلَ عَنْهُ وَيُبَرِّئَهُ فَنَزَلَ "اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاَنْزَل "لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ" اَعْلَمَكَ فِيْهِ "وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِيْنَ" كَطُعْمَةَ "خَصِيْمًا" مُخَاصِمًا عَنْهُمْ،

طعمہ بن ابیرق نے ایک زرہ چوری کرلی۔ اور اس کو یہودی کے ہاں چھپا دیا تو وہ اس سے برآمد ہوگئی تو اس نے کہا کہ طعمہ نے رکھی تھی جبکہ طعمہ قسم اٹھا گیا کہ اس نے کوئی چوری نہیں کی۔ تو طعمہ کی قوم نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ طعمہ کی حمایت کردیں اور اس کو بری الذمہ قرار دیں تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

بیشک ہم نے آپ کی طرف حق پر مبنی کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا ہے تا کہ آپ لوگوں میں اس کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے آپ کو دکھایا ہے، یعنی علم دیا ہے۔ اور آپ بددیانت لوگوں کی طرف داری میں بحث کرنے والے نہ بنیں۔ یعنی جس طرح طعمہ کے بارے میں جھگڑنا وغیرہ ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۵ کے شان نزول کا بیان

ایک انصاری جس کا نام طعمہ بن ابیرق اور بنوظفر بن حارث قبیلے سے تعلق رکھتا تھا نے اپنے پڑوسی قتادہ بن نعمان کی زرہ چوری کرلی وہ ذرہ چمڑے کی تھیلے میں تھی جس میں آٹا تھا۔ آٹا اس تھیلے کی پھٹن سے بکھرتا رہا یہاں تک کہ جب یہ گھر پہنچا تو وہاں بھی آٹے کے ذرات تھے پھر اس طعمہ نے وہ زرہ ایک یہودی کے ہاں چھپا دی جس کا نام زید بن سمیر تھا وہ زرہ طعمہ کے ہاں تلاش کی گئی تو نہ ملی اور اس نے قسم بھی اٹھالی کہ نہ تو میں نے ذرہ اٹھائی ہے اور نہ ہی مجھے اس کا علم ہے زرہ والوں نے کہا یہ رات کے آخری حصہ میں ہمارے پاس آیا اور زرہ چوری کرلی اور ہم نے اس پیچھا کیا یہاں تک کہ یہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا اور ہم نے آٹے کے نشانات بھی دیکھے جب اس نے قسم کھالی تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا اور آٹے کے نشانات دیکھتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلے تو آخرکار یہودی کے گھر پہنچ گئے اور اسے پکڑ لیا۔

اس نے کہا یہ ذرہ میرے پاس طعمہ بن ابیرق نے رکھوائی ہے اور اس پر یہود کے کچھ افراد نے گواہی بھی دی بنوظفر جو طعمہ کی قوم تھی نے کہا ہمارے ساتھ رسول اللہ کے پاس چل کر اس بارے میں گفتگو کرو انہوں نے آپ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑا کیا اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ایسا نہ کریں تو ہمارا ساتھی ہلاک ہو جائے گا اور رسوا ہوگا۔

اور یہ یہودی بری ہوگا آپ نے ایسا ہی کرنا مناسب سمجھا اور آپ کی خواہش ان بنوظفر والوں کے حق میں اور یہودی کو سزا دینے کی تھی بالآخر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ۔ یہی مفسرین کرام کی ایک جماعت کا قول ہے۔ (نیسابوری، 151، سیوطی 90، زاد المسیر 3۔190، قرطبی 5۔375)

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰہِؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاo

اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

## اللہ کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ استغفار کرنے کا بیان

"وَاسْتَغْفِرُ اللّٰہ" مِمَّا هَمَمْتَ بِهٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا،

اور آپ اللہ سے بخشش طلب کریں، جس کا خیال کر رہے تھے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 856)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار وتوبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے اللہ کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہو گیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کر سکا ہوں جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔ نیز اس سے مقصود امت کو استغفار وتوبہ کی ترغیب دلانا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ معصوم اور خیر المخلوقات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ آیت (وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون)۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا اَثِیْمًاo

اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنی ہی جانوں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ کسی کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بددیانت اور بدکار ہے۔

## خیانت کرنے والوں کی حمایت کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِیْنَ یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ" یَخُوْنُوْنَھَا بِالْمَعَاصِیْ لِاَنَّ وَبَالَ خِیَانَتِھِمْ عَلَیْھِمْ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ خَوَّانًا" کَثِیْرَ الْخِیَانَۃِ "اَثِیْمًا" اَیْ یُعَاقِبُهٗ،

اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے نہ جھگڑیں جو اپنی ہی جانوں سے دھوکہ کر رہے ہیں۔یعنی معصیت کے ساتھ ان کی خیانت کا وبال انہیں پر ہے۔بیشک اللہ کسی کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بددیانت اور بدکار ہے۔یعنی کثرت سے خیانتیں کرنے والوں کو وہ پسند نہیں کرتا۔

## خیانت جیسے گناہ سے بچنے کے حکم کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں بہتر وہ لوگ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے عمران نے بیان کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو قرن یا تین قرن کے بعد فرمایا کہ تمہارے بعد ایسی قوم پیدا ہوگی جو خیانت کرے گی اور اس میں امانت نہیں ہوگی اور گواہی دیں گے حالانکہ انہیں گواہ نہ بنایا جائے گا اور نذر مانیں گے لیکن پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔(صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 2542)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر مال غنیمت میں خیانت کرنے کا تذکرہ کر کے اس کو بڑا بھاری گناہ ظاہر کر کے اور خیانت بڑا جرم بتا کر فرمایا مجھے قیامت کے دن کسی کو اس حالت میں دیکھنا محبوب نہیں کہ اس کی گردن پر میماتی ہوئی بکری سوار ہو اور اس کی گردن پر گھوڑا بیٹھا ہوا ہنہنا رہا ہو اور وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امداد فرمائیے تو میں کہہ دونگا کہ تیرے لئے مجھے کوئی اختیار نہیں ہے میں نے تجھے حکم الٰہی پہنچا دیا تھا اور اس کی گردن پر لدا ہوا اونٹ بلبلا رہا ہو وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری امداد فرمائیے تو میں کہہ دوں گا۔میرے اختیار میں تیرے لئے کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اس کی گردن پر سونا چاندی بلبلا رہے ہوں اور وہ مجھے کہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امداد فرمائیے تو میں کہہ دوں گا۔

تیرے لئے میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے میں تو احکام الٰہی پہنچا چکا یا اس کی گردن پر کپڑے حرکت کر رہے ہوں اور وہ کہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میری فریاد رسی کیجئے تو میں کہوں گا تیرے لئے میں کوئی اختیار نہیں رکھتا میں تو تجھے احکام الٰہی پہنچا چکا ہوں ایوب نے ابو حبان کے واسطہ سے فرس لہ حمحمۃ کے الفاظ روایت کئے ہیں۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 339)

مسند احمد میں ہے کہ دو انصاری ایک ورثے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا قضیہ لائے واقعہ کو زمانہ گذر چکا تھا دونوں کے پاس گواہ کوئی نہ تھا تو اس وقت آپ نے وہی حدیث بیان فرمائی اور فرمایا کہ میرے فیصلے کی بنا پر اپنے بھائی کا حق نہ لے لے اگر ایسا کرے گا تو قیامت کے دن اپنی گردن میں جہنم کی آگ لٹکا کر آئے گا اب تو وہ دونوں بزرگ رونے لگے اور ہر ایک کہنے لگا میں اپنا حق بھی اپنے بھائی کو دے رہا ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم جاؤ اپنے طور پر جہاں تک تم سے ہو سکے ٹھیک ٹھیک حصے تقسیم کرو پھر قرعہ ڈال کر حصہ لے لو اور ہر ایک دوسرے کو اپنا رہا سہا غلطی کا حق معاف کر دو۔

| |
|---|
| يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَ هُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَالَا يَرْضٰى |
| مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ○ |
| لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے اور اللہ ان کے پاس ہے، جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے۔ |
| اور اللہ ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔ |

## طعمہ اور اس کی قوم کا لوگوں سے پوشیدہ رہنے کا بیان

"يَسْتَخْفُوْنَ" اَیْ طُعْمَة وَقَوْمه حَيَاء "مِنَ النَّاس وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰه وَهُوَ مَعَهُمْ" بِعِلْمِهِ "اِذْ يُبَيِّتُوْنَ" يُضْمِرُوْنَ "مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْل" مِنْ عَزْمهم عَلَى الْحَلِف عَلٰى نَفْي السَّرِقَة وَرَمْي الْيَهُوْدِيّ بِهَا "وَكَانَ اللّٰه بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا" عِلْمًا،

طعمہ اور اس کی قوم شرم کرتے ہوئے لوگوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے جو ان کے ساتھ ہے۔اور اللہ ان کے پاس ہے، یعنی اپنے علم میں ان کے پاس ہے۔جب دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جو اللہ کو ناپسند ہے۔کیونکہ طعمہ کا ارادہ چوری کی نفی پر قسم اور یہودی پر الزام لگانا تھا۔اور اللہ کا علم ان کے کاموں کو گھیرے ہوئے ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۰۸ کے مضمون نزول کا بیان

زرہ کا چور دراصل سچا مسلمان نہیں بلکہ منافق آدمی تھا اور اس کے خاندان والے بھی کچھ پختہ ایمان والے نہ تھے۔جب یہ مقدمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں چلا گیا تو ان لوگوں کے مشورے کا موضوع یہ ہوتا تھا کہ چور کس طرح چوری کے اس جرم سے بچ سکتا ہے اور یہ جرم اس یہودی کے سر کیسے تھوپا جائے۔دراصل اس طرح راتوں کو مشورے کرنا اور یہ سمجھنا کہ اس طرح ان کے جرم پر پردہ پڑا رہے گا، یہی ان لوگوں کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے اور اللہ سے کوئی معاملہ بھلا کیسے چھپا رہ سکتا ہے۔(تیسیر القرآن)

ابن مردویہ میں ہے کہ انصار کا ایک گروہ ایک جہاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا وہاں ایک شخص کی ایک چادر کسی نے چرالی اور اس چوری کا گمان طعمہ بن ابیرق کی طرف تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ قصہ پیش ہوا چور نے اس چادر کو ایک شخص کے گھر میں اس کی بے خبری میں ڈال دیا اور اپنے کنبہ قبیلے والوں سے کہا میں نے چادر فلاں کے گھر میں ڈال دی ہے تم رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ سے ذکر کرو کہ ہمارا ساتھی تو چور نہیں چور فلاں ہے اور ہم نے پتہ لگالیا ہے کہ چادر بھی اس کے گھر میں موجود ہے اس طرح آپ ہمارے ساتھی کی تمام لوگوں کی روبرو بریت کر دیجئے اور اس کی حمایت کیجئے ورنہ ڈر ہے کہ کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے آپ نے ایسا ہی کیا اس پر یہ آیتیں اتری اور جو لوگ اپنے جھوٹ کو پوشیدہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان کے بارے میں (آیت یستخفون ) سے دو آیتیں نازل ہوئیں۔

| |
|---|
| هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ○ |
| خبردار! تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو قیامت کے دن |
| ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑے گا یا کون ہے جو ان پر وکیل ہوگا؟ |

## قیامت کے دن کون کسی کی حمایت کرے گا؟

"هَا اَنْتُمْ" يَا "هٰؤُلَاءِ" خِطَاب لِقَوْمِ طُعْمَةِ "جَادَلْتُمْ" خَاصَمْتُمْ "عَنْهُمْ" اَیْ عَنْ طُعْمَة وَذَوِيهِ وَقُرِءَ عَنْهُ "فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلِ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَة " اِذَا عَذَّبَهُمْ "اَمْ مَّنْ يَّكُوْن عَلَيْهِمْ وَكِيلًا" يَتَوَلّٰى اَمْرَهُمْ وَيَذُبّ عَنْهُمْ اَیْ لَا اَحَد يَفْعَل ذٰلِكَ،

طعمہ کی قوم سے خطاب ہے کہ خبردار! تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف یعنی طعمہ کی طرف سے جھگڑے۔ یہاں عنہم کی جگہ عنہ کی قرأت بھی ہے۔ پھر کون ایسا شخص ہے جو قیامت کے دن جب عذاب ہوگا ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑے گا یا کون ہے جو ان پر وکیل ہوگا؟ یعنی اس کا دفاع کرے اور اس کی طرف سے کفالت کرے جبکہ ایسا کوئی ایک بھی نہ کرے گا۔

## قیامت کے دن دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الٰہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 326)

| |
|---|
| وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ |
| اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔ |

## گناہ کے بعد توبہ کرنے پر بخشش کا بیان

"وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوءًا" ذَنْبًا يَسُوء بِهِ غَيْرِهِ كَرَمْيِ طُعْمَةَ الْيَهُوْدِيّ "اَوْ يَظْلِم نَفْسه" يَعْمَل ذَنْبًا قَاصِرًا عَلَيْهِ "ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰه" مِنْهُ اَیْ يَتُبْ "يَجِد اللّٰه غَفُورًا" لَهٗ "رَحِيمًا" بِهِ،

اور جو کوئی برا کام کرے یعنی گناہ وغیرہ جس طرح طعمہ نے یہودی پر الزام لگایا، یا اپنی جان پر ظلم کرے یعنی کسی حد تک محدود رہ

کر گناہ کر بیٹھے، پھر اللہ سے بخشش طلب کرے، تو وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔

ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مغفل سے سوال کیا کہ عورت نے بدکاری کی پھر جب بچہ ہوا تو اسے مار ڈالا آپ نے فرمایا اس کی سزا جہنم ہے وہ روتی ہوئی واپس چلی تو آپ نے اسے بلایا اور (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا)، الخ، پڑھ کر سنائی تو اس نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور واپس لوٹ گئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ سے استغفار کرے تو اللہ اس کے اس گناہ کو بخش دیتا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ رات میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن میں گناہ کرنے والا توبہ کرے اور دن میں اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات میں گناہ کرنے والا توبہ کرے یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 862)

ہاتھ پھیلانا دراصل کنایہ ہے طلب کرنے سے چنانچہ جب کوئی شخص کسی سے کچھ مانگتا ہے تو اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ رات میں ہاتھ پھیلاتا ہے الخ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو توبہ کی طرف بلاتا ہے! بعض حضرات کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پھیلانا اس کی رحمت و مغفرت سے کنایہ ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ یہاں تک کہ سورج مغرب کی سمت سے نکلے، کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں سے طلب توبہ کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ قرب قیامت میں سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نکلے کیونکہ جب آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد پھر کسی کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

## گناہ کے بعد استغفار کرنے کا بیان

حضرت ابودرداء فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ مجلس میں سے اٹھ کر اپنے کسی کام کے لئے کبھی جاتے اور واپس تشریف لانے کا ارادہ بھی ہوتا نعلین مبارک یا کپڑا کچھ نہ کچھ چھوڑ جاتے، ایک مرتبہ آپ اپنی نعلین مبارک چھوڑے ہوئے اُٹھے ڈولچی پانی کی ساتھ لے چلے میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا آپ کچھ دور جا کر بغیر حاجت پوری کئے واپس آئے اور فرمانے لگے۔ میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھے یہ پیغام دے گیا، پھر آپ نے (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) 4۔ النسآء: 110) پڑھی اور فرمایا میں اپنے صحابہ کو یہ خوشخبری سنانے کے لئے راستے میں ہی لوٹ آیا ہوں اس سے پہلے چونکہ (وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا) 4۔ النسآء: 110) یعنی ہر برائی کرنے والے کو اس کی برائی کا بدلہ ملے گا اتر چکی تھی اس لئے صحابہ بہت پریشان تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی نے زنا کیا ہو؟ چوری کی ہو؟ پھر وہ استغفار کرے تو اسے بھی اللہ بخش دے گا؟ آپ نے فرمایا ہاں، میں نے دوبارہ پوچھا آپ نے کہا ہاں میں نے سہ بارہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ہاں گو ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو، پس حضرت ابودرداء جب یہ حدیث بیان کرتے اپنی ناک پر مار کر بتاتے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۝

اور جوشخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر کررہا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

## گناہ کرنے والے پر ہی سزا ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا" ذَنْبًا "فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسه" لِاَنَّ وَبَاله عَلَيْهَا وَلَا يَضُرّ غَيْرِهٖ "وَكَانَ اللّٰه عَلِيْمًا حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعه،

اور جوشخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر کررہا ہے کیونکہ اس کی سزا اسی پر ہوگی اس کے سوا پر نہ ہوگی۔ اور اللہ خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## ہرشخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے

ولا تكسب كل نفس الا عليها ۔(الانعام ۱۶۴)

ہرشخص جو کچھ بھی کرتا ہے اس کا وہی ذمہ دار ہے۔ اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے جو کسب کیا چاہے اس کا تعلق بھلائی سے ہو یا برائی سے ہو اصل کے اعتبار اسکی جزاء وسزا کا وہی مستحق ہے تاہم کئی ذرائع واسباب ایسے بھی ہیں جن کی وجہ سے دوسرے افراد بھی جزاء وسزا پاتے ہیں۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝

اور جوشخص کسی خطا یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے تو اس نے یقیناً ایک بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھالیا ہے۔

## گناہ اور اس کی تہمت دوسروں پر لگانے کا بیان

"وَمَنْ يَّكْسِب خَطِيئَة" ذَنْبًا صَغِيرًا "اَوْ اِثْمًا" ذَنْبًا كَبِيرًا "ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيئًا" مِنْهُ "فَقَدْ احْتَمَلَ" تَحَمَّلَ "بُهْتَانًا" بِرَمْيِهِ "وَاِثْمًا مُبِينًا" بَيِّنًا بِكَسْبِهٖ،

اور جوشخص کسی صغیرہ خطا یا بڑا گناہ کا ارتکاب کرے، پھر بری ہونے کیلئے اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے، تو اس نے یقیناً تہمت کے سبب ایک بہتان اور کھلے گناہ کو اٹھالیا ہے۔ جو اس نے کیا ہے۔

## تہمت اور ہار والے واقعہ کا عجائب میں سے ہونے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ایک حبشی عورت جو کسی عرب کی لونڈی تھی۔ ایمان لائی اور مسجد (کے قریب) میں اس کی ایک جھونپڑی تھی جس میں وہ رہتی تھی وہ فرماتی ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ کر ہم سے باتیں کرتی اور جب وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتی تو یہ کہا کرتی کہ اور ہار والا دن پروردگار کی عجائبات قدرت میں سے ہے ہاں اسی نے مجھے

کفر کے شہر سے نجات عطا فرمائی! جب اس نے بہت دفعہ یہ کہا تو اس سے حضرت عائشہ نے پوچھا۔ ہار والا دن (کیسا واقعہ ہے) اس نے کہا میرے آقا کی ایک لڑکی باہر نکلی اس پر ایک چمڑے کا ہار تھا وہ ہار اس کے پاس سے گر گیا تو ایک چیل گوشت سمجھ کر اس پر جھپٹی اور لے گئی۔ لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے سزا دی۔ حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک بڑھا کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ لوگ میرے ارد گرد تھے اور میں اپنی مصیبت میں مبتلا تھی۔ کہ دفعتاً وہ چیل آئی۔

جب وہ ہمارے سروں پر آگئی تو اس نے وہ ہار ڈال دیا۔ لوگوں نے اسے لے لیا تو میں نے کہا تم نے اسی کی تہمت مجھ پر لگائی تھی حالانکہ میں اس سے بالکل بری تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1069)

| |
|---|
| وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ |
| اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ |
| وَ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○ |
| اور اگر اللہ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکا دے دیں اور وہ اپنے ہی |
| آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا |
| جو کچھ تم نہ جانتے تھے۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ پر علم غیب کو بیان کر دینے کا بیان

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ "يَا مُحَمَّدُ "وَرَحْمَته" بِالْعِصْمَةِ "لَهَمَّتْ" اَضْمَرَتْ "طَائِفَة مِنْهُمْ" مِنْ قَوْم طُعْمَة "اَنْ يُّضِلُّوك "عَنْ الْقَضَاء بِالْحَقِّ بِتَلْبِيسِهِمْ عَلَيْك "وَمَا يُضِلُّونَ اِلَّا اَنْفُسهمْ وَمَا يَضُرُّونَك مِنْ "زَائِدَة "شَيْء "لِاَنَّ وَبَال اِضْلَالهمْ عَلَيْهِمْ "وَاَنْزَلَ اللّٰه عَلَيْك الْكِتَاب "الْقُرْاٰن "وَالْحِكْمَة" مَا فِيهِ مِنْ الْاَحْكَام "وَعَلَّمَك مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَم" مِنْ الْاَحْكَام وَالْغَيْب "وَكَانَ فَضْل اللّٰه عَلَيْك" بِذٰلِكَ وَغَيْره،

یا محمد ﷺ اور اگر اللہ کا فضل ورحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں کے کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں دھوکا دے دیں یعنی طعمہ کی قوم سے ایک جماعت نے تو آپ کو شک میں ڈالنے کی ہر کوشش کر رکھی تھی۔ اور وہ اپنے ہی آپ کو بہکا رہے ہیں اور تمہارا کچھ نہ بگاڑیں گے، یہاں پر من زائدہ ہے۔ کیونکہ ان کی گمراہی کا وبال انہی پر ہے۔ اور اللہ نے تم پر کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی جو کچھ اس میں احکام ہیں وہ اتارے اور تمہیں احکام اور غیب کا علم سکھا دیا جو تم نہ جانتے تھے۔ اور اسی علم غیب وغیرہ کے سبب اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

## غیب کی پانچ کنجیوں کا بیان

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

غیب کی کنجیاں پانچ ہیں کہ انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ رحم مادہ میں کیا چیز ہے اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ وہ کس ملک میں مرے گا اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ بارش کب ہوگی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 999)

## زمین کے خزانوں کی کنجیوں کا نبی کریم ﷺ کو عطا ہونے کا بیان

حضرت عقبہ ابن عامر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی مانند کہ جو زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہا ہو، احد کے شہیدوں پر (ان کی تدفین کے ) آٹھ سال بعد نماز پڑھی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر (ہمیں خطاب کیا اور) فرمایا: میں تمہارے آگے تمہارا امیر منزل ہوں، میں تمہارا شاہد ہوں، تم سے کیا گیا وعدہ پورا ہونے کی جگہ حوض کوثر ہے اور یقین جانو میں اس وقت بھی اپنے منبر پر بیٹھا ہوا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے دی گئی ہیں اور میں اس بات سے تو نہیں ڈرتا کہ تم سب میرے بعد کفر وشرک اختیار کر لو گے البتہ مجھے یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا میں تمہاری دلچسپی زیادہ ہو جائے گی۔

بعض راویوں نے یہاں یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں اور دنیا میں تمہاری دلچسپی حد سے زیادہ بڑھ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ (تم ملک و دولت اور حکومت واقتدار کی چھینا جھپٹی میں ایک دوسرے کا) قتل وقتال کرنے لگو گے اور پھر تم لوگ بھی اسی طرح ہلاکت وتباہی کا شکار ہو جاؤ گے جیسے پہلے لوگ ہلاک وتباہ ہو گئے تھے۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 557)

| |
|---|
| لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ |
| وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ |
| ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس شخص کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم |
| دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔ |

## اکثر خفیہ مشوروں میں بھلائی نہ ہونے کا بیان

"لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنْ نَجْوَاهُمْ" اَيْ النَّاس اَيْ مَا يَتَنَاجَوْنَ فِيْهِ وَيَتَحَدَّثُوْنَ "اِلَّا" نَجْوَى "مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْف" عَمَل بِرّ "اَوْ اِصْلَاح بَيْن النَّاس وَمَنْ يَفْعَل ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "ابْتِغَاء" طَلَب "مَرْضَاة اللّٰه" لَا غَيْره مِنْ اُمُور الدُّنْيَا . "فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء اَيْ اللّٰه،

لوگوں کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں یعنی جس میں یہ سرگوشیاں کرتے ہیں اور محض گپ شپ لگاتے ہیں سوائے اس شخص کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرے تو ہم اس کو عنقریب عظیم اجر عطا کریں گے۔ یعنی دنیاوی غرض سے ایسا نہ کیا ہو۔ نؤتیہ یہ نون اور یاء، دونوں طرح آیا ہے۔

## شارع کے سوا کلام کے قابل مؤاخذہ ہونے کا بیان

حضرت سفیان ثوری کی عیادت کے لئے لوگ جاتے ہیں ان میں سعید بن حسان بھی ہیں تو آپ فرماتے ہیں سعید تم نے ام صالح کی روایت سے جو حدیث بیان کی تھی آج اسے پھر سناؤ، آپ سند بیان کر کے فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کی تمام باتیں قابل مواخذہ ہیں بجز اللہ کے ذکر اور اچھے کاموں کے بتانے اور برے کاموں سے روکنے کے، حضرت سفیان نے کہا یہی مضمون اس آیت میں ہے، یہی مضمون آیت (یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا لَّا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ، 78۔ النبأ: 38) میں ہے یہی مضمون سورہ والعصر میں ہے مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی آپس میں محبت بڑھانے اور صلح صفائی کے لئے جو بھی بات کہے ادھر ادھر سے کہے یا قسم اٹھائے وہ جھوٹوں میں داخل نہیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ |
| نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ |
| اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے |
| تو ہم اسے اسی کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی مخالفت والے کیلئے دائمی عذاب ہونے کا بیان

"وَمَنْ یُّشَاقِقْ" یُخَالِف "الرَّسُوْلَ" فِیْمَا جَاءَ بِہٖ مِنَ الْحَقّ "مِنْ بَعْد مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی" ظَھَرَ لَہُ الْحَقّ بِالْمُعْجِزَاتِ "یَتَّبِع" طَرِیْقًا "غَیْر سَبِیْل الْمُؤْمِنِیْنَ" اَیْ طَرِیْقھمْ الَّذِیْ ھُمْ عَلَیْہِ مِنَ الدِّیْن بِاَنْ یَکْفُر "نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی" نَجْعَلہُ وَالِیًا لِمَا تَوَلَّاہُ مِنَ الضَّلَال بِاَنْ نُخَلِّی بَیْنہ وَبَیْنہ فِی الدُّنْیَا "وَنُصْلِہٖ" نُدْخِلہُ فِی الْاٰخِرَۃ "جَھَنَّم" فَیَحْتَرِق فِیْھَا "وَسَاءَتْ مَصِیْرًا" مَرْجِعًا ھِیَ،

اور جو شخص رسول مکرم ﷺ کی مخالفت اس بات میں کرے جو حق سے آئی ہے، اس کے بعد کہ اس پر ہدایت کی راہ واضح ہو چکی یعنی حق معجزات سے واضح ہو چکا ہے۔ اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ کی پیروی کرے، یعنی مسلمانوں کا وہ راستہ جو ان کے دین کا راستہ ہے۔ اس سے پھرے، تو ہم اسے اسی کی طرف پھیرے رکھیں گے جدھر وہ پھر گیا ہے یعنی اسی گمراہی کی طرف پھیر دیں گے جس کی طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔ یعنی ہم اس کو اور اس کی اختیار کردہ دنیا کے درمیان اس کو چھوڑ دیں گے۔ اور آخرت میں اسے دوزخ میں ڈالیں گے، جس میں وہ جلے گا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ یعنی جس میں وہ رہے گا۔

## بنوابیرق کی چوری وشرارت کا بیان

حضرت قتادہ بن نعمان فرماتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک گھر والے تھے جنہیں بنوابیرق کہا جاتا تھا۔ وہ تین بھائی تھے۔

بشر، بشیر اور مبشر۔ بشیر منافق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھا پھر ان شعروں کو بعض عرب شعراء کی طرف منسوب کر دیتا اور کہتا کہ فلاں نے اس طرح کہا ہے فلاں نے اس طرح کہا ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ اشعار سنتے تو کہتے کہ اللہ کی قسم یہ شعر اسی خبیث کے ہیں یا جیسا راوی نے فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے کہ ابن ابیرق ہی نے کہے ہیں۔ وہ لوگ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں محتاج اور فقیر تھے مدینہ میں لوگوں کا طعام کھجور اور جو ہی تھا۔ پھر اگر کوئی خوشحال ہوتا تو شام کی طرف سے آنے والے قافلے سے میدہ خریدتا جسے وہ اکیلا ہی کھاتا اس کے گھر والوں کا کھانا کھجوریں اور جو ہی ہوتے۔

ایک مرتبہ شام کی طرف سے ایک قافلہ آیا تو میرے چچا رفاعہ بن زید نے میدے کا ایک بوجھ خریدا اور اسے بالا خانہ میں رکھا جہاں ہتھیار، زرہ اور تلوار بھی تھی۔ (ایک دن) کسی نے ان کے گھر کے نیچے سے نقب لگا کر ان کا میدہ اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لئے۔ صبح ہوئی تو چچا رفاعہ آئے اور کہنے لگے بھتیجے آج رات ہم پر ظلم کیا گیا اور ہمارے بالا خانہ سے کھانا اور ہتھیار وغیرہ چوری کر لئے گئے۔ چنانچہ ہم نے اہل محلہ سے پوچھ گچھ کی تو پتہ چلا کہ آج رات بنو ابیراق نے آگ جلائی تھی۔ ہمارا تو یہی خیال ہے کہ انہوں نے تمہارے کسی کھانے پر روشنی کی ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہیں جس وقت ہم محلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے تو بنو ابیراق کہنے لگے کہ ہمارے خیال میں تمہارا چور لبید بن سہل ہی ہے۔ جو تمہارا دوست ہے وہ صالح شخص تھا اور مسلمان تھا جب لبید نے یہ بات سنی تو اپنی تلوار نکال لی اور کہا کہ میں چوری کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم یا تو میری تلوار تم میں پیوست ہوگی یا تم ضرور اس چوری کو ظاہر کرو گے۔ بنو ابیراق کہنے لگے تم اپنی تلوار تک رہو۔ (یعنی ہمیں کچھ نہ کہو) تم نے چوری نہیں کی۔ پھر ہم محلے میں پوچھتے رہے یہاں تک کہ ہمیں یقین ہو گیا کہ یہی بنو ابیراق چور ہیں۔ اس پر میرے چچا نے کہا اے بھتیجے اگر تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاتے اور اس کا ذکر کرتے (تو شاید چیز مل جاتی) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم میں سے ایک گھر والے نے میرے چچا پر ظلم کیا اور نقب لگا کر ان کا غلہ اور ہتھیار وغیرہ لے گئے۔ جہاں تک غلے کا تعلق ہے تو اسی ہمیں حاجت نہیں لیکن ہمارے ہتھیار واپس کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں عنقریب اس کا فیصلہ کروں گا۔ جب بنو ابیراق نے یہ سنا تو اپنی قوم کے ایک شخص اسیر بن عروہ کے پاس آئے اور اس سے اس معاملے میں بات کی پھر اس کیلئے بہت سے لوگ جمع ہوئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتادہ بن نعمان اور اس کے چچا ہمارے گھر والوں پر بغیر دلیل اور بغیر گواہ کے چوری کی تہمت لگا رہے ہیں جبکہ وہ لوگ نیک اور مسلمان ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم نے کسی مسلمان اور نیک گھرانے پر بغیر کسی گواہ اور دلیل کے چوری کی تہمت لگائی ہے؟

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں واپس ہوا اور سوچا کہ کاش میرا کچھ مال چلا جاتا اور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس معاملے میں بات نہ کرتا۔ اس دوران میرے چچا آئے اور پوچھا کہ کیا کہا؟ میں نے انہیں بتایا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسطرح فرمایا ہے۔انہوں نے کہا اللہ ہی مددگار ہے۔پھر زیادہ دیر نہ گزری کہ قرآن کی آیت نازل ہوئی، اِنَّـا اَنْـزَلْـنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ، بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے جو تمہیں اللہ سمجھا دے اور تو بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو (مراد بنوابیراق) اور اللہ سے بخشش مانگ (یعنی جو بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتادہ سے کہی ہے)۔ بیشک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔(النساء)۔پھر فرمایا(وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِـيْمًا ١٠٧ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ، اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑو جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں، جو شخص دغاباز گنہگار ہو بے شک اللہ اسے پسند نہیں کرتا۔ یہ لوگ انسانوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے۔جبکہ رات کو چھپ کر اس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور ان کے سارے اعمال پر اللہ احاطہ کرنے والا ہے۔ہاں تم لوگوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں تو جھگڑا کر لیا پھر قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا یا ان کا وکیل کون ہوگا اور جو کوئی برا فعل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اس کے بعد اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پاوے۔اور جو کوئی گناہ کرے سو اپنے ہی حق میں کرتا ہے اور اللہ سب باتوں کا جاننے والا حکمت والا ہے۔اور جو کوئی خطاء یا گناہ کرے پھر کسی بے گناہ پر تہمت لگا دے تو اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔(النساء) سے ان کی اس بات کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے لبید سے کہی تھی۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ الخ، اور اگر تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تمہیں غلط فہمی میں مبتلا کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتے تھے۔اور وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اور اللہ نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تجھے وہ باتیں سکھائیں ہیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کو تجھ پر بڑا فضل ہے۔(النساء)

جب قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہتھیار لائے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ ہتھیار حضرت رفاعہ کی طرف لوٹا دیئے قتادہ کہتے ہیں کہ جب میں ہتھیار لے کر اپنے چچا کے پاس آیا (ابوعیسیٰ کو شک ہے کہ عشی کہا یا اعسی) ان کی بینائی زمانہ جاہلیت میں کمزور ہوگئی تھی اور بوڑھے ہو چکے تھے۔میں ان کے ایمان میں کچھ خلل کا گمان کیا کرتا تھا۔لیکن جب میں ہتھیار وغیرہ لے کر ان کے پاس گیا تو کہنے لگے بھتیجے یہ میں نے اللہ کی راہ میں دے دیئے ہیں۔چنانچہ مجھے ان کے ایمان کا یقین ہوگیا۔جب قرآن کی آیات نازل ہوئیں تو بشیر مشرکین کے ساتھ مل گیا اور سلافہ بنت سعد بن سمیہ کے پاس ٹھہرا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ١١٥ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا ۢ بَعِيْدًا، اور جو کوئی رسول اللہ کی مخالفت کرے، بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ کود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے

اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔ بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو کسی کو اس کا شریک بنائے۔ اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا، وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔ (النساء)

جب وہ سلافہ کے پاس ٹھہرا تو حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند شعروں میں سلافہ کی ہجو کی۔ چنانچہ سلافہ نے بشیر کا سامان اٹھا کر سر پر رکھا اور اسے باہر جا کر میدان میں پھینک دیا پھر اس سے کہنے لگی کہ کیا تو میرے پاس حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعر ہدیئے میں لایا ہے۔ تجھ سے مجھے کبھی خیر نہیں مل سکتی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 975)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَمَنْ یُّشْرِكْ |
| بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۝ |
| بیشک اللہ اس کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس سے کم ہے جس کے لئے چاہے معاف |
| فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔ |

## اہل شرک کی عدم بخشش کی وعید کا بیان

"اِنَّ اللّٰه لَا یَغْفِر اَنْ یُّشْرَك بِهٖ وَیَغْفِر مَا دُوْن ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاء وَمَنْ یُّشْرِك بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا" عَنْ الْحَقّ،

بیشک اللہ اس کو معاف نہیں کرتا جو اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور جو اس سے کم ہے جس کے لئے چاہے معاف فرما دیتا ہے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ واقعی دور کی گمراہی میں بھٹک گیا۔

،حضرت علی فرمایا کرتے تھے قرآن کی کوئی آیت مجھے اس آیت سے زیادہ محبوب نہیں (ترمذی) مشرکین سے دنیا اور آخرت کی بھلائی دور ہو جاتی ہے اور وہ راہ حق سے دور ہو جاتے ہیں وہ اپنے آپ کو اور اپنے دونوں جہانوں کو برباد کر لیتے ہیں،

## سورہ نساء آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت ایک کہن سال اعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا نبی اللہ میں بوڑھا ہوں گناہوں میں غرق ہوں بجز اس کے کہ جب سے میں نے اللہ کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہ کیا اور اس کے سوا کسی اور کو ولی نہ بنایا اور جرأت کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ سے بھاگ سکتا ہوں شرمندہ ہوں، تائب ہوں، مغفرت چاہتا ہوں اللہ کے یہاں میرا کیا حال ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ آیت نصِ صریح ہے اس پر کہ شرک بخشا نہ جائے گا اگر مشرک اپنے شرک پر مرے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مشرک جو اپنے شرک سے توبہ کرے اور ایمان لائے تو اس کی توبہ و ایمان مقبول ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نساء، لاہور)

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ۝

یہ اللہ کے سوا محض زنانی چیزوں ہی کی پرستش کرتے ہیں اور یہ فقط سرکش شیطان ہی کی پوجا کرتے ہیں۔

## بتوں کی پوجا کا شیطان کی پوجا کی طرح ہونے کا بیان

"اِنْ" مَا "يَدْعُوْنَ" يَعْبُدُ الْمُشْرِكُوْنَ "مِنْ دُوْنِه" اَىْ اللهِ اَىْ غَيْرِهٖ "اِلَّا اِنَاثًا" اَصْنَامًا مُؤَنَّثَةً كَاللَّاتِ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ "وَاِنْ" مَا "يَدْعُوْنَ" يَعْبُدُوْنَ بِعِبَادَتِهَا "اِلَّا شَيْطَانًا مَرِيْدًا" خَارِجًا عَنِ الطَّاعَةِ لِطَاعَتِهِمْ لَهٗ فِيْهَا وَهُوَ اِبْلِيْس،

یہ مشرکین اللہ کے سوا محض زنانی چیزوں ہی کی پرستش کرتے ہیں یعنی مؤنث بتوں کی جس طرح لات وعزیٰ اور منات ہے اور یہ فقط سرکش شیطان ہی کی پوجا کرتے ہیں۔ وہی شیطان جو طاعت کی حد سے خارج ہے۔ اور وہی ابلیس ہے۔

## الفاظ کے لغوی وتفسیری معانی کا بیان

ان نافیہ ہے۔ اناثا عورتیں۔ انثی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودان باطل کو اناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع واقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات، عزیٰ، نائلہ۔ یہ سب مونث نام ہیں۔

## مشرکین کا فرشتوں کو اللہ بیٹیاں بتانے کا بیان

ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہ الٰہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وجعلوا الملئکۃ الذین، اناثا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں عورتیں قرار دیا۔

راغب اصفہانی فرماتے ہیں: معبودان عرب (لات، منات وعزیٰ وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جمادات تھے اور بقول حسن بصری رحمہ اللہ علیہ حسن کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اناث میں شامل ہے لہٰذا یہ پتھر کے بت جو سر تا سر منفعل اور غیر فاعل ہیں۔ یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن موثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت وقوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔ مریدا۔ صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔

مؤنث بتوں کو جیسے لات، عُزّیٰ، مَنات وغیرہ یہ سب مؤنث اور عرب کے ہر قبیلے کا بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے اور اس کو اس قبیلہ کی انثی (عورت) کہتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قراءت "اِلَّا اَوْثَانًا" اور حضرت ابن عباس کی قراءت

میں "اِلَّآ اُنٰثًا" آیا ہے اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اِناث سے مراد بت ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ مشرکین عرب اپنے باطل معبودوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مشرکین بتوں کو زیور وغیرہ پہنا کر عورتوں کی طرح سجاتے تھے۔

| |
|---|
| لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ٥ |
| جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک معیّن حصہ ضرور لے لوں گا۔ |

## شیطان کا لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دینے کا بیان

"لَعَنَهُ اللّٰهُ" اَبْعَدَه عَنْ رَحْمَته "وَقَالَ" اَیْ الشَّیْطَان "لَاَتَّخِذَنَّ" لَاَجْعَلَنَّ لِی "مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا" حَظًّا "مَفْرُوضًا" مَقْطُوعًا اَدْعُوهُمْ اِلٰى طَاعَتِي،

جس پر اللہ نے لعنت کی ہے یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ اور شیطان نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک معیّن حصہ ضرور لے لوں گا۔ یعنی ان کو اپنی اطاعت کی دعوت دوں گا۔

## شیطان کے تخت کا پانی پر ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا پھر ان میں سے ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوا دی شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے ہاں! تو ہے (جس نے بڑا کام کیا ہے) اعمش نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2605)

صحیح مسلم میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو یکسوئی والے دین پر پیدا کیا لیکن شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا پھر میں نے اپنے حلال کو ان پر حرام کر دیا۔ شیطان کو دوست بنانے والا اپنا نقصان کرنے والا ہے جس نقصان کی کبھی تلافی نہ ہو سکے۔ کیونکہ شیطان انہیں سبز باغ دکھاتا رہتا ہے غلط راہوں میں ان کی فلاح و بہبود کا یقین دلاتا ہے دراصل وہ بڑا فریب اور صاف دھوکا ہوتا ہے، چنانچہ شیطان قیامت کے دن صاف کہے گا اللہ کے وعدے سچے تھے اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تم پر تھا ہی نہیں میری پکار کو سنتے ہی کیوں تم مست و بے عقل بن گئے؟ اب مجھے کیوں کوستے ہو؟ اپنے آپ کو برا کہو۔ شیطانی وعدوں کو صحیح جاننے والے اس کی دلائی ہوئی اُمیدوں کو پوری ہونے والی سمجھنے والے آخرش جہنم واصل ہوں گے جہاں سے چھٹکارا محال ہوگا۔

| |
|---|
| وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ |
| وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۝ |
| میں انہیں ضرور گمراہ کردوں گا اور ضرور انہیں غلط اُمیدیں دلاؤں گا اور انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً جانوروں کے |
| کان چیرا کریں گے اور میں انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلا کریں گے، اور جو کوئی |
| اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے تو واقعی وہ صریح نقصان میں رہا۔ |

## شیطانی فکر کا احکام شرعیہ میں تبدیلی لانے کا بیان

"وَلَاُضِلَّنَّهُمْ" عَنِ الْحَقِّ بِالْوَسْوَسَةِ "وَلَاُمَنِّيَنَّهُم" اُلْقِى فِى قُلُوْبِهِمْ طُول الْحَيَاة وَاَنْ لَّا بَعْث وَلَا حِسَاب "وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ" يُقَطِّعُنَّ "اٰذَانَ الْاَنْعَام" وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِالْبَحَائِرِ "وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰه" دِيْنه بِالْكُفْرِ وَاِحْلَال مَا حَرَّمَ اللّٰه وَتَحْرِيم مَا اَحَلَّ "وَمَنْ يَّتَّخِذ الشَّيْطَان وَلِيًّا" يَتَوَلَّاهُ يُطِيعهُ "مِنْ دُوْن اللّٰه" اَىْ غَيْرِهٖ "فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُبِينًا" بَيِّنًا لِمَصِيْرِهٖ اِلَى النَّار الْمُؤَبَّدَة عَلَيْهِ،

میں انہیں ضرور وسوسہ کے ذریعے حق سے گمراہ کردوں گا اور ضرور انہیں غلط اُمیدیں دلاؤں گا یعنی ان کے دلوں میں دنیا کی لمبی زندگی اور بعث وجزاء کے نہ ہونے کا خیال باطل ڈالوں گا۔ اور انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً جانوروں کے کان چیرا کریں گے جس طرح انہوں بحیرہ جانوروں کے ساتھ کیا۔ اور میں انہیں ضرور حکم دیتا رہوں گا سو وہ یقیناً اللہ کی بنائی ہوئی چیزوں کو بدلا کریں گے، یعنی دین کو کفر سے اور حلال کو حرام سے اور حرام کو حلال سے تبدیل کریں۔ اور جو کوئی اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنالے یعنی وہ اس کی اطاعت کرے تو واقعی وہ صریح نقصان میں رہا۔ یعنی اس کیلئے جہنم کی آگ جو دائمی اسی کیلئے لوٹنے کی جگہ ہے۔

## انسان کے اندر شیطان کا خون کی طرح گردش کرنے کا بیان

علی بن حسین ام المومنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معتکف تھے میں رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے آئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی پھر واپس لوٹنے کے لئے کھڑی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ مجھے رخصت کرنے کے لئے اٹھے اور ان کی رہائش اسامہ بن زید کے گھر میں تھی دو انصاری آدمی گزرے جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو جلدی جلدی چلنے لگے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چال میں ہی چلو یہ صفیہ بنت حیی ہے انہوں نے عرض کیا سبحان اللہ، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے فرمایا انسان کے اندر شیطان خون کی طرح چلتا ہے اور مجھے خوف ہوا کہ وہ تمہارے دلوں میں کوئی بری بات نہ ڈال دے یا اور کچھ فرمایا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1182)

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝

شیطان انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان فریب کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔

## شیطان اہل دنیا کو لمبی عمر کا وسوسہ دیتا ہے

"يَعِدُهُمْ" طُول الْعُمُر "وَيُمَنِّيهِمْ" نَيل الْاٰمَال فِي الدُّنْيَا وَاَنْ لَّا بَعْث وَلَا جَزَاء "وَمَا يَعِدُهُمْ الشَّيْطَان" بِذٰلِكَ "اِلَّا غُرُوْرًا" بَاطِلًا،

شیطان انہیں لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے اور انہیں دنیا اُمیدیں دلاتا ہے کہ دوبارہ زندہ ہونا اور جزاء غیرہ کچھ نہیں ہے۔ اور شیطان فریب کے سوا ان سے کوئی وعدہ نہیں کرتا۔ جو باطل ہے۔

## شیطان سوئے ہوئے آدمی پر گرہیں باندھتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک آدمی کی گردن پر جب وہ سو جاتا ہے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر ایک گرہ پر پھونک مارتا ہے کہ ابھی رات بڑی لمبی ہے تو جب کوئی بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو اس پر سے دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ اس کی صبح نفس کی خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1813)

اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۝

یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ وہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

## جہنم سے فرار نہ ہو سکنے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا" مَعْدِلًا، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ وہاں سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ محیصا۔ جائے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حاص تحیص (اجوف یائی) باب ضرب بچنا۔ الگ کرنا۔ من حاص عن الشر سلم۔ جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔ محیص اسم ظرف مکان۔ بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں عنقریب بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔

## ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے ہمیشہ کے انعام کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا وَّعْد اللّٰه حَقًّا" اَیْ وَعَدَهُمُ اللّٰه ذٰلِكَ وَحَقه حَقًّا "وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَصْدَق مِنَ اللّٰه قِيْلًا" اَیْ قَوْلًا،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم انہیں عنقریب بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا سچا وعدہ ہے، یعنی اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے۔

یہاں اہل ایمان اور جنت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے مطابق لایا گیا ہے کہ جہاں ترہیب کا ذکر ہو رہا ہو تو ساتھ ہی ترغیب کا اور جہاں ترغیب کا ذکر ہو رہا ہو تو ساتھ ہی ترہیب کا ذکر عموماً قرآن کریم میں آیا کرتا ہے۔ پچھلی آیات میں شیطان کے پیروکاروں کا ذکر تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ شیطان کے وعدے اور امیدیں دلانا سب کچھ مکر وفریب ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایمان والوں سے اللہ نے جس جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ بالکل سچا ہے اور اللہ سے بڑھ کر سچا ہو بھی کون سکتا ہے؟ لوگوں کے اعمال کے اچھے اور برے نتائج اس نے جو اطلاع دی ہے اور جنت اور دوزخ کے جو حالات بتائے ہیں وہ سب اس کی نظروں کے سامنے ہیں۔ زمان ومکان کی رکاوٹیں تو ہمارے لئے ہیں اور جنت اور دوزخ ہمارے لئے تو غیب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے سب باتیں شہود ہی ہیں۔ اس کے لئے زمان ومکان بھی کوئی چیز نہیں۔

| |
|---|
| لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ |
| وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ |
| نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، جو کوئی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی |
| اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ |

## احکام شرعیہ کا انسانوں کی افکار پر موقوف نہ ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا افْتَخَرَ الْمُسْلِمُوْنَ وَاَهْل الْكِتَاب "لَيْسَ" الْاَمْر مَنُوطًا "بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْل الْكِتَاب" بَلْ بِالْعَمَلِ الصَّالِح "مَنْ يَّعْمَل سُوْءًا يُجْزَ بِهِ" اِمَّا فِی الْاٰخِرَة اَوْ فِی الدُّنْيَا بِالْبَلَاءِ وَالْمِحَن كَمَا وَرَدَ فِی الْحَدِيْث "وَلَا يَجِد لَهُ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَيْره "وَلِيًّا" يَحْفَظهُ "وَلَا نَصِيْرًا" يَمْنَعهُ مِنْهُ،

جب مسلمانوں اور اہل کتاب نے فخر کیا تو اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی کہ نہ تمہاری خواہشات پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی خواہشات پر، جو کوئی برا عمل کرے گا اسے اس کی سزا دی جائے گی خواہ دنیا ہو یا آخرت آزمائش اور محنت کے ساتھ کامیابی

ہوگی جس طرح حدیث میں آیا ہے۔اور نہ وہ اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔یعنی کوئی دفاع کرنے والا نہ ہوگا۔

## اعمال کے بدلے جزاء وسزا ہونے کا بیان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ، چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کیا میں تمہیں ایسی آیت نہ پڑھاؤں جو مجھ پر نازل ہوئی ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ آیت پڑھائی۔ پھر مجھے کچھ معلوم نہیں ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی کمر ٹوٹتی ہوئی محسوس کی اور انگڑائی لی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا ابوبکر کیا ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ ہم میں سے کون ہے جو برائی نہیں کرتا۔ تو کیا ہمیں تمام اعمال کی سزا دی جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تمہیں اور مسلمانوں کو دنیا میں اس کا بدلہ دیا جائے گا تا کہ تم اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے وقت گناہوں سے پاک ہو۔ لیکن دوسرے لوگوں کی برائیاں جمع کی جائیں گی تا کہ انہیں قیامت کے دن بدلہ دیا جائے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اور اس کی سند پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ یحییٰ بن سعید اور امام احمد نے موسیٰ بن عبید کو ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن سباع کے مولیٰ مجہول ہیں۔ پھر یہ حدیث ایک اور سند سے بھی صحیح نہیں اور اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 978)

## سورہ نساء آیت ۱۲۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود و نصاری کہا کرتے تھے کہ ہمارے سوا اور کوئی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور قریش کہا کرتے تھے ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 5-396)

مسروق اور قتادہ کہتے ہیں کہ اہل کتاب نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں ہماری کتاب تمہاری کتاب سے پہلے ہے اور ہم تمہاری نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور مسلمانوں نے کہا کہ ہم تم سے زیادہ سیدھے راستے پر ہیں اور اللہ کے زیادہ قریب ہیں ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور کہا ہماری کتاب پچھلی کتابوں پر فیصلہ کرتی ہے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور پھر اللہ نے اپنے فرمان سے مسلمانوں کی حجت کو دوسرے ادیان میں سے مقابلہ کرنے والوں پر غالب کر دیا۔

## باہمی فضائل کو ایک دوسرے پر نہ جتانے کا بیان

حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا کہ اہل کتاب اور مسلمان میں چرچہ ہونے لگا اہل کتاب تو یہ کہ کر اپنی فضیلت جتا رہے تھے کہ ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے کے ہیں اور ہماری کتاب بھی تمہاری کتاب سے پہلے کی ہے اور مسلمان کہہ رہے تھے کہ ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب تمام اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اس پر یہ آیتیں اتریں اور مسلمانوں کی

سابقہ دین والوں پر فضیلت بیان ہوئی،

مجاہد سے مروی ہے کہ عرب نے کہا نہ تو ہم مرنے کے بعد جئیں گے نہ ہمیں عذاب ہوگا یہودیوں نے کہا صرف ہم ہی جنتی ہیں، یہی قول نصرانیوں کا بھی تھا اور کہتے تھے آگ ہمیں صرف چند دن ستائے گی، آیت کا مضمون یہ ہے کہ صرف اظہار کرنے اور دعویٰ کرنے سے صداقت وحقانیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ ایماندار وہ ہے جس کا دل صاف ہو اور عمل شاہد ہوں اور اللہ تعالیٰ کی دلیل اس کے ہاتھوں میں ہو، تمہاری خواہشیں اور زبانی دعوے کوئی وقعت نہیں رکھتے نہ اہل کتاب کی تمنائیں اور بلند باتیں، نجات کا مدار ہیں بلکہ وقار ونجات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی فرماں برداری اور رسولوں کی تابعداری میں ہے، برائی کرنے والے کسی نسبت کی وجہ سے اس برائی کے خمیازے سے چھوٹ جائیں ناممکن ہے بلکہ رتی رتی بھلائی اور برائی قیامت کے دن اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھ لیں گے، یہ آیت صحابہ پر بہت گراں گذری تھی اور حضرت صدیق نے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب نجات کیسے ہوگی؟ جبکہ ایک ایک عمل کا بدلہ ضروری ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے بخشے ابوبکر یہ سزا وہی ہے جو کبھی تیزی بیماری کی صورت میں ہوتی ہے کبھی تکلیف کی صورت میں کبھی صدمے اور غم ورنج کی صورت میں اور کبھی بلا ومصیبت کی شکل میں (مسند احمد) اور روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر برائی کرنے والا دنیا میں بدلہ پالے گا۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ○ |
| اور جو کچھ نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ |

## نیک عمل کا بدلہ نیک مرد وعورت کو ملنے کا بیان

"وَمَنْ يَعْمَلْ " شَيْئًا "مِنَ الصَّالِحَات مِنْ ذَكَر اَوْ اُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِن فَاُولَئِكَ يَدْخُلُوْنَ " بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَالْفَاعِل "الْجَنَّة وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيرًا" قَدْر نَقْرَة النَّوَاة،

اور جو کچھ نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان، تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے اور انہیں تل بھر نقصان نہ دیا جائے گا۔ یدخلون یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور کسی پر گٹھلی کے چھلکے برابر بھی زیادتی نہ ہوگی۔

## ظاہری طور پر معمولی عمل کا سبب بخشش بن جانے کا بیان

اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہوسکتا ہے جس نے حکم خدا کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا۔ (نیسابوری 153، سیوطی 91، طبری 5۔186، درمنثور 2۔230)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا عنقریب پیاس سے مرجاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں باندھ کر اس کے لئے پانی کھینچا (اور اسے پلا دیا) تو اسی بات پر اس کی بخشش ہوگئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 575)

| |
|---|
| وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ |
| حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝ |
| اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحب احسان بھی ہوا، |
| اور وہ ہر باطل سے الگ ہوکر دینِ ابراہیم کی پیروی کرتا رہا، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا تھا۔ |

## دینِ ابراہیمی کا موافق اسلام سے ہونے کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهه" اَیْ انْقَادَ وَاَخْلَصَ عَمَله "لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِن" مُوَحِّد "وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْم " الْمُوَافِقَة لِمِلَّةِ الْاِسْلَام "حَنِیْفًا" حَال اَیْ مَائِلًا عَنْ الْاَدْیَان كُلّهَا اِلَی الدِّیْن الْقَیِّم "وَاتَّخَذَ اللّٰه اِبْرَاهِیْم خَلِیْلًا" صَفِیًّا خَالِص الْمَحَبَّة لَهٗ،

اور دینی اعتبار سے اُس شخص سے بہتر کون ہوسکتا ہے یعنی اس جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ جس نے اپنا رُوئے نیاز اللہ کے لئے جھکا دیا اور وہ صاحب احسان بھی ہوا، یعنی موحد ہے۔ اور وہ ہر باطل سے الگ ہوکر دینِ ابراہیم کی پیروی کرتا رہا، یعنی وہی اسلام کے مطابق ہے۔ حنیفا یہ حال ہے یعنی تمام ادیان کو چھوڑ کر دین قیم کی طرف متوجہ ہونے والا، اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنالیا تھا۔ یعنی ان کو اپنی محبت کیلئے خاص کرلیا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۲۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سیروایت ہے کہ ایک سال لوگوں میں سخت قحط سالی ہوئی جس کی وجہ سے لوگوں کو بڑی تنگی ہوئی چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کے دروازے پر جمع ہوگئے اور آپ سے کھانا مانگا اور حضرت ابراہیم کے لیے مصر میں ان کے ایک دوست کی طرف سے غلہ مقرر تھا آپ نے اپنے غلاموں کو اونٹوں پر مصر کی طرف بھیجا تا کہ اس دوست سے غلہ وصول کریں آپ کیدوست نے ان سے کہا کہ اگر ابراہیم اپنی ذات کے لیے مانگ رہے ہیں تو ہم یہ برداشت کرلیتے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں بھی ویسی ہی تنگی ہے جیسا کہ لوگوں پر ہے چنانچہ وہ حضرت ابراہیم کے فرستادہ واپس لوٹتے جب وادی بطحا سے گزرے تو انہوں نے کہا اگر ہم اس وادی سے کچھ (ریت) بھرلیں تو لوگ سمجھیں گے کہ ہم غلہ لائے ہیں کیونکہ ہمیں خالی جاتے ہوئے حیا آتی ہے۔

چنانچہ انہوں نے مشکیزے ریت سے بھر لیے پھر وہ ابراہیم کے پاس حاضر ہوئے اس وقت حضرت سارہ سو رہی تھیں انہوں نے آپ کو ساری بات بتائی تو آپ لوگوں کی حالت کی وجہ سے بہت غمگین ہوئے اور اسی دوران آپ پر بھی نیند کا غلبہ آ گیا اور آپ بھی سو گئے اور حضرت سارہ بیدار ہوئیں اور ان مشکیزوں کو پھاڑا تو ان میں سے غلہ نکلنے لگا اور آپ کو کھانے کی خوشبو آئی،

تو آپ نے فرمایا اے سارہ یہ کھانا کہاں سے آیا؟ حضرت سارہ نے کہا کہ آپ کے مصری خلیل کی طرف سے تو آپ نے فرمایا یہ

مصری خلیل کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ خلیل کی طرف سے ہے اس دن اللہ نے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنالیا۔

(نیسابوری 155، سیوطی 91، طبری 5۔191، زادالمسیر 2۔211، قرطبی 5۔400)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ ہونے کا بیان

اور روایت میں ہے اللہ اعلیٰ واکرم نے جس طرح ابراہیم کو خلیل بنالیا تھا اسی طرح مجھے بھی اپنا خلیل کرلیا ہے، ایک مرتبہ اصحاب رسول آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے آپس میں ذکر تذکرے کررہے تھے ایک کہہ رہا تھا تعجب ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا دوسرے نے کہا اس سے بھی بڑھ کر مہربانی یہ کہ حضرت موسیٰ سے خود باتیں کیں اور انہیں کلیم بنایا، ایک نے کہا اور عیسیٰ تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہے، ایک نے کہا آدم صفی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر تشریف لائے سلام کیا اور یہ باتیں سنیں تو فرمایا بیشک تمہارا قول صحیح ہے، ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ کلیم اللہ ہیں اور عیسیٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں اور آدم صفی اللہ ہیں اور اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، مگر میں حقیقت بیان کرتا ہوں کچھ فخر کے طور پر نہیں کہتا کہ میں حبیب اللہ ہو، میں سب سے پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور سب سے پہلے شفاعت قبول کیا جانے والا ہوں اور سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دینے والا ہوں اللہ میرے لئے جنت کو کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں گے قیامت کے دن تمام اگلوں پچھلوں سے زیادہ اکرام وعزت والا ہوں یہ بطور فخر کے نہیں بلکہ بطور سچائی کو معلوم کرانے کیلئے میں تم سے کہہ رہا ہوں،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو کہ خلت صرف حضرت ابراہیم کے لئے تھی اور کلام حضرت موسیٰ کے لئے تھا اور دیدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ **صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین** (مستدرک حاکم)

## انبیائے کرام کے خاص اوصاف حمیدہ کا بیان

اسی طرح کی روایت حضرت انس بن مالک اور بہت سے صحابہ تابعین اور سلف وخلف سے مروی ہے، ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عادت تھی کہ مہمانوں کیساتھ کھائیں۔ ایک دن آپ مہمان کی جستجو میں نکلے لیکن کوئی نہ ملا واپس آئے گھر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہوا ہے پوچھا اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں آنے کی اجازت کس نے دی؟ اس نے کہا اس مکان کے حقیقی مالک نے، پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں ملک الموت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ میں اسے یہ بشارت سنادوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیل بنالیا ہے، یہ سن کر حضرت نے کہا پھر تو مجھے ضرور بتایئے کہ وہ بزرگ کون ہیں؟ اللہ عزوجل کی قسم اگر وہ زمین کے کسی دور کے گوشے میں بھی ہوں گے میں ضرور جا کر ان سے ملاقات کروں گا پھر اپنی باقی زندگی ان کے قدموں میں ہی گزاروں گا یہ سن کر حضرت ملک الموت نے کہ وہ شخص خود آپ ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کیا سچ مچ میں ہی ہوں؟ فرشتے نے کہا ہاں آپ ہی ہیں۔ آپ نے پھر دریافت فرمایا کہ آپ مجھے یہ بھی بتائیں گے کہ کس بنا پر کن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا؟ فرشتے نے فرمایا اس لئے کہ تم ہر ایک کو دیتے رہتے ہو اور خود کسی سے

کچھ طلب نہیں کرتے اور روایت میں ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل اللہ کے ممتاز اور مبارک لقب سے اللہ نے ملقب کیا تب سے تو ان کے دل میں اس قدر خوف رعب اور ہیبت رعب سما گئی کہ ان کے دل کا اچھلنا دور سے اس طرح سنا جاتا تھا جس طرح فضا میں پرند کے پرواز کی آواز۔ صحیح حدیث میں جناب رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی وارد ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا خوف آپ پر غالب آجاتا تھا تو آپ کے رونے کی آواز جیسے آپ ضبط کرتے جاتے تھے اس طرح دور و نزدیک والوں کو سنائی دیتی تھی جیسے کسی ہنڈیا کے کھولنے کی آواز ہو۔

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا۝ |
| اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ |

## زمین وآسمانوں کی بادشاہت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْاَرْض" مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيدًا "وَكَانَ اللّٰه بِكُلِّ شَيْء مُحِيطًا" عِلْمًا وَّقُدْرَة اَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں بادشاہت مخلوق اور غلام ہیں اور اللہ اپنے علم وقدرت سے ہر چیز کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ یعنی یہ وصف کبھی بھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت میں اور اس کی غلامی میں اور اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ جس طرح جب جو تصرف ان میں وہ کرنا چاہتا ہے بغیر کسی روک ٹوک کے بلا مشورہ غیرے اور بغیر کسی کی شراکت اور مدد کے کر گذرتا ہے کوئی نہیں جو اس کے ارادے سے اسے باز رکھ سکے کوئی نہیں جو اس کے حکم میں حائل ہو سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی کو بدل سکے وہ عظمتوں اور قدرتوں والا وہ عدل وحکمت والا وہ لطف ورحم والا واحد وصمد اللہ ہے۔ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کو گھیرے ہوئے ہے، مخفی سے مخفی اور چھوٹی سے چھوٹی اور دور سے دور والی چیز بھی اس پر پوشیدہ نہیں، ہماری نگاہوں سے جو پوشیدہ نہیں، ہماری نگاہوں سے جو پوشیدہ ہیں اس کے علم میں سب ظاہر ہیں۔

| |
|---|
| وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ لا وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى |
| النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ لا |
| وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ط وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا۝ |
| اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں۔ تم فرما دو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا |
| ہے۔ ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں تم انہیں نہیں دیتے جو ان کا مقرر ہے۔ اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور |
| کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے۔ |

## عورتوں کی میراث وحق مہر میں انصاف کرنے کا بیان

"وَيَسْتَفْتُوْنَكَ " يَطْلُبُوْنَ مِنْكَ الْفَتْوَى "فِي" شَأْن "النِّسَاء " وَمِيرَاثهنَّ "قُلْ" لَهُمْ "اللّٰه يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَاب " الْقُرْآن مِنْ آيَة الْمِيرَاث وَيُفْتِيكُمْ أَيْضًا "فِي يَتَامَى النِّسَاء اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ" فُرِضَ "لَهُنَّ" مِنْ الْمِيرَاث "وَتَرْغَبُوْنَ" أَيّهَا الْأَوْلِيَاء عَنْ "أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ " لِدَمَامَتِهِنَّ وَتَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَتَزَوَّجْنَ طَمَعًا فِي مِيرَاثهنَّ أَيْ يُفْتِيكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا ذٰلِكَ "و" فِي "الْمُسْتَضْعَفِينَ" الصِّغَار "مِنْ الْوِلْدَان " أَنْ تُعْطُوهُمْ حُقُوقهمْ "وَأَنْ" يَأْمُرُكُمْ "تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ " بِالْعَدْلِ فِي الْمِيرَاث وَالْمَهْر "وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْر فَإِنَّ اللّٰه كَانَ بِهِ عَلِيمًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور تم سے عورتوں کے بارے میں ان کی میراث کا فتویٰ پوچھتے ہیں۔تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے اور وہ جو تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے۔یعنی قرآن جو آیت میراث ہے وہ فتویٰ دیتا ہے۔ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں تم انہیں نہیں دیتے ہو جو ان کیلئے میراث کا حصہ مقرر ہے۔اور انہیں نکاح میں بھی لانے سے منہ پھیرتے ہو اور تم میراث کے لالچ کے سبب ان کو نکاح کرنے سے بھی روک رکھتے ہو، پس وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے کہ کمزور بچوں کے بارے میں اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف پر قائم رہو یعنی ان کو ان کے حقوق دے دو۔اور یہ بھی کہ تم میراث اور مہر میں ان سے انصاف کرو۔اور تم جو بھلائی کرو تو اللہ کو اس کی خبر ہے لہٰذا وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۲۷ کے شان نزول کا بیان

زمانہء جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث نہیں قرار دیتے تھے۔جب آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے، آپ نے ان کو اس آیت سے جواب دیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر حسن صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جس کی پرورش میں کوئی یتیم بچی ہو جس کا ولی وارث بھی وہی مال میں شریک ہو گیا ہو اب چاہتا یہ ہو کہ اس یتیم سے میں نکاح کرلوں اس بناپر اور جگہ اس کی شادی روکتا ہو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت اتری ہے، ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کے اترنے کے بعد جب پھر لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ)4۔

النسآء:176) نازل فرمائی۔

| |
|---|
| وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا |
| بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا |
| وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ |
| اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے زیادتی یا بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں کسی |
| مناسب بات پر صلح کرلیں، اور صلح اچھی چیز ہے اور طبیعتوں میں بخل ضرور رکھ دیا گیا ہے، اور اگر تم احسان کرو اور پرہیزگاری |
| اختیار کرو تو بیشک اللہ ان کاموں سے جو تم کر رہے ہو۔ خبردار ہے۔ |

## بیوی کو جب اپنے خاوند کی نافرمانی کے اندیشہ ہو

"وَاِنِ امْرَاَةٌ" مَرْفُوع بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "خَافَتْ" تَوَقَّعَتْ "مِنْ بَعْلِهَا" زَوْجهَا "نُشُوْزًا" تَرَفُّعًا عَلَيْهَا بِتَرْكِ مُضَاجَعَتهَا وَالتَّقْصِير فِيْ نَفَقَتهَا لِبُغْضِهَا وَطُمُوح عَيْنه اِلٰى اَجْمَل مِنْهَا "اَوْ اِعْرَاضًا" عَنْهَا بِوَجْهِهِ "فَلَا جُنَاح عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الصَّاد وَفِيْ قِرَاءَة يُصْلِحَا مِنْ: اَصْلَحَ "بَيْنهمَا صُلْحًا" فِي الْقَسْم وَالنَّفَقَة بِاَنْ تَتْرُك لَهُ شَيْئًا طَلَبًا لِبَقَاءِ الصُّحْبَة فَاِنْ رَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاِلَّا فَعَلَى الزَّوْج اَنْ يُوَفِّيهَا حَقّهَا اَوْ يُفَارِقهَا "وَالصُّلْح خَيْر" مِنَ الْفُرْقَة وَالنُّشُوز وَالْاِعْرَاض قَالَ تَعَالٰى فِيْ بَيَان مَا جُبِلَ عَلَيْهِ الْاِنْسَان "وَاُحْضِرَتْ الْاَنْفُس الشُّحّ" شِدَّة الْبُخْل اَيْ جُبِلَتْ عَلَيْهِ فَكَاَنَّهَا حَاضِرَته لَا تَغِيب عَنْهُ الْمَعْنٰى اَنَّ الْمَرْاَة لَا تَكَاد تَسْمَح بِنَصِيبِهَا مِنْ زَوْجهَا وَالرَّجُل لَا يَكَاد يَسْمَح عَلَيْهَا بِنَفْسِهِ اِذَا اَحَبَّ غَيْرهَا "وَاِنْ تُحْسِنُوْا" عِشْرَة النِّسَاء "وَتَتَّقُوْا" الْجَوْر عَلَيْهِنَّ "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

امراۃ یہ فعل کے سبب مرفوع ہے۔ جو اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی جانب سے زیادتی یعنی بستر سے الگ کر کے یا نفقہ میں کمی کر کے یا اس کی نظر کسی زیادہ جمال پر جاتی ہے یا چہرے سے بے رغبتی کا خوف رکھتی ہو تو ان دونوں پر کوئی حرج نہیں کہ وہ آپس میں کسی مناسب بات پر یعنی نان ونفقہ اور باری میں صلح کرلیں، یہ کہ اگر بیوی رضامند ہو تو شوہر بقائے صحبت کیلئے کچھ رعایت کرے۔ اور اگر وہ رضامند نہ ہو پھر وہ حق دے یا اس کو چھوڑ دے۔ حالانکہ صلح اچھی چیز ہے یعنی جدائی، نافرمانی اور اعراض سے صلح بہتر ہے۔ اور اللہ نے انسانی جبلت کے بارے میں فرمایا ہے۔ اور طبیعتوں میں شدید بخل ضرور رکھ دیا گیا ہے، یعنی اس کی جبلت ہے جو اس میں موجود ہے اس سے غائب نہیں ہوسکتی۔ اور عورت اپنے حصہ میں شوہر کو چھوڑنا نہیں چاہتی جبکہ شوہر بھی دوسری محبت کے سبب بیوی کے ساتھ رعایت نہیں کرتا۔ اور اگر تم احسان کرو یعنی اچھی معاشرت کرو، اور پرہیزگاری اختیار کرو تو

بیشک اللہ ان کاموں سے جو تم کر رہے ہو، خبردار ہے۔ پس وہ تمہیں ان کی جزاء دے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۲۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں طلاق دے دیں گے پس انہوں نے عرض کیا کہ مجھے طلاق نہ دیجئے اپنے نکاح میں رہنے دیجئے اور میری باری عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیجئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں کسی طرح صلح کرلیں اور یہ صلح بہتر ہے)۔ لہٰذا جس چیز پر ان کی صلح ہو وہ جائز ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 979)

حضرت عائشہ فرماتی ہے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ۔ کہ یہ آیت ایک عورت کے متعلق نازل ہوئی جو اپنے خاوند کے ہاں تھی وہ اس سے بہت زیادہ خواہش نہ رکھتا تھا اور اس سے جدائی چاہتا تھا اور اس جہت سے کہ اسے عورت کی صحبت حاصل رہے اور شاید اس عورت سے اس کی کوئی اولاد ہو اسے اس کی جدائی ناپسند تھی تو عورت نے اس سے کہا کہ تو مجھے طلاق نہ دے اور یونہی روکے رکھ تو میری جانب سے بری ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(بخاری 2318، مسلم 3021، ابن کثیر 1-562، قرطبی 5-403)

| |
|---|
| وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ |
| فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اور تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ کہ دوسری |
| کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## بیویوں کے درمیان تقسیم میں انصاف کرنے کا بیان

"وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا اَنْ تَعْدِلُوا" تُسَوُّوا "بَيْنَ النِّسَاء" فِي الْمَحَبَّة "وَلَوْ حَرَصْتُمْ" عَلَى ذٰلِكَ "فَلَا تَمِيلُوا كُلّ الْمَيْل" اِلَى الَّتِي تُحِبُّونَهَا فِي الْقَسْم وَالنَّفَقَة "فَتَذَرُوهَا" اَيْ تَتْرُكُوا الْمُمَالَ عَنْهَا "كَالْمُعَلَّقَةِ" الَّتِي لَا هِيَ اَيِّم, وَلَا هِيَ ذَات بَعْل "وَاِنْ تُصْلِحُوا" بِالْعَدْلِ بِالْقَسْمِ "وَتَتَّقُوا" الْجَوْر "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ غَفُورًا" لِمَا فِي قَلْبكُمْ مِنَ الْمَيْل "رَحِيمًا" بِكُمْ فِي ذٰلِكَ،

اور تم سے عدل ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو محبت میں برابر رکھو اور چاہے کتنی ہی حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ یعنی جس سے تمہیں محبت ہے اس کی باری اور نفقہ میں جھک جاؤ گے کہ دوسری کو ادھر میں لٹکتی چھوڑ دو یعنی وہ نہ تو بیوہ عورتوں کی طرح ہوگی اور نہ ہی شوہر والیوں کی طرح ہوگی۔ اگر تم تقسیم میں انصاف کرو اور اگر تم نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بیشک اللہ بخشنے والا

مہربان ہے۔یعنی جو تمہارے دلوں میں رغبت ہے اس کو بخشنے والا وہ تمہارے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔

## نئی و پرانی زوجہ کی باری تقسیم میں فقہ شافعی وحنفی کا استدلال

حضرت ابوقلابہ تابعی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا یہ مسنون ہے کہ جب کوئی شخص ثیبہ کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو سات رات تک اس کے پاس رہے اور پھر اس میں اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کردے اور کسی ثیب یعنی کسی بیوہ یا مطلقہ عورت سے نکاح کرے۔

تو اس کے پاس تین رات رہے اور پھر باری مقرر کردے۔حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو یہ کہتا کہ حضرت انس نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 434 )

حضرت امام شافعی نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں کئی عورتیں ہوں یا ایک عورت ہو اور پھر وہ ایک عورت سے نکاح کرے تو اگر وہ عورت باکرہ ( کنواری) ہو تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور اگر وہ ثیبہ (یعنی بیوہ یا مطلقہ ہو ) تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر نئی اور پرانی بیویوں کے درمیان باری مقرر کردے کہ ہر ایک کے پاس برابر برابر ایک ایک رات جایا کرے لیکن حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس سلسلہ میں باکرہ اور ثیب یا نئی اور پرانی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔باری کے اعتبار سے سب برابر ہیں انہوں نے ان دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے جو اس باب کی دوسری فصل میں آئیں گی اور جن میں اس قسم کا فرق وامتیاز بیان نہیں کیا گیا ہے،

امام اعظم کے نزدیک اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ایک یا ایک سے زائد بیویوں کی موجودگی میں کسی باکرہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے پاس سات سات رات تک رہے اور اگر ثیبہ کے ساتھ نکاح کرے تو اس کے پاس تین رات تک رہے اور پھر پہلی بیویوں سے بھی ہر ایک کے پاس تین تین رات تک رہے۔

روایت کے آخر میں ابوقلابہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں چاہتا تو اس حدیث کو مرفوع کہتا یعنی یہ کہتا کہ اس حدیث کو حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کیونکہ صحابہ کا یہ کہنا کہ یہ مسنون ہے مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا تو دوسرے دن صبح کو ان سے فرمایا کہ تمہارے خاندان والوں کے لئے تمہاری طرف سے اس میں کوئی ذلت نہیں کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات رات رہوں اور پھر دوسری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات رات تک رہوں اور اگر تم چاہو تو تمہارے پاس تین رات تک رہوں اور پھر اس کے بعد دورہ کروں (یعنی تمام بیویوں کے پاس بھی تین تین رات تک رہوں ) حضرت ام سلمہ نے یہ سن کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تین راتیں رہئے۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا کہ کنواری کے پاس سات رات

تک رہنا چاہئے اور ثیبہ کے پاس تین رات تک۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 435 ،مسلم)

اس میں کوئی ذلت نہیں ہے کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے پاس جو تین رات رہوں گا تو اس کی وجہ سے تمہارے خاندان و قبیلہ پر کسی حقارت یا ذلت کا داغ نہیں لگے گا کیونکہ تمہارے ساتھ میرا تین رات تک رہنا تمہاری صحبت واختلاط سے بے رغبتی کے سبب سے نہیں ہے بلکہ شرعی حکم کی بناء پر ہے ان الفاظ کے ذریعہ گو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عذر کی تمہید بیان فرمائی ہے جس کی وجہ سے شادی کی ابتداء کے ایام میں حضرت ام سلمہ کے ہاں شب باشی کے لئے صرف تین راتوں پر اکتفاء کرنا پڑا اور وہ عذر یہ شرعی حکم ہے کہ اگر اپنی پہلی بیوی کی موجودگی میں کسی اور عورت سے نکاح کیا جائے۔ تو اس نئی بیوی کے ساتھ مسلسل سات دن تک شب باشی اس صورت میں جائز ہوگی جب کہ وہ باکرہ کنواری ہو لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ہاں سات سات دن تک شب باشی ہونی چاہئے۔

حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سیدہ ام سلمہ سے شادی کی تو آپ ان کے ہاں تین دن رہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے میاں کے سامنے تمہاری حثیت کم نہیں ہے۔

اگر تم چاہو میں تمہارے پاس سات دن تک رہ سکتا ہوں لیکن اگر میں تمہارے پاس سات دن رہوں تو دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن رہوں گا۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 71 )

تاکہ باری کے اعتبار سے کسی کے ساتھ بے انصافی اور حق تلفی نہ ہو اور اگر وہ نئی بیوی ثیبہ (کسی کی بیوہ یا مطلقہ) ہو تو پھر اسکے ساتھ تین دین تک شب باشی کی جائے لیکن اس کے بعد پہلی بیویوں میں سے بھی ہر ایک کے ساتھ تین تین دن تک شب باشی کی جائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ کے سامنے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہارے یہاں بھی سات راتوں تک رہ سکتا ہوں لیکن یہ حق کنواری عورت کے لئے ہے اور تم ثیبہ ہو اور پھر یہ کہ بعد میں مجھے دوری تمام بیویوں کے پاس بھی سات سات راتوں تک رہنا ہوگا اس لئے بہتر یہ ہے کہ ثیبہ کے حق میں جو حکم ہے اسی کے مطابق میں تمہارے پاس تین دن تک شب باشی کروں اور پھر بعد میں ہر ایک بیوی کے ہاں تین تین دن تک شب باشی کر کے تمہارے سب کے درمیان باری مقرر کر دوں لہذا حضرت ام سلمہ نے منشاء شریعت اور مزاج نبوت کے مطابق اسی بات کو قبول کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تین رات تک رہیں۔ یہاں مصنف نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: شوہر پر صرف مساوات لازم ہے اس مساوات کے لئے کوئی مخصوص طریقہ لازم نہیں ہے بلکہ وہ اپنے مزاج اور سہولت کے مطابق کوئی بھی طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ۝

اور اگر وہ دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور اللہ کشائش والا حکمت والا ہے۔

## زوجین کی علیحدگی کے بعد نئے اسباب پیدا ہو جانے کا بیان

"وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا" اَیْ الزَّوْجَانِ بِالطَّلَاقِ "يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا" عَنْ صَاحِبِهٖ "مِّنْ سَعَتِهٖ" اَیْ فَضْلِهٖ بِاَنْ يَّرْزُقَهَا زَوْجًا غَيْرَهٗ وَيَرْزُقَهٗ غَيْرَهَا "وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا" لِخَلْقِهٖ فِی الْفَضْلِ "حَكِيْمًا" فِيْمَا دَبَّرَ لَهُمْ،

اور اگر وہ طلاق کے ذریعے دونوں جدا ہو جائیں تو اللہ اپنی کشائش سے تم میں ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، یعنی اس کیلئے کوئی دوسرا خاوند ہوگا اور اس کیلئے کوئی دوسری بیوی ہوگی۔ اور اللہ اپنے مخلوق کیلئے فضل میں کشائش والا، ان کی تدبیر میں حکمت والا ہے۔

اور اگر ان میں نباہ اور حسن معاشرت کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو تو اسلام اس بات پر مجبور نہیں کرتا کہ ایک گھرانہ میں ہر وقت کشیدگی کی فضا قائم رہے اور جہنم زار بنا رہے۔ اس سے بہتر ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں۔ خواہ مرد طلاق دے دے یا عورت خلع لے لے۔ پھر دونوں کا اللہ مالک ہے وہ ان کے لیے بہت سامان پیدا فرما دے گا۔ اور یہ بات کئی بار تجربہ میں آ چکی ہے کہ جن دو میاں بیوی کا آپس میں نباہ ہونا ناممکن نظر آ رہا تھا اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے نالاں اور ایک دوسرے پر الزام دھرتے تھے جب دونوں الگ ہو گئے تو ان دونوں کو اللہ نے اپنے اپنے گھروں میں سکھ چین سے آباد کر دیا اور پھر زندگی بھر ان نئے جوڑوں میں موافقت و موانست کی فضا برقرار رہی اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات میاں اور بیوی دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے ذہن میں دوسرے کے متعلق ایسی بدظنیاں اور بدگمانیاں پیدا ہو جاتی ہیں کہ وہ ہر سیدھی بات سے بھی غلط نتیجہ ہی اخذ کرتے ہیں۔ پھر جب انہیں نیا ماحول میسر آ جاتا ہے جس میں ذہن ایک دوسرے کی طرف سے بالکل صاف ہوتے ہیں تو ایسی کوئی کشیدگی پیدا نہیں ہوتی اور ان دونوں کی خوش باش زندگی کا نیا دور شروع ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ |
| اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ○ |
| اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی حکم |
| دیا ہے اور تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ اور اگر تم نافرمانی کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں اور |
| جو زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز، ستودہ صفات ہے۔ |

## زمین و آسمانوں کی ملکیت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ" بِمَعْنَى الْكُتُبِ "مِنْ قَبْلِكُمْ" اَیْ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی "وَاِيَّاكُمْ" يَا اَهْلَ الْقُرْاٰنِ "اَنْ" اَیْ بِاَنْ "اتَّقُوا اللّٰهَ" خَافُوْا عِقَابَهٗ بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ "وَ" قُلْنَا لَهُمْ وَلَكُمْ "اِنْ تَكْفُرُوْا" بِمَا وَصَّيْتُمْ بِهٖ "فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ" خَلْقًا وَّمُلْكًا وَّعَبِيدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا" عَنْ خَلْقِهِ وَعِبَادَتِهِمْ "حَمِيدًا" مَحْمُودًا فِي صُنْعِهِ بِهِمْ،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو یعنی یہود نصاریٰ جنہیں تم سے پہلے کتاب بہ معنی کتب دی گئی حکم دیا ہے اور اے اہل قرآن تمہیں بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔یعنی اس کی سزا سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو، اور اگر تم ہمارے دیئے گئے حکم کی نافرمانی کرو گے تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں بادشاہت اور مخلوق اور غلام ہیں لہٰذا تمہارا کوئی کفر اس کو نقصان پہنچانے والا نہیں ہے۔اور اللہ اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے، اپنی صنعت میں ان کے ساتھ تعریف کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، انسان اور جن سب کے سب، سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔اور اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جن سب کے سب، سب سے فاجر آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری سلطنت میں کچھ بھی کمی واقع نہ ہوگی۔اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے انسان اور جن سب کے سب ایک میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کو اس کی مطلوبہ چیز دے دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس میں کوئی کمی نہ آئے گی مگر اتنی جتنی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے آتی ہے۔(مسلم، کتاب البر والصلۃ)

| وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ |
|---|
| اور اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔ |

## اللہ ہی کارساز کافی ہے

"وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" كَرَّرَهُ تَاْكِيدًا لِتَقْرِيرِ مُوْجَبِ التَّقْوٰى "وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا" شَهِيدًا بِاَنَّ مَا فِيهِمَا لَهُ.

اور اللہ ہی کا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اس کو مکرر بیان کرنا تقویٰ کے حصول کیلئے آیا ہے۔اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔یعنی اس بات کی گواہی کہ جو کچھ ان دونوں میں ہے وہ اسی کا ہے۔

اب اگر تم ان احکام پر عمل کرو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے اور اگر نہ کرو گے تو اس میں تمہیں ہی نقصان پہنچے گا۔اللہ کا نہ تمہاری اطاعت سے کچھ سنورتا ہے اور نہ تمہاری نافرمانی سے کچھ بگڑ سکتا ہے اس لیے کہ پوری کائنات کا مالک تو وہ پہلے ہی ہے۔لہٰذا وہ تمہاری فرمانبرداری یا نافرمانی سے بے نیاز ہے اور اس کے کارنامے ایسے ہیں جو خود اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ اس کائنات کا خالق مالک اور منتظم فی الواقع مستحق حمد ہے، تمہارے اس کی حمد کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

| |
|---|
| اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝ |
| اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کردے اور دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس پر بڑی قدرت والا ہے۔ |

## اللہ چاہے تو تمہاری جگہ دوسرے لوگوں کو لائے

"اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ" يَا "اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ" بَدَلَكُم، وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا،

اے لوگو! اگر وہ چاہے تو تمہیں نابود کردے اور وہ تمہارے بدلے میں دوسروں کو لے آئے، اور اللہ اس پر بڑی قدرت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اٹھالے اور تمہاری جگہ ایسے لوگ پیدا کردے جو گناہ کریں اور اللہ سے بخشش ومغفرت چاہیں اور پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخشے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 861)

اس ارشاد گرامی کا مقصد مغفرت اور رحمت باری تعالیٰ کی وسعت کو بیان کرنا اور یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسم پاک غفور کی شان کو ظاہر کرنے کے لئے اتنا بخشش کرنے والا ہے اس لئے لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے میں کوتاہی نہ کریں۔ خدانخواستہ اس حدیث کے ذریعہ گناہ کی ترغیب مقصود ہی نہیں ہے کیونکہ گناہ سے بچنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اپنے پیغمبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو گناہ ومعصیت کی زندگی سے نکال کر طاعت وعبادت کی راہ پر لگائیں۔

| |
|---|
| مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ۝ |
| جو دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا وآخرت دونوں کا انعام ہے اور اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔ |

"مَنْ كَانَ يُرِيْد" بِعَمَلِهِ "ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَة" لِمَنْ اَرَادَهُ لَا عِنْدَ غَيْرِهِ فَلِمَ يَطْلُب اَحَدُكُمُ الْاَخَسَّ وَهَلَّا طَلَبَ الْاَعْلٰى بِاِخْلَاصِهِ لَهُ حَيْثُ كَانَ مَطْلَبُهُ لَا يُوجَد اِلَّا عِنْدَهُ، وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا،

جو شخص اپنے عمل سے دنیا کا انعام چاہے تو اللہ ہی کے پاس دنیا وآخرت دونوں کا انعام ہے یہ اسی کیلئے ہے جس نے اس کا ارادہ کیا ہے نہ کسی دوسرے کیلئے جبکہ وہ اعلیٰ کے ہوتے ہوئے کسی ادنیٰ کو کیوں طلب کرے گا۔ لہٰذا وہ اس اچھے اجر کو صرف اسی پاس پائے گا۔ اور اللہ ہی سنتا دیکھتا ہے۔

## اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں قاعدہ فقہیہ

الامور بمقاصدها۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۱۲، مطبوعہ H.M.S. کمپنی کراچی)

اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں۔یعنی اعمال کا حکم مقاصد کے ساتھ ہوتا ہے اگر اس عمل کا مقصد نیک ہو تو حکم اس کیلئے بھلائی کا ہوگا اور اگر اس عمل کا مقصد برا ہو تو اس کیلئے برائی کا حکم لگایا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت مقدسہ سے ہے۔

من یرد ثواب الدنیا نؤته منها و من یرد ثواب الآخرة نؤته منها ۔(آل عمران ۱۴۵)

جو شخص دنیاوی فائدہ چاہے ہم اسے دنیا کا فائدہ دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے تو ہم اسے آخرت کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

## فساد نماز کا حکم کا بیان

جب نمازی قرآن سے کوئی ایسی آیت پڑھے جو کسی متکلم کے کلام کا جواب بنے تو اس سے اسکی نماز ٹوٹ جائے گی۔کیونکہ اگر چہ اس نے قرآن پڑھا ہے مگر اس کا قصد یا ارادہ متکلم کے کلام کا جواب دینا ہے۔لہٰذا قصد وارادے کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے عمل کو ارادے کے ساتھ متعین کریں گے۔

اسی طرح جب کسی نمازی نے خوشی کی خبر سنی اور الحمدللہ کہا یا کوئی بری خبر سنی اور لاحول ولاقوۃ پڑھا یا کسی انسان کی موت کی خبر سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو ان تمام صورتوں میں اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔اگر چہ اس نے قرأت کی ہے لیکن اس کے ارادے اور قصد کا اعتبار کرتے ہوئے فساد نماز کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اعمال اپنے ارادوں کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں۔(الاشباہ)

## اتحاد مقاصد کا حکم کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت احنف بن قیس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کیلئے گیا تو مجھے راستے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے۔پس مجھ سے پوچھا؟ کہاں کا ارادہ ہے تو میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا۔انہوں نے کہا واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول (کے دوزخی ہونے) کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔(صحیح بخاری،ج ا،ص ۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل اور مقتول دونوں کے ارادے اپنے مقاصد کی طرف منسوب ہوئے۔اسی لئے تو مقتول کو دخول دوزخ کی وعید سنائی گئی کہ اگر چہ وہ مقتول ہے لیکن اعتبار اس کے مقاصد کا کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ |
| اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى |
| اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۝ |
| اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا |
| یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو، وہ غنی ہو یا فقیر ہو، بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے، تو خواہش کے پیچھے نہ |
| جاؤ کہ حق سے الگ پڑو اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو، تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ |

## انصاف پر قائم رہنے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ" قَائِمِيْنَ "بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "شُهَدَاءَ" بِالْحَقِّ "لِلّٰهِ وَلَوْ" كَانَتْ الشَّهَادَةُ "عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ" فَاشْهَدُوْا عَلَيْهَا بِاَنْ تُقِرُّوْا بِالْحَقِّ وَلَا تَكْتُمُوْهُ "اَوْ" عَلٰى "الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ اِنْ يَّكُنْ" الْمَشْهُوْد عَلَيْهِ "غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا" مِنْكُمْ وَاَعْلَم بِمَصَالِحِهِمَا "فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى" فِيْ شَهَادَتكُمْ بِاَنْ تُحَابُوا الْغَنِيّ لِرِضَاهُ اَوْ الْفَقِير رَحْمَة لَهُ "اَنْ" لَا "تَعْدِلُوْا" تَمِيْلُوْا عَنْ الْحَقّ "وَاِنْ تَلْوُوْا" تُحَرِّفُوا الشَّهَادَة وَفِيْ قِرَاءَة بِحَذْفِ الْوَاو الْاُوْلٰى تَخْفِيفًا "اَوْ تُعْرِضُوْا" عَنْ اَدَائِهَا "فَاِنَّ اللّٰه كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! انصاف پر خوب قائم ہو جاؤ اللہ کے لئے گواہی دیتے رہو چاہے اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا جس پر گواہی دو، لہٰذا تم حق بات کو بیان کرو اور اس کو مت چھپاؤ۔ اگر چہ مشہود علیہ وہ غنی ہو یا فقیر ہو، بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے یعنی ان کیلئے مصلحت کا علم،، تو خواہش کے پیچھے نہ جاؤ یعنی اس لئے کہ غنی سے محبت ہو یا فقیر پر رحم آجائے۔ کہ حق سے الگ ہو جاؤ اگر تم ہیر پھیر کرو یعنی گواہی کو بدل ڈالو، ایک قرأت میں حذف واؤ کے ساتھ ہے جبکہ تخفیف اولیٰ ہے یا اس کی ادائیگی سے منہ پھیرو، تو اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۳۵ کے سبب نزول کا بیان

اسباط السدی سے روایت کیا اس نے کہا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی آپ کے پاس ایک مالدار اور ایک نادار اپنا جھگڑا یا مقدمہ لے کر آئے نبی کا رجحان طبع یا ہمدردی نادان شخص کے ساتھ تھی آپ کی رائے میں فقیر اور نادار شخص مالدار پر ظلم نہیں کر سکتا تھا اللہ نے اس رائے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکم دیا کہ مالدار اور نادار دونوں کے ساتھ برابری اور انصاف کا سلوک کریں اور حکم نازل کیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر والوں کی کھیتیوں اور باغوں کا اندازہ کرنے کو بھیجا تو انہوں نے آپ کو رشوت دینا چاہی کہ آپ مقدار کم بتائیں تو آپ نے فرمایا سنو اللہ کی قسم نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہیں اور تم میرے نزدیک کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہو لیکن باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آ کر یا تمہاری عداوت کو سامنے رکھ کر نا ممکن ہے کہ میں انصاف سے ہٹ جاؤں اور تم میں عدل نہ کروں۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے بس اسی سے تو زمین وآسمان قائم ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ |
| مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ١٣٦ |
| اے ایمان والو ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاردی |
| اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ |

## ایمان پر ہمیشہ رہنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوا" دَاوِمُوْا عَلَى الْإِيْمَان "بِاللّٰهِ وَرَسُوْله وَالْكِتَاب الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلَهٗ" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الْقُرْاٰن "وَالْكِتَاب الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْل" عَلَى الرُّسُل بِمَعْنَى الْكُتُب وَفِيْ قِرَاءَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ "وَمَنْ يَّكْفُر بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَته وَكُتُبه وَرُسُله وَالْيَوْم الْاٰخِر فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا" عَنْ الْحَقّ،

اے ایمان والو، ایمان پر ہمیشگی اختیار کرو۔ اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے ان رسول مکرم حضرت محمد ﷺ پر اتاری اور وہ قرآن ہے۔ اور اس کتاب پر جو پہلے اتاردی یہاں پر کتاب بہ معنی کتب ہے اور ایک قرأت میں دونوں افعال معروف ہیں۔ اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ حق سے ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یایھا الذین امنوا امنوا، اے ایمان والو صمیم قلب سے اور ثابت قدمی کے ساتھ ایمان لاؤ، امنوا ۔ ای اثبتوا علی الایمان وداو مرا علیه ۔ ثابت قدم رہو ایمان پر اور اس پر مدمت واختیار کرو۔ (کشاف)

الکتب۔ پہلی صورت میں الکتاب سے مراد القرآن ہے اور دوسری صورت میں الکتب اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ ساری کتابیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازم ہوئیں۔

## سورہ نساء آیت ۱۳۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت عبداللہ بن سلام اور اسد واُسید وثعلبہ بن قیس اور سلام وسلمہ ویامین کے حق

میں نازل ہوئی یہ لوگ مومنین اہل کتاب میں سے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم آپ پر اور آپ کی کتاب پر اور حضرت موسیٰ پر اور توریت پر اور عزیر پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا باقی کتابوں اور رسولوں پر ایمان نہ لائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب پر ایمان لاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ |
| لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ۝ |
| بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں اور بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں |
| بخش گا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ |

## یہود کے بار بار ایمان اور بار بار کفر کرنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" بِمُوسَى وَهُمُ الْيَهُوْد "ثُمَّ كَفَرُوْا" بِعِبَادَتِهِمُ الْعِجْل "ثُمَّ اٰمَنُوْا" بَعْده "ثُمَّ كَفَرُوْا" بِعِيسَى "ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا" بِمُحَمَّدٍ "لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ" مَا اَقَامُوْا عَلَيْهِ "وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا اِلَى الْحَقّ،

بیشک جو لوگ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور وہ یہود ہیں۔ پھر بچھڑے کی پوجا کر کے کافر ہوگئے، پھر وہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، اس کے بعد پھر کفر کیا، پھر وہ نبی کریم ﷺ کا انکار کرکے کافر ہوگئے، اور کفر میں بڑھ گئے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا اور نہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے۔ یعنی راہ حق نہ دیکھائے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۳۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود کے بارے میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے پھر بچھڑا پوج کر کافر ہوئے پھر اس کے بعد ایمان لائے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرکے کافر ہوگئے پھر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن کا انکار کرکے اور کفر میں بڑھے ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہوگئے ایمان کے بعد پھر ایمان لائے یعنی انہوں نے اپنے ایمان کا اظہار کیا تاکہ ان پر مؤمنین کے احکام جاری ہوں پھر کفر میں بڑھے یعنی کفر پر ان کی موت ہوئی۔

| |
|---|
| بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| آپ منافقوں کو یہ خبر سنادیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## منافقین کیلئے عذاب کی خوشخبری ہونے کا بیان

"بَشِّرْ" اَخْبِرْ یَا مُحَمَّدُ "الْمُنَافِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" مُؤْلِمًا هُوَ عَذَابُ النَّارِ،

یا محمد ﷺ آپ منافقوں کو یہ خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔یعنی وہ تکلیف دینے والا جہنم کا عذاب ہے

منافقین کوخوش خبری سنا دیجئے اس امر کی کہ ان کے واسطے (اخرت میں) بڑی دردناک سزا (تجویز کی گئی) جن کی یہ حالت ہے کہ (عقائد تو اہل ایمان کے نہ رکھتے تھے مگر وضع بھی اہل ایمان کی نہ رکھ سکے چنانچہ) کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ان کے پاس (جاکر) عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں سو (خوب سمجھ لوکہ) عزت تو ساری اللہ تعالی کے قبضہ میں ہے (وہ جس کو چاہیں دیں، پس اگر اللہ تعالی ان کو یا جن سے جاجا کر دوستی کرتے ہیں ان کو عزت نہ دیں تو کہاں سے معزز بن جاویں گے) اور (اے مسلمانو: دیکھو تم منافقین کی طرح کفار کے ساتھ خصوصیت مت رکھنا خاص کر جس وقت وہ کفریات کا تذکرہ کرتے ہوئے چنانچہ اس سورۃ مدینہ کے قبل بھی) اللہ تعالی تمہارے پاس یہ فرمان (سورہ انعام (آیت نمبر ٦) میں جو مکیہ ہے) بھیج چکا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ جب (کسی مجمع میں) احکام الہیہ کے ساتھ استہزاء اور کفر ہوتا ہوا سنو تو ان لوگوں کے پاس مت بیٹھو جب تک کہ وہ کوئی اور بات شروع نہ کریں (اور یہ مضمون اس آیت کا حاصل ہے واذا رایت الذین یخوضون الخ سو یہ استہزاء کرنے والے مکہ میں مشرکین تھے اور مدینہ میں یہود تو علانیہ اور منافقین صرف غرباء، وضعفاء مسلمین کے روبرو پس جس طرح وہاں مشرکین کی مجالست ایسے وقت میں ممنوع تھی یہاں یہود اور منافقین کی مجالست سے نہی ہے اور یہ ممانعت ہم اس لئے کرتے ہیں) کہ اس حالت میں تم بھی (گناہ میں) انہی جیسے ہو جاؤ گے (گو دونوں کی نوعیت میں فرق ہو کہ ایک گناہ کفر کا ہے دوسرا فسق کا اور اس ممانعت مجالست میں کفار اور منافقین سب برابر ہیں، کیونکہ علت اس کی خوض فی الکفر یعنی کفر کی باتوں کا تذکرہ اور اس خوض کا منشاء کفر ہے، اور اس میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ سزائے کفر یعنی دوزخ کا ایندھن ہونے میں بھی دونوں برابر ہوں گے، کیونکہ) یقیناً اللہ تعالی منافقوں کو اور کافروں کو سب کو دوزخ میں جمع کردیں گے۔

| |
|---|
| الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۝ |
| ایسے لوگ جو مسلمانوں کی بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ |
| پس عزت تو ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ |

## منافقین کی کفار سے دوستیوں کا بیان

"الَّذِیْنَ" بَدَلٌ اَوْ نَعْتٌ لِلْمُنَافِقِیْنَ "یَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِیْنَ اَوْلِیَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ" لِمَا یَتَوَهَّمُوْنَ فِیْهِمْ مِنَ الْقُوَّةِ "اَیَبْتَغُوْنَ" یَطْلُبُوْنَ "عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ" اسْتِفْهَامُ اِنْكَارٍ اَیْ لَا یَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ "فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ

جَمِيْعًا" فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَا يَنَالُهَا اِلَّا اَوْلِيَاؤُهُ،

الذین یہ منافقین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ایسے لوگ جو مسلمانوں کی بجائے کافروں کو دوست بناتے ہیں، کیونکہ جب ان کے پاس سے ان کو طاقت کا وہم ہوتا ہے، کیا یہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔یعنی وہ ان کے پاس عزت نہ پائیں گے کیونکہ عزت تو دنیا وآخرت میں ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔جس کو صرف اس کے اولیاء پائیں گے۔

## اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعے سے عزت حاصل نہ ہونے کا بیان

مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا: كنتم اقل الناس اذل الناس فاعزكم الله بالاسلام مهما تطلبوا العزة بغيره يذلكم الله (مستدرک)

یعنی (اے ابو عبیدہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے۔تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت وشوکت ملی ہے تو خوب سمجھ لو اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔

ابو بکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ مراد آیت مذکورہ سے یہ ہے کہ کافر وفجار سے دوستی کر کے عزت طلب نہ کرو، ہاں مسلمانوں کے ذریعہ عزت وقوت طلب کی جائے تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ سورہ منافقون کی آیت نے اس کو واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین کو عزت بخشی ہے (احکام القرآن، از ابو بکر حصاص حنفی)

یہاں عزت سے مراد اگر ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والی آخرت کی عزت ہے تب تو دنیا میں اس کا مخصوص ہونا اللہ تعالیٰ کے رسول اور مؤمنین کے ساتھ واضح ہے کیوں کہ آخرت کی عزت کسی کافر ومشرک کو قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی، اور اگر مراد دنیا کی عزت لی جائے تو عبوری دور اور اتفاقی حوادث کو چھوڑ کر انجام کے اعتبار سے یہ عزت وغلبہ بالآخر اسلام اور مسلمانوں ہی کا حق ہے، جبتک مسلمان صحیح معنی میں مسلمان رہے، دنیا نے اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اور پھر آخر زمانہ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امامت وقیادت میں مسلمان صحیح اسلام پر قائم ہو جائیں گے تو پھر غلبہ انہی کا ہوگا، درمیانی اور عبوری دور میں مسلمانوں کے ضعف ایمان اور ابتلاء معاصی کی وجہ سے ان کا کمزور نظر آنا اس کے منافی نہیں۔

| |
|---|
| وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا |
| فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا ۝ |
| اور بیشک تم پر کتاب میں یہ نازل فرمایا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جارہا ہے |
| تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں۔ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ |
| بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔ |

## اللہ کی آیات واحکام سے مذاق کرنے والوں کا بیان

"وَقَدْ نَزَّلَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ "عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ" الْقُرْآنِ فِي سُورَةِ الْأَنْعَامِ "أَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ أَنَّهُ "إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللّٰهِ" الْقُرْآنِ "يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ" أَيْ الْكَافِرِينَ وَالْمُسْتَهْزِئِينَ "حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا" إِنْ قَعَدْتُمْ مَعَهُمْ "مِثْلُهُمْ" فِي الْإِثْمِ "إِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا" كَمَا اجْتَمَعُوا فِي الدُّنْيَا عَلَى الْكُفْرِ وَالْاِسْتِهْزَاءِ،

نَزَّلَ یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔اور بیشک تم پر کتاب یعنی قرآن کی سورہ انعام میں یہ نازل فرمایا ہے یہاں ان مخففہ اور اس کا اسم محذوف یعنی انہ ہے۔ کہ جب تم اللہ کی آیات یعنی قرآن کو سنو کہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا جارہا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جارہا ہے تو تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو یعنی ان کافروں اور مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھو، حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں۔ ورنہ تم بھی گناہ میں انہی جیسے ہوجاؤ گے۔ بیشک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو دوزخ میں جمع کرنے والا ہے۔ جس طرح وہ دنیا میں کفر ومذاق پر جمع ہوئے ہیں۔

## بدعقیدہ اور ظالموں کی مجالس میں جانے کی ممانعت کا بیان

علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ ممانعت کی علت آیات الٰہیہ کی توہین اور تحریف تھی جب وہ ختم ہوگئی تو ممانعت بھی ختم ہوگئی، اسی لئے دوسری باتیں شروع ہوجانے کے بعد ان کی مجلس میں بیٹھنا گناہ نہیں، اور بعض نے فرمایا کہ ایسے کفار وفجار اور ظالم لوگوں کی صحبت ومجالست بعد میں بھی درست نہیں، حضرت حسن بصری کا یہی ارشاد ہے، انہوں نے سورہ انعام کے اس جملہ سے استدلال فرمایا ہے۔فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی یاد آجانے کے بعد ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں، اور ظاہر ہے کہ ظالم اس گفتگو کو ختم کردینے کے بعد بھی ظالم ہی ہے اسی لئے اس کی صحبت ومجالست سے بعد میں بھی احتراز لازم ہے۔

اور تفسیر مظہری میں قاضی صاحب نے دونوں میں تطبیق اس طرح فرمائی ہے کہ جب کفر واستہزاء اور تحریف قرآن کی گفتگو بند ہوکر کوئی دوسری بات شروع ہوجائے تو اس وقت بھی ایسے لوگوں کی مجلس میں شرکت بلاضرورت تو حرام ہے اور اگر کوئی ضرورت شرعی یا طبعی داعی ہو تو جائز ہے۔

امام ابوبکر حصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس مجلس میں کوئی گناہ ہورہا ہو تو مسلمان پر نہی عن المنکر کے ضابطہ سے یہ لازم ہے کہ اگر اس کو روکنے کی قدرت ہی تو قوت کے ساتھ روک دے اور یہ قدرت نہیں ہے تو کم از کم اس گناہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کرے جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس مجلس سے اٹھ جائے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا وہ شراب پی رہے تھے ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے، اس نے شراب نہیں پی، لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی

مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (بحر محیط)

## بدعقیدہ لوگوں کی مجالس ومحافل میں جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا تم ان سے دور رہنا، وہ تم سے دور رہیں۔ (صحیح مسلم، ج ا، ص ۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام دارمی علیہ الرحمہ سنن دارمی میں لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قلابہ نے فرمایا ہے کہ گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلاء کر دیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔ (سنن دارمی، ج ا، ص ۹۰، نشر السنہ ملتان)

امام بیہقی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں کج بحثی اختیار کرتے ہیں۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۶۰، بیروت)

ان احادیث سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو لوگوں میں یہ بات باور کراتے پھرتے ہیں کہ اچھی بات جہاں سے بھی ملے اسے حاصل کرو۔ حالانکہ یاد رہے بدعقیدہ لوگوں کے ہاں سے کسی قسم کی کوئی اچھی بات کے حصول کیلئے جانا بھی جائز نہیں کیونکہ ان کی بدعقیدگی تم پر اثر انداز ہو جائے گی، جس سے گمراہی کے اثرات پڑنے کا خدشہ ہے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ |
| وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ |
| فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ۝ |
| وہ جو تمہاری تاک میں رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور |
| اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو کہتے ہیں، کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟ پس اللہ |
| تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا، اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔ |

## منافقین کا مسلمانوں اور کفار سے فوائد حاصل کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" بَدَل مِنَ الَّذِيْنَ قَبْله "يَتَرَبَّصُوْنَ" يَنْتَظِرُوْنَ "بِكُمْ" الدَّوَائِر "فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْح" ظَفَر وَغَنِيْمَة "مِنَ اللّٰه قَالُوْا" لَكُمْ "اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ" فِي الدِّيْن وَالْجِهَاد فَاَعْطُوْنَا مِنَ الْغَنِيْمَة "وَاِنْ كَانَ لِلْكَافِرِيْنَ نَصِيْب" مِنَ الظَّفَر عَلَيْكُمْ "قَالُوْا" لَهُمْ "اَلَمْ نَسْتَحْوِذ" نَسْتَوْلِ "عَلَيْكُمْ" وَنَقْدِر عَلٰى اَخْذكُمْ وَقَتْلكُمْ فَاَبْقَيْنَا عَلَيْكُمْ "وَ" اَلَمْ "نَمْنَعكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" اَنْ يَّظْفَر بِتَخْذِيْلِهِمْ وَمُرَاسَلَتهمْ

17

بِاَخْبَارِهِمْ فَلَنَا عَلَيْكُمُ الْمِنَّةُ "فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ" وَبَيْنَهُمْ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ" بِاَنْ يُّدْخِلَ وَيُدْخِلَهُمُ النَّارَ "وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا بِالْاِسْتِئْصَالِ،

الذین سے پہلے والے الذین سے بدل ہے۔ وہ جو تمہارے انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے یعنی کامیابی اور غنیمت مل جائے تو کہتے ہیں، کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یعنی کیا ہم دین اور جہاد میں تمہارے ساتھ نہ تھے؟ لہٰذا ہمیں بھی حصہ دو۔ اور اگر کافروں کو کچھ حصہ مل گیا تو کہتے ہیں، کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے یعنی کیا ہم تمہارے قتل وقید پر قادر نہیں ہوئے تھے؟ اور کیا ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟ یعنی ان کو پست کر کے اور ان کی خبریں تمہیں دیکر انہیں کمزور نہیں کیا؟ پس ہمارا تم پر احسان ہے۔ پس اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا، یعنی تمہیں جنت میں اور ان کو جہنم میں داخل کرے گا۔ اور اللہ کافروں کو مسلمانوں پر ہرگز کوئی راہ نہ دے گا۔ یعنی ان کو اہل اسلام کا استیصال نہ کرنے دے گا۔

## منافقین کی مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگے رہنے کا بیان

منافقوں کی بد باطنی کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کی بربادی اس کی پستی کی تلاش میں لگے رہتے ہیں ٹوہ لیتے رہتے ہیں، اگر کسی جہاد میں مسلمان کامیاب وکامران ہو گئے اللہ کی مدد سے یہ غالب آ گئے تو ان کے پیٹ میں گھسنے کے لئے آ آ کر کہتے ہیں کیوں جی ہم بھی تو تمہارے ساتھی ہیں اور اگر کسی وقت مسلمانوں کی آزمائش کے لئے اللہ جل شانہ نے کافروں کو غلبہ دے دیا جیسے احد میں ہوا تھا گو انجام کار حق ہی غالب رہا تو یہ ان کی طرف لپکتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو پوشیدہ طور پر تو ہم تمہاری تائید ہی کرتے رہے اور انہیں نقصان پہنچاتے رہے یہ ہماری ہی چالاکی تھی جس کی بدولت آج تم نے ان پر فتح پالی۔ یہ ہیں ان کے کرتوت کہ دو کشتیوں میں پاؤں رکھ چھوڑتے ہیں "دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا" گو یہ اپنی اس مکاری کو اپنے لئے باعث فخر جانتے ہوں لیکن دراصل یہ سراان کی بے ایمانی اور کم یقینی کی دلیل ہے بھلا کچا رنگ کب تک رہتا ہے؟ گاجر کی پونگی کب تک بجے گی؟ کاغذ کی ناؤ کب تک چلے گی؟ وقت آ رہا ہے کہ اپنے کئے پر نادم ہوں گے اپنی بیوقوفی پر ہاتھ ملیں گے اپنے شرمناک کرتوت پر آنسو بہائیں گے اللہ کا سچا فیصلہ سن لیں گے اور تمام بھلائیوں سے ناامید ہو جائیں گے۔ بھرم کھل جائے گا ہر راز فاش ہو جائے گا اندر کا باہر آ جائے گا یہ پالیسی اور حکمت عملی یہ مصلحت وقت اور مقتضائے موقعہ نہایت ڈراؤنی صورت سے سامنے آ جائے گا اور عالم الغیب کے بے پناہ عذابوں کا شکار بن جائیں گے ناممکن ہے کہ کافروں کو اللہ تعالیٰ مومنوں پر غالب کر دے،

حضرت علی سے ایک شخص نے اس کا مطلب پوچھا تو آپ نے اول جملے کے ساتھ ملا کر پڑھ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہوگا، یہ بھی مروی ہے کہ سبیل سے مراد حجت ہے، لیکن تاہم اس کے ظاہری معنی مراد لینے میں بھی کوئی مانع نہیں یعنی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اب سے لے کر قیامت تک کوئی ایسا وقت لائے کہ کافر اس قدر غلبہ حاصل کر لیں کہ مسلمانوں کا نام مٹا دیں یہ اور بات ہے کہ کسی جگہ کسی وقت دنیاوی طور پر انہیں غلبہ مل جائے لیکن انجام کار مسلمانوں کے حق میں ہی مفید ہوگا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ
يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

بیشک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکے کی سزا دینے والا ہے، اور جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں
تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں اور اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔

## منافقین کے ظاہر و باطن میں فرق ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهُ" بِاِظْهَارِ خِلَافِ مَا اَبْطَنُوْهُ مِنَ الْكُفْرِ لِيَدْفَعُوا عَنْهُمْ اَحْكَامَه الدُّنْيَوِيَّة "وَهُوَ خَادِعهمْ" مُجَازِيهِمْ عَلٰى خِدَاعهمْ فَيَفْتَضِحُوْنَ فِي الدُّنْيَا بِاِطْلَاعِ اللّٰه نَبِيّه عَلٰى مَا اَبْطَنُوْهُ وَيُعَاقَبُوْنَ فِي الْاٰخِرَة "وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاة" مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ "قَامُوْا كُسَالٰى" مُتَثَاقِلِيْنَ "يُرَاءُوْنَ النَّاس" بِصَلَاتِهِمْ "وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهُ" يُصَلُّوْنَ "اِلَّا قَلِيْلًا" رِيَاء،

بیشک منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یعنی وہ اس کے خلاف ظاہر کرتے ہیں جو ان کے اندر کفر چھپا ہے تا کہ وہ ان سے احکام دنیاوی کا دفاع کریں۔ حالانکہ وہ انہیں دھوکے کی سزا دینے والا ہے، یعنی دنیا میں نبی کریم ﷺ کو اطلاع من اللہ ہوئی ہے اس کے سبب رسوا ہوں گے اور آخرت میں ان کیلئے سزا ہوگی۔ اور جب وہ نماز کے لئے مومنوں کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ لوگوں کو دکھانے کیلئے کھڑے ہوتے ہیں یعنی ان کو نماز بھاری لگتی ہے۔ اور اللہ کو بہت ہی کم یاد کرتے ہیں۔ یعنی وہ قلیل بھی ریاکاری کے طور پر کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی نماز ایسی ہے کہ بیٹھا سورج کو دیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے۔ تو پھر وہ اٹھ کر چار ٹھونگیں مارتا ہے اور نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتا ہے۔ (مسلم، کتاب صلوۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں ہے اور اگر یہ لوگ اتنا جان لیں کہ ان نمازوں کا کتنا اجر و ثواب ہے اگر یہ چل نہ سکتے تو یہ لوگ گھسٹ کر بھی پہنچتے۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ موذن کو کہوں کہ وہ تکبیر کہے اور کسی کو لوگوں کی امامت کا حکم دوں اور خود آگ کا شعلہ پکڑ کر ان لوگوں کے گھروں کو جلا ڈالوں جو کہ ابھی تک اپنے گھروں سے نماز کے لئے نہیں نکلے۔ (بخاری، کتاب صلوۃ)

## منافقین کی نماز میں سستی و کاہلی کا بیان

حضرت ابن عباس تھکے ماندے بدن سے کسما کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے نمازی کو چاہئے کہ ذوق و شوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں، اسکی

طلب پوری کرنے کو اللہ تعالیٰ تیار ہے، یہ تو ہوئی ان منافقوں کی ظاہری حالت کہ تھکے ہارے تنگ دلی کے ساتھ بطور بیگار ٹالنے کے نماز کے لئے آئے پھر اندرونی حالت یہ ہے کہ اخلاص سے کوسوں دور ہیں رب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے نمازی مشہور ہونے کے لئے لوگوں میں اپنے ایمان کو ظاہر کرنے کے لئے نماز پڑھ رہے ہیں، بھلا ان صنم آشنا دل والوں کو نماز میں کیا ملے گا؟ یہی وجہ ہے کہ ان نمازوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کو کم دیکھ سکیں یہ غیر حاضر رہتے ہیں مثلاً عشاء کی نماز اور فجر کی نماز،

بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے زیادہ بوجھل نماز منافقوں پر عشاء اور فجر کی ہے، اگر دراصل یہ ان نمازوں کے فضائل کے دل سے قائل ہوتے تو گھٹنوں کے بل بھی چل کر آنا پڑتا یہ ضرور آ جاتے ہیں تو ارادہ کر رہا ہوں کہ تکبیر کہلوا کر کسی کو اپنی امامت کی جگہ کھڑا کر کے نماز شروع کرا کر کچھ لوگوں سے لکڑیاں اٹھوا کر ان کے گھروں میں جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے اور لکڑیاں ان کے گھروں کے ارد گرد لگا کر حکم دوں کہ آگ لگا دو اور ان کے گھروں کو جلا دو، ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم اگر انہیں ایک چرب ہڈی یا دو اچھے کھر ملنے کی امید ہو تو دوڑے چلے آئیں لیکن آخرت کی اور اللہ کے ثوابوں کی انہیں اتنی بھی قدر نہیں۔ اگر بال بچوں اور عورتوں کا جو گھروں میں رہتی ہیں مجھے خیال نہ ہوتا تو قطعاً میں ان کے گھر جلا دیتا۔

ابو یعلیٰ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص لوگوں کی موجودگی میں نماز کو سنوار کر ٹھہر ٹھہر کر ادا کرے لیکن جب کوئی نہ ہو تو بری طرح نماز پڑھ لے یہ وہ ہے جس نے اپنے رب کی اہانت کی۔ پھر فرمایا یہ لوگ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم کرتے ہیں یعنی نماز میں ان کا دل نہیں لگتا، یہ اپنی کہی ہوئی بات سمجھتے بھی نہیں، بلکہ غافل دل اور بے پرواہ نفس سے نماز پڑھ لیتے ہیں،

| |
|---|
| مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ |
| اس کے درمیان تذبذب میں ہیں نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ہرگز |
| اس کے لئے کوئی راہ نہ پائیں گے۔ |

## حق و باطل کے درمیان بھٹکنے والے منافقین کا بیان

"مُذَبْذَبِيْنَ" مُتَرَدِّدِيْنَ "بَيْنَ ذٰلِكَ" الْكُفْرِ وَالْإِيْمَانِ "لَا" مَنْسُوْبِيْنَ "إِلٰى هٰؤُلَاءِ" أَيِ الْكُفَّارِ "وَلَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ" أَيِ الْمُؤْمِنِيْنَ "وَمَنْ يُّضْلِلْ" وَمَنْ يُّضْلِلْهُ "اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا" طَرِيْقًا إِلَى الْهُدٰى،

اس کے درمیان یعنی کفر اور ایمان کے درمیان تذبذب میں ہیں نہ ان کفار کی طرف ہیں اور نہ ان مومنوں کی طرف ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ہرگز اس کے لئے کوئی راہ نہ پائیں گے۔ یعنی وہ ہدایت کی راہ کو نہ پا سکیں گے۔

## منافق کی تین آدمیوں کی طرح ہونے کا بیان

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ مومن کافر اور منافق کی مثال ان تین شخصوں جیسی ہے جو ایک دریا پر گئے ایک تو کنارے ہی کھڑا

رہ گیا دوسرا پار ہو کر منزل مقصود کو پہنچ گیا تیسرا اتر چلا مگر جب بیچوں بیچ پہنچا تو ادھر والے نے پکارنا شروع کیا کہ کہاں ہلاک ہونے جا رہا ہے ادھر آ واپس چلا آ، ادھر والے نے آواز دی جاؤ نجات کے ساتھ منزل مقصود پر میری طرف پہنچ جاؤ آدھا راستہ طے کر چکے ہو اب یہ حیران ہو کر کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر نظر ڈالتا ہے تذبذب ہے کہ کدھر جاؤں کدھر نہ جاؤں؟ اتنے میں ایک زبردست موج آئی اور بہا کر لے گئی اور وہ غوطے کھا کھا کر مر گیا، پس پار جانے والا مسلمان ہے کنارے کھڑا بلانے والا کافر ہے اور موج میں ڈوب مرنے والا منافق ہے، اور حدیث میں ہے منافق کی مثال اس بکری جیسی ہے جو ہرے بھرے ٹیلے پر بکریوں کو دیکھ کر آئی اور سونگھ کر چل دی، پھر دوسرے ٹیلے پر چڑھی اور سونگھ کر آ گئی۔

پھر فرمایا جسے اللہ ہی راہ حق سے پھیر دے اس کا ولی و مرشد کون ہے؟ اس کے گمراہ کردہ کو کون راہ دکھا سکے؟ اللہ نے منافقوں کو ان کی بدترین بدعملی کے باعث راستی سے دھکیل دیا ہے اب نہ کوئی انہیں راہ راست پر لا سکے نہ چھٹکارا دلا سکے، اللہ کی مرضی کے خلاف کون کر سکتا ہے وہ سب پر حاکم ہے اسی پر کسی کی حکومت نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ |
| اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔ |

## کفار و منافقین سے دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ" بِمُوَالَاتِهِمْ "سُلْطَانًا مُبِيْنًا" بُرْهَانًا بَيِّنًا عَلٰى نِفَاقِكُمْ،

اے ایمان والو! مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف ان کے دوستی کے سبب اللہ کی صریح حجت قائم کر لو۔ یعنی تمہارے نفاق پر واضح دلیل بنوا لو۔

## منافقین کی کفار سے دلی دوستی کا بیان

کافروں سے دوستیاں کرنے سے ان سے دلی محبت رکھنے سے ان کے ساتھ ہر وقت اٹھنے بیٹھنے سے مسلمانوں کے بھید ان کو دینے سے اور پوشیدہ تعلقات ان سے قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو روک رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے (لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (3۔آل عمران:28) مومنوں کو چاہئے کہ بجز مومنوں کے کفار سے دوستی نہ کریں ایسا کرنے والا اللہ کے ہاں کسی بھلائی کا مستحق نہیں ہاں اگر صرف بچاؤ کے طور پر ظاہرداری ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آپ سے ڈرا رہا ہے یعنی اگر تم اس کی نافرمانیاں کرو گے تو تمہیں اس کے عذابوں کو یاد رکھنا چاہئے، ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن

عباس کا فرمان مروی ہے کہ آپ نے فرمایا قرآن میں جہاں کہیں ایسی عبارتوں میں سلطان کا لفظ ہے وہاں اس سے مراد حجت ہے یعنی تم نے اگر مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دلی دوستی کے تعلقات پیدا کئے تو تمہارا یہ فعل کافی ثبوت ہوگا اور پوری دلیل ہوگی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے، کئی ایک سلف مفسرین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ۝ |
| بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ |

## منافقین کا جہنم میں سب سے نیچے ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ " اَلْمَكَان "الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ " وَهُوَ قَعْرُهَا "وَلَنْ تَجِد لَهُمْ نَصِيْرًا " مَانِعًا مِنَ الْعَذَاب،

بیشک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نچلے درجے کی جگہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے۔ یعنی کوئی عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا۔

الدرک۔ طبقہ۔ درجہ۔ الدرک اور الدرک دونوں لغتیں ہیں۔ بلندی کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات جہتے ہیں اور پستی کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہیں ان کو درکات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات (درکات) علی سبیل التنزل یہ ہیں۔ جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم، ہاویۃ۔ سب سے نیچے منافقوں کا یہی ٹھکانہ ہے

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں انہیں آگ کے صندوقوں میں بند کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور یہ جلتے بھنتے رہیں گے، حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں یہ صندوق لوہے کے ہوں گے جو آگ لگتے ہی آگ کے ہو جائیں گے اور چاروں طرف سے بالکل بند ہوں گے اور کوئی نہ ہوگا جو ان کی کسی طرح کی مدد کرے۔ جہنم سے نکال سکے یا عذابوں میں ہی کچھ کم کروا سکے۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَ اَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ |
| مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ |
| لیکن وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے |
| خالص کرلیا تو یہ مؤمنوں کے ساتھی ہوگئے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ |

## منافقت سے توبہ کر کے اصلاح کرنے والوں کا بیان

"اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوا " مِنَ النِّفَاق "وَاَصْلَحُوا " عَمَلهمْ "وَاعْتَصَمُوا " وَثِقُوا "بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوا دِیْنهمْ لِلّٰهِ" مِنَ الرِّيَاء "فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ " فِيْمَا يُؤْتَوْنَهُ "وَسَوْف يُؤْتِ اللّٰه الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا" فِی

الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْجَنَّةُ،

لیکن وہ لوگ جنہوں نے منافقت سے توبہ کر کے اصلاح کر لی وہ سنور گئے اور انہوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انہوں نے اپنا دین اللہ کے لئے خالص کر لیا یعنی ریا کاری سے دین کو محفوظ کر لیا تو یہ مؤمنوں کے ساتھی ہو گئے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ یعنی جو آخرت میں مومنوں کو ثواب دیا جائے گا یہ لوگ اس میں ان کے ساتھ ہوں گے اور وہ جنت ہے۔

یعنی جن منافقوں نے توبہ کر کے اپنے اعمال درست کر لیے پھر دین اسلام پر مضبوطی سے جم گئے اور اپنی ہمدردیاں اور وفاداریاں صرف اللہ اور اس کے دین کو مضبوط بنانے کے لیے وقف کر دیں اور اپنے آپ میں یہ چار اوصاف پیدا کر لیے تو وہ اس اخروی سزا سے بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سابقہ گناہ معاف کر کے انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کر دے گا اور جو مفادات دنیوی یا اخروی مومنوں کو حاصل ہوں گے وہ انہیں بھی حاصل ہوں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا مجھ سے بیعت کرو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے چوری نہیں کرو گے زنا نہیں کرو گے پھر اسی کے متعلق آیت پڑھی اور فرمایا جس نے اپنے اس عہد کو پورا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ دے گا اور جو اس میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اسے سزا دی گئی تو یہ اس کے لئے کفارے کی طرح ہوگا اور اگر کوئی ایسے گناہ کا مرتکب ہوا لیکن اللہ نے اس کے گناہ کو پوشیدہ رکھا تو وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے چاہے تو وہ اسے عذاب دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ اس باب میں حضرت علی، جریر بن عبداللہ اور خزیمہ بن ثابت سے بھی احادیث منقول ہیں حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث حسن صحیح ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے اس باب میں اس حدیث سے بہتر کوئی حدیث نہیں دیکھی کہ حدود اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر اللہ اس کے عیوب پوشیدہ رکھے تو اسے خود بھی چاہے کہ وہ اسے ظاہر نہ کرے بلکہ اللہ سے توبہ کرے اس طرح کہ اس کے اور رب ہی کے درمیان ہو ابوبکر، عمر سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ اپنے عیب چھپائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1480)

| |
|---|
| مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ○ |
| اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ، اور اللہ قدر شناس ہے، خوب جاننے والا ہے۔ |

## ایمان اور نعمتوں کے شکر کے سبب عذاب سے نجات کا بیان

"مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ" نِعَمَهُ "وَاٰمَنْتُمْ" بِهِ وَالْاِسْتِفْهَامُ بِمَعْنَى النَّفْيِ اَيْ لَا يُعَذِّبُكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا" لِاَعْمَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْاِثَابَةِ "عَلِيْمًا" بِخَلْقِهِ،

اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم اس کی نعمت کے شکر گزار بن جاؤ، اور ایمان لے آؤ، یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے

یعنی وہ تمہیں عذاب نہ دے گا، اور اللہ مؤمنوں کے اعمال میں ثابت قدمی پر قدر شناس ہے، اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔

## سب سے آخر میں دوزخ سے نکلنے والے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے آخر میں جنت میں داخل ہونے والا وہ شخص ہوگا جو کبھی چلتا ہوگا کبھی سرین کے بل گھسٹتا ہوگا اور کبھی دوزخ کی آگ اس کو جھلس دیتی ہوگی، جب وہ دوزخ سے نکل جائے گا تو اس کو دیکھ کر عرض کریگا: اے باری تعالیٰ! آپ نے مجھے اس سے نجات عطاء فرمادی ہے اور وہ عنایت فرمائی ہے جو نہ تو اگلوں کو نصیب ہوئی نہ پچھلوں کو؛ پھر اس آدمی کے سامنے ایک درخت کو ظاہر کیا جائے گا تو یہ اس کو دیکھ کر عرض کریگا یارب! آپ مجھے اس درخت کے قریب کردیں میں اس کے سایہ میں بیٹھنا چاہتا ہوں اور اس کا پانی پینا چاہتا ہوں، اللہ تبارک وتعالیٰ پوچھیں گے، اے ابن آدم! اگر میں تمھیں یہ دیدوں تو (اس کے علاوہ) کسی اور چیز کا طلب بھی کریگا؟ وہ عرض کریگا نہیں، یارب اور اللہ سے معاہدہ کریگا کہ میں اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور اور اس کا رب اس کے عذر کو قبول کرتا رہے گا کیونکہ وہ شخص ایسی چیزوں کو دیکھے گا، جن پر وہ صبر نہیں کرسکتا؛ پھر پہلے درخت سے بھی زیادہ حسین درخت اس کو سامنے سے دکھایا جائیگا تو وہ شخص کہے گا یارب! مجھے اس کے درخت کے قریب کردیں؛ تاکہ میں اس کا پانی پی سکوں اور اس کے سائے میں بیٹھ سکوں میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں مانگوں گا۔

اللہ تعالیٰ پوچھے گا اے ابن آدم! تو نے میرے ساتھ معاہدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگے گا؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کو اس درخت کے قریب کردے گا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچ جائے گا، تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا اور عرض کریگا اے رب! مجھے آپ جنت میں داخل کردیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھے یہ پسند ہے کہ میں تجھے دنیا اور اس کے برابر مزید جنت عطا کردوں؟ وہ عرض کریگا یارب آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؛ حالانکہ آپ رب العالمین ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے مذاق نہیں کررہا ہے؛ بلکہ میں جو چاہوں اس کے کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ (مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر ۳۸۹۹)

## پانچویں پارے کی تکمیل اور حدیث شکر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی (خفی) بھیجی ہے کہ جو طلب علم کے لئے راستہ اختیار کرے۔

تو میں اس پر جنت کے راستے کو آسان کردوں گا اور جس آدمی کی میں نے دونوں آنکھیں چھین لی ہوں۔یعنی کوئی آدمی نابینا ہوگیا ہو تو اس دنیاوی نعمت سے محرومی اور اس پر صبر وشکر کی بناء پر میں اس کا بدلہ اسے جنت دوں گا اور علم کے اندر زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی جڑ پرہیزگاری ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 243)

اللہ تعالیٰ کا بے حد احسان اور شکر ہے اسی حدیث مبارکہ کے ساتھ ہی قرآن مجید کے پانچویں پارے کی تفسیر جلالین کے ترجمہ

و شرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے بقیہ تفسیر کو مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
اور اس تفسیری کام میں ہر قسم کی خطاء سے محفوظ فرمائے۔ (محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق)

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا،

اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

## بلند آواز سے بری بات کی زیادہ ممانعت کا بیان

"لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ" مِنْ اَحَدٍ اَیْ يُعَاقِبُهُ عَلَيْهِ "اِلَّا مَنْ ظُلِمَ" فَلَا يُؤَاخِذُهُ بِالْجَهْرِ بِهِ بِاَنْ يُّخْبِرَ عَنْ ظُلْمِ ظَالِمِهِ وَيَدْعُوْ عَلَيْهِ "وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا" لِمَا يُقَالُ "عَلِيْمًا" بِمَا يُفْعَلُ،

اللہ بری بات کے ساتھ آواز بلند کرنا کسی ایک سے بھی پسند نہیں کرتا مگر جس پر ظلم کیا گیا ہو، پس وہ ایسی بلند آواز پر مواخذہ نہ کرے گا کہ جب کوئی کسی ظالم کے ظلم کو بیان کرے اور اس کیلئے نقصان کی دعا کرے اور اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، یعنی جو کہا گیا، جو ہوا وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۴۸ کے شان نزول کا بیان

ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا انہوں نے اچھی طرح اس کی میزبانی نہ کی جب وہ وہاں سے نکلا تو ان کی شکایت کرتا نکلا اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے باب میں نازل ہوئی ایک شخص سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آپ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا آپ نے کئی بار سکوت کیا مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ نے اس کو جواب دیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شخص مجھ کو برا کہتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور ﷺ اٹھ گئے، فرمایا ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

## مظلوم کی آہ و بکاہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے جب انہیں یمن کی طرف بھیجنے لگے ان سے فرمایا کہ تم ایسی قوم کے پاس چلے جاتے ہو، جو اہل کتاب ہیں جب ان کے پاس پہنچو تو انہیں دعوت دو کہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ مان لیں تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ نے ان پر زکوۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور وہ ان کے فقراء میں تقسیم کی جائے گی اگر وہ اس کو بھی منظور کرلیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوموں کی بددعا سے بچو اس لئے کہ مظلوم کی بددعا اور اللہ

کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1437)

## کسی مسلمان کو بددعا دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا دوسرے کو بددعا دینا جائز نہیں، ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کو بددعا دینا جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر وضبط کرلے تو افضل یہی ہے۔ ابوداؤد میں ہے "حضرت عائشہ صدیقہ کی کوئی چیز چور چرالے گئے تو آپ ان پر بددعا کرنے لگیں۔ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! کیوں اس کا بوجھ ہلکا کررہی ہو؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس پر بددعا نہ کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے دعا (اللھم اعنی علیہ واستخرج حقی منہ) یا اللہ اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلوادے، آپ سے ایک اور روایت میں مروی ہے کہ اگرچہ مظلوم کے ظالم کو کوسنے کی رخصت ہے مگر یہ خیال رہے کہ حد سے نہ بڑھ جائے۔

عبدالکریم بن مالک جزری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہیں باندھ سکتے۔

| |
|---|
| اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا٥ |
| اگر تم کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، |
| ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ |

## نیکی کو پوشیدہ یا سرعام کرنے کا بیان

"اِنْ تُبْدُوْا" تُظْهِرُوْا. "خَيْرًا" مِنْ اَعْمَال الْبِرّ "اَوْ تُخْفُوْهُ" تَعْمَلُوْهُ سِرًّا "اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْء" ظُلْم،فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا،

اگر تم نیک اعمال میں سے کوئی نیکی ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ، یا کسی برائی یعنی ظلم سے درگزر کرو تو بے شک اللہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مظلوم کا معاف کردینا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تم کھلا نیکی کرو، یا پوشیدہ طور پر کرو، یا برائی سے درگزر کرو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا قدرت والا ہے اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے، جس شخص نے معاف کردیا اور بھلائی کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جس شخص نے ظلم کئے جانے کے بعد بدلہ لیا تو ایسے لوگوں پر کوئی گناہ نہیں گناہ تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق ظلم کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو شخص صبر کرے اور بخش دے تو یہ بڑا کام ہے اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے، کہ جب وہ عذاب

دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپسی کی کوئی صورت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2345)

حضرت سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا اور سب سے بعد دوزخ سے نکلے گا۔ وہ شخص قیامت کے دن حاضر کیا جائے گا اور حکم ہوگا کہ اس کے ہلکے گناہ پیش کرو، بھاری نہ کرو۔ چنانچہ اس کے ہلکے گناہ پیش کر کے اسے کہاں جائے گا۔ کہ تو نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کیے تھے۔ وہ کہے گا ہاں اور انکار نہ کر سکے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ کہیں وہ پیش نہ کر دیئے جائیں۔ اس کے لیے حکم ہوگا کہ تیری ہر برائی کے عوض تجھے ایک نیکی دی جاتی ہے۔ یہ سن کر وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں نے تو کچھ اور بھی کام کیے تھے جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (مسلم کتاب الایمان)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ |
| نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ |
| بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی پر ایمان لائے اور کسی کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان میں کوئی راہ نکال لیں۔ |

## بعض انبیاء کرام کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے والوں کا بیان

"إنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاَللّٰهِ وَرُسُله وَيُرِيدُونَ اَنْ يُفَرِّقُوا بَيْن اللّٰه وَرُسُله بِاَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ دُونهمْ "وَيَقُولُونَ نُؤْمِن بِبَعْضٍ" مِنْ الرُّسُل "وَنَكْفُر بِبَعْضٍ" مِنْهُمْ "وَيُرِيدُونَ اَنْ يَتَّخِذُوا بَيْن ذٰلِكَ" الْكُفْر وَالْإِيمَان "سَبِيلًا" طَرِيقًا يَذْهَبُونَ إلَيْهِ،

بے شک وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں اور کہتے ہیں ہم کسی بعض رسولوں پر ایمان لائے اور بعض کے منکر ہوئے اور چاہتے ہیں کہ ایمان و کفر کے درمیان میں کوئی راہ نکال لیں۔ یعنی درمیانی راستہ اختیار کر کے ادھر جانا چاہتے ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۱۵۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔ اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا۔

## کسی ایک بھی نبی کے انکار کے سبب کفر ہونے کا بیان

اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ جو ایک نبی کو بھی نہ مانے کافر ہے، یہودی سوائے حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہما کے اور تمام نبیوں کو مانتے تھے، نصرانی افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء پر ایمان رکھتے تھے، سامری یوشع علیہ السلام کے بعد کسی کی نبوت کے قائل نہ تھے، حضرت یوشع حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے خلیفہ تھے، مجوسیوں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اپنا نبی زردشت کو مانتے تھے لیکن جب یہ بھی ان کی شریعت کے منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ شریعت ہی ان سے اٹھالی۔ واللہ اعلم۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا، کسی سے انکار کر دیا۔ کسی ربانی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش جوش تعصب اور تقلید آبائی کی وجہ سے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے، اس لئے کہ اگر اور انبیاء کو بوجہ نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کو ماننا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا، جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے انہیں بھی کسی دنیوی غرض اور ہواؤں کی وجہ سے مانتا ہے، ان کا شریعت ماننا یا نہ ماننا دونوں بےمعنی ہے، ایسے لوگ حتماً اور یقیناً کافر ہیں، کسی نبی پر ان کا شرعی ایمان نہیں بلکہ تقلیدی اور تعصبی ایمان ہے جو قابل قبول نہیں، پس ان کفار کو اہانت اور رسوائی آمیز عذاب کئے جائیں گے۔ کیونکہ جن پر یہ ایمان نہ لا کر ان کی توہین کرتے تھے اس کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی توہین ہو اور انہیں ذلت والے عذاب میں ڈالا جائے گا، ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خواہ غور و فکر کے بغیر نبوت کی تصدیق نہ کرنا ہو، خواہ حق واضح ہو چکنے کے بعد دنیوی وجہ سے منہ موڑ کر نبوت سے انکار کرنا ہو، جیسے اکثر یہودی علماء کا شیوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر تھے اور آپ کی مخالفت اور عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے، پس اللہ نے ان پر دنیا کی ذلت بھی مسلط کر دی اور آخرت کی ذلت کی مار بھی ان کے لئے تیار کر رکھی۔ پھر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ہو رہی ہے کہ یہ اللہ پر ایمان رکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام کو اور تمام آسمانی کتابوں کو بھی الہامی کتابیں تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے (کل امن باللہ) پھر ان کے لئے جو اجر جمیل اور ثواب عظیم اس نے تیار کر رکھا ہے اسے بھی بیان فرما دیا کہ ان کے ایمان کامل کے باعث انہیں اجر و ثواب عطا ہوں گے۔ اگر ان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو گیا تو اللہ معاف فرما دے گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائیں گے۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ |
| ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## کفار کیلئے جہنم کے دردناک عذاب کا بیان

"اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا" مَصْدَر مُؤَكِّد لِمَضْمُوْنِ الْجُمْلَةِ قَبْلَه "وَاَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابًا مُهِيْنًا" ذَا اِهَانَة وَهُوَ عَذَاب النَّار،

ایسے ہی لوگ درحقیقت کافر ہیں، حق یہ مصدر ہے جو ماقبل مضمون جملہ کی تاکید ہے۔ اور ہم نے کافروں کے لئے رُسوا کن

عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین آدمیوں کو نگلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سرکش ظالم، مشرک، تصویریں بنانے والا (مصور) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 478)

## دوام دوزخ پر امت کے اجماع کا بیان

امام ابومنصور عبدالقاہر بغدادی فرماتے ہیں، **اجمع اهل السنة و كل من سلف من اخيار الامة على دوام بقاء الجنة و النار و على دوام نعيم اهل الجنة و دوام عذاب الكفرة فى النار (اصول الدين)**

یعنی تمام اہل سنت، تمام اسلاف امت کا جنت اور دوزخ کے ہمیشہ کے لئے باقی رہنے پر اجماع اور اتفاق ہے اور (اسی طرح) جنتیوں کے لئے نعمتوں کے ہمیشہ ہونے پر بھی اور کافروں کے ہمیشہ کے لئے دوزخ میں عذاب میں مبتلا ہونے پر بھی اجماع اور اتفاق ہے۔ جنت اور دوزخ کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ (فقہ اکبر مترجم: عقیدہ طحاویہ)

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ (مکتوبات)

| |
|---|
| وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ |
| يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۠ |
| اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب |
| اللہ ان کے ثواب دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اللہ اور رسولان گرامی پر ایمان لانے میں فرق نہ کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ" كُلّهمْ "وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْن اَحَد مِنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْن "اُجُورهمْ" ثَوَاب اَعْمَالهمْ "وَكَانَ اللّٰه غَفُورًا" لِاَوْلِيَائِهِ "رَحِيْمًا" بِاَهْلِ طَاعَته،

اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے اعمال کا ثواب دے گا یہاں پر یؤتی یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے، اور اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا، اہل طاعت کے ساتھ مہربان ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں حضرت آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت

قبول کی جائے گی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1443)

یہ ایمانداروں کا شیوا بتایا گیا ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس طرح مسلمان ہیں وہ کسی بھی نبی کا انکار نہیں کرتے۔ اس آیت سے بھی ایک مذہب کی نفی ہوتی ہے جس کے نزدیک رسالت محمد یہ ﷺ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اور وہ ان غیر مسلموں کو بھی نجات یافتہ سمجھتے ہیں جو اپنے تصورات کے مطابق ایمان باللہ رکھتے ہیں۔ لیکن قرآن کی اس آیت نے واضح کر دیا کہ ایمان باللہ کے ساتھ رسالت محمد یہ ﷺ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر اس آخری رسالت کا انکار ہوگا تو اس انکار کے ساتھ ایمان باللہ غیر معتبر اور نا مقبول ہے۔

| |
|---|
| يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ○ |
| اہل کتاب آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتاریں، حالانکہ وہ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو ظاہری طور پر دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑ لیا، پھر انھوں نے بچھڑے کو پکڑ لیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکی تھیں، تو ہم نے اس سے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔ |

## یہود کا دفعۃً قرآن کے نزول کا مطالبہ کرنے کا بیان

"يَسْأَلك " يَا مُحَمَّد "أَهْل الْكِتَاب" الْيَهُوْد "أَنْ تُنَزِّل عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنْ السَّمَاء " جُمْلَة كَمَا أُنْزِلَ عَلٰى مُوسٰى تَعَنُّتًا فَإِنْ اسْتَكْبَرْت ذٰلِكَ "فَقَدْ سَأَلُوا" أَيْ آبَاؤُهُمْ "مُوسٰى أَكْبَر" أَعْظَم "مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللّٰه جَهْرَة" عِيَانًا "فَأَخَذَتْهُمْ الصَّاعِقَة " الْمَوْت عِقَابًا لَهُمْ "بِظُلْمِهِمْ" حَيْثُ تَعَنَّتُوا فِي السُّؤَال "ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْل" إلٰهًا "مِنْ بَعْد مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَات " الْمُعْجِزَات عَلٰى وَحْدَانِيَّة اللّٰه "فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ " وَلَمْ نَسْتَأْصِلهُمْ "وَآتَيْنَا مُوسٰى سُلْطَانًا مُبِينًا " تَسَلُّطًا بَيِّنًا ظَاهِرًا عَلَيْهِمْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ بِقَتْلِ أَنْفُسهمْ تَوْبَة فَأَطَاعُوهُ.

یا محمد ﷺ اہل کتاب یعنی یہود آپ سے سوال کرتے ہیں کہ آپ ان پر آسمان سے کوئی کتاب اتاریں، یعنی جس طرح یکبار موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ آپ ان کا مطالبہ بڑا سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے ان آباء تو موسیٰ سے اس سے بڑی بات کا مطالبہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے کہا ہمیں اللہ کو ظاہری آنکھوں پر دکھلا، تو انھیں بجلی نے ان کے ظلم کی وجہ سے بہ طور سزا پکڑ لیا، یعنی جب انہوں نے سوال میں اصرار کیا۔ پھر انھوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا، اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح نشانیاں یعنی اللہ کی توحید کے معجزات آ گئے، تو ہم نے اس سے درگزر کیا یعنی ان کو ہلاک نہ کیا اور ہم نے موسیٰ کو واضح غلبہ عطا کیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ان پر

اس طرح غلبہ دیا کہ آپ نے ان کو توبہ کیلئے قتل کا حکم دیا تو انہوں نے آپ کی اطاعت کی۔

## سورہ نساء آیت ۱۵۳ کے شان نزول کا بیان

یہود میں سے کعب بن اشرف و فنحاص بن عازوراء نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو ہمارے پاس آسمان سے یکبارگی کتاب لائیے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے یہ سوال ان کا طلب ہدایت واتباع کے لئے نہ تھا بلکہ سرکشی وبغاوت سے تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، ۶)

## یہود کا بہ طور مذاق وکفر سوال کرنے کا بیان

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے توراۃ ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے، آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آئیے۔ یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام اللہ تعالیٰ خط بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت کو مان لیں۔ یہ سوال بھی ان کا بدنیتی سے بطور مذاق اور کفر تھا۔ جیسا کہ اہل مکہ نے بھی اسی طرح کا ایک سوال کیا تھا، جس طرح سورہ سبحان میں مذکور ہے کہ "جب تک عرب کی سرزمین میں دریاؤں کی ریل پیل اور تروتازگی کا دور دورہ نہ ہو جائے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔" پس بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی اس سرکشی اور بیجا سوال پر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں ان کی یہ بدعادت پرانی ہے، انہوں نے حضرت موسیٰ سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ خود کو دکھائے۔ اس تکبر اور سرکشی اور فضول سوالوں کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی۔

| |
|---|
| وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ○ |
| پھر ہم نے ان پر طور کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔ |

## بنی اسرائیل سے پختہ عہد لینے کا بیان

"وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ" الْجَبَلَ "بِمِيْثَاقِهِمْ" بِسَبَبِ اَخْذِ الْمِيْثَاقِ عَلَيْهِمْ لِيَخَافُوْا فَيَقْبَلُوْهُ "وَقُلْنَا لَهُمْ" وَهُوَ مُطِلٌّ عَلَيْهِمْ "ادْخُلُوا الْبَابَ" بَابَ الْقَرْيَةِ "سُجَّدًا" سُجُوْدَ انْحِنَاءٍ "وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا" وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الْعَيْنِ وَتَشْدِيْدِ الدَّالِ وَفِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الدَّالِ اَيْ لَا تَعْتَدُوْا "فِي السَّبْتِ" بِاصْطِيَادِ الْحِيْتَانِ فِيْهِ "وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا" عَلٰى ذٰلِكَ فَنَقَضُوْهُ،

پھر ہم نے ان پر طور پہاڑ کو اونچا کیا ان سے عہد لینے کو یعنی ان سے پختہ عہد لیا تا کہ وہ ڈریں اور اس کو قبول کریں اور وہ ان پر

سایہ فگن تھا اور ان سے فرمایا کہ دروازے میں سجدہ کرتے یعنی مکمل طور پر جھکتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور ان سے فرمایا کہ ہفتہ میں حد سے نہ بڑھو، ایک قرأت میں تعدی یہ عین کے فتحہ کے ساتھ اور دال کی شد کے ساتھ اور اس میں اصل میں تاء کا دال میں ادغام ہے یعنی ہفتہ کے دن میں مچھلیوں کا شکار کر کے حد سے نہ بڑھو اور ان کے عہد کو توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان سے پختہ عہد لیا۔

## بنی اسرائیل پر پہاڑ کو معلق کر دینے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بیزاری ظاہر کی تو ان کے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کھڑا کر دیا اور ان سے کہا کہ اب بولو! پہاڑ گرا کر پاش پاش کر دیں یا احکام قبول کرتے ہو؟ تو یہ سب سجدے میں گر پڑے اور گریہ زاری شروع کی اور احکام الٰہی بجا لانے کا مضبوط عہد و پیمان کیا یہاں تک کہ دل میں دہشت تھی اور سجدے میں انکھیوں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ نہ گر پڑے اور دب کر نہ مر جائیں، پھر پہاڑ ہٹایا گیا۔

ان کی دوسری کشی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول و فعل دونوں کو بدل دیا، حکم ملا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور حطۃ کہیں "یعنی اے اللہ ہماری خطائیں بخش کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان تیہ میں سرگشتہ و حیران و پریشان رہے" لیکن ان کی کم ظرفی کا یہاں بھی مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھسٹتے ہوئے دروازے میں داخل ہونے لگے اور حطۃ فی شعرۃ کہنے لگے یعنی گیہوں کی بالیں ہمیں دے۔ پھر ان کی اور شرارت سنئے ہفتہ وار دن کی تعظیم و کریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی نافرمانی پر کمربستہ ہو کر حرمت کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور مضبوط عہد و پیمان ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی نافرمانی پر کمربستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لئے۔

| |
|---|
| فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ |
| قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| پھر ان کے اپنے عہد کو توڑ دینے ہی کی وجہ سے اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر |
| قتل کرنے اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر |
| کی وجہ سے مہر کر دی، پس وہ بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایمان لائیں۔ |

## یہود کی عہد شکنی کا بیان

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ" مَا زَائِدَة وَالْبَاء لِلسَّبَبِيَّةِ مُتَعَلِّقَة بِمَحْذُوْفٍ اَیْ لَعَنَّاهُمْ بِسَبَبِ نَقْضِهِمْ "مِيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَاء بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قُلُوْبُنَا غُلْف" لَا تَعِي كَلَامكَ "بَلْ طَبَعَ" خَتَمَ "اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ" فَلَا تَعِي وَعْظًا "فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا" مِنْهُمْ

كَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ وَأَصْحَابِهٖ،

یہاں پر ما زائدہ ہے اور باء سببیہ ہے جس کا متعلق محذوف ہے، یعنی ہم نے ان کے عہد توڑنے کے سبب اور ان کے اللہ کی آیات کا کفر کرنے اور ان کے انبیاء کو کسی حق کے بغیر قتل کرنے اور ان کا نبی کریم ﷺ سے یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف میں محفوظ ہیں، جو آپ کا کلام نہیں سن سکتے، بلکہ اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے مہر کر دی، پس وہ آپ سے نصیحت حاصل نہیں کر پاتے۔ پس وہ بہت ہی تھوڑے ہیں جو ایمان لائیں۔ جس طرح حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے ساتھی ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان۔

فبما۔ یعنی ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے اور ما زائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ فبما نقضھم۔ نقض، مصدر نقض سے بمعنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو توڑ دینے کی وجہ سے۔ فبما نقضھم میثاقھم میں تقدیر عبارت یوں ہے: فبما نقضھم میثاقھم لعنھم ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کر دی اور کفرھم بایت اللّٰہ اور قتلھم الانبیاء بغیر حق۔ اور قولھم قلوبنا غلف کا عطف فبما نقضھم میثاقھم پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آ گئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑھے ہوئے ہیں۔

غلف۔ جمع۔ اس کا واحد اغلف ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ اغلف وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قلوبنا غلف یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں۔ تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

بل طبع اللّٰہ علیھا بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا۔

جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قلوبنا غلف کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں تھوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔ طبع۔ اس نے مہر لگا دی۔ اس نے چھاپ لگا دی۔ اس نے ٹھپہ لگا دیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

پھر جب انہیں کوئی ہدایت کی بات سنائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے دل اس قدر محفوظ ہیں کہ ہمارے عقائد و نظریات میں کوئی بات بھی نہ داخل ہو سکتی ہے اور نہ اثر انداز ہو سکتی ہے جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کی انہی نافرمانیوں اور عہد شکنیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر بدبختی اتنی زیادہ چھا چکی ہے کہ اب کوئی بھی ہدایت کی بات ان پر بے اثر ثابت ہوتی ہے اور یہ لوگ اس قدر کج فہم ہو چکے ہیں کہ اپنی اس بدبختی کو بھی اپنی خوبی کے انداز میں پیش کر رہے ہیں۔

| |
|---|
| وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۝ |
| اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔ |

## یہود کا کفر اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے کا بیان

"وَبِكُفْرِهِمْ" ثَانِيًا بِعِيسَى وَكَرَّرَ الْبَاءَ لِلْفَصْلِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَا عُطِفَ عَلَيْهِ "وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا" حَيْثُ رَمَوْهَا بِالزِّنَا،

اور اس لئے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا یہاں پر باء کو مکرر لانا اس لئے ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان فاصل کیا جائے۔اور ان کا قول جو مریم پر بڑا بہتان اٹھایا۔یعنی ان پر بدکاری کی تہمت لگائی۔

| |
|---|
| وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ |
| وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ |
| اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ |
| اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے اس کا شبیہ بنا دیا گیا اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے، |
| یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول و مصلوب نہ ہونے کا بیان

"وَقَوْلِهِمْ" مُفْتَخِرِينَ "إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰه" فِي زَعْمِهِمْ أَيْ بِمَجْمُوعِ ذٰلِكَ عَذَّبْنَاهُمْ قَالَ تَعَالَى تَكْذِيبًا لَهُمْ فِي قَتْله "وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" الْمَقْتُول وَالْمَصْلُوب وَهُوَ صَاحِبهمْ بِعِيسَى أَيْ أَلْقَى اللّٰه عَلَيْهِ شَبَهه فَظَنُّوهُ إِيَّاهُ "وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ" أَيْ فِي عِيسَى "لَفِي شَكّ مِنْهُ" مِنْ قَتْله حَيْثُ قَالَ بَعْضهمْ لَمَّا رَأَوْا الْمَقْتُول الْوَجْه وَجْه عِيسَى وَالْجَسَد لَيْسَ بِجَسَدِهِ فَلَيْسَ بِهِ وَقَالَ آخَرُونَ: بَلْ هُوَ هُوَ "مَا لَهُمْ بِهِ" بِقَتْلِهِ "مِنْ عِلْم إِلَّا اتِّبَاع الظَّنّ" اسْتِثْنَاء مُنْقَطِع أَيْ لٰكِنْ يَتَّبِعُونَ فِيهِ الظَّنّ الَّذِي تَخَيَّلُوهُ "وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا" حَال مُؤَكِّدَة لِنَفْيِ الْقَتْل،

اور ان کے یہ کہنے کی وجہ سے یعنی بہتان کی وجہ سے کہ بلاشبہ ہم نے ہی مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا، جو اللہ کا رسول تھا، یعنی ان کے خیال میں یہ ہے انہوں نے اس کو سزا کے طور پر قتل کر دیا ہے۔لہٰذا اللہ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا حالانکہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی پر چڑھایا اور لیکن ان کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کو مقتول و مصلوب شبیہ بنا دیا گیا یعنی اللہ نے ان پر شبہ ڈال دیا۔اور بے شک وہ لوگ جنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا ہے، یعنی بعض نے مقتول کا چہرہ دیکھا تو عیسیٰ سمجھ لیا اور جب جسم دیکھا تو وہ ان جیسا نہ تھا۔جبکہ دوسروں نے کہا کہ وہی ہیں۔یقیناً اس کے متعلق بڑے شک میں ہیں، انھیں اس کے متعلق گمان کی پیروی کے سوا کچھ علم نہیں، یہاں استثناء منقطع ہے۔لیکن انہوں نے گمان کی اتباع کی جو ان کے خیال میں تھا۔

اور انھوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ یقیناً یہ قتل کی نفی کیلئے تاکیدی حال ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول واحوال کا بیان

صحیح بخاری میں ہے اس وقت کیا ہوگا، جب تم میں مسیح بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ ابوداؤد، مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انبیاء کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں، مائیں جدا جدا اور دین ایک۔ عیسیٰ بن مریم سے زیادہ تر نزدیک میں ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی اور نبی نہیں، یقیناً وہ اترنے والے ہیں پس تم انہیں پہچان رکھو۔ درمیان قد ہے، سرخ سفید رنگ ہے۔ وہ دو گیروے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوں گے، بال خشک ہونے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہ کریں گے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے، ان کے زمانے میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی، صرف اسلام ہی اسلام رہے گا، ان کے زمانے میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ پھر زمین پر امن ہی امن ہوگا یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ، چیتے گایوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے، انہیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے، چالیس برس تک ٹھہریں گے، پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔ "ابن جریر کی اسی روایت میں ہے، آپ لوگوں سے اسلام کے لئے جہاد کریں گے، اس حدیث کا ایک ٹکڑا بخاری شریف میں بھی ہے اور روایت میں ہے "سب سے زیادہ قریب تر حضرت عیسیٰ سے دنیا اور آخرت میں میں ہوں۔

صحیح مسلم میں ہے "قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک رومی اعماق یا والق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ نکلے گا، جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے، جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے تم سے ہم لڑنا نہیں چاہتے، ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں ملے ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے واللہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے ان کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگی مسلمانوں کے اس لشکر کا تہائی حصہ تو شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوگا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا اور تہائی حصہ شہید ہو جائے گا، جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہیں لیکن آخری تہائی حصہ فتح حاصل کرے گا اور رومیوں پر غالب آجائے گا، پھر یہ کسی فتنے میں نہ پڑیں گے، قسطنطنیہ کو فتح کریں گے، ابھی تو وہ اپنی تلواریں زیتون کے درختوں پر لٹکائے ہوئے مال غنیمت تقسیم کر ہی رہے ہوں گے جو شیطان چیخ کر کہے گا کہ تمہارے بال بچوں میں دجال آگیا، اس کے اس جھوٹ کو سچ جان کر مسلمان یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے، شام میں پہنچیں گے، دشمنوں سے جنگ آزما ہونے کے لئے صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے کہ دوسری جانب نماز کی اقامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے، ان کی امامت کرائیں گے، جب دشمن رب انہیں دیکھے گا تو اسی طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے، اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے یونہی چھوڑ دیں، جب بھی وہ گھلتے گھلتے ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور آپ اپنے حربے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "معراج والی رات میں نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی، آپس میں قیامت کی نسبت بات چیت ہونے لگی، ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی، اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی، لیکن حضرت عیسیٰ نے فرمایا اس کے آنے کا ٹھیک وقت تو سوائے اللہ عزوجل کے کوئی نہیں جانتا، ہاں مجھ سے میرے رب نے جو عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اس کے ہمراہ دو شاخیں ہوں گی، مجھے دیکھ کر اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح سیسہ پگھلتا ہے، یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی بولنے لگیں گے کہ اے مسلمان یہاں میرے پیچھے ایک کافر ہے اور اسے قتل کرلیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو غارت کر دے گا اور لوگ امن و امان کے ساتھ اپنے اپنے وطن اور شہروں کو لوٹ جائیں گے، اب یاجوج ماجوج نکلیں گے، ہر طرف سے چڑھ دوڑیں گے، تمام شہروں کو روندیں گے، جس جس چیز پر گذر ہوگا اسے ہلاک کر دیں گے، جس پانی کے پاس سے گذریں گے پی جائیں گے، لوگ پھر لوٹ کر میرے پاس آئیں گے، میں اللہ سے دعا کروں گا، اللہ ان سب کو ایک ساتھ فنا کر دے گا لیکن ان کے مردہ جسموں سے ہوا بگڑ جائے گی، بدبو پھیل جائے گی، پھر مینہ برسے گا اور اس قدر کہ ان کی تمام لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا۔ بس اس وقت قیامت کی اس طرح آمد آمد ہوگی جس طرح پورے دن کی حاملہ عورت ہو کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ صبح کو بچہ ہو جائے یا شام کو، رات کو پیدا ہو یا دن کو؟

مسند احمد میں ہے حضرت ابونضرہ فرماتے ہیں ہم حضرت عثمان بن ابوالعاص کے پاس جمعہ والے دن آئے کہ ہم اپنا لکھا ہوا قرآن ان کے قرآن سے ملائیں، جب جمعہ کا وقت آیا تو آپ نے ہم سے فرمایا "غسل کرلو" پھر خوشبو لے آئے جو ہم نے ملی، پھر ہم مسجد میں آئے اور ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے جنہوں نے ہم سے دجال والی حدیث بیان کی پھر حضرت عثمان بن ابوالعاص آئے، ہم کھڑے ہو گئے، پھر سب بیٹھ گئے، آپ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسلمان کے تین شہر میں جائیں گے، ایک دونوں سمندر کے ملنے کی جگہ پر، دوسرا حیرہ میں اور تیسرا شام میں، پھر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ہوں گی، پھر دجال نکلے گا، یہ پہلے شہر کی طرف جائے گا، وہاں کے لوگ تین حصوں میں بٹ جائیں گے، ایک حصہ تو کہے گا ہم اس کے مقابلہ پر ٹھہرے رہیں گے اور دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے؟ دوسری جماعت گاؤں کے لوگوں میں مل جائے گی اور تیسری جماعت دوسرے شہر میں چلی جائے گی جو ان سے قریب ہوگا، دجال کے ساتھ ستر ہزار لوگ ہوں گے، جن کے سروں پر تاج ہوں گے، ان کی اکثریت یہودیوں کی اور عورتوں کی ہوگی، یہاں کے یہ مسلمان ایک گھاٹی میں سمٹ کر محصور ہو جائیں گے، ان کے جانور جو چرنے چگنے کو گئے ہوں گے، وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے، اس سے ان کے مصائب بہت بڑھ جائیں گے اور بھوک کے مارے برا حال ہو جائے گا، یہاں تک کہ اپنی کمانوں کی تانیں سینک سینک کر کھالیں گے، جب سخت تنگی کا عالم ہوگا تو انہیں سمندر میں سے آواز آئے گی کہ لوگو تمہاری مدد آگئی، اس آواز کو سن کر یہ لوگ خوش ہوں گے، کیونکہ آواز سے جان لیں گے کہ یہ کسی آسودہ شخص کی آواز ہے، عین صبح کی نماز کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے، ان کا امیر آپ سے کہے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے لیکن آپ کہیں گے کہ اس امت کے بعض بعض کے امیر ہیں، چنانچہ انہی کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا، نماز سے فارغ ہو

کر اپنا حربہ ہاتھ میں لے کر مسیح دجال کا رخ کریں گے، دجال آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا، آپ اس کے سینہ پر وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے، لیکن انہیں کہیں امن نہیں ملے گا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی درخت تلے چھپیں گے تو وہ درخت پکار کر کہے گا کہ اے مومن یہ ایک کافر میرے پاس چھپا ہوا ہے اور اسی طرح پتھر بھی۔

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خطبہ کا کم وبیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے اور اس سے ڈرانے میں ہی صرف کیا، جس میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہا تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں، تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں، میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو، وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا، اگر میری موجودگی میں آ گیا تو میں آپ اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنے آپ کو اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کو ہر مسلمان کا خلیفہ بناتا ہوں۔ وہ شام وعراق کے درمیان نکلے گا، دائیں بائیں خوب گھومے گا، لوگو اے اللہ کے بندو! دیکھو دیکھو تم ثابت قدم رہنا، سنو میں تمہیں اس کی ایسی صفت بتاتا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتائی۔ وہ ابتداء میں دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا میں اللہ ہوں، پس تم یاد رکھنا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا، ہاں مرنے کے بعد دیدار باری تعالیٰ ہو سکتا ہے اور سنو وہ کانا ہوگا اور تمہارا رب کانا نہیں، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان "کافر" لکھا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایمان دار پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا اس کی آگ دراصل جنت ہوگی اور اس کا باغ دراصل جہنم ہوگا، سنو تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے، وہ اللہ سے فریاد رسی چاہے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے، اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ خلیل اللہ پر نمرود کی آگ ہو گئی، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے باپ کو زندہ کر دوں تو تو مجھے رب مان لے گا وہ اقرار کرے گا، اتنے میں دو شیطان اسکی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور ان سے کہیں گے بیٹے یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا اسے آرے سے چروا کر دو ٹکڑے کروا دے گا، پھر لوگوں سے کہے گا میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں اسے زندہ کر دوں گا، لیکن پھر بھی یہی کہے گا کہ اس کا رب میرے سوا اور ہے، چنانچہ یہ اسے اٹھا بیٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دے گا میرا رب اللہ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اللہ کی قسم اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا۔ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ مومن میری تمام امت سے زیادہ بلند درجہ کا جنتی ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب ہی ہوں گے آپ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی، وہ زمین کو پیداوار اگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار نکلے گی، اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا

کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا وہ اسے نہ مانیں گے، اسی وقت ان کی تمام چیزیں برباد اور ہلاک ہو جائیں گی، ایک اور قبیلے کے پاس جائے گا جو اسے خدا مان لے گا، اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برسے گی اور زمین پھل اور کھیتی اگائے گی، ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام کا گشت کرے گا، ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گے۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین کا گشت کرے گا، جب مدینہ کا رخ کرے گا تو یہاں ہر ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں لئے ہوئے پائے گا تو ضریب کی انتہائی حد پر ضریب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا، پھر مدینے میں تین بھونچال آئیں گے، اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی، سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گے اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے میں سے دور پھینک دے گا جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے، اس دن کا نام یوم الخلاص ہوگا۔" ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا اولاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی، ان کا امام پچھلے پیروں پیچھے ہٹے گا تا کہ آپ آگے بڑھ کر امامت کرائیں لیکن آپ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ، اقامت تمہارے لئے کی گی ہے پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا، فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے، دروازہ کھول دو، پس کھول دیا جائے گا، ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لئے ہوئے موجود ہوگا، جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا، دجال آپ کو دیکھ کر اس طرح گھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا لیکن آپ فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے تو اسے ٹال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ اسے مشرقی باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کریں گے، اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی، ہر پتھر ہر درخت ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان یہاں یہودی ہے، آ اسے مار ڈال، ہاں ببول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس کا رہنا چالیس سال تک ہوگا، سال آدھے سال کے برابر اور سال مہینہ بھر جیسا اور مہینہ جمعہ جیسا اور باقی دن مثل شرارہ کے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ |
| بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ |

"بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا" فِىْ مُلْكِه "حَكِيْمًا" فِىْ صُنْعِه،

بلکہ اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھالیا اور اللہ اپنے ملک میں غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِه قَبْلَ مَوْتِه ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ |
| اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔ |

## اہل کتاب کے ایمان لانے کا بیان

"وَاِنْ" مَا "مِنْ اَهْلِ الْكِتَاب" اَحَد "اِلَّا لَيُؤْمِنَنّ بِهٖ" بِعِيسَى "قَبْلَ مَوْتِه" اَیْ الْكِتَابِیّ حِین يُعَايِن مَلَائِكَة الْمَوْت فَلَا يَنْفَعهُ اِيْمَانه اَوْ قَبْل مَوْت عِيسَى لَمَّا يَنْزِل قُرْب السَّاعَة كَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِيث "وَيَوْم الْقِيَامَة يَكُوْن" عِيسَى "عَلَيْهِمْ شَهِيدًا" بِمَا فَعَلُوْهُ لَمَّا بُعِثَ اِلَيْهِمْ،

اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو ان کی موت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے یعنی وہ موت کے فرشتوں کو دیکھے گا لیکن اس کا وقت اس کا ایمان اس کو نفع نہ دے گا۔ یا عیسیٰ علیہ السلام کے وصال سے قبل جب وہ قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کہا کہ جب آپ کو ان کی مبعوث کیا گیا۔

## موت سے قبل اہل کتاب کے لانے کا بیان

اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ عکرمہ یہی فرماتے ہیں۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں ان سب اقوال میں زیادہ ترصحیح قول پہلا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے قیامت کے قریب اتریں گے، اس وقت کوئی اہل کتاب آپ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ فی الواقع امام صاحب کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے۔ اس لئے کہ یہاں کی آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصود یہودیوں کے اس دعوے کو غلط ثابت کرنا ہے کہ ہم نے جناب مسیح کو قتل کیا اور سولی دی اور اسی طرح جن جاہل عیسائیوں نے یہ بھی کہا ہے ان کے قول کو بھی باطل کرنا ہے، روح اللہ نہ مقتول ہیں، نہ مصلوب۔ تو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ فی الواقع نفس الامر میں نہ تو روح اللہ مقتول ہوئے، نہ مصلوب ہوئے بلکہ ان کے لئے شبہ ڈال دیا گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ جیسے ایک شخص کو قتل کیا لیکن خود انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو تو اپنے پاس چڑھا لیا۔ وہ زندہ ہیں، اب تک باقی ہیں، قیامت کے قریب اتریں گے۔ جیسے صحیح متواتر احادیث میں ہے مسیح ہر گمراہ کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیروں کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہیں کریں گے، اعلان کر دیں گے کہ یا تو اسلام کو قبول کرو یا تلوار سے مقابلہ کرو۔ پس اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں گے اور ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو اسلام کو مانے بغیر رہ جائے یا رہ سکے۔ پس جسے یہ گمراہ یہود اور یہ جاہل نصرانی مرا ہوا جانتے ہیں اور سولی پر چڑھایا ہوا مانتے ہیں، یہ ان کی حقیقی موت سے پہلے ہی ان پر ایمان لائیں گے اور جو کام انہوں نے ان کی موجودگی میں کئے ہیں اور کریں گے یہ ان پر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیں گے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے قبل زندگی کے مشاہدہ کئے ہوئے کام اور دوبارہ کی آخری زندگی جو زمین پر گذاریں گے، اس میں ان کے سامنے جتنے کام انہوں نے کئے وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اور انہیں اللہ کے سامنے انہیں پیش کریں گے۔ ہاں اس کی تفسیر میں جو دو قول اور بیان ہوئے ہیں وہ بھی واقعہ کے اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ موت کا فرشتہ آ جانے کے بعد احوال آخرت، سچ جھوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے، اس وقت ہر شخص سچائی کو سچ کہنے

اور سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نساء، بیروت)

| |
|---|
| فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ |
| پھر یہودیوں کے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی جاچکی تھیں |
| اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی راہ سے بکثرت روکتے تھے۔ |

## یہود پر پاکیزہ چیزوں کے حرام ہوجانے کا بیان

"فَبِظُلْمٍ" اَیْ فَبِسَبَبِ ظُلْمٍ "مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا" هُمُ الْیَهُوْد "حَرَّمْنَا عَلَیْهِمْ طَیِّبَات اُحِلَّتْ لَهُمْ" هِیَ الَّتِیْ فِیْ قَوْله تَعَالٰی: "حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُر" الْاٰیَة "وَبِصَدِّهِمْ" النَّاس "عَنْ سَبِیْلِ اللّٰه" دِیْنه صَدًّا،

پھر یہودیوں کے ظلم ہی کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو ان کے لئے حلال کی جاچکی تھیں، یعنی وہ جو اللہ نے فرمایا کہ ہر ذی مخلب یعنی ناخن والے کو ہم نے حرام کردیا ہے۔ اور اس وجہ سے کہ وہ اللہ کی راہ سے یعنی اس کے دین سے لوگوں کو بکثرت روکتے تھے۔

اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حرام کام ان کا مقدر تھا یعنی اللہ کی طرف سے لکھا جاچکا تھا کہ یہ لوگ اپنی کتاب کو بدل دیں، اس میں تحریف کرلیں اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرالیں، صرف اپنے تشدد اور اپنی سخت گیری کی وجہ سے، دوسرا یہ کہ یہ حرمت شرعی ہے یعنی نزول تورات سے پہلے جو بعض چیزیں ان پر حلال تھیں، توراۃ کے اترنے کے وقت ان کی بعض بدکاریوں کی وجہ سے وہ حرام قرار دے دی گئیں۔ (تفسیر ابن کثیر، نساء، بیروت)

| |
|---|
| وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ |
| وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| اور ان کے سود لینے کے سبب سے، حالانکہ وہ اس سے روکے گئے تھے، اور ان کے لوگوں کا ناحق مال کھانے کی وجہ سے |
| اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## رشوت اور سود کھانے والوں کیلئے عذاب ہونے کا بیان

"وَاَخْذهمْ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ" فِی التَّوْرَاة "وَاَکْلهمْ اَمْوَال النَّاس بِالْبَاطِلِ" بِالرِّشَا فِی الْحُکْم "وَاَعْتَدْنَا لِلْکَافِرِیْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" مُؤْلِمًا،

اور ان کے سود لینے کے سبب سے، حالانکہ تورات میں وہ اس سے روکے گئے تھے، اور ان کا لوگوں سے رشوت لیکر ناحق مال کھانے کی وجہ سے اور ہم نے ان میں سے کافروں کے لئے دردناک یعنی تکلیف دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۠

ہاں جواُن میں پختہ علم اور ایمان والے ہیں وہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا، اور نماز قائم رکھنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے۔

## پختہ علم والوں کے ایمان لانے کا بیان

لٰكِنِ الرَّاسِخُوْنَ" الثَّابِتُوْنَ "فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ" كَعَبْدِ اللّٰهِ بْن سَلَام "وَالْمُؤْمِنُوْنَ" الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار "یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلك "مِنَ الْكُتُب "وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلَاة" نُصِبَ عَلَی الْمَدْح وَقُرِءَ بِالرَّفْعِ "وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكَاة وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْم الْاٰخِر اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِیْهِمْ " بِالنُّوْنِ وَالْیَاء "اَجْرًا عَظِیْمًا" هُوَ الْجَنَّة،

ہاں جواُن میں پختہ علم اور ایمان والے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام ہیں۔ یعنی وہ مہاجر وانصار ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تمہاری طرف اُترا اور جو تم سے پہلے اُترا، یعنی سابقہ کتب، اور نماز قائم رکھنے والے، مقیمین یہ مدح کے طور پر منصوب جبکہ مرفوف بھی پڑھا گیا ہے۔ اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والے ایسے لوگوں کو عنقریب ہم بڑا ثواب دیں گے، نؤتیہ یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور اجر عظیم سے مراد جنت ہے۔

حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ ایک آدمی جسے نہیک بن سنان کہا جاتا ہے حضرت عبداللہ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمن! آپ اس حرف کو کیسے پڑھتے ہیں الف کے ساتھ یا یا کے ساتھ؟ مِنْ مَاءٍ غَیْرِ آسِنٍ اَوْ مِنْ مَاءٍ غَیْرِ یَاسِنٍ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تو نے اس حرف کے علاوہ پورا قرآن یاد کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں مفصل کی ساری سورتیں ایک ہی رکعت میں پڑھتا ہوں، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شعر کی طرح تو جلدی جلدی پڑھتا ہوگا بہت سے لوگ ایسے قرآن پڑھتے ہیں کہ (قرآن) ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا لیکن قرآن دل میں اتر جائے اور اس میں راسخ ہو جائے تو پھر نفع دیتا ہے نماز میں سب سے افضل ارکان رکوع اور سجود ہیں اور میں ان نظائر میں سے جانتا ہوں کہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر رکعت میں دو دو سورتیں ملا کر پڑھا کرتے تھے پھر حضرت عبداللہ کھڑے ہوئے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پیچھے گئے پھر وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے انہوں نے اس چیز کی خبر دی ہے، ابن منیر نے اپنی روایت میں کہا کہ نبی بجیلہ کا ایک آدمی حضرت عبداللہ کی خدمت میں آیا اور نہیک بن سنان نہیں کہا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1902)

| |
|---|
| اِنَّـآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ |
| اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ |
| بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اوراس کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اوراسماعیل اور |
| اسحاق اور یعقوب اوراس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ |

## وحی نبوت محمدی ﷺ کو وحی نوح سے مثال دینے کا بیان

"اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوحٍ وَّالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِه وَ " كَمَا "اَوْحَيْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيْم وَاِسْمَاعِيل وَاِسْحَاق " اِبْنَيْهِ "وَيَعْقُوْب" اِبْن اِسْحَاق "وَالْاَسْبَاط" اَوْلَاده وَسُلَيْمَان وَ اٰتَيْنَا "اَبَاهُ "دَاوُد زَبُوْرًا" بِالْفَتْحِ اسْم لِلْكِتَابِ الْمُؤْتٰى وَالضَّمّ مَصْدَر بِمَعْنٰى مَزْبُوْرًا اَيْ مَكْتُوْبًا،

بے شک ہم نے تیری طرف وحی کی، جیسے ہم نے نوح اوراس کے بعد نبیوں کی طرف وحی کی اور ہم نے ابراہیم اوراسماعیل اور اسحاق اوران کی اولاد کی طرف، یعقوب اوراس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔ یہاں پر زبور فتح کے ساتھ آیا ہے یہ اس کتاب کا نام ہے جو عطا کی گئی۔ اور ضمہ کے ساتھ مصدر بہ معنی مزبور یعنی لکھی گئی۔

## سورہ نساء آیت ۱۶۳ کے شان نزول کا بیان

یہود ونصاریٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے یکبارگی کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اوران پر حجت قائم کی گئی کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے سوا بکثرت انبیاء ہیں جن میں سے گیارہ کے اسماء شریفہ یہاں آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں اہل کتاب ان سب کی نبوت کو مانتے ہیں ان سب حضرات میں سے کسی پر یکبارگی کتاب نازل نہ ہوئی تو جب اس وجہ سے ان کی نبوت تسلیم کرنے میں اہل کتاب کو کچھ پس وپیش نہ ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے اور مقصود رسولوں کے بھیجنے سے خلق کی ہدایت اوران کو اللہ تعالیٰ کی توحید ومعرفت کا درس دینا اور ایمان کی تکمیل اور طریق عبادت کی تعلیم ہے کتاب کے متفرق طور پر نازل ہونے سے یہ مقصد بروجہ اتم حاصل ہوتا ہے کہ تھوڑا تھوڑا بہ آسانی دل نشین ہوتا چلا جاتا ہے اس حکمت کو نہ سمجھنا اور اعتراض کرنا کمال حماقت ہے۔

## انبیاء کرام، رسولان عظام، کتابوں اور صحائف کی تعداد

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! رسول کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں میں

نے کہا بہت اچھے ہیں یارسول اللہ ﷺ پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں آدم، شیث اور خنوخ، اور یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا۔ اور نوح اور چار نبی عرب ہیں، ھود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی، اے ابوذر! میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ نے کتابیں کتنی نازل کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے، چار کتابیں، شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے، خنوخ پر دس صحیفے نازل کیے گئے، ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے ہیں اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۱، ص۱۶۷، بیروت)

| |
|---|
| وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۝ |
| اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف |
| جنھیں ہم نے تجھ سے بیان نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے خود کلام کیا، |

## گذشتہ رسولان گرامی وامم کے احوال کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "رُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ " رُوِيَ اَنَّهُ تَعَالٰى بَعَثَ ثَمَانِيَةَ اٰلَافِ نَبِيٍّ اَرْبَعَةَ اٰلَافٍ مِنْ اِسْرَائِيلَ وَاَرْبَعَةَ اٰلَافٍ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ قَالَهُ الشَّيْخُ فِيْ سُوْرَةِ غَافِرٍ "وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى" بِلَا وَاسِطَةٍ،

اور بہت سے رسولوں کی طرف جنھیں ہم اس سے پہلے تجھ سے بیان کر چکے ہیں اور بہت سے ایسے رسولوں کی طرف جنھیں ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا، روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیائے کرام کی بعثت فرمائی جن میں سے بنی اسرائیل میں چار ہزار انبیائے کرام کی بعثت فرمائی اور چار ہزار ان کے سوا باقی تمام لوگوں کی طرف انبیائے کرام کو بھیجا۔ شیخ جلال الدین محلی شافعی علیہ الرحمہ نے سورہ غافر کی تفسیر یہی تعداد بیان کی ہے۔ اور اللہ نے موسیٰ سے بلا واسطہ خود کلام کیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے ہیں انہیں بالاجمال ذکر کر کے ان میں سے جو اولوالعزم اور جلیل القدر انبیاء ہیں ان کا بطور خاص بھی ذکر کر دیا گیا، جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ سب انبیاء ہیں انبیاء کے پاس مختلف طریقوں سے وحی آتی ہے، کبھی فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے کبھی لکھی ہوئی کتاب مل جاتی ہے، کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے رسولوں سے بات کرتے ہیں، غرض جس طریقہ سے بھی وحی آ جائے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا یہود کا یہ کہنا کہ تورات کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل ہو تب مانیں گے ورنہ نہیں خالص حماقت اور کفر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نساء، بیروت)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا٥

رسول جو خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے تھے تا کہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے،

اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔

## انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت کے مقاصد کا بیان

"رُسُلًا" بَدَلٌ مِنْ رُسُلًا قَبْلَه "مُبَشِّرِيْنَ" بِالثَّوَابِ مَنْ اٰمَنَ "وَمُنْذِرِيْنَ" بِالْعِقَابِ مَنْ كَفَرَ اَرْسَلْنَاهُمْ "لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ" تُقَالُ "بَعْدَ" اِرْسَالِ "الرُّسُلِ" اِلَيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا: رَبَّنَا لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيَاتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَبَعَثْنَاهُمْ لِقَطْعِ عُذْرِهِمْ "وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا" فِيْ مُلْكِه "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعِه،

یہاں پر رسلا یہ ماقبل رسلا سے بدل ہے۔ رسول جو ثواب کی خوشخبری دینے والے اور کفر کے سبب آنے والے عذاب سے ڈر سنانے والے تھے تا کہ پیغمبروں کے بعد لوگوں کے لئے اللہ پر کوئی عذر باقی نہ رہے، یعنی وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ اے ہمارے رب ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجے کہ ہم بھی تیری آیات کی اتباع کرتے۔ اور ہم بھی اہل ایمان سے ہو جاتے۔ لہٰذا ان کے اس عذر کو ختم کرنے کیلئے ہم نے انبیائے کرام کو بھیجا ہے۔ اور اللہ اپنے ملک میں بڑا غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ اگر ہمارے پاس رسول آتے تو ہم ضرور ان کا حکم مانتے اور اللہ کے مطیع و فرماں بردار ہوتے اس آیت سے یہ مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں کی بعثت سے قبل خلق پر عذاب نہیں فرماتا جیسا دوسری جگہ ارشاد فرمایا (وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا، (الاسراء:15) اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معرفت الٰہی بیان شرع و زبان انبیاء ہی سے حاصل ہوتی ہے عقل محض سے اس منزل تک پہنچنا میسر نہیں ہوتا۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا٥

لیکن اللہ شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے

اور فرشتے شہادت دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

## نبوت محمدی ﷺ کی گواہی اللہ اور فرشتوں نے بھی دی ہے

وَنَزَلَ لَمَّا سُئِلَ الْيَهُوْدُ عَنْ نُبُوَّتِه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَنْكَرُوْهُ "لٰكِنَّ اللّٰهَ يَشْهَدُ" يُبَيِّنُ نُبُوَّتَكَ "بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ" مِنَ الْقُرْاٰنِ الْمُعْجِزِ "اَنْزَلَهٗ" مُلْتَبِسًا "بِعِلْمِهٖ" اَيْ عَالِمًا بِه اَوْ فِيْهِ عِلْمُه "وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُوْنَ" لَكَ اَيْضًا "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا" عَلٰى ذٰلِكَ،

جب یہود سے نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے انکار کردیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتا ہے اس کے متعلق جو معجز قرآن اس نے تیری طرف نازل کیا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے یعنی اس کا عالم یا جو اس میں ہے اس کو بھی جاننے والا ہے۔ اور اسی طرح فرشتے بھی آپ ﷺ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں اور آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اللہ کی گواہی کافی ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۶۶ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ مکہ کے سردار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے آپ ﷺ کے بارے میں یہود سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کو ﷺ نہیں پہچانتے آپ ہمارے پاس ایسی شخصیت لائیے جو آپ ﷺ کے لیے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ۔ لٰکِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ۔ (زادالمسیر ،2۔257)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آ گئی، آپ نے ان سے فرمایا، بخدا تم یقیناً جانتے ہو کہ میں خدا کا برحق رسول ہوں۔ انہوں نے اس کا انکار کردیا تو اس پر یہ آیت نازل ہوگئی، لكن الله يشهد بما انزل اليك ،جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب معجز کے ذریعہ سے جو اس کے علمی کمال کا مظہر ہے آپ کی نبوت پر گواہ ہے، اس نے یہ جان کر کتاب نازل کردی ہے کہ آپ اس کے اہل ہیں اور فرشتے بھی اس پر گواہ ہیں اور علیم وخبیر ذات کی شہادت کے بعد پھر کس دلیل کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔

قرآن مجید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ منکر ہیں اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور حالات موجود تھے ان کو چھپاتے ہیں، اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھتے ہیں سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہوگی نہ ہدایت، جس سے خوب معلوم ہوگیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے، اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے، اس سے یہودیوں کے سب خیالات کی تغلیط کردی گئی۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا۝ |
| وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف کو چھپانا یہود کا کام ہے

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِاللّٰهِ "وَصَدُّوْا" النَّاس "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" دِيْن الْإِسْلَام بِكَتْمِهِمْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ الْيَهُوْد "قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا بَعِيْدًا" عَنِ الْحَقّ،

بے شک وہ جنہوں نے اللہ کا کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ یعنی اس کے دین اسلام جس میں نبی کریم ﷺ کے تعریف لکھی ہوئی

ہے اس سے روکا اور وہ یہود ہیں۔ بیشک وہ حق سے دور کی گمراہی میں پڑے۔

ان کا زعم باطل یہ تھا کہ آنے والا نبی آخر الزمان انہی بنی اسرائیل میں سے آئے گا۔ حالانکہ اس کا ان کے پاس کوئی علمی ثبوت موجود نہ تھا۔ پھر جب وہ بنی اسماعیل میں مبعوث ہو گیا۔ تو ایک تو حسد کے مارے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اہل علم ہو کر امیوں کے نبی پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ دوسرے اسی بنیاد پر وہ دوسرے لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ یہ نبی علمی خاندان یعنی بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتا لہٰذا یہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت وصفت چھپا کر اور لوگوں کے دلوں میں شبہ ڈال کر دین سے دور رکھنا چاہتے تھے یہ حال یہود کا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا ٥ |
| بیشک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے، اللہ ہر گز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف چھپا کر حد سے بڑھنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" بِاللّٰهِ "وَظَلَمُوا" نَبِیَّه بِکِتْمَانِ نَعْتِه "لَمْ یَکُنِ اللّٰهُ لِیَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِیَهْدِیَهُمْ طَرِیْقًا" مِنَ الطُّرُقِ،

بیشک جنہوں نے اللہ کا کفر کیا اور نبی کریم ﷺ کی نعت کو چھپانے میں حد سے بڑھے، اللہ ہر گز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی ہدایت کی راہ دکھائے۔

| |
|---|
| اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط وَکَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا ٥ |
| مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ |

## مخالفت رسول ﷺ کے سبب جہنم میں جانے کا بیان

"اِلَّا طَرِیْقَ جَهَنَّمَ" اَیْ الطَّرِیْقَ الْمُؤَدِّیَ اِلَیْهَا "خَالِدِیْنَ" مُقَدَّرِیْنَ الْخُلُود "فِیْهَا" اِذَا دَخَلُوْهَا "اَبَدًا وَّکَانَ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرًا" هَیِّنًا،

مگر جہنم کا راستہ یعنی وہ راستہ جو دوزخ میں لے جانے والا ہے۔ اور جب وہ اس میں داخل ہو جائیں گے تو اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو آسان ہے۔ یعنی ایسا کرنا اللہ کیلئے آسان ہے۔

اور جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے (یعنی بڑے اور چھوٹے تابع اور متبوع سب مل کر) جہنم کے موکل فرشتوں (داروغوں) سے درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے (یعنی عذاب کے بالکل ہٹ جانے یا ہمیشہ کے لئے کم ہو جانے کی امید تو نہیں، کم از کم ایک روز کی تو کچھ چھٹی مل جایا

کرے) فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے (اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے رہے تھے؟) دوزخی کہیں گے ہاں آتے تو رہے تھے (مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا: " قَدْ جَاءَ نَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا " فرشتے کہیں گے کہ تو پھر (ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ کافروں کے لئے دعا کرنے کی ہم کو اجازت نہیں ہے) کافروں کی دعاء (آخرت میں) محض بے اثر ہے (کیونکہ آخرت میں کوئی دعاء بغیر ایمان کے قبول نہیں ہو سکتی اور ایمان کا موقعہ دنیا ہی میں تھا وہ تم کھو چکے۔

احمد بن ابی الحوازی فرماتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن ابراہیم کو (جامع مسجد دمشق کے منبر پر) یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جنتی پر کوئی گھڑی ایسی نہیں آئے گی مگر اس پر ایسی ایسی نعمتوں کا اضافہ کیا جائے گا جن کو وہ پہلے سے جانتا بھی نہ ہوگا، اور دوزخی پر (بھی) کوئی گھڑی ایسی نہیں آئے گی مگر وہ نئے آنے والے عذاب سے ناواقف ہوگا، اللہ کا ارشاد ہے۔ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا، (النباء) (اسی عذاب میں) مبتلا رہو ہم ہرگز نہیں اضافہ کریں گے مگر تم پر عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے۔

حضرت حسن (بصری) فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو برزہؓ سے سوال کیا اہل جہنم پر سب سے زیادہ سخت آیت کون سی ہے؟ توانہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے "فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا " کی تلاوت کی پھر فرمایا خدا کی نافرمانیاں کرتے ہوئے اہل جہنم نے اپنے آپ کو ہلاکت (جہنم) میں ڈال دیا۔ (ابن ابی حاتم)

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا |
| فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ |
| اے لوگو! تمہارے پاس یہ رسول حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ایمان لاؤ اپنی خیر کیلئے |
| اور اگر تم کفر کرو، تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ |

## اہل مکہ کو ایمان محمدی ﷺ کی دعوت اللہ نے دی

"يَـٰٓأَيُّهَا النَّاس" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ "قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ" مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا" بِهٖ وَاقْصِدُوْا "خَيْرًا لَّكُمْ" مِمَّا اَنْتُمْ فِيْهِ "وَاِنْ تَكْفُرُوْا" بِهٖ "فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْض" مُلْكًا وَّخَلْقًا وَّعَبِيْدًا فَلَا يَضُرُّهُ كُفْرُكُمْ "وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمًا" فِيْ صُنْعِهٖ بِهِمْ

اے لوگو! یعنی اے اہل مکہ تمہارے پاس یہ رسول مکرم حضرت محمد ﷺ حق کے ساتھ تمہارے رب کی طرف سے تشریف لائے، تو ان پر ایمان لاؤ اپنی خیر کیلئے جس میں تم اس وقت ہو اور اگر تم ان کا کفر کرو، تو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں لہٰذا تمہارا کفر کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا، اور اللہ اپنی مخلوق کے ساتھ علم والا، ان کے ساتھ اپنی صنعت

میں حکمت والا ہے۔

اور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار کرو تو اس میں ان کا کچھ ضرر نہیں اور اللہ تمہارے ایمان سے بےنیاز ہے۔

| |
|---|
| یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى |
| ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ |
| وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ |
| لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ۠ |
| اے اہلِ کتاب! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن |
| مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس سے ایک روح ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر |
| ایمان لاؤ اور مت کہو کہ تین ہیں، باز آ جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے |
| لئے کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔ |

## نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کی تردید کا بیان

"یَا اَهْلَ الْكِتَاب" الْإِنْجِیل "لَا تَغْلُوا" تَتَجَاوَزُوا الْحَدّ "فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰه اِلَّا" الْقَوْل "الْحَقّ" مِنْ تَنْزِیهه عَنْ الشَّرِیك وَالْوَلَد "اِنَّمَا الْمَسِیح عِیسَى ابْن مَرْیَم رَسُول اللّٰه وَكَلِمَته اَلْقَاهَا" اَوْصَلَهَا اللّٰه "إِلَى مَرْیَم وَرُوح" اَیْ ذُو رُوح "مِنْهُ" اُضِیفَ اِلَیْهِ تَعَالَى تَشْرِیفًا لَهُ وَلَیْسَ كَمَا زَعَمْتُمْ ابْن اللّٰه اَوْ اِلَهًا مَعَهُ اَوْ ثَالِث ثَلَاثَة لِاَنَّ ذَا الرُّوح مُرَكَّب وَالْإِلَه مُنَزَّه عَنْ التَّرْكِیب وَعَنْ نِسْبَة الْمُرَكَّب اِلَیْهِ "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُله وَلَا تَقُوْلُوْا" الْآلِهَة "ثَلَاثَة" اللّٰه وَعِیسَى وَاُمّه "اِنْتَهُوا" عَنْ ذٰلِكَ وَاْتُوْا "خَیْرًا لَكُمْ" مِنْهُ وَهُوَ التَّوْحِید "اِنَّمَا اللّٰه اِلٰه وَاحِد سُبْحَانه" تَنْزِیهًا لَهُ عَنْ "اَنْ یَكُون لَهُ وَلَد لَهُ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" خَلْقًا وَمُلْكًا وَعَبِیدًا وَالْمَلَكِیَّة تُنَافِی الْبُنُوَّة "وَكَفَى بِاللّٰهِ وَكِیلًا" شَهِیدًا عَلَى ذٰلِكَ،

اے اہلِ کتاب یعنی اہل انجیل! تم اپنے دین میں حد سے زائد نہ بڑھو اور اللہ کی شان میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، یعنی وہ شریک اور بیٹے سے پاک ہے۔ حقیقت صرف یہ ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے اس نے مریم کی طرف پہنچا دیا اور اس سے ایک روح ہے۔ اس کی اضافت باری تعالیٰ کی طرف ان کی عزت وشرف کے پیش نظر ہے۔ ایسا نہیں ہے جس طرح تم

نے گمان کیا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں یا اس کے ساتھ معبود ہیں یا تین میں تیسرا ہیں۔ کیونکہ وہ ذی روح مرکب ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی ترکیب سے پاک ہے۔ چہ جائیکہ اس کی طرف ترکیب کی نسبت کی جائے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور مت کہو کہ معبود تین ہیں، یعنی اللہ، عیسیٰ اور ان کی والدہ، اس عقیدے سے باز آ جاؤ، لہٰذا عقیدہ توحید تمہارے لئے بہتر ہے۔ بیشک اللہ ہی یکتا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے کوئی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں، جبکہ ملکیت بنوت کے منافی ہے۔ اور اللہ کا کارساز ہونا کافی ہے۔ یعنی اس پر اس کی شہادت کافی ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۷۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت نصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی جن کے کئی فرقے ہو گئے تھے اور ہر ایک حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جُدا گانہ کفری عقیدہ رکھتا تھا۔ نسطوری آپ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے مرقوسی کہتے کہ وہ تین میں کے تیسرے ہیں اور اس کلمہ کی توجیہات میں بھی اختلاف تھا، بعض تین اقوم مانتے تھے اور کہتے تھے کہ باپ بیٹا روح القدس باپ سے ذات بیٹے سے عیسیٰ روح القدس سے ان میں حُلول کرنے والی حیات مراد لیتے تھے تو اُن کے نزدیک اللہ تین تھے اور اس تین کو ایک بتاتے تھے 'توحید فی التثلیث' اور 'تثلیث فی التوحید' کے چکر میں گرفتار تھے بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ ناسوتیت اور الوہیت کے جامع ہیں ماں کی طرف سے ان میں ناسوتیت آئی اور باپ کی طرف سے الوہیت آئی (سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا 43) 17۔الاسراء:43) یہ فرقہ بندی نصاریٰ میں ایک یہودی نے پیدا کی جس کا نام بولص تھا اور اس نے انہیں گمراہ کرنے کے لئے اس قسم کے عقیدوں کی تعلیم کی اس آیت میں اہل کتاب کو ہدایت کی گئی کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب میں افراط و تفریط سے باز رہیں خدا اور خدا کا بیٹا بھی نہ کہیں اور ان کی تنقیص بھی نہ کریں۔

یہ آیت نصاریٰ کی کچھ جماعتوں کے متعلق نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بیٹے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 2۔260)

| |
|---|
| لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ |
| عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ○ |
| مسیح اس سے ہرگز عار نہیں رکھتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو، اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے |
| اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب اپنے پاس جمع فرمائے گا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول مکرم ہیں

"لَنْ يَّسْتَنْكِفَ" يَتَكَبَّر وَيَأْنَف "الْمَسِيْحُ" الَّذِيْ زَعَمْتُمْ أَنَّهُ إِلٰهٌ عَنْ "اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا

اَلْمَلٰئِکَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ" عِنْدَ اللّٰهِ لَا یَسْتَنْکِفُوْنَ اَنْ یَّکُوْنُوْا عَبِیْدًا وَّهٰذَا مِنْ اَحْسَنِ الْاِسْتِطْرَادِ ذُکِرَ لِلرَّدِّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّهَا اٰلِهَةٌ اَوْ بَنَاتُ اللّٰهِ کَمَا رَدَّ بِمَا قَبْلَهٗ عَلَی النَّصَارٰی الزَّاعِمِیْنَ ذٰلِکَ اَلْمَقْصُوْدُ خِطَابُهُمْ "وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا" فِی الْاٰخِرَةِ،

مسیح اس سے ہرگز عار نہیں رکھتا یعنی جس طرح تم نے ان کو معبود سمجھ رکھا ہے۔ جبکہ ان کو اس سے انکار نہیں ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ ہی مقرب فرشتوں کو، یعنی ان کو بھی اللہ کے بندے میں کوئی انکار نہیں ہے۔ یہی اچھا انداز ہے کہ ان کے اس عقیدے کا رد کیا جائے۔ جس طرح انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو معبود اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں سمجھ رکھا جس طرح اس سے پہلے نصاریٰ کا عقیدہ بیان کر دیا گیا ہے۔ یہاں ان سے خطاب کرنا مقصود ہے۔ اور جو کوئی اس کی بندگی سے عار محسوس کرے اور تکبر کرے تو وہ ایسے تمام لوگوں کو عنقریب یعنی آخرت میں اپنے پاس جمع فرمائے گا۔

## سورہ نساء آیت ۱۷۲ کے سبب نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ وفد نجران نے کہا کہ اے محمد ﷺ آپ ہمارے ساتھی پر عیب لگاتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارا ساتھی کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت عیسیٰ آپ ﷺ نے فرمایا میں ان کے متعلق کیا کہتا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ آپ انہیں اللہ کا بندہ اور رسول کہتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے کوئی عار کی بات نہیں وہ اللہ کے بندے ہیں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ۔ مسیح اس بات سے عار نہیں رکھتے کہ خدا کے بندے ہوں اور نہ مقرب فرشتے عار رکھتے ہیں۔

## فرشتوں اور دیگر مخلوق کے معبود نہ ہونے کا بیان

اس آیت میں الوہیت مسیح کی تردید میں ایک اور دلیل پیش کی گئی ہے۔ جو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بندہ اور غلام بن کر رہنے میں کچھ عار محسوس کرنا تو درکنار، اسے قابل فخر سمجھتے تھے اور یہی حال مقرب فرشتوں کا بھی ہے۔ لہٰذا نہ عیسیٰ اللہ کی الوہیت میں شریک بن سکتے ہیں اور نہ مقرب فرشتے۔ کیونکہ جو کسی کا بندہ اور غلام ہو وہ اس کا شریک نہیں ہو سکتا۔ اور جو اس کا شریک ہو وہ اس کا بندہ اور غلام نہیں ہو سکتا۔

عیسائیوں پر سیدنا عیسیٰ کے عبادت کرنے سے حجت اس لیے قائم کی گئی کہ وہ خود اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ سیدنا عیسیٰ زیتون کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان سے پوچھا یہ جا رہا ہے کہ اگر وہ اللہ یا اللہ کا حصہ یا اللہ کا بیٹا تھے تو وہ اس کی عبادت کیوں کرتے تھے؟ پھر فرشتے ایسی مخلوق ہیں جن کا نہ باپ ہے اور نہ ماں۔ لیکن اللہ ہونے کے وہ بھی مدعی نہیں بلکہ وہ بھی برضا و رغبت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ پھر جب فرشتے جو عیسیٰ سے لطیف تر مخلوق ہیں، اللہ کی عبادت میں عار محسوس نہیں کرتے تو پھر عیسیٰ کیسے کر سکتے ہیں؟

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ انہیں پورے پورے اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا، اور وہ لوگ جنہوں نے عار محسوس کی اور تکبر کیا تو وہ انہیں دردناک عذاب دے گا، اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار پائیں گے۔

## ایمان والوں کیلئے پورا ثواب ہونے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَیُوَفِّیهِمْ اُجُورهم " ثَوَاب اَعْمَالهم "وَیَزِیدهُم مِنْ فَضْلهٗ" مَا لَا عَین رَاَتْ وَلَا اُذُن سَمِعَتْ وَلَا خَطرَ عَلٰی قَلْب بَشَر "وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا" عَنْ عِبَادَته "فَیُعَذِّبهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا" مُؤْلِمًا هُوَ عَذَاب النَّار "وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَیْره "وَلِیًّا" یَدْفَعهُ عَنْهُمْ "وَلَا نَصِیرًا" یَمْنَعهُمْ مِنْهُ،

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ انہیں ان کے اعمال کا ثواب پورا پورا اجر عطا فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادہ دے گا، جو کسی آنکھ نے دیکھا نہ ہوگا اور نہ کسی کان نے سنا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں گزرا ہوگا، اور وہ لوگ جنہوں نے اس کی عبادت سے عار محسوس کی اور تکبر کیا تو وہ انہیں تکلیف دینے والا آگ کا دردناک عذاب دے گا، اور وہ اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست پائیں گے جو ان سے آگ کو دور اور نہ کوئی مددگار پائیں گے۔ جو ان سے عذاب کو دور کردے۔

## اہل جہنم کے عذاب کا بیان

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا، اہل جہنم میں سب سے کم عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے آگ کے دو جوتے ہوں گے جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا گویا کہ وہ ہنڈیا ہے اس کے کان انگارے ہیں اور اس کی داڑھیں اور دانت (بھی) انگارے ہیں اور اس کے ہونٹ آگ کے شعلے ہیں، سینے اور پیٹ کے اندر کی تمام اشیاء پاؤں کے درمیان سے نکل پڑیں گی، یہ اہل جہنم سب کے سب بہت سارے پانی میں معمولی سے دانے کی مانند ہوں گے جب کہ وہ پانی بھی کھولتا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمان باری تعالی "فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ " (الصافات:) کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے جہنم میں جھانک کر دیکھا پھر اپنی امت کو بھی اس میں دیکھا تو فرمایا میں نے ایک قوم کی کھوپڑیوں کو دیکھا جو جوش کے ساتھ ابل رہی تھیں۔ (ہناد بن سری کتاب الزہد)

حضرت مجاہد نے فرمان باری تعالی: "سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ " (ملک) کی تفسیر میں فرمایا: جہنم دوزخیوں کو اس طرح اچھالیگی جس طرح چھوٹا سادانہ بہت سے پانی میں اچھلتا ہے (ہناد بن سری کتاب الزھد)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے۔

"يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ" حُجَّةٌ "مِّنْ رَّبِّكُمْ" عَلَيْكُمْ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" بَيِّنًا وَّهُوَ الْقُرْاٰنُ،

اے لوگو! بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل آئی اور وہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ اور ہم نے تمہاری طرف روشن نور اتارا ہے۔ اور وہ قرآن مجید ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے اخلاق کریمانہ، آپ کے معجزات اور آپ پر کتاب کا نزول، یہ سب چیزیں آپ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں، جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہئے کہ آپ کی ذات خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ نساء، بیروت)

## نبوت کی گواہی حیوانات کے ذریعے بھی سنائی جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا لیکن بکریوں کے چرواہے نے بھیڑیئے پر حملہ کر کے اس سے بکری کو چھین لیا۔ بھیڑیا بھاگ کر ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے چرواہے! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو رزق دیا تھا مگر تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج سے زیادہ کبھی کوئی حیرت انگیز اور تعجب خیز منظر نہیں دیکھا کہ ایک بھیڑیا عربی زبان میں مجھ سے کلام کرتا ہے۔ بھیڑیا کہنے لگا کہ اے چرواہے! اس سے کہیں زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ تو یہاں بکریاں چرا رہا ہے اور تو اس نبی کو چھوڑے اور ان سے منہ موڑے ہوئے بیٹھا ہے جن سے زیادہ بزرگ اور بلند مرتبہ کوئی نبی نہیں آیا۔ اس وقت جنت کے تمام دروازے کھلے ہوئے ہیں اور تمام اہل جنت اس نبی کے ساتھیوں کی شانِ جہاد کا منظر دیکھ رہے ہیں اور تیرے اور اس نبی کے درمیان بس ایک گھاٹی کا فاصلہ ہے۔ کاش! تو بھی اس نبی کی خدمت میں حاضر ہو کر اللہ کے لشکروں کا ایک سپاہی بن جاتا۔ چرواہے نے اس گفتگو سے متاثر ہو کر کہا کہ اگر میں یہاں سے چلا گیا تو میری بکریوں کی حفاظت کون کرے گا؟ بھیڑیئے نے جواب دیا کہ تیرے لوٹنے تک میں خود تیری بکریوں کی نگہبانی کروں گا۔ چنانچہ چرواہے نے اپنی بکریوں کو بھیڑیئے کے سپرد کر دیا اور خود بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا اور واقعی بھیڑیئے کے کہنے کے مطابق اس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو جہاد میں مصروف پایا۔ پھر چرواہے نے بھیڑیئے کے کلام کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلمنے فرمایا کہ تم جاؤ تم اپنی سب بکریوں کو زندہ وسلامت پاؤ گے۔ چنانچہ چرواہا جب لوٹا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کی حفاظت کر رہا ہے اور اس کی کوئی بکری بھی ضائع نہیں ہوئی ہے چرواہے نے خوش ہو کر بھیڑیئے کے لئے ایک بکری ذبح کر کے پیش کر دی اور بھیڑیا اس کو کھا کر چل دیا۔ (زرقانی)

| |
|---|
| فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ |
| وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؁ |
| تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں |
| داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔ |

## ایمان لانے اور اس کو مضبوطی سے تھام لینے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا" طَرِيْقًا "مُسْتَقِيْمًا" هُوَ دِيْنُ الْاِسْلَام،

تو وہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا تو عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنی طرف سیدھی راہ دکھائے گا۔یعنی دین اسلام کی راہ دیکھائے گا۔

## حضرت زبیر بن عوام کے صبر واستقامت کا بیان

حضرت زبیر عوام کے بیٹے اور ابوعبداللہ قرشی کی کنیت سے مشہور ہیں۔ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں، زبیر بن العوام قدیم الاسلام ہیں یعنی ابتداء ہی میں اسلام کی دولت سے بہرہ مند ہو گئے تھے اور اس وقت سولہ سال کے تھے۔اس چھوٹی سی عمر میں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان پر بڑے ظلم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو دھوئیں میں بند کر دیا گیا تا کہ اس عذاب سے گھبرا کر اسلام ترک کر دیں لیکن انہوں نے نہایت استقامت کے ساتھ اس سخت عذاب کو برداشت کیا اور اسلام سے پھیرے نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور سب سے پہلے اسلام کی راہ میں تلوار کھینچنے والے یہی زبیر بن العوام تھے۔غزوہ احد کے دن بڑے استقلال اور ثابت قدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور شجاعت و جانثاری کے جوہر دکھائے۔حضرت زبیر طویل قامت قدرے نحیف الجثہ اور گورے رنگ کے تھے۔۳۶ھ میں جنگ صفین سے واپسی پر راستہ ہی میں بصرہ کے علاقہ میں سفوان پر عمرو بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا، اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال کی تھی وادی اسباع میں دفن کئے گئے پھر نعش مبارک بصرہ منتقل کر دی گئی اور مشہور ہے کہ ان کی قبر وہیں (بصرہ) میں ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 738)

| |
|---|
| يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ |
| مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً |
| رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؁ |

| |
|---|
| وہ آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کسی مرد کا انتقال ہو، جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک |
| بہن ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو، پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو |
| تہائی اور اگر بھائی، بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر، اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ |
| کہیں بہک نہ جاؤ، اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔ |

## کلالہ کی وراثت کے بارے میں فتویٰ ہونے کا بیان

"يَسْتَفْتُونَكَ " فِي الْكَلَالَة "قُلِ اللّٰه يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَة اِنِ امْرُؤٌ" مَرْفُوع بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "هَلَكَ " مَاتَ "لَيْسَ لَهُ وَلَد" اَىْ وَلَا وَالِد وَهُوَ الْكَلَالَة "وَلَهُ اُخْت" مِنْ اَبَوَيْنِ اَوْ اَب "فَلَهَا نِصْف مَا تَرَكَ وَهُوَ" اَىْ الْاَخ كَذٰلِكَ "يَرِثهَا" جَمِيع مَا تَرَكَتْ "اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَد" فَاِنْ كَانَ لَهَا وَلَد ذَكَر فَلَا شَيْء لَهُ اَوْ اُنْثَى فَلَهُ مَا فَضَلَ مِنْ نَصِيبهَا وَلَوْ كَانَتْ الْاُخْت اَوْ الْاَخ مِنْ اُمّ فَفَرْضه السُّدُس كَمَا تَقَدَّمَ اَوَّل السُّورَة "فَاِنْ كَانَتَا " اَىْ الْاُخْتَانِ "اثْنَتَيْنِ" اَىْ فَصَاعِدًا لِاَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ جَابِر وَقَدْ مَاتَ عَنْ اَخَوَات "فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ " الْاَخ "وَاِنْ كَانُوا" اَىْ الْوَرَثَة "اِخْوَة رِجَالًا وَّنِسَاء فَلِلذَّكَرِ" مِنْهُمْ "مِثْل حَظّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّن اللّٰه لَكُمْ" شَرَائِع دِينكُمْ "اَنْ" لَا "تَضِلُّوا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْء عَلِيم" وَمِنْهُ الْمِيرَاث رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ الْبَرَاء اَنَّهَا اٰخِر اٰيَة نَزَلَتْ اَىْ مِنْ الْفَرَائِض .

اے محبوب ﷺ آپ کلالہ کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے، یہاں پر لفظ امرء فعل محذوف کے سبب مرفوع ہے جو اس کی تفسیر کر رہا ہے اور وہ ہلک ہے۔ اگر کسی مرد کا انتقال ہو، جو بے اولاد ہے تو وہی کلالہ ہے۔ اور اس کی ایک بہن ہو جو والدین سے ہو یا صرف باپ سے ہو تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے یعنی جو اس کلالہ بھائی نے چھوڑا ہے اس میں نصف ہوگا۔ اور اگر کلالہ بہن فوت ہوئی تو سارا ترکہ اس کے بھائی کا ہوگا۔ اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا اگر بہن کی اولاد نہ ہو، اور اگر اس کی اولاد سے لڑکا ہوا تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور اس کی اولاد سے لڑکی ہے تو حصے سے بچا ہوا اس کو ملے گا۔ اور اگر وہ بہن بھائی اخیافی ہیں یعنی صرف والدہ سے ہیں تو چھٹا حصہ ملے گا جس طرح پہلے سورت میں بیان کر دیا گیا ہے۔

پھر اگر دو بہنیں ہوں یا اس سے زیادہ ہوں تو بھائی کی وراثت سے دو تہائی ملے گا۔ کیونکہ یہ حکم حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوا تھا۔ جن کے وصال کے وقت چند بہنیں تھیں۔ اور اگر اس کے متعدد بھائی بہن ہوں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اللہ تمہارے لئے دین کے احکام صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ، اور اللہ ہر چیز جانتا ہے اسی میں سے میراث بھی ہے۔

امام بخاری و مسلم نے حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ فرائض کے بارے میں سب سے آخر میں نازل ہونے والی یہی آیت مبارکہ ہے۔

## سورہ نساء آیت ۱۷۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں بیمار ہوا تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے میری سات بہنیں تھیں آپ نے میرے چہرے پر پھونکا تو مجھے کچھ افاقہ ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنی بہنوں کے لیے دو تہائی کی وصیت کرتا ہوں آپ نے فرمایا بیٹھ جا تو میں نے کہا آدھا آپ نے فرمایا پھر بیٹھ جا۔ پھر آپ مجھے چھوڑ کر تشریف لے گئے آپ کہتے ہیں کہ آپ پھر میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے جابر میرا خیال ہے کہ تجھے اس تکلیف سے موت نہیں آئے گی اللہ نے حکم نازل کیا اور تیری بہنوں کے لیے دو تہائی حصہ بیان فرمایا ہے حضرت جابر کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ یَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، لوگ آپ ﷺ سے کلالہ کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ کلالہ کے بارے میں یہ حکم دیتا ہے۔ (نیسابوری، 158، سیوطی 95، سنن ابی داؤد 2887، قرطبی 6-28)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آخری آیت یہ نازل ہوئی۔ (يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 980)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کی تفسیر کیا ہے، يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے وہ آیت کافی ہے جو گرمیوں میں نازل ہوئی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 981)

## حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کلالہ کی وراثت سے متعلق فیصلے کا بیان

یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر نے صحابہ کو جمع کر کے کنگھے کے ایک ٹکڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دونگا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے، اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے، پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ اس کی اسناد صحیح ہے، مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر نے فرمایا کاش میں تین مسئلے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے لنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ ایک تو یہ کہ آپ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوۃ کے ایک تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تجھے ادا نہیں کریں گے ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں ایک اور حدیث میں بجائے زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کے سودی مسائل کا بیان ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عمر کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا، تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ وہ۔ ایک اور روایت میں ہے حضرت فاروق فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جبکہ وہ جمع ہوں، ثالث میں شریک کیا تھا اور حضرت ابوبکر اس کے خلاف تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ خلیفۃ المومنین جناب فاروق نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثے اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ

سے دعا کی کہ پروردگار اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو تو اسے جاری کر دے پھر جب آپ کو زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر مٹا دیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال یہی ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔ ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابوبکر کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں اور ابوبکر کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد و والد نہ ہو۔ اور اسی پر جمہور صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین ہیں اور یہی چاروں اماموں اور ساتوں فقہاء کا مذہب ہے۔ (تفسیر محمدی، سورہ نساء، بیروت)

معدان بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں اور میں اسے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دوں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلافت اور اس چیز کو جسے دے کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا ہے ضائع نہیں کرے گا اگر میری موت جلد ہی آجائے تو خلافت مشورہ کے بعد ان چھ حضرات کے درمیان رہے گی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے اور میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ اس معاملہ میں جن کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے مارا ہے اسلام پر طعن کریں گے اگر انہوں نے اس طرح کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور کافر گمراہ ہیں اور میں اپنے بعد کسی چیز کو اتنا اہم نہیں سمجھتا جتنا اہم میرے نزدیک کلالہ ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی چیز کے بارے میں اتنا نہیں پوچھا جتنا کہ کلالہ کے بارے میں پوچھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز میں اتنی سختی نہیں فرمائی جتنی کہ اس مسئلہ میں یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک میرے سینے میں ماری پھر فرمایا اے عمر کیا تجھے وہ آیت کافی نہیں جو گرمیوں کے موسم میں سورت النسا کے آخر میں نازل ہوئی (يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حکم پوچھتے ہیں فرما دیں کہ اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے اور اگر میں زندہ رہا تو کلالہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کروں گا جس کے متعلق ہر آدمی جس نے قرآن پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ تو ان لوگوں پر گواہ رہنا کہ جنہیں میں نے شہروں کی حکومت دی اور میں نے انہیں اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ ان پر انصاف کریں۔

اور ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سکھائیں اور جو مال غنیمت ان کو ملے اُسے تقسیم کریں اور جس معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو میری طرف رجوع کریں پھر (فرمایا) اے لوگو! تم دو درختوں کو کھاتے ہو۔ میں ان کو خبیث سمجھتا ہوں، یہ درخت پیاز اور لہسن کے ہیں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ان درختوں کی کسی آدمی سے بدبو محسوس کرتے تو حکم فرماتے کہ اسے بقیع کی طرف نکال دیا جائے، تو جو آدمی انہیں کھائے تو خوب انہیں پکا کر ان کی بدبو مار دے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1253)

## سورہ نساء کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے تصدق سے سورہ نساء کی تفسیر جلالین کے اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے۔ جو ہمیں حدیث کے ذریعے تعلیم ہوئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی یعنی طاعت پر قادر نہ ہوکر اچھے کاموں میں سستی سے، نامردی سے، بخل سے، بڑھاپے کے سبب اعضاء کے ناکارہ اور حواس باختہ ہونے سے اور قبر کے عذاب یعنی قبر کی تنگی، وہاں کی وحشت گرزوں کے مارے جانے سے، بچھوؤں کے ڈنگ مارنے، سانپوں کے ڈسنے اور اسی قسم کی دوسری ہولناکیوں سے اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اس کو پاک کر، کیونکہ اس کو پاک کرنے والوں میں تیری ہی ذات بہترین ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو اس دل سے جو نہ ڈرے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی حریص ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دعا سے جو مرتبہ قبولیت کو نہ پہنچے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 992)

﴿محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق﴾

# سُوۡرَۃ مَائِدَہ

## یہ قرآن مجید کی سورت مائدہ ہے

### سُوۡرَۃُ الۡمَائِدَۃ ( مَدَنِیَّۃٌ وَ اٰیَاتُہَا 120 نَزَلَتۡ بَعۡدَ الۡفَتۡح

سورہ مائدہ مدنی ہے اور اس کی آیات کی تعداد ۱۲۰ ہے اور یہ فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ بارہ ہزار چار سو چونسٹھ حرف ہیں۔

### سورہ مائدہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کا نام پندرھویں رکوع کی آیت ھَلۡ یَسۡتَطِیۡعُ رَبُّکَ اَنۡ یُّنَزِّلَ عَلَیۡنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ کے لفظ مائدہ سے ماخوذ ہے۔ مائدہ کا معنی دستر خوان یا خوان نعمت ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے آسمان نے ایک مچھلی یا گوشت اور روٹیوں کی صورت میں نازل ہوا اور وہ دن پہلے اور بعد والوں کیلئے عید کا دن بن گیا۔ کیونکہ اس دن اللہ کی نعمت کا نزول ہوا تھا۔ پس یہی مائدہ اس کے سورہ مبارکہ کے نام کا سبب بن گیا۔

### سورہ مائدہ کے شان نزول و احکام شرعیہ کا بیان

یہ سورہ مائدہ کی ابتدائی آیت ہے۔ سورہ مائدہ بالاتفاق مدنی سورۃ ہے اور مدنی سورتوں میں بھی آخری سورت ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات نے اس کو قرآن کی آخری سورت بھی کہا ہے۔

مسند احمد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ واسماء بنت یزید منقول ہے کہ سورہ مائدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جب کہ آپ سفر میں عضبا نامی اونٹنی پر سوار تھے۔ نزول وحی کے وقت جو غیر معمولی ثقل اور بوجھ ہوا کرتا تھا حسب دستور اس وقت بھی ہوا۔ یہاں تک کہ اونٹنی عاجز ہوگئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے نیچے اُتر آئے۔ یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر ہے جیسا کہ بعض روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ حجۃ الوداع ہجرت کے دسویں سال میں ہوا، اور اس سے واپسی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات تقریباً اسی ۸۰ دن رہی۔

علامہ ابن حبان نے بحر محیط میں فرمایا کہ سورہ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت نزول قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے۔ خواہ بالکل آخری سورت نہ ہو۔

علامہ سید محمود آلوسی نے روح المعانی میں ابو عبید حضرت حمزہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس کی یہ روایت رسول کریم صلی اللہ علیہ

وسلم سے منقول ہے۔ المائدة من اٰخر القراٰن تنزيلا فاحلوا احلالها وحرموا حرامها۔ یعنی سورہ مائدہ ان چیزوں میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں۔ اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام سمجھو۔

اسی قسم کی ایک روایت مستدرک میں امام حاکم حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ وہ حج کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا جبیر تم سورہ مائدہ پڑھتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا ہاں پڑھتا ہوں۔ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ قرآن پاک کی آخری سورہ ہے اور اس میں جو احکام حلال وحرام کے آئے ہیں وہ محکم ہیں۔ ان میں نسخ کا احتمال نہیں ہے۔ ان کا خاص اہتمام کرو۔ سورہ مائدہ میں بھی سورہ نساء کی طرح فروعی احکام، معاملات، معاہدات وغیرہ کے زیادہ بیان کئے گئے ہیں۔ اسی لئے روح المعانی نے فرمایا ہے کہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران باعتبار مضامین کے متحد ہیں۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر احکام اصول عقائد، توحید، رسالت، قیامت وغیرہ کے آئے ہیں۔

فروعی احکام ضمنی ہیں اور سورہ نساء اور مائدہ باعتبار مضامین کے متحد ہیں کہ ان دونوں میں بیشتر فروعی احکام کا بیان ہے، اصول کا بیان ضمنی ہے۔ سورہ نساء میں باہمی معاملات اور حقوق العباد پر زور دیا گیا ہے۔ شوہر بیوی کے حقوق، یتیموں کے حقوق، والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ سورہ مائدہ کی پہلی آیت میں بھی ان تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور ان کے پورا کرنے کی ہدایت آئی ہے۔ يا ايها الذين اٰمنوا اوفوا بالعقود ۔ اسی لئے سورہ مائدہ کا دوسرا نام سورہ عقود بھی ہے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ مائدہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ |
| غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ۝ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! عہد پورے کرو۔ تمہارے لیے چرنے والے چوپائے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے |
| جائیں گے، اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، بے شک اللہ فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ |

## عہد کو پورا کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" اَلْعُهُوْدِ الْمُؤَكَّدَةِ الَّتِيْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ وَالنَّاس "اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ" اَلْاِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ اَكْلًا بَعْدَ الذَّبْحِ "اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ" تَحْرِيْمُهُ فِيْ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" اَلْاٰيَةَ فَالْاِسْتِثْنَاءُ مُنْقَطِعٌ وَيَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ مُتَّصِلًا وَّالتَّحْرِيْمُ لِمَا عَرَضَ مِنَ الْمَوْتِ وَنَحْوِهِ "غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" اَيْ مُحْرِمُوْنَ وَنَصْبُ غَيْرَ عَلَى الْحَالِ مِنْ ضَمِيْرِ لَكُمْ "اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ" مِنَ التَّحْلِيْلِ وَغَيْرِهِ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ،

اے ایمان والو! عہد پورے کرو۔ یعنی وہ عہد جو اللہ اور لوگوں کے درمیان ہوئے ہیں۔ تمہارے لیے چرنے والے چوپائے یعنی اونٹ، گائے اور بکریاں ذبح کے بعد کھانے کیلئے حلال کیے گئے ہیں، سوائے ان کے جو تم پر پڑھے جائیں گے، یعنی جن کی حرمت تم پر بیان کردی گئی ہے۔ اور یہاں پر آیت میں استثناء منقطع ہے۔ یہ بھی مناسب ہے کہ وہ متصل ہو۔ یعنی موت وغیرہ کی وجہ سے حرمت ہے۔ اس حال میں کہ شکار کو حلال جاننے والے نہ ہو، جب کہ تم احرام والے ہو، یہاں پر لفظ غیر یہ کم ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بے شک اللہ حلت و حرمت کا فیصلہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی کو اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

اوفوا۔ تم پورا کرو۔ ایفاء سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ایفاء وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا۔ عقود۔ قول وقرار۔ عہد و پیمان۔ عقد کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔ یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔ عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

**بهيمة الانعام** ۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالانطق لہ (راغب) بے زبان جانور۔ عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔

انعام نعم کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مویشی بھیڑ، بکری، گائے، بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جاسکتا۔

**بهيمة الانعام**۔ بے زبان مویشی قسم کے جانور۔ غیر محلی الصید۔ محلی۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں محلین تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کر دیا گیا۔ محل۔ واحد احلال۔ مصدر حلال قرار دیئے جاتے والے۔ احلال کسی چیز کو حلال بنا دینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔

حل کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہو گیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔ غیر محلی الصید۔ شکار کو حلال قرار دینے والے نہ بنو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو۔

وانتم حرم۔ واو حالیہ ہے۔ حرم۔ حرام کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔ الحرم کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی الشہر الحرام کے ہیں۔ رجل حرام و محرم وہ شخص جو حالت حرام میں ہو۔ وانتم حرم۔

جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

## عہد و پیمان کے تفسیری مفہوم کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمرو بن حزم کے پوتے حضرت ابوبکر بن محمد نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتاب ہے جسے آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھ کر دی تھی جبکہ انہیں یمن والوں کو دینی سمجھ اور حدیث سکھانے کے لئے اور ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا، اس وقت یہ کتاب لکھ کر دی تھی، اس میں عہد و پیمان اور حکم احکام کا بیان ہے۔ اس میں آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کے بعد لکھا ہے یہ کتاب ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، ایمان والو وعدوں کو اور عہد و پیمان کو پورا کرو، یہ عہد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم کے لئے ہے جبکہ انہیں یمن بھیجا انہیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے رہیں اور جو احسان خلوص اور نیکی کریں حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں "عقود سے مراد عہد ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، بیروت)

ابن جریر اس پر اجماع بتاتے ہیں۔ خواہ قسمیہ عہد و پیمان ہو یا اور وعدے ہوں، سب کو پورا کرنا فرض ہے۔ حضرت ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ "عہد کو پورا کرنے میں اللہ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کا خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو، اس پر سختی بہت ہے۔ پڑھو آیت (وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ) 13۔ الرعد:25)۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں اس سے مراد یہ کہ اللہ کے حلال کو، اس کے حرام کو، اس کے وعدوں کو، جو ایمان کے بعد ہر مومن کے ذمہ آ جاتے ہیں پورا کرنا اللہ کی طرف سے فرض ہے، فرائض کی پابندی، حلال حرام کی عقیدت مندی وغیرہ ہے۔

(تفسیر ابن جریر طبری، بیروت)

## محرم کیلئے شکار کا گوشت کھانے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ہم سب احرام کی حالت میں تھے کہ ان کے پاس بطور ہدیہ ایک پرندہ کا پکا ہوا گوشت آیا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس وقت سو رہے تھے چنانچہ ہم میں سے بعض نے وہ گوشت کھا لیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا جائز ہے بشرطیکہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کو کوئی دخل نہ ہو اور بعض نے اس سے پرہیز کیا کیونکہ ان کا گمان تھا کہ محرم کو یہ گوشت کھانا درست نہیں ہے، پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے ان لوگوں کی موافقت کی جنہوں نے وہ گوشت کھایا تھا، نیز انہوں نے فرمایا کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ اسی طرح یعنی حالت احرام میں شکار کا گوشت کھایا تھا۔

گوشت کھانے والوں سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موافقت کا تعلق قول سے بھی ہو سکتا ہے اور فعل سے بھی، یعنی یا تو حضرت

طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے زبانی یہ کہا ہوگا کہ تم نے گوشت کھالیا، اچھا کیا، اس میں کوئی حرج نہیں یہ قولی موافقت ہے، یا پھر یہ کہ خود انہوں نے بھی باقی بچا ہوا گوشت کھایا ہوگا یہ فعلی موافقت ہے۔ بہرکیف یہ حدیث حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے اس مسلک کی تائید کرتی ہے کہ اگر محرم خود شکار نہ کرے اور نہ اس شکار میں اس کے حکم وغیرہ کا دخل ہو تو وہ اس کا گوشت کھا سکتا ہے۔

ایک پرندہ سے مراد یا تو جنس ہے کہ کئی پرندوں کا گوشت آیا تھا، یا پھر وہ ایک ہی پرندہ تھا جو اتنا بڑا تھا کہ اس کا گوشت تمام لوگوں کے لئے کافی ہو گیا۔

## خرید وفروخت کو واپس لوٹانے کے اختیار میں مذاہب اربعہ

خرید وفروخت پوری ہو چکنے کے بعد گو اب تک خریدا اور بیچنے والے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہوں تاہم واپس لوٹانے کا اختیار نہیں وہ اپنی دلیل اس آیت کو بتلاتے ہیں۔ "امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مذہب ہے، لیکن امام شافعی اور امام احمد اس کے خلاف ہیں۔

| |
|---|
| يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ اٰمِّيْنَ |
| الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ |
| شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا |
| تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم کعبہ کو بھیجے ہوئے قربانی کے جانوروں کی اور |
| نہ مکہ لائے جانے والے ان جانوروں کی جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں |
| کی، جو اپنے رب کا فضل اور رضا تلاش کر رہے ہیں، اور جب تم حالتِ احرام سے باہر نکل آؤ تو تم شکار کر سکتے ہو، اور تمہیں کسی قوم |
| کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم زیادتی کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک |
| دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ |

## اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی سے ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ" جَمْع شَعِيرَة أَيْ مَعَالِم دِينه بِالصَّيْدِ فِي الْإِحْرَام "وَلَا الشَّهْر الْحَرَام" بِالْقِتَالِ فِيهِ "وَلَا الْهَدْي" مَا أُهْدِيَ إِلَى الْحَرَم مِنْ النَّعَم بِالتَّعَرُّضِ لَهُ "وَلَا الْقَلَائِد" جَمْع قِلَادَة وَهِيَ مَا كَانَ يُقَلَّد بِهِ مِنْ شَجَر الْحَرَم لِيَأْمَن أَيْ فَلَا تَتَعَرَّضُوا لَهَا وَلَا لِأَصْحَابِهَا "وَلَا" تُحِلُّوا "آمِّينَ" قَاصِدِينَ "الْبَيْت الْحَرَام" بِأَنْ تُقَاتِلُوهُمْ "يَبْتَغُونَ فَضْلًا" رِزْقًا "مِنْ رَبّهمْ" بِالتِّجَارَةِ

"وَرِضْوَانًا" مِنْهُ بِقَصْدِهِ بِزَعْمِهِمْ الْفَاسِد وَهٰذَا مَنْسُوخ بِ اٰيَةِ بَرَاءَ ة "وَاِذَا حَلَلْتُمْ" مِنَ الْاِحْرَام "فَاصْطَادُوا" اَمْر اِبَاحَة "وَلَا يَجْرِمَنكُمْ" يَكْسِبَنكُمْ "شَنَاٰن" بِفَتْحِ النُّوْن وَسُكُوْنهَا بُغض "قَوْم" لِاَجْلِ "اَنْ صَدُّوكُمْ عَنْ الْمَسْجِد الْحَرَام اَنْ تَعْتَدُوا" عَلَيْهِمْ بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهٖ "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرّ" بِفِعْلِ مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ "وَالتَّقْوٰى" بِتَرْكِ مَا نُهِيتُمْ عَنْهُ "وَلَا تَعَاوَنُوا" فِيْهِ حَذْف اِحْدَى التَّاءَ يْنِ فِي الْاَصْل "عَلَى الْاِثْم" الْمَعَاصِي "وَالْعُدْوَان" التَّعَدِّي فِيْ حُدُوْد اللّٰه "وَاتَّقُوا اللّٰه" خَافُوْا عِقَابه بِاَنْ تُطِيعُوْهُ "اِنَّ اللّٰه شَدِيْد الْعِقَاب" لِمَنْ خَالَفَهُ،

اے ایمان والو! اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کر، شعائر یہ شعیرہ کی جمع ہے یعنی حالت احرام میں شکار کر کے دین کے نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ اور قتال کر کے نہ حرمت والے مہینے کی، اور نہ حرم کعبہ کو بھیجے ہوئے قربانی کے جانوروں کی یعنی جن جانوروں کو قربانی کیلئے بھیجا گیا ہے ان سے کوئی تعرض کرتے ہوئے۔ اور نہ مکہ لائے جانے والے ان جانوروں کی جن کے گلے میں علامتی پٹے ہوں، قلائد یہ قلادہ کی جمع ہے۔ یعنی جن کے گلے میں حرم کے درخت کا پٹہ ڈالا گیا ہو تا کہ وہ امن میں رہے، لہٰذا اس سے اور اس کے ساتھی سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ اور نہ حرمت والے گھر کا قصد کر کے آنے والوں کی، یعنی ان سے مت لڑنا، جو تجارت کے ذریعے اپنے رب کا فضل اور رضا تلاش کر رہے ہیں، اگرچہ ان کے خیال میں وہ قصد فاسد میں کیوں نہ ہوں، اور یہ حکم آیت برأت سے منسوخ ہے۔ اور جب تم حالتِ احرام سے باہر نکل آؤ تو تم شکار کر سکتے ہو، یہاں امر اباحت کیلئے ہے۔ اور تمہیں کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو مسجدِ حرام سے روکا تھا اس بات پر ہرگز نہ ابھارے کہ تم زیادتی کرو، یعنی ان کو قتل وغیرہ کردو۔ یہاں پر شنان یہ نون کے فتحہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اس کا معنی بغض ہے۔ اور نیکی یعنی جس کا تمہیں حکم دیا جائے اور پرہیز گاری یعنی نہی کے سبب جس کو تم نے چھوڑ دیا، ان پر ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ یعنی معصیت اور ظلم یعنی اللہ کی حدود میں بڑھ جانے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، ولا تعاونوا دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء اصل میں حذف ہے۔ اور اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ تا کہ تم اس کی اطاعت کرو، بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ جس نے اس کی مخالفت کی۔

## سورہ مائدہ آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت بن عباس فرماتے رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت، حطیم جس کا نام شریح بن ضبیع کندی تھا جس کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یمامہ سے مدینہ آیا اپنا گھوڑا مدینہ سے باہر چھوڑ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تنہا آیا اور آپ سے کہا کہ آپ لوگوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں نماز قائم کرنے کی اور زکوۃ ادا کرنے کی اس نے کہا یہ تو بہت اچھی بات ہے لیکن میرے کچھ امراء ہیں جن کی رائے کے بغیر ہم کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے شاید میں اسلام قبول کرلوں اور انہیں اپنے ساتھ لے آؤں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے اس شخص کے آنے سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ تمہارے پاس ایک شخص آئے گا جو شیطان کی بولی بولے گا پھر وہ شخص وہاں سے چلا گیا جب وہ نکلا تو آپ نے فرمایا کہ

یہ شخص کافر چہرے کے ساتھ تمہارے پاس آیا تھا اب آخر میں دھوکہ دے کر نکلا یہ شخص اسلام لانے والا نہیں ہے چنانچہ وہ شخص مدینہ کے مویشیوں کے پاس سے نکلا تو انہیں ہانک لیا لوگوں نے اس کا تعاقب کیا لیکن اسے پکڑنے میں ناکام رہے جب رسول اللہ قضاء عمرہ کے سال نکلے تو آپ نے یمامہ کے حاجیوں کا تلبیہ سنا آپ نے فرمایا یہ حطیم اور اس کے ساتھی ہیں یہ شخص مدینہ کے جانور کو قلادہ ڈال کر کعبہ لے آیا تھا جب صحابہ اس کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھے تو اللہ نے یہ آیت نازل کی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ۔ اے مومنو خدا کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔

مراد یہ ہے کہ اللہ کیلئے جانور کو علامت لگانے والے کو اگرچہ وہ دین اسلام کے علاوہ ہی پر ہو حلال نہ جانو۔

(نیسابوری 59، زاد المسیر 2۔270، قرطبی 6۔137))

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو مقام حدیبیہ میں مشرکین نے روک لیا اور یہ ان لوگوں پر بہت شاق گزرا اور یں اثناء مشرکین کا بھی ایک گروہ ان کے پاس سے عمرے کے ارادے سے گزرا تو صحابہ نے عرض کیا جیسا کہ ان کے ساتھیوں نے ہمیں روکا ہے ہم بی انہیں روک لیتے ہیں۔ تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآىٕرَ۔ الخ، اے مومنو خدا کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرنا اور نہ رجب کے مہینے کی اور نہ قربانی کے جانوروں کی اور نہ ان جانوروں کی جو خدا کی نذر کر دیے گئے ہوں اور جن کے گلوں میں پٹے بندھے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو عزت کے گھر کو جا رہے ہوں۔ یعنی ان پر عمرہ کرنے والوں پر تجاوز مت کرو اگرچہ انہوں نے تمہیں روکا ہو۔ (زاد المسیر 2۔271)

| |
|---|
| حُرِّمَتْ عَلَیْكُمُ الْمَیْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَ مَاۤ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَ الْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ |
| وَ الْمُتَرَدِّیَةُ وَ النَّطِیْحَةُ وَ مَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّیْتُمْ قف وَ مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَ اَنْ |
| تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ط ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ط اَلْیَوْمَ یَىٕسَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِیْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ |
| وَ اخْشَوْنِ ط اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ |
| دِیْنًا ط فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ لا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ |
| تم پر حرام ہے مُردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار |
| کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا، اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جنہیں تم ذبح کر لو، اور جو کسی تھان پر |
| ذبح کیا گیا اور پانسے ڈال کر بانٹا کرنا یہ گناہ کا کام ہے، آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو |
| اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا تو جو |
| [illegible] میں ناچار ہو، یوں کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## جانوروں کی حرمت سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" اَیْ اَكْلُهَا "وَالدَّمُ" اَیْ الْمَسْفُوح كَمَا فِي الْاَنْعَام "وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ" بِاَنْ ذُبِحَ عَلٰى اسْم غَيْرِهِ "وَالْمُنْخَنِقَةُ" الْمَيْتَة خَنْقًا "وَالْمَوْقُوذَةُ" الْمَقْتُولَة ضَرْبًا "وَالْمُتَرَدِّيَةُ" السَّاقِطَة مِنْ عُلْو اِلٰى اَسْفَل فَمَاتَتْ "وَالنَّطِيحَةُ" الْمَقْتُولَة بِنَطْحِ اُخْرٰى لَهَا "وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ" مِنْهُ "اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ" اَیْ اَدْرَكْتُمْ فِيهِ الرُّوح مِنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاء فَذَبَحْتُمُوهُ "وَمَا ذُبِحَ عَلَى" اسْم "النُّصُب" جَمْع نِصَاب وَهِيَ الْاَصْنَام "وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوا" تَطْلُبُوا الْقَسْم وَالْحُكْم "بِالْاَزْلَامِ" جَمْع زَلَم بِفَتْحِ الزَّاى وَضَمِّهَا مَعَ فَتْح اللَّام قِدْح بِكَسْرِ الْقَاف صَغِير لَا رِيش لَهُ وَلَا نَصْل وَكَانَتْ سَبْعَة عِنْد سَادِن الْكَعْبَة . عَلَيْهَا اَعْلَام وَكَانُوا يَحْكُمُونَهَا فَاِنْ اَمَرَتْهُمْ ائْتَمَرُوا وَاِنْ نَهَتْهُمْ انْتَهَوْا "ذٰلِكُمْ فِسْقٌ" خُرُوج عَنْ الطَّاعَة وَنَزَلَ يَوْم عَرَفَة عَام حَجَّة الْوَدَاع "اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ" اَنْ تَرْتَدُّوا عَنْهُ بَعْد طَمَعهمْ فِي ذٰلِكَ لِمَا رَاَوْا مِنْ قُوَّته "فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ" اَحْكَامه وَفَرَائِضه فَلَمْ يَنْزِل بَعْدهَا حَلَال وَلَا حَرَام "وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي" بِاِكْمَالِهِ وَقِيلَ بِدُخُولِ مَكَّة آمِنِينَ "وَرَضِيتُ" اَیْ اخْتَرْت "لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ" مَجَاعَة اِلٰى اَیّ شَيْء مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْهِ فَاَكَلَهُ "غَيْرَ مُتَجَانِفٍ" مَائِل "لِاِثْمٍ" مَعْصِيَة "فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ" لَهُ مَا اَكَلَ "رَحِيمٌ" بِهِ فِي اِبَاحَته بِخِلَافِ الْمَائِل لِاِثْمٍ اَیْ الْمُتَلَبِّس بِهِ كَقَاطِعِ الطَّرِيق وَالْبَاغِي مَثَلًا فَلَا يَحِلّ لَهُ الْاَكْل،

تم پر حرام ہے مُردار کا کھانا اور بہنے والا خون جس طرح انعام میں ہے اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا یعنی اللہ کے نام کے سوا پر ذبح کیا جائے۔اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا، اور جو اوپر سے نیچے کی جانب گر کر مرا، اور جسے کسی دوسرے جانور نے سینگ مارا اور جس سے کسی درندے نے کھایا ہو مگر جنہیں تم ذبح کرلو، یعنی مذکورہ اشیاء کو روح کو پالو اور اس کو ذبح کرلو۔اور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا، نصب کی جمع نصاب ہے جو بت ہیں۔اور پانسے ڈال کر قسمت آزمائی کرنا یہ جس میں تم قسم اور حکم کا مطالبہ کرڈالو، یہ گناہ کا کام ہے، ازلام یہ زلم کی جمع ہے جو زاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بہ معنی قدح وہ تیر کہ جس کی انی نہ ہو۔اور کاف کے کسرہ کے ساتھ یعنی وہ چھوٹے تیر جو خادم کعبہ کے پاس رکھے ہوتے تھے ان پر نشان لگے ہوئے ہوتے تھے۔اور وہ اس سے طلب کرتے اگر ان کو اجازت خادم دیتا تو وہ لے لیتے ورنہ نہیں۔یہ نافرمانی یعنی اطاعت سے خروج ہے۔

یہ آیت مبارکہ عرفہ کے دن حجۃ الوداع کے سال نازل ہوئی۔آج کے دن کافر تمہیں اسلام سے ہٹا کر کفر کی طرف لے جانے میں مایوس ہوگئے ہیں۔

آج تمہارے دین کی طرف سے کافروں کی آس ٹوٹ گئی تو اُن سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا یعنی دین کے احکام اور فرائض مکمل کر دیئے ہیں لہٰذا آج کے بعد حلت وحرمت کا کوئی حکم نازل نہ ہوگا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی یعنی مکمل کر دی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں امن کے ساتھ داخل ہونا نعمت ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا یعنی اختیار کر لیا ہے، تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو یعنی اس چیز کے کھانے پر مجبور اس طرح ہو، کہ گناہ کی طرف نہ جھکے۔ تو بیشک اللہ اس کے کھانے والے کو بخشنے والا، اس حکم کی اباحت میں مہربان ہے۔ یعنی وہ شخص گناہ کی طرف مائل نہ ہو جس طرح ڈاکو اور باغی وغیرہ ہیں کہ جن کیلئے مردار کا کھانا حلال نہیں ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آیت، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. آج میں تمہارے لئے تمہارا دین پورا کر چکا اور میں نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو دین پسند کیا ہے)۔ ہم پر نازل ہوتی تو ہمارے لئے وہ عید کا دن ہوتا جس دن یہ نازل ہوتی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کب نازل ہوئی۔ یہ آیت عرفات کے دن نازل ہوئی اس دن جمعہ تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 982)

حضرت عمار بن ابو عمار سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت، اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا، پڑھی تو ان کے پاس ایک یہودی تھا۔ وہ کہنے لگا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس دن یہ آیت نازل ہوئی تھی اس دن یہاں دو عیدیں تھیں۔ عرفات کے دن کی اور جمعہ کے دن کی۔ یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 983)

## حلال وحرام سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

شیخ ابو علی افصاح میں فرماتے ہیں جب ہم نے یہ طے کر لیا کہ اس شکار کا کھانا حرام ہے جس میں سے شکاری کتے نے کھا لیا ہو تو جس شکار میں سے شکاری پرند کھا لے اس میں دو وجوہات ہیں۔

لیکن قاضی ابو الطیب نے اس فرع کا اور اس ترتیب سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ امام شافعی نے ان دونوں کو صاف لفظوں میں برابر رکھا ہے۔

متردیہ وہ ہے جو پہاڑی یا کسی بلند جگہ سے گر کر مر گیا ہو تو وہ جانور بھی حرام ہے، ابن عباس یہی فرماتے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں یہ وہ ہے جو کنویں میں گر پڑے،

نطیحہ وہ ہے جسے دوسرا جانور سینگ وغیرہ سے ٹکر لگائے اور وہ اس صدمہ سے مرجائے، گواس سے زخم بھی ہوا ہو اور گواس سے خون بھی نکلا ہو، بلکہ گوٹھیک ذبح کرنے کی جگہ ہی لگا ہو اور خون بھی نکلا، یہ لفظ معنی میں مفعول یعنی منطوحہ کے ہے، یہ وزن عموماً کلام عرب میں بغیر تے کے آتا ہے جیسے عین کحیل اور کف خضیب ان مواقع میں کحیلۃ اور خضیبۃ نہیں کہتے، اس جگہ تے اس لئے لایا گیا ہے کہ یہاں اس لفظ کا استعمال قائم مقام اسم کے ہے، جیسے عرب کا یہ کلام طریقۃ طویلۃ۔

بعض نحوی کہتے ہیں تاء تانیث یہاں اس لئے لایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ ہی تانیث پر دلالت ہو جائے بخلاف کحیل اور خضیب کے کہ وہاں تانیث کلام کے ابتدائی لفظ سے معلوم ہوتی ہے۔ آیت (ما اکل السبع) سے مراد وہ جانور ہے جس پر شیر، بھیڑیا، چیتا یا کتا وغیرہ درندہ حملہ کرے اور اس کا کوئی حصہ کھا جائے اور اس سبب سے مر جائے تو اس جانور کو کھانا بھی حرام ہے، اگرچہ اس سے خون بہا ہو بلکہ اگرچہ ذبح کرنے کی جگہ سے ہی خون نکلا ہو تاہم وہ جانور بالا جماع حرام ہے۔

اہل جاہلیت میں ایسے جانور کا بقیہ کھا لیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا۔ پھر فرماتا ہے مگر وہ جسے تم ذبح کرلو، یعنی گلا گھونٹا، لٹھ مارا ہوا، اوپر سے گر پڑا ہو، سینگ اور ٹکر لگا ہو، درندوں کا کھایا ہو، اگر اس حالت میں تمہیں مل جائے کہ اس میں جان باقی ہو اور تم اس پر باقاعدہ اللہ کا نام لے کر چھری پھیر لو تو پھر یہ جانور تمہارے لئے حلال ہو جائیں گے۔

حضرت ابن عباس سعید بن جبیر، حسن اور سدی یہی فرماتے ہیں، حضرت علی سے مروی ہے اگر تم ان کو اس حالت میں پالو کہ چھری پھیرتے ہوئے وہ دم رگڑیں یا پیر ہلائیں یا آنکھوں کے ڈھیلے پھرائیں تو بیشک ذبح کر کے کھالو۔

ابن جریر میں آپ سے مروی ہے کہ جس جانور کو ضرب لگی ہو یا اوپر سے گر پڑا ہو یا ٹکر لگی ہو اور اس میں روح باقی ہو اور تمہیں وہ ہاتھ پیر رگڑتا مل جائے تو تم اسے ذبح کر کے کھا سکتے ہو۔

حضرت طاؤس، حسن، قتادہ، عبید بن عمیر، ضحاک اور بہت سے حضرات سے مروی ہے کہ بوقت ذبح اگر کوئی حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔

جمہور فقہاء کا یہی مذہب حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا بھی یہی قول ہے،

امام مالک اس بکری کے بارے میں جسے بھیڑیا پھاڑ ڈالے اور اس کی آنتیں نکل آئیں فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے اس میں سے کس چیز کا ذبیحہ ہوگا؟ ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ درندہ اگر حملہ کر کے بکری کی پیٹھ توڑ دے تو کیا اس بکری کو جان نکلنے سے پہلے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر بالکل آخر تک پہنچ گیا ہے تو میری رائے میں نہ کھانی چاہئے اور اگر اطراف میں یہ ہے تو کوئی حرج نہیں، سائل نے کہا درندے نے اس پر حملہ کیا اور کود کر اسے پکڑ لیا، جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کا کھانا پسند نہیں کیونکہ اتنی زبردست چوٹ کے بعد زندہ نہیں رہ سکتی، آپ سے پھر پوچھا گیا کہ اچھا اگر پیٹ پھاڑ ڈالا اور آنتیں نہیں نکلیں تو کیا حکم ہے، فرمایا میں تو یہی رائے رکھتا ہوں کہ نہ کھائی جائے۔ یہ ہے امام مالک کا مذہب لیکن چونکہ

آیت عام ہے اس لئے امام صاحب نے جن صورتوں کو مخصوص کیا ہے ان پر کوئی خاص دلیل چاہئے،

بخاری و مسلم میں حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن سے لڑائی میں باہم ٹکرانے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں کیا ہم بانس سے ذبح کرلیں" آپ نے فرمایا "جو چیز خون بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے، اسے کھالو، سوائے دانت اور ناخن کے، یہ اس لئے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں"

مسند احمد اور سنن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ "ذبیحہ صرف حلق اور نرخرے میں ہی ہوتا ہے؟" آپ نے فرمایا "اگر تو نے اس کی ران میں بھی زخم لگا دیا تو کافی ہے" یہ حدیث ہے تو سہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ صحیح طور پر ذبح کرنے پر قادر نہ ہوں۔

مجاہد فرماتے ہیں یہ پرستش گاہیں کعبہ کے اردگرد تھیں، ابن جریج فرماتے ہیں "یہ تین سو ساٹھ بت تھے، جاہلیت کے عرب ان کے سامنے اپنے جانور قربان کرتے تھے اور ان میں سے جو بیت اللہ کے بالکل متصل تھا، اس پر ان جانوروں کا خون چھڑکتے تھے اور گوشت ان بتوں پر بطور چڑھاوا چڑھاتے تھے" پس اللہ تعالیٰ نے یہ کام مومنوں پر حرام کیا اور ان جانوروں کا کانا بھی حرام کردیا۔ اگرچہ ان جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ بھی کہی گئی ہو کیونکہ یہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے، اور اسی لائق ہے، اس جملہ کا مطلب بھی یہی ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کی حرمت بیان ہو چکی ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کے نام پر چڑھائے جائیں۔

(ازلام) سے تقسیم کرنا حرام ہے، یہ جاہلیت کے عرب میں دستور تھا کہ انہوں نے تین تیر رکھ چھوڑے تھے، ایک پر لکھا ہوا تھا افعل یعنی کر، دوسرے پر لکھا ہوا تھا لاتفعل یعنی نہ کر، تیسرا خالی تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک پر لکھا تھا مجھے میرے رب کا حکم ہے، دوسرے پر لکھا تھا مجھے میرے رب کی ممانعت ہے، تیسرا خالی تھا اس پر کچھ بھی لکھا ہوا نہ تھا۔ بطور قرعہ اندازی کے کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں جب انہیں تردد ہوتا تو ان تیروں کو نکالتے، اگر حکم "کر" نکلا تو اس کام کو کرتے اگر ممانعت کا تیر نکلا تو باز آجاتے اگر خالی تیر نکلا تو پھر نئے سرے سے قرعہ اندازی کرتے، ازلام جمع ہے زلم کی اور بعض زلم بھی کہتے ہیں۔

استقسام کے معنی ان تیروں سے تقسیم کی طلب ہے، قریشیوں کا سب سے بڑا بت ہبل خانہ کعبہ کے اندر کے کنوئیں پر نصب تھا، جس کنوئیں میں کعبہ کے ہدیے اور مال جمع رہا کرتے تھے، اس بت کے پاس سات تیر تھے، جن پر کچھ لکھا ہوا تھا جس کام میں اختلاف پڑتا یہ قریشی یہاں آکر ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے اور اس پر جو لکھا پاتے اسی کے مطابق عمل کرتے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کے مجسمے گڑے ہوئے پائے، جن کے ہاتھوں میں تیر تھے تو آپ نے فرمایا اللہ انہیں غارت کرے، انہیں خوب معلوم ہے کہ ان بزرگوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں لی۔

صحیح حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق کو ڈھونڈنے کیلئے نکلا کہ انہیں پکڑ کر کفار مکہ کے سپرد کرے اور آپ اس وقت ہجرت کر کے مکہ سے مدینے کو جا رہے تھے تو اس نے اسی طرح قرعہ اندازی کی اس کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ وہ تیر نکلا جو میری مرضی کے خلاف تھا میں نے پھر تیروں کو ملا جلا کر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی نکلا تو انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا، میں نے پھر نہ مانا تیسری مرتبہ فال لینے کیلئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کیلئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کیلئے آپ کی طلب میں نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت تک سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور پھر بعد میں اسے اللہ نے اسلام سے مشرف فرمایا۔

ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "وہ شخص جنت کے بلند درجوں کو نہیں پا سکتا جو کہانت کرے، یا تیر اندازی کرے یا کسی بدفالی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آئے۔

حضرت مجاہد نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب ان تیروں کے ذریعہ اور فارسی اور رومی پانسوں کے ذریعہ جوا کھیلا کرتے تھے جو مسلمانوں پر حرام ہے۔ ممکن ہے کہ اس قول کے مطابق ہم یوں کہیں کہ تھے تو یہ تیر استخارے کیلئے مگر ان سے جوا بھی گاہے بگاہے کھیل لیا کرتے۔

## اضطرار و مجبوری کی حالت میں عزیمت ورخصتوں کا بیان

مسند احمد میں ہے جو شخص اللہ کی دی ہوئی رخصت نہ قبول کرے، اس پر عرفات کے پہاڑ برابر گناہ ہے، اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مردار کا کھانا واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک شخص کی بھوک کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب مرا چاہتا ہے کہ بھی جائز ہو جاتا ہے اور کبھی مباح، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بھوک کے وقت جبکہ حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام صرف اتنا ہی کھا سکتا ہے کہ جان بچ جائے یا پیٹ بھر سکتا ہے بلکہ ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں جب بھوکا شخص جس کے اوپر اضطرار کی حالت ہے، مردار اور دوسرے کا کھانا اور حالت احرام میں شکار تینوں چیزیں موجود پائے تو کیا وہ مردار کھالے؟ یہ حالت احرام میں ہونے کے باوجود شکار کر لے اور اپنی آسانی کی حالت میں اس کی جزا یعنی فدیہ ادا کر دے یا دوسرے کی چیز بلا اجازت کھالے اور اپنی آسانی کے وقت اسے وہ واپس کر دے، اس میں دو قول ہیں امام شافعی سے دونوں مروی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مردار کھانے کی یہ شرط جو عوام میں مشہور ہے کہ جب تین دن کا فاقہ ہو جائے تو حلال ہوتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ جب اضطرار، بیقراری اور مجبوری حالت میں ہو، اس کیلئے مردار کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم ایسی جگہ رہتے ہیں کہ آئے دن ہمیں فقر و فاقہ کی نوبت آجاتی ہے، تو ہمارے لئے مردار کا کھالینا کیا جائز ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا" جب صبح شام نہ ملے اور نہ کوئی سبزی ملے تو تمہیں اختیار ہے۔

ابن عون فرماتے ہیں حضرت حسن کے پاس حضرت سمرہ کی کتاب تھی، جسے میں ان کے سامنے پڑھتا تھا، اس میں یہ بھی تھا کہ صبح شام نہ ملنا اضطرار ہے، ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "حرام کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا "جب تک کہ تو اپنے بچوں کو دودھ سے شکم سیر نہ کر سکے اور جب تک ان کا سامان نہ آ جائے۔

ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال حرام کا سوال کیا، آپ نے جواب دیا کہ " کل پاکیزہ چیزیں حلال اور کل خبیث چیزیں حرام ہاں جب کہ ان کی طرف محتاج ہو جائے تو انہیں کھا سکتا ہے جب تک کہ ان سے غنی نہ ہو جائے" اس نے پھر دریافت کیا کہ "وہ محتاجی کونسی جس میں میرے لئے وہ حرام چیز حلال ہوئے اور وہ غنی ہونا کونسا جس میں مجھے اس سے رک جانا چاہئے" فرمایا۔ "جبکہ تو صرف رات کو اپنے بال بچوں کو دودھ سے آسودہ کر سکتا ہو تو تو حرام چیز سے پرہیز کر۔

ابوداؤد میں ہے حضرت نجیع عامری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ "ہمارے لئے مردار کا کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟" آپ نے فرمایا" تمہیں کھانے کو کیا ملتا ہے؟" اس نے کہا" صبح کو صرف ایک پیالہ دودھ اور شام کو بھی صرف ایک پیالہ دودھ" آپ نے کہا" یہی ہے اور کونسی بھوک ہوگی؟" پس اس حالت میں آپ نے انہیں مردار کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔
مطلب حدیث کا یہ ہے کہ صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ کا انہیں ناکافی تھا، بھوک باقی رہتی تھی، اس لئے ان پر مردہ حلال کر دیا گیا، تا کہ وہ پیٹ بھر لیا کریں، اسی کو دلیل بنا کر بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت مردار کو پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے، صرف جان بچ جائے اتنا ہی کھانا جائز ہو، یہ حد ٹھیک نہیں۔

ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص مع اہل وعیال کے آیا اور حرہ میں ٹھہرا، کسی صاحب کی اونٹنی گم ہوگئی تھی، اس نے ان سے کہا اگر میری اونٹنی تمہیں مل جائے تو اسے پکڑ لینا۔ اتفاق سے یہ اونٹنی اسے مل گئی، اب یہ اس کے مالک کو تلاش کرنے لگے لیکن وہ نہ ملا اور اونٹنی بیمار پڑ گئی تو اس شخص کی بیوی صاحبہ نے کہا کہ ہم بھوکے رہا کرتے ہیں، تم اسے ذبح کر ڈالو لیکن اس نے انکار کر دیا، آخر اونٹنی مر گئی تو پھر بیوی صاحبہ نے کہا، اب اس کی کھال کھینچ لو اور اس کے گوشت اور چربی کو ٹکڑے کر کے سکھا لو، ہم بھوکوں کو کام آ جائیگا، اس بزرگ نے جواب دیا، میں تو یہ بھی نہیں کرونگا، ہاں اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں تو اور بات ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے تمام قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کیا تمہارے پاس اور کچھ کھانے کو ہے جو تمہیں کافی ہو؟ جواب دیا کہ نہیں آپ نے فرمایا پھر تم کھا سکتے ہو۔ اس کے بعد اونٹنی والے سے ملاقات ہوئی اور جب اسے یہ علم ہوا تو اس نے کہا پھر تم نے اسے ذبح کر کے کھا کیوں نہ لیا؟ اس بزرگ صحابی نے جواب دیا کہ شرم معلوم ہوئی۔

پھر ارشاد ہوا ہے کہ یہ حرام بوقت اضطرار اس کیلئے مباح ہے جو کسی گناہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو، اس کیلئے اسے مباح کر کے دوسرے سے خاموشی ہے، جیسے سورہ بقرہ میں ہے آیت (فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ) 2۔البقرة:173)
یعنی وہ شخص بیقرار کیا جائے سوائے باغی اور حد سے گزرنے والے کے پس اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ اس آیت سے یہ استدعا کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ کی کسی نافرمانی کا سفر کر رہا ہے، اسے شریعت کی رخصتوں میں سے کوئی

رخصت حاصل نہیں، اس لئے کہ رخصتیں گناہوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔

## ذبح کی اقسام کا بیان

ذبح کی دو اقسام ہیں ا۔ ذبح اختیاری ۲۔ ذبح اضطراری

## ذبح اختیاری کی تعریف

وہ جگہ جو دو جبڑوں اور سینہ کی بلائی حصہ کی درمیانی جگہ مذبح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہے اور وہاں پر ذبح کرنے کو ذبح اختیاری کہتے ہیں۔

## ذبح اضطراری کی تعریف

اور جب جانور کو مذبح کی جگہ پر ذبح کرنا مشکل ہو تو پھر جانور کی کسی جگہ کو بھی زخمی کر دینا ذبح کے قائم مقام ہو جائے گا اسے ذبح اضطراری کہتے ہیں۔ جس طرح شکاری جانوروں کا حال ہوتا ہے کہ تیر وغیرہ جہاں بھی لگ جائے وہ شکار درست ہوتا ہے

(المبسوط، ج ۱۱، ص ۲۲۱، مطبوعہ بیروت)

## گردن کی رگوں کو کاٹنے میں مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات سے سختی سے منع فرمایا کہ ذبح کرتے ہوئے آدمی نُخاع تک کاٹ ڈالے۔ (طبرانی)

اسی مضمون کی روایت امام محمد نے سعید بن المسیب سے بھی روایت کی ہے جس کے الفاظ ہیں نبی کریم ﷺ نے اس سے منع کیا کہ بکری کو ذبح کرتے وقت نخاع تک کاٹ ڈالا جائے۔ ان احادیث کی بنا پر، اور عہد نبوی ﷺ وعہد صحابہ کے معمول بہ عمل کی شہادتوں پر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ذبح کے لیے حلقوم اور مری (غذا کی نالی) کو اور مالکیہ کے نزدیک حلقوم اور ودجین (گردن کی رگوں) کو کاٹنا چاہیے (الفقہ علی المذاہب اربعہ۔ جلد اول، ص ۷۲۵)

اضطراری اور اختیاری ذکات کی یہ تینوں صورتیں جو قرآن کے حکم کی تشریح کرتے ہوئے سنت میں بتائی گئے ہیں اس امر میں مشترک ہیں کہ ان میں جانور کی موت یکلخت واقع نہیں ہوتی بلکہ اس کے دماغ اور جسم کا تعلق آخری سانس تک باقی رہتا ہے، تڑپنے اور پھڑ پھڑانے سے اس کے جسم کے ہر حصہ کا خون کھچ کر باہر آ جاتا ہے اور صرف سیلان خون ہی اس کی موت کا سبب ہوتا ہے۔ اب چونکہ قرآن نے اپنے حکم کی خود کوئی تشریح نہیں کی ہے اور صاحب قرآن سے اس کی یہی تشریح ثابت ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ الا ما ذکیتم سے یہی ذکات مراد ہے اور جس جانور کو یہ شرط ذکات پوری کیے بغیر ہلاک کیا ہو وہ حلال نہیں ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے یوں سدھار لیا ہے کہ تم انہیں سکھاتے ہو جو تمہیں اللہ نے سکھائے ہیں، سو تم اس میں سے کھاؤ، جو جانور تمہارے لئے روک رکھیں اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔

## ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے کا بیان

"يَسْأَلُوْنَكَ" يَا مُحَمَّدُ "مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ" مِنَ الطَّعَامِ "قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَات" اَلْمُسْتَلَذَّات "وَ" صَيْدُ "مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ" اَلْكَوَاسِب مِنَ الْكِلَاب وَالسِّبَاع وَالطَّيْر "مُكَلِّبِيْنَ" حَال مِنْ كَلَّبْتَ الْكَلْب بِالتَّشْدِيْدِ اَیْ اَرْسَلْتَه عَلَى الصَّيْد "تُعَلِّمُوْنَهُنَّ" حَال مِنْ ضَمِير مُكَلِّبِيْنَ اَیْ تُؤَدِّبُوْنَهُنَّ "مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰه" مِنْ آدَاب الصَّيْد "فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ" وَاِنْ قَتَلْنَهُ بِاَنْ لَّمْ يَاْكُلْنَ مِنْهُ بِخِلَافِ غَيْر الْمُعَلَّمَة فَلَا يَحِلّ صَيْدهَا وَعَلَامَتهَا اَنْ تَسْتَرْسِل اِذَا اُرْسِلَتْ وَتَنْزَجِر اِذَا زُجِرَتْ وَتُمْسِك الصَّيْد وَلَا تَاْكُل مِنْهُ وَاَقَلّ مَا يُعْرَف بِهِ ثَلَاث مَرَّات فَاِنْ اَكَلَتْ مِنْهُ فَلَيْسَ مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلٰى صَاحِبهَا فَلَا يَحِلّ اَكْله كَمَا فِيْ حَدِيْث الصَّحِيْحَيْنِ وَفِيْهِ اَنَّ صَيْد السَّهْم اِذَا اُرْسِلَ وَذُكِرَ اسْم اللّٰه عَلَيْهِ كَصَيْدِ الْمُعَلَّم مِنَ الْجَوَارِح "وَاذْكُرُوْا اسْم اللّٰه عَلَيْهِ" عِنْد اِرْسَاله۔

یا محمد ﷺ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کھانے کی کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ آپ فرمادیں کہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں۔ یعنی جو شکار کے ذریعے حاصل ہوں اور وہ شکاری جانور جنہیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے یوں سدھار لیا ہے، یعنی وہ کتے، درندے اور پرندے، مکلبین یا کلبت سے حال ہے تو تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی جن کو تم شکار کیلئے بھیجتے ہو۔ کہ تم انہیں سکھاتے ہو، تعلمونھن یہ مکلبین کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی جنہیں تم نے ادب سکھایا ہے۔ جو تمہیں اللہ نے سکھائے ہیں۔ یعنی شکار کے طریقے، سو تم اس میں سے کھاؤ، جو جانور تمہارے لئے روک رکھیں اگر تم ان کو قتل کرو تو وہ اس سے نہ کھائیں سوائے غیر معلقہ جس کا شکار حلال نہیں ہے۔ اور اس کی علامت یہ ہے کہ جب تم اس کو شکار کے پیچھے لگاؤ تو وہ پیچھے لگ جائے اور جب روک دو تو رک جائے۔ اور وہ شکار روک دے اور اس سے نہ کھائے کم از کم تین مرتبہ ایسا کرنا ہے۔ اور اگر وہ اس سے کھائے تو سمجھ لو اس نے شکار نہیں کیا۔ لہٰذا اب مالک کا اس سے کھانا حلال نہ ہوگا۔ جس طرح بخاری و مسلم کی حدیث میں آیا

ہے اور اس میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ شکار کا تیر جب پھینکا جائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو یہ سکھائے گئے شکاری جانور کو چھوڑنے کی طرح ہے۔ اور اس کو چھوڑتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی لیکن وہ گھر میں داخل نہیں ہوئے تو رسول اللہ ﷺ خود باہر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ کے فرستادہ میں نے آپ کو اجازت دیدی تھی آپ نے کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ لیکن ہم ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو صحابہ نے دیکھا تو ان میں سے بعض کے گھر میں کتے کا پلہ تھا حضرت ابورافع کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ مدینے کے تمام کتوں کو قتل کردوں یہاں تک کہ میں قتل کرتے کرتے مدینہ کے مضافات میں پہنچ گیا تو وہاں ایک عورت کے پاس ایک کتا تھا جو اس کی حفاظت کر رہا تھا آپ کہتے ہیں کہ مجھے اس بڑھیا پر رحم آ گیا اور میں نے اس کتے کو چھوڑ دیا جب میں نبی کے پاس آیا اور آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے مجھے اس کے بھی قتل کا حکم دیا چنانچہ میں واپس گیا اور اسے بھی قتل کر دیا جب رسول اللہ ﷺ نے کتوں کے قتل کا حکم دیا تو لوگ آپ کے پاس آئے اور پوچھا کہ جس گروہ کے بارے میں آپ نے قتل کا حکم دیا ہے اس میں سے ہمارے لیے کیا چیز حلال ہے تو آپ خاموش رہے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی جب یہ آیت اتری تو آپ نے ان کتوں کو رکھنے کی اجازت دے دی جن سے نفع حاصل ہوتا اور جن میں کوئی نفع نہ ہو انہیں رکھنے سے منع فرما دیا اور آپ نے کاٹنے والے اور نقصان اور تکلیف پہنچانے والے کتوں کو مارنے کا حکم دیا اور ان کے علاوہ اور جن کتوں میں کوئی نقصان نہیں ہے ان سے قتل کے حکم کو ختم فرما دیا۔ (نیسابوری 160، سیوطی 98)

سعید بن جبیر کہتے ہیں یہ آیت عدی بن حاتم اور زید بن مہلہل الطائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہ وہی زید الخیل ہیں جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے زید الخیر رکھا تھا انہوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ ہم لوگ کتوں اور بازاروں کے ذریعے شکار کرتے ہیں کیونکہ آل ذرع اور آل حویریہ کہتے کے کتے گائے اور وحشی گدھے، ہرن اور ضب ایک قسم کا حلال جانور ہے کو شکار کر لیتے ہیں بعض اوقات شکار کو ذبح کیا جا سکتا ہے اور بعض اوقات ذبح ممکن نہیں ہوتا وہ پہلے ہی مر جاتا ہے حالانکہ اللہ نے مردار کو حرام قرار دیا ہے تو اب ہمارے لیے ان شکاروں میں سے کیا حلال ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تم سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں حلال ہیں (ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تم کو حلال ہیں اور وہ (شکار) بھی حلال ہے جو تمہارے لیے ان شکاری جانوروں (یعنی چیر پھاڑ کرنے والے کتوں، درندوں اور سی طرح پرندوں) نے پکڑا ہو۔ (نیسابوری 162، درمنثور 2۔260)

## شکاری کتے کی اہلیت شکار کیلئے شرائط خمسہ کا بیان

اول یہ کہ کتا یا باز سکھایا اور سدھایا ہوا ہو اور سکھانے سدھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ جب تم کتے کو شکار پر چھوڑو تو وہ شکا

پکڑ کر تمھارے پاس لے آئے۔ خود اس کو کھانے نہ لگے۔ اور باز کے لئے یہ اصول مقرر کیا کہ جب تم اس کو واپس بلاؤ تو وہ فوراً آ جائے اگر چہ وہ شکار کے پیچھے جا رہا ہو۔ جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں تمھارے لئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں، اب ان شکاری جانوروں کا شکار خود تمھارا شکار سمجھا جائے گا۔ اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے یا باز تمھارے بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار تمھارا نہیں رہا۔ اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تم فوراً اپنے ارادہ سے کتے کو یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑو۔ یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کرلیں۔ آیت مذکورہ میں اس شرط کا بیان لفظ مُکلّبین سے کیا گیا ہے۔ یہ لفظ دراصل تکلیب سے مشتق ہے، جس کے اصلی معنی کتوں کو سکھلانے کے ہیں۔ پھر عام شکاری جانوروں کو سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ صاحب جلالین اس جگہ مکلّبین کی تفسیر ارسال سے کرتے ہیں جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔ اور تفسیر قرطبی میں بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ تمھارے پاس لے آئیں۔ اس شرط کا بیان (مما امسکن علیکم) سے ہوا ہے۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑو تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑو جب یہ چاروں شرطیں پوری ہوں تو اگر جانور تمھارے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ بغیر ذبح کے تمھارے لئے حلال نہ ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک پانچویں شرط یہ بھی ہے کہ یہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے۔ اس شرط کی طرف لفظ جوارح میں اشارہ موجود ہے۔

## شکاری پرندوں کو شکاری کتوں پر قیاس کرنے میں مذاہب اربعہ

اور جو شکاری پرندے ہیں تو امام شافعی نے صاف کہا ہے کہ یہ کتے کے حکم میں ہیں۔ تو اگر یہ شکار میں سے کچھ کھالیں تو شکار کا کھانا جمہور کے نزدیک تو حرام ہے اور دیگر کے نزدیک حلال ہے، ہاں مزنی کا مختار یہ ہے کہ گو شکاری پرندوں نے شکار کا گوشت کھا لیا ہوتا ہم وہ حرام نہیں۔ یہی مذہب ابوحنیفہ اور احمد کا ہے۔ اس لئے کہ پرندوں کو کتوں کی طرح مار پیٹ کر سدھا بھی نہیں سکتے اور وہ تعلیم حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اسے کھائے نہیں، یہاں بات معاف ہے اور اس لئے بھی کہ نص کتے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ |
| وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ |
| اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ |
| فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ |

| |
|---|
| آج تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں اوران لوگوں کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے جنھیں کتاب دی گئی اور تمھارا کھانا |
| ان کے لیے حلال ہے اور مومن عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اوران لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی |
| گئی، جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں اور نہ پوشیدہ |
| آشنا بنانے والے اور جو ایمان سے انکار کرے تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔ |

## اہل کتاب کے کھانوں کا بیان

"اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ" اَلْمُسْتَلَذَّاتُ "وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ" اَىْ ذَبَائِحُ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى "حِلٌّ" حَلَالٌ "لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ" اِيَّاهُمْ "حِلٌّ لَهُمْ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ" اَلْحَرَائِرُ "مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ" حِلٌّ لَكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ "اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ" مُهُوْرَهُنَّ "مُحْصِنِيْنَ" مُتَزَوِّجِيْنَ "غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ" مُعْلِنِيْنَ بِالزِّنَا بِهِنَّ "وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ" مِنْهُنَّ تُسِرُّوْنَ بِالزِّنَا بِهِنَّ "وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ" اَىْ يَرْتَدَّ "فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ" الصَّالِحُ قَبْلَ ذٰلِكَ فَلَا يُعْتَدُّ بِهِ وَلَا يُثَابُ عَلَيْهِ "وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ" اِذَا مَاتَ عَلَيْهِ،

آج تمہارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں اوران لوگوں کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے جنہیں کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے ذبائع دیئے گئے۔ اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے۔ اور مومن آزاد عورتوں میں سے پاک دامن عورتیں اوران لوگوں کی پاک دامن عورتیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، تمہارے لئے ان سے نکاح کرنا حلال ہے۔ جب تم انھیں ان کے مہر دے دو، اس حال میں کہ تم قید نکاح میں لانے والے ہو، بدکاری کرنے والے نہیں یعنی زنا کرنے والے نہ ہوں اور نہ پوشیدہ آشنا بنانے والے یعنی خفیہ زنا کرنے والے نہ ہوں اور جو ایمان سے انکار کرے یعنی جو مرتد ہو جائے تو یقیناً اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا، پس وہ کسی شمار میں نہ ہوں گے اور نہ اس پر اجر دیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں سے ہے۔ جب وہ حالت ارتداد میں مرا ہو۔

## اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت میں تحقیقی بیان

حلال وحرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل ستھری چیزیں حلال ہیں، پھر یہود ونصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔

حضرت ابن عباس، ابوامامہ، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ، عطاء، حسن، مکحول، ابراہیم نخعی، سدی، مقاتل بن حیان یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے، جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے، علماء اسلام کا اس پر مکمل اتفاق ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے، کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا ناجائز جانتے ہیں اور ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گو ان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بلند وبالا اور پاک ومنزہ

ہے۔صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل کا بیان ہے کہ جنگ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی، میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دونگا، اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرما رہے ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مال غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے بھی لے لینی جائز ہیں اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے، تینوں مذہب کے فقہاء نے مالکیوں پر اپنی سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے کیونکہ چربی کو یہودی حرام جانتے ہیں لیکن مسلمان کیلئے حلال ہے لیکن یہ ایک شخص کا انفرادی واقعہ ہے۔البتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ وہ چربی ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتڑیوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی، اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شانے کا گوشت پسند ہے، چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری سے اس شانے نے کہا، مجھ میں زہر ملا ہوا ہے،

آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا، آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور بھی تھے، جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے، جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو بھی قتل کیا گیا، جس کا نام زینب تھا، وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حلال جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں؟ اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی، حضرت مکحول فرماتے ہیں جس چیز پر نام رب نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے جانور حلال کر دئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام الٰہی نہ لیا جائے وہ حلال ہو؟ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ کا نام لیتے تھے بلکہ جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے لیکن سامرہ اور صابئہ اور ابراہیم وشیث وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی اس سے مستثنٰی تھے، جیسے کہ علماء کے دو اقوال میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب، تنوخ بہرا، جذام لخم، عاملہ کے ایسے اور بھی ہیں کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔حضرت علی فرماتے ہیں قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ، اس لئے کہ انہوں نے تو نصرانیت سے سوائے شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی، ہاں سعید بن مسیب اور حسن بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کے کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ
وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى
اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا
صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ
وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک اور اگر جنبی ہو تو غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، پھر کوئی پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو، پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، تا کہ تم شکر کرو۔

## وضو اور تیمّم کے احکام کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ" اَیْ اَرَدْتُمُ الْقِيَام "إِلَى الصَّلَاة" وَاَنْتُمْ مُحْدِثُوْنَ "فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ" اَیْ مَعَهَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّة. "وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ" الْبَاء لِلْاِلْصَاقِ اَیْ اَلْصِقُوا الْمَسْح بِهَا مِنْ غَيْر اِسَالَة مَاء وَهُوَ اسْم جِنْس فَيَكْفِیْ اَقَلّ مَا يَصْدُق عَلَيْهِ وَهُوَ مَسْح بَعْض شَعْره وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ "وَاَرْجُلكُمْ" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى اَيْدِيكُمْ وَبِالْجَرِّ عَلَى الْجِوَار "إِلَى الْكَعْبَيْنِ" اَیْ مَعَهُمَا كَمَا بَيَّنَتْهُ السُّنَّة وَهُمَا الْعَظْمَانِ النَّاتِئَانِ فِیْ كُلّ رِجْل عِنْد مَفْصِل السَّاق وَالْقَدَم وَالْفَصْل بَيْن الْاَيْدِی وَالْاَرْجُل الْمَغْسُوْلَة بِالرَّاْسِ الْمَمْسُوح يُفِيد وُجُوب التَّرْتِيب فِیْ طَهَارَة هٰذِهِ الْاَعْضَاء وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ وَيُؤْخَذ مِنَ السُّنَّة وُجُوب النِّيَّة فِيْهِ كَغَيْرِهٖ مِنَ الْعِبَادَات "وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا" فَاغْتَسِلُوْا "وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى" مَرَضًا يَضُرّهُ الْمَاء "اَوْ عَلٰى سَفَر" اَیْ مُسَافِرِينَ "اَوْ جَاءَ اَحَد مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِط" اَیْ اَحْدَثَ "اَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاء" سَبَقَ مِثْله فِیْ اٰيَة النِّسَاء "فَلَمْ تَجِدُوْا مَاء" بَعْد طَلَبه "فَتَيَمَّمُوا" اقْصِدُوْا "صَعِيدًا طَيِّبًا" تُرَابًا طَاهِرًا "فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَاَيْدِيكُمْ" مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ "مِنْهُ" بِضَرْبَتَيْنِ وَالْبَاء لِلْاِلْصَاقِ وَبَيَّنَتِ السُّنَّة اَنّ الْمُرَاد اسْتِيعَاب الْعُضْوَيْنِ بِالْمَسْحِ "مَا يُرِيد اللّٰه لِيَجْعَل عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَج" ضِيق بِمَا فَرَضَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْوُضُوء وَالْغُسْل وَالتَّيَمُّم "وَلٰكِنْ يُرِيد لِيُطَهِّرَكُمْ" مِنَ الْاَحْدَاث وَالذُّنُوب "وَلِيُتِمّ نِعْمَته عَلَيْكُمْ"

بِالْاِسْلَامِ بِبَيَانِ شَرَائِعِ الدِّيْنِ "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" نِعَمَهٗ،

اے ایمان لانے والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو یعنی نماز کا ارادہ کرو اور تم بے وضو ہو، تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھولو یعنی ان کے ساتھ دھولو جس طرح سنت مطہرہ میں بیان ہوا ہے۔ اور اپنے سروں کا مسح کرو، یہاں پر باء الصاق کیلئے ہے یعنی پانی بہائے بغیر پانی کو جسم پر مس کرے، اور وہ کم از کم پانی کا پہنچنا ہے۔ جس پر مسح کا اطلاق ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بعض بالوں کا مسح کرنا کافی ہے۔ اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک، ارجلکم یہ منصب ہوگا جب اس کا عطف ایدیکم پر ہو اور مجرور ہوگا جب اس کا عطف قریبی ہو، یعنی دونوں پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھونا ہے۔ اور ٹخنہ وہ ہڈی جو پنڈلی اور قدم کے جوڑ کے مقام پر ابھری ہوئی ہے۔ اور وہ ہر قدم کی پنڈلی اور جوڑ کے درمیانی حصہ ہے۔ اور ہاتھ اور قدم کے درمیان دھویا ہوا عضو یہ وجوب ترتیب کا فائدہ دیتا ہے۔ یہی مذہب امام شافعی کا ہے۔ اور نیت کے وجوب کا حکم سنت سے اخذ کیا گیا ہے جس طرح دوسری عبادات میں ہوتا ہے اور اگر جنبی ہو تو غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو، یا کسی سفر پر، یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو، اس کا بیان سورہ نساء میں گزر چکا ہے۔ پھر کوئی طلب کرنے کے بعد بھی پانی نہ پائے تو پاک مٹی کا قصد کرو، یعنی تیمم کرو پس اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کرلو۔ اور وہ دو ضربوں سے مسح کرنا ہے جس طرح سنت مبارکہ میں بیان ہوا ہے اور یہاں باء الصاق کیلئے ہے۔ یعنی دونوں کا ہاتھوں کا مسح ان کی کہنیوں کے سمیت کرنا ہے۔ اور مسح میں پورے اعضاء کو گھیر لینا ہے۔ اللہ وضو، غسل اور تیمم میں نہیں چاہتا کہ تم پر کوئی تنگی کرے اور لیکن وہ چاہتا ہے کہ احداث اور گناہوں سے تمہیں پاک کرے اور تا کہ وہ اپنی نعمت تم پر پوری کرے، یعنی اسلام کے احکام کو بیان کر کے تم پر نعمت کو پورا کرے تا کہ تم اس کی نعمت کا شکر ادا کرو۔

## ہاتھوں کے دھونے میں کہنیوں کے داخل ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

(الی المرافق) سے مراد (مع المرافق) ہے، جیسے فرمان ہے آیت (وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا) 4 ۔ النسآء: 2) یعنی یتیموں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کرو یہ بڑا ہی گناہ ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں، بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔

دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے، لوضو کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے شانے کو بھی وضو میں دھوئے کیونکہ بخاری مسلم میں حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے ہوئے اعضاؤں سے آئے گی پس تم میں سے جس سے وہ ہو سکے وہ اپنی چمک کو دور تک لے جائے صحیح مسلم میں ہے مومن کو وہاں تک زیور پہنائے جائیں گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔

## کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں امام زفر علیہ الرحمہ کا مؤقف اور دلیل

امام اعظم علیہ الرحمہ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں کہ وضو کے اعضاء میں سے ہاتھوں کے دھونے میں کہنیاں اور پاؤں کے دھونے میں ٹخنے شامل نہیں ہیں۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جس آیت سے وضو کے اعضاء کو دھونے کی فرضیت ثابت ہے اس میں ''الی'' حرف استعمال ہوا ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک۔ وہ اس مسئلہ کو روزے کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے ''ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ'' (البقرہ، ۱۸۷)

ترجمہ: پھر رات تک تم روزے کو پورا کرو۔

امام زفر فرماتے ہیں اس آیت میں ''الی'' کے ماقبل کا حکم ''الی'' کے مابعد یعنی روزے کا حکم رات کو شامل نہیں ہے اسی طرح ہاتھوں کو دھونے کے حکم میں کہنیاں اور پاؤں کو دھونے کے حکم میں ٹخنوں کا دھونا شامل نہیں ہے۔ کیونکہ کہنیوں اور ٹخنوں سے ماقبل حکم غسل غایت ہے اور مابعد کا حکم مغیہ ہے لہٰذا غایت یہاں پر مغیہ کے حکم میں داخل نہ ہوگی۔

## کہنیوں اور ٹخنوں کے بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ کا مؤقف ودلیل:

احناف ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ امام زفر کا آیت صوم پر قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آیت صوم میں رات دن کی جنس سے نہیں ہے جبکہ کہنیاں اور ٹخنے یہ دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی جنس سے ہیں لہٰذا غایت وہاں مغیہ میں داخل نہ ہوگی جہاں وہ ماقبل کی جنس سے نہ ہوگی اور اگر غایت ماقبل کی جنس سے ہوگی تو غایت مغیہ میں داخل ہوگی۔ لہٰذا دھونے کا حکم کہنیوں اور ٹخنوں کو بھی شامل ہے۔ (الجوہرہ نیرہ)

ائمہ ثلاثہ کی جو دلیل صاحب ہدایہ نے ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ غایت تو اس لئے یہاں مذکور ہے تاکہ اس غایت کے جو کچھ علاوہ ہے اس کو دھونے کے حکم سے ساقط کرے یعنی اگر ''الی المرافق'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل ہاتھ اور اسی طرح ''الی الکعبین'' مذکور نہ ہوتا تو مکمل پاؤں دھونے پڑتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ مکمل ہاتھوں کا دھونا یا پاؤں کا دھونا رسول اللہ ﷺ یا آپ ﷺ کے اصحاب میں سے کسی سے بھی بطور حکم ثابت نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہیں۔

ائمہ ثلاثہ کے مؤقف پر تیسری دلیل یہ ہے کہ آیت صوم میں لفظ ''صوم'' بمعنی امساک یعنی رکنا ہے اگر کوئی شخص ایک ساعت کیلئے بھی رک جائے تو اس پر صوم کا اطلاق درست ہے۔ جبکہ لفظ ''کعب'' اس ہڈی کا نام ہے جو ابھری ہوئی ہے اور اگر اس ہڈی کا کچھ حصہ دھویا جائے تو اس پر غسل کعب کا اطلاق نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام زفر جس مسئلہ پر قیاس کرتے ہوئے کہنیوں اور ٹخنوں کو حکم غسل سے خارج سمجھ رہے ہیں حالانکہ ان کا یہ قیاس کرنا درست ہی نہیں۔ کیونکہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان نہ تو علت مشترکہ پائی جارہی ہے اور نہ درجہ اتم کوئی مناسبت پائی جارہی ہے۔

## سر کے مسح کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لئے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا، حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی سے ایک شخص نے کہا" آپ وضو کر کے ہمیں بتلائیے۔ آپ نے پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے، پھر تین بار کلی کی اور ناک میں پانی دیا، تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت اپنے

دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے، پھر دونوں ہاتھ سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گدی تک لے گئے، پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے، پھر اپنے دونوں پیر دھوئے۔ (بخاری ومسلم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ابوداؤد میں حضرت معاویہ اور حضرت مقداد سے بھی اسی طرح مروی ہے، یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کی وضاحت جانتے ہیں۔

احناف کا مذہب ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر مسح کا اطلاق ہو جائے، اس کی کوئی حد نہیں۔ سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہوگئی، ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ والی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہنچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کلائیوں پر سے کپڑا اٹھایا اور پیشانی سے ملے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مسح کرنے میں پورے سر کو گھیر لیا جائے گا کیونکہ لفظ "رأس" کا اطلاق پورے سر پر ہوتا ہے اور رؤس پر جو "با" داخل ہوئی ہے وہ زائدہ ہے اس کا معنی یہ ہوگا کہ پورے سر کا مسح کرو اور یہ امام مالک نے احتیاط کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

امام مالک علیہ الرحمہ کی دلیل یہ ہے کہ رأس کا ذکر ہوا ہے جو پورے رأس یعنی سر کو شامل ہے۔ جس کا تقاضہ یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کیا جائے۔ اور لفظ "رؤس" پر جو "ب" داخل ہے وہ "تبعیض" کا تقاضہ نہیں کرتی۔ کیونکہ "ب" الصاق کیلئے آئی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ فعل کا الصاق مفعول کے ساتھ ہو لہٰذا یہاں مسح کا الصاق "رأس" کے ساتھ ہوگا۔

اور رأس کا اطلاق تمام سر پر ہوگا لہٰذا تمام سر کا مسح کرنا ضروری ہے یا اس کے اکثر حصے کا مسح۔ کیونکہ اکثر عدم کل کی وجہ سے کل کے قائم مقام ہوتا ہے۔ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۴، بیروت)

ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ سر کے مسح کے بارے میں جو حکم کتاب اللہ میں بیان ہوا ہے وہ اجمالی طور پر ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کی تفصیل کی جائے لہٰذا حدیث مغیرہ بن شعبہ جس کو امام بخاری ومسلم نے ذکر کیا ہے اس حدیث اور دیگر احادیث سے اس کی تفصیل آگئی جس سے معلوم ہوا کہ سر کا مسح "ناصیہ" یعنی چوتھائی سر کی مقدار فرض ہے۔

## پاؤں کو دھونے کے حکم سے متعلق قرأت ودلیل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں۔ کہ یہاں پر رجل کا عطف "ایدی" یا دجوہ" پر ہوگا) کیونکہ اس کا ثبوت قرائن سے ہے اور قرینہ وہ روایات ہیں جو نبی کریم ﷺ سے حکایت کی گئیں ہیں اور روایات غسل ہیں نہ کہ (مسح)۔ لہٰذا سنت قرینہ منفصلہ ہے جو

ارادہ غسل کو واجب کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر، ج ۱، ص ۸، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ ہم سے پیچھے رہ گئے تھے جس وقت آپ ﷺ ہمارے ساتھ پہنچے تو عصر کی نماز کا وقت آ چکا تھا۔ ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا: (خشک) ایڑیوں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۲۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اے ایمان والو جب تم نماز کے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں ٹخنے تک۔ (المائدہ،6)

یہ آیت پاؤں کے مسح کرنے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی، اس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے۔ آیت میں دو قرآتیں ہیں۔

## پاؤں کو دھونے میں پہلی قرأت کا بیان

"وَأَرْجُلَكُمْ" لام پر زبر کے ساتھ اس طرح ارجل کا عطف وجہ پر ہوگا اور چہرہ دھویا جاتا ہے، تو اس طرح پاؤں بھی دھوئے جائینگے، گویا کہ اصل میں آیت کے الفاظ اصل میں اس طرح ہونگے:۔ **اغسلوا وجوهكم و ايديكم الى المرافق و ارجلكم الى الكعبين و امسحوا برؤوسكم۔**

یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک اور پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو۔

لیکن پاؤں دھونے کا ذکر مؤخر کرتے ہوئے سر کا مسح کرنے کے بعد ذکر کیا گیا ہے، جو کہ وضوء کرنے میں اعضاء کی ترتیب پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ وضوء میں ترتیب اسی طرح ہے، کہ پہلے چہرہ دھویا جائے، پھر بازو اور پھر سر کا مسح اور پھر پاؤں دھوئے جاتے ہیں۔ (المجموع للنووی، 1، 471)

## پاؤں کو دھونے میں دوسری قرأت کا بیان

"وَأَرْجُلِكُمْ" لام پر کسرہ یعنی زیر کے ساتھ، تو اس طرح اس کا عطف "رؤوس" پر ہوگا، اور سر کا مسح ہے، تو اس طرح پاؤں کا بھی مسح ہوگا۔ لیکن سنت نبویہ سے ثابت ہے کہ موزے یا جرابیں پہن رکھی ہوں تو ان پر مسح کرنے کی کچھ شرطیں ہیں جو سنت میں معروف ہیں۔ (المجموع للنووی، 1، 450)

تو اس سے یہ واضح ہوا کہ دونوں قرآتیں ہی پاؤں کے مسح کرنے پر دلالت نہیں کرتیں، بلکہ پاؤں دھونے یا پھر موزے پہنے ہونے کی حالت میں مسح کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالی کہتے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ مسح سے مراد خفیف دھونا مراد ہو، ابوعلی فارسی کہتے ہیں: خفیف سے دھونے کو عرب دھونا اور غسل کہتے ہیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں "تمسحت للصلاۃ" یعنی میں نے نماز کے لیے وضوء کیا۔ (المغنی ابن قدامہ، ج 1، ص 186)

21

| |
|---|
| وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ |
| وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ |
| اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور اللہ سے ڈرو، |
| بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ |

## اللہ کے احسان اور عہد کو یاد رکھنے کا بیان

"وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" بِالْإِسْلَامِ "وَمِيْثَاقَه" عَهْده "الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖ" عَاهَدَكُمْ عَلَيْهِ "إِذْ قُلْتُمْ" لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِين بَايَعْتُمُوهُ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" فِيْ كُلّ مَا تَأْمُر بِهٖ وَتَنْهَى مِمَّا نُحِبّ وَنَكْرَه "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" فِيْ مِيْثَاقه أَنْ تَنْقُضُوهُ "إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِي الْقُلُوْب فَبِغَيْرِهٖ أَوْلَى،

اور یاد کرو اللہ کا احسان یعنی اسلام جو تم پر ہے اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے نبی کریم ﷺ کی بیعت کرتے وقت کہا ہم نے سنا اور مانا یعنی ہر وہ حکم جو آپ نے دیا اور جس سے آپ نے منع کیا خواہ وہ ہمیں پسند ہو یا نہ ہو اور اپنے عہد کو توڑنے میں اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے۔ کیونکہ جب وہ دلوں کے راز جانتا ہے تو اس کے سوا کی باتوں کو تو بدرجہ اولیٰ جاننے والا ہے۔

## عہد و پیمان میں مسلمان صحابہ کے احوال اور بیعت عقبہ ثانیہ کا بیان

جناب ابوطالب کی وفات کے بعد مشرکین مکہ کے حوصلے بڑھ گئے۔ اور وہ مسلمانوں پر مزید تشدد کی تجویز سوچنے لگے اور یہ بھی کہ اب پیغمبر اسلام کو ٹھکانے لگانے کا بہترین موقع میسر آ گیا ہے۔ مسلمانوں کی اکثریت تو پہلے ہی حبشہ کی طرف ہجرت کر چکی تھی اور جو باقی تھے ان کی اب زندگی بھی خطرہ میں تھی۔ ان حالات میں آپ نے مناسب سمجھا کہ اب مکہ سے باہر کسی مقام پر تبلیغ کے لیے مرکز بنانا چاہیے۔ اور اس مقصد کے لیے آپ نے مکہ کے جڑواں شہر طائف کا انتخاب کیا جو ایک زرخیز اور شاداب علاقہ تھا۔ اہل مکہ کے رئیسوں کی وہاں جائیدادیں بھی تھیں اور رشتے ناطے کے علاوہ تجارتی تعلقات بھی تھے۔ آپ نے اپنے غلام زید بن حارثہ کو اپنے ہمراہ لیا اور طائف کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جہاں موقع میسر آتا تبلیغ کرتے جاتے تا آنکہ بیس دن کی پیدل مسافت کے بعد آپ طائف پہنچ گئے۔

طائف میں بنو ثقیف آباد تھے اور تین بھائی مسعود، حبیب اور عبد یالیل اس شہر کے سردار اور رؤسائے مکہ کے ہمسر تھے۔ آپ نے انہیں اللہ کا پیغام سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ اہل مکہ سے گوناگوں تعلقات کی بنا پر پہلے سے ہی مکہ اور اہل مکہ کے حالات سے واقف تھے چنانچہ انہوں نے بھی قریش مکہ ہی کی روش اختیار کی اور نہ صرف یہ کہ آپ کی دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ بڑی بدتمیزی سے

پیش آئے اور گستاخانہ جواب دیئے۔ ایک بھائی نے کہا: اگر واقعی تمہیں اللہ نے بھیجا ہے تو بس پھر وہ کعبہ کا غلاف نچوانا چاہتا ہے۔ دوسرے نے کہا: کیا اللہ میاں کو رسالت کے لیے تیرے سوا کوئی مناسب آدمی نہ مل سکا۔ تیسرا بولا: اللہ کی قسم! میں تجھ سے بات نہیں کروں گا۔ کیونکہ اگر تم واقعی اللہ کے رسول ہو تو پھر آپ کو جواب دینا خلاف ہے اور اگر تم (نعوذ باللہ) جھوٹے ہو تو پھر اس قابل نہیں کہ تم سے بات کی جائے۔

آپ نے نہایت بردباری سے انہیں جواب دیا کہ اگر تم مجھے رسول ماننے کو تیار نہیں تو کم از کم میری راہ میں رکاوٹ نہ ڈالیں۔ چنانچہ آپ نے دوسرے لوگوں کو دعوت دینا اور وعظ و نصیحت شروع کر دی۔ ان بدبختوں نے اپنے غلاموں، خادموں اور شہر کے اوباش لڑکوں کو آپ کے پیچھے بھیج دیا کہ وہ آپ کو طائف سے باہر نکال دیں۔ چنانچہ ان اوباشوں کا غول آپ کے پیچھے لگ گیا۔ جہاں آپ وعظ کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے، شور مچاتے اور پتھر مارتے۔ جب آپ نڈھال ہو جاتے تو یہ غنڈے آپ کو بازو سے پکڑ کر اٹھا دیتے اور پھر ٹخنوں پر پتھر مارتے اور تالیاں بجا بجا کر ہنستے۔ خون بے تحاشا بہہ رہا تھا اور آپ کی جوتیاں اندر اور باہر سے لتھڑ گئیں۔ آخر آپ نے ایک باغ کے احاطہ میں پناہ لی۔ یہ باغ رئیس مکہ عتبہ بن ربیعہ اور اسکے بھائی شیبہ کا تھا۔ عتبہ ایک رحم دل انسان تھا۔ اس نے یہ حالت دیکھی تو اپنے غلام عداس کے ہاتھ ایک پلیٹ میں انگور بھجوائے۔ آپ نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہی پہلے بسم اللہ پڑھا پھر انگور کھانا شروع کئے۔ عداس کہنے لگا۔ اللہ کی قسم! یہ کلمہ یہاں کے لوگ تو کبھی نہیں کہتے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ وہ بولا میں عیسائی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔ آپ نے کہا: گویا تم مرد صالح یونس بن متیٰ کے شہر کے ہو۔ وہ میرا بھائی ہے۔ وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں۔ غلام نے یہ سنا تو آپ کے سر اور ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ ماجرا دیکھا تو جب عداس واپس آیا تو اسے ملامت کی اور کہا کہ تم یہ کیا حرکت کر رہے تھے۔ تم نے اپنا مذہب خراب کر لیا ہے۔ عداس نے جواب دیا کہ اس شخص نے مجھے ایک ایسی بات بتائی ہے جو صرف ایک نبی ہی بتا سکتا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ سے پوچھا آپ پر احد کے دن سے بھی زیادہ سخت دن گزرا ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ رضی اللہ عنہا! میں نے تیری قوم (قریش) کی طرف سے جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ سب سے زیادہ سخت دن مجھ پر طائف کا دن گزرا ہے جب میں نے اپنے تئیں عبد یالیل بن کلال پر پیش کیا۔ اس نے میری دعوت کو قبول نہ کیا تو میں افسردہ خاطر ہو کر واپس ہوا اور مجھے اس وقت قدرے افاقہ ہوا جب میں قرن ثعالب (ایک مقام کا نام) پہنچ گیا۔ میں نے اوپر سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابر کا ایک ٹکڑا مجھ پر سایہ کئے ہوئے ہے اور اس میں جبریل موجود ہیں۔ جبریل نے مجھے پکارا اور کہا کہ تمہاری قوم نے جو تجھے جواب دیا وہ اللہ نے سن لیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتے کو تمہارے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ جیسا چاہیں اسے حکم دیں۔ اتنے میں پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے سلام کہا اور کہنے لگا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ چاہیں تو میں مکہ اور طائف کے پہاڑوں کو ملا کر سب کو چکنا چور کر دوں۔ 'تو نبی نے فرمایا (ایسا مت کرو) بلکہ مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے اللہ ایسے لوگ

پیدا کرے گا جو صرف اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔ (بخاری، مسلم، کتاب الجہاد والسیر)

اس متفق علیہ حدیث سے معلوم ہوا کہ طائف کا دن آپ کی زندگی کا سخت اور مشکل ترین دن تھا۔ حتیٰ کہ احد کے دن جب آپ زخمی ہو گئے تھے اس سے سخت دن تھا۔ آپ نے اس موقع پر جس صبر و استقامت کا ثبوت دیا۔ اور انتقام کا اختیار مل جانے کے باوجود جس طرح آپ نے عفو و درگزر سے کام لیا وہ بلاشبہ آپ کی پیغمبرانہ عظمت کی دلیل ہے۔

آپ قریش مکہ کی طرف سے اسلام لانے سے تو مایوس ہو ہی چکے تھے اس واقعہ طائف نے آپ کے غم و اندوہ میں مزید اضافہ کر دیا۔ آپ مکہ واپس آئے تو دامن حرمین میں ٹھہر گئے۔ آپ کے بال بچے مکہ میں تھے اور مکہ والے آپ کے جانی دشمن تھے۔ آپ نے بنوخزاعہ کے ایک آدمی کے ہاتھ اخنس بن شریق کو پیغام بھیجا کہ وہ مکہ میں آپ کو پناہ دے۔ اخنس نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دے سکتا۔

پھر آپ نے یہی پیغام سہیل بن عمرو کو بھیجا۔ اس نے بھی یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ بنو عامر کی دی ہوئی پناہ بنوکعب پر لاگو نہیں ہوتی۔ پھر آپ نے یہی پیغام مطعم بن عدی کو بھیجا۔ جس نے پناہ دینا منظور کر لیا۔ اور اپنے بیٹوں اور قوم کے لوگوں کو بلا کر کہا کہ ہتھیار بند ہو کر خانہ کعبہ کے گوشوں پر جمع ہو جاؤ۔ کیونکہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دے دی ہے۔' اس انتظام کے بعد اس نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ مکہ تشریف لا سکتے ہیں۔' چنانچہ آپ مکہ تشریف لائے اور حرم میں داخل ہو گئے۔ مطعم بن عدی نے اپنی سواری پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ قریش کے لوگو! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی ہے۔ (سیرۃ النبی)

اس کے بعد آپ حجر اسود پر پہنچے۔ اسے چوما۔ نماز پڑھی۔ پھر اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اس دوران مطعم کے بیٹوں نے ہتھیار بند ہو کر آپ کا پہرہ دیا۔ اس کے بعد مکی دور کا باقی حصہ آپ مطعم کی پناہ میں مکہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ زندگی بھر مطعم کے اس احسان کو نہیں بھولے۔ جنگ بدر میں بہت سے مشرک قید ہو گئے تھے۔ ان میں سے بعض کی سفارش کے لیے مطعم کے بیٹے سیدنا جبیر (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر آج مطعم زندہ ہوتے اور ان ناپاک قیدیوں کے متعلق بات کرتے تو میں ان سب کو چھوڑ دیتا (بخاری، کتاب المغازی)

جب آپ طائف سے مکہ واپس آئے تو حج کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ آپ بغرض تبلیغ منیٰ تشریف لے گئے۔ اور مدینہ کے قبیلہ اوس کے آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ مدینہ میں قبیلہ اوس اور خزرج میں سال ہا سال سے خانہ جنگی چلی آ رہی تھی۔ جس سے سنجیدہ طبقہ سخت نالاں تھا لیکن اسے اس سے نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ لوگ دراصل حج کے علاوہ اس غرض سے بھی آئے تھے کہ خزرج کے خلاف قریش مکہ کی مدد حاصل کریں جب ان لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دی اور اس کے احکام بتائے تو اوس کے قبیلہ کا ایک ذہین آدمی کہنے لگا۔ واللہ! جس کام کے لیے تم آئے ہو اس سے یہ کام بہتر ہے۔ یعنی ان لوگوں کو آپ کی ذات میں وہ بات نظر آ گئی جس کی انہیں مدتوں سے تلاش تھی کہ خانہ جنگیوں سے کس طرح چھٹکارا مل سکتا ہے۔ چنانچہ ذی

الحجہ ۱۰ نبوی میں اسی مقام پر جسے عقبہ کہتے ہیں۔ پانچ اور بعض روایات کے مطابق چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ یہ امید کی پہلی کرن تھی جو اس عام الحزن کے آخر میں نمودار ہوئی۔ ان آدمیوں کے ذریعہ قبیلہ خزرج میں بھی اسلام کی اشاعت ہوئی۔ یہ لوگ ایک تو باہمی خانہ جنگی سے پریشان تھے۔ کہ مدینہ کے یہودی قبائل ایک دوسرے سے حلیف بن کر انہیں لڑاتے رہتے تھے چنانچہ اگلے سال یعنی ذی الحجہ ۱۱ھ میں اسی مقام پر اوس اور خزرج کے بارہ آدمی آپ کی دعوت پر اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر باضابطہ بیعت کی جو بیعت عقبہ اولیٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی شرائط یہ تھیں کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے، چوری اور زنا کے مرتکب نہ ہوں گے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور نہیں کریں گے۔ کسی پر تہمت نہیں لگائیں گے۔ کسی کی غیبت نہ کریں گے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم مانیں گے۔

یہ بیعت گئی رات نہایت خفیہ انداز میں ہوئی تھی۔ ان نو مسلم صحابہ نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ کسی معلم کو بھیجا جائے۔ چنانچہ آپ نے سیدنا مصعب بن عمیر کو قرآن کے احکام سکھانے اور تبلیغ کے لیے مدینہ روانہ فرمایا۔ مصعب مدینہ میں اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے جو مدینہ کے ایک معزز رئیس تھے۔ یہ وہی مصعب بن عمیر ہیں جو مکہ کے ایک امیر گھرانہ کے چشم و چراغ تھے۔ بڑے خوش شکل اور حسین نوجوان تھے اور قیمتی لباس پہنتے تھے۔ مگر جب اسلام قبول کیا تو ماں نے ان کا دانہ پانی بھی بند کر دیا اور گھر سے باہر نکال دیا تھا۔ انہوں نے دین حق کی خاطر سب کو برداشت کیا اور امیری پر فقیری کو ترجیح دی۔ انہیں مدینہ میں اسلام کا پہلا داعی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ غزوہ بدر میں لشکر اسلام کی علمبرداری کے منصب پر فائز ہوئے اور غزوہ احد میں شہادت پائی تھی ان کی کوششوں سے مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے ان دو سرداروں کے ذریعہ اسلام کی قوت میں خاصا اضافہ ہوا چنانچہ اگلے سال مدینہ کے ۷۵ افراد جن میں دو عورتیں بھی شامل تھیں۔ مکہ میں حج کے موقع پر ایام تشریق میں عقبہ کے مقام پر (جو منیٰ اور مکہ کے درمیان ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر کے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہ بیعت بھی تہائی رات گزرنے کے بعد نہایت خفیہ انداز سے ہوئی اور بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے۔

اس بیعت کی سب سے اہم شرط جس کی طرف قرآن کریم نے توجہ دلائی ہے وہ عبادہ بن صامت کی زبانی سنیے۔ جو بیعت عقبہ اولیٰ اور ثانیہ دونوں میں شریک تھے اور انکی اس ہدایت کو بخاری اور مسلم دونوں نے ذکر کیا ہے:

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ آپ ہمیں جو حکم دیں گے ہم مانیں گے۔ چاہے آسانی ہو یا تنگی ہو، خواہ وہ ہمیں اچھی لگے یا ناگوار محسوس ہو۔ خواہ آپ دوسروں کو ہم پر ترجیح دیں اور جس کو بھی آپ امیر مقرر فرمائیں گے ہم اس کا حکم مانیں گے اس سے بحث نہیں کریں گے اور ہر صورت میں حق بات ہی کہیں گے اور اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔' (بخاری۔ کتاب الاحکام۔ مسلم۔ کتاب الامارۃ)

اور اس شرط کی اہمیت ہے کہ آپ نے ان ۷۵ آدمیوں میں سے انصار کی مرضی کے مطابق ۱۲ نقیب یا امیر مقرر فرما دیئے تھے

تا کہ اسلام کی انقلابی تحریک کا جو کام ہو وہ نظم وضبط کے تحت ہو۔ اور عبادہ بن صامت خود بھی نقیب مقرر کیے گئے تھے۔ کتب سیر میں جو مزید تفصیلات ملتی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ آنے کی دعوت دی تو سیدنا عباس نے ان سے کہا: اے گروہ انصار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ ان کے لیے سینہ سپر رہے۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی جواب دے دو۔ انصار نے اس بات کا سیدنا عباس کو تو جواب نہیں دیا البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ہم سے جو عہد لیں ہم حاضر ہیں۔ چنانچہ نبی نے فرمایا: اس بات کا عہد کرو تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے اور جب میں تمہارے ہاں آ بسوں تو تم اپنے اہل وعیال کی طرح میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت کرو گے۔ انصار نے پوچھا کہ اس کے عوض ہمیں کیا ملے گا۔ آپ نے فرمایا 'جنت' ایک انصاری ابوالہیثم نے بات کاٹ کر کہا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہوگا کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنے وطن واپس چلے جائیں؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا: ایسا نہیں ہوگا۔ میرا مرنا اور میرا جینا تمہارے ہی ساتھ ہوگا۔ عہد وپیان کی یہ جزئیات طے ہونے کے بعد سب سے پہلے براءؓ بن عازب بن معرور نے پھر سب ساتھیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

یہ عہد و پیان اگر چہ انتہائی راز داری اور خفیہ طریقہ سے طے پائے تھے۔ تاہم مشرکین مکہ کو اس کی بھنک پڑ گئی۔ چنانچہ کافروں کا ایک وفد قبیلہ خزرج کے ہاں پہنچ گیا۔ خزرج کے مشرکین چونکہ خود بھی اس معاہدہ کے متعلق کچھ نہیں جانتے تھے لہٰذا انہوں نے اس وفد کو یقین دہانی کرا دی کہ ایسا کوئی معاہدہ طے نہیں پایا۔ لہٰذا یہ وفد واپس لوٹ آیا۔ البتہ اس واقعہ کا یہ اثر ضرور ہوا کہ خزرج کے مسلمان چوکنے ہو گئے اور انہوں نے جھٹ مدینہ کی راہ لی۔ بعد میں مشرکین مکہ کو معلوم ہو گیا کہ معاہدہ والی بات محض افواہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی تھی۔ لہٰذا وہ خزرج کے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ مگر مسلمان تیز رفتاری سے آگے جا چکے تھے۔ البتہ سعد بن عبادہ جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور اسلام لا چکے تھے پکڑے گئے۔ مشرکوں نے انہیں زدو کوب کرنا چاہا تو مطعم بن عدی اور حرب بن امیہ آڑے آ گئے جس کی وجہ یہ تھی کہ قریش کے تجارتی قافلے سعد بن عبادہ کی پناہ میں ہی مدینہ کے پاس سے گزرتے تھے لہٰذا مشرکوں کو اپنا غیظ وغضب ضبط کرنا پڑا۔ اس طرح تمام مسلمان بخیر وعافیت مدینہ پہنچ گئے۔

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بعد عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ یہ دونوں حضرات مدینہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیس مسلمانوں کے ہمراہ مکہ کے قریشیوں کو للکارتے ہوئے ہجرت کے لیے نکلے۔

اور مدینہ پہنچے اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ مدینہ تشریف لائے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر، سورہ اعلیٰ)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا |
| تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی |
| سخت دشمنی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے، |
| اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔ |

## اگر چہ قریبی رشتہ دار ہوں حکم انصاف کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ" قَائِمِيْنَ "لِلّٰهِ" بِحُقُوقِهِ "شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ" يَحْمِلَنَّكُمْ "شَنَاٰنُ" بُغْض "قَوْمٍ" اَیْ الْكُفَّار "عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا" فَتَنَالُوْا مِنْهُمْ لِعَدَاوَتِهِمْ "اِعْدِلُوْا" فِي الْعَدُوّ وَالْوَلِيّ "هُوَ" اَیْ الْعَدْل "اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! اللہ کے لئے یعنی اس کے حقوق کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم یعنی کفار کی سخت دشمنی یعنی بغض تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل نہ کرو۔ یعنی ان کی عداوت کی وجہ سے تم ان کی طرح ہو جاؤ۔ دوست و دشمن میں عدل کیا کرو کہ وہ پرہیز گاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## عدل انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جو شخص حاکم شریعت کی اطاعت کرے گا اس نے میری اطاعت کی اور جو حاکم کی خلاف ورزی کریگا اس نے میری نافرمانی کی سنو امام ڈھال کی طرح ہے اس کی آڑ لے کر جنگ کی جاتی ہے اور اسی کی پناہ لی جاتی ہے۔

پس اگر وہ اسے ڈرنے اور عدل وانصاف کرنے کا حکم دے تو اس کو ثواب ملے گا اور وہ اگر اس کی خلاف ورزی کرے تو اس پر گناہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 224)

حضرت سعید اپنے والد بردہ اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوموسیٰ کو جانب یمن روانہ کرتے وقت یہ فرمایا کہ تم دونوں آسانیاں کرنا اور کوئی سختی نہ کرنا خوشخبری سنانا اور لوگوں کو متنفر نہ کر دینا باہم اتحاد وانصاف رکھنا اور کبھی اختلاف نہ ہونے دینا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 304)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ○

اللہ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔

## اللہ کے وعدہ مغفرت وثواب کے برحق ہونے کا بیان

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" وَعْدًا حَسَنًا "لَهُمْ مَغْفِرَة وَاَجْر عَظِيْم" هُوَ الْجَنَّة اللہ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اچھا وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ وہ جنت ہے۔

## پیاسے کتے کو پانی پلانے کے سبب بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک فاحشہ عورت صرف اس لئے بخش دی گئی کہ اس کا گزر ایک کتے پر ہوا جو ایک کنویں کے کنارے بیٹھا ہانپ رہا تھا عنقریب پیاس سے مرجاتا اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اسے دوپٹہ میں باندھ کر اس کے لئے پانی کھینچا (اور اسے پلا دیا) تو اسی بات پر اس کی بخشش ہوگئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 575)

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ○

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔

## حکم وحی یا حکم حدیث کو جھٹلانے والے کیلئے جہنم کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ نہ بولنا کیونکہ جو شخص مجھ پر جھوٹ بولے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 109)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ○

اے ایمان والو! اللہ کا احسان جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں، تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف اہل ایمان کی عصمت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰه عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْم" هُمْ قُرَيْش "اَنْ يَّبْسُطُوا" يَمُدُّوا "اِلَيْكُمْ اَيْدِيهِمْ" لِيَفْتِكُوا بِكُمْ "فَكَفَّ اَيْدِيهِمْ عَنْكُمْ" وَعَصَمَكُمْ مِمَّا اَرَادُوْا بِكُمْ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ،

اے ایمان والو! اللہ کا احسان جو تم پر ہے اس کو یاد کرو جب ایک قوم یعنی قریش نے چاہا کہ تم پر دست درازی کریں، تو اس نے ان کے ہاتھ تم پر سے روک دیئے اور اور اس نے تمہیں اس سے محفوظ کر لیا جس کا وہ ارادہ رکھتے تھے۔ اللہ سے ڈرو اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہئے۔

## نبی کریم ﷺ کی عصمت اور سورہ مائدہ آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ محارب میں سے ایک آدمی نے جس کا نام غوث بن حارث تھا اپنی قوم غطفان اور محارب سے کہا کیا میں تمہاری خاطر محمد کو قتل نہ کر دوں؟ اس کی قوم نے اثبات میں جواب دیا اور پوچھا کہ تم انہیں کس طرح قتل کرو گے؟ اس نے کہا میں انہیں غفلت میں قتل کر دوں گا راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص آپ کے پاس آیا جبکہ آپ اپنی تلوار گود میں لیے بیٹھے تھے اس نے کہا اے محمد ﷺ کیا میں آپ کی تلوار دیکھ سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا دیکھ لو اس نے تلوار پکڑ لی اور سونت لی اور پھر اسے لہرانا شروع کر دیا اور آپ کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے اسے ذلیل اور رسوا کر دیا اس نے کہا اے محمد کیا تم مجھ سے ڈرتے نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں اس نے کہا کیا اس کے باوجود کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہے تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تجھ سے میری حفاظت فرمائے گا پھر اس نے تلوار میان میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کو واپس کر دی اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ اے ایمان والو خدا نے تم پر احسان کیا ہے اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ روک دیے۔ (زادالمسیر 2۔308)

حضرت جابر ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور لوگ سائے کے لیے متفرق ہو کر درختوں کے نیچے چلے گئے نبی نے اپنا اسلحہ درخت سے لٹکا دیا ایک دیہاتی رسول اللہ کی تلوار پکڑ کر آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ تو آپ نے فرمایا اللہ اعرابی نے یہی بات دو یا تین مرتبہ دہرائی اور نبی یہی فرماتے رہے کہ مجھے اللہ بچائے گا اس دیہاتی نے تلوار نیام میں واپس ڈال دی نبی نے اپنے صحابہ کو بلا کر دیہاتی کا قصہ سنایا جبکہ وہ آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا اور آپ نے اسے سزا نہ دی۔ (سیوطی 101، نیسابوری 162، طبری 6۔94، قرطبی 6۔111)

مجاہد کلبی اور عکرمہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے ایک نے بنو سلمہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا اور نبی کریم اور ان کی قوم کے درمیان معاہدہ تھا چنانچہ ان کی قوم دیت کے مطالبے کے لیے آپ کے پاس آئی پس آپ ابوبکر، عمر، عثمان، علی طلحہ اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین کو ساتھ لے کر کعب بن اشرف اور بنو نضیر کے پاس دیت کی ادائیگی میں تعاون کے لیے تشریف لے گئے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ پر ایسا وقت آ گیا کہ آپ ہمارے پاس آئے اور حاجت طلب کرتے ہیں آپ بیٹھے تا کہ ہم آپ کھانا بھی کھلائیں اور آپ کی حاجت بھی پوری کریں چنانچہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھ گئے ادھر انہوں نے ایک دوسرے سے کہا

کہ تم نے محمد کو اتنا قریب پہلے نہیں پایا تم میں سے کون ہے جو اس چھت پر چڑھے اور ان پر چٹان پھینک دے تاکہ ہمیں ان سے راحت اور خلاصی مل جائے عمر بن جحاش بن کعب نے کہا یہ کام میں کروں گا چنانچہ ایک بڑی چکی کے پاس آیا تاکہ آپ پر پھینک دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھ کو روک دیا اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ وہاں سے نکل آئے اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی (نیسابوری 162)

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منزل میں قیام فرمایا، اصحاب جدا جدا درختوں کے سائے میں آرام کرنے لگے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکا دی، ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور جھپٹ کر اس نے تلوار لی اور تلوار کھینچ کر حضور سے کہنے لگا اے محمد تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور نے فرمایا اللہ، یہ فرمانا تھا حضرت جبریل نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرا دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر فرمایا کہ تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ کہنے لگا کہ کوئی نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔ (تفسیر ابوالسعود)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ |
| مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ |
| قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ |
| فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ۝ |
| اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے، اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، |
| اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو قرض حسنہ |
| دیتے رہے تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹادوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے |
| نہریں جاری ہیں۔ پھر اس کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ |

## بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں کا بیان

"وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ" بِمَا يُذْكَرُ بَعْد "وَبَعَثْنَا" فِيهِ اِلْتِفَات عَنِ الْغَيْبَة اَقَمْنَا "مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا" مِنْ كُلِّ سَبْط نَقِيب يَكُوْن كَفِيلًا عَلٰى قَوْمه بِالْوَفَاءِ بِالْعَهْدِ تَوْثِقَةً عَلَيْهِمْ "وَقَالَ" لَهُمْ "اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ" بِالْعَوْنِ وَالنُّصْرَة "لَئِنْ" لَام قَسَم "اَقَمْتُمُ الصَّلَاة وَ اٰتَيْتُمُ الزَّكَاة وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ" نَصَرْتُمُوْهُمْ "وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا" بِالْاِنْفَاقِ فِيْ سَبِيْله "لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّات تَجْرِيْ مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار فَمَنْ كَفَرَ بَعْد ذٰلِكَ" الْمِيْثَاق

"مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ" اَخطَاَ طَرِيقَ الحَق . وَالسَّوَاءُ فِي الْاَصْلِ الْوَسَط فَنَقَضُوا الْمِيْثَاق،

اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا جس کا ذکر اس کے بعد آیا ہے۔ اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے، اس میں غیبت کلام کی طرف التفات ہے۔ یہاں بعثنا اقمنا کے معنی میں ہے۔ ہر قبیلہ سے نگران مقرر کیے ہیں۔ تا کہ اپنی قوم کے عہد کو پورا کرنے کی تاکید کریں۔ اور اللہ نے ان سے فرمایا کہ میں مدد اور نصرت میں تمہارے ساتھ ہوں، یہاں پر لئن میں لام قسم ہے۔ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور تم زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے رسولوں پر ایمان لاتے رہے اور ان کی عزت کرو۔ اور ان کی مدد کرتے رہے اور اللہ کی راہ میں خرچ کر کے قرضِ حسنہ دیتے رہے۔ تو میں تم سے تمہارے گناہوں کو ضرور مٹادوں گا اور تمہیں یقیناً ایسی جنتوں میں داخل کردوں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ پھر یعنی اس عہد کے بعد تم میں سے جس نے بھی کفر کیا تو بیشک وہ سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔ یعنی حق کی راہ دور ہو گیا۔ سواء اصل میں وسط کے معنی میں ہے۔ پس انہوں نے عہد کو توڑ دیا۔

## بنی اسرائیل اور امت محمدیہ ﷺ کے بارہ نقباء کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ جب سرکشوں سے لڑنے کیلئے گئے تب ہر قبیلہ میں سے ایک ایک سردار منتخب کر گئے تھے۔ اوبیل قبیلے کا سردار شامون بن اکون تھا، شمعونیوں کا چودھری شافاط بن جدی، یہودا کا کالب بن یوحنا، فیخائیل کا ابن یوسف اور افرائیم کا یوشع بن نون اور بنیامین کے قبیلے کا چودھری فنطمی بن دفون، زبولون کا جدی بن شوری، منشاء کا جدی بن سوسی، دان حملاسل کا ابن حمل، اشار کا ساطور، تفتای کا بحر اور یاسحر کا لابل۔ توراۃ کے چوتھے جز میں بنو اسرائیل کے قبیلوں کے سرداروں کے نام مذکور ہیں۔ جو ان ناموں سے قدرے مختلف ہیں۔۔ موجودہ تورات کے نام یہ ہیں۔ بنو ادبیل پر صونی بن سادون، بنی شمعون پر شموال بن صور، بنو یہود پر حشون بن عمیاذب، بنو یساخر پر شال بن صاعون، بنو زبولوں پر الیاب بن حالوب، بنو افرائیم پر منشا بن عنہور، بنو منشاء پر حمائیل بنو بیبامیں پر ابیدن، بنودان پر جعیذر بنو اشاذ نحایل۔ بون کان پر سیف بن دعوابیل، بنو نفعالی پر اجذع۔

(تفسیر ابن کثیر، مائدہ)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عقبہ کی رات انصار سے بیعت لی اس وقت ان کے سردار بھی بارہ ہی تھے۔ تین قبیلہ اوس کے۔ حضرت اسید بن حضیر، حضرت سعد بن خیثمہ اور حضرت رفاعہ بن عبد المنذر اور نو سردار قبیلہ خزرج تھے۔ ابو امامہ، اسعد بن زرارہ، سعد بن ربیع، عبداللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عجلان براء بن معرور عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، منذر بن عمرو بن حنیش اجمعین۔ انہی سرداروں نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے فرامین سننے اور ماننے کی بیعت کی، حضرت مسروق فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے، آپ ہمیں اس وقت قرآن پڑھا رہے تھے تو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی پوچھا ہے کہ اس امت کے کتنے خلیفہ ہوں گے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا میں جب سے عراق آیا ہوں، اس سوال کو بجز تیرے کسی نے نہیں پوچھا، ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا، بارہ ہوں گے، جتنی گنتی بنو اسرائیل کے نقیبوں کی تھی۔

جابر بن سمرہ فرماتے ہیں "میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، لوگوں کا کام چلتا رہے گا، جب تک ان کے والی بارہ شخص نہ ہولیں، پھر ایک لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں نہ سن سکا تو میں نے دوسروں سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کونسا لفظ فرمایا، انہوں نے جواب دیا یہ فرمایا کہ یہ سب قریش ہوں گے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

| |
|---|
| فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ |
| وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ |
| عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ |
| تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے |
| ہیں اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، سوائے |
| ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ |

## عہد کو توڑنے کے سبب مستحق لعنت ہونے کا بیان

"فَبِمَا نَقْضِهِمْ" مَا زَائِدَة "مِيْثَاقهم لَعَنَّاهُمْ" اَبْعَدْنَاهُمْ عَنْ رَحْمَتنَا "وَجَعَلْنَا قُلُوْبهم قَاسِيَة" لَا تَلِين لِقَبُولِ الْإِيمَان "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِم" الَّذِيْ فِي التَّوْرَاة مِنْ نَعْت مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْره "عَنْ مَوَاضِعه" الَّتِي وَضَعَهُ اللّٰه عَلَيْهَا اَيْ يُبَدِّلُوْنَهُ "وَنَسُوا" تَرَكُوا "حَظًّا" نَصِيبًا "مِمَّا ذُكِّرُوْا" اُمِرُوْا "بِهِ" فِي التَّوْرَاة مِنْ اتِّبَاع مُحَمَّد "وَلَا تَزَال" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "تَطَّلِع" تَظْهَر "عَلٰى خَائِنَة" اَيْ خِيَانَة "مِنْهُمْ" بِنَقْضِ الْعَهْد وَغَيْره "اِلَّا قَلِيْلًا مِنْهُمْ" مِمَّنْ اَسْلَمَ "فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰه يُحِبّ الْمُحْسِنِيْنَ" وَهٰذَا مَنْسُوخ بِآيَةِ السَّيْف،

یہاں پر ما زائدہ ہے۔ تو ان کے اپنے عہد کو توڑنے کی وجہ ہی سے ہم نے ان پر لعنت کی یعنی ان کو رحمت سے دور کر دیا۔ اور ان کے دلوں کو ایمان کی قبولیت پر سخت کر دیا کہ وہ کلام کو اس کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں یعنی تورات سے نبی کریم ﷺ کی نعت وغیرہ کو اس کی جگہ جہاں اللہ نے اس کو بیان کیا تھا اس سے بدل دیتے ہیں۔ اور وہ اس میں سے ایک حصہ بھول گئے یعنی تورات میں ایک حصہ جس میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا حکم تھا اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے۔ جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اور تو ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی خیانت کی خبر پاتا رہے گا، یعنی آپ ﷺ پر ان کی کوئی نہ کوئی خیانت ظاہر ہوتی رہے گی۔ جو عہد توڑنے وغیرہ کے سبب ہو گی سوائے ان کے تھوڑے سے لوگوں کے، یعنی جنہوں نے اسلام قبول کیا۔ سو انھیں معاف کر دے اور ان سے درگزر کر۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یہ حکم آیت سیف سے منسوخ ہے۔

## کلام الٰہی کو بدلنے اور نبی کریم ﷺ کی نعت کو چھپانے والوں کے دلوں کی سختی کا بیان

حافظ ابن رجب حنبلی نے لکھا ہے کہ "نقض عہد" کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں۔ "ملعونیت" اور "قسوت قلب" ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں "تحریف کلام اللہ" اور "عدم انتفاع بالذکر" یعنی لعنت کے اثر سے ان کا دماغ ممسوخ ہو گیا حتیٰ کہ نہایت بیباکی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف جب عہد شکنی کی نحوست سے دل سخت ہو گئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔

| |
|---|
| وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ |
| الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ |
| اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے عہد لیا تو وہ بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، |
| تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔ |

## نصاریٰ میں باہمی عداوت ہونے کا بیان

"وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصَارٰى" مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهٖ "اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ" كَمَا اَخَذْنَا عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ الْيَهُوْدِ "فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ" فِي الْاِنْجِيْلِ مِنَ الْاِيْمَانِ وَغَيْرِهٖ وَنَقَضُوا الْمِيْثَاقَ "فَاَغْرَيْنَا" اَوْقَعْنَا "بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" بِتَفَرُّقِهِمْ وَاخْتِلَافِ اَهْوَائِهِمْ فَكُلُّ فِرْقَةٍ تُكَفِّرُ الْاُخْرٰى "وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ" فِي الْاٰخِرَةِ "بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" فَيُجَازِيْهِمْ عَلَيْهِ،

اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ متعلق اس قول کے ہے۔ "اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ" جس طرح ہم نے ان یعنی بنی اسرائیل یہود سے عہد لیا تو انجیل میں ایمان وغیرہ کو وہ بھلا بیٹھے، بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، اور انہوں نے عہد توڑ دیا تو ہم نے ان کے آپس میں قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا یعنی ان میں فرقے اور خواہشات کے اختلاف کے سبب گروہ بن گئے اور ہر گروہ دوسرے کی تکفیر کرتا۔ اور عنقریب اللہ آخرت میں انہیں بتا دے گا جو کچھ کرتے تھے۔ لہٰذا اس پر وہ انہیں جزاء دے گا۔

## نصاریٰ کے معروف تین فرقوں کا بیان

حضرت قتادہ نے کہا کہ جب نصاریٰ نے کتاب الٰہی (انجیل) پر عمل کرنا ترک کیا اور رسولوں کی نافرمانی کی، فرائض ادا نہ کئے، حدود کی پرواہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان عداوت ڈال دی۔

حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ نصاریٰ میں اصل تین فرقے تھے، ایک فسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ دوسرا یعقوبیہ جو خود عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کے ساتھ متحد مانتے تھے۔ تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں سے ایک مانتے تھے۔

اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ |
| وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۟ |
| اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں |
| ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ |
| بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب۔ |

## اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آنے کا بیان

"يَا اَهْلَ الْكِتَاب" اَلْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا" مُحَمَّدٌ "يُبَيِّن لَكُمْ كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ" تَكْتُمُوْنَ "مِنَ الْكِتَاب" التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل كَاٰيَةِ الرَّجْم وَصِفَته "وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْر" مِنْ ذٰلِكَ فَلَا يُبَيِّنهُ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مَصْلَحَة اِلَّا افْتِضَاحكُمْ "قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰه نُوْر" هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَكِتَاب" قُرْاٰن "مُبِين" بَيِّن ظَاهِر،

اے اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاریٰ، بیشک تمہارے پاس ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب یعنی تورات وانجیل میں سے جس طرح آیت رجم اور آپ ﷺ کی تعریف چھپائے رکھتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر فرماتے ہیں۔ یعنی بہت ساری باتوں کو بیان ہی نہیں کرتے ہاں البتہ جب کسی میں تمہاری فضیحت مقصود ہوتی ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آ گیا ہے جو نبی کریم ﷺ ہیں اور ایک روشن کتاب، جو قرآن مجید ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کا بیان

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبد الرزاق ابو بکر بن ہمام نے اپنی تصنیف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں* باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہ قربان مجھے بتا دیجیے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی فرمایا اے جابر بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں* خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا اس وقت لوح وقلم جنت دوزخ فرشتے آسمان زمین سورج چاند جن آدمی کچھ نہ تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصے فرمائے پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، پھر چوتھے کے چار حصے کیے پہلے سے فرشتگان حامل عرش

دوسرے سے کرسی تیسرے سے ملائکہ پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے آسمان دوسرے سے زمین تیسرے سے بہشت و دوذخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کئے۔ایک حصہ سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔ بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنی جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

منافقین نے نبی کریم ﷺ کے نور سے متعلق مصنف عبدالرزاق میں یہودیوں کی طرح تحریف کرتے ہوئے حدیث کو مٹا دیا ایک عرصے کے بعد جب مصنف عبدالرزاق کا ایک پرانا نسخہ دستیاب ہوا تو حیرانگی کی انتہاء نہ رہی کہ نام نہاد قرآن وحدیث کے دعویدار اصل میں نبی کریم ﷺ سے کتنی عداوت رکھتے ہیں۔کہ جس حدیث میں شان رسالت ﷺ کا پہلوان کو نظر آئے اس کو کتابوں سے مٹا دیتے ہیں۔اب پاکستان اور دنیا بھر میں منافقین کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔جہاں ایک محقق دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔کہ کثیر احادیث جن میں نبی کریم ﷺ کی شان وعظمت کا پہلو نمایاں ہو تو منافقین جاہلانہ اس حدیث کے راویوں پر جرح وتعدیل کر کے ضعیف یا مردود یا جھوٹی حدیث ثابت کرنے میں ہزاروں صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔اس کے بعد نام نہاد سکالر ٹائپ جاہلوں کی ٹیم اس بد بخت مصنف کو امام کا نام یا شیخ الاسلام کا نام دیکر اس کتاب اور اس کے باطل عقیدوں کی بھر مچا دیتے ہیں کاش بعد آنے والے ان بد بخت لوگوں کی منافقت و یہودیت کو سمجھ لیں تو کبھی اس بد بخت کی کتابوں کا ہاتھ تک نہ لگائیں۔اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو منافقین، کفار اور مشرکین، اہل بدعت وروافض کے شر سے محفوظ فرمائے۔آمین،

مطالع المرات شرح دلائل الخیرات میں ہے، امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نور ہے نہ نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔

(علامہ فاسی مطالع المسرات، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ص 265)

اس کی مثال یوں سمجھئے ایک ایسا چراغ جس سے بے شمار چراغ روشن ہوئے اس کے باوجود اپنی اصلی حالت پر باقی ہے اور اس کے نور میں * کمی واقع نہیں ہوئی مزید واضح مثلاً سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا نور ان سیاروں میں منقسم ہو گیا ہے جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سینہ تو جدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بناء پر چمکے اور سورج کی روشنی میں سے منور ہوئے۔

اسی طرح نبی مکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو اللہ جل مجدہ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے نہ تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے نور کا ٹکڑا ہیں جس سے یہ لازم آئے کہ اللہ عزوجل سے نور کا ٹکڑا جدا ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور کے فیض سے پیدا فرمایا جسے کہ ہم نے مثال سے اسے سمجھا دیا۔

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک بشر ہیں لیکن ہماری طرح بشر نہیں۔ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ علماء اہلسنت اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ نے متعدد مقامات پر اس بات کی

صراحت کی ہے کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا مطلقا انکار کفر ہے چنانچہ فتاوی رضویہ شریف میں آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلیٰ ہے یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا (فتاوی رضویہ ج7 صفحہ 67 مطبوعہ مکتبہ رضویہ کراچی)

## نبی کریم ﷺ کی نورانیت کا بیان

**النور ھھنا ھو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای جاء کم نبی و کتاب.**

اس جگہ نور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ یعنی تمہارے پاس نبی تشریف لائے اور کتاب آئی۔

(لسان العرب لابن منظور افریقی ص 322 ج 14 طبع بیروت)

علامہ ابن الاثیر نے کہا نور وہ ہے جس کی روشنی سے اندھا دیکھنے لگتا ہے اور گمراہ راہ پر آجاتا ہے۔

**الظاھر فی نفسہ المظھر لغیرہ** . جو خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ **فی صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم انور المتجرد.** حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم پاک خالص نور تھا۔ (النہایہ لابن الاثیر الجزری ص 125 ج 5 طبع ایران)

امام قاضی ایاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ **انہ کان لا ظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورا . وان الذباب کان لا یقع علی جسدہ ولا ثیابہ.** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھوپ یا چاندنی میں سایہ نہیں تھا، کیونکہ آپ نور تھے اور مکھی آپ کے جسم اقدس اور کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھی۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی ص 243 ج 1 طبع مصر)

**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا مشی لم یکن لہ ظل.** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔ (مفردات راغب ص 315 طبع کراچی).

"ابن عباس کی حدیث میں ہے کافر غیر اللہ کے آگے سجدہ کرتا ہے اور اس کا ظل یعنی جسم جس کا ظل ہے، اللہ کے آگے سجدہ ریز ہوتا ہے۔ ظل الشئی۔ کنہ کسی چیز کا حفاظتی پردہ۔ **ظل کل شئی شخصہ**۔ ہر چیز کا ظل، اس کی ذات۔

(لسان العرب لابن منظور ص 261 ج 8 طبع بیروت. النہایہ لابن الاثیر ص 161 ج 3 طبع ایران)

تیرے اور سورج کے درمیان جب کوئی شے حائل ہو جائے تو اس سے پیدا ہونے والا سایہ ظل اور فئی ہے۔ سورج ڈھلتے وقت تک ظل اور اس کے بعد فئی کہلاتا ہے۔ (نہایہ ص 159 ج 3) کبھی ظل بول کر عزت، طاقت اور خوشحالی مراد ہوتی ہے۔ اظلنی فلان۔ حسنی۔ فلاں نے میری حفاظت کی۔ (مفردات ص. 314)

جسم کثیف پر جب روشنی پڑتی ہے تو اس کا جسم کا سایہ پیدا ہوتا ہے جو دیوار، درخت یا زمین وغیرہ پر نظر آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن کریم میں نور اور سراج منیر (روشنی دینے والا چراغ) فرمایا گیا ہے لہذا آپ کی نورانیت کی وجہ سے آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہ تھا۔ علمائے امت میں سے کسی قابل ذکر عالم نے آپ کی نورانیت کا انکار نہیں کیا۔ وجہ یہ ہے کہ نور کا انکار

کرنے سے اس کی ضد کا اثبات لازم آئے گا۔ اور نور کی ضد ظلمت و اندھیرا ہے۔ کس مسلمان کی ہمت ہے کہ اپنے نبی کی نورانیت کا انکار کر کے اس کی ضد یعنی آپ کو اندھیرا ظلمت و تاریکی کا نام دے؟ یاد رہے کہ نور کے مقابلہ میں بشر نہیں، اندھیرا ہے۔ نور و بشر میں کوئی تضاد نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور بھی ہیں۔ بشر بھی۔ ہاں نور و ظلمت میں تضاد ہے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہرگز ہرگز ظلمت و اندھیرا نہیں مانتے۔ نور مانتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن وحدیث وعربی لغت کے حوالوں سے یہ حقیقت ہم واضح کر چکے ہیں۔ یونہی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر مانتے ہیں۔ جو بشریت کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں۔ کہ قرآن وحدیث وحقائق کا منکر ہے۔

## سایہ کی روایات اور ان کی حقیقت ومفہوم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دوران سفر سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک فالتو اونٹ تھا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، صفیہ کا اونٹ بیمار ہو گیا ہے اگر تم اسے اپنا اونٹ دے دو تو بہتر ہو، سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں، میں اس یہودیہ کو دوں؟ اس پر رسول الہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ذوالحجہ اور محرم دو مہینے، یا تین مہینے صفر بھی چھوڑے رکھا۔ ان کے پاس تشریف نہ لاتے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، یہاں تک میں آپ سے مایوس ہو گئی۔ (نہ جانے ملیں نہ ملیں) اور میں نے اپنی چارپائی بستر اٹھالیا۔ فبینما انا یوما بنصف النهار اذا انا بظل رسول الله صلى الله عليه وسلم مقبل. اسی اثناء میں ایک دن دوپہر کے وقت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو سامنے سے آتے دیکھا۔ (مسند احمد ص 132 ج 6 طبع بیروت)

جن حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت سے کد ہے اور بہر صورت آپ کی ذات ستودہ صفات کے لئے تاریک سایہ ثابت کرنے کے درپے ہیں پھولے نہیں سماتے کہ ہم نے اپنا مدعا ثابت کر دیا۔ حدیث پیش کر دی۔ حالانکہ ظل کا مطلب ہم نے لغت عرب کی معتبر و مستند کتب سے باحوالہ نقل کر دیا ہے کہ جس طرح اس کا مطلب تاریک سایہ ہے اسی طرح ذات بھی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن وحدیث میں نور فرمایا گیا تو آپ کا تاریک سایہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نور کی تو نورانی شعاعیں ہوتی ہیں۔ کرنیں ہوتی ہیں۔ اس حدیث پاک میں بھی ظل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

ہم نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا، کہ ظل کا مطلب جیسے مادی کثیف چیزوں کا تاریک سایہ ہے اسی طرح اس کا مفہوم ذات اور شخص ہے۔ لہٰذا دلائل شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر ہی اس کا مفہوم متعین کیا جائے گا مگر بعض کم عقل و بدفہم لوگ اسی بات پر اڑے رہتے ہیں کہ ظل کا مطلب تاریک و کثیف سایہ ہے جیسے ہمارا، تمہارا اور ہر مادی چیز کا۔ وہ اس حدیث پاک پر بار بار غور کریں شاید اللہ پاک شفاء دیدے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک قیامت کے دن فرمائے گا۔ میری عزت وجلال کی بنا پر آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟

اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ.

آج میں ان کو اپنے سایہ میں، زیر سایہ رکھوں گا۔ جس دن میرے سائے کے بغیر کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مشکوۃ ص425 بحوالہ مسلم)

ظل کا لفظ دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تاریک کثیف سایہ ثابت کرنے والے ایمان وعقل کو سامنے رکھ کر بتائیں اللہ کا سایہ اسی طرح ثابت کرو گے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثابت کرتے ہو؟

ہماری تمام تحقیق وگفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن وحدیث کے مطابق نور بھی ہیں۔ بشر بھی، نورانیت کی وجہ سے آپ کا تاریک سایہ نہیں تھا۔ آیت وروایت میں جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ظل کا لفظ آیا ہے اس سے مراد تاریک سایہ نہیں بلکہ آپ کی ذات اور شخصیت مراد ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہ ہونے کے متعلق سلف وخلف، تمام علماء، محدثین، مفسرین، اہل سیر متفق ہیں۔

| |
|---|
| یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ |
| بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○ |
| اللہ اس سے ہدایت دیتا ہے، اسے جو اللہ کی مرضی پر چلا سلامتی کے ساتھ اور انہیں اندھیریوں سے روشنی کی طرف |
| لے جاتا ہے، اپنے حکم سے اور انہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ |

## قرآن کے ذریعے ہدایت کا بیان

"یَهْدِیْ بِهٖ" اَیْ بِالْكِتَابِ "اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ" بِاَنْ اٰمَنَ "سُبُلَ السَّلَامِ" طُرُقَ السَّلَامَةِ "وَیُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ" الْكُفْرِ "اِلَی النُّوْرِ" الْاِیْمَانِ "بِاِذْنِهٖ" بِاِرَادَتِهٖ "وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ" دِیْنِ الْاِسْلَامِ،

اللہ اس کتاب ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے کفر وجہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان وہدایت کی روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہے۔ یعنی دین اسلام کی راہ دیکھاتا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت بارش کی طرح ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جو علم اور ہدایت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطاء فرما کر مبعوث فرمایا ہے اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زور کے ساتھ زمین پر برسے، جو زمین صاف ہوتی ہے وہ پانی کو پی لیتی ہے اور بہت گھاس اور سبزہ اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ اس کو پیتے اور جانوروں کو پلاتے ہیں اور کھیتی کو سیراب کرتے ہیں اور کچھ بارش زمین کے ایسے حصے حصہ

کو پہنچے کہ جو بالکل چٹیل میدان ہو، نہ وہاں پانی رکتا ہو اور نہ سبزہ اگتا ہو، پس یہی مثال ہے اس شخص کی جو اللہ کے دین میں فقیہ ہو جائے اور اس کو پڑھے اور پڑھائے اور مثال ہے اس شخص کی جس نے اس کی طرف سر تک نہ اٹھایا اور اللہ کی اس ہدایت کو جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں، قبول نہ کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 82)

| |
|---|
| لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ |
| اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ |
| وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| بیشک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، آپ فرما دیں، پھر کون ہے جو اللہ سے کسی شے کا مالک ہو؟ |
| اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا، اور آسمانوں اور زمین اور جو |
| ان دونوں کے درمیان ہے، بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود سمجھنے والوں کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ" حَيْثُ جَعَلُوْهُ اِلٰهًا وَّهُمُ الْيَعْقُوْبِيَّةُ فِرْقَةٌ مِنَ النَّصَارٰى "قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ" اَيْ يَدْفَعُ "مِنْ" عَذَابِ "اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا" اَيْ لَا اَحَدَ يَمْلِكُ ذٰلِكَ وَلَوْ كَانَ الْمَسِيْحُ اِلٰهًا لَقَدَرَ عَلَيْهِ "وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ" شَاءَهٗ.

بیشک ان لوگوں نے کفر کیا جو کہتے ہیں کہ یقیناً اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے، انہوں نے اس کو معبود بنا لیا۔ اور وہ نصاریٰ میں سے یعقوبیہ فرقہ ہے۔ آپ فرما دیں، پھر کون ہے جو اللہ سے کسی شے کا مالک ہو؟ یعنی کون ہے جو اس سے عذاب کو دور کرے۔ اگر وہ اس بات کا ارادہ فرمالے کہ مسیح ابن مریم اور اس کی ماں اور سب زمین والوں کو ہلاک فرما دے گا، یعنی اس کا کوئی مالک نہیں اور اگر مسیح معبود ہوتے، تو وہ اس پر قادر ہوتے۔ اور آسمانوں اور زمین اور جو ان دونوں کے درمیان ہے، بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

## نصاریٰ کے باطل عقیدہ کی تردید کا بیان

جب حضرت مسیح علیہ السلام جن کو تم خدا کہتے ہو اور ان کی والدہ ماجدہ مریم صدیقہ جو تمہارے زعم میں خدا کی ماں ہوئیں۔ وہ دونوں بھی تمام من فی الارض کے ساتھ مل کر خدا کی مشیت وارادہ کے سامنے عاجز ٹھہرے تو خود سوچ لو کہ ان کی یا ان کی والدہ یا کسی اور مخلوق کی نسبت خدائی کا دعویٰ کرنا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہوگی۔ آیت کی اس تقریر میں ہم نے "ہلاک" کو "موت" کے معنی میں لیا ہے۔ مگر جمیعاً کے لفظ کی تھوڑی سی وضاحت کردی جو مدلول لفظ جمیعاً کا ہم نے بیان کیا وہ ائمہ عربیہ کی تصریحات کے عین

موافق ہے۔ اس کے سوا یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں "ہلاک" کے معنی موت کے نہ لیے جائیں جیسا کہ راغب نے لکھا ہے کبھی "ہلاک" کے معنی ہوتے ہیں" کسی چیز کا مطلقاً فنا اور نیست و نابود ہو جانا۔

| |
|---|
| وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ |
| بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ |
| السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ |
| اور یہودی اور نصرانی بولے کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ تم فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب |
| فرماتا ہے بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات سے جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے |
| سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی، اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔ |

## یہود و نصاریٰ کے دعویٰ ابناء اللہ کی تردید کا بیان

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارَى" اَیْ كُلٌّ مِنْهُمَا "نَحْنُ اَبْنَاءُ اللّٰهِ وَاَحِبَّاؤُهُ" اَیْ كَاَبْنَائِهٖ فِي الْقُرْبِ وَالْمَنْزِلَةِ وَهُوَ كَاَبِيْنَا فِي الرَّحْمَةِ وَالشَّفَقَةِ "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّدُ "فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ" اِنْ صَدَقْتُمْ فِيْ ذٰلِكَ وَلَا يُعَذِّبُ الْاَبُ وَلَدَهُ وَلَا الْحَبِيْبُ حَبِيْبَهُ وَقَدْ عَذَّبَكُمْ فَاَنْتُمْ كَاذِبُوْنَ "بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ" مِنْ جُمْلَةِ مَنْ "خَلَقَ" مِنَ الْبَشَرِ لَكُمْ مَا لَهُمْ وَعَلَيْكُمْ مَا عَلَيْهِمْ "يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ" الْمَغْفِرَةَ لَهُ "وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ" تَعْذِيْبَهُ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْهِ "وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ" الْمَرْجِعُ،

اور یہودی اور نصرانی یعنی ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔ یعنی قرب اور مرتبے میں اس کے بیٹوں کی طرح ہے۔ جس طرح رحمت اور شفقت میں ہمارا باپ ہے۔ یا محمد ﷺ تم ان سے فرما دو پھر تمہیں کیوں تمہارے گناہوں پر عذاب فرماتا ہے یعنی باپ بیٹے کو سزا نہیں دیتا۔ اور کوئی محبوب اپنے محبوب کو سزا نہیں دیا کرتے۔ وہ یقیناً تمہیں سزا دے گا۔ اور تم جھوٹے ہو۔ بلکہ تم سب آدمی ہو اس کی مخلوقات سے، اس سے تمہیں بشر سے پیدا کیا تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے دوسرے انسان ہیں۔ جسے چاہے بخشتا ہے اور جسے چاہے سزا دیتا ہے لہٰذا اس کے عذاب دینے پر کسی کوئی اعتراض کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین اور اس کے درمیان کی، اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۸ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اہل کتاب آئے اور انہوں نے دین کے معاملہ میں آپ سے گفتگو شروع کی، آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے اس کے عذاب کا خوف دلایا تو وہ کہنے لگے کہ اے محمد ﷺ آپ ہمیں کیا

ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کے اس دعوے کا بطلان ظاہر فرمایا گیا۔

یہ لوگ مدینہ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھ گئے، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ہی کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو بحث کا آغاز کرنے کی اجازت دی۔

یہودی گروہ نے کہا: ہم اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ عزیر نبی خدا کے بیٹے ہیں، ہم آپ سے بحث و گفتگو کرنا چاہتے ہیں اور اگر اس مناظرہ میں ہم حق پر ہوں تو آپ بھی ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں کیونکہ ہم آپ سے مقدم ہیں، اور اگر آپ نے ہماری موافقت نہ کی تو پھر ہم آپ کی مخالفت کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

عیسائی گروہ نے کہا: ہم اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، اور خدا ان کے ساتھ متحد ہو گیا ہے، ہم آپ کے پاس بحث و گفتگو کرنے کے لئے آئے ہیں، اگر آپ ہماری پیروی کریں اور ہمارے ہم عقیدہ ہو جائیں (تو بہتر ہے) کیونکہ ہم اس عقیدہ میں آپ سے مقدم ہیں، اور اگر آپ نے ہمارے اس عقیدہ میں مخالفت کی تو ہم (بھی) آپ کی مخالفت کریں گے۔

## عقیدہ ابن اللہ میں یہود کی بحث کا بیان

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: کیا تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ میں تمہاری باتوں کو بغیر کسی دلیل کے مان لوں؟ یہودی گروہ: نہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اس بات پر تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں؟

یہودی گروہ: کتاب توریت مکمل طور پر نیست و نابود ہو چکی تھی اور کوئی اس کو زندہ نہیں کر سکتا تھا، جناب عزیر نے اس کو زندہ کیا، اس وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر تمہارے پاس جناب عزیر کے خدا کے بیٹے ہونے پر یہی دلیل ہے تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جو توریت لانے والے اور جن کے پاس بہت سے معجزات تھے جن کا تم لوگ خود اعتراف کرتے ہو، وہ تو اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے یا اس سے بھی بالاتر ہوں! پس تم لوگ جناب موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے یہ عقیدہ کیوں نہیں رکھتے جن کا درجہ جناب عزیر سے بھی بلند و بالا ہے؟

اس کے علاوہ اگر خدا کا بیٹا ہونے سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ عزیر بھی دوسرے باپ اور اولاد کی طرح شادی اور ہمبستری کے ذریعہ خدا سے پیدا ہوئے ہیں تو اس صورت میں تم نے خدا کو ایک مادّی، جسمانی اور محدود موجود قرار دیدیا ہے، جس کا لازمہ یہ ہے کہ خدا کے لئے کوئی خلق کرنے والا ہو، اور اس کو دوسرے خالق کا محتاج تصور کریں۔

یہودی گروہ: جناب عزیر کا خدا کا بیٹا ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ ان کی اس طرح ولادت ہوئی، کیونکہ یہ معنی مراد لہٰذا جیسا کہ آپ نے فرمایا کفر و جہل کے مترادف ہے، بلکہ ہماری مراد ان کی شرافت اور ان کا احترام ہے، جیسا کہ ہمارے بعض علماء

اپنے کسی ایک ممتاز شاگرد کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں اور اس کے لئے کہتے ہیں: اے میرے بیٹے! یا وہ میرا بیٹا ہے، یہ بات تو معلوم ہے کہ ولادت کے لحاظ سے بیٹا نہیں ہے کیونکہ شاگرد، استاد کی اولاد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے کوئی رشتہ داری ہوتی ہے، اسی طرح خداوند عالم نے جناب عزیر کی شرافت اور احترام کی وجہ سے ان کو اپنا بیٹا کہا ہے، اور ہم بھی اسی لحاظ سے ان کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: تمہارا جواب وہی ہے جو میں دے چکا ہوں، اگر یہ منطق اور دلیل اس بات کا سبب ہے کہ جناب عزیر خدا کے بیٹے بن جائیں تو پھر جو شخص مثل حضرت موسیٰ (علیہ السلام) جناب عزیر سے بھی بلند و بالا ہوں اس بات کا زیادہ مستحق ہیں۔

خداوند عالم کبھی بعض لوگوں کو دلائل اور اپنے اقرار کی وجہ سے عذاب کرے گا، تمہاری دلیل اور تمہارا اقرار اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ تم لوگ جناب موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس سے بڑھ کر کہو جو جناب عزیر کے بارے میں کہتے ہو، تم لوگوں نے مثال دی اور کہا: کوئی بزرگ اور استاد اپنے شاگرد سے کوئی رشتہ داری نہیں رکھتا بلکہ اس سے محبت اور احترام کی وجہ سے کہتا ہے:

اے میرے بیٹے! یا وہ میرا بیٹا ہے، اس بناء پر تم لوگ یہ بھی جائز سمجھو کہ وہ اپنے دوسرے محبوب شاگرد سے کہے: یہ میرا بھائی ہے، اور کسی دوسرے سے کہے: یہ میرا استاد ہے، یا یہ میرا باپ اور میرا آقا ہے۔

یہ تمام الفاظ شرافت اور احترام کی وجہ سے ہیں، جس کا بھی زیادہ احترام ہو اس کو بہتر اور باعظمت الفاظ سے پکارا جائے، اس صورت میں تم اس بات کو بھی جائز مانو کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے بھائی ہیں، یا خدا کے استاد یا باپ ہیں، کیونکہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) کا مرتبہ جناب عزیر سے بلند و بالا ہے۔

اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ کیا تم لوگ اس بات کو جائز مانتے ہو کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے بھائی، یا خدا کے باپ یا خدا کے چچا، یا خدا کے استاد، آقا اور ان کے سردار ہوں، اور خداوند عالم احترام کی وجہ سے جناب موسیٰ (علیہ السلام) سے کہے: اے میرے باپ!، اے میرے استاد، اے میرے چچا اور اے میرے سردار۔۔۔؟

یہ سن کر یہودی گروہ لاجواب ہو گیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پایا، اور وہ حیران و پریشان رہ گئے تھے، چنانچہ انھوں نے کہا: آپ ہمیں غور و فکر اور تحقیق کرنے کی اجازت دیں!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بے شک تم لوگ اگر پاک و صاف دل اور انصاف کے ساتھ اس سلسلہ میں غور و فکر کرو تو خداوند عالم تم لوگوں کو حقیقت کی طرف راہنمائی فرما دے گا۔

## عقیدہ ابن اللہ سے متعلق نصاریٰ کی بحث کا بیان

عیسائیوں کی باری آئی تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم لوگ کہتے ہو کہ خداوند قدیم اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ مسیح کے ساتھ متحد ہے، اس عقیدہ سے تمہاری مراد کیا ہے؟

کیا تم لوگوں کی مراد یہ ہے کہ خدا نے اپنے قدیم ہونے سے تنزل کر لیا ہے، اور ایک حادث (جدید خلقت) موجود میں تبدیل ہو گیا ہے، اور ایک حادث موجود (جناب عیسیٰ) کے ساتھ متحد ہو گیا ہے یا اس کے برعکس، یعنی حضرت عیسیٰ جو ایک حادث اور محدود موجود ہیں انھوں نے ترقی کی اور وہ خداوند قدیم کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں، یا اتحاد سے تمہارا مقصد صرف حضرت عیسیٰ کا احترام اور شرافت ہے؟!

اگر تم لوگ پہلی بات کو قبول کرتے ہو یعنی قدیم وجود حادث وجود میں تبدیل ہو گیا تو یہ چیز عقلی لحاظ سے محال ہے کہ ایک ازلی و لامحدود چیز، حادث اور محدود ہو جائے۔

اور اگر دوسری بات کو قبول کرتے ہو تو وہ بھی محال ہے، کیونکہ عقلی لحاظ سے یہ چیز بھی محال ہے کہ ایک محدود اور حادث چیز لامحدود اور ازلی ہو جائے۔

اور اگر تیسری بات کے قائل ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جناب عیسیٰ (علیہ السلام) دوسرے بندوں کی طرح حادث ہیں لیکن وہ خدا کے ممتاز اور لائق احترام بندہ ہیں، تو اس صورت میں بھی خداوند کا (جو قدیم ہے) جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے متحد اور برابر ہونا قابل قبول نہیں ہے۔

عیسائی گروہ: چونکہ خداوند عالم نے حضرت عیسیٰ مسیح (علیہ السلام) کو خاص امتیازات سے نوازا ہے، عجیب و غریب معجزات اور دوسری چیزیں انھیں دی ہیں، اسی وجہ سے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے، اور یہ خدا کا بیٹا ہونا شرافت اور احترام کی وجہ سے ہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: بعینہ یہی مطلب یہودیوں سے گفتگو کے درمیان بیان ہوا ہے اور تم لوگوں نے سنا کہ اگر یہ طے ہو کہ خداوند عالم نے ان کو امتیاز اور (معجزات) کی بنا پر اپنا بیٹا قرار دیا ہو تو پھر جو شخص جناب عیسیٰ (علیہ السلام) سے بلند تر یا ان کے برابر ہو تو پھر اس کو اپنا باپ، یا استاد یا اپنا چچا قرار دے۔

عیسائی گروہ یہ اعتراض سن کر لاجواب ہو گیا، نزدیک تھا کہ ان سے بحث و گفتگو ختم ہو جائے، لیکن ان میں سے ایک شخص نے کہا:

کیا آپ جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل خدا (یعنی دوست خدا) نہیں مانتے؟۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جی ہاں، مانتے ہیں۔

عیسائی: اسی بنیاد پر ہم جناب عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں، پھر کیوں آپ ہم کو اس عقیدہ سے روکتے ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: یہ دونوں لقب آپس میں بہت فرق رکھتے ہیں، لفظ خلیل دراصل لغت میں خَلّہ (بروزن ذرّہ) سے ہے جس کے معنی فقر و نیاز اور ضرورت کے ہیں، کیونکہ جناب ابراہیم (علیہ السلام) بہ نہایت خدا کی طرف متوجہ تھے، اور عفت نفس کے ساتھ، غیر سے بے نیاز ہو کر صرف خداوند عالم کی بارگاہ کا فقیر اور نیاز مند سمجھتے تھے، اسی وجہ سے خداوند عالم نے جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل قرار دیا، تم لوگ جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو آگ میں ڈالنے کا واقعہ یاد کرو:

جس وقت (نمرود کے حکم سے) ان کو منجنیق میں رکھا تا کہ ان کو آسمان سے باتیں کرتی ہوئی آگ کے اندر ڈالا جائے، اس وقت جناب جبرئیل خدا کی طرف سے آئے اور فضا میں ان سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی کہ میں خدا کی طرف سے آپ کی مدد کرنے کے لئے آیا ہوں، جناب ابراہیم (علیہ السلام) نے ان سے کہا: مجھے غیر خدا کی کوئی ضرورت نہیں ہے، مجھے اس کی مدد کافی ہے، وہ بہترین محافظ اور مددگار ہے، اسی وجہ سے خداوند عالم نے جناب ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل قرار دیا، خلیل یعنی خداوند عالم کا محتاج اور ضرورت مند، اور خلق خدا سے بے نیاز۔

اور اگر لفظ خلیل کو خِلّہ (بروزن پلّہ) سے مانیں جس کے معنی معانی کی تحقیق اور خلقت وحقائق کے اسرار ورموز پر توجہ کرنا ہے، اس صورت میں بھی جناب ابراہیم (علیہ السلام) خلیل ہیں یعنی وہ خلقت اور حقائق کے اسرار اور لطائف سے آگاہ تھے، اور یہ معنی خالق ومخلوق میں شباہت کی باعث نہیں ہوتی، اس بنا پر اگر جناب ابراہیم (علیہ السلام) صرف خدا کے محتاج نہ ہوتے، اور اسرار ورموز سے آگاہ نہ ہوتے تو خلیل بھی نہ ہوتے، لیکن باپ بیٹے کے درمیان پیدائشی حوالہ سے ذاتی رابطہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر باپ اپنے بیٹے سے قطع تعلق کرلے تو بھی وہ اس کا بیٹا ہے اور باپ بیٹے کا رشتہ باقی رہتا ہے۔

اس کے علاوہ اگر تمہاری دلیل یہی ہے کہ چونکہ جناب ابراہیم (علیہ السلام) خلیل خدا ہیں لہٰذا وہ خدا کے بیٹے ہیں، تو اس بنیاد پر تمہیں یہ بھی کہنا چاہئے کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) بھی خدا کے بیٹے ہیں، بلکہ جس طرح میں نے یہودی گروہ سے کہا، اگر یہ طے ہو کہ لوگوں کے مقام وعظمت کی وجہ سے یہ نسبتیں صحیح ہوں تو کہنا چاہئے کہ جناب موسیٰ (علیہ السلام) خدا کے باپ، استاد، چچا یا آقا ہیں۔۔۔ جبکہ تم لوگ کبھی بھی ایسا نہیں کہتے۔

عیسائیوں میں سے ایک شخص نے کہا: حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہونے والی کتاب انجیل کے حوالہ سے بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا: میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، لہٰذا اس جملہ کی بنا پر حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے خود کو خدا کا بیٹا قرار دیا ہے!

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اگر تم لوگ کتاب انجیل کو قبول کرتے ہو تو پھر اس جملہ کی بنا پر تم لوگ بھی خدا کے بیٹے ہو، کیونکہ جناب عیسیٰ کہتے ہیں: میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ میں بھی خدا کا بیٹا ہوں اور تم بھی۔

دوسری طرف یہ عبارت تمہاری گزشتہ کہی ہوئی بات (یعنی چونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) خاص امتیازات، شرافت اور احترام رکھتے تھے اسی وجہ سے خداوند عالم نے ان کو اپنا بیٹا قرار دیا ہے) کو باطل اور مردود قرار دیتی ہے، کیونکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) اس جملہ میں صرف خود ہی کو خدا کا بیٹا قرار نہیں دیتے بلکہ سبھی کو خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔

اس بنا پر بیٹا ہونے کا معیار حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے خاص امتیازات (اور معجزات میں سے) نہیں ہے، کیونکہ دوسرے لوگوں میں اگرچہ یہ امتیازات نہیں ہیں لیکن خود حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی زبان سے نکلے ہوئے جملہ کی بنا پر خدا کے بیٹے

ہیں، لہٰذا ہر مومن اور خدا پرست انسان کے لئے کہا جا سکتا ہے: وہ خدا کا بیٹا ہے، تم لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے قول کو نقل کرتے ہو لیکن اس کے برخلاف گفتگو کرتے ہو۔

کیوں تم لوگ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی گفتگو میں بیان ہونے والے باپ بیٹے کے لفظ کو اس کے غیر معنی میں استعمال کرتے ہو، شاید جناب عیسیٰ (علیہ السلام) کی مراد اس جملہ میں اپنے اور تمہارے باپ کی طرف جا رہا ہوں، سے مراد اس کے حقیقی معنی ہوں یعنی میں حضرت آدم ونوح (علیہما السلام) کی طرف جا رہا ہوں جو ہمارے سب کے باپ ہیں، اور خداوند عالم مجھے ان کے پاس لے جا رہا ہے، جناب آدم ونوح ہمارے سب کے باپ ہیں، اس بنا پر تم کیوں اس جملہ کے ظاہری اور حقیقی معنی سے دوری کرتے ہو اور اس سے دوسرے معنی مراد لیتے ہو؟!

عیسائی گروہ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مستدل گفتگو سے اس قدر مرعوب ہوا کہ کہنے لگے: ہم نے آج تک کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ اس ماہرانہ انداز میں اس طرح بحث وگفتگو کرے جیسا کہ آپ نے کی ہے، ہمیں اس بارے میں غور وفکر کی فرصت دیں۔

| |
|---|
| يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَـكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ |
| بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ‌ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ‌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝ |
| اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول تشریف لائے کہ تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد |
| اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا کہ کبھی کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا تو یہ خوشی اور |
| ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے ہیں، اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ |

## زمانہ فترت کی مدت ہونے کا بیان

"يَا اَهْلَ الْكِتَاب قَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلُنَا" مُحَمَّدٍ "يُبَيِّن لَكُمْ" شَرَائِع الدِّيْن "عَلٰى فَتْرَة" انْقِطَاع "مِنْ الرُّسُل" اِذْ لَمْ يَكُنْ بَيْنه وَبَيْن عِيسَى رَسُوْل وَمُدَّة ذٰلِكَ خَمْسمِائَةٍ وَتِسْع وَسِتُّوْنَ سَنَة لِـ "اَنْ" لَا "تَقُوْلُوْا" اِذَا عُذِّبْتُمْ "مَا جَاءَ نَا مِنْ" زَائِدَة "بَشِير وَلَا نَذِير فَقَدْ جَاءَ كُمْ بَشِير وَنَذِير" فَلَا عُذْر لَكُمْ اِذًا "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ تَعْذِيبكُمْ اِنْ لَمْ تَتَّبِعُوْهُ،

اے کتاب والو! بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول حضرت محمد ﷺ تشریف لائے، کہ تم پر ہمارے احکام یعنی دین کے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کا آنا مدتوں بند رہا تھا یعنی آپ ﷺ اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی رسول نہیں آیا اور یہ موقوف رہنے کی مدت ۵۶۹ سال ہے۔ اور جب تمہیں عذاب دیا جائے تو یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوشی اور ڈر سنانے والا نہ آیا، یہاں من زائدہ ہے۔ تو یہ خوشی اور ڈر سنانے والے تمہارے پاس تشریف لائے لہٰذا تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔

ہیں، اور اللہ کو سب قدرت ہے۔ یعنی اگر تم اس کی اتباع نہ کرو تو اسی میں تمہیں سزا دینا بھی شامل ہے۔

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کے درمیان نو سو تینتیس سال کا فاصلہ تھا۔ لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے یعنی چھ سو سال کا، بعض کہتے ہیں چھ سو بیس سال کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا قول شمسی حساب سے ہو اور دوسرا قمری حساب سے ہو اور اس گنتی میں ہر تین سو سال میں تقریباً آٹھ کا فرق پڑ جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا زمانہ ہے۔ اس تمام مدت میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس میں کبھی فترت نہیں ہوئی۔ صرف بنی اسرائیل میں سے ایک ہزار انبیاء اس عرصہ میں مبعوث ہوئے۔ اور غیر بنی اسرائیل میں سے جو انبیاء ہوئے وہ ان کے علاوہ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان صرف پانچ سو سال کا عرصہ ہے۔ اس میں سلسلہ انبیاء بند رہا، اسی لئے اس زمانہ کو زمانہ فترت کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے کبھی اتنا زمانہ انبیاء کی بعثت سے خالی نہیں رہا۔ (قرطبی مع ایضاح، مائدہ بیروت)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کے درمیانی زمانہ میں کسی بھی نبی کی بعثت نہ ہونے کا بیان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور خاتم الانبیاء علیہما السلام کے درمیان کا زمانہ چھ سو سال کا تھا اور اس پوری مدت میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے مشکوٰۃ شریف میں حدیث آئی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اولی الناس بعیسی ۔ یعنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اور اس کا مطلب آخر حدیث میں یہ بیان فرمایا، لیس بینما نبی یعنی ہم دونوں کے درمیان کوئی نبی مبعوث نہیں ہوئے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْبِيَآءَ |
| وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ کا جو احسان تم پر ہے اس کو یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں |
| بادشاہ کیا اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے احسان ونعمتوں کا بیان

"و" "اُذْكُرْ" "إِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْم اُذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰه عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ" أَيْ مِنْكُمْ "أَنْبِيَاء وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا" أَصْحَاب خَدَم وَحَشَم "وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ" مِنَ الْمَنّ

وَالسَّلْوٰى وَفَلْقِ الْبَحْرِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ،

اور تم یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! اللہ کا جو احسان تم پر ہے اس کو یاد کرو کہ تم میں سے پیغمبر کیے اور تمہیں بادشاہ کیا یعنی اصحاب مرتبہ وشان بنایا۔ اور تمہیں وہ دیا جو آج سارے جہان میں کسی کو نہ دیا۔ یعنی من وسلویٰ اور سمندر کو پھاڑ دینا وغیرہ ہے۔

## بنواسرائیل کے ملک وحشم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا میں فقراء مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں گھر بھی ہے؟ کہا ہاں، کہا پھر تو تو غنی ہے، اس نے کہا یوں تو میرا خادم بھی ہے، آپ نے فرمایا پھر تو تو بادشاہوں میں سے ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں "سواری اور خادم ملک ہے"۔ بنواسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے۔ بقول قتادہ خادموں کا اول رواج ان بنی اسرائیلیوں نے ہی دیا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ان لوگوں میں جس کے پاس خادم، سواری اور بیوی ہو وہ بادشاہ کہا جاتا تھا۔ ایک اور مرفوع حدیث میں ہے "جس کا گھر ہو اور خادم ہو وہ بادشاہ ہے۔

| |
|---|
| يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ○ |
| اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے اور اپنی پشت پر نہ پلٹنا |
| ورنہ تم نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے ارض مقدسہ میں داخل ہونے کا بیان

"يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ" اَلْمُطَهَّرَةَ "الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ" اَمَرَكُمْ بِدُخُولِهَا وَهِيَ الشَّام "وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ" تَنْهَزِمُوْا خَوْفَ الْعَدُوّ "فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ" فِيْ سَعْيِكُمْ،

اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دی ہے یعنی جس میں داخل ہونا تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور وہ شام ہے۔ اور دشمن کے خوف کی وجہ سے اپنی پشت پر نہ پلٹنا ورنہ تم اپنی کوشش میں نقصان اٹھانے والے بن کر پلٹو گے۔

## بزدلی کی سزا میں بنواسرائیل کا چالیس سال میدان تیہ میں بھٹکنے کا بیان

بیت المقدس دراصل ان کے دادا حضرت یعقوب کے زمانہ میں انہی کے قبضے میں تھا اور جب وہ مع اپنے اہل وعیال کے حضرت یوسف کے پاس مصر چلے گئے تو یہاں عمالقہ قوم اس پر قبضہ جما بیٹھی، وہ بڑے مضبوط ہاتھ پیروں کی تھی۔ اب حضرت موسیٰ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان سے جہاد کرو اللہ تمہیں ان پر غالب کرے گا اور یہاں کا قبضہ پھر تمہیں مل جائے گا لیکن یہ نامردی دکھاتے ہیں اور بزدلی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ ان کی سزا میں انہیں چالیس سال تک وادی تیہ میں حیران وسرگرداں خانہ بدوشی میں رہنا پڑتا ہے، مقدسہ سے مراد پاک ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ وادی طور اور اس کے پاس کی زمین کا ذکر ہے ایک روایت میں

اریحاء کا ذکر ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں، اس لئے کہ نہ تو اریحاء کا فتح کرنا مقصود تھا، نہ وہ ان کے راستے میں تھا، کیونکہ وہ فرعون کی ہلاکت کے بعد مصر کے شہروں سے آ رہے تھے اور بیت المقدس جا رہے تھے، یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مشہور شہر جو طور کی طرف بیت المقدس کے مشرقی رخ پر تھا "" اللہ نے اسے تمہارے لئے لکھ دیا ہے" مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ اسرائیل سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تیری اولاد کے باایمان لوگوں کے ورثے میں آئے گا، تم اپنی پیٹھوں پر مرتد نہ ہو جاؤ۔ یعنی جہاد سے منہ پھیر کر تھک کر نہ بیٹھ جاؤ، ورنہ زبردست نقصان میں پڑ جاؤ گے۔

| |
|---|
| قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖۗ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ |
| فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۝ |
| بولے! اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک |
| وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔ |

## بنی اسرائیل کا قوم عمالقہ پر داخل ہونے سے اعراض کرنے کا بیان

"قَالُوْا یَا مُوسَی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ" مِنْ بَقَایَا عَاد طِوَالًا ذِیْ قُوَّة "وَاِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دَاخِلُوْنَ" لَهَا،

بولے! اے موسیٰ اس میں تو بڑے زبردست لوگ ہیں، جو قوم عاد کے لمبے لمبے قد والے طاقتور ہیں۔ اور ہم اس میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔ جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہاں وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم وہاں جائیں۔

| |
|---|
| قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ |
| فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝ |
| ان لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے دو شخص بول اٹھے جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا تم ان لوگوں پر دروازے سے داخل ہو جاؤ، |
| سو جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم غالب ہو جاؤ گے، اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔ |

## قوم موسیٰ علیہ السلام کے دو نقباء کی استقامت وصبر کا بیان

"قَالَ" لَهُمْ "رَجُلَانِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ" مُخَالَفَة اَمْر اللّٰه وَهُمَا یُوشَع وَکَالِب مِنَ النُّقَبَاء الَّذِیْنَ بَعَثَهُمْ مُوسَی فِیْ کَشْف اَحْوَال الْجَبَابِرَة "اَنْعَمَ اللّٰه عَلَیْهِمَا" بِالْعِصْمَةِ فَکَتَمَا مَا اطَّلَعَا عَلَیْهِ مِنْ حَالهمْ اِلَّا عَنْ مُوسَی بِخِلَافِ بَقِیَّة النُّقَبَاء فَاَفْشَوْهُ فَجَبُنُوْا "اُدْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَاب" بَاب الْقَرْیَة وَلَا تَخْشَوْهُمْ فَاِنَّهُمْ اَجْسَاد بِلَا قُلُوْب "فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّکُمْ غَالِبُوْنَ" قَالَا ذٰلِکَ تَیَقُّنًا بِنَصْرِ اللّٰه

وَانْجاز وَعْدہ، وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ،

ان لوگوں میں سے جو ڈرتے تھے دو شخص بول اٹھے جو اللہ کے حکم کی مخالفت سے ڈرتے تھے اور وہ یوشع اور کالب تھے جوان نقباء میں سے تھے جن کو موسیٰ علیہ السلام نے جبارین کی قوم کے احوال کو جاننے کیلئے بھیجا تھا۔ جن پر اللہ نے انعام فرمایا تھا یعنی ان کی حفاظت کی پس ان دونوں نے حالات کو سوائے موسیٰ علیہ السلام کے صیغہ راز میں رکھا جس پر وہ مطلع تھے۔ جبکہ بقیہ نقباء نے پھیلا دیا جس کی وجہ سے بنو اسرائیل کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ جبکہ تم ان لوگوں پر شہر کے دروازے سے داخل ہو جاؤ، پس تم ان سے نہ ڈر کیونکہ وہ دلوں کے بغیر جسم ہی تو ہیں۔ سو جب تم اس میں داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم غالب ہو جاؤ گے، تو ان دونوں نے اللہ کی مدد اور اس کے عہد پر یقین کرتے ہوئے کہہ دیا اور اللہ ہی پر توکل کرو بشرطیکہ تم ایمان والے ہو۔

## قوم عمالقہ کی قوت قد وقامت کا بیان

ابن عباس کا بیان ہے کہ "حضرت موسیٰ جب اریحاء کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے بارہ جاسوس مقرر کئے، بنو اسرائیل کے ہر قبیلے میں سے ایک جاسوس لیا اور انہیں اریحاء میں بھیج کر صحیح خبریں لے آئیں۔ یہ لوگ جب گئے تو ان کی جسامت اور قوت سے خوف زدہ ہو گئے۔ ایک باغ میں یہ سب کے سب تھے، اتفاقاً باغ والا پھل توڑنے کیلئے آ گیا، وہ پھل توڑتا ہوا ان کے قدموں کے نشان ڈھونڈتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اور انہیں بھی پھلوں کے ساتھ ہی ساتھ اپنی گٹھڑی میں باندھ لیا اور جا کر بادشاہ کے سامنے باغ کے پھل کی گٹھڑی کھول کر ڈال دی، جس میں یہ سب کے سب تھے، بادشاہ نے انہیں کہا اب تو تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو گیا ہے، تمہیں قتل نہیں کرتا جاؤ واپس جاؤ اور اپنے لوگوں سے ہماری قوت بیان کر دو۔ چنانچہ انہوں نے جا کر سب حال بیان کیا جس سے بنو اسرائیل رعب میں آ گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان بارہ لوگوں کو ایک شخص نے پکڑ لیا اور اپنی چادر میں گٹھڑی باندھ کر شہر میں لے گیا اور لوگوں کے سامنے انہیں ڈال دیا، انہوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ جواب دیا کہ ہم موسیٰ کی قوم کے لوگ ہیں، ہم تمہاری خبریں لینے کیلئے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے ایک انگور ان کو دیا جو ایک شخص کو کافی تھا اور کہا جاؤ ان سے کہہ دو کہ یہ ہمارے میوے ہیں۔ انہوں نے واپس جا کر قوم سے سب حال کہہ دیا، اب حضرت موسیٰ نے انہیں جہاد کا اور اس شہر میں جانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا اللہ جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔ حضرت انس نے ایک بانس لے کر ناپا جو پچاس یا پچپن ہاتھ کا تھا، پھر اسے گاڑ کر فرمایا "ان عمالیق کے قد اس قدر لمبے تھے۔

| |
|---|
| قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ٥ |
| انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جایئے اور آپ کا رب |
| تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ |

## عمالقہ کی موجودگی میں بنی اسرائیل کے داخل نہ ہونے کا بیان

"قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ " هُمْ "اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ" عَنِ الْقِتَالِ،

انہوں نے کہا اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں ہیں تو آپ جایئے اور آپ کا رب تم دونوں لڑو، ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ یعنی وہ جنگ لڑنے کی بہ جائے وہاں بیٹھ رہے۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۝ |
| اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، سو تو ہمارے درمیان |
| اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔ |

## نافرمانوں کو اپنے سے جدا کرنے کا بیان

"قَالَ" مُوسَى حِينَئِذٍ "رَبِّ اِنِّي لَا اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِي وَاَخِي" وَلَا اَمْلِكُ غَيْرَهُمَا فَاَجْبِرْهُمْ عَلَى الطَّاعَة "فَافْرُقْ" فَافْصِلْ، بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ،

اس نے کہا اے میرے رب! بے شک میں اپنی جان اور اپنے بھائی کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں، لہٰذا تو ہمارے درمیان اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان علیحدگی کر دے۔

| |
|---|
| قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۚ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۝ |
| فرمایا: پس یہ ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے، یہ لوگ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، |
| سو اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کرنا۔ |

## حضرت یوشع علیہ السلام کا قوم عمالقہ سے جنگ کرنے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰى لَهُ "فَاِنَّهَا" اَيِ الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَة "مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ" اَنْ يَدْخُلُوْهَا "اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ" يَتَحَيَّرُوْنَ "فِي الْاَرْضِ" وَهِيَ تِسْعَةُ فَرَاسِخَ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ "فَلَا تَاْسَ" تَحْزَنْ "عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ" رُوِيَ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَسِيْرُوْنَ اللَّيْلَ جَادِّيْنَ فَاِذَا اَصْبَحُوْا اِذَا هُمْ فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي ابْتَدَءُوْا مِنْهُ وَيَسِيْرُوْنَ النَّهَارَ كَذٰلِكَ حَتّٰى انْقَرَضُوْا كُلُّهُمْ اِلَّا مَنْ لَّمْ يَبْلُغِ الْعِشْرِيْنَ قِيْلَ: وَكَانُوْا سِتَّمِائَةِ اَلْفٍ وَمَاتَ هَارُوْنُ وَمُوسٰى فِي التِّيْهِ وَكَانَ رَحْمَةً لَهُمَا وَعَذَابًا لِاُولٰئِكَ وَسَاَلَ مُوسٰى رَبَّهُ عِنْدَ مَوْتِهِ اَنْ يُدْنِيَهُ مِنَ الْاَرْضِ الْمُقَدَّسَةِ رَمْيَةً بِحَجَرٍ فَاَدْنَاهُ كَمَا فِي الْحَدِيْثِ وَنُبِّئَ يُوشَعُ بَعْدَ الْاَرْبَعِيْنَ وَاُمِرَ بِقِتَالِ الْجَبَّارِيْنَ فَسَارَ بِمَنْ بَقِيَ مَعَهُ وَقَاتَلَهُمْ وَكَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَوَقَفَتْ لَهُ الشَّمْسُ

سَاعَةَ حَتّٰی فَرَغَ مِنْ قِتَالِھِمْ وَرَوٰی اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ حَدِیْثَ اِنَّ الشَّمْسَ لَمْ تُحْبَسْ عَلٰی بَشَرٍ اِلَّا لِیُوْشَعَ لَیَالِیَ سَارَ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس یہ مقدس زمین ان لوگوں پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے، یہ لوگ زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے، اور یہ نو فرسخ ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہی ہے۔ سو اس نافرمان قوم پر افسوس نہ کرنا۔

روایت کیا گیا ہے کہ وہ رات کو سفر کرتے تو جب صبح ہوتی تو وہی جگہ ہوتی جہاں سے انہوں نے سفر شروع کیا تھا۔ اور جب وہ دن کو سفر شروع کرتے تو بھی اسی طرح ہوتا۔ حتیٰ ان سب کی نسل ختم ہو گئی سوائے ان نوجوانوں کے جن عمر ابھی بیس سال تھی۔ اور ان کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا وصال بھی اسی میدان تیہ میں ہوا اور یہ میدان تیہ ان دونوں ہستیوں کیلئے باعث رحمت تھا جبکہ بقیہ سب کیلئے عذاب تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی زمین مقدسہ کے قریب ایک پتھر پھینکنے کی مقدار قریب کر دے تو آپ کو قریب کر دیا گیا۔ جس طرح حدیث میں اس کا بیان آیا ہے۔ اور آپ کے چالیس سال بعد حضرت یوشع علیہ السلام کو نبی بنایا گیا اور انہیں جبارین کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہوا۔ اور وہ جمعہ کا دن تھا اور ایک ساعت کیلئے سورج ٹھہر گیا حتیٰ کہ آپ اس قوم کے قتال سے فارغ ہوئے۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ سورج حضرت یوشع علیہ السلام کے سوا کسی انسان کیلئے نہیں ٹھہرایا گیا۔ کیونکہ آپ نے راتوں کو بیت المقدس کی طرف سفر کیا تھا۔

وہ زمین جس میں یہ لوگ بھٹکتے پھرے نو فرسنگ تھی اور قوم چھ لاکھ، جنگی جو اپنے سامان لئے تمام دن چلتے تھے جب شام ہوتی تو اپنے کو وہیں پاتے جہاں سے چلے تھے یہ ان پر عقوبت تھی سوائے حضرت موسیٰ و ہارون و یوشع و کالب کے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے آسانی فرمائی اور ان کی اعانت کی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے آگ کو سرد اور سلامتی بنایا اور اتنی بڑی جماعت عظیمہ کا اتنے چھوٹے حصہ زمین میں چالیس برس آوارہ و حیران پھرنا اور کسی کا وہاں سے نکل نہ سکنا خوارقِ عادات میں سے ہے، جب بنی اسرائیل نے اس جنگل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کھانے پینے وغیرہ ضروریات اور تکالیف کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو آسمانی غذا مَن و سلویٰ عطا فرمایا اور لباس خود ان کے بدن پر پیدا کیا جو جسم کے ساتھ بڑھتا تھا اور ایک سفید پتھر کوہ طور کا عنایت کیا کہ جب رخت سفر اتارتے اور کسی وقت ٹھہرتے تو حضرت اس پتھر پر عصا مارتے اس سے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کے لئے بارہ چشمے جاری ہو جاتے اور سایہ کرنے کے لئے ایک اَبر بھیجا اور تیہ میں جتنے لوگ داخل ہوئے تھے ان میں سے جو بیس سال سے زیادہ عمر کے تھے سب وہیں مر گئے سوائے یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا کے اور جن لوگوں نے ارضِ مقدسہ میں داخل ہونے سے انکار کیا ان میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکا اور کہا گیا ہے کہ تیہ میں ہی حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی وفات ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے چالیس برس بعد حضرت یوشع کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین پر جہاد کا حکم دیا گیا۔ آپ باقی ماندہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر گئے اور جبارین پر جہاد کیا۔

| |
|---|
| وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ |
| مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ |
| اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر، جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک کی قبول ہوئی اور |
| دوسرے کی نہ قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل اور قابیل کا واقعہ

"وَاتْلُ" يَا مُحَمَّدُ "عَلَيْهِمْ" عَلٰى قَوْمِكَ "نَبَاَ" خَبَرَ "ابْنَیْ اٰدَمَ" هَابِيْلَ وَقَابِيْلَ "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّقٌ بِاتْلُ "اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا" اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ كَبْشٌ لِهَابِيْلَ وَزَرْعٌ لِقَابِيْلَ "فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا" وَهُوَ هَابِيْلُ بِاَنْ نَزَلَتْ نَارٌ مِنَ السَّمَاءِ فَاَكَلَتْ قُرْبَانَهُ "وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ" وَهُوَ قَابِيْلُ فَغَضِبَ وَاَضْمَرَ الْحَسَدَ فِیْ نَفْسِهِ اِلٰى اَنْ حَجَّ اٰدَمُ "قَالَ" لَهُ "لَاَقْتُلَنَّكَ" قَالَ: لِمَ ؟ قَالَ لِتَقَبُّلِ قُرْبَانِكَ دُوْنِیْ، قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ،

یا محمد ﷺ اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کی سچی خبر، بالحق یہ اتل فعل کے متعلق ہے۔ جب دونوں نے اللہ بارگاہ میں ایک ایک نیاز پیش کی اور وہ ہابیل کا مینڈھا اور قابل کیا غلہ تھا۔ تو ایک یعنی ہابیل کی قربانی قبول ہوئی کہ آسمان سے آگ نازل ہوئی اور اس نے قربانی کو کھالیا۔ اور دوسرے یعنی قابیل کی قربانی نہ قبول ہوئی تو وہ غضب ناک ہوا اور اس کے دل میں حسد پیدا ہو گیا جس کو اس نے آدم علیہ السلام سے پوشیدہ رکھا، بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا کہا کہ کیوں قتل کرے گا تو اس نے کہا کیونکہ میرے سوا تیری قربانی قبول ہوئی ہے۔ کہا کہ اللہ اسی سے قبول کرتا ہے، جسے ڈر ہے۔

## دنیا میں انسانیت کے پہلے قتل کا واقعہ

حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں حضرت حوا کے بطن سے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور حکم یہ تھا کہ ایک حمل کے لڑکے کو دوسرے حملے کی لڑکی سے بیاہ دیں جڑواں بہن بھائی کا نکاح حلال نہ تھا سب سے پہلے حمل میں قابیل اور اس کی بہن اقلیماء پیدا ہوئے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن البودا پیدا ہوئے اور قابیل کی بہن اقلیماء بہت خوبصورت تھی اور اسی دستور کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کی بہن کا قابیل کے ساتھ اور قابیل کی بہن کا ہابیل کے ساتھ نکاح کرنا چاہا مگر قابیل راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کروں گا تو حضرت آدم نے فرمایا وہ تیرے لیے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا حضرت آدم نے حجت قطع کرنے کے لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نیاز اور قربانی کرو جس کی نیاز خدا قبول کرلے گا اسی کے ساتھ اقلیماء کی شادی کر دوں گا سو دونوں نے قربانی کی ہابیل نے جو مویشی اور بکریوں والا تھا عمدہ اور فربہ دنبہ قربانی کیا اور پہاڑ پر لے جا کر رکھ دیا اور قابیل جو کھیتی والا تھا تھوڑا سا غلہ لا کر رکھ دیا اس زمانہ میں قبول اور عدم قبول کی نشانی یہ تھی کہ

جو نیاز قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ جلا کر راکھ دیتی اور جو مقبول نہ ہوتی اس کے لیے آسمان سے آگ نہ آتی جب ہابیل اور قابیل نے اپنی اپنی نیاز قربان گاہ پر لا کر رکھ دی تو آسمان سے ایک آگ آئی تو ہابیل کی نیاز کو جلا گئی اور قابیل کی نیاز کو ویسے ہی چھوڑ گئی غرض یہ کہ ہابیل کی ناز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور اپنے بھائی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر ڈالا لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کس طرح چھپاؤں کہ حضرت آدم کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ آخر اللہ نے ایک کوا بھیجا کہ اس نے ایک مردے کوے کے لیے زمین کھودی اور اس مردہ کو اس میں دفن کر دیا قابیل یہ دیکھ کر حیران و پشمان ہوا کہ افسوس مجھ میں کوے کے برابر بھی عقل نہیں کہ زمین کھود کر اس کو گاڑ دیتا چنانچہ اس نے بھی ایسا ہی کیا اور ہابیل کو دفن کر دیا۔

| |
|---|
| لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ |
| اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف بڑھائے گا میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں |
| بڑھاؤں گا کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ |

## اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کا بیان

"لَئِنْ" لَام قَسَم "بَسَطْتَ" مَدَدْتَ "اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّی اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ" فِیْ قَتْلِكَ،

اگر تو اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کے لئے میری طرف بڑھائے گا میں اپنا ہاتھ تجھے قتل کرنے کے لئے تیری طرف نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں تیرے قتل میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

| |
|---|
| اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ |
| میں چاہتا ہوں میرا گناہ اور تیرا اپنا گناہ تو ہی حاصل کرلے پھر تو اہلِ جہنم میں سے ہو جائے گا، اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔ |

## قتل کے گناہ کے سخت ہونے کا بیان

"اِنِّی اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْءَ" تَرْجِع "بِاِثْمِیْ" بِاِثْمِ قَتْلِی "وَاِثْمِكَ" الَّذِیْ ارْتَكَبْتَهُ مِنْ قَبْل "فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحَابِ النَّار" وَلَا اُرِیْدُ اَنْ اَبُوْءَ بِاِثْمِكَ اِذَا قَتَلْتُكَ فَاَكُوْنَ مِنْهُمْ قَالَ تَعَالٰی: "وَذٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِیْنَ"

میں چاہتا ہوں میرا گناہ یعنی میرے قتل کا گناہ اور تیرا اپنا گناہ یعنی اس سے پہلے جس کا تو نے ارتکاب کیا تو ہی حاصل کرلے پھر تو اہلِ جہنم میں سے ہو جائے گا، جبکہ میں یہ ارادہ نہیں رکھتا کہ تیرے قتل کا گناہ اپنے ذمہ میں لوں اور میں بھی ظالموں سے بنوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اور یہی ظالموں کی سزا ہے۔

| |
|---|
| فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ |
| پھراس کے نفس نے اس کے لئے اپنے بھائی کاقتل آسان کردکھایا،سواس نے اس کوقتل کردیا، |
| پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔ |

## نفسانی خواہش نے بھائی کوقتل کرنے پر برانگیختہ کردیا

"فَطَوَّعَتْ" زَيَّنَتْ "لَهٗ نَفْسه قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ" فَصَارَ "مِنْ الْخَاسِرِيْنَ" بِقَتْلِهِ وَلَمْ يَدْرِ مَا يَصْنَع بِهٖ لِاَنَّهٗ اَوَّل مَيِّت عَلٰى وَجْه الْاَرْض مِنْ بَنِيْ اٰدَم فَحَمَلَهٗ عَلٰى ظَهْره،

پھراس کے نفس نے اس کے لئے اپنے بھائی کاقتل آسان کردکھایا،سواس نے اس کوقتل کردیا،پس وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔یعنی اس کےقتل کی وجہ سےنقصان اٹھایااوروہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اب اس کا کیا کرے کیونکہ وہ روئے زمین پر بنی آدم کی پہلی میت تھی۔پس اس نے اس کو اپنی پشت پر اٹھالیا۔

| |
|---|
| فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى |
| اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ○ |
| پھراللہ نے ایک کوا بھیجا،جوزمین کریدتا تھا،تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے،کہنے لگاہائے میری بربادی!کیا |
| میں اس سے بھی رہ گیاکہ اس کوے جیسا ہوجاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپادوں۔پس وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہوگیا۔ |

## نیک ارادے والے کی قربانی کی قبولیت کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ ہابیل نے اپنے جانوروں میں سے بہترین اورمرغوب ومحبوب جانوراللہ کے نام اورخوشی کے ساتھ قربان کیا،برخلاف اس کے قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اورواہی چیزاوروہ بیدلی سے اللہ کے نام نکالی۔ہابیل تومندری اورطاقتوری میں بھی قابیل سے زیادہ تھا تاہم اللہ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کاظلم وزیادتی سہ لی اورہاتھ نہ اٹھایا۔ بڑے بھائی کی قربانی جب قبول نہ ہوئی اورحضرت آدم نے اس سے کہاتواس نے کہاکہ چونکہ آپ ہابیل کوچاہتے ہیں اورآپ نے اس کیلئے دعا کی تواس کی قربانی قبول ہوگئی۔اب اس نے ٹھان لی کہ میں اس کانٹے ہی کواکھاڑ ڈالوں۔موقع کامنتظر تھاایک روز اتفاقاً حضرت ہابیل کے آنے میں دیرلگ گئی توانہیں بلانے کیلئے حضرت آدم نے قابیل کوبھیجا۔یہ ایک چھری اپنے ساتھ لے کرچلا،راستے میں ہی دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوگئی،اس نے کہامیں تجھے مارڈالوں گاکیونکہ تیری قربانی قبول ہوئی اورمیری نہ ہوئی اس پرہابیل نے کہامیں نے بہترین،عمدہ،محبوب اورمرغوب چیزاللہ کے نام نکالی اورتونے بیکاربیجان چیزنکالی،اللہ تعالیٰ اپنے متقیوں ہی کی نیکی قبول کرتا ہے۔اس پروہ اوربگڑااورچھری گھونپ دی،ہابیل کہتے رہ گئے کہ اللہ کوکیاجواب دے گا؟اللہ کے ہاں اس ظلم کابدلہ تجھ سے بری طرح لیاجائیگا۔اللہ کاخوف کرمجھےقتل نہ کرلیکن اس بیرحم نے اپنے بھائی کومارہی ڈالا۔قابیل نے اپنی توام بہن سے اپنا

ہی نکاح کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ دونوں زمین میں پیدا ہوئے ہیں، اسی لئے میں اس کا حقدار ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ قابیل نے گیہوں نکالے تھے اور ہابیل نے گائے قربان کی تھی۔ چونکہ اس وقت کوئی مسکین تو تھا ہی نہیں جسے صدقہ دیا جائے، اس لئے یہی دستور تھا کہ صدقہ نکال دیتے آگ آسمان سے آتی اور اسے جلا جاتی یہ قبولیت کا نشان تھا۔ اس برتری سے جو چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی، بڑا بھائی حسد کی آگ میں بھڑکا اور اس کے قتل کے درپے ہوگیا، یونہی بیٹھے بیٹھے دونوں بھائیوں نے قربانی کی تھی۔ نکاح کے اختلاف کو مٹانے کی وجہ نہ تھی، قرآن کے ظاہری الفاظ کا اقتضا بھی یہی ہے کہ ناراضگی کا باعث عدم قبولیت قربانی تھی اور کوئی وجہ نہ تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ، بیروت)

## کوے نے میت کو دفنانے کا طریقہ بتایا

"فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْاَرْضِ" يَنْبُشُ التُّرَابَ بِمِنْقَارِهٖ وَبِرِجْلَيْهِ وَيُثِيْرُهٗ عَلٰى غُرَابٍ مَيِّتٍ حَتّٰى وَارَاهُ "لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ" يَسْتُرُ "سَوْاَةَ" جِيفَةَ "اَخِيْهِ قَالَ يَا وَيْلَتٰى اَعَجَزْتُ" عَنْ "اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْاَةَ اَخِيْ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ" عَلٰى حَمْلِهٖ وَحَفَرَ لَهٗ وَوَارَاهُ،

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا، جو زمین کریدتا تھا، یعنی اپنی چونچ اور پنجوں سے مٹی کو کریدتا اور دوسرے مردے میت پر ڈالتا تاکہ اس کو چھپائے تاکہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے، کہنے لگا ہائے میری بربادی کیا میں اس سے بھی رہ گیا کہ اس کوے جیسا ہو جاؤں تو اپنے بھائی کی لاش چھپا دوں۔ پس وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہوگیا۔ یعنی اس نے لاش کو اٹھایا اور گڑھا کھودا اور اس میں چھپا دیا۔

| |
|---|
| مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي |
| الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ |
| جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ○ |
| اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے بغیر، یا زمین میں فساد کے بغیر |
| قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا اور بلاشبہ ان کے پاس ہمارے |
| رسول واضح دلائل لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے، بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔ |

## ایک انسان کے قتل کا پوری انسانیت کے قتل کی طرح ہونے کا بیان

"مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ" الَّذِيْ فَعَلَهٗ قَابِيْلُ "كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَنَّهٗ" اَيِ الشَّاْنَ "مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ" قَتَلَهَا "اَوْ" بِغَيْرِ "فَسَادٍ" اَتَاهُ "فِي الْاَرْضِ" مِنْ كُفْرٍ اَوْ زِنًا اَوْ قَطْعِ طَرِيْقٍ اَوْ نَحْوِهٖ "فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَمَنْ اَحْيَاهَا" بِاَنِ امْتَنَعَ عَنْ قَتْلِهَا "فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ:

مِنْ حَيْثُ انْتِهَاكُ حُرْمَتِهَا وَصَوْنِهَا "وَلَقَدْ جَاءَ تْهُمْ" أَيْ بَنِي إِسْرَائِيلَ "رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَاتِ "ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ" مُجَاوِزُونَ الْحَدَّ بِالْكُفْرِ وَالْقَتْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ،

قابیل نے جو فعل کیا اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جس نے ایک جان کو کسی جان کے بغیر، یا زمین میں فساد یعنی کفر، زنا یا ڈکیتی وغیرہ کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ کیا یعنی اس کے قتل سے روکا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ حکم جان کی حرمت اور حفاظت کے بارے میں ہے۔ اور جب بنی اسرائیل کے پاس ہمارے رسول واضح دلائل یعنی معجزات لے کر آئے، پھر بے شک ان میں سے بہت سے لوگ اس کے بعد بھی زمین میں یقیناً حد سے بڑھنے والے ہیں۔ یعنی قتل کرنے اور کفر وغیرہ میں حد سے بڑھنے والے ہیں۔

## انسانیت کی جانوں کے محترم ہونے کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے اس لڑکے کے قتل کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرما دیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کیلئے اس حکم کو حکم شرعی کر دیا کہ "جو شخص کسی ایک کو بلا وجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا، اس لئے کہ اللہ کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے اور جو کسی بے قصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو زندگی، اس لئے کہ یہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے"۔ امیر المومنین حضرت عثمان کو جب باغی گھیر لیتے ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کیلئے آیا ہوں، آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، یہ سن کر معصوم خلیفہ نے فرمایا، کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو، جن میں ایک میں بھی ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نہیں نہیں، فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے سب کو قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ، میری یہی خواہش ہے اللہ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے، یہ سن کر آپ واپس چلے گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجر دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں "ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا تمام لوگوں کے خون کو گویا بچا رہا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کے قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو کو مضبوط کرنا دنیا کو زندگی دینے کے مترادف ہے" (تفسیر ابن جریر، سورہ مائدہ، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا |
| اَوْیُصَلَّبُوْٓا اَوْتُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْامِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ |
| خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ |
| بے شک جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں |
| یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں، |
| یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ |

## عرینہ کے لوگوں کی بغاوت وفساد کا بیان

وَنَزَلَ فِی الْعُرَنِیِّینَ لَمَّا قَدِمُوا الْمَدِینَةَ وَهُمْ مَرْضٰی فَاَذِنَ لَهُمُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ یَّخْرُجُوْا اِلَی الْاِبِلِ وَیَشْرَبُوا مِنْ اَبْوَالِهَا وَاَلْبَانِهَا فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوْا رَاعِیَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَاقُوا الْاِبِلَ "اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" بِمُحَارَبَةِ الْمُسْلِمِینَ "وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا" بِقَطْعِ الطَّرِیْقِ "اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ " اَیْ اَیْدِیهِمُ الْیُمْنٰی وَاَرْجُلُهُمُ الْیُسْرٰی "اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ" اَوْ لِتَرْتِیبِ الْاَحْوَالِ فَالْقَتْلُ لِمَنْ قَتَلَ فَقَطْ وَالصَّلْبُ لِمَنْ قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَالَ وَالْقَطْعُ لِمَنْ اَخَذَ الْمَالَ وَلَمْ یَقْتُلْ وَالنَّفْیُ لِمَنْ اَخَافَ فَقَطْ قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعَلَیْهِ الشَّافِعِیُّ وَاَصَحُّ قَوْلَیْهِ اَنَّ الصَّلْبَ ثَلَاثًا بَعْدَ الْقَتْلِ وَقِیلَ قَبْلَهُ قَلِیْلًا وَیُلْحَقُ بِالنَّفْیِ مَا اَشْبَهَهُ فِی التَّنْکِیلِ مِنَ الْحَبْسِ وَغَیْرِهِ "ذٰلِكَ " الْجَزَاءُ الْمَذْکُورُ "لَهُمْ خِزْیٌ" ذُلٌّ "فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ" هُوَ عَذَابُ النَّارِ،

جب عرینہ کے لوگ مدینہ منورہ میں آئے تو وہ بیمار ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے ان کو اجازت دی کہ اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب پی لیں، پس جب وہ صحیح ہو گئے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا۔ اور اونٹ بھگا کر لے گئے۔ تو ان کے بارے میں یہ حکم نازل ہوا کہ بے شک جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے یعنی مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد یعنی لوٹتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ یعنی دایاں ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں یعنی بایاں پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیے جائیں، یہاں پر حرف او یہ ترتیب احوال کیلئے آیا ہے لہٰذا قتل وہی ہوگا۔ جس نے قتل کیا ہے۔ اور سولی اس کیلئے ہے جس نے قتل کیا اور مال لوٹا اور قطع ید اس کیلئے ہے جس نے مال لیا ہے۔ لیکن قتل نہیں کیا ہے۔ اور جس نے صرف ڈرایا ہے اس کیلئے جلاوطنی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی طرح فرمایا ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول بھی یہی ہے۔اور ان کے دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہ ہے کہ قتل کے تین دن بعد تک سولی پر لٹکائے رکھنا چاہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قتل سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے سولی پر لٹکانا چاہے۔اور جو سزا جلاوطنی کی طرح ہے وہ قید ہے۔یہ ذکر کردہ سزا دنیا میں ان کی رسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔اور وہ آگ کا عذاب ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ عکل اور عرینہ سے ایک گروہ رسول اللہ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ ہم جانوروں کے دودھ پر گزارہ کرنے والے تھے سبزہ والے نہ تھے اس لیے ہمیں مدینہ کی آب وہوا موافق نہیں ہے آئی تو رسول اللہ نے انہیں چند اونٹوں کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دے دی اور ان سے فرمایا کہ ان کا دودھ بھی پیو اور پیشاب بھی لیکن انہوں نے رسول اللہ کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ ہانک لیے تو رسول اللہ نے ان کے پیچھے چند افراد بھیجے جو انہیں پکڑ لائے پھر آپ نے ان کے ہاتھ کاٹ کر اور انہیں آنکھوں سے اندھا کر کے گرمی میں پھینک دیا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مر گئے۔قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا یہ آیت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ،

جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیے جائیں اور سولی چڑھا دیے جائیں۔(مسلم رقم، 1671، نیسابوری 164، ابن کثیر 2۔49، قرطبی 6۔148)

## مرتدین وفسادیوں کی سزا وقتل ہونے کا بیان

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا پھر جب اس بات کی خبر حضرت ابن عباس کو ہوئی۔

تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی ہے کہ کسی شخص کو ایسے عذاب میں مبتلا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح ہو جیسے کسی کو آگ میں جلانا بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو۔(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 693)

اصل میں "زندیق" مجوسیوں کی ایک قوم کا نام ہے جو زردشت مجوس کی اختراع کی ہوئی کتاب زند کے پیروکار ہیں لیکن اصطلاح عام میں ہر ملحد فی الدین کو زندیق کہا جاتا ہے، چنانچہ یہاں بھی زندیق سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جن لوگوں کو زندیق کہا گیا ہے وہ دراصل عبداللہ ابن سبا کی قوم میں سے کچھ لوگ تھے جو حدود اسلام میں فتنہ وفساد برپا کرنے اور امت کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علی کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی نے ان کے اس عظیم فتنہ کا سر کچلنے کے لئے ان سب کو پکڑوا بلایا اور ان

سے مطالبہ کیا کہ وہ سب توبہ کریں اور یہ فتنہ پھیلانے سے باز رہیں لیکن جب انہوں نے اس سے انکار کردیا تو حضرت علی نے ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی اور ان سب کو آگ کے اس گڑھے میں ڈلوا دیا۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابن عباس کا مذکورہ قول حضرت علی تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک ابن عباس نے سچ کہا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور اس مصلحت کے پیش نظر ان سب کو جلوادیا کہ یہی لوگ نہیں بلکہ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس قسم کی مفسدہ پردازی سے باز رہیں۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| لیکن جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کرلی، سو جان لو کہ اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## محاربین اور ڈاکوؤں کیلئے شرعی سزا ہونے کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوا" مِنَ الْمُحَارِبِينَ وَالْقُطَّاع "مِنْ قَبْل اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه غَفُور" لَهُمْ مَا اَتَوْهُ "رَحِيْم" بِهِمْ عَبَّرَ بِذٰلِكَ دُوْن فَلَا تَحُدُّوهُمْ لِيُفِيدَ اَنَّهُ لَا يَسْقُط عَنْهُ بِتَوْبَتِهِ اِلَّا حُدُوْد اللّٰه دُوْن حُقُوق الْاٰدَمِيِّينَ كَذَا ظَهَرَ لِي وَلَمْ اَرَ مَنْ تَعَرَّضَ لَهُ وَاللّٰهُ اَعْلَم فَاِذَا قَتَلَ وَاَخَذَ الْمَال يُقْتَل وَيُقْطَع وَلَا يُصْلَب وَهُوَ اَصَحّ قَوْلَيْ الشَّافِعِيّ وَلَا تُفِيد تَوْبَته بَعْد الْقُدْرَة عَلَيْهِ شَيْئًا وَّهُوَ اَصَحّ قَوْلَيْهِ اَيْضًا،

لیکن محاربین اور ڈاکوؤں میں سے جن لوگوں نے، قبل اس کے کہ تم ان پر قابو پا جاؤ، توبہ کرلی، سو جان لو کہ اللہ ان کیلئے جو انہوں نے کیا بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ یہاں پر رحیم سے تعبیر کیا ہے جبکہ فلاتحدوھم سے نہیں تا کہ اس بات کا فائدہ حاصل ہوجائے کہ توبہ سے حدود اللہ ساقط ہوجاتی ہیں جبکہ حقوق العباد ساقط نہیں ہوتے۔ یہ نکتہ میری سمجھ میں اسی طرح آیا ہے اور میں نے جانا کہ کسی اور نے اس سے تعرض کیا ہو۔ اللہ ہی سب سے زیادہ حق کو جاننے والا ہے۔

لہٰذا جب اس نے قتل اور مال لوٹ لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا اور قطع ہوگا اور سولی نہ چڑھایا جائے گا امام شافعی کے دونوں اقوال میں سے صحیح قول یہی ہے۔ اور ڈاکو کو گرفتار کرلینے کے بعد اس کی توبہ کوئی فائدہ پہنچانے والی نہیں ہے۔ اور امام شافعی کے اقوال میں سے یہی صحیح ترین قول ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۳۴ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ تلا کرلے تو پھر اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں، برخلاف اس کے اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہیں ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے، پھران میں سے جوکئی مسلمان کے ہاتھ آ جانے سے پہلے توبہ کرلے تو جوحکم اس پراس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔

## جاریہ بن بدر کے فتنہ وفساد کے سبب ہلاک ہونے کا بیان

جاریہ بن بدر تیمی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا، اس بارے میں چند قریشیوں نے حضرت علی سے سفارش کی، جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کردیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا، آپ نے اپنے گھر میں اسے ٹھہرایا اور حضرت علی کے پاس آئے اور کہا بتائیے تو جواللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑے اور زمین میں فساد کی سعی کرے پھران آیتوں کی (قبل ان تقدروا علیہم) تک تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کوامن لکھ دوں گا، حضرت سعید نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے، چنانچہ جاریہ نے اس کے بعدان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔ قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں کے یہ گورنر تھے، ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ فلاں بن فلاں مرادی قبیلے کا ہوں، میں نے اللہ اوراس کے رسول سے لڑائی لڑی، زمین میں فساد کی کوشش کی لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں، اس سے پہلے میں تائب ہوگیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ کھڑے ہوگئے اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی لڑائی نہ کرے، اگر یہ سچا ہے تو الحمدللہ اور یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اسے ہلاک کردیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر بغاوت کرگیا، اللہ نے بھی اس کے گناہوں کے بدلے اسے غارت کردیا اور یہ مار ڈالا گیا۔

## علی اسدی کی توبہ کے سبب معافی ہوجانے کا بیان

علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی گزرگاہوں میں دہشت پھیلادی، لوگوں کوقتل کیا، مال لوٹا، بادشاہ لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا، لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا، ایک شخص کوقرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کررہا تھا آتی (قل یاعبادی الذین اسرفوا) الخ، یہ اسے سن کر رک گیا اوراس سے کہا اے اللہ کے بندے یہ آیت مجھے دوبارہ سنا، اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کوسن کر وہ فرماتا ہے اے میرے گنہگار بندو تم میری رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، میں سب گناہوں کو بخشنے پر قادر ہوں میں غفور ورحیم ہوں۔ اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار میان میں کرلی، اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینے پہنچ گیا، غسل کیا اور مسجد نبوی میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابوہریرہ کے پاس جولوگ بیٹھے تھے، ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب دن کا اجالا ہوا تو لوگوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی، بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے، سب نے چاہا کہ اسے گرفتار کرلیں۔

اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کرسکتے، اس لئے کہ مجھ پر تمہارے قابو پانے سے پہلے ہی میں تو توبہ کر چکا ہوں بلکہ

توبہ کے بعد خود تمہارے پاس آ گیا ہوں، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا! یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم کے پاس لے چلے، یہ اس وقت حضرت معاویہ کی طرف سے مدینے کے گورنر تھے، وہاں پہنچ کر فرمایا کہ یہ علی اسدی ہیں، یہ توبہ کر چکے ہیں، اس لئے اب تم انہیں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مائدہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس تک وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ |

## اللہ کی بارگاہ میں قرب حاصل کرنے کیلئے وسیلہ طلب کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰه" خَافُوْا عِقَابَه بِاَنْ تُطِيْعُوْهُ "وَابْتَغُوْا" اُطْلُبُوْا "اِلَيْهِ الْوَسِيْلَة" مَا يُقَرِّبُكُمْ اِلَيْهِ مِنْ طَاعَته "وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِه" لِاِعْلَاءِ دِيْنه "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو یعنی اس کے عذاب سے ڈرو تا کہ تم اس کی اطاعت کرو۔ اور اس تک وسیلہ تلاش کر یعنی جو تمہیں طاعت کے سبب اس کے قریب کردے۔ اور دین کی سربلندی کیلئے اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ یعنی کامیاب ہو جاؤ۔

## وسیلہ کے لغوی معنی ومفہوم کا بیان

توسّل خالص عربی لفظ ہے جو قرآن وسنت اور کلام عرب میں شعر ونثر دونوں ہی طرح آیا ہے۔ اور وسیلہ کا مطلب ہے مطلوب تک تقرب حاصل کرنا اور رغبت کے ساتھ اس تک پہنچنا۔ (النہایہ)۔ اَلْوَاسِل یعنی راغب وسیلہ یعنی قربت اور واسطہ اور جس کے ذریعہ کسی چیز تک پہنچا جائے اور اس کے ذریعہ قرب حاصل کیا جائے۔ وسیلہ کی جمع وسائل ہے۔

اور فیروز آبادی نے قاموس میں کہا وَسَّلَ اِلَى اللّٰهِ تَوْسِيْلًا یعنی ایسا عمل کیا جس سے اس کا تقرب حاصل ہوا اور ابن فارس نے معجم المقاتلیس میں لکھا ہے۔ اَلْوَسِيْلَةُ الرَّغْبَةُ وَالطَّلَبُ وَسَّل۔ کہا جاتا ہے جب آدمی کسی کی طرف رغبت کرے۔ اور واسل کہتے ہیں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے کو۔

لبید کہتا ہے۔ اِرَى النَّاسَ لَا يَدْرُوْنَ مَا قَدْرُ اَمْرِهِمْ بَلٰى كُلُّ ذِىْ دِيْنٍ اِلَى اللّٰهِ وَاسِل، میں دیکھتا ہوں کہ لوگ اپنے کام کی قدر نہیں جانتے ہاں بے شک ہر دیندار اللہ کی طرف راغب ہے۔

اور علامہ راغب اصفہانی نے المفردات میں کہا۔ اَلْوَسِيْلَةُ اَلتَّوَسُّلُ اِلَى الشَّيْئِ بِرَغْبَةٍ (یعنی کسی چیز کی طرف رغبت کے ساتھ پہنچنا) اور وصیلہ سے خاص ہے کیونکہ وہ رغبت کے معنی کو شامل ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور وسیلہ الی اللہ کی حقیقت یہ ہے کہ علم اور عبادت اور مکارم شریعت کی طلب کے ساتھ راہِ الٰہی کی رعایت کرنا۔ اور وسیلہ قربت کی طرح ہے۔ اور واسل راغب الی اللہ کو کہتے ہیں اور علامہ ابن جریر نے بھی اسی معنی کو نقل کیا ہے اور اس پر شاعر کا قول پیش کیا ہے۔

اِذَا غَفَلَ الْوَاشُوْنَ عُدْنَا لِوَصْلِنَا وَعَادَ التَّصَافِيْ بَيْنَنَا وَالْوَسَائِلُ ، جب چغلی کھانے والے غافل ہو گئے تو ہم اپنے وصل کی طرف لوٹ پڑے اور ہمارے درمیان دوستی اور وسائل بھی لوٹے۔

## وسیلہ سے ہونے والی دعا کا بیان

مسلم کی حدیث میں ہے "جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہہ رہا ہو، وہی تم بھی کہو، پھر مجھ پر درود بھیجو، ایک درود کے بدلے تم پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ پھر میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو، وہ جنت کا ایک درجہ ہے، جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا، مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا، اس کیلئے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

مسند احمد میں ہے "جب تم مجھ پر درود پڑھو تو میرے لئے وسیلہ مانگو، پوچھا گیا کہ وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا جنت کا سب سے بلند درجہ جسے صرف ایک شخص ہی پائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں۔

طبرانی میں ہے "تم اللہ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے جو شخص دنیا میں میرے لئے یہ دعا کرے گا، میں اس پر گواہ یا اس کا سفارشی قیامت کے دن بن جاؤں گا"۔ اور حدیث میں ہے "وسیلے سے بڑا درجہ جنت میں کوئی نہیں۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کے ملنے کی دعا کرو"۔ ایک او حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ وسیلے میں آپ کے ساتھ اور کون ہوں گے؟ تو آپ نے حضرت فاطمہ اور حسن حسین کا نام لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی نے کوفہ کے منبر پر فرمایا کہ جنت میں دو موتی ہیں، ایک سفید ایک زرد، زرد تو عرش تلے ہے اور مقام محمود سفید موتی کا ہے، جس میں ستر ہزار بالا خانے ہیں، جن میں سے ہر ہر گھر تین میل کا ہے۔ اس کے دریچے دروازہ تخت وغیرہ سب کے سب گویا ایک ہی جڑ سے ہیں۔ اسی کا نام وسیلہ ہے، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اہل بیت کیلئے ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے نزول برکت کا بیان

حضرت انس بن مالک ؓ کی یہ روایت بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں پر قحط پڑا ایک جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک دیہاتی منبر کے سامنے والے دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔ آپ کھڑے ہی تھے کہ اس نے سامنے آ کر کہا یا رسول اللہ! مال تباہ ہو گیا بچے بھوکے ہو گئے جانور ہلاک ہو گئے روزی کے سارے دروازے بند ہو گئے۔ اللہ سے ہمارے لئے دعا فرمائیے کہ ہمیں بارش سے سیراب فرمائے۔ آپ نے دُعا کے لئے دونوں ہاتھ اُٹھائے اتنے کہ میں نے آپ کے بغل کی چمک دیکھ لی۔ آپ دُعا میں کہہ رہے تھے اے اللہ ہماری فریاد سن لے اے اللہ! ہماری فریاد سن لے۔ آپ کے ساتھ سبھی لوگ ہاتھ اُٹھائے دُعا کر رہے تھے۔ البتہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر یہ نہیں بتایا کہ آپ نے اپنی چادر پلٹ دی اور نہ ہی یہ کہ قبلہ کو سامنے کر لیا۔ اور واللہ ہم نے آسمان میں بدلی وغیرہ کچھ نہیں دیکھی جبکہ ہمارے

اور سلع کے درمیان نہ گھر تھا نہ مکان اور آسمان بھی بالکل شیشے کی طرح صاف وشفاف تھا۔اس کے ساتھ ہی سلع کے پیچھے سے ڈھال کی مانند ایک بدلی نکلی آسمان کے بیچ میں آ کر پھیل گئی اور بارش ہونے لگی۔قسم ہے اللہ کی بدلی پہاروں کی طرح پھٹ گئی آپ ابھی منبر سے اُترے نہیں تھے کہ بارش آپ کی داڑھی سے ٹپکنے لگی۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ: ہوا کا جھکڑ اٹھا جس سے بدلی پھیل گئی اور گھنی ہوگئی اور آسمان نے اپنے دھانے کھول دیئے۔آپ منبر سے اترے اور نماز پڑھی ہم لوگ مسجد سے نکلے اور پانی میں چلتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

ایک اور روایت میں تو یہاں تک ہے کہ بارش اتنی ہوئی کہ آدمی کا گھر تک پہنچنا مشکل ہوگیا۔اس روز پورے دن تک بارش ہوتی رہی پھر دوسرے تیسرے دن حتیٰ کہ دوسرے جمعہ تک ہوتی رہی بند ہی نہیں ہوئی۔مدینہ کی نالیوں میں سیلابی کیفیت پیدا ہوگئی اللہ گواہ ہم نے چھ دن تک سورج نہیں دیکھا۔

پھر وہی دیہاتی دوسرے جمعہ کو اسی روز دروازے سے مسجد میں داخل ہوا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا گھر گر گئے راستے کٹ گئے مویشی ہلاک ہوگئے اور مال پانی میں غرق ہوگئے۔آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ بارش بند کردے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا اُٹھے اپنا ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھایا اور فرمایا: اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلٰی رُءُوْسِ الْجِبَالِ وَالْاٰکَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ

اے اللہ بارش ہم پر نہیں ہمارے آس پاس برسا۔اے اللہ پہاڑوں اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر برسا اور وادیوں کے نشیب اور جنگلوں پر برسا۔

آپ ہاتھ سے بدلی کی طرف اشارہ کرتے اور بدلی گڑھے کی طرح پھٹتی جاتی تھی۔حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مدینہ کی سمت کی بدلیاں داہنے بائیں طرف چھٹنے لگیں جیسے پردہ ہٹالیا گیا ہو۔ہم مسجد سے نکلے تو دُھوپ چمک رہی تھی۔اللہ نے اپنے نبی کی کرامت اور دُعا کی قبولیت لوگوں پر واضح کردی۔وادی ایک ماہ تک نہر کی طرح بہتی رہی کوئی کسی بھی سمت سے مدینہ آتا تو اس بارش سے اس کو سابقہ پڑتا۔

## نیک بندوں کے وسیلہ سے دعا مانگنے کا بیان

اور اسی کی وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ لوگ جب قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے ذریعہ بارش طلب کرتے اور یوں دعا کرتے۔اے اللہ ہم تجھ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے وسیلہ سے بارش طلب کررہے ہیں لہٰذا تو ہمیں بارش عطا فرما۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایسا کہنے پر لوگوں کو بارش ملتی تھی۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| بیشک جولوگ کفر کے مرتکب ہورہے ہیں اگران کے پاس وہ سب کچھ ہو، جوروئے زمین میں ہے بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور تا کہ وہ روزِ قیامت کے عذاب سے اسے فدیہ میں دے دیں تو ان سے قبول نہیں کیا جائے گا، اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## روئے زمین کے سونے کا فدیہ ایمان نہ بن سکنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ" ثبت "اَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْله مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَاب يَوْم الْقِيَامَة مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَاب اَلِيْم"

بیشک جولوگ کفر کے مرتکب ہورہے ہیں اگران کے پاس وہ سب کچھ ہو، جوروئے زمین میں ہے بلکہ اس کے ساتھ اتنا اور تا کہ وہ روزِ قیامت کے عذاب سے اسے فدیہ میں دے دیں توان سے قبول نہیں کیا جائے گا، اوران کے لئے دردناک عذاب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ایک جہنمی کو لایا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم کہو تمہاری جگہ کیسی ہے؟ وہ کہے گا بدترین اور سخت ترین۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ اس سے چھوٹنے کیلئے تو کیا کچھ خرچ کردینے پر راضی ہے؟ وہ کہے گا ساری زمین بھر کا سونا دے کر بھی میں یہاں سے چھوٹوں تو بھی سستا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بہت ہی کم مانگا تھا لیکن تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم)

| |
|---|
| يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ○ |
| وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں جب کہ وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔ |

## کفار جہنم سے کبھی بھی باہر نہ نکل سکیں گے

"يُرِيْدُوْنَ" يتمنون "اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّار وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَاب مُقِيْم" دائم،

وہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں جب کہ وہ اس سے نہیں نکل سکیں گے اوران کے لئے دائمی عذاب ہے۔

اس روایت کے راوی یزید فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرا خیال ٹھیک ہو گیا۔ حضرت طلق بن حبیب کہتے ہیں میں بھی منکر شفاعت تھا یہاں تک کہ حضرت جابر سے ملا اور اپنے دعوے کے ثبوت میں جن جن آیتوں میں جہنم کے ہمیشہ رہنے والوں کا ذکر ہے سب پڑھ ڈالیں تو آپ نے سن کر فرمایا اے طلق کیا تم اپنے تئیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مجھ سے افضل جانتے ہو؟ سنو جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں وہ سب اہل جہنم کے بارے میں ہیں یعنی مشرکوں کیلئے۔ لیکن وہ لوگ نکلیں گے

یہ وہ لوگ ہیں جو شرک نہ تھے لیکن گنہگار تھے گناہوں کے بدلے سزا بھگت لی پھر جہنم سے نکال دیئے گئے۔حضرت جابر نے یہ سب فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہو کہ جہنم میں داخل ہونے بعد بھی لوگ اس میں سے نکالے جائیں گے اور وہ جہنم سے آزاد کر دیئے جائیں گے قرآن کی یہ آیتیں جس طرح تم پڑھتے ہو ہم بھی پڑھتے ہی ہیں۔

| |
|---|
| وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، |
| اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## شریعت میں حد سرقہ کا بیان

"وَالسَّارِق وَالسَّارِقَة" اَلْ فِيهِمَا مَوْصُولَة مُبْتَدَأ وَلِشَبَهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاء فِي خَبَره وَهُوَ "فَاقْطَعُوا اَيْدِيهمَا " اَيْ يَمِين كُلّ مِنْهُمَا مِنْ الْكُوع وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ الَّذِيْ يُقْطَع فِيهِ رُبُع دِينَار فَصَاعِدًا وَّاَنَّهُ اِذَا عَادَ قُطِعَتْ رِجْله الْيُسْرٰى مِنْ مَّفْصِل الْقَدَم ثُمَّ الْيَد الْيُسْرٰى ثُمَّ الرِّجْل الْيُمْنٰى وَبَعْد ذٰلِكَ يُعَزَّر "جَزَاء " نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَر "بِمَا كَسَبَا نَكَالًا" عُقُوبَة لَهُمَا "مِنْ اللّٰه وَاللّٰه عَزِيز" غَالِب عَلٰى اَمْره "حَكِيم" فِيْ خَلْقه.

سارق اور سارقہ ان دونوں میں الف لام موصولہ مبتداء جو مشابہ بہ شرط ہے۔اور اس کی خبر میں فاء داخل ہے اور وہ فاقطعوا ہے اور جو چوری کرنے والا اور جو چوری کرنے والی ہے سو دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک کا دایاں ہاتھ گٹ سے کاٹ دیا جائے گا جس طرح سنت مطہرہ میں بیان ہوا ہے اور قطع ید کی حد چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری پر ہوگی۔اور اگر وہ دوبارہ چوری کرے تو اس کا بایاں پاؤں ٹخنے سے کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد بایاں ہاتھ اور اس کے بعد دایاں پاؤں کاٹ دیا جائے گا اور اس کے بعد ان کو تعزیر لگائی جائے گی۔اس کی جزا کے لیے جو ان دونوں نے کمایا، یہاں پر جزاء مصدر منصوب ہے۔اللہ کی طرف سے عبرت کے لیے اور اللہ اپنے حکم میں سب پر غالب، اپنی مخلوق میں کمال حکمت والا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۳۸ کے سبب نزول کا بیان

اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو یہ ان کے فعلوں کی سزا اور خدا کی طرف سے عبرت ہے اور خدا زبردست اور صاحب حکمت ہے۔کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت طعمہ بن ابیرق زرہ چور کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ پیچھے گذر چکا ہے۔(نیسابوری، زادالمیسر 2-348)

## سرقہ کے معنی کا فقہی مفہوم

سرقہ سین کے زبر اور را کے زیر کے ساتھ چوری کے معنی میں ہے اور اصطلاح شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی مکلف کسی کے ایسے محرز مال میں سے کچھ یا سب خفیہ طور پر لے لے جس میں نہ تو اس کی ملکیت ہو اور نہ شبہ ملکیت ہو۔

علامہ طیبی شافعی نے کہا ہے کہ قطع السرقۃ میں اضافت بحذف مضاف مفعول کی طرف ہے یعنی معنی کے اعتبار سے یہ عنوان یوں ہے باب قطع اہل السرقۃ ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی کا قیمتی مال حرز سے نکال کر لے جانا بغیر کسی حق ملکیت یا اسکے شبہ کے سرقہ کہلاتا ہے اور سرقہ کرنے والے کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ چوری کے مال کی کم سے کم مالیت نصاب کہلاتی ہے، چنانچہ نصاب کے بقدر یا اس سے زائد مال کی چوری ہوگی تو حد سرقہ کی پہلی شرط پوری ہو جائے گی۔ چوری کے مال کا قیمتی ہونا ضروری ہے مختلف فقہاء کے ہاں اس کی مختلف قیمتیں متعین کی گئیں ہیں تاہم کم از کم دس درہم پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔

## نصاب سرقہ میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ہاتھ کاٹا ایک ڈھال چوری کرنے کے بدلے میں جس کی قیمت تین درہم تھی۔ اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس ابو ہریرہ، ام ایمن سے بھی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابن عمر کی حدیث حسن صحیح ہے بعض صحابہ کرام کا اسی پر عمل ہے حضرت ابوبکر بھی ان میں شامل ہیں انہوں نے پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا حضرت عثمان اور حضرت علی سے منقول ہے کہ انہوں نے چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹا۔ حضرت ابوہریرہ اور ابوسعید سے منقول ہے کہ پانچ درہم کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے۔ بعض فقہاء تابعین کا اس پر عمل ہے۔

امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا یہی قول ہے کہ چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چیز چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک دینار یا دس درہم سے کم کی چیز میں ہاتھ نہ کاٹا جائے یہ حدیث مرسل ہے اسے قاسم بن عبدالرحمٰن نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے لیکن قاسم کا ابن مسعود سے سماع نہیں۔

بعض اہل علم کا اس پر عمل ہے۔ سفیان ثوری، اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے وہ فرماتے ہیں کہ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1487)

## نصاب سرقہ میں امام شافعی کی مستدل حدیث

حضرت عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چور کا ہاتھ اسی صورت میں کاٹا جائے جب کہ اس نے چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی مالیت کی چوری کی ہو۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 744)

یہ حدیث حضرت امام شافعی کے اس مسلک کی دلیل ہے کہ چوتھائی دینار سے کم مالیت کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گویا ان کے نزدیک نصاب سرقہ کی کم سے کم مقدار چوتھائی دینار ہے ملا علی قاری نے اپنی کتاب میں اس حدیث کے تحت بڑی تفصیلی بحث کی

ہے اور اس مسئلہ میں علماء کے جو اختلافی اقوال ہیں ان کو نقل کر کے امام ابوحنیفہ کے مسلک کو بڑی مضبوط دلیلوں سے ثابت کیا ہے۔

## نصاب سرقہ میں امام مالک کی مستدل حدیث

حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کے چرانے پر جس کی قیمت تین درہم تھی، چور کا داہنا ہاتھ کٹوا دیا تھا۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 745)

علامہ شمنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس روایت کے معارض ہے جو ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص سے نقل کی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی حضرت ابن عباس اور عمرو ابن شعیب سے بھی اسی طرح منقول ہے نیز شیخ ابن ہمام نے بھی ابن عمر اور ابن عباس سے یہی بات نقل کی ہے کہ اس ڈھال کی قیمت دس درہم تھی اور عینی نے ہدایہ کے حاشیہ میں بھی یہی لکھا ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ابوحنیفہ کا یہ مسلک ہے کہ قطع ید ہاتھ کاٹنے کی سزا اسی چور پر نافذ ہوگی جس نے کم سے کم دس درہم کے بقدر مال کی چوری کی ہو اس سے کم مالیت کی چوری پر یہ سزا نہیں دی جائے گی جہاں تک ابن عمر کی روایت کا تعلق ہے جس سے اس ڈھال کی قیمت تین درہم متعین کی حالانکہ حقیقت میں وہ ڈھال دس درہم کی مالیت کی تھی جیسا کہ اکثر روایتوں سے ثابت ہوا اس موقع پر شیخ عبدالحق اور ملا علی قاری نے اپنی اپنی شرح میں بڑی تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اہل علم ان کی کتابوں سے مراجعت کر سکتے ہیں۔

## نصاب سرقہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کی مستدل حدیث

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کا ہاتھ کاٹا ڈھال کی چوری کرنے کی وجہ سے جس کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔

یہ حدیث دلیل ہے حضرت امام ابوحنیفہ کی امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محمد بن سلمہ اور سعدان بن یحیی نے ابن اسحاق سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 993)

## نصاب سرقہ میں احناف کے مؤقف کی ترجیح کا بیان

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں حجفہ یا ترس ڈھال کی قیمت سے کم میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا گیا اور یہ دونوں (ڈھالیں) قیمت والی ہیں۔

(صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر ۱۱۱۹)

صحیح مسلم کی اس حدیث میں ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا۔ لہٰذا چوری کا نصاب کم از کم ڈھال ٹھہرا کیونکہ اس سے کم نصاب میں عدم حد کے سبب شبہ پیدا ہو گیا ہے اور قانون یہ ہے کہ شبہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا احناف کے مؤقف کے مطابق نصاب سرقہ کم از کم دس دراہم ہے۔

| |
|---|
| فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| پھر جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ اور اصلاح کر لے تو بیشک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ |
| یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## توبہ کے سبب حقوق العباد کے ساقط نہ ہونے کا بیان

"فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِه" رَجَعَ عَنِ السَّرِقَة "وَاَصْلَحَ" عَمَله "فَاِنَّ اللّٰه يَتُوب عَلَيْهِ اِنَّ اللّٰه غَفُور رَحِيْم" فِي التَّعْبِير بِهٰذَا مَا تَقَدَّمَ فَلَا يَسْقُط بِتَوْبَتِهِ حَقّ الْاٰدَمِيّ مِنَ الْقَطْع وَرَدّ الْمَال نَعَمْ بَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّهُ اِنْ عَفَا عَنْهُ قَبْل الرَّفْع اِلَى الْاِمَام سَقَطَ الْقَطْع وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ،

پھر جو شخص اپنے ظلم کے بعد توبہ یعنی چوری سے رجوع کر لے اور اپنے عمل کی اصلاح کر لے تو بیشک اللہ اس پر رحمت کے ساتھ رجوع فرمانے والا ہے۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اس کا بیان پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ توبہ سے حق بندہ ساقط نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی مال کی واپسی کے سبب حد ساقط ہوتی ہے ہاں البتہ سنت کے بیان سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ قاضی کی طرف معاملہ لے جانے سے پہلے ہی معاف کر دے تو حد ساقط ہو جائے گی اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۳۹ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ ایک عورت نے کچھ زیور چرا لئے، ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسے پیش کیا آپ نے اس کا داہنا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، جب کٹ چکا تو اس عورت نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ نے فرمایا تم تو ایسی پاک صاف ہو گئیں کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی"۔ اس پر آیت (فمن تاب) نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن جریر)

| |
|---|
| اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ |
| وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| کیا تو نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے |
| بخش دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ |

## عذاب و بخشش پر اللہ کی قدرت ہونے کا بیان

"اَلَمْ تَعْلَم" اِلاسْتِفْهَام فِيْهِ لِلتَّقْرِيرِ "اَنَّ اللّٰه لَهُ مُلْك السَّمٰوَات وَالْاَرْض يُعَذِّب مَنْ يَّشَاء" تَعْذِيبه "وَيَغْفِر لِمَنْ يَّشَاء" الْمَغْفِرَة لَهُ "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ التَّعْذِيب وَالْمَغْفِرَة،

کیا تو نہیں جانتا، یہاں استفہام تقریری ہے۔ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ جسے چاہتا ہے

عذاب دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھتا ہے۔ اسی سے عذاب دینا اور بخش دینا ہے۔

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۚ ۖ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○

اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں جو کچھ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے، اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ بنا نہ سکے گا، وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل پاک کرنا نہ چاہا، انہیں دنیا میں رسوائی ہے، اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

## کفر و گمراہی کی طرف دوڑنے والوں پر غمزدہ نہ ہونے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ" صُنْع "الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ" يَقَعُوْنَ فِيْهِ بِسُرْعَةٍ اَىْ يُظْهِرُوْنَهٗ اِذَا وَجَدُوْا فُرْصَة "مِنْ" لِلْبَيَانِ "الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ" بِاَلْسِنَتِهِمْ مُتَعَلِّق بِقَالُوْا "وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوْبِهِمْ" وَهُمْ الْمُنَافِقُوْنَ "وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوا" قَوْم "سَمَّاعُوْنَ لِلْكَذِب" الَّذِىْ افْتَرَتْهُ اَحْبَارهمْ سَمَاع قَبُول "سَمَّاعُوْنَ" مِنْكَ "لِقَوْمٍ" لِاَجْلِ قَوْم "اٰخَرِيْنَ" مِنَ الْيَهُوْد "لَمْ يَاْتُوك" وَهُمْ اَهْل خَيْبَر زَنٰى فِيْهِمْ مُحْصَنَانِ فَكَرِهُوا رَجْمهمَا فَبَعَثُوا قُرَيْظَة لِيَسْاَلُوا النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حُكْمهمَا "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِم" الَّذِىْ فِى التَّوْرَاة كَاٰيَةِ الرَّجْم "مِنْ بَعْد مَوَاضِعه" الَّتِىْ وَضَعَهُ اللّٰه عَلَيْهَا اَىْ يُبَدِّلُوْنَهٗ "يَقُوْلُوْنَ" لِمَنْ اَرْسَلُوْهُمْ "اِنْ اُوتِيتُمْ هٰذَا" الْحُكْم الْمُحَرَّف اَىْ الْجَلْد الَّذِىْ اَفْتَاكُمْ بِهِ مُحَمَّد "فَخُذُوْهُ" فَاقْبَلُوْهُ "وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ" بَلْ اَفْتَاكُمْ بِخِلَافِهِ "فَاحْذَرُوْا" اَنْ تَقْبَلُوْهُ "وَمَنْ يُّرِدْ اللّٰه فِتْنَته" اِضْلَاله "فَلَنْ تَمْلِك لَهٗ مِنَ اللّٰه شَيْئًا" فِىْ دَفْعهَا "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدْ اللّٰه اَنْ يُّطَهِّر قُلُوْبهمْ" مِنَ الْكُفْر وَلَوْ اَرَادَهُ لَكَانَ "لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْى" ذُلّ بِالْفَضِيحَةِ وَالْجِزْيَة

اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں یعنی کفر میں جلدی سے واقع ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے، یہاں پر مِن بیانیہ ہے اور بـا فـواهـهم یہ قالوا کے متعلق ہے۔ اور ان منافقوں کے دل مسلمان نہیں اور

کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں جس کو ان کے احبار نے بنایا ہوا ہے۔اور لوگوں یعنی یہود کی بات خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے،اور وہ اہل خیبر ہیں جن میں شادی شدہ نے زنا کیا تو انہوں نے رجم کرنے کو ناپسند کیا۔پس انہوں نے بنو قریظہ کو آپ ﷺ کے پاس بھیجا تا کہ وہ حکم معلوم کریں جبکہ وہ تورات والے حکم کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔یعنی جو آیت رجم ہے۔اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں،اور جن کو انہوں نے بھیجا ان سے کہتے ہیں یہ بدلہ ہوا حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو یعنی اسی بدلے ہوئے حکم کے مطابق اگر کوڑوں کا حکم دیں تو تم محمد ﷺ کے حکم کو مان لینا ورنہ اس کو قبول کرنے سے بچنا اور جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو ہرگز تو اللہ سے اس کا کچھ دفاع نہ کر سکے گا،وہ ہیں کہ اللہ نے ان کا دل کفر سے پاک کرنا نہ چاہا،انہیں دنیا میں رسوائی ہے،اور انہیں آخرت میں بڑا عذاب ہے۔یعنی ذلت فضیحت کے ساتھ اور جزیہ ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۴۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ایک یہودی گذرا جس کا منہ کالا کیا ہوا تھا اور اسے کوڑے لگائے جا رہے تھے آپ نے ان یہودیوں کو بلایا اور پوچھا کہ کیا تم اپنی کتاب میں زنا کی حد اسی طرح پاتے ہو انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے ان کے علماء میں سے ایک شخص کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات کو نازل کیا بتا کیا تم لوگ اپنی کتاب میں زانی کی حد یہی پاتے ہو؟اس نے نفی میں جواب دیا اور کہا کہ اگر آپ مجھے یہ قسم نہ دیتے تو میں آپ کو قطعا اس کی خبر نہ دیتا ہماری کتاب میں زانی کی حد رجم ہے لیکن یہ ہمارے اشراف میں بہت زیادہ ہوا تو جب ہم کسی شریف زادے کو پکڑتے تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی گھٹیا کو پکڑتے تو اس پر حد قائم کرتے پھر ہم نے کہا آؤ ہم ایک ہی چیز پر مجتمع ہو جاتے ہیں کہ شریف اور گھٹیا ہر ایک پر وہی حد قائم کریں گے پھر ہم نے رجم کی بجائے منہ کالا کرنے اور کوڑے لگانے پر اتفاق کیا تو رسول اللہ نے فرمایا اے اللہ میں تیرے اس حکم کا پہلا زندہ کرنے والا ہوں جبکہ انہوں نے اسے ترک کر دیا تھا پس آپ نے اس کے رجم کا حکم فرمایا اور اسے رجم کر دیا گیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ الی قولہ تعالی وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ،

ترجمہ۔اے پیغمبر جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں ( کچھ تو) ان میں سے (ہیں) جو منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں لیکن ان کے دل مومن نہیں ہیں اور ( کچھ) ان میں سے یہودی ہیں ان کی وجہ سے غم ناک نہ ہونا۔یہ غلط باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرتے ہیں اور ایسے لوگوں (کے بہکانے) کے لیے جاسوس بنے ہوئے ہیں جو ابھی تمہارے پاس نہیں آئے (صحیح) باتوں کو ان کے مقامات (میں ثابت ہونے) کے بعد بدل دیتے ہیں اور (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ تم کو یہی حکم ملا تو اسے قبول کر لینا (یعنی کہتے ہیں کہ اگر محمد زنا کی سزا کے طور پر منہ کالا کرنا اور کوڑے لگانا بتائیں تو اسے قبول کر لینا اور اگر رجم کا حکم دیں اس سے احتراز کرنا" اور جو خدا نے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

یہ یہود کے بارے میں فرمایا (ومن لم یحکم بماانزل اللہ فالئك ھم الفاسقون سورہ المائدہ آیت نمبر 45) اور جو خدا نے

نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔

یہ بھی یہود کے بارے میں فرمایا وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ) ترجمہ۔ اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔

یہ تمام کفار کے بارے میں ہیں۔ (مسلم 1700، نیسابوری 165، سیوطی 104، زادالمسیر 2۔356، قرطبی 6۔176)

| |
|---|
| سَمّٰعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْکَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْکَ شَیْئًا ؕ وَاِنْ حَکَمْتَ فَاحْکُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ○ |
| جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں، حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔ سو اگر آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے گریز فرمالیں، اور اگر آپ ان سے گریز فرمالیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان عدل سے فیصلہ فرمائیں، بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ |

## جھوٹی باتیں بنانے والے حرام خوروں کا بیان

"سَمَّاعُوْنَ لِلْکَذِبِ اَکَّالُوْنَ لِلسُّحْتِ" بِضَمِّ الْحَاءِ وَسُکُوْنِهَا اَیْ الْحَرَامِ کَالرِّشَا "فَاِنْ جَاءُوْكَ" لِتَحْکُم بَیْنهمْ "فَاحْکُمْ بَیْنهمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ" هٰذَا التَّخْیِیر مَنْسُوخ بِقَوْلِهِ تَعَالٰی "وَاَنْ اُحْکُمْ بَیْنهمْ" الْاٰیَة فَیَجِب الْحُکْم بَیْنهمْ اِذَا تَرَافَعُوا اِلَیْنَا وَهُوَ اَصَحّ قَوْلَیْ الشَّافِعِیّ فَلَوْ تَرَافَعُوا اِلَیْنَا مَعَ مُسْلِم وَجَبَ اِجْمَاعًا "وَاِنْ تُعْرِض عَنْهُمْ فَلَنْ یَّضُرُّوْك شَیْئًا وَّاِنْ حَکَمْت" "بَیْنهمْ "فَاحْکُمْ بَیْنهمْ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "اِنَّ اللّٰہ یُحِبّ الْمُقْسِطِیْنَ" الْعَادِلِیْنَ فِی الْحُکْم اَیْ یُثِیْبهُمْ،

جھوٹی باتیں بنانے کے لئے جاسوسی کرنے والے ہیں سحت حاء کے ضمہ اور اس کے سکون کے ساتھ ہے یعنی حرام جس طرح رشوت ہوتی ہے۔ حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔ سو اگر آپ کے پاس آئیں تو آپ ان کے درمیان فیصلہ فرما دیں یا ان سے گریز فرمالیں، اور اگر آپ ان سے گریز فرمالیں۔ یہ اختیار اس قول کے ساتھ منسوخ ہے۔ "وَاَنْ اُحْکُمْ بَیْنَهُمْ" لہٰذا جب وہ آپ کے فیصلہ لائیں تو ان کا فیصلہ فرما دیں۔ اور امام شافعی کے اقوال میں صحیح قول یہی ہے جب وہ کسی مسلمان کے پاس فیصلہ لائیں تو ان کا فیصلہ کر دینا بہ طور واجب ہے۔ اور جب آپ ان سے اعراض فرمائیں تو یہ آپ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اور اگر آپ ان کے درمیان فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان عدل سے فیصلہ فرمائیں، بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ یعنی حکم عدل کرنے والے یعنی ثابت قدم رہنے والے ہیں۔

## رشوت دینے اور لینے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت لینے اور

رشوت دینے والے پر۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 187)

رشوت کو سحت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف لینے دینے والوں کو برباد کرتی ہے بلکہ پورے ملک وملت کی جڑ بنیاد اور امن عامہ کو تباہ کرنے والی ہے، جس ملک یا جس محکمہ میں رشوت چل جائے وہاں قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ملک ہی وہ چیز ہے جس سے ملک وملت کا امن برقرار رکھا جاتا ہے، وہ معطل ہو گیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ آبرو نہ مال، اس لئے شریعت اسلام میں اس کو سحت فرما کر اشد حرام قرار دیا ہے، اور اس کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے امراء وحکام کو جو ہدیے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں ان کو بھی صحیح حدیث میں رشوت قرار دے کر حرام کر دیا گیا ہے (جصاص)

رشوت کی تعریف شرعی یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے، مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا جیسے حکومت کے افسر اور کلرک سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے یا لڑکی کے ماں باپ اس کی شادی کرنے کے ذمہ دار ہیں کسی سے اس کا معاوضہ نہیں لے سکتے، وہ جس کو رشتہ دیں اس سے کچھ معاوضہ لیں تو وہ رشوت ہے، یا صوم و صلوٰۃ اور حج اور تلاوت قرآن عبادات ہیں جو مسلمان کے ذمہ ہیں، ان پر کسی سے کوئی معاوضہ لیا جائے تو وہ رشوت ہے۔ تعلیم قرآن اور امامت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (علی فتویٰ المتاخرین)۔

پھر جو شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے وہ رشوت لینے کا گناہگار ہے اور یہ مال اس کے لئے سحت اور حرام ہے، اور اگر رشوت کی وجہ سے حق کے خلاف کام کیا تو یہ دوسرا شدید جرم، حق تلفی اور حکم خداوندی کو بدل دینے کا اس کے علاوہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس سے بچائے۔

| |
|---|
| وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ‌ؕ |
| وَمَاۤ اُولٰۤـئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ۠ |
| اور یہ لوگ آپ کو کیوں کر حاکم مان سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر یہ |
| اس کے بعد رُوگردانی کرتے ہیں، اور وہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ |

## یہود کا حکم تورات سے اعراض کرنے کا بیان

"وَكَيۡفَ يُحَكِّمُوۡنَكَ وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرَاةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ " بِالرَّجۡمِ وَهُوَ اسۡتِفۡهَام تَعۡجِيب اَيۡ لَمۡ يَقۡصِدُوۡا بِذٰلِكَ مَعۡرِفَةَ الۡحَقّ بَلۡ مَا هُوَ اَهۡوَنُ عَلَيۡهِمۡ "ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ" يُعۡرِضُوۡنَ عَنۡ حُكۡمك بِالرَّجۡمِ الۡمُوَافِق لِكِتَابِهِمۡ "مِنۡ بَعۡد ذٰلِكَ " التَّحۡكِيم،

اور یہ لوگ آپ کو کیوں کر حاکم مان سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تورات میں موجود ہے جس میں اللہ کا حکم رجم کا بیان موجود

ہے اور استفہام تعجب کے معنی میں ہے۔ یعنی اس سے ان کا مقصد حق کو پہچاننا نہیں ہے بلکہ آسانی تلاش کرنا ہے۔ پھر یہ اس کے بعد وہ رجم سے رُوگردانی کرتے ہیں، حالانکہ وہ ان کی کتاب کے مطابق ہے۔ اور وہ لوگ اس تحکیم کے بعد بھی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

## حد رجم اور سورہ مائدہ آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں اتری تھی جن میں ایک کو دوسرے نے قتل کر دیا تھا، اب کہنے لگے چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اگر آپ دیت جرمانے کا حکم دیں تو منظور کرلیں گے اور اگر قصاص بدلے کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ ایک زنا کار کو لے کر آئے تھے۔ ان کی کتاب توراۃ میں دراصل حکم تو یہ تھا کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے۔ لیکن انہوں نے اسے بدل ڈالا تھا اور سو کوڑے مار کر، منہ کالا کر کے، الٹا گدھا سوار کر کے رسوائی کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ جب ہجرت کے بعد ان میں سے کوئی زنا کاری کے جرم میں پکڑا گیا تو یہ کہنے لگے آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کریں، اگر آپ بھی وہی فرمائیں جو ہم کرتے ہیں تو اسے قبول کریں گے اور اللہ کے ہاں بھی یہ ہماری سند ہو جائے گی اور اگر رجم کو فرمائیں گے تو نہیں مانیں گے۔ چنانچہ یہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک مرد عورت نے بدکاری کی ہے، ان کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا تمہارے ہاں توراۃ میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا ہم تو اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مار کر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا، جھوٹ کہتے ہیں، تورات میں سنگسار کا حکم ہے۔ لاؤ تورات پیش کرو، انہوں نے تورات کھولی لیکن آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی سب عبارت پڑھ سنائی۔ حضرت عبداللہ سمجھ گئے اور آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ کو تو ہٹا، ہاتھ ہٹایا تو سنگسار کرنے کی آیت موجود تھی، اب تو انہیں بھی اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا، حضرت عبداللہ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ وہ زانی اس عورت کو پتھروں سے بچانے کیلئے اس کے آڑے آجاتا تھا۔ (بخاری مسلم)

| |
|---|
| اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ |
| وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِ |
| وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ |
| بیشک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور |
| فقیہہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے تو لوگوں سے خوف نہ کرو اور مجھ سے ڈرو اور |
| میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے وہی لوگ کافر ہیں۔ |

## تورات کے حفاظت علماء وفقہائے یہود سے چاہنے کا بیان

"اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰۃَ فِیْهَا هُدًی "مِنَ الضَّلَالَۃ "وَنُوْر" بَیَان لِلْاَحْکَامِ "یَحْکُم بِهَا النَّبِیُّوْنَ " مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیل "الَّذِیْنَ اَسْلَمُوا " انْقَادُوْا لِلّٰهِ "لِلَّذِیْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِیُّوْن" الْعُلَمَاء مِنْهُمْ "وَالْاَحْبَار" الْفُقَهَاء "بِمَا" اَیْ بِسَبَبِ الَّذِیْ "اسْتُحْفِظُوْا" اُسْتُوْدِعُوْهُ اَیْ اسْتَحْفَظَهُمْ اللّٰه اِیَّاهُ "مِنْ کِتَاب اللّٰه" اَنْ یُبَدِّلُوْهُ "وَکَانُوْا عَلَیْهِ شُهَدَاء " اَنَّهُ حَقّ "فَلَا تَخْشَوْا النَّاس "اَیُّهَا الْیَهُوْد فِیْ اِظْهَار مَا عِنْدکُمْ مِنْ نَعْت مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالرَّجْم وَغَیْرهَا "وَاخْشَوْنِی" فِیْ کِتْمَانه "وَلَا تَشْتَرُوْا" تَسْتَبْدِلُوْا "بِاٰیَاتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا" مِنَ الدُّنْیَا تَاْخُذُوْنَهُ عَلٰی کِتْمَانهَا "وَمَنْ لَّمْ یَحْکُم بِمَا اَنْزَلَ اللّٰه فَاُولٰئِکَ هُمُ الْکَافِرُوْنَ " بِهِ.

بیشک ہم نے تورات نازل کی جس میں گمراہی سے ہدایت اور بیان احکام کیلئے نور ہے، اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے بنی اسرائیل سے ہمارے فرمانبردار نبی اور عالم اور فقیہہ کہ ان سے کتاب اللہ کی حفاظت چاہی گئی تھی کہ وہ اس میں تبدیلی نہ کریں، اور وہ اس پر گواہ تھے کہ وہ یقیناً حق ہے۔ تو لوگوں سے خوف نہ کرو یعنی جو تمہارے پاس حضرت محمد ﷺ کی نعت اور رجم وغیرہ کا حکم ہے اور تم ان کو چھپانے میں مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے ذلیل قیمت نہ لو یعنی جو دنیا میں ان کے چھپانے کے بدلے میں لیتے ہو۔ اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کرے، وہی لوگ اس کے کافر ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۴۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ یہود کے ایک آدمی نے ایک عورت سے زنا کر لیا ان میں سے بعض نے کہا کہ تم ہمیں اس نبی کے پاس لے چلو کیونکہ یہ نبی تخفیف کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اگر یہ ہمیں رجم کے علاوہ فتویٰ دیں گے تو ہم اسے قبول کرلیں گے اور اللہ کے سامنے اسے حجت کے طور پر پیش کریں گے اور اور کہیں گے کہ یہ آپ جل جلالہ کے انبیاء میں سے ایک نبی کا فتویٰ ہے چنانچہ وہ لوگ نبی کے پاس آئے جبکہ آپ صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے انہوں نے کہا اے ابوالقاسم آپ مرد اور عورت کے بارے میں کیا رائے دیتے ہیں جنہوں نے زنا کر لیا ہو؟ آپ ان کے بارے میں بغیر گفتگو ان کی درس گاہ میں تشریف لے آئے آپ نے اس درس گاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا تمہیں اس ذات پاک کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی تم تورات میں محصن زنا کرنے والے کے بارے میں کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس زانی کا منہ کالا کر کے اور ان دونوں کی گدی کا رخ ایک دوسرے کی طرف کر کے گدھے پر بٹھا کر چکر لگوائے جائیں اور انہیں کوڑے مارے جائیں راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک نوجوان خاموش تھا جب نبی نے اسے خاموش دیکھا تو اسے تاکید سے قسم دی اس نے کہا جب آپ نے ہمیں اللہ کی قسم دی ہے تو پھر سنیے ہم تورات میں رجم کا حکم پاتے ہیں نبی نے فرمایا پہلی مرتبہ تم نے اللہ کے اس حکم میں کب رخصت دی؟ اس نے کہا سرداروں میں سے ایک سردار کے قریبی رشتہ دار نے زنا کر لیا اور اس سے رجم کو ہٹا دیا گیا پھر دوسرے لوگوں کے ایک

معزز آدمی نے زنا کیا اس رجم کا ارادہ کیا گیا تو اس کی قوم رکاوٹ بن گئی اور کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھی کو رجم نہیں کرتے ہمارے ساتھی کو رجم نہیں کیا جا سکتا پس پھر لوگوں نے اس سزا پر آپس میں اتفاق کر لیا اس پر آپ نے فرمایا کہ میں تورات میں موجود اللہ کے حکم کا فیصلہ دیتا ہوں پس آپ نے ان کے رجم کر حکم دیا چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔

زہری کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت کریمہ انہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی، بے شک ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو (خدا کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ کے ساتھ اس موقع پر موجود تھا جب ان دونوں کو رجم کیا جا رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ مرد عورت کو پتھروں سے بچانے کے لیے اپنا ہاتھ اس کے لیے ڈھال بنا رہا تھا۔ (قرطبی 6-178)

| |
|---|
| وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ |
| بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ |
| وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ |
| اور ہم نے اس میں ان پر لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان ہے اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان |
| کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس کا صدقہ کر دے تو وہ |
| اس کے لیے کفارہ ہے اور جو اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ |

## اعضاء کے قصاص کا بیان

"وَكَتَبْنَا" فَرَضْنَا "عَلَيْهِمْ فِيهَا" اَیِ التَّوْرَاة "اَنَّ النَّفْس" تُقْتَل "بِالنَّفْسِ" اِذَا قَتَلَتْهَا "وَالْعَيْن بِالْعَيْنِ" تُفْقَأ "وَالْاَنْف بِالْاَنْفِ" يُجْدَع "وَالْاُذُن بِالْاُذُنِ" تُقْطَع "وَالسِّنّ بِالسِّنِّ" تُقْلَع وَفِیْ قِرَاءَة بِالرَّفْعِ فِی الْاَرْبَعَة "وَالْجُرُوح" بِالْوَجْهَيْنِ "قِصَاص" اَیْ يُقْتَصّ فِيهَا اِذَا اَمْكَنَ كَالْيَدِ وَالرِّجْل وَنَحْو ذٰلِكَ وَمَا لَا يُمْكِن فِيهِ الْحُكُومَة وَهٰذَا الْحُكْم وَاِنْ كُتِبَ عَلَيْهِمْ فَهُوَ مُقَرَّر فِیْ شَرْعنَا "فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ" اَیْ بِالْقِصَاصِ بِاَنْ مَكَّنَ مِنْ نَفْسه "فَهُوَ كَفَّارَة لَهُ" لِمَا اَتَاهُ "وَمَنْ لَمْ يَحْكُم بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" فِی الْقِصَاص وَغَيْره، فَاُولٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ،

اور ہم نے اس تورات میں ان پر فرض کر دیا ہے کہ جان کے بدلے جان کو قتل کیا جائے۔ جب کوئی قتل کرے۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ کو پھوڑ دیا جائے گا اور ناک کے بدلے ناک کاٹ دی جائے گی اور کان کے بدلے کو کاٹ دیا جائے گا کان اور دانت کے بدلے دانت اکھیڑ لیا جائے گا ایک قرأت میں یہ چاروں رفع کے ساتھ ہیں۔ اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، یعنی جب قصاص ممکن ہو جس طرح ہاتھ پاؤں وغیرہ ہیں اور جب قصاص ممکن ہو تو اس میں حکومت عدل ہو گی۔ اور یہ وہی فیصلہ ہے جو ان پر

لکھ دیا گیا تھا جبکہ ہماری شریعت میں مقرر ہے۔ پھر جو شخص قصاص کا صدقہ کردے یعنی اپنی ذات میں اختیار دیدے، تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے جو وہ لایا ہے۔ اور جو قصاص وغیرہ کا فیصلہ اس کے مطابق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۴۷ کے سبب نزول کا بیان

اس کے بعد انہیں کہا گیا جو اللہ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں گویہ آیت شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتری اور اس امت کا بھی یہی حکم ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔ سدی فرماتے ہیں جس نے وحی الٰہی کے خلاف عمداً فتویٰ دیا جاننے کے باوجود اس کے خلاف کیا وہ کافر ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جس نے اللہ کے فرمان سے انکار کیا، اس کا یہ حکم ہے اور جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے۔ خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی اور ہو۔

شعبی فرماتے ہیں "مسلمانوں میں جس نے کتاب کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا ہو تو فاسق ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے"۔ طاؤس فرماتے ہیں "اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ کے رسول قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو"۔ عطا فرماتے ہیں" کتم (چھپانا) کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم وفسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا جاتا ہے"۔ ابن عباس فرماتے ہیں "اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جارہے ہو۔

## ہاتھ پاؤں کے قصاص میں مساوات ہونے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب کسی شخص نے ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں ہیں۔

اور جب کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔

اور اسی طرح جب پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والی کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت لینے والا ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار، کتاب جنایات، بیروت)

| |
|---|
| وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ |
| هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰةِ وَ هُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۝ |
| اور ہم نے ان کے بعد ان کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے |
| اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور نور تھا اور اپنے سے پہلے کی، تورات کی تصدیق کرنے والی |
| اور ہدایت تھی اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت تھی۔ |

## انبیائے کرام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"وَقَفَّيْنَا" اَتْبَعنَا "عَلٰى اٰثَارِهِمْ" اَیْ النَّبِيِّيْنَ "بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ" قَبْلَه "مِنَ التَّوْرَاة وَ اٰتَيْنَاهُ الْاِنْجِيْل فِيْهِ هُدًى" مِنَ الضَّلَالَةِ "وَنُوْر" بَيَان لِلْاَحْكَامِ "وَمُصَدِّقًا" حَال "لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاة" لِمَا فِيْهَا مِنَ الْاَحْكَامِ،

اور ہم نے ان کے یعنی انبیائے کرام کے بعد انہی کے نقوشِ قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں گمراہی سے ہدایت دینا اور احکام کو بیان کرنے والا نور تھا۔ اور اپنے سے پہلے کی، تورات کی تصدیق کرنے والی اور ہدایت تھی مصدقاً یہ "لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاة" سے حال ہے۔ اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت تھی۔ کیونکہ اس میں احکام ہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل کے پیچھے ہم عیسیٰ نبی کو لائے جو توراۃ پر ایمان رکھتے تھے، اس کے احکام کے مطابق لوگوں میں فیصلے کرتے تھے، ہم نے انہیں بھی اپنی کتاب انجیل دی، جس میں حق کی ہدایت تھی اور شبہات اور مشکلات کی توضیح تھی اور پہلی الہامی کتابوں کی تصدیق تھی، ہاں چند مسائل جن میں یہودی اختلاف کرتے تھے، ان کے صاف فیصلے اس میں موجود تھے۔ جیسے قرآن میں اور جگہ ہے کہ "حضرت عیسیٰ نے فرمایا، میں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کروں گا جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں"۔ اسی لئے علماء کا مشہور مقولہ ہے کہ انجیل نے تورات کے بعض احکام منسوخ کر دیئے ہیں۔ انجیل سے پارسا لوگوں کی رہنمائی اور وعظ و پند ہوتی تھی کہ وہ نیکی کی طرف رغبت کریں اور برائی سے بچیں۔

| |
|---|
| وَ لْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ |
| اور اہلِ انجیل کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے جو اللہ نے اس میں نازل فرمایا ہے، اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ |
| حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۔ |

## انجیل میں نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

"و" قُلْنَا "لِيَحْكُم اَهْل الْاِنْجِيل بِمَا اَنْزَلَ اللّٰه فِيْهِ" مِنَ الْاَحْكَام وَفِیْ قِرَاءَة بِنَصْبِ يَحْكُم وَكَسْر

لَامه عَطْفًا عَلٰى مَعْمُول اٰتَيْنَاهُ، فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ

اور اہلِ انجیل کو اس کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے جو اللہ نے اس میں احکام نازل فرمائے ہیں۔ یحکم ایک قرأت میں نصب کے ساتھ جبکہ ایک میں لام کے کسرہ کے ساتھ کہ اپنے معمول اتیناہ پر عطف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

## اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ (یعنی یہودی بنی قریظہ) سعد بن معاذ کی ثالثی تسلیم کرتے ہوئے (قلعہ سے باہر) نکل آئے تو سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلائے گئے وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا اپنے میں سے بہترین شخص یا یہ فرمایا کہ اپنے سردار کے اعزاز میں کھڑے ہو جاؤ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد یہ لوگ تمہاری ثالثی پر نکل آئے ہیں تو سعد نے کہا میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں جو لڑائی کے قابل ہیں انہیں قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔ آنحضرت نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے موافق فیصلہ کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1040)

| |
|---|
| وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ |
| بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ |
| شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ |
| فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ |
| اور اے محبوب! ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ و گواہ تو ان میں فیصلہ کرو اللہ کے |
| اتارے سے اور اے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، ہم نے تم سب کے لیے ایک ایک |
| شریعت اور راستہ رکھا اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے۔ تو |
| بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔ تو وہ تمہیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔ |

## حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کا بیان

"وَاَنْزَلْنَا اِلَيْك" "يَا مُحَمَّد" "الْكِتَاب" الْقُرْاٰن "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاَنْزَلْنَا "مُصَدِّقًا لِمَا بَيْن يَدَيْهِ" قَبْله "مِنْ الْكِتَاب وَمُهَيْمِنًا" "شَاهِدًا "عَلَيْهِ" وَالْكِتَاب بِمَعْنَى الْكُتُب "فَاحْكُمْ بَيْنهمْ" "بَيْن اَهْل الْكِتَاب اِذَا تَرَافَعُوا اِلَيْك "بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ" اِلَيْك "وَلَا تَتَّبِع اَهْوَاءَهُمْ" عَادِلًا "عَمَّا جَاءَك مِنْ الْحَقّ

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ" أَيُّهَا الأُمَم "شِرْعَة" شَرِيعَة "وَمِنْهَاجًا" طَرِيقًا وَاضِحًا فِي الدِّين يَمْشُون عَلَيْهِ "وَلَوْ شَاءَ اللّٰه لَجَعَلَكُمْ أُمَّة وَاحِدَة" عَلَى شَرِيعَة وَاحِدَة "وَلٰكِنْ" فَرَّقَكُمْ فِرَقًا "لِيَبْلُوَكُمْ" لِيَخْتَبِرَكُمْ "فِي مَا آتَاكُمْ" مِنَ الشَّرَائِع الْمُخْتَلِفَة لِيَنْظُر الْمُطِيع مِنكُمْ وَالْعَاصِي. "فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَات" سَارِعُوا إِلَيْهَا "إِلَى اللّٰه مَرْجِعكُمْ جَمِيعًا" بِالْبَعْثِ "فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ" مِنْ أَمْر الدِّين وَيَجْزِي كُلًّا مِنكُمْ بِعَمَلِهِ،

اور اے محبوب ﷺ ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب یعنی قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا جو اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے اوران پر محافظ وگواہ ہے یہاں پر کتاب بہ معنی کتب ہے۔تو ان اہل کتاب میں فیصلہ کرو جب وہ کوئی فیصلہ آپ کے پاس لائیں۔اللہ کے اتارے سے اوراے سننے والے ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر، ہم نے تم سب امم کے لیے ایک ایک شریعت اور دین میں ایک واضح راستہ رکھا جس وہ چلیں۔اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی شریعت پر ایک ہی امت کر دیتا مگر منظور یہ ہے کہ تمہیں فرقہ فرقہ کر دیا۔جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں مختلف شرائع سے آزمائے۔کہ کون اطاعت کرتا ہے اور کون معصیت کرتا ہے۔تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کا بعث کے ساتھ پھرنا اللہ ہی کی طرف ہے۔تو وہ تمہیں بتادے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔یعنی جن دینی معاملات میں اختلاف کرتے تھے۔اور تم میں سے ہر ایک اس کے عمل کی جزاء ملے گی۔

## سورہ مائدہ آیت ۴۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے تو عام اختیار دیا گیا تھا اگر چاہیں ان میں فیصلے کریں چاہیں نہ کریں، لیکن اس آیت نے حکم دیا کہ وحی الٰہی کے ساتھ ان میں فیصلے کرنے ضروری ہیں، ان بدنصیب جاہلوں نے اپنی طرف سے جو احکام گھڑ لئے ہیں اوران کی وجہ سے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے، خبردار، ان کی چاہتوں کے پیچھے لگ کر حق کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ان میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے راستہ اور طریقہ بنادیا ہے۔

| |
|---|
| وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ |
| بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ |
| ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۝ |
| اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اوران کی خواہشوں پر نہ چل اوران سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش |
| نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا، پھر اگر وہ منہ پھیریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا ان کو |
| پہنچایا چاہتا ہے اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔ |

## اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنے کا بیان

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاءَ هُمْ وَاحْذَرْهُمْ "اَنْ" لَا "يَفْتِنُوكَ" يُضِلُّوكَ "عَنْ بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا" عَنِ الْحُكْمِ الْمُنَزَّلِ وَاَرَادُوا غَيْرَهُ "فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُصِيْبَهُمْ" بِالْعُقُوبَةِ فِي الدُّنْيَا "بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ" الَّتِي اَتَوْهَا وَمِنْهَا التَّوَلِّي وَيُجَازِيهِمْ عَلٰى جَمِيْعِهَا فِي الْاُخْرٰى، وَاِنَّ كَثِيْرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ،

اور یہ کہ اے مسلمان! اللہ کے اتارے پر حکم کر اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ کہ کہیں تجھے لغزش نہ دے دیں کسی حکم میں جو تیری طرف اترا، پھر اگر وہ اس حکم سے منہ پھیریں اور اس کے سوا کا ارادہ کریں تو جان لو کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی سزا دنیا میں ان کو دینا چاہتا ہے یعنی وہ گناہ جو انہوں نے کیے ہیں۔ اور جو پھر گیا وہ ان سب جزاء آخرت میں دینے والا ہے۔ اور بیشک بہت آدمی بے حکم ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۴۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت جن میں کعب بن اسید، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس بھی تھے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ہمارے ساتھ محمد ﷺ کے پاس چلو شاید کہ ہم انہیں ان کے دین سے بہکا دیں چنانچہ انہوں نے آپ کے پاس آ کر کہا اے محمد ﷺ آپ جانتے ہیں کہ ہم یہود کے علماء واشرف ہیں اگر ہم آپ کی پیروی کر لیں تو یہود آپ کی پیروی قبول کر لیں گے اور ہرگز ہماری مخالفت نہیں کریں گے ہمارے اور ایک قوم کے درمیان جھگڑا ہے ہم ان کے جھگڑے کو آپ کے پاس لائیں گے اگر آپ ہمارے حق میں فیصلہ دیں ان کے خلاف تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کریں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس سے انکار کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (زادالمسیر 2۔374، قرطبی 6۔212)

| |
|---|
| اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ؀ |
| کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ |

## جاہلیت کا قانون چاہنے والوں کا بیان

"اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَطْلُبُوْنَ مِنَ الْمُدَاهَنَةِ وَالْمَيْلِ اِذَا تَوَلَّوْا ؟ اسْتِفْهَامُ اِنْكَارِيٍّ "وَمَنْ" اَيْ لَا اَحَدَ "اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ" عِنْدَ قَوْمٍ "يُوقِنُوْنَ" بِهِ خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَتَدَبَّرُوْنَ،

کیا یہ لوگ جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، یبغون یہاں یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے یعنی وہ مداہنت اور میل طلب کرتے

ہیں۔ یعنی جب وہ پھرتے ہیں تو یہ استفہام انکاری ہے۔ اور یقین رکھنے والی قوم کے لئے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ یعنی اللہ کے حکم سے کوئی اچھا حکم نہیں ہے۔ یقین والی قوم کو ذکر سے خاص کرنے وجہ یہی ہے وہ غور وفکر کرتے ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۰ کے شان نزول کا بیان

بنی نضیر اور بنی قُریظہ یہود کے دو قبیلے تھے ان میں باہم ایک دوسرے کا قتل ہوتا رہتا تھا جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور کی خدمت میں لائے اور بنی قُریظہ نے کہا کہ بنی نُضیر ہمارے بھائی ہیں، ہم وہ ایک جد کی اولاد ہیں، ایک دین رکھتے ہیں، ایک کتاب (توریت) مانتے ہیں لیکن اگر بنی نُضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو اس کے خون بہا میں ہم ستر وَسق کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی ان کے کسی آدمی کو قتل کرے تو ہم سے اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس وَسق لیتے ہیں، آپ اس کا فیصلہ فرمادیں حضور ﷺ نے فرمایا میں حکم دیتا ہوں کہ قُریظی اور نُضیری کا خون برابر ہے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں، اس پر بنی نُضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں، آپ ہمارے دشمن ہیں، ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ کیا جاہلیت کی گمراہی وظلم کا حکم چاہتے ہیں۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ |
| وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو شخص |
| ان کو دوست بنائے گا بیشک وہ ان میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## یہود ونصاریٰ کی دوستی سے ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اَوْلِيَاء" تُوَالُوْنَهُمْ وَتُوَادُّوْنَهُمْ "بَعْضهمْ اَوْلِيَاء بَعْض" لِاتِّحَادِهِمْ فِي الْكُفْر "وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ" مِنْ جُمْلَتهمْ "اِنَّ اللّٰه لَا يَهْدِي الْقَوْم الظَّالِمِيْنَ" بِمُوَالَاتِهِمُ الْكُفَّار،

اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، کیونکہ وہ کفر میں متحد ہیں اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا بیشک وہ ان سب میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ان کی کفار کی دوستی کے سبب ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ شرعاً یہود سے ترک موالات پر دلالت کرتی ہے۔ عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ عبادہ بن صامت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہود میں میرے دوست اور حمایتی ہیں جن کی تعداد بہت

زیادہ ہے اور وہ مدد کے لیے تیار رہتے ہیں لیکن میں یہود کی دوستی سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اللہ اور اسکے رسول کی پناہ لیتا ہوں دوسری طرف عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میں تو گردش ایام سے ڈرتا ہوں اور لہٰذا میں یہود کی دوستی سے بری نہیں ہوسکتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوحباب (عبداللہ بن ابی کی کنیت) لیکن یہود کی دوستی سے جو ضرر بھی عبادہ بن صامت پر کھینچ لائے وہ تیرے ہی لیے ہوگا عبادہ کے لیے نہیں اس نے کہا میں نے قبول کیا اس پر اللہ نے ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ، الی قوله اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ،

اے ایمان والو۔ یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اور یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا بے شک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے (یعنی عبداللہ بن ابی) تم ان کو دیکھو گے ان میں (ان کی دوستی کی خاطر) دوڑ دوڑ کر ملے جاتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں خوف ہے کہیں ہم پر زمانے کی گردش نہ آ جائے۔ (نیسابوری، 168، سیوطی 105، قرطبی 6-216)

| |
|---|
| فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی |
| اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ؁ |
| پس آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں ایک بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر ان میں جاتے ہیں، کہتے ہیں ہم |
| ڈرتے ہیں کہ ہمیں کوئی چکر آ پہنچے، تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے، یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر |
| جو انھوں نے اپنے دلوں میں چھپایا تھا، شرمندہ ہو جائیں۔ |

## منافقین کی کفار سے خفیہ دوستیوں کا بیان

"فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" ضَعْفُ اِعْتِقَادٍ کَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اُبَیٍّ الْمُنَافِقِ "یُسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ" فِیْ مُوَالَاتِهِمْ "یَقُوْلُوْنَ" مُعْتَذِرِیْنَ عَنْهَا "نَخْشٰی اَنْ تُصِیْبَنَا دَائِرَة" یَدُوْرُ بِهَا الدَّهْرُ عَلَیْنَا مِنْ جَدْبٍ اَوْ غَلَبَةٍ وَلَا یَتِمُّ اَمْرُ مُحَمَّدٍ فَلَا یَمِیْرُوْنَا "فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ" بِالنَّصْرِ لِنَبِیِّهٖ بِاِظْهَارِ دِیْنِهٖ "اَوْ اَمْرٍ مِنْ عِنْدِهٖ" یَهْتِکُ سِتْرَ الْمُنَافِقِیْنَ وَافْتِضَاحَهُمْ "فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَا اَسَرُّوْا فِیْ اَنْفُسِهِمْ" مِنَ الشَّکِّ وَمُوَالَاةِ الْکُفَّارِ،

پس آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں کمزور عقیدے کے سبب ایک بیماری ہے جس طرح عبداللہ بن ابی منافق ہے جو دوڑ کر ان سے دوستی میں جاتے ہیں، بہانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں ہم ڈرتے ہیں کہ گردش زمانہ کی وجہ سے ہمیں کوئی چکر یعنی قحط یا مغلوبیت آ پہنچے، جبکہ ایک طرف محمد ﷺ کا مشن پورا نہ ہوا تو وہ ہمیں غلہ تک نہ دیں گے۔ تو قریب ہے کہ اللہ فتح لے آئے،

یہاں پر یاتی یہ فتح کے ساتھ آیا ہے جس کا معنی مدد ہے یا اپنے پاس سے کوئی اور معاملہ تو وہ اس پر جوانھوں نے شک اور کفار سے دوستی کو اپنے دلوں میں چھپایا تھا، وہ اس کا پردہ فاش کر دے اور انہیں رسوا کر دے، شرمندہ ہو جائیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۲ کے سبب نزول کا بیان

عبداللہ بن ابی یسارعون فیھم آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جن کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے وہ یہود کی دوستی کی طرف بڑھ بڑھ کر لپکتے ہیں۔ یقولون نخشی ان تصیبنا دآئرۃ ۔یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس بات کا اندشہ اور ڈر ہے کہ ہمیں کہیں گردش روزگار نہ آلے اور ہم کسی مصیبت کا شکار نہ ہوں۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ |
| حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ |
| اور ایمان والے یہ کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے بڑے تاکیدی حلف میں اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ بیشک وہ |
| ضرور تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سارے اعمال اکارت گئے، سو وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ |

## منافقین کی دنیا و آخرت میں رسوائی کا بیان

"وَيَقُوْلُ" بِالرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا بِوَاوٍ وَدُوْنِهَا وَبِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى يَاْتِيَ "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا" لِبَعْضِهِمْ إِذَا هُتِكَ سِتْرُهُمْ تَعَجُّبًا "اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ" غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيْهَا "اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ" فِي الدِّيْنِ "حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالُهُمْ" الصَّالِحَة "فَاَصْبَحُوْا" صَارُوْا "خٰسِرِيْنَ" الدُّنْيَا بِالْفَضِيْحَةِ وَالْاٰخِرَةِ بِالْعِقَابِ،

یہاں پر یقول یہ استئناف میں رفع اور واؤ کے ساتھ آیا ہے جبکہ بغیر واؤ کے اور نصب کی حالت میں اس کا عطف یاتی پر ہوگا۔ اور ایمان والے ان کے بعض سے از راہ تعجب یہ کہیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی رسوائی کا پردہ فاش ہو گیا حالانکہ جنہوں نے بڑے تاکیدی حلف ان مین جہاد کے بارے میں اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ بیشک وہ دین میں ضرور تمہارے ساتھ ہیں، ان کے سارے نیک اعمال ضائع ہو گئے، سو وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔ یعنی دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب ہوگا۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ |
| وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ |
| وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ |

| |
|---|
| اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ |
| اس سے محبت کرتے ہوں گے وہ مومنوں پر نرم کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے |
| کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔ |

## ایمان کے ارتداد اختیار کرنے والوں کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ" بِالْفَكِّ وَالْاِدْغَامِ يَرْجِع "مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِه" اِلَى الْكُفْرِ اِخْبَار بِمَا عَلِمَ اللّٰـه وُقُوعه وَقَدْ ارْتَدَّ جَمَاعَة بَعْد مَوْت النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰه" بَدَلهمْ "بِقَوْمٍ يُحِبّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهُ" قَالَ صَلَّى اللّٰـه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هُمْ قَوْم هٰـذَا وَاَشَارَ اِلٰى اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيّ" رَوَاهُ الْحَاكِم فِيْ صَحِيحه "اَذِلَّة عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" عَاطِفِينَ "اَعِزَّة عَلَى الْكَافِرِيْنَ" اَشِدَّاء "يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْل اللّٰه وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَة لَائِم" فِيْهِ كَمَا يَخَاف الْمُنَافِقُوْنَ لَوْم الْكُفَّار "ذٰلِكَ فَضْل اللّٰه يُؤْتِيه مَنْ يَّشَاء وَاللّٰهُ وَاسِع" كَثِيْر الْفَضْل "عَلِيْم" بِمَنْ هُوَ اَهْله،

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا یہاں مرتد ادغام اور فک ادغام دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی تم میں سے جو کفر کی طرف لوٹ جائے۔ اس میں اس واقعہ کا علم ہے جس کے وقوع کا علم اللہ جانتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد ایک جماعت نے ارتداد اختیار کیا۔ تو عنقریب اللہ ان کے بدلے میں ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ وہ قوم یہ ہیں۔ اس روایت کو امام حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ وہ مومنوں پر نرم کافروں پر سخت ہوں گے، اذلہ کا عطف اعزہ پر ہے۔ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوفزدہ نہیں ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے۔ یعنی اس کے فضل کا اہل ہوتا ہے۔

## مرتد کی سزا قتل ہونے کا بیان

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو دین اسلام سے پھر جائے یعنی ایمان و اسلام کے نورانی دائرہ سے نکل کر کفر و شرک کے ظلمت کدوں میں چلا جائے۔ مرتد کے بارے میں حکم: جب کوئی مسلمان نعوذ باللہ، اسلام سے پھر جائے تو اس کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی جائے اگر وہ اسلام کے بارے میں کسی شک وشبہ کا شکار ہو تو اس کا شک وشبہ رفع کیا جائے گا، اگرچہ اسلام کی دعوت دینا اور اس کا شک وشبہ دور کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیونکہ اسلام کی دعوت اس کو پہلے ہی پہنچ چکی ہے اب اس کی تجدید دعوت کی احتیاج نہیں ہے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ ایسے شخص کو تین دن کے لئے قید میں ڈال دیا جائے اگر وہ ان تین دنوں میں توبہ کر کے دائرہ اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اسلام نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے۔

## مرتد کی توبہ میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ تعالی اپنی کتاب "المغنی" میں کہتے ہیں: مرتد کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس سے تین بار توبہ طلب نہ کی جائے، اکثر علماء کا قول یہی ہے، جن میں عمر، علی رضی اللہ تعالی عنہما اور عطاء، النخعی، امام مالک، الثوری، اوزاعی، اسحاق، اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ شامل ہیں۔

کیونکہ ارتداد کسی شبہہ اور اشکال کی بناپر ہوگا، اور وہ شبہہ اسی وقت زائل نہیں ہو سکتا اس لیے اتنی مدت انتظار کرنا ضروری ہے جس میں وہ مطمئن ہو سکے، اور یہ مدت تین یوم ہے۔ (المغنی لابن قدامہ (18/9).)

مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کو تین دن کی مہلت دی جائے اور اس کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ان تین دنوں میں وہ اپنے ارتداد سے توبہ کر کے پکا سچا مسلمان بن کر رہنے کا عہد کرے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور اسے رہا کر دیا جائے، لیکن اگر وہ توبہ نہ کرے تو اسلام سے بغاوت کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے، جمہور ائمہ کے نزدیک مرتد خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک مرتد عورت اگر توبہ نہ کرے تو اسے سزائے موت کے بجائے حبس دوام کی سزا دی جائے۔ زندیق بھی مرتد کی طرح واجب القتل ہے، لیکن اگر وہ توبہ کرے تو اس کی جان بخشی کی جائے گی یا نہیں؟

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا۔ امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بہر حال واجب القتل ہے۔

امام احمد علیہ الرحمہ سے دونوں روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ اگر وہ توبہ کرلے تو قتل نہیں کیا جائے گا اور دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی سزا بہر صورت قتل ہے خواہ توبہ کا اظہار بھی کرے۔ حنفیہ کا مختار مذہب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتاری سے پہلے از خود توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول کی جائے اور سزائے قتل معاف ہو جائے گی، لیکن گرفتاری کے بعد اس کی توبہ کا اعتبار نہیں، اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندیق، مرتد سے بدتر ہے، کیونکہ مرتد کی توبہ بالاتفاق قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے پر اختلاف ہے۔

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں۔ واتفق الأئمة الأربعة عليهم رحمة الله تعالىٰ على أن من ثبت ارتداده عن الإسلام والعياذ بالله وجب قتله، وأهدر دمه (کتاب الفقه على مذاهب الأربع، جلد۵، ص ۴۲۳)

ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص اسلام سے مرتد ہو جائے اللہ بچائے اُس کا قتل واجب ہے اور اُس کا خون بہانا جائز ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ٥ |
| بیشک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ہی ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں |
| اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ |

## اللہ، رسول ﷺ اور ایمان والوں کی مدد کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ ابْنُ سَلَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ قَوْمَنَا هَجَرُوْنَا، "إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ" خَاشِعُوْنَ أَوْ يُصَلُّوْنَ صَلَاةَ التَّطَوُّعِ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کو ہماری قوم نے چھوڑ دیا ہے۔

بیشک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ جھکنے والے ہیں۔ یعنی نفلی نماز ادا کرتے ہیں۔

## سورہ نساء آیت ۵۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نبی ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قریظہ اور نضیر کی قوم نے ہمیں چھوڑ دیا ہے اور ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور انہوں نے قسم کھالی ہے کہ ہمارے ساتھ نہیں بیٹھیں گے اور آپ کے صحابہ کے ساتھ مجالست کی بہت زیادہ فاصلے کی وجہ سے ہم طاقت نہیں رکھتے۔

اور یہود کی ایذاؤں کی بھی آپ کو خبر دی اس پر یہ آیت نازل ہوئی جب آپ نے یہ آیت تلاوت کی تو انہوں نے کہا ہم اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی دوستی پر راضی ہیں۔ (زادالمسیر 2۔382)

ابن عباس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام اپنی قوم کے کچھ افراد کے ساتھ جو ایمان لا چکے تھے نبی کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر بہت دور ہیں اور ہمارے ساتھ کوئی بھی بات کرنے والا اور بیٹھنے والا نہیں ہے ہماری قوم نے جب دیکھا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے اس کی تصدیق کر دی تو انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا اور اس بات پر قسم کھالی کہ نہ ہمارے ساتھ بیٹھیں گے نہ نکاح کریں گے اور نہ ہی ہم سے کلام کریں گے اور یہ ہم پر بہت دشوار ہے نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا ۔ پھر نبی ﷺ مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ کوئی قیام میں تھا کوئی رکوع میں آپ نے سائل کی نظر سے مجھے دیکھا پھر پوچھا کیا تمہیں کسی نے کچھ دیا ہے انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور کہا کہ سونے کی انگوٹھی ہے آپ نے پوچھا کس نے دی ہے انہوں نے اپنے ہاتھ سے حضرت علی کی طرف اشارہ کیا کہ اس قیام والے نے پھر آپ نے پوچھا اس نے (یہ انگوٹھی) تجھے کس حال میں دی ہے؟ انہوں نے کہا رکوع کی حالت میں دی ہے نبی کریم ﷺ نے اللہ اکبر کہا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۔

اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو (وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور (خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ (نیسابوری 169)

| |
|---|
| وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ |
| اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو اللہ کی جماعت ہی غالب ہونے والے ہیں۔ |

## اللہ، رسول ﷺ اور ایمان والوں سے دوستی رکھنے کا بیان

"وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا " فَيُعِيْنُهُمْ وَيَنْصُرُهُمْ "فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ " لِنَصْرِهِ اِيَّاهُمْ اَوْقَعَه مَوْقِعَ فَاِنَّهُمْ بَيَانًا لِاَنَّهُمْ مِنْ حِزْبِه اَىْ اَتْبَاعِه،

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا پس وہ ان کی مدد اور ان سے تعاون کریں گے تو اللہ کی جماعت ہی مدد میں غالب ہونے والے ہیں۔ انھم کی جگہ حزب اللہ اس لئے لایا گیا تا کہ یہ مفہوم بیان کیا جائے کہ لوگوں سے مراد اور اس کی اتباع کرنے والی جماعت ہے۔

## انصار سے محبت ایمان کا علامت کی ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت کرنا ایماندار ہونے کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 16)

| |
|---|
| يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں اور کافروں کو دوست مت بناؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو البتہ شرط یہ ہے کہ تم صاحب ایمان ہو۔ |

## کفار و مشرکین سے دوستی رکھنے کی ممانعت کا بیان

"يٰـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا" مَهْزُوْءًا بِه "وَلَعِبًا مِنْ" لِلْبَيَانِ "الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّار " الْمُشْرِكِيْنَ بِالْجَرِّ وَالنَّصْبِ "اَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللّٰه" بِتَرْكِ مُوَالَاتِهِمْ "اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" صَادِقِيْنَ فِيْ اِيْمَانِكُمْ،

اے ایمان والو! ایسے لوگوں میں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی، ان کو جو تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنائے ہوئے ہیں یہاں ھزوء بہ معنی مھزوء ہے اور یہاں پر من بیانیہ ہے۔ اور کافروں یعنی مشرکین جو نصب اور جر دونوں طرح آیا ہے، ان کو دوست مت بناؤ، اور ان کی دوستی کو چھوڑ کر اللہ سے ڈرتے رہو بشرطیکہ تم صاحب ایمان ہو۔ یعنی اگر تم اپنے ایمان میں سچے ہو۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۷ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رفاعہ بن زید اور سوید بن الحارج نے اولا اسلام ظاہر کیا پھر منافق ہو گئے اور مسلمانوں میں چند افراد ان سے دوستی اور محبت رکھتے تھے تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (طبری 6-187، زادالمسیر 2-385، قرطبی 6-223)

یہ کفار اہل کتاب اور مشرک اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب تم نمازوں کیلئے لوگوں کو پکارتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پیاری عبادت ہے، لیکن یہ بیوقوف اتنا بھی نہیں جانتے، اس لئے کہ یہ متبع شیطان ہیں، اس کی یہ حالت ہے کہ اذان سنتے ہی بد بو چھوڑ کر دم دبائے بھاگتا ہے اور وہاں جا کر ٹھہرتا ہے، جہاں اذان کی آواز نہ سن پائے۔ اس کے بعد آ جاتا ہے پھر تکبیر سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی آ کر اپنے بہکاوے میں لگ جاتا ہے، انسان کو ادھر ادھر کی بھولی بسری باتیں یاد دلاتا ہے یہاں تک کہ اسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ نماز کی کتنی رکعت پڑھیں؟ جب ایسا ہو تو وہ سجدہ سہو کر لے۔ (متفق علیہ)

| |
|---|
| وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ○ |
| اور جب تم نماز کے لئے اذان دو تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔ |

## اذان کو ہنسی مذاق بنانے کی ممانعت کا بیان

"و" "الَّذِيْنَ" "اِذَا نَادَيْتُمْ" دَعَوْتُمْ "اِلَى الصَّلَاة" بِالْاَذَانِ "اتَّخَذُوْهَا" اَیْ الصَّلَاة "هُزُوًا وَّلَعِبًا" بِاَنْ يَّسْتَهْزِئُوْا بِهَا وَيَتَضَاحَكُوا "ذٰلِكَ" الِاتِّخَاذ "بِاَنَّهُمْ" اَیْ بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "قَوْم لَا يَعْقِلُوْنَ"

اور جب تم نماز کے لئے اذان دو یعنی تمہیں اذان کے ذریعے نماز کی طرف بلایا جائے تو اسے ہنسی کھیل بناتے ہیں یعنی تم اس پر ہنستے اور اس کی تضحیک کرتے ہو یہ اس لئے کہ وہ بالکل بے عقل لوگ ہیں۔ یہاں پر سبب کیلئے ہے کیونکہ وہ بے عقل قوم ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۸ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا منادی جب نماز کی طرف بلاتا تو مسلمان تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے یہود نے کہا تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور مذاق اور ٹھٹھے کے طور پر رکوع کرو تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 6-224)

سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینہ کے ایک عیسائی کے بارے میں نازل ہوئی یہ جب بھی موذن کو یہ پکارتے ہوئے سنا اشھد ان محمد رسول اللہ تو کہتا جھوٹا جل جائے ایک رات جب یہ اور اس کے گھر والے سو رہے تھے اس کا خادم اس کے کمرے میں آگ لے کر داخل ہوا تو اس میں سے کمرے میں ایک چنگاری اڑی اور یہ بھی اور اس کے گھر والے سب جل کر مر گئے۔ 6-188)

دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ کفار جب اذان سنتے تو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے پاس آ کر کہتے اے محمد ﷺ آپ نے ایک ایسی نئی چیز ایجاد کر دی ہے جو ہم نے پچھلی امتوں میں نہیں سنی اگر آپ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو دیکھ لیجیے کہ آپ نے یہ اذان ایجاد کر کے پہلے انبیاء کی مخالفت کی ہے اگر اس میں کوئی بھلائی تھی تو آپ سے پہلے انبیاء اور رسول اس کے زیادہ لائق تھے پھر آپ

کے لیے یہ اونٹ کے چیخنے کی طرح چیخنا کہاں سے آ گیا یہ کس قدر قبیح آواز اور کس قدر قبیح کفر (نعوذ باللہ منہ)۔اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں یہ بھی نازل فرمایا(ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا )سورہ فصلت آیت 33)۔اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور عمل نیک کرے اور کہے کہ میں فرماں بردار ہوں۔

(زادالمسیر 2۔386)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم سے باتیں کرتے رہتے ہم بھی آپ سے باتیں کرتے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو آپ ایسے ہو جاتے جیسے نہ آپ ہمیں پہچانتے ہیں نہ ہم آپ کو پہچانتے ہیں۔

امام زین العابدین جب اذان کی آواز سنتے تو آپ پر ہیبت طاری ہو جاتی۔آپ فرمایا کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں کس ذات کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

## اذان کی تمنا کرنے والے محب رسول ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن جبیر جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت محذورہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کیے تھے، کہا آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔فرمایا ہاں سنو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آرہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ رکے، تو نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان کہی، ہم نے اس کا مذاق اڑانا شروع کیا، کہیں آپ کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔آپ نے دریافت فرمایا کہ تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا تو آپ نے اور سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا "اٹھو اذان کہو" واللہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور آپ کی فرماں برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا، اب خود آپ نے مجھے اذان سکھائی اور جو سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، پھر اذان پوری بیان کی، جب میں اذان سے فارغ ہوا تو آپ نے مجھے ایک تھیلی دے، جس میں چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا اللہ تجھ میں اور تجھ پر اپنی برکت نازل کرے۔اب تو اللہ کی قسم میرے دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت بالکل جاتی رہی، ایسی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں پیدا ہو گئی، میں نے آرزو کی کہ مکے کا مؤذن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بنا دیں۔آپ نے میری یہ درخواست منظور فرمائی اور میں مکے میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید سے مل کر اذان پر مامور ہو گیا۔حضرت ابو محذورہ کا نام سمرہ بن مغیرہ بن لوذان تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے۔

| |
|---|
| قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ |
| اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ |

آپ فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے، بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان پر جو پہلے نازل کی جا چکی ہیں ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

## اللہ کے نازل کردہ پر ایمان لانے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْيَهُوْدُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بِمَنْ تُؤْمِنُ مِنَ الرُّسُلِ فَقَالَ: "بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا" الْاٰيَةَ فَلَمَّا ذَكَرَ عِيسَى قَالُوْا: لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنِكُمْ "قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ" تُنْكِرُوْنَ "مِنَّا اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ" اِلَى الْاَنْبِيَاءِ "وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فَاسِقُوْنَ" عُطِفَ عَلٰى اَنْ اٰمَنَّا . الْمَعْنٰى مَا تُنْكِرُوْنَ اِلَّا اِيْمَانَنَا وَمُخَالَفَتَكُمْ فِيْ عَدَمِ قَبُولِهِ الْمُعَبَّرِ عَنْهُ بِالْفِسْقِ اللَّازِمِ عَنْهُ وَلَيْسَ هٰذَا مِمَّا يُنْكَرُ،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان لاتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف نازل ہوا اس پر ایمان لاتا ہوں (آیہ) اور جب عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو انہوں نے کہا ہم تمہارے دین سے برا کوئی دین نہیں جانتے۔ آپ فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تمہیں ہماری کون سی بات بری لگی ہے جس کے سبب تم انکار کرتے ہو بجز اس کے کہ ہم اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کی گئی ہے اور ان پر جو پہلے انبیاء کرام کی طرف نازل کیا جا چکا ہے۔ ایمان لائے ہیں اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ اس کا عطف ان امنا پر ہے۔ معنی اس کا یہ ہے کہ تم صرف ہمارے ایمان کا انکار کرتے ہو۔ اور تمہاری اس مخالفت یعنی ایمان قبول نہ کرنے کی اس کا فسق سے بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ یہ ایمان ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کا انکار کیا جائے۔

## سورہ مائدہ آیت ۵۹ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہودیوں کے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ رسولوں میں سے کس پر ایمان لاتے ہیں تو آپ نے جواب دیا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسماعیل۔ یعنی میں اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل پر نازل کیا گیا ایمان لاتا ہوں۔

قول خداوندی۔ ونحن له مسلمون۔ اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں تک جب آپ نے حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کی نبوت کا اظہار کیا اور انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کسی اہل دین کو دنیا اور آخرت میں تم سے زیادہ کم نصیب نہیں جانتے اور نہ ہی تمہارے دین سے زیادہ کوئی برا کوئی دین جانتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○

فرمادیجئے، کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ کروں جو سزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے برا ہے۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اس پر غضب ناک ہوا ہے اور اس نے ان میں سے بندر اور سؤر بنا دیا ہے، اور جس نے شیطان کی پرستش کی ہے، یہی لوگ ٹھکانے کے اعتبار سے بدترین اور سیدھی راہ سے بہت ہی بھٹکے ہوئے ہیں۔

## شیطان کی پرستش کرنے والے پر لعنت کا بیان

"قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ" اُخْبِرُكُمْ "بِشَرٍّ مِنْ" اَهْلِ "ذٰلِكَ" اَلَّذِیْ تَنْقِمُوْنَهٗ "مَثُوْبَةً" ثَوَابًا بِمَعْنٰی جَزَاء "عِنْدَ اللّٰه" هُوَ "مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ" اَبْعَدَه عَنْ رَحْمَته "وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْر" بِالْمَسْخِ "وَ" مَنْ "عَبَدَ الطَّاغُوت" الشَّيْطَان بِطَاعَتِهِ وَرُوعِیَ فِیْ مِنْهُمْ مَعْنٰی مِنْ وَفِيْمَا قَبْله لَفْظهَا وَهُمُ الْيَهُوْد وَفِیْ قِرَاءَة بِضَمِّ بَاء عَبَدَ وَاِضَافَته اِلٰی مَا بَعْد اسْم جَمْع لِعَبْدٍ وَنَصْبه بِالْعَطْفِ عَلَى الْقِرَدَة "اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا" تَمْيِيز لِاَنَّ مَاْوَاهُمُ النَّار "وَاَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْل" طَرِيْق الْحَقّ وَاَصْل السَّوَاء الْوَسَط وَذِكْر شَرّ وَاَضَلّ فِیْ مُقَابَلَة قَوْلهمْ لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنكُمْ،

فرمادیجئے، کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ کروں جو سزا کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک اس سے برا ہے۔ ثواب بہ معنی جزاء بدلہ ہے۔ جس پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ یعنی اس کو اپنی رحمت سے دور کیا ہے۔ اور اس پر غضب ناک ہوا ہے اور اس نے ان میں مسخ سے بندر اور سؤر بنا دیا ہے، اور جس نے شیطان کی پرستش کی ہے، یعنی اس کی اطاعت کی اس میں معنی من کی رعایت کی گئی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے اس کے لفظ کی رعایت کی گئی ہے۔ اور وہ وہ یہود ہیں اور ایک قرأت میں باء کے ضمہ کے ساتھ اور اس کی اضافت مابعد اسم کی طرف ہے۔ لفظ عبد یہ اسم جمع ہے۔ اور قردہ پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یہی لوگ ٹھکانے کے اعتبار سے بدترین ہیں۔ مکانا تمیز ہے کیونکہ ان ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور سیدھی راہ یعنی حق کی راہ سے بہت ہی بھٹکے ہوئے ہیں۔ سواء کا اصلی معنی درمیان ہے۔ اور شر اور اضل کو ان کے قول "لَا نَعْلَم دِيْنًا شَرًّا مِنْ دِيْنِكُمْ،" کے مقابلہ میں ذکر کیا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۰ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور آپ سے پوچھا کہ آپ کن رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان رکھتا ہوں اور جو (کتاب) ہم پر اتری اور جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل پر یہاں تک کہ آپ نے (سورہ بقرہ کے) اس مقام تک بیان فرمایا (ونحن لہ مسلمون 130)) ترجمہ۔ اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

جب آپ نے اپنے اس ارشاد میں حضرت عیسیٰ کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کی نبوت کا انکار کیا اور کہا کہ اللہ کی قسم ہم دنیا وآخرت میں تم سے کم حصے والے دین کو نہیں جانتے اور نہ ہی تمہارے دین سے بدتر کوئی دین جانتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (نیسابوری، 169، سیوطی 106)

## یہود پر لعنت وغضب کا بیان

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے "ابن جمیل اسی کا بدلہ لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا تو اللہ نے اسے غنی کر دیا اور یہ کہ تم میں سے اکثر صراط مستقیم سے الگ اور خارج ہو چکے ہیں۔ تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ کے ہاں سے بدلہ پانے میں کون بدتر ہے؟ اور وہ تم ہو کیونکہ یہ خصلتیں تم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ یعنی جسے اللہ نے لعنت کی ہو، اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہو، اس پر غصبناک ہوا ہو، ایسا جس کے بعد رضامند نہیں ہوگا اور جن میں سے بعض کی صورتیں بگاڑ دی ہوں، بندر اور سور بنا دیئے ہوں۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ یہ بندر وسور وہی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، جس قوم پر اللہ کا ایسا عذاب نازل ہوتا ہے، ان کی نسل ہی نہیں ہوتی، ان سے پہلے بھی سور اور بندر تھے۔ روایت مختلف الفاظ میں صحیح مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ مسند میں ہے کہ "جنوں کی ایک قوم سانپ بنا دی گئی تھی۔ جیسے کہ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔

| |
|---|
| وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ○ |
| اور جب تمہارے پاس آئیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر، |
| اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔ |

## یہود کا حالت کفر کے ساتھ آنے جانے کا بیان

"وَاِذَا جَاءُ وْكُمْ " اَىْ مُنَافِقُو الْيَهُوْد "قَالُوْا اٰمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا" اِلَيْكُمْ مُتَلَبِّسِيْنَ "بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ" مِنْ عِنْدِكُمْ مُتَلَبِّسِيْنَ وَلَمْ يُؤْمِنُوْا "وَاللّٰهُ اَعْلَم بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ" وَاللّٰهُ اَعْلَم بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَهٗ مِنَ النِّفَاق،

اور جب یہ منافق یہودی تمہارے پاس آئیں ہم مسلمان ہیں اور وہ آتے وقت بھی کافر تھے اور جاتے وقت بھی کافر کے ساتھ ہیں، یعنی آپ کے پاس سے بھی کفر کی حالت میں گئے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپا رہے ہیں۔ یعنی اللہ جانتا ہے جو انہوں نے منافقت کو چھپایا ہوا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت یہود کی ایک جماعت کے بارے مین نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے ایمان واخلاص کا اظہار کیا اور کفر وضلال چھپائے رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حال کی خبر دی۔ (تفسیر خازن، سورہ مائدہ، ۶۱، بیروت)

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور آپ ان میں بکثرت ایسے لوگ دیکھیں گے جو گناہ اور ظلم اور اپنی حرام خوری میں بڑی تیزی سے کوشاں ہوتے ہیں۔

بیشک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔

## حرام خوری کی طرف دوڑ کر جانے والے یہود کا بیان

"وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ" اَیِ الْيَهُوْد "يُسَارِعُوْنَ" يَقَعُوْنَ سَرِيْعًا "فِي الْاِثْمِ" اَلْكِذْب "وَالْعُدْوَانِ" اَلظُّلْم "وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ" اَلْحَرَام كَالرِّشَا "لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَهٗ عَمَلُهُمْ هٰذَا،

اور آپ ان یہود میں بکثرت ایسے لوگ دیکھیں گے جو گناہ اور ظلم اور اپنی حرام خوری میں بڑی تیزی سے کوشاں ہوتے ہیں۔ حرام کھانے میں جیسے رشوت ہے۔ بیشک وہ جو کچھ کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ یعنی ان کا یہ عمل کتنا یہ برا ہے جو انہوں کر رکھا ہے۔

## اچھی اور بری عادات اپنانے والوں کا بیان

تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ ان لوگوں کے متعلق دوڑ دوڑ کر گناہوں پر گرنے کا عنوان اختیار کر کے قرآن کریم نے اس کی طرف اشارہ فرمایا، کہ یہ لوگ ان بری خصلتوں کے عادی مجرم ہیں۔ اور یہ برے اعمال ان کے ملکاتِ راسخہ بن کر ان کی رگ و پے میں اس طرح پیوست ہو گئے ہیں کہ بلا ارادہ بھی یہ لوگ اسی طرف چلتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک عمل ہو یا بد جب کوئی انسان اس کو بکثرت کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ ایک ملکہ راسخہ اور عادت بن جاتی ہے۔ پھر اس کے کرنے میں اس کو کوئی مشقت اور تکلیف باقی نہیں رہتی، بری خصلتوں میں یہود اسی حد پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس کو ظاہر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ، اور اسی طرح اچھی خصلتوں میں نیک لوگوں کا حال ہے۔ ان کے بارے میں بھی قرآن کریم نے (آیت) یسارعون فی الخیرات کے الفاظ استعمال فرمائے۔

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

انہیں درویش اور علماء ان کے قولِ گناہ اور اکلِ حرام سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بیشک وہ جو کچھ تیار کر رہے ہیں بہت برا ہے۔

## علماء کا قوم کو برائی سے منع کرنے کا بیان

"لَوْلَا" هَلَّا "يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ" مِنْهُمْ "عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ" اَلْكِذْب "وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ" وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَهٗ تَرْكُ نَهْيِهِمْ،

انہیں درویش اور علماء ان کے قولِ گناہ اور اکلِ حرام سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بیشک وہ جو کچھ تیار کر رہے ہیں بہت برا ہے۔ یعنی ان کا حرام کھانا جو منع کرنے کے باوجود انہوں کھانے کا طریقہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ کتنا برا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۳ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ "علماء اور فقراء کی ڈانٹ کیلئے اس سے زیادہ سخت آیت کوئی نہیں"۔ حضرت ضحاک سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حضرت علی نے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا "لوگو تم سے اگلے لوگ اسی بناء پر ہلاک کردیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے تو ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے، جب یہ عادت ان میں پختہ ہوگئی تو اللہ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں۔ پس تمہیں چاہئے کہ بھلائی کا حکم کرو، برائی سے روکو، اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے، یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم برائی سے ممانعت نہ تو تمہارے روزی گھٹائے گا، نہ تمہارے موت قریب کردے گا"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جس قوم میں کوئی اللہ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ |
| اور یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، ان کے ہاتھ باندھے گئے اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انھوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھادے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ جب کبھی وہ لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھادیتا ہے اور وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ |

## یہود کا اللہ کی بارگاہ میں توہین کرنے کا بیان

"وَقَالَتْ الْيَهُوْد" لَمَّا ضُيِّقَ عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْد اَنْ كَانُوْا اَكْثَر النَّاس مَالًا "يَد اللّٰه مَغْلُوْلَة" مَقْبُوْضَة عَنْ اِدْرَار الرِّزْق عَلَيْنَا كَنَّوْا بِهِ عَنْ الْبُخْل . تَعَالَى اللّٰه عَنْ ذٰلِكَ . "غُلَّتْ" اَمْسَكَتْ "اَيْدِيهِمْ" عَنْ فِعْل الْخَيْرَات دُعَاء عَلَيْهِمْ "وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ" مُبَالَغَة فِي الْوَصْف بِالْجُوْدِ وَثَنَّى الْيَد لِاِفَادَةِ الْكَثْرَة اِذْ غَايَة مَا يَبْذُلهُ السَّخِيّ مِنْ مَاله اَنْ يُعْطِي بِيَدَيْهِ "يُنْفِق كَيْفَ يَشَاء" مِنْ تَوْسِيع وَتَضْيِيق لَا اعْتِرَاض عَلَيْهِ "وَلَيَزِيدَن كَثِيرًا مِنْهُمْ مَا اُنْزِلَ

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ " مِنَ الْقُرْاٰنِ "طُغْيَانًا وَّكُفْرًا " لِكُفْرِهِمْ بِهٖ "وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" فَكُلُّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ تُخَالِفُ الْاُخْرٰى "كُلَّمَا اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ " اَىْ لِحَرْبِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَطْفَاَهَا اللّٰهُ " اَىْ كُلَّمَا اَرَادُوْهُ رَدَّهُمْ "وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا " اَىْ مُفْسِدِيْنَ بِالْمَعَاصِى "وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ" بِمَعْنٰى اَنَّهٗ يُعَاقِبُهُمْ،

جب نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی وجہ سے ان پر سخت کی گئی حالانکہ وہ کثرت مال ودولت والے تھے۔ تو یہود نے کہا اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے، یعنی ہم پر رزق میں کشادگی کو بند کیا ہوا ہے۔ اس کو انہوں نے بخل سے بہ طور کنایہ کہا ہے۔ جبکہ اللہ اس سے پاک ہے اصل میں خیرات اور اس کی طرف دعوت دینے میں ان کے ہاتھ باندھے گئے۔ اور ان پر لعنت کی گئی، اس کی وجہ سے جو انہوں نے کہا، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، یہ صیغہ صفت سخاوت میں مبالغہ ہے اور ہاتھ کو تثنیہ لانا یہ سخی کی سخاوت کی انتہاء کو بیان کرنا ہے کہ جب وہ بہت زیادہ سخاوت کرتا ہے تو گویا دونوں ہاتھوں سے دولت کولٹاتا ہے۔ خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے، اگرچہ وسعت سے کرے اگرچہ تنگی سے لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ اور یقیناً جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو قرآن نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے بہت سے لوگوں کو سرکشی اور کفر میں ضرور بڑھادے گا، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک دشمنی اور بغض ڈال دیا۔ یعنی میں سے ہر ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی مخالفت کرتا ہے۔ جب کبھی وہ آپ ﷺ کیلئے لڑائی کی کوئی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھادیتا ہے۔ یعنی جب کبھی انہوں نے ارادہ کیا تو ان کو رد کردیا گیا۔ اور نافرمانی کے سبب وہ زمین میں فساد کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ یعنی وہ ان کو سزا دے گا۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ یعنی اس کا خزانہ بھرا ہوا ہے جو ہمیشہ جاری رہتا ہے اور دن ورات میں سے کسی وقت بھی اس میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیا تم جانتے ہو کہ جب سے اس نے آسمانوں کو پیدا کیا ہے اس نے کیا خرچ کیا ہے۔ اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس کا عرش (آسمان کو پیدا کرنے کے وقت) سے لے کر اب تک پانی پر ہے اور اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک ترازو ہے جسے وہ جھکاتا اور بلند کرتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ، اور یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے۔ انہیں کے ہاتھ بند ہوں اور انہیں اس کہنے پر لعنت ہے بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں جس طرح چاہے خرچ کرتا ہے)۔ آئمہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث جیسے آئی اسی طرح اس پر ایمان لایا جائے۔ بغیر اس کے کہ اس کی کوئی تفسیر کی جائے یا وہم کیا جائے۔ متعدد آئمہ نے یونہی فرمایا ان میں سفیان ثوری، مالک بن انس، ابن عیینہ، ابن مبارک رحمہم اللہ ان سب کی رائے یہ ہے کہ اس قسم کی احادیث روایت کی جائیں اور ان پر ایمان لایا جائے ان کی کیفیت سے بحث نہ کی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 984)

## اللہ کو فقیر کہنے والے بدبخت یہودی کا بیان

فخاص نامی یہودی نے یہ کہا تھا اور اسی ملعون کا وہ دوسرا قول بھی تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے تھپڑ رسید کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شاس بن قیس نے یہی کہا تھا جس پر یہ آیت اتری۔ اور ارشاد ہوا کہ بخیل اور کنجوس ذلیل اور بزدل یہ لوگ خود ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اگر یہ بادشاہ بن جائیں تو کسی کو کچھ بھی نہ دیں۔ بلکہ یہ تو اوروں کی نعمتیں دیکھ کر جلتے ہیں۔ یہ ذلیل تر لوگ ہیں۔ بلکہ اللہ کے ہاتھ کھلے ہیں وہ سب کچھ خرچ کرتا رہتا ہے اس کا فضل وسیع ہے، اس کی بخشش عام ہے، ہر چیز کے خزانے اس کے ہاتھوں میں ہیں۔ ہر نعمت اس کی طرف سے ہے۔ ساری مخلوق دن رات ہر وقت ہر جگہ اسی کی محتاج ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ○ |
| اور اگر کتاب والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغات میں داخل کرتے۔ |

## اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے کیلئے دوہرا ثواب ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتَاب اٰمَنُوْا" بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاتَّقَوْا" الْكُفر، لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ،

اور اگر کتاب والے حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ضرور ہم ان کے گناہ اتار دیتے اور ضرور انہیں چین کے باغات میں داخل کرتے۔

محمد بن مقاتل عبداللہ صالح بن حیّ کہتے ہیں کہ ایک خراسانی نے شعبی سے کچھ کہا تو شعبی نے کہا ہمیں بواسطہ ابوہریرہ ابوموسیٰ اشعری کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص اپنی باندی کو ادب سکھائے اور اس کی تادیب و تعلیم بہتر طریق پر کرے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اسے دوہرا ثواب ملے گا اور جو شخص عیسیٰ پر ایمان لایا پھر میرے اوپر ایمان لایا تو اسے دوہرا ثواب ملے گا اور غلام جب اپنے رب سے ڈرے اور اپنے آقاؤں کی اطاعت کرے تو اسے بھی دوہرا ثواب ملے گا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 706)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ○ |
| اور اگر وہ لوگ تورات اور انجیل اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا تھا قائم کر دیتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ ان میں سے ایک گروہ میانہ رو ہے، اور ان میں سے اکثر لوگ جو کچھ کر رہے ہیں نہایت ہی برا ہے۔ |

## اہل تورات کیلئے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے پر وسعت رزق کا بیان

"وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيلَ" بِالْعَمَلِ بِمَا فِيهِمَا وَمِنْهُ الْاِيمَانُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ" مِنَ الْكُتُبِ "مِنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ" بِاَنْ يُّوَسِّعَ عَلَيْهِمُ الرِّزْقَ وَيُفِيضَ مِنْ كُلِّ جِهَةٍ "مِنْهُمْ اُمَّةٌ" جَمَاعَةٌ "مُقْتَصِدَةٌ" تَعْمَلُ بِهِ وَهُمْ مَنْ اٰمَنَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَعَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ وَاَصْحَابِهِ "وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ سَاءَ" بِئْسَ "مَا" شَيْئًا "يَعْمَلُونَهُ.

اور اگر وہ لوگ تورات اور انجیل میں بیان کردہ احکام پر عمل کرتے اور نبی کریم ﷺ پر ایمان اور جو کچھ ان کی طرف ان کے رب کی جانب سے کتب میں نازل کیا گیا تھا قائم کردیتے تو وہ اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔ یعنی ہر طرف سے ان کیلئے رزق وسیع کردیا جاتا۔ ان میں سے ایک گروہ میانہ رَو ہے، جس نے تورات پر عمل کیا تھا تو وہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اور وہ عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ جو عمل کررہے ہیں ان کا وہ عمل نہایت ہی برا ہے۔

## ایمان کی برکت سے رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں کہ یہود اگر آج بھی تورات وانجیل اور قرآن کریم کی ہدایات پر ایمان لے آئیں، اور ان پر پورا پورا عمل مطابق ہدایات کے کریں، نہ عملی کوتاہی میں مبتلا ہوں نہ غلو اور تعدی میں، کہ خود ساختہ چیزوں کو دین قرار دیدیں، تو آخرت کی موعودہ نعمتوں کے مستحق ہوں گے، اور دنیا میں بھی ان پر رزق کے دروازے اس طرح کھول دیئے جائیں گے، کہ اوپر سے رزق برسے گا اور نیچے سے اُبلے گا، نیچے اوپر سے مراد بظاہر یہ ہے کہ آسانی کے ساتھ مسلسل رزق عطا ہوگا۔ (تفسیر کبیر، مائدہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ |
| وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| اے رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچادیجئے، اور اگر آپ نے نہ کیا تو آپ نے |
| اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔ |

## وہ شمع کیسے بجھے جس کو روشن خدا کرے

"يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ" جَمِيعَ "مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" وَلَا تَكْتُمْ شَيْئًا مِنْهُ خَوْفًا اَنْ تُنَالَ بِمَكْرُوْهٍ "وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ" اَيْ لَمْ تُبَلِّغْ جَمِيعَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ "فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ" بِالْاِفْرَادِ وَالْجَمْعِ لِاَنَّ كِتْمَانَ بَعْضِهَا كَكِتْمَانِ كُلِّهَا "وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" اَنْ يَّقْتُلُوكَ وَكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحْرَسُ حَتّٰى نَزَلَتْ فَقَالَ: "اِنْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِي اللهُ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

الْكَافِرِينَ،

اے رسول مکرم ﷺ جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچادیجئے، اور اس اندیشہ کے سبب کوئی پریشانی لاحق ہو جائے گی اس کے سبب سے کچھ بھی نہ پوشیدہ رکھنا۔ اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، یعنی نازل کردہ حکم نہ پہنچایا، رسالہ کا مفرد وجمع کے ساتھ آنا اسی لئے کہ بعض کا چھپانا کل کے چھپانے کی طرح ہے۔ اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔ جب آیت مبارکہ نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس سے جاسکتے ہو کیونکہ اللہ نے مجھے لوگوں سے محفوظ کرلیا ہے۔ اس کا روایت کو امام حاکم نے روایت کیا ہے۔ بیشک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلے حفاظت کی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی، وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اور اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خیمے سے سر مبارک باہر نکالا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگو چلے جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ کرلیا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 985)

حضرت حسن کہتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا جب اللہ نے مجھے رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو مجھے بہت دشواری محسوس ہوئی اور میں نے جان لیا کہ بعض لوگ مجھے جھٹلائیں گے اور رسول اللہ کو قریش اور یہود اور نصاری سے خوف رہتا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 2، 396۔ ابن کثیر 2۔77)

حضرت ابوسعید سے روایت ہے یہ آیت کریمہ غدیر خم ( مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے ) کے واقعہ کے دن حضرت علی بن ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (نیسابوری 170)

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ، اور خدا تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ جاگتے رہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آج کیا امر پیش آیا آپ نے فرمایا کوئی صالح آدمی نہیں جو آج کی رات ہماری پہرہ دار کرے اسی دوران میں نے اسلحہ کی آواز سنی تو آپ نے پوچھا کہ کون ہے؟ انہوں نے کہا سعد اور حذیفہ، آپ کی پہرہ داری کے لیے آئے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ سو گئے حتی کہ میں نے آپ کے خراٹوں کی آواز سنی اور یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا سر مبارک چمڑے کے خیمہ سے نکال کر فرمایا اے لوگوں واپس چلے جاؤ اللہ نے میری حفاظت اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ (نیسابوری 170، سیوطی 108، مستدرک حاکم 2۔313، ترمذی 3046)

مسند میں ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے آدمی کے پیٹ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اگر یہ اس کے سوا میں ہوتا تو تیرے لئے بہتر تھا۔ ایک شخص کو صحابہ پکڑ کر آپ کے پاس لائے اور کہا یہ آپ کے قتل کا ارادہ کررہا تھا، وہ کانپنے لگا، آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں چاہے تو ارادہ کرے لیکن اللہ اسے پورا نہیں ہونے دے گا"۔

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ۝

فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تم کسی شے پر بھی نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قائم کردو، اور جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کی گئی ہے یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور کفر میں بڑھادے گی، سو آپ گروہِ کفار پر افسوس نہ کیا کریں۔

## کفار کا اسلام قبول نہ کرنے کے سبب غمزدہ نہ ہونے کا بیان

"قُلْ یَا اَهْلَ الْکِتَاب لَسْتُمْ عَلٰی شَیْء " مِنَ الدِّیْن مُعْتَدّ بِہٖ "حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرَاۃ وَالْاِنْجِیل وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِنْ رَبّکُمْ " بِاَنْ تَعْمَلُوْا بِمَا فِیْهِ وَمِنْهُ الْاِیْمَان بِی "وَلَیَزِیدَن کَثِیْرًا مِنْهُمْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْك مِنْ رَبّك " مِنَ الْقُرْاٰن "طُغْیَانًا وَّکُفْرًا" لِکُفْرِهِمْ بِہٖ "فَلَا تَاْسَ" تَحْزَن "عَلَی الْقَوْم الْکَافِرِیْنَ" اِنْ لَمْ یُؤْمِنُوْا بِك اَیْ لَا تَهْتَمّ بِهِمْ،

فرما دیجئے، اے اہلِ کتاب! تم کسی شے یعنی محکم دین پر بھی نہیں ہو، یہاں تک کہ تم تورات اور انجیل اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے قائم کردو، یعنی جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ۔ اور جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب قرآن سے نازل کیا گیا ہے یقیناً ان میں سے اکثر لوگوں کو سرکشی اور ان کے کفر کی وجہ سے کفر میں بڑھادے گی، سو آپ گروہِ کفار پر افسوس نہ کیا کریں۔ یعنی اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان نہ لائیں تو آپ ان پر غمزدہ نہ ہوں۔

## سورہ مائدہ آیت ۶۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رافع، سلام بن مشکم اور مالک بن صیف رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ کیا آپ اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ آپ ابراہیم کی ملت اور دین پر ہیں اور جو کتاب ہموارے پاس ہے اس پر ایمان رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کیوں نہیں لیکن بات یہ ہے کہ تم لوگوں نے نئی چیزیں نکال لیں۔

اور جو کچھ اس کتاب میں تھا اس کا انکار کردیا اور اسی طرح جس چیز کے لوگوں کے سامنے بیان کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا تھا اسے چھپالیا انہوں نے کہا ہم اس کتاب اور دین کو جو ہمارے ہاتھوں میں ہے مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور ہم ہدایت حق پر ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 109، زادالمسیر 2-398، قرطبی 6-245)

## یہود و نصاریٰ کا کوئی دین نہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کسی دین پر نہیں، جب تک کہ اپنی کتابوں پر اور اللہ کی اس کتاب پر ایمان لائیں لیکن ان کی حالت تو یہ ہے کہ جیسے جیسے قرآن اترتا ہے یہ لوگ سرکشی اور کفر میں بڑھتے جاتے ہیں۔ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کافروں

کیلئے حسرت وافسوس کر کے کیوں اپنی جان کو روگ لگاتا ہے۔

صابی، نصرانیوں اور مجوسیوں کی بیدین جماعت کو کہتے ہیں اور صرف مجوسیوں کو بھی علاوہ ازیں ایک اور گروہ تھا، یہود اور نصاریٰ دونوں مثل مجوسیوں کے تھے۔

قتادہ کہتے ہیں یہ زبور پڑھتے تھے غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔ وہب فرماتے ہیں اللہ کو پہچانتے تھے، اپنی شریعت کے حامل تھے، ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی، یہ عراق کے متصل آباد تھے، بلوثا کہے جاتے تھے، نبیوں کو مانتے تھے، ہر سال میں تیس روزے رکھتے تھے اور یمن کی طرف منہ کر کے دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے اس کے سوا اور قول بھی ہیں چونکہ پہلے دو جملوں کے بعد انکا ذکر آیا تھا، اس لئے رفع کے ساتھ عطف ڈالا۔ ان تمام لوگوں سے جناب باری فرماتا ہے کہ "امن وامان والے بیڈر اور بیخوف وہ ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر سچا ایمان رکھیں اور نیک اعمال کریں اور یہ ناممکن ہے، جب تک اس آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ ہو جو کہ تمام جن وانس کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس آپ پر ایمان لانے والے آنے والی زندگی کے خطرات سے بیخوف ہیں اور یہاں چھوڑ کر جانے والی چیزوں کو انہیں کوئی تمنا اور حسرت نہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ |
| وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ٥ |
| بیشک مسلمان اور یہودی اور صابی اور نصرانی جو بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے |
| تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ |

## یہود ونصاریٰ اور صابی فرقوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا" هُمُ الْیَهُوْدُ مُبْتَدَأ "وَالصَّابِئُوْنَ" فِرْقَةٌ مِنْهُمْ "وَالنَّصَارٰی" وَیُبْدَلُ مِنَ الْمُبْتَدَأ "مَنْ اٰمَنَ" مِنْهُمْ "بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ" فِی الْاٰخِرَةِ خَبَرُ الْمُبْتَدَأ وَدَالٌّ عَلٰی خَبَرِ اِنَّ،

بیشک مسلمان اور یہودی یعنی وہ یہود ہیں جو مبتداء ہے اور صابی ان میں سے ایک فرقہ ہے اور نصرانی، نصاریٰ یہ مبتداء سے بدل ہے۔ جو بھی اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور فی الآخرۃ یہ مبتداء کی خبر ہے اور اس کی دلالت ان کی خبر پر ہے۔

## گزشتہ سماوی مذاہب کے سچے پیروکاروں کیلئے بھی اسلام قبول کرنے کا حکم

پورا قرآن اور اس کی سینکڑوں آیتیں ایمان بالرسالت کی تصریحات سے لبریز ہیں جن میں یہ تصریحات موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ارشادات رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ایمان لائے بغیر نجات نہیں، اور کوئی ایمان وعمل بغیر اس کے مقبول

معتبر نہیں۔ لیکن ملحدین کا ایک گروہ جو کسی نہ کسی طرح قرآن میں اپنے مکروہ نظریات کو ٹھونسنا چاہتا ہے، اور انہوں نے اس آیت میں صراحۃً ذکر رسالت نہ ہونے سے ایک نیا نظریہ قائم کرلیا جو قرآن وسنت کی بے شمار تصریحات کے قطعاً خلاف ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص اپنی اپنے مذہب یہودی، نصرانی یہاں تک کہ ہندو بت پرست رہتے ہوئے بھی اگر صرف اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور نیک کام کرے تو نجات آخرت کا مستحق ہوسکتا ہے۔ نجات اخروی کے لئے اسلام میں داخل ہونا ضروری نہیں۔ نعوذ باللہ منہ

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ○

بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جسے ان کے نفس نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کرتے رہے۔

## بنی اسرائیل کا نبوت کو جھٹلانے اور انبیاء کو قتل کرنے کا بیان

"لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْل" عَلَی الْاِيْمَان بِاللّٰهِ وَرُسُله "وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُوْل" مِنْهُمْ "بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسهمْ" مِنَ الْحَقّ كَذَّبُوْهُ "فَرِيْقًا" مِنْهُمْ "كَذَّبُوا وَفَرِيْقًا" مِنْهُمْ "يَقْتُلُوْنَ" كَزَكَرِيَّا وَالتَّعْبِيْر بِهِ دُوْن قَتَلُوْا حِكَايَة لِلْحَالِ الْمَاضِيَة لِلْفَاصِلَةِ

بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور ہم نے ان کی طرف پیغمبر بھیجے، جب بھی ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا برحق حکم لایا جسے ان کے نفس نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک کو قتل کرتے رہے۔ جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام ہیں۔ یہاں پر قتلوا کی بہ جائے یقتلون سے تعبیر کیا گیا ہے تاکہ فاصلہ کیلئے حالت ماضی کو حکایت کردیا جائے۔

## یہود ونصاری اپنی خواہشات کے خلاف کسی حکم کو قبول نہ کرتے تھے

جب بنی اسرائیل کے پاس ان کا رسول کوئی حکم لاتا جو ان کے مزاج کے مطابق نہ ہوتا تو عہد و پیمان توڑ کر خدا سے غداری کرتے پھرتے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا، یہ تو ان کے ایمان باللہ اور عمل صالح کا حال تھا۔ ایمان بالیوم الآخر کا اندازہ اس سے کرلو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کرکے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔ گویا ان حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتنا نہیں پڑے گا۔ اور ظلم و بغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہ خیال کرکے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہوگئے اور جو نا کرنے کے کام تھے وہ کئے۔ حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر بخت نصر کو مسلط کیا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت و رسوائی سے چھڑا کر ... اس وقت لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوئے۔ خدا نے توبہ قبول کی لیکن

کچھ زمانہ کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں اور بالکل اندھے بہرے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی 26
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہو گئے۔

| |
|---|
| وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا |
| وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی تو اندھے اور بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، پھر ان میں زیادہ |
| اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## سزا و عذاب سے بری رہنے کی یہودی وہم پرستی کا بیان

"وَحَسِبُوْا" ظَنُّوْا اَنْ "لَا تَكُوْنَ" بِالرَّفْعِ فَاَنْ مُخَفَّفَةٌ وَالنَّصْبِ فَهِيَ نَاصِبَةٌ اَيْ تَقَعُ "فِتْنَةٌ" عَذَابٌ بِهِمْ عَلٰى تَكْذِيْبِ الرُّسُلِ وَقَتْلِهِمْ "فَعَمُوْا" عَنِ الْحَقِّ فَلَمْ يُبْصِرُوْهُ "وَصَمُّوْا" عَنِ اسْتِمَاعِه "ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ" لَمَّا تَابُوْا "ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا" ثَانِيًا "كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ" بَدَلٌ مِنَ الضَّمِيْرِ "وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيْهِمْ بِه،

اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی، لاتکون رفع کے ساتھ ہے۔ اور ان مخففہ ہے اور نصب بھی ہے جب وہ ان ناصبہ ہو یعنی واقع ہوا۔ یعنی رسولان مکرم کی تکذیب کے سبب ان پر عذاب واقع ہوا، تو وہ حق سے اندھے اور سننے سے بہرے ہو گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی، پھر ان میں زیادہ اندھے اور بہرے ہو گئے کثیر منھم یہ صموا کی ضمیر سے بدل ہے۔ اور اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ پس وہ ان کو اس پر جزاء دے گا۔

## سزا نہ ملنے کے گمان والوں کی حالت زار و فساد کا بیان

انہوں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ہم چونکہ انبیاء کی اولاد ہیں لہٰذا ہم جو کچھ کرلیں ہم پر عذاب الٰہی نہیں آ سکتا۔ اس عقیدہ نے انہیں ہر طرح کے جرائم پر دلیر بنا دیا تھا۔ پھر ان پر بخت نصر کی صورت میں قہر الٰہی نازل ہوا۔ جس نے ان کی سلطنت کو تہس نہس کر دیا اور بے شمار افراد کو قیدی بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ مدتوں وہ قید و بند کی سختیاں جھیلتے رہے۔ آخر اللہ کی طرف رجوع کیا تو اللہ نے پھر ان کی خطائیں معاف کر دیں اور ملوک فارس کی مدد سے انہیں بخت نصر کی قید سے رہائی ملی۔ پھر جب اللہ نے ان پر مہربانی فرمائی اور عیش و آرام سے زندگی گزارنے لگے تو پھر کفر و عصیان میں پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔ سیدنا زکریا اور سیدنا یحیٰ دونوں کو قتل کر دیا اور سیدنا عیسیٰ کو صلیب پر چڑھوانے کی مقدور بھر کوشش کی اور بزعم خود انہیں سولی پر چڑھا کے چھوڑا۔

| |
|---|
| لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوْا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَبَنِي إِسْرَآءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي |
| وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ○ |
| بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب اور تمہارا |
| رب، بیشک جو اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ |

## اللہ کا بیٹا کہنے والے کفار کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوْا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" سَبَقَ مِثْلُه "وَقَالَ" لَهُمْ "الْمَسِيحُ يَا بَنِيْ إِسْرَائِيلَ اُعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ " فَإِنِّي عَبْدٌ وَلَسْتُ بِإِلَهٍ "إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ " فِي الْعِبَادَةِ غَيْرَهُ "فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ" مَنَعَهُ أَنْ يَدْخُلَهَا "وَمَأْوَاهُ النَّار وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ" زَائِدَة "أَنْصَار" يَمْنَعُونَهُمْ مِنْ عَذَابِ اللَّه،

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح مریم کا بیٹا ہے اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور مسیح نے تو ان سے یہ کہا تھا، اے بنی اسرائیل اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے۔ پس میں بندہ ہوں اور میں معبود نہیں ہوں۔ بیشک جو عبادت وغیرہ میں اللہ کا شریک ٹھہرائے، تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی یعنی اس کو جنت میں داخل ہونے روک دیا ہے۔ اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہے۔ من زائدہ ہے یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

## نصرانیوں کے فرقوں کے کفر کا بیان

نصرانیوں کے فرقوں کی یعنی ملکیہ، یعقوبیہ، نسطوریہ کی کفر کی حالت بیان کی جارہی ہے کہ یہ مسیح ہی کو اللہ کہتے ہیں اور مانتے ہیں۔ اللہ ان کے قول سے پاک، منزہ اور مبرا ہے مسیح تو اللہ کے غلام تھے سب سے پہلا کلمہ ان کا دنیا میں قدم رکھتے ہی گہوارے میں ہی یہ تھا کہ (انی عبداللہ) میں اللہ کا غلام ہوں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ اپنی غلامی کا اقرار کیا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ ہی ہے اسی کی عبادت کرتے رہو سیدھی اور صحیح راہ یہی ہے اور یہی بات اپنی جوانی کے بعد کی عمر میں بھی کہی کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والے پہ جنت حرام ہے اور اس کیلئے جہنم واجب ہے۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا۔ جہنمی جب جنتیوں سے کھانا پانی مانگیں گے تو اہل جنت کا یہی جواب ہوگا کہ یہ دونوں چیزیں کفار پر حرام ہے۔

| |
|---|
| لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوْا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّا إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۖ وَإِنْ لَّمْ |
| يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ○ |

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا، اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے،

تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔

## عقیدہ تثلیث سے باز نہ آنے والوں کیلئے عذاب جہنم کا بیان

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ " اٰلِهَة "ثَلَاثَة" اَیْ اَحَدهَا وَالْاٰخَرَانِ عِيْسَى وَاُمّه وَهُمْ فِرْقَة مِنَ النَّصَارٰى "وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَاحِد وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ" مِنَ التَّثْلِيث وَيُوَحِّدُوْا "لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَیْ ثَبَتُوْا عَلَى الْكُفْر "مِنْهُمْ عَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم وَهُوَ النَّار،

بیشک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں کا تیسرا معبود ہے یعنی ایک خدا اللہ ہے اور دوسرے دو حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم ہیں اور یہ نصاریٰ کا ایک فرقہ تھا۔ اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا، اور اگر اپنی بات عقیدہ تثلیث سے باز نہ آئے، تو جو ان میں کافر مریں گے ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ جو کو تکلیف دینے والا ہے اور وہ جہنم ہے۔

یہ قول نصاریٰ کے فرقہ مرقوسیہ ونسطوریہ کا ہے۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ اور مریم اور عیسیٰ تینوں الٰہ ہیں اور الٰہ ہونا ان سب میں مشترک ہے۔ متکلمین فرماتے ہیں کہ نصاریٰ کہتے ہیں کہ باپ، بیٹا، روح القدس یہ تینوں ایک الٰہ ہیں۔

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے، حالانکہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## کفریہ عقیدے سے توبہ کرنے کا بیان

"اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰه وَيَسْتَغْفِرُوْنَه" مِمَّا قَالُوْا اسْتِفْهَام تَوْبِيخ "وَاللّٰهُ غَفُور" لِمَنْ تَابَ "رَحِيْم" بِهِ،

کیا یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں رجوع نہیں کرتے اور اس سے مغفرت طلب کرتے، جو انہوں نے کہا یہ بہ طور توبیخ استفہام ہے حالانکہ جو توبہ کرے اس کو اللہ بڑا بخشنے والا، اس کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## تعجب میں ڈال دینے والی توبہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ ان دو مردوں کے حال سے تعجب کرتا ہے ایک وہ جو دوسرے کو قتل کرتا ہے پھر وہ دونوں جنت میں جاتے ہیں۔

ایک تو اس وجہ سے کہ اللہ کی راہ میں لڑ کے مقتول ہو جاتا ہے، پھر اللہ قاتل کو بھی توبہ نصیب کرتا ہے، تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 99)

مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھاتے تھے،
دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا بیان

"خَلَتْ" مَضَتْ "مِنْ قَبْله الرُّسُل" فَهُوَ يُمْضِي مِثْلهمْ وَلَيْسَ بِاِلَٰهٍ كَمَا زَعَمُوْا وَاِلَّا لَمَا مَضَى "وَاُمّه صِدِّيْقَة" مُبَالَغَة فِي الصِّدْق "كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَام" كَغَيْرِهِمَا مِنَ النَّاس وَمَنْ كَانَ كَذٰلِكَ لَا يَكُوْن اِلٰهًا لِتَرْكِيْبِهٖ وَضَعْفه وَمَا يَنْشَاُ مِنْهُ مِنَ الْبَوْل وَالْغَائِط "اُنْظُرْ" مُتَعَجِّبًا "كَيْفَ نُبَيِّن لَهُمُ الْاٰيَات" عَلٰى وَحْدَانِيَّتنَا "ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى" كَيْفَ "يُؤْفَكُوْنَ" يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقّ مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

مسیح بن مریم معبود نہیں ہیں جس طرح انہوں نے گمان کیا ہوا ہے بلکہ ایک رسول اس سے پہلے بہت رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، صدیقہ یہ صدق میں مبالغہ ہے۔ دوسرے لوگوں کی طرح وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، اور جو اس طرح ہوتا ہے وہ معبود نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح کی ترکیب کا ہونا، کمزوری کا ہونا اور بول وبراز کی ضرورت کا ہونا ہے۔ تعجب سے دیکھو تو ہم کیسی صاف نشانیاں یعنی توحید کے دلائل ان کے لئے بیان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں۔ یعنی دلیل قائم ہو جانے کے باوجود وہ حق سے پھرنے والے ہیں۔

وہ بھی معجزات رکھتے تھے یہ معجزات ان کے صدق نبوت کی دلیل تھے، اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی رسول ہیں، ان کے معجزات بھی دلیل نبوت ہیں، انہیں رسول ہی ماننا چاہئے جیسے اور انبیاء علیہم السلام کو معجزات کی بنا پر خدا نہیں مانتے ان کو بھی خدا نہ مانو اس میں نصاریٰ کا رد ہے کہ اِلٰہ غذا کا محتاج نہیں ہو سکتا تو جو غذا کھائے، جسم رکھے، اس جسم میں تحلیل واقع ہو، غذا اس کا بدل بنے، وہ کیسے اِلٰہ ہو سکتا ہے۔

جمہور امت کی تحقیق یہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی یہ منصب رجال ہی کے لئے مخصوص رہا ہے (وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى) 12۔ یوسف:109) حضرت مریم بتول بھی ایک ولی بی بی تھیں۔ نبی نہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی سنتا جانتا ہے۔

## نفع ونقصان کے مالک نہ ہونے والوں کی عبادت کا بیان

"قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه" اَيْ غَيْرِهٖ "مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْع "

بِاَقْوَالِكُمْ "الْعَلِيْم" بِاَحْوَالِكُمْ وَالْاِسْتِفْهَام لِلْاِنْكَارِ،

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہارے نقصان کا مالک نہ نفع کا اور اللہ ہی تمہارے اقوال کو سنتا، تمہارے احوال کو جانتا ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔

یہ ابطال شرک کی ایک اور دلیل ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جو نفع وضرر وغیرہ ہر چیز پر ذاتی قدرت واختیار رکھتا ہو، جو ایسا نہ ہو وہ الہ مستحق عبادت نہیں ہوسکتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفع وضرر کے بالذات مالک نہ تھے، اللہ تعالیٰ کے مالک کرنے سے مالک ہوئے تو ان کی نسبت اُلوہیت کا اعتقاد باطل ہے۔ (تفسیر ابوالسعود)

| |
|---|
| قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا |
| مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۝ |
| تم فرماؤ اے کتاب والو! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو، جو پہلے گمراہ |
| ہو چکے اور کثیر کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے بہک گئے۔ |

## یہود ونصاریٰ کا دین میں غلو کرنے کا بیان

"قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَاب" الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "لَا تَغْلُوْا" تُجَاوِزُوا الْحَدّ "فِيْ دِيْنِكُمْ" غُلُوًّا "غَيْرَ الْحَقّ" بِاَنْ تَضَعُوا عِيْسٰى اَوْ تَرْفَعُوْهُ فَوْق حَقّه "وَلَا تَتَّبِعُوا اَهْوَاء قَوْم قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْل" بِغُلُوِّهِمْ وَهُمْ اَسْلَافهمْ "وَاَضَلُّوا كَثِيْرًا" مِنَ النَّاس "وَضَلُّوا عَنْ سَوَاء السَّبِيْل" عَنْ طَرِيْق الْحَقّ وَالسَّوَاء فِي الْاَصْل الْوَسَط،

تم فرماؤ اے کتاب والے یہود ونصاریٰ! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو یعنی اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو اور حق کے سوا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنا یا ان کو ان کے مرتبے سے بڑھا کر معبود بنالینا۔ اور ایسے لوگوں کی خواہش پر نہ چلو، جو غلو کی وجہ سے تم سے پہلے گمراہ ہو چکے اور ان کے اسلاف بھی گمراہ ہو چکے۔ اور کثیر لوگوں کو بھی گمراہ کیا اور سیدھی راہ یعنی راہ حق سے بہک گئے۔ سواء کا معنی درمیان ہے۔

## افراد وتفریط کے شکار یہود ونصاریٰ کا بیان

انبیاء اور رسل کے معاملہ میں بنی اسرائیل کے یہ دو متضاد عمل کہ یا تو ان کو جھوٹا کہیں اور قتل تک سے دریغ نہ کریں، اور یا یہ زیادتی کہ ان کو خود ہی خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیدیں، یہ وہی افراط وتفریط ہے جو جہالت کے لوازم سے ہے، عرب کا مشہور مقولہ الجاہل اما مفرط او مفرط یعنی جاہل آدمی کبھی اعتدال اور میانہ روی پر نہیں رہتا، بلکہ یا افراط میں مبتلا ہوتا ہے یا تفریط میں۔ افراط کے معنی حد سے آگے بڑھنے کے ہیں اور تفریط کے معنی ہیں فرض کی ادائیگی میں کوتاہی اور کمی کرنے کے اور یہ افراط وتفریط یہ بھی ممکن ہے کہ بنی

اسرائیل کی دو مختلف جماعتوں کی طرف سے عمل میں آئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی جماعت کے یہ مختلف عمل مختلف نبیوں علیہم السلام کے ساتھ ہوئے ہوں کہ بعض کی تکذیب وقتل تک نوبت پہنچ جائے اور بعض کو خدا کے برابر قرار دیا جائے۔

| |
|---|
| لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ |
| ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ؀ |
| بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا انہیں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر (سے) لعنت کی جا چکی۔ |
| یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ |

## بنی اسرائیل کے کفار پر داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت بھیجنے کا بیان

"لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَائِيلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ" بِاَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِخُوْا قِرَدَةً وَهُمْ اَصْحَابُ اَيْلَةَ "وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ" بِاَنْ دَعَا عَلَيْهِمْ فَمُسِخُوْا خَنَازِيرَ وَهُمْ اَصْحَابُ الْمَائِدَةِ "ذٰلِكَ" اللَّعْنُ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ،

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا تھا انہیں داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر سے لعنت کی جا چکی۔ یعنی انہوں نے ان کیلئے دعائے ضرر کی تو وہ مسخ ہو کر بندر بنا دیئے گے اور وہ اصحاب ایلہ ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر دعائے ضرر کی تو وہ مسخ ہو کر خنازیر بنا دیئے گئے اور وہ اصحاب مائدہ ہیں۔ جن پر لعنت کی ہوئی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔

## سورہ مائدہ آیت ۷۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل گناہوں میں مبتلاء ہو گئے تو ان کے علماء نے انہیں روکنے کی کوشش کی لیکن جب وہ باز نہیں آئے تو علماء ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے لگے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دل آپس میں ایک دوسرے سے ملا دیئے اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی کیونکہ وہ لوگ نافرمانی کرتے ہوئے حد سے تجاوز کر جاتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے پہلے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک نجات نہیں پاؤ گے جب تک تم ظالم کو ظلم سے نہ روکو گے۔

عبداللہ بن عبدالرحمٰن، یزید سے اور وہ سفیان ثوری سے یہ حدیث نقل کرتے ہوئے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر نہیں کرتے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ محمد بن مسلم بن ابی وضاح سے بھی علی بن بذیمہ کے حوالے سے منقول ہے وہ ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ جبکہ بعض ابوعبیدہ کے حوالے سے

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 986)

## بنوسرائیل کو برائیوں سے منع یا نہ کرنے کا بیان

بنواسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پا چکے ہیں۔ کیونکہ وہ اللہ کے نافرمان تھے اور مخلوق پر ظالم تھے، توراۃ، انجیل، زبور اور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برساتی آئیں۔ یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں دیکھتے تھے لیکن چپ چاپ بیٹھے رہتے تھے، حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا۔ یہی ان کا برا کام تھا۔

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "بنو اسرائیل میں پہلے پہل جب گناہوں کا سلسلہ چلا تو ان کے علماء نے انہیں روکا۔ لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہیں کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے، جس کی وجہ سے دونوں گروہوں کے دلوں میں آپس میں ٹکرا دیا اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑا دیئے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کی زبانی ان پر اپنی لعنت نازل فرمائی۔ کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے۔ اس کے بیان کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا نہیں نہیں اللہ کی قسم تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور انہیں شریعت کی پابندی پر لاؤ۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے برائی بنی اسرائیل میں داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا، اسے کہتا کہ اللہ سے ڈرو اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے۔ لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کنارہ کشی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوالہ ہم پیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا، اس وجہ سے سب میں ہی سنگدلی آ گئی۔ پھر آپ نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کرو، برائیوں سے روکو، ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آ جائے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ابوداؤد وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دلوں کو بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا دے گا اور تم پر اپنی پھٹکار نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی۔ (جامع ترمذی، کتاب تفسیر، بیروت)

| |
|---|
| كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ○ |
| وہ جو برا کام کرتے تھے ایک دوسرے کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ بیشک وہ کام برے تھے جنہیں وہ انجام دیتے تھے۔ |

## ظالم کو ظلم سے روکنے کا بیان

"كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ" اَیْ لَا يَنْهَى بَعْضُهُمْ بَعْضًا "عَنْ" مُعَاوَدَة "مُنْكَر فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" فِعْلُهُمْ هٰذَا،

وہ جو برا کام کرتے تھے ایک دوسرے کو اس سے منع نہیں کرتے تھے۔ یعنی آپ کی عداوت میں جو کام کرتے تو ان کو منع کیا جاتا لیکن وہ باز نہ آتے تھے۔ بیشک وہ کام برے تھے جنہیں وہ انجام دیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ظالم کی کس طرح مدد کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ لو (یعنی اس کو ظلم سے روکو)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2341)

اس آیت میں بتایا یہ گیا ہے کہ جس طرح بدی کا ارتکاب کرنا جرم ہے اسی طرح بدی سے نہ روکنا بھی جرم ہے اور جرم کے لحاظ سے دونوں برابر ہوتے ہیں اور اللہ کی لعنت یا عذاب الٰہی کا اثر اور نقصان دونوں کو یکساں پہنچتا ہے۔

## برائی سے منع نہ کرنے والوں کی مثال

ایسے تباہ ہونے والے معاشرہ کی مثال رسول اللہ نے یہ بیان فرمائی جیسے " کچھ لوگوں نے جہاز میں سوار ہونے کے لیے قرعہ ڈالا اور قرعہ کی رو سے کچھ لوگ نچلی منزل میں بیٹھے اور کچھ اوپر والی منزل میں۔ نچلی منزل والوں کو پانی اوپر کی منزل سے حاصل کرنا پڑتا تھا جس سے اوپر کی منزل والے تنگ پڑتے تھے۔ اب نچلی منزل والوں نے اس کا حل یہ سوچا کہ کیوں نہ جہاز کے نچلے تختہ میں سوراخ کر کے پانی نیچے سمندر سے حاصل کر لیا جائے۔ پھر اگر نچلی منزل والے اور اوپر کی منزل والے دونوں مل کر ان سوراخ کرنے والوں کا ہاتھ نہ روکیں گے تو نچلے اور اوپر والے سب غرق ہو جائیں گے۔ (بخاری۔ کتاب المظالم)

| |
|---|
| تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ |
| سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ |
| آپ ان میں سے اکثر لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیا ہی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے |
| کے لئے آگے بھیج رکھی ہے یہ کہ اللہ ان پر ناراض ہو گیا، اور وہ لوگ ہمیشہ عذاب ہی میں رہنے والے ہیں۔ |

## بغض کے سبب کفار سے دوستی اختیار کرنے کا بیان

"تَرٰى" يَا مُحَمَّدُ "كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ بُغْضًا لَكَ "لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ" مِنَ الْعَمَلِ لِمَعَادِهِمُ الْمُوْجِبِ لَهُمْ، اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ،

یا محمد ﷺ آپ ان میں سے اکثر اہل مکہ کے لوگوں کو دیکھیں گے جو آپ ﷺ سے بغض کی وجہ سے کافروں سے دوستی رکھتے ہیں۔ کیا ہی بری چیز ہے جو انہوں نے اپنے کے لئے آگے بھیج رکھی ہے یعنی ان کیلئے عذاب واجب کرنے والی ہے۔ یہ کہ اللہ ان پر ناراض ہو گیا، اور وہ لوگ ہمیشہ عذاب ہی میں رہنے والے ہیں۔

اگر یہ لوگ اللہ پر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن پر پورا ایمان رکھتے تو ہرگز کافروں سے دوستیاں نہ کرتے اور

چھپ چھپا کر ان سے میل ملاپ جاری نہ رکھتے۔ نہ سچے مسلمانوں سے دشمنیاں رکھتے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے خارج ہو چکے ہیں اس کی وحی اور اس کے پاک کلام کی آیتوں کے مخالف بن بیٹھے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ |
| وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۝ |
| اور اگر وہ اللہ پر اور نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لے آتے تو ان کو دوست نہ بناتے |
| لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہونے کا بیان

"وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ" مُحَمَّدٍ "وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ" اَىِ الْكُفَّار "اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فَاسِقُوْنَ" خَارِجُونَ عَنِ الْاِيْمَان،

اور اگر وہ اللہ پر اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ پر اور اس پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان لے آتے تو ان کفار کو دوست نہ بناتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ یعنی ایمان سے خارج ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۸۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بنی اسرائیل کے ایمان میں کمی آگئی تو ان سے اگر کوئی اپنے بھائی کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تو اسے روکتا پھر دوسرے دن اگر وہ باز نہ آتا تو اسے اس خیال سے نہ روکتا کہ اس کے ساتھ کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دل ایک دوسرے سے جوڑ دیئے ان کے متعلق قرآن نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہوئے ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر لعنت کی گئی یہ اس لئے کہ وہ نافرمان تھے۔ اور حد سے گزر گئے تھے۔ (المائدہ۔آیت) پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات، وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ، سے آخر تک پڑھی، اور اگر وہ اللہ اور نبی پر اور اس چیز پر جو اس کی طرح نازل کی گئی ہے ایمان لاتے تو کافر کو دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اور اٹھ کر بیٹھ گئے پھر فرمایا تم بھی عذاب الٰہی سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتے جب تک ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق کی طرف راہ راست پر نہ لے آؤ۔ محمد بن بشار بھی ابوداؤد سے وہ

محمد بن مسلم بن ابی وضاح سے وہ علی بن بذیمہ سے وہ عبیدہ سے وہ عبداللہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 987)

| |
|---|
| لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ |
| اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ |
| آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ عداوت سب لوگوں سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے، |
| اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔ |
| یہ اس لئے کہ ان میں علماء ہیں اور گوشہ نشین بھی ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ |

## اہل مکہ اور یہود کی سب سے زیادہ عداوت کا بیان

"لَتَجِدَنَّ" يَا مُحَمَّدُ "اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ لِتَضَاعُفِ كُفْرِهِمْ وَجَهْلِهِمْ وَانْهِمَاكِهِمْ فِيْ اتِّبَاعِ الْهَوٰى "وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصَارٰى ذٰلِكَ" اَيْ قُرْبُ مَوَدَّتِهِمْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ "بِاَنَّ" بِسَبَبِ اَنَّ "مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ" عُلَمَاءَ "وَرُهْبَانًا" عُبَّادًا "وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ" عَنْ اتِّبَاعِ الْحَقِّ كَمَا يَسْتَكْبِرُ الْيَهُوْدُ وَاَهْلُ مَكَّةَ.

یا محمد ﷺ آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ عداوت سب لوگوں سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے، یعنی اہل مکہ میں سے کیونکہ وہ ان کو کفر اور ان کی جہالت اور خواہشات نفسانی میں ان منہمک ہو جانے کی وجہ ان میں کثرت عداوت پائیں گے۔ اور آپ یقیناً ایمان والوں کے حق میں بلحاظِ محبت سب سے قریب تر ان لوگوں کو پائیں گے جو کہتے ہیں: بیشک ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء ہیں اور گوشہ نشین بھی ہیں اور وہ حق کی اتباع کرنے میں تکبر نہیں کرتے۔ جس طرح یہود اور اہل مکہ نے تکبر کیا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۸۲ کے سبب نزول کا بیان

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کو مکہ میں اپنے ساتھیوں پر مشرکین سے خوف تھا چنانچہ آپ نے جعفر بن ابی طالب اور ابن مسعود کو اپنے صحابہ کی جماعت میں نجاشی کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ وہ ایک نیک بادشاہ ہے نہ تو خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کے سامنے کسی پر ظلم کیا جا سکتا ہے لہٰذا تم اس وقت تک کہ جب تک اللہ مسلمانوں کے لیے کشادگی پیدا کر دے اس کی طرف چلے جاؤ جب یہ حضرات نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بہت احترام کیا اور ان سے کہا کہ کیا تم اس کتاب کا کچھ جانتے ہو جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے انہوں نے جواب دیا ہاں اس نے کہا اس میں سے کچھ پڑھو تو انہوں نے (قرآن) پڑھا جبکہ نجاشی کے گرد علماء و مشائخ موجود تھے جب بھی یہ لوگ آیت پڑھتے تو حق کو پہچاننے کی وجہ سے آنسو بہنے لگتے اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا:

(ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ) ۔

یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو پیغمبر پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے حق بات کو پہچان لیا۔

حضرت سعید بن میسب حضرت عروہ بن زبیر اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے عمرو بن امیہ ضمیر کو ایک خط دے کر نجاشی کی طرف بھیجا یہ نجاشی کے پاس آئے تو اس نے رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک پڑھا پھر جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھ جو مہاجرین تھے کو بلایا اور علماء و مشائخ کو پیغام دے کر جمع کر لیا پھر جعفر سے کہا کہ ان کے سامنے قرآن پاک پڑھو چنانچہ آپ نے سورہ مریم کی تلاوت کی تو یہ لوگ ایمان لے آئے اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئیں۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ) الى قوله (فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ) اور دوستی کے لحاظ سے مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب اس کتاب کو سنتے ہیں جو (سب سے پہلے) پیغمبر (محمد) پر نازل ہوئی تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس لیے انہوں نے حق بات کو پہچان لیا اور وہ خدا (کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہم کو ماننے والوں میں لکھ لے۔ (قرطبی 6۔255)

## وفد نجاشی کے قبول اسلام اور چھٹے پارہ کے اختتامی کلمات کا بیان

بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ جب حضرت جعفر اور ان کے ساتھی حبشہ سے واپس آئے تو ان کے ساتھ ستر آدمیوں کا وفد تھا جسے نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تھا انہوں نے اونی کپڑے پہن رکھے تھے اور ان میں سے باسٹھ آدمی حبشہ کے اور آٹھ آدمی ملک شام کے تھے اور اهل شام بحیرا راهب، ابرهلیه، ادریس، اشرف، تمام قتیم، ذر اور ایمن تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ سورہ یسین کی آخر تک تلاوت کی تو یہ قرآن سن کر رونے لگے۔

اور ایمان لے آئے کہنے لگے کہ یہ اس کتاب کے جو حضرت عیسیٰ پر نازل ہوئی کس قدر مشابہ ہے اس پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں۔ (نیسابوری 70، سیوطی 109)

| |
|---|
| وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا |
| مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۝ |
| اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے، |
| کہتے ہیں اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ |

نَزَلَتْ فِیْ وَفْدِ النَّجَاشِیِّ الْقَادِمِیْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَبَشَةِ قَرَاَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ سُوْرَةَ یٰسٓ فَبَكَوْا وَاَسْلَمُوْا وَقَالُوْا مَا اَشْبَهَ هٰذَا بِمَا كَانَ یَنْزِلُ عَلٰی عِیْسٰی،

"وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ" مِنَ الْقُرْاٰنِ "تَرٰی اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا" صَدَّقْنَا بِنَبِیِّكَ وَكِتَابِكَ "فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ" الْمُقِرِّیْنَ بِتَصْدِیْقِهِمْ،

یہ آیت نجاشی کے اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حبشہ سے آیا تو آپ ﷺ نے سورہ یسٰین کی آیات کی تلاوت کی تو وہ رو پڑے اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور کہا کہ یہ کلام کتنا اس کلام سے مشابہت رکھنے والا ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔

اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف قرآن اترا، تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے ابل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے، کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم تیرے نبی اور تیری کتاب پر ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے۔ یعنی ہم کو بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں لکھ دے۔

## سورہ مائدہ آیت ۸۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیتیں حضرت نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ کچھ لوگ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے حضور کی زبان مبارک سے قرآن کریم سن کر ایمان لائے اور بے تحاشہ رونے لگے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کہیں اپنے وطن پہنچ کر اس سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟ انہوں نے کہا ناممکن ہے اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔

| |
|---|
| وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ۝ |
| اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے، ایمان نہ لائیں حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں کہ |
| ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ داخل فرما دے۔ |

## حق بات کو سن کر اسے ماننے کا بیان

"وَ" قَالُوْا فِیْ جَوَابِ مَنْ عَیَّرَهُمْ بِالْاِسْلَامِ مِنَ الْیَهُوْدِ "مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ" الْقُرْاٰنِ اَیْ لَا مَانِعَ لَنَا مِنَ الْاِیْمَانِ مَعَ وُجُوْدِ مُقْتَضِیْهِ "وَنَطْمَعُ" عُطِفَ عَلٰی نُؤْمِنُ "اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ" الْمُؤْمِنِیْنَ الْجَنَّةَ،

اور انہوں نے کہا یہ اس شخص کے جواب میں ہے جس نے یہود کو اسلام سے تعبیر کیا۔ اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق یعنی قرآن پر جو ہمارے پاس آیا ہے، ایمان نہ لائیں یعنی تقاضہ ایمان ہونے کے باوجود ایمان نہ لانے میں کیا چیز مانع ہے۔ حالانکہ

ہم ایمان پر طمع رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں یعنی مؤمنین کے ساتھ جنت میں داخل فرمادے۔

## قرآن کی حقانیت سن کر رونے والوں اور ایمان لانے والوں کا بیان

حبشہ میں جہاں مسلمان مکی زندگی میں دو مرتبہ ہجرت کر کے گئے۔ اصحمۃ نجاشی کی حکومت تھی، یہ عیسائی مملکت تھی، یہ آیات حبشہ میں رہنے والے عیسائیوں کے بارے میں ہی نازل ہوئیں ہیں تاہم روایات کی رو سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ علیہ کو اپنا مکتوب دیکر نجاشی کے پاس بھیجا تھا، جو انہوں نے جا کر سنایا، نجاشی نے وہ مکتوب سن کر حبشے میں موجود مہاجرین اور حضرت جعفر بن ابی طالب کو اپنے پاس بلایا اور اپنے علماء اور عباد و زہاد کو بھی جمع کر لیا پھر حضرت جعفر کو قرآن پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم پڑھی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اعجازی ولادت اور ان کی عبدیت و رسالت کا ذکر ہے جسے سن کر وہ بڑے متاثر ہوئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور ایمان لے آئے۔ بعض کہتے ہیں کہ نجاشی نے اپنے کچھ علماء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ایمان لے آئے (فتح القدیر)

| |
|---|
| فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ |
| پس اللہ نے ان کی اس بات کے عوض انہیں ثواب میں جنتیں عطا فرمادیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ |
| ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور یہی نیکو کاروں کی جزا ہے۔ |

## ایمان والوں کیلئے جنت کی دائمی نعمتوں کا بیان

"فَاَثَابَهُمُ اللّٰه بِمَا قَالُوْا جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَار خَالِدِیْنَ فِیْهَا وَذٰلِكَ جَزَاء الْمُحْسِنِیْنَ " بِالْاِیْمَانِ،

پس اللہ نے ان کی اس بات کے عوض انہیں ثواب میں جنتیں عطا فرمادیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور یہی نیکو کاروں کی جزا ہے۔ یعنی ایمان پر ثابت قدمی ہے۔

امام بخاری لکھتے ہیں کہ اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے فاعلم انہ لا الہ الا اللہ اس لئے کہ اللہ نے علم سے ابتداء فرمائی ہے اور علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں انہوں نے انبیاء سے علم کو میراث میں پایا ہے جس نے علم حاصل کر لیا اس نے بڑی دولت حاصل کی اور جو شخص کسی راستے پر تحصیل علم کے لئے قدم رکھتا ہے تو اللہ تعالی اس کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے اور اللہ نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ہی بندے اللہ سے ڈرتے ہیں جو عالم ہیں اور فرمایا کہ اس کو علماء کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ اور ابوذر نے ایک مرتبہ اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اگر تم اس پر تلوار رکھ دو لیکن پھر بھی میں سمجھوں گا کہ اس سے پہلے کہ تم میرے اوپر تلوار چلاؤ ایک کلمہ جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہہ سکوں گا تو ضرور اس کو کہہ دوں گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے فلیبلغ الشاھد

الغائب (یہ بھی علم کے ظاہر کرنے کا حکم دے رہا ہے) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا ہے کو ربانیین (میں ربانیین) سے حکماء اور علماء، فقہاء مراد ہیں اور بیان کیا جاتا ہے کہ ربانی وہ شخص ہے جو لوگوں کو علم کی چھوٹی باتیں بڑی بڑی باتوں سے پہلے تعلیم کر لے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 70)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ |
| اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ |

یہ نصاریٰ بھی اہل کتاب تھے اور مدینہ کے یہود اور ان کے سردار بھی اہل کتاب۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ان کے رویہ کے لحاظ سے ان میں جو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی فرق کو سابقہ آیت میں بیان کیا گیا ہے اہل کتاب اور توحید کا دعویٰ رکھنے کے لحاظ سے یہود کو بھی چاہیے تو یہی تھا کہ وہ عیسائیوں کی طرح مشرکین کے بجائے مسلمانوں کے قریب تر ہوتے لیکن معاملہ اس کے برعکس تھا۔ یہود نے اللہ کی ان آیات کو جھٹلا دیا جو تورات میں موجود تھیں۔ لہٰذا ایسے بدکردار لوگوں کی سزا دوزخ ہی ہو سکتی ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور حد سے نہ بڑھو |
| بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔ |

## ہمیشہ نماز روزے میں رہنے کو لازم کرنے والوں کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا هَمَّ قَوْمٌ مِنَ الصَّحَابَةِ اَنْ يُّلَازِمُوا الصَّوْمَ وَالْقِيَامَ وَلَا يَقْرَبُوا النِّسَاءَ وَالطِّيبَ وَلَا يَاْكُلُوا اللَّحْمَ وَلَا يَنَامُوْا عَلَى الْفِرَاشِ "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَات مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا" تَتَجَاوَزُوْا اَمْرَ اللّٰهِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت کہا کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھیں گے نماز قائم کریں گے اور عورتوں کے قریب نہ جائیں گے اور خوشبو نہ لگائیں گے۔ اور گوشت نہ کھائیں گے اور بستروں پر سونا بھی نہ ہوگا۔

اے ایمان والو! حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کیں اور اللہ کے حکم میں حد سے نہ بڑھو، بیشک حد سے بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں۔

## سورہ مائدہ آیت ۸۷ کے شان نزول کا بیان

عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کے لئے پریشان پھرنے لگتا ہوں۔ اور میری شہوت غالب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا میں نے گوشت کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی، یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا، اے ایمان والوان ستھری چیزوں کو حرام نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں اور حد سے نہ بڑھو۔ بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اللہ کے رزق میں سے جو چیز حلال ستھری ہو کھاؤ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 988)

| |
|---|
| وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔ |

## حلال اور پاکیزہ رزق سے کھانے کا بیان

"وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا" مَفْعُول وَالْجَارّ وَالْمَجْرُوْر قَبْله حَال مُتَعَلِّق بِهٖ، وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ،

اور کھاؤ جو کچھ تمہیں اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ، حلالا کلوا کا مفعول ہے اور جار مجرور مما رزقکم اللہ کا متعلق حال مقدم ہے۔ اور ڈرو اللہ سے جس پر تمہیں ایمان ہے۔

## حرمت وحلت کا اختیار شریعت کے پاس ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں جب گوشت کھاتا ہوں تو مجھے عورت کی طرف خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کرلیا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ) اور یہ آیت نازل ہوئی (وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا) اور جو حلال طیب روزی خدا نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور خدا سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔ (زاد المسیر 2۔410)

| |
|---|
| لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ |
| اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ |
| فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا |
| اَیْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ |
| اللہ تمہاری بے مقصد قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرماتا لیکن تمہاری ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم مضبوط کرلو، |
| تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کو کپڑے دینا ہے یا ایک گردن |

آزاد کرنا ہے، پھر جسے میسر نہ ہو تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم کھالو، اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو، اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں خوب واضح فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

## قسم اوراس کے کفارے سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ" الْكَائِن "فِيْ اَيْمَانِكُمْ" هُوَ مَا يَسْبِقُ اِلَيْهِ اللِّسَان مِنْ غَيْر قَصْد الْحَلِف كَقَوْلِ الْاِنْسَان: لَا وَاللّٰهُ وَبَلٰى وَاللّٰهُ "وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُّمُ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد وَفِيْ قِرَاءَة عَاقَدْتُّمُ "الْاَيْمَان" عَلَيْهِ بِاَنْ حَلَفْتُمْ عَنْ قَصْد "فَكَفَّارَته" اَيْ الْيَمِين اِذَا حَنِثْتُمْ فِيْهِ "اِطْعَام عَشَرَة مَسَاكِيْن" لِكُلِّ مِسْكِيْن مُدّ "مِنْ اَوْسَط مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ" مِنْهُ اَيْ اَقْصَدُهُ وَاَغْلَبه لَا اَعْلَاهُ وَلَا اَدْنَاهُ "اَوْ كِسْوَتهمْ" بِمَا يُسَمّٰى كِسْوَة كَقَمِيصٍ وَعِمَامَة وَاِزَار وَلَا يَكْفِيْ دَفْع مَا ذُكِرَ اِلٰى مِسْكِيْن وَاحِد وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ "اَوْ تَحْرِير" عِتْق "رَقَبَة" اَيْ مُؤْمِنَة كَمَا فِيْ كَفَّارَة الْقَتْل وَالظِّهَار حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّد "فَمَنْ لَّمْ يَجِد" وَاحِدًا مِمَّا ذُكِرَ "فَصِيَام ثَلَاثَة اَيَّام" كَفَّارَته وَظَاهِره اَنَّهُ لَا يُشْتَرَط التَّتَابُع وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "كَفَّارَة اَيْمَانكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ" وَحَنِثْتُمْ "وَاحْفَظُوا اَيْمَانَكُمْ" اَنْ تَنْكُثُوهَا مَا لَمْ تَكُنْ عَلٰى فِعْل بِرّ اَوْ اِصْلَاح بَيْن النَّاس كَمَا فِيْ سُوْرَة الْبَقَرَة "كَذٰلِكَ" اَيْ مِثْل مَا بَيَّنَ لَكُمْ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّن اللّٰه لَكُمْ اٰيَاته لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" هُ عَلٰى ذٰلِكَ،

اللہ تمہاری بے مقصد قسموں میں تمہاری گرفت نہیں فرماتا یعنی وہ قسمیں جو بغیر کسی ارادہ حلف کے انسان کی زبان پر جاری ہو جاتی ہیں۔ جیسے انسان کا قول لا واللہ، وبلی، واللہ وغیرہ۔

لیکن تمہاری ان قسموں پر گرفت فرماتا ہے جنہیں تم مضبوط کرلو، یہاں عقدتم تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے اور ایک قرأت میں عاقدتم بھی آیا ہے۔ یعنی جب قسم کا ارادہ کرلو۔ تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط کھانا کھلانا ہے، ہر مسکین کیلئے مد ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یعنی عام طور پر جو کھانا کھایا جاتا ہے جو نہ تو اعلیٰ ہو اور نہ ہی ادنیٰ ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا ہے، یعنی جس کا نام کپڑا رکھا جائے جس طرح قمیص، عمامہ اور چادر ہے۔ اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک جو ہم نے ذکر کیا وہ ایک مسکین کو دے کر کافی نہ سمجھا جائے۔ یا ایک گردن آزاد کرنا ہے، یعنی مؤمن جس طرح قتل اور ظہار کا کفارہ ہے۔ کیونکہ یہاں مطلق کو مقید پر حمل کیا گیا ہے۔ پھر جسے میسر نہ ہو یعنی جو ذکر کیا گیا ہے۔ تو تین دن روزہ رکھنا ہے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے یہی ظاہری کفارہ ہے اور اس میں تسلسل کی شرط نہیں ہے جس طرح امام شافعی کا مذہب ہے۔ جب تم قسم کھالو، اور اپنی قسموں کو توڑنے سے ان کی حفاظت کیا کرو، ہاں البتہ جب وہ کسی نیک کام کے خلاف ہو یا لوگوں کی اصلاح کے خلاف ہو تو ان کو توڑ دینا چاہیے جس طرح اس کا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں خوب واضح فرماتا ہے تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

## سورہ مائدہ آیت ۸۹ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے لوگوں کو وعظ ونصیحت کی اور قیامت کا تذکرہ کیا اور انہیں بہت زیادہ بھی نہ ڈرایا تو لوگوں کے دل نرم ہو گئے اور وہ رونے لگے دس صحابہ کرام، ابوبکر صدیق، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوذر غفاری، سالم مولی ابی حذیفہ، مقداد بن اسود، سلمان فارسی اور معقل بن مقرن، حضرت عثمان بن مظعون کے گھر میں جمع ہوئے اور اس پر اتفاق کیا کہ آئندہ دن کو روزہ رکھیں گے اور تمام رات قیام کریں گے بستر پر نہیں سوئیں گے اور گوشت اور چربی نہیں کھائیں گے رہبانیت اختیار کرلیں گے اور خود کو خصی کرلیں گے یہ بات رسول اللہ تک پہنچی تو آپ نے انہیں جمع کر کے فرمایا کیا تم لوگوں نے اس اس بات پر اتفاق کرلیا ہے انہوں نے جواب دیا ہاں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ مجھے اس چیز کا حکم نہیں دیا گیا بے شک تمہاری جانوں کا بھی تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور افطار بھی کرو اور قیام اور آرام بھی کرو کیونکہ میں قیام کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور گوشت چربی بھی کھاتا ہوں جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور ان سے خطاب کر کے فرمایا! لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ انہوں نے بیویاں، کھانا، خوشبو، نیند اور دنیاوی لذات کو اپنے اوپر حرام کرلیا سنو! میں تمہیں اس بات کا قطعا حکم نہیں دیتا کہ تم یہود کے علماء اور راہبوں کی طرح ہو جاؤ کیونکہ میرے دین میں نہ تو گوشت اور عورتوں کا ترک کرنا ہے اور نہ ہی صومعے (عبادت گاہیں) بنانا۔ میری امت کی سیاحت (عبادت کے لیے سفر) روزہ ہے اور ان کی رہبانیت جہاد ہے اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور حج وعمرہ کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو تم سے پہلے لوگوں نے اپنے اوپر سختی کی اور اسی وجہ سے ہلاک ہوگئے انہوں نے اپنی جانوں پر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر معاملہ سخت اور مشکل کردیا یہ عبادت گاہوں اور صومعوں میں ان ہی کے باقی ماندہ (اور انہی کی پیروی کرنے والے) ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی تو ان صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا اب ہم اپنی قسموں کے ساتھ کیا معاملہ کریں؟ جیسا کہ انہوں نے چند متفقہ امور پر قسم کھائی تھی تو اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سورہ المائدہ آیت 89) خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ (نیسابوری 175، سیوطی 110، طبری 7-7)

## قسم کی شرعی حیثیت کا بیان

اسلام میں قسم اٹھانے کے احکام مختلف ہیں بعض اوقات اس کا اٹھانا فائدہ مند ہے اور بعض اوقات قسم اٹھانا نقصان دہ یعنی گناہ کا سبب بنتا ہے۔ لہذا ہم اختصار کے ساتھ چند وجوہ اس کی شرعی حیثیت کو قرآن وسنت کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔

### ا۔ واجب قسم کا بیان

اگر کسی بے قصور مسلمان کو قتل یا ہلاکت سے بچانا قسم کھانے پر موقوف ہو تو قسم کھانا واجب ہے۔ حضرت سوید بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے (ملاقات) کے ارادہ سے نکلے، ہمارے ساتھ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بھی

تھے ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی اور میں نے قسم کھالی، کہ یہ میرے بھائی ہیں تو دشمن نے ان کو چھوڑ دیا، پس ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے، میں نے بتایا کہ ساتھیوں نے قسم کھانے میں ناگواری محسوس کی تھی اور میں نے قسم کھالی کہ یہ میرے بھائی ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے سچ کہا؛ مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ (سنن ابوداؤد، باب الایمان)

## ۲۔ مستحب قسم کا بیان

جب دو مسلمانوں میں رنجش ہو اور ان میں صلح کرانا قسم پر موقوف ہو یا کسی مسلمان کے دل سے کینہ زائل کرنا قسم پر موقوف ہو یا کسی شر کو رفع کرنا قسم پر موقوف ہو تو ان تمام صورتوں میں قسم کھانا مستحب ہے اسی طرح کسی عبادت کے کرنے اور کسی گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھانا مستحب ہے۔

## ۳۔ مباح قسم کا بیان

ہر وہ کام جو مباح ہو اس کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا مباح ہے اور جس بات کے سچا ہونے کا یقین ہو یا غالب گمان ہو اس پر قسم کھانا مباح ہے۔

## ۴۔ مکروہ قسم کا بیان

کسی مکروہ کام کرنے یا کسی مستحب کام کو ترک کرنے کی قسم کھانا مکروہ ہے۔

## ۵۔ حرام قسم کا بیان

جھوٹی اور خلاف واقع قسم کھانا مکروہ ہے ترجمہ: اور منافق جان بوجھ کر جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے بے شک وہ بہت برا کام کرتے تھے۔ (المجادلہ ۱۴، ۱۳)

## ۶۔ اپنے حق کیلئے قسم کھانا کا بیان

محمد بن کعب القرظی نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر کھڑے تھے اور آپ کے ہاتھ میں عصا تھا آپ نے فرمایا: اے لوگو! قسم کھانے کی وجہ سے اپنے حقوق نہ چھوڑو (المغنی ج ۹ ص ۴۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

## قسم کی مشروعیت کا بیان

**والنجم اذا ھوی .(النجم ۱) .** روشن ستارے کی قسم؛ جب وہ غروب ہوا۔

## ا۔ ثبوت اعتقاد کیلئے قسم کا بیان

کافروں نے اپنے فاسد گمان سے کہا؛ وہ مرنے کے بعد ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ آپ فرمائیں کیوں نہیں، میرے رب کی قسم، تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ (التغابن ۷)

## ۲۔احکام شرعیہ اور تقویٰ کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے دنیا ترک کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: سنو؛ خدا کی قسم، میں تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم سے زیادہ متقی ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں (صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۰۶۳)

## ۳۔مخالفین اسلام کی مخالفت کی قسم کا بیان

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم، میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا، اللہ کی قسم؛ میں ضرور قریش سے جنگ کروں گا۔ پھر فرمایا، ان شاء اللہ۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۳۲۸۵)

## قسم کی اقسام کا فقہی بیان

قسم کی تین قسمیں ہیں۔ ا غموس۔ ۲ لغو۔ ۳ منعقدہ۔

## یمین غموس کی تعریف وحکم کا بیان

"غموس" اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر جھوٹی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے "خدا کی قسم" میں نے یہ کام کیا تھا" حالانکہ واقعتاً" وہ کام نہیں کیا تھا یا یوں کہا جائے" خدا کی قسم میں نے یہ کام نہیں کیا تھا" حالانکہ واقعتاً وہ کام کیا گیا تھا! اسی طرح مثلاً زید نے یہ کہا کہ خدا کی قسم! خالد کے ذمہ میرے ہزار روپے ہیں۔ یا خدا کی قسم! میرے ذمہ خالد کے ہزار روپے نہیں ہیں حالانکہ حقیقت میں خالد کے ذمہ اس کے ہزار روپے نہیں ہیں یا اس کے ذمہ خالد کے ہزار روپے ہیں۔

غموس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح جھوٹی قسم کھانے والا شخص گنہگار ہوتا ہے۔ لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں ہوتا البتہ توبہ واستغفار ضروری ہوتا ہے

## یمین لغو کی تعریف وحکم کا بیان

"لغو" اس قسم کو کہتے ہیں کہ جو کسی گزشتہ یا حالیہ بات پر کھائی جائے اور قسم کھانے والے کو یہ گمان ہو کہ وہ اسی طرح ہے جس طرح میں کہہ رہا ہوں لیکن واقعہ کے اعتبار سے وہ بات اس طرح نہ ہو جس طرح وہ کہہ رہا ہے۔ مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ "واللہ! یہ کام میں نے نہیں کیا تھا" حالانکہ اس شخص نے یہ کام کیا تھا مگر اس کو یہی گمان ہے کہ میں نے کام نہیں کیا ہے! یا اس شخص نے دور سے کسی شخص کو دیکھا اور کہا کہ خدا کی قسم! یہ زید ہے حالانکہ وہ زید نہیں تھا۔ بلکہ خالد تھا لیکن! یہ قسم اس شخص نے یہی گمان کر کے کھائی تھی کہ وہ زید ہے۔ قسم کی اس نوعیت کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کھانے والے کے بارے میں امید یہی ہے کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔

## یمین منعقدہ کی تعریف وحکم کا بیان

"منعقدہ" اس قسم کو کہتے ہیں کہ کسی آئندہ کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں قسم کھائی جائے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم

کے خلاف کیا جائے گا تو کفارہ واجب ہوگا۔ مثلاً زید نے یوں کہا کہ! خدا کی قسم، میں آنے والی کل میں خالد کو سو روپے دوں گا اب اگر اس نے آنے والی کل میں خالد کو سو روپے نہیں دیئے تو اس پر قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہوگا۔ منعقدہ قسم کی بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کا پورا کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے فرائض کے کرنے یا گناہ کو ترک کرنے کی قسم کھائی جائے، مثلاً یوں کہا جائے کہ خدا کی قسم! میں ظہر کی نماز پڑھوں گا۔ یا۔ خدا کی قسم! میں زنا کرنا چھوڑ دوں گا ان صورتوں میں قسم کو پورا کرنا واجب ہے۔

بعض صورتیں ایسی ہوتیں ہیں جن میں قسم کو پورا نہ کرنا واجب ہوتا ہے، جیسے کوئی نادان کسی گناہ کو کرلے یا کسی واجب پر عمل نہ کرنے کی قسم کھائے تو اس قسم کو توڑنا ہی واجب ہے۔ اسی طرح منعقدہ قسم کی بعض صورتوں میں قسم کو توڑنا واجب تو نہیں ہوتا مگر بہتر ہوتا ہے جیسے کوئی یوں کہے کہ "خدا کی قسم! میں کسی مسلمان سے ملاقات نہیں کروں گا" تو اس قسم کو پورا نہ کرنا بہتر ہے ان کے علاوہ اور صورتوں میں محافظت قسم کے پیش نظر قسم کو پورا کرنا افضل ہے۔

وجوب کفارہ کے سلسلے میں یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ "منعقدہ" قسم توڑنے پر بہر صورت کفارہ واجب ہوتا ہے۔ قسم خواہ قصداً کھائی گئی ہو اور خواہ قسم کھانے والے کو قسم کھانے پر یا قسم توڑنے پر زبردستی مجبور کیا گیا ہو۔

## قسم کے کفارے کا فقہی بیان

قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ بردہ کو آزاد کیا جائے، یا دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔ ان دونوں ہی صورتوں میں ان شرائط واحکام کو سامنے رکھا جائے جو کفارہ ظہار میں بردہ کو آزاد کرنے یا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے سلسلے میں منقول ہیں اور یا دس مسکینوں کو پہننے کا کپڑا دیا جائے اور ان میں سے ہر ایک کو ایسا کپڑا دیا جائے جس سے بدن کا اکثر حصہ چھپ جائے، لہٰذا اگر صرف پاجامہ دیا جائے گا تو یہ کافی نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی شخص ان تینوں صورتوں میں سے کسی ایک صورت پر بھی قادر نہ ہو یعنی نہ تو بردہ آزاد کرسکتا ہو، نہ دس مسکینوں کو کھانا کھلاسکتا ہو، اور نہ دس مسکینوں کو لباس دے سکتا ہو تو پھر وہ تین روزے پے درپے رکھے۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ دے دینا جائز نہ ہے، کافر کی قسم میں کفارہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ وہ حالت اسلام میں اس قسم کو توڑے۔ اسی طرح چونکہ بچے، سوئے ہوئے شخص اور دیوانے کی قسم، سرے سے صحیح ہی نہیں ہوتی اس لئے ان پر قسم توڑنے کا کفارہ بھی واجب نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ |
| عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور نصب کئے گئے بُت اور فال کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں۔ |
| سو تم ان سے پرہیز کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ |

## شراب وجوئے کا شیطان کی پلیدی ہونے کا بیان

"يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ" الْمُسْكِرُ الَّذِيْ يُخَامِرُ الْعَقْلَ "وَالْمَيْسِرُ" الْقِمَارُ "وَالْاَنْصَابُ"

الْاَصْنَام "وَالْاَزْلَام" قِدَاح الِاسْتِقْسَام "رِجْس" خَبِيث مُسْتَقْذَر "مِنْ عَمَل الشَّيْطَان" الَّذِي يُزَيِّنهُ "فَاجْتَنِبُوهُ" اَيْ الرِّجْس الْمُعَبَّر عَنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاء اَنْ تَفْعَلُوهُ،لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ،

اے ایمان والو! بیشک شراب، خمر وہ نشہ آور چیز ہے جو عقل کو ڈھانپ لے اور جُوا یعنی قمار اور نصب کیے گئے بُت اور فال کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں۔ سو تم ان شیطانی چیزوں سے پرہیز کرو جن کو شیطان تمہارے لئے سجا دیتا ہے۔ یعنی وہ نجاست جن ان اشیاء سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو ان کے کرنے سے بچو۔ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

## سورہ مائدہ آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میں مہاجرین کی ایک جماعت کے پاس آیا انہوں نے کہا ہمارے پاس آؤ ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے پس میں ایک باغ میں ان کے پاس چلا گیا اور وہاں ان کے پاس اونٹ کا بھنا ہوا سر اور گوشت کا ایک مٹکا تھا چنانچہ میں نے ان کے ساتھ وہ سر کھایا اور شراب پی اور میں نے انصار و مہاجرین کا تذکرہ کرتے کرتے ہوئے کہا کہ مہاجرین انصار سے بہتر ہیں تو ایک شخص نے اس (اونٹ) کے سر کا جبڑا پکڑا اور اس کے ساتھ میرا ناک پھوڑ دیا میں نے رسول اللہ کے پاس آ کر اس کی شکایت کی تو اللہ نے شراب کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ (مسلم 748، طبری 6۔ 286، ابن کثیر 2۔ 91))

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ انہوں نے دعا کی اے اللہ ہمارے لیے خمر کے بارے میں شافی بیان فرما تو یہ آیت سورہ بقرہ میں ہے نازل ہوئی (یسئلونك عن الخمر و المیسر) (سورہ بقرہ آیت نمبر 219)

(اے پیغمبر) لوگ تم سے شراب اور جوئے کا حکم دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں نقصان بڑے ہیں۔

حضرت عمر کو بلا کر ان پر اس آیت کو تلاوت کیا تو انہوں نے پھر یہی دعا کی اے اللہ خمر کے بارے میں شافی بیان فرما تو یہ آیت جو سورہ نساء میں ہے نازل ہوئی۔ (یا ایھا الذین آمنو لا تقربو الصلوۃ و انتم سکری) (سورہ نساء 43)

مومنو جب تم نشے کی حالت میں رہو تو جب تک (ان الفاظ کو) جو منہ سے کہو سمجھنے (نہ) لگو نماز کے پاس نہ جاؤ۔

چنانچہ جب رسول اللہ کا منادی اقامت کہتا تو یہ پکارتا کہ کوئی شخص نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ آئے حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان پر اس آیت کی تلاوت کی گئی تو انہوں نے پھر یہی دعا کی اے اللہ ہم سے خمر کے بارے میں شافی بیان فرمایا تو پھر یہ آیت اتری۔

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

پھر حضرت عمر کو بلایا گیا اور ان پر یہ آیت تلاوت کی گئی تو جب پڑھنے والا یہاں پہنچا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ تو تمہیں ان کاموں سے باز رہنا چاہیے۔ تو حضرت عمر نے کہا ہم باز آ گئے۔ (نیسابوری 175، سیوطی، 111 طبری 7۔ 22، زاد المیسر 2۔ 417)

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہا ...درمیان عداوت اور کینہ ڈلوادے اور تمہیں اللہ کے

ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم باز آ ؤ گے۔

## شیطان کا شراب اور جوئے کے ذریعے عداوت ڈالنے کا بیان

"اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ" اِذْ اَتَيْتُمُوْهُمَا لِمَا يَحْصُلُ فِيْهِمَا مِنَ الشَّرِّ وَالْفِتَنِ "وَيَصُدَّكُمْ" بِالِاشْتِغَالِ بِهِمَا "عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ" خَصَّهَا بِالذِّكْرِ تَعْظِيْمًا لَّهَا "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ" عَنْ اِتْيَانِهِمَا اَيْ انْتَهُوْا،

شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈلوادے یعنی جب تم ان دونوں میں پڑ جاؤ گے تو ان دونوں سے شر اور فتنہ حاصل ہوگا۔ اور تمہیں اللہ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ ان دونوں کا ذکر ان کی شان کے پیش نظر خاص طور پر بیان کیا ہے۔ کیا تم باز آ ؤ گے۔ یعنی ان کاموں کے کرنے رک جاؤ گے؟

## سورہ مائدہ آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن ہمیں جو غنیمت کا مال ملا اس میں سے مجھے ایک جوان اونٹنی ملی جس میں رسول اللہ کا بھی حصہ تھا۔ اور ایک جوان اونٹنی آپ نے مجھے عنایت فرمائی تھی۔ میں ان دونوں اونٹنیوں کو ایک انصاری آدمی کے دروازے پر باندھا کرتا تھا۔ میرا کام یہ تھا کہ ان دونوں اونٹنیوں پر اذخر (گھاس) لاد کر لاؤں اور اس کو بیچوں۔ میرے ساتھ اس کام میں بنو قینقاع کا ایک سنار بھی تھا۔ میرا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہونے والا تھا اور میں چاہتا تھا کہ اس آمدنی سے ولیمہ کروں۔ ایک دن سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب آپ کے چچا اسی گھر میں بیٹھے شراب پی رہے تھے اور ایک مغنیہ گانا گا رہی تھی۔ اس مغنیہ نے یہ مصرعہ گایا۔ الا یا حمزۃ للشرف النواء (اٹھو حمزہ فربہ جوان اونٹنیاں)

شراب اور جوا باہمی عداوت کا باعث کیسے بنتے ہیں؟ یہ مصرعہ سنتے ہی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ تلوار لے کر ان اونٹنیوں کی طرف لپکے اور ان کے کوہان کاٹ ڈالے اور پیٹ پھاڑ کر ان کے کلیجے نکال لیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو سخت گھبرا گیا اور اسی وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو سارا قصہ سنایا۔ آپ کے پاس اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ چنانچہ ہم تینوں روانہ ہوئے اور سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے مگر حمزہ نے آنکھ اٹھائی اور کہا: تم ہو کیا، تم لوگ میرے باپ دادا کے غلام ہی تو ہو۔ یہ صورتحال دیکھ کر رسول اللہ پچھلے پاؤں واپس لوٹ آئے۔ اس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی۔ (بخاری۔ کتاب المساقاۃ)

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مہاجرین وانصار کی ایک مجلس میں گیا وہ کہنے لگے، آؤ تمہیں کھلائیں اور شراب پلائیں اور یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے چنانچہ میں ان کے ہاں ایک باغ میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے پاس ایک اونٹ کی بھنی ہوئی سری اور شراب کا ایک مشکیزہ رکھا ہوا ہے۔ میں نے بھی ان کے ساتھ کھایا اور پیا۔ پھر میں نے ان سے مہاجرین وانصار کا ذکر کیا اور کہا کہ مہاجرین انصار سے اچھے ہیں (یہ سن کر) ایک آدمی نے سری کا ایک جبڑا جو مجھے مارا تو میری ناک کو زخمی کر دیا اور چیر دیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہیں یہ بات بتائی۔ تو اللہ عزوجل نے میرے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی (اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ)۔ (مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب فی فضل۔ سعد بن ابی وقاص)

| |
|---|
| وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ |
| اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہوشیار رہو، پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا |
| ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بیان

"وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا" الْمَعَاصِي "فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ" عَنْ الطَّاعَة "فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغ الْمُبِين" الْاِبْلَاغ الْبَيِّن وَجَزَاؤُكُمْ عَلَيْنَا،

اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ہو گناہوں سے شیار رہو، پھر اگر تم اطاعت سے پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے۔ جبکہ تمہیں جزاء دینا یہ ہمارے حکم پر ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی والے کیلئے جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا" وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا |
| وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ |
| جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں، جو کچھ انہوں نے چکھا جب کہ ڈریں اور ایمان رکھیں اور نیکیاں کریں |
| پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ |

## حرمت سے قبل والے عمل پر عدم سزا کا بیان

"لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات جُنَاح فِيمَا طَعِمُوا" أَكَلُوا مِنَ الْخَمْر وَالْمَيْسِر قَبْل التَّحْرِيم "إِذَا مَا اتَّقَوْا " الْمُحَرَّمَات "وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا" ثَبَتُوا عَلَى التَّقْوَى وَالْإِيمَان "ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا" الْعَمَل "وَاللَّهُ يُحِبّ الْمُحْسِنِينَ" بِمَعْنَى أَنَّهُ يُثِيبهُمْ.

جوایمان لائے اور نیک کام کیے ان پر کچھ گناہ نہیں، جو کچھ انہوں نے چکھا یعنی شراب اور جوئے کی حرمت سے پہلے جو انہوں نے کیا، جب کہ وہ محرمات سے ڈریں اور تقویٰ اور ایمان پر ثابت قدم رہیں اور نیکیاں کریں پھر ڈریں اور ایمان رکھیں پھر ڈریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ یعنی ان کو اس پر ثواب دے گا۔

## سورہ مائدہ آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شراب کی حرمت کا حکم آنے سے پہلے چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ جب شراب حرام کی گئی تو بعض لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھیوں کا کیا ہوگا وہ لوگ تو شراب پیتے ہوئے مرے تھے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی، لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو پہلے کھا چکے جبکہ آئندہ کو پرہیزگار ہوئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو شعبہ بھی ابواسحاق سے وہ براء سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 991)

آیت میں لفظ 'اِتَّقَوْا' جس کے معنی ڈرنے اور پرہیز کرنے کے ہیں تین مرتبہ آیا ہے پہلے سے شرک سے ڈرنا اور پرہیز کرنا، دوسرے سے شراب اور جوئے سے بچنا، تیسرے سے تمام محرّمات سے پرہیز کرنا مراد ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ پہلے سے ترک شرک، دوسرے سے ترک معاصی و محرّمات، تیسرے سے ترک شبہات مراد ہے۔ بعض کا قول ہے کہ پہلے سے تمام حرام چیزوں سے بچنا اور دوسرے سے اس پر قائم رہنا اور تیسرے سے زمانہ نُزولِ وحی میں یا اس کے بعد جو چیزیں منع کی جائیں ان کو چھوڑ دینا مراد ہے۔ (مدارک وخازن)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ |
| مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں کہ اللہ پہچان کرادے، |
| ان کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## حالت احرام میں شکار کرنے کی ممانعت کا بیان

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمْ" لَیَخْتَبِرَنَّكُمْ "اللّٰهُ بِشَیْءٍ" یُرْسِلُهُ لَكُمْ "مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗ" اَیِ الصِّغَارِ مِنْهُ "اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ" اَلْكِبَارُ مِنْهُ وَكَانَ ذٰلِكَ بِالْحُدَیْبِیَةِ وَهُمْ مُحْرِمُوْنَ فَكَانَتِ الْوَحْشُ وَالطَّیْرُ تَغْشَاهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ "لِیَعْلَمَ اللّٰهُ" عِلْمَ ظُهُوْرٍ "مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ" حَالٌ اَیْ غَائِبًا لَمْ یَرَهُ فَیَجْتَنِبُ الصَّیْدَ "فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ" النَّهْیِ عَنْهُ فَاصْطَادَهٗ،

اے ایمان والو! ضرور اللہ تمہیں آزمائے گا ایسے بعض چھوٹے شکار سے جس تک تمہارا ہاتھ اور نیزے پہنچیں یعنی مقام حدیبیہ پر جب حالت احرام میں تھے اور ان کے خیموں کے پاس کثرت سے وحشی جانور اور پرندے آتے تھے۔ تاکہ اللہ پہچان کرا دے، ان یعنی ان کو آزمائے۔ کی جو اس سے بن دیکھے ڈرتے ہیں، بالغیب یہ یخافہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی کیا وہ حالت غائب میں بھی اللہ سے ڈرتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے شکار سے اجتناب کیا۔ پھر اس کے بعد جو حد سے بڑھے، اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی جو حکم نہی کے بعد شکار کرے اس کیلئے عذاب ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۹۴ کے شان نزول کا بیان

6 ہجری جس میں حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا، اس سال مسلمان مُحْرِم (احرام پوش) تھے اس حالت میں وہ اس آزمائش میں ڈالے گئے کہ وحوش وطیور بکثرت آئے اور ان کی سواریوں پر چھا گئے۔

ہاتھ سے پکڑنا، ہتھیار سے شکار کر لینا بالکل اختیار میں تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آزمائش میں وہ بفضلِ الٰہی فرمانبردار ثابت ہوئے اور حکم الٰہی کی تعمیل میں ثابت قدم رہے۔ (تفسیر خازن، سورہ مائدہ، بیروت)

## آزمائش کے وقت کامیاب ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں چھوٹے چھوٹے شکار اور کمزور شکار اور ان کے بچے جنہیں انسان اپنے ہاتھ سے پکڑ لے اور اپنے نیزے کی نوک پر رکھ لے اس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرے گا۔ یعنی انہیں منع فرمایا ہے کہ تم باوجود اس کے بھی ان کا شکار حالت احرام میں نہ کرو خواہ چھوٹے ہوں خواہ بڑے خواہ آسانی سے شکار ہو سکتا ہو خواہ سختی سے۔ چنانچہ عمرہ حدیبیہ کے موقعہ پر یہی ہوا کہ قسم قسم کے شکار اس قدر بکثرت آپڑے کہ صحابہ کے خیموں میں گھسنے لگے ادھر اللہ کی طرف سے ممانعت ہوگئی تاکہ پوری آزمائش ہو جائے ادھر شکار گویا ہنڈیا میں ہے ادھر ممانعت ہے ہتھیار تو کہاں یونہی اگر چاہیں تو ہاتھ سے پکڑ سکتے ہیں اور پوشیدہ طور سے شکار قبضہ میں کر سکتے ہیں۔ یہ صرف اس لئے تھا کہ فرمانبردار اور نافرمان کا امتحان ہو جائے پوشیدگی میں بھی اللہ کا ڈر رکھنے والے غیروں سے ممتاز ہو جائیں، چنانچہ فرمان ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں ان کے لئے بڑی بھاری مغفرت اور بہت بڑا اجر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ
النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا
لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں شکار کومت مارا کرو، اور تم میں سے جس نے قصداً اسے مار ڈالا تو بدلہ مویشیوں میں سے
اسی کے برابر ہے جسے اس نے قتل کیا ہے جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں، وہ قربانی کعبہ پہنچنے والی ہو یا کفارہ
چند محتاجوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تا کہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔ جو کچھ پہلے ہو گزرا اللہ نے اسے معاف فرما
دیا، اور جو کوئی دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے کا بدلہ لے لے گا، اور اللہ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔

## احرام کی حالت میں شکار کی ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ" مُحْرِمُوْنَ بِحَجٍّ اَوْ عُمْرَةٍ "وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ" بِالتَّنْوِيْنِ وَرَفْعِ مَا بَعْدَهُ اَىْ فَعَلَيْهِ جَزَاءٌ هُوَ "مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ" اَىْ شَبَهُهُ فِي الْخِلْقَةِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِاِضَافَةِ جَزَاء "يَحْكُمُ بِهٖ" اَىْ بِالْمِثْلِ رَجُلَانِ "ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ" لَهُمَا فِطْنَةٌ يُمَيِّزَانِ بِهَا اَشْبَهَ الْاَشْيَاءِ بِهٖ وَقَدْ حَكَمَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ فِي النَّعَامَةِ بِبَدَنَةٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ فِيْ بَقَرِ الْوَحْشِ وَحِمَارِهٖ بِبَقَرَةٍ وَابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَوْفٍ فِي الظَّبْيِ بِشَاةٍ وَحَكَمَ بِهَا ابْنُ عَبَّاسٍ وَعُمَرُ وَغَيْرُهُمَا فِي الْحَمَامِ لِاَنَّهٗ يُشْبِهُهَا فِي الْعَبِّ "هَدْيًا" حَالٌ مِنْ جَزَاء "بَالِغَ الْكَعْبَةِ" اَىْ يَبْلُغُ بِهِ الْحَرَمَ فَيُذْبَحُ فِيْهِ وَيُتَصَدَّقُ بِهٖ عَلٰى مَسَاكِيْنِهٖ وَلَا يَجُوْزُ اَنْ يُذْبَحَ حَيْثُ كَانَ وَنَصْبُهٗ نَعْتًا لِمَا قَبْلَهٗ وَاِنْ اُضِيْفَ لِاَنَّ اِضَافَتَهٗ لَفْظِيَّةٌ لَا تُفِيْدُ تَعْرِيْفًا فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لِلصَّيْدِ مِثْلٌ مِنَ النَّعَمِ كَالْعُصْفُوْرِ وَالْجَرَادِ فَعَلَيْهِ قِيْمَتُهٗ "اَوْ" عَلَيْهِ "كَفَّارَةٌ" غَيْرُ الْجَزَاءِ وَاِنْ وَجَدَهٗ هِىَ "طَعَامُ مَسَاكِيْنَ" مِنْ غَالِبِ قُوْتِ الْبَلَدِ مَا يُسَاوِىْ قِيْمَةَ الْجَزَاءِ لِكُلِّ مِسْكِيْنٍ مُدٌّ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِاِضَافَةِ كَفَّارَةٍ لِمَا بَعْدَهٗ وَهِىَ لِلْبَيَانِ "اَوْ" عَلَيْهِ "عَدْلُ" مِثْلُ "ذٰلِكَ" الطَّعَامِ "صِيَامًا" يَصُوْمُهٗ عَنْ كُلِّ مُدٍّ يَوْمًا وَاِنْ وَجَدَهٗ وَجَبَ ذٰلِكَ عَلَيْهِ "لِيَذُوْقَ وَبَالَ" ثِقَلَ جَزَاءِ "اَمْرِهٖ" الَّذِىْ فَعَلَهٗ "عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ" مِنْ قَتْلِ الصَّيْدِ قَبْلَ تَحْرِيْمِهٖ "وَمَنْ عَادَ" اِلَيْهِ "فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ" غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ "ذُو انْتِقَامٍ" مِمَّنْ عَصَاهُ وَاُلْحِقَ بِقَتْلِهٖ مُتَعَمِّدًا فِيْمَا ذُكِرَ الْخَطَاُ.

اے ایمان والو! تم احرام کی حالت میں شکار کومت مارا کرو، خواہ احرام حج کا ہو یا عمرے کا ہو اور تم میں سے جس نے قصداً اسے مار ڈالا تو بدلہ مویشیوں میں سے اسی کے برابر ہے جسے اس نے قتل کیا ہے۔ جزاء یہ تنوین کے ساتھ اور اس کے مابعد کو رفع دیا

گیا ہے۔یعنی جزاء میں قتل کردہ جانور کی خلقت میں مشابہ جانور کا بدلہ ہے۔ایک قرأت میں جزاء کی اضافت مثل کی طرف گئی ہے جس کی نسبت تم میں سے دو عادل شخص فیصلہ کریں،

یعنی جس کی مشابہت بہ شکار انہیں تجربہ حاصل ہو۔حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے شتر مرغ کے بدلہ میں اونٹ کا حکم دیا ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما نے نیل گائے اور حمار وحشی کے بدلے میں گائے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور ابن عوف رضی اللہ عنہما نے ہرن کے بدلے میں بکری کا حکم دیا ہے۔اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کبوتر کے بدلے میں بکری کا حکم دیا ہے کیونکہ کبوتر چوس کر نہ پینے میں بکری کی مثل ہے۔اور ہدیا یہ جزاء سے حال ہے اور جزاء ہدی ہے۔اور قربانی کو حرم میں لے جا کر ذبح کیا جائے گا اور اس کے مساکین کو کھلایا جائے گا ایسا نہیں ہے کہ جہاں چاہے ذبح کردے۔

وہ قربانی کعبہ پہنچنے والی ہو، بالغ الکعبہ یہ ماقبل ہدیا کی نعت ہونے کی وجہ سے منصب ہے۔اور بالغ الکعبہ میں اگرچہ اضافت ہے اور یہ اضافت لفظیہ ہے جو تعریف کا فائدہ دینے والی نہیں ہے۔

اور جب شکار مثلی نہ ہو تو اس صورت میں اس شکار کی قیمت ادا کرنا واجب ہے۔یا کفارہ واجب ہوگا جزاء واجب نہ ہوگی اور وہ چند محتاجوں کا کھانا ہے جو شہر کی غالب غذا کے مطابق ہر مسکین کیلئے ایک مد دینا ہے۔ایک قرأت میں کفارہ کی مابعد کی طرف اضافت ہے۔جو اضافت بیانیہ ہے۔یا اس کے برابر روزے ہیں یعنی ایک مد کے بدلے میں ایک روزہ واجب ہے اگرچہ اس کے پاس غلہ موجود ہو۔تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔جو کچھ پہلے ہو گزرا یعنی قتل شکار کی ممانعت سے پہلے شکار کا قتل ہوا، اللہ نے اسے معاف فرما دیا، اور جو کوئی دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے کا بدلہ لے لے گا، یعنی اس کی نافرمانی کے سبب انتقام لے گا۔اور اللہ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے۔اور اس شکار کے قتل عمد کو شکار کے قتل خطاء کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

## محرم کے شکار سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

اب جو شخص اس حکم کے آنے کے بعد بھی حالت احرام میں شکار کھیلے گا شریعت کی مخالفت کرے گا، پھر فرمایا ایماندار و حالت احرام میں شکار نہ کھیلو۔یہ حکم اپنے معنی کی حیثیت سے تو حلال جانوروں اور ان سے جو چیزیں حاصل ہوتی ہیں کیلئے ہے، لیکن جو خشکی کے حرام جانور ہیں ان کا شکار کھیلنا امام شافعی کے نزدیک تو جائز ہے اور جمہور کے نزدیک حرام ہے، ہاں اس عام حکم سے صرف وہ چیزیں مخصوص ہیں جن کا ذکر بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ جانور فاسق ہیں وہ حرام میں قتل کردیئے جائیں اور غیر حرم میں بھی، کوا چیل بچھو چوہا اور کاٹنے والا کالا کتا اور روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ان پانچ جانوروں کے قتل میں احرام والے پر بھی کوئی گناہ نہیں۔اس روایت کو سن کر حضرت ایوب اپنے استاد حضرت نافع سے پوچھتے ہیں کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس میں شامل ہے یہ بھی قتل کر دیا جائے اس میں کسی کو اختلاف نہیں بعض علماء نے جیسے امام احمد امام

مالک وغیرہ نے کتے کے حکم پر درندوں کو بھی رکھا ہے جیسے بھیڑیا شیر وغیرہ۔ اس لئے کہ یہ کتے سے بہت زیادہ ضرر والے ہیں۔
حضرت زید بن اسلم اور حضرت سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے درندے کا حکم ہے دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ بن ابولہب کے حق میں جب دعا کی تو فرمایا اے اللہ اس پر شام میں اپنا کوئی کتا مقرر کر دے، پاس جب وہ زرقا میں پہنچا وہاں اسے بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ ہاں اگر محرم نے حالت احرام میں کوے کو یا لومڑی وغیرہ کو مار ڈالا تو اسے بدلہ دینا پڑے گا۔ اسی طرح ان پانچوں قسم کے جانوروں کے بچے اور حملہ کرنے والے درندوں کے بچے بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں ہر وہ جانور جو کھایا نہیں جاتا اس کے قتل میں اور اس کے بچوں کے قتل میں محرم پر کوئی حرج نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان کا گوشت کھایا نہیں جاتا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کالا کتا حملہ کرنے والا اور بھیڑیا تو محرم قتل کرسکتا ہے اس لئے کہ بھیڑیا بھی جنگلی کتا ہے ان کے سوا جس جانور کا شکار کھیلے گا فدیہ دینا پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی شیر وغیرہ جنگی درندہ اس پر حملہ کرے اور یہ اسے مار ڈالے تو اس صورت میں فدیہ نہیں۔ آپ کے شاگرد زفر کہتے ہیں یہ حملہ کرنے کی صورت میں بھی اگر مار ڈالے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔
بعض احادیث میں غریب ابقع کا لفظ آیا ہے یہ وہ کوا ہے جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہوتی ہے۔ مطلق سیاہ اور بالکل سفید کوے کو غراب ابقع نہیں کہتے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ہر قسم کے کوے کا یہی حکم ہے کیونکہ بخاری و مسلم کی حدیث میں مطلق کوے کا ذکر ہے۔

امام ملک فرماتے ہیں کوے کو بھی اس حال میں مار سکتا ہے کہ وہ اس پر حملہ کرے یا اسے ایذاء دے مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ اس حالت میں بھی مار نہ ڈالے بلکہ اسے پتھر وغیرہ پھینک کر ہٹا دے۔ حضرت علی سے بھی یہ مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ محرم کن کن جانور کو قتل کر دے؟ تو آپ نے فرمایا سانپ، بچھو اور چوہا اور کوے کو کنکر مارے اسے مار نہ ڈالے اور کالا کتا اور چیل اور حملہ کرنے والا درندہ۔ (ابوداؤد وغیرہ)
پھر فرماتا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کرے اس پر فدیہ ہے۔ حضرت طاؤس کا فرمان ہے کہ خطا سے قتل کرنے والے پر کچھ نہیں۔ لیکن یہ مذہب غریب ہے اور آیت کے ظاہری الفاظ سے یہی مشتق ہے۔ مجاہد بن جبیر سے مروی ہے کہ مراد وہ شخص ہے جو شکار تو قصداً کرتا ہے لیکن اپنی حالت احرام کی یاد اسے نہیں رہی۔ لیکن جو شخص باوجود احرام کی یاد کے عمداً شکار کرے وہ تو کفارے کی حد سے نکل گیا اس کا احرام باطل ہو گیا۔ یہ قول بھی غریب ہے۔
جمہور کا مذہب یہ ہے کہ قصداً شکار کرنے والا اور بھول کر کرنے والا دونوں کفارے میں برابر ہیں امام زہری فرماتے ہیں قرآن سے تو قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ ثابت ہوا اور حدیث نے یہی حکم بھولنے والے کا بھی بیان فرمایا۔ مطلب اس قول کا یہ ہے کہ قصداً شکار کھیلنے والے پر کفارہ قرآن کریم سے ثابت ہے اور اس کا گنہگار ہونا بھی۔ کیونکہ اس کے بعد آیت (لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ ؕ (5۔المائدہ:95) فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب سے خطا میں بھی یہی حکم ثابت ہے اور اس لئے بھی کہ شکار کو قتل کرنا اس کا تلف کرنا ہے اور ہر تلف کرنے کا بدلہ ضروری ہے خواہ وہ بالقصد ہو یا انجان پنے سے ہو۔ ہاں قصداً کرنے

والا گنہگار بھی ہے اور بلا قصد جس سے سرزد ہو جائے وہ قابل ملامت نہیں۔

پھر فرمایا اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسی کے مثل چوپایہ جانور راہ للہ قربان کرے۔ ابن مسعود کی قرأت میں فجزاوہ ہے ان دونوں قرأتوں میں مالک شافعی احمد اور جمہور کی دلیل ہے کہ جب شکار چوپایوں کی مانند ہو تو وہی اس کے بدلے میں دینا ہوگا۔ امام ابو حنیفہ اس کے خلاف کہتے ہیں کہ خواہ شکار کے کسی جانور کی مثل ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں میں قیمت دینی پڑے گی ہاں اس محرم شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ اس قیمت کو صدقہ کر دے خواہ اس سے قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ امام صاحب کے اس قول سے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ ہمارے لئے زیادہ قابل عمل ہے انہوں نے شتر مرغ کے شکار کے بدلے اونٹ مقرر کیا ہے اور جنگلی گائے کے بدلے پالتو گائے مقرر فرمائی ہے اور ہرن کے بدلے بکری۔ یہ فیصلے ان بزرگ صحابیوں کی سندوں سمیت احکام کی کتابوں میں موجود ہیں جہاں شکار جیسا اور کوئی پالتو چوپایہ نہ ہو اس میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فیصلہ قیمت کا ہے جو مکہ شریف پہنچائی جائے (بیہقی)

پھر فرمایا کہ اس کا فیصلہ دو عادل مسلمان کر دیں کہ کیا قیمت ہے یا کونسا جانور بدلے میں دیا جائے۔ فقہا نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ فیصلہ کرنے والے دو میں ایک خود قاتل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ تو امام مالک وغیرہ نے تو انکار کیا ہے کیونکہ اسی کا معاملہ ہو اور وہی حکم کرنے والا ہو اور امام شافعی امام احمد وغیرہ نے آیت کے عموم کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے۔ پہلے مذہب کی دلیل تو یہ ہے کہ خود حاکم اپنے اوپر اپنا ہی حکم کر کے اسی حکم میں اپنا منصف آپ نہیں بن سکتا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک اعرابی حضرات ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے ایک شکار کو احرام کی حالت میں قتل کر دیا ہے اب آپ فرمایئے کہ اس میں مجھ پر بدلہ کیا ہے؟ آپ نے حضرت ابی بن کعب کی طرف دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا کہ آپ فرمایئے کیا حکم ہے؟ اس پر اعرابی نے کہا سبحان اللہ میں آپ سے دریافت کرنے آیا ہوں آپ خلیفہ رسول ہیں اور آپ کسی سے دریافت فرما رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں تیرا کیا بگڑا؟ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو عادل جو فیصلہ کر دیں اس لئے میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔ جب ہم دونوں کسی بات پر اتفاق کر لیں گے تو تجھ سے کہہ دیں گے۔ اس کی سند تو بہت مضبوط ہے لیکن اس میں میمون اور صدیق کے درمیان انقطاع ہے۔ یہاں یہی چاہیے تھا حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور جہل کی دوا تعلیم ہے تو آپ نے اسے نرمی اور محبت سے سمجھا دیا اور جبکہ اعتراض کرنے والا خود مدعی علم ہو پھر وہاں یہ صورت نہیں رہتی۔

چنانچہ ابن جریر میں ہے حضرت قبیصہ بن جابر کہتے ہیں ہم حج کیلئے چلے ہماری عادت تھی کہ صبح کی نماز پڑھتے ہی ہم سواریوں سے اتر پڑتے اور انہیں چلاتے ہوئے باتیں کرتے ہوئے پیدل چل پڑتے۔ ایک دن اسی طرح جا رہے تھے کہ ایک ہرن ہماری نگاہ میں پڑا ہم میں سے ایک شخص نے اسے پتھر مارا جو اسے پوری طرح لگا اور وہ مر کر گر گیا وہ شخص اسے مردہ چھوڑ کر اپنی سواری پر سوار ہو گیا۔ ہمیں یہ کام بڑا برا معلوم ہوا اور ہم نے اسے بہت کچھ کہا سنا مکہ شریف پہنچ کر میں اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا اس نے سارا واقعہ خود بیان کیا اس وقت جناب فاروق کے پہلو میں ایک صاحب کھڑے تھے جن کا چہرہ چاندی کی طرح جگمگا رہا تھا یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے آپ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کچھ باتیں کیں پھر میرے ساتھ سے فرمایا کہ تو نے اسے جان بوجھ کر مار ڈالا یا بھول چوک سے اس نے کہا میں نے پتھر اسی پر پھینکا اور قصداً پھینکا لیکن اسے مار ڈالنے کی میری نیت نہ تھی۔ آپ نے فرمایا پھر تو خطا اور عمد کے درمیان درمیان ہے۔ جا تو ایک بکری ذبح کر دے اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال اپنے کام میں لا۔ یہ سن کر ہم وہاں سے چلے آئے میں نے اپنے ساتھی سے کہا دیکھ تو نے بڑا قصور کیا ہے اللہ جل شانہ کی نشانیوں کی تجھے عظمت کرنی چاہیے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ خود امیر المومنین کو تو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا انہوں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا میرے خیال سے تو اپنی اونٹنی اللہ کے نام سے قربان کر دے شاید اس سے تیرا جرم معاف ہو جائے۔ افسوس کہ اس وقت مجھے یہ آیت یاد ہی نہ رہی کہ حضرت عمر نے تو اس حکم پر عمل کیا ہے کہ دو عادل شخص باہم اتفاق سے جو فیصلہ کریں۔ حضرت عمر کو بھی میرا یہ فتویٰ دینا معلوم ہو گیا اچانک آپ کوڑہ لئے ہوئے آ گئے۔ اول تو میرے ساتھی پر کوڑا اٹھا کر فرمایا تو نے ایک تو جرم میں قتل کیا دوسرے حکم کی تعمیل میں بیوقوفی کر رہا ہے۔ اب میری طرف متوجہ ہوئے میں نے کہا امیر المومنین اگر آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی تو میں آپ کو آج کی تکلیف ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ آپ نرم پڑ گئے اور مجھ سے فرمانے لگے اے قبصیہ میرے خیال سے تو تو جوانی کی عمر والا کشادہ سینے والا اور چلتی زبان والا ہے۔ یاد رکھ نوجوانوں میں اگر نو خصلتیں اچھی ہوں اور ایک بری ہو تو وہ ایک بری خصلت نو بھلی خصلتوں کو مات کر دیتی ہے۔ سن جوانی کی لغزشوں سے بچارہ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے احرام کی حالت میں ایک ہرن کا شکار کر لیا پھر حضرت عمر کے پاس گئے آپ نے فرمایا جاؤ اپنے دو رشتے داروں کو لے آؤ وہی فیصلہ کریں گے میں جا کر حضرت عبدالرحمٰن کو اور حضرت سعد کو بلا لایا۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ حضرت طارق فرماتے ہیں ایک شخص نے ایک ہرن کو تیر مارا وہ مر گیا حضرت عمر سے اس نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے خود اس کو بھی مشورے میں شریک کر لیا دونوں نے مل کر فیصلہ کیا کہ گھر کی پالتو بکری راہ اللہ قربان کر و اس میں یہ دلیل ہے کہ خود قاتل بھی دو حکم کرنے والوں میں ایک بن سکتا ہے۔ جیسے کہ امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ پھر آیا ہر معاملہ میں اب بھی موجودہ لوگوں میں سے دو حکم فیصلہ کریں گے یا صحابہ کے فیصلے کافی ہیں؟ اس میں بھی اختلاف ہے امام مالک اور امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ہر فیصلہ اس وقت کے موجود دو عقلمند لوگوں سے کرایا جائے گو اس میں پہلے کا کوئی فیصلہ ہو یا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے یہ فدیے کی قربانی حرم میں پہنچے یعنی وہیں ذبح ہو اور وہیں اس کا گوشت مسکینوں میں تقسیم ہو اس پر سب کا اتفاق ہے

پھر فرمایا کفارہ ہے مسکینوں کا کھانا کھلانا یا اس کے برابر کے روزے، یعنی جب محرم اپنے قتل کئے ہوئے شکار کے مانند کوئی جانور نہ پائے یا خود شکار ایسا ہوا ہی نہیں جس کے مثل کوئی جانور پالتو ہو یہاں پر لفظ او اختیار کے ثابت کرنے کیلئے ہے یعنی بدلے کے جانور میں کھانا کھلانے میں اور روزے رکھنے میں اختیار ہے جیسے کہ امام مالک امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد بن حسن اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے ایک قول اور امام احمد کا مشہور قول ہے اور آیت کے ظاہر الفاظ بھی یہی ہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ

ترتیب وار ہیں، یعنی پہلے تو بدلہ پس مالک ابوحنیفہ ان کے ساتھی، حماد اور ابراہیم کا تو قول ہے کہ خود شکار کی قیمت لگائی جائے گی اور امام شافعی فرماتے ہیں شکار کے برابر کے جانور کی قیمت لگائی جائے گی اگر وہ موجود ہو پھر اس کا اناج خریدا جائے گا اور اس میں سے ایک ایک مد ایک ایک مسکین کو دیا جائے گا مالک اور فقہاء حجاز کا قول بھی یہی ہے، امام ابوحنیفہ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں ہر مسکین کو دو مد دیئے جائیں گے۔

مجاہد کا قول یہی ہے، امام احمد فرماتے ہیں گیہوں ہوں تو ایک مد اور اس کے سوا کچھ ہو تو دو مد، پس اگر نہ پائے یا اختیار اس آیت سے ثابت ہو جائے تو ہر مسکین کے کھانے کے عوض ایک روزہ رکھ لے بعض کہتے ہیں جتنا اناج ہو اس کے ہر ایک صاع کے بدلے ایک روزہ رکھے جیسے کہ اس شخص کے لئے یہ حکم ہے جو خوشبو وغیرہ لگائے، شارع علیہ السلام نے حضرت کعب بن عجرہ کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک فرق کو چھ شخصوں کے درمیان تقسیم کردیں یا تین دن کے روزے رکھیں، فرق تین صاع کا ہوتا ہے اب کھانا پہنچانے کی جگہ میں بھی اختلاف ہے، امام شافعی کا فرمان ہے کہ اس کی جگہ حرم ہے، عطاء کا قول بھی یہی ہے،

مجاہد فرماتے ہیں جہاں شکار کیا ہے وہیں کھلوادے، یا اس سے بہت زیادہ کی قریب کی جگہ میں، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں خواہ حرم میں خواہ غیر حرم میں اختیار ہے۔ سلف کی اس آیت کے متعلق اقوال ملاحظہ ہوں، ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب محرم شکار کھیل لے اس پر اس کے بدلے کے چوپائے کا فیصلہ کیا جائے گا اگر نہ ملے تو دیکھا جائے گا کہ وہ کس قیمت کا ہے، پھر اس نقدی کے اناج کا اندازہ کیا جائے گا پھر جتنا اناج ہوگا اسی کے ناپ سے ہر نصف صاع کے بدلے ایک روزہ رکھنا ہوگا پھر جب طعام پایا جائے گا جزا پالی گئی اور روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے، اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو تین روزے ہیں۔ اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے، اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے، ابن جریر کی اسی روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ طعام ایک ایک مد ہو جوان کا پیٹ بھر دے، دوسرے بہت سے تابعین نے بھی طعام کی مقدار بتلائی ہے۔

سدی فرماتے ہیں یہ سب چیزیں ترتیب وار ہیں اور بزرگ فرماتے ہیں کہ تینوں باتوں میں اختیار ہے، امام ابن جریر کا مختار قول بھی یہی ہے پھر فرمان ہے کہ یہ کفارہ ہم نے اس لئے واجب کیا ہے کہ وہ اپنے کرتوت کی سزا کو پہنچ جائے، زمانہ جاہلیت میں جو کچھ کسی نے خطا کی ہے وہ اسلام کی اچھائی کی وجہ سے معاف ہے، اب اسلام میں ان احکام کی موجودگی میں بھی پھر سے اگر کوئی شخص یہ گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ گو اس میں حد نہیں امام وقت اس پر کوئی سزا نہیں دے سکتا یہ گناہ اللہ اور بندے کے درمیان ہے ہاں اسے فدیہ ضرور دینا پڑے گا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فدیہ ہی انتقام ہے۔ یہ یاد رہے کہ جب کبھی محرم حالت احرام

ہوا ہے۔اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔

## طعام اور شکار میں فرق اور حلال کی مزید تشریحات

دریائی شکار سے مراد تازہ پکڑے ہوئے جانور اور طعام سے مراد ہے ان کا جو گوشت سکھا کر نمکین بطور توشے کے ساتھ رکھا جاتا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ پانی میں سے جو زندہ پکڑا جائے وہ صید یعنی شکار ہے اور جو مردہ ہو کر باہر نکل آئے وہ طعام یعنی کھانا ہے حضرت ابوبکر صدیق حضرت زید بن ثابت حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اجمعین، حضرت عکرمہ، حضرت ابوسلمہ، حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے، خلیفہ بلا فصل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ پانی میں جتنے بھی جانور ہیں وہ سب طعام ہیں۔(ابن ابی حاتم وغیرہ)

آپ نے ایک خطبے میں اس آیت کے اگلے حصے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ جو چیز سمندر پھینک دے وہ طعام ہے (ابن جریر) ابن عباس سے بھی یہی منقول ہے ایک روایت میں ہے کہ جو مردہ جانور پانی نکال دے۔سعید بن میتب سے اس کی تفسیر میں مروی ہے کہ جس زندہ آبی جانور کو پانی کنارے پر ڈال دے یا پانی اس سے ہٹ جائے یا وہ باہر مردہ ملے (ابن ابی حاتم) ابن جریر میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوہیرہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن عمر سے سوال کیا کہ سمندر نے بہت سی مردہ مچھلیاں کنارے پر پھینک دی ہیں تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ ہم انہیں کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ابن عمر نے جواب دیا نہیں نہ کھاؤ، جب واپس آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عالی عنہ نے قرآن کریم کھول کر تلاوت کی اور سورہ مائدہ کی اس آیت پر نظر پڑی تو ایک آدمی کو دوڑایا اور کہا جاؤ کہدو کہ وہ اسے کھالیں یہی بحری طعام ہے۔

امام ابن جریر کے نزدیک بھی قول مختار یہی ہے کہ مراد طعام سے وہ آبی جانور ہیں جو پانی میں ہی مر جائیں، فرماتے ہیں اس بارے میں ایک روایت مروی ہے گو بعض نے اسے موقوف روایت کہا ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے آپ نے آیت (اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُہٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَلِلسَّیَّارَۃِ وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ (5 ۔ المائدہ: 96) پڑھ کر فرمایا اس کا طعام وہ ہے جسے وہ پھینک دے اور وہ مرا ہوا ہو۔ بعض لوگوں نے اسے بقول ابوہریرہ موقوف روایت کیا ہے، پھر فرماتا ہے یہ منفعت ہے تمہارے لئے اور راہ رو مسافروں کے لئے، یعنی جو سمندر کے کنارے رہتے ہوں اور جو وہاں وارد ہوئے ہوں، پس کنارے رہنے والے تو تازہ شکار خود کھیلتے ہیں پانی جسے دھکے دے کر باہر پھینک دے اور مر جائے اسے کھالیتے ہیں اور نمکین ہو کر دور دراز والوں کو سوکھا ہوا پہنچتا ہے۔الغرض جمہور علماء کرام نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ پانی کا جانور خواہ مردہ ہی ہو حلال ہے اس کی دلیل علاوہ اس آیت کے امام مالک کی روایت کردہ وہ حدیث بھی ہے کہ حضور نے سمندر کے کنارے پر ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا جس کا سردار حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کیا، یہ لوگ کوئی تین سو تھے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں بھی ان میں سے تھا ہم ابھی راستے میں ہی تھے جو ہمارے توشے تھے ختم ہو گئے، امیر لشکر کو جب یہ علم ہوا تو حکم دیا کہ جو کچھ جس کسی کے پاس ہو میرے پاس لاؤ چنانچہ سب جمع کر لیا اب حصہ رسدی کے طور

پر ایک مقررہ مقدار ہر ایک کو بانٹ دیتے تھے یہاں تک کہ آخر میں ہمیں ہر دن ایک ایک کھجور ملنے لگی آخر میں یہ بھی ختم ہوگئی۔اب سمندر کے کنارے پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ کنارے پر ایک بڑی مچھلی ایک ٹیلے کی طرح پڑی ہوئی ہے، سارے لشکر نے اٹھارہ راتوں تک اسے کھایا، وہ اتنی بڑی تھی کہ اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں تو اس کے نیچے سے ایک شتر سوار نکل گیا اور اس کا سر اس پسلی کی ہڈی تک نہ پہنچا،

یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ اس کا نام عنبر تھا ایک روایت میں ہے کہ یہ مردہ ملی تھی اور صحابہ نے آپس میں کہا تھا کہ ہم رسول اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور اس وقت سخت دقت اور تکلیف میں ہیں اسے کھالو ہم تین سو آدمی ایک مہینے تک وہیں رہے اور اسی کو کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم موٹے تازے اور تیار ہوگئے اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے ہم چربی ہاتھوں میں بھر بھر کر نکالتے تھے تیرہ شخص اس کی آنکھ کی گہرائی میں بیٹھ گئے تھے، اس کی پسلی کی ہڈی کے درمیان سے سانڈنی سوار گزر جاتا تھا، ہم نے اس کے گوشت اور چربی سے مٹکے بھر لئے جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کی طرف سے روزی تھی جو اللہ جل مجدہ نے تمہیں دی کیا اس کا گوشت اب بھی تمہارے پاس ہے؟ اگر ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ، ہمارے پاس تو تھا ہی ہم نے حضور کی خدمت میں پیش کیا اور خود آپ نے بھی کھایا، مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس واقعہ میں خود پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے اس وجہ سے بعض محدثین کہتے ہیں کہ ممکن ہے یہ دو واقع ہوں اور بعض کہتے ہیں واقعہ تو ایک ہی ہے، شروع میں اللہ کے نبی بھی ان کے ساتھ تھے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگر اسی سے وضو کرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کر لینے کی اجازت ہے؟ حضور نے فرمایا سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردہ حلال ہے،

امام شافعی امام احمد اور سنن اربعہ والوں نے اسے روایت کیا ہے امام بخاری امام ترمذی امام ابن خزیمہ امام ابن حبان وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحابہ کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے، ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں ہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دَل کا دل آ پہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جا کر حضور علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں، اس کا ایک راوی ابوالمہزم ضعیف ہے۔

ابن ماجہ میں ہے کہ جب ٹڈیاں نکل آتیں اور نقصان پہنچاتیں تو رسول کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ ان سب کو خاہ چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہلاک کر ان کے انڈے تباہ کر ان کا سلسلہ کاٹ دے اور ہماری معاش سے ان کے منہ بند کر دے یا اللہ ہمیں روزیاں دے یقیناً تو دعاؤں کا سننے والا ہے، حضرت خالد نے کہا یا رسول اللہ آپ ان کے سلسلہ کے کٹ جانے کی دعا کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی ایک قسم کی مخلوق ہے آپ نے فرمایا ان کی پیدائش کی اصل مچھلی سے ہے، حضرت زیاد کا

قول ہے کہ جس نے انہیں مچھلی سے ظاہر ہوتے دیکھا تھا خود اسی نے مجھ سے بیان کیا ہے، ابن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے حرم میں ٹڈی کے شکار سے بھی منع کیا ہے۔

جن فقہا کرام کا یہ مذہب ہے کہ سمندر میں جو کچھ ہے سب حلال ہے ان کا استدلال اسی آیت سے ہے وہ کسی آبی جانور کو حرام نہیں کہتے حضرت ابوبکر صدیق کا وہ قول بیان ہو چکا ہے کہ طعام سے مراد پانی میں رہنے والی ہر ایک چیز ہے، بعض حضرات نے صرف مینڈک کو اس حکم سے الگ کر لیا ہے اور مینڈک کے سوا پانی کے تمام جانوروں کو وہ مباح کہتے ہیں کیونکہ مسند وغیر. کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے مارنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی آواز اللہ کی تسبیح ہے، بعض اور کہتے ہیں سمندر کے شکار سے مچھلی کھائی جائے گی اور مینڈک نہیں کھایا جائے گا اور باقی کی چیزوں میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ باقی سب حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں باقی سب نہ کھایا جائے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ خشکی کے جو جانور حلال ہیں ان جیسے جو جانور پانی کے ہوں وہ بھی حلال ہیں اور خشکی کے جو جانور حرام ہیں ان کی مشابہت کے جو جانور تری کے ہوں وہ بھی حرام، یہ سب وجوہ مذہب شافعی میں ہیں حنفی مذہب یہ ہے کہ سمندر میں مرجائے اس کا کھانا حلال نہیں جیسے کہ خشکی میں از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں کیونکہ قرآن نے اپنی موت آپ مرے ہوئے جانور کو آیت (حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۔ )5۔المائدہ:3) میں حرام کر دیا ہے اور یہ عام ہے، ابن مردویہ میں حدیث ہے کہ جو تم شکار کر لو اور وہ زندہ ہو پھر مرجائے تو اسے کھالو اور جسے پانی آپ ہی پھینک دے اور وہ مرا ہوا الٹا پڑا ہوا ہو اسے نہ کھاؤ، لیکن یہ حدیث سند کی رو سے منکر ہے صحیح نہیں، مالکیوں شافعیوں اور حنبلیوں کی دلیل ایک تو ہی عنبر والی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ سمندر کا پانی پاک اور اس کا مردہ حلال کئے گئے ہیں دو مردے مچھلی اور ٹڈی اور دو خون کلیجی اور تلی، یہ حدیث مسند احمد ابن ماجہ دار قطنی اور بیہقی میں بھی ہے اور اس کے سواہد بھی ہیں اور یہی روایت موقوفاً بھی مروی ہے، واللہ اعلم،

پھر فرماتا ہے کہ تم پر احرام کی حالت میں شکار کھیلنا حرام ہے، پس اگر کسی احرام والے نے شکار کر لیا اور اگر قصداً کیا ہے تو اسے کفارہ بھی دینا پڑے گا اور گنہگار بھی ہوگا اور اگر خطا اور غلطی سے شکار کر لیا ہے تو اسے کفارہ دینا پڑے گا اور اس کا کھانا اس پر حرام ہے خواہ وہ احرام والے ہوں یا نہ ہوں۔ عطا قاسم سالم ابو یوسف محمد بن حسن وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں، پھر اگر اسے کھالیا تو عطا وغیرہ کا قول ہے کہ اس پر دو کفارے لازم ہیں لیکن امام مالک وغیرہ فرماتے ہیں کہ کھانے میں کوئی کفارہ نہیں، جمہور بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، ابو عمر نے اس کی توجیہ یہ بیان کی ہے کہ جس طرح زانی کے کئی زنا پر حد ایک ہی ہوتی ہے۔

حضرت ابو حنیفہ کا قول ہے کہ شکار کر کے کھانے والے کو اس کی قیمت بھی دینی پڑے گی، ابو ثور کہتے ہیں کہ محرم نے جب کوئی شکار مارا تو اس پر جزا ہے، ہاں اس شکار کا کھانا اس کیلئے حلال ہے لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا، کیونکہ فرمان رسول ہے کہ خشکی کے شکار کو کھانا تمہارے لئے حلال ہے جب تک کہ تم آپ شکار نہ کرو اور جب تک کہ خاص تمہارے لئے شکار نہ کیا جائے، اس حدیث کا تفصیلی بیان آگے آ رہا ہے، ان کا یہ قول غریب ہے، ہاں شکاری کے سوا اور لوگ بھی اسے کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس میں اختلاف

ہے، بعض تو منع کرتے ہیں جیسے پہلے گزر چکا اور بعض جائز بتاتے ہیں ان کی دلیل وہی حدیث ہے جو اوپر ابوثور کے قول کے بیان میں گزری۔

اگر کسی ایسے شخص نے شکار کیا جو احرام باندھے ہوئے نہیں پھر اس نے کسی احرام والے کو وہ جانور ہدیئے میں دیا تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ مطلقاً حلال ہے خواہ اسی کی نیت سے شکار کیا ہو خواہ اس کے لئے شکار نہ کیا ہو، حضرت عمر حضرت ابوہریرہ حضرت زبیر حضرت کعب احبار حضرت مجاہد، حضرت عطا، حضرت سعید بن جبیر اور کوفیوں کا یہی خیال ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ غیر محرم کے شکار کو محرم کھا سکتا ہے؟ تو آپ نے جواز کا فتویٰ دیا، جب حضرت عمر کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اگر تو اس کے خلاف فتویٰ دیتا تو میں تیری سزا کرتا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی محرم کو اس کا کھانا درست نہیں، ان کی دلیل اس آیت کے کا عموم ہے حضرت ابن عباس اور ابن عمر سے بھی یہی مروی ہے اور بھی صحابہ تابعین اور ائمہ دین اس طرف گئے ہیں۔ تیسری جماعت نے اس کی تفصیل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی غیر محرم نے کسی محرم کے ارادے سے شکار کیا ہے تو اس محرم کو اس کا کھانا جائز نہیں، ورنہ جائز ہے ان کی دلیل حضرت صعب بن جثامہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوا کے میدان میں یا ودان کے میدان میں ایک گورخر شکار کردہ بطور ہدیئے کے دیا تو آپ نے اسے واپس کر دیا جس سے صحابی رنجیدہ ہوئے، آثار رنج ان کے چہرے پر دیکھ کر رحمۃ للعالمین نے فرمایا اور کچھ خیال نہ کرو ہم نے بوجہ احرام میں ہونے کے ہی اسے واپس کیا ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم میں موجود ہے، تو یہ لوٹانا آپ کا اسی وجہ سے تھا کہ آپ نے سمجھ لیا تھا کہ اس نے یہ شکار خاص میرے لئے ہی کیا ہے اور جب شکار محرم کیلئے ہی نہ ہو تو پھر اسے قبول کرنے اور کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت ابوقتادہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے بھی جبکہ وہ احرام کی حالت میں نہ تھے ایک گورخر شکار کیا صحابہ جو احرام میں تھے انہوں نے اس کے کھانے میں توقف کیا اور حضور سے یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کسی نے اسے اشارہ کیا تھا؟ یا اسے کوئی مدد دی تھی؟ سب نے انکار کیا تو آپ نے فرمایا پھر کھالو اور خود آپ نے بھی کھایا یہ واقعہ بھی بخاری و مسلم میں موجود ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنگلی شکار کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اس حالت میں بھی کہ تم احرام میں ہو جب تک کہ خود تم نے شکار نہ کیا ہو اور جب تک کہ خود تمہارے لئے شکار نہ کیا گیا ہو، ابوداؤد ترمذی نسائی میں بھی یہ حدیث موجود ہے، امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ اس کے راوی مطلب کا جابر سے سننا ثابت نہیں، ربیعہ فرماتے ہی کہ عرج میں جناب خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ احرام کی حالت میں تھے جاڑوں کے دن تھے ایک چادر سے آپ منہ ڈھکے ہوئے تھے کہ آپ کے سامنے شکار کا گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم کھالو انہوں نے کہا اور آپ کیوں نہیں کھاتے؟ فرمایا مجھ میں تم میں فرق ہے یہ شکار میرے ہی لئے کیا گیا ہے اس لئے میں نہیں کھاؤں گا تمہارے لئے نہیں کیا گیا اس لئے تم کھا سکتے ہو

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا اور حرمت والے مہینہ اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو یہ اس لیے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

## بیت اللہ کا ادب والا گھر ہونے کا بیان

"جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَام" الْمُحَرَّم "قِيَامًا لِلنَّاسِ" يَقُوم بِهِ اَمْر دِينهمْ بِالْحَجِّ اِلَيْهِ وَدُنْيَاهُمْ بِاَمْنِ دَاخِله وَعَدَم التَّعَرُّض لَهُ وَجَبْي ثَمَرَات كُلّ شَيْء اِلَيْهِ وَفِي قِرَاءَة قِيَمًا بِلَا اَلِف مَصْدَر قَامَ غَيْر مُعَلّ "وَالشَّهْر الْحَرَام" بِمَعْنَى الْاَشْهُر الْحُرُم ذُو الْقَعْدَة وَذُو الْحِجَّة وَالْمُحَرَّم وَرَجَب قِيَامًا لَهُمْ بِاَمْنِهِمْ مِنْ الْقِتَال فِيهَا . "وَالْهَدْي وَالْقَلَائِد" قِيَامًا لَهُمْ بِاَمْنِ صَاحِبهمَا مِنْ التَّعَرُّض لَهُ "ذٰلِكَ" الْجَعْل الْمَذْكُور "لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه يَعْلَم مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْاَرْض وَاَنَّ اللّٰه بِكُلِّ شَيْء عَلِيم" فَاِنَّ جَعْله ذٰلِكَ لِجَلْبِ الْمَصَالِح لَكُمْ وَدَفْع الْمَضَارّ عَنْكُمْ قَبْل وُقُوعهَا دَلِيل عَلٰى عِلْمه بِمَا هُوَ فِي الْوُجُود وَمَا هُوَ كَائِن،

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث کیا یعنی لوگوں کو ان کے دین کا حکم دیتا ہے اور اس کی طرف حج کا حکم دیتا ہے اور دنیا میں اس میں داخل ہونے والے کیلئے امن دیتا ہے۔اور اس سے تعرض نہ کرنے والے کیلئے اس کے سبب ثواب ہے۔ ایک قرأت میں قیما یہ الف لام کے بغیر مصدر ہے اور قام بغیر تعلیل کے ہے۔اور حرمت والے مہینہ بہ معنی حرمت والے مہینے جو ذی قعدہ، ذی الحج، محرم اور رجب ہے۔ ان میں ان کیلئے جنگ سے امن ہے۔اور حرم کی قربانی اور گلے میں علامت آویزاں جانوروں کو کیونکہ ان کیلئے امن جو ان دونوں صاحبوں سے تعرض نہ کرے۔یہ ذکر کیا گیا اس لیے ہے کہ تم یقین کرو کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور یہ کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔یعنی اس نے تمہارے مصالح کے حصول اور مشقتوں کو دور کرنے کیلئے (قاعدہ فقہیہ) ان کے وقوع سے قبل کیونکہ ان کی دلیل اس کے علم میں موجود تھی۔کہ وہ ہونے والی ہے۔

## شعائر اللہ کی تکریم و تعظیم کرنے کا بیان

اسی لئے قرآن کریم نے قیما للناس ہونے میں کعبہ کے ساتھ تین اور چیزوں کو شامل فرمایا ہے، اول اشہر الحرام یعنی عزت وعظمت کا مہینہ، یہاں چونکہ لفظ شہر مفرد لایا گیا ہے، اس لئے عام مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس جگہ شہر حرام سے مراد ماہ ذی الحجہ ہے، جس میں حج کے ارکان واعمال ادا کئے جاتے ہیں، اور بعض نے فرمایا کہ لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر مراد اس سے جنس ہے، اس لئے سب ہی شہر حرم (عزت کے مہینے) اس میں داخل ہیں۔

دوسری چیز ھدی، ہے، ھدی اس جانور کا کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم شریف میں کی جائے، ایسے جانور جس شخص کے ساتھ ہوں عام عرب کا معمول تھا کہ اس کو کچھ نہ کہتے تھے، وہ امن واطمینان کے ساتھ سفر کرتا اور اپنا مقصد پورا کرسکتا تھا، اس لئے ھدی بھی قیام امن کا ایک سبب ہوئی۔

تیسری چیز قلائد ہیں، قلائد قلادہ کی جمع ہے، گلے کے ہار کو کہا جاتا ہے۔ جاہلیت عرب کی رسم یہ تھی کہ جو شخص حج کے لئے نکلتا تو اپنے گلے میں ایک ہار بطور علامت کے ڈال لیتا تھا، تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ لیں کہ یہ حج کے لئے جارہا ہے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں، اسی طرح قربانی کے جانوروں کے گلے میں بھی اس طرح کے ہار ڈالے جاتے تھے۔ ان کو بھی قلائد کہتے ہیں، اس لئے قلائد بھی قیام امن وسکون کا ایک ذریعہ بن گئے۔

اور اگر غور کیا جائے تو یہ تینوں چیزیں شہر حرام، ھدی اور قلائد سب کے سب بیت اللہ کے متعلقات میں سے ہیں، ان کا احترام بھی بیت اللہ ہی کے احترام کا ایک شعبہ ہے، خلاصہ یہ ہے کہ بیت اللہ اور اس کے متعلقات کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم انسانیت کے لئے عموماً اور عرب اور اہل مکہ کے لئے خصوصاً ان کے تمام امور دین ودنیا دونوں کے لئے قیام وقوام بنادیا ہے۔

قیماً للناس کی تفسیر میں بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ بیت اللہ اور حرم محترم سب کے لئے جائے امن بنایا گیا ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل مکہ کے لئے وسعتِ رزق ہے، کہ باوجود اس کے کہ اس زمین میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی، مگر اللہ تعالیٰ دنیا بھر کی چیزیں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔

بعض نے کہا کہ اہل مکہ جو کہ بیت اللہ کے خادم اور محافظ کہلاتے تھے ان کو لوگ اللہ والے سمجھ کر ہمیشہ ان کیساتھ تعظیم کا معاملہ کرتے تھے، قیماً للناس سے ان کا یہ خاص اعزاز مراد ہے۔

امام عبداللہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان سب اقوال میں کوئی اختلاف نہیں لفظ قیماً للناس کے مفہوم میں یہ سب چیزیں داخل ہیں، کہ اللہ تعالیٰ کو سب لوگوں کے بقاء وقیام اور معاش ومعاد کی صلاح وفلاح کا ذریعہ بنایا ہے، اور اہل عرب اور اہل مکہ کو خصوصیت کے ساتھ اس کی برکات ظاہرہ اور باطنہ سے نوازا ہے۔

| |
|---|
| اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| جان لو کہ اللہ سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## دین اسلام کے دشمنوں پر عذاب کی سختی کا بیان

"اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" لِاَعْدَائِهٖ "وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ" لِاَوْلِيَائِهٖ "رَحِيْمٌ" بِهِمْ،

جان لو کہ اللہ اپنے دشمنوں کیلئے سخت گرفت والا ہے اور یہ کہ اللہ اپنے اولیاء کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## دوزخ کا متکبر وظالم لوگوں کیلئے مطالبہ کرتے رہنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ آپس میں جھگڑا کریں گی دوزخ کہے گی کہ میں متکبر اور ظالم لوگوں کے لئے مخصوص کر دی گئی ہوں اور جنت کہے گی کہ مجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ مجھ میں صرف کمزور اور حقیر لوگ داخل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کہ تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعہ سے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا رحمت کروں گا اور جہنم سے فرمائے گا کہ تو عذاب ہے میں تیرے ذریعہ سے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے بھرنے کی ایک حد مقرر ہے۔

لیکن دوزخ نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس میں رکھ دے گا تو وہ کہے گی کہ بس بس اس وقت دوزخ بھر جائے گی اور ایک حصہ دوسرے حصہ سے مل کر سمٹ جائے گا اور اللہ بزرگ و برتر اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا اور جنت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک دوسری مخلوق پیدا کرے گا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2058)

| |
|---|
| مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ○ |
| رسول (مکرم ﷺ) پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ نہیں ہے اور اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو، |

## اللہ کا حکم لوگوں تک پہنچا دینا حجت کیلئے کافی ہونے کا بیان

"مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ" لَكُمْ "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ" تُظْهِرُوْنَ مِنَ الْعَمَل "وَمَا تَكْتُمُوْنَ" تُخْفُوْنَ مِنْهُ فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

رسول (مکرم ﷺ) پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ نہیں ہے اور اللہ وہ کچھ جانتا ہے جو تم عمل سے ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

رسول مکرم ﷺ کی ذمہ داری صرف اللہ کے احکام پہنچا دینے تک ہے آگے ان احکام کی فرمانبرداری کی ذمہ داری تم پر ہے۔ اگر تم نافرمانی کرو گے تو رسول تمہاری اس نافرمانی سے بری الذمہ ہے اور اللہ تمہارے ظاہری اعمال واقوال کے علاوہ باطنی خیالات تک سے واقف ہے کہ تم میں اس کی اطاعت کا جذبہ کیسا ہے؟

| |
|---|
| قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ |
| فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ○ |
| فرما دیجئے، پاک اور ناپاک برابر نہیں ہو سکتے، اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھلی لگے۔ پس اے عقلمند لوگو! |
| تم اللہ سے ڈرا کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ |

## حلال وحرام کے برابر نہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَا یَسْتَوِی الْخَبِیثُ" الْحَرَام "وَالطَّیِّبُ" الْحَلَال "وَلَوْ اَعْجَبَکَ" اَیْ سَرَّکَ "کَثْرَةُ الْخَبِیثِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ" فِیْ تَرْکِہٖ "یَا اُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

فرما دیجئے، پاک یعنی حلال اور ناپاک یعنی حرام برابر نہیں ہوسکتے، اگرچہ تمہیں ناپاک کی کثرت بھلی لگے۔ پس اے عقلمند لوگو! تم اس کے ترک میں اللہ سے ڈرا کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ نے تم پر بتوں کی عبادت، شراب پینا اور کسی کو نسب وطعنہ دینا حرام کیا ہے خبردار، شراب پینے والا، نچوڑنے والا، پلانے والا، ہانکنے والا، بیچنے والا اور اس کی قیمت کھانے والا سب ملعون ہیں ایک دیہاتی آپ کے قریب آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں شراب کی تجارت کرتا تھا اور میں نے شراب کی فروخت سے بہت سامال جمع کر لیا اگر میں اس کو اللہ کی اطاعت کے کام میں خرچ کروں تو وہ مال مجھے کچھ نفع دے گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا گر تو اسے حج، جہاد یا صدقہ میں بھی خرچ کرے گا تو اس کی وقعت اللہ کے ہاں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔

اللہ صرف حلال اور پاک مال ہی قبول فرماتے ہیں اس پر اللہ نے آپ کی تصدیق کے طور پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَةُ الْخَبِیْثِ، کہہ دو کہ ناپاک چیزیں اور پاک چیزیں برابر نہیں ہوتیں گو ناپاک چیزوں کی کثرت تمہیں خوش ہی لگے۔ (زاد المسیر 2۔432)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا |
| حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو، کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں مشقت |
| میں ڈال دیں، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جبکہ قرآن نازل کیا جا رہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کر دی |
| جائیں گی، اللہ نے ان سے درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ |

## ظاہری اور فضول چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کی ممانعت کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اَکْثَرُوْا سُؤَالَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْاَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ" تُظْهَرْ "لَکُمْ تَسُؤْکُمْ" لِمَا فِیْهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ "وَاِنْ تَسْاَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ" فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "تُبْدَ لَکُمْ" الْمَعْنٰی اِذَا سَاَلْتُمْ عَنْ اَشْیَاءَ فِیْ زَمَنِہٖ یَنْزِلُ الْقُرْاٰنُ بِاِبْدَائِهَا وَمَتٰی اَبْدَاهَا سَاءَتْکُمْ فَلَا تَسْاَلُوْا عَنْهَا قَدْ "عَفَا اللّٰہُ عَنْهَا" عَنْ مَسْاَلَتِکُمْ فَلَا تَعُوْدُوْا،

جب نبی کریم ﷺ سے کثرت سے سوال ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کی نسبت سوال مت کیا کرو، کہ اگر وہ تمہارے لئے ظاہر کردی جائیں تو تمہیں مشقت میں ڈال دیں، اور اگر تم ان کے بارے میں اس وقت سوال کرو گے جب نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں قرآن نازل کیا جارہا ہے تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی، یعنی نزول قرآن کے زمانے میں ان کو ظاہر کردیا جاتا۔ تو تمہیں ناگواری ہوتی۔ لہٰذا تم ان کا سوال ہی نہ کیا کرو۔ اللہ نے ان سے درگزر فرمایا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔ یعنی ان کے پوچھے گئے سوالات پر درگزر رہو لہٰذا دوبارہ ایسا نہ کرنا۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، نازل ہوئی (اور لوگوں پر اللہ کیلئے حج (بیت اللہ) کرنا (فرض) ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہوں)۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہر سال (حج فرض ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ لوگوں نے پھر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہر سال (حج فرض ہے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ، اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم پر وہ ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔ یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حسن غریب ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 995)

صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کوئی کسی کی برائی کی بات نہ پہنچائے، میں چاہتا ہوں کہ تمہاری طرف اس حالت میں آؤں کہ میرے دل میں کسی کی طرف سے کوئی برائی نہ ہو، صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ سنایا، ایسا بے مثل کہ ہم نے کبھی ایسا خطبہ نہ سنا تھا اسی میں فرمایا کہ اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے، یہ سن کر اصحاب رسول منہ ڈھانپ کر رونے لگے اسی اثنا میں ایک شخص آپ سے پوچھ بیٹھا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا فلاں، اس پر یہ آیت اتری بخاری مسلم کی اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے حضور سے بہ کثرت سوالات شروع کردیئے چنانچہ آپ منبر پر آگئے اور فرمایا آؤ اب جس کسی کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو جو پوچھو گے جواب پاؤ گے، صحابہ کانپ اٹھے کہ ایسا نہ ہو اس کے پیچھے کوئی اہم امر ظاہر ہو جتنے بھی تھے سب اپنے اپنے چہرے کپڑوں سے ڈھانپ کر رونے لگے، ایک شخص تھے جن سے مذاق کیا جاتا تھا اور جنہیں لوگ ان کے باپ کے سوا دوسرے کی طرف نسبت کر کے بلاتے تھے اس نے کہا حضور میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا خزافہ، پھر حضرت عمر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یارسول اللہ ﷺ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور آپ کے سوال ہونے پر راضی ہو گئے ہم تمام فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں، آپ نے فرمایا آج کی طرح میں نے بھلائی برائی کبھی نہیں دیکھی جنت دوزخ میرے

سامنے اس دیوار کے پیچھے بطور نقشے کے پیش کر دی گئی تھی اور روایت میں ہے یہ سوال کرنے والے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان سے ان کی والدہ نے کہا تجھ سے بڑھ کر ماں باپ کا نافرمان میں نے نہیں دیکھا۔ تجھے کیا خبر تھی جاہلیت میں کس چیز کا پرہیز تھا۔ فرض کرو اگر میں بھی کسی معصیت میں اس وقت آلودہ ہوگئی ہوتی تو آج اللہ کے رسول کی زبانی میری رسوائی ہوتی اور سب کے سامنے بے آبروئی ہوتی، آپ نے فرمایا سنو ماں اگر رسول اللہ ﷺ کی زبانی مجھے معلوم ہوتا کہ فلاں حبشی غلام کا میں بیٹا ہوں تو واللہ میں اسی سے مل جاتا۔

| قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ○ |
| --- |
| بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے ایسی باتیں پوچھی تھیں، پھر وہ ان کے منکر ہو گئے۔ |

## بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی ممانعت کا بیان

"قَدْ سَاَلَهَا" اَیْ الْاَشْیَاء "قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ" اَنْبِیَاءَ هُمْ فَاَجِیبُوا بِبَیَانِ اَحْکَامِهَا "ثُمَّ اَصْبَحُوا" صَارُوْا "بِهَا كَافِرِینَ" بِتَرْكِهِمْ الْعَمَلَ بِهَا،

بیشک تم سے پہلے ایک قوم نے اپنے انبیائے کرام علیہم السلام سے ایسی باتیں پوچھی تھیں، تو ہم نے ان کے احکام کو بیان کر دیا پھر وہ ان کے منکر ہوگئے۔ یعنی ان پر عمل کو چھوڑ کر انکار کر گئے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۲ کے سبب نزول کا بیان

بعض لوگ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے یہ خاطرِ مبارک پر گراں ہوتا تھا، ایک روز فرمایا کہ جو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو میں ہر بات کا جواب دوں گا، ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا جہنم، دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتا دیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر احمدی، سورہ مائدہ، لاہور)

یہ یہود تھے جنہوں نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے سوال کر کر کے انہیں پریشان کر رکھا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۸ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے پے در پے سوالات شروع کر دیئے کہ ہمیں اللہ سے پوچھ کر بتاؤ کہ اس گائے کی عمر کیا ہو، اس کا رنگ کیسا ہو اس کی کیفیت کیسی ہے؟ وغیرہ وغیرہ حالانکہ اگر وہ کوئی بھی سوال نہ کرتے تو کوئی سی گائے ذبح کرنے میں آزاد تھے۔ مگر پے در پے سوال کرنے سے اپنے آپ پر پابندی ہی بڑھاتے گئے اور یہی زیادہ سوال کرنے کا نقصان ہوتا ہے۔ شریعت اگر ایک حکم اجمالاً بیان کرے تو اس کے اجمال سے فائدہ اٹھانے میں بھی مسلمانوں کیلئے آسانی ہے۔ اجتہاد و استنباط کر کے اس کی تفصیلات معین کر کے مسلمانوں کیلئے مشکلات کا یا الجھنوں کا سبب نہ بننا چاہیے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

اللہ نے نہ تو بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، لیکن کافر لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۳ کے سبب نزول کا بیان

"مَا جَعَلَ" شَرَعَ "اللّٰه مِنْ بَحِيرَة وَلَا سَائِبَة وَلَا وَصِيلَة وَلَا حَام" كَمَا كَانَ اَهْل الْجَاهِلِيَّة يَفْعَلُوْنَهُ رَوَى الْبُخَارِيّ عَنْ سَعِيد بْن الْمُسَيِّب قَالَ: الْبَحِيرَة الَّتِي يُمْنَح دَرّهَا لِلطَّوَاغِيتِ فَلَا يَحْلُبهَا اَحَد مِنْ النَّاس وَالسَّائِبَة الَّتِي كَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِ اٰلِهَتِهِمْ فَلَا يُحْمَل عَلَيْهَا شَيْء وَالْوَصِيلَة النَّاقَة الْبِكْر تُبَكِّر فِيْ اَوَّل نِتَاج الْاِبِل بِاُنْثَى ثُمَّ تُثَنِّيْ بَعْد بِاُنْثَى وَكَانُوْا يُسَيِّبُوْنَهَا لِطَوَاغِيتِهِمْ اِنْ وَصَلَتْ اِحْدَاهُمَا بِاُخْرَى لَيْسَ بَيْنهمَا ذَكَر وَالْحَام فَحْل الْاِبِل يَضْرِب الضِّرَاب الْمَعْدُوْدَة فَاِذَا قَضَى ضِرَابه وَدَعُوهُ لِلطَّوَاغِيتِ وَاَعْفَوْهُ مِنْ اَنْ يُحْمَل عَلَيْهِ شَيْء وَسَمَّوْهُ الْحَامِي "وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰه الْكَذِب" فِيْ ذٰلِكَ وَفِيْ نِسْبَته اِلَيْهِ "وَاَكْثَرهمْ لَا يَعْقِلُوْنَ" اَنَّ ذٰلِكَ افْتِرَاء لِاَنَّهُمْ قَلَّدُوْا فِيْهِ اٰبَاءَهُمْ۔

اللہ نے نہ تو بحیرہ کو مقرر کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو، جس اہل جاہلیت میں مشرکین کرتے تھے۔ جس طرح امام بخاری حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ بحیرہ اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کو کفار کسی بت کی نذر کر کے آزاد چھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہ دوہتے تھے اور سائبہ وہ اونٹنی ہے جو بتوں کی نذر کی جاتی اور جس پر کوئی سواری نہ کی جاتی تھی اور نہ اس سے کوئی کام لیتے تھے۔ اور وصیلہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو پہلی اور دوسری مرتبہ میں مادہ جنے اور اس کو بت کے نام پر چھوڑ دیا جائے (یعنی متصل دو دفعہ مادہ جنے) جن کے درمیان نر نہ ہو اور حام اس اونٹ کو کہتے ہیں جس کیلئے کفار کہتے تھے کہ اگر اس سے ہماری اونٹنی کے دس یا بیس (مقررہ تعداد) بچے پیدا ہوں تو ہمارے لئے ہوں گے اور اگر زائد ہوں تو ہمارے بتوں کے لئے ہوں گے پھر جو زائد ہوتے ہیں ان کو بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے اور اس سے کچھ کام نہیں لیا کرتے تھے۔ اسی لئے اس کا نام حام رکھا ہوا تھا۔ لیکن کافر لوگ اس طرح بتوں کی طرف نسبت کر کے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ اس بہتان میں اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1805)

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۳ کے سبب نزول کا بیان

زمانہ جاہلیت میں کفار کا یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اس

سواری کرتے، نہ اس کو ذبح کرتے، نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے اس کو بحیرہ کہتے اور جب سفر پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آ ؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بچار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے اور کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے مل گئی اس کو وصیلہ کہتے اور جب نر اُونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے نہ اس پر سواری کرتے، نہ اس سے کام لیتے، نہ اس کو چارے پانی پر سے روکتے اس کو حامی کہتے۔ (تفسیر مدارک، سورہ مائدہ، ۱۰۳، بیروت)

## بتوں کے نام کٹے ہوئے جانوروں کے نام؟

صحیح بخاری شریف میں ~~حضرت~~ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بحیرہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کے بطن کا دودھ وہ لوگ اپنے بتوں کے نام کر دیتے تھے اسے کوئی دوہتا نہ تھا سائبہ ان جانوروں کو کہتے تھے جنہیں وہ اپنے معبود باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے سواری اور بوجھ سے آزاد کر دیتے تھے، حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا ہے اس نے سب سے پہلے یہ رسم ایجاد کی تھی۔

وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔

حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے، ایک حدیث میں ہے کہ میں نے جہنم کو دیکھا اس کا ایک حصہ دوسرے کو گویا کھائے جا رہا تھا اس میں میں نے عمرو کو دیکھا کہ اپنی آنتیں گھسیٹا پھرتا ہے اسی نے سائبہ کا رواج سب سے پہلے نکالا تھا ایک حدیث میں ہے حضور نے عمورو کا یہ ذکر حضرت اکتم بن جون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر کے فرمایا وہ صورت وشکل میں بالکل تیرے جیسا ہے اس پر حضرت اکتم نے فرمایا یا رسول اللہ کہیں یہ مشابہت مجھے نقصان نہ پہنچائے؟ آپ نے فرمایا نہیں بےفکر رہو وہ کافر تھا تم مسلمان ہو۔ اسی نے حضرت ابراہیم کے دین کو سب سے پہلے بدلا اسی نے بحیرہ، سائبہ اور حام کی رسم نکالی، اسی نے بت پرستی دین ابراہیمی میں ایجاد کی،

ایک روایت میں ہے یہ بنو کعب میں سے ہے، جہنم میں اس کے جلنے کی بدبو سے دوسرے جہنمیوں کو بھی تکلیف پہنچتی ہے، بحیرہ کی رسم کو ایجاد کرنے والا بنو مدلج کا ایک شخص تھا اس کی دو اونٹنیاں تھیں جن کے کان کاٹ دیئے اور دودھ حرام کر دیا پھر کچھ عرصہ کے بعد پینا شروع کر دیا، میں نے اسے بھی دوزخ میں دیکھا دونوں اونٹنیاں اسے کاٹ رہی تھیں اور روندرہی تھیں یاد رہے کہ یہ عمرو لحی بن قمعہ کا لڑکا ہے جو خزاعہ کے سرداروں میں سے ایک تھا قبیلہ جرہم کے بعد بیت اللہ شریف کی تولیت انہی کے پاس تھی یہی شخص عرب میں بت لایا اور سفلے لوگوں میں ان کی عبادت جاری کی اور بہت سی بدعتیں ایجاد کیں جن میں سے چوپایوں کو الگ الگ طریقے سے بتوں کے نام کرنے کی رسم بھی تھی۔ جس کی طرف اشارہ آیت آیت (وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ

نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (6۔الانعام 136) میں ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔

سائبہ کی تفسیر میں مجاہد سے اسی کے قریب قریب بکریوں میں مروی ہے۔ محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹنیاں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے نہ بال کاٹتے نہ دودھ دوہتے اور اسی کا نام سائبہ ہے۔ صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا، ابوروق کہتے ہیں یہ نذر کا جانور ہوتا تھا جب کسی کی کوئی حاجت پوری ہو جاتی تو وہ اپنے بت اور بزرگ کے نام کوئی جانور آزاد کر دیتا پھر اس کی نسل بھی آزاد سمجھی جاتی،

سدی کہتے ہیں اگر کوئی شخص اس جانور کی بےحرمتی کرتا تو اسے یہ لوگ سزا دیتے، ابن عباس سے مروی ہے کہ وصیلہ اس جانور کو کہتے ہیں کہ مثلاً ایک بکری کا ساتواں بچہ ہے اب اگر وہ نر ہے اور ہے مردہ تو اسے مرد عورت کھاتے اور اگر وہ مادہ ہے تو اسے زندہ باقی رہنے دیتے اور اگر نر مادہ دونوں ایک ساتھ ہوئے ہیں تو اس نر کو بھی زندہ رکھتے اور کہتے کہ اس کے ساتھ اس کی بہن ہے اس نے اسے ہم پر حرام کر دیا۔ حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جس اونٹنی کے مادہ پیدا ہو پھر دوسرا بچہ بھی مادہ ہو تو اسے وصیلہ کہتے تھے،

محمد بن اسحاق فرماتے ہیں جو بکری پانچ دفعہ دو دو مادہ بکریاں بچے دے اس کا نام وصیلہ تھا پھر اسے چھوڑ دیا جاتا تھا اس کے بعد اس کا جو بچہ ہوتا اسے ذبح کر کے صرف مرد کھا لیتے اور اگر مردہ پیدا ہوتا تو مرد عورت سب کا حصہ سمجھا جاتا، ابن عباس فرماتے ہیں حام اس نر اونٹ کو کہتے ہیں جس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو جائیں یہ بھی مروی ہے کہ جس کے بچے سے کوئی بچہ ہو جائے اسے وہ آزاد کر دیتے نہ اس پر سواری لیتے نہ اس پر بوجھ لادتے، نہ اس کے بال کام میں لیتے نہ کسی کھیتی یا چارے یا حوض سے اسے روکتے، اور اقوال بھی ہیں،

حضرت مالک بن نفلہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت میں پھٹے پرانے میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھا آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا تیرے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں، فرمایا کس قسم کا کہا ہر قسم کا اونٹ بکریاں گھوڑے غلام وغیرہ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ نے تجھے بہت کچھ دے رکھا ہے سن اونٹ کے جب بچہ ہوتا ہے تو صحیح سالم کان والا ہی ہوتا ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا پھر تو استرا لے کر ان کے کان کاٹ دیتا ہے اور ان کا نام بحیرہ رکھ دیتا ہے؟ اور بعض کے کان چیر کر انہیں حرام سمجھنے لگتا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا خبردار ایسا نہ کرنا اللہ نے تجھے جتنے جانور دے رکھے ہیں سب حلال ہیں۔ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، بحیرہ وہ ہے جس کے کان کاٹ دیئے جاتے تھے پھر گھر والوں میں سے کوئی بھی اس سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا ہاں جب وہ مر جاتا تو سب بیٹھ کر اس کا گوشت کھا جاتے، سائبہ اس جانور کو کہتے ہیں جسے اپنے معبودوں کے پاس لے جا کر ان کے نام کا کر دیتے تھے۔

وصیلہ اس بکری کو کہتے تھے جس کے ہاں ساتویں دفعہ بچہ ہوا س کے کان اور سینگ کاٹ کر آزاد کر دیتے، اس روایت کے مطابق تو حدیث ہی میں ان جانوروں کی تفصیل ملی جلی ہے ایک روایت میں یہ بقول حضرت عوف بن مالک مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے پھر فرمان قرآن ہے کہ یہ نام اور چیزیں اللہ کی مقرر کردہ نہیں نہ اس کی شریعت میں داخل ہیں نہ ذریعہ ثواب ہیں یہ لوگ اللہ کی پاک صاف شریعت کی طرف دعوت دیئے جاتے ہیں تو اپنے باپ دادوں کے طریقوں کو اس کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کے بڑے محض ناواقف اور بیراہ تھے ان کی تابعداری تو وہ کرے گا جو ان سے بھی زیادہ بہکا ہوا اور بے عقل ہو۔

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ |
| اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ○ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں، ہمیں وہی |
| کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہی ہدایت یافتہ ہوں۔ |

## کفر میں باپ دادا کی تقلید کرنے والوں کا بیان

"وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ" اَىْ اِلٰى حُكْمِهٖ مِنْ تَحْلِيْلِ مَا حَرَّمْتُمْ "قَالُوْا حَسْبُنَا" كَافِيْنَا "مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا" مِنَ الدِّيْنِ وَالشَّرِيْعَةِ "اَوَلَوْ" حَسْبُهُمْ ذٰلِكَ "كَانَ اٰبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ" اِلَى الْحَقِّ وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلْاِنْكَارِ ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی طرف جسے اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف رجوع کرو یعنی اس حکم کی طرف جس کو تم حرام کیا ہے اس کو حلال کرنا ہے۔ تو کہتے ہیں، ہمارے وہی دین اور شریعت کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ ہی حق کی طرف سے ہدایت یافتہ ہوں۔ اور یہ استفہام انکاری ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۴ کے سبب نزول کا بیان

جاہلیت کی رسموں میں ایک تقلید آباء بھی تھی، جس نے ان کو ہر برائی میں مبتلا اور ہر بھلائی سے محروم دکھا تھا، تفسیر در منثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم نقل کیا ہے کہ ان میں سے کوئی خوش نصیب اگر حق بات کو مان کر مسلمان ہو جاتا تو اس کو یوں عار دلائی جاتی تھی کہ تو نے اپنے باپ دادوں کو بیوقوف ٹھہرایا، کہ ان کے طریق کو چھوڑ کر دوسرا طریق اختیار کر لیا۔ ان کی اس گمراہی در گمراہی پر یہ آیت نازل ہوئی، وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا یعنی جب ان کو کہا جاتا کہ تم اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حقائق اور احکام اور رسول کی طرف رجوع کرو جو ہر حیثیت سے حکمت و مصلحت اور تمہارے لئے صلاح و فلاح کے ضامن ہیں تو ان کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہوتا کہ ہم کو تو وہی طریقہ کافی ہے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا۔

| |
|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ |
| إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ |
| اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر کرو، تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت یافتہ ہو چکے ہو، تم سب کو اللہ ہی |
| کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے خبردار فرمادے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ |

## دنیا کے فتنوں سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ" أَيْ احْفَظُوهَا وَقُومُوا بِصَلَاحِهَا "لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ" قِيلَ الْمُرَاد لَا يَضُرّكُمْ مَنْ ضَلَّ مِنْ أَهْل الْكِتَاب وَقِيلَ الْمُرَاد غَيْرهمْ لِحَدِيثِ أَبِي ثَعْلَبَة الْخُشَنِيّ: سَأَلْت عَنْهَا رَسُول اللَّه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَتَنَاهَوْا عَنْ الْمُنْكَر حَتَّى إِذَا رَأَيْت شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَة وَإِعْجَاب كُلّ ذِي رَأْي بِرَأْيِهِ فَعَلَيْك نَفْسك " رَوَاهُ الْحَاكِم وَغَيْره "إِلَى اللَّه مَرْجِعكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اے ایمان والو! تم اپنی جانوں کی فکر یعنی حفاظت کرو کرو، اور اصلاح کے ساتھ تیار رہو، تمہیں کوئی گمراہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اگر تم ہدایت یافتہ ہو چکے ہو، کہا گیا ہے کہ گمراہی کی طرف نقصان پہنچانے والوں سے مراد اہل کتاب ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے سوا ہیں جس طرح حدیث ابوثعلبہ خشنی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو حتیٰ کہ جب بخل کی پیروی ہوتے دیکھو اور خواہشات کی پیروی دیکھو اور دنیا کو ترجیح دی گئی ہو، ہر شخص اپنی فکر میں لگا ہوا ہے تو تمہیں اپنی فکر لازم ہے۔ اس امام حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ تم سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، پھر وہ تمہیں ان کاموں سے خبردار فرمادے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۵ کے سبب نزول کا بیان

مسلمان کفار کی محرومی پر افسوس کرتے تھے اور انہیں رنج ہوتا تھا کہ کفار عناد میں مبتلا ہو کر دولت اسلام سے محروم رہے، اللہ تعالٰی نے ان کی تسلّی فرمادی کہ اس میں تمہارا کچھ ضرر نہیں، امر بالمعروف نہی عن المنکر کا فرض ادا کر کے تم بری الذِّمہ ہو چکے، تم اپنی نیکی کی جزا پاؤ گے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اس آیت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے وجوب کی بہت تاکید کی ہے کیونکہ اپنی فکر رکھنے کے معنی یہ ہیں ایک دوسرے کی خبر گیری کرے، نیکیوں کی رغبت دلائے، بدیوں سے روکے۔ (خازن

حضرت قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے کے بعد فرمایا اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو۔

( يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۱۰۵ )، المائدہ)

اے ایمان والو ! تم اپنی فکر کرو، اگر تم راہ راست پر ہو تو کوئی گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ گناہ کا کام ہوتے ہوئے دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو عنقریب ان سب کو اللہ کا عذاب گھیر لے گا۔ ( مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 1 )

## اپنے آپ کو گمراہی سے بچانے کا بیان

حضرت ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ آپ اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہیں فرمایا کہ کونسی آیت؟ میں نے عرض کیا، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ، فرمایا جان لو کہ میں نے اس کی تفسیر بڑے علم رکھنے والے سے پوچھی تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا بلکہ نیک اعمال کا حکم دو اور برائی سے منع کرو یہاں تک کہ تم ایسا بخیل دیکھو جسکی اطاعت کی جائے۔ خواہشات کی پیروی کی جانے لگے تو تم اپنی فکر کرو اور لوگوں کو چھوڑ دو اس لئے کہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں جن میں صبر کرنا اس طرح ہوگا۔ جیسے چنگاری ہاتھ میں لینا۔ اس زمانے میں سنت پر عمل کرنے والے کو تم جیسے پچاس (عمل کرنے والے) آدمیوں کا ثواب دیا جائے گا۔ عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ عتبہ کے علاوہ دوسرے راوی یہ الفاظ بھی نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر یا ان میں سے پچاس کے برابر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 998)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ہجر کی طرف خط لکھا جن پر والی منذر بن ساوی تھے جب ان کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے اپنے پاس موجود عرب، یہودی ونصاری، صابی اور مجوس تمام پر وہ خط پیش کیا وہ سب جزیہ پر رضامند ہو گئے اور اسلام قبول کرنے سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف یہ لکھ کر بھیجا کہ عرب سے سوائے اسلام اور تلوار کے کچھ اور کچھ قبول نہ کرو اہل کتاب اور مجوس نے سے جزیہ قبول کرلو۔ جب ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا گیا تو عرب اسلام لے آئے اور اہل کتاب اور مجوس نے جزیہ ادا کیا تو منافقین عرب نے کہا محمد پر تعجب ہے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے انہیں تمام لوگوں سے قتال کرنے کے لیے بھیجا ہے یہاں تک کہ وہ اسلام قبول کرلیں اور جزیہ صرف اہل کتاب سے قبول کرتے ہیں ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ جس چیز کو انہوں نے مشرکین عرب سے رد کیا ہے اسی کو مشرکین ہجر سے قبول کرلیا ہے اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) اے ایمان والو اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ (نیسابوری 178، سیوطی 112)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ
مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ط
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ
ذَا قُرْبٰى لا وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ○

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت آئے تو وصیت کرتے وقت تمہارے درمیان گواہی تم میں سے دو عادل شخص ہوں
یا تمہارے غیروں میں سے دوسرے دو شخص ہوں اگر تم ملک میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے تو تم ان دونوں کو
نماز کے بعد روک لو، اگر تمہیں شک گزرے تو وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم اس کے عوض کوئی قیمت حاصل نہیں کریں
گے خواہ کوئی قرابت دار ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے، ہم اسی وقت گناہگاروں میں ہو جائیں گے۔

## وصیت کے وقت گواہ بنا لینے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ" اَیْ اَسْبَابُه "حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ" خَبَرٌ بِمَعْنَى الْاَمْرِ اَیْ لِيَشْهَدْ وَاِضَافَةُ شَهَادَةٍ لَبَيْنٍ عَلَى الِاتِّسَاعِ وَحِيْنَ بَدَلٌ مِنْ اِذَا اَوْ ظَرْفٌ لِحَضَرَ "اَوْ اٰخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ" اَیْ غَيْرِ مِلَّتِكُمْ "اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ" سَافَرْتُمْ "فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا" تُوْقِفُوْنَهُمَا صِفَةُ اٰخَرَانِ "مِنْۢ بَعْدِ الصَّلَاةِ" اَیْ صَلَاةِ الْعَصْرِ "فَيُقْسِمَانِ" يَحْلِفَانِ "بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ" شَكَكْتُمْ فِيْهَا وَيَقُوْلَانِ "لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ" بِاللّٰهِ "ثَمَنًا" عِوَضًا نَاْخُذُهُ بَدَلَهُ مِنَ الدُّنْيَا بِاَنْ نَحْلِفَ بِهٖ اَوْ نَشْهَدَ كَذِبًا لِاَجْلِهٖ "وَلَوْ كَانَ" الْمُقْسَمُ لَهُ اَوِ الْمَشْهُوْدُ لَهُ "ذَا قُرْبٰى" قَرَابَةً مِنَّا "وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ" الَّتِىْ اَمَرَنَا بِهَا "اِنَّاۤ اِذًا" اِنْ كَتَمْنَاهَا،

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت یعنی اس کے آثار دکھائی دیں، تو وصیت کرتے وقت تمہارے درمیان گواہی کیلئے تم میں سے دو عادل شخص ہوں، یہاں خبر بہ معنی امر ہے۔ یعنی ان کو گواہی دینی چاہیے اور حین یہ اذا سے بدل ہے اور شہادت کی اضافت بین کی طرف اس کے وسیع ہونے کی وجہ سے ہے۔ یا حضر سے ظرف ہے۔ یا تمہارے غیروں یعنی تمہاری ملت کے سوا میں سے دوسرے دو شخص ہوں۔ اگر تم ملک میں سفر کر رہے ہو پھر تمہیں موت کی مصیبت آ پہنچے یہاں 'تَحْبِسُوْنَهُمَا'' آخران کی صفت ہے۔ تو تم ان دونوں کو نماز عصر کے بعد روک لو، پس وہ دونوں اللہ کا حلف اٹھائیں اگر تمہیں شک گزرے تو وہ دونوں اللہ کی قسمیں کھائیں کہ ہم اس کے عوض دنیا میں کوئی قیمت حاصل نہیں کریں گے کہ ہم دنیا کیلئے قسم اٹھالیں یا اس کیلئے کوئی جھوٹی قسم اٹھائیں، خواہ مقسم لہ یا مشہود لہ کوئی قرابت دار ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی کو چھپائیں گے جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ ہم اسی وقت

گناہگاروں میں ہو جائیں گے۔ جب اس کو ہم چھپائیں گے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ، اے ایمان والو جبکہ تم میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو وصیت کے وقت درمیان تم میں سے دو معتبر آدمی گواہ ہونے چاہئیں یا تمہارے سوا دو گواہ اور ہوں۔ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے میرے اور عدی بن بداء کے علاوہ وہ سب لوگ بری ہوگئے۔ یہ دونوں اسلام لانے سے پہلے نصرانی تھے اور شام آتے جاتے رہے تھے۔ ایک مرتبہ وہ دونوں تجارت کیلئے شام گئے تو بنوسہم مولیٰ بدیل بن ابی مریم ان کے پاس تجارت کی غرض سے آیا۔ اس کے پاس چاندی کا ایک جام تھا وہ چاہتا تھا کہ یہ پیالہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرے وہ اس کے مال میں بڑی چیز تھی۔ پھر وہ بیمار ہوگیا اور اس نے ان دونوں کو وصیت کی اور کہا کہ اس نے جو کچھ چھوڑا اسے اس کے مالکوں تک پہنچا دیں۔ تمیم کہتے ہیں جب وہ مرگیا تو ہم نے وہ پیالہ ایک ہزار درہم میں بیچ ڈالا اور رقم دونوں نے آپس میں تقسیم کرلی۔ ان کے گھر پہنچ کر ہم نے وہ سامان ان کے حوالے کردیا۔ انہیں پیالہ نہ ملا۔ تو انہوں نے ہم سے اس کے متعلق پوچھا۔ ہم نے جواب دیا کہ اس نے یہی کچھ چھوڑا تھا اور ہمیں ان چیزوں کے علاوہ کوئی چیز نہیں دی۔ تمیم کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لانے پر جب میں اسلام لایا تو میں نے اس گناہ کا ازالہ چاہا اور اس غلام کے مالکوں گھر گیا انہیں ساری بات بتائی اور انہیں پانچ سو درھم دے دیئے نیز یہ بھی بتایا کہ اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے۔ وہ لوگ عدی کو لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے گواہ طلب کئے جو کہ ان کے پاس نہیں تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ عدی سے اس کے دین کی عظیم ترین چیز کی قسم لیں۔ اس نے قسم کھالی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی، یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ، چنانچہ عمرو بن عاص اور ایک شخص کھڑے ہوئے اور گواہی کی کہ پیالہ بدیل کے پاس تھا اور عدی جھوٹا ہے تو عدی بن بداء سے پانچ سو درہم چھین لئے گئے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 999)

## معتبر گواہی کی شرائط

بعض لوگوں نے اس آیت کے عزیز حکم کو منسوخ کہا ہے لیکن اکثر حضرات اس کے خلاف ہیں اثنان خبر ہے، اس کی تقدیر شھداۃ اثنین ہے مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ اس کے قائم مقام کردیا گیا ہے یا دلالت کلام کی بنا پر فعل محذوف کردیا گیا ہے یعنی ان یشھد اثنان، ذوا عدل صفت ہے، منکم سے مراد مسلمانوں میں سے ہونا یا وصیت کرنے والے کے اہل میں سے ہونا ہے، من غیرکم سے مراد اہل کتاب ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ منکم سے مراد قبیلہ میں اور من غیرکم سے مراد اس کے قبیلے کے سوا، شرطیں دو ہیں ایک مسافر کے سفر میں ہونے کی صورت میں موت کے وقت وصیت کے لیے غیر مسلم کی گواہی چل سکتی ہے، حضرت شریح سے یہی مروی ہے،

امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں اور تینوں امام خلاف ہیں، امام ابوحنیفہ ذمی کافروں کی گواہی آپس میں ایک دوسرے پر جائز مانتے ہیں، زہری کا قول ہے کہ سنت جاری ہو چکی ہے کہ کافر کی شہادت جائز نہیں نہ سفر میں نہ حضر میں۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس شخص کے بارے میں اتری ہے جس کی موت کے وقت اس کے پاس کوئی مسلمان نہ تھا یہ ابتدائے اسلام کا وقت تھا جبکہ زمین کافروں سے بھری تھی اور وصیت سے ورثہ بٹتا تھا، ورثے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے، پھر وصیت منسوخ ہوگئی ورثے کے احکام اترے اور لوگوں نے ان پر عمل درآمد شروع کر دیا، پھر یہ بھی کہ ان دونوں غیر مسلموں کو وصی بنایا جائے گا یا گواہ؟ حضرت ابن مسعود کا قول ہے کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو سفر میں ہو اور وہیں اجل آجائے اور مال اس کے پاس ہو پس اگر دو مسلمان اسے مل جائیں تو انہیں اپنا مال سونپ دے اور دو گواہ مسلمان مقرر کرلے، اس قول کے مطابق تو یہ دونوں وصی ہوئے،

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں گے، آیت کے الفاظ کا ظاہر مطلب بھی یہی معلوم ہوتا ہے، ہاں جس صورت میں ان کے ساتھ اور گواہ نہ ہوں تو یہی وصی ہوں گے اور یہی گواہ بھی ہوں گے امام ابن جریر نے ایک مشکل اس میں یہ بیان کی ہے کہ شریعت کے کسی حکم میں گواہ پر قسم نہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ ایک حکم ہے جو مستقل طور پر بالکل علیحدہ صورت میں ہے اور احکام کا قیاس اس پر جاری نہیں ہے، یہ ایک خاص شہادت خاص موقعہ کی ہے اس میں اور بھی بہت سی ایسی باتیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ پس شک کے قرینے کے وقت اس آیت کے حکم کے مطابق ان گواہوں پر قسم لازم آتی ہے، نماز کے بعد ٹھہرالو سے مطلب نماز عصر کے بعد ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ نماز سے مراد مسلمانوں کی نماز ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے مذہب کی نماز، مقصود یہ ہے کہ انہیں نماز کے بعد لوگوں کی موجودگی میں کھڑا کیا جائے اور اگر خیانت کا شک ہو تو ان سے قسم اٹھوائی جائے وہ کہیں کہ اللہ کی قسم ہم اپنی قسموں کو کسی قیمت بیچنا نہیں چاہتے۔ دنیوی مفاد کی بنا پر جھوٹی قسم نہیں کھاتے چاہے ہماری قسم سے کسی ہمارے قریبی رشتہ دار کو نقصان پہنچ جائے تو پہنچ جائے لیکن ہم جھوٹی قسم نہیں کھائیں گے اور نہ ہم سچی گواہی چھپائیں گے، اس گواہی کی نسبت اللہ کی طرف اس کی عزت وعظمت کے اظہار کیلئے ہے بعض نے اسے قسم کی بنا پر مجرور پڑھا ہے لیکن مشہور قرأت پہلی ہی ہے وہ ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ اگر ہم شہادت کو بدلیں یا الٹ پلٹ کریں یا کچھ حصہ چھپالیں تو ہم بھی گنہگار، پھر اگر یہ مشہور ہو یا ظاہر ہو جائے یا اطلاع مل جائے کہ ان دونوں نے مرنے والے کے مال میں سے کچھ چرالیا یا کسی قسم کی خیانت کی۔ اولیان کی دوسری قرأت اولان بھی ہے مطلب یہ ہے کہ جب کسی خبر صحیح سے پتہ چلے کہ ان دونوں نے کوئی خیانت کی ہے تو میت کے وارثوں میں سے جو میت کے زیادہ نزدیک ہوں وہ دو شخص کھڑے ہوں اور حلیفہ بیان دیں کہ ہماری شہادت ہے کہ انہوں نے چرایا اور یہی زیادہ حق زیادہ صحیح اور پوری سچی بات ہے، ہم ان پر جھوٹ نہیں باندھتے اگر ہم ایسا کریں تو ہم ظالم، یہ مسئلہ اور قسامت کا مسئلہ اس بارے میں بہت ملتا جلتا ہے، اس میں بھی مقتول کے اولیاء قسمیں کھاتے ہیں، تمیم داری سے منقول ہے کہ اور لوگ اس سے بری ہیں صرف میں اور عدی بن بداء اس سے متعلق ہیں، یہ دونوں نصرانی تھے اسلام سے پہلے ملک شام میں بغرض تجارت آتے جاتے تھے ابن سہم کے مولی بدیل بن ابو مریم بھی مال

تجارت لے کر شام کے ملک گئے ہوئے تھے ان کے ساتھ ایک چاندی کا جام تھا، جسے وہ خاص بادشاہ کے ہاتھ فروخت کرنے کیلئے لے جارہے تھے۔ اتفاقاً وہ بیمار ہو گئے ان دونوں کو وصیت کی اور مال سونپ دیا کہ یہ میرے وارثوں کو دے دینا اس کے مرنے کے بعد ان دونوں نے وہ جام تو مال سے الگ کر دیا اور ایک ہزار درہم میں بیچ کر آدھوں آدھ بانٹ لئے باقی مال واپس لا کر بدیل کے رشتہ داروں کو دے دیا، انہوں نے پوچھا کہ چاندی کا جام کیا ہوا؟ دونوں نے جواب دیا ہمیں کیا خبر؟ ہمیں تو جو دیا تھا وہ ہم نے تمہیں دے دیا۔

حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے اور اسلام نے مجھ پر اثر کیا، میں مسلمان ہو گیا تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ انسانی حق مجھ پر رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں میں پکڑا جاؤں گا تو میں بدیل کے وارثان کے پاس آیا اور اس سے کہا پانچ سو درہم جو تونے لے لئے ہیں وہ بھی واپس کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سے قسم لی جائے اس پر یہ آیت اتری اور عمرو بن عاص نے اور ان میں سے ایک اور شخص نے قسم کھائی عدی بن بداء کو پانچ سو درہم دینے پڑے۔ (ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ عدی جھوٹی قسم بھی کھا گیا تھا اور روایت میں ہے کہ اس وقت ارض شام کے اس حصے میں کوئی مسلمان نہ تھا، یہ جام چاندی کا تھا اور سونے سے منڈھا ہوا تھا اور مکے میں سے جام خریدا گیا تھا جہاں سے ملا تھا انہوں نے بتایا تھا کہ ہم نے اسے تمیم اور عدی سے خریدا ہے، اب میت کے دو وارث کھڑے ہوئے اور قسم کھائی، اسی کا ذکر اس آیت میں ہے ایک روایت میں ہے کہ قسم عصر کی نماز کے بعد اٹھائی تھی ابن جریر میں ہے کہ ایک مسلمان کی وفات کا موقعہ سفر میں آیا، جہاں کوئی مسلمان اسے نہ ملا تو اس نے اپنی وصیت پر دو اہل کتاب گواہ رکھے، ان دونوں نے کوفے میں آ کر حضرت ابوموسیٰ اشعری کے سامنے شہادت دی وصیت بیان کی اور ترکہ پیش کیا حضرت ابوموسیٰ اشعری نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ واقعہ پہلا ہے پس عصر کی نماز کے بعد ان سے قسم لی کہ نہ انہوں نے خیانت کی ہے، نہ جھوٹ بولا ہے، نہ بدلا ہے، نہ چھپایا ہے، نہ الٹ پلٹ کیا ہے بلکہ سچ وصیت اور پورا ترکہ انہوں نے پیش کر دیا ہے آپ نے ان کی شہادت کو مان لیا، حضرت ابوموسیٰ کے فرمان کا مطلب یہی ہے کہ ایسا واقعہ حضور کے زمانے میں تمیم اور عدی کا ہوا تھا اور اب یہ دوسرا اس قسم کا واقع ہے، حضرت تمیم بن داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام سنہ ہجری کا ہے اور یہ آخری زمانہ ہے۔ سدی فرماتے ہیں لازم ہے کہ موت کے وقت وصیت کرے اور دو گواہ رکھے اگر سفر میں ہے اور مسلمان نہیں ملتے تو خیر غیر مسلم ہی سہی۔ انہیں وصیت کرے اپنا مال سونپ دے، اگر میت کے وارثوں کو اطمینان ہو جائے تو خیر آئی گئی بات ہوئی ورنہ سلطان اسلام کے سامنے وہ مقدمہ پیش کر دیا جائے، اوپر جو واقعہ بیان ہوا اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوموسیٰ نے ان سے عصر کے بعد قسم لینی چاہی تو آپ سے کہا گیا کہ انہیں عصر کے بعد کی کیا پرواہ؟ ان سے ان کی نماز کے وقت قسم لی جائے اور ان سے کہا جائے کہ اگر تم نے کچھ چھپایا یا خیانت کی تو ہم تمہیں تمہاری قوم میں رسوا کر دیں گے اور تمہاری گواہی کبھی بھی قبول نہ کی جائے گی اور تمہیں سنگین سزا دی جائے گی، بہت ممکن ہے کہ اس طرح ان کی زبان سے حق بات معلوم ہو جائے پھر بھی اگر شک شبہ رہ

جائے اور کسی اور طریق سے ان کی خیانت معلوم ہو جائے تو مرحوم کے دو مسلمان وارث قسمیں کھائیں کہ ان کافروں کی شہادت غلط ہے تو ان کی شہادت غلط مان لی جائے گی اور ان سے ثبوت لے کر فیصلہ کر دیا جائے گا پھر بیان ہوتا ہے کہ اس صورت میں فائدہ یہ ہے کہ شہادت ٹھیک ٹھیک آ جائے گی ایک تو اللہ کی قسم کا لحاظ ہوگا دوسرے لوگوں میں رسوا ہونے کا ڈر رہے گا، لوگو! اللہ تعالیٰ سے اپنے سب کاموں میں ڈرتے رہو اس کی باتیں سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ، جو لوگ اس کے فرمان سے ہٹ جائیں اور اس کے احکام کے خلاف چلیں وہ راہ راست نہیں پاتے۔

| |
|---|
| فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰٓ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ إِثْمًا فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَـٰنِ |
| فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَـٰدَتُنَآ أَحَقُّ مِن شَهَـٰدَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۚ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ الظَّـٰلِمِينَ ۝ |
| پھر اگر اس کی اطلاع ہو جائے کہ وہ دونوں گناہ کے سزاوار ہو گئے ہیں تو ان کی جگہ دو اور ان لوگوں میں سے کھڑے ہو جائیں |
| جن کا حق پہلے دو نے دبایا ہے، پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ بیشک ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے |
| اور ہم تجاوز نہیں کر رہے، ہم اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائیں۔ |

## شک کے سبب سابقہ گواہوں کی جگہ نئے گواہوں کے انتخاب کا بیان

"فَإِنْ عُثِرَ" اُطُّلِعَ بَعْدَ حَلِفِهِمَا "عَلَىٰٓ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ إِثْمًا" اَیْ فِعْلًا مَا يُوجِبُهُ مِنْ خِيَانَةٍ اَوْ كَذِبٍ فِي الشَّهَادَةِ بِاَنْ وُجِدَ عِنْدَهُمَا مَثَلًا مَا اتُّهِمَا بِهِ وَادَّعَيَا اَنَّهُمَا ابْتَاعَاهُ مِنَ الْمَيِّتِ اَوْ وَصَّى لَهُمَا بِهِ "فَـَٔاخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا" فِي تَوَجُّهِ الْيَمِينِ عَلَيْهِمَا "مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ" الْوَصِيَّةَ وَهُمُ الْوَرَثَةُ وَيُبْدَلُ مِنْ اٰخَرَانِ "الْأَوْلَيَانِ" بِالْمَيِّتِ اَیْ الْاَقْرَبَانِ اِلَيْهِ وَفِي قِرَاءَةٍ الْاَوَّلِينَ جَمْعُ اَوَّلٍ صِفَةٌ اَوْ بَدَلٌ مِنَ الَّذِينَ "فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ" عَلٰى خِيَانَةِ الشَّاهِدَيْنِ وَيَقُولَانِ "لَشَهَادَتُنَا" يَمِينُنَا "أَحَقُّ" اَصْدَقُ "مِنْ شَهَادَتِهِمَا" يَمِينِهِمَا "وَمَا اعْتَدَيْنَا" تَجَاوَزْنَا الْحَقَّ فِي الْيَمِينِ "إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ" الْمَعْنٰى لِيُشْهِدِ الْمُحْتَضِرُ عَلٰى وَصِيَّتِهِ اثْنَيْنِ اَوْ يُوصِي اِلَيْهِمَا مِنْ اَهْلِ دِينِهِ اَوْ غَيْرِهِمْ اِنْ فَقَدَهُمْ لِسَفَرٍ وَنَحْوِهِ فَاِنِ ارْتَابَ الْوَرَثَةُ فِيهِمَا فَادَّعَوْا اَنَّهُمَا خَانَا بِاَخْذِ شَيْءٍ اَوْ دَفْعِهِ اِلٰى شَخْصٍ زَعَمَا اَنَّ الْمَيِّتَ اَوْصٰى لَهُ بِهِ فَلْيَحْلِفَا اِلٰى اٰخِرِهِ فَاِنِ اطُّلِعَ عَلٰى اَمَارَةِ تَكْذِيبِهِمَا فَادَّعَيَا دَافِعًا لَهُ حَلَفَ اَقْرَبُ الْوَرَثَةِ عَلٰى كَذِبِهِمَا وَصِدْقِ مَا ادَّعَوْهُ وَالْحُكْمُ ثَابِتٌ فِي الْوَصِيَّيْنِ مَنْسُوخٌ فِي الشَّاهِدَيْنِ وَكَذَا شَهَادَةُ غَيْرِ اَهْلِ الْمِلَّةِ مَنْسُوخَةٌ وَاعْتِبَارُ صَلَاةِ الْعَصْرِ لِلتَّغْلِيظِ وَتَخْصِيصُ الْحَلِفِ فِي الْاٰيَةِ بِاثْنَيْنِ مِنْ اَقْرَبِ الْوَرَثَةِ لِخُصُوصِ الْوَاقِعَةِ الَّتِي نَزَلَتْ لَهَا وَهِيَ مَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ اَنَّ رَجُلًا مِنْ بَنِي سَهْمٍ خَرَجَ مَعَ تَمِيمٍ الدَّارِيِّ وَعَدِيِّ بْنِ بُدَاءٍ اَیْ وَهُمَا نَصْرَانِيَّانِ. فَمَاتَ السَّهْمِيُّ بِاَرْضٍ لَيْسَ فِيهَا

مُسْلِـم فَلَـمَّـا قَدِمَا بِتَرِ كَتِهِ فَقَدُوْا جَامًا مِنْ فِضَّة مُخَوَّصًا بِالذَّهَبِ فَرُفِعَا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ فَاَحْلَفَهُمَا ثُمَّ وُجِدَ الْجَام بِمَكَّة فَقَالُوْا ابْتَعْنَاهُ مِنْ تَمِيم وَعَدِيّ فَنَزَلَتْ الْاٰيَة الثَّانِيَة فَقَامَ رَجُلَانِ مِنْ اَوْلِيَاءِ السَّهْمِيِّ فَحَلَفَا . وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ فَقَامَ عَمْرو بْن الْعَاصِ وَرَجُل اٰخَر مِنْهُمْ فَحَلَفَا وَكَانَ اَقْرَبَ اِلَيْهِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَمَرِضَ فَاَوْصٰى اِلَيْهِمَا وَاَمَرَهُمَا اَنْ يَّبْلُغَا مَا تَرَكَ اَهْلَه فَلَمَّا مَاتَ اَخَذَا الْجَام وَدَفَعَا اِلٰى اَهْلِه مَا بَقِيَ،

پھر اگر اس کی اطلاع ہو جائے کہ وہ دونوں گناہ کے سزاوار ہو گئے ہیں یعنی انہوں نے ایسے عمل کا ارتکاب کر لیا ہے جو خیانت یا گواہی میں جھوٹ کو واجب کرنے والا ہے۔ یعنی جس چیز کی گواہی کیلئے ان کو منتخب کیا تھا وہ چیز انہی سے برآمد ہو جائے اور وہ کہیں کہ اس چیز کو میت نے ہمیں بیچ دیا تھا یا ہمارے لئے وصیت کی تھی۔

تو ان کی جگہ دو اور گواہ ان لوگوں میں سے کھڑے ہو جائیں جن کا حق پہلے دو نے دبایا ہے، تو قسم کو لوگوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے، پھر وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ بیشک ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ سچی ہے، اولیان یہ آخران سے بدل ہے جو اولیاء میت ہیں۔ ایک قرأت میں اولین یہ اول کی جمع اور الذین کی صفت یا بدل ہے۔ لہٰذا وہ گواہوں کے جھوٹے ہونے کی قسم اٹھائیں اور کہیں کہ ہماری قسم ان کی قسم سے سچی ہے۔ اور ہم تجاوز نہیں کر رہے، ہم اسی وقت ظالموں میں سے ہو جائیں۔

(نوٹ بقیہ ترجمہ صحیح بخاری کی اصل عبارت والا ملاحظہ ہو)

اللہ تعالیٰ کا قول کہ اے ایمان والو جب تم میں سے کوئی مرنے لگے تو وصیت کے وقت تم میں سے یا تمہارے عزیزوں میں سے دو عادل گواہ ہوں اگر تم سفر میں ہو اور تم موت کی مصیبت آ جائے تو ان دونوں کو نماز کے بعد روک لو وہ اللہ کی قسم کھائیں اگر تمہیں شبہ ہو کہ تم اس کے بدلے میں کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ قرابت والا ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے (ایسا کریں تو) اس وقت ہم گناہگاروں میں سے ہو جائیں گے۔ پھر اگر معلوم ہو واقعی یہ گواہ جھوٹے تھے تو دوسرے وہ گواہ کھڑے ہوں جو میت کے قریبی رشتہ دار ہوں وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں ہماری گواہی پہلے گواہوں کے مقابلہ میں زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی ناحق بات نہیں کہی ایسا کیا ہو، تو بے شک ہم گناہگار ہوں گے، یہ تدبیر ایسی ہے جس سے ٹھیک ٹھیک گواہی دینے کی زیادہ امید ہوتی ہے یا اتنا ضرور ہوگا کہ وصی یا گواہوں کو ڈر ہوگا کہ ایسا نہ ہو ان کے قسم کھانے کے بعد پھر وارثوں کو قسم دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اس کا حکم سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو راہ پر نہیں لگاتا۔

اور امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے علی بن عبداللہ نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن آدم نے ان سے ابن ابی زائد نے محمد بن قاسم سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ ایک شخص قبیلہ بنی سہم کا تمیم داری اور عدی بن دباء کے ہمراہ باہر گیا، پھر کسی ایسی جگہ جا کر مر گیا، جہاں کوئی مسلمان نہ تھا، جب تمیم اور عدی اس کا ترکہ لائے، تو چاندی کا ایک جام جس میں سنہری نقش تھے کھو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو حلف دے دیا اس کے بعد لوگوں نے وہ جام مکہ میں پایا اور بیان کیا کہ ہم نے اس کو تمیم سے اور

عدی سے خرید لیا ہے پھر وہ شخص میت کے رشتہ داروں میں سے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان دونوں شہادتوں کی بہ نسبت زیادہ قابل قبول ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ پیالہ ہمارے عزیز کا ہے چنانچہ حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ آیت انہیں کے حق میں نازل ہوئی یا ایھا الذین امنوا شھادۃ بینکم۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 56)

## سورہ مائدہ آیت ۱۰۷ کے شان نزول کا بیان

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ ایک شخص "بُدَیل" نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں "تمیم وعدی" کے ساتھ جو اس وقت نصرانی تھے بغرض تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بدیل بیمار پڑ گیا۔ اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی۔ مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالہ کر دیا، مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش ونگار تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی۔ انہوں نے اوصیاء سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو، ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے، تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی نہ کوئی چیز اس کی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے۔ جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ وہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا۔ چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لئے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرافعہ کیا۔ اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کے ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ |
| وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ |
| یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ لوگ صحیح طور پر گواہی ادا کریں یا اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ ان کی قسموں کے بعد قسمیں |
| لوٹائی جائیں گی، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور سنا کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ |

## خیانت وجھوٹ سے بچتے ہوئے سچی شہادت دینے کا بیان

"ذٰلِكَ" اَلْحُكْمُ الْمَذْكُورُ مِنْ رَدِّ الْيَمِينِ عَلَى الْوَرَثَةِ "اَدْنٰى" اَقْرَبُ اِلٰى "اَنْ يَّاْتُوا" اَيِ الشُّهُودُ اَوِ الْاَوْصِيَاءُ "بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا" الَّذِي تَحَمَّلُوهَا عَلَيْهِ مِنْ غَيْرِ تَحْرِيفٍ وَلَا خِيَانَةٍ "اَوْ" اَقْرَبُ

اِلٰی اَنْ "یَّخَافُوْا اَنْ تُرَدَّ اَیْمَانٌ بَعْدَ اَیْمَانِھِمْ" عَلَی الْوَرَثَةِ الْمُدَّعِیْنَ فَیَحْلِفُوْنَ عَلٰی خِیَانَتِھِمْ وَکَذِبِھِمْ فَیَفْتَضِحُوْنَ وَیَغْرَمُوْنَ فَلَا یَکْذِبُوْا "وَاتَّقُوا اللّٰهَ" بِتَرْكِ الْخِیَانَةِ وَالْکَذِبِ "وَاسْمَعُوْا" مَا تُؤْمَرُوْنَ بِهٖ سَمَاعَ قَبُوْلٍ "وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ" الْخَارِجِیْنَ عَنْ طَاعَتِهٖ اِلٰی سَبِیْلِ الْخَیْرِ،

یعنی اس سے پہلے ذکر کردہ حکم جس میں قسم کو ورثہ کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ یہ اس بات سے قریب تر ہے کہ گواہ یا اوصیاء صحیح طور پر گواہی ادا کریں یعنی بغیر کسی تبدیلی اور خیانت کے جو محل شہادت ہے اسی پر اس کو رکھیں یا اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ مدعی جو وارث ہیں کہیں وہ ردنہ کر دیں کہ ان کی قسموں کے بعد قسمیں لوٹائی جائیں یعنی ایسا نہ مدعی ان کی قسموں کی خیانت اور جھوٹ بتا کر ان کو رسوا کر دیں، اور ان کو جرمانہ ہو جائے لہٰذا وہ جھوٹ نہ بولیں اور اللہ سے ڈرتے رہو یعنی خیانت اور جھوٹ کو چھوڑ دو، اور جس کا تمہیں حکم دیا جائے اس کو قبولیت کے ارادے سے سنا کرو، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی جو اطاعت کے سبب بھلائی کی راہ سے نکلنے والے ہیں۔

حاصل معنی یہ ہے کہ اس معاملہ میں جو حکم دیا گیا کہ عدی وتمیم کی قسموں کے مال برآمد ہونے پر اولیاءِ میت کی قسمیں لی گئیں، یہ اس لئے کہ لوگ اس واقعہ سے سبق لیں اور شہادتوں میں راہِ حق وصواب نہ چھوڑیں اور اس سے خائف رہیں کہ جھوٹی گواہی کا انجام شرمندگی ورسوائی ہے۔

فائدہ: مدعی پر قسم نہیں لیکن یہاں جب مال پایا گیا تو مدعا علیہا نے دعوٰی کیا کہ انہوں نے میت سے خرید لیا تھا، اب ان کی حیثیت مدعی کی ہوگئی اور ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت نہ تھا لہٰذا ان کے خلاف اولیاءِ میت کی قسم لی گئی۔

| |
|---|
| یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ |
| جس دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ وہ عرض کریں گے، ہمیں کچھ علم نہیں، |
| بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔ |

## قیامت کے دن احوال امم کی شہادت کا بیان

"یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ" هُوَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ "فَیَقُوْلُ" لَهُمْ تَوْبِیْخًا لِقَوْمِهِمْ "مَاذَا" اَیِ الَّذِیْ "اُجِبْتُمْ" بِهٖ حِیْنَ دَعَوْتُمْ اِلَی التَّوْحِیْدِ "قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا" بِذٰلِكَ "اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ" مَا غَابَ عَنِ الْعِبَادِ وَذَهَبَ عَنْهُمْ عِلْمُهٗ لِشِدَّةِ هَوْلِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ وَفَزَعِهِمْ ثُمَّ یَشْهَدُوْنَ عَلٰی اُمَمِهِمْ لَمَّا یَسْکُنُوْنَ،

جس دن یعنی قیامت کے دن اللہ تمام رسولوں کو جمع فرمائے گا پھر ان کی اقوام سے بہ طور توبیخ فرمائے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تھا؟ جب تم نے انہیں توحید کی طرف بلایا تھا۔ وہ عرض کریں گے، ہمیں اس کا کچھ علم نہیں، بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کا خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو بندوں سے غائب ہے۔ اور قیامت کی سختی اور خوف کے سبب ان کا علم ان سے جا چکا۔ پھر جب

سکون میں آئیں گے تو اپنی امتوں کی گواہی دیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ماذا اجبتم** ۔ تمہیں کیا جواب دی اگیا۔اجابة جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے ردعمل میں ان کا کیا جواب تھا۔انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔لاعلم لنا۔ہمیں کوئی علم نہیں۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے ردعمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔تیرا علم ان کے بارے میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور رقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر رہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا ردعمل کیا رہا۔اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت 117:5 میں دیا۔**وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم** ۔میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔

علام۔ علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔خوب جاننے والا۔علام الغیوب۔ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گوناگوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔جواب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔جو تھا۔جو ہے۔جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ |
| تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ |
| تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا ۢ بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ |
| وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ |

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○

جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو جادو کہنے والوں کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ " بِشُكْرِهَا "اِذْ اَيَّدْتُّكَ " قَوَّيْتُكَ "بِرُوحِ الْقُدُسِ" جِبْرِيل "تُكَلِّمُ النَّاسَ" حَالٌ مِنَ الْكَافِ فِيْ اَيَّدْتُكَ "فِي الْمَهْدِ" اَيْ طِفْلًا "وَكَهْلًا" يُفِيدُ نُزُولَهُ قَبْلَ السَّاعَةِ لِاَنَّهُ رُفِعَ قَبْلَ الْكُهُولَةِ كَمَا سَبَقَ فِيْ اٰلِ عِمْرَان "وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ " كَصُورَةِ "الطَّيْرِ" وَالْكَافُ اسْمٌ بِمَعْنٰى مِثْلِ مَفْعُولٌ "بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ" بِاِرَادَتِيْ "وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى" مِنْ قُبُورِهِمْ اَحْيَاءً "بِاِذْنِيْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيلَ عَنْكَ " حِينَ هَمُّوا بِقَتْلِكَ "اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَاتِ "فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ" مَا "هٰذَا" الَّذِيْ جِئْتَ بِهِ "اِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ سَاحِرٌ اَيْ عِيسٰى،

جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت کو شکر کے ساتھ یاد کر، جب میں نے روح پاک جبریل سے تیری مدد کی، تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا، یہاں 'تُكَلِّمُ النَّاسَ' یہ 'اَيَّدْتُكَ' کی ضمیر کاف سے حال ہے۔ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت پہلے تشریف لائیں گے کیونکہ ان کو بڑھاپے سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا جس طرح سورہ آل عمران میں بیان کردیا گیا ہے۔ اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا، ہیئت میں کاف یہ مثل کے معنی میں اس بہ معنی مفعول ہے۔ پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم یعنی ارادے سے ایک پرندہ بن جاتی تھی اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے انہیں ان کی قبروں سے نکال کھڑا کرتا تھا اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، یعنی جب انہوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں یعنی معجزات لے کر آیا تو ان

میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ ایک قرأت میں ساحر یعنی عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔

حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام پر جو احسانات تھے انکا اور آپکے معجزوں کا بیان ہو رہا ہے کہ بغیر باپ کے صرف ماں سے آپ کو پیدا کیا اور اپنی کمال قدرت کا نشان آپ کو بنایا، پھر آپ کی والدہ پر احسان کیا کہ ان کی برأت اسی بچے کے منہ سے کرائی اور جس برائی کی نسبت انکی طرف بیہودہ لوگ کر رہے تھے اللہ نے آج کے پیدا شدہ بچے کی زبان سے ان کی پاک دامنی کی شہادت اپنی قدرت سے دلوائی، جبرائیل علیہ السلام کو اپنے نبی کی تائید پر مقرر کر دیا، بچپن میں اور بڑی عمر میں انہیں اپنی دعوت دینے والا بنایا گیا، گہوارے میں ہی بولنے کی طاقت عطا فرمائی، اپنی والدہ محترمہ کی برات ظاہر کر کے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا اور اپنی رسالت کی طرف لوگوں کو بلایا، مراد کلام کرنے سے اللہ کی طرف بلانا ہے ورنہ بڑی عمر میں کلام کرنا کوئی خاص بات یا تعجب کی چیز نہیں۔ لکھنا اور سمجھنا آپ کو سکھایا۔ تورات جو کلیم اللہ پر اتری تھی اور انجیل جو آپ پر نازل ہوئی دونوں کا علم آپ کو سکھایا۔

آپ مٹی سے پرندے کی صورت بناتے پھر اس میں دم کر دیتے تو وہ اللہ کے حکم سے چڑیا بن کر اڑ جاتا، اندھوں اور کوڑھیوں کے بھلا چنگا کرنے کی پوری تفسیر سورہ آل عمران میں گزر چکی ہے، مردوں کو آپ بلاتے تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو کر اپنی قبروں سے اٹھ کر آ جاتے، ابوہذیل فرماتے ہیں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کسی مردے کے زندہ کرنے کا ارادہ کرتے تو دو رکعت نماز ادا کرتے پہلی میں سورہ تبارک اور دوسری میں سورہ الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پڑھتے اور اسکے سات نام اور لیتے یا حی یا قیوم، یا اللہ، یا رحمن،، یا رحیم، یا ذوالجلال و الاکرام، یا نور السموات والارض ثما بینھما و رب العرش العظیم، یہ اثر بڑا زبردست اور عظمت والا ہے اور میرے اس احسان کو بھی یاد کرو کہ جب تم دلائل و براہین لے کر اپنی امت کے پاس آئے اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے اسے جادو بتایا اور درپے آزار ہوئے تو انکے شر سے میں نے تمہیں بچالیا، انہوں نے قتل کرنا چاہا، سولی دینا چاہی، لیکن میں ہمیشہ تیرا کفیل و حفیظ رہا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ احسان آپ کے آسمان پر چڑھا لینے کے بعد کے ہیں یا یہ کہ یہ خطاب آپ سے بروز قیامت ہوگا اور ماضی کے صیغہ سے اسکا بیان اس کے پختہ اور یقینی ہونے کے سبب ہے۔ یہ غیبی اسرار میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کو مطلع فرما دیا، پھر اپنا ایک اور احسان بتایا کہ میں نے تیرے مددگار اور ساتھی بنا دیئے، حواریوں کے دل میں الہام اور القا کیا۔ یہاں بھی لفظ وحی کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا ام موسیٰ کے بارے میں ہے اور شہد کی مکھی کے بارے میں ہے۔ انہوں نے الہام رب پر عمل کیا، یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ میں نے تیری زبانی ان تک اپنی وحی پہنچائی اور انہیں قبولیت کی توفیق دی، تو انہوں نے مان لیا اور کہہ دیا کہ ہم تو مسلمین یعنی تابع فرمان اور فرماں بردار ہیں۔

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ○

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ بولے ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

## حواریوں کی طرف حکم دینے کا بیان

"وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ" اَمَرْتُهُمْ عَلٰى لِسَانه "اَنْ" اَىْ بِاَنْ "اٰمِنُوْا بِىْ وَبِرَسُوْلِىْ" عِيْسٰى "قَالُوْا اٰمَنَّا" بِهِمَا،

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈالا یعنی میں نے عیسیٰ کی زبانی تمہیں حکم دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول عیسیٰ پر ایمان لاؤ بولے ہم ان دونوں پر ایمان لائے اور گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا |
| مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ |
| ● جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے کہا |
| اللہ سے ڈرو! اگر ایمان رکھتے ہو۔ |

## حواریوں کا خوانِ نعمت کا سوال کرنے کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ" اَىْ يَفْعَل "رَبُّكَ " وَفِىْ قِرَاءَة بِالْفَوْقَانِيَة وَنَصَبَ مَا بَعْدَه اَىْ تَقْدِر اَنْ تَسْاَلهُ "اَنْ يُنَزِّل عَلَيْنَا مَائِدَة مِنَ السَّمَاء قَالَ" لَهُمْ عِيْسٰى "اتَّقُوا اللّٰهَ" فِىْ اقْتِرَاح الْاٰيَات،

جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرے گا ایک قرأت میں یستطیع تاء کے ساتھ آیا ہے اور مابعد نصب کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی آپ سے سوال کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتارے تو ان سے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم معجزات طلب کرنے میں اللہ سے ڈرو! اگر ایمان رکھتے ہو۔

تقویٰ اختیار کرو تا کہ یہ مراد حاصل ہو۔ بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ تمام اُمتوں سے نرالا سوال کرنے میں اللہ سے ڈرو یا یہ معنی ہیں کہ اس کی کمالِ قدرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں تردُّد نہ کرو، حواری مؤمن عارف اور قدرتِ الٰہیہ کے معترف تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا۔

حضرت عیسیٰ کے ماننے والے آپ سے تمنا کرتے ہیں کہ اگر ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے ایک خوان کھانے سے بھرا ہوا طلب کیجئے ایک قرأت میں آیت (هَلْ يَسْتَطِيْعُ ربكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ)5۔المائدہ:112) یعنی کیا آپ سے یہ ہو سکتا ہے؟ کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں؟ مائدہ کہتے ہیں اس دسترخوان کو جس پر کھانا رکھا ہوا ہو، بعض لوگوں کا بیان ہے کہ انہوں نے بوجہ فقر و فاقہ، تنگی اور حاجت کے یہ سوال کیا تھا، جناب مسیح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اللہ پر بھروسہ رکھو اور رزق کی تلاش کرو، ایسے انوکھے سوالات نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ فتنہ ہو جائے اور تمہارے ایمان ڈگمگا جائیں۔

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۝

انہوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل ٹھہریں اور ہم آنکھوں دیکھ لیں کہ آپ نے ہم سے سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

## یقین میں اضافے کا بیان

"قَالُوْا نُرِيْد " سُؤَالَهَا مِنْ اَجْل "اَنْ نَاْكُل مِنْهَا وَتَطْمَئِنّ " تَسْكُن "قُلُوْبنَا" بِزِيَادَةِ الْيَقِيْن "وَنَعْلَم" نَزْدَاد عِلْمًا "اَنْ" مُخَفَّفَة اَىْ اَنَّكَ "قَدْ صَدَقْتَنَا" فِىْ اِدِّعَاء النُّبُوَّة، وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِيْنَ،

انہوں نے کہا یعنی اس سوال کا سبب یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل زیادہ یقین کرنے والے ہوں اور ہم آنکھوں سے تمہارا علم دیکھ لیں یہاں پر ان مخففہ من مثقلہ ہے کہ آپ نے ہم سے دعویٰ نبوت میں سچ فرمایا اور ہم اس پر گواہ ہو جائیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ہم تو کھانے پینے سے تنگ ہو رہے ہیں محتاج ہو گئے ہیں اس سے ہمارے دل مطمئن ہو جائیں گے کیونکہ ہم اپنی آنکھوں سے اپنی روزیاں آسمان سے اترتی خود دیکھ لیں گے، اسی طرح آپ پر جو ایمان ہے وہ بھی بڑھ جائے گا، آپ کی رسالت کو یوں تو ہم مانتے ہی ہیں لیکن یہ دیکھ کر ہمارا یقین اور بڑھ جائے گا اور اس پر خود ہم گواہ بن جائیں گے، اللہ کی قدرت اور آپ کے معجزہ کی یہ ایک روشن دلیل ہوگی جس کی شہادت ہم خود دیں گے اور یہ آپ کی نبوت کی کافی دلیل ہوگی،

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، عید ہونے سے مراد تو عید کا دن یا نماز گزارنے کا دن ہونا ہے یا اپنے بعد والوں کے لئے یادگار کا دن ہونا ہے یا اپنی اور اپنے بعد کی نسلوں کیلئے نصیحت و عبرت ہونا ہے یا اگلوں پچھلوں کے لئے کافی وافی ہونا ہے، حضرت عیسیٰ فرماتے ہیں یا اللہ یہ تیری قدرت کی ایک نشانی ہوگی اور میری سچائی کی بھی کہ تو نے میری دعا قبول فرمالی، پس لوگوں تک ان باتوں کو جو تیرے نام سے ہیں انہیں پہنچاؤں گا یقین کر لیا کریں گے، یا اللہ تو ہمیں یہ روزی بغیر مشقت و تکلیف کے محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرما تو تو بہترین رازق ہے، اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کا وعدہ فرمالیا۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم اللہ کے لئے ایک مہینے کے روزے رکھو پھر رب سے دعا کرو وہ قبول فرمائے گا انہوں نے تیس روزے پورے کر کے کہا اے بھلائیوں کے بتانے والے ہم اگر کسی کا کام ایک ماہ کامل کرتے تو وہ بعد فراغت ضرور ہماری دعوت کرتا تو آپ بھی اللہ سے بھرے ہوئے خوان کے آسمان سے اترنے کی دعا کیجئے حضرت عیسیٰ نے پہلے تو انہیں سمجھایا لیکن ان کی نیک نیتی کے اظہار پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ساتھ ہی دھمکا بھی دیا پھر فرشتوں کے ہاتھوں آسمان سے خوان نعمت اتارا، جس پر سات مچھلیاں تھیں سات روٹیاں تھیں، جہاں یہ تھے وہیں وہ

ان کے کھانے کو رکھ گئے سب بیٹھ گئے اور شکم سیر ہو کر اٹھے،

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس مائدہ آسمانی میں گوشت روٹی اترا تھا حکم تھا کہ خیانت نہ کریں کل کے لئے نہ لے جائیں لیکن انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی، لے بھی گئے اور چرا بھی لیا، جس کی سزا میں وہ بندر بن گئے حضرت عمار فرماتے ہیں اس میں جنت کے میوے تھے، آپ فرماتے ہیں اگر وہ لوگ خیانت اور ذخیرہ نہ کرتے تو وہ خوان یوں ہی رہتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی انہوں نے چوریاں شروع کر دیں، پھر سخت عذاب کئے گئے، اے عرب بھائیو! یاد کرو تم اونٹوں اور بکریوں کی دمیں مروڑتے تھے، اللہ نے تم پر احسان کیا خود تم ہی میں سے رسول کو بھیجا جن سے تم واقف تھے جن کے حسب ونسب سے تم آگاہ تھے، اس رسول علیہ سلام نے تمہیں بتا دیا کہ عجمیوں کے ملک تمہارے ہاتھوں فتح ہوں گے لیکن خبردار تم سونے چاندی کے خزانوں کے درپے نہ ہو جانا لیکن واللہ دن رات وہی ہیں اور تم وہ نہ رہے، تم نے خزانے جمع کرنے شروع کر دیئے، مجھے تو خوف ہے کہ کہیں تم پر بھی اللہ کا عذاب برس نہ پڑے،

اسحٰق بن عبداللہ فرماتے ہیں جن لوگوں نے مائدہ آسمانی میں سے چرایا ان کا خیال ہے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ختم ہو جائے اور کل کے لئے ہمارے پاس کچھ نہ رہے، مجاہدہ سے مروی ہے کہ جب وہ اترتے ان پر مائدہ اترتا۔

عطیہ فرماتے ہیں گو وہ تھی تو مچھلی لیکن اس میں ذائقہ ہر چیز کا تھا، وہب بن منبہ فرماتے ہیں ہر دن اس مائدہ پر آسمان سے میوے اترتے تھے قسم قسم کی روزیاں کھاتے تھے، چار ہزار آدمی ایک وقت اس پر بیٹھ جاتے پھر اللہ کی طرف سے غذا تبدیل ہو جاتی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس پر روٹیاں جو کی تھیں، سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس پر سوائے گوشت کے تمام چیزیں تھیں۔

عکرمہ فرماتے ہیں اس پر چاول کی روٹی تھی، حضرت وہب فرماتے ہیں کہ ان کے اس سوال پر حضرت عیسیٰ بہت رنجیدہ ہوئے تھے اور فرمایا تھا کہ زمین کے رزق پر قناعت کرو اور آسمانی دسترخوان نہ مانگو اگر وہ اترا تو چونکہ زبردست نشان ہوگا اگر ناقدری کی تو بری طرح پکڑے جاؤ گے۔ ثمودیوں کی ہلاکت کا باعث بھی یہی ہوا کہ انہوں نے اپنے نبی سے نشان طلب کیا تھا لیکن حواریوں نے حضرت عیسیٰ کی ایک نہ مانی اور اصرار کیا کہ نہیں آپ ضرور دعا کیجئے اب جناب عیسیٰ اٹھے، صوف کا جبہ اتار دیا، سیاہ بالوں کا لبادہ پہن لیا اور چادر بھی بالوں کی اوڑھ لی، وضو کر کے غسل کر کے، مسجد میں جا کر نماز پڑھ کر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر کھڑے ہو گئے، دونوں پیر ملائے، ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لگالی، انگلیاں بھی ملالیں، اپنے سینے پر اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا، نگاہیں زمین میں گاڑ لیں سر جھکا دیا اور نہایت خشوع وخضوع سے عاجزانہ طور پر گریہ وزاری شروع کر دی، آنسو رخساروں سے بہ کر داڑھی کو تر کر کے زمین پر ٹپکنے لگے یہاں تک کہ زمین بھی تر ہو گئی، اب دعا کی جس کا بیان اس آیت میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ایک سرخ رنگ کا خوان دو بادلوں کے درمیان آسمان سے اترا، جسے اترتے ہوئے سب نے دیکھا، سب تو خوشیاں مار رہے تھے لیکن روح اللہ کانپ رہے تھے، رنگ اڑ گیا تھا اور زار وقطار رو رہے تھے کہ اللہ ہی خیر کرے، ذرا بے ادبی ہوئی تو مارے گئے زبان مبارک سے یہ دعا نکل رہی تھی کہ یا اللہ اسے تو رحمت کا سبب بنا عذاب کا سبب نہ بنا، یا اللہ بہت سی عجیب وغریب چیزیں میں نے تجھ سے

طلب کیں اور تو نے عطا فرمائیں، باری تعالیٰ تو ان نعمتوں کے شکر کی ہمیں توفیق عطا فرما، اے پروردگار تو اپنی اس نعمت کو ہمارے لئے سبب غضب نہ بنا، الٰہی تو اسے سلامتی اور عافیت کر، اسے فتنہ اور عذاب نہ کر، یہاں تک کہ وہ خوان زمین تک پہنچ گیا اور حضرت عیسیٰ حواری اور عیسائیوں کے سامنے رکھ دیا گیا، اس میں سے ایسی پاکیزہ خوشبوئیں آرہی تھیں کہ کسی دماغ میں ایسی خوشبو اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی، حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب اسے دیکھ کر سجدے میں گر پڑے یہودی بھی یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے اور جل بھن رہے تھے، حضرت عیسیٰ اور آپ کے ساتھی اس دسترخوان کے اردگرد بیٹھ گئے دیکھا کہ اس پر ایک رومال ڈھکا ہوا ہے، مسیح علیہ السلام نے فرمایا کون نیک بخت جرات وہمت کر کے اسے کھولتا ہے؟ حواریوں نے کہا اے کلمۃ اللہ آپ سے زیادہ حقدار اس کا کون ہے؟ یہ سن کر حضرت عیسیٰ کھڑے ہوئے، نئے سرے سے وضو کیا، مسجد میں جا کر کئی رکعت نماز ادا کی دیر تک روتے رہے پھر دعا کی کہ یا اللہ اس کے کھولنے کی اجازت مرحمت ہو اور اسے برکت ورزق بنا دیا جائے، پھر واپس آئے اور بسم اللہ خیر الرازقین کہہ کر رومال اٹھایا، تو سب نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی لمبی چوڑی اور موٹی بھنی ہوئی مچھلی ہے، جس کے اوپر چھلکا نہیں اور جس میں کانٹے نہیں، گھی اس میں سے بہہ رہا ہے اسی میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں، سوائے گندنا اور مولی کے اس کے سر کے پاس سرکہ رکھا ہوا ہے اور دم کے پاس نمک ہے، سبزیوں کے پاس پانچ روٹیاں ہیں، ایک پر زیتون کا تیل ہے دوسری پر کھجوریں ہیں اور ایک پر پانچ انار ہیں، شمعون نے جو حواریوں کے سردار تھے کہا کہ اے روح اللہ یہ دنیا کا کھانا ہے یا جنت کا؟ آپ نے فرمایا ابھی تک تمہارے سوال ختم نہیں ہوئے؟ ابھی تک کریدنا باقی ہی ہے؟ واللہ مجھے تو ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں اس پر تمہیں کوئی عذاب نہ ہو، حضرت شمعون نے کہا اسرائیل کے معبود برحق کی قسم میں کسی سرکشی کی بنا پر نہیں پوچھ رہا، اے سچی ماں کے اچھے بیٹے! یقین مانئے کہ میری نیت بد نہیں، آپ نے فرمایا نہ یہ طعام دنیا ہے نہ طعام جنت بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص حکم سے اسے آسمان وزمین کے درمیان اسی طرح کا پیدا کر دیا ہے اور تمہارے پاس بھیج دیا ہے، اب اللہ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر اس کا شکر ادا کرو شکر گزاروں کو وہ زیادہ دیتا ہے اور وہ ابتداء پیدا کرنے والا قادر اور قدردان ہے، شمعون نے کہا اے نبی اللہ ہم چاہتے ہیں کہ اس نشان قدرت میں ہی اور نشان قدرت دیکھیں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ گویا ابھی تم نے کوئی نشان قدرت دیکھا ہی نہیں؟ اچھا لو دیکھو یہ کہہ کر آپ نے اس مچھلی سے فرمایا اے مچھلی اللہ کے حکم سے جیسی تو زندہ تھی، زندہ ہو جا، اسی وقت اللہ کی قدرت سے وہ زندہ ہو گئی اور ہل جل کر چلنے پھرنے لگی، آنکھیں چمکنے لگیں، دیدے کھل گئے اور شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اور اس کے جسم پر کھپرے بھی آگئے، یہ دیکھتے ہی تمام حاضرین ڈر گئے اور ادھر ادھر ہٹنے اور دبکنے لگے، آپ نے فرمایا دیکھو تو خود ہی نشان طلب کرتے ہو خود ہی اسے دیکھ کر گھبراتے ہو واللہ مجھے ڈر لگتا ہے کہ یہ مائدہ آسمانی تمہارے لئے غضب اللہ کا نمونہ نہ بن جائے، اسے مچھلی تو بحکم الٰہی جیسی تھی، ویسی ہی ہو جا، چنانچہ اسی وقت وہ ویسی ہی ہو گئی، اب سب نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ اسے کھانا شروع کیجئے اگر آپ کو کوئی برائی نہ پہنچے تو ہم بھی کھالیں گے، آپ نے فرمایا معاذ اللہ وہی پہلے کھائے جس نے مانگی ہے، اب تو سب کے دلوں میں دہشت بیٹھ گئی کہ کہیں اس کے کھانے سے کسی وبال میں نہ پڑ جائیں، حضرت عیسیٰ السلام نے یہ دیکھ کر فقیروں کو مسکینوں کو اور بیماروں کو بلا لیا اور حکم دیا کہ تم کھانا شروع کر دو یہ

تمہارے رب کی دی ہوئی روزی ہے جو تمہارے نبی کی دعا سے اتری ہے، اللہ کا شکر کر کے کھاؤ تمہیں مبارک ہو اس کی پکڑ اوروں پر ہوگی تم بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرو اور الحمد اللہ پر ختم کرو،

پس تیرہ سو آدمیوں نے بیٹھ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا لیکن وہ کھانا مطلقاً کم نہیں ہوا تھا پھر سب نے دیکھا وہ دستر خوان آسمان پر چڑھ گیا وہ کل فقیر غنی ہو گئے وہ تمام بیمار تندرست ہو گئے اور ہمیشہ تک امیری اور صحت والے رہے، حواری اور صحابی سب کے سب بڑے ہی نادم ہوئے اور مرتے دم تک حسرت و افسوس کرتے رہے، آپ فرماتے ہیں اس کے بعد جب یہ دستر خوان اترتا تو بنی اسرائیل ادھر ادھر سے دوڑے بھاگے آتے کیا چھوٹا، کیا بڑا، کیا امیر، فقیر تندرست کیا مریض ایک بھیڑ لگ جاتی ایک دوسرے پر گرتے پڑتے آتے، یہ دیکھ کر باری مقرر ہوگئی ایک دن اترتا ایک دن نہ اترتا، چالیس دن تک یہی کیفیت رہی کہ دن چڑھے اترتا اور ان کے سونے کے وقت چڑھ جاتا جس کا سایہ سب دیکھتے رہتے۔ اس کے بعد فرمان ہوا کہ اب اس میں صرف یتیم فقیر اور بیمار لوگ ہی کھائیں، مالداروں نے اس سے بہت برا مانا اور لگے باتیں بنانے، خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے ڈالنے لگے یہاں تک حضرت عیسیٰ کے پاس آ کر کہنے لگے کہ آپ سچ سچ بتائیے کہ کیا واقعی یہ آسمان سے ہی اترتا ہے؟ سنئے ہم میں سے بہت سے لوگ اس میں متردد ہیں۔ جناب مسیح علیہ السلام سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے قسم ہے مسیح کے رب کی اب تمہاری ہلاکت کا وقت آ گیا، تم نے خود طلب کیا، تمہارے نبی کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی آسمانی دستر خوان تم پر اترا، تم نے آنکھوں سے اسے اترتے دیکھا، رب کی رحمت و روزی اور برکت تم پر نازل ہوئی، بڑی عبرت و نصیحت کی نشانی تم نے دیکھ لی آہ اب تک تمہارے دلوں کی کمزوری نہ گئی اور تمہاری زبانیں نہ رکیں، مجھے تو ڈر ہے کہ اگر رب نے تم پر رحم نہ کیا تو عنقریب تم بدترین عذابوں کے شکار ہو جاؤ گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ جس طرح میں نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میں ان لوگوں کو وہ عبرتناک سزائیں دوں گا جو کسی کو نہ دی ہو۔ دن غروب ہوا اور یہ بے ادب، گستاخ، جھٹلانے والے اور بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے اپنے اپنے بستروں پر جا لیٹے نہایت امن و امان سے ہمیشہ کی طرح اپنے بال بچوں کے ساتھ میٹھی نیند میں تھے کہ پچھلی رات عذاب الٰہی آ گیا اور جتنے بھی یہ لوگ تھے سب کے سب سور بنا دیئے گئے جو صبح کے وقت پا خانوں کی پلیدی کھا رہے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، مائدہ، بیروت)

تاریخ میں بھی اتنا تو ہے کہ بنی امیہ کے نائب موسیٰ بن نصیر نے مغربی شہروں کی فتح کے موقعہ پر وہیں یہ مائدہ پایا تھا اور اسے امیر المومنین ولید بن عبدالملک کی خدمت میں جو بانی جامع دمشق ہیں بھیجا تھا لیکن ابھی قاصد راستے ہی میں تھے کہ خلیفۃ المسلمین کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوئے اور ان کی خدمت میں اسے پیش کیا گیا یہ ہر قسم کے جڑاؤ اور جواہر سے مرصع تھا جسے دیکھ کر بادشاہ اور درباری سب دنگ رہ گئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مائدہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔

30

| |
|---|
| قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا |
| عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ |
| عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے عید ہو، |
| ہمارے اگلے پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ |

## آسمان سے نزول نعمت کو یوم عید کے طور پر منانے کا بیان

"قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُوْنُ لَنَا" اَىْ يَوْمَ نُزُوْلِهَا "عِيْدًا" نُعَظِّمُهُ وَنُشَرِّفُهُ "لِاَوَّلِنَا" بَدَلٌ مِنْ لَنَا بِاِعَادَةِ الْجَارِّ "وَاٰخِرِنَا" مِمَّنْ يَّاْتِي بَعْدَنَا "وَاٰيَةً مِنْكَ" عَلٰى قُدْرَتِكَ وَنُبُوَّتِي "وَارْزُقْنَا" اِيَّاهَا، وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ،

عیسیٰ بن مریم نے عرض کی، اے اللہ! اے رب ہمارے! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار کہ وہ ہمارے لیے نزول کا دن عید ہو، ہم اس کی تعظیم وتکریم کریں، ہمارے اگلے پچھلوں کیلئے عید ہو یہاں اولنا یہ اعادہ جار کے ساتھ لنا سے بدل ہے۔ اور آپ سے بعد والوں کیلئے تیری قدرت ونبوت کی نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خوانِ نعمت اُترنے والا دن عید ہو تو جس دن نعمتوں کے سردار اس دنیائے فانی میں تشریف لائیں تو وہ دن عید کیسے نہ ہو۔

## میلاد کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

میلاد کے اصطلاحی معنی حضور ﷺ کی ولادت مبارکہ کی خوشی میں آپ کے معجزات وکمالات بیان کرنا اور مجالس منعقد کر کے واقعہ میلاد بیان کرنا۔

حدیث کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف میں صاحب مشکوٰۃ ص نے ایک باب باندھا جس کا نام باب میلاد النبی ﷺ رکھا۔

• عرب شریف میں آپ جائیں تو وہاں کے اسلامی کیلنڈر میں ماہِ ربیع الاول کے مہینے پر لکھا ہوا ہے میلادی۔ یہ اب بھی موجود ہے آپ دیکھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تذکرہ میلاد بیان فرما کر میلاد منایا۔ سرکارِ اعظم ﷺ نے ہر پیر روزہ رکھ کر میلاد منایا، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ولادت کے واقعات بیان فرما کر میلاد منایا، اولیاء کرام میں امام شامی، امام محدث ابنِ جوزی، حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی میلاد منایا اور اُن کی کتابوں میں بھی ثبوت موجود ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام علیہم الرضوان قرآن مجید پڑھتے تھے مگر بغیر اعراب کا، قرآن مجید بالکل سادہ ہوتے

تھے آجکل عمدہ سے عمدہ چھپائی ہوتی ہے، اُس وقت مسجدیں بالکل سادہ اور بغیر محراب کی ہوتی تھیں، مگر آج عالیشان اور محراب والی ہوتی ہیں، اُس وقت ہاتھوں کی انگلیوں پر ذکر اللہ ہوتا تھا، آجکل خوبصورت تسبیحوں کو استعمال کیا جاتا ہے الغرض کہ اسی طرح میلاد میں بھی آہستہ آہستہ رنگ آمیزیاں کر کے اس کو عالیشان کر کے منایا گیا جب وہ سب کام بدعت نہیں ہیں تو پھر یہ کیسے بدعت ہوسکتا ہے۔

حضور ﷺ کے وصال کا غم اور سوگ نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں رہا مسئلہ سوگ کا تو سوگ اسلام میں تین دن کا ہوتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے منالیا میلاد منانا شرک کو بھی توڑتا ہے کیونکہ ہم ولادت رسول ﷺ مناتے ہیں اور خدا تعالیٰ پیدا ہونے سے پاک ہے اور جس کی ولادت منائی گئی وہ خدا نہیں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔

| |
|---|
| قَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مُنَزِّلُهَا عَلَیْكُمْ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّیْ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۠ |
| اللہ نے فرمایا، بیشک میں اسے تم پر نازل فرماتا ہوں، پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد کفر کرے گا تو یقیناً میں اسے ایسا |
| عذاب دوں گا کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دوں گا۔ |

## خوان نعمت میں خیانیت وذخیرہ کرنے والوں پر عذاب کا بیان

"قَالَ اللّٰهُ" مُسْتَجِيبًا لَهُ "إِنِّي مُنَزِّلُهَا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد "عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُر بَعْد" أَيْ بَعْد نُزُولهَا "مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ" فَنَزَلَتْ الْمَلَائِكَة بِهَا مِنَ السَّمَاء عَلَيْهَا سَبْعَة أَرْغِفَة وَسَبْعَة أَحْوَات فَأَكَلُوا مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوا قَالَهُ ابْن عَبَّاس وَفِي حَدِيث أُنْزِلَتْ الْمَائِدَة مِنَ السَّمَاء خُبْزًا وَلَحْمًا فَأُمِرُوا أَنْ لَا يَخُونُوا وَلَا يَدَّخِرُوا لِغَدٍ فَخَانُوا وَادَّخَرُوا فَمُسِخُوا قِرَدَة وَخَنَازِير،

اللہ نے ان کی دعا کو قبول کیا اور فرمایا، بیشک میں اسے تم پر نازل فرماتا ہوں، یہاں "" تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے پھر تم میں سے جو شخص اس کے بعد یعنی اس کے نازل ہونے کے بعد کفر کرے گا تو یقیناً میں اسے ایسا عذاب دوں گا کہ تمام جہان والوں میں سے کسی کو بھی ایسا عذاب نہ دوں گا۔"

اس خوان نعمت کو فرشتے لیکر اترے جس میں سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں تو انہوں نے اس سے کھایا حتیٰ کہ وہ سیراب ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آسمان سے روٹیاں اور گوشت اترا اور ان کو حکم دیا گیا کہ تم خیانت نہ کرنا اور نہ ہی کل کیلئے ذخیرہ کرنا مگر انہوں نے خیانت کی اور ذخیرہ کیا تو وہ مسخ ہو کر بندر وخنازیر بنادیئے گئے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۱۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان سے ایسا دستر

خوان نازل کیا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا پھر انہیں حکم دیا گیا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کیلئے نہ رکھیں لیکن ان لوگوں نے خیانت بھی کی اور دوسرے دن کیلئے جمع بھی کیا۔ چنانچہ ان کے چہرے مسخ کر کے بندروں اور خنزیروں کی صورتیں بنادی گئیں۔ اس حدیث کو ابو عاصم اور کئی راوی سعید بن ابی عروبہ سے وہ قتادہ سے وہ خلاس سے اور وہ عمار سے موقوفا نقل کرتے ہیں۔ ہم اس حدیث کو حسن بن قزعہ کی سند کے علاوہ نہیں جانتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1001)

اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اس کے اترنے کے بعد تم میں سے جو کوئی بھی جھٹلائے گا اور کفر کرے گا تو میں اسے وہ عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو، جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تم سخت تر عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تمیں سخت تر عذاب دوں گا جو تمہارے زمانے میں کسی اور کو نہ دیا ہو، جیسے آل فرعون کو قیامت کے دن کہا جائے گا کہ تمیں سخت تر عذاب میں داخل ہو جاؤ، اور جیسے منافقوں کے لئے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے،

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بدترین عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا، منافقوں کو اور مائدہ آسمانی کے بعد انکار کرنے والوں کو اور فرعونیوں کو ہوگا۔

مسند احمد میں ہے کہ قریشیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنادے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے، آپ نے فرمایا بالکل سچا وعدہ ہے، انہوں نے کہا نہایت پختہ اور بالکل سچا۔ آپ نے دعا کی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں کوہ صفا کو سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن اگر پھر ان لوگوں نے کفر کیا تو میں انہیں وہ عذاب دوں گا جو کسی کو نہ دیا ہو اس پر بھی اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھول دوں۔ آپ نے فرمایا یا اللہ معاف فرما، توبہ اور رحمت کا دروازہ ہی کھول دے، یہ حدیث ابن مردویہ اور مستدرک حاکم میں بھی ہے۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

اور جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو، وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے، میرے لئے یہ نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔ بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

## قیامت کے دن قوم عیسیٰ سے بہ طور توبیخ پوچھا جائے گا

"وَ" اُذْكُرْ "إِذْ قَالَ" اَیْ يَقُوْلُ "اللّٰهُ" لِعِيْسٰى فِي الْقِيَامَةِ تَوْبِيْخًا لِقَوْمِهٖ "يَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ" عِيْسٰى وَقَدْ اُرْعِدَ "سُبْحَانَكَ" تَنْزِيْهًا لَكَ عَمَّا لَا يَلِيْقُ بِكَ مِنْ شَرِيْكٍ وَغَيْرِهٖ "مَا يَكُوْنُ" مَا يَنْبَغِيْ "لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ" خَبَرُ لَيْسَ وَلِيْ لِلتَّبْيِيْنِ "اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا" اُخْفِيْهِ "فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ" اَیْ مَا تُخْفِيْهِ مِنْ مَعْلُوْمَاتِكَ، اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ،

اور یاد کریں جب قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بہ طور توبیخ اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنالو، تو عیسیٰ علیہ السلام عاجزی سے عرض کریں گے، تو ہر اس چیز سے پاک ہے جو تیری شان کے لائق نہیں ہے جس طرح شرک وغیرہ ہے۔ یہ میرے لئے مناسب نہیں کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ حق لیس کی خبر ہے جبکہ لی بیان کیلئے ہے۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہوتی تو یقیناً تو اسے جانتا، تو ہر اس کو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں ان کو نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہیں۔ یعنی تیری پوشیدہ معلومات ہیں۔ بیشک تو ہی غیب کی سب باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔

## سورہ مائدہ آیت ۱۱۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی دلیل سکھائے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس قول میں اسی کی تعلیم دی ہے کہ (وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ، اور جب اللہ فرمائے گا، اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی اللہ (معبود) بنا لو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا جواب اس طرح سکھایا، سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ، وہ عرض کرے گا تو پاک ہے، مجھے لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں کہ جس کا مجھے حق نہیں۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تجھے ضرور معلوم ہوگا۔ جو میرے دل میں ہے تو جانتا ہے اور جو تیرے دل میں ہے وہ میں نہیں جانتا۔ بے شک تو ہی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1003)

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابو عبداللہ مولیٰ عمر بن عبدالعزیز کے حالات میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن انبیاء اپنی اپنی امتوں سمیت اللہ کے سامنے بلوائے جائیں گے پھر حضرت عیسیٰ بلوائے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے احسان انہیں جتلائے گا جن کا وہ اقرار کریں گے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ جو احسان میں نے تجھ پر اور تیری والدہ پر کئے، انہیں یاد کر، پھر فرمائے گا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر مجھے اور میری والدہ کو الٰہ سمجھنا، آپ اس کا بالکل انکار کریں گے، پھر نصرانیوں کو بلا کر ان سے دریافت فرمائے گا تو وہ کہیں گے، ہاں انہوں نے ہی ہمیں اس راہ پر ڈالا تھا اور ہمیں یہی حکم دیا تھا، اسی پ

حضرت عیسیٰ کے سارے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں گے، جنہیں لے کر فرشتے اللہ کے سامنے جھکا دیں گے بہ مقدار ایک ہزار سال کے یہاں تک کہ عیسائیوں پر حجت قائم ہو جائے گی، اب ان کے سامنے صلیب کھڑی کی جائے گی اور انہیں دھکے دے کر جہنم میں پہنچا دیا جائے گا، جناب عیسیٰ کے جواب کو دیکھئے کہ کس قدر با ادب اور کامل ہے؟ در اصل یہ بھی اللہ کی ایک نعمت ہے، آپ کو اسی وقت یہ جواب سکھایا جائے گا۔

| |
|---|
| مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ |
| فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ |
| میں نے انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو جو میرا رب ہے |
| اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر خبردار رہا جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی |
| ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ |

## اللہ جو سب کا رب ہے اسی کی عبادت کرو

"مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ" وَهُوَ "اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا" رَقِيبًا اَمْنَعُهُمْ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ "مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ" قَبَضْتَنِيْ بِالرَّفْعِ اِلَى السَّمَاءِ "كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ" الْحَفِيْظَ لِاَعْمَالِهِمْ "وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ" مِنْ قَوْلِيْ لَهُمْ وَقَوْلِهِمْ بَعْدِيْ وَغَيْرِ ذٰلِكَ "شَهِيْدٌ" مُطَّلِعٌ عَالِمٌ بِهٖ،

میں نے انہیں سوائے اس کے کچھ نہیں کہا تھا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم اللہ کی عبادت کیا کرو جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، اور میں ان پر خبردار رہا یعنی ان کو منع کیا جو وہ کہتے ہیں، جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا، پھر جب تو نے مجھے آسمان کی طرف اٹھالیا ہے تو تو ہی ان کے اعمال پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر چہ وہ میری بات ہو جو میں نے ان سے کہہ دی تھی یا ان کی بات ہو جو انہوں نے مجھ سے کہی تھی۔ تیری ذات اس کے علم پر مطلع ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ آپ فرمائیں گے کہ باری تعالیٰ نے مجھے ایسی بات کہنے کا حق تھا نہ میں نے کہا، تجھ سے نہ میری کوئی بات پوشیدہ ہے نہ میرا کوئی ارادہ چھپا ہوا ہے، دلی راز تجھ پر ظاہر ہیں، ہاں تیرے بھید کسی نے نہیں پائے تمام وحی چھپی باتیں تجھ پر کھلی ہوئی ہیں غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے، جس تبلیغ پر میں مامور اور مقرر تھا میں نے تو وہی تبلیغ کی تھی جو کچھ مجھ سے اے جناب باری تو نے ارشاد فرمایا تھا وہی بلا کم و کاست میں نے ان سے کہہ دیا تھا۔ جا کا ماحصل یہ ہے کہ صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرو، وہی میرا رب ہے اور وہی تم سب کا پالنہار ہے، جب میں ان میں موجود تھا ان کے اعمال دیکھتا بھالتا تھا لیکن جب تو نے مجھے بلا لیا پھر تو تو ہی دیکھتا بھالتا رہا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اگر تو انہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بیشک تو ہی بڑا غالب حکمت والا ہے۔

## عذاب دے تو تیرے بندے ہیں بخشش دے تو غالب حکمت والا ہے

"إِنْ تُعَذِّبْهُمْ" أَيْ مَنْ أَقَامَ عَلَى الْكُفْرِ مِنْهُمْ "فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ" وَأَنْتَ مَالِكُهُمْ تَتَصَرَّفُ فِيهِمْ كَيْفَ شِئْتَ لَا اعْتِرَاضَ عَلَيْكَ "وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ" أَيْ لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ "فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ" عَلَى أَمْرِهِ "الْحَكِيمُ" فِي صُنْعِهِ،

اگر تو انہیں عذاب دے یعنی جو ان میں سے کفر پر قائم رہا تو وہ تیرے بندے ہیں اور تو ہی ان کا مالک ہے ان کے تصرف میں جیسے چاہے کرے کسی پر تجھ پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔اور اگر تو انہیں بخش دے یعنی جو ان میں سے ایمان لایا تو بیشک تو ہی بڑا اپنے حکم پر غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات نماز پڑھی اور صبح تک ایک ہی آیت کی تلاوت فرماتے رہے، اسی کو رکوع میں اور اسی کو سجدے میں پڑھتے رہے، وہ آیت یہی ہے صبح کو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آج کی رات تو آپ نے اسی ایک آیت میں گزاری رکوع میں بھی اس کی تلاوت رہی اور سجدے میں بھی، آپ نے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کی شفاعت کیلئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمالیا، پس میری یہ شفاعت ہر موحد شخص کیلئے ہوگی۔

مسند احمد کی اور حدیث میں ہے حضرت جرہ بنت دجاجہ عمرے کے ارادے سے جاتی ہیں جب ربذہ میں پہنچتی ہیں تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنتی ہیں کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی، فرضوں کے بعد دیکھا کہ صحابہ نماز میں مشغول ہیں تو آپ اپنے خیمے کی طرف تشریف لے گئے، جب جگہ خالی ہوگئی اور صحابہ چلے گئے تو آپ واپس تشریف لائے اور نماز میں کھڑے ہو گئے میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے اپنی دائیں طرف کھڑا ہونے کا مجھے اشارہ کیا، میں دائیں جانب آ گیا، پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنی بائیں طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا چنانچہ وہ آ کر بائیں جانب کھڑے ہو گئے، اب ہم تینوں نے اپنی اپنی نماز شروع کی الگ الگ تلاوت قرآن اپنی نماز میں کر رہے تھے اور حضور علیہ السلام کی زبان مبارک پر ایک ہی آیت تھی، بار بار اسی کو پڑھ رہے تھے، جب صبح ہوئی تو میں نے حضرت ابن مسعود سے کہا کہ ذرا حضور سے دریافت تو کرو کہ رات کو ایک ہی آیت کے پڑھنے کی کیا وجہ تھی؟ انہوں نے کہا اگر حضور خود کچھ فرمائیں تو اور بات ہے ورنہ میں تو کچھ بھی نہ پوچھوں گا، اب میں نے خود ہی جرات کر کے آپ سے دریافت کیا کہ حضور پر میرے ماں باپ فدا ہوں، سارا قرآن تو آپ پر اترا ہے اور آپ کے سینے میں ہے پھر آپ نے ایک ہی آیت میں ساری رات کیسے گزار دی؟ اگر کوئی اور ایسا کرتا تو ہمیں تو بہت برا معلوم ہوتا، آپ نے فرمایا اپنی امت کے لئے دعا کر رہا

تھا، میں نے پوچھا پھر کیا جواب ملا؟ آپ نے فرمایا اتنا اچھا، ایسا پیارا، اس قدر آسانی والا کہ اگر عام لوگ سن لیں تو ڈر ہے کہ کہیں نماز بھی نہ چھوڑ بیٹھیں، میں نے کہا مجھے اجازت ہے کہ میں لوگوں میں یہ خوش خبری پہنچا دوں؟ آپ نے اجازت دی، میں ابھی کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر یہ خبر آپ نے عام طور پر کرادی تو ڈر ہے کہ کہیں لوگ عبادت سے بے پرواہ نہ ہو جائیں تو آپ نے آواز دی کہ لوٹ آئے اور وہ آیت (ان تعذبھم) تھی

ابن ابی حاتم میں ہے حضور نے حضرت عیسیٰ کے اس قول کی تلاوت کی پھر ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے میرے رب میری امت اور آپ رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ جا کر پوچھو کہ کیوں رو رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اپنی امت کے لئے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا جاؤ کہدو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے اور آپ بالکل رنجیدہ نہ ہوں گے۔

مسند احمد میں ہے حضرت حذیفہ فرماتے ہیں ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے ہی نہیں یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آج آپ آئیں گے ہی نہیں، پھر آپ تشریف لائے اور آتے ہی سجدے میں گر پڑے اتنی دیر لگ گئی کہ ہمیں خوف ہوا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو؟ تھوڑی دیر میں آپ نے سر اٹھایا اور فرمانے لگے مجھ سے میرے رب عزوجل نے میری امت کے بارے میں دریافت فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا کہ باری تعالیٰ وہ تیری مخلوق ہے وہ سب تیرے بندے اور تیرے غلام ہیں تجھے اختیار ہے، پھر مجھ سے دوبارہ میرے اللہ نے دریافت فرمایا میں نے پھر بھی یہی جواب دیا تو مجھ سے اللہ عزوجل نے فرمایا اے نبی میں آپ کو آپ کی امت کے بارے میں کبھی شرمندہ نہ کروں گا، سنو مجھے میرے رب نے خوشخبری دی ہے کہ سب سے پہلے میری امت میں سے میرے ساتھ ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے، ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے، ان سب پر حساب کتاب مطلقاً نہیں، پھر میری طرف پیغام بھیجا کہ میرے حبیب مجھ سے دعا کرو میں قبول فرماؤں گا مجھ سے مانگو میں دوں گا میں نے اس قاصد سے کہا کہ جو میں مانگوں مجھے ملے گا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں اسی لئے تو مجھے اللہ نے بھیجا ہے۔

چنانچہ میرے رب نے بہت کچھ عطا فرمایا، میں یہ سب کچھ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، مجھے میرے رب نے بالکل بخش دیا، اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے حالانکہ زندہ سلامت چل پھر رہا ہوں، مجھے میرے رب نے یہ بھی عطا فرمایا کہ میری تمام امت قحط سالی کی وجہ سے بھوک کے مارے ہلاک نہ ہوگی اور نہ سب کے سب مغلوب ہو جائیں گے، مجھے میرے رب نے حوض کوثر دیا ہے، وہ جنت کی ایک نہر ہے جو میرے حوض میں بہ رہی ہے، مجھے اس نے عزت، مدد اور رعب دیا ہے جو امتیوں کے آگے آگے مہینہ بھر کی راہ پر چلتا ہے، تمام نبیوں میں سب سے پہلے میں جنت ہی میں جاؤں گا، میرے اور میری امت کے لئے غنیمت کا مال حلال طیب کر دیا گیا وہ سختیاں جو پہلوں پر تھیں ہم پر سے ہٹا دی گئیں اور ہمارے دین میں کسی طرح کی کوئی تنگی نہیں رکھی گئی۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اللہ فرمائے گا، یہ ایسا دن ہے سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا، ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، وہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

## عذاب دیکھ کر ایمان لانے والے کفار کیلئے کچھ نفع نہ ہونے کا بیان

"قَالَ اللّٰهُ هَذَا" اَیْ يَوْمُ الْقِيَامَةِ "يَوْم يَنْفَع الصَّادِقِيْنَ" فِي الدُّنْيَا كَعِيسَى "صِدْقهمْ" لِاَنَّهُ يَوْم الْجَزَاء وَلَا يَنْفَع الْكَاذِبِيْنَ فِي الدُّنْيَا صِدْقهمْ فِيهِ كَالْكُفَّارِ لَمَّا يُؤْمِنُوْنَ عِنْد رُؤْيَة الْعَذَاب "لَهُمْ جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ" بِطَاعَتِهِ "وَرَضُوْا عَنْهُ" بِثَوَابِهِ "ذٰلِكَ الْفَوْز الْعَظِيْم" وَلَا يَنْفَع الْكَاذِبِيْنَ فِي الدُّنْيَا صِدْقهمْ فِيهِ كَالْكُفَّارِ لَمَّا يُؤْمِنُوْنَ عِنْد رُؤْيَة الْعَذَاب.

اللہ فرمائے گا، یہ قیامت کا دن ایسا دن ہے سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا، جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں ان کی سچائی نے فائدہ دیا۔ کیونکہ یہ جزاء کا دن ہے اور جھوٹوں کو دنیا میں بھی ان کے صدق نے فائدہ نہ دیا جس طرح عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے والے کافروں کو ان کا ایمان بھی کوئی نفع نہ دے گا۔ ان کے لئے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان کی اطاعت سے راضی ہو گیا اور وہ اس کے ثواب سے راضی ہو گئے، وہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اور جھوٹوں کو دنیا میں بھی ان کے صدق نے فائدہ نہ دیا جس طرح عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے والے کافروں کو ان کا ایمان بھی کوئی نفع نہ دے گا۔

## دین اسلام اور ارکان اسلام کی سچی گواہی دینے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ چونکہ ہمیں از خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اس بات سے خوشی ہوتی تھی کہ کوئی سمجھدار دیہاتی آئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرے اور ہم بھی سنیں۔ اتفاقاً ایک دیہاتی آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہمارے ہاں آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے، اس دیہاتی نے کہا آسمان کو کس نے بنایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے عرض کیا زمین کو کس نے بنایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس نے عرض کیا ان پہاڑوں کو کس نے بنایا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے، اس دیہاتی نے عرض کیا اس اللہ کی قسم جس نے آسمان بنایا زمین بنائی پہاڑ قائم کئے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں بے شک دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد کہتا

تھا کہ دن رات میں ہم پر پانچ نمازیں فرض ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد یہ بھی کہتا تھا کہ ہم پر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا، دیہاتی نے عرض کیا کہ اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد کہتا تھا کہ سال میں ماہ رمضان کے روزے بھی ہم پر فرض ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اس نے سچ کہا، دیہاتی نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس اللہ کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا حکم بھی دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، دیہاتی نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد یہ بھی کہتا تھا کہ ہم میں سے جس کو استطاعت زاد راہ ہو اس پر بیت اللہ کا حج کرنا بھی ضروری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا، اس کے بعد وہ دیہاتی پشت پھیر کر یہ کہتا ہوا چلا گیا قسم ہے اس اللہ کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں ان باتوں میں نہ زیادہ کروں گا اور نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 105)

| |
|---|
| لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ |

## آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَات وَالْاَرْض " خَزَائِن الْمَطَر وَالنَّبَات وَالرِّزْق وَغَيْرهَا "وَمَا فِيهِنَّ" اَتَى بِمَا تَغْلِيبًا لِغَيْرِ الْعَاقِل "وَهُوَ عَلٰى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ اِثَابَة الصَّادِق وَتَعْذِيب الْكَاذِب, وَخُصَّ الْعَقْل ذَاته فَلَيْسَ عَلَيْهَا بِقَادِرٍ

آسمانوں اور زمین میں بارش، نباتات اور رزق وغیرہ کے جو خزانے ہیں اور جو کچھ ان میں ہے، ما عام طور پر غیر عاقل چیزوں کیلئے آتا ہے۔ اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور اسی سے سچے لوگوں کیلئے ثواب اور جھوٹے لوگوں کیلئے عذاب ہے۔ اور عقل کو اس کی ذات پر خاص کر لیا ہے۔ کیونکہ وہ اس پر قادر نہیں ہے۔

## مسئلہ امکان کذب کا بیان

جھوٹ اور کذب ایسی برائی ہے جس کی قبیح ہونے پر تمام ملتیں متفق ہیں، اسی لیے اس کو قبیح لذاتہ قرار دیا گیا ہے، مگر علماء دیوبند

مولوی محمد اسماعیل کی تقلید میں اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے اور وہ فرشتوں اور انبیاء علیہم السلام پر جھوٹ کا القاء کر سکتا ہے۔ اور یہ دلیل دیتے ہیں کہ جب بندہ جھوٹی بات کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بھی یہ قدرت حاصل ہونی چاہیے ورنہ بندہ کی قدرت اللہ کی قدرت سے بڑھ جائے گی۔ (یک روزہ صفحہ 17، 18 مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان مصنفہ مولوی محمد اسماعیل دہلوی)

- جھوٹ برائی ہے جس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔ لہٰذا کسی شخص کا صفت قدرت کی وضاحت کا یہ طریقہ اختیار کرنا جس کے سبب صفت سچائی، صدق ناپید ہو گمراہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات باہم متناقض نہیں ہے ایسا نہیں ہے ایک صفت کے ہوتے ہوئے دوسری صفت ناپید ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں۔

ور جب صدق الٰہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں تحقیقاً لمعنی التضاد کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے، اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہو چکا کہ قدیم اصلاً قابل عدم نہیں۔

امام حرمین لکھتے ہیں کہ اصول عقائد کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا ادراک عقل ہے ان کا ادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک سمعی ہے ان کا ادارک عقلی نہیں ہو سکتا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلاً اور سمعاً دونوں طرح جائز ہوتا ہے، وہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلاً ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالیٰ کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبی اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد اثبات کلام الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تو اب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طور پر جائز الوجود چیز کے وقوع کا فیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز جو ہم سے غائب ہے کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہو سکتا۔ (الارشاد فی الکلام)

## اللہ تعالیٰ ہر طرح کی بری صفات سے پاک ہے

اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہو سکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہو سکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالیٰ **و من اصدق من اللہ حدیثا**، اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا۔

امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم، ممتنع ہوتا ہے، اور اگر سا کے کذب کا زوال قدیماً ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃ جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے۔ لئے اس شے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحت کا علم و یقین ضروری ہے جب امکان

صدق قائم ہے تو کذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔ (مفاتیح الغیب، تفسیر کبیر)

اہل سنت و جماعت کے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ لکھتے ہیں کہ اقول وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب ومتصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہیے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب ومتصب بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔ اور اگر کہیے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ اتصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، تحقیقا لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لالعارض کما ھٰھنا (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہرگز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالیٰ کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقیناً باطل، اور استحالہ کذب قطعاً حاصل۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، ص ۵۵، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

## سورہ مائدہ کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت کے تصدق سے سورہ مائدہ کی تفسیر جلالین کے اردو ترجمہ وشرح کے ساتھ تفسیر مصباحین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری یہ دعا ہے۔ جو ہمیں حدیث کے ذریعے تعلیم ہوئی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی یعنی طاعت پر قادر نہ ہو کر اچھے کاموں میں سستی سے، نامردی سے، بخل سے، بڑھاپے کے سبب اعضاء کے ناکارہ اور حواس باختہ ہونے سے اور قبر کے عذاب یعنی قبر کی تنگی، وہاں کی وحشت گرزوں کے مارے جانے سے، بچھوؤں کے ڈنگ مارنے، سانپوں کے ڈسنے اور اسی قسم کی دوسری ہولناکیوں سے اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اس کو پاک کر، کیونکہ اس کو پاک کرنے والوں میں تیری ہی ذات بہترین ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو اس دل سے جو نہ ڈرے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی حریص ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دعا سے جو مرتبہ قبولیت کو نہ پہنچے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 992)

﴿محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق﴾

# سورۃ انعام

## یہ قرآن مجید کی سورت انعام ہے

### سورہ انعام میں آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الْاَنْعَام ( مَکِّیَّۃٌ اِلَّا الْاٰیَات: 20 و23 و91 و93 و114 و141 و151 و152 و153 فَمَدَنِیَّۃٌ وَ اٰیَاتُھَا 165 )

سورہ انعام مکی ہے، اس میں بیس رکوع اور ایک سو پینسٹھ آیتیں، تین ہزار ایک سو کلمہ اور بارہ ہزار نو سو پینتیس حرف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ کُل سورۃ ایک ہی شب میں بمقام مکہ مکرمہ نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے جن سے آسمانوں کے کنارہ بھر گئے۔ یہ بھی ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے تسبیح وتقدیس کرتے آئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ فرماتے ہوئے سربسجود ہوئے۔

### سورہ انعام کے شان نزول وفضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ ایک ساتھ ہی ایک ہی رات میں مکہ شریف میں نازل ہوئی ہے، اس کے اردگرد ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح پڑھ رہے تھے ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضور کہیں جا رہے تھے فرشتوں کی کثرت زمین سے آسمان تک تھی۔ یہ ستر ہزار فرشتے اس سورت کے پہنچانے کے لئے آئے تھے۔

مستدرک حاکم میں ہے، اس سورت کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس مبارک سورت کو پہنچانے کیلئے اس قدر فرشتے آئے تھے کہ آسمان کے کنارے دکھائی نہیں دیتے تھے، ابن مردویہ میں یہ بھی ہے کہ فرشتوں کی اس وقت کی تسبیح نے ایک گونج پیدا کر دی تھی زمین گونج رہی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم پڑھ رہے تھے۔ ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھ پر سورہ انعام ایک دفعہ ہی اتری۔ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تھے جو تسبیح وحمد بیان کر رہے تھے۔

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ط ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝ |
| تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا |
| پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی خوبیاں اور دلائل توحید کا بیان

"اَلْحَمْدُ" وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيْلِ ثَابِتٌ "لِلّٰهِ" وَهَلِ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيْمَانِ بِهٖ اَوْ الثَّنَاءُ بِهٖ اَوْ هُمَا؟ اِحْتِمَالَاتٌ اَفْيَدُهَا الثَّالِثُ قَالَهُ الشَّيْخُ فِيْ سُوْرَةِ الْكَهْفِ "اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" خَصَّهُمَا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمَا اَعْظَمُ الْمَخْلُوْقَاتِ لِلنَّاظِرِيْنَ "وَجَعَلَ" خَلَقَ "الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ" اَيْ: كُلَّ ظُلْمَةٍ وَنُوْرٍ وَجَمَعَهَا دُوْنَهُ لِكَثْرَةِ اَسْبَابِهَا وَهٰذَا مِنْ دَلَائِلِ وَحْدَانِيَّتِهٖ "ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مَعَ قِيَامِ هٰذَا الدَّلِيْلِ "بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" يُسَوُّوْنَ غَيْرَهٗ فِي الْعِبَادَةِ۔

حمد سے مراد وہ وصف جمیل ہے جو اللہ کیلئے ثابت ہے۔ اور اس سے مراد وہ علامت جو ایمان کیلئے خبر دینا ہے یا اس کی تعریف کیلئے یعنی انشاء حمد یا دونوں مراد ہیں۔ ان تینوں احتمالات میں سے تیسری صورت زیادہ اہم ہے جس کو شیخ جلال الدین محلی علیہ الرحمہ نے سورہ کہف میں بیان کیا ہے۔ تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا ان دونوں کو اس لئے ذکر میں خاص کیا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں دیکھنے والوں کی نظر میں بڑی مخلوق ہیں۔ اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا، یہاں پر جعل بہ معنی خلق ہے۔ یعنی ہر ظلمت اور نور، ظلمات کو جمع لایا گیا ہے جبکہ نور کو نہیں جمع نہیں لایا گیا کیونکہ ظلمات کے اسباب کثیر ہیں جبکہ نور اس کی توحید کے دلائل میں سے ہے۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ یعنی غیر اللہ کو عبادت میں اس کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

## تمام خوبیاں اللہ کیلئے ہیں

ابو اسحاق اسفرائنی نے فرمایا کہ یہ سورت توحید کے تمام اصول وقواعد پر مشتمل ہے۔ اس سورۃ کو کلمہ الحمدللہ سے شروع کیا گیا، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں، اور مراد اس خبر سے لوگوں کو حمد کی تعلیم دینا ہے، اور تعلیم کے اس طرز خاص میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ کسی کی حمد وتعریف کا محتاج نہیں، کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ اپنے ذاتی کمال کے اعتبار سے خود بخود محمود ہے، اس جملہ کے بعد آسمان وزمین اور اندھیرے، اجالے کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر اس کے محمود ہونے کی دلیل بھی بتلا دی کہ جو ذات اس عظیم قدرت وحکمت کی حامل ہے وہی حمد وتعریف کی مستحق ہوسکتی ہے۔ اس آیت میں سموات کو جمع اور ارض کو مفرد ذکر فرمایا ہے، اگرچہ دوسری آیت میں آسمان کی طرح زمین کے بھی سات ہونے کا ذکر موجود ہے، شاید اس میں اس طرف اشارہ ہو کہ سات آسمان اپنی ہیئت وصورت اور دوسری صفات کے اعتبار سے باہم بہت امتیاز رکھتے ہیں، اور ساتوں زمینیں ایک دوسرے کی ہم شکل اور مثل ہیں، اس لئے ان کو مثل ایک عدد کے قرار دیا گیا (تفسیر مظہری، سورہ انعام، لاہور)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ |
| وہی ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک مدت مقرر کی اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، پھر بھی تم شک کرتے ہو۔ |

## انسان کی تخلیق کا مٹی سے ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِين" بِخَلْقِ اَبِيكُمْ آدَم مِنْهُ "ثُمَّ قَضَى اَجَلًا " لَكُمْ تَمُوتُونَ عِنْد انْتِهَائِهِ "وَاَجَل مُسَمًّى" مَضْرُوب "عِنْدَه" لِبَعْثِكُمْ "ثُمَّ اَنْتُمْ" اَيُّهَا الْكُفَّار "تَمْتَرُوْنَ" تَشُكُّونَ فِي الْبَعْث بَعْد عِلْمكُمْ اَنَّهُ ابْتَدَاَ خَلْقكُمْ وَمَنْ قَدَرَ عَلَى الِابْتِدَاء فَهُوَ عَلَى الْإِعَادَة اَقْدَر،

وہی ذات جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا پھر ایک مدت مقرر کی جس کے ختم ہونے تک تمہیں فوت ہونا ہوگا۔ اور ایک اور مدت اس کے ہاں مقرر ہے، جس میں تم نے دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ اے کافرو! تم اس میں بھی تم شک کرتے ہو۔ حالانکہ تمہیں یہ معلوم ہے کہ اسی نے تمہیں ابتداء پیدا کیا ہے جو ابتداء تمہاری تخلیق پر قادر ہے وہ دربارہ پیدا کرنے پر بدرجہ اولیٰ قدرت رکھتا ہے۔

## تخلیق انسانیت کی مٹی میں مختلف اجزاء ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے رسول اللہ صلی وللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی کی ایک خاص مقدار سے پیدا فرمایا جس میں پوری زمین کے اجزاء شامل کئے گئے، یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم، رنگ و روپ اور اخلاق و عادات میں مختلف ہیں، کوئی کالا کوئی گورا کوئی سُرخ، کوئی سخت کوئی نرم، کوئی پاکیزہ خصلت، کوئی خبیث الطبع ہوتا ہے۔ (ابن عدی)

## حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور مٹی کو اٹھانے کا واقعہ

جنات کئی ہزار سال پہلے حضرت آدم کی پیدائش سے قبل دنیا پر آباد تھے۔ پروردگار عالم جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل کو فرمایا کہ روئے زمین سے ہر رنگ کی مٹی سفید سرخ سیاہ شور شیریں نرم سخت میں سے ایک مشت حال اُٹھا کر لا کہ میں ایک مخلوق پیدا کرتا ہوں۔ جب حضرت جبرائیل زمین کے پاس گئے اور چاہا کہ ایک مشت خاک اُٹھائے تو زمین نے پوچھا کس واسطے اتنی کم کرتا ہے۔

- جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو زمین پر رہیں گے نیک اور بد بھی ہونگے۔ عذاب اور ثواب اُن کے واسطے ہوگا۔ پھر زمین نے عرض کیا کہ میں اللہ کی عزت کی پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے مٹی نہ اُٹھا کیونکہ لوگ نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جلیں گے۔ حضرت جبرائیل زمین کی فریاد سن کر واپس چلے گئے اور عرض کی الٰہی زمین تیری عزت کی پناہ چاہتی ہے۔ میں تیرے نام کی عزت سے مٹی کو اُٹھا نہ سکا۔

پھر حق تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت میکائیل کو بھیجا وہ بھی واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ واپس آ گئے۔ پھر پروردگارِ عالم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو عزرائیل علیہ السلام نے زمین کی منت سماجت وزاری نہ سنی اور کہا کہ میں اللہ کے حکم کو تیری منت وزاری پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں خدا تعالیٰ کا تابعدار ہوں۔ ملک الموت فرشتہ

مٹی لیکر واپس آ گیا پھر اللہ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی کے سپرد کیا۔

## انتالیس دن غم اور ایک دن کی خوشی کی بارش کا واقعہ

پھر چالیس دن اس پر بارش کرنے کیلئے کعبہ مکرمہ میں رکھنے کا حکم دیا۔انتالیس دن غم اور ایک دن خوشی کی بارش برسائی گئی فرشتوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسی خاک کا گارا بنایا پھر وہ کیچڑ خشک کیا گیا۔جیسا کمہار برتن خشک پر وہ برتن آواز کرتا ہے پھر اس گارے کو خدا کے حکم سے وادیٔ لقمان جو مکر اور طائف کے راستے عرفات سے متصل ہے۔لے جا کر فرشتوں نے ڈالا۔پھر اللہ نے اپنے دست قدرت سے اس گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا خوبصورت قالب بنایا پھر فرشتے اس قالب کو دیکھکر حیران ہو گئے اس کے گرد اگرد پھرتے رہے اور ابلیس بھی اس قالب کو دیکھنے آیا اور تعجب سے کہا کہ یہ اندر جسم خالی ہے جگہ جگہ خلل ہیں۔یہ بغیر سیر ہونے پر نہ ہوگا اور سیر ہو گیا تو پھٹ جائے گا اور چلنے پھرنے میں سُست ہوگا۔اور اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا۔مگر جب سینہ بائیں طرف سے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ حجرہ بغیر دروازہ کے ہے۔

| |
|---|
| وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ |
| اور آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہی ہے، جو تمہاری پوشیدہ اور تمہاری ظاہر کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کمار ہے ہو وہ جانتا ہے۔ |

## انسانوں کے اعمال کو اللہ جانتا ہے

"وَهُوَ اللّٰهُ" مُسْتَحِقّ لِلْعِبَادَةِ "فِي السَّمَوَات وَالْاَرْض يَعْلَم سِرّكُمْ وَجَهْركُمْ" مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تَجْهَرُوْنَ بِهِ بَيْنكُمْ "وَيَعْلَم مَا تَكْسِبُوْنَ" تَعْمَلُوْنَ مِنْ خَيْر وَشَرّ،

اور وہی اللہ عبادت کا حق رکھتا ہے۔آسمانوں میں اور زمین میں وہی اللہ ہی ہے، جو تمہاری پوشیدہ اور تمہاری ظاہر کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کمار ہے ہو وہ جانتا ہے۔یعنی جو تم اچھے برے اعمال کر رہے ہو وہ جانتا ہے۔

## لوح محفوظ میں تمام چیزوں کے علم کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں بنوتمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اے بنی تمیم! خوشخبری قبول کرو، ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں خوشخبری دی ہے تو کچھ عطا بھی کیجئے، پھر یمن کے کچھ لوگ آئے تو آپ نے فرمایا کہ اہل یمن خوشخبری قبول کرو، اس لئے کہ بنوتمیم نے اس کو قبول نہیں کیا، انھوں نے کہا کہ ہم نے قبول کیا ہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور آپ سے اس امر (یعنی دنیا) کی ابتداء کے متعلق دریافت کریں کہ (اس سے پہلے) کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی خبر نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا، آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں تمام چیزیں لکھ دیں۔پھر میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اونٹنی کی خبر لے وہ

بھاگ گئی ہے میں اس کو ڈھونڈنے کیلئے چلا تو دیکھا کہ سراب سے پرے نکل گئی ہے اور اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند تھا کہ اونٹنی جائے تو جائے لیکن آپ کے پاس سے نہ ہٹوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2315)

| وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ○ |
|---|
| اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ |

## اللہ کی نشانیوں سے انکار کرنے والے اہل مکہ کا بیان

"وَمَا تَاْتِيْهِمْ" اَیْ اَهْل مَكَّة "مِنْ" صِلَة "اٰيَة مِنْ اٰيَات رَبّهمْ" مِنْ الْقُرْاٰن،

اور ان کے یعنی اہل مکہ کے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس قرآن کی کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے روگردانی کرتے ہیں۔ یہاں آیت میں من زائدہ ہے۔

## کفار مکہ کا معجزے دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ طلب کیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے (کر کے) دکھائے حتیٰ کہ انہوں نے حرا پہاڑ کو ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا، یعنی وہ دونوں ٹکڑے اتنے فاصلہ پر ہو گئے تھے کہ حرا پہاڑ ان کے درمیان نظر آ رہا تھا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1101)

کفار کی سرکشی کی انتہا بیان ہو رہی ہے کہ ہر امر کی تکذیب پر گویا انہوں نے کمر باندھ لی ہے، نیت کر کے بیٹھے ہیں کہ جو نشانی دیکھیں گے، اسی کا انکار کریں گے، ان کی یہ خطرناک روش انہیں ایک دن ذلیل کرے گی اور وہ ذائقہ آئے گا کہ ہونٹ کاٹتے رہیں، یہ یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے نہیں بلکہ عنقریب انہیں اللہ کی پکڑ ہوگی، کیا ان سے پہلے کے ایسے سرکشوں کے حالات ان کے کان میں نہیں پڑے؟ کیا ان کے عبرتناک انجام ان کی نگاہوں کے سامنے نہیں؟ وہ تو قوت طاقت میں اور زور میں ان سے بہت بڑھے چڑھے ہوئے تھے، وہ اپنی رہائش میں اور زمین کو بسانے میں ان سے کہیں زیادہ آگے تھے، ان کے لاؤ لشکر، ان کی جاہ وعزت، غرور وتمکنت ان سے کہیں زیادہ تھی، ہم نے انہیں خوب مست بنا رکھا تھا، بارشیں پے در پے حسن ضرورت ان پر برابر برسا کرتی تھیں، زمین ہر وقت تر وتازہ رہتی تھی چاروں طرف پانی کی ریل پیل کی وجہ سے آبشاریں اور چشمے صاف شفاف پانی کے بہتے رہتے تھے۔ جب وہ تکبر میں آ گئے، ہماری نشانیوں کی حقارت کرنے لگے تو آخر نتیجہ یہ ہوا کہ برباد کر دیئے گئے۔

| فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ○ |
|---|
| پس بے شک انہوں نے حق کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی |
| جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ |

## قرآن وآیات الٰہی سے مذاق کرنے والوں کے انجام کا بیان

"فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ" بِالْقُرْاٰنِ "لَمَّا جَآءَهُمْ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا" عَوَاقِب "مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ"

پس بے شک انھوں نے حق یعنی قرآن کو جھٹلا دیا، جب وہ ان کے پاس آیا، تو عنقریب ان کے پاس اس کی خبریں آ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ یعنی ان کے انجام کی خبریں جلد مل جائیں گی۔

## حق سے مراد نبی کریم ﷺ یا قرآن ہونے کا بیان

حق سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء عمر سے آخر تک انہی قبائل عرب کے درمیان رہے، بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا انہی کی آنکھوں کے سامنے آیا، ان کو یہ بھی پوری طرح واضح تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے مطلقاً کوئی تعلیم حاصل نہیں کی، یہاں تک کہ اپنا نام بھی خود نہ لکھتے تھے، پورے عرب میں آپ کا لقب امی مشہور تھا۔

چالیس سال کی عمر اسی حال میں ان کے درمیان گزری، کہ نہ کبھی شعر و شاعری سے دلچسپی ہوئی نہ کبھی کوئی علم و تعلیم سے مناسبت ہوئی، پھر چالیس سال پورے ہوتے ہی دفعۃً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے وہ حقائق و معارف اور علوم و فنون جاری ہو گئے کہ دنیا کے بڑے بڑے ماہر فلاسفر بھی ان کے سامنے عاجز نظر آئے، عرب کے تمام فصحاء و بلغاء کو اپنے لائے ہوئے کلام کا مقابلہ کرنے کے لئے چیلنج دیا۔ یہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دینے کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو، اولاد و خاندان سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تلے رہتے تھے، ان میں سے کسی کی یہ جرأت نہ ہوئی کہ اس چیلنج کو قبول کر کے قرآن کی ایک آیت کی مثال ہی پیش کر دیتے۔

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا اپنا وجود خود حقانیت کی بہت بڑی نشانی تھی، اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہزاروں معجزات اور کھلی کھلی نشانیاں ایسی ظاہر ہوئیں جس کا انکار کوئی صحیح الحواس انسان نہیں کر سکتا، مگر ان لوگوں نے ان ساری نشانیوں کو یکسر جھٹلا دیا۔

| |
|---|
| اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ |
| وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ |
| بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ○ |
| کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جنہیں ہم نے زمین میں اقتدار دیا تھا کہ ایسا اقتدار |
| تمہیں بھی نہیں دیا اور ہم نے ان پر لگاتار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے ان کے نیچے سے نہریں بہائیں پھر ہم نے ان کے |
| گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری اُمتوں کو پیدا کیا۔ |

## سابقہ قوموں کی ہلاکت کے مقامات کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"اَلَمْ يَرَوْا" فِيْ اَسْفَارِهِمْ اِلَى الشَّام وَغَيْرِهَا "كَمْ" خَبَرِيَّة بِمَعْنٰى كَثِيْرًا "اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْن" اُمَّة مِنَ الْاُمَم الْمَاضِيَة "مَكَّنَّاهُمْ" اَعْطَيْنَاهُمْ مَكَانًا "فِي الْاَرْض" بِالْقُوَّةِ وَالسِّعَة "مَا لَمْ نُمَكِّن" نُعْطِ "لَكُمْ" فِيْهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "وَاَرْسَلْنَا السَّمَاء" الْمَطَر "عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا" مُتَتَابِعًا "وَجَعَلْنَا الْاَنْهَار تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ" تَحْت مَسَاكِنهمْ "فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ" بِتَكْذِيْبِهِمْ الْاَنْبِيَاء، وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ،

کیا انہوں نے شام وغیرہ کے سفر کر کے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں یعنی سابقہ امتوں کو ہلاک کر دیا۔ کم خبریہ بہ معنی کثیر ہے جنہیں ہم نے زمین میں قوت و وسعت کا اقتدار دیا تھا کہ ایسا اقتدار تمہیں بھی نہیں دیا اس میں غائب سے خطاب ہے۔ اور ہم نے ان پر لگا تار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے ان کے نیچے یعنی ان کے مکانوں کے نیچے سے نہریں بہائیں پھر ہم نے ان کے گناہوں کے باعث اور ان کی انبیائے کرام کی تکذیب کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری اُمتوں کو پیدا کیا۔

## گذشتہ قوموں کے احوال سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ مخاطب یعنی اہل مکہ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا کہ کیا ان لوگوں نے اپنے سے پہلے گزرنے والی قوموں کا حال نہیں دیکھا جس سے ان کو عبرت ونصیحت ہوتی، اور دیکھنے سے مراد ان کے حال پر غور وفکر کرنا ہے۔ کیونکہ وہ قومیں اس وقت تو ان کے سامنے نہیں تھیں جن کو وہ دیکھ سکتے، اس کے بعد اگلی قوموں کی ہلاکت و بربادی کا ذکر فرمایا: اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ، یعنی ہم نے ان سے پہلے کتنے قرنوں کو ہلاک کر دیا۔

لفظ قرن اس جماعت کو بھی کہا جاتا ہے جو ایک وقت اور ایک زمانہ میں مجتمع موجود ہو، اور زمانہ کے ایک طویل حصہ کو بھی جس کے بارے میں دس سال سے لے کر سو سال تک کے مختلف اقوال ہیں، مگر بعض واقعات وروایات حدیث سے تائید اس کی ہوتی ہے کہ لفظ قرن سو سال کے لئے بولا جاتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن بشر مازنی کو فرمایا تھا کہ تم ایک قرن زندہ رہو گے، اور وہ پورے ایک سو سال زندہ رہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کو دعا دی کہ قرن بھر زندہ رہو تو وہ پورے سو سال زندہ زندہ رہا، اکثر حضرات علماء نے حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم، کا یہی مطلب قرار دیا ہے، کہ ہر قرن کو سو سال مانا گیا۔

اس آیت میں گزشتہ اقوام عالم کے بارے میں پہلے یہ بتلایا گیا کہ ان کو حق تعالیٰ نے زمین میں وہ وسعت وقوت اور سامانِ معیشت عطا فرمایا تھا، جو بعد کے لوگوں کو نصیب بھی نہیں ہوا، لیکن جب انہی نے رسولوں کی تکذیب اور احکامِ خداوندی کی مخالفت اختیار کی تو یہ سارا جاہ وجلال اور مال ومنال اللہ کے عذاب کے سامنے بیکار ثابت ہوا، اور سب کے سب نیست ونابود ہو کر رہ گئے، تو

آج کے مخاطب اہل مکہ جن کو نہ عاد وثمود جیسی قوت وطاقت حاصل ہے، نہ اہل شام ویمن جیسی خوش حالی ان کو اقوال ماضیہ کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا اور اپنے افعال کا جائزہ لینا چاہئے، کہ مخالفت کر کے ان کا کیا انجام ہوگا۔

عاد وثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور ساز وسامان دیا گیا تھا۔ بارشوں اور نہروں کی وجہ سے ان کے باغ اور کھیت شاداب تھے، عیش وخوشحالی کا دور دورہ تھا۔ جب انھوں نے بغاوت اور تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اڑانے لگے۔ تو ہم نے ان کے جرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام ونشان بھی باقی نہ چھوڑا۔ پھر انکے بعد دوسری امتیں پیدا کیں اور منکرین ومکذِّبین کے ساتھ یہی سلسلہ جاری رہا گیا۔ مجرمین تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔

| |
|---|
| وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰباً فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| اور ہم اگر آپ پر کاغذ پہ لکھی ہوئی کتاب نازل فرمادیتے پھر یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے |
| تب کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ صریح جادو کے سوا کچھ نہیں۔ |

## کفار کا قرآن کو برحق جان لینے کے باوجود شک کرنے کا بیان

"وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا" "مَكْتُوبًا" "فِىْ قِرْطَاس" "رَقٍّ كَمَا اقْتَرَحُوهُ" "فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ" "اَبْلَغَ مِنْ عَايَنُوْهُ لِاَنَّهٗ اَنْفَى لِلشَّكِّ" "لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ" مَا "هٰذَا اِلَّا سِحْر مُبِين" تَعَنُّتًا وَّعِنَادًا،

اور ہم اگر آپ پر کاغذ پہ لکھی ہوئی کتاب نازل فرمادیتے پھر یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، یہاں پر "فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ" عاینوہ سے زیادہ مبالغہ رکھتا ہے کیونکہ معائنہ کرنے کی بہ جائے چھو لینا یہ شک کی نفی کو زیادہ دور کرنے والا ہے۔ تب بھی کافر لوگ حسد اور بغض کے سبب یہی کہتے کہ یہ صریح جادو کے سوا کچھ نہیں۔

## سورہ انعام آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت نضر بن حارث اور عبداللہ بن اُمیہ اور نوفل بن خُوَیلد کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہمارے پاس اللہ کی طرف سے کتاب نہ لاؤ جس کے ساتھ چار فرشتے ہوں، وہ گواہی دیں کہ یہ اللہ کی کتاب ہے اور تم اس کے رسول ہو۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ یہ سب حیلے بہانے ہیں اگر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب اتاردی جاتی وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر اور ٹٹول کر دیکھ لیتے اور یہ کہنے کا موقع بھی نہ ہوتا کہ نظر بندی کردی گئی تھی کتاب اترتی نظر آئی، تھا کچھ بھی نہیں تو بھی یہ بدنصیب ایمان لانے والے نہ تھے، اس کو جادو بتاتے اور جس طرح شق القمر کو جادو بتایا اور اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان نہ لائے اس طرح اس پر بھی ایمان نہ لاتے کیونکہ جو لوگ عناداً انکار کرتے ہیں وہ آیات ومعجزات سے منتفع نہیں ہوسکتے۔ (اسباب نزول، ص ۱۸۰)

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ○

اور بولے ان پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اتارتے، تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

## کفار کا نبی کریم ﷺ کی تصدیق کیلئے فرشتے کے مطالبہ کا بیان

"وَقَالُوْا لَوْلَا" هَلَّا "اُنْزِلَ عَلَيْهِ" عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَلَكٌ" يُصَدِّقُهُ "وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا" كَمَا اقْتَرَحُوا فَلَمْ يُؤْمِنُوْا "لَقُضِيَ الْاَمْرُ" بِهَلَاكِهِمْ "ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ" يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ اَوْ مَعْذِرَةٍ كَعَادَةِ اللّٰهِ فِيْمَنْ قَبْلَهُمْ مِنْ اِهْلَاكِهِمْ عِنْدَ وُجُوْدِ مُقْتَرَحِهِمْ اِذَا لَمْ يُؤْمِنُوْا،

اور بولے ان پر یعنی حضرت محمد ﷺ پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا، جو ان کی تصدیق کرتا اور اگر ہم فرشتہ اتارتے، جس طرح ان کی تجویز ہے تو وہ ایمان نہ لاتے اور ان کا کام تمام ہو گیا ہوتا یعنی ان کی ہلاکت کا فیصلہ کر دیا جاتا پھر انہیں توبہ یا معافی کی مہلت نہ دی جاتی۔ جس طرح پہلے کی ہلاکت کیلئے قانون الٰہی تھا کہ جب وہ اپنے مجوزہ حکم پر ایمان نہ لاتے تو ان کی ہلاکت کا قانون جاری کر دیا جاتا۔

یہ کہتے ہیں کہ اگر حضور سچے رسول ہیں تو ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے کی ڈیوٹی کیوں نہیں لگائی؟ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے کہ ان کی اس بے ایمانی پر اگر فرشتے آ جاتے تو پھر تو کام ہی ختم کر دیا جاتا، چنانچہ اور آیت میں ہے۔

مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (15۔ الحجر:8)

پھر فرماتا ہے بالفرض رسول کے ساتھ کوئی فرشتہ ہم اتارتے یا خود فرشتے ہی کو اپنا رسول بنا کر انسانوں میں بھیجتے تو لامحالہ اسے بصورت انسانی ہی بھیجتے تا کہ یہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھ اٹھ سکیں، بات چیت کر سکیں اس سے حکم احکام سیکھ سکیں۔ یکجہتی کی وجہ سے طبیعت مانوس ہو جائے اور اگر ایسا ہوتا تو پھر انہیں اسی شک کا موقعہ ملتا کہ نہ جانیں یہ سچ مچ فرشتہ ہے بھی یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی انسان جیسا ہے اور آیت میں ہے۔

(قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا)

(17۔الاسراء:95)

اگر زمین میں فرشتوں کی آبادی ہوتی تو ہم ان کی طرف فرشتے ہی کو رسول بنا کر نازل فرماتے، پس درحقیقت اس رب محسن کا ایک احسان یہ بھی ہے کہ انسانوں کی طرف انہی کی جنس میں سے انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا تا کہ اس کے پاس اٹھ بیٹھ سکیں اس سے پوچھ گچھ لیں اور ہم جنسی کی وجہ سے خلط ملط ہو کر فائدہ اٹھا سکیں۔

(لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (3۔آل عمران: 164)

یقیناً اللہ تعالیٰ محسن حقیقی کا ایک زبردست احسان مسلمانوں پر یہ بھی ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو آیات الٰہیہ ان کے سامنے تلاوت کرتا رہتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اگر فرشتہ ہی اترتا تو چونکہ اس نور محض کو یہ لوگ دیکھ ہی نہیں سکتے اس لئے اسے انسانی صورت میں ہی بھیجتے تو پھر بھی ان پر شبہ ہی رہتا۔

| |
|---|
| وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ |
| اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے بھی آدمی ہی بناتے اور ہم ان پر وہی شبہ وارد کر دیتے جو شبہ وہ اب کر رہے ہیں۔ |

## کفار کے مطالبہ پر فرشتہ بھی آتا تو وہ بشر کہہ کر انکار کر دیتے

"وَلَوْ جَعَلْنَاهُ" اَیْ الْمُنَزَّلَ اِلَيْهِمْ "مَلَكًا لَّجَعَلْنَاهُ" اَیْ الْمَلَكَ "رَجُلًا" اَیْ عَلٰی صُوْرَتِهٖ لِيَتَمَكَّنُوْا مِنْ رُؤْيَتِهٖ اِذْ لَا قُوَّةَ لِلْبَشَرِ عَلٰی رُؤْيَةِ الْمَلَكِ "و" لَوْ اَنْزَلْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا "لَلَبَسْنَا" شَبَّهْنَا "عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْنَ" عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِاَنْ يَقُوْلُوْا مَا هٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ،

اور اگر ہم رسول کو فرشتہ بناتے تو اسے بھی آدمی ہی کی صورت بناتے جبکہ انسانی قوت فرشتے کو دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور ہم ان پر تب بھی وہی شبہ وارد کر دیتے جو شبہ والتباس وہ اب کر رہے ہیں یعنی اس کی بھی ظاہری صورت دیکھ کر کہتے کہ یہ ہماری مثل بشر ہے۔

## رسالت کیلئے انبیاء کرام کو بنی نوع انسانیت سے بھیجنے کا بیان

یہ ان کفار کا جواب ہے جو نبی علیہ السلام کو کہا کرتے تھے یہ ہماری طرح بشر ہیں اور اسی خبط میں وہ ایمان سے محروم رہتے تھے، انہیں انسانوں میں سے رسول مبعوث فرمانے کی حکمت بتائی جاتی ہے کہ ان کے منتفع ہونے اور تعلیم نبی سے فیض اٹھانے کی یہی صورت ہے کہ نبی صورت بشری میں جلوہ گر ہو کیونکہ فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی تو یہ لوگ تاب نہ لا سکتے، دیکھتے ہی ہیبت سے بیہوش ہو جاتے یا مر جاتے اس لئے اگر بالفرض رسول فرشتہ ہی بنایا جاتا۔

اور صورت انسانی ہی میں بھیجتے تا کہ یہ لوگ اس کو دیکھ سکیں، اس کا کلام سن سکیں، اس سے دین کے احکام معلوم کر سکیں لیکن اگر فرشتہ صورت بشری میں آتا تو انہیں پھر وہی کہنے کا موقع رہتا کہ یہ بشر ہے تو فرشتہ کو نبی بنانے کا کیا فائدہ ہوتا۔

| |
|---|
| وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے |
| مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ |

## مقام نبوت کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب کے گھیرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اُسْتُهْزِءَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ " فِيْهِ تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَحَاقَ" نَزَلَ "بِالَّذِيْنَ

سَخِرُوْا مِنهُمْ مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ" وَھُوَ الْعَذَاب فَکَذَا یَحِیق بِمَنْ اسْتَھْزَاَ بِك،

اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ تو ان لوگوں کو جنھوں نے ان میں سے مذاق اڑایا تھا، اسی چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ یعنی وہ عذاب ہے جو بھی آپ ﷺ کا مذاق کرے گا اس کو گھیرلے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو تسکین اور تسلی دیتا ہے کہ آپ دل گرفتہ نہ ہوں آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے ان کا بھی مذاق اڑایا گیا لیکن بالآخر مذاق اڑانے والے تو برباد ہو گئے اسی طرح آپ کے ساتھ بھی جو لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں ایک روپیس دیئے جائیں گے، لوگو! ادھر ادھر پھر پھرا کر عبرت کی آنکھوں سے ان کے انجام کو دیکھو جنھوں نے تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بدسلوکی کی، ان کی نہ مانی اور ان پر پھبتیاں کسیں دنیا میں بھی وہ خراب وخستہ ہوئے اور آخرت کی مار ابھی باقی ہے، رسولوں کو اور ان کے ماننے والوں کو ہم نے یہاں بھی ترقی دی اور وہاں بھی انہیں بلند درجے عطا فرمائے۔

| |
|---|
| قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ۝ |
| تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ |

## زمین کی سیر عبرت حاصل کرنے کیلئے کرنے کا بیان

"قُلْ" لَھُمْ "سِیْرُوْا فِی الْاَرْض ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ" الرُّسُل مِنْ ھَلَاکھُمْ بِالْعَذَابِ لِیَعْتَبِرُوْا،

تم فرمادو زمین میں سیر کرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ یعنی جنھوں نے رسولان گرامی کو جھٹلایا ان کا انجام عذاب کے ساتھ کیسا ہوا تا کہ تم عبرت حاصل کرو۔

| |
|---|
| قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَیَجْمَعَنَّکُمْ |
| اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝ |
| آپ ان سے سوال فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ فرمادیں کہ اللہ ہی کا ہے، اس نے |
| اپنی ذات پر رحمت لازم فرمالی ہے، وہ تمہیں روزِ قیامت جس میں کوئی شک نہیں ضرور جمع فرمائے گا، |
| جنھوں نے اپنی جانوں کو دائمی خسارے میں ڈال دیا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ |

## قیامت کے انکار کے سبب خود کو عذاب میں ڈالنے کا بیان

"قُلْ لِمَنْ مَّا فِی السَّمَاوَات وَالْاَرْض قُلْ لِلّٰهِ" اِنْ لَّمْ یَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَیْرہ "کَتَبَ عَلٰی نَفْسه"

قَضٰی عَلٰی نَفْسِه "الرَّحْمَةَ" فَضْلًا مِنْهُ وَفِیْهِ تَلَطُّف فِیْ دُعَائِهِمْ اِلَی الْاِیْمَان "لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْم الْقِیَامَة" لِیُجَازِیَكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ "لَا رَیْب" شَكّ "فِیْهِ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ" بِتَعْرِیْضِهَا لِلْعَذَاب مُبْتَدَأ خَبَره "فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ"،

آپ ان سے سوال فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے؟ پھر یہ بھی فرما دیں کہ اللہ ہی کا ہے، اگر وہ اس کا جواب نہ دیں۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس نے اپنی ذات پر رحمت لازم فرمالی ہے، اسی میں ان کو دعوت ایمان میں نرمی ہے۔ وہ تمہیں روزِ قیامت جس میں کوئی شک نہیں ضرور جمع فرمائے گا، تاکہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے۔ جنہوں نے اپنی جانوں کو دائمی خسارے میں ڈال دیا ہے یعنی انہوں نے خود عذاب کو لے لیا ہے الذین مبتداء ہے اور "فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" اس کی خبر ہے۔ سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

## اللہ کی رحمت کا غضب پر غالب آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو اس نے لوح محفوظ میں لکھ لیا سو وہ اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم، حدیث نمبر 453)

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۝

اور وہ ساری مخلوق جو رات میں اور دن میں آرام کرتی ہے، اسی کی ہے، اور وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

## دن اور رات میں رہنے والی ساری مخلوق اللہ ہی کی ہے

"وَلَهٗ" تَعَالٰی "مَا سَكَنَ" حَلَّ "فِی اللَّیْل وَالنَّهَار" اَیْ كُلّ شَیْء فَهُوَ رَبّه وَخَالِقه وَمَالِكه "وَهُوَ السَّمِیْع" لِمَا یُقَال "الْعَلِیْم" بِمَا یُفْعَل،

اور وہ ساری مخلوق جو رات میں اور دن میں آرام کرتی ہے، اسی کی ہے، پس وہی اس کا رب، خالق اور مالک ہے۔ اور وہ ان کو کہی ہوئی بات کو خوب سننے والا، ان کے گئے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کفار مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر کہا اے محمد ﷺ ہمیں پتہ چلا ہے کہ جس چیز کی آپ دعوت دیتے ہیں اس پر آپ کو حاجت مجبور کرتی ہے سو ہم آپ کے لیے اپنے اموال میں اتنا حصہ مقرر کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب میں امیر ترین شخص بن جائیں گے لیکن آپ مصر ہوئے ہیں اس سے رجوع کر لیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر 3۔10، نیسابوری 180)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ط
قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ o

تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے
تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے گردن رکھوں اور ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

## اللہ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہ ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "اَغَيْرَ اللّٰه اَتَّخِذ وَلِيًّا" اَعْبُدهُ "فَاطِر السَّمَاوَات وَالْاَرْض" مُبْدِعهمَا "وَهُوَ يُطْعِم" يَرْزُق "وَلَا يُطْعَم" يُرْزَق "قُلْ اِنِّی اُمِرْت اَنْ اَكُوْن اَوَّل مَنْ اَسْلَمَ" لِلّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّة "وَ" قِيلَ لِي "لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" بِهِ،

تم ان سے فرماؤ کیا اللہ کے سوا کسی اور کو والی بناؤں یعنی کسی غیر کی عبادت کروں، وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین پیدا کیے اور وہ کھلاتا ہے اور خود کھانے سے پاک ہے تم فرماؤ مجھے حکم ہوا ہے کہ اس امت سے سب سے پہلے گردن رکھوں اور مجھے کہا گیا ہے کہ ہرگز شرک والوں میں سے نہ ہونا۔

## سورہ انعام آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

جب کفار نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باپ دادا کے دین کی دعوت دی تو یہ آیت نازل ہوئی۔

قبا کے رہنے والے ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، ہم بھی آپ کے ساتھ گئے، جب حضور کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں اللہ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں، ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے، نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں، الحمد للہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، کپڑے پہنائے، گمراہی سے نکال کر راہ راست کھائی، اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں مختص ہیں جو تمام جہان کا پالنہار ہے، پھر فرماتا ہے کہ اے پیغمبر اعلان کر دو کہ مجھے حکم ملا ہے کہ اس امت میں سب سے پہلے اللہ کا غلام میں بن جاؤں، پھر فرماتا ہے خبردار ہرگز ہرگز مشرکوں سے نہ ملنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ (وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ) نازل ہوئی اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو بلایا عام وخاص سب کو جمع فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے کعب بن لوی کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے عبد شمس کے قبیلے والو! اپنے آپ کو دوزخ سے

بچاؤ اے عبد مناف کے قبیلہ والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے بنی عبد المطلب والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے۔

کیونکہ میں تمہارے لئے اللہ سے کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور بحیثیت رشتہ داری کے میں تم سے صلہ رحمی کرتا رہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 501)

| |
|---|
| قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ٥ |
| تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔ |

"قُلْ اِنِّیْ اَخَاف اِنْ عَصَیْت رَبِّی" بِعِبَادَةِ غَیْرِهٖ "عَذَاب یَوْم عَظِیْم" هُوَ یَوْم الْقِیَامَة

تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی یعنی غیر کی عبادت کر کے کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب یعنی قیامت کے دن کا ڈر ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں، اسلام وایمان کے خلاف شرک ومعصیت کا صادر ہونا آپ سے ممکن نہیں، مگر یہاں سُنانا عام اُمت کو ہے۔

| |
|---|
| مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ٥ |
| اس دن جس شخص سے وہ پھیر دیا گیا تو بیشک اس پر رحم فرمایا، اور یہی کھلی کامیابی ہے۔ |

## اللہ کی رحمت کا قیامت کے دن عطاء ہونے کا بیان

"مَنْ یُّصْرَف" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ اَیْ الْعَذَاب وَلِلْفَاعِلِ اَیْ اللّٰه وَالْعَائِد مَحْذُوف "عَنْهُ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ" تَعَالٰی اَیْ اَرَادَ لَهُ الْخَیْر "وَذٰلِكَ الْفَوْز الْمُبِین" النَّجَاة الظَّاهِرَة،

یصرف یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ معروف کی صورت میں اس کا فاعل لفظ اللہ ہوگا اور عائد محذوف ہے۔ اس دن جس شخص سے وہ عذاب پھیر دیا گیا تو بیشک اللہ نے اس پر رحم فرمایا، یعنی اس دن اللہ نے تجھ پر رحم کیا جو بھلائی کا ارادہ ہے۔ اور یہی اُخروی بخشش کھلی کامیابی ہے۔ یعنی ظاہری نجات ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ یَّمْسَسْكَ بِخَیْرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ٥ |
| اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے کوئی |
| بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا مشکلات کو حل کرنے کا بیان

"وَاِنْ یَّمْسَسْك اللّٰه بِضُرٍّ" بَلَاء كَمَرَضٍ وَفَقْر "فَلَا كَاشِف" رَافِع "لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یَّمْسَسْك

بِخَيْرٍ " كَصِحَّةٍ وَغِنًى "فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" وَمِنْهُ مَسُّكَ بِهِ وَلَا يَقْدِرُ عَلٰى رَدِّهٖ عَنْكَ غَيْرُهٗ،

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے یعنی جس طرح مرض اور فقر ہے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے جیسے صحت و دولت ہے۔ تو وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ اور وہی اس پریشانی کو دور کرنے والا ہے اور اس کے سوا کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اے اللہ جسے تو دے اس سے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اس کے بعد فرماتا ہے وہ اپنے بندوں پر قاہر و غالب ہے، سب کی گردنیں اس کے سامنے پست ہیں، سب بڑے اس کے سامنے چھوٹے ہیں، ہر چیز اس کے قبضے اور قدرت میں ہے تمام مخلوق اس کی تابعدار ہے اس کے جلال اسکی کبریائی اس کی عظمت اسکی بلندی اس کی قدرت تمام چیزوں پر غالب ہے ہر ایک کا مالک وہی ہے، حکم اسی کا چلتا ہے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار ہوئے اور مجھے اپنے پیچھے ردیف بنالیا، کچھ دور چلنے کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے لڑکے! میں نے عرض کیا حاضر ہوں، کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کو یاد رکھو! اللہ تم کو یاد رکھے گا، تم اللہ کو یاد رکھو گے تو اس کو ہر حال میں اپنے سامنے پاؤ گے، تم امن و عافیت اور خوش عیشی کے وقت اللہ تعالیٰ کو پہچانو تو تمہاری مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ تم کو پہچانے گا، جب تم کو سوال کرنا ہو تو صرف اللہ سے سوال کرو، اور مدد مانگنی ہو تو صرف اللہ سے مدد مانگو، جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے قلم تقدیر کا اس کو لکھ چکا ہے، اگر ساری مخلوقات مل کر اس کی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نفع پہنچا دیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں نہیں رکھا تو وہ ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے، اور اگر وہ سب مل کر اس کی کوشش کریں کہ تم کو ایسا نقصان پہنچاویں جو تمہاری قسمت میں نہیں ہے تو ہرگز اس پر قدرت نہ پائیں گے، اگر تم کر سکتے ہو کہ یقین کے ساتھ صبر پر عمل کرو تو ایسا ضرور کر لو، اگر اس پر قدرت نہیں تو صبر کرو، کیونکہ اپنی خلاف طبع چیزوں پر صبر کرنے میں بڑی خیر و برکت ہے، اور خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی مدد صبر کے ساتھ ہے، اور مصیبت کے ساتھ راحت اور تنگی کے ساتھ فراخی ہے۔ (یہ حدیث ترمذی اور مسند احمد)

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین و شریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں ننگا (یعنی بے غرض) ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا صبح کو لشکر نے آ کر ان کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کر دیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی

کی اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 145)

| |
|---|
| وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ |
| اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ بڑی حکمت والا خبردار ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کا بیان

"وَهُوَ الْقَاهِر" الْقَادِر الَّذِيْ لَا يُعْجِزهُ شَيْء مُسْتَعْلِيًا "فَوْق عِبَاده وَهُوَ الْحَكِيْم" فِيْ خَلْقه "الْخَبِيْر" بِبَوَاطِنِهِمْ كَظَوَاهِرِهِمْ،

اور وہی قدرت والا یعنی اس بلند شان سے اس کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے، اور وہ اپنی مخلوق میں بڑی حکمت والا، ان کے ظاہر وباطن سے خبردار ہے۔

القاھر ۔ القھر کے معنی کسی پر غلبہ پا کر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل وغلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ واما الیتیم فلا تقھر، تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو القاھر خبر ہے ھو مبتدا کی۔

| |
|---|
| قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۫ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ |
| لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ |
| قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ |
| آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ گواہی دینے میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان |
| گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعے تمہیں اور ہر اس شخص کو جس تک پہنچے ڈر سناؤں۔ کیا |
| تم واقعی اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود ہیں؟ آپ فرما دیں: میں گواہی نہیں دیتا، فرما دیجئے، بس معبود تو |
| وہی ایک ہی ہے اور میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔ |

## اللہ کی گواہی سے بڑھ کر کسی کی گواہی کے نہ ہونے کا بیان

نَزَلَ لَمَّا قَالُوْا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِئْتِنَا بِمَنْ يَّشْهَد لَك بِالنُّبُوَّةِ فَاِنَّ اَهْل الْكِتَاب اَنْكَرُوْك: "قُلْ" لَهُمْ "اَيّ شَيْء اَكْبَر شَهَادَة" تَمْيِيز مُحَوَّل عَنْ الْمُبْتَدَأ "قُلْ اللّٰه" اِنْ لَمْ يَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَيْره هُوَ "شَهِيْد بَيْنِيْ وَبَيْنكُمْ" عَلٰى صِدْقِيْ "وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰن لِاُنْذِرَكُمْ" اُخَوِّفكُمْ يَا اَهْل

مَکَّۃَ "بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ" عُطِفَ عَلٰی ضَمِیرِ اُنْذِرَکُمْ اَیْ بَلَغَہُ الْقُرْاٰنُ مِنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ "اَئِنَّکُمْ لَتَشْھَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِھَۃً اُخْرٰی" اِسْتِفْھَامُ اِنْکَارِیٌّ "قُلْ" لَھُمْ "لَا اَشْھَدُ" بِذٰلِکَ "قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ" مَعَہٗ مِنَ الْاَصْنَامِ،

جب اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس شخص کو پیش کریں جو آپ ﷺ کی نبوت کی گواہی دے۔ کیونکہ اہل کتاب نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کر چکے تھے۔ تو تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

آپ ان سے دریافت فرمائیے کہ گواہی دینے میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ یہاں پر شہادۃ یہ مبتداء سے نقل ہو کر تمیز ہے اور اگر وہ اس کا جواب نہ دیں کیونکہ اس کے سوا کوئی جواب نہیں ہے لہٰذا آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ میرے صداقت اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن اس لئے وحی کیا گیا ہے کہ اے اہل مکہ اس کے ذریعے تمہیں اور ہر اس شخص کو جس تک پہنچے ڈر سناؤں۔ یہاں من بلغ کا عطف لانذرکم کی ضمیر پر ہے یعنی قرآن جس تک پہنچ گیا ہو خواہ وہ انسان ہو یا جن ہو، کیا تم واقعی اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود بھی ہیں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ آپ ان سے فرما دیں، میں تو اس غلط بات کی گواہی نہیں دیتا، فرما دیجئے، بس معبود تو وہی ایک ہی ہے اور میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جن بتوں کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

## سورہ انعام آیت ۱۹ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ مکہ کے سرداروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم کسی کو نہیں دیکھتے جو اس رسالت کے معاملے میں جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں آپ کی تصدیق کرتا ہو ہم نے آپ کے بارے میں یہود اور نصاریٰ سے پوچھا لیکن وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آپ کا کوئی ذکر ہے نہ صفت۔

لہٰذا آپ ﷺ ایسا کیجیے کہ ہمارے سامنے کوئی ایسا شخص پیش کیجیے جو آپ کے زعم کے مطابق آپ کے رسول ﷺ ہونے پر گواہی دے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسا بوری 180، سیوطی 115، زاد المیسر 3-13، قرطبی 6-399)

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ○ |
| جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی کو پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان نقصان |
| میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔ |

## اہل کتاب کی کتابوں میں نعت رسول ﷺ کی پہچان کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنَاھُمُ الْکِتَابَ یَعْرِفُوْنَہٗ" اَیْ مُحَمَّدًا بِنَعْتِہٖ فِیْ کِتَابِھِمْ "کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَاءَ ھُمُ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَھُمْ" مِنْھُمْ "فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" بِہٖ،

جن کو ہم نے کتاب دی اس نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی نعت مبارکہ کو اپنی کتابوں میں پہچانتے ہیں جیسا اپنے بیٹے کو پہچانتے ہیں جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی وہ ایمان نہیں لاتے۔

## سابقہ کتب سماوی میں اوصاف محمد یہ ﷺ کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پہلے یہود میں داخل تھے، پھر مسلمان ہو گئے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو اس کی کیا وجہ ہے؟ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تورات میں نازل فرمائے، اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے، بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔

حضرت زید بن سعنہ جو اہل کتاب میں سے ہیں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تورات وانجیل کے بیان کردہ اوصاف ہی کے ذریعہ پہچانا تھا، صرف ایک وصف ایسا تھا جس کی ان کو پہلے تصدیق نہیں ہو سکی تھی، امتحان کے بعد تصدیق ہوئی، وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ پر غالب ہوگا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر تجربہ کیا تو یہ صفت بھی پوری طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
| اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے، بیشک ظالم فلاح نہ پائیں گے۔ |

## اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کی بہتان بازی کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِيك اِلَيْهِ "اَوْ كَذَّبَ بِ اٰيَاتِهِ" الْقُرْاٰن "اِنَّهٗ" اَیْ الشَّاْن "لَا يُفْلِح الظَّالِمُوْنَ" بِذٰلِكَ،

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی جو اللہ کی نسبت شرک ٹھہرائے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے یا اس کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلائے، بیشک وہ ایسا کرنے والے ظالم فلاح نہ پائیں گے۔

## بت پرست مشرکین کے بہتان کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کعبہ کے پاس آئے تو اندر جانے سے انکار کر دیا اور اس میں بت رکھے ہوئے تھے۔ ان کے نکالنے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، چنانچہ وہ نکال دیئے گئے۔ لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بت بھی نکال دیئے کہ ان دونوں کے ہاتھ میں پانسے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو برباد کرے۔

واللہ وہ لوگ جانتے ہیں ان دونوں نے کبھی پانسے نہیں پھینکے، پھر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور اس کے اطراف (کونوں) میں تکبیر کہی اور نماز نہیں پڑھی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1538)

| |
|---|
| وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْآ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۝ |
| اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن شرکاء کے بارے سوال ہونے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا" تَوْبِيخًا "اَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ" اَنَّهُمْ شُرَكَاءُ اللّٰه،

اور جس دن ہم سب کو اٹھائیں گے پھر مشرکوں سے بہ طور توبیخ فرمائیں گے کہاں ہیں تمہارے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کرتے تھے۔یعنی جن کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے۔

سورۃ قصص کی آیت (وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ (28۔القصص:62) میں بھی یہ موجود ہے۔اس کے بعد کی آیت میں جولفظ فتنتھم ہے اس کا مطلب فتنہ سے مراد حجت ودلیل، عذر ومعذرت، ابتلا اور جواب ہے۔حضرت ابن عباس سے کسی نے مشرکین کے اس انکار شرک کی بابت سوال کیا تو آپ نے جواب دیا کہ ایک وقت یہ ہوگا کہ اور ایک اور وقت ہوگا کہ اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔پس ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض واختلاف نہیں جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحد نمازی جنت میں جانے لگے تو کہیں گے آؤ ہم بھی اپنے مشرک ہونے کا انکار کردیں، اس انکار کے بعد ان کی زبانیں بند کردی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہیاں دینے لگیں گے تو اب کوئی بات اللہ سے نہ چھپائیں گے۔یہ توجیہ بیان فرما کر حضرت عبداللہ نے فرمایا اب تو تیرے دل میں کوئی شک نہیں رہا؟ سنو بات یہ ہے کہ قرآن میں ایسی چیزوں کا دوسری جگہ بیان وتوجیہ موجود ہے لیکن بے علمی کی وجہ سے لوگوں کی نگاہیں وہاں تک نہیں پہنچتیں۔

| |
|---|
| ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۝ |
| پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔ |

## مشرکین کا کوئی بہانہ قابل قبول نہ ہونے کا بیان

"ثُمَّ لَمْ تَكُنْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "فِتْنَتُهُمْ" بِالنَّصْبِ وَالرَّفْعِ اَيْ مَعْذِرَتهمْ "اِلَّا اَنْ قَالُوْا" اَيْ قَوْلهمْ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا" بِالْجَرِّ نَعْت وَالنَّصْب نِدَاء،

لم تکن یتاء، اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔اور فتنہ یہ نصب اور رفع دونوں طرح آیا ہے یعنی ان کا عذر ہے۔پھر ان کی کچھ بناوٹ نہ رہی مگر یہ کہ بولے ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے۔یہاں پر ربنا یہ لفظ اللہ کی صفت ہونے کی وجہ سے مجرور جبکہ نداء

ہونے کے سبب منصوب ہے۔

امام ابن جریر نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں۔ثم لم یکن فیلهم عند فتننا ایاهم اعتذارا مما سلف منهم من الشرك بالله ۔(جب ہم انھیں سوال کی بھٹی میں جھونکیں گے تو دنیا میں جوانہوں نے شرک کیا، اس کی معذرت کے لئے یہ کہے بغیر ان کے لئے کوئی چارا نہ ہوگا کہ ہم تو مشرک ہی نہ تھے) یہاں یہ اشکال پیش نہ آئے کہ وہاں تو انسانوں کے ہاتھ پیر گواہی دیں گے اور زبانوں پر تو مہریں لگادی جائیں گی پھر یہ انکار کس طرح کریں گے؟ اس کا جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دیا ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ اہل توحید مسلمان جنت میں جارہے ہیں تو یہ باہم مشورہ کر کے اپنے شرک کرنے سے انکار کردیں گے۔تب اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگادے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا اس کی گواہی دیں گے اور یہ اللہ سے کوئی بات چھپانے پر قادر نہ ہوسکیں گے۔

| |
|---|
| اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ○ |
| دیکھو کیسا جھوٹ باندھا خود اپنے اوپر اور گم گئیں ان سے جو باتیں بناتے تھے۔ |

## مشرکین کا قیامت کے دن عقیدہ شرک کی نفی کرنے کا بیان

"اُنْظُرْ" يَا مُحَمَّدِ "كَيْفَ كَذَبُوا عَلٰى اَنْفُسَهُمْ" بِنَفْيِ الشِّرْكِ عَنْهُمْ "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" يَفْتَرُوْنَهُ عَلَى اللّٰهِ مِنْ شُرَكَاءِ،

یا محمد ﷺ آپ دیکھیں کہ کیسا جھوٹ باندھا یعنی جو ان سے شرک کی نفی ہوئی خود اپنے اوپر اور گم ہو گئے ان سے وہ بہتان جو اللہ پر شرک کے باندھتے تھے۔

## ظالموں پر اللہ کی لعنت ہونے کا بیان

حضرت صفوان بن محرز مازنی روایت کرتے ہیں، کہ میں ابن عمر کے ساتھ ایک بار ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جارہا تھا، کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا کہ تم نے سرگوشی کرنے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب بلائے گا۔

اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا، کیا تمہیں فلاں فلاں گناہ معلوم ہے؟ وہ کہے گا ہاں! اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ وہ جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا، تو وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا، کہ وہ تو اب تباہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ پر پردہ ڈالا، آج میں تیرے گناہ کو بخش دیتا ہوں، پھر نیکیوں کی کتاب اسے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق تو ان کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا سن لو کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2338)

علی بن ربیعہ، مغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جھوٹ جو مجھ پر لگایا جائے اس طرح کا نہیں ہے جو کسی کے اوپر لگایا جائے مجھ پر جو شخص جھوٹ لگائے یا میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص پر نوحہ کیا جائے اس پر عذاب کیا جاتا ہے اس سبب سے کہ اس پر نوحہ کیا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1234)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب میں تم سے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کروں تو واللہ آسمان سے گر ایا جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں آپ کی طرف جھوٹی بات منسوب کروں اور جب میں تم سے اس چیز کے متعلق گفتگو کروں جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے (تو میں اس میں جھوٹ نہ بولوں گا، اس لئے کہ حدیث جنگ سے مختلف ہے) جنگ تو فریب ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جو نوعمر اور کم عقل ہوں گے، باتیں تو اچھے لوگوں جیسی کریں گے (لیکن) ان کا ایمان ان کے حلق کے نیچے نہیں اترے گا (حنوق یا حناجر کا لفظ فرمایا) وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے تم جہاں بھی ایسے لوگوں کو پاؤ قتل کردو، اس لئے کہ قیامت کے دن اس کو اجر ملے گا۔ جس نے انہیں قتل کیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1859)

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ |
| اوران میں کچھ وہ بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ اس کو سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، اور اگر وہ تمام نشانیوں کو دیکھ لیں تو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ |

## قرآن کو قبول کرنے کی نیت سے نہ سننے والوں کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ" اِذَا قَرَأْتَ "وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً" اَغْطِيَةً لِـ "اَنْ" لَا "يَفْقَهُوْهُ" يَفْهَمُوا الْقُرْاٰن "وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا" صَمَمًا فَلَا يَسْمَعُوْنَهُ سَمَاعَ قَبُوْل "وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰى اِذَا جَاءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنْ" "مَا "هٰذَا" الْقُرْاٰن "اِلَّا اَسَاطِيْر الْاَوَّلِيْنَ" اَكَاذِيْب كَالْاَضَاحِيْكِ وَالْاَعَاجِيْب جَمْع اُسْطُوْرَة بِالضَّمِّ،

اوران میں کچھ وہ بھی ہیں جب آپ پڑھتے ہیں تو وہ آپ کی طرف کان لگائے رہتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر ان کی اپنی بدبختی کے باعث پردے ڈال دیئے ہیں سو اب ان کے لئے ممکن نہیں کہ وہ اس قرآن کو سمجھ سکیں اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دی ہے، لہٰذا وہ قبول کرنے والی سماعت کو نہ سن سکیں گے۔ اور اگر وہ تمام نشانیوں کو کھلا بھی دیکھ لیں تو بھی اس پر ایمان

نہیں لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپ کے پاس آتے ہیں، آپ سے جھگڑا کرتے ہیں اس وقت کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی جس طرح مذاحیہ لطیفے اور عجیب کہانیاں ہوتی ہیں۔ یہاں پر یہ اسطورہ کی جمع ہے جو ضمہ کے ساتھ آئی ہے۔ 32

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، امیہ بن خلف اور ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کے کلام کو غور سے سنا تو انہوں نے نضر سے پوچھا اے ابوقتیلہ محمد کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ شعر کہتا ہے میں تو یہی جانتا ہوں کہ یہ ہونٹوں کو حرکت دے کر کچھ بولتے ہیں اور جیسا کہ میں تمہیں پچھلے لوگوں کے قصے سناتا ہوں اسی طرح یہ بھی پچھلوں کے قصے ہی بیان کرتے ہیں یہ نضر پچھلوں کے واقعات بہت زیادہ سناتا تھا اور قریش اس کی باتوں کو بڑی دل چسپی سے سنتے تھے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (زادالمسیر 3۔18، نیسابوری 181)

| |
|---|
| وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ يَنْئَوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ |
| اور وہ اس سے روکتے ہیں اور اس سے دور بھاگتے ہیں، اور وہ محض اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ |

## حق کی اتباع سے دور ہو کر ہلاک ہونے کا بیان

"وَهُمْ يَنْهَوْنَ" النَّاس "عَنْهُ" عَنْ اِتِّبَاع النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَيَنْاَوْنَ" يَتَبَاعَدُوْنَ "عَنْهُ" فَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقِيلَ: نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ طَالِب كَانَ يَنْهَى عَنْ اَذَاهُ وَلَا يُؤْمِن بِهٖ "وَاِنْ" مَا "يُهْلِكُوْنَ" بِالنَّاْيِ عَنْهُ "اِلَّا اَنْفُسَهُمْ" لِاَنَّ ضَرَره عَلَيْهِمْ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ۔

اور وہ دوسروں کو اس نبی مکرم ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، لہٰذا وہ ایمان نہ لائیں گے کہا گیا ہے یہ آیت جناب ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جو لوگ نبی کریم ﷺ کو ایذاء دیتے ان کو منع کرتے تھے لیکن وہ خود ایمان نہیں لائے۔ اور وہ محض اپنی ہی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں کیونکہ اس کا نقصان انہیں پر تھا اور وہ اس ہلاکت کا شعور بھی نہیں رکھتے۔

ابن عباس سے قول خدواندی۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــوْنَ عَنْهُ۔ کے بارے میں روایت کر کے خبر دی انہوں نے کہا یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مشرکین کو رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے سے منع کرتے تھے اور آپ کی تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتے تھے یہ عطاء بن دینار کا قول ہے اور القاسم بن مخیمرہ کا قول ہے مقاتل کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ ابوطالب کے پاس بیٹھے انہیں اسلام کی دعوت دے رہے تھے ابوطالب کے پاس قریش جمع ہو گئے جو نبی کریم کے ساتھ بدسلوکی کرنا چاہتے تھے ابوطالب نے کہا، واللہ لن یصلو الیک بجمعھم، حتی اوسد فی التراب دفینا۔

خدا کی قسم میرے مٹی میں دفن ہونے تک یہ لوگ اکٹھے ہو کر بھی ہرگز آپ تک نہیں پہنچیں گے۔ فاصدع بامرک ماعلیک

غصاصة ، وابشر وقربذا لك منك عیونا۔ ترجمہ۔ آپ اپنا مشن بلند آواز سے بیان کریں اور کسی بات کی فکر نہ کریں آپ کو خوش خبری اور اس سے آپ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ وعرضت دینا لامحالة انه، من خیر ادیان البریة دینا ۔ ترجمہ۔ آپ نے ایسا دین پیش کیا کہ جو ہر حال میں خلق خدا کے دینوں میں سے بہتر دین ہے۔

لولا الملامة او حذاری سبة، لو جدتنی سمحا بذاك مبینا ، اگر ملامت کا ڈر نہ ہوتا یا بد کلامی سے پرہیز مانع نہ ہوتا تو آپ مجھے ایک مضبوط اور فراخ دل پاتے۔ اس پر اللہ نے یہ آیت وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـــــوْنَ عَنْهُ نازل کی۔

محمد بن الحنفیہ ، السدی ، اور الضحاک کا قول ہے کہ یہ آیت کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی یہ کفار لوگوں کو محمد کی پیروی سے دو ہٹاتے تھے اور اپنے آپ کو آپ سے دور رکھتے تھے الوالبی کی روایت میں یہ ابن عباس کا قول ہے۔ (تفسیر جامع البیان، ج ۷، ص ۱۱۰)

جناب ابو طالب کا مسئلہ علم الکلام سے متعلق ہے جس پر علمائے کلام نے سکوت اختیار کیا ہے جبکہ حیران کن امر یہ ہے کہ آج کل کے زمانے میں بعض لوگ اس مسئلہ میں کلام کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جنہیں علم کلام تو بڑی دور کی بات ہے بلکہ علم کلام کے مبادیات کا بھی پتہ نہیں ہوتا اور نام نہاد سکالر بن کر لوگوں میں گمراہی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہماری درخواست اہل علم وعوام سے ہے کہ وہ اس مسئلہ میں زبان کو بند کرلیں اور سکوت اختیار کریں۔ کیونکہ قیامت کے دن اس قسم کا کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ جبکہ دلائل اور ان میں صحیح دلیل یا غلط دلیل یہ اہل کلام کا مسئلہ ہے۔ عام علماء اور لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے۔ پس اس سے اعراض ہی بہتر راستہ ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥ |
| اگر آپ دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے، اے کاش! ہم پلٹا دیے جائیں تو ہم اپنے رب |
| کی آیتوں کو نہیں جھٹلائیں گے اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ |

## جہنم کے کنارے کھڑے ہو کر واپس پلٹنے کی تمنا کرنے کا بیان

"وَلَوْ تَرٰى" يَا مُحَمَّدُ "اِذْ وُقِفُوْا" عُرِضُوْا "عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يَا" لِلتَّنْبِيْهِ "لَيْتَنَا نُرَدُّ" اِلَى الدُّنْيَا "وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" بِرَفْعِ الْفِعْلَيْنِ اسْتِئْنَافًا وَنَصْبِهِمَا فِيْ جَوَابِ التَّمَنِّيْ وَرَفْعِ الْاَوَّلِ وَنَصْبِ الثَّانِيْ وَجَوَابُ لَوْ رَاَيْتَ اَمْرًا عَظِيْمًا،

یا محمد ﷺ اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ آگ کے کنارے پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے، اے کاش! ہم دنیا میں پلٹا دیے جائیں، یہاں پر یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ تو اب ہم اپنے رب کی آیات کو کبھی نہیں جھٹلائیں گے اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں گے۔ جملہ مستانفہ ہونے کی وجہ سے دونوں افعال رفع کے ساتھ آئے ہیں اور جواب تمنی کیلئے دونوں افعال نصب کے ساتھ بھی آئے ہیں۔ اور اول کا مرفوع اور ثانی کا منصوب بھی جائز ہے۔ اور حرف لو کا جواب "رَاَيْتَ اَمْرًا عَظِيْمًا،" محذوف ہے

## ستر برس تک جہنم میں پتھر کے گرتے جانے کا بیان

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر جہنم کے کنارے سے ایک بڑا پتھر پھینکا جائے اور ستر برس تک نیچے گرتا رہے تب بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ پھر عقبہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا کہ جہنم کو بکثرت یاد کرو اس لئے کہ اس کی گرمی بہت شدید، اس کی گہرائی انتہائی بعید اور اس کے کوڑے حدید (لوہے) کے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ حسن نے عتبہ بن غزوان سے کوئی حدیث سنی ہو کیونکہ وہ بصرہ، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں آئے تھے اور حسن، حضرت عمر کی خلافت ختم ہونے سے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 479)

| |
|---|
| بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ |
| بلکہ ان پر وہ ظاہر ہو گیا ہے جو وہ پہلے چھپایا کرتے تھے، اور اگر وہ لوٹا دیئے جائیں تو وہی دہرائیں گے جس سے |
| وہ روکے گئے تھے اور بیشک وہ جھوٹے ہیں۔ |

## مشرکین کے اعضاء کا ان کے کردہ شرک کی گواہی دینے کا بیان

"بَلْ" لِلْاِضْرَابِ عَنْ اِرَادَةِ الْاِيْمَانِ الْمَفْهُوْمِ مِنَ التَّمَنِّيْ "بَدَا" ظَهَرَ "لَهُمْ مَا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْل" يَكْتُمُوْنَ بِقَوْلِهِمْ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" بِشَهَادَةِ جَوَارِحِهِمْ فَتَمَنَّوْا ذٰلِكَ "وَلَوْ رُدُّوْا" اِلَى الدُّنْيَا فَرْضًا "لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ" مِنَ الشِّرْكِ "وَاِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ" فِيْ وَعْدِهِمْ بِالْاِيْمَانِ،

یہاں پر بل ان کے ارادہ ایمان سے اعراض کیلئے ہے۔ جو تمنا سے مفہوم ہے اس کی مثال کیلئے آیا ہے۔ یعنی اس اقرار میں کوئی سچائی نہیں بلکہ ان پر وہ سب کچھ ظاہر ہو گیا ہے جو وہ اپنے قول "وَاللّٰهُ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" سے پہلے چھپایا کرتے تھے، جو ان کے اعضاء کی شہادت سے ظاہر ہو جائے گی لہٰذا وہ اس کی تمنا کریں گے۔ اور اگر وہ دنیا میں لوٹا بھی دیئے جائیں تو پھر وہی دہرائیں گے جس شرک سے وہ روکے گئے تھے اور بیشک وہ اپنے وعدہ ایمان میں پکے جھوٹے ہیں۔

بَلْ جو اِضْرَاب یعنی پہلی بات سے گریز کرنے کے لیے آتا ہے۔ اس کے کئی مفہوم بیان کئے گئے ہیں (۱) ان کے لئے وہ کفر اور عناد و تکذیب ظاہر ہو جائے گی، جو اس سے قبل وہ دنیا یا آخرت میں چھپاتے تھے۔ یعنی جس کا انکار کرتے تھے، جیسے وہاں بھی کہیں گے ما کنا مشرکین (ہم تو مشرک ہی نہ تھے (۲) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی صداقت کا علم جو ان کے دلوں میں تھا۔ لیکن پیروکاروں سے چھپاتے تھے۔ وہاں ظاہر ہو جائے گا (۳) یا منافقین کا نفاق وہاں ظاہر ہو جائے گا جسے وہ دنیا میں اہل ایمان سے چھپاتے تھے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ○

اور وہ کہتے رہیں گے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

## کفار کا صرف دنیاوی زندگی پر اعتماد کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا" اَیْ مُنْكِرُو الْبَعْثِ "اِنْ" مَا "هِيَ" اَیْ الْحَيَاةُ "اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ

اور وہ بعث کے انکاری کہتے رہیں گے کہ ہماری اس دنیوی زندگی کے سوا کوئی نہیں اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

## عذاب قبر کے برحق ہونے اور عقیدہ کے رد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا و احباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت و دوزخ) کو دیکھتا ہے۔ اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری کے ہیں، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ○

اور اگر آپ دیکھیں جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے کئے جائیں گے، اللہ فرمائے گا: کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے: کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم اللہ فرمائے گا پس تم عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

## قیامت کے دن کفار کی حالت کا بیان

"وَلَوْ تَرٰی اِذْ وُقِفُوْا" عُرِضُوْا "عَلٰی رَبِّهِمْ" لَرَاَيْتَ اَمْرًا عَظِيْمًا "قَالَ" لَهُمْ عَلٰی لِسَانِ الْمَلَائِكَةِ تَوْبِيْخًا "اَلَيْسَ هٰذَا" الْبَعْثُ وَالْحِسَابُ "بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا" اِنَّهُ لَحَقٌّ "قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

كُنتُمْ تَكْفُرُوْنَ" بِهٖ فِي الدُّنْيَا،

اور اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، تو آپ ایک عظیم امر دیکھیں گے اور انہیں اللہ فرشتوں کی زبانی توبیخ کرتے ہوئے فرمائے گا، کیا یہ زندگی یعنی بعث وحساب حق نہیں ہے؟ تو کہیں گے، کیوں نہیں! ہمارے رب کی قسم یہ حق ہے، پھر اللہ فرمائے گا پس اب تم عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر دنیا میں کیا کرتے تھے۔

## سورہ انعام آیت ۳۰ کے شان نزول کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ اخنس بن شریق اور ابوجہل بن ہشام کی آپس میں ملاقات ہوئی تو اخنس بن شریق نے ابوجہل سے کہا اے ابوحکم مجھے محمد ﷺ کے بارے میں ٹھیک ٹھیک بتلا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ کیونکہ یہاں میرے سوا تیری گفتگو اور کوئی نہیں سن رہا تو ابوجہل نے اس سے کہا اللہ کی قسم محمد سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا لیکن مسئلہ یہ ہے کہ جب بنوقصی جھنڈا، حجاج کرام کو پانی پلانا، بیت اللہ کی دربانی کرنا اور مشاورت اور نبوت سب کچھ ہی لے گئے تو پھر بقیہ قریش کے لیے کیا بچے گا؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 182، سیوطی 116، ابن کثیر 2۔130)

ابومیسرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا اے محمد ﷺ اللہ کی قسم ہم قطعاً آپ کو جھوٹا نہیں کہتے آپ تو ہمارے پاس تو یقیناً سچے ہیں بلکہ ہم تو اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ) مگر یہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم خدا کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں (قرطبی 6۔416)

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف بن قصی بن کلاب کے متعلق نازل ہوئی یہ علانیہ طور پر تو رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرتا لیکن جب اپنے گھر والوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتا تو کہتا کہ ﷺ محمد جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہیں میں تو انہیں سچا ہی سمجھتا ہوں تو اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (زادالمسیر 3۔27)

## اہل دوزخ کی غذا کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (ترجمہ) اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں حالت اسلام میں ہی موت آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ بھی دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کے لئے ان کی زندگی برباد کردے تو پھر ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کی غذا ہی یہی ہوگی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 491)

| |
|---|
| قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى |
| مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا، یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی بولے |
| ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ اس کے ماننے میں ہم نے تقصیر کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں |
| ارے کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ |

## کفار کا پشتوں پر بدصورت و بدبودار اعمال کو اٹھائے ہونے کا بیان

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللّٰه" بِالْبَعْثِ "حَتّٰى" غَايَة لِلتَّكْذِيبِ "إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَة" الْقِيَامَة "بَغْتَة" فَجْأَة "قَالُوْا يَا حَسْرَتنَا" هِيَ شِدَّة التَّأَلُّم وَنِدَاؤُهَا مَجَاز أَيْ هٰذَا أَوَانك فَاحْضُرِي "عَلٰى مَا فَرَّطْنَا" قَصَّرْنَا "فِيهَا" أَيْ الدُّنْيَا "وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارهمْ عَلٰى ظُهُورهمْ" بِأَنْ تَأْتِيهِمْ عِنْد الْبَعْث فِي أَقْبَح شَيْء صُوْرَة وَأَنْتَنه رِيحًا فَتَرْكَبهُمْ "أَلَا سَاءَ" بِئْسَ "مَا يَزِرُوْنَ" يَحْمِلُوْنَهُ حَمْلهمْ ذٰلِكَ،

بیشک نقصان میں رہے وہ جنہوں نے بعث کے ساتھ اپنے رب سے ملنے کا انکار کیا، یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آ گئی۔ یہاں پر حتیٰ ان کی تکذیب کی انتہاء کیلئے آیا ہے۔ تو وہ بولے ہائے افسوس! حسرت سے مراد تکلیف کی شدت ہے اور ان کا نداء کرنا یہ مجازی طور پر ہے۔ یعنی تیرا وقت آ گیا ہے لہٰذا تو آ جا۔ ہماری اس حالت پر کیونکہ دنیا میں ماننے میں ہم نے تقصیر کی، اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر لادے ہوئے ہیں۔ یعنی بعث کے ان کے اعمال نہایت بدصورتی اور بدبو کے ساتھ آئیں گے اور وہ ان پر سوار ہو جائیں گے۔ ارے کتنا برا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ یعنی ان کا ان اعمال کو اٹھانا کتنا برا ہے۔

## اللہ سے ملاقات کو محبوب رکھنے اور نہ رکھنے والوں کا بیان

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ سے ملنے کا شوق رکھتا ہے، اللہ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملاقات ناپسند کرتے ہیں۔

اس بات کی تشریح خود نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو جواب دیتے ہوئے کر دی تھی۔ سوال کیا تھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! موت کو تو ہم سب برا جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے نہیں (بلکہ) بات یہ ہے کہ ایماندار آدمی کو جب موت آ لگتی ہے (مرنے کے قریب ہوتا ہے) تو اس کو اللہ کی رضامندی اور اس کی سرفرازی کی خوشخبری دی جاتی ہے، وہ اس وقت ان باتوں سے زیادہ جو آگے اس کو ملنے والی ہیں، کوئی بات پسند نہیں کرتا اور اللہ سے ملنے کی (جلد) آرزو کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آنے لگتی ہے تو اسے عذاب اور سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ پس اسے یہ آگے والی صورتحال انتہائی ناپسند ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ سے ملاقات کو پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا ناپسند کرتے ہیں۔

شریح بن ہانی اُم المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور کہا: اے ام المومنین! میں نے ابوہریرہ رضی اللہ علیہ سے ایک حدیث سنی ہے۔ اگر وہ حدیث ایسی ہی ہے تو ہم ہلاک ہو گئے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی بات سے ہلاک ہونے والا ہی (حقیقت میں) ہلاک ہونے والا ہے۔ بات کیا ہے؟ کہا: (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اللہ اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا۔ (شریح نے کہا) ہم میں سے ہر ایک موت کو مکروہ سمجھتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے (مگر) جس کی طرف تو گیا ہے وہ اس سے مراد نہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ) جب نظر موت کی وجہ سے ایک جگہ جم جائے اور سینہ غرغرانا شروع ہو جائے اور جلد کے بال کھڑے ہو جائیں اور انگلیاں اکڑ جائیں تو اس وقت جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ اس کے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۶۸۲۶)

## کافر کی لاش سے تعفن و بدبو آنے کا بیان

حضرت سدی فرماتے ہیں کہ جو بھی ظالم شخص قبر میں جاتا ہے اس کی لاش کے قبر میں پہنچتے ہی ایک شخص اس کے پاس جاتا ہے سخت بدصورت سخت بدبودار سخت میلے اور قابل نفرت لباس والا یہ اسے دیکھتے ہی کہتا ہے تو تو بڑا ہی بدصورت ہے بدبودار ہے یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی گندے تھے وہ کہتا ہے تیرا لباس نہایت متعفن ہے، یہ کہتا ہے تیرے اعمال ایسے ہی قابل نفرت تھے وہ کہتا ہے اچھا بتا تو سہی اے منحوس تو ہے کون؟ یہ کہتا ہے تیرے عمل کا مجسمہ، اب یہ اس کے ساتھ ہی رہتا ہے اور اس کیلئے عذابوں کے ساتھ ہی ایک عذاب ہوتا ہے جب قیامت کے دن یہ اپنی قبر سے چلے گا تو یہ کہے گا ٹھہر جاؤ دنیا میں تو نے میری سواری لی ہے اب میں تیری سواری لوں گا چنانچہ وہ اس پر سوار ہو جاتا ہے اور اسے مارتا پیٹتا ذلت کے ساتھ جانوروں کی طرح ہنکاتا ہوا جہنم میں پہنچاتا ہے۔

| |
|---|
| وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ |
| اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل کود اور بیشک پچھلا گھر بھلا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔ |

## دنیا کی زندگی کو کھیل تماشہ سمجھنے والوں کا بیان

"وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" اَیْ اِلاشْتِغَال بِهَا "اِلَّا لَعِب وَلَهْو" وَاَمَّا الطَّاعَة وَمَا يُعِين عَلَيْهَا فَمِنْ اُمُور الْاٰخِرَة "وَلَلدَّار الْاٰخِرَة" وَفِیْ قِرَاءَة وَلَدَار الْاٰخِرَة اَیْ الْجَنَّة "خَيْر لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" الشِّرْك "اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء ذٰلِكَ فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور دنیا کی زندگی کی مصروفیت نہیں ہے مگر کھیل کود ہے جبکہ طاعت اور اس کے مددگار وہ کام ہیں جو آخرت سے ہیں۔ اور بیشک پچھلا گھر بھلا ہے اور ایک قرأت میں ولدار الاخرۃ ہے یعنی جنت ہے۔ جو بھلائی ان کے لئے ہے جو شرک کرنے سے ڈرتے ہیں تو کیا تمہیں سمجھ نہیں۔ یعقلون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○

ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔

## ظالموں کا اللہ کی آیات سے انکار کرنے کا بیان

"قَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "نَعْلَمُ اِنَّهٗ" اَیْ الشَّاْنُ "لَيَحْزُنُكَ الَّذِیْ يَقُوْلُوْنَ" لَكَ مِنَ التَّكْذِيبِ "فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ" فِی السِّرِّ لِعِلْمِهِمْ اَنَّكَ صَادِقٌ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالتَّخْفِيفِ اَیْ لَا يَنْسُبُوْنَكَ اِلَی الْكَذِبِ "وَلٰكِنَّ الظَّالِمِينَ" وَضَعَهُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ "بِ اٰيَاتِ اللّٰهِ" الْقُرْاٰنِ "يَجْحَدُوْنَ" يُكَذِّبُوْنَ

حرف قد یہاں پر تحقیق کیلئے آیا ہے۔ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے وہ بات جو آپ کی نبوت کو جھٹلانے کی کہہ رہے ہیں تو وہ حقیقت میں تمہیں نہیں جھٹلاتے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں تمہاری صداقت موجود ہے اور ایک قرأت میں یکذبونك یہ تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیات یعنی قرآن سے انکار کرتے ہیں۔یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ .

## سورہ انعام آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ہم تو اسے جھٹلاتے ہیں۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ) 6۔الانعام:33) سو وہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا ذکر کا انکار کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1005)

اخنس بن شریق اور ابوجہل کی باہم ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابوجہل سے کہا اے ابوالحکم (کفار ابوجہل کو ابوالحکم کہتے تھے) یہ تنہائی کی جگہ ہے اور یہاں کوئی ایسا نہیں جو میری تیری بات پر مطلع ہو سکے اب تو مجھے ٹھیک ٹھیک بتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں یا نہیں؟ ابوجہل نے کہا کہ اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک سچے ہیں کبھی کوئی جھوٹا حرف ان کی زبان پر نہ آیا مگر بات یہ ہے کہ یہ قُصَی کی اولاد ہیں اور لِوا، سقایت، حجابت، ندوہ وغیرہ تو سارے اعزاز انہیں حاصل ہی ہیں، نبوت بھی انہیں میں ہو جائے تو باقی قریشیوں کے لئے اعزاز کیا رہ گیا۔ترمذی نے حضرت علی مرتضی سے روایت کی کہ ابوجہل نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے ہم تو اس کتاب کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لائے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

## دعوت دین کو جھٹلانے والوں کی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کو جھٹلانے نہ ماننے اور ایذائیں پہنچانے سے تنگ دل نہ ہوں، فرماتا ہے کہ ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے، آپ ان کی اس لغویت پر ملال نہ کرو، کیا اگر یہ ایمان نہ لائیں

تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ لگا لیں گے؟ کہاں تک ان کے لئے حسرت و افسوس کریں گے؟ سمجھا دیجئے اور ان کا معاملہ سپرد الہ کیجئے۔ یہ لوگ دراصل آپ کو جھوٹا نہیں جانتے بلکہ یہ تو حق کے دشمن ہیں۔ چنانچہ ابو جہل نے صاف کہا تھا کہ ہم تجھے نہیں جھٹلاتے لیکن تو جو لے کر آیا ہے اسے نہیں مانتے حکم کی روایت میں ہے کہ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، ابن ابی حاتم میں ہے کہ ابو جہل کو حضور سے مصافحہ کرتے ہوئے دیکھ کر کسی نے اس سے کہا کہ اس بیدین سے تو مصافحہ کرتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم مجھے خوب علم ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں۔ ہم صرف خاندانی بنا پر ان کی نبوت کے ماتحت نہیں ہوتے۔ ہم نے آج تک نبی عبد عناف کی تابعداری نہیں کی۔ الغرض حضور کو رسول اللہ مانتے ہوئے آپ کی فرمانبرداری سے بھاگتے تھے۔

امام محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے کہ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ اس قصے کو بیان کرتے ہوئے جس میں ابو جہل، ابوسفیان، صحر بن حرب، اخنس بن شریق کا رات کے وقت پوشیدہ طور پر آن کر ایک دوسرے کی بے خبری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زبانی قرآن سننا ہے کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے صبح تک قرآن سنا روشنی ذرا سی نمودار ہوئی تھی تو یہ واپس چلے۔ اتفاقاً ایک چوک میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس وقت یہاں کہاں؟ پھر ہر ایک دوسرے سے صاف صاف کہہ دیتا ہے کہ حضور سے قرآن سننے کے لئے چپ چاپ آ گئے تھے۔ اب تینوں بیٹھ کر معاہدہ کرتے ہیں کہ آئندہ ایسا نہ کرنا ورنہ اگر اوروں کو خبر ہوئی اور وہ آئے تو وہ تو سچے پکے مسلمان ہو جائیں گے۔ دوسری رات کو ہر ایک نے اپنے طور یہ گمان کر کے کہ کل رات کے وعدے کے مطابق وہ دونوں تو آئیں گے نہیں میں تنہا کیوں نہ جاؤں؟ میرے جانے کی کسے خبر ہوگی؟ اپنے گھر سے پچھلی رات کے اندھیرے اور سوفتے میں ہر ایک چلا اور ایک کونے میں دب کر اللہ کے نبی کی زبانی تلاوت قرآن کا مزہ لیتا رہا اور صبح کے وقت واپس چلا۔ اتفاقاً آج بھی اسی جگہ تینوں کا میل ہوگیا۔ ہر ایک نے ایک دوسرے کو بڑی ملامت کی بہت طعن ملامت کی اور نئے سرے سے عہد کیا کہ اب ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ لیکن تیسری شب پھر صبر نہ ہوسکا اور ہر ایک اسی طرح پوشیدہ طور پر پہنچا اور ہر ایک کو دوسرے کے آنے کا علم بھی ہوگیا، پھر جمع ہو کر اپنے تئیں برا بھلا کہنے لگے اور بڑی سخت قسمیں کھا کر قول قرار کئے کہ اب ایسا نہیں کریں گے۔ صبح ہوتے ہی اخنس بن شریق کپڑے پہن کر تیار ہو کر ابوسفیان بن حرب کے پاس اس کے گھر میں گیا اور کہنے لگا اے ابو حنظلہ ایمان سے بتاؤ سچ سچ کہو جو قرآن تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا اس کی بابت تمہاری اپنی ذاتی رائے کیا ہے؟ اس نے کہا ابو ثعلبہ سنو! واللہ بہت سی آیتوں کے الفاظ معنی اور مطلب تو میں سمجھ گیا اور بہت سی آیتوں کو ان کی مراد کو میں جانتا ہی نہیں۔ اخنس نے کہا واللہ یہی حال میرا بھی ہے، اب یہاں سے اٹھ کر اخنس سیدھا ابو جہل کے پاس پہنچا اور کہنے لگا ابو الحکم تم سچ بتاؤ جو کچھ تم حضور سے سنتے ہو اس میں تمہارا خیال کیا ہے؟ اس نے کہا سن جو سنا ہے اسے تو ایک طرف رکھ دے بات یہ ہے کہ بنو عبد مناف و ہم میں چشمک ہے وہ ہم سے اور ہم ان سے بڑھنا اور سبقت کرنا چاہتے ہیں اور مدت سے یہ رسہ کشی ہو رہی ہے، انہوں نے مہمانداریاں اور دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں تو ہم نے بھی یہی کیا۔ انہوں نے عوام الناس کے

ساتھ احسان وسلوک کیے تو ہم نے بھی اپنی تھیلیوں کے منہ کھول ڈالے گویا ہم کسی معاملہ میں ان سے کم نہیں رہے، اب جبکہ برابر کی ٹکر چلی جارہی تھی تو انہوں نے کہا ہم میں ایک نبی ہے، سنو چاہے ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے نہ تو ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ مانیں گے۔ اخنس مایوس ہو گیا اور اٹھ کر چل دیا۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ |
| وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ○ |
| اورتم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی |
| اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکیں ہیں۔ |

## نبوت کو جھٹلانے پر انبیائے کرام کے صبر کا بیان

"وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلك" فِيهِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوا وَاُوذُوا حَتّٰى اَتَاهُمْ نَصْرنَا" بِاِهْلَاكِ قَوْمهمْ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَاْتِيك النَّصْر بِاِهْلَاكِ قَوْمك "وَلَا مُبَدِّل لِكَلِمَاتِ اللّٰه" مَوَاعِيده . "وَلَقَدْ جَاءَ ك مِنْ نَبَاِ الْمُرْسَلِينَ" مَا يَسْكُن بِهِ قَلْبك،

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے اور ایذائیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی یعنی ان کی قوموں کی ہلاکت آگئی۔ لہٰذا آپ صبر کریں حتیٰ کہ مدد آجائے یعنی آپ کی قسم کی ہلاکت کا وقت آجائے۔ اور اللہ کی باتیں یعنی بیان کردہ وعیدوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ ہی چکیں ہیں۔ تاکہ آپ کے قلب کو سکون رہے۔

پھر دوبارہ تسلی دی جاتی ہے کہ آپ اپنی قوم کی تکذیب ایذاءرسانی وغیرہ پر صبر کیجئے جیسے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا اور یقین مانئے کہ جس طرح انجام کار گزشتہ نبیوں کا غلبہ رہا اور ان کے مخالفین تباہ و برباد ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کو غالب کرے گا اور آپ کے مخالفین مغلوب ہوں گے۔ دونوں جہان میں حقیقی بلندی آپ کی ہی ہوگی۔ رب تو یہ بات فرما چکا ہے اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا جیسے اور آیت میں ہے آیت (وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ) 37۔الصافات:171) یعنی ہم تو پہلے سے ہی یہ فرما چکے ہیں کہ ہمارے رسولوں کو مدد دی جائے گی اور ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا اور آیت میں فرماتا ہے آیت (كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ) 58۔المجادلہ:21) اللہ تعالیٰ یہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے یقیناً اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے، ان نبیوں کے اکثر قصے آپ کے سامنے بیان ہو چکے ہیں ان کے حالات آپ کو پہنچ چکے ہیں، آپ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی نصرت وتائید ہوئی اور مخالفین پر انہیں کامیابی حاصل ہوئی،

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ○

اور اگر آپ پر ان کی رُوگردانی شاق گزر رہی ہے تو اگر آپ سے ہو سکے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر ان کے پاس کوئی نشانی لے آئیں، اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا پس آپ بے خبر نہ ہو جائیں۔

"وَاِنْ كَانَ كَبُرَ" عَظُمَ "عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ" عَنِ الْاِسْلَامِ لِحِرْصِكَ عَلَيْهِمْ "فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا" سَرَبًا "فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا" مِصْعَدًا "فِی السَّمَاءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِ اٰيَةٍ" مِمَّا اقْتَرَحُوا فَافْعَلِ الْمَعْنٰى اَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذٰلِكَ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ "وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ" هِدَايَتَهُمْ "لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى" وَلٰكِنْ لَّمْ يَشَأْ ذٰلِكَ فَلَمْ يُؤْمِنُوْا "فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ" بِذٰلِكَ

اور اگر آپ پر ان کی رُوگردانی شاق گزر رہی ہے اور آپ بہر صورت ان کے ایمان لانے کے خواہش مند ہیں تو اگر آپ سے یہ ہو سکے کہ زمین میں اترنے والی کوئی سرنگ یا آسمان میں چڑھنے والی کوئی سیڑھی تلاش کر لیں پھر انہیں دکھانے کے لیے ان کے پاس کوئی خاص نشانی لے آئیں کیونکہ انہوں نے جو اس لئے کیا ہے کہ ایسا نہ ہو سکے گا پس آپ اللہ کا حکم آجانے تک صبر کریں اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو ہدایت پر ضرور جمع فرما دیتا لیکن ان کیلئے ایمان کو پسند ہی نہیں کرتا پس آپ ان جاہلوں سے بے خبر نہ ہو جائیں۔

اس کے بعد فرماتا ہے اگر ان کی یہ بے رخی تجھ پر گراں گزرتی ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ کھود لے اور جو معجزہ یہ تجھ سے مانگتے ہیں لا دے یا تیرے بس میں ہو تو کوئی زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ جا اور وہاں سے ان کی چاہت کی کوئی نشانی لے آ۔ میں نے تجھے اتنی نشانیاں اس قدر معجزے دیئے ہیں کہ ایک اندھا بھی شک نہ کر سکے۔ اب ان کی طلب معجزات محض مذاق ہے اور عناد و ضد ہے کوئی ضرورت نہیں کہ تو انہیں ان کی چاہت کے معجزے ہر وقت دکھاتا پھرے، یا اگر وہ تیرے بس کے نہ ہوں تو غم کر کے رہو، اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر متفق کر دیتا، تجھے نادانوں میں نہ ملنا چاہیے جیسے اور روایت میں ہے کہ اگر رب چاہتا تو روئے زمین کی مخلوق کو مومن بنا دیتا، آپ کی حرص تھی کہ سب لوگ ایماندار بن کر آپ کی تابعداری کریں تو رب نے فرمایا کہ یہ سعادت جس کے حصے میں ہے توفیق کی اُسی رفیق ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ آپ کی دعوت پر لبیک کہنا اسے نصیب ہوگی جو کان لگا کر آپ کے کام کو سنے سمجھے یاد رکھے اور دل میں جگہ دے، جیسے اور آیت میں ہے کہ یہ اسے آگاہ کرتا ہے جو زندگی ہو، کفار پر تو کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردوں کو اٹھا کر بٹھائے گا پھر اسی کی طرف سب کے سب لوٹائے جائیں گے۔ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں کیونکہ وہ مردہ دل ہیں تو انہیں مردہ جسموں سے تشبیہ دی۔ جس میں ان کی ذلت و خواری ظاہر ہوتی ہے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ○

مانتے تو وہی ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردہ دلوں کو اللہ اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے۔

## کفار کا دعوت دین مُردوں کی سننے کا بیان

"إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ" دُعَاءَكَ إِلَى الْإِيمَان "الَّذِينَ يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَفَهُّم وَاعْتِبَار "وَالْمَوْتَى" أَيْ الْكُفَّار شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِي عَدَم السَّمَاع "يَبْعَثهُمْ اللَّه" فِي الْآخِرَة "ثُمَّ إلَيْهِ يُرْجَعُونَ" يُرَدُّونَ فَيُجَازِيهِمْ بِأَعْمَالِهِمْ،

بے شک آپ کا ایمان کی طرف بلانا وہ سنتے ہیں جو قبول وفہم کی نیت سے سنتے ہیں۔جبکہ مردے یہاں کفار کو نہ سننے میں مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔کیونکہ وہ بھی نہیں سنتے۔اوران مردہ دلوں کو اللہ آخرت میں اٹھائے گا پھر اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔پس وہ ان کے اعمال کی ان جزاء دے گا۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے تم فرماؤ کہ اللہ قادر ہے کہ |
| کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں بہت بالکل جاہل ہیں۔ |

## کفار مکہ کا نزول مائدہ جیسی نشانیوں کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَقَالُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَوْلَا" هَلَّا "نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَة مِنْ رَبّه" كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْمَائِدَة "قُلْ" لَهُمْ "إنَّ اللَّه قَادِر عَلَى أَنْ يُنَزِّل" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "آيَة" مِمَّا اقْتَرَحُوا "وَلَكِنَّ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ" أَنَّ نُزُولهَا بَلَاء عَلَيْهِمْ لِوُجُوبِ هَلَاكهمْ إنْ جَحَدُوهَا،

اور کفار مکہ بولے ان پر کوئی نشانی کیوں نہ اتری ان کے رب کی طرف سے جس طرح اونٹنی،عصا اور مائدہ آیا تھا۔تم ان سے فرماؤ کہ اللہ ان کے اتارنے پر قادر ہے یہاں پر ینزل یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔لیکن ان میں بہت اکثر بالکل جاہل ہیں کیونکہ اگر انہوں نے ان کے نازل ہونے والی آزمائش کے بعد کفر کیا تو پھر وہ اپنی ہلاکت کو لازم سمجھیں۔

کفار کی گمراہی اوران کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی کہ وہ کثیر آیات ومعجزات جوانہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ کئے تھے ان پر قناعت نہ کی اور سب سے منکر گئے اور ایسی آیت طلب کرنے لگے جس کے ساتھ عذاب الٰہی ہو جیسا کہ انہوں نے کہا تھا۔

(اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ

(الانفال:32۔8(32)

یارب اگر یہ حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔(تفسیر ابوالسعود)

| |
|---|
| وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ |
| مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ○ |

اورنہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندکہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔

## زمین میں چلنے والے جانوروں کے احوال دنیا و آخرت کا بیان

"وَمَا مِنْ" زَائِدَة "دَابَّة" تَمْشِي "فِي الْأَرْض وَلَا طَائِر يَطِير" فِي الْهَوَاء "بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَم أَمْثَالكُمْ" فِي تَدْبِير خَلْقهَا وَرِزْقهَا وَأَحْوَالهَا "مَا فَرَّطْنَا" تَرَكْنَا "فِي الْكِتَاب" اللَّوْح الْمَحْفُوظ "مِنْ" زَائِدَة "شَيْء" فَلَمْ نَكْتُبهُ "ثُمَّ إِلَى رَبّهمْ يُحْشَرُونَ" فَيَقْضِي بَيْنهمْ وَيَقْتَصّ لِلْجَمَّاءِ مِنْ الْقَرْنَاء ثُمَّ يَقُول لَهُمْ كُونُوا تُرَابًا.

یہاں پر من زائدہ ہے۔اورنہیں کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندکہ اپنے پروں پر اڑتا ہے مگر تم جیسی اُمتیں ہم نے ان کی تخلیق ،رزق اوراحوال میں تدبیر کی۔اس کتاب یعنی لوح محفوظ مین کچھ اٹھا نہ رکھا۔یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔پھر اپنے رب کی طرف اٹھائے جائیں گے۔پس ان کے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ سینگ والے جانور سے بے سینگ کو بدلہ دلوائے گا اس کے بعد فرمائے گا کہ تم مٹی ہو جاؤ۔

## آخرت میں انصاف وحقوق کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل حقوق کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا ہوں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس باب میں حضرت ابوذر اور عبداللہ بن انیس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 316)

ابویعلی میں حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر کی دو سال کی خلافت کے زمانہ میں سے ایک سال ٹڈیاں دکھائی ہی نہیں دیں تو آپ کو بہت خیال ہوا اور سام عراق یمن وغیرہ کی طرف سوار دوڑائے کہ دریافت کر آئیں کہ ٹڈیاں اس سال کہیں نظر بھی پڑیں یا نہیں؟ یمن والا قاصد جب واپس آیا تو آپ نے ساتھ مٹھی بھر ٹڈیاں بھی لیتا آیا اور حضرت فاروق اعظم کے سامنے ڈال دیں آپ نے انہیں دیکھ کر تین مرتبہ تکبیر کہی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک ہزار امتیں پیدا کی ہیں جن میں سے چھ سو تری میں ہیں اور چار سو خشکی میں۔ان تمام امتوں میں سے سب سے پہلے ٹڈی ہلاک ہوگی اس کے بعد تو ہلاک ہوگی اس کے بعد تو ہلاکت کا سلسلہ شروع ہو جائے گا بالکل اس طرح جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ گیا اور موتی یکے بعد دیگرے جھڑنے لگ گئے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝

| |
|---|
| اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ بہرے اور گونگے ہیں، تاریکیوں میں ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے |
| اسے گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے۔ |

## قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا" الْقُرْاٰن "صُمٌّ" عَنْ سَمَاعِهَا سَمَاعَ قَبُوْل "وَبُكْم" عَنِ النُّطْقِ بِالْحَقِّ "فِي الظُّلُمَاتِ" الْكُفْر "مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ" اِضْلَالَه "يُضْلِلْهُ وَمَنْ يَّشَاْ" هِدَايَتَه "يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ" طَرِيْق "مُّسْتَقِيْمٍ" دِيْنِ الْاِسْلَام،

اور جن لوگوں نے ہماری آیات یعنی قرآن کو جھٹلایا وہ حق سننے بہرے اور حق بولنے سے گونگے ہیں، کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اسے گمراہ کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھی راہ یعنی دین اسلام پر لگا دیتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ج اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ |
| تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آئے یا قیامت قائم ہو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو۔ |

## بتوں کی عبادت کرنے والوں کیلئے غور وفکر کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّدُ لِاَهْلِ مَكَّةَ "اَرَاَيْتَكُمْ" اَخْبِرُوْنِيْ "اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ" فِي الدُّنْيَا "اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ" الْقِيَامَةُ الْمُشْتَمِلَةُ عَلَيْهِ بَغْتَةً "اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ" لَا "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّ الْاَصْنَام تَنْفَعُكُمْ فَادْعُوْهَا،

یا محمد ﷺ تم اہل مکہ سے فرماؤ! تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب دنیا میں آئے یا قیامت قائم ہو یعنی قیامت جو اچانک آئے گی کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر سچے ہو۔ یعنی ان بتوں کو پکارو گے جو تمہیں کچھ نفع نہیں دے سکتے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے تمام مخلوق اس کے آگے پست ولا چار ہے جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے، اس کا کوئی ارادہ بدلتا نہیں، اس کا کوئی حکم ٹلتا نہیں کوئی نہیں جو اس کی چاہت کے خلاف کر سکے یا اس کے حکم کو ٹال سکے یا اس کی قضا کو پھیر سکے وہ سارے ملک کا تنہا مالک ہے اس کی کسی بات میں کوئی سریک یا دخیل نہیں جو اسے مانگے وہ اسے دیتا ہے، جس کی چاہے دعا قبول فرماتا ہے پس فرماتا ہے خود تمہیں بھی ان تمام باتوں کا علم واقرار ہے یہی وجہ ہے کہ آسمانی سزاؤں کے آ پڑنے پر تم اپنے تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو اور صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو، اگر تم سچے ہو کہ اللہ کے ساتھ اس کے کچھ اور سریک بھی ہیں تو ایسے کٹھن موقعوں پر ان میں سے کسی کو کیوں نہیں پکارتے؟ بلکہ صرف اللہ واحد کو پکارتے ہو اور اپنے تمام معبودان باطل کو بھول جاتے ہو۔

| |
|---|
| بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ○ |
| بلکہ اسی کو پکارو گے تو وہ اگر چاہے جس پر اسے پکارتے ہو اسے اٹھا لے اور شریکوں کو بھول جاؤ گے۔ |

## دنیا میں بتوں کو پکارنے والے کفار کے احوال آخرت کا بیان

"بَلْ اِيَّاهُ" لَا غَيْرِهِ "تَدْعُوْنَ" فِي الشَّدَائِد "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ" اَنْ يَّكْشِفَهُ عَنْكُمْ مِنَ الضُّرّ وَنَحْوِهِ "اِنْ شَاءَ" كَشْفَه "وَتَنْسَوْنَ" تَتْرُكُوْنَ "مَا تُشْرِكُوْنَ" مَعَهُ مِنَ الْاَصْنَام فَلَا تَدْعُوْنَهُ،

بلکہ مشکلات میں اسی کو پکارو گے اس کے سوا کسی کو نہ پکارو گے، تو وہ اگر چاہے تو تم سے تکلیف وغیرہ کو دور کردے اور اگر وہ چاہے تو تمہیں بھلا دیا جائے یعنی تمہیں انہی بتوں کے ساتھ رہنے دیا جائے پس تم ان کو نہ پکارو۔

چنانچہ اور آیت میں ہے کہ سمندر میں جب ضرر پہنچتا ہے تو اللہ کے سوا ہر ایک تمہاری یاد سے نکل جاتا ہے، ہم نے اگلی امتوں کی طرف بھی رسول بھیجے پھر ان کے نہ ماننے پر ہم نے انہیں فقر و فاقہ میں تنگی ترشی میں بیماریوں اور دکھ درد میں مبتلا کر دیا کہ اب بھی وہ ہمارے سامنے گریہ وزاری کریں عاجزانہ طور پر ہمارے سامنے جھک جائیں، ہم سے ڈر جائیں اور ہمارے دامن سے چمٹ جائیں، پھر انہوں نے ہمارے عذابوں کے آجانے کے بعد بھی ہمارے سامنے عاجزی کیوں نہ کی؟ مسکینی کیوں نہ جتائی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے، شرک، دشمنی، ضد، تعصب، سرکشی، نافرمانی وغیرہ کو شیطان نے انہیں بڑا حسن میں دکھایا اور یہ اس پر جمے رہے، جب یہ لوگ ہماری باتوں کو فراموش کر گئے ہماری کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہمارے فرمان سے منہ موڑ لیا تو ہم نے بھی انہیں ڈھیل دے دی کہ یہ اپنی برائیوں میں اور آگے نکل جائیں، ہر طرح کی روزیاں اور زیادہ سے زیادہ مال انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ مال اولاد ورزق وغیرہ کی وسعت پر وہ بھولنے لگے اور غفلت کے گہرے گڑھے میں اتر گئے تو ہم نے انہیں ناگہاں پکڑ لیا، اس وقت وہ مایوس ہو گئے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ٥ |
| اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، پھر ہم نے ان کو تنگ دستی اور |
| تکلیف کے ذریعے پکڑ لیا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔ |

## ایمان کی طرف لانے کے سبب آزمائش میں مبتلاء کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰى اُمَمٍ مِنْ" زَائِدَة "قَبْلِكَ" رُسُلًا فَكَذَّبُوْهُمْ "فَاَخَذْنَاهُمْ بِالْبَاْسَاءِ" شِدَّةُ الْفَقْر "وَالضَّرَّاءِ" الْمَرَض "لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ" يَتَذَلَّلُوْنَ فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سی اُمتوں کی طرف رسول بھیجے، یہاں پر من زائدہ ہے۔ تو انہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ پھر ہم نے ان کو تنگ دستی یعنی سخت غربت اور تکلیف یعنی بیماری کے ذریعے پکڑ لیا تا کہ وہ گڑگڑائیں۔ یعنی وہ عاجزی اختیار کر کے ایمان لائیں۔

| |
|---|
| فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| پھر جب ان تک ہمارا عذاب آ پہنچا تو انہوں نے عاجزی وزاری کیوں نہ کی؟ لیکن ان کے دل سخت ہو گئے تھے |

اور شیطان نے ان کے لئے وہ آراستہ کردکھائے تھے جو وہ کیا کرتے تھے۔

## گناہوں کے بار بار کرنے کے سبب دلوں کے سخت ہونے کا بیان

"فَلَوْلَا" فَهَلَّا "إِذْ جَاءَ هُمْ بَأْسنَا" عَذَابنَا "تَضَرَّعُوا" اَیْ لَمْ يَفْعَلُوْا ذٰلِكَ مَعَ قِيَامِ الْمُقْتَضِي لَهُ . "وَلٰـكِنْ قَسَتْ قُلُوْبِهِمْ" فَلَمْ تَلِنْ لِلْاِيْمَانِ "وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنَ الْمَعَاصِي فَاَصَرُّوا عَلَيْهَا،

پھر جب ان تک ہمارا عذاب آپہنچا تو انہوں نے عاجزی وزاری کیوں نہ کی؟ کیونکہ اس کا تقاضہ موجود تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل ایمان کیلئے نرم ہونے کی بہ جائے اور سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کے لئے وہ گناہ آراستہ کردکھائے تھے جو گناہ وہ بار بار کیا کرتے تھے۔

## لفظ "لولا" کی بعض صورتوں کا بیان

امتناعیہ (اگر نہ) لوحرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا۔دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا ہے خواہ خبر ہو یا فعل۔ابن مالک کا قول ہے کہ لولا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائن ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً اکل۔شارب۔قائم۔قاعد۔ذاھب۔ ماشی وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے لولا قومك حديث عهد بالاسلام لهدمت الكعبة۔اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہوتی تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔(اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکتی ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔مثلاً لولا فضل الله عليكم ورحمته )، اگر علیکم۔فضل اللہ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہوگی۔ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہوگی۔اور اگر لولا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لولا انتم لكنا مومنين34):31) مبرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

تحضیض اور عرض کے لئے بھی لالا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا (تحضیض) نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لولا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔خواہ لفظاً ہو یا معنی۔لولا تستغفرون الله 27):46) تحضیض اور لولا اخرتني الى اجل قريب 63):10) عرض۔ ۔

زجر و توبیخ کے لئے۔اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا ۔ لولا جاء وا عليه باربعة شهداء 24):13) اور فلولا اذجاء هم باسنا تضرعوا 6):43)

استفہام کے لئے لولا انزل عليه ملك6):8) اور لولا اخرتني الى اجل قريب 63):10) لیکن جمہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت میں عرض کے لئے ہے۔

فلولا اذجاء ھم باسنا تضرعوا ۔ فلولا تضرعوا اذجاء ھم باسنا پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ نہ کی۔

قست ماضی واحد مونث غائب قسوۃ مصدر۔ قسو مادہ ناقص واوی قسا یقسوا (نصر) اصل میں قسوت تھا واو ساقط ہو کر قست ہوگیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا |
| اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ |
| پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ |
| جب وہ ان چیزوں سے خوب خوش ہو گئے جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا تو اس وقت وہ مایوس ہو کر رہ گئے۔ |

## خوشحالیوں کا عام ہونا بہ طور امتحان ہونے کا بیان

"فَلَمَّا نَسُوا" تَرَكُوا "مَا ذُكِّرُوْا" وُعِظُوا وَخُوِّفُوْا "بِهٖ" مِنَ الْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ فَلَمْ يَتَّعِظُوا "فَتَحْنَا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْدِ "عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ" مِنَ النِّعَمِ اسْتِدْرَاجًا لَهُمْ "حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوا" فَرَحَ بَطَرٍ "اَخَذْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بَغْتَةً" فَجْاَةً "فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ" اٰيِسُوْنَ مِنْ كُلِّ خَيْرٍ،

پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو فراموش کر دیا جو ان سے کی گئی تھی اور انہیں تنگی اور تکلیف کے ذریعے ڈرایا گیا تو انہوں نے نصیحت کیوں نہ حاصل کی۔ (تو ہم نے انہیں اپنے انجام تک پہنچانے کے لیے) ان پر ہر چیز کی فراوانی کے دروازے کھول دیئے، یہاں پر فتحنا یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں (کی لذتوں اور راحتوں) سے خوب خوش ہو کر مدہوش ہو گئے یعنی ان کی وجہ سے مغرور ہوئے، جو انہیں دی گئی تھیں تو ہم نے اچانک انہیں عذاب میں پکڑ لیا تو اس وقت وہ ہر قسم کی بھلائی سے مایوس ہو کر رہ گئے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ کسی گنہگار شخص کو اس کی گنہگاری کے باوجود اللہ کی نعمتیں دنیا میں مل رہی ہیں تو اسے استدراج سمجھنا یعنی وہ ایک مہلت ہے، پھر حضور نے یہی آیت کی تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے کہ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آ جاتا ہے تو ان پر خیانت کا دروازہ کھل جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ان دی گئی ہوئی چیزوں پر اترانے لگتے ہیں تو ہم انہیں ناگہاں پکڑ لیتے ہیں اور اس وقت وہ محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کی باگ ڈور کاٹ دی جاتی ہے تعریفوں کے لائق وہ معبود برحق ہے جو سب کا پالنہار ہے۔ (مسند احمد حنبل)

| |
|---|
| فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ |

## ظلم کے سبب قوم کی جڑ کو کاٹ دینے کا بیان

"فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا" اَیْ اٰخِرهمْ بِاَنْ اُسْتُؤْصِلُوْا "وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" عَلٰی نَصْرِ الرُّسُلِ وَاِهْلَاكِ الْكَافِرِیْنَ،

پس ظلم کرنے والی قوم کی جڑ کاٹ دی گئی، یعنی ان کے آخری شخص کی بھی جڑ کاٹ دی گئی۔اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔یعنی وہ رسولان گرامی کی مدد کرتا ہے اور کافروں کا ہلاک کرتا ہے۔

آخری آیت میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب عام آیا تو ظالموں کی نسل تک قطع کر دی گئی، اور اس کے آخر میں فرمایا: والحمدللہ رب العالمین، جس میں اشارہ کیا گیا کہ مجرموں اور ظالموں پر جب کوئی عذاب ومصیبت آئے تو پورے عالم کے لئے ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہئے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ |
| یَاْتِیْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ○ |
| تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے، تو اللہ سوا کون خدا ہے کہ |
| تمہیں یہ چیزیں لا دے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل کا مقصد مقتضائے ایمان ہونے کا بیان

"قُلْ" لِاَهْلِ مَكَّةَ "اَرَاَیْتُمْ" اَخْبِرُوْنِیْ "اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ" اَصَمَّكُمْ "وَاَبْصَارَكُمْ" اَعْمَاكُمْ "وَخَتَمَ" طَبَعَ "عَلٰی قُلُوْبِكُمْ" فَلَا تَعْرِفُوْنَ شَیْئًا "مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ" بِمَا اَخَذَهُ مِنْكُمْ بِزَعْمِكُمْ "اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ" نُبَیِّنُ "الْاٰیَاتِ" الدَّلَالَاتِ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِنَا "ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ" یُعْرِضُوْنَ عَنْهَا فَلَا یُؤْمِنُوْنَ،

تم فرماؤ اے اہل مکہ تم مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے کان سنن سے، آنکھ کو دیکھنے سے لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے، تو تم کسی چیز کو پہچان بھی نہ سکو۔تو اللہ سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیزیں لا دے جیسا کہ تمہارا وہم ہے۔دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیات یعنی اپنی توحید کے دلائل بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔یعنی وہ ان دلائل سے اعراض کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تین نعمتوں کا ذکر کر کے انہیں اپنی آیات یا اللہ تعالیٰ کی ذات پر دلالت کرنے والی نشانیاں قرار دیا ہے سب سے پہلے سماعت کا ذکر کہ کس طرح کسی آواز سے ہوا میں لہریں پیدا ہوتی ہیں۔پھر وہ لہریں کان کے پردوں سے ٹکراتی ہیں۔اس تصادم کی آواز اعصاب کے ذریعہ دماغ تک پہنچتی ہے۔دماغ فوراً اس آواز کا مطلب ومفہوم سمجھتا ہے اور پھر

انسان اپنی زبان سے فوراً بات کرنے والے کو اس کا جواب دیتا ہے اور یہ سب کام اتنی جلدی وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ بات کرنے والے کو فوراً اس کا جواب مل جاتا ہے۔ یہی صورت بصارت کی ہے۔ آنکھ کوئی چیز دیکھتی ہے تو اس چیز کی تصویر یا فوٹو یا عکس عدسہ پر پڑتا ہے۔ پھر وہی تصویر باریک سی نالیوں کے ذریعے دماغ کے پردہ پر پڑتی ہے اور دماغ فوراً یہ فیصلہ دیتا ہے کہ جو چیز آنکھ نے دیکھی وہ فلاں چیز ہے، فلاں رنگ کی ہے اور اس کی شکل اور قد و قامت اتنا اور اتنا ہے۔ دل کا نظام ان سے بھی پیچیدہ ہے۔ قوت تمیز، عقل ارادہ و اختیار کی سب قوتیں اس سے متعلق ہیں۔ کسی بات کو سوچنا، تدبیر کرنا اور فیصلہ کرنا سب کچھ اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ اس سماعت، بصارت یا دل کے عمل کو اور اس کے نظام کو سلب کر لے تو کیا ان مشرکوں کے کسی الٰہ میں یہ طاقت ہے کہ وہ اس نظام کو بحال کر دے؟ لیکن یہ لوگ تو اللہ کی ان آیات میں غور ہی نہیں کرتے بلکہ جہاں اللہ کی آیات کا ذکر ہوتا ہو وہاں سے اپنا رخ ہی موڑ لیتے ہیں۔ اب اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان نے جتنے بھی کمالات حاصل کیے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق ایجادات سے ہو یا علم اور فلسفہ سے یا انسان کی خوشحالی اور حسن تدبیر سے، اور یہی وہ چیزیں ہیں جن پر انسان فخر و ناز کرتا ہے اور پھولا نہیں سماتا۔ حالانکہ ان تمام چیزوں کے حصول کا ذریعہ یہی آنکھیں، کان اور دل ہیں اور یہ خالصتاً اللہ کا عطیہ ہیں۔ پھر اگر اللہ اپنی دی ہوئی چیز واپس لے لے تو ان کے کسی الٰہ میں یہ قدرت ہے کہ وہ ان کی یہ چیزیں بحال کر دے؟ اور اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے تو اللہ کے کاموں میں شریک کیسے ہوئے؟

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰـكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ٥ |
| آپ فرمادیجئے کہ تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا آن پڑے تو کیا ظالم قوم کے سوا ہلاک کیا جائے گا۔ |

## اچانک اللہ کے عذاب کے آجانے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "اَرَاَيْتَكُمْ اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً" لَيْلًا اَوْ نَهَارًا "هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُوْنَ" الْكَافِرُوْنَ اَیْ مَا يُهْلَكُ اِلَّا هُمْ،

آپ ان سے فرمادیجئے کہ تم مجھے بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا رات میں یا دن میں آن پڑے تو کیا ظالم قوم کے سوا ہلاک کیا جائے گا۔ یعنی کفار کے سوا کوئی ہلاک نہ ہوگا۔

ایک یہ کہ عذاب آنے کی اطلاع اللہ تعالیٰ انبیاء کو بذریعہ وحی دیتا ہے اور انہیں ہدایت کر دی جاتی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو ساتھ لے کر اس مقام سے نکل جائیں جہاں عذاب آنے والا ہو۔ اس طرح عذاب کی زد میں صرف ظالم ہی آتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چونکہ عذاب ظالموں کے ظلم کی وجہ سے ہی آتا ہے۔ لہٰذا ظالموں کو چاہیے کہ بلا تاخیر توبہ کر لیں۔ اور عذاب الٰہی سے خود بھی بچ جائیں اور دوسروں کی ہلاکت کا بھی سبب نہ بنیں۔ اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اصل میں تباہی اور ہلاکت تو ظالموں کے لیے ہی ہے کہ مرنے کے بعد بھی انہیں دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوگا اور صالح افراد تو موت کے بعد اللہ کے فضل و کرم کے مزید حقدار بن جائیں گے۔

| |
|---|
| وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ فَمَنۡ اٰمَنَ وَ اَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ○ |
| اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے بنا کر، سو جو شخص ایمان لے آیا اور |
| درست ہو گیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ |

## مقاصد رسالت میں جنت کی خوشخبری اور جہنم کی آگ سے بچانے کا بیان

"وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِيۡنَ" مَنۡ اٰمَنَ بِالۡجَنَّةِ "وَمُنۡذِرِيۡنَ" مَنۡ كَفَرَ بِالنَّارِ "فَمَنۡ اٰمَنَ" بِهِمۡ "وَاَصۡلَحَ" عَمَله "فَلَا خَوۡف عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ" فِي الۡاٰخِرَة،

اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجتے مگر ایمان والوں کیلئے جنت کی خوشخبری سنانے والے اور جو کفر کرے اس کو جہنم کا ڈر سنانے والے بنا کر، سو جو شخص ایمان لے آیا اور اپنے عمل کو درست کر لیا تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی آخرت میں وہ غمگین ہوں گے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الۡعَذَابُ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ○ |
| اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب چھو کر رہے گا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ |

## آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کا عذاب الٰہی کو چھو کر رہنے کا بیان

"وَالَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الۡعَذَاب بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ" يَخۡرُجُوۡنَ عَنِ الطَّاعَة،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا انہیں عذاب چھو کر رہے گا، اس وجہ سے کہ وہ طاعت سے خارج ہو کر نافرمانی کیا کرتے تھے۔

| |
|---|
| قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ ۚ |
| اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الۡاَعۡمٰى وَالۡبَصِيۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ ○ |
| آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں |
| تم سے کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ |
| فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ |

## ذاتی علم غیب واختیار کا صرف اللہ کیلئے خاص ہونے کا بیان

"قُلۡ" لَهُمۡ "لَا اَقُوۡل لَكُمۡ عِنۡدِي خَزَائِن اللّٰه" الَّتِي مِنۡهَا يَرۡزُق "وَلَا" اِنِّي "اَعۡلَم الۡغَيۡب" مَا غَابَ عَنِّي وَلَمۡ يُوحَ اِلَيَّ "وَلَا اَقُوۡل لَكُمۡ اِنِّي مَلَك" مِنَ الۡمَلَائِكَة "اِنۡ" مَا "اَتَّبِع اِلَّا مَا يُوحَى اِلَيَّ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِي الۡاَعۡمَى" الۡكَافِر "وَالۡبَصِير" الۡمُؤۡمِن "اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ" فِي ذٰلِكَ فَتُؤۡمِنُوۡنَ،

آپ ان کافروں سے فرما دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں یعنی جو مجھ سے غائب ہے اور جس کی وحی مجھے نہیں کی گئی اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتوں میں سے فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ فرما دیجئے، کیا کافر اندھا اور مؤمن دیکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ تاکہ تم اس کے سبب اس میں ایمان لے آؤ۔

| |
|---|
| وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ |
| اور آپ اس کے ذریعے ان لوگوں کو ڈر سنایئے جو اپنے رب کے پاس اس حال میں جمع کئے جانے سے خوف زدہ ہیں کہ |
| ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ سفارشی تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ |

## قرآن کے ذریعے لوگوں کو ڈر سنانے کا بیان

"وَاَنْذِرْ" خَوِّفْ "بِهِ" اَیِ الْقُرْاٰنِ "الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ" اَیْ غَيْرِهٖ "وَلِيٌّ" يَنْصُرُهُمْ "وَّلَا شَفِيْعٌ" يَشْفَعُ لَهُمْ وَجُمْلَةُ النَّفْیِ حَالٌ مِنْ ضَمِيْرِ يُحْشَرُوْا وَهِیَ مَحَلُّ الْخَوْفِ وَالْمُرَادُ بِهِمُ الْمُؤْمِنُوْنَ الْعَاصُوْنَ "لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" اللّٰهَ بِاِقْلَاعِهِمْ عَمَّا هُمْ فِيْهِ وَعَمَلِ الطَّاعَاتِ،

اور آپ اس قرآن کے ذریعے ان لوگوں کو ڈر سنایئے جو اپنے رب کے پاس اس حال میں جمع کئے جانے سے خوف زدہ ہیں کہ ان کے لئے اس کے سوا نہ کوئی مددگار ہو اور نہ کوئی سفارشی اور جملہ منفی "یُحْشَرُوْا" کی ضمیر سے حال ہے اور یہی محل خوف ہے اس سے مراد مؤمنین کی عصاۃ ہے۔ تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں۔ کہ شاید وہ اپنے معمولات کو چھوڑ کر طاعات پر عمل کریں۔

| |
|---|
| وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ |
| مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا چاہتے تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں |
| اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے۔ |

## بارگاہ الوہیت میں فقراء مسلمانوں کی عظمت کا بیان

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ" بِعِبَادَتِهِمْ "وَجْهَهٗ" تَعَالٰى لَا شَيْئًا مِنْ اَغْرَاضِ الدُّنْيَا وَهُمُ الْفُقَرَاءُ وَكَانَ الْمُشْرِكُوْنَ طَعَنُوْا فِيْهِمْ وَطَلَبُوْا اَنْ يَطْرُدَهُمْ لِيُجَالِسُوْهُ وَاَرَادَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ طَمَعًا فِیْ اِسْلَامِهِمْ "مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ" زَائِدَةٌ "شَيْءٍ"

اِنْ كَانَ بَاطِنهمْ غَيْر مَرْضِىّ . "وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَیْءٍ فَتَطْرُدهُمْ " جَوَاب النَّفْي "فَتَكُوْن مِنَ الظَّالِمِينَ" اِنْ فَعَلْت ذٰلِكَ

اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام عبادت سے اس کی رضا چاہتے ہیں۔جن کا کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہے۔اور وہ فقراء ہیں۔جن کو مشرکین طعنہ دیتے تھے۔اور آپ ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ آپ انہیں اپنی مجلس سے اٹھا دیں اور نبی کریم ﷺ نے اسلام کی خاطر سوچا کہ شاید یہ اسلام لے آئیں،تم پر ان کے حساب سے کچھ نہیں، یہاں پر من زائدہ ہے۔اگر چہ ان کا باطن پسند نہ آنے والا ہو،اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں، یہ جواب نفی ہے۔پھر انہیں تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے

## سورہ انعام آیت ۵۲ کے مضامین نزول کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہم چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی میرے حضرات ابن مسعود، حضرت صہیب ، حضرت عمار، حضرت مقداد اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم ۔قریش نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ان لوگوں کو یہاں سے اٹھا دیجیے کیونکہ ہم ان لوگوں کے پیروکار نہیں بننا چاہتے تو رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر میں اللہ کی مشیت کے مطابق جو بات داخل ہونا تھی سو ہوئی اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مسلم 2413)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں نازل ہوئی۔ہم لاچار اور بیکس لوگ تھے صبح وشام رسول اللہ کی خدمت میں رہتے ،قرآن کریم اور خیر کی باتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیکھتے رہتے اور آپ ہمیں جنت دوزخ، نفع مند چیزوں اور موت بعث سے متنبہ فرماتے رہتے۔

ایک مرتبہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آپ کے پاس آکر کہنے لگے کہ ہم اپنی قوم کے معزز لوگ ہیں ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ لوگ ہمیں ان ( گھٹیا لوگوں ) کے ساتھ دیکھیں لہذا آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیجیے پھر ہم آپ کے ساتھ بیٹھیں گے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس وقت تک رضامند نہ ہوں گے جب تک آپ ہمارے درمیان ایک دستاویز نہ لکھ لیں چنانچہ ایک چمڑا اور دوات لائی گئی تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَه) الى قوله ( فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ )(سورہ انعام 53)اور جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار سے دعا کرتے ہیں (اور) اس کی ذات کے طالب ہیں ان کو (اپنے پاس سے ) مت نکالو۔اور اسی طرح ہم نے بعض لوگوں کی بعض سے آزمائش کی ہے کہ (جو دولت مند ہیں وہ غریبوں کی نسبت ) کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر خدا نے ہم میں سے فضل کیا ہے (خدا نے فرمایا) بھلا خدا شکر کرنے والوں سے واقف نہیں۔(زاد المسیر 3۔44)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سرداران قریش کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری تو آپ کے پاس خباب بن ارت ،صہیب ، بلال اور عمار بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے کہا اے محمد ﷺ کیا آپ انہی لوگوں پر راضی ہو گئے؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کے پیروکار ہو جائیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَه) (نیسابوری، 183 معجم طبرانی 217-10 مجمع الزوائد 7-21)

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ○

اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزماتے ہیں تاکہ وہ کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔

## فقراء کی دولتمندوں پر ایمان میں سبقت لے جانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا" ابْتَلَيْنَا "بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ" اَیْ الشَّرِيف بِالْوَضِيعِ وَالْغَنِيّ بِالْفَقِيرِ بِاَنْ قَدَّمْنَاهُ بِالسَّبْقِ اِلَى الْاِيْمَان "لِيَقُوْلُوا" اَیْ الشُّرَفَاء وَالْاَغْنِيَاء مُنْكِرِينَ "اَهٰؤُلَاءِ" الْفُقَرَاء "مَنَّ اللّٰه عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا" بِالْهِدَايَةِ اَیْ لَوْ كَانَ مَا هُمْ عَلَيْهِ هُدًى مَا سَبَقُوْنَا اِلَيْهِ "اَلَيْسَ اللّٰه بِاَعْلَم بِالشَّاكِرِينَ" لَهٗ فَيَهْدِيهِمْ: بَلٰى،

اور اسی طرح ہم ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے یعنی شریف کو کمینے کے ذریعے اور دولتمند کو فقیر کے ذریعے آزماتے ہیں اس طرح کہ ہم نے ان کو ایمان میں سبقت عطا کر دی۔ تاکہ وہ یعنی شرفاء اور مالدار لوگ جو منکرین ہیں وہ کہیں کیا ہم میں سے یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے ہدایت کا احسان کیا ہے؟ یعنی اگر یہ ہدایت پر ہوتے تو ہم سے کبھی سبقت لے جانے والے نہ ہوتے۔ کیا اللہ شکر گزاروں کو خوب جاننے والا نہیں ہے۔ ہاں البتہ وہی ان کو ہدایت دینے والا ہے۔

عکرمہ کا قول ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، معطم بن عدی اور الحارث بن نوفل بنی عبد مناف کے اہل کفر کے اشراف کو ساتھ لے کر عبد المطلب کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ کاش آپ کا بھتیجا ہمارے غلاموں موالیوں اور گھٹیا لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دے تو یہ بات ہمارے دلوں میں بہت بڑا درجہ رکھتی ہے اور اس کے لیے ہمارے ہاں بڑا پسندیدہ کام ہوتا نیز یہ بات ہمارے لیے اس کی پیروی اور تصدیق کرنے کے لیے بہت مددگار ثابت ہوگی ابو طالب نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور اس بارے میں آپ سے بات کی حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اگر آپ وہ کام کریں جو وہ چاہتے ہیں تاکہ ہم دیکھ لیں وہ چاہتے کیا ہیں اور اپنی بات کا کہاں تک پاس کر کے آگے بڑھتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر اپنی بات کے لیے معذرت کرنے آئے۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے

اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کرلی ہے، سوتم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے

اور (اپنی) اصلاح کرلے تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## جہالت کے سبب برائی کرنے والے کی توبہ کا بیان

"وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ" "لَهُمْ" "سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ" "قَضٰى" "رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اَنَّهٗ" اَیِ الشَّاْنُ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالْفَتْحِ بَدَلٌ مِنَ الرَّحْمَةِ "مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًا بِجَهَالَةٍ" مِنْهُ حَیْثُ ارْتَكَبَهٗ "ثُمَّ تَابَ" رَجَعَ "مِنْ بَعْدِهٖ" بَعْدَ عَمَلِهٖ عَنْهُ "وَاَصْلَحَ" عَمَلَهٗ "فَاِنَّهٗ" اَیِ اللّٰهُ "غَفُوْرٌ" لَهٗ "رَحِیْمٌ" بِهٖ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالْفَتْحِ اَیْ فَالْمَغْفِرَةُ لَهٗ.

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمہارے رب نے اپنی ذات کے ذمہ کرم پر رحمت لازم کرلی ہے، اور ایک قرأت میں یہ رحمت سے بدل ہے۔ سوتم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد اپنے عمل سے رجوع کرے توبہ کرلے اور اپنے عمل کی اصلاح کرلے تو بیشک وہ اس کو بڑا بخشنے والا، اس کے ساتھ بہت رحم فرمانے والا ہے۔ اور ایک قرأت میں ہمزہ مفتوحہ یعنی اس کیلئے بخشش ہے۔

## سورہ انعام آیت ۵۴ کے شان نزول کا بیان

عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان ضعفاء کے بارے میں نازل ہوئی، جن کو اپنے پاس سے اٹھانے سے اللہ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کو روکا تو نبی مکرم ﷺ جب بھی ان کو دیکھتے تو ان سے سلام میں پہل کرتے اور فرماتے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے جن کو سلام میں پہل کرنے کا مجھے حکم دیا گیا۔ (قرطبی 6۔435))

ماہان حنفی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی قوم آپ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ ہم سے بہت بڑے بڑے گناہ سرزد ہوئے ہیں آپ نے انہیں کچھ جواب نہیں دیا جب وہ واپس چلے گئے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ (طبری 7۔132، زاد المسیر 3۔48)

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ۝

اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں اور اس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہوجائے۔

## حق وباطل کی راہوں کو واضح کرنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ "نُفَصِّلُ" نُبَيِّنُ "الْاٰيَاتِ" الْقُرْاٰنَ لِيَظْهَرَ الْحَقُّ فَيُعْمَلَ بِهٖ "وَلِتَسْتَبِيْنَ" تَظْهَرَ "سَبِيْلُ" طَرِيْقُ "الْمُجْرِمِيْنَ" فَتُجْتَنَبَ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَفِیْ اُخْرٰی بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَنَصْبِ سَبِيْلَ خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اوراسی طرح ہم آیات قرآنی کوتفصیلاً بیان کرتے ہیں تا کہ حق واضح ہو جائے اوراس پر عمل کیا جائے اوراس لئے کہ مجرموں کا راستہ ظاہر ہو جائے۔ تا کہ اس سے پرہیز کیا جائے۔ ایک قرأت میں تحتانیہ جبکہ دوسری میں فوقانیہ میں سبیل منصوب ہوگا اوراس میں خطاب نبی کریم ﷺ کیلئے آیا ہے۔

اے اللہ! ہمیں حق کوواضح دکھااوراس کی پیروی کی توفیق بخش اوراے اللہ ہمیں باطل بھی واضح دکھادے اوراس سے بچنے اور اجتناب کرنے کی توفیق دے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ |
| قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ○ |
| فرمادیجئے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ فرمادیجئے کہ |
| میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا اگر ایسے ہو تو میں یقیناً بھٹک جاؤں اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے نہ رہوں۔ |

## باطل معبودوں کی عبادت سے ممانعت کا بیان

"قُلْ اِنِّی نُهِیتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُلْ لَا اَتَّبِعُ اَهْوَاءَ كُمْ" فِیْ عِبَادَتِهَا "قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا" اِنْ اتَّبَعْتُهَا،

فرمادیجئے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان جھوٹے معبودوں کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ فرمادیجئے کہ میں تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کرسکتا اگر ایسے ہو تو میں یقیناً بھٹک جاؤں اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی نہ رہوں جو کہ ناممکن ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ |
| اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ○ |
| فرمادیجئے بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ نہیں ہے جس کی |
| تم جلدی مچارہے ہو۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ |

## عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کرنے والے کفار کا بیان

"قُلْ اِنِّی عَلٰی بَیِّنَة" بَیَان "مِنْ رَبِّی وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ" وَقَدْ كَذَّبْتُمْ بِرَبِّی حَیْثُ اَشْرَكْتُمْ "مَا عِنْدِی مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ" مِنْ الْعَذَاب "اِنْ" مَا "الْحُكْم" فِیْ ذٰلِكَ وَغَیْرِهٖ "اِلَّا لِلّٰهِ یَقُصّ" الْقَضَاء "الْحَقّ وَهُوَ خَیْر الْفَاصِلِیْنَ" الْحَاكِمِیْنَ وَفِیْ قِرَاءَة یَقُصّ اَیْ یَقُوْل،

فرمادیجئے بیشک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔اور تم نے شرک کر کے میرے رب کو بھی جھٹلایا ہے۔میرے پاس وہ نہیں ہے جس عذاب کی تم جلدی مچارہے ہو۔اس میں اور اس کے سوا میں حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔وہ حق کا فیصلہ بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔یعنی بہتر حکم دینے والا ہے۔اور ایک قرأت میں یقص یعنی یقول ہے

## سورہ انعام ۵۷ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث اور قریش کے سرداروں کے متعلق نازل ہوئی وہ بطور استہزاء رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اے محمد ﷺ آپ وہ عذاب لے آئیں جس کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(نیسابوری185،زادالمیسر 3۔51،طبری7۔177)

کفار عذاب کا مطالبہ کرتے ہوئے کہتے تھے،( اللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ) الانفال:32)(اگر یہ حق ہے جسکی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کردیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے۔

| |
|---|
| قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ۝ |
| فرمادیں اگر وہ میرے پاس ہوتا جسے تم جلدی چاہتے ہو تو یقینا میرے اور تمہارے درمیان کام تمام ہو چکا ہوتا۔ |
| اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## ظالموں کے معاقبہ کے وقت کو اللہ جانتا ہے

"قُلْ" لَھُمْ "لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ" بِاَنْ اُعَجِّلَهٗ لَکُمْ وَاَسْتَرِیْح وَلٰکِنَّهٗ عِنْدَ اللّٰہ "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ" مَتٰی یُعَاقِبُھُمْ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں اگر وہ عذاب میرے پاس ہوتا جسے تم جلدی چاہتے ہو تو یقینا میرے اور تمہارے درمیان کام تمام ہو چکا ہوتا۔یعنی اگر میں اس عذاب کو تمہارے لئے جلد لاتا اور راحت حاصل کرتا لیکن وہ اللہ کے پاس ہے۔اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔کہ کب ان کا معاقبہ کرنا ہے۔یعنی ان کو سزا دینی ہے۔

## کفار کی سرکشی کے باوجود نبی کریم ﷺ کی رحمت کا بیان

ابن شہاب عروہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا یوم احد سے بھی سخت دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہاری قوم کی جو جو تکلیفیں اٹھائی ہیں وہ اٹھائی ہیں اور سب سے زیادہ تکلیف جو میں نے اٹھائی وہ عقبہ کے دن تھی جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تو اس نے میری خواہش کو پورا نہیں کیا پھر میں رنجیدہ

ہو کر سیدھا چلا ابھی میں ہوش میں نہ آیا تھا کہ قرن ثعالب میں پہنچا میں نے اپنا سر اٹھایا تو بادل کے ایک ٹکڑے کو اپنے اوپر سایہ فگن پایا میں نے جو دیکھا تو اس میں جبرائیل علیہ السلام علیہ السلام تھے انہوں نے مجھے آواز دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کی گفتگو اور ان کا جواب سن لیا ہے۔

اب پہاڑوں کے فرشتہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کافروں کے بارے میں جو چاہیں حکم دیں پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور سلام کیا پھر کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو میں اخشبین نامی دو پہاڑوں کو ان کافروں پر لا کر رکھ دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (نہیں) بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اسی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں گے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 491)

| |
|---|
| وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ |
| اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ |
| اور غیب کی کنجیاں (یعنی وہ راستے جس سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے) اسی کے پاس (اس کی قدرت وملکیت میں) ہیں، انہیں |
| اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ ہر اس چیز کو (بلا واسطہ) جانتا ہے جو خشکی میں اور دریاؤں میں ہے، اور کوئی پتا نہیں گرتا |
| مگر (یہ کہ) وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی (ایسا) دانہ ہے اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز |
| مگر روشن کتاب میں (سب کچھ لکھ دیا گیا ہے)۔ |

## ذاتی علم غیب کا صرف اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"وَعِنْده" تَعَالٰى "مَفَاتِح الْغَيْب" خَزَائِنه اَوْ الطُّرُق الْمُوَصِّلَة اِلٰى عِلْمه "لَا يَعْلَمهَا اِلَّا هُوَ" وَهِيَ الْخَمْسَة الَّتِي فِيْ قَوْله "اِنَّ اللّٰه عِنْده عِلْم السَّاعَة" الْاٰيَة كَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيّ "وَيَعْلَم مَا" يَحْدُث "فِي الْبَرّ" الْقِفَار "وَالْبَحْر" الْقُرَى الَّتِي عَلَى الْاَنْهَار "وَمَا تَسْقُط مِنْ" زَائِدَة "وَرَقَة اِلَّا يَعْلَمهَا وَلَا حَبَّة فِيْ ظُلُمَات الْاَرْض وَلَا رَطْب وَلَا يَابِس" عُطِفَ عَلٰى وَرَقَة "اِلَّا فِيْ كِتَاب مُبِين" هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ . وَالْاِسْتِثْنَاء بَدَل اشْتِمَال مِنْ الْاِسْتِثْنَاء قَبْله

اور غیب کی کنجیاں یعنی وہ راستے اور خزائن جس سے غیب کسی پر آشکار کیا جاتا ہے۔ اسی کے پاس اس کی قدرت وملکیت میں ہیں، انہیں اس کے سوا (از خود) کوئی نہیں جانتا، اور وہ علوم خمسہ ہیں جو اس قول "اِنَّ اللّٰه عِنْده عِلْم السَّاعَة" بیان ہوئے ہیں جیسا امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور وہ ہر اس چیز کو بلا واسطہ جانتا ہے جو خشکی میں ہوتی ہے اور دریاؤں میں ہوتا ہے، اور چٹیل میدانوں اور ان بستیوں کو نہروں کے کنارے واقع ہیں ان کو جانتا ہے۔ اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اسے جانتا ہے اور نہ زمین کی

تاریکیوں میں کوئی ایسا دانہ ہے اور نہ کوئی تر چیز ہے اور نہ کوئی خشک چیز مگر روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں سب کچھ لکھ دیا گیا ہے۔ اور رطب ویابس کا عطف ورقہ پر ہے۔ اور یہاں استثناء اپنے ماقبل استثناء سے بدل اشتمال ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور وہی ہے جو رات کے وقت تمہاری روحیں قبض فرمالیتا ہے اور جو کچھ تم دن کے وقت کماتے ہو وہ جانتا ہے پھر وہ تمہیں دن میں اٹھادیتا ہے تاکہ معینہ میعاد پوری کردی جائے پھر تمہارا پلٹنا اسی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ان سے آگاہ فرمادے گا جو تم کرتے رہے تھے۔

## زندگی کی مدت پوری ہونے پر ارواح کے قبض ہوجانے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّیْلِ" یَقْبِض اَرْوَاحكُمْ عِند النَّوْم "وَیَعْلَم مَا جَرَحْتُمْ" كَسَبْتُمْ "بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثكُمْ فِیْهِ" اَیْ النَّهَار بِرَدِّ اَرْوَاحكُمْ "لِیُقْضٰى اَجَل مُسَمًّى" هُوَ اَجَل الْحَیَاة "ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعكُمْ" بِالْبَعْثِ "ثُمَّ یُنَبِّئكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" فَیُجَازِیكُمْ بِهِ،

اور وہی ہے جو رات کے یعنی نیند کے وقت تمہاری روحیں قبض فرمالیتا ہے اور جو کچھ تم دن کے وقت کماتے ہو وہ جانتا ہے پھر وہ تمہیں دن میں اٹھادیتا ہے یعنی اس دن تمہیں ارواح کو لوٹادے گا۔ تاکہ تمہاری زندگی کی معینہ میعاد پوری کردی جائے اور وہ زندگی کی مدت ہے۔ پھر تمہارا پلٹنا یعنی دوبارہ زندہ کر جانا اسی کی طرف ہے، پھر وہ روز محشر تمہیں ان تمام اعمال سے آگاہ فرمادے گا جو تم اس زندگانی میں کرتے رہے تھے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## روح کی اقسام کا بیان

ابن مردویہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر ہے جو سونے کے وقت اس کی روح کو لے جاتا ہے پھر اگر قبض کرنے کا حکم ہوتا ہے تو وہ اس روح کو نہیں لوٹاتا ورنہ بحکم الٰہی لوٹا دیتا ہے۔

روح دو قسم کی ہوتی ہے ایک حیوانی دوسرے روحانی یا نفسانی۔ رات کو یا نیند کے دوران روح نفسانی جسم سے نکل جاتی ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اسے قبض کرلیتا ہے۔ اس روح کے جسم سے علیحدہ ہونے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی سماعت، بصارت اور قلب و دماغ اپنا کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں لیکن حیوانی روح جسم میں موجود رہتی ہے جس کی وجہ سے انسان میں دوران خون جاری رہتا ہے اور وہ سانس بھی لیتا رہتا ہے اور نیند پوری ہونے کے بعد یا سوئے ہوئے کو جگانے سے روح نفسانی بھی جسم میں واپس لوٹ آتی ہے اور ان دونوں قسم کی روحوں کا آپس میں تعلق یہ ہوتا ہے کہ کسی ایک روح کے خاتمہ سے یا قبض کرنے سے دوسرے کا از خود خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان پر موت واقع ہوجاتی ہے گویا سوئے ہوئے انسان پر آدھی موت طاری ہوچکی ہوتی ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے نیند کو موت کی بہن قرار دیا ہے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا اور اس حقیقت

سے ایک دوسری بڑی حقیقت پر استدلال کیا ہے جو یہ ہے کہ جس طرح اللہ تمہاری نفسانی روح رات کو قبض کر کے صبح واپس تمہارے جسم میں بھیج دیتا ہے اسی طرح موت کے وقت تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جب قیامت قائم ہوگی تو وہی روح واپس بھیج کر تمہیں تمہاری قبروں سے اٹھا کھڑا کرے گا۔

| |
|---|
| وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ یُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ |
| تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۝ |
| اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے۔ |
| ہمارے بھیجے ہوئے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ خطاء نہیں کرتے۔ |

## اعمال کا احاطہ کرنے والے فرشتوں کا بیان

"وَهُوَ الْقَاهِر" "مُسْتَعْلِيًا" "فَوْق عِبَاده وَيُرْسِل عَلَيْكُمْ حَفَظَة" "مَلَائِكَة تُحْصِي اَعْمَالكُمْ" "حَتّٰى اِذَا جَاءَ اَحَدكُمْ الْمَوْت تَوَفَّتْهُ" "وَفِيْ قِرَاءَة تَوَفَّاهُ" "رُسُلنَا" "الْمَلَائِكَة الْمُوَكَّلُوْنَ بِقَبْضِ الْاَرْوَاح" "وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ" "يُقَصِّرُوْنَ فِيْمَا يُؤْمَرُوْنَ بِهِ".

اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر فرشتوں کو بطور نگہبان بھیجتا ہے، وہ فرشتے تمہارے اعمال کا حساب رکھنے والے ہیں۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آتی ہے۔ ایک قرأت میں توفاہ ہے۔ تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ اس میں کوئی خطاء یا کوتاہی نہیں کرتے۔

## دن رات کے فرشتوں کے پاس نامہ اعمال ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رات اور دن کے فرشتے تمہارے پاس آتے ہیں اور فجر کی نماز میں اور عصر کی نماز میں وہ اکٹھے ہوتے ہیں پھر یہ اوپر چڑھ جاتے ہیں پھر ان کا رب ان سے پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے۔

تو فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز کی حالت میں چھوڑا اور ہم ان کے پاس سے آئے تو اس وقت بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1427)

فرشتے جن کو کراماً کاتبین کہتے ہیں وہ بنی آدم کی نیکی اور بدی لکھتے رہتے ہیں، ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے ہیں ایک داہنے ایک بائیں، نیکیاں، داہنی طرف کا فرشتہ لکھتا ہے اور بدیاں بائیں طرف کا، بندوں کو چاہئے ہوشیار رہیں اور بدیوں اور گناہوں سے بچیں کیونکہ ہر ایک عمل لکھا جاتا ہے اور روز قیامت وہ نامہ اعمال تمام خلق کے سامنے پڑھا جائے گا تو گناہ کتنی رسوائی کا سبب ہوں گے اللہ پناہ دے۔

## مؤمن وکافر کی روح کا جسم سے جدا ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ملک الموت کے بہتیے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب کسی مؤمن کی روح نکلتی ہے تو دو فرشتے اسے لے کر اوپر چڑھتے ہیں تو آسمان والے کہتے ہیں کہ پاکیزہ روح زمین کی طرف سے آئی ہے اللہ تعالیٰ تجھ پر اور اس جسم پر کہ جسے تو آباد رکھتی تھی رحمت نازل فرمائے پھر اس روح کو اللہ عزوجل کی طرف لے جایا جاتا ہے پھر اللہ فرماتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے (یعنی سدرۃ المنتہی) لے چلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کافر کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان والے کہتے ہیں کہ خبیث روح زمین کی طرف سے آئی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تم اسے آخری وقت کے لئے سجین کی طرف لے چلو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اپنی ناک مبارک پر اس طرح لگائی تھی (کافر کی روح کی بدبو ظاہر کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2720)

| |
|---|
| ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝ |
| پھر پھیرے جاتے ہیں اپنے سچے مولیٰ اللہ کی طرف سنتا ہے اسی کا حکم اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔ |

## مخلوق الٰہی کا مالک حقیقی کی طرف لوٹ جانے کا بیان

"ثُمَّ رُدُّوا" اَیْ الْخَلْق "إِلَى اللّٰه مَوْلَاهُمْ" مَالِكهمْ "الْحَقّ" الثَّابِت الْعَدْل لِيُجَازِيَهُمْ "أَلَا لَهُ الْحُكْم" الْقَضَاء النَّافِذ فِيهِمْ "وَهُوَ أَسْرَع الْحَاسِبِينَ" يُحَاسِب الْخَلْق كُلّهمْ فِي قَدْر نِصْف نَهَار مِنْ أَيَّام الدُّنْيَا لِحَدِيثٍ بِذٰلِكَ،

پھر مخلوق کو اپنے سچے مولیٰ کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ جو ان کا حقیقی مالک ہے۔ خبردار! اسی کا حکم اس جہاں میں نافذ ہے اور وہ سب سے جلد حساب کرنے والا ہے۔ یعنی وہ ساری مخلوق کا حساب دنیا کے ایام کے حساب سے نصف دن میں لینے والا ہے۔ کیونکہ حدیث میں اسی طرح آیا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً |
| لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ |
| تم فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے جسے پکارتے ہو گڑگڑا کر اور آہستہ کہ |
| اگر وہ ہمیں اس سے بچاوے تو ہم ضرور احسان مانیں گے۔ |

## بحر و بر کے مصائب سے نجات دینے والی ذات کون ہے؟

"قُلْ" یَا مُحَمَّدُ لِاَهْلِ مَکَّةَ "مَنْ یُّنَجِّیْکُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" اَهْوَالِهِمَا فِیْ اَسْفَارِکُمْ حِیْنَ "تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا" عَلَانِیَةً "وَّخُفْیَةً" سِرًّا تَقُوْلُوْنَ "لَئِنْ" لَامُ قَسَمٍ "اَنْجَیْتَنَا" وَفِیْ قِرَاءَةٍ اَنْجَانَا اَیِ اللّٰهُ "مِنْ هٰذِهٖ" الظُّلُمَاتِ وَالشَّدَائِدِ "لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ" الْمُؤْمِنِیْنَ،

یا محمد ﷺ تم ان اہل مکہ سے فرماؤ وہ کون ہے جو تمہیں نجات دیتا ہے جنگل اور دریا کی آفتوں سے یعنی ان دونوں کے اسفار میں آنے والی پریشانیوں کے وقت جسے تم عاجزی سے پکارتے ہو گو گڑا کر اور آہستہ کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچائے لئن میں لام قسم ہے۔اور ایک قرأت میں انجانا ہے۔یعنی ان تاریکیوں اور مصائب سے اللہ نجات دینے والا ہے۔تو ہم ضرور شکر گزار یعنی ایمان لانے والے بن جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تصرعا و خفیتہ کے معنی جہراً و سراً یعنی بلند آواز اور پست آواز کے ہیں۔الغرض اس وقت صرف اللہ کو ہی پکارتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس وقت سے نجات دے گا تو ہم ہمیشہ تیرے شکر گزار رہیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجود اس عہد و پیان کے ادھر ہم نے انہیں تنگی اور مصیبت سے چھوڑا اور ادھر یہ آزاد ہوتے ہی ہمارے ساتھ شرک کرنے لگے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو پھر پکارنے لگے۔

اس آیت کے بیان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی انسان کو جو کسی لکڑی سے معمولی خراش لگتی ہے، یا قدم کو کہیں لغزش ہو جاتی ہے، یا کسی رگ میں خلش ہوتی ہے یہ سب کسی گناہ کا اثر ہوتا ہے، اور جو گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ بہت زیادہ ہیں۔

بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مراد اس سے یہ ہے کہ مجرموں اور گناہگاروں کو جو امراض اور آفات پیش آتے ہیں وہ سب گناہوں کے آثار ہوتے ہیں اور جو لوگ گناہوں سے معصوم یا محفوظ ہیں ان کے امراض اور آفات ان کے صبر استقلال کے امتحان اور جنت کے بلند درجات عطا کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلِ اللّٰهُ یُنَجِّیْکُمْ مِّنْهَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ ○ |
| فرما دیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے تم پھر شرک کرتے ہو۔ |

## نجات کے بعد پھر شرکیہ عقیدے کو اپنانے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "اللّٰهُ یُنَجِّیْکُمْ" بِالتَّخْفِیْفِ وَالتَّشْدِیْدِ "مِنْهَا وَمِنْ کُلِّ کَرْبٍ" غَمٍّ سِوَاهَا "ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِکُوْنَ" بِهٖ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیجئے کہ اللہ ہی تمہیں اس سے اور ہر تکلیف جو اس کے سوا ہے اس سے نجات دیتا ہے۔ ینجی یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ تم پھر اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔

حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرت کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا، تمہاری بداعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا۔ بلکہ جب مصائب وشدائد کی اندھیریوں میں پھنس کر تم اس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کریں گے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے، تو بسا اوقات تمہاری دستگیری کر کے ان مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دے دیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔

| |
|---|
| قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ |
| شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ○ |
| فرمادیجئے وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں |
| فرقہ فرقہ کر کے آپس میں بھڑائے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے ! ہم |
| کس کس طرح آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ یہ سمجھ سکیں۔ |

## عذاب الٰہی کی مختلف صورتوں کا بیان

"قُلْ هُوَ الْقَادِرِ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ" مِنَ السَّمَاءِ كَالْحِجَارَةِ وَالصَّيْحَةِ "اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ" كَالْخَسْفِ "اَوْ يَلْبِسَكُمْ" يَخْلِطَكُمْ "شِيَعًا" فِرَقًا مُخْتَلِفَةَ الْاَهْوَاءِ "وَيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ" بِالْقِتَالِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَمَّا نَزَلَتْ "هٰذَا اَهْوَنُ وَاَيْسَرُ" وَلَمَّا نَزَلَ مَا قَبْلَه قَالَ: "اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَرَوَى مُسْلِم حَدِيْث "سَاَلْتُ رَبِّي اَلَّا يَجْعَلَ بَاْسَ اُمَّتِي بَيْنَهُمْ فَمَنَعَنِيْهَا" وَفِيْ حَدِيْث "لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ اَمَا اِنَّهَا كَائِنَةٌ وَلَمْ يَاْتِ تَاْوِيْلُهَا بَعْد" "اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ لَهُمْ "الْاٰيَاتِ" الدَّلَالَات عَلٰى قُدْرَتِنَا "لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ اَنَّ مَا هُمْ عَلَيْهِ بَاطِلٌ،

فرمادیجئے وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے خواہ تمہارے اوپر کی طرف سے جیسے پتھر یا چیخ ہے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یعنی تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر کے آپس میں لڑائے۔ یعنی مختلف خواہشات میں تقسیم کر کے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ اھون اور آسان ہے۔ اور جب اس سے پہلے والی آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کہا کہ میں اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں (صحیح بخاری) اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میری امت کو اختلاف سے بچا تو مجھے اس سے روک دیا گیا اور ایک حدیث میں ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو ایسا ہو کر رہے گا جس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ دیکھئے ! ہم کس کس طرح آیتیں بیان

کرتے ہیں یعنی اپنی قدرت پر دلالت کرنے والی آیات بیان کرتے ہیں۔تا کہ یہ لوگ سمجھ سکیں۔کہ وہ یعنی کفار باطل پر ہیں۔

## سورہ انعام آیت ٦٦ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قل ھو القادر۔کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب اوپر سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔الانعام۔آیت 65) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الٰہی میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔پھر یہ الفاظ نازل ہوئے (اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ) 6۔الانعام:65) یا تمہیں فرقے کر کے ٹکرا دے اور ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں کچھ معمولی اور آسان ہیں راوی کو شک ہے کہ اَهْوَنُ فرمایا اَیْسَرُ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1007)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (قُلْ هُوَ الْقَادِرُ) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد دوبارہ کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کو تلواروں سے قتل کرنے لگو تو صحابہ نے کہا جبکہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں؟ بعض لوگوں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا کہ ہم مسلمان ہوں اور ایک دوسرے کو قتل کریں اس موقع پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں (اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ،الی قولہ تعالی وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ، لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ،

(اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے کہہ دو کہ میں تمہارا دارغہ نہیں ہوں ہر خبر کے لیے ایک وقت مقرر ہے اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا۔(سیوطی 117،طبری 7۔143)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ قادر ہے کہ تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ میں تیرے پر عظمت وجلال چہرہ کی پناہ میں آتا ہوں اور جب یہ سنا کہ نیچے سے عذاب لے آئے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی۔پھر یہ سن کر کہ یا وہ تم میں اختلاف ڈال دے اور تمہیں ایک دوسرے سے تکلیف پہنچے تو حضور نے فرمایا یہ بہت زیادہ ہلکا ہے۔

ابن مردویہ کی اس حدیث کے آخر میں حضرت جابر کا یہ فرمان بھی مروی ہے کہ اگر اس آپ کی ناچاقی سے بھی پناہ مانگتے تو پناہ مل جاتی۔

مسند میں ہے حضور سے جب اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ تو ہونے والا ہی ہے اب تک یہ ہوا نہیں۔یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے غریب بتاتے ہیں۔

مسند احمد میں حضرت۔ ربن ابی وقاص سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آ رہے تھے آپ مسجد بنی معاویہ میں گئے اور دو رکعت نماز ادا کی ہم نے بھی آپ کے ساتھ پڑھی پھر آپ نے لمبی مناجات کی اور فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں طلب کیں ایک تو یہ کہ میری تمام امت کو ڈبوئے نہیں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ چیز عطا فرمائی، پھر میں نے دعا کی کہ

میرے عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی۔ پھر میں نے دعا کی کہ میری عام امت کو قحط سالی سے اللہ تعالیٰ ہلاک نہ کرے اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرمائی پھر میں نے دعا کی کہ ان میں آپس میں پھوٹ نہ پڑے میری یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ صحیح مسلم وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں ہمارے پاس عبداللہ بن عمر بنی معاویہ کے محلے میں آئے اور مجھ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو تمہاری اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کس جگہ پڑھی؟ میں نے مسجد کے ایک کونے کو دکھا کر کہا یہاں پھر پوچھا جانتے ہو یہاں تین دعائیں حضور نے کیا کیا کیں؟ میں نے کہا ایک تو یہ کہ آپ کی امت پر کوئی غیر مسلم طاقت اس طرح غالب نہ آ جائے کہ ان کو پیس ڈالے دوسرے یہ کہ ان پر عام قحط سالی ایسی نہ آئے کہ یہ سب تباہ ہو جائیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں پھر تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائیاں نہ ہوں لیکن یہ دعا قبول نہ ہوئی یہ سن کر حضرت عبداللہ نے فرمایا تم نے سچ کہا یاد رکھو قیامت تک یہ آپس کی لڑائیاں چلی جائیں گی، ابن مردویہ میں ہے کہ حضور علیہ السلام بنو معاویہ کے محلے میں گئے اور وہاں آٹھ رکعت نماز ادا کی، بڑی لمبی رکعت پڑھیں پھر میری طرف توجہ فرما کر فرمایا میں نے اپنے رب سے تین چیزیں مانگیں اللہ پاک نے دو تو دیں اور ایک نہ دی، میں نے سوال کیا کہ میری امت پر ان کے دشمن اس طرح نہ چھا جائیں کہ انہیں برباد کر دیں اور ان سب کو ڈبویا نہ جائے، اللہ نے ان دونوں باتوں سے مجھے امن دیا پھر میں نے آپ سے لڑائیاں نہ ہونے کی دعا کی لیکن اس سے مجھے منع کر دیا گیا۔

ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ تشریف لے گئے اب دریافت کرتا کرتا حضور جہاں تھے وہیں پہنچا دیکھا تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں میں بھی آپ کے پیچھے نماز میں کھڑا ہو گیا، آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی، جب فارغ ہوئے تو میں کہا حضور بڑی لمبی نماز تھی پھر آپ نے اپنی تینوں دعاؤں کا ذکر کیا۔

نسائی وغیرہ میں حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک سفر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کی آٹھ ۹ رکعت پڑھیں اور حضرت انس کے سوال پر اپنی دعاؤں کا ذکر کیا اس میں عام قحط سالی کا ذکر ہے، نسائی وغیرہ میں ہے کہ حضور نے ایک مرتبہ ساری رات نماز میں گزار دی صبح کے وقت سلام پھیرا تو حضرت خباب بن ارث رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی ہیں پوچھا کہ ایسی طویل نماز میں تو میں نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا آپ نے اس کے جواب میں وہی فرمایا جو اوپر مذکور ہوا، اس میں ایک دعا یہ ہے کہ اگلی امتوں پر جو عام عذاب آئے وہ میری امت پر عام طور پر نہ آئیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور نے نماز پڑھی جس کے رکوع سجود پورے تھے اور نماز ہلکی تھی۔

مسند احمد میں ہے رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے لئے زمین لپیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرقین مغربین دیکھ لئے جہاں جہاں تک یہ زمین میری لئے لپیٹ دی گئی تھی وہاں وہاں تک میری امت کی بادشاہت پہنچے گی، مجھے دونوں

خزانے دیئے گئے ہیں سفید اور سرخ، میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میری امت کو عام قحط سالی سے ہلاک نہ کر اور ان پر کوئی ان کے سوا ایسا دشمن مسلط نہ کر جو انہیں عام طور پر ہلاک کر دے یہاں تک کہ یہ خود آپس میں ایک دوسروں کو ہلاک کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قتل کرنے لگیں اور ایک دوسروں کو قید کرنے لگیں اور حضور نے فرمایا میں اپنی امت پر کسی چیز سے نہیں ڈرتا بجز گمراہ کرنے والے اماموں کے پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک ان میں سے اٹھائی نہ جائے گی، ابن مردویہ میں ہے کہ جب آپ لوگوں میں نماز پڑھتے تو نماز ہلکی ہوتی، رکوع وسجود پورے ہوتے ایک روز آپ بہت دیر تک بیٹھے رہے یہاں تک کہ ہم نے ایک دوسرے کو اشارے سے سمجھا دیا کہ شاید آپ پر وحی اتر رہی ہے کاموشی سے بیٹھے رہو۔ جب آپ فارغ ہوئے تو بعض لوگوں نے کہا حضور آج تو اس قدر زیادہ دیر تک آپ کے بیٹھے رہنے سے ہم نے یہ خیال کیا تھا اور آپس میں ایک دوسرے کو اشارے سے یہ سمجھایا تھا کہ آپ نے فرمایا نہیں یہ بات تو نہ تھی بلکہ میں نے یہ نماز بڑی رغبت ویکسوئی سے ادا کی تھی، میں نے اس میں تین چیزیں اللہ تبارک وتعالیٰ سے طلب کی تھیں جن میں سے دو تو اللہ تعالیٰ نے دے دیں اور ایک نہیں دی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تمہیں وہ عذاب نہ کرے جو تم سے پہلی قوموں کو کیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اسے پورا کیا میں نے پھر کہا کہ یا اللہ میری امت پر کوئی ایسا دشمن چھا نہ جائے جو ان کا صفایا کر دے تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ مراد بھی پوری کر دی، پھر میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تم میں پھوٹ نہ ڈالے کہ ایک دوسرے کو ایذاء پہنچائیں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول نہ فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام، بیروت)

ابن عباس فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کر کے اٹھ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت پر نہ تو ان کے اوپر سے عذاب اتار نہ نیچے سے انہیں عذاب چکھا اور نہ ان میں تفرقہ ڈال کر ایک دوسرے کی مصیبت پہنچا، اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام اترے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس سے پناہ دے دی کہ ان کے اوپر سے یا ان کے نیچے سے ان پر عام عذاب اتارا جائے (ابن مردویہ)

| |
|---|
| وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ |
| اور آپ کی قوم نے جھٹلا ڈالا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ فرما دیجئے میں تم پر نگہبان نہیں ہوں |

## قرآن اور اس کی صداقت کو جھٹلانے والی قوم کا بیان

"وَكَذَّبَ بِهٖ" بِالْقُرْاٰنِ "قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ" الصِّدْقُ "قُلْ" لَهُمْ "لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ" فَاُجَازِيكُمْ اِنَّمَا اَنَا مُنْذِرٌ وَاَمْرُكُمْ اِلَى اللّٰهِ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ،

اور آپ کی قوم نے اس قرآن کو جھٹلا ڈالا حالانکہ وہ سراسر حق یعنی سچائی ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ تاکہ تمہیں جزاء دوں بلکہ میں تو صرف ڈر سنانے والا اور اللہ حکم کی طرف بلانے والا ہوں اور یہ حکم قتال سے پہلے کا ہے۔

جب اوپر ذکرہ آیت کے نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میرے بعد کافر بن کر نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسروں کی گردنوں پر تلواریں چلانے لگو، اس پر لوگوں نے کہا حضور کیا ہم اللہ کی واحدانیت اور آپ کی رسالت کو مانتے ہوئے ایسا

کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں یہی ہوگا۔ کسی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم مسلمان رہتے ہوئے مسلمانوں ہی کو قتل کریں اس پر آیت کا آخری حصہ اور اس کے بعد کی آیت (وکذب بہ) نازل ہوئی۔ (ابن ابی حاتم اور ابن جریر)

| |
|---|
| لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ |
| ہر خبر کا وقت مقرر ہے اور تم عنقریب جان لو گے۔ |

## ہر کام کیلئے وقت کے مقرر ہونے کا بیان

"لِكُلِّ نَبَا" خَبَر "مُّسْتَقَرّ" وَقْت يَقَع فِيْهِ وَيَسْتَقِرّ وَمِنْهُ عَذَابكُمْ "وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" تَهْدِيْد لَهُمْ،

ہر خبر کا وقت مقرر ہے یعنی جس وقت اس نے واقع ہونا ہے اور ٹھہرنا ہے اور اسی سے تمہارے لئے عذاب ہے۔ اور تم عنقریب جان لو گے۔ اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔

## واقعات ومعاملات کے وقت کے مقرر ہونے کا بیان

اس آیت کا مفہوم سمجھنے کی ایک مثال یہ واقعہ ہے کہ انصار کے قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ جنگ بدر سے پہلے عمرہ کی نیت سے مکہ آئے اور اپنے حلیف دوست امیہ بن خلف کے پاس ٹھہرے اور اس سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ اس وقت ابوجہل رئیس مکہ نے یہ پابندی لگا رکھی تھی کہ کوئی مسلمان کعبہ میں داخل ہونے اور طواف نہ کرنے پائے۔ امیہ بن خلف رواداری کی وجہ سے سیدنا سعد کو کعبہ لے گیا وہ طواف کر ہی رہے تھے کہ ابوجہل نے دیکھ لیا تو سیدنا سعد پر برس پڑا۔ سیدنا سعد نے کڑک کر جواب دیا کہ اگر تم مجھے روکو گے تو میں تمہارے تجارتی قافلہ کی راہ روک کر تمہارا ناک میں دم کر دوں گا۔ امیہ سیدنا سعد سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ابوجہل سے آرام سے بات کرو۔ یہ مکہ کا سردار ہے۔ سیدنا سعد کہنے لگے تم ابوجہل کی اتنی طرف داری نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ تم ان کے اصحاب کے ہاتھوں قتل ہو گے۔ امیہ نے پوچھا" کیا یہاں مکہ میں؟" سیدنا سعد نے فرمایا۔ میں یہ نہیں جانتا۔ پھر کہنے لگے کہ تمہارے قتل کا سبب یہی ابوجہل بنے گا۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام) یہ ایک خبر تھی اور اس خبر کے ظہور کا وقت جنگ بدر تھا۔ اس جنگ میں ابوجہل امیہ بن خلف کو سخت مجبور کر کے لے گیا۔ جہاں یہ دونوں انتہائی ذلت کے ساتھ قتل ہوئے۔ ایسے ہی وحی سے معلوم شدہ ہر خبر اور عذاب کے ظہور کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اور جب وہ وقت آ جاتا ہے تو اس کا ظہور ہو کے رہتا ہے اور یہی مستقر کا مطلب ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ |
| وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں میں مشغول ہوں تو تم ان سے کنارہ کش ہو جایا کرو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات |
| میں مشغول ہو جائیں، اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے کے بعد تم ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ |

## بدعقیدہ لوگوں کی مجلس میں جانے کی ممانعت کا بیان

"وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا" اَلْقُرْاٰنِ بِالْاِسْتِهْزَاءِ "فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ" وَلَا تُجَالِسْهُمْ "حَتّٰى يَخُوضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ وَاِمَّا" فِيْهِ اِدْغَامُ نُوْنِ اِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِيْ مَا الْمَزِيْدَةِ "يُنْسِيَنَّكَ" بِسُكُوْنِ النُّوْنِ وَالتَّخْفِيْفِ وَفَتْحِهَا وَالتَّشْدِيْدِ "الشَّيْطَانُ" فَقَعَدْتَ مَعَهُمْ "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى" اَىْ تَذَكُّرَهٗ "مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" فِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ،

اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں یعنی قرآن میں مذاق اور استہزاء میں مشغول ہوں تو تم ان سے یعنی ان کی مجالس سے کنارہ کش ہوجایا کرو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہوجائیں، اور اما کے اندر نون کا ادغام ہے اور اس میں ان شرطیہ جبکہ ما زائدہ ہے۔ اور "یُنْسِیَنَّكَ" یہ نون کے سکون اور تخفیف اور فتحہ اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ شیطان بیٹھا ہے۔ اور اگر شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد تم کبھی بھی ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھا کرو۔ یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اس آیت میں لفظ یخوضون، خوض سے بنا ہے، جس کے اصلی معنی پانی میں اُترنے اور اس میں گزرنے کے ہیں، اور لغو و فضول کاموں میں داخل ہونے کو بھی خوض کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ عموماً اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، (آیت) و کنا نحوض مع الخائضین اور فی خوضھم یلعبون، وغیرہ آیات اس کی شاہد ہیں۔

اسی لئے خوض فی الایات کا ترجمہ اس جگہ عیب جوئی یا جھگڑے کا کیا گیا ہے، یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو دیکھیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں محض لہو و لعب اور استہزاء و تمسخر کے لئے دخل دیتے ہیں اور عیب جوئی کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اپنا رخ پھیرلیں۔

## اللہ و رسول ﷺ کی مخالفت والی مجلس سے پرہیز کرنے کا بیان

امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو ہر ایسی مجلس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہئے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا شریعت اسلام کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں، اور اس کو بند کرنا یا کرانا یا کم از کم حق بات کا اظہار کرنا اس کے قبضہ و اختیار میں نہ ہو، ہاں اگر ایسی مجلس میں بہ نیت اصلاح شریک ہو اور ان لوگوں کو حق بات کی تلقین کرے تو مضائقہ نہیں۔ اور آخر آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ یاد آجانے کے بعد ظالم قوم کے ساتھ نہ بیٹھو، اس سے امام جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ایسے ظالم، بے دین اور دریدہ دہن لوگوں کی مجلس میں شرکت کرنا مطلقاً گناہ ہے، خواہ وہ اس وقت کسی ناجائز گفتگو میں مشغول ہوں یا نہ ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں کو ایسی بیہودہ گفتگو شروع کرتے ہوئے دیر کیا لگتی ہے، وجہ استدلال کی یہ ہے کہ اس میں مطلقاً ظالموں کے ساتھ بیٹھنے کو منع فرمایا گیا ہے، اس میں یہ شرط نہیں کہ وہ اس وقت بھی ظلم کرنے میں مشغول ہوں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ اس آیت کا اصل منشاء گناہ کی مجلس اور مجلس والوں سے اعراض اور کنارہ کشی ہے، جس کی بہتر صورت تو یہی ہے کہ وہاں سے اٹھ جائے لیکن اگر وہاں سے اُٹھنے میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا خطرہ ہو تو عوام کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ کنارہ کشی کی کوئی دوسری صورت اختیار کرلیں، مثلاً کسی دوسرے شغل میں لگ جائیں، اور ان لوگوں کی طرف التفات نہ کریں، مگر خواص جن کی دین میں اقتداء کی جاتی ہے ان کے لئے وہاں سے بہر حال اٹھ جانا ہی مناسب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بے دینوں کی جس مجلس میں دین کا احترام نہ کیا جاتا ہو مسلمان کو وہاں بیٹھنا جائز نہیں، اس سے ثابت ہو گیا کہ کفار اور بد دینوں کے جلسے جن میں وہ دین کے خلاف تقریریں کرتے ہیں ان میں جانا، سننے کے لئے شرکت کرنا جائز نہیں اور رد و جواب کے لئے جانا مُجالست نہیں بلکہ اظہار حق ہے ممنوع نہیں جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔

| |
|---|
| وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ |
| اور لوگوں پر جو پرہیزگاری اختیار کئے ہوئے ہیں ان کے حساب سے کچھ بھی نہیں ہے مگر نصیحت تا کہ وہ بچ جائیں۔ |

## بدعقیدہ لوگوں کو نصیحت کرنے کا بیان

وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ اِنْ قُمْنَا كُلَّمَا خَاضُوْا لَمْ نَسْتَطِعْ اَنْ نَجْلِسَ فِي الْمَسْجِد وَاَنْ نَطُوْف فَنَزَلَ: "وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ" اللّٰه "مِنْ حِسَابِهِم" اَیِ الْخَائِضِيْنَ "مِنْ" زَائِدَة "شَيْء" اِذَا جَالَسُوْهُمْ "وَلٰكِنْ" عَلَيْهِمْ "ذِكْرٰى" تَذْكِرَة لَهُمْ وَمَوْعِظَة "لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" الْخَوْض،

اور مسلمانوں نے کہا کہ اگر ہم کھڑے ہو جائیں جب وہ بیٹھے ہوں تو ہم نہ تو مسجد میں بیٹھ سکیں گے اور نہ ہی طواف کر سکیں گے تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اور لوگوں پر جو اللہ کیلئے پرہیزگاری اختیار کئے ہوئے ہیں ان کافروں کے حساب سے کچھ بھی لازم نہیں ہے یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔ لیکن جب وہ ان میں بیٹھیں تو انہیں نصیحت کرنی چاہیے تا کہ وہ کفر سے اور قرآن کی مذمت سے بچ جائیں۔

بے دینوں سے منہ پھیر لو ان کا انجام نہایت برا ہے اس قرآن کو پڑھ کر سنا کر لوگوں کو ہوشیار کر دو اللہ کی ناراضگی سے اور اس کے عذابوں سے انہیں ڈراؤ تا کہ کوئی شخص اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے ہلاک نہ ہو پکڑا نہ جائے رسوا نہ کیا جائے اپنے مطلوب سے محروم نہ رہ جائے۔

| |
|---|
| وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ ۢ بِمَا |
| كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ |
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھیے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دے رکھا |
| ہے اور اس کے ذریعے نصیحت فرماتے رہئے تاکہ کوئی جان اپنے کیئے کے بدلے سپردِ ہلاکت نہ کردی جائے، اس کے لئے اللہ |
| کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی, اور اگر وہ پورا پورا بدلہ بھی دے تو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں |
| جو اپنے کیئے کے بدلے ہلاکت میں ڈال دیئے گئے ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا پینا ہے اور دردناک عذاب ہے |
| اس وجہ سے کہ وہ کفر کیا کرتے تھے۔ |

## دین کو محض کھیل وتماشہ بنانے والوں کا بیان

"وَذَرِ" اُتْرُكْ "الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمُ" الَّذِیْ كُلِّفُوْهُ "لَعِبًا وَّلَهْوًا" بِاسْتِهْزَائِهِمْ بِهٖ "وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا" فَلَا تَتَعَرَّضْ لَهُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْقِتَالِ "وَذَكِّرْ" عِظْ "بِهٖ" بِالْقُرْاٰنِ النَّاسَ "اَنْ" لَا "تُبْسَلَ نَفْسٌ" تُسْلَمَ اِلَى الْهَلَاكِ "بِمَا كَسَبَتْ" عَمِلَتْ "لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَیْ غَيْرِهٖ "وَلِیٌّ" نَاصِرٌ "وَّلَا شَفِيْعٌ" يَمْنَعُ عَنْهَا الْعَذَابَ "وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ" تَفْدِ كُلَّ فِدَاءٍ "لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا" مَا تَفْدِیْ بِهٖ "اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ" مَاءٌ بَالِغٌ نِهَايَةَ الْحَرَارَةِ "وَعَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ "بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ" بِكُفْرِهِمْ،

اور آپ ان لوگوں کو چھوڑے رکھیئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنالیا ہے یعنی جس دین کا ان کو مکلّف کیا گیا ہے اس کو انہوں نے لعو ولعب بنا رکھا ہے۔ اور جنہیں دنیا کی زندگی نے فریب دے رکھا ہے آپ ان سے تعرض نہ فرمائیں اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔ اور اس قرآن کے ذریعے ان کی آگاہی کی خاطر نصیحت فرماتے رہئے تاکہ کوئی جان اپنے کیئے کے بدلے سپردِ ہلاکت نہ کردی جائے، پھر اس کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جو اس سے عذاب کو دور کردے۔ اور اگر وہ جان اپنے گناہوں کا پورا پورا بدلہ یعنی معاوضہ بھی دے تو بھی وہ دیا گیا فدیہ اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے کیئے کے بدلے ہلاکت میں ڈال دیئے گئے ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا پینا ہے یعنی ایسا پانی جو گرم ہونے میں انتہاء کو پہنچ گیا ہوا اور دردناک تکلیف دہ عذاب ہوگا کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔

ذر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وذر سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔

غرتھم۔ ماضی واحد مونث غائب۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکار رکھا ہے۔

وذکر بہ۔ اور نصیحت کے ذریعہ سے۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذکر۔ فعل امر واحد مذکر حاضر بہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔

ان کہ۔ یہ کہ۔ ان مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ

فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ،اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو۔اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں ان کو انہیں معنوں میں لیا ہے۔لیکن اگر اسے کہ کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں اس صورت میں ان کے بعد جملہ ذکر کا مفعول بہ ہوگا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:۔ ومنهم من جعله (ای تبسل نفس بما کسبت) مفعولا به لذکر۔ان میں سے بعض نے تبسل نفس بما کسبت کو ذکر کا مفعول بہ لیا ہے۔

تبسل۔وہ گرفتار ہو جائے۔وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے۔ابسال سے مضارع مجہول واحد مونث غائب بسل بمعنی تهلك (ابن عباس) . تحبس . (قتادہ) ای فی نار جهنم . تحرق بالنار (الضحاك) .

تعدل۔وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں۔چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب۔

وذکر به ان تبسل نفس اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ:۔پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور انہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

اولئك. وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔

ابسلوا. ماضی مجہول جمع مذکر غائب، وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے۔وہ گرفتار کئے گئے۔وہ پکڑے گئے۔وہ ثواب سے محروم کئے گئے۔(اوپر تبسل ملاحظہ کیا جائے۔حمیم۔نہایت گرم پانی۔اس سے حمان مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔حمیم قریبی دوست کو بھی کہتے ہیں حم سے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ عَلٰٓی اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ حَیْرَانَ ۪ لَهٗۤ اَصْحٰبٌ یَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَی الْهُدَی ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

فرما دیجئے، کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جو ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ ہمیں نقصان دے سکے اور اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی ہم اس شخص کی طرح اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں جسے زمین میں شیطانوں نے راہ بھلا کر درماندہ و حیرت زدہ کر دیا ہو جس کے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جا، فرما دیں کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے، اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کریں۔

## اللہ کے سوا دوسرے باطل معبودوں کی عبادت کرنے کا بیان

"قُلْ اَنَدْعُو" اَنَعْبُدُ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا" بِعِبَادَتِهٖ "وَلَا يَضُرُّنَا" بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْاَصْنَام "وَنُرَدُّ عَلٰى اَعْقَابِنَا" نَرْجِع مُشْرِكِيْنَ "بَعْدَ اِذْ هَدَانَا اللّٰهُ" اِلَى الْاِسْلَام "كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ" اَضَلَّتْهُ "الشَّيَاطِيْن فِي الْاَرْض حَيْرَان" مُتَحَيِّرًا لَّا يَدْرِي اَيْنَ يَذْهَب حَال مِنْ الْهَاء "لَهٗ اَصْحَاب" رُفْقَة "يَدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى" اَيْ لِيَهْدُوْهُ الطَّرِيْق يَقُوْلُوْنَ لَهٗ "ائْتِنَا" فَلَا يُجِيبهُمْ فَيَهْلَك وَالِاسْتِفْهَام لِلْاِنْكَارِ وَجُمْلَة التَّشْبِيْه حَال مِنْ ضَمِيْر نُرَدّ "قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰه" الَّذِيْ هُوَ الْاِسْلَام "هُوَ الْهُدَى" وَمَا عَدَاهُ ضَلَال "وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ" اَيْ بِاَنْ نُسْلِم، لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ،

فرما دیجئے، کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمیں نہ نفع پہنچا سکے اور نہ ہمیں نقصان دے سکے یعنی ان کا چھوڑنا نقصان نہ پہنچا سکے اور وہ بت ہیں۔ اور اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اسلام کی ہدایت دے دی ہے۔ مشرکین کی طرح اپنے الٹے پاؤں پھر جائیں ہم اس شخص کی طرح جسے زمین میں شیطانوں نے راہ بھلا کر درماندہ وحیرت زدہ کر دیا ہو یعنی پریشانی کے سبب وہ نہیں جانتا کہ اس نے کہاں جانا ہے۔ حالانکہ جس کے ساتھی اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجا، تو وہ انہیں جواب بھی نہیں دیتا لہٰذا وہ ہلاک ہو جائے گا۔ یہاں استفہام انکاری ہے اور جملہ تشبیہ یہ نرد کی ضمیر سے حال ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیں کہ اللہ کی ہدایت یعنی جو اسلام ہے وہی ہدایت ہے، اور جو اس کے سوا ہے سب گمراہی ہے۔ اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کی فرمانبرداری کریں۔

## سورہ انعام آیت ۷۰ کے سبب نزول کا بیان

مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ ہمارے دین میں آجاؤ اور اسلام چھوڑ دو اس پر یہ آیت اتری کہ کیا ہم بھی تمہاری طرح بیجان وبےنفع ونقصان معبودوں کو پوجنے لگیں؟ اور جس کفر سے ہٹ گئے ہیں کیا پھر لوٹ کر اسی پر آجائیں؟ اور تم جیسے ہی ہو جائیں؟ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اب تو ہماری آنکھیں کھل گئیں صحیح راہ مل گئی اب اسے کیسے چھوڑ دیں؟ اگر ہم ایسا کریں تو ہماری مثال اس شخص جیسی ہوگی جو لوگوں کے ساتھ سیدھے راستے پر جا رہا تھا مگر راستہ گم ہو گیا شیطان نے اسے پریشان کر دیا اور ادھر ادھر بھٹکانے لگا اس کے ساتھ جو راستے پر تھے وہ اسے پکارنے لگے کہ ہمارے ساتھ مل جا ہم صحیح راستے پر جا رہے ہیں یہی مثال اس شخص کی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جان اور پہچان کے بعد مشرکوں کا ساتھ دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پکارنے والے ہیں اور اسلام ہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے، ابن عباس فرماتے ہیں یہ مثال اللہ تعالیٰ نے معبودان باطل کی طرف بلانے والوں کی بیان فرمائی ہے اور ان کی بھی جو اللہ کی طرف بلاتے ہیں، ایک شخص راستہ بھولتا ہے وہیں اس کے کان میں آواز آتی ہے کہ اے فلاں ادھر آ سیدھی راہ یہی ہے لیکن اس کے ساتھی جس غلط راستے پر لگ گئے ہیں وہ اسے تھپکتے ہیں اور کہتے ہیں یہی راستہ صحیح ہے اسی پر چلا چل۔ اب اگر یہ سچے شخص کو مانے گا تو راہ راست لگ جائے گا ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے اس امید

میں ہوتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں لیکن مرنے کے بعد انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ نہ تھے اس وقت بہت نادم ہوتے ہیں اور سوائے ہلاکت کے کوئی چیز انہیں دکھائی نہیں دیتی، یعنی جس طرح کسی جنگل میں گم شدہ انسان کو جنات اس کا نام لے کر آوازیں دے کر اسے اور غلط راستوں پر ڈال دیتے ہیں جہاں وہ مارا مارا پھرتا ہے اور بالآخر ہلاک اور تباہ ہو جاتا ہے اسی طرح جھوٹے معبودوں کا پجاری بھی برباد ہو جاتا ہے، ہدایت کے بعد گمراہ ہونے والے کی یہی مثال ہے جس راہ کی طرف شیطان اسے بلا رہے ہیں وہ تو تباہی اور بربادی کی راہ ہے اور جس راہ کی طرف اللہ بلا رہا ہے اور اس کے نیک بندے جس راہ کو بھا رہے ہیں وہ ہدایت ہے گو وہ اپنے ساتھیوں کے مجمع میں سے نہ نکلے اور انہیں ہی راہ راست پر سمجھتا رہے اور وہ ساتھی بھی اپنے تئیں ہدایت یافتہ کہتے رہیں۔

| |
|---|
| وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِیْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ |
| اور یہ کہ تم نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی اللہ ہے جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔ |

## نماز کا قیام اور تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

"وَاَنْ" اَیْ بِاَنْ "اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوْهُ" تَعَالٰی "وَهُوَ الَّذِیْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" تُجْمَعُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ،

اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ تم نماز قائم رکھو اور اس سے ڈرتے رہو اور وہی اللہ ہے جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ یعنی قیامت کے دن حساب کیلئے جمع کیے جاؤ گے۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ |
| وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ |
| اور وہی ہے جس نے آسمان وزمین ٹھیک بنائے اور جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی، اس کی بات سچی ہے، |
| اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا ہر چھپے اور ظاہر کو جاننے والا، اور وہی حکمت والا خبردار ہے۔ |

## کن فیکون کی حقیقی قدرت کے مالک ہونے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ" اَیْ مُحِقًّا "وَ" اُذْكُرْ "يَوْمَ يَقُوْلُ" لِلشَّیْءِ "كُنْ فَيَكُوْنُ" هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَقُوْلُ لِلْخَلْقِ قُوْمُوْا فَيَقُوْمُوْا "قَوْلُهُ الْحَقُّ" الصِّدْقُ الْوَاقِعُ لَا مَحَالَةَ "وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ" الْقَرْنِ النَّفْخَةِ الثَّانِيَةِ مِنْ اِسْرَافِيْلَ لَا مُلْكَ فِيْهِ لِغَيْرِهٖ "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؟ لِلّٰهِ" "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" مَا غَابَ وَمَا شُوْهِدَ "وَهُوَ الْحَكِيْمُ" فِیْ خَلْقِهٖ "الْخَبِيْرُ" بِبَاطِنِ الْاَشْيَاءِ كَظَاهِرِهَا،

اور وہی ذات ہے جس نے آسمان وزمین حق کے ساتھ ٹھیک بنائے اور یاد کریں کہ جس دن فنا ہوئی ہر چیز کو کہے گا ہو جا وہ فوراً ہو جائے گی، وہ قیامت کا دن ہے جب وہ مخلوق سے فرمائے گا کھڑے ہو جاؤ تو وہ مخلوق کھڑی ہو جائے گی۔اس کی بات سچی ہے، یقیناً اس کا سچ واقع ہونے والا ہے۔اور اسی کی سلطنت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا۔یعنی وہ نفخ ثانی جس اسرافیل پھونکیں گے اس میں کسی دوسرے کی کوئی ملکیت نہ ہوگی۔جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آج کے دن کا مالک کون ہے؟اللہ ہی ہر چھپے یعنی جو غائب ہے اور ہر ظاہر کو جاننے والا،اور وہی اپنی مخلوق میں حکمت والا،وہ باطن اشیاء کو ظاہر کی طرح جاننے والا ہے۔

## صور کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

"صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے

بعض اہل تفسیر علماء کہتے ہیں صور جمع ہے صورۃ کی جیسے سورہ شہر پناہ کو کہتے ہیں اور وہ جمع ہے سورۃ کی لیکن صحیح یہ ہے کہ مراد صور سے قرن ہے جسے حضرت اسرافیل پھونکین گے،امام بن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ حضرت اسرافیل صور کو اپنے منہ میں لئے ہوئے اپنی پیشانی جھکائے ہوئے حکم الٰہی کے منتظر ہین۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا صور ایک نرسنگھے جیسا ہے جو پھونکا جائے گا،طبرانی کی مطولات میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش کے بعد صور کو پیدا کیا اور اسے حضرت اسرافیل کو دیا وہ اسے لئے ہوئے ہیں اور عرش کی طرف نگاہ جمائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور میں اسے پھونک دوں۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ صور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک نرسنگھا ہے میں نے کہا وہ کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا بہت ہی بڑا ہے واللہ اس کے دائرے کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے اس میں سے تین نفخے پھونکے جائیں گے، پہلا گھبراہٹ کا دوسرا بیہوشی کا تیسرا رب العلمین کے سامنے کھڑے ہونے کا۔اول اول جناب باری حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا وہ پھونک دیں گے جس سے آسمان وزمین کی تمام مخلوق گھبرا اٹھے گی مگر جسے اللہ چاہے یہ صور بحکم رب دیر تک برابر پھونکا جائے گا اسی طرف اشارہ اس آیت میں ہے و ما ینظر ھو لاء الا صیحتہ واحدۃ مالھا من فوق یعنی انہیں صرف بلند زوردار چیخ کا انتظار ہے پہاڑ اس صور سے مثل بادلوں کے چلنے پھرنے لگیں گے پھر ریت ریت ہو جائیں گے زمین میں بھونچال آ جائے گا اور وہ اس طرح تھرتھرانے لگے گی جیسے کوئی کشتی دریا کے بیچ زبردست طوفان میں موجوں سے ادھر ادھر ہو رہی ہو اور غوطے کھا رہی ہو۔مثل اس ہانڈی کے جو عرش میں لٹکی ہوئی ہے جسے ہوائیں ہلا جلا رہی ہیں۔

اسی کا بیان اس آیت میں ہے یوم ترجف الراجفۃ الخ ، اس دن زمین جنبش میں آ جائے گی اور بہت ہی ہلنے لگے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے لگنے والی آ جائے گی دل دھڑکنے لگیں گے اور کلیجے الٹنے لگیں گے لوگ ادھر ادھر گرنے لگیں گے مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہو جائیں گے شیاطین مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے بھاگتے بھاگتے زمین کے کناروں پر آ جائیں گے، یہاں سے فرشتے انہیں مار مار کر ہٹائیں گے، لوگ پریشان حال حواس باختہ ہوں گے کوئی جائے پناہ نظر نہ آئے گی امر الٰہی سے بچاؤ نہ ہو سکے گا ایک دوسرے کو آوازیں دیں گے لیکن سب اپنی اپنی مصیبت میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ ناگہاں زمین پھٹنی شروع ہو گی کہیں ادھر سے پھٹی کہیں ادھر سے پھٹی اب تو ابتر حالت ہو جائے گی کلیجہ کپکپانے لگے گا دل الٹ جائے گا اور اتنا صدمہ اور غم ہو گا جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا، جو آسمان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو دیکھیں گے کہ کھل رہا ہے اور وہ بھی پھٹ رہا ہے ستارے جھڑ رہے ہیں سورج چاند بے نور ہو گیا ہے، ہاں مردوں کو اس کا کچھ علم نہ ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ قران کی آیت میں جو فرمایا گیا ہے ففزع من فی السموات و من فی الارض الا من شاء اللہ یعنی زمین و آسمان کے سب لوگ گھبرا اٹھیں گے لیکن جنہیں اللہ چاہے اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ شہید لوگ ہیں کہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں روزیاں پاتے ہیں اور سب زندہ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں پریشانی سے محفوظ رکھے گا یہ تو عذاب ہے جو وہ اپنی بدترین مخلوق پر بھیجے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " آرام و سکون سے کیسے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والا حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو (پھونکنے کے لئے) منہ میں دبائے ہوئے ہیں، اپنا کان (بارگاہ حق جل مجدہ کی طرف) لگائے ہوئے ہیں کہ جب بھی حکم صادر ہو فوراً پھونک دیں) اور پیشانی جھکائے ہوئے (بالکل تیاری کی حالت میں) ہیں اور انتظار کر رہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے " (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا فرماتے ہیں؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا تلقین فرماتے ہیں کہ ہم کسی بھی آفت اور سختی کے وقت کیا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب بھی کوئی آفت و مصیبت آئے تو بس حق تعالیٰ ہی کی طرف لو لگاؤ اسی کی بارگاہ میں التجا کرو اور اس کے فضل و کرم پر بھروسہ واعتماد رکھو، نیز، یہ پڑھا کرو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 99)

| |
|---|
| وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَ قَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ |
| اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر (جو حقیقت میں چچا تھا محاورہ عرب میں اسے باپ کہا گیا ہے) سے کہا: |
| کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بت پرستی کو اپنائے ہوئے ہونے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْم لِاَبِيْهِ اٰزَرَ" هُوَ لَقَبه وَاسْمه تَارِخ "اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَة" تَعْبُدهَا اسْتِفْهَام

تَوْبِیخ "اِنِّی اَرَاکَ وَقَوْمَکَ" "بِاِتِّخَاذِهَا "فِیْ ضَلَالٍ" عَنِ الْحَقِّ "مُبِیْنٍ" بَیِّنٍ،

اور یاد کیجئے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر (جو حقیقت میں چچا تھا محاورہ عرب میں اسے باپ کہا گیا ہے) سے کہا، آزر اس کا لقب تھا جبکہ اس کا نام تارح تھا۔ کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ یہاں استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ بیشک میں تمہیں اور تمہاری قوم کو صریح گمراہی میں مبتلاء دیکھتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اظہار حق کے باوجود گمراہی کو اپنایا ہوا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء سلف میں سے ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ اور چچا کا نام آزر ہے، ان کا چچا آزر نمرود کی وزارت کے بعد شرک میں مبتلا ہو گیا تھا، اور چچا کو باپ کہنا عربی محاورات میں عام ہے، اسی محاورہ کے تحت آیت میں آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ فرمایا گیا ہے، زرقانی نے شرح مواہب میں اس کے کئی شواہد بھی نقل کئے ہیں۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے مسلمان ہونے کا بیان

ربنا اغفرلی ولوالدی واللمؤمنین یوم یقوم الحساب (سورہ ابراہیم)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب ہوگا۔

اہلسنّت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارخ مومن، مُوحد اور جنّتی تھے آزر بُت پرست آپکا چچا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کی مغفرت کے لئے دعا کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ مسلمان تھے کیونکہ کافر کے لئے مغفرت کی دعا نہیں کی جاتی۔ حضرت عباس کا قول ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارخ تھا۔ آزر سے مراد بت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی نے مسالك الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں، قرآن کریم میں ہے (قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، البقرۃ:133) اس میں حضرت اسمٰعیل کو حضرت یعقوب کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجود یکہ آپ عم ہیں۔

حدیث شریف میں بھی حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اَب فرمایا چنانچہ ارشاد کیا' رُدُّوْا عَلَیَّ اَبِیْ' اور یہاں اَبِی سے حضرت عباس مراد ہیں۔ (مفردات راغب و تفسیر کبیر)

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ○

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور اس لیے کہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے

## زمین وآسمانوں کی تمام چیزوں کا علم ومشاہدہ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہونے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا اَرَيْنَاهُ اِضْلَالَ اَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ "نُرِيْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ" مُلْكَ "السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ" لِيَسْتَدِلَّ بِهٖ عَلٰى وَحْدَانِيَّتِنَا "وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ" بِهَا وَجُمْلَةُ وَكَذٰلِكَ وَمَا بَعْدَهَا اعْتِرَاضٌ وَعُطِفَ عَلٰى قَالَ،

اوراسی طرح ہم ابراہیم کودکھاتے ہیں جس طرح انہوں نے اپنے چچااوراپنی قوم کوگمراہی میں دیکھا۔ساری بادشاہی آسمانوں اورزمین کی دیکھاتے ہیں تاکہ وہ ہماری توحید پر استدلال کریں اوراس لیے کہ وہ اس کے سبب عین الیقین والوں میں ہوجائے۔ اور یہاں پر کذلک اوراس کے مابعد کا جملہ، یہ جملہ معترضہ ہے۔اوراس کا عطف قال پر ہے۔

مجاہد وغیرہ سے منقول ہے کہ آسمان حضرت ابراہیم کے سامنے کھول دیئے گئے عرش تک آپ کی نظریں پہنچیں۔حجاب اٹھا دیئے گئے اورآپ نے سب کچھ دیکھا، بندوں کو گناہوں میں دیکھ کران کے لئے دعائے ضرر کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ سے زیادہ میں ان پر رحیم ہوں بہت ممکن ہے کہ یہ توبہ کرلیں اور بداعمالیوں سے ہٹ جائیں۔پس یہ دکھلانا موقوف کردیا گیا ممکن ہے یہ کشف کے طور پر ہواور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد معلوم کرانا اور حقائق سے متعارف کرادینا ہو۔

جس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کودین میں بینائی عطافرمائی ایسے ہی انہیں آسمانوں اورزمین کے ملک دکھاتے ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایااس سے آسمانوں اورزمین کی خَلق مراد ہے۔مجاہداورسعید بن جبیر کہتے ہیں کہ آیات سمٰوات وارض مراد ہیں، یہ اس طرح کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کوصَخرہ (پتھر) پرکھڑا کیا گیااورآپ کے لئے ساوات مکشوف کئے گئے یہاں تک کہ آپ نے عرش وکرسی اورآسمانوں کے تمام عجائب اور جنت میں اپنے مقام کومعائنہ فرمایا، آپ کے لئے زمین کشف فرمادی گئی یہاں تک کہ آپ نے سب سے نیچے کی زمین تک نظرکی اورزمینوں کے تمام عجائب دیکھے۔مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ رویت بچشم باطن تھی یا بچشم سر۔کیونکہ ہر ظاہر ومخفی چیز ان کے سامنے کردی گئی اورخَلق کے اعمال میں سے کچھ بھی ان سے نہ چھپارہا۔(درمنثوروخازن)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ○ |
| پھر جب ان پررات نے اندھیرا کردیا تو انہوں نے ستارہ دیکھا کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا |
| تو کہنے لگے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## ستارے کے حادث ہونے کے سبب دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

"فَلَمَّا جَنَّ" اَظْلَمَ "عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا" قِيْلَ هُوَ الزُّهَرَةُ "قَالَ" لِقَوْمِهٖ وَكَانُوْا نَجَّامِيْنَ "هٰذَا رَبِّيْ" فِيْ زَعْمِكُمْ "فَلَمَّا اَفَلَ" غَابَ "قَالَ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ" اَنْ اَتَّخِذَهُمْ اَرْبَابًا لِاَنَّ الرَّبَّ لَا يَجُوْزُ عَلَيْهِ

التَّغَيُّرِ وَالِانْتِقَالِ لِأَنَّهُمَا مِنْ شَأْنِ الْحَوَادِثِ فَلَمْ يَنْجَعْ فِيهِمْ ذَلِكَ،

پھر جب ان پر رات نے اندھیرا کر دیا تو انہوں نے ستارہ دیکھا کہا گیا ہے کہ وہ زہرہ تھا۔ تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیونکہ وہ نجومی تھے، کیا تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ ڈوب گیا تو اپنی قوم کو سنا کر کہنے لگے کہ میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ کہ میں اس کو رب بنالوں، کیونکہ رب میں تبدیلی وانتقال جائز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں حوادث کا وصف ہے۔ لیکن ان کی قوم کیلئے اس دلیل کا کوئی اثر ثابت نہ ہوسکا۔

علماءِ تفسیر اور اصحاب اَخبار وسِیَر کا بیان ہے کہ نمرود ابن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا، سب سے پہلے اسی نے تاج سر پر رکھا، یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پرستش کراتا تھا، کاہن اور منجم کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اس کی روشنی کے سامنے آفتاب ماہتاب بالکل بینور ہو گئے اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا، کاہنوں سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا اس سال تیری قلمرو میں ایک فرزند پیدا ہوگا جو تیرے زوالِ ملک کا باعث ہوگا اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے، یہ خبر سن کر وہ پریشان ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ جو بچہ پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں اور اس کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کر دیا گیا۔ تقدیرات الٰہیہ کو کون ٹال سکتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حاملہ ہوئیں اور کاہنوں نے نمرود کو اس کی بھی خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آ گیا لیکن چونکہ حضرت کی والدہ صاحبہ کی عمر کم تھی ان کا حمل کسی طرح پہچانا ہی نہ گیا جب زمانہ ولادت قریب ہوا تو آپ کی والدہ اس تہ خانے میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا، وہاں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں آپ رہے، پتھروں سے اس تہ خانہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا، روزانہ والدہ صاحبہ دودھ پلا آتی تھیں اور جب وہاں پہنچتی تھیں تو دیکھتی تھیں کہ آپ اپنی سرِ اُنگشت چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ برآمد ہوتا ہے، آپ بہت جلد بڑھتے تھے، ایک مہینہ میں اتنا جتنے دوسرے بچے ایک سال میں، اس میں اختلاف ہے کہ آپ تہ خانہ میں کتنے عرصہ رہے۔ بعض کہتے ہیں سات برس، بعض تیرہ برس، بعض سترہ برس، یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی ابتداءِ ہستی سے تمام اوقات وجود میں عارف ہوتے ہیں، ایک روز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت فرمایا میرا رب (پالنے والا) کون ہے؟ انہوں نے کہا میں، فرمایا تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا تمہارے والد، فرمایا ان کا رب کون ہے؟ اس پر والدہ نے کہا خاموش رہو اور اپنے شوہر سے جا کر کہا کہ جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ زمین والوں کا دین بدل دے گا وہ تمہارا فرزند ہی ہے اور یہ گفتگو بیان کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ابتدا ہی سے توحید کی حمایت اور عقائدِ کُفریہ کا اِبطال شروع فرما دیا اور جب ایک سوراخ کی راہ سے شب کے وقت آپ نے زُہرہ یا مُشتری ستارہ کو دیکھا تو اِقامت حُجت شروع کر دی کیونکہ اس زمانہ کے لوگ بت اور کواکب کی پرستش کرتے تھے تو آپ نے ایک نہایت نفیس اور دل نشیں پیرایہ میں انہیں نظر و استدلال کی طرف رہنمائی کی جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ عالم بتمامہ حادث ہے، اِلٰہ نہیں ہوسکتا، وہ خود مُوجِد ومُدَبِّر کا محتاج

ہے جس کے قدرت واختیار سے اس میں تغیر ہوتے رہتے ہیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ○ |
| پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ غائب ہو گیا تو کہنے لگے، اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ |
| فرماتا تو میں بھی ضرور گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا۔ |

## چمکتے چاند سے دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

"فَلَمَّا رَاَى الْقَمَرَ بَازِغًا" طَالِعًا "قَالَ" لَهُمْ "هٰذَا رَبِّى فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ " يُثَبِّتنِىْ عَلَى الْهُدٰى "لَاَكُوْنَنَ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ" تَعْرِيْض لِقَوْمِهِ بِاَنَّهُمْ عَلٰى ضَلَال فَلَمْ يَنْجَع فِيهِمْ ذٰلِكَ،

پھر جب چاند کو چمکتے دیکھا تو ان سے کہا کیا تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے؟ پھر جب وہ بھی غائب ہو گیا تو اپنی قوم کو سنا کر کہنے لگے کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی ضرور تمہاری طرح گمراہوں کی قوم میں سے ہو جاتا۔ یہ قوم پر تعریض تھی کیونکہ وہ گمراہی پر تھی لیکن اس دلیل کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ |
| پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے؟ پھر جب وہ چھپ گیا تو بول اٹھے: |
| اے لوگو! میں ان سے بیزار ہوں جنہیں تم شریک گردانتے ہو۔ |

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لمبا قصہ نقل کیا ہے جس میں ہے کہ نمرود بن کنعان بادشاہ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے جس کے ہاتھوں تیرا تخت تاراج ہو گا تو اس نے حکم دے دیا تھا کہ اس سال میری مملکت میں جتنے بچے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے جب یہ سنا تو کچھ وقت قبل شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں، وہیں حضرت خلیل اللہ پیدا ہوئے، تو جب آپ اس غار سے باہر نکلے تب آپ نے یہ سب فرمایا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے، بالکل صحیح بات یہ ہے کہ یہ گفتگو اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ تھی اپنی قوم کی باطل پرستی کا احوال اللہ کو سمجھا رہے تھے، جنہیں انہوں نے فرشتوں وغیرہ کی شکل پر بنالیا تھا اور جنہیں وہ سفارشی سمجھ رہے تھے۔ یہ لوگ بزعم خود اپنے آپ کو اس قابل نہیں جانتے تھے کہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

یہ ستارہ پرست بھی تھے ساتوں ستاروں کو جو چلنے پھرنے والے ہیں۔ پوجتے تھے، چاند، عطارد، زہرہ، سورج، مریخ، مشتری، زحل۔ ان کے نزدیک سب سے زیادہ روشن سورج ہے، پھر چاند پھر زہرہ پس آپ نے ادنیٰ سے شروع کیا اور اعلیٰ تک لے گئے۔ پہلے تو زہرہ کی نسبت فرمایا کہ وہ پوجا کے قابل نہیں کیونکہ یہ دوسرے کے قابو میں ہیں۔ یہ مقررہ چال سے چلتا۔ مقررہ جگہ پر چلتا ہے دائیں بائیں ذرا بھی کھسک نہیں سکتا۔ تو جبکہ وہ خود بیشمار چیزوں میں سے ایک چیز ہے۔ اس میں روشنی بھی اللہ کی دی ہوئی ہے یہ

مشرق سے نکلتا ہے پھر چلتا پھرتا رہتا ہے اور ڈوب جاتا ہے پھر دوسری رات اسی طرح ظاہر ہوتا ہے تو ایسی چیز معبود ہونے کی صلاحیت کیا رکھتی ہے؟ پھر اس سے زیادہ روشن چیز یعنی چاند کو دیکھتے ہیں اور اس کو بھی عبادت کے قابل نہ ہونا ظاہر فرما کر پھر سورج کو لیا اور اس کی مجبوری اور اس کی غلامی اور مسکینی کا اظہار کیا اور کہا کہ لوگو میں تمہارے ان شرکاء سے، ان کی عبادت سے، ان کی عقیدت سے، ان کی محبت سے دور ہوں۔ سنو اگر یہ سچے معبود ہیں اور کچھ قدرت رکھتے ہیں تو ان سب کو ملا لو اور جو تم سب سے ہو سکے میرے خلاف کر لو۔ میں تو اس اللہ کا عابد ہوں جو ان مصنوعات کا صانع جو ان مخلوقات کا خالق ہے جو ہر چیز کا مالک رب اور سچا معبود ہے۔ 35

## چمکتے سورج سے دلیل الوہیت پر استدلال کا بیان

**"فَلَمَّا رَاَی الشَّمْس بَازِغَة قَالَ هَذَا" ذَكَرَهُ لِتَذْكِيرِهِ خَبَرِه "رَبِّي هَذَا اَكْبَر" مِنَ الْكَوْكَب وَالْقَمَر "فَلَمَّا اَفَلَتْ" وَقَوِيَتْ عَلَيْهِمُ الْحُجَّة وَلَمْ يَرْجِعُوا "قَالَ يَا قَوْم اِنِّي بَرِيء مِمَّا تُشْرِكُوْنَ" بِاللّٰهِ مِنَ الْاَصْنَام وَالْاَجْرَام الْمُحْدَثَة الْمُحْتَاجَة اِلٰى مُحْدِث،**

پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے؟ اور یہاں پر ھذا کو خبر کے مذکر ہونے کے سبب لائے ہیں۔ کیونکہ یہ سب سے بڑا ہے؟ کیا یہی میرا بڑا رب ہے کیونکہ یہ ستاروں اور چاند سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو ان پر حجت تمام ہوگئی لیکن انہوں نے تسلیم نہ کیا تو آپ بول اٹھے اے لوگو! میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک گردانتے ہو۔ یعنی ان بتوں اور ختم ہو جانے والے اجسام جو فنا ہونے میں بھی محتاج ہوتے ہیں ان سے بری ہوں۔

| |
|---|
| اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ٥ |
| بیشک میں نے اپنا رُخ (ہر سمت سے ہٹا کر) یکسوئی سے اس (ذات) کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور |
| زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے اور (جان لو کہ) میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شرک سے بیزاری کا اعلان کرنے کا بیان

**فَقَالُوْا لَهُ مَا تَعْبُد ؟قَالَ "اِنِّي وَجَّهْت وَجْهِي "قَصَدْت بِعِبَادَتِي "لِلَّذِيْ فَطَرَ" خَلَقَ "السَّمَاوَات وَالْاَرْض" اَيْ اللّٰه "حَنِيفًا" مَائِلًا اِلَى الدِّيْن الْقَيِّم "وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" بِهِ،**

پس جب قوم ابراہیم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو تو آپ نے فرمایا کہ بیشک میں نے اپنا رُخ ہر سمت سے ہٹا کر یکسوئی سے اس کی عبادت کی طرف پھیر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو بے مثال پیدا فرمایا ہے یعنی وہ ذات اللہ ہے۔ اور حنیفا سے مراد دین قیم ہے۔ اور جان لو کہ میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

| |
|---|
| وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ هَدٰىنِ ؕ وَ لَاۤ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖۤ اِلَّاۤ |
| اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور ان کی قوم ان سے بحث وجدال کرنے لگی انہوں نے کہا: بھلا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو حالانکہ |
| اس نے مجھے ہدایت فرمادی ہے، اور میں ان سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کا شریک ٹھہرارہے ہو مگر میرا رب جو کچھ |
| چاہے۔ میرے رب نے ہر چیز کو علم سے احاطہ میں لے رکھا ہے، سو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بحث ولڑائی کرنے کا بیان

"وَحَاجَّهُ قَوْمه" جَادَلُوْهُ فِیْ دِیْنِه وَهَدَّدُوْهُ بِالْاَصْنَامِ اَنْ تُصِیْبُهُ بِسُوْءٍ اِنْ تَرَكَهَا "قَالَ اَتُحَاجُّوْنِّی" بِتَشْدِیْدِ النُّوْنِ وَتَخْفِیْفِهَا بِحَذْفِ اِحْدَی النُّوْنَیْنِ وَهِیَ نُوْنُ الرَّفْعِ عِنْدَ النُّحَاة وَنُوْنُ الْوِقَایَةِ عِنْدَ الْقُرَّاءِ اَتُجَادِلُوْنَنِیْ "فِی" اَیْ فِیْ وَحْدَانِیَّةِ "اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانِیْ" تَعَالٰی اِلَیْهَا "وَلَا اَخَاف مَا تُشْرِكُوْنَ" وَلَا اَخَاف مَا تُشْرِكُوْنَهُ "بِهٖ" مِنَ الْاَصْنَامِ اَنْ تُصِیْبَنِیْ بِسُوْءٍ لِعَدَمِ قُدْرَتِهَا عَلٰی شَیْءٍ "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ یَّشَاء رَبِّیْ شَیْئًا" مِنَ الْمَكْرُوْه یُصِیْبُنِیْ فَیَكُوْن "وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" اَیْ وَسِعَ عِلْمه كُلَّ شَیْءٍ "اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ" هٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ،

اور ان کی قوم ان سے بحث وجدال کرنے لگی یعنی ان کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈرانے کی کوشش کی کہ اگر انہوں نے بتوں کو چھوڑ دیا تو ان کا نقصان ہوگا۔ تو انہوں نے کہا بھلا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو۔ تحاجونی یہ نون کی تشدید اور تخفیف اور دونوں میں سے ایک کے حذف کے ساتھ اور علمائے نحات کے نزدیک یہ رفع کا نون ہے اور اہل قرأت کے نزدیک یہ وقایہ کا نون ہے۔ یعنی کیا تم مجھ سے میرے اللہ کی توحید کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے توحید کی طرف ہدایت فرمادی ہے، اور میں ان باطل معبودوں سے نہیں ڈرتا جنہیں تم اس کا شریک ٹھہرارہے ہو یعنی جو بت ہیں جن کے پاس نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت ہی نہیں ہے۔ مگر یہ کہ میرا رب جو کچھ ضرر چاہے پہنچانا چاہے تو وہ پہنچ جاتا ہے۔ میرے رب نے ہر چیز کو اپنے علم سے احاطہ میں لے رکھا ہے، سو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔ یعنی تم ایمان نہیں لاتے۔

## توحید کے دلائل کو بیان کرنے کا بیان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سچی توحید کے دلائل سن کر پھر بھی مشرکین آپ سے بحث جاری رکھتے ہیں تو آپ ان سے فرماتے ہیں تعجب ہے کہ تم مجھ سے اللہ جل جلالہ کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو؟ حالانکہ وہ یکتا اور لاشریک ہے اس نے مجھے راہ دکھادی ہے اور دلیل عطا فرمائی ہے میں یقیناً جانتا ہوں کہ تمہارے یہ سب معبود محض بےبس اور بیطاقت ہیں، میں نہ تو تمہاری فضول اور باطل باتوں میں آؤں گا نہ تمہاری دھمکیاں سچی جانوں گا، جاؤ تم سے اور تمہارے باطل معبودوں سے جو ہو سکے کرلو۔ ہرگز ہرگز

کمی نہ کرو بلکہ جلدی کرگزرو اگر تمہارے اوران کے قبضے میں میرا کوئی نقصان ہے تو جاؤ پہنچادو۔ میرے رب کی منشا بغیر کچھ بھی نہیں ہوسکتا ضرر نفع سب اسی کی طرف سے ہے تمام چیزیں اسی کے علم میں ہیں اس پر چھوٹی سے جھوتی چیز بھی پوشیدہ نہیں۔ افسوس اتنی دلیلیں سن کر بھی تمہارے دل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ حضور ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی۔ قرآن میں موجود ہے کہ ان کی قوم نے ان سے کہا اے ہود تم کوئی دلیل تو لائے نہیں ہو اور صرف تمہارے قول سے ہم اپنے معبودوں سے دست بردار نہیں ہوسکتے نہ ہم تجھ پر ایمان لائیں گے۔ ہمارا اپنا خیال تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں نے تجھے کچھ کردیا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم جن کو بھی اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو، میں سب سے بیزار ہوں۔ جاؤ تم سب مل کر جو کچھ مکر میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو وہ کرلو اور مجھے مہلت بھی نہ دو، میں نے تو اس رب پر توکل کرلیا ہے جو تمہارا میرا سب کا پالنہار ہے۔ تمام جانداروں کی پیشانیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

| |
|---|
| وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ |
| عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اور میں ان سے کیونکر خوفزدہ ہوسکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو حالانکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ |
| تم نے اللہ کے ساتھ شریک بنا رکھا ہے جبکہ اس نے تم پر اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری، لہٰذا ہر دو فریق میں سے |
| بے خوف رہنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔ |

## باطل معبودوں کا نفع ونقصان نہ مالک نہ ہونے کا بیان

"وَكَيْفَ اَخَافُ مَا اَشْرَكْتُمْ" بِاللّٰهِ وَهِيَ لَا تَضُرّ وَلَا تَنْفَع "وَلَا تَخَافُوْنَ" اَنْتُمْ مِنَ اللّٰه "اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ" فِي الْعِبَادَة "مَا لَمْ يُنَزِّل بِهِ" بِعِبَادَتِهِ "عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا" حُجَّة وَبُرْهَانًا وَّهُوَ الْقَادِر عَلٰى كُلّ شَيْء "فَاَيّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقّ بِالْاَمْنِ" اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ "اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" مَنْ الْاَحَق بِهِ: اَيْ وَهُوَ نَحْنُ فَاتَّبِعُوْهُ

اور میں ان معبودانِ باطلہ سے کیونکر خوفزدہ ہوسکتا ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ جو کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے اور تم اللہ سے اس بات پر نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک بنا رکھا ہے جبکہ اس نے تم پر اس ان کی عبادت کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب تم ہی جواب دو کہ ہر دو فریق میں سے بے خوف رہنے کا زیادہ حق دار کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔ یعنی ہم اس کے حقدار ہیں پس تم اسی کی اتباع کرو۔

سمجھو اور سوچو تو سہی کہ میں تمہارے ان باطل معبودوں سے کیوں ڈراوں گا؟ جبکہ تم اس اکیلے اللہ وحدہ لاشریک سے نہیں ڈرتے اور کھلم کھلا اس کی ذات کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہو۔ تم ہی بتلاؤ کہ ہم تم میں سے امن کا زیادہ حقدار کون ہے؟

دلیل میں اعلیٰ کون؟

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لم ینزل۔ مضارع نفی حجد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔

الفریقین۔ موحدین کا فریق اور مشرکین کا فریق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فریق۔ مشرکین مخالفین دوسرا فریق۔ بالامن۔ ای امن من العذاب۔ عذاب سے بے خوفی اور اطمینان۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۰ |
| جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ |

## ایمان کو شرک کے ساتھ نہ ملانے کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوا " یَخْلِطُوا "اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ " اَیْ شِرْكٍ كَمَا فُسِّرَ بِذٰلِكَ فِیْ حَدِیْثِ الصَّحِیْحَیْنِ "اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ " مِنَ الْعَذَابِ، وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ

جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم کے ساتھ نہیں ملایا انہی لوگوں کے لئے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ جس طرح صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں شرک کی تفسیر ظلم سے کی گئی ہے۔

## سورہ انعام آیت ۸۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ)6۔الانعام:82) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں شرک نہیں ملایا، امن انہیں کیلئے ہے اور وہی راہ راست پر ہیں۔ نازل ہوئی تو یہ مسلمانوں پر شاق گزرا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنے اوپر ظلم نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے یہ ظلم مراد نہیں بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔

کیا تم نے لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت نہیں سنی کہا اے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1009)

بکر بن سوادہ سے روایت ہے کہ دشمنوں میں سے ایک شخص نے مسلمانوں پر حملہ کیا اور ایک شخص کو شہید کر دیا اور پھر حملہ کیا دوسرے کو شہید کر دیا اور پھر ایک حملہ اور کیا تو ایک اور کو شہید کر دیا پھر اس شخص نے کہا کیا مجھے اس کے بعد بھی اسلام قبول کرنا نفع دے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بالکل نفع دے گا اس نے یہ سن کر اپنے گھوڑے کو مارا اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا اور اپنے ساتھیوں پر حملہ کیا چنانچہ پہلے ایک کو قتل کیا پھر دوسرے کو اور آخر کار شہید ہو گیا راوی کہتے ہیں کہ صحابہ کرام کی رائے میں یہ آیت اسی

شخص کے متعلق نازل ہوئی۔ (اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ)

(سیوطی 117 طبری 7۔167)

## دامن مصطفیٰ ﷺ میں پناہ لینے والے کی قابل رشک موت کا بیان

حضرت ابراہیم یوں فرماتے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم مدینہ شریف سے باہر نکل گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک اونٹ سوار بہت تیزی سے اپنے اونٹ کو دوڑتا ہوا آ رہا ہے حضور نے فرمایا تمہاری طرف ہی آ رہا ہے اس نے پہنچ کر سلام کیا ہم نے جواب دیا حضور نے ان سے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا اپنے گھر سے، اپنے بال بچوں میں سے، اپنے کنبے قبیلے میں سے۔ دریافت فرمایا کیا ارادہ ہے؟ کیسے نکلے ہو؟ جواب دیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو میں۔ آپ نے فرمایا پھر تو تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے میں ہی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے خوش ہو کر کہا یا رسول اللہ مجھے سمجھایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم رکھے اور زکوٰۃ ادا کرتا رہے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اس نے کہا مجھے سب باتیں منظور ہیں میں سب اقرار کرتا ہوں، اتنے میں ان کے اونٹ کا پاؤں ایک سوراخ میں گر پڑا اور اونٹ ایک دم سے جھٹکا لے کر جھک گیا اور وہ اوپر سے گرے اور سر کے بل گرے اور اسی وقت روح پرواز کر گئی حضور نے ان کے گرتے ہی فرمایا کہ دیکھو انہیں سنبھالو اسی وقت حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حذیفہ بن یمان اپنے اونٹوں سے کود پڑے اور انہیں اٹھا لیا دیکھا تو روح جسم سے علیحدہ ہو چکی ہے حضور سے کہنے لگے یا رسول اللہ یہ تو فوت ہو گئے آپ نے منہ پھیر لیا پھر ذرا سی دیر میں فرمانے لگے تم نے مجھے منہ موڑتے ہوئے دیکھا ہو گا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا دو فرشتے آئے تھے اور مرحوم کے منہ میں جنت کے پھول دے رہے تھے اس سے میں نے جان لیا کہ بھوکے فوت ہوئے ہیں۔ سنو یہ انہیں لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لئے امن وامان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ اچھا اپنے پیارے بھائی کو دفن کرو چنانچہ ہم انہیں پانی کے پاس اٹھا لے گئے غسل دیا خوشبو ملی اور قبر کی طرف جنازہ لے کر چلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے بغلی قبر بناؤ سیدھی نہ بناؤ بغلی قبر ہمارے لئے ہے اور سیدھی ہمارے سوا اوروں کے لئے ہے، لوگو یہ وہ شخص ہے جس نے عمل بہت ہی کم کیا اور ثواب زیادہ پایا۔

یہ ایک اعرابی تھے انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنے گھر سے اپنے بال بچوں سے اپنے مال سے اپنے کنبے قبیلے سے اس لئے اور صرف اس لئے الگ ہوا ہوں کہ آپ کی ہدایت کو قبول کروں آپ کی سنتوں پر علم کروں آپ کی حدیثیں لوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں گھاس پھوس کھاتا ہوا آپ تک پہنچا ہوں۔ آپ مجھ اسلام سکھایئے حضور نے سکھایا اس نے قبول کیا ہم سب ان کے اردگرد بھیڑ لگائے کھڑے تھے اتنے میں جنگلی چوہے کے بل میں ان کے اونٹ کا پاؤں پڑ گیا یہ گر پڑے اور گردن ٹوٹ گئی آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا یہ سچ مچ فی الواقع اپنے گھر سے اپنی اہل وعیال سے اور اپنے مال مویشی سے صرف میری تابعداری کی دھن میں نکلا تھا

اور وہ اس بات میں بھی سچے تھے کہ وہ میرے پاس نہیں پہنچے یہاں تک کہ ان کا کھانا صرف سبز پتے اور گھاس رہ گیا تھا تم نے ایسے لوگ بھی سنے ہوں گے جو عمل کم کرتے ہیں اور ثواب بہت پاتے ہیں۔ یہ بزرگ انہی میں سے تھے۔ تم نے سنا ہوگا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے جو ایمان لائیں اور ظلم نہ کریں وہ امن و ہدایت والے ہیں یہ انہی میں سے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| اور یہی ہماری (توحید کی) دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی (مخالف) قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ |
| ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## دینِ ابراہیمی کے حجت ہونے کا بیان

"وَتِلْكَ" مُبْتَدَأ وَيُبْدَل مِنْهُ "حُجَّتنَا" الَّتِي احْتَجَّ بِهَا اِبْرَاهِيم عَلٰى وَحْدَانِيَّة اللّٰه مِنْ اُفُول الْكَوْكَب وَمَا بَعْده وَالْخَبَر "اٰتَيْنَاهَا اِبْرَاهِيم" اَرْشَدْنَاهُ لَهَا حُجَّة "عَلٰى قَوْمه نَرْفَع دَرَجَات مَنْ نَشَاء" بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِين فِي الْعِلْم وَالْحِكْمَة "اِنَّ رَبّك حَكِيم" فِي صُنْعه "عَلِيم" بِخَلْقِهِ،

یہاں پر تلک مبتداء اور حجتنا اس سے بدل ہے۔ اور یہی ہماری توحید کی دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی مخالف قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ یعنی ستاروں کا غائب ہو جانا اور جو اس کے بعد ہے۔ اور اتینا ھا ابراہیم یہ خبر ہے۔ یعنی ہم نے ان کی قوم پر حجت کی طرف ان کی رہنمائی کی۔ جس کے چاہتے ہیں علم اور حکمت میں درجات بلند کر دیتے ہیں۔ یہاں پر نرفع درجات اضافت کے ساتھ اور بغیر اضافت یعنی تنوین کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بیشک آپ کا رب اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔

اور یہ حجت جو ابراہیم علیہ السلام نے توحید پر قائم کی تھی ہماری دی ہوئی حجت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی (جب ہماری دی ہوئی تھی تو یقیناً اعلیٰ درجہ کی تھی اور ابراہیم علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے) ہم (تو) جس کو چاہتے ہیں (علمی و عملی) مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں (چنانچہ سب انبیاء کو یہ رفعت درجات عطا فرمائی) بیشک آپ کا رب بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

| |
|---|
| وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ |
| وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو اسحاق اور یعقوب (بیٹا اور پوتا علیہما السلام) عطا کئے، ہم نے (ان) سب کو ہدایت |
| سے نوازا، اور ہم نے (ان سے) پہلے نوح (علیہ السلام) کو (بھی) ہدایت سے نوازا تھا اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور |
| ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون (علیہم السلام کو بھی ہدایت عطا فرمائی تھی)، اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی اولاد سے انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ" ابنه "كُلًّا" مِنهُمَا "هَدَيْنَا وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ" اى قبل ابراهيم "وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ " اى نوح "دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ" ابنه "وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ " ابن يعقوب "وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ " كما جزيناهم،

اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب یعنی ان کا بیٹا اور پوتا عطا کئے، ہم نے ان سب کو ہدایت سے نوازا، اور ہم نے ان سے پہلے نوح علیہ السلام کو بھی ہدایت سے نوازا تھا اوران کی اولاد یعنی نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے داؤد اوران کا بیٹا سلیمان اور ایوب اور یوسف علیہ السلام جو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔اور موسیٰ اور ہارون کو بھی ہدایت عطا فرمائی تھی، اور ہم اسی طرح نیکو کاروں کو جزادیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرمارہا ہے کہ خلیل الرحمٰن کو اس نے ان کے بڑھاپے کے وقت بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحٰق ہے اس وقت آپ بھی اولاد سے مایوس ہو چکے تھے اور آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ بھی مایوس ہو چکی تھیں جو فرشتے بشارت سنانے آتے ہیں وہ قوم لوط کی ہلاکت کیلئے جارہے تھے۔ان سے بشارت سن کر مائی صاحبہ سخت متعجب ہو کر کہتی ہیں میں بڑھیا کھوسٹ ہو چکی میرے خاوند عمر سے اتر چکے ہمارے ہاں بچہ ہونا تعجب کی بات ہے۔فرشتوں نے جواب دیا اللہ کی قدرت میں ایسے تعجبات عام ہوتے ہیں۔اے نبی کے گھرانے والو تم پر رب کی رحمتیں اور برکتیں فازل ہوں اللہ بڑی تعریفوں والا اور بڑی بزرگیوں والا ہے اتنا ہی نہیں کہ تمہارے ہاں بچہ ہوگا بلکہ وہ نبی زادہ خود بھی نبی ہوگا اوراس سے تمہاری نسل پھیلے گی اور باقی رہے گی، قرآن کی اور آیت میں بشارت کے الفاظ میں نبیا کا لفظ بھی ہے پھر لطف یہ ہے کہ اولاد کی اولاد بھی تم دیکھ لوگے اسحاق کے گھر یعقوب پیدا ہوں گے اور تمہیں خوشی پر خوشی ہوگی اور پھر پوتے کا نام یعقوب رکھنا جو عقب سے مشتق ہے خوشخبری ہے اس امر کی کہ یہ نسل جاری رہے گی۔فی الواقع خلیل اللہ علیہ السلام اس بشارت کے قابل بھی تھے قوم کو چھوڑ ان سے منہ موڑ اشہر کو چھوڑ اہجرت کی، اللہ نے دنیا میں بھی انعام دیئے، اتنی نسل پھیلائی جو آج تک دنیا میں آباد ہے۔فرمان الٰہی ہے کہ جب ابراہیم نے اپنی قوم کو اوران کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے انہیں اسحاق ویعقوب بخشا اور دونوں کو نبی بنایا، یہاں فرمایا ان سب کو ہم نے ہدایت دی تھی اوران کی بھی نیک اولاد دنیا میں باقی رہی، طوفان نوح میں کفار سب غرق ہو گئے پھر حضرت نوح کی نسل پھیلی انبیاء انہی کی نسل میں سے ہوتے رہے، حضرت ابراہیم کے بعد تو نبوت انہی کے گھرانے میں رہی۔

## سیدنا نوح علیہ السلام

آپ کی عمر ایک ہزار سال تھی۔آپ کی بعثت تین ہزار سے ساڑھے تین ہزار سال قبل مسیح ہوئی تھی۔عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز تھا۔آپ کی قوم بت پرست تھی اور پانچ بتوں ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی پوجا کرتی تھی۔اوراس معاملہ میں بہت ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئی تھی کہ آپ کی ساڑھے نوسوسال کی تبلیغ کے نتیجہ میں صرف چالیس

آدمی ایمان لائے آخر آپ نے دل برداشتہ ہو کر ان کے حق میں بددعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بڑی کشتی تیار کرنے کا حکم دیا اور اس کو بنانے کے لیے ہدایات بھی دیں۔ جب کشتی تیار ہوگئی تو آپ نے سب ایمانداروں کو اس میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ علاوہ ازیں سب جانوروں کا ایک ایک جوڑا بھی اس کشتی میں رکھ لیا گیا، اس کے بعد زمین سے پانی کے چشمے ابلنے شروع ہوگئے اور آسمان سے مسلسل اور موسلا دھار بارش، زمین پر اتنا پانی جمع ہوگیا جس نے پہاڑوں کو بھی اپنے اندر چھپا لیا۔ آپ کا نافرمان بیٹا یام بھی آپ کے دیکھتے دیکھتے اس طوفان کی نذر ہوگیا۔ چھ ماہ پانی چڑھتا رہا۔ پھر اترنا شروع ہوا۔ بارش بند ہوگئی۔ زمین نے پانی کو جذب کرنا اور سورج اور ہواؤں نے خشک کرنا شروع کر دیا کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی۔ چالیس دن بعد جب زمین خشک ہوگئی تو سب لوگ بسلامت اس کشتی سے اتر کر زمین پر آ گئے۔ طوفان کے بعد آپ ۳۵۰ سال زندہ رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔

## سیدنا ابراہیم علیہ السلام

آپ کی عمر ۱۷۵ سال تھی۔ آپ کی بعثت کا زمانہ دو ہزار اور اکیس سو قبل مسیح کے درمیان ہے آپ کی قوم بت پرست اور نجوم پرست تھی۔ آپ کا باپ آزر نمرود شاہ عراق کی طرف سے شاہی بت خانہ کا مہنت اور منتظم تھا وہ بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ آپ نے سب سے پہلے اپنے باپ ہی کو نہایت نرم الفاظ میں تبلیغ کرنا شروع کی۔ اس نے نمرود سے سیدنا ابراہیم کا ذکر کیا تو اس نے آپ کو دربار میں طلب کر لیا۔ سیدنا ابراہیم نے نمرود پر حجت قائم کر کے اسے مناظرہ میں لاجواب کر دیا تو باپ اور بھی زیادہ مخالف ہوگیا۔ کیونکہ سیدنا ابراہیم کی بات ماننے سے اس کا عہدہ بھی جاتا تھا اور ذریعہ معاش بھی تباہ ہوتا تھا لہٰذا اس نے سیدنا ابراہیم کو یہاں تک کہہ دیا کہ میرے گھر سے نکل جاؤ ورنہ رجم کر دوں گا۔ باپ کے بعد آپ نے قوم کو بت پرستی سے منع کرنا شروع کر دیا اور ایک دفعہ موقع پا کر ان کے بت توڑ دیئے۔ اس بات پر قوم نے سیخ پا ہو کر آپ کو آگ کے ایک بڑے الاؤ میں پھینک دیا۔ مگر اللہ نے آپ کو بال بال بچا لیا۔ آخر آپ ہجرت کر کے سیدنا لوط کے ہمراہ فلسطین کی طرف چلے گئے پھر وہاں سے مصر کی طرف ہجرت کی تو شاہی کارندے آپ کی بیوی سارہ کو پکڑ کر لے گئے جس سے بادشاہ کو کافی تکلیف پہنچی۔ بالآخر اس نے ہاجرہ کو سیدہ سارہ کی خادمہ بنا کر ہمراہ کر دیا۔ اسی ہاجرہ سے سیدنا اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ نے ان ماں بیٹے کو اللہ کے حکم سے کعبہ شریف کے قریب لا بسایا۔ جب سیدنا اسماعیل جوان ہوئے تو ان کی قربانی کا معاملہ پیش آیا۔ اس امتحان میں دونوں باپ بیٹا پورے اترے۔ پھر ان دونوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر کا فریضہ بھی سرانجام دیا۔ زندگی بھر آپ پر اللہ کی طرف سے کڑی سے کڑی آزمائشیں آئیں۔ ان سب میں آپ پورے اترے تو اللہ نے آپ کو اپنا خلیل قرار دیا اور رہتی دنیا کے لیے آپ کو سب کا امام اور پیشوا بنا دیا۔

## سیدنا اسحاق علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے دوسرے صاحبزادے جو فرشتوں کی بشارت کے مطابق سیدہ سارہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس وقت سیدہ سارہ کی عمر نوے سال کے قریب اور سیدنا ابراہیم کی عمر سو سال سے زائد تھی۔ فلسطین کا علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز اور بیت المقدس کی خدمت آپ کے سپرد تھی۔ نبی آخر الزماں کے سوائے باقی سب انبیاء بنی اسرائیل آپ کی اولاد سے ہوئے اور اسی علاقہ

میں اپنے باپ سیدنا ابراہیم کے پہلو میں دفن ہوئے۔آپ کی عمر ۱۸۰ سال ہوئی۔

## سیدنا یعقوب علیہ السلام

سیدنا اسحاق کے صاحبزادے ہیں۔علاقہ کنعان کی طرف مبعوث ہوئے۔بعد میں ہجرت کر کے فدان آئے۔آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے۔آپ کو اپنے بیٹے یوسف سے بہت محبت تھی۔اللہ نے اسی میں آپ کی آزمائش کی۔چنانچہ آپ نے سیدنا یوسف کی گمشدگی کا صدمہ نہایت صبر وتحمل سے برداشت کیا۔آخر عمر میں سیدنا یوسف کی دعوت پر مصر میں جا کر آباد ہوئے۔لیکن آپ کی میت کو آپ کی وصیت کے مطابق قدس خلیل میں ہی لا کر سیدنا اسحاق اور سیدنا ابراہیم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔آپ نے ۱۴۷ سال کی عمر پائی۔

## سیدنا یوسف علیہ السلام

آپ سیدنا یعقوب کے ہاں کنعان میں پیدا ہوئے۔آپ کی داستان حیات زبان زد خاص وعام ہے۔۱۷ سال کی عمر میں کنوئیں میں ڈالے گئے تقریباً سات سال عزیز مصر کے گھر میں رہے پھر ۷ سال قید میں۔پھر مصر کے منتظم اعلیٰ بنے اور آٹھ سال بعد آپ کے قحط گزرنے کے بعد خوشحالی کے ایام میں اور دور بادشاہت میں اپنے والدین اور سب گھر والوں کو اپنے ہاں بلا لیا۔والد محترم سے فرقت کا زمانہ ۲۳ سال ہے آپ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔اسی مصر کی زمین میں ۱۱۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔اور وصیت کی کہ جب بھی بنو اسرائیل واپس اپنے وطن کنعان جائیں تو آپ کی نعش کو وہاں لے جا کر دوبارہ دفن کریں۔چنانچہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنو اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے تو آپ کی قبر سے تابوت نکال کر ساتھ لے گئے اور مشہد خلیل میں آباء واجداد کے ساتھ دفن کیا۔

## سیدنا ایوب علیہ السلام

آپ کی بعثت کا زمانہ ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح ہے۔آپ کثرت اموال واراضی میں مشہور تھے۔ستر سال کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔پھر آپ پر اللہ کی طرف سے آزمائش کا دور جو آیا تو ہر چیز ہاتھ سے نکل گئی۔اور ایسے بیمار پڑے کہ ایک بیوی کے سوا سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔آپ نے اس بیماری میں اور مال ودولت کے چھن جانے پر صبر واستقامت کا ایسا بے مثال مظاہرہ کیا جو ضرب المثل بن چکا ہے۔صحیح روایات کے مطابق آپ کا دور ابتلاء ۱۳ سال ہے۔جب آپ اس امتحان میں کامیاب اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بیماری بھی دور کر دی اور مال ودولت بھی پہلے سے دوگنا عطا فرمایا اور صابر کا لقب بھی عطا فرمایا۔۱۴۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام: سیدنا موسیٰ علیہ السلام پہلے رسول ہیں جنہیں کتاب دی گئی اور مستقل شریعت عطا ہوئی۔ بڑے صاحب جلال تھے۔آپ کی تربیت نہایت معجزانہ طور پر فرعون کے گھر میں اور اس کے اخراجات پر ہوئی اور ان ایام میں ہوئی

جب فرعون مصر بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ سیدنا یعقوب اور ان کی اولاد جو سیدنا یوسف کے عہد بادشاہی میں مصر میں آ کر آباد ہوئے تھے اب لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے اور محکومانہ اور مقہورانہ زندگی گزار رہے تھے۔ سیدنا یوسف اور سیدنا موسیٰ علیہما السلام کا درمیانی عرصہ تقریباً چار سو سال ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مشن یہ تھا کہ انہیں فرعون کی غلامی سے آزاد کرا کر واپس اپنے وطن فلسطین میں لے جائیں اور اس علاقہ میں وہ حاکمانہ حیثیت سے آباد ہوں۔ مگر صدیوں کی غلامی نے بنی اسرائیل کو اتنا بزدل بنا دیا تھا کہ وہ بسا اوقات سیدنا موسیٰ سے الجھ پڑتے۔ اس مشکل ذمہ داری کو نبھانے کے لیے سیدنا موسیٰ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ ان کے بڑے بھائی سیدنا ہارون کو بھی نبوت عطا کر کے بطور مددگار ان کے ہمراہ فرعون کی طرف بھیجا جائے اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ کی یہ درخواست منظور فرمائی تھی۔ فرعون کے مظالم کو برداشت کرنا بنو اسرائیل کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ اہل مصر گائے بیل کی پرستش کرتے تھے۔ ان کی یہ ادا بھی بنو اسرائیل میں رچ بس گئی تھی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو فرعون سے نجات دی۔ اور سب فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر دیا۔ اب اگلا مرحلہ جہاد کر کے شام و فلسطین کے علاقہ پر قبضہ کرنا تھا۔ لیکن اس قوم نے روایتی بزدلی کی بنا پر جہاد سے صاف انکار کر دیا۔ جس کی پاداش میں ۴۰ سال میدان تیہ میں بھٹکتے رہے۔ اسی ارض تیہ میں سیدنا ہارون اور سیدنا موسیٰ دونوں بھائیوں کی وفات ہوئی۔ سیدنا موسیٰ نے اپنی وفات سے پہلے یوشع بن نون کو اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ یہی یوشع سیدنا خضر سے ملاقات کے دوران سیدنا موسیٰ کے ہم سفر تھے۔ انہی کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو موعودہ علاقہ پر اقتدار عطا فرمایا اور انہوں نے سب سے پہلے اریحاء کا علاقہ فتح کیا۔ ۴۰ سال کے دوران بنو اسرائیل کی پرانی بزدل نسل تو مر کھپ گئی اور نئی نسل کی تربیت جنگل کی با مشقت زندگی میں ہوئی تھی لہٰذا نئی نسل جرأت مند پیدا ہوئی جس نے جہاد کر کے موعودہ علاقہ کو فتح کیا۔

## سیدنا داؤد علیہ السلام

آپ اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے پست قد تھے اور ماہر تیر انداز اور نشانہ باز تھے۔ طالوت کی فوج میں سپاہی کی حیثیت سے لڑے۔ اپنی فلاخن میں پتھر رکھ کر جالوت کو مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا اور حکومت بنو اسرائیل کے ہاتھ لگی۔ سیدنا داؤد کو ایک ممتاز عہدہ پر فائز کیا گیا اور طالوت کی بیٹی سے نکاح ہوا۔ طالوت کی وفات کے بعد خود مختار بادشاہ بنے اور نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپ پر زبور نازل ہوئی۔ اتنے خوش الحان تھے کہ جب تسبیحات پڑھتے تو پوری فضا پر وجد طاری ہو جاتا۔ آپ کے ہاتھوں میں لوہا، تانبا موم کی طرح نرم ہو جاتا۔ بعض لوگ اسے معجزہ نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ آپ لوہا اور تانبا کی ڈھلائی کے خوب ماہر تھے۔ اپنے ہاتھ سے زرہیں تیار کرنا آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ اپنی زندگی میں بیت المقدس کی بنیاد رکھی جسے بعد میں سیدنا سلیمان نے پورا کیا۔ ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کا زمانہ ۱۰۱۵ ق م تا ۹۴۵ ق م ہے۔

## سیدنا سلیمان علیہ السلام

آپ سیدنا داؤد کے بیٹے تھے۔ آپ نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی۔ بنی اسرائیل میں آپ کی شان کا کوئی بادشاہ نہیں ہوا۔ جن اور

پرندوں پر بھی آپ کی حکومت تھی۔ جانوروں کی بولی سمجھتے ان کو حکم دیتے اور ان سے کام لیتے تھے۔ ہوا بھی آپ کی تابع فرمان تھی۔ آپ ایک ماہ کا سفر ہوائی سفر کے ذریعہ چند گھنٹوں میں طے کر لیتے تھے۔ ملکہ سبا آپ کی کوشش سے مسلمان ہوئی۔ بیت المقدس کو نہایت عالی شان طریقہ پر مکمل کیا۔

| |
|---|
| وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۙ |
| اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (علیہم السلام کو بھی ہدایت بخشی)۔ یہ سب نیکوکار (قربت اور حضوری والے) لوگ تھے۔ |

## حضرت زکریا اور ان کے بیٹے حضرت یحیٰ علیہما السلام کا بیان

"وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى" ابنه "وَعِيْسٰى" ابن مَرْيَم يُفِيد اَنَّ الذُّرِّيَّة تَتَنَاوَل اَوْلَاد الْبِنْت "وَاِلْيَاس" ابْن اَخِي هَارُوْنَ اَخِي مُوْسٰى "كُلّ" مِنْهُمْ،

اور زکریا علیہ السلام اور ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام جو ابن مریم ہے یہاں پر ذریت کے لفظ کا یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ وہ اولاد البنت یعنی بیٹی کی اولاد کو بھی شامل ہوتا ہے۔ اور الیاس علیہ السلام جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ یہ سب نیکوکار قربت اور حضوری والے لوگ تھے۔

## سیدنا زکریا علیہ السلام

آپ سیدہ مریم بنت عمران (والدہ عیسیٰ علیہ السلام) کے حقیقی خالو تھے۔ چنانچہ سیدنا زکریا ہی سیدہ مریم کے مربی اور کفیل قرار پائے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام چونکہ محض اللہ کی قدرت سے بن باپ پیدا ہوئے تھے لہٰذا یہودیوں نے زکریا پر ہی سیدہ مریم سے (نعوذ باللہ) زنا کی تہمت لگا دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ آپ نے انہیں بہت سمجھایا مگر وہ اس سے باز نہ آئے۔ آخر چند شیطان سیرت آدمیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

## سیدنا یحییٰ علیہ السلام

آپ کفیل مریم سیدنا زکریا کے فرزند ہیں۔ سیدنا زکریا بوڑھے ہو چکے تھے مگر بے اولاد تھے۔ سیدہ مریم کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھے کہ "یا اللہ اگر مجھے بھی بے موسم پھل یعنی لڑکا عطا فرما دے تو کیا عجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی، بچے کی بشارت بھی دی اور اس کا نام بھی یحییٰ خود ہی تجویز فرمایا۔ آپ کو بچپن ہی میں نبوت عطا ہوئی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔ نہایت نرم دل اور ہر وقت اللہ کے ڈر سے اور اخروی محاسبہ سے روتے رہتے تھے۔ اس وقت کے ایک یہودی حاکم ذونواس نے اپنی ایک رقاصہ کے مطالبہ اور دلجوئی کی خاطر آپ کا سر قلم کروا دیا۔

## سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

آپ اللہ کے کلمہ سے بن باپ پیدا ہوئے۔ آپ کا لقب روح اللہ ہے۔ ماں کی طرف سے ۲۶ ویں پشت پر جا کر سیدنا

سلیمان علیہ السلام سے سلسلہ نسب جاملتا ہے۔ بنی اسرائیل کے سب سے آخری اور صاحب شریعت نبی ہیں۔ آپ کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی اور انجیل آپ پر نازل ہوئی۔ آپ کی پیدائش ناصرہ کے مقام پر ہوئی۔ گود ہی میں کلام کر کے والدہ کی بریت پر حجت قائم کی مگر یہودی تہمت تراشیوں سے باز نہ آئے آپ بڑے فصیح البیان مقرر اور وجیہ تھے کسی کو آپ کے منہ پر الزام دینے یا تہمت تراشی کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ کو چند محیر العقول معجزات بھی عطا ہوئے تھے۔ جوں جوں آپ کی عزت اور شہرت بڑھتی گئی یہودیوں میں حسد کی آگ بھڑکتی گئی اور شاہ وقت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ انہیں گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری آسمان پر اٹھایا (اس وقت آپ کی عمر ۳۳ سال تھی) اور مخبری کرنے والے کی شکل وصورت سیدنا عیسیٰ کے مشابہ بنادی چنانچہ وہی سولی دیا گیا اور اپنے کیے کی سزا پائی۔ آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ شادی کریں گے اولاد ہوگی۔ بعد ازاں آپ کی طبعی وفات ہوگی۔

حضرت عیسیٰ کو اولاد ابراہیم یا اولاد نوح میں گننا اس بنا پر ہے کہ لڑکیوں کی اولاد یعنی نواسے بھی اولاد میں داخل ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ بن باپ کے پیدا ہوئے تھے، روایت میں ہے حجاج نے حضرت یحیٰی بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو حسن حسین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں گنتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے لیکن میں تو پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں پاتا، آپ نے جواب دیا کیا تو نے سورۃ انعام میں آیت (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ) 6۔الانعام:84) نہیں پڑھا اس نے کہا ہاں یہ تو پڑھا ہے کہا پھر دیکھو اس میں حضرت عیسیٰ کا نام ہے اور ان کا کوئی باپ تھا ہی نہیں تو معلوم ہوا کہ لڑکی کی اولاد بھی اولاد ہی ہے حجاج نے کہا بیشک آپ سچے ہیں اسی لئے مسئلہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے وصیت کرے یا وقف کرے یا ہبہ کرے تو لڑکیوں کی اولاد بھی اس میں داخل ہے ہاں اگر اس نے اپنے لڑکوں کو دیا ہے یا ان پر وقف کیا ہے تو اس کے اپنے صلبی لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے اس میں شامل ہوں گے اس کی دلیل عربی شاعر کا یہ شعر سنئے۔ بنو نا بنوا ابنا ئنا و بنا تنا بنو هن ابناء الرجال الا جانب

یعنی ہمارے لڑکوں کے لڑکے تو ہمارے لڑکے ہیں اور ہماری لڑکیوں کے لڑکے اجنبیوں کے لڑکے ہیں اور لوگ کہتے ہیں کہ لڑکیوں کے لڑکے بھی ان میں داخل ہیں کیونکہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا میرا یہ لڑکا سید ہے اور ان شاء اللہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں اللہ تعالیٰ صلح کرادے گا، پس نواسے کو اپنا لڑکا کہنے سے لڑکیوں کی اولاد کا بھی اپنی اولاد میں داخل ہونا ثابت ہوا اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجاز ہے، اس کے بعد فرمایا ان کے باپ دادے ان کی اولادیں ان کے بھائی الغرض اصول وفروع اور اہل طبقہ کا ذکر آ گیا کہ ہدایت اور پسندیدگی ان سب کو گھیرے ہوئے ہے، یہ اللہ کی سچی اور سیدھی راہ پر لگادیئے گئے ہیں۔ یہ جو کچھ انہیں حاصل ہوا یہ اللہ کی مہربانی اس کی توفیق اور اس کی ہدایت سے ہے۔

## سیدنا الیاس علیہ السلام

الیاس، اور الیاسین ایک ہی نام ہے جیسے طور سینا اور طُوْرِ سِيْنِيْنَا یک ہی نام ہے۔ آپ کی دعوت کا مرکز بعلبک تھا آپ کی قوم

بعلنامی بت کی پوجا کرتی تھی۔ بعل کے لغوی معنی مالک آقا، سردار اور خاوند ہے گویا یہ بت ان لوگوں کا خاص دیوتا یا مہادیوتا تھا۔ بابل سے لے کر مصر تک پورے شرق اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی۔ مصر سے بنی اسرائیل واپس آئے تو وہ بھی اس بعل پرستی کے مرض میں مبتلاء ہو گئے۔بعلک کا نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔ آپ نے ان لوگوں کو بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے شرکیہ کاموں سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ظالم حکمران ان پر مسلط کر دیا اور سیدنا الیاس نے ہجرت کر کے بیت المقدس میں اقامت اختیار کی۔

| |
|---|
| وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَالۡيَسَعَ وَيُوۡنُسَ وَلُوۡطًا‌ ؕ وَكُلًّا فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ‏ |
| اور اسمٰعیل اور الیسع اور یونس اور لوط، اور ہم نے ان سب کو (اپنے زمانے کے) تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔ |

## حضرت اسماعیل اور حضرت الیسع علیہما السلام کا بیان

"وَاِسۡمَاعِيل" ابۡن اِبۡرَاهِيم "وَالۡيَسَع" اللَّام زَائِدَة "وَيُونُس وَلُوطًا" ابۡن هَارَان اَخِي اِبۡرَاهِيم "وَكُلًّا" مِنۡهُمۡ "فَضَّلۡنَا عَلَى الۡعَالَمِينَ" بِالنُّبُوَّةِ،

اور اسمٰعیل جو ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ اور الیسع، یہاں پر لام زائدہ ہے۔ اور یونس اور لوط علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔، اور ہم نے ان سب کو اپنے زمانے کے نبوت کے ساتھ تمام جہان والوں پر فضیلت عطا کی۔

## سیدنا اسماعیل علیہ السلام

سیدنا ابراہیم خلیل اللہ کے بڑے صاحبزادے مصر میں اقامت کے دوران ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان دونوں ماں بیٹے کو مکہ کی بے آب و گیاہ زمین میں لا بسایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں زمزم کا چشمہ جاری کر دیا۔ آپ کی پرورش بنو جرہم نے کی۔ جب بالغ ہونے کو آئے تو ذبح عظیم کی آزمائش کا واقعہ پیش آیا۔ آپ اس میں کامیاب اترے تو ذبیح اللہ کا لقب پایا۔ بعد ازاں آپ نے اپنے باپ سیدنا ابراہیم کے تعاون سے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا اور اس کی خدمت پر مامور ہوئے۔ بنو جرہم میں ہی آپ کی شادی ہوئی اور یہی علاقہ آپ کی تبلیغ کا مرکز قرار پایا۔ آپ کی عمر ۱۳۷ سال ہوئی۔

## سیدنا الیسع علیہ السلام

آپ سیدنا الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے۔ بعد میں نبوت بھی عطا ہوئی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔

## سیدنا یونس علیہ السلام

آپ کا زمانہ بعثت نویں صدی قبل مسیح ہے اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے قوم نے آپ کی دعوت کا انکار کیا تو از خود ہی چالیس دن بعد عذاب آنے کی انہیں وعید سنا دی۔ جب یہ مدت گزرنے کے قریب پہنچی اور آپ نے عذاب کی کوئی نشانی نہ دیکھی تو

فرار ہوئے اور ایک بڑی مچھلی کا لقمہ بنے۔ مچھلی کے پیٹ میں تسبیحات پڑھتے رہے آخر اللہ نے اس مشکل سے نجات دی اور مچھلی نے انہیں صحیح وسالم برلب ساحل اگل دیا۔ جب ذرا طاقت آئی تو اللہ تعالیٰ نے اسی قوم یعنی اہل نینواہی کی طرف آپ کو دوبارہ بھیجا۔ اب دوسری طرف صورت حال یہ بنی کہ جب سیدنا یونس مفرور ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قول کو پورا کر دیا۔ اہل نینوا کو وقت پر عذاب کے آثار نظر آنے لگے تو یہ سب لوگ اپنے بال بچوں سمیت کھلے میدان میں نکل آئے اور اللہ کے حضور گڑگڑائے اور سچے دل سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ عذاب ٹال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ میں ایک ہی استثناء ہے کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا ہو۔ اب اس قوم کی طرف جب سیدنا یونس دوبارہ آئے تو وہ پہلے ہی نرم ہو چکی تھی لہٰذا آپ کی تبلیغ نہایت موثر ثابت ہوئی۔

## سیدنا لوط علیہ السلام

سیدنا ابراہیم کے چچازاد بھائی ہیں عراق سے ہجرت کے وقت آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ہمراہ تھے بعد میں آپ کو بھی نبوت عطا ہوئی تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو تبلیغ کے لیے شرق اردن کی طرف بھیج دیا۔ بحر میت یا بحر لوط کے اردگرد سدوم کا شہر اور اردگرد عمورہ کی بستیاں آپ کی تبلیغ کا علاقہ تھا آپ کی قوم شرک اور دوسری بداخلاقیوں کے علاوہ لواطت میں گرفتار بلکہ اس بدفعلی کی موجد بھی تھی۔ لوط کے سمجھانے پر بھی یہ لوگ اپنی کرتوتوں سے باز نہ آئے بلکہ الٹا سیدنا لوط علیہ السلام اور معدودے چند مسلمانوں کو اپنے شہر سے نکل جانے کی دھمکیاں دینے لگے۔ آخر فرشتے اس قوم پر قہر الٰہی ڈھانے کے لیے نازل ہوئے سیدنا جبریل نے ان کی بستیوں کو اکھاڑ کر اپنے پروں پر اٹھایا اور بلندی پر لے جا کر اور اٹھا کر نیچے پٹخ دیا۔ پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسائی گئی۔ چنانچہ یہ خطہ زمین سطح سمندر سے چار سو کلومیٹر نیچے چلا گیا اور اوپر پانی آگیا۔ اسی پانی کے ذخیرہ کو بحر مردار، بحر میت یا غرقاب لوطی کہا جاتا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ |
| اور ان کے آباؤ (واجداد) اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) اور |
| ہم نے انہیں (اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمادی تھی۔ |

## انبیائے کرام کے انتخاب میں فضیلت کا بیان

"وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ" عُطِفَ عَلٰى كُلًّا اَوْ نُوحًا وَمِنْ لِلتَّبْعِيْضِ لِاَنَّ بَعْضَهُمْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَد وَبَعْضُهُمْ كَانَ فِيْ وَلَدِه كَافِر "وَاجْتَبَيْنَاهُمْ" اخْتَرْنَاهُمْ، وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

اور ان کے آباؤ واجداد اور ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے بھی (بعض کو ایسی فضیلت عطا فرمائی) یہاں ان کا عطف کلا پر ڈالا گیا ہے یا نوحا پر ہے اور یہاں پر من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا بیٹا نہ تھا اور بعض کا بیٹا کافر تھا۔ اور ہم نے انہیں اپنے لطفِ خاص اور بزرگی کے لئے) چن لیا تھا اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرمادی تھی۔

ان سب انبیاء کی جماعت کے علاوہ ہم نے ان کے آباؤاجداد، آل اولاد اوران کے بھائیوں میں سے بھی بہت سے لوگوں کو راہ راست کی طرف ہدایت سے مستفیض فرمایا تھا۔ اوراس ہدایت میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ وہ توحید پرست تھے اور شرک سے سخت بے زار تھے کیونکہ شرک ایسی بری بلا ہے کہ اگر مذکورہ بالا انبیاء بھی شرک کرتے توان کے سب اعمال برباد ہو جاتے۔ یہ بات بغرض تسلیم اور دوسروں کے لیے شدید تنبیہ کے طور پر بیان کی گئی ہے ورنہ انبیاء سے شرک کا صدور ناممکنات سے ہے۔ انبیاء کی تو بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ شرک کا استیصال کریں اور بندوں کا براہ راست اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑ دیں۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے، اوراگر (بالفرض) |
| یہ لوگ شرک کرتے توان سے وہ سارے اعمالِ (خیر) ضبط (یعنی نیست و نابود) ہو جاتے جو وہ انجام دیتے تھے۔ |

## ہدایت کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرنے کا بیان

"ذٰلِكَ" الَّذِيْنَ الَّذِىْ هُدُوْا اِلَيْهِ "هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَلَوْ اَشْرَكُوْا" فَرْضًا، لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یہ اللہ کا دین یعنی اس کی ہدایت ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے، اوراگر بالفرض یہ لوگ شرک کرتے توان سے وہ سارے اعمالِ (خیر) ضبط (یعنی نیست و نابود) ہو جاتے جو وہ انجام دیتے تھے۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ |
| فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○ |
| یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ ان باتوں کا انکار کریں تو ہم نے |
| ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔ |

## اسلام کا اپنے منکرین کی طرف محتاج نہ ہونے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ" بِمَعْنَى الْكُتُبِ "وَالْحُكْمَ" الْحِكْمَةَ "وَالنُّبُوَّةَ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا" اَىْ بِهٰذِهِ الثَّلَاثَةِ "هٰٓؤُلَاءِ" اَىْ اَهْلُ مَكَّةَ "فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا" اَرْصَدْنَا لَهَا "قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكَافِرِيْنَ" هُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ،

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے کتاب بہ معنی کتب اور حکم اور نبوت عطا کی، پھر اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ ان تینوں باتوں کا انکار کریں تو ہم نے ان کے لیے ایسے لوگ مقرر کیے ہیں جو کسی صورت ان کا انکار کرنے والے نہیں۔ یعنی وہ مہاجرین وانصار ہیں۔

انبیاء کرام کو تین خبریں عطا کی جاتی ہیں اور مذکورہ انبیاء کو تین چیزیں عطا کرنے کا ذکر فرمایا گیا ہے ایک کتاب یعنی منزل من اللہ ہدایت نامہ دوسرے حکم سے مراد اللہ کی کتاب کا صحیح فہم، ان پر عمل کرنے کا طریق کار اور اس ہدایت کو عملی زندگی پر منطبق کرنے کی صورتیں اور مختلف نزاعات اور مقدمات میں صحیح قوت فیصلہ کی استعداد اور نبوت سے مراد اس ہدایت الٰہی کے مطابق لوگوں کی رہنمائی ہے۔

اگر یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں۔ ان کی جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایسے بندے پیدا کر دیے ہیں جو ہماری نعمتوں کے قدردان ہیں۔ حق کو تسلیم کرتے ہیں اور کسی ہدایت کی بات سے منہ نہیں موڑتے۔ ایسے ہی لوگ انبیاء کے حقیقی متبعین اور ان کے جانشین ہوتے ہیں۔ جیسے رسول اللہ ﷺ کے متبعین مہاجرین وانصار کی یہی صفات تھیں۔

| |
|---|
| أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۝ |
| یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، سوتو ان کی ہدایت کی پیروی کر، آپ ان سے فرماؤ کہ میں اس پر تم سے کسی |
| اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ |

## تمام جہانوں کیلئے قرآن کی نصیحت ہونے کا بیان

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى" "هُمْ" "اللَّه فَبِهُدَاهُمْ" طَرِيقهمْ مِنْ التَّوْحِيد وَالصَّبْر "اقْتَدِهِ" بِهَاءِ السَّكْت وَقْفًا وَوَصْلًا وَفِي قِرَاءَة بِحَذْفِهَا وَصْلًا "قُلْ" لِأَهْلِ مَكَّة "لَا أَسْأَلكُمْ عَلَيْهِ" أَيْ الْقُرْآن "أَجْرًا" تُعْطُونِيهِ "إِنْ هُوَ" مَا الْقُرْآن "إِلَّا ذِكْرَى" عِظَة "لِلْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ

یہی وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی، یعنی ان کا طریقہ توحید اور صبر ہے۔ لہٰذا تو ان کی ہدایت کی پیروی کر، یہاں پر ھاء کا سکتہ وقف اور وصل بھی ہے۔ اور ایک قرأت میں وصل حذف ہے۔ آپ اہل مکہ سے فرمادیں کہ میں اس پر یعنی قرآن پر تم سے کسی اجرت کا سوال نہیں کرتا، یہ قرآن تو جن وانس کے تمام جہانوں والوں کیلئے سراسر نصیحت ہے۔

## کفر سے نکل کر ایمان کی طرف آنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے آپ کے شاگرد رشید حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ کیا سورۃ ص میں سجدہ ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تابعداری کا حکم ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اے نبی مکرم ﷺ ان میں اعلان کر دو کہ یہ میں تو قرآن پہنچانے کا کوئی معاوضہ یا بدلہ یا اجرت تم سے نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف دنیا کیلئے نصیحت ہے کہ وہ اندھے پن کو چھوڑ کر آنکھوں کا نور حاصل کرلیں اور برائی سے کٹ کر بھلائی پالیں اور کفر سے نکل کر ایمان میں آ جائیں۔ (صحیح بخاری)

علمائے دین نے اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں کیونکہ خصال کمال و

اوصاف شرف جو جدا جدا انبیاء کو عطا فرمائے گئے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب کو جمع فرما دیا اور آپ کو حکم دیا (فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ،الانعام:90) تو جب آپ تمام انبیاء کے اوصاف کمالیہ کے جامع ہیں تو بیشک سب سے افضل ہوئے۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق کی طرف مبعوث ہیں اور آپ کی دعوت تمام خلق کو عام اور کل جہان آپ کی امت۔(تفسیر خازن، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ○ |
| اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، جب انھوں نے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ آپ فرمادیں کہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپاتے ہو اور تمھیں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے جانا اور نہ تمھارے باپ دادا نے۔ کہہ اللہ نے، پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی (فضول) بحث میں کھیلتے رہیں۔ |

## یہود ونصاریٰ کا احکام تورات کو بھی نہ سمجھ سکنے کا بیان

"وَمَا قَدَرُوْا" اَیْ اَلْیَهُوْد "اللّٰه حَقّ قَدْره" اَیْ مَا عَظَّمُوْهُ حَقّ عَظَمَته اَوْ مَا عَرَفُوْهُ حَقّ مَعْرِفَته "اِذْ قَالُوا" لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَاصَمُوْهُ فِی الْقُرْاٰن "مَا اَنْزَلَ اللّٰه عَلٰی بَشَر مِنْ شَیْء قُلْ" لَهُمْ "مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَاب الَّذِیْ جَاءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِلنَّاسِ یَجْعَلُوْنَهٗ بِالْیَاءِ وَالتَّاء فِی الْمَوَاضِع الثَّلَاثَة "قَرَاطِیس" اَیْ یَكْتُبُوْنَهٗ فِیْ دَفَاتِر مُقَطَّعَة "یُبْدُوْنَهَا" اَیْ مَا یُحِبُّوْنَ اِبْدَاءَهُ مِنْهَا . "وَیُخْفُوْنَ كَثِیْرًا" مِمَّا فِیْهَا كَنَعْتِ مُحَمَّد صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَعُلِّمْتُمْ" اَیُّهَا الْیَهُوْد فِی الْقُرْاٰن "مَا لَمْ تَعْلَمُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاؤُكُمْ" مِنَ التَّوْرَاة بِبَیَانِ مَا الْتَبَسَ عَلَیْكُمْ وَاخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ "قُلِ اللّٰه" اَنْزَلَهٗ اِنْ لَّمْ یَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَیْره "ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضهمْ" بَاطِلهمْ،

اور انہوں نے یعنی یہود نے اللہ کی قدر نہیں کی، جو اس کی قدر کا حق تھا، یعنی جو اس کی عظمت کا حق تھا یا جو اس کی معرفت کا حق تھا۔ جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن کے بارے میں جھگڑا کرتے ہوئے کہا کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری۔ آپ ان سے فرمادیں کہ وہ کتاب کس نے اتاری جو موسیٰ لے کر آیا؟ جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، یہاں تجعلونہ تینوں مقامات پر یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی مختلف اوراق میں لکھا ہے۔ تم اسے چند ورق بناتے ہو، جنھیں تم ظاہر کرنا پسند کرتے ہو ان کو ظاہر کرتے ہو اور اس میں سے بہت سے چھپاتے ہو جس طرح نبی کریم ﷺ کی نعت ہے۔ اور اے یہود تمہیں قرآن

میں وہ علم دیا گیا جو نہ تم نے تورات میں جانا اور نہ تمہارے باپ دادا نے جانا جو تورات میں تم پر مشتبہ ہو گیا۔ جس میں تم نے اختلاف کیا آپ فرما دیجئے اللہ نے، یعنی اگر وہ جواب نہ دیں تو تم خود کہہ دو کہ یہ اس نے نازل کیا ہے۔ پھر انھیں چھوڑ دے، اپنی فضول بحث میں یعنی اپنے باطل میں کھیلتے رہیں۔

## سورہ انعام آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہود نے کہا اے محمد ﷺ کیا اللہ نے تم پر کتاب نازل کی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے کہا اللہ کی قسم اللہ نے آسمان سے کوئی کتاب نہیں اتاری اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِىْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ، کہو کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لیے نور ہدایت تھی۔ (قرطبی 7۔36)

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ اللہ نے محمد ﷺ کو اہل کتاب سے اپنے بارے میں پوچھنے کا حکم دیا کہ وہ اپنی کتاب میں آپ کے متعلق کیا پاتے ہیں تو انہیں محمد ﷺ کے حسد نے اس بات پر اکسایا کہ انہوں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کر دیا اور کہا، مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَىْءٍ، تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک یہودی نے جس کا نام مالک بن صیف تھا نبی کریم ﷺ سے جھگڑا کیا تو نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی کیا تو تورات میں لکھا ہوا نہیں پاتا کہ اللہ موٹے یہودی عالم سے بغض رکھتے ہیں جبکہ وہ یہودی عالم موٹا تھا وہ اس پر انتہائی غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ کی قسم اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ تیرا ستیاناس ہو گیا موسیٰ پر بھی؟ اس نے پھر یہی کہا کہ اللہ کی قسم اللہ نے بشر پر کوئی چیز نہیں اتاری تو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (زاد المسیر 3۔82، طبری 7۔176)

یہود کی ایک جماعت اپنے حِبْرُ الْاَحْبَار مالک ابن صیف کو لے کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا میں تجھے اس پروردگار کی قسم دیتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، کیا توریت میں تو نے یہ دیکھا ہے "اِنَّ اللّٰهَ يَبْغَضُ الْحِبْرَ السَّمِيْنَ" یعنی اللہ کو موٹا عالم مبغوض ہے؟ کہنے لگا ہاں یہ توریت میں ہے، حضور نے فرمایا تو موٹا عالم ہی تو ہے اس پر غضبناک ہو کر کہنے لگا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں فرمایا گیا کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے تو وہ لاجواب ہوا اور یہود اس سے برہم ہوئے اور اس کو جھڑکنے لگے اور اس کو حبر کے عہدہ سے معزول کر دیا۔ (مدارک وخازن)

حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ یہود کا ایک عالم (آپ کے پاس) آیا اور کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمین کو ایک انگلی پر اور پانی اور کیچڑ کو ایک انگلی پر اور دیگر تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھا لے گا پھر ان کو ہلا کر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں، میں بادشاہ ہوں، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اس بات کو

پسند کرتے ہوئے اور اس کی تصدیق کرتے ہوئے ہنسے، یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک کھل گئے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ) سے یشرکون الانعام،91) تک۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2406)

| |
|---|
| وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ |
| وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ |
| اور یہ ایک کتاب ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ |
| تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں |
| اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ |

## نزول قرآن کا باعث برکت وتصدیق ہونے کا بیان

"وَهٰذَا" الْقُرْاٰن "كِتَاب اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَك مُصَدِّق الَّذِىْ بَيْن يَدَيْهِ" قَبْله مِنْ الْكُتُب "وَلِتُنْذِر" بِالتَّاءِ وَالْيَاء عُطِفَ عَلٰى مَعْنٰى مَا قَبْله اَىْ اَنْزَلْنَاهُ لِلْبَرَكَةِ وَالتَّصْدِيْق وَلِتُنْذِر بِهٖ "اُمّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلهَا" اَىْ اَهْل مَكَّة وَسَائِر النَّاس "وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتهمْ يُحَافِظُوْنَ" خَوْفًا مِنْ عِقَابهَا،

اور یہ ایک کتاب قرآن ہے، ہم نے اسے نازل کیا، بڑی برکت والی ہے، اس کی تصدیق کرنے والی کتب جو اس سے پہلے ہیں اور تا کہ تو بستیوں کے مرکز اور اس کے ارد گرد لوگوں کو ڈرائے، لتنذر یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا اس کا ماقبل پر اس کا عطف ہے یعنی ہم نے اس کو برکت اور تصدیق کیلئے نازل کیا ہے تا کہ اس کے ساتھ ڈرائیں۔ اور اس کے ساتھ مکہ یعنی ان کے گردونواح کے تمام لوگوں کو ڈرسنائیں۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی اس کی پکڑ کے خوف سے نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

## قرآن کی برکت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک رات اپنی کھجوروں کے کھلیان میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ انکا گھوڑا بدکنے لگا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پڑھا وہ پھر بدکنے لگا آپ نے پڑھا وہ پھر بدکنے لگا، حضرت اسید کہتے ہیں کہ میں ڈرا کہ کہیں وہ یحیی کو کچل نہ ڈالے میں اس کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سائبان کی طرح میرے سر پر ہے وہ چراغوں سے روشن ہے وہ اوپر کی طرف چڑھنے لگا یہاں تک کہ میں اسے پھر نہ دیکھ سکا، صبح کے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں رات کے وقت اپنے کھلیان میں قرآن مجید

پڑھ رہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو انہوں نے عرض کیا کہ میں پڑھتا رہا۔ وہ پھر اسی طرح بدکنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو انہوں نے عرض کیا کہ میں پڑھتا رہا وہ پھر اسی طرح بدکنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن حضیر پڑھتے رہو ابن حضیر کہتے ہیں کہ میں پڑھ کر فارغ ہوا تو یحییٰ اس کے قریب تھا مجھے ڈر لگا کہ کہیں وہ اسے کچل نہ دے۔

اور میں نے ایک سائبان کی طرح دیکھا کہ اس میں چراغ سے روشن تھے اور اوپر کی طرف چڑھا یہاں تک کہ اسے میں نہ دیکھ سکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہارا قرآن سنتے تھے اور اگر تم پڑھتے رہتے تو صبح لوگ ان کو دیکھتے اور وہ لوگوں سے پوشیدہ نہ ہوتے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1853)

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ |
| وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ |
| وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ |
| بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ○ |
| اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی |
| گئی اور جو کہے میں (بھی) ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ اور کاش! تو دیکھے جب ظالم لوگ موت کی سختیوں |
| میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، نکالو اپنی جانیں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، |
| اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ |

## جھوٹا دعویٰ نبوت و بہتان باندھنے کا بیان

"وَمَنْ" اَيْ لَا اَحَد "اَظْلَم مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِادِّعَاءِ النُّبُوَّة وَلَمْ يُنَبَّا "اَوْ قَالَ اُوحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ اِلَيْهِ شَيْء" نَزَلَتْ فِيْ مُسَيْلِمَة "وَمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْل مَا اَنْزَلَ اللّٰه" وَهُمْ الْمُسْتَهْزِئُوْنَ قَالُوْا لَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْل هٰذَا "وَلَوْ تَرٰى" يَا مُحَمَّد "اِذْ الظَّالِمُوْنَ" الْمَذْكُوْرُوْنَ "فِيْ غَمَرَات" سَكَرَات "الْمَوْت وَالْمَلَائِكَة بَاسِطُوْا اَيْدِيهِمْ" اِلَيْهِمْ بِالضَّرْبِ وَالتَّعْذِيب يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ تَعْنِيفًا "اَخْرِجُوْا اَنْفُسكُمْ" اِلَيْنَا لِنَقْبِضهَا "الْيَوْم تُجْزَوْنَ عَذَاب الْهُوْن" الْهَوَان "بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰه غَيْر الْحَقّ" بِدَعْوَى النُّبُوَّة وَالْاِيحَاء كَذِبًا "وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيَاته تَسْتَكْبِرُوْنَ" تَتَكَبَّرُوْنَ عَنْ الْاِيمَان بِهَا وَجَوَاب لَوْ رَاَيْت اَمْرًا فَظِيعًا،

اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یعنی وہ دعویٰ نبوت کرے جبکہ وہ نبی نہ ہو یا کہے میری طرف وحی کی گئی ہے، حالانکہ اس کی طرف کوئی چیز وحی نہیں کی گئی،

یہ آیت مسیلمہ کذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور جو کہے میں بھی ضرور اس جیسا نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کیا۔ یعنی ایسا کہنے والے مذاق کرنے والے ہیں اور انہوں نے کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو اس طرح کا کلام بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور کاش اے محمد ﷺ آپ دیکھیں جب مذکورہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، یعنی جب انہیں مارنے اور عذاب دینے کیلئے ہاتھ بڑھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور غصے میں کہتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ہماری جانب نکالو تا کہ ہم ان پر قبضہ کریں، آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس کے بدلے جو تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے تھے یعنی جھوٹا دعویٰ نبوت اور جھوٹا بہتان باندھنا ہے۔ اور تم اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔ یعنی تم اس تکبر کے سبب ایمان لانے سے انکار کرتے ہو اور یہ جملہ "لَوْ رَاَیْتَ اَمْرًا فَظِیْعًا" کا جواب ہے۔

## سورہ انعام آیت ۹۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مسیلمہ کذاب حنفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ مقفی کلام اور کہانت کی باتیں کرتا تھا اور نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ گمان کرتا تھا کہ اللہ نے اس کی طرف وحی بھیجی ہے۔ (طبری 7۔181، قرطبی 7۔39)

وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ، یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے پہلے پہل وہ اسلام لایا تھا چنانچہ رسول اللہ نے ایک دن اسے کچھ لکھوانے کے لیے بلایا جب یہ آیت مومنین کے بارے میں نازل ہوئی (ولقد خلقنا الانسان من سلالة) (سورہ مومنون آیت 12) ترجمہ۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ تو آپ نے اس کی املاء کروائی جب آپ اس فرمان تک پہنچے (ثم انشاناه خلقا آخر) سورہ مومنون 14)۔ ترجمہ۔ پھر اس کو نئی صورت میں بنادیا۔ تو عبداللہ کو انسان کی تخلیق سن کر بہت تعجب ہوا اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا (تبارك الله احسن الخالقین) ترجمہ۔ تو خدا جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا بالکل اسی طرح مجھ پر نازل ہوا ہے اس وقت عبداللہ کو شک ہو گیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد سچے ہیں تو جیسے ان کی طرف وحی کی گئی اسی طرح اللہ نے میری طرف بھی وحی بھیجی ہے اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو جیسے انہوں نے کلام کیا ویسا ہی میں نے بھی کیا ہے اور قرآن میں اس کا یہی قول مذکور اسی طرح ہے۔ (وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ) اور جو یہ کہے کہ جس طرح کی کتاب خدا نے نازل کی ہے اس طرح کی میں بھی بنا لیتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر دین اسلام سے مرتد ہو گیا۔ (نیسابوری 185، سیوطی 118، طبری 7۔181، زاد المسیر 3۔86)

## شان نزول

یہ آیت مُسیلمہ کذّاب کے بارے میں نازل ہوئی جس نے یمامہ علاقہ یمن میں نبوت کا جھوٹا دعوٰی کیا تھا۔ قبیلہ بنی حنیفہ کے چند لوگ اس کے فریب میں آ گئے تھے یہ کذّاب زمانہ خلافت حضرت ابوبکر صدیق میں وحشی قاتلِ امیرِ حمزہ رضی اللہ عنہ کے

ہاتھ سے قتل ہوا۔

## شان نزول

یہ عبداللہ بن ابی سرح کاتب وحی کے حق میں نازل ہوئی۔ جب آیت (وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ 26) 15۔الحجر:26) نازل ہوئی اس نے اس کو لکھا اور آخر تک پہنچتے پہنچتے پیدائش انسان کی تفصیل پر مطلع ہو کر متعجب ہوا اور اس حالت میں آیت کا آخر (فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ 14) 23۔المؤمنون:14) بے اختیار اس کی زبان پر جاری ہو گیا، اس پر اس کو یہ گھمنڈ ہوا کہ مجھ پروحی آنے لگی اور مرتد ہو گیا، یہ نہ سمجھا کہ نور وحی اور قوت وحسن کلام سے آیت کا آخر کلمہ زبان پر آ گیا، اس میں اس کی قابلیت کا کوئی دخل نہ تھا زور کلام خود اپنے آخر کو بتا دیا کرتا ہے جیسے کبھی کوئی شاعر نفیس مضمون پڑھے وہ مضمون خود قافیہ بتا دیتا ہے اور سننے والے شاعر سے پہلے قافیہ پڑھ دیتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو ہرگز ویسا شعر کہنے پر قادر نہیں تو قافیہ بتانا ان کی قابلیت نہیں کلام کی قوت ہے اور یہاں تو نور وحی اور نور نبی سے سینہ میں روشنی آتی تھی چنانچہ مجلس شریف سے جدا ہونے اور مرتد ہو جانے کے بعد پھر وہ ایک جملہ بھی ایسا بنانے پر قادر نہ ہوا جو نظم قرآنی سے مل سکتا، آخر کار زمانہ اقدس ہی میں قبل فتح مکہ پھر اسلام سے مشرف ہوا۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ |
| ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ |
| لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً تم ہمارے پاس اکیلے آئے ہو، جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اپنی پیٹھوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم |
| نے تمہیں دیا تھا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے وہ سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے جنھیں تم نے گمان کیا تھا کہ بے شک وہ تم میں |
| حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمہارا آپس کا رشتہ کٹ گیا اور تم سے گم ہو گیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن مشرکین کی حالت کا بیان

"و" يُقَالُ لَهُمْ اِذَا بُعِثُوا "لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى" مُنْفَرِدِيْنَ عَنِ الْاَهْلِ وَالْمَالِ وَالْوَلَدِ "كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ" اَيْ حُفَاةً عُرَاةً غُرْلًا "وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنٰكُمْ" اَعْطَيْنَاكُمْ مِنَ الْاَمْوَالِ "وَرَاءَ ظُهُوْرِكُمْ" فِي الدُّنْيَا بِغَيْرِ اخْتِيَارِكُمْ "و" يُقَالُ لَهُمْ تَوْبِيخًا "مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمْ" الْاَصْنَامَ "الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ" اَيْ فِي اسْتِحْقَاقِ عِبَادَتِكُمْ "شُرَكَاءُ" لِلّٰهِ "لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ" وَصْلُكُمْ اَيْ تَشَتَّتَ جَمْعُكُمْ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالنَّصْبِ ظَرْفٌ اَيْ وَصْلُكُمْ بَيْنَكُمْ "وَضَلَّ" ذَهَبَ "عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ"

فِی الدُّنْیَا مِنْ شَفَاعَتِهَا،

اور جب ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو ان کو کہا جائے گا کہ تم ہمارے پاس بغیر مال واہل وعیال کے تنہا آ گئے ہو۔ جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا یعنی برہنہ پاؤں، بدن وغیر مختون پیدا کیا۔ اور تم دنیا میں اپنے اختیار کے بغیر اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو کچھ ہم نے تمہیں مال دیا تھا اور ان کو توبیخ کے طور پر کہا جائے گا اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے بتوں کو سفارش کرنے والے نہیں دیکھتے۔ جنہیں تم نے اپنی عبادت میں حقدار گمان کیا تھا کہ بے شک وہ اللہ کیلئے تمہاری عبادت میں حصے دار ہیں۔ بلاشبہ یقیناً تمہارا آپس کا رشتہ کٹ گیا یعنی تمہاری جمعیت بکھر گئی۔ ایک قرأت میں نصب کے ساتھ ظرف ہے یعنی تمہارا وصل، اور تم سے گم ہوگیا، جو کچھ تم گمان کیا کرتے تھے۔ یعنی دنیا میں تم جن کی شفاعت کیا کرتے تھے۔

## سورہ انعام آیت ۹۴ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری اور اس کے علاوہ حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ نضر بن حارث نے کہا میرے لیے لات اور عزیٰ ضرور سفارش کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 119، طبری 7-185)

## دوبارہ زندہ ہو کر انسانیت کا اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا بیان

جس دن انہیں ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا اس دن ان سے کہا جائے گا کہ تم تو اسے بہت دور اور محال مانتے تھے تو اب دیکھ لو جس طرح شروع شروع میں ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اب دوبارہ بھی پیدا کر دیا۔ جو کچھ مال متا ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا سب تم وہیں اپنے پیچھے چھوڑ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ تیرا مال وہی ہے جسے تو نے کھا پی لیا وہ تو فنا ہوگیا یا تو نے پہن اوڑھ لیا وہ پھٹا پرانا ہو کر ضائے ہوگیا یا تو نے نام مولیٰ پر خیرات کیا وہ باقی رہا اس کے سوا جو کچھ ہے اسے تو تو اوروں کے لئے چھوڑ کر یہاں سے جانے والا ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور رب العالمین اس سے دریافت فرمائے گا کہ جو تو نے جمع کیا تھا وہ کہاں ہے؟ یہ جواب دے گا کہ خوب بڑھا چڑھا کر اسے دنیا میں چھوڑ آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم پیچھے چھوڑا ہوا تو یہاں نہیں ہے البتہ آگے بھیجا ہوا یہاں موجود ہے اب جو یہ دیکھے گا تو کچھ بھی نہ پائے گا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی، پھر انہیں ان کا شرک یاد دلا کر دھمکایا جائے گا کہ جنہیں تم اپنا شریک سمجھ رہے تھے اور جن پر ناز کر رہے تھے کہ ہمیں بچالیں گے اور نفع دیں گے وہ آج تمہارے ساتھ کیوں نہیں؟ وہ کہاں رہ گئے؟ انہیں شفاعت کے لئے کیوں آگے نہیں بڑھاتے؟ حق یہ ہے کہ قیامت کے دن سارے جھوٹ بہتان افترا کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو سنا کر ان سے فرمائے گا جنہیں تم نے میرے شریک ٹھہرا رکھا تھا وہ کہاں ہیں؟ اور ان سے کہا جائے گا کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ نہ وہ تمہاری مدد کرتے ہیں نہ خود اپنی مدد وہ آپ کرتے ہیں۔ تم تو دنیا میں انہیں مستحق عبادت سمجھتے رہے۔ بینکم کی ایک قرأت بینکم بھی ہے یعنی تمہاری یکجہتی ٹوٹ گئی اور پہلی قرأت پر یہ معنی ہیں کہ جو تعلقات تم میں تھے جو وسیلے تم نے بنا رکھے تھے سب کٹ گئے معبودان باطل سے جو غلط منصوبے تم نے باندھ رکھے تھے سب

برباد ہو گئے

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ |
| مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ٥ |
| بے شک اللہ دانے اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے، |
| یہی اللہ ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ |

## نباتات میں قدرت الٰہی کے ظہور کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ فَالِق" شَاق "الْحَبّ" عَنْ النَّبَات "وَالنَّوَى" عَنْ النَّخْل "يُخْرِج الْحَيّ مِنْ الْمَيِّت" كَالْإِنْسَانِ وَالطَّائِر مِنْ النُّطْفَة وَالْبَيْضَة "وَمُخْرِج الْمَيِّت مِنْ الْحَيّ" النُّطْفَة وَالْبَيْضَة "ذٰلِكُمْ" الْفَالِق الْمُخْرِج "اللّٰه فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ" فَكَيْفَ تُصْرَفُوْنَ عَنْ الْإِيْمَان مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

بے شک اللہ نباتات سے دانے اور کھجور سے گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے، وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ جس طرح انسان اور پرندے ہیں جو نطفہ اور انڈہ سے ہیں۔ اور مردہ کو نطفہ اور انڈے سے زندہ سے نکالنے والا ہے، یہی اللہ شق کرنے والا ہے، پھر تم کہاں بہکائے جاتے ہو۔ لہٰذا تم دلیل قائم ہونے کے باوجود ایمان سے کیسے پھرنے والے ہو۔

## اللہ کی تخلیق کا مقابلہ کرنے والا کون ہے؟

ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ اس کے اوپر ایک مصور تصویریں بنا رہا ہے، تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو میرے پیدا کرنے کی طرح پیدا کرنے کی کوشش کرے، اگر ایسا ہے تو ایک دانہ پیدا کر کے دکھائے اور ایک ذرہ پیدا کر کے دیکھائے پھر پانی کا برتن منگوایا اور دونوں ہاتھ بغل تک پہنچا کر دھوئے، میں نے پوچھا اے ابوہریرہ تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اس کے متعلق سنا ہے، کہا کہ زیور کے پہننے کی انتہائی جگہ تک دھوئے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 914)

دانوں سے کھیتیاں بیج اور گٹھلی سے درخت اللہ ہی اگاتا ہے تم تو انہیں مٹی میں ڈال کر چلے آتے ہو وہاں انہیں اللہ تعالیٰ پھاڑتا ہے۔ کونپل نکالتا ہے پھر وہ بڑھتے ہیں قوی درخت بن جاتے ہیں اور دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ پھر گویا اسی کی تفسیر میں فرمایا کہ زندہ درخت اور زندہ کھیتی کو مردہ بیج اور مردہ دانے سے وہ نکالتا ہے جیسے سورۃ یٰسین میں ارشاد ہے آیت (وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ (یٰسین: 33) مخرج کا عطف فالق پر ہے اور مفسرین نے دوسرے انداز سے ان جملوں میں ربط قائم کیا ہے لیکن مطلب سب کا یہی ہے اور اسی کے قریب قریب ہے، کوئی کہتا ہے مرغی کا انڈے سے نکلنا اور مرغ سے انڈے کا نکلنا مراد ہے۔ بدشخص کے ہاں نیک اولاد ہونا اور نیکوں کی اولاد کا بد ہونا مراد ہے۔ وغیرہ۔ آیت درحقیقت ان

تمام صورتوں کو گھیرے ہوئے ہے۔

| |
|---|
| فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ |
| صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ یہ اس زبردست غالب، |
| سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔ |

## صبح کے اجالے سے قدرت الٰہی کے اظہار پر استدلال کا بیان

"فَالِقُ الْاِصْبَاحِ" مَصْدَر بِمَعْنَى الصُّبْح اَیْ شَاقّ عَمُود الصُّبْح وَهُوَ اَوَّل مَا يَبْدُو مِنْ نُوْر النَّهَار عَنْ ظُلْمَة اللَّيْل . "وَجَعَلَ اللَّيْل سَكَنًا" تَسْكُن فِيْهِ الْخَلْق مِنَ التَّعَب "وَالشَّمْس وَالْقَمَر" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلّ اللَّيْل "حُسْبَانًا" حِسَابًا لِلْاَوْقَاتِ اَوْ الْبَاء مَحْذُوْفَة وَهُوَ حَال مِنْ مُقَدَّر اَیْ يَجْرِيَانِ بِحُسْبَانٍ كَمَا فِیْ اٰيَة الرَّحْمٰن (55) "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "تَقْدِير الْعَزِيْز" فِیْ مُلْكه "الْعَلِيْم" بِخَلْقِهٖ،

صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے مصدر بہ معنی صبح ہے۔ یعنی وہ ستون صبح کو چاک کرنے والا ہے۔ اور وہ دن کے اس اجالے کو کہتے ہیں جو سب سے پہلے ظاہر ہوا ہے۔ جو رات کی تاریکی سے نکلا ہے۔ اور اس نے رات کو آرام یعنی اس میں مخلوق تھکاوٹ دور کرتی ہے۔ اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا۔ شمس وقمر محل رات پر عطف ہے۔ حسبانا بہ معنی اوقات کیلئے حساب ہے۔ یا باء محذوفہ ہے۔ اس صورت میں مقدر سے حال ہے۔ یعنی "یَجْرِیَانِ بِحُسْبَانٍ" جس طرح سورہ رحمٰن کی آیت میں ہے۔ یہ مذکورہ اس زبردست اپنے ملک میں غالب، اپنی مخلوق میں سب کچھ جاننے والے کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔

## اللہ کی قدرت پر دلائل کا بیان

صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عزیز وعلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جا سکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں اللہ کی یہ پیدائش حق ہے۔

قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے اندر کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔

ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ چاند یہ جھائیں کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان

اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھندلکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ |
| اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے، تا کہ تم ان کے ساتھ خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راستہ معلوم کرو۔ |
| بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے کھول کر نشانیاں بیان کر دی ہیں جو جانتے ہیں۔ |

## خشکی وتری کے راستوں میں ستاروں سے رہنمائی حاصل کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوم لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمَات الْبَرّ وَالْبَحْر " فِی الْاَسْفَار "قَدْ فَصَّلْنَا" بَيَّنَّا "الْاٰیَات" الدَّلَالَات عَلٰی قُدْرَتنَا "لِقَوْمٍ یَعْلَمُوْنَ" یَتَدَبَّرُوْنَ،

اور وہ اللہ ایسا ہے جس نے تمہارے فائدہ کے لئے ستاروں کو پیدا کیا اور وہ فائدہ یہ ہے تا کہ تم ان کے ذریعہ سے رات کے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو، بیشک ہم نے یہ دلائل توحید بیان کر دیئے ہیں جو ہماری قدرت پر اہل علم کیلئے دلائل ہیں۔ تا کہ وہ تدبر کریں۔

قتادہ نے آیت کریمہ سے بیان کیا ہے اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا کے ماتحت فرمایا کہ ان ستاروں کی تخلیق کے تین مقصود ہیں نمبر(۱) آسمان کی زینت بنانا نمبر (۲) شیاطین کو مارنا نمبر (۳) رہنمائی کا ذریعہ جس نے ان تینوں کے علاوہ ستاروں کے بارے میں اور کچھ تاویل کی تو اس نے غلطی کی اور اپنے حصہ کو ضائع کر دیا اور ایسی چیز میں سر مارا جس کا اسے کچھ بھی علم نہیں۔ ابن عباس نے فرمایا ہشیما یعنی متغیر الاب یعنی وہ چارہ جو مویشی کھاتے ہیں الانام یعنی مخلو قبر زخ یعنی آ ڑ اور حاجب اور مجاہد نے فرمایا الفافا یعنی لپٹے ہوئے الغلب یعنی لپٹے ہوئے فراشا یعنی بچھونا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنے کی وجہ ہے نکدا یعنی تھوڑا اور کم۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 458)

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝ |
| اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک ٹھہرنے کی جگہ اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے۔ |
| بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں جو سمجھتے ہیں۔ |

## انسانیت کی پیدائش ایک جان سے ہونے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَکُمْ" خَلَقَکُمْ "مِنْ نَفْس وَاحِدَة" هِیَ اٰدَم "فَمُسْتَقَرّ" مِنْکُمْ فِی الرَّحِم "وَمُسْتَوْدَع" مِنْکُمْ فِی الصُّلْب وَفِیْ قِرَاءَة بِفَتْحِ الْقَاف اَیْ مَکَان قَرَار لَکُمْ "قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیَات لِقَوْمٍ یَفْقَهُوْنَ" مَا یُقَال لَهُمْ،

اور وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر ایک جان یعنی آدم علیہ السلام اور ٹھہرنے کی جگہ جو رحم یعنی جائے قرار ہے۔ جو تمہاری صلب میں ہے۔ اور ایک قرأت میں قاف کے فتحہ کے ساتھ یعنی تمہارے لئے قرار کی جگہ ہے۔ بے شک ہم نے ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں جو سمجھتے ہیں۔ جو ان سے کہا گیا ہے۔

## انسان کی تخلیق اور اس کی تقدیر لکھی جانے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق ومصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

## مخلوقات کے عجائب کا قدرت باری پر استدلال کرنے کا بیان

فرماتا ہے کہ تم سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے تن واحد یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے جیسے اور آیت میں ہے لوگو اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کی اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا پھر ان دونوں سے مرد وعورت خوب پھیلا دیئے مستقر سے مراد ماں کا پیٹ اور مستودع سے مراد باپ کی پیٹھ ہے اور قول ہے کہ جائے قرار دنیا ہے اور سپردگی کی جگہ موت کا وقت ہے۔ سعید بن جبیر فرماتے ہیں ماں کا پیٹ، زمین اور جب مرتا ہے سب جائے قرار کی تفسیر ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں جو مر گیا اس کے عمل رک گئے یہی مراد مستقر سے ہے۔ ابن مسعود کا فرمان ہے مستقر آخرت میں ہے لیکن پہلا قول ہی زیادہ ظاہر ہے۔

سمجھداروں کے سامنے نشان ہائے قدرت بہت کچھ آچکے، اللہ کی بہت سی باتیں بیان ہو چکیں جو کافی وافی ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا نہایت صحیح اندازے سے بڑا با برکت پانی جو بندوں کی زندگانی کا باعث بنا اور سارے جہاں پر اللہ کی رحمت بن کر برسا، اسی سے تمام تر وتازہ چیزیں اگیں جیسے فرمان ہے آیت (وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ) 21۔ الانبیآء:30) پانی سے ہم نے ہر چیز کی زندگانی قائم کردی۔ پھر اس سے سبزہ یعنی کھیتی اور درخت اگتے ہیں جس میں سے دانے اور پھل نکلتے ہیں، دانے بہت سارے ہوتے ہیں گتھے ہوئے تہ بہ تہ چڑھے ہوئے اور کھجور کے خوشے جو زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں۔

بعض درخت خرما چھوٹے ہوتے ہیں اور خوشے چمٹے ہوئے ہوتے ہیں۔قنوان کو قبیلہ تمیم قنیان کہتا ہے اس کا مفرد قنو ہے، جیسے صنوان صنو کی جمع ہے اور باغات انگوروں کے۔پس عرب کے نزدیک یہی دنوں میوے سب میوں سے اعلیٰ ہیں کھجور اور انگور اور فی الحقیقت ہیں بھی یہ اسی درجے کے۔قرآن کی دوسری آیت (وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ) 16۔النحل:67) میں اللہ تعالیٰ نے ان ہی دونوں چیزوں کا ذکر فرما کر اپنا احسان بیان فرمایا ہے اس میں جو شراب بنانے کا ذکر ہے اس پر بعض حضرات کہتے ہیں کہ حرمت شراب کے نازل ہونے سے پہلے کی یہ آیت ہے اور آیت میں بھی باغ کے ذکر میں فرمایا کہ ہم نے اس میں کھجور وانگور کے درخت پیدا کئے تھے۔زیتون بھی ہیں انار بھی ہیں آپس میں ملتے جلتے پھل الگ الگ ،شکل صورت مزہ حلاوت فوائد وغیرہ ہر ایک کے جداگانہ،ان درختوں میں پھلوں کا آنا اور ان کا پکنا ملاحظہ کرا اور اللہ کی ان قدرتوں کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کرو کہ لکڑی میں میوہ نکالتا ہے۔عدم وجود میں لاتا ہے۔سوکھے کو گیلا کرتا ہے۔مٹھاس لذت خوشبو سب کچھ پیدا کرتا ہے رنگ روپ شکل صورت دیتا ہے فوائد رکھتا ہے۔جیسے اور جگہ فرمایا ہے کہ پانی ایک زمین ایک کھیتیاں باغات ملے جلے لیکن ہم جسے چاہیں جب چاہیں بنا دیں کھٹاس مٹھاس کی زیادتی سب ہمارے قبضہ میں ہے یہ سب خالق کی قدرت کی نشانیاں ہیں جن سے ایماندار اپنا عقیدہ مضبوط کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ الزَّيْتُوْنَ وَ الرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا تو ہم نے اس کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے۔اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ |

## آسمان سے پانی کو نازل کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء فَاَخْرَجْنَا" فِيْهِ اِلْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "بِهِ" بِالْمَاءِ "نَبَات كُلّ شَيْء" يَنْبُت "فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ" اَيْ النَّبَات شَيْئًا "خَضِرًا" بِمَعْنَى اَخْضَر "نُخْرِج مِنْهُ" مِنْ الْخَضِر "حَبًّا مُتَرَاكِبًا" يَرْكَب بَعْضه بَعْضًا كَسَنَابِل الْحِنْطَة وَنَحْوهَا "وَمِنْ النَّخْل" خَبَر وَيُبْدَل مِنْهُ "مِنْ طَلْعهَا" اَوَّل مَا يَخْرُج مِنْهَا وَالْمُبْتَدَا "قِنْوَان" عَرَاجِين "دَانِيَة" قَرِيب بَعْضهَا مِنْ بَعْض "وَجَنَّات" اَخْرَجْنَا

بِهٖ بَسَاتِیْنَ "مِنْ اَعْنَابٍ وَالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا" وَرَقُهُمَا حَالٌ "وَغَیْرَ مُتَشَابِهٍ" ثَمَرُهَا "اُنْظُرُوْا" یَا مُخَاطَبُوْنَ نَظَرَ اعْتِبَارٍ "اِلٰی ثَمَرِهٖ" بِفَتْحِ الثَّاءِ وَالْمِیْمِ وَبِضَمِّهِمَا وَهُوَ جَمْعُ ثَمَرَةٍ کَشَجَرَةٍ وَشَجَرٍ وَخَشَبَةٍ وَخَشَبٍ "اِذَا اَثْمَرَ" اَوَّلَ مَا یَبْدُوْ کَیْفَ هُوَ "وَیَنْعِهٖ" اِلٰی نُضْجِهٖ اِذَا اَدْرَکَ کَیْفَ یَعُوْدُ "اِنَّ فِیْ ذٰلِکُمْ لَاٰیَاتٍ" دَلَالَاتٍ عَلٰی قُدْرَتِهٖ تَعَالٰی عَلَی الْبَعْثِ وَغَیْرِهٖ "لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ" خُصُّوْا بِالذِّکْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا فِی الْاِیْمَانِ بِخِلَافِ الْکَافِرِیْنَ،

اور وہی ہے جس نے آسمانوں سے پانی اتارا، یہاں غائب کو خطاب ہے۔ تو ہم نے اس پانی کے ساتھ ہر چیز کی انگوری نکالی، پھر ہم نے اس سے سبز کھیتی نکالی، یہاں پر خضر بہ معنی اخضر ہے۔ جس میں سے ہم تہ بہ تہ چڑھے ہوئے دانے نکالتے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوتے ہیں جس طرح گندم وغیرہ کے سٹے ہوتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے ان کے گابھے میں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں۔ یہاں پر من النخل خبر ہے اور من طلعها اس سے بدل ہے۔ اور طلع اس چیز کو کہتے ہیں جو ابتداء میں شگوفوں کے غلاف سے نکلتی ہے۔ اور قنوان دانیہ یہ مبتداء ہے۔ جو بہ معنی عراجین جس کا معنی شاخ ہے۔ جو جھکی ہوئی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ اور انگوروں اور زیتون اور انار کے باغات ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے ہیں۔ مشابہا یہ حال ہے۔ اے مخاطب ہونے والو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ثمر یہ ثاء اور میم کے فتحہ اور دونوں کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ثمرۃ کی جمع ہے، جس طرح شجرہ کی جمع شجر ہے اور خشبۃ کی جمع خشب ہے۔ جب وہ پہلی مرتبہ پھل لاتا ہے تو وہ کیسا ہوتا ہے۔ اس کے پھل کی طرف دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کی طرف۔ یعنی جب وہ پک جائے اور فائدے قابل ہو جائے تو تب دیکھو کہ اس وقت وہ کیسا ہوتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں یعنی دوبارہ زندہ ہونے کے دلائل ہیں جو ایمان لاتے ہیں اس میں اہل ایمان کا ذکر اس لئے خاص طور پر بیان کیا ہے۔ کیونکہ کفار کے خلاف وہی اپنے ایمان میں نفع اٹھانے والے ہیں۔

## اللہ کی رحمت سے بارش ہونے کا بیان

زید بن خالد جہنی سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو صبح کی نماز حدیبیہ میں پڑھائی، رات کو بارش ہوئی جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا: لوگوں نے جواب دیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے بندوں میں مجھ پر ایمان رکھنے والے اور میرا انکار کرنے والے (یعنی کافر) نے صبح کی، جس نے کہا کہ مجھ پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی،

تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا ہے اور ستارہ کا منکر ہے اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارہ پچھتر کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا منکر ہے اور ستارہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 998)

ان مضامین میں ایک عجیب ترتیب کی رعایت ہے، وہ یہ کہ یہاں تین قسم کی کائنات مذکور ہے، سفلیات، علویات، کائنات جو،

یعنی فضائے آسمانی میں پیدا ہونے والی اشیاء، اور بیان شروع کیا سفلیات سے کہ وہ ہم سے اقرب ہیں، اور پھر اس کے دو حصے کیے، ایک بیان زمین سے اُگنے والی نباتات اور درختوں، باغوں کا، دوسرے حیوانات انسان اور جانوروں کا۔ اول کو مقدم کیا کہ بہ نسبت دوسرے کے نسبتہً ظاہر ہے، اور دوسرے کا معاملہ کہ روح پر موقوف ہے دقیق ہے، چنانچہ نطفہ کے مختلف مراحل اور حالات ادراک اطباء کے ساتھ مخصوص ہے، بخلاف نباتات کے بڑھنے، پھلنے پھولنے وغیرہ کے کہ عام طور سے مشاہد ہے، پھر فضائے آسمانی کی کائنات کو ذکر کیا، صبح و شام، پھر علویات کا ذکر کیا، شمس و قمر نجوم، پھر چونکہ سفلیات کا زیادہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ |
| اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنادیا، حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ |

## اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کا بیان

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ" مَفْعُول ثَانٍ "شُرَكَاء" مَفْعُول اَوَّل وَيُبْدَل مِنْهُ "الْجِنّ" حَيْثُ اَطَاعُوهُمْ فِيْ عِبَادَة الْاَوْثَان "و" قَدْ "خَلَقَكُمْ" فَكَيْفَ يَكُوْنُوْا شُرَكَاء "وَخَرَقُوا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد اَيْ اخْتَلَقُوا "لَهُ بَنِيْنَ وَبَنَات بِغَيْرِ عِلْم" حَيْثُ قَالُوْا عُزَيْر ابْن اللّٰه وَالْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ "وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ" بِاَنَّ لَهُ وَلَدًا،

اور انھوں نے جنوں کو اللہ کے شریک بنادیا، یہاں پر لفظ اللہ مفعول ثانی ہے۔ اور شرکاء مفعول اول ہے۔ الجن یہ شرکاء سے بدل ہے۔ کیونکہ انہوں نے بتوں کی عبادت کی۔ حالانکہ اس نے انھیں پیدا کیا لہٰذا وہ کیسے شرکاء بناتے ہیں۔ اور اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں کچھ جانے بغیر تراش لیں، یہاں خرقوا تخفیف اور تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی انہوں نے تراش لیا ہے۔ یعنی انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور فرشتوں کا اللہ کی بیٹیاں بنا رکھا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی جو اس کیلئے اولاد سمجھتے ہیں۔

## سورہ انعام آیت ۱۰۰ کے شان نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت زنادقہ کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے کہا (معاذ اللہ) اللہ اور ابلیس دو بھائی ہیں اللہ انسانوں اور چوپاؤں کا خالق ہے اور ابلیس سانپوں اور درندوں اور بچھوؤں کا خالق ہے یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ) اور ان لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرایا حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا۔ (قرطبی 7-53)

## مشرکین کا اللہ کی اولاد سمجھنے کا باطل عقیدہ

کیا تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود گھڑ لیتے ہو حالانکہ تمہارے اور تمہارے تمام کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی معبود

وہی ہے جو خالق ہے۔ پھر ان لوگوں کی حماقت وضلالت بیان ہو رہی ہے۔ جو اللہ کی اولاد بیٹے بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ یہودی حضرت عزیر کو اور نصرانی حضرت عیسیٰ کو اللہ کا بیٹا جبکہ مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں کہتے تھے۔ یہ سب ان کی مَن گھڑت اور خود تراشیدہ بات تھی اور محض غلط اور جھوٹ تھا۔ حقیقت سے بہت دور نرا بہتان باندھا تھا اور بے سمجھی سے اللہ کی شان کے خلاف ایک زبان سے اپنی جہالت سے کہہ دیا تھا بھلا اللہ کو بیٹوں اور بیٹیوں سے کیا واسطہ نہ اس کی اولاد نہ اس کی بیوی نہ اس کی کفو کا کوئی۔ وہ سب کا خالق وہ کسی کی شرکت سے پاک وہ کسی کی حصہ داری سے پاک، یہ گمراہ جو کہہ رہے ہیں سب سے وہ پاک اور برتر سب سے دور اور بالاتر ہے۔

اہل عرب بھی فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ جن تو اللہ کی مخلوق ہیں اور جو مخلوق ہو وہ بندہ اور غلام تو ہو سکتا ہے شریک نہیں بن سکتا اور اللہ کی جب بیوی ہی نہیں اور وہ اس سے بے نیاز بھی ہے تو پھر اس کے بیٹے اور بیٹیاں کیسے ہو سکتے ہیں؟

| |
|---|
| بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ |
| وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| وہی آسمانوں اور زمینوں کا مُوجِد ہے، بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی (ہی) نہیں ہے، |
| اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## زمین و آسمانوں کی تخلیق وملکیت کا بیان

"بَدِيع السَّمَاوَات وَالْاَرْض" هُوَ مُبْدِعهمَا مِنْ غَيْر مِثَال سَبَقَ "اَنّٰى" كَيْفَ "يَكُوْن لَهٗ وَلَد وَلَمْ تَكُنْ لَهٗ صَاحِبَة" زَوْجَة "وَخَلَقَ كُلّ شَیْء، وَهُوَ بِكُلِّ شَیْء عَلِيْم"

وہی آسمانوں اور زمینوں کا مُوجِد ہے، یعنی بغیر مثال سابق کے وہی ان دونوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ بھلا اس کی اولاد کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ اس کی بیوی ہی نہیں ہے، اور اسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا ہے اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## زمین و آسمان کی ملکیت سے عدم اولاد ہونے کے استدلال کا بیان

زمین و آسمان کا موجد بغیر کسی مثال اور نمونے کے انہیں عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے۔ بدعت کو بھی بدعت اسی لئے کہتے ہیں کہ پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی، بھلا اس کا صاحب اولاد ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ اس کی بیوی ہی نہیں، اولاد کیلئے تو جہاں باپ کا ہونا ضروری ہے وہیں ماں کا وجود بھی لازمی ہے، اللہ کے مشابہ جبکہ کوئی نہیں ہے اور جوڑا تو ساتھ کا اور جنس کا ہوتا ہے پھر اس کی بیوی کیسے؟ اور بیوی نہیں تو اولاد کہاں؟ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور یہ بھی اس کے منافی ہے کہ اس کی اولاد اور زوجہ ہو۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا) (مریم:88) لوگ کہتے ہیں اللہ کی اولاد ہے۔ ان کی بڑی فضول اور غلط افواہ

ہے عجب نہیں کہ اس بات کو سن کر آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ رحمٰن اور اولاد؟ وہ تو ایسا ہے کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اس کی بندگی میں مصروف ہے۔ سب پر اس کا علم سب پر اس کا علم سب اس کے سامنے فرداً فرداً آنے والے۔ وہ خالق کل ہے اور عالم کل ہے۔ اس کی جوڑ کا کوئی نہیں وہ اولاد سے اور بیوی سے پاک ہے اور مشرکوں کے اس بیان سے بھی پاک ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○ |
| یہی اللہ تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے۔ سو تم اس کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا حقدار نہ ہونے کا بیان

"مِنْ شَانِہٖ اَنْ یَّخْلُقَ "ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ" وَحِّدُوْهُ "وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيل" حَفِيظ،

یعنی اس شان پیدا کرنا ہے۔ تمہارا رب اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی ہر چیز کا خالق ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو۔ یعنی اس کی توحید بیان کرو۔ وہی ہر چیز پر نگہبان یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی ایک ایسا کیوں کرتا ہے؟ اور یہ نہیں فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک ایسا نہ کرے کیونکہ کوئی جان ایسی نہیں جو پیدا کی گئی ہو مگر اس کا خالق اللہ ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1061)

| |
|---|
| لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ |
| نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور وہ بڑا باریک بین بڑا باخبر ہے۔ |

## رؤیت باری تعالیٰ کا قیامت کے دن اہل ایمان کیلئے خاص ہونے کا بیان

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَار" اَیْ لَا تَرَاهُ وَهٰذَا مَخْصُوص لِرُؤْيَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ لَهُ فِي الْاٰخِرَة لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "وُجُوه يَوْمَئِذٍ نَاضِرَة اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَة" وَحَدِيث الشَّيْخَيْنِ "اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَر لَيْلَة الْبَدْر" وَقِيْلَ الْمُرَاد لَا تُحِيط بِهٖ "وَهُوَ يُدْرِك الْاَبْصَار" اَیْ يَرَاهَا وَلَا تَرَاهُ وَلَا يَجُوز فِيْ غَيْرِهٖ اَنْ يُدْرِك الْبَصَر وَهُوَ لَا يُدْرِكهُ اَوْ يُحِيط بِهٖ عِلْمًا "وَهُوَ اللَّطِيف" بِاَوْلِيَائِهٖ "الْخَبِير" بِهِمْ،

نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ یعنی اس کو نہیں دیکھ سکتیں کیونکہ یہ رؤیت آخرت میں اہل ایمان کیلئے خاص ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "وُجُوه يَوْمَئِذٍ نَاضِرَة اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَة" اور امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ بے شک عنقریب تم اپنے رب کو دیکھو گے جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے اس کا احاطہ نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ

سب نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، یعنی وہ دیکھتا ہے لیکن اس کو دیکھا نہیں جاسکتا۔ اور اس کے سوا کسی کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اس کا ادراک کریں کیونکہ اس کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اور اس کے علم کا بھی احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور وہ اپنے دوستوں کیلئے بڑا باریک بین، ان کے ساتھ بڑا باخبر ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۰۳ کے شان نزول کا بیان

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا کہ انہوں نے فرمایا اے ابو عائشہ (یہ مسروق کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے ان میں سے ایک بات بھی کی اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (شب معراج میں) اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو وہ اللہ پر جھٹ باندھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ) 6 . الانعام: 103) (اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین خبردار ہے)۔ پھر فرماتا ہے۔

(وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَا ءِ حِجَابٍ ) 42 . الشوریٰ: 51) (یعنی کوئی بشر اس (یعنی اللہ تعالیٰ) سے وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے ہی سے بات کرسکتا ہے)

راوی کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا اور عرض کیا اے ام المومنین مجھے مہلت دیجئے اور جلدی نہ کیجئے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (اور اس نے اس کو ایک بار اور بھی دیکھا ہے۔ النجم۔ آیت)۔ نیز فرمایا (وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ (81 . التکویر: 23) (اور بیشک انہوں (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے آسمان کے کنارے پر واضح دیکھا)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ جبرائیل تھے۔ میں نے انہیں ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے جسم نے آسمان وزمین کے درمیان پوری جگہ کو گھیر لیا ہے 2)) اور جس نے سوچا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ کی نازل کی ہوئی چیز میں سے کوئی چیز چھپالی اس نے بھی اللہ پر جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

( يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّ غْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ) 5 . المائدہ: 67) (اے رسول جو آپ کے رب نے آپ پر نازل کیا ہے اسے پورا پہنچا دیجئے)۔3))

اور جس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل کے متعلق جانتے ہیں کہ کیا ہونے والا ہے اس نے بھی اللہ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ)

27 . النمل: 65) (اللہ تعالیٰ کے علاوہ زمین وآسمان میں کوئی علم نہیں جانتا) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور مسروق بن اجدع کی کنیت ابوعائشہ ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر1010)

## قرآن میں رؤیت کی عدم نفی کے مفہوم کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جگہ ادراک کی تفسیر احاطہ کر لینا بیان فرمائی ہے معنی آیت کے یہ ہو گئے کہ ساری مخلوقات جن وانس وملائکہ اور تمام حیوانات کی نگاہیں مل کر بھی اللہ جل شانہ کو اس طرح نہیں دیکھ سکتیں کہ یہ نگاہیں اس کی ذات کا احاطہ کر لیں، اور اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی نگاہوں کو پوری طرح دیکھتا ہے اور اس کا دیکھنا ان سب پر محیط ہے، اس مختصر آیت میں حق تعالیٰ کی دو مخصوص صفتوں کا ذکر ہے، اول یہ کہ ساری کائنات میں کسی کی نگاہ بلکہ سب کی نگاہیں مل کر بھی اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر جہان کے سارے انسان اور جنات اور فرشتے اور شیطان جب سے پیدا ہوئے، اور جب تک پیدا ہوتے رہیں گے وہ سب کے سب مل کر ایک صف میں کھڑے ہو جائیں تو سب مل کر بھی اس کی ذات کا اپنی نگاہ میں احاطہ نہیں کر سکتے۔(تفسیر ابن ابی حاتم)

اور یہ خاص صفت حق جل شانہ کی ہی ہو سکتی ہے، ورنہ نگاہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت بخشی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی چھوٹی سے چھوٹی آنکھ دنیا کے بڑے سے بڑے کُرّے کو دیکھ سکتی اور نگاہ سے اس کا احاطہ کر سکتی ہے، آفتاب و ماہتاب کتنے بڑے بڑے کُرّے ہیں کہ زمین اور ساری دنیا کی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے، مگر ہر انسان بلکہ چھوٹے سے چھوٹے جانور کی آنکھ ان کُرّوں کو اسی طرح دیکھتی ہے کہ نگاہ میں ان کا احاطہ ہو جاتا ہے۔

## دنیا میں مؤمنین کا اللہ کا دیدار نہ کر سکنے کی علت کا بیان

حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے میزان اعمال کو جھکاتا اور بلند کرتا ہے اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب نور ہے اور ابوبکر کی روایت میں ہے کہ اس کا حجاب آگ ہے اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعاعیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلا دیں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر445)

## نبی کریم ﷺ کا شب معراج اللہ کا دیدار کرنے کا بیان

امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیت کا مطلب ہے کہ تمام آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں۔اس کا فائدہ یہ ہے کہ بعض آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔دیکھے جانے والی چیز کی جب حد اور انتہاء ہو اور دیکھنے والی نظر تمام حدود، اطراف اور انتہاؤں کو گھیر لے تو گویا اس نظر نے اس چیز کو گھیر لیا۔اس دیکھنے کو ادراک کہا جاتا ہے۔

لیکن جب نظر دیکھی جانے والی چیز کے اطراف کا احاطہ نہ کرے تو اس دیکھنے کا نام ادراک نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ دیکھنا، ایک جنس، جس کے نیچے دو انواع ہیں، ایک دیکھنا احاطے کے ساتھ اور دوسرا دیکھنا بلا احاطہ کئے صرف احاطے والے دیکھنے کو ادراک کہا جاتا ہے۔ پس ادراک کی نفی سے دیکھنے کی ایک قسم کی نفی ثابت ہوئی اور ایک نوع کی نفی سے جنس کی نفی نہیں ہوتی۔ پس اللہ کے ادراک کی نفی سے اللہ کے دیکھنے کی نفی لازم نہیں آتی۔ (فخرالدین رازی، التفسیر الکبیر، 103:13، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

امام قرطبی فرماتے ہیں: ادراک کا مطلب ہے گھیر لینا اور حد کھینچنا جیسے مخلوق دیکھی جا سکتی ہے۔ اللہ کا دیکھنا ثابت ہے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 54:7، دار الشعب القاہرہ)

خلاصہ یہ کہ قرآن کی آیت سے اور اسے اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے، دیدار الٰہی کی نفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں ہوتی۔ آیت کا مطلب ہے کہ تمام آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ آنکھیں اللہ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور ظاہر ہے کہ دیکھنا اور ہے، احاطہ کرنا اور ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ بعض آنکھیں دنیا میں بھی اللہ کو دیکھ سکتی ہیں اور یقیناً وہ بعض آنکھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ہیں۔

علامہ قرطبی مزید لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن حارث کی حضرت ابن عباس اور ابن کعب سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم بنی ہاشم تو کہتے ہیں کہ بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں اس پر تعجب ہے کہ دوستی (خلت) ابراہیم علیہ السلام کے لئے کلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار الٰہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔ اس پر حضرت کعب نے اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ پہاڑ گونج اٹھے۔

(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 56:7)

امام عبدالرزاق نے بیان کیا: حسن بصری اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں سے اللہ کو دیکھا۔ دیکھا، یہاں تک کہ ان کا سانس بند ہو گیا۔

یہی امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کا مسلک ہے۔ یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، عکرمہ، ربیع اور حسن کا مذہب ہے۔ (قرطبی، الجامع لأحکام القرآن، 56:7)

نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر ہجرت کے بعد آئیں جبکہ واقعہ معراج، ہجرت سے پہلے کا ہے۔ اس لئے انہوں نے صرف قرآن کی آیت سے استدلال فرمایا جس کی تفسیر ہم نے باحوالہ بیان کر دی۔

قرآن نے اللہ کے دیدار کی نفی نہیں فرمائی، یہ فرمایا ہے کہ آنکھیں اللہ کا احاطہ نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ مخلوق محدود، اس کی نظر

محدود، اللہ غیر محدود پھر اس کا احاطہ مخلوق کیونکر کر سکتی ہے۔ رہا دیکھنا سو اس کی نفی قرآن میں نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا یا نہیں اور اگر دیدار حاصل ہوا تو وہ سر کی آنکھوں سے تھا یہ دل کی آنکھوں سے؟ واضح رہے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ایک الگ چیز ہے اور جاننا ایک دوسری چیز ہے، بعض حضرات سے جن میں صحابہ کرام اور تابعین عظام میں سے بھی کچھ حضرات شامل ہیں، یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں دیدار الٰہی تو حاصل ہوا لیکن وہ دیدار بصری نہیں تھا، قلبی تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، سر کی آنکھوں سے نہیں! جب کہ جمہور صحابہ و تابعین اور علماء کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

## اللہ کا دیدار جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ محبوب ہوگا

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں داخل ہوچکیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرمائیں گے کوئی اور نعمت چاہتے ہو تو میں تمھیں عطاء کرونگا تو وہ عرض کریں گے کیا آپ نے ہمارے چہرے بارونق نہیں فرمائے؟ کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور (کیا) دوزخ سے ہمیں نجات نہیں بخشی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ پردہ ہٹائیں گے تو جنت والوں کو کوئی ایسی نعمت نہیں دی گئی جو ان کو اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ محبوب ہوگی؛ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ وہ لوگ جنہوں نے ایک اعمال کیے ان کے لیے جنت ہے اور اس سے زائد (اللہ تعالیٰ کی زیارت) ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث ۲۶۶)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ مذکورہ حدیث میں پردہ ہٹانے کا معنی یہ ہے کہ ان کی آنکھوں کیسامنے کے وہ حجاب دور کردیئے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنے سے رکاوٹ بن رہے ہوں گے حتی کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہ کو اس کے نور عظمت وجلال سمیت زیارت کرسکیں گے، یہ پردہ مخلوق کا اپنا ہوگا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہوگا۔ (تذکرۃ القرطبی)

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی زیارت کا بیان

فرمانِ خداوندی كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ (المطففین) ہرگز نہیں یہ کافر قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے سے روک دیئے جائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کرسکیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بنفسِ نفیس ظاہر ہوں گے ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی زیارت کرے گی مگر کافروں کے سامنے پردہ کردیا جائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی زیارت نہیں کرسکیں گے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ اولیاء اللہ قیامت کے دن اپنے رب کی زیارت سے مشرف ہوں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، کتاب السنہ امام لالکائی)

## اللہ تعالیٰ کی زیارت قطعی اور یقینی ہے

امام لالکائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفضل بن غسان سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی زیارت کے متعلق سترہ احادیث مروی ہیں جو سب کی سب صحیح درجہ کی ہیں۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ زیارت خداوندی کے ثبوت میں () حضرت انس () حضرت جابر بن عبداللہ () حضرت جریر بجلی () حضرت حذیفہ بن یمان () حضرت زید ابن ثابت () حضرت صہیب () حضرت عبادہ بن صامت () حضرت ابن عباس () حضرت عبداللہ بن عمرو () حضرت ابن مسعود () حضرت لقیط بن عامر () حضرت ابن ابی رزین عقیلی () حضرت علی بن ابی طالب () حضرت عدی بن حاتم () حضرت عمار بن یاسر () حضرت فضالہ بن عبید () حضرت ابوسعید خدری () حضرت ابوموسیٰ اشعری () حضرت ابوبکر () حضرت بریدہ () حضرت ابوامامہ () حضرت عائشہ () حضرت بن رویبہ () حضرت سلمان فارسی () عبداللہ بن عمر () حضرت ابی ابن کعب () حضرت کعب بن عجرۃ () ورجل غیر مسمی () حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روایت ہیں۔ (کتاب السنۃ لالکائی، البدور السافرہ)

## نابینا کا انعام اللہ کی زیارت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو حضرت جبریل علیہ السلام سے اور انہوں نے جناب باری تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، اے جبریل! اس بندہ کا کیا انعام ہے جس کی میں (دنیا میں) دونوں آنکھیں لے لوں؟ انہوں نے عرض کیا: آپ کی ذات پاک ہے ہمیں معلوم نہیں؛ مگر جتنا آپ نے ہمیں علم عطاء فرمایا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا انعام یہ ہے کہ وہ میرے گھر (جنت) میں داخل ہوگا اور میرے چہرہ کی زیارت کریگا۔

(طبرانی اوسط، ابن ابی حاتم)

## اہل جنت کا دیدار الٰہی میں محو ہو جانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی اپنی حاصل شدہ نعمتوں سے لذت وکیف اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا وہ اس نور کو دیکھنے کے لئے اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار جلوہ گر ہے اور پروردگار ان سے فرمائے گا کہ اہل جنت اسلام علیکم اور یہ (یعنی اس وقت پروردگار کا جنتیوں کو سلام کرنا) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سلام قولا من رب رحیم سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور وہ دیدار الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ اس وقت جنتیوں کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ والتفات نہیں کریں گے تا آنکہ پروردگار ان کی نظروں سے مخفی ہو جائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 229)

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ۝

بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے (ہدایت کی) نشانیاں آ چکی ہیں پس جس نے (انہیں نگاہِ بصیرت سے) دیکھ لیا تو (یہ) اس کی اپنی ذات کے لئے (فائدہ مند) ہے، اور جو اندھا رہا تو اس کا وبال (بھی) اسی پر ہے، اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔

## ایمان لانے کے دلائل موجود ہونے کا بیان

**قُلْ یَا مُحَمَّدُ لَهُمْ: "قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ" حُجَجٌ "مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ" فَمَنْ اَبْصَرَهَا فَاٰمَنَ "فَلِنَفْسِهٖ" اَبْصَرَ لِاَنَّ ثَوَابَ اِبْصَارِهٖ لَهٗ "وَمَنْ عَمِیَ" عَنْهَا فَضَلَّ "فَعَلَیْهَا" وَبَالُ اِضْلَالِهٖ "وَمَآ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ" رَقِیْبٌ لِاَعْمَالِكُمْ اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ،**

یا محمد ﷺ آپ ان سے فرما دیں کہ بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نشانیاں یعنی براہین آ چکی ہیں پس جس نے انہیں نگاہِ بصیرت سے دیکھ لیا تو یہ اس کی اپنی ذات کے لئے فائدہ مند ہے، کیونکہ اس کی یہ بصارت اس کیلئے اجر کا باعث ہے اور جو اس سے اندھا رہا تو اس کی گمراہی کا وبال بھی اسی پر ہے، اور میں تم پر یعنی تمہارے اعمال پر نگہبان نہیں ہوں۔ کیونکہ میں ڈر سنانے والا ہوں۔

## بغیر دیکھے ایمان لانے والوں کی شان رفعت کا بیان

حضرت ابن محیریز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو جمعہ سے جو صحابہ میں سے ایک شخص ہیں، درخواست کی کہ آپ ہمارے سامنے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپ نے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مبارک سے سنی ہو، حضرت ابو جمعہ نے کہا: ہاں میں تمہارے سامنے ایک بڑی عمدہ حدیث بیان کروں گا (جو بہت فائدہ پہنچائے گی اور تمہیں خیر و فضیلت کی بشارت بھی عطا کرے گی، تو سنو) ایک دن ہم صبح کے کھانے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے درمیان (مشہور صحابی) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے (جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں) ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (نعمت الٰہی کے شکر اور ذات رسالت پناہ کے انعام و احسان کے ذکر کے طور پر) کہا کہ یا (رسول اللہ! کیا کوئی شخص ہم سے بھی بہتر ہو سکتا ہے ہم تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر) ایمان و اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ دشمنان دین کے خلاف جہاد کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا: ہاں تم سے بھی بہتر لوگ ہیں اور وہ لوگ وہ ہیں جو تمہارے بعد پیدا ہوں گے اور مجھ پر ایمان لائیں گے جب کہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا اس روایت کو احمد اور دارمی نے نقل کیا ہے، نیز رزین نے اس روایت کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے اپنے الفاظ سے آخر تک نقل کیا ہے (یعنی رزین کی نقل کردہ حدیث میں ابن محیریز اور ابو جمعہ کے مکالمہ کا ذکر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 988)

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝

اور ہم اسی طرح (اپنی) آیتوں کو بار بار (انداز بدل کر) بیان کرتے ہیں اور یہ اس لئے کہ وہ (کافر) بول اٹھیں کہ آپ نے (تو کہیں سے) پڑھ لیا ہے تاکہ ہم اس کو جاننے والے لوگوں کے لئے خوب واضح کر دیں۔

## لوگوں کو سمجھانے کی غرض مختلف اسلوب سے دلائل بیان کرنا

"وَكَذٰلِكَ" "كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ" "نُصَرِّفُ" "نُبَيِّنُ" "الْاٰيَاتِ" "لِيَعْتَبِرُوْا" "وَلِيَقُوْلُوْا" "اَىِ الْكُفَّارُ فِىْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ" "دَرَسْتَ" ذَاكَرْتَ اَهْلَ الْكِتَابِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ دَرَسْتَ اَىْ كُتُبَ الْمَاضِيْنَ وَجِئْتَ بِهٰذَا مِنْهَا، وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

اور ہم اسی طرح اپنی آیتوں کو بار بار بیان کرتے ہیں جس طرح ان کو ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ کفار اپنے انجام کیلئے بول اٹھیں کہ اے اہل کتاب آپ نے تو کہیں سے پڑھ لیا ہے۔ ایک قرأت میں درست بہ معنی کتب ماضیہ ہے، یعنی یہ سابقہ کتابوں کے مطابق آپ نے بیان کیا ہے۔ تاکہ ہم اس کو جاننے والے لوگوں کے لئے خوب واضح کر دیں۔

(آیت) وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ جس کا حاصل یہ ہے کہ سارا ہدایت کا سامان معجزات اور دلائل بے مثل کتاب قرآن اور ایک امّی محض کی زبان مبارک سے ایسے علوم وحقائق کا اظہار جن سے ساری دنیا کے فلاسفر اور حکماء عاجز ہیں، ایسا بلیغ کلام جس میں قیامت تک آنے والے جن وبشر کو چیلنج کیا گیا کہ اس کی ایک چھوٹی سی سورت جیسا کلام کوئی بنا سکے تو لائے اور ساری دنیا اس سے عاجز رہی، یہ سب حق بینی کا سامان ایسا تھا کہ ہر ہٹ دھرم منکر کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر گر جانا چاہئے تھا، لیکن جن لوگوں کی طبیعت میں زیغ اور کجی تھی، وہ یہ کہنے لگے کہ درست یعنی یہ علوم تو آپ نے کسی سے پڑھ لئے ہیں۔

ساتھ یہ بھی فرمادیا (آیت) وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ جس کا حاصل یہ ہے کہ دانشمند جن کی سمجھ درست اور فہم سلیم ہے ان کے لئے یہ بیان نافع ومفید ثابت ہوا، خلاصہ یہ ہے کہ سامان ہدایت تو سب کے سامنے رکھا گیا مگر کج فہموں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا، سلیم الفہم لوگ اس کے ذریعہ دنیا کے رہبر بن گئے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۝

آپ اس (قرآن) کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

## قرآن کی اتباع کرنے کا بیان

"اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ " اَىِ الْقُرْاٰنَ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ،

آپ اس قرآن کی پیروی کیجئے جو آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے وحی کیا گیا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی کر لیجئے۔

## وحی کے مطابق عمل کرنے کا بیان

آپ ﷺ کی امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وحی الٰہی کی اتباع اور اسی کے مطابق عمل کرو جو وحی اللہ کی جانب سے اترتی ہے وہ سراسر حق ہے اس کے حق ہونے میں ذرا سا بھی شبہ نہیں۔ معبود برحق صرف وہی ہے، مشرکین سے درگزر کر، ان کی ایذاء دہی پر صبر کر، ان کی بدزبانی برداشت کر لے، ان کی بدزبانی سن لے، یقین مان کر تیری فتح کا تیرے غلبہ کا تیری طاقت وقوت کا وقت دور نہیں۔ اللہ کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا دیر گو ہو لیکن اندھیر انہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا اس کی مشیت اس کی حکمت وہی جانتا ہے نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکے نہ اس کا ہاتھ تھام سکے وہ سب کا حاکم اور سب سے سوال کرنے پر قادر ہے تو اس کے اقوال واعمال کا محافظ نہیں تو ان کے رزق وغیرہ امور کا وکیل نہیں تیرے ذمہ صرف اللہ کے حکم کو پہنچا دینا ہے جیسے فرمایا نصیحت کر دے کیونکہ تیرا کام یہی ہے تو ان پر داروغہ نہیں اور فرمایا تمہاری ذمہ داری تو صرف پہنچا دینا ہے حساب ہمارے ذمہ ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○ |
| اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ کبھی شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو بھی ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں۔ |

## اعمال پر اللہ کی حفاظت کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكُوا وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا " رَقِيبًا فَتُجَازِيهِمْ بِاَعْمَالِهِمْ "وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" فَتُجْبِرهُمْ عَلَى الْإِيمَان وَهَذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

اور اگر اللہ ان کو جبراً روکنا چاہتا تو یہ لوگ کبھی شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو بھی ان پر نگہبان نہیں بنایا کہ آپ ان کے اعمال کی ان کو جزا دیں۔ اور نہ آپ ان پر پاسبان ہیں۔ کہ آپ ان کو عذاب پر مجبور کریں اور یہ حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

اس آیت میں اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تکوینی طور پر یہ منظور ہوتا کہ سب انسان مسلمان ہو جائیں تو یہ شرک نہ کر سکتے، لیکن ان کی بدعنوانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ ان کو سزا ملے تو ایسا ہی سامان جمع کر دیا، پھر آپ ان کو کیسے مسلمان بنا سکتے ہیں، اور آپ اس فکر میں پڑیں کیوں، ہم نے آپ کو ان کے اعمال کا نگران نہیں بنایا، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعمال پر عذاب دینے کے ہماری طرف سے مختار ہیں، اس لئے آپ کو ان کے اعمال سے تشویش نہ ہونی چاہئے۔

| |
|---|
| وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ |
| زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |

| |
|---|
| اور انہیں گالی نہ دو وہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے یونہی ہم نے |
| ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتادے گا جو کرتے تھے۔ |

## بت پرستوں کے جھوٹے معبودوں کو گالی دینے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ" هُمْ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَیْ الْاَصْنَام "فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا" اعْتِدَاء وَظُلْمًا "بِغَيْرِ عِلْم" اَیْ جَهْلًا مِنْهُمْ بِاللّٰهِ "كَذٰلِكَ" كَمَا زَيَّنَّا لِهٰؤُلَاءِ مَا هُمْ عَلَيْهِ "زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّة عَمَلهمْ" مِنْ الْخَيْر وَالشَّرّ فَاَتَوْهُ "ثُمَّ اِلٰى رَبّهمْ مَرْجِعهمْ" فِي الْاٰخِرَة "فَيُنَبِّئهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اور انہیں گالی نہ دو وہ جن کو وہ اللہ کے سوا جن بتوں کو پوجتے ہیں کیونکہ پھر وہ بھی ظلم و زیادتی کرتے ہوئے اور جہالت سے کام لیتے ہوئے اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے۔ کیونکہ ہم نے ان کیلئے وہی مزین کر دیا ہے جس پر وہ ہیں۔ ہم نے ہر اُمت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیے ہیں اگرچہ وہ برے ہوں یا اچھے ہوں۔ پس وہ انہیں کو بجالاتے ہیں۔ پھر انہیں آخرت میں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتادے گا جو کرتے تھے۔ وہ انہیں ان کی جزاء دے گا۔

## سورہ انعام آیت ۱۰۸ کے شان نزول کا بیان

ابن عباس کہتے ہیں کہ مشرکین نے کہا اے محمد ﷺ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے رک جایئے ورنہ ہم آپ کے رب کی برائی بیان کریں گے تو اللہ نے ان کے بتوں کو اس وجہ سے گالی دینے سے منع فرمایا کہ وہ بغیر علم اللہ کو برا کہنے لگیں۔

((طبری7_207))

قتادہ کہتے ہیں کہ مسلمان کفار کے بتوں کو (ان کے روبرو) گالیاں دیتے اور وہ انہیں جواب دیتے تو اللہ نے مسلمانوں کو ایسی صورت حال پیدا کرنے سے منع فرمایا کہ جاہل اور اللہ کے تقدس سے ناواقف قوم تمہارے رب کو برا بھلا کہے۔

((طبری7_207، ابن کثیر2_164))

سدی کہتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو قریش نے کہا ہم اس شخص کے پاس جاتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ اپنے بھتیجے کو (ہمیں ایذا پہنچانے سے) باز کرے کیونکہ ہمیں اس بات سے حیا آتی ہے کہ تیری موت کے بعد اسے قتل کر دیں اور عرب یہ کہیں کہ وہ اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کرتا تھا جب وہ مر گیا تو اسے قتل کر دیا۔ چنانچہ ابوسفیان، ابوجہل، نضر بن حارث، امیہ بن خلف، ابی بن خلف، عقبہ بن ابی معیط، عمرو بن عاص اور اسود بن بختری ابوطالب کے پاس گئے اور اس سے کہا تو ہمارا بڑا سردار ہے اور سردار ہے اور یہ محمد ہمیں اور ہمارے معبودوں کو ایذا پہنچاتا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تو اسے بلا کر ہمارے معبودوں کا تذکرہ کرنے سے منع کر دے اور ہم بھی اسے اور اس کے معبودوں کو چھوڑ دیں چنانچہ ابوطالب نے نبی کریم ﷺ کو بلایا جب آپ تشریف لائے تو ابوطالب نے آپ سے کہا تیری یہ قوم اور تیرے چچازاد ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کیا چاہتے ہیں کہ انہوں

نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم آپ کو اور آپ کے معبود کو چھوڑ دیں تو ابو طالب نے کہا تیری قوم نے انصاف کی بات ہے تو اس کو قبول کر لے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں تو کیا تم بھی ایک کلمہ کہو گے اگر تم نے اس کلمے کو کہہ لیا تو تم عرب پر حکومت کرو گے اور اس کی برکت سے تمام عجم تمہارے سامنے ذلیل ہو جائیں گے ابو جہل نے کہا ہاں تیرے والد کی قسم بلکہ ہم وہ اور اس جیسے دس کلمے ماننے کو تیار ہیں وہ ہے کیا؟ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ، پڑھو انہوں نے انکار کر دیا اور بڑی نفرت کا اظہار کیا تو ابو طالب نے کہا اے بھتیجے اس کے علاوہ کوئی اور بات کرو کیونکہ تیری قوم اس سے گھبرا گئی ہے آپ نے فرمایا چچا جان میں اس کے سوا کچھ کہنے والا نہیں ہوں اگر یہ سورج لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیں اور تو بھی میں اس کے سوا نہیں کہوں گا۔ تو انہوں نے کہا اچھا پھر ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم بھی تمہیں اور جو تمہیں حکم دیتا ہے کو برا کہیں گے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (طبری 7۔ 207)

| |
|---|
| وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ |
| عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ○ |
| اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان |
| لائیں گے، تم فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب وہ آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ |

## ایمان لانے کیلئے طلب معجزہ و نشانی کو شرط قرار دینے کا بیان

"وَاَقْسَمُوْا" اَیْ کُفَّار مَکَّة "بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ" اَیْ غَايَةَ اجْتِهَادهم فِيهَا "لَئِنْ جَاءَتْهُمْ اٰيَة" مِمَّا اقْتَرَحُوا "لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَا الْاٰيَات عِنْد اللّٰه" يُنَزِّلهَا كَمَا يَشَاء وَاِنَّمَا اَنَا نَذِير "وَمَا يُشْعِركُمْ" يُدْرِيكُمْ بِاِيمَانِهِمْ اِذَا جَاءَتْ: اَیْ اَنْتُمْ لَا تَدْرُوْنَ ذٰلِكَ "اَنَّهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ" لِمَا سَبَقَ فِیْ عِلْمِی وَفِیْ قِرَاءَة بِالتَّاءِ خِطَابًا لِلْكُفَّارِ وَفِیْ اُخْرٰی بِفَتْحِ اَنَّ بِمَعْنٰی لَعَلَّ اَوْ مَعْمُولَة لِمَا قَبْلهَا،

اور انہوں نے یعنی کفار مکہ نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے یعنی قسم میں انتہائی کوشش کی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی یعنی ان کی طلب کردہ نشانی آجائے۔ تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے، تم ان سے فرما دو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں وہ نازل کرتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔ اور میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں۔ اور جب وہ نشانی آجائے تو تمہیں ان کی خبر کے بارے میں کیا خبر؟ یعنی اس کے بارے میں تمہیں علم نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ نشانی آجائے گی تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ کیونکہ میرے ازلی علم کے مطابق وہ ایمان نہ لائیں گے۔ ایک تاء کے ساتھ آیا ہے جس میں کفار سے خطاب ہے۔ جبکہ دوسری میں فتح کے ساتھ آیا ہے کہ ان بہ معنی لعل یا اس کا ماقبل معمول ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۰۹ کے شان نزول کا بیان

محمد بن کعب کہتے ہیں کہ قریش نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کی اور کہا اے محمد ﷺ آپ ہمیں بتلاتے ہیں کہ موسیٰ کے پاس عصا تھا جسے انہوں نے پتھر پر مارا تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور قوم ثمود کی ایک اونٹنی تھی آپ بھی ہمارے پاس ان جیسی نشانی لائیے تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کیا نشانی چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کوہ صفا کو ہمارے لیے سونا بنا دیں آپ نے فرمایا اچھا اگر میں نے ایسا کر دیا تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم آپ کی تصدیق کریں گے اور ہم تمام آپ کی پیروی کر لیں گے رسول اللہ ﷺ دعا کے لیے کھڑے ہوئے تو جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا بن جائے لیکن اگر میں کوئی نشانی بھیجوں اور اس کی تصدیق نہ کی جائے تو میں لازماً عذاب لاتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں تاکہ ان میں سے توبہ کرنے والا کسی وقت میں خود ہی توبہ کر لے تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ میں انکو ان کی حالت پر چھوڑتا ہوں تاکہ توبہ کرنے والا توبہ کرے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا) ۔(نیسابوری 188، طبری 7-210)

## مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے شک وشبہ میں ڈالنے کا بیان

صرف مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے اور اس لئے بھی کہ خود مسلمان شک شبہ میں پڑ جائیں کافر لوگ قسمیں کھا کھا کر بڑے زور سے کہتے تھے کہ ہمارے طلب کردہ معجزے ہمیں دکھا دیئے جائیں تو واللہ ہم بھی مسلمان ہو جائیں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ کہہ دیں کہ معجزے میرے قبضے میں نہیں یہ اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ چاہے دکھائے چاہے نہ دکھائے ابن جریر میں ہے کہ مشرکین نے حضور سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں حضرت موسیٰ ایک پتھر پر لکڑی مارتے تھے تو اس سے بارہ چشمے نکلتے تھے اور حضرت عیسیٰ مردوں میں جان ڈال دیتے تھے اور حضرت ثمود نے اونٹنی کا معجزہ دکھایا تھا تو آپ بھی جو معجزہ ہم کہیں دکھا دیں واللہ ہم سب آپ کی نبوت کو مان لیں گے، آپ نے فرمایا کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ صفا پہاڑ کو ہمارے لئے سونے کا بنا دیں پھر تو قسم اللہ کی ہم سب آپ کو سچا جاننے لگیں گے۔ آپ کو ان کے اس کلام سے کچھ امید بندھ گئی اور آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کی وہیں حضرت جبرائیل آئے اور فرمانے لگے سنئے اگر آپ چاہیں تو اللہ بھی اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دے گا لیکن اگر یہ ایمان نہ لائے تو اللہ کا عذاب ان سب کو فنا کر دے گا ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے عذابوں کو روکے ہوئے ہے ممکن ہے ان میں نیک سمجھ والے بھی ہوں اور وہ ہدایت پر آ جائیں، آپ نے فرمایا نہیں اللہ تعالیٰ میں صفا کا سونا نہیں جاہتا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تو ان پر مہربانی فرما کر انہیں عذاب نہ کر اور ان میں سے جسے چاہے ہدایت نصیب فرما۔

وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ○

اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو سے پھیر دیں گے جس طرح وہ اس (نبی مکرم ﷺ) پر پہلی بار ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیں گے کہ وہ بھٹکتے پھریں۔

## کفار کے دلوں کا حق سے پھر جانے کا بیان

"وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ" نُحَوِّلُ قُلُوْبَهُمْ عَنِ الْحَقِّ فَلَا يَفْهَمُوْنَهٗ "وَاَبْصَارَهُمْ" عَنْهُ فَلَا يُبْصِرُوْنَهٗ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ "كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ" اَیْ بِمَا اُنْزِلَ مِنَ الْاٰيَاتِ "اَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ" نَتْرُكُهُمْ "فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ مُتَحَيِّرِيْنَ،

اور ہم ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیں گے اور ان کی آنکھوں کو قبولِ حق سے اسی طرح پھیر دیں گے لہٰذا وہ ایمان نہ لائیں گے۔ جس طرح وہ اس نبی مکرم ﷺ پر پہلی بار ایمان نہیں لائے۔ یعنی جو آیات نازل کی گئیں۔ اور ہم انہیں ان کی سرکشی میں ہی چھوڑ دیں گے کہ وہ بھٹکتے پھریں۔ یعنی وہ حیران و پریشان پھرتے رہیں گے۔

## کفار کے دلوں کا ایمان سے پھر جانے کا بیان

ایک وفد نے جناب ابوطالب سے کہا کہ آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں، اور آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں اور ہمارے معبودوں کو سخت تکلیف اور ایذاء پہنچا رکھی ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ان کو بلا کر سمجھا دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو بُرا نہ کہیں تو ہم اس پر صلح کر لیں گے کہ وہ اپنے دین پر جس طرح چاہیں عمل کریں، جس کو چاہیں معبود بنائیں، ہم ان کو کچھ نہ کہیں گے۔

جناب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ آپ کی برادری کے سردار آئے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہماری خواہش یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اور ہمارے معبودوں کو چھوڑ دیں، برا بھلا نہ کہیں، اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معبود کو چھوڑ دیں گے، اس طرح باہمی مخالفت ختم ہو جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر میں تمہاری یہ بات مان لوں تو کیا تم ایک ایسا کلمہ کہنے کے لئے تیار ہو جاؤ گے جس کے کہنے سے تم سارے عرب کے مالک ہو جاؤ گے، اور عجم کے لوگ بھی تمہارے تابع اور باج گزار بن جائیں گے۔

ابو جہل بولا کہ ایسا کلمہ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں، بتلایئے وہ کیا ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ یہ سنتے ہی سب برہم ہو گئے، ابوطالب نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرے بھتیجے! اس کلمہ کے سوا کوئی اور بات کہو، کیونکہ آپ کی قوم اس کلمہ سے گھبرا گئی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! چچا جان! میں تو اس کلمہ کے سوا کوئی دوسرا کلمہ نہیں کہہ سکتا، اگر وہ آسمان سے آفتاب کو اتار لاویں اور میرے ہاتھ میں رکھ دیں جب بھی میں اس کلمہ کے سوا کوئی دوسرا ہرگز نہ کہوں گا، مقصود یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں۔

اس پر یہ لوگ ناراض ہو کر کہنے لگے یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے معبودوں (بتوں) کو بُرا کہنے سے باز آ جائے، ورنہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی گالیاں دیں گے اور اس ذات کو بھی جس کا رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو بتلاتے ہیں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ |
| قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ○ |
| اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم ان پر ہر چیز (آنکھوں کے سامنے) گروہ در |
| گروہ جمع کر دیتے وہ تب بھی ایمان نہ لاتے سوائے اس کے جو اللہ چاہتا اور ان میں سے اکثر لوگ جہالت سے کام لیتے ہیں۔ |

## کفار کا فرشتوں کے نزول اور مردوں سے ہم کلام ہونے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى" كَمَا اقْتَرَحُوا "وَحَشَرْنَا" جَمَعْنَا "عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا" بِضَمَّتَيْنِ جَمْع قَبِيْل اَىْ فَوْجًا فَوْجًا وَبِكَسْرِ الْقَاف وَفَتْح الْبَاء اَىْ مُعَايَنَة فَشَهِدُوْا بِصِدْقِكَ "مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوا" لِمَا سَبَقَ فِىْ عِلْم اللّٰه "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ يَّشَاء اللّٰه" اِيمَانهمْ فَيُؤْمِنُوْا "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ يَجْهَلُوْنَ" ذٰلِكَ،

اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتار دیتے اور ان سے مُردے باتیں کرنے لگتے جس انہوں نے تجویز دی تھی اور ہم ان پر ہر چیز آنکھوں کے سامنے گروہ در گروہ جمع کر دیتے۔ یہاں پر قبل، قاف اور باء کے ضمہ کے ساتھ اس کی جمع قبیل ہے۔ یعنی فوج در فوج اور قاف کے کسرہ اور باء کے فتحہ کے ساتھ یعنی انہوں نے آپ کے صدق کا مشاہدہ کر لیتے تب بھی ایمان نہ لاتے، کیونکہ اللہ کے علم ازلی میں ہے۔ سوائے اس کے جن کے ایمان کو اللہ چاہتا تو وہ ایمان لاتے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ اس میں جہالت سے کام لیتے ہیں۔

## سورہ انعام آیت ۱۱۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جریر طبری کا قول ہے کہ یہ آیت اِستہزاء کرنے والے قریش کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ہمارے مردوں کو اٹھا لائیے ہم ان سے دریافت کر لیں کہ آپ جو فرماتے ہیں یہ حق ہے یا نہیں اور ہمیں فرشتے دکھائیے جو آپ کے رسول ہونے کی گواہی دیں یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لائیے۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (جامع البیان، سورہ انعام، بیروت)

## کفار کا حیلے باز بن کر ایمان نہ لانے کا بیان

یہ کفار جو قسمیں کھا کھا کر تم سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی معجزہ وہ دیکھ لیتے تو ضرور ایمان لے آتے۔ یہ غلط کہتے ہیں تمہیں ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا چاہیے۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر فرشتے اترتے تو ہم مان لیتے لیکن یہ بھی جھوٹ ہے فرشتوں کے آ جانے پر بھی اور ان کے کہہ دینے پر بھی کہ یہ رسول برحق ہیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا، یہ صرف ایمان نہ لانے کے بہانے تراشتے ہیں کہ کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں فرشتوں کو لے آ۔ کبھی کہتے ہیں اگلے نبیوں جیسے معجزے لے آ، یہ سب حجت بازی اور حیلے حوالے ہیں، دلوں میں تکبر بھرا ہوا ہے زبان سے سرکشی اور برائی ظاہر کرتے ہیں، اگر مردے بھی قبروں سے اٹھ کر آ جائیں اور کہہ دیں کہ یہ رسول برحق ہیں ان کے دلوں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوگا (قُبلاً) کی دوسری قرأت (قبلا) ہے جس کے معنی مقابلے اور معائنہ کے ہوتے ہیں ایک قول میں (قبلا) کے معنی بھی یہی بیان کیے گئے ہیں۔

ہاں مجاہد سے مروی ہے کہ اس کے معنی گروہ گروہ کے ہیں ان کے سامنے اگر ایک امت آ جاتی اور رسولوں کی ہدایت دے دے وہ جو کرنا چاہے کوئی اس سے پوچھ نہیں سکتا اور وہ چونکہ حاکم کل ہے ہر ایک سے باز پرس کر سکتا ہے وہ علیم و حکیم ہے، حاکم و غالب وقہار ہے اور آیت میں ہے (اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ) 10۔ یونس:96) یعنی جن لوگوں کے ذمہ کلمہ عذاب ثابت ہو گیا ہے وہ تمام تر نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ المناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى |
| بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ |
| اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی بات دھوکا |
| دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ پس چھوڑ انہیں اور جو وہ جھوٹ گھڑتے ہیں۔ |

## انسانی وجناتی شیاطین کا باہمی وسواس ڈالنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا" كَمَا جَعَلْنَا هٰؤُلَاءِ اَعْدَاءَكَ وَيُبْدَلُ مِنْهُ "شَيَاطِيْن" مَرَدَة "الْاِنْس وَالْجِنّ يُوْحِي" يُوَسْوِس "بَعْضهمْ اِلٰى بَعْض زُخْرُف الْقَوْل" مُمَوَّهه مِنَ الْبَاطِل "غُرُوْرًا" اَيْ لِيَغُرُّوْهُمْ "وَلَوْ شَاءَ رَبّك مَا فَعَلُوْهُ" اَيْ الْاِيْحَاء الْمَذْكُور "فَذَرْهُمْ" دَعْ الْكُفَّار "وَمَا يَفْتَرُوْنَ" مِنَ الْكُفْر وَغَيْرِهٖ مِمَّا زُيِّنَ لَهُمْ وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی مکرم ﷺ کے لیے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دشمن بنا دیا، یہاں شیاطین اعداء سے بدل ہے یعنی انسان اور جن آپس میں ایک دوسرے کی وسواس ڈالتے ہیں۔ ان کا بعض بعض کی طرف ملمع کی ہوئی باتیں اور باطل سے بھری ہوئی باتیں دھوکا دینے کے لیے دل میں ڈالتا رہتا ہے اور اگر آپ کا رب چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی مذکورہ کام نہ کر سکتے پس

چھوڑ انھیں یعنی کفار کو اور جو وہ جھوٹ کفر وغیرہ کا جھوٹ گھڑتے ہیں۔ جو ان کیلئے سجا دیا گیا ہے۔ اور یہ حکم بھی حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۱۲ کے سبب نزول کا بیان

حضرت اباذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کیا تم نے شیاطین انس و جن سے اللہ کی پناہ بھی مانگ لی؟ صحابی نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

ایک روایت میں ہے کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے، مجھ سے فرمانے لگے ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ صحابی نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں، یہ حدیث منقطع ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے، مجھ سے فرمانے لگے ابوذر تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں پڑھی آپ نے فرمایا اٹھو اور دو رکعت ادا کرلو، جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے کیا تم نے انسان و جنات شیاطین سے اللہ کی پناہ مانگی تھی؟ میں نے کہا نہیں، کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ جنوں کے شیطانوں سے بھی زیادہ شریر ہیں اس میں بھی انقطاع ہے، ایک متصل روایت مسند احمد میں مطول ہے اس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ مسجد کا ہے اور روایت میں حضور صلی اللہ عیلہ وسلم کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ آیت (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا(6۔الانعام:112)الغرض یہ حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جس سے قوت صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے۔

## شیطان کا انبیائے کرام سے عداوت رکھنے کا بیان

حضرت مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور میرے دو ساتھی آئے اور تکلیف کی وجہ سے ہماری قوت سماعت اور قوت بصارت چلی گئی تھی ہم نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر پیش کیا تو اس میں سے کسی نے بھی ہمیں قبول نہیں کیا پھر ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے گھر کی طرف لے گئے تین بکریاں تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان بکریوں کا دودھ نکالو پھر ہم ان کا دودھ نکالتے تھے اور ہم میں سے ہر ایک آدمی اپنے حصے کا دودھ پیتا اور ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ اٹھا کر رکھ دیتے راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت تشریف لاتے سلام کرتے کہ سونے والا بیدار نہ ہوتا اور جاگنے والا سن لیتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے پھر آپ اپنے دودھ کے پاس آئے اور اسے پیتے ایک رات شیطان آیا جبکہ میں اپنے حصے کا دودھ پی چکا تھا شیطان کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس آتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے دیتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ مل جاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ایک گھونٹ دودھ کی کیا ضرورت ہوگی پھر میں آیا اور میں نے وہ دودھ پی لیا جب وہ

دودھ میرے پیٹ میں چلا گیا اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ ملنے کا کوئی راستہ نہیں ہے تو شیطان نے مجھے ندامت دلائی اور کہنے لگا تیری خرابی ہو تو نے یہ کیا کیا تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کا دودھ بھی پی لیا آپ آئیں گے اور وہ دودھ نہیں پائیں گے تو تجھے بددعا دیں گے تو تو ہلاک ہو جائے گا اور تیری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی میرے پاس ایک چادر تھی جب میں اسے اپنے پاؤں پر ڈالتا تو میرا سر کھل جاتا اور جب میں اسے اپنے سر پر ڈالتا تو میرے پاؤں کھل جاتے اور مجھے نیند بھی نہیں آ رہی تھی جبکہ میرے دونوں ساتھی سو رہے تھے انہوں نے وہ کام نہیں کیا جو میں نے کیا تھا بالآخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نماز پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دودھ کی طرف آئے برتن کھولا تو اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ پایا تو آپ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا میں نے دل میں کہا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بددعا فرمائیں گے پھر میں ہلاک ہو جاؤں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! تو اسے کھلا جو مجھے کھلائے اور تو اسے پلا جو مجھے پلائے (میں نے یہ سن کر) اپنی چادر مضبوط کر کے باندھ لی پھر میں چھری پکڑ کر بکریوں کی طرف چل پڑا کہ ان بکریوں میں سے جو موٹی بکری ہو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذبح کر ڈالوں میں نے دیکھا کہ اس میں ایک تھن دودھ سے بھرا پڑا ہے بلکہ سب بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے پڑے تھے پھر میں نے اس گھر کے برتنوں میں سے وہ برتن لیا کہ جس میں دودھ نہیں دوہا جاتا تھا پھر میں نے اس برتن میں دودھ نکالا یہاں تک کہ دودھ کی جھاگ اوپر تک آ گئی پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے رات کو اپنے حصہ کا دودھ پی لیا تھا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پئیں آپ نے وہ دودھ پیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا پھر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیر ہو گئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں نے لے لی ہے تو میں ہنس پڑا یہاں تک کہ مارے خوشی کے میں زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے مقداد یہ تیری ایک بری عادت ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! میرے ساتھ تو اس طرح کا معاملہ ہوا ہے اور میں نے اس طرح کر لیا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت کا دودھ سوائے اللہ کی رحمت کے اور کچھ نہ تھا تو نے مجھے پہلے ہی کیوں نہ بتا دیا تا کہ ہم اپنے ساتھیوں کو بھی جگا دیتے وہ بھی اس میں سے دودھ پی لیتے میں نے عرض کیا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دودھ پی لیا ہے اور میں نے بھی یہ دودھ پی لیا ہے تو اب مجھے اور کوئی پرواہ نہیں (یعنی میں نے اللہ کی رحمت حاصل کر لی ہے تو اب مجھے کیا پرواہ (بوجہ خوشی) کہ لوگوں میں سے کوئی اور بھی یہ رحمت حاصل کرے یا نہ کرے)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 865)

| |
|---|
| وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۝ |
| اور تا کہ ان لوگوں کے دل اس (جھوٹ) کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند |
| کریں اور تا کہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔ |

## دلوں کا جھوٹ کی طرف مائل ہونے کا بیان 38

"وَلِتَصْغٰى" عُطِفَ عَلٰى غُرُوْرًا اَىْ تَمِيْلَ "اِلَيْهِ" اَىِ الزُّخْرُفِ "اَفْئِدَةُ" قُلُوْبُ "الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا" يَكْتَسِبُوْا "مَا هُمْ مُقْتَرِفُوْنَ" مِنَ الذُّنُوْبِ فَيُعَاقَبُوْا عَلَيْهِ،

یہاں پر "لِتَصْغٰى" کا عطف غرور اپر ہے یعنی اس طرف مائل ہو جائیں۔اور تا کہ ان لوگوں کے دل اس جھوٹ کی طرف مائل ہوں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تا کہ وہ اسے پسند کریں اور تا کہ وہ بھی وہی برائیاں کریں جو یہ کرنے والے ہیں۔یعنی ایسے گناہ جن کے سبب ان کو سزا دی جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک آدمی کی گردن پر جب وہ سو جاتا ہے تین گرہیں لگا دیتا ہے ہر ایک گرہ پر پھونک مارتا ہے کہ ابھی رات بڑی لمبی ہے تو جب کوئی بیدار ہوتا ہے اور اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو اس پر سے دو گرہیں کھل جاتی ہیں اور جب وہ نماز پڑھ لیتا ہے تو ساری گرہیں کھل جاتی ہیں پھر وہ صبح کو ہشاش بشاش خوش مزاج اٹھتا ہے ورنہ اس کی صبح نفس کی خباثت اور سستی کے ساتھ ہوتی ہے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1813)

| |
|---|
| اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ |
| الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ |
| تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اُتاری اور جن کو ہم نے کتاب دی |
| وہ جانتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے، تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ |

## کفار کا نبی کریم ﷺ سے حکم کا مطالبہ کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا طَلَبُوْا مِنَ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَه وَبَيْنَهُمْ حَكَمًا قُلْ: "اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِىْ" اَطْلُبُ "حَكَمًا" قَاضِيًا بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ "وَهُوَ الَّذِىْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتَابَ" الْقُرْاٰن "مُفَصَّلًا" مُبَيَّنًا فِيْهِ الْحَقّ مِنَ الْبَاطِلِ "وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ" التَّوْرَاةَ كَعَبْدِ اللّٰهِ بْن سَلَام وَاَصْحَابه "يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ" بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْدِ "مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ" الشَّاكِّيْنَ فِيْهِ وَالْمُرَاد بِذٰلِكَ التَّقْرِيْر لِلْكُفَّارِ اَنَّهٗ حَقّ،

جب مشرکین نے نبی کریم ﷺ اور اپنے درمیان حکم لانے کا مطالبہ کیا تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔تو کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں یعنی اپنے اور تمہارے درمیان کوئی اور فیصلہ کرنے والا چاہوں۔اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب قرآن کو اُتارا، جس میں حق و باطل کا بیان ہے۔اور جن کو ہم نے کتاب تورات دی وہ جانتے ہیں۔جس طرح عبداللہ بن سلام اور

ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہیں۔ وہ اس نازل کردہ پر عمل کرتے ہیں یہاں منزل یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ کہ یہ تیرے رب کی طرف سے سچ اترا ہے تو اے سننے والے، تو ہرگز شک والوں میں نہ ہو۔ یعنی اس میں شک کرنے لگو۔ اور اس تقریر میں کفار کو یہ بتایا گیا ہے کہ بے شک وہ حق ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۱۴ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان ایک حَکَم مقرر کیجئے ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا خطاب مشرکین مکہ کو ہے جنہوں نے کہا تھا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں اہل کتاب بھی ہیں اور عالم بھی ہیں لہٰذا آپ ان میں سے کسی کو ثالث تسلیم کرلیں۔ جو ہم میں فیصلہ کردے کہ ہم میں کون حق پر ہے یا وہ صلح یا سمجھوتہ کی کوئی راہ نکال دیں۔ ان کی اس تجویز کا جواب یہ ہے کہ میرا حکم صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت کی وہ ساری باتیں آ گئی ہیں جو تورات اور انجیل میں ہیں۔ علاوہ ازیں وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں سے کیا سلوک کیا کن کن آیات کی وہ لفظی اور معنوی تحریف کر چکے ہیں اور کون کون سی آیات کو چھپا رہے ہیں۔ تو کیا میں اللہ کو چھوڑ کر ایسے غلط کار لوگوں کو اپنا منصف تسلیم کروں؟ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

الذین سے مراد اہل کتاب بھی ہو سکتے ہیں اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کو اس بات میں ہرگز شک نہ ہونا چاہیے کہ اہل کتاب یہ بات خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب قرآن اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور حقائق پر مبنی ہے اگرچہ زبان سے اقرار نہ کریں۔ اور الذین سے مراد مسلمان بھی ہو سکتے ہیں جن کے بارے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش ہی نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت قرآن کو ہدایت کا سرچشمہ، منزل من اللہ اور ٹھیک ٹھیک امر حق کی نشاندہی کرنے والی کتاب سمجھتی ہے۔

| |
|---|
| وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| اور تیرے رب کی بات سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور |
| وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## کلمہ کے صدق وعدل کا بیان

"وَتَمَّتْ كَلِمَة رَبّك" بِالْأَحْكَامِ وَالْمَوَاعِيد "صِدْقًا وَّعَدْلًا" تَمْيِيز "لَا مُبَدِّل لِكَلِمَاتِهِ" بِنَقْصٍ أَوْ خُلْف "وَهُوَ السَّمِيع" لِمَا يُقَال "الْعَلِيم" بِمَا يُفْعَل،

اور تیرے رب کی بات یعنی احکام و مواعید کے ساتھ سچ اور انصاف کے اعتبار سے پوری ہوگئی، یہاں پر عدلا تمیز ہے اس کی باتوں کو نقص وخلف میں کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ اور وہی سب کچھ سننے والا ہے جو اس کیلئے کہا گیا، جو کیا گیا وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

## اللہ کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی بدلنے والا نہیں، بدلنے کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ کوئی اس میں غلطی ثابت کرے، اس لئے بدلا جائے، یا یہ کہ کوئی دشمن زبردستی اس کو بدل ڈالے، اللہ تعالیٰ کا کلام ان سب چیزوں سے بالاتر اور پاک ہے اس نے خود وعدہ فرمایا ہے کہ (آیت) انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون، یعنی ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ پھر کس کی مجال ہے کہ خدا کی حفاظت کو توڑ کر اس میں کوئی تغیر تبدل کر سکے، چنانچہ چودہ سو برس سے زیادہ عرصہ اس پر گزر چکا ہے اور ہر قرن ہر زمانہ میں قرآن کے مخالف اس کے ماننے والوں کی نسبت تعداد میں بھی زیادہ رہے ہیں، قوت میں بھی، مگر کسی کی مجال نہیں ہو سکی کہ قرآن کے ایک زبر زیر میں فرق پیدا کر سکے، ہاں بدلنے کی ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو منسوخ کر کے بدل دیا جائے۔

اسی لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری پیغمبر اور قرآن آخری کتاب ہے، اس کے بعد نسخ کا کوئی احتمال نہیں۔

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کا اسم گرامی اسلم ہے ابورافع کنیت ہے یہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں آپ کا انتقال ہوا ہے)۔ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ اپنے چھپر کھٹ (مسہری) پر تکیہ لگائے ہوئے اور میرے ان احکام میں سے جن کا میں نے حکم دیا ہے یا جس سے منع کیا ہے کوئی حکم اس کے پاس پہنچے اور وہ (اسے سن کر) یہ کہہ دے کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ ہمیں اللہ کی کتاب میں ملا ہم نے اس کی اطاعت کی۔"

(مسند احمد بن حنبل، ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 159)

اسی لئے علماء اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ جس طرح احکام شرائع کے لئے قرآن دلیل و حجت ہے اسی طرح حدیث بھی دلیل و حجت ہے کیونکہ جس طرح قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے، اسی طرح احادیث کے علوم و معارف بھی بارگاہ الوہیت ہی سے نازل ہوئے ہیں اور دونوں وحی ہیں۔

| |
|---|
| وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ |
| اور اگر تو زمین میں (موجود) لوگوں کی اکثریت کا کہنا مان لے تو وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے۔ وہ (حق و یقین کی بجائے) صرف وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور محض غلط قیاس آرائی (اور دروغ گوئی) کرتے رہتے ہیں۔ |

## کفار کی اتباع کے سبب گمراہی کا بیان

"وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ" اَيْ الْكُفَّار "يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" دِيْنه "اِنْ" مَا "يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

الظَّنّ " فِیْ مُجَادَلَتِهِمْ لَكَ فِیْ اَمْرِ الْمَيْتَةِ اِذَا قَالُوْا مَا قَتَلَ اللّٰه اَحَق اَنْ تَاْكُلُوْهُ مِمَّا قَتَلْتُمْ "وَاِنْ" مَا "هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ" يَكْذِبُوْنَ فِیْ ذٰلِكَ،

اور اگر تو زمین میں موجود لوگوں یعنی کفار کی اکثریت کا کہنا مان لے۔ تو وہ تجھے اللہ کی راہ یعنی دین سے بھٹکا دیں گے۔ وہ حق و یقین کی بجائے صرف وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں یعنی مرداد کے بارے میں وہ آپ سے بحث کرتے ہیں جب انہوں نے کہا کہ جس کو اللہ نے قتل کیا تو وہ کھانے کے اعتبار سے زیادہ حق رکھتا ہے بہ نسبت اس کے جس کو تم نے خود مارا ہے۔ اور محض غلط قیاس آرائی، اور دروغ گوئی کرتے رہتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ |
| بیشک آپ کا رب ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے (بھی) خوب واقف ہے۔ |

## اللہ گمراہ کرنے والوں کو جانتا ہے

"اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ " اَیْ عَالِم "مَنْ يَّضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ" فَيُجَازِیْ كُلًّا مِنْهُمْ،

بیشک آپ کا رب ہی اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے۔ پس وہ ان میں سے ہر ایک کو جزاء دے گا۔

| |
|---|
| فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ○ |
| پس تم اس سے کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو۔ |

## جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینے کا بیان

"فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰه عَلَيْهِ" اَیْ ذُبِحَ عَلٰی اسْمِهٖ، اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ،

پس تم اس سے کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہو اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہو۔

## سورہ انعام آیت ۱۱۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ چند لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم جس چیز کو قتل کریں۔ اسے کھائیں اور جسے اللہ نے مار دیا ہے اسے نہ کھائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيَاتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔ الاية (سو تم اس (جانور) میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔

اگر تم اس کے حکموں پر ایمان لانے والے ہو۔ الانعام۔ 118)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور ایک اور سند سے بھی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ بعض حضرات اس حدیث کو عطاء بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ سعید بن جبیر سے اور

وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1011)

آپ فرماتے ہیں کہ کفار نے کہا جسے اللہ ذبح کرے (موت دے) تم اسے نہیں کھاتے اور جسے تم خود ذبح کرتے ہوا سے کھا لیتے ہو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی، 121، ابی داؤد 2819، ترمذی 3071)

| |
|---|
| وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝ |
| اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ |

## ترک تسمیہ والے ذبیحہ سے کھانے کی ممانعت کا بیان

"وَمَا لَكُمْ اَنْ لَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" مِنَ الذَّبَائِح "وَقَدْ فُصِّلَ" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَلِلْفَاعِلِ فِي الْفِعْلَيْنِ "لَكُمْ مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ" فِي آيَة "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَة" "اِلَّا مَا اُضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ" مِنْهُ فَهُوَ اَيْضًا حَلَال لَكُمْ . الْمَعْنٰى لَا مَانِع لَكُمْ مِنْ اَكْل مَا ذُكِرَ وَقَدْ بَيَّنَ لَكُمْ الْمُحَرَّم اَكْله وَهٰذَا لَيْسَ مِنْهُ . "وَاِنَّ كَثِيْرًا لَيُضِلُّوْنَ" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمِّهَا "بِاَهْوَائِهِمْ" بِمَا تَهْوَاهُ اَنْفُسهمْ مِنْ تَحْلِيل الْمَيْتَة وَغَيْرهَا "بِغَيْرِ عِلْم" يَعْتَمِدُوْنَهُ فِي ذٰلِكَ "اِنَّ رَبّك هُوَ اَعْلَم بِالْمُعْتَدِيْنَ" الْمُتَجَاوِزِيْنَ،

اور تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ جن ذبائح پر اللہ کا نام لیا گیا وہ تم سے مفصل بیان کر چکا، فصل یہ دونوں افعال میں معروف و مجہول دونوں طرح آیا ہے۔ جو کچھ تم پر اس آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ" میں حرام ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو تو وہ تمہارے لئے ایسے ہی حلال ہے۔ معنی یہ ہے کہ ذکر کردہ چیزوں سے کھانے میں تمہیں کوئی ممانعت نہیں۔ حالانکہ تمہارے لئے ان چیزوں کو بیان کر دیا گیا ہے جن کا کھانا حرام ہے۔ جبکہ یہ ان میں سے نہیں ہے۔ اور بیشک بہتیرے اپنی خواہشوں سے بغیر کسی علم کے گمراہ کرتے ہیں۔ یہاں پر "لَيُضِلُّوْنَ" یاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اھواء سے مراد جو ان کے نفسوں نے مردار وغیرہ کے حلال ہونے میں لوگوں کو گمراہ کیا۔ غیر علم سے مراد بغیر علم وہ اس پر یقین رکھتے ہیں۔ بیشک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

## ترک تسمیہ میں سہو کی صورت حلت وحرمت پر اختلاف ائمہ اربعہ

مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اس نے اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو اللہ کا نام ہی لیتا۔ اس کی مضبوطی دار قطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھا لیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے،

اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نومسلموں کے ذبیحہ کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپ نے اجازت دی تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور تحقیق کرنے کا حکم دیتے، تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ اجماع کے خلاف ہے۔

امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انہوں نے اور دلائل سے اس حدیث کی بھی مخالفت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اس کا نام ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔

یہ حدیث بیہقی میں ہے لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبید اللہ خرزمی کی ہے، ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبد اللہ بن زبیر حمیری اسے عبد اللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ان دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور اسے اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب غلط ملط ہو گئے ہیں آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھالو، پھر محمد بن سیرین سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر اللہ کا نام ذکر نہیں کیا گیا انہیں نہ کھاؤ۔

اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کی خطاء کو بھول کو اور جس کام پر زبردستی کی جائے اس کو معاف فرما دیا ہے لیکن اس میں ضعف ہے ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ بتایئے تو ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے،

مروان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے، واللہ اعلم، میں نے اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ تفصیل سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے، بظاہر دلیلوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا ضروری ہے لیکن اگر کسی مسلمان کی زبان سے جلدی میں یا بھولے سے یا کسی اور وجہ سے نہ نکلے اور ذبح ہو گیا تو وہ حرام نہیں ہوتا۔

عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں اہل کتاب کے ذبیحہ کا استثناء کر لیا گیا ہے اور ان کا ذبح کیا ہوا حلال جانور کھا لینا ہمارے ہاں حلال ہے تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں لیکن

دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے ولیوں کی طرف وحی کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے جب کہا گیا کہ مختار گمان کرتا ہے کہ اس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے۔ شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں اور روایت میں ہے کہ اس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔

ابن عباس کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اس شخص کو سخت تعجب ہوا اس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو اللہ کی وحی جو آنحضرت کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے۔ شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں۔ چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے؟ کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے اللہ ماردے یعنی اپنی موت آپ مرجائے اسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت اللہ کے نام کا ذکر ہے لیکن ہے یہ قصہ غور طلب اولاً اس وجہ سے کہ یہودی ازخود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اتری ہے۔

تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو اسے کھالو اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ ازخود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اتری، پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیاء قریش ہیں اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں لیکن کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر اللہ کا نام لیا گیا اور جو ازخود مر گیا وہ وہ ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام ۱۲۱)

## وقت ذبح غیر خدا کا نام لینے کے سبب حرمت ذبیحہ پر مذاہب اربعہ

حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر اہل کتاب میں سے کوئی شخص ذبح کے وقت مسیح کا نام لے تو اسکا کھانا حلال نہیں ہے۔ مالکیہ ذبیحہ کی حلت کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ اس پر غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔

شافعیہ مسلمان کے ذبیحہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر وہ جانور ذبح کرتے ہوئے اللہ کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لے اور اس سے اس کی نیت شرک کی ہو تو اسکا ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

حنابلہ کہتے ہیں کہ نصرانی اگر ذبح کے وقت مسیح کا نام لے لے تو اسکا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ مذاہب اربعہ اس کی حرمت پر متفق ہیں تو وہ کن علما کی اکثریت ہے جو اسے حلال قرار دیتی ہے؟

| |
|---|
| وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ○ |
| اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ، وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب اپنی کمائی کی سزا پائیں گے، |

## ظاہری اور خفیہ ہر قسم کے گناہوں کو چھوڑ دینے کا بیان

"وَذَرُوْا" اُتْرُكُوا "ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَه" عَلَانِيَتَه وَسِرَّه . وَالْاِثْم قِيلَ الزِّنَا وَقِيلَ كُلّ مَعْصِيَة "اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ" فِي الْاٰخِرَة "بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ" يَكْتَسِبُوْنَ،

اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ، یعنی وہ اعلانیہ اور چھپ کرتے ہیں۔ اور گناہ سے مراد زنا اور ہر قسم کی معصیت ہے۔ وہ جو گناہ کماتے ہیں عنقریب آخرت میں اپنی کمائی کی سزا پائیں گے۔ جوانہوں نے گناہ کیے ہیں۔

## ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کر دو

چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر، ہر گناہ کو چھوڑ دو۔ نہ کھلی بدکار عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو، کھلم کھلا ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں، غرض ہر گناہ سے دور رہو، کیونکہ ہر بدکاری کا برا بدلہ ہے، حضور سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

| |
|---|
| وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ |
| اِلٰۤى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ○ |
| اور تم اس (جانور کے گوشت) سے نہ کھایا کرو جس پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بیشک وہ (گوشت کھانا) گناہ ہے، |
| اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں کے دلوں میں (وسوسے) ڈالتے رہتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور |
| اگر تم ان کے کہنے پر چل پڑے (تو) تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ |

## مسلمان کے ذبیحہ میں عمد و سہو سے ترک تسمیہ کا بیان

"وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَر اسْم اللّٰه عَلَيْهِ" بِاَنْ مَّاتَ اَوْ ذُبِحَ عَلٰى اسْم غَيْره وَاِلَّا فَمَا ذَبَحَهُ الْمُسْلِم وَلَمْ يُسَمِّ فِيهِ عَمْدًا اَوْ نِسْيَانًا فَهُوَ حَلَال قَالَهُ ابْن عَبَّاس وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ "وَاِنَّهٗ" اَيْ الْاَكْل مِنْهُ "لَفِسْق" خُرُوج عَمَّا يَحِلّ "وَاِنَّ الشَّيَاطِين لَيُوحُوْنَ" يُوَسْوِسُونَ "اِلٰى اَوْلِيَائِهِمْ" الْكُفَّار "لِيُجَادِلُوْكُمْ" فِي تَحْلِيل الْمَيْتَة "وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ" فِيهِ "اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ"

اور تم اس جانور کے گوشت سے نہ کھایا کرو جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ یعنی جو مر گیا یا غیر کے نام پر ذبح کیا گیا ہاں البتہ جس کو کسی مسلمان نے ذبح کیا ہو اور اس پر عمداً یا بھول کر اللہ کا نام نہ لیا تو وہ حلال ہے اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس

رضی اللہ عنہما اور امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے۔ اور بیشک اس گوشت کھانا گناہ ہے، یعنی حلال سے حرام کی طرف جانا ہے۔ اور بیشک شیاطین اپنے دوستوں یعنی کفار کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں تا کہ مردار کی حلت میں تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم ان کے کہنے پر چل پڑے، تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

## سورہ انعام آیت ۱۲۱ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے کہا اے محمد ﷺ ہمیں بکری کے متعلق جو مر جائے بتلائیں کہ اسے کون موت دیتا ہے آپ نے فرمایا اللہ ہی موت دیتا ہے تو انہوں نے کہا کہ آپ گمان کرتے ہیں کہ جسے آپ اور آپ کے ساتھی ماریں وہ تو حلال ہے جسے کتاب اور عقاب مارے وہ حلال ہے لیکن جسے اللہ مارے وہ حرام ہے تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (درمنثور 3-42)

عکرمہ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے مردار کی حرمت نازل فرمائی تو فارس کے مجوس نے مشرکین عرب کی طرف جو کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے دوست تھے اور ان کے درمیان مکاتبت تھی یہ لکھا کہ محمد اور اس کے ساتھی یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی اتباع کرتے ہیں پھر وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ جسے وہ ذبح کریں وہ حلال ہے اور جسے اللہ مارے وہ حرام۔ اس سے کچھ مسلمانوں کے دل میں کچھ شک سا پیدا ہو گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 8-13، زاد المسیر 3-114)

## امام بخاری علیہ الرحمہ سے مذہب احناف کی تائید کا بیان

عمداً اللہ کا نام جس جانور پر نہ لیا گیا، اس کا کھانا فسق اور ناجائز ہے، حضرت ابن عباس نے اس کے یہی معنی بیان کیے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بھول جانے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا اور امام بخاری کا رجحان بھی یہی ہے تاہم امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ دونوں صورتوں میں حلال ہے چاہے وہ اللہ کا نام لے یا چھوڑ دے۔

## امام شافعی علیہ الرحمہ کی مستدل حدیث کی سند کا بیان

قال العلامة علی بن سلطان محمد الحنفی علیه الرحمة فی شرح الوقایه، (وَ) لا (تَارِكَ التَّسمِيَةِ عَمْداً) مسلماً كان أو كتابياً؛ (وبه قال مالك) وقال الشافعیّ رحمه الله: يحلّ متروك التسمية عمداً لأنها عنده سنة، ولما رواه الدَّارَقُطْنِيّ عن مروان بن سالم، عن الأَوْزَاعِيّ، عن يحيى بن (أبی) كثير، عن أبی سلمة، عن أبی هُرَيْرَةَ قال: سأل رجل النبیّ صلی الله عليه وسلم: الرجل منا يذبح وينسى أن يسمّی الله؟ فقال النبیّ صلی الله عليه وسلم: اسم الله على كل مسلم. وفی لفظ: على فم كل مسلم. قلنا: مروان بن سالم ضعيفٌ ضعّفه الدَّارَقُطْنِيّ وابن القطّان وابن عدی وأحمد والنَّسائی على ما فی المحيط، وأمّا ما رواه أبو داود فی المراسيل عن عبد الله بن داود، عن ثور بن يزيد، عن الصَّلت عن النبیّ صلی الله عليه وسلم قال: ذبيحة المسلم حلال ذكر اسم

الله اولم یذکر. فقد قال ابن القطان فیه مع الإرسال: إنّ الصّلت السّدوسیّ لا یُعرف له حال ولا یعرف بغیر هذا الحدیث، ولا روی عنه غیر ثور بن یزید.

ولنا: إطلاق قوله تعالی: (وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ) ای وإن الذی لم یذکر اسم الله علیه حرام، لأنّ الفسق هو الخروج عن الطاعة، وإنّ مطلق النهی یقتضی التّحریم.

وما أخرجه أصحاب الکتب الستة عن عَدِیّ بن حاتم قال: قلت: یا رسول الله إنی أُرسِلُ کلبی وأجد معه کلباً آخرَ لا ادری أیّهما أخذه قال: لا تأکل فإنك إنّما سمّیت علی کلبك ولم تسمّ علی الکلب الآخر. ووجه الدّلالة علی أنه علّل الحرمة بترك التسمیة عمداً.

(شرح الوقایہ فی مسائل الہدایہ)

| |
|---|
| اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ |
| لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ |
| اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لیے ایسی روشنی بنادی جس کی مدد سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، |
| اس شخص کی طرح ہے جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اسی طرح کافروں |
| کے لیے وہ عمل خوشنما بنادیے گئے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## مؤمنوں کیلئے ایمان جبکہ کفار کیلئے کفر کی تزئین کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ اَبِيْ جَهْلٍ وَغَيْرِهٖ: "اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا" بِالْكُفْرِ "فَاَحْيَيْنَاهُ" بِالْهُدٰى "وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاس" يَتَبَصَّرُ بِهِ الْحَقَّ مِنْ غَيْرِهٖ وَهُوَ الْاِيْمَان "كَمَنْ مَّثَله" مَثَل زَائِدَة اَيْ كَمَنْ هُوَ "فِي الظُّلُمَات لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا" وَهُوَ الْكَافِر؟ لَا "كَذٰلِكَ" كَمَا زُيِّنَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ الْاِيْمَان "زُيِّنَ لِلْكَافِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنَ الْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي،

یہ آیت ابوجہل وغیرہ کی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور کیا وہ شخص جو کفر کے ساتھ مرا تھا، پھر ہم نے اسے ہدایت کے ساتھ زندہ کیا اور لوگوں میں اس کے لیے ایسی روشنی بنادی ہے جس کے ساتھ وہ حق وغیرہ کو دیکھتا ہے اور وہ ایمان ہے جس کی مدد سے وہ لوگوں کے درمیان میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہے، یہاں مثل زائدہ ہے۔ جس کا حال یہ ہے کہ وہ اندھیروں میں ہے، ان سے کسی صورت نکلنے والا نہیں۔ اور کیا وہ کافر ہے؟ نہیں بلکہ اسی طرح جس طرح اہل ایمان کیلئے ایمان کو مزین کر دیتا ہے۔ کافروں کے لیے وہ عمل خوشنما بنادیے گئے جو وہ کفر و نافرمانی کیا کرتے

## سورانعام آیت ۱۲۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حمزہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل ہیں ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ پر اوجھڑی رکھ دی اس وقت حضرت حمزہ ایمان نہ لائے تھے حضرت حمزہ کو ابوجہل کی اس حرکت کی خبر ہوئی اس وقت حضرت حمزہ شکار سے واپس آئے تھے اور ان کے ہاتھ میں کمان تھی وہ فوراً غصے میں ابوجہل کی طرف نکل پڑے اور ابوجہل پر اپنی کمان لے کر چڑھ گئے وہ بڑی آہ زاری کرتا رہا اور کہتا رہا کہ اے ابویعلی کیا تم دیکھتے نہیں کہ وہ کیا لایا ہے؟ اس نے ہماری عقلوں کو بے وقوف بنا دیا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں اور ہمارے آباؤ اجداد کی مخالفت کی تو حضرت حمزہ نے کہا تم میں سے کون بے وقوف ہے؟ تم اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ اور بندے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (نیسابوری 189، سیوطی 121، زادالمسیر 3-116، ابن کثیر 2-172))

زید بن اسلم سے اللہ کے اس فرمان کے بارے میں منقول ہے کہ اللہ کے فرمان (اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ)، بلا جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے روشنی کر دی جس کے ذریعے سے وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہیں اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے۔

اس سے مراد حضرت عمر بن خطاب ہیں، كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا، جو اندھیرے میں پڑا ہوا ہو اور اس سے نکل ہی نہ سکے۔ اس سے مراد ابوجہل ہے۔ (طبری 8-17)

## مؤمن اور کافر کی مثال کا بیان

یہاں بھی مومن اور کافر کی یہی مثال بیان فرمائی گئی بعض کہتے ہیں مراد اس سے وہ خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے اللہ نے انہیں اسلامی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے لے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے اس سے مراد ابوجہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے ہر مومن اور کافر کی مثال ہے، کافروں کی نگاہ میں ان کی اپنی جہالت وضلالت اسی طرح آراستہ وپیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہے کہ وہ اپنی برائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور ان پر ڈالا جسے اس نور کا حصہ ملا اس نے دنیا میں آ کر راہ پائی اور جو وہاں محروم رہا وہ یہاں بھی بہکا ہی رہا، جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لے جاتا ہے اور جیسے فرمان ہے اندھا اور دیکھتا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

یہ ایک مثال ہے جس میں مومن وکافر کا حال بیان فرمایا گیا ہے کہ ہدایت پانے والا مومن اس مردہ کی طرح ہے جس نے زندگانی پائی اور اس کو نور ملا جس سے وہ مقصود کی راہ پاتا ہے اور کافر اس کی مثل ہے جو طرح طرح کی اندھیریوں میں گرفتار ہوا اور ان سے نکل نہ سکے، ہمیشہ حیرت میں مبتلا رہے۔ یہ دونوں مثالیں ہر مومن وکافر کے لئے عام ہیں اگرچہ بقول حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہما ان کا شان نزول یہ ہے کہ ابوجہل نے ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نجس چیز پھینکی تھی اس روز حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کو گئے ہوئے تھے، جس وقت وہ ہاتھ میں کمان لئے ہوئے شکار سے واپس آئے تو انہیں اس واقعہ کی خبر دی گئی گو ابھی تک وہ ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے مگر یہ خبر سن کر ان کو نہایت طیش آیا اور وہ ابوجہل پر چڑھ گئے اور اس کو کمان سے مارنے لگے اور ابوجہل عاجزی و خوشامد کرنے لگا اور کہنے لگا اے ابویعلی (حضرت امیر حمزہ کی کنیت ہے) کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیسا دین لائے اور انہوں نے ہمارے معبودوں کو برا کہا اور ہمارے باپ دادا کی مخالفت کی اور ہمیں بدعقل بتایا، اس پر حضرت امیر حمزہ نے فرمایا تمہارے برابر بدعقل کون ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر پتھروں کو پوجتے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اسی وقت حضرت امیر حمزہ اسلام لے آئے۔
اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضرت امیر حمزہ کا حال اس کے مشابہ ہے جو مردہ تھا، ایمان نہ رکھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا اور نور باطن عطا فرمایا اور ابوجہل کی حالت یہی ہے کہ وہ کفر و جہل کی تاریکیوں میں گرفتار ہے۔ (خزائن العرفان، انعام)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ○ |
| اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں سب سے بڑے اس کے مجرموں کو بنا دیا، تا کہ وہ اس میں مکر و فریب کریں اور |
| وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ |

## دنیا کے فاسق وظالم لوگوں کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَعَلْنَا فُسَّاقَ مَكَّةَ اَكَابِرَهَا "جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكَابِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا" بِالصَّدِّ عَنِ الْاِيْمَانِ "وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ" لِاَنَّ وَبَالَهُ عَلَيْهِمْ "وَمَا يَشْعُرُوْنَ" بِذٰلِكَ،

اور اسی طرح ہم نے مکہ میں سب سے بڑے فساق کو اس کے مجرم بنا دیا، یعنی ہر بستی میں اس کے بڑوں کو اس کا مجرم بنا دیا تا کہ وہ اس میں ایمان سے روک کر مکر و فریب کریں اور وہ مکر و فریب نہیں کرتے مگر اپنے ساتھ ہی کرتے ہیں کیونکہ اس کا وبال ان پر ہے۔ اور وہ اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔

## فاسق انسان دھوکے باز کمینہ ہوتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مومن آدمی بھولا بھالا (دھوکہ کھانے والا) اور شریف ہوتا ہے اور فاسق انسان دھوکہ باز اور کمینہ ہوتا ہے۔ (مقصد یہ ہے کہ مومن عموماً دھوکہ کھاتا ہے اپنی سادگی کی بناء پر اور پھر دھوکہ کھانے پر جھگڑا نہیں کرتا کیونکہ وہ شریف بھی ہوتا ہے جبکہ فاسق و فاجر انسان دھوکہ باز بھی ہوتا ہے اور لڑائی جھگڑا کرنے والا بھی ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 1387)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب لوگوں پر دھوکے اور فریب

کے چند سال آئیں گے کہ ان میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور اس زمانہ میں امور عامہ کے بارے میں کمینہ اور حقیر آدمی بات چیت کرے گا۔ (سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی کفار کو ہوشیار کرتا ہے، فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس بستی میں روسائے کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اس کی بستی میں کفر کے ستون اور مرکز رہے ہیں لیکن آخر کار وغارت اور تباہ ہوتے ہیں اور نتیجہ ہمیشہ نبیوں کا ہی اچھا رہتا ہے جیسے فرمایا کہ ہر نبی کے دشمن ان کے زمانے کے گنہگار رہے اور آیت میں ہے ہم جب کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے رئیسوں کو کچھ حکم احکام دیتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں پس اطاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں، وہاں کے شریر لوگ اوج پر آجاتے ہیں پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا ان مٹ لکھا سامنے آجاتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ |
| رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○ |
| اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ |
| کے رسولوں کو دیا گیا، اللہ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے جرم کیے، |
| اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔ |

## منصب رسالت کیلئے معیار اہلیت کا بیان

"وَاِذَا جَآءَتْهُمْ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ "اٰيَةٌ" عَلٰى صِدْقِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ" بِهٖ "حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰهِ" مِنَ الرِّسَالَةِ وَالْوَحْیِ اِلَيْنَا لِاَنَّا اَكْثَرُ مَالًا وَّاَكْبَرُ سِنًّا "اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ وَحَيْثُ مَفْعُوْلٌ بِهٖ لِفِعْلٍ دَلَّ عَلَيْهِ اَعْلَمُ: اَیْ يَعْلَمُ الْمَوْضِعَ الصَّالِحَ لِوَضْعِهَا فِيْهِ فَيَضَعُهَا وَهٰؤُلَاءِ لَيْسُوْا اَهْلًا لَّهَا "سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا" بِقَوْلِهِمْ ذٰلِكَ "صَغَارٌ" ذُلٌّ "عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ" اَیْ بِسَبَبِ مَكْرِهِمْ،

اور جب اہل مکہ کے پاس کوئی نشانی نبی کریم ﷺ کی صداقت کی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے، یہاں تک کہ ہمیں اس جیسا دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو رسالت اور وحی دیا گئی کیونکہ ہم مال میں اور عمر میں زیادہ ہیں۔ اللہ رسالت عطا کرنے میں زیادہ جاننے والا ہے۔ رسالت یہ جمع وافراد سب کو شامل ہے کیونکہ یہ اس فعل کا مفعول بہ ہے۔ جس پر اعلم کی دلالت ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔ یعنی رسالت کو کہاں رکھنا وہ اسی کو رسالت عطا کرتا ہے جبکہ یہ لوگ رسالت کے اہل نہیں ہیں۔ عنقریب ان لوگوں کو جنھوں نے اپنے اس قول کے ذریعے جرم کیے، اللہ کے ہاں بڑی ذلت پہنچے گی اور بہت سخت عذاب، اس

وجہ سے کہ وہ فریب کیا کرتے تھے۔

## اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو نبوت ورسالت وختم نبوت کیلئے پسند فرمالیا

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور قریش کو کنانہ میں سے چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور پھر بنی ہاشم میں سے مجھے چنا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1441)

ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کہی ہوئی باتیں پہنچیں تو آپ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انہوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے ان دونوں میں جو بہتر حصہ تھا اس میں کیا پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا پھر جب گھر داریوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے اچھے گھرانے میں بنایا پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں صلوات اللہ وسلامہ علیہ حضرت جبرائیل نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا۔ (مستدرک حاکم، سنن بیہقی)

مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ پھر مخلوق کے دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسول پائے پس حضور کو اپنا خاص چیدہ رسول بنایا اور اصحاب کو آپ کا وزیر بنایا جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ پس یہ مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ وحدہ لاشریک کے نزدیک بھی بہتر ہے اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس کو مسجد کے دروازے سے آتا ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے حضرت عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو ان کے منہ سے بیساختہ یہ آیت نکلی کہ نبویت کی جگہ کو اللہ ہی بخوبی جانتا ہے،

## عطا کرنے میں زیادہ یا کم ہونے میں اللہ کی مرضی ہونے کا بیان

سالم بن عبداللہ (بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تمہاری بقا ان امتوں کے مقابلہ میں جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں، ایسی ہے، جیسے نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب تک کہ تورات والوں کو تورات دی گئی اور انہوں نے اس پر عمل کیا، یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ گیا، تو وہ تھک گئے اور انہیں ایک ایک قیراط دے دیا گیا، اس کے بعد انجیل والوں کو انجیل دی گئی اور انہوں نے عصر کی نماز تک کام کیا، پھر وہ تھک گئے، تو انہیں ایک ایک قیراط دے دیا گیا، اس کے بعد ہم لوگوں کو قرآن دیا گیا اور ہم نے غروب آفتاب تک کام کیا، تو ہمیں دو دو قیراط دیئے گئے، اس پر دونوں اہل کتاب نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار تو نے لوگوں کو دو دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ہی قیراط دیا، حالانکہ ہم کام کے اعتبار سے زیادہ ہیں، اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں نے تمہاری مزدوری میں سے کچھ کم کیا؟ وہ بولے نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ یہ میرا فضل ہے، جسے میں چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 535)

| |
|---|
| فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا |
| حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ |
| تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے |
| اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب |
| ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ |

## نور قلبی کے ذریعے اسلام کی حقانیت کی معرفت کا بیان

**"فَمَنْ یُّرِدْ اللّٰه اَنْ یَّهْدِیه یَشْرَح صَدْره لِلْاِسْلَامِ" بِاَنْ یَّقْذِف فِیْ قَلْبه نُوْرًا فَیَنْفَسِح لَهٗ وَیَقْبَلهُ كَمَا وَرَدَ فِیْ حَدِیْث "وَمَنْ یُّرِدْ" اللّٰه "اَنْ یُّضِلّهُ یَجْعَل صَدْره ضَیِّقًا" بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِیْد عَنْ قَبُوله "حَرَجًا" شَدِیْد الضِّیق بِكَسْرِ الرَّاء صِفَة وَفَتْحهَا مَصْدَر وَصَفَ فِیْهِ مُبَالَغَة "كَاَنَّمَا یَصَّعَّد" وَفِیْ قِرَاءَة یَصَّاعَد وَفِیْهِمَا اِدْغَام التَّاء فِی الْاَصْل فِی الصَّاد وَفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا "فِی السَّمَاء" اِذَا كُلِّفَ الْاِیْمَان لِشِدَّتِهِ عَلَیْهِ "كَذٰلِكَ" الْجَعْل "یَجْعَل اللّٰه الرِّجْس" الْعَذَاب اَوْ الشَّیْطَان اَیْ یُسَلِّطهُ،**

تو وہ شخص جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے یعنی اس طرح کہ اس کے دل میں نور ڈال دیتا ہے جس کے سبب وہ کھل جاتا ہے۔ اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔ اور جسے اللہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا کر دیتا ہے، ضیق یہ تخفیف وتشدید کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی قبول حق کیلئے تنگ کر دیتا ہے۔ سخت تنگ کرنا جب حرجا راء کے کسرہ ساتھ صفت واقع ہو اور راء کے فتحہ کے ساتھ جب مصدر کو بہ طور صفت میں مبالغہ ہے۔ گویا وہ مشکل سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، ایک قرأت میں یصعد کی بہ جائے یصاعد ہے۔ اس میں اصل میں تاء کا ادغام صاد میں ہے اور دوسری قرأت میں سکون کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی جب اس کو ایمان کا مکلف کیا جاتا ہے۔ تو وہ اس پر بھاری ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں پر عذاب ڈال دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ یعنی ان پر عذاب یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۲۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت پڑھی (فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَه یَشْرَحْ صَدْرَه لِلْاِسْلَامِ) 6۔ الانعام:125) یعنی اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت بخشنا چاہتا ہے (یعنی خاص ہدایت کہ جو اس کو مرتبہ اختصاص تک پہنچا دے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے بایں طور کہ اس کو شرائع اسلام اخلاص کے ساتھ قبول

کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت کی تفسیر میں فرمایا جب ہدایت کا نور سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ فراخ اور کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا اس حالت وکیفیت کی کوئی علامت ہے جس سے اس کو پہچانا جا سکے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اس کی نشانی ہے، دار الغرور (دنیا سے) دور ہونا، آخرت کی طرف کہ جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا جہان ہے، رجوع کرنا اور پوری طرح متوجہ رہنا اور مرنے سے پہلے مرنے کے لئے تیاری کرنا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1153)

شرح صدر" یعنی سینہ کا کھل جانا وہ نعمت ہے جو ہدایت ورستی اور تمام دینی و دنیاوی امور میں بہتری و بھلائی کا ذریعہ ہے، یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص شرح صدر کی حالت کو پہنچ گیا ہے؟ اس کو پہچاننے کے لئے تین علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں، ایک تو دار الغرور (دنیا) سے بعد یعنی زہد وقناعت اختیار کرنا کہ یہ جگہ مکر وفریب سے بھری ہوئی ہے اور شیطان اس کے ذریعہ لوگوں کو فریب دیتا ہے دوسرے دنیا کی طرف سے بے پرواہ ہو کر آخرت کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا اور ہر صورت میں اسی کی بہتری و بھلائی کو ملحوظ رکھنا اور تیسرے یہ کہ موت آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کر لینا یعنی توبہ وانابت کے ذریعہ اپنی لغزشوں اور گناہوں سے اظہار بیزاری کرنا، عبادات اور اچھے کاموں میں سبقت کرنا اور اپنے اوقات کو طاعات الٰہی میں مشغول رکھنا، جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جائیں تو جان لینا چاہئے کہ اس نے گویا تمام شرائع اسلام کو پورے یقین واخلاص کے ساتھ قبول کر لیا ہے اور وہ اس مقام تک پہنچ گیا ہے جہاں احکام الٰہی کی بجا آوری مزاج وطبعیت پر گراں گزرنے کے بجائے روحانی وجسمانی کیف وسرور اور لذت بہم پہنچاتی ہے۔ واضح رہے کہ شرح صدر یعنی سینہ کی کشادگی سے مراد قلب میں قبول حق کی استعداد وصلاحیت کا پیدا ہو جانا ہے اور قلب مومن جو نور ہدایت سے پر ہو، وہ بذات خود بڑے عظیم رتبہ کا حامل ہے یہاں تک کہ اس کو "عرش رب" سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن** یعنی نہ تو میری زمین میری گنجائش رکھتی ہے اور نہ میرا آسمان لیکن میرے مومن بندے کا قلب میری گنجائش رکھتا ہے۔ دنیا کو دار الغرور یعنی دھوکے گھر، کہا گیا ہے کیونکہ بلاشبہ یہ دنیا مکر وفریب میں مبتلا کرنے اور دھوکا دینے والی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی عہد شکن نہیں ہے، لوگ اس کی محبت میں مبتلا ہو کر کیا کچھ نہیں کرتے اور اس کو حاصل کرنے کے لئے کیسے کیسے پاپڑ نہیں بیلتے، لیکن آخر کار یہ کسی کی نہیں ہوتی اور ہر ایک کو دغا دیتی ہے، چنانچہ قرآن کریم میں آگاہ فرمایا گیا ہے کہ آیت (**ولا یغرنکم الحیوۃ الدنیا**) یعنی دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں مبتلا نہ کر دے۔ جہاں تک اس دنیا کی حقیقت وماہیت کا تعلق ہے تو اس میں بھی کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ یہ دنیا خرابی وفساد اور رنج ومحن کا گھر ہے اگرچہ اس کی ظاہری حالت ایک نعمت کی طرح معلوم ہوتی ہے اور اس کی مثال سراب کی سی ہے کہ دھوپ میں چمکنے والے ریگستانی ریت کو پانی سمجھ کر پیاسا اس کی طرف لپکتا ہے مگر جب قریب پہنچتا ہے تو اس کو حقیقت نظر آتی ہے اور سمجھتا ہے کہ میں دھوکہ میں مبتلا ہو گیا، بالکل اسی طرح بادشاہ وامراء دولتمند اور دنیا دار لوگ دنیا کی ظاہری چمک دمک کے دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب حقیقت سامنے آتی ہے تو آنکھیں کھلتی ہیں مگر وقت گزر چکا ہوتا ہے اور حسرت وخسران کے سوا ان کے

39

ہاتھ اور کچھ نہیں لگتا۔"موت آنے سے پہلے" سے حیات مستعار کا وہ عرصہ مراد ہے جس میں انسان کچھ کر لینے کی صلاحیت وقوت رکھتا ہے یعنی صحت تندرستی کا زمانہ اور آخر درجہ میں وہ زمانہ بھی مراد ہو سکتا ہے جب موت کے مقدمات ظاہر ہوں گے اور زندگی کے خاتمہ کے ظاہری اسباب پیدا ہو جائیں اور وہ مرض و بیماری کا زمانہ ہے لیکن عمر کا وہ حصہ کہ جو انسان کو بالکل بیکار و ناکارہ بنا کر رکھ دیتا ہے یعنی بہت بڑھاپا کہ اس زمانہ میں نہ علم و معرفت حاصل کرنے کی طاقت رہتی ہے اور نہ عمل کرنے پر قدرت ہوتی ہے، اس وقت بے فائدہ حسرت وندامت کے سوا اور کچھ نہیں ملتا، لہٰذا دانائی اسی میں ہے کہ اس زمانہ سے پہلے سفر آخرت کے لئے زادِ راہ تیار کر لیا جائے۔

| |
|---|
| وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ |
| اور یہ (اسلام ہی) آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، بیشک ہم نے نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے |
| آیتیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں۔ |

### اسلام ہی سیدھا راستہ ہونے کا بیان

"وَهٰذَا" الَّذِیْ اَنْتَ عَلَیْهِ یَا مُحَمَّدُ "صِرَاطُ" طَرِیْقُ "رَبِّكَ مُسْتَقِیْمًا" لَا عِوَجَ فِیْهِ وَنَصْبُه عَلَی الْحَالِ الْمُؤَكِّدِ لِلْجُمْلَةِ وَالْعَامِلِ فِیْهَا مَعْنَی الْاِشَارَةِ "قَدْ فَصَّلْنَا" بَیَّنَّا "الْاٰیَاتِ لِقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ" فِیْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الذَّالِ اَیْ یَتَّعِظُوْنَ وَخُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُمُ الْمُنْتَفِعُوْنَ،

یا محمد ﷺ یہ اسلام ہی آپ کے رب کا سیدھا راستہ ہے، اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ اور مستقیم منصوب جملہ کیلئے حال تاکیدی ہونے کے سبب ہے۔ اور اس میں عامل اسم اشارہ ہے۔ بیشک ہم نے نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں۔ یذکروں میں اصل میں تاء کا ادغام ذاء میں ہے یعنی وہ نصیحت کرتے ہیں اور انہوں نے ذکر کے ساتھ خاص کیا ہے۔ کیونکہ وہ نفع حاصل کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد اس قرآنی راستہ کا یہ حال لفظ مُسْتَقِیْمًا سے بیان کیا گیا کہ یہ راستہ سیدھا راستہ ہے، اس میں بھی مستقیم کو صراط کی صفت کے طور پر لانے کے بجائے حال کے طریقہ سے ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ جو راستہ پروردگار عالم کا تجویز کیا ہوا ہے، اس میں بجز مستقیم اور سیدھا ہونے کے اور کوئی احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| انہی کے لئے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہی ان کا مولیٰ ہے ان اعمال (صالحہ) کے باعث جو وہ انجام دیا کرتے تھے۔ |

### جنت کا سلامتی والا گھر ہونے کا بیان

"لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ" اَیِ السَّلَامِ وَهِیَ الْجَنَّةُ، عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِیُّهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ،

انہی کے لئے ان کے رب کے حضور سلامتی کا گھر ہے اور وہ جنت ہے۔ اور وہی ان کا مولیٰ ہے ان اعمال صالحہ کے باعث جو وہ انجام دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جنت والوں کو پکارے گا اے جنت والو! جنت والے جواب دیں گے اے پروردگار! ہم حاضر ہیں بھلائی تیرے ہاتھوں میں ہے اللہ فرمائے گا کیا تم لوگ خوش ہو؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اے رب! ہم کیوں خوش نہ ہوں جبکہ تو نے ہم کو وہ چیز عطاء کی ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم کو اس سے بہتر کوئی چیز نہ دوں؟ وہ لوگ عرض کریں گے کہ اس سے بڑھ کر کونسی چیز ہوگی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کروں گا اب اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2411)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سلام اللہ جل شانہ کا نام ہے، اور دارالسلام کے معنی ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن وسلامتی کی جگہ ہوتی ہے، اس لئے حاصل معنی پھر بھی یہی ہوگئے کہ وہ گھر جس میں ہر طرح کا امن وسکون اور سلامتی واطمینان ہو، جنت کو دارالسلام فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ جنت ہی صرف وہ جگہ ہے جہاں انسان کو ہر قسم کی تکلیف، پریشانی اور اذیت اور ہر خلاف طبع چیز سے مکمل اور دائمی سلامتی حاصل ہوتی ہے جو دنیا میں نہ کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو کبھی حاصل ہوئی اور نہ بڑے سے بڑے نبی ورسول کو، کیونکہ دنیائے فانی کا یہ عالم ایسی مکمل اور دائمی راحت کا مقام ہی نہیں۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ |
| مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ |
| مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| اور جس دن اُن سب کو اٹھانے گا اور فرمائے گا، اے جن کے گروہ! تم نے بہت آدمی گھیر لیے اور ان کے دوست آدمی عرض کریں |
| گے اے ہمارے رب! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی |
| تھی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے، اے محبوب! بیشک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے۔ |

## قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

"وَ" وَاذْكُرْ "يَوْم" "نَحْشُرهُمْ" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء اَيْ اللّٰه الْخَلْق "جَمِيْعًا" وَيُقَال لَهُمْ: "يَا مَعْشَر الْجِنّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنْ الْاِنْس" بِاِغْوَائِكُمْ "وَقَالَ اَوْلِيَاؤُهُمْ" "الَّذِيْنَ اَطَاعُوهُمْ" "مِنْ الْاِنْس رَبّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضنَا بِبَعْضٍ" "انْتَفَعَ الْاِنْس بِتَزْيِيْنِ الْجِنّ لَهُمْ الشَّهَوَات وَالْجِنّ بِطَاعَةِ الْاِنْس لَهُمْ "وَبَلَغْنَا اَجَلنَا الَّذِيْ اَجَّلْت لَنَا" وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَهٰذَا تَحَسُّر مِنْهُمْ "قَالَ" تَعَالٰى لَهُمْ عَلٰى لِسَان الْمَلَائِكَة "النَّار

مَثْوَاكُمْ" مَاْوَاكُمْ "خَالِدِيْنَ فِيْهَا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ" مِنَ الْاَوْقَاتِ الَّتِي يَخْرُجُوْنَ فِيْهَا لِشُرْبِ الْحَمِيْمِ فَاِنَّهُ خَارِجُهَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى "ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَكُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ" وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُ فِيْمَنْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّهُمْ يُؤْمِنُوْنَ فَمَا بِمَعْنٰى مَنْ "اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ" فِيْ صُنْعِهِ "عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهِ،

اور یاد کرو جس دن اُن سب کو اٹھائے گا یہاں نحشر نون اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اللہ سب کا خالق ہے، اور ان سے کہا جائے گا، اے جن کے گروہ! تم نے انسانوں میں سے بہت آدمی سرکشی میں گھیر لیے ہیں۔اور ان کے دوست یعنی انسانوں میں سے جنہوں نے اطاعت کی وہ آدمی عرض کریں گے۔اے ہمارے رب! ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا یعنی انسانوں نے اس طرح فائدہ اٹھایا کہ جنات ان کیلئے شہوات کو مزین کر دیا جبکہ جنات نے انسان کی اطاعت کر کے فائدہ اٹھایا۔اور ہم اپنی اس میعاد کو پہنچ گئے جو تو نے ہمارے لیے مقرر فرمائی تھی اور وہ قیامت کا دن ہے۔اور ان کی یہی حسرت ہے۔اللہ تعالیٰ ان سے فرشتوں کی زبانی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے، یعنی وہ اوقات جن میں وہ نکلنا چاہیں گے تو صرف گرم پانی پینے کیلئے کیونکہ وہی جہنم سے باہر ہوگا۔جس طرح اللہ نے ارشاد فرمایا "ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَكُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک اللہ انہیں جانتا ہے کہ وہ ایمان لائیں گے۔لہٰذا یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔تو اے محبوب! بیشک تمہارا رب اپنی صنعت میں حکمت والا، اپنی مخلوق کے ساتھ علم والا ہے۔

وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔جناب انسان عابد معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے اس وقت جنات سے ارشاد ہوگا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے میری ہی عبادت کرتے رہنا یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا اور شیطانی راگ میں آ گئے اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے، جاہلیت کے زمانہ میں جو مسافر کہیں اترتا تو کہتا کہ اس وادی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔انسانوں سے جنات کو بھی فائدہ پہنچتا تھا کہ وہ اپنے آپ کو ان کے سردار سمجھنے لگے تھے موت کے وقت تک یہی حالت رہی اس وقت انہیں کہا جائے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ہی جہنم میں جاؤ وہیں ہمیشہ پڑے رہنا۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًاۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۠ |
| اسی طرح ہم ظالموں میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرتے رہتے ہیں ان اعمال (بد) کے باعث جو وہ کمایا کرتے ہیں۔ |

## ظالم حکمرانوں کا بہ طور عذاب الٰہی آنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا مَتَّعْنَا عُصَاةَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ "نُوَلِّيْ" مِنَ الْوِلَايَةِ "بَعْضَ الظَّالِمِيْنَ

بَعۡضًا" اَیۡ عَلٰی بَعۡضٍ "بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ" مِنَ الۡمَعَاصِیۡ،

اور اسی طرح جس طرح ہم بعض انسانوں اور جنات کو ایک دوسرے پر مسلط کر دیتے ہیں۔ ایسے ہی ظالموں میں سے بعض کو بعض پر مسلط کرتے رہتے ہیں ان اعمال بد یعنی نافرمانی کے باعث جو وہ کمایا کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ جب کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہے تو اچھوں کو ان پر مسلط کرتا ہے، برائی چاہتا ہے تو بروں کو۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ جو قوم ظالم ہوتی ہے اس پر ظالم بادشاہ مسلط کیا جاتا ہے تو جو اس ظالم کے پنجہ ظلم سے رہائی چاہیں انہیں چاہئے کہ ظلم ترک کریں۔

## ظالم حکمران اور رعایا کے باہمی لعن طعن کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند کرتے ہوں اور تم ان کے جنازے میں شرکت کرتے ہو اور وہ تمہارے جنازوں میں شرکت کریں اور تمہارے بدترین حکمرانوں میں سے وہ ہیں جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں تم ان پر لعنت کرنے والے ہو اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم اس وقت انہیں معزول نہ کردیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں آگاہ رہو جس شخص کو کسی پر حاکم بنایا گیا پر انہوں نے اس میں ایسی چیز دیکھی جو اللہ کی نافرمانی ہو تو وہ اللہ کی معصیت و نافرمانی والے عمل کو ناپسند کریں اور اس کی فرمانبرداری سے اپنا ہاتھ نہ کھینچیں۔

ابن جابر نے کہا کہ میں نے رزیق سے کہا جب اس نے یہ مجھ سے بیان کیا، اے ابومقدام تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تجھ سے یہ حدیث کسی نے بیان کی ہے یا تم نے خود اسے مسلم بن قرظہ سے سنا ہے جنہوں نے عوف سے سنا اور عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تو ابومقدام نے گھٹنوں کے بل گر کر قبلہ کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں نے اسے مسلم بن قرظہ سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے عوف بن مالک سے سنا وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سماعت کی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 308)

| |
|---|
| يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ وَيُنۡذِرُوۡنَكُمۡ لِقَآءَ يَوۡمِكُمۡ هٰذَا ؕ |
| قَالُوۡا شَهِدۡنَا عَلٰٓى اَنۡفُسِنَا وَغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا وَشَهِدُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا كٰفِرِيۡنَ ○ |
| اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم پر میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تمہاری اس دن |
| کی پیشی سے تمہیں ڈراتے تھے؟ (تو) وہ کہیں گے: ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ |
| میں ڈال رکھا تھا اور وہ اپنی جانوں کے خلاف اس (بات) کی گواہی دیں گے کہ وہ (دنیا میں) کافر (یعنی حق کے انکاری) تھے۔ |

## جن وانس کیلئے رسالت کے عموم کا بیان

"یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِنْکُمْ" اَیْ مِنْ مَجْمُوعِکُمْ اَیْ بَعْضِکُمْ الصَّادِقِ بِالْاِنْسِ اَوْ رُسُلِ الْجِنِّ نُذُرِهِمْ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ کَلَامَ الرُّسُلِ فَیُبَلِّغُوْنَ قَوْمَهُمْ "یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَاءَ یَوْمِکُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤی اَنْفُسِنَا" اَنْ قَدْ بَلَّغَنَا "وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا" فَلَمْ یُؤْمِنُوْا، وَشَهِدُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ کَانُوْا کٰفِرِیْنَ،

اے گروہ جن وانس! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے یعنی تم سب کی طرف جبکہ تمہارے بعض جو انسانوں پر صادق یا رسل الجن جن ہم نے بھیجا تھا جو رسولوں کو کلام سنتے اور ان کی قوموں تک پہنچا دیتے تھے۔ جو تم پر میری آیتیں بیان کرتے تھے اور تمہاری اس دن کی پیشی سے تمہیں ڈراتے تھے؟ تو وہ کہیں گے، ہم اپنی جانوں کے خلاف گواہی دیتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور وہ اپنی جانوں کے خلاف اس بات کی گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں کافر یعنی حق کے انکاری تھے۔

## جنات کی جماعت کا قرآن مجید کو سننے کیلئے آنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف ارادہ کر کے چلے اور (اس وقت) شیاطین کو آسمان کی خبریں لانے سے روک دیا گیا تھا اور ان پر شعلے پھینکے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کے پاس لوٹ آئے، قوم نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ اب کی مرتبہ کوئی خبر نہیں لائے، شیاطین نے کہا کہ ہمارے لئے آسمان تک جانا ممنوع کر دیا گیا اور اب ہمارے اوپر شعلے پھینکے جاتے ہیں، قوم نے کہا کہ تمہارے آسمان تک جانے کی رکاوٹ کی کوئی خاص ایسی نئی وجہ پیدا ہوئی ہے، جو حال ہی میں ظاہر ہوئی ہے، لہٰذا زمین کے مشرق اور مغرب کی تمام جوانب میں سفر کرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے، جس نے تمہارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی (چنانچہ وہ لوگ اس تلاش میں نکلے) تو جو لوگ ان میں سے تہامہ کی طرف آئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ اس وقت مقام نخلہ میں سوق عکاظ جا رہے تھے (چنانچہ جب یہ جنات وہاں پہنچے ہیں تو) آپ (اس وقت) اپنے اصحاب کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، جب ان جنوں نے قرآن کو سنا تو اس کو سنتے رہے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہی ہے جس نے تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان میں رکاوٹ ڈال دی۔

پس وہیں سے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے، تو کہنے لگے کہ اے ہماری قوم (کے لوگو!) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم ہرگز اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا) 72۔ الجن: 1) اور آپ پر جنوں کی گفتگو نقل کی گئی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 744)

| |
|---|
| ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۝ |
| یہ (رسولوں کا بھیجنا) اس لئے تھا کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے باعث ایسی حالت میں تباہ کرنے والا نہیں ہے کہ |
| وہاں کے رہنے والے (حق کی تعلیمات سے بالکل) بے خبر ہوں یعنی انہیں کسی نے حق سے آگاہ ہی نہ کیا ہو۔ |

"ذٰلِكَ" اَیْ اِرْسَالُ الرُّسُلِ "اَنْ" اللَّامُ مُقَدَّرَةٌ وَهِیَ مُخَفَّفَةٌ اَیْ لِاَنَّهُ "لَمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ" مِنْهَا "وَاَهْلُهَا غَافِلُوْنَ" لَمْ يُرْسَلْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلٌ يُبَيِّنُ لَهُمْ ؟

یہ رسولوں کا بھیجنا اس لئے تھا یہاں پر ''ان'' لام مقدرہ ہے اور وہ مخففہ تھا کیونکہ وہ اصل میں انہ تھا۔ کہ آپ کا رب بستیوں کو ظلم کے باعث ایسی حالت میں تباہ کرنے والا نہیں ہے کہ وہاں کے رہنے والے حق کی تعلیمات سے بالکل بے خبر ہوں یعنی ان کی جانب کوئی رسول بھیجا ہی نہیں جو ان کیلئے احکام اسلام کو بیان کرے۔

## گذشتہ اقوام کی ہلاکت سے پہلے انبیاء وکتب کے ذریعے پیغام پہنچنے کا بیان

جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیج کر، کتابیں اتار کر ان کے عذر ختم کر دیئے اس لئے کہ یہ اللہ کا اصول نہیں کہ وہ کسی بستی کے لوگوں کو اپنی منشاء معلوم کرائے بغیر چپ چاپ اپنے عذابوں میں جکڑ لے اور اپنا پیغام پہنچائے بغیر بلا وجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کر دے، فرماتا ہے آیت (وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ، فاطر:24) یعنی کوئی بستی ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنے والا نہ آیا ہو اور آیت میں ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے۔ سورۃ تبارک میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائے گی تو وہاں کے داروغے ان سے کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس آگاہ کرنے والے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے۔

اس آیت کے پہلے جملے کے ایک معنی امام ابن جریر نے اور بھی بیان کئے ہیں اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہیں امام صاحب نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی بستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں اسی وقت ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیج کر انہیں غفلت سے بیدار نہ کر دے، ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے۔ نیک نیکی کا اور بد بدی کا۔ خواہ انسان ہو خواہ جن ہو۔ بدکاروں کے جہنم میں درجے ان کی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہ الٰہیہ سے روکتے ہیں انہیں عذاب پر عذاب ہوں گے اور ان کے فساد کا بدلہ ملے گا ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تا کہ قیامت کے دن تک ہر شخص کو اس کے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے۔ (تفسیر جامع البیان، انعام، بیروت)

| |
|---|
| وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝ |
| اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے لحاظ سے درجات (مقرر) ہیں، اور آپ کا رب ان کاموں سے |
| بے خبر نہیں جو وہ انجام دیتے ہیں۔ |

## اعمال کے مطابق درجات کی بلندی کا بیان

"وَلِكُلٍّ" مِنَ الْعَامِلِينَ "دَرَجَاتٌ" جَزَاء "مِمَّا عَمِلُوا" مِنْ خَيْر وَشَرّ "وَمَا رَبُّك بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء،

اور عمل کرنے والوں میں سے ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کے خیر وشر کے اعتبار سے درجات مقرر ہیں، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو وہ انجام دیتے ہیں۔ یہاں پر ''یَعْمَلُوْن'' یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دولتمند لوگ تو درجات اور نعمتوں میں بڑھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر، انہوں نے کہا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور اپنا بچا ہوا مال بھی خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس مال نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جس کے ذریعہ تم ان کے برابر ہو جاؤ، جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور ان سے بڑھ جاؤ، جو تمہارے بعد آئیں اور کوئی شخص تمہارے برابر نہیں ہوگا، مگر وہ جس اس کو پڑھ لے، ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہو، عبیدہ اللہ بن عمر نے سمی سے اور ابن عجلان نے سمی اور رجاء بن حیوہ سے اس کی متابعت میں روایت کی اور جریر نے عبدالعزیز بن رفیع سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابوالدرداء سے روایت کی اور اس کو سہیل نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1279)

| |
|---|
| وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ |
| كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ |
| اور آپ کا رب بے نیاز ہے، (بڑی) رحمت والا ہے، اگر چاہے تو تمہیں نابود کر دے اور تمہارے بعد جسے چاہے |
| (تمہارا) جانشین بنا دے جیسا کہ اس نے دوسرے لوگوں کی اولاد سے تم کو پیدا فرمایا ہے۔ |

## اللہ کا اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہونے کا بیان

"وَرَبّك الْغَنِيّ" عَنْ خَلْقه وَعِبَادَتهمْ "ذُو الرَّحْمَة إِنْ يَشَأْ يُذْهِبكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة بِالْإِهْلَاكِ "وَيَسْتَخْلِف مِنْ بَعْدكُمْ مَا يَشَاء" مِنْ الْخَلْق "كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّة قَوْم آخَرِينَ" أَذْهَبَهُمْ وَلَكِنَّهُ أَبْقَاكُمْ رَحْمَة لَكُمْ،

اور آپ کا رب اپنی مخلوق اور ان کی عبادت سے بے نیاز ہے، بڑی رحمت والا ہے، اے اہل مکہ اگر چاہے تو تمہیں نابود کر دے اور تمہارے بعد جسے چاہے مخلوق میں سے تمہارا جانشین بنا دے جیسا کہ اس نے دوسرے لوگوں کی اولاد سے تم کو پیدا فرمایا ہے۔ یعنی ان کو لے گیا لیکن تمہارے لئے تمہاری رحمت کا باقی رکھا ہے۔

اس آیت میں وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ کے الفاظ سے رب الارباب کی بے نیازی بیان کرنے کے ساتھ ذُو الرَّحْمَةِ کا اضافہ کر کے یہ بتلا دیا کہ وہ اگرچہ تم سب سے بلکہ ساری کائنات سے بالکل مستغنی اور بے نیاز ہے، لیکن بے نیازی کے ساتھ وہ ذوالرحمۃ یعنی رحمت والا بھی ہے۔

نعمان بن سعد، علی سے نقل کرتے ہیں کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ رمضان کے علاوہ کون سے مہینے کے روزے رکھنے کا حکم فرماتے ہیں حضرت علی نے فرمایا میں نے صرف ایک آدمی کے علاوہ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے نہیں سنا میں اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے رمضان کے علاوہ کون سے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں فرمایا اگر رمضان کے بعد روزہ رکھنا چاہے تو محرم کے روزے رکھا کرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے اس میں ایک ایسا دن ہے۔

جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اس دن دوسری قوم کی بھی توبہ قبول کرے گا امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 725)

| |
|---|
| اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ |
| بے شک وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے، ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت عاجز کرنے والے نہیں۔ |

## قیامت کے آنے کے برحق ہونے کا بیان

"اِنْ مَّا تُوْعَدُوْنَ" مِنَ السَّاعَةِ وَالْعَذَاب "لَاٰتٍ" لَا مَحَالَة "وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ" فَائِتِيْنَ عَذَابنَا،

بے شک وہ چیز یعنی قیامت وعذاب جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے، وہ یقیناً ضرور آنے والی ہے اور تم کسی صورت ہمیں ہمارے عذاب سے عاجز کرنے والے نہیں۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کس طرح آرام کروں جبکہ اسرافیل نے صور میں منہ لگایا ہوا ہے اور ان کے کان اللہ کے حکم کے منتظر ہیں کہ وہ کب پھونکنے کا حکم دیں اور وہ پھونکیں یہ بات صحابہ کرام کے دلوں پر گراں گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کہو اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور بہتر کارساز ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 329)

| |
|---|
| قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ |
| عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
| فرما دیجئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو بیشک میں عمل کئے جارہا ہوں۔ پھر تم عنقریب جان لوگے کہ |
| آخرت کا انجام کس کے لئے (بہتر ہے)۔ بیشک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔ |

## قوم کو اس کی حالت پر چھوڑ دینے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "يَا قَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ " حَالَتِكُمْ "اِنِّي عَامِلٌ" عَلٰى حَالَتِي "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ" مَوْصُولَةٌ مَفْعُولُ الْعِلْمِ "تَكُوْنُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ" اَيِ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُوْدَةُ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ اَنَحْنُ اَمْ اَنْتُمْ "اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ" يَسْعَدُ "الظّٰلِمُوْنَ" الْكَافِرُوْنَ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر اپنی حالت میں عمل کرتے رہو بیشک میں اپنی جگہ عمل کیے جا رہا ہوں۔ پھر تم عنقریب جان لو گے، یہاں پر من موصولہ ہے جو تعلمون کا مفعول ہے۔ کہ آخرت کا انجام کس کے لئے بہتر ہے۔ ہمارا یا تمہارا، بیشک ظالم لوگ یعنی کافر لوگ نجات نہیں پائیں گے۔

اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان اہل مکہ سے کہہ دیجئے کہ اے میری قوم اگر تم میری بات نہیں مانتے تو تمہیں اختیار ہے نہ مانو اور اپنی حالت پر اپنے عقیدہ اور عناد کے مطابق عمل کرتے رہو میں بھی اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرتا رہوں گا، میرا اس میں کوئی نقصان نہیں، مگر عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا، کہ دار آخرت کی نجات اور فلاح کس کو حاصل ہوتی ہے، یہ خوب سمجھ لو کہ ظالم یعنی حق تلفی کرنے والے کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔

| |
|---|
| وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ |
| وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ |
| يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ |
| اور انہوں نے اللہ کے لئے انہی (چیزوں) میں سے ایک حصہ مقرر کرلیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا |
| فرمایا ہے پھر اپنے گمانِ (باطل) سے کہتے ہیں کہ یہ (حصہ) اللہ کے لئے ہے اور یہ ہمارے (خودساختہ) شریکوں کے لئے |
| ہے، پھر جو (حصہ) ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو (حصہ) اللہ کے لئے ہے تو وہ ان کے شریکوں |
| تک پہنچ جاتا ہے، (وہ) کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ |

## کفار مکہ کا اپنے گمان میں شرکاء کیلئے حصے مقرر کرنے کا بیان

"وَجَعَلُوْا" اَيْ كُفَّارُ مَكَّةَ "لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ" خَلَقَ "مِنَ الْحَرْثِ" الزَّرْعِ "وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا" يَصْرِفُوْنَهُ اِلَى الضِّيفَانِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَلِشُرَكَائِهِمْ نَصِيْبًا يَصْرِفُوْنَهُ اِلٰى سَدَنَتِهَا "فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ" بِالْفَتْحِ وَالضَّمِّ "وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا" فَكَانُوْا اِذَا سَقَطَ فِي نَصِيْبِ اللّٰهِ شَيْءٌ مِنْ نَصِيْبِهَا الْتَقَطُوْهُ اَوْ فِي نَصِيْبِهَا شَيْءٌ مِنْ نَصِيْبِهِ تَرَكُوْهُ وَقَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ هٰذَا كَمَا قَالَ تَعَالٰى "فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ

اِلَی اللّٰہ " اَیْ لِجِھَتِہٖ "وَمَا کَانَ لِلّٰہِ فَھُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَکَائِھِمْ سَاءَ " بِئْسَ "مَا یَحْکُمُوْنَ " حُکْمُھُمْ ھٰذَا،

اور کفار مکہ اللہ کے لئے انہی چیزوں میں سے ایک حصہ مقرر کرلیا ہے جنہیں اس نے کھیتی اور مویشیوں میں سے پیدا فرمایا ہے اس کو وہ مہمانوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے ہیں اور ایک حصہ خانہ کعبہ کے خدام پر خرچ کرتے ہیں جو ان کے شرکاء کیلئے ہوتا ہے پھر اپنے گمانِ باطل سے کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کے لئے ہے۔ یہاں پر زعم یہ زاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح آیا ہے۔اور یہ ہمارے خود ساختہ شریکوں کے لئے ہے، پھر جو حصہ ان کے شریکوں کے لئے ہے سو وہ تو اللہ تک نہیں پہنچتا اور جو حصہ اللہ کے لئے ہے۔اور شرکاء کیلئے خاص کردہ میں اور اللہ کیلئے خاص کردہ حصوں میں کچھ گر جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ سے بے نیاز ہے۔تو وہ ان کے شریکوں تک پہنچ جاتا ہے، وہ کیا ہی برا فیصلہ کررہے ہیں۔یعنی یہ فیصلہ کرنا کتنا ہی برا ہے۔

## سورہ انعام آیت ۱۳۶ کے سبب نزول کا بیان

زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ اپنی کھیتیوں اور درختوں کے پھلوں اور چوپایوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصّہ تو اللہ کا مقرر کرتے تھے اور ایک حصہ بتوں کا، تو جو حصّہ اللہ کے لئے مقرر کرتے تھے اس کو تو مہمانوں اور مسکینوں پر صَرف کردیتے تھے اور جو بتوں کے لئے مقرر کرتے تھے وہ خاص ان پر اور ان کے خادموں پر صرف کرتے اور جو حصّہ اللہ کے لئے مقرر کرتے اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر بتوں والے حصّہ میں سے کچھ اس میں سے ملتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں ہی کے حصّہ میں شامل کردیتے۔اس آیت میں ان کی اس جہالت اور بدعقلی کا ذکر فرما کر ان پر تنبیہ فرمائی گئی۔

کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے۔پھر بعضا جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا۔مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے،ان سے زیادہ ڈرتے "۔اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصّہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اسے نہ لوٹاتے۔بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اس کا کم ہوجائے تو کیا پرواہ ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں۔تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں ان کو معبود و مستعان ٹھہرانا کہاں کی عقلمندی ہے۔

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اپنے حصہ داروں کی نسبت اپنا حصہ لینے سے بے نیاز ہوں۔جس شخص نے ایسا عمل کیا جس نے میرے ساتھ غیر کو حصہ دار بنایا تو میں اس صاحب عمل اور اس عمل دونوں کو ہی چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم، کتاب الزہد، باب تحریم الربا، بخاری، کتاب الزکوٰۃ)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ |
| وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو مار ڈالنا (ان کی نگاہ میں) خوش نما کر دکھایا ہے تا کہ وہ |
| انہیں برباد کر ڈالیں اور ان کے (بچے کھچے) دین کو (بھی) ان پر مشتبہ کر دیں، اور اگر اللہ (انہیں جبراً روکنا) چاہتا تو وہ |
| ایسا نہ کر پاتے پس آپ انہیں اور جو افترا پردازی وہ کر رہے ہیں (اسے نظر انداز کرتے ہوئے) چھوڑ دیجئے۔ |

## اولاد کے قتل ان کیلئے مزین ہو جانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا زُيِّنَ لَهُمْ مَا ذُكِرَ "زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ" بِالْوَأْدِ "شُرَكَاؤُهُمْ" مِنَ الْجِنِّ بِالرَّفْعِ فَاعِل زَيَّنَ وَفِيْ قِرَاءَة بِبِنَائِهِ لِلْمَفْعُوْلِ وَرَفْع قَتْل وَنَصْب الْاَوْلَاد بِهِ وَجَرّ شُرَكَائِهِمْ بِاِضَافَتِهِ وَفِيْهِ الْفَصْل بَيْنَ الْمُضَاف وَالْمُضَاف اِلَيْهِ بِالْمَفْعُوْلِ . وَلَا يَضُرّ . وَاِضَافَة الْقَتْل اِلَى الشُّرَكَاء لِاَمْرِهِمْ بِهِ "لِيُرْدُوْهُمْ" يُهْلِكُوْهُمْ "وَلِيَلْبِسُوْا" يَخْلِطُوْا، عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ،

اور اسی طرح جس طرح ان کیلئے ذکر کیا گیا ہے۔ بہت سے مشرکوں کے لئے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کو مار ڈالنا، ان کی نگاہ میں خوش نما کر دکھایا ہے، جن زین فعل کا فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ جبکہ ایک قرأت میں مجہول ہونے کے سبب اور قتل مرفوع جبکہ اولاد منصوب جبکہ شرکاء کی طرف اضافت کے سبب مجرور اور یہاں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مفعول کا فصل ہے جو نقصان دہ نہیں ہے۔ اور قتل کی اضافت ان کے شرکاء کی طرف اس لئے ہے کیونکہ وہ انہیں حکم دیتے تھے۔ تا کہ وہ انہیں برباد کر ڈالیں اور ان کے بقیہ دین کو بھی ان پر مشتبہ کر دیں، اور اگر اللہ انہیں جبراً روکنا چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے پس آپ انہیں اور جو افترا پردازی وہ کر رہے ہیں۔ اسے نظر انداز کرتے ہوئے چھوڑ دیجئے۔

## شیطان کی مختلف چالوں کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ لوگ پہلے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دین پر تھے شیاطین نے ان کو اغوا کر کے ان گمراہیوں میں ڈالا تا کہ انہیں دین اسماعیل علیہ السلام سے منحرف کرے۔

اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولادوں کو بیوجہ قتل کر دیں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسے کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر بنیں گے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی الجھن ہے۔ یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی ان کے منہ سے یہ نکلتا نہ تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی، قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہو گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کر دی گئیں پس یہ سب وسوسے شیطانی تھے لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا اگر وہ چاہتا تو مشرک ایسا نہ کر سکتے۔ لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے، اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اس کی باز پرس سے کوئی بچ

نہیں سکتا۔ پس اے نبی تو ان سے اور ان کی اس افتراپردازی سے علیحدگی اختیار کرلو اللہ خود ان سے نمٹ لے گا۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا |
| وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝ |
| اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی ممنوع ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، ان کے خیال کے |
| مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر جھوٹ |
| باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔ |

## مشرکین کی خودساختہ جانوروں کی حرمت کا بیان

"وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ" حَرَام "لَا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَشَاءُ" مِنْ خَدَمَةِ الْاَوْثَانِ وَغَيْرِهِمْ "بِزَعْمِهِمْ" اَىْ لَا حُجَّةَ لَهُمْ فِيْهِ "وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا" فَلَا تُرْكَبُ كَالسَّوَائِبِ وَالْحَوَامِى "وَاَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا" عِنْدَ ذَبْحِهَا بَلْ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اَصْنَامِهِمْ وَنَسَبُوْا ذٰلِكَ اِلَى اللّٰهِ "افْتِرَاءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" عَلَيْهِ،

اور انھوں نے کہا یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں، انھیں اس کے سوا کوئی نہیں کھائے گا جسے ہم چاہیں گے، یعنی جو بتوں وغیرہ خدمتگار ہیں۔ اور ان کیلئے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق اور کچھ چوپائے ہیں جن پر سواری حرام کی گئی ہیں اور کچھ چوپائے ہیں جن پر ذبح کے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، بلکہ اپنے بتوں کا نام لیتے اور اس کو اللہ طرف منسوب کر کے جھوٹ باندھتے ہوئے۔ عنقریب وہ انھیں اس کی جزا دے گا جو وہ جھوٹ باندھتے تھے۔

اس میں ان کی جاہلی شریعت اور اباطیل کی تین صورتیں اور بیان فرمائی ہیں۔ حِجْرٌ (بمعنی منع) اگرچہ مصدر ہے لیکن مفعول یعنی مَحْجُوْر (ممنوع) کے معنی ہیں یہ پہلی صورت ہے کہ جانور یا فلاں کھیت کی پیداوار، ان کا استعمال ممنوع ہے۔ اسے صرف وہی کھائے گا جسے ہم اجازت دیں گے۔ یہ اجازت بتوں کے خادم اور مجاورین کے لئے ہوتی ہے۔

یہ دوسری صورت ہے کہ مختلف قسم کے جانوروں کو اپنے بتوں کے نام آزاد چھوڑ دیتے ہیں جن سے وہ بار برداری یا سواری کا کام نہ لیتے جیسے تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

یہ تیسری صورت ہے کہ وہ ذبح کرتے وقت صرف اپنے بتوں کا نام لیتے ہیں، اللہ کا نام نہ لیتے، بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جانوروں پر بیٹھ کر وہ حج کے لئے نہ جاتے۔ بہرحال یہ ساری صورتیں گھڑی ہوئی تو ان کی اپنی تھیں لیکن اللہ پر افترا باندھتے یعنی یہ باور کراتے کہ اللہ کے حکم سے ہی سب کچھ کررہے ہیں۔

| |
|---|
| وَ قَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ |
| مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ○ |
| اور کہتے ہیں کہ جو ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ ہمارے مَردوں کے لئے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے، |
| اور اگر وہ مرا ہوا ہو، تو وہ (مرد اور عورتیں) سب اس میں شریک ہوتے ہیں، عنقریب وہ انہیں ان کی باتوں کی سزا دے گا، |
| بیشک وہ بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## سوائب و بحائر کی حلت کو مردوں سے خاص کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَام" الْمُحَرَّمَة وَهِیَ السَّوَائِب وَالْبَحَائِر "خَالِصَة" حَلَال "لِذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّم عَلٰى اَزْوَاجنَا" اَیْ النِّسَاء "وَاِنْ تَكُنْ مَّیْتَة" بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب مَعَ تَاْنِیث الْفِعْل وَتَذْكِیره "فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَاء سَیَجْزِیهِمْ" اللّٰه . "وَصْفَهُمْ" ذٰلِكَ بِالتَّحْلِیلِ وَالتَّحْرِیم اَیْ جَزَاءَهٗ "اِنَّهٗ حَكِیْم" فِیْ صُنْعه "عَلِیْم" بِخَلْقِهٖ،

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جو بچہ ان حرام کردہ چوپایوں کے پیٹ میں ہے وہ سوائب و بحائر ہیں۔ وہ ہمارے مَردوں کے لئے مخصوص یعنی ان کیلئے حلال ہیں اور ہماری عورتوں پر حرام کر دیا گیا ہے، اور اگر وہ بچہ مرا ہوا پیدا ہو، میتۃ رفع اور فعل تکن کی تانیث وتذکیر کے ساتھ منصوب بھی ہے، تو وہ مرد اور عورتیں سب اس میں شریک ہوتے ہیں، عنقریب وہ انہیں ان کی من گھڑت حلت وحرمت کی سزا انہیں دے گا، بیشک وہ اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق میں خوب جاننے والا ہے۔

## جانوروں کا گوشت کھانے سے متعلق مشرکین کے رسم ورواج کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبودان باطل کے نام کر دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب انہیں بچہ ہوتا تو اگر نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر پیٹ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد عورت سب کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا۔

شعبی کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر وہ مر جاتا تو گوشت مرد عورت سب کھاتے۔ ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ اللہ انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ اللہ پر باندھا ہوا تھا، فلاح ونجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی۔ یہ اپنی مرضی سے کسی کو حلال کسی کو حرام کر لیتے تھے پھر اسے رب کی طرف منسوب کر دیتے تھے اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل کوئی قول کوئی شرع کوئی تقدیر بے حکمت نہیں تھی وہ اپنے بندوں کے خیر وشر سے دانا ہے اور انہیں بدلے دینے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، انعام، بیروت)

قَدۡ خَسِرَ الَّذِيۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ سَفَهًۢا بِغَيۡرِ عِلۡمٍ وَّ حَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

افۡتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ‌ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا كَانُوۡا مُهۡتَدِيۡنَ۝

بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا

اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرالیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

## جہالت کے سبب اپنی اولاد کو قتل کرنے کا بیان

"قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "اَوْلَادهمْ" بِالْوَأْدِ "سَفَهًا" جَهْلًا "بِغَيْرِ عِلْم وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمْ اللّٰه" مِمَّا ذُكِرَ، افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ،

بے شک ان لوگوں نے خسارہ اٹھایا جنھوں نے اپنی اولاد کو بے وقوفی سے کچھ جانے بغیر قتل کیا۔ یہاں پر قتلو تخفیف وتشدید کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اللہ نے انھیں جو کچھ دیا تھا اسے اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے حرام ٹھہرالیا۔ یقیناً وہ گمراہ ہو گئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے۔

## سورہ انعام آیت ۱۴۰ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی لڑکیوں کو نہایت سنگ دلی اور بیرحمی کے ساتھ زندہ درگور کر دیا کرتے تھے، ربیعہ ومُضر وغیرہ قبائل میں اس کا بہت رواج تھا اور جاہلیت کے بعض لوگ لڑکوں کو بھی قتل کرتے تھے اور بے رحمی کا یہ عالم تھا کہ کتّوں کی پرورش کرتے اور اولاد کو قتل کرتے تھے، ان کی نسبت یہ ارشاد ہوا کہ تباہ ہوئے۔ اس میں شک نہیں کہ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور اس کی ہلاکت سے اپنی تعداد کم ہوتی ہے، اپنی نسل مٹتی ہے، یہ دنیا کا خسارہ ہے، گھر کی تباہی ہے اور آخرت میں اس پر عذاب عظیم ہے تو یہ عمل دنیا اور آخرت میں تباہی کا باعث ہوا اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں کو تباہ کر لینا اور اولاد جیسی عزیز اور پیاری چیز کے ساتھ اس قسم کی سفّاکی اور بیدردی گوارا کرنا انتہا درجہ کی حماقت اور جہالت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر تو اسلام سے پہلے کے عربوں کی بدخصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۃ انعام کی ایک سوتیں آیات کے بعد آیت (قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ، الانعام: 31) والی روایت پڑھو۔
(صحیح بخاری کتاب مناقب قریش)

وَهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ مَّعۡرُوۡشٰتٍ وَّغَيۡرَ مَعۡرُوۡشٰتٍ وَّالنَّخۡلَ وَالزَّرۡعَ مُخۡتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ‌ؕ كُلُوۡا مِنۡ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَاٰتُوۡا حَقَّهٗ يَوۡمَ

حَصَادِهٖ‌ۖ وَلَا تُسۡرِفُوۡا‌ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُسۡرِفِيۡنَ۝

| |
|---|
| اور وہی ہے جس نے برداشتہ اور غیر برداشتہ (یعنی بیلوں کے ذریعے اوپر چڑھائے گئے اور بغیر اوپر چڑھائے گئے) باغات پیدا فرمائے اور کھجور (کے درخت) اور زراعت جس کے پھل گوناگوں ہیں اور زیتون اور انار (جو شکل میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (ذائقہ میں) جداگانہ ہیں (بھی پیدا کیے)۔ جب (یہ درخت) پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا (بھی) کرو اور اس (کھیتی اور پھل) کے کٹنے کے دن اس کا (اللہ کی طرف سے مقرر کردہ) حق (بھی) ادا کر دیا کرو اور فضول خرچی نہ کیا کرو، بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## کھیتی کی کٹائی کے موقع پر خرچ کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ" خَلَقَ "جَنّٰت" بَسَاتِیْن "مَعْرُوشَات" مَبْسُوطَات عَلَی الْاَرْض كَالْبِطِّیخ "وَغَیْر مَعْرُوشَات" بِاَنْ ارْتَفَعَتْ عَلٰی سَاق كَالنَّخْلِ "وَالنَّخْل وَالزَّرْع مُخْتَلِفًا اُكُله" ثَمَره وَحَبّه فِی الْهَیْئَة وَالطَّعْم "وَالزَّیْتُوْن وَالرُّمَّان مُتَشَابِهًا" وَرَقهمَا حَال "وَغَیْر مُتَشَابِه" طَعْمهمَا "كُلُوْا مِنْ ثَمَره اِذَا اَثْمَرَ" قَبْل النَّضْج "وَ اٰتُوْا حَقّه" زَكَاته "یَوْم حَصَاده" بِالْفَتْحِ وَالْكَسْر مِنْ الْعُشْر اَوْ نِصْفه "وَلَا تُسْرِفُوْا" بِاِعْطَاءِ كُلّه فَلَا یَبْقٰی لِعِیَالِكُمْ شَیْء "اِنَّهٗ لَا یُحِبّ الْمُسْرِفِیْنَ" الْمُتَجَاوِزِیْنَ مَا حُدَّ لَهُمْ،

اور وہی ہے جس نے برداشتہ اور غیر برداشتہ یعنی بیلوں کے ذریعے اوپر چڑھائے گئے اور بغیر اوپر چڑھائے گئے باغات پیدا فرمائے جس طرح خربوزہ ہے اور اور جو تنے دار ہیں جیسے کھجور کے درخت اور زراعت جس کے پھل، دانے، شکل اور ذائقہ کھانے میں مختلف ہے۔ اور زیتون اور انار جو شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں متشابھا حال ہے یعنی ان کے پتے ملتے جلتے ہیں۔ اور ذائقہ میں جداگانہ ہیں۔ جب یہ درخت پھل لائیں تو تم ان کے پھل کھایا کرو اور پھلوں کو پکنے کے بعد کھایا کرو اور اس کھیتی اور پھل کے کٹنے کے دن اس کا اللہ کی طرف سے مقرر کردہ حق بھی ادا کر دیا کرو۔ حصاد فتح اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی عشر یا نصف عشر دیا کرو۔ اور فضول خرچی نہ کیا کرو، کہ کہیں تمہارے گھر والوں کیلئے کچھ بھی نہ بچ سکے۔ بیشک وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی ان کیلئے جو حد مقرر ہے اس سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

## سورہ انعام آیت ۱۴۱ کے شان نزول کا بیان

ابو عالیہ سے روایت ہے کہ لوگ زکوۃ کے علاوہ کچھ مال (فقراء کو) یاد کرتے تھے پھر وہ ایک دوسرے کے مقابلے میں حد سے زیادہ خرچ کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے کھجور کے درخت سے پھل توڑا، اور لوگوں کو اتنا کھلایا کہ شام کے وقت ان کے پاس کچھ نہ بچا۔ (سیوطی 121، طبری 8۔45، قرطبی 7۔110)

## میانہ روی سے خرچ کرنے کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے، بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہو اسے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

## حلت وحرمت کا حق شارع کیلئے ہونے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے کھیتیاں پھل چوپائے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں۔ درخت بعض تو بیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ محفوظ ہوتے ہیں بعض کھڑے جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنے میں ایک دورے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ۔ انگور کھجور یہ درخت تمہیں دیتے ہیں کہ تم کھاؤ مزہ اٹھاؤ لطف پاؤ۔ اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دو یعنی فرض زکوٰۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کر دو۔ پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ویسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمان صادر فرمایا تھا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں وہ چند خوشے مسجد میں لا کر لٹکا دے تا کہ مساکین کھالیں۔ یہ بھی مراد ہے کہ زکوٰۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتیوں باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو، مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انہیں کچھ چھوڑ دو تا کہ مسکینوں کے کام آئے۔ ان کے جانوروں کا چارہ ہو، زکوٰۃ سے پہلے بھی حقداروں کو کچھ نہ کچھ دیتے رہا کرو، پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوٰۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کر دی گئی لیکن اس سے فسخ نہ سمجھا جائے۔ پہلے کچھ دینار ہوتا تھا پھر مقدار مقرر کر دی گئی زکوٰۃ کی مقدار سنہ ۲ ہجری میں مقرر ہوئی۔

## فقراء سے بچا کر کھیتی کاٹنے والوں کے کھیتوں کی ہلاکت کا بیان

کھیتی کاٹتے وقت اور پھل اتارتے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی سورۃ کہف، میں ان کا قصہ بیان فرمایا کہ ان باغ والوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی آج کے پھل ہم اتار لیں گے اس پر انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہ کہا یہ ابھی رات کو بیخبری کی نیند میں ہی تھے وہاں آفت ناگہانی آ گئی اور سارا باغ ایسا ہو گیا گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے یہ صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور سے چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انہیں کچھ دینا پڑے یہ اپنے دلوں میں یہی سوچتے ہوئے کہ ابھی پھل توڑ لائیں گے بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی وہاں پہنچے

تو کیا دیکھتے ہیں کہ سارا باغ تو خاک بنا ہوا ہے اولاً تو کہنے لگے بھئی ہم راستہ بھول گئے کسی اور جگہ آ گئے ہمارا باغ تو شام تک لہلہارہا تھا پھر کہنے لگا نہیں باغ تو یہی ہے ہماری قسمت پھوٹ گئی ہم محروم ہو گئے۔ اس وقت ان میں جو باخبر شخص تھا کہنے لگا دیکھو میں تم سے نہ کہتا تھا کہ اللہ کا شکر کرو اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ اب تو سب کے سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم نے ظلم کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گذر جانے والے بن گئے تھے۔ ہمیں اب بھی اللہ عزوجل سے امید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے گا ہم اب صرف اپنے رب سے امید رکھتے ہیں۔ ناشکری کرنے اور تنہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں اور بھی آخرت کے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن افسوس کہ یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے۔ یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر خاتمے پر فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو فضول خرچ اللہ کا دوست نہیں۔ اپنی اوقات سے زیادہ نہ لٹا فخر دریا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو لینے آئے گا میں اسے دوں گا لوگ ٹوٹ پڑے شام کو ان کے پاس ایک کھجور بھی نہ رہی۔ اس پر یہ فرمان اترا۔ ہر چیز میں اسراف منع ہے، اللہ کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو۔ اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا انبار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے، یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو جس سے اللہ کے نافرمان بن جاؤ یہ بھی اسراف ہے گو یہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن بظاہر الفاظ یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی ممانعت یہاں ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| وَ مِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّ فَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ |
| اور (اس نے) بار برداری کرنے والے (بلند قامت) چوپائے اور زمین پر بچھنے والے (مویشی پیدا فرمائے)، تم اس (رزق) میں سے (بھی بطریقِ ذبح) کھایا کرو جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلا کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ |

## جانوروں کے قد و قامت کے اختلاف میں فوائد انسانی کا بیان

"وَ" اَنْشَاَ "مِنَ الْاَنْعَام حَمُولَة" صَالِحَة لِلْحَمْلِ عَلَيْهَا كَالْإِبِلِ الْكِبَار "وَفَرْشًا" لَا تَصْلُح لَهُ كَالْإِبِلِ الصِّغَار وَالْغَنَم سُمِّيَتْ فُرُشًا لِاَنَّهَا كَالْفُرُشِ لِلْاَرْضِ لِدُنُوِّهَا مِنْهَا "كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰه وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَات الشَّيْطَان" طَرَائِقه مِنْ التَّحْرِيم وَالتَّحْلِيل "اِنَّهُ لَكُمْ عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة،

اور اس نے بار برداری کرنے والے بلند قامت چوپائے جس طرح بڑے اونٹ ہیں۔ اور زمین پر بچھنے والے بچھنے والے مویشی پیدا فرمائے جس طرح چھوٹے اونٹ اور بکریاں ہیں ان کا نام فرش اس لئے رکھا گیا ہے، کیونکہ زمین کے قریب ہوتے ہیں

تم اس رزق میں سے کھایا کرو جو اللہ نے تمہیں بخشا ہے اور شیطان کے راستوں پر نہ چلا کرو، یعنی اس کی حلت وحرمت کے راستوں پر نہ چلو، بیشک عداوت میں وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

## دودھ اور سواری وغیرہ کے کام آنے والے جانوروں کا بیان

اسی اللہ نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں جیسے اونٹ گھوڑے خچر گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری وغیرہ، انہیں (فرش) اس لئے کہا گیا کہ یہ قد وقامت میں پست ہوتے ہیں زمین سے ملے رہتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ (حمولہ) سے مراد سواری کے جانور اور (فرشا) سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جو سواری کے قابل نہیں ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں۔ یہ قول حضرت سدی کا ہے اور بہت ہی مناسب ہے خود قرآن کی سورۃ یاسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی؟ کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں اور اب یہ ان کے مالک بن بیٹھے ہیں ہم نے ہی تو انہیں ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض سوریاں کر رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں اور آیت میں ہے آیت (وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ النحل:66) مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال اون وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھونے اور طرح طرح کے فائدے اٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں اور جگہ ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تا کہ تم ان پر سواریاں کرو انہیں کھاؤ اور بھی فائدے اٹھاؤ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو اسی نے تمہاری سواری کیلئے کشتیاں بنا دیں وہ تمہیں اپنی بیشمار نشانیاں دکھا رہا ہے بتاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے؟

| |
|---|
| ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ |
| اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـُٔـوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ؁ |
| آٹھ جوڑے پیدا کئے دو (نر و مادہ) بھیڑ سے اور دو (نر و مادہ) بکری سے۔ (آپ ان سے) فرما دیجئے: کیا اس نے دونوں نر حرام |
| کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ (بچہ) جو دونوں ماداؤں کے رحموں میں موجود ہے؟ مجھے علم ودانش کے ساتھ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ |

## جانوروں کے معروف آٹھ جوڑوں کا بیان

"ثَمَانِيَة اَزْوَاج" اَصْنَاف بَدَل مِنْ حَمُولَة وَفُرُشًا "مِنَ الضَّأْن" زَوْجَيْنِ "اثْنَيْنِ" ذَكَر وَاُنْثَى "وَمِنَ الْمَعْز" بِالْفَتْحِ وَالسُّكُوْن "اثْنَيْنِ قُلْ" يَا مُحَمَّد لِمَنْ حَرَّمَ ذُكُور الْاَنْعَام تَارَة وَاِنَاثهمْ اُخْرٰى وَنَسَبَ ذٰلِكَ اِلَى اللّٰه "الذَّكَرَيْنِ" مِنَ الضَّأْن وَالْمَعْز "حَرَّمَ" اللّٰه عَلَيْكُمْ "اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ" مِنْهُمَا "اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَام الْاُنْثَيَيْنِ" ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى "نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ" عَنْ كَيْفِيَّة تَحْرِيم ذٰلِكَ "اِنْ

كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْهِ الْمَعْنٰى مِنْ اَيْنَ جَاءَ التَّحْرِيم ؟ فَاِنْ كَانَ مِنْ قِبَلِ الذُّكُورَة فَجَمِيْع الذُّكُور حَرَام اَوْ الْاُنُوثَة فَجَمِيْع الْاِنَاث اَوْ اشْتِمَال الرَّحِم فَالزَّوْجَانِ فَمِنْ اَيْنَ التَّخْصِيص ؟ وَالِاسْتِفْهَام لِلْاِنْكَارِ،

اس نے آٹھ قسم جوڑے پیدا کئے دونر و مادہ بھیڑ سے اور دو نر و مادہ بکری سے۔ یہاں پر "ثَمَانِيَةَ اَزْوَاجٍ" یہ "حَمُولَةً وَّفَرْشًا" سے بدل ہے۔ اور معز یہ عین کے فتحہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے، یا محمد ﷺ آپ ان سے فرمادیجئے، کیا اس نے دونوں نر یعنی جو مذکر ہیں وہ حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ جو مؤنث ہیں وہ حرام ہیں یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے رحموں میں موجود ہے؟ مجھے علم ودانش کے ساتھ بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ یعنی ان کی حرمت کی دلیل کہاں سے آئی؟ اگر مذکر ہونے کا اعتبار ہے تو سب مذکر حرام ہونے چاہیے اور اگر مونث کا اعتبار تو بھی سب حرام ہو جائیں۔ یا جو کچھ رحم میں جوڑا ہے لہٰذا یہ تخصیص کیسے آگئی؟ اور یہاں استفہام انکاری ہے۔

اس نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ ان میں بھی کبھی وہ مردوں کیلئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام کر دیتے تھے پھر ان سے ہی سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی دلیل کوئی کیفیت کوئی وجہ تو پیش کرو۔ چار قسم کے جانور اور مادہ اور نر ملا کر آٹھ قسم کے ہو گئے، ان سب کو اللہ نے حلال کیا ہے کیا تو اپنی دیکھی سنی کہہ رہے ہو؟ اس فرمان الٰہی کے وقت تم موجود تھے؟ کیوں جھوٹ کہہ کر افترا پردازی کر کے بغیر علم کے باتیں بنا کر اللہ کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور ربانی کے ماتحت ہدایت الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے۔ سب سے پہلے یہ ناپاک رسم عمرو بن لحی بن قمعہ خبیث نے نکالی تھی اُسی نے انبیاء کے دین کو سب سے پہلے بدلا تھا۔

| |
|---|
| وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ |
| اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى |
| عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے |
| ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ لوگوں کو |
| اپنی جہالت سے گمراہ کرے، بیشک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔ |

## کفار مکہ نے جاہلیت کے رواج میں جانوروں کی حلت وحرمت کو تقسیم کر دیا

"وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ مَا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَام الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ" بَلْ "كُنْتُمْ شُهَدَاءَ" حُضُورًا "اِذْ وَصَّاكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا" التَّحْرِيم فَاعْتَمَدْتُمْ ذٰلِكَ ! لَا بَلْ

اَنْتُمْ کَاذِبُوْنَ فِیْهِ "فَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَم مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا" بِذٰلِکَ لِیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ

اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا، تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لیے ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں اس حرمت کا حکم دیا تو تم نے اس پر اعتماد کیا۔ نہیں بلکہ تم اس میں جھوٹے ہو، تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے۔ کہ لوگوں کو اپنی جہالت سے گمراہ کرے، بیشک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

## کفار کی خودساختہ حرمت کے باطل ہونے کا بیان

اس آیت میں اہل جاہلیت کو توبیخ کی گئی جو اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام ٹھہرالیا کرتے تھے جن کا ذکر اوپر کی آیات میں آچکا ہے، جب اسلام میں احکام کا بیان ہوا تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جدال کیا اور ان کا خطیب مالک بن عوف جشمی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے سُنا ہے آپ ان چیزوں کو حرام کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں حضور نے فرمایا تم نے بغیر کسی اصل کے چند قسمیں چوپایوں کی حرام کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے آٹھ نر و مادہ اپنے بندوں کے کھانے اور ان کے نفع اٹھانے کے لئے پیدا کئے، تم نے کہاں سے انہیں حرام کیا، ان میں حُرمت نر کی طرف سے آئی یا مادہ کی طرف سے؟ مالک بن عوف یہ سن کر ساکت اور متحیر رہ گیا اور کچھ نہ بول سکا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بولتا کیوں نہیں، کہنے لگا آپ فرمائیے میں سنوں گا سبحان اللہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی قوت اور زور نے اہل جاہلیت کے خطیب کو ساکت و حیران کر دیا اور وہ بول ہی کیا سکتا تھا، اگر کہتا کہ نر کی طرف سے حُرمت آئی تو لازم ہوتا کہ تمام نر حرام ہوں، اگر کہتا کہ مادہ کی طرف سے تو ضروری ہوتا کہ ہر ایک مادہ حرام ہو اور اگر کہتا جو پیٹ میں ہے وہ حرام ہے تو پھر سب ہی حرام ہو جاتے کیونکہ جو پیٹ میں رہتا ہے وہ نر ہوتا ہے یا مادہ۔ وہ جو تخصیص قائم کرتے تھے اور بعض کو حلال اور بعض کو حرام قرار دیتے تھے اس حجت نے ان کے اس دعوٰی تحریم کو باطل کر دیا علاوہ بریں ان سے یہ دریافت کرنا کہ اللہ نے نر حرام کئے ہیں یا مادہ یا ان کے بچے، یہ منکرِ نبوت مخالف کو اقرارِ نبوت پر مجبور کرتا تھا کیونکہ جب تک نبوت کا واسطہ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور اس کا کسی چیز کو حرام فرمانا کیسے جانا جا سکتا ہے چنانچہ اگلے جملہ نے اس کو صاف کیا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا |
| مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ |
| غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ |

| |
|---|
| تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون |
| یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر اللہ کا نام ذبح کے وقت پکارا گیا تو جو نا چار ہوا |
| نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## حلت وحرمت کے معیار کیلئے وحی کے ہونے کا بیان

"قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوحِیَ اِلَیَّ " شَیْئًا "مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ " بِالْیَاءِ وَالتَّاء "مَیْتَةً" بِالنَّصْبِ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالرَّفْعِ مَعَ التَّحْتَانِیَّةِ "اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا" سَائِلًا بِخِلَافِ غَیْرِهٖ كَالْكَبِدِ وَالطِّحَال "اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْس" حَرَام "اَوْ" اِلَّا اَنْ یَكُوْنَ "فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ" اَیْ ذُبِحَ عَلٰی اسْمِ غَیْرِهٖ "فَمَنِ اضْطُرَّ" اِلٰی شَیْءٍ مِمَّا ذُكِرَ فَاَكَلَهٗ "غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْر " لَهٗ مَا اَكَلَ "رَحِیْم" بِهٖ وَیُلْحَقُ بِمَا ذُكِرَ بِالسُّنَّةِ كُلُّ ذِیْ نَابٍ مِنَ السِّبَاعِ وَمِخْلَبٍ مِنَ الطَّیْرِ،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں کہ میں اس میں کوئی چیز بھی نہیں پاتا کہ اس میں جو میری طرف وحی ہوئی ہے کہ کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام مگر یہ کہ، یکون یاء اور تاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور میتہ یہ منصوب ہے اور ایک قرأت میں تحتانیہ کے ساتھ مرفوع ہے مردار ہو یا رگوں کا بہتا خون یعنی بہنے والا خون بہ خلاف اس کے جس طرح جگر اور تلی ہے یا خنزیر کا گوشت کیونکہ وہ سراسر نجس ہے۔ یا بد جانور کا گوشت وہ نجاست یعنی حرام ہے یا وہ بے حکمی کا جانور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا تو جو نا چار ہوا یعنی اس کو مذکورہ چیز کے کھانے کی طرف مجبور کیا جائے۔ نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ اس کے کھانے میں ضرورت سے بڑھے تو بے شک اللہ اس کے کھانے والے کو بخشنے والا، اس کے ساتھ مہربان ہے۔ اور حدیث مبارکہ میں ذکر کردہ یہ قانون بھی اسی حکم کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ کہ ہر کچلیوں والا درندہ اور ہر ذی مخلب پرندہ حرام ہے۔

## حلت وحرمت کا اختیار شارع کیلئے خاص ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان کافروں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں فرمادیں کہ جو وحی الٰہی میرے پاس آئی ہے اس میں تو حرام صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے، جو میں تمہیں سناتا ہوں، اس میں وہ چیزیں حرمت والی نہیں، جن کی حرمت کو تم رائج کر رہے ہو، کسی کھانے والے پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں کوئی بھی حرام نہیں۔

بعض لوگ اسے نسخ کہتے ہیں اور اکثر متاخرین اسے نسخ نہیں کہتے کیونکہ اس میں تو اصلی مباح کو اٹھا دینا ہے۔ خون وہ حرام ہے جو بوقت ذبح بہ جاتا ہے، رگوں میں اور گوشت میں جو خون مخلوط ہو وہ حرام نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گدھوں اور درندوں کا گوشت اور ہنڈیا کے اوپر جو خون کی سرخی آجائے، اس میں کوئی حرج نہیں

جانتی تھیں۔ عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقعہ پر پالتو گدھوں کا کھانا حرام کر دیا ہے، آپ نے فرمایا، ہاں حکم بن عمر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی روایت کرتے ہیں لیکن حضرت ابن عباس اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت (قل لا اجد) تلاوت کرتے ہیں۔

ابن عباس کا فرمان ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے بعض کو بوجہ طبعی کراہیت کے چھوڑ دیتے تھے۔ اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا، اپنی کتاب اتاری، حلال حرام کی تفصیل کر دی، پس جسے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے خاموش رہے وہ معاف ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت (قل لا اجد) کی تلاوت کی۔

حضرت سودہ بنت زمعہ کی بکری مر گئی، جب حضور ﷺ سے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ جواب دیا کہ کیا مردہ بکری کی کھال اتار لینی جائز ہے؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ "اس کا صرف کھانا حرام ہے، لیکن تم اسے دباغت دے کر نفع حاصل کر سکتے ہو"۔ چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر کھال اتروالی اور اس کی مشک بنوائی جو ان کے پاس مدتوں رہی اور کام آئی۔ (بخاری وغیرہ)

حضرت ابن عمر سے قنفذ (یعنی خار پشت جسے اردو میں ساہی بھی کہتے ہیں) کے کھانے کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے یہی آیت پڑھی اس پر ایک بزرگ نے فرمایا میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا وہ خبیثوں میں سے ایک خبیث ہے اسے سن کر حضرت ابن عمر نے فرمایا اگر حضور نے یہ فرمایا ہے تو وہ یقیناً ویسی ہی ہے جیسے آپ نے ارشاد فرما دیا (ابوداؤد)

اس کے بعد فرمایا جو شخص ان حرام چیزوں کو کھانے پر مجبور ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھا لینا جائز ہے اللہ اسے بخش دے گا کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔

یہاں تو مشرکوں کے اس فعل کی تردید منظور ہے جو انہوں نے اللہ کے حلال کو حرام کر دیا تھا اب بتا دیا گیا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز حرام نہیں۔ اگر اللہ کی طرف سے وہ بھی حرام ہوتیں تو ان کا ذکر بھی آ جاتا۔ پھر تم اپنی طرف سے حلال کیوں مقرر کرتے ہو؟ اس بنا پر پھر اور چیزوں کی حرمت باقی رہتی جیسے کہ گھروں کے پالتو گدھوں کی ممانعت اور درندوں کے گوشت کی اور جنگل والے پرندوں کی جیسے کہ علماء کا مشہور مذہب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِىْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا |
| حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ |
| اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا |
| آنت یا ہڈی سے ملی ہو، ہم نے یہ ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔ |

## یہود پر ذی ظفر جانوروں کی حرمت کا بیان

"وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا" اَیِ الْيَهُوْد "حَرَّمْنَا كُلَّ ذِیْ ظُفُر" وَهُوَ مَا لَمْ تُفَرَّق اَصَابِعه كَالْاِبِلِ وَالنَّعَام "وَمِنَ الْبَقَر وَالْغَنَم حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومهمَا" الثُّرُوب وَشَحْم الْكُلٰى "اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرهمَا" اَیْ مَا عَلِقَ بِهَا مِنْهُ "اَوْ" حَمَلَتْهُ "الْحَوَايَا" الْاَمْعَاء جَمْع حَاوِيَاء اَوْ حَاوِيَة "اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْم" مِنْهُ وَهُوَ شَحْم الْاَلْيَة فَاِنَّهُ اُحِلَّ لَهُمْ "ذٰلِكَ" التَّحْرِيم "جَزَيْنَاهُمْ" بِه "بِبَغْيِهِمْ" بِسَبَبِ ظُلْمهمْ بِمَا سَبَقَ فِیْ سُوْرَة النِّسَاء "وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ" فِیْ اَخْبَارنَا وَمَوَاعِيدنَا،

اور یہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور وہ جانور جس کی انگلیاں مختلف نہ ہوں جس طرح اونٹ، شتر مرغ ہیں اور گائے اور بکری کی اوجھ اور گردے کی چربی ان پر حرام کی مگر جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا ہڈی سے ملی ہو، حوایا کا معنی انتڑی ہے اور اس کی جمع حوایاء ہے یا حاویہ ہے۔ یا ہم نے جو ہڈی اس کے ساتھ ملا دی ہے اور جو ان کی سرین کی چربی تھی وہ ان کیلئے حلال کر دی، ہم نے یہ ان کی بغاوت و سرکشی کے سبب ایسا بدلہ دیا جس طرح سورہ نساء میں پہلے اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور بیشک ہم اپنی خبر دینے اور وعیدیں سنانے میں ضرور سچے ہیں۔

یہود اپنی سرکشی کے باعث ان چیزوں سے محروم کیے گئے لہٰذا یہ چیزیں ان پر حرام رہیں اور ہماری شریعت میں گائے بکری کی چربی اور اُونٹ اور بط اور شتر مرغ حلال ہیں، اسی پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔ (تفسیر احمدی)

## جانوروں کی حلت وحرمت سے متعلق احکام کا بیان

ناخن دار جانور چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ ہیں، جن کی انگلیاں کھلی ہوئی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ "جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو"۔ ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے۔ قتادہ کا قول ہے "جیسے اونٹ، شتر مرغ اور بہت سے پرند، مچھلیاں، بطخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں الگ الگ ہیں۔ ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا۔ اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی۔

یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کر لیا تھا، اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں۔ ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو، انتڑیوں کے ساتھ، اوجھڑی کے ساتھ، ہڈی کے ساتھ ہو وہ ان پر حلال تھی، یہ بھی ان کے ظلم، تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام، جیسے فرمان ہے آیت (فبظلم من الذين هادوا) یہودیوں کے ظلم وستم اور راہ حق سے روک کی وجہ سے ہم نے ان پر بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی تھیں اور اس جزا میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی خبر ہم نے تجھے اسے نبی دی ہے، وہی سچ اور حق ہے۔ یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا، اس لئے ہم اسے اپنے آپ پر بھی حرام کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سمرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اسے غارت کرے، کیا یہ نہیں جانتا کہ حضور نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا

شروع کردیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سوراور بتوں کی خرید وفروخت حرام فرمائی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس سے چمڑے رنگے جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے آپ نے فرمایا وہ بھی حرام ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے، جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ کر اس کی قیمت کھانا شروع کردی۔ (بخاری مسلم)

ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا! اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔ اللہ تعالیٰ جن پر جو چیز حرام کرتا ہے ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرمادیتا ہے ایک مرتبہ آپ مسجد حرام میں حطیم کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے اور یہی فرمایا۔ (ابوداؤد ابن مردویہ مسند احمد)

حضرت اسامہ بن زید وغیرہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں آپ کی عیادت کے لئے گئے اس وقت آپ عدن کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے، آپ نے چہرہ سے چادر ہٹا کر فرمایا، اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں۔ ابوداؤد میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا مروی ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرمادیتا ہے۔

| |
|---|
| فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ |
| پھر اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم قوم سے نہیں ٹالا جائے گا۔ |

## عذاب کے آجانے کے سبب نہ ٹل سکنے کا بیان

"فَاِنْ كَذَّبُوْكَ" فِيْمَا جِئْت بِهِ "فَقُلْ" لَهُمْ "رَبّكُمْ ذُو رَحْمَة وَاسِعَة" حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلكُمْ بِالْعُقُوبَةِ وَفِيْهِ تَلَطُّف بِدُعَائِهِمْ اِلَى الْاِيْمَان "وَلَا يُرَدّ بَاْسه" عَذَابه اِذَا جَاءَ،

پھر اگر وہ آپ ﷺ کو اس چیز میں جھٹلائیں جس کے ساتھ آپ آئے تو آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے لہٰذا وہ تمہارے عذاب میں جلدی کرنے والا نہیں ہے۔ اور اس میں ان کو ایمان کی طرف بلانے کا لطف وکرم ہے۔ اور اس کا عذاب جب آجائے گا تو مجرم قوم سے نہیں ٹالا جائے گا۔

اس ساری وضاحت کے باوجود اگر یہ لوگ ایمان نہ لائیں بلکہ آپ کی تکذیب ہی کرتے جائیں تو ان سے کہہ دو کہ اللہ بڑی ہی وسیع رحمت والا ہے۔ اس لئے وہ سرکشوں اور ہٹ دھرموں کو فوراً نہیں پکڑتا۔ بلکہ ان کو ڈھیل ہی دیئے جاتا ہے۔ اور وہ ایسوں کو بڑی لمبی ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ اپنا پیمانہ اتنا لبریز کرلیں کہ اسکے بعد ان کیلئے کسی عذر ومعذرت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس لئے

وہ تم لوگوں کو بھی ڈھیل دے رہا ہے۔ پس اس سے تم لوگ مغرور نہ ہو جاؤ، کہ ڈھیل بہر حال ڈھیل ہی ہوتی ہے۔ جس نے بالآخر ختم ہو جانا ہوتا ہے۔ لیکن آخر کار جب وہ ظالموں اور مجرموں کو پکڑنے پر آتا ہے تو اسکی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور جب اس کی پکڑ کے ظہور کا وقت آجاتا ہے، تو پھر وہ کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔ پس تم لوگ اس سے بچنے کی فکر کر لو قبل اس سے کہ اسکی فرصت تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ اور تم لوگوں کو ہمیشہ کیلئے پچھتانا پڑے۔

| |
|---|
| سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ |
| كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ |
| لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ۝ |
| جلد ہی مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ (ہی) ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ کسی چیز کو (بلاسند) حرام |
| قرار دیتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ فرما دیجئے: |
| کیا تمہارے پاس کوئی (قابلِ حجت) علم ہے کہ تم اسے ہمارے لئے نکال لاؤ (تو اسے پیش کرو)، تم (علمِ یقینی کو چھوڑ کر) |
| صرف گمان ہی کی پیروی کرتے ہو اور تم محض دروغ گوئی کرتے ہو۔ |

## مشرکین کی حیلہ سازی کا عذاب سے نہ بچانے کا بیان

"سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا" نَحْنُ "وَلَا اٰبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْء" فَاِشْرَاكُنَا وَتَحْرِیمنَا بِمَشِیئَتِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ "كَذٰلِكَ" كَمَا كَذَّبَ هٰؤُلَاءِ "كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" رُسُلهمْ "حَتّٰى ذَاقُوا بَاْسَنَا" عَذَابنَا "قُلْ هَلْ عِنْدكُمْ مِنْ عِلْم" بِاَنَّ اللّٰه رَاضٍ بِذٰلِكَ "فَتُخْرِجُوهُ لَنَا" اَیْ لَا عِلْم عِنْدكُمْ "اِنْ" مَا "تَتَّبِعُوْنَ" فِیْ ذٰلِكَ "اِلَّا الظَّنّ وَاِنْ" مَا "اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ" تَكْذِبُوْنَ فِیْهِ،

جلد ہی مشرک لوگ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے آباء واجداد اور نہ کسی چیز کو حرام قرار دیتے۔ یعنی ہماری تحریم اس کی مرضی کے مطابق ہے لہٰذا وہ اس سے راضی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے رسولان گرامی کو بھی جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے حتیٰ کہ انہوں نے ہمارا عذاب چکھ لیا۔ فرما دیجئے، کیا تمہارے پاس کوئی قابلِ حجت علم ہے کہ اللہ تمہارے اس حکم پر راضی ہے۔ تم اسے ہمارے لئے نکال لاؤ یعنی تو اسے پیش کرو، یعنی تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ تم علمِ یقینی کو چھوڑ کر صرف گمان ہی کی پیروی کرتے ہو اور تم محض دروغ گوئی کرتے ہو۔ یعنی تم اس میں جھوٹے ہو۔

## باطل پرستوں کے اعمال کے سبب ہلاکت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میدان عرفہ کے قریب مقام نعمان میں آدم کی اس اولاد سے جو ان کی پشت سے نکلی تھی عہد لیا چنانچہ آدم کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو نکالا جن کو (ازل سے

ابد) تک پیدا کرنا تھا اوران سب کو چیونٹیوں کی طرح آدم کے سامنے پھیلا دیا پھر اللہ نے ان سے روبرو گفتگو کی، فرمایا: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ آدم کی اولاد نے کہا، بیشک آپ ہمارے رب ہیں پھر اللہ نے فرمایا: یہ شہادت میں نے تم سے اس لئے لی ہے کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہنے لگو کہ ہم اس سے غافل وناواقف تھے یا تم یہ نہ کہہ دو کہ ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا اور ہم ان کی اولاد تھے ہم نے ان کی اطاعت کی تھی، کیا تو باطل پرستوں کے اعمال کے سبب ہلاک کرتا ہے۔"

(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 117)

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تم قیامت میں یہ دلیل نہیں دے سکتے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا نے شرک کیا تھا اس لئے ہم بھی انہیں کے ساتھ رہے، یا ہم تو اپنے باپ دادا کے پیروکار اور ان کے تابع ہیں انہوں نے جو راستہ اختیار کیا ہوا تھا ہم بھی اسی پر چل رہے تھے لہٰذا اس کفر وشرک کے اصل ذمہ دار ہمارے باپ دادا ہیں جنہوں نے ہمیں اس راستہ پر ڈالا اس اعتبار سے مورد الزام وہ ٹھہر سکتے ہیں، ہم ان کی وجہ سے عذاب ودوزخ کے مستحق نہیں ہوسکتے اس لئے کہ عذاب کے حقیقی مستحق تو وہی لوگ ہیں جو اس راہ کے پیش رو تھے۔ پس اے شرک وکفر کرنے والو! جان لو کہ قیامت کے دن یہ حجت تمہارے لئے کارآمد نہیں ہوسکے گی کیونکہ اسی لئے ہم نے تم سے اپنی توحید کا اقرار پہلے ہی کرالیا ہے اور تم اس پر شہادت دے چکے ہو، نیز اسی عہد واقرار کی توثیق اور اس کی یاد دہانی کے لئے ہر دور میں دنیا کے تمام حصوں اور تمام طبقوں میں انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تاکہ وہ بنی نوع انسان کو اس کا اپنا عہدہ اقرار یاد دلائیں اور ان کو صحیح راستہ پر لگائیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ انسان کو مشیت الٰہی کی بات اس وقت یاد آتی ہے جب وہ اللہ کے حقوق کو پامال کر رہا ہو۔ لیکن جب اس کے اپنے حقوق تلف ہو رہے ہوں تو وہ کبھی مشیت الٰہی کے عذر کو قبول نہیں کرتا مثلاً کسی کے گھر چوری ہو یا ڈاکہ پڑے تو وہ یہ کبھی نہ کہے گا کہ چونکہ مشیت الٰہی ہی یہ تھی اس لیے چور یا ڈاکو کا کیا قصور ہے؟ لہٰذا اسے کچھ نہ کہنا چاہیے اسے اس وقت وہ اختیار یاد آجاتا ہے جو مجرم نے جرم کرتے وقت استعمال کیا لہٰذا اسے مجرم اور خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھتا ہے۔ حالانکہ مشیت الٰہی کے اسی ضابطہ کے مطابق اسے اپنے آپ کو مظلوم بھی نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ مشیت الٰہی ہی ایسی تھی۔

## تقدیر کا بہانہ بنا کر ترک اعمال کی ممانعت کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ بقیع الغرقد میں ایک جنازے میں شریک تھے کہ ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے، تو ہم بھی آپ کے اردگرد بیٹھ گئے، آپ کے پاس ایک چھڑی تھی آپ نے سر جھکا کر اس چھڑی سے زمین کو کریدنا شروع کر دیا، پھر فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اور مخلوق نہیں جس کا ٹھکانا جنت اور دوزخ میں اور بدبخت ونیک بخت ہونا لکھ نہ دیا گیا ہو، ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ پھر ہم اپنی تقدیر پر کیوں نہ بھروسہ کرلیں اور کام کرنا چھوڑ دیں؟

حالانکہ ہم میں جو شخص اہل سعادت میں سے ہوگا وہ اہل سعادت کی طرف چلا جائے گا اور ہم میں سے جو بدبختوں میں سے ہوگا

وہ بدبختوں کا سا عمل کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل سعادت نیک بختوں کے عمل میں آسانی دی جائے گی اور اہل شقاوت کو بدبختوں کے اعمال آسان ہوں گے، پھر آپ نے آیت (فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى) 92۔الیل) آخر تک پڑھی، یعنی جس نے دیا اور ڈرا اور نیکیوں کی تصدیق کی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2175)

| |
|---|
| قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ |
| تم فرماؤ تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو سب کی ہدایت فرماتا۔ |

## اللہ کی طرف سے اتمام حجت ہونے کا بیان

"قُلْ" اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ حُجَّة "فَلِلّٰهِ الْحُجَّة الْبَالِغَة" التَّامَّة "فَلَوْ شَاءَ" هِدَايَتكُمْ ،لَهَدَاكُمْ اَجْمَعِيْنَ،

تم ان سے فرماؤ کہ اگر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اللہ ہی کی حجت پوری ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کی ہدایت فرماتا۔

مشرکین عرب کہتے تھے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے نہ حلال کو حرام ٹھہراتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے یہ افعال اللہ کو پسند ہی نہیں بلکہ اس کی عین مرضی سے ہو رہے ہیں۔ ان کا یہ استدلال اس غلط فہمی کی بنا پر تھا کہ اللہ کی مشیت اور اس کی رضا میں فرق نہیں کرتے تھے۔ مشیت الٰہی کی بنا پر انسان اپنے طریق عمل میں آزاد ہے، اچھی یا بری جو راہ چاہے اپنی پسند سے اختیار کرے لیکن رضائے الٰہی یہ ہے کہ انسان بدی کی راہ سے بچے اور نیکی کا راستہ اختیار کرے۔ اللہ کے پیغمبروں نے نیکی اور بدی کی راہیں بتلا دیں اور اعمال نیک و بد کے نتائج سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد بھی جن لوگوں نے دیدہ و دانستہ بری راہ اختیار کی وہ مجرم قرار پائے اور اللہ کی حجت ان پر تمام ہوئی۔

| |
|---|
| قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ |
| وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○ |
| تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تُو اے سننے والے! |
| ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں |
| لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔ |

## ثبوت صداقت کیلئے گواہ طلب کرنے کا بیان

"قُلْ هَلُمَّ" اَحْضِرُوْا "شُهَدَاءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰه حَرَّمَ هٰذَا" الَّذِيْ حَرَّمْتُمُوْهُ "فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَد مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِع اَهْوَاء الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ" يُشْرِكُوْنَ،

تم فرماؤ لاؤ اپنے وہ گواہ جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے اس کو حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے بیٹھیں تو تُو اے سننے والے ان کے ساتھ گواہی نہ دینا اور ان کی خواہشوں کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری آیتیں جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔ یعنی وہ شرکت کرتے ہیں۔

## یہود سے شہادت طلب کرنے کا بیان

یہاں شہادت سے مراد یقین کی بنا پر شہادت ہے اور وہ یہ شہادت دیں کہ واقعی فلاں فلاں چیزیں اللہ نے فلاں فلاں کے لیے حرام یا حلال قرار دی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی شہادت وہ دے نہیں سکتے تھے۔ تاہم اگر کچھ لوگ ڈھیٹ بن کر جھوٹی شہادت دینے پر آمادہ ہو ہی جائیں تو آپ ان کے ہمنوا نہ بن جائیں۔ ان سے یہ شہادت اس لیے نہیں طلب کی جارہی کہ اگر وہ شہادت دیں تو آپ ان کی بات مان لیں بلکہ اس لیے طلب کی جارہی ہے کہ جب وہ ایسی شہادت پیش نہ کرسکیں گے تو ممکن ہے کہ بعض صحیح عقل رکھنے والے لوگ ایسی مشرکانہ رسوم سے باز آجائیں جو سراسر توہمات اور ظن وتخمین پر مبنی ہیں۔ اور اس قسم کی جھوٹی شہادت دینے پر ایسے لوگ ہی آمادہ ہوسکتے ہیں جنہیں آخرت کے دن پر اور اللہ کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی پر ایمان ہی نہ ہو۔ ایسے ہی لوگ اللہ کی آیات کو جھٹلاتے اور حلت وحرمت کے احکام اپنے ہاتھ میں لے کر اللہ کے ہمسر بنتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا |
| اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ |
| وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ |
| فرمادیجئے: آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنادوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک |
| نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں |
| اور انہیں بھی (دیں گے)، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ (خواہ) وہ ظاہر ہوں اور (خواہ) وہ پوشیدہ ہوں، |
| اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے، یہی وہ (امور) ہیں جن کا اس نے |
| تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ |

## حقوق اللہ اور حقوق العباد کے احکام شرعیہ کا بیان

"قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ" اَقْرَأ "مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَ" نْ مُفَسِّرَة "لَّا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّ" اَحْسِنُوْا "بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ" بِالْوَاْدِ "مِنْ" اَجْل "اِمْلَاق" فَقْر تَخَافُوْنَهٗ "نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِش" الْكَبَائِر كَالزِّنَا "مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" اَيْ عَلَانِيَتهَا وَسِرّهَا "وَلَا

تَقْتُلُوا النَّفْس الَّتِی حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ" کَالْقَوَدِ وَحَدِّ الرِّدَّۃِ وَرَجْمِ الْمُحْصَنِ "ذٰلِکُمْ" الْمَذْکُور "وَصّٰاکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ" تَتَدَبَّرُوْنَ،

آپ ﷺ فرمادیں کہ آؤ میں وہ چیزیں پڑھ کر سنادوں جوتمہارے رب نے تم پرحرام کی ہیں، ان برائے تفسیر ہے۔ وہ یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کوشریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور مفلسی یعنی فقر کے باعث جس کا تمہیں خوف ہو اپنی اولاد کوقتل مت کرو۔ ہم ہی تمہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں، اور بے حیائی کے کاموں یعنی کبیرہ جیسے زنا ہے اس کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر ہوں اور خواہ وہ پوشیدہ ہوں، اور اس جان کوقتل نہ کرو جسے قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے، بجز حق کےیعنی جس قصاص ومرتد اور شادی شدہ کے رجم کی سزا ہے، یہی مذکورہ امور ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

## اشیائے عشرہ سے ممانعت کا بیان

وہ دس چیزیں جن کی حرمت کا بیان ان آیات میں آیا ہے یہ ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت واطاعت میں کسی کو ساجھی ٹھہرانا، (۲) والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، (۳) فقر وافلاس کے خوف سے اولاد کوقتل کردینا، (۴) بے حیائی کے کام کرنا، (۵) کسی کو ناحق قتل کرنا، (۶) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھاجانا، (۷) ناپ تول میں کمی کرنا، (۸) شہادت یا فیصلہ یا دوسرے کلام میں بے انصافی کرنا (۹) اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا نہ کرنا، (۱۰) اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستہ کو چھوڑ کر دائیں بائیں دوسرے راستے اختیار کرنا۔

## سورہ انعام آیت ۱۵۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جسے ایسے صحیفے دیکھنے کی خواہش ہو جس پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مہر ثبت ہو تو یہ آیات پڑھ لے۔

(قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمْ عَلَیْکُمْ) 6 ۔ الانعام: 151)

کہہ دو آؤ میں تمہیں سنادوں جوتمہارے رب نے حرام کیا ہے یہ کہ اس کے ساتھ کسی کوشریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور تنگدستی کے سبب سے اپنی اولاد کوقتل نہ کرو۔ ہم تمہیں اور انہیں رزق دینگے اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ اور ناحق کسی جان کوقتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے۔ تمہیں یہ حکم دیتا ہے۔ تاکہ تم سمجھ جاؤ اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔

یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو۔ ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگر چہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو۔ تمہیں یہ حکم دیا ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اور بیشک یہی میرا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹادینگے۔ تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ الانعام۔ آیت 151تا 153) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1012)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتیں

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیتوں کو (تتقون) تک پڑھے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورۃ انعام میں محکم آیتیں ہیں پھر یہی آیتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ ایک مرتبہ حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص ہے جو میرے ہاتھ پر ان تین باتوں کی بیعت کرے، پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا، وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو ان میں سے کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو دنیا میں ہی اسے شرعی سزا دے دی جائے گی اور اگر سزا نہ دی گئی تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے چاہے تو سزا دے (مسند، حاکم)

بخاری مسلم میں ہے "تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی" اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی سلام علیہ سے فرماتا ہے کہ "ان مشرکین کو جو اللہ کی اولاد کے قائل ہیں اللہ کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام کہتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں کہہ دیجئے کہ سچ مچ جو چیزیں اللہ کی حرام کردہ ہیں انہیں مجھ سے سن لو جو میں بذریعہ وحی الٰہی بیان کرتا ہوں تمہاری طرح خواہش نفس، توہم پرستی اور اٹکل وگمان کی بنا پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جس کی وہ تمہیں وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا پھر دوسرا جملہ ایسا کہہ دیا جس سے حذف شدہ جملہ معلوم ہو جائے اس آیت کے آخری جملے (ذالکم وصاکم) سے (الاتشرکو) اس سے پہلے کے محذوف جملے (اوصاکم) پر دلالت ہو گئی۔ عرب میں یوں بھی کہہ دیا کرتے ہیں (امرتک ان لاتقوم) بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس جبرائیل آئے اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ داخل جنت ہوگا تو میں نے کہا گو اس نے زنا کیا ہو گو اس نے چوری کی ہو آپ نے فرمایا ہاں گو اس نے زنا اور چوری کی ہو میں نے پھر یہی سوال کیا مجھے پھر یہی جواب ملا پھر بھی میں نے یہ بات پوچھی اب کے جواب دیا کہ گو شراب نوشی بھی کی ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضور سے موحد کے جنت میں داخل ہونے کا سن کر حضرت ابوذر نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب دیا تھا اور آخری مرتبہ فرمایا تھا اور ابوذر کی ناک خاک آلود ہو چنانچہ راوی حدیث جب اسے بیان فرماتے تو یہی لفظ دوہرا دیتے، سنن میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے امید رکھے گا میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا خواہ وہ کیسی ہی ہوں کوئی پرواہ نہ کروں گا تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو گو تو نے خطائیں کی ہوں یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں پھر بھی تو مجھ سے استغفار کرے تو میں تجھے بخش دوں گا،

ابن مردویہ میں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گو تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں سولی چڑھا دیا جائے یا تمہیں جلا دیا جائے۔

بخاری ومسلم میں ہے ابن مسعود فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز وقت پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں اگر اور بھی دریافت کرتا تو حضور بتادیتے، ابن مردویہ میں عبادہ بن صامت اور ابو درداء سے مروی ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ اپنے والدین کی اطاعت کر اگر چہ وہ تجھے حکم دیں کہ تو ان کیلئے ساری دنیا سے الگ ہوجائے تو بھی مان لے، باپ داداؤں کی وصیت کرکے اولاد اور اولاد کی اولاد کی بات وصیت فرمائی کہ انہیں قتل نہ کرو جیسے کہ شیاطین نے اس کام کو تمہیں سکھا رکھا ہے لڑکیوں کو تو وہ لوگ بوجہ عار کے مار ڈالتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کھانے کا سامان کہاں سے لائیں گے، مار ڈالتے تھے،

ابن مسعود نے ایک مرتبہ حضور سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک کرنا حالانکہ اسی اکیلے نے پیدا کیا ہے۔ پوچھا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ میرے ساتھ کھائے گی۔ پوچھا پھر کونسا ہے؟ فرمایا اپنی پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا

سعد بن عبادہ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی وار میں اس کا فیصلہ کردوں جب حضور کے پاس ان کا یہ قول بیان ہوا تو فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے، اسی وجہ سے تمام فحش کام ظاہر و پوشیدہ اس نے حرام کردیئے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

ایک مرتبہ حضور سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں آپ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ یہ غیرت ہی ہے جو اس نے تمام بری باتوں کو حرام قرار دے دیا ہے اس حدیث کی سند ترمذی کی فباء پر ہے ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں۔ اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اس کی اہمیت کی وجہ سے اسے الگ کرکے بیان فرمادیا۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ جو مسلمان اللہ کی توحید اور میری رسالت اقرار کرتا ہو اسے قتل کرنا بجز تین باتوں کے جائز نہیں یا تو شادی شدہ ہوکر پھر زنا کرے یا کسی کو قتل کردے یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہوجائے۔ مسلم میں ہے اس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کسی مسلمان کا خون حلال نہیں۔ ابوداؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور اللہ کے رسولوں سے جنگ کرنے لگے اسے قتل کردیا جائے گا یا صلیب پر چڑھادیا جائے گا یا مسلمانوں کے ملک سے جلاوطن کردیا جائے گا۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت جبکہ باغی آپ کو محاصرے میں لئے ہوئے تھے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں ایک تو اسلام کے بعد کافر ہوجانے والا دوسرا شادی ہوجانے کے بعد زنا کرنے والا اور بغیر قصاص کے کسی کو قتل کردینے والا۔ اللہ کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد، اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلاوجہ قتل کیا۔ پھر تم میرا خون بہانے

کے درپے کیوں ہو؟ حربی کافروں میں سے جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدہ امن میں آ جائے اس کے قتل کرنے والے کے حق میں بھی بہت وعید آئی ہے اور اس کا قتل بھی شرعاً حرام ہے۔

بخاری میں ہے معاہدہ امن کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے اور روایت میں ہے کیونکہ اس نے اللہ کا ذمہ توڑا اس میں ہے پچاس برس کے راستے کے فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچتی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں اللہ کی وصیتیں اور اس کے احکام تاکہ تم دین حق کو، اس کے احکام کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھو۔

| |
|---|
| وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ |
| وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ |
| ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، |
| اور پیمانے اور ترازو (یعنی ناپ اور تول) کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں |
| دیتے، اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمہارا) قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو، |
| یہی (باتیں) ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ |

## یتیم کے مال سے کھانے کی ممانعت وحجر کا بیان

"وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اِلَّا بِالَّتِي " اَىْ بِالْخَصْلَةِ الَّتِي "هِيَ اَحْسَن" وَهِيَ مَا فِيهِ صَلَاحه "حَتّٰى يَبْلُغ اَشُدَّهُ" بِاَنْ يَحْتَلِم "وَاَوْفُوا الْكَيْل وَالْمِيزَان بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ وَتَرْك الْبَخْس "لَا نُكَلِّف نَفْسًا اِلَّا وُسْعهَا" طَاقَتهَا فِي ذٰلِكَ فَاِنْ اَخْطَاَ فِي الْكَيْل وَالْوَزْن وَاللّٰهُ يَعْلَم صِحَّة نِيَّته فَلَا مُؤَاخَذَة عَلَيْهِ كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيث "وَاِذَا قُلْتُمْ" فِي حُكْم اَوْ غَيْره "فَاعْدِلُوا" بِالصِّدْقِ "وَلَوْ كَانَ" الْمَقُول لَهُ اَوْ عَلَيْهِ "ذَا قُرْبٰى" قَرَابَة "وَبِعَهْدِ اللّٰه اَوْفُوا ذٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" بِالتَّشْدِيدِ تَتَّعِظُونَ وَالسُّكُون،

اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ یعنی اچھا ہو یعنی جس میں اس کی اصلاح ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، یعنی وہ احتلام کی عمر کو پہنچ جائے۔ اور پیمانے اور ترازو یعنی ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ اور فریب نہ کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، یعنی اس کی طاقت کے مطابق مکلف کرتے ہیں پس اگر وہ کیل اور وزن میں غلطی کرتا ہے تو اللہ اس کی نیت کی درستگی کو جانتا ہے۔ لہٰذا اس پر اس کا کوئی مواخذہ نہ ہوگا جس طرح

حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ کہ جب اپنے یا غیر کیلئے فیصلہ کرو تو سچائی کے ساتھ انصاف کرو۔ اور جب تم کسی کی نسبت کچھ کہو تو عدل کرو اگر چہ وہ تمہارا قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو، یہی باتیں ہیں جن کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔ تذکروں یہ تشدید بہ معنی "تَتَّعِظُونَ" "تم نصیحت حاصل کرو اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## یتیموں کی اصلاح کے بہتر ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے کہا لوگ آپ سے یتیموں کے متعلق پوچھتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ انکی صلاح بہتر ہے اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ الـلـهمفس داور مصلح کو جانتا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مصیبت میں کر دیتا، بیشک اللہ عزت والا حکمت والا ہے اور لا عنتکم کے معنی لا حرجکم و ضیق (یعنی تمہیں حرج اور تنگی میں ڈال دیتا) اور عنت کے معنی جھک گئے اس حدیث کو ہم سے سلیمان بن حرب نے بسلسلہ سند حماد ایوب نافع بیان کیا۔

حضرت ابن عمر نے کبھی کسی کی وصیت نامنظور نہیں کی اور ابن سیرین کو یتیم کے مال میں زیادہ پسند یہ تھا، کہ اس کے خیر خواہ اور اس کے اولیاء جمع ہوں اور غور کریں کہ اس کے لئے جو مفید ہے وہی کام اس کے مال سے آغاز کر دیا جائے اور طاؤس سے جب یتیموں کے معاملہ میں پوچھا جاتا تو وہ یہ آیت پڑھ دیتے واللہ یعلم المفسد الخ اور عطاء نے یتیموں کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے کہا ہے کہ ولی ہر شخص پر بقدر اس کے حصہ کے خرچ کرے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 43)

## خرید وفروخت کے وقت نرمی اختیار کرنے کا بیان

تفسیر مظہری میں ہے کہ اس جملہ کا اضافہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ ادائے حق کے وقت احتیاط اس میں ہے کہ کچھ زیادہ دے دیا جائے، تا کہ کمی کا شبہ نہ رہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ہی موقع پر وزن کرنے والے کو حکم دیا کہ زن وارجع ،یعنی تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، بروایت سوید بن قیس رضی اللہ عنہ)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جس کسی کا کوئی حق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ ہوتا، تو اس کے ادا کرنے کے وقت اس کے حق سے زائد ادا فرمانے کو پسند فرماتے تھے، اور بخاری کی ایک حدیث میں بروایت جابر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو بیچنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ دے اور خریدنے کے وقت بھی نرم ہو کہ حق سے زیادہ نہ لے، بلکہ کچھ معمولی کمی بھی ہو تو راضی ہو جائے۔

| |
|---|
| وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ |
| عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ |
| اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کی پیروی کرو، اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلو پھر وہ (راستے) تمہیں |
| اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ |

41
41

## صراط مستقیم ایک جبکہ باطل راستوں کی کثرت کا بیان

"وَاَنَّ" بِالْفَتْحِ عَلٰی تَقْدِیرِ اللَّامِ وَالْکَسْرِ اسْتِئْنَافًا "هٰذَا" الَّذِیْ وَصَّیْتُکُمْ بِهٖ "صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا" حَالٌ "فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ" الطُّرُقَ الْمُخَالِفَةَ لَهٗ "فَتَفَرَّقَ" فِیْهِ حَذْفُ اِحْدَی التَّاءَیْنِ تَمِیْلُ "بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ" دِیْنِهٖ، ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ،

یہاں پر ان فتحہ کے ساتھ لام مقدرہ کے ساتھ جبکہ بہ طور استیناف کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اور یہ کہ یہی شریعت میرا سیدھا راستہ ہے، مستقیم یہ حال ہے۔لہٰذا تم اس کی پیروی کرو،اور دوسرے اس کے مخالف راستوں پر نہ چلو، یہاں پر تفرق میں دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔پھر وہ راستے تمہیں اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے جدا کردیں گے، یہی وہ بات ہے جس کا اس نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

حضرت ابن عباس کا قول تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو باہم اعتماد کا حکم دیتا ہے اور اختلاف و فرقہ بندی سے روکتا ہے اس لئے کہ اگلے لوگ اللہ کے دین میں پھوٹ ڈالنے ہی سے تباہ ہوئے تھے۔

مسند میں ہے کہ اللہ کے نبی نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا اللہ کی سیدھی راہ یہی ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچ کر اور فرمایا ان تمام راہوں پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے پھر آپ نے اس آیت کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔

مسند وغیرہ میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ شیطانی راہیں ہیں اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے ابن مسعود سے کسی نے پوچھا صراط مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت میں جا ملتا ہے اس کے دائیں بائیں بہت سی اور راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں جو ان راہوں میں سے کسی راہ ہولیا وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی۔اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چوپٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا ہے پکارتا رہتا ہے کہ لوگو تم سب اس صراط مستقیم پر آجاؤ راستے میں بکھر نہ جاؤ، بیچ راہ کے بھی ایک شخص ہے، جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے خبردار اسے نہ کھول، کھولو گے تو سیدھی راہ سے دور نکل جاؤ گے۔پس سیدھی راہ اسلام ہے دونوں دیواریں اللہ کی حدود ہیں کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں نمایاں شخص اللہ کی کتاب ہے اوپر سے پکارنے والا اللہ کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے۔(ترمذی)

اس نکتے کو نہ بھولنا چاہئے کہ اپنی راہ کیلئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور گمراہی کی راہوں کے لئے سبل جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہ حق ایک ہی ہوتی ہے اور ناحق کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں۔

| |
|---|
| ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ |
| وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ٥ |
| پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اس شخص پر (نعمت) پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت |
| اور رحمت کے لیے، تاکہ وہ اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔ |

## اتمام نعمت وحجت کیلئے کتاب دینے کا بیان

"ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ" التَّوْرَاةَ وَثُمَّ لِتَرْتِيْبِ الْاَخْبَارِ "تَمَامًا" لِلنِّعْمَةِ "عَلَى الَّذِيْ اَحْسَنَ" بِالْقِيَامِ بِهٖ "وَتَفْصِيْلًا" بَيَانًا "لِكُلِّ شَيْءٍ "يُحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ "وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ " اَيْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ "بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ" بِالْبَعْثِ،

پھر ہم نے موسیٰ کو تورات کتاب دی، یہاں ثم اخبار کو ترتیب سے بیان کرنے کیلئے آیا ہے۔اس شخص پر نعمت پوری کرنے کے لیے جس نے نیکی کی اور ہر چیز کی تفصیل جس میں اسے دین کیلئے ضرورت ہوتی ہے اور ہدایت اور ان کیلئے رحمت، تاکہ بنی اسرائیل اپنے رب کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا یقین کرلیں۔

## حرف ثم کے مختلف معانی کے لغوی مفہوم کا بیان

ثم اتینا موسیٰ الکتب۔ یہاں ثم کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔ثم پھر۔التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے۔
یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔لیکن بعض دفعہ التراخی فی الزمنیہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔ایسے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں۔اس سے بڑھ کر۔ان معنوں میں یہ آیۃ 2:2 میں استعمال ہوا ہے۔
ارشاد باری ہے۔ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوھن سبع سموت وہی ذات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے واسطے پیدا کیا۔اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کردیئے۔

یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنزعات 28:7 میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیۃ 3٠ میں فرمایا والارض بعد ذلك وجھا 7):3٠)اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔لیکن یہ محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں۔ بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔(ملاحظہ ہو بیضاوی 164:6)

ثم عاطفہ ہے۔اور اس کا عطف وصکم پر ہے۔اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بتانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک

اپنے قول وان ھذا صراطی مستقیما کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح توریت پر ثم کے ذریعہ عطف فرمایا۔ کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تماما علی الذی۔الخ تھی۔

تماما۔ پورا کرنا۔ پورا ہونا۔ تمام کرنا۔ تمام ہونا۔ کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی۔ مکمل۔ ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)۔ علی الذین احسن ۔ علی کل من احسن ۔ ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے۔ بھلائی کی روش اختیار کرے۔

## حق آجانے کے بعد اس کو جھٹلانے والوں کا بیان

جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آ پہنچا تو کہنے لگے اسے اس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا کیا انہوں نے موسیٰ کی اس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا کہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں۔ جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد اتری ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کو سچا کہتی ہیں اور راہ حق کی ہدایت کرتی ہیں۔ وہ کتاب جامع اور کامل تھی۔ شریعت کی جن باتوں کی اس وقت ضرورت تھی سب اس میں موجود تھیں یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا۔ جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جیسے فرمان ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنا دیا جبکہ انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھا۔ غرض یہ بھی اللہ کا فضل تھا اور نیکیوں کی نیکیوں کا صلہ۔ احسان کرنے والوں پر اللہ بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں اور وہاں بھی۔ امام ابن جریر الذی کو مصدریہ مانتے ہیں۔

| |
|---|
| وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ |
| اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی برکت والی، پس اس کی پیروی کرو اور بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## قرآن کے نزول کی برکت کا بیان

"وَهٰذَا" اَلْقُرْاٰن "كِتَاب اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَك فَاتَّبِعُوْهُ" يَا اَهْل مَكَّة بِالْعَمَلِ بِمَا فِيْهِ "وَاتَّقُوْا" الْكُفْر "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ"

اور یہ قرآن ایک کتاب ہے جسے ہم نے باعث برکت نازل کیا ہے، اے اہل مکہ جو اس میں ہے۔ اس کی پیروی کرو اور کفر سے بچ جاؤ، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

| |
|---|
| اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ |
| ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ |

## نزول قرآن کا سبب اتمام حجت ہونے کا بیان

اَنْزَلْنَاہُ "اَنْ" لَا "تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ" اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى "مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمُهَا مَحْذُوْف اَىْ اِنَّا "كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ" قِرَاءَتِهِمْ "لَغَافِلِيْنَ" لِعَدَمِ مَعْرِفَتِنَا لَهَا اِذْ لَيْسَتْ بِلُغَتِنَا،

ہم نے اس کو نازل کیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ تم کہو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں یعنی یہود نصاریٰ پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور یہاں پر اِن مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی اِنا اور بے شک ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے یقیناً بے خبر تھے۔ کیونکہ ہم اس کی پہچان نہ تھی لہٰذا وہ ہم تک پہنچی ہی نہیں۔

## قرآن کے نزول سے کفار مکہ پر اتمام حجت ہونے کا بیان

یہ خطاب کفار مکہ سے ہے یعنی ان کی طرف یہ کتاب دو وجہ سے نازل کی گئی ہے۔ ایک وجہ تو اتمام حجت ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ یہود و نصاریٰ کی طرف جو کتابیں اتاری گئی ہیں وہ تو انہی کے لیے تھیں، سب لوگوں کے لیے تو نہ تھیں کہ ہم بھی ان سے مستفید ہونے کی کوشش کرتے۔ اب جو کچھ اور جیسے وہ ان کتابوں کو پڑھتے پڑھاتے رہے اس کی ہمیں کیا خبر ہو سکتی ہے؟ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کتابیں تو عجمی زبانوں میں تھیں عربی میں نہیں تھیں لہٰذا ہم ان کتابوں کو کیسے پڑھ سکتے یا پڑھا سکتے تھے۔ اور دوسری وجہ جذبہ مسابقت ہے یعنی تمہاری طرف کتاب نازل نہ ہونے کی صورت میں تم یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے دلوں میں یہ ولولہ اٹھ سکتا تھا کہ اگر ہمارے پاس اللہ کی کتاب آتی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر اس پر عمل کر کے دکھا دیتے۔ سو اب جو کتاب تمہاری طرف نازل کی جا رہی ہے وہ کئی لحاظ سے تو تورات سے بہتر ہے اور اب تم اپنی مسابقت کا شوق پورا کر سکتے ہو۔

| |
|---|
| اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّاۤ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ |
| وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى |
| الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ○ |
| یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ پس بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف |
| سے ایک روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی، پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ |
| عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب کی جزا دیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔ |

## کتاب ہدایت کے حق و رحمت ہونے کا بیان

"اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّا اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ" لِجَوْدَةِ اَذْهَانِنَا "فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ" بَيَان

"مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ" لِمَنْ اتَّبَعَهُ "فَمَنْ" اَىْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِ ايَاتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ" اَعْرَض "عَنْهَا سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيَاتِنَا سُوْءَ الْعَذَابِ" اَىْ اَشَدَّهُ،

یا یہ کہو کہ اگر واقعی ہم پر کتاب اتاری جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے۔ کیونکہ ہم زیادہ ذہین ہیں۔ پس بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت یعنی جس نے اس کی اتباع کی اور رحمت آچکی، پھر اس سے زیادہ ظالم تو کوئی بھی نہ ہوگا، جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے کنارا کرے۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیات سے کنارا کرتے ہیں، برے عذاب یعنی سخت عذاب کی جزادیں گے، اس کے بدلے جو وہ کنارا کرتے تھے۔

ایسی بابرکت اور عظیم الشان کتاب کے نزول کے بعد بھی اگر کوئی شخص اللہ کی آیات سے اعراض کرتا ہے تو یہ انتہائی بدبختی کی بات ہے اور ایسے اعراض کرنے والے یقیناً بدترین سزا کے مستحق ہیں۔ اس آیت میں خطاب کفار مکہ کو ہے لیکن جب ان کے اعراض اور اس کی سزا کا ذکر کیا تو خطاب کو عام کردیا تاکہ چڑ اور ضد نہ پیدا ہو جائے۔

| |
|---|
| هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ |
| يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ |
| اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۝ |
| وہ اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تیرا رب آئے، یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، |
| جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، |
| یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ کہہ دے انتظار کرو، بے شک ہم بھی منتظر ہیں۔ |

## جھوٹے لوگوں کا موت یا قیامت کا انتظار کرنے کا بیان

"هَلْ يَنْظُرُوْنَ" مَا يَنْتَظِرُ الْمُكَذِّبُوْنَ "اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "الْمَلَائِكَةُ" لِقَبْضِ اَرْوَاحِهِمْ "اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ" اَىْ اَمْرُهُ بِمَعْنٰى عَذَابُهُ "اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ" اَىْ عَلَامَاتُهُ الدَّالَّةُ عَلَى السَّاعَةِ "يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيَاتِ رَبِّكَ" وَهِىَ طُلُوْعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا كَمَا فِىْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ "لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ" الْجُمْلَةُ صِفَةُ النَّفْسِ "اَوْ" نَفْسًا لَمْ تَكُنْ "كَسَبَتْ فِىْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا" طَاعَةً اَىْ لَا تَنْفَعُهَا تَوْبَتُهَا كَمَا فِى الْحَدِيْثِ "قُلِ انْتَظِرُوْا" اَحَدَ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ "اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ" ذٰلِكَ،

وہ جھوٹے اس کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے ان کی ارواح کو قبض کرنے آئیں، یہاں پر "تَاْتِيَهُمْ" تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے یا تیرا رب آئے، یعنی اس کا حکم عذاب آجائے یا تیرے رب کی کوئی نشانی آئے، یعنی

ایسی علامت جس کی دلالت قیامت پر ہو، جس دن تیرے رب کی کوئی نشانی آئے گی، اور وہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ کسی شخص کو اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا، جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا، یہاں لم تکن یہ نفس کی صفت ہے یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی۔ طاعت یعنی توبہ بھی کوئی نفع نہ دے گی تو آپ ﷺ ان سے فرمادیں ان چیزوں میں سے کسی ایک کا انتظار کرو، بے شک ہم بھی اسی کے منتظر ہیں۔

## سورہ انعام آیت ۱۵۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ) 6۔ الانعام: 158) یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی۔ آیت 158 کی تفسیر کے بارے میں فرمایا کہ اب نشانیوں سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ بعض حضرات نے یہ حدیث مرفوعاً نقل کی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1013)

جمہور مفسرین کے نزدیک اس نشانی سے آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا مراد ہے۔ ترمذی کی حدیث میں بھی ایسا ہی وارد ہے، بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آفتاب مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب وہ مغرب سے طلوع کرے گا اور اسے لوگ دیکھیں گے تو سب ایمان لائیں گے اور یہ ایمان نفع نہ دے گا۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں اور حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس واقعہ یعنی عرب سے آفتاب طلوع ہونے کے بعد ایک سو بیس سال تک دنیا قائم رہے گی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ انعام، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ |
| اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ٥ |
| وہ جنہوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے، اے محبوب! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں |
| ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ |

## دین میں فرقہ واریت کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ" بِاخْتِلَافِهِمْ فِيْهِ فَاَخَذُوْا بَعْضه وَتَرَكُوْا بَعْضه "وَكَانُوْا شِيَعًا" فِرَقًا فِيْ ذٰلِكَ وَفِيْ قِرَاءَة فَارَقُوْا اَيْ تَرَكُوْا دِيْنهمْ الَّذِيْ اُمِرُوْا بِهٖ وَهُمْ الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى "لَسْت مِنْهُمْ فِيْ شَيْء" اَيْ فَلَا تَتَعَرَّض لَهُمْ "اِنَّمَا اَمْرهمْ اِلَى اللّٰه" يَتَوَلَّاهُ "ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ" فِي الْاٰخِرَة "بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ بِهٖ وَهٰذَا مَنْسُوخ بِاٰيَةِ السَّيْف،

وہ جنہوں نے اپنے دین میں اختلاف کر کے جدا جدا راہیں نکالیں یعنی بعض کو پکڑ لیا اور بعض کو چھوڑ دیا اور فرقے بن کر کئی گروہ ہو گئے، ایک قرأت میں فارقوا یعنی انہوں نے اپنے دین کو چھوڑ دیا تھا جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ یہود و نصاریٰ ہیں اور اے محبوب انہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں لہٰذا آپ ان سے تعرض نہ کریں، ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے پھر وہ آخرت میں انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔ پس وہ انہیں اس کی جزاء دے گا۔ یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

## مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جانے کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے باقی ستر دوزخی ہیں اور نصرانی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر دوزخ میں ہوں گے۔ اور مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی۔

پس ایک فرقہ جنتی ہے جبکہ ۷۲ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس اگر تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ بے شک میری امت یا فرمایا: امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سواد اعظم کی اتباع کرو جو اس سے الگ ہوا وہ دوزخ میں گیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، ج ۱، ص ۳۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس سے پہلی حدیث میں سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت والوں کیلئے معیار عظمت ہے نیز اس حدیث سے اہل سنت و جماعت مراد لینا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی بہتر فرقے اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ امام المحدثین امام جلال الدین علیہ الرحمہ "اتمام الدرایہ" میں فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہم اور تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔

عقائد اور دوسرے مسائل میں بھی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کے امام ہیں اور طریقت میں سید الطائفہ حضرت جنید علیہ الرحمہ امام ہیں۔ (انجاح الحاجہ، ج ۲، ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## درود و سلام بھیجنا اہل سنت و جماعت کی علامت ہونے کا بیان

امام سخاوی علیہ الرحمہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل

سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سنی ہونے کی)۔ (فضائل اعمال، ص ۷۶۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

| |
|---|
| مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ |
| جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سواے |
| جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## ایک نیکی پر دس گنا جبکہ گناہ پر مثلی جزاء ہونے کا بیان

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ" اَیْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهِ "فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" اَیْ جَزَاءُ عَشْرِ حَسَنَاتٍ "وَمَنْ جَاءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰی اِلَّا مِثْلَهَا" اَیْ جَزَاءَهٗ "وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ" یُنْقَصُوْنَ مِنْ جَزَائِهِمْ شَیْئًا،

جو شخص ایک نیکی "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس جیسی دس نیکیاں ہوں گی اور جو برائی لے کر آئے گا سواے جزا نہیں دی جائے گی، مگر اسی کی مثل یعنی اس کی جزاء اسی کی مثل ہوگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کی جزاء میں سے کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

## سورہ انعام آیت ۱۶۰ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور ان کی بات سچی ہے کہ جب میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اس کے لئے ایک نیکی لکھ دو پھر اگر وہ اس پر عمل کرے تو اس کے برابر دس گنا نیکیاں لکھ دو لیکن اگر کسی برائی کا ارادہ کرے تو اسے اس وقت تک نہ لکھو جب تک وہ برائی نہ کرے اور پھر ایک ہی برائی لکھو اور اگر وہ اس برائی کو چھوڑ دے یا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس برائی پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے اس کے بدلے میں ایک نیکی لکھ دو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا 6۔ الانعام:160) (جو کوئی ایک نیکی کرے گا اس کے لئے دس گنا اجر ہے اور جو بدی کرے گا سواے اسی کے برابر سزا دی جائے گی اور اب پر ظلم نہ کیا جائے گا)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1015)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں یوں ہے کہ جب کوئی شخص نیکی کا ارادہ کر[illegible] کے بعد نیکی کرتا بھی ہے تو اللہ اسے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں عطا کرتا ہے۔ (بخاری۔ کتاب الرقاق)

ایک حدیث قدسی میں ہے نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو [illegible] عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اتنی ہی رحمت سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

جو میری طرف بالشت بھر آئے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ہاتھ بھر آئے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا

ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں۔ (مسلم،مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ |
| فرما دیجئے: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی ہدایت فرما دی ہے، (یہ) مضبوط دین (کی راہ ہے اور یہی) |
| اللہ کی طرف یکسو اور ہر باطل سے جدا ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ |

## ملت ابراہیمی کے دین برحق ہونے کا بیان

"قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ " "دِیْنًا قِیَمًا " مُسْتَقِیْمًا مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ،

فرما دیجئے: بیشک مجھے میرے رب نے سیدھے راستے کی ہدایت فرما دی ہے، یہ مضبوط دین اللہ کی طرف یکسو اور ہر باطل سے جدا ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

## دین حنیف کا ہر قسم کے شرک سے پاک ہونے کا بیان

حضرت ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے اس دین سے وہی ہٹ جاتا ہے جو محض بیوقوف ہو اور آیت میں ہے اللہ کی راہ میں پورا جہاد کرو وہی اللہ ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے، ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے مشرک نہ تھے اللہ کی نعمتوں کے شکر گزار تھے اللہ کے پسندیدہ تھے راہ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدان قیامت میں بھی وہ نیک کار لوگوں میں ہوں گے، پھر ہم نے تیری طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا یہ یاد رہے کہ حضور کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلیل اللہ آپ سے افضل ہیں اس لئے کہ حضور کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا، اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں اور مقام محمود والا ہوں جس سے ساری مخلوق کو امید ہوگی یہاں تک کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔

ابن مردویہ میں ہے کہ حضور ﷺ صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے حدیث (اصبحنا علی ملته الاسلام و کلمته الاخلاص و دین نبینا و ملته ابراهیم حنیفا و ما کان من المشرکین) یعنی ہم نے ملت اسلامیہ پر کلمہ اخلاص پر ہمارے نبی کے دین پر اور ملت ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو مشرک نہ تھے حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے،

مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر منہ رکھ کر حبشیوں کے جنگی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہود یہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے اور میں

یکسوئی والا آسانی والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرما دیں وہ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اسی کے نام پر ذبح کرتا ہوں چنانچہ بقرہ عید کے دن حضور ﷺ نے جب دو بھیڑے ذبح کئے توانی وجہت، کے بعد یہی آیت پڑھی، آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی، سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی سب اللہ کی خالص عبادت کرتے رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرے رب کے ذمہ ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔

ملت ابراہیمی سے وہی ہٹتا ہے جس کی قسمت پھوٹ گئی ہو، وہ دنیا میں بھی برگزیدہ رب تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے اسے جب اس کے رب نے فرمایا تو تابعدار بن جا اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنے بچوں کو کی تھی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو اللہ نے تمہارے لئے دین کو پسند فرما لیا ہے۔ پس تم اسلام ہی پر مرنا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے یا اللہ تو نے مجھے ملک عطا فرمایا خواب کی تعبیر سکھائی آسمان وزمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا، اگر تم ایماندار ہو اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے، اللہ ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچا لے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ |
| فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ |

## میری نماز وقربانی اور حیات وممات اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"قُلْ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی" عِبَادَتِی مِنْ حَجّ وَغَیْرِه "وَمَحْیَایَ" حَیَاتِی "وَمَمَاتِی" مَوْتِی "لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ،

فرما دیجئے کہ بیشک میری نماز اور میرا حج اور عمرہ وغیرہ اور قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

## قربانی کی اہمیت کا بیان

جہاں تک قربانی کی مقبولیت اور اجر وثواب کا تعلق ہے تو خلوصِ نیت کے ساتھ فربہ (صحت مند) اور بیش قیمت جانور کی قربانی اس کا اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولادِ آدم کا کوئی بھی عمل خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن قربانی کا جانور (زندہ ہوکر) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا۔

اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے، پس تم اپنی قربانیاں خوش دلی سے کیا کرو۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح)

## قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے نیکی ہونے کا بیان

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول پاک ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس میں ہمارے لئے کیا اجر وثواب ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: قربانی کے جانور کے ہر بال اور اون کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث پاک کی روشنی میں قربانی کی عظمت وفضیلت اور اجر وثواب کا اندازہ کیجئے کہ جانوروں کے جسم پر بے حد وبے حساب بلکہ ان گنت بال ہوتے ہیں اور اس حدیث پاک کے مطابق جانور کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے، لہٰذا قربانی کرنے والے خوش نصیب انسان کے نامۂ اعمال میں بے حد وبے حساب اجر وثواب اور لاتعداد نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ یہاں ایک بڑا لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اس حدیث میں اہل علم کے لئے ایک بڑا ہی لطیف اور لذیذ نکتہ یہ ہے کہ شعرۃ اور حسنۃ دونوں ہی نکرہ ہیں مگر شعرۃ کی تنوین تنکیر تحقیر کے لئے اور حسنۃ کی تنوین تنکیر تعظیم کے لئے ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قربانی کے جانور کے چھوٹے چھوٹے اور حقیر سے حقیر بال کے بدلے بھی بڑی سے بڑی اور عظیم سے عظیم تر نیکی ملتی ہے۔ (حقانی تقریریں: صفحہ 278)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا، اے فاطمہ! کھڑی ہو اپنی قربانی پر اور (قربانی کے وقت جانور کے پاس) حاضر رہو، کیونکہ قربانی (کے جانور) کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یارسول ﷺ کیا یہ اجر وثواب ہم اہل بیت (خاندانِ نبوت) کے لیے مخصوص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی اجر وثواب ہے۔ (مجمع الزوائد: جلد 4 صفحہ 17)

| |
|---|
| لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ |
| اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں (جمیع مخلوقات میں) سب سے پہلا مسلمان ہوں۔ |

## میں ہی پہلا اللہ کی بارگاہ میں جھکنے والا ہوں

"لَا شَرِيكَ لَهُ" فِي ذٰلِكَ "وَبِذٰلِكَ" اَيِ التَّوْحِيْد "اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ" مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّة،

اس کی توحید میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں اس امت (یعنی تمام مخلوقات سے) میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

حضرت عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خیمہ میں تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا تم پسند کرتے ہو، کہ اہل جنت کا چوتھائی حصہ ہو، ہم نے جواب دیا ہاں! آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے خوش ہو کہ تم اہل جنت کا نصف ہو، ہم نے جواب دیا جی ہاں! آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے مجھے امید ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے اور بات یہ ہے کہ جنت میں مسلمان ہی داخل ہو سکتا ہے۔

اور تم اہل شرک کے مقابلہ میں اس طرح ہو جس طرح سیاہ بیل کی کھال پر سفید بال یا سرخ بیل کی کھال پر سیاہ بال ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1475)

| |
|---|
| قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ |
| وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| فرما دیجئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر شے کا پروردگار ہے، اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے |
| (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف |
| لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ |

## اللہ کے سوا کوئی اور معبود کیونکر تلاش کیا جائے

"قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا" اِلٰهًا اَيْ لَا اَطْلُب غَيْرِهِ "وَهُوَ رَبّ" مَالِك "كُلّ شَيْء وَلَا تَكْسِب كُلّ نَفْس" ذَنْبًا "اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِر" تَحْمِل نَفْس "وَازِرَة" اٰثِمَة "وِزْر" نَفْس "اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبّكُمْ مَرْجِعكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ"،

فرما دیجئے، کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالانکہ وہی ہر شے کا پروردگار ہے، اور ہر شخص جو بھی گناہ کرتا ہے اس کا وبال اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ

تمہیں ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

## سورہ انعام آیت ۱۶۴ کے شان نزول کا بیان

کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ ہمارے دین کی طرف لوٹ آئیے اور ہمارے معبودوں کی عبادت کیجئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ولید بن مغیرہ کہتا تھا کہ میرا رستہ اختیار کرو اس میں اگر کچھ گناہ ہے تو میری گردن پر۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ وہ رستہ باطل ہے، خدا شناس کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی اور کو رب بتائے اور یہ بھی باطل ہے کہ کسی کا گناہ دوسرا اٹھا سکے۔

اس آیت میں مشرکین مکہ ولید بن مغیرہ وغیرہ کی اس بات کا جواب ہے جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں سے کہا کرتے تھے کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ، تو تمہارے سارے گناہوں کا بھار ہم اٹھالیں گے، اس پر فرمایا (آیت) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ کیا تم مجھ سے یہ چاہتے ہو کہ تمہاری طرح میں بھی اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کرلوں، حالانکہ وہی سارے جہان اور ساری کائنات کا رب ہے، اس گمراہی کی مجھ سے کوئی امید نہ رکھو، باقی تمہارا یہ کہنا کہ ہم تمہارے گناہوں کا بھار اٹھالیں گے یہ خود ایک حماقت ہے، گناہ تو جو شخص کرے گا اسی کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا، اور وہی اس کی سزا کا مستحق ہوگا، تمہارے اس کہنے سے وہ گناہ تمہاری طرف کیسے منتقل ہو سکتا ہے، اور اگر خیال ہو کہ حساب اور نامہ اعمال میں تو انہی کے رہے گا لیکن میدان حشر میں اس پر جو سزا مرتب ہوگی وہ سزا ہم بھگت لیں گے، تو اس خیال کو بھی اس آیت کے اگلے جملہ نے رد کر دیا، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى، یعنی قیامت کے روز کوئی شخص دوسرے کا بھار گناہ نہیں اٹھائے گا۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ |
| فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور وہی ذات ہے جس نے تمھیں زمین کے جانشین بنایا اور تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، |
| تا کہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا |
| دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ |

## زمین میں خلافت عطا کرنے والے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلَائِف الْاَرْض" جَمْع خَلِيفَة: اَیْ يَخْلُف بَعْضكُمْ بَعْضًا فِيْهَا "وَرَفَعَ بَعْضكُمْ فَوْق بَعْض دَرَجَات" بِالْمَالِ وَالْجَاه وَغَيْر ذٰلِكَ "لِيَبْلُوَكُمْ" لِيَخْتَبِر كُمْ "فِيْ مَا اٰتَاكُمْ" اَعْطَاكُمْ [illegible] الْمُطِيع مِنْكُمْ وَالْعَاصِي "اِنَّ رَبّك سَرِيع الْعِقَاب" لِمَنْ عَصَاهُ "وَاِنَّهُ لَغَفُور" لِلْمُؤْمِنِيْنَ

"رَّحِيمٌ" بِهِمْ

اور وہی ذات ہے جس نے تمھیں زمین کا جانشین بنایا، یہاں پر خلائف یہ خلیفہ کی جمع ہے۔ یعنی تمہیں ایک دوسرے پر خلیفہ بنایا اور مال وجاہ وغیرہ میں تمھارے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کر دیا، تاکہ وہ ان چیزوں میں تمھاری آزمائش کرے جو اس نے تمھیں دی ہیں۔ تاکہ تمہاری جانب سے اطاعت یا معصیت ظاہر ہو جائے۔ بے شک تیرا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے جو اس کی نافرمانی کرے اور وہ یقیناً مؤمنین کو بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

## ہر شخص کیلئے ذمہ داری ورعایا ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور تم سب سے ان کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس وہ امیر جو لوگوں کا ذمہ دار ہے اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور جو آدمی اپنے گھر والوں کا ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی ذمہ دار ہے اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام اپنے آقا کے مال کا ذمہ دار ہے اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 227)

## حکمران کے سلوک رعایا کے مطابق اس کے احوال کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن شماسہ سے روایت ہے کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوا تو سیدہ نے فرمایا تم کن لوگوں میں سے ہو میں نے عرض کیا اہل مصر میں سے ایک آدمی ہوں تو سیدہ نے فرمایا تمہارا ساتھی تمہارے ساتھ غزوہ میں کیسے پیش آتا ہے میں نے عرض کیا ہم نے اس میں کوئی ناگوار بات نہیں پائی اگر ہم میں سے کسی آدمی کا اونٹ مر جائے تو وہ اسے اونٹ عطا کرتا ہے اور غلام کے بدلے غلام عطا کرتا ہے اور جو خرچ کا محتاج ہو اسے خرچہ عطا کرتا ہے سیدہ نے فرمایا مجھے وہ معاملہ اس حدیث کے بیان کرنے سے نہیں روک سکتا جو اس نے میرے بھائی محمد بن ابوبکر سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس گھر میں فرمایا اے اللہ میری اس امت میں سے جس کو ولایت دی جائے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو اس پر سختی کر اور میری امت میں سے جس کو کسی معاملہ کو والی بنایا جائے وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی کر۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 225)

## سورہ انعام کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سورہ انعام کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کام میں مجھے غلطی سے محفوظ فرمائے۔

# سورۃ اعراف

## یہ قرآن مجید کی سور اعراف ہے

### سورہ اعراف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کا نام اعراف اس لیے ہے کہ اس میں جنت اور دوزخ کے درمیانی مقام اعراف اور اصحاب اعراف کا ذکر آیا ہے۔

ابن جریر کہتے ہیں کہ اعراف عرف کی جمع ہے۔ اہل عرب کے نزدیک زمین سے بلند ہر جگہ کو اعراف کا نام دیا جاتا ہے۔ مرغ کی کلغی کو بھی اس کے بلند ہونے کی وجہ سے عرف کہا جاتا ہے۔ جبکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اعراف جنت اور جہنم کے بیچ کا ایک ٹیلہ ہے۔

جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے، وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں جائیں گے، اعراف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت و دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے، جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی تکلیفوں کو جنت تک پہنچنے سے روکتی ہے، اس دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہل جنت و اہل دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے، اصحابِ اعراف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں راجح و صحیح یہ ہے کہ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہیں یہ لوگ درمیان میں ہونے کی وجہ سے جنت و دوزخ دونوں طبقوں کی کیفیتوں سے متاثر ہوں گے۔

### سورہ اعراف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف ( مَكِّيَّة اِلَّا مِنْ اٰيَة 163 لِغَايَة 170 فَمَدَنِيَّة وَ اٰيَاتها 205 اَوْ 206 نَزَلَتْ بَعْد ص،

یہ سورت مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ سورت مکیہ ہے سواء پانچ آیتوں کے جو مدنی ہیں۔ اس سورت میں دوسو چھ آیت اور چوبیس رکوع ہیں اور تین ہزار تین سو پچیس کلمے اور چودہ ہزار دس حرف ہیں۔

الٓمّٓصٓ O

الف، لام، میم، صاد، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

"المص " اَللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ

لف، لام، میم، صاد، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔

| |
|---|
| كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ٥ |
| یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے سو آپ کے سینہ میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو کہ آپ اس کے ذریعے |
| ڈر سنا سکیں اور یہ مومنین کے لئے نصیحت ہے۔ |

هٰذَا "كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ" خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ" ضِيْقٌ "مِنْهُ" اَنْ تُبَلِّغَهُ مَخَافَةَ اَنْ تُكَذَّبَ "لِتُنْذِرَ" مُتَعَلِّقٌ بِاُنْزِلَ اَىْ لِلْاِنْذَارِ "بِهٖ وَذِكْرٰى" تَذْكِرَةٌ "لِلْمُؤْمِنِيْنَ" بِهٖ،

یہ کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے۔ کہ آپ کے سینہ میں اس کی تبلیغ پر کفار کے انکار و تکذیب کے خیال سے کوئی حرج نہ ہو یہ تو اتاری ہی اس لئے گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعے منکرین کو ڈر سنا سکیں یہاں پر لتنذر یہ انزل کے متعلق ہے۔ یعنی انذار کیلئے ہے۔ اور یہ مومنین کے لئے نصیحت ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کتب۔ خبر ہے۔ جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی ھو کتاب۔ کتب سے مراد یہاں القران ہے۔ صدرک۔ تیرا سینہ۔ صدر سے۔ مضاف۔ ک ضمیر واحد مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ واحد صدور۔ جمع۔ بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قلب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم و عقل کی طرف اشارہ ہے۔ جیسے فرمایا ہے **ان فی ذلك لذكرى لمن كان له قلب** ، شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔ اور جہاں صدر۔ استعمال ہوا وہاں علم و عقل کے علاوہ شہوت۔ ہوائے نفس اور غضب وغیرہ قوی نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ چنانچہ **رب اشرح لى صدرى** میں نفسانی قوی کی اصلاح کا سوال ہے۔

حرج۔ تنگی۔ مضائقہ۔ شک۔ گناہ۔ تنگ۔ اصل میں حرج کے معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اور جگہ آیا ہے **ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجا** اور پھر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

**فلا يكن فى صدرك حرج منه**۔ پس نہ چاہئے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک یا تنگی خاطر اس سے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ ھذا کتب انزل الیک لتنذر بہ وذکری للمومنین فلا یکن فی صدرک حرج منہ۔ یہ کتاب (القرآن) ہے۔ جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے پرہیز نہ کرنے کی عاقبت) سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے۔ پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی و شک و شبہ نہ ہو۔ یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں۔ مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں۔ کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق و صداقت پر مبنی کتاب ہے۔

ذکری۔ نصیحت کرنا۔ بہت ذکر کرنا۔ یاد۔ پند و نصیحت۔ موعظت۔ ذکر و ذکر (نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذکری بولا جاتا ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔ ذکری کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یہ بحالت نصب ہے اضمار فعل کے ساتھ ای

42
42

لتنذر بہ و تذکر تذکیرا۔اس صورت میں الذکری بمعنی التذکیر ہے۔یہ بحالت رفع ہے۔اور اس کا عطف کتب پر ہے۔ای ھو کتب وذکر للمومنین۔یہ بحالت جر ہے۔والعطف علی محل لتنذر بمعنی للانذار ارد للذکری ڈرانے کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

| |
|---|
| اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اس کے پیچھے چلو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا اور دوستوں |
| کے پیچھے مت چلو۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ |

## قرآن کی اتباع کرنے کا بیان

قُلْ لَهُمْ "اتَّبِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ" اَیْ الْقُرْاٰن "وَلَا تَتَّبِعُوا" تَتَّخِذُوا "مِنْ دُوْنِه" اَیْ اللهِ اَیْ غَيْرِهٖ "اَوْلِيَاء" تُطِيْعُوْنَهُمْ فِیْ مَعْصِيَتِه تَعَالٰی "قَلِيْلًا مَا تَذَكَّرُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء تَتَّعِظُوْنَ وَفِيْهِ اِدْغَام التَّاءِ فِی الْاَصْل فِی الذَّال وَفِیْ قِرَاءَة بِسُكُوْنِهَا وَمَا زَائِدَة لِتَاْكِيْدِ الْقِلَّة،

آپ ﷺ ان سے فرمادیں اس کے پیچھے چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کی جانب سے قرآن نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا یعنی اللہ کے سوا اور دوستوں کے پیچھے مت چلو۔ کیونکہ تمہارا ان کی اطاعت کرنا یہ اللہ کی نافرمانی ہوگی۔ بہت کم تم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یذکروں یہاں پر تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے۔ اور ایک قرأت میں سکون کے ساتھ ہے۔ اور قلت کی تاکید کیلئے یہاں پر ما زائدہ ہے۔

## نازل کردہ کتب سماوی کی اتباع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری بقا گزشتہ امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے نماز عصر سے غروب آفتاب تک کا وقت ہے، تورات والوں کو تورات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ دوپہر کا وقت آ گیا، پھر وہ لوگ عاجز ہو گئے تو ان کو ایک قیراط ملا، پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی تو ان لوگوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھی گئی پھر وہ عاجز ہو گئے تو ان کو بھی ایک ایک قیراط ملا، پھر تم لوگوں کو قرآن دیا گیا تم لوگوں نے اس پر عمل کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو تم لوگوں کو دو دو قیراط ملے، اہل کتاب نے کہا کہ ان لوگوں نے ہم سے کام کم کئے اور اجرت زیادہ پائی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تمہارے حق میں کوئی کمی کی ہے، ان لوگوں نے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2427)

## نیک لوگوں کی اتباع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی کسی طریقہ کی پیروی کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ ان لوگوں

کی راہ اختیار کرے جو فوت ہو گئے ہیں کیونکہ زندہ آدمی (دین میں) فتنہ سے محفوظ نہیں ہوتا اور وہ لوگ جو فوت ہو گئے ہیں (اور جن کی پیروی کرنی چاہئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں۔

جو اس امت کے بہترین لوگ تھے، دلوں کے اعتبار سے انتہا درجہ کے نیک، علم کے اعتبار سے انتہائی کامل اور بہت کم تکلف کرنے والے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور اپنے دین کو قائم کرنے کے لئے منتخب کیا تھا لہٰذا تم ان کی بزرگی کو پہچانو اور ان کے نقش قدم کی پیروی کرو اور جہاں تک ہو سکے ان سے آداب و اخلاق کو اختیار کرتے رہو (اس لئے کہ) وہی لوگ ہدایت کے سیدھے راستہ پر تھے۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 187)

| |
|---|
| وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰـهَا فَجَآءَ هَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَآئِلُوْنَ ○ |
| اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ |

## کتنی ہی بستیاں رات کو آنے والے عذاب سے ہلاک ہو گئی ہیں

"وَكَمْ" خَبَرِيَّة مَفْعُول "مِنْ قَرْيَة" اُرِيْدَ اَهْلَهَا "اَهْلَكْنَاهَا" اَرَدْنَا اِهْلَاكَهَا "فَجَاءَ هَا بَاْسُنَا" عَذَابنَا "بَيَاتًا" لَيْلًا "اَوْ هُمْ قَائِلُوْنَ" نَائِمُوْنَ بِالظَّهِيرَةِ وَالْقَيْلُولَة اسْتِرَاحَة نِصْف النَّهَار وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ مَعَهَا نَوْم اَيْ مَرَّة جَاءَ هَا لَيْلًا وَّمَرَّة جَاءَ هَا نَهَارًا،

کم خبریہ مفعول ہے۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں یعنی اہل بستی کو ہم نے ہلاک کر دیا، تو ان پر ہمارا عذاب راتوں رات آیا، یا جب کہ وہ دوپہر کو آرام کرنے والے تھے۔ یعنی وہ دوپہر کے وقت یا قیلولہ کرنے کیلئے دن کے نصف آرام کرنے والے تھے اگرچہ ان کے ساتھ نیند نہ تھی۔ یعنی کبھی عذاب رات کو آیا اور کبھی دن کو آیا۔

## سابقہ باغیوں کی بستیوں کے کھنڈرات باعث عبرت ہیں

ان لوگوں کو جو ہمارے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے انہیں جھٹلاتے تھے تم سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں۔ دنیا اور آخرت کی ذلت ان پر برس پڑی، جیسے فرمان ہے تجھ سے اگلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مذاق نے انہیں تہو بالا کر دیا، ایک اور آیت میں ہے، بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے غارت کر دیا جو اب تک الٹی پڑی ہیں اور جگہ ارشاد ہے بہت سے اتراتے ہوئے لوگوں کے شہر ہم نے ویران کر دیئے دیکھ لو کہ اب تک ان کے کھنڈرات تمہارے سامنے ہیں جو بہت کم آباد ہوئے۔ حقیقتاً وارث و مالک ہم ہی ہیں ایسے ظالموں کے پاس ہمارے عذاب اچانک آ گئے اور وہ اپنی غفلتوں اور عیاشیوں میں مشغول تھے کہیں دن کو دوپہر کے آرام کے وقت، کہیں رات کے سونے کے وقت، چنانچہ ایک آیت میں ہے (افامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا بياتا وهم نائمون اوامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا ضحى وهم يلعبون) یعنی لوگ اس سے بےخوف ہو گئے ہیں کہ ان کے سوتے ہوئے راتوں رات اچانک ہمارا عذاب آ جائے؟ یا انہیں ڈر نہیں کہ دن دیہاڑے دوپہر کو ان کے آرام کے

وقت ان پر ہمارا عذاب آ جائیں؟

اور آیت میں ہے کہ مکاریوں کی وجہ سے ہماری نافرمانیاں کرنے والے اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے؟ یا ان کے پاس عذاب الٰہی اس طرح آ جائے کہ انہیں پتہ بھی نہ چلے یا اللہ انہیں ان کی بیخبری میں آرام کی گھڑیوں میں ہی پکڑ لے کوئی نہیں جو اللہ کو عاجز کر سکے، یہ تو رب کی رحمت ورافت ہے جو گنہگار زمین پر چلتے پھرتے ہیں، عذاب رب آ جانے کے بعد تو یہ خود اپنی زبانوں سے اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے لیکن اس وقت کیا نفع ہوگا؟

| |
|---|
| فَمَا كَانَ دَعْوٰهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ٥ |
| پھر جب ان پر ہمارا عذاب آ گیا تو ان کی پکار سوائے اس کے (کچھ) نہ تھی کہ وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم ظالم تھے۔ |

"فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ" قَوْلهمْ "اِذْ جَاءَ هُمْ بَاْسُنَا اِلَّا اَنْ قَالُوْا اِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ،

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آ گیا تو ان کی پکار سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ وہ کہنے لگے کہ بیشک ہم ظالم تھے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا، عبد الملک سے جب یہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انہیں عذاب نہیں کرتا تو آپ نے یہ آیت (فما کان دعوھم) الخ، پڑھ سنائی پھر فرمایا امتوں سے بھی، ان کے رسولوں سے بھی یعنی سب سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔

اللہ کی گرفت ہمیشہ اس وقت آتی ہے جب انسان اللہ کی تنبیہات سے بے نیاز ہو کر غفلت کی نیند سو جاتا ہے پھر جب اللہ کی گرفت یا اس کا عذاب واقع ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ اعتراف کرنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہی قصور تھا جو ہم غفلت میں پڑے رہے مگر وقت گزرنے کے بعد ایسا اعتراف کوئی فائدہ نہیں دیتا، بلکہ حسرت ویاس کا سبب بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ فرما یہ رہے ہیں کہ تمہارے سامنے بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ پھر کیا یہ ضروری ہے کہ تم اسی وقت عبرت حاصل کرو جب تم خود عذاب میں گرفتار ہو جاؤ؟ آخر تم گزشتہ اقوام کے انجام سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟

| |
|---|
| فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ٥ |
| تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور یقیناً ہم رسولوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے۔ |

## قیامت کے دن رسولان گرامی اور امتوں کی گواہی کا بیان

"فَلَنَسْاَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ" اَىِ الْاُمَمِ عَنْ اِجَابَتِهِمُ الرُّسُل وَعَمَلِهِمْ فِيْمَا بَلَغَهُمْ "وَلَنَسْاَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ" عَنِ الْاِبْلَاغِ،

تو یقیناً ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کی طرف رسول بھیجے گئے یعنی امتوں سے رسولان گرامی کی دعوت کو قبول کرنے اور جو انہوں نے حکم پہنچایا اس پر عمل کرنے کے بارے میں ہم ان سے پوچھیں گے۔ اور یقیناً ہم رسولوں سے بھی حکم پہنچانے کے

بارے میں ضرور پوچھیں گے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں لوگوں سے سوال کیا کہ قیامت کے روز تم لوگوں سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا کہ میں نے تم کو اللہ کا پیغام پہنچا دیا یا نہیں؟ **فما انتم قائلون**، یعنی اس وقت تم اس کے جواب میں کیا کہو گے؟ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا، اور امانت خداوندی کا حق ادا کر دیا، اور امت کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کیا، یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اللّٰھم اشھد** یعنی یا اللہ تو گواہ ہو جا۔

اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ کیا میں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام بندوں کو پہنچا دیا، اور میں جواب میں عرض کروں گا کہ میں نے پہنچا دیا ہے، اس لئے اب تم سب اس کا اہتمام کرو کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبین تک میرا پیغام پہنچا دیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ اعراف)

رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور ان سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں تو ہی جاننے والا ہے پس امت سے رسولوں کی قبولیت کی بابت اور رسولوں سے تبلیغ کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک با اختیار ہے اور اپنے زیر اختیار لوگوں کی بابت اس سے سوال کیا جانے والا ہے۔ بادشاہ سے اسکی رعایا کا ہر آدمی سے اس کی اہل و عیال کا، ہر عورت سے اس کے خاوند کے گھر کا، ہر غلام سے اس کے آقا کے مال کا سوال ہو گا۔ (بخاری و مسلم)

| |
|---|
| فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ٥ |
| پس یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ |

## لوگوں کے سامنے ہدایت کو وضاحت سے بیان کرنا

**"فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ" لَنُخْبِرَنَّهُمْ عَنْ عِلْمٍ بِمَا فَعَلُوْهُ "وَمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ" عَنْ اِبْلَاغِ الرُّسُلِ وَالْاُمَمِ الْخَالِيَةِ فِيْمَا عَمِلُوْا۔**

پس یقیناً ہم ان کے سامنے ضرور پورے علم کے ساتھ بیان کریں گے تا کہ ہم انہیں بتائیں جو انہوں نے عمل کیا۔ اور ہم کہیں غائب نہ تھے۔ یعنی رسولان گرامی کا حکم پہنچا دینا اور امتوں نے جو کچھ عمل کیا ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں۔

ابن مردویہ نے نقل کی ہے، قیامت کے دن اعمال نامے رکھے جائیں گے اور سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی جائے گی۔ اللہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ نہ وہ کسی چیز سے غافل ہے۔ آنکھوں کی خیانت سے سینوں کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے۔ ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے۔ زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہوتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے۔ تر و خشک چیز اس کے پاس کھلی کتاب میں موجود ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

اور اس دن وزن حق ہے، پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

## نیکیوں کے بھاری میزان والوں کیلئے کامیابی ہونے کا بیان

"وَالْوَزْنُ" لِلْاَعْمَالِ اَوْ لِصَحَائِفِهَا بِمِيْزَانٍ لَهٗ لِسَانٌ وَكَفَّتَانِ كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيْثٍ كَائِنٌ "يَوْمَئِذٍ" اَيْ يَوْمَ السُّؤَالِ الْمَذْكُوْرِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ "الْحَقُّ" الْعَدْلُ صِفَةُ الْوَزْنِ "فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُه" بِالْحَسَنَاتِ "فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" الْفَائِزُوْنَ،

اور اس دن اعمال یا ان کے صحائف کا وزن ایک ایسے ترازو سے ہوگا جس کا ایک کانٹا اور دو پلڑے ہیں۔ جس طرح حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ یعنی مذکورہ دین یعنی قیامت کا دن برحق ہے۔ یہاں پر عدم وزن کی صفت ہے۔ پھر وہ شخص کہ اس کے پلڑے نیکیوں کے سبب بھاری ہو گئے، تو وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

## میزان کے مفہوم کا تفسیری بیان

میزان "اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار و حیثیت جانی جا سکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا۔

## میزان کے حساب و کتاب کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک دن وہ یعنی حضرت عائشہ دوزخ کی آگ کا خیال کر کے رونے لگیں یعنی اچانک ان کے دل میں دوزخ کا خیال آ گیا تو اس کی دہشت سے ان پر گریہ طاری ہو گیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو اس طرح اچانک روتے دیکھا تو) پوچھا کہ یہ تمہیں کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا کہ مجھے دوزخ کی آگ کا خیال آ گیا تھا؟ (اس کی دہشت اور خوف سے) رونے لگی ہوں) اور ہاں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے اہل و عیال کو بھی یاد رکھیں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ ویسے تو اہل بیت ہی کیا قیامت کے دن اپنی پوری امت کا خیال و فکر ہوگا لیکن) صورت حال یہ ہے کہ اس دن تین موقعے ایسے ہوں گے کہ وہاں کسی کو کسی کا خیال نہیں ہوگا یعنی مخصوص طور پر کسی کا خیال نہیں ہوگا۔ البتہ شفاعت عظمی عمومی طور پر تمام خلائق کے لئے ہوگی) ایک موقع تو وہ ہوگا جب (اعمال و کردار کو تولنے کے لئے میزان سامنے ہوگی تا آنکہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس کی میزان بھاری رہی یا ہلکی یعنی جب

تک اعمال تل نہ لیں گے اور یہ پتہ نہ چل جائے گا کہ نیک اعمال کا پلا جھک گیا ہے یا اوپر کو اٹھ گیا ہے تب تک ہر شخص اپنی اپنی فکر میں گرداں رہے گا دوسرا موقع وہ ہوگا جب اعمال نامے (ہاتھوں میں) حوالے کئے جائیں گے یہاں تک یہ نہ کہا جانے لگے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو اور جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ پیٹھ کے پیچھے سے اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے، یا بائیں ہاتھ میں دیا گیا ہے۔ یعنی دوسرا ہولناک موقع وہ ہوگا جب ہر ایک کے بارے میں نجات یا عذاب کا فیصلہ ہونے کو ہوگا اور لوگوں کے اعمال نامے ان کی پیٹھ کے پیچھے سے ان کے ہاتھوں میں تھما دیئے جائیں گے چنانچہ جو شخص نجات یافتہ ہوگا اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور جو شخص مستوجب عذاب گردانا جائے گا اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں ہوگا اور اس طرح اس وقت جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ کس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں اور کس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دوبارہ ہے اور جس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں آئے گا وہ مارے خوشی کے یہ نہ کہہ اٹھے کہ آؤ میرا اعمال نامہ پڑھ لو تب تک ہر شخص فکر و تردد میں رہے گا اور کسی کو اس کا ہوش و خیال نہیں رہے گا) اور تیسرا موقع وہ ہوگا جب لوگ پل صراط (پر سے گزرنے) کے قریب ہوں گے اور وہ پل صراط جہنم کی پشت پر (یعنی اس کے دہانے پر) رکھا جائے گا (یہاں تک کہ یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس پر سے عافیت کے ساتھ گزر کر نجات پالی ہے یا جہنم میں گر پڑا ہے۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 133)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے جس میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہوگا جتنا دور تک نظر پہنچے۔ پھر ایک پرچہ نیکی کا لایا جائے گا جس پر (لا الہ الا اللہ) ہوگا۔ یہ کہے گا یا اللہ یہ اتنا سا پرچہ ان دفتروں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس سے بےفکر رہ کہ تجھ پر ظلم کیا جائے، اب وہ پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ سب دفتر اونچے ہو جائیں گے اور یہ سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائیں گے (ترمذی) تیسرا قول بھی دلیل رکھتا ہے حدیث میں ہے ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وزن اللہ کے پاس اس کا نہ ہوگا۔

| |
|---|
| وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ |
| اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے ہلکے ہو گئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا |
| اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔ |

## میزان کا برائیوں کے سبب ہلکا ہونے کا بیان

"وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينه" بِالسَّيِّئَاتِ "فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ" بِتَصْيِيرِهَا اِلَى النَّار "بِمَا كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ" يَجْحَدُوْنَ،

اور وہ شخص کہ اس کے پلڑے برائیوں کے سبب ہلکے ہو گئے تو یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو جہنم کی طرف لے جا کر

خسارے میں ڈالا، اس لیے کہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ناانصافی کرتے تھے۔یعنی ان کا انکار کرتے تھے۔

قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا۔جن کے اعمال قلبیہ و اعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص و محبت سے حکم شرعی کے موافق کیا۔اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگزر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا" بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسد کردیے جائیں گے۔اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا۔کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قارالذات اعراض ہیں جن کا ہر جزء وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے۔پھر ان کا جمع ہونا تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آجکل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اس وقت ادا ہوسکتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہوگیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔رہا ان کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت و کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے۔اسی لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی۔ بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن وسنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے خارج ہے۔ کیونکہ جن نوامیس وقوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہوگا، ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پاسکتے۔اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھو کتنی قسم کی ہیں۔ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں۔ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے۔ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ان کے سوا "مقیاس الہوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔ جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض کے اوزان و درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کردے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورۃً وحساً ظاہر ہوتا ہو۔

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ۝

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، بہت کم تم شکر کرتے ہو۔

## بنی آدم کو زمین میں ٹھہرانے کا بیان

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ" يَا بَنِيْ اٰدَمَ "فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ" بِالْيَاءِ اَسْبَابًا تَعِيْشُوْنَ بِهَا جَمْعُ مَعِيْشَة "قَلِيْلًا مَا" لِتَاْكِيْدِ الْقِلَّة "تَشْكُرُوْنَ" عَلٰى ذٰلِكَ،

اور یا بنی آدم بلاشبہ یقیناً ہم نے تمھیں زمین میں ٹھکانا دیا اور ہم نے تمھارے لیے اس میں زندگی کے سامان بنائے، معایش یہاں پر یاء کے ساتھ ہے یعنی زندگی گزارنے کا سامان دیا اس کی جمع معیشت ہے۔ بہت کم تم شکر کرتے ہو۔ یہاں پر قلیلا ما میں ماء قلت کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ تاکہ تم اس عطاپر شکر گزار بن جاؤ۔

## معایش کے لغوی مفہوم کا بیان

معایش تو جمہور کی قرأت ہے لیکن عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج معائش پڑھتے ہیں اور ٹھیک وہی ہے جس پر اکثریت ہے اس لئے کہ (معایش) جمع ہے (معیشتہ) کی۔ اس کا باب (عاش یعیش عیشا) ہے (معیشتہ) کی اصل (معیشتہ) ہے۔ کسرہ یٔ پر تقلیل تھا نقل کر کے ماقبل کو دیا (معیشتہ) ہو گیا لیکن جمع کے وقت پھر کسرہ یٔ پر آ گیا کیونکہ اب ثقل نہ رہا پس مفاعل کے وزن پر (معایش) ہو گیا کیونکہ اس کلمہ میں یا اصلی ہے۔ بخلاف مدائین، صھائف اور بصائو کے جو مدینہ، صحیفہ اور بصیرہ کی جمع ہے باب مدن صحف اور البصر سے ان میں چونکہ یا زائد ہے اس لئے ہمزہ دی جاتی ہے اور مفاعل کے وزن پر جمع آتی ہے۔

## دنیا میں ذریعہ معاش کو حصول آخرت کا سبب بنانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کی نیت محض آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی اور اس کی پریشانیوں کو جمع کر کے اطمینان خاطر بخشتا ہے نیز اس کے پاس دنیا آتی ہے لیکن اس کی نظر میں اس دنیا کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ یعنی کسی بھی علمی یا عملی کار خیر کو اختیار کرنے کے سلسلے میں جس شخص کی نیت اور اصل مقصد محض رضائے مولیٰ اور ثواب آخرت کی طلب ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو قدر کفایت پر قانع وصابر بنا کر اور زیادہ طلبی کی محنت ومشقت کے کشت ورنج سے بچا کر قلبی غنا عطا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس بات سے بے نیاز اور مستغنی ہو جاتا ہے کہ ریاء کاری کے ذریعہ لوگوں سے مال وجاہ اور عزت ومنفعت حاصل کر کے آخرت کا نقصان وخسران مول لے۔ نیز اللہ تعالیٰ حصول معاش اور ضروریات زندگی کی تکمیل کے سلسلے میں ان کی پریشانیوں، الجھنوں اور ذہنی انتشار وتفکرات کو سمیٹ کر خاطر جمعی میں تبدیل کر دیتا ہے، بایں طور کہ اس کو ایسی جگہوں اور ایسے ذرائع سے اسباب معیشت مہیا فرما دیتا ہے جن کے بارے میں اس کو معلوم بھی نہیں ہوتا اور اس کے معاملات کو اس طرح استوار فرما دیتا ہے کہ اس کا وہم وگمان بھی اس کو نہیں ہوتا اور پھر ان تمام چیزوں کا مجموعی اثر یہ ہے

ہوتا ہے کہ اس شخص کی نظر میں دنیا اور دنیا بھر کی نعمتیں اور لذتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، وہ دنیا سے دامن بچاتا ہے اور دنیا اس کے قدموں میں کھنچی چلی آتی ہے، اس کی ضروریات زندگی اور معیشت کے وہ اسباب جو اس کے لئے مقدر ہیں، بغیر کسی محنت ومشقت کے بغیر کسی سعی وکوشش کے اور بغیر کسی ذلت وخواری کے اس کو حاصل ہوتے رہتے ہیں۔

اور جس شخص کی نیت اور اصل مقصد، دنیا کی طلب ہو یعنی جس شخص پر دنیا اس حد تک سوار ہو جائے کہ وہ اعمال خیر کو بھی محض دنیا کے حصول کا واسطہ بنانا شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کا فقر واحتیاج، اس کی آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت وخواری میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ اپنے فقر وافلاس اور محتاجگی کو نظر آنے والی چیز کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتا ہے۔ اور اس کو ہر معاملہ میں پراگندہ خاطر اور ذہنی انتشار وتفکرات کا شکار بنا دیتا ہے نیز دنیا بھی اس کو صرف اسی قدر ملتی ہے جتنا کہ اللہ نے اس کے لئے مقدر کر دیا ہے (ترمذی) نیز احمد اور دارمی نے اس روایت کو ابان سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1250)

| |
|---|
| وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا |
| اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۝ |
| اور بیشک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورت گری کی (یعنی تمہاری زندگی کی کیمیائی اور حیاتیاتی |
| ابتداء وارتقاء کے مراحل کو آدم (علیہ السلام) کے وجود کی تشکیل تک مکمل کیا)، پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) |
| کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کیلئے فرشتوں کا سجدہ کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ" اَیْ اَبَاكُمْ اٰدَم "ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ" اَیْ صَوَّرْنَاهُ وَاَنْتُمْ فِیْ ظَهْرِه "ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ" سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ "فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِيس" اَبَا الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة، لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ،

اور بیشک ہم نے تمہیں یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر تمہاری صورت بنائی جبکہ تم ان کی پشت میں تھے۔ پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو تعظیم کیلئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابوالجن ابلیس کے۔ کیونکہ وہ فرشتوں کے درمیان رہتا تھا لہٰذا وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

## شیطان کا سجدہ آدم سے انکار کرنے کا بیان

انسان کے شرف کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو میں نے خود ہی بنایا اور ابلیس کی عداوت کو بیان فرما رہا ہے کہ اس نے تمہارے باپ آدم سے حسد کیا۔ ہمارے فرمان سے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس نے نافرمانی کی پس تمہیں چاہئے

کہ دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کے داؤ پیچ سے ہوشیار رہو۔

حضرت آدم کو پروردگار نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا انسانی صورت عطا فرمائی پھر اپنے پاس سے اس میں روح پھونکی پھر اپنی شان کی جلالت منوانے کیلئے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جھک جاؤ سب نے سنتے ہی اطاعت کی لیکن ابلیس نہ مانا۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ انسان اپنے باپ کی پیٹھ میں پیدا کیا جاتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں صورت دیا جاتا ہے اور بعض سلف نے بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں مراد اولاد آدم ہے۔ ضحاک کا قول ہے کہ آدم کو پیدا کیا پھر اس کی اولاد کی صورت بنائی۔ لیکن یہ سب اقوال غور طلب ہیں کیونکہ آیت میں اس کے بعد ہی فرشتوں کے سجدے کا ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ حضرت آدام علیہ السلام کے لئے ہی ہوا تھا۔ جمع کے صیغہ سے اس کا بیان اس لئے ہوا کہ حضرت آدم تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

| قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ |
| --- |
| فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں |
| تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ |

## ابلیس کا اپنے دفاع کیلئے بارگاہ الوہیت میں دلیل پیش کرنے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰى "مَا مَنَعَكَ اَلَّا" اَنْ لَّا: لَا زَائِدَةٌ "تَسْجُدَ اِذْ" حِيْنَ ,اَمَرْتُكَ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ،

فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، یہاں الا میں لا زائدہ ہے۔ اور اذ کا معنی حین یعنی جس وقت ہے، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

(الا تسجد) میں لا بقول بعض نحویوں کے زائد ہے اور بعض کے نزدیک انکار کی تاکید کیلئے ہے۔ جیسے کہ شاعر کے قول ما ان رایت ولا سمعت بمثله میں ما نافیہ پر ان نفی کے لئے صرف تاکیدا داخل ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے کہ پہلے آیت (لم یکن من الساجدین) ہے پھر (ما منعك الا تسجد) ہے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں قولوں کو بیان کر کے انہیں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں (منعك) ایک دوسرے فعل مقدر کا متضمن ہے تو تقریر عبارت یوں ہوئی (ما احوجك والزمك وا ضطرك الا تسجد اذا مرتك) یعنی تجھے کس چیز نے بےبس محتاج اور ملزم کر دیا کہ تو سجدہ نہ کرے؟ وغیرہ۔ یہ قول بہت ہی قوی ہے اور بہت عمدہ ہے۔

## ابلیس کا بارگاہ الوہیت میں دلیل قیاس فاسد قائم کرنے کا بیان

ابلیس نے جو وجہ بتائی سچ تو یہ ہے کہ وہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہے۔ گویا وہ اطاعت سے اس لئے باز رہتا ہے کہ اس

کے نزدیک فاضل کو مفضول کے سامنے سجدہ کیے جانے کا حکم ہی نہیں دیا جا سکتا۔ تو وہ ملعون کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں پھر مجھے اس کے سامنے جھکنے کا حکم کیوں ہو رہا ہے؟ پھر بہتر ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ میں آگ سے بنا یہ مٹی سے۔ ملعون اصل عنصر کو دیکھتا ہے اور اس فضیلت کو بھول جاتا ہے کہ مٹی والے کہ اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح پھونکی ہے۔ پاس اس وجہ سے کہ اس نے فرمان الٰہی کے مقابلے میں قیاس فاسد سے کام لیا اور سجدے سے رک گیا اللہ کی رحمتوں سے دور کر دیا گیا اور تمام نعمتوں سے محروم ہو گیا۔ اس ملعون نے اپنے قیاس اور اپنے دعوے میں بھی خطا کی۔ مٹی کے اوصاف ہیں، نرم ہونا، حامل مشقت ہونا، دوسروں کا بوجھ سہانا، چیزوں کو اگانا، بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا وغیرہ اور آگ کی صفت ہے جلدی کرنا، جلا دینا، بچینی پھیلانا، پھونک دینا، اسی وجہ سے ابلیس اپنے گناہ پر اڑ گیا اور حضرت آدم نے اپنے گناہ کی معذرت کی، اس سے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ رب کے احکام کو تسلیم کیا، اپنے گناہ کا اقرار کیا، رب سے معافی چاہی، بخشش کے طالب ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، ابلیس آگ کے شعلے سے اور انسان اس چیز سے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے یعنی مٹی سے۔ (مسلم)

## قیاس فاسد کے قابل مذمت ہونے کا بیان

ایک اور روایت میں ہے فرشتے نور عرش سے جنت آگ سے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حور عین زعفران سے بنائی گئی ہیں۔ امام حسن فرماتے ہیں ابلیس نے یہ کام کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے قیاس کا دروازہ کھولا۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں سب سے پہلے قیاس فاسد کرنے والا ابلیس ہے۔ یاد رکھو سورج چاند کی پرستش اسی کی بدولت شروع ہوئی ہے۔ اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

## خلاف نص قیاس کے مردود ہونے کا بیان

مفسر قرآن صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس سے اس کی مراد یہ تھی کہ آگ مٹی سے افضل واعلیٰ ہے تو جس کی اصل آگ ہوگی وہ اس سے افضل ہوگا، جس کی اصل مٹی ہو اور اس خبیث کا یہ خیال غلط و باطل ہے کیونکہ افضل وہ ہے جسے مالک و مولیٰ فضیلت دے، فضیلت کا مدار اصل و جوہر پر نہیں بلکہ مالک کی اطاعت و فرمانبرداری پر ہے اور آگ کا مٹی سے افضل ہونا یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ آگ میں طیش و تیزی اور ترفُّع ہے۔ یہ سبب اِستکبار کا ہوتا ہے اور مٹی سے وقار، حلم و حیا و صبر حاصل ہوتے ہیں، مٹی سے ملک آباد ہوتے ہیں آگ سے ہلاک، مٹی امانت دار ہے جو چیز اس میں رکھی جائے اس کو محفوظ رکھے اور بڑھائے۔ آگ فنا کر دیتی ہے باوجود اس کے لطف یہ ہے کہ مٹی آگ کو بجھا دیتی ہے اور آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی علاوہ بریں حماقت و شقاوت اِبلیس کی یہ کہ اس نے نَص کے موجود ہوتے ہوئے اس کے مُقابل قیاس کیا اور جو قیاس کہ نص کے خلاف ہو وہ ضرور مردود۔ (خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

| |
|---|
| قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ○ |
| ارشاد ہوا: پس تو یہاں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکبر کرے پس (میری بارگاہ سے) |
| نکل جا بیشک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے۔ |

## شیطان کو بارگاہ الوہیت سے خارج کردینے کا بیان

"قَالَ فَاهْبِطْ مِنهَا" اَیْ مِنَ الْجَنَّة وَقِيلَ مِنَ السَّمَاوَات "فَمَا يَكُوْن" يَنبَغِى "لَكَ اَنْ تَتَكَبَّر فِيْهَا فَاخْرُجْ" مِنْهَا "إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ" الذَّلِيْلِينَ،

ارشاد ہوا پس تو یہاں یعنی جنت اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمانوں سے اتر جا تجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تو یہاں تکبر کرے پس میری بارگاہ سے نکل جا بیشک تو ذلیل وخوار لوگوں میں سے ہے۔

| |
|---|
| قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ○ |
| اس نے کہا: مجھے اس دن تک (زندگی کی) مہلت دے جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن تک شیطان کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"قَالَ اَنْظِرْنِی" اَخِّرْنِی "إلٰی يَوْم يُبْعَثُونَ" اَیْ النَّاس،

اس نے کہا: مجھے اس دن تک زندگی کی مہلت دے جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

| |
|---|
| قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ○ |
| فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ |

"قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ" وَفِیْ ايَة أُخْرٰی "إلٰی يَوْم الْوَقْت الْمَعْلُوم" اَیْ يَوْم النَّفْخَة الْاُولٰی،

فرمایا بے شک تو مہلت دیے جانے والوں سے ہے۔ اور ایک دوسری آیت میں ہے وقت معلوم یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکنے تک شیطان کو مہلت دی گئی ہے۔

| |
|---|
| قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ○ |
| بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔ |

## شیطان کا لوگوں کو گمراہی کے راستے پر لے جانے کی قسم کھانے کا بیان

"قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِی" اَیْ بِاِغْوَائِكَ لِی وَالْبَاء لِلْقَسَمِ وَجَوَابه "لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ" اَیْ لِبَنِیْ اٰدَم "صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيم" اَیْ عَلَى الطَّرِيْق الْمُوصِل اِلَيْك،

بولا تو قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا یعنی مجھے تیرے غواء کی قسم ہے یہاں پر باء قسم کیلئے آئی ہے۔ اور اس کا جواب "لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ" ہے یعنی میں بنی آدم کو ضرور تیرے سیدھے راستہ یعنی تیری راہ سے گمراہی کی طرف لے جاؤں گا۔

## ابلیس کا اپنے تخت حکومت پر بیٹھ کر گمراہی پھیلانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس اپنا تخت حکومت پانی (یعنی سمندر) پر رکھتا ہے۔ پھر وہاں سے اپنی فوجوں کو روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کریں۔ اس کی فوجوں میں ابلیس کا سب سے بڑا مقرب وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ انداز ہو۔ ان میں سے ایک واپس آ کر کہتا ہے۔ میں نے فلاں فلاں فتنے پیدا کئے ہیں۔ ابلیس اس کے جواب میں کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے! میں نے (ایک بندہ کو گمراہ کرنا شروع کیا اور) اس وقت تک اس آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈالو دی۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس (یہ سن کر) اس کو اپنے قریب بٹھالیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا (حدیث کے ایک راوی) اعمش فرماتے ہیں میرا خیال ہے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بجائے (فیدنیہ کے) فیلتزمہ (پس ابلیس اس کو گلے لگالیتا ہے) کے الفاظ نقل کئے تھے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 67)

## ابلیس کا طریقہ واردات اس کی اپنی زبانی

ابلیس نے جب عہد الٰہی لے لیا تو اب بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری میں بھی اس کی اولاد کی راہ ماروں گا اور حق ونجات کے سیدھے راستے سے انہیں روکوں گا تیری توحید سے بہکا کر تیری عبادت سے سب کو ہٹا دوں گا۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ فبما میں باقسم کے لئے ہے یعنی مجھے قسم ہے میں اپنی بربادی کے مقابلہ میں اس کی اولاد کو برباد کر کے رہوں گا۔

عون بن عبداللہ کہتے ہیں میں مکے کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا لیکن صحیح یہی ہے کہ نیکی کے ہر راستے پر۔ چنانچہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں میں بیٹھتا ہے وہ اسلام کی راہ میں رکاوٹ بننے کیلئے اسلام لانے والے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے کہ تو اپنے اور اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑتا ہے۔ اللہ کو اگر بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ اس کی باتوں میں نہیں آتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ہجرت کی راہ سے روکنے کیلئے اڑے آتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ تو اپنے وطن کو کیوں چھوڑتا ہے؟ اپنی زمین وآسمان سے الگ ہوتا ہے؟ غربت وبیکسی کی زندگی اختیار کرتا ہے؟ لیکن مسلمان اس کے بہکاوے میں نہیں آتا اور ہجرت کر گذرتا ہے۔ پھر جہاد کی روک کے لئے آتا ہے اور جہاد مال سے ہے اور جان سے۔ اس سے کہتا ہے کہ تو کیوں جہاد میں جاتا ہے؟ وہاں قتل کر دیا جائے گا، پھر تیری بیوی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی، تیرا مال اوروں کے قبضے میں چلا جائے گا لیکن مسلمان اس کی نہیں مانتا اور جہاد میں قدم رکھ دیتا ہے پس ایسے لوگوں کا اللہ پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں لے جائے گو وہ جانور سے گر کر ہی مر جائیں۔

اس دوسری آیت کی تفسیر میں ابن عباس کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے معاملہ میں شک وشبہ میں پیدا کرنا ہے۔ دوسرے جملے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رغبتیں دلاؤں گا دائیں طرف سے آنا امر دین کو مشکوک کرنا ہے بائیں طرف سے آنا گناہوں کو لذیذ بنانا ہے شیطانوں کا یہی کام ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ۝ |
| پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے |
| اور تو ان میں سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے گا۔ |

## شیطان کا ہر طرح سے گمراہی پھیلانے کی کوشش کرنے کا بیان

**"ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ" اَیْ مِنْ کُلِّ جِهَةٍ فَاَمْنَعهُمْ عَنْ سُلُوکه قَالَ ابْن عَبَّاس وَلَا يَسْتَطِيع اَنْ يَّاْتِي مِنْ فَوْقهمْ لِئَلَّا يَحُول بَيْن الْعَبْد وَبَيْن رَحْمَة اللّٰه تَعَالٰى "وَلَا تَجِد اَكْثَرهمْ شَاكِرِيْنَ" مُؤْمِنِيْنَ،**

پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے اور ان کے پیچھے اور ان کے دائیں اور ان کے بائیں سے یعنی ہر طرف سے آکر تیری راہ سے ان کو روکوں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ شیطان بندے کے اوپر سے آنے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ بندے اور اللہ کی رحمت کے درمیان حائل نہیں ہوسکتا۔ اور تو ان میں سے یعنی مؤمنین سے اکثر کو شکرگزار نہ پائے گا۔

## نیکیوں کو تباہ کرنے کیلئے شیطانی سازشوں کا بیان

ایک اور روایت میں ہے کہ شیطان کہتا ہے میں ان کی دنیا وآخرت، نیکیاں بھلائیاں سب تباہ کردینے کی کوشش میں رہوں گا اور برائیوں کی طرف ان کی رہبری کروں گا وہ سامنے سے آکر کہتا ہے کہ جنت ودوزخ قیامت کوئی چیز نہیں۔ وہ پشت کی جانب سے آکر کہتا ہے دیکھ دنیا کس قدر زینت دار ہے وہ دائیں سے آکر کہتا ہے خبردار نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے۔ وہ بائیں سے آکر کہتا ہے دیکھ گناہ کس قدر لذیذ ہیں پس ہر طرف سے آکر ہر طرح بہکاتا ہے ہاں یہ اللہ کا کرم ہے کہ وہ اوپر کی طرف سے نہیں آسکتا۔ اللہ کے بندے کے درمیان حائل ہوکر رحمت الٰہی کو روک نہیں بن سکتا۔ پس سامنے یعنی دنیا اور پیچھے یعنی آخرت اور دائیں یعنی اس طرح کی دیکھیں اور بائیں یعنی اس طرح نہ دیکھ سکیں یہ اقوال سب ٹھیک ہیں۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام خیر کے کاموں سے روکتا ہے اور شر کے تمام کام سمجھاتا ہے، اوپر کی سمت کا نام آیت میں نہیں وہ سمت رحمت رب کے آنے کیلئے خالی ہے اور وہاں شیطان کی روک نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اکثروں کو تو شاکر نہیں پائے گا یعنی موحد۔ ابلیس کو یہ وہم ہی وہم تھا لیکن نکلا مطابق واقعہ۔ جیسے فرمان ہے آیت (ولقد صدق علیھم ابلیس

ظـنـه )الخ یعنی ابلیس نے اپنا گمان پورا کر دکھایا سوائے مومنوں کی پاکباز جماعت کے اور لوگ اس کے مطیع بن گئے حالانکہ شیطان کی کچھ حکومت توان پر نہ تھی مگر ہاں ہم صحیح طور سے ایمان رکھنے والوں کو اور شکی لوگوں کو الگ الگ کر دینا چاہتے تھے۔ تیرا رب ہر چیز کا حافظ ہے۔

| |
|---|
| قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ |
| فرمایا یہاں سے نکل جا ردکیا گیا راندہ ہوا، ضرور جو اُن میں سے تیرے کہے پر چلا میں تم سب سے جہنم بھر دوں گا۔ |

## شیطان کو مردود و مغضوب کر کے بارگاہ الوہیت سے خارج کرنے کا بیان

"قَالَ اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا" بِالْهَمْزَةِ مُعَيَّبًا اَوْ مَمْقُوتًا "مَدْحُوْرًا" مُبْعَدًا عَنِ الرَّحْمَةِ "لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ" مِنَ النَّاسِ وَاللَّامِ لِلِابْتِدَاءِ اَوْ مُوَطِّئَةٌ لِلْقَسَمِ وَهُوَ "لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ" اَیْ مِنْكَ بِذُرِّيَّتِكَ وَمِنَ النَّاسِ وَفِيْهِ تَغْلِيبُ الْحَاضِرِ عَلَى الْغَائِبِ وَفِي الْجُمْلَةِ مَعْنَى جَزَاءٍ مِنَ الشَّرْطِيَّةِ اَیْ مَنْ تَبِعَكَ اُعَذِّبُهُ،

فرمایا یہاں سے نکل جا ردکیا گیا راندہ ہوا، یہاں پر مذؤما ہمزہ کے ساتھ آیا ہے اس کا معنی یہ ہے کہ یہاں سے معیوب، مغضوب اور معیوب ہو کر نکل جا اور تو رحمت سے دور ہے۔ اور جو اُن میں سے یعنی لوگوں میں سے تیرے کہے پر چلا، یہاں پر لام ابتدائیہ ہے یا تمہید قسم کیلئے ہے، میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ یعنی تیری اولاد اور لوگوں سے بھر دوں گا اور یہاں پر حاضر کی تغلیب علی غائب خطاب ہے۔ اور اس جملہ میں لفظ من جو شرط کی جزاء کے معنی میں ہے۔ یعنی جس نے تیری اتباع کی میں اس کو عذاب دوں گا۔

## شیطان پر اللہ کی لعنت ہونے کا بیان

اس پر اللہ کی لعنت نازل ہوئی ہے، رحمت سے دور کر دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کی جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ عیب دار کر کے اتار دیا جاتا ہے، لفظ مذوم ماخوذ ہے ذام اور ذیم سے، یہ لفظ بہ نسبت لفظ ذم کے زیادہ مبالغے والا ہے، پس اس کے معنی عیب دار کے ہوئے اور مدحور کے معنی دور کئے ہوئے کے ہیں مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس یہ ذلیل ہو کر اللہ کے غضب میں مبتلا ہو کر نیچے اتار دیا گیا۔ اللہ کی لعنت اس پر نازل ہوئی اور نکال دیا گیا اور فرمایا گیا کہ تو اور تیرے ماننے والے سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں جیسے اور آیت میں ہے (فان جهنم جزاكم) الخ تمہاری سب کی سزا جہنم ہے تو جس طرح چاہ انہیں بہکا لیکن اس سے مایوس ہو جا کہ میرے خاص بندے تیرے وسوسوں میں آ جائیں ان کا وکیل میں آپ ہوں۔

| |
|---|
| وَ يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا |
| هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ |

| |
|---|
| اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے |
| قریب مت جاؤ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں ٹھہرنے کا حکم دینے کا بیان

"و" قَالَ "يَا اٰدَمُ اُسْكُنْ اَنْتَ " تَاْكِيد لِلضَّمِيرِ فِيْ اُسْكُنْ لِيَعْطِف عَلَيْهِ "وَزَوْجك " حَوَّاء بِالْمَدِّ "الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَة" بِالْاَكْلِ مِنْهَا وَهِيَ الْحِنْطَة،فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ،

اور اے آدم! تو اور تیری بیوی اس جنت میں رہو، یہاں پر انت ضمیر جو اسکن میں ہے یہ ظاہری ضمیر اس کی تاکید کیلئے آئی ہے تا کہ اس پر اس کا عطف کیا جائے۔ اور لفظ حواء یہ مد کے ساتھ بھی آیا ہے۔ پس دونوں کھاؤ جہاں سے چاہو اور اس درخت کے قریب مت جاؤ یعنی کھانے کیلئے نہ جانا اور گندم کا دانہ ہے۔ کہ دونوں ظالموں سے ہو جاؤ گے۔

## پہلا امتحان اور اسی میں لغزش اور اس کا انجام

ابلیس کو نکال کر حضرت آدم و حوا کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دے دی گئی۔ شیطان کو اس سے بڑا ہی حسد ہوا، ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح سے ہو انہیں بہکا کر اللہ کے خلاف کر دوں۔ چنانچہ جھوٹ افتراء باندھ کر ان سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں پاؤ گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقاء اور ہمیشگی والا ملک مل جائے گا۔ یہاں ہے کہ ان سے کہا تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ جیسے فرمان ہے آیت (یبین اللہ لکم ان تضلوا) مطلب یہ ہے کہ (لئلا تضلوا) اور آیت میں ہے (ان تمید بکم) یہاں بھی یہی مطلب ہے۔ (ملکین) کی دوسری قرأت (ملکین) بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت لام کے زبر کے ساتھ ہے۔

| |
|---|
| فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَاوٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا |
| رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ٥ |
| پھر شیطان نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے |
| چھپایا گیا تھا اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمھیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے |
| بن جاؤ، یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ |

## شجر ممنوعہ کی طرف شیطان کی سکالری فکر کا بیان

"فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ" اِبْلِيس "لِيُبْدِيَ" يُظْهِر "لَهُمَا مَا وُرِيَ" فُوعِلَ مِنَ الْمُوَارَاة "عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا" كَرَاهَة "اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ" وَقُرِئَ بِكَسْرِ اللَّام "اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ" اَيْ وَذٰلِكَ لَازِم عَنِ الْاَكْل مِنْهَا كَمَا فِيْ اٰيَة اُخْرٰى "هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلٰى"

پھر شیطان یعنی ابلیس نے ان دونوں کے لیے وسوسہ ڈالا، تا کہ ان کے لیے ظاہر کر دے جو کچھ ان کی شرم گاہوں میں سے ان سے چھپایا گیا تھا، یہاں لفظ وری یہ فوعل کے وزن پر مواراۃ سے مشتق ہے۔ اور اس نے کہا تم دونوں کے رب نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا مگر اس لیے کہ کہیں تم دونوں فرشتے بن جاؤ، یہاں پر ملکین کی لام کو کسرہ سے بھی پڑھا گیا ہے۔ یا ہمیشہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور یہاں ہمیشہ رہنے کیلئے اس درخت کا پھل کھانا لازم ہے یا جس طرح دوسری آیت میں ہے کہ میں تمہیں ہیشگی کے درخت کی طرف رہنمائی نہ دلاؤں۔

یعنی ایسا وسوسہ ڈالا کہ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جائیں۔ اس آیت سے یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ وہ جسم جس کو عورت کہتے ہیں اس کو چھپانا ضروری اور کھولنا منع ہے اور یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ اس کا کھولنا ہمیشہ سے عقل کے نزدیک مذموم اور طبیعتوں کو ناگوار رہا ہے۔

## ستر کو چھپانے کیلئے حکم شرعی کا بیان

بہز بن حکیم اپنے والد اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی اور لونڈی کے علاوہ ہر ایک سے چھپاؤ۔ انہوں نے عرض کیا اگر کوئی کسی مرد کے ساتھ ہو تو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہاں تک ہو سکے اپنے ستر (یعنی شرمگاہ) کی حفاظت کرو کہ کوئی نہ دیکھ پائے۔ عرض کیا بعض اوقات آدمی اکیلا ہی ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابو بہز کے دادا کا نام معاویہ بن حیدۃ قشیری ہے۔ اس حدیث کو جریری بھی بہز کے والد حکیم بن معاویہ سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 684)

| |
|---|
| وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ○ |
| اور اس نے دونوں سے قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً خیر خواہوں سے ہوں۔ |

## خیر خواہی کی بہانے جھوٹے تبلیغی کا بیان

"وَقَاسَمَهُمَا" اَيْ اَقْسَمَ لَهُمَا بِاللّٰهِ "اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ" فِيْ ذٰلِكَ،

اور اس نے دونوں کیلئے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بے شک میں تم دونوں کے لیے یقیناً اس بات میں خیر خواہوں سے ہوں۔

پھر اپنا اعتبار جمانے کیلئے قسمیں کھانے لگا کہ دیکھو میری بات کو سچ مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں تم اسے کھالو بس پھر یہیں رہو گے بلکہ فرشتے بن جاؤ گے قاسم باب مفاعلہ سے ہے اور اس کی خاصیت طرفین کی مشارکت ہے لیکن یہاں یہ خاصیت نہیں ہے۔ ایسے اشعار بھی ہیں جہاں قاسم آیا ہے اور صرف ایک طرف کے لئے۔ اس قسم کی وجہ سے اس خبیث کے بہکاوے میں حضرت آدم آگئے۔ سچ ہے مومن اس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان اللہ کو بیچ میں دیتا ہے۔ چنانچہ سلف کا قول ہے کہ ہم اللہ کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔

| |
|---|
| فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ |
| الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ |
| تو اُتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ درخت چکھا ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور اپنے بدن پر جنت کے پتے |
| چپٹانے لگے، اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ |

## شجر ممنوعہ کے سبب انکشاف ستر ہونے کا بیان

"فَدَلّٰهُمَا" حَطَّهُمَا عَنْ مَّنْزِلَتِهِمَا "بِغُرُوْرٍ" مِنْهُ "فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ" اَیْ اَكَلَا مِنْهَا "بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا" اَیْ ظَهَرَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا قُبُله وَقُبُل الْاٰخر وَدُبُره وَسُمِّیَ كُلّ مِنْهَا سَوْاَة لِاَنَّ انْكِشَافه يَسُوْء صَاحِبه "وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ" اَخَذَا يُلْزِقَانِ "عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَق الْجَنَّة" لِيَسْتَتِرَا بِهِ "وَنَادَاهُمَا رَبّهمَا اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَة وَاَقُلْ لَكُمَا اِنَّ الشَّيْطَان لَكُمَا عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ،

تو انہیں ان کے مرتبے سے اُتار لایا انہیں فریب سے پھر جب انہوں نے وہ درخت چکھا یعنی ان دونوں نے اس سے کھایا تو ان پر اُن کی شرم کی چیزیں کھل گئیں، یعنی ان میں ہر ایک کی شرمگاہیں بے لباس ہوگئیں اور ان کا نام سواۃ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان کا منکشف ہونا شرمندہ کرتا ہے۔ اور اپنے بدن پر جنت کے پتے چپٹانے لگے یعنی جنتی درختوں کے پتوں سے ستر پوشی کرنے لگے، اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہ کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان عدوات میں تمہارا کھلا دشمن ہے یہاں پر استفہام تقریری ہے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی لغزش کے سبب دنیا آباد ہونے کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "حضرت آدم علیہ السلام کا قد مثل درخت کھجور کے بہت لمبا تھا اور سر پر بہت لمبے لمبے بال تھے، درخت کھانے سے پہلے انہیں اپنی شرمگاہ کا علم بھی نہ تھا نظر ہی نہ پڑی تھی۔ لیکن اس خطا کے ہوتے ہی وہ

ظاہر ہوگئی، بھاگنے لگے تو ہاں ایک درخت میں الجھ گئے، کہنے لگے اے درخت مجھے چھوڑ دے درخت سے جواب ملا کہ ناممکن ہے، اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کہنے لگے یا اللہ شرمندگی ہے، شرمسار ہوں، گو یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے لیکن زیادہ صحیح موقوف ہونا ہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، درخت کا پھل کھالیا اور چھپانے کی چیز ظاہر ہوگئی، جنت کے پتوں سے چھپانے لگے، ایک کو ایک پر چپکانے لگے، حضرت آدم مارے غیرت کے ادھر ادھر بھاگنے لگے لیکن ایک درخت کے ساتھ الجھ کر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ندا دی کہ آدم مجھ سے بھاگتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں یا اللہ مگر شرماتا ہوں۔ جناب باری نے فرمایا آدم جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا تھا کیا وہ تجھے کافی نہ تھا؟ آپ نے جواب دیا بیشک کافی تھا لیکن یا اللہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر تیری قسم کھا کر جھوٹ کہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تو لغزش کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور تکلیفیں اٹھانا ہوں گی۔ چنانچہ جنت سے دونوں کو اتار دیا گیا، اب اس کشادگی کے بعد کی یہ تنگی ان پر بہت گراں گذری کھانے پینے کو ترس گئے، پھر انہیں لوہے کی صنعت سکھائی گئی، کھیتی کا کام بتایا گیا، آپ نے زمین صاف کی دانے بوئے، وہ آگے بڑھے، بالیں نکلیں، دانے پکے، پھر توڑے گئے، پھر پیسے آگئے، آٹا گندھا، پھر روٹی تیار ہوئی، پھر کھائی جب جا کر بھوک کی تکلیف سے نجات پائی۔ تین کے پتوں سے اپنا آگا پیچھا چھپاتے پھرتے تھے جو مثل کپڑے کے تھے، وہ نورانی پردے جن سے ایک دوسرے سے یہ اعضا چھپے ہوئے تھے، نافرمانی ہوتے ہی ہٹ گئے اور وہ نظر آنے لگے۔

حضرت آدم اسی وقت اللہ کی طرف رغبت کرنے لگے تو بہ استغفار کی طرف جھک پڑے، بخلاف ابلیس کے کہ اس نے سزا کا نام سنتے ہی اپنے ابلیسی ہتھیار یعنی ہمیشہ کی زندگی وغیرہ طلب کی۔ اللہ نے دونوں کی دعا سنی اور دونوں کی طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائی۔ مروی ہے کہ حضرت آدم نے جب درخت کھالیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کی سزا یہ ہے کہ حمل کی حالت میں بھی تکلیف میں رہیں گی بچہ ہونے کے وقت بھی تکلیف اٹھائیں گی، یہ سنتے ہی حضرت حواء نے نوحہ شروع کیا، حکم ہوا کہ یہی تجھ پر اور تیری اولاد پر لکھ دیا گیا۔ حضرت آدم نے جناب باری میں عرض کی اور اللہ نے انہیں دعا سکھائی انہوں نے دعا کی جو قبول ہوئی۔ لغزش کو معاف فرما دیا گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ |
| دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی؛ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا |
| اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا بیان

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا" بِمَعْصِيَتِنَا، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ،

دونوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہم نے لغزش کے سبب اپنی جانوں پر زیادتی کی؛ اور اگر تو نے ہم کو نہ بخشا اور ہم پر رحم (نہ) فرمایا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کیسے قبول ہوئی

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت سے زمین پر آنے کے بعد تین سو برس تک ندامت کی وجہ سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور روتے ہی رہے۔

روایت ہے کہ اگر تمام انسانوں کے آنسو جمع کیے جائیں، تو اتنے نہیں ہوں گے، جتنے آنسو حضرت داؤد علیہ السلام کے خوف الٰہی سے زمین پر گرے اور اگر تمام انسانوں اور حضرت داؤد علیہ السلام کے آنسوؤں کو جمع کیا جائے، تو حضرت آدم علیہ السلام کے آنسو ان سب لوگوں سے زیادہ ہوں گے۔ (تفسیر صاوی، البقرۃ) بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ پڑھ کر دعا مانگی کہ

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْلِىْ اِنَّهٗ لَايَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ ۔

یعنی اے اللہ! میں تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ تیرا نام برکت والا ہے اور تیری بزرگی بہت ہی بلند مرتبہ ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، تو مجھے بخش دے کیونکہ تیرے سوا کوئی نہیں جو گناہوں کو بخش دے۔ (تفسیر جمل علی الجلالین، بقرہ)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یہ دعا کی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ

یعنی اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا اور اگر تو ہمیں رحم فرما کر نہ بخشے گا، تو ہم گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ (تفسیر جلالین، ص، پ، الاعراف)

لیکن حاکم و طبرانی و ابو نعیم و بیہقی نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتابِ الٰہی ہوا، تو آپ توبہ کی فکر میں حیران تھے۔ ناگہاں اس پریشانی کی عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اسی وقت میں نے سمجھ لیا تھا کہ بارگاہِ الٰہی میں وہ مرتبہ کسی کو میسر نہیں، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ ملا کر عرش پر تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ نے اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کے ساتھ یہ عرض کیا کہ اسئلك بحق محمد ان تغفرلی اور ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات بھی ہیں کہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ كَرَامَتِهٖ عَلَيْكَ اَنْ تَغْفِرَلِىْ خَطِيْئَتِىْ

یعنی اے اللہ! تیرے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و مرتبہ کے طفیل میں اور ان کی بزرگی کے صدقے میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے، میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ کو بخش دے۔ یہ دعا کرتے ہی حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرما دی اور توبہ مقبول ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، پ، البقرۃ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، (پ1، البقرة: 37)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے، تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کی، بیشک وہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی قبولیت توبہ اور وسیلہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو انہوں نے اللہ کے حضور معروضہ کیا: اے میرے پروردگار! میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں تو مجھے بخش دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانتے ہو ابھی تو وہ دنیا میں تشریف نہیں لائے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! تو نے جب مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص مجھ میں پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ قوائم عرش پر

" لا إله إلا الله محمد رسول الله "

لکھا ہوا پایا، تو میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام مبارک کے ساتھ انہیں کا نام پاک ملایا ہے جو ساری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے پسندیدہ و محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا، بیشک وہ ساری مخلوق میں میرے پاس سب سے زیادہ محبوب ترین ہیں، تم ان کے وسیلہ سے دعا کرو میں ضرور تم کو مغفرت عطا کروں گا، اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔

☆ مستدرك على الصحيحين، كتاب تواريخ المتقدمين من الأنبياء والمرسلين، حديث نمبر: 4194.☆ معجم اوسط طبراني حديث نمبر:6690.☆ معجم صغير طبراني، باب الميم، من اسمه محمد، حديث نمبر: 989 ☆ دلائل النبوة للبيهقي، جماع أبواب غزوة تبوك،اب ما جاء في تحدث رسول الله صلى الله عليه وسلم بنعمة ربه عز وجل، حديث نمبر: 2243 . ☆ مجمع الزوائد، ج،8ص،198،حديث نمبر:13917. ☆ جامع الاحاديث والمراسيل ,مسند على بن ابى طالب، حديث نمبر:33457.☆ كنز العمال، كتاب الفضائل من قسم الأفعال،الفصل الثالث فى فضائل متفرقة تنبيء عن التحدث بالنعم، حديث نمبر: 32138 . ☆ تفسير در منثور ، سورة البقرة: 7 3۔ ☆ تفسير الكشف والبيان للثعلبي، سورة البقرة: 7 3۔ ☆ تفسير روح البيان،ج،2،ص:376،سورة المائدة:16۔ ☆ الشريعة لابى بكر محمد بن الحسين بن عبد الله الآجُرِّيُّ البغدادى( متوفى360 هـ) كتاب الإيمان والتصديق بأن الجنة والنار مخلوقتان، حديث نمبر:938.☆ المواهب اللدنية ,ج,1,ص82,.☆ شرح المواهب للزرقاني,ج,1,ص119,۔ ☆ خصائص كبرى،باب خصوصيته صلى الله عليه وسلم بكتابة اسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش وسائر ما فى الملكوت۔ ☆ سبل الهدى والرشاد، فى سيرة خير العباد, جماع أبواب بعض الفضائل والآيات الواقعة قبل مولده صلى الله عليه وسلم, الباب الخامس فى كتابة أسمه الشريف مع اسم الله تعالى على العرش،ج1ص85.☆ السيرة النبوية لابن كثير، ج،1 ص،320۔ ☆ خلاصة الوفا بأخبار دار المصطفى صلى الله عليه واله وسلم , الفصل الثانى " فى توسل الزائر به صلى الله عليه وسلم إلى ربه تعالى۔ ☆ البداية والنهاية لابن كثير باب خلق آدم عليه السلام .☆حجة الله على العلمين فى معجزات سيد المرسلين صلى الله عليه واله وسلم،23.☆ الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيتمي. مطلب فى جماعة يصلون على النبى، النبى صلى الله عليه وسلم.☆ تاريخ دمشق لابن عساكر، حرف الألف،

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے وسیلہ سے بحق فلاں و بجاہ فلاں کہہ کر دعا مانگنی جائز اور حضرت آدم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ دسویں محرم کو قبول ہوئی، جنت سے نکلتے وقت دوسری نعمتوں کے ساتھ عربی زبان بھی، آپ سے بھلا دی گئی تھی اور بجائے اس کے سریانی زبان آپ کی زبان پر جاری کردی گئی تھی۔ مگر توبہ قبول ہونے کے بعد پھر عربی زبان بھی آپ کو عطا کردی گئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص، پ، البقرۃ)

(۳) چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا اجتہادی تھی اور اجتہادی خطا معصیت نہیں ہے۔ اس لئے جو شخص حضرت آدم علیہ السلام کو عاصی یا ظالم کہے گا، وہ نبی کی توہین کے سبب سے کافر ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے۔ وہ اپنے بندہ خاص حضرت آدم علیہ السلام کو جو چاہے، فرمائے۔ اس میں ان کی عزت ہے۔ دوسرے کی کیا مجال کہ خلاف ادب کوئی لفظ زبان پر لائے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے کلمات کو دلیل بنائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر اور ان کے ادب واطاعت کا حکم فرمایا ہے۔

لہٰذا ہم پر یہی لازم ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء کرام کا ادب واحترام لازم جانیں اور ہرگز ہرگز ان حضرات کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہ بولیں، جس میں ادب کی کمی کا کوئی شائبہ بھی ہو۔

| |
|---|
| قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ |
| ارشادِ باری ہوا تم (سب) نیچے اتر جاؤ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہیں، اور تمہارے لئے زمین میں معین مدت |
| تک جائے سکونت اور متاعِ حیات (مقرر کردیئے گئے ہیں گویا تمہیں زمین میں قیام ومعاش کے دو بنیادی حق دے کر |
| اتارا جارہا ہے، اس پر اپنا نظامِ زندگی استوار کرنا)۔ |

## حضرت آدم وحواء کا زمین پر اتر آنے کا بیان

"قَالَ اهْبِطُوا" اَیْ اٰدَم وَحَوَّاء بِمَا اشْتَمَلْتُمَا عَلَيْهِ مِنْ ذُرِّيَّتِكُمَا "بَعْضُكُمْ" بَعْض الذُّرِّيَّة "لِبَعْضٍ عَدُوّ" مِنْ ظُلْم بَعْضهمْ بَعْضًا "وَلَكُمْ فِي الْاَرْض مُسْتَقَرّ" اَیْ مَكَان اسْتِقْرَار "وَمَتَاع" تَمَتُّع "اِلٰى حِين" تَنْقَضِي فِيهِ اٰجَالكُمْ،

ارشادِ باری ہوا اے آدم وحواء تم بمع اپنی اولاد کے جو مشتمل ہے نیچے اتر جاؤ تم میں سے بعض اولاد بعض کے دشمن ہیں، اور بعض دوسرے بعض کیلئے ظالم ہوں گے۔ تمہارے لئے زمین میں معین مدت تک جائے سکونت اور متاع حیات مقرر کردیئے گئے ہیں گویا تمہیں زمین میں قیام ومعاش کے دو بنیادی حق دے کر اتارا جارہا ہے، اس پر اپنا نظامِ زندگی استوار کرنا۔ یہاں تک تمہیں اجل آجائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل وصورت میں قوم کے پاس آکر ان سے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے لوگ منتشر ہوتے ہیں ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایسے آدمی سے سنا یہ بات سنی ہے جس کی شکل سے واقف ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 19)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تو اسے محبوب رکھ فرمایا پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں منادی کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے اور جب کسی بندے کے لئے مقبولیت رکھ دی جاتی ہے (وہ دنیا والوں کے لئے مقبول ہو جاتا ہے) اور جب اللہ کسی بندے سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں تو بھی اسے مبغوض رکھ پس جبرائیل علیہ السلام بھی اس سے بغض رکھتے ہیں پھر زمین میں اس کے لئے عداوت رکھ دی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2204)

## جنت سے دنیا میں آنے پر آدم وموسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کیا تم وہی آدم نہیں ہو جنہوں نے سب لوگوں کو پریشانی میں ڈالا اور جنت سے نکلوا دیا؟ تو حضرت آدم نے حضرت موسیٰ سے کہا کیا تم وہی موسیٰ نہیں ہو جن کو اللہ نے اپنی رسالت اور اپنے کلام کے لئے پسند فرمایا؟ تو کیا تم مجھ پر ایک ایسی چیز کا الزام عائد کرتے ہو جسے اللہ نے پہلے سے میری تقدیر میں لکھ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدم موسیٰ پر اپنی تقدیر سے غالب آ گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1934)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم اور حضرت موسیٰ میں ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ نے حضرت آدم سے کہا کہ کیا تم وہی آدم ہو جنہوں نے سب لوگوں کو محنت میں ڈالا اور جنت سے باہر نکلوایا، حضرت آدم نے فرمایا کیا تم وہی موسیٰ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبری عطا فرمائی اپنے لئے خاص کیا اور پھر تم پر تورات نازل فرمائی؟ موسیٰ نے جواب دیا جی ہاں! آدم نے کہا تم نے میرے حالات تورات میں پڑھے ہونگے؟ جواب دیا ہاں! آدم نے کہا کہ کیا تم نے یہ نہیں پڑھا کہ یہ لغزش میری پیدائش سے قبل لکھ دی گئی تھی؟ موسیٰ بولے ہاں! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آدم موسیٰ پر غالب آئے۔ "یم" کے معنی سمندر یا دریا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1932)

| |
|---|
| قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ○ |
| ارشاد فرمایا تم اسی (زمین) میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مَرو گے اور (قیامت کے روز) اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ |

## زمین میں رہنے اور اس میں دفن ہونے کا بیان

"قَالَ فِيهَا" أَيُّ الْأَرْضِ . "تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ" بِالْبَعْثِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ،

ارشاد فرمایا تم اسی زمین میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مرو گے اور قیامت کے روز اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ یہاں پر "تُخْرَجُون" یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔

## انسان کا تخلیق شدہ مٹی والی جگہ میں دفن ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے۔ اور میں اور ابوبکر وعمر ایک مٹی سے بنے۔ اسی میں دفن ہونگے۔ (کنز العمال، العلل المتناهية، لابن الجوزی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرشتہ جو رحم زن پر موکل ہے جب نطفہ رحم میں قرار پاتا ہے اسے رحم سے لیکر اپنی ہتھیلی پر رکھ کر عرض کرتا ہے: اے رب میرے! بنے گا یا نہیں؟ اگر فرماتا ہے نہیں، تو اس میں روح نہیں پڑتی اور خون ہو کر رحم سے نکل جاتا ہے۔ اور اگر فرماتا ہے: ہاں، تو عرض کرتا ہے: اے میرے رب! اسکا رزق کیا ہے؟ زمین میں کہاں کہاں چلے گا؟

کیا عمر ہے؟ کیا کام کریگا؟ ارشاد ہوتا ہے: لوح محفوظ میں دیکھ کہ اس میں نطفہ کا سب حال پائیگا۔ پھر فرشتہ وہاں کی مٹی لاتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہے۔ اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وہ فرمان کہ زمین ہی سے ہم نے تمہیں بنایا اور اسی میں پھر ہم تمہیں لے جائینگے۔ (فتاوی افریقہ، ص۔۱۰۰، نوادر الاصول، حکیم الترمذی)

حضرت عطاء خراسانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرشتہ جا کر اسکے مدفن کی مٹی لا کر اس نطفہ پر چھڑکتا ہے۔ تو آدمی اس مٹی اور اس بوند سے بنتا ہے۔ اور یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد کہ: ہم نے تمہیں زمین ہی سے بنایا اور اسی میں پھر تمہیں لے جائینگے۔ (فتاوی افریقہ ص۱۰۰، الترغیب والترہب للمنذری)

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى |
| ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ |
| اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری |
| آرائش ہو اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ |

## دنیاوی لباس اور لباس تقویٰ کا بیان

"یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا" اَیْ خَلَقْنَاهُ لَکُمْ "یُّوَارِیْ" یَسْتُرُ "سَوْاٰتِکُمْ وَرِیْشًا" وَهُوَ مَا یُتَجَمَّلُ بِهٖ مِنَ الثِّیَابِ "وَلِبَاسُ التَّقْوٰی" اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ وَالسَّمْتُ الْحَسَنُ بِالنَّصْبِ عُطِفَ عَلٰی لِبَاسًا وَّالرَّفْعِ مُبْتَدَأٌ خَبَرُهٗ جُمْلَةُ "ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ " دَلَائِلِ قُدْرَتِهٖ "لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ" فَیُؤْمِنُوْنَ فِیْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْخِطَابِ،

اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اُتارا یعنی تمہارے لئے بنایا ہے کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو یعنی کپڑوں کے ذریعے خوبصورتی حاصل کرو اور پرہیزگاری کا لباس یعنی وہ نیک عمل ہے یا اچھی حالت اور یہاں پر لباس منصوب اس لئے ہوگا کہ اس کا عطف لباسا پر ہو اور مرفوع بھی آیا ہے جب مبتداء ہو اور یہ جملہ "ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ" اس کی خبر ہے۔ وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں یعنی اس کی قدرت کے دلائل میں سے ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔ یعنی وہ ایمان لے آئیں۔ یہاں پر خطاب میں غائب کی جانب التفات ہے۔

## لباس کے معانی ومقاصد کا بیان

"لباس" اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس" کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ "کتاب" کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود "مکتوب" کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے "لباس" کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے! اور لبس جو لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے اس کے معنی التباس وخلط کے ہیں جس کا باب ضرب یضرب ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام کپڑوں میں کرتا سب سے زیادہ پسند تھا۔"

(ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 259)

کُرتے کی پسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اس کے پہننے سے جسم کے اعضاء اچھی طرح ڈھک جاتے ہیں اور دوسرے وہ بہت ہلکا اور جسم کے لئے آرام دہ ہوتا ہے اور تیسرے یہ کہ کرتا پہننے سے آدمی متواضع ومنکسر معلوم ہوتا ہے اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جو چیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسندیدہ ومرغوب رہی ہوگی اس میں یقیناً وہ اسرار وانوار ہوں گے جو اس کے علاوہ کسی چیز میں نہیں ہونگے جیسا کہ تمام مستحبات کا حکم ہے۔

| |
|---|
| یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ کَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَیْکُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ یَرٰىکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ |
| اے اولادِ آدم! (کہیں) تمہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈال دے جس طرح اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکال دیا، ان سے |

راہوں میں دوڑتا ہے۔

حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر شیطان ایسا ہے کہ وہ تمہیں دیکھتا ہے تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو تم ایسے سے مدد چاہو جو اس کو دیکھتا ہو اور وہ اسے نہ دیکھ سکے یعنی اللہ کریم ستار، رحیم غفار سے مدد چاہو۔ (خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

| |
|---|
| وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی پر پایا اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ |
| فرما دیجئے کہ اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ پر ایسی باتیں کرتے ہو جو تم خود نہیں جانتے۔ |

## برے کاموں میں باپ دادا کی تقلید کرنے کا بیان

"وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً" كَالشِّرْكِ وَطَوَافِهِمْ بِالْبَيْتِ عُرَاةً قَائِلِينَ: لَا نَطُوف فِيْ ثِيَاب عَصَيْنَا اللّٰه فِيهَا فَنُهُوا عَنْهَا "قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَاءَنَا" فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ "وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا" اَيْضًا "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُر بِالْفَحْشَاءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُ قَالَهُ اسْتِفْهَام اِنْكَار،

اور جب وہ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں جس طرح شرک کرنا اور ننگے بدن بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کپڑوں میں طواف نہیں کریں گے کیونکہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی تو جب ان کو اس سے منع کیا گیا تو وہ کہتے ہیں، ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقہ پر پایا ہے پس ہم نے ان کی اقتداء کی ہے۔ اور اللہ نے ہمیں اسی کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ اللہ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم اللہ کی ذات پر ایسی باتیں کرتے ہو جو تم خود بھی نہیں جانتے۔ یہاں پر استفہام انکاری ہے۔

## سورہ اعراف آیت ۲۸ کے سبب نزول کا بیان

دور جاہلیت میں عرب لوگ ننگا ہو جانے کو کوئی معیوب فعل تصور نہیں کرتے تھے۔ بغیر پردہ یا اوٹ کے ننگے نہانا، راستے میں ہی بلا جھجک رفع حاجت کے لیے بیٹھ جانا یا محفل میں کسی کے ستر کھل جانے کو وہ عیب نہیں سمجھتے تھے اور اہل عرب ہی کا کیا ذکر ہر جاہلی معاشرہ میں یہی حالت ہوتی ہے۔ اہل عرب میں جو اس سے بھی زیادہ شرمناک فعل تھا وہ یہ تھا کہ وہ کعبہ کا طواف بھی ننگے ہو کر کرتے تھے اور انہوں نے اپنے اس فعل کو مذہبی تقدس کا درجہ دے رکھا تھا عورتیں اس شرمناک فعل میں مردوں سے بھی دو ہاتھ آگے تھیں جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں عورت برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرتی اور کہتی جاتی کہ " کوئی ہے جو مجھے عاریتاً ایک کپڑا دے تاکہ میں اس سے شرمگاہ ڈھانپ لوں۔ پھر کہتی آج یا تو کچھ شرمگاہ کھلی رہے گی یا پوری کھلی رہے گی

بہر حال جتنی بھی کھلی رہے گی میں اسے کسی پر حلال نہیں کروں گی۔" آیت (خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ ،الاعراف:31) اسی بارے میں نازل ہوئی۔(مسلم۔کتاب التفسیر)

آج اس کا تھوڑا سا حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جتنا بھی ظاہر ہو میں اسے اس کے لئے جائز نہیں رکھتی۔اس پر آیت (واذا فعلوا الخ، نازل ہوئی ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ |
| مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ |
| فرما دیجئے، میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے،اور تم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رُخ (کعبہ کی طرف) سیدھے کر لیا |
| کرو اور تمام تر فرمانبرداری اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو۔جس طرح اس نے تمہاری |
| (خلق وحیات کی) ابتداء کی تم اسی طرح (اس کی طرف) پلٹو گے۔ |

## عدل وانصاف کا حکم دینے کا بیان

"قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَاَقِیْمُوْا" مَعْطُوف عَلٰی مَعْنٰی بِالْقِسْطِ اَیْ قَالَ اَقْسِطُوا وَاَقِیْمُوْا اَوْ قَبْله فَاَقْبِلُوْا مُقَدَّرًا "وُجُوهکُمْ" لِلّٰهِ "عِنْد کُلّ مَسْجِد" اَیْ اَخْلِصُوا لَهُ سُجُودکُمْ "وَادْعُوهُ" اُعْبُدُوْهُ "مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن" مِنَ الشِّرْك "کَمَا بَدَاَکُمْ" خَلَقَکُمْ وَلَمْ تَکُوْنُوْا شَیْئًا "تَعُوْدُوْنَ" اَیْ یُعِید کُمْ اَحْیَاء یَوْم الْقِیَامَة،

فرما دیجئے، میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے،اور تم ہر سجدہ کے وقت و مقام پر اپنے رُخ سیدھے کر لیا کرو، یہاں اقیموا معطوف ہے جس کا معنی قسط یعنی انصاف ہے۔اور اس سے پہلے اقبلوا مقدر ہے یعنی عدل کرو اور اس پر قائم رہو اور اپنے ہر سجدے کو اللہ کیلئے خاص کر لو۔اور تمام تر فرمانبرداری اس کے لئے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کیا کرو۔یعنی شرک سے بچتے ہوئے جس طرح اس نے تمہاری خلق وحیات کی ابتداء کی جبکہ تم کچھ نہ تھے۔تم اسی طرح اس کی طرف پلٹو گے۔یعنی قیامت کے دن وہ تم کو اسی طرح زندہ کرے گا۔

## افراط وتفریط سے بچتے کر انصاف کرنے کا بیان

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ آیت کا حاصل یہ ہوا کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں توسط واعتدال پر رہنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔

مسجد" کو غالبًا مصدر میمی بمعنی سجود لیکر تجوزاً نماز کا ترجمہ کیا ہے اور "وجوہ" کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا (کعبہ کی طرف) رکھو۔مگر دوسرے بعض مفسرین اَقِیْمُوْا وُجُوْهَکُمْ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف

ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو۔ ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادت میں سیدھے رہو۔ جو راستہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس سے ٹیڑھے ترچھے نہ چلو۔ عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر موقوف تھی۔ خالص خدا کے لئے ہو۔ جس کو آگے فرمادیا۔ وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور اس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا ہے۔ اس کو وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ میں ادا کیا گیا۔ بہر حال اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب "قسط" میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قالبی ہیں تو "واقیموا وجوھکم" میں اور قلبی ہیں تو وادعوہ مخلصین له الدین میں مندرج ہو گئے۔ انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے آئیں گے اس کی فکر ابھی سے ہونی چاہئے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ |
| مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ |
| ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو |
| دوست بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔ |

## اللہ کو چھوڑ کر شیاطین کو دوست بنانے والوں کا بیان

"فَرِيْقًا" مِنْكُمْ "هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَيْ غَيْرِهِ

ایک گروہ کو اس نے ہدایت دی اور ایک گروہ، ان پر گمراہی ثابت ہو چکی، بے شک انھوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنالیا اور سمجھتے ہیں کہ یقیناً وہ ہدایت پانے والے ہیں۔

## شیطان کا برے کام کو اچھا بنا کر پیش کرنا

کردار دو ہیں ایک شیطان کی راہ پر چلنے والے، دوسرے سیدنا آدم علیہ السلام کی راہ پر چلنے والے، واضح رہے کہ کوئی شخص یہ تسلیم کرنے پر کبھی تیار نہیں ہوتا کہ وہ شیطان کی راہ پر چل رہا ہے بلکہ وہ شیطان کا نام سن کر یا نام لے کر دو چار گالیاں بھی اسے سنا دے گا۔ نہ شیطان نے انسان کو گمراہ کرتے وقت کبھی اپنا آپ بتایا ہی ہے بس اس کا کام یہ ہے کہ کسی برے طریقہ کو خوبصورت کر کے پیش کر دے اور ویسے ہی سبز باغ دکھائے جیسے ہمارے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو دکھائے تھے اس میں خواہ وہ کسی دینی مصلحت کی امید دلائے یا کسی دنیوی مفاد کی، اس طرح انسان اس کے بھرے میں آجاتا ہے اور جس شخص نے اللہ کی سیدھی راہ سے ذرہ بھر بھی انحراف کیا وہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے فریب میں آچکا ہے کیونکہ اس راہ کے سوا باقی سب شیطانی راہیں ہیں اور چونکہ شیطان

بھی کوئی اچھی بات ہی بھاتا ہے لہٰذا یہ شیطان کے پیروکار بھی سمجھتے یہی ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ سب شیطانی چالیں ہوتی ہیں۔

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ |
| اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت اپنی زینت لے لو اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک |
| وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ |

## نماز کیلئے زینت اختیار کرنے کا بیان

"يَا بَنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ" مَا يَسْتُرُ عَوْرَتَكُمْ "عِنْدَ كُلِّ مَسْجِد" عِنْدَ الصَّلَاةِ وَالطَّوَاف "وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا" مَا شِئْتُمْ، وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ،

اے آدم کی اولاد! ہر نماز کے وقت یعنی نماز اور طواف کیلئے اپنی زینت لے لو جو تمہارے ستر کو چھپائے۔ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

## سورہ اعراف آیت ۳۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ قرطبی کہتے ہیں کہ اگرچہ اس سے مقصود عرب تھے جو ننگے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے لیکن یہ تمام عالم سے خطاب ہے کیونکہ یہ نماز والی ہر مسجد کو شامل ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ دیہاتی ننگے بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک عورت بیت اللہ کا طواف ننگی ہو کر کرتی اور اپنی فرج پر باریک لمبا چمڑا جیسا کہ آج کل گدھوں کے منہ پر ہوتا ہے باندھ لیتی تاکہ مکھیاں تکلیف نہ دیں اور یہ شعر پڑھتی۔ آج میرے تمام فرج یا اس کا بعض حصہ ظاہر ہے میں اس کی طرف نظر حلال نہیں کرتی اس پر اللہ نے اپنے نبی پر یہ آیت نازل فرمائی۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ) اور انہیں کپڑے پہننے کا حکم دیا۔

(طبری 8۔118، زادالمیسر 3۔186، ابن کثیر 2۔210))

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عورت زمانہ جاہلیت میں ننگی بیت اللہ کا طواف کیا کرتی تھیں اور اس کی فرج پر ایک پردہ ہوتا تھا وہ یہ شعر پڑھتی آج میری تمام فرج یا اس کا بعض حصہ ظاہر ہے اور اس کا جو حصہ بھی ظاہر ہے میں اس کی طرف نظر حلال نہیں کرتی۔ تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ اور اسی طرح یہ آیت نازل ہوئی۔ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ۔ پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں خدا نے بندوں کے لیے پیدا کیں ہیں اس کو حرام کس نے کیا ہے۔ (مسلم 3028، نیسابوری 190، سیوطی 123، قرطبی 189)

ایک مسئلہ اس آیت سے احکام القرآن جصاص کی تصریح کے مطابق یہ نکلا کہ دنیا میں جتنی چیزیں کھانے پینے کی ہیں، اصل

ان میں یہ ہے کہ وہ سب جائز وحلال ہیں، جب تک کسی خاص چیز کی حرمت وممانعت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے ہر چیز کو جائز وحلال سمجھا جائے گا، اس کی طرف اشارہ اس بات سے ہوا کہ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا کا مفعول ذکر نہیں فرمایا کہ کیا چیز کھاؤ پیو، اور علماء عربیت کی تصریح ہے کہ ایسے مواقع پر مفعول ذکر نہ کرنا اس کے عموم کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے کہ ہر چیز کھا پی سکتے ہو بجز ان اشیاء کے جن کو بالتصریح حرام کر دیا گیا ہے۔ (احکام القرآن، جصاص)

## کھانے پینے میں اسراف جائز نہیں

آیت کے آخری جملہ وَلَا تُسْرِفُوْا سے ثابت ہوا کہ کھانے پینے کی تو اجازت ہے، بلکہ حکم ہے، مگر ساتھ ہی اسراف کرنے کی ممانعت ہے، اسراف کے معنی ہیں حد سے تجاوز کرنا، پھر حد سے تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں، ایک یہ کہ حلال سے تجاوز کر کے حرام تک پہنچ جائے، اور حرام کو کھانے پینے برتنے لگے اس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو بلا وجہ شرعی حرام سمجھ کر چھوڑ دے جس طرح حرام کا استعمال جرم وگناہ ہے اسی طرح حلال کو حرام سمجھنا بھی قانون الٰہی کی مخالفت اور سخت گناہ ہے۔ (ابن کثیر، مظہری، روح المعانی)

اسی طرح یہ بھی اسراف ہے کہ بھوک اور ضرورت سے زیادہ کھائے پئے، اسی لئے فقہاء نے پیٹ بھرنے سے زائد کھانے کو ناجائز لکھا ہے (احکام القرآن وغیرہ) اسی طرح یہ بھی اسراف کے حکم میں ہے کہ باوجود قدرت واختیار کے ضرورت سے اتنا کم کھائے جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدرت نہ رہے، ان دونوں قسم کے اسراف کو منع کرنے کے لئے قرآن کریم میں ایک جگہ ارشاد ہے: (آیت، ان المبذرین کانو اخوان الشیطین یعنی فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں۔

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: (آیت) والذین اذا انفقوا تا قواما۔ یعنی اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو خرچ کرنے میں توسط اور میانہ روی رکھتے ہیں نہ حد ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ اس سے کم خرچ کریں۔

## کھانے پینے میں اعتدال دین ودنیا میں فائدے مند ہونے کا بیان

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت کھانے پینے سے بچو، کیونکہ وہ جسم کو خراب کرتا ہے، بیماریاں پیدا کرتا ہے، عمل میں سستی پیدا کرتا ہے، بلکہ کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کہ وہ جسم کی صحت کے لئے بھی مفید ہے اور اسراف سے دور ہے، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فربہ جسم عالم کو پسند نہیں فرماتے (مراد یہ ہے کہ جو زیادہ کھانے سے اختیاری طور پر فربہ ہو گیا ہو) اور فرمایا کہ آدمی اس وقت تک ہلاک نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو دین پر ترجیح نہ دینے لگے (روی عن ابی نعیم)

سلف صالحین نے اس بات کو اسراف میں داخل قرار دیا ہے کہ آدمی ہر وقت کھانے پینے ہی کے دھندے میں مشغول رہے، یا اس کو دوسرے اہم کاموں میں مقدم جانے، جس سے یہ سمجھا جائے کہ اس کا مقصد زندگی یہی کھانا پینا ہے، انہی حضرات کا مشہور مقولہ ہے کہ خوردن برائے زیستن ست نہ زیستن برائے خوردن۔ یعنی کھانا اس لئے ہے کہ زندگی قائم رہے، یہ نہیں کہ زندگی

[illegible] کے لئے ہو۔

ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کو جی چاہئے اس کو ضرور پورا کرلے، ان من الاسراف ان تاکل کل ما اشتهیت (ابن ماجہ عن انس)

اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ دن میں دو مرتبہ کھانا تناول فرمایا، تو ارشاد فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہارا شغل صرف کھانا ہی رہ جائے۔

اور میانہ روی کا یہ حکم جو کھانے پینے کے متعلق اس آیت میں مذکور ہے صرف کھانے پینے کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ پہننے اور رہنے سہنے کے ہر کام میں درمیانی کیفیت پسند اور محبوب ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو چاہو کھاؤ پیو، اور جو چاہو پہنو، صرف دو باتوں سے بچو، ایک یہ کہ اس میں اسراف یعنی قدر ضرورت سے زیادتی نہ ہو، دوسرے فخر و غرور نہ ہو۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ |
| فرما دیجئے، اللہ کی اس زینت (وآرائش) کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک |
| ستھری چیزوں کو (بھی کس نے حرام کیا ہے)؟ فرما دیجئے: یہ (سب نعمتیں جو) اہلِ ایمان کی دنیا کی زندگی میں (بالعموم روا) ہیں |
| قیامت کے دن بالخصوص (انہی کے لئے) ہوں گی۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ |

## اللہ نے زینت کو بندوں کیلئے بنایا ہے

"قُلْ" اِنْكَارًا عَلَيْهِمْ "مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ" مِنَ اللِّبَاس "وَالطَّيِّبَات" الْمُسْتَلَذَّات "مِنَ الرِّزْق قُلْ هِیَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" بِالِاسْتِحْقَاقِ وَاِنْ شَارَكَهُمْ فِيْهَا غَيْرهم "خَالِصَة" خَاصَّة بِهِمْ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب حَال "يَوْم الْقِيَامَة كَذٰلِكَ نُفَصِّل الْاٰيَات" "نُبَيِّنهَا مِثْل ذٰلِكَ التَّفْصِيل "لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ فَاِنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُوْنَ بِهَا،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات کا انکار کرنے کیلئے فرما دیں، اللہ کی اس زینت وآرائش کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے لئے یہ لباس پیدا فرمائی ہے اور کھانے کی پاک ستھری لذت والی اشیاء کو بھی کس نے حرام کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں یہ سب نعمتیں جو اہلِ ایمان کی دنیا کی زندگی میں انہی کا حق ہے اگرچہ اس میں دوسرے بھی شامل ہو جائیں۔ قیامت کے دن بالخصوص انہی کے لئے ہوں گی۔ یہاں پر خالصہ یہ رفع کے ساتھ بھی آیا ہے جبکہ حال ہونے کے سبب منصوب بھی ہے۔ اس طرح ہم جاننے والوں کے لئے آیتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ ہم جاننے والی قوم کیلئے اسی طرح تفصیل بیان کرتے ہیں بے شک وہی ان سے فائدہ اٹھانے والے ہوں گے۔

44/44

## سورہ اعراف آیت ۳۲ کے سبب نزول کا بیان

الکلبی کا قول ہے کہ دور جاہلیت میں لوگ صرف تھوڑا سا بقدر کفایت کھانا کھاتے تھے اور حج کے دنوں میں چکنائی نہیں کھاتے تھے اس طرح وہ اپنے حج کی تعظیم کرتے تھے مسلمانوں نے کہا یارسول اللہ ہم اس عمل کے زیادہ حق دار ہیں اس پر اللہ نے یہ حکم نازل کیا کہ کلا یعنی گوشت اور چکنائی کھا، واشربوا اور پیو۔

## اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ ایک خوبصورت شخص تھا اس نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک ایسا آدمی ہوں کہ مجھے خوبصورتی پسند اور محبوب ہے اور آپ دیکھ ہی رہے ہو جو مجھے دیا گیا ہے، حد یہ ہے کہ میں نہیں پسند کرتا کہ کوئی شخص مجھ سے خوبصورتی میں برتر ہو جائے جوتے کے تسمے کے برابر بھی۔ کیا یہ بات تکبر کی وجہ سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ متکبر وہ ہے جو حق کو چھپائے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 701)

حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا میں پسند کرتا ہوں کہ میرے کپڑے اور جوتے اچھے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوبصورتی کو پسند فرماتا ہے جبکہ تکبر یہ ہے کہ کوئی شخص حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2087)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ دنیا کی ساری نعمتیں اور راحتیں اس خاص کیفیت کے ساتھ کہ وہ آخرت میں وبال جان نہ بنیں صرف فرمانبردار مؤمنین کا حصہ ہے، بخلاف کفار و فجار کے کہ گو دنیا میں نعمتیں ان کو بھی ملتی ہیں بلکہ زیادہ ملتی ہیں، مگر ان کی یہ نعمتیں آخرت میں وبال جان اور عذاب دائمی بننے والی ہیں، اس لئے نتیجہ کے اعتبار سے ان کے لئے یہ کوئی عزت و راحت کی چیز نہ ہوئی۔

اور بعض حضرات مفسرین نے اس کے یہ معنی قرار دیئے کہ دنیا میں ساری نعمتوں اور راحتوں کے ساتھ محنت و مشقت اور پھر زوال کا خطرہ اور پھر طرح طرح کے رنج و غم لگے ہوئے ہیں، خالص نعمت اور خالص راحت کا یہاں وجود ہی نہیں، البتہ قیامت میں جس کو یہ نعمتیں ملیں گی وہ خالص ہو کر ملیں گی، نہ ان کے ساتھ کوئی محنت و مشقت ہوگی، اور نہ ان کے زوال یا نقصان کا کوئی خطرہ، اور نہ ان کے بعد کوئی رنج و مصیبت، تینوں مفہوم آیت کے اس جملہ میں بن سکتے ہیں، اور اسی لئے مفسرین صحابہ و تابعین نے ان کو اختیار کیا ہے۔

آیت اپنے عُموم پر ہے ہر کھانے کی چیز اس میں داخل ہے کہ جس کی حُرمت پر نَص وارد نہ ہوئی ہو۔ (خازن) تو جو لوگ توشہ گیارہویں، میلاد شریف، بزرگوں کی فاتحہ عُرس، مجالسِ شہادت وغیرہ کی شیرینی، سبیل کے شربت کو ممنوع کہتے ہیں وہ اس آیت

کے خلاف کر کے گناہ گار ہوتے ہیں اور اس کو ممنوع کہنا اپنی رائے کو دین میں داخل کرنا ہے اور یہی بدعت وضلالت ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ |
| وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○ |
| تم فرماؤ! میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ |
| اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔ |

## ظاہری وخفیہ برائیوں کی حرمت کا بیان

"قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ" الْكَبَائِرَ كَالزِّنَا "مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ" اَيْ جَهْرَهَا وَسِرَّهَا "وَالْاِثْمَ" الْمَعْصِيَةَ "وَالْبَغْيَ" عَلَى النَّاسِ "بِغَيْرِ الْحَقِّ" وَهُوَ الظُّلْمُ "وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ" بِاِشْرَاكِهٖ "سُلْطَانًا" حُجَّةً "وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" مِنْ تَحْرِيْمِ مَا لَمْ يُحَرِّمْ وَغَيْرِهٖ،

تم فرماؤ! میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جس طرح کبیرہ گناہ ہیں جس طرح زنا وغیرہ ہیں۔ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپے گناہ ہیں۔ اور گناہ یعنی معصیت اور لوگوں پر ناحق زیادتی اور وہ ظلم ہے کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری یعنی شرک کرنے کی کوئی دلیل نہیں اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے۔ یعنی کسی چیز کو حرام کہنا جس کی حرمت وغیرہ کا تمہیں علم ہی نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ○ |
| اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں |

## ہر امت کیلئے وقت مدت مقرر ہونے کا بیان

"وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ" مُدَّةٌ "فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ" عَنْهُ "سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" عَلَيْهِ،

اور ہر امت کے لیے ایک وقت ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو وہ ایک گھڑی نہ پیچھے ہوتے ہیں اور نہ آگے ہوتے ہیں

اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ کو کہلا بھیجا کہ میرا ایک لڑکا وفات پا گیا ہے اس لئے آپ تشریف لائیں۔ آپ نے اس کا جواب کہلا بھیجا کہ سلام کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ کی جو چیز تھی وہ لے لی اور اسی کی ہے وہ چیز جو اس نے دی اور ہر شخص کی ایک مدت مقرر ہے اس لئے صبر کر اور اسے بھی ثواب سمجھ۔ آپ کی صاحبزادی نے پھر آپ کے پاس آدمی قسم دیتے ہوئے بھیجا کہ آپ ضرور تشریف لائیں تو آپ کھڑے ہوئے اور آپ کے ساتھ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور کچھ لوگ تھے وہ لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ راوی کا گمان ہے کہ گویا وہ ایک مشک تھی پس آپ کی دونوں آنکھیں بہنے لگیں، سعد نے عرض

کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ تعالیٰ رحم کرنے والے بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1229)

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى |
| وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ |
| اے آدم کی اولاد! اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمھارے سامنے میری آیات بیان کریں |
| تو جو شخص ڈر گیا اور اس نے اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کھائیں گے۔ |

## بنی آدم کیلئے ہدایت کی پیروی کرنے کے حکم کا بیان

"يَا بَنِيْ اٰدَمَ اِمَّا" فِيهِ اِدْغَام نُوْن اِنْ الشَّرْطِيَّة فِيْ مَا الْمَزِيدَة "يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُل مِنْكُمْ يَقُصُّون عَلَيْكُمْ اٰيَاتِيْ فَمَنْ اتَّقٰى" الشِّرْك "وَاَصْلَحَ" عَمَله "فَلَا خَوْف عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَة،

اے آدم کی اولاد! یہاں پر اما کے اندر ان شرطیہ کا ادغام ہے جبکہ ما زائدہ ہے۔ اگر کبھی تمھارے پاس واقعی تم میں سے کچھ رسول آئیں، جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں تو جو شخص شرک کرنے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے عمل کی اصلاح کر لی تو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ آخرت میں غمزدہ ہوں گے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ○ |
| اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور ان سے سرکشی کی، وہی اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## آیات کو جھٹلانے اور ایمان نہ لانے والے اہل جہنم کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا" تَكَبَّرُوْا "عَنْهَا" فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهَا، اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر ایمان لانے سے سرکشی کی، وہی اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

| |
|---|
| فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ |
| مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ |
| دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ○ |

| |
|---|
| تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں، انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا |
| یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم |
| اللہ کے سوا پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔ |

## اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر ظلم کرنے والوں کا بیان

"فَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِیك وَالْوَلَد اِلَیْهِ "اَوْ کَذَّبَ بِاٰیَاتِهٖ" الْقُرْاٰن "اُولٰٓئِكَ یَنَالُهُمْ" "یُصِیْبُهُمْ "نَصِیْبُهُمْ" حَظّهُمْ "مِنَ الْکِتَاب" مِمَّا کُتِبَ لَهُمْ فِی اللَّوْح الْمَحْفُوظ مِنَ الرِّزْق وَالْاَجَل وَغَیْر ذٰلِكَ "حَتّٰی اِذَا جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا" اَیْ الْمَلَائِکَة "یَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا" لَهُمْ تَبْکِیتًا "اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰہ قَالُوْا ضَلُّوا" غَابُوا "عَنَّا" فَلَمْ نَرَهُمْ "وَشَهِدُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ" عِنْد الْمَوْت،اَنَّهُمْ کَانُوْا کَافِرِیْنَ،

تو اس سے بڑھ کر ظالم کوئی ایک بھی نہیں ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یعنی اس کی طرف شرک اور بیٹے کی نسبت کی یا اس کی آیتیں یعنی قرآن کو جھٹلائیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ انہیں ان کے نصیب کا لکھا حصہ پہنچے گا یعنی کتاب کا حصہ جو لوح محفوظ میں ان کیلئے رزق اور موت وغیرہ لکھی ہے۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے بہ طور توبیخ کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے، کہتے ہیں وہ ہم سے گم ہو گئے یعنی غائب ہوئے ہیں پس ہم نے انہیں نہیں دیکھا اور موت کے وقت اپنی جانوں پر خود گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

## اللہ پر بہتان باندھنے والے ظالموں کا بیان

سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے اور وہ بھی جو اللہ کے کلام کی آیتوں کو جھوٹا سمجھے۔ انہیں ان کا مقدر ملے گا اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ انہیں سزا ہوگی، ان کے منہ کالے ہوں گے، ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا۔ اللہ کے وعدے وعید پورے ہو کر رہیں گے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان کی عمر، عمل، رزق جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ دنیا میں تو ملے گا۔ یہ قول قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ اس کی تائید کرتا ہے۔ اسی مطلب کی آیت (اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۔ النحل) ہے کہ اللہ پر جھوٹ باتیں گھڑ لینے والے فلاح کو نہیں پاتے، گو دنیا میں کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر کار ہمارے سامنے ہی پیش ہوں گے، اس وقت ان کے کفر کے بدلے ہم انہیں سخت سزا دیں گے۔ ایک آیت میں ہے کافروں کے کفر سے تو غمگین نہ ہو، ان کا لوٹنا ہماری جانب ہی ہوگا، پھر ہم فرمایا کہ ان کی روحوں کو قبض کرنے کیلئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں تو ان کو بطور طنز کہتے ہیں کہ اب اپنے معبودوں کو کیوں نہیں پکارتے کہ وہ تمہیں اس عذاب سے بچالیں۔ آج وہ کہاں ہیں؟ تو یہ نہایت حسرت سے جواب دیتے ہیں کہ افسوس وہ تو کھوئے گئے، ہمیں ان سے اب کسی نفع کی امید نہیں رہی پس اپنے کفر کا آپ ہی اقرار کر

جب فرشتے نہایت سختی سے ان کی روح قبض کر کے برے حال سے لے جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جواب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تا کہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں۔ اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود بنالیا جو اس کے مستحق نہ تھے۔ آج ہماری اس مصیبت میں ان کا کہیں پتہ نہیں۔ مگر اب ان کی حسرت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

| |
|---|
| قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ |
| لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ |
| اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اللہ فرمائے گا، تم جنوں اور انسانوں کی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ جب بھی |
| کوئی جماعت (دوزخ میں) داخل ہوگی وہ اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی، یہاں تک کہ جب اس میں سارے |
| (گروہ) جمع ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے اپنے اگلوں کے حق میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا |
| تھا سو ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا: ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔ |

## قیامت کے دن گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کیلئے دوگنا عذاب ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰى لَهُمْ يَوْم الْقِيَامَة "اُدْخُلُوْا فِي" جُمْلَة "اُمَم قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلكُمْ مِنْ الْجِنّ وَالْاِنْس فِي النَّار" مُتَعَلِّق بِادْخُلُوْا "كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّة" النَّار "لَعَنَتْ اُخْتهَا" الَّتِي قَبْلهَا لِضَلَالِهَا بِهَا "حَتّٰى اِذَا ادَّارَكُوْا" تَلَاحَقُوا "فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرَاهُمْ" وَهُمْ الْاَتْبَاع "لِاُوْلَاهُمْ" اَيْ لِاَجَلَائِهِمْ وَهُمْ الْمَتْبُوْعُوْنَ "رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَ اٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنْ النَّار" مُضْعِفًا "قَالَ" تَعَالٰى "لِكُلٍّ" مِنْكُمْ وَمِنْهُمْ "ضِعْف" عَذَاب مُضْعِف "وَلٰكِنْ لَا يَعْلَمُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء مَا لِكُلِّ فَرِيْق،

اللہ قیامت کے دن ان کو فرمائے گا، تم سب جنوں اور انسانوں کی ان جماعتوں میں شامل ہو کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ یہاں پر فی النار یہ ادخلوا کے متعلق ہے۔ جب بھی کوئی جماعت دوزخ میں داخل ہوگی وہ اپنے جیسی دوسری جماعت پر لعنت بھیجے گی، کیونکہ یہ ان کی وجہ سے گمراہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ جب اس میں سارے گروہ جمع ہو جائیں گے تو ان کے پچھلے یعنی اتباع کرنے والے اپنے اگلوں یعنی متبوعین کے حق میں کہیں گے کہ اے ہمارے رب! انہی لوگوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا دوگنا عذاب دے۔ ارشاد ہوگا، ہر ایک کے لئے دوگنا ہے مگر تم جانتے نہیں ہو۔ یہاں پر یعلمون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے یعنی تم میں ہر فریق کیلئے دوگنا عذاب ہوگا۔

## کفار کی گردنوں میں طوق

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکوں کو جو اللہ پر افتراء باندھتے تھے، اس کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے، فرمائے گا کہ تم بھی اپنے جیسوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں خواہ انسانوں میں سے جہنم میں جاؤ۔ (فی النار یا توفی امم) کا بدل ہے یا (فی امم) میں (فی) معنی میں (مع) کے ہے۔ ہر گروہ اپنے ساتھ کے اپنے جیسے گروہ پر لعنت کرے گا جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم ایک دوسرے سے اس روز کفر کرو گے اور آیت میں ہے (اذ تبرا) یعنی وہ ایسا برا وقت ہوگا کہ گرو اپنے چیلوں سے دست بردار ہو جائیں گے، عذابوں کو دیکھتے ہی آپس کے سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ مرید لوگ اس وقت کہیں گے کہ اگر ہمیں بھی یہاں سے پھر واپس دنیا میں جانا مل جائے تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے بیزار ہو گئے ہیں ہم بھی ان سے بالکل ہی دست بردار ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے کرتوت ان کے سامنے لائے گا جو ان کیلئے سر تا سر موجب حسرت ہوں گے اور یہ دوزخ سے کبھی آزاد نہ ہوں گے۔ یہاں فرماتا ہے کہ جب یہ سارے کے سارے جہنم میں جا چکیں گے تو پچھلے یعنی تابعدار مرید اور تقلید کرنے والے اگلوں سے یعنی جن کی وہ مانتے رہے ان کی بابت اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے اس سے ظاہر ہے کہ یہ گمراہ کرنے والے ان سے پہلے ہی جہنم میں موجود ہوں کیونکہ ان کا گناہ بھی بڑھا ہوا تھا کہیں گے کہ یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر

چنانچہ اور آیت میں ہے (يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا 66) 33۔ الأحزاب) جبکہ ان کے چہرے آتش جہنم میں ادھر سے ادھر جھلسے جاتے ہوں گے۔ اس وقت حسرت وافسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم اللہ رسول کے مطیع ہوتے۔ یا اللہ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی تابعداری کی جنہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ یا اللہ انہیں دگنا عذاب کر۔ انہیں جواب ملا کہ ہر ایک کیلئے دگنا ہے۔ یعنی ہر ایک کو اس کی برائیوں کا پورا پورا بدلہ مل چکا ہے۔ جیسے فرمان ہے آیت (اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ 88) 16۔ النحل) جنہوں نے کفر کیا اور راہ رب سے روکا ان کا ہم عذاب اور زیادہ کریں گے اور آیت میں ہے آیت (وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْــقَالَهُمْ وَاَثْــقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْــَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ 13) 29۔ العنکبوت) یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔

| |
|---|
| وَقَالَتْ اُوْلٰـىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ٥ |
| اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمہاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، تو عذاب چکھو اس کے |
| بدلے جو تم کمایا کرتے تھے۔ |

## حشر میں ایک دوسرے کو عذاب بتانے کا بیان

"وَقَالَتْ اُوْلَاهُمْ لِاُخْرَاهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْل" لِاَنَّكُمْ لَمْ تَكْفُرُوْا بِسَبَبِنَا فَنَحْنُ وَاَنْتُمْ

سَوَاء، فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ،

اوران کی پہلی جماعت اپنی پچھلی جماعت سے کہے گی پھر تمھاری ہم پر کوئی برتری تو نہ ہوئی، یعنی تم نے ہماری وجہ سے کفر نہیں کیا۔ تو عذاب چکھواس کے بدلے جو ہم اور تم کمایا کرتے تھے۔

اور آیت میں ہے ان کے بوجھ ان پر لادے جائیں گے جن کو انہوں نے بے علمی سے گمراہ کیا۔ اب وہ جن کی مانی جاتی رہی اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ جیسے ہم گمراہ تھے تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کرتوت کا بدلہ اٹھاؤ اور آیت میں ہے ولو تری اذالظالمون موقوفون عندربهم کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے ایک دوسرے پر الزام رکھ رہے ہوں گے۔ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ وہ تو تمہارے سامنے کھلی ہوئی موجود تھی بات یہ ہے کہ تم خود ہی گنہگار بدکردار تھے۔ یہ پھر کہیں گے کہ نہیں نہیں تمہاری دن رات کی چالاکیوں نے اور تمہاری اس تعلیم نے (کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک ٹھہرائیں) ہمیں گم کردہ راہ بنا دیا۔ بات یہ ہے کہ سب کے سب اس وقت سخت نادم ہوں گے لیکن ندامت کو دبانے کی کوشش میں ہوں گے۔ کفار کی گردنوں میں طوق پڑے ہوں گے اور انہیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا نہ کم نہ زیادہ بلکہ پورا پورا دیا جائے گا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ |
| الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ط وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ٥ |
| بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے سرکشی کی ان کے لئے آسمان (رحمت وقبولیت) کے دروازے نہیں کھولے |
| جائیں گے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے (یعنی جیسے یہ |
| ناممکن ہے اسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے)، اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ |

## اہل ایمان واہل کفر کی ارواح کو آسمانوں کی طرف لے جانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا" تَكَبَّرُوْا "عَنْهَا" فَلَمْ يُؤْمِنُوْا بِهَا "لَا تُفَتَّح لَهُمْ اَبْوَاب السَّمَاء" إِذَا عُرِجَ بِأَرْوَاحِهِمْ إِلَيْهَا بَعْد الْمَوْت فَيُهْبَط بِهَا إِلَى سِجِّين بِخِلَافِ الْمُؤْمِن فَتُفَتَّح لَهُ وَيُصْعَد بِرُوحِهِ إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة كَمَا وَرَدَ فِيْ حَدِيث "وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّة حَتّٰى يَلِج" يَدْخُل "الْجَمَل فِيْ سَمِّ الْخِيَاط" ثُقْب الْإِبْرَة وَهُوَ غَيْر مُمْكِن فَكَذَا دُخُولهمْ "وَكَذٰلِكَ" الْجَزَاء "نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ" بِالْكُفْرِ،

بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے تکبر کیا پو وہ ایمان نہ لائے۔ جب مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمانوں کی طرف لے جایا جائے گا تو ان کے دروازے ان کیلئے نہ کھلیں گے پس ان کو سجین میں پھینک دیا جائے گا جبکہ اہل ایمان

کیونکہ ان کیلئے دروازے کھولے جائیں گے اوران کی روح کو ساتوں آسمانوں کی طرف لے جایا جائے گا جس طرح حدیث میں آیا ہے۔اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہوسکیں گے یہاں تک کہ سوئی کے سوراخ میں اونٹ داخل ہو جائے (یعنی جیسے یہ ناممکن ہے اسی طرح ان کا جنت میں داخل ہونا بھی ناممکن ہے)،اور ہم مجرموں کو کفر کے سبب اسی طرح سزا دیتے ہیں۔

## مؤمن وکافر کی روح کا آسمان کی طرف جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک وصالح ہوتا ہے تو (اس کی روح سے رحمت کے) فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی! اس حال میں (جسم سے) نکل کہ (خدا اور مخلوق کے نزدیک) تیری تعریف کی گئی ہے اور تجھے خوشخبری ہو دائمی راحت وسکون کی، جنت کے پاک رزق کی اور اللہ سے ملاقات کی جو (تجھ پر) غضبناک نہیں ہے۔قریب المرگ کے سامنے فرشتے برابر یہی بات کہتے ہیں یہاں تک کہ روح (خوشی خوشی) باہر نکل آتی ہے اور پھر فرشتے اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لئے (فرشتوں کے کہنے سے یا پہلے ہی سے) کھول دیا جاتا ہے (آسمان کے دربان) پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ اسے لے جانے والے فرشتے (اس کا نام ونسب بتا کر) کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص (کی روح) ہے۔پس کہا جاتا ہے کہ آفرین ہو اس جان پاک کو جو پاک بدن میں تھی اور (اے پاک جان آسمان میں) داخل ہو اس حال میں کہ تیری تعریف کی گئی اور خوشخبری ہو تجھے راحت کی، پاک رزق کی اور پروردگار سے ملاقات کی جو غضبناک نہیں ہے۔اس روح سے برابر یہی بات کہی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آسمان پر (یعنی عرش پر) پہنچ جاتی ہے۔جہاں اللہ رب العزت کی رحمت خاص جلوہ فرما ہے!۔اور اگر وہ برا (یعنی کافر) ہوتا ہے تو ملک الموت کہتے ہیں کہ اے خبیث جان جو پلید بدن میں اس حال میں (جسم سے) باہر نکل کہ تیری برائی کی گئی ہے اور یہ بری خبر سن لے کہ گرم پانی، پیپ اور ان کے علاوہ دوسری طرح کے عذاب تیرے منتظر ہیں۔اس بدبخت قریب المرگ کے سامنے بار بار یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح (بادل نخواستہ) باہر نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے (تاکہ اس کی ذلت وخواری اس پر ظاہر کر دی جائے) جب اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلوائے جاتے ہیں تو دربانوں کی طرف سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص! پس کہا جاتا ہے کہ نفریں ہو اس خبیث جان پر جو پلید جسم میں تھی اور (اے خبیث جان) واپس چلی جا اس حال میں کہ تیری برائی کی گئی ہے اور تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔چنانچہ اسے آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ قبر کی طرف آجاتی ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 105)

امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہ ان کے اعمال چڑھیں نہ ان کی روحیں اس سے دونوں قول مل جاتے ہیں۔اس کے بعد کے جملے میں جمہور کی قرأت تو جمل ہے جس کے معنی نر اونٹ کے ہیں۔لیکن ایک قرأت میں جمل ہے اس کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں۔مطلب بہ ہر دوصورت ایک ہی ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر سکے نہ پہاڑ، اسی طرح کافر جنت میں نہیں جاسکتا ان کا اوڑھنا

بھونا آگ ہے ظالموں کی یہی سزا ہے۔ (جامع البیان، سورہ اعراف، بیروت)

## لوگوں کے نامہ اعمال کیلئے آسمانی دروازوں کے کھلنے کا بیان

تفسیر بحر محیط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی ایک تفسیر یہ نقل فرمائی ہے کہ نہ ان لوگوں کے اعمال کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے نہ ان کی دعاؤں کیلئے، مطلب یہ ہے کہ ان کی دعا قبول نہ کی جائے گی، اور ان کے اعمال اس مقام پر جانے سے روک دیئے جائیں گے جہاں اللہ کے نیک بندوں کے اعمال محفوظ رکھے جاتے ہیں، جس کا نام قرآن کریم نے سورہ مطففین میں علیین بتلایا ہے، اور قرآن مجید کی ایک دوسری آیت میں بھی اس مضمون کی طرف اشارہ ہے، جس میں ارشاد ہے: (آیت) الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ، یعنی انسان کے کلمات طیبات اللہ تعالیٰ کے پاس لیجائے جاتے ہیں، اور ان کا نیک عمل ان کو اٹھاتا ہے، یعنی انسان کے اعمال صالحہ اس کا سبب بنتے ہیں کہ اس کے کلمات طیبات حق تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں پہنچائے جاتے ہیں۔

اور ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ منکرین و کفار کی ارواح کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے، یہ روحیں نیچے پٹک دی جائیں گی۔

اور اس مضمون کی تائید حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل نقل کیا ہے، جس کا اختصار یہ ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی انصاری صحابی کے جنازہ میں تشریف لے گئے، ابھی قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی تو ایک جگہ بیٹھ گئے، اور صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد خاموش بیٹھ گئے، آپ نے سر مبارک اٹھا کہ فرمایا کہ مؤمن بندہ کے لئے جب موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے سفید چمکتے ہوئے چہروں والے فرشتے آتے ہیں، جن کے ساتھ جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے، اور وہ مرنے والے کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، پھر فرشتہ موت عزرائیل علیہ السلام آتے ہیں، اور اس کی روح کو خطاب کرتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ رب کی مغفرت اور خوشنودی کے لئے نکلو، اس وقت اس کی روح اس طرح بدن سے بآسانی نکل جاتی ہے جیسے کسی مشکیزہ کا دہانہ کھول دیا جائے تو اس کا پانی نکل جاتا ہے، اس کی روح کو فرشتہ موت اپنے ہاتھ میں لے کر ان فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے، یہ فرشتے اس کو لے کر چلتے ہیں، جہاں ان کو کوئی فرشتوں کا گروہ ملتا ہے وہ پوچھتے ہیں یہ پاک روح کس کی ہے۔

یہ حضرات اس کا وہ نام ولقب لیتے ہیں، جو عزت واحترام کے لئے اس کے واسطے دنیا میں استعمال کیا جاتا تھا، اور کہتے ہیں کہ یہ فلاں ابن فلاں ہے، یہاں تک یہ فرشتے بھی ان کے ساتھ ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ ساتویں آسمان پر پہنچتے ہیں اس وقت حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کا اعمال نامہ علیین میں لکھو، اور اس کو واپس کر دو، یہ روح پھر لوٹ کر قبر میں آتی ہے، اور قبر میں حساب لینے والے فرشتے آ کر اس کو اٹھاتے اور سوال کرتے ہیں، کہ تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور دین اسلام ہے، پھر سوال ہوتا ہے کہ یہ بزرگ جو تمہارے لئے بھیجے گئے ہیں کون ہیں وہ کہتا ہے یہ اللہ تعالیٰ

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس وقت ایک آسمانی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ سچا ہے، اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اور جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف اس کا دروازہ کھول دو، اس دروازہ سے اس کو جنت کی خوشبوئیں اور ہوائیں آنے لگتی ہیں، اور اس کا نیک عمل ایک حسین صورت میں اس کے پاس اس کو مانوس کرنے کے لئے آجاتا ہے۔

| |
|---|
| لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ |
| ان کیلئے آگ ہی بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا ہے اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ |

## جہنم کی آگ کا کفار کو ڈھانپ لینے کا بیان

"لَهُمْ مِنْ جَهَنَّم مِهَاد" فِرَاش "وَمِنْ فَوْقهمْ غَوَاشٍ" أَغْطِيَة مِنَ النَّار جَمْع غَاشِيَة وَتَنْوِينه عِوَض مِنْ الْيَاء الْمَحْذُوفَة، وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ،

ان کیلئے آگ ہی بچھونا اور ان کے اوپر آگ ہی اوڑھنا ہے، غواش کا معنی آگ ان کو ڈھانپ لے گی اور غاشیہ کی جمع ہے اور اس کی تنوین یاء محذوفہ کے بدلے میں آئی ہے۔ اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مہاد۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ مہد گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مہد مصدر (باب نصر) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا۔ غواش۔ غاشیۃ کی جمع۔ اصل میں غواشی تھا۔ حالت رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا گیا۔ معنی آگ کے پردے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ؗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ |
| الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتے، |
| یہی لوگ اہلِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ |

## ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنت میں خلود کا بیان

"وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" مُبْتَدَأ "لَا نُكَلِّف نَفْسًا إِلَّا وُسْعهَا" طَاقَتهَا مِنَ الْعَمَل اِعْتِرَاض بَيْنه وَبَيْن خَبَره وَهُوَ: "أُولٰئِكَ أَصْحَاب الْجَنَّة "هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، یہاں پر صالحات مبتداء ہے۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتے، یہ مبتداء اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہے اور خبر یہ جملہ ہے۔ یہی لوگ اہلِ جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اب نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دل میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن وحدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔ ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں حد بغض دور کردیئے جائیں گے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے جنت ودوزخ کے درمیان ایک ہی پل پر روک دیئے جائیں گے وہاں ان کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔ واللہ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور مکانوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

سدی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اہل جنت دروازہ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہ رہی ہوں گی یہ ان میں سے ایک کا پانی پئیں گے جس سے دلوں کی کدورتیں دھل جائیں گی یہ شراب طہور ہے پھر دوسری نہر میں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تروتازگی آجائے گی پھر نہ تو بال بکھریں نہ سرمہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔

## ہر انسان کو جنت ودوزخ میں اس کا مقام دیکھانے کا بیان

حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی جیسا قول مروی ہے کہ انشاء اللہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کردے گا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ وہ اور بھی شکر کرے اور وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی اور ہر جہنمی کو اس کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تا کہ اس کی حسرت بڑھے اس وقت وہ کہے گا کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔ پھر جنتیوں کو جنت کی جگہیں دے دی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بہ سبب اپنی نیکیوں کے وارث بنادیئے گئے یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمت رب ملی اور رحمت رب سے تم داخل جنت ہوئے۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور نے فرمایا یاد رکھو! تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جاسکتا لوگوں نے پوچھا آپ بھی نہیں؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ لے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

ابن جریر میں ہے کہ نیک صالح شخص سے فرشتے کہتے ہیں اسے مطمئن نفس جو طیب جسم میں تھا تو تعریفوں والا بن کر نکل اور جنت کی خوشبو اور نسیم جنت کی طرف چل۔ اس اللہ کے پاس چل جو تجھ پر غصے نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے، یہ اس کا نام بتاتے ہیں تو وہ اسے مرحبا کہہ کر ہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ اس آسمان میں پہنچتے ہیں جہاں اللہ ہے۔

| |
|---|
| وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ |
| هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ |
| وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اوران کے سینوں میں جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے سب تعریف |
| اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت دی اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، |
| بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث |
| تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## دلوں کے اندر سے کینہ کو دور کر دینے کا بیان

"وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ" حِقْد کَانَ بَیْنَهُمْ فِی الدُّنْیَا "تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمْ" تَحْت قُصُوْرِهِمْ "الْاَنْهَار وَقَالُوا" عِنْد الِاسْتِقْرَار فِیْ مَنَازِلهمْ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا" الْعَمَل الَّذِیْ هٰذَا جَزَاؤُهُ "وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ" حَذَفَ جَوَاب لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْله عَلَیْهِ "لَقَدْ جَاءَتْ رُسُل رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْا اَنْ" مُخَفَّفَة اَیْ اَنَّهُ اَوْ مُفَسِّرَة فِی الْمَوَاضِع الْخَمْسَة، اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ،

اوران کے سینوں میں دنیاوی باہمی مخالفت کے سبب جو بھی کینہ ہوگا ہم نکال دیں گے، ان کے محلات کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ اپنے محلات میں کھڑے کہیں گے سب تعریف اللہ کی ہے جس نے ہمیں اس عمل کی ہدایت دی جس کی جزاء یہ ہے اور ہم کبھی نہ تھے کہ ہدایت پاتے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، یہ جملہ اس محذوف "لَوْلَا لِدَلَالَةِ مَا قَبْله عَلَیْهِ" کا جواب ہے۔ بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے۔ اور انھیں آواز دی جائے گی یہاں پر ان مخففہ ہے یعنی انہ یا پانچوں مقامات پر تفسیر کیلئے آیا ہے۔ کہ یہی وہ جنت ہے جس کے وارث تم اس کی وجہ سے بنائے گئے ہو جو تم کیا کرتے تھے۔

## اہل جنت کی باہمی الفت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اہل جنت پر انعام فرمائے گا کہ ان کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض وعداوت کے جذبات ہوں گے، وہ دور کر دے گا، پھر ان کے دل ایک دوسرے کے بارے میں آئینے کی طرح صاف ہو جائیں گے، کسی کے بارے میں دل میں کوئی کدورت اور عداوت نہیں رہے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل جنت کے درمیان درجات ومنازل کا جو تفاوت ہوگا، اس پر وہ ایک دوسرے سے حسد نہیں کریں گے۔ پہلے مفہوم کی تائید ایک حدیث میں ہوتی ہے کہ جنتیوں کو، جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور ان کے درمیان آپس کی جو زیادتیاں ہونگی، ایک دوسرے کو ان کا بدلہ دلایا جائے گا، حتی

کہ جب وہ بالکل پاک صاف ہو جائیں گے تو پھر انہیں جنت میں داخلے کی اجازت دے دی جائے گی۔ (صحیح بخاری)

یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ " کسی شخص کا عمل ہرگز اس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخولِ جنت کا حقیقی سبب نہیں فقط ظاہری سبب ہے، دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (بخاری، کتاب رقاق)

| |
|---|
| وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ |
| مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ۝ |
| اور اہلِ جنت دوزخ والوں کو پکار کر کہیں گے: ہم نے تو واقعتاً اسے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے فرمایا تھا، |
| سو کیا تم نے (بھی) اسے سچا پایا جو وعدہ تمہارے ربّ نے (تم سے) کیا تھا؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ پھر ان کے درمیان |
| ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ |

## اہل جنت کا جہنمیوں کو آواز دیکر وعدے کی سچائی دریافت کرنے کا بیان

"وَنَادٰی اَصۡحَابُ الۡجَنَّةِ اَصۡحَابَ النَّار " تَقۡرِيۡرًا اَوۡ تَبۡكِيۡتًا "اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا" مِنَ الثَّوَاب "فَهَلۡ وَجَدۡتُّمۡ مَا وَعَدَ" مَا وَعَدَكُمۡ "رَبُّكُمۡ" مِنَ الۡعَذَاب "حَقًّا قَالُوۡا نَعَمۡ فَاَذَّنَ مُؤَذِّن " نَادٰی مُنَادٍ "بَيۡنَهُمۡ" بَيۡنَ الۡفَرِيۡقَيۡنِ اَسۡمَعَهُمۡ،"اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيۡنَ،

اور اہلِ جنت دوزخ والوں کو بہ طور اقرار یالا جواب کرنے کیلئے پکار کر کہیں گے، ہم نے تو واقعتاً اسے سچا پالیا جو وعدہ ہمارے رب نے ہم سے ثواب کا فرمایا تھا، سو کیا تم نے بھی اسے سچا پایا جو وعدہ تمہارے ربّ نے تم سے عذاب کا کیا تھا؟ وہ کہیں گے، ہاں۔ پھر ان دونوں سننے والے گروہوں کے درمیان ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

## جنتیوں اور دوزخیوں میں مکالمہ

جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کیلئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کیے گئے تھے صحیح پایا تم اپنی کہو۔ ان یہاں پر مفسرہ ہے قول محذوف کا اور قد تحقیق کیلئے ہے۔ اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے تھے ٹھیک پایا۔ جیسا سورۃ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا واقعہ ہی ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیے جائیں گے؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ساتھی

کو بچ جہنم میں پائے گا کہے گا قسم اللہ کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی کو تھا اگر میرے رب کا فضل شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتار عذاب ہوتا۔ اب بتاؤ دنیا میں جو کہا کرتا تھا کیا سچا تھا کہ ہم مرکر جینے والے اور بدلہ بھگتنے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھوٹا مان رہے تھے اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے بھنتے رہو صبر اور بیصبری دونوں نتیجے کے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے۔ تمہیں اپنے کئے کا بدلہ پانا ہی ہے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے ان مقتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں ڈانٹا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ اے ابو جہل بن ہشام، اے عتبہ بن ربیعہ، اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اس نے مجھ سے کئے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان سے باتیں کر رہے ہیں جو مرکر مردار ہو گئے؟ تو آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے پھر فرماتا ہے کہ اسی وقت ایک منادی ندا کر کے معلوم کرا دے گا کہ ظالموں پر رب کی ابدی لعنت واقع ہو چکی۔ جو لوگوں کو راہ حق اور شریعت ہدیٰ سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ اللہ کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا اللہ کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے اسی لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے۔ حساب کا ڈر نہ تھا اس لئے سب سے زیادہ بدزبان اور بداعمال تھے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ |
| جو اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔ |

## اللہ کے دین سے روکنے والوں کا بیان

"الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ" النَّاس "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" دِيْنه "وَيَبْغُوْنَهَا" اَىْ يَطْلُبُوْنَ السَّبِيْل "عِوَجًا" مُعْوَجَّة، "وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كَافِرُوْنَ"،

جو اللہ کے راستے یعنی اس کے دین سے روکتے ہیں اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں یعنی کئی گمراہ کن راہیں تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کے منکر ہیں۔

اس آیت میں ظالموں کی ایک اور قسم کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسے لوگ بھی ہر امت میں پائے جاتے ہیں مثلاً مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دعویٰ تو اپنے مسلمان ہونے کا کرتے ہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ اسلام نے جو حدود مقرر فرمائی ہیں یہ وحشیانہ سزائیں ہیں۔ آج کے دور میں ان پر عمل درآمد محال ہے۔ اسلام نے عورتوں کو گھروں میں رہنے کا حکم دے کر انہیں قیدی بنا دیا ہے۔ لونڈی غلاموں کے جواز کا زمانہ لد گیا اسلام اپنے دور میں تو ایک زندہ تحریک تھی مگر آج یہ نظام فرسودہ ہو چکا ہے جو زمانے کا ساتھ نہیں [illegible] نظام بھی غیروں سے درآمد کرتے ہیں اور معاشی نظام بھی اوروں سے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج

کے دور میں سود کے بغیر ہماری معیشت چل ہی نہیں سکتی۔ یہ سب باتیں اسلام کا راستہ روکنے اور اس کی سیدھی راہ میں کجی پیدا کرنے کی باتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ روز آخرت پر اور اللہ کے حضور جوابدہی پر ایمان نہیں رکھتے ورنہ وہ ایسی باتیں کیسے کہہ سکتے تھے؟

| |
|---|
| وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ |
| اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں۔ |

## اصحاب اعراف کا جنت میں داخل ہونے کا بیان

"وَبَيْنَهُمَا" اَىْ اَصْحَاب الْجَنَّة وَالنَّار "حِجَاب" حَاجِز قِيلَ هُوَ سُوْر الْاَعْرَاف "وَعَلَى الْاَعْرَاف" وَهُوَ سُوْر الْجَنَّة "رِجَال" اسْتَوَتْ حَسَنَاتهمْ وَسَيِّئَاتهمْ كَمَا فِى الْحَدِيث "يَعْرِفُوْنَ كُلًّا" مِنْ اَهْل الْجَنَّة وَالنَّار "بِسِيمَاهُمْ" بِعَلَامَتِهِمْ وَهِيَ بَيَاض الْوُجُوه لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَسَوَادهَا لِلْكَافِرِيْنَ لِرُؤْيَتِهِمْ لَهُمْ اِذْ مَوْضِعهمْ عَالٍ "لَمْ يَدْخُلُوْهَا" اَىْ اَصْحَاب الْاَعْرَاف الْجَنَّة "وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ" فِى دُخُولهَا قَالَ الْحَسَن: لَمْ يُطْمِعهُمْ اِلَّا لِكَرَامَةٍ يُرِيْدهَا بِهِمْ وَرَوَى الْحَاكِم عَنْ حُذَيْفَة قَالَ بَيْنَمَا هُمْ كَذٰلِكَ اِذْ طَلَعَ عَلَيْهِمْ رَبّك فَقَالَ قُوْمُوْا اُدْخُلُوا الْجَنَّة فَقَدْ غَفَرْت لَكُمْ، وَنَادَوْا اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ،

اور اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ایک پردہ ہوگا کہا گیا ہے کہ وہ ایک دیوار ہے اور وہ جنت کی دیوار ہے اور اعراف کے اوپر مرد ہونگے، حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ اس پر وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ اہل جنت اور اہل دوزخ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے یعنی اہل ایمان کے چہرے سفید اور کفار کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اس لئے بھی دیکھ سکیں گے کیونکہ وہ بلند جگہ پر ہوں گے۔ کیونکہ ابھی تک اصحاب اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔ اور وہ جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہوں گے۔ اور امام حسن نے فرمایا وہ اس لئے امید رکھتے ہوں کیونکہ سمجھیں گے کہ اللہ ان سے بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالی فرمائے گا کہ تم کھڑے ہو جاؤ اور جنت میں داخل ہو جاؤ یقیناً تم بخش دیئے گئے ہو۔ اور وہ پکاریں گے جنت والوں کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ

45

## مقام اعراف اور اس کے مصداق کا بیان

جنتیوں اور دوزخیوں کی بات بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک اور حجاب حد فاصل اور دیوار ہے کہ دوزخیوں کو جنت سے فاصلے پر رکھے اسی دیوار کا ذکر آیت (فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ 13)57۔الحدید)، میں ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے۔اس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے۔اسی کا نام اعراف ہے۔

اعراف یہ عرف کی جمع ہے ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں اسی لئے مرغ کے سر کی کلغی کو بھی عرب میں عرف الدیک کہا جاتا ہے کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے۔سدی فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔یہاں کون لوگ ہوں گے؟ اس میں بہت سے اقوال ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ یہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی بعض سلف سے بھی یہی منقول ہے۔

حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود وغیرہ نے یہی فرمایا ہے۔یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ حضور سے جب ان لوگوں کی بابت جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں اور جو اعراف والے ہیں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے باپ کی اجازت بغیر پھر اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے اور اپنے والدین کے نافرمان تھے تو جنت میں جانے سے باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایتیں ہیں۔

بہر صورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔حضرت حذیفہ سے جب ان کی بابت سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر تھیں۔برائیوں کی وجہ سے جنت میں نہ جا سکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے پس یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ ان کے بارے میں سرزد ہو اور آیت میں آپ سے مروی ہے کہ یہ دوزخیوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور اللہ سے نجات طلب کر رہے ہوں گے کہ ناگاہ ان کا رب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا ایک نیکی بھی اگر برائیوں سے بڑھ گئی تو داخل جنت ہوگا اور ایک برائی بھی اگر نیکیوں سے زیادہ ہوگئی تو دوزخ میں جائے گا پھر آپ نے آیت (فمن ثقلت موازینہ) سے دو آیتوں تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی ہے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بدیاں برابر برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں یہ ٹھہرا لئے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر

45
45

سلام کریں گے اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا جو ان کے آگے اور ان کے داہنے موجود رہے گا ہر انسان کو وہ مرد ہوں خواہ عورتیں ہوں ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا اس وقت سچے مومن اللہ سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہیں جائے گا وہ ان کے آگے آگے موجود ہو گا انہیں جنت میں جانے کی طمع ہوگی، لوگوں ایک نیکی دس گنی کر کے لکھی جاتی ہے اور برائی اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو، افسوس ان پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آ جائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے اصحاب اعراف وہیں ہوں گے۔ جب انہیں عافیت دینے کا اللہ کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا انہیں ہر حیات کی طرف لے جاؤ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے اس کی مٹی مشک خالص ہوگی اس میں غوطہ لگاتے ہی ان کی رنگتیں نکھر جائیں گی اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں یہ اللہ کے سامنے لائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا پھر فرمائے گا ان جیسی ستر گنا اور نعمتیں بھی میں نے تمہیں دیں۔ پھر یہ جنت میں جائیں گے، وہ علامت ان پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مساکین اہل جنت ہوگا، یہی روایت حضرت مجاہد کے اپنے قول سے بھی مروی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا، رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلے کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے حقدار ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ زنا کی اولاد ہیں۔ ابن عساکر میں فرمان نبی ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو برے ہیں انہیں عذاب بھی ہوگا، ہم نے ان کے ثواب اور ان کے ایمانداروں کے بابت حضور سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف میں ہوں گے جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں (بیہقی)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ صالح دیندار فقہاء علما لوگ ہوں گے ابومجاز فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں پھر آپ نے ان آیتوں کے تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ تم امن وامان کے ساتھ بیخوف وخطر ہو کر جنت میں جاؤ۔ اس کی سند گو ٹھیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے کیونکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ صلحاء، انبیاء، ملائیکہ وغیرہ۔ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور دوزخیوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے یہ یہاں اسی لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو

پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جنتیوں کو دیکھ دیکھ کر اللہ کی پناہ چاہیں گے اور طمع رکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بھی بہشت بریں میں پہنچادے یہ طمع ان کے دل میں اللہ نے اسی لئے ڈالا ہے کہ اس کا ارادہ انہیں جنت میں لے جانے کا ہو چکا ہے۔ جب وہ اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ظالموں میں سے نہ کر۔ جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں جہنم سے ان کے چہرے کوئلے جیسے ہو جائیں گے لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ چیز چہروں سے دور ہو جائے گی جنتیوں کے چہروں کی پہچان نورانیت ہوگی اور دوزخیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھینگا پن ہوگا۔

| وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۠ |
|---|
| اور جب ان کی نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے: اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم گروہ کے ساتھ نہ کر۔ |

## اصحاب اعراف کا ظالموں کی معیت سے پناہ طلب کرنے کا بیان

"وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارهمْ" اَیْ اَصْحَاب الْاَعْرَاف "تِلْقَاء" جِهَة "اَصْحَاب النَّار قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا" فِی النَّار، مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِینَ،

اور جب ان کی نگاہیں یعنی اعراف والوں کو نگاہیں دوزخ والوں کی طرف پھیری جائیں گی تو وہ کہیں گے، اے ہمارے ربّ! ہمیں ظالم گروہ کے ساتھ جمع نہ کر۔

## اہل اعراف کا اہل دوزخ سے مکالمہ

اصحاب اعراف دوزخیوں کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کریں گے کیونکہ وہ خود بھی بیم ورجاء کی حالت میں ہوں گے دوزخ سے ڈر رہے ہوں گے اور جنت کی آس لگائے ہوئے ہوں گے لہٰذا ان کی آنکھوں کو اہل جہنم کی طرف پھیرا جائے گا تو پہلی بات جو ان کے منہ سے نکلے گی وہ یہ ہوگی کہ اے اللہ! ہمیں ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ پھر جب نظر پڑ ہی گئی تو سب سے پہلی بات جو وہ اہل دوزخ سے پوچھیں گے یہ ہوگی کہ آج تمہارا وہ جتھا کہاں گیا جس کے متعلق شیخیاں بگھارا کرتے تھے۔ جیسا کہ جب سورہ مدثر کی یہ آیت نازل ہوئی کہ "دوزخ پر انیس داروغے مقرر ہیں" تو کافر کہنے لگے کہ "ہم تو ہزاروں کی تعداد میں ہیں ہم میں سے دس آدمی بھی ایک کا مقابلہ نہ کر سکیں گے؟ پھر ان میں سے ایک پہلوان قسم کا آدمی کہنے لگا کہ ان میں سے سترہ کو تو میں سنبھال لوں گا باقی دو کے لیے تم سب بھی کافی نہ ہوگے" اور دوسری بات وہ اہل دوزخ سے یہ کہیں گے کہ دیکھ لو جنت میں وہی لوگ جا رہے ہیں جنہیں تم فقیر مسکین اور غلام کہہ کر حقیر سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ "ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اگر ہونا ہوتی تو یہاں اس دنیا میں بھی اس رحمت کا کچھ حصہ انہیں مل جاتا۔" انہیں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ آج بلا خوف وخطر جنت میں داخل ہو جاؤ اس طرح اصحاب اعراف اہل دوزخ پر ان کی کذب بیانی، ان کے تکبر اور غلط تصورات کو واضح کر دیں گے۔

| |
|---|
| وَ نَادٰٓی اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَہُمۡ بِسِیۡمٰہُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡکُمۡ |
| جَمۡعُکُمۡ وَمَا کُنۡتُمۡ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ٥ |
| اوراعراف والے کچھ مردوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہیں کیا کام آیا |
| تمہارا گروہ اور وہ جو تم غرور کرتے تھے۔ |

## اعراف والوں کو اہل جہنم کو بلانے کا بیان

"وَنَادٰی اَصۡحَاب الۡاَعۡرَاف رِجَالًا" مِنۡ اَصۡحَاب النَّار "یَعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمَاهُمۡ قَالُوۡا مَا اَغۡنٰی عَنۡکُمۡ" مِنَ النَّار "جَمۡعُکُمۡ" الۡمَال اَوۡ کَثۡرَتکُمۡ "وَمَا کُنۡتُمۡ تَسۡتَکۡبِرُوۡنَ" اَیۡ وَاسۡتِکۡبَارکُمۡ عَنِ الۡاِیۡمَان،

اوراعراف والے کچھ مردوں کو جہنمیوں کو پکاریں گے جنہیں ان کی پیشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہارا جمع کیا ہوا مال یا تمہاری کثرت تمہیں جہنم سے بچانے میں کیا کام آیا اور وہ جو ایمان لانے سے تم غرور کرتے تھے۔

یہ کس طبقہ کے ہوں گے اس میں بہت مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں وہ اَعراف پر ٹھہرے رہیں گے جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو انہیں سلام کریں گے اور دوزخیوں کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے یاربّ ہمیں ظالم قوم کے ساتھ نہ کر، آخر کار جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں شہید ہوئے مگر ان کے والدین ان سے ناراض تھے وہ اَعراف میں ٹھہرائے جائیں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے والدین میں سے ایک ان سے راضی ہو ایک ناراض وہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اَعراف کا مرتبہ اہل جنت سے کم ہے۔ مجاہد کا قول یہ ہے اَعراف میں صُلحاء، فُقراء، علماء ہوں گے اور ان کا وہاں قیام اس لئے ہوگا کہ دوسرے ان کے فضل و شرف کو دیکھیں اور ایک قول یہ ہے کہ اَعراف میں اَنبیاء ہوں گے اور وہ اس مکان عالی میں تمام اہل قیامت پر مُمتاز کئے جائیں گے اور انکی فضیلت اور رتبہ عالیہ کا اظہار کیا جائے گا تاکہ جنّتی اور دوزخی ان کو دیکھیں اور وہ ان سب کے احوال اور ثواب و عذاب کے مقدار و احوال کا معائنہ کریں۔ ان قولوں پر اصحاب اَعراف جنتیوں میں سے افضل لوگ ہوں گے کیونکہ وہ باقیوں سے مرتبہ میں اعلیٰ ہیں۔ ان تمام اقوال میں کچھ تناقُض نہیں ہے اس لئے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اَعراف میں ٹھہرائے جائیں اور ہر ایک کے ٹھہرانے کی حکمت جُداگانہ ہو۔

| |
|---|
| اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ط اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡکُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ٥ |
| کیا یہی وہ لوگ ہیں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے (کبھی) نہیں نوازے گا؟ (سن لو! |
| اب انہی کو کہا جارہا ہے:) تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہو گے۔ |

## اہل اعراف اہل جہنم سے کمزور مسلمانوں کے بارے میں سوال کریں گے

وَيَقُولُونَ لَهُمْ مُشِيرِينَ إِلَى ضُعَفَاءِ الْمُسْلِمِينَ، "اَهٰؤُلَاءِ الَّذِينَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ" قَدْ قِيلَ لَهُمْ "اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا اَنْتُمْ تَحْزَنُونَ" وَقُرِءَ: اُدْخِلُوا بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَدَخَلُوا فَجُمْلَةُ النَّفْيِ حَالٌ اَيْ مَقُولًا لَهُمْ ذٰلِكَ،

اور اصحاب اعراف کمزور مسلمانوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جہنمیوں سے کہیں گے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اللہ انہیں اپنی رحمت سے کبھی نہیں نوازے گا؟ سن لو اب انہی کو کہا جا رہا ہے، تم جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہوگا اور نہ تم غمگین ہوگے۔ اور ایک قرأت میں ادخلوا مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ اور دخلوا بھی آیا ہے دونوں حالتوں میں جملہ مقولہ کی نفی کی تقدیر سے حال ہے۔ یعنی ان سے اس حالت میں کہا جائے گا۔

کفر کے جن ستونوں کو، کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے ان کے چہروں سے پہچان لیں گے انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری کثرت جمعیت کہاں گئی؟ اس نے تو تمہیں مطلقاً فائدہ نہ پہنچایا۔ آج وہ تمہاری اکڑ فوں کیا ہوئی تم تو بری طرح عذابوں میں جکڑ دیئے گئے۔ ان کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں فرمایا جائے گا کہ بدبختو انہی کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ اللہ انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ بہ آرام بیکھٹکے جنت میں جاؤ۔

| |
|---|
| وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا |
| رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| اور دوزخ والے اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں پانی سے کچھ فیض یاب کر دو یا اس (رزق) میں سے جو اللہ نے |
| تمہیں بخشا ہے۔ وہ کہیں گے: بیشک اللہ نے یہ دونوں (نعمتیں) کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ |

## جہنمیوں کا اہل جنت سے پانی ورزق مانگنے کا بیان

"وَنَادٰى اَصْحَابُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ" مِنَ الطَّعَامِ "قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا" مَنَعَهُمَا "عَلَى الْكَافِرِينَ"،

اور دوزخ والے اہلِ جنت کو پکار کر کہیں گے کہ ہمیں پانی سے کچھ فیض یاب کر دو یا اس رزق میں سے جو اللہ نے تمہیں کھانے کیلئے بخشا ہے۔ وہ کہیں گے، بیشک اللہ نے یہ دونوں نعمتیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔

دوزخیوں کی ذلت وخواری اور ان کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے۔ اپنے نزدیک کے رشتے کنبے والے جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل بھن رہے ہیں، بھوکے پیاسے ہیں، ہمیں ایک گھونٹ پانی، یا ایک لقمہ کھانا دے دو۔ وہ بحکم الٰہی انہیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباس سے

سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا حضور کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے۔ دیکھو جہنمی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے۔

| |
|---|
| الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ۚ فَالْیَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ ○ |
| جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیوی زندگی نے فریب دے رکھا تھا، آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ (ہم سے) اپنے اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ |

## دین کو کھیل تماشہ سمجھنے والوں کی مذمت کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیَاةُ الدُّنْیَا فَالْیَوْمَ نَنْسَاهُمْ" نَتْرُكُهُمْ فِی النَّار "كَمَا نَسُوْا لِقَاءَ یَوْمِهِمْ هٰذَا" بِتَرْكِهِمُ الْعَمَلَ لَهُ "وَمَا كَانُوْا بِاٰیَاتِنَا یَجْحَدُوْنَ" اَیْ وَكَمَا جَحَدُوا،

جنہوں نے اپنے دین کو تماشا اور کھیل بنالیا اور جنہیں دنیوی زندگی نے فریب دے رکھا تھا، آج ہم انہیں اسی طرح بھلا دیں گے یعنی ان کو جہنم میں چھوڑ دیں گے جیسے عمل کو چھوڑ اپنے اس دن کی ملاقات کو بھولے ہوئے تھے اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔ یعنی جس طرح انہوں نے انکار کیا۔

صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتوں میں آزاد نہیں رکھا تھا؟ بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بیشک تو نے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں بھی آج تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔

## کھیل تماشا ہی کو اپنا دین سمجھنے والے

جو انسان روز آخرت پر اور اللہ کے سامنے جوابدہی پر ایمان نہیں رکھتا اس کی زندگی ایمان رکھنے والوں سے یکسر مختلف ہوتی ہے اس کی زندگی کا منتہائے مقصود صرف یہ رہ جاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر عیش وعشرت کر سکتا ہے کر لے، جس جائز یا ناجائز طریقے سے مال آتا ہے آئے۔ ان کی نظروں میں یہ دنیا بس ایک تفریح گاہ رہ جاتی ہے جس میں ہر شخص کو اپنی حیثیت کے مطابق عیش و عشرت اور سیر و تفریح کر کے اس دنیا سے رخصت ہونا چاہیے۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں سے سلوک بھی ان کے نظریہ کے مطابق کیا جائے گا۔ انہوں نے روز آخرت کو اور اللہ کے سامنے جوابدہی کو بھلایا تو اللہ بھی انہیں ایسے ہی بھلا دے گا وہ آگ میں جل رہے ہوں تو جلتے رہیں بھوکے پیاسے ہیں تو بھوکے پیاسے ہی رہیں انہیں نہ کچھ کھانے کو ملے گا نہ پینے کو۔ تاکہ دنیا میں جو عیاشیاں ... اپنے ... کا عمل بھی دیکھ لیں۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥ |
| اور بیشک ہم ان کے پاس ایسی کتاب (قرآن) لائے جسے ہم نے (اپنے) علم (کی بنا) پر مفصّل (یعنی واضح) |
| کیا، وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ |

## قرآن میں وعدو وعید کے برحق ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ" اَیْ اَهْل مَكَّة "بِكِتَابٍ" قُرْاٰن "فَصَّلْنَاهُ" بَيَّنَّاهُ بِالْاَخْبَارِ وَالْوَعْد وَالْوَعِيد "عَلٰى عِلْم" حَال اَیْ عَالِمِينَ بِمَا فَصَّلَ فِيْهِ "هُدًى" حَال مِنَ الْهَاء "وَرَحْمَة لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ" بِهِ،

اور بیشک ہم اہل مکہ کے پاس ایسی کتاب قرآن لائے جسے ہم نے اپنے علم کی بنا پر مفصّل یعنی اخبار اور وعدو وعید کے ساتھ واضح کیا، یعنی علم سے ان کی تفصیل کو بیان کر دیا ہے یہاں پر ھدی یہ فصلنہ کی ضمیر مفعولی سے حال ہے۔ وہ اس پر ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

| |
|---|
| هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ |
| رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا |
| نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥ |
| وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آپہنچے گا تو وہ لوگ جنھوں نے اس سے پہلے اسے |
| بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ |
| ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس بھیجا جائے تو ہم اس کے برخلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ بلاشبہ انھوں نے |
| اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ |

## وہ کس انجام کا انتظار کر رہے ہیں؟

"هَلْ يَنْظُرُوْنَ" مَا يَنْتَظِرُوْنَ "اِلَّا تَاْوِيله" عَاقِبَة مَا فِيْهِ "يَوْم يَاْتِي تَاْوِيله" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "يَقُوْل الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْل" تَرَكُوا الْاِيْمَان بِهِ "قَدْ جَاءَتْ رُسُل رَبّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاء فَيَشْفَعُوا لَنَا اَوْ" هَلْ "نُرَدّ" اِلَى الدُّنْيَا "فَنَعْمَل غَيْر الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَل" نُوَحِّد اللّٰه وَنَتْرُك الشِّرْك فَيُقَال لَهُمْ: لَا "قَدْ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ" اِذْ صَارُوْا اِلَى الْهَلَاك "وَضَلَّ" ذَهَبَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" مِنْ دَعْوَى الشَّرِيك،

وہ اس کے انجام کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ جس دن اس کا انجام آپہنچے گا، وہ قیامت کا دن ہے۔ تو وہ لوگ جنہوں

نے اس سے پہلے ایمان کو ترک کر کے اسے بھلا دیا تھا، کہیں گے یقیناً ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے، تو کیا ہمارے لیے کوئی سفارش کرنے والے ہیں کہ وہ ہمارے لیے سفارش کریں، یا ہمیں واپس دنیا میں بھیجا جائے تو ہم اس کے برخلاف عمل کریں جو ہم کیا کرتے تھے۔ یعنی شرک کو چھوڑ کر تیری توحید کو اپنائیں گے۔ پس ان سے کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا یعنی جانوں کا ہلاک کر دیا ہے۔ اور ان سے گم ہو گیا جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ یعنی جو وہ شرک کا دعویٰ کرتے تھے۔

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ |
| یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ |
| الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ |
| بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، |
| جو تیز چلتا ہوا اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے (پیدا کیے) اس حال میں کہ اس کے حکم سے تابع کیے |
| ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے، بہت برکت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ |

## زمین وآسمان کی چھ دن میں خلقت ہونے میں حکمت کا بیان

"اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ" مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَیْ فِیْ قَدْرِهَا لِاَنَّهٗ لَمْ یَكُنْ ثَمَّ شَمْس وَلَوْ شَاءَ خَلَقَهُنَّ فِیْ لَمْحَة وَالْعُدُول عَنْهُ لِتَعْلِیمِ خَلْقه التَّثَبُّت "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش" فِی اللُّغَة: سَرِیر الْمُلْك اسْتِوَاء یَلِیق بِهٖ "یُغْشِی اللَّیْل النَّهَار" مُخَفَّفًا وَّمُشَدَّدًا اَیْ یُغَطِّی كُلًّا مِنْهُمَا بِالْاٰخَرِ "یَطْلُبُهٗ" یَطْلُب كُلّ مِنْهُمَا بِالْاٰخَرِ طَلَبًا "حَثِیْثًا" سَرِیعًا "وَالشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَی السَّمَاوَات وَالرَّفْع مُبْتَدَأ خَبَره "مُسَخَّرَات" مُذَلَّلات "بِاَمْرِهٖ" بِقُدْرَتِهٖ "اَلَا لَهُ الْخَلْق" جَمِیْعًا "وَالْاَمْر" كُلّه "تَبَارَكَ" تَعَاظَمَ "اللّٰه رَبّ" مَالِك،

بے شک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو دنیا کی مقدار کے مطابق چھ دن میں پیدا کیا، کیونکہ اس وقت سورج نہ تھا۔ اور اگر وہ چاہتا تو لحہ بھر میں ان کو پیدا فرما دیتا لیکن لحہ بھر میں پیدا نہ کرنے میں لوگوں کیلئے جلدی نہ کرنے کی تعلیم ہے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ اور عرش کا لغوی معنی تخت بادشاہت ہے۔ یعنی اس پر جلوہ فرمانا جس طرح اس کے شایان شان ہے۔ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، یہاں یغشی یہ مخفف اور مشدد دونوں طرح آیا ہے اس کا معنی یغطی یعنی ان میں ہر ایک کا دوسرے کو ڈھانپ لینا ہے۔ ان میں ہر ایک دوسرے کے پیچھے تیز چلتا ہوا آتا ہے اور سورج اور چاند اور ستارے پیدا کیے، یہاں پر تینوں سماوات پر عطف کے سبب منصوب ہیں اور مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع اور ان کی خبر مسخرات ہے اس حال میں کہ اس کے حکم سے یعنی اس قدرت سے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو، ساری مخلوق کو پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے،

بہت برکت وعظمت والا ہے اللہ جو سارے جہانوں کا رب ہے۔یعنی مالک ہے۔

بہت سی آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ آسمان وزمین اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں بنائی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک۔ جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی۔اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمولی دنوں کے برابر ہی تھے جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے فی الفور سمجھا جاتا ہے یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا جیسے کہ حضرت مجاہد کا قول ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل کا فرمان ہے اور بروایت ضحاک ابن عباس کا قول ہے۔ ہفتہ کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی۔اسی لئے اس کا نام عربی میں (یوم السبت) ہے(سبت) کے معنی قطع کرنے ختم کرنے کے ہیں۔

مسند احمد نسائی اور صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ اللہ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر سے لے کر مغرب تک۔حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ گنوایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات دن تک پیدائش کا سلسلہ جاری رہا حالانکہ قرآن میں موجود ہے کہ چھ دن میں پیدائش ختم ہوئی۔

اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ زبردست حفاظ حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عبارت حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے لی ہے فرمان رسول ﷺ نہیں ہے

پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر مستویٰ ہوا۔اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ میگوئیاں کی ہیں۔جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے۔

امام مالک،امام اوزاعی،امام ثوری،امام لیث،امام شافعی،امام احمد،امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ وغیرہ ائمہ سلف وخلف رحمہم اللہ ان سب بزرگان دین کا مذہب یہی تھا کہ جیسی یہ آیت ہے اسی طرح اسے رکھا جائے بغیر کیفیت کے،بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے،ہاں مشبہین کے ذہنوں میں جو چیز آ رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔فرمان ہے آیت (لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ 11) 42۔الشوری:11) اس کے مثل کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔بلکہ حقیقت یہی ہے۔

جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے انہی میں سے حضرت نعیم بن حماد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔آپ حضرات امام بخاری کے استاد ہیں فرماتے ہیں جو شخص اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ کے اس وصف سے انکار کرے جو اس نے اپنی ذات پاک کیلئے بیان فرمایا ہے وہ بھی کافر ہے۔خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اوصاف ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے بیان فرمائے ہیں ان میں ہرگز تشبیہ نہیں۔پس صحیح ہدایت کے راستے پر وہی ہے جو آثار صحیحہ اور اخبار صریحہ سے جو اوصاف رب العزت وحدہ لاشریک لہ کے ثابت ہیں انہیں اسی طرح جانے جو اللہ کی جلالت شان کے شایان ہے اور ہر عیب ونقصان سے اپنے رب کو پاک اور مبرا ومنزہ سمجھے۔پھر فرمان ہے کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے سے اور دن کا اجالا رات کے اندھیرے سے

دور ہو جاتا ہے، ہر ایک دوسرے کے پیچھے لپکا چلا آتا ہے یہ گیا وہ آیا وہ گیا یہ آیا۔ جیسے فرمایا آیت (وآیۃ لھم الیل) الخ، ان کے سمجھنے کیلئے ہماری ایک نشانی رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو نکالتے ہیں جس سے یہ اندھیرے میں آ جاتے ہیں۔ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف برابر جا رہا ہے یہ ہے اندازہ اللہ کا مقرر کیا ہوا جو غالب اور باعلم ہے۔ ہم نے چاند کی بھی منزلیں ٹھہرادی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ آفتاب ماہتاب سے آگے نکل سکتا ہے نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب کے سب اپنے اپنے مدار میں تیرتے پھرتے ہیں۔ رات دن میں کوئی فاصلہ نہیں ایک کا جانا ہی دوسرے کا آ جانا ہے ہر ایک دوسرے کے برابر پیچھے ہے آیت (والشمس والقمر والنجوم) کو بعض نے پیش سے بھی پڑھا ہے۔ معنی مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب برابر ہے۔ یہ سب اللہ کے زیر فرمان، اس کے ماتحت اور اس کے ارادے میں ہیں۔ ملک اور تصرف اسی کا ہے۔ وہ برکتوں والا اور تمام جہان کا پالنے والا ہے۔

| |
|---|
| اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ |
| تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کیا کرو، بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## عاجزی وخفیہ انداز میں دعا مانگنے کا بیان

"اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا" حَال تَذَلُّلًا "وَخُفْيَة" سِرًّا "إِنَّهُ لَا يُحِبّ الْمُعْتَدِيْنَ" فِي الدُّعَاء بِالتَّشَدُّقِ وَرَفْع الصَّوْت،

تم اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کیا کرو، یہاں تضرعا حال ہے جس معنی انتہائی عاجزی ہے۔ بیشک وہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی دعا میں آواز کی زیادہ بلندی کو پسند نہیں کرتا۔

## سورہ اعراف آیت ۵۵ کے مضمون نزول کا بیان

بخاری و مسلم میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بہت بلند کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہ دعا اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنے کو کہتے ہیں اور یہ داخلِ عبادت ہے کیونکہ دعا کرنے والا اپنے آپ کو عاجز و مُحتاج اور اپنے پروردگار کو حقیقی قادر و حاجت رَوا اعتقاد کرتا ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا "اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" تَضَرُّع سے اظہارِ عِجز و خُشوع مراد ہے اور ادب دعا میں یہ ہے کہ آہستہ ہو۔ حسن رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آہستہ دعا کرنا علانیہ دعا کرنے سے ستر درجہ زیادہ افضل ہے۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ عبادات میں اظہار افضل ہے یا اِخفاء، بعض کہتے ہیں کہ اِخفاء افضل ہے کیونکہ وہ رِیا سے بہت

دور ہے، بعض کہتے ہیں کہ اظہار افضل ہے اس لئے کہ اس سے دوسروں کو رغبت عبادت پیدا ہوتی ہے۔ ترمذی نے کہا کہ اگر آدمی اپنے نفس پر ریا کا اندیشہ رکھتا ہو تو اس کے لئے اِخفاء افضل ہے اور اگر قلب صاف ہو اندیشہ ریا نہ ہو تو اظہار افضل ہے۔ بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ فرض عبادتوں میں اظہار افضل ہے، نماز فرض مسجد ہی میں بہتر ہے اور زکوۃ کا اظہار کر کے دینا ہی افضل ہے اور نفل عبادات میں خواہ وہ نماز ہو یا صدقہ وغیرہ ان میں اِخفاء افضل ہے۔ دعا میں حد سے بڑھنا کئی طرح ہوتا ہے اس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت بلند آواز سے چیخے۔

## انفرادی عبادات میں آہستہ آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے، سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر و دعا میں بڑا مجاہدہ کرتے اور اکثر اوقات مشغول رہتے تھے مگر کوئی ان کی آواز نہ سنتا تھا، بلکہ ان کی دعائیں صرف ان کے اور ان کے رب کے درمیان رہتی تھیں، ان میں بہت سے حضرات پورا قرآن حفظ کرتے اور تلاوت کرتے رہتے تھے، مگر کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی تھی، اور بہت سے حضرات بڑا علم دین حاصل کرتے، مگر لوگوں پر جتلاتے نہ پھرتے تھے، بہت سے حضرات راتوں کو اپنے گھروں میں طویل طویل نمازیں ادا کرتے مگر آنے والوں کو کچھ خبر نہ ہوتی تھی، اور فرمایا کہ ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ تمام عبادات جن کو وہ پوشیدہ کر کے ادا کر سکتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اس کو ظاہر کر کے ادا کرتے ہوں، ان کی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔ (مظہری)

ابن جریج نے فرمایا کہ دعاء میں آواز بلند کرنا اور شور کرنا مکروہ ہے، امام ابوبصاص حنفی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دعا کا آہستہ مانگنا بہ نسبت اظہار کے افضل ہے، حضرت حسن بصری اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے ایسا ہی منقول ہے، اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے ختم پر جو آمین کہی جاتی ہے اس کو بھی آہستہ کہنا افضل ہے، کیونکہ آمین بھی ایک دعا ہے۔

## اجتماعی عبادات میں بلند آواز سے ذکر کرنے کی فضیلت کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں لوگ جب فرض نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ میں جب ذکر سنتا تو پہچان جاتا کہ اب وہ نماز سے فارغ ہوئے ہیں۔ (صحیح بخاری، ج۱، ص۱۱۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہوا ہے ہم نے صحیح بخاری کی اس روایت کو اس لئے پیش کیا ہے کہ نام نہاد اسلام کی تبلیغ کرنے والے اور بخاری کا صرف نام استعمال کر کے لوگوں کو اپنی ذاتی خواہشات کی طرف ورغلانے والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور بغیر علم کے فرض نمازوں کے بعد والے ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں۔

## انتباہ

قرآن واحادیث کی روشنی میں کثیر دلائل سے ذکر ودعا میں جہری واخفاء کے دلائل موجود ہیں جو مختلف قرائن اور احوال کی صورت میں مختلف ہیں۔لہٰذا عام کم پڑھے جاہل لوگ محض لفظی استدلال کرتے ہوئے اس مسئلہ میں اختلاف کر کے لوگوں کو پریشان کرتے ہیں۔ایسی سکالری فکر سے امت مسلمہ کو محفوظ رہنا چاہے۔

| |
|---|
| وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ |
| اور زمین میں اس کے سنور جانے کے بعد فساد انگیزی نہ کرو اور ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے |
| رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں کے قریب ہوتی ہے۔ |

## احسان والے لوگوں کا رحمت الٰہی کے قریب ہونے کا بیان

"وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْض" بِالشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي "بَعْدَ اِصْلَاحِهَا" بِبَعْثِ الرُّسُل "وَادْعُوهُ خَوْفًا" مِنْ عِقَابه "وَطَمَعًا" فِي رَحْمَته "إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰه قَرِيب مِنَ الْمُحْسِنِينَ" الْمُطِيعِينَ وَتَذْكِير قَرِيب الْمُخْبَر بِهِ عَنْ رَحْمَة لِإِضَافَتِهَا إِلَى اللّٰه،

اور زمین میں رسولان گرامی کی بعثت کے بعد سنور جانے کے بعد شرک ومعاصی کے سبب فساد انگیزی نہ کرو کیونکہ ان رسولان گرامی نے تمہیں اس کے عذاب سے خودف دلایا ہے۔اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے دعا کرتے رہا کرو، بیشک اللہ کی رحمت احسان والوں کے قریب ہوتی ہے۔محسنین سے مراد اطاعت کرنے والے ہیں اور یہاں لفظ قریب کو مذکر اس لئے لایا گیا ہے۔کیونکہ یہی رحمت کا مخبر بہ ہے۔کیونکہ اس کا اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کی اصلاح کرنا اس کی کئی صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ اس کو اول ہی ٹھیک ٹھیک اور درست پیدا فرمایا، جیسے (آیت) واصلح بالھم دوسرے یہ کہ اس میں جو فساد آ گیا تھا اس کو دور کر دیا، جیسے (آیت) یصلح لکم اعمالکم، تیسری یہ کہ اس کو صلاح کا حکم دیا جائے، اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب زمین کی اصلاح و درستی فرمادی تو اس کے بعد تم اس میں فساد اور خرابی نہ ڈالو، اس میں زمین کی درستی کرنے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک ظاہری درستی کہ زمین کو کھیتی اور درخت اُگانے کے قابل بنایا، اس پر بادلوں سے پانی برسا کر زمین سے پھل پھول نکالے، انسان اور دوسرے جانداروں کے لئے زمین سے ہر قسم کی ضروریات زندگی اور آسائش کے سامان پیدا فرمائے۔

## اللہ کی رحمت کا نیک لوگوں کے قریب ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک

راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہوگئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا یعنی جہاں سے وہ چلا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2507)

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا ۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ |
| مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بھاری |
| بادل اٹھاتی ہیں تو ہم اسے کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، پھر اس سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس کے ساتھ ہر قسم کے کچھ |
| پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو نکالیں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ |

## بارش سے پہلے چلنے والی ہواؤں کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِل الرِّیَاح بُشْرًا بَیْن یَدَیْ رَحْمَته" اَیْ مُتَفَرِّقَة قُدَّام الْمَطَر وَفِیْ قِرَاءَة بِسُكُوْنِ الشِّین تَخْفِیفًا وَّفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَفَتْح النُّوْن مَصْدَرًا وَّفِیْ اُخْرٰی بِسُكُوْنِهَا وَضَمّ الْمُوَحَّدَة بَدَل النُّوْن: اَیْ مُبَشِّرًا وَّمُفْرَد الْاُوْلٰى نُشُور كَرَسُوْلٍ وَالْاَخِیْرَة بَشِیر "حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ" حَمَلَتْ الرِّیَاح "سَحَابًا ثِقَالًا" بِالْمَطَرِ "سُقْنَاهُ" اَیْ السَّحَاب وَفِیْهِ الْتِفَات عَنْ الْغَیْبَة "لِبَلَدٍ مَیِّت" لَا نَبَات بِهِ اَیْ لِاِحْیَائِهَا "فَاَنْزَلْنَا بِهِ" بِالْبَلَدِ "الْمَاء فَاَخْرَجْنَا بِهِ" بِالْمَاءِ "مِنْ كُلّ الثَّمَرَات كَذٰلِكَ" تَـ [illegible] "مِنْ قُبُوْرهِمْ بِالْاِحْیَاء "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" فَتُؤْمِنُوْنَ،

اور وہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے بھیجتا ہے، یعنی وہ ہوائیں جو بارش سے پہلے چلتی ہیں، ایک قرأت کے مطابق شین کے سکون کے ساتھ بہ طور تخفیف جبکہ دوسری قرأت کے مطابق شین کے سکون اور نون کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور ایک اور دوسری قرأت کے مطابق سکون شین کی بہ جائے باء کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے یعنی اس حال میں کہ خوش خبری دینے والی ہیں، پہلے کا مفرد نشور جس طرح لفظ رسول ہے جبکہ دوسرے کا مفرد بشیر ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادل بارش کے ساتھ اٹھاتی ہیں تو ہم ان بادلوں کو کسی مردہ شہر کی طرف ہانکتے ہیں، یہاں پر بھی غائب کی طرف توجہ کیلئے خطاب ہے۔ اور مردہ شہر سے مراد جس میں زراعت نہ ہوتی ہو یعنی ان کے ذریعے اس کو زندہ کرتے ہیں یعنی قابل کاشت کرتے ہیں۔ پھر اس شہر سے پانی اتارتے ہیں، پھر اس پانی کے ساتھ ہر قسم کے کچھ پھل پیدا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں ان کی قبروں سے نکال کر ان کو زندہ کریں گے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یعنی تم ایمان لے آؤ۔

## نباتات کے اگنے سے دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال کا بیان

حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے میں اس کا مطیع ہوں جس کے اطاعت گذار میٹھے اور صاف پانی کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع فرمان بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے۔ پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں کوئی سبزہ نہیں خشک اور بنجر ہے۔ پھر اس سے پانی برسا کر اسی غیر آباد زمین کو سرسبز بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے ہوں گے۔

قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برسائے گا چالیس دن تک برابر برستی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگنے لگیں گے جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے۔

یہی مثال مومن و کافر کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس علم و ہدایت کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رکا نہ وہاں کچھ اگا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے دین حق کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور اللہ کی وہ ہدایت ہی نہ لی جو میری معرفت پہنچی۔ (صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہ)

## چالیس سال کی مسلسل بارش ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا، پہلے صور پر تمام عالم فنا ہو جائے گا کوئی چیز زندہ باقی نہ رہے گی، اور دوسری صور پر پھر از سر نو نیا عالم پیدا ہوگا، اور سب مردے زندہ ہو جائیں گے، حدیث مذکور میں ہے کہ ان دونوں مرتبہ کے صور کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا، اور ان چالیس سال میں مسلسل بارش ہوتی رہے گی، اسی عرصہ میں ہر مردہ انسان اور جانور کے اجزاء بدن اس کے ساتھ جمع کر کے ہر ایک کا مکمل ڈھانچہ بن جائے گا، اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت ان لاشوں کے اندر روح آ جائے گی، اور زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے، اس روایت

کا اکثر حصہ بخاری و مسلم میں موجود ہے، بعض اجزاء ابن ابی داؤد کی کتاب البعث سے لئے گئے ہیں۔

| |
|---|
| وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِىْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ |
| كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ |
| اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے اور جو خراب ہے ناقص کے سوانہیں نکلتی |
| اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو شکر کرتے ہیں۔ |

## مٹی سے مؤمن و کافر کی مثال کی وضاحت کا بیان

**"وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ" الْعَذْبُ التُّرَابِ "يَخْرُجُ نَبَاتُهُ" حَسَنًا "بِاِذْنِ رَبِّهٖ" هٰذَا مَثَلٌ لِلْمُؤْمِنِ يَسْمَعُ الْمَوْعِظَةَ فَيَنْتَفِعُ بِهَا "وَالَّذِىْ خَبُثَ" تُرَابُهُ "لَا يَخْرُجُ" نَبَاتُهُ "اِلَّا نَكِدًا" عَسِرًا بِمَشَقَّةٍ وَهٰذَا مَثَلٌ لِلْكَافِرِ "كَذٰلِكَ" كَمَا بَيَّنَّا مَا ذُكِرَ "نُصَرِّفُ" نُبَيِّنُ "الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ" اللّٰهَ فَيُؤْمِنُوْنَ.**

اور جو شہر پاکیزہ یعنی مٹی اچھی ہے اس سے اچھی کھیتی اس کے رب کے حکم سے نکلتی ہے یہ مؤمن کی مثال ہے جو نصیحت سنتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے۔ اور جو خراب یعنی جس کی مٹی خراب ہے اس کی کھیتی ناقص کے سوانہیں نکلتی۔ یعنی بہ مشکل نکارہ چیزیں اگاتی ہے یہ کافر کی مثال ہے۔ اس طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں جو اللہ کا شکر کرتے ہیں۔ پس وہ ایمان رکھتے ہیں۔

## پاکیزہ شہر سے مؤمن کی مثال دیکر سمجھانے کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ 'مجھے اللہ تعالیٰ نے علم ہدایت دے کر بھیجا ہے، اس کی مثال اس موسلا دھار بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسی۔ اس کے جو حصے زرخیز تھے انہوں نے پانی کو اپنے اندر جذب کر کے چارہ اور گھاس خوب اگایا (یعنی بھر پور پیداوار دی) اور اس کے بعض حصے سخت تھے جنہوں نے پانی کو روک لیا (اندر جذب نہیں ہوا' تاہم اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا، خود بھی پیا۔ کھیتوں کو بھی سیراب کیا اور کاشتکاری کی اور زمین کا کچھ حصہ بالکل چٹیل تھا، جس نے پانی روکا اور نہ کچھ کیا۔ پس یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کی دین میں سمجھ حاصل کی اور اللہ نے مجھے جس چیز کے ساتھ بھیجا اس سے اس نے نفع اٹھایا، پس خود بھی علم حاصل کیا اور دوسروں کو بھی سکھلایا اور مثال اس شخص کی بھی ہے جس نے کچھ نہیں سیکھا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ |
| اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ |

| |
|---|
| بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا: اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کیا کرو |
| اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو اللہ کی عبادت کی طرف بلانے کا بیان

"لَقَدْ" جَوَاب قَسَم مَحْذُوْف "اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمه فَقَالَ يَا قَوْم اُعْبُدُوا اللّٰه مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰـهَ غَيْرِه" بِالْجَرّ صِفَة لِاِلٰه وَالرَّفْع بَدَل مِنْ مَحِلّه "اِنِّي اَخَاف عَلَيْكُمْ" اِنْ عَبَدْتُمْ غَيْره "عَذَاب يَوْم عَظِيم" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

یہاں پر لقد یہ محذوف قسم کا جواب ہے۔ بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے کہا، اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، یہاں پر لفظ غیر لفظ الہ کی صفت ہونے کے سبب مجرور ہے اور محل الہ سے بدل ہونے کی صورت میں مرفوع ہوگا۔ یقیناً مجھے تمہارے اوپر ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف آتا ہے۔ یعنی جب تم نے اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت کی، اور بڑے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت توحید کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن ملک بن مقوشلخ بن اخنوخ (یعنی ادریس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ائمہ نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے ستایا نہیں گیا۔ ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے۔ انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اسی طرح شروع ہوا کہ جب میں نیک بندے فوت ہوگئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بڑوں کی تصویریں بنا لیں تا کہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کو پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی بڑوں کے ناموں پر رکھ لئے۔ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ جب بت پرستی کا رواج ہوگیا، اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔

| |
|---|
| قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ٥ |
| ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا، بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ |

## قوم نوح کے سرداروں نے اپنے نبی مکرم کو بھی گمراہ کہہ دیا

"قَالَ الْمَلَاُ" اَلْاَشْرَاف "مِنْ قَوْمِه اِنَّا لَنَرَاكَ فِیْ ضَلَالٍ مُبِین " بَیِّن،

ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا اے نوح! بیشک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں۔ جب قوم نوح کے بڑوں نے، ان کے سرداروں نے اور ان کے نمبرداروں نے حضرت نوح کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو ہمیں اپنے باپ دادا کے دین سے ہٹا رہے ہو۔ ہر بد شخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکاران نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے؟ یہ تو بات ہی غلط اور جھوٹ ہے۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت و نبوت صرف اپنی قوم کے لئے تھی ساری دنیا کے لئے عام نہ تھی اور ان کی قوم عراق میں آباد بظاہر مہذب مگر شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ یہ تھی اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس کے پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت ہے جو اصل اصول ہے، دوسرے جملہ میں شرک و کفر سے پرہیز کرنے کی تلقین ہے جو اس قوم میں وباء کی طرح پھیل گیا تھا۔ تیسرے جملہ میں اس عذاب عظیم کے خطرہ سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہو سکتا ہے اور دنیا میں طوفان کا عذاب بھی۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ٥ |
| انہوں نے کہا، اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول ہوں۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا بیان

"قَالَ یَا قَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلَالَة" هِیَ اَعَمّ مِنْ الضَّلَال فَنَفْیهَا اَبْلَغ مِنْ نَفْیه،

انہوں نے کہا، اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں، وہ عام گمراہی ہے اور یہاں گمراہی کی زیادہ نفی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول مبعوث ہوا ہوں۔

حضرت نوح نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں تمہیں پیغام رب پہنچا رہا ہوں۔ تمہارا خیر خواہ ہوں اور اللہ کی وہ باتیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے۔ ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح، خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے۔ ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔

| |
|---|
| اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّىْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ٥ |
| میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ |

## اللہ اور اس کے رسولان گرامی کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا بیان

"اُبَلِّغُكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ "رِسَالَاتِ رَبِّىْ وَاَنْصَحُ" اُرِيدُ الْخَيْرَ، لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ،

میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا رہا ہوں یہاں پر لفظ ابلغ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور تمہیں نصیحت کر رہا ہوں یعنی میں تمہارے لئے بھلائی کا ارادہ رکھتا ہوں اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن اپنے اصحاب سے فرمایا جبکہ وہ بہت بڑی تعداد میں بہت زیادہ تھے کہ اے لوگو تم میری بابت اللہ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی پس آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یا اللہ تو گواہ رہ، اے اللہ تو شاہد رہ، یا اللہ تو گواہ رہ۔

## حاکم کے خیر خواہ نہ ہونے کے سبب سخت وعید کا بیان

امام محدث حسن روایت کرتے ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد، معقل بن یسار کے مرض الموت میں عیادت کو گئے تو ان سے معقل نے کہا کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس بندے کو کسی رعیت کا حاکم بنایا اور خیر خواہی کے ذریعے اس کی حفاظت نہیں کی تو جنت کی خوشبو تک اس کو نہیں پہنچے گی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2063)

| |
|---|
| اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ |
| کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد (کی زبان) پر نصیحت |
| آئی تاکہ وہ تمہیں (عذابِ الٰہی سے) ڈرائے اور تم پرہیزگار بن جاؤ اور یہ اس لئے ہے کہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## کفار کا انسانی سے جنس نبوت ورسالت کے انتخاب پر تعجب کرنے کا بیان

"اَ" كَذَّبْتُمْ "وَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ" مَوْعِظَةٌ "مِنْ رَبِّكُمْ عَلٰى" لِسَانِ "رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ" الْعَذَابَ اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا "وَلِتَتَّقُوْا" اللّٰهَ "وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" بِهَا،

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر نصیحت آئی

تا کہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرائے یعنی جب تم ایمان لاؤ اور تم اللہ سے ڈرو اور یہ اس لئے ہے کہ اس کے سبب تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرمار ہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کردے تا کہ وہ تمہیں ہوشیار کردے پھر تم شرک وکفر سے الگ ہو کر عذاب الٰہی سے نجات پالو اور تم پر گوناگوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور وعظوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔

| |
|---|
| فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ |
| پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو ہم نے انہیں اور ان لوگوں کو جو کشتی میں ان کی معیت میں تھے نجات دی اور ہم نے |
| ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بیشک وہ اندھے (یعنی بے بصیرت) لوگ تھے۔ |

## قوم نوح کا طوفان کے ذریعے ہلاک ہوجانے کا بیان

"فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" مِنَ الْغَرَق "فِي الْفُلْكِ" السَّفِيْنَة "وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا" بِالطُّوفَانِ "اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ" عَنِ الْحَق،

پھر ان لوگوں نے انہیں جھٹلایا سو ہم نے انہیں اور ان لوگوں کو جو کشتی میں ان کی معیت میں تھے نجات دی اور ہم نے ان لوگوں کو طوفان میں غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، بیشک وہ لوگ حق سے اندھے تھے۔

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ قوم نوح پر طوفان کا عذاب اس وقت آیا جب کہ وہ اپنی کثرت وقوت کے اعتبار سے بھرپور تھے۔ عراق کی زمین اور اس کے پہاڑ ان کی کثرت کے سبب تنگ ہو رہے تھے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ نافرمان لوگوں کو ڈھیل دیتے رہتے ہیں۔ عذاب اس وقت بھیجتے ہیں جب وہ اپنی کثرت، قوت اور دولت میں انتہاء کو پہنچ جائیں اور اس میں بدمست ہو جائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں کتنے آدمی تھے اس میں روایات مختلف ہیں۔ ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ اسی ۸۰ آدمی تھے جن میں ایک کا نام جرہم تھا یہ عربی زبان بولتا تھا۔ بعض روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی ۸۰ کے عدد میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔ طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا۔

| |
|---|
| وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ |
| اور ہم نے عاد کی طرف ان کے بھائی ہُود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو |
| اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، کیا تم پرہیزگار نہیں بنتے۔ |

## حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو دعوت توحید دینے کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "اِلٰی عَادٍ" الْاُوْلٰی "اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "مَا لَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" تَخَافُوْنَهٗ فَتُؤْمِنُوْنَ،

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قومی بھائی ہُود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، کیا تم پرہیز گار نہیں بنتے۔ پس تم اس کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں کہ ایمان لے آتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ یہ عاد اولیٰ ہیں۔ یہ جنگل میں ستونوں میں رہتے تھے۔ فرمان ہے آیت (الم تر کف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم تخلق مثلھا فی البلاد) یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کئے گئے۔ یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لانبے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔ وہ ہماری آیتوں سے انکار کر بیٹھے ان کے شہر یمن میں احقاف تھے، یہ ریتلے پہاڑ تھے۔

حضرت علی نے حضرت موت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہوگا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضر موت میں ہے اس نے کہا امیر المومنین آپ تو اس طرح کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اسی لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے اس لئے کہ انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور سے سخت اور زوردار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی جب اپنے نبی کی زبانی اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابولبرکات جونی جو انساب عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انھیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتداء انھیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو عرب کہا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہد نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّ اِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ۝

اس کی قوم کے کافر سردار بولے بیشک ہم تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں

## قوم ہود کا اپنے نبی مکرم کی رسالت کو جھٹلانے کا بیان

"قَالَ الْمَلَأُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِه اِنَّا لَنَرَاكَ فِیْ سَفَاهَة " جَهَالَة "وَاِنَّا لَنَظُنّك مِنَ الْكَاذِبِیْنَ " فِیْ رِسَالَتك

اس کی قوم کے کافر سردار بولے، بیشک ہم تمہیں بیوقوف یعنی جہالت میں دیکھتے ہیں اور بیشک ہم تمہیں تمہاری رسالت میں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں۔

تو لوگوں کو بھاری اکثریت اور ان کے سردار اور بڑے بول اٹھے کہ تو تو پاگل ہو گیا ہے ہمیں اپنے بتوں کی ان خوبصورت تصویروں کی عبادت سے ہٹا کر اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی تعجب قریش کو ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس نے سارے معبودوں کو عبادت سے ہٹا کر ایک کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے۔ یہی تعجب قریش کو ہوا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ اس نے سارے معبودوں کو عبادت سے ہٹا کر ایک کی عبادت کی دعوت کیوں دی؟

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں۔

حضرت ہود نے انہیں جواب دیا کہ مجھ میں تو بیوقوفی کی بلفضلہ کوئی بات نہیں۔ میں تو تمہیں کلام اللہ پہنچا رہا ہوں تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور امانت داری سے حق رسالت ادا کر رہا ہوں۔ یہی وہ صفتیں ہیں جو تمام رسولوں میں یکساں ہوتی ہیں یعنی پیغام حق پہنچانا، لوگوں کی بھلائی چاہنا اور امانتداری کا نمونہ بننا۔ تم میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر بجالاؤ کہ اس نے تم میں سے ایک فرد کو اپنا پیغمبر بنایا کہ وہ تمہیں عذاب الٰہی سے ڈراوے۔ تمہیں رب کے اس احسان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اس نے تمہیں ہلاک ہونے والوں کے بقایا میں سے بنایا۔ تمہیں باقی رکھا اتنا ہی نہیں بلکہ تمہیں قوی ہیکل، مضبوط اور طاقتور کر دیا۔ یہی نعمت حضرت طالوت پر تھی کہ انہیں جسمانی اور علمی کشادگی دی گئی تھی۔ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تا کہ نجات حاصل کر سکو۔

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِیْنٌ۝

تمہیں اپنے رب کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتمد خیر خواہ ہوں۔

## کفار کے جواب میں اعلان رسالت کرنے کا بیان

"اُبَلِّغُكُمْ رِسَالَات رَبِّیْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِح اَمِین" مَاْمُوْن عَلَى الرِّسَالَة،

تمہیں اپنے رب کی طرف سے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا امانت والا معتمد خیر خواہ ہوں۔کفار کا حضرت ہود علیہ السلام کی جناب میں یہ گستاخانہ کلام کہ تمہیں بیوقوف سمجھتے ہیں، جھوٹا گمان کرتے ہیں، انتہا درجہ کی بے ادبی اور کمینگی تھی اور وہ مستحق اس بات کے تھے کہ انہیں سخت ترین جواب دیا جاتا مگر آپ نے اپنے اَخلاق وادب اور شانِ حِلم سے جو جواب دیا اس میں شانِ مقابلہ ہی نہ پیدا ہونے دی اور ان کی جہالت سے چشم پوشی فرمائی۔اس سے دنیا کو سبق ملتا ہے کہ سُفہاء اور بدخِصال لوگوں سے اس طرح مُخاطَبہ کرنا چاہئے مع ہٰذا آپ نے اپنی رِسالت اور خیر خواہی وامانت کا ذکر فرمایا۔اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اہلِ علم وکمال کوضرورت کے موقع پر اپنے منصب وکمال کا اظہار جائز ہے۔

| |
|---|
| اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ |
| خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ |
| کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد پر نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں |
| (عذابِ الٰہی سے) ڈرائے ،اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد جانشین بنایا اور تمہاری خلقت میں (قد وقامت |
| اور) قوت کو مزید بڑھادے، سوتم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ |

## قوم عاد کے سوہاتھ لمبے قد وقامت والے لوگوں کا بیان

"اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَلٰى" لِسَان "رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاء " فِي الْاَرْض "مِنْ بَعْد قَوْم نُوح وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْق بَسْطَة" قُوَّة وَطُولًا وَّكَانَ طَوِيلهمْ مِائَة ذِرَاع وَقَصِيرهمْ سِتِّيْنَ "فَاذْكُرُوْا اٰلَاء اللّٰه" نِعَمه "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تم ہی میں سے ایک مرد کی زبان پر نصیحت آئی تا کہ وہ تمہیں عذابِ الٰہی سے ڈرائے ،اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قومِ نوح کے بعد زمین پر جانشین بنایا اور تمہاری خلقت میں قد و قامت اور قوت کو مزید بڑھادے، اور ان کا لمبے قد والا شخص ایک سو ہاتھ لمبا ہوتا تھا جبکہ ان میں چھوٹے قد والا شخص ساٹھ ہاتھ لمبا ہوتا تھا۔سوتم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔یعنی تم کامیاب ہو جاؤ۔

آیت میں قوم عاد کا وہی اعتراض ذکر کیا گیا ہے جو ان سے پہلے قوم نوح علیہ السلام نے پیش کیا تھا کہ ہم کسی اپنے ہی جیسے بشر اور انسان کو کیسے اپنا بڑا اور پیشوا مان لیں کوئی فرشتہ ہوتا تو ممکن تھا کہ ہم مان لیتے۔اس کا جواب بھی قرآن کریم نے وہی ذکر کیا جو نوح علیہ السلام نے دیا تھا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ کوئی انسان اللہ کا نبی ورسول ہو کر لوگوں کو ڈرانے کے لئے آجائے۔کیونکہ درحقیقت انسان کے سمجھانے بجھانے کے لئے انسان ہی کا پیغمبر ہونا موثر ہوسکتا ہے۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ |
| وہ کہنے لگے، کیا تم ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ |
| دادا کیا کرتے تھے؟ سو تم ہمارے پاس وہ لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم سچے لوگوں میں سے ہو۔ |

## قوم عاد کا سرکشی کرتے ہوئے عذاب کو طلب کرنے کا بیان

"قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ" نَتْرُكَ "مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا" بِهِ مِنَ الْعَذَاب "اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ" فِيْ قَوْلِكَ .

وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ کی عبادت کریں اور ان سب خداؤں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے؟ سو تم ہمارے پاس وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے ہو اگر تم اپنے قول کے اعتبار سے سچے لوگوں میں سے ہو۔

انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ کیا آپ کی تشریف آوری کا مقصد یہی ہے کہ ہم اللہ واحد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادوں کے پرانے معبودوں سے روگردانی کر لیں؟ سنو اگر یہی مقصود ہے تو اسکا پورا ہونا محال ہے۔ ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے اللہ سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔ یہی کفار مکہ نے کہا تھا کہنے لگے کہ یا اللہ یہ جو کلام محمد ﷺ کا کہا ہوا ہے یہی حق ہے اور وہ واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت المناک عذاب ہمیں کر۔ قوم عاد کے بتوں کے نام یہ ہیں صمد۔ صمود ھبا۔ ان کی اس ڈھٹائی کے مقابلے میں اللہ کا عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔

| |
|---|
| قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّ غَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ |
| اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ |
| انہوں نے کہا، یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان ناموں کے بارے |
| میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں جن کی اللہ نے کوئی سند نہیں اتاری؟ |
| سو تم انتظار کرو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ |

## قوم عاد پر آندھی کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

"قَالَ قَدْ وَقَعَ" وَجَبَ "عَلَيْكُمْ مِنْ رَبّكُمْ رِجْس" عَذَاب "وَغَضَب اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْ اَسْمَاء سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ" اَيْ سَمَّيْتُمْ بِهَا اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا "مَا نَزَّلَ اللّٰه بِهَا" اَيْ بِعِبَادَتِهَا "مِنْ سُلْطَان" حُجَّة وَبُرْهَان "فَانْتَظِرُوْا" الْعَذَاب "اِنِّيْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ" ذٰلِكُمْ بِتَكْذِيْبِكُمْ لِيْ

فَاَرْسَلْتَ عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ،

انہوں نے کہا، یقیناً تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب واجب ہو گیا۔ کیا تم مجھ سے ان بتوں کے ناموں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے خود ہی فرضی طور پر رکھ لئے ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو، جن کی عبادت کی اللہ نے کوئی سند یعنی دلیل وحجت نہیں اتاری؟ سو تم عذاب کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ کیونکہ تم نے میری رسالت کو جھٹلایا ہے۔ پس ان پر نقصان دہ آندھی چلی۔

رجس سے مراد رجز یعنی عذاب ہے ناراضی اور غصے کے معنی یہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے خود رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے۔ اور خواہ مخواہ بیوجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں۔ نہ اللہ نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے۔ ہاں اگر تم مقابلے پر اتر ہی آئے ہو تو منتظر رہو میں بھی منتظر ہوں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ مقبول بارگاہ رب کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے؟ کون مستحق عذاب ہے اور کون قابل ثواب ہے؟

قوم عاد سے متعلق عربی شعراء کا کلام جس کا مضمون حسب ذیل ہے۔ اے لوگو جو قوم کی طرف سے اللہ سے دعائیں کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو کہ اللہ عادیوں پر بارش برسائے جو آج قحط سالی کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں بھوکے پیاسے مر رہے ہیں بڈھے بچے مرد عورتیں تباہ حال پھر رہے ہیں یہاں تک کہ بولنا چالنا ان پر دوبھر ہو گیا ہے۔ جنگلی جانوران کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی آدمی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے۔ لیکن افسوس کہ تم یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور بیفائدہ وقت ضائع کرنے لگے۔ تم سے زیادہ برا وفد دنیا میں کوئی نہ ہو گا یاد رکھو اگر اب بھی تم نے مستعدی سے قومی خدمت نہ کی تو تم برباد اور غارت ہو جاؤ گے۔ یہ سن کر ان کے کان کھڑے ہوئے یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنا شروع کیں اللہ تعالیٰ نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے ایک سفید ایک سیاہ ایک سرخ اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے ایک اختیار کر لو اس نے سیاہ بادل پسند کیا آوز آئی کہ تو نے سیاہ پسند کیا جو عادیوں میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑے گا نہ باپ کو نہ بیٹے کو سب کو غارت کر دے گا سوائے بنولویز یہ کے۔ یہ بنولویز یہ بھی عادیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مکہ میں مقیم تھے ان پر وہ عذاب نہیں آئے تھے یہی باقی رہے اور انہی میں سے عاد اخری ہوئے۔ اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اسی وقت عادیوں کی طرف چلا۔ اس شخص کا نام قیل بن غز تھا۔ جب یہ بادل عادیوں کے میدان میں پہنچا جس کا نام مغیث تھا تو اسے دیکھ وہ لوگ خوشیاں منانے لگے کہ اس ابر سے پانی ضرور برسے گا حالانکہ یہ وہ تھا جس کی یہ لوگ نبی کے مقابلہ میں جلدی مچا رہے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا۔ سب سے پہلے اس عذاب الوہی کو ایک عورت نے دیکھا جس کا نام ممید تھا یہ چیخ مار کر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آئی تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا آگ کا بگولہ جو بصورت ہوا تھا جسے فرشتے گھسیٹے لئے چلے آتے تھے۔ برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب کا بادل ان پر برستا رہا۔ تمام عادیوں کا ستیاناس ہو گیا۔

فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ○

پھر ہم نے ان کواور جولوگ ان کے ساتھ تھے اپنی رحمت کے باعث نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

## اللہ کے عذاب کے سبب کفار قوم کی جڑ کٹ جانے کا بیان

"فَاَنْجَیْنَاهُ" اَیْ هُوْدًا "وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ" مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ "بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِر" الْقَوْم "الَّذِیْنَ كَذَّبُوا بِاٰیَاتِنَا" اَیْ اسْتَاْصَلْنَاهُمْ "وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ" عَطْف عَلٰی كَذَّبُوا،

پھر ہم نے حضرت ہود علیہ السلام اور جولوگ ان کے ساتھ اہل ایمان تھے اپنی رحمت کے باعث نجات بخشی اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔اس کا عطف کذبوا پر ہے۔

## حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والوں کی نجات کا بیان

حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے مومن ساتھی ایک باغیچے میں چلے گئے وہاں اللہ نے انہیں محفوظ رکھا وہی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوکر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔ہاں عادیوں پر اس ہوا نے سنگباری شروع کر دی،ان کے دماغ پھٹ گئے۔آخر انہیں اٹھا اٹھا کر دے پٹخا سر الگ ہو گئے دھڑ الگ جا پڑے یہ ہوا سوار کو سواری سمیت ادھر اٹھا لیتی تھی اور بہت اونچے لے جا کر اسے اوندھا دے پٹختی تھی۔یہ سیاق بہت غریب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ عذاب الٰہی کے آ جانے سے حضرت ہود کو اور مومنوں کو نجات مل گئی رحمت حق ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بدترین سزا میں گرفتار ہوئے۔

## عادیوں کے وفد کا بہ طور مثال بن جانے کا بیان

مسند احمد میں ہے حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علا بن حضرمی کی شکایت لے کر چلا جب میں ربذہ میں پہنچا تو بنو تمیم کی ایک بڑھیا لاچار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی۔مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے مجھے سرکار رسالت مآب میں پہنچنا ہے۔کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کرے گا کہ مجھے دربار رسالت میں پہنچادے؟ میں نے کہا آؤ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے پہنچا دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے ہیں میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں۔میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل میں تشریف لے گئے۔میں آپ کے پیچھے ہی گیا۔اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کیا تم میں اور بنو تمیم میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا حضور اس کے ذمہ دار وہی

ہیں۔ میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلہ تمیم کی ایک بڑھیا عورت مل گئی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی اس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ نے اسے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی روک کر دیجئے۔ اس پر بڑھیا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو پھر آپ کے ہاں کے بیبس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ! تیری اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کرلے گئی، میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا، مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی؟ اللہ نہ کرے کہ میں بھی عادی قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں۔ تو حضور نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ بنی عادیوں کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجود یہ کہ آپ کو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور جس وقت عادیوں میں قحط سالی نمودار ہوئی تو انہوں نے قیل نامی ایک شخص کو بطور اپنے قاصد کے بیت اللہ شریف دعا وغیرہ کرنے کیلئے بھیجا۔ یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا۔ یہاں شراب و کباب اور راگ رنگ میں ایسا مشغول ہوا کہ مہینے بھر تک جام لنڈھاتا رہا اور معاویہ کی دو لونڈیوں کے گانے سنتا رہا ان کا نام جرادہ تھا۔ مہینے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیمار کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کے فدیئے کے لئے نہیں آیا یا اللہ عادیوں کو تو وہ پلا جو پلایا کرتا تھا اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ کے بادل اس کے سر پر منڈلا رہے ہیں ان میں سے ایک غیبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کرلے۔ اس نے سخت سیاہ بادل کو اختیار کیا اسی وقت دوسری آواز آئی کہ لے لے خاک راکھ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے۔ عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگوٹھی کے حلقے کے ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہ و بالا کر دیا۔ ابووائل کہتے ہیں۔ یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب المثل ہو گیا تھا جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تھے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا۔ اسی طرح مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ (مسند احمد بن حنبل و کتب سنن)

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل آ چکی۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمھیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

## حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کی طرف بعثت کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "اِلٰی ثَمُوْد" بِتَرْكِ الصَّرْف مُرَادًا بِهِ الْقَبِيْلَة "اَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْم اُعْبُدُوا اللّٰه مَا

لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ" مُعْجِزَةٌ "مِنْ رَّبِّكُمْ" عَلٰى صِدْقِي "هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً" حَال عَامِلُهَا مَعْنَى الْاِشَارَةِ وَكَانُوْا سَاَلُوْهُ اَنْ يُّخْرِجَهَا لَهُمْ مِنْ صَخْرَةٍ عَيَّنُوْهَا "فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ" بِعَقْرٍ اَوْ ضَرْبٍ، فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ،

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، لفظ ثمود جب قبیلے کا نام ہو تو یہ غیر منصرف ہے۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری صداقت پر ایک واضح دلیل یعنی معجزہ آ چکا ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی کے طور پر ہے، آیہ یہ حال ہے اس کا عامل اسم اشارہ ہے اور جب انہوں نے سوال کیا کہ آپ ان کیلئے اس معین پتھر سے اونٹنی نکال دیں۔ سو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اسے کسی برے طریقے سے یعنی مارنے یا بری نیت سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمہیں ایک دردناک عذاب پکڑ لے گا۔

## حضرت صالح علیہ السلام اور اونٹنی والے معجزے کا بیان

حضرت صالح فرماتے ہیں لوگوں تمہارے پاس دلیل الٰہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صالح سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گابھن ہو (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالح نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کر لو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے بیچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی۔ باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کیلئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلمس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندع کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن غنمہ نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف باسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سیوا ہو جاتی مگر بدبختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔ اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی۔ اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے

ایک روایت میں ہے کہ ہجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معجزے نہ طلب کرو دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو غال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن

ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الٰہی سکھائی کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

| |
|---|
| وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا |
| قُصُوْرًا وَّ تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ۝ |
| اور یاد کرو جب اس نے تمہیں عاد کے بعد جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم علاقوں میں محلات بناتے ہو |
| اور پہاڑوں کو تراش کر (ان میں) گھر بناتے ہو، سو تم اللہ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔ |

## قوم عاد کے بعد قوم ثمود کی خلافت کا بیان

"وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ" فِي الْاَرْضِ "مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّاَكُمْ" اَسْكَنَكُمْ "فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا" تَسْكُنُوْنَهَا فِي الصَّيْف "وَتَنْحِتُوْنَ الْجِبَال بُيُوْتًا" تَسْكُنُوْنَهَا فِي الشِّتَاء وَنَصَبَهُ عَلَى الْحَال الْمُقَدَّرَة،

اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم عاد کے بعد زمین میں جانشین بنایا اور تمہیں زمین میں سکونت بخشی کہ تم اس کے نرم میدانی علاقوں میں محلات بناتے ہو اور گرمیوں میں ان میں رہتے ہو اور پہاڑوں کو تراش کر ان میں گھر بناتے ہو، اور سردیوں میں ان میں رہتے ہو۔ یہاں پر بیوت حال مقدرہ ہونے کے سبب منصوب ہے۔ لہٰذا تم اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

## عذاب والے مقام سے گزرنے کی ممانعت کا بیان

جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے تو مقام حجر پر اترے۔ کچھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جلدی سے وہاں کے کسی کنوئیں سے پانی لے کر آٹا گوندھ لیا تھا آپ نے اس گوندھے ہوئے آٹے کو پھینک دینے یا اونٹوں کو کھلا دینے کا حکم دیا اور جو پانی مشکوں میں بھرا گیا تھا اسے بہا دینے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو وہ کنواں دکھلایا جہاں سے صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر پانی لینا ہے تو اس کنوئیں سے لے کر استعمال کرو پھر آپ نے جلد از جلد وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گنہگاروں کی بستیوں میں نہ جایا کرو مگر روتے ہوئے، اللہ سے ڈرتے ہوئے اور استغفار کرتے ہوئے جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو عذاب ان پر آیا تھا کہیں تم پر بھی آن پڑے یہ کہہ کر آپ نے کجاوے ہی پر اپنا منہ چادر سے ڈھانک لیا۔ (بخاری۔ کتاب بدء الانبیاء)

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ○

ان کی قوم کے ان سرداروں اور رئیسوں نے جو متکبر و سرکش تھے ان غریب پسے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے: کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا: جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بیشک ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

## قوم ثمود کے سرداروں کا کمزور لوگوں کو شک وشبہ میں ڈالنے کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِه" تکَبَّرُوْا عَنِ الْاِیْمَان بِه "لِلَّذِیْنَ اُسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ" اَیْ مِنْ قَوْمِه بَدَل مِمَّا قَبْله بِاِعَادَةِ الْجَار "اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صَالِحًا مُرْسَل مِنْ رَبّه" اِلَيْكُمْ "قَالُوا" نَعَمْ،اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِه مُؤْمِنُوْنَ،

ان کی قوم کے ان سرداروں اور رئیسوں نے جو ایمان لانے میں متکبر و سرکش تھے ان غریب پسے ہوئے لوگوں سے کہا جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے، یعنی امن منہم یہ اعادہ جار کے ساتھ ماقبل سے بدل ہے۔کیا تمہیں یقین ہے کہ واقعی صالح علیہ السلام اپنے رب کی طرف سے تمہاری جانب رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں؟ انہوں نے کہا، جو کچھ انہیں دے کر بھیجا گیا ہے بیشک ہم اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ○

متکبر لوگ کہنے لگے، بیشک جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم اس کے سخت منکر ہیں۔

## اہل تکبر کا کمزور لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کا بیان

یہ بھی استہزاء کی ہی ایک قسم ہے یعنی متکبر لوگ جو اپنے آپ کو انتہائی عقل مند سمجھتے تھے، ایمان لانے والے کمزور مسلمانوں سے پوچھتے تھے بھلا صالح علیہ السلام کی جس دعوت کی ہمیں سمجھ نہیں آ رہی اور ہم اسے غیر معقول باتیں سمجھتے ہیں تم انہیں کیسے معقول سمجھ کر ایمان لے آئے ہو؟ کمزور مسلمانوں نے اپنی ایمانی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ جس بات کو تم غلط کہتے ہو ہم اسی کو معقول اور برحق سمجھ کر ایمان لائے ہیں اور اسے واقعی رسول برحق سمجھتے ہیں۔متکبر لوگ کہنے لگے ہم تو بہر حال تمہاری احمقانہ باتوں کو کبھی قبول نہیں کر سکتے۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○

پس انہوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح! ہم پر لے آؤ،

جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

## اونٹنی کو قتل کرنے کے سبب عذاب آجانے کا بیان

وَكَانَتْ النَّاقَة لَهَا يَوْم فِي الْمَاء وَلَهُمْ يَوْم فَمَلُّوا ذٰلِكَ "فَعَقَرُوا النَّاقَةَ" عَقَرَهَا قَدَّار بِأَمْرِهِمْ بِأَنْ قَتَلَهَا بِالسَّيْفِ "وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يَا صَالِح ائْتِنَا بِمَا تَعِدنَا" بِهِ مِنْ الْعَذَاب عَلٰى قَتْلهَا، إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ،

ایک پانی پینے کی باری اونٹنی کی ہوتی اور ایک دن ان کیلئے باری ہوتی تھی۔ تو اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں یعنی قدار نامی ایک بندے نے تلوار سے اس کو قتل کر دیا اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح! ہم پر وہ عذاب لے آؤ، جس کا تم وعدہ اس اونٹنی کے قتل پر دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

## قوم ثمود کی تباہی کا بیان

امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت غنم بن مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار۔ اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار تھا۔ یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے، صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آجاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا، اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتوں تھا اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا یہ تھا بھی زنا کاری کا بچہ، سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیبان نامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کاری کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا اب دونوں چلے اور اہل ثمود اور دوسرے شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نو فسادی شخص اس بدارادے پر تل گئے۔

اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی ہی تھے۔ چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کا راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ

دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مرگئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس نے اللہ کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بیجان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آؤ روز روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔
چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کر دو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بیخبر رہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدنیتی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑی کی بلندی پر تھا ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا۔

| |
|---|
| فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ۝ |
| تو انہیں زلزلے نے پکڑ لیا تو انھوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ |

## اچانک سخت زلزلے کے عذاب میں تباہ ہونے کا بیان

"فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ" الزَّلۡزَلَةَ الشَّدِيۡدَةَ مِنَ الۡاَرۡض وَالصَّيۡحَةَ مِنَ السَّمَاء "فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جَاثِمِيۡنَ" بَارِكِيۡنِ عَلَى الرُّكَب مَيِّتِيۡنَ،

تو انہیں سخت زلزلے نے اچانک پکڑ لیا یعنی آسمان کی طرف سے چیخ نے ان کو پکڑ لیا تو انہوں نے اپنے گھر میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ یعنی گھٹنوں کے بل گرے ہوئے تھے۔

ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا ان کے منہ سیاہ ہو گئے تین دن جب گذر گئے تو چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجے پھاڑ دیئے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا، مردوں سے مکانات، بازار، گلی، کوچے بھر گئے۔ مرد، سارے کے سارے تباہ ہو گئے شان رب دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے

ایک کافرہ عورت بچادی گئی، یہ بھی بڑی خبیثہ تھی حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی اسکی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں لیکن ادھر عذاب آیا ادھر اس کے پاؤں کھل گئے اپنی بستی سے سرپٹ بھاگی اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر میں پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکنے کے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ عذاب الٰہی آ پڑا اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابوغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا اسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا ثمودیوں میں سے سوائے حضرت صالح اور انکے مومن صحابہ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔

| |
|---|
| فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَ قَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّىۡ وَ نَصَحۡتُ لَـكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النّٰصِحِيۡنَ ○ |
| پھر صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا |
| اور نصیحت بھی کر دی تھی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند (ہی) نہیں کرتے۔ |

## حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے اعراض کرنے کا بیان

"فَتَوَلّٰى" اَعۡرَضَ صَالِح، عَنۡهُمۡ وَقَالَ يَا قَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَةَ رَبِّى وَنَصَحۡتُ لَكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُحِبُّوۡنَ النَّاصِحِيۡنَ،

پھر صالح علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: اے میری قوم! بیشک میں نے تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا دیا تھا اور نصیحت بھی کر دی تھی لیکن تم نصیحت کرنے والوں کو پسند ہی نہیں کرتے۔

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نہ تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بےسمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو دعوت دے لی۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بدری کفار پر غالب آئے وہیں تین دن تک ٹھہرے رہے پھر رات کے آخری وقت اونٹنی پر زین کس کر آپ تشریف لے چلے اور جب اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے اے ابوجہل، اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں، اے فلاں، بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں دیکھ لی۔ حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے؟ آپ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں۔ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے میرا خاندان ہونے کے باوجود میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی۔ تم نے میرے ہم قبیلہ ہونے کے باوجود مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا۔ تم نے رشتہ داری کے باوجود مجھے دیس نکالا دیا اور دوسرں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی۔ افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسر جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی۔ پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلے ہو۔

یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرمارہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کردی اللہ کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن آہ نہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اٹھایا نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی مانی۔ بلکہ اسے اپنا دشمن سمجھ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا ہے اور حرم مکہ میں پناہ لیتا۔

مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقعہ پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی عسفان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ آپ نے جواب دیا وادی عسفان فرمایا میرے سامنے سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام ابھی ابھی گذرے اونٹنیوں پر سوار تھے جن کی نکیلیں کھجور کے پتوں کی تھیں کمبلوں کے تہ بند بندھے ہوئے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ لبیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جارہے تھے۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ٥ |
| اور لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے اسی طرح بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو |
| جسے تم سے پہلے اہلِ جہاں میں سے کسی نے نہیں کیا تھا۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "لُوْطًا" وَيُبْدَلُ مِنْهُ "اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ" اَیْ اَدْبَارَ الرِّجَالِ "مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ" اَلْاِنْسِ وَالْجِنِّ،

اور یاد کرو جب حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے اسی طرح بھیجا، لفظ اذ کر لوطا یہ اذ قال سے بدل ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو یعنی مردوں سے لواطت کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہلِ جہاں میں سے کسی انسان وجن نے نہیں کیا تھا۔

## لوط علیہ السلام کی بدنصیب قوم کا بیان

فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر، حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا آپ نے انہیں اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا نیکیوں کے کرنے برائیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔ جن میں ایک برائی اغلام بازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی۔ اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے۔

جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہتے ہیں اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں تو اس

عمرو بن دینار یہی فرماتے ہیں۔

بات کو بھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کرے اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا۔ عورتوں کو جو اس کام کیلئے تھیں چھوڑ کر تم مردوں پر ریجھ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ہیں میری بچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں۔ لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں۔ ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں مفسرین فرماتے ہیں جس طرح مرد مردوں میں مشغول تھے عورتیں عورتوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔

| |
|---|
| اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۝ |
| بیشک تم نفسانی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو۔ |

## قوم لوط کا مردوں سے شہوت پرستی کرنے کا بیان

"اَاِنَّكُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ الْأَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ ۔ وَفِي قِرَاءَة اِنَّكُمْ ۔ "لَتَاْتُوْنَ الرِّجَال شَهْوَة مِنْ دُوْن النِّسَاء بَلْ اَنْتُمْ قَوْم مُسْرِفُوْنَ" مُتَجَاوِزُوْنَ الْحَلَال اِلَى الْحَرَام،

یہاں پر دونوں ہمزوں کا تحقق ہے جبکہ دوسرا سہولت کیلئے آیا ہے اور ان دونوں کے درمیان میں دونوں صورتوں میں الف کو داخل کیا جائے گا۔ اور ایک قرأت میں انکم ہے۔

بیشک تم نفسانی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مَردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے گزر جانے والے ہو۔ یعنی حلال سے حرام کی طرف جانے والے ہو۔

## لوطی کی سزا میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو اس باب میں حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی احادیث منقول ہیں اس حدیث کو ہم ابن عباس کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے اس حدیث کو عمرو بن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور فرمایا قوم لوط کا سا عمل کرنے والا ملعون ہے قتل کا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ملعون ہے۔ عاصم بن عمرو بن سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس حدیث کو عاصم کے علاوہ کسی اور نے بھی سہیل بن ابی صالح سے روایت کیا ہو عاصم بن عمر حفظ کے اعتبار سے حدیث میں ضعیف ہیں لوطی عمل کرنے والے کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اسے سنگسار کیا جائے خواہ وہ شادی شدہ یا غیر شادی

شدہ۔امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض علماء وفقہاء تابعین، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے پر اسی طرح حد جاری کی جائے جس طرح زانی پر حد جاری کی جاتی ہے۔سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1498)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ |
| اوران کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: ان کو بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ بڑے پاکیزگی کے طلب گار ہیں۔ |

## قوم لوط کا لوط علیہ السلام کو جواب دینے کا بیان

"وَمَا كَانَ جَوَاب قَوْمه اِلَّا اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوهُمْ" اَیْ لُوطًا وَّاَتْبَاعه "مِنْ قَرْيَتكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاس يَتَطَهَّرُوْنَ" مِنْ اَدْبَار الرِّجَال،

اوران کی قوم کا سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے، ان کو یعنی لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو بستی سے نکال دو بیشک یہ لوگ لواطت سے بچ کر بڑے پاکیزگی کے طلب گار ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کے جواب میں ان کی قوم کا جواب اس طرح ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان لوگوں سے کوئی معقول جواب تو بن نہیں سکا ضد میں آ کر آپس میں یہ کہنے لگے کہ یہ لوگ بڑی پاکی اور صفائی کے مدعی ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو۔

| |
|---|
| فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ |
| پس ہم نے ان کو (یعنی لوط علیہ السلام کو) اوران کے اہلِ خانہ کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے، |
| وہ عذاب میں پڑے رہنے والوں میں سے تھی۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام اوران کے اہل کا عذاب سے محفوظ رہنے کا بیان

"فَاَنْجَيْنَاهُ وَاَهْله اِلَّا امْرَاَته كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ" الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَاب،

پس ہم نے ان کو یعنی لوط علیہ السلام کو اوران کے اہلِ خانہ کو نجات دے دی سوائے ان کی بیوی کے، وہ عذاب میں پڑے رہنے والوں میں سے تھی۔یعنی وہ عذاب میں رہنے والوں میں سے تھی۔

حضرت لوط اور ان کا گھرانا اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے آیت (فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين) یعنی وہاں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو نکال دیا۔لیکن بجز ایک گھر والوں کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں۔بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بدنصیب کافرہ ہی تھی بلکہ قوم کے کافروں کی طرف دار تھی اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو خبر

پہنچا دیتی اسی لئے حضرت لوط سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آ گئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت وہی عذاب اس بدنصیب پر بھی آ گیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہو گئی۔ (غابرین) کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں۔ جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں۔ کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلتے ہی عذاب الٰہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کیلئے آسمان سے گر رہے تھے۔ گو اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ اے پیغمبر آپ خود دیکھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول اللہ کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اور بیٹیوں کے ہمراہ روانہ ہوئی تھی، لیکن جب شہر تباہ ہونے کی آواز اور ہلاک ہونے والوں کا شور سنا تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا اور بولی "ہائے میری قوم" وہیں ایک پتھر اس پر آ پڑا، جس نے اسکا سر پھاڑ کر اسے اسکی قوم سے ملا دیا۔

| وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ |
| --- |
| اور ہم نے ان پر پتھروں کی بارش کر دی سو آپ دیکھئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## قوم لوط پر بدکرداری کے سبب پتھروں کی بارش ہونے کا بیان

"وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَطَرًا" هُوَ حِجَارَة السِّجِّیل فَاَهْلَكَتْهُمْ، فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِیْنَ،

اور ہم نے ان پر پتھروں کی کنکر ملی بارش کر دی جس نے ان کو ہلاک کر دیا لہٰذا آپ دیکھئے کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

مجاہد نے کہا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اپنا بازو قوم لوط کی بستیوں کے نیچے ڈال کر اس خطہ کو اکھاڑ لیا اور آسمان کے قریب پہنچ کر اس کو اوندھا کر کے گرا دیا اور اسکے بعد پتھروں کی بارش کی گئی۔

| وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ |
| --- |
| بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَ الْمِیْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا |
| تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ |
| اور مدین کی طرف (ہم نے) ان کے (قومی) بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (بھیجا)، انہوں نے کہا: اے میری قوم! تم اللہ کی |
| عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آ چکی ہے سو تم ماپ |

اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں اس (کے ماحول حیات) کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم (اس الوہی پیغام کو) ماننے والے ہو۔

## حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب کرنے کا بیان

"و" أَرْسَلْنَا "إِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْم اُعْبُدُوا اللّٰه مَا لَكُمْ مِنْ إِلَه غَيْره قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَة" مُعْجِزَة "مِنْ رَبّكُمْ" عَلَى صِدْقِي "فَأَوْفُوا" أَتِمُّوا "الْكَيْل وَالْمِيزَان وَلَا تَبْخَسُوا" تُنْقِصُوا "النَّاس أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْض" بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي "بَعْد إِصْلَاحهَا" بِبَعْثِ الرُّسُل "ذَلِكُمْ" الْمَذْكُور "خَيْر لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" مُرِيدِي الْإِيمَان فَبَادِرُوا إِلَيْهِ،

اور مدین کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کیا کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے میری صداقت پر روشن دلیل یعنی معجزہ آ چکا ہے سو تم ماپ اور تول پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو اور زمین میں رسولان گرامی کی بعثت کے بعد اس کی اصلاح کے بعد کفر و نافرمانی کے سبب فساد برپا نہ کیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم اس الوہی پیغام کو ماننے والے ہو۔ یعنی اگر تمہارا ایمان لانے کا ارادہ ہے تو تم اس کی جانب جلدی کرو۔

## حضرت شعیب علیہ السلام کا تعارف

مشہور مؤرخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب میکیل بن یشجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یژون تھا۔ یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے کے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن ولما ورد ماء مدین میں شہر مدین کے کنویں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایکہ والے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آ چکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق کی ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کی عادت چھوڑو لوگوں کے حقوق نہ مارو۔ کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے فرمان ہے آیت (ویل للمطففین) ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے (ویل) ہے۔ اللہ اس بد خصلت سے ہر ایک کو بچائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے۔ آپ کو بہ سبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

| |
|---|
| اور تم ہر راستہ پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو اس (دعوت) پر ایمان لے آیا ہے خوفزدہ کرو اور (اسے) اللہ کی راہ سے |
| روکو اور اس (دعوت) میں کجی تلاش کرو (تا کہ اسے دینِ حق سے برگشتہ اور متنفر کرسکو) اور (اللہ کا احسان) یاد کرو جب تم |
| تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں کثرت بخشی، اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## راستوں میں بیٹھ کر مال چھیننے اور ٹیکس وصول کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاط" طَرِيْق "تُوْعِدُوْنَ" تُخَوِّفُوْنَ النَّاس بِاَخْذِ ثِيَابِهِمْ اَوْ الْمَكْس مِنْهُمْ "وَتَصُدُّوْنَ" تَصْرِفُوْنَ "عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" دِيْنه "مَنْ اٰمَنَ بِهِ" بِتَوَعُّدِكُمْ اِيَّاهُ بِالْقَتْلِ "وَتَبْغُوْنَهَا" تَطْلُبُوْنَ الطَّرِيْق "عِوَجًا" مُعْوَجَّة "وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُفْسِدِيْنَ" قَبْلَكُمْ بِتَكْذِيْبِ رُسُلهمْ اَىْ اٰخِر اَمْرهمْ مِنَ الْهَلَاك،

اور تم ہر راستہ پر اس لئے نہ بیٹھا کرو کہ تم ہر اس شخص کو جو اس دعوت پر ایمان لے آیا ہے ان سے کپڑے چھین کر یا ٹیکس لے کر انہیں خوفزدہ کرو اور اسے اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے روکو اور اس دعوت میں کجی تلاش کرو یعنی تم اس کو قتل کی دھمکی دے کر اس کو ایمان سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ اور اللہ کا احسان یاد کرو جب تم تھوڑے تھے تو اس نے تمہیں کثرت بخشی، اور دیکھو فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ یعنی جنہوں نے تم سے پہلے رسولان گرامی کی تکذیب کی تو ان کی ہلاکت کا حکم کیسے آیا؟ اس پر غور کرو۔

## راستوں کے حقوق اور راستوں میں بیٹھنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو، لوگوں نے عرض کیا ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہم وہیں بیٹھتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم وہاں بیٹھنے پر مجبور ہو تو راستے کو اس کا حق عطا کرو لوگوں نے عرض کیا راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نگاہیں نیچی رکھنا ایذاء رسانی سے رکنا سلام کا جواب دینا اور اچھی باتوں کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2364)

علامہ قرطبی نے فرمایا وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا یعنی تم لوگ اللہ کے راستہ میں کجی کی تلاش میں لگے رہتے ہو کہ کہیں اُنگلی رکھنے کی جگہ ملے تو اعتراضات وشبہات کے دفتر کھول دیں اور لوگوں کو دین حق سے بیزار کرنے کی کوشش کریں۔

فرماتے ہیں کہ مسافروں کے راستے میں دہشت گردی نہ پھیلاؤ۔ ڈاکہ نہ ڈالو اور انہیں ڈرا دھمکا کر ان کا مال زبردستی نہ چھینو۔ میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کیلئے جو آنا چاہتا ہے اسے خوفزدہ کر کے روک دیتے ہو۔ ایمانداروں کو اللہ کی راہ پر چلنے میں روڑے اٹکاتے ہو۔ راہ حق کو ٹیڑھا کر دینا چاہتے ہو ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر ہے کہ ہر راستے پر نہ بیٹھنے کی ہدایت سے تو قتل وغارت سے روک کے لئے ہو جو ان کی عادت تھی اور پھر راہ حق سے مومنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو

تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ گنتی میں قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھا دی اور تمہیں زور آور کر دیا رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ عبرت کی آنکھوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے ابھی ابھی گذرے ہیں جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے جن کی بدامنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب ان پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اللہ کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے دلیر بن گئے جس کے بدلے اللہ کی پکڑ ان پر نازل ہوئی۔

| |
|---|
| وَإِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا |
| حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ○ |
| اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا |
| تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ کا فیصلہ آنے تک انتظار کرنے کا بیان

"وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِنكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَائِفَةٌ لَمْ يُؤْمِنُوْا" بِهٖ "فَاصْبِرُوْا" انْتَظِرُوْا "حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا" وَبَيْنَكُمْ بِإِنْجَاءِ الْمُحِقِّ وَإِهْلَاكِ الْمُبْطِلِ "وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ" أَعْدَلُهُمْ،

اور اگر تم میں سے کوئی ایک گروہ اس دین پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ایمان لے آیا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا تو اے ایمان والو! صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے، یعنی اہل حق کی نجات اور اہل باطل کی ہلاکت کا فیصلہ کر دے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ یعنی جو ان کیلئے ہونا چاہے۔

شہر میں داخل ہونے والے راستوں پر ان لوگوں کے بیٹھنے کے دو مقاصد تھے ایک یہ کہ جہاں داؤ لگتا مسافروں اور راہ گیروں کو لوٹ لیتے اور دوسرے جو لوگ شہر میں آنا چاہتے انہیں سیدنا شعیب علیہ السلام کے پاس جانے سے روکتے بھی تھے، بہکاتے بھی تھے اور دھمکاتے بھی تھے اور کہتے کہ یہ شخص دغاباز اور فریبی ہے اس کا کہنا نہ ماننا نہ اس کی چالوں ہی میں آنا اور آپ کی تعلیم اور شریعت میں سینکڑوں قسم کی جاہلانہ نکتہ چینیاں کرتے اور عیب لگاتے تھے اور سیدنا شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے والے معدودے چند لوگوں پر طرح طرح کی سختیاں بھی کرتے تھے کہ وہ ان کے دین سے باز آ جائیں۔ سیدنا شعیب علیہ السلام نے ان لوگوں کو بڑے نرم الفاظ میں پہلے اللہ کے ان پر احسانات یاد دلائے پھر فرمایا کہ اگر چند لوگ ایمان لے آئے ہیں تو انہیں پریشان کیوں کرتے ہو۔ ہم میں سے جو بھی جھوٹا ہے اللہ اس سے خود نمٹ لے گا تھوڑی دیر صبر تو کرو۔

| |
|---|
| قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ |
| مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۚ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ○ |

| |
|---|
| اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال |
| دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ کہا، کیا اگر چہ ہم بیزار ہوں۔ |

## قوم شعیب کا انہیں اپنے باطل مذہب کی طرف بلانے کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا مِنْ قَوْمِه" عَنِ الْاِیْمَان "لَنُخْرِجَنَّكَ یَا شُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ" تَرْجِعُنَّ "فِیْ مِلَّتِنَا" دِیْنِنَا وَغَلَّبُوْا فِی الْخِطَابِ الْجَمْعَ عَلَی الْوَاحِدِ لِاَنَّ شُعَیْبًا لَمْ یَکُنْ فِیْ مِلَّتِهِمْ قَطُّ وَعَلٰی نَحْوِهٖ اَجَابَ "قَالَ" نَعُوْدُ فِیْهَا "اَوَلَوْ کُنَّا کَارِهِیْنَ" لَهَا اسْتِفْهَامُ اِنْکَارٍ،

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے، یعنی جو ایمان سے تکبر کرتے تھے انہوں کہا اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آ جاؤ یہاں جمع کا واحد پر اطلاق غلبہ کے سبب ہے۔ کیونکہ شعیب علیہ السلام ان کے مذہب والوں میں سے نہ تھے۔ لہٰذا اسی لئے آپ نے ان سے کہا، کیا میں تمہارے مذہب کی جانب آ جاؤں؟ اگر چہ ہم بیزار ہوں۔ یہاں پر استفہام انکاری ہے۔

| |
|---|
| قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَکُوْنُ لَنَآ |
| اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَآ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا ؕ |
| رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝ |
| یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت میں پھر آ جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور |
| ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ |
| کر رکھا ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ |
| فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔ |

## حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے کی دعا مانگنے کا بیان

"قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِکُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا مِنْهَا وَمَا یَکُوْنُ" یَنْبَغِیْ "لَنَا اَنْ نَعُوْدَ فِیْهَا اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا" ذٰلِكَ فَیَخْذُلُنَا "وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" اَیْ وَسِعَ عِلْمُه کُلَّ شَیْءٍ وَمِنْهُ حَالِیْ وَحَالُکُمْ "عَلَی اللّٰهِ تَوَکَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ" اُحْکُمْ "بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ" الْحَاکِمِیْنَ،

یقیناً ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا اگر ہم تمہاری ملت میں پھر آ جائیں، اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں اس سے نجات دی اور

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ اس میں پھر آ جائیں مگر یہ کہ اللہ چاہے، جو ہمارا رب ہے، ہمارے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے، یعنی اس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔اس میں میری اور تمہاری حالت ہے۔ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا ہے، اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

## شعیب علیہ السلام کی قوم نے اپنی بربادی کو آواز دی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے آپ کی تمام نصیحتیں سن کر جو جواب دیا اس کا ذکر کیا جا رہا ہے ہوا یہ کہ دلیلوں سے ہار کر یہ لوگ اپنی قوت جتانے پر اتر آئے اور کہنے لگے اب تجھے اور تیرے ساتھیوں کو ہم دو باتوں میں سے ایک کا اختیار دیتے ہیں یا تو جلا وطنی قبول کر یا ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔ جس پر آپ نے فرمایا کہ ہم تو دل سے تمہارے ان مشرکانہ کاموں سے بیزار ہیں۔انہیں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ پھر تمہارے اس دباؤ اور اس خواہش کے کیا معنی؟ اگر اللہ کرے ہم پھر سے تمہارے کفر میں شامل ہو جائیں تو ہم سے بڑھ کر گناہگار کون ہوگا؟ اس کے تو صاف معنی یہ ہیں کہ ہم نے دو گھڑی پہلے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ اور بہتان باندھ کر نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔خیال فرمایئے کہ اس جواب میں اللہ کے نبی علیہ السلام نے ایمان داروں کو مرتد ہونے سے کس طرح دھمکایا ہے؟ لیکن چونکہ انسان کمزور ہے۔نہ معلوم کس کا دل کیسا ہے اور آگے چل کر کیا ظاہر ہونے والا ہے؟ اس لئے فرمایا کہ اللہ کے ہاتھ سب کچھ ہے اگر وہی کسی کے خیالات الٹ دے تو میرا لزور نہیں۔ ہر چیز کے آغاز انجام کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ہمارا توکل اور بھروسہ اپنے تمام کاموں میں صرف اسی کی ذات پاک پر ہے۔اے اللہ تو ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ فرما ہماری مدد فرما تو سب حاکموں کا حاکم ہے، سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے، عادل ہے، ظالم نہیں۔

| |
|---|
| وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝ |
| اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا جنھوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے تو بے شک |
| تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔ |

"وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ" اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ "لَئِنْ" لام قسم، لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ،

اور اس کی قوم میں سے ان سرداروں نے کہا یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے کہا جنہوں نے کفر کیا بے شک اگر تم شعیب کے پیچھے چلے، یہاں پر لام قسمیہ ہے۔تو بے شک تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو۔

## قوم شعیب کا شوق تباہی پورا ہوا

اس قوم کی سرکشی بد باطنی ملاحظہ ہو کر مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کیلئے انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ شعیب علیہ السلام کی اطاعت تمہیں بڑے نقصان میں اتر جاؤ گے۔ان مومنوں کے دلوں کو ڈرانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی عذاب

بصورت زلزلہ زمین سے آیا اور انہیں سچ مچ لرزا دیا اور غارت و برباد ہو کر خود ہی نقصان میں پھنس گئے۔

| |
|---|
| فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ |
| پس انہیں شدید زلزلہ (کے عذاب) نے آ پکڑا، سو وہ (ہلاک ہو کر) صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ |

## اچانک آسمانی کڑک کے عذاب آنے کا بیان

"فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدَةُ "فَاَصْبَحُوا فِيْ دَارِهِمْ جَاثِمِينَ" بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَبِ مَيِّتِيْنَ،

پس انہیں شدید زلزلہ کے عذاب نے آ پکڑا، سو وہ ہلاک ہو کر صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ یعنی وہ گھٹنوں کے بل مردہ پڑے رہ گئے۔

سورۃ ہود میں بیان ہے کہ آسمانی کڑاکے کی آواز سے یہ ہلاک کئے گئے۔ وہاں بیان ہے کہ انہوں نے اپنے وطن سے نکل جانے کی دھمکی ایمان داروں کو دی تھی تو آسمانی ڈانٹ کی آواز نے ان کی آواز پست کر دی اور ہمیشہ کیلئے یہ خاموش کر دیئے گئے۔ سورۃ شعراء میں بیان ہے کہ بادل ان پر سے عذاب بن کر برسا۔ کیونکہ وہیں ذکر ہے کہ خود انہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ تینوں عذاب ان پر ایک ساتھ آئے۔ ادھر ابر اٹھا جس سے شعلہ باری ہونے لگی، آگ برسنے لگی۔ ادھر تند اور سخت کڑاکے کی آواز آئی، ادھر زمین پر زلزلہ آیا۔ نیچے اوپر کے عذابوں سے دیکھتے ہی دیکھتے تہ و بالا کر دیئے گئے، اپنی اپنی جگہ ڈھیر ہو گئے یا وہ وقت تھا کہ یہاں سے مومنوں کو نکالنا چاہتے تھے یا یہ وقت ہے کہ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ کسی وقت یہاں یہ لوگ آباد بھی تھے یا مسلمانوں سے کہہ رہے تھے کہ تم نقصان میں اترو گے یا یہ ہے کہ خود برباد ہو گئے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ○ |
| وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا |
| وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ |

## قوم شعیب کا اپنے نبی کی تکذیب کرنے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا" مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ "كَاَنْ" مُخَفَّفَةٌ وَاسْمُهَا مَحْذُوْفٌ اَيْ كَاَنَّهُمْ "لَمْ يَغْنَوْا" يُقِيْمُوْا "فِيْهَا" فِيْ دِيَارِهِمْ "اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخَاسِرِيْنَ" التَّاْكِيْدُ بِاِعَادَةِ الْمَوْصُوْلِ وَغَيْرِهٖ لِلرَّدِّ عَلَيْهِمْ فِيْ قَوْلِهِمُ السَّابِقِ،

یہاں پر الذین کذبوا شعیبا یہ مبتداء ہے اور کان اس کی خبر ہے جو مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہم ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے شعیب کو جھٹلایا گویا وہ اس میں یعنی اپنے گھروں میں رہے ہی نہ تھے، وہ لوگ جنھوں نے شعیب کو جھٹلایا وہی خسارہ اٹھانے والے تھے۔ یہاں موصول وغیرہ کے ساتھ اعادہ اس لئے کہ قول سابق میں ان کی تردید کر دی جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں آیتوں میں تطبیق کے لئے فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم پر اول تو ایسی سخت گرمی مسلط ہوئی جیسے جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایہ میں چین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہ خانوں میں گھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی۔ پریشان ہو کر شہر سے جنگل کی طرف بھاگے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ سب لوگ گرمی سے بدحواس تھے دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ اس وقت یہ سارا بادل آگ ہو کر ان پر برسا اور زلزلہ بھی آیا جس سے یہ سب لوگ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے۔ اس طرح اس قوم پر زلزلہ اور عذاب ظلہ دونوں جمع ہو گئے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَ نَصَحۡتُ لَـكُمۡ‌ ۚ فَكَيۡفَ اٰسٰى عَلٰى قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ ۝ |
| پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے |
| اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔ |

## شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے رخ پھیر لینے کا بیان

"فَتَوَلّٰى" اَعۡرَضَ "عَنۡهُمۡ وَقَالَ يَا قَوۡم لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسَالَات رَبِّي وَنَصَحۡت لَكُمۡ" فَلَمۡ تُؤۡمِنُوۡا "فَكَيۡفَ اٰسٰى عَلٰى قَوۡم كَافِرِيۡنَ" اَحۡزَن اسۡتِفۡهَام بِمَعۡنَى النَّفۡي،

پھر وہ ان سے واپس لوٹا اور اس نے کہا اے میری قوم! بلاشبہ یقیناً میں نے تمھیں اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور میں نے تمھاری خیر خواہی کی، تو میں نہ ماننے والے لوگوں پر کیسے غم کروں۔ یعنی کیونکر غمزدہ ہوں یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے۔

قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آچکنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام وہاں سے چلے اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے فرمایا کہ میں سبکدوش ہو چکا ہوں۔ اللہ کا پیغام سنا چکا، سمجھا بجھا چکا، غم خواری ہمدردی کر چکا۔ لیکن تم کافر کے کافر ہی رہے اب مجھے کیا پڑی کہ تمہارے افسوس میں اپنی جان ہلکان کروں؟

| |
|---|
| وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّبِىٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ ۝ |
| اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے باشندوں کو (نبی کی تکذیب و مزاحمت کے باعث) سختی و تنگی |
| اور تکلیف و مصیبت میں گرفتار کر لیا تا کہ وہ آہ و زاری کریں۔ |

## تنگی و سختی دور ہو جانے کے باوجود ایمان نہ لانے کا بیان

"وَمَا اَرۡسَلۡنَا فِيۡ قَرۡيَةٍ مِنۡ نَبِيّ" فَكَذَّبُوۡهُ "اِلَّا اَخَذۡنَا" عَاقَبۡنَا "اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَاءِ" شِدَّة الۡفَقۡر "وَالضَّرَّاء" الۡمَرَض "لَعَلَّهُمۡ يَضَّرَّعُوۡنَ" يَتَذَلَّلُوۡنَ فَيُؤۡمِنُوۡنَ،

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کے باشندوں کو نبی کی تکذیب ومزاحمت کے باعث سختی وتنگی یعنی شدید غریبی اور تکلیف ومصیبت یعنی مرض میں گرفتار کرلیا تا کہ وہ آہ وزاری کریں۔ کہ ایمان لے آئیں۔

مسروق سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ اے لوگو! جو شخص کسی بات کو جانتا ہے تو وہ اس کو بیان کرے اور جو نہیں جانتا ہے تو اس کو کہنا چاہئے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اس لئے کہ یہ علم کی بات ہے کہ جو جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اللہ بزرگ وبرتر نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں اور عنقریب میں تم سے دخان (دھواں) کے معنی بیان کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اسلام کی طرف بلایا اور ان لوگوں نے تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی کے ذریعہ ان کے خلاف میری مدد کر چنانچہ قحط نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور ہر چیز ختم ہوگئی یہاں تک کہ وہ لوگ مردار اور چمڑے کھانے لگے یہ حالت ہوگئی کہ آسمان کی طرف کوئی شخص نظر اٹھاتا تو بھوک کے سبب سے اسے دھواں نظر آتا اللہ عزوجل نے فرمایا انتظار کرو اس دن کا جس دن آسمان کھلا دھواں لائے گا لوگوں پر چھا جائے گا یہ دردناک عذاب ہوگا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دعا کی اے ہمارے خدا! ہم سے عذاب دور کر ہم ایمان لاتے ہیں انہیں نصیحت کہاں حالانکہ ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آچکا پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے بیشک ہم تھوڑے دن کے لئے عذاب دور کردیں گے۔ ابن مسعود نے کہا کہ قیامت میں بھی عذاب دور کیا جائے گا ابن مسعود کا بیان ہے کہ عذاب دور کردیا گیا پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ نے انہیں بدر کے دن پکڑا اللہ نے فرمایا جس دن ہم سخت پکڑیں گے ہم اس وقت انتقام لے لیں گے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2018)

| |
|---|
| ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ |
| وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ |
| پھر ہم نے بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، یہاں تک کہ وہ بہت بڑھ گئے۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی رنج |
| اور راحت پہنچتی رہی ہے سو ہم نے انہیں اس کفرانِ نعمت پر اچانک پکڑ لیا اور انہیں خبر بھی نہ تھی۔ |

## کفرانِ نعمت وانکارِ عذاب کے سبب عذاب آجانے کا بیان

"ثُمَّ بَدَّلْنَا" اَعْطَيْنَاهُمْ "مَكَانَ السَّيِّئَة" الْعَذَاب "الْحَسَنَة" الْغِنَى وَالصِّحَّة "حَتّٰى عَفَوْا" كَثُرُوْا "وَقَالُوْا" كُفْرًا لِلنِّعْمَةِ "قَدْ مَسَّ اٰبَاءَنَا الضَّرَّاء وَالسَّرَّاء" كَمَا مَسَّنَا وَهٰذِهٖ عَادَة الدَّهْر وَلَيْسَتْ بِعُقُوْبَةٍ مِّنَ اللّٰه فَكُوْنُوْا عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ "فَاَخَذْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بَغْتَة" فَجْاَة "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِوَقْتِ مَجِيْئِه قَبْله،

پھر ہم نے ان کی بدحالی یعنی عذاب کی جگہ خوش حالی یعنی دولت وصحت میں بدل دی، یہاں تک کہ وہ ہر لحاظ سے بہت بڑھ گئے۔اور ناشکری سے کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادا کو بھی اسی طرح رنج اور راحت پہنچتی رہی ہے جس طرح ہمیں پہنچ رہے ہیں اور یہ زمانے کا آنا جانا ہے۔لہٰذا اللہ کی طرف سے کوئی پکڑ نہیں ہے۔پس تم اسی حالت میں رہو جس پر تم ہو۔تو ہم نے انہیں اس کفرانِ نعمت پر اچانک عذاب سے پکڑ لیا اور انہیں اس کی خبر بھی نہ تھی۔یعنی اس سے پہلے اس کے آنے کی خبر تک نہ تھی۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن پر تعجب ہے اس کی دونوں حالتیں انجام کے لحاظ سے اس کیلئے بہتر ہوتی ہیں۔یہ دکھ پر صبر کرتا ہے، انجام بہتر ہوتا ہے، سکھ پر شکر کرتا ہے، نیکیاں پاتا ہے، پس مومن رنج وراحت دونوں میں اپنی آزمائش کو سمجھ لیتا ہے۔ایک اور حدیث میں ہے بلاؤں کی وجہ سے مومن کے گناہ بالکل دور ہوجاتے ہیں اور وہ پاک صاف ہو جاتا ہے۔ہاں منافق کی مثال گدھے جیسی ہے جسے نہیں معلوم کہ کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا؟ (اوکما قال) پس ان لوگوں کو اس کے بعد اللہ کے عذاب نے اچانک آ پکڑا یہ محض بیخبر تھے اپنی خرمستیوں میں لگے ہوئے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اچانک موت مومن کے لئے رحمت ہے اور کافروں کے لئے حسرت ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ |
| وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ٥ |
| اور اگر (ان) بستیوں کے باشندے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن |
| انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمال (بد) کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے (عذاب کی) گرفت میں لے لیا۔ |

## ایمان وتقویٰ کے سبب آسمان سے برکات نازل ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرَى" الْمُكَذِّبِينَ "اٰمَنُوا" بِاللّٰهِ وَرُسُلهمْ "وَاتَّقَوْا" الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "لَفَتَحْنَا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد "عَلَيْهِمْ بَرَكَات مِنَ السَّمَاء" بِالْمَطَرِ "وَالْاَرْض" بِالنَّبَاتِ "وَلٰكِنْ كَذَّبُوا" الرُّسُل "فَاَخَذْنَاهُمْ" عَاقَبْنَاهُمْ "بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ"،

اور اگر ان بستیوں کے جھوٹے باشندے اللہ اور اس کے رسولان گرامی پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے یعنی کفر ونافرمانی سے بچتے تو ہم ان پر آسمان بارش کی صورت میں اور زمین سے زراعت کی صورت میں برکتیں کھول دیتے، فتحنا یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔لیکن انہوں نے رسولان گرامی کو جھٹلایا، سو ہم نے انہیں ان اَعمال کے باعث جو وہ انجام دیتے تھے عذاب کی گرفت میں لے لیا۔

## آسمانی برکت سے مراد دائمی نعمت کا بیان

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے کبھی تو خیر باقی ودائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور

کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ایمان وتقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی وزمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں، جو مکذبین کو چند روز کے لیے بطور امہال واستدراج حاصل ہوتی ہے اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبال جان بنتی ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ انہوں نے نقل فرمایا حد قائم کرنا ایک ملک میں بہتر ہے اس ملک والوں کے واسطے چالیس رات تک بارش ہونے سے۔ (سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 1214)

| اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ |
|---|
| تو کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آجائے اور وہ سوئے ہوئے ہوں۔ |

## راتوں رات عذاب آجانے کا بیان

"اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى" اَلْمُكَذِّبُوْنَ "اَنْ يَّاْتِيَهِمْ بَاْسُنَا" عَذَابُنَا "بَيَاتًا" لَيْلًا "وَهُمْ نَائِمُوْنَ" غَافِلُوْنَ عَنْهُ،

تو کیا جھوٹے بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر راتوں رات آجائے اور وہ اس سے بے خبر ہو کر سوئے ہوئے ہوں۔

اس کے مُخلِص بندے اس کا خوف رکھتے ہیں۔ رَبیع بن خُثَیم کی صاحبزادی نے ان سے کہا کیا سبب ہے میں دیکھتی ہوں سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے ہیں؟ فرمایا! اے نورِ نظر، تیرا باپ شب کو سونے سے ڈرتا ہے یعنی یہ کہ غافل ہو کر سو جانا کہیں سببِ عذاب نہ ہو۔

| اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ |
|---|
| اور کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔ |

## کھیل کود میں رہنے کی حالت میں عذاب آجانے کا بیان

"اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاْتِيَهِمْ بَاْسُنَا ضُحًى" نَهَارًا، وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ،

اور کیا بستیوں والے بے خوف ہوگئے کہ ہمارا عذاب ان پر دن چڑھے آجائے اور وہ کھیل رہے ہوں۔

ان آیات سے ایک تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کی گرفت یا عذاب دفعۃً آتا ہے، جبکہ لوگ مطلقاً اس سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں خواہ یہ عذاب دن کے وقت آئے جبکہ لوگ اپنے کاروبار، کام کاج یا کھیل تفریح میں مشغول ہوں اور خواہ رات کے وقت آجائے جبکہ وہ غفلت کی نیند سو رہے ہوں۔ یعنی موت کی طرح اس عذاب کا بھی کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ موت کے آثار تو بسا اوقات محسوس ہونے لگتے ہیں مگر ایسی گرفت ہمیشہ ناگہانی طور پر آتی ہے اور دوسری یہ بات کہ جب ان لوگوں میں بھی کفر وعصیان اور سرکشی

کی وہی امراض وعلامات پائی جائیں جن کی بنا پر پہلی قوموں پر عذاب آیا تھا تو آخران پر کیوں نہیں آ سکتا پھران لوگوں کے نڈر ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں۔

| |
|---|
| اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ |
| پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہوگئے ہیں، تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونے والوں کا بیان

"اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰه" اسْتِدْرَاجه اِيَّاهُمْ بِالنِّعْمَةِ وَاَخْذهم بَغْتَة،فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ،

پھر کیا وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہوگئے ہیں، یعنی نعمت کے ذریعے درجہ بہ درجہ پکڑ اور اچانک پکڑ سے بے خوف ہوئے ہیں تو اللہ کی تدبیر سے بے خوف نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

## عذاب وثواب میں اللہ کی تدبیر کے عمدہ ہونے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ حضرت یوسف نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے کہ میرے خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے دیکھا تھا جس کو میرے لئے رب نے سچا کر دکھایا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا، ایک تو یہ کہ مجھے قید سے نجات دی دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا، بعد اس کے شیطان نے میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوادیا، بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اسکی عمدہ تدبیر کرتا ہے وہ بڑا حکمت والا علم والا ہے، اے میرے رب تو نے مجھے سلطنت کا حصہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی کارساز ہے، دنیا وآخرت میں مجھ کو مسلمان کر کے فوت کر اور نیکوں سے ملا، فاطر، بدیع، مبتدع، باری اور خالق کے معنی ایک ہی ہے بدو سے بادیہ آتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلدسوم: حدیث نمبر 1917)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ |
| وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ |
| اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے، انہیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں |
| ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے۔ |

## گناہوں میں سرکشی کے سبب دلوں پر مہر لگ جانے کا بیان

"اَوَلَمْ يَهْدِ" يَتَبَيَّن "لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْض" بِالسُّكْنٰى "مِنْ بَعْد" هَلَاك "اَهْلهَا اَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا مَحْذُوْف اَيْ اَنَّهُ "لَوْ نَشَاء اَصَبْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "بِذُنُوبِهِمْ" كَمَا اَصَبْنَا مَنْ قَبْلهمْ وَالْهَمْزَة فِي الْمَوَاضِع الْاَرْبَعَة لِلتَّوْبِيخِ وَالْفَاء وَالْوَاو الدَّاخِلَة عَلَيْهِمَا لِلْعَطْفِ وَفِيْ قِرَاءَة بِسُكُوْنِ الْوَاو فِي

الْمَوْضِعِ الْاَوَّلِ عَطْفًا بِاَوْ "وَنَطْبَعُ" نَحْنُ نَخْتِمُ "عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ" الْمَوْعِظَةَ سَمَاعَ تَدَبُّرٍ،

اور کیا وہ ان سابقہ مالکوں کی ہلاکت کے بعد جو زمین کے مالک تھے وہ اس کے اس کے وارث ہوئے، انہیں اتنی ہدایت نہ ملی، یہاں پر ان مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ ہے۔ کہ ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر عذاب دیں جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو دیا یہاں پر چاروں مواقع پر ہمزہ توبیخ کیلئے آیا ہے۔ اور فاء اور واؤ کا داخلہ عطف کیلئے ہے۔ اور ایک قرأت میں مقام اول میں واؤ سکون کے ساتھ حرف او پر عطف کرتے ہوئے آیا ہے۔ اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے یعنی ایسا سماعت نصیحت جو غور و فکر کا سبب بنے۔

## گناہوں کے اضافہ سے دل کی سیاہی کے بڑھ جانے کا بیان

طبع کے معنی چھاپنے اور مہر لگانے کے ہیں اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ واقعات ماضیہ سے بھی کوئی عبرت اور ہدایت حاصل نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غضب الٰہی سے ان کے دلوں پر مہر لگ جاتی ہے پھر وہ کچھ نہیں سنتے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ہو جاتا ہے پھر اگر وہ اس گناہ سے توبہ کر لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اس کا دل اس نقطہ سیاہ سے صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر زیادہ گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے پس یہ ران یعنی زنگ ہے جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ۔ آیت (کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون) ۔ یوں ہرگز نہیں بلکہ ان کے دلوں پر یہ اس چیز یعنی گناہ کا زنگ ہے جو وہ کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے دلوں پر خیر و بھلائی بالکل باقی نہیں رہی۔ اس روایت کو احمد، ترمذی، ابن ماجہ نے نقل کیا ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 874)

| |
|---|
| • تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَاۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِۚ فَمَا كَانُوْا |
| لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِیْنَ۝ |
| یہ بستیاں ہیں، ہم تجھ سے ان کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل لے کر |
| آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ اس چیز کو مان لیتے جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔ |

## ایمان کی ترغیب کیلئے اظہار معجزات کا بیان

"تِلْكَ الْقُرٰى" الَّتِیْ مَرَّ ذِكْرُهَا "نَقُصُّ عَلَیْكَ" یَا مُحَمَّدُ "مِنْ اَنْبَائِهَا" اَخْبَارِ اَهْلِهَا "وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنَاتِ" الْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَاتِ "فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا" عِنْدَ مَجِیْئِهِمْ "بِمَا كَذَّبُوْا" كَفَرُوْا بِهٖ "..." ... بَلْ اسْتَمَرُّوْا عَلَى الْكُفْرِ "كَذٰلِكَ" الطَّبْعِ، یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

الْكَافِرِينَ،

یہ بستیاں جن ذکر گزر چکا ہے یا محمد ﷺ ہم تجھ سے ان کے یعنی ان کے رہنے والوں کے کچھ حالات بیان کر رہے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس ان کے رسول واضح دلائل یعنی ظاہری معجزات لے کر آئے، تو وہ ایسے نہ تھے کہ ان معجزات کے آتے ان کو مان لیتے جسے وہ اس سے پہلے جھٹلا چکے یعنی کفر کر چکے تھے۔ بلکہ معجزات کے آنے کے بعد بھی وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح اللہ کافروں کے دلوں پر مہر کر دیتا ہے۔

## سابقہ امم کے واقعات عذاب بیان کرنے کے مقاصد کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس سے پہلے قوم نوح، ہود، صالح، لوط اور قوم شعیب کا بیان گذر چکا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان سب کے پاس ہمارے رسول حق لے کر پہنچے، معجزے دکھائے، سمجھایا، بجھایا، دلیلیں دیں لیکن وہ نہ مانے اور اپنی بدعادتوں سے باز نہ آئے۔ جس کی پاداش میں ہلاک ہوگئے، صرف ماننے والے بچ گئے۔ اللہ کا طریقہ اسی طرح جاری ہے کہ جب تک رسول نہ آ جائیں، خبردار نہ کر دیئے جائیں عذاب نہیں دیئے جاتے، ہم ظالم نہیں لیکن جبکہ لوگ خود ظلم پر کمر کس لیں تو پھر ہمارے عذاب انہیں آ پکڑتے ہیں۔ ان سب نے جن چیزوں کا انکار کر دیا تھا ان پر باوجود دلیلیں دیکھ لینے کے بھی ایمان نہ لائے۔ آیت (بما کذبوا) میں "ب" سببیہ ہے جیسے آیت (واذا سمعوا) کے پارے کے آخر میں فرمایا ہے کہ تم کیا جانو؟ یہ لوگ تو معجزے آنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے، ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے جیسے کہ یہ اس قرآن پر پہلی بار ایمان نہ لائے تھے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے، یہاں بھی فرمان ہے کہ کفار کے دلوں پر اسی طرح ہم مہریں لگا دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر بدعہد ہیں بلکہ عموماً فاسق ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روز ازل میں لیا گیا اور اسی پر پیدا کئے گئے اسی فطرت اور جبلت میں رکھا گیا اسی کی تاکید انبیاء علیہم السلام کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا یا مطلق پرواہ نہ کی اور اس عہد کے خلاف غیر اللہ کی پرستش شروع کر دی۔ اللہ کو مالک خالق اور لائق عبادت مان کر آئے تھے لیکن یہاں اس کے سراسر خلاف کرنے لگے اور بیدلیل، خلاف عقل و نقل، خلاف فطرت اور خلاف شرع، اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت میں لگ گئے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو موحد اور یکطرفہ پیدا کیا لیکن شیطان نے آ کر انہیں بہکا دیا اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیں۔ بخاری و مسلم میں ہے ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسے اس کے ماں باپ یہودی نصرانی مجوسی بنا لیتے ہیں۔ خود قرآن کریم میں ہے ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے تھے سب کی طرف یہی وحی کی تھی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اے دنیا کے لوگو تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔ اور آیت میں ہے تو اپنے سے پہلے کے رسولوں سے دریافت کر لو کیا ہم نے اپنے سوا اور معبود ان کے لئے مقرر کئے تھے؟ (تفسیر ابن کثیر)

وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ وَإِن وَّجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ۝

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا نباہ نہ پایا اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

## عہد کو پورا نہ کر سکنے والوں کا بیان

"وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ" أَيِ النَّاس "مِنْ عَهْد" أَيْ وَفَاء بِعَهْدِهِمْ يَوْم أُخِذَ الْمِيثَاق "وَإِنْ" مُخَفَّفَة، وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ،

اور ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد کا نباہ کرنے والا نہ پایا یعنی میثاق کے دن ان سے عہد کو پورا کرنے والا نہ پایا۔ یہاں پر اِن مخففہ ہے، اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ عہد سے مراد عہد الست ہے جو ازل میں تمام مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے ان سب کی روحوں کو پیدا فرما کر لیا گیا تھا، جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا پروردگار نہیں، اس وقت تمام ارواح انسانی نے اقرار اور عہد کے طور پر جواب دیا بلیٰ یعنی ضرور آپ ہمارے رب ہیں، دنیا میں آ کر اکثر لوگ اس عہد ازل کو بھول گئے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر مخلوق پرستی کی لعنت میں گرفتار ہو گئے، اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ ہم نے ان میں سے اکثر لوگوں میں عہد نہ پایا، یعنی عہد کی پاسداری اور ایفاء نہ پایا۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ۝

پھر ہم نے ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباری سرداروں کے پاس بھیجا

تو انہوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا، پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

## قوم فرعون کا معجزات کے ساتھ ظلم کرنے کا بیان

"ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ" أَيِ الرُّسُل الْمَذْكُورِينَ "مُوسَى بِآيَاتِنَا" التِّسْع "إِلَى فِرْعَوْن وَمَلَئِهِ" قَوْمه "فَظَلَمُوا" كَفَرُوا "بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُفْسِدِينَ" بِالْكُفْرِ مِنْ إِهْلَاكهمْ،

پھر ہم نے ان کے بعد یعنی مذکورہ رسولان گرامی کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نو نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے درباری سرداروں کے پاس بھیجا تو انہوں نے ان دلائل اور معجزات کے ساتھ ظلم یعنی کفر کیا، پھر آپ دیکھئے کہ فساد پھیلانے والوں کا انجام ان کے کفر کے سبب ان کی ہلاکت کے ساتھ کیسا ہوا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے سو اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے۔ چنانچہ سورہ شعراء میں یہ قول فرعون کا منقول ہے اس کو سن کر جیسا کہ مصاحبین سلاطین کی عادت ان کی ہاں میں

ہاں ملانے کی ہوتی ہے فرعون کے قول کی تصدیق و موافقت کے لئے) قوم فرعون میں جو سردار (اور اہل دربار) لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ واقعی (جیسا ہمارے بادشاہ کہتے ہیں کہ) یہ شخص بڑا جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ (اپنے جادو کے زور سے خود مع بنی اسرائیل کے رئیس ہوجائے اور) تم کو (بوجہ اس کے کہ بنی اسرائیل کی نظر میں خار ہو) تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کردے سوتم لوگ (جیسا کہ بادشاہ دریافت کررہے ہیں) کیا مشورہ دیتے ہو۔

| وَقَالَ مُوسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّىْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
|---|
| اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا، اے فرعون! بیشک میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول آیا ہوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی رسالت کا اعلان کرنے کا بیان

"وَقَالَ مُوسَى يَا فِرْعَوْنُ اِنِّى رَسُوْلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ" اِلَيْكَ فَكَذَّبَهُ،

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے فرعون! بیشک میں تمہاری جانب تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول آیا ہوں۔ تو اس نے آپ کی تکذیب کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور فرعون کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس کا ذکر ہورہا ہے کہ اللہ کے کلیم نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمیں کا رسول ہوں۔ جو تمام عالم کا خالق و مالک ہے۔

| حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِىَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ |
|---|
| میرے شایان یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کروں جو سچی ہو۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار |
| کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کردے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق کو بیان کیا

"حَقِيقٌ" جَدِيرٌ "عَلَى اَنْ" اَىْ بِاَنْ "لَا اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقّ" وَفِىْ قِرَاءَ ةٍ بِتَشْدِيْدِ الْيَاء فَحَقِيق مُبْتَدَأ خَبَره اَنْ وَمَا بَعْده "قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِى" اِلَى الشَّام "بَنِى اِسْرَائِيل" وَكَانَ اسْتَعْبَدَهُمْ،

میرے شایان یہی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق وہی بات کروں جو سچی ہو۔ ایک قرأت میں علی یہ یاء کی شد کے ساتھ آیا ہے اور اس صورت میں حقیق مبتداء بنے گا اور اَن اور اس کا مابعد اس کی خبر بنے گا۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا بنی اسرائیل کو میرے ساتھ شام کی طرف روانہ کردے۔ حالانکہ فرعون نے ان کو غلام بنا رکھا تھا۔

مجھے یہی لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں وہی باتیں کہوں جو سراسر حق ہوں "ب" اور "علی" یہ متعاقب ہوا کرتے ہیں جیسے رمیت بالقوس ... علی القوس وغیرہ۔ اور بعض مفسرین کہتے ہیں حقیق کے معنی حریض کے ہیں۔ یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ

مجھ پر واجب اور حق ہے کہ اللہ ذوالمننین کا نام لے کر وہی خبر دوں جو حق وصداقت والی ہو کیونکہ میں اللہ عزوجل کی عظمت سے واقف ہوں۔ میں اپنی صداقت کی الٰہی دلیل بھی ساتھ ہی لایا ہوں۔ تو قوم بنی اسرائیل کو اپنے مظالم سے آزاد کر دے، انہیں اپنی زبردستی کی غلامی سے نکال دے، انہیں ان کے رب کی عبادت کرنے دے، یہ ایک زبردست بزرگ پیغمبر کی نسل سے ہیں یعنی حضرت یعقوب بن اسحاق بن حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد ہیں۔ فرعون نے کہا میں تجھے سچا نہیں سمجھتا نہ تیری طلب پوری کروں گا اور اگر تو اپنے دعوے میں واقعہ ہی سچا ہے تو کوئی معجزہ پیش کر۔

## بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ کرنے کا بیان

سیدنا یوسف علیہ اسلام نے اپنے والدین اور اپنے بھائیوں کو چار سو سال پیشتر کنعان سے مصر میں بلا لیا تھا یہیں ان کی نسل بڑھتی اور پھلتی پھولتی رہی اس وقت اس کی حیثیت ایک حکمران قوم کی تھی۔ کچھ مدت بعد ان میں وہ تمام امراض پیدا ہو گئے جو کسی قوم کی موت کا سبب بن جاتے ہیں اور جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ بنی اسرائیل جو لاکھوں کی تعداد تک پہنچ چکے تھے فرعونیوں کے ماتحت محکوم قوم کی حیثیت سے نہایت ذلت کی زندگی بسر کر رہے تھے جس کا ذکر قرآن کریم میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قوم کی اس مظلومانہ اور ذلت کی زندگی کا بچپن ہی سے شدید احساس ہو گیا تھا اور اسی بنا پر انہوں نے ایک اسرائیلی کی حمایت میں ایک فرعونی کو نادانستہ طور پر مار ڈالا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا دوسرا بڑا مقصد بنی اسرائیل کی آزادی قرار دیا۔

| |
|---|
| قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ○ |
| اس نے کہا اگر تو کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو سچوں میں سے ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرعون کا معجزہ طلب کرنے کا بیان

"قَالَ" فِرْعَوْن لَهُ "اِنْ كُنْت جِئْت بِاٰيَةٍ" عَلٰى دَعْوَاك "فَأْتِ بِهَا اِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِيْنَ" فِيْهَا،

فرعون نے آپ سے کہا اگر تو اپنے دعویٰ کے مطابق کوئی نشانی لے کر آیا ہے تو وہ لے آ، اگر تو اس بات میں سچوں میں سے ہے۔

| |
|---|
| فَاَلۡقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ○ |
| تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک ظاہر اژدہا ہو گیا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا سانپ بن جانے کا بیان

"فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعْبَان مُبِين" حَيَّة عَظِيْمَة،

تو اس نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ ایک بہت بڑا اژدہا ہو گیا۔ حضرت وہب فرماتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے

ہی فرعون کہنے لگا میں تجھے پہچانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یقیناً اس نے کہا تو نے بچپن ہمارے گھر کے ٹکڑوں پر ہی تو گذارا ہے۔ اس کا جواب حضرت موسیٰ دے ہی رہے تھے کہ اس نے کہا اسے گرفتار کرلو۔ آپ نے جھٹ سے اپنی لکڑی زمین پر ڈال دی جس نے سانپ بن کر ان پر حملہ کر دیا اس بدحواسی میں ایک دوسرے کو کچلتے اور قتل کرتے ہوئے وہ سب کے سب بھاگے چنانچہ پچیس ہزار آدمی اسی ہنگامے میں ایک دوسرے کے ہاتھوں مارے گئے اور فرعون سیدھا اپنے گھر میں گھس گیا۔

حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ اس اژدھا نے فرعون کی طرف منہ پھیلایا تو گھبرا کر تخت شاہی سے کود کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ لی اور دربار کے ہزاروں آدمی اس کی دہشت سے مرگئے (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَّ نَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۝ |
| اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا تھا۔ |

## معجزہ ید بیضاء کا بیان

"وَنَزَعَ يَدَه" اَخْرَجَهَا مِنْ جَيْبِه "فَاِذَا هِيَ بَيْضَاء " ذَات شُعَاع "لِلنَّاظِرِيْنَ" خِلَاف مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْاُدْمَة،

اور اپنا ہاتھ مبارک آستین سے باہر نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکنے والا نور تھا۔ یعنی اپنے گندم گوں رنگ کے خلاف تھا۔

بیضاء کے لفظی معنی سفید کے ہیں اور ہاتھ کا سفید ہوجانا کبھی برص کی بیماری کے سبب بھی ہوا کرتا ہے، اس لئے ایک دوسری آیت میں اس جگہ من غیر سوء کا لفظ بھی آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہاتھ کی سفیدی کسی بیماری کے سبب نہ تھی۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفیدی بھی معمولی سفیدی نہ تھی بلکہ اس کے ساتھ روشنی ہوتی تھی جس سے ساری فضا روشن ہوجاتی تھی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ۝ |
| فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔ |

## معجزات موسویٰ کو جادو سے تعبیر کرنے والوں کا بیان

"قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسَاحِر عَلِيْم " فَائِق فِيْ عِلْم السِّحْر وَفِي الشُّعَرَاء اَنَّهٗ مِنْ قَوْل فِرْعَوْن نَفسه فَكَاَنَّهُمْ قَالُوْهُ مَعَهُ عَلٰى سَبِيْل التَّشَاوُر،

فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا یقیناً یہ تو ایک ماہر فن جادوگر ہے۔ یعنی جادو کے علم میں ماہر ہے۔ اور سورہ شعراء یہ قول فرعون کی جانب مضاف ہے ممکن ہے لوگوں نے فرعون کے مشورہ کے مطابق کہا ہو۔

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اسی انداز سے ظاہر فرماتے ہیں کہ اگر دیکھنے والے ذرا بھی غور کریں اور ہٹ دھرمی اختیار نہ کریں تو معجزہ اور سحر کا فرق خود بخود سمجھ لیں۔ سحر کرنے والے عموماً ناپاکی اور گندگی میں رہتے ہیں اور جتنی زیادہ گندگی اور ناپاکی میں ہوں اتنا ہی ان کا جادو زیادہ کامیاب ہوتا ہے، بخلاف انبیاء علیہم السلام کے کہ طہارت و نظافت ان کی طبیعت ثانیہ ہوتی ہے، اور یہ بھی کھلا ہوا فرق من جانب اللہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے کے ساتھ کسی کا جادو چلتا بھی نہیں۔

اور اہل بصیرت تو اصل حقیقت کو جانتے ہیں کہ جادو سے جو چیزیں ظاہر کی جاتی ہیں وہ سب دائرہ اسباب طبعیہ کے اندر ہوتی ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ اسباب عام لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتے، بلکہ مخفی اسباب ہوتے ہیں، اس لئے وہ یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ یہ کام بغیر کسی ظاہری سبب کے ہو گیا، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق کوئی دخل نہیں ہوتا، وہ براہ راست قدرت حق کا فعل ہوتا ہے۔

| |
|---|
| يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ |
| یہ تمہیں تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے، سوتم کیا مشورہ دیتے ہو۔ |

جب ڈر خوف جاتا رہا فرعون پھر سے اپنے تخت پر آ بیٹھا اور درباریوں کے اوسان درست ہو گئے تو فرعون نے کہا بھئی مجھے تو یہ جادوگر لگتا ہے اور ہے بھی بڑا استاد۔ ان لوگوں نے اس کی تائید کی اور کہا حضور درست فرما رہے ہیں۔ اب مشورے کرنے لگے کہ اگر یہ معاملہ یونہی رہا تو لوگ اس کی طرف مائل ہو جائیں گے اور جب یہ قوت پکڑے گا تو ہم سے بادشاہت چھین لے گا ہمیں جلاوطن کر دے گا بتاؤ کیا کرنا چاہئے؟ اللہ کی شان ہے جس سے خوف کھایا وہی سامنے آیا۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ |
| پھر انہوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو التواء میں رکھو اور شہروں میں اپنے آدمی بھیج دو۔ |

## فرعون کا مختلف شہروں سے جادوگروں کو جمع کرنے کا بیان

"قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ" اَخِّرْ اَمْرَهُمَا "وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِيْنَ" جَامِعِيْنَ،

پھر انہوں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ اور اس کے بھائی کے معاملے کو التواء میں رکھو اور شہروں میں اپنے آدمی بھیج دو۔ کہ وہ سب جادوگروں کو جمع کر لیں۔

فرعون کے درباریوں نے مشورہ دیا کہ ان دونوں بھائیوں کا معاملہ تو اس وقت رفع دفع کرو، اسے ملتوی رکھو اور ملک کے ہر حصے میں ہرکارے بھیج دو جو جادوگروں کو جمع کر کے آپ کے دربار میں لائیں۔ تو جب تمام استادفن جادوگر آ جائیں ان سے مقابلہ کرایا جائے تو یہ ہار جائے گا اور منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گا، یہ اگر جادو جانتا ہے تو ہماری رعایا میں جادوگروں کی کیا کمی ہے؟ بڑے بڑے ماہر جادوگر ہم میں موجود ہیں جو اپنے فن میں بینظیر ہیں اور بہت چست و چالاک ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ سے کہا گیا

کہ ہم سمجھ گئے کہ تو جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دینے کے ارادے سے آیا ہے تو اگر تجھ میں کوئی سکت ہے تو آ ہاتھ ملا ہم تجھ سے مقابلے کا دن اور جگہ مقرر کرتے ہیں اور جگہ مقرر ہو جائے پھر جو بھاگے وہی ہارا۔ آپ نے فرمایا اچھا یہ ہوس بھی نکال لو۔ جاؤ تمہارا عید کا دن مجھے منظور ہے اور دن چڑھے اجالے کا وقت اور شرط یہ کہ یہ مقابلہ مجمع عام میں ہو۔ چنانچہ فرعون اس تیاری میں مصروف ہو گیا۔

| |
|---|
| يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ |
| وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔ |

## فرعون کے دور میں جادو کے عروج کا بیان

"يَاْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ " وَفِيْ قِرَاءَ ةٍ سَحَّارٍ "عَلِيْمٍ" يَفْضُلُ مُوسَى فِيْ عِلْمِ السِّحْرِ فَجَمَعُوا،

وہ تیرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے آئیں۔ ایک قرأت میں سحار آیا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر جادو میں برتری رکھتے ہوں پس وہ سب آ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جادوگری کو بڑا عروج حاصل تھا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش کردہ معجزات کو بھی انہوں نے جادو سمجھا اور جادو کے ذریعے اس کا توڑ مہیا کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے کہا اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہماری زمین سے نکال دے؟ پس ہم بھی اس جیسا جادو تیرے مقابلے میں لائیں گے، اس کے لئے کسی ہموار جگہ اور وقت کا ہم تعین کر لیں جس کی دونوں پابندی کریں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا نوروز کا دن اور چاشت کا وقت ہے اس حساب سے لوگ جمع ہو جائیں۔ (سورہ طہ۔ ۵۷)

| |
|---|
| وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ |
| اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں، |

## مختلف شہروں سے جادوں گروں کے جمع ہونے کا بیان

"وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْا اَاِنَّ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ اَلِفٍ بَيْنَهُمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ، اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِيْنَ،

اور جادوگر فرعون کے پاس آئے بولے، یہاں پر دونوں ہمزے ثابت ہیں۔ جبکہ دوسرا ہمزہ تسہیل کیلئے آیا ہے۔ اور ان کے درمیان دونوں صورتوں الف کو بھی داخل کیا گیا ہے۔ کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں۔

## تین لاکھ جادوگروں کا مقابلہ کیلئے آنے کا بیان

لوگوں کے مشورہ کے مطابق ملک بھر سے جادوگروں کے جمع کرنے کا انتظام کیا گیا، اور یہ جادوگر فرعون کے پاس پہنچ گئے تو

انہوں نے فرعون سے پوچھا کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو ہمیں اس کی کچھ اجرت اور انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا کہ اجرت بھی ملے گی اور اس پر مزید یہ انعام ہوگا کہ تم سب، ہمارے مقربین میں داخل ہو جاؤ گے۔ یہ جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے ملک بھر سے جمع کئے گئے تھے، ان کی تعداد میں تاریخی روایات مختلف ہیں۔ نو سو سے لے کر تین لاکھ تک کی روایات ہیں۔ ان کے ساتھ لاٹھیوں اور رسیوں کا ایک انبار تھا جو تین سو اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ |
| کہا ہاں! اور یقیناً تم ضرور مقرب لوگوں سے ہو گے۔ |

## جادوگروں کا مقابلہ سے پہلے ہی مزدوری مانگنے کا بیان

مقابلے کے لیے عید کا دن طے ہوا جس میں عوام الناس کو بھی شمولیت کی عام دعوت دی گئی تھی اس بھرے مجمع میں فرعون اپنے سب درباریوں سمیت حاضر ہوا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام بھی بروقت پہنچ گئے اور جادوگروں کو چونکہ شاہی دربار سے بلاوا آیا تھا لہٰذا انہوں نے آتے ہی یہ سوال کر دیا کہ انہیں ان کے ایسے بڑے مقابلہ کرنے کے عوض کچھ مزدوری بھی ملے گی؟ اسی ایک بات سے ایک جادوگر اور ایک نبی کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ جادوگر جو کچھ کرتا ہے اپنے پیٹ کی خاطر کرتا ہے اور یہی اس کا پیشہ ہوتا ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام ہمیشہ اپنی قوم سے یہی کہتے رہے کہ "ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے ہمارا اجر اللہ کے ذمے ہے۔" خیر جادوگروں کے اس سوال پر فرعون نے جادوگروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے کہا کہ صرف مزدوری کی کیا بات کرتے ہو تمہیں میرے ہاں مناصب بھی ملیں گے اور فرعون نے ایسا جواب اس لیے دیا کہ یہ اس کی عزت اور بے عزتی کا مسئلہ بن گیا تھا۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ○ |
| ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام خواہ آپ ڈالیے اور یا ہم ہی ڈالیں۔ |

## جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہونے کا بیان

"قَالُوْا يَا مُوْسَى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ" عَصَاكَ "وَاِمَّا اَنْ نَكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ" مَا مَعَنَا،

ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام خواہ آپ اپنا عصا ڈالیے اور یا ہم ہی آپ کے ساتھ ڈالیں۔

القاء کے معنی ڈالنے کے ہیں، مراد یہ ہے کہ جب میدان مقابلہ میں پہنچے تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ پہلے ڈالیں یا ہم پہلے ڈالنے والوں میں سے ہو جائیں۔ جادوگروں کا یہ کہنا اپنی بے فکری اور بڑائی جتانے کے لئے تھا کہ ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ ابتداء ہماری طرف سے ہو، کیونکہ ہم ہر حالت میں اپنے فن پر اطمینان رکھتے ہیں۔ ان کے انداز بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ چاہتے تو یہی تھے کہ پہلا وار ان کا ہو مگر اظہار قوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ پہل آپ کرنا چاہتے ہو یا ہم کریں۔

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ٥

(موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو، پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی اوران پر

ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا۔

## جادوگروں کے جادو کے اظہار کا بیان

"قَالَ اَلْقُوا" اَمر لِلْاِذْنِ بِتَقْدِيمِ اِلْقَائِهِمْ تَوَصُّلًا بِهِ اِلَى اِظْهَارِ الْحَقِّ "فَلَمَّا اَلْقَوْا" حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ "سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ" صَرَفُوهَا عَنْ حَقِيقَةِ اِدْرَاكِهَا "وَاسْتَرْهَبُوهُمْ" خَوَّفُوهُمْ حَيْثُ خَيَّلُوهَا حَيَّاتٍ تَسْعَى، وَجَاءُوا بِسِحْرٍ عَظِيمٍ،

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو، یہاں امر اجازت کیلئے آیا ہے کہ ان لوگوں کا پہلے ڈالنا یہ حق کے اظہار کا وسیلہ بن جائے۔ پس جب انہوں نے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کو ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کردی گئی کہ وہ ان کی حقیقت کو سمجھ سکیں اور ان پر ہیبت غالب کردی یعنی وہ ان سے ڈرنے لگے کیونکہ ان کے خیال وہ زندہ سانپ تھے۔ اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا۔

## جادوگروں سے مقابلہ کرنے کا بیان

جادوگروں کو اپنی قوت پر بڑا گھمنڈ تھا وہ سب فی الحقیقت اپنے اس فن کے لاجواب استاد تھے اس لئے انہوں نے آتے ہی حضرت موسیٰ کو چیلنج دیا کہ لو ہوشیار ہو جاؤ تمہیں اختیار ہے میدان میں اپنے کرتب پہلے دکھاؤ اور اگر کہو تو پہل ہم کردیں۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے کہ تمہارے حوصلے نکل جائیں اور لوگ تمہارا کمال فن دیکھ لیں اور پھر اللہ کی قدرت کو بھی دیکھ لیں اور حق و باطل میں دیکھ بھال کر فیصلہ کر سکیں وہ تو یہ چاہتے ہی تھے انہوں نے جھٹ سے اپنی رسیاں اور لکڑیاں نکال نکال کر میدان میں ڈالنی شروع کر دین ادھر وہ میدان میں پڑتے ہی چلتی پھرتی اور بنی بنائی سانپ معلوم ہونے لگیں۔ یہ صرف نظر بندی تھی۔ فی الواقع خارج میں ان کا وجود بدلا نہیں گیا تھا بلکہ اس طرح لوگوں کو دکھائی دیتی تھیں کہ گویا زندہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں خطرہ محسوس کرنے لگے۔ اللہ کی طرف سے اسی وقت وحی آئی کہ خوف نہ کر تو ہی غالب رہے گا۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی ڈال تو سہی ان کا کیا دھرا یہ تو سب ہڑپ کر جائے گی۔ یہ سب تو جادوگری کا کرشمہ ہے بھلا جادو والے بھی کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ بڑی موٹی موٹی رسیاں اور لمبی لمبی لکڑیاں انہوں نے ڈالی تھیں جو سب چلتی پھرتی دوڑتی بھاگتی معلوم ہو رہی تھیں، یہ جادوگر پندرہ ہزار یا تیس ہزار سے اوپر اوپر تھے یا ستر ہزار کی تعداد میں تھے، ہر ایک اپنے ساتھ رسیاں اور لکڑیاں لایا تھا صف بستہ کھڑے تھے اور لوگ چاروں طرف موجود تھے ہر ایک ہمہ تن شوق بنا ہوا تھا فرعون اپنے لاؤ لشکر اور درباریوں سمیت بڑے رعب سے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا تھا ادھر وقت ہوا ادھر سب کی نگاہوں نے دیکھا کہ ایک درویش صفت اللہ کا نبی اپنے ساتھ اپنے بھائی کو لئے ہوئے لکڑی ٹکاتے ہوئے آرہے ہیں۔ یہ تھے جن کے مقابلے کی یہ دھوم دھام تھی۔ آپ کے آتے ہی جادوگروں نے صرف یہ دریافت کر کے کہ ابتدا کس کی

طرف سے ہونی چاہیے خود ابتدا کردی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پھر فرعون کی پھر تماشائیوں کی آنکھوں پر جادو کر کے سب کو ہیبت زدہ کردیا۔ اب جو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں تو ہزار ہا کی تعداد میں پہاڑوں کے برابر سانپ نظر آنے لگے جو اوپر تلے ایک دوسرے سے لپٹ رہے ہیں ادھر ادھر دوڑ رہے ہیں میدان بھر گیا ہے انہوں نے اپنے فن کا پورا مظاہرہ کر دکھایا۔

| |
|---|
| وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ٥ |
| اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ |

## موسیٰ علیہ السلام کی طرف عصا ڈالنے کی وحی کا بیان

"وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ " بِحَذْفِ اِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْاَصْلِ تَبْتَلِع "مَا يَاْفِكُوْنَ" يُقَلِّبُوْنَ بِتَمْوِيهِهِمْ،

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنی لاٹھی پھینک، تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگلنے لگی، تلقف اصل میں دونوں طرح کی تاء میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔ جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ یعنی جو وہ لوگوں کو ہاتھ صفائی دیکھا رہے تھے۔

اسی میدان میں جادوگروں کے اس حملے کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ سے لکڑی کو صرف زمین پر گرا وہ اسی وقت ان کے سارے ہی لغویات ہضم کر جائے گی۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ کی لکڑی نے اژدھا بن کر سارے میدان کو صاف کر دیا جو کچھ وہاں تھا سب کو ہڑپ کر گیا۔ ایک بھی چیز اب میدان میں نظر نہ آتی تھی۔

| |
|---|
| فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| پس حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ کر رہے تھے باطل ختم ہو گیا۔ |

## حق کے ظاہر اور باطل کے دب جانے کا بیان

"فَوَقَعَ الْحَقُّ" ثَبَتَ وَظَهَرَ "وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنَ السِّحْرِ،

پس حق ثابت یعنی ظاہر ہو گیا اور جو کچھ وہ جادو سے کر رہے تھے سب باطل بھی ظاہر ہو گیا۔

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاں اس پہ ہاتھ رکھا ویسی کی ویسی لکڑی بن گئی۔ یہ دیکھتے ہی جادوگر سمجھ گئے کہ یہ جادو نہیں یہ تو سچ مچ اللہ کی طرف سے معجزہ ہے۔ حق ثابت ہو گیا باطل دب گیا۔ تمیز ہو گئی معاملہ صاف ہو گیا۔ فرعونی بری طرح ہارے اور بری طرح پسپا ہوئے۔

| |
|---|
| فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ٥ |
| تو اس موقع پر وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔ |

## فرعون اور اس کی قوم کے مغلوب ہونے کا بیان

"فَغُلِبُوا" اَیْ فِرْعَوْن وَقَوْمه "هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ " صَارُوْا ذَلِيلِينَ،

تو اس موقع پر وہ یعنی فرعون اور اس کی قوم مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے۔

## جادوں گروں کے ایمان لانے کا بیان

| |
|---|
| وَ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ٥قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ٥ |
| 120۔اور جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔121۔وہ بول اٹھے: ہم سارے جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ |

عصائے موسیٰ سانپ بن کر ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا اور سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ جس سے ساحرین کو تنبہ ہوئی کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ آخر فرعون کے لوگ بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے، اور ساحرین خدائی نشانی دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ و ہارون نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے۔ اُلْقِیَ السَّحَرَةُ کا لفظ بتلاتا ہے کہ کوئی ایسا قوی حال ان پر طاری ہوا جس کے بعد بجز خضوع و استسلام کوئی چارہ نہیں رہا۔ رحمت الٰہیہ کا کیا کہنا کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔

| |
|---|
| رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ٥ |
| جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ |

## موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لانے کا بیان

"رَبّ مُوسَى وَهَارُوْنَ" لِعِلْمِهِمْ بِاَنَّ مَا شَاهَدُوْهُ مِنَ الْعَصَا لَا يَتَاَتّٰى بِالسِّحْرِ،

جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔ کیونکہ ان کے علم کے مطابق جس کا انہوں نے عصا سے مشاہدہ کیا یہ سمجھ لیا کہ ایسا جادو سے نہیں ہو سکتا۔

سجدے میں گر کر انہوں نے رب العالمین پر ایمان لانے اعلان دیا جس سے فرعونیوں کو مغالطہ ہو سکتا تھا کہ یہ سجدہ فرعون کو کیا گیا ہے جس کی الوہیت کے وہ قائل تھے اس لئے انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا رب کہہ کر واضح کر دیا کہ یہ سجدہ ہم جہانوں کے رب کو ہی کر رہے ہیں۔ لوگوں کے خود ساختہ کسی رب کو نہیں۔

| |
|---|
| قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ |
| فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ٥ |

| |
|---|
| فرعون نے کہا تم اس پر اس سے پہلے ایمان لے آئے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے |
| جو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تاکہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔ |

## فرعون کا جادوگروں پر الزام فریب کا بیان

"قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَاِبْدَالِ الثَّانِيَةِ اَلِفًا "بِهٖ" بِمُوسٰى "قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ" اَنَا "لَكُمْ اِنَّ هٰذَا" الَّذِيْ صَنَعْتُمُوْهُ "لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" مَا يَنَالُكُمْ مِنِّي،

فرعون نے کہا تم اس پر یعنی موسیٰ علیہ السلام پر اس سے پہلے ایمان لے آئے، یہاں پر بھی دو ہمزے محقق ہیں اور دوسرے کا الف کے ساتھ ابدال ہے۔ کہ میں تمہیں اجازت دوں، بے شک یہ تو ایک چال ہے جس کو تم نے اس شہر میں چلی ہے، تاکہ تم اس سے اس کے رہنے والوں کو نکال دو، سو تم جلد جان لو گے۔ یعنی میری طرف سے تمہارے لئے اس کا انجام سامنے آجائے گا۔

جادوگروں کے اس طرح مجمع عام میں ہار جانے پھر اس طرح سب کے سامنے بیدھڑک اسلام قبول کر لینے سے فرعون آگ بگولا ہو گیا اور اس اثر کو روکنے کیلئے سب سے پہلے تو ان مسلمانوں سے کہنے لگا تمہارا بھید مجھ پر کھل گیا ہے تم سب مع موسیٰ کے ایک ہی ہو یہ تمہارا استاد ہے تم اس کے شاگرد ہو تم نے آپس میں پہلے یہ طے کیا کہ بھئی تو پہلے چلا جا پھر ہم آجائیں گے اس طرح میدان قائم ہو ہم مصنوعی لڑائی لڑ کر ہار جائینگے اور اس طرح اس ملک کے اصلی باشندوں کو یہاں سے نکال باہر کریں گے۔ فرعون کے اس جھوٹ پر اللہ کی مار ہے۔ کوئی بیوقوف انسان بھی اس کے ایک جملہ کو بھی صحیح نہیں سمجھ سکتا۔ سب کو معلوم تھا موسیٰ علیہ السلام اپنا بچپن فرعون کے محل میں گذارتے ہیں، اس کے بعد مدین میں عمر کا ایک حصہ بسر کرتے ہیں، مدین سے سیدھے مصر کو پہنچ کر اپنی نبوت کا اعلان کرتے ہیں اور معجزے دکھاتے ہیں جن سے عاجز آکر فرعون اپنے جادوگروں کو جمع کرتا ہے وہ براہ راست اس کی سپاہ کے ساتھ اس کے دربار میں پیش ہوتے ہیں انعام واکرام کے لالچ سے ان کے دل بڑھائے جاتے ہیں وہ اپنی فتح مندی کا یقین دلاتے ہیں فرعون انہیں اپنی رضامندی کا یقین دلاتا ہے خوب عیاریاں کر کے میدان جماتے ہیں حضرت موسیٰ ان میں سے ایک سے بھی واقف نہیں کبھی نہ کسی کو دیکھا ہے نہ سنا ہے نہ ملے ہیں نہ جانتے ہیں۔ لیکن وزیرے چنیں شہریارے چناں وہاں تو ان لوگوں کا مجمع تھا کہ فرعون نے جب کہا کہ میں رب اعلیٰ ہوں تو سب نے گردنیں جھکا کر کہا بیشک حضور آپ خدا ہیں تو ایسے جہالت کے پلندوں سے کوئی بات منوا لینی کیا مشکل تھی؟ اس کے رعب میں آکر ایمان لانے کا ارادہ بدلا اور سمجھ بیٹھے کہ واقعی فرعون ٹھیک کہہ رہا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کے امیر سے فرمایا کہ اگر میں غالب آجاؤں تو کیا تو مجھ پر ایمان لائے گا؟ اس نے کہا آج میدان میں ہماری جانب جو جادو پیش کیا جائے گا اس کا جواب ساری مخلوق کے پاس نہیں تو اگر اس پر غالب آگیا تو مجھے بیشک یقین ہو جائے گا کہ وہ جادو نہیں معجزہ ہے۔ یہ گفتگو فرعون کے کانوں تک پہنچی اسے یہ دوہرا رہا ہے کہ تم نے ملی بھگت کر لی۔

| |
|---|
| لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ٥ |
| میں یقیناً تمہارے ہاتھوں کو اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کی الٹی سمت سے کاٹ ڈالوں گا پھر ضرور بالضرور |
| تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔ |

## جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دینے کے حکم کا بیان

"لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ" اَیْ یَدَ کُلِّ وَاحِدٍ الْیُمْنٰی وَرِجْلَهُ الْیُسْرٰی، ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ،

میں یقیناً تمہارے ہاتھوں کو اور تمہارے پاؤں کو ایک دوسرے کی الٹی سمت سے کاٹ ڈالوں گا یعنی ہر ایک کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دو۔ پھر ضرور بالضرور تم سب کو پھانسی دے دوں گا۔

اس طرح لوگوں کے دل حقانیت سے ہٹا کر انہیں بدظن کرنے کیلئے دوسری چال یہ چلتا اور کہتا ہے کہ تم اپنے اکیلے، اتفاق اور پوشیدہ جال سے جاہتے یہ ہو کہ ہماری دولت وشوکت چھین لو ہمیں یہاں سے نکال باہر کرو، اس طرح اپنی قوم کے دل ان کی طرف سے پھیر کر پھر انہیں خوفزدہ کرنے کیلئے چوتھی چال چلتا ہے کہ ان نومسلموں سے کہتا ہے کہ دیکھو تو تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ سو میں کتنے بیس ہوتے ہیں۔ مجھے بھی قسم ہے جو تمہارے ہاتھ پاؤں نہ کٹوائے اور وہ بھی الٹی طرح یعنی پہلے اگر سیدھا ہاتھ کاٹا جائے تو پھر بایاں پاؤں اور اگر پہلے سیدھا پاؤں کاٹا گیا تو پھر الٹا ہاتھ۔ اسی طرح بیدست وپا کر کے کھجوروں کی شاخوں پر لٹکا دوں گا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس ظالم بادشاہ سے پہلے ان دونوں سزاؤں کا رواج نہ تھا۔ یہ دھمکی دے کر وہ سمجھتا تھا کہ اب یہ نرم پڑ جائیں گے لیکن وہ تو ایمان میں اور پختہ ہو گئے، بالاتفاق جواب دیتے ہیں کہ اچھا ڈرایا؟

| |
|---|
| قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ٥ |
| بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ |

## فرعون کے ڈرانے کے سبب جادوگروں کے ایمان کے زیادہ مضبوط ہونے کا بیان

"قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا" بَعْدَ مَوْتِنَا بِاَیِّ وَجْهٍ کَانَ "مُنۡقَلِبُوۡنَ" رَاجِعُوْنَ فِی الْاٰخِرَةِ،

بولے یقیناً ہم اپنی موت کے بعد اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں۔ یعنی آخرت میں اسی جانب لوٹنے والے ہیں۔

یہاں سے تو واپس اللہ کے پاس جانا ہی ہے اسی کے قبضہ وقدرت میں سب کچھ ہے آج اگر تیری سزاؤں سے بچ گئے تو کیا اللہ کے ہاں کی سزائیں بھی معاف ہو جائیں گی؟ ہمارے نزدیک تو دنیا کی سزائیں بھگت لینا بہ نسبت آخرت کے عذاب کے بھگتنے کے بہت ہی آسان ہے۔ تو ہم سے اللہ کے نبی کا مقابلہ کرا چکا ہے لیکن اب جبکہ ہم پر حق واضح ہو گیا ہم اس پر ایمان لے آئے تو تو چڑ رہا ہے۔ کہنے کو تو یہ سب کچھ کہہ گئے لیکن پھر خیال آیا کہ کہیں ہمارا قدم پھسل نہ جائے اس لئے دعا میں دل کھول دیا کہ اے اللہ

ہمیں صبر عطا فرما، ثابت قدمی دے، ہمیں اسلام پر ہی موت دے، تیرے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرتے ہوئے ہی دنیا سے رخصت ہوں۔ ایسا نہ ہو اس ظالم کے رعب میں یا اس کی دھمکیوں میں آ جائیں یا سزاؤں سے ڈر جائیں یا ان کے برداشت کی تاب نہ لائیں۔ ان دعاؤں کے بعد دل بڑھ جاتے ہیں، ہمتیں دگنی ہو جاتی ہیں فرعون کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے ہیں تجھے جو کرنا ہے اس میں کمی نہ کر، کسر اٹھا نہ رکھ، جو جی میں ہے کر گذر تو دنیا ہی میں سزائیں دے سکتا ہے۔ ہم صبر کر لیں گے کیا عجب کہ ہمارے ایمان کی وجہ سے اللہ ہماری خطائیں معاف فرمائے خصوصاً ابھی کی یہ خطا کہ ہم نے جھوٹ سے سچ کا مقابلہ کیا۔ بیشک اللہ بہتر ہے اور زیادہ باقی ہے۔ گناہگاروں کے لئے اس کے ہاں جہنم کی سزا ہے جہاں نہ موت آئے نہ کارآمد زندگی ہو۔ اور مومنوں کے لئے اس کے پاس جنتیں ہیں جہاں بڑے بلند درجے ہیں۔ سبحان اللہ یہ لوگ دن کے ابتدائی حصے میں کافر اور جادوگر تھے اور اسی دن کے آخری حصے میں مومن بلکہ نیک شہید تھے۔

| وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا ؕ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ۝ |
|---|
| اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، |
| اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔ |

## صبر اور اسلام پر موت آنے کی دعا کرنے کا بیان

"وَمَا تَنۡقِم" تُنۡكِر "مِنَّآ اِلَّآ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتۡنَا رَبَّنَا اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا" عِنۡد فِعۡل مَا تَوَعَّدۡنَا بِه لِئَلَّا نَرۡجِع كُفَّارًا، "وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ"،

اور تو ہم سے اس کے سوا کس چیز کا بدلہ یعنی انتقام لے رہا ہے کہ ہم اپنے رب کی آیات پر ایمان لے آئے، جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہم پر صبر انڈیل دے یعنی جب فرعون اپنی دھمکی کو پورا کرنے آئے تو ہم کفر کی طرف نہ پلٹیں اور ہمیں اس حال میں فوت کر کہ فرماں بردار ہوں۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ وہ لوگ جو کل تک بدترین کفر میں مبتلا تھے کہ فرعون جیسے بیہودہ انسان کو خدا مانتے تھے، اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت سے بالکل ناآشنا تھے، ان میں یکبارگی ایسا انقلاب کیسے آ گیا کہ اب پچھلے سب عقائد واعمال سے یکسر تائب ہو کر دین حق پر اتنے پختہ ہو گئے کہ اس کے لئے جان تک دینے کو تیار نظر آتے ہیں، اور دنیا سے رخصت ہونے کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس چلے جائیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ ایمان کی قوت اور جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت ان میں پیدا ہو گئی بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی علم ومعرفت کے دروازے ان پر کھل گئے تھے یہی وجہ ہے کہ فرعون کے مقابلہ میں اس جرأت مندانہ بیان کے ساتھ یہ دعا بھی کرنے لگے۔ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ ۔ یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں کامل صبر عطا فرما اور مسلمان ہونے کی حالت میں ہمیں وفات دے۔ اس میں اشارہ اس معرفت کی طرف ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو انسان کا عزم وہمت کچھ کام نہیں آتا، اس لئے اسی سے ثابت قدمی کی دعا کی گئی۔ اور یہ دعا جیسے معرفت حق کا ثمرہ اور نتیجہ ہے اسی طرح اس مشکل کے حل کا

بہترین ذریعہ بھی ہے جس میں یہ لوگ اس وقت مبتلا تھے، کیونکہ صبر اور ثابت قدمی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو اپنے حریف کے مقابلہ میں کامیاب کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ |
| وَ اٰلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ○ |
| اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، تاکہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں |
| اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے اور ان کی عورتوں |
| کو زندہ رکھیں گے اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔ |

## فرعون پر شان نبوت کی ہیبت کے طاری ہو جانے کا بیان

"وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ" لَهٗ "اَتَذَرُ" تَتْرُكُ "مُوسَى وَقَوْمه لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْض" بِالدُّعَاءِ اِلٰى مُخَالَفَتك "وَيَذَرك وَ اٰلِهَتك" وَكَانَ صَنَعَ لَهُمْ اَصْنَامًا صِغَارًا يَعْبُدُوْنَهَا وَقَالَ اَنَا رَبّكُمْ . وَرَبّهَا وَلِذَا قَالَ اَنَا رَبّكُمْ الْاَعْلٰى "قَالَ سَنُقَتِّلُ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "اَبْنَاءَهُمْ" الْمَوْلُوْدِيْنَ "وَنَسْتَحْيِي" نَسْتَبْقِي "نِسَاءَهُمْ" كَفِعْلِنَا بِهِمْ مِنْ قَبْل "وَاِنَّا فَوْقهمْ قَاهِرُوْنَ" قَادِرُوْنَ فَفَعَلُوْا بِهِمْ ذٰلِكَ فَشَكَا بَنُو اِسْرَائِيل،

اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو چھوڑے رکھے گا، یعنی تیری مخالفت کی طرف بلا کر وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور وہ تجھے اور تیرے معبودوں کو چھوڑ دے؟ ان کیلئے جوانہوں نے چھوٹے بت بنا رکھے ہیں جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اور کہا کہ میں تمہارا بڑا رب ہوں، اس نے کہا ہم ان کے بیٹوں کو بری طرح قتل کریں گے نقتل تشدید اور تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی ان کے پیدا ہونے والے بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے جس طرح اس سے پہلے ہم نے کیا ہے۔ اور یقیناً ہم ان پر قابو رکھنے والے ہیں۔ تو فرعون نے ان کے ساتھ ایسا ہی کیا تو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی۔

علماء مفسرین نے فرمایا کہ قوم کے اس طرح جھنجوڑنے پر بھی فرعون نے یہ تو کہا کہ ہم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر دیں گے، لیکن حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے بارے میں اس وقت بھی اس کی زبان پر کوئی بات نہ آئی۔ وجہ یہ ہے کہ اس معجزہ اور واقعہ نے فرعون کے قلب و دماغ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت ہیبت بٹھلا دی تھی۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ فرعون کا یہ حال ہو گیا تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتا تو پیشاب خطا ہو جاتا تھا، اور یہ بالکل صحیح ہے، ہیبت حق کا یہی حال ہوتا ہے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔

## اللہ سے مدد مانگنے اور صبر کرنے کا بیان

"قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا" عَلٰى اَذَاهُمْ "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا" يُعْطِيهَا "مَنْ يَّشَاء مِنْ عِبَاده وَالْعَاقِبَة" الْمَحْمُودَة "لِلْمُتَّقِيْنَ" الله،

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اللہ سے مدد مانگو اور ان کی پہنچائی گئی تکالیف پر صبر کرو، بے شک زمین اللہ کی ہے، وہ اس کا وارث اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے بناتا ہے اور اچھا انجام متقی لوگوں کے لیے ہے۔ یعنی جو اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔

## صبر کے سبب حصول فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے جہاد کے بارے میں بتائیے (کہ کون سا جہاد موجب ثواب ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ بن عمرو اگر تو محض اللہ کے لئے جہاد کرے اور اس کی تکالیف پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو صبر واحتساب کی فضیلت کے ساتھ اٹھائے گا اور اگر تو دکھاوے اور حصول دنیا کے لئے جہاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی تجھے ریاکاری اور طلب دنیا کی صفت پر اٹھائے گا اے عبداللہ بن عمرو! تو جس حالت پر بھی لڑے گا یا جس حالت پر مارا جائے گا اللہ تجھے اسی حال پر اٹھائے گا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 754)

## صبر کے ذریعے مدد طلب کرنے کا بیان

ابوامیہ شعبانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوثعلبہ خشنی سے عرض کیا کہ اے ابوثعلبہ آپ سے آیت کریمہ "عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ" کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم نے ایک جاننے والے سے اس کے متعلق سوال کیا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا کہ بلکہ نیکی کا حکم کرتے رہو اور ایک دوسرے کو برائی سے روکتے رہو یہاں تک کہ تم یہ دیکھو کہ کسی کنجوس آدمی کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی اتباع کی جاتی ہے اور دنیا کے پیچھے بھاگا جاتا ہے اور ہر صاحب رائے اپنی رائے کو پسند کر کے اس پر بیٹھا ہے تو پھر تمہارے ذمہ اپنے نفس کو لازم پکڑنا ہے اور عوام کو اپنی جانب سے چھوڑ دو کیونکہ تمہارے بعد ایسے دن آنے والے ہیں کہ جن میں صبر کرنا (دین پر) ایسا ہے کہ جیسے انگارہ کو پکڑنا۔ ان دنوں میں دین پر عمل کرنے والے کو پچاس عامل افراد کا اجر ملے گا جو اس جیسا عمل کرتے ہیں راوی کہتے ہیں کہ ان کے علاوہ دوسرے رواۃ نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ کسی صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ پچاس کا اجر ان میں کے پچاس کا ہوگا؟

فرمایا کہ نہیں تم میں سے پچاس کا۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 947)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ |
| عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے |
| دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔ |

## پریشانیوں پر صبر کے بعد اجر کا بیان

"قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" فِيْهَا،

بولے ہم ستائے گئے آپ کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد کہا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا مالک تمہیں بنائے پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو۔

## کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے کہ وہ ان تین اشخاص میں سے ایک ہیں جن کا گناہ (غزوہ تبوک) میں معاف ہوا تھا۔ اور کعب بن اشرف ایک یہودی تھا جو (اپنے اشعار میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت کیا کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف بھڑکاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ہجرت کرکے) مدینہ تشریف لائے تو یہاں مختلف مذاہب کے لوگ تھے جن میں مسلمان بھی تھے۔ بت پرست مشرکین بھی اور یہودی بھی جو (اپنے اشعار اور کلام کے ذریعہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذاء پہنچاتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صبر اور درگزر کا حکم فرمایا اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے تم ان لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے اس موقعہ پر اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار تو بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ پس جب کعب بن اشرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچانے سے باز نہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم فرمایا کہ وہ اس کو قتل کرنے کے لئے کچھ لوگوں کو بھیجیں پس انہوں نے محمد بن مسلمہ کو بھیجا۔ اور راوی نے اس کے قتل کا قصہ ذکر کرتے ہوئے کہا کہ جب انہوں نے کعب بن اشرف کو قتل کر ڈالا تو یہودی اور مشرکین سب خائف ہو گئے اور یہ سب لوگ صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور بولے چند لوگوں نے ہمارے سردار کو قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وہ باتیں ان کے سامنے نقل کیں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مذمت میں کہا کرتا تھا اس کے بعد آپ نے ان سے فرمایا اب ہمارے اور تمہارے درمیان ایک قرارداد لکھی جانی چاہئیے جس پر دونوں فریق رک جائیں (اور اس سے تجاوز نہ کریں) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ان کے اور تمام مسلمانوں کے

درمیان ایک قرارداد لکھی۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر1233)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ |
| پھر ہم نے اہلِ فرعون کو چند سالوں اور میووں کے نقصان سے گرفت میں لے لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ |

## فرعون اور قوم فرعون پر قحط سالی مسلط ہو جانے کا بیان

"وَلَقَدْ اَخَذْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ" بِالْقَحْطِ "وَنَقْصٍ مِنَ الثَّمَرَات لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ" یَتَّعِظُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ

پھر ہم نے اہلِ فرعون کو قحط کے چند سالوں اور میووں کے نقصان سے عذاب کی گرفت میں لے لیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ کہ ایمان لاتے۔

بنی اسرائیل کو کمزور کرنے کے لئے یہ ظالمانہ قانون کہ جو لڑکا پیدا ہوا سے قتل کر دیا جائے یہ اب دوسری مرتبہ نافذ کیا گیا، اس کا پہلا نمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہو چکا تھا، جس کے ناکام ہونے کا مشاہدہ یہ اس وقت تک کر رہا تھا، مگر جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو رسوا کرنا چاہتے ہیں اس کی تدبیریں ایسی ہی ہو جایا کرتی ہیں جو انجام کار ان کے لئے تباہی کا سامان کر دیتی ہیں، چنانچہ آگے معلوم ہوگا کہ فرعون کا یہ ظلم و جور آخر کار اس کو اور اس کی قوم کو لے ڈوبا۔

اب آل فرعون پر بھی سختی کے مواقع آئے تا کہ ان کی آنکھیں کھلیں اور اللہ کے دین کی طرف جھکیں، کھیتیاں کم آئیں، قحط سالیاں پڑ گئیں، درختوں میں پھل کم لگے یہاں تک کہ ایک درخت میں ایک ہی کھجور لگی یہ صرف بطور آزمائش تھا کہ وہ اب بھی ٹھیک ٹھاک ہو جائیں۔ لیکن ان عقل کے اندھوں کو راستی سے دشمنی ہو گئی۔

| |
|---|
| فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ یَّطَّیَّرُوْا بِمُوْسٰی |
| وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ |
| پھر جب انہیں آسائش پہنچتی تو کہتے: یہ ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ اور اگر انہیں سختی پہنچتی، وہ موسیٰ (علیہ السلام) |
| اور ان کے (ایمان والے) ساتھیوں کی نسبت بدشگونی کرتے، خبردار! ان کا شگون (یعنی شامتِ اعمال) تو اللہ ہی |
| کے پاس ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ |

## قوم فرعون کا بدشگونی لینے کا بیان

"فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ" الْخِصْب وَالْغِنٰی "قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ" اَیْ نَسْتَحِقّهَا وَلَمْ یَشْكُرُوْا عَلَیْهَا "وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَیِّئَةٌ" جَدْب وَبَلَاء "یَطَّیَّرُوْا" یَتَشَاءَمُوْا "بِمُوْسٰی وَمَنْ مَعَهٗ" مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ "اَلَا اِنَّمَا طَائِرهمْ" شُؤْمهمْ "عِنْدَ اللّٰه" یَاْتِیهِمْ بِهٖ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ لَا یَعْلَمُوْنَ" اَنَّ مَا یُصِیبهُمْ مِنْ عِنْده،

پھر جب انہیں آسائش یعنی خوشحالی اور شادابی پہنچتی ہے تو کہتے یہ ہماری اپنی وجہ سے ہے۔ یعنی ہم اسی کے حقدار ہیں۔ اور اگر انہیں سختی یعنی قحط و مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ایمان والے ساتھیوں کی نسبت بدشگونی کرتے ہیں۔ خبردار! ان کا شگون یعنی شامتِ اعمال تو اللہ ہی کے پاس ہے مگر ان میں سے اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ یعنی جو کچھ آتا ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے۔

خوشی اور فراخی دیکھ کر تو اکڑ کر کہتے کہ یہ ہماری وجہ سے ہے اور خشک سالی اور تنگی دیکھ کر آواز لگاتے کہ یہ موسیٰ اور مومنوں کی وجہ سے ہے۔ جب کہ مصیبتیں اور راحتیں اللہ کی جانب سے ہیں لیکن بے عملی کی باتیں بناتے رہے ان کی بدشگونی ان کے بداعمال تھے جو اللہ کی طرف سے ان پر مصیبتیں لاتے تھے۔

## فال اور عدم فال والی جماعت کا بیان

سعید بن جبیر، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے سامنے امتیں پیش کی گئیں تو میرے سامنے سے نبی گزرنے لگے، ایک کے ساتھ صرف ایک آدمی، دوسرے کے ساتھ دو آدمی اور ایک نبی کے ساتھ ایک جماعت تھی اور ایک نبی ایسے بھی تھے جن کے ساتھ کوئی نہ تھا اور میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق تک پھیلی ہوئی تھی، میں نے تمنا کی کہ یہ میری امت ہوتی، تو کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے، پھر مجھ سے کہا گیا کہ دیکھ، میں نے ایک بڑی جماعت دیکھی جو افق تک پھیلی ہوئی تھی اور مجھ سے کہا گیا کہ یہ تیری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، لوگ جدا ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیان نہیں کیا کہ وہ کون ہیں، اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چہ میگوئیاں کرنے لگے، کسی نے کہا کہ ہم تو شرک کے زمانہ میں پیدا ہوئے پھر اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے (اس لئے ہم ان میں سے نہیں ہو سکتے) بلکہ وہ ہماری اولاد ہو گی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو فال کو نہیں مانتے اور نہ ہی منتر پڑھواتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے ہوں، آپ نے فرمایا: ہاں، پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور پوچھا کہ کیا میں بھی ان میں سے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عکاشہ تم سے بازی لے گیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 722)

| |
|---|
| وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ |

## طلب معجزہ و مشاہدہ قحط کے باوجود ایمان سے انکار کا بیان

"وَقَالُوْا" لِمُوسَى "مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ" فَدَعَا عَلَيْهِمْ،

اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے پاس آ ؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کیلئے دعائے ضرر کر دی۔

ان کی عقل پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے تھے کہ قحط اور خشک سالی کے مصائب کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے جادو کا نتیجہ قرار دے رہے تھے حالانکہ جادوگر میں ایسی ہرگز کوئی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اپنے جادو کے اثر سے کسی علاقہ پر قحط یا خشک سالی مسلط کر دے اس کے باوجود وہ یہی کہتے تھے کہ موسیٰ (علیہ السلام)! تم ہم پر کیسا بھی جادو کر دو' ہم کبھی تمہاری بات تسلیم نہیں کریں گے۔

| |
|---|
| فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف |
| فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ○ |
| تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون، جو الگ الگ نشانیاں تھیں، |
| پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ |

## فرعونیوں پر ٹڈیوں اور مینڈکوں کے عذاب کا بیان

"فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ" وَهُوَ مَاء دَخَلَ بُيُوتهمْ وَوَصَلَ اِلٰى حُلُوق الْجَالِسِينَ سَبْعَة اَيَّام "وَالْجَرَاد" فَاَكَلَ زَرْعهمْ وَثِمَارهمْ كَذٰلِكَ "وَالْقُمَّل" السُّوس اَوْ نَوْع مِنَ الْقُرَاد فَتَتَبَّعَ مَا تَرَكَهُ الْجَرَاد "وَالضَّفَادِع" فَمَلَاَتْ بُيُوتهمْ وَطَعَامهمْ "وَالدَّم" فِيْ مِيَاههمْ "اٰيَات مُفَصَّلَات" مُبَيَّنَات "فَاسْتَكْبَرُوْا" عَنِ الْاِيْمَان بِهَا، وَكَانُوْا قَوْمًا مُجْرِمِينَ،

تو ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور وہ پانی تھا جو ان کے گھروں میں داخل ہو گیا اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کے گلے تک جا پہنچا اور سات دن تک اسی طرح حالت رہی۔ اور ٹڈیاں بھیجیں جنہوں نے کی زراعت اور پھلوں کو کھالیا۔ اور جوئیں بھیجیں یا جوؤں کی کوئی قسم ہے تو ٹڈیوں سے بچا کھچا انہوں نے صاف کر دیا اور مینڈک بھیج دیئے اور مینڈکوں سے ان کے گھر اور کھانے بھر گئے اور خون ان کے پانیوں میں ملا دیا۔ جو الگ الگ نشانیاں تھیں، پھر بھی انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

## عذاب والی ٹڈیوں کی کیفیت و جسامت کا بیان

مجاہد فرماتے ہیں یہ ٹڈیاں ان کے دروازوں کی کیلیں کھا جاتی تھیں اور لکڑی چھوڑ دیتی تھیں اور زاعی کہتے ہیں میں ایک دن جنگل میں تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ٹڈیاں بہت سی آسمان کی طرف ہیں اور ان میں سے ایک ٹڈی پر ایک شخص سوار ہے جو ہتھیار بند ہے جو جس طرف اشارہ کرتا ہے ساری ٹڈیاں اس طرف کو جھک جاتی ہیں اور وہ زبان سے برابر کہہ رہا ہے کہ دنیا باطل ہے اور اس میں جو ہے وہ بھی باطل ہے۔

شریح قاضی فرماتے ہیں اس جانور میں سات مختلف جانوروں کی شان ہے اس کا سر گھوڑے جیسا ہے گردن بیل جیسی ہے

سینہ شیر جیسا ہے پر گدھ جیسے ہیں پر اونٹ جیسے ہیں دم سانپ کی طرح کی ہے۔ پیٹ بچھو جیسا ہے۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں سیاہ رنگ کے چھوٹے سے کیڑے ہیں۔اس کا واحد قملہ ہے۔ یہ جانور جب اونٹ کو چمٹ جاتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ الغرض ایسے ہی موذی جانور بصورت عذاب فرعونیوں کے لئے بھیجے گئے تھے۔فرعون کی سرکشی اور انکار پر طوفان آیا جس سے انہیں یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔گڑگڑا کر حضرت موسیٰ سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے یہ موسلا دھار پانی رک جائے تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دیں گے۔آپ نے دعا کی طوفان ہٹ گیا تو یہ اپنے وعدے سے پھر گئے۔ پھر اللہ کی شان ہے کہ کھیتیاں اور باغات اس قدر پھلے کہ اس سے پہلے کبھی ایسے نہیں پھلے تھے جب تیار ہو گئے تو ٹڈیوں کا عذاب آیا اسے دیکھ کر پھر گھبرائے اور موسیٰ علیہ السلام سے عرض کرنے لگے کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہٹالے اب ہم پختہ وعدہ کرتے ہیں آپ کی دعا سے یہ عذاب بھی ہٹ گیا لیکن انہوں نے پھر وعدہ شکنی کی۔فصلیں کاٹ لائے کھلیان اٹھالئے۔لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب پھر اور شکل میں آیا تمام اناج وغیرہ میں کیڑا لگ گیا اس قدر بکثرت یہ جانور پھیل گئے کہ دس پیمانے لے کر کوئی شخص پسوانے نکلتا تو پسوائے تک وہ جانور سات پیمانے کھالیتے۔گھبرا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے پھر وعدے کئے آپ پھر دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس آفت کو بھی ہٹالیا۔لیکن انہوں نے پھر بے ایمانی کی۔نہ بنی اسرائیل کو رہا کیا نہ ایمان قبول کیا۔اس پر مینڈکوں کا عذاب آیا۔دربار میں فرعون بیٹھا ہوا ہے تو وہیں مینڈک ظاہر ہو کر ٹرانے لگا سمجھ گئے کہ یہ نئی شکل کا عذاب الٰہی ہے۔اب یہ پھیلنے اور بڑھنے شروع ہوئے یہاں تک کہ آدمی بیٹھتا تو اس کی گردن تک آس پاس سے اسے مینڈک گھیر لیتے۔جہاں بات کرنے کیلئے کوئی منہ کھولتا کہ مینڈک تڑپ کر اس کے منہ میں گھس جاتا۔پھر تنگ آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس عذاب کے ہٹنے کی درخواست کی اور اقرار کیا کہ ہم خود ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آزاد کر دیں گے آپ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے اس مصیبت کو بھی دفع کر دیا لیکن پھر مکر گئے۔چنانچہ ان پر خون کا عذاب آیا تمام برتنوں میں خون کھانے پینے کی چیزوں میں خون کنویں میں سے پانی نکالیں تو خون۔تالاب سے پانی لائیں تو خون۔پھر تڑپ اٹھے فرعون نے کہا یہ بھی جادو ہے لیکن جب تنگ آ گئے تو آخر حضرت موسیٰ سے مع وعدہ درخواست کی کہ ہم تو پانی سے ترس گئے۔چنانچہ آپ نے قول قرار لے کر پور دعا کی اور اللہ نے اس عذاب کو بھی ہٹالیا لیکن یہ پھر منکر ہو گئے۔فرعون جب میدان سے ناکام واپس لوٹا تھا اس نے ٹھان لی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو میں ایمان نہ لاؤں گا۔چنانچہ طوفان کی وجہ سے بھوکوں مرنے لگے پھر ٹڈیوں کا عذاب آیا تو درخت تو کیا گھر کی چوکھٹیں اور دروازوں تک وہ کھا گئیں مکانات گرنے لگے پھر حضرت موسیٰ نے اللہ کے حکم سے ایک پتھر پر لکڑی ماری۔جس میں سے بیشمار چچڑیاں نکل پڑیں اور پھیل گئیں۔کھانا،پینا،سونا،بیٹھنا،سب بند ہو گیا۔پھر مینڈکوں کا عذاب آیا جہاں دیکھو مینڈک نظر آنے لگے۔پھر خون کا عذاب آیا نہریں،تالاب،کنویں،مٹکے گھڑے وغیرہ غرض بجائے پانی کے خون ہی خون سب چیزیں ہو گئیں۔عبید اللہ بن عمرو فرماتے ہیں مینڈک کو نہ مارو یہ جب بصورت عذاب فرعونیوں کے پاس آئے تو ایک نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے تنور میں چھلانگ ماری۔اللہ نے اس کے بدلے انہیں پانی کی ٹھنڈک عطا فرمائی اور ان کی آواز کو اپنی تسبیح بنایا۔یہ بھی مروی ہے کہ خون

سے مراد تکسیر پھوٹنا ہے الغرض ہر عذاب کو دیکھ کر اقرار کرتے لیکن جب حضرت موسیٰ کی دعا سے وہ ہٹ جاتا تو پھر انکار کر جاتے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ |
| لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ |
| اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً |
| اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔ |

## قوم فرعون کا عذاب کے دور ہوتے ہی دوبارہ کفر اپنانے کا بیان

"وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ" اَلْعَذَابُ "قَالُوْا يَا مُوْسَى اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ " مِنْ كَشْفِ الْعَذَابِ عَنَّا اِنْ اٰمَنَّا "لَئِنْ" لَامُ قَسَمٍ، وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ،

اور جب ان پر عذاب آتا تو کہتے اے موسیٰ! اپنے رب سے اس عہد کے واسطے سے دعا کر جو اس نے تیرے ہاں دے رکھا ہے، یقیناً اگر تو ہم سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ضرور ہی تجھ پر ایمان لے آئیں گے، یہاں پر لئن میں لام قسمیہ ہے اور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو ضرور ہی بھیج دیں گے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ |
| پھر جب ہم ان سے اس مدت تک کے لئے جس کو وہ پہنچنے والے ہوتے وہ عذاب ٹال دیتے تو وہ فوراً ہی عہد توڑ دیتے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے عذاب دور ہو جانے کا بیان

"فَلَمَّا كَشَفْنَا " بِدُعَاءِ مُوْسَى "عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰى اَجَلٍ هُمْ بَالِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ " يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ وَيُصِرُّوْنَ عَلٰى كُفْرِهِمْ،

اس کے بعد جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے سبب ان سے عذاب کو دور کر دیا جو ان کو ایک مدت میں پہنچنے والا تھا۔ وہ پھر انکار کر دیتے یعنی وہ اپنے عہد کو توڑ کر اپنے کفر پر قائم رہتے۔

| |
|---|
| فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ |
| پھر ہم نے ان سے (بالآخر تمام نافرمانیوں اور بدعہدیوں کا) بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریا میں غرق کر دیا، |
| اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی (پے در پے) تکذیب کی تھی اور وہ ان سے (بالکل) غافل تھے۔ |

## قوم فرعون کی کثیر بدعہدیوں کے سبب انجامی عذاب کا بیان

"فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنَاهُمْ فِى الْيَمِّ " اَلْبَحْرِ الْمِلْحِ "بِاَنَّهُمْ" بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا

غَافِلِینَ" لَا یَتَدَبَّرُوْنَهَا،

پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے انہیں دریائے شور میں غرق کر دیا، اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی، یہاں پر باء سبب کیلئے آئی ہے۔ اور وہ ان سے بالکل غافل تھے۔ کیونکہ وہ ان میں غور وفکر نہیں کرتے تھے۔

## لشکر فرعون کا دریا میں ڈوب جانے کا بیان

جب یہ لوگ اپنی سرکشی اور خود پسندی میں اتنے بڑھ گئے کہ باری تعالیٰ کی بار بار کی نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی ایمان لانے سے برابر انکار کرتے رہے تو قدرت نے اپنے زبردست انتقام میں انہیں پھانس لیا اور سب کو دریا برد کر دیا۔ بنی اسرائیل بحکم اللہ تعالیٰ ہجرت کر کے چلے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے دریا ان کے لئے خشک ہو گیا پھر فرعون اور اس کے ساتھی اس میں اترے تو دریا میں پھر روانی آ گئی اور پانی کا ریلہ آیا اور وہ سب ڈوب گئے۔ یہ تھا انجام اللہ کی باتوں کو جھوٹ سمجھنے اور ان سے غافل رہنے کا۔ پھر پروردگار نے بنو اسرائیل جیسے کمزور ناتواں لوگوں کو اس زمین کا وارث بنا دیا۔ مشرق ومغرب ان کے قبضے میں آ گیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے ان بیسوں پر احسان کرنا چاہا اور انہیں امام اور وارث بنانا چاہا۔ انہیں حکومت سونپ دی اور فرعون وہامان اور ان کے لشکریوں کو وہ نتیجہ دکھایا جس سے وہ بھاگ رہے تھے۔ فرعونیوں سے ہرے بھرے باغات "چشمے" کھیتیاں، عمدہ مقامات، فراواں نعمتیں چھڑوا کر ہم نے دوسری قوم کے سپرد کر دیں۔ یہ ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے ہے۔ سرزمین شام برکت والی ہے۔ بنی اسرائیل کا صبر نیک نتیجہ لایا فرعون اور اس کی قوم کی بنی بنائی چیزیں غارت ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْهَا ؕ |
| وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ الْحُسْنٰی عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا |
| مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ○ |
| اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم |
| نے برکت رکھی ہے اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا اور |
| ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ |

## سرزمین مصر اور شام میں برکتوں کے نزول کا بیان

"وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ کَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ" بِالِاسْتِعْبَادِ وَهُمْ بَنُو اِسْرَائِیل "مَشَارِقَ الْاَرْض وَمَغَارِبهَا الَّتِی بَارَکْنَا فِیهَا" بِالْمَاءِ وَالشَّجَر صِفَة لِلْاَرْضِ وَهِیَ الشَّام "وَتَمَّتْ کَلِمَة رَبّك الْحُسْنٰی" وَهِیَ قَوْله تَعَالٰی "وَنُرِیْد اَنْ نَمُنّ عَلَی الَّذِیْنَ اُسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْض" اِلَخ "عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیل بِمَا صَبَرُوْا"

عَلٰی اَذٰی عَدُوِّھِمْ "وَدَمَّرْنَا" اَھْلَکْنَا "مَا کَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُه" مِنَ الْعِمَارَۃِ "وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ" بِکَسْرِ الرَّاءِ وَضَمِّھَا یَرْفَعُوْنَ مِنَ الْبُنْیَانِ.

اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، کیونکہ ان کو انہوں نے غلام بنا رکھا تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے۔ اس سرزمین کے مشرقوں اور اس کے مغربوں کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے پانی اور درخت کی برکت رکھی ہے یہاں پر "اَلَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا" یہ الارض کی صفت ہے اور وہ سرزمین شام ہے۔ اور تیرے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اور وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول "وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ" ہے اس وجہ سے کہ انہوں نے تکالیف پر صبر کیا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ فرعون اور اس کی قوم عمارت بناتی تھی۔ اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے۔ یعرشون یہاں پر راء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ وہ دیواروں کو بلند کرتے ہیں۔

زمین سے مراد اس جگہ جمہور مفسرین کے قول کے مطابق ملک شام اور مصر کی سرزمین ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو قوم فرعون اور قوم عمالقہ کے ہلاک ہونے کے بعد قبضہ اور حکومت عطا فرمائی۔

اور اَلَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا سے یہ بتلا دیا کہ ان زمینوں میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے اپنی برکات نازل فرمائی ہیں، ملک شام کے بارے میں تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں محل برکات ہونے کا ذکر ہے اَلَّتِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَھَا میں اسی کا بیان ہے، اسی طرح ارض مصر کے بارے میں بھی محل برکات وثمرات ہونا متعدد روایات سے نیز مشاہدات سے ثابت ہے، حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ مصر کا دریائے نیل سید الانہار یعنی دریاؤں کا سردار ہے، اور حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ برکات کے دس حصوں میں سے نو مصر میں ہیں اور باقی ایک پوری زمین میں ہیں۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۚ |
| قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰھًا کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ ؕ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ ○ |
| اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے (جم کر بیٹھے) |
| تھے بولے اے موسیٰ! ہمیں ایک خدا بنا دے جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں، بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔ |

## بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتارنے کا بیان

"وَجَاوَزْنَا" عَبَرْنَا "بِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا" فَمَرُّوْا "عَلٰی قَوْمٍ یَعْکُفُوْنَ" بِضَمِّ الْکَافِ وَکَسْرِھَا "عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ" یُقِیْمُوْنَ عَلٰی عِبَادَتِھَا "قَالُوْا یَا مُوْسَی اجْعَلْ لَنَا اِلٰھًا" صَنَمًا نَعْبُدُہٗ "کَمَا لَھُمْ اٰلِھَۃٌ قَالَ اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ" حَیْثُ قَابَلْتُمْ نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ بِمَا قُلْتُمُوْہُ،

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے جم کر بیٹھے تھے

یَعۡکُفُوۡنَ یہ کاف کے ضمہ اور کسرہ دونوں طرح آیا ہے یعنی جوان کے بت تھے جن کی عبادت کو انہوں نے قائم کر رکھا تھا۔ بولے اے موسیٰ! ہمیں ایک بت معبود بنا دے تا کہ ہم اس کو عبادت کریں جیسا ان کے لیے اتنے خدا ہیں، فرمایا تم ضرور جاہل لوگ ہو۔ حالانکہ تم پر اللہ کی نعمتیں ہیں جنہیں تم نے حاصل کیا ہے جو میں نے تم سے بیان بھی کی ہیں۔

## معجزات دیکھنے کے بعد بھی بنی اسرائیل کا بت پرستی کرنے کا بیان

اتنی ساری اللہ کی قدرت کی نشانیاں بنی اسرائیل دیکھ چکے لیکن دریا پار اترتے ہی بت پرستوں کے ایک گروہ کو اپنے بتوں کے آس پاس اعتکاف میں بیٹھے دیکھتے ہی حضرت موسیٰ سے کہنے لگے کہ "ہمارے لئے بھی کوئی چیز مقرر کر دیجئے تا کہ ہم بھی اس کی عبادت کریں جیسے کہ ان کے معبودان کے سامنے ہیں۔ یہ کافر لوگ کنعانی تھے ایک قول ہے کہ لخم قبیلہ کے تھے یہ گائے کی شکل بنائے ہوئے اس کی پوجا کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال سے محض ناواقف ہو۔ تم نہیں جانتے کہ اللہ شریک ومثیل سے پاک اور بلند تر ہے۔ یہ لوگ جس کام میں مبتلا ہیں وہ تباہ کن ہے اور ان کا عمل باطل ہے ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکے شریف سے حنین کو روانہ ہوئے تو راستے میں انہیں بیری کا وہ درخت ملا جہاں مشرکین مجاور بن کر بیٹھا کرتے تھے اور اپنے ہتھیار وہاں لٹکایا کرتے تھے اس کا نام ذات انواط تھا تو صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری ذات ہے کہ تم نے قوم موسیٰ جیسی بات کہدی کہ ہمارے لئے بھی معبود مقرر کر دیجئے جیسا ان کا معبود ہے۔ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ نے فرمایا تم جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس شغل میں ہیں وہ ہلاکت خیز ہے اور جس کام میں ہیں وہ باطل ہے (ابن جریر) مسند احمد کی روایت میں ہے کہ یہ درخواست کرنے والے حضرت ابو واقد لیثی تھے جواب سے پہلے یہ سوال سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ اکبر کہنا بھی مروی ہے اور یہ بھی کہ آپ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے اگلوں کی سی چال چلنے لگے۔

| |
|---|
| اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمۡ فِيۡهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ٥ |
| بلاشبہ یہ لوگ جس چیز (کی پوجا) میں (پھنسے ہوئے) ہیں وہ ہلاک ہو جانے والی ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ (بالکل) باطل ہے۔ |

## بت پرستی کو ختم کرنے کے عظیم مقصد کا بیان

"اِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ" هَالِك،مَّا هُمۡ فِيۡهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ،

بلاشبہ یہ لوگ جس چیز کی پوجا میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ہلاک ہو جانے والی ہے اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ (بالکل) باطل ہے۔

میرا تو مشن ہی یہی ہے کہ ایسے بتوں کو برباد کر دوں اور ایسے باطل پرستوں کو ختم کر دوں اور ایک تم ہو کہ مجھی سے کہہ رہے ہو کہ میں تمہیں بت بنا دوں۔ اللہ نے تمہیں فضیلت اس لیے تو نہیں بخشی کہ تم اپنے سے حقیر اور اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیز کے سامنے

سجدہ ریز ہو جاؤ لہٰذا ایسی جہالت کی باتیں نہ کرو۔

| |
|---|
| قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰـهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ |
| موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اسی اللہ نے |
| تمہیں سارے جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ |

## اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں

"قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا" مَعْبُوْدًا وَّاَصْله اَبْغِي لَكُمْ "وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ" فِيْ زَمَانِكُمْ بِمَا ذَكَرَهٗ فِيْ قَوْله،

موسیٰ علیہ السلام نے کہا، کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود تلاش کروں، حالانکہ اسی اللہ نے تمہیں یعنی تمہارے زمانے میں سارے جہانوں پر فضیلت بخشی ہے۔ جس کو آنے والے فرمان میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

انہیں اس گمراہ خیالی سے روکنے کیلئے آپ اللہ تعالیٰ کے احسانات یاد دلا رہے ہیں کہ فرعونیوں کی غلامی سے اللہ نے تمہیں آزادی دلوائی، ذلت ورسوائی سے چھٹکارا دیا۔ پھر اوج وعزت عطا فرمائی تمہارے دیکھتے ہوئے تمہارے دشمنوں کو غارت کر دیا۔ ایسے رب کے سوا اور کوئی لائق عبادت کیسے ہو سکتا ہے؟ فرعون کے وقت کی اپنی ابتری کو بھول گئے جس سے اللہ نے نجات دی۔ اس کی پوری تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ |
| وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۝ |
| اور (وہ وقت) یاد کرو جب ہم نے تم کو اہلِ فرعون سے نجات بخشی جو تمہیں بہت ہی سخت عذاب دیتے تھے، وہ تمہارے لڑکوں کو قتل |
| کر دیتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے زبردست آزمائش تھی۔ |

## بنی اسرائیل کو فرعونی مظالم سے نجات دلانے کا بیان

"وَ" اُذْكُرُوْا "اِذْ اَنْجَيْنَاكُمْ" وَفِيْ قِرَاءَة اَنْجَاكُمْ "مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ" يُكَلِّفُوْنَكُمْ وَيُذِيقُوْنَكُمْ "سُوء الْعَذَاب" اَشَدّه وَهُوَ "يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَكُمْ" يَسْتَبْقُوْنَ "وَفِيْ ذٰلِكُمْ" الْاِنْجَاء اَوْ الْعَذَاب "بَلَاء" اِنْعَام اَوْ ابْتِلَاء "مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيْم" اَفَلَا تَتَّعِظُوْنَ فَتَنْتَهُوا عَمَّا قُلْتُمْ،

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو اہلِ فرعون سے نجات بخشی۔ ایک قرأت میں انجاکم ہے۔ جو تمہیں بہت ہی سخت عذاب

دیتے تھے، یعنی وہ تمہیں سخت کاموں کا مکلف کر کے عذاب دیتا تھا۔ وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کر دیتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، اور اس میں تمہارے رب کی طرف سے زبردست آزمائش تھی۔ یعنی بڑی آزمائش یا عذاب تھا۔ کیا تم اس سے نصیحت حاصل نہیں کرتے کہ تم ان چیزوں سے باز آجاؤ جن کا ممانعت کا تمہیں کہا ہے۔

| |
|---|
| وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقٰتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ |
| وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ |
| اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں |
| پوری ہوگئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔ |

## تیس دن کی مدت کا روزوں کے سبب چالیس میں بدل جانے کا بیان

"وَوٰعَدْنَا" بِاَلِفٍ وَدُوْنِهَا "مُوسَى ثَلَاثِينَ لَيْلَةً" نُكَلِّمُهُ عِنْدَ انْتِهَائِهَا بِاَنْ يَّصُومَهَا وَهِيَ ذُو الْقَعْدَةِ فَصَامَهَا فَلَمَّا تَمَّتْ اَنْكَرَ خُلُوفَ فَمِهٖ فَاسْتَاكَ فَاَمَرَهُ اللّٰهُ بِعَشَرَةٍ اُخْرٰى لِيُكَلِّمَهُ بِخُلُوفِ فَمِهٖ "وَاَتْمَمْنَاهَا بِعَشْرٍ" مِنْ ذِي الْحِجَّةِ "فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهٖ" وَقْتُ وَعْدِهٖ بِكَلَامِهٖ اِيَّاهُ "اَرْبَعِيْنَ" حَالٌ "لَيْلَةً" تَمْيِيزٌ "وَقَالَ مُوسَى لِاَخِيهِ هَارُوْنَ" عِنْدَ ذَهَابِهٖ اِلَى الْجَبَلِ لِلْمُنَاجَاةِ "اُخْلُفْنِي" كُنْ خَلِيفَتِي "فِي قَوْمِي وَاَصْلِحْ" اَمْرَهُمْ "وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ" بِمُوَافَقَتِهِمْ عَلَى الْمَعَاصِي،

اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کی میعاد مقرر کی، وعدناہ یہ الف کے ساتھ اور بغیر الف کے بھی آیا ہے۔ اس کی مدت کے مکمل ہونے کے وہ کلام کرے گا۔ وہ ایسے کہ موسیٰ علیہ السلام اس مدت میں روزہ رکھیں اور وہ ذی قعد کا مہینہ تھا جب مدت پوری ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے منہ روزوں کے سبب کراہت کی بو محسوس کی تو اللہ تعالیٰ نے دوسرے ماہ میں دس دنوں کے روزوں کا حکم دے دیا تا کہ وہ اسی بو کی حالت میں ان سے کلام کرے۔ اور وہ دس دن ذی حج میں پورے کرے۔ اور اسے دس راتوں کے ساتھ پورا کر دیا، سو اس کے رب کی مقررہ مدت چالیس راتیں پوری ہوگئی تو وعدہ کے مطابق موسیٰ علیہ السلام ہم کلام ہوئے۔ یہاں پر اربعین یہ حال ہے اور لیلہ یہ تمیز ہے۔ اور موسیٰ نے اللہ کی بارگاہ میں پہاڑ پر مناجات کیلئے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم میں تو میرا جانشین رہ اور اصلاح کرنا یعنی ان کو اچھائی کا حکم دینا اور مفسدوں کے راستے پر نہ چلنا۔ یعنی فساد کرنے والوں کی معصیت میں اتباع نہ کرنا۔

## موسیٰ علیہ السلام سے تیس پھر چالیس راتوں کے عہد کا بیان

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس میں ایک حکمت تدریج اور آہستگی کی ہے کہ کوئی کام کسی کے ذمہ لگایا جائے تو اول ہی زیادہ مقدار کام کی اس پر نہ ڈالی جائے تا کہ وہ آسانی سے برداشت کرے، پھر مزید کام دیا جائے۔

اور تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس طرز میں حکام اور اولوالامر کو اس کی تعلیم دینا ہے کہ اگر کسی کو کوئی کام ایک معین وقت میں پورا کرنے کا حکم دیا جائے اور اس معین میعاد میں وہ پورا نہ کر سکے تو اس کو مزید مہلت دی جائے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں پیش آیا کہ تیس راتیں پوری کرنے کے بعد جس کیفیت کا حاصل ہونا مطلوب تھا وہ پوری نہ ہوئی اس لئے مزید دس راتوں کا اضافہ کیا گیا کیونکہ ان دس راتوں کے اضافہ کا جو واقعہ مفسرین نے ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ تیس راتوں کے اعتکاف میں موسیٰ علیہ السلام نے حسب قاعدہ تیس روزے بھی مسلسل رکھے بیچ میں افطار نہیں کیا، تیسواں روزہ پورا کرنے کے بعد افطار کر کے مقررہ مقام طور پر حاضر ہوئے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ روزہ دار کے منہ سے جو ایک خاص قسم کی رائحہ معدہ کی تبخیر سے پیدا ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، آپ نے افطار کے بعد مسواک کر کے اس رائحہ کو زائل کر دیا، اس لئے مزید دس روزے اور رکھیے تا کہ وہ رائحہ پھر پیدا ہو جائے۔

اور بعض روایات تفسیر میں جو اس جگہ یہ منقول ہے کہ تیسویں روزہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کر لی تھی جس کے ذریعہ وہ رائحہ صوم زائل ہو گیا تھا، اس سے اس بات پر استدلال نہیں ہو سکتا کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا مکروہ یا ممنوع ہے کیونکہ اول تو اس روایت کی کوئی سند مذکور نہیں، دوسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہو عام لوگوں کے لئے نہ ہو یا شریعت موسوی میں ایسا ہی حکم سب کے لئے ہو کہ روزہ کی حالت میں مسواک نہ کی جائے، لیکن شریعت محمدیہ میں تو بحالت روزہ مسواک کرنے کا معمول حدیث سے ثابت ہے، جس کو بیہقی نے بروایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خیر خصائل الصائم السواک یعنی روزہ دار کا بہترین عمل مسواک ہے۔ اس روایت کو جامع صغیر میں نقل کر کے حسن فرمایا ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ یہ فرق ان دونوں سفروں کی نوعیت کے سبب سے تھا، پہلا سفر مخلوق کے ساتھ مخلوق کی تلاش میں تھا، اور کوہ طور کا سفر مخلوق سے علیحدہ ہو کر ایک ذات حق سبحانہ کی جستجو میں، اس کا یہی اثر ہونا تھا کہ بشری تقاضے نہایت مضمحل ہو گئے، کھانے پینے کی حاجت اتنی گھٹ گئی کہ تیس روز تک کوئی تکلیف محسوس نہیں فرمائی۔

اور یہ تیس راتیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ماہ ذی القعدہ کی راتیں تھیں اور پھر ان پر دس راتیں ذی الحجہ کی بڑھائی گئیں، اس سے معلوم ہوا کہ تورات کا عطیہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوم النحر (یعنی عید الاضحیٰ) کے دن ملا (قرطبی)

ایک مسئلہ اصلاح نفسی میں چالیس دن رات کو خاص دخل ہے۔

اس آیت کے اشارہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ چالیس راتوں کو باطنی حالات کی اصلاح میں کوئی خاص دخل ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس روز اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیتے ہیں۔ (روح البیان)

سب سے پہلے خود حق تعالیٰ نے اپنے کام یعنی پیدائش عالم کے لئے ایک میعاد چھ روز کی متعین فرما کر یہ اصول بتلا دیا ہے،

حالانکہ حق تعالیٰ کو آسمان زمین اور سارے عالم کو پیدا کرنے کے لئے ایک منٹ کی بھی ضرورت نہیں جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے لئے فرمادیں کہ ہوجا وہ فوراً ہوجاتی ہے مگر اس خاص طرز عمل میں مخلوق کو یہ ہدایت دینا تھی کہ اپنے کاموں کو غور وفکر اور تدریج کے ساتھ انجام دیا کریں، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی تو اس کے لئے بھی ایک میعاد مقرر فرمائی اس میں اسی اصول کی تعلیم ہے۔ (قرطبی)

اور یہی وہ اصول تھا جس کو نظر انداز کر دینا بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب بنا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سابق حکم خداوندی کے مطابق اپنی قوم سے یہ کہہ کر گئے تھے کہ تیس روز کے لئے جا رہا ہوں یہاں جب دس روز کی مدت بڑھ گئی تو اپنی جلد بازی کے سبب لگے یہ کہنے کہ موسیٰ علیہ السلام تو کہیں گم ہوگئے، اب ہمیں کوئی دوسرا پیشوا بنالینا چاہئے۔

اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ سامری کے دام میں پھنس کر "گوسالہ" پرستی شروع کر دی، اگر غور وفکر اور اپنے کاموں میں تدریج وتامل کے عادی ہوتے تو یہ نوبت نہ آتی۔ (قرطبی)

اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق کوہ طور پر جاکر اعتکاف کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ساتھی حضرت ہارون علیہ السلام سے فرمایا: اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ یعنی میرے پیچھے آپ میری قوم میں میری قائم مقامی کے فرائض انجام دیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کام کا ذمہ دار ہو وہ اگر کسی ضرورت سے کہیں جائے تو اس پر لازم ہے کہ اس کام کا انتظام کر کے جائے۔

نیز یہ ثابت ہوا کہ حکومت کے ذمہ دار حضرات جب کہیں سفر کریں تو اپنا قائم مقام اور خلیفہ مقرر کر کے جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہی تھی کہ جب بھی مدینہ سے باہر جانا ہوا تو کسی شخص کو خلیفہ بنا کر جاتے تھے، ایک مرتبہ حضرت علی مرتضیٰ کو خلیفہ بنایا، ایک مرتبہ عبداللہ بن ام مکتوم کو، اسی طرح مختلف اوقات میں مختلف صحابہ کو مدینہ میں خلیفہ بنا کر باہر تشریف لے گئے۔ (قرطبی)

موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کے وقت ان کو چند ہدایات دیں، اس سے معلوم ہوا کہ جس کو قائم مقام بنایا جائے اس کی سہولت کار کے لئے ضروری ہدایات دے کر جائے، ان ہدایات میں پہلی ہدایت یہ ہے کہ اَصْلِحْ، اس میں اَصْلِحْ کا مفعول ذکر نہیں فرمایا کہ کس کی اصلاح کرو، اس سے اشارہ اس عموم کی طرف ہے کہ اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنی قوم کی بھی، یعنی جب ان میں کوئی بات فساد کی محسوس کرو تو ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرو، دوسری ہدایت یہ دی کہ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ یعنی فساد کرنے والوں کے راستہ کا اتباع نہ کرو، ظاہر ہے کہ ہارون علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں، ان سے فساد میں مبتلا ہونے کا تو خطرہ نہ تھا اس لئے اس ہدایت کا مطلب یہ تھا کہ مفسدین کی مدد یا ہمت افزائی کا کوئی کام نہ کرو۔

چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب قوم کو دیکھا کہ سامری کے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ اس کے کہنے سے گوسالہ پرستی شروع کر دی تو قوم کو اس بے ہودگی سے روکا اور سامری کو ڈانٹا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی کے بعد جب یہ خیال کیا کہ

ہارون علیہ السلام نے میرے پیچھے اپنے فرض ادا کرنے میں کوتاہی کی تو ان سے مواخذہ فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق لینا چاہئے جو بدنظمی اور بے فکری ہی کو سب سے بڑی بزرگی سمجھتے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ |
| انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا |
| وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ میں تجھے |
| دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ |
| تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس |
| نے کہا تو پاک ہے، میں نے تیری طرف توبہ کی اور میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔ |

## کوہ طور کے جلوہ نورانی کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَ مُوسَى لِمِيقَاتِنَا" اَىْ لِلْوَقْتِ الَّذِىْ وَعَدْنَاهُ بِالْكَلَامِ فِيْهِ "وَكَلَّمَهُ رَبُّه" بِلَا وَاسِطَة كَلَامًا سَمِعَهُ مِنْ كُلِّ جِهَة "قَالَ رَبِّ اَرِنِى" نَفْسك "اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِى" اَىْ لَا تَقْدِر عَلٰى رُؤْيَتِى وَالتَّعْبِيْر بِهِ دُوْن لَنْ اَرٰى يُفِيد اِمْكَان رُؤْيَته تَعَالٰى "وَلٰكِنْ اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَل" الَّذِىْ هُوَ اَقْوٰى مِنْك "فَاِنْ اسْتَقَرَّ" ثَبَتَ "مَكَانه فَسَوْف تَرَانِى" اَىْ تَثْبُت لِرُؤْيَتِى وَاِلَّا فَلَا طَاقَة لَك "فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبّه" اَىْ ظَهَرَ مِنْ نُوْرِهِ قَدْر نِصْف اُنْمُلَة الْخِنْصَر كَمَا فِى حَدِيث صَحَّحَهُ الْحَاكِم "لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا" بِالْقَصْرِ وَالْمَدّ اَىْ مَدْكُوكًا مُسْتَوِيًا بِالْاَرْضِ "وَخَرَّ مُوسَى صَعِقًا" مَغْشِيًّا عَلَيْهِ لِهَوْلِ مَا رَاٰى "فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانك" "تَنْزِيهًا لَّك" "تُبْت اِلَيْك" "مِنْ سُؤَال مَا لَمْ اُؤْمَر بِهٖ "وَاَنَا اَوَّل الْمُؤْمِنِيْنَ" فِى زَمَانِى

اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر آیا اور اس کے رب نے بلا واسطہ اس سے کلام کیا جس کو انہوں نے ہر جہت سے سنا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے اپنا آپ دیکھا کہ میں تجھے دیکھوں۔ فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا یعنی تجھے میری دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔ یہاں لن اریٰ سے تعبیر نہیں کیا تا کہ رؤیت باری کا امکان باقی رہے۔ اور لیکن اس پہاڑ کی طرف دیکھ، کیونکہ وہ طاقت میں تجھ سے قوی ہے۔ سو اگر وہ اپنی جگہ برقرار رہا تو پھر عنقریب تو بھی مجھے دیکھ لے گا۔ ورنہ تیرے لئے طاقت نہیں ہے۔ تو جب اس کا رب پہاڑ کے سامنے ظاہر ہوا، یعنی اپنے نور سے خنصر انگلی کے پورے کی نصف مقدار کے برابر نور کو ظاہر کیا جس طرح حدیث میں آیا ہے اور امام حاکم اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا لفظ دکا یہ مد اور قصر دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی وہ ریزہ ریزہ ہو کر

زمین کے برابر ہو گیا۔ اور موسیٰ نے جو دیکھا تو اس کے ہولناک ہونے کے سبب بے ہوش ہو کر گر پڑا، پھر جب اسے ہوش آیا تو اس نے کہا تو پاک ہے، میں نے سوال کرنے سے تیری طرف توبہ کی جس کا مجھے حکم نہ ہوا اور اپنے زمانے میں ایمان لانے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

## سورہ اعراف آیت ۱۴۳ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا) 7۔الاعراف:143) (پھر جب اس کے رب نے پہاڑ کی طرف تجلی کی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا)۔ حماد کہتے ہیں کہ سلیمان نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کی نوک داہنی انگلی پر رکھی اور فرمایا پھر پہاڑ پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حماد بن سلمہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1016)

## دنیا میں دیدار الٰہی نہ ہو سکنے کا بیان

حضرت موسیٰ ہوش میں آتے ہی اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی اور تعظیم و جلال بیان فرمانے لگے کہ واقعی وہ ایسا ہی ہے کہ کوئی زندہ اس کے جمال کی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر اپنے سوال سے توبہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سب بنی اسرائیل سے پہلے میں ایمان لانے والا بنتا ہوں۔ میں اس پر سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں کہ واقعی کوئی زندہ آنکھ تجھے دیکھ نہیں سکتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ سے پہلے کوئی مومن ہی نہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ اللہ کا دیدار زندوں کے لئے ناممکن ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الشفا کے شروع میں لکھتے ہیں کہ دیدار الٰہی کی اس تجلی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس چیونٹی کو بھی دیکھ لیا کرتے تھے جو دس فرسخ دور رات کے اندھیرے میں کسی پتھر پر چل رہی ہو اور بہت ممکن ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا معراج کے واقعہ کے بعد مخصوص ہوئے ہوں اور آپ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا قاضی صاحب کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔

| |
|---|
| قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ |
| ارشاد ہوا، اے موسیٰ! بیشک میں نے تمہیں لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ذریعے برگزیدہ و منتخب فرما لیا۔ |
| سو میں نے تمہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسے تھام لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰى لَهٗ "يَا مُوسَى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ" اخْتَرْتُكَ "عَلَى النَّاس" اَهْل زَمَانك "بِرِسَالَاتِي"

بِالْجَمْعِ وَالْاِفْرَادِ "وَبِكَلَامِي" اَیْ تَكْلِيمِي اِيَّاكَ "فَخُذْ مَا اٰتَيْتُكَ" مِنَ الْفَضْلِ "وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ" لِاَنْعُمِي،

ارشاد ہوا، اے موسیٰ! بیشک میں نے تمہیں تیرے زمانے کے لوگوں پر اپنے پیغامات اور اپنے کلام کے ذریعے برگزیدہ ومنتخب فرمالیا۔ رسالات یہ جمع اور مفرد کے ساتھ آیا ہے۔ سو میں نے تمہیں جو کچھ فضل عطا فرمایا ہے اسے تھام لو اور میری عطا کردہ نعمتوں کیلئے شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جناب باری فرماتا ہے کہ دوہری نعمت آپ کو عطا ہوئی یعنی رسالت اور ہم کلامی۔ مگر چونکہ ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام اول وآخر نبیوں کے سردار ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم کرنے والا آپ کو بنایا کہ قیامت تک آپ ہی کی شریعت جاری رہے گی اور تمام انبیاء اور رسولوں سے آپ کے تابعدار تعداد میں زیادہ ہوں گے فضیلت کے اعتبار سے آپ کے بعد سب سے افضل حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جو خلیل اللہ تھے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو کلیم اللہ تھے۔ اے موسیٰ جو مناجات اور کلام تجھے میں نے دیا ہے وہ لے لے اور مضبوطی سے اس پر استقامت رکھ اور اس پر جتنا تجھ سے ہو سکے شکر بجالایا کر۔ کہا گیا ہے کہ تورات کی تختیاں جواہر کی تھیں اور ان میں اللہ تعالیٰ نے تمام احکام حلال حرام کے تفصیل کے ساتھ لکھ دیئے تھے ان ہی تختیوں میں تورات تھی جس کے متعلق فرمان ہے کہ اگلے لوگوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے کتاب عطا فرمائی۔ یہ بھی مروی ہے کہ تورات سے پہلے یہ تختیاں ملی تھیں۔

الغرض دیدار الٰہی جس کی تمنا آپ نے کی تھی اس کے عوض یہ چیز آپ کو ملی۔ کہا گیا اسے ماننے کے ارادے سے لے لو اور اپنی قوم کو ان اچھائیوں پر عمل کرنے کی ہدایت کرو۔ آپ کو زیادہ تاکید ہوئی اور قوم کو ان سے کم۔ تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری حکم عدولی کرنے والے کا کیا انجام ہوتا ہے؟ جیسے کوئی کسی کو دھمکاتے ہوئے کہے کہ تم میری مخالفت انجام بھی دیکھ لو گے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں شام کے بدکاروں کے گھروں کا مالک بنا دوں گا یا مراد اس سے فرعونیوں کا ترکہ ہو۔ لیکن پہلی بات ہی زیادہ ٹھیک معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ فرمان تیہ کے میدان سے پہلے اور فرعون سے نجات پالینے کے بعد کا ہے۔

| |
|---|
| وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ |
| وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ○ |
| اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر ایک چیز کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل لکھ دی (ہے)، تم اسے مضبوطی سے |
| تھامے رکھو اور اپنی قوم کو (بھی) حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں کو اختیار کر لیں۔ میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا۔ |

## کتاب تورات کی تختیوں کا بیان

"وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ" اَیْ اَلْوَاحِ التَّوْرَاةِ وَكَانَتْ مِنْ سِدْرِ الْجَنَّةِ اَوْ زَبَرْجَدٍ اَوْ زُمُرُّدٍ سَبْعَةً اَوْ

عَشَرَة "مِنْ كُلِّ شَيْءٍ" يَحْتَاجِ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ "مَوْعِظَةً وَتَفْصِيْلًا" تَبْيِيْنًا "لِكُلِّ شَيْءٍ" بَدَل مِنَ الْجَار وَالْمَجْرُوْر قَبْله "فَخُذْهَا" قَبْله قُلْنَا مُقَدَّرًا "بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوْا بِأَحْسَنِهَا سَأُوْرِيْكُمْ دَارَ الْفَاسِقِيْنَ" فِرْعَوْن وَأَتْبَاعه وَهِيَ مِصْر لِيَعْتَبِرُوْا بِهِمْ،

اور ہم نے ان کے لئے تورات کی تختیوں میں ہر ایک چیز کی نصیحت اور ہر ایک چیز کی تفصیل لکھ دی ہے جو جنت والے بیری کے درخت یا زبرجد یا زمرد کی سات یا دس تختیاں تھیں۔ جس میں ضروریات دین کے احکام تھے۔ یہاں پر موعظہ اور تفصیلا یہ ماقبل جار مجرور کے محل سے بدل ہے۔ تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو یہاں پر فخذ ھا سے پہلے قلنا مقدر ہے۔ یعنی سختی اور مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے۔ اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ اس کو پکڑ لیں، اور اس کی بہترین باتوں کو اختیار کر لیں۔ میں عنقریب تمہیں نافرمانوں کا مقام دکھاؤں گا۔ جو فرعون اور اس کی اتباع کرنے والے ہیں اور وہ مقام مصر ہے تا کہ ان کے سبب تمہیں عبرت حاصل ہو۔

جو آخرت میں ان کا ٹھکانا ہے۔ حسن و عطا نے کہا کہ بدکاروں کے گھر سے جہنم مراد ہے۔ قتادہ کا قول ہے کہ معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں شام میں داخل کروں گا اور گزری ہوئی اُمتوں کے منازل دکھاؤں گا جنہوں نے اللہ کی مخالفت کی تا کہ تمہیں اس سے عبرت حاصل ہو۔ عطیہ عوفی کا قول ہے کہ دار الفاسقین سے فرعون اور اس کی قوم کے مکانات مراد ہیں جو مصر میں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ اس سے منازل کفار مراد ہیں۔ کلبی نے کہا کہ عاد و ثمود اور ہلاک شدہ اُمتوں کے منازل مراد ہیں جن پر عرب کے لوگ اپنے سفروں میں ہو کر گزرا کرتے تھے۔

| |
|---|
| سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ |
| اور میں اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں، یہ اس لیے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بن بیٹھے۔ |

## تکبر کے سبب حق سے پھرنے کا بیان

"سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيَاتِي" دَلَائِل قُدْرَتِي مِنَ الْمَصْنُوعَات وَغَيْرِهَا "الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ" بِاَنْ اَخْذُلهم فَلَا يَتَكَبَّرُوْنَ فِيْهَا "وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْل" طَرِيْق "الرُّشْد" الْهُدَى الَّذِي جَاءَ مِنْ عِنْد اللّٰه "لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا" يَسْلُكُوْهُ "وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْل الْغَيِّ" الضَّلَال "يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ذٰلِكَ" الصَّرْف "بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غَافِلِيْنَ" تَقَدَّمَ مِثْله،

50
50

اور میں اپنی آیتوں سے یعنی جو میری قدرت کی صنعت وغیرہ پر دلائل ہیں انہیں پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں جبکہ میں انہیں اس طرح رسوا کروں گا کہ وہ ان دلائل میں غور وفکر نہ کر سکیں۔ اور اگر سب نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں جو اللہ کی طرف سے آئی ہے اس میں بھی چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں، یہ پھیرنا اس لیے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر بن بیٹھے۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔

## تکبر کے انجام کا بیان

تکبر کا نتیجہ ہمیشہ جہالت ہوتا ہے ایسے لوگوں کو حق سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ان کے بے ایمانی کی وجہ سے ان کے دل الٹ جاتے ہیں، آنکھ کان بیکار ہو جاتے ہیں۔ ان کی کجی ان کے دلوں کو بھی کج کر دیتی ہے۔ علماء کا مقولہ ہے کہ متکبر اور پوچھنے سے جی چرانے والا کبھی عالم نہیں ہوسکتا۔ جو شخص تھوڑی دیر کے لئے علم کے حاصل کرنے میں اپنے آپ کو دوسرے کے سامنے نہ جھکائے وہ عمر بھر ذلت و رسوائی میں رہتا ہے۔ متکبر لوگوں کو قرآن کی سمجھ کہاں؟ وہ تو رب کی آیتوں سے بھاگتے رہتے ہیں۔ اس امت کے لوگ ہوں یا اور امتوں کے سب کے ساتھ اللہ کا طریقہ یہی رہا ہے کہ تکبر کی وجہ سے حق کی پیروی نصیب نہیں ہوتی چونکہ یہ لوگ اللہ کے عذاب کے مستحق ہو چکے ہیں اگرچہ یہ بڑے بڑے معجزے بھی دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ گو نجات کے راستے ان پر کھل جائیں لیکن اس راہ پر چلنا ان کے لئے دشوار ہے۔ ہاں بری راہ سامنے آتے ہی یہ بے طرح اس پر لپکے۔ اس لئے کہ ان کے دلوں میں جھٹلانا ہے اور اپنے اعمال کے نتیجوں سے بے خبر ہیں۔ جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں، آخرت کا یقین نہ رکھیں، اسی عقیدے پر مریں ان کے اعمال اکارت ہیں۔ ہم کسی پر ظلم نہیں کرتے بدلہ صرف کیے ہوئے اعمال کا ہی ملتا ہے۔ بھلے کا بھلا اور برے کا برا، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ان کے اعمال برباد ہو گئے۔ انہیں کیا بدلہ ملے گا |
| مگر وہی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ |

## دنیا میں صلہ رحمی وصدقہ کرنے کا اجر کفار کو آخرت میں نہ ملنے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ" الْبَعْث وَغَيْره "حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالهمْ" مَا عَمِلُوْهُ فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْر كَصِلَةِ رَحِم وَصَدَقَة فَلَا ثَوَاب لَهُمْ لِعَدَمِ شَرْطه "هَلْ" مَا "يُجْزَوْنَ اِلَّا" جَزَاء "مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" مِنْ التَّكْذِيب وَالْمَعَاصِي،

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا یعنی دوبارہ زندہ ہونے وغیرہ کو جھٹلایا ہے تو ان دنیا میں ان

کیے ہوئے اعمال برباد ہو گئے۔ جس طرح انہوں نے صلہ رحمی اور صدقہ کیا تھا تو شرط نہ پائے جانے کے سبب ان کا کوئی ثواب نہیں ہوگا۔ انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی جو انہوں کی تکذیب اور نافرمانی کی تھی۔

ذوالنون قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حکمت قرآن سے اہل باطل کے قلوب کا اکرام نہیں فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو لوگ میرے بندوں پر تجبر کرتے ہیں اور میرے اولیاء سے لڑتے ہیں میں انہیں اپنی آیتوں کے قبول اور تصدیق سے پھیر دوں گا تاکہ وہ مجھ پر ایمان نہ لائیں یہ ان کے عناد کی سزا ہے کہ انہیں ہدایت سے محروم کیا گیا۔

| |
|---|
| وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا |
| یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝ |
| اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا جو ایک جسم تھا، اس کی آواز گائے کی تھی، کیا انہوں |
| نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انہیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ انہوں نے اسی کو بنالیا اور وہ ظالم تھے۔ |

## مٹی سے آواز کے متاثر کرنے کا بیان

"وَاتَّخَذَ قَوْم مُوسَى مِنْ بَعْده" أَيْ بَعْد ذَهَابه إِلَى الْمُنَاجَاة "مِنْ حُلِيّهمْ" الَّذِيْ اسْتَعَارُوْهُ مِنْ قَوْم فِرْعَوْن بِعِلَّةِ عُرْس فَبَقِيَ عِنْدهمْ "عِجْلًا" صَاغَهُ لَهُمْ مِنْهُ السَّامِرِيّ "جَسَدًا" بَدَلَ لَحْمًا وَدَمًا "لَهُ خُوَار" أَيْ صَوْت يُسْمَع انْقَلَبَ كَذٰلِكَ بِوَضْعِ التُّرَاب الَّذِيْ أَخَذَهُ مِنْ حَافِر فَرَس جِبْرِيل فِيْ فَمه فَإِنَّ أَثَره الْحَيَاة فِيْمَا يُوضَع فِيْهِ وَمَفْعُول اتَّخَذَ الثَّانِيْ مَحْذُوْف أَيْ إِلٰهًا "أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيْلًا" فَكَيْفَ يُتَّخَذ إِلٰهًا "اتَّخَذُوْهُ" إِلٰهًا "وَكَانُوْا ظَالِمِيْنَ" بِاتِّخَاذِهِ،

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے کوہِ طور پر جانے کے بعد اپنے زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا وہ زیورات جو فرعون کی قوم سے شادی کے بہانے ان کو ملے تھے۔ وہ ان کے پاس باقی تھے۔ سامری انے ان کیلئے پتلا بنادیا جو ایک جسم تھا، جسد سے مراد خود وگوشت ہے۔ اس کی آواز گائے کی تھی، جس کو سامری نے جبرائیل کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے لیا تھا۔ اس کا اثر ہر زندگی والی چیز میں ظاہر ہوتا تھا۔ جس میں اس کو ڈالا جاتا۔ یہاں پر اتخذ کا مفعول ثانی محذوف ہے جو الہا ہے۔ کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ وہ نہ ان سے بات کرسکتا ہے اور نہ ہی انہیں راستہ دکھا سکتا ہے۔ تو وہ معبود کیسے بن سکتا ہے۔ انہوں نے اسی کو معبود بنالیا اور وہ اس کو معبود بنا کر ظلم کرنے والے ہیں۔

## سامری کا بچھڑے کو بنانے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے وعدے کے مطابق تورات لینے گئے ادھر فرعونیوں کے جو زیور بنی اسرائیل کے پاس رہ گئے تھے سامری نے انہیں جمع کیا اور اپنے پاس سے اس میں خاک کی مٹھی ڈال دی جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کی ٹاپ

تلے سے اس نے اٹھائی تھی اللہ کی قدرت سے وہ سونا گل کر مثل ایک گائے کے جسم کے ہو گیا اور چونکہ کھوکھلا تھا اس میں سے آواز بھی آنے لگی اور وہ بالکل ہو بہو گائے کی سی آواز تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کو بہکا کر اس کی عبادت کرانی شروع کر دی بہت سے لوگ اسے پوجنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے طور پر حضرت موسیٰ کو اس فتنے کی خبر دی۔ یہ بچھڑا یا تو سچ مچ خون گوشت کا بن گیا تھا یا سونے کا ہی تھا مگر شکل گائے کی تھی یہ اللہ ہی جانے۔ بنی اسرائیل تو آواز سنتے ہی ناچنے لگے اور اس پر ریجھ گئے۔ سامری نے کہہ دیا کہ اللہ تو یہی ہے موسیٰ بھول گئے ہیں۔ انہیں اتنی بھی تمیز نہ آئی کہ وہ اللہ تو کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور کسی نفع نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا۔ اس بچھڑے کو اس اللہ کو چھوڑ کر پوجو جو سب کا مالک اور سب کا خالق ہے۔ اس کی وجہ سوائے اندھے پن اور بے عقلی کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہے پھر جب اس محبت میں کمی آئی آنکھیں کھلیں تو اپنے اس فعل پر نادم ہونے لگے اور یقین کر لیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے تو اللہ سے بخشش مانگنے لگے۔ ایک قرأت میں تغفر تے سے بھی ہے۔ جان گئے کہ اگر معافی نہ ملی تو بڑے نقصان سے دوچار ہو جائیں گے۔ غرض اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے جھکے اور التجا کرنے لگے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا سُقِطَ فِيٓ اَيۡدِيۡهِمۡ وَرَاَوۡا اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوۡا قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ يَرۡحَمۡنَا رَبُّنَا وَيَغۡفِرۡ لَنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ○ |
| اور جب وہ اپنے کیے پر شدید نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی گمراہ ہو گئے ہیں (تو) کہنے لگے: اگر ہمارے رب |
| نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ |

## اللہ کی بارگاہ میں بخشش کی دعا مانگنے کا بیان

"وَلَمَّا سُقِطَ فِيۡ اَيۡدِيهِمۡ" اَيۡ نَدِمُوۡا عَلٰى عِبَادَته "وَرَاَوۡا" عَلِمُوۡا "اَنَّهُمۡ قَدۡ ضَلُّوا" بِهَا وَذٰلِكَ بَعۡد رُجُوع مُوۡسَى "قَالُوۡا لَئِنۡ لَّمۡ يَرۡحَمنَا رَبّنَا وَيَغۡفِر لَنَا" بِالۡيَاءِ وَالتَّاء فِيۡهِمَا، لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخَاسِرِيۡنَ،

اور جب وہ اپنے کیے یعنی کی ہوئی عبادت پر شدید نادم ہوئے اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ واقعی گمراہ ہو گئے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع کر کے کہنے لگے، اگر ہمارے رب نے ہم پر رحم نہ فرمایا اور ہمیں نہ بخشا تو ہم یقیناً نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہاں یغفر یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا رَجَعَ مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئۡسَمَا خَلَفۡتُمُوۡنِيۡ مِنۡۢ بَعۡدِيۡ ۚ اَعَجِلۡتُمۡ اَمۡرَ |
| رَبِّكُمۡ ۚ وَاَلۡقَى الۡاَلۡوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاۡسِ اَخِيۡهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيۡهِ ؕ قَالَ ابۡنَ اُمَّ اِنَّ الۡقَوۡمَ اسۡتَضۡعَفُوۡنِيۡ |
| وَكَادُوۡا يَقۡتُلُوۡنَنِيۡ ۖ فَلَا تُشۡمِتۡ بِيَ الۡاَعۡدَآءَ وَلَا تَجۡعَلۡنِيۡ مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ○ |
| اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف نہایت غم و غصہ سے بھرے ہوئے پلٹے تو کہنے لگے کہ تم نے میرے بعد میرے پیچھے |
| بہت ہی برا کام کیا ہے، کیا تم نے اپنے رب کے حکم پر جلد بازی کی؟ اور تختیاں نیچے رکھ دیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی |

| |
|---|
| طرف کھینچا تو ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! بیشک اس قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر |
| ڈالیں، سو آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کریں۔ |

## موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے قوم کی طرف واپسی کا بیان

"وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ" مِنْ جِهَتِهِمْ "اَسِفًا" شَدِيْدَ الْحُزْنِ "قَالَ بِئْسَمَا" اَیْ بِئْسَ خِلَافَةً "خَلَفْتُمُوْنِي" خَلَفْتُمُوْنِيْهَا "مِنْ بَعْدِي" خِلَافَتُكُمْ هٰذِهِ حَيْثُ اَشْرَكْتُمْ "اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ" اَلْوَاحَ التَّوْرَاةِ غَضَبًا لِرَبِّهٖ فَتَكَسَّرَتْ "وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيهِ" اَیْ بِشَعْرِهٖ بِيَمِينِهٖ وَلِحْيَتِهٖ بِشِمَالِهٖ "يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ" غَضَبًا "قَالَ" يَا "ابْنَ اُمَّ" بِكَسْرِ الْمِيمِ وَفَتْحِهَا اَرَادَ اُمِّي وَذِكْرُهَا اَعْطَفُ لِقَلْبِهٖ "اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوا" قَارَبُوا "يَقْتُلُوْنَنِيْ فَلَا تُشْمِتْ" تُفْرِحْ "بِيَ الْاَعْدَاءَ" بِاِهَانَتِكَ اِيَّايَ "وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ" بِعِبَادَةِ الْعِجْلِ فِي الْمُؤَاخَذَةِ،

اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف نہایت غم وغصہ سے بھرے ہوئے پلٹے یعنی شدید غمزدہ حالت میں آئے۔ تو کہنے لگے کہ تم نے میرے جانے کے بعد میرے پیچھے بہت ہی برا کام کیا ہے، یعنی میرے بعد تم نے شرک اپنا لیا کیا تم نے اپنے رب کے حکم پر جلد بازی کی؟! اور موسیٰ علیہ السلام نے تورات کی تختیاں نیچے رکھ دیں جو ٹوٹ گئیں اور اپنے بھائی کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا یعنی دائیں ہاتھ سے سر کے بال اور بائیں ہاتھ سے داڑھی کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ تو ہارون علیہ السلام نے کہا، اے میری ماں کے بیٹے! یہاں پر ام کی میم کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اور والدہ کا ذکر اس لئے کیا کہ ان کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے بیشک اس قوم نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ میرے منع کرنے پر مجھے قتل کر ڈالیں، سو آپ کی اہانت کے سبب دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیں اور مجھے ان ظالم لوگوں کے زمرے میں شامل نہ کریں۔ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی پوجا کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور سے واپسی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ طور پر ہی اپنی قوم کا یہ کفر معلوم ہو چکا تھا اس لئے سخت غضبناک ہو کر واپس آئے اور فرمانے لگے کہ تم نے تو میرے بعد سخت نالائقی کی۔ تم نے میرا انتظار بھی نہ کیا میری ذرا سی تاخیر میں یہ ظلم ڈھایا غصے کے مارے تختیاں ہاتھ سے پھینک دیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ زمرد یا یاقوت یا کسی اور چیز کی تھیں۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ |
| موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل |
| فرما لے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔ |

## موسیٰ علیہ السلام کا اپنے اور اپنے بھائی کیلئے دعا مانگنے کا بیان

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ" مَا صَنَعْتُ بِاَخِيْ "وَلِاَخِيْ" اَشْرِكْهُ فِي الدُّعَاءِ اِرْضَاءً لَهٗ وَدَفْعًا لِلشَّمَاتَةِ بِهٖ،

وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ،

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے رب! جو مجھ سے اور میرے بھائی سے ہوا، مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرما دے یہاں پر موسیٰ علیہ السلام نے دعا میں اپنے بھائی کو شامل کرلیا تاکہ وہ خوش ہو جائیں اور ان کا رنج دور ہو جائے۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے دامن میں داخل فرمالے اور تو سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔

سیدنا ہارون علیہ السلام کے حلیمانہ جواب سے جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طبیعت کچھ اعتدال پر آئی تو سمجھے کہ انہوں نے اس معاملہ میں اپنے بھائی پر زیادتی کی ہے لہٰذا فوراً اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوئے کہ مجھے بھی بخش دے اور اگر میرے بھائی سے ان لوگوں کو شرک سے باز رکھنے میں کچھ کوتاہی واقع ہوئی ہے تو اسے بھی معاف فرما دے اور ہمیں اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔
سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اپنے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام کو اس دعائے مغفرت ورحمت میں شریک کرنے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی جو سیدنا ہارون علیہ السلام نے کہا تھا کہ مجھ پر میرے دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اس قسم کی دعا سے اس شکایت کا ازالہ بھی مقصود تھا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ |
| وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ۝ |
| بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو (معبود) بنالیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی |
| میں ذلت بھی، اور ہم اسی طرح افترا پردازوں کو سزا دیتے ہیں۔ |

## بچھڑے کی پرستش کے سبب عذاب کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ" اِلٰهًا "سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ" عَذَاب "مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا" فَعُذِّبُوا بِالْاَمْرِ بِقَتْلِ اَنْفُسِهِمْ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ "وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَزَیْنَاهُمْ "نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ" عَلَى اللّٰهِ بِالْاِشْرَاكِ وَغَیْرِهٖ،

بیشک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ہے انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب یعنی عذاب بھی پہنچے گا اور دنیوی زندگی میں ذلت بھی، یعنی انہیں ان کی جانوں کے قتل کا حکم اور قیامت کے دن ان پر ذلت مسلط کردی جائے گی۔ اور ہم اسی طرح افترا پردازوں یعنی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کو سزا دیتے ہیں۔

حسن بصری فرماتے ہیں گو وہ دنیوی ٹھاٹھ رکھتا ہو لیکن ذلت اس کے چہرے پر برستی ہے۔ قیامت تک یہی سزا ہر جھوٹے افترا باز کی اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہر بدعتی ذلیل ہے۔ پھر فرماتے ہے کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا ہے خواہ کیسا ہی گناہ ہو لیکن توبہ کے بعد وہ معاف فرما دیتا ہے گو کفر وشرک اور نفاق وشقاق ہی کیوں نہ ہو۔ فرمان ہے کہ جو لوگ برائیوں کے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لائیں تو اے رسول رحمت اور اے نبی نور (یعنی قرآن) تیرا رب اس فعل کے بعد بھی غفور ورحیم ہے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے (تو) بیشک آپ کا رب |
| اس کے بعد بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## گناہوں کے بعد توبہ کرلینے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّئَات ثُمَّ تَابُوا" رَجَعُوا عَنْهَا "مِنْ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوا" بِاللّٰهِ "إِنَّ رَبَّك مِنْ بَعْدهَا" أَيْ التَّوْبَة "لَغَفُور" لَهُمْ "رَحِيْم" بِهِمْ،

اور جن لوگوں نے برے کام کئے پھر اس کے بعد توبہ کرلی یعنی ان کاموں سے رجوع کرلیا اور ایمان لے آئے تو بیشک آپ کا رب اس کے بعد یعنی توبہ کرنے کے بعد ان کیلئے بڑا ہی بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کاری کرے پھر اس سے نکاح کرلے تو؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی کوئی دس دس مرتبہ اسے تلاوت کیا اور کوئی حکم یا منع نہیں کیا۔

| |
|---|
| وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى |
| وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ○ |
| اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ |

## دوبارہ تختیوں کو وہاں سے اٹھا لینے کا بیان

"وَلَمَّا سَكَتَ" سَكَنَ "عَنْ مُوسَى الْغَضَب اَخَذَ الْاَلْوَاح" الَّتِي اَلْقَاهَا "وَفِيْ نُسْخَتهَا" أَيْ مَا نُسِخَ فِيهَا أَيْ كُتِبَ "هُدًى" مِنْ الضَّلَالَة "وَرَحْمَة لِلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ" يَخَافُوْنَ وَاَدْخَلَ اللَّام عَلَى الْمَفْعُول لِتَقَدُّمِهِ،

اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھالیں جن کو رکھا تھا اور ان کی تحریر میں گمراہی سے ہدایت اور رحمت لکھی ہوئی ہے ان کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ یہاں پر مفعول کے مقدم ہونے کے سبب اس لام کو داخل کیا گیا ہے۔ اور وہ لفظ لربھم ہے۔

حضرت موسیٰ کو اپنی قوم پر جو غصہ تھا جب وہ جاتا رہا تو سخت غصے کی حالت میں جن تختیوں کو انہوں نے زمین پر ڈال دیا تھا اب اٹھالیں۔ یہ غصہ صرف اللہ کی راہ میں تھا کیونکہ آپ کی قوم نے بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ ان تختیوں میں ہدایت ورحمت تھی۔ کہتے ہیں کہ جب کلیم اللہ نے تختیاں زمین پر ڈال دیں تو وہ ٹوٹ گئیں پھر انہیں جمع کیا۔ تو ان میں رہبری اور رحم پایا اور تفصیل اٹھالی گئی تھی۔

کہتے ہیں کہ ان تختیوں کے ٹکڑے شاہی خزانوں میں بنی اسرائیل کے پاس دولت اسلامیہ کے ابتدائی زمانے تک محفوظ رہے۔

| |
|---|
| وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ |
| اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا |
| مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ○ |
| اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر 70، مرد ہمارے وعدہ کے لیے چنے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا موسیٰ نے عرض کی |
| اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں |
| نے کیا وہ نہیں مگر تیرا آزمانا، تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے |
| اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ |

## بنی اسرائیل سے میقات کیلئے ستر آدمیوں کے انتخاب کا بیان

"وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ" اَیْ مِنْ قَوْمِه "سَبْعِيْنَ رَجُلًا" مِمَّنْ لَّمْ يَعْبُدُوا الْعِجْلَ بِاَمْرِهٖ تَعَالٰى "لِمِيْقَاتِنَا" اَیْ لِلْوَقْتِ الَّذِیْ وَعَدْنَاهُ بِاِتْيَانِهِمْ فِيْهِ لِيَعْتَذِرُوْا مِنْ عِبَادَةِ اَصْحَابِهِمُ الْعِجْلَ فَخَرَجَ بِهِمْ "فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ" الزَّلْزَلَةُ الشَّدِيْدَةُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِاَنَّهُمْ لَمْ يُزَايِلُوْا قَوْمَهُمْ حِيْنَ عَبَدُوا الْعِجْلَ قَالَ: وَهُمْ غَيْرُ الَّذِيْنَ سَاَلُوا الرُّؤْيَةَ وَاَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ "قَالَ" مُوسٰى "رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ" اَیْ قَبْلَ خُرُوْجِیْ بِهِمْ لِيُعَايِنَ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ ذٰلِكَ وَلَا يَتَّهِمُوْنَ "اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا" اسْتِفْهَامُ اسْتِعْطَافٍ اَیْ لَا تُعَذِّبْنَا بِذَنْبِ غَيْرِنَا "اِنْ" مَا "هِيَ" اَیِ الْفِتْنَةُ الَّتِیْ وَقَعَ فِيْهَا السُّفَهَاءُ "اِلَّا فِتْنَتُكَ" اِبْتِلَاؤُكَ "تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ" اِضْلَالَه "وَتَهْدِیْ مَنْ تَشَاءُ" هِدَايَتَه "اَنْتَ وَلِيُّنَا" مُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا،

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر 70، مرد ہمارے وعدہ کے لیے چنے۔ یعنی جن کو مقررہ وقت پر آنے کیلئے کہا گیا جس کا ان سے عہد ہوا۔ جنہوں نے بچھڑے کی پوجا نہ کی تھی کیونکہ اللہ نے حکم دیا تھا کہ وہ اپنے ان اصحاب کی معافی مانگیں جنہوں نے بچھڑے کی پوجا کی، جب وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے پھر جب انہیں زلزلہ نے لیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زلزلہ اس لئے آیا تھا کیونکہ انہوں نے اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا سے منع نہیں کیا تھا۔ اور یہ لوگ اللہ کی رؤیت کا سوال کرنے والوں کے سوا کوئی اور تھے۔ موسیٰ نے عرض کی اے رب میرے! تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا یعنی میرے ساتھ ان کے نکلنے سے پہلے ہی ان کو ہلاکت کر دیتا تا کہ بنو اسرائیل اس کا خود مشاہدہ کرتے اور وہ مجھ پر کوئی الزام نہ لگاتے۔ کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا، یہاں استفہام رحم کیلئے ہے، وہ بے وقوفوں کا فتنہ نہیں ہے مگر تیرا آزمانا، تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے یعنی ہدایت دے جسے چاہے تو ہمارے

معاملات کا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

## ستر آدمیوں کے بے ہوش ہونے یا ہوش میں آنے کا بیان

امام محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ انہیں اس بت پرستی سے توبہ کرنے کیلئے بطور وفد کے آپ لے چلے تھے۔ ان سے فرما دیا تھا کہ پاک صاف ہو جاؤ پاک کپڑے پہن لو اور روزے سے چلو یہ اللہ کے بتائے ہوئے وقت پر طور سینا پہنچے۔ مناجات میں مشغول ہوئے تو انہوں نے خواہش کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم بھی اللہ کا کلام سنیں آپ نے دعا کی جب حسب عادت بادل آیا اور موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے اور بادل میں چھپ گئے قوم سے فرمایا تم بھی قریب آ جاؤ یہ بھی اندر چلے گئے اور حسب معمول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر ایک نور چمکنے لگا جو اللہ کے کلام کے وقت برابر چمکتا رہتا تھا اس وقت کوئی انسان آپ کے چہرے پر نگاہ نہیں ڈال سکتا تھا آپ نے حجاب کر لیا لوگ سب سجدے میں گر پڑے اور اللہ کا کلام شروع ہوا جو یہ لوگ بھی سن رہے تھے کہ فرمان ہو رہا ہے یہ کر یہ نہ کر وغیرہ۔ جب باتیں ہو چکیں اور ابر اٹھ گیا تو ان لوگوں نے کہا ہم تو جب تک اللہ کو خود خوب ظاہر نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر کڑاکا نازل ہوا اور سب کے سب ایک ساتھ مر گئے موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے اور مناجات شروع کر دی اس میں یہاں تک کہا کہ اگر ہلاک ہی کرنا تھا تو اس سے پہلے ہلاک کیا ہوتا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اور شبر اور شبیر کو لے کر پہاڑ کی گھاٹی میں گئے۔ ہارون ایک بلند جگہ کھڑے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی جب آپ واپس بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے بھائی بڑے ملنسار اور نرم آدمی تھے آپ نے ہی انہیں الگ لے جا کر قتل کر دیا اس پر آپ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے ستر آدمی چھانٹ کر میرے ساتھ کر دو انہوں نے کر دیئے جنہیں لے کر آپ گئے اور حضرت ہارون کی لاش سے پوچھا کہ آپ کو کس نے قتل کیا؟ اللہ کی قدرت سے وہ بولے کسی نے نہیں بلکہ میں اپنی موت مرا ہوں انہوں نے کہا بس موسیٰ اب سے آپ کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے گی اسی وقت زلزلہ آیا جس سے وہ سب مر گئے اب تو حضرت موسیٰ بہت گھبرائے دائیں بائیں گھومنے لگے اور وہ عرض کرنے لگے جو قرآن میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا قبول کر لی ان سب کو زندہ کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ |
| بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ |
| وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ |
| اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت میں بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے، فرمایا میرا عذاب میں جسے |
| چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ |
| دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ |

## دنیاوآخرت کی بھلائی طلب کرنے کا بیان

"وَاكْتُبْ" اَوْجِبْ "لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْاٰخِرَةِ" حَسَنَةً "اِنَّا هُدْنَا" تُبْنَا "اِلَيْكَ قَالَ" تَعَالٰى "عَذَابِي اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاءُ" تَعْذِيبه "وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ" عَمَّتْ "كُلَّ شَيْءٍ" فِي الدُّنْيَا "فَسَاَكْتُبُهَا" فِي الْاٰخِرَةِ "لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ،

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی لکھ اور آخرت کیلئے بھی بھلائی لکھ لے۔ بیشک ہم تیری طرف رجوع لائے ، یعنی ہم توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے فرمایا میرا عذاب میں جسے چاہوں دوں اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے تو عنقریب دنیا میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا اور آخرت میں ان کیلئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں یہ تو تیری طرف کی آزمائش ہی ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تیری ہی چاہت کامیاب ہے۔ ہدایت و ضلالت تیرے ہی ساتھ ہے جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو بہکائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ ملک کا مالک تو اکیلا، حکم کا حاکم صرف تو ہی ہے۔ خلق وامر تیرا ہی ہے تو ہمارا ولی ہے، ہمیں بخش، ہم پر رحم فرما، تو سب سے اچھا معاف فرمانے والا ہے۔ غفر کے معنی ہیں چھپا دینا اور پکڑ نہ کرنا جب رحمت بھی اس کے ساتھ مل جائے تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ آئندہ اس گناہ سے بچاؤ ہو جائے۔ گناہوں کا بخش دینے والا صرف تو ہی ہے۔ پس جس چیز سے ڈر تھا اس کا بچاؤ طلب کرنے کے بعد اب مقصود حاصل کرنے کیلئے دعا کی جاتی ہے کہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اسے ہمارے نام لکھ دے واجب وثابت کر دے۔ حسنہ کی تفسیر سورۃ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں، رغبت ہماری تیری ہی جانب ہے، ہماری توبہ اور عاجزی تیری طرف ہے۔ حضرت علی سے مروی ہے کہ چونکہ انہوں نے ھدنا کہا تھا اس لئے انہیں یہودی کہا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر من جانب اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش و معاد کے علوم و معارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف وکمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور

ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

## سابقہ کتب سماوی میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف والقاب کا بیان

"اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ" مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ" بِاسْمِہِ وَصِفَتِہِ "یَاْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَاھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَھُمُ الطَّیِّبَاتِ" مِمَّا حَرَّمَ فِیْ شَرْعِھِمْ "وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبَائِثَ" مِنَ الْمَیْتَۃِ وَنَحْوِھَا "وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ" ثِقَلَھُمْ "وَالْاَغْلَالَ" الشَّدَائِدَ "الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ" کَقَتْلِ النَّفْسِ فِی التَّوْبَۃِ وَقَطْعِ اَثَرِ النَّجَاسَۃِ، فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ،

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو امّی (لقب) نبی ہیں (یعنی دنیا میں کسی شخص سے پڑھے بغیر مِن جانبِ اللہ لوگوں کو اخبارِ غیب اور معاش ومعاد کے علوم ومعارف بتاتے ہیں) جن (کے اوصاف وکمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں جیسے مردار وغیر ہیں۔ اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلّط) تھے، ساقط فرماتے ہیں۔ جس طرح توبہ کرنے کیلئے اپنی جان کو قربان کرنا ہے۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد ونصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

## گذشتہ زمانوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کے اوصاف کی معرفت کا بیان

مسند احمد میں ہے ایک صاحب فرماتے ہیں میں کچھ خرید وفروخت کا سامان لے کر مدینے آیا جب اپنی تجارت سے فارغ ہوا تو میں نے کہا اس شخص سے بھی مل لوں میں چلا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر کے ساتھ کہیں جا رہے ہیں میں بھی پیچھے پیچھے چلنے لگا آپ ایک یہودی عالم کے گھر گئے اس کا نوجوان خوبصورت تنومند بیٹا نزع کی حالت میں تھا اور وہ اپنے دل کو تسکین دینے کیلئے تورات کھولے ہوئے اس کے پاس بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تجھے اس کی قسم جس نے یہ تورات نازل فرمائی ہے کیا میری صفت اور میرے معبوث ہونے کی خبر اس میں تمہارے پاس ہے

یا نہیں؟ اس نے اپنے سر کے اشارے سے انکار کیا۔ اسی وقت اس کا وہ بچہ بول اٹھا کہ اس کی قسم جس نے تورات نازل فرمائی ہے ہم آپ کی صفات اور آپ کے آنے کا پورا حال اس تورات میں موجود پاتے ہیں اور میری تہہ دل سے گواہی ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آپ اس کے سچے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا اس یہودی کو اپنے بھائی کے پاس سے ہٹاؤ پھر آپ ہی اس کے کفن دفن کے والی بنے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔

مستدرک حاکم میں ہے حضرت ہشام بن عاص اموی فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صاحب روم کے بادشاہ ہرقل کو دعوت اسلام دینے کیلئے روانہ ہوئے۔ غوطہ دمشق میں پہنچ کر ہم حیلہ بن ایم غسانی کے ہاں گئے اس نے اپنا قاصد بھیجا کہ ہم اس سے باتیں کرلیں۔ ہم نے کہا واللہ ہم تم سے کوئی بات نہ کریں گے ہم بادشاہ کے پاس بھیجے گئے ہیں اگر وہ چاہیں تو ہم سے خود سنیں اور خود جواب دیں ورنہ ہم قاصدوں سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ قاصدوں نے یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی اس نے اجازت دی اور ہمیں اپنے پاس بلالیا چنانچہ میں نے اس سے باتیں کیں اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ اس وقت سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہنے لگا کہ دیکھ میں نے یہ لباس پہن رکھا ہے اور حلف اٹھایا ہے کہ جب تک تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں گا اس سیاہ لبادے کو نہ اتاروں گا۔ قاصد اسلام نے یہ سن کر پھر کہا بادشاہ ہوش سنبھالو اللہ کی قسم یہ آپ کے تخت کی جگہ اور آپ کے بڑے بادشاہ کا پائے تخت بھی انشاء اللہ عنقریب ہم اپنے قبضے میں کرلیں گے۔ یہ کوئی ہماری ہوس نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں یہ پختہ خبر مل چکی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہاں ہم سے ہمارا یہ تخت وتاج وقوم چھینے گی جو دنوں کو روزے سے رہتے ہوں اور راتوں کو تہجد پڑھتے ہوں۔ اچھا تم بتاؤ تمہارے روزے کے احکام کیا ہیں؟ اب جو ہم نے بتائے تو اس کا منہ کالا ہوگیا۔ اس نے اسی وقت ہمارے ساتھ اپنا ایک آدمی کردیا اور کہا انہیں شاہ روم کے پاس لے جاؤ جب ہم اس کے پائے تخت کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا تم اس حال میں تو اس شہر میں نہیں جا سکتے اگر تم کہو تو میں تمہارے لئے عمدہ سواریاں لا دوں ان پر سوار ہو کر تم شہر میں چلو ہم نے کہا ناممکن ہے ہم تو اسی حالت میں انہی سواریوں پر چلیں گے انہوں نے بادشاہ سے کہلوا بھیجا وہاں سے اجازت آئی کہ اچھا انہیں اونٹوں پر ہی لے آؤ ہم اپنے اونٹوں پر سوار گلے میں تلواریں لٹائے شاہی محل کے پاس پہنچے وہاں ہم نے اپنی سواریاں بٹھائیں بادشاہ دریچے میں سے ہمیں دیکھ رہا تھا ہمارے منہ سے بے ساختہ دعا (لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر) کا نعرہ نکل گیا۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسی وقت شام اور روم کا محل تھرا اٹھا اس طرح جس طرح کسی خوشے کو تیز ہوا کا جھونکا ہلا رہا ہو اسی وقت محل سے شاہی قاصد دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہ نہیں چاہئے کہ اپنے دین کو اس طرح ہمارے سامنے اعلان کرو، چلو تم کو بادشاہ سلامت یاد کررہے ہیں چنانچہ ہم اس کے ساتھ دربار میں گئے دیکھا کہ چاروں طرف سرخ مخمل اور سرخ ریشم ہے خود بھی سرخ لباس پہنے ہوئے ہے تمام دربار پادریوں اور ارکان سلطنت سے بھرا ہوا ہے۔ جب ہم پاس پہنچ گئے تو مسکرا کر کہنے لگا جو سلام تم میں آپس میں مروج ہے تم نے مجھے وہ سلام کیوں نہ کیا؟ ترجمان کی معرفت ہمیں بادشاہ کا یہ سوال پہنچا تو ہم نے جواب دیا کہ جو سلام ہم میں ہے اس کے لائق تم نہیں اور جو آداب کا دستور تم میں ہے وہ ہمیں پسند نہیں۔ اس نے کہا اچھا تمہارا سلام آپس میں کیا ہے؟ ہم نے کہا السلام علیکم اس نے کہا اپنے بادشاہ کو تم کس طرح

سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا صرف ان ہی الفاظ سے۔ پوچھا اچھا وہ بھی تمہیں کوئی جواب دیتے ہیں ہم نے کہا یہی الفاظ وہ کہتے ہیں۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں سب سے بڑا کلمہ کون سا ہے؟ ہم نے کہا دعا (لا الـــہ الا اللہ و اللہ اکبـــر)۔ اللہ عزوجل کی قسم ادھر ہم نے یہ کلمہ کہا ادھر پھر سے محل میں زلزلہ پڑا یہاں تک کہ سارا دربار چھت کی طرف نظریں کر کے سہم گیا۔ بادشاہ ہیبت زدہ ہو کر پوچھنے لگا کیوں جی اپنے گھروں میں بھی جب کبھی تم یہ کلمہ پڑھتے ہو تمہارے گھر بھی اس طرح زلزلے میں آ جاتے ہیں؟ ہم نے کہا کبھی نہیں ہم نے تو یہ بات یہیں آپ کے ہاں ہی دیکھی ہے۔ بادشاہ کہنے لگا کاش کہ تم جب کبھی اس کلمے کو کہتے تمام چیزیں اسی طرح ہل جاتیں اور میرا آدھا ملک ہی رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے جواب دیا اس لئے کہ یہ آسان تھا بہ نسبت اس بات کے کہ یہ امر نبوت ہو۔ پھر اس نے ہم سے ہمارا ارادہ دریافت کیا ہم نے صاف بتایا۔ اس نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ تم نماز کس طرح پڑھتے ہو اور روزہ کس طرح رکھتے ہو؟ ہم نے دونوں باتیں بتا دیں اس نے اب ہمیں رخصت کیا اور بڑے اکرام و احترام سے ہمیں شاہی معزز مہمانوں میں رکھا۔ تین دن جب گذرے تو رات کے وقت ہمیں قاصد بلانے آیا ہم پھر دربار میں گئے تو اس نے ہم سے پھر ہمارا مطلب پوچھا ہم نے اسے دوہرایا پھر اس نے ایک حویلی کی شکل کی سونا منڈھی ہوئی ایک چیز منگوائی جس میں بہت سارے مکانات تھے اور ان کے دروازے تھے اس نے اسے کنجی سے کھول کر ایک سیاہ رنگ کا ریشمی جامہ نکالا ہم نے دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کی بڑی بڑی آنکھیں ہیں بڑی رانیں ہیں۔ بڑی لمبی اور گھنی داڑھی ہے اور سر کے بال دو حصوں میں نہایت کو خوبصورت لمبے لمبے ہیں ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بال بہت ہی تھے۔ پھر دوسرا دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ ریشم کا پارچہ نکالا جس میں ایک سفید صورت تھی جس کے گھونگر والے بال تھے سرخ رنگ آنکھیں تھیں بڑے کلے کے آدمی تھے اور بڑی خوش وضع داڑھی تھی ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ ریشمی کپڑا نکالا اس میں ایک شخص تھا نہایت ہی گورا چٹا رنگ، بہت خوبصورت آنکھیں، کشادہ پیشانی، لمبے رخسار، سفید داڑھی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ مسکرا رہے ہیں۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا تو کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھولا اس میں سے ایک خوبصورت سفید شکل دکھائی دی جو ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا یہ حضرت محمد ہیں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ کہا اور ہمارے آنسو نکل آئے۔ بادشاہ اب تک کھڑا ہوا تھا اب وہ بیٹھ گیا اور ہم سے دوبارہ پوچھا کہ یہی شکل حضور کی ہے ہم نے کہا واللہ یہی ہے اسی طرح کہ گویا تو آپ کو آپ کی زندگی میں دیکھ رہا ہے۔ پس وہ تھوڑی دیر تک غور سے اسے دیکھتا رہا پھر ہم سے کہنے لگا کہ یہ آخری گھر تھا لیکن میں نے اور گھروں کو چھوڑ کر اسے بیچ میں ہی اس لئے کھول دیا کہ تمہیں آزما لوں کہ تم پہچان جاتے ہو یا نہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھول کر اس میں سے بھی سیاہ رنگ ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں نرمی والی صورت تھی۔ بال گھنگھریالے آنکھیں گہری نظریں تیز تیور تیکھے دانت پر دانت ہونٹ موٹے ہو رہے تھے جیسے کہ غصے میں بھرے ہوئے ہیں۔ ہم سے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے انکار کیا بادشاہ نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اسی کے متصل ایک اور

صورت تھی جو قریب قریب اسی کی سی تھی۔ مگر ان کے سر کے بال گویا تیل لگے ہوئے تھے۔ ماتھا کشادہ تھا، آنکھوں میں کچھ فراخی تھی ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہمارے انکار پر کہا یہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید رنگ ریشم کا ٹکڑا نکالا جس میں ایک گندم گوں رنگ میانہ قد سیدھے بالوں والا ایک شخص تھا گویا وہ غضبناک ہے پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے ایک سفید ریشمی کپڑا نکال کر دکھایا جس میں سنہرے رنگ کے ایک آدمی تھے جن کا قد طویل نہ تھا رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا ہم سے پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا جس میں ایک شکل تھی سفید رنگ خوبصورت اونچی ناک والے اچھے قامت والے نورانی چہرے والے جس میں خوف اللہ ظاہر تھا رنگ سرخی مائل سفید تھا پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا نکال کر دکھایا جس میں ایک صورت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی صورت سے بہت ہی ملتی جلتی تھی اور چہرہ تو سورج کی طرح روشن تھا، پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے لاعلمی ظاہر کی تو کہا یہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک دروازہ کھول کر اس میں سے سفید ریشم کا پارچہ نکال کر ہمیں دکھایا جس میں ایک صورت تھی سرخ رنگ بھری پنڈلیاں کشادہ آنکھیں اونچا پیٹ قدرے چھوٹا قد تلوار لٹکائے ہوئے۔ پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں۔ کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں پھر اور دروازہ کھول کر سفید ریشم نکالا جس میں ایک صورت تھی موٹی رانوں والی لمبے پیروں والی گھوڑے سوار۔ پوچھا انہیں پہچانا؟ ہم نے کہا نہیں، کہا یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس میں سے سیاہ رنگ حریری پارچہ نکالا جس میں ایک صورت تھی۔ سفید رنگ نوجوان سخت سیاہ داڑھی بہت زیادہ بال خوشنما آنکھیں خوبصورت چہرہ۔ پوچھا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہا یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے پوچھا آپ کے پاس یہ صورتیں کہاں سے آئیں؟ یہ تو ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ یہ تماماً یا کی اصلی صورت کے بالکل ٹھیک نمونے ہیں۔ کیونکہ ہم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو بالکل ٹھیک اور درست پایا۔ بادشاہ نے جواب دیا بات یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی کہ آپ کی اولاد میں سے جو انبیاء علیہم السلام ہیں ان سب کو دکھایا جائے پس ان کی صورتیں آپ پر نازل ہوئیں جو حضرت آدم علیہ السلام کے خزانے میں جو سورج کے غروب ہونے کی جگہ پر تھا محفوظ تھیں ذوالقرنین نے انہیں وہاں سے لے لیا اور حضرت دانیال کو دیں۔ پھر بادشاہ کہنے لگے کہ میں تو اس پر خوش ہوں کہ اپنی بادشاہت چھوڑ دوں میں اگر غلام ہوتا تو تمہارے ہاتھوں بک جاتا اور تمہاری غلامی میں اپنی پوری زندگی بسر کرتا۔ پھر اس نے ہمیں بہت کچھ تحفے تحائف دے کر اچھی طرح رخصت کیا۔ جب ہم خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار میں پہنچے اور یہ سارا واقعہ بیان کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روئے اور فرمانے لگے اس مسکین کے ساتھ اللہ کی توفیق رفیق ہوتی تو یہ ایسا کر گذرتا۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ نصرانی اور یہودی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اپنی کتابوں میں برابر پاتے ہیں۔ یہ روایت امام بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں

بھی ہے۔

حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفتیں تورات میں ہوں وہ مجھے بتاؤ تو انہوں نے فرمایا ہاں واللہ آپ کی صفتیں تورات میں ہیں جو قرآن میں بھی ہیں کہ اے نبی ہم نے آپ کو گواہ اور خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا اور ان پڑھوں کو گمراہی سے بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں، آپ کا نام متوکل ہے، آپ بدگو اور بدخلق نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قبض نہ کرے گا جب تک کہ آپ کی وجہ سے لوگوں کی زبان سے لا الہ الا اللہ کہلوا کر ٹیڑھے دین کو درست نہ کر دے۔ بند دلوں کو کھول دے گا، بہرے کانوں کو سننے والا بنا دے گا، اندھی آنکھوں کو دیکھتی کر دے گا۔ یہ روایت صحیح بخاری شریف میں بھی ہے۔

حضرت عطا فرماتے ہیں پھر میں حضرت کعب سے ملا اور ان سے بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا ایک حرف کی بھی کمی بیشی دونوں صاحبوں کے بیان میں نہ تھی یہ اور بات ہے کہ آپ نے اپنی لغت میں دونوں کے الفاظ بولے۔ بخاری شریف کی اس روایت میں اس ذکر کے بعد کہ آپ بدخلق نہیں یہ بھی ہے کہ آپ بازاروں میں شور وغل کرنے والے نہیں، آپ برائی کے بدلے برائی کرنے والے نہیں بلکہ معافی اور درگذر کرنے والے ہیں۔

عبداللہ بن عمرو کی حدیث کے ذکر کے بعد ہے کہ سلف کے کلام میں عموماً تورات کا لفظ اہل کتاب کی کتابوں پر بولا جاتا ہے۔ اس کے مشابہ اور بھی روایتیں ہیں۔

طبرانی میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام میں گیا وہاں میری ملاقات اہل کتاب کے ایک عالم سے ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ نبی تم میں ہوئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، اس نے کہا اگر تمہیں ان کی صورت دکھائیں تو تم پہچان لو گے؟ میں نے کہا ضرور چنانچہ وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جہاں بہت سی صورتیں تھیں لیکن ان میں میری نگاہ میں حضور کی کوئی شبیہ نہ آئی، اسی وقت ایک اور عالم آیا ہم سے پوچھا کیا بات ہے؟ جب اسے ساری بات معلوم ہوئی تو وہ ہمیں اپنے مکان لے گیا وہاں جاتے ہی میری نگاہ آپ کی شبیہ پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ گویا کوئی آپ کے پیچھے ہی آپ کو تھامے ہوئے ہے، میں نے یہ دیکھ کر اس سے پوچھا یہ دوسرے صاحب پیچھے کیسے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ جو نبی آیا اس کے بعد بھی نبی آیا لیکن اس نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس کے پیچھے کا یہ شخص اس کا خلیفہ ہے۔ اب جو میں نے غور سے دیکھا تو وہ بالکل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل تھی۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے موذن اقرع کو ایک پادری کے پاس بھیجا آپ اسے بلا لائے امیر المومنین نے اس سے پوچھا کہ بتاؤ تم میری صفت اپنی کتابوں میں پاتے ہو؟ اس نے کہا ہاں، کہا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ قرن۔ آپ نے کوڑا اٹھا کر فرمایا قرن کیا ہے؟ اس نے کہا گویا کہ وہ لوہے کا سینگ ہے وہ امیر ہے دین میں بہت سخت۔ فرمایا اچھا میرے بعد والے کی صفت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ خلیفہ تو وہ نیک صالح ہے لیکن اپنے قرابتداروں کو وہ دوسروں پر ترجیح دے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ عثمان پر رحم کرے تین بار یہ فرمایا پھر فرمایا اچھا ان کے بعد؟ اس نے کہا لوہے کے ٹکڑے جیسا۔

حضرت عمر نے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھ لیا اور افسوس کرنے لگے اس نے کہا اے امیر المومنین ہوں گے تو وہ نیک خلیفہ لیکن بنائے ہی اس وقت جائیں گے جب تلوار کھچی ہوئی ہو اور خون بہہ رہا ہو۔ (ابوداؤد)

| |
|---|
| قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ |
| لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ |
| وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ |
| آپ فرما دیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت |
| ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو |
| (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک |
| کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے |
| (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو۔ |

## تمام بنی نوع انسانیت کیلئے نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کا بیان

"قُلْ" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يٰٓاَيُّهَا النَّاس اِنِّي رَسُوْل اللّٰه اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْك السَّمٰوَات وَالْاَرْض لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيت فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْله النَّبِيّ الْاُمِّيّ الَّذِيْ يُؤْمِن بِاللّٰهِ وَكَلِمَاته" الْقُرْاٰن "وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ" تَرْشُدُوْنَ،

یہاں نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے خطاب ہے۔ کہ آپ ﷺ فرما دیں، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لئے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر و شرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطنِ مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے کلمات یعنی قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا سکو۔

## نبی کریم ﷺ کا آخری نبی ہونے کا بیان

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عُموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خَلق کے رسول ہیں اور کُل جہاں آپ کی امت۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے حضور فرماتے ہیں پانچ چیزیں مجھے ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ (۱) ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں سُرخ و سیاہ کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ (۲) میرے لئے غنائم حلال کی گئیں اور مجھ سے پہلے کسی کے لئے نہیں ہوئی تھیں۔ (۳) میرے لئے زمین پاک اور پاک کرنے والی (قابلِ تیمّم) اور مسجد کی گئی جس کسی کو کہیں نماز کا وقت

آ ئے وہیں پڑھ لے۔ (۴) دشمن پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب ڈال کر میری مدد فرمائی گئی۔ (۵) اور مجھے شفاعت عنایت کی گئی۔ مسلم شریف کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ میں تمام خلق کی طرف رسول بنایا گیا اور میرے ساتھ انبیاء ختم کیے گئے۔

| |
|---|
| وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۝ |
| اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک جماعت ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل کرتے ہیں۔ |

## قوم موسیٰ سے راہ حق بتانے والی جماعت کا بیان

"وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ" جَمَاعَةٌ "يَّهْدُوْنَ" النَّاسَ "بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ" فِي الْحُكْمِ

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہے جو حق کی راہ بتاتے ہیں اور اسی کے مطابق عدل پر مبنی فیصلے کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ |
| اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ |
| مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ |
| طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝ |
| اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس (یہ) وحی بھیجی جب اس سے اس کی |
| قوم نے پانی مانگا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، سو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، پس ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ معلوم کر لیا، اور ہم نے |
| ان پر اَبر کا سائبان تان دیا، اور ہم نے ان پر منّ و سلویٰ اتارا، (اور ان سے فرمایا:) جن پاکیزہ چیزوں کا رزق ہم نے تمہیں عطا کیا |
| ہے اس میں سے کھاؤ، (مگر نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ |

"وَقَطَّعْنَاهُمْ" فَرَّقْنَا بَنِيْ اِسْرَائِيل "اثْنَتَيْ عَشْرَةَ" حَال "اَسْبَاطًا" بَدَل مِنْهُ اَيْ قَبَائِل "اُمَمًا" بَدَل مِمَّا قَبْله "وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اِذْ اسْتَسْقَاهُ قَوْمه" فِي التِّيه "اَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَر" فَضَرَبَهُ "فَانْبَجَسَتْ" انْفَجَرَتْ "مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا" بِعَدَدِ الْاَسْبَاط "قَدْ عَلِمَ كُلّ اُنَاس" سِبْط مِنْهُمْ "مَشْرَبهمْ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمْ الْغَمَام" فِي التِّيه مِنْ حَرّ الشَّمْس "وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ الْمَنّ وَالسَّلْوٰى" هُمَا التَّرَنْجَبِين وَالطَّيْر السُّمَانِيّ بِتَخْفِيفِ الْمِيم وَالْقَصْر وَقُلْنَا لَهُمْ، كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ،

اور ہم نے انہیں گروہ در گروہ بارہ قبیلوں میں تقسیم کر دیا، یہاں پر 'اثْنَتَيْ عَشْرَةَ' حال ہے اور اسباطا یہ اثنتی سے بدل ہے

51
51

اس کا معنی قبائل ہے۔ اور اممایہ ماقبل یعنی بدل سے بدل ہے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی۔ جب میدان تیہ میں ان کی قوم نے پانی مانگا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، سواس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے، جتنی ان کے قبائل کی تعداد تھی۔ پس ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ معلوم کرلیا، اور ہم نے میدان تیہ میں سورج کی گرمی سے بچانے کیلئے ان پر اَبر کا سائبان تان دیا، اور ہم نے ان پر من و سلویٰ اتارا، اور وہ ترنجبین اور بٹیروں کا گوشت تھا یہاں پر سمانی یہ میم کی تخفیف اور قصر دونوں طرح آیا ہے۔

اور ان سے فرمایا جن پاکیزہ چیزوں کا رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے کھاؤ، (مگر نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے) انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔

بنی اسرائیل کی مردم شماری، پھر ان کو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کی اولاد ہونے کے لحاظ سے بارہ قبیلوں میں منظم کرنے کا کام سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سرانجام دیا تھا پھر ان قبیلوں میں سے ہر قبیلہ کا ایک نقیب یا سردار مقرر کیا۔ اس سردار کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے قبیلہ کے دینی، تمدنی اور معاشی مسائل کی نگرانی کرے اور ان لوگوں کو راہ راست پر رکھنے کا حتی المقدور انتظام کرے۔ پھر ان سب پر بنی لاوی کے سردار کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ اپنے قبیلہ کے مسائل کی نگرانی کے علاوہ دوسرے سب قبائل کے حالات کی بھی نگرانی کرے گا اور یہ وہی قبیلہ تھا جس سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام خود بھی تعلق رکھتے تھے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ |
| وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ |
| اور جب ان سے کہا گیا اس بستی میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے |
| داخل ہو تو ہم تمہارے لیے تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو زیادہ دیں گے۔ |

## سجدے میں حالت میں حطہ کی بہ جائے حنطہ کہنے والوں کا بیان

"و" اذْكُرْ "اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ" بَيْتَ الْمَقْدِس "وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوا" اَمْرُنَا "حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَاب" اَیْ بَابِ الْقَرْيَةِ "سُجَّدًا" سُجُود انْحِنَاء "نَغْفِر" بِالنُّوْنِ وَالتَّاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُولِ "لَكُمْ خَطِيْئَاتِكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ" بِالطَّاعَةِ ثَوَابًا،

اور تم یاد کرو جب ان سے کہا گیا اس بستی یعنی بیت المقدس میں رہو اور اس میں سے جہاں چاہو کھاؤ اور کہو بخش دے اور دروازے یعنی اس بستی کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ، سجدہ انتہائی جھکنے کو کہتے ہیں۔ تو ہم تمہارے لیے تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے، نغفر یہ نون اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور تاء کی صورت میں مبنی بہ مفعول ہوگا۔ عنقریب ہم نیکی کرنے والوں کو ان کی اطاعت کا ثواب دیں گے۔

| |
|---|
| فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا |
| مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ؀ |
| پھران میں سے ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی، دوسری بات سے بدل ڈالا،سو ہم نے ان پر آسمان |
| سے عذاب بھیجا اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔ |

## اللہ کے فرمان کو بدلنے والوں کا بیان

"فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ" فَقَالُوْا: حَبَّة فِيْ شَعْرَة وَدَخَلُوْا يَزْحَفُوْنَ عَلٰى اَسْتَاهِهِمْ "فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا" عَذَابًا، مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ،

پھران میں سے ظالموں نے اس بات کو جوان سے کہی گئی تھی، دوسری بات سے بدل ڈالا،یعنی انہوں نے حبہ فی شعرۃ کہنے لگے اور سیرینوں کے بل وہ داخل ہوئے۔سو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا اس وجہ سے کہ وہ ظلم کرتے تھے۔

| |
|---|
| وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ |
| يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ؀ |
| اوران سے اس بستی کے بارے پوچھ جو سمندر کے کنارے پر تھی، جب وہ ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، جب |
| ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ |
| آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ |

## بحر قلزم کے کنارے مچھلیوں کا شکار کرنے والوں کا بیان

"وَاسْاَلْهُمْ" يَا مُحَمَّدٍ تَوْبِيخًا "عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" مُجَاوِرَة بَحْر الْقُلْزُم وَهِيَ اَيْلَة مَا وَقَعَ بِاَهْلِهَا "اِذْ يَعْدُوْنَ" يَعْتَدُوْنَ "فِي السَّبْت" بِصَيْدِ السَّمَك الْمَامُوْرِيْنَ بِتَرْكِهِ فِيْهِ "اِذْ" ظَرْف لِيَعْدُوْنَ "تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانهمْ يَوْم سَبْتهمْ شُرَّعًا" ظَاهِرَة عَلَى الْمَاء "وَيَوْم لَا يَسْبِتُوْنَ" لَا يُعَظِّمُوْنَ السَّبْت اَيْ سَائِر الْاَيَّام "لَا تَاْتِيْهِمْ" اِبْتِلَاء مِنَ اللّٰه "كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ" وَلَمَّا صَادُوْا السَّمَك افْتَرَقَتْ الْقَرْيَة اَثْلَاثًا ثُلُث صَادُوْا مَعَهُمْ وَثُلُث نَهَوْهُمْ وَثُلُث اَمْسَكُوْا عَنْ الصَّيْد وَالنَّهْي

یا محمد ﷺ آپ ان سے بہ توبیخ پوچھیں جو جو سمندر کے کنارے پر تھی، جو بحر قلزم کے قریب واقع تھی اور وہ ایلہ ہے اس کے رہنے والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ جب وہ مچھلی کا شکار کرنے میں ہفتے کے دن میں حد سے تجاوز کرتے تھے، کیونکہ اس دن ان کو منع کیا

گیا تھا۔ جب ان کی مچھلیاں ان کے ہفتے کے دن سر اٹھائے ہوئے ان کے پاس آتیں اور جس دن ان کا ہفتہ نہ ہوتا وہ ان کے پاس نہ آتی تھیں، یعنی ہفتہ کے سوا وہ بقیہ ایام جن کی وہ تعظیم کرتے تھے ان دنوں وہ مچھلیاں نہ آتی تھیں، اس طرح ہم ان کی آزمائش کرتے تھے، اس کی وجہ سے جو وہ نافرمانی کرتے تھے۔ اور جب انہوں نے مچھلیوں کا شکار کیا تو اس بستی کے تین گروہ بن گئے ان میں ایک گروہ شکار کیا۔ اور دوسرے گروہ نے شکار نہ کیا جبکہ تیسرے گروہ نے نہ شکار کیا اور نہ ان کو شکار سے منع کیا۔

ان لوگوں کی یہ بستی بحر قلزم کے کنارے واقع تھی جس کا نام آیلہ تھا۔ مدین اور طور کے درمیان یہ شہر تھا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بستی کا نام مدین تھا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا نام متنا تھا۔ یہ مدین اور عینوں کے درمیان تھا۔ انہیں حکم ملا کہ یہ ہفتہ کے دن کی حرمت کریں اور اس دن شکار نہ کھیلیں، مچھلی نہ پکڑیں۔ ادھر مچھلیوں کی بحکم الٰہی یہ حالت ہوئی کہ ہفتے والے دن تو چڑھی چلی آتیں کھلم کھلا ہاتھ لگتیں تیرتی پھرتیں سب طرف سے سمٹ کر آ جاتیں اور جب ہفتہ نہ ہوتا ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی بلکہ تلاش پر بھی ہاتھ نہ لگتی۔ یہ ہماری آزمائش تھی کہ مچھلیاں ہیں تو شکار منع اور شکار جائز ہے تو مچھلیاں ندارد۔ چونکہ یہ لوگ فاسق اور بیحکم تھے اس لئے ہم نے بھی ان کو اس طرح آزمایا آخر ان لوگوں نے حیلہ جوئی شروع کی ایسے اسباب جمع کرنے شروع کئے جو باطن میں اس حرام کام کا ذریعہ بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہودیوں کی طرح حیلے کر کے ذرا سی دیر کے لئے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لینا۔ اس حدیث کو امام ابن بطو لائے ہیں اور اس کی سند نہایت عمدہ ہے اس کے راوی احمد ہیں۔ محمد بن مسلم کا ذکر امام خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور انہیں ثقہ کہا ہے باقی اور سب راوی بہت مشہور ہیں اور سب کے سب ثقہ ہیں ایسی بہت سی سندوں کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَاۨ ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ |
| قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ |
| اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے |
| والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ |

## اللہ کے عذاب کے حقدار بننے والوں کیلئے نصیحت نہ ہونے کا بیان

"وَاِذْ" عَطف عَلٰى اِذْ قَبْله "قَالَتْ اُمَّةٌ مِنْهُمْ" لِمَ تَصِدْ وَلَمْ تَنْهَ لِمَنْ نَهٰى "لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰه مُهْلِكهمْ اَوْ مُعَذِّبهمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا" مَوْعِظَتنَا "مَعْذِرَة" نَعْتَذِر بِهَا "اِلٰى رَبّكُمْ" لِئَلَّا نُنْسَب اِلٰى تَقْصِير فِيْ تَرْك النَّهْي "وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ" الصَّيْد،

یہاں پر واذ کا ماقبل پر عطف ہے۔ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنھیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے، یا انھیں عذاب دینے والا ہے، بہت سخت عذاب؟ انھوں نے کہا تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے

تاکہ ترک نہی کا نسبت ہماری جانب نہ ہو اور اس لیے کہ شاید وہ شکار کرنے سے ڈر جائیں۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ پہلے ہفتہ کے دن کی تعظیم بطور بدعت خود ان لوگوں نے نکالی اب اللہ کی طرف سے بطور آزمائش کے وہ تعظیم ان پر ضروری قرار دے دی گئی اور حکم ہو گیا کہ اس دن مچھلی کا شکار نہ کرو پھر مچھلیوں کا اس دن نمایاں ہونا اور دنوں میں نہ نکلنا وغیرہ بیان فرما کر فرمایا کہ پھر ان میں سے ایک شخص نے ایک مچھلی ہفتے کے دن پکڑی اس کی ناک میں سوراخ کر کے ڈور باندھ کر ایک کیل کنارے گاڑ کر اس میں ڈورا اٹکا کر مچھلی کو دریا میں ڈال دیا دوسرے دن جا کر پانی میں سے نکال لایا اور بھون کر کھالی سوائے اس پاک باز حق گو جماعت کے لوگوں کے کسی نے نہ اسے روکا نہ منع کیا نہ سمجھایا لیکن ان کی نصیحت کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس ایک کی دیکھا دیکھی اور بھی یہی کام کرنے لگے یہاں تک کہ بازاروں میں مچھلی آنے لگی اور اعلانیہ یہ کام ہونے لگا۔ ایک اور جماعت کے لوگوں نے اس حق والی جماعت سے کہا کہ تم ان لوگوں کو کیوں وعظ کرتے ہو اللہ تو انہیں ہلاک کرنے والا سخت عذاب کرنے والا ہے تو انہوں نے وہ جواب دیا یعنی اللہ کا فرمان دہرایا۔ لیکن لوگ فرمان ربانی کو بھول بیٹھے اور عذاب رب کے خود شکار ہو گئے۔ یہ تین گروہوں میں بٹ گئے تھے ایک تو شکار کھیلنے والا، ایک منع کرنے والا، ایک ان منع کرنے والوں سے کہنے والا کہ اب نصیحت بیکار ہے۔ بس وہ تو بچ گئے جو برابر روکتے رہے تھے اور دونوں جماعتیں ہلاک کر دی گئیں۔ سند اس کی نہایت عمدہ ہے لیکن حضرت ابن عباس کا حضرت عکرمہ کے قول کی طرف رجوع کرنا اس قول کے کہنے سے اولیٰ ہے اس لئے کہ اس قول کے بعد ان پر ان کے حال کی حقیقت کھل گئی۔

| |
|---|
| فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا |
| بِعَذَابٍۭ بَىِٕیْسٍۭ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۝ |
| پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، |
| اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ |

## نصیحت کو بھلا دینے والوں کا بیان

"فَلَمَّا نَسُوا" تَرَكُوا "مَا ذُكِّرُوْا" وُعِظُوا "بِهٖ" فَلَمْ يَرْجِعُوا "اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنْ السُّوء وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" بِالِاعْتِدَاءِ "بِعَذَابٍ بَئِيس" شَدِيْد،

پھر جب وہ اس بات کو بھول گئے جس کی انھیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو برائی سے منع کرتے تھے، اور ان کو سخت عذاب میں پکڑ لیا جنھوں نے ظلم کیا تھا، اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔

پھر فرمان ہے کہ ہم نے ظالموں کو سخت عذابوں سے دبوچ لیا۔ مفہوم کی دلالت تو اس بات پر ہے کہ جو باقی رہے بچ گئے۔

(بئیس) کی کئی ایک قرأت یں ہیں اس کے معنی سخت کے، دردناک کے، تکلیف دہ کے ہیں اور سب کا مطلب قریب قریب یکساں

ہے۔ان کی سرکشی اوران کے حد سے گذر جانے کے باعث ہم نے ان سے کہد یا کہ تم ذلیل حقیر اور ناقدرے بندر بن جاؤ چنانچہ وہ ایسے ہی ہو گئے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ○ |
| پھر جب انہوں نے اس چیز (کے ترک کرنے کے حکم) سے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے (تو) |
| ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔ |

## بندر بنانے والی وعید وعذاب کا بیان

"فَلَمَّا عَتَوْا" تَكَبَّرُوْا "عَنْ" تَرْك "مَا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَة خَاسِئِين" صَاغِرِينَ فَكَانُوْهَا وَهٰذَا تَفْصِيل لِمَا قَبْله قَالَ ابْن عَبَّاس: مَا اَدْرِى مَا فَعَلَ بِالْفِرْقَةِ السَّاكِتَة وَقَالَ عِكْرِمَة: لَمْ تُهْلَك لِاَنَّهَا كَرِهَتْ مَا فَعَلُوْهُ وَقَالَتْ: لِمَ تَعِظُونَ اِلَخ وَرَوَى الْحَاكِم عَنْ ابْن عَبَّاس: اَنَّهُ رَجَعَ اِلَيْهِ وَاَعْجَبَهُ،

پھر جب انہوں نے اس چیز کے ترک کرنے کے حکم سے سرکشی کی، جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔ یہاں پر فاء برائے تفصیل ہے برائے تعقیب نہیں ہے۔اور یہ پہلے کی وضاحت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس گروہ کے ساتھ کیا سلوک ہوا جو خاموش رہا۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ وہ ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ انہوں نے ان کے کردہ کام کو ناپسند کیا۔اوراس جماعت کا یہ کہنا کہ تم اس جماعت کو کیوں نصیحت کرتے ہو جس کو اللہ عذاب دینا چاہتا ہے۔

امام حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے اس کے بعد اپنے قول توقف سے رجوع کیا اوراس کو پسند کیا۔

| |
|---|
| وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ |
| اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ |
| اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب |
| دے، بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

"وَاِذْ تَاَذَّنَ" اَعْلَمَ "رَبّك لَيَبْعَثَن عَلَيْهِمْ" اَیْ الْيَهُوْد "اِلٰى يَوْم الْقِيَامَة مَنْ يَّسُومهُمْ سُوء الْعَذَاب" بِالذُّلِّ وَاَخذ الْجِزْيَة فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ سُلَيْمَان وَبَعْده بُخْتَنَصَّرَ فَقَتَلَهُمْ وَسَبَاهُمْ وَضَرَبَ عَلَيْهِمْ الْجِزْيَة فَكَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلَى الْمَجُوس اِلٰى اَنْ بَعَثَ نَبِيّنَا صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَرَبَهَا عَلَيْهِمْ "اِنَّ رَبّك

لَسَرِيعُ الْعِقَابِ" لِمَنْ عَصَاهُ "وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ" لِأَهْلِ طَاعَتِهِ "رَحِيمٌ" بِهِمْ،

اور جب تیرے رب نے صاف اعلان کر دیا کہ وہ ان یہود پر قیامت کے دن تک ان پر ایسا شخص ضرور بھیجتا رہے گا جو انھیں برا عذاب دے، یعنی ان کو رسوا کرے گا اور ان سے جزیہ لے گا پس ان پر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھیجا اور ان کے بعد بخت نصر کو بھیجا جس نے ان کو قتل کر دیا اور قید میں ڈال دیا اور ان پر جزیہ لازم کیا جو وہ مجوسیوں کو ادا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ دنیا میں یہی سلوک رہا حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اور آپ ﷺ نے بھی ان پر جزیہ لازم کیا۔ بے شک تیرا رب یقیناً بہت جلد سزا دینے والا ہے یعنی اس کی نافرمانی کرے۔ اور بے شک وہ اہل طاعت کو بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انجام ذلت و رسوائی ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے یہود کو اطلاع کر دی کہ ان کی اس سخت نافرمانی و بار بار کی بغاوت اور ہر موقعہ پر نافرمانی، رب سے سرکشی اور اللہ کے حرام کو اپنے کام میں لانے کیلئے حیلہ جوئی کر کے اسے حلال کی جامہ پوشی کا بدلہ یہ ہے کہ قیامت تک تم دبے رہو ذلت میں رہو لوگ تمہیں پست کرتے چلے جائیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی ان پر تاوان مقرر کر دیا تھا سات سال یا تیرہ سال تک یہ اسے ادا کرتے رہے، سب سے پہلے خراج کا طریقہ آپ نے ہی ایجاد کیا پھر ان پر یونانیوں کی حکومت ہوئی پھر کسرانیوں کلدانیوں اور نصرانیوں کی۔ سب کے زمانے میں ذلیل اور حقیر رہے ان سے جزیہ لیا جاتا رہا اور انہیں پستی سے ابھرنے کا کوئی موقعہ نہ ملا۔ پھر اسلام آیا اور اس نے بھی انہیں پست کیا جزیہ اور خراج برابر ان سے وصول ہوتا رہا۔ غرض یہ ذلیل رہے اس امت کے ہاتھوں بھی حقارت کے گڑھے میں گرے رہے۔ بالآخر یہ دجال کے سات مل جائیں گے لیکن مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جا کر ان کی تخم ریزی کر دیں گے، جو بھی شریعت الٰہ کی مخالفت کرتا ہے، اللہ کے فرمان کی تحقیر کرتا ہے اللہ اسے جلدی ہی سزا دے دیتا ہے۔ ہاں جو اس کی طرف رغبت و رجوع کرے، توبہ کرے، جھکے تو وہ بھی اس کے ساتھ بخشش و رحمت سے پیش آتا ہے چونکہ ایمان نام ہے خوف اور امید کا اسی لئے یہاں اور اکثر جگہ عذاب و ثواب، پکڑ دکڑ اور بخشش اور لالچ دونوں کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔

| |
|---|
| وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ |
| بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ |
| اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے |
| علاوہ تھے اور ہم نے اچھے حالات اور برے حالات کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تا کہ وہ باز آ جائیں۔ |

## یہود کو نعمت و نقمت سے آزمانے کا بیان

"وَقَطَّعْنَاهُمْ" فَرَّقْنَاهُمْ "فِي الْاَرْضِ اُمَمًا" فِرَقًا "مِنْهُمُ الصَّالِحُوْنَ وَمِنْهُمْ" نَاس "دُوْنَ ذٰلِكَ" الْكُفَّار وَالْفَاسِقُوْنَ "وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ" بِالنِّعَمِ "وَالسَّيِّئَاتِ" النِّقَم "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" عَنْ

فِسقهم،

اور ہم نے انھیں زمین میں مختلف گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، انھی میں سے کچھ نیک تھے اور ان میں سے کچھ اس کے علاوہ یعنی کفار وفساق تھے اور ہم نے اچھے حالات یعنی نعمتوں کے ساتھ اور برے حالات یعنی سختی کے ساتھ ان کی آزمائش کی، تا کہ وہ فسق سے باز آ جائیں۔

قَطَّعنا، مصدر تقطیع سے مشتق ہے، جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور امم، امۃ کی جمع ہے جسکے معنی ہیں، ایک جماعت یا ایک فرقہ، مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہود کی قوم کے ٹکڑے ٹکرے زمین کے مختلف حصوں میں متفرق کر دیئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کا ایک جگہ اجتماع اور اکثریت اللہ تعالی کا انعام واحسان ہے اور اس کا مختلف جگہوں میں منتشر ہو جانا ایک طرح کا عذاب الٰہی، مسلمانوں پر حق تعالی کا یہ انعام ہمیشہ رہا ہے اور انشاء اللہ تا قیامت رہے گا کہ وہ جس جگہ رہے ان کی ایک زبردست اجتماعی قوت وہاں پیدا ہوگئی۔

| |
|---|
| فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَاۚ |
| وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ |
| اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ |
| پھر ان کے بعد ان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب کے وارث بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں اور کہتے ہیں |
| ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس اس جیسا اور سامان آ جائے تو اسے بھی لے لیں گے، کیا ان پر کتاب کا |
| عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے اور آخری گھر ان |
| لوگوں کے لیے بہتر ہے جو ڈرتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟ |

## بنی اسرائیل کے نالائق جانشینوں کا بیان

"فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ" التَّوْرَاةَ عَنْ آبَائِهِمْ "يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى" أَيْ حُطَامَ هَذَا الشَّيْءِ الدَّنِيءِ أَيْ الدُّنْيَا مِنْ حَلَال وَحَرَام "وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا" مَا فَعَلْنَاهُ "وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلُهُ يَأْخُذُوهُ" الْجُمْلَة حَال أَيْ يَرْجُونَ الْمَغْفِرَة وَهُمْ عَائِدُونَ إِلَى مَا فَعَلُوهُ مُصِرُّونَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ فِي التَّوْرَاة وَعْد الْمَغْفِرَة مَعَ الْإِصْرَار "أَلَمْ يُؤْخَذ" اِسْتِفْهَام تَقْرِير "عَلَيْهِمْ مِيثَاق الْكِتَاب" الْإِضَافَة بِمَعْنَى فِي "أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّه إِلَّا الْحَقّ وَدَرَسُوا" عَطْف عَلَى يُؤْخَذ قَرَءُوا "مَا فِيهِ" فَلِمَ كَذَبُوا عَلَيْهِ بِنِسْبَةِ الْمَغْفِرَة إِلَيْهِ مَعَ الْإِصْرَار "وَالدَّار الْآخِرَة خَيْر لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ" الْحَرَام "أَفَلَا يَعْقِلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء أَنَّهَا خَيْر فَيُؤْثِرُونَهَا عَلَى الدُّنْيَا،

پھران کے بعدان کی جگہ نالائق جانشین آئے، جو کتاب توارت کے وارث اپنے آباء کی طرف سے بنے، وہ اس حقیر دنیا کا سامان لیتے ہیں یعنی دنیا میں حقیر چیزیں اکٹھی کرتے خواہ وہ حلال ہوں یا حرام ہوں اور کہتے ہیں ہم نے جو کیا ہے اس پر ہمیں ضرور بخش دیا جائے گا اور اگر ان کے پاس اس جیسا اور سامان آجائے تو اسے بھی لے لیں گے، یعنی اس کو بھی حاصل کرنے کے لالچ میں حاصل کریں گے۔ یہاں پر یہ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی ان کی حالت یہ ہے کہ پھر بھی وہ بخشش کا گمان لیے ہوئے ہیں۔ جبکہ وہ بار بار اسی طرح مال کی لوٹ مار کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ حالانکہ تورات میں اصرار کے ساتھ اس طرح کرنے پر ... کا وعدہ نہیں ... کیا ان پر کتاب کا عہد نہیں لیا گیا۔ الم یؤخذ یہاں استفہام تقریری ہے۔ یعنی ان پر عہد ہے کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہیں گے اور انھوں نے جو کچھ اس میں ہے پڑھ لیا ہے یہاں درسوا کا عطف قرؤ و پر ہے۔ لہٰذا انہوں نے مغفرت کی نسبت کے ساتھ جبکہ اپنی غلطیوں میں اصرار کر رہے ہیں تو کیوں جھٹلایا ہے۔ اور آخری گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو حرام سے بچتے ہیں، تو کیا تم نہیں سمجھتے؟

یہاں پر یعقلون یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی انہیں اس بھلائی کا پتہ نہیں ہے اگر وہ اس بھلائی کو سمجھ لیں تو وہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دیں۔

بنی اسرائیل مختلف فرقے اور گروہ کر کے زمین میں پھیلا دیئے گئے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تم زمین میں رہو سہو، جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں جمع کر کے لائیں گے ان میں کچھ تو نیک لوگ تھے کچھ بد تھے، جنات میں بھی یہی حال ہے جیسے سورہ جن میں ان کا قول ہے کہ ہم میں کچھ تو نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے ہیں ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے آئے ہیں پھر فرمان ہے کہ میں نے انہیں سختی نرمی سے، لالچ اور خوف سے، عافیت اور بلا سے غرض ہر طرح پرکھ لیا تاکہ وہ اپنے کرتوت سے ہٹ جائیں جب یہ زمانہ بھی گذرا جس میں نیک بد ہر طرح کے لوگ تھے ان کے بعد تو ایسے ناخلف اور نالائق آئے جن میں کوئی بھلائی اور خیریت تھی ہی نہیں۔ یہ اب تورات کی تلاوت والے رہ گئے ممکن ہے اس سے مراد صرف نصرانی ہوں اور ممکن ہے کہ یہ خبر عام نصرانی غیر نصرانی سب پر مشتمل ہو وہ حق بات کو بدلنے اور مٹانے کی فکر میں لگ گئے جیب بھر دو جو چاہو کہلوا لو۔ پس ہوس یہ ہے کہ ہے کیا؟ توبہ کر لیں گے معاف ہو جائے گا پھر موقع آیا پھر دنیا لے کر اللہ کی باتیں بدل دیں۔ گناہ کیا توبہ کی پھر موقعہ ملتے ہی لپک کر گناہ کر لیا۔ مقصود ان کا دنیا طلبی ہے حلال سے ملے چاہے حرام سے ملے پھر بھی مغفرت کی تمنا ہے۔ یہ ہیں جو وارث رسول کہلواتے ہیں اور جن سے اللہ نے عہد لیا ہے جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے بعد ایسے ناخلف آئے جنہوں نے نماز تک ضائع کر دی۔ بنی اسرائیل کا آوے کا آوا بگڑ گیا آج ایک کو قاضی بناتے ہیں وہ رشوتیں کھانے اور احکام بدلنے لگتا ہے وہ اسے ہٹا کر دوسرے کو قائم کرتے ہیں اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے پوچھتے ہیں بھئی ایسا کیوں کرتے ہو؟ جواب ملتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے پھر وہ ان لوگوں میں سے کسی کو اس عہدے پر لاتے ہیں جو اگلے قاضیوں حاکموں اور ججوں کا شاکی تھا لیکن وہ بھی رشوتیں لینے لگتا ہے اور ناحق فیصلے کرنے لگتا ہے پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ تم سے مضبوط عہد و پیمان ہم نے لے لیا ہے کہ تم حق کو ظاہر کیا کرو اسے نہ چھپاؤ لیکن ذلیل دنیا کے لالچ میں آ کر عذاب رب مول لے رہے ہو۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ۝ |
| اور جولوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اورانھوں نے نماز قائم کی، یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ |

## کتاب سے وابسطہ رہنے اور نماز قائم کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيف "بِالْكِتَابِ" مِنْهُمْ "وَاَقَامُوا الصَّلَاة" كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَام وَاَصْحَابه "إِنَّا لَا نُضِيع اَجْر الْمُصْلِحِينَ" اَلْجُمْلَة خَبَر الَّذِيْنَ وَفِيْهِ وَضَعَ الظَّاهِر مَوْضِع الْمُضْمَر اَیْ اَجْرهمْ

اور جولوگ کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں یہاں پر یمسکون یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔اور انھوں نے نماز قائم کی، جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں۔ یقیناً ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ یہ جملہ الذین کی خبر ہے۔ یہاں پر باسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے یعنی ان کا اجر ہے۔

## سورہ اعراف آیت ۱۷۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اہل کتاب میں سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ایسے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے پہلی کتاب کا اِتباع کیا اوراس کی تحریف نہ کی، اس کے مضامین کو نہ چھپایا اور اس کتاب کے اِتباع کی بدولت انہیں قرآن پاک پر ایمان نصیب ہوا۔ (خازن ومدارک، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ |
| بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ |
| اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا |
| ہے۔ جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، تاکہ تم بچ جاؤ۔ |

## بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو بلند کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَل" رَفَعْنَاهُ مِنْ اَصْله "فَوْقهمْ كَاَنَّهُ ظُلَّة وَظَنُّوا" اَيْقَنُوْا "اَنَّهُ وَاقِع بِهِمْ" سَاقِط عَلَيْهِمْ بِوَعْدِ اللّٰه اِيَّاهُمْ بِوُقُوعِهِ اِنْ لَّمْ يَقْبَلُوْا اَحْكَام التَّوْرَاة وَكَانُوْا اَبَوْهَا لِثِقَلِهَا فَقَبِلُوْا وَقُلْنَا لَهُمْ "خُذُوا مَا اٰتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ وَاجْتِهَاد "وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ" بِالْعَمَلِ بِهِ، لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ،

اور جب ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان کے اوپر اٹھایا، یعنی اس کو جڑ سے پکڑ کر ان کے اوپر لا کھڑا کیا جیسے وہ ایک سائبان ہو اور انھوں نے یقین کرلیا کہ بے شک وہ ان پر گرنے والا ہے۔ یعنی اب اگر انہوں نے اللہ کے عہد یعنی احکام تورات کو پورا نہ کیا تو یہ پہاڑ ان

پر گرادیا جائے گا۔ اگرچہ احکام کے بھاری ہونے سبب وہ انکار کر چکے تھے لیکن اب انہوں نے اس کو قبول کرلیا۔ ہم نے ان سے کہا جو کچھ ہم نے تمھیں دیا ہے اسے کوشش واجتہاد کی قوت کے ساتھ پکڑو اور جو کچھ اس میں ہے اسے یاد کرو، یعنی اس پر عمل کرو تا کہ تم بچ جاؤ۔

## عذاب کے ڈر سے سجدے میں گر جانے والے یہود کا بیان

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام انہیں ارض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ اتر جانے کے بعد تختیاں اٹھالیں اور ان میں جو حکم احکام تھے، وہ انہیں سنائے تو انہیں وہ سخت معلوم ہوئے اور تسلیم وتعمیل سے صاف انکار کر دیا تو بحکم الٰہی فرشتوں نے پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لا کھڑا کر دیا۔

سنن نسائی سے روایت ہے کہ جب کلیم اللہ علیہ صلوات نے فرمایا کہ لوگو اللہ کی کتاب کے احکام قبول کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں سناؤ اس میں کیا احکام ہیں؟ اگر آسان ہوئے تو ہم منظور کرلیں گے ورنہ نہ مانیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بار بار کے اصرار پر بھی یہ لوگ یہی کہتے رہے آخر اسی وقت اللہ کے حکم سے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سروں پر معلق کھڑا ہو گیا اور اللہ کے پیغمبر نے فرمایا بولو اب مانتے ہو یا اللہ تعالیٰ تم پر پہاڑ گرا کر تمہیں فنا کر دے؟ اسی وقت یہ سب کے سب مارے ڈر کے سجدے میں گر پڑے لیکن بائیں آنکھ سجدے میں تھی اور دائیں سے اوپر دیکھ رہے تھے کہ کہیں پہاڑ گر نہ پڑے۔ چنانچہ یہودیوں میں اب تک سجدے کا طریقہ یہی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کے سجدے نے ہم پر سے عذاب الٰہی دور کر دیا ہے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تختیوں کو کھولا تو ان میں کتاب تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اسی وقت تمام پہاڑ درخت پتھر سب کانپ اٹھے۔ آج بھی یہودی تلاوت تورات کے وقت کانپ اٹھتے ہیں اور ان کے سر جھک جاتے ہیں۔

| |
|---|
| وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ |
| بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۝ |
| اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی اور ان کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا |
| (اور فرمایا:) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ بول اٹھے، کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے، ہم گواہی دیتے ہیں تا کہ |
| قیامت کے دن یہ (نہ) کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔ |

## بنو آدم سے ربوبیت کا عہد لینے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "اِذْ" حِین "اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُورهمْ" بَدَل اشْتِمَال مِمَّا قَبْله بِإِعَادَةِ الْجَار "ذُرِّیَّتهمْ" بِاَنْ اَخْرَجَ بَعْضهمْ مِنْ صُلْب بَعْض مِنْ صُلْب اٰدَم نَسْلًا بَعْد نَسْل كَنَحْوِ مَا یَتَوَالَدُوْنَ كَالذَّرِّ بِنُعْمَانَ یَوْم عَرَفَة وَنَصَبَ لَهُمْ دَلَائِل عَلٰى رُبُوبِیَّته وَرَكَّبَ فِیهِمْ عَقْلًا "وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰى

اَنفُسَهُمْ" قَالَ "اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى "اَنْتَ رَبَّنَا "شَهِدْنَا" بِذٰلِكَ وَالْاِشْهَاد "اَنْ" لَا "يَقُوْلُوا" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِيْ . الْمَوْضِعَيْنِ اَىِ الْكُفَّار "يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا" التَّوْحِيْد "غَافِلِيْنَ" لَا نَعْرِفُهُ، غَافِلِيْنَ،

اور یاد کیجئے جب آپ کے رب نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی نسل نکالی یہاں پر من ظهورهم يه بنی آدم سے اعادہ جار مجرور کے ساتھ بدل اشتمال ہے۔یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی صلب سے عرفہ کے دن وادی نعمان میں اولاد آدم کو چیونٹی کی مثل نسل درنسل نکالا جس طرح انہوں نے دنیا میں آنا تھا۔تا کہ ان کو عقلوں کو ترتیب دیا جائے۔اوران کو انہی کی جانوں پر گواہ بنایا اور فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ وہ سب بول اٹھے، کیوں نہیں، تو ہی ہمارا رب ہے۔ہم گواہی دیتے ہیں تا کہ قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس عہد سے بے خبر تھے۔یہاں یقولوا یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔یعنی کفار کہیں اس عہد توحید کا انکار نہ کر دیں اور یہ نہ کہہ دیں کہ ہم اس کو پہچانتے ہی نہیں۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ظہور اولاد کا بیان

حضرت مسلم بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِىٓ اٰدم من ظهورهم ذريتهم؟ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۔(الاعراف ۱۷۲)"ترجمہ" اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کا نکالا اور (سب کچھ سمجھ عطا کر کے) ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں! ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں۔تا کہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید سے محض بے خبر تھے) کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ جب اس آیت کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ۔اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پیٹھ پر داہنا ہاتھ پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت کے لئے اور جنت والوں کے سے اعمال کرنے کے لئے جو وہ کریں گے پیدا کیا ہے۔پھر اپنا ہاتھ آدم کی پشت پر پھیرا اور اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا کہ میں نے ان کو دوزخ کے لئے اور دوزخیوں کے سے کام کرنے کے لئے جو وہ کریں گے پیدا کیا ہے۔یہ سن کر ایک آدمی نے کہا" یا رسول اللہ ﷺ پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جنت کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے جنت والوں ہی کے سے عمل کراتا ہے یہاں تک کہ اس (بندہ) کی وفات جنت والوں جیسے اعمال پر ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کی بنا پر اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور جب کسی بندہ کو دوزخ کے لئے پیدا کرتا ہے تو اس سے دوزخیوں کے سے اعمال صادر کراتا ہے یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ جیسے اعمال پر مرجاتا ہے لہذا اسے ان اعمال کی بناء پر دوزخ میں ڈال دیتا ہے۔(مؤطا مالک، جامع ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 92)

یہ عہد میثاق عالم ارواح میں ہوا تھا جیسا کہ دیگر احادیث میں آتا ہے کہ رب قدوس نے تمام روحوں کو جو ازل سے لے کر ابد

تک دنیا میں آنے والی تھیں ننھی ننھی چیونٹیوں کی شکل میں جمع کیا اور پھر ان کو عقل و دانائی بھی عنایت فرمائی اور اپنی ربوبیت والوہیت کا سب سے اقرار کرایا۔ اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد نکالنے کا مطلب یہ ہے کہ ازل سے ابدتک دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہوں گے سب کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی تھی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی ان کی پشت سے ان کی اولاد اسی طرح قیامت تک جتنے انسان پیدا کئے جائیں گے سب کی پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی۔ داہنے ہاتھ کے پھیرنے کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ کو داہنا ہاتھ پھیرنے کا حکم دیا تھا ورنہ اللہ تعالیٰ کی نورانی ذات ہاتھ پیر کی ظاہری ثقالت سے پاک وصاف ہے۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ اس سے اپنی قوت وقدرت کا اظہار مقصود ہے۔

| |
|---|
| اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ○ |
| یا تم کہنے لگو کہ شرک تو محض ہمارے آباء واجداد نے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد اولاد تھے، تو کیا تو ہمیں |
| اس گناہ کی پاداش میں ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے انجام دیا تھا۔ |

## قیامت کے دن مشرکین کے کسی عذر کو بھی قبول نہ کرنے کا بیان

"اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ اٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ " اَیْ قَبْلَنَا "وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ " فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ "اَفَتُهْلِكُنَا" تُعَذِّبنَا "بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ" مِنْ اٰبَائِنَا بِتَاْسِيسِ الشِّرْكِ الْمَعْنٰى لَا يُمْكِنُهُمْ الِاحْتِجَاج بِذٰلِكَ مَعَ اِشْهَادهمْ عَلٰى اَنْفُسهمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَالتَّذْكِير بِهِ عَلٰى لِسَان صَاحِب الْمُعْجِزَة قَائِم مَقَام ذِكْره فِي النُّفُوس،

یا ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو کہ شرک تو محض ہمارے آباء واجداد نے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کی اولاد تھے لہٰذا ہمیں عذاب کیوں دیتا ہے کیونکہ ہم مجرم نہیں اصل مجرم وہ ہیں جنہوں نے شرک کی بنیاد رکھی ہے۔ تو کیا تو ہمیں اس گناہ کی پاداش میں ہلاک فرمائے گا جو اہلِ باطل نے انجام دیا تھا۔ یعنی ان کے آباء جو شرک کیا ہے لہٰذا اس شہادت کے سبب ان کو احتجاج کرنے کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا۔ اور اس عہد کو صاحب معجزہ نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے یاد دلوانا یہ خود ان کے دلوں میں ہونے کی طرح بنا دیا ہے۔

## سورہ اعراف آیت ۱۷۳،۴ کے مضامین کا بیان

حضرت مسلم بن یسار جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی ( وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ) 7۔ الاعراف: 173) اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی

قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی)۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کے بعد ان کی پشت پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرا اور اس سے ان کی اولاد نکالی پھر فرمایا کہ انہیں جنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ یہ لوگ اسی کیلئے عمل کریں گے۔ پھر ہاتھ پھیرا اور اولاد نکال کر فرمایا کہ انہیں میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے یہ اسی کیلئے عمل کریں گے۔ چنانچہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کیلئے پیدا کرتے ہیں تو اسے جنت ہی کے اعمال میں لگا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اہل جنت ہی کے اعمال پر مرتا ہے اور اسے جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے اور کسی بندے کو جہنم کیلئے پیدا فرماتا ہے تو اس سے بھی اسی کے مطابق کام لیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اہل دوزخ ہی کے عمل پر مرتا ہے اور پھر اسے دوزخ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے اور مسلم بن یسار کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سماع نہیں۔ بعض راوی مسلم اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک شخص کا واسطہ ذکر کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1018)

## بنی نوانسانیت کی پیشانیوں میں نور رکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ پھر ان کی پیٹھ سے قیامت تک آنے والی ان کی نسل کی روحیں نکل آئیں۔ پھر ہر انسان کی پیشانی پر نور کی چمک رکھ دی۔ پھر انہیں آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے پوچھا اے رب! یہ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی اولاد ہے۔ چنانچہ انہوں نے ان میں سے ایک شخص کو دیکھا جس کی آنکھوں کے درمیان کی چمک انہیں بہت پسند آئی تو اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے رب یہ کون ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سے آخری امتوں کا ایک فرد ہے۔ اس کا نام داؤد ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اس کی عمر کتنی رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ساٹھ سال۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ اس کی عمر مجھ سے چالیس سال زیادہ کر دیجئے۔

پھر جب آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو موت کا فرشتہ حاضر ہوا۔ آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا میری عمر کے چالیس سال باقی نہیں ہیں؟ فرشتے نے کہا کہ وہ تو آپ اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے چکے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آدم علیہ السلام نے انکار کر دیا لہٰذا ان کی اولاد بھی انکار کرنے لگی۔ آدم علیہ السلام بھول گئے اور ان کی اولاد بھی بھولنے لگی۔ پھر آدم علیہ السلام نے غلطی کی لہٰذا ان کی اولاد بھی غلطی کرنے لگے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1019)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ |
| اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ رجوع کریں۔ |

## دلائل کو وضاحت سے بتانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ" "نُبَيِّنُهَا مِثْلَ مَا بَيَّنَّا الْمِيْثَاقَ لِيَتَدَبَّرُوْهَا "وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" عَنْ كُفْرِهِمْ،

اور اسی طرح ہم آیتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں یعنی اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں جس طرح ہم نے میثاق کو بیان کیا ہے۔تا کہ وہ اس میں غور وفکر کریں تا کہ وہ کفر سے واپس لوٹ آئیں۔

ہم اسی طرح اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کیا کرتے ہیں تا کہ لوگ غفلت اور کجروی سے باز آ جائیں، مراد یہ ہے کہ آیات الٰہیہ میں ذرا بھی غور کریں تو وہ اس عہد و میثاق کی طرف لوٹ آئیں جو ازل میں کیا گیا تھا یعنی اللہ جل شانہ کی ربوبیت کا اعتراف کرنے لگیں اور اس کے نتیجہ میں اس کی اطاعت کو لازم سمجھیں۔

| |
|---|
| وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِىْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ○ |
| اور انھیں اس شخص کی خبر پڑھ کر سنا جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر شیطان نے اسے |
| پیچھے لگا لیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ |

## یہود کا دین سے دور نکل جانے کی مثال کا بیان

"وَاتْلُ" يَا مُحَمَّدُ "عَلَيْهِمْ" اَىِ الْيَهُوْدِ "نَبَاَ" خَبَرَ "الَّذِىْ اٰتَيْنَاهُ اٰيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا" خَرَجَ بِكُفْرِهٖ كَمَا تَخْرُجُ الْحَيَّةُ مِنْ جِلْدِهَا وَهُوَ بلعم بْن بَاعُوْرَاءَ مِنْ عُلَمَاءِ بَنِىْ اِسْرَائِيلَ سُئِلَ اَنْ يَّدْعُوَ عَلٰى مُوسٰى وَاُهْدِىَ اِلَيْهِ شَىْءٌ فَدَعَا فَانْقَلَبَ عَلَيْهِ وَانْدَلَعَ لِسَانُه عَلٰى صَدْرِه "فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ" فَاَدْرَكَهٗ فَصَارَ قَرِيْنَهٗ، فَكَانَ مِنَ الْغَاوِيْنَ،

یا محمد ﷺ آپ ان کو یعنی یہود کو اس شخص کی خبر پڑھ کر سنایئے جسے ہم نے اپنی آیات عطا کیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، یعنی وہ کفر کے سبب اپنی عزت سے اس طرح نکل گیا جس طرح سانپ اپنی کھال کو اتارتے ہوئے اس سے نکل جاتا ہے۔ اور وہ بنو اسرائل میں بلعم باعورا ہے۔جس سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے بددعا کرے جب اس نے بددعا کرنا شروع کی تو وہ زبان سے نکل کر اسی کے سینے کے چمٹ گئی یعنی بددعا انہی کی طرٹ گئی۔ پھر شیطان نے اسے پیچھے لگا لیا اس نے اس کو گمراہ کیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔

## بلعم بن باعورا بخت کے واقعہ کا بیان

عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بنی اسرائیل کے ایک شخص بلعم بن باعورا کے بارے میں نازل ہوئی اور ابن عباس اور دیگر مفسرین کرام بھی یہی فرماتے ہیں کہ یہ بلعم بن باعورا ہے (زادالمسیر 3۔287،قرطبی 7۔319)

الوالبی کہتے ہیں کہ یہ جبارین کے شہر کا آدمی تھا جس کا نام بلعم تھا یہ اللہ کا اسم اعظم جانتا تھا جب ان کی سرزمین میں حضرت

موسیٰ آئے تو بلعم کے چچازاد اور اس کی قوم کے پاس جمع ہوئے اور کہا کہ یہ موسیٰ تو لوہے کا آدمی ہے اور اس کے ساتھ بہت کثیر تعداد لشکر ہے اگر یہ ہم پر غالب آگیا تو ہمیں ہلاک کردے گا لہٰذا تم اللہ سے دعا کرو کہ ہم سے موسیٰ اور اس کے حواریوں کو واپس کردے اس نے کہا اگر میں نے موسیٰ اور ان کے حواریوں کو واپس لوٹانے کی دعا کی تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی لیکن وہ سب مل کر اس سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ اس نے ان حضرات کے خلاف دعا کردی تو اللہ نے اس کو اس کے مقام سے نکال دیا اور یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ انْسَلَخَ مِنْهَا (درمنثور3-145)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ امیہ بن ابی صلت ثقفی کے متعلق نازل ہوئی اس نے کئی کتب کا مطالعہ کیا ہوا تھا اور اسے یہ علم تھا کہ اللہ اس وقت میں کوئی رسول بھیجنے والے ہیں اور اسے امید تھی کہ وہ خود ہی وہ پیغمبر (موعود) ہے جب اللہ نے محمد کو ﷺ رسول بنا کر بھیجا تو اس نے آپ سے حسد کیا اور آپ کا انکار کیا۔ (نیسابوری 191)

مفسرین نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے وہ یہاں آئے ہیں ہمیں ہمارے بلاد سے نکالیں گے اور قتل کریں گے اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے، تیرے پاس اسمِ اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ بلعم باعور نے کہا تمہارا برا ہو حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایمان دار لوگ ہیں، میں کیسے ان پر دعا کروں؟ میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے اگر میں ایسا کروں تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جائے گی مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت اِلحاح وزاری کے ساتھ انہوں نے اپنا یہ سوال جاری رکھا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کرلوں اور اس کا یہی طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی دعا کرتا پہلے مرضی الٰہی معلوم کر لیتا اور خواب میں اس کا جواب مل جاتا چنانچہ اس مرتبہ بھی اس کو یہی جواب ملا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کے خلاف دعا نہ کرنا، اس نے قوم سے کہہ دیا کہ میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی مگر میرے رب نے ان پر دعا کرنے کی مُمانعت فرما دی تب قوم نے اس کو ہدیئے اور نذرانے دیئے جو اس نے قبول کئے اور قوم نے اپنا سوال جاری رکھا۔

تو پھر دوسری مرتبہ بلعم باعور نے رب تبارک وتعالیٰ سے اجازت چاہی اس کا کچھ جواب نہ ملا، اس نے قوم سے کہہ دیا کہ مجھے اس مرتبہ کچھ جواب ہی نہ ملا قوم کے لوگ کہنے لگے کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح دوبارہ بھی منع فرماتا اور قوم کا اِلحاح و اصرار اور بھی زیادہ ہوا حتی کہ انہوں نے اس کو فتنہ میں ڈال دیا اور آخر کار وہ بددعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا تو جو بددعا کرتا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پر آتا تھا۔ قوم نے کہا اے بلعم یہ کیا کر رہا ہے؟ بنی اسرائیل کے لئے دعا کرتا ہے ہمارے لئے بددعا، کہا یہ میرے اختیار کی بات نہیں، میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے اور اس کی زبان باہر نکل پڑی تو اس نے اپنی قوم سے کہا میری دنیا و آخرت دونوں

برباد ہوگئیں۔اس آیت میں اس کا بیان ہے۔(تفسیر ابن کثیر، جامع البیان، خزائن العرفان، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ |
| الْكَلْبِ ج اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ |
| كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ج فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ |
| اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، مگر وہ زمین کی طرف چمٹ گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگ گیا، تو اس |
| کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے ہانپتا ہے، یا اسے چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے |
| ہانپتا ہے، یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ سو تو یہ بیان سنا دے، تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ |

## یہود کی حالت کو کتے کی مثال سے سمجھانے کا بیان

"وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ" اِلٰى مَنَازِلِ الْعُلَمَاء "بِهَا" بِاَنْ نُوَفِّقَهُ لِلْعَمَلِ "وَلٰكِنَّهُ اَخْلَدَ" سَكَنَ "اِلَى الْاَرْض" اَىْ الدُّنْيَا وَمَالَ اِلَيْهَا "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" فِىْ دُعَائِهِ اِلَيْهَا فَوَضَعْنَاهُ "فَمَثَله" صِفَته "كَمَثَلِ الْكَلْب اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ" بِالطَّرْدِ وَالزَّجْر "يَلْهَثْ" يَدْلَع لِسَانه "اَوْ" اِنْ "تَتْرُكهُ يَلْهَث" وَلَيْسَ غَيْرِهِ مِنْ الْحَيَوَان كَذٰلِكَ وَجُمْلَتَا الشَّرْط حَال اَىْ لَاهِثًا ذَلِيْلًا بِكُلِّ حَال وَالْقَصْد التَّشْبِيْه فِى الْوَضْع وَالْخِسَّة بِقَرِيْنَةِ الْفَاء الْمُشْعِرَة بِتَرْتِيْبِ مَا بَعْدهَا عَلٰى مَا قَبْلهَا مِنْ الْمَيْل اِلَى الدُّنْيَا وَاتِّبَاع الْهَوٰى وَبِقَرِيْنَةِ قَوْله "ذٰلِكَ" الْمَثَل "مَثَل الْقَوْم الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيَاتِنَا فَاقْصُصْ الْقَصَص" عَلَى الْيَهُوْد "لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ فِيْهَا فَيُؤْمِنُوْنَ،

اور اگر ہم چاہتے تو اسے ان کے ذریعے بلند کر دیتے، یعنی اس کو اچھے عمل کی توفیق دے کر علماء کے مقام پر بلند کرتے۔ مگر وہ زمین اور اس کے مال کی طرف چمٹ گیا اور اس نے اپنی دعا میں خواہش کی اتباع کی تو ہم نے بھی اسے ایسی ہی جگہ پر چھوڑ دیا، تو اس کی مثال کتے کی مثال کی طرح ہے کہ اگر تو اس پر حملہ کرے یعنی اس کو دھتکارے تو وہ ذلت سے زبان لٹکائے یا اسے چھوڑ دے یعنی اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دے تو بھی زبان نکالے ہانپتا ہے، ذلت کی یہ حالت کتے کے سوا کسی اور جانور میں نہیں ہے۔ یہاں پر دونوں جملے شرطیہ ہیں اور حال ہیں۔ اور یہاں ذلت وخواری سے تشبیہ دینا مراد ہے۔ کیونکہ اس پر قرینہ فاء ہے۔ جو مشعر ہے اور یہ اپنے مابعد کی طرف یعنی وہ دنیا اور اتباع خواہش کے سبب ایسا ہے۔ اور ذلک مثل سے مراد اس قوم کی مثال بھی ایسی ہے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔ لہٰذا آپ ان یہود کو یہ بیان سنا دیں تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ یعنی وہ غور وفکر کریں اور ایمان لے آئیں۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں، جو بعثت نبوی ﷺ سے پہلے آپ کی علامات وخصوصیات

تورات میں پڑھ کر لوگوں کو بتلایا کرتے اور آپ کی تشریف آوری کا انتظار کیا کرتے تھے، مگر جب آپ تشریف لائے تو سب سے زیادہ دشمنی اور مخالفت انہی لوگوں نے کی اور تورات کے احکام سے ایسے صاف نکل گئے جیسے بلعم بن باعوراء نکل گیا تھا۔

| |
|---|
| سَآءَ مَثَلًا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ○ |
| مثال کے لحاظ سے وہ قوم بہت ہی بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور (درحقیقت) وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ |

## آیات الٰہی کو جھٹلانے والوں کیلئے بری مثال ہونے کا بیان

"سَاءَ" بِئْسَ "مَثَلًا الْقَوْمُ" اَیْ مَثَلُ الْقَوْمِ "الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ" بِالتَّكْذِيْبِ،

مثال کے لحاظ سے وہ قوم بہت ہی بری ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور درحقیقت وہ تکذیب کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔

مشرکین وغیرہم کے رد میں جا بجا قرآن نے عنکبوت، ذباب، مکڑی، مکھی وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بری ہے کہ کوئی غیرت مند آدمی حتی المقدور اس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دے گا۔ اور جو بے حیا غدار اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

| |
|---|
| مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ |
| جسے اللہ ہدایت فرماتا ہے پس وہی ہدایت پانے والا ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہراتا ہے پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ |

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ لیتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ اللہ کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر لا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ ہی ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میری گواہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ |
| بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ |
| اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے |
| نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ |

## جہنم کیلئے انسانوں اور جنات کی تخلیق کا بیان

"وَلَقَدْ ذَرَاْنَا" خَلَقْنَا "لِجَهَنَّم كَثِيْرًا مِنَ الْجِنّ وَالْإِنْس لَهُمْ قُلُوْب لَا يَفْقَهُوْنَ بِهَا" الْحَق "وَلَهُمْ اَعْيُن لَا يُبْصِرُوْنَ بِهَا " دَلَائِل قُدْرَة الله بَصَر اعْتِبَار "وَلَهُمْ اٰذَان لَا يَسْمَعُوْنَ بِهَا" الْاٰيَات وَالْمَوَاعِظ سَمَاع تَدَبُّر وَاتِّعَاظ "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ " فِيْ عَدَم الْفِقْه وَالْبَصَر وَالِاسْتِمَاع "بَلْ هُمْ اَضَلّ " مِنَ الْاَنْعَام لِاَنَّهَا تَطْلُب مَنَافِعهَا وَتَهْرُب مِنْ مَضَارّهَا وَهٰؤُلَاءِ يَقْدَمُوْنَ عَلَى النَّار مُعَانَدَة، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ،

اور بیشک ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیے بہت جن اور آدمی اور جو دل تو رکھتے ہیں لیکن ان میں حق کو سمجھنے والی سمجھ نہیں ہے اور وہ آنکھیں رکھتے ہیں لیکن ان اللہ کی قدرت کو دیکھتے نہیں ہیں اور وہ کان رکھتے ہیں لیکن ان سے آیات ونصیحت سنتے نہیں ہیں۔تا کہ وہ غور وفکر کرتے اور نصیحت حاصل کرتے یہی لوگ فقہ کا علم، نگاہ بصیرت اور استماع حق نہ جاننے کے سبب جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ کیونکہ جانور منافع کی چیزوں کو طلب کرتا ہے اور نقصان دہ چیزوں سے بھاگتا ہے۔ جبکہ یہ لوگ جہنم کی طرف بھاگے جارہے ہیں۔ پس یہ ان سے بھی بدتر ہوئے۔ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

## جنت وجہنم کے متعلق تقدیر ہونے کا بیان

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انصار کے ایک بچہ کا جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس جنت کی چڑیوں میں سے چڑیا کے لئے خوشی ہو اس نے نہ کوئی گناہ کیا اور نہ ہی گناہ کرنے کے زمانے تک پہنچا آپ نے فرمایا اے عائشہ اس کے علاوہ بھی کچھ ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو جنت کا اہل بنایا اور انہیں پیدا ہی جنت کے لئے کیا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے اور بعض کو جہنم کا اہل بنایا اور انہیں پیدا ہی جہنم کے لئے کیا ہے اس حال میں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2267)

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ |
| سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں وہ جلد اپنا کیا پائیں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا بیان

"وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاء الْحُسْنَى" التِّسْعَة وَالتِّسْعُوْنَ الْوَارِد بِهَا الْحَدِيْث وَالْحُسْنٰى مُؤَنَّث الْاَحْسَن "فَادْعُوْهُ" سَمُّوْهُ "بِهَا وَذَرُوْا" اُتْرُكُوا "الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ " مِنْ اَلْحَدَ وَلَحَدَ يَمِيْلُوْنَ عَنِ الْحَقّ . "فِيْ اَسْمَائِهٖ" حَيْثُ اشْتَقُّوا مِنْهَا اَسْمَاء لِاٰلِهَتِهِمْ: كَاللَّاتِ مِنَ الله وَالْعُزّٰى مِنَ الْعَزِيْز وَمَنَاة مِنَ الْمَنَّان

"سَيُجْزَوْنَ" فِي الْآخِرَةِ جَزَاءَ "مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِالْقِتَالِ،

اور تمام اچھے نام اللہ ہی کے ہیں بہت اچھے نام ہیں جو ۹۹ ہیں جو حدیث میں ذکر ہوئے ہیں۔اور لفظ حسنیٰ یہ احسن کی مؤنث ہے۔تو اسے ان سے پکارو جن کا ذکر ہوا ہے۔اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں حق سے نکلتے ہیں یعنی جو ملحد بے دینوں نے اللہ کے ناموں سے بنالئے ہیں یعنی جس طرح اللہ سے لات اور عزیز سے عزیٰ اور منان سے منات بنایا ہے۔وہ جلد اپنا کیا پائیں گے یعنی آخرت میں ان کے کیے ہوئے اعمال کی جزاء ان کو مل جائے گی۔اور یہ حکم بھی حکم جہاد سے پہلے کا ہے۔

## اللہ کے ناموں کو یاد کرنے والے کیلئے جنت کی خوشخبری ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جس شخص نے ان ناموں کو یاد کیا وہ ابتداہی میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 808)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان ناموں کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسم ذات اللہ کے علاوہ ننانوے نام یہ ہیں۔ (۱) الرحمٰن (۲) الرحیم (۳) الملک (۴) القدوس (۵) السلام (۶) المومن (۷) المہیمن (۸) العزیز (۹) الجبار (۱۰) المتکبر (۱۱) الخالق (۱۲) الباری (۱۳) المصور (۱۴) الغفار (۱۵) القہار (۱۶) الوہاب (۱۷) الرزاق (۱۸) الفتاح (۱۹) العلیم (۲۰) القابض (۲۱) الباسط (۲۲) الخافض (۲۳) الرافع (۲۴) المعز (۲۵) المذل (۲۶) السمیع (۲۷) البصیر (۲۸) الحکم (۲۹) العدل (۳۰) اللطیف (۳۱) الخبیر (۳۲) الحلیم (۳۳) العظیم (۳۴) الغفور (۳۵) الشکور (۳۶) العلی (۳۷) الکبیر (۳۸) الحفیظ (۳۹) المقیت (۴۰) الحسیب (۴۱) الجلیل (۴۲) الکریم (۴۳) الرقیب (۴۴) المجیب (۴۵) الواسع (۴۶) الحکیم (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الباعث (۵۰) الشہید (۵۱) الحق (۵۲) الوکیل (۵۳) القوی (۵۴) المتین (۵۵) الولی (۵۶) الحمید (۵۷) المحصی (۵۸) المبدی (۵۹) المعید (۶۰) المحی (۶۱) الممیت (۶۲) الحی (۶۳) القیوم (۶۴) الواجد (۶۵) الماجد (۶۶) الواحد (۶۷) الاحد (۶۸) الصمد (۶۹) القادر (۷۰) المقتدر (۷۱) المقدم (۷۲) المؤخر (۷۳) الاول (۷۴) الآخر (۷۵) الظاہر (۷۶) الباطن (۷۷) الوالی (۷۸) المتعال (۷۹) البر (۸۰) التواب (۸۱) المنتقم (۸۲) العفو (۸۳) الرؤف (۸۴) مالک الملک (۸۵) ذوالجلال والاکرام (۸۶) المقسط (۸۷) الجامع (۸۸) الغنی (۸۹) المغنی (۹۰) المانع (۹۱) الضار (۹۲) النافع (۹۳) النور (۹۴) الہادی (۹۵) البدیع (۹۶) الباقی (۹۷) الوارث (۹۸) الرشید (۹۹) الصبور۔اس روایت کو ترمذی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 809)

| |
|---|
| وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ أُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ |
| اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔ |

## امت محمدیہ ﷺ کا قیامت تک دین پر قائم رہنے کا بیان

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ" هُمْ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا فِیْ حَدِيْثٍ.

اور ہمارے بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں۔ اور وہ امت محمدیہ ﷺ ہے جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

حضرت حمید بن عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا کرتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا، حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت)۔ (بخاری شریف، ج ا ص ۱۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام تفسیر ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کر کے ارشاد فرمایا کہ یہ امت جس کا ذکر اس آیت میں ہے، میری امت ہے جو اپنے سب جھگڑوں کے فیصلے حق وانصاف یعنی قانون الٰہی کے مطابق کریں گے اور لینے دینے کے تمام معاملات میں حق وانصاف کو سامنے رکھیں گے۔ اور عبد بن حمید کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ آیت تمہارے حق میں آئی ہے۔ (جامع البیان، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے ہم عنقریب انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گے |
| ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔ |

## قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کا ہلاکت کی طرف جانے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا" اَلْقُرْاٰنِ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ" نَاْخُذُهُمْ قَلِيْلًا قَلِيْلًا ،مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ،

اور جن لوگوں یعنی اہل مکہ نے ہماری آیتوں یعنی قرآن کو جھٹلایا ہے ہم عنقریب انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جائیں گے ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوگی۔

ایسے لوگوں کو روزی میں کشادی دی جائے گی، معاش کی آسانیاں ملیں گی، وہ دھوکے میں پڑ جائیں گے اور حقانیت کو بھول جائیں گے۔ جب پورے مست ہو جائیں گے اور ہماری نصیحت کو گئی گذری کر دیں گے تو ہم انہیں ہر طرح کے آرام دیں گے یہاں تک کہ وہ مست ہو جائیں تب انہیں ہم ناگہانی پکڑ میں پکڑ لیں گے۔ اس وقت وہ مایوسی کے ساتھ منہ تکتے رہ جائیں گے اور ان

ظالموں کی رگ کٹ جائے گی۔ حقیقت میں تعریفوں کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انہیں میں تو ڈھیل دونگا اور یہ میری اس تدبیر سے بے خبر ہوں گے۔ میری تدبیر کبھی ناکام نہیں ہوتی وہ بڑی مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے۔

| |
|---|
| وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِیۡ مَتِيۡنٌ ۝ |
| اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ |

"وَاُمۡلِیۡ لَهُمۡ" اَمۡهِلُهُمۡ "اِنَّ كَيۡدِیۡ مَتِيۡن" شَدِيۡد لَا يُطَاق،

اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری گرفت بڑی مضبوط ہے۔ جس کا کوئی توڑ ہی نہیں ہے۔

| |
|---|
| اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمۡ مِّنۡ جِنَّةٍ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ |
| اور کیا انھوں نے غور نہیں کیا کہ ان کے ساتھی میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ وہ تو ایک کھلم کھلا ڈرانے والے کے سوا کچھ نہیں۔ |

## بدبخت کفار مکہ کا شان نبوت کو جنون سمجھ بیٹھنے کا بیان

"اَوَلَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا" فَيَعۡلَمُوۡا "مَا بِصَاحِبِهِمۡ" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ "مِنۡ جِنَّة" جُنُوۡن "اِنۡ" مَا "هُوَ اِلَّا نَذِير مُبِين" بَيِّن الۡاِنۡذَار،

اور کیا انہوں نے غور نہیں کیا یعنی سمجھا نہیں ہے کہ ان کے ساتھی حضرت محمد ﷺ میں جنون کی کون سی چیز ہے؟ یعنی جنوں میں سے کسی قسم کا جنون نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک کھلم کھلا لوگوں کو ڈر سنانے کے سوا کچھ نہیں۔

## سورہ اعراف آیت ۱۸۴ کے سبب نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ہمارے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر قریش کو بلایا اور آپ نے انہیں قبیلے کا نام لے کر پکارا اے بنوفلاں، اے بنوفلاں۔ انہیں اللہ کی سزا اور عذاب سے ڈرایا تو ان میں سے ایک نے کہا تمہارا یہ ساتھی مجنون ہے صبح تک رات اس نے چیختے ہوئے گذاری ہے اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

(سیوطی 123، زادالمسیر 3۔296، قرطبی 7۔230)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر شب کے وقت قبیلہ قبیلہ کو پکارا اور فرمایا کہ میں تمہیں عذاب الٰہی سے ڈرانے والا ہوں اور آپ نے انہیں اللہ کا خوف دلایا اور پیش آنے والے حوادث کا ذکر کیا تو ان میں سے کسی نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کیا انہوں نے فکر و تامل سے کام نہ لیا اور عاقبت اندیشی و دور بینی بالکل بالائے طاق رکھ دی اور یہ دیکھ کر کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اقوال و افعال میں ان کے مخالف ہیں اور دنیا اور اس کی لذتوں سے آپ نے منہ پھیر لیا ہے، آخرت کی طرف متوجہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے اور اس کا خوف دلانے میں شب و روز مشغول ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی طرف جنون کی نسبت کر دی یہ ان کی غلطی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، اعراف، لاہور)

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○

کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے بنائی اور یہ کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آ گیا ہو تو اس کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے۔

## زمین وآسمان کے عجائبات میں غور وفکر کرنے کا بیان

"اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْت" مُلْك "السَّمٰوَات وَالْاَرْض وَ" فِيْ "مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْء" بَيَان لِمَا فَيَسْتَدِلُّوْا بِهٖ عَلٰى قُدْرَة صَانِعه وَوَحْدَانِيَّته "و" فِيْ "اَنْ" اَيْ اَنَّهٗ "عَسٰى اَنْ يَّكُوْن قَدْ اقْتَرَبَ" قَرُبَ "اَجَلهمْ" فَيَمُوْتُوْا كُفَّارًا فَيَصِيْرُوْا اِلَى النَّار فَيُبَادِرُوْا اِلَى الْاِيْمَان "فَبِاَيِّ حَدِيْث بَعْده" اَيْ الْقُرْاٰن، يُؤْمِنُوْنَ،

کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور اس چیز میں جس کو اللہ نے بنایا ہے۔ یہ بیان اس لئے ہے کہ وہ اس سے اللہ کی قدرت اس کی صنعت اور اس کی توحید پر استدلال کریں۔ اور یہ بھی دلیل ہے کہ شاید ان کا وعدہ نزدیک آ گیا ہے پس وہ حالت کفر میں مر گئے اور انہوں جہنم میں پہنچ گئے تو پھر کیا کریں لہٰذا ابھی ان کو ایمان کی طرف آنا چاہیے۔ تو وہ اس قرآن کے بعد اور کونسی بات پر یقین لائیں گے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی اتنی بڑی وسیع بادشاہت میں سے اور زمین وآسمان کی ہر طرح کی مخلوق میں سے کسی ایک چیز نے بھی بعد از غور وفکر انہیں یہ توفیق نہ دی کہ یہ با ایمان ہو جاتے؟ اور رب کو بےنظیر و بےشبہ واحد وفرد مان لیتے؟ اور جان لیتے کہ اتنی بڑی خلق کا خالق اتنے بڑے ملک کا واحد مالک ہی عبادتوں کے لائق ہے؟ پھر یہ ایمان قبول کر لیتے اسی کی عبادتوں میں لگ جاتے اور شرک و کفر سے یکسو ہو جاتے؟ انہیں ڈر لگنے لگتا کہ کیا خبر ہماری موت کا وقت قریب ہی آ گیا ہو؟ ہم کفر پر ہی مر جائیں تو ابدی سزاؤں میں پڑ جائیں؟ جب انہیں اتنی نشانیوں کے دیکھ لینے کے بعد، اس قدر باتیں سمجھا دینے کے بعد بھی ایمان ویقین نہ آیا، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے آ جانے کے بعد بھی یہ راہ رست پر نہ آئے تو اب کس بات کو مانیں گے؟ مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ معراج والی رات جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ گویا اوپر کی طرف بجلی کڑک اور کھڑ کھڑاہٹ ہو رہی ہے، میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جن کے پیٹ بڑے بڑے گھروں جتنے اونچے تھے جن میں سانپ بھر رہے تھے جو باہر سے ہی نظر آتے تھے میں نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتلایا یہ سود خور ہیں جب میں وہاں سے اترنے لگا تو آسمان اول پر آ کر میں نے دیکھا کہ نیچے کی جانب دھواں، غبار اور شور غل ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبرائیل نے کہا یہ شیاطین ہیں جو اپنی خرمستیوں اور دھینگا مشتیوں سے لوگوں کی آنکھوں پر پردے ڈال رہے ہیں کہ وہ آسمان وزمین کی بادشاہت کی چیزوں

میں غور وفکر نہ کرسکیں اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ بڑے عجائبات دیکھتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ط وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ٥ |
| جسے اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں۔ |

"مَنْ يُّضْلِلُ اللّٰه فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَيَذَرُهُمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّوْنِ مَعَ الرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا وَّالْجَزْمِ عَطْفًا عَلٰى مَحَلِّ مَا بَعْدَ الْفَاءِ "فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ تَحَيُّرًا،

جسے اللہ گمراہ کردے پھر اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور وہ انھیں ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے، یذر یہاں پر یاء اور نون بمع رفع بھی بہ طور استیناف آیا ہے۔ اور مجزوم بھی آیا ہے جب اس کا عطف فاء کے مابعد پر بہ طور محل ہو۔ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یعنی حیران وپریشان پھرتے رہیں گے۔

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ج لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ |
| اِلَّا هُوَ ط ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ط يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ |
| حَفِيٌّ عَنْهَا ط قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ |
| یہ (کفار) آپ سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ فرمادیں کہ اس کا علم تو |
| صرف میرے رب کے پاس ہے، اسے اپنے (مقررہ) وقت پر اس (اللہ) کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ وہ آسمانوں اور |
| زمین (کے رہنے والوں) پر (شدائد ومصائب کے خوف کے باعث) بوجھل (لگ رہی) ہے۔ وہ تم پر اچانک (حادثاتی طور پر) |
| آجائے گی، یہ لوگ آپ سے (اس طرح) سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں، فرمادیں کہ |
| اس کا علم تو محض اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کرنے کا بیان

"يَسْأَلُوْنَكَ" "اَيْ اَهْلَ مَكَّةَ "عَنِ السَّاعَةِ" الْقِيَامَةِ "اَيَّانَ" مَتٰى "مُرْسَاهَا قُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَا عِلْمُهَا" مَتٰى تَكُوْنُ "عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا" يُظْهِرُهَا "لِوَقْتِهَا" اللَّامُ بِمَعْنٰى فِيْ "اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ" عَظُمَتْ "فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ" عَلٰى اَهْلِهَا لِهَوْلِهَا "لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً" فَجْاَةً "يَسْأَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ" مُبَالِغٌ فِي السُّؤَالِ "عَنْهَا" حَتّٰى عَلِمْتَهَا "قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ" تَاْكِيْد "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" اَنَّ عِلْمَهَا عِنْدَهٗ تَعَالٰى،

یہ اہل مکہ آپ سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں کہ اس کے قائم ہونے کا وقت کب ہے؟ آپ ﷺ ان سے فرمادیں

کہ اس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے، اسے اپنے مقررہ وقت پر اس اللہ کے سوا کوئی ظاہر نہیں کرے گا۔ یہاں لوقتہا میں لام بہ معنی فی ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں پر شدائد و مصائب کے خوف کے باعث بوجھل لگ رہی ہے۔ وہ تم پر اچانک حادثاتی طور پر آجائے گی، یہ لوگ آپ سے اس طرح سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی کھوج میں لگے ہوئے ہیں، آپ ان سے فرما دیں کہ اس کا علم تو محض اللہ کے پاس ہے یہ جملہ بہ طور تاکید ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے۔ کیونکہ اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔

## قیامت کے متعلق یہود و کفار کا سوال کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جبل بن ابی قشیر اور شموال بن زید یہودیوں نے کہا اے محمد ﷺ ہمیں بتائیے قیامت کب آئے گی؟ اگر آپ نبی ہوتے تو آپ کو معلوم ہوتا کہ قیامت کب آئے گی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(زادالمسیر 3۔297،طبری9۔94)

قتادہ کہتے ہیں کہ قریش نے محمد ﷺ سے کہا بے شک آپ کے اور ہمارے درمیان رشتہ داری ہے پس آپ ہمیں خبر دیجیے کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

یَسْــــــئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا (ترجمہ) یہ (لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(طبری9۔93)

قرظہ بن حسان کہتے ہیں کہ میں نے جمعہ کے دن حضرت ابوموسیٰ کو منبر بصرہ پر فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے متعلق پوچھا گیا اور میں اس وقت موجود تھا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور قیامت کو اس کے وقت پر وہی ذات ظاہر فرمائے گی ہاں البتہ میں تمہیں اس کی علامات اور اس سے پہلے رونما ہونے والے چند واقعات بتا دیتا ہوں اس سے پہلے بہت سے فتنے اور ہرج ہوگا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ ہرج کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ حبشہ کی زبان میں قتل کو کہتے ہیں اور لوگوں کے دل تنگ پڑ جائیں گے اور ان کے درمیان اجنبیت ڈال دی جائے گی حتی کہ لوگ ایک دوسرے کو نہیں پہچانیں گے اور کام کے لوگ اٹھا لیے جائیں گے اور بیکار رہ جائیں گے جو اچھائی کو اچھا نہیں سمجھیں گے اور برائی کو برا خیال نہیں کریں گے۔

(نیسابوری193،سیوطی124،مسند ابی یعلی13۔199)

## قیامت سے متعلق اہل ایمان کا سوال کرنے کا بیان

سلیمان حماد ثابت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کی بابت دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے لئے کیا سامان تیار کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے بجز اس کے کوئی تیاری نہیں کی کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہوں اس پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہوگے جس کو تم دوست رکھتے ہو۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم کسی بات پر اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس کو تم دوست رکھو گے مسرور ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید واثق ہے کہ چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے لہٰذا میں ان کے ہمراہ ہوں گا اگرچہ میں نے ان حضرات جیسے اعمال نہیں کئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 932)

| |
|---|
| قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ |
| مِنَ الْخَيْرِ ۚۛ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ |
| آپ (ان سے یہ بھی) فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر (یہ کہ) جس قدر اللہ |
| نے چاہا، اور (اسی طرح بغیر عطاءِ الٰہی کے) اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں اَز خود بہت سی بھلائی (اور فتوحات) حاصل |
| کر لیتا اور مجھے (کسی موقع پر) کوئی سختی (اور تکلیف بھی) نہ پہنچتی، میں تو (اپنے منصب رسالت کے باعث) فقط ڈر |
| سنانے والا اور خوشخبری دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی سخاوت کا بیان

ڈر اور خوشی کی خبریں بھی اُمورِ غیب میں سے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلع فرماتا ہے کیونکہ من جانبِ اللہ ایسی اِطلاع علی الغیب کے بغیر نہ تو نبوت و رسالت متحقق ہوتی ہے اور نہ ہی یہ فریضہ ادا ہو سکتا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں فرمایا گیا ہے: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (التکویر، 24:81) (اور یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب بتانے میں ہرگز بخیل نہیں)۔ اس قرآنی ارشاد کے مطابق غیب بتانے میں بخیل نہ ہونا تب ہی ممکن ہو سکتا ہے اگر باری تعالیٰ نے کمال فراوانی کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم واَخبارِ غیب پر مطلع فرمایا ہو، اگر سرے سے علمِ غیب عطا ہی نہ کیا گیا ہو تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غیب بتانا کیسا اور پھر اس پر بخیل نہ ہونے کا کیا مطلب؟ سو معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع علی الغیب ہونے کی قطعاً نفی نہیں بلکہ نفع ونقصان پر خود قادر و مالک اور بالذات عالم الغیب ہونے کی نفی ہے کیونکہ یہ شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

## ذاتی علم غیب واختیار کا صرف اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا " اَجْلُبُهُ "وَلَا ضَرًّا" اَدْفَعه "اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه وَلَوْ كُنْت اَعْلَم الْغَيْب" مَا غَابَ عَنِّي "لَاسْتَكْثَرْت مِنْ الْخَيْر وَمَا مَسَّنِيَ السُّوء "مِنْ فَقْر وَغَيْره لِاحْتِرَازِي عَنْهُ بِاجْتِنَابِ الْمَضَارّ "اِنْ" مَا "اَنَا اِلَّا نَذِير" بِالنَّارِ لِلْكَافِرِينَ "وَبَشِير" بِالْجَنَّةِ،

آپ ان سے یہ بھی فرما دیجئے کہ میں اپنی ذات کے لئے کسی نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر یہ کہ جس قدر اللہ نے چاہا، اور اسی طرح بغیر عطاءِ الٰہی کے اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں اَز خود بہت سی بھلائی اور فتوحات حاصل کر لیتا اور مجھے کسی موقع پر کوئی سختی اور تکلیف بھی نہ پہنچتی، کیونکہ میں اس [illegible] کر لیتا [illegible] میں تو اپنے منصب رسالت [illegible] فقط کفار کو جہنم کا ڈر سنانے والا اور ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں جو ایمان رکھتے ہیں۔

## سورہ اعراف آیت ۱۸۸ کے شان نزول کا بیان

غزوہ بنی مُصطلق سے واپسی کے وقت راہ میں تیز ہوا چلی چوپائے بھاگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ مدینہ طیبہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا اور یہ بھی فرمایا کہ دیکھو میرا ناقہ کہاں ہے؟ عبداللہ بن اُبَی منافق اپنی قوم سے کہنے لگا ان کا کیسا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والے کی تو خبر دے رہے ہیں اور اپنا ناقہ معلوم ہی نہیں کہ کہاں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا یہ قول بھی مخفی نہ رہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق لوگ ایسا ایسا کہتے ہیں اور میرا ناقہ اس گھاٹی میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں اُلجھ گئی ہے چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی شان سے وہ ناقہ پایا گیا اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر)

کلبی کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہارا رب تمہیں بھاؤ چڑھنے سے پہلے سستے بھاؤ کی خبر نہیں دیتا کہ تا کہ تم خریداری کر کے نفع کماؤ اور زمین جس پر قحط نازل ہونے والا ہے کے متعلق نہیں بتلاتا کہ تم بھی زرخیز زمین کی طرف کوچ کر جاؤ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زاد المسیر 3۔299)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ |
| حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ |
| وہی ہے جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا، تا کہ وہ اس کی طرف (جا کر) سکون حاصل کرے، پھر جب |
| اس نے اس (عورت) کو ڈھانکا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھا لیا، پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بھاری ہو گئی تو دونوں نے |
| اللہ سے دعا کی، جوان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔ |

## حضرت آدم وحواء علیہما السلام کا نیک بچے کے پیدا ہونے کی دعا کرنے کا بیان

"هُوَ" اَیْ اللّٰه "الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْس وَاحِدَة" اَیْ اٰدَم "وَجَعَلَ" خَلَقَ "مِنْهَا زَوْجهَا" حَوَّاء "لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا" وَیَاْلَفهَا "فَلَمَّا تَغَشَّاهَا" جَامَعَهَا "حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا" هُوَ النُّطْفَة "فَمَرَّتْ بِهٖ" ذَهَبَتْ وَجَاءَتْ لِخِفَّتِهِ "فَلَمَّا اَثْقَلَتْ" بِكِبَرِ الْوَلَد فِیْ بَطْنهَا وَاَشْفَقَا اَنْ یَكُوْن بَهِیْمَة "دَعَوَا اللّٰه رَبّهمَا لَئِنْ اٰتَیْتنَا" وَلَدًا "صَالِحًا" سَوِیًّا "لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِیْنَ" لَكَ عَلَیْهِ،

وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک جان یعنی آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا یعنی حضرت حواء کو بنایا، تا کہ وہ

اس کی طرف جا کر سکون حاصل کریں۔ پھر جب اس نے اس کو ڈھانکا یعنی ان سے جماع کیا تو اس نے ہلکا سا حمل اٹھالیا، وہ اصل تھی پس اسے لے کر چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بچے کے بڑے ہونے کے سبب بھاری ہوگئی تو ان دونوں کو خوف پیدا ہوا کہ یہ کوئی جانور نہ ہو تو دونوں نے اللہ سے دعا کی، جو ان کا رب ہے کہ بے شک اگر تو نے ہمیں تندرست بچہ عطا کیا تو ہم ضرور ہی تیرے شکر کرنے والوں سے ہوں گے۔

## سورہ اعراف ۱۸۹ کے مضمون نزول کا بیان

مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت آدم اور ان کی بیوی اولاد زندہ نہ رہتی تھی تو ان دونوں سے شیطان نے کہا کہ جب تمہارے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کا نام عبد الحارث رکھو جبکہ شیطان کا نام اس سے پہلے حارث تھا چنانچہ انہوں نے (بے خبری میں) ایسا کر دیا یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ جب وہ ان کو صحیح سالم (بچہ) دے دیتا ہے تو اس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ (زاد المسیر 3-302)

عکرمہ کا قول ہے کہ اس آیت میں خطاب عام ہے ہر ایک شخص کو اور معنی یہ ہیں کہ اللہ وہی ہے جس نے تم میں سے ہر ایک کو ایک جان سے یعنی اس کے باپ سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کی بی بی کو بنایا پھر جب وہ دونوں جمع ہوئے اور حمل ظاہر ہوا اور ان دونوں نے تندرست بچہ کی دعا کی اور ایسا بچہ ملنے پر ادائے شکر کا عہد کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ویسا ہی بچہ عنایت فرمایا۔ ان کی حالت یہ ہوئی کہ کبھی تو وہ اس بچہ کو طبائع کی طرف نسبت کرتے ہیں جیسے دہریوں کا حال ہے۔

کبھی ستاروں کی طرف جیسا کواکب پرستوں کا طریقہ ہے، کبھی بتوں کی طرف جیسا بت پرستوں کا دستور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ان کے اس شرک سے برتر ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ |
| پھر جب اس نے انھیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے جو اس نے انھیں عطا کیا تھا، |
| پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ |

## آدم وحواء کے پہلے بچے کے پاس ابلیس کے آنے کا بیان

"فَلَمَّا اٰتَاهُمَا" وَلَدًا "صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَاءَ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِكَسْرِ الشِّيْنِ وَالتَّنْوِيْنِ اَيْ شَرِيْكًا "فِيْمَا اٰتَاهُمَا" بِتَسْمِيَتِهٖ عَبْدَ الْحَارِثِ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا اِلَّا لِلّٰهِ وَلَيْسَ بِاِشْرَاكٍ فِي الْعُبُوْدِيَّةِ لِعِصْمَةِ اٰدَمَ وَرَوَى سَمُرَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: (لَمَّا وَلَدَتْ حَوَّاءُ طَافَ بِهَا اِبْلِيْسُ وَكَانَ لَا يَعِيْشُ لَهَا وَلَدٌ فَقَالَ: سَمِّيْهِ عَبْدَ الْحَارِثِ فَاِنَّهٗ يَعِيْشُ فَسَمَّتْهُ فَعَاشَ فَكَانَ ذٰلِكَ مِنْ وَحْيِ الشَّيْطَانِ وَاَمْرِهٖ) رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيْحٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ حَسَنٌ غَرِيْبٌ "فَتَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا

يُشْرِكُوْنَ" اَىْ اَهْلُ مَكَّةَ بِهٖ مِنَ الْاَصْنَامِ وَالْجُمْلَةُ مُسَبَّبَةٌ عَطْفٌ عَلٰى خَلَقَكُمْ وَمَا بَيْنَهُمَا اعْتِرَاضٌ،

پھر جب اس نے انہیں تندرست بچہ عطا کیا تو دونوں نے اس کے لیے اس میں شریک بنا لیے۔ایک قرأت میں شین کے کسرہ اور تنوین کے ساتھ یعنی شریکا آیا ہے۔جب انہیں بچہ عطا ہوا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھا حالانکہ یہ مناسب ہی نہ تھا کہ اللہ کے سواوہ کسی اور بندہ ہو۔اگر چہ یہ عبادت میں شرک نہیں ہے۔کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام شرک سے معصوم ہیں۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب حواء کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی تو شیطان ان کے گرد چکر لگانے لگا۔اور حضرت حواء کے ہاں بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو شیطان نے کہا کہ اس کا نام عبدالحارث رکھو تو یہ زندہ رہے گا تو انہوں نے اس کا نام عبدالحارث رکھ دیا اور یہ سب کچھ شیطان کی وجہ سے ہوا۔اس حدیث کا امام حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے جبکہ امام ترمذی نے حسن غریب کیا ہے۔پس اللہ اس سے بہت بلند ہے جو وہ شریک بناتے ہیں۔یعنی اہل مکہ جو بتوں کے ذریعے اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔یہاں خلقکم پر عطف ہونے کے سبب یہ جملہ مسببہ ہے۔جبکہ ان کے درمیان جو ہے وہ جملہ معترضہ ہے۔

| |
|---|
| اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ؇ |
| کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ |

## مشرکین کے خودساختہ جھوٹے معبودوں کی حیثیت کا بیان

"اَيُشْرِكُوْنَ" بِهٖ فِى الْعِبَادَةِ،

کیا وہ ایسوں کو عبادت میں شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی حضرت معاذ بن عمرو بن جموح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہی کام کرتے تھے کہ رات کے وقت چپکے سے جا کر مشرکین کے بت توڑ آتے اور جو لکڑی کے ہوتے انہیں توڑ کر بیوہ عورتوں کو دے دیتے کہ وہ اپنا ایندھن بنالیں اور قوم کے بت پرست عبرت حاصل کریں۔خود حضرت معاذ کا باپ عمرو بن جموح بھی بت پرست تھا یہ دونوں نوجوان دوست وہاں بھی پہنچتے اور اس بت کو پلیدی سے آلودہ کر آتے۔جب یہ آتا تو اپنے خدا کو اس حالت میں دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھاتا،پھر دھوتا،پھر اس پر خوشبو ملتا۔

ایک مرتبہ اس نے اس کے پاس تلوار رکھ دی اور کہا دیکھ آج تیرا دشمن آئے تو اس تلوار سے اس کا کام تمام کر دینا۔یہ اس رات بھی پہنچے اور اس کی ژ‌ درگت کر کے پاخانے سے لیپ کر کے چلے آئے مگر تاہم اسے اثر نہ ہوا صبح کو اسی طرح اس نے دھو دھا کر ٹھیک ٹھاک کر کے خوشبو لگا کر بیٹھا کر ڈنڈوت کی یعنی (اٹھک بیٹھک) کی۔جب ان دونوں نے دیکھا کہ کسی طرح یہ نہیں مانتا تو ایک رات اس بت کو اٹھا لائے اور ایک کتے کا پلا جو مرا پڑا تھا اس کے گلے میں باندھ دیا اور محلے کے ایک کنویں میں ڈال دیا صبح اس نے اپنے بت کو نہ پا کر تلاش کی تو کنویں میں اسے نظر آیا کہ کتے کے مردہ بچے کے ساتھ پڑا ہوا ہے اب اسے بت سے اور بت پرستی سے

نفرت ہوگئی اور اس نے کہا اگر تو سچ مچ اللہ ہوتا تو کنوئیں میں کتے کے پلے کے ساتھ پڑا ہوا نہ ہوتا پھر حاضر حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے پھر تو اسلام میں پورے پکے ہوگئے۔ (تفسیر محمدی، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ۝ |
| اور نہ وہ ان مشرکوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ ہی کی مدد کرسکتے ہیں۔ |

## نصرت ومدد کی طاقت بتوں میں نہ ہونے کا بیان

"وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ" اَیْ لِعَابِدِيهِمْ "نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ" بِمَنْعِهَا مِمَّنْ اَرَادَ بِهِمْ سُوْءً ا مِنْ كَسْرٍ اَوْ غَيْرِهٖ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّوْبِيخِ،

اور نہ وہ ان مشرکوں کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ مشرک ان کی عبادت کرتے ہیں اور نہ اپنے آپ ہی کی مدد کرسکتے ہیں۔ یعنی وہ اپنے آپ کو اس شخص سے نہیں بچاسکتے جو ان کو توڑنے کا ان کے خیال میں برا ارادہ کرے۔ یہاں استفہام توبیخ کیلئے آیا ہے۔

## بتوں کی پرستی کرنے میں جہالت کا بیان

اس میں بتوں کی بے قدری اور بطلان شرک کا بیان اور مشرکین کے کمال جہل کا اظہار ہے اور بتایا گیا ہے کہ عبادت کا مستحق وہی ہوسکتا ہے جو عابد کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر دفع کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ مشرکین جن بتوں کو پُوجتے ہیں ان کی بیقدرتی اس درجہ کی ہے کہ وہ کسی چیز کے بنانے والے نہیں، کسی چیز کے بنانے والے تو کیا ہوتے خود اپنی ذات میں دوسرے سے بے نیاز نہیں، آپ مخلوق ہیں، بنانے والے کے محتاج ہیں، اس سے بڑھ کر بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کرسکتے اور کسی کی کیا مدد کریں خود انہیں ضرر پہنچے تو دفع نہیں کرسکتے، کوئی انہیں توڑ دے، گرادے جو چاہے کرے وہ اس سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے، ایسے مجبور بے اختیار کو پُوجنا انتہا درجہ کا جہل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

| |
|---|
| وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ۝ |
| اور اگر تم ان کو (راہِ) ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ تمہارے حق میں برابر ہے خواہ تم انہیں |
| (حق وہدایت کی طرف) بلاؤ یا تم خاموش رہو۔ |

## بتوں کا تمہاری دعوت پر جواب نہ دینے کا بیان

"وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ" اَیْ الْاَصْنَام "اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيْد "سَوَاء عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ" اِلَيْهِ "اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ" عَنْ دُعَائِهِمْ لَا يَتَّبِعُوهُ لِعَدَمِ سَمَاعِهِمْ"

اور اگر تم ان بتوں یا بت پرستوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہ کریں گے۔ یتبوا یہاں پر تخفیف وتشدید دونوں

طرح آیا ہے۔تمہارے حق میں برابر ہے خواہ تم انہیں حق وہدایت کی طرف بلاؤ یا تم خاموش رہو۔تو وہ تمہاری بلانے کی اتباع نہ کریں گے کیونکہ وہ تمہاری پکار ہی کو نہ سنیں گے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ٥ |
| بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو۔ |

## اپنی مثل مخلوق کی عبادت کرنے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَاد" مَمْلُوكَة "اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ" دُعَاءَكُمْ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّهَا اٰلِهَة ثُمَّ بَيَّنَ غَايَة عَجْزهمْ وَفَضْل عَابِدِيهِمْ عَلَيْهِمْ،

بیشک وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے یعنی غلام ہیں تو انہیں پکارو پھر وہ تمہیں تمہاری پکار کا جواب دیں اگر تم سچے ہو۔یعنی اگر تم ان کے معبود ماننے میں سچے ہو اس کے بعد ان کی عاجزی کی انتہاء کو بیان کیا ہے کہ ان کے عبادت گار بھی ان سے افضل ہیں جو کم از کم پکار کو سن کر جواب تو دیتے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ٥ |
| کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، |
| یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ آپ فرمادیں کہ تم اپنے شریکوں کو بلالو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔ |

## چلنے پھرنے اور دیکھنے کی بھی صلاحیت نہ رکھنے والے باطل معبودوں کا بیان

"اَلَهُمْ اَرْجُل يَمْشُونَ بِهَا اَمْ" "اَيْدٍ" جَمْع يَد اسْتِفْهَام اِنْكَارِيّ اَيْ لَيْسَ لَهُمْ شَيْء مِنْ ذٰلِكَ مِمَّا هُوَ لَكُمْ فَكَيْفَ تَعْبُدُوْنَهُمْ وَاَنْتُمْ اَتَمّ حَالًا مِنْهُمْ "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّد "اُدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ" اِلٰى هَلَاكِي "ثُمَّ كِيدُوْنِي فَلَا تُنْظِرُوْنِي" تُمْهِلُوْنَ فَاِنِّي لَا اُبَالِي بِكُمْ،

کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہیں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں، ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں؟ یا یہ استفہام انکاری ہے۔یعنی ان میں سے ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔جو تمہارے پاس ہے۔لہٰذا تم ان کی کیسے عبادت کرتے ہو حالانکہ تمہاری حالت ان سے بہتر و مکمل ہے۔یا محمد ﷺ آپ فرمادیں کہ تم اپنے شریکوں کو میری ہلاکت کی جانب بلالو، پھر میرے خلاف تدبیر کرو، پس مجھے مہلت نہ دو۔کیونکہ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔

## سورہ اعراف آیت ۱۹۵ کے سبب نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بت پرستی کی مذمت کی اور بتوں کی عاجزی اور بے اختیاری کا بیان فرمایا تو مشرکین نے دھمکایا اور کہا کہ بتوں کو برا کہنے والے تباہ ہو جاتے ہیں، برباد ہو جاتے ہیں، یہ بت انہیں ہلاک کر دیتے ہیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ اگر بتوں میں کچھ قدرت سمجھتے ہو تو انہیں پکارو اور میری نقصان رسانی میں ان سے مدد لو اور تم بھی جو مکر و فریب کر سکتے ہو وہ میرے مقابلہ میں کرو اور اس میں دیر نہ کرو، مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی کچھ بھی پرواہ نہیں اور تم سب میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ اعراف، لاہور)

| |
|---|
| اِنَّ وَلِیِّ ـَۧ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ۝ |
| بیشک میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو دوست رکھتا ہے۔ |

## میرے معاملات کا والی اللہ ہے

"اِنَّ وَلِیَّ اللّٰہُ" مُتَوَلِّی اُمُوْرِی "الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ" الْقُرْاٰن "وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ" بِحِفْظِہٖ،

بیشک میرے معاملات میں میرا والی اللہ ہے جس نے کتاب یعنی قرآن اتارا، اور وہ نیکوں کو اپنی حفاظت کے ساتھ دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد آخری جملے میں عام ضابطہ بتلا دیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے عام صالح اور نیک مسلمانوں کا بھی اللہ متولی اور کفیل ہوتا ہے، ان کی مدد کرتا ہے اس لئے ان کو کسی دشمن کی مخالفت اور دشمنی مضر نہیں ہوتی، اکثر اوقات تو دنیا ہی میں وہ ان پر غالب کر دیا جاتا ہے اور اگر کسی وقت بتقاضائے حکمت غالب بھی نہ ہو تو بھی اس کے اصل مقصد میں کوئی خلل نہیں پڑتا وہ ظاہر میں ناکام ہو کر بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتا ہے کیونکہ مومن صالح کا اصل مقصد ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے، اگر وہ دنیا میں کسی وجہ سے ناکام بھی ہو جائے تو رضائے الٰہی کا اصل مقصد پھر بھی اس کو حاصل ہوتا ہے اور وہ کامیاب ہی ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ۝ |
| اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے، اور نہ خود اپنی مدد کریں۔ |

## مدد کی طاقت نہ رکھنے والوں کا بیان

"وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَا اَنْفُسَھُمْ یَنْصُرُوْنَ" فَکَیْفَ اُبَالِی بِھِمْ،

اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے، اور نہ خود اپنی مدد کریں۔ تو میں ان کی کیسے پرواہ رکھوں؟

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہاری طرف تک رہے ہیں حالانکہ فی الواقع کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

## بتوں کی بے بسی کا بیان

"وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ " اَىْ الْاَصْنَام "اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا وَتَرَاهُمْ" اَىْ الْاَصْنَام يَا مُحَمَّدُ "يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ " اَىْ يُقَابِلُوْنَك كَالنَّاظِرِ، وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ،

اور اگر تم انہیں یعنی بتوں کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ بت تمہاری بات سن بھی نہیں سکتے۔ یا محمد ﷺ تمہیں ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہاری طرف تک رہے ہیں یعنی جس طرح وہ دیکھنے والے کی طرح دیکھ رہے ہیں حالانکہ فی الواقع کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝

آپ درگزر فرمانا اختیار کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

## اچھے اخلاق کے سبب دوسروں سے درگزر کرنے کا بیان

"خُذْ الْعَفْو " الْيُسْر مِنْ اَخْلَاق النَّاس وَلَا تَبْحَث عَنْهَا "وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ " بِالْمَعْرُوْفِ "وَاَعْرِض عَنْ الْجَاهِلِيْنَ" فَلَا تُقَابِلهُمْ بِسَفَهِهِمْ،

آپ ان سے اچھے اخلاق کے سبب درگزر فرمائیں اور ان سے بحث نہ کریں، اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔ یعنی ان کی بے وقوفی کا تقابل نہ کریں۔

جمہور مفسرین نے جس کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ عفو کہا جاتا ہے ہر ایسے کام کو جو آسانی کے ساتھ بغیر کسی کلفت اور مشقت کے ہو سکے، تو معنی اس جملہ کے یہ ہوئے کہ آپ قبول کرلیا کریں اس چیز کو جو لوگ آسانی سے کرسکیں یعنی واجبات شرعیہ میں آپ لوگوں سے اعلی معیار کا مطالبہ نہ کریں بلکہ وہ جس پیمانہ پر آسانی سے عمل پیرا ہوسکیں آپ اتنے ہی درجہ کو قبول کرلیا کریں، مثلاً نماز کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ بندہ ساری دنیا سے منقطع اور یکسو ہو کر اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے اس لئے کھڑا ہے کہ حمد و ثنا کے ساتھ اپنے معروضات کو بلا واسطہ بارگاہ الہی میں خود پیش کر رہا ہے گویا وہ اس وقت براہ راست حق تعالی شانہ سے مخاطب ہے، اس کے جو آثار خشوع، خضوع ادب و احترام کے ہونا چاہئیں، ظاہر ہے کہ لاکھوں نمازیوں میں سے کسی کسی اللہ کے بندے کو نصیب ہوتے ہیں عام لوگ اس درجہ کو نہیں پاسکتے تو اس آیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تعلیم دی کہ آپ ان لوگوں سے اس اعلی معیار کا مطالبہ ہی نہ رکھیں، بلکہ جس درجہ کو وہ آسانی سے حاصل کرسکتے ہیں وہ ہی قبول فرمالیں، اسی طرح دوسری عبادات زکوۃ، روزہ، حج اور عام معاملات و معاشرت کے واجبات شرعیہ میں جو لوگ پورا پورا حق ادا نہیں کرسکتے ان سے سرسری اطاعت و

فرمانبرداری ہی کو قبول کرلیا جائے۔

ائمہ تفسیر کی ایک بڑی جماعت حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، صدیقہ عائشہ اور مجاہد رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ نے اس جملہ کے بھی یہی معنی قرار دیئے ہیں۔

دوسرے معنی عفو کے معافی اور درگزر کرنے کے بھی آتے ہیں، علماء تفسیر کی ایک جماعت نے اس جگہ یہی معنی مراد لے کر اس جملہ کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ آپ گناہگاروں خطاکاروں کے گناہ وقصور کو معاف کردیا کریں۔

امام تفسیر ابن جریر طبری نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین سے آیت کا مطلب پوچھا، جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کریں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

اس جگہ ابن مردویہ نے بروایت سعد بن عبادہ نقل کیا ہے کہ غزوہ احد میں جب آنحضرت کے چچا حضرت حمزہ کو شہید کیا گیا اور بڑی بے دردی سے ان کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بے حرمتی کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لاش کو اس ہیئت میں دیکھ کر فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرکے چھوڑوں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو بتلایا گیا کہ آپ کا یہ مقام نہیں، آپ کے شایان شان یہ ہے کہ عفو ودرگزر سے کام لیں۔

اس مضمون کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد نے عقبہ بن عامر کی روایت سے نقل کی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مکارم اخلاق کی تعلیم دی وہ وہی تھی کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اس کو معاف کردو، جو تم سے قطع تعلق کردے تم اس سے ملا کرو، جو تمہیں محروم کردے تم اس کو بخشش دیا کرو۔

اور بیہقی نے بروایت علی مرتضیٰ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو اولین وآخرین کے اخلاق سے بہتر اخلاق کی تعلیم دیتا ہوں، وہ یہ ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرے تم اس پر بخشش کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کردو، جو تم سے تعلق قطع کرے تم اس سے بھی ملا کرو۔

لفظ عفو کے پہلے اور دوسرے معنی میں اگرچہ فرق ہے لیکن حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کہ لوگوں کے اعمال واخلاق میں سرسری اطاعت وفرمانبرداری کو قبول فرمالیا کریں، زیادہ تجسس اور تفتیش میں نہ پڑیں، اور ان سے اعلیٰ معیار کی اطاعت کا مطالبہ نہ کریں اور ان کی خطاؤں اور قصور سے درگزر فرمائیں، ظلم کا انتقام نہ لیں، چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال واخلاق ہمیشہ اسی سانچے میں ڈھلے رہے، جس کا پورا مظاہرہ اس وقت ہوا جب مکہ فتح ہوکر آپ کے جانی دشمن آپ کے قبضہ میں آئے تو آپ نے سب کو آزاد کرکے فرمادیا کہ تمہارے مظالم کا بدلہ لینا تو کیا ہم تمہیں پچھلے معاملات پر ملامت بھی نہیں کرتے۔

دوسرا جملہ اس ہدایت نامہ کا وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ ہے، عرف بمعنی معروف ہر اچھے اور مستحسن کام کو کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو

لوگ آپ کے ساتھ برائی اور ظلم سے پیش آئیں آپ ان سے انتقام نہ لیں بلکہ معاف کر دیں مگر ساتھ ہی ان کو نیک کام کی ہدایت بھی کرتے رہیں، گویا بدی کا بدلہ نیکی سے ظلم کا بدلہ صرف انصاف ہی سے نہیں بلکہ احسان سے دیں۔

تفسیر ابن کثیر میں کہ کنارہ کش ہونے کا بھی مطلب یہ ہے کہ ان کی برائی کا جواب برائی سے نہ دیں، یہ معنی نہیں کہ ان کو ہدایت کرنا چھوڑ دیں کہ یہ وظیفہ رسالت ونبوت کے شایان شان نہیں۔

صحیح بخاری میں اس جگہ ایک واقعہ حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم کی خلافت کے زمانہ میں عیینہ ابن حصن مدینہ میں آیا اور اپنے بھتیجے حرابن قیس کا مہمان ہوا، حضرت حر بن قیس ان اہل علم حضرات میں سے تھے جو حضرت فاروق اعظم کی مجلس مشاورت میں شریک ہوا کرتے تھے، عیینہ نے اپنے بھتیجہ حر بن قیس سے کہا کہ تم امیرالمومنین کے مقرب ہو میرے لئے ان سے ملاقات کا کوئی وقت لے لو، حر بن قیس نے فاروق اعظم سے درخواست کی کہ میرا چچا عیینہ آپ سے ملنا چاہتا ہے، آپ نے اجازت دے دی۔

| |
|---|
| وَ اِمَّا یَنۡزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِؕ اِنَّهٗ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ۝ |
| اور اے انسان اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ (ان امور کے خلاف) تجھے ابھارے تو اللہ سے |
| پناہ طلب کیا کر، بیشک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## انسان کا اپنے آپ کو شیطانی وسواس سے بچانے کا بیان

"وَاِمَّا" فِیۡهِ اِدۡغَام نُوۡن اِنۡ الشَّرۡطِیَّة فِیۡ مَا الۡمَزِیۡدَة "یَنۡزِغَنك مِنۡ الشَّیۡطَان نَزۡغ " اَیۡ اِنۡ یَّصۡرِفك عَمَّا اُمِرۡت بِهٖ صَارِف "فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ" جَوَاب الشَّرۡط وَجَوَاب الۡاَمۡر مَحۡذُوۡف اَیۡ یَدۡفَعهُ عَنۡك "اِنَّهٗ سَمِیۡع" لِلۡقَوۡلِ "عَلِیۡم" بِالۡفِعۡلِ،

یہاں پر اما کے اندر ان کا ادغام ہے جو شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے۔ اور اے انسان اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ ان امور کے خلاف تجھے ابھارے تو اللہ سے پناہ طلب کیا کر، یہ جواب شرط ہے جبکہ جواب امر محذوف ہے۔ یعنی اس کو اپنے آپ سے دور کر۔ بیشک وہ قول کو سننے والا، فعل کو جاننے والا ہے۔

## شیطانی شر سے بچنے کیلئے پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ کلمات کہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں، ملک اللہ ہی کا ہے اور اسی کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، ایک دن میں سو بار پڑھا تو اس کو دس غلام (کے آزاد کرنے) کا ثواب ملے گا اور سو گناہ اس کے مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس دن شام ہونے تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور اس سے کوئی آدمی افضل نہ ہوگا، مگر وہ شخص جو اس سے زیادہ بڑھے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1352)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تم میں سے کوئی شخص ایسا خواب دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو تو اس کو چاہئے کہ بائیں طرف تین بار تھتکار دے اور تین بار شیطان سے اللہ کی پناہ مانگے اور اپنی کروٹ کو تبدیل کر دے جس پر وہ خواب دیکھنے کے وقت سویا ہوا تھا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 546)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے دو ہزار برس پہلے کتاب لکھی یعنی لوح محفوظ میں فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا۔ اس کتاب میں سے وہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورۂ بقرہ کا اختتام ہوتا ہے یعنی آمن الرسول سے آخری سورت تک یہ آیتیں جس مکان میں تین رات تک پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا۔ (ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 656)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۝ |
| بیشک وہ جوڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ |

## شیطانی خیالات اور وسواس سے اپنے آپ کو بچانے کا بیان

"إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ" أَصَابَهُمْ "طَيْف" وَفِيْ قِرَاءَة طَائِف أَيْ شَيْء أَلَمَّ بِهِمْ "مِنْ الشَّيْطَان تَذَكَّرُوْا" عِقَاب اللّٰه وَثَوَابه "فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ" الْحَقّ مِنْ غَيْره فَيَرْجِعُوْنَ،

بیشک وہ جوڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال کی ٹھیس لگتی ہے۔ یہاں پر طیف ایک قرأت میں طائف ہے یعنی ایسی چیز جس کے سبب شیطان ان کو وسوسہ دلائے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ یعنی اللہ کے عذاب اور ثواب کو یاد کر کے اپنے آپ کو بچا لیتے ہیں۔ اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ یعنی وہ حق کو دیکھ لیتے ہیں۔ اور حق سے جو غیر ہے اس سے واپس حق کی جانب لوٹ آتے ہیں۔

طائف کی دوسری قرأت طیف ہے۔ یہ دونوں مشہور قرأتیں ہیں دونوں کے معنی ایک ہیں بعض نے لفظی تعریف بھی کی ہے فرمان ہے کہ وہ لوگ جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں جنہیں اللہ کا ڈر ہے جو نیکیوں کے عامل اور برائیوں سے رکنے والے ہیں انہیں جب کبھی غصہ آ جائے، شیطان ان پر اپنا کوئی داؤ چلانا چاہے۔ تو یہ لوگ توبہ کر لیتے ہیں، اللہ کی طرف جھک جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شیطانی شر سے پناہ مانگنے لگتے ہیں اور اسی وقت اللہ کی جناب میں رجوع کرتے ہیں اور استقامت کے ساتھ صحت پر جم جاتے ہیں۔

## نیک لوگوں کا اپنے آپ کو شیطان کے شر سے محفوظ کر لینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" جب تم میں سے کوئی آدمی (رات کو) سوتا ہے تو شیطان مردود اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے، ہر گرہ پر (یہ کہہ کر) مارتا ہے (یعنی اس کے دل میں یہ

بات ڈالتا ہے) کہ "ابھی بہت رات باقی ہے سو تارہ" لہٰذا اگر کوئی آدمی (شیطان کے اس مکر میں نہیں آتا اور عبادت الٰہی کے لئے) جاگتا ہے اور (دل میں ہی یا زبان سے) اللہ کو یاد کرتا ہے تو (غفلت وسستی کی) ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وہ وضو کرتا ہے تو (نجاست کی) دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اس کے بعد جب نماز پڑھتا ہے تو (کسالت و بطالت کی) تیسری گرہ (بھی کھل جاتی ہے چنانچہ ایسا آدمی شادماں اور پاک نفس صبح کرتا ہے ورنہ وہ (جو آدمی نہ جاگتا ہے نہ ذکر کرتا ہے اور نہ وضو کر کے نماز ہی پڑھتا ہے تو وہ) کاہل اور پلید نفس صبح کرتا ہے۔ (صحیح البخاری صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1194)

## حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبر والے نوجوان سے کلام وجواب کا بیان

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ اپنی تاریخ میں عمرو بن جامع کے حالات میں نقل کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عابد مسجد میں رہا کرتا تھا اور اللہ کی عبادت کا بہت مشتاق تھا ایک عورت نے اس پر ڈورے ڈالنے شروع کیے یہاں تک کہ اسے بہکا لیا قریب تھا کہ وہ اس کے ساتھ کوٹھڑی میں چلا جائے جو اسے یہ آیت (اذامسھم)، یاد آئی اور غش کھا کر گر پڑا بہت دیر کے بعد جب اسے ہوش آیا اس نے پھر اس آیت کو یاد کیا اور اس قدر اللہ کا خوف اس کے دل میں سمایا کہ اس کی جان نکل گئی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے والد سے ہمدردی اور غم خواری کی۔ چونکہ انہیں رات ہی کو دفن کر دیا گیا تھا آپ ان کی قبر پر گئے آپ کے ساتھ بہت سے آدمی تھے۔ آپ نے وہاں جا کر ان کی قبر پر نماز جنازہ ادا کی اور اسے آواز دے کر فرمایا اے نوجوان! آیت (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ 46) 55۔ الرحمن: 46) جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھے اس کیلئے دو دو جنتیں ہیں۔ اسی وقت قبر کے اندر سے آواز آئی کہ مجھے میرے رب عزوجل نے وہ دونوں دو دو مرتبے عطا فرما دیئے۔ (تفسیر ابن کثیر، اعراف، بیروت)

| وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ٥ |
|---|
| اور جو ان شیطانوں کے بھائی ہیں وہ انھیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔ |

## شیطان صفت کفار کا لوگوں کو گمراہ کرنے کا بیان

"وَاِخْوَانُهُمْ" اَیْ اِخْوَانُ الشَّيَاطِين مِنَ الْكُفَّار "يَمُدُّوْنَهُمْ" اَیِ الشَّيَاطِين "فِي الْغَيِّ ثُمَّ" هُمْ "لَا يُقْصِرُوْنَ" يَكُفُّوْنَ عَنْهُ بِالتَّبَصُّرِ كَمَا تَبَصَّرَ الْمُتَّقُوْنَ،

اور جو کفار ان شیطانوں کے بھائی ہیں وہ شیاطین انہیں گمراہی میں بڑھاتے رہتے ہیں، پھر وہ کمی نہیں کرتے۔ یعنی ان کو دیکھنے سے روک لیتے ہیں جس طرح اہل تقویٰ لوگ دیکھ کر اپنے آپ کو شیطان سے بچاتے ہیں۔

اب ان کا حال بیان ہو رہا ہے جو خود شیطان کے بھائی بنے ہوئے ہیں۔ جیسے فضول خرچ لوگوں کو قرآن نے شیطان کے بھائی قرار دیا ہے ایسے لوگ اس کی باتیں سنتے ہیں، مانتے ہیں اور ان پر ہی عمل کرتے ہیں۔ شیاطین ان کے سامنے برائیاں اچھے رنگ میں پیش کرتے ہیں، ان پر وہ آسان ہو جاتی ہیں اور یہ پوری مشغولیت کے ساتھ ان میں پھنس جاتے ہیں۔ دن بدن اپنی

بدکاری میں بڑھتے جاتے ہیں، جہالت اور نادانی کی حد کر دیتے ہیں۔ نہ شیطان ان کے بہکانے میں کوتاہی برتتے ہیں نہ یہ برائیاں کرنے میں کمی کرتے۔ یہ ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے رہتے ہیں اور وہ ان وسوسوں میں پھنستے رہتے ہیں یہ انہیں بھڑکاتے رہتے ہیں اور گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں وہ برے عمل کیے جاتے ہیں اور برائیوں پر مداومت اور لذت کے ساتھ جمے رہتے ہیں۔

| |
|---|
| وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۭ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ |
| اور جب تو ان کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کرلیا؟ آپ فرمادیں کہ میں |
| تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے |
| سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے سراسر ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

## کثیر معجزات کے باوجود کفار مکہ کا معجزہ طلب کرنے کا بیان

"وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ "بِاٰيَةٍ" مِمَّا اقْتَرَحُوا "قَالُوْا لَوْلَا" . هَلَّا "اجْتَبَيْتَهَا" اَنْشَاْتَهَا مِنْ قِبَلِ نَفْسِكَ "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ" وَلَيْسَ لِيْ اَنْ اٰتِيَ مِنْ عِنْدِ نَفْسِيْ بِشَيْءٍ "هٰذَا" الْقُرْاٰنُ "بَصَاۗىِٕرُ" حُجَجٌ، مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ،

اور جب اہل مکہ کے پاس کوئی نشانی نہ لائے تو کہتے ہیں تو نے خود اس کا انتخاب کیوں نہیں کرلیا؟ یعنی آپ یہ معجزہ اپنی جانب سے کیوں نہیں لائے؟ آپ ان سے فرمادیں کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی جانب سے میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ لہٰذا مجھے خود اپنی جانب سے کوئی معجزہ لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے دلائل ہیں اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان رکھتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو قرآن مجید اور صحیح روایات حدیث سے ثابت ہیں ان کی بڑی تعداد ہے، علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب خصائص کبری دو ضخیم جلدوں میں اسی موضوع پر لکھی ہوئی مشہور و معروف ہے۔ علامہ ابن جوزی، امام غزالی اور ہمارے زمانے میں مفتی محمد امین صاحب فیصل آباد نے بھی کثیر رسائل شائع کیے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے معجزات پر مبنی ہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات سامنے آنے کے باوجود مخالفین اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے اپنی طرف سے متعین کر کے نئے نئے معجزات دکھلانے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جس کا ذکر اسی سورت میں پہلے بھی آچکا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ |
| اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## قرآن کی قرأت کے وقت خاموش رہنے اور سننے کے حکم کا بیان

"وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰن فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاَنْصِتُوا" عَنْ الْكَلام "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" نَزَلَتْ فِي تَرْكِ الْكَلام فِي الْخُطْبَة وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْقُرْاٰنِ لِاشْتِمَالِهَا عَلَيْهِ وَقِيلَ فِي قِرَاءَة الْقُرْاٰن مُطْلَقًا،

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور کلام کرنے سے چپ رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ آیت جمعہ میں خطبہ کے وقت ترک کلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کو قرآن سے تعبیر کیا ہے کیونکہ وہ خطبہ بھی قرآن پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں قرآن سے مراد مطلق قرأت قرآن ہے۔

## سورہ اعراف آیت ۲۰۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے دوران نماز آواز یں بلند کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (زاد المسیر 3-312، درمنثور 2-155)

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ جب شروع شروع میں نماز فرض ہوئی تو لوگ اپنی نمازوں میں گفتگو کیا کرتے تھے ایک شخص آتا اور اپنے ساتھ والے سے پوچھتا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں وہ کہتا اتنی پڑھ لی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ وعز شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 9-111، قرطبی 7-353)

زہری کہتے ہیں کہ یہ ایک انصاری نوجوان کے متعلق نازل ہوئیں جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قرات کرتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فرض نماز میں قرات کی آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے بلند آواز سے قرآت کرنے لگے جس سے آپ سے نماز میں خلط ہو گیا تو اس پر یہ آیت اتری۔ سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، عمرو بن دینار، اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن اور دوران خطبہ امام کے سامنے خاموشی اختیار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی۔ (طبری 9-112، قرطبی 7-353،)

احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں رات کو پڑاؤ ڈالنے کے بعد صبح کو فرمایا کہ میں نے اپنے اشعری رفقائے سفر کو ان کی تلاوت کی آوازوں سے رات کے اندھیرے میں پہچان لیا کہ ان کے خیمے کس طرف اور کہاں ہیں، اگرچہ دن میں مجھے ان کے جائے قیام کا علم نہیں تھا۔

اس واقعہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اشعری حضرات کو اس سے منع نہیں فرمایا کہ بلند آواز سے کیوں قرأت کی اور نہ سونے والوں کو ہدایت فرمائی کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو تم سب بیٹھو اور قرآن سنو۔

اس قسم کی روایات سے فقہاء نے خارج نماز کی تلاوت کے معاملہ میں کچھ گنجائش دی ہے، لیکن اولی اور بہتر سب کے نزدیک یہی ہے کہ خارج نماز بھی جب کہیں سے تلاوت قرآن کی آواز آئے تو اس پر کان لگائے اور خاموش رہے اور اسی لئے ایسے مواقع میں جہاں لوگ سونے میں یا اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تلاوت قرآن بآواز بلند کرنا مناسب نہیں۔

## آیت قرأت کا نماز سے متعلق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یہ آیت فرض نماز کے بارے میں ہے۔ طلحہ کا بیان ہے کہ عبید بن عمر اور عطاء بن ابی رباح کو میں نے دیکھا کہ واعظ وعظ کہہ رہا تھا اور وہ آپس میں باتیں کررہے تھے تو میں نے کہا تم اس وعظ کو نہیں سنتے اور وعید کے قابل ہو رہے ہو؟ انہوں نے میری طرف دیکھا پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے پھر یہی کہا انہوں نے پھر میری طرف دیکھے اور پھر اپنی باتوں میں لگ گئے، میں نے پھر تیسری مرتبہ ان سے یہی کہا۔ تیسری بار انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا یہ نماز کے بارے میں ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں نماز کے سوا جب کوئی پڑھ رہا ہو تو کلام کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بھی بہت سے بزرگوں کا فرمان ہے کہ مراد اس سے نماز میں ہے۔ حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ یہ آیت نماز اور جمعہ کے خطبے کے بارے میں ہے۔ حضرت عطاء سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حسن فرماتے ہیں نماز میں اور ذکر کے وقت، سعید بن جبیر فرماتے ہیں بقرہ عید اور میٹھی عید اور جمعہ کے دن اور جن نمازوں میں امام اونچی قرأت پڑھے۔ ابن جریر کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ مراد اس سے نماز میں اور خطبے میں چپ رہنا ہے جیسے کہ حکم ہوا ہے امام کے پیچھے خطبے کی حالت میں چپ رہو۔ مجاہد نے اسے مکروہ سمجھا کہ جب امام خوف کی آیت یا رحمت کی آیت تلاوت کرے تو اس کے پیچھے سے کوئی شخص کچھ کہے بلکہ خاموشی کے لئے کہا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جب تو قرآن سننے بیٹھے تو اس کے احترام میں خاموش رہا کر۔ مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو شخص کان لگا کر کتاب اللہ کی کسی آیت کو سنے تو اس کے لئے کثرت سے بڑھنے والی نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اسے پڑھے تو اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

## جب امام قرأت کرے تو تم خاموش ہو جاؤ (حدیث)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہٰذا جب امام اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب امام قرائت کرے تو تم خاموش رہو۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 819)

**فاذا اکبر فکبروا** کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ مقتدی تکبیر، امام کے تکبیر کہنے کے بعد کہیں۔ نہ تو اس کے ساتھ ساتھ کہیں اور نہ اس سے پہلے کہیں اور یہ حکم تکبیر تحریمہ میں تو واجب ہے البتہ دوسری تکبیرات میں مستحب ہے۔

حدیث کے دوسرے جزء فاذا قرا سے مراد مطلق ہے یعنی خواہ امام بلند قراءت کرے یا آہستہ سے پڑھے۔ دونوں صورتوں میں مقتدیوں کو خاموشی سے اس کی قرات سننا چاہئے اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "فانصتوا" یعنی چپ رہو

فرمایا۔فاستمعوا یعنی سنونہیں فرمایاارشادربانی ہے۔

آیت (وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ) 7۔ الاعراف: 204))

یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو بلند آواز سے پڑھنے کی صورت میں اسے سنو اور آہستہ آواز سے پڑھنے کی صورت میں خاموش رہو۔لہٰذا معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کے لیے کچھ پڑھنا مطلقاً ممنوع ہے خواہ نماز جہری بآواز بلند ہو یا سری بآواز آہستہ ہو۔

## مدرک رکوع کی رکعت کاعدم فاتحہ خلف الامام ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (جماعت میں شریک ہونے کے لیے) نماز میں آؤ اور مجھے سجدے کی حالت میں پاؤ تو تم بھی سجدے میں چلے جاؤ۔

اور اس سجدے کو کسی حساب میں نہ لگاؤ ہاں جس آدمی نے (امام کے ساتھ) رکوع پالیا تو اس نے پوری رکعت پالی۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 1113 )

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں آکر اس حال میں شریک ہو کہ امام سجدے میں ہو اور وہ بھی سجدے میں چلا جائے تو اس کی پوری رکعت نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی آدمی اس حال میں شریک ہو کہ امام رکوع میں ہو اور اسے رکوع مل جائے تو اسکی پوری رکعت ادا ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی آدمی جماعت میں اس وقت شریک ہو جب امام سجدے میں ہو تو وہ سجدے میں چلا جائے۔مگر اس سجدے کی وجہ سے وہ اس رکعت کا ادا کرنا نہ سمجھے کیونکہ جس طرح رکوع میں شریک ہو جانے سے پوری رکعت مل جاتی ہے اسی طرح سجدے میں شریک ہونے پر پوری رکعت نہیں ملتی۔

دوسرے جزو کے علماء نے دو مطلب بیان کئے ہیں (۱) حدیث میں لفظ "رکعۃ" سے رکوع مراد ہے اور "صلوٰۃ" سے رکعت یعنی جس نے امام کو رکوع میں پایا اور وہ رکوع اس نے بھی پالیا تو اس کو پوری رکعت مل گئی (۲) رکعۃ اور صلوٰۃ دونوں اپنے حقیقی معنی میں استعمال کیے گئے ہیں اس طرح حدیث کے اس جزء کا مطلب یہ ہوگا کہ جس آدمی نے جماعت میں ایک رکعت بھی پالی تو اس نے امام کے ساتھ پوری نماز کو پالیا لہٰذا اسے نماز باجماعت کو ثواب بھی ملے گا اور جماعت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی۔

ان لوگوں کو اس سوال کا جواب دینا چاہیئے کہ اس حدیث کے مطابق امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے والے شخص کی نماز کی وہ رکعت کس طرح ہو جائے گی۔جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے امام کو رکوع میں پایا اس نے وہ رکعت پالی۔امید ہے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کیلئے یہ دلیل بھی کافی ہوگی۔

## امام کے پیچھے فاتحہ اور کسی دوسری سورت کی قرأت میں مذاہب اربعہ

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مقتدی کو سورت فاتحہ پڑھنا خواہ نماز جہری ہو یا سری واجب ہے اور

سورت فاتحہ کے علاوہ کوئی سورت وغیرہ پڑھنا جائز ہے۔

حضرت امام احمد، حضرت امام مالک اور ایک قول کے مطابق خود حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی مسلک یہ ہے کہ مقتدی کے لیے سورت فاتحہ کا پڑھنا صرف سری نماز میں واجب ہے جہری نماز میں محض امام کی قرات سننا کافی ہے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں خواہ نمازی سری ہو یا جہری دونوں صورتوں میں مطلقاً قرائت مقتدی کے لیے ممنوع ہے نیز صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کے رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کے نزدیک بھی مقتدی کو پڑھنا مکروہ ہے۔

حضرت امام محمد جو حضرت امام اعظم کے جلیل القدر شاگرد اور فقہ حنفیہ کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ "صحابہ" کی ایک جماعت کے قول کے مطابق امام کے پیچھے مقتدی اگر سورت فاتحہ کی قرات کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ عمل اس دلیل پر کیا جائے جو زیادہ قوی اور مضبوط ہو، چنانچہ حنفیہ کی دلیل یہ حدیث ہے۔

الحدیث ( مَنْ کَانَ لَہ اِمامٌ فَقِرَاءَ ۃُ الْاِ مَامِ قِرَاءَ ۃٌ لَہ ۔

یعنی نماز میں جس آدمی کا امام ہو تو امام کی قرات ہی اس مقتدی کی قرات ہوگی۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ البخاری و مسلم کے علاوہ سب ہی نے اسے نقل کیا ہے اور ہدایہ میں تو یہاں تک مذکورہ ہے علیہ اجماع الصحابۃ یعنی اسی پر صحابہ کا اتفاق تھا۔

| |
|---|
| وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ |
| بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ |
| اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے اور بلند آواز کے بغیر الفاظ سے صبح وشام یاد کر اور غافلوں سے نہ ہو۔ |

## اللہ کا ذکر درمیانی آواز سے کرنے کا بیان

"وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ " اَیْ سِرًّا "تَضَرُّعًا" تَذَلُّلًا "وَخِیفَۃً" خَوْفًا مِنْہُ "و" فَوْقَ السِّرِّ "دُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ" اَیْ قَصْدًا بَیْنَھُمَا "بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ" اَوَائِلَ النَّھَار وَاَوَاخِرہ "وَلَا تَکُنْ مِنَ الْغَافِلِینَ" عَنْ ذِکْرِ اللّٰہ،

اور اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی سے اور خوف سے یعنی اس سے خوف زدہ ہو کر اور بلند آواز کے بغیر چیخ کے ہو اور آہستہ سے ذرا بلند ہو یعنی درمیانی آواز سے اس کو صبح وشام یاد کر یعنی دن کے اول وآخر حصے میں اس کو یاد کر و اور اللہ کا ذکر نہ کرنے والے غافلوں میں سے نہ ہونا۔

## ذکر وتلاوت قرآن کو درمیانی آواز میں کرنے کا بیان

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات کو نکلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ پست آواز سے قرات کر رہے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ بلند آواز سے قرات کر رہے ہیں جب یہ دونوں حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا اے ابوبکر میں جب تمہارے پاس سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ تم پست آواز سے قرات کر رہے تھے (اس کی کیا وجہ ہے)؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میں اس کو سناتا تھا جو سرگوشی کو بھی سن لیتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر جب میں تمہارے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ تم بلند آواز سے قرات کر رہے ہو (بتاؤ اس کی کیا وجہ تھی) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا میں سونے والے کو جگاتا تھا اور شیطان کو بھگاتا تھا حسن کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم اپنی آواز تھوڑی بلند کرو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اے عمر تم اپنی آواز تھوڑی پست کرو۔ (سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1325)

حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کب پڑھتے تھے فرمایا کبھی اول شب میں اور کبھی آخر شب میں۔ میں نے پوچھا کہ اس میں قرات کیسے کرتے تھے آہستہ یا بلند آواز میں؟ فرمایا کہ دونوں طرح کبھی آہستہ اور کبھی بلند آواز میں نیز کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے سوتے۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ قتیبہ کے علاوہ دوسروں نے کہا ہے غسل سے مراد غسل جنابت ہے۔ (سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1433)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝ السجدة |
| بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ |

## نیک لوگوں کی طرح نیک بن جانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ اَیْ الْمَلَائِكَة "لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ" يَتَكَبَّرُوْنَ "عَنْ عِبَادَته وَيُسَبِّحُوْنَهٗ" يُنَزِّهُوْنَهُ عَمَّا لَا يَلِيق بِهٖ "وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ" اَیْ يَخُصُّوْنَهُ بِالْخُضُوْعِ وَالْعِبَادَة فَكُوْنُوْا مِثْلهمْ.

بیشک وہ جو تیرے رب کے پاس فرشتے ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے ہیں یعنی جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں ہے وہ اس سے پاک ہے۔ اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یعنی خصوع اور عبادت میں اسی کو خاص کرتے ہیں۔ لہٰذا تم بھی ان جیسے بن جاؤ۔

## سجدہ کرنے کے سبب گناہوں کی بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت معدان بن ابی طلحہ یعمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا اور عرض کیا کہ آپ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جس کے کرنے سے مجھے اللہ جنت میں داخل کر دے یا میں نے کہا کہ مجھے اللہ

کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کے بارے میں خبر دیں وہ خاموش رہے میں نے پھر پوچھا تو وہ خاموش رہے پھر میں نے تیسری مرتبہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تجھ پر اللہ کی رضا کے لئے سجدوں کی کثرت لازم ہے تو جب بھی کوئی سجدہ کرتا ہے تو اللہ اس سجدہ کے سبب سے تیرا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور اس کے ذریعہ تیری ایک خطا مٹا دیتے ہیں معدان کہتے ہیں پھر میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو ان سے پوچھا تو انہوں نے بھی مجھے حضرت ثوبان کی طرح بتایا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1088)

## مؤمن کے سجدے سے شیطان کے رونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ابن آدم یعنی انسان سجدہ والی آیت پڑھ کر سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا اور ہائے افسوس کہتا ہوا اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور ابی کریب کی روایت میں ہے شیطان کہتا ہے ہائے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم کیا گیا تو وہ سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا تو میں سجدے کا انکار کر کے جہنمی ہو گیا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 245)

## سورہ اعراف کی تفسیر مصباحین جلد دوئم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عام کے تصدق سے آج بہ مورخہ ۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ بمطابق ۱۴ فروری ۲۰۱۴ء بہ روز جمعہ بعد نماز عصر تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کی دوسری جلد سورہ اعراف کی تفسیر کے ساتھ مکمل ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے ایمان پر استقامت نصیب فرمائے۔ اور اس تفسیر کو پڑھنے والے جملہ قارئین و متعلقین کی بخشش فرمائے۔ اور تمام امت مسلمہ کیلئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا اور قرب قیامت کے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے امین،

**محمد لیاقت علی رضوی بن محمد صادق**

**۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ**

**چك سنتیكا بهاولنگر**

# ماخذ ومراجع تفسیر مصباحین از کتب تفاسیر

| عنوان الکتاب | مؤلف الکتاب |
|---|---|

تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس موافق للمطبوع،جمعه محمد بن یعقوب الفیروز آبادی
تفسیر البحر المحیط ( موافق للمطبوع )أبو حیان الأندلسی
تفسیر ابن أبی حاتم ( موافق للمطبوع )ابن أبی حاتم
تفسیر البیضاوی ( أنوار التنزیل و أسرار التأویل ) موافق للمطبوعالبیضاوی
تفسیر حقی ( روح البیان فی تفسیر القرآن )إسماعیل حقی البروسوی
روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی موافق للمطبوع،الإمام الآلوسی
تفسیر الکشاف موافق للمطبوع،الزمخشری المعتزلی
أضواء البیان فی إیضاح القرآن بالقرآن ( موافق للمطبوع )الشیخ محمد المختار الشنقیطی
الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور موافق للمطبوع،جلال الدین السیوطی
تفسیر الطبری ( جامع البیان عن تأویل آی القرآن ) موافق للمطبوع،الإمام ابن جزیر الطبری
تفسیر القرطبی ( الجامع لأحکام القرآن ) موافق للمطبوع،الإمام ابوعبدالله القرطبی
تفسیر القشیری ( المسمی لطائف الإشارات ) أبو القاسم عبد الکریم بن هوازن القشیری
تفسیر ابن برجان ( تنبیه الأفهام إلی تدبر الکتاب الحکیم وتعرّف الآیات والنبأ العظیم )ابن برجان الصوفی ( ت 536هـ )
تیسیر اللطیف المنان فی خلاصة تفسیر القرآن،الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی
تفسیر الخازن ( لباب التأویل فی معانی التنزیل ) موافق للمطبوع،أبو الحسن علی بن محمد الخازن
تفسیر مقاتل ( موافق للمطبوع )مقاتل بن سلیمان الأزدی
تفسیر البکری ( تفسیر القران العظیم )محمد بن محمد الصدیقی البکری
تفسیر السخاویُ ( تفسیر القرآن العظیم ) ط دار ابن حزم أبو الحسن علم الدین السخاوی
تفسیر الملا علی القاری المسمی ( أنوار القرآن وأسرار الفرقان،ملا علی القاری ( 1014هـ
تفسیر القرآن العظیم المسمی تأویلات أهل السنة ( مؤسسة الرسالة )أبی منصور الماتریدی
درج الدرر فی تفسیر القران العظیم ( مصور )المنسوب لعبدالقاهر الجرجانی
فتح الرحمن فی تفسیر القرآن ( نسخة مصورة ) دار النوادرالإمام مجیر الدین العلیمی الحنبلی ?927
فتح الرحمن الرحیم فی تفسیر القرآن الکریم ( نسخة مصورة )أ.د محمد محمد سالم محیسن
تفسیر البیضاوی ( أنوار التنزیل و أسرار التأویل ) نسخة مصورةالبیضاوی
نکت وتنبیهات فی تفسیر القرآن المجید،أبو العباس البسیلی التونسی

حاشية الطيبي على الكشاف ( فتوح الغيب في الكشف عن قناع الريب ) دراسة وتحقيق،مجموعة من المحققين

عمدة الحفاظ في تفسير أشرف الألفاظ،السمين الحلبي

تفسير ابن كثير ( تفسير القرآن العظيم ) ط. دار طيبة،الحافظ ابن كثير

تفسير الخطيب المكي،السيد عبد الحميد الخطيب

تفسير أبي مسلم الأصفهاني المعتزلي،جمع وإعداد وتحقيق: د. خضر محمد نبها

تفسير العشر الأخير مع أحكام تهم المسلم مجموعة من المؤلفين

إيجاز البيان عن معاني القرآن موافق للمطبوع،محمود بن أبي الحسن النيسابوري الغزنوي

تفسير فتح البيان في مقاصد القرآن نسخة الشاملة،صديق حسن خان القنوجي

القاموس البسيط في معاني القرآن المحيط ( نسخة مصورة )محمد الرفاعي أبو زيد

الجواهر في تفسير القرآن الكريم ( نسخة مصورة )طنطاوي جوهري

تفسير الراغب الأصفهاني ومقدمته موافق للمطبوع،الراغب الأصفهاني

حاشية القونوي على تفسير البيضاوي ومعه حاشية ابن التمجيد ( نسخة مصورة )عصام الدين إسماعيل الحنفي القونوي

الحاوي في تفسير القرآن الكريم 840) مجلداً ) للشاملة،عبد الرحمن بن محمد القماش

تفسير الإمام الشافعي ( نسخة الشاملة )الإمام الشافعي

سورة الواقعة ومنهجها في العقائد،الشيخ محمود غريب

من أسرار التنزيل ( موافق للمطبوع )الرازي

موسوعة الصحيح المسبور من التفسير بالمأثور ( موافق للمطبوع ) حكمت بن بشير بن ياسين

التفسير الوسيط ( موافق للمطبوع )أ.د. وهبة الزحيلي

تفسير الهداية إلى بلوغ النهاية ( موافق للمطبوع ) مكي بن أبي طالب

صفوة الآثار والمفاهيم من تفسير القرآن العظيم ( تفسير الشيخ الدوسري ) الشيخ عبدالرحمن الدوسري

تفسير توفيق الرحمن في دروس القرآن موافق للمطبوع،العلامة فيصل آل مبارك

حاشية الشهاب على تفسير البيضاوي (المسماه ) عناية القاضي وكفاية الراضي،شهاب الدين الخفاجي

تفسير القرآن الكريم ( لابن القيم ) موافق للمطبوع،ابن قيم الجوزية

تفسير القرآن الحكيم ( تفسير المنار ) موافق للمطبوع،محمد رشيد رضا

التفسير الواضح موافق للمطبوع،الدكتور محمد محمود حجازي

تفسير القاسمي المسمى ( محاسن التأويل )محمد جمال الدين القاسمي

زهرة التفاسير موافق للمطبوع،الشيخ محمد أبو زهرة

تفسير الشيخ الشعراوي،الشيخ محمد متولي الشعراوي

صفوة التفاسير،محمد بن علي الصابوني

جامع لطائف التفسير ( 1 20 ) بصيغة الشاملة،عبد الرحمن بن محمد القماش
جامع لطائف التفسير ( 8 20 )عبد الرحمن بن محمد القماش
جامع لطائف التفسير ( 7 )عبد الرحمن بن محمد القماش
جامع لطائف التفسير ( 6 )عبد الرحمن بن محمد القماش
مقدمات أربعة عشر تفسيراً من تفاسير الموسوعة الشاملة،مكتبة مشكاة الإسلامية
التفسير القيم لابن القيم،جمع وترتيب محمد أويس الندوى
تفسير ابن عرفة المالكى ( موافق للمطبوع )ابن عرفة الورغمى
تفسير ابن عادل الحنبلى ( اللباب فى علوم الكتاب ) موافق للمطبوع،ابن عادل الحنبلى
تفسير الماوردى النكت والعيون ( موافق للمطبوع )الماوردى
تفسير السراج المنير ( موافق للمطبوع )الخطيب الشربينى
مختصر تفسير البغوى،عبد الله بن أحمد بن على الزيد
تفسير ابن أبى زمنين ( تفسير القرآن العزيز ) موافق للمطبوع،ابن أبى زمنين
تفسير العز بن عبد السلام ( تفسير القرآن ) موافق للمطبوع،العز بن عبدالسلام
أيسر التفاسير لكلام العلى الكبير موافق للمطبوع،الشيخ أبو بكر الجزائرى
تفسير النيسابورى (غرائب القرآن ورغائب الفرقان) موافق للمطبوع،حسن بن محمد النيسابورى
الدر المصون فى علم الكتاب المكنون،السمين الحلبى
نظم الدرر فى تناسب الآيات والسور ( موافق للمطبوع )الإمام برهان الدين البقاعى
البحر المديد فى تفسير القرآن المجيد ( موافق للمطبوع )ابن عجيبة
تفسير الإمام ابن أبى العز جمعاً ودراسة،شايع بن عبده الأسمرى
الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز موافق للمطبوع،الواحدى
فسير أبى السعود ( إرشاد العقل السليم ) موافق للمطبوع،أبو السعود
تفسير السمعانى ( تفسير القرآن ) pdf + وورد موافق للمطبوع،أبو المظفر السمعانى
تفسير عبدالرزاق الصنعانى ( تفسير القرآن ) مصور + وورد،الإمام عبدالرزاق الصنعانى
تفسير السمرقندى ( بحر العلوم )،أبو الليث السمرقندى
تفسير سفيان الثورى موافق للمطبوع،سفيان الثورى
تفسير مجاهد موافق للمطبوع،مجاهد بن جبر المكى
تفسير النسفى ( مدارك التنزيل وحقائق التأويل ) موافق للمطبوع،الإمام النسفى
تفسير الفخر الرازى ( مفاتيح الغيب )الفخر الرازى
المحرر الوجيز فى تفسير الكتاب العزيز موافق للمطبوع،ابن عطية

تفسير ابن جزى ( التسهيل لعلوم التنزيل ) موافق للمطبوع،ابن جزى الكلبى

الكشف والبيان فى تفسير القرآن ط دار إحياء التراث العربى + نسخة موافق للمطبوع،أبو إسحاق الثعلبى

التفسير من سنن سعيد بن منصور،الإمام سعيد بن منصور

التفسير الميسر (نسخة مصورة )مجموعة من العلماء

الجواهر الحسان فى تفسير القرآن موافق للمطبوع،أبو زيد الثعالبى

التفسير الميسر،مجموعة من العلماء

تفسير مراح لبيد ( التفسير المنير لمعالم التنزيل ) موافق للمطبوع،محمد نووى الجاوى

زاد المسير فى علم التفسير موافق للمطبوع،ابن الجوزى

حسن التحرير فى تهذيب تفسير ابن كثير،محمد الحمود النجدى

تفسير نظام القرآن وتأويل الفرقان بالفرقان ( نسخة مصورة )الإمام عبدالحميد الفراهى

تفسير محمد بن إسحاق ( نسخة مصورة )جمع وترتيب محمد عبد الله أبو صعيليك

تفسير ابن باديس ( فى مجالس التذكير من كلام الحكيم الخبير )عبد الحميد محمد ابن باديس الصنهاجى

تفسير القرآن الحكيم ( نسخة مصورة ) محمد عبدالمنعم خفاجى

تفسير الشهرستانى المسمى ( مفاتيح الأسرار ومصابيح الأبرار )محمد عبد الكريم الشهرستانى

تفسير سورة البقرة ( كاملة ) فوائد منوعات فضائل أقوال،سليمان محمد اللهيميد

تهذيب تفسير جزء (عَمَّ) من التفسير الثمين للشيخ محمد العثيمين،لقمان أمين شهربازارى

صحيح وضعيف موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان نسخة مصورة،على بن أبى بكر الهيثمى نور الدين

جزء فيه تفسير القرآن برواية أبى جعفر الترمذى،ابو جعفر الترمذى

المصابيح فى تفسير القرآن العظيم ( نسخة مصورة )الوزير المغربى

مهذب تفسير الجلالين ( نسخة مصورة )هذبه الشيخ سعدالحصين

تفسير القرآن العظيم لابن فورك ( نسخة مصورة )محمد بن الحسن بن فورك

المقتطف من عيون التفاسير ( نسخة مصورة )مصطفى الحصن المنصورى

تفسير القرآن العظيم لابن فورك ( للشاملة ) موافق للمطبوع،محمد بن الحسن بن فورك

تفسير القرآن المسمى تبصير الرحمن وتيسير المنان ( نسخة مصورة )على بن أحمد بن ابراهيم المهايمى

البينات فى تفسير سورة الحجرات،الدكتور عبد المجيد البيانونى

تفسير القرآن الكريم لابن أبى الربيع الإشبيلى ( نسخة مصورة )ابن أبى الربيع الإشبيلى

الثمر الدانى فى لطائف التفسير والسبع المثانى،السيد مختار

تفسير يحيى بن سلام،يحيى بن سلام

تفسير القرآن العظيم مسندا عن رسول الله والصحابة والتابعين ( نسخة مصورة )إبن أبى حاتم الرازى

تفسير القرآن ليحيى ونافع ومسلم وعطاء ( نسخة مصورة )تحقيق ودراسة حكمت بشير ياسين

تفسير أوضح التفاسير ( للشاملة )محمد عبد اللطيف الخطيب

التفسير الحديث ( وورد + الشاملة )دروزة محمد عزت

سلسلة التفسير لمصطفى العدوى،الشيخ مصطفى العدوى

الفواتح الإلهية والمفاتح الغيبية الموضحة للكلم القرآنية والحكم الفرقانية،نعمة الله بن محمود النخجوانى

التماس الأجر بتفسير سورة القدر دراسة بيانية . فقهية،سامي وديع عبد الفتاح القدومي

آيات بينات ( التعريف بكتاب الله . مواضيع السور . تفسير جزء عم )د ياسر بن عواض الطويرقى

مسائل الرازى وأجوبتها من غرائب آى التنزيل،محمد بن أبي بكر بن عبد القادر الرازى

نواهد الأبكار وشوارد الأفكار حاشية السيوطى على تفسير البيضاوى موافق للمطبوع،جلال الدين السيوطى

غاية الأمانى فى تفسير الكلام الربانى،أحمد بن إسماعيل بن عثمان الكورانى

العذب النمير من مجالس الشنقيطى فى التفسير (ط. دار ابن القيم)خالد بن عثمان السبت

النفحة القدسية فى شرح الأربعين النووية،عبدالرحمن اليحيا التركى

تفسير الإمام البنا ( نظرات فى كتاب الله ) pdfحسن البنا

قطعة من تفسير الإمام عبد بن حميد،عبد بن حميد

التقييد الكبير فى تفسير كتاب الله المجيد،أحمد بن محمد البسيلى التونسي

التفسير الميسر للشيخ عبدالله خياط،الشيخ عبد الله خياط

تفسير الربانيين لعموم المؤمنين (جزء عم)الشيخ مصطفى العدوى

تفسير التابعين عرض ودراسة مقارنة. محمد بن عبدالله الخضيرى

تفسير الدجوى،الشيخ يوسف بن أحمد نصر الدجوى

تفسير الكتاب العزيز وإعرابه،عبيد الله بن أبي جعفر الأندلسى الأشبيلى

وقفات فى رحاب التفسير pdf))د. محمود محمد الحنطور

تبصير الخلف بضابط الأصول التى من خالفها خرج عن منهج السلف ( مصور )الشيخ احمد بن محمد بن الصادق النجار

تفسير المظهرى،مظهرى محمد ثناء الله

بدائع التفسير الجامع لما فسره الإمام ابن قيم الجوزية ( دار ابن الجوزى )ابن قيم الجوزية

غاية الأمانى فى تفسير الكلام الربانى،أحمد بن إسماعيل بن عثمان الكورانى

الروايات التفسيرية فى فتح البارى،عبد المجيد الشيخ عبد البارى

تاريخ الأحزاب العمالية الصهيونية فى فلسطين 1905 .1948م،إعداد أحسن أبو حلبية

التقريب لتفسير التحرير والتنوير لابن عاشور،الشيخ محمد بن إبراهيم الحمد

تفسير القرآن من الجامع لابن وهب موافق للمطبوع،عبدالله بن وهب

تكملة كتاب التفسير من سنن سعيد بن منصور موافق ومقابل على المطبوع،الإمام سعيد بن منصور

فى رحاب التفسير ( تفسير الشيخ عبدالحميد كشك )الشيخ عبدالحميد كشك

جامع لطائف التفسير ( 21 - 28 )عبد الرحمن بن محمد القماش

درة التنزيل وغرة التأويل ( نسخة مصورة )الخطيب الإسكافى

روائع البيان تفسير آيات الأحكام،محمد بن على الصابونى

التفسير المنير فى العقيدة والشريعة والمنهج موافق للمطبوع أ.د. وهبة الزحيلى

بيان المعانى على حسب ترتيب النزول موافق للمطبوع،العلامة عبد القادر ملاحويش آل غازى الفراتى

نيل المرام من تفسير آيات الأحكام موافق للمطبوع،صديق حسن خان القنوجى

تفسير المراغى موافق للمطبوع،أحمد مصطفى المراغى

تفسير القرآن العظيم ( المنسوب ) للإمام الطبرانى،المنسوب للإمام الطبرانى

كتاب تفسير القرآن ( تفسير ابن المنذر ) موافق للمطبوع،الإمام ابن المنذر

المهذب فى تفسير سورة الملك،على بن نايف الشحود

المهذب فى تفسير سورة يسين،على بن نايف الشحود

كشف المعانى فى المتشابه من المثانى ( موافق للمطبوع )شيخ الإسلام بدر الدين بن جماعة

تفسير سورة القيامة،العلامة عبدالحميد الفراهى

تفسيرسورة الفاتحة،ابن رجب الحنبلى

اليسير فى اختصار تفسير ابن كثير pdfمجموعة من المؤلفين

معانى القرآن موافق للمطبوع،يحيى بن زياد الفراء

جامع البيان فى تفسير القرآن ( نسخة مصورة )محمد بن عبد الرحمن الإيجى الشيرازى

الإجابة لإيراد ما استدركته عائشة على الصحابة (ط الخانجى)الإمام الزركشى

تفسير المنتخب فى تفسير القرآن الكريم،لجنة علماء الأزهر

جامع لطائف التفسير ( 1 )عبد الرحمن بن محمد القماش

تفسير سورة النبأ وسورة الملك تفسيراً موضوعيا،عدنان بن أحمد البحيصى

فيض الرحمن تفسير جواهر القرآن،أبو يوسف محمد زايد

جامع لطائف التفسير ( 2 )عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير ( 3 )عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير ( 4 )عبد الرحمن بن محمد القماش

جامع لطائف التفسير ( 5 )عبد الرحمن بن محمد القماش

التعليق المتقن فى تفسير آيات من بعض سور القرآن المحكم،حبيب الرحمن بن السيد أمداد أحمد الموسوى

ملاك التأويل القاطع بذوى الإلحاد والتعطيل فى توجيه المتشابه اللفظ من آى التنزيل ( موافق للمطبوع )أبو جعفر ابن الزبير الغرناطى

الصحيح المسند من فضائل القرآن وسوره وآياته،احمد البكيرى

روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلى موافق للمطبوع،ابن رجب الحنبلى

تفسير سورة الفاتحة،الشيخ عبدالكريم الخضير

تفسير سورة القارعة،الشيخ عبدالكريم الخضير

شرح منظومة التفسير للشيخ الأديب المفسر عبد العزيز الزمزمى،الشيخ عبدالكريم الخضير

على قمم الجبال،الشيخ محمد العريفى

تيسير العلى القدير لاختصار تفسير ابن كثير نسخة مصورة،اختصرة محمد نسيب الرفاعى

تفسير ابن جريج نسخة مصورة،على حسن عبدالغنى

تفسير السدى الكبير ( نسخة مصورة )إسماعيل بن عبد الرحمن السدى الكبير أبو محمد

تفسير حدائق الروح والريحان فى روابى علوم القرآن ( نسخة مصورة )محمد الأمين العلوى الهررى

حاشية محى الدين شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى ( نسخة مصورة )محى الدين شيخ زاده

تتمة أضواء البيان فى إيضاح القرآن بالقرآن،الشيخ عطية محمد سالم

تفسير ابن عباس ومروياته فى التفسير من كتب السنة pdfعبد العزيز بن عبد الله الحميدى

زبدة التفسير بهامش مصحف المدينة المنورة،الدكتور عمر بن سليمان الأشقر

المفصل فى شرح آية لاَ إِكْرَاهَ فِى الدِّينِ،على بن نايف الشحود

روائع التفسير الجامع لتفسير الإمام ابن رجب الحنبلى pdfطارق عوض الله بن محمد

مصابيح الدرر فى تناسب آيات القرآن الكريم والسور ( موافق للمطبوع )عادل بن محمد أبو العلاء

تفسير الإمام النسائى ( صاحب السنن )الإمام النسائى

مختصر تفسير السعدى ( تيسير اللطيف المنان فى خلاصة تفسير القرآن )الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدى

رموز الكنوز فى تفسير الكتاب العزيز ( ت بن دهيش )عبد الرّازق بن رزق الله الرَّسْعَنى الحنبلى

درة التنزيل وغرة التأويل ( للشاملة )الخطيب الإسكافى

تفسير الكرمانى ( غرائب التفسير وعجائب التأويل ) موافق للمطبوع،محمود بن حمزة الكرمانى

تفسير الضحاك ( المتوفى سنة 105هـ )جمع ودارسة محمد شكرى أحمد الزاويتى

تفسير أم المؤمنين عائشة رضى الله عنها،جمع ودراسة د. عبدالله عبدالله أبو السعود بدر

تفسير جزء عم،الشيخ محمد بن شامى بن مطاعن شيبة

التفسير القرآنى للقرآن موافق للمطبوع،الدكتور عبد الكريم الخطيب

التفسير الموجز مع دروس من القرآن،الشيخ محمد بن شامى بن مطاعن شيبة

مخطوط مقدمة تفسير الرَّاغِب الأصفهانى،الراغب الأصفهانى
التفسير الجامع لسورة الملك،ابو يوسف بن اسماعيل المصرى
الجمان فى تشبيهات القرآن،عبد الله بن محمد بن ناقيا البغدادى
حاشية مقدمة التفسير ،الشيخ عبدالرحمن بن قاسم
تفسير التحرير والتنوير موافق للمطبوع،الطاهر بن عاشور
تفسير البغوى (معالم التنزيل) موافق للمطبوع،الإمام البغوى
فتح القدير الجامع بين فنى الرواية والدراية من علم التفسير (موافق للمطبوع)الشوكانى
تيسير الكريم الرحمن فى تفسير كلام المنان (موافق للمطبوع)الشيخ عبدالرحمن بن ناصر السعدى .

3

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

الْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

سُوْرَةُ الْاَنْفَال تا سُوْرَةُ الْحِجْر

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

نمبر 3

| | | | |
|---|---|---|---|
| سُوْرَۃُ الْاَنْفَال | سُوْرَۃُ التَّوْبَہ | سُوْرَۃُ یُوْنُس | سُوْرَۃُ ھُوْد |
| سُوْرَۃُ یُوْسُف | سُوْرَۃُ الرَّعْد | سُوْرَۃُ اِبْرَاھِیْم | سُوْرَۃُ الْحِجْر |


تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر



نام کتاب ——— (نمبر 3) ——— تفسیر مصباحین تفسیر جلالین
تصنیف ——— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی
مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
باہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— مارچ 2014ء
سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر، ۴۰ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

# ترتیب

## السورة التوبة

## سورہ یونس

## سورہ ھود

## سورة یوسف

## سورة ابراهيم

## السورة الحجر

# مقدمہ تفسیر مصباحین

قرآن مجید فرقان حمید اللہ تعالیٰ کی لاریب کتاب جو برکت والی اہل تقویٰ کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین اور صلحائے سالکین کو اس کے ظاہری و باطنی علوم عطاء فرمائے ہیں۔ اور قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے بڑا ماخذ احادیث رسول ﷺ ہے۔ اور احادیث کے بعد وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے وحی کے نزول کا مشاہدہ کیا۔ اور ان آیات کے پس منظر احوال کو عملی نظروں کے ساتھ دیکھا ہے یقیناً ان علماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشاہدہ بصر اور علم وفہم تفسیر قرآن کے بہت قریب تھا۔ جس بہت زیادہ تعلق علم تفسیر سے ہے۔ اصول تفسیر کی زبان میں اس کو شانِ نزول یا اسبابِ نزول یا مضامین نزول سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جو روایات آیات کے اسبابِ نزول یا شانِ نزول سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب ہیں ان سے متعلق بعض تفسیری اصول ہم اس مقدمہ میں ذکر کر رہے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

## آیاتِ قرآنی کے اسبابِ نزول سے متعلق اصول تفاسیر کا بیان

یقیناً قرآن پاک درجہ بہ درجہ حسب ضرورت نازل ہوا ہے۔ قرآن کا اکثر حصہ تو وہ ہے جو ابتداء موعظت وعبرت یا اصولِ دین اور احکامِ تشریع کے بیان میں نازل ہوا ہے لیکن قرآن کا کچھ حصہ وہ ہے جو کسی حادثہ یا سوال کے جواب میں اُترا ہے۔ علماء نے ان حوادث سوالات کو اَسباب سے تعبیر کیا ہے۔

اسبابِ نزول کے علم سے چونکہ آیت کا پس منظر سمجھ آتا ہے اور آیت کے سبب سے جہالت بسا اوقات حیرت کا موجب بنتی ہے، اس لئے اسبابِ نزول کی معرفت کو علم تفسیر میں خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور علماء نے علومِ قرآن پر جو کتابیں لکھی ہیں اُن میں اسبابِ نزول کے عنوان کو مستقل طور پر ذکر کیا ہے بلکہ خالصتاً اسبابِ نزول پر بھی کتابیں مرتب کی ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی الاتقان میں لکھتے ہیں کہ علما نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی تالیف کی ہیں اور اس باب میں سب سے پہلی تصنیف علی بن مدینی کی ہے جو امام بخاری کے شیخ ہیں۔

اسی طرح سیوطی نے اس سلسلہ کی تالیفات کا ذکر کرتے ہوئے ابوالحسین علی بن احمد واحدی 468ھ کی تالیف کو مشہور ترین قرار دیا ہے مگر ساتھ ہی کہ اس میں کچھ مشکلات ہیں، کہہ کر اس پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ کہ اس موضوع پر میری بھی ایک یگانہ روزگار تالیف ہے جس کا نام میں نے لباب النقول فی اسباب النزول رکھا ہے۔

بہرحال اسبابِ نزول کی اہمیت کے پیش نظر علما نے اس کو مستقل فن کی حیثیت دی ہے اور اس پر کتابیں بھی تالیف کی ہیں۔

مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اسباب کے بیان کا اہتمام کیا ہے۔شاہ ولی اللہ 1762 نے اپنے رسالہ الفوز الکبیر میں اس کی معرفت کو المواضع الصعبۃ (مشکل مقامات) سے شمار کیا ہے اور اس فن کے مباحث کو منقح کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے لہٰذا جن علماء نے اس کی افادیت اور تاریخی حیثیت کو لا طائل (بے فائدہ) کہا ہے، ان کا موقف سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے اور دیگر بعض علماء نے اس میں غلو کرتے ہوئے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اسباب نزول کی معرفت کے بغیر تفسیر قرآن نہیں ہوسکتی۔ سیوطی؟ اس فن کی معرفت کے بغیر تفسیر قرآن پر اقدام کو حرام قرار دیتے ہیں، تاہم یہ دونوں گروہ افراط وتفریط میں مبتلا ہیں۔ اصل اور صحیح موقف ان کے بین بین ہے جیسا کہ ابن دقیق العید 702ھ اور ابوالفتح قشیری نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اس فن کی معرفت فی الجملہ معاون ہوسکتی ہے ورنہ تفسیر قرآن صرف اس پر موقوف نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ یا تابعین نے جو اسباب نزول بیان فرمائے ہیں۔ ان کی دو قسمیں ہیں: اول وہ جن کی طرف خود آیات میں اشارہ پایا جاتا ہے۔ مثلاً مغازی یا دیگر واقعات کہ جب تک ان واقعات کی تفصیل سامنے نہ ہو متعلقہ آیت میں مذکورہ جزئیات ذہن نشین نہیں ہوسکتیں۔ اس قسم کے اسباب نزول کے متعلق تو واقعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک مفسر قرآن کے لئے ان پر عبور لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے تاریخ جاہلیت اور مغازی کی معرفت کو قرآن فہمی کے لئے لازمی قرار دیا ہے کیونکہ متعلقہ آیات میں ان کی طرف اشارات پائے جاتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے اسباب وہ ہیں جنہیں صحابہ یا تابعین کسی آیت کے تحت نزلت اُو اُنزل اللہ فی کذا کے الفاظ سے ذکر کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے اسباب کے بیان میں چونکہ صحابہ کرام کے اجتہاد کو دخل نہیں ہوتا بلکہ وہ سراسر روایت وسماع پر مبنی ہوتا ہے۔ اس بنا پر علماء نے بلا اختلاف اس کو حدیث مسند کا درجہ دیا ہے۔ کہ صحابی جب کسی آیت کے سبب نزول میں اس کے معا بعد یہ آیت نازل ہوئی جیسے الفاظ استعمال کرے تو اس طرح کی روایات حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں، کیونکہ اس طرح کی بات فقط رائے سے نہیں کہی جاسکتی۔

اور دوسری قسم (یعنی جب کوئی صحابی نزلت فی کذا کے الفاظ استعمال کرے) میں اختلاف ہے کہ کیا یہ بھی قسم اول کی طرح مسند حدیث کے حکم میں ہے یا اس کی بنیاد صحابی کے اجتہاد و رائے پر ہے؟

امام جلال الدین سیوطی امام حاکم کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب کوئی صحابی جو نزول وحی/آیت کے وقت موجود تھا، قرآن کی کسی آیت کے بارے میں خبر دے کہ یہ آیت فلاں واقعہ میں نازل ہوئی تو یہ بھی حدیث مرفوع ہے، یہی رائے ابن صلاح وغیرہ کی بھی ہے۔

امام زرکشی لکھتے ہیں کہ صحابہ وتابعین کی یہ معروف عادت ہے کہ جب وہ یہ آیت فلاں مسئلے میں نازل ہوئی کہیں تو اس سے ان کی یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ آیت اس حکم کو شامل ہے نہ کہ فلاں واقعہ اس آیت کا سبب نزول ہے۔ پس صحابہ کا یہ کہنا آیت سے کسی حکم کے بارے میں استدلال کرنے کی قبیل سے ہوتا ہے نہ کہ واقعہ کی خبر نقل کرنے کی جنس سے، اس قسم کے واقعات کو ایک مناسبت کی

بناء پر آیت کے تحت ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ آیت کے مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لئے ان کی معرفت لازمی نہیں ہے شاہ ولی اللہ رقمطراز ہیں۔ کہ بسا اوقات مفسرین آیت کے تحت کوئی واقعہ اس مقصد سے ذکر کردیتے ہیں کہ اس آیت سے مناسبت رکھنے والے واقعات جمع ہوجائیں یا جس امر کی عموم تصدیق کررہا ہو اس کی وضاحت ان کا مقصود ہوتی ہے۔ یہ قسم ضروری اسبابِ نزول سے نہیں ہے۔ اس سے ان کا مقصد اس امر کی تصویر کشی کرنا ہوتا ہے جس پر آیت صادق آسکتی ہے۔

سید شریف علی جرجانی 816ھ فرماتے ہیں کہ تفسیر صحابی موقوف ہے۔ اور جو قول شانِ نزول کی قسم سے ہو جیسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا کہنا کہ یہودی کہتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت اُتاری اور مثل اس کی مرفوع ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے الاتقان میں بیان کیا ہے کہ حدیث کے بعد تفسیر میں قولِ صحابی کا درجہ ہے کیونکہ صحابی کی تفسیر ان کے نزدیک بمنزلہ مرفوع کے ہے جیسا کہ حاکم نے مستدرک میں کہا ہے۔ اور ابوالخطاب حنبلی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ تفسیر صحابی کی طرف رجوع نہ کیا جائے جب ہم یہ کہیں کہ قول صحابی حجت نہیں مگر صحیح بات اس کا حجت ہونا ہے کیونکہ تفسیر صحابی روایت کی قسم سے ہے نہ کہ رائے کی قسم سے۔ میں (صاحب اتقان) وہی کہتا ہوں جو حاکم نے کہا ہے کہ تفسیر صحابی مرفوع ہے۔ ابن صلاح وغیرہ نے اس کا خلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ شانِ نزول وغیرہ کے ساتھ خاص ہے جس میں رائے کا دخل نہیں پھر میں نے خود حاکم کو دیکھا کہ انہوں نے علوم حدیث میں اس کی تصریح کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ موقوفات سے مراد تفسیر صحابہ ہے اور جو مرفوع کہتا ہے وہ شانِ نزول کی بابت کہتا ہے، پس حاکم نے علوم حدیث میں خاص کردیا اور مستدرک میں عام چھوڑ دیا۔

علامہ ابن الصلاح 643ھ فرماتے ہیں یہ جو کہا گیا ہے تفسیر صحابی مرفوع ہے تو یہ شانِ نزول وغیرہ کی بابت ہے۔ حاکم نے جو مستدرک میں کہا ہے کہ تفسیر صحابی جس نے وحی کا مشاہدہ کیا ہے حکماً مرفوع ہے تو اس سے مراد وہ تفسیر ہے جو ایسی بات پر مشتمل ہو جس میں رائے کا دخل نہ ہو اور بغیر سماع کے معلوم نہ ہوسکتی ہو۔

شانِ نزول کا مرفوع کے حکم میں ہونا باعتبارِ ظاہر کے ہے کیونکہ ممکن ہے کہ صحابی کا شانِ نزول کو بیان کرنا ظاہر حال دیکھ کر ہو اور رسول اللہ ﷺ سے سننے کی ضرورت نہ پڑی ہو۔

اسی طرح راویوں کی جرح وتعدیل میں بہت اشتباہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح محدثین کی اصطلاحات صحت وضعف کے متعلق اور راویوں کی جرح وتعدیل کے متعلق الگ الگ ہیں مثلاً امام احمد 241ھ وغیرہ کے نزدیک حسن اور صحیح میں کچھ فرق ہی نہیں۔ امام ترمذی 279ھ کے نزدیک حسن کے اور معنی ہیں۔ امام نسائی 303ھ کا خیال تھا کہ جب تک کسی راوی کی روایت کے ترک پر محدثین جمع نہ ہوں اس کی روایت کو لے لیا جائے۔ ابن حبان 354ھ بھی بہت متساہل تھے، اسی طرح کسی راوی کو منکر الحدیث وغیرہ کہنا مختلف معنی رکھتا ہے کسی محدث کے نزدیک کچھ، کسی محدث کے نزدیک کچھ مثلاً کسی کے نزدیک منکر الحدیث وہ راوی ہے جو ضعیف ہو کر ثقہ کی مخالفت کرے اور کسی کے نزدیک کم ثقہ زیادہ ثقہ کی مخالفت کرنے والا بھی اس میں داخل ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب محدثین اور مفسرین کے اصول سے یہ بات طے ہوگئی کہ شانِ نزول مرفوع کے حکم میں ہے تو جیسے

احادیث کا فیصلہ ہوتا ہے ویسے ہی اس کا فیصلہ کر لینا چاہئے۔ اس کے فیصلہ کی صورت یہی ہے کہ جس حدیث میں اختلاف نہیں ہے وہ تو سر آنکھوں پر، اور جس میں اختلاف ہوتا ہے وہاں راجح قول اختیار کیا جاتا ہے اس طرح جس شانِ نزول کو دیکھا کہ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا وہ بے چوں چرا تسلیم کرنا چاہئے اور جس میں اختلاف ہو وہاں راجح مرجوح کو دیکھنا چاہئے۔

چنانچہ امام واحدی لکھتے ہیں کہ کتاب اللہ کے اسبابِ نزول کے بارے میں کچھ کہنا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انہی صحابہ کی روایت اور سماع معتبر ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے اور وہ اس کے اسباب سے واقف تھے اور اسی کے جاننے کے لئے بحث و کرید میں لگے رہتے تھے۔

اس بناء پر سلف صالحین اسبابِ نزول کے سلسلہ میں روایت قبول کرنے میں تشدد سے کام لیتے اور جب تک کسی صحابی سے صحت سند کے ساتھ اس کا مروی ہونا ثابت نہ ہو جاتا وہ اسے قابلِ التفات نہ سمجھتے۔

## شانِ نزول یا سبب نزول بیان کرنے میں تقویٰ سے کام لینے کا بیان

امام ابن سیرین 110ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور کھری بات کہو، وہ لوگ چلے گئے جو جانتے تھے کہ قرآن کس بارے میں نازل ہوا؟

یہاں پر یہ بھی ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ کوئی آیت اپنے نفس الامری مفہوم اور عموم کے اعتبار سے سبب نزول کے ساتھ مقید و مختص نہیں ہوتی بلکہ معنی و مفہوم کے اعتبار سے اس آیت کو عموم پر ہی محمول کرنا ضروری ہے۔

امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ اصح یہ ہے کہ نظم قرآن کو اس کے عموم پر محمول کیا جائے اور اسبابِ خاصہ کا اعتبار نہ کیا جائے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیش آمدہ واقعات کی توضیح میں آیات کے عموم سے استدلال کرتے رہے ہیں، گو ان کے اسبابِ نزول خاص تھے۔

(الجامع لأحكام القرآن (2) الاتقان: 1 / 34(3) التبيان في علوم القرآن: ص 17 ؛ (8) البرهان: 31 (9) الفوز الكبير ص73 (11) الإتقان: 2 / 505، 506 (12) مقدمة ابن الصلاح: ص 23 (17) أسباب نزول القرآن: ص 5 (18) تفسير القرآن العظيم: 1 / 12)

**محمد لیاقت علی رضوی حنفی**

# سُوْرَةُ الْاَنْفَالْ

## یہ قرآن مجید کی سورت انفال ہے

### سورہ انفال کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الْاَنْفَال ( مَدَنِيَّةٌ اِلَّا مِنْ اٰيَة 30 اِلٰى غَايَة 36 فَمَكِّيَّةٌ وَ اٰيَاتُهَا 75 اَوْ 77 نَزَلَتْ بَعْدَ الْبَقَرَة )

یہ سورت مدنی ہے سوائے سات آیتوں کے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں اور ( وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ، الانفال:30) سے شروع ہوتی ہیں۔اس میں پچھتر آیات اور ایک ہزار پچھتر کلمے اور پانچ ہزار اسی حرف ہیں۔

### سورہ انفال کی وجہ تسمیہ کا بیان

اَنْفَال، نَفَل، کی جمع ہے جس کے معنی زیادہ کے ہیں، یہ مال واسباب کو کہا جاتا ہے، جو کافروں کے ساتھ جنگ میں ہاتھ لگے، جسے غنیمت بھی کہا جاتا ہے اس کو نفل (زیادہ) اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ان چیزوں میں سے ایک ہے جو پچھلی امتوں پر حرام تھیں۔ یہ گویا امت محمدیہ پر ایک زائد چیز حلال کی گئی ہے۔اس سورت مبارکہ میں نفل سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں اسی سبب سے اس کا نام سورہ انفال رکھا گیا ہے۔

### سورہ انفال کے شانِ نزول کا بیان

حضرت سعید بن جبیر علیہ الرحمہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ سورت انفال کا شانِ نزول کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا یہ سورت جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1828)

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن سعد اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں نازل ہوئیں ایک دفعہ میں نے تلوار لی اور اسے لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے رکھ دو پھر جب میں کھڑا ہوا تو مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تلوار تم نے جہاں سے لی اسے وہیں رکھ دو تو میں کھڑا ہوا اور پھر عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تلوار مجھے عطا فرما دیں کیا میں اس آدمی کی طرح ہو جاؤں گا کہ جس کا اس کے بغیر گزارہ نہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا جہاں سے تم نے یہ تلوار لی ہے اسے وہیں رکھ دو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فر

دیجئے کہ انفال اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 60)

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ط قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ج فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا |
| ذَاتَ بَيْنِكُمْ ص وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ |
| وہ آپ سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرما دیں کہ غنائم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں لہٰذا تم اللہ سے |
| ڈرو اور باہمی معاملات کی اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ |

## غنائم سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

لَمَّا اخْتَلَفَ الْمُسْلِمُوْنَ فِيْ غَنَائِمِ بَدْرٍ فَقَالَ الشُّبَّانُ: هِيَ لَنَا لِاَنَّنَا بَاشَرْنَا الْقِتَالَ وَقَالَ الشُّيُوْخُ: كُنَّا رِدْءًا لَكُمْ تَحْتَ الرَّايَاتِ وَلَوْ انْكَشَفْتُمْ لَفِئْتُمْ اِلَيْنَا فَلَا تَسْتَأْثِرُوْا بِهَا فَنَزَلَ:
"يَسْئَلُوْنَكَ" يَا مُحَمَّدُ "عَنِ الْاَنْفَالِ" الْغَنَائِمِ لِمَنْ هِيَ "قُلْ" لَهُمْ "الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ" يَجْعَلُهَا حَيْثُ شَاءَ "وَالرَّسُوْلِ" يَقْسِمُهَا بِاَمْرِ اللّٰهِ فَقَسَمَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُمْ عَلَى السَّوَاءِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ" اَيْ حَقِيْقَةَ مَا بَيْنَكُمْ بِالْمَوَدَّةِ وَتَرْكِ النِّزَاعِ "وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" حَقًّا،

جب مسلمانوں میں بدر کی غنائم کے بارے میں اختلاف ہوا تو نوجوانوں نے کہا کہ غنائم ہمارے لئے ہیں کیونکہ ہم نے براہ راست جہاد کیا ہے۔ اور بوڑھے لوگوں نے کہا کہ ہم تمہارے پیچھے پرچم بلند کیے ہوئے تھے۔ اگر تمہیں شکست ہوتی تو کیا تم واپس پلٹ کر آتے۔ تو تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کہ یا محمد ﷺ وہ آپ سے غنائم کے بارے میں سوال کرتے ہیں جو اس موقع پر موجود ہیں آپ ان سے فرما دیں فرما دیں کہ غنائم اللہ کے لئے ہیں اس نے جس کے لئے چاہا رکھیں ہیں۔ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ان کو تقسیم کریں گے پس نبی کریم ﷺ نے غنائم کو ان کے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ اس کو امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور باہمی معاملات کی اصلاح کرو یعنی حقیقت میں تمہارے درمیان محبت ہونی چاہے اور جھگڑا ختم ہونا چاہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم یقیناً ایمان رکھتے ہو۔

## نفل اور انفال کے لغوی مفاہیم کا بیان

الانفال۔ مال غنیمت نفل کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے زائد نماز کو نافلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: من اللیل فتهجد به نافلة لك، اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے۔

اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ووھبنا له اسحق و یعقوب نافلة، اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحٰق عطا کی اور مزید برآں یعقوب بھی۔ پھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بخشش بھی بغیر

استحقاق ایک شی مزید ہے۔

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطاء غیر لازم ہے لہٰذا مال مستزاد یا نفل کہلاتا ہے۔

بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم وخصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے۔ فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں۔ استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق۔ اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو۔

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور اسے فئے بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔ عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

## سورہ انفال آیت ا کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے موقعہ پر فرمایا جو شخص یہ یہ کام کرے گا اس کو یہ یہ انعام ملے گا۔ تو جو جوان تھے وہ آگے بڑھے اور بوڑھے لوگ جھنڈوں کے پاس کھڑے ہوئے اور وہیں جم گئے جب اللہ نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمادی تو بوڑھوں نے کہا ہم تمہارے مددگار اور پشت پناہ تھے اگر تم کو شکست ہوتی تو ہماری ہی طرف پلٹ کر آتے لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ مالِ غنیمت سارا کا سارا تم ہی لے لو اور ہمیں کچھ نہ ملے لیکن جوانوں نے یہ بات نہ مانی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ انعام صرف ہمارے لئے ہی مقرر فرمایا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ اے محمد! یہ لوگ تم سے انفال کے متعلق دریافت کرتے ہیں تو ان کو بتادیجئے کہ انفال اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے تم کو حق کے ساتھ تمہارے گھر سے نکالا اور مومنین کی ایک جماعت اس کو (یعنی مدینہ سے باہر جا کر مقابلہ کرنے کو) ناپسند کرتی تھی لیکن اللہ کے نزدیک تمہارے حق مین یہی بہتر تھا اور ایسا ہی ہو کر رہا لہٰذا تم میرا کہا مانو کیونکہ تمہاری بہ نسبت میں اس کے انجام سے زیادہ واقف ہوں۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 971)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ جب بدر کا دن تھا تو میرے بھائی عمیر شہید ہو گئے اور سعید بن عاص کو قتل کر دیا گیا تو میں نے ان کی تلوار پکڑی اس کا نام ذوالکتیفہ تھا میں وہ تلوار نبی کے پاس لایا اور آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور اسے مال غنیمت میں ڈال دو آپ کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ مجھے میرے بھائی شہید ہو جانے اور میرا ساز وسامان چھن جانے کی وجہ سے جو تکلیف تھی اسے اللہ ہی جانتا تھا میں واپس لوٹا ابھی تھوڑا ہی دور چلا تھا کہ سورہ انفال نازل ہوئی تو رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ جا کر اپنی تلوار پکڑ لو۔ (مسند احمد 3۔78، طبری 9۔117)

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ جب غزوہ بدر میں دشمن کو شکست ہوئی تو اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے ان کو قتل کرنے کے لیے پیچھا کیا اور ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لیے رکھا اور ایک جماعت مال غنیمت جمع کرنے پر مامور ہوگئی جب اللہ نے دشمن کو بھگا دیا اور ان کا تعاقب کرنے والے واپس آ گئے تو انہوں نے کہا کہ دشمن کا اچھا تعاقب کرنے کی وجہ سے زائد انعام ملنا چاہیے ہماری وجہ سے دشمن بھاگا اسے شکست ہوئی اور جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لیے رکھا انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم تم سے زیادہ حق دار ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کو گھیرے میں لیے رکھا کہ دشمن موقع پر کار آپ تک پہنچ نہ جائے لہٰذا وہ ہمیں ملنا چاہیے اور لوگ جو مال غنیمت جمع کرتے رہے انہوں نے کہا اللہ کی قسم تم ہم سے زیادہ اس کے حق دار نہیں ہو سکتے ہم ہی نے اسے دشمن کے ہاتھوں سے چھینا ہے اور اس پر قابض ہوئے ہیں لہٰذا وہ ہمیں ملنا چاہیے۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یَسْـــــــئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ) تو رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت کو سب میں برابر تقسیم کر دیا۔ (نیسا بوری 193، سیوطی 125، ابن کثیر 2۔283، قرطبی 7۔360)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○

ایمان والے صرف وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں۔

## وقت تلاوت اہل ایمان کے احوال کا بیان

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ" الْكَامِلُوْنَ الْاِيْمَان "الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ" اَىْ وَعِيده "وَجِلَتْ" خَافَتْ "قُلُوْبِهِمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيَاتهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا" تَصْدِيْقًا "وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" بِهٖ يَثِقُوْنَ لَا بِغَيْرِهٖ،

بے شک کامل ایمان صرف وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر یعنی اس کی وعید کو بیان کیا جاتا ہے تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان یعنی تصدیق میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں یعنی اسی ذات پر پختہ یقین رکھتے ہیں اس کے سوا کی طرف کسی جانب نہیں دیکھتے۔

## آیات الٰہی کے سبب ایمان میں اضافہ ہونے کا بیان

سدی فرماتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے جی میں ظلم کرنے کی یا گناہ کرنے کی آتی ہے لیکن اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر جاؤ ہیں ان کا دل کانپنے لگتا ہے، ام درداء فرماتی ہیں کہ دل اللہ کے خوف سے حرکت کرنے لگتے ہیں ایسے وقت انسان کو اللہ عزوجل سے دعا مانگنی چاہئے۔ ایمانی حالت بھی ان کی روز بروز زیادتی میں رہتی ہے ادھر قرآنی آیات سنیں اور ایمان بڑھا۔ جیسے اس جگہ ہے کہ جب کوئی سورت اترتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اس نے تم میں سے کس کا ایمان بڑھا دیا؟ بات یہ ہے کہ

ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور وہ خوش ہو جاتے ہیں، اس آیت سے اور اس جیسی اور آیتوں سے حضرت امام الائمہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ ایمان کی زیادتی سے مراد ہے کہ دلوں میں ایمان کم یا زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اللہ پر توکل کرنا ہی پورا ایمان ہے۔ ان مومنوں کے ایمان اور اعتقاد کی حالت بیان فرما کر اب ان کے اعمال کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ نمازوں کے پابند ہوتے ہیں۔ وقت کی، وضو کی، رکوع کی، سجدے کی، کامل پاکیزگی کی، قرآن کی تلاوت، تشہد، درود، سب چیزوں کی حفاظت ونگرانی کرتے ہیں۔ اللہ کے اس حق کی ادائیگی کے ساتھ ہی بندوں کے حق بھی نہیں بھولتے۔ واجب خرچ یعنی زکوۃ مستحب خرچ یعنی للہ فی اللہ خیرات برابر دیتے ہیں چونکہ تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اس لئے اللہ کو سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کی مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرے اللہ کے دیئے ہوئے کو اللہ کی راہ میں دیتے رہو یہ مال تمہارے پاس اللہ کی امانت ہے، بہت جلد تم اسے چھوڑ کر رخصت ہونے والے ہو، پھر فرماتا ہے کہ جن میں یہ اوصاف ہوں وہ سچے مومن ہیں۔

طبرانی میں ہے کہ حارث بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تمہاری صبح کس حال میں ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا کہ سچے مومن ہونے کی حالت میں۔ آپ نے فرمایا کہ سمجھ لو کہ کیا کہہ رہے ہو؟ ہر چیز کی حقیقت ہوا کرتی ہے۔ جانتے ہو حقیقت ایمان کیا ہے؟ جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی خواہشات کو دنیا سے الگ کر لیا راتیں یاد اللہ میں جاگ کر دن اللہ کی راہ میں بھوکے پیاسے رہ کر گذر راتا ہوں۔ گویا میں اللہ کے عرش کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھتا رہتا ہوں اور گویا کہ میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپس میں ہنسی خوشی ایک دوسرے سے مل جل رہے ہیں اور گویا کہ میں اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ دوزخ میں جل بھن رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا حارثہ تو نے حقیقت جان لی پس اس حال پر ہمیشہ قائم رہنا۔ تین مرتبہ یہی فرمایا پس آیت میں بالکل محاورہ عرب کے مطابق ہے جیسے وہ کہا کرتے ہیں کہ گو فلاں قوم میں سردار بہت سے ہیں لیکن صحیح معنی میں سردار فلاں ہے یا فلاں قبیلے میں تاجر بہت ہیں لیکن صحیح طور پر تاجر فلاں ہے۔ فلاں لوگوں میں شاعر ہیں لیکن سچا شاعر فلاں ہے۔ ان کے مرتبے اللہ کے ہاں بڑے بڑے ہیں اللہ ان کے اعمال دیکھ رہا ہے وہ ان کی لغزشوں سے درگذر فرمائے گا ان کی نیکیوں کی قدردانی کرے گا۔ گو یہ درجے اونچے نیچے ہوں گے لیکن کسی بلند مرتبہ شخص کے دل میں یہ خیال نہ ہوگا کہ میں فلاں سے اعلیٰ ہوں اور نہ کسی ادنیٰ درجے والوں کو یہ خیال ہوگا کہ میں فلاں سے کم ہوں۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علیین والوں کو نیچے کے درجے کے لوگ اس طرح دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کناروں کے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ صحابہ نے پوچھا یہ مرتبے تو انبیاء کے ہونگے؟ کوئی اور تو اس مرتبے پر نہ پہنچ سکے گا؟ آپ نے فرمایا کیوں نہیں؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے وہ لوگ بھی جو اللہ پر ایمان لائیں اور رسولوں کو سچ جانیں اہل سنن کی حدیث میں ہے کہ اہل جنت بلند درجہ جنتیوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم آسمان کے کناروں کے چمکیلے ستاروں کو دیکھا

کرتے ہو یقیناً ابوبکر اور عمر انہی میں ہیں اور بہت اچھے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ |
| وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ان کو ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ |

## قیام صلوٰۃ وانفاق مال کا بیان

"الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ" يَأْتُوْنَ بِهَا بِحُقُوقِهَا "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ" اَعْطَيْنَاهُمْ "يُنْفِقُوْنَ" فِيْ طَاعَةِ اللّٰهِ،

وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں یعنی اس کے حقوق کے ساتھ اس کو ادا کرتے ہیں۔ اور جو ان کو ہم نے رزق دیا یعنی عطا کیا ہے اس میں سے اللہ کی اطاعت میں خرچ کرتے ہیں۔

## نماز چوری کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب سے بدترین چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ نماز کی وہ کیسے چوری کرتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ اپنی نماز کے رکوع کو مکمل نہیں ادا کرتا ہے، اور نہ ہی سجدہ صحیح ادا کرتا ہے۔ (احمد 5/310، صحیح الجامع الصغیر 799)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں ادھر ادھر دیکھنے کی بابت پوچھا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ ایک قسم کی چوری ہے کہ شیطان بندے کی نماز میں سے کر لیتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 722)

## خرچ کرنے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما۔ اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو تلف یعنی نقصان دے۔

اور یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ۝ |
| یہی لوگ یقیناً مومن ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات ہیں اور بخشش اور عزت والا رزق ہے۔ |

## ایمان والوں کے لئے بخشش و عزت والا رزق ہونے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ" الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ "هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" صِدْقًا بِلَا شَكٍّ "لَهُمْ دَرَجَات" مَنَازِل فِي

الْجَنَّة "عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَة وَرِزْق كَرِيم" فِي الْجَنَّة

یہی لوگ یقیناً مؤمن ہیں یعنی جن کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور حقا سے مراد یہ ہے کہ وہ بغیر کسی شک وشبہ کے تصدیق کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے ان کے رب کے پاس درجات ہیں یعنی جنت میں مراتب ہیں اور بخشش اور جن میں عزت والا رزق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دولتمند لوگ تو درجات اور نعمتوں میں بڑھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر، انہوں نے کہا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور اپنا بچا ہوا مال بھی خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس مال نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں جس کے ذریعہ تم ان کے برابر ہو جاؤ، جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور ان سے بڑھ جاؤ، جو تمہارے بعد آئیں اور کوئی شخص تمہارے برابر نہیں ہوگا، مگر وہ جس اس کو پڑھ لے، ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہو، عبیدہ اللہ بن عمر نے سمی سے اور ابن عجلان نے سمی اور رجاء بن حیوہ سے اس کی متابعت میں روایت کی اور جریر نے عبدالعزیز بن رفیع سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابوالدرداء سے روایت کی اور اس کو سہیل نے اپنے والد سے، انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1279)

| |
|---|
| كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ |
| جس طرح آپ کا رب آپ کو آپ کے گھر سے حق کے کے ساتھ (جہاد کے لئے) باہر نکال لایا حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ |

## کفار کے تجارتی قافلہ کے استیصال کے لئے اخراج کا بیان

"كَمَا اَخْرَجَك رَبّك مِنْ بَيْتك بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِاَخْرَجَ "وَاِنَّ فَرِيْقًا مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكَارِهُوْنَ" الْخُرُوج وَالْجُمْلَة حَال مِنْ كَاف اَخْرَجَك وَكَمَا خَبَر مُبْتَدَأ مَحْذُوْف اَيْ هٰذِهِ الْحَال فِيْ كَرَاهَتهمْ لَهَا مِثْل اِخْرَاجك فِيْ حَال كَرَاهَتهمْ وَقَدْ كَانَ خَيْرًا لَهُمْ فَكَذٰلِكَ اَيْضًا وَّذٰلِكَ اَنَّ اَبَا سُفْيَان قَدِمَ بِعِيرٍ مِّنْ الشَّام فَخَرَجَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابه لِيَغْنَمُوهَا فَعَلِمَتْ قُرَيْش فَخَرَجَ اَبُو جَهْل وَمُقَاتِلُو مَكَّة لِيَذُبُّوا عَنْهَا وَهُمْ النَّفِير وَاَخَذَ اَبُو سُفْيَان بِالْعِيرِ طَرِيْق السَّاحِل فَنَجَتْ فَقِيلَ لِاَبِي جَهْل اِرْجِعْ فَاَبٰى وَسَارَ اِلٰى بَدْر فَشَاوَرَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَصْحَابه وَقَالَ اِنَّ اللّٰه وَعَدَنِيْ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ فَوَافَقُوْهُ عَلٰى قِتَال النَّفِير وَكَرِهَ بَعْضهمْ ذٰلِكَ وَقَالُوْا لَمْ نَسْتَعِدّ لَهُ كَمَا قَالَ تَعَالٰى:

جس طرح آپ کا رب آپ کو آپ کے گھر سے حق کے کے ساتھ جہاد کے لئے باہر نکال لایا یہاں پر حق اخرج سے متعلق ہے حالانکہ مسلمانوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ یہ جملہ اخرجک کے کاف سے حال ہے۔ اور کما یہ مبتداء محذوف جو ھذہ ہے اس کی خبر ہے یعنی یہ ناپسندیدگی کی حالت ایسی ہی ہے جس طرح آپ کے خروج کے وقت ان کی حالت تھی۔ حالانکہ یہ ان کے لئے بہتر تھا۔ کیونکہ جب ابوسفیان تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے روانہ ہوا تو نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے ان کی جانب خروج کیا تاکہ مال

غنیمت حاصل کریں، جب قریش کو اس کا پتہ چلا تو ابوجہل مکہ کے جنگجوؤں کے ساتھ مقابلے کے لئے آیا اور وہ ایک لشکر تھا۔ تو ابو سفیان نے قافلے کو ساحل کے راستے کر لیا پس وہ بچ گئے۔ تو ابوجہل سے کہا گیا کہ اب واپس لوٹ جاتے ہیں تو اس نے انکار کیا اور چلے آئے حتیٰ کہ میدان بدر میں آ گئے۔ تو اس وقت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت وعدہ کیا ہے۔ لہٰذا لوگوں نے اس لشکر کے ساتھ قتال کرنے میں موافقت کی جبکہ بعض نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ ہم اس کے لئے کیسے تیار ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرما دیا۔

## سورہ انفال آیت ۵ کے شانِ نزول کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ بدر کی جانب چلتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحا میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ ہاں ہمیں بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ لوگ فلاں فلاں جگہ ہیں۔ آپ نے پھر خطبہ دیا اور یہی فرمایا اب کی مرتبہ حضرت عمر فاروق نے یہی جواب دیا آپ نے پھر تیسرے خطبے میں یہی فرمایا اس پر حضرت سعد بن معاذ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ہم سے دریافت فرما رہے ہیں؟ اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو عزت و بزرگی عنایت فرمائی ہے اور آپ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے نہ میں ان راستوں میں کبھی چلا ہوں اور نہ مجھے اس لشکر کا علم ہے ہاں اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر آپ برک الغماد تک بھی چڑھائی کریں تو واللہ ہم آپ کی رکاب تھامے آپ کے پیچھے ہوں گے ہم ان کی طرح نہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ تو اپنے ساتھ اپنے پروردگار کو لے کر چلا جا اور تم دونوں ان سے لڑ لو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ چلئے اللہ آپ کا ساتھ دے ہم تو آپ کے زیر حکم کفار سے جہاد کے لئے صدق دل سے تیار ہیں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گو آپ کسی کام کو زیر نظر رکھ کر نکلے ہوں لیکن اس وقت کوئی اور نیا کام پیش نگاہ ہو تو بسم اللہ کیجئے، ہم تابعداری سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ آپ جس سے چاہیں ناطہ توڑ لیجئے اور جس سے چاہیں جوڑ لیجئے جس سے چاہیں عداوت کیجئے اور جس سے چاہیں محبت کیجئے ہم اسی میں آپ کے ساتھ ہیں۔ یارسول اللہ ﷺ ہماری جانوں کے ساتھ ہمارے مال بھی حاضر ہیں، آپ کو جس قدر ضرورت ہو لیجئے اور کام میں لگائیے۔ پس حضرت سعد کے اس فرمان پر قرآن کی یہ آیتیں اتری ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ انفال، بیروت)

## نبی کریم ﷺ کا دشمنان اسلام کے گرنے کی جگہ کے مشاہدے کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ مختصر واقعہ یہ ہے کہ ابوسفیان کے ملک شام سے ایک قافلہ ساتھ آنے کی خبر پا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ انکے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے، مکہ مکرمہ سے ابوجہل قریش کا ایک لشکر گراں لے کر قافلہ امداد کے لئے روانہ ہوا۔ ابوسفیان تو رستہ سے کترا کر مع اپنے قافلہ کے ساحلِ بحر کی راہ چل پڑے اور ابوجہل سے اس کے رفیقوں نے کہا کہ قافلہ تو بچ گیا اب مکہ مکرمہ واپس چل تو اس نے انکار کر دیا اور وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے کے قصد سے بدر کی طرف چل پڑا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفار کے دونوں گروہوں میں سے ایک پر مسلمان کو فتح مند کرے گا خواہ قافلہ ہو یا قریش کا لشکر۔ صحابہ نے اس میں موافقت کی مگر بعض کو یہ عذر رہا کہ ہم اس تیاری سے نہیں چلے تھے اور نہ ہماری تعداد اتنی ہے، نہ ہمارے پاس کافی سامان اسلحہ ہے۔ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گراں گزرا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قافلہ تو ساحل کی طرف نکل گیا اور ابو جہل سامنے آرہا ہے۔ اس پر ان لوگوں نے پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم قافلے ہی کا تعاقب کیجئے اور لشکرِ دشمن کو چھوڑ دیجئے، یہ بات ناگوار خاطرِ اقدس ہوئی تو حضرت صدیق اکبر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر اپنے اخلاص و فرمانبرداری، رضا جوئی و جاں نثاری کا اظہار کیا اور بڑی قوت و استحکام کے ساتھ عرض کی کہ وہ کسی طرح مرضی مبارک کے خلاف سُستی کرنے والے نہیں ہیں پھر اور صحابہ نے بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو امر فرمایا اس کے مطابق تشریف لے چلیں ہم ساتھ ہیں، کبھی تخلّف نہ کریں گے، ہم آپ پر ایمان لائے، ہم نے آپ کی تصدیق کی، ہم نے آپ کے اِتّباع کے عہد کئے، ہمیں آپ کی اِتّباع میں سمندر کے اندر کُود جانے سے بھی عذر نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اللہ کی برکت پر بھروسہ کر و اس نے مجھے وعدہ دیا ہے میں تمہیں بشارت دیتا ہوں، مجھے دشمنوں کے گرنے کی جگہ نظر آرہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مرنے اور گرنے کی جگہ نام بنام بتادیں اور ایک ایک کی جگہ پر نشانات لگادیئے اور یہ معجزہ دیکھا گیا کہ ان میں سے جو مر کر گرا اسی نشان پر گرا اس سے خطا نہ کی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ انفال، لاہور)

## امام ابوحیان پر حالت خواب میں محذوف کے اظہار کا بیان

امام تفسیر ابوحیان اندلسی نے اس طرح کے پندرہ اقوال نقل کئے ان میں زیادہ قرب تین احتمال ہیں۔ اول یہ کہ اس تشبیہ سے مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ جس طرح غزوہ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت صحابہ کرام کے آپس میں کچھ اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ پھر حکم خداوندی کے تحت سب نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس کی برکات اور اچھے نتائج کا ظہور سامنے آ گیا۔ اسی طرح اس جہاد کے شروع میں کچھ لوگوں کی طرف سے ناپسندیدگی کا اظہار ہوا پھر حکم ربانی کے ماتحت سب نے اطاعت کی اور اس کے مفید نتائج اور اعلیٰ ثمرات کا مشاہدہ ہو گیا۔ یہ توجیہ فراء اور مبرد کی طرف منسوب ہے (بحر محیط)

دوسرا احتمال یہ ہے کہ گذشتہ آیات میں سچے مومنین کے لئے آخرت میں درجات عالیہ اور مغفرت اور باعزت روزی کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ان آیات میں اس وعدہ کے یقینی ہونے کا ذکر اس طرح کیا گیا کہ آخرت کا وعدہ اگرچہ ابھی آنکھوں کے سامنے نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ نصرت و فتح غزوہ بدر میں آنکھوں کے سامنے آچکا ہے اس سے عبرت پکڑو اور یقین کرو کہ جس طرح یہ وعدہ دنیا ہی میں پورا ہو چکا ہے اسی طرح آخرت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا۔ (تفسیر قرطبی، بحوالہ نحاس)

تیسرا احتمال وہ ہے جس کو ابوحیان نے مفسرین کے پندرہ اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مجھے ان میں سے کسی قول پر اطمینان نہیں تھا۔ ایک روز میں اسی آیت پر غور و فکر کرتے ہوئے سو گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی جگہ جا رہا ہوں اور ایک شخص میرے ساتھ ہے میں اسی آیت کے متعلق اس سے بحث کر رہا ہوں اور یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے کبھی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جیسی اس

آیت کے الفاظ میں پیش آئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی لفظ محذوف ہے۔

پھر یکا یک خواب ہی میں میرے دل میں پڑا کہ یہاں لفظ نصرک محذوف ہے اس کو خود میں نے بھی پسند کیا اور جس شخص سے بحث کررہا تھا اس نے بھی پسند کیا۔ بیدار ہونے کے بعد اس پر غور کیا تو میرا اشکال ختم ہوگیا کیونکہ اس صورت میں لفظ کما تشبیہ کے لئے نہیں بلکہ بیان سبب کے لئے استعمال ہوا ہے اور معنی آیت کے یہ ہوگئے کہ غزوہ بدر میں اللہ جل شانہ کی طرف سے جو خاص نصرت وامداد آپ کی ہوئی اس کا سبب یہ تھا کہ اس جہاد میں آپ نے جو کچھ کیا کسی اپنی خواہش اور رائے سے نہیں بلکہ خالص امر ربی اور حکم خداوندی کے تابع کیا۔ اسی کے حکم پر آپ اپنے گھر سے نکلے۔ اور اطاعت حق کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے اور یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد ونصرت اس۔ کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ انفال، بیروت)

## اخراج جہاد کے باب میں یہاں کاف کا بہ طور تعلیل ہونے کا بیان

کَمَآ اَخْرَجَكَ الخ کے کاف، کو میں نے اپنی تقریر میں صرف تشبیہ کے لیے نہیں لیا، بلکہ ابوحیان کی تحقیق کے موافق معنی تعلیل پر مشتمل رکھا ہے جیسے وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ میں علماء نے تصریح کی ہے اور اخرجك ربك من بيتك الىٰ آخر الآیات کے مضمون کو میں نے اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ابوحیان کی طرح "اعزک اللہ" وغیرہ مقدر نہیں مانا۔ نیز تقریر آیت میں صاحب "روح المعانی" کی تصریح کے موافق اشارہ کردیا ہے کہ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنم بَيْتِكَ میں صرف آنِ خروج من البیت مراد نہیں بلکہ خروج من البیت سے دخول فی الجہاد تک کا ممتد اور وسیع زمانہ مراد ہے۔

| يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۝ |
|---|
| وہ تجھ سے حق میں جھگڑتے تھے، اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، جیسے انہیں موت کی طرف ہانکا جارہا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ |

## قتال کے بارے میں بحث کرنے کا بیان

"يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ" الْقِتَال "بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ" ظَهَرَ لَهُمْ "كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْت وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ" اِلَيْهِ عِيَانًا فِيْ كَرَاهَتِهِمْ لَهُ،

وہ آپ سے حق یعنی قتال کے بارے میں جھگڑتے تھے، اس کے بعد کہ وہ صاف ظاہر ہو چکا تھا، جیسے انہیں موت کی طرف ہانکا جارہا ہے اور وہ اس کے لئے ناپسندیدگی کو دیکھ رہے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

يجادلونك فى الحق بعد ماتبين ۔ اس تصادم کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چوں وچرا کررہے تھے حق ظاہر ہوجانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کررہے تھے۔

كانما يساقون الى الموت وهم ينظرون ۔ وہ یوں محسوس کررہے تھے گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے

ہوئے بھی اس کے منہ میں ہانکے جا رہے تھے۔

## سورہ انفال آیت ۶ کے شانِ نزول کا بیان

جس وقت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دونوں جماعتوں میں سے ایک جماعت وعدہ کیا ہے۔لہٰذا لوگوں نے اس لشکر کے ساتھ قتال کرنے میں موافقت کی جبکہ بعض نے ایسا کرنا مناسب نہ سمجھا اور کہا کہ ہم اس کے لئے کیسے تیار ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن سے بدر میں جنگ کرنے کی بابت صحابہ سے مشورہ کیا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اور حضور نے مجاہدین کو کمر بندی کا حکم دے دیا اس وقت بعض مسلمانوں کو یہ ذرا گراں گذرا اس پر یہ آیتیں اتریں۔پس حق میں جھگڑنے سے مراد جہاد میں اختلاف کرنا ہے اور مشرکوں کے لشکر سے مڈبھیڑ ہونے اور ان کی طرف چلنے کو ناپسند کرنا ہے۔اس کے بعد ان کے لئے واضح ہو گیا یعنی یہ امر کہ حضور بغیر حکم رب العزت کے کوئی حکم نہیں دیتے۔

| |
|---|
| وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ |
| لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے |
| جس میں ذرہ برابر بھی نقصان نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔ |

## قافلہ شام یا لشکر کفار میں سے ایک کی ہزیمت کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ" الْعِيرِ اَوِ النَّفِيرِ "اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ" تُرِيْدُوْنَ "اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ" اَيِ الْبَاْسِ وَالسِّلَاحِ وَهِيَ الْعِيرُ "تَكُوْنُ لَكُمْ" لِقِلَّةِ عَدَدِهَا وَمَدَدِهَا بِخِلَافِ النَّفِيرِ "وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ" يُظْهِرُهُ "بِكَلِمَاتِهِ" السَّابِقَةِ بِظُهُوْرِ الْاِسْلَامِ "وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ" اٰخِرَهُمْ بِالْاِسْتِئْصَالِ فَاَمَرَكُمْ بِقِتَالِ النَّفِيرِ،

اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں یعنی ایک قافلہ اور دوسرا جنگی لشکر میں ایک تمہارے لیے ہے اور تم یہ چاہتے تھے یعنی تم ارادہ رکھتے تھے کہ تمہیں وہ جماعت ملے،جس کی تعداد کم اسلحہ کم تھا اور وہ تجارتی قافلہ تھا۔جبکہ جنگی لشکر میں ایسا نہیں تھا۔جس میں ذرہ برابر بھی نقصان نہ ہو اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے یعنی اپنے کلام سابق یعنی ظہور اسلام کے ذریعے ظاہر فرمادے۔اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔یعنی ان کا استیصال کر دے لہٰذا اسی لئے اس نے تمہیں جنگی لشکر سے قتال کرنے کا حکم دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

واذ۔ جب۔اس سے قبل اذکر محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اذکراذ، یاد کرو جب۔ یعدکم ۔ وعد یعد (ضرب) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے (دو گروہوں میں سے ایک کا) وعدہ کیا تھا۔

احدی الطائفتین ۔دوگروہوں میں سے ایک ۔یعد کا مفعول ثانی ہے۔انھا لکم ۔کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ احدی الطائفتین کا بدل ہے۔ یہاں طائفتان (دو گروہ) سے مراد۔ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جارہا تھا۔اور دوسرا وہ مسلح لشکر جو ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا جسے تم منتخب کرو گے۔

تو ددون۔تم چاہتے ہو۔ ود سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب سمع۔ مودۃ مصدر ودود صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ثواب دینے والا۔ الشوکۃ ۔کانٹا۔مجازاً ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔غیر ذات الشوکۃ ۔ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آیا تھا)۔

یحق ۔مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل ان احقاق مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھائے حق کو قائم کردے۔حق کو ثابت کر دے۔(باب افعال)۔ بکلمتہ ۔ بایاتہ اور بامرہ اپنی نشانیوں سے (یعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا۔یا اپنے ارشاد و حکم کے ذریعہ سے۔کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ وقلت تعداد کے بانجام مسلمانوں کو فتح عطا کرنا۔یقطع۔مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل ان قطع مصدر۔تا کہ کاٹ دے۔تا کہ ہلاک کردے۔(باب فتح) دابر۔ جڑ۔ بیج ۔بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا۔ دبور سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔اسم فاعل واحد مذکر۔

| |
|---|
| لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۞ |
| تا کہ وہ حق کو ثابت کردے اور باطل کو جھوٹا کردے، خواہ مجرم ناپسند ہی کریں۔ |

## حق کے ثابت ہونے اور کفر کے مٹ جانے کا بیان

"لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِل" يَمْحَق "الْبَاطِل" الْكُفْر "وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ" الْمُشْرِكُوْنَ ذٰلِكَ،

تا کہ وہ حق کو سچا کردے اور باطل یعنی کفر کو جھوٹا کردے، خواہ مجرم یعنی مشرک اس کو ناپسند ہی کریں۔

## غزوہ بدر کے موقع پر جہاد کے لئے جذبات صحابہ کا بیان

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو آپ نے اعراض فرمایا۔

سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بات کی تو بھی آپ نے اعراض کیا۔ پھر سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا اشارہ شاید ہماری طرف ہے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں گے تو ہم کود جائیں گے اور اگر آپ ہمیں برک الغماد تک گھوڑے دوڑا دوڑا کر ہلاک کر ڈالنے کا حکم دیں تو ہم تعمیل کریں گے۔ (مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوہ بدر)

اور مقداد بن اسود۔نے کہا کہ ہم وہ بات نہیں کہیں گے جو موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا پروردگار دونوں جا کر لڑو، ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔" عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکنے لگا اور ان کے اس قول نے آپ کو خوش کر دیا۔ (بخاری۔کتاب المغازی)

| |
|---|
| اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ٥ |
| جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول فرمائی کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں |
| کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔ |

## غزوہ بدر کے موقع پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کا بیان

**اُذْكُرْ "اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ" تَطْلُبُوْنَ مِنْهُ الْغَوْثَ بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ "فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ" اَىْ بِاَنِّىْ "مُمِدُّكُمْ" مُعِيْنُكُمْ "بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِيْنَ" مُتَتَابِعِيْنَ يُرْدِفُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا وَّعَدَهُمْ بِهَا اَوَّلًا ثُمَّ صَارَتْ ثَلَاثَةَ اٰلَافٍ ثُمَّ خَمْسَةً كَمَا فِىْ اٰلِ عِمْرَانَ وَقُرِئَ بِاُلُفٍ كَاَفْلُسٍ جَمْعٍ،**

وہ وقت یاد کرو جب تم اپنے رب سے کفار پر کامیابی پانے کے لئے مدد کے لئے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول فرمائی اور فرمایا کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں۔مردفین کا معنی یہ ہے فرشتوں کا نزول مسلسل ہو یعنی ایک دوسرے کے بعد وہ آئے۔اور یہ ان کی ابتدائی تعداد ہے جو اس کے بعد تین اور اس کے بعد پانچ ہزار تک پہنچ گئی۔جس طرح سورہ آل عمران میں الف کو اُلُف کہا گیا ہے جس طرح فلس کی جمع افلس ہے۔یعنی لام کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**تستغیثون** ۔تم فریاد کرتے ہو۔تم فریاد چاہتے ہو۔استغاثہ (استفعال) سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ **فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه** ،تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔

غیث مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہوسکتا ہے۔ غیث بمعنی بارش۔ جیسے کمثل غیث اعجب الکفار نباته، جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی ہے۔ استجاب۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ استجابة (استفعال) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ ممدکم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ممد اسم فاعل واحد مذکر امداد (افعال) مصدر۔ مدد دینے والا۔ مردفین، الردف۔ تابع۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگا تار۔ پے در پے۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

## غزوہ بدر کی دعا کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے دن مشرکین کی طرف دیکھا تو وہ ایک ہزار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ تین سو انیس تھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ فرما کر اپنے ہاتھوں کو اٹھایا! وراپنے رب سے پکار پکار کر دعا مانگنا شروع کر دی اے اللہ! میرے لئے اپنے کئے ہوئے وعدہ کو پورا فرمایا اے اللہ! اپنے وعدہ کے مطابق عطا فرما اے اللہ! اگر اہل اسلام کی یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنے رب سے ہاتھ دراز کئے قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ سے گر پڑی پس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو اٹھایا اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر ڈالا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی آپ کی اپنے رب سے دعا کافی ہو چکی عنقریب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے گا۔

اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی (اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ )8۔الانفال:9) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعا قبول کی کہ میں تمہاری مدد ایک ہزار لگا تار فرشتوں سے کروں گا پس اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں کے ذریعہ امداد فرمائی حضرت ابوزمیل نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث اس دن بیان کی جب مسلمانوں میں ایک آدمی مشرکین میں سے آدمی کے پیچھے دوڑ رہا تھا جو اس سے آگے تھا اچانک اس نے اوپر سے ایک کوڑے کی ضرب لگنے کی آواز سنی اور یہ بھی سنا کہ کوئی گھوڑ سوار یہ کہہ رہا ہے، اے حیزوم! آگے بڑھ پس اس نے اپنے آگے مشرک کی طرف دیکھا کہ وہ چت گرا پڑا ہے جب اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کا ناک زخم زدہ تھا اور اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا، کوڑے کی ضرب کی طرح اور اس کا پورا جسم بند ہو چکا تھا۔ پس اس پھٹ چکا تھا پس ان انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ کہا یہ مدد تیسرے آسمان سے آئی تھی پس اس دن ستر آدمی مارے گئے اور ستر قید ہوئے ابوزمیل نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا جب قیدیوں کو گرفتار کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہو حضرت ابوبکر نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہمارے چچا زاد اور خاندان

کے لوگ ہیں میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فدیہ وصول کرلیں اس سے ہمیں کفار کے خلاف طاقت حاصل ہو جائے گی اور ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں اسلام لانے کی ہدایت عطا فرمادیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں! اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول میری وہ رائے نہیں جو حضرت ابوبکر کی رائے ہے بلکہ میری رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہمارے سپرد کردیں تا کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کریں، وہ اس کی گردن اڑائیں اور فلاں آدمی میرے سپرد کردیں۔ اپنے رشتہ داروں میں سے ایک کا نام لیا تا کہ میں اس کی گردن ماردوں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا اور سردار ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف مائل ہوئے اور میری رائے کی طرف مائل نہ ہوئے۔

جب آئندہ روز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے بتائیں تو سہی کس چیز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست کو رلا دیا پس اگر میں رو سکا تو میں بھی روؤں گا اور اگر مجھے رونا نہ آیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے رونے کی وجہ سے رونے کی صورت ہی اختیار کرلوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں جو مجھے تمہارے ساتھیوں سے فدیہ لینے کی وجہ سے پیش آیا ہے تحقیق مجھ پر ان کا عذاب پیش کیا گیا جو اس درخت سے بھی زیادہ قریب تھا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی درخت سے بھی اور اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ) "یہ بات نبی کی شان کے مناسب نہیں ہے کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں (کافروں کو قتل کرکے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہائے"۔ سے اللہ عزوجل کے قول "پس کھاؤ جو مال غنیمت تمہیں ملا ہے (کہ وہ تمہارے لئے) حلال طیب (ہے)۔" پس اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے غنیمت حلال کردی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 91)

## مدد کے لئے اترنے والے فرشتوں کے مشاہدے کا بیان

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا کہ اسے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز آئی اور سوار کی بھی آواز آئی، وہ سوار کہہ رہا تھا کہ حیزوم (غالباً اس کے گھوڑے کا نام تھا) آگے بڑھ۔ اتنے میں اس مسلمان نے دیکھا کہ وہ کافر اس کے سامنے چت پڑا ہے۔ اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا سر پھٹ گیا تھا۔ گویا کسی نے اسے کوڑا مارا ہے۔ پھر اس کا سارا جسم سبز ہوگیا۔ وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ یہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لیے آئے تھے۔ (مسلم، کتاب الجہاد)

حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: 'یہ جبریل امین ہیں اپنے گھوڑے کا سر تھامے ہوئے اور ان پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔ (بخاری، کتاب المغازی)

| |
|---|
| وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور اللہ نے اسے نہیں بنایا مگر ایک خوش خبری اور تا کہ اس کے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے۔ |
| بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اللہ کی مدد کا اہل ایمان کے لئے خوشخبری ہونے کا بیان

"وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ" اَیْ اَلْاِمْدَاد، اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ،

اور اللہ نے اسے یعنی اس امداد کو نہیں بنایا مگر ایک خوش خبری اور تا کہ اس کے ساتھ تمہارے دل مطمئن ہوں اور مدد نہیں ہے مگر اللہ کے پاس سے۔ بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

## فرشتوں کی مدد کا اہل ایمان کے لئے اطمینان قلب ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ایک مسلمان ایک کافر پر حملہ کرنے کے لئے اس کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک ایک کوڑا مارنے کی آواز اور ساتھ ہی ایک گھوڑ سوار کی آواز آئی کہ اے خیروم آگے بڑھ وہیں دیکھا کہ وہ مشرک چت گرا ہوا ہے اس کا منہ کوڑے کے لگنے سے بگڑ گیا ہے اور ہڈیاں پسلیاں چور چور ہوگئی ہیں اس انصاری صحابی نے حضور سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو سچا ہے یہ تیری آسمانی مدد تھی پس اس دن ستر کافر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے کہ "بدر والے دن فرشتوں کا اترنا" پھر حدیث لائے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام حضور کے پاس آئے اور پوچھا کہ بدری صحابہ کا درجہ آپ میں کیسا سمجھا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا اور مسلمانوں سے بہت افضل۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا اسی طرح بدر میں آنے والے فرشتے بھی اور فرشتوں میں افضل گنے جاتے ہیں۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت حاطب بن ابوبلتعہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تو آپ نے فرمایا وہ تو بدری صحابی ہیں تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے بدریوں پر نظر ڈالی اور فرمایا تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ پھر فرماتا ہے کہ فرشتوں کا بھیجنا اور تمہیں اس کی خوشخبری دینا صرف تمہاری خوشی اور اطمینان دل کے لئے تھا ورنہ اللہ تعالیٰ ان کو بھیجے بغیر بھی اس پر قادر ہے جس کی چاہے مدد کرے اور اسے غالب کردے۔ بغیر نصرت پروردگار کے کوئی فتح پا نہیں سکتا اللہ ہی کی طرف سے مدد ہوتی ہے۔

| |
|---|
| اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ |
| عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ |

| |
|---|
| جب اس نے تم پر راحت وسکون کو طاری کیا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، |
| تا کہ اس کے ساتھ تمہیں پاک کردے اور تم سے شیطان کی نجاست دور کرے اور تا کہ تمہارے دلوں پر مضبوط گرہ باندھے |
| اور اس کے ساتھ قدموں کو جمادے۔ |

## شیطان کا اہل ایمان کو سواس دلوانے کا بیان

"اِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً" اَمْنًا مِمَّا حَصَلَ لَكُمْ مِنَ الْخَوْف "مِنْهُ" تَعَالٰى "وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاء مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ" مِنَ الْاَحْدَاث وَالْجَنَابَات "وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَان" وَسْوَسَته اِلَيْكُمْ بِاَنَّكُمْ لَوْ كُنْتُمْ عَلَى الْحَقّ مَا كُنْتُمْ ظَمَاى مُحْدِثِيْنَ وَالْمُشْرِكُوْنَ عَلَى الْمَاء "وَلِيَرْبِطَ" يَحْبِس "عَلٰى قُلُوْبِكُمْ" بِالْيَقِيْنِ وَالصَّبْر "وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَام" اَنْ تَسُوخ فِي الرَّمْل،

جب اس نے تم پر راحت وسکون کو طاری کیا تھا، اپنی طرف سے خوف دور کرنے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا، تا کہ اس کے ساتھ تمہیں احداث وجنابات سے پاک کردے اور تم سے شیطان کی نجاست یعنی جو اس کے تمہاری طرف وسواس ہیں ان کو دور کرے یعنی شیطان یہ وسواس ڈالتا ہے کہ اگر تم حق پر ہوتے تو اس طرح پیاسے اور بے وضو نہ ہوتے اور مشرکین پانی پر قابض نہ ہوتے۔ انہی وسواس کو دور کرے۔ اور تا کہ تمہارے دلوں پر یقین اور صبر کے ساتھ مضبوط گرہ باندھے اور اس کے ساتھ قدموں کو جمادے۔ کہ وہ ریت کے سبب پھسل نہ سکیں۔

## غزوہ بدر میں اہل ایمان کے دلوں سے خوف دور ہونے کا بیان

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جن پر احد والے دن اونگھ غالب آ گئی تھی اس وقت میں نیند میں جھوم رہا تھا میری تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑتی تھی اور میں اٹھاتا تھا میں نے جب نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ ڈھالیں سروں پر رکھے ہوئے نیند کے جھولے لے رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر والے دن ہمارے پورے لشکر میں گھوڑ سوار صرف ایک ہی حضرت مقداد تھے میں نے نگاہ بھر کر دیکھا کہ سارا لشکر نیند میں مست ہے صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ رہے تھے آپ ایک درخت تلے نماز میں مشغول تھے روتے جاتے تھے اور نماز پڑھتے جاتے تھے صبح تک آپ اسی طرح مناجات میں مشغول رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میدان جنگ میں اونگھ کا آنا اللہ کی طرف سے امن کا ملنا ہے اور نماز میں اونگھ کا آنا شیطانی حرکت ہے، اونگھ صرف آنکھوں میں ہی ہوتی ہے اور نیند کا تعلق دل سے ہے۔ یہ یاد رہے کہ اونگھ آنے کا مشہور واقعہ تو جنگ احد کا ہے لیکن اس آیت میں جو بدر کے واقعہ کے قصے کے بیان میں اونگھ کا اترنا موجود ہے پس سخت لڑائی کے وقت یہ واقعہ ہوا اور مومنوں کے دل اللہ کے عطا کردہ امن سے مطمئن ہو گئے یہ بھی مومنوں پر اللہ کا فضل وکرم اور اس کا لطف ورحم تھا سچ ہے سختی کے بعد آسانی ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھپر تلے دعا میں مشغول تھے جو حضور اونگھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں جاگے اور تبسم فرما کر حضرت صدیق اکبر سے فرمایا خوش ہو یہ ہیں جبرائیل علیہ السلام گرد آلود پھر آیت قرآنی (سیھزم الجمع ویولون الدبر) پڑھتے ہوئے جھونپڑی کے دروازے سے باہر تشریف لائے۔ یعنی ابھی ابھی یہ لشکر شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا۔ دوسرا احسان اس جنگ کے موقعہ پر یہ ہوا کہ بارش برس گئی۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے میدان بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہو گئے تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ تم تو اپنے تئیں اللہ والے سمجھتے ہو اور اللہ کے رسول کو اپنے میں موجود مانتے ہو اور حالت یہ ہے کہ پانی تک تمہارے قبضہ میں نہیں مشرکین کے ہاتھ میں پانی ہے تم نماز بھی جنبی ہونے کی حالت میں پڑھ رہے ہو ایسے وقت آسمان سے مینہ برسنا شروع ہوا اور پانی کی ریل پیل ہو گئی۔ مسلمانوں نے پانی پیا بھی، پلایا بھی، نہا دھو کر پاکی بھی حاصل کر لی اور پانی بھر بھی لیا اور شیطانی وسوسہ بھی زائل ہو گیا اور جو چکنی مٹی پانی کے راستے میں تھی دھل کر وہاں کی سخت زمین نکل آئی اور ریت جم گئی کہ اس پر آمد و رفت آسان ہو گئی اور فرشتوں کی امداد آسمان سے آ گئی پانچ سو فرشتے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں اور پانچ سو حضرت میکائیل کی ماتحتی میں۔

مشہور یہ ہے کہ آپ جب بدر کی طرف تشریف لے چلے تو سب سے پہلے جو پانی تھا وہاں ٹھہرے حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو اللہ کا حکم یہاں پڑاؤ کرنے کا ہو اب تو خیر اور اگر جنگی مصلحت کے ساتھ پڑاؤ یہاں کیا ہو تو آپ اور آگے چلئے آخری پانی پر قبضہ کیجئے وہیں حوض بنا کر یہاں کے سب پانی وہاں جمع کر لیں تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی بغیر رہ جائے گا اور آپ نے یہی کیا بھی۔

مغازی اموی میں ہے کہ اس رائے کے بعد جبرائیل کی موجودگی میں ایک فرشتے نے آ کر آپ کو سلام پہنچایا اور اللہ کا حکم بھی کہ یہی رائے ٹھیک ہے۔ آپ نے اس وقت حضرت جبرائیل سے پوچھا کہ آپ انہیں جانتے ہیں؟ حضرت جبرائیل نے فرمایا میں آسمان کے تمام فرشتوں سے واقف نہیں ہوں ہاں ہیں یہ فرشتے شیطان نہیں۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ مشرکین ڈھلوان کی طرف تھے اور مسلمان اونچائی کی طرف تھے بارش ہونے سے مسلمانوں کی طرف تو زمین دھل کر صاف ہو گئی اور پانی سے انہیں نفع پہنچا لیکن مشرکین کی طرف پانی کھڑا ہو گیا۔ کیچڑ اور پھسلن ہو گئی کہ انہیں چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا بارش اس سے پہلے ہوئی تھی غبار جم گیا تھا زمین سخت ہو گئی تھی دلوں میں خوشی پیدا ہو گئی تھی ثابت قدمی میسر ہو چکی تھی اب اونگھ آنے لگی اور مسلمان تازہ دم ہو گئے۔ صبح لڑائی ہونے والی ہے رات کو ہلکی سی بارش ہو گئی ہم درختوں تلے جا چھپے حضور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہے۔ یہ اس لئے کہ اللہ تمہیں پاک کر دے وضو بھی کر لو اور غسل بھی اس ظاہری پاکی کے ساتھ ہی باطنی پاکیزگی بھی حاصل ہوئی شیطانی وسوسے بھی دور ہو گئے دل مطمئن ہو گئے جیسے کہ جنتیوں کے بارے میں فرمان ہے کہ آیت (عالیھم ثیاب سندس خضر الخ)، ان کے بدن پر نہیں اور موٹے ریشمی کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگھن پہنائے جائیں

گے اور انہیں ان کا رب پاک اور پاک کرنے والا شربت پلائے گا پس لباس اور زیور تو ظاہری زینت کی چیز ہوئی اور پاک کرنے والا پانی جس سے دلوں کی پاکیزگی اور حسد وبغض کی دوری ہو جائے۔ یہ تھی باطنی زینت۔ پھر فرماتا ہے کہ اس سے مقصود دلوں کی مضبوطی بھی تھی کہ صبر و برداشت پیدا ہو شجاعت و بہادری ہو دل بڑھ جائے ثابت قدمی ظاہر ہو جائے اور حملے میں استقامت پیدا ہو جائے۔ (تفسیر محمدی، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ |
| الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ٥ |
| جب آپ کے رب نے فرشتوں کو پیغام بھیجا کہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں، سوتم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں |
| ابھی کافروں کے دلوں میں (لشکرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) رعب وہیبت ڈالے دیتا ہوں سوتم گردنوں کے اوپر سے |
| ضرب لگانا اوران کے ایک ایک جوڑ کر توڑ دینا۔ |

## تلوار مؤمن سے پہلے مشرک کی گردن جدا ہونے کا بیان ۔

"اِذْ یُوحِی رَبّكَ اِلَی الْمَلَائِكَة" الَّذِیْنَ اَمَدَّ بِهِمُ الْمُسْلِمِینَ "اَنِّی" اَیْ بِاَنِّی "مَعَكُمْ" بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر "فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا" بِالْاِعَانَةِ وَالتَّبْشِیر "سَاُلْقِی فِیْ قُلُوْب الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْب" الْخَوْف "فَاضْرِبُوا فَوْق الْاَعْنَاق" اَیْ الرُّءُوس "وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلّ بَنَان" اَیْ اَطْرَاف الْیَدَیْنِ وَالرِّجْلَیْنِ فَكَانَ الرَّجُل یَقْصِد ضَرْب رَقَبَة الْكَافِر فَتَسْقُط قَبْل اَنْ یَصِل اِلَیْهِ سَیْفه وَرَمَاهُمْ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِقَبْضَةٍ مِنْ الْحَصَی فَلَمْ یَبْقَ مُشْرِك اِلَّا دَخَلَ فِیْ عَیْنَیْهِ مِنْهَا شَیْء فَهُزِمُوا،

جب آپ کے رب نے فرشتوں کو پیغام بھیجا کہ جو مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے۔ میں بھی مدد وتعاون میں تمہارے ساتھ ہوں، سوتم بشارت ونصرت کے ذریعے ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی کافروں کے دلوں میں لشکرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب وہیبت ڈالے دیتا ہوں سوتم کافروں کی گردنوں کے اوپر سے یعنی ان کے سروں سے اوپر ضرب لگانا اوران کے ہاتھوں اور پاؤں کے ایک ایک جوڑ کو توڑ دینا۔ لہٰذا جب کوئی مسلمان کسی کافر کی گردن مارنے کی کوشش کرتا تو اس کی تلوار سے پہلے وہ کافر کرا ہوا مل جاتا۔ اور نبی کریم ﷺ نے ایک مٹھی مٹی کی ان پر ڈالی جو ہر ایک مشرک تک پہنچی اور اس کی آنکھوں میں داخل ہوئی۔ پس ان کو شکست ہوئی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

انی معکم ۔ یوحی کا مفعول ہے۔ اور کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ملائکہ کے لئے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر المومنین کے لئے ہے۔ فثبتوا ۔ تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ سے ہے) سالقی ۔ القاء سے

مضارع واحد متکلم۔ میں ڈال دوں گا۔فوق الاعناق۔گردنوں پر۔گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔بنان۔ بنانۃ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پوردے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں۔

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پوردے ہیں اور حضرت ضحاک کہتے ہیں۔تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں

یہاں فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب سے اہم حصہ جسم ہے۔اور بنان انگلیوں کے پوردے۔سب سے چھوٹے حصہ جسم ہیں۔ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو۔(مارو۔مارو۔خوب مارو۔کسی حصہ جسم کو نہ چھوڑو)۔اوپر **انی معکم** کے تحت بیان ہوا کہ کم کی ضمیر جمع مذکر حاضر المومنین کی طرف راجع ہے۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ **انی معکم** کے متعلق دو قول ہیں:۔(اول) یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔(دوم) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرنا اور ان کو ثابت قدم رکھو۔یہی سب سے بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی **انی معکم** سے) مقصود خوف و ردع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو۔

## میدان بدر میں اہل ایمان کی مدد کے لئے فرشتوں کے نازل ہونے کا بیان

اس کے بعد اپنی ایک باطنی نعمت کا اظہار فرما رہا ہے تا کہ مسلمان اس پر بھی اللہ کا شکر بجالائیں کہ اللہ تعالیٰ تبارک وتقدس وتمجد نے فرشتوں کو حکم دیا کہ تم جاؤ مسلمانوں کی مدد و نصرت کرو، ان کے ساتھ مل کر ہمارے دشمنوں کو نیچا دکھاؤ۔ان کی گنتی گھٹاؤ اور ہمارے دوستوں کی تعداد بڑھاؤ۔کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بددلی پھیلی ہوئی ہے۔وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو ہمارے قدم نہیں ٹک سکتے ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے۔اب ہر ایک دوسرے سے کہتا دوسرا تیسرے سے پھر صحابہ کے دل بڑھ جاتے اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت وقوت نہیں۔پھر فرماتا ہے کہ تم اے فرشتوں اس کام میں لگو ادھر میں مشرکوں کے دلوں میں مسلمانوں کی دھاک بٹھا دوں گا میں ان کے دلوں میں ذلت اور حقارت ڈال دوں گا میرے حکم کے نہ ماننے والوں کا میرے رسول کے منکروں کا یہی حال ہوتا ہے۔پھر تم ان کے سروں پر وار لگا کر دماغ نکال دو، گردنوں پر تلوار مار کے سر اور دھڑ میں جدائی کر دو۔ہاتھ پاؤں اور جوڑ جوڑ پور پور کو تاک تاک کر زخم لگاؤ۔پس گردنوں کے اوپر سے بعض کے نزدیک مراد تو سر ہیں اور بعض کے نزدیک خود گردن مراد ہے چنانچہ اور جگہ ہے آیت (فضرب الرقاب) گردنیں مارو۔حضور فرماتے ہیں میں قدرتی عذابوں سے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا بلکہ گردن مارنے اور قید کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ گردن پر اور سر پر وار کرنے کا استدلال اس سے ہو سکتا ہے۔مغازی اموی میں ہے کہ مقتولین بدر

کے پاس سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گذرے تو ایک شعر کا ابتدائی ٹکڑا آپ نے پڑھ دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پورا شعر پڑھ دیا۔ آپ کو نہ شعر یاد تھے نہ آپ کے لائق۔ اس شعر کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ ظالم اور باغی تھے اور آج تک غلبے اور شوکت سے تھے آج ان کے سر ٹوٹے ہوئے اور ان کے دماغ بکھرے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جو مشرک لوگ فرشتوں کے ہاتھ قتل ہوئے تھے انہیں مسلمان اس طرح پہچان لیتے تھے کہ ان کی گردنوں کے اوپر اور ہاتھ پیروں کے جوڑ ایسے زخم زدہ تھے جیسے آگ سے جلے ہونے کے نشانات۔ بنان جمع ہے بنانۃ کی۔ عربی شعروں میں بنانہ کا استعمال موجود ہے پس ہر جوڑ اور ہر حصے کو بنان کہتے ہیں۔ اوزاعی کہتے ہیں منہ پر آنکھ پر آگ کے کوڑے برساؤ ہاں جب انہیں گرفتار کرلو پھر نہ مارنا۔ ابوجہل ملعون نے کہا تھا کہ جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کو زندہ گرفتار کرلو تا کہ ہم انہیں اس بات کا مزہ زیادہ دیر تک چکھائیں کہ وہ ہمارے دین کو برا کہتے تھے، ہمارے دین سے ہٹ گئے تھے، لات وعزی کی پرستش چھوڑ بیٹھے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور فرشتوں کو یہ حکم دیا۔ چنانچہ جو ستر آدمی ان کافروں کے قتل ہوئے ان میں ایک یہ پاجی بھی تھا اور جو ستر آدمی قید ہوئے ان میں ایک عقبہ بن ابی معیط بھی تھا لعنہ اللہ تعالیٰ، اس کو قید میں ہی قتل کیا گیا اور اس سمیت مقتولین مشرکین کی تعداد ستر ہی تھی۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ |
| یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ |

## اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے کے لئے سخت عذاب ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْعَذَاب الْوَاقِع بِهِمْ "بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا" خَالَفُوْا "اللّٰه وَرَسُوْله وَمَنْ يُّشَاقِقْ اللّٰه وَرَسُوْله فَاِنَّ اللّٰه شَدِيْد الْعِقَاب" لَهُ،

یہ عذاب ان پر واقع اس لیے ہوا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرے تو بیشک اس کے لئے اللہ کا عذاب سخت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے چند دوست بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص فلاں قبیلہ کی اونٹنی کی اوجھری لے آئے اور اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر، جب وہ سجدہ میں جائیں، رکھ دے، پس سب سے زیادہ بدبخت عقبہ اٹھا اور وہ لے آیا اور دیکھتا رہا، جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں گئے، فوراً ہی اس نے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دیا، میں یہ حال دیکھ رہا تھا، مگر کچھ نہ کرسکتا تھا، کاش میرے ہمراہ کچھ لوگ ہوتے (تو میں کیوں یہ حالت دیکھتا) عبداللہ کہتے ہیں، پھر وہ لوگ ہنسنے لگے اور ایک دوسرے پر (مارے ہنسی کے) گرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے، اپنا سر نہ اٹھا سکتے تھے، یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ سے پھینکا، تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اٹھایا اور کہا کہ یا اللہ قریش کی ہلاکت یقینی فرمادے، تین مرتبہ فرمایا: یہ ان پر شاق ہوا کیونکہ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعائے ضرر دی، عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں وہ جانتے تھے کہ اس شہر (مکہ) میں دعا قبول ہوتی ہے، پھر آپ نے (ہر ایک کے) نام لئے کہ اے اللہ ابوجہل کی ہلاکت یقینی فرما اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ اور عقبہ بن ابی معیط کی ہلاکت یقینی فرما اور ساتویں کو گنایا، مگر اس کا نام مجھے یاد نہیں رہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نے ان لوگوں (کی لاشوں) کو، جن کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا، کنویں میں (بدر کے کنویں میں) گرا ہوا دیکھا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 241)

| ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ○ |
| --- |
| یہ ہے سوتم اسے چکھ لو اور بیشک کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب بھی ہے۔ |

## کفار کے لئے دنیا وآخرت میں عذاب ہونے کا بیان

"ذٰلِكُمْ" الْعَذَاب "فَذُوْقُوْهُ" اَيُّهَا الْكُفَّار فِي الدُّنْيَا "وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ" فِي الْاٰخِرَة،

یہ عذاب ہے سوائے کافرو! تم اسے دنیا ہی میں چکھ لو اور بیشک کافروں کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب بھی ہے۔ جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں متمثل ہو کر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے آئے گا۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبرائیل ومیکائیل کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں ہم شکل ہو کر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم وضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے اُدھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو۔ کیونکہ آج ان سب جنی وانسی کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سوانہیں معلوم ہوجائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزہ چکھ لیں۔

| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ○ |
| --- |
| اے ایمان والو! جب تم کافروں سے مقابلہ کرو خواہ وہ لشکرِ گراں ہو پھر بھی انہیں پیٹھ مت دکھانا۔ |

## حالت جہاد میں پشت پھیر کر واپس پلٹنے کی ممانعت کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا" اَيْ مُجْتَمِعِيْنَ كَاَنَّهُمْ لِكَثْرَتِهِمْ يَزْحَفُوْنَ "فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَار" مُنْهَزِمِيْنَ،

اے ایمان والو! جب تم میدانِ جنگ میں کافروں سے مقابلہ کرو خواہ وہ لشکرِ گراں ہو یعنی وہ سب جمع ہو جائیں اور ان کی کثرت ہو پھر بھی انہیں پیٹھ مت دکھانا۔ یعنی بہ طور ہزیمت تم انہیں پشت نہ دیکھانا۔

مسند احمد میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک چھوٹا سا لشکر بھیجا تھا میں بھی اس میں ہی تھا لوگوں میں بھگدڑ مچی میں بھی بھاگا ہم لوگ بہت ہی نادم ہوئے کہ ہم اللہ کی راہ سے بھاگے ہیں اللہ کا غضب ہم پر ہے ہم اب مدینے جائیں اور وہاں رات گذار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں اگر ہماری توبہ کی کوئی صورت نکل آئے تو خیر ورنہ ہم جنگوں میں نکل جائیں۔ چنانچہ نماز فجر سے پہلے ہم جا کر بیٹھ گئے جب حضور ﷺ آئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا بھاگنے والے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم لوٹنے والے ہو میں تمہاری جماعت ہوں اور میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں ہم نے بے ساختہ آگے بڑھ کر حضور ﷺ کے ہاتھ چوم لئے۔ ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔

## جوانمردی کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور ﷺ کے اس فرمان کے بعد آپ کا اس آیت کا تلاوت کرنا بھی مذکور ہے۔ حضرت ابو عبیدہ جنگ فارس میں ایک پل پر گھیر لئے گئے مجوسیوں کے ٹڈی دل لشکروں نے چاروں طرف سے آپ کو گھیر لیا موقعہ تھا کہ آپ ان میں سے بچ کر نکل آتے لیکن آپ نے مردانہ وار اللہ کی راہ میں جام شہادت نوش فرمایا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ وہاں سے میرے پاس چلے آتے تو ان کے لئے جائز تھا کیونکہ میں مسلمانوں کی جماعت ہوں مجھ سے مل جانے میں کوئی حرج نہیں اور روایت میں ہے میں تمام مسلمانوں کی جماعت ہوں۔

اور روایت میں ہے کہ تم اس آیت کا غلط مطلب نہ لینا یہ واقعہ بدر کے متعلق ہے۔ اب تمام مسلمانوں کے لئے وہ فعۃ جس کی طرف پناہ لینے کے لئے واپس مڑنا جائز ہے، میں ہوں۔ ابن عمر سے نافع نے سوال کیا کہ ہم لوگ دشمن کی لڑائی کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ فئۃ سے مراد امام لشکر ہے یا مسلمانوں کو جنگی مرکز آپ نے فرمایا فئۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا یہ آیت بدر کے دن اتری ہے نہ اس سے پہلے نہ اس کے بعد۔

ضحاک فرماتے ہیں لشکر کفار سے بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس پناہ لے اس کے لئے جائز ہے۔ آج بھی امیر اور سالار لشکر کے پاس یا اپنے مرکز میں جو بھی آئے اس کے لئے یہی حکم ہے۔ ہاں اس صورت کے سوا نامردی اور بزدلی کے طور پر لشکر گاہ سے جو بھاگ کھڑا ہو لڑائی میں پشت دکھائے وہ جہنمی ہے اور اس پر اللہ کا غضب ہے وہ حرمت کے کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

بخاری مسلم کی حدیث میں ہے سات گناہوں سے جو مہلک ہیں بچتے رہو پوچھا گیا کہ وہ کیا کیا ہیں؟ فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، کسی کو ناحق مار ڈالنا، سود خوری، یتیم کا مال کھانا، میدان جہاد سے پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑا ہونا، ایماندر پاک دامن بے عیب عورتوں پر تہمت لگانا۔ فرمان ہے کہ ایسا کرنے والا اللہ تعالیٰ کا غضب و غصہ لے کر لوٹتا ہے اس کی لوٹنے اور رہنے سہنے کی جگہ جہنم

ہے جو بہت ہی بدتر ہے۔

بشیر بن معبد کہتے ہیں میں حضور کے ہاتھ پر بیعت کرنے آیا تو آپ نے شرط بیان کی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، شہادت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و رسالت کی شہادت دوں پانچوں وقت کی نماز قائم رکھوں اور زکوٰۃ ادا کرتا رہوں اور حج مطابق اسلام بجالاؤں اور رمضان المبارک کے میں نے کے روزے رکھوں اور اللہ کی راہ میں جہاد کروں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس میں سے دو کام میرے بس کے نہیں ایک تو جہاد دوسرے زکوٰۃ میں نے تو سنا ہے کہ جہاد میں پیٹھ دکھانے والا اللہ کے غضب میں آجاتا ہے مجھے تو ڈر ہے کہ موت کا بھیانک سماں کہیں کسی وقت میرا منہ نہ پھیر دے اور مال غنیمت اور عشر ہی میرے پاس ہوتا ہے وہ ہی میرے بچوں اور گھر والوں کا اثاثہ ہے سواری لیں اور دودھ پئیں اسے میں کسی کو کیسے دے دوں؟ آپ نے اپنا ہاتھ ہلا کر فرمایا جب جہاد بھی نہ ہو اور صدقہ بھی نہ ہو تو جنت کیسے مل جائے؟ میں نے کہا اچھا یا رسول اللہ ﷺ سب شرطیں منظور ہیں چنانچہ میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ |
| بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اور جو کوئی اس دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یا کسی جماعت کی طرف |
| جگہ لینے والا ہو تو یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ |

## جنگی حربے کے طور پر یا طلب مدد کے لئے پشت پھیر کر آنے کا بیان

"وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ" اَيْ يَوْمِ لِقَائِهِمْ "دُبُرَه اِلَّا مُتَحَرِّفًا" مُنْعَطِفًا "لِقِتَالٍ" بِاَنْ يُرِيهِمُ الْفَرَّةَ مَكِيدَةً وَهُوَ يُرِيدُ الْكَرَّةَ "اَوْ مُتَحَيِّزًا" مُنْضَمًّا "اِلٰى فِئَةٍ" جَمَاعَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَسْتَنْجِدُ بِهَا "فَقَدْ بَاءَ" رَجَعَ "بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ" الْمَرْجِعُ هِيَ وَهٰذَا مَخْصُوصٌ بِمَا اِذَا لَمْ يَزِدْ الْكُفَّارُ عَلَى الضِّعْفِ

اور جو کوئی اس دن یعنی جنگ کی ملاقات کے دن ان سے اپنی پیٹھ پھیرے، ماسوائے اس کے جو لڑائی کے لیے پینترا بدلنے والا ہو، یعنی جنگ کے حربے کے طور پر ان کو فرار دکھائے اور پھر اچانک ان پر حملہ کر دے۔ تو اس کے لئے فرار مباح ہے۔ یا کسی جماعت کی طرف جگہ لینے والا ہو یعنی وہ مسلمانوں کی جماعت سے مدد لینے کے لئے آئے۔ تب بھی اس کے لئے مباح ہے۔ ورنہ یقیناً وہ اللہ کے غضب کے ساتھ لوٹا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ یہ حکم اس صورت مسئلہ کے ساتھ خاص ہے کہ جب کافروں کی تعداد مسلمانوں سے دوگنا سے زیادہ نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ جو شخص اکیلا تین آدمیوں کے مقابلہ سے بھاگا وہ بھاگا نہیں ہاں جو دو آدمیوں کے

مقابلہ سے بھاگا وہ بھاگنے والا ہے یعنی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے۔ (تفسیر روح البیان، سورہ انفال، بیروت)

اب یہی حکم قیامت تک باقی ہے جمہور امت اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حکم شرعی یہی ہے کہ جب تک فریق مخالف کی تعداد دوگنی سے زائد نہ ہو اس وقت تک میدان جنگ سے بھاگنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

| |
|---|
| فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ |
| وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا، اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لیے کہ |
| مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے، بیشک اللہ سنتا جانتا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا کفار کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کا بیان

"فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ" بِبَدْرٍ بِقُوَّتِكُمْ "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ" بِنَصْرِهٖ اِيَّاكُمْ "وَمَا رَمَيْتَ" يَا مُحَمَّدُ اَعْيُنَ الْقَوْمِ "اِذْ رَمَيْتَ" بِالْحَصٰى لِاَنَّ كَفًّا مِنَ الْحَصٰى لَا يَمْلَاُ عُيُوْنَ الْجَيْشِ الْكَثِيْرِ بِرَمْيَةِ بَشَرٍ "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" بِاِيْصَالِ ذٰلِكَ اِلَيْهِمْ فَعَلَ لِيَقْهَرَ الْكَافِرِيْنَ "وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاءً" عَطَاءً "حَسَنًا" هُوَ الْغَنِيْمَةُ "اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ" لِاَقْوَالِهِمْ "عَلِيْمٌ" بِاَحْوَالِهِمْ،

تو تم نے انہیں بدر میں اپنی طاقت کے ساتھ قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا، یعنی اللہ نے تمہاری مدد فرما کر ان کو قتل کر دیا اور یا محمد ﷺ وہ خاک قوم کی آنکھوں میں جو تم نے پھینکی تھی یعنی ایک ہتھیلی میں آنے والی خاک کا لشکر جرار کی آنکھوں کو بھرنا ممکن نہ تھا بلکہ اللہ نے پھینکی یعنی وہ خاک اللہ نے ان تک پہنچائی تا کہ وہ کافروں کو مغلوب کرے اور اس لیے کہ مسلمانوں کو آزمائش پر اس سے اچھا انعام یعنی مال غنیمت عطا فرمائے، بیشک اللہ ان کے اقوال کو سنتا، ان کے حالات کو جانتا ہے۔

## سورہ انفال آیت ۱۷ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (کافروں سے جہاد کے لئے) غزوہ حنین میں شریک تھے چنانچہ (اس غزوہ میں) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دشمن کے سامنے سے بھاگنے لگے اور کافروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے اترے اور زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی (جس میں کنکریاں بھی تھیں) پھر اس خاک (اور کنکریوں) کو کافروں کے منہ کے سامنے پھینک مارا اور فرمایا: خراب ہوئے ان کے منہ (یا یہ کہ "خراب ہوں ان کے منہ") چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کوئی ایسا انسان پیدا نہیں کیا تھا (یعنی اس وقت دشمنوں میں ایسا کوئی شخص نہیں تھا) جس کی دونوں آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے اس ایک مٹھی خاک سے بھر نہ دیا ہو، پھر تو سارے کافر بھاگ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مال کو (جو

بطور غنیمت ہاتھ لگا) مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 478)

اس حدیث میں گویا تین معجزوں کا ذکر ہے، ایک تو یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک مٹھی مٹی کافروں کے منہ کی طرف، پھینک ماری وہ ان سب کی آنکھوں تک پہنچ گئی، دوسرے یہ کہ اتنی تھوڑی مٹی سے ان سب لوگوں کی آنکھیں بھر گئیں جن کی تعداد چار ہزار تھی اور تیسرے یہ کہ ظاہری طاقت کے بغیر محض اس مٹی اور کنکریوں کے ذریعہ اتنے بڑے لشکر کو شکست ہو گئی۔

یہاں مٹی کی اس مٹھی کا ذکر ہو رہا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی میں کافروں کی طرف پھینکی تھی پہلے تو آپ نے اپنی جھونپڑی میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ روئے، گڑگڑائے اور مناجات کر کے باہر نکلے اور کنکریوں کی ایک مٹھی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ان کے چہرے بگڑ جائیں، ان کے منہ پھر جائیں ساتھ ہی صحابہ کو حکم دیا کہ فوراً عام حملہ کر دو۔ ادھر حملہ ہوا ادھر سے وہ کنکریاں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے کافروں کی آنکھوں میں ڈال دیں۔ وہ سب اپنی آنکھیں مل ہی رہ تھے جو لشکر اسلام ان کے گلے پر پہنچ گیا۔ پس فرماتا ہے کہ وہ مٹھی تو نے نہیں بلکہ ہم نے پھینکی تھی یعنی پھینکی تو حضور نے لیکن ان کی آنکھوں تک پہنچا کر انہیں شکست دینے والا اللہ تعالیٰ ہی تھا۔

ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی جس میں یہ بھی کہا کہ اے میرے پروردگار اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر کبھی بھی تیری عبادت زمین پر نہ کی جائے گی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یا رسول اللہ ﷺ آپ ایک مٹھی زمین سے مٹی کی بھر لیں اور ان کے منہ کی طرف پھینک دیں آپ نے یہی کیا پس مشرکین کے سارے لشکر کے منہ اور آنکھ اور نتھنوں میں وہ مٹی گھس گئی اور انہیں پیٹھ پھیرتے ہی بنی۔

سدی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں حضرت علی سے فرمایا کنکریوں کی ایک مٹھی زمین سے بھر کر مجھے دو حضرت علی نے مٹھی بھر دی جس میں کنکریاں تھیں اور مٹی بھی۔ آپ نے مشرکوں کی طرف وہ مٹھی پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں۔ ادھر سے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا اور قتل کرنا اور قیمہ کرنا شروع کر دیا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ یہ تیرے بس کی بات نہ تھی بلکہ یہ اللہ کے بس کی چیز تھی۔

| |
|---|
| ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| یہ آزمائش ہے اور بے شک اللہ کافروں کے مکر و فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔ |

## کفار کی شکست کے سبب کمزوری کا بیان

"ذٰلِكُمْ" الْاِبْلَاءُ حَقٌّ "وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ" مُضْعِفُ،

یہ ایک آزمائش برحق ہے اور یہ کہ اللہ کافروں کے مکر و فریب کو کمزور کرنے والا ہے۔

اس میں بھی ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ آپ نے بدر کے روز ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی جس کے ریزے سب کی آنکھوں میں جا گرے اور انکو شکست ہوئی مٹھی خاک پھینکنے کا قصہ کئی بار ہوا بدر میں احد میں حنین میں لیکن یہاں

سیاق وسباق کلام سے بدر کا مراد لینا راجح ہے۔

| |
|---|
| اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ |
| وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا اور اگر باز آ ؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر نہ دیں |
| گے اور تمہاری جماعت تمہیں کچھ کام نہ دے گی چاہے کتنا ہی بہت ہو اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ |

## کفار کے مطلوبہ فیصلے کا ان کے پاس پہنچ جانے کا بیان

"اِنْ تَسْتَفْتِحُوا" اَيُّهَا الْكُفَّار اِنْ تَطْلُبُوا الْفَتح اَىْ الْقَضَاء حَيْثُ قَالَ اَبُو جَهْل مِنْكُمْ: اَللّٰهُمَّ اَيُّنَا كَانَ اَقْطَع لِلرَّحْمٰنِ وَاَتَانَا بِمَا لَا نَعْرِف فَاَحِنهُ الْغَدَاة اَىْ اَهْلِكْهُ "فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتح" الْقَضَاء بِهَلَاكِ مَنْ هُوَ كَذٰلِكَ وَهُوَ اَبُو جَهْل وَمَنْ قُتِلَ مَعَهُ دُوْن النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ "وَاِنْ تَنْتَهُوا" عَنْ الْكُفْر وَالْحَرْب "فَهُوَ خَيْر لَكُمْ وَاِنْ تَعُودُوا" لِقِتَالِ النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَعُدْ" لِنَصْرِهِ عَلَيْكُمْ "وَلَنْ تُغْنِى" تَدْفَع "عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ" جَمَاعَاتُكُمْ "شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰه مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ" بِكَسْرِ اِنْ اسْتِئْنَافًا وَّفَتْحهَا عَلٰى تَقْدِير اللَّام،

اے کافرو! اگر تم فیصلہ مانگتے ہو یعنی تم میں سے ابو جہل نے یہ کہا تھا کہ اے اللہ! جو ہم میں سے زیادہ قطع رحمی کرنے والا ہے وہ ہمارے لئے وہ چیز لایا ہے جس کو ہم نہیں پہچانتے لہٰذا تو کل ہی اس کو ہلاک کر دے۔ تو یہ فیصلہ تم پر آچکا یعنی اسی فیصلے کے مطابق ابو جہل اور کے ساتھ قتل ہو گئے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کا قتل نہ ہوا۔ اور اگر اب بھی کفر اور جنگ سے باز آ ؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر تم پھر نبی کریم ﷺ سے قتال کی شرارت کرو گے تو ہم بھی دوبارہ تمہارے خلاف ان کی مدد کریں گے۔ اور تمہاری جماعت تم سے جنگ دور کرنے میں کچھ کام نہ دے گی اگر چہ وہ کتنی بڑی کیوں نہ ہو اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔ یہاں پر اِن کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے لہٰذا اس صورت میں نیا جملہ ہوگا۔ اور لام کے مقدر ہونے کے سبب فتح کے ساتھ آیا ہے۔

## سورہ انفال آیت ۱۹ کے شانِ نزول کا بیان

سدی اور کلبی کہتے ہیں کہ مشرکین جب مکہ سے نبی کی طرف نکلنے لگے تو انہوں نے کعبہ کا غلاف پکڑ کر یہ دعا کی اے اللہ دونوں میں سے بلند لشکر زیادہ ہدایت یافتہ جامعت، زیادہ مکرم گروہ اور افضل دین کی مدد و نصرت فرما تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

عکرمہ کہتے ہیں کہ مشرکین نے کہا اے اللہ جو محمد ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں ہم اسے نہیں پہچانتے لہٰذا تو ہمارے اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرما۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ (کافرو) اگر تم فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے پاس فیصلہ آ پہنچا ہے۔

عبداللہ بن ثعلبہ بن صغیر کہتے ہیں کہ فتح طلب کرنے والا ابو جہل تھا جب یہ قوم سے ملا تو اس نے دعا کی اے اللہ ہم میں سے جو زیادہ قطع تعلق کرنے والا ہے اور ہمارے پاس ایسی چیز لایا ہے جس کو ہم نہیں پہچانتے تو کل کے دن اس کا فیصلہ فرما۔ اور یہ اس کا فتح طلب کرنا تھا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ) الی آخرہ ۔

(کافرو) اگر تم محمد پر فیصلہ چاہتے ہو تو تمہارے پاس فیصلہ آچکا دیکھو اگر تم (اپنے افعال سے باز آ جاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر پھر (نافرمانی) کرو گے تو ہم بھی پھر (تمہیں عذاب) کریں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی کثیر ہو تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور خدا مومنوں کے ساتھ ہے۔ (نیسابوری 196، سیوطی 127، زاد المسیر 3-235)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۞ |
| اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔ |

## اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے کے حکم کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَه وَلَا تَوَلَّوْا" تُعْرِضُوْا "عَنْهُ" بِمُخَالَفَةِ اَمْرِه "وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ" الْقُرْاٰن وَالْمَوْعِظَة،

اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو اور ان کے حکم کی مخالفت کر کے اس سے روگردانی مت کرو حالانکہ قرآن اور نصیحت کو تم سن رہے ہو۔

## نبی کریم ﷺ کی اطاعت، ہی اللہ کی اطاعت ہے

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں وہ بیان کرتے تھے، فرشتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے، بعض نے کہا وہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور قلب بیدار ہے انہوں نے ایک دوسرے سے کہا ان کی ایک مثال ہے وہ مثال تو بیان کرو، بعض نے کہا وہ سوئے ہوئے ہیں بعض نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار ہے، چنانچہ ان لوگوں نے کہا کہ ان کے لئے ایک دستر خوان بچھایا اور ایک شخص بلانے والے کو بھیجا جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کی تو وہ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہ کی وہ نہ تو گھر میں داخل ہوا اور نہ ہی دستر خوان سے کھایا، ان لوگوں نے کہا کہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور قلب بیدار ہوتا ہے، پھر فرمایا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، چنانچہ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے درمیان جدا کرنے والے ہیں، قتیبہ نے لیث، بواسطہ خالد، سعید بن ابی ہلال جابر اس کی متابعت میں روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2185)

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ○

اوران لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا ہے، حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

## حق کو نہ سننے والوں کی طرح ہونے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَدَبُّر وَاتِّعَاظ وَهُمُ الْمُنَافِقُونَ اَوْ الْمُشْرِكُونَ،

اوران لوگوں کی طرح مت ہو جانا جنہوں نے کہا کہ ہم نے سن لیا ہے حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ یہاں سماع سے مراد غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرنا ہے۔اور وہ منافقین یا مشرکین تھے۔

## اللہ کی نگاہ میں بدترین مخلوق

اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے اور مخالفت سے اور کافروں جیسا ہونے سے منع فرماتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے کہ اطاعت کو نہ چھوڑو، تابع داری سے منہ نہ موڑو۔جن کاموں سے اللہ اور اسکا رسول روک دے رک جایا کرو، سن کر ان سنی نہ کر دیا کرو، مشرکوں کی طرح نہ بن جاؤ کہ سنا نہیں اور کہہ دیا کہ سن لیا، نہ منافقوں کی طرح بنو کہ بظاہر ماننے والا ظاہر کر دیا اور درحقیقت یہ بات نہیں۔ بدترین مخلوق جانوروں، کیڑے مکوڑوں سے بھی برے اللہ کے نزدیک ایسے ہی لوگ ہیں جو حق باتوں سے اپنے کان بہرے کرلیں اور حق کے سمجھنے سے گونگے بن جائیں، بے عقلی سے کام لیں۔اس لئے کہ تمام جانور بھی اللہ قادر کل کے زیر فرمان ہیں جو جس کام کے لئے بنایا گیا ہے اس میں مشغول ہے مگر یہ ہیں کہ پیدا کئے گئے عبادت کے لئے لیکن کفر کرتے ہیں۔چنانچہ اورآیت میں انہیں جانوروں سے تشبیہ دی گئی۔فرمان ہے آیت ( وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَاءً وَّنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ، البقرۃ:171 ) کافروں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی انہیں آواز دے تو سوائے پکارا اور ندا کے کچھ نہ سنیں اور آیت میں ہے کہ یہ لوگ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے اور غافل۔ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد اس سے بنا عبدالدار کے قریشی ہیں۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں مراد اس سے منافق ہیں۔ بات یہ ہے کہ مشرک منافق دونوں ہی مراد ہیں دونوں ہی مراد ہیں دونوں میں صحیح فہم اور سلامتی والی عقل نہیں ہوتی نہ ہی عمل صالح کی انہیں توفیق ہوتی ہے۔اگر ان میں بھلائی ہوتی تو اللہ انہیں سنا دیتا لیکن نہ ان میں بھلائی نہ توفیق۔ اللہ کو علم ہے کہ انہیں سنایا بھی سمجھایا بھی تو بھی یہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اور اکڑ کر بھاگ جائیں گے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ○

بیشک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی بہرے، گونگے ہیں جو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔

## حق کو نہ سمجھنے والوں کا جانوروں سے بدتر ہونے کا بیان

"اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمّ" عَنْ سَمَاعِ الْحَقِّ "الْبُکْم" عَنْ النُّطْقِ بِہٖ "الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ" الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَہٗ،

بیشک اللہ کے نزدیک جانداروں میں سب سے بدتر وہی جو حق کو سننے سے بہرے، حق بولنے سے گونگے ہیں جو سمجھتے بھی نہیں ہیں۔ یعنی ان کو کچھ بھی عقل نہیں ہے۔

## سورہ انفال آیت ۲۲ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ اس آیت (اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ، الانفال:22) کو اللہ تعالیٰ نے بنی عبدالدار کے ایک گروہ کے بارے میں اتارا اور مراد اس سے بدکردار لوگ ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1829)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہے کہ انسان اپنی اصل خلقت کے اعتبار سے سب جانوروں سے افضل واعلیٰ ہے اور فرشتوں سے کم درجہ رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے سعی وعمل اور اطاعت حق میں جدوجہد کرتا ہے۔

تو فرشتوں سے بھی اعلیٰ واشرف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے اطاعت حق سے روگردانی کی تو پھر وہ اسفل سافلین میں جاتا ہے اور جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر روح البیان، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ ھُمْ مُّعْرِضُوْنَ٥ |
| اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنوا دیتا اور اگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ منہ پھیر جاتے، |
| اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔ |

## حق سے گونگے بہرے لوگوں کے لئے بھلائی نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا" صَلَاحًا بِسَمَاعِ الْحَقِّ "لَّاَسْمَعَھُمْ" سَمَاعَ تَفَھُّم "وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ" فَرْضًا وَّقَدْ عَلِمَ اَنْ لَّا خَیْرَ فِیْھِمْ "لَتَوَلَّوْا" عَنْہُ "وَھُمْ مُعْرِضُوْنَ" عَنْ قَبُوْلِہٖ عِنَادًا وَّجُحُوْدًا،

اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنوا دیتا یعنی ان کو حق سننے کی صلاحیت دے دیتا لہٰذا وہ اس کو سن لیتے اور سنے ہوئے سمجھ لیتے اور اگر وہ بالفرض انہیں سنوا دیتا تو وہی جانتا ہے ان کے لئے اس میں بھی کوئی بھلائی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پھر بھی منہ پھیر جاتے، اس حال میں کہ وہ بے رخی کرنے والے ہوتے۔ یعنی اس سے عناد وانکار کے سبب قبول کرنے سے اعراض کرنے والے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق

کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو قوم طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکی اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو، رفتہ رفتہ اس میں قبول حق کی لیاقت واستعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر وہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔ اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ |
| اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔ |

## اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر ہر حال میں حاضر ہونے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ" بِالطَّاعَةِ "اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ" مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ لِاَنَّهٗ سَبَبُ الْحَيَاةِ الْاَبَدِيَّةِ "وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ" فَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّؤْمِنَ اَوْ يَكْفُرَ اِلَّا بِاِرَادَتِهٖ "وَاَنَّهٗۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ" فَيُجَازِيْكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ،

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بلانے پر طاعت کے ساتھ حاضر ہو جاؤ جب رسول تمہیں اس چیز کے لیے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ یہی دینی حکم ہے کیونکہ یہ حیات ابدی کا سبب ہے۔ اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے لہٰذا وہ اس کو ماننے یا اس کے انکار کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر اسی کے ارادے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے۔ پس وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دے گا۔

## حالت نماز میں رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید بن معلّی سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ نماز ادا کر رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور مجھ کو پکارا میں بدستور نماز پڑھتا رہا فارغ ہو کر میں خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو میرے پاس آنے سے کس چیز نے روکا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ) تم کو معلوم نہیں ہے کہ جس وقت تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکاریں یا بلائیں تو تم فوراً ان کا حکم قبول کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد سے نکلنے سے پہلے میں تم کو ایک عمدہ سورت بتاؤں گا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر جانے لگے تو میں نے عرض کیا اور یاد دلایا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورت الحمد ہے اور اس کو سبع مثانی بھی کہا جاتا ہے۔ایک دوسری سند میں حضرت ابوسعید کا نام بھی اس حدیث کے سامعین میں ملتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1830)

## حالت نماز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کا دیدار کرنا

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ (مرض وصال میں) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن باہر نہیں نکلے ایک دن نماز کی اقامت ہوئی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آگے بڑھنے لگے، اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ کو پکڑا اور ان کو اٹھادیا پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ نظر آتے ہی ہمارے سامنے ایسا خوش کن منظر آ گیا کہ اس سے زیادہ کبھی میسر نہ آیا تھا پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھ جائیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پردہ گرادیا پھر آپ کو قدرت نہ ہوئی یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 653)

## زیارت نبوی ﷺ کی خاطر نماز توڑنے کے قصد کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن مسلمان نماز فجر میں مشغول تھے کہ یکا یک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ گئے۔آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف دیکھا، اس وقت وہ صف بستہ تھے پس آپ مسرت کے سبب سے مسکرانے لگے، ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے پچھلے پیروں ہٹنے لگے، تاکہ آپ کے لئے (امامت کی جگہ خالی کر دیں) اور خود صف میں شامل ہو جائیں، کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ آپ باہر تشریف لانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے خوشی کے باعث یہ قصد کیا کہ اپنی نمازوں کو توڑ دیں۔مگر آپ نے انہیں اشارہ فرمایا کہ تم اپنی نمازوں کو پورا کرلو اور آپ نے پردہ ڈال دیا اور اسی دن کے آخر میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 725)

## مکتبہ فکر دیوبند و غیر مقلدین اہل حدیث کا نماز میں نبی کریم ﷺ کے خیال سے متعلق عقیدہ

حضرات علماء دیوبند کے نزدیک نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانا بیل اور گدھے کے تصور میں غرق ہوجانے سے بدر جہابدتر ہے دیکھئے، **از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بهتر است و صرف همت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤخر خود است** ۔(علماء دیوبند کی مسلمہ ومصدقہ کتاب صراط المستقیم مطبوعہ مکتبہ السلفیہ، لاہور)

ہم نے کتاب صراط مستقیم جو مکتبہ فکر دیوبند اور غیر مقلدین اہل حدیث کے متفقہ امام کی ہے جن کا نام اسماعیل دہلوی ہے۔ان کی کتاب کی اصل فارسی عبارت نقل اس لئے کی ہے کہ یہ لوگ ترجمہ کے اندر تحریف کر کے لوگوں سے فریب کرتے ہیں جو ان کی قدیمی عادت ہے۔لہذا قارئین خود اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں۔لیکن صد افسوس! کہ ان کا وہی حال ہے جو حیران و پریشان منافقین کا حال تھا کہ انہیں دین کی سمجھ نہیں آئی۔ان کو بھی صدی سے زیادہ عرصہ لگ گیا ہے لیکن منافقت کو نہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو چھپا سکتے ہیں۔البتہ ہر آنے والے وقت میں لفظی تحریف کر کے نت نیا راستے بناتے رہتے ہیں اور اپنے ذہنوں کو وہی تسلیاں دیتے۔

رہتے ہیں جو منافقین دیتے تھے۔

اہل سنت کے مسلک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک تکمیل نماز کا موقوف علیہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کو دل میں حاضر کرنا مقصد عبادت کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ عظمیٰ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال مبارک دل میں لانے کو گائے بیل کے تصور میں غرق ہو جانے سے بدتر کہنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ توہین شدید ہے جس کے تصور سے مومن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اہل سنت ایسا کہنے والے کو جہنمی اور ملعون تصور کرتے ہیں۔

## اللہ کے حکم کا انسانی دل کے درمیان حائل ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمام انسانوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کی درمیان اس طرح ہیں جیسے ایک انسان کا دل ہے اور وہ (اپنی انگلیوں سے) جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گردش میں لاتا ہے "اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے طور پر یہ فرمایا۔ "اے دلوں کو گردش میں لانے والے خدا! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔" (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 86)

اس حدیث سے اللہ کے کمال قدرت کا اظہار مقصود ہے کہ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے اور سب پر متصرف ہے یہاں تک کہ قلوب کے رخ اور دل کی دھڑکنیں تک بھی اسی کے اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لئے انگلیوں کا استعمال یہاں مجازا ہوا ہے کیونکہ اس کی پاک وصاف ذات مادیات اور اجسام کی ثقالت سے پاک ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام قلوب اللہ کے قبضہ وتصرف میں ہیں، وہ جس طرف چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے کسی قلب کو گناہ ومعصیت اور بدکاری کی طرف مائل کر دینا بھی اسی کی صفت ہے اور کسی قلب کو عصیان وسرکشی کے جال سے نکال کر اطاعت وفرمانبرداری اور نیکوکاری کے راستہ پر بھی اسی کا کام ہے وہ جس طرح چاہتا ہے گمراہی وضلالت کے اندھیرے میں پھینک دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، ہدایت وراستی کے مرغزاروں میں چھوڑ دیتا ہے۔

| |
|---|
| وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ |

## اپنے آپ کو فتنے سے بچانے کا بیان

"وَاتَّقُوا فِتْنَةً" اِنْ اَصَابَتْكُمْ "لَا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً" بَلْ تَعُمُّهُمْ وَغَيْرَهُمْ وَاتِّقَاؤُهَا بِاِنْكَارِ مُوْجِبِهَا مِنَ الْمُنْكَرِ "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ" لِمَنْ خَالَفَهُ،

اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں کو ہی نہ پہنچے گا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی پہنچے گا جس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ برائی کے سبب سے بھی انکار کر دے اور جان لو کہ اللہ کا عذاب اس کے لئے سخت ہے۔ جو اس کی مخالفت کرے۔

## مسلمانوں کو آپس میں لڑنے کی ممانعت کا بیان

بلکہ اگر تم اس سے نہ ڈرے اور اس کے اسباب یعنی ممنوعات کو ترک نہ کیا اور وہ فتنہ نازل ہوا تو یہ نہ ہوگا کہ اس میں خاص ظالم اور بدکار ہی مبتلا ہوں بلکہ وہ نیک اور بد سب کو پہنچ جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے درمیان ممنوعات نہ ہونے دیں یعنی اپنے مقدور تک برائیوں کو روکیں اور گناہ کرنے والوں کو گناہ سے منع کریں اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو عذاب ان سب کو عام ہوگا، خطا کار اور غیر خطا کار سب کو پہنچے گا۔

حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخصوص لوگوں کے عمل پر عذاب عام نہیں کرتا جب تک کہ عام طور پر لوگ ایسا نہ کریں کہ ممنوعات کو اپنے درمیان ہوتا دیکھتے رہیں اور اس کے روکنے اور منع کرنے پر قادر ہوں باوجود اس کے نہ روکیں نہ منع کریں جب ایسا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عذاب میں عام وخاص سب کو مبتلا کرتا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم میں سرگرمِ معاصی ہو اور وہ لوگ باوجود قدرت کے اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے انہیں عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو قوم نہی عن المنکر ترک کرتی ہے اور لوگوں کو گناہوں سے نہیں روکتی وہ اپنے اس ترک فرض کی شامت میں مبتلائے عذاب ہوتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ انفال، بیروت)

حضرت زبیر سے لوگوں نے کہا کہ اے ابوعبداللہ تمہیں کونسی چیز لائی ہے؟ تم نے مقتول خلیفہ کو دھوکہ دیا پھر اس کے خون کے بدلے کی جستجو میں تم آئے اس پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اس آیت (واتقوا الخ)، کو پڑھتے تھے لیکن یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہم ہی اس کے اہل ہیں یہاں تک کہ یہ واقعات رونما ہوئے اور روایت میں ہے کہ عہد نبوی میں ہی ہم اس آیت سے ڈرا دئے گئے تھے لیکن یہ خیال بھی نہ تھا کہ ہم ہی اس کے ساتھ مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ سدی کہتے ہیں یہ آیت خاصاً اہل بدر کے بارے میں اتری ہے کہ وہ جنگ جمل میں آپس میں خوب لڑے بھڑے۔ ابن عباس فرماتے ہیں مراد اس سے خاص اصحاب رسول ہیں۔ فرماتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو حکم فرمارہا کہ وہ آپس میں کسی خلاف شرع کام کو باقی اور جاری نہ رہنے دیں۔ ورنہ اللہ کے عام عذاب میں سب پکڑ لئے جائیں گے۔ یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے مجاہد کہتے ہیں یہ حکم تمہارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعود فرماتے ہیں تم میں سے ہر شخص فتنے میں مشغول ہے

| |
|---|
| وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ |
| فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ |
| اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے تو اس نے |
| تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ تمہیں قوت بخشی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا، تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔ |

## مدینہ منورہ کو اہل ایمان کے لئے مسکن بنانے کا بیان

"وَاذْكُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ" اَرْض مَكَّة "تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ" يَأخُذكُمْ الْكُفَّار بِسُرْعَةٍ "فَاٰوٰكُمْ" اِلَى الْمَدِيْنَة "وَاَيَّدَكُمْ" قَوَّاكُمْ "بِنَصْرِهٖ" يَوْم بَدْر بِالْمَلَائِكَةِ "وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ" الْغَنَائِم "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" نِعَمه،

اور یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین میں یعنی مکہ میں نہایت کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک کرلے جائیں گے یعنی کافر تم پر جلدی سے حملہ کریں گے تو اس نے تمہیں مدینہ منورہ میں جگہ دی اور اپنی مدد کے ساتھ یعنی بدر کے دن فرشتوں کے ساتھ تمہیں قوت بخشی اور تمہیں پاکیزہ چیزوں یعنی غنائم سے رزق دیا، تاکہ تم اس کی نعمت کے شکر گزار بن جاؤ۔

## حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا اسلام لانے کا بیان

سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں غفار قبیلے کا ایک شخص تھا مجھے خبر ملی کہ مکہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو اپنے تئیں پیغمبر کہتا ہے۔ میں نے اپنے بھائی (انیس) سے کہا کہ مکہ جا کر اس شخص سے ملو۔ بات چیت کرو اور اس کا حال مجھے آ کر بتلاؤ۔ وہ آپ سے مل کر واپس میرے پاس آیا اور کہا 'واللہ! وہ اچھی بات کا حکم کرتا اور بری بات سے منع کرتا ہے۔' اس جواب سے میری تسلی نہ ہوئی اور خود مکہ آ گیا۔ یہاں میں کسی کو پہچانتا نہیں تھا۔ نہ مجھے کسی سے آپ کا حال پوچھنا مناسب معلوم ہوا۔ میں زمزم کا پانی پیتا رہا اور مسجد میں بیٹھ رہا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ میرے سامنے سے گزرے اور پوچھا: 'تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔' میں نے کہا: ہاں۔ آپ نے کہا۔ تو میرے گھر چلو۔ میں ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ نہ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھا اور نہ ہی میں نے کوئی بات کی۔ صبح پھر میں مسجد میں آ گیا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ کسی سے نبی کے متعلق کچھ پوچھوں، مگر مجھے کوئی ایسا آدمی نہ ملا۔ دوسرے دن سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پھر میرے پاس سے گزرے اور پوچھا تجھے ابھی تک کوئی ٹھکانہ نہیں ملا۔' میں نے کہا: نہیں۔ انہوں نے کہا 'تو میرے ساتھ چلو اور بتلاؤ تمہارا کیا کام ہے؟ یہاں کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا: اگر تم کسی کو بتلاؤ نہیں تو میں آپ کو بتلاتا ہوں۔' سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔' تب میں نے انہیں اپنے بھائی کو بھیجنے کا واقعہ سنایا اور کہا کہ میں اس نبی کو ملنا چاہتا ہوں۔' سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ تمہارے لیے بہت اچھا اتفاق ہوا کہ میں بھی اسی نبی کے پاس جا رہا ہوں، تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ جہاں میں داخل ہوا تم بھی داخل ہو جانا اور اگر کوئی خطرہ کی بات ہوئی تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا جیسے اپنا جوتا صاف کرنے لگا ہوں (اور ایک روایت میں ہے جیسے پیشاب کرنے لگا ہوں) تم وہاں سے آگے نکل جانا۔' اس طرح ہم ایک مکان میں داخل ہوئے۔ جہاں آپ موجود تھے۔ میں نے عرض کی کہ آپ مجھے اسلام سکھلائیے۔ پھر میں اسی وقت مسلمان ہو گیا تو آپ نے فرمایا: ابوذر! اپنے ایمان کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے غلبہ کی خبر پہنچ تو چلے آنا۔' میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! میں اسلام کا کلمہ کافروں کے سامنے بانگ دہل پکاروں گا۔' پھر میں مسجد میں آیا اور پکارا: قریشیو! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سنتے ہی وہ کہنے لگے 'اٹھو اس بے دین کی

خبرلو۔ پھرانہوں نے مجھے خوب مارا۔ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے دیکھ لیا اور آ کر مجھ پر جھک گئے اور کہا تمہاری خرابی ! تم ایک غفاری کو مار رہے ہو، جبکہ تمہارا تجارتی راستہ اسی قوم پر سے گزرتا ہے' یہ سن کر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ دوسرے دن صبح پھر میں مسجد میں آ گیا اور وہی کلمہ کہا جو کل کہا تھا قریشیوں نے پھر وہی بات کہی کہ اٹھو اور اس کی خبر لو۔ چنانچہ مجھے مار پڑنے لگی۔ اتنے میں سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ آن پہنچے، وہ مجھ پر جھک گئے اور وہی بات کہی جو کل کہی تھی تو انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب قصہ زمزم)

| |
|---|
| یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت |
| کیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو۔ |

## حضرت ابولبابہ کی توبہ کا بیان

وَنَزَلَ فِیْ اَبِیْ لُبَابَةَ مَرْوَانَ بْنِ عَبْدِ الْمُنْذِرِ وَقَدْ بَعَثَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَةَ لِیَنْزِلُوْا عَلٰی حُکْمِهٖ فَاسْتَشَارُوْهُ فَاَشَارَ اِلَیْهِمْ اَنَّهُ الذَّبْحُ لِاَنَّ عِیَالَهٗ وَمَالَهٗ فِیْهِمْ "یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَ" لَا "تَخُوْنُوْٓا اَمَانَاتِكُمْ" مَا اُئْتُمِنْتُمْ عَلَیْهِ مِنَ الدِّیْنِ وَغَیْرِهٖ، وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ،

یہ آیت مبارکہ ابولبابہ مروان بن عبدالمنذر کے بارے میں نازل ہوئی کہ جب نبی کریم ﷺ نے انہیں بنوقریظہ کی طرف بھیجا کہ وہ صلح کر لیں تا کہ وہ قلعہ سے اتر آئیں، تو انہوں نے ابولبابہ سے مشورہ لیا تو انہوں نے ان کی طرف اشارہ کیا کہ ان کا انجام ذبح ہے۔ اس اشارے کا سبب یہ تھا کہ ابولبابہ کے اہل وعیال اور مال ان کے قبضے میں تھا۔

اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو یعنی جو امانات دینی معاملات وغیر دینی معاملات کی سپرد کر دی جائیں۔ حالانکہ تم جانتے ہو۔

## سورہ انفال آیت ۲۷ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری کے متعلق نازل ہوئی وہ اس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے یہود قریظہ کو اکیس دن محاصرے میں رکھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ ہم سے بھی اسی پر صلح کر لیں جس پر ہمارے بھائیوں بنونضیر سے کی ہے کہ ہم اپنے شام کی سرزمین میں اذرعات اور اریحا میں اپنے بھائیوں کے پاس چلے جائیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ درخواست مسترد کر دی اور سعد بن معاذ کے فیصلے پر اترنے کو کہا انہوں نے اس کا انکار کر دیا اور کہا کہ ہماری طرف ابولبابہ کو بھیج دیجیے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ ان کے خیر خواہ تھے کیونکہ ان کا مال اور اہل عیال انہی کے ہاں تھے چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھیج دیا اور وہ ان کے پاس آ گئے تو انہوں نے کہا اے ابولبابہ تمہاری کیا رائے ہے کیا ہم سعد بن معاذ کے فیصلے پر اتر جائیں تو ابولبابہ نے

اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا یعنی وہ ذبح کا فیصلہ دے گا لہٰذا تم ایسا نہ کرو ابولبابہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم ابھی میرے قدم اپنی جگہ سے جدا نہیں ہوئے تھے کہ مجھے اس بات کی تنبیہ ہوگئی کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی جب آیت نازل ہوئی تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ لیا اور کہا اللہ کی قسم میں نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ پیوں گا یہاں تک کہ مرجاؤں یا اللہ میری توبہ قبول کرلے چنانچہ سات دن یہ اسی حالت میں رہے کہ انہوں نے کچھ نہ کھایا پیا حتی کہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی انہیں بتایا گیا کہ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے تو انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا جب تک رسول اللہ مجھے خود نہ کھولیں گے میں اپنے آپ کو نہ کھولوں گا چنانچہ آپ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھول دیا اس کے بعد ابولبابہ نے کہا کہ میری توبہ تمام اس وقت ہوگی جب کہ میں اپنی قوم کی سرزمین کو جس میں مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے چھوڑ نہ دوں اور اپنے مال سے دستبردار ہو جاؤں تو رسول اللہ نے فرمایا کہ تمہارا ایک تہائی مال صدقہ کرنا کافی ہے۔ (طبری 9-146، زادالمسیر 3-343، قرطبی 7-394)

## حضرت ابولبابہ کا توبہ کے لئے سات دن مسجد کے ستون کے ساتھ بندھے رہنے کا بیان

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری تمام و کمال توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا گھر چھوڑ دوں جہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے اور یہ کہ میں اپنے تمام مال کو خیرات کرنے کے لئے اس سے دست کش ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا، تہائی مال کا صدقہ تمہارے لئے کافی ہے۔ (رزین، مشکوٰۃ شریف، جلد سوم: حدیث، 611)

حضرت ابولبابہ کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک بہت بڑا عجیب، سبق آموز اور عدیم المثال واقعہ ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ تو بنو قریظہ نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ اپنے صحابی ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تاکہ ہم اپنے بارے میں ان سے مشورہ کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام کو منظور فرما لیا اور ابولبابہ کو ان کے پاس بھیج دیا، جب بنو قریظہ نے ابولبابہ کو دیکھا تو ان کے مرد و عورت اور بچے بوڑھے سب ہی ان کے آگے رونے اور گڑگڑانے لگے ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا، پھر انہوں نے ابولبابہ سے پوچھا کہ اگر ہم حکم محمدی کو مان لیں اور اپنے آپ کو ان کے حوالہ کریں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ اس کے جواب میں ابولبابہ نے اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر ظاہر کیا کہ تمہیں ذبح کر ڈالیں گے۔ ابولبابہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات کہی اور ہنوز وہاں سے قدم نہیں اٹھایا تھا کہ میں متنبہ ہوا اور اس بات پر سخت نادم ہوا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں خیانت کی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ )8۔ الانفال 27) اے ایمان والو نہ تو اللہ اور رسول کی امانت (یعنی ان کے پیغام و احکام) میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔" پھر کیا تھا، ایسا لگا جیسے احساس ندامت و شرمندگی نے ابولبابہ کے قلب و شعور پر بجلی گرا دی ہو، وہ بے تاب ہو گئے اور دیوانہ وار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور یہ اعلان کیا کہ جب تک میں توبہ نہ کرلوں اور پھر جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرلے مجھ پر کھانا پینا حرام ہے!

جب نماز کا وقت آتا تو ان کے بیٹے آتے اور ان کو کھول دیتے پھر جب وہ نماز پڑھ لیتے ان کے ہاتھ باندھ دیتے لوگ ان کے پاس آتے تو کھولنے کے لئے کہتے تو انکار کر دیتے اور فرماتے کہ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود آ کر نہ کھولیں گے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا، چنانچہ مسلسل سات دن تک اسی طرح اس ستون سے بندھے کھڑے رہے یہاں تک کہ غش کھا کر گر پڑے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی ہے۔ اب تو اپنے آپ کو کھول ڈالو، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے مجھے نہیں کھولیں گے میں خود اپنے آپ کو ہرگز نہیں کھولوں گا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا اسی موقع پر حضرت ابولبابہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی توبہ کو کامل کرنے کے لئے میں یہ محسوس کرتا ہوں مجھے اپنے سارے اثاثہ سے دست کش ہونا چاہئے چنانچہ اول تو میں اپنا وہ آبائی اور قومی گھر چھوڑتا ہوں جو بنی قریظہ کے قبیلہ میں واقع ہے اور دوسرے میں اپنا وہ تمام مال و اسباب اللہ کی راہ میں خیرات کر دینا چاہتا ہوں۔ گھر چھوڑنے کے لئے ابولبابہ نے اس لئے کہا کہ وہ اس جگہ سے دور ہو جائیں جہاں شیطان نے ان پر غلبہ حاصل کر کے ان کو گناہ میں مبتلا کیا اور اس گناہ کا ظاہری سبب بنوقریظہ کے تئیں ان کا جذبہ ہمدردی تھا اور اس جذبہ ہمدردی کا اظہار انہوں نے اس لئے کیا کہ ان کے اہل وعیال اور مال واسباب سب کچھ بنوقریظہ کے قبضہ میں تھا۔ گھر چھوڑنے کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے، بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ابولبابہ کا گھر چھوڑ دینا طاعت کی قسم سے تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا، البتہ صدقہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ سارا مال خیرات کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اپنے سارے مال کا تہائی حصہ خیرات کرنا حصول مقصد کے لئے کافی ہے۔

| |
|---|
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو بس فتنہ ہی ہیں اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے۔ |

## اموال اور اولاد کے فتنہ ہونے کا بیان

"وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" لَكُمْ صَادَّةٌ عَنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَةِ "وَاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ" فَلَا تُفَوِّتُوْا . بِمُرَاعَاةِ الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَالْخِيَانَةِ لِاَجْلِهِمْ وَنَزَلَ فِيْ تَوْبَتِهٖ ،

اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تو بس فتنہ ہی ہیں یعنی یہ تمہیں آخرت کے امور سے روکتے ہیں اور یہ کہ اللہ ہی کے پاس اجرِ عظیم ہے۔ لہٰذا تم ان اموال واولاد اور خیانت کے سبب انہیں ہاتھ نہ جانے دو اور یہ آیت بھی ان کی توبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ فرمانے لگے کہ فتنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کسی کو یاد ہے؟ میں نے عرض کیا، مجھے (بالکل) اسی طرح یاد ہے، جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم سے اس جرأت کی امید بیشک ہوسکتی ہے، میں نے کہا کہ آدمی کا وہ فتنہ جو اس کی بیوی اور اس کے مال اور اولاد میں ہوتا ہے، اس کو نماز اور روزہ، صدقہ اور امر بالمعروف، نہی عن المنکر مٹا دیتا ہے، عمر نے کہا کہ میں یہ نہیں (پوچھنا) چاہتا، بلکہ وہ فتنہ جو دریا کی طرح جوش زن ہوگا، حذیفہ نے کہا کہ اے امیرالمومنین اس فتنہ سے آپ کو کچھ خوف نہیں، کیوں کہ آپ اور اس کے درمیان بند دروازہ ہے، عمر نے کہا اچھا وہ بند دروازہ توڑ ڈالا جائے گا یا کھول ڈالا جائے گا؟ حذیفہ نے کہا توڑ ڈالا جائے گا۔

حضرت عمر نے کہا تو پھر کبھی بند نہ ہوگا، ہم لوگوں نے (حذیفہ سے کہا) کیا عمر رضی اللہ عنہ دروازہ کو جانتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! (اس طرح جانتے تھے) جیسے (تم) کل کے بعد رات ہوجانے کو جانتے ہو، میں نے ان سے وہ حدیث بیان کی، جو غلط نہ تھی، دروازہ کے متعلق ہم لوگوں کو حضرت حذیفہ سے دریافت کرنے میں خوف معلوم ہوا، لیکن مسروق سے کہا، انہوں نے حذیفہ سے پوچھا کہ دروازہ کون تھا، حذیفہ نے کہا دروازہ عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 505)

## دنیا میں مختلف اشیاء کا فتنے کا سبب بنے کا بیان

عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (جو بنی عامر کے حلیف تھے) کہ آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تمہارے محتاج ہونے سے نہیں ڈرتا۔ بلکہ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کردی جائے گی جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی۔ پھر تم اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگ جاؤ، تو وہ تمہیں اس طرح ہلاک کردے جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ (بخاری، کتاب المغازی)

۲۔ آپ نے فرمایا: ہر امت کی ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ)

۳۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو یہ کہتے سنا ہے۔ محتاج مہاجرین دولت مند مہاجرین سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (ترمذی، ابواب الزہد)

۴۔ سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا کہ وہاں ان لوگوں کی کثرت ہے جو دنیا میں محتاج تھے۔ (بخاری، کتاب الرقاق)

۵۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ (خطبہ ارشاد فرمانے) منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اپنے بعد میں جس بات سے ڈرتا ہوں وہ یہ ہے کہ زمین کی برکتیں تم پر کھول دی جائیں گی۔ (تم مالدار ہوجاؤ گے) پھر آپ نے دنیا کی آرائش کا بیان شروع کیا، پہلے ایک بات بیان کی، پھر دوسری۔ اس دوران ایک شخص کھڑا ہوکر کہنے لگا۔ 'یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بھلائی سے برائی پیدا ہوگی؟ یہ سن کر آپ خاموش ہوگئے ہم سمجھے کہ آپ پر وحی نازل ہورہی ہے اور لوگ ایسے خاموش بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ پھر آپ نے اپنے منہ سے پسینہ پونچھا (وحی بند ہوئی) تو آپ نے پوچھا: وہ سائل کہاں ہے جو ابھی پوچھ رہا تھا۔ پھر آپ نے سوال کا جوب دیتے ہوئے تین بار فرمایا: مال و دولت سے بھلائی ہی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا: بھلائی

سے تو بھلائی ہی پیدا ہوتی ہے مگر بہار کے موسم میں جب ہری ہری گھاس پیدا ہوتی ہے (جو ایک نعمت ہے، اس کا زیادہ کھالینا) جانور کو یا تو مار ڈالتا ہے یا مرنے کے قریب کر دیتا ہے۔ الا یہ کہ جانور اپنی کوکھیں بھرنے کے بعد دھوپ میں جا کھڑا ہو اور پیشاب کرے پھر اس کے ہضم ہو جانے کے بعد) اور گھاس چرے اور یہ مال و دولت بھی ہرا بھرا اور شیریں ہے اور بہتر مسلمان وہ ہے جو اپنے حق کے مطابق ہی لے پھر اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور یتیموں اور مسکینوں پر خرچ کرے اور جو شخص اپنے حق پر اکتفا نہ کرے اس کی مثال اس کھانے والے کی سی ہے جس کا پیٹ بھرتا ہی نہیں اور یہ مال قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔'

(بخاری، کتاب الجہاد)

۶۔ ابراہیم بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک روز کھانا رکھا گیا۔ تو کہنے لگے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور وہ مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کے لیے ایک چادر ملی اور حمزہ یا کسی اور کا نام لے کر کہا کہ وہ شہید ہوئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے ان کے کفن کو بھی صرف ایک چادر تھی۔ میں ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ عیش و آرام کے سامان ہمیں دنیا میں ہی دے دیئے جائیں، یہ کہہ کر رونا شروع کر دیا۔ (بخاری، کتاب الجنائز)

۷۔ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن بہت مال و دولت رکھنے والے ہی زیادہ نادار ہوں گے۔ مگر جسے اللہ نے دولت دی اور اس نے اپنے دائیں سے بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے ہر طرف سے دولت کو اللہ کی راہ میں لٹا دیا اور اس مال سے بھلائی کمائی۔' (بخاری، کتاب الرقاق)

۸۔ آپ نے فرمایا: 'جو شخص اللہ عزوجل سے ڈرتا ہو اس کو دولت مندی کا کوئی خطرہ نہیں۔ (احمد، بحوالہ مشکوٰۃ)

## اولاد کے ذریعہ آزمائش کیسے ہوتی ہے؟

اور اولاد کے ذریعہ انسان کی آزمائش کا دائرہ مال کی آزمائش سے زیادہ وسیع ہے۔ اولاد اگر کسی کے ہاں نہ ہو تو بھی یہ ایک آزمائش ہے۔ ایسی صورت میں انسان اور بالخصوص عورتیں شرک جیسے بدترین گناہ پر آمادہ ہو جاتی ہیں اور پیروں فقیروں کے مزاروں اور مقبروں کے طواف کرتی اور ان کی منتیں مانتی ہیں اور اگر کسی کے ہاں زیادہ ہو تو وہ دوسری طرح آزمائش ہوتی ہے۔ کفار مکہ میں جو قتل اولاد کا دستور عام رائج تھا تو اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ہم انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ گویا اولاد کے رزق کا اپنے آپ کو ٹھیکیدار سمجھنا اور اللہ پر قطعاً توکل نہ کرنا بھی شرک سے ملتا جلتا اور بعض پہلوؤں میں اس سے بڑھ کر کبیرہ گناہ ہے۔ پھر اولاد کی تربیت کا مرحلہ آتا ہے تو یہ بھی انسان کے لیے بہت بڑی آزمائش کا وقت ہوتا ہے کہ آیا وہ اپنی اولاد کو دینی تربیت دیتا اور دین کی راہ پر چلاتا ہے یا محض ان کے لئے دنیا کمانے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور یہ انسان کی زندگی کا ایسا نازک موڑ ہوتا ہے جس کے اچھے یا برے نتائج خود اس کو اس دنیا میں بھگتنا پڑتے ہیں اور آخرت میں تو ان پر سزا و جزا کا مرتب ہونا ایک یقینی بات ہے۔ پھر اس کے بعد اولاد کی آرزوؤں کی تکمیل کا مرحلہ پھر ان کی شادی اور شادی کے سلسلہ میں رشتہ کے انتخاب کا مرحلہ آتا ہے کہ وہ کس قسم کا رشتہ اپنے بیٹے یا بیٹی کے لیے پسند کرتا ہے اور یہ بھی ایسا مرحلہ ہوتا ہے جس کے نتائج انتہائی دور رس ہوتے ہیں اور ایسے ہی مرحلہ سے معلوم ہوتا

ہے کہ کوئی شخص اپنی دینداری کے دعویٰ میں کس حد تک سچا اور مخلص ہے اور اسے اللہ اور اس کے رسول سے کس قدر محبت ہے۔ مختصر یہ کہ اولاد کا فتنہ ایسا فتنہ ہے جس کے ذریعہ انسان کی ہر وقت آزمائش ہوتی رہتی ہے۔

پھر بعض دفعہ مال اور اولاد دونوں کے فتنے ایک فتنہ میں مشترک ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ بعض مسلمانوں نے محض مال اور اولاد کی خاطر مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو ان میں ہجرت کرنے کی استطاعت موجود تھی۔ ان پر جائیداد اور اولاد کی محبت غالب آ گئی اور انہوں نے کافروں میں رہنا اور ذلت کی زندگی بسر کرنا گوارا کر لیا۔ ایسے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سخت وعید فرمائی ہے۔

| |
|---|
| يَايُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ |
| وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ |
| اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہارے لئے حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت مقرر فرما دے گا |
| اور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ |

## تقویٰ ورحم دلی کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان

"يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ" بِالْاِنَابَةِ وَغَيْرِهَا "يَـجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا" بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ مَا تَخَافُوْنَ فَتَنْجُوْنَ "وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ" ذُنُوْبَكُمْ،وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ،

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو گے یعنی خدا ترسی وغیرہ کرو تو وہ تمہارے درمیان اور جس چیز سے تمہیں خوف ہے اس کے درمیان حق و باطل میں فرق کرنے والی حجت مقرر فرما دے گا تا کہ تم نجات حاصل کرو اور تم سے تمہارے گناہوں کو مٹا دے گا اور تمہاری مغفرت فرما دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

علامہ علی بن احمد بن ابراہیم مہائمی لکھتے ہیں کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پچھلے واقعہ میں حضرت ابولبابہ سے جو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کی خاطر لغزش ہو گئی تھی وہ اس لئے بھی خطا تھی کہ اہل وعیال کی حفاظت کا بھی صحیح راستہ یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کو اپنا شعار بنایا جاتا تو سب مال واولاد اللہ تعالیٰ کی پناہ اور حفاظت میں آ جاتے۔ اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ فرقان سے مراد اس آیت میں وہ عقل وبصیرت ہے جس کے ذریعہ حق و باطل، کھرے کھوٹے میں امتیاز کرنا سہل ہو جائے تو معنی یہ ہوئے کہ تقویٰ اختیار کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسی بصیرت اور فراست عطا فرما دیتے ہیں کہ ان کو اچھے برے میں فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ دوسری چیز جو تقویٰ کے صلہ میں عطا ہوتی ہے وہ کفارہ سیئات ہے یعنی جو خطائیں اور لغزشیں اس سے سرزد ہوتی ہیں دنیا میں ان کا کفارہ اور بدل کر دیا جاتا ہے۔

اس کے ایسے اعمال صالحہ کی توفیق ہو جاتی ہے جو اس کی سب لغزشوں پر غالب آ جاتے ہیں۔ تیسری چیز جو تقویٰ کے صلہ میں

ملتی ہے وہ آخرت کی مغفرت اور سب گناہوں، خطاؤں کی معافی ہے۔ (تفسیر مہائمی، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ ؕ وَیَمْكُرُوْنَ |
| وَیَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ۝ |
| اور جب کافر لوگ آپ کے خلاف خفیہ سازشیں کر رہے تھے کہ وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو (وطن سے) |
| نکال دیں، اور (اِدھر) وہ سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور (اُدھر) اللہ (ان کے مکر کے ردّ کے لئے اپنی) تدبیر فرما رہا تھا، |
| اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے خلاف کفار کی خفیہ تدبیر کا بیان

"و" اُذْكُرْ يَا مُحَمَّدُ "إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" وَقَدْ اجْتَمَعُوا لِلْمُشَاوَرَةِ فِيْ شَأْنِكَ بِدَارِ النَّدْوَةِ "لِيُثْبِتُوْكَ" يُوثِقُوكَ وَيَحْبِسُوكَ "اَوْ يَقْتُلُوْكَ" كُلُّهُمْ قِتْلَةَ رَجُلٍ وَاحِدٍ "اَوْ يُخْرِجُوْكَ" مِنْ مَكَّةَ "وَيَمْكُرُوْنَ" بِكَ "وَيَمْكُرُ اللّٰهُ" بِهِمْ بِتَدْبِيرِ اَمْرِكَ بِاَنْ اَوْحَى اِلَيْكَ مَا دَبَّرُوْهُ وَاَمَرَكَ بِالْخُرُوْجِ "وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ" اَعْلَمُهُمْ بِهِ،

یا محمد ﷺ آپ یاد کریں جب کافر لوگ آپ کے خلاف خفیہ سازشیں کر رہے تھے یعنی جب وہ دار ندوہ میں آپ کے معاملہ کے لئے بہ طور مشاورت جمع ہوئے۔ کہ وہ آپ پر قابو پائیں، وہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یعنی سب کا متحد ہو کر قتل کرنا ایک آدمی کے قتل کی طرح ہوگا یا آپ کو مکہ سے نکال دیں، اور اِدھر وہ آپ کے خلاف سازشی منصوبے بنا رہے تھے اور اُدھر اللہ ان کے مکر کے ردّ کے لئے اپنی تدبیر فرما رہا تھا، یعنی کہ وہ آپ کی طرف اس بات کی وحی کرے جو انہوں نے تدبیر کی اور آپ کو خروج کی اجازت دیدے اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے۔ یعنی ان کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

## سورہ انفال آیت ۳۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت اور ہر قبیلہ کے معزز لوگوں نے دالندوہ میں داخل ہونے پر اتفاق کیا انہیں سامنے سے ابلیس ایک پر شکوہ بزرگ کی صورت میں ملا جب انہوں نے اسے دیکھا تو پوچھا تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اہل نجد کا ایک عمر رسیدہ آدمی ہوں میں نے تمہارے اجتماع کے متعلق سنا اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا کہ میں تمہاری اس مجلس میں حاضر ہوں اور تمہیں کوئی بہتر رائے دے سکوں اور تمہاری خیر خواہی میں کمی نہ چھوڑوں انہوں نے کہا بہت اچھا تم بھی ہمارے ساتھ آجاؤ چنانچہ وہ بھی ان کے ساتھ دالندوہ میں داخل ہو گیا اس نے کہا اس شخص (محمد) کے متعلق سوچو کہ اس کا کیا کیا جائے تو کسی نے کہا کہ اسے رسیوں سے باندھ دیا جائے اور پھر زمانے کے حوادثات کا انتظار کرو یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جائے جیسا کہ اس سے پہلے شعراء زہیر اور نابالغہ کیونکہ یہ بھی ان ہی کی طرح ایک شاعر ہے تو اللہ کے دشمن نجدی شیخ نے کہا اللہ کی قسم یہ کوئی

بہتر رائے نہیں ہے اللہ کی قسم اس کے قید خانہ سے کوئی جاسوس اس کے ساتھیوں کی طرف نکلے گا پھر عنقریب وہ اس کے معاملے میں ثابت قدمی سے کام لیں گے اور اسے تمہارے قبضے سے چھڑا کر اس کی حفاظت کریں گے اور اس کے بعد پھر مجھے تمہارے اس بات پر اطمینان نہیں کہ شاید وہ تمہیں تمہارے اس ملک سے نکال دیں لہٰذا اس کے علاوہ کوئی دوسری سوچ سوچو ایک نے کہا کہ تم اسے اپنے درمیان سے نکال کر جلا وطن کر دو اس طرح تم اس سے راحت پالو گے کیونکہ جب یہ یہاں سے نکل جائے گا پھر جو بھی کرے تمہیں ہرگز نقصان نہ پہنچے گا نجدی شیخ نے کہا اللہ کی قسم یہ بھی مناسب رائے نہیں کیا تم اس کی بات کی مٹھاس، زبان کی چاشنی، اور اپنی باتوں سے دلوں کو تسخیر نہیں دیکھتے اللہ کی قسم اگر تم نے ایسا کیا تو پھر یہ اپنی بات عرب پر پیش کرے گا وہ سب اس کی بات پر مجتمع ہو جائیں گے اور تمہاری طرف بڑھیں گے یہاں تک کہ تمہیں جلا وطن کر دیں گے اور تمہارے سرداروں کو قتل کر دیں گے انہوں نے کہا اللہ کی قسم اس نے سچ کہا لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ سوچو ابو جہل نے کہا اللہ کی قسم میں تمہیں ایسی رائے دوں گا کہ میرا گمان ہے کہ تم اس کے بعد کسی نئی رائے کو تلاش نہیں کرو گے اور میں اس سے بہتر کسی چیز کو نہیں سمجھتا انہوں نے کہا وہ کیا ہے اس نے کہا تم لوگ ہر قبیلے میں سے ایک معزز مضبوط نوجوان لے لو پھر ہر نوجوان کے ہاتھ ایک تیز دھار تلوار دے دو اور وہ سب مل کر ایک وار سے اسے (محمد) کو قتل کر دیں جب تم قتل کر دو گے تو اس کا خون تمام قبائل میں متفرق تقسیم ہو جائے گا پھر میرا گمان نہیں بنو ہاشم تمام قریش سے جنگ کر سکیں گے لہٰذا جب وہ یہ دیکھیں گے کہ تو لامحالہ دیت پر رضامند ہو جائیں گے تو اس طرح ہم اس سے راحت پالیں گے اور خود سے اس مصیبت اور تکلیف کو ختم کر لیں گے اس پر نجدی شیخ نے کہا کہ اللہ کی قسم یہی رائے بہتر ہے اور وہی بات جو اس نوجوان نے کہی بہتر ہے میری بھی یہی رائے ہے پس وہ اس پر اتفاق کرنے کے بعد واپس ہوئے تو جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ کو حکم دیا کہ آج کی رات اس بستر پر نہ گزاریں اور آپ کو قوم کے مکر کے متعلق بھی بتلا دیا چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے وہ رات اس گھر میں نہ گزاری اور اللہ نے آپ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی اور مدینہ پہنچنے کے بعد نعمت کے تذکرہ کے طور پر آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 28، زادالمسیر 3-346، ابن کثیر 2-302، قرطبی 7-396)

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ |
| اور جب ان پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو یقیناً |
| اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ |

## کفار کا قرآن کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کہنے کی گستاخی کا بیان

"وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا" اَلْقُرْاٰن "قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا" قَالَهُ النَّضْرُ بْنُ الْحَارِث لِاَنَّهُ كَانَ يَاْتِي الْحِيْرَةَ يَتَّجِر فَيَشْتَرِي كُتُبَ اَخْبَار الْاَعَاجِم وَيُحَدِّث بِهَا اَهْلَ مَكَّة "اِنْ" مَا "هٰذَا" الْقُرْاٰن "اِلَّا اَسَاطِيْر" اَكَاذِيْب، الْاَوَّلِيْنَ،

اور جب ان پر ہماری آیاتی یعنی قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں بے شک ہم نے سن لیا، یہ نضر بن حارث نے کہا کیونکہ وہی حیرہ آتا اور عجمیوں کے حالات کی کتابیں خریدتا اوران کو اہل مکہ سے بیان کرتا تھا۔ اگر ہم چاہیں تو یقیناً اس جیسا ہم بھی کہہ دیں، یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں یعنی جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

## سورہ انفال آیت ۳۱ کے مضمون نزول کا بیان

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بدر کے دن عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی اور نضر بن حارث کو باندھ کر قتل کیا حضرت مقداد نے نضر بن حارث کو قید کیا تھا جب اس کے قتل کا حکم دیا گیا تو مقداد نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے قیدی کو بھی قتل کیا جائے گا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص کتاب اللہ کے بارے میں بکواس کیا کرتا تھا راوی کہتے ہیں کہ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 130، طبری 9-152)

کہا گیا ہے کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث ملعون تھا۔ یہ خبیث فارس کے ملک گیا تو تھا اور رستم واسفندیار کے قصے یاد کر آیا تھا۔ یہاں حضور کو نبوت مل چکی تھی آپ لوگوں کو کلام اللہ شریف سنا رہے ہوتے جب آپ فارغ ہوتے تو یہ اپنی مجلس جماتا اور فارس کے قصے سناتا، پھر فخراً کہتا کہو میرا بیان اچھا ہے یا محمد کا؟ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ بدر کے دن قید ہو کر لایا گیا اور حضور کے فرمان سے آپ کے سامنے اس کی گردن ماری گئی فالحمد للہ اسے قید کرنے والے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ تھے۔ قبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، یہ تینوں اسی قید میں قتل کئے گئے۔ حضرت مقداد نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ میرا قیدی؟ آپ نے فرمایا یہ اللہ عزوجل کی کتاب کے بارے میں زبان درازی کرتا تھا۔ انہوں نے بعد از قتل پھر کہا کہ حضور میں جسے باندھ کر لایا ہوں؟ آپ نے دعا کی کہ یا اللہ اپنے فضل سے مقداد کو غنی کر دے۔ آپ خوش ہو گئے اور عرض کیا کہ حضور یہی میرا مقصد اور مقصود تھا۔ اسی کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ ایک روایت میں طعیمہ کی بجائے مطعم بن عدی کا نام ہے لیکن یہ غلط ہے بدر والے دن وہ تو زندہ ہی نہ تھا بلکہ حضور کا فرمان مروی ہے کہ اگر آج یہ زندہ ہوتا اور مجھ سے ان قیدیوں کو طلب کرتا تو میں اسے دے دیتا۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً |
| مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ٥ |
| اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے |
| یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ |

## کفار کا مطالبہ عذاب کرنے کا بیان

"وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا" الَّذِيْ يَقْرَؤُهُ مُحَمَّد "هُوَ الْحَقّ" الْمُنَزَّل "مِنْ عِنْدك فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَة مِنْ السَّمَاء اَوْ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْم" مُؤْلِم عَلَى اِنْكَاره قَالَهُ النَّضْر وَغَيْره اسْتِهْزَاء وَاِيهَامًا اَنَّهُ

عَلٰی بَصِیرَۃٍ وَجَزْمٍ بِبُطْلَانِهٖ،

اور جب انہوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہی قرآن جو حضرت محمد ﷺ پڑھتے ہیں تیری طرف سے حق ہے تو اس کی نافرمانی کے باعث ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ یہ بات نضر وغیرہ نے بہ طور مذاق یا اہانت کے لئے یا یہ بتلانے کے لئے کہ وہ قرآن پر یقین نہیں رکھتا۔

## سورہ انفال آیت ۳۲ کے شانِ نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی اسی نے کہا تھا کہ اے اللہ اگر محمد ﷺ جو کہتا ہے سچ ہے تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ (طبری 9۔152)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق تو پھر ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر دردناک عذاب نازل فرما اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ترجمہ۔ اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے انہیں عذاب دے۔ (بخاری 4371، مسلم 2796، زادالمسیر 3۔348، ابن کثیر 2۔304)

قوم شعیب نے کہا تھا کہ اے مدعی نبوت اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کو گرادے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کہا۔ ابوجہل وغیرہ نے یہ دعا کی تھی جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ رسول اللہ کی موجودگی اور انہی میں سے بعض کا استغفار اللہ کے عذاب کی ڈھال ہے۔ نضر بن حارث بن کلدہ نے بھی یہی دعا کی تھی جس کا ذکر سال سائل میں ہے ان کے اسی قول کا ذکر آیت وقالوربنا عجل لنا الخ، میں ہے اور آیت ولقد جئتمونا فرادی الخ، میں ہے اور آیت سال سائل الخ، میں ہے۔ غرض دس سے اوپر اوپر آیتیں اس بیان میں ہیں۔ عمرو بن عاص جنگ احد میں اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا لایا ہوا دین حق ہے تو مجھے مرے گھورے سمیت زمین میں دھنسادے گو اس امت کے لع وقوفوں نے یہ تمنا کی لیکن اللہ نے اس امت پر رحم فرمایا اور جواب دیا کہ ایک تو پیغمبر کی موجودگی عام عذاب سے مانع ہے دوسرے تم لوگوں کا استغفار۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مشرک حج میں طواف کے وقت کہتے تھے لبيك اللهم لبيك لبيك لا شريك لك اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس لیکن وہ پھر کہتے الاشریک ھولک تملیکہ وما ملک یعنی ہم حاضر ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں۔ پھر کہتے ہاں وہ شریک جو خود بھی تیری ملکیت میں ہیں اور جن چیزوں کو وہ مالک ہیں ان کا بھی اصل مالک تو ہی ہے اور کہتے غفوانک غفوانک اے اللہ ہم تجھ سے استغفار کرتے ہیں اے اللہ تو ہمیں معاف فرما۔ اسی طلب بخشش کو عذاب کے جلد نہ آنے کا سبب بتایا گیا ہے۔ فرماتے ہیں ان میں دو سبب تھے ایک تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے استغفار پس آپ تو چل دیئے اور استغفار باقی رہ گیا قرشی آپ میں کہا کرتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ نے ہم میں سے ہم پر بزرگ بنایا اے اللہ اگر یہ سچا ہے تو تو ہمیں عذاب کر۔ جب ایمان لائے تو اپنے اس قول پر بڑا ہی نادم ہوئے اور استغفار کیا اسی کا بیان دوسری آیت میں ہے۔ پس انبیاء کی موجودگی میں قوموں پر عذاب نہیں آتا ہاں وہ نکل جائیں پھر عذاب برس پڑتے ہیں اور چونکہ ان کی قسمت میں ایمان تھا اور بعد از ایمان وہ استغفار اہل مکہ

کے لئے باعث امن و امان تھا۔ ان دو وجہ امن میں سے ایک تو اب نہ رہا دوسرا اب بھی موجود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھ پر دو امن میری امت کے لئے اترے ہیں ایک میری موجودگی دوسرے ان کا استغفار پس جب میں چلا جاؤں گا تو استغفار قیامت تک کے لئے ان میں چھوڑ جاؤں گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ شیطان نے کہا اے اللہ مجھے تیری عزت کی قسم میں تو جب تک تیرے بندوں کے جسم میں روح ہے انہیں بہکاتا رہوں گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے بھی میری جلالت اور میری بزرگی کی قسم جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا (مستدرک حاکم)

مسند احمد میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بندہ اللہ کے عذابوں سے امن میں رہتا ہے جب تک وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ |
| اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! آپ ان میں تشریف فرما ہو |
| اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں |

## نبی مکرم کے وجود مسعود کی برکت سے عذاب کے دور رہنے کا بیان

"وَمَا كَانَ اللّٰه لِيُعَذِّبهُمْ "بِمَا سَأَلُوهُ "وَاَنْتَ فِيهِمْ" لِاَنَّ الْعَذَاب إِذَا نَزَلَ عَمَّ وَلَمْ تُعَذَّب أُمَّة إِلَّا بَعْد خُرُوج نَبِيّهَا وَالْمُؤْمِنِينَ مِنْهَا "وَمَا كَانَ اللّٰه مُعَذِّبهمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" حَيْثُ يَقُولُونَ فِي طَوَافهمْ: غُفْرَانك غُفْرَانك وَقِيلَ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ الْمُسْتَضْعَفُونَ فِيهِمْ كَمَا قَالَ تَعَالٰى: "لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا"

جب کفار نے عذاب کا سوال کیا تو حکم نازل ہوا کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جبکہ آپ ان میں تشریف فرما ہیں۔ کیونکہ جب عذاب آتا ہے تو وہ عام ہوتا ہے اور کسی امت کو وہاں سے ان کے نبی کے خروج اور اہل ایمان کے خروج کے بغیر عذاب نہیں دیا گیا۔ اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے اپنے طواف میں تیری بخشش تیری بخشش کہا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد کمزور مؤمنین ہیں جو ان میں موجود تھے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر وہ وہاں سے چلے جاتے تو ہم کفار کو دردناک عذاب دیتے۔

## سورہ انفال آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری امت کے لئے دو امن والی آیات اتاریں۔ (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ )8۔ الانفال: 33) اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ انہیں تیرے ہوتے ہوئے عذاب دے، اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں ہے حالانکہ وہ بخشش

مانگتے ہوں)۔ پس جب میں (دنیا) سے چلا جاؤں گا تو ان میں استغفار کو قیامت تک کے لئے چھوڑ جاؤں گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1024)

| |
|---|
| وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ |
| اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ |
| اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے گا جبکہ وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں |
| اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔ |

## کفار مکہ کا مسلمانوں کو طواف بیت اللہ سے روکنے کا بیان

"وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبهُمْ اللّٰه" بِالسَّيْفِ بَعْد خُرُوجك وَالْمُسْتَضْعَفِينَ وَعَلَى الْقَوْل الْاَوَّل هِيَ نَاسِخَة لِمَا قَبْلهَا وَقَدْ عَذَّبَهُمْ اللّٰه بِبَدْرٍ وَغَيْره "وَهُمْ يَصُدُّونَ" يَمْنَعُوْنَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُسْلِمِينَ "عَنْ الْمَسْجِد الْحَرَام" اَنْ يَّطُوفُوْا بِهٖ "وَمَا كَانُوْا اَوْلِيَاءَهُ" كَمَا زَعَمُوْا "اِنْ" مَا "اَوْلِيَاؤُهُ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُوْنَ" اَنْ لَّا وِلَايَة لَهُمْ عَلَيْهِ،

اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ دے گا یعنی آپ ﷺ اور کمزور مسلمانوں کے خروج کے بعد ان کو تلوار کا عذاب کیوں نہ چکھائے۔ قول اول یہ ماقبل آیت کے لئے ناسخ ہے۔ کیونکہ اہل مکہ کو بدر وغیرہ میں عذاب دیا گیا۔ جبکہ وہ نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو مسجد حرام کے طواف سے روک رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں ہیں اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں جس طرح انہوں نے گمان کیا ہوا ہے۔ یعنی پرہیزگار صرف اس کے متولی حضرات ہیں۔ مگر ان میں اکثر کو علم نہیں۔ یعنی ان کو اس پر کوئی ولایت حاصل نہیں ہے۔

## کفار مکہ کا بیت اللہ پر غاصبانہ قابض ہونے کا بیان

ان لوگوں کے عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر ان پر عذاب نہیں آ رہا تو اس کی مندرجہ بالا وجوہ ہیں اور ان کے عذاب کے مستحق ہونے کی بھی دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ انہوں نے مسلمانوں پر بیت اللہ میں داخلہ پر پابندی لگا رکھی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بیت اللہ پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ ہم اس کے متولی ہیں کیونکہ ہم سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ حالانکہ متولی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بیت اللہ میں داخل ہونے سے ہی روک دے۔ نیز یہ کہ تولیت کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہو اور وہ موحد تھے۔ مشرک نہیں تھے۔ یعنی اگر اولاد ابراہیم مشرک ہے تو اس سے تولیت چھین کر اس شخص کو دی جائے گی جو موحد اور پرہیزگار ہو خواہ وہ اولاد ابراہیم سے ہو یا نہ ہو۔ کعبہ کی تولیت کے لیے شرط اول پرہیزگاری اور اللہ کا تقویٰ ہے۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○

اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، سوتم عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

## اہانت نماز و بیت اللہ کے سبب عذاب آنے کا بیان

"وَمَا كَانَ صَلَاتهمْ عِنْد الْبَيْت اِلَّا مُكَاء " صَفِيرًا "وَتَصْدِيَة" تَصْفِيقًا اَيْ جَعَلُوْا ذٰلِكَ مَوْضِع صَلَاتهمْ الَّتِي اُمِرُوْا بِهَا "فَذُوقُوا الْعَذَاب" بِبَدْرٍ، بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ،

اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں اور تالیاں بجانے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، یعنی انہوں نے اپنی نماز کے قائم مقام سیٹیاں بجانا اختیار کیا ہوا تھا۔ لہٰذا تم اب میدان بدر میں عذاب کا مزہ چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔

## سورہ انفال آیت ۳۵ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بیت اللہ کا طواف کرتے اور اس دوران تالیاں بجاتے آپ نے اپنے ہاتھ سے تالی بجا کر بیان کیا سیٹیاں مارتے، آپ نے ان کی سیٹی کو بھی بیان کیا اور اپنے گال زمین پر رکھتے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

## کفار مکہ کے برے اعمال کو عبادت سمجھنے کا بیان

ان مشرک متولیوں کی بیت اللہ کے اندر عبادت کے بھی عجیب اطوار ہیں جو ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں اور سیٹیاں اور تالیاں بجا کر جو اپنی تفریح طبع کا سامان کرتے ہیں۔ اس کا نام انہوں نے عبادت رکھ لیا۔ پھر اس پر دعویٰ یہ کہ اگر مسلمانوں کا دین سچا ہے تو ہم پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا غالباً وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عذابِ صرف آسمان سے پتھروں کی شکل میں یا خوفناک چیخ یا زبردست زلزلہ وغیرہ کی صورت میں ہی آیا کرتا ہے جو خرق عادت کے طور پر واقع ہو۔ حالانکہ غزوہ بدر میں ان کی شکست فاش اللہ کا ایسا عذاب تھا جس نے کفر اور کافروں کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ انہوں نے جنگ پر اصرار تو محض اس توقع پر کیا تھا کہ مسلمانوں کی اس قلیل سی جماعت کو لگے ہاتھوں صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرتے چلیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ جنگ ہی اللہ کا عذاب بن کر ان پر مسلط ہونے والی ہے یا یہ کہ ان کی دعا کی قبولیت کا وقت اب آ چکا ہے اور تقدیر الٰہی کا فیصلہ ہمارے خلاف صادر ہونے والا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ○

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں، تا کہ اللہ کے راستے سے روکیں۔ پس عنقریب وہ انہیں خرچ کریں گے، پھر وہ ان پر افسوس کا باعث ہوں گے، پھر وہ مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔

## کفار کا جنگ کے لئے خرچ کیے ہوئے مالوں پر حسرت کرنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ" فِيْ حَرْبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ "فِيْ عَاقِبَةِ الْاَمْرِ "عَلَيْهِمْ حَسْرَةً" نَدَامَةً لِفَوَاتِهَا وَفَوَات مَا قَصَدُوْهُ "ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ" فِي الدُّنْيَا "وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْهُمْ "اِلٰى جَهَنَّمَ" فِي الْاٰخِرَة "يُحْشَرُوْنَ" يُسَاقُوْنَ،

بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ نبی کریم ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے اپنے مال خرچ کرتے ہیں، تا کہ اللہ کے راستے سے روکیں۔ پس عنقریب وہ انہیں خرچ کریں گے، پھر وہ انجام کے طور ان پر افسوس کا باعث ہوں گے، یعنی مالوں کے ضائع ہونے اور مقصد حاصل نہ ہونے کے سبب ان کو پچھتانا پڑے گا۔ پھر وہ دنیا میں بھی مغلوب ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ آخرت میں جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔ یعنی جہنم کی طرف چلائے جائیں گے۔

## سورہ انفال آیت ۳۶ کے شانِ نزول کا بیان

مقاتل اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کے دن کھانا کھلانے والوں کے متعلق نازل ہوئی یہ بارہ آدمی تھے، ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، نبیہ بن حجاج، منبہ بن حجاج، ابوبختری بن ہشام، نضر بن حارث، حکیم بن حزام، ابی بن خلف، زمعہ بن اسود، حارث بن عامر بن نوفل، اور عباس بن عبدالمطلب۔ یہ سب قریش میں سے تھے اور ان میں سے ہر ایک ہر روز دس اونٹ کھلاتا تھا۔ (نیسابوری 198، سیوطی 131، زادالمسیر 9-355)

سعید بن جبیر اور ابن ابزی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب کے متعلق نازل ہوئی اس نے احد کے دن دو ہزار جنگجو نبی کریم ﷺ کے خلاف لڑنے کے لیے کرائے پر لیے اور یہ اعراب کے علاوہ تھے جو جنگ میں اس کے ساتھ تیار تھے انہی کے بارے میں کعب بن مالک شاعر کہتا ہے۔

ہم سمندر کے درمیان سے اٹھنے والی موج کی طرف چلے یعنی جنگجو افراد کی طرف جن میں سے بعض ننگے سر اور بعض خود پہنے ہوئے تھے یہ جنگجو تین ہزار تھے اور ہم کچھ تین سو کے ہوں گے یا زیادہ سے زیادہ چار سو۔ (طبری 9-159)

حکیم بن عتبہ کہتے ہیں کہ ابوسفیان نے مشرکین پر یوم احد میں چالیس اوقیہ چاندی خرچ کی تو اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبری 9-160)

محمد بن اسحاق اپنے رجال سے (جن سے ان کا روایت کرنا معروف ہے) روایت کرتے ہیں کہ جب قریش کو بدر کے دن بری طرح شکست ہوئی اور شکست خوردہ واپس ہوئے اور ابوسفیان اپنے قافلے کے ساتھ لوٹا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ، عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ قریش کے کچھ دوسرے آدمیوں میں جن کے باپ، بیٹے اور رشتہ دار قتل ہوئے تھے چلے اور ابوسفیان اور جن لوگوں کی اس کے قافلہ میں تجارت تھی سے بات کی۔

اور کہا اے قریش کی جماعت بے شک محمد ﷺ نے تمہیں بہت نقصان پہنچایا اور تمہارے بہترین اشخاص کو قتل کیا تم اس سے

خلاف جنگ کرنے میں ہماری اس بچے ہوئے مال کے ذریعے مدد کرو شاید کہ ہم اپنی شکست کا بدلہ لے لیں تو سب لوگوں نے ان سے اتفاق کیا ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیرت نبویہ لابن ہشام 2-60)

## کفار کا مالی اور جانی نقصان پر حسرت کرنے کا بیان

غزوہ بدر کے دوران کافروں کے ایک ہزار لشکر کی خوراک کا خرچہ روزانہ دس اونٹ تھا۔ اور یہ صرف گوشت کا خرچہ تھا۔ دیگر سب اخراجات اس کے علاوہ تھے۔ پھر ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا سارے کا سارا منافع مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا گیا تھا۔ غرض اس آیت میں جو غزوہ بدر کے بعد نازل ہوئی کافروں کے حق میں ایک ایسی پیشین گوئی کی گئی جو بعد کے ادوار میں حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی۔ یعنی غزوہ بدر کے بعد بھی کافر خرچ بھی کرتے رہیں گے اور شکست کھا کر پٹتے بھی رہیں گے اور ایک وقت آئے گا جب اسلام دشمنی کی راہ میں ان کا خرچ کیا ہوا مال، خرچ کیا ہوا وقت اور اپنی جسمانی مشقتیں اور جانوں کا نقصان ایک ایک چیز ان کے لیے حسرت کا باعث بن جائے گی۔ پھر اس دنیا میں پٹنے کے علاوہ جو اخروی زندگی میں جہنم کا عذاب ہوگا وہ مستزاد ہے۔

| |
|---|
| لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْكُمَهٗ |
| جَمِیْعًا فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ |
| تا کہ اللہ ناپاک کو پاک سے جدا کر دے اور ناپاک کو، اس کے بعض کو بعض پر رکھے، پس اسے اکٹھا ڈھیر بنا دے، |
| پھر اسے جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ |

## اللہ مؤمن سے کافر کو دور کر دے گا

"لِیَمِیْزَ" مُتَعَلِّقٌ بِتَكُوْنُ بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِیْدِ اَیْ یَفْصِلَ "اللّٰهُ الْخَبِیْثَ" الْكَافِرَ "مِنَ الطَّیِّبِ" الْمُؤْمِنِ "وَیَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا" یَجْمَعُهٗ مُتَرَاكِمًا بَعْضُهٗ عَلٰی بَعْضٍ، اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ،

یہاں ''لِیَمِیْزَ'' تخفیف وتشدید کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے اور تکون کے متعلق ہے۔ تا کہ اللہ ناپاک یعنی کافر کو پاک یعنی مؤمن سے جدا کر دے اور ناپاک کو، اس کے بعض کو بعض پر رکھے، یعنی ان کو سب کو جمع کرے گا پس اس اکٹھے ڈھیر کو جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

## انسانوں میں بعض کے طیب اور بعض کے خبیث ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ایک مٹھی (مٹی) سے کی جو ہر جگہ کی زمین سے لی گئی تھی لہٰذا آدم کی اولاد (انہیں) زمین کے موافق پیدا ہوئی چنانچہ

(انسانوں میں) بعض سرخ، بعض سفید، بعض کالے، بعض درمیانہ رنگ کے، بعض نرم مزاج، بعض تند مزاج بعض پاک اور بعض ناپاک ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 96)

## مؤمن کے طیب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی اور میں جنبی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میں آپ کے ہمراہ ہولیا۔ جب آپ بیٹھ گئے تو میں چپکے سے نکل کر اپنے مکان آیا اور نہا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے (مجھے دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم کہاں تھے؟" میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (اصل واقعہ) ذکر کیا (کہ میں ناپاک تھا اس لئے چلا گیا تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سبحان اللہ! مومن ناپاک نہیں ہوتا۔" روایت کے الفاظ صحیح البخاری کے ہیں مسلم نے اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں کہ (انہوں نے کہا) چونکہ میں حالت ناپاکی میں تھا اس لئے یہ مناسب معلوم نہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھوں جب تک کہ نہا نہ لوں۔ "اسی طرح صحیح البخاری کی ایک دوسری روایت میں بھی یہ الفاظ منقول ہیں۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 424)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جنابت نجاست حکمی ہے کہ شریعت نے اس کا حکم کیا ہے اور اس پر غسل کو واجب قرار دیا ہے، لہٰذا حالت جنابت میں آدمی حقیقۃً نجس نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جنبی کا نہ تو جھوٹا ناپاک ہوتا ہے اور نہ اس کا پسینہ ہی ناپاک ہے، اس لئے جنبی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ملنا جلنا، مصافحہ کرنا، کلام کرنا یا اسی طرح اس کے ساتھ دوسرے معاملات کرنا جائز ہیں، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

## مدینہ طیبہ کے ذریعے خباثت دور کر دینے کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ یہ آیت

(فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا الخ ۔) 4 ۔ النسآء : 88)

اس وقت نازل ہوئی جب کہ جنگ احد میں کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تھے اس وقت مسلمانوں کی ان کے متعلق دو رائیں ہو گئیں تھیں ایک فریق تو کہتا تھا کہ انہیں قتل کر دو اور کچھ کہتے تھے کہ نہیں ایسا مت کرو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کا نام طیبہ ہے یہ ناپاکی اور خباثت کو اس طرح دور کر دیتا ہے جس طرح آگ چاندی کی میل کو دور کر دیتی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1769)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ○

تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا اور اگر پھر وہی کریں تو اگلوں کا دستور گزر چکا ہے

## کفار کو کفر و سرکشی اختیار کرنے سے روکنے کا بیان

"قُلْ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا" كَاَبِي سُفْيَان وَاَصْحَابه "اِنْ يَّنْتَهُوا" عَنْ الْكُفْر وَقِتَال النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يُغْفَر لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ" مِنْ اَعْمَالهمْ "وَاِنْ يَّعُودُوا" اِلٰى قِتَاله "فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ" اَيْ سُنَّتنَا فِيهِمْ بِالْاِهْلَاكِ فَكَذَا نَفْعَل بِهِمْ،

تم کافروں یعنی ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے فرماؤ اگر وہ کفر اور نبی کریم ﷺ سے جنگ کرنے میں باز رہے تو جو ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا یعنی جو ان کے اعمال پہلے ہو گزرے ہیں اور اگر پھر وہی جنگ کریں تو اگلوں کا دستور گزر چکا ہے۔ یعنی ایسا کرنے والوں کو ہلاک کرنے کا ہمارا قانون گزر چکا ہے۔

## قبول اسلام کے سبب سابقہ گناہوں کی بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم سے ان اعمال پر مواخذہ ہوگا جو ہم سے جاہلیت کے زمانے میں سرزد ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جس نے سچے دل سے اسلام قبول کر لیا تو اس کا مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے سچے دل سے اسلام قبول نہ کیا بلکہ بظاہر مسلمان اور باطن میں کافر تو اس سے دور جاہلیت اور دور اسلام دونوں کے اعمال کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 318)

| |
|---|
| وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ |
| اور اگر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، اگر پھر وہ باز رہیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## شرک ختم کرنے کے لئے جہاد کرنے کا بیان

"وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْن" تُوجَد "فِتْنَة" شِرْك "وَيَكُوْن الدِّيْن كُلّه لِلّٰهِ" وَحْده وَلَا يُعْبَد غَيْره "فَاِنْ انْتَهَوْا" عَنْ الْكُفْر "فَاِنَّ اللّٰه بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِير" فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اور اگر ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد یعنی شرک باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، یعنی اسی ایک کی عبادت ہو اس کے سوا کسی عبادت نہ ہو اگر پھر وہ کفر سے باز رہیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ پس وہ ان کو اسی جزاء دے گا۔

## فتنہ و فساد کو ختم کرنے کے لئے جہاد کرنے کا بیان

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ (جنگ) میں بھیجا تو ہم صبح صبح جہینہ کے علاقہ میں پہنچ گئے، میں نے وہاں ایک آدمی کو پایا اس نے کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، میں نے اسے ہلاک کر دیا پھر میرے دل میں کچھ خلجان سا پیدا ہوا کہ میں نے مسلمان کو قتل کیا یا کافر کو؟ تو میں نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا اس نے لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللہ کہا اور پھر بھی تم نے اسے قتل کر دیا! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے تو یہ کلمہ تلوار کے ڈر سے پڑھا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے دل سے کہا تھا یا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں مسلمان کو قتل نہیں کروں گا جب تک کہ اس کو اسامہ قتل کر دیں ایک آدمی نے کہا کہ کیا اللہ عزوجل نے نہیں فرمایا کافروں سے اس وقت تک قتال کرو جب تک کہ فتنہ نہ رہے اور اللہ کا دین عام ہو جائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم فتنہ مٹانے کے لئے جہاد کر رہے ہیں اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 277)

## قرب قیامت کے بعض فتنوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے گا اور زلزلے کثرت سے ہوں گے اور زمانہ ایک دوسرے کے قریب ہوگا اور فتنہ وفساد ظاہر ہوگا اور ہرج کی کثرت ہوگی، ہرج سے مراد قتل ہے قتل، یہاں تک کہ تم میں مال بہت زیادہ ہو جائے گا اس طرح کہ بہتا پھرے گا اور لینے والا کوئی نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 996)

| |
|---|
| وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰـكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ |
| اور اگر وہ اعراض کر لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمہارا دوست ہے، وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مدد اور دوستی کا بیان

"وَاِنْ تَوَلَّوْا" عَنْ الْاِيْمَان "فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰه مَوْلَاكُمْ" نَاصِركُمْ وَمُتَوَلِّي اُمُوركُمْ "نِعْمَ الْمَوْلَى" هُوَ "وَنِعْمَ النَّصِير" اَيْ النَّاصِر لَكُمْ،

اور اگر وہ ایمان سے اعراض کر لیں تو جان لو کہ یقیناً اللہ تمہارا دوست ہے، یعنی تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ اور تمہارے امور کا متولی ہے وہ اچھا دوست اور اچھا مددگار ہے۔ یعنی تمہاری مدد کرنے والا ہے۔

اگر یہ لوگ اب بھی نہیں مانتے تو نہ مانیں۔ یہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے جس طرح اللہ نے غزوہ بدر میں تمہاری سرپرستی اور مدد کی ہے۔ آئندہ بھی ان کے مقابلہ میں کرتا رہے گا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اچھا سرپرست اور مددگار اور کون ہو سکتا ہے؟

| |
|---|
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى |
| وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ |
| يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |

اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے ہے
اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن
نازل فرمائی وہ دن دونوں لشکر باہم مقابل ہوئے تھے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

## غنائم کا پانچواں حصہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہونے کا بیان

"وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ" اَخَذْتُمْ مِنَ الْكُفَّارِ قَهْرًا "مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه" يَاْمُرُ فِيْهِ بِمَا يَشَاءُ "وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى" قَرَابَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطَّلِبِ "وَالْيَتَامٰى" اَطْفَالِ الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ هَلَكَ اٰبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاءُ "وَالْمَسَاكِيْنِ" ذَوِي الْحَاجَةِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ "وَابْنِ السَّبِيْلِ" الْمُنْقَطِعِ فِيْ سَفَرِهٖ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَيْ يَسْتَحِقُّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَصْنَافُ الْاَرْبَعَةُ عَلٰى مَا كَانَ يَقْسِمُهُ مِنْ اَنَّ لِكُلٍّ خُمُسَ الْخُمُسِ وَالْاَخْمَاسُ الْاَرْبَعَةُ الْبَاقِيَةُ لِلْغَانِمِيْنَ "اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ" فَاعْلَمُوْا ذٰلِكَ "وَمَا" عَطْفٌ عَلٰى بِاللّٰهِ "اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا" مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالْاٰيَاتِ "يَوْمَ الْفُرْقَانِ" اَيْ يَوْمَ بَدْرٍ الْفَارِقِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ "يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ" الْمُسْلِمُوْنَ وَالْكُفَّارُ "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" وَمِنْهُ نَصْرُكُمْ مَعَ قِلَّتِكُمْ وَكَثْرَتِهِمْ،

اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے کفار سے زبردستی پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے لئے ہے جو بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ہیں۔ اور یتیموں یعنی وہ مسلمانوں میں بچے جن والدین وفات پا گئے ہیں اور وہ فقیر ہیں۔ اور محتاجوں یعنی مسلمانوں میں سے جو ضرورت مند ہیں اور مسافروں یعنی مسلمانوں میں سے سفر کی وجہ سے وطن سے دور ہیں ان کے لئے ہے۔ یعنی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔ اور بقیہ چار اقسام کے لئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرمائیں ان میں ہر ایک کے لئے خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اور بقیہ چاروں اخماس اہل غنیمت کے لئے ہیں اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو اس کو سمجھ لو۔ یہاں پر ما کا عطف لفظ باللہ پر ہے۔ اور اس وحی پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اپنے برگزیدہ بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فرشتوں اور آیات کو نازل کیا۔ حق و باطل کے درمیان فیصلے کے دن جو یوم بدر تھا اس دن نازل فرمائی وہ دن جب میدانِ بدر میں مومنوں اور کافروں کے دونوں لشکر باہم مقابل ہوئے تھے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور تمہارے قلیل ہونے اور ان کے زیادہ ہونے کے باوجود مدد تمہارے لئے ہے۔

## مال غنیمت و فئی کے مفہوم کا بیان

لفظ غنیمت لغت میں اس مال کے لئے بولا جاتا ہے جو دشمن سے حاصل کیا جائے، اصطلاح شریعت میں غیر مسلموں سے جو مال جنگ و قتال اور قہر و غلبہ کے ذریعہ حاصل ہو اس کو غنیمت کہتے ہیں اور جو صلح و رضامندی سے حاصل ہو جیسے جزیہ و خراج وغیرہ اس

کوفی ءکہا جاتا ہے۔قرآن کریم میں انھیں دونوں لفظوں سے ان دونوں قسموں کے احکام بتلائے گئے ہیں۔سورہ انفال میں مال غنیمت کے احکام کاذکر ہے جو جنگ وقتال کے وقت غیر مسلموں سے حاصل ہو۔

## مال غنیمت کی حلت کے اختصاص امت ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے انبیاء پر چھ فضیلتیں عطا کی گئی ہیں۔پہلی مجھے جامع کلام عطا کی گئی۔دوسری یہ کہ رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی۔تیسری یہ کہ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا گیا چوتھی یہ کہ پوری زمین میرے لئے مسجد اور طہور (پاک کرنے والی) بنادی گئی۔پانچویں یہ کہ مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور چھٹی یہ کہ مجھ پر انبیاء کا خاتمہ کر دیا گیا۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1611 )

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت بخشی یا فرمایا میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور ہمارے لیے مال غنیمت کو حلال کیا۔اس باب میں علی، ابوذر، عبداللہ بن عمر، ابوموسی، ابن عباس سے بھی احادیث منقول ہیں۔حدیث ابوامامہ حسن صحیح ہے۔یہ سیار بنو معاویہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔سلیمان تیمی، عبداللہ بن بجیر اور کئی دوسرے حضرات ان سے احادیث نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1610 )

## سابقہ امتوں کی غنائم کو آگ کے کھا جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کسی انسان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا۔اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور اسے کھا جاتی۔سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔کیونکہ غزوہ بدر کے موقع پر وہ لوگ مال غنیمت حلال ہونے سے پہلے ہی اس پر ٹوٹ پڑے تھے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) 8۔الانفال:68)(اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے تو تم کو پہنچتا اس کے لئے میں بڑا عذاب۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1026 )

## تقسیم غنائم سے متعلق تفسیری تصریحات کا بیان

حضرت ابوالعالیہ رباحی کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ حصے کرتے تھے۔چار مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ مٹھی بھر کر نکال لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ کا ایک قرابت داروں کا۔ایک یتیموں کا ایک مسکینوں کا ایک مسافروں کا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ کا نام صرف بطور تبرک ہے گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصے کے بیان کا وہ شروع ہے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب حضور کوئی لشکر بھیجتے اور مال غنیمت کا مال ملتا تو آپ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔پس یہ فرمان کہ ان للہ خمسہ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے

ہے۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ رسول کا ایک ہی حصہ ہے۔ اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا ہے باقی کے چار حصے لشکریوں کے۔ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں حضرت حسن نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں؟ جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ کا اور اس کے رسول کا پھر یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ آپ اور آپ کے بعد جو بھی آپ کا نائب ہو اس کا ہے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں اللہ کا حصہ اللہ کے نبی کا ہے اور جو آپ کا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں مقدام بن معدی کرب حضرت عبادہ بن صامت حضرت ابو درداء اور حضرت حارث بن معاویہ کندی رضی اللہ عنہم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا ذکر ہونے لگا تو ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ حضور نے ایک جہاد میں خمس کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال چٹکی میں لے کر فرمایا کہ مال غنیمت کے اونٹ کے یہ بال بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو، خیانت نہ کرو،

خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دونوں جہان میں آگ ہے۔ قریب والوں سے دور والوں سے راہ حق میں جہاد جاری رکھو۔ شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ کے لئے جہاد کرتے رہو جہاد جنت کے بہت بڑے بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم و رنج سے نجات دیتا ہے۔ (مسند امام احمد حنبل، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ |
| لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ |

عَنْ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝

جب تم قریب والے کنارے پر اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں وعدہ کرتے تو ضرور مقرر وقت کے بارے میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، تاکہ جو ہلاک ہو واضح دلیل سے ہلاک ہو اور جو زندہ رہے واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

## واضح دلیل کے ساتھ اہل ایمان کی کامیابی کا بیان

"اِذْ" بَدَلٌ مِنْ یَوْم "اَنْتُمْ" کَائِنُوْنَ "بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا" اَلْقُرْبٰی مِنَ الْمَدِیْنَۃِ وَھِیَ بِضَمِّ الْعَیْنِ وَکَسْرِھَا جَانِبُ الْوَادِی "وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی" اَلْبُعْدٰی مِنْھَا "وَالرَّکْبُ" الْعِیْرُ کَائِنُوْنَ بِمَکَانٍ "اَسْفَلَ مِنْکُمْ" مِمَّا یَلِی الْبَحْرَ "وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ" اَنْتُمْ وَالنَّفِیْرُ لِلْقِتَالِ "لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعَادِ وَلٰکِنْ" وَلٰکِنْ جَمَعَکُمْ بِغَیْرِ مِیْعَادٍ "لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا" فِیْ عِلْمِہٖ وَھُوَ نَصْرُ الْاِسْلَامِ وَمَحْقُ الْکُفْرِ "لِیَھْلِکَ" یَکْفُرَ "مَنْ ھَلَکَ عَنْ بَیِّنَۃٍ" اَیْ بَعْدَ حُجَّۃٍ ظَاھِرَۃٍ قَامَتْ عَلَیْہِ وَھِیَ نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَعَ قِلَّتِھِمْ عَلَی الْجَیْشِ الْکَثِیْرِ "وَیَحْیٰی" یُؤْمِنَ "مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَۃٍ وَاِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ"،

یہاں پر اذ یوم سے بدل ہے۔ جب تم قریب والے کنارے پر یعنی مدینے کے قریب تھا اور عدوہ یہاں عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اس سے مراد وادی کی جانب ہے۔ اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے نیچے ساحل کی طرف تھا اور اگر تم آپس میں لشکر قریش کے ساتھ قتال کے لئے وعدہ کرتے تو ضرور مقرر وقت کے بارے میں آگے پیچھے ہو جاتے اور لیکن اس نے بغیر میعاد تم کو جمع کر دیا تاکہ اللہ اس کام کو پورا کر دے جو کیا جانے والا تھا، یعنی جو اس کے علم میں ہے اور وہ اسلام کی کامیابی ہے اور کفر کا مٹ جانا ہے۔ تاکہ جو کفر ہلاک ہو واضح دلیل سے ہلاک ہو یعنی ظاہری دلیل قائم جانے کے بعد اور وہ اہل اسلام کی قلیل لشکر کے باوجود کامیاب ہونا ہے۔ اور جو مومن زندہ رہے واضح دلیل سے زندہ رہے اور بے شک اللہ یقیناً سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر کے ذریعے ایمان کو کفر سے ممتاز کر دیا

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینے شریف سے قریب ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی جانب دریا کی طرف تھا اگر تم کفار قریش سے جنگ کا ارادہ پہلے سے کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو؟ یہ بھی مطلب کہا گیا ہے کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے۔ اس لئے قدرت نے پہلے سے طے کئے بغیر دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ کا یہ ارادہ

پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی حاصل ہو اور شرک اور مشرکوں کو پستی ملے پس جو کرنا تھا اللہ پاک کر گذرا۔ چنانچہ کعب کی حدیث میں ہے کہ حضور اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ نے دشمن سے مڈبھیڑ کرادی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ابوسفیان ملک شام سے قافلہ لے کر چلا ابو جہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکے سے نکلا۔ قافلہ دوسرے راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہوگئی اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصا پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ان کا اور انہیں ان کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور برابر اپنے ارادے سے جارہے تھے صفراء کے قریب پہنچ کر بسیس بن عمرو اور عدی بن ابوالزعباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے۔ راستے میں دولڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسری سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل یا پرسوں یہاں قافلہ آنے والا ہے میں تجھے تیرا حق دے دوں گی۔ مجدی بن عمرو بیچ میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا اپنے اونٹ کسے اور فوراً خدمت نبوی میں جا کر آپ کو خبر دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنویں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دو سوار آئے تھے اپنے اونٹ اور ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھر اور چل دیئے۔ یہ سن کر یہ اس جگہ پہنچا مینگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پاکر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمھارے قافلے مال اور آدمیوں کو بچالیا تم لوٹ جاؤ یہ سن کر ابو جہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آچکے ہیں تو ہم بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کرتا تھا۔ وہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے۔ شرابیں پئیں گے کباب بنائیں گے تا کہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری اور بجگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں۔ لیکن اخنس بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلے نے اس کی مان لی یہ لوگ اور بنوعدی لوٹ گئے۔ بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن وقاص اور حضرت زبیر بن عوام کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ کو بھی ان کے ساتھ کر دیا انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنویں پر مل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس وقت آپ نماز میں تھے صحابہ نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا قریش کے سقے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہ کا خیال تھا کہ یہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہدیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیٹتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا واللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں ہاں جی بتاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟ انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف ٹیلے کے پیچھے۔ آپ نے فرمایا وہ تعداد میں کتنے

ہیں؟ انہوں نے کہا بہت ہیں آپ نے فرمایا آخر کتنے ایک؟ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں آپ نے فرمایا اچھا یہ بتا سکتے ہو ہر روز کتنے اونٹ کٹتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ نے فرمایا پھر وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابوجہل، امیہ بن خلف، منبہ بن حجاج، سہیل بن عمرو، عمرو بن عبدود۔ یہ سن کر آپ نے صحابہ سے فرمایا لو مکے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔ بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کودیں اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں دعا دی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے آپ کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر تھے اور کوئی نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی قریشیوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ یہ فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑانے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آ رہے ہیں۔ باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل ربانی دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں۔ یعنی آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کا یہاں اچانک آمنا سامنا کرا دیا کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دے کر حق کو مکمل طور پر ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کے رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایمان دار بنے ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے۔ جیسے فرمان قرآن ہے (آیت اومن کان میتا فاحییناہ) یعنی وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے جلا دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس کی روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصہ میں حضرت عائشہ کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ تمہارے تضرع و زاری اور تمہاری دعا و استغفار اور فریاد و مناجات کا سننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو تم مستحق امداد ہو تم اس قابل ہو کر تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ |
| فِى الْاَمْرِ وَلٰـكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ |
| جب اللہ تجھے تیرے خواب میں دکھا رہا تھا کہ وہ تھوڑے ہیں اور اگر وہ تجھے دکھاتا کہ وہ بہت ہیں تو تم ضرور ہمت ہار جاتے اور |
| ضرور اس معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑتے اور لیکن اللہ نے سلامت رکھا۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## حالت خواب کفار کو قلیل بنا کر دیکھانے کا بیان

"اِذْ يُرِيكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ " اَىْ نَوْمِكَ "قَلِيْلًا" فَاَخْبَرْتَ بِهٖ اَصْحَابَكَ فَسُرُّوْا "وَلَوْ اَرَاكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ " لَجَبُنْتُمْ "وَلَتَنَازَعْتُمْ" وَاخْتَلَفْتُمْ "فِى الْاَمْرِ" اَمْرِ الْقِتَالِ "وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ" وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَكُمْ "اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" بِمَا فِى الْقُلُوْبِ،

جب اللہ تجھے تیرے خواب میں دکھا رہا تھا کہ وہ تھوڑے ہیں پس جب آپ نے اس کی خبر اپنے اصحاب کو دی تو وہ خوش ہوئے اور اگر وہ گروہ تجھے دکھاتا کہ وہ بہت ہیں تو تم ضرور ہمت ہار جاتے اور ضرور قتال کے معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑتے اور لیکن اللہ نے تمہیں سلامت رکھا۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے۔

## غزوہ بدر میں تعداد کے اضافے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپ نے اپنے اصحاب سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کو آپ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی۔ جن آنکھوں سے آپ سوتے تھے۔ لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں منام کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی میں رعب بٹھا دے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچالیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ اللہ پاک دلوں کے بھید سے سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ خواب میں تعداد میں کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور ان کی جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تا کہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں کوئی ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ حکیم نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ تا کہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرما دے۔ جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت دونوں جانب رہی لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا لشکر بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّ يُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ

اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

| |
|---|
| اور جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کیا کہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے |
| اور اللہ کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ |

## اہل ایمان کی حوصلہ افزائی کے لئے مدد الٰہی کا بیان

"وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ" اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ "اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا" نَحْو سَبْعِيْنَ اَوْ مِائَة وَهُمْ اَلْف لِتَقْدَمُوْا عَلَيْهِمْ "وَيُقَلِّلكُمْ فِيْ اَعْيُنهمْ" "لِيَقْدَمُوْا وَلَا يَرْجِعُوْا عَنْ قِتَالكُمْ وَهٰذَا قَبْل الْتِحَام الْحَرْب فَلَمَّا الْتَحَمَ اَرَاهُمْ اِيَّاهُمْ مِثْلَيْهِمْ كَمَا فِيْ اٰل عِمْرَان "لِيَقْضِيَ اللّٰه اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا وَّاِلَى اللّٰه تُرْجَع" تَصِير،

اور اے ایمان والو! جب لڑتے وقت تمہیں کافر تھوڑے کر کے دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں تھوڑا کیا یعنی وہ ستر یا ایک سو کی مثل ہیں حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ تاکہ تم پیش قدم رہو اور قتال سے واپس نہ آؤ اور یہ سب کچھ گھمسان کی جنگ سے پہلے ہوا کیونکہ اس کے بعد ان کی تعداد دوگنا ہوگئی۔ جس طرح سورہ آل عمران میں آیا ہے۔ تاکہ اللہ پورا کرے جو کام ہونا ہے اور اللہ کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔

## دونوں جماعتوں کو قلیل دیکھانے میں حکمت کا بیان

مسلمانوں کی تعداد اس قدر کم تھی کہ ابوجہل نے کہا کہ انہیں رسیّوں میں باندھ لو گویا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اتنا قلیل دیکھ رہا تھا مقابلہ کرنے اور جنگ آزما ہونے کے لائق بھی خیال نہیں کرتا تھا اور مشرکین کو مسلمانوں کی تعداد تھوڑی دکھانے میں یہ حکمت تھی کہ مشرکین مقابلہ پر جم جائیں، بھاگ نہ پڑیں اور یہ بات ابتداء میں تھی، مقابلہ ہونے کے بعد انہیں مسلمان بہت زیادہ نظر آنے لگے۔

اسلام کا غلبہ اور مسلمانوں کی نصرت اور شرک کا ابطال اور مشرکین کی ذلت اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے کا اظہار کہ جو فرمایا تھا وہ ہوا کہ جماعت قلیلہ لشکرِ گراں پر فتح یاب ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ انفال، لاہور)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہا کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔ |

## کفار سے ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَة" جَمَاعَة كَافِرَة "فَاثْبُتُوْا" لِقِتَالِهِمْ وَلَا تَنْهَزِمُوْا "وَاذْكُرُوا اللّٰه كَثِيْرًا" اُدْعُوْهُ بِالنَّصْرِ "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تَفُوْزُوْنَ،

اے ایمان والو! جب کسی فوج یعنی کفار کی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو تم ان سے قتال کرنے میں ثابت قدم رہا کرو اور

کمزوری نہ دیکھاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو یعنی اس کو مدد کے لئے پکارو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔ یعنی تم کامیاب ہو جاؤ۔

## جنگ پر ثابت قدمی پر بیعت کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سال آئندہ یعنی بیعت رضوان کے بعد جب ہم پھر لوٹے تو ہمارے دونوں ساتھیوں میں سے کسی نے اس درخت کو نہ پایا جس کے نیچے ہم نے بیعت کی تھی جہاں اللہ کی مہربانی تھی اس کے بعد میں نے نافع سے پوچھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کس بات پر بیعت لی تھی موت پر؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ جنگ میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 225)

حضرت جریر سے روایت ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور جب بھی مجھے دیکھتے تو مسکراتے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں گھوڑے پر بیٹھ نہیں سکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میرے سینے پر مارا اور فرمایا اے اللہ اس کو ثابت قدم رکھ اور اس کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1043)

| |
|---|
| وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ |
| اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوائی قوت چلی جائے گی |
| اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ |

## امت مسلمہ کے باہمی اختلاف کے سبب کمزوری کا بیان

"وَاَطِيعُوا اللّٰه وَرَسُوْله وَلَا تَنَازَعُوا" تَخْتَلِفُوْا فِيمَا بَيْنكُمْ "فَتَفْشَلُوا" تَجْبُنُوْا "وَتَذْهَب رِيحكُمْ" قُوَّتكُمْ وَدَوْلَتكُمْ "وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰه مَعَ الصَّابِرِينَ" بِالنَّصْرِ وَالْعَوْن،

اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، یعنی جس میں تمہارے درمیان اختلاف ہے۔ ورنہ کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا یعنی ملک وقوت چلی جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ کا تعاون ومدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

## اختلاف اور جھگڑے کی ممانعت کا بیان

اور جو کچھ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دے۔ اس میں نہ اختلاف پیدا کرو اور نہ تنازعہ کی شکل بنالو۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے۔ تاہم دوران جنگ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو بالخصوص بیان کیا گیا ہے۔ اگر تم اس دوران اختلاف کا شکار ہو گئے تو تمہاری ہمتیں پست ہو جائیں گی اور تمہاری ساکھ کو سخت دھچکا لگے گا جو بالآخر تمہاری شکست کا پیش خیمہ بن سکتا ہے اور اس دوران پیدا ہونے والی مشکلات کو برداشت کرنے اور ان پر قابو پانے کو اپنا شعار بناؤ اور یہ یاد رکھو کہ اگر ایسی مشکلات پر صبر کرو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی آوازیں سنیں جو ایک (متشابہ) آیت میں اختلاف کررہے تھے یعنی اس کے معنی میں جھگڑ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف لائے (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے کے لوگ کتاب (الٰہی) میں اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر149)

اس سے مراد وہ اختلاف ہے جس کی وجہ سے قلوب شک میں گرفتار ہوں، یا ایمان میں کمزوری پیدا ہو اور آپس میں فتنہ وفساد اور دشمنی کا سبب نیز کفر وبدعت کا باعث ہو، جیسے نفس قرآن میں اختلاف کرنا، اس کے معنی ومطالب میں فرق پیدا کرنا، ظاہر ہے کہ ان چیزوں میں نہ تو اجتہاد جائز ہے اور نہ اختلاف کرنا صحیح ہے، ہاں علمائے مجتہدین کے اختلاف صحیح ہیں جو اللہ کی رحمت کا باعث اور دین وشریعت میں وسعت کا ذریعہ ہیں، چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے اس طرح کا اجتہادی اختلاف جو فائدہ مند ہے، منقول ہے جو جائز تھا اور جس کی وجہ سے بے شمار مسائل کا استنباط ہوا اور امت ان سے منتفع ہوگئی۔

| |
|---|
| وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ |
| عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝ |
| اور ایسے لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے تھے اور (جو لوگوں کو) |
| اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور اللہ ان کاموں کو جو وہ کررہے ہیں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ |

## تکبر وغرور سے جنگ بدر کے لئے آنے والے کفار کا بیان

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ" لِيَمْنَعُوا غَيْرهمْ وَلَمْ يَرْجِعُوا بَعْد نَجَاتهَا "بَطَرًا وَّرِئَاء النَّاس" حَيْثُ قَالُوا لَا نَرْجِع حَتّٰى نَشْرَب الْخَمْر وَنَنْحَر الْجَزُور وَتَضْرِب عَلَيْنَا الْقِيَان بِبَدْرٍ فَيَتَسَامَع بِذٰلِكَ النَّاس "وَيَصُدُّونَ" النَّاس "عَنْ سَبِيل اللّٰه وَاللّٰه بِمَا يَعْمَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مُحِيط" عِلْمًا فَيُجَازِيهِمْ بِهِ،

اور ایسے لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اِتراتے ہوئے تاکہ وہ اپنے قافلے کو بچائیں لیکن قافلے کے بچ جانے کے بعد بھی وہ واپس نہیں آئے۔ اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے تھے اور انہوں نے یہ بات کہہ رکھی تھی کہ ہم واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے حتیٰ کہ شراب پی لیں اور اونٹوں کو ذبح کرلیں اور گانے بجانے والی لونڈیاں ہماری بہادری کے نغمات کو گائیں۔ اور جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے، اور اللہ ان کاموں کو جو وہ کررہے ہیں ان کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہاں پر "يَعْمَلُونَ" یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی اس کا علم احاطہ کیے ہوئے ہے پس وہ ان کو اس پر جزاء دے گا۔

## لشکر کفار کا تکبر و غرور سے نکلنے کا بیان

یہاں "ان لوگوں" سے مراد مشرکین ہیں۔ جن کا سردار ابو جہل اپنا لشکر لے کر مکہ سے بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تا کہ مسلمان انہیں دیکھ کر ہی مرعوب ہو جائیں۔ نیز دوسرے قبائل عرب پر ان کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں اسے ابو سفیان کا یہ پیغام مل بھی گیا کہ قافلہ خطرہ سے بچ نکلا ہے لہٰذا تم واپس آ جاؤ۔ لیکن ابو جہل نے غرور سے کہا۔ "اب ہم اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب و نشاط منعقد نہ کر لیں۔ وہاں گانے بجانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں گی۔ ہم وہاں شراب پئیں گے۔ مزے اڑائیں گے اور تین دن تک اونٹ ذبح کر کے قبائل عرب کی ضیافت کا اہتمام کریں گے تا کہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کے لیے یادگار رہیں اور ان مٹھی بھر مسلمانوں پر ہمارا ایسا رعب طاری ہو کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکیں۔" گویا اس وقت تک ابو جہل کا ارادہ صرف اپنی شان و شوکت جتلانے اور مسلمانوں پر رعب طاری کرنے کا تھا، لڑائی کا نہ تھا۔ پھر جب مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت وہاں پہنچ گئے اور لڑائی کی فضا بن گئی تو اس وقت بھی چند سرداروں نے ابو جہل کو لڑائی سے روکا۔ مگر پھر اس کا پندار اور غرور غالب آیا اور جن لوگوں نے اسے لڑائی روک دینے کا مشورہ دیا تھا انہیں بزدلی کے طعنے دینے لگا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہو گئی اور ابو جہل کو بالخصوص اس عذاب سے دوچار ہونا پڑا جس کی وہ طنزیہ دعا کیا کرتا تھا۔ اس کی موت دو نوجوان لڑکوں کے ہاتھوں واقع ہوئی اور وہ نہایت ذلت کی موت مرا۔

| |
|---|
| وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ |
| جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ |
| اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| اور جب شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں |
| تمہارا حمایتی ہوں، پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا اور اس نے کہا بے شک میں تم سے |
| بری ہوں، بے شک میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔ |

## فرشتوں کو دیکھ کر ابلیس کا میدان بدر سے بھاگ نکلنے کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ" اِبْلِيس "اَعْمَالَهُمْ" بِاَنْ شَجَّعَهُمْ عَلٰى لِقَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ لَمَّا خَافُوا الْخُرُوجَ مِنْ اَعْدَائِهِمْ بَنِيْ بَكْر "وَقَالَ" لَهُمْ "لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَكُمْ" مِنْ كِنَانَةَ وَكَانَ اَتَاهُمْ فِيْ صُوْرَةِ سُرَاقَةَ بْنِ مَالِك سَيِّد تِلْكَ النَّاحِيَة "فَلَمَّا تَرَاءَتْ" اِلْتَقَتْ "الْفِئَتَانِ" الْمُسْلِمَة وَالْكَافِرَة وَرَاَى الْمَلَائِكَة يَده فِيْ يَد الْحَارِث بْن هِشَام "نَكَصَ" رَجَعَ "عَلٰى عَقِبَيْهِ" هَارِبًا "وَقَالَ" لَمَّا قَالُوْا لَهُ اَتَخْذُلُنَا عَلٰى هٰذِهِ الْحَال "اِنِّيْ بَرِيْء مِنْكُمْ" مِنْ جِوَارِكُمْ "اِنِّيْ اَرٰى مَا لَا

تَرَوْنَ" مِنَ الْمَلآئِكَة "اِنِّىٓ اَخَافُ اللّٰه" اَنْ يُّهْلِكَنِى، وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ،

اور جب شیطان یعنی ابلیس نے ان کے لیے ان کے اعمال خوشنما بنا دیے یعنی ان کو اس وقت لڑنے کا حکم دے دیا جب مسلمانوں کو بنی بکر کی بغاوت کا اندیشہ ہوا۔ اور کہا آج تم پر لوگوں میں سے کوئی غالب آنے والا نہیں اور یقیناً میں تمہارا کنانہ کی طرف حمایتی ہوں، اور وہ ان کے پاس اس علاقہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں آیا پھر جب دونوں جماعتوں یعنی مسلمانوں اور کفار کی جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور جب ابلیس نے فرشتوں کو دیکھا تو وہ اپنی ایڑیوں پر واپس پلٹا جبکہ اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا تو مشرکین نے اس سے کہا کہ تو ہمیں ایسی حالت میں چھوڑ کر جانے والا ہے اور اس نے کہا بے شک میں تم سے بری ہوں، یعنی میں تمہاری مدد کرنے سے بری ہوں کیونکہ میں وہ فرشتے دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ وہ کہیں مجھے ہلاک نہ کر دے اور اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔

## بھاگتے شیطان کو پکارنے والے کفار کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں بدر والے دن ابلیس اپنا جھنڈا بلند کئے مدلجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور شیطان سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں نمودار ہوا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلائی جب میدان جنگ میں صف بندی ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے قدم اکھڑ گئے اور ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو؟ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ سے ڈرنے والا آدمی ہوں اللہ کے عذاب بڑے بھاری ہیں اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا۔ اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بیہوش ہو کر گر پڑا دوسرے لوگوں نے کہا سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے؟ اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے وہ کہنے لگا ہاں ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہوگئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابیو خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں حضرت اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی اپنی فوجوں کے آموجود ہوئے ہیں۔ ابلیس سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں پشین گوئیاں کر رہا تھا کہ بےفکر رہو آج تمہیں کوئی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر کو دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسہ مارا کہ یہ منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا یا اللہ میں تجھے تیرا وہ

وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔

طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آ گئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھائی کر دیں قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت ابلیس لعین سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا جو بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان کا بے خطر ساتھ دو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے مکمل تیار ہو کر جاؤ۔ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔

حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جاتے دیکھ لیا اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے؟ شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے اللہ کے لشکروں کو مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لیا تھا صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اس بات میں وہ سچا بھی تھا۔ پھر کہتا ہے میں اللہ کے خوف سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرائیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی مجھ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف الٰہی کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا۔ یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکاتا اور بہکاتا ہے حق کے مقابلے میں لا کھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ (طبرانی)

| |
|---|
| اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ |
| عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ |
| جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایک بیماری تھی، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ |
| اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## منافقین کا مسلمانوں کو دین کے نام پر طعنہ دینے کا بیان

"اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَرَض" ضَعْف اعْتِقَاد "غَرَّ هٰؤُلَاءِ" اَیْ الْمُسْلِمِیْنَ "دِیْنُهُمْ" اِذْ خَرَجُوْا مَعَ قِلَّتِهِمْ یُقَاتِلُوْنَ الْجَمْع الْكَثِیْر تَوَهُّمًا اَنَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ بِسَبَبِهٖ قَالَ تَعَالٰی فِیْ جَوَابهمْ: "وَمَنْ یَّتَوَكَّل عَلَى اللّٰه" یَثِق بِهٖ یَغْلِب "فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْز" غَالِب عَلٰی اَمْره "حَكِیْم" فِیْ صُنْعه،

جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں ایک بیماری تھی یعنی جن کا عقیدہ کمزور تھا، کہہ رہے تھے ان لوگوں کو یعنی مسلمانوں کو

ان کے دین نے دھوکا دیا ہے۔ جبکہ وہ تھوڑی تعداد میں لشکر کثیر کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے یہ سمجھ کر نکلے ہیں کہ وہ اس پر کامیاب ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے جواب میں ارشاد فرمایا اور جو اللہ پر بھروسہ کرے وہی غلبہ حاصل کرے تو بے شک اللہ اپنے حکم میں سب پر غالب، اپنے صنعت میں کمال حکمت والا ہے۔

جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آ گئیں تو اللہ کی قدرت وحکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہ میں کم جچنے لگے۔ اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں؟ مٹھی بھر آدمی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی کوئی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر ہلاتے رہ جائیں۔ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے، حکمت کا مالک ہے اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں ذہبی دیوانگی ہے۔ دشمن الٰہی ابوجہل ملعون ٹیلے کے اوپر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے، بس آج سے اللہ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی، ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دو دو کر کے رکھ دیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے۔ عامر کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے۔ انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔

مجاہد کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ، ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ، حارث بن زمعہ بن اسود بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن منبہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن یہ متردد تھے اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنوں ہیں ورنہ مٹھی بھر بیر سد اور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت وشان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ حسن فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کا اقرار کرتی تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آ کر مسلمانوں کا قلیل سا لشکر دیکھ کر انہوں نے یہ کہا جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے اسے وہ ذی عزت کر دیتا ہے کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے، غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے وہ بڑا ذی شان ہے وہ سچا سلطان ہے۔ وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰٓ اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ۝

اور کاش! تو دیکھے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں جنہوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں اور جلانے کا عذاب چکھو۔

## فرشتوں کا کفار کو مارنے کے قابل دید مشاہدے کا بیان

"وَلَوْ تَرٰی" یَا مُحَمَّدُ "اِذْ یَتَوَفّٰی" بِالْیَاءِ وَالتَّاءِ "الَّذِیْنَ کَفَرُوا الْمَلٰٓئِکَۃُ یَضْرِبُوْنَ" حَالٌ "وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ" بِمَقَامِعَ مِنْ حَدِیْدٍ "وَ" یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ "ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ" اَیِ النَّارِ وَجَوَابُ لَوْ: لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا،

یا محمد ﷺ آپ مشاہدہ فرماتے جب فرشتے ان لوگوں کی جان قبض کرتے ہیں یہاں پر یتوفی یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے جنہوں نے کفر کیا، ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہیں یہاں پر یضربون یہ وجوههم وادبارهم سے حال ہے یعنی ان کے کلھوں پر ہتھوڑوں سے مارتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ جلا دینے والے عذاب کو چکھو۔ یعنی جہنم کی آگ کا عذاب چکھو اور یہ جملہ "لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا،" کا جواب ہے۔

## کفار کے لیے سکرات موت کا وقت بڑا شدید ہے

کاش لوگ دیکھتے کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں اور کمروں پر مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بداعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر وار پڑتے تھے فرشتے انکا خوب بھرتہ بنا رہے تھے۔ ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے ابوجہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے نشان دیکھے ہیں آپ نے فرمایا ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ چونکہ یہ نافرمان لوگ تھے ان کی موت سے بدن میں چھپتی پھرتی ہیں جنہیں فرشتے جبراً گھسیٹا جاتا ہے جس طرح کسی زندہ شخص کی کھال کو اتارا جائے اسی کے ساتھ رگیں اور پٹھے بھی آجاتے ہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں اب جلنے کا مزہ چکھوں۔ یہ تمہاری دینوی بداعمالی کی سزا ہے اللہ تعالیٰ ظالم نہیں وہ تو عادل حاکم ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ۝ |
| یہ ان کے بدلہ میں ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے اور اللہ ہرگز بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں۔ |

## ظالموں کے اعمال بد کے سبب عذاب ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" التَّعْذِیْبُ "بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ" عَبَّرَ بِهَا دُوْنَ غَیْرِهَا لِاَنَّ اَكْثَرَ الْاَفْعَالِ تُزَاوَلُ بِهَا "وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ" اَیْ بِذِیْ ظُلْمٍ "لِلْعَبِیْدِ" فَیُعَذِّبُهُمْ بِغَیْرِ ذَنْبٍ،

یہ عذاب ان اعمال بد کے بدلہ میں ہے جو تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجے یہاں اعمال کو ہاتھوں سے تعبیر کیا جبکہ دوسرے اعضاء سے تعبیر نہیں کیا کیونکہ اکثر اعمال ہاتھوں سے سرانجام پاتے ہیں اور اللہ ہرگز بندوں پر ظلم کر کے ظلم فرمانے والا نہیں۔ یعنی وہ

گناہ کے بغیر ان کو عذاب نہیں دیتا۔

## ظلم کی حرمت کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اللہ عزوجل نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے کہ جسے میں ہدایت دوں تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو تو میں تمہیں لباس پہناؤں گا اے میرے بندو تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ہرگز مجھے نفع پہنچا سکتے ہو اے میرے بندو اگر تم سب اولین و آخرین اور جن وانس اس آدمی کے دل کی طرح ہو جاؤ جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو تو بھی تم میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتے۔

اور اگر سب اولین اور آخرین اور جن وانس اس ایک آدمی کی طرح ہو جاؤ کہ جو سب سے زیادہ بدکار ہے تو پھر بھی تم میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں کر سکتے اے میرے بندو اگر تم سب اولین اور آخرین اور جن اور انس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔ اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں تمہارے لئے اکٹھا کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے حضرت سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2071)

| |
|---|
| كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ |
| بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ |
| قوم فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے حال کی مانند ہے۔ انہوں نے بھی اللہ کی آیات کا انکار کیا تھا، سو اللہ نے |
| انہیں ان کے گناہوں کے باعث پکڑ لیا۔ بیشک اللہ قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔ |

## موجودہ کفار کی حالت لشکر فرعون کے کفار کی طرح ہونے کا بیان

"كَدَاْبِ" كَعَادَةِ "اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰه فَاَخَذَهُمُ اللّٰه" بِالْعِقَابِ "بِذُنُوْبِهِمْ" جُمْلَة كَفَرُوْا وَمَا بَعْدهَا مُفَسِّرَة لِمَا قَبْلهَا "اِنَّ اللّٰه قَوِيّ" عَلٰى مَا يُرِيْدهُ، شَدِيْدُ

الْعِقَابِ،

ان کافروں کا حال بھی قوم فرعون اوران سے پہلے کے لوگوں کے حال کی مانند ہے۔انہوں نے بھی اللہ کی آیات کا انکار کیا تھا،سواللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے باعث عذاب میں پکڑلیا۔ یہاں پر جملہ کفروا اوراس کا مابعد اپنے ماقبل کی تفسیر ہے۔ بیشک اللہ قوت والا ہے،جس کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔وہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

## کفار اللہ کے ازلی دشمن ہیں

ان کافروں نے بھی تیرے ساتھ وہی کیا جوان سے پہلے کافروں نے اپنے نبیوں کے ساتھ کیا تھا پس ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کیا جو ہم نے ان سے گذشتہ لوگوں کے ساتھ کیا تھا جوان ہی جیسے تھے۔ مثلا فرعونی اوران سے پہلے کے لوگ جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو نہ مانا جس کے باعث اللہ کی پکڑ ان پر آئی۔تمام قوتیں اللہ ہی کی ہیں اوراس کے عذاب بھی بڑے بھاری ہیں کوئی نہیں جواس پر غالب آسکے کوئی نہیں جواس سے بھاگ سکے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز بدلنے والا نہیں جواس نے کسی قوم پر اَرزانی فرمائی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اَز خود اپنی |
| حالتِ نعمت کو بدل دیں (یعنی کفرانِ نعمت اور معصیت ونافرمانی کے مرتکب ہوں اور پھران میں احساسِ زیاں بھی باقی نہ رہے |
| تب وہ قوم ہلاکت وبربادی کی زد میں آجاتی ہے)، بیشک اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## خدانے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

"ذٰلِكَ" اَىْ تَعْذِيب الْكَفَرَة "بِاَنْ" اَىْ بِسَبَبِ اَنَّ "اللّٰه لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَة اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْم" مُبَدِّلًا لَّهَا بِالنِّقْمَةِ "حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" يُبَدِّلُوْا نِعْمَتهمْ كُفْرًا كَتَبْدِيلِ كُفَّار مَكَّة اِطْعَامهمْ مِنْ جُوع وَاَمْنهمْ مِنْ خَوْف وَبَعْث النَّبِىّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْهِمْ بِالْكُفْرِ وَالصَّدّ عَنْ سَبِيل اللّٰه وَقِتَال الْمُؤْمِنِيْنَ،وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ،

یہ کفار کا عذاب اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز بدلنے والا نہیں جواس نے کسی قوم پر اُرزانی فرمائی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ اَز خود اپنی حالتِ نعمت کو بدل دیں۔ جس طرح کفار مکہ نے نعمت کو ناشکری سے بدل دیا توان کے لئے کھانے کو بھوک سے اور امن کو خوف میں تبدیل کر دیا گیا۔اور بعثت محمدی ﷺ جو نعمت تھی اس سے وہ یوں محروم ہوئے کہ اب انہوں نے کفر کی طرف بلانا اور اللہ کی راہ سے روکنا شروع کر دیا۔اوراہل ایمان سے جنگ کرنے کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔

یعنی کفرانِ نعمت اور معصیت ونافرمانی کے مرتکب ہوں اور پھران میں احساسِ زیاں بھی باقی نہ رہے تب وہ قوم ہلاکت و بربادی کی زد میں آجاتی ہے بیشک اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔

اور زیادہ بدتر حال میں مبتلا نہ ہوں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو روزی دے کر بھوک کی تکلیف رفع کی، امن دے کر خوف سے نجات دی اور ان کی طرف اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی بنا کر مبعوث کیا۔ انہوں نے ان نعمتوں پر شکر تو نہ کیا بجائے اس کے یہ سرکشی کی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی، ان کی خوں ریزی کے درپے ہوئے اور لوگوں کو راہِ حق سے روکا سدی نے کہا کہ اللہ کی نعمت حضرت سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

| |
|---|
| كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ |
| وَاَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○ |
| یہ (عذاب بھی) قوم فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے دستور کی مانند ہے، انہوں نے (بھی) اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا سو ہم |
| نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر ڈالا اور ہم نے فرعون والوں کو (دریا میں) غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے۔ |

## آل فرعون کے لئے عذاب آنے کا بیان

"كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ" قَوْمه مَعَهُ "وَكُلّ" مِنْ الْاُمَم الْمُكَذِّبَة،

یہ عذاب بھی قوم فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے دستور کی مانند ہے، انہوں نے (بھی) اپنے رب کی نشانیوں کو جھٹلایا تھا سو ہم نے ان کے گناہوں کے باعث انہیں ہلاک کر ڈالا اور ہم نے فرعون والوں یعنی اس کو قوم اور اس کے سارے جھوٹوں کو دریا میں غرق کر دیا اور وہ سب کے سب ظالم تھے۔

ان کفار مکہ سے پہلے ہم نے آل فرعون پر اور بہت سی دوسری اقوام پر انعامات کی بارش کی تھی۔ لیکن انہوں نے ان انعامات کی ناقدری کی۔ ان کی نیتوں میں فتور آ گیا۔ اللہ کا شکر ادا کرنے اور اس کی فرمانبرداری کرنے کے بجائے وہ اس کی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آئے تھے۔ لہٰذا ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کر ڈالا اور آل فرعون کو تو سمندر میں ڈبو کر ان کا نام و نشان تک ختم کر ڈالا۔ یہ سب قومیں نافرمان تھیں اور سب ہی ہلاک کر دی گئی تھیں تو اب کیا یہ کافر اپنے انجام بد سے محفوظ رہ سکتے ہیں؟

| |
|---|
| اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| بیشک اللہ کے نزدیک سب جانوروں سے (بھی) بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے۔ |

## دین کو نہ سمجھنے والوں کا جانوروں سے بھی بدتر ہونے کا بیان

وَنَزَلَ فِي قُرَيْظَة "اِنَّ شَرّ الدَّوَابّ عِنْد اللّٰه الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ"

یہ آیت مبارکہ قریظہ کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بیشک اللہ کے نزدیک سب جانوروں سے بھی بدتر وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا پھر وہ ایمان نہیں لاتے۔

اس میں لفظ دواب دابہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی زمین پر چلنے والے کے ہیں اس لئے انسان اور جتنے جانور زمین پر چلتے ہیں سب کو یہ لفظ شامل ہے مگر عام محاورات میں یہ لفظ خاص چوپائے جانوروں کے لئے بولا جاتا ہے۔ ان لوگوں کا حال بے شعوری میں جانوروں سے بھی زیادہ گراہوا تھا اس لئے اس لفظ سے تعبیر کیا گیا۔ معنی آیت کے واضح ہیں کہ تمام جانوروں اور انسانوں میں سب سے بدترین جانور یہ لوگ ہیں۔ آخر آیت میں فرمایا (آیت) فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ یعنی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی خداداد استعداد و قابلیت کو ضائع کردیا، چوپائے جانوروں کی طرح کھانے پینے سونے جاگنے کو مقصد زندگی بنالیا، اس لئے ان کی رسائی ایمان تک نہیں ہوسکتی۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ یہ آیت یہود کے چھ آدمیوں کے بارہ میں آئی ہے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے پیشگی خبر دے دی کہ یہ لوگ آخر تک ایمان نہیں لائیں گے۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ۝ |
| وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ڈرتے نہیں۔ |

## بار بار عہد کو توڑ دینے والوں کا بیان

"اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَ مِنْهُمْ" اَنْ لَّا یُعِیْنُوا الْمُشْرِكِیْنَ "ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ" عَاهَدُوْا فِیْهَا "وَهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ" اللّٰهَ فِیْ غَدْرِهِمْ،

وہ لوگ جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا کہ وہ مشرکین کی مدد نہیں کریں گے۔ پھر ہر بار اپنا عہد توڑ دیتے ہیں یعنی جس بات کا انہوں نے عہد کیا تھا اور ڈرتے نہیں۔ یعنی غداری کرنے میں اللہ سے نہیں ڈرتے۔

## سورہ انفال آیت ۵۶ کے شانِ نزول کا بیان

اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ، الانفال، اور اس کے بعد کی آیتیں بنی قُریظہ کے یہودیوں کے حق میں نازل ہوئیں جن کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عہد تھا کہ وہ آپ سے نہ لڑیں گے، نہ آپ کے دشمنوں کی مدد کریں گے، انہوں نے عہد توڑا اور مشرکینِ مکہ نے جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کی تو انھوں نے ہتھیاروں سے ان کی مدد کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کی کہ ہم بھول گئے تھے اور ہم سے قصور ہوا پھر دوبارہ عہد کیا اور اس کو بھی توڑا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں سب جانوروں سے بدتر بتایا کیونکہ کفار سب جانوروں سے بدتر ہیں اور باوجود کفر کے عہد شکن بھی ہوں تو اور بھی خراب۔ خدا سے نہ عہد شکنی کے خراب نتیجے سے اور نہ اس سے شرماتے ہیں باوجود یہ کہ عہد شکنی ہر عاقل کے نزدیک شرمناک جرم ہے اور عہد شکنی کرنے والا سب کے نزدیک بے اعتبار ہو جاتا ہے۔ جب اس کی بے غیرتی اس درجہ پہنچ گئی تو یقیناً وہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ انفال، لاہور)

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

اگر آپ انہیں جنگ میں پالیں تو ان کے عبرت ناک قتل کے ذریعے ان کے پچھلوں کو بھی بھگا دیں تا کہ انہیں نصیحت حاصل ہو۔

## جنگ میں کفار کو عبرت کا نشان بنا دینے کا بیان

"فَاِمَّا" فِيْهِ اِدْغَام نُوْن اِنْ الشَّرْطِيَّة فِيْ مَا الْمَزِيْدَة "تَثْقَفَنَّهُمْ" تَجِدَنَّهُمْ "فِي الْحَرْب فَشَرِّدْ" فَرِّقْ "بِهِمْ مَنْ خَلْفهمْ" مِنْ الْمُحَارِبِينَ بِالتَّنْكِيلِ بِهِمْ وَالْعُقُوبَة "لَعَلَّهُمْ" اَيْ الَّذِيْنَ خَلْفهمْ "يَذَّكَّرُوْنَ" يَتَّعِظُوْنَ بِهِمْ،

یہاں پر "فَـاِمَّـا" میں ما زائدہ کے ساتھ ان شرطیہ کے نون کا ادغام ہے۔ اگر آپ انہیں میدانِ جنگ میں پالیں تو ان کے عبرت ناک قتل کے ذریعے ان کے پچھلوں کو بھی بھگا دیں یعنی جنگ میں پستی و سزا ملنے کے سبب بعد والوں عبرت حاصل ہو تا کہ انہیں نصیحت حاصل ہو۔

## یہود مدینہ کی لاف زنی اور بزدلی اور انجام کا بیان

یہود مسلمانوں سے معاہدہ امن و آشتی کے باوجود اپنی شرارتوں، فتنہ انگیزیوں اور عہد شکنیوں سے باز نہیں آتے تھے۔ بڑ مارنے اور شیخیاں بگھارنے میں بڑے ماہر تھے۔ مگر بزدل انتہا درجہ کے تھے غزوہ بدر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ ان کے بازار واقع محلہ بنوقینقاع میں تشریف لے گئے اور یہود کو جمع کر کے انہیں ان کی ایسی شرانگیز حرکتوں پر عار دلائی اور فرمایا کہ ایسے کاموں سے باز آ جاؤ اور اسلام قبول کرلو تو تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔ ورنہ تمہیں بھی ایسی ہی مار پڑے گی جیسی قریش مکہ کو پڑ چکی ہے۔ اس دعوت کا انہوں نے انتہائی توہین آمیز جواب دیا اور کہنے لگے۔ تمہارا سابقہ قریش کے اناڑی لوگوں سے پڑا تھا اور تم نے میدان مار لیا۔ ہم سے پالا پڑا تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا۔" ان کا یہ جواب دراصل معاہدہ امن کو توڑنے اور اعلان جنگ کرنے کے مترادف تھا تاہم آپ نے صبر سے کام لیا۔ پھر انہی دنوں یہودیوں نے انصار کی ایک عورت عصمت ریزی کر دی جس پر مسلمانوں اور بنوقینقاع میں بلوہ ہو گیا۔ اب ان سے جنگ کرنے کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ آپ لشکر لے کر ان کے ہاں جا پہنچے تو یہ جوانمردی کی ڈھینگیں مارنے والے اور قریش کو بزدلی کا طعنہ دینے والے یہود سامنے آنے کی جرأت ہی نہ کر سکے اور فوراً قلعہ بند ہو گئے۔ پندرہ دن تک قلعہ میں محصور رہنے کے بعد ہتھیار ڈال دیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قید کرنے کا حکم دیا۔ پھر عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جس سے ان یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ ساز باز رہی، کی پرزور سفارش پر آپ نے انہیں قید معاف کر دی اور جلاوطن کر دیا اور یہ لوگ شام کو چلے گئے۔ اس کے بعد اسی طرح بنونضیر جلاوطن ہوئے۔ پھر جنگ خندق کے بعد بنوقریظہ بھی قلعہ بند ہوئے جو بالآخر قتل کئے گئے اور بچے اور عورتیں غلام بنائے گئے۔ خیبر کے موقعہ پر بھی یہود قلعہ بند ہو گئے۔ غرض جب بھی لڑائی کا موقعہ پیش آیا تو ان یہود کو کھلے میدان میں مسلمانوں سے لڑنے کی کبھی جرأت ہی نہ ہوئی حتیٰ کہ غزوہ احد اور غزوہ

خندق کے موقعہ پر کفار کے ساتھ مل کر بھی انہیں کھلے میدان میں سامنے آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔ یہ لوگ ہمیشہ سازشوں، شرارتوں، فتنہ انگیزیوں اور عہد شکنیوں سے ہی مسلمانوں کو پریشان کرتے رہے تاہم انہیں وہ سزا ملتی ہی رہی جو اس آیت میں مذکور ہے۔

| |
|---|
| وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ٥ |
| اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف برابری کی بنیاد پر پھینک دیں، بیشک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا |

## عہد شکنی کی اطلاع کے بعد عہد کو توڑ دینے کا بیان

"وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ" عَاهَدُوكَ "خِيَانَةً" فِيْ عَهْدٍ بِاَمَارَةٍ تَلُوحُ لَكَ "فَانْبِذْ" اطْرَحْ عَهْدَهُمْ "اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ" حَالٌ اَيْ مُسْتَوِيًا اَنْتَ وَهُمْ فِي الْعِلْمِ بِنَقْضِ الْعَهْدِ بِاَنْ تُعْلِمَهُمْ بِهِ لِئَلَّا يَتَّهِمُوكَ بِالْغَدْرِ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ،

اور اگر آپ کو کسی قوم عہد شکنی کے سبب خیانت کا اندیشہ ہو یعنی عہد میں ایسی علامات جو آپ کو معلوم ہیں تو ان کا عہد ان کی طرف برابری کی بنیاد پر پھینک دیں۔ یہاں پر علی سواء یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔ اور ان کی عہد شکنی کی اطلاع آپ کے پاس آ جائے۔ تا کہ وہ آپ عہد شکنی کو تہمت کو آپ کی طرف منسوب نہ کر دیں۔ بیشک اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

## سورہ انفال آیت ۵۸ کے شانِ نزول کا بیان

ابن شہاب کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے اسلحہ اتار دیا حالانکہ میں تو ابھی تک قوم کی تلاش میں ہوں آپ نکلیں، اللہ نے آپ کو قریظہ کے بارے میں اجازت دے دی اور اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 133، تفسیر ابن کثیر 2۔320)

## عہد توڑنے والے کفار سے جنگ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سعد کو غزوہ خندق کے دن قریش کے ایک آدمی کا تیر لگا جس کو ابن عرقہ کہا جاتا تھا اس کا وہ تیر بازو کی ایک رگ میں لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں اس کے لئے ایک خیمہ نصب کروا دیا تا کہ پاس ہی ان کی عیادت کر سکیں پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس آئے اور ہتھیار اتارے غسل فرمایا تو جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس اس حال میں آئے کہ وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اتار دیے ہیں، اللہ کی قسم آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ اتاریئے بلکہ ان کی طرف نکلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہاں، جبرائیل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جنگ کی انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اترنے پر رضامندی ظاہر کی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں فیصلہ کو سعد کی طرف بدل دیا تو

انہوں نے کہا کہ میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان میں سے لڑائی کرنے والے کو قتل کردیں اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالیں اور ان کے مال کو تقسیم کرلیں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 101)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا زخم اچھا ہونے کے بعد بھر چکا تھا انہوں نے یہ دعا کی اے اللہ! تو جانتا ہے میرے نزدیک تیرے راستہ میں اس قوم سے جہاد کرنے سے جس نے تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور انہیں نکال دیا اور کوئی چیز محبوب نہیں اے اللہ! اگر قریش کے خلاف لڑائی کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے تو تو مجھے باقی رکھ تا کہ میں ان کے ساتھ تیرے راستہ میں جہاد کروں اے اللہ! میرا گمان ہے کہ اگر تو نے ہمارے، اور ان کے درمیان جنگ ختم کردی ہے پس اگر تو نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ ختم کردی ہے تو اس کو کھول دے اور اسی میں میری موت واقع کردے پس وہ زخم ان کی ہنسلی سے بہنا شروع ہوگیا۔

اور مسجد میں ان کے ساتھ بنی غفار کا خیمہ تھا تو وہ اس خون کو اپنے خیمے میں جانے سے روک نہ سکے تو انہوں نے کہا اے خیمہ والو یہ کیا چیز ہے جو تمہارے طرف سے ہمارے پاس آرہی ہے پس اچانک دیکھا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اور اسی سبب سے وہ فوت ہوگئے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 103)

امام مسلم علیہ الرحمہ نے مذکورہ حدیث کو عہد شکنی کرنے والوں سے جنگ کرنے کے بیان میں لکھا ہے۔

علامہ عبداللہ بن محمد بن سلیمان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صلح کے بعد اگر کسی کافر نے لڑنا شروع کیا اور یہ انکے بادشاہ کی اجازت سے ہے تو اب صلح نہ رہی اور اگر بادشاہ کی اجازت سے نہ ہو بلکہ شخص خاص یا کوئی جماعت بغیر اجازت بادشاہ برسر پیکار ہے۔ تو صرف انہیں قتل کیا جائے ان کے حق میں صلح نہ رہی باقیوں کے حق میں باقی ہے۔ (مجمع الانہر، کتاب الجہاد)

| |
|---|
| وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ○ |
| اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے بیشک وہ عاجز نہیں کرتے۔ |

## میدان بدر سے بھاگنے والے کفار اللہ کی طاقت کو عاجز کرنے والے نہیں ہیں

وَنَزَلَ فِيمَنْ اَفْلَتَ يَوْمَ بَدْرٍ "وَلَا يَحْسَبَنَّ" يَا مُحَمَّدُ "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا" اللّٰهَ اَيْ فَاتُوْهُ "اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ" لَا يَفُوْتُوْنَهُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالتَّحْتَانِيَّةِ فَالْمَفْعُوْلُ الْاَوَّلُ مَحْذُوْفٌ اَيْ اَنْفُسَهُمْ وَفِيْ اُخْرٰى بِفَتْحِ اِنَّ عَلٰى تَقْدِيْرِ اللَّامِ،

یہ آیت یوم بدر کے دن بھاگ کر جان بچانے والے مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ یا محمد ﷺ یہ کافر ہرگز اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ ہاتھ سے نکل گئے بیشک وہ عاجز نہیں کرتے۔ یعنی وہ اس کی طاقت سے اپنے آپ کو بچاسکنے والے نہیں ہیں۔ اور وَلَا يَحْسَبَنَّ ایک قرأت میں یا تحتانیہ کے ساتھ ہے۔ اور "وَلَا يَحْسَبَنَّ" کا مفعول اول محذوف ہے اور وہ انفسھم ہے۔ اور دوسری قرأت میں اَن کی فتحہ کے ساتھ لام تقدیری کے ساتھ آیا ہے یعنی لانھم ہے۔

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ
وَعَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○

اوران کے مقابلے کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کرسکو، جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ کچھ دوسروں کو ڈراؤ گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمہاری طرف پوری لوٹائی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

## کفار سے مقابلہ کرنے کے لئے ہروقت تیار رہنے کا بیان

"وَاَعِدُّوا لَهُمْ" لِقِتَالِهِمْ "مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّة" قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (هِيَ الرَّمْي) رَوَاهُ مُسْلِم "وَمِنْ رِبَاط الْخَيْل" مَصْدَر بِمَعْنَى حَبْسهَا فِي سَبِيل اللّٰه "تُرْهِبُونَ" تُخَوِّفُونَ "بِهِ عَدُوّ اللّٰه وَعَدُوّكُمْ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "وَآخَرِينَ مِنْ دُونهمْ" أَيْ غَيْرهمْ وَهُمْ الْمُنَافِقُونَ أَوْ الْيَهُود "لَا تَعْلَمُونَهُمْ اللّٰه يَعْلَمهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْء فِي سَبِيل اللّٰه يُوَفَّ إِلَيْكُمْ" جَزَاؤُهُ "وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ" تُنْقَصُونَ مِنْهُ شَيْئًا

اور جنگ میں ان کے مقابلے کے لیے قوت سے تیاری رکھو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اور وہ تیر اندازی ہے۔ (مسلم) اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، جتنی کرسکو، یہاں رباط مصدر ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں کام آنے کے لئے ان کو باندھ رکھو جس کے ساتھ تم اللہ کے دشمن یعنی کفار مکہ کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ یعنی منافقین کو یا یہود کو ڈراؤ گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور تم جو چیز بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ تمہاری طرف پوری لوٹائی جائے گی یعنی اس کی جزاء دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کی جزاء میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔

## کفار سے مقابلہ کرنے کے لئے تیراندازی کے ساتھ تیار رہنے کا بیان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اور تم کافروں سے جنگ کرنے کے لئے اپنی طاقت وقوت کی جو بھی چیز تیار وفراہم کرسکتے ہو کرو۔ یاد رکھو! تیراندازی قوت ہے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 975)

تیراندازی قوت ہے کے ذریعہ اس طرف اشارہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن کریم میں یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ آیت (وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ) 8۔الانفال:60) یعنی تم کفار سے جنگ کرنے کے لئے اپنی طاقت وقوت کی جو بھی چیز تیار وفراہم کرسکتے ہو کرو، تو اس آیت میں "قوت" سے مراد تیراندازی ہے۔

تفسیر بیضاوی وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ "قوت" سے مراد ہر وہ چیز جس کے ذریعہ انسان لڑائی میں طاقت وقوت حاصل کر سکتا ہے! اس صورت میں کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "قوت" سے تیراندازی مراد لینا شاید اس بناء پر ہے کہ اس زمانہ میں اور چیزوں کی بہ نسبت یہ چیز یعنی تیراندازی سب سے زیادہ طاقت وقوت کا ذریعہ بھی تھی اور سہل العمل بھی۔

صالح بن کیسان، ایک آدمی، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت پڑھی (وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ، 8۔الانفال 60) اور ان سے لڑنے کے لئے جو کچھ سپاہیانہ قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کر سکو سو تیار رکھو پھر آپ نے تین مرتبہ فرمایا جان لو کہ قوت سے مراد تیر چلانا ہے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین پر فتوحات عطا کرے گا۔ پھر تم لوگ محنت ومشقت سے محفوظ ہو گے۔ لہٰذا تیراندازی میں سستی نہ کرنا۔ بعض راوی یہ حدیث اسامہ بن زید سے وہ صالح بن کیسان سے اور وہ عقبہ بن عامر سے نقل کرتے ہیں۔ اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ صالح بن کیسان نے عقبہ بن عامر کو نہیں پایا۔ البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو پایا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1025)

| |
|---|
| وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| اور اگر وہ (کفار) صلح کے لئے جھکیں تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ |
| بیشک وہی خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## مدمقابل جماعت سے معاہدہ کرنے کا بیان

"وَاِنْ جَنَحُوا" مَالُوْا "لِلسَّلْمِ" بِكَسْرِ السِّين وَفَتْحهَا: الصُّلْح "فَاجْنَحْ لَهَا" وَعَاهِدْهُمْ وَقَالَ ابْن عَبَّاس: هَذَا مَنْسُوخ بِآيَةِ السَّيْف وَقَالَ مُجَاهِد: مَخْصُوص بِاَهْلِ الْكِتَاب اِذْ نَزَلَتْ فِيْ بَنِيْ قُرَيْظَة "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰه" ثِقْ بِهِ "اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْع" لِلْقَوْلِ "الْعَلِيْم" بِالْفِعْلِ

اور اگر وہ کفار صلح کے لئے جھکیں، یہاں پر سلم سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ آئی ہے۔ جس کا معنی صلح ہے۔ تو آپ بھی اس کی طرف مائل ہو جائیں، یعنی ان سے صلح کر لیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جہاد والی آیت سے یہ حکم منسوخ ہے اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ حکم اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔ کیونکہ یہ حکم بنو قریظہ کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ بیشک وہی قول کو خوب سننے والا فعل کو جاننے والا ہے۔

## اطلاع کے فوری بعد جنگ نہ کرنے کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ جب صلح مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو صلح کرنا جائز ہے اگرچہ کچھ مال لے کر یا دے کر صلح کی جائے اور صلح کے بعد اگر مصلحت صلح توڑنے میں ہو تو توڑ دیں مگر یہ ضرور ہے کہ پہلے انھیں اس کی اطلاع کر دیں اور

اطلاع کے بعد فوراً جنگ شروع نہ کریں بلکہ اتنی مہلت دیں کہ کافر بادشاہ اپنے تمام ممالک میں اس خبر کو پہنچا سکے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ صلح میں کوئی میعاد نہ ہو اور اگر میعاد ہو تو میعاد پوری ہونے پر اطلاع کی کچھ حاجت نہیں۔

مسلمان آزاد مرد یا عورت نے کافروں میں کسی ایک کو یا جماعت یا ایک شہر کے رہنے والوں کو پناہ دیدی تو امان صحیح ہے اب قتل جائز نہیں اگرچہ امان دینے والا فاسق یا اندھا یا بہت بوڑھا ہو۔ اور بچہ یا غلام کی امان صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ انھیں جنگ کی اجازت مل چکی ہو ورنہ صحیح نہیں۔ امان صحیح ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ کفار نے لفظ امان سنا ہو اگرچہ کسی زبان میں ہو اگرچہ اس لفظ کے معنی وہ نہ سمجھتے ہوں اور اگر اتنی دور پر ہوں کہ سن نہ سکیں تو امان صحیح نہیں۔ (درمختار، کتاب سیر)

علامہ عبداللہ بن محمد بن سلیمان حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امان میں نقصان کا اندیشہ ہو تو بادشاہِ اسلام اس کو توڑ دے مگر توڑنے کی اطلاع کر دے اور امان دینے والا اگر جانتا تھا کہ اس حالت میں امان دینا منع تھا اور پھر دیدی تو اس کو سزا دی جائے۔

(مجمع الانہر، کتاب الجہاد)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ذمی اور تاجر اور قیدی اور مجنون اور جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہوا اور ابھی ہجرت نہ کی ہو اور وہ بچہ اور غلام جنھیں جنگ کی اجازت نہ ہو یہ لوگ امان نہیں دے سکتے۔ (درمختار، کتاب سیر)

| |
|---|
| وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے |
| اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی۔ |

## آپ ﷺ کے لئے اللہ اور مؤمنین کی مدد کے کافی ہونے کا بیان

"وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ" بِالصُّلْحِ لِيَسْتَعِدُّوا لَكَ "فَاِنَّ حَسْبَكَ" كَافِيكَ "اللّٰهُ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ"

اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو صلح کے ذریعے دھوکہ دیں کہ وہ آپ کے خلاف تیاری خوب کرلیں۔ تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ ذات الرقاع پہنچ گئے تو جب ہم ایک سایہ دار درخت پر پہنچے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہاں چھوڑ دیا راوی نے کہا کہ مشرکوں میں سے ایک آدمی آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار درخت کے ساتھ لٹکی ہوئی تھی تو اس آدمی نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کی اور کہنے لگا کہ کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں اس آدمی نے کہا کہ تمہیں کون مجھ سے بچائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام نے اس آدمی کو ڈرایا دھمکایا تو اس نے تلوار میان میں ڈال کر لٹکا دی نماز کے لئے اذان دی گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائی

وہ جماعت پیچھے چلی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار رکعتیں ہوگئیں اور جماعت کی دو رکعتیں ہوئیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1943)

| |
|---|
| وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ |
| وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ |
| اوران کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ |
| ڈالتا اور لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی قدرت سے دلوں کے درمیان الفت ہو جانے کا بیان

"وَاَلَّفَ" جَمَعَ "بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ" بَعْد الْاِحَن "لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْض جَمِيْعًا مَا اَلَّفْت بَيْن قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰه اَلَّفَ بَيْنهمْ" بِقُدْرَتِهِ "اِنَّهٗ عَزِيْز" غَالِب عَلٰى اَمْره "حَكِيْم" لَا يَخْرُج شَيْء عَنْ حِكْمَته،

اور عدوات کے بعد ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی، اگر تو زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا ان کے دلوں کے درمیان الفت نہ ڈالتا اور لیکن اللہ نے اپنی قدرت سے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ اپنے حکم پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یعنی اس کی حکمت سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ان کی یہ محبت راہ حق میں تھی توحید و سنت کی بنا پر تھی۔ ابن عباس فرماتے ہیں رشتے داریاں ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا ہے پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائیں۔

عبدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے خندہ پیشانی سے ہاتھ ملاتے ہیں تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھ دار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ نے فرمایا کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید نے فرمایا تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق کہتے ہیں سب سے پہلے چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔

طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا

ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۝ |
| آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی۔ |

## اللہ اور ایمان والوں کی مدد کا بیان

"يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ" حَسْبُك "مَنْ اتَّبَعَكَ مِنْ الْمُؤْمِنِيْنَ"

آپ کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ مسلمان کافی ہیں جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی۔

## سورہ انفال آیت ۶۵ کے شانِ نزول کا بیان

سعید بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتالیس آدمی ایمان لے آئے پھر حضرت عمر نے بھی اسلام قبول کر لیا اور یہ چالیس حضرات ہو گئے۔

تو جبرائیل علیہ السلام اللہ کا یہ فرمان لے کر اترے يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ اے نبی خدا تم کو اور مومنوں کو جو تمہارے پیرو ہیں کافی ہیں۔ (نیسابوری 200، سیوطی 133، قرطبی 8-42)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایمان سے صرف تینتیس مرد اور چھ عورتیں مشرف ہو چکے تھے تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ اس قول کی بنا پر یہ آیت مکی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدنی سورت میں لکھی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت غزوہ بدر میں قبل قتال نازل ہوئی اس تقدیر پر آیت مدنی ہے اور مؤمنین سے یہاں ایک قول میں انصار، ایک میں تمام مہاجرین و انصار مراد ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، انفال، بیروت)

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا |
| مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۝ |
| اے غیب کی خبریں بتانے والے ایمان والوں کو لڑائی پر ابھار، اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم |
| میں سے ایک سو ہوں تو ان میں سے ہزار پر غالب آئیں جنھوں نے کفر کیا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔ |

## ایک سو مسلمانوں کا ایک ہزار کافروں پر بھاری ہونے کا بیان

"يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضْ" حُثَّ "الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَال" لِلْكُفَّارِ "اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ

يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ "مِنْهُمْ "وَإِنْ يَكُنْ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ "مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ" أَيْ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ "قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ" وَهٰذَا خَبَرٌ بِمَعْنَى الْأَمْرِ أَيْ لِيُقَاتِلِ الْعِشْرُونَ مِنْكُمُ الْمِائَتَيْنِ وَالْمِائَةُ الْأَلْفَ وَيَثْبُتُوا لَهُمْ ثُمَّ نُسِخَ لَمَّا كَثُرُوا بِقَوْلِهِ،

اے غیب کی خبریں بتانے والے ایمان والوں کولڑائی پر ابھار، یعنی ان کو کفار سے جہاد کرنے کا شوق دلائیں اگر تم میں سے بیس صبر کرنے والے ہوں تو وہ ان کفار کے دوسو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں، یہاں یکن یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے تو ان کفار میں سے ہزار پر غالب آئیں جنہوں نے کفر کیا۔ یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں۔ اور یہاں خبر بہ معنی امر ہے۔ یعنی تمہارے بیس ان کے دوسو کافروں کے مقابل اور ایک سو ایک ہزار کے مقابلے میں قتال کرنے کی طاقت رکھتے ہیں لہٰذا تم ان سے قتال کرنے میں ثابت قدم رہو اس کے جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو آئندہ آنے والی آیت سے یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

## ایک غازی دس کفار پہ بھاری

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا چاہے وہ ساز وسامان اور افرادی قوت میں زیادہ ہوں، ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سروسامان اور مٹھی بھر ہوں۔ فرماتا ہے اللہ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی کافی ہیں۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے بدر کے دن فرمایا اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کی ہے۔

حضرت عمیر بن حمام کہتے ہیں اتنی چوڑی؟ فرمایا ہاں ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ آپ نے فرمایا یہ کس ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ مجھے بھی جنتی کر دے۔ آپ نے فرمایا میری پیشگوئی ہے کہ تو جنتی ہے وہ اٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ کھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں جتنی دیر میں انہیں کھاؤں اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جوہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہیں اور حملہ کرتے ہوئے شہید ہو جاتے ہیں۔

ابن المسیب اور سعد بن جبیر فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لیے کہ یہ آیت مدنی ہے حضرت عمر کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے۔ حبشہ کی ہجرت کے بعد اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا ہے۔

اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

| |
|---|
| اب اللہ نے تم سے (بوجھ) ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو دو سو |
| پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا اہل ایمان پر تخفیف فرمانے کا بیان

"اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا" بِضَمِّ الضَّاد وَفَتْحِهَا عَنْ قِتَال عَشَرَة اَمْثَالكُمْ "فَاِنْ يَّكُنْ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ" "مِنْهُمْ" "وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْف يَّغْلِبُوْا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهِ وَهُوَ خَبَر بِمَعْنَى الْاَمْر اَيْ لِتُقَاتِلُوْا مِثْلَيْكُمْ وَتَثْبُتُوْا لَهُمْ "وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ" بِعَوْنِهِ،

اب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ یقیناً تم میں کچھ کمزوری ہے، یہاں پر ضعف یہ ضاد کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ پس اگر تم میں سے سو صبر کرنے والے ہوں تو ان کے دو سو پر غالب آئیں اور اگر تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں اور یہاں بھی خبر بہ معنی امر کے ہے تا کہ تم اپنے سے دوگنا کے ساتھ قتال کرو اور ان سے ثابت قدم ہو کر لڑو۔ اور اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

## سورہ انفال آیت ٦٦ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ، یعنی اگر تم میں بیس آدمی صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو کافروں پر غالب آجائیں گے تو مسلمانوں پر یہ بات بہت بھاری ہوئی کہ ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلہ سے نہ بھاگے تو اللہ نے آیت تخفیف نازل فرمائی یعنی (اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا، الانفال،66) کہ اب اللہ نے آسانی کر دی ہے اور جان لیا کہ تم میں کمزوری پیدا ہو گئی ہے تو اب اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس تخفیف سے مسلمانوں کے استقلال میں بھی فرق آگیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1836)

اللہ تبارک وتعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے بیس ان کافروں میں سے دو سو پر غالب آئیں گے۔ ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گذرا۔ ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا۔ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا۔ لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا پہلے حکم تھا کہ بیس مسلمان دو سو کافروں سے پیچھے نہ ہٹیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دو سو سے نہ بھاگیں۔ پس گرانی گذرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ نے تخفیف کر دی۔ پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمر فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا۔ (مستدرک حاکم)

| |
|---|
| مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ |
| وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ |
| کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے، تم لوگ دنیا کا مال چاہتے |
| ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے |

## اسیران بدر سے فدیہ وصول کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اَخَذُوا الْفِدَاءَ مِنْ اَسْرٰى بَدْرٍ "مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ تَكُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ" يُبَالِغ فِي قَتْل الْكُفَّار "تُرِيْدُوْنَ" اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ "عَرَض الدُّنْيَا" حُطَامهَا بِاَخْذِ الْفِدَاء "وَاللّٰهُ يُرِيْد" لَكُمْ "الْاٰخِرَة" اَيْ ثَوَابهَا بِقَتْلِهِمْ "وَاللّٰهُ عَزِيْز حَكِيْم" وَهٰذَا مَنْسُوخ بِقَوْلِهٖ "فَاِمَّا مَنًّا بَعْد وَاِمَّا فِدَاء"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب بدر کے قیدیوں سے فدیہ لیا گیا۔کسی نبی کو لائق نہیں ہے یہاں پر تکون یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے، یہ کفار کے قتل میں مبالغہ ہے۔اے ایمان والو! تم لوگ قیدیوں سے فدیہ لیکر دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لئے آخرت کے ثواب کو چاہتا ہے جو ان کے قتل کے سبب حاصل ہوگا۔اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔یہ حکم بھی اس آیت "فَاِمَّا مَنًّا بَعْد وَاِمَّا فِدَاء" سے منسوخ ہے۔

## سورہ انفال آیت ٦٧ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے موقع پر قیدیوں کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ تم لوگوں کی ان کے متعلق کیا رائے ہے؟ پھر اس حدیث میں طویل قصہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان میں سے کوئی بھی فدیہ دیئے بغیر یا گردن دیئے بغیر نہیں چھوٹ سکے گا۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہیل بن بیضاء کے علاوہ کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ وہ اسلام کو یاد کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود کو اس دن سے زیادہ کسی دن خوف میں مبتلا نہیں دیکھا کہ خواہ مجھ پر آسمان سے پتھر برسنے لگیں۔یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سہیل بن بیضاء کے علاوہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق قرآن نازل ہوا (مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ، 8۔الانفال:67)۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1027)

## جنگی قیدیوں سے متعلق فقہی تصریحات

جنگ میں مسلمانوں کی فوج کا اصل ہدف دشمن کی جنگی طاقت کو توڑ دینا ہے، یہاں تک کہ اس میں لڑنے کی سکت نہ رہے اور

جنگ ختم ہو جائے۔ اس ہدف سے بسبب ہٹا کر دشمن کے آدمیوں کو گرفتار کرنے میں نہ لگ جانا چاہیے۔ قیدی پکڑنے کی طرف تب اس وقت کرنی چاہیے جب دشمن کا اچھی طرح قلع قمع کر دیا جائے اور میدان جنگ میں اس کے کچھ آدمی باقی رہ جائیں۔ اہل عرب کو یہ ہدایت آغاز ہی میں اس لیے دے دی گئی کہ وہ کہیں فدیہ حاصل کرنے، یا غلام فراہم کرنے کے لالچ میں پڑ کر جنگ کے اصل ہدف مقصود کو فراموش نہ کر بیٹھیں۔

جنگ میں جو لوگ گرفتار ہوں ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ تمہیں اختیار ہے، خواہ ان پر احسان کرو، یا ان سے فدیہ کا معاملہ کرلو۔ اس سے عام قانون یہ نکلتا ہے کہ جنگی قیدیوں کو قتل نہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری، عطاء اور حماد بن ابی سلیمان، قانون کے اسی عموم کو لیتے ہیں، اور یہ اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آدمی کو قتل لڑائی کی حالت میں کیا جاسکتا ہے۔ جب لڑائی ختم ہوگئی اور قیدی ہمارے قبضے میں آ گیا تو اسے قتل کرنا درست نہیں ہے۔

ابن جریر اور ابوبکر جصاص کی روایت ہے کہ حجاج بن یوسف نے جنگی قیدیوں میں سے ایک قیدی کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے حوالہ کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں۔ انہوں نے انکار کر دیا اور یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ ہمیں قید کی حالت میں کسی کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

امام محمد نے السیر الکبیر میں بھی ایک واقعہ لکھا ہے کہ عبداللہ بن عامر نے حضرت عبداللہ بن عمر کو ایک جنگی قیدی کے قتل کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اسی بنا پر اس حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا تھا۔

مگر چونکہ اس آیت میں قتل کی صاف ممانعت بھی نہیں کی گئی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا منشا یہ سمجھا اور اسی پر عمل بھی فرمایا کہ اگر کوئی خاص سبب ایسی ہو جس کی بنا پر اسلامی حکومت کا فرمانروا کسی قیدی یا بعض قیدیوں کو قتل کرنا ضروری سمجھے تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔ یہ عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ قاعدہ عام میں ایک استثناء ہے جس کو بضرورت ہی استعمال کیا جائے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے 70 قیدیوں میں سے صرف عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن الحارث کو قتل کیا۔ جنگ احد کے قیدیوں میں سے صرف ابوعزہ شاعر کو قتل فرمایا۔

بنی قریظہ نے چونکہ اپنے آپ کو حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر حوالے کیا تھا، اور ان کے اپنے تسلیم کردہ حکم کا فیصلہ یہ تھا کہ ان کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، اس لیے آپ نے ان کو قتل کرا دیا۔ جنگ خیبر میں جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں سے صرف کنانہ ابن ابی الحقیق قتل کیا گیا کیونکہ اس نے بدعہدی کی تھی۔ فتح مکہ کے بعد آپ نے تمام اہل مکہ میں سے صرف چند خاص اشخاص کے متعلق حکم دیا کہ ان میں سے جو بھی پکڑا جائے وہ قتل کر دیا جائے۔ ان مستثنیات کے سوا حضور کا عام طریقہ اسیران جنگ کو قتل کرنے کا کبھی نہیں رہا۔ اور یہی عمل خلفائے راشدین کا بھی تھا۔ ان کے زمانے میں بھی قتل اسیران جنگ کی مثالیں شاذ و نادر ہی ملتی ہیں اور ہر مثال میں قتل کسی خاص سبب سے کیا گیا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بھی اپنے پورے زمانہ خلافت میں صرف ایک جنگی قیدی کو قتل کیا اور اس کی سبب یہ تھی کہ اس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ اسی بنا پر جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی حکومت اگر ضرورت سمجھے تو اسیر کو قتل کر سکتی ہے۔ لیکن یہ فیصلہ کرنا حکومت کا کام ہے۔ ہر فوجی اس کا مجاز نہیں ہے کہ جس قیدی کو چاہے قتل کر دے۔ البتہ اگر قیدی کے فرار ہونے کا یا اس سے کسی خطرناک شرارت کا اندیشہ ہو جائے تو جس شخص کو بھی اس صورت حال سے سابقہ پیش آئے وہ اسے قتل کر سکتا ہے۔

اس سلسلے میں فقہائے اسلام نے تین تصریحات اور بھی کی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر قیدی اسلام قبول کر لے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ قیدی صرف اسی وقت تک قتل کیا جا سکتا ہے جب تک وہ حکومت کی تحویل میں ہو۔ تقسیم یا بیع کے ذریعہ سے اگر وہ کسی شخص کی ملک میں جا چکا ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ تیسرے یہ کہ قیدی کو قتل کرنا ہو تو بس سیدھی طرح قتل کر دیا جائے، عذاب دے دے کر نہ مارا جائے۔

جنگی قیدیوں کے بارے میں عام حکم جو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یا ان پر احسان کرو، یا فدیے کا معاملہ کر لو۔ احسان میں چار چیزیں شامل ہیں: ایک یہ کہ قید کی حالت میں ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قتل یا دائمی قید کے بجائے ان کو غلام بنا کر افراد مسلمین کے حوالہ کر دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ جزیہ لگا کر ان کو ذمی بنا لیا جائے۔ چوتھے یہ کہ ان کو بلا معاوضہ رہا کر دیا جائے۔

فدیے کا معاملہ کرنے کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مالی معاوضہ لے کر انہیں چھوڑا جائے۔ دوسرے یہ کہ رہائی کی شرط کے طور پر کوئی خاص خدمت لی نے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اپنے ان آدمیوں سے جو دشمن کے قبضے میں ہوں، ان کا تبادلہ کر لیا جائے۔

ان سب مختلف صورتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مختلف اوقات میں حسب موقع عمل فرمایا ہے۔ خدا کی شریعت نے اسلامی حکومت کا کسی ایک ہی شکل کا پابند نہیں کر دیا ہے۔ حکومت جس وقت جس طریقے کو مناسب ترین پائے اس پر عمل کر سکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ایک جنگی قیدی جب ایک حکومت کی قید میں رہے، اس کی غذا اور لباس، اور اگر وہ بیمار یا زخمی ہو تو اس کا علاج، حکومت کے ذمہ ہے۔ قیدیوں کو بھوکا ننگا رکھنے، یا ان کو عذاب دینے کا کوئی جواز اسلامی شریعت میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت بھی کی گئی ہے اور عملاً بھی اسی کی نظیریں سنت میں ملتی ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کے گھروں میں بانٹ دیا اور ہدایت فرمائی کہ استوصوا بهم خیراً، ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان میں سے ایک قیدی، ابو عزیز کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں کے گھر میں رکھا گیا تھا وہ صبح شام مجھ کو روٹی کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ایک اور قیدی سہیل بن عمرو کے متعلق حضور سے کہا گیا کہ یہ بڑا آتش بیان مقرر ہے، آپ کے خلاف تقریریں کرتا رہا ہے، اس کے دانت تڑوا دیجئے۔

حضور نے جواب دیا اگر میں اس کے دانت تڑواؤں تو اللہ میرے دانت توڑ دے گا اگرچہ میں نبی ہوں (سیرت ابن ہشام)۔ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال جب گرفتار ہو کر آئے تو جب تک وہ قید میں رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمدہ کھانا اور دودھ ان کے لیے مہیا کیا جاتا رہا۔ (سیرت ابن ہشام)

یہی طرز عمل صحابہ کرام کے دور میں بھی رہا۔ جنگی قیدیوں سے بُرے سلوک کی کوئی نظیر اس دور میں نہیں ملتی۔

قیدیوں کے معاملے میں یہ شکل اسلام نے سرے سے اپنے ہاں رکھی ہی نہیں ہے کہ ان کو ہمیشہ قید رکھا جائے اور حکومت ان سے جبری محنت لیتی رہے۔ اگر ان کے ساتھ یا ان کی قوم کے ساتھ تبادلہ اسیران جنگ یا فدیے کا کوئی معاملہ طے نہ ہو سکے تو ان کے معاملے میں احسان کا طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ انہیں غلام بنا کر افراد کی ملکیت میں دے دیا جائے اور ان کے مالکوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس طریقے پر عمل کیا گیا ہے، صحابہ کرام کے عہد میں بھی یہ جاری رہا ہے،

اور فقہائے اسلام بالاتفاق اس جواز کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو شخص قید میں آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکا ہو اور پھر کسی طرح گرفتار ہو جائے وہ تو آزاد کر دیا جائے گا، مگر جو شخص قید ہونے کے بعد اسلام قبول کرے، یا کسی شخص کی ملکیت میں دے دیے جانے کے بعد مسلمان ہو تو یہ اسلام اس کے لیے آزادی کا سبب نہیں بن سکتا۔

مسند احمد، مسلم اور ترمذی میں حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ بنی عقیل کا اک شخص گرفتار ہو کر آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو قلتها وانت تملك امرك افلحت كل الفلاح۔ اگر یہ بات تو نے اس وقت کہی ہوتے جب تو آزاد تھا تو یقیناً فلاح پا جاتا۔ یہی بت حضرت عمرؓ نے فرمائی ہے کہ اذا اسلم الاسير فی ایدی المسلمين ففش امن من القتل وهو رقيق۔ جب قیدی مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد مسلمان ہو تو وہ قتل سے تو محفوظ ہو جائے گا مگر غلام رہے گا۔ اسی بنا پر فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قید ہونے کے بعد مسلمان ہونے والا غلامی سے نہیں بچ سکتا (السیر الکبیر، امام محمد)

اور یہ بات سراسر معقول بھی ہے۔ اگر ہمارا قانون یہ ہوتا کہ جو شخص بھی گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کر لے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا تو آخر وہ کونسا نادان قیدی ہوتا جو کلمہ پڑھ کر رہائی نہ حاصل کر لیتا۔

قیدیوں کے ساتھ احسان کی تیسری صورت اسلام میں یہ رکھی گئی ہے کہ جزیہ لگا کر ان کو دار الاسلام کی ذمی رعایا بنا لیا جائے اور وہ اسلامی مملکت میں اسی طرح آزاد ہو کر رہیں جس طرح مسلمان رہتے ہیں۔

امام محمد السیر الکبیر میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کو غلام بنانا جائز ہے اس پر جزیہ لگا کر اسے ذمی بنا لینا بھی جائز ہے۔ اور ایک دوسرے جگہ فرماتے ہیں مسلمانوں کے فرمانروا کو یہ حق ہے کہ ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج لگا کر انہیں اصلاً آزاد قرار دے دے۔ اس طریقے پر بالعموم ان حالات میں عمل کیا گیا ہے جبکہ قید ہونے والے لوگ جس علاقے کے باشندے ہوں وہ مفتوح ہو کر

اسلامی مملکت میں شامل ہو چکا ہو۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے معاملہ میں یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا، اور پھر حضرت عمرؓ نے سوادِ عراق اور دوسرے علاقوں کی فتح کے بعد بڑے پیمانے پر اس کی پیروی کی۔ ابو عبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ عراق کی فتح کے بعد اس علاقے کے سر کردہ لوگوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین، پہلے اہل ایران ہم پر مسلط تھے۔ انہیں نے ہم کو بہت ستایا، بڑا برا برتاؤ ہمارے ساتھ کیا اور طرح طرح کی زیادتیاں ہم پر کرتے رہے۔ پھر جب خدا نے آپ لوگوں کو بھیجا تو ہم آپ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے اور آپ کے مقابلے میں نہ کوئی مدافعت ہم نے کی نہ جنگ میں کوئی حصہ لیا۔ اب ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمیں غلام بنا لینا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا تم کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جاؤ، یا جزیہ قبول کر کے آزاد رہو۔ ان لوگوں نے جزیہ قبول کر لیا اور وہ آزاد چھوڑ دیے گئے۔ ایک اور جگہ اسی کتاب میں ابو عبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو لکھا کہ جنگ میں جو لوگ پکڑے گئے ہیں ان میں سے ہر کاشت کار اور کسان کو چھوڑ دو۔

احسان کی چوتھی صورت یہ ہے کہ قیدی کو بلا کسی فدیے اور معاوضے کے یونہی رہا کر دیا جائے۔ یہ ایک خاص رعایت ہے جو اسلامی حکومت صرف اسی حالت میں کر سکتی ہے جبکہ کسی خاص قیدی کے حالات اس کے متقاضی ہوں، یا توقع ہو کی یہ رعایت اس قیدی کو ہمیشہ کے لیے ممنون احسان کر دے گی اور وہ دشمن سے دوست یا کافر مومن بن جائے گا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دشمن قوم کے اسی شخص کو اس لیے چھوڑ دینا کہ وہ پھر ہم سے لڑنے آ جائے کسی طرح بھی تقاضائے مصلحت نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے فقہائے اسلام نے بالعموم اس کی مخالفت کی ہے اور اس کے جواز کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر امام مسلمین قیدیوں کو، یا ان میں سے بعض کو بطور احسان چھوڑ دینے میں مصلحت پائے تو ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (السیر الکبیر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں اور قریب قریب سب میں مصلحت کا پہلو نمایاں ہے۔

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ نے فرمایا لو کان المطعم بن عدیؓ حیًا ثم کلمنی فی ھؤلاء النتنیٰ لتنز کتھم لہ (بخاری، ابوداؤد، مسند احمد)

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان گھناؤنے لوگوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں یونہی چھوڑ دیتا۔ یہ بات حضور ﷺ نے اس لیے فرمائی تھی کہ آپ جب طائف سے مکہ معظمہ واپس ہوئے تھے اس وقت مطعم ہی نے آپ کو اپنی پناہ میں لیا تھا اور اس کے لڑکے ہتھیار باندھ کر اپنی حفاظت میں آپ کو حرم میں لے گئے تھے۔ اس لیے آپ اس کے احسان کا بدلہ اس طرح اتارنا چاہتے تھے۔

بخاری، مسلم، اور مسند احمد کی روایت ہے کہ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اُثال جب گرفتار ہو کر آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا ثمامہ، تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون کچھ قیمت رکھتا ہے، اگر مجھ پر احسان کریں گے تو ایسے شخص پر کریں گے جو احسان ماننے والا ہے، اور اگر آپ مال لینا چاہتے ہیں تو مانگیے، آپ کو دیا

جائے گا۔ تین دن تک آپ ان سے یہی بات پوچھتے رہے اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔ آخر کو آپ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ رہائی پاتے ہی وہ قریب کے ایک نخلستان میں گئے، نہا دھو کر واپس آئے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور عرض کیا کہ آج سے پہلے کوئی شخص میرے لیے آپ سے اور کوئی دین آپ کے دین سے بڑھ کر مبغوض نہ تھا، مگر اب کوئی شخص اور کوئی دین مجھے آپ سے اور آپ کے دین سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ پھر وہ عمرہ کے لیے مکے گئے اور وہاں قریش کے لوگوں کو نوٹس دے دیا کہ آج کے بعد کوئی غلہ تمہیں یمامہ سے نہ پہنچے گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مکہ والوں کو حضور ﷺ سے التجا کرنی پڑی کہ یمامہ سے ہمارے غلہ کی رسد بند نہ کرائیں۔

بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے آپ نے زبیر بن باطا اور عمرو بن سعد (یا ابن سعدی) کی جان بخشی کی۔ زبیر کو اس لیے چھوڑا کہ اس نے جاہلیت کے زمانے میں جنگ بعاث کے موقع پر حضرت ثابت بن قیس انصاری کو پناہ دی تھی، اس لیے آپ نے اس کے حضرت ثابت کے حوالہ کر دیا تا کہ ان کے احسان کا بدلہ ادا کر دیں۔ اور عمرو بن سعد کو اس لیے چھوڑا کہ جب بنی قریظہ حضور کے ساتھ بد عہدی کر رہے تھے اس وقت یہی شخص اپنے قبیلے کو غداری سے منع کر رہا تھا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)

غزوہ بنی المصطلق کے بعد جب اس قبیلے کے قیدی لائے گئے اور لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے، اس وقت حضرت جویریہ جس شخص کے حصے میں آئی تھیں اس کو ان کا معاوضہ ادا کر کے آپ نے انہیں رہا کرایا اور پھر ان سے خود نکاح کر لیا۔ اس پر تمام مسلمانوں نے یہ کہہ کر اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو چکے ہیں۔ اس طرح سو 100 خاندانوں کے آدمی رہا ہو گئے۔ (مسند احمد۔ طبقات ابن سعد۔ سیرت ابن ہشام)

صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے 80 آدمی تنعیم کی طرف سے آئے اور فجر کی نماز کے قریب انہوں نے آپ کے کیمپ پر اچانک شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ سب کے سب پکڑ لیے گئے اور حضور ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا تا کہ اس نازک موقع پر یہ معاملہ لڑائی کا موجب نہ بن جائے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مسند احمد)

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے چند آدمیوں کو مستثنیٰ کر کے تمام اہل مکہ کو بطور احسان معاف کر دیا، اور جنہیں مستثنیٰ کیا تھا ان میں سے بھی تین چار کے سوا کوئی قتل نہ کیا گیا۔ سارا عرب اس بات کو جانتا تھا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیسے کیسے ظلم کیے تھے۔ اس کے مقابلہ میں فتح پا کر جس عالی حوصلگی کے ساتھ حضور ﷺ نے ان لوگوں معاف فرمایا اس سے اہل عرب کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ ان کا سابقہ کسی جبار سے نہیں بلکہ ایک نہایت رحیم و شفیق اور فیاض رہنما سے ہے۔ اسی بنا پر فتح مکہ کے بعد پورے جزیرۃ العرب کو مسخر ہونے میں دو سال سے زیادہ دیر نہ لگی۔

جنگ حنین کے بعد جب قبیلہ ہوازن کا وفد اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے حاضر ہوا تو سارے قیدی تقسیم کیے جا چکے تھے۔ حضور ﷺ نے سب مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا یہ لوگ تائب ہو کر آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس دے دیے جائیں۔ تم میں سے جو کوئی بخوشی اپنے حصے میں آئے ہوئے قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑنا چاہے وہ اس طرح چھوڑ دے، اور جو

معاوضہ لینا چاہے اس کو ہم بیت المال میں آنے والی پہلی آمدنی سے معاوضہ دے دیں گے۔ چنانچہ چھ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور جن لوگوں نے معاوضہ لینا چاہا انہیں حکومت کی طرف سے معاوضہ دے دیا گیا، (بخاری، ابوداؤد، مسند احمد، طبقات ابن سعد)۔
اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ تقسیم ہو چکنے کے بعد حکومت قیدیوں کو خود رہا کر دینے کی مجاز نہیں رہتی، بلکہ یہ کام ان لوگوں کی رضامندی سے، یا ان کو معاوضہ دے کر کیا جا سکتا ہے، جن کی ملکیت میں قیدی دیے جا چکے ہوں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام کے دور میں بھی بطور احسان قیدیوں کو رہا کرنے کی نظیریں مسلسل ملتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اشعث بن قیس کندی کو رہا کیا، اور حضرت عمرؓ نے ہُرمُزان کو اور مناذِر اور میسان کے قیدیوں کو آزادی عطا کی۔

(کتاب الاموال لابی عبید)

مالی معاوضہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنے کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف جنگ بدر کے موقع پر ملتی ہے جب کہ فی قیدی ایک ہزار سے چار ہزار تک کی رقمیں لے کر ان کو رہا کیا گیا (طبقات ابن سعد۔ کتاب الاموال)
صحابۂ کرام کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور فقہائے اسلام نے بالعموم اس کا ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم روپیہ لے کر دشمن کے ایک آدمی کو چھوڑ دیں تاکہ وہ پھر ہمارے خلاف تلوار اٹھائے۔ لیکن چونکہ قرآن میں فدیہ لینے کی اجازت دی گئی ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس پر عمل بھی کیا ہے، اس لیے ایسا کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔
امام محمد السیر الکبیر میں کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت پیش آئے تو وہ مالی معاوضہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔
کوئی خدمت لے کر چھوڑنے کی مثال بھی جنگ بدر کے موقع پر ملتی ہے۔ قریش کے قیدیوں میں سے جو لوگ مالی فدیہ دینے کے قابل نہ تھے، ان کی رہائی کے لیے حضور ﷺ نے یہ شرط عائد کر دی کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

(مسند احمد، طبقات ابن سعد، کتاب الاموال)

قیدیوں کے تبادلے کی متعدد مثالیں ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر بھیجا اور اس میں چند قیدی گرفتار ہوئے۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت عورت بھی تھی جو حضرت سلمہ بن اکوع کے حصے میں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار اس کو حضرت سلمہ سے مانگ لیا اور پھر اسے مکہ بھیج کر اس کے بدلے کئی مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ طحاوی۔ کتاب الاموال لابی عبید۔ طبقات ابن سعد)
حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ثقیف نے مسلمانوں کے دو آدمیوں کو قید کر لیا۔ اس کچھ مدت بعد ثقیف کے حلیف قبیلے، بنی عقیل کا ایک آدمی مسلمانوں کے پاس گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو طائف بھیج کر اس کے بدلے ان دونوں مسلمانوں کو رہا کرا لیا۔ (مسلم، ترمذی، مسند احمد)

## قیدیوں میں باہمی تبادلے میں مذاہب اربعہ

فقہاء میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد تبادلہ اسیران کو جائز رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا ایک

قول یہ ہے کہ تبادلہ نہیں کرنا چاہیے، مگر دوسرا قول ان کا بھی یہی ہے کہ تبادلہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے اسے تبادلہ میں کفار کے حوالہ نہ کیا جائے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اسیران جنگ کے معاملہ میں ایک ایسا وسیع ضابطہ بنایا ہے جس کے اندر ہر زمانے اور ہر طرح کے حالات میں اس مسئلے سے عہدہ برآ ہونے کی گنجائش ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کی اس آیت کا بس یہ مختصر سا مطلب لے لیتے کہ جنگ میں قید ہونے والوں کو یا تو بطور احسان چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے، وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ جنگی قیدیوں کا معاملہ کتنے مختلف پہلو رکھتا ہے، اور مختلف زمانوں میں وہ کتنے مسائل پیدا کرتا رہا ہے اور آئندہ کر سکتا ہے۔

(سیر صغیر، از امام محمد علیہ الرحمہ، بتصرف، بیروت)

| |
|---|
| لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ |
| اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی (معافی کا حکم) لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس (مالِ فدیہ کے بارے) میں جو تم نے |
| (بدر کے قیدیوں سے) حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا۔ |

## غنائم کی حلت اور کفار کی قید کی اباحت کا بیان

"لَوْلَا كِتَاب مِنْ اللّٰه سَبَقَ" بِاِحْلَالِ الْغَنَائِم وَالْاَسْرٰی لَكُمْ "لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ" مِنْ الْفِدَاء، عَذَابٌ عَظِيْمٌ،

اگر اللہ کی طرف سے پہلے ہی غنائم کی حلت اور قید کرنے کا حکم تمہارے لئے لکھا ہوا نہ ہوتا تو یقیناً تم کو اس مال فدیہ کے بارے میں جو تم نے بدر کے قیدیوں سے حاصل کیا تھا بڑا عذاب پہنچتا۔

## سورہ انفال آیت ۶۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کسی انسان کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ آسمان سے آگ آتی اور اسے کھا جاتی۔ سلیمان اعمش کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ یہ بات کون کہہ سکتا ہے۔ کیوں کہ غزوہ بدر کے موقع پر وہ لوگ مال غنیمت حلال ہونے سے پہلے ہی اس مال کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) 8۔ الانفال: 68) (اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے سے۔ تو تم کو پہنچتا اس کے لینے میں بڑا عذاب۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1026)

| |
|---|
| فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| تم اس میں سے کھاؤ جو حلال، پاکیزہ مال غنیمت تم نے پایا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## فدیہ کا مال حلال وطیب ہے

جب قیدیوں کو بروقت میدان جنگ میں قتل نہ کردینے اور گرفتار کرکے ان کے عوض فدیہ لینے کی بنا پر عتاب نازل ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شک پیدا ہوا کہ یہ مال جو بطور فدیہ لیا گیا ہے شاید حلال وطیب نہ رہا ہو، اسی شبہ کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ کیونکہ فدیہ کی رقوم بھی اموال غنائم میں شامل تھیں اور فرمایا کہ یہ مال اللہ کا عطیہ ہے اسے بطیب خاطر استعمال میں لاؤ۔ البتہ جہاد کے سلسلہ میں دنیا کے مال پر نظر رکھنا اور اسے اس قدر اہمیت نہ دینا چاہیے کہ جہاد کا بلند تر مقصد ثانوی حیثیت اختیار کر جائے۔

یہاں اصول فقہ کا ایک مسئلہ قابل نظر اور قابل یادداشت ہے کہ جب کسی ناجائز اقدام کے بعد مستقل آیت کے ذریعہ اس مال کو حلال کرنے کا حکم نازل ہوجائے تو سابقہ اقدام کا اس میں کوئی اثر نہیں رہتا۔ یہ مال حلال طیب ہوجاتا ہے جیسا کہ یہاں ہوا لیکن اسی کی ایک دوسری نظیر یہ ہے کہ کسی معاملہ میں حکم تو پہلے سے نازل شدہ تھا مگر اس کا ظہور عمل کرنے والوں پر نہیں تھا اس بنا پر اس کی خلاف ورزی کر گزرے، بعد میں معلوم ہوا کہ ہمارا یہ عمل قرآن وسنت کے فلاں حکم کے خلاف تھا۔ تو اس صورت میں ظہور حکم کے بعد وہ مال حلال نہیں رہتا اگرچہ سابقہ غلطی کو معاف بھی کردیا جائے۔ (نورالانوار)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ |
| خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اے غیب کی خبریں بتانے والے جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ اگر اللہ نے تمہارے دل میں بھلائی جانی تو |
| جو تم سے لیا گیا اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اسیران بدر سے فدیہ کے متعلق خطاب کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِنَ الْاَسْرٰى" وَفِيْ قِرَاءَةِ الْاُسَارٰى "اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا" اِيْمَانًا وَّاِخْلَاصًا "يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا اُخِذَ مِنْكُمْ" مِنَ الْفِدَاءِ بِاَنْ يُّضَعِّفَهُ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُثِيْبُكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ "وَيَغْفِرْ لَكُمْ" ذُنُوْبَكُمْ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ،

اے غیب کی خبریں بتانے والے جو قیدی تمہارے ہاتھ میں ہیں ان سے فرماؤ، ایک قرأت میں اساریٰ آیا ہے اگر اللہ نے تمہارے دل میں بھلائی یعنی ایمان واخلاص کو آزمالیا تو جو تم سے فدیہ لیا گیا ہے اس سے بہتر یعنی دنیا میں تمہیں اس کا دوگنا عطا فرمائے گا اور آخرت میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## سورہ انفال آیت ۷۰ کے شانِ نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کے متعلق نازل ہوئی۔ عباس بدر کے

دن قید کیے گئے تو ان کے پاس بیس اوقیہ چاندی تھی جسے وہ میدان بدر کی طرف لے کر نکلے تا کہ لوگوں کو اس سے کھلائیں یہاں گیارہ لوگوں میں سے جو اہل بدر کے کھانے کے کفیل بنے لیکن اس کی نوبت نہ آئی کہ یہ چاندی سمیت پکڑے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے وہ چاندی لے لی یہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ سے اس بارے میں بات کی کہ وہ بیس اوقیہ چاندی جو مجھ سے چھین لی گئی ہے وہی میرے فدیہ کے طور پر رکھ لی جائے لیکن آپ نے اسے مسترد کر دیا۔ جو چیز تو ہمارے خلاف لے کر نکلا تھا اسے فدیہ کے طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا اور مجھے میرے بھتیجے عقیل بن ابی طالب کے فدیے بیس اوقیہ چاندی کا ضامن بھی بنا دیا میں نے آپ سے کہا کہ آپ نے مجھے ایسا فقیر کر کے چھوڑا ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے قریش اور دوسروں لوگوں سے مانگتا ہی رہوں گا تو آپ نے فرمایا وہ سونا کہاں جائے گا جو تو نے بدر کی طرف نکلتے وقت ام فضل کو دیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو یہ عبد اللہ، فضل قثم اور تیرے لیے ہے عباس کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا آپ کو اس کے متعلق کس نے بتلایا؟

آپ نے فرمایا اللہ نے بتایا ہے۔ تو حضرت عباس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم نے سچ کہا یقیناً میں نے ام فضل کو (آتے وقت) سونا دیا تھا اور اس کے بارے میں اللہ کے سوا کسی کو علم نہ تھا پس میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، عباس کہتے ہیں کہ جو مجھ سے لیا گیا اللہ نے اس سے بہتر مجھے عطا فرمایا جیسا کہ آپ بیان کرتے ہیں کہ بیس اوقیہ چاندی کے بدلے میں بیس غلام جو سب کے سب بہت مال والے تھے اور اس کے ساتھ میں اپنے رب سے مغفرت کی امید کرتا ہوں۔ (نیسابوری 203، قرطبی 8-52)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو پھر نماز کے لیے آئے کسی کی طرف سے التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ مجھے دلوایئے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے آپ نے فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا، کہا اچھا آپ ہی ذرا اٹھوا دیجئے آپ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو بادل ناخواستہ اس میں کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیجئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہیں جب تک یہ آپ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے انہیں پر رہیں پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ وہاں سے اٹھے۔

| |
|---|
| وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْکَنَ مِنْھُمْ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ |
| اور اگر وہ آپ سے خیانت کرنا چاہیں تو یقیناً وہ اس سے قبل بھی اللہ سے خیانت کر چکے ہیں لہٰذا اس نے ان میں سے بعض کو |
| آپ کی قدرت میں دے دیا، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔ |

## کفار کے لئے میدان بدر کے مقتولین واسیران سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

"وَاِنْ یُّرِیْدُوا" اَیْ الْاَسْرٰی "خِیَانَتَکَ" بِمَا اَظْھَرُوْا مِنَ الْقَوْلِ "فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ" قَبْلَ بَدْر

بِالْكُفْرِ "فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ" بِبَدْرٍ قَتْلًا وَّاَسْرًا فَلْيَتَوَقَّعُوا مِثْلَ ذٰلِكَ اِنْ عَادُوْا "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمٌ" فِيْ صُنْعِهٖ،

اور اگر وہ قیدی آپ سے خیانت کرنا چاہیں جس طرح ان کے قول سے ظاہر ہونے والا ہے۔ تو یقیناً وہ اس سے قبل بدر میں کفر کے ساتھ اللہ سے خیانت کر چکے ہیں لہٰذا اسی وجہ سے اس نے ان میں سے بعض کو قتل وقید کے طور پر تمہارے حوالے کر دیا، پس اگر انہوں نے دوبارہ ایسا کیا تو ان کو ایسی سزا کو یاد رکھ لینا چاہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

## سورہ انفال آیت اے کے سبب نزول کا بیان

امام بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغہ کے ساتھ وارد کی ہے۔ اگر یہ لوگ خیانت کرنا چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود اللہ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت انہیں تیرے قابو میں کر دیا ہے۔ ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ کا کوئی کام علم وحکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ حضرت قتادہ کہتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کاتب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملا تھا۔ عطاء خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباس اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی نے اسے عام اور سب کو شامل کہا یہی ٹھیک بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفال، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا |
| وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ |
| وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ |
| اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ |
| بیشک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ جنہوں نے |
| جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی انہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا |
| جب تک ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں |
| معاہدہ ہے، اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ |

## اہل ایمان کا جانوں اور مالوں سے کے ذریعے جہاد کرنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" وَهُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ "وَالَّذِيْنَ

اٰوَوْا" النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَنَصَرُوْا" وَهُمُ الْاَنْصَار "اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ" فِي النُّصْرَةِ وَالْاِرْثِ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ" بِكَسْرِ الْوَاوِ وَفَتْحِهَا "مِنْ شَيْءٍ" فَلَا اِرْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ وَلَا نَصِيْبَ لَهُمْ فِي الْغَنِيْمَةِ "حَتّٰى يُهَاجِرُوْا" وَهٰذَا مَنْسُوْخٌ بِاٰخِرِ السُّوْرَةِ "وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ" لَهُمْ عَلَى الْكُفَّارِ "اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيْثَاقٌ" عَهْدٌ فَلَا تَنْصُرُوْهُمْ وَتَنْقُضُوْا عَهْدَهُمْ "وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ"۔

بیشک جو ایمان لائے اور اللہ کے لیے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور وہ مہاجرین ہیں اور وہ جنہوں نے نبی کریم ﷺ کو جگہ دی اور مدد کی اور وہ انصار ہیں۔ وہ مدد اور وراثت میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی انہیں ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا، یہاں ولایت یہ واؤ کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی تمہارے اور ان کے درمیان کوئی وراثت نہ ہوگی اور نہ ہی ان کے لئے غنیمت میں سے کچھ ہے۔ جب تک ہجرت نہ کریں۔ یہ حکم بھی دوسری سورۃ سے منسوخ ہے۔ اور اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر ان کفار کے خلاف مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے، لہٰذا اب تم ان کی مدد کر کے عہد کو کہیں توڑ نہ دینا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا اپنے گھر بار، مال، تجارت، کنبہ، قبیلہ، دوست احباب چھوڑے، اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لیے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ دوسرے انصار، مدنی جنہوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کرا دیا ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قرابت داری سے بھی مقدم تھی ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے والی وارث ہیں اور فتح مکہ کے بعد کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں قیامت تک۔ اور روایت میں ہے دنیا اور آخرت میں مہاجر و انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝

اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

## کفار کی باہمی وراثت و مدد کرنے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ" فِي النُّصْرَةِ وَالْاِرْثِ فَلَا اِرْثَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ "اِلَّا تَفْعَلُوْهُ" اَيْ تَوَلِّي الْمُسْلِمِيْنَ وَقَطْعَ الْكُفَّارِ "تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ" بِقُوَّةِ الْكُفْرِ وَضَعْفِ الْاِسْلَامِ،

اور کافر آپس میں وراثت اور مدد کے لحاظ سے ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ لہٰذا تمہارے اور ان کے درمیان وراثت نہ

ہوگی ایسانہ کرو گے یعنی مسلمانوں کی حمایت اور کفار سے قطع تعلق نہ کرو گے، تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔ کیونکہ جب کفر طاقت میں ہوا اور اسلام کمزور رہا تو فتنہ ہی برپا رہے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الا تفعلوہ . الا اور لا سے مرکب ہے ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای الا تفعلوا ما امرتکم من تواصل المسلمین وتولی بعضھم بعضا حتی فی التوارث تفضیلا لنبۃ الاسلام علی نسبۃ القرابۃ ولم تقطعوا العلائق بینکم وبین الکفار . اے مسلمانو! اگر تم باہمی مقاربت ومواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کو نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو نقصان ہوگا۔

تکن اصل میں تکون تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخرت پر جزم آگئی واو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگئی۔ تکن ہوگا۔ مضارع مجزوم واحد مونث غائب۔ کون مصدر۔ (فتنہ برپا) ہوجائے گا۔

## سورہ انفال آیت ۷۳ کے شانِ نزول کا بیان

ابو مالک کہتے ہیں کہ ایک شخص نے بتلایا کہ ہم اپنے مشرکین رشتہ داروں کو میراث میں سے حصہ دیتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ اور جو لوگ کافر ہیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ (تفسیر طبری 10-39)

## دو مختلف مذاہب والوں عدم ارث کا بیان

مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

بخاری ومسلم میں بھی ہے مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔ سنن وغیرہ میں ہے دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔ اسے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حسن کہتے ہیں۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ نے عہد لیا کہ نماز قائم رکھنا، زکوۃ دینا، بیت اللہ شریف کا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا۔ یہ روایت مرسل ہے اور مفصل روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔ کیا وہ دونوں جگہ لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا؟

ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مشرکوں سے خلا ملا رکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہی جیسا ہے۔ ابن مردویہ میں ہے اللہ کے رسول رسولوں کے سرتاج حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دے دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ فساد برپا ہوگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہے وہ انہیں میں رہتا ہو آپ نے پھر فرمایا جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کی

طرف سے پیغام نکاح آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو تین بار یہی فرمایا۔ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے علیحدگی اختیار نہ کی اور ایمان داروں سے دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا۔ یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔ (ابن مردویہ، سورہ انفال، بیروت)

## اختلاف مذاہب کے سبب عدم وراثت میں مذاہب اربعہ

حضرت اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے اور نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 268)

علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر تو تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا یعنی اگر مورث مسلمان ہو اور وارث کافر ہو تو مسلمان مورث کے مرنے کے بعد اس کا کافر وارث میراث سے محروم رہے گا۔ لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے یا نہیں چنانچہ اکثر علماء تو یہ کہتے ہیں کہ جس طرح کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا۔ اسی طرح مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا مگر صحابہ اور تابعین میں سے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ کافر کی طرح مرتد بھی مسلمان کا وارث نہیں ہوتا لیکن اس بارے میں اختلاف ہے کہ مسلمان مرتد کا وارث ہوتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت امام مالک حضرت امام شافعی حضرت ربیعہ اور حضرت ابن ابی لیلی وغیرہ تو یہ کہتے ہیں کہ مسلمان بھی مرتد کا وارث نہیں ہوتا، حضرت امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ مرتد نے اپنے ارتداد کی زندگی میں جو کچھ کمایا ہے وہ بیت المال میں جائے گا اور حالت اسلام میں جو کچھ کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثاء کو ملے گا۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی، |
| وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔ |

## سچے ایمان والوں کے لئے جنت میں عزت والا رزق ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَنَصَرُوْا اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ" فِي الْجَنَّة

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور جنت میں عزت کی روزی ہے۔

## سورہ انفال آیت ۷۴ کے مضمون نزول کا بیان

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اسامہ بن زید نے بیان کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مکہ میں اپنے گھر میں کہاں اتریں گے؟ آپ نے فرمایا عقیل نے جائیداد یا گھر کہاں چھوڑا ہے؟ اور عقیل اور طالب ابوطالب کے وارث ہوئے اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی چیز کے بھی وارث نہ ہوئے، اس لئے کہ وہ دونوں مسلمان تھے اور عقیل اور طالب کافر تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس لئے کہتے تھے کہ مومن کافر کا وارث نہ ہوگا۔ ابن شہاب نے کہا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تاویل کرتے تھے، بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور مدد کی، ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں، آخر آیت تک۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1524)

## اہل ہجرت کو ٹھہرنے کے لئے جگہ دینے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انصار جس میدان یا گھاٹی میں چلیں تو میں بھی اسی میں چلوں گا۔ اور اگر میں نے ہجرت نہ کی ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات خلاف حق نہیں کی (کیونکہ) انصار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رہنے کی جگہ دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی یا کوئی دوسرا کلمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1015)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ |
| بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۠ |
| اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تمہیں میں سے ہیں، اور رشتے دار |
| اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## اولین کے بعد ایمان وہجرت اور جہاد کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْد" أَيْ بَعْد السَّابِقِيْنَ اِلَى الْاِيْمَان وَالْهِجْرَة "وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰئِكَ مِنْكُمْ" اَيُّهَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَار "وَاُولُو الْاَرْحَام" ذَوُو الْقَرَابَات "بَعْضهمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ" فِي الْاِرْث مِنَ التَّوَارُث فِي الْاِيْمَان وَالْهِجْرَة الْمَذْكُوْرَة فِي الْاٰيَة السَّابِقَة "فِيْ كِتَاب اللّٰه" اللَّوْح الْمَحْفُوْظ "اِنَّ اللّٰه بِكُلِّ شَيْء عَلِيْم" وَمِنْهُ حِكْمَة الْمِيرَاث،

اور جو لوگ بعد میں یعنی ایمان اور ہجرت میں سبقت کرنے والوں کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ مل کر

جہاد کیا تو وہ تمہیں میں سے ہیں، یعنی اے انصار و مہاجرین وہ بھی تمہارے ساتھی ہیں۔ اور رشتے دار یعنی قرابات والے اللہ کی کتاب میں وراثت کے لحاظ سے ایمان اور ہجرت مذکورہ میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ یہاں پر کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اسی سے وراثت کا حکم ہے۔

## سورہ انفال آیت ۷۵ کے شانِ نزول کا بیان

عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے یہ عقد کرتا کہ تو میرا وارث بنے گا اور میں تیرا وارث بنوں گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ، اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے زبیر بن عوام اور کعب بن مالک کے درمیان مواخات قائم کی اور زبیر کہتے ہیں کہ میں نے کعب کو دیکھا کہ انہیں غزوہ احد میں ایک زخم لگا تھا میں نے کہا کہ اگر یہ وفات پا گئے تو یہ دنیا اور گھر والوں سے جدا ہو جائیں گے اور میں ان کا وارث بن جاؤں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ، اور رشتہ دار خدا کے حکم کی رو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ تو اس کے بعد میراث ذوی الارحام اور قریبی رشتہ داروں کے لیے ہوگئی اور مواخات میں منقطع ہوگئی۔ (سیوطی 135، طبری 10، زادالمسیر 3۔387، قرطبی)

## انصار سے محبت ایمان کی علامت ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت کرنا ایماندار ہونے کی نشانی ہے اور انصار سے دشمنی رکھنا منافق ہونے کی علامت ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 16)

## نبی کریم ﷺ کا انصار و مہاجرین کے لئے دعا کرنے کا بیان

ابو اسحاق، حمید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خندق میں گئے، تو مہاجرین اور انصار سردی کے زمانے میں سویرے سویرے خندق کھود رہے تھے، جن کے پاس غلام بھی نہ تھے، جو ان کے لئے کام کرتے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پریشانی اور بھوک کی حالت دیکھی۔

تو فرمایا اے اللہ زندگی بیشک آخرت ہی کی زندگی ہے اور میرے اللہ تو انصار اور مہاجرین کو بخش دے، اس کے جواب میں مہاجرین و انصار نے کہا ہم وہ ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کی ہے، جب تک ہے زندگی ہم اس وقت تک لڑتے رہیں گے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 107)

## سورہ انفال کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے

تصدق سے سورہ انفال کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ التَّوْبَة

یہ قرآن مجید کی سورت توبہ ہے۔

## سورت توبہ میں آیات کلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ التَّوْبَة ( مَدَنِيَّةٌ اِلَّا الْاٰيَتَيْنِ الْاٰخِيْرَتَيْنِ فَمَكِّيَّتَانِ وَ اٰيَاتُهَا 129 نَزَلَتْ بَعْدَ الْمَائِدَة ) وَلَمْ تُكْتَبْ فِيْهَا الْبَسْمَلَةَ لِاَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْمُرْ بِذٰلِكَ كَمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَدِيْثِ رَوَاهُ الْحَاكِمُ وَاَخْرَجَ فِيْ مَعْنَاهُ عَنْ عَلِيِّ اَنَّ الْبَسْمَلَةَ اَمَان وَهِيَ نَزَلَتْ لِرَفْعِ الْاَمْنِ بِالسَّيْفِ وَعَنْ حُذَيْفَةَ (اِنَّكُمْ تُسَمُّوْنَهَا سُوْرَةَ التَّوْبَةِ وَهِيَ سُوْرَةُ الْعَذَاب وَرَوَى الْبُخَارِيّ عَنْ الْبَرَاءِ اَنَّهَا اٰخِرُ سُوْرَةٍ نَزَلَتْ .

سورہ توبہ مدنیہ ہے مگر اس کے آخیر کی دو آیات مکی ہیں۔اور یہ سورہ مائدہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔(اس سورت میں سولہ رکوع ،ایک سو انتیس آیتیں، چار ہزار اٹھہتر کلمے، دس ہزار چار سو اٹھاسی حرف ہیں۔اس سورت کے دس نام ہیں ان میں سے توبہ اور برأت دو نام مشہور ہیں۔)

اس سورت کے اوّل میں بسم اللہ نہیں لکھی گئی اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام اس سورت کے ساتھ بسم اللہ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔( حاکم ) حضرت علی مرتضیٰ سے مروی ہے کہ بسم اللہ امان ہے اور یہ سورت تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی۔ بخاری نے حضرت براء سے روایت کیا کہ قرآن کریم کی سورتوں میں سب سے آخر یہی سورت نازل ہوئی۔

## سورہ توبہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس کے مفسرین نے متعدد نام ذکر کئے ہیں لیکن زیادہ مشہور دو ہیں۔ایک توبہ اس لئے کہ اس میں بعض مومنین کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے۔دوسرا براءۃ اس میں مشرکوں سے برات کا اعلان عام ہے۔جس کا مضمون حسب ذیل حدیث مبارکہ میں آیا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جس حج میں انہیں حجۃ الوداع سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنایا تھا، قربانی کے دن چند لوگوں کے ساتھ یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا تھا کہ اس سال کے بعد نہ کوئی مشرک حج کرے گا اور نہ کوئی ننگا ہو کر طواف کرے گا۔( صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1557)

## سورہ برات اور انفال کو جمع کرنے کی وجہ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عثمان غنی سے دریافت کیا کہ سورہ انفال مثانی میں سے ہے اور سورہ برات مئین میں سے ہے آپ نے ان دونوں کو ایک جگہ جمع کیسے کر دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ بھی نہیں لکھی اور سورہ برات کو طوال میں ذکر کر دیا؟ حضرت عثمان نے فرمایا رسول اللہ پر بیک وقت مختلف زمانوں میں مختلف سورتیں نازل ہوتی رہتی جب کچھ آیات نازل ہوجاتی تو آپ اپنے کاتب کو حکم فرمادیتے کہ ان آیات کو فلاں سورت میں رکھ دو۔ سورہ انفال مدینہ کے ابتدائی ایام میں نازل ہوئی اور سورہ برات سب سے آخر میں نازل ہوئی اور دونوں کا مضمون ملتا جلتا تھا آپ نے اس بات کی صراحت بھی نہیں فرمائی کہ سورہ برات، سورہ انفال کا جزء ہے اس لیے میں نے دونوں کو یکجا کر دیا اور سورہ برات کو سبع طوال میں مدرج کر دیا اور دونوں کے درمیان بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔ (تفسیر مظہری، سورہ براءت، لاہور)

## سورہ انفال اور سورہ براۃ کے درمیان تسمیہ ذکر نہ کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورت انفال کی جو "مثانی" میں۔ ہے اور سورت براۃ کو جو "مئین" میں سے ہے پاس پاس رکھا ہے اور دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر امتیاز بھی قائم نہیں کیا ہے پھر یہ کہ آپ نے سورت انفال کو سات لمبی سورتوں کے درمیان رکھا ہے آخر اس کا سبب کیا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وقت گزرتا رہتا تھا اور آیتوں والی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں (یعنی قرآن کی آیتیں حسب موقع اور حسب ضرورت بتدریج اترتی تھیں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآن کی کوئی آیت یا اس کا کچھ حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا تو آپ کاتبان وحی میں سے کسی کو یعنی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بلاتے اور فرماتے کہ اس آیت کو سورت میں شامل کر دو جس میں ایسا اور ایسا ذکر ہے یعنی کسی خاص موضوع مثلاً حیض وطلاق وغیرہ کا نام لیتے اور فرماتے کہ جس سورت میں اس کے بارہ میں ذکر ہے اس آیت کو اسی میں شامل کر دو۔ اس کے بعد پھر جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کے بارہ میں فرماتے کہ اسے اس سورت میں شامل کر دو اور جس میں ایسا اور ایسا ذکر ہے اور سورت انفال ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہیں جب کہ سورت براءت قرآن کا وہ حصہ ہے جو آخر میں نازل ہوا ہے لیکن سورت انفال میں مذکورہ باتیں سورت براۃ میں مذکورہ باتوں کے مشابہ ہیں یعنی دونوں سورتوں میں کافروں سے برسر پیکار ہونے اور عہد ختم کرنے کا بیان ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے لیکن ہمیں یہ نہیں بتا گئے کہ سورت براءت انفال ہی کا حصہ ہے یا نہیں؟ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نہ بتانے کے سبب اور دونوں سورتوں میں از روئے مفہوم معنی مماثلت ومشابہت ہونے کے باعث ہم نے دونوں سورتوں کو پاس پاس رکھا لیکن ہم نے دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر امتیاز قائم نہیں کیا اور پھر ہم نے ان دونوں سورتوں کو پاس پاس سات بڑی سورتوں کے درمیان رکھا لیکن ان دونوں کے فاصلہ رکھا یعنی دونوں کو الگ الگ رکھا کیونکہ جس طرح دونوں کے دو ہونے میں شبہ تھا اسی طرح

دونوں کے ایک ہونے بھی شبہ تھا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 744 )

## طوال، اوساط اور قصار مفصل سورتوں کا بیان

قرآن مجید کی سورتوں کو اسی طرح تقسیم کیا گیا ہے کہ سوت بقرہ سے سورت یونس تک کو "طوال" کہتے ہیں عربی میں طوال لمبے کو کہتے ہیں اور قرآن کی ابتدائی سات سورتیں چونکہ لمبی ہیں اس لئے اس مناسبت سے ان کا نام " سبع طوال" سات لمبی سورتیں ہوا۔ سورت یونس سے سورت شعراء تک کی سورتوں کو "مئین " کہا جاتا ہے۔ مئین ماۃ کی جمع ہے اور عربی میں ماۃ سو کو کہتے ہیں اور یہ سورتیں چونکہ سو سو آیتوں سے زیادہ پر مشتمل ہیں یا سو کے قریب ہیں اس لئے ان سورتوں کو مئین کہتے ہیں۔

اور سورت شعراء سے سورت حجرات تک کی سورتیں مثانی کہلاتی ہیں یہ سورتیں سو سو آیتوں سے کم ہیں اور پھر یہ کہ ان سورتوں کے مضمون اور قصے مکرر ہیں اس لئے ان کو مثانی کہا جاتا ہے۔ سورت حجرات سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں کیونکہ ان سورتوں کے درمیان بسم اللہ کا فاصلہ اتنا قریب ہے۔ یہ گویا تین قسمیں ہوئی پھر ان میں سے آخری قسم یعنی مفصل کی بھی تین قسمیں ہیں۔

(۱) طوال (۲) اوساط (۳) قصار۔ سورت حجرات سے (والسماء ذات البروج) تک کی سورتیں طوال مفصل کہلاتی ہیں۔۔والسماء ذات البروج سے لم یکن تک کی سورتوں کو اوساط مفصل کہتے ہیں اور سورت لم یکن سے آخر قرآن تک کی سورتوں کو قصار مفصل کہا جاتا ہے۔ اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر اب حدیث کے مفہوم کی طرف آیئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ سورت انفال مثانی میں سے ہے کیونکہ وہ سو آیتوں سے کم ہے اور سوت براۃ مئین میں سے ہے کیونکہ وہ سو آیتوں سے زیادہ ہے لہٰذا آپ نے قرآن کو جمع اور نقل کراتے وقت ان دونوں سورتوں کو نزدیک نزدیک طوال میں کیوں رکھا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انفال مثانی رکھتے اور براۃ کو مئین میں آخر میں بھی ایک خلش کی بات یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی اس بات کا جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ ان دونوں سورتوں کے درمیان اشتباہ پیدا ہو گیا ہے ایک وجہ تو یہ کہ دونوں سورتیں ایک ہی سورت ہیں ( جیسا کہ ترجمہ میں بیان کیا گیا) اس سبب سے ان کو طوال میں رکھنا اور ان دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ لکھنا درست ہوا اور ایک وجہ سے یہ دونوں سورتیں الگ الگ دو سورتیں ہیں اس لئے ان کے درمیان فاصلہ رکھا گیا۔

## سورۃ توبہ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سورت توبہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ سورت کافروں کی فضیحت کرنے والی و منھم، و منھم کی آیات اترتی رہیں یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ کوئی بھی باقی نہ رہے گا جس کا ذکر نہ ہو

میں نے سورت انفال کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بدر کے بارہ میں نازل ہوئی ہے پھر میں نے سورت حشر کے متعلق پوچھا تو کہا کہ بنی نضیر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2092)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا سورت توبہ، انہوں نے فرمایا کیا توبہ؟ نہیں، بلکہ وہ سورت تو کافروں اور منافقوں کو ذلیل کرنے والی ہے۔

اس سورت میں تو برابر کچھ کا حال یہ ہے کچھ کا حال یہ ہے نازل ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس سورت میں ہر منافق کا ذکر کردیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 3057)

| |
|---|
| بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ |
| اللہ اور اس کے رسول کی طرف ان مشرکین کو بیزاری کا حکم سنادو جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔ |

## عہد شکن مشرکین کے لئے اللہ ورسول ﷺ کی طرف سے اعلان برأت کا بیان

**هٰذِهٖ "بَرَاءَةٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ" وَاصِلَةٌ "اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" عَهْدًا مُطْلَقًا اَوْ دُوْنَ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ اَوْ فَوْقَهَا وَنَقْضُ الْعَهْدِ بِمَا يُذْكَرُ فِيْ قَوْلِهٖ:**

یہ اعلان برأت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ان مشرکین کے لئے ہے جن سے تمہارا معاہدہ تھا۔ یعنی وہ معاہدہ مطلق طور پر تھا یا چار ماہ سے کم وبیش مدت کے لئے تھا مگر انہوں نے ذکر کردہ معاہدے کو توڑ دیا۔ جیسا کہ آئندہ آیت میں اس کا ذکر آرہا ہے۔

## سورہ برأت آیت ا کے شانِ نزول کا بیان

یہ سورت غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی نبی جب غزوہ تبوک کیلیے روانہ ہوئے تو منافقین قسم قسم کی جھوٹی خبریں اور افواہیں اڑانے لگے تاکہ مسلمانوں میں اضطراب اور بے چینی پھیلے اور مشرکین نے ان عہدوں اور پیمانوں کو توڑنا شروع کردیا جوانہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کرر کھے تھے مشرکین کا گمان اور خیال تھا کہ یہ مسلمان قیصر شام کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اس لیے یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مشرکن سے برات اور بیزاری کا اعلان کردیں اور ان کے عہدوں کو واپس کردیں کما قال تعالیٰ (واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء) تاکہ مسلمانوں کی طرف نقض عہد کی نسبت نہ ہو اور اس بارے میں سورت کی شروع کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں۔ (تفسیر کبیر، تفسیر ابی حیان، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| پس تم زمین میں چار ماہ گھوم پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کرسکتے اور بیشک اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ |

## مدت معاہدے تک مشرکین کے لئے مہلت ہونے کا بیان

"فَسِيحُوا" سِيرُوْا اٰمِنِينَ اَيُّهَا الْمُشْرِكُوْنَ "فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ" اَوَّلُهَا شَوَّال بِدَلِيْلِ مَا سَيَأْتِى وَلَا اَمَان لَكُمْ بَعْدَهَا "وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ غَيْر مُعْجِزِى اللّٰه" اَىْ فَائِتِى عَذَابه "وَاَنَّ اللّٰه مُخْزِى الْكَافِرِينَ" مُذِلّهمْ فِى الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْاُخْرٰى بِالنَّارِ،

اے مشرکو! پس تم زمین میں امن سے چار ماہ گھوم پھر لو جس کا آغاز شوال کے مہینے سے ہے جس طرح آنے والی دلیل میں اس کا بیان آرہا ہے۔ اور اس کے بعد تمہارے لئے کوئی امان نہ ہوگا۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے یعنی اس کے عذاب سے بچ جانے والے نہیں ہو۔ اور بیشک اللہ کافروں کو دنیا میں قتل کے ساتھ رسوا کرنے والا ہے۔ اور آخرت میں جہنم میں داخل کر کے رسوا کرنے والا ہے۔

## عہد کے سبب مشرکین کو مہلت دینے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لیے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لیے حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کی عہد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم الحرام تک کے پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کرلیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر بیس ربیع الآخر تک اپنی تیاری کرلیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آجائیں یہ واقعہ سنہ ۹ ھ کا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس صورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لیے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کوئی ننگا شخص نہ کرے۔ قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدلج اور دوسرے سب قبائل کے لیے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ نے حج کا ارادہ کیا تھا لیکن مشرکوں کا وہاں آنا ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا اس لیے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابو بکر کو اور حضرت علی کو بھیجا انہوں نے ذی المجاز کے بازاروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر ہر پڑاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو شرک اور مشرک کو مہلت ہے اس کے بعد ہماری اسلامی تلواریں اپنا جوہر دکھائیں گی بیس دن ذی الحجہ کے محرم پورا صفر پورا اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الآخر کے ہیں۔

| |
|---|
| وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ |
| الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ |

غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ط وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝

اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے بری ہے

اور اس کا رسول بھی۔ پس اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز

کرنے والے نہیں اور جنہوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔

## حج اکبر کے دن مشرکین کو حج وطواف کی ممانعت کے تاریخی اعلان کا بیان

"وَاَذَان" اِعْلَام "مِنَ اللّٰہ وَرَسُوْلہ اِلَی النَّاس یَوْم الْحَجّ الْاَکْبَر" یَوْم النَّحْر "اَنَّ" اَیْ بِاَنَّ "اللّٰہ بَرِیء مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ" وَعُهُوْدهمْ "وَرَسُوْلَهٗ" بَرِیء اَیْضًا "وَقَدْ بَعَثَ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا مِنَ السَّنَة وَهِیَ سَنَة تِسْع فَاَذَّنَ یَوْم النَّحْر بِمِنًی بِهٰذِهِ الْاٰیَات وَاَنْ لَّا یَحُجّ بَعْد الْعَام مُشْرِك وَلَا یَطُوف بِالْبَیْتِ عُرْیَان . رَوَاهُ الْبُخَارِیّ "فَاِنْ تُبْتُمْ " مِنَ الْکُفْر "فَهُوَ خَیْر لَکُمْ وَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ " عَنِ الْاِیْمَان "فَاعْلَمُوْا اَنَّکُمْ غَیْر مُعْجِزِی اللّٰہ وَبَشِّرْ" اَخْبِرْ "الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْم" مُؤْلِم وَهُوَ الْقَتْل وَالْاَسْر فِی الدُّنْیَا وَالنَّار فِی الْاٰخِرَة،

اور اللہ اور اس کے رسول کی جانب سے حج اکبر یعنی یوم نحر کے دن تمام لوگوں کی طرف صاف اعلان ہے کہ اللہ مشرکوں سے ان کے عہد کے بارے میں بری ہے اور اس کا رسول ﷺ بھی ان سے عہد کے بارے میں بری ہے۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو اسی سال بھیجا اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں آکر قربانی کے دن یہ اعلان کر دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا اور نہ ہی عریانی کے ساتھ طواف کر سکے گا۔ اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

پس اگر تم کفر سے توبہ کرلو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم ایمان سے منہ موڑو تو جان لو کہ یقیناً تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں اور جنہوں نے کفر کیا انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دے۔ اور دنیا میں قتل وقید ہے جبکہ آخرت میں جہنم ہے۔

## سورہ برأت آیت ۳ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد نصیحت کی پھر خطبہ دیا اور فرمایا کونسا دن ہے جس کی حرمت میں تم لوگوں کے سامنے بیان کر رہا ہوں؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی سوال کیا) لوگوں نے جواب دیا یا رسول اللہ ﷺ حج اکبر کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خون تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جیسے آج کا یہ دن تمہارے اس شہر اور اس مہینے میں۔ جان لو کہ ہر جرم کرنے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے کوئی باپ اپنے بیٹے کے جرم اور کوئی بیٹا

اپنے باپ کے جرم کا ذمہ دار نہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے کسی بھائی کی کوئی چیز حلال سمجھے۔ جان لو کہ زمانہ جاہلیت کے سب سود باطل ہیں اور صرف اصل مال ہی حلال ہے۔ نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ ہاں البتہ عباس بن عبدالمطلب کا سود اور اصل دونوں معاف ہیں۔ پھر جان لو کہ زمانہ جاہلیت کا ہر خون معاف ہے۔ پہلا خون جسے ہم معاف کرتے اس کا قصاص نہیں لیتے حارث بن عبدالمطلب کا خون ہے۔ وہ قبیلہ بنولیث کے پاس رضاعت (دودھ پینے) کے لئے بھیجے گئے تھے کہ انہیں ہزیل نے قتل کر دیا تھا۔ خبردار عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو۔ یہ تمہارے پاس قیدی ہیں تم ان کی کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے مگر یہ کہ وہ بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم انہیں اپنے بستروں سے الگ کر دو اور ہلکی مار مارو کہ اس سے ہڈی وغیرہ نہ ٹوٹنے پائے۔ پھر اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو ان کے خلاف بہانے تلاش نہ کرو۔ جان لو کہ جیسے تمہارا تمہاری عورتوں پر حق ہے اسی طرح ان کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو تمہارے بستروں کے قریب نہ آنے دیں جنہیں تم پسند نہیں کرتے بلکہ ایسے لوگوں کو بھی گھروں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم اچھا نہیں سمجھتے۔ اور ان کا تم پر حق یہ ہے کہ ان کے کھانے اور پہننے کی چیزوں میں سے اچھا سلوک کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسے ابوالاحوص شبیب بن غرقدہ سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1029)

## حج اکبر کے دن مال، جان اور عزتوں کی حرمت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ یوم حرام ہے، کیا تم جانتے ہو یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ حرام کا مہینہ ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر ایک دوسرے کا خون، مال اور عزت و آبرو کو اسی طرح حرام قرار دیا ہے جس طرح تمہارا آج کا دن، تمہارے اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے اور ہشام بن غاز نے بیان کیا کہ مجھ سے نافع نے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن جمرات کے درمیان کھڑے ہوئے جس سال آپ نے حج کیا تھا اور اس میں آپ نے یہ فرمایا تھا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہنا شروع کیا اے اللہ گواہ رہ اور لوگوں کو رخصت کیا تو لوگوں نے اس حج کا نام حجۃ الوداع رکھا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1673)

حضرت عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں قربانی کے دن (یعنی دسویں ذی الحجہ کو صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے) فرمایا جانتے بھی ہو کہ یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہاں حج اکبر کا دن ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یاد رکھو تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں، تمہارے درمیان اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارے اس دن اور تمہارے اس شہر میں! خبردار! ظلم کرنے والا صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے یعنی جو شخص کسی پر ظلم کرتا ہے اس کا اثر) رہوتا ہے کہ وہی ماخوذ ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ ظلم کوئی کرے اور پکڑا کوئی جائے یاد رکھو! کوئی ظالم اپنے بیٹے پر ظلم نہیں کرتا

اور نہ کوئی بیٹا اپنے باپ پر ظلم کرتا ہے، جان لو! شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ تمہارے اس شہر مکہ میں اس کی پرستش کی جائے۔ ہاں تمہارے ان اعمال میں شیطان کی فرمانبرداری ہوگی جنہیں تم حقیر سمجھو گے، چنانچہ وہ ان گناہوں سے خوش ہوگا جن کو تم حقیر سمجھو گے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1217)

"حج اکبر" مطلق حج کو کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ آیت (واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بریء من المشرکین ورسولہ)۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے حج کے دن عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول، مشرکوں کو امن دینے سے دست بردار ہوتے ہیں۔ اور حج کو صفت اکبر کے ساتھ موصوف اس لئے کیا جاتا ہے کہ عمرہ حج اصغر کہلاتا ہے اس مناسبت سے حج کو حج اکبر سے موسوم کیا گیا۔ مشہور مفسر بیضاوی کہتے ہیں کہ یوم بقر عید یعنی دسویں ذی الحجہ کا دن یوم حج اکبر کہلاتا ہے کیونکہ نہ صرف یہ کہ اسی دن حج مکمل ہوتا ہے بلکہ حج کے تمام بڑے بڑے افعال اسی دن میں ادا کئے جاتے ہیں چنانچہ ایک روایت میں اس کی صراحت بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع میں قربانی بقر عید کے دن جمرات کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔ پچھلے صفحات میں اسی مضمون کی جو حدیث گزری ہے اس میں تو یہ ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب صحابہ سے پوچھا کہ یہ کون سا دن ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے جب کہ یہاں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے، بظاہر ان دونوں میں تضاد نظر آتا ہے حالانکہ اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض صحابہ نے تو وہ جواب دیا ہو اور بعض نے یہ، لہٰذا جس راوی نے جو جواب سنا وہ ذکر کر دیا۔ فان دماء کم الخ (اور تمہارے خون الخ) کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم لوگ اس مبارک دن اور اس مقدس شہر میں ایک دوسرے کا خون بہانے، ایک دوسرے کا مال ہڑپ کرنے اور ایک دوسرے کی بے آبروئی کو حرام اور برا سمجھتے ہو اسی طرح یہ چیزیں ہر جگہ اور ہر وقت حرام و بری ہیں۔ " کوئی ظالم اپنے بیٹے پر ظلم نہیں کرتا الخ" زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جملہ نفی کو ظاہر کر رہا ہے یعنی اگر کسی کا بیٹا کسی پر ظلم کرتا ہے یا کسی کا باپ کسی پر ظلم کرتا ہے تو وہ ایک دوسرے کے ظلم کی وجہ سے ماخوذ نہیں ہوتے، یہ نہیں ہوتا کہ کسی پر ظلم تو کرے بیٹا اور اس کی وجہ سے پکڑا جائے باپ، یا کسی پر ظلم کرے باپ اور اس کی وجہ سے پکڑا جائے بیٹا، بلکہ جو ظلم کرتا ہے وہی پکڑا جاتا ہے، چنانچہ یہ ارشاد گرامی اس آیت کی مانند ہے کہ۔ (وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى) 35۔ فاطر: 18)۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور یہ بات صرف باپ بیٹے ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ عمومی طور پر کوئی بھی شخص کسی دوسرے کے ظلم و جرم کی وجہ سے ماخوذ نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں باپ بیٹے کو بطور خاص محض اس مقصد سے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سب سے زیادہ قریبی اقرباء ہیں جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے فعل کی وجہ سے ماخوذ نہیں ہوں گے۔ لہٰذا اس طرح یہ جملہ ماقبل کی عبارت لایجنی جان الخ ظلم کرنے والا صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے کی تاکید کے طور پر ہوگا۔ بعض شارحین نے اس جملہ لایجنی الا علی نفسہ میں لفظ الا نقل نہیں کیا ہے اور لکھا ہے یہ جملہ نفی بمعنی نہی ہے یعنی اس جملہ کے ذریعہ منع کیا جا رہا ہے کہ کوئی ظالم اپنے نفس پر ظلم نہ کرے جس سے مراد یہ ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے کیونکہ جو شخص کسی پر ظلم کرتا ہے

وہ درحقیقت اپنی جان پر ظلم کرتا ہے بایں طور کہ وہ کسی پر ظلم کر کے اپنے کو سزا اور عذاب کا مستحق بنا لیتا ہے۔ وان الشیطان قد ایس الخ کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس بات سے ناامید ہو گیا ہے کہ اس شہر مکہ میں غیر اللہ کی عبادت کے ذریعہ اس کی فرمانبرداری ہو۔ لہٰذا یہاں اب کبھی بھی کوئی شخص شیطان کے فریب میں آ کر غیر اللہ کی عبادت و پرستش کھلم کھلا نہیں کرے گا۔ اس سے گویا اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ مقدس شہر ہمیشہ کے لئے کفر و شرک کی غلاظت سے پاک کر دیا گیا ہے اور اب کبھی بھی اس پاک سرزمین پر کسی غیر مسلم کو قدم رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کوئی غیر مسلم چوری چھپے اس شہر میں آ جائے اور وہ خفیہ طور پر غیر اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ "ہاں تمہارے ان اعمال میں شیطان کی فرمانبرداری ہوگی" میں اعمال سے مراد گناہ کے اعمال ہیں جیسے ناحق قتل کرنا، کسی کا مال لوٹنا یا اسی قسم کے دوسرے اعمال بد اور صغیرہ گناہوں کو اہمیت نہ دینا۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ان اعمال بد میں مبتلا ہونے والا جب ان کو حقیر سمجھتا ہے اور جس کے نتیجہ میں وہ ان اعمال سے اجتناب نہیں کرتا تو گویا وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے کیونکہ شیطان ان باتوں سے خوش ہوتا ہے اور پھر وہی اعمال بڑے فتنہ و فساد کا باعث بن جاتے ہیں۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا |
| فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر کسی کی |
| مدد کی لہٰذا تم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو، بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔ |

## عہد شکنی نہ کرنے والے مشرکین سے عہد پورا کرنے کا بیان

"اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا" مِنْ شُرُوط الْعَهْد "وَلَمْ يُظَاهِرُوْا" يُعَاوِنُوْا "عَلَيْكُمْ اَحَدًا" مِنْ الْكُفَّار "فَاَتِمُّوْا اِلَيْهِمْ عَهْدهمْ اِلَى" انْقِضَاء "مُدَّتهمْ" الَّتِي عَاهَدْتُّمْ عَلَيْهَا "اِنَّ اللّٰه يُحِبّ الْمُتَّقِيْنَ" بِاِتْمَامِ الْعُهُوْد،

سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ اپنے عہد کی شرائط کو پورا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ پر آنے والے کفار مدد یا پشت پناہی کی سو تم ان کے عہد کو ان کی مقررہ مدت تک ان کے ساتھ پورا کرو، یعنی جو تم نے عہد کیا ہے۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔ یعنی ان کے ساتھ عہد کو پورا کرنے کو پسند کرتا ہے۔

## عہد کو پورا نہ کرنے کے سبب سخت وعید کا بیان

حضرت ابو ہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہا تین آدمی ہیں جن کا میں قیامت کے دن دشمن ہوں گا ایک وہ شخص جس نے میرا واسطہ دے کر عہد کیا پھر بے وفائی کی دوسرے وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا اور اس کی قیمت کھائی تیسرے وہ شخص جس نے کسی مزدور کو کام پر لگایا اس سے کام پورا لیا اور اس کی

مزدوری نہ دی۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 2177)

ابراہیم تیمی اپنے والد سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میرے پاس تو صرف اللہ کی کتاب اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صحیفہ ہے (جس میں لکھا ہے) مدینہ عائر سے لے کر فلاں فلاں مقامات تک حرم ہے جو شخص اس جگہ میں کوئی بات نکالے یا کسی بدعتی کو پناہ دے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ اس کی فرض عبادت مقبول ہے اور نہ نفل اور آپ نے فرمایا مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے جو شخص کسی مسلمان کا عہد توڑے، اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، نہ تو اس کی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل اور جو شخص اپنے مالک کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے سوالات کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اس کی نہ تو کوئی فرض عبادت مقبول ہوگی اور نہ نفل عبادت۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1796)

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ
وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور قید کرو اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو
پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

## مدت امن گزر جانے کے بعد مشرکین کے قتل عام کا بیان

"فَاِذَا انْسَلَخَ" خَرَجَ "الْاَشْهُر الْحُرُم" وَهِيَ اٰخِر مُدَّة التَّاْجِيل "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ" فِيْ حِلّ اَوْ حَرَم "وَخُذُوهُمْ" بِالْاَسْرِ "وَاحْصُرُوهُمْ" فِي الْقِلَاع وَالْحُصُوْن حَتّٰى يُضْطَرُّوْا اِلَى الْقَتْل اَوْ الْاِسْلَام "وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلّ مَرْصَد" طَرِيْق يَسْلُكُوْنَهُ وَنُصِبَ كُلّ عَلٰى نَزْع الْخَافِض "فَاِنْ تَابُوا" مِنَ الْكُفْر "وَاَقَامُوا الصَّلَاة وَاٰتَوُا الزَّكَاة فَخَلُّوا سَبِيْلهمْ" وَلَا تَتَعَرَّضُوْا لَهُمْ "اِنَّ اللّٰه غَفُوْر رَحِيْم" لِمَنْ تَابَ،

پھر جب حرمت والے مہینے نکل جائیں یعنی ان کی مدت گزر جائے وہ ان کی آخری مدت ہے تو مشرکوں کو مارو جہاں پاؤ چاہے وہ حرم میں ہوں یا حل میں ہوں اور انہیں پکڑو اور قید کرو اور ان کو گڑھوں اور قلعوں میں بند کر دو یہاں تک کہ وہ قتل یا اسلام کی طرف مجبور ہو جائیں اور ہر جگہ ان کی تاک میں بیٹھو یعنی جس راستے سے وہ آتے جاتے ہیں یہاں پر کل حذف جار کے سبب منصوب ہے پھر اگر وہ کفر سے توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو یعنی ان سے جھگڑا نہ کرو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے۔

## اسلام لانے کے لئے مشرکین مکہ کو مجبور کرنے کا بیان

مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے لڑائی کرنے کی اجازت ہے۔ چاہو قتل کرو، چاہو قید کرلو، ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کے لیے ہر گھاٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ انہیں زد پر لا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہ مل جائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ ان کی راہیں بند کرو اور انہیں مجبور کردو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اس لیے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کرلیں پابند نماز ہو جائیں زکوٰۃ دینے کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام۔ ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجالائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنیٰ پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ ہے جس کا نفع فقیروں مسکینوں محتاجوں کو پہنچتا ہے اور مخلوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھو، جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی۔ جو آپ نے زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کرلیں، ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرلیں، ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں، ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون ان کے مال حرام ہیں مگر احکام حق کے ماتحت انہیں وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے یہ روایت بخاری شریف میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ ابن جریر میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ اس سے خوش ہوگا۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ |
| اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواست گار ہو تو اسے پناہ دے دیں تا آنکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ |
| اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے۔ |

## امن طلب کرنے والے مشرک کو امن دینے کا بیان

"وَاِنْ اَحَد مِنْ الْمُشْرِكِيْنَ " مَرْفُوع بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "اسْتَجَارَك" اسْتَأْمَنَك مِنْ الْقَتْل "فَاَجِرْهُ" اَمِّنْهُ "حَتّٰى يَسْمَع كَلَام اللّٰه" الْقُرْاٰن "ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنه" وَهُوَ دَار قَوْمه اِنْ لَّمْ يُؤْمِن لِيَنْظُر فِيْ اَمْره "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "بِاَنَّهُمْ قَوْم لَا يَعْلَمُوْنَ" دِيْن اللّٰه فَلَا بُدّ لَهُمْ مِنْ سَمَاع الْقُرْاٰن لِيَعْلَمُوا،

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواست گار ہو، یہاں پر لفظ احد یہ فعل محذوف کے سبب مرفوع ہے جس فعل کی تفسیر "اسْتَجَارَك" کر رہا ہے۔ تو اسے قتل سے پناہ دے دیں حتی کہ وہ اللہ کا کلام یعنی قرآن سنے پھر آپ اسے اس کی جائے امن تک پہنچا دیں، اور وہ اس کا قومی وطن ہے۔ تا کہ وہ اس معاملہ میں غور وفکر کر سکے۔ یہ ذکر کردہ حکم اس لئے ہے کہ وہ لوگ اللہ کے دین کا علم نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان کے لئے قرآن کو سننا لازم ہے تا کہ وہ اس کو سمجھ لیں۔

## امان دینے میں بعض فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ام ہانی فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے شوہر کے عزیزوں میں سے دو اشخاص کو پناہ دلوائی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے بھی اسے پناہ دی جس کو تم نے دی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ انہوں نے عورت کا کسی کو پناہ دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ امام احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں کہ عورت اور غلام کا پناہ دینا جائز رکھا ہے۔ ابومرہ عقیل بن ابی طالب کے مولی ہیں۔ انہیں ام ہانی کا مولی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا نام یزید ہے۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عمرو سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کا ذمہ ایک ہی ہے جس کے ساتھ ہر ادنی شخص بھی چلتا ہے۔ اہل علم کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی نے بھی کسی شخص کو امان دیا تمام مسلمانوں کو اس شخص کو امان دینا ضروری ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1645)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عورت کسی قوم کے لئے (عہد) لیتی ہے یعنی وہ مسلمانوں کی طرف سے پناہ دے سکتی ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1081)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان عورت، کسی کافر کو یا کافروں کی کسی جماعت کو امان و پناہ دے دے تو یہ سارے مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس عورت کے عہد امان کو ملحوظ رکھ کر اس کافر کو یا کافروں کی اس جماعت کو امان و پناہ دیں اور اس عہد امان کو توڑیں نہیں۔

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے سال (یعنی فتح مکہ کے موقع پر) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غسل فرما رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ کپڑے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پردہ کئے ہوئے تھیں۔ میں نے سلام عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا" کون ہے؟" میں نے عرض کیا کہ "میں ہوں" ام ہانی بنت ابوطالب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ام ہانی خوش آمدید!" پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل سے فارغ ہوئے تو جسم پر کپڑے لپیٹے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور (نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں اور جب نماز پڑھ چکے تو میں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میری ماں کے بیٹے یعنی حضرت علی نے بتایا ہے کہ وہ اس شخص کو قتل کرنے والے ہیں جس کو میں نے اپنے گھر میں پناہ دی ہے یعنی فلاں شخص کو جو ہبیرہ کا بیٹا ہے؟" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ام ہانی جس کو تم نے پناہ دی ہے (گویا) اس کو ہم نے پناہ دی۔" حضرت ام ہانی کہتی ہیں کہ "یہ واقعہ چاشت کے وقت کا ہے۔

اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ام ہانی نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ "میں نے دو آدمیوں کو پناہ دی ہے جو میرے خاند کے رشتہ دار ہیں!؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہماری طرف سے اس شخص کے لئے امان ہے جس کو تم نے امان دی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1080 )

حضرت ام ہانی کا اصل نام "فاختہ" تھا اور بعض نے "عاتکہ" بیان کیا ہے۔ یہ ابوطالب کی بیٹی اور حضرت علی کی حقیقی بہن ہیں، ہبیرہ ان کے خاند کا نام ہے، جب ام ہانی نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا تو ہبیرہ سے ان کی جدائی واقع ہوگئی کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہوا۔ جس شخص نے حضرت ام ہانی نے پناہ دی تھی وہ ان کے خاوند ہبیرہ کی اولاد میں سے تھا، اغلب یہ ہے کہ وہ ام ہانی کے علاوہ ہبیرہ کی کسی اور بیوی کے بطن سے تھا حضرت علی نے ان کی پناہ کو قبول نہ کرتے ہوئے اس شخص کو قتل کر ڈالنا چاہا تو ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پناہ کو قبول کیا اور وہ شخص حضرت علی کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گیا۔

مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟ اس نے کہاں ہاں آپ نے فرمایا اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود کوفی کی امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا اسے ابن النواحہ کہا جاتا تھا آپ کو جب معلوم ہوا کہ یہ مسیلمہ کا ماننے والا ہے تو آپ نے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں چنانچہ اسے قتل کر دیا گیا اللہ کی لعنت اس پر ہو۔ الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہو امام یا نائب امام نے اسے امن وامان دے دیا ہو تو جب تک وہ دار الاسلام میں رہے یا اپنے وطن نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علماء کہتے ہیں ایسے شخص کو دار الاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے۔ زیادہ سے

زیادہ چار ماہ تک وہ یہاں ٹھہر سکتا ہے پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر دو قول ہیں امام شافعی وغیرہ علماء کے ہیں۔

## مسلمانوں کے غلام کا امان دینے کا بیان

پناہ یا امان بھی دراصل ایفائے عہد ہی کی ایک قسم ہے جس میں پناہ لینے والے کو یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ پناہ دینے والا اس کی جان و مال کی دشمنوں سے حفاظت کی ذمہ داری لیتا ہے۔ اور وہ خود بھی اسے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچائے گا۔ مسلمانوں کا اس قسم کا ایفائے عہد یا امان کی پاسداری اس قدر زبان زد تھی کہ دشمن نے بعض دفعہ مسلمانوں کی کسی واقعہ سے لاعلمی سے فائدہ اٹھا کر امان حاصل کی اور عظیم فائدے حاصل کیے اور مسلمان جو پناہ دے چکے تھے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ یہ امان مکر و فریب سے حاصل کی گئی ہے اپنا نقصان اٹھا کر بھی اس عہد کو پورا کیا۔

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر صرف ایک مسلمان خواہ وہ آزاد ہو یا غلام یا عورت ہو کسی کو پناہ دے دے تو وہ تمام مسلمانوں کی طرف سے امان سمجھی جائے گی۔ چنانچہ خوزستان (ایران) کی فتوحات کے سلسلہ میں ایک مقام شابور کا مسلمانوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ ایک دن شہر والوں نے خود شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور نہایت اطمینان سے اپنے کام کاج میں لگ گئے۔ مسلمانوں کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی۔ سبب پوچھا تو شہر والوں نے کہا کہ تم ہم کو جزیہ کی شرط پر امان دے چکے ہو۔ اب کیا جھگڑا رہا (واضح رہے کہ جزیہ کی شرط پر امان کا اصل وقت جنگ شروع ہونے سے پہلے ہے۔ دوران جنگ یا فتح کے بعد نہیں) سب کو حیرت تھی کہ امان کس نے دی۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگوں سے چھپا کر امن کا رقعہ لکھ دیا ہے۔

ابو موسیٰ اسلامی سپہ سالار نے کہا کہ ایک غلام کی امان حجت نہیں ہو سکتی۔ شہر والے کہتے تھے کہ ہم آزاد غلام نہیں جانتے۔ آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا گیا۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ مسلمانوں کا غلام بھی مسلمان ہے اور جس کو اس نے امان دی تمام مسلمان امان دے چکے۔ (الفاروق ص ۲۳۱)

| |
|---|
| كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ |
| الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہو سکتا ہے؟ |
| سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمہارے ساتھ قائم رہیں تم |
| ان کے ساتھ قائم رہو۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔ |

## مشرکین کے عہد کے ساتھ مشروط طور پر قائم رہنے کا بیان

"كَيْفَ" اَيْ لَا "يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْد عِنْد اللّٰه وَعِنْد رَسُوْله" وَهُمْ كَافِرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْله غَادِرُوْنَ "إِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ عِنْد الْمَسْجِد الْحَرَام" يَوْم الْحُدَيْبِيَة وَهُمْ قُرَيْش الْمُسْتَثْنَوْنَ مِنْ قَبْل

"فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ" اَقَامُوْا عَلَى الْعَهْدِ وَلَمْ يَنْقُضُوْهُ وَمَا شَرْطِيَّة "فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ" عَلَى الْوَفَاءِ بِهِ وَقَدْ اسْتَقَامَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عَهْدِهِمْ حَتّٰى نَقَضُوْا بِاِعَانَةِ بَنِيْ بَكْرٍ عَلٰى خُزَاعَةَ،

مشرکوں کے لئے اللہ کے ہاں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کر کے غداری کرنے والے ہیں۔ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجدِ حرام کے پاس حدیبیہ میں معاہدہ کیا ہے اور وہ قریش ہیں جو اس سے حکم سے پہلے ہی مستثنیٰ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا جب تک وہ تمہارے ساتھ عہد پر قائم رہیں یعنی وہ عہد کو نہ توڑیں تو تم بھی ان کے ساتھ عہد میں قائم رہو۔ یہاں لفظ ما شرطیہ ہے۔ بیشک اللہ پرہیزگاروں کو ان کے ساتھ عہد پر قائم رہنے کو پسند فرماتا ہے۔ اور یقیناً نبی کریم ﷺ ان کے ساتھ عہد میں قائم رہے حتیٰ کہ انہوں نے بنو بکر کی خزاعہ پر اعانت کر کے عہد کو توڑ دیا۔

## صلح حدیبیہ اور حلیف قبائل کے احوال کا بیان

ان سے مراد وہ تین مشرک قبائل ہیں بنو خزاعہ، بنو کنانہ اور بنو ضمرہ۔ جو صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں کے حلیف بنے تھے۔ اور جب اعلان برأت ہوا تو ان سے معاہدہ کی میعاد میں ابھی نو مہینے باقی تھے۔ اس سورہ کی آیت نمبر ۴ کے مطابق اس مدت میں ان سے تعرض نہیں کیا گیا۔ نیز اس آیت کی رو سے اس بات کی بھی اجازت دے دی گئی کہ کوئی مشرک جب تک اپنے معاہدہ پر قائم رہتا ہے اس وقت تو تمہیں بہر حال قائم رہنا چاہیے اور اگر وہ اپنا عہد توڑتا ہے تو اس وقت تمہیں بھی مخالفانہ کارروائی کرنے کی اجازت ہے۔ بالفاظ دیگر معاہدہ کی خلاف ورزی کی ابتداء تمہاری طرف سے بہر صورت نہیں ہونی چاہیے اور اس کی مثال معاہدہ یا صلح حدیبیہ ہے جس کی رو سے طے پایا تھا کہ آئندہ مسلمان اور قریش مکہ آپس میں دس سال تک جنگ نہیں کریں گے اور جو قبائل مسلمانوں کے حلیف ہیں قریش ان پر بھی کوئی زیادتی نہ کریں گے اور جو قریش کے حلیف ہیں ان پر مسلمان کوئی زیادتی نہ کریں گے۔ اسی معاہدہ کی رو سے بنو خزاعہ تو مسلمانوں کے حلیف بنے اور بنو بکر قریش کے۔ اور بنو خزاعہ اور بنو بکر کی آپس میں لگتی تھی۔ صلح حدیبیہ کو ابھی سال کا عرصہ بھی نہ گزرا تھا کہ بنو خزاعہ اور بنو بکر کی آپس میں لڑائی ہو گئی اور قریش نے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو بکر کو ہتھیار بھی مہیا کیے اور کھل کر ان کا ساتھ بھی دیا۔ اور بنو خزاعہ کی خوب پٹائی کی۔ بنو خزاعہ کا ایک وفد عمرو بن سالم کی سرکردگی میں مدینہ گیا۔ آپ سے فریاد کی اور کہا کہ قریش نے عہد توڑ ڈالا۔ آپ نے فرمایا: اچھا میں اب تمہاری مدد کرنے میں حق بجانب ہوں گا۔ قریش کی عہد شکنی دراصل مسلمانوں کے خلاف اعلان جنگ تھا۔ تاہم آپ نے قریش کے سامنے تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں سے کوئی ایک قبول کر لی جائے۔

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔ ۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔ ۳۔ اعلان کیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ختم ہو گیا۔

قاصد نے جب یہ شرائط قریش کے سامنے پیش کیں تو ان کا نوجوان طبقہ فوراً بھڑک اٹھا اور ان میں سے ایک شخص فرط بن عامر نے قریش کی طرف سے اعلان کر دیا کہ صرف تیسری شرط منظور ہے۔ جب قاصد واپس چلا گیا تو ان لوگوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے اور ابوسفیان کو تجدید معاہدہ کے لیے مدینہ بھیجا گیا۔ ابوسفیان نے مدینہ پہنچ کر تجدید معاہدہ کی درخواست کی جس کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر علی الترتیب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیّدنا عمر حتیٰ کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تک سفارش کے لیے التجا کی۔ لیکن جب سب نے جواب دے دیا تو مسجد نبوی میں کھڑے ہو کر اس نے یک طرفہ ہی اعلان کر دیا کہ میں نے معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کر دی۔ لیکن اس نے آپ کی پیش کردہ شرائط میں سے کسی کا جواب نہیں دیا تھا۔ لہٰذا اب اصلاح کی کوئی گنجائش نہ رہی تھی اور قریش کی یہی بدعہدی بالآخر مکہ پر چڑھائی کا سبب بن گئی۔

قریش اور بنوبکر کی بدعہدی' مکہ پر مسلمانوں کی چڑھائی:۔ ایفائے عہد اسلام کی بنیادی تعلیمات سے ہے اور بدعہدی ایک کبیرہ گناہ ہے جسے احادیث میں منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ یہ عہد خواہ اللہ سے ہو یا کسی بندے سے، لین دین سے تعلق رکھتا ہو یا نکاح وطلاق سے یا صلح وجنگ سے۔ ایک شخص کا دوسرے سے ہو یا کسی قوم سے ہو یا کسی قوم کا دوسری قوم سے ہو بہر حال اسے پورا کرنا واجب ہے خواہ اس سے کتنا ہی نقصان پہنچ جانے کا خطرہ ہو۔ اس سورہ میں چونکہ صلح وجنگ سے متعلق ہی قوانین بیان کیے جا رہے ہیں لہٰذا اہم یہی پہلو سامنے رکھتے ہیں۔ رسول اللہ سے دشمن زندگی بھر بدعہدی اور غداری کرتے رہے لیکن آپ نے جوابی کارروائی کے طور پر کبھی بھی نقض عہد کو برداشت نہیں کیا۔

یہود کی بدعہدی تو زبان زد ہے انہوں نے میثاق مدینہ کی ہر ہر بار خلاف ورزی کی اور ان کی غداریوں اور بدعہدیوں کا کئی مقام پر ذکر ہو چکا ہے۔

دوسرے قبائل نے بھی بدعہدی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد قریش مکہ نے بنوبکر کی حمایت کر کے معاہدہ حدیبیہ کی صریح خلاف ورزی کی۔ بنوثعلبہ نے تبلیغ اسلام کی خاطر آپ سے دس آدمی طلب کیے تو آپ نے چوٹی کے دس عالمان دین ان کے ساتھ روانہ کر دیئے اور انہوں نے غداری سے انہیں شہید کر دیا۔ یہی کام بنوعضل وقارہ نے کیا انہوں نے تبلیغ اسلام کے نام پر دس عالمان دین کو غداری سے شہید کر دیا اور بئر معونہ کا واقعہ تو بڑا ہی دردناک ہے جس میں ستر ممتاز قاری اور عالمان دین کے مقابلہ میں قبیلہ رعل وذکوان کی جمعیت لا کر انہیں شہید کر دیا۔ جس کا رسول اللہ کو انتہائی صدمہ ہوا۔ علاوہ ازیں اس واقعہ کے بعد دشمن قبائل کے مسلمانوں کے خلاف حوصلے اور بھی بڑھ گئے اور تھوڑی مدت تک اسلام دشمن قومیں اور قبائل جنگ احزاب کی شکل میں ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے۔

اب ان کے مقابلہ میں آپ کے ایفائے عہد کے واقعات بھی سن لیجئے کہ کیسے نازک موقعوں پر آپ نے محض ایفائے عہد کی خاطر اپنے ہر طرح کے مفادات کو قربان کر دیا:۔

۱۔ سیّدنا حذیفہ بن یمان اور ان کے والد یمان، جن کی کنیت ابوحُسَیل تھی۔ غزوہ بدر میں شرکت کے لیے روانہ ہوئے مگر راستہ

میں کفار قریش کے ہتھے چڑھ گئے انہوں نے ان کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ جنگ میں عدم شرکت کا وعدہ نہ لے لیا۔ پھر یہ دونوں غزوہ بدر میں رسول اللہ سے ملے اور یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے انہیں فرمایا کہ "مدینے چلے جاؤ اور جنگ کی اجازت نہیں دی اور فرمایا ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ ہم کو اللہ کی مدد درکار ہے۔ (مسلم۔ کتاب الجہاد۔ والسیر۔ باب الوفاء بالعھد) حالانکہ اس موقعہ پر آپ کو ایک ایک آدمی کی شدید ضرورت تھی۔

۲۔ بئر معونہ کے حادثہ میں ۷۰ میں سے ایک شخص عمرو بن امیہ بچ نکلے لیکن بعد میں گرفتار ہو گئے۔ عامر بن طفیل جس نے ان قاریوں کو شہید کروایا تھا۔ نے عمرو بن امیہ کو دیکھ کر کہا "میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی لہٰذا میں یہ منت پوری کرنے کی خاطر عمرو بن امیہ کو آزاد کرتا ہوں۔" عمرو بن امیہ وہاں سے چلے تو راستہ میں اسی قاتل قبیلہ کے دو افراد مل گئے جنھیں آپ نے قتل کر دیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ رسول اللہ ان دو آدمیوں کو امان دے چکے تھے جس کا عمرو بن امیہ کو علم نہ تھا۔ اب حالات کا تقاضا تو یہ تھا کہ بنو عامر کی غداری کی بنا پر ان سے جتنی بھی سختی برتی جاسکے برتی جائے مگر آپ نے اپنے عہد کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کا خون بہا ادا کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۷۳، بیروت)

| |
|---|
| كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ |
| وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ٥ |
| کیونکر ہو، ان کا حال تو یہ ہے کہ اگر تم پر غلبہ پا جائیں تو نہ تمہارے حق میں کسی قرابت کا لحاظ کریں اور نہ کسی عہد کا، وہ تمہیں اپنے |
| منہ سے تو راضی رکھتے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں سے) انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر عہد شکن ہیں۔ |

## ظاہری کلام سے جھوٹیاں تسلیاں دینے والے عہد شکن لوگوں کا بیان

"كَيْفَ" يَكُوْنُ لَهُمْ عَهْد "وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ" يَظْفَرُوْا بِكُمْ وَجُمْلَةُ الشَّرْطِ حَال "لَا يَرْقُبُوْا" يُرَاعُوا "فِيْكُمْ اِلًّا" قَرَابَة "وَلَا ذِمَّةً" عَهْدًا بَلْ يُؤْذُوْكُمْ مَا اسْتَطَاعُوا "يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ" بِكَلَامِهِمُ الْحَسَنَ "وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ" الْوَفَاء بِهِ "وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ" نَاقِضُوْنَ لِلْعَهْدِ،

ان مشرکین سے عہد کس طرح ہو سکتا ہے جن کا حال تو یہ ہے کہ اگر تم پر غلبہ پا جائیں تو نہ تمہارے حق میں کسی قرابت کا لحاظ کریں اور نہ کسی عہد کی رعایت کریں، یہ جملہ شرطیہ حال ہے۔ بلکہ وہ تمہیں حتی المقدور تکالیف پہنچانے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ ہاں البتہ تمہیں اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی اچھی گفتگو سے راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے دل ان باتوں سے یعنی عہد کو پورا کرنے سے انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر عہد شکن ہیں۔

## سورہ برأت آیت ۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت سے تعلق رکھنے والے یعنی مخاطبین میں صرف تین مسلمان اور چار منافق۔

زندہ ہیں۔ اتنے میں ایک دیہاتی نے کہا کہ آپ سب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں ہمیں ان لوگوں کا حال بتائیے جو کہ ہمارے گھروں میں نقب لگا کر اچھی اچھی چیزیں چرا لیتے ہیں کیونکہ ہم ان کا حال نہیں جانتے حضرت حذیفہ نے فرمایا وہ سب فاسق وبدکار ہیں اور ان میں سے چار آدمی اب بھی زندہ ہیں۔

میں ان کو جانتا ہوں اور ان میں سے ایک تو اس قدر بوڑھا ہو چکا ہے کہ ٹھنڈے پانی کی ٹھنڈک کا بھی اسے احساس نہیں ہوتا ہے (یعنی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی عقل ماری گئی ہے)۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1842)

ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول وقرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے، اس لیے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں، ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لیے بھی اس عہد پر راضی نہیں۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکا دکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں ان کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہرحال ایسی دغاباز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو، سو تم ابتداء کر کے نہ توڑو۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی ان سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو۔ خدا کو وہ ہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنوکنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی۔ مسلمانوں نے نہایت دیانت داری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا۔ اعلان براءۃ کے وقت ان کے معاہدہ کی میعاد منقضی ہونے میں نو مہینے باقی تھے۔ ان میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔

| |
|---|
| اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| انہوں نے آیاتِ الٰہی کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی پھر اس کی راہ سے روکنے لگے، |
| بیشک بہت ہی برا کام ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔ |

## دنیا کی قلیل قیمت کے بدلے میں ایمان بیچنے کی مذمت کا بیان

"اشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ" الْقُرْاٰن "ثَمَنًا قَلِيْلًا" مِنَ الدُّنْيَا اَیْ تَرَكُوا اتِّبَاعَهَا لِلشَّهَوَاتِ وَالْهَوٰی "فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِه" دِيْنِه "اِنَّهُمْ سَاءَ" بِئْسَ "مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" ـهُ عَمَلُهُمْ هٰذَا،

انہوں نے آیاتِ الٰہی یعنی قرآن کے بدلے دنیوی مفاد کی تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی یعنی انہوں نے قرآن کی اتباع کو شہوات ونفسانی خواہشات کے بدلے میں چھوڑ دیا ہے۔ پھر اس کے دین کی راہ سے لوگوں کو روکنے لگے، بیشک بہت ہی برا کام ہے جو وہ کرتے رہتے ہیں۔ یعنی ان کا یہ عمل کتنا برا ہے؟

## انسان کا فیصلہ کے قابل ہونے میں معیار شخصیت کا بیان

آدمی کب فیصلہ کرنے کے لائق ہوتا ہے اور حسن بصری نے کہا کہ اللہ نے حکام سے عہد لیا کہ خواہشات کی پیروی نہ کرو گے اور نہ لوگوں سے ڈریں گے اور نہ کسی آیت کے عوض تھوڑی قیمت وصول کریں گے پھر یہ آیت پڑھی کہ اے داود ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا اس لئے کہ تم لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرو اور خواہشات کی پیروی نہ کرو، یہ خواہشات تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں گی، بے شک جو اللہ کے راستے سے گمراہ ہوجاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ یوم حساب کو بھول گئے اور یہ آیت پڑھی کہ ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور روشنی ہے جس کے ذریعہ سے اللہ کے فرمانبردار نبی ربانی اور احبار یہودیوں کا فیصلہ کیا کرتے تھے اس سبب سے کہ انہیں کتاب اللہ یاد کرائی گئی تھی اور وہ لوگ اس پر گواہ تھے پس لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے عوض تھوڑی قیمت نہ خریدو اور جس نے فیصلہ نہ کیا اس کے مطابق جو اللہ نے نازل کیا تو ایسے لوگ کافر ہیں، اور یہ آیت پڑھی کہ، داود اور سلیمان جب کھیتی کے معاملہ کا فیصلہ دے رہے تھے جب کہ اس میں قوم کی بکریاں چر گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلہ کے گواہ تھے تو ہم نے یہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا، اللہ نے سلیمان کی تعریف کی اور داود کو ملامت نہیں کیا اور اگر اللہ نے ان دونوں کا معاملہ نہ بیان کیا ہوتا تو میں دیکھتا کہ قاضی ہلاک ہوگئے ہوتے اس لئے کہ اللہ نے علم کے سبب سلیمان کی تعریف کی اور داود کو ان کے اجتہاد کے سبب معذور سمجھا اور مزاحم بن زفر کا بیان ہے کہ ہم سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا پانچ باتیں ایسی ہیں اگر ان میں سے کوئی ایک بات اس میں نہ ہو تو اس میں عیب ہے وہ یہ ہے کہ سمجھدار ہو بردبار ہو، پاکدامن ہو، سخت ہو، علام ہو، علم کے متعلق دریافت کرنے والا ہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2076)

| |
|---|
| لَا يَرْقُبُوْنَ فِىْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ○ |
| نہ وہ کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا، اور وہی لوگ حد سے بڑھنے والے ہیں۔ |

## قیامت کے دن عہد توڑنے والوں کو جمع کیا جائے گا

حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت فسخ کردی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں اور بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور ہم اس شخص کی بیعت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق کرچکے ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر کوئی بے وفائی ہوسکتی ہے کہ ایک شخص کی بیعت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے موافق ہوجائے پھر اس سے جنگ کی جائے میں نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص اس کو تخت خلافت سے معزول کرے گا اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے گا تو ہمارے اور اس کے درمیان جدائی کا پردہ حائل ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2025)

## مسلمانوں کا لحاظ کیے بغیر عہد شکنی والوں کی مذمت کا بیان

عاصم بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دعائے قنوت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ دعائے قنوت پڑھی جاتی تھی، میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا اس کے بعد؟ انہوں نے کہا رکوع سے پہلے، عاصم نے کہا کہ فلاں نے مجھ سے آپ کے متعلق بیان کیا کہ آپ بعد رکوع کے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا وہ جھوٹا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد ایک مہینہ تک دعا قنوت پڑھی اور میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریبا ستر آدمیوں کو جنہیں قراء کہا جاتا تھا مشرکوں کی طرف بھیجا تھا یہ لوگ ان کے سوا تھے جن پر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعائے ضرر فرمائی تھی اور ان کے درمیان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تھا پھر (عہد شکنی کی بناء پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک دعائے قنوت پڑھی اور ان پر دعائے ضرر کی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 963)

| |
|---|
| فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ○ |
| پھر اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم آیتیں |
| ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم و دانش رکھتے ہیں۔ |

## توبہ کے بعد دوبارہ نماز وزکوٰۃ کی پابندی کرلینے کا بیان

"فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاٰتَوُا الزَّكَاةَ فَاِخْوَانُكُمْ" اَیْ فَهُمْ اِخْوَانُكُمْ "فِي الدِّيْنِ وَنُفَصِّل" نُبَيِّن "الْاٰيَات لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،

پھر بھی اگر وہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم (اپنی) آیتیں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم و دانش رکھتے ہیں۔

ابو جمرہ سے روایت ہے حضرت عبداللہ بن عباس مجھے تخت پر بٹھاتے تھے انہوں نے بیان کیا کہ جب عبدالقیس کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کون سا وفد ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ربیعہ، آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو اس وفد اور قوم کا آنا نہ تو رسوا ہوں اور نہ شرم سار، ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر ہیں اس لئے آپ ہمیں ایسی باتوں کا حکم دیں جس پر عمل کر کے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کو بھی بتلا دیں، ان لوگوں نے پینے کی چیزوں کے متعلق پوچھا۔

تو آپ ﷺ نے چار چیزوں کا حکم دیا اور چار چیزوں سے منع فرمایا: ان کو اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیا آپ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایمان باللہ کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اس چیز کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور نماز

قائم کرو اور زکوۃ دو، راوی کا بیان ہے کہ میرا گمان ہے کہ آپ نے رمضان کے روزے بھی فرمائے اور مال غنیمت میں سے خمس دینا اور انہیں دباء، حنتم، مزفت اور نقیر سے منع فرمایا اور کبھی مقیر کا لفظ روایت کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ انہیں یاد رکھو اور ان کو پہنچاؤ جو تم سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2171)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل قبلہ کے خون حرام ہیں۔

| |
|---|
| وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ |
| اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ○ |
| اور اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم کفر کے سرغنوں سے جنگ کرو |
| بیشک ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تا کہ وہ باز آ جائیں۔ |

## دین میں عیب نکالنے والوں کے قتل کا بیان

"وَاِنْ نَكَثُوْا" نَقَضُوْا "اَيْمَانَهُمْ" مَوَاثِيْقَهُمْ "مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ" عَابُوْهُ "فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ" رُؤَسَاءَهُ فِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ "اِنَّهُمْ لَا اَيْمَانَ" عُهُوْدَ "لَهُمْ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالْكَسْرِ "لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ" عَنِ الْكُفْرِ،

اور اگر وہ اپنے عہد پختہ ہو جانے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی یعنی عیب لگایا کریں تو تم ان کفر کے سرغنوں یعنی کفر کی طرف رہنمائی کرنے والوں سے جنگ کرو، یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کہ جگہ استعمال کیا گیا ہے۔ بیشک ان کی قسموں یعنی عہدوں کا کوئی اعتبار نہیں، ایک قرأت میں ایمان کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تا کہ وہ اپنے کفر سے باز آ جائیں۔

## سورہ برأت آیت ۱۲ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت ابوسفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو، عکرمہ بن جہل اور قریش کے دوسرے سرداروں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے معاہدے کو توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا۔ (طبری 10-62، زاد المسیر 3-403)

## کفار کے رہنماؤں کے قتل میں زیادہ فضیلت ہونے کا بیان

امام تفسیر امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کے کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لیے علماء نے کہا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے، دین میں عیب جوئی کرے، اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل، عتبہ، شیبہ امیہ وغیرہ یہ سب سردارن کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت سعد بن وقاص کو کہا کہ یہ

کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے آپ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کیے گئے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گوسبب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں لیکن حکماً یہ انہیں اور سب کو شامل ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چندھیا منڈی ہوئی ہوگی تو تم اس شیطانی بیٹھک کو تلوار سے دو ٹکڑے کر دینا واللہ ان میں سے ایک کا قتل دوسرے ستر لوگوں کے قتل سے بھی مجھے زیادہ پسند ہے کیونکہ کہ فرمان الٰہی ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو۔ (ابن ابی حاتم، سورہ براٗت، بیروت)

| |
|---|
| اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ |
| اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ |
| کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کے نکالنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہیں کی طرف سے پہلی ہوتی ہے، |
| کیا ان سے ڈرتے ہو تو اللہ کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔ |

## ندوۃ الکفار کے مشورے وعہد شکنی کا بیان

"اَلَا" لِلتَّحْضِيْضِ "تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا" نَقَضُوْا "اَيْمَانَهُمْ" عُهُوْدَهُمْ "وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ" مِنْ مَكَّةَ لَمَّا تَشَاوَرُوْا فِيْهِ بِدَارِ النَّدْوَةِ "وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ" بِالْقِتَالِ "اَوَّلَ مَرَّةٍ" حَيْثُ قَاتَلُوْا خُزَاعَةَ حُلَفَاءَكُمْ مَعَ بَنِيْ بَكْرٍ فَمَا يَمْنَعُكُمْ اَنْ تُقَاتِلُوْهُمْ "اَتَخْشَوْنَهُمْ" اَتَخَافُوْنَهُمْ "فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ" فِيْ تَرْكِ قِتَالِهِمْ، اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ،

یہاں پر الا یہ تحضیض کے لئے آیا ہے۔کیا اس قوم سے نہ لڑو گے جنہوں نے اپنی قسمیں یعنی عہدوں کو توڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو مکہ نکالنے کا جب انہوں نے دار ندوہ میں بیٹھ کر مشورہ کیا۔حالانکہ قتال کی پہل انہی کی جانب سے ہوئی ہے۔یعنی انہوں نے بنی بکر کے ساتھ مل کر تمہارے حلیف خزاعہ کے ساتھ قتال کیا لہٰذا تمہیں ان سے قتال کرنے میں کیا چیز مانع ہے، کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو یعنی ان سے ترک قتال میں اللہ سے ڈرو، اگر ایمان رکھتے ہو۔

## تحضیض انشائی کے مفہوم کا بیان

تحضیض جس میں مطلوب کو ابھار کر اور ترغیب دے کر طلب کیا جائے، جیسے: اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (التوبۃ)

تم ایسی قوم سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنے وعدوں کو توڑ دیا اور رسول ﷺ کو نکالنے کا ارادہ کیا، حالانکہ شرانگیزی کی ابتداء کرنے والے بھی وہی ہیں۔

## پہاڑی کے پاس رہنے والے دوڈاکوؤں کے قبول اسلام کا بیان

فائد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابراہیم بن عبدالرحمٰن کے ساتھ نکلا، انہوں نے ابن سعد کے پاس پیغام بھیج کرانہیں بلایا، ابھی ہم مقام عرج میں تھے کہ ابن سعد ہمارے پاس آ پہنچے، یادرہے کہ یہ حضرت سعد کے صاحبزادے ہیں جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب ہجرت راستہ بتایا تھا، ابراہیم ان سے کہنے لگے کہ مجھے وہ حدیث بتائیے جو آپ کے والد نے آپ سے بیان کی ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے میرے والد نے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں تشریف لائے، آپ کے ہمراہ حضرت صدیق اکبر بھی تھے، جن کی ایک بیٹی ہمارے یہاں دودھ بھی پیتی تھی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچنے کے لئے کوئی مختصر راستہ معلوم کرنا چاہتے تھے، سعد نے عرض کیا یہ ایک چلتا ہوا پہاڑی راستہ ہے لیکن قبیلہ اسلم کے دوڈاکو رہتے ہیں جنہیں 'مہانان' کہا جاتا ہے، اگر آپ چاہیں تو ہم اسی راستے پر چل پڑتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں ان دونوں کے پاس سے ہی لے چلو، چنانچہ ہم روانہ ہوگئے، جب ہم وہاں پہنچے تو ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا یہ یمانی آدمی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور اسلام قبول کرنے کی پیشکش کی، انہوں نے اسلام قبول کرلیا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہم مہانان ہیں، (جس کا لفظی معنی حقیر لوگ ہے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، تم دونوں مکرمان ہو (جس کا معنی معزز لوگ ہے) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی مدینہ منورہ پہنچنے کا حکم دیا۔ ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ قباء کے قریب پہنچ گئے، وہاں ہمیں بنوعمرو بن عوف مل گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ابوامامہ اسعد بن زرارہ کہاں ہیں؟ تو سعد بن خیثمہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مجھ سے پہلے گئے ہیں، میں انہیں مطلع نہ کردوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پھر روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب کھجوروں کے درخت نظر آنے لگے تو معلوم ہوا کہ راستہ میں لوگوں کا جم غفیر بھرا ہوا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ابوبکر! ہماری منزل یہی ہے، میں نے خواب دیکھا تھا کہ میں بنومدلج کے حوضوں کی طرح کچھ حوضوں پر اتر رہا ہوں۔ (مسند احمد: جلد ششم: حدیث نمبر 2500)

| |
|---|
| قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ |
| تم ان سے جنگ کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان پر تمہاری مدد فرمائے گا |
| اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ |

## کفار سے مقابلہ کرنے پر اللہ کی مدد کا بیان

"قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ" يَقْتُلهُمْ "بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ" يُذِلّهُمْ بِالْاَسْرِ وَالْقَهْر "وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ" بِمَا فَعَلَ بِهِمْ هُمْ بَنُو خُزَاعَة،

تم ان سے جنگ کرو، اللہ تمہارے ہاتھوں انہیں عذاب دے گا یعنی ان کو قتل کرائے گا اور انہیں قید وسختی سے رسوا کرے گا اور

ان کے مقابلہ پر تمہاری مدد فرمائے گا اور ایمان والوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ یہ سبب اس کے جوانہوں نے بنوخزاعہ کے ساتھ کیا۔

## اعلان براءت کے بعد مشرکوں کے وفود کی مدینہ میں آمد اور قبول اسلام

مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ اس اعلان برأت کے بعد نامعلوم انہیں کیسے تلخ حالات سے دوچار ہونا پڑے گا اور ان کے یہ اندیشے بے جا بھی نہ تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دو باتوں کی تلقین فرمائی ایک یہ کہ جہاد کے لیے پوری طرح مستعد رہیں، دوسرے لوگوں سے ڈرنے کے بجائے صرف اللہ سے ڈریں اور اسی پر بھروسہ کریں۔ چنانچہ اللہ نے مشرکوں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور بجائے اس کے کہ انہیں مقابلہ کی سوجھتی وہ وفود کی شکل میں مدینہ آئے اور اسلام قبول کرنے لگے اور ایسے وفود کی تعداد ۷۰ ستر کے قریب شمار کی گئی ہے جیسا کہ سورہ نصر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا النصر: 1) چنانچہ جو قبائل اسلام لائے آپ اس علاقے کا انتظام انہی کے سپرد فرما دیتے تھے۔

| |
|---|
| وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ |
| اور ان کے دلوں کا غم وغصہ دور فرمائے گا اور جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا، اور اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اسلام کی طرف رجوع کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے کا بیان

"وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ" كَرْبَهَا "وَیَتُوْب اللّٰه عَلٰی مَنْ یَّشَاء" بِالرُّجُوعِ اِلَی الْاِسْلَام كَاَبِی سُفْیَان، وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ،

اور ان کے دلوں کا غم وغصہ یعنی تکلیف کو دور فرمائے گا اور جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمائے گا، یعنی اسلام کی طرف رجوع کرنا جس طرح ابوسفیان ہے۔ اور اللہ بڑے علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

## فتح مکہ کے موقع پر غلبہ اسلام اور قبول اسلام کا بیان

ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے سال روانہ ہوئے تو قریش کو اس کی خبر پہنچ گئی ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقا (قریش کی جانب سے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر لینے کے لئے نکلے یہ تینوں چلتے چلتے (مقام) مرالظہر ان تک پہنچے وہاں بکثرت آگ اس طرح روشن دیکھی جس طرح عرفہ میں ہوتی ہے ابوسفیان نے کہا یہ آگ کیسی ہے؟ جیسے عرفہ میں ہوتی ہے بدیل بن ورقاء نے جواب دیا بنوعمرو کی آگ ہوگی، ابوسفیان نے کہا، عمرو کی تعداد اس سے بہت کم ہے ان تینوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظوں نے دیکھ کر پکڑ لیا اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا ابوسفیان تو مسلمان ہو گئے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو لشکر اسلام کی تنگ گزرگاہ کے پاس ٹھہرا، تا کہ یہ لشکر اسلام کا نظارہ کر سکیں انہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہاں کھڑا کر دیا اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبائل

گزرنے شروع ہوئے لشکر کا ایک ایک دستہ ابوسفیان کے پاس سے گزرنے لگا چنانچہ جب ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا اے عباس! یہ کون سا دستہ ہے؟ انہوں نے کہا یہ قبیلہ غفار ہے، ابوسفیان نے کہا کہ میری اور قبیلہ غفار کی تو لڑائی نہ تھی پھر قبیلہ جہینہ گزرا تو اسی طرح کہا پھر سعد بن ہذیم گزرا تو اسی طرح کہا پھر سلیم گزرا تو اسی طرح کہا پھر ایک دستہ گزرا کہ اس جیسا دیکھا ہی نہ تھا ابوسفیان نے کہا کہ یہ کون ہے؟ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ انصار ہیں ان کے سپہ سالار سعد بن عبادہ ہیں، جن کے پاس پرچم ہے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوسفیان! آج کا دن جنگ کا دن ہے آج کعبہ (میں کافروں کا کشت وخون) حلال ہوجائے گا ابوسفیان نے کہا اے عباس! ہلاکت (کفار) کا دن کتنا اچھا ہے؟ پھر ایک سب سے چھوٹا دستہ آیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے (مہاجر) اصحاب رضی اللہ عنہ تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم زبیر بن عوام کے پاس تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ سعد بن عبادہ نے کیا کہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ایسا ایسا کہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سعد نے صحیح نہیں کہا لیکن آج کا دن تو وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کعبہ کو عظمت وبزرگی عطا فرمائے گا اور کعبہ کو آج غلاف پہنایا جائے گا۔ عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پرچم کو (مقام) حجون میں نصب کرنے کا حکم دیا عروہ کہتے ہیں کہ مجھے نافع بن جبیر بن مطعم نے بتایا کہ انہوں نے عباس رضی اللہ عنہ کو زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے ابوعبداللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہاں پرچم نصب کرنے کا حکم دیا ہے عروہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن خالد بن ولید کو حکم دیا کہ وہ مکہ کے اوپر کے حصہ یعنی کدا سے داخل ہوں اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدا سے داخل ہوئے اس دن خالد کے دستہ کے دو آدمی حبیش بن اشعر اور کرز بن جابر فہری شہید ہوئے (باقی اور کسی کا کان بھی گرم نہیں ہوا)۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1480)

| |
|---|
| اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ |
| وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ؀ |
| کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور |
| اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔ |

## اللہ، رسول ﷺ اور ایمان والوں کے سوا کسی کو رازدار نہ بنانے کا بیان

"اَمْ" بِمَعْنٰى هَمْزَةِ الْاِنْكَارِ "حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا" لَمْ "يَعْلَمِ اللّٰهُ" عِلْمَ ظُهُوْرٍ "الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ" بِاِخْلَاصٍ "وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً" بِطَانَةً وَاَوْلِيَاءَ الْمَعْنٰى وَلَمْ يَظْهَرِ الْمُخْلِصُوْنَ وَهُمُ الْمَوْصُوْفُوْنَ بِمَا ذُكِرَ مِنْ غَيْرِهِمْ "وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ".

یہاں پر ام ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی یعنی بہ طور علم ظاہر نہ کیا ان کی جو تم میں سے اخلاص کے ساتھ جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے یعنی اہل اخلاص کو ابھی غیر مخلصوں سے الگ نہ کیا اور مخلص وہ ہیں جن کی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ ان کے سوا غیر مخلص ہیں اور اللہ تمہارے کاموں سے خبر دار ہے۔

مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی۔ یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے، خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہوسکتی۔ پھر عمل بھی جو کچھ کیا جائے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا یا نمود وریاء سے جیسا عمل ہوگا ادھر سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

| |
|---|
| مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ |
| اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ |
| مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دے کر ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے |
| اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ |

## کافروں کے نیک اعمال کے ضائع ہو جانے کا بیان

"مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِد اللّٰه" بِالْاِفْرَادِ وَالْجَمْعِ بِدُخُوْلِهٖ وَالْقُعُوْدِ فِيْهِ "شَاهِدِيْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ" بَطَلَتْ "اَعْمَالهمْ" لِعَدَمِ شَرْطِهَا، وَفِى النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ،

مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں یہاں پر مساجد افراد و جمع کے ساتھ آیا ہے یعنی ان میں داخل ہونا اور بیٹھنا ہے خود اپنے کفر کی گواہی دے کر ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے کیونکہ ان کی قبولیت کی شرائط نہیں پائی جاتیں اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔

## سورہ برأت آیت ۱۷ کے شانِ نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں جب بدر کے دن عباس کو قید کر لیا گیا تو مسلمان اس کے پاس آئے اور اسے اللہ کی ذات اور کفر اور قطع رحمی پر عار دلائی اور حضرت علی نے اس سے بہت سخت کلامی کی عباس نے کہا تم ہماری برائیاں تو ذکر کرتے ہو ہمارے محاسن ذکر نہیں کرتے؟ حضرت علی نے کہا کیا تمہارے کچھ محاسن بھی ہیں؟ تو اس نے کہا ہاں ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں کعبہ اللہ کی دربانی

کرتے ہیں حجاج کو پانی پلاتے ہیں اور قیدیوں کو رہائی دلاتے ہیں تو اللہ نے عباس کے رد کے طور پر یہ آیت نازل فرمائی۔ مشرکوں کو زیبا نہیں کہ خدا کی مسجدوں کو آباد کریں جبکہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں۔ (صاوی 136، قرطبی 8۔89)

مسجدوں سے مسجد حرام کعبہ معظمہ مراد ہے، اس کو جمع کے صیغے سے اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ تمام مسجدوں کا قبلہ اور امام ہے اس کا آباد کرنے والا ایسا ہے جیسے تمام مسجدوں کا آباد کرنے والا اور جمع کا صیغہ لانے کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ ہر بقعہ مسجد حرام کا مسجد ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجدوں سے جنس مراد ہو اور کعبہ معظمہ اس میں داخل ہو کیونکہ وہ اس جنس کا صدر ہے۔

کفار قریش کے رؤسا کی ایک جماعت جو بدر میں گرفتار ہوئی اور ان میں حضور کے چچا حضرت عباس بھی تھے ان کو اصحاب کرام نے شرک پر عار دلائی اور حضرت علی مرتضی نے تو خاص حضرت عباس کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل آنے پر بہت سخت سست کہا، عباس کہنے لگے کہ تم ہماری برائیاں تو بیان کرتے ہو اور ہماری خوبیاں چھپاتے ہو، ان سے کہا گیا کیا آپ کی کچھ خوبیاں بھی ہیں، انہوں نے کہا ہاں ہم تم سے افضل ہیں ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں، کعبہ کی خدمت کرتے ہیں، حاجیوں کو سیراب کرتے ہیں، اسیروں کو رہا کراتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کا آباد کرنا کافروں کو نہیں پہنچتا کیونکہ مسجد آباد کی جاتی ہے اللہ کی عبادت کے لئے تو جو خدا ہی کا منکر ہو اس کے ساتھ کفر کرے وہ کیا مسجد آباد کرے گا اور آباد کرنے کے معنی میں بھی کئی قول ہیں۔ ایک تو یہ کہ آباد کرنے سے مسجد کا بنانا، بلند کرنا، مرمت کرنا مراد ہے، کافر کو اس سے منع کیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد آباد کرنے سے اس میں داخل ہونا، بیٹھنا مراد ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ |
| وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰۤئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝ |
| اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں |
| اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔ |

## مساجد کو آباد کرنے میں اہل ایمان کے شعار ہونے کا بیان

"اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلَاةَ وَ اٰتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ " اَحَدًا، اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى اُولٰئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ،

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تو قریب ہے کہ یہ لوگ ہدایت والوں میں ہوں۔

## سورہ برأت آیت ۱۸ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابوسعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں مسجد میں آنے جانے کی

عادت دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

(اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) التوبہ:18) اللہ کی مسجدوں کو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1035)

## مسجد بنوانے والے کے لئے جنت میں مکان ہونے کا بیان

حضرت عبیداللہ خولانی فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد بنانے لگے تو انہوں نے لوگوں کو اس میں باتیں کرتے سنا تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر بہت زیادتی کی ہے حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اللہ کے لئے مسجد بنائے گا راوی بکیر نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا ابن عیسیٰ نے اپنی روایت میں کہا کہ اس جیسا جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1184)

## مساجد کے سبب عذاب الٰہی سے بچنے کا بیان

مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور حدیث میں ہے مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔

ابن عساکر میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکھری بکری کو پکڑ کر لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور عوام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ کا گھر ہیں جو ان میں داخل ہو اللہ کا ان پر حق ہے کہ وہ مساجد کا احترام کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آ کر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ کا نافرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا نمازی بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لیے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لیے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۘ

| |
|---|
| تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں |
| جہاد کیا، وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں، اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۔ |

## بدعقیدگی کے سبب حرم کی خدمات پر ثواب نہ ہونے کا بیان

"اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام" اَیْ اَهْلِ ذٰلِكَ "كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ" فِی الْفَضْل "وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ نَزَلَتْ رَدًّا عَلٰى مَنْ قَالَ ذٰلِكَ وَهُوَ الْعَبَّاس اَوْ غَيْرِه،

تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس شخص کے اعمال کے برابر ٹھہرالیا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، لہٰذا وہ اللہ کے نزدیک فضیلت میں برابر نہیں، اور اللہ ظالموں یعنی کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ آیت اس بات کے جواب میں نازل ہوئی ہے جو عباس وغیرہ نے کہی تھی۔

## سورہ برأت آیت ۱۹ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کے کوئی عمل نہ کروں اور دوسرے نے کہا مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ میں اسلام لانے کے بعد مسجد حرام کو آباد کرنے کے علاوہ کوئی عمل نہ کروں تیسرے نے کہا اللہ کے راستہ میں جہاد اس سے افضل ہے جو تم نے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو ڈانٹا اور کہا کہ اپنی آوازوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے پاس بلند نہ کرو یہ جمعہ کا دن تھا لیکن جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا فتویٰ طلب کیا جس میں انہوں نے اختلاف کیا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کو آباد کرنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دیتے ہو جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 374)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ |
| دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ○ |
| جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے |
| وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں، اور وہی لوگ ہی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ |

## ہجرت و جہاد کرنے والوں کی فضیلت و کامیابی کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَم دَرَجَة" رُتْبَة "عِنْدَ اللّٰه"

مِنْ غَيْرِهِمْ "وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ" الظَّافِرُوْنَ بِالْخَيْرِ

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے رہے وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ کے لحاظ سے بہت بڑے ہیں، اور وہی لوگ ہی مراد کو پہنچے ہوئے ہیں۔یعنی بھلائی کے ساتھ کامیاب ہونے والے ہیں۔

## شہید کی بار بار تمنائے شہادت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جو اس کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلے اور اس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور اس کے پیغمبروں کی تصدیق ہی نے (جہاد پر آمادہ کرکے) گھر سے نکالا ہو، اس امر کا ذمہ دار ہو گیا ہے کہ یا تو میں اسے اس ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا، جو اس نے جہاد میں پایا ہے، یا اسے (شہید بنا کر) جنت میں داخل کر دوں گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو (کبھی) چھوٹے لشکر کے ہمراہ جانے سے بھی دریغ نہ کرتا، کیوں کہ میں یقیناً اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 35)

| |
|---|
| يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ |
| ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت کی اور رضا کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔ |

## اہل ایمان ہجرت و جہاد والوں کے لئے رحمت و رضا کی بشارت کا بیان

"يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَان وَجَنَّات لَهُمْ فِيهَا نَعِيم مُقِيم" دَائِم،

ان کا رب انہیں اپنی جانب سے رحمت کی اور اپنی رضا کی اور ان جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہیں۔

## جنت کے نہر میں نہانے والوں کی خوبصورتی کا بیان

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رات کو دو فرشتے آئے اور مجھے ایسے مکان میں لے گئے جو کہ سونے اور چاندی کی اینٹوں سے بنایا گیا تھا وہاں میں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کا نصف بدن نہایت خوبصورت اور نصف بدن بہت ہی بدصورت تھا ایسا کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا ان فرشتوں نے ان سے کہا کہ اس نہر کے اندر گھسو اور وہ گھسے پھر باہر آئے تو ان کی یہ ساری بدصورتی دور ہو چکی تھی اور وہ خوبصورت بن چکے تھے فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مقام و ٹھکانہ ہے پھر فرشتوں نے کہا کہ جن لوگوں کا

نصف بدن خوبصورت اور نصف بدن بدصورت دیکھا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اچھے اور برے دونوں کام کئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا ہے اور وہ پاک وخوبصورت ہو گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1858)

پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان، جہاد اور ہجرت ان تین اعمال کے بدلے تین طرح کی بشارت دی گئی۔ رحمت، اللہ کی رضا اور ہمیشہ کے لیے جنت میں قیام۔ بعض علماء نے ان اعمال اور ان کے اجر میں یہ نسبت قائم کی ہے کہ اللہ کی رحمت تو ایمان کی وجہ سے ہوگی کیونکہ آخرت میں اللہ کی رحمت اور مہربانی صرف اس شخص پر ہوگی جو ایمان لایا ہو اور رضوان یا اللہ کی رضامندی جہاد کے عوض ہوگی۔ کیونکہ جس طرح سب اعمال سے افضل اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کی قربانی پیش کرنا ہے اسی طرح جنت کی سب نعمتوں سے بڑی نعمت اللہ کی رضامندی ہے جیسا کہ متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور ہجرت کے عوض انہیں جنت میں ہمیشہ کا قیام نصیب ہوگا۔ انہوں نے اللہ کی خاطر اپنا وطن مالوف چھوڑا تو اس کے عوض انہیں اپنے وطن سے بہتر وطن اپنے گھر سے بہتر گھر ملے گا جس میں ہر طرح کی نعمتیں ہوں گی اور اس گھر کو چھوڑنے یا اس کے چھوٹ جانے کا کبھی سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

| |
|---|
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ ہی کے پاس بڑا اجر ہے۔ |

## آخرت کی حیات ونعمتوں کے دوام کا بیان

"خَالِدِيْنَ" حَال مُقَدَّرَة، فِيْهَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ،

یہاں پر خالدین یہ حال مقدرہ ہے ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ ہی کے پاس بڑا اجر ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا ابوکریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لاکر کھڑا کر دیا جائے گا پھر اللہ فرمائے گا اے جنت والو کیا تم اسے پہچانتے ہو جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اُسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا اے جنت والو اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو اب تمہیں دوزخ میں رہنا ہے اب موت نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی (وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ) اور ان لوگوں کو حسرت کی دن سے ڈرایئے جب ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہیں ایمان نہیں لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے دنیا کی طرف ارشاد فرمارہے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2680)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ |
| عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اے ایمان والو! تم اپنے باپ (دادا) اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو محبوب رکھتے ہوں، |
| اور تم میں سے جو شخص بھی انہیں دوست رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔ |

## اہل وعیال وغرض تجارت کے سبب ترک ہجرت کا بیان

وَنَزَلَ فِيمَنْ تَرَكَ الْهِجْرَةَ لِأَجْلِ اَهْلِهِ وَتِجَارَتِهِ "يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوْا" اخْتَارُوْا، عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ،

یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے اہل وعیال اور تجارت کی غرض سے ہجرت کو ترک کیا تھا۔ اے ایمان والو! تم اپنے باپ (دادا) اور بھائیوں کو بھی دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو محبوب رکھتے ہوں، اور تم میں سے جو شخص بھی انہیں دوست رکھے گا سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## سورہ برأت آیت ۲۳ کے شانِ نزول کا بیان

کلبی کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا تو ایک آدمی نے اپنے والد، بھائی اور اپنی بیوی کو یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہمیں ہجرت کا حکم دیا گیا ہے تو ان میں سے بعض ہجرت کی طرف جلدی کرتے ہیں اور اسے بہت پسند کرتے اور بعض کی بیوی، اہل وعیال اور بچے اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور کہتے کہ ہم تجھے اللہ کی قسم دیتے کہ ہیں اس طرح لاچار نہ چھوڑنا کہ ہم ہلاک ہو جائیں تو اس شخص دل نرم پڑ جاتا اور ہجرت کو چھوڑ دیتا ان لوگوں کو عتاب کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ، (زادالمسیر 3۔411) یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ہجرت کر کے مدینہ کی طرف نکلے اور مکہ میں پیچھے رہ گئے۔

## ترک موالات ومودت کا حکم

اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا ہے گو وہ ماں باپ ہوں بہت بھائی ہوں۔ بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر ترجیح دیں اور آیت میں ہے (آیت لاتجد قوما یومنوں باللہ الخ،) اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز اللہ رسول کے دشمنوں سے دوستی کرنے والا نہیں پائے گا گو وہ ان کے باپ ہوں بیٹے یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان رکھ دیا گیا ہے اور اپنی خاص روح سے ان کی تائید فرمائی ہے۔ انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔

بیہقی میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہو گئی آپ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا۔ اس پر آیت لاتجد نازل ہوئی۔ پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر وہ رشتے دار اپنے حاصل کیے ہوئے مال اور مندے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ اور رسول سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں

اللہ کے عذاب کے برداشت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ایسے بدکاروں کو اللہ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ جارہے تھے حضرت عمر کا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔ حضرت عمر نے فرمایا اللہ کی قسم اب آپ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے عمر (تو مومن ہوگیا) (بخاری شریف)

صحیح حدیث میں آپ کا فرمان ثابت ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہوجاؤں مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے آپ فرماتے ہیں جب تم عین کی خرید وفروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دمیں تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کرے گا وہ اس وقت تک دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ۔

| |
|---|
| قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا |
| وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ |
| سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ |
| تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ |
| سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے |
| زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ |

## خاندان واموال سے زیادہ محبت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے کا بیان

"قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ " اَقْرِبَاؤُكُمْ وَفِيْ قِرَاءَة عَشِيْرَاتُكُمْ "وَاَمْوَال اقْتَرَفْتُمُوْهَا " اكْتَسَبْتُمُوْهَا "وَتِجَارَة تَخْشَوْنَ كَسَادهَا " عَدَم نَفَادهَا "وَمَسَاكِن تَرْضَوْنَهَا اَحَبّ اِلَيْكُمْ مِنْ اللّٰه وَرَسُوْله وَجِهَاد فِيْ سَبِيْله " فَقَعَدْتُمْ لِاَجْلِهِ عَنْ الْهِجْرَة وَالْجِهَاد "فَتَرَبَّصُوا" انْتَظِرُوْا "حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰه بِاَمْرِهِ" تَهْدِيْد لَهُمْ، وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ،

تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا خاندان، یہاں ایک قرأت میں عشیراتکم آیا ہے۔ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں یعنی ان چیزوں کے سبب تم ہجرت اور جہاد سے بیٹھ گئے ہو تو راستہ دیکھو یعنی انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اس میں ان کے لئے تہدید ہے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

امام تفسیر مجاہد نے فرمایا کہ حکم سے مراد جہاد وقتال اور فتح مکہ کا حکم ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اس وقت دنیاوی تعلقات پر اللہ و رسول کے تعلقات کے قربان کرنے والوں کا انجام بدعنقریب سامنے آنے والا ہے جبکہ مکہ فتح ہوگا اور نافرمانی کرنے والے ذلیل و خوار ہوں گے اور ان کے یہ تعلقات اس وقت ان کے کام نہ آئیں گے۔

اور حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس جگہ حکم سے مراد حکم عذاب ہے کہ دنیوی تعلقات پر اخروی تعلقات کو قربان کر کے ہجرت نہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم عذاب عنقریب آنے والا ہے یا تو دنیا ہی میں ان پر عذاب آئے گا ورنہ آخرت کا عذاب تو یقینی ہے، آیت میں اس جگہ مقصود تو ترک ہجرت پر وعید ہے مگر ذکر بجائے ہجرت کے جہاد کیا گیا، جو ہجرت کے بعد کا اگلا قدم ہے، اس میں اشارہ کر دیا گیا کہ ابھی تو صرف ہجرت اور ترک وطن ہی کا حکم ہوا ہے، اس میں کچھ لوگ ہمت ہار بیٹھے، آگے! جہاد کا حکم آنے والا ہے، جس میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت پر ساری محبتوں کو اور خود اپنی جان کو قربان کرنا پڑتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس جگہ ہجرت ہی کو جہاد سے تعبیر کر دیا ہو کیونکہ وہ بھی حقیقت میں جہاد ہی کا ایک شعبہ ہے۔

## کمال ایمان کے تقاضے کا بیان

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ (کی خوشنودی) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو'۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔ اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔ ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ 1

بیشک اللہ نے بہت سے مقامات میں تمہاری مدد فرمائی اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت نے تمہیں نازاں بنادیا تھا پھر وہ

تمہیں کچھ بھی نفع نہ دے سکی اور زمین باجود اس کے کہ وہ فراخی رکھتی تھی، تم پر تنگ ہوگئی چنانچہ تم پیٹھ دکھاتے ہوئے پھر گئے۔

## غزوہ حنین میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے آنے کا بیان

"لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ " لِلْحَرْبِ "كَثِيْرَة" كَبَدْرٍ وَقُرَيْظَةَ وَالنَّضِير "و" اُذْكُرْ "يَوْم حُنَيْن" وَادٍ بَيْن مَكَّة وَالطَّائِف اَيْ يَوْم قِتَالكُمْ فِيْهِ هَوَازِن وَذٰلِكَ فِيْ شَوَّال سَنَة ثَمَان "اِذْ" بَدَل مِنْ يَوْم "اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتكُمْ" فَقُلْتُمْ لَنْ نُغْلَب الْيَوْم مِنْ قِلَّةٍ وَكَانُوْا اثْنَيْ عَشَرَ اَلْفًا وَّالْكُفَّار اَرْبَعَة اَلَاف "فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْاَرْض بِمَا رَحُبَتْ " مَا مَصْدَرِيَّة اَيْ مَعَ رَحْبهَا اَيْ سِعَتهَا فَلَمْ تَجِدُوْا مَكَانًا تَطْمَئِنُّوْنَ اِلَيْهِ لِشِدَّةِ مَا لَحِقَكُمْ مِنْ الْخَوْف "ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِيْنَ" مُنْهَزِمِينَ وَثَبَتَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى بَغْلَته الْبَيْضَاء وَلَيْسَ مَعَهُ غَيْر الْعَبَّاس وَاَبُو سُفْيَان اٰخِذ بِرِكَابِهِ،

بیشک اللہ نے بہت سے جنگی مقامات میں تمہاری مدد فرمائی جس طرح میدان بدر، بنوقریظہ اور بنونضیر کے مقابلہ میں مدد فرمائی ہے۔ اور حنین جو مکہ اور طائف کے درمیان وادی ہے جہاں تمہارا ہوازن کے ساتھ مقابلہ ہوا اور وہ شوال سن ۸ ہجری تھا۔ یہاں پر اذ یہ یوم سے بدل ہے۔ اس حنین کے دن جب تمہاری افرادی قوت کی کثرت نے تمہیں نازاں بنادیا تھا اور تم نے کہہ دیا تھا کہ آج ہم تعداد کی کمی کے حساب سے تو مغلوب نہیں ہوسکتے کیونکہ تمہاری تعداد بارہ ہزار تھی جبکہ کفار کی تعداد چار ہزار تھی۔ پھر وہ کثرت تمہیں کچھ بھی نفع نہ دے سکی اور زمین باجود اس کے کہ وہ فراخی رکھتی تھی، تم پر تنگ ہوگئی، یہاں پر ما مصدریہ ہے جس کا معنی وسعت ہے اور تمہیں اس شدت سے خوف نے آلیا تھا کہ تمہیں آرام کرنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی۔ چنانچہ تم پیٹھ دکھاتے ہوئے پھر گئے۔ یعنی ہزیمت کے طور پر واپس آئے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ اپنی خچر پر سوار ثابت قدم رہے اور آپ ﷺ کے پاس سوائے حضرت عباس وابوسفیان کے کوئی نہ تھا اور انہی حضرات نے رکاب کو پکڑ رکھا تھا۔

## سورہ برأت آیت ۲۵ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ربیع بن انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے غزوہ حنین کے موقع پر کہا ہم قلت کے باعث مغلوب نہیں ہوں گے جبکہ مسلمانوں کی تعداد اس دن بارہ ہزار تھی یہ بات رسول اللہ ﷺ کو سخت ناگوار گزری اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ ۔(اسباب النزول للسیوطی 137)

## غزوہ حنین کے مختلف احوال کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ سنہ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے۔ ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنوجشم بنوسعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے کچھ لوگ بھی ہیں اور کچھ لوگ بنوعمرو بن عامر کے اور عون بھی عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کے اپنی بکریوں اور اونٹوں کو بھی انہوں نے ساتھ ہی رکھا ہے تو آپ نے اس لشکر کو لے کر جواب آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلے کے لیے چلے تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ کے ساتھ ہو لیے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا صبح سویرے منہ اندھیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر باری کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلانی شروع کر دیں یہاں مسلمانوں میں دفعتاً ابتری پھیل گی اور یہ منہ پھر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے آپ اس وقت سفید خچر پر سوار تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ کے جانور کی دائیں جانب سے نکیل تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بائیں طرف سے نکیل پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ با آواز بلند اپنے تئیں پہنچوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ اللہ کے بندو کہاں چلے، میری طرف آؤ۔ میں اللہ کا سچا رسول ہوں میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں ہوں۔ میں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں۔ آپ کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت ایمن بن ام ایمن، حضرت اسامہ بن زید وغیرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی تھے۔

پھر آپ نے اپنے چچا حضرت عباس کو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ بھاگیں پس آپ نے یہ کہہ کر اے ببول کے درخت تلے بیعت کرنے والو اے سورہ بقرہ کے حاملو پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچنی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے لبیک لبیک کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گیا جب کچھ جماعت آپ کے اردگرد جمع ہو گئی آپ نے اللہ سے دعا مانگنی شروع کی کہ باری الٰہی جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما پھر آپ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے

ان کی آنکھوں اوران کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے۔ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے۔مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی اتنی دیر میں توانہوں نے کفار کو قید کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھیر کر دیا۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا |
| وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ○ |
| پھر اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ایمان والوں پر اپنی تسکین نازل فرمائی اوراس نے لشکر اتارے |
| جنہیں تم نہ دیکھ سکے اوراس نے ان لوگوں کو عذاب دیا جو کفر کر رہے تھے،اور یہی کافروں کی سزا ہے۔ |

## غزوہ حنین میں نزول سکینہ وفرشتوں کا بیان

"ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَته " طُمَانِيْنَته "عَلٰى رَسُوْله وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ " فَرَدُّوا اِلَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا نَادَاهُمُ الْعَبَّاس بِاِذْنِهِ وَقَاتَلُوْا "وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا " مَلَائِكَة "وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" بِالْقَتْلِ وَالْاَسْر ،وَذٰلِكَ جَزَاء ُالْكَافِرِينَ،

پھر اللہ نے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ایمان والوں پر اپنی تسکین رحمت نازل فرمائی اور جب نبی کریم ﷺ کے حکم سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو آواز دی تو وہ آپ ﷺ کی طرف لوٹ آئے اور انہوں نے مشرکین سے قتال کیا۔اوراس نے ملائکہ کے ایسے لشکر اتارے جنہیں تم نہ دیکھ سکے اوراس نے ان لوگوں کو قتل وقید سے عذاب دیا جو کفر کر رہے تھے، اور یہی کافروں کی سزا ہے۔

## غزوہ حنین میں کفار کے چہروں پر مٹی پھینکنے کا بیان

حضرت ابوعبدالرحمٰن فہری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں غزوہ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا ہم شدید گرمی کے ایک گرم ترین دن میں روانہ ہوئے راستے میں ایک جگہ سایہ دار درختوں کے نیچے پڑاؤ کیا، جب سورج ڈھل گیا تو میں نے اپنا اسلحہ زیب تن کیا اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں تھے میں نے السلام علیک یارسول اللہ" کہہ کر پوچھا کہ کوچ کا وقت ہوگیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ! پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی وہ ببول کے نیچے سے اس طرح کودے جیسے کسی پرندے کا سایہ ہو اور عرض کیا لبیک و سعدیک، میں آپ پر قربان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھوڑے پر زین کس دو، چنانچہ انہوں نے ایک زین نکالی جس کے دونوں کنارے کھجور کی چھال سے بھرے ہوئے تھے اور جس میں کوئی غرور وتکبر نہ تھا اور اسے کس دیا۔پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ہم بھی سوار ہوگئے میدان جنگ میں عشاء کے وقت سے ساری رات ہم لوگ صف بندی کرتے رہے جب

دونوں جماعتوں کے گھوڑے ایک دوسرے میں گھسے تو مسلمان پیٹھ پھیر کر بھاگ اٹھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ کے بندو! میں اللہ کا بندہ اور رسول تو یہاں موجود ہوں پھر فرمایا اے گروہ مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور رسول تو یہاں موجود ہوں اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے سے کودے اور مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریبی آدمی کی اطلاع کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی دشمن کے چہروں پر پھینک دی اور فرمایا یہ چہرے بگڑ جائیں، چنانچہ اللہ نے مشرکین کو شکست سے دوچار کر دیا۔ مشرکین خود اپنے بیٹوں سے کہتے ہیں کہ ہم میں سے ایک بھی آدمی ایسا نہ بچا جس کی آنکھیں اور منہ مٹی سے نہ بھر گیا ہو اور ہم نے زمین و آسمان کے درمیان ایسی آواز سنی جیسے لوہے کو لوہے کی پلیٹ پر گذارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ گذشتہ حدیث اس دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ (مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 2504)

| |
|---|
| ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| پھر اللہ اس کے بعد بھی جس کی چاہتا ہے توبہ قبول فرماتا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## اللہ کی طرف سے توبہ و قبول اسلام کی توفیق کا بیان

"ثُمَّ يَتُوْب اللّٰه مِنْ بَعْد ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَاء " مِنْهُمْ بِالْإِسْلَامِ،وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ،

پھر اللہ اس کے بعد بھی جس کی چاہتا ہے توبہ قبول فرماتا ہے یعنی اسے توفیقِ اسلام اور توجہِ رحمت سے نوازتا ہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## جنگ حنین والوں کی توبہ اور قیدیوں کی واپسی کا بیان

حنین میں قبیلہ ہوازن و ثقیف کے کچھ سردار مارے گئے، کچھ بھاگ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ جو ان کے اہل و عیال اور اموال تھے وہ مسلمانوں کے قیدی اور مال غنیمت بن کر مسلمانوں کے ہاتھ آئے جس میں چھ ہزار قیدی، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی، جس کے تقریباً چار من ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سفیان بن حرب کو اموال غنیمت کا نگران مقرر فرمایا۔

پھر شکست خوردہ ہوازن اور ثقیف نے مختلف مقامات پر مسلمانوں کے خلاف اجتماع کیا مگر ہر مقام پر ان کو شکست ہوتی گئی، وہ سخت مرعوب ہو کر طائف کے نہایت مستحکم قلعہ میں قلعہ بند ہو گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ بیس روز اس قلعہ کا محاصرہ کیا، یہ قلعہ بند دشمن اندر ہی سے تیر برساتے رہے، سامنے آنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان لوگوں کے لئے بددعا فرمائیے، مگر آپ نے ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی اور بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ فرما کر واپسی کا قصد فرمایا، اور مقام جعرانہ پر پہنچ کر ارادہ فرمایا کہ پہلے مکہ معظمہ جا کر عمرہ ادا کریں پھر مدینہ طیبہ کو واپسی ہو، مکہ والوں کی بڑی تعداد جو تماشائی بن کر مسلمانوں کی فتح و شکست کا امتحان کرنے آئی تھی، اس جگہ پہنچ کر ان میں سے بہت لوگوں

نے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔

اسی مقام پر پہنچ کر مال غنیمت کی تقسیم کا انتظام کیا گیا تھا، ابھی اموال غنیمت تقسیم ہو ہی رہے تھے کہ وفدِ ہوازن کے چودہ سرداروں کا ایک وفد زہیر بن صرد کی قیادت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی چچا ابو یرقان بھی تھے، انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں، اور یہ درخواست کی کہ ہمارے اہل و عیال اور اموال ہمیں واپس دیدیئے جائیں، اس درخواست میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم بلسلہ رضاعت آپ کے خویش و عزیز ہیں، اور جو مصیبت ہم پر پڑی ہے وہ آپ سے مخفی نہیں، آپ ہم پر احسان فرمائیں، رئیس وفد ایک شاعر آدمی تھا، اس نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم بادشاہ روم یا شاہ عراق سے اپنی ایسی مصیبت کے پیش نظر کوئی درخواست کرتے تو ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ بھی ہماری درخواست کو رد نہ کرتے اور آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے اخلاق فاضلہ میں سب سے زیادہ ممتاز فرمایا ہے آپ سے ہم بڑی امید لے کر آئے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ موقع دوہری مشکل کا تھا کہ ایک طرف ان لوگوں پر رحم و کرم کا تقاضا یہ کہ ان کے سب قیدی اور اموال ان کو واپس کر دیئے جائیں، دوسری طرف یہ کہ اموال غنیمت میں تمام مجاہدین کا حق ہوتا ہے، ان سب کو ان کے حق سے محروم کر دینا از روئے انصاف درست نہیں، اس لئے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جواب میں فرمایا:

میرے ساتھ کس قدر مسلمانوں کا لشکر ہے جو ان اموال کے حق دار ہیں، میں سچی اور صاف بات کو پسند کرتا ہوں، اس لئے آپ لوگوں کو اختیار دیتا ہوں کہ یا تو اپنے قیدی واپس لے لو یا اموالِ غنیمت ان دونوں میں جس کو تم انتخاب کرو وہ تمہیں دیدیئے جائیں گے، سب نے قیدیوں کی واپسی کو اختیار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو جمع فرما کر ایک خطبہ دیا، جس میں حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی تائب ہو کر آ گئے ہیں، میں یہ چاہتا ہوں کہ ان کے قیدی ان کو واپس دے دیجائیں تم میں سے جو لوگ خوش دلی کے ساتھ اپنا حصہ واپس دینے کے لئے تیار ہوں وہ احسان کریں اور جو اس کے لئے تیار نہ ہوں تو ہم ان کو آئندہ اموال فیئ میں سے اس کا بدلہ دیدیں گے۔

مختلف اطراف سے یہ آواز اٹھی کہ ہم خوش دلی کے ساتھ سب قیدی واپس کرنے کے لئے تیار ہیں، مگر عدل و انصاف اور حقوق کے معاملہ میں احتیاط کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی مختلف آوازوں کو کافی نہ سمجھا، اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ کون لوگ اپنا حق چھوڑنے کے لئے خوش دلی سے تیار ہوئے اور کون ایسے ہیں جو شرما شرمی خاموش رہے، معاملہ لوگوں کے حقوق کا ہے اس لئے ایسا کیا جائے کہ ہر جماعت اور خاندان کے سردار اپنی اپنی جماعت کے لوگوں سے الگ الگ صحیح بات معلوم کر کے مجھے بتائیں۔

اس کے مطابق سرداروں نے ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ اجازت حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا کہ سب

لوگ خوش دلی سے اپنا حق چھوڑنے کے لئے تیار ہیں، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب قیدی ان کو واپس کر دیئے۔

یہی وہ لوگ تھے جن کے تائب ہونے کی طرف مذکورہ تیسری آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے (آیت) ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ، غزوہ حنین میں پیش آنے والے واقعات کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے اس کا کچھ حصہ تو خود قرآن کریم میں مذکور ہے اور باقی مستند روایات حدیث سے لیا گیا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ برأت، لاہور)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ |
| وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! مشرکین تو سراپا نجاست ہیں سو وہ اپنے اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں، اور اگر تمہیں مفلسی کا ڈر ہے |
| تو (گھبراؤ نہیں) عنقریب اللہ اگر چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے مال دار کر دے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## مشرکین کے لئے حرم میں داخل ہونے کی ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" قَذَرٌ لِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ "فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" اَیْ لَا يَدْخُلُوا الْحَرَمَ "بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا" عَامَ تِسْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ "وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً" فَقْرًا بِانْقِطَاعِ تِجَارَتِهِمْ عَنْكُمْ "فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَآءَ" وَقَدْ اَغْنَاهُمْ بِالْفُتُوحِ وَالْجِزْيَةِ،

اے ایمان والو! مشرکین تو سراپا نجاست ہیں یعنی ان کا باطن ناپاک ہے لہٰذا وہ اپنے اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے پائیں، یعنی ۹ ہجری کے بعد حرم میں داخل نہ ہوں۔ اور اگر تمہیں ان سے تجارت کے ختم ہو جانے کے سبب مفلسی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ اگر چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے مال دار کر دے گا، یعنی فتوحات اور جزیے کے ساتھ مالدار بنا دے گا۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۲۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ مشرکین بیت اللہ آتے اور اپنے ساتھ کھانا بھی لاتے اور اس سے تجارت کرتے جب انہیں بیت اللہ آنے سے روک دیا گیا تو مسلمانوں نے کہا اب کھانا کہاں سے ملے گا؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ) اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ) تو مسلمانوں پر یہ بہت شاق گزرا اور انہوں نے کہا اب ہمارے پاس کھانا اور سامان کون لائے گا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ )۔ اس کے قریب قریب ہی عکرمہ اور عطیہ عوفی، ضحاک، قتادہ اور دوسرے مفسرین کرام سے منقول ہے۔ (زادالمسیر 3۔417، قرطبی 8۔106)

## مساجد وحرم میں مشرکین کے داخل ہونے میں ممانعت کا بیان

تفسیر قرطبی میں ہے کہ فقہائے مدینہ امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ نے فرمایا کہ مشرکین ہر معنی کے اعتبار سے نجس ہیں، ظاہری نجاست سے بھی عموماً اجتناب نہیں کرتے اور جنابت وغیرہ کے بعد غسل کا بھی اہتمام نہیں کرتے، اور کفر وشرک کی باطنی نجاست تو ان میں ہے ہی، اس لئے یہ حکم تمام مشرکین اور تمام مساجد کے لئے عام ہے، اور اس کی دلیل میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کا یہ فرمان پیش کیا جس میں انہوں نے امراء بلاد کو ہدایت کی تھی کہ کفار کو مساجد میں داخل نہ ہونے دیں، اس فرمان میں اسی آیت مذکورہ کو تحریر فرمایا تھا نیز یہ کہ حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، لا احل المسجد لحائض ولا جنب ی مسجد میں داخل ہونا کسی حائضہ عورت یا جنبی شخص کے لئے میں حلال نہیں سمجھتا"۔ اور مشرکین وکفار عموماً حالت جنابت میں غسل کا اہتمام نہیں کرتے، اس لئے ان کا داخلہ مساجد میں ممنوع ہے۔

امام شافعی نے فرمایا کہ یہ حکم مشرکین اور کفار اہل کتاب سب کے لئے عام ہے، مگر مسجد حرام کے لئے مخصوص ہے دوسری مساجد میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں، (قرطبی) اور دلیل میں ثمامہ ابن اُثال کا واقعہ پیش کرتے ہیں، کہ مسلمان ہونے سے پہلے جب یہ گرفتار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا تھا۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک آیت میں مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی، اور دلیل یہ ہے کہ جس وقت موسم حج میں حضرت علی مرتضیٰ کے ذریعہ اعلان براءت کردیا گیا تو اس میں اعلان اسی کا تھا کہ، جس میں ظاہر کردیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا، اس لئے اس آیت میں (آیت) فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کے معنی بھی اس اعلان کے مطابق یہی ہیں کہ ان کو حج وعمرہ کی ممانعت کردی گئی، اور کسی ضرورت سے باجازت امیر المومنین داخل ہوسکتے ہیں، وفد ثقیف کا واقعہ اس کا شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا حالانکہ یہ لوگ اس وقت کافر تھے، صحابہ کرام نے عرض بھی کیا یا رسول اللہ یہ نجس قوم ہے، تو آپ نے فرمایا کہ مسجد کی زمین پر ان لوگوں کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (احکام القرآن، جصاص)

اس روایت نے یہ بات بھی واضح کردی کہ قرآن کریم میں مشرکین کو نجس کہنے سے انکی نجاست کفر وشرک مراد ہے، جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک ہے اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مشرک مسجد کے پاس نہ جائے، بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کنیز ہو تو بضرورت اس کو داخل کرسکتے ہیں۔ (قرطبی)

یہ حدیث بھی اسی کی شاہد ہے کہ نجاست ظاہری کو سبب قرار دے کر مشرکین کو مسجد حرام سے نہیں روکا گیا ورنہ اس میں غلام اور جاریہ کی کوئی تخصیص نہ تھی، بلکہ بنیاد اصل کفر وشرک اور ان کے غلبہ کا خطرہ ہے، غلام وکنیز میں یہ خطرہ نہیں، ان کو اجازت دے دیگئی، اس کے علاوہ ظاہری نجاست کے اعتبار سے تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ نجاست یا حدث اکبر کی حالت میں ان کے لئے بھی

مسجد حرام داخلہ ممنوع ہے۔

نیز جمہور کی تفسیر کے مطابق مسجد حرام سے اس جگہ جب پورا حرم مراد ہے تو وہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ یہ ممانعت ظاہری نجاست کی بنیاد پر نہیں، بلکہ کفر و شرک کی نجاست کی بناء پر ہے اسی لئے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں کیا گیا بلکہ پورے حرم محترم میں ممنوع قرار دیا گیا، کیونکہ وہ اسلام کا حمی اور ایک قلعہ ہے، اس میں کسی غیر مسلم کو رکھنا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نجاسات سے مساجد کی تطہیر بھی ایک مستقل مسئلہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے، لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے، جس کا اعلان سورہ براءت کے شروع میں کیا گیا ہے کہ جتنے مشرکین مکہ میں موجود تھے ان سب سے حرم محترم کو خالی کرانا مقصود تھا، لیکن بتقاضائے عدل و انصاف ورحم وکرم مکہ فتح ہوتے ہی سب کو یک قلم خارج کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ جن لوگوں سے کسی خاص میعاد کا معاہدہ تھا اور وہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہے تو ان کی میعاد معاہدہ پوری کر کے اور باقیوں کو کچھ کچھ مہلت دے کر سال بھر کے اندر اس تجویز کی تکمیل پیش نظر تھی، اسی کا بیان اس آیت مذکورہ میں آیا کہ اس سال کے بعد مشرکین کا داخل حدود حرم میں ممنوع ہو جائے گا وہ مشرکانہ حج و عمرہ نہ کرنے پائیں گے۔

اور جس طرح سورہ توبہ کی آیات میں واضح طور پر یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ہجری کے بعد کوئی مشرک حدود حرم میں داخل نہ ہو سکے گا، روایات حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دائرہ کو اور وسیع فرما کر پورے جزیرۃ العرب کے لئے بھی حکم دے دیا تھا، مگر عہد رسالت میں اس کی تکمیل نہ ہونے پائی، پھر صدیق اکبر بھی دوسرے ہنگامی مسائل کی وجہ سے اس پر توجہ نہ دے سکے فاروق اعظم نے اپنے زمانہ میں اس حکم کو نافذ فرمایا۔

اب رہا کفار کی نجاست اور مساجد کی نجاسات سے تطہیر کا مسئلہ وہ اپنی جگہ ہے، جس کے مسائل کتب فقہ میں تفصیل سے مذکور ہیں، کوئی مسلمان بھی ظاہری نجاست یا حالت جنابت میں کسی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا، اور عام کفار و مشرکین ہوں یا اہل کتاب وہ بھی عموماً ان نجاسات سے پاک نہیں ہوتے، اس لئے بلا ضرورت شدیدہ ان کا داخلہ بھی کسی مسجد میں جائز نہیں۔

| |
|---|
| قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا |
| يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صَاغِرُوْنَ ○ |
| لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں |
| اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔ |

## کفار وغیرہ سے جہاد کرنے کا بیان

"قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" وَاِلَّا لَاٰمَنُوْا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَلَا

يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" كَالْخَمْرِ "وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ" الثَّابِت النَّاسِخِ لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَدْيَان وَهُوَ دِيْنُ الْاِسْلَام "مِنَ" بَيَان لِلَّذِيْنَ "الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَاب" اَیْ الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰی "حَتّٰی يُعْطُوا الْجِزْيَةَ" الْخَرَاج الْمَضْرُوْب عَلَيْهِمْ كُلّ عَام "عَنْ يَّد" حَال اَیْ مُنْقَادِيْنَ اَوْ بِاَيْدِيهِمْ لَا يُوَكِّلُوْنَ بِهَا "وَهُمْ صَاغِرُوْنَ" اَذِلَّاء مُنْقَادُوْنَ لِحُكْمِ الْاِسْلَام،

لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر کیونکہ اگر وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تو نبی کریم ﷺ پر بھی ایمان لاتے اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں۔جس طرح شراب ہے اور نہ ہی دین حق کو اختیار کرتے ہیں، یعنی وہ دین حق جو باقی تمام ادیان کا ناسخ ہے اور وہ اسلام ہے۔ان لوگوں یعنی یہود ونصاریٰ میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں پر لفظ من للذین کے لئے بیان ہے۔یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں یعنی وہ خراج جو ہر سال ان کے لئے مقرر کیا جائے۔یہاں پر عن ید یہ منقادین یا ایدھم سے حال ہے۔یعنی وہ بغیر کسی وکیل کے خود ادا کریں اور وہ حقیر ہوں یعنی اس امر میں وہ حکم اسلام کے تابع ہیں۔

## اہل کتاب سے جزیہ وشرائط معاہدے کا بیان

عبدالرحمن بن غنم اشعری کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اہل شام کو فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان مال اور اہل وعیال کے لئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہرں میں اور ان کے آس پاس کوئی گرجا گھر اور خانقاہ نئی نہیں بنائیں گے۔مندر اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہی درست نہیں کریں گے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ دن ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے رہ گذر اور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے، ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے، مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے، اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے، شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے، ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے، مسلمانوں کی توقیر وعزت کریں گے، ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے، ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کریں گے، نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں، ہم ان کی زبانیں نہیں بولیں گے، ان کی کنیتیں نہیں رکھیں گے، زین والے گھوڑوں پر سواریاں نہ کریں گے، تلواریں نہ لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں گے۔ انگوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے، شراب فروشی نہیں کریں گے، اپنے سروں کے اگلے بالوں کو تراشوا دیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زنار ضرور ڈالے رہیں گے، صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے۔اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گذر گاہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں باآواز بلند

اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں میں آگ لے کر جائیں گے مسلمانوں کے حصے میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیرخواہی ضرور کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہدنامہ حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمانوں کو ہرگز ماریں گے نہیں یہ تمام شرطیں ہمیں قبول ومنظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی۔ انہی شرائط پر ہمیں امن ملا ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف ورزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ الگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

## اہل کتاب وغیرہ سے جزیہ لینے میں فقہی مذاہب اربعہ

اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا تھا۔ امام شافعی کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد کا بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ کہتے ہیں سب عجمیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ جزیئے کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ (تفسیر مظہری، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ۨابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ |
| يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ |
| اور یہود نے کہا، عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا، مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا (لغو) |
| قول ہے جو اپنے منہ سے نکالتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہت کرتے ہیں جو ان سے پہلے کفر کر چکے ہیں، |
| اللہ انہیں ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ |

## یہود و نصاریٰ کا انبیائے کرام کی طرف ابن اللہ کی نسبت کرنے کا بیان

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ" عِيْسَى "ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ" لَا مُسْتَنِدَ لَهُمْ عَلَيْهِ بَلْ "يُضَاهِـُٔوْنَ" يُشَابِهُوْنَ بِهِ "قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ" مِنْ اٰبَائِهِمْ تَقْلِيْدًا لَهُمْ "قَاتَلَهُمْ" لَعَنَهُمْ "اللّٰهُ اَنّٰى" كَيْفَ "يُؤْفَكُوْنَ" يُصْرَفُوْنَ عَنِ الْحَقِّ مَعَ قِيَامِ الدَّلِيْلِ،

اور یہود نے کہا، عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا، مسیح یعنی عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کا قول ہے جو اپنے منہ سے نکالتے ہیں۔ اس پر ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے قول سے مشابہت اختیار کرتے ہیں جو ان سے پہلے کفار یعنی ان کے باپ دادا کر چکے ہیں، یہ انہی کی تقلید ہے۔ اللہ انہیں ہلاک کرے یعنی ان پر اللہ کی لعنت ہو یہ کہاں

بھٹکے پھرتے ہیں۔ یعنی دلیل کے قائم ہو جانے کے باوجود حق سے پھرنے والے ہیں۔

## سورہ برأت آیت ۳۰ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سلام بن مشکم، نعمان بن اوفی، محمد بن حیہ، شاس بن قیس اور مالک بن صیف آئے اور انہوں نے کہا ہم اس کے باوجود آپ کی پیروی کس طرح کریں کہ آپ نے ہمارے قبلہ کو چھوڑ دیا اور آپ یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں؟ تو اللہ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

## حضرت عزیر علیہ السلام کا تورات کو لکھنے کا بیان

جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علماء کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر علیہ السلام کا علم اٹھ جانے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو نہ تھمتے تھے روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گذر ہوا دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہوگا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ آپ اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ باقی ہے اس پر تو کبھی نہیں موت آئے گی۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا اے عزیر پھر تو یہ تو بتا کہ بنی اسرائیل سے پہلے علماء کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس نے کہا آپ یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ آپ کو سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ سے فرمایا گیا کہ فلاں نہر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز ادا کرو وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں وہ کھا لو چنانچہ آپ وہیں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ نے منہ کھول دیا انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ کے منہ میں بڑی ساری ڈالی اسی وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ توراۃ کے سب سے بڑے عالم بن گئے بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس تورات لایا ہوں انہوں نے کہا ہم سب آپ کے نزدیک سچے ہیں آپ نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بیک وقت پوری توراۃ لکھ ڈالی ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علماء بھی واپس آئے تو انہیں عزیر علیہ السلام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں تورات شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر علیہ السلام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ اللہ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہوں کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر وضلالت میں تھے یہ بھی انہی کے مرید ومقلد ہیں اللہ انہیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

انہوں نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اورزاہدوں کورب بنالیا تھااورمریم کے بیٹے مسیح (علیہ السلام) کو(بھی) حالانکہ انہیں بجز اس کے حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اکیلے ایک معبود کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان سے پاک ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

## یہود ونصاریٰ کا اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اپنے پیشواؤں کی اتباع کرنے کا بیان

"اتَّخَذُوا اَحْبَارهمْ" عُلَمَاء الْيَهُوْد "وَرُهْبَانهمْ" عُبَّاد النَّصَارٰى "اَرْبَابًا مِنْ دُوْن اللّٰه" حَيْثُ اتَّبَعُوهُمْ فِيْ تَحْلِيْل مَا حَرَّمَ اللّٰه وَتَحْرِيم مَا اَحَلَّ "وَالْمَسِيح ابْن مَرْيَم وَمَا اُمِرُوْا" فِي التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل "اِلَّا لِيَعْبُدُوا" اَیْ بِاَنْ يَّعْبُدُوْا "اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَّهُ، عَمَّا يُشْرِكُوْنَ،

انہوں نے یعنی علمائے یہود نے اللہ کے سوا اپنے عالموں اور نصاریٰ نے زاہدوں کو رب بنالیا تھا یعنی ایسے حلال میں جو اللہ نے ان پر حرام کیا اور ایسے حرام میں جو اللہ نے ان کے لئے حلال کیا وہ اس میں ان کی اتباع کرتے تھے۔ اور مریم کے بیٹے مسیح علیہ السلام کو جو تورات وانجیل میں حکم دیا گیا حالانکہ انہیں بجز اس کے حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اکیلے ایک معبود کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان سے پاک ہے یعنی وہ اس سے منزہ ہے جنہیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

## سورہ برأت آیت ۳۱ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے گلے میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عدی اس بت کو اپنے سے دور کردو پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورت برأت کی یہ آیات پڑھتے ہوئے سنا (اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) التوبہ: 31) انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا اللہ بنالیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن اگر وہ (علماء اور درویش) ان کے لئے کوئی چیز حلال قرار دیتے تو وہ بھی اسے حلال سمجھتے اور اسی طرح ان کی طرف سے حرام کی گئی چیز کو حرام سمجھتے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عبدالسلام بن حرب کی روایت سے جانتے ہیں اور غطیف بن اعین غیر مشہور ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1038)

## عدی بن حاتم کے قبول اسلام کے واقعہ کا بیان

جب عدی بن حاتم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہوگئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اس کی بہن کو آزاد کردیا اور رقم بھی دی یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ التسلیم کے پاس چلے جاؤ

چنانچہ یہ مدینہ شریف آ گئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی آپ خود ان کے پاس آئے اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی (آیت اتخذوا) کی تلاوت ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی عبادت نہیں کی آپ نے فرمایا ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور درویش حلال بتا دیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی پھر آپ نے فرمایا عدی کیا تم اس سے بے خبر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے؟ کیا تمہارے خیال میں اللہ سے بڑا اور کوئی ہے؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے مان لی اور اللہ کی توحید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی ادا کی آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا۔ (مسند احمد ترمذی اور ابن جریر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ |
| وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ قبول نہیں فرماتا مگر یہ کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے |
| اگرچہ کفار ناپسند ہی کریں۔ |

## شریعت اسلامیہ و براہین شرعیہ کے بجھ نہ سکنے کا بیان

"يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ" شَرْعه وَبَرَاهِينه "بِاَفْوَاهِهِمْ" بِاَقْوَالِهِمْ فِيْهِ "وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ" يُظْهِر "نُوْرَه وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ" ذٰلِكَ،

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور یعنی اس کی شریعت اور اس کے دلائل کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ یہ بات قبول نہیں فرماتا مگر یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے نور کو ظاہر کر کے کمال تک پہنچا دے اگرچہ کفار اسے ناپسند ہی کریں۔

## دین اسلام کی اشاعت کا دنیائے عالم میں پھیل جانے کا بیان

حضرت عدی فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مجھ سے فرمایا اسلام قبول کر تا کہ سلامتی ملے میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں آپ نے فرمایا تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے میں نے کہا سچ؟ آپ نے فرمایا بالکل سچ۔ کیا تو رکوسیہ میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟ میں نے کہا یہ تو سچ ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں پس یہ سنتے ہی میں تو جھک گیا آپ نے فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کون سی چیز روکتی ہے؟ سن صرف ایک یہی بات تجھے روک رہی ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور ناتواں ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہے یہ ان سے نپٹ نہیں سکتے لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر اکیلے امن کے ساتھ مکہ

مکرمہ پہنچے گا اور بیت اللہ شریف کا طواف کرے گا۔ واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز کے تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان پورا ہوا۔ یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف خطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق ومصدوق کی دوسری پیشنگوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں لئے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ |
| وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔ |

## دین اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنے کا بیان

"هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ" مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ" يُعْلِيه "عَلَى الدِّيْنِ كُلِّه" جَمِيْعِ الْاَدْيَانِ الْمُخَالِفَةِ لَهٗ "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ" ذٰلِكَ،

وہی ذات ہے جس نے اپنا رسول حضرت محمد ﷺ، ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تا کہ اسے ہر دین پر بلند کر دے، تمام ادیان سے مراد وہ ادیان ہیں جو اس کے خلاف ہیں۔ اگر چہ یہ بات مشرکین کو بری محسوس ہو۔

## دن رات کے پہنچنے تک دین اسلام کے پہنچنے کا بیان

اسی اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خبروں اور صحیح ایمان اور نفع والے علم پر مبنی یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا آخرت میں نفع دیں ان کا مجموعہ یہ دین حق ہے۔ یہ تمام اور مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے لئے مشرق ومغرب کی زمین لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔ فرماتے ہیں تمہارے ہاتھوں پر مشرق ومغرب فتح ہوگا تمہارے سردار جہنمی ہیں۔ بجز ان کے جو متقی پرہیزگار اور امانت دار ہوں۔ فرماتے ہیں یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچے۔ کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھ لی جو مسلمان ہوا اس سے خیر وبرکت عزت وشرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت ونکبت نفرت ولعنت نصیب ہوئی۔ پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیہ دینا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں روئے زمین پر کوئی کچا پکا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذلیلوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں

اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہو گا وہ اسے نہیں مانیں گے لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○

اے ایمان والو! بیشک اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔

## علمائے یہود و نصاریٰ کا رشوت لینے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَار وَالرُّهْبَان لَيَاْكُلُوْنَ " يَاْخُذُوْنَ "اَمْوَال النَّاس بِالْبَاطِلِ " كَالرِّشَا فِي الْحُكْم "وَيَصُدُّوْنَ" النَّاس "عَنْ سَبِيْل الله " دِيْنه "وَالَّذِيْنَ" مُبْتَدَأ "يَكْنِزُوْنَ الذَّهَب وَالْفِضَّة وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا " اَيْ الْكُنُوز "فِيْ سَبِيْل الله" اَيْ لَا يُؤَدُّوْنَ مِنْهَا حَقّه مِنْ الزَّكَاة وَالْخَبَر "فَبَشِّرْهُمْ" اَخْبِرْهُمْ "بِعَذَابٍ اَلِيْم" مُؤْلِم،

اے ایمان والو! بیشک (اہلِ کتاب کے) اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں جس طرح رشوت خور ہوتے ہیں اور اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دینِ حق کی تقویت و اشاعت پر خرچ کیے جانے سے روکتے ہیں)، یہاں پر والذین مبتداء ہے اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے یعنی اس کا جو حق زکوٰۃ ہے وہ بھی نہیں ادا کرتے، یہ جملہ خبر ہے۔ تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔

## سورہ برأت آیت ۳۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ) التوبہ:34) (یعنی جو لوگ چاندی اور سونے کو جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں ایک دردناک عذاب کی خبر سنادیجئے)۔ نازل ہوئی تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ سونے اور چاندی کو جمع کرنے کی تو مذمت آ گئی ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ کونسا مال بہتر ہے تو وہی جمع کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مال اللہ کو یاد کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور مومن بیوی ہے جو اسے اس کے ایمان میں مدد دے۔

یہ حدیث حسن ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سالم بن ابی جعد کو ثوبان سے سماع نہیں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا اور کوئی صحابی سے سماع ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں جابر بن عبداللہ اور انس رضی اللہ عنہ اور پھر کئی صحابہ کا ذکر

کیا۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1037)

## احبار اور رہبان کے مفہوم کا بیان

احبار حبر کی جمع ہے یہ ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو بات کو خوبصورت طریقہ سے پیش کرنے کا طریقہ رکھتا ہو خوبصورت اور منقش کپڑے کو ثوب محبّر کہا جاتا ہے مراد علماء یہود ہیں، رہبان راہب کی جمع ہے جو رہبۃ سے مشتق ہے۔اس سے مراد علماء نصاریٰ ہیں بعض کے نزدیک یہ صوفیائے نصاریٰ ہیں۔ یہ دونوں ایک تو کلام اللہ میں تحریف وتغیر کر کے لوگوں کی خواہشات کے مطابق مسئلے بتاتے اور یوں لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان باب کا عنوان ہے 'تم پچھلی امتوں کے طور طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے۔

## دنیاوی مقاصد کے سبب دین کی شعائر کو بگاڑنے والوں کا بیان

حافظ عماد الدین ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عینیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ہمارے علماء میں سے وہی بگڑتے ہیں، جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور ہم مسلمانوں میں صوفیوں اور عابدوں میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔صحیح حدیث شریف میں ہے کہ تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے۔ایسی پوری مشابہت ہوگی کہ ذرا بھی فرق نہ رہے گا لوگوں نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ کی روش پر؟ آپ نے فرمایا ہاں انہی کی روش پر اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ نے فرمایا اور کون لوگ ہیں؟ پس ان کے اقوال افعال کی مشابہت سے ہر ممکن بچنا چاہئے۔اس لئے کہ یہ اس وجاہت سے ریاست ومنصب حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کا مال غصب کرنا چاہتے ہیں۔احبار یہود کو زمانہ جاہلیت میں بڑا ہی رسوخ حاصل تھا۔ان کے تحفے، ہدیئے، خراج، چراغی مقرر تھی جو بغیر مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ ذلت وحقارت ان پر برس پڑی اور غضب الٰہی میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام خور جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق کو باطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔

جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔عالموں اور صوفیوں یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کرنے کے بعد اب امیروں دولت مندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جس طرح یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر النفس لوگ ہوتے ہیں عموماً انہی تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے عوام کی کثیر تعداد ان کے ساتھ بلکہ ان کے پیچھے ہوتی ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں۔دین واعظوں، عالموں، صوفیوں اور درویشوں کے ناپاک طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔(تفسیر محمدی، سورہ برأت، بیروت)

## کنز کی تعریف و پہچان کرنے کا بیان

امام ابوداؤد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ میں سونے کے اوضاع (ایک قسم کا زیور) پہنا کرتی تھی میں نے پوچھا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ بھی کنز کی تعریف میں آتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال اتنی مقدار کو پہنچ جائے جس پر زکوٰۃ دینا لازم ہو جاتا ہے اور پھر اس کی زکوٰۃ دی جائے تو وہ کنز میں شمار نہیں ہوگا۔ (سنن ابوداؤد)

کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر سے یہی مروی ہے بلکہ فرماتے ہیں جس مال کی زکوۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوۃ نہ دی جاتی ہو وہ گو زمین پر ظاہر پھیلا پڑا ہو تو کنز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفاً اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بغیر زکوۃ کے مال سے اس مالدار کو داغا جائے گا۔ آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ یہ زکوۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دیا۔ خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور عراک بن مالک نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول ربانی (آیت خذ من اموالهم الخ،) نے منسوخ کر دیا ہے۔

حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زیور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سناتا ہوں جو میں نے جناب پیغمبر حق صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے۔ لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔

مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے تین مرتبہ آپ کا یہی فرمان سن کر صحابہ پر شاق گذرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔

مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں؟ اس میں ہے کہ حضرت عمر کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان بھی تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو

جائے۔ میراث کے مقرر کرنے کا ذکر کیا جا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ نے فرمایا لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ بتاؤں نیک عورت جب اس کا خاوند اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجالائے اور جب وہ موجود نہ ہو تو اس کی ناموس کی حفاظت کرے۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کی تھی اب تم اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو بکثرت کہا کرو۔

اللھم انی اسئلك الثبات فی الامر والعزیمة علی الرشد واسئلك شکر نعمتك واسئلك حسن عبادتك واسئلك قلبا سلیما واسئلك لسانا صادقا واسئلك من خیر ماتعلم واعوذبك من شر ماتعلم واستغفرك لما تعلم انك انت علام الغیوب ۔

یا اللہ میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والا دل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس کی پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں۔ میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب جاننے والا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ |
| هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○ |
| جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو |
| داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔ |

## جہنم کی آگ کا پیشانیوں اور کھالوں کو جلا ڈالنے کا بیان

"يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى " تُحْرَقُ "بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ" وَتُوَسَّعُ جُلُودُهُمْ حَتّٰى تُوضَعَ عَلَيْهَا كُلُّهَا وَيُقَالُ لَهُمْ "هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ" اَيْ جَزَاءَهُ،

جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یعنی ان کو جلا دے گی اور ان کی کھالوں کو اتنا وسیع کر دیا جائے گا کہ اس پر ان کا مال رکھ دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، لہٰذا تم اسی کی جزاء چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔

## زکوٰۃ ادانہ کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن سخت عذاب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جو شخص سونے اور چاندی (کے نصاب) کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادانہ کرے تو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کے تختے بنائے جائیں گے (یعنی تختے تو سونے اور چاندی کے ہوں گے مگر انہیں آگ میں اس قدر گرم کیا جائے گا کہ گویا وہ آگ ہی کے تختے ہوں گے اسی لئے آپ نے آگے فرمایا کہ وہ تختے دوزخ کی آگ میں گرم کئے جائیں گے اور ان تختوں سے اس شخص کے پہلو، اس کی پیشانی اور اس کی پیٹھ داغی جائے گی پھر ان تختوں کو (اس بدن سے) جدا کیا جائے اور آگ میں گرم کر کے پھر لایا جائے گا (یعنی جب وہ تختے ٹھنڈے ہو جائیں گے تو انہیں دوبارہ گرم کرنے کے لئے آگ میں ڈالا جائے گا اور وہاں سے نکال کر اس شخص کے بدن کو داغا جائے گا) اور اس دن کی مقدار کہ جس میں یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب ختم ہو جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ عذاب تو نقدی یعنی سونے چاندی کے بارے میں ہوگا اونٹ کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کا کیا حشر ہوگا؟

آپ نے فرمایا جو شخص اونٹ کا مالک ہو اور اس کا حق یعنی زکوٰۃ ادانہ کرے اور اونٹوں کا ایک حق یہ بھی ہے کہ جس روز انہیں پانی پلایا جائے ان کا دودھ دوہا جائے تو قیامت کے دن اس شخص کو اونٹوں کے سامنے ہموار میدان میں منہ کے بل اوندھا ڈال دیا جائے گا اور اس کے سارے اونٹ گنتی اور مٹاپے میں پورے ہوں گے مالک ان میں سے ایک بچہ بھی کم نہ پائے گا یعنی اس شخص کے سب اونٹ وہاں موجود ہوں گے۔ حتیٰ کہ اونٹوں کے سب بچے بھی ان کے ساتھ ہوں گے پھر یہ کہ وہ اونٹ خوب فربہ اور موٹے تازے ہوں گے تا کہ اپنے مالک کو روندتے وقت خوب تکلیف پہنچائیں چنانچہ وہ اونٹ اس شخص کو اپنے پیروں سے کچلیں گے اور اپنے دانتوں سے کاٹیں گے جب ان اونٹوں کی جماعت روند کچل اور کاٹ کر چلی جائے تو دوسری جماعت آئے گی یعنی اونٹوں کی قطار روند کچل کر چلی جائے گی تو اس کے پیچھے دوسری قطار آئے گی اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

اور جس دن یہ ہوگا اس دن کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب کتاب کر دیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! گائے اور بکریوں کے مالک کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا جو شخص گائیوں اور بکریوں کا مالک ہو اور ان کا حق یعنی زکوٰۃ ادانہ کرے تو قیامت کے دن اسے ہموار میدان میں اوندھے منہ ڈال دیا جائے گا اور اس کی گایوں اور بکریوں کو وہاں لایا جائے گا جن میں سے کچھ کم نہیں ہوگا ان میں سے کسی گائے بکری کے سینگ نہ مڑے ہوں گے نہ ٹوٹے ہوں گے اور نہ وہ منڈی یعنی بلا سینگ ہوں گی یعنی ان سب کے سروں پر سینگ ہوں گے نہ ٹوٹے ہوں گے اور سالم ہوں گے۔ تا کہ وہ اپنے سینگوں سے خوب مار سکیں چنانچہ وہ گائیں اور بکریاں اپنے سینگوں سے اپنے مالک کو ماریں گی اور اپنے کھروں سے کچلیں گی اور جب ایک قطار اسے مار کچل کر چلی جائے گی تو دوسری قطار آئے گی اور اپنا کام شروع کر دے گی۔

اور یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا اور جس دن یہ ہوگا اس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی یہاں تک کہ بندوں کا حساب

کتاب کیا جائے گا اور وہ شخص جنت یا دوزخ کی طرف اپنی راہ دیکھے گا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ گھوڑوں کے بارہ میں کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا گھوڑے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے گناہ کا سبب ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے جنہیں اس کے مالک اظہار فخر وغرور اور مال دار اور ریاء کے لئے اور مسلمانوں سے دشمنی کے واسطے باندھے چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لئے گناہ کا سبب بنتے ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے پردہ ہوتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں اس کے مالک نے اللہ کی راہ میں کام لینے کے لئے باندھا اور ان کی پیٹھ اور ان کی گردن کے بارہ میں وہ اللہ کے حق کو نہیں بھولا چنانچہ وہ گھوڑے اپنے مالک کے لئے پردہ ہیں اور وہ گھوڑے جو آدمی کے لئے ثواب کا سبب وذریعہ بنتے ہیں اس شخص کے گھوڑے ہیں جنہیں ان کا مالک اللہ کی راہ میں لڑنے کے لئے مسلمانوں کے واسطے باندھے اور چراگاہ وسبزہ میں رکھے۔

چنانچہ جب وہ گھوڑے چراگاہ وسبزہ سے کچھ کھاتے ہیں تو جو کچھ انہوں نے کھایا یعنی گھاس وغیرہ کی تعداد کے بقدر اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان گھوڑوں کی لید اور ان کے پیشاب کے بقدر بھی اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں کیونکہ لید اور پیشاب بھی گھوڑے کی زندگی کا باعث ہیں اور گھوڑے رسی توڑ کر ایک یا دو میدان دوڑتے پھرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے قدموں کے نشانات اور ان کی لید جو وہ اس دوڑنے کی حالت میں کرتے ہیں کی تعداد کے برابر اس شخص کے لئے نیکیاں لکھتا ہے اور جب وہ شخص ان گھوڑوں کو نہر پر پانی پلانے کے لئے لے جاتا ہے اور وہ نہر سے پانی پیتے ہیں اگرچہ مالک کا ارادہ ان کو پانی پلانے کا نہ ہو، اللہ تعالیٰ گھوڑوں کے پانی پینے کے بقدر اس شخص کے لئے نیکیاں لکھتا ہے صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اچھا گدھوں کے بارہ میں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گدھوں کے بارہ میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا لیکن تمام نیکیوں اور اعمال کے بارہ میں یہ آیت جامع ہے (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه ، زلزال) یعنی جو شخص ایک ذرہ کے برابر نیکی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ کے برابر برائی کا عمل کرے گا اسے دیکھے گا۔ یعنی مثلاً کوئی شخص کسی دوسرے کو نیک کام کے لئے جانے کے واسطے اپنا گدھا دے گا تو ثواب پائے گا اور اگر برے کام کے لئے دے گا تو گناہگار ہوگا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 269)

| |
|---|
| اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ |
| مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ |
| كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| بے شک مہینوں کی گنتی، اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، |
| ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ یہی سیدھا دین ہے۔ سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، |
| جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ |

## سال کے بارہ مہینوں کی ابتداء زمین وآسمان کی تخلیق کے ساتھ ہونے کا بیان

"إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُور" الْمُعْتَدّ بِهَا لِلسَّنَةِ "عِندَ اللّٰه اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَاب اللّٰه" اللَّوْح الْمَحْفُوظ "يَوْم خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْاَرْض مِنْهَا" أَيْ الشُّهُور "اَرْبَعَة حُرُم" مُحَرَّمَة ذُو الْقَعْدَة وَذُو الْحِجَّة وَالْمُحَرَّم وَرَجَب "ذٰلِكَ" أَيْ تَحْرِيمهَا "الدِّين الْقَيِّم" الْمُسْتَقِيم "فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ" أَيْ الْاَشْهُر الْحُرُم "اَنْفُسكُمْ" بِالْمَعَاصِي فَإِنَّهَا فِيهَا اَعْظَم وِزْرًا وَقِيلَ فِي الْاَشْهُر كُلّهَا "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّة" جَمِيعًا فِي كُلّ الشُّهُور "كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّة وَاعْلَمُوا اَنَّ اللّٰه مَعَ الْمُتَّقِينَ" بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر،

بے شک مہینوں کی گنتی، جن سے سال کا پتہ چلایا جاتا ہے۔ وہ اللہ کے نزدیک، اللہ کی کتاب یعنی لوح محفوظ میں بارہ مہینے ہے، جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، یہی مہینے ہیں۔ ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ وہ محرم، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب ہیں ان کی حرمت ہی سیدھا دین ہے۔ لہٰذا ان مہینوں میں معصیت کے سبب اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ ان کی حرمت عظیم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے مکمل بارہ مہینے ہیں اور مشرکوں سے ہر حال میں یعنی ان تمام مہینوں میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ بے شک اللہ کی مدد ونصرت متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔

## بعض مہینوں کی حرمت کا بیان

امام بصاص رازی حنفی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ان متبرک مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور برے کاموں سے بچالے تو باقی سال کے مہینوں میں اس کو ان برائیوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے، اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے۔

## بارہ مہینوں کے ناموں کی وجوہ تسمیہ کا بیان

شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب المشہور فی اسماء الایام والشہور میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن اس کے نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے۔ اس کی جمع محرمات حارم محاریم۔

صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے۔ جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں صفر المکان اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔

ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینہ میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے ارتباع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع اربعاء ہے جیسے نصیب کی جمع انصباء اور جمع اس کی اربعہ ہے جیسے رغیف کی جمع ارغفہ ہے۔ ربیع الاخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔

گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔

جمادی الاولی کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ جچتی نہیں اسلئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ میں ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینہ کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑکڑاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے اس کی جمع جمادیات ہے۔ جیسے حباری حباریات۔ یہ مذکر مونث دونوں طرح مستعمل ہے۔

جمادی الاول اور جمادی الاخر بھی کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخری کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔

رجب یہ ماخوذ ہے ترجیب سے، ترجیب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت وعزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں اس کی جمع ارجاب رجاب اور رجبات ہے۔

شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ شعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا اس کی جمع شعابین شعبانات آتی ہے۔

رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں رمضت الفصال اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں اس کی جمع رمضانات اور رماضین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

شوال ماخوذ ہے شالت الابل سے یہ مہینہ اونٹوں کے مستیوں کا مہینہ تھا یہ دمیں اٹھادیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا اس کی جمع شواویل شواول شوالات آتی ہے۔

ذوالقعدہ یا ذوالقعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے نہ لڑائی کے لئے نکلتے نہ کسی اور سفر کے لئے۔ اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا ہے۔ اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ (مشہور فی اسماء الایام وشہور)

## عبادات اور دعاؤں کے اوقات کی تخصیص میں فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کو آسمان دنیا پر اترتا ہے، جب کہ آخری تہائی رات باقی رہتی ہے اور فرماتا ہے، کہ کون ہے، جو مجھ سے دعا مانگے، تو میں اس کی دعا قبول کروں، کون ہے، جو مجھ سے سوال کرے، تو میں اس کو دے دوں اور کون ہے، جو مجھ سے بخشش چاہے، تو میں اس کو بخش دوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1271)

بخاری کی اس حدیث اوراسی طرح احادیث کثیرہ اورقرآنی آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں ثواب کی زیادتی جس طرح ماہ رمضان میں نفلی عبادات کے ثواب کو بڑھ جانا ہے۔اسی سے شب قدر، شب برأت اورعشرہ ذی الحج اور یوم عاشورہ اور ۱۲ ربیع الاول شریف اور شب معراج وغیرہ کے فضائل جو بیان کیے جاتے ہیں۔ان کی اصل مذکورہ حدیث اوراسی طرح متعدد احادیث ہیں۔کہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے وہ اپنے بندوں کی عبادات کے اجر میں خاص اوقات میں اجر کا اضافہ کردے اوراسی طرح تمام عبادات فرضیہ کے اوقات کا تقرر وغیرہ بھی اسی استدلال میں شامل ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ |
| مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۠ |
| حقیقت یہی ہے کہ مہینوں کو پیچھے کردینا کفر میں زیادتی ہے، جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، ایک |
| سال اسے حلال کرلیتے ہیں اورایک سال اسے حرام کرلیتے ہیں، تاکہ ان کی گنتی پوری کرلیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں، پھر جو اللہ |
| نے حرام کیا ہے اسے حلال کرلیں۔ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنادیے گئے ہیں اوراللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ |

## دور جاہلیت میں کفار کا اپنی مرضی سے حرمت والے مہینوں میں تبدیلی کرنے کا بیان

"إِنَّمَا النَّسِیءُ " اَیْ التَّاْخِیْر لِحُرْمَةِ شَهْرٍ اِلٰی اٰخَرَ كَمَا كَانَتْ الْجَاهِلِیَّة تَفْعَلهُ مِنْ تَاْخِیْر حُرْمَة الْمُحَرَّم اِذَا هَلَّ وَهُمْ فِی الْقِتَال اِلٰی صَفَر "زِیَادَة فِی الْكُفْر" لِكُفْرِهِمْ بِحُكْمِ اللّٰه فِیْهِ "یُضَلّ" بِضَمِّ الْیَاء وَفَتْحهَا "بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهُ" اَیْ النَّسِیء "عَامًا وَیُحَرِّمُوْنَهُ عَامًا لِیُوَاطِئُوْا" "یُوَافِقُوْا بِتَحْلِیْلِ شَهْر وَتَحْرِیْم اٰخَر بَدَله "عِدَّة" عَدَد "مَا حَرَّمَ اللّٰه" "مِنْ الْاَشْهُر فَلَا یَزِیْدُوْا عَلٰی تَحْرِیْم اَرْبَعَة وَلَا یَنْقُصُوْا وَلَا یَنْظُرُوْا اِلٰی اَعْیَانهَا "فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰه زُیِّنَ لَهُمْ سُوْء اَعْمَالهمْ" فَظَنُّوْهُ حَسَنًا، وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكَافِرِیْنَ،

حقیقت یہی ہے کہ مہینوں کو پیچھے کردینا کفر میں زیادتی ہے، یعنی ایک حرمت والے مہینے کو دوسرے مہینے کی طرف مؤخر کرنا ہے جس طرح دور جاہلیت میں کرتے تھے کہ محرم کی حرمت کو صفر کی جانب منتقل کردیتے جب انہیں محرم کا چاند نظر آجاتا اور وہ قتال کی حالت میں ہوتے تھے۔یعنی یہ کفر میں زیادتی ہے۔کیونکہ یہ اللہ کے حکم کے انکار کی وجہ سے ہے۔جس کے ساتھ وہ لوگ گمراہ کیے جاتے ہیں، یضل یہاں یاء کے ضمہ اور فتحہ دونوں طرح آیا ہے۔جنہوں نے کفر کیا، ایک سال اسے حلال کرلیتے ہیں اور ایک سال اسے حرام کرلیتے ہیں، تاکہ ان کی گنتی پوری کرلیں جو اللہ نے حرام کیے ہیں، پس وہ چار سے زیادہ حرمت پر اضافہ نہیں کرتے۔اور نہ کمی کرتے ہیں اوران کی تعیین کی رعایت بھی نہیں کرتے۔پھر جو مہینہ اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کرلیں، ان کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنادیے گئے ہیں تو وہ اس کو اچھا گمان کرتے ہیں۔اوراللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

## سورہ برأت آیت ۳۷ کے شان نزول کا بیان

ابو مالک سے روایت ہے کہ وہ لوگ ایک سال کو تیرہ مہینے کا بنا دیتے اور محرم کو صفر بنا کر اس میں محرمات کو حلال سمجھتے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَةٌ فِی الْکُفْرِ (جامع 139 طبری 10۔93)

## احکامات دین میں رد و بدل انتہائی مذموم سوچ ہے

مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت ربانی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام میں رد و بدل کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے محرم کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تا کہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے مہینے محرم میں لوٹ مار قتل و غارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں مبالغہ کرتے تھے اور فخر یہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عمرو بن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے سنو پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے۔ ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے۔ یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ؕ |
| اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ |
| اے ایمان والو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ |
| کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے محض قلیل ہے۔ |

## تنگدستی و دشواری میں جہاد کے لئے جانے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ اِلٰی غَزْوَةِ تَبُوْكَ وَكَانُوْا فِیْ عُسْرَةٍ وَشِدَّةِ حَرٍّ فَشَقَّ عَلَیْهِمْ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ" بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِی الْاَصْلِ فِی الْمُثَلَّثَةِ وَاجْتِلَابِ هَمْزَةِ الْوَصْلِ اَیْ تَبَاطَاْتُمْ وَمِلْتُمْ عَنِ الْجِهَادِ "اِلَی الْاَرْضِ" وَالْقُعُوْدِ فِیْهَا "اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیَاةِ الدُّنْیَا" وَلَذَّاتِهَا وَالْاِسْتِفْهَامُ لِلتَّوْبِیْخِ "مِنَ الْاٰخِرَةِ" اَیْ بَدَلَ نَعِیْمِهَا "فَمَا مَتَاعُ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا فِیْ" جَنْبِ مَتَاعِ "الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ" حَقِیْرٌ،

جب نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک میں لوگوں کو بلایا حالانکہ وہ تنگدستی اور سخت گرمی میں تھے تو ان پر جہاد کے لئے نکلنا سخت ہوا تب یہ آیت نازل ہوئی۔

اے ایمان والو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ یہاں پر "اثّاقلتم" اصل میں تاء میں ثاء مثلثہ کا ادغام ہے۔ اور اس کے شروع میں ہمزہ وصلی لائے۔ یعنی تم سست ہو گئے ہو۔ اور جہاد کرنے کی بہ جائے بیٹھ گئے ہو۔ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی اور اس کی لذات پر خوش ہو گئے ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی آخرت کی نعمتوں کے بدلے میں پسند کر لیا۔ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے محض قلیل ہے۔ یعنی آخرت کے سامان کے بدلے میں حقیر ہے۔

## سورہ برأت آیت ۳۸ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت غزوہ تبوک کی ترغیب میں نازل ہوئی۔ تبوک ایک مقام ہے اطراف شام میں مدینہ طیبہ سے چودہ منزل فاصلہ پر۔ رجب ۹ ہجری میں طائف سے واپسی کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ عرب کے نصرانیوں کی تحریک سے ہرقل شاہِ روم نے رومیوں اور شامیوں کی فوج گراں جمع کی ہے اور وہ مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا۔ یہ زمانہ نہایت تنگی، قحط سالی اور شدت گرمی کا تھا یہاں تک کہ دو دو آدمی ایک ایک کھجور پر بسر کرتے تھے، سفر دور کا تھا، دشمن کثیر اور قوی تھے اس لئے بعض قبیلے بیٹھ رہے اور انہیں اس وقت جہاد میں جانا گراں معلوم ہوا اور اس غزوہ میں بہت سے منافقین کا پردہ فاش اور حال ظاہر ہو گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں بڑی عالی ہمتی سے خرچ کیا دس ہزار مجاہدین کو سامان دیا اور دس ہزار دینار اس غزوہ پر خرچ کئے، نو سو اونٹ اور سو گھوڑے مع ساز و سامان کے اس کے علاوہ ہیں اور اصحاب نے بھی خوب خرچ کیا، ان میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق ہیں جنہوں نے اپنا کُل مال حاضر کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال حاضر کیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیس ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا۔ عبداللہ بن اُبی اور اس کے ہمراہی منافقین ثنیۃ الوداع تک چل کر رہ گئے جب لشکر اسلام تبوک میں اترا تو انہوں نے دیکھا کہ چشمے میں پانی بہت تھوڑا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے پانی سے اس میں کلی فرمائی جس کی برکت سے پانی جوش میں آیا اور چشمہ بھر گیا، لشکر اور اس کے تمام جانور اچھی طرح سیراب ہوئے۔ حضرت نے کافی عرصہ یہاں قیام فرمایا۔ ہرقل اپنے دل میں آپ کو سچا نبی جانتا تھا اس لئے اسے خوف ہوا اور اس نے آپ سے مقابلہ نہ کیا۔ حضرت نے اطراف میں لشکر بھیجے چنانچہ حضرت خالد کو چار سو زائد سواروں کے ساتھ اکیدر حاکمِ دومۃ الجندل کے مقابل بھیجا اور فرمایا کہ تم اس کو نیل گائے کے شکار میں پکڑ لو چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ نیل گائے کے شکار کے لئے اپنے قلعے سے اترا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جزیہ مقرر فرما کر اس کو چھوڑ دیا اسی طرح حاکمِ ایلہ پر اسلام پیش کیا اور جزیہ پر صلح فرمائی۔ واپسی کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قریب تشریف

لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے وہ حاضر ہوئے حضور ﷺ نے اصحاب سے فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام نہ کریں اور اپنے پاس نہ بٹھائیں جب تک ہم اجازت نہ دیں تو مسلمانوں نے ان سے اعراض کیا یہاں تک کہ باپ اور بھائی کی طرف بھی التفات نہ کیا اسی باب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (جامع البیان ج ۱۰، ص ۹۴، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا تَنفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ؕ |
| وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا اور تم اسے کچھ بھی |
| نقصان نہیں پہنچا سکو گے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے۔ |

## ترک جہاد کے سبب عذاب کی سخت وعید کا بیان

"اِلَّا" بِاِدْغَامِ لَا فِیْ نُوْنِ اِنْ الشَّرْطِيَّةِ فِی الْمَوْضِعَيْنِ "تَنفِرُوْا" تَخْرُجُوْا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجِهَادِ "يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا" مُؤْلِمًا "وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ" اَیْ يَاْتِ بِهِمْ بَدَلَكُمْ "وَلَا تَضُرُّوْهُ" اَیْ اللّٰهَ اَوْ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "شَيْئًا" بِتَرْكِ نَصْره فَاِنَّ اللّٰهَ نَاصِر دِيْنه "وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْء قَدِيْر" وَمِنْهُ نَصْر دِيْنه وَنَبِيّه،

یہاں پر حرف الا میں حرف لا کا ان کے نون میں ادغام ہوا ہے اور دونوں مقامات پر ان شرطیہ ہے۔ اگر تم جہاد کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہ نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا فرمائے گا اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا یعنی وہ تمہارے بدلے میں دوسری قوم لائے گا اور تم آپ ﷺ کی مدد ترک کر کے اللہ اور اس کے نبی مکرم ﷺ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے، کیونکہ اللہ اپنے دین کی مدد کرنے والا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھتا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۳۹ کے شانِ نزول کا بیان

نجدہ بن نفیع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس آیت کریمہ کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عرب کے قبائل سے جہاد کے لیے چلنے کا مطالبہ کیا تو وہ بوجھل ہوگئے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِلَّا تَنفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ چنانچہ بارش رک گئی اور وہ ان پر عذاب تھا۔ (سیوطی 139، زادلمسیر 3۔438، ابوداؤد 6۔250)

## جہاد کے لئے نہ جانے کے سبب عذاب کا بیان

ایک قبیلے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے بلوایا وہ نہ اٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں اترانا مت کہ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول صلی اللہ علیہ کا دوسرے لوگوں کو مددگار کر دے گا۔ جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ تم اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کر ہی نہ سکیں۔

اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثبوات دیتا ہے آپ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے پھر آپ نے اس آیت کے اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو گذر گئی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا بس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا زیادہ بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم تو دھوکے میں ہی رہے۔

| |
|---|
| اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ |
| لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ |
| كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا |
| تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی |
| سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے |
| کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## غار ثور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت کا بیان

"اِلَّا تَنْصُرُوْهُ" اَیْ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ" حِين "اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْ مَكَّة اَیْ اَلْجَئُوهُ اِلَى الْخُرُوج لَمَّا اَرَادُوْا قَتْله اَوْ حَبْسه اَوْ نَفْيه بِدَارِ النَّدْوَة "ثَانِيَ اثْنَيْنِ" حَال اَیْ اَحَد اثْنَيْنِ وَالْاٰخَر اَبُو بَكْر - اَلْمَعْنٰى نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مِثْل تِلْكَ الْحَالَة فَلَا يَخْذُلهُ فِيْ غَيْرهَا - "اِذْ" بَدَل مِنْ اِذْ قَبْله "هُمَا فِي الْغَار" نَقْب فِيْ جَبَل ثَوْر "اِذْ" بَدَل ثَانٍ "يَقُوْل لِصَاحِبِهِ" اَبِي بَكْر وَقَدْ قَالَ لَهُ لَمَّا رَاَى اَقْدَام الْمُشْرِكِيْنَ: لَوْ نَظَرَ اَحَدهمْ تَحْت قَدَمَيْهِ لَاَبْصَرَنَا "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" بِنَصْرِهِ "فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَته" طُمَاْنِيْنَته "عَلَيْهِ" قِيلَ عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقِيلَ عَلَى اَبِي بَكْر "وَاَيَّدَهُ" اَیْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِجُنُوْدٍ لَمْ تَرَوْهَا" مَلَائِكَة فِي الْغَار وَمَوَاطِن قِتَاله "وَجَعَلَ كَلِمَة الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" اَیْ دَعْوَة الشِّرْك "السُّفْلٰى" الْمَغْلُوْبَة "وَكَلِمَة اللّٰه" اَیْ كَلِمَة الشَّهَادَة "هِيَ الْعُلْيَا" الظَّاهِرَة الْغَالِبَة "وَاللّٰهُ عَزِيْز" فِيْ مُلْكه "حَكِيْم" فِيْ صُنْعه،

اگر تم نبی کریم ﷺ مدد نہ کروتو بلاشبہ اللہ نے آپ ﷺ کی مدد کی، جب آپ کو کفار مکہ نے نکلنے پر مجبور کیا، جب انہوں نے آپ کے قتل یا قید کا مشورہ انہوں نے دارالندوہ میں کیا جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، یہاں پر ثَانِیَ اثْنَیْنِ حال ہے۔ معنی یہ ہے کہ دو میں دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ یعنی اللہ نے جب ایسے وقت میں مدد فرمائی ہے تو کسی اور وقت میں بھی مدد کو ترک نہ کرے گا۔ یہاں اذ ما قبل اذ سے بدل ہے۔ جب وہ دونوں جبل ثور کی غار میں تھے، یہ اذ بھی دوسرے اذ سے بدل ہے۔ جب وہ اپنے ساتھی ابوبکر سے فرمار ہے تھے غم نہ کرو بے شک اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی یہاں علیہ ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور نبی کریم ﷺ کو لشکروں یعنی فرشتوں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے جو غار میں یا میدان قتال میں تھے۔ اور ان لوگوں کی دعوت شرک کو نیچے کر دیا جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے جو غالب ہے اور اللہ اپنی بادشاہت میں سب پر غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

## غار ثور اور ہجرت یار غار کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے ایک روز رات کے وقت (دارالندوہ) میں اپنی مجلس مشاورت منعقد کی (جس میں ابلیس شیطان بھی ایک نجدی شیخ کی صورت میں شریک ہوا) چنانچہ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ صبح ہوتے ہی اس شخص کی مشکیں کس لو (یعنی رسیوں سے باندھ کر قید میں ڈال دو) "اس شخص" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، بعض نے یہ رائے دی کہ (نہیں بلکہ اس کو قتل کر ڈالو اور بعض نے (حقارت کے ساتھ) یہ کہا کہ اس کو اپنی سرزمین سے نکال کر باہر کرو یعنی جلاوطن کر دو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (قریش مکہ کے مشورہ وفیصلہ سے) آگاہ کر دیا (اور حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیں اور (ابوبکر کو ساتھ لے کر) مکہ سے نکلے اور غار ثور میں جا چھپے، ادھر قریش مکہ نے یہ سمجھ کر پوری رات علی کی نگرانی میں رات گزار دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی گھر کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا سمجھ کر پوری رات گھر کی نگرانی کرتے رہے) یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے (یعنی قریش مکہ نے) اس (بستر) پر (کہ حضرت علی سوئے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کر کے) دھاوا بول دیا لیکن جب انہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے) حضرت علی کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدخواہی کو انہی پر لٹا دیا تو (وہ بڑے سٹپٹائے اور) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ تمہارا یہ دوست (جس کا یہ بستر ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں گیا؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ قریش مکہ (صورت حال کو سمجھ کر فوراً حرکت میں آگئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ کر پکڑ لانے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے، قدموں کے نشان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل پڑے، یہاں تک کہ جبل ثور تک پہنچ گئے مگر وہاں قدموں کے نشان مشتبہ ہو گئے تھے (جس کی وجہ سے ان کو آگے رہنمائی نہیں مل سکی) پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے

ہوئے ) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں ہوں گے ) لیکن انہوں نے غار کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے ) غار کے منہ پر پہنچ گئے لیکن انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا (اس طرح وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر واپس ہو گئے ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن اسی غار میں رہے ۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 522 )

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب مشرکین مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم ) کی دعوت اسلام مدینہ تک پہنچ گئی ہے اور وہاں کے متعدد لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ہیں تو انہیں سخت تشویش ہوئی، اس مسئلہ پر غور وفکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے کے لئے ان کے سارے بڑے بڑے سردار اور زعماء دار الندوہ میں جمع ہوئے، عین اس وقت جب کہ ان سرداروں کی مشاورتی مجلس شروع ہونے والی تھی ابلیس ایک بوڑھے اور تجربہ کار ظاہر ہونے والے شخص کی صورت میں اس مشاورتی مجلس میں پہنچا اور بولا کہ میں نجد سے آیا ہوں، جب مجھے تو لوگوں کے اس اجتماع کا علم ہوا تو میری خواہش ہوئی کہ میں بھی تمہارے اس اجتماع میں شریک ہو کر کوئی مناسب اور کارگر رائے پیش کروں بلاشبہ عقل ودانائی اور خیر خواہی میں تم میں سے کوئی شخص مجھ سے بڑھا ہوا نہیں ہے حاضرین مجلس ابلیس کی اس بات سے بہت متاثر ہوئے اور اس کو عزت واحترام کے ساتھ اپنے درمیان جگہ دی۔ اس کے بعد اس مشاورتی کمیٹی کی کاروائی کا آغاز ہوا اور مختلف لوگوں کی طرف سے اظہار خیال وآراء کا سلسلہ شروع ہو گیا،

ابوالبختر ی نے کہا: میری رائے یہ ہم کہ اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم ) کو قید کر کے کسی ایسی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں بند کر دو جس میں آمد ورفت کو کوئی ذریعہ اور کوئی دروازہ و در کھلا نہ رہ جائے، صرف ایک ایسا بڑا سوراخ باقی رکھا جائے، جس میں سے اس کے کھانے پینے کی چیزیں ڈال دی جایا کریں اور اس کو اس کوٹھڑی میں اس وقت تک محبوس رکھنا چاہیے جب تک کہ وہ اس میں پڑا پڑا مر نہ جائے۔ یہ سن کر اس شیخ نجدی ( کی صورت میں ابلیس نے کہا یہ رائے نہایت غیر موزوں ہے کیونکہ جب تم اس کو قید کرو گے تو اس کے خاندان کے لوگ اس کے عزیز واقارب تم پر دھاوا بول دیں گے اور جنگ وجدل کے ذریعہ تمہاری قید سے اس کو آزاد کرا کے لے جائیں گے۔

پھر ہشام ابن عمرو نے یہ رائے دی کہ اس شخص کو اچھی طرح ذلیل ورسوا کر کے ایک اونٹ پر سوار کرا دو اور اپنی سرزمین سے باہر نکال دو، وہ یہاں جلاوطن ہو کر جہاں کہیں جائے گا اور وہاں اپنے دین کی اشاعت میں جو کچھ کرے گا اس سے کم از کم تم لوگ تو محفوظ رہو گے۔ ابلیس نے اس رائے کی بھی مخالفت کی اور کہا کہ اس طرح تو اس شخص کو کھیل کھیلنے کا خوب موقع مل جائے گا اور یہاں سے کہیں اور جا کر اپنی مظلومیت کے قصے سنائے گا اور لوگوں کی اپنی طرف متوجہ کرے گا، اگرچہ یہاں کے لوگ اس کی دعوت سے محفوظ رہیں گے مگر وہ دوسری جگہ کے لوگوں کو اپنا ہمنوا اور ہمدرد بنالے گا اور پھر ان لوگوں کی مدد سے طاقت پا کر تم پر حملہ آور ہو جائے گا آخر میں لعین ابوجہل بولا اور اس نے رائے دی کہ تم لوگ ہر قبیلہ وخاندان میں ایک ایک نوجوان منتخب کرلو اور ان سب کو تلواریں

دے کر کہو کہ وہ سب ایک ساتھ اس شخص پر اپنی تلواروں سے حملہ کر کے اس کا کام تمام کر دیں، اس طرح اس کا خون تمام قبیلوں اور خاندانوں میں پھیل جائے گا یعنی اس کے قتل کا کوئی ایک قبیلہ و خاندان ذمہ دار ہونے کے بجائے اجتماعی جنگ کرنے اور اس شخص کے خون کا قصاص لینے سے عاجز ہوں گے۔ اور مجبوراً دیت (خون بہا) لینے پر راضی ہو جائیں گے۔

جب وہ دیت طلب کریں گے تو ہم سب مل کر ان کو دیت دے دیں گے اور قصہ تمام ہو جائے گا ابلیس نے اس رائے کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ اس جوان نے بالکل صحیح بات کہی پھر تو سب لوگ ہی ابو جہل کی رائے پر متفق ہو گئے اور یہی طے پایا کہ آج رات بھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر کا محاصرہ رکھا جائے اور صبح ہوتے ہی ان پر حملہ کر کے قصہ تمام کر دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر قریش کی اس سازشی کاروائی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا کر ابو بکر کے ساتھ ہجرت کے ارادہ سے رات ہی میں مکہ سے نکل جائیں، قرآن کریم کی اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ **واذ یمکربك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك او یخرجوك** ۔ اور جب (مکہ کے) کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یہ سازش کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید میں ڈال دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلاوطن کر ڈالیں۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیا اور خود حضرت ابو بکر کو لے کر راتوں رات مکہ سے نکل کر جبل ثور کے ایک غار میں جا چھپے اس وقت جب کہ قریش مکہ کی ایک خونخوار جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر سے باہر نکلنا اور ان کافروں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے نکلتے ہوئے دیکھنا، پھر ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گفتگو کرنا اور ان کی نظروں کے سامنے سے گزرتے ہوئے صاف بچ کر نکل جانا ایک حیرت انگیز قصہ اور زبردست معجزہ تھا۔

جس تفصیل تاریخ سیر کتابوں میں مذکور ہے۔ بہر حال قریش مکہ اپنے اس گمان کے مطابق کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے اندر نہیں سوئے ہوئے تھے رات بھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی نگرانی کرتے رہے ان کا منصوبہ تھا کہ پوری رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی رکھنے کے بعد صبح سویرے گھر میں گھس پڑیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تمام کر دیں گے حالانکہ گھر کے اندر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نظروں کے سامنے سے باہر نکل گئے تھے، چنانچہ صبح ہوتے ہی جب انہوں نے گھر کے اندر دھاوا بول دیا تو وہاں حضرت علی کو دیکھ کر سخت حیران ہوئے اور فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان دیکھ دیکھ کر جبل ثور تک پہنچ گئے اور پھر اس غار کے منہ پر بھی جا پہنچے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کے ساتھ تھے، اس جگہ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا جس غار کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر ہوئے تھے اس کا منہ صرف ایک بالشت چوڑا اور ایک ہاتھ لمبا ہے، اللہ تعالیٰ نے اسی وقت دو کبوتر بھیج دئے جنہوں نے غار کے منہ کے نیچے کی جانب انڈے دیئے اور قدرت الٰہی کے حکم سے ایک

مکڑی نے آ کر جبھی غار کے منہ پر جالا تن دیا، ایسی صورت میں قریش مکہ کے ان گماشتوں کو، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں غار تک پہنچ گئے تھے، یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس غار کے اندر دو انسان چھپے ہوئے ہیں، لہٰذا وہ اس جگہ سے مایوس ہو کر لوٹ گئے۔ ایک روایت میں تو یہ بھی آیا ہے کہ قریش مکہ کے وہ گماشتے غار کے منہ کے قریب ایسی جگہ پہنچ گئے تھے کہ اگر ان کی نظر اپنے پیروں کی طرف چلی جاتی تو بڑی آسانی سے وہ لوگ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کو غار کے اندر دیکھ لیتے، حضرت ابو بکر غار کے اندر سے ان لوگوں کو اپنے سر پر کھڑا دیکھ ہی رہے تھے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں سخت تشویش ہوئی، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خوف کا اظہار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے (یعنی ہم دونوں یہاں بے یار و مددگار نہیں ہیں بلکہ ایک تیسری ذات یعنی اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہے جو یقیناً ہم دونوں کی حفاظت کرے گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کو اس طرح بے بصر کر دیا کہ وہ غار کے چاروں طرف گھوم گھوم کر دیکھتے تھے لیکن غار کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر کو دیکھ نہیں پائے۔

تفسیر بحرالعلوم میں اس آیت (اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا) 9۔التوبہ:40)۔ کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت میں صاحب (ساتھی) سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں، جو ہجرت کی رات میں اس موقع پر جب کہ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور دونوں غار ثور میں جا کر چھپ گئے تھے اس غار میں ابو بکر نے جب دیکھا کہ کفار مکہ غار کے منہ تک آ پہنچے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر ان کفار میں کسی نے بھی اپنے پیروں کی طرف سے دیکھا تو اس کی نظر یقیناً ہم تک پہنچ جائے گی، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ (فکر و تشویش کی کوئی بات نہیں ہے) اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر ان دو آدمیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا ساتھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کی صحابیت کا منکر، نص قرآن کے انکار کے سبب "کافر" ہے جب کہ دوسرے صحابہ کی صحابیت کا منکر کافر بلکہ مبتدع ہے۔

واقعہ ہجرت کے سلسلہ میں جو روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے اس میں انہوں نے یوں بیان کیا ہے کہ: میرے والدین اپنے زمانہ عقل و بلوغ کی ابتداء ہی سے دیندار تھے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں صبح و شام نہ آتے ہوں، جب مسلمانوں پر کفار مکہ کا ظلم و ستم اپنے عروج کو پہنچ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) میرے والد حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ تمہارا دارالہجرت مجھے دکھایا گیا ہے، وہ دو سنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے باغات والی ایک بستی ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسلمانوں کا مدینہ کو ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا اور حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے والے مسلمان بھی مدینہ آ گئے اسی بناء حضرت ابو بکر نے بھی مدینہ کو ہجرت کی تیاری شروع کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! ابھی توقف کرو، میں امید رکھتا ہوں کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت ملنے والی ہے اس دن سے حضرت ابوبکر کا یہ حال ہوگیا کہ وہ ہر وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتے کسی موقع پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتے تھے، علاوہ ازیں انہوں نے پہلے ہی سے دو اونٹ مہیا کر لئے تھے جو کسی بھی وقت روانگی کی تیاری کے ساتھ چار مہینے تک گھر میں بندھے کھڑے رہے تا آنکہ ایک دن ٹھیک دوپہر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے، حضرت ابوبکر نے ایک اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، عائشہ اور اسماء نے زادراہ تیار کیا اور پھر اسی دن جو ربیع الاول ۱۴ نبوی کی تاریخ تھی اور پنجشنبہ کا دن تھا، رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے مکان سے نکل کر) حضرت ابوبکر کے گھر آئے اور وہاں سے یہ دونوں روانہ ہوکر جبل ثور کے ایک غار میں جا چھپے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اسی رات میں اس غار کے منہ پر کیکر کا درخت اگ آیا، جنگلی کبوتر نے غار کے منہ پر گھونسلہ بنا کر انڈے دیئے اور مکڑی نے جالا تن دیا، کفار مکہ جب اس غار کے قریب پہنچے تو اس کے حصہ پر ایسی علامتیں دیکھ کر جو غار کے اندر کسی شخص کی موجودگی کی نفی کرتی تھیں محروم ومایوس واپس لوٹ گئے۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رات کی تاریکی میں مکہ سے روانہ ہوئے تو پورے راستہ حضرت ابوبکر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے ہوجاتے تھے اور اس کا مقصد اس بات کی نگرانی رکھنا تھا کہ کوئی کافر آگے سے یا پیچھے سے آکر اچانک دھاوا نہ بول دے، پھر جب غار کے قریب پہنچے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر کھڑا کیا اور پہلے خود غار کے اندر جاکر اس کو صاف کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کے اندر لے گئے، یہ دونوں تین راتیں اسی غار میں چھپے رہے انہیں نے اپنے دونوں اونٹ بن الدئل کے ایک شخص کے حوالہ کرکے اس کو اس بات پر تیار کرلیا تھا کہ وہ تین راتیں گزرنے پر ان اونٹوں کو لے کر غار کے قریب موجود رہے، نیز اس کو معقول معاوضہ دیا گیا اور اس کام کے لئے بھی آمادہ کرلیا تھا کہ وہ مدینہ تک رہبری کے فرائض انجام دے، غار ثور میں قیام کے دوران تینوں راتوں حضرت عبداللہ بن ابوبکر کفار مکہ کے تمام حالات اور دن بھر کی تمام کارروائیوں سے رات کے وقت آکر مطلع کرتے رہے پھر تین راتوں کے بعد یہ دونوں حضرات اپنے اپنے اونٹ پر سوار ہوئے اور اس رہبر کو ساتھ لے کر عام راستہ کے بجائے ساحل سمندر کے ساتھ والے راستہ کے ذریعہ مدینہ کو روانہ ہوئے، جب بنی مدلج کے علاقوں میں پہنچے تو پیچھے سے سراقہ ابن مالک آپہنچا جو قریش مکہ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر یا ان دونوں کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لانے کے عوض بھاری انعام کے لالچ میں ان کا تعاقب کررہا تھا۔

جب وہ دونوں کے قریب پہنچا تو اچانک اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور وہ زمین پر گر پڑا اور پھر اٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اس کو سنائی دینے لگی اور عین اس وقت کہ وہ دھاوا بولنا چاہتا تھا اس کے گھوڑے کے دونوں پاؤں زانوں تک زمین میں دھنس گئے اور سراقہ الٹے منہ زمین پر گر پڑا اب اس کو تنبہ ہوا اور وہ گڑگڑا کر امان کی دہائی دینے لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اس کی آواز سن کر کھڑے ہوگئے سراقہ نے ان دونوں کی خدمت میں

کچھ زادراہ پیش کرنا چاہا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا البتہ اس کو معاف کرتے ہوئے یہ حکم دیا کہ ہمارے بارے میں کسی کو نہ بتانا چنانچہ سراقہ وہاں سے لوٹا اور راستہ میں جو بھی کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں آتا ہوا ملتا اس کو تدبیروں سے واپس کر دیتا تھا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر بحفاظت تمام مدینہ پہنچ گئے۔

| |
|---|
| اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ |
| ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ |
| تم ہلکے اور گراں بار نکل کھڑے ہو اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ |

## خوشی غمی ہر حالت میں جہاد کے لئے نکلنے کا بیان

"اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا" نَشَاطًا وَّغَيْرَ نَشَاطٍ وَقِيلَ اَقْوِيَاءَ وَضُعَفَاءَ اَوْ اَغْنِيَاءَ وَفُقَرَاءَ وَهِيَ مَنْسُوخَةٌ بِاٰيَةِ "لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ" "وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ" اَنَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ فَلَا تَثَّاقَلُوْا،

تم ہلکے اور گراں بار یعنی خوشی یا ناخوشی ہر حال میں نکل کھڑے ہو یہ بھی کہا گیا ہے کہ خواہ تم طاقت ور ہو یا کمزور ہو یا تم مالدار ہو یا فقیر ہو اور یہ آیت مبارکہ اس آیت "لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ" نے منسوخ ہے۔ اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ کیونکہ تمہارے لئے بہتر ہے لہٰذا تم ہچکچاہٹ محسوس نہ کرو۔

## سورہ برأت آیت ۴۱ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنی زمین، مشغولیت یا کسی معاملے کے خراب ہونے کا عذر پیش کیا تو اللہ نے ان سے درپیش مسائل کے باوجود ان کا عذر قبول نہ کیا اور نکلنا ضروری قرار دیا۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے یہ آیت تلاوت کی۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ تو انہوں نے کہا میں نے سنا کہ اللہ رب العزت نے کسی کا عذر قبول کیا ہو پس وہ شام کی طرف جہاد کے لیے نکلے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (طبری 10-97)

سدی کہتے ہیں کہ مقداد بن اسود کے پاس حاضر ہوئے اس حال میں کہ وہ بڑے اور موٹے جسم کے تھے اور آپ کے سامنے اپنی حالت کو بیان کیا اور اجازت چاہی تو یہ آیت نازل ہوئی ۔اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا ۔ جب یہ آیت اتری تو لوگوں پر اس سے بہت مشقت ہوئی تو اللہ نے اسے نسخ فرما دیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ (ليس على الضعفاء ولا على المرضى) (سورہ توبہ 91) نہ تو ضعیفوں پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جن کے پاس خرچ موجود نہیں۔ (زادالمسیر 3-243، درمنثور 3-246) پھر غزوہ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے منافقین کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل کی لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا ۔ اگر وہ تم میں (شامل ہو کر) نکل کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے۔

واقعہ اس طرح ہوا کہ جب رسول اللہ ﷺ نکلے تو آپ نے اپنا لشکر، ثنیۃ الوداع پر روکا اور عبداللہ بن ابی منافق نے اپنے لشکر کو ذی حدہ مقام پر جو ثنیۃ الوداع سے کچھ نیچے ہے روکا اور یہ لشکر دونوں میں سے کم نہ تھا جب رسول اللہ ﷺ نے آگے کوچ کیا تو عبداللہ بن ابی اپنے منافق اور متردد ساتھیوں کے ساتھ پیچھے پھر گیا تو اللہ نے اپنے نبی کو تسلی کے طور پر یہ آیت نازل فرمائی۔ (لو خرجوا فیکم مازادوکم الا خبالا) (سورہ توبہ 47) اگر وہ تم میں (شامل ہوکر) نکل بھی کھڑے ہوتے تو تمہارے حق میں شرارت کرتے۔ (نیسابوری 208، سیوطی 140)

## حضرت ابوطلحہ کا جذبہ جہاد اور قرآنی آیت کی تفسیر کا بیان

حضرت ابوطلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے اور نصرانیوں سے جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ جان بخشنے والے اللہ کو اپنی جان سپرد کردی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو میرا اسامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا بچوں نے کہا ابا جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تک آپ نے حضور کی ماتحتی میں جہاد کیا۔ خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے۔ خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں۔ اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلوار کے جوہر دکھاتے ہیں لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہوگئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو سمندر کے عین درمیان روح پروردگار کو سونپ دی۔ نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا ٹاپو نظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لحد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی رضی اللہ عنہ وارضاہ اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفافا وثقالا کی تفسیر جوان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فقیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوش حال ہوں یا تنگ دل ہوں، بھاری ہوں یا ہلکے ہوں، حاجت مند ہوں، کاری گر ہوں، آسانی والے ہوں سختی والے ہوں پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوی ہوں یا کمزور جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ حق کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ توبہ، بیروت)

| |
|---|
| لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ |
| بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۝ |
| اگر نزدیک سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور تیرے پیچھے جاتے، لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور عنقریب وہ اللہ کی قسم |
| کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے |
| کہ بے شک وہ ضرور جھوٹے ہیں۔ |

## جہاد کے لئے نہ جانے پر منافقین کی حیلہ بازیوں کا بیان

"لَوْ كَانَ" مَا دَعَوْتهم اِلَيْهِ , وَنَزَلَ فِى الْمُنَافِقِيْنَ الَّذِيْنَ تَخَلَّفُوْا "عَرَضًا" مَتَاعًا مِنَ الدُّنْيَا "قَرِيْبًا" سَهْلَ الْمَاْخَذ "وَسَفَرًا قَاصِدًا" وَسَطًا "لَاتَّبَعُوكَ" طَلَبًا لِلْغَنِيمَةِ "وَلٰـكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّة" الْمَسَافَة فَتَخَلَّفُوْا "وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ" اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ "لَوِ اسْتَطَعْنَا" الْخُرُوج "لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ" بِالْحَلِفِ الْكَاذِب "وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ" فِىْ قَوْلِهِمْ ذٰلِكَ،

یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو جہاد کرنے سے پیچھے رہ گئے۔ پس جب آپ ﷺ واپس تشریف لائیں گے تو آپ کی دعوت سے متعلق یہ منافقین کہیں گے اگر نزدیک سامان اور درمیانہ سفر ہوتا تو وہ ضرور آپ کے پیچھے جاتے، کیونکہ قریب سفر آسان ہوتا ہے۔ یہ بھی طلب غنیمت کے لئے کہیں گے۔ لیکن ان پر فاصلہ دور پڑ گیا اور عنقریب وہ اللہ کی قسم کھائیں گے یعنی جب آپ ان کی جانب لوٹ کر آئیں گے تو کہیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ ضرور نکلتے۔ وہ جھوٹی قسموں کے سبب اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک وہ اس بات میں یقیناً جھوٹے ہیں۔

## منافقوں کے عذر کرنے کا بیان

اگر تھوڑی سی محنت کے بعد منافقوں کو مال غنیمت ہاتھ آجانے کی توقع ہوتی اور سفر بھی اتنا طویل اور پر مشقت نہ ہوتا تو پھر تو یہ منافق یقیناً آپ کے ہمراہ نکلنے کو تیار ہو جاتے۔ لیکن شام تک کا سفر، وہ بھی شدید گرمی کے موسم میں جبکہ سواریاں بھی بہت کم ہیں اور آگے مقابلہ بھی ایک بہت دبدبے والی حکومت سے ہے جہاں فتح کے بجائے ناکامی کے آثار دکھائی دیتے ہیں تو ایسی صورت میں یہ کیسے آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اب تو وہ یہی قسمیں کھائیں گے کہ اس وقت ہمارے حالات سازگار نہیں۔ ورنہ ہمیں آپ کے ہمراہ جانے میں کوئی عذر نہ ہوتا۔ اور وہ جھوٹے اس لحاظ سے نہیں ہیں کہ حقیقتاً جو باتیں اور خدشات انہیں جہاد پر جانے سے روک رہے ہیں انہیں وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور آپ کے سامنے ظاہر کر ہی نہیں سکتے۔ لہٰذا ادھر ادھر کی باتیں عذر کے طور پر پیش کر دیتے ہیں۔

| |
|---|
| عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ |
| اللہ آپ کو سلامت رکھے، آپ نے انہیں رخصت ہی کیوں دی (کہ وہ شریکِ جنگ نہ ہوں) یہاں تک کہ وہ لوگ |
| آپ کے لئے ظاہر ہو جاتے جو سچ بول رہے تھے اور آپ جھوٹ بولنے والوں کو معلوم فرما لیتے۔ |

## جہاد میں ترغیب دلانے کا بیان

وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لِجَمَاعَةٍ فِى التَّخَلُّف بِاجْتِهَادٍ مِّنْهُ فَنَزَلَ عِتَابًا لَّهُ وَقَدَّمَ الْعَفْو تَطْمِنًا لِقَلْبِه "عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ" فِى التَّخَلُّف وَهَلَّا تَرَكْتَهُمْ, "حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ

صَدَقُوا" فِی الْعُذْرِ "وَتَعْلَمَ الْکَاذِبِیْنَ" فِیْہِ،

جب نبی کریم ﷺ نے بہ طور اجتہاد ایک جماعت کو جہاد سے پیچھے بیٹھ جانے کی اجازت دی تو یہ حکم جہاد کی ترغیب کے لئے نازل ہوگیا۔اور آپ ﷺ کے اطمینان قلب کے لئے اللہ نے عفو کا انعام عطا فرما دیا۔

اللہ آپ کو سلامت اور باعزت وعافیت رکھے، آپ نے انہیں رخصت ہی کیوں دی (کہ وہ شریکِ جنگ نہ ہوں) یہاں تک کہ وہ لوگ بھی آپ کے لئے ظاہر ہوجاتے جو عذر میں سچ بول رہے تھے اور آپ اس میں جھوٹ بولنے والوں کو بھی معلوم فرما لیتے۔

## سورہ برأت آیت ۴۳ کے سبب نزول کا بیان

عمرو بن میمون ازدی سے روایت ہے کہ دو کام ایسے ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے کیا جبکہ ان کے بارے میں اللہ نے آپ کو کچھ حکم نہ دیا تھا ایک منافقین کو اجازت دینا اور دوسرا جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ قبول کرنا تو اللہ نے اس اجازت کے بارے میں یہ آیت نازل کی۔عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔(زادالمسیر 3-444)

ابتدائے کلام وافتتاحِ خطاب مخاطَب کی تعظیم وتوقیر میں مبالغہ کے لئے ہے اور زبان عرب میں یہ عُرف شائع ہے کہ مخاطَب کی تعظیم کے موقع پر ایسے کلمے استعمال کئے جاتے ہیں۔

قاضی عیاض مالکی رضی اللہ عنہ نے شفا میں فرمایا جس کسی نے اس سوال کو عتاب قرار دیا اس نے غلطی کی کیونکہ غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے اور گھر رہ جانے کی اجازت مانگنے والوں کو اجازت دینا نہ دینا دونوں حضرت کے اختیار میں تھے اور آپ اس میں مختار تھے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا (فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ 62)-24 النور:62) آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیجئے تو (لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ، التوبہ:43) فرمانا عتاب کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اظہار ہے کہ اگر آپ انہیں اجازت نہ دیتے تو بھی وہ جہاد میں جانے والے نہ تھے اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے، گناہ سے تو تمہیں واسطہ ہی نہیں۔اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تکریم وتوقیر اور تسکین وتسلی ہے کہ قلب مبارک پر (لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ التوبہ:43) فرمانے سے کوئی بار نہ ہو۔

| |
|---|
| لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| وہ لوگ جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ سے رخصت طلب نہیں کریں گے کہ وہ اپنے مال وجان سے جہاد نہ کریں، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ |

## جانوں اور اموال کے ذریعے خلوص سے جہاد کرنے والوں کا بیان

"لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ "فِی التَّخَلُّفِ عَنْ "اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ،

وہ لوگ جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں آپ سے جہاد میں بیٹھ رہنے کی رخصت طلب نہیں کریں گے کہ وہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کریں، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔

## اللہ اور آخرت پر ایمان سے مراد اللہ کے وعدوں کو سچا سمجھنا ہے

یہاں اللہ پر ایمان لانے سے مراد اللہ کے وہ وعدے ہیں جو اس نے فتح و نصرت سے متعلق مسلمانوں سے کیے ہیں اور آخرت پر ایمان سے مراد بھی جنت میں داخل کرنے اور بڑے درجات عطا کرنے کے وعدے ہیں اس لحاظ سے جن لوگوں کا اللہ اور آخرت پر ایمان ہے وہ تو فوراً اپنے اموال اور جانوں سے جہاد پر روانہ ہو جائیں گے اور ایسے لوگوں کو رخصت مانگنے کی نوبت ہی پیش نہیں آتی۔ البتہ جن منافقوں کا یہ یقین ہی نہیں کہ اللہ کے وعدہ کے مطابق مسلمانوں کو فتح نصیب ہوگی اور نہ ہی آخرت کے وعدوں پر پورا یقین ہے۔ وہ بس اپنے دنیوی مفادات کا ہی موازنہ کرنے میں مشغول ہیں۔ کبھی یہ سوچتے ہیں کہ شاید ان کا جہاد پر جانا سودمند ثابت ہو اور کبھی یہ خیال آتا ہے کہ کہیں الٹا لینے کے دینے نہ پڑ جائیں اور وہیں موت سے دوچار ہونا پڑے۔ بس اسی گومگو کی حالت میں پڑے سوچتے ہیں۔ بالآخر انہیں یہی تدبیر کامیاب نظر آتی ہے کہ حیلوں بہانوں سے آپ سے معذرت کرلیں تاکہ ان کے جھوٹ اور بدنیتی پر پردہ پڑا رہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ |
| فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ٥ |
| آپ سے رخصت صرف وہی لوگ چاہیں گے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے۔ |

## دین میں شک کرنے والوں کا حیران رہنے کا بیان

"اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ" فِي التَّخَلُّفِ "الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ" شَكَّتْ "قُلُوْبُهُمْ" فِي الدِّيْنِ "فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ" يَتَحَيَّرُوْنَ،

آپ سے جہاد میں شریک نہ ہونے کی رخصت صرف وہی لوگ چاہیں گے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے۔ یعنی جو دین میں شک کرتے ہوئے حیران پھرتے ہیں۔

جن کے دلوں میں ایمان و تقویٰ کا نور ہے، ان کی یہ شان نہیں کہ جہاد سے الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں۔ ان کا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔ (تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ، التوبہ:92) یعنی بے سروسامانی وغیرہ کے عذر سے اگر "جہاد فی سبیل اللہ" کے شرف سے محروم رہ جائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان

14

کے متعلق ہمیشہ شک وشبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وہ گروہ منافقین ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَ عَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ○ |
| اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے اور لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا تو انھیں |
| روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ |

## اللہ نے بعض لوگوں کے جہاد پسند ہی نہ کیا

"وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ" مَعَكَ "لَاَعَدُّوا لَهٗ عُدَّةً" اُهْبَةً مِنَ الْاٰلَةِ وَالزَّادِ "وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ" اَیْ لَمْ يُرِدْ خُرُوْجَهُمْ "فَثَبَّطَهُمْ" كَسَّلَهُمْ "وَقِيْلَ" وَقِيْلَ لَهُمْ "اُقْعُدُوْا مَعَ الْقَاعِدِيْنَ" الْمَرْضٰى وَالنِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ اَیْ قَدَّرَ اللّٰهُ تَعَالٰی ذٰلِكَ،

اور اگر وہ آپ کے ساتھ نکلنے کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے کچھ سامان ضرور تیار کرتے یعنی جنگی سامان اور زادہ راہ لیتے۔ اور لیکن اللہ نے ان کا اٹھنا ناپسند کیا یعنی ان کو جہاد کے لئے نکلنے ہی نہ دیا تو انھیں روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ بیٹھنے والے مریضوں ،عورتوں اور بچوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ یعنی اللہ نے ایسی تقدیر بنادی۔

## قرائن اسبابی کے ذریعے منافقین کے جھوٹے ہونے کا بیان

عذر کرنے والوں کے غلط ہونے کی ایک ظاہری دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی کئی دن گذرنے کے باوجود ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر سے ادھر نہ کیا دراصل اللہ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں پیچھے ہٹادیا اور قدرتی طور پر ان سے کہدیا گیا کہ تم تو بیٹھنے والوں کا ہی ساتھ دو۔ ان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ پورے نامراد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی ڈرپوک ہیں اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو پتہ کھڑکا اور بندہ سرکا کی مثل کو اصل کر دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر ادھر کی ادھر لگا بکر بجھا کر بات کا بتنگڑ بنا کر آپس میں پھوٹ اور عداوت ڈلوا دیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے۔ ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کی شرر انگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مومنوں کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر وفساد پھیل جاتا ہے۔ مجاہد وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تمہارے اندر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان کے حامی اور ہمدرد ہیں یہ لوگ تمہاری جاسوسی کرتے رہتے ہیں اور تمہاری پل پل کی خبریں انہیں پہنچاتے رہتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعضے وہ بھی ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں یہ تو بہت درست ہے لیکن ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے جاسوسی کی کوئی خصوصیت نہیں ہوسکتی۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاْ اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے اور ضرور تمہارے درمیان (گھوڑے) دوڑاتے، اس حال میں کہ

تم میں فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

## منافقین کے جہاد کا فتنہ وفساد بن جانے کا بیان

"لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا" فَسَادُوْا بِتَخْذِيلِ الْمُؤْمِنِيْنَ "وَلَاَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ" اَىْ اَسْرَعُوا بَيْنَكُمْ بِالْمَشْيِ بِالنَّمِيمَةِ "يَبْغُونَكُمْ" يَطْلُبُوْنَ لَكُمْ "الْفِتْنَةَ" بِالْقَاءِ الْعَدَاوَةِ "وَفِيكُمْ سَمَّاعُوْنَ لَهُمْ" مَا يَقُوْلُوْنَ سَمَاعَ قَبُول، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظَّالِمِيْنَ،

اگر وہ تم میں نکلتے تو خرابی کے سوا تم میں کسی چیز کا اضافہ نہ کرتے یعنی اہل ایمان کو بزدلی دیکھا کر پریشان کرتے اور فتنے کے لئے ضرور تمہارے درمیان گھوڑے دوڑاتے، یعنی تمہارے درمیان چغل خوری کر کے خوب فتنہ برپا کرتے اس حال میں کہ تمہارے درمیان عداوت ڈال کر فتنہ تلاش کرتے، اور تم میں کچھ ان کی باتیں کان لگا کر سننے والے ہیں یعنی جو وہ کہتے ہیں اس کو قبول کرنے والے ہیں۔ اور اللہ ان ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۴۷ کے سبب نزول کا بیان

اس کی صورت یہ بنی کہ رسول اللہ ﷺ جب اس مہم پر نکلے تو آپ نے ثنیۃ الوداع پر پڑاؤ ڈالا اور عبداللہ بن ابی نے اپنا پڑاؤ جدہ میں ثنیۃ الوداع کے نیچے ڈالا یہ دو پڑاؤں کے درمیان فاصلہ سے کم نہ تھا جب رسول اللہ ﷺ آگے چل پڑے تو عبداللہ بن ابی بھی آپ سے پیچھے رک گیا جس طرح دوسرے منافق اور اہل ریب یعنی شک وشبہ کے شکار لوگ رک گئے۔ اس پر اللہ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کی حوصلہ افزائی کے لیے یہ آیت نازل کی۔ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا، یعنی اگر یہ منافق لوگ آپ کے ساتھ مل کر نکلتے بھی تو سوائے خرابی کے تمہارے لیے اور کچھ نہ کرتے۔

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

بلاشبہ یقیناً انہوں نے اس سے پہلے فتنہ ڈالنا چاہا اور تیرے لیے کئی معاملات الٹ پلٹ کیے، یہاں تک کہ حق آ گیا

اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔

## حق کے خلاف فتنوں کی تلاش میں رہنے والوں کا بیان

"لَقَدْ ابْتَغَوْا" لَكَ "الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ" اَوَّلَ مَا قَدِمْتَ الْمَدِيْنَةَ "وَقَلَّبُوا لَكَ الْاُمُوْرَ" اَىْ اَجَالُوا الْفِكْرَ فِىْ

كَيْدَكَ وَإِبْطَالِ دِيْنِكَ "حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ" النَّصْرُ "وَظَهَرَ" عَزَّ "أَمْرُ اللهِ" دِيْنُهُ "وَهُمْ كَارِهُوْنَ" لَهٗ فَدَخَلُوْا فِيْهِ ظَاهِرًا،

بلاشبہ یقیناً انہوں نے اس سے پہلے بھی آپ کو فتنہ میں مبتلا کرنا چاہا اور یعنی آپ ﷺ کے مدینہ منورہ میں آتے ہی انہوں کئی معاملات یعنی مکر وفریب کیے اور دین کو جھٹلانے کے لئے مکر کیا۔ یہاں تک کہ حق مدد بن کر آ گیا اور اللہ کا حکم غالب ہو گیا، یعنی اللہ کا دین عزت پا گیا حالانکہ وہ ناپسند کرنے والے تھے۔ لیکن ظاہری طور پر وہ بھی اسی میں شامل ہو گئے۔

## دوران جہاد منافقین کے فتنوں کا بیان

امام محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ نے انہیں دور ڈال دیا اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کے سامنے ان کی بات مان لینے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی کیونکہ یہ لوگ وجاہت والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پر مفتوں تھے اور اب تک ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی۔ یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے غائب حاضر جو ہو چکا ہو اور ہونے والا ہو سب اس پر روشن ہے۔ اسی اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمانو! ان کا نہ نکلنا ہی غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد و فتنہ برپا کرتے نہ خود جہاد کرتے نہ کرنے دیتے۔ اسی لئے فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کے جھوٹے ہی رہیں۔ ایک اور آیت میں ہے کہ اگر علم اللہ میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ عزوجل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سنیں بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلاوطن ہو جاؤ تو سوائے بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے۔ حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے یہ اسے بجا لائیں تاکہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم دیں اور راہ مستقیم دکھائیں۔ ایسی آیتیں اور بھی بہت ساری ہیں۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ |
| اور ان میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے اجازت دے دے اور مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ سن لو! وہ فتنے ہی میں تو پڑے |
| ہوئے ہیں اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔ |

## جہاد پر نہ جانے کے لئے منافقین کے مختلف بہانوں کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِيْ" فِي التَّخَلُّفِ "وَلَا تَفْتِنِّيْ" وَهُوَ الْجَدُّ بْنُ قَيْسٍ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلْ لَكَ فِيْ جِلَادِ بَنِي الْاَصْفَرِ؟" فَقَالَ: اِنِّيْ مُغْرَمٌ بِالنِّسَاءِ وَاَخْشٰى اِنْ رَاَيْتُ نِسَاءَ

بَنِی الْاَصْفَر اَنْ لَّا اَصْبِر عَنهُنَّ فَاَفْتَتِن "اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوا" بِالتَّخَلُّفِ وَقُرِءَ سَقَطَ "وَاِنَّ جَهَنَّم لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ" لَا مَحِيص لَهُمْ عَنْهَا،

اوران میں سے بعض وہ ہے جو کہتا ہے مجھے جہاد سے بیٹھ رہنے کی اجازت عطافرمادیں اور مجھے فتنے میں نہ ڈال۔ اور وہ جد بن قیس ہے جب نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو بنی اصفر کے ساتھ جہاد کے لئے تیار ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں عورتوں کی طرف مائل ہونے والا ہوں اور جب میں بن اصفر کی عورتوں کو دیکھا تو مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ جس کے سبب میں فتنے میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ سن لو! وہ جہاد پر نہ جانے کے سبب فتنے ہی میں تو پڑے ہوئے ہیں ایک قرأت میں سقط پڑھا گیا ہے اور بے شک جہنم کافروں کو ضرور گھیرنے والی ہے۔ وہاں سے ان کے لئے کوئی نجات نہ ہوگی۔

## جد بن قیس منافق کی خباثت کا بیان

جد بن قیس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا؟ تو اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تو معاف رکھئے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے پناہ شیدائی ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے؟ یہ منافق بنوسلمہ قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ تو انہوں نے کہا جد بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپ نے فرمایا بخل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے؟ سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید اور خوبصورت حضرت بشر بن برا بن معرور ہیں۔ جہنم کافروں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پاسکیں۔

| |
|---|
| اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَّقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا |
| مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ۝ |
| اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا |
| اور اس حال میں پھرتے ہیں کہ وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ |

## منافقین کا مسلمانوں پر سختی ہونے کے سبب خوش ہونے کا بیان

"اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ" كَنَصْرٍ وَغَنِيمَةٍ "تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ" شِدَّةٌ "يَقُولُوا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا" بِالْحَزْمِ حِينَ تَخَلَّفْنَا "مِنْ قَبْل" قَبْلَ هٰذِهِ الْمَعْصِيَة "وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُوْنَ" بِمَا اَصَابَكَ،

اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے جس طرح مدد اور غنیمت ہے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت یعنی سختی پہنچے تو کہتے ہیں ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کر لیا تھا یعنی جہاد میں شامل نہ ہو کر ہم نے اپنی حفاظت کا انتظام اس معصیت سے پہلے ہی کر لیا تھا۔ اور اس

حال میں پھرتے ہیں کہ وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ جو آپ کو سختی پہنچی ہے۔

## سورہ برأت آیت ۵۰ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں رہ جانے والے منافقین نے نبی کریم ﷺ کے متعلق بری بری خبریں پھیلانا شروع کر دیں کہ محمد ﷺ اور ان کے صحابہ کو سفر میں بہت مشقت پیش آئی اور وہ ہلاک ہو گئے جب انہیں اپنی خبر کا جھوٹا ہونا اور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کا عافیت سے ہونا معلوم ہوا تو یہ انہیں بہت برا لگا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ۔ (سیوطی، 140، نیساپوری 209، طبری 10۔105)

## اہل اسلام کی فتح ونصرت پر منافقین کے حسد کا بیان

ان بد باطن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فتح ونصرت سے، ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اللہ نہ کرے یہاں اس کے خلاف ہوا تو بڑے شور وغل مچاتے ہیں گا گا کر اپنی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچے رہے مارے خوشی کے بغلیں بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کر رنج راحت اور ہم خود اللہ کی تقدیر اور اس کی منشا کے ماتحت ہیں وہ ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

| قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ |
| --- |
| تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا وہ ہمارا مولیٰ ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے، |

## لکھی ہوئی تقدیر کے آجانے کا بیان

"قُلْ لَهُمْ "لَنْ يُّصِيْبَنَا اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا" اِصَابَته "هُوَ مَوْلَانَا" نَاصِرنَا وَمُتَوَلِّي اُمُورنَا، وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ،

تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لئے پہنچنا لکھ دیا ہے وہ ہمارا مولیٰ ہے یعنی ہمارا مددگار ہے اور ہمارے معاملات کا متولی ہے۔ اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہے۔

## مومن اور کافر یا منافق کی خصلت میں فرق ہونے کا بیان

اس آیت میں مومنوں اور منافقوں کے نظریاتی اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔ منافق جو کچھ بھی کرتا ہے اسے صرف اپنا دنیوی مفاد ملحوظ ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے کامیابی ہو تو اترانے لگتا ہے اور خوشی سے پھولا نہیں سماتا اور اگر ناکامی ہو تو مایوس ہو کر رہ جاتا ہے جبکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے دین کی سربلندی اور اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے اگر کامیابی ہو تو اللہ کی مہربانی سمجھتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے مگر اتراتا نہیں اور ناکامی ہو تو وہ بھی اسے مایوس نہیں کرتی اور وہ اسے اللہ ہی کی طرف سے سمجھتا ہے کیونکہ

اسباب کو اختیار کرنا مومن کا کام ہے اور اس کے اچھے یا برے نتائج پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔ لہٰذا وہ ہر حال میں اللہ ہی بھروسہ رکھتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ط وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ |
| بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ٥ |
| تم فرماؤ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا اور ہم تم پر اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تم پر عذاب ڈالے |
| اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں تو اب راہ دیکھو ہم بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہے ہیں۔ |

## کفار کے لئے عذاب کے انتظار کرنے کا بیان

"قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ" فِيْهِ حَذْفُ اِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ اَيْ تَنْتَظِرُوْنَ اَنْ يَّقَعَ "بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى" الْعَاقِبَتَيْنِ "الْحُسْنَيَيْنِ" تَثْنِيَةُ حُسْنٰى تَاْنِيْثُ اَحْسَنَ: النَّصْرُ اَوِ الشَّهَادَةُ "وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ" نَنْتَظِرُ "بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِه" بِقَارِعَةٍ مِّنَ السَّمَاءِ "اَوْ بِاَيْدِيْنَا" بِاَنْ يُّؤْذَنَ لَنَا فِيْ قِتَالِكُمْ "فَتَرَبَّصُوْا" بِنَا ذٰلِكَ "اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ" عَاقِبَتَكُمْ،

تم فرماؤ تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو، یہاں پر "تَرَبَّصُوْنَ" میں دو تاء میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔ یعنی تم انتظار کررہے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا یہاں پر "الْحُسْنَيَيْنِ" حسنیٰ کا تثنیہ جو احسن کی تانیث ہے اور وہ مدد یا شہادت ہے اور ہم تم پر اس انتظار میں ہیں کہ اللہ تم پر عذاب ڈالے اپنے پاس سے آسمانی کڑک کے ذریعے یا ہمارے ہاتھوں قتال کے ذریعے عذاب دے۔ لہٰذا تم انتظار کرو اور ہم بھی اسی بات کا تمہارے ساتھ تمہارے انجام کا انتظار کرتے ہیں۔

## شہادت ملی تو جنت، بچ گئے تو غازی

مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں اگر شہادت ملی تو جنت اپنی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے۔ پس اے منافقو تم جو ہماری بابت انتظار کررہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک کا ہے اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کررہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ اللہ کا عذاب براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں سے تم پر اللہ کی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو، اور ناراضگی سے دو تو، وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو۔ تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں۔ نماز کو آتے ہو تو بھی بجھے دل سے، گرتے پڑتے مرتے پڑتے سست اور کاہل ہو کر دکھا دیکھی مجمع میں دو چار دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے دل کی تنگی سے۔ صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں اللہ نہیں تھکتا لیکن تم تھک جاؤ اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے متقیوں کی اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مدارک تنزیل، سورہ برات، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ط اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ○ |
| فرمادیجئے، تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے ہرگز وہ قبول نہیں کیا جائے گا، بیشک تم نافرمان لوگ ہو۔ |

## فسق اعتقادی کے سبب عبادت کی عدم قبولیت کا بیان

"قُلْ اَنْفِقُوا" فِیْ طَاعَةِ اللّٰه "طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ" مَا اَنْفَقْتُمُوْهُ وَالْاَمْر هُنَا بِمَعْنَى الْخَبَر ،اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ،

فرمادیجئے، تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے اللہ کی اطاعت میں تم سے ہرگز وہ مال قبول نہیں کیا جائے گا، یہاں پر امر بہ معنی خبر کے ہے۔ بیشک تم نافرمان لوگ ہو۔

## سورہ برأت آیت ۵۳ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جد بن قیس منافق کے جواب میں نازل ہوئی جس نے جہاد میں نہ جانے کی اجازت طلب کرنے کے ساتھ یہ کہا تھا کہ میں اپنے مال سے مدد کروں گا۔ اس پر حضرت حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ تم خوشی سے دو یا ناخوشی سے تمہارا مال قبول نہ کیا جائے گا یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نہ لیں گے کیونکہ یہ دینا اللہ کے لئے نہیں ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّا اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ |
| اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ○ |
| اور انہیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں مگر یہ بات کہ بے شک انہوں نے |
| اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ سست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے |
| مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔ |

## خرچ کرنے کے مانع مصنوعی پر اظہار تعجب کا بیان

"وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "مِنْهُمْ نَفَقَاتهمْ اِلَّا" فَاعِل وَاَنْ تُقْبَل مَفْعُول "كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِه وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلَاة اِلَّا وَهُمْ كُسَالَى" مُتَثَاقِلُوْنَ "وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ" النَّفَقَة لِاَنَّهُمْ يَعُدُّوْنَهَا مَغْرَمًا،

اور انہیں کوئی چیز اس سے مانع نہیں ہوئی تقبل یہاں پر تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے کہ ان کی خرچ کی ہوئی چیزیں قبول کی جائیں، یہاں پر "الّا" اس کا فاعل ہے اور "ان تقبل" اس کا مفعول ہے۔ مگر یہ بات کہ بے شک انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نماز کو نہیں آتے مگر اس طرح کہ ست ہوتے ہیں اور خرچ نہیں کرتے مگر اس حال میں کہ ناخوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اس خرچ کا جرمانہ سمجھتے ہیں۔

## منافق کی نماز کے حال کا بیان

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ گراں منافقوں پر کوئی نماز نہیں لیکن اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں کے وقت پر پڑھنے میں کیا ثواب ہے تو ضرور ان میں آئیں اگرچہ انہیں گھٹنوں کے بل چلنا پڑے میں نے یہ پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ مؤذن کو اذان دینے کا حکم دوں پھر کسی سے کہوں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے اور میں آگ کے شعلے لے لوں اور جو لوگ اب تک گھر سے نماز کے لئے نہ نکلے ہوں ان کے گھروں کو ان کے سمیت جلا دوں لیکن ان کے اہل وعیال کا خیال آنے سے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 630)

حضرت علاء بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر بصرہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر میں گئے وہ گھر مسجد کے ایک کونے میں تھا تو جب ہم ان کے پاس گئے تو انہوں نے فرمایا کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی تو ہم نے ان سے کہا کہ ہم ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر آئے ہیں انہوں نے فرمایا کہ عصر کی نماز پڑھ لو تو ہم کھڑے ہوئے تو ہم نے نماز پڑھی جب ہم فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یہ تو منافق کی نماز ہے کہ سورج کو بیٹھے دیکھتا رہتا ہے جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے تو کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارنے لگ جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت تھوڑا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1407)

| |
|---|
| فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا |
| وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ○ |
| تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے، اللہ ہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں سے |
| ان پر وبال ڈالے اور اگر کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے۔ |

## کفار کے مال و دولت کے سبب تعجب نہ کرنے کا بیان

"فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ" اَیْ لَا تَسْتَحْسِنْ نِعَمَنَا عَلَيْهِمْ فَهِیَ اسْتِدْرَاجٌ "اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ" اَیْ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ "بِهَا فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" بِمَا يَلْقَوْنَ فِیْ جَمْعِهَا مِنَ الْمَشَقَّةِ وَفِيْهَا مِنَ الْمَصَائِبِ "وَتَزْهَقَ" تَخْرُجَ "اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ" فَيُعَذِّبُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اَشَدَّ الْعَذَابِ،

تو تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے، یعنی ہمارا ان کو نعمتیں دینا یہ آپ کو ان کے لئے بہتری محسوس نہ ہو کیونکہ یہ مہلت ہے۔ اللہ ہی چاہتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ان چیزوں کے ذریعے ان پر وبال ڈالے، یہاں پر "لِيُعَذِّبَهُمْ" اصل میں "اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ" ہے۔ یعنی جو وہ مال کو جمع کرنے میں مشقت اٹھاتے ہیں اور جس میں مصائب ہیں۔ اور اگر کفر ہی پر ان کا دم نکل جائے یعنی وہ کفر کی حالت میں مرگئے تو وہ آخرت میں ان کو سخت عذاب دے گا۔

## کفار ومنافقین کی دنیاوی دولت وعیاشی سے متاثر نہ ہونے کا بیان

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے پات کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی بچھونا وغیرہ نہیں تھا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلوئے مبارک پر چٹائی نے بدھیاں ڈال دی تھیں، نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر مبارک کے نیچے جو تکیہ رکھا تھا وہ چمڑے کا تھا اور اس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، میں نے (سرکار دو عالم کو اس حالت میں دیکھ کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں فرماتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو مالی وسعت وفراخی عطا فرمائے؟ فارس اور روم کے لوگوں کو کس قدر وسعت وفراخی عطا کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی نہیں کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "ابن خطاب! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیا تم ابھی تک اسی جگہ ہو (جہاں سے تم شروع میں چلے تھے اور اتنے عرصہ کے بعد بھی تمہارے انداز فکر اور سوچنے سمجھنے کا معیار اتنا آگے نہیں بڑھا جو تم حقیقت تک پہنچ سکو؟ یاد رکھو یہ اہل فارس و روم (اور تمام کفار) وہ لوگ ہیں جن کو تمام نعمتیں اور خوبیاں بس ان کی دنیاوی زندگی ہی میں دے دی گئی ہیں (جب کہ ہمیشہ کی زندگی یعنی آخرت میں ان کو فقر وافلاس، ذلت وخواری اور خسران و نقصان کے سوا کچھ نہیں ملے گا)" اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ " کیا تم اس پر راضی ومطمئن نہیں ہو کہ ان (اہل فارس وروم اور دیگر کفار) کو دنیا ملے (جو فنا ہو جانے والی ہے) اور ہمیں آخرت ملے (جو اپنی تمام تر نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1165)

| |
|---|
| وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ○ |
| اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں اور تم میں سے ہیں نہیں ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں۔ |

## تقیہ کے طور پر قسم اٹھانے والوں کا بیان

"وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ" اَیْ مُؤْمِنُوْنَ "وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُوْنَ" يَخَافُوْنَ اَنْ تَفْعَلُوْا بِهِمْ كَالْمُشْرِكِيْنَ فَيَحْلِفُوْنَ تَقِيَّة،

اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں یعنی اہل ایمان میں سے ہیں اور تم میں [illegible] نہیں ہاں وہ لوگ ڈرتے ہیں۔

یعنی وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ تم کہیں ان سے مشرکین والا معاملہ نہ کرو لہٰذا وہ بہ طور تقیہ قسم اٹھاتے ہیں۔

مسروق عبداللہ بن عمرو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں چار باتیں ہوں گی، وہ منافق ہوگا یا جس شخص میں ان چاروں میں سے کوئی خصلت ہوگی، تو اس میں نفاق کی خصلت ہوگی، یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے، جب وہ گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب معاہدہ کرے تو بے وفائی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2358)

| |
|---|
| لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْهِ وَ هُمْ یَجْمَحُوْنَ ○ |
| اگر پائیں کوئی پناہ یا غار یا سما جانے کی جگہ تو رسیاں تڑاتے ادھر پھر جائیں گے۔ |

## اگر منافقین کو پناہ ملے تو رسیاں تڑوا کر بھاگ جائیں

"لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً" یَلْجَئُوْنَ اِلَیْهِ "اَوْ مَغَارَات" سَرَادِیب "اَوْ مُدَّخَلًا" مَوْضِعًا یَدْخُلُوْنَهٗ "لَوَلَّوْا اِلَیْهِ وَهُمْ یَجْمَحُوْنَ" یُسْرِعُوْنَ فِیْ دُخُوله وَالِانْصِرَاف عَنْكُمْ اِسْرَاعًا لَّا یَرُدّهٗ شَیْء كَالْفَرَسِ الْجَمُوح،

اگر پائیں کوئی پناہ یا غار یا سما جانے کی جگہ تو رسیاں تڑاتے ادھر پھر جائیں گے۔ یعنی تمہارے دور ہو کر بھاگنے میں اتنی جلدی کرتے ہیں جس طرح کوئی سرکش گھوڑا دوڑتا ہے جس کو واپس کوئی چیز تمہاری جانب نہ لوٹا سکے۔

## جھوٹی قسمیں کھانے والوں کی حقیقت کا بیان

ان کی تنگ دلی ان کی غیر مستقل مزاجی ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آکر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف وڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ تو سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف دوڑ جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بناء پر تمہاری چاپلوسی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ جھکتے چلے جا رہے ہیں مومنوں کو ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ موقعہ مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ یُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ یَسْخَطُوْنَ ○ |
| اور ان ہی میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات (کی تقسیم) میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں، پھر اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جائیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ فوراً خفا ہو جاتے ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تقسیم پر اعتراض کرنے والے منافق خارجی کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ يَّلْمِزكَ" يَعِيبك "فِي" قَسْم "فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوْا وَإِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ،

اور ان ہی میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر طعنہ زنی کرتے ہیں، پھر اگر انہیں ان (صدقات) میں سے کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جائیں اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو وہ فوراً خفا ہو جاتے ہیں۔

## سورہ برأت آیت ۵۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ کہ عبداللہ بن ذی الخویصرہ تمیمی آیا اور کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عدل سے کام لیجئے، آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو جب میں عدل نہ کروں تو اور کون عدل کرے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے عرض کیا مجھے اجازت دیں کہ اس کی گردن اڑا دوں آپ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ایک شخص ان کی نماز کے مقابلہ میں اپنی نماز کو حقیر سمجھتا ہے اور اپنے روزے کو ان کے روزے کے مقابلے میں حقیر سمجھتا ہے۔ وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے، اس کے پروں میں دیکھا جائے تو کچھ معلوم نہیں ہوتا، پھر اس کے پھل میں دیکھا جائے تو معلوم نہیں ہوتا، حالانکہ وہ خون اور گوبر سے ہو کر گزرا ہے ان کی نشانی یہ ہوگی کہ ان میں ایک ایسا آدمی ہوگا جس کا ایک ہاتھ یا ایک چھاتی عورت کی ایک چھاتی کی طرح ہوگی، یا فرمایا کہ گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہوگی اور ہلتی ہوگی، لوگوں کے تفرقہ کے وقت نکلیں گے، ابوسعید کا بیان ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے لوگوں کو قتل کیا میں ان کے پاس تھا، اس وقت ایک شخص اسی صورت کا لایا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا، ابوسعد کا بیان ہے کہ آیت، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ 9۔التوبہ:58)، اسی شخص کے بارے میں نازل ہوئی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1862)

## گستاخ نمازیوں و بد بخت لوگوں کے قتل کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں فلاں فلاں وادی سے گزرا۔ تو میں نے ایک نہایت متواضع ظاہراً خوبصورت دیکھائی دینے والے شخص کو نماز پڑھتے دیکھا ہے تو نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: اس کے پاس جا کر اسے قتل کر دو۔ روای نے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے تو انہوں نے جب اسے اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا تو اسے قتل کرنا مناسب نہ سمجھا۔ اور بغیر قتل کیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جاؤ اسے قتل کرو حضرت عمر گئے اور انہوں نے بھی اسے اسی حالت نماز میں دیکھا جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا۔ انہوں نے بھی اس کے قتل کو ناپسند کیا اور وہ بھی لوٹ آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اسے نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ

نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! تم جاؤ اسے قتل کر دو۔ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کی طرف گئے تو انہیں وہ نظر نہ آیا۔ تو حضرت علی واپس لوٹ آئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کہیں نظر نہ آیا۔ تب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ اور اس کے ساتھی قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے پھر وہ اس میں پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ حتیٰ کہ تیر پلٹ کر کمان میں نہ آجائے۔ لہٰذا تم انہیں جہاں بھی پاؤ قتل کر دو، وہ بدترین مخلوق ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث، ۱۱۱۳۳)

جرح وتعدیل کے امام علامہ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے تمام روای ثقہ ہیں۔ (فتح الباری، ۱۲، ص ۲۲۹)

## بدعقیدہ لوگوں کے فتنہ وفساد سے بچنے کا بیان

حضرت ابوامامہ نے جب دمشق کے سرحد منصوبہ پران کے سر لٹکے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ بدترین جہنمی کتے ہیں آسمان کے نیچے تمام قتلوں سے بہتر ان کا قتل ہے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

"يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ .

جس دن کچھ منہ اونجالے ہوں گے اور کچھ منہ کالے تو وہ جن کے منہ کالے ہوئے کیا تم ایمان لاکر کافر ہوئے تو اب عذاب چکھو اپنے کفر کا بدلہ۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ .

اور وہ جن کے منہ اونجالے ہوئے وہ اللہ کی رحمت میں ہیں وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے تو انہوں نے فرمایا: میں نے ایک بار یا دو بار یا تین مرتبہ یا چار مرتبہ نہیں بلکہ میں نے سات مرتبہ سنا ہے جو میں نے تم کو حدیث بیان کی ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۲۴، فاروقی کتب خانہ ملتان)

## بدعقیدہ لوگوں کا قرآن کی آیات کے غلط مفاہیم کرنا

ابو یحییٰ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک خارجی نے صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی اور فی الحقیقت آپ کی طرف (یہ) وحی کی گئی ہے اور اُن (پیغمبروں) کی طرف (بھی) جو آپ سے پہلے (مبعوث ہوئے) تھے کہ (اے انسان!) اگر تُو نے شرک کیا تو یقیناً تیرا عمل برباد ہو جائے گا اور تُو ضرور نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا مزید بیان کیا: پھر اس سورت کو چھوڑ کر اس نے دوسری سورت کی یہ آیت پڑھ ڈالی پس آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، جو لوگ یقین نہیں رکھتے کہیں آپ کو کمزور ہی نہ کر دیں۔ (خوارج ان آیات قرآنی کو چن چن کر نماز میں پڑھتے تھے جن سے بزعم خویش ان بدبختوں کے معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کا کوئی شائبہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ ان کی گستاخانہ سوچ اور بدبختی تھی)۔ (رَوَاهُ ابْنُ اَبِي شَيْبَةَ. الحدیث رقم 49: اخرجہ ابن ابی شیبۃ فی المصنف، 7/554، الرقم: 37891)

## بدعقیدہ لوگوں کے پاس جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا، تم ان سے دور رہنا، وہ تم سے دور رہیں۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۹، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام دارمی علیہ الرحمہ سنن دارمی میں لکھتے ہیں کہ حضرت ایوب فرماتے ہیں کہ حضرت ابو قلابہ نے فرمایا ہے کہ گمراہ فرقوں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو مبتلاء کر دیں گے یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔ (سنن دارمی، ج ۱، ص ۹۰، نشر السنہ ملتان)

امام بیہقی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابو جعفر فرماتے ہیں گمراہ فرقوں کے ساتھ نہ بیٹھو کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات میں کج بحثی اختیار کرتے ہیں۔ (شعب الایمان، ج ۷، ص ۶۰، بیروت)

## مساجد میں جمع ہونا جبکہ مقام نبوت ﷺ کا انکار کرنا

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لوگوں پر ایک دور ایسا آئے گا کہ لوگ مسجدوں میں کثرت کے ساتھ جمع ہوں گے لیکن مؤمن نہیں ہوں گے۔ (المستدرک، ج ۴، ص ۴۹۸، رقم الحدیث، ۸۳۶۵)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ |
| مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۟ |
| اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عطا فرمایا تھا |
| اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید) عطا فرمائے گا۔ |
| بیشک ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کا واسطہ اور وسیلہ ہے، اس کا دینا بھی اللہ ہی کا |
| دینا ہے۔ اگر یہ عقیدہ رکھتے اور طعنہ زنی نہ کرتے تو یہ بہتر ہوتا۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا پر راضی ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ" "مِنَ الْغَنَائِمِ وَنَحْوِهَا" "وَقَالُوْا حَسْبُنَا" "كَافِيْنَا" "اَللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ" "مِنْ غَنِيْمَةٍ اُخْرٰى مَا يَكْفِيْنَا" "اِنَّا اِلَى اللّٰهِ رَاغِبُوْنَ" "اَنْ يُّغْنِيَنَا" وَجَوَابُ لَوْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ،

اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ لوگ غنائم وغیرہ میں اس پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا تھا اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ عنقریب ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزید دوسری غنائم عطا

فرمائے گا۔ جو ہمارے لئے کافی ہوں گی بیشک ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ یہاں پر "اَنْ یُّغْنِیَنَا" یہ "لَوْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ" کا جواب ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی عطا پر راضی نہ ہونے والے منافق ہیں

اور کیسا اچھا ہوتا اگر وہ اس چیز پر راضی ہو جاتے جو ان کو اللہ اور اس کے رسول نے عطا کی اور وہ یہ کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے عنقریب ہمیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے عطا کرے گا۔ (التوبہ، ۵۹)

ان آیات میں واضح بیان ہوا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کو نہیں مانتے وہ منافق و کافر ہیں ہمارے ہاں بعض سادہ مبلغین لوگوں میں یہ باور کراتے ہیں کہ صرف اللہ کی عطا کو مانو۔ اس کے سوا کسی کو عطا کرنے والا نہ مانو حالانکہ قرآن نے کہا کہ ایسے لوگ جو اللہ کے ساتھ ساتھ اس کے نبی ﷺ کی عطا کو نہیں مانتے وہ منافق و کافر ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ یہ عقیدہ بھی رکھیں اور یہ الفاظ کہا کریں ہمیں اللہ اور اس کا رسول ﷺ اپنے فضل سے عطا فرمائے گا۔

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی عطا کا اعلان

اور جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ ﷺ نے انعام کیا۔ (الاحزاب، ۳۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حقیقی داتا یعنی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے چونکہ اپنے نیک بندوں کو عطا کیا ہوا ہے اور وہ اللہ کی عطا سے مخلوق کو دینے والے یعنی داتا ہیں۔ بعض جاہل لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو داتا نہ کہو انہیں یہ پتہ ہی نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ خود اپنے نیک بندوں کو داتا بنانے والا ہے تو ان کم عقلوں کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ یہ انہیں داتا تسلیم نہیں کرتے

امام بخاری روایت کرتے ہیں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح فرمائے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتا ہوگا۔ پھر مسلمانوں نے رات اس طرح گزاری کہ وہ ساری رات مضطرب تھے کہ آپ صبح کس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے۔ صبح کو سب رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے ان میں سے ہر شخص کو یہ امید تھی کہ آپ جھنڈا اس کو عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے آپ نے فرمایا: ان کو بلاؤ، ان کو لایا گیا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور ان کے لئے دعا کی، وہ تندرست ہو گئے گویا ان کی آنکھوں میں درد کبھی تھا ہی نہیں، آپ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا، تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان سے قتال کرتا رہوں گا حتیٰ کہ وہ ہماری طرح (مسلمان) ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تم اپنی مہم پر روانہ ہو جاؤ حتیٰ کہ ان کے علاقے میں پہنچ جاؤ، پھر تم ان کو اسلام کی دعوت دو، اور ان کو بتاؤ کہ ان پر اللہ کے کیا حقوق واجب ہیں، قسم بخدا! اگر اللہ تمہاری وجہ سے کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہت بہتر ہے۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث، ۴۲۱۰، صحیح مسلم، ۲۴۰۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک میں اللہ تعالیٰ نے یہ برکت رکھی ہے کہ وہ جہاں لگے اگر مرض

ہوتو تندرستی عطا فرمائے، یہاں ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک دوائی ایک مرض کے لئے یا چند ایک امراض کے لئے دوا ہونے کا کام کرتی ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک نے ایک یا چند ایک نہیں بلکہ لاجواب کمالات دیکھائے ہیں۔ کہیں کڑوے پانی کو میٹھا کر دے، کہیں پانی کو کنارے پر لائے، کہیں پانی میں ملایا جائے تو پندرہ سو صحابہ کرام کے لئے کافی ہونے کی برکت دے ،وغیرہ۔

## آپ ﷺ اللہ کی عطا تقسیم فرمانے والے ہیں

حضرت حمید بن عبدالرحمان نے کہا کہ میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے ساتھ اللہ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین میں فقہ عطا کرتا ہے اور میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے اور یہ امت ہمیشہ اللہ کے دین پر قائم رہے گی اور کسی کی مخالفت سے اس کو ضرر نہیں ہوگا، حتی کہ اللہ کا حکم آجائے (یعنی قیامت) (بخاری شریف، ج۱ص۱۶، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

## بعد از وصال مبارک ابوبکر صدیق کو مدفن عطا کرنے کا بیان

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور فرمایا: اے علی! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اس ہاتھ سے غسل دینا جس سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ اقدس کے پاس لیجانا، اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھول دیا گیا ہے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ واپس لاکر عامۃ المسلمین کے قبرستان میں دفن کر دینا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کی میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ابوبکر آپ سے داخلہ کی اجازت مانگ رہے ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ روضہ اقدس کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی۔ حبیب کو اس کے حبیب کے ہاں داخل کر دو بے شک حبیب ملاقاتِ حبیب کے لئے مشتاق ہے۔ (حلبی، السیرۃ الحلبیۃ، 493:3 سیوطی، الخصائص الکبریٰ، 492:2 ابن عساکر، تاریخ دمشق، 436:30)

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے اور گردنیں چھڑانے میں اور تاوان بھرنے والوں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافر میں (خرچ کرنے کے لیے ہیں)۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

## مصارف زکوٰۃ وصدقات کا بیان

"اِنَّمَا الصَّدَقَات" الزَّکَوَات مَصْرُوْفَة "لِلْفُقَرَاءِ" الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يَقَع مَوْقِعًا مِنْ كِفَايَتِهِمْ "وَالْمَسَاكِيْن" الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يَكْفِيْهِمْ "وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا" اَیْ الصَّدَقَات مِنْ جَابٍ وَقَاسِم وَكَاتِب وَحَاشِر "وَالْمُؤَلَّفَة قُلُوْبهمْ" لِيُسْلِمُوْا اَوْ يَثْبُت اِسْلَامهمْ اَوْ يُسْلِم نُظَرَاؤُهُمْ اَوْ يَذُبُّوا عَنْ الْمُسْلِمِيْنَ اَقْسَام الْاَوَّل وَالْاَخِيْر لَا يُعْطَيَانِ الْيَوْم عِنْد الشَّافِعِيّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ لِعِزِّ الْاِسْلَام بِخِلَافِ الْاٰخَرَيْنِ فَيُعْطَيَانِ عَلَى الْاَصَحّ "وَفِي" فَكّ "الرِّقَاب" اَیْ الْمُكَاتَبِيْنَ "وَالْغَارِمِيْنَ" اَهْل الدَّيْن اِنْ اسْتَدَانُوْا لِغَيْرِ مَعْصِيَة اَوْ تَابُوْا وَلَيْسَ لَهُمْ وَفَاء اَوْ لِاِصْلَاحِ ذَات الْبَيْن وَلَوْ اَغْنِيَاء "وَفِي سَبِيْل اللّٰه" اَیْ الْقَائِمِيْنَ بِالْجِهَادِ مِمَّنْ لَا فَیْء لَهُمْ وَلَوْ اَغْنِيَاء "وَابْن السَّبِيْل" الْمُنْقَطِع فِي سَفَره "فَرِيْضَة" نُصِبَ بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر "مِنْ اللّٰه وَاللّٰهُ عَلِيْم" بِخَلْقِهِ "حَكِيْم" فِي صُنْعه فَلَا يَجُوْز صَرْفهَا لِغَيْرِ هٰؤُلَاءِ وَلَا مَنْع صِنْف مِنْهُمْ اِذَا وُجِدَ فَيَقْسِمهَا الْاِمَام عَلَيْهِمْ عَلَى السَّوَاء وَلَهُ تَفْضِيل بَعْض اٰحَاد الصِّنْف عَلٰى بَعْض وَاَفَادَتْ اللَّام وُجُوْب اسْتِغْرَاق اَفْرَاده لٰكِنْ لَا يَجِب عَلٰى صَاحِب الْمَال اِذَا قَسَمَ لِعُسْرِهِ بَلْ يَكْفِي اِعْطَاء ثَلَاثَة مِنْ كُلّ صِنْف وَلَا يَكْفِي دُوْنهَا كَمَا اَفَادَتْهُ صِيغَة الْجَمْع وَبَيَّنَتْ السُّنَّة اَنَّ شَرْط الْمُعْطٰى مِنْهَا الْاِسْلَام وَاَنْ لَا يَكُوْن هَاشِمِيًّا وَّلَا مُطَّلِبِيًّا،

صدقات یعنی زکوٰۃ کا مصرف فقراء ہیں اور فقراء وہ ہیں جن کے پاس اتنی استطاعت نہ ہو کہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کرسکیں۔ اور مسکینوں کے لیے، اور مساکین وہ ہیں جن کے پاس کفایت کے طور پر کچھ بھی نہ ہو۔

اور ان پر مقرر عاملوں کے لیے ہیں، جو زکوٰۃ وصول کرنے والے، تقسیم کرنے والے، اس کو لکھنے والے اور جمع کروانے والے ہیں۔ اور ان کے لیے جن کے دلوں میں الفت ڈالنی مقصود ہے۔ تاکہ وہ اسلام قبول کریں اور اسی پر ثابت قدم رہیں۔ یا ان کی طرح کے لوگ اسلام قبول کرلیں یا اہل اسلام کا دفاع کریں۔ ان میں سے آخری قسم کے متعلق امام شافعی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ اب ان کو زکوٰۃ نہ دی جائے گی کیونکہ اسلام غالب آچکا ہے۔ جبکہ باقی دونوں اقسام میں صحیح مذاہب کے مطابق دیا جائے گا۔

اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مکاتب غلاموں کی آزادی کے لئے کو دیا جائے گا۔

اور تاوان بھرنے والوں میں یعنی وہ لوگ جنہوں نے معصیت کے لئے قرض نہ لیا یا انہوں نے معصیت سے توبہ کرلی ہو اور ان کے پاس ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا باہمی صلح کے لئے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔ اور اللہ کے راستے میں یعنی ایسے مجاہدین جن کے لئے مال غنیمت میں حصہ نہ ہو جبکہ وہ مصروف جہاد ہوں اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

اور مسافر کے لئے سفر میں خرچ کرنے کے لیے ہیں۔ جبکہ مال ختم ہو جانے کے سبب اس کا سفر جاری رکھنا مشکل ہو جائے۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔ یہاں پر فریضہ منصوب فعل مقدر کے سبب ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو جاننے والا، اپنی

صنعت میں حکمت والا ہے۔

پس درج بالا مصارف زکوٰۃ وصدقات کے سوا کسی کو مال زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔اوران مصارف کے ہوتے ہوئے ان میں سے کسی کو بھی محروم نہ رکھا جائے گا۔پس امام وقت کو چاہے ان میں برابر تقسیم کرے ہاں البتہ اگر امام چاہے تو کسی قسم کو کسی دوسری قسم پر ترجیح دیدے۔اور یہاں پر لام استغراق کے لئے ہے۔جو تمام کے لئے وجوب کا فائدہ دینے والا ہے۔ہاں البتہ مال والے پر وقت تقسیم سب پر کو پالینا یہ مشکل ہونے کے سبب سب کا احاطہ واجب نہ ہوا۔بلکہ مذکورہ آٹھ اقسام میں سے ہر قسم کے تین افراد کو دینا کافی ہوگا جبکہ اس سے کم کفایت نہ کرے گا۔جس طرح جمع کے صیغوں سے معلوم ہوتا ہے۔اور سنت مطہرہ سے یہ شرط بھی ثابت ہوتی ہے کہ جس کو مال دیا جائے وہ مسلمان ہو لیکن بنوہاشم اور بنومطلب سید نہ ہو۔

## فقیر کی تعریف

امام اعظم علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی معمولی چیز ہو۔

## مسکین کی تعریف

وہ شخص جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔جبکہ امام زہری علیہ الرحمہ کے سے روایت ہے کہ فقیر وہ ہے جو اپنے گھر میں رہتا ہو اور لوگوں سے سوال نہ کرتا ہو جبکہ مسکین وہ ہے جو گھر سے نکلے اور لوگوں سے سوال کرے۔(قمر الاقمار ص ۸۱، مکتبہ اکرمیہ پشاور)

## قاعدہ فقہیہ، مقید مطلق کا ہمیشہ متغایر ہوتا ہے

مقید ہمیشہ مطلق کا متغایر ہوتا ہے۔(عنایہ) اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب کسی حکم شرعی کا دیکھیں کہ اس کا مطلق حکم کیا ہے اور پھر اسی حکم کو تقیید کو دیکھیں تو ان دونوں میں متغایریت ہوگی۔جس طرح نماز کا حکم ہے۔کہ مکمل نماز پڑھنا اس کا حکم مطلق ہے۔اور سفر شرعی کی صورت میں اس کا حکم مقید ہے اور حکم مطلق میں فرض چار رکعتوں کو پڑھنے والا حکم مقید کی حالت میں دو رکعتیں پڑھتا ہے جو ایک دوسرے کا متغایر ہیں۔اسی طرح مطلق ومقید کے تمام احکام اس قاعدے کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں اور ان باہمی فرق کی وجہ سے احکام کے سمجھنے میں آسانی بھی فراہم ہوتی ہے۔(رضوی عفی عنہ)

## لام عاقبت ہونے میں فقہی دلائل کا بیان

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔کہ کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ کے لیے اصلی چیز یہ ہے کہ آدمی اپنے مال کے کچھ حصہ کا کسی مسلمان محتاج کو، جو ہاشمی یا کسی ہاشمی کا آزاد کردہ غلام نہ ہو، ادائیگی زکوٰۃ کی نیت کے ساتھ اس طرح مالک بنادے کہ خود اپنی کوئی غرض اس ادا کردہ مال کے ساتھ وابستہ نہ رکھے۔ایک معترض اس پر یہ کہہ سکتا ہے کہ تمھارا یہ کہنا کہ تملیک ادائیگی زکوٰۃ کے لیے رکن کی حیثیت رکھتی ہے محض ایک خالی خولی دعویٰ ہے، کیونکہ زکوٰۃ کے سلسلہ میں جو نقلی دلیلیں وارد ہیں، ان میں کوئی چیز ایسی نہیں ملتی جس سے اس دعویٰ کا ثبوت مہیا ہوتا ہو۔لے دے کر اس باب میں جو چیز دلیل کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ

'اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ '، لیکن اس کا حال بھی یہ ہے کہ تم (یعنی حنفیہ) 'لِلْفُقَرَآءِ ' کے "لام" کو "عاقبت" کے معنی میں لیتے ہو، تملیک کے معنی میں نہیں لیتے۔ جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ لام کو جو ہم "عاقبت" کے معنی میں لیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مقبوضہ مال آخر کار ان کی ملک بن جائے گا۔ پس اپنی ابتدائی حیثیت میں تو یہاں فقرا اور مساکین کا ذکر مصارف زکوٰۃ بیان کرنے کے پہلو سے ہوا ہے، مستحقین کی حیثیت سے نہیں ہوا ہے، لیکن لام اس بات پر دلیل ہے کہ بالآخر ان کو ملکیت حاصل ہو جائے گی۔ پس تملیک کا دعویٰ محض دعویٰ ہی دعویٰ نہیں رہا۔" (فتح القدیر، ج ۲، ص ۲۰، بیروت)

علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم 'وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ' کے ذریعہ سے مالکین نصاب کو زکوٰۃ کا حکم دیا ہے اور 'ایتاء' تملیک ہی ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام صدقہ رکھا ہے۔ ارشاد ہے: 'اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ' اور تصدیق وہی تملیک ہے۔"

دوسری جگہ ہے، **واما ركنه فهو التمليك لقوله تعالىٰ واتوا حقه يوم حصاده والايتاء هو التمليك.**

(بدائع الصنائع ۲/۶۴-۶۵)

رہا زکوٰۃ کا رکن تو وہ تملیک ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: 'وَاٰتُوْا حَقَّه، يَوْمَ حَصَادِه' (اور اس کی کٹائی کے وقت اس کا حق دو) یہاں 'ایتاء' سے مقصود ہی تملیک ہے۔

تملیک کی تائید میں جن نصوص کا حوالہ دیا جاتا ہے، وہ یہ ہیں۔ **اما النص فقوله تعالىٰ انما الصدقات للفقراء وقوله عزوجل فى اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم والاضافة بحرف اللام تقتضى الاختصاص بجهة الملك اذا كان المضاف اليه من اهل الملك.** (بدائع الصنائع ۲/۴)

رہا تملیک کے ثبوت میں نص تو اللہ تعالیٰ کا قول 'اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ ' (خیرات کا مال تو بس غریبوں کے لیے ہے) اور دوسری آیت ہے: 'فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ' (اور ان کے مالوں میں سائل اور محروم کے لیے ایک متعین حق ہے) حرف لام کے ذریعہ سے جب اضافت ہو تو وہ ملکیت کے پہلو سے اختصاص کو چاہتی ہے بشرطیکہ مضاف الیہ اہل ملک میں سے ہو۔

## سیّد اور بنی ہاشم زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہیں

سیّد اور ہاشمی زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہیں، لہٰذا ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی، بنو ہاشم سے مراد حضرت علی، حضرت عقیل، حضرت جعفر، حضرت حارث بن عبدالمطلب اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کی اولاد ہے۔ سادات کرام اور بنی ہاشم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے ہدیے اور تحفے دیے جائیں اور ان میں سے جو لوگ نادار ہوں، انہیں اپنے مال میں سے زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقے کے طور پر دینا چاہیے اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرابت کی پاسداری کرتے ہوئے سادات کرام کی مدد کریں گے، وہ یقیناً اجر عظیم کے حقدار ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ یہ حسن سلوک ان کے

لیے وسیلۂ شفاعت بن جائے۔ سیّد وہ قرار پائے گا جس کا باپ سیّد ہو، کیونکہ اسلام میں نسب باپ کی طرف سے چلتا ہے۔ لہٰذا سیّدہ کی غیر سیّد سے اولاد اگر مستحقِ زکوٰۃ ہے، تو اسے زکوٰۃ دے سکتے ہیں، اسی طرح سیّد کے نکاح میں اگر غیر سیّدہ بیوی ہے، تو اسے براہِ راست زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

## بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی صدقہ کا مال لینا حلال نہیں

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی مخزوم کے ایک شخص کو زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا اس نے ابورافع سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلو تا کہ اس میں سے تمہیں بھی کچھ حصہ مل جائے ابورافع نے کہا کہ میں ابھی نہیں جاؤں گا پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا کر پوچھتا ہوں کہ میں اس شخص کے ساتھ زکوٰۃ لینے جاؤں یا نہیں! چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے جانے کے بارے میں پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ ہمارے یعنی بنی ہاشم کے لیے حلال نہیں ہے اور مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام زکوٰۃ لینے کے معاملے میں اسی آزاد قوم کے حکم میں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

## زکوٰۃ انسان کا میل ہے

حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ صدقات یعنی زکوٰۃ تو انسانوں کے میل ہیں، صدقہ نہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال ہے اور نہ آل محمد (بنی ہاشم) کے لیے حلال ہے۔ (مسلم)

زکوٰۃ کو میل اس لیے کہا گیا ہے کہ جس طرح انسان کا جسم میل اتارنے سے صاف ہو جاتا ہے اسی طرح زکوٰۃ نکالنے سے نہ صرف یہ کہ مال ہی پاک ہو جاتا ہے بلکہ زکوٰۃ دینے والے کے قلب وروح میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے زکوٰۃ کا مال لینا حرام تھا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد بنی ہاشم کو بھی زکوٰۃ لینی حرام ہے، خواہ وہ زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہوں یا محتاج ومفلس ہوں چنانچہ حنفیہ کا صحیح مسلک یہی ہے۔

## صدقہ کے مال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احتیاط

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانے کی کوئی چیز لائی جاتی تو پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بارے میں پوچھتے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ اگر بتایا جاتا کہ یہ صدقہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بنی ہاشم کے علاوہ) اپنے دوسرے صحابہ سے فرماتے کہ کھالو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نہ کھاتے، اور اگر بتایا جاتا کہ یہ ہدیہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا دست مبارک بڑھاتے اور صحابہ کے ساتھ اسے تناول فرماتے۔ (بخاری ومسلم)

صدقہ اس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی محتاج وضرورت مند کو ازراہ مہربانی دیا جاتا ہے اور اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدا کی رضا حاصل ہو اور آخرت میں اس کا اجر وثواب ملے چونکہ صدقہ کا مال لینے والے کی ایک طرح سے ذلت اور کمتری محسوس ہوتی ہے اس

لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مطلقاً صدقہ لینا حرام تھا۔

ہدیہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی بڑے اور عظیم المرتبت شخص کی خدمت میں کوئی چیز از راہ تعظیم وتکریم پیش کرے۔ ہدیہ کا ایک خاص پہلو یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیاوی طور پر اس کا تعلق طرفین سے ہوتا ہے بایں طور کہ جو شخص کسی کو کوئی چیز ہدیہ کرتا ہے تو وہ دنیا ہی میں اس کا اس طرح بدلہ بھی پاتا ہے کہ جسے اس نے ہدیہ دیا ہے وہ کسی وقت اسے بھی کوئی چیز ہدیہ کے طور پر دیتا ہے جب کہ صدقہ میں اس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

## بنو ہاشم کے غلام مکاتب کو زکوٰۃ دینے کی ممانعت کا بیان

علامہ ابن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ علماء نے فرمایا ہے کہ ہاشمی کے مکاتب کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں کیونکہ یہاں ایک لحاظ سے مولیٰ کی ملکیت باقی ہوتی ہے اور یہاں شبہ اہل ہاشم کے حق میں حقیقی طور پر برقرار ہوتا ہے۔ یعنی مکاتب اگرچہ آزاد متصوّر رہوتا ہے حتیٰ کہ جو کچھ اسے دیا جائے وُہ اس کا مالک بن جاتا ہے لیکن گردن کے اعتبار سے مملوک ہوتا ہے لہٰذا اس صورت میں اس کے ہاشمی مولیٰ کی ملکیت کا شبہ ہے اور یہاں ہاشمی کی شرافت کی وجہ سے شبہ کا اعتبار ہوتا ہے بخلاف غنی کے، جیسا عامل میں گزرا ہے، اسی لیے مصنّف نے حقِ بنی ہاشم کی قید لگائی ہے۔ (محیط برہانی فی فقہ نعمانی، کتاب الزکوٰۃ، بیروت)

## مکاتب کو زکوٰۃ دینے میں فقہی مذاہب اربعہ

فقہاء احناف کے نزدیک زکوٰۃ سے اس کی مدد کرنا جائز ہے۔ حضرت امام شافعی، امام مالک اور امام احمد سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ (بنایہ شرح ہدایہ، ۴، ص ۱۸۲، حقانیہ ملتان)

## زکوٰۃ کے سوا ہر صدقہ ذمی کو نہ دینے میں امام شافعی وامام ابو یوسف علیہما الرحمہ کی دلیل کا جواب

علامہ ابن محمود البابرتی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ حضرت امام شافعی اور امام ابو یوسف علیہما الرحمہ فرماتے ہیں کہ ذمی کو کوئی صدقہ بھی دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اگر انہیں صدقہ دینا جائز ہوتا تو زکوٰۃ بھی جائز ہوتی۔ جب زکوٰۃ جو صدقات فرضیہ میں سے ہے اس کی ممانعت نص میں بیان ہوئی تو کوئی صدقہ بھی دینا جائز نہیں۔

جبکہ دیگر ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان کہ ہر دین والوں کو صدقہ دو۔ اس میں لفظ کل میں عموم شامل ہے اور اگر حضرت معاذ رضی اللہ والی حدیث نہ ہوتی تو ہم زکوٰۃ دینے کے جواز بھی قائل ہوتے۔

اور جو ممانعت وارد ہوئی ہے وہ حربیوں کے بارے میں ہے اور انہی کے ساتھ خاص رہے گی۔ جس طرح قرآن مجید میں یہ نص وارد ہوئی ہے۔ ''(إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ)'' لہٰذا یہاں ممانعت خاص اہل حرب کے لئے ہو گی اور یہاں پر یہ اصول بھی معلوم ہوا ہے۔

جو روایت میں کلمہ ''کل'' استعمال ہوا ہے یہ ادیان کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ نہ کہ اہل ادیان کی تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے

اگر ہمارے نزدیک یہاں مخصص مقارن ہے۔ اور بات اس آیت سے ثابت نہیں ہوتی کہ یہاں نہی نیکی سے اعراض کرنے میں ہے۔ لہٰذا وہ صدقے سے متعلق نہ ہوگی۔ (عنایہ شرح الہدایہ، ۳ ج ص ۲۰۳، بیروت)

فقہی تصریحات کے مطابق اہل حرب کو کچھ دینا اصلاً قربت نہیں تو وہاں صدق تصدق ناممکن اور قطعاً حاصل حدیث یہ کہ جن کو دینا قربت ہے وُہ کسی دین کے ہوں ان پر تصدق کرو یہ ضرور صحیح ہے اور صرف اہلِ ذمّہ کو شامل نصرانی ہوں خواہ یہودی خواہ مجوسی خواہ وثنی، کسی دین کے ہوں، اگر وُہ قول لیں کہ غنی کو دینا صدقہ نہیں ہوسکتا تو مسلمان غنی بھی اس عموم اہل الادیان کلہا میں نہیں آسکا کہ وہ محلِ صدقہ ہی نہیں اور کلام تصدق میں ہے، یہی جواب اس حدیث سے ہے کہ ہر جاندار سے بھلائی صدقہ ہے، ورنہ صحیح مسلم شریف کی صحیح حدیث میں فرمایا کہ جو وزغ (گرگٹ، چھپکلی) کو ایک ضرب مارے سَو نیکیاں پائے۔ اسی دوسری حدیث میں ہے۔ جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے گویا ایک مشرک حلال الدم کو قتل کیا۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۹۵، بیروت)

| |
|---|
| وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ |
| لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| اور اُن (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان (کے |
| کچے) ہیں۔ فرما دیجئے: تمہارے لئے بھلائی کے کان ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان (کی باتوں) پر یقین کرتے |
| ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لئے رحمت ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (اپنی |
| بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ پر نکتہ چینی کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"وَمِنْهُمْ" اَیْ الْمُنَافِقِيْنَ "الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ" بِعَيْبِهٖ وَبِنَقْلِ حَدِيْثِهٖ "وَيَقُوْلُوْنَ" اِذَا نُهُوا عَنْ ذٰلِكَ لِئَلَّا يُبَلِّغَهُ "هُوَ اُذُنٌ" اَیْ يَسْمَعُ كُلَّ قِيْلٍ وَيَقْبَلُهُ فَاِذَا حَلَفْنَا لَهُ اَنَّا لَمْ نَقُلْ صَدَّقَنَا "قُلْ" هُوَ "اُذُنُ" مُسْتَمِعُ "خَيْرٍ لَكُمْ" لَا مُسْتَمِعُ شَرٍّ "يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ" يُصَدِّقُ "لِلْمُؤْمِنِيْنَ" فِيْمَا اَخْبَرُوْهُ بِهٖ لَا لِغَيْرِهِمْ وَاللَّامُ زَائِدَةٌ لِلْفَرْقِ بَيْنَ اِيْمَانِ التَّسْلِيْمِ وَغَيْرِهٖ "وَرَحْمَةٌ" بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰى اُذُنٍ وَالْجَرِّ عَطْفًا عَلٰى خَيْرٍ، وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ،

اور ان منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگا کر اور سرگوشیاں کر کے ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں، یعنی جب ان کو اس سے منع کیا جاتا ہے کہ کہیں بات آپ ﷺ تک نہ پہنچ جائے تو وہ کہتے ہیں وہ تو کان کے کچے ہیں۔ یعنی جو بھی ان سے کہہ دیا جائے وہ اس کو قبول کر لیتے ہیں اگرچہ ہم ان کے پاس جا کر قسم بھی اٹھالیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی پھر ہمیں سچا نہیں کہتے۔ فرما دیجئے، تمہارے لئے بھلائی کی باتیں سنتے ہیں۔ جبکہ تمہارے نقصان کی باتیں نہیں سنتے، وہ اللہ پر ایمان

رکھتے ہیں اور اہلِ ایمان کی باتوں پر یقین کرتے ہیں یعنی ان کی تصدیق کرتے ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں یعنی جب اس کی آپ کو خبر دی جاتی ہے نہ اس کے سوا کی خبر کی تصدیق کرتے ہیں یہاں پر لام زائدہ ہے جو ایمان تسلیم اور ایمان تصدیق کے درمیان فرق کرنے کے لئے آیا ہے۔ ان کے لئے رحمت ہیں، یہاں ہر رحمت اذن پر عطف کے سبب مرفوع جبکہ خیر پر عطف کے سبب مجرور ہوگی۔ اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

## سورہ برأت آیت ۶۱ کے شانِ نزول کا بیان

منافقین اپنے جلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا ہم جو چاہیں کہیں حضور کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ اگر وہ سننے والے بھی ہیں تو خیر اور صلاح کے سننے اور ماننے والے ہیں شر اور فساد کے نہیں۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقین میں سے ایک شخص نبتل بن حارث کے متعلق نازل ہوئی یہ برص زدہ تھا سرخ آنکھوں والا، سرخی مائل سیاہ گالوں والا بدشکل آدمی تھا یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شیطان کو دیکھنا چاہتا ہے وہ نبتل بن حارث کو دیکھ لے یہ نبی کریم ﷺ کی باتیں منافقین کی طرف چغلی کیا کرتا تھا اس سے کسی نے کہا ایسا نہ کر تو اس نے کہا محمد تو کان ہیں جو بھی ان سے کوئی بات کرے یہ اس کی تصدیق کر دیتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کہتے ہیں پھر ان کے پاس جا کر ان کے سامنے قسم اٹھا لیتے ہیں تو یہ ہماری تصدیق کر دیتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 10۔116)

## نبی کریم ﷺ کے گستاخ وموذی کی سزا قتل ہونے کا بیان

حضرت ابو برزہ فرماتے ہیں: "میں حضرت ابو بکر کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کسی شخص سے ناراض ہوئے، تو وہ شخص درشت کلامی پر اتر آیا۔ میں نے کہا: اے خلیفہ رسول ﷺ آپ مجھے اجازت دیں میں اس کی گردن اڑا دوں؟ میرے ان الفاظ سے ان کا سارا غصہ جاتا رہا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے، اور مجھے بلا لیا اور فرمایا: "اگر میں تمہیں اجازت دیتا تو تم یہ کر گزرتے؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ ضرور کرتا؛ آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم یہ حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کے لیے نہیں یعنی بدکلامی اور گستاخی کی وجہ سے گردن اڑا دی جائے۔ (ابوداؤد ۲/۲۵۲)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں بنی خطمہ کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی ہجو کیا کرتی تھی؛ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے کون اس سے نجات دلائے گا، اس کی قوم کا ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کام کے لیے میں ہوں اور اس نے جا کر اس عورت کو قتل کر دیا۔ (مسند شہاب للقضاعی ۲/۴۶)

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ قرآن حدیث اور اجماع امت سب اس پر دلالت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے حقوق میں

سب سے پہلے واجب ہونے والی چیز آپ ﷺ کی توقیر اور عزت اور تعظیم ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ ﷺ کو تکلیف دینا حرام ٹھہرایا ہے۔اور تمام امت کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ آپ ﷺ کو گالی دینا، ایذا رسانی کرنا حرام ہے، اور موجب کفر ونفاق ہے۔

اور فرماتے ہیں اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص رسول کریم ﷺ کی توہین کرے، یا آپ ﷺ کو گالی دے، تو اسے قتل کیا جائے گا۔اسی طرح دیگر علماء نے بھی رسول کریم ﷺ کی توہین کرنے والے کے واجب قتل اور کافر ہونے کے بارے میں اجماع نقل کیا ہے۔

مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے گستاخ رسول ﷺ کے بارے میں امام ابوبکر جصاص حنفی فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کی اہانت اور ایذا رسانی کا قصد کیا، اور وہ مسلمان کہلاتا ہو، تو وہ مرتد اور واجب قتل ہے۔ (احکام القرآن ۸۶/۳)

علامہ شامی درمختار میں فرماتے ہیں کہ اشباہ میں ہے کہ مدہوش آدمی کے مرتد ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔یعنی کوئی ایسا کام کرنا یا بول کہنا جس سے مرتد ہونا لازم آتا ہو؛ اس کو تسلیم نہیں کیا جائے گا کیوں کہ یہ نشہ میں مست ہے، البتہ کوئی نبی کریم ﷺ کو گالی دینے کی وجہ سے مرتد ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور معاف نہیں کیا جائے گا۔

| |
|---|
| يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ وَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ |
| تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زیادہ حق دار |
| ہے کہ اسے راضی کیا جائے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے (تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرتے، |
| رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہو جاتا ہے کیونکہ دونوں کی رضا ایک ہے) |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ایک ہونے کا بیان

"يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ " اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ فِيْمَا بَلَغَكُمْ عَنْهُمْ مِنْ اَذَى الرَّسُوْلِ اَنَّهُمْ مَا اَتَوْهُ "لِيُرْضُوْكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُوْله اَحَقّ اَنْ يُّرْضُوْهُ " بِالطَّاعَةِ وَتَوْحِيْد الضَّمِيْر لِتَلَازُمِ الرِّضَاءَيْنِ اَوْ خَبَر اللّٰه وَرَسُوْله مَحْذُوْف "اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ" حَقًّا،

اے ایمان والو! یہ منافقین بارگاہ رسالت ﷺ میں گستاخیاں کرنے کے بعد تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے ایسی کوئی بات نہیں کی تاکہ تمہیں راضی رکھیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ حق دار ہے کہ طاعت اور توحید سے اسے راضی کیا جائے۔یہاں پر یرضوہ میں ضمیر واحد کی جس کا مرجع یا لفظ اللہ یعنی اللہ کی ذات ہے یا لفظ رسول یعنی رسول مکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔اور وہی اس کی خبر ہے۔جو محذوف ہے اگر یہ لوگ ایمان والے ہوتے۔تو یہ حقیقت جان لیتے اور رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کوراضی کرتے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راضی ہونے سے ہی اللہ راضی ہوجاتا ہے کیونکہ دونوں کی رضا ایک ہے۔

## سورہ برأت آیت ٦٢ کے شانِ نزول کا بیان

منافقین اپنی مجلسوں میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آ کر اس سے مکر جاتے تھے اور قسمیں کھا کھا کر اپنی بریّت ثابت کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اہم اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا تھا اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول کی ناراضی کا سبب ہوں۔

سدی کہتے ہیں کہ منافقین میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے ان میں جلاس بن سوید بن صامت اور ودیعہ بن ثابت بھی تھے انہوں نے نبی کی غیبت کرنے کا ارادہ کیا ان کے پاس اس وقت ایک انصاری لڑکا عامر بن قیس بھی موجود تھا لیکن انہوں نے اسے حقیر جانا اور اپنی گفتگو کر دی اور کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں سچ ہے تو پھر تو ہم گدھے سے بھی بدتر ہیں وہ لڑکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو اس کی خبر دی آپ نے انہیں بلایا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے قسم اٹھالی کہ عامر جھوٹا ہے اور عامر نے اس بات پر قسم کھالی کہ یہ جھوٹے ہیں اور کہا اے اللہ ہمارے متفرق ہونے سے پہلے جھوٹ اور سچے کو سچ کو ظاہر فرما۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ اور یہ آیت نازل فرمائی۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ۔ مومنو یہ لوگ تمہارے سامنے خدا کی قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم کو خوش کر دیں۔ (درمنثور، 3-353)

## نادان اور کوڑ مغز منافقین کی جھوٹی قسموں کا بیان

واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس بڑے ہی عقل مند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے؟ یہ بات ایک سچے مسلمان صحابی نے سن لی اور اس نے کہا واللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور کوڑ مغز ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب یہ صحابی دربار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا کہ آپ نے اس شخص کو بلوا بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے اس صحابی نے دعا کی کہ پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ابدی اور جہنمی ہیں۔ ذلت و رسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومی طالع اس سے زیادہ رسوائی اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی؟ (ابن کثیر)

| |
|---|
| اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ |
| کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا، |
| یہی بڑی رسوائی ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے کے لئے جہنم ہونے کا بیان

"اَلَمْ یَعْلَمُوا" بِ "اَنَّهُ" اَیُ الشَّاْنُ "مَنْ یُّحَادِدُ" یُشَاقِقُ "اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَاِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ" جَزَاءً، خَالِدًا فِیْهَا ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ،

کیا انہیں خبر نہیں کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو اس کے لیے جہنم کی سزا آگ ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا، یہی بڑی رسوائی ہے۔

منافقین کی ایک رسوائی تو اس وقت ہوتی ہے جب ان کی کوئی سازش اور دغا بازی سب لوگوں کے سامنے آجاتی ہے جس کی وجہ سے ان کو مزید جھوٹی باتیں بنا کر اور قسمیں کھا کر اپنی طرف سے مسلمانوں کو اپنی صفائی کی یقین دہانی کرانا پڑتی ہے اور یہ رسوائی اس رسوائی کے مقابلہ میں بہت ہلکی ہے جو انہیں قیامت کے دن سب کے سامنے اٹھانا پڑے گی۔ جب ان کی یہ سب شرارتیں کھل کر سامنے آجائیں گی اور معذرتوں کا بھی موقع نہ ہوگا پھر انہیں جہنم کا دائمی عذاب بھگتنا پڑے گا۔

| |
|---|
| یَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ |
| قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ○ |
| منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کر دے جو |
| ان (منافقوں) کے دلوں میں ہیں۔ فرما دیجئے، تم مذاق کرتے رہو، بیشک اللہ وہ ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ |

## منافقین کا منافقت کے ظہور سے خفا ہو جانے کا بیان

"یَحْذَرُ" یَخَافُ "الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَیْهِمْ" اَیِ الْمُؤْمِنِیْنَ "سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ" مِنَ النِّفَاقِ وَهُمْ مَعَ ذٰلِكَ یَسْتَهْزِئُوْنَ "قُلِ اسْتَهْزِئُوا" اَمْرُ تَهْدِیْدٍ "اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ" مُظْهِرٌ "مَا تَحْذَرُوْنَ" اِخْرَاجَهُ مِنْ نِفَاقِكُمْ،

منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل کر دی جائے جو انہیں ان باتوں سے خبردار کر دے جو ان منافقوں کے دلوں میں مخفی منافقت ہے حالانکہ وہ اس کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ فرما دیجئے، تم مذاق کرتے رہو، یہ ان کے لئے تہدید کا امر ہے بیشک اللہ وہ بات ظاہر فرمانے والا ہے جس سے تم ڈر رہے ہو۔ یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کرنے والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۶۴ کے شان نزول کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ کسی منافق نے کہا اللہ کی قسم میں یہ بات پسند کرتا ہوں کہ میں آؤں اور مجھے سو کوڑے لگائے جائیں لیکن ہمارے بارے میں کوئی ایسی چیز نازل نہ ہو جو ہمیں رسوا کر دے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (قرطبی 8-195)

مجاہد کہتے ہیں کہ وہ آپس میں گفتگو کر لیتے اور پھر کہتے کاش کہ اللہ ہمارے بھید کو فاش نہ کرے۔ (زادالمسیر 3۔463)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ستر منافقین کے نام مع ان کی ولدیت اور پورے نشان پتے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیئے تھے، مگر رحمۃ للعالمین نے ان کو لوگوں پر ظاہر نہیں فرمایا۔ (تفسیر مظہری، سورہ توبہ، بیروت)

## منافقین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گھبراتے بھی ہیں

آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانٹھ لیتے لیکن پھر خوف زدہ رہتے کہ کہیں اللہ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ہو جائے اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ نے نہیں دیں پھر اپنے جی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں دیتا؟ ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ یہاں فرماتا ہے دینی باتوں اور مسلمانوں کی حالت پر دل کھول کر مذاق اڑا لو۔ اللہ بھی وہ راز افشاء کر دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے۔ یاد رکھو ایک دن رسوا اور ذلیل ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی۔ ہم تو انہیں اس قدر فضیحت کریں گے اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب و لہجے سے ہی انہیں پہچان لے گا۔ اس سورت کا نام ہی سورۃ الفاضحہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلعی کھول دی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ○ |
| اور اگر آپ ان سے دریافت کریں تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف (سفر کاٹنے کے لئے) بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ |
| فرما دیجئے، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ مذاق کرنے والے منافقین کا بیان

"وَلَئِنْ" لَامُ قَسَم "سَاَلْتَهُمْ" عَنِ اسْتِهْزَائِهِمْ بِكَ وَالْقُرْاٰن وَهُمْ سَائِرُوْنَ مَعَكَ اِلٰى تَبُوْك "لَيَقُوْلُنَّ" مُعْتَذِرِيْنَ "اِنَّمَا كُنَّا نَخُوض وَنَلْعَب" فِي الْحَدِيث لِنَقْطَع بِهِ الطَّرِيْق وَلَمْ نَقْصِد ذٰلِكَ "قُلْ" لَهُمْ،

یہاں پر لئن میں لام قسم ہے۔ اور اگر آپ ان سے ان کا وہ مذاق جو آپ ﷺ اور قرآن کے ساتھ ہے، حالانکہ وہ سارے تبوک میں آپ ﷺ کے ساتھ گئے تھے۔ وہ دریافت کریں تو وہ ضرور معذرت کرتے ہوئے یہی کہیں گے کہ ہم تو صرف سفر کاٹنے کے لئے بات چیت اور دل لگی کرتے تھے۔ ورنہ ہمارا کوئی مقصد نہ تھا فرما دیجئے، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مذاق کر رہے تھے۔

## سورہ برأت آیت ٦٥ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے منافقین کے تین نفروں میں سے دو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت بہ طور مذاق کہتے تھے کہ ان کا خیال ہے کہ یہ روم پر غالب آ جائیں گے، کتنا بعید خیال ہے اور ایک نفر بولتا تو نہ تھا مگر ان باتوں

کوسن کر ہنستا تھا۔ حضور نے ان کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ تم ایسا ایسا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا ہم راستہ کاٹنے کے لئے ہنسی کھیل کے طور پر دل لگی کی باتیں کر رہے تھے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اوران کا یہ عذر وحیلہ قبول نہ کیا گیا اوران کے لئے یہ فرمایا گیا جو آگے ارشاد ہوتا ہے۔ (طبری10۔119)

زید بن اسلم اور محمد بن وہب کہتے ہیں کہ ایک منافق نے غزوہ تبوک میں کہا میں نے اپنے ان قراء سے بڑھ کر بسیار خور، جھوٹا اور لڑائی کے وقت بزدل نہیں دیکھا اوراس کی مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ تھے حضرت عوف بن مالک نے کہا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو ہی منافق ہے میں ضرور رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دوں گا۔

چنانچہ عوف رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے کے لیے چلے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ قرآن ان سے پہلے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ چکا تھا وہ آدمی بھی کوچ کر کے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نبی کریم ﷺ کے پاس آ گیا اور کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے ہم اس کے ذریعے سفر میں دل بہلا رہے تھے۔ (طبری10۔119)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے آگے آگے چل رہا تھا آپ کو پتھر لگ رہے تھے اوروہ یہ کہہ رہا تھا یا رسول اللہ ﷺ ہم تو یوں ہی بات چیت اور دل لگی کر رہے تھے اور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے (اباللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستھزؤن) فرمادو کیا تم خدا اوراس کی آیتوں اوراس کے رسول سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ (نیسابوری211، سیوطی142)

| |
|---|
| لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ |
| تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے ہو، اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں |
| (تب بھی) دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔ |

## منافقین کے عذر کے قبول نہ ہونے کا بیان

"لَا تَعْتَذِرُوْا" عَنْهُ "قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ" اَیْ ظَهَرَ كُفْرُكُمْ بَعْدَ اِظْهَارِ الْاِيْمَانِ "اِنْ يُّعْفَ" بِالْيَاءِ مَبْنِيًّا لِلْمَفْعُوْلِ وَالنُّوْنِ مَبْنِيًّا لِلْفَاعِلِ "عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ" بِاِخْلَاصِهَا وَتَوْبَتِهَا كَجَحْشِ بْنِ حِمْيَرَ "نُعَذِّبْ" بِالتَّاءِ وَالنُّوْنِ "طَائِفَةً بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ" مُصِرِّيْنَ عَلَى النِّفَاقِ وَالِاسْتِهْزَاءِ ،

اب تم معذرت مت کرو، بیشک تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کافر ہو گئے ہو، یہاں پر ان یعف یاء کے ساتھ مجہول آیا ہے اور نون کی صورت میں معروف آیا ہے۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو ان کے اخلاص اور تعبہ کے سبب معاف بھی کر دیں جس طرح جحش بن حمیر ہیں تب بھی دوسرے گروہ کو عذاب دیں گے یہاں پر نعذب یہ تاء اور نون دونوں طرح آیا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ مجرم تھے۔ یعنی وہ منافقت اور مذاق پر اصرار کرنے والے ہیں۔

## منافقت سے سچی توبہ کرنے والے عبدالرحمٰن کا واقعہ

امام محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ تبوک جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور فحش بن حمیر وغیرہ تھے یہ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹنے دو پھر ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ ان پر ان کے دوسرے سردار فحش نے کہا بھئی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا۔ کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ان سے پوچھ تو کہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے؟ اگر یہ انکار کریں تو تو کہنا کہ تم یہ باتیں کر رہے تھے۔ حضرت عمار نے جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی، ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن فحش بن حمیر نے کہا یا رسولِ اللہ آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمایئے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری نے درگذر فرمالیا اور اس آیت میں اسی سے درگذر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبدالرحمٰن رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرنا کہ یہ دھبہ دھل جائے چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی۔

(سیرت ابن اسحاق)

ان میں ایک شخص تھا جسے انشاء اللہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہوگا یہ کہا کرتا تھا کہ یا اللہ میں تیرے کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے۔ پروردگار تو میری توبہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہداء کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہداء کی لاشیں مل گئیں لیکن انکی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ جناب باری کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم زبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور قرآن کی ہنسی اڑائی۔ ہم اگر کسی سے درگذر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہونے کا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس کافرانہ گفتگو کی تمہیں سخت ترین سزا بھگتنا پڑے گی۔

| |
|---|
| اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ |
| وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ |
| منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں۔ یہ لوگ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں سے روکتے ہیں اور |
| اپنے ہاتھ بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اللہ نے انہیں فراموش کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔ |

## منافق مرد وعورتوں کی باہمی مشابہت کا بیان

"اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَات بَعْضهمْ مِنْ بَعْض " اَیْ مُتَشَابِهُوْنَ فِی الدِّیْن کَاَبْعَاضِ الشَّیْء الْوَاحِد "یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ " الْكُفْر وَالْمَعَاصِی "وَیَنْهَوْنَ عَنْ الْمَعْرُوْف " الْاِیْمَان وَالطَّاعَة "وَیَقْبِضُوْنَ اَیْدِیهمْ " عَنْ الْاِنْفَاق فِی الطَّاعَة "نَسُوْا اللّٰه " تَرَكُوا طَاعَته "فَنَسِیَهُمْ" تَرَكَهُمْ مِنْ لُطْفه،اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ،

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے سے ہیں۔یعنی دین کے حکم میں ایک چیز کے اجزاء کے مشابہ ہیں یہ لوگ بری باتوں یعنی کفر اور گناہوں سے کا حکم دیتے ہیں اور اچھی باتوں یعنی ایمان واطاعت سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بند رکھتے ہیں، انہوں نے اللہ کو فراموش کر دیا تو اللہ نے انہیں اپنی عطاء سے فراموش کر دیا، بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔

## منافقین کو اجر سے بھلا دیا جائے گا

علامہ ابوعبداللہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ ہاتھ بند رکھنے سے مراد ترک جہاد اور حقوق واجبہ کا ادا نہ کرنا ہے، (آیت) نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُمْ، اس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے ان کو بھلا دیا، اللہ تعالیٰ تو نسیان اور بھول سے پاک ہیں، مراد اس جگہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کے احکام کو اس طرح چھوڑ دیا جیسے بھول گئے ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے بھی ثواب آخرت کے معاملہ میں ان کو ایسا ہی کر چھوڑا کہ نیکی اور ثواب میں کہیں ان کا نام نہ رہا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ |
| هِیَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۝ |
| اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ دوزخ کا وعدہ فرما رکھا ہے (وہ) اس میں ہمیشہ رہیں گے، |
| وہ (آگ) انہیں کافی ہے، اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ہمیشہ برقرار رہنے والا عذاب ہے۔ |

## منافق مردوں اور منافق عورتوں کے لئے جہنم کے وعدے کا بیان

"وَعَدَ اللّٰه الْمُنَافِقِیْنَ وَالْمُنَافِقَات وَالْكُفَّار نَار جَهَنَّم خَالِدِیْنَ فِیْهَا هِیَ حَسْبهمْ" جَزَاء وَعِقَابًا "وَلَعَنَهُمْ اللّٰه" اَبْعَدهمْ عَنْ رَحْمَته" "وَلَهُمْ عَذَاب مُقِیْم" دَائِم،

اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتشِ دوزخ کا وعدہ فرما رکھا ہے یعنی اس کا عذاب ان کے لئے کافی ہے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ آگ انہیں کافی ہے، اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے یعنی ان کو رحمت سے دور کر دیا ہے اور ان کے لئے ہمیشہ برقرار رہنے والا عذاب ہے۔

## قبر میں منافق کو لوہے کے ہتھوڑے سے سزا دینے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور (اس کو دفن کرکے) پیٹھ پھیر لی جاتی ہے اور اس کے ساتھی رخصت ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر کہتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو کیا کہتا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ ہیں۔ تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے جہنم کے ٹھکانے کی طرف دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں تجھے جنت کا ٹھکانہ عطاء کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ان دونوں چیزوں (جنت اور جہنم) کو دیکھے گا اور کافر یا منافق کہے گا کہ میں نہیں جانتا میں تو وہی کہتا ہوں جو لوگ کہتے تھے تو کہا جائے گا تو نے نہ جانا اور نہ سمجھا، پھر لوہے کے ہتھوڑے سے اس کے کانوں کے درمیان مارا جائے گا تو وہ چیخ مارے گا اور اس کی چیخ کو جن و انس کے سوا اس کے آس پاس کی چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1278)

| |
|---|
| كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ |
| فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ |
| اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ |
| ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔ تو انھوں نے |
| اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، پھر تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا |
| جو تم سے پہلے تھے اور تم نے فضول باتیں کیں، جس طرح انھوں نے فضول باتیں کیں۔ یہ لوگ !ان کے اعمال دنیا |
| اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## منافقین کے اعمال دنیا و آخرت سے ضائع ہو چکے ہیں

اَنْتُمْ اَيُّهَا الْمُنَافِقُوْنَ "كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا" تَمَتَّعُوْا "بِخَلَاقِهِمْ" نَصِيْبِهِمْ مِنَ الدُّنْيَا "فَاسْتَمْتَعْتُمْ" اَيُّهَا الْمُنَافِقُوْنَ "بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ" فِي الْبَاطِلِ وَالطَّعْنِ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كَالَّذِيْ خَاضُوْا" اَيْ كَخَوْضِهِمْ، اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ،

اے منافقو! تم ان لوگوں کی طرح جو تم سے پہلے تھے، وہ قوت میں تم سے زیادہ سخت اور اموال اور اولاد میں بہت زیادہ تھے۔ تو انھوں نے اپنے حصے سے دنیا میں فائدہ اٹھایا، پھر اے منافقو تم نے اپنے حصے سے فائدہ اٹھایا، جس طرح ان لوگوں نے اپنے حصے

سے فائدہ اٹھایا جو تم سے پہلے تھے اور تم نے فضول باتیں کیں، یعنی باطل کو اپنایا اور نبی کریم ﷺ پر اعتراض کیے جس طرح انھوں نے فضول باتیں کیں۔ یہ لوگ وہ ہیں ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور یہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**کالذین من قبلکم** ۔ میں ک محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے آدمیوں کی طرح ہو۔ یا ک محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا۔ ای انتم کالذین من قبلکم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔

**کانوا اشد منکم** ۔ اشد شدۃ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ کانوا کے عمل سے منسوب ہے (اسی وجہ سے اکثر منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقے ور تھے اور زال واولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔

**فاستمتعوا** ۔ انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتاع (استفعال) سے۔ مال ومتاع سے فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ، خلاقھم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔ فاستمتعتم بخلاقکم کما استمتع الذین من قبلکم بخلاقھم۔ تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا۔ جیسا تم سے پہلوں نے اپنے (دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔ **خضتم**۔ تم نے بحث وتمحیص۔ خاض یخوض (نصر) خوض سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ خوض کے معنی ہیں فضول بحث۔ بیہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

## اہل کتاب کی مشابہت اختیار کرنے والوں کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آ گئی میرا تو خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ جانور کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی اس میں گھسو گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ کسی کے بل میں گھسے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ کی کون لوگ ہیں؟ کیا اہل کتاب؟ آپ نے فرمایا اور کون؟

اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو (كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً ، التوبہ:69) حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کیطرح؟ آپ نے فرمایا اور لوگ ہی ہیں کون؟ اس حدیث کے مفہوم پر شاہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ توبہ، بیروت)

اَلَمۡ یَاۡتِهِمۡ نَبَاُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ وَ قَوۡمِ اِبۡرٰهِیۡمَ وَ اَصۡحٰبِ مَدۡیَنَ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتِ ؕ اَتَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ‌ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰـكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ○

کیاان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جوان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں والے، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے تو اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا اور لیکن وہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

## سابقہ امم کے واقعات ہلاکت سے سبق وعبرت حاصل کرنے کا بیان

"اَلَمۡ یَاۡتِهِمۡ نَبَاُ" خَبَر "الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَعَادٍ" قَوۡم هُوۡد "وَثَمُوۡد" قَوۡم صَالِح "وَقَوۡمِ اِبۡرَاهِیۡم وَاَصۡحَاب مَدۡیَن " قَوۡم شُعَیۡب "وَالۡمُؤۡتَفِكَات" قُرٰی قَوۡم لُوۡط اَیۡ اَهۡلهَا "اَتَتۡهُمۡ رُسُلهمۡ بِالۡبَيِّنَاتِ " بِالۡمُعۡجِزَاتِ فَكَذَّبُوۡهُمۡ فَاُهۡلِكُوۡا "فَمَا كَانَ اللّٰه لِيَظۡلِمهُمۡ" بِاَنۡ يُعَذِّبهُمۡ بِغَيۡرِ ذَنۡب "وَلٰكِنۡ كَانُوۡا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ" بِارۡتِكَابِ الذَّنۡب،

کیاان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جوان سے پہلے تھے؟ نوح کی قوم اور عاد اور ثمود یعنی صالح علیہ السلام کی قوم اور ابراہیم کی قوم اور مدین والے یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم، اور الٹی ہوئی بستیوں والے، یعنی قوم کی لوط کی بستیاں ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں یعنی معجزات لے کر آئے تو انہوں نے ان کو جھٹلایا تو وہ ہلاک کردیئے گئے۔ تو اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے یعنی ان کو گناہوں کے بغیر عذاب دے اور لیکن وہ گناہوں کے ارتکاب کے سبب اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

قوم عاد، ثمود، نوح، ابراہیم وغیرہ وغیرہ ایسی اقوام تھیں جن کی شان وشوکت تم لوگوں سے بڑھ کر تھی۔ انہوں نے تم سے بہت زیادہ عیش وعشرت سے زندگی بسر کی تھی۔ وہ لوگ طاقت کے لحاظ سے بھی تم سے مضبوط تر تھے اور مال اور اولاد کے لحاظ سے بھی تم سے بہت آگے تھے۔ وہ لوگ بھی دنیا میں مست ہو کر آیات کو بھول گئے تھے۔ اس کی نافرمانیوں پر اتر آئے اور اللہ کی آیات سے مذاق اور دل بہلاوے کرنے لگے تھے۔ اور آج تم بھی بعینہ وہی کچھ کر رہے ہو۔ اللہ کو بھول جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی نے دنیا میں کوئی اچھے کام کیے بھی ہوں تو آخرت میں وہ سب رائیگاں جائیں گے کیونکہ اعمال کی جزا تو صرف اس صورت میں ملتی ہے کہ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان ہو اور جب یہ بنیاد ہی موجود نہ ہو تو پھر جزاء کیسی؟ اور اس سے بڑھ کر خسارہ کیا ہو سکتا ہے کہ کسی شخص کو اس کی کی ہوئی محنت کا ثمرہ ہی نہ مل سکے۔

وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ‌ ۘ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَيُقِيۡمُوۡنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيۡعُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ ؕ

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں |
| اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ |
| ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اہل ایمان کی باہمی دوستی کا بیان

"وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَات بَعْضهمْ اَوْلِيَاء بَعْض يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنْ الْمُنْكَر وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلَاة وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاة وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰه وَرَسُوْله اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰه اِنَّ اللّٰه عَزِيْز" لَا يُعْجِزهُ شَيْء عَنْ اِنْجَاز وَعْده وَوَعِيده "حَكِيْم" لَا يَضَع شَيْئًا اِلَّا فِيْ مَحَلّه،

اور مومن مرد اور مومن عورتیں، ان کے بعض بعض کے دوست ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا، بے شک اللہ سب پر غالب، یعنی کوئی چیز اس کو وعدہ و وعید پورا کرنے میں عاجز کرنے والی نہیں ہے۔ حکمت والا ہے۔ یعنی اس نے کسی چیز کو اس کے محل کے سوا کسی دوسری جگہ پر نہیں رکھا۔

## مومن آپس ہمیں ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن بندوں کی مثال ان کی آپس میں محبت اور اتحاد اور شفقت میں جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے سارے جسم کو نیند نہیں آئے اور بخار چڑھ جانے میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2085)

## مسلمان مردوں کی طرح مسلمان عورتوں کے جذبہ جہاد کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ حنین کے دن ان کے پاس جو خنجر تھا وہ لیا۔ حضرت ابوطلحہ (ام سلیم کے ہاتھ میں خنجر) دیکھا تو عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ام سلیم ہیں جن کے پاس ایک خنجر ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا یہ خنجر کیسا ہے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اگر مشرکوں میں سے کوئی مشرک میرے پاس آئے گا تو میں اس کے ذریعہ سے اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گی یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے طلقاء میں سے وہ لوگ کہ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکست کھائی ہے کیا میں ان کو قتل کر دوں یعنی جو فتح مکہ کے موقع پر مکہ والوں میں سے مسلمان ہوئے ان کے شکست

کھا جانے کے وجہ سے ام سلیم نے ان کو منافق سمجھا اس لئے ان کو قتل کرنے کا عرض کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلیم بے شک اللہ کافی ہے اور اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 183)

| |
|---|
| وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً |
| فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝ |
| اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرما لیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے |
| والے ہیں اور ایسے پاکیزہ مکانات کا بھی (وعدہ فرمایا ہے) جو جنت کے خاص مقام پر سدا بہار باغات میں ہیں، اور (پھر) اللہ کی |
| رضا اور خوشنودی (ان سب نعمتوں سے) بڑھ کر ہے (جو بڑے اجر کے طور پر نصیب ہوگی)، یہی زبردست کامیابی ہے۔ |

## اللہ کی رضا کا سب سے عظیم ہونے کا بیان

"وَعَدَ اللّٰه الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسَاكِن طَيِّبَة فِيْ جَنَّات عَدْن" اِقَامَة "وَرِضْوَان مِنْ اللّٰه اَكْبَر" اَعْظَم مِنْ ذٰلِكَ كُلّه،

اللہ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے جنتوں کا وعدہ فرما لیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور ایسے پاکیزہ مکانات کا بھی (وعدہ فرمایا ہے) جو جنت کے خاص مقام پر سدا بہار باغات میں ہیں، اور (پھر) اللہ کی رضا اور خوشنودی (ان سب نعمتوں سے) بڑھ کر ہے (جو بڑے اجر کے طور پر نصیب ہوگی)، یہی زبردست کامیابی ہے۔

## جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دیدار کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت میں سب سے کم درجے کا آدمی دو ہزار سال کے فاصلے پر پھیلی ہوئی مملکت کے آخری حصے کو اس طرح دیکھے گا جیسے اپنے قریب کے حصے کو دیکھتا ہوگا اور اس پورے علاقے میں اپنی بیویوں اور خادموں کو بھی اسی طرح دیکھتا ہوگا جب کہ سب سے افضل درجے کا جنتی روزانہ دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والا ہوگا۔ (مسند احمد: جلد سوم: حدیث نمبر 180)

حضرت عبادہ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا ہے" (یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے اس فضیلت و مرتبہ سے) زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی

چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لئے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب وسزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں منقول ہے کہ "موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 80)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اے نبی مکرم ﷺ آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کریں اور ان پر سختی کریں، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ |

## کفار ومنافقین سے جہاد کرنے کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا النَّبِيّ جَاهِد الْكُفَّار" بِالسَّيْفِ "وَالْمُنَافِقِيْنَ" بِاللِّسَانِ وَالْحُجَّة "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" بِالِانْتِهَارِ وَالْمَقْت "وَمَاْوَاهُمْ جَهَنَّم وَبِئْسَ الْمَصِير" الْمَرْجِع هِيَ،

اے نبی مکرم ﷺ آپ کافروں سے تلوار کے ساتھ اور منافقوں سے کلام ودلیل سے جہاد کریں اور ان پر گرم سرد ہو کر سختی کریں، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ جو انہی کا ٹھکانہ ہے۔

## چار قسم کی قوموں سے تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں فرماتا ہے (فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلو المشركين ) حرمت والے مہینوں کے گذرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو۔ دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے (قاتلوا الذين لايومنون الخ،) جو اللہ پر قیامت کے دن ایمان نہیں لاتے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے۔ دین حق کو قبول نہیں کرتے ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں۔ تیسری تلوار منافقین ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔ (جاهد الكفار والمنافقين ) کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں فرمان ہے (فقاتلو اللتى تبغى حتى تفئى الى امر الله) باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آ جائیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ (جامع البیان، سورہ توبہ، بیروت)

امام قرطبی نے فرمایا کہ اس جگہ غلظت استعمال کرنے سے عملی غلظت مراد ہے کہ ان پر احکام شرعیہ جاری کرنے میں کوئی رعایت اور نرمی نہ برتی جائے، زبان اور کلام میں غلظت اختیار کرنا مراد نہیں، کیونکہ وہ سنت انبیاء کے خلاف ہے، وہ کسی سے سخت

کلامی اور سب وشتم نہیں کرتے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اذا زنت امۃ احدکم فلیجلدھا الحد ولا یثرب علیھا، اگر تمھاری کوئی کنیز زنا کی مرتکب ہو تو اس کی سزا حد شرعی اس پر جاری کرو مگر زبانی ملامت اور طعن وتشنیع نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ |
| وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا |
| يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ |
| وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، حالانکہ بلاشبہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا اور |
| اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی اور انھوں نے انتقام نہیں لیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل سے غنی |
| کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا |
| اور ان کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ |

## بدبخت منافقین کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبہ کا بیان

"يَحْلِفُوْنَ" اَیْ الْمُنَافِقُوْنَ "بِاللّٰهِ مَا قَالُوا" مَا بَلَغَكَ عَنْهُمْ مِنَ السَّبِّ "وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" اَظْهَرُوا الْكُفْرَ بَعْدَ اِظْهَارِ الْاِسْلَامِ "وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا" مِنَ الْفَتْكِ بِالنَّبِيِّ لَيْلَةَ الْعَقَبَةِ عِنْدَ عَوْدِهٖ مِنْ تَبُوْكَ وَهُمْ بِضْعَةَ عَشَرَ رَجُلًا فَضَرَبَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ وُجُوهَ الرَّوَاحِلِ لَمَّا غَشُوْهُ فَرُدُّوا "وَمَا نَقَمُوا" اَنْكَرُوْا "اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" بِالْغَنَائِمِ بَعْدَ شِدَّةِ حَاجَتِهِمْ ; الْمَعْنٰى لَمْ يَنَلْهُمْ مِنْهُ اِلَّا هٰذَا وَلَيْسَ مِمَّا يُنْقَمُ "فَاِنْ يَّتُوْبُوا" عَنِ النِّفَاقِ وَيُؤْمِنُوْا بِكَ "يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا" عَنِ الْاِيْمَانِ "يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا" بِالْقَتْلِ "وَالْاٰخِرَةِ" بِالنَّارِ "وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ" يَحْفَظُهُمْ مِنْهُ "وَلَا نَصِيْرٍ" يَمْنَعُهُمْ،

وہ منافقین اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انھوں نے بات نہیں کہی، یعنی وہ گالی جب آپ کے پاس پہنچ جائے تو اس کے بعد یہ کہتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ یقیناً انھوں نے کفر کی بات کہی اور اپنے اسلام کے اظہار کے بعد کفر کیا اور اس چیز کا ارادہ کیا جو انھوں نے نہیں پائی۔ یعنی نعوذ باللہ جو غزوہ تبوک سے واپسی پر لیلہ عقبہ کے وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر کے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اور وہ دس افراد تھے جب حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ان کی سواریوں کے چہروں پر مار مار ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر رہے تھے جبکہ انہوں یک بار حملہ کر رکھا تھا۔

اور انھوں نے انتقام نہیں لیا یعنی انکار نہیں کیا مگر اس کا کہ اللہ اور اس کے رسول نے انھیں اپنے فضل یعنی غنائم سے غنی کر دیا۔

جبکہ انہیں ان کی سخت ضرورت تھی۔یعنی سوائے اس کے انہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور یہ کوئی انتقام نہ بن سکا۔پس اگر وہ منافقت سے توبہ کرلیں اور آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں تو ان کے لیے بہتر ہوگا اور اگر وہ ایمان سے منہ پھیر لیں تو اللہ انھیں دنیا میں قتل اور آخرت میں دردناک۔عذاب یعنی جہنم کا عذاب دے گا اور ان کے لیے زمین میں نہ کوئی دوست ہوگا جو ان کی حفاظت کرے اور نہ کوئی مددگار ہوگا جو ان کی عذاب سے بچاسکے۔

## سورہ براٗت آیت ۷۴ کے شانِ نزول کا بیان

امام بغوی نے کلبی سے نقل کیا کہ یہ آیت جلاس بن سوید کے حق میں نازل ہوئی۔واقعہ یہ تھا کہ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبوک میں خُطبہ فرمایا اس میں منافقین کا ذکر کیا اور ان کی بدحالی و بدمآلی کا ذکر فرمایا یہ سن کر جلاس نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سچے ہیں تو ہم لوگ گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس تشریف لائے تو عامر بن قیس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلاس کا مقولہ بیان کیا، جلاس نے انکار کیا اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ عامر نے مجھ پر جھوٹ بولا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو حکم فرمایا کہ منبر کے پاس قسم کھائیں، جلاس نے بعد عصر منبر کے پاس کھڑے ہو کر اللہ کی قسم کھائی کہ یہ بات اس نے نہیں کہی اور عامر نے اس پر جھوٹ بولا پھر عامر نے کھڑے ہو کر قسم کھائی کہ بیشک یہ مقولہ جلاس نے کہا اور میں نے اس پر جھوٹ نہیں بولا۔پھر عامر نے ہاتھ اٹھا کر اللہ کے حضور میں دعا کی یاربّ اپنے نبی کریم ﷺ پر سچے کی تصدیق نازل فرما ان دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ہی حضرت جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

آیت میں (فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَكُ خَیْرًا لَّهُم ،التوبہ:74) سن کر جلاس کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سنئے اللہ نے مجھے توبہ کا موقع دیا، عامر بن قیس نے جو کچھ کہا سچ کہا، میں نے وہ کلمہ کہا تھا اور اب میں توبہ واستغفار کرتا ہوں حضور نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور وہ توبہ پر ثابت رہے۔(معالم تنزیل، سورہ براٗت، بیروت)

ضحاک کہتے ہیں کہ منافقین رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے ان کی حالت یہ تھی کہ جب بھی وہ آپس میں خلوت میں ہوتے تو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو برا بھلا کہتے اور دین پر طعن وتشنیع کرتے حضرت حذیفہ نے اکی باتیں سنی تو رسول اللہ ﷺ کو پہنچادیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے اہل نفاق یہ کیا ہے جو تمہارے بارے میں مجھ تک پہنچ رہا ہے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے قسم کھائی انہوں نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی اللہ نے اس موقع پر یہ آیت نازل کرکے ان کی تکذیب کے طور پر فرمائی۔(نیسابوری 212، سیوطی 143، درمنثور 3۔258)

قتادہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ذکر کیا گیا کہ دو آدمیوں نے آپس میں لڑائی کی ایک قبیلہ جہینہ کا تھا اور ایک قبیلہ غفار کا۔غفاری جہینی پر غالب آ گیا تو عبداللہ بن ابی منافق زور سے چلایا اے بنی اوس اپنے بھائی کی مدد کرو اللہ کی قسم ہماری اور محمد ﷺ کی مثال اسی طرح ہے جیسے کہ کسی نے کہا تو اپنے کتے کو کھلا کر موٹا کر تجھے کھا جائے گا۔اللہ کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینے پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے باہر نکال کریں گے یہ بات ایک مسلمان نے بھی سن لی وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو اس

کی خبر دی تو آپ نے اسے پیغام بھیجا اور بلایا اس نے اللہ کی قسمیں کھانا شروع کر دیں میں نے یہ بات نہیں کی اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمادی۔(طبری 10۔128)

## سچی توبہ کرنے والوں کا بیان

عبدالرحمٰن بن عبداللہ اپنے والد عبداللہ بن کعب سے جو اپنے والد کو نابینا ہو جانے کی وجہ سے پکڑ کر چلایا کرتے تھے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کعب بن مالک سے سنا انہوں نے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام لڑائیوں میں حاضر رہا۔ مگر تبوک اور بدر میں پیچھے رہ گیا مگر بدر میں پیچھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا عتاب نہیں ہوا جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض یہ تھی کہ قافلہ قریش کا تعاقب کیا جائے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ نے اچانک حائل کر دیا اور جنگ ہوگئی میں لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے اسلام پر قائم رہنے کا عہد لیا اور مجھے تو لیلۃ العقبہ جنگ بدر کے مقابلہ میں عزیز ہے اگرچہ جنگ بدر کو لوگوں میں زیادہ شہرت اور فضیلت حاصل ہے اور جنگ تبوک میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل کبھی میرے پاس دو سواریاں جمع نہیں ہوئی تھیں مگر اس غزوہ کے وقت میں دو سواریوں کا مالک بن گیا اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کہیں جنگ کا خیال کرتے تو صاف صاف پتہ نشان اور جگہ نہیں بتاتے تھے بلکہ کچھ گول مول الفاظ میں ظاہر کرتے تھے تاکہ کوئی دوسرا مقام سمجھتا رہے غرض جب لڑائی کا وقت آیا تو گرمی بہت شدید تھی راستہ طویل اور بے آب و گیاہ تھا دشمن کی تعداد زیادہ تھی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پورے طور پر آگاہ کر دیا کہ ہم تبوک جا رہے ہیں تاکہ تیار کرلیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کثیر تعداد میں مسلمان موجود تھے مگر کوئی ایسی کتاب وغیرہ نہیں تھی کہ اس میں سب کے نام لکھے ہوئے ہوں۔

کعب کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا کہ جو اس لڑائی میں شریک ہونا نہ چاہتا ہو مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی کرتے تھے کہ کسی کی غیر حاضری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وحی نہ آئے غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں اور یہ وقت تھا جب کہ میوہ پک رہا تھا اور سایہ میں بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا تھا سب تیاریاں کر رہے تھے مگر میں ہر صبح کو یہی سوچتا تھا کہ میں تیاری کرلوں گا کیا جلدی ہے میں تو ہر وقت تیاری کر سکتا ہوں اسی طرح دن گزرتے رہے ایک روز صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہو گئے میں نے سوچا ان کو جانے دو اور میں دو ایک دن میں تیار کر کے راستہ میں ان سے شامل ہو جاؤں گا غرض دوسری صبح کو میں نے تیاری کرنی چاہی مگر نہ ہو سکی اور میں یوں ہی رہ گیا تیسرے روز بھی یہی ہوا اور پھر میرا برابر یہی حال ہوتا رہا اب سب لوگ بہت دور نکل چکے تھے میں نے کئی مرتبہ قصد کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاؤں مگر تقدیر میں نہ تھا کاش! ایسا کر لیتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چلے جانے کے بعد میں جب مدینہ میں چلتا پھرتا تو مجھ کو یا تو منافق نظر آتے یا وہ نظر آتے جو کمزور ضعیف اور بیمار تھے مجھے بہت افسوس ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستہ میں مجھے کہیں بھی یاد نہیں کیا البتہ تبوک پہنچ کر جب سب لوگوں میں تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کعب بن مالک کہاں ہیں؟

بنی سلمہ کے ایک آدمی عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو اپنے حسن و جمال پر ناز کرنے کی وجہ سے رہ گئے ہیں تو معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے اچھی بات نہیں کی۔ اللہ کی قسم اے اللہ کے رسول! ہم تو انہیں اچھا آدمی جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو رہے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس آرہے ہیں تو میں سوچنے لگا کہ کوئی ایسا حیلہ بہانہ ہاتھ آجائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غصہ سے مجھے بچا سکے پھر میں اپنے گھر کے سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنے لگا کہ اس سلسلہ میں کچھ تم بھی سوچو مگر جب یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بالکل قریب آگئے ہیں تو میرے دل سے اس حیلہ کا خیال دور ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ جھوٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے نہیں بچا سکے گا صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نفل ادا فرماتے اب جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے انہوں نے آنا شروع کیا اور اپنے اپنے عذر بیان کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے یہ لوگ اسی ۸۰ تھے یا اس سے کچھ زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ان کے عذر قبول کر لئے اور ان سے دوبارہ بیعت لی اور ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کے دلوں کے خیالات کو اللہ کے حوالے کر دیا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی آیا اسلام علیکم کہا آپ نے ایسی مسکراہٹ سے جس میں غصہ بھی جھلک رہا تھا جواب دیا اور فرمایا آؤ میں سامنے جا کر بیٹھ گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کعب تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے؟ حالانکہ تم نے تو سواری کا بھی انتظام کر لیا تھا میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا درست ہے میں اگر کسی اور کے سامنے ہوتا تو ممکن تھا کہ اس سے بہانہ وغیرہ کر کے چھوٹ جاتا کیونکہ میں بول بھی خوب سکتا ہوں مگر اللہ گواہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ اگر آج میں نے جھوٹ بول کر آپ کو راضی کر لیا تو کل اللہ تعالیٰ آپ کو مجھ سے ناراض کر دے گا اس لئے میں سچ ہی بولوں گا چاہے آپ میرے اوپر غصہ ہی کیوں نہ فرمائیں آئندہ کو تو اللہ کی مغفرت اور بخشش کی امید رہے گی اللہ کی قسم میں قصوروار ہوں حالانکہ مال و دولت میں کوئی بھی میرے برابر نہیں ہے مگر میں یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی شریک نہ ہو سکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ کعب نے صحیح بات بیان کر دی اچھا جاؤ اور اللہ کے حکم کا اپنے حق میں انتظار کرو غرض میں اٹھ کر چلا تو بنی سلمہ کے آدمی بھی میرے ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو اب تک تمہارا کوئی گناہ نہیں دیکھا ہے تم نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کوئی بہانہ پیش کر دیا ہوتا حضور کی دعاء مغفرت کے لئے کافی ہوتی وہ برابر مجھے یہی سمجھاتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ خیال آنے لگا کہ واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤں اور پہلے والی بات کو غلط ثابت کر کے کوئی بہانہ پیش کر دوں پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا کوئی اور بھی ہے؟ جس نے میری طرح اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے انہوں نے کہا ہاں دو آدمی اور بھی ہیں جنہوں نے اقرار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی فرمایا ہے جو کہ تم سے ارشاد کیا ہے میں نے ان کے نام پوچھے تو کہا

ایک مرارہ بن ربیع عمروی دوسرے ہلال بن امیہ واقفی یہ دونوں نیک آدمی تھے اور جنگ بدر میں شریک ہو چکے تھے مجھے ان سے ملنا اچھا معلوم ہوتا تھا غرض ان دو آدمیوں کا نام سن کر مجھے اطمینان ہو گیا اور میں چل دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا کہ ان تین آدمیوں سے کوئی کلام نہ کرے مگر دوسرے رہ جانے والے اور جھوٹے بہانے کرنے والوں کے لئے یہ حکم نہیں دیا تھا آخر لوگوں نے ہم سے الگ رہنا شروع کر دیا اور ہم ایسے ہو گئے جیسے ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے گویا آسمان و زمین بدل گئے ہیں غرض پچاس راتیں اسی حال میں گزر گئیں میرے دونوں ساتھی تو گھر میں بیٹھ گئے مگر میں ہمت والا تھا نکلتا رہا نماز جماعت میں شریک ہوتا بازار وغیرہ جاتا مگر کوئی بات نہیں کرتا تھا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ پر رونق افروز ہوتے میں سلام کرتا اور مجھے ایسا شبہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ ہل رہے ہیں شاید سلام کا جواب دے رہے ہیں پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی نماز پڑھنے لگتا مگر آنکھ چرا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھتا رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ میں جب نماز میں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے رہتے اور جب میری نظر آپ سے ملتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منہ پھیر لیا کرتے تھے اس حال میں مدت گزر گئی اور میں لوگوں کی خاموشی سے عاجز آ گیا اور پھر اپنے چچازاد بھائی ابوقتادہ کے پاس باغ میں آیا اور سلام کیا اور اس سے مجھے بہت محبت تھی مگر اللہ کی قسم! اس نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا میں نے کہا اے ابوقتادہ تو مجھے اللہ اور اس کے رسول کا طرفدار جانتا ہے یا نہیں؟ مگر اس نے جواب نہ دیا پھر میں نے قسم کھا کر یہی بات کہی مگر جواب ندارد! میں نے تیسری مرتبہ یہی کہا تو ابوقتادہ نے صرف اتنا جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب معلوم ہے پھر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا آنسو جاری ہو گئے اور میں واپس چل دیا میں ایک دن بازار میں جا رہا تھا کہ ایک نصرانی کسان جو ملک شام کا رہنے والا تھا اور اناج فروخت کرنے آیا تھا وہ میرا پتہ لوگوں سے معلوم کر رہا تھا تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ یہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں وہ میرے پاس آیا اور غسان کے نصرانی بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا جس میں لکھا تھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر بہت زیادتی کر رہے ہیں حالانکہ اللہ نے تم کو ذلیل نہیں بنایا ہے تم بہت کام کے آدمی ہو تم میرے پاس آ جاؤ ہم تم کو بہت آرام سے رکھیں گے میں نے سوچا یہ دوہری آزمائش ہے اور پھر اس خط کو آگ کے تندور میں ڈال دیا ابھی صرف چالیس راتیں گزری تھیں اور دس باقی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاصد حزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے مجھ سے آ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم اپنی بیوی سے الگ رہو میں نے کہا کیا مطلب ہے؟ طلاق دے دوں یا کچھ اور حزیمہ رضی اللہ عنہ نے کہا بس الگ رہو اور مباشرت وغیرہ مت کرو ایسا ہی حکم میرے دونوں ساتھیوں کو بھی ملا تھا غرض میں نے بیوی سے کہا کہ تم اپنے رشتہ داروں میں جا کر رہو جب تک اللہ تعالیٰ میرا فیصلہ نہ فرما دے کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ میرا خاوند بہت بوڑھا ہے اگر میں اس کا کام کر دیا کروں تو کوئی برائی تو نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ

نہیں مگر وہ صحبت نہیں کر سکتا اس نے عرض کیا حضور اس میں تو ایسی خواہش ہی نہیں ہے اور جب سے یہ بات ہوئی ہے رو رہا ہے اور جب سے اس کا یہی حال ہے کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے کچھ میرے عزیزوں نے کہا کہ تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا کر اپنی بیوی کے بارے میں ایسی ہی اجازت حاصل کر لو تا کہ وہ تمہاری خدمت کرتی رہے۔

جس طرح ہلال رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت مل گئی ہے میں نے کہا اللہ کی قسم! میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرمائیں میں نوجوان آدمی ہوں ہلال کی مانند ضعیف نہیں ہوں غرض اس کے بعد وہ دس راتیں بھی گزر گئیں اور میں پچاسویں رات کو صبح کو نماز کے بعد اپنے گھر کے پاس بیٹھا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ زندگی اجیرن ہو چکی ہے اور زمین میرے لئے باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو چکی ہے کہ اتنے میں کوہ سلع پر سے کسی پکارنے والے نے پکار کر کہا کہ اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ تم کو بشارت دی جاتی ہے اس آواز کے سنتے ہی میں خوشی سے سجدہ میں گر پڑا اور یقین کر لیا کہ اب یہ مشکل آسان ہو گئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کا قصور معاف کر دیا ہے اب تو لوگ میرے پاس اور میرے ان ساتھیوں کے پاس خوشخبری اور مبارکباد کے لئے جانے لگے اور ایک آدمی زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے کو بھگاتے میرے پاس آئے اور ایک دوسرا آدمی بنی سلمہ کا سلع پہاڑ پر چڑھ گیا اس کی آواز جلدی میرے کانوں تک پہنچ گئی اس وقت میں اس قدر خوش ہوا کہ اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس کو دیدیئے میرے پاس ان کے سوائی کوئی دوسرے کپڑے نہیں تھے میں نے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے دو کپڑے لے کر پہنے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے لگا راستہ میں لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو مجھے مبارکباد دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ انعام تمہیں مبارک ہو کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور دوسرے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے طلحہ بن عبید اللہ مجھے دیکھ کر دوڑے مصافحہ کیا پھر مبارکباد دی مہاجرین میں سے یہ کام صرف طلحہ رضی اللہ عنہ نے کیا اللہ گواہ ہے کہ میں ان کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا کعب کہتے ہیں کہ پھر جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے کعب! یہ دن تمہیں مبارک ہو جو سب دنوں سے اچھا ہے تمہاری پیدائش سے لے کر آج تک میں نے عرض کیا حضور! یہ معافی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کیا گیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خوش ہوتے تھے تو چہرہ مبارک چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا اور ہم آپ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اس نجات اور معافی کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیرات نہ کر دوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھوڑا کر دو اور کچھ اپنے لئے بھی رکھو کیونکہ یہ تمہارے لئے فائدہ مند ہے میں نے عرض کیا ٹھیک ہے میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں پھر میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات پائی ہے اب میں تمام زندگی سچ ہی بولوں گا اللہ کی قسم! میں نہیں کہہ سکتا کہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے کسی پر ایسی مہربانی فرمائی

ہو جیسی مجھ پر کی ہے اس وقت سے جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سچی بات کہہ دی پھر اس وقت سے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور میں امید کرتا ہوں کہ زندگی بھر اللہ مجھے جھوٹ سے بچائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ 9۔التوبہ:117) یعنی اللہ نے نبی کو اور مہاجرین وانصار کو معاف کر دیا اللہ کی قسم قبول اسلام کے بعد اس سے بڑھ کر میں نے کوئی انعام اور احسان نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مجھے سچ بولنے کی توفیق دے کر ہلاک ہونے سے بچا لیا ورنہ دوسرے لوگوں کی طرح میں بھی تباہ اور ہلاک ہو جاتا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوٹ بولا جھوٹے حلف اٹھائے تو پھر یہ آیت نازل ہوئی سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ 9۔التوبہ:95) یعنی یہ لوگ جھوٹے ہیں۔

کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم تینوں ان منافقوں سے علیحدہ ہیں جنہوں نے نہ جانے کتنے بہانے بنائے اور جھوٹے حلف اٹھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کو قبول کر لیا اور ان سے بیعت لے لی اور دعائے مغفرت فرمائی مگر ہمارا معاملہ چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا 9۔التوبہ:118) یعنی ان تین کو معاف کیا جو پیچھے رہ گئے تھے اس سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو جان بوجھ کر رہ گئے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھائیں عذر بیان کئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1605)

| |
|---|
| وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ |
| اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا |
| تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ |

## خرچ کرنے کا عہد کر کے اللہ سے رزق طلب کرنے والوں کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ آتَانَا مِنْ فَضْله لَنَصَّدَّقَنَّ" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الصَّاد "وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصَّالِحِيْنَ" وَهُوَ ثَعْلَبَة بْن حَاطِب سَأَلَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّدْعُو لَهُ اَنْ يَّرْزُقهُ اللّٰه مَالًا وَّيُؤَدِّي مِنْهُ كُلّ ذِي حَقّ حَقّه فَدَعَا لَهُ فَوُسِّعَ عَلَيْهِ فَانْقَطَعَ عَنْ الْجُمُعَة وَالْجَمَاعَة وَمَنَعَ الزَّكَاة،

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ یقیناً اگر اس نے ہمیں اپنے فضل سے کچھ عطا فرمایا تو ہم ضرور ہی صدقہ کریں گے یہاں پر "لَنَصَّدَّقَنَّ" اصل میں تاء کا ادغام صاد میں ہے اور ضرور ہی نیک لوگوں سے ہو جائیں گے۔ اور وہ ثعلبہ بن حاطب ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو مال کا رزق عطا کرے اور

وہ ہر حقدار کو حق ادا کر سکیں پس آپ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس پر رزق وسیع ہو گیا اور اس نے نماز جمعہ اور باجماعت نماز کو چھوڑ دیا اور زکوٰۃ بھی ادا نہیں کی۔

## سورہ براءت آیت ۷۵ کے شانِ نزول کا بیان

ثعلبہ بن حاطب نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی اس کے لئے مالدار ہونے کی دعا فرمائیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے بہتر ہے جس کا شکر ادا نہ کر سکے، دوبارہ پھر ثعلبہ نے حاضر ہو کر یہی درخواست کی اور کہا اسی کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا کہ اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا۔ حضور نے دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس کی بکریوں میں برکت فرمائی اور اتنی بڑھیں کہ مدینہ میں ان کی گنجائش نہ ہوئی تو ثعلبہ ان کو لے کر جنگل میں چلا گیا اور جمعہ و جماعت کی حاضری سے بھی محروم ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کا حال دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ اس کا مال بہت کثیر ہو گیا ہے اور اب جنگل میں بھی اس کے مال کی گنجائش نہ رہی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ثعلبہ پر افسوس پھر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کے تحصیل کرنے والے بھیجے، لوگوں نے انہیں اپنے اپنے صدقات دیے جب ثعلبہ سے جا کر انہوں نے صدقہ مانگا اس نے کہا یہ تو ٹیکس ہو گیا، جاؤ میں سوچ لوں جب یہ لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کے کچھ عرض کرنے سے قبل دو مرتبہ فرمایا "ثعلبہ پر افسوس" تو یہ آیت نازل ہوئی پھر ثعلبہ صدقہ لے کر حاضر ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے قبول فرمانے کی ممانعت فرما دی وہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا پھر اس صدقہ کو خلافت صدیقی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا انہوں نے بھی اسے قبول نہ فرمایا پھر خلافت فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا انہوں نے بھی قبول نہ فرمایا اور خلافت عثمانی میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔ (مدارک تنزیل، سورہ براءت، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ |
| تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ |

## بخل کرنے والوں کا اللہ کی اطاعت سے اعراض کرنے کا بیان

"فَلَمَّا اٰتَاهُمْ مِنْ فَضْله بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا" عَنْ طَاعَة اللّٰه، وَهُمْ مُعْرِضُوْنَ،

تو جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور اللہ کی اطاعت سے منہ پھیر کر پلٹ گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے زکوٰۃ نہ اداء کی تو اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں اس کے پاس لایا جائے گا جس کے سر کے پاس دو چتیاں ہوں گی قیامت کے دن اس کا طوق بنایا جائے گا۔

پھر اس کے دونوں جبڑوں کو ڈسے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں، پھر قرآن کی آیت پڑھی اور وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مال عطا کیا اور وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ برا ہے اور قیامت کے دن یہی مال ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1343)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ قیامت کا زمانہ قریب ہوگا، تو عمل کم ہو جائیں گے بخل پیدا ہو جائے گا، فتنے ظاہر ہو جائیں گے اور ہرج کی کثرت ہوگی لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ہرج کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: قتل، قتل اور شعیب و یونس ولیث اور زہری، کے برادر زادہ بواسطہ زہری، حمید، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1983)

| |
|---|
| فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ۝ |
| پس اس نے ان کے دلوں میں نفاق کو (ان کے اپنے بخل کا) انجام بنا دیا اس دن تک کہ جب وہ اس سے ملیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے اپنے کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے (بھی) کہ وہ کذب بیانی کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن تک منافقین کے دلوں میں منافقت رہنے کا بیان

"فَاَعْقَبَهُمْ" اَیْ فَصَیَّرَ عَاقِبَتَهُمْ "نِفَاقًا" ثَابِتًا "فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ" اَیْ اللّٰه وَهُوَ یَوْم الْقِیَامَة فَجَاءَ بَعْد ذٰلِكَ اِلَی النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِزَكَاتِهٖ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰه مَنَعَنِیْ اَنْ اَقْبَلَ مِنْك فَجَعَلَ یَحْثُو التُّرَاب عَلٰی رَاْسه ثُمَّ جَاءَ اِلٰی اَبِی بَكْر فَلَمْ یَقْبَلهَا ثُمَّ اِلٰی عُمَر فَلَمْ یَقْبَلهَا ثُمَّ اِلٰی عُثْمَان فَلَمْ یَقْبَلهَا وَمَاتَ فِیْ زَمَانه،

پس اس نے ان کے دلوں میں نفاق کو (ان کے اپنے بخل کا) انجام بنا دیا اس دن تک کہ جب وہ اس سے ملیں گے یعنی ایسے لوگوں کے دلوں میں قیامت کے دن تک منافقت رکھ دی گئی ہے۔ اس کے بعد وہ مال زکوٰۃ کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لایا تو آپ ﷺ نے فرمایا بے اللہ نے مجھے تیرا مال قبول کرنے سے روک دیا ہے اس کے بعد اس نے اپنے سر میں خاک ڈالنا شروع کر دی پھر وہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں ان کے پاس مال زکوٰۃ لے کر آیا تو انہوں نے بھی اس کا مال قبول نہ کیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں یہ فوت ہوگیا۔

اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ سے اپنے کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی اور اس وجہ سے (بھی) کہ وہ کذب بیانی کیا کرتے تھے۔

## ثعلبہ کی توبہ کو قبول نہ کرنے کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ کے لئے یا ویح ثعلبہ تین مرتبہ فرمایا تو اس مجلس میں

ثعلبہ کے کچھ عزیز واقارب بھی موجود تھے، یہ سن کران میں سے ایک آدمی فوراً سفر کر کے ثعلبہ کے پاس پہونچا، اوراس کوملامت کی اور بتلایا کہ تمھارے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہوگئی ہے، یہ سن کر ثعلبہ گھبرایا، اور مدینہ حاضر ہوکر درخواست کی کہ میرے صدقہ قبول کرلیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حق تعالیٰ نے تمھارا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے، یہ سن کر ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو تمھارا اپنا عمل ہے، میں نے تمھیں حکم دیا تم نے اطاعت نہ کی، اب تمھارا صدقہ قبول نہیں ہوسکتا، ثعلبہ ناکام واپس ہوگیا، اوراس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا، اور صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو ثعلبہ صدیق اکبر کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ میرا صدقہ قبول کرلیجئے، صدیق اکبر نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کرسکتا ہوں۔

پھر صدیق اکبر کی وفات کے بعد ثعلبہ فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور وہی درخواست کی اور وہی جواب ملا جو صدیق اکبر نے دیا تھا، پھر حضرت عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں ان سے درخواست کی انہوں نے بھی انکار کردیا، اور خلافت عثمان کے زمانہ میں ثعلبہ مرگیا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ |
| کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ ان کے بھید اوران کی سرگوشیاں جانتا ہے اور یہ کہ اللہ سب غیب کی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ہر راز اور سرگوشیوں کو جاننے والا ہے

"اَلَمْ يَعْلَمُوا" اَیْ الْمُنَافِقُوْنَ "اَنَّ اللّٰه يَعْلَم سِرّهمْ" مَا اَسَرُّوهُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ "وَنَجْوَاهُمْ" مَا تَنَاجَوْا بِهِ بَيْنهمْ "وَاَنَّ اللّٰه عَلَّام الْغُيُوب" مَا غَابَ عَنْ الْعِيَان , وَلَمَّا نَزَلَتْ اٰيَةُ الصَّدَقَة جَاءَ رَجُل فَتَصَدَّقَ بِشَیْءٍ كَثِير فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ: مُرَاءٍ وَجَاءَ رَجُل فَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ فَقَالُوْا: اِنَّ اللّٰه غَنِیّ عَنْ صَدَقَة هٰذَا فَنَزَلَ،

کیا ان منافقوں کو معلوم نہیں کہ اللہ ان کے راز اوران کی سرگوشیاں جانتا ہے جوان کے دلوں میں خفیہ ہیں اور جو وہ آپس میں کرتے ہیں اور یہ کہ اللہ سب غیب کی باتوں کو بہت خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب ایک شخص کثیر مال صدقہ کے لئے لایا تو منافقین نے کہا کہ یہ ریاکاری ہے اور جب ایک شخص ایک صاع صدقے کا لایا تو منافقین نے کہ اللہ اتنے صدقہ سے بے نیاز ہے تو آنے والی آیت نازل ہوئی۔

## الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

سرہم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔ نجوٰہم۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نجاء کا معنی کسی چیز سے الگ ہونے

کے ہیں۔اور انجیتہ و نجیتہ کے معنی (الگ کردینے) نجات دینے کے ہیں۔چنانچہ ارشاد ربانی ہے:**فانجینا الذین امنوا** ،اور جولوگ ایمان لائے۔ہم نے ان کونجات دی۔النجوۃ کے معنی بلند جگہ کے ہیں جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ناجیتہ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔یعنی اپنے بھید کودوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔قرآن میں آیا ہے۔

**یاایھا الذین امنوا اذا تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول** ،اے مومنو!جب تم سرگوشیاں کرنے لگوتو گناہ اورزیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرو۔ یا پھر **اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوکم صدقۃ،** جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہوتو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔نجوی وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہواوراس کومشورہ سے طے کیا جائے۔

اس میں منافقین کے لئے سخت وعید ہے جواللہ تعالیٰ سے وعدہ کرتے ہیں اور پھراس کی پرواہ نہیں کرتے گویا یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مخفی باتوں اور بھیدوں کونہیں جانتا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، کیونکہ وہ توعلام الغیوب ہے۔غیب کی تمام باتوں سے باخبر ہے۔

## منافقین کا مسلمانوں کے صدقہ وخیرات پر مذاق کرنے کا بیان

بنوعجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات میں دی تھی جوایک سووسق پر مشتمل تھی۔منافقوں نے اسے ریاکاری پر محمول کیا تھا۔اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابوعقیل تھے۔یہ قبیلہ بنوانیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پرروانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔اس روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن نے دوہزار رکھے تھے۔دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دوصائع کھجوریں حاصل کر کے ایک صائع رکھ لیں اورایک صائع دے دیں۔یہ حضرت ابوعقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھراپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ان کا نام حباب تھا۔اورقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ثعلبہ تھا۔پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزامیں اللہ نے ہی ان سے یہی بدلہ لیا۔ان منافقوں کے لئے آخرت میں المناک عذاب ہیں۔اوران کے اعمال کاان عملوں جیسا ہی برابدلہ ہے۔

## لوگوں کے عیوب تلاش کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوامامہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے کہ آپ نے فرمایا" حکمران جب لوگوں میں شک وشبہ کی بات ڈھونڈتا ہے تولوگوں کوخراب کردیتا ہے۔" (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلدسوم:حدیث نمبر840)

اس حدیث کا مقصد جہاں لوگوں کے احوال کے تجسس اوران کے عیوب تلاش کرنے سے منع کرنا ہے وہیں اس بات کا حکم دینا بھی ہے کہ اگرلوگوں میں کچھ عیوب ہوں توان کی پردہ پوشی کی جائے اوران جوگناہ ولغزشیں سرزدہوں ان سے درگزر کیا جائے۔اور

حضرت معاویہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ "جب تم لوگوں کے (پوشیدہ) عیوب کو تلاش کرو گے تو ان کو خرابی میں مبتلا کرو گے۔ (سنن بیہقی)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ |
| فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| جولوگ برضا ورغبت خیرات دینے والے مومنوں پر صدقات میں الزام لگاتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت ومشقت کے سوا |
| نہیں پاتے سو یہ مذاق اڑاتے ہیں، اللہ انہیں ان کے تمسخر کی سزا دے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## اہل ایمان کے صدقات پر منافقین کے عیب لگانے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" مُبْتَدَأ "يَلْمِزُوْنَ" يَعِيبُوْنَ "الْمُطَّوِّعِيْنَ" الْمُتَنَفِّلِيْنَ "مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقَات وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدهمْ " طَاقَتهمْ فَيَأْتُوْنَ بِهِ "فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ " وَالْخَبَر "سَخِرَ اللّٰه مِنْهُمْ" جَازَاهُمْ عَلٰى سُخْرِيَتهمْ ،

یہاں پر الذین مبتداء ہے جولوگ برضا ورغبت خیرات دینے والے مومنوں پر (ان کے) صدقات میں عیب والزام لگاتے ہیں اور ان پر بھی جو اپنی محنت ومشقت کے سوا کچھ زیادہ مقدور نہیں پاتے سو یہ (ان کے جذبہ انفاق کا بھی) مذاق اڑاتے ہیں، یہ خبر ہے اللہ انہیں ان کے تمسخر کی سزا دے گا یعنی وہی ان کے مذاق کی جزاء ہے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

## الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

**یلمزون** ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں، **المطوعین** ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ المطوع واحد۔ تطوع (تفعل) مصدر۔ اصل میں المتطوعین تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔ تطوع کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرف شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو بطور نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تطوع اپنے اندر استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے المطوعین کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت

**الذین یلمزون المطوعین من المومنین فی الصدقت** ۔ جولوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں۔

**والذین لا یجدون الا جھدھم** ۔ کا عطف **المطوعین** پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوائے اپنی محنت ومشقت کے اور کچھ بھی (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے) نہیں ہے۔

**فیسخرون منھم** ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ **سخر یسخر** (سمع) **به ومنه** ۔ ٹھٹھا کرنا۔ اسی سے ہے۔ **المسخرۃ** ۔ وہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔

## سورہ برأت آیت ۷۹ کے شانِ نزول کا بیان

جب آیت صدقہ نازل ہوئی تو لوگ صدقہ لائے ان میں کوئی بہت کثیر لائے انہیں تو منافقین نے ریا کار کہا اور کوئی ایک صاع (12/1-3 سیر) لائے تو انہیں کہا اللہ کو اس کی کیا پرواہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو صدقہ کی رغبت دلائی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا کل مال آٹھ ہزار درہم تھا چار ہزار تو یہ راہِ خدا میں حاضر ہے اور چار ہزار میں نے گھر والوں کے لئے روک لئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تم نے دیا اللہ اس میں برکت فرمائے اور جو روک لیا اس میں بھی برکت فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت بڑھا یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے دو بیبیاں چھوڑیں انہیں آٹھواں حصہ ملا جس کی مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ برأت، لاہور)

## منافقوں کا مومنوں کی حوصلہ شکنی کا ایک انداز

منافقوں کی ایک بدخصلت یہ بھی ہے کہ ان کی زبانوں سے کوئی بھی بچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل۔ یہ عیب جو بدگو لوگ بہت برے ہیں اگر کوئی شخص بڑی رقم اللہ کی راہ میں دے تو یہ اسے ریا کار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اتری ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہ اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی تو اسے ان منافقوں نے ریاکار کا خطاب دیا بیچارے ایک صاحب مسکین آدمی تھی صرف ایک صاع اناج لائے تھے انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے ایک مرتبہ آپ نے بقیع میں فرمایا کہ جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دوں گا اس وقت ایک صحابی نے اپنے عمامے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر لپیٹ لیا

اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جن سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی کہنے لگے یارسول اللہ یہ اللہ کے نام پر خیرات ہے آپ نے فرمایا بہت اچھا اس نے کہا لیجئے سنبھالیجئے اس پر کسی نے کہا اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ نے سن لیا اور فرمایا تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس، تین مرتبہ یہی فرمایا پھر فرمایا مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کرے اور ہاتھ بھر بھر کر آپ نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا۔ یعنی راہ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے اور زیادہ عبادت والے ہوں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے منافقوں نے ایک کو ریاکار بتایا دوسرے کے صدقے کو حقیر کہہ دیا ایک مرتبہ آپ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع کھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے

اور اپنے بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا آپ نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سے بے نیاز ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا میرے پاس ایک سو اوقیہ سونا ہے میں یہ سب صدقہ کرتا ہوں حضرت عمر نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں فرمایا پھر کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں اللہ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔ منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ لوگوں کو اپنے سخاوت دکھانے کے لئے اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ |
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۠ |
| آپ خواہ ان (بدبخت، گستاخ اور آپ کی شان میں طعنہ زنی کرنے والے منافقوں) کے لئے بخشش طلب کریں یا ان کے لئے |
| بخشش طلب نہ کریں، اگر آپ (اپنی طبعی شفقت اور عفو و درگزر کی عادتِ کریمانہ کے پیشِ نظر) ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش |
| طلب کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## منافقین کی بخشش استغفار کے سبب بھی نہ ہونے کا بیان

"اسْتَغْفِرْ" يَا مُحَمَّدِ "لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِر لَهُمْ" تَخْيِير لَهُ فِي الِاسْتِغْفَار وَتَرْكه قَالَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنِّي خُيِّرْت فَاخْتَرْت يَعْنِي الِاسْتِغْفَار" رَوَاهُ الْبُخَارِيّ "إِنْ تَسْتَغْفِر لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّة فَلَنْ يَغْفِر اللّٰه لَهُمْ" قِيلَ الْمُرَاد بِالسَّبْعِينَ الْمُبَالَغَة فِي كَثْرَة الِاسْتِغْفَار وَفِي الْبُخَارِيّ حَدِيث "لَوْ اَعْلَم اَنِّي لَوْ زِدْت عَلَى السَّبْعِينَ غُفِرَ لَزِدْت عَلَيْهَا" وَقِيلَ الْمُرَاد الْعَدَد الْمَخْصُوص لِحَدِيثِهِ اَيْضًا وَسَاَزِيدُ عَلَى السَّبْعِينَ فَبَيَّنَ لَهُ حَسْم الْمَغْفِرَة بِآيَةِ "سَوَاء عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْت لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِر لَهُمْ" بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ،

یا محمد ﷺ آپ خواہ ان (بدبخت، گستاخ اور آپ کی شان میں طعنہ زنی کرنے والے منافقوں) کے لئے بخشش طلب کریں یا ان کے لئے بخشش طلب نہ کریں، یعنی ان کے استغفار کرنے اور عدم استغفار میں آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا جس طرح بخاری شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اختیار دیا گیا تو میں نے استغفار کرنے کو اختیار کیا ہے۔ اگر آپ (اپنی

طبعی شفقت اور عفو و درگزر کی عادتِ کریمانہ کے پیشِ نظر) ان کے لئے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا، یہاں ستر کا عدد استغفار میں بہ طور مبالغہ آیا ہے۔ اور بخاری میں حدیث ہے اگر میں ان کی بخشش کے مناسب سمجھتا تو ستر سے زیادہ استغفار کرلیتا کہ ہوسکتا ہے وہ زیادتی سے بخشش دیئے جائیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ستر کا عدد خاص ہے۔ یعنی میں استغفار میں ستر سے زیادہ کرتا لیکن اس آیت "سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ" ارشاد فرمایا گیا کہ ان کے لئے بخشش ختم کردی گئی ہے۔

یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ نافرمان قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## سورہ برأت آیت ۸۰ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی (منافقوں کا سردار) مرا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نمازِ جنازہ کے لئے بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گئے اور جب نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کا دشمن عبداللہ بن ابی جس نے فلاں دن اس اس طرح کہا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی گستاخیوں کے دن گن گن کر بیان کرنے لگے اور کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہے پھر جب میں نے بہت کچھ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! میرے سامنے سے ہٹ جاؤ مجھے اختیار دیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ اختیار کیا ہے۔ مجھے کہا گیا ہے کہ (اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ )9۔ التوبہ:80) (تو ان کے لئے بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر تو ان کے لئے ستر دفعہ بھی بخشش مانگے گا تو بھی اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا)۔ اگر میں جانتا کہ میرے ستر سے زیادہ استغفار کرنے پر اسے معاف کردیا جائے گا تو یقیناً میں ایسا ہی کرتا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز پڑھی اور جنازہ کے ساتھ گئے یہاں تک کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں (وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ )9۔ التوبہ:84) (اور ان (منافقین) میں سے جو مر جائے کسی پر بھی نماز (جنازہ) نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو، بے شک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے کفر کیا اور نافرمانی کی حالت میں مرے۔ سورت توبہ، آیت)، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک نہ کسی منافق کی نماز (جنازہ) پڑھی اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1040)

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عبداللہ بن ابی منافق کا جنازہ پڑھانے کی وجوہ

غزوہ تبوک سے واپسی کے تھوڑی ہی مدت بعد عبداللہ بن ابی بن سلول کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا اور یہ پکے سچے مسلمان صحابی تھے اور اپنے باپ کی کرتوتوں سے خوب واقف تھے۔ جب غزوہ بنی مصطلق کے واپسی سفر کے دوران عبداللہ

بن ابی نے کہا تھا کہ مدینہ جا کر عزت والا (یعنی خود) ذلت والے کو مدینہ سے نکال کر باہر کرے گا۔ تو یہ اپنے باپ کی راہ روک کر کھڑے ہو گئے جس کا مطلب یہ تھا کہ میری بھی نظروں میں چونکہ تم ہی ذلیل ہو لہٰذا تمہیں مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا۔ پھر اس نے رسول اللہ سے معافی مانگی تب عبداللہ رضی اللہ نے اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے دیا تھا۔ مگر باپ کی وفات پر خون نے جوش مارا اور طبیعت میں رحم، ہمدردی اور پدرانہ شفقت کے جذبات ابھر آئے۔ نبی سے کرتہ مانگا تاکہ اس میں باپ کو دفن کریں تاکہ شاید کچھ عذاب میں کمی واقع ہو۔ آپ نے تین وجوہ کی بنا پر اسے کرتہ دے دیا ایک یہ کہ آپ کی اپنی طبیعت میں رحم اور عفو کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا دوسرے یہ کہ اساریٔ بدر کے فیصلہ کے وقت آپ کے چچا سیّدنا عباس ننگے تھے۔ وہ طویل القامت تھے۔ لہٰذا آپ نے عبداللہ بن ابی سے قمیص مانگی جو سیّدنا عباس کے قد کے موافق تھی۔ وہ اس نے دے دی۔ آپ چاہتے تھے کہ اس احسان کا بدلہ چکا دیں۔ اور تیسرے یہ کہ اس حالت میں عبداللہ صحابی کا دل شکستہ نہ ہو۔ پھر آپ اس کی درخواست پر اس منافق کا جنازہ پڑھانے کے لیے اس کے ساتھ ہوئے نیز اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن بھی لگایا۔

| |
|---|
| فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ○ |
| رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کے باعث (جہاد سے) پیچھے رہ جانے والے (یہ منافق) اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو رہے ہیں وہ |
| اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہتے تھے کہ اس گرمی میں نہ نکلو، |
| فرما دیجئے: دوزخ کی آگ سب سے زیادہ گرم ہے، اگر وہ سمجھتے ہوتے (تو کیا ہی اچھا ہوتا)۔ |

## مالوں اور جانوں سے جہاد نہ کر کے منافقین کے خوش ہونے کا بیان

"فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ" عَنْ تَبُوْكَ "بِمَقْعَدِهِمْ" اَیْ بِقُعُوْدِهِمْ "خِلَافَ" اَیْ بَعْدَ "رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا" اَیْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ "لَا تَنْفِرُوْا" تَخْرُجُوْا اِلَی الْجِهَادِ "فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا" مِنْ تَبُوْكَ فَالْاَوْلٰی اَنْ يَّتَّقُوْهَا بِتَرْكِ التَّخَلُّفِ "لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ" يَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ مَا تَخَلَّفُوْا،

رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کے باعث غزوہ تبوک میں جہاد سے پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ رہنے پر خوش ہو رہے ہیں وہ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کریں اور کہتے تھے کہ اس گرمی میں جہاد کے لئے نہ نکلو، فرما دیجئے، دوزخ کی آگ تبوک کی گرمی سے زیادہ گرم ہے، لہٰذا اس بیٹھ رہنے کو چھوڑ کر اس گرمی سے اپنے آپ کو بچائیں اگر وہ سمجھتے ہوتے تو کبھی جہاد سے پیچھے نہ ہو بیٹھتے۔

## سورہ براءت آیت ۸۱ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اپنے ساتھ جہاد پر چلنے کا حکم دیا جبکہ یہ گرمیوں کے دن تھے تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ گرمی شدید ہے ہم نکلنے کی طاقت نہیں رکھتے لہٰذا ہم گرمی میں نہیں نکلیں گے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سخت گرمی میں غزوہ تبوک کے لیے نکلے تو بنو سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ گرمی میں مت نکلو تو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ عاصم بن عمرو بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم سے روایت ہے کہ منافقین میں سے ایک شخص نے کہا اس گرمی میں نہ نکلو تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 145، طبری 10۔139)

## منافقوں کا غزوہ تبوک میں شامل نہ ہو کر خوش ہونے کا بیان

منافق بظاہر تو اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے تھے لیکن اس دعویٰ کی تصدیق کے لئے جن اعمال صالحہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ ان میں مفقود تھے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نہ ان کے دعووں کو قابل اعتبار سمجھا اور نہ ان کی قسموں کو۔ اسی وجہ سے متعدد مقامات پر انہیں جھوٹا کہا اور بعض دوسرے مقامات پر کافر قرار دیا اور کہیں دونوں صفات کو ملا کر بیان کیا۔ اپنے دعویٰ کے خلاف اعمال میں سے ہی ایک یہ تھا کہ ان میں سے کچھ لوگ تو اپنے اموال اور جانوں سے جہاد کرتے ہی نہ تھے اور جو جاتے تھے وہ بھی بادل نخواستہ جاتے تھے تاکہ مسلمان انہیں منافق نہ سمجھنے لگیں اور ایک صفت ان میں مشترکہ یہ تھی کہ جہاد پر جانے والوں کی حوصلہ شکنی کیا کرتے تھے۔ غزوہ تبوک کے اعلان جہاد کے وقت چونکہ گرمی زوروں پر تھی اور سفر بھی طویل اور تکلیف دہ تھا۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اسی وجہ سے جہاد سے روکنا شروع کر دیا۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس گرمی کا علاج تو تم نے سوچ لیا مگر اس کے بدلے جہنم کی آگ جو اس گرمی سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی اس کا کیا علاج کرو گے؟

اور روایت میں ہے کہ تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک ہزار سال تک آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

| |
|---|
| فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ○ |
| پس وہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں، اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔ |

## دنیا میں کم ہنسنے اور آخرت میں زیادہ رونے کا بیان

"فَلْيَضْحَكُوا قَلِيْلًا" فِي الدُّنْيَا "وَلْيَبْكُوا" فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ خَبَرٌ عَنْ حَالِهِمْ بِصِيغَةِ الْأَمْرِ، كَثِيْرًا

جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ،

پس وہ دنیا میں بہت کم ہنسیں اور آخرت میں بہت زیادہ روئیں، یہاں ان کے حال کی خبر کو صیغہ امر سے بیان کیا گیا ہے۔اس کے بدلے جو وہ کمائی کرتے رہے ہیں۔

## کفار ومنافقین کا چالیس سال اور پھر ہمیشہ روتے رہنے کا بیان

اب اللہ تبارک وتعالیٰ ان بد باطن منافقوں کو ڈرا رہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں۔لیکن اس آنے والی زندگی میں ان کے لئے رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہر جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتی چلانی چاہے تو چلا سکتا ہے۔اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے ہی رہیں گے، آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگا۔اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے اے بدبخت رحم کی جگہ تو تم کبھی ہو نہ روئے اب یہاں کا رونا دھونا لا حاصل ہے۔اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے کہ تم لوگ ہمارے ہو رشتے کنبے کے ہو سنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان حشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں بھی پیاسے ہی ہیں، ہم پر رحم کرو کچھ پانی ہمارے حلق میں چھوڑ دو یا جو روزی اللہ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں دے دو۔چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جواب ملے گا کہ تم یونہی دھتکارے ہوئے بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت عذابوں میں پڑے رہو اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ |
| تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ٥ |
| پس اگر اللہ آپ کو ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، پھر وہ آپ سے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو آپ فرما دیں |
| تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے |
| پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ |

## غزوہ تبوک کی واپسی پر عذر بنانے والوں کا بیان

"فَاِنْ رَجَعَكَ" رَدَّكَ "اللّٰهُ" مِنْ تَبُوْكَ "اِلٰى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ" مِمَّنْ تَخَلَّفَ بِالْمَدِيْنَةِ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ "فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ" مَعَكَ اِلٰى غَزْوَةٍ اُخْرٰى "فَقُلْ" لَهُمْ "لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِيْنَ" اَلْمُتَخَلِّفِيْنَ عَنِ الْغَزْوِ مِنَ النِّسَاءِ

وَالصِّبْیَانِ وَغَیْرِھِمْ،

پس اگر اللہ آپ کو تبوک سے ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے آئے، جو منافقین مدینہ میں جہاد سے پیچھے بیٹھ رہے تھے۔ پھر وہ آپ سے دوسرے غزوہ کے لئے نکلنے کی اجازت طلب کریں تو آپ ان سے فرمادیں تم میرے ساتھ کبھی نہیں نکلو گے اور میرے ساتھ مل کر کبھی کسی دشمن سے نہیں لڑو گے۔ بے شک تم پہلی مرتبہ بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے، سو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ یعنی غزوہ سے پیچھے عورتوں اور بچوں وغیرہ کی طرح بیٹھ رہنے والے ہو۔

## الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

رجعك الله ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے۔ امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصیر الشی الی المکان الذی کان فیہ الرجع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔ اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔ رجع متعدی ہے اور رجوع لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

الی طائفۃ منھم ۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طائفۃ۔ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دوگروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فاستاذنوک سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

موخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہ الٰہی میں قبول کر لی گئی۔ فان رَجعك الله الی طائفۃ منھم ۔ ای فان درك الله الی المدینۃ وفیھا طائفۃ من المتخلفین (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔

فاستاذنوك ۔ پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔ للخروج۔ جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خرج یخرج (نصر) نکلنا۔ لن تخرجوا معی ابدا۔ تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔ خالفین۔ جمع خالف کی۔ خالف کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خلف بمعنی فسد ہے جس طرح کہتے ہیں خلف اللبن دودھ خراب ہوگیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفۃ اھل بیتہ ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے۔ تو آیۃ کا مطلب یہ ہوگا۔ فاقعدوا مع الفاسدین۔ یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ لیکن اکثریت نے پیچھے رہ جانے والے ہی ترجمہ کیا ہے۔

## منافقین کا ہمیشہ کے لئے اعتماد ختم کردینے کا بیان

اس آیت میں منافقوں کے کردار پر تبصرہ کیا گیا ہے یعنی جب آپ غزوہ تبوک سے واپس مدینہ پہنچیں گے تو جو منافق اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے آئندہ کسی جنگ میں آپ کا ساتھ دینے کے پرزور دعوے کریں گے تو آپ ان کے ایسے دل خوش کردینے والے اور زبانی دعوؤں کا قطعاً اعتبار نہ کیجئے۔ کیونکہ اگر کوئی ایسا وقت آ بھی گیا تو یہ لوگ اس وقت بھی یہی کچھ کریں گے جو اس دفعہ کر چکے ہیں۔ یعنی پھر وہ جھوٹے بہانے تراش تراش کر آپ سے معذرت کرنے لگیں گے تو اس سے بہتر یہی ہے کہ ابھی

سے انہیں پکی رخصت دے دو اور کہہ دو کہ تمہارے نصیب میں بس عورتوں اور بچوں کی طرح پیچھے رہنا ہی لکھا ہے۔ لہٰذا تم خوش ہو لو اس طرح آئندہ تمہیں نہ کوئی حیلہ بہانہ گھڑنا پڑے گا اور نہ کسی معذرت کی ضرورت پیش آئے گی۔

| |
|---|
| وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ |
| وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ |
| اور آپ کبھی بھی ان (منافقوں) میں سے جو کوئی مر جائے اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے |
| ہوں (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حق دار نہیں ہیں)۔ |
| بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں ہی مر گئے۔ |

## منافقین کی نماز جنازہ اور ان کی قبروں کی زیارت کی ممانعت کا بیان

وَلَمَّا صَلَّى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى ابْن اُبَيّ نَزَلَ "وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَد مِنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْره" لِدَفْنٍ اَوْ زِيَارَة "اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْله وَمَاتُوْا وَّهُمْ فَاسِقُوْنَ" كَافِرُوْنَ،

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ حکم نازل ہوا، اور آپ کبھی بھی ان منافقوں میں سے جو کوئی مر جائے اس کے جنازے پر نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی آپ اس کی قبر پر کھڑے ہوں یعنی اس کو دفن کرنے یا قبر کی زیارت کے لئے نہ جائیں (کیونکہ آپ کا کسی جگہ قدم رکھنا بھی رحمت و برکت کا باعث ہوتا ہے اور یہ آپ کی رحمت و برکت کے حق دار نہیں ہیں)۔ بیشک انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ کفر کیا اور وہ نافرمان ہونے کی حالت میں ہی مر گئے۔

## سورہ برائت آیت ۸۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور حضور سے کہا کہ اپنا کرتہ اس کے کفن کے لئے دیدیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا پھر وہ کہنے لگے کہ آپ ان کی نماز جنازہ بھی پڑھادیجئے آپ نے چلنے کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن پکڑ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ منافق کی نماز پڑھا رہے ہیں اور دعائے مغفرت فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو اس سے منع فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو اختیار دیا ہے کہ میں ان کے لئے دعائے مغفرت کروں یا نہ کروں اور اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ اگر ان کے لئے ستر بار بھی دعائے مغفرت کی جائے گی تو بھی میں ان کو نہیں بخشوں گا۔ لہٰذا میں اس کے لئے ستر بار سے زیادہ مغفرت چاہوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ تو منافق ہے آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھادی۔ چنانچہ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ (وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا التوبہ: 84) (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1854)

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن اُبَی بن سلول منافقوں کا سردار تھا جب وہ مرگیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے جو مسلمان، صالح، مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے۔ انہوں نے یہ خواہش کی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے باپ عبداللہ بن اُبَی بن سلول کو کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عنایت فرمادیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن چونکہ اس وقت تک ممانعت نہیں ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا اس لئے حضور نے اپنی قمیص بھی عنایت فرمائی اور جنازہ کی شرکت بھی کی۔ قمیص دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس جو بدر میں اسیر ہوکر آئے تھے تو عبداللہ بن اُبَی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بدلہ کردینا بھی منظور تھا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کے بعد پھر کبھی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی شرکت نہ فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ﷺ ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہوگئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا |
| وَ تَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ۝ |
| اوران کے مال اوران کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ فقط یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے انہیں |
| دنیا میں (بھی) عذاب دے اوران کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر (ہی) ہوں۔ |

## دنیاوی مال ومتاع دیکھ کر اظہار تعجب نہ کرنے کا بیان

"وَلَا تُعۡجِبۡكَ اَمۡوَالُهُمۡ وَاَوۡلَادُهُمۡ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّعَذِّبَهُمۡ بِهَا فِى الدُّنۡيَا وَتَزۡهَقَ" تَخۡرُج، اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كَافِرُوۡنَ،

اوران کے مال اوران کی اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔ اللہ فقط یہ چاہتا ہے کہ ان چیزوں کے ذریعے انہیں دنیا میں (بھی) عذاب دے اوران کی جانیں اس حال میں نکلیں کہ وہ کافر (ہی) ہوں۔

اس آیت میں فرمایا کہ اگر غور کروگے تو ان کے اموال واولاد ان کے لئے رحمت ونعمت نہیں بلکہ دنیا میں بھی عذاب ہی ہیں، آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے، دنیا میں عذاب ہونا اس طرح ہے کہ مال کی محبت، اس کی حفاظت کی اور پھر اس کے بڑھانے کی فکریں ان کو ایسی لگی رہتی ہیں کہ کسی وقت کسی حال چین نہیں لینے دیتیں، ساز وسامان راحت کا ان کے پاس کتنا ہی ہو مگر راحت نہیں ہوتی، جو قلب کے سکون واطمینان کا نام ہے، اس کے علاوہ یہ دنیا کا مال ومتاع چونکہ ان کو آخرت سے غافل کر کے کفر ومعاصی میں

انہماک کا سبب بھی بن رہا ہے اس لئے سبب عذاب ہونے کی وجہ سے بھی اس کو عذاب کہا سکتا ہے، اسی لئے الفاظ قرآن میں لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان اموال ہی کے ذریعہ ان کو سزا دینا چاہتا ہے۔

| |
|---|
| وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ○ |
| اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے دولت اور طاقت والے لوگ آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں آپ ہمیں چھوڑ دیں ہم (پیچھے) بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔ |

## جہاد کا حکم نازل ہونے پر منافقین کا عمل سے معذرت کرنے کا بیان

"وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَة" اَیْ طَائِفَةٌ مِنَ الْقُرْاٰن "اَنْ" اَیْ بِاَنْ "اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْله اسْتَاْذَنَكَ اُولُو الطَّوْل" ذَوُو الْغِنَى، وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقَاعِدِيْنَ،

اور جب کوئی سورت یعنی جو قرآن سے نازل کی جاتی ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کی معیت میں جہاد کرو تو ان میں سے دولت اور طاقت والے لوگ آپ سے رخصت چاہتے ہیں اور کہتے ہیں: آپ ہمیں چھوڑ دیں ہم (پیچھے) بیٹھے رہنے والوں کے ساتھ ہو جائیں۔

## جہاد کے حکم سن کر خوف زدہ ہو کر گریز کرنے والوں کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت طاقت قوت ہونے کے باوجود جہاد کے لئے نہیں نکلتے جی چرا جاتے ہیں اور حکم ربانی سن کر پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں ان کی بے حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے ہیں لشکر چلے گئے، یہ نامرد زنانے عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈرپوک اور گھروں میں گھسے رہنے والے، بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے۔ یہ بھونکنے والے کتوں اور گرجنے والے بادلوں کی طرح ڈھول کے پول ہیں۔ چنانچہ اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا ہو اور جہاں وہ موقع گذر گیا لگے چرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے، باتیں بنانے۔ امن کے وقت تو مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں، بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے تئیں چھپاتے پھرتے ہیں۔

ایمان دار تو سورت اترنے اور اللہ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے منافق جہاں سورت اتری اور جہاد کا حکم سنا آنکھیں بند کر لیں دیدے پھیر لئے۔ ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گذار ہوتے تو ان کی زبان سے اچھی بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے یہ اللہ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی لیکن

ان کے دلوں پر تو ان کی بداعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ٥ |
| انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں، بچوں اور معذوروں کے ساتھ ہو جائیں اور ان کے دلوں پر |
| مُہر لگا دی گئی ہے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ |

## منافقین کے دلوں پر مہریں لگانے کا بیان

"رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِف" جَمْعِ خَالِفَة اَیْ النِّسَاء اللَّاتِی تَخَلَّفْنَ فِی الْبُیُوْت "وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ" الْخَیْر،

انہوں نے یہ پسند کیا کہ وہ پیچھے رہ جانے والی عورتوں، بچوں اور معذوروں کے ساتھ ہو جائیں، خوالف یہ خالفہ کی جمع ہے مراد وہ خواتین جو اپنے گھروں میں بیٹھی رہتی ہیں۔ اور ان کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی ہے کہ وہ بھلائی کو نہیں سمجھتے۔

مال و دولت، خوشحالی اور آسودگی اگرچہ اللہ کی نعمت ہے مگر جب یہی چیزیں اللہ کے احکام کی تعمیل میں رکاوٹ بن جائیں تو یہی انسان کے لیے فتنہ اور عذاب کا باعث بن جاتی ہیں۔ ایک تو ان میں نفاق کا مرض پہلے ہی موجود تھا دوسرے عیش و آرام کی زندگی بھی میسر ہو تو منافقوں کو جہاد میں مال و دولت کا خرچ کرنا اور سفر کی صعوبتیں کیسے گوارا ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ ایسے موقعوں پر حیلہ بازیاں اور معذرتیں کرنا ان کی ایک عادت ثانیہ سی بن چکی تھی۔ ان کی اسی عادت کو اللہ تعالیٰ نے مہر لگانے سے تعبیر کیا ہے۔ لہٰذا اگر انہیں جہاد کی ترغیب دی جائے تو اب ان کے دلوں پر رتی بھر بھی اثر نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ |
| لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ٥ |
| لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد |
| کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ |

## دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا ایمان والوں کے لئے ہونے کا بیان

"لٰكِنِ الرَّسُوْل وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسَهُمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ الْخَیْرَات" فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَة "وَاُولٰٓئِكَ هُمْ الْمُفْلِحُوْنَ" اَیْ الْفَائِزُوْنَ،

لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے

ہیں اور انہی لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

## حضرت عثمان بن عفان کا جہاد اونٹ دینے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن ابن خباب بیان کرتے ہیں: اس وقت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر تھا جب آپ جیش عسرۃ (جنگ عسرۃ) کی مالی امداد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پر جوش تلقین سن کر) کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی راہ میں کام آنے کے لئے سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں (یعنی اس جنگ کے لئے میں اللہ کی راہ میں سو اونٹ مع ان کے ساز و سامان کے پیش کرتا ہوں) اس کے بعد (اسی مجلس میں یا کسی اور موقع پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو اس جنگ کے لئے امداد و معاونت کی طرف متوجہ اور راغب کیا تو حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ (پہلے سو اونٹوں کے علاوہ مزید) دو سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ پس میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان سے اِن کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 680)

## جہاد کے لئے جانیں قربان کرنے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جو اس کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلے اور اس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے اور اس کے پیغمبروں کی تصدیق ہی نے (جہاد پر آمادہ کر کے) گھر سے نکالا ہو، اس امر کا ذمہ دار ہو گیا ہے کہ یا تو میں اسے اس ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا، جو اس نے جہاد میں پایا ہے، یا اسے (شہید بنا کر) جنت میں داخل کر دوں گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی امت پر دشوار نہ سمجھتا تو (کبھی) چھوٹے لشکر کے ہمراہ جانے سے بھی دریغ نہ کرتا، کیوں کہ میں یقیناً اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 35)

| |
|---|
| اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۠ |
| اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، |
| یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ |

## اہل جنت کے لئے نعمتوں اور جنتی نہروں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر

ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرے یا جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں جمارہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگوں میں اس بات کی بشارت نہ سنا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے مقرر کئے ہیں دونوں درجوں کے درمیان اتنا فصل ہے جیسے آسمان وزمین کے درمیان پس جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے مجھے خیال ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اس کے اوپر صرف رحمٰن کا عرش ہے اور یہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 65)

| |
|---|
| وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَ قَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ |
| سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ |
| اور صحرانشینوں میں سے کچھ بہانہ ساز آئے تا کہ انہیں رخصت دے دی جائے، اور وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے |
| رسول ﷺ سے جھوٹ بولا تھا، بیٹھے رہے، عنقریب ان میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا دردناک عذاب پہنچے گا۔ |

## جھوٹے بہانے کر کے جہاد سے پیچھے ہٹنے والے منافقین کا بیان

"وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ" بِاِدْغَامِ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الذَّالِ اَيْ الْمُعْتَذِرُوْنَ بِمَعْنَى الْمَعْذُوْرِيْنَ وَقُرِءَ بِهِ "مِنَ الْاَعْرَابِ" اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لِيُؤْذَنَ لَهُمْ" فِي الْقُعُوْدِ لِعُذْرِهِمْ فَاَذِنَ لَهُمْ "وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" فِيْ اِدِّعَاءِ الْاِيْمَانِ مِنْ مُنَافِقِي الْاَعْرَابِ عَنِ الْمَجِيْءِ لِلْاِعْتِذَارِ، سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

یہاں پر معذرون میں تاء کا دال میں ادغام ہے۔ یعنی اصل میں معتذرون تھا یعنی عذر کرنے والے ہیں اور ایک قرأت میں معتذرون پڑھا گیا ہے۔ اور صحرانشینوں میں سے کچھ بہانہ ساز معذرت کرنے کے لئے دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آئے تا کہ انہیں بھی جہاد سے بیٹھ رہنے کی رخصت دے دی جائے، اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے دعویٰ ایمان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جھوٹ بولا تھا یعنی دیہاتی منافقین جہاد چھوڑ کر پیچھے بیٹھے رہے، عنقریب ان میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا دردناک عذاب پہنچے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

المعذرون۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تعذیر (تفعیل) مصدر۔ جھوٹا عذر پیش کرنے والے۔ معذر۔ وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو۔ اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے۔ بعض علماء کے نزدیک معذرون دراصل معتذرون (باب افتعال) سے ت کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور معذرون ہو گیا۔ اس باب سے اس کے معنی ہوں گے۔ صحیح عذر والے۔

ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں:۔ یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے! مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزوری۔ ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول ﷺ سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرما دیں تو اجازت دیدیں یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرات میں وجاء المعذ رون ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رک جانے کی اجازت چاہی۔ الاعراب۔ گنوار۔ بدو۔ اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کر وہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے اردگرد آباد تھے۔ لیوذن لہم۔ کہ ان کو اجازت مل جائے۔ وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ۔ یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہرداری کے لئے ہی کوئی عذر لنگ پیش کر دیں۔

## نبی کریم ﷺ کا منافقین کی حالت سے مطلع ہونے کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جہاد سے رہ جانے کا عذر کرنے۔ ضحاک کا قول ہے کہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے عرب ہماری بی بیوں بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا۔ عمرو بن علاء نے کہا کہ ان لوگوں نے عذر باطل بنا کر پیش کیا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ برات، لاہور)

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ |
| اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| ضعیفوں پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر جنہیں خرچ کا مقدور نہ ہو جب کہ اللہ اور رسول کے خیرخواہ رہیں |
| نیکی والوں پر کوئی راہ نہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## حقیقی عذر والوں کے لئے جہاد نہ کر سکنے کی اباحت کا بیان

"لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاء" كَالشُّيُوخ "وَلَا عَلَى الْمَرْضَى" كَالْعُمْيِ. وَالزَّمْنٰى "وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ" فِي الْجِهَاد "حَرَج" اِثْم فِي التَّخَلُّف عَنْهُ "إِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلَهُ" فِيْ حَال قُعُودهمْ بِعَدَمِ الْإِرْجَاف وَالتَّثْبِيط وَالطَّاعَة "مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ" بِذٰلِكَ "مِنْ سَبِيْل" طَرِيْق بِالْمُؤَاخَذَةِ "وَاللّٰهُ غَفُور" لَهُمْ "رَحِيْم" بِهِمْ فِي التَّوْسِعَة فِيْ ذٰلِكَ،

ضعیفوں جس بوڑھے ہیں ان پر کچھ حرج نہیں اور نہ بیماروں پر جس طرح نابینا اور اپاہج ہیں اور نہ ان پر جنہیں جہاد میں خرچ

کرنے کی طاقت نہیں ہے یعنی جہاد سے پیچھے رہ جانے میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ جب کہ اللہ اور رسول کے خیر خواہ رہیں یعنی بیٹھ رہنے کی صورت میں کوئی فتنہ وفساد نہ پھیلائیں، نیکی یعنی اطاعت کرنے والوں پر کوئی مؤاخذہ کی راہ نہیں ہے اور اللہ ان کو بخشنے والا ،ان کے ساتھ وسعت رحمت والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۹۱ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے وحی لکھا کرتا تھا ایک مرتبہ سورہ برات لکھ رہا تھا میں قلم کو اپنے کان پر رکھے ہوئے تھا کہ ہمیں قتال کا حکم دیا گیا رسول اللہ ﷺ نے اس وحی کو جو آپ پر نازل ہوئی دیکھنا شروع کر دیا کہ اچانک ایک نابینا آ گیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا جبکہ میں اندھا ہوں؟ تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَی الْمَرْضٰی) ۔ (سیوطی146،طبری10-145)

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ جب تم کوئی سفر کرتے ہو یا کوئی وادی عبور کرتے ہو تو وہ تمہارے ساتھ ہوتے ہیں۔ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اس کے باوجود کہ وہ مدینہ میں ہیں آپ نے فرمایا اس کے باوجود کہ وہ مدینہ میں ہیں انہیں عذر نے روکا ہے۔" (بخاری۔کتاب المغازی،مسلم۔کتاب الامارۃ)

## حالت مجبوری میں جہاد پر نہ جانے کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منشی تھا سورہ برات جب اتر رہی تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم منتظر تھے کہ دیکھیں کہ اب کیا حکم نازل ہوتا ہے؟ اتنے میں ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کے احکام اس اندھاپے میں کیسے بجالاسکتا ہوں؟ اسی وقت یہ آیت اتری۔

ان کا ذکر ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبداللہ بن مغفل بن مقرن مزنی وغیرہ تھے انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تا کہ ہم بھی راہ حق میں جہاد کرنے اور آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ نے جواب دیا کہ واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر روتے پیٹتے غم زدہ اور رنجیدہ ہو کر لوٹے ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہم رکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گذارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس جناب باری نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔ یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔

| |
|---|
| وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا |
| وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ٥ |
| اور نہ ایسے لوگوں پر جبکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ انہیں سوار کریں آپ نے فرمایا: میں بھی کوئی نہیں پاتا ہوں جس |
| پر تمہیں سوار کرسکوں، وہ اس حالت میں لوٹے کہ ان کی آنکھیں غم میں اشکبار تھیں کہ وہ زادِراہ نہیں پاتے جسے وہ خرچ کرسکیں۔ |

## سواریوں کے نہ ہونے کے سبب جہاد سے رہ جانے والوں کی حالت غم کا بیان

"وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَا اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ " مَعَكَ اِلَى الْغَزْوِ وَهُمْ سَبْعَة مِنْ الْاَنْصَار وَقِيلَ بَنُو مُقْرِن "قُلْتَ لَا اَجِد مَا اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ" حَال "تَوَلَّوْا" جَوَاب اِذَا اَیْ انْصَرَفُوْا "وَاَعْيُنهمْ تَفِيض " تَسِيل "مِنْ" لِلْبَيَانِ "الدَّمْع حَزَنًا" لِاَجْلِ "اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ" فِي الْجِهَاد،

اور نہ ایسے لوگوں پر جبکہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ انہیں جہاد کے لئے سوار کریں اور وہ انصار میں سے سات افراد تھے تو آپ نے فرمایا، میں بھی کوئی زائد سواری نہیں پاتا ہوں جس پر تمہیں سوار کرسکوں، تو وہ اس حالت میں لوٹے کہ ان کی آنکھیں جہاد سے محرومی کے غم میں اشکبار تھیں کہ وہ جہاد کرنے کے لئے اس قدر زادِراہ نہیں پاتے جسے وہ خرچ کرسکیں۔

## سورہ برأت آیت ۹۲ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ رونے والوں کے متعلق نازل ہوئی یہ سات حضرات تھے معقل بن یسار، صخر بن خنیس ،عبداللہ بن کعب انصاری، سالم بن عمیر، ثعلبہ بن غنمہ، عبداللہ بن مغفل یہ حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ نے ہمیں آپ کے ساتھ خروج کی طرف بلایا ہے لہٰذا آپ ہمیں اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار کرلیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ جہاد کرسکیں۔ آپ نے فرمایا کہ سواریاں نہیں پاتا تاکہ جن پر تم کو سوار کروں تو یہ حضرات روتے ہوئے واپس ہوئے۔

(طبری10-146)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کے لیے اٹھنے کا حکم دیا تو آپ کے صحابہ کرام کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو ان میں عبداللہ بن معقل مزنی بھی تھے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہمیں سوار کردیجیے آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں سواری نہیں پاتا جس پر تمہیں سوار کروں چنانچہ وہ روتے ہوئے واپس لوٹے اور ان پر یہ بات انتہائی شاق گزری کہ وہ جہاد سے روک دیے گئے اور انہیں نفقہ وسواری میسر نہیں تو اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ ۔ (سیوطی146،طبری10-145)

مجاہد کا قول ہے کہ یہ آیت مقرن کے بیٹوں معقل، سوید اور نعمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے قول خداوندی۔ الاعراب اشد کفرا ونفاقا ۔ دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں۔ یہ آیت اسد اور غطفان قبیلوں کے بدوں اور مدینہ کے شہری بدوں

کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ وَھُمۡ اَغۡنِیَآءُ ۚ رَضُوۡا بِاَنۡ یَّكُوۡنُوۡا |
| مَعَ الۡخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۝ |
| مؤاخذہ توان سے ہے جوتم سے رخصت مانگتے ہیں اوروہ دولت مند ہیں انہیں پسند آیا کہ عورتوں کی طرح جہاد سے پیچھے |
| بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی تو وہ کچھ نہیں جانتے۔ |

## مال ودولت والوں کا جہاد پر نہ جانے کے سبب مؤاخذہ ہونے کا بیان

"اِنَّمَا السَّبِیۡلُ عَلَی الَّذِیۡنَ یَسۡتَاۡذِنُوۡنَكَ" فِی التَّخَلُّف "وَھُمۡ اَغۡنِیَاء رَضُوۡا بِاَنۡ یَّكُوۡنُوۡا مَعَ الۡخَوَالِف وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوۡبِهِمۡ فَهُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ" تَقَدَّمَ مِثۡله،

مؤاخذہ توان سے ہے جوتم جہاد میں بیٹھ رہنے کی رخصت مانگتے ہیں اوروہ دولت مند ہیں انہیں پسند آیا کہ عورتوں کی طرح جہاد سے پیچھے بیٹھ رہیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کردی تو وہ کچھ نہیں جانتے۔اس کی مثل تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

| |
|---|
| یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡكُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ ؕ قُلۡ لَّا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكُمۡ قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنۡ اَخۡبَارِكُمۡ ؕ |
| وَسَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَكُمۡ وَرَسُوۡلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ |
| تم سے بہانے بنائیں گے جب تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا، بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے |
| اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں دے دی ہیں، اوراب اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے پھراس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے |
| جو چھپے اور ظاہر سب کو جانتا ہے وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ |

## بارگاہ رسالت ﷺ میں جہاد پر نہ جانے کا بہانہ کرنے والوں کا بیان

"یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡكُمۡ" فِی التَّخَلُّف "اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡهِمۡ" مِنۡ الۡغَزۡو "قُلۡ" لَهُمۡ "لَا تَعۡتَذِرُوۡا لَنۡ نُؤۡمِن لَكُمۡ" نُصَدِّقكُمۡ "قَدۡ نَبَّاَنَا اللّٰه مِنۡ اَخۡبَاركُمۡ" اَیۡ اَخۡبَرَنَا بِاَحۡوَالِكُمۡ "وَسَیَرَی اللّٰه عَمَلكُمۡ وَرَسُوۡله ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ" بِالۡبَعۡثِ "اِلٰی عَالِم الۡغَیۡب وَالشَّهَادَة" اَیۡ اللّٰه "فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ" فَیُجَازِیكُمۡ عَلَیۡهِ،

جہاد سے پیچھے رہ جانے میں وہ آپ سے بہانے بنائیں گے جب تم غزوہ سے ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے تم فرمانا، بہانے نہ بناؤ ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے یعنی تمہاری تصدیق نہ کریں گے کیونکہ اللہ نے ہمیں تمہاری خبریں یعنی تمہارے حالات بتادیئے ہیں، اوراب دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اللہ ورسول تمہارے کام دیکھیں گے۔ پھراس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے جو چھپے اور ظاہر سب

کو جانتا ہے وہ تمہیں بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔لہٰذا وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

## سورہ برأت آیت ۹۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی بھی لڑائی میں کبھی پیچھے نہیں رہا مگر سوائے دو لڑائیوں کے ایک جنگ بدر اور دوسرے جنگ تبوک چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک سے واپسی کے وقت مدینہ میں تشریف لائے تو میں بہانہ کرنے کے بجائے سچ کہنے کا پختہ ارادہ کر چکا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اکثر چاشت کے وقت تشریف لایا کرتے تھے اور سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو میرے اور میرے دونوں ساتھیوں کے ساتھ بات کرنے سے روک دیا تھا مگر دوسرے رہ جانے والوں سے نہیں روکا تھا چنانچہ لوگ ہم تینوں سے الگ رہتے اور بات تک نہ کرتے مجھے اس بات کا بہت غم تھا کہ کہیں اسی حال میں میں مر نہ جاؤں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں یا اللہ نخواستہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی دنیا سے سفر فرما جائیں اور پھر سب کا ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ رہے اور لوگ نہ ہمارے ساتھ کلام کریں اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھیں آخر پچاس دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا اور ایک دن صبح ہی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہماری توبہ کے قبول ہونے کے متعلق وحی نازل کی گئی۔

اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تھے اور وہ ہماری بہت سفارش کیا کرتی تھیں۔چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کعب رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں ان کے پاس کس کو بھیجوں جو جا کر انہیں خبر کردے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت سب لوگ جمع ہو جائیں گے اور پھر تم کو تمام رات سونا بھی نصیب نہ ہوگا چنانچہ صبح کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اس بات کی خبر کردی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور ہر خوشی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اسی طرح چمکنے لگتا تھا۔ہم تینوں آدمی تمام منافقوں سے توبہ کے قبول ہونے میں پیچھے رہ گئے تھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے ایسا برا بھلا کہا کہ کسی کے لئے نہیں کہا اور یہ آیت ان کے حق میں نازل فرمائی (يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ۔التوبہ:94) یعنی جب تم ان کے پاس جاؤ گے تو یہ جھوٹے بہانے بنائیں گے۔اے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ اے منافقو! عذر مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ جانیں گے اللہ نے تمہاری سب باتوں کی ہمیں خبر کردی ہے اللہ اور رسول اب تمہارے اعمال دیکھیں گے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1861)

سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ

اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

| |
|---|
| اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اس لیے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو |
| ہاں تم ان کا خیال چھوڑ دو وہ تو سراسر پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہی بدلہ ہے اس کا جو وہ کماتے تھے۔ |

## منافقین کے باطن میں خباثت ہونے کا بیان

"سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ" رَجَعْتُمْ "اِلَيْهِمْ" مِنْ تَبُوْكَ اَنَّهُمْ مَعْذُوْرُوْنَ فِي التَّخَلُّف "لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ" بِتَرْكِ الْمُعَاتَبَة "فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ اِنَّهُمْ رِجْس" قَذَر لِخُبْثِ بَاطِنهمْ،"وَّمَاْوٰاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ،

اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم تبوک سے ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے تو وہ قسمیں اٹھائیں گے کیونکہ وہ جہاد پر نہیں گئے تھے۔ اس لیے کہ تم ان کے خیال میں نہ پڑو تو ہاں تم ان کا خیال چھوڑ دو وہ تو سراسر پلید ہیں کیونکہ ان کے باطن میں خباثت ہے اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے یہی بدلہ ہے اس کا جو وہ کماتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

اذا انقلبتم الیھم۔ تم ان کی طرف پھرو گے، تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ (ماضی بمعنی مضارع)

لتعرضوا عنھم ۔ اعوض یعوض اعواض (افعال) عن منہ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگزر کرنا۔ معاف کرنا۔

یہاں بمعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کر دو۔ ان سے درگزر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو۔ اسی معنی میں ہے۔ فاعرض عنھم وعظھم تم ان سے اعراض برتو (درگزر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔ منہ پھیرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیۃ ہذا میں ہی ہے۔ فاعرضوا عنھم ۔ پس تم ان سے منہ پھیرلو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ واعرض عن الجاھلین ، اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔

رجس۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔ ماوھم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ماوی۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اوی یودی ایواء (افعال) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اوی یاوی (ضرب) وہ بیٹھا۔ وہ اترا۔ بصورت اسم ظرف، اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۹۵ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب میں غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہوسکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے واپس آگئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسی نعمت عطا فرمائی جو کہ مسلمان ہونے کے بعد سے اب تک نہیں ملی تھی وہ یہ کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ نہیں بولا اور ہلاک ہونے سے بچ گیا اور دوسرے جو منافق تھے جھوٹ بول کر ہلاک ہوگئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس موقعہ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ (سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا

انْقَلَبْتُمْ (التوبہ،۹۵)(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1857)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت جد بن قیس اور معتب بن قشیر اور انکے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ استی ۸۰ منافق تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے کلام نہ کرو۔ مقاتل نے کہا کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبَی کے حق میں نازل ہوئی، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی وہ جہاد میں جانے سے سُستی نہ کرے گا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ حضور اس سے راضی ہو جائیں۔ اس پر یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ○ |
| تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بیشک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔ |

## اللہ کی ناراضگی کی شدت کا بیان

"يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰه لَا يَرْضٰى عَنْ الْقَوْم الْفَاسِقِيْنَ" اَیْ عَنْهُمْ وَلَا يَنْفَع رِضَاكُمْ مَعَ سَخَط اللّٰه،

تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بیشک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا۔ یعنی اللہ کی ناراضگی کے ہوتے ہوئے تمہارا ان سے راضی ہونا مناسب نہیں کیونکہ اس سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

## منافقین کے بہانوں اور قسموں سے اعراض کرنے کا بیان

جب وہ آکر اپنے عذر پیش کر کے اپنے بیان پر قسمیں کھانے لگے تو ان سے مختلف سوالات کر کے ان کے بیانات کی تحقیق نہ شروع کر دینا۔ وہ اپنے عذر اس لیے پیش نہیں کر رہے کہ آپ ان سے سوالات شروع کر دیں بلکہ اس لیے کہ آپ ان سے درگزر کریں اور کچھ تعرض نہ کریں۔ سو آپ ان سے پوری طرح اعراض کیجئے۔ کیونکہ یہ نجس اور بد باطن لوگ ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے میل ملاپ بھی نہ رکھنا چاہیے تا کہ انہیں اپنے کرتوتوں کا کچھ احساس ہو جائے۔ ان کے قسمیں کھانے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ آپ ان سے راضی رہیں۔ اور ان سے مسلمانوں کے تعلقات ویسے ہی برقرار رہیں جیسے پہلے تھے لیکن نفاق پوری طرح کھل جانے کے بعد کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ ان سے دوستی یا محبت کے تعلقات برقرار رکھے۔ کیونکہ اللہ ایسے منافقوں سے کبھی راضی نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ |
| عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ |
| دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اسی قابل ہیں کہ وہ ان حدود واحکام سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول |
| (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ |

## دیہاتی لوگوں کا کفر ونفاق میں شہریوں سے زیادہ سخت ہونے کا بیان

"اَلْاَعْرَاب" اَهْل الْبَدْو "اَشَدّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا" مِنْ اَهْل الْمُدُن لِجَفَائِهِمْ وَغِلَظ طِبَاعهمْ وَبُعْدهمْ عَنْ سَمَاع الْقُرْاٰن "وَاَجْدَر" اَوْلٰى "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "لَا يَعْلَمُوْا حُدُوْد مَا اَنْزَلَ اللّٰه عَلٰى رَسُوْلِهٖ" مِنْ الْاَحْكَام وَالشَّرَائِع "وَاللّٰهُ عَلِيْم" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْم" فِيْ صُنْعه بِهِمْ،

دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں کیونکہ دلوں کی سختی اور طبائع کی سختی اور قرآن سے سننے سے دور رہنے کے سبب یہ لوگ سخت ہوتے ہیں اور اسی قابل ہیں کہ وہ ان حدود واحکام سے جاہل رہیں جو اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل فرمائے ہیں، یعنی جو اللہ نے احکام شرعیہ کو نازل کیا ہے۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، ان کی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۹۷ کے شانِ نزول کا بیان

دیہاتی لوگ سخت کافر اور سخت منافق ہیں اور اس قابل ہیں کہ جو احکام خدا نے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمائے ہیں ان سے واقف ہی نہ ہوں۔ یہ آیت کریمہ قبیلہ اسد اور غطفان کے دیہاتیوں اور مدینہ میں رہنے والے کچھ دیہاتیوں کے متعلق نازل ہوئی۔ (نیسابوری 217، زاد المسیر 3۔488)

ان آیات میں ان منافقین کا تذکرہ تھا جو مدینہ شہر میں رہائش پذیر تھے۔ اور کچھ منافقین وہ بھی تھے جو بادیہ نشین یعنی مدینہ کے باہر دیہاتوں میں رہتے تھے، دیہات کے ان باشندوں کو اعراب کہا جاتا ہے جو اعرابی کی جمع ہے شہریوں کے اخلاق وکردار میں درشتی اور کھردرا پن زیادہ پایا جاتا ہے اس طرح ان میں جو کافر اور منافق تھے وہ کفر ونفاق میں بھی شہریوں سے زیادہ سخت اور احکام شریعت سے زیادہ بے خبر تھے اس آیت میں انہی کا تذکرہ اور انکے اسی کردار کی وضاحت ہے۔ بعض احادیث سے بھی ان کے کردار پر روشنی پڑتی ہے۔ مثلاً ایک موقع پر کچھ اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا **اَتُقَبِّلُوْنَ صِبْيَانَكُمْ** 'کیا تم اپنے بچے کو بوسہ دیتے ہو صحابہ نے عرض کیا ہاں انہوں نے کہا واللہ! ہم تو بوسہ نہیں دیتے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا' اگر اللہ نے تمہارے دلوں میں سے رحم وشفقت کا جذبہ نکال دیا ہے تو میرا اس میں کیا دخل ہے۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ |
| عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| اور ان دیہاتی گنواروں میں سے وہ شخص ہے جو اس کو تاوان قرار دیتا ہے جسے وہ خرچ کرتا ہے اور تم پر زمانہ کی گردشوں کا انتظار کرتا رہتا ہے، بری گردش انہی پر ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو نقصان سمجھنے والوں کا بیان

"وَمِنَ الْاَعْرَاب مَنْ يَّتَّخِذ مَا يُنْفِق " فِيْ سَبِيْل اللّٰه "مَغْرَمًا" غَرَامَة وَخُسْرَانًا لِاَنَّهُ لَا يَرْجُو ثَوَابه بَلْ يُنْفِقهُ خَوْفًا وَّهُمْ بَنُو اَسَد وَغَطَفَان "وَيَتَرَبَّص" يَنْتَظِر "بِكُمُ الدَّوَائِر" دَوَائِر الزَّمَان اَنْ تَنْقَلِب عَلَيْكُمْ فَيَتَخَلَّص "عَلَيْهِمْ دَائِرَة السُّوْء " بِالضَّمِّ وَالْفَتْح اَیْ يَدُور الْعَذَاب وَالْهَلَاك عَلَيْهِمْ لَا عَلَيْكُمْ "وَاللّٰهُ سَمِيْع" لِاَقْوَالِ عِبَاده "عَلِيْم" بِاَفْعَالِهِمْ،

اوران دیہاتی گنواروں میں سے وہ شخص بھی ہے جواس مال کوتاوان ونقصان قرار دیتا ہے کیونکہ وہ ثواب کی امید رکھنے والا نہیں ہے بلکہ وہ ڈر کی وجہ سے خرچ کرتا ہے۔اور بنواسداور غطفان ہیں۔اورتم پر زمانہ کی گردشوں یعنی مصائب وآلام کا انتظار کرتا رہتا ہے، یہاں پر سوء ضمہ اور فتحہ دونوں طرح آیا ہے یعنی عذاب وہلاکت کی بری گردش انہی پر ہے،اور اللہ ان کے اقوال کوخوب سننے والا،ان کے کاموں کوخوب جاننے والا ہے۔

## سورہ برأت آیت ۹۸ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت قبیلہ اسد وغطفان وتمیم کے اعرابیوں کے حق میں نازل ہوئی پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان میں سے جن کا استثناء کیا ہے ان کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔(تفسیر خازن،سورہ برأت،بیروت)

## منکرین زکوۃ سے جنگ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ قرار پائے تو اہل عرب میں جو کافر ہو گئے یعنی زکوۃ کے منکر ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں یعنی اہل ایمان سے کیونکہ جنگ کریں گے۔جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں (یعنی اسلام لے آئیں) لہٰذا جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا یعنی اسلام قبول کر لیا اس نے مجھ سے اپنی جان اور اپنا مال محفوظ کر لیا سوائے اسلام کے حق اور اس کے باطن کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں جو نماز اور روزہ کے درمیان فرق کرے کیونکہ جس طرح جان کا حق نماز ہے اسی طرح بلاشبہ مال کا حق زکوۃ ہے اور اللہ کی قسم اگر وہ لوگ جو منکر زکوۃ ہو رہے ہیں مجھے بکری کا بچہ بھی نہ دیں گے جو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیتے تھے تو میں ان کے اس انکار کی وجہ سے ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کہنے لگے اللہ کی قسم اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کہ میں نے جان لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ

کرنے کے لئے الہام کے ذریعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا دل کھول دیا ہے یعنی پر یقین کر دیا ہے لہذا مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہی یعنی منکرین زکوۃ سے جنگ ہی حق اور درست ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 286)

| |
|---|
| وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ |
| الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور بادیہ نشینوں میں وہ شخص بھی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کچھ خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور |
| تقرب اور رسول ﷺ کی دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بیشک وہ ان کے لئے باعث قرب الٰہی ہے، جلد ہی اللہ |
| انہیں اپنی رحمت میں داخل فرما دے گا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی دعا کے وسیلہ سے قرب الٰہی حاصل کرنے والوں کا بیان

"وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" كَجُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ "وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ" فِيْ سَبِيْلِ اللّٰه "قُرُبَاتٍ" تُقَرِّبهُ "عِنْدَ اللّٰه" وَسِيلَةً إِلَى "وَصَلَوَاتِ" دَعَوَات "الرَّسُوْل" لَهُ "أَلَا إِنَّهَا" أَيْ نَفَقَتهمْ "قُرْبَة" بِضَمِّ الرَّاء وَسُكُونهَا "لَهُمْ" عِنْده "سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَته" جَنَّته "إِنَّ اللّٰهَ غَفُور" لِأَهْلِ طَاعَته "رَحِيم" بِهِمْ،

اور اعراب میں سے وہ شخص بھی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے جس طرح قبیلہ جہینہ اور مزینہ ہے اور جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتا ہے اسے اللہ کے حضور تقرب اور رسول ﷺ کی رحمت بھری دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتا ہے، سن لو! بیشک وہ ان کے لئے باعث قرب الٰہی ہے، قربت یہ راء کے ضمہ اور سکون کے ساتھ بھی آئی ہے۔ جلد ہی اللہ انہیں اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل فرما دے گا۔ بیشک اللہ اہل اطاعت کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔

## سورہ برأت آیت ۹۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت بنومقرن کے بارے میں نازل ہوئی جن کے متعلق یہ آیت بھی نازل ہوئی۔ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ اور نہ ان (بے سروسامان) لوگوں پر (الزام) ہے کہ تمہارے پاس آئے کہ ان کو سواری دو۔ عبدالرحمن بن معقل مزنی کہتے ہیں کہ ہم دس افراد مقرن کی اولاد میں سے تھے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہد نے کہا کہ یہ لوگ قبیلہ مُزینہ میں سے بنی مقرن ہیں۔ کلبی نے کہا وہ اسلم اور غفار اور جُہینہ کے قبیلہ ہیں۔ بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریش اور انصار اور جہینہ اور مزینہ اور اسلم اور شجاع اور غفار موالی ہیں، اللہ اور رسول کے سوا ان کا کوئی مولا نہیں۔(سیوطی 146، طبری 11-5، قرطبی 8-235)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اسلم غفار مزینہ اور جہینہ یہ سب قبیلے بنوتمیم سے اور

دونوں حلیف قبیلوں یعنی بنو اسد اور غطفان سے بہتر ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 586)

| |
|---|
| وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ |
| اور مہاجرین اور ان کے مددگار انصار میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجہ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا اور وہ سب اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔ |

## سابقون واولون مہاجرین وانصار کی فضیلت کا بیان

"وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَار" وَهُمْ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا اَوْ جَمِيْع الصَّحَابَة "وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ" اِلٰى يَوْم الْقِيَامَة "بِاِحْسَانٍ" فِي الْعَمَل "رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ" بِطَاعَتِهِ "وَرَضُوْا عَنْهُ" بِثَوَابِهِ "وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّات تَجْرِي تَحْتهَا الْاَنْهَار" وَفِي قِرَاءَة بِزِيَادَةِ مِنْ، خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ،

اور مہاجرین اور ان کے مددگار انصار میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے یعنی وہ جو بدر میں حاضر ہوئے یا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ اور درجہ احسان کے ساتھ قیامت کے دن تک اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان سب کی اطاعت سے راضی ہو گیا اور وہ سب اس کے ثواب سے سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ایک قرأت میں لفظ میں کی زیادتی کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔

## سابقین صحابہ کرام کے مفہوم سے متعلق مختلف اقوال کا بیان

السابقون۔ آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سبق سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سابق کی جمع۔ الاولون۔ اول کی جمع۔ السابقون الاولون من المهجرين والانصار۔ (مہاجرین وانصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان واطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں۔ ان کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

شعبی کہتے ہیں ان سے مراد مہاجرین وانصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ سعید بن المسیب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ: ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔

اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں گے جو بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبۃ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔ جنہوں نے حضرت ابوزرارہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ وتعلیم پر جب وہ مدینہ شریف آئے تھے ایمان واسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو آراء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السابقون پر عطف قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا (رہے وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اولون ہیں اور انصار۔ اور جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی۔ تو راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہوگئے اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن پہلی قرات جمہور کے نزدیک اصح ہے۔ باحسان۔ عمدگی کے ساتھ احسن طریقہ سے۔ احسان کے معنی غیر کے ساتھ بھلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے ہیں۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مراتب ودرجات کا بیان

شرح السنۃ میں ابومنصور بغدادی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمارے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں اور ان میں بھی ترتیب کا اعتبار ہے یعنی سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد حضرت عثمان غنی اور ان کے بعد حضرت علی۔ خلفاء اربعہ کے بعد سب سے افضل وہ تمام صحابہ ہیں جن کو "عشرہ مبشرہ" کہا جاتا ہے۔ ان کے بعد سب سے افضل وہ صحابہ ہیں جو جنگ بدر میں شریک تھے، ان کے بعد سب سے افضل وہ صحابہ ہیں جو جنگ احد میں شریک تھے، ان کے بعد بیعت رضوان میں شریک صحابہ، ان کے بعد وہ انصار صحابہ جنہوں نے دونوں مرتبہ بیعۃ العقبۃ الاولی اور بیعۃ العقبۃ الثانیہ کے موقع پر مکہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔

اسی طرح وہ صحابہ جن کو "سابقون اولون" کہا جاتا ہے یعنی جنہوں نے قبول اسلام میں سبقت کی اور ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہوگئے تھے اور جن کو دونوں قبیلوں یعنی بیت المقدس اور کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کا موقع ملا ان صحابہ سے افضل ہیں جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ کون دوسری سے افضل ہے اسی طرح حضرت عائشہ اور حضرت فاطمہ کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں واضح رہے کہ حضرت معاویہ عدول اہل فضل اور خیار صحابہ میں سے ہیں، ان کے بارے میں کوئی بھی برا خیال رکھنا یا ان کی شان میں کوئی ایسی بات کہنا جو مرتبہ صحابیت کے منافی ہو اسی طرح ممنوع جس طرح دوسرے صحابہ کے بارے میں ہے۔

(شرح السنہ)

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۛ

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

اور تمہارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور بعض باشندگانِ مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پلٹائے جائیں گے۔

## اہل مدینہ وگرد و نواح کے گروہ منافقین کا بیان

"وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ" يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَة "مِنَ الْأَعْرَاب مُنَافِقُوْنَ" كَأَسْلَم وَأَشْجَع وَغِفَار "وَمِنْ أَهْل الْمَدِيْنَة" مُنَافِقُوْنَ أَيْضًا "مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاق" لَجُّوا فِيْهِ وَاسْتَمَرُّوا "لَا تَعْلَمهُمْ" بِالْفَضِيحَةِ أَوْ الْقَتْل فِي الدُّنْيَا وَعَذَاب الْقَبْر "ثُمَّ يُرَدُّوْنَ" فِي الْآخِرَة "إِلَى عَذَاب عَظِيْم" هُوَ النَّار،

اور اے اہل مدینہ! تمہارے گرد و نواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں یعنی جس طرح قبیلہ اسلم، اشجع اور غفار میں منافقین موجود ہیں۔ اور بعض باشندگانِ مدینہ بھی، یہ لوگ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ ان کی ابھی تک رسوائی نہیں دیکھی یا دنیا میں قتل ہونا یا قبر میں عذاب کو نہیں دیکھا ہم انہیں جانتے ہیں عنقریب ہم انہیں دو مرتبہ عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف پلٹائے جائیں گے۔ اور وہ جہنم کی آگ ہے۔

## الفاظ کے لغوی واصطلاحی معانی کا بیان

اگر علامت اول: پر وصل کیا جاوے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف ممن حولكم پر ہوگا۔ اور مردوا علی النفاق صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں ہوگی ومن حولكم من الاعراب ومن اهل المدينة منافقون مردوا على النفاق (اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدووں میں اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہوگئے ہیں نفاق میں۔

اور اگر علامت اول پر وقف کیا جائے اور علامت ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہوگا۔ اور تقدیر کلام یوں ہوگی: ومن اهل المدينة (قوم) مردوا على النفاق (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہوگئے ہیں)۔

اور اب ترجمہ یوں ہوگا:۔ اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدووں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہوگئے ہیں۔

مردوا۔ نافرمان وسرکش ہونا۔ مرد علی النفاق۔ نفاق پر جمے رہنا۔ المارد والمريد جنوں اور انسانوں سے اس اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔ یہ شجر امرد سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل ننگا ہوگیا ہو۔ اسی طرح غلام امرد۔ وہ لڑکا جس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عارہ ہو۔ الزملة المرداء وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبی رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے اصل المرد الملاسة ومنه صرح ممرد من قوارير یعنی المرد اصل میں چکنا اور ہموار ہوتا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسۃ ہموار اور چکنا ہونا)۔ صاحب کشاف نے مردوا علی النفاق کا

مطلب تمر وافیہ۔لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

## سورہ براءت آیت ۱۰۱ کے شانِ نزول کا بیان

کلبی وسدی نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز جمعہ خطبہ کے لئے قیام کر کے نام بنام فرمایا نکل اے فلاں تو منافق ہے، نکل اے فلاں تو منافق ہے تو مسجد سے چند لوگوں کو رسوا کر کے نکالا۔اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اس کے بعد منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا گیا۔

کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت جہینہ، مزینہ، اشجع، اسلم اور اہل مدینہ میں سے غفار یعنی عبداللہ بن ابی، جد بن قیس، معتب بن قشیر، جلاس بن اسود اور ابو عامر راہب کے متعلق نازل ہوئی۔(نیسابوری 218، سیوطی 147، زادالمسیر 3۔491، قرطبی 8۔240)

## حرملہ نامی شخص کو نفاق سے بچانے کے لئے دعا کرنے کا بیان

ابن عساکر میں ہے کہ حرملہ نامی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا ایمان تو یہاں ہے اور اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا۔اور نفاق یہاں ہے اور ہاتھ سے اپنے دل کی طرف اشارہ کیا اور نہیں ذکر کیا اللہ کا مگر تھوڑا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ اسے ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل دے اور اسے میری اور مجھ سے محبت رکھنے والوں کی محبت عنایت فرما اور اس کے کام کا انجام بخیر کر۔اب تو وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھی اور بھی ہیں جن کا میں سردار تھا، وہ سب بھی منافق ہیں اگر اجازت ہو تو انہیں بھی لے آؤں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو جو ہمارے پاس آئے گا ہم اسکے لئے استغفار کریں گے اور جو اپنے دین (نفاق) پر اڑا رہے گا اللہ ہی اس کے ساتھ اولیٰ ہے۔تم کسی کی پردہ دری نہ کرو۔(تاریخ ابن عساکر، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ |
| اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| اور کچھ دوسرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا، انہوں نے کچھ عمل نیک اور کچھ دوسرے برے ملا دیئے، |
| قریب ہے کہ اللہ ان پر پھر مہربان ہو جائے۔یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## حضرت ابولبابہ کی توبہ کے منفرد انداز کا بیان

"وَ" قَوْم "اٰخَرُوْنَ" مُبْتَدَأ "اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ" مِنَ التَّخَلُّف نَعْته وَالْخَبَر "خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا" وَهُوَ جِهَادهمْ قَبْل ذٰلِكَ اَوْ اعْتِرَافهمْ بِذُنُوْبِهِمْ اَوْ غَيْر ذٰلِكَ "وَ اٰخَر سَيِّئًا" وَهُوَ تَخَلُّفهمْ "عَسَى اللّٰه اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰه غَفُور رَحِيْم" نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ لُبَابَة وَجَمَاعَة اَوْثَقُوْا اَنْفُسَهُمْ فِيْ سَوَارِي الْمَسْجِد لَمَّا بَلَغَهُمْ مَا نَزَلَ فِي الْمُتَخَلِّفِيْنَ وَحَلَفُوْا لَا يُحِلّهُمْ اِلَّا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَحَلَّهُمْ لَمَّا نَزَلَتْ،

یہاں پر آخرون یہ مبتداء ہے اور کچھ دوسرے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار یعنی جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے کا اعتراف کیا، یہ اس کی نعت اور خبر ہے۔ انہوں نے کچھ عمل نیک یعنی جو انہوں نے پہلے کچھ جہاد کیا یا انہوں نے اپنے گناہ وغیرہ کا اعتراف کیا اور کچھ دوسرے برے عمل ملا دیئے ہیں اور وہ جہاد پر نہ جانا ہے۔ قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ کر کے ان پر پھر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

یہ آیت ابولبابہ اور ایک گروہ جنہوں نے خود کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا یہ اس وقت ہوا جب ان کو پتہ چلا کہ یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو انہوں نے قسم کھالی کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہ کھولے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھول دیا تب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

## سورہ برأت آیت ۱۰۲ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور پھر اپنے کیے پر شرمندہ ہوئے اور کہا کہ ہم اپنی بیویوں کے ساتھ حفاظت اور آسودگی میں تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی جہاد میں تھے اللہ کی قسم ہم اپنے آپ کو ستونوں کے ساتھ باندھ لیں گے اور اس وقت تک نہیں کھولیں گے جب تک کہ نبی کریم خود نہ کھول دیں اور ہمیں بری نہ کر دیں چنانچہ انہوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان کے پاس سے گزرے اور انہیں دیکھا آپ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ سے جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ خود کو اس وقت نہ کھولیں گے جب تک کہ آپ ان سے راضی نہ ہو جائیں اور انہیں خود نہ کھول دیں اور ہمیں بری نہ فرما دیں چنانچہ انہوں نے خود کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو ان کے پاس سے گزرے اور انہیں دیکھا آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپ سے جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے اور انہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا کہ خود کو اس وقت تک نہ کھولیں گے جب تک کہ آپ ان سے راضی نہ ہو جائیں اور انہیں خود نہ کھول دیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ انہیں اس وقت تک نہ کھولوں گا اور نہ انہیں بری کروں گا جب تک مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دے دیا جائے ان لوگوں نے مجھ سے بے رغبتی کی اور مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں جانے سے پیچھے رہ گئے تو اللہ نے یہ آیت نازل ہوئی۔

جب یہ آیت اتری تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں کھول دیا اور انہیں بری کر دیا جب آپ نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہمارے اموال ہیں جن کی وجہ سے ہم آپ سے پیچھے رہ گئے آپ انہیں ہماری طرف سے صدقہ فرما دیں اور ہمیں کر دیں اور ہمارے لیے مغفرت طلب کریں آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہارے اموال میں سے کچھ لینے کا حکم نہیں ہوا اس پر اللہ یہ آیت نازل فرمائی۔ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ،

ان کے مال میں سے زکوۃ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ دس افراد تھے۔ (طبری 11۔10، قرطبی 8۔242)

| |
|---|
| خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ |
| اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم ان کو پاک اور صاف کردو اور ان کے حق میں |
| دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے، اور اللہ سنتا جانتا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی دعا کے وسیلہ سے توبہ قبول ہونے کا بیان

"خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا" مِنْ ذُنُوبِهِمْ فَاَخَذَ ثُلُثَ اَمْوَالِهِمْ وَتَصَدَّقَ بِهَا "وَصَلِّ عَلَيْهِمْ" اَيْ اُدْعُ لَهُمْ "اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَهُمْ" رَحْمَةٌ وَقِيلَ طُمَاْنِيْنَةٌ بِقَبُولِ تَوْبَتِهِمْ، وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ،

اے محبوب! ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم ان کو گناہوں سے پاک اور صاف کردو پس آپ ﷺ نے ان سے تہائی مال لیا اور اس کو صدقہ کردیا اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین یعنی رحمت اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اطمینان ہے، کیونکہ اسی طرح ان کی توبہ قبول ہوجائے گی اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

## صدقہ کرنے والے کے لئے دعا کرنے کا بیان

آیت میں جو صدقہ وارد ہوا ہے اس کے معنی میں مفسّرین کے کئی قول ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ صدقہ غیر واجبہ تھا جو بطورِ کفارہ کے ان صاحبوں نے دیا تھا جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ اس صدقہ سے مراد وہ زکوٰۃ ہے جو ان کے ذمہ واجب تھی، وہ تائب ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ ادا کرنی چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لینے کا حکم دیا۔امام ابوبکر رازی جصاص نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد ہے۔ (خازن واحکام القرآن)

سنّت یہ ہے کہ صدقہ لینے والا صدقہ دینے والے کے لئے دعا کرے اور بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث ہے کہ جب کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صدقہ لاتا آپ اس کے حق میں دعا کرتے، میرے باپ نے صدقہ حاضر کیا تو حضور نے دعا فرمائی "اللهم صلی علی ابی اوفی ۔ (مدارک، سورہ برائت، بیروت)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ فاتحہ میں جو صدقہ لینے والے صدقہ پا کر دعا کرتے ہیں، یہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

## توبہ کی قبولیت کی خوشی میں سارا مال خرچ کردینے کا بیان

اس آیت میں آیا ہے کہ جن حضرات کا اوپر ذکر ہوا کہ بلا عذر غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، پھر نادم ہو کر اپنے آپ کو مسجد

کے ستونوں سے باندھ لیا پھر آیت مذکورہ سابقہ میں ان کی توبہ کی قبولیت نازل ہوئی اور قید سے کھولے گئے تو ان حضرات نے بطور شکرانہ اپنا سارا مال صدقہ کرنے کے لئے پیش کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے، اس پر یہ آیت مذکورہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ نازل ہوئی، اور آپ نے پورے مال کے بجائے ایک تہائی مال کا صدقہ کرنا قبول فرمالیا کیونکہ آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ پورا مال نہ لیا جائے بلکہ اس کا کوئی حصہ لیا جائے، حرف من اس پر شاہد ہے۔

تفسیر قرطبی، احکام القرآن، بصاص، مظہری وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے، اور قرطبی اور جصاص نے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ اگر اس آیت میں شانِ نزول وہی خاص واقعہ قرار دیا جائے جس کا ذکر اوپر آیا ہے تو پھر بھی اصول قرآنی کی رو سے یہ حکم عام ہی رہے گا، اور قیامت تک کے مسلمانوں پر حاوی ہوگا، کیونکہ قرآن کریم کے بیشتر احکام خاص خاص واقعات میں نازل ہوئے، مگر ان کا دائرہ عمل کسی کے نزدیک اس خاص واقعہ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ جب تک کوئی دلیل تخصیص کی نہ ہو یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے عام اور شامل ہی قرار دیا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۝ |
| کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنی دست قدرت میں لیتا ہے اور |
| یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ |

## توبہ کرنے اور صدقہ کرنے کا بیان

"اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ" يَقْبَل وَالاِسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ وَالْقَصْد بِهٖ هُوَ تَهْيِيجهمْ اِلَى التَّوْبَة وَالصَّدَقَة "الصَّدَقَات وَاَنَّ اللّٰه هُوَ التَّوَّاب" عَلٰى عِبَاده بِقَبُوْلِ تَوْبَتهمْ "الرَّحِيْم" بِهِمْ،

کیا انہیں خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور صدقے خود اپنی دست قدرت میں لیتا ہے، یہ استفہام تقریری ہے جس کا مقصد ان کو توبہ اور صدقہ کی رغبت دلانا ہے۔ اور یہ کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرکے ان کے ساتھ رحم کرنے والا ہے۔

اس میں توبہ کرنے والوں کو بشارت دی گئی کہ ان کی توبہ اور ان کے صدقات مقبول ہیں۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ جن لوگوں نے اب تک توبہ نہیں کی اس آیت میں انہیں توبہ اور صدقہ کی ترغیب دی گئی۔

توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لیے ان کی زکوٰۃ لینی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعاء و استغفار کو بھی بے سود بتلایا۔ بلکہ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کردی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے ان کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں دعا کریں۔

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

اور فرما دیجئے، تم عمل کرو، عنقریب تمہارے عمل کو اللہ دیکھ لے گا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہلِ ایمان بھی، اور تم عنقریب ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، سو وہ تمہیں ان اعمال سے خبردار فرما دے گا جو تم کرتے رہتے تھے۔

## اعمال پر اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی شہادت کا بیان

"وَقُلْ" لَهُمْ اَوْ لِلنَّاسِ "اعْمَلُوا" مَا شِئْتُمْ "فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُه وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ" بِالْبَعْثِ "اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" اَىْ اللّٰه "فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یا لوگوں سے فرما دیجئے، تم عمل کرو، سو عنقریب تمہارے عمل کو اللہ بھی دیکھ لے گا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور اہلِ ایمان بھی دیکھ لیں گے، اور تم عنقریب بعثت کے ذریعے ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے، سو وہ تمہیں ان اعمال سے خبردار فرما دے گا جو تم کرتے رہتے تھے۔ پس وہ اس پر تمہیں جزاء دے گا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب تجھے کسی شخص کے نیک اعمال بہت اچھے لگیں تو تو کہہ دے کہ اچھا ہے عمل کئے چلے جاؤ اللہ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے اعمال عنقریب دیکھ لیں گے۔ (صحیح بخاری)

## فوت شدہ عزیز واقارب پر زندہ لوگوں کے اعمال کو پیش کیے جانے کا بیان

مسند احمد میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم میں سے کوئی کسی ٹھوس پتھر میں گھس کر جس کا نہ دروازہ ہو، نہ اس میں کوئی سوراخ ہو، کوئی عمل کرے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دے گا خواہ کیسا ہی عمل ہو۔" ابوداؤد طیالسی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ "زندوں کے اعمال ان کے قبیلوں اور برادریوں پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اچھے ہوتے ہیں تو وہ لوگ اپنی قبروں میں خوش ہوتے ہیں اور اگر وہ برے ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یا اللہ انہیں توفیق دے کہ یہ تیرے فرمان پر عامل بن جائیں"۔ مسند احمد میں بھی یہی فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "تمہارے اعمال تمہارے خویش واقارب مردوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ نیک ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اس کے سوا ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یا اللہ انہیں موت نہ آئے جب تک کہ تو انہیں ہدایت عطا نہ فرما جیسے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی۔ (مسند احمد بن حنبل)

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور کچھ دوسرے ہیں جو اللہ کے حکم کے لیے مؤخر رکھے گئے ہیں، یا تو وہ انہیں عذاب دے اور یا پھر ان پر مہربان ہو جائے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

## مرارہ بن ربیع وغیرہ کی توبہ قبولیت کا بیان

"وَ اٰخَرُوْنَ" مِنَ الْمُتَخَلِّفِیْنَ "مُرْجَوْنَ" بِالْهَمْزِ وَتَرْكِه: مُؤَخَّرُوْنَ عَنِ التَّوْبَةِ "لِاَمْرِ اللّٰهِ" فِیْهِمْ بِمَا يَشَاءُ "اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ" بِاَنْ يُمِيْتَهُمْ بِلا تَوْبَةٍ "وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهِ "حَكِيْمٌ" فِیْ صُنْعِه بِهِمْ وَهُمُ الثَّلَاثَةُ الْاٰتُوْنَ بَعْدُ: مَرَارَةُ بْنُ الرَّبِيْعِ وَكَعْبُ بْنُ مَالِكٍ وَهِلَالُ بْنُ اُمَيَّةَ تَخَلَّفُوْا كَسَلًا وَّمَيْلًا اِلَى الدَّعَةِ لَا نِفَاقًا وَّلَمْ يَعْتَذِرُوْا اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَغَيْرِهِمْ فَوَقَفَ اَمْرُهُمْ خَمْسِيْنَ لَيْلَةً وَهَجَرَهُمُ النَّاسُ حَتّٰى نَزَلَتْ تَوْبَتُهُمْ بَعْدُ،

اور کچھ دوسرے ہیں، یہاں پر "مُرْجَـوْنَ" ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے۔ جواللہ کے حکم کے لیے توبہ کو مؤخر رکھے گئے ہیں، یا تو وہ انہیں توبہ نہ کرنے کی وجہ سے عذاب دے گا اور یا پھران کوتوبہ کی توفیق دے کران پر مہربان ہوجائے۔ اوراللہ اپنی مخلوق کو جاننے والا، ان کو بنانے میں کمال حکمت والا ہے۔

اوروہ تین حضرات یہ ہیں مرارہ بن ربیع، کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ یہ تینوں حضرات سستی کے سبب جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے جبکہ ان میں منافقت نہیں تھی اورانہوں نے دوسرے لوگوں کی طرح نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں کوئی عذر بھی پیش نہیں کیا تو ان کا معاملہ پچاس راتوں تک موقوف رہا اورلوگوں نے بائیکاٹ کرلیا حتیٰ کہ یہ آیت مبارکہ ان کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں نازل ہوئی۔

## سورہ برأت آیت ۱۰۶ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع جو بنوعمرو بن عوف میں سے ایک ہیں اور ہلال بن امیہ جن کا تعلق بنوواقف سے ہے کے بارے میں نازل ہوئی جوغزوہ تبوک میں جانے سے پیچھے رہ گئے یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں بھی تذکرہ ہے۔(وعلى الثلاثة الذين خلفوا (سورہ توبہ 118) اوران تین پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا۔

(طبری 11-7-قرطبی 8-252)

بعض حضرات مؤمنین جو بلا عذر کے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے ان میں سے سات نے تو اپنی ندامت وافسوس کا پورا اظہار اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ کر کردیا تھا ان کا حکم پہلی آیت میں آچکا، وَاٰخَـرُوْنَ اعْتَـرَفُوْا اس آیت سے باقی وہ تین حضرات مراد ہیں جنہوں نے یہ عمل مسجد میں قید ہونے کا نہیں کیا تھا، اوراس طرح کھلے طور پر اعتراف نہیں کیا، ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دے دیا کہ مسلمان ان کا مقاطعہ کریں، ان سے سلام کلام بند کردیں، یہ معاملہ ہونے کے بعد ان کی حالت درست ہوگئی، اوراخلاص کے ساتھ اعتراف جرم کرکے تائب ہوگئے، تو ان کے لئے بھی معافی کے احکام دے دیے گئے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا ۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ |
| وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ |
| اور جنہوں نے ایک مسجد تیار کی ہے نقصان پہنچانے اور کفر اور اہلِ ایمان کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے اور اس شخص کی گھات کی |
| جگہ بنانے کی غرض سے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے ہی سے جنگ کر رہا ہے، اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ |
| ہم نے سوائے بھلائی کے اور کوئی ارادہ نہیں کیا، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ |

## منافقین کا مسجد ضرار بنا کر اہل ایمان کو نقصان پہنچانے کی سازش کا بیان

"وَ" مِنْهُمْ "الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا" وَهُمْ اثْنَا عَشَرَ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ "ضِرَارًا" مُضَارَّةً لِأَهْلِ مَسْجِد قُبَاءَ "وَكُفْرًا" لِأَنَّهُمْ بَنَوْهُ بِأَمْرِ أَبِي عَامِرِ الرَّاهِبِ لِيَكُوْنَ مَعْقِلًا لَهُ يَقْدَمُ فِيْهِ مَنْ يَأْتِي مِنْ عِنْده وَكَانَ ذَهَبَ لِيَأْتِيَ بِجُنُوْدٍ مِنْ قَيْصَر لِقِتَالِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَتَفْرِيْقًا بَيْن الْمُؤْمِنِيْنَ" الَّذِيْنَ يُصَلُّوْنَ بِقُبَاءَ بِصَلَاةِ بَعْضهمْ فِيْ مَسْجِدهمْ "وَإِرْصَادًا" تَرَقُّبًا "لِمَنْ حَارَبَ اللّٰه وَرَسُوْله مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل بِنَائِهِ وَهُوَ أَبُو عَامِر الْمَذْكُور "وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ" مَا "أَرَدْنَا" بِبِنَائِهِ "إِلَّا" الْفِعْلَة "الْحُسْنَى" مِنْ الرِّفْق بِالْمِسْكِيْنِ فِي الْمَطَر وَالْحَرّ وَالتَّوْسِعَة عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ "وَاللّٰهُ يَشْهَد إِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ" فِيْ ذٰلِكَ وَكَانُوْا سَأَلُوا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُصَلِّيَ فِيْهِ فَنَزَلَ،

اور جنہوں نے ایک مسجد تیار کی ہے اور وہ بارہ منافق تھے۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے یعنی مسجد قباء والوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اور کفر کو تقویت دینے کے لئے کیونکہ انہوں نے یہ مسجد ابو عامر راہب کے حکم سے بنائی تھی۔ تا کہ جو ان کی جانب آئے یہ اس کے لئے ٹھہرنے کی جگہ بن جائے۔ اور وہ شخص قیصر روم سے لشکر لینے کے لئے چلا گیا تھا تا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو قتل (نعوذ باللہ) کرادے اور اہلِ ایمان یعنی قباء والوں کے درمیان تفرقہ پیدا کرنے یعنی جو قباء میں نمازیں پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض ان کی مسجد میں آئیں گے اور اس شخص کی گھات کی جگہ بنانے کی غرض سے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی سے جنگ کر رہا ہے، اور وہ ذکر دہ شخص ابو عامر ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے اس مسجد کے بنانے سے سوائے بھلائی کے اور کوئی ارادہ نہیں کیا، یعنی اس لئے بنائی تا کہ مسکینوں کے لئے بارش، گرمی اور مسلمانوں کے لئے وسعت کی سہولت بن جائے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً اس بات میں جھوٹے ہیں۔ اور جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ﷺ وہاں نماز پڑھائیں تو یہ آیت نازل ہوئی

## سورہ برأت آیت ۱۰۷ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ بنو عمرو بن عوف نے مسجد قبا تیار کی اور رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ان کے ہاں اس مسجد

میں تشریف لائیں چنانچہ آپ تشریف لائے اور اس مسجد میں نماز پڑھائی تو بنو عمرو بن عوف میں سے ان کے بھائیوں منافقین کو ان سے حسد ہوا اور انہوں نے کہا ہم بھی ایک مسجد بناتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی طرف پیغام بھیجتے ہیں تاکہ آپ تشریف لا کر اس میں بھی نماز ادا فرمائیں جیسا کہ ہمارے بھائیوں کی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے اور اس مسجد میں ابو عامر راہب بھی جب شام سے آئے گا نماز پڑھے گا ابو عامر زمانہ جاہلیت میں راہب تھا اور نصرانی ہوگیا تھا اور جب نبی مدینہ تشریف لائے تو اس نے دین حنیف قبول کرنے سے انکار کر دیا اور آپ سے عداوت رکھتا تھا اور نبی نے اس کا نام ابو عامر فاسق رکھا تھا۔ یہ شام کی طرف چلا گیا اور منافقین کو یہ پیغام بھیجا کہ تم قوت اور اسلحہ جتنا ہو سکے تیار رکھو اور میرے لیے ایک مسجد تعمیر کرو میں قیصر روم کی طرف جا رہا ہوں روم کا لشکر لے کر آؤں گا اور محمد اور اس کے ساتھیوں کو (معاذ اللہ) نکال باہر کروں گا چنانچہ ان منافقین نے اس کے لیے مسجد قبا کے پہلو میں ایک مسجد تعمیر کی اس مسجد کی تعمیر کرنے والے بارہ افراد تھے حزام بن خالد جس کے گھر کو مسجد کی طرف نکالا گیا، ثعلبہ بن حاطب معتب بن قشیر، ابو حبیبہ بن ارعد، عباد بن حنیف، حارثہ، جاریہ، اس کے دو بیٹے مجمع اور زید، نبتل بن حارث، لحاد بن عثمان، اور ودیعہ بن ثابت۔ جب یہ لوگ تعمیر سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم نے بیمار، حاجت مند کے لیے برساتی اور سرد رات کے لیے مسجد تعمیر کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری خاطر اس میں نماز ادا کریں تو آپ نے اپنی قمیص طلب کی تاکہ آپ وہ پہن کر ان کے ساتھ تشریف لے جائیں لیکن آپ پر اس بارے میں قرآن پاک نازل ہوا اور اللہ نے مسجد ضرار کی آپ کو خبر دے دی اور جو انہوں نے ارادہ کیا تھا اس کے بارے میں بھی بتلا دیا رسول اللہ ﷺ نے مالک بن دخشم، معن بن عدی، عامر بن یشکر اور وحشی (قاتل حمزہ) رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلایا اور ان سے فرمایا کہ اس مسجد کی طرف جس کے بنانے والے ظالم ہیں جاؤ اور اسے منہدم کر دو اور جلا دو چنانچہ یہ حضرات نکلے اور مالک اپنے ساتھ کھجور کی ایک شاخ لے کر نکلے جسے انہوں نے آگ سے روشن کر لیا پھر یہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے جبکہ اس کے بنانے والے اس مسجد میں موجود تھے اور مسجد کو جلا کر منہدم کر دیا اور اس کے بنانے والے اس سے بھاگ کر نکل گئے نبی کریم ﷺ نے اس جگہ پر کوڑا دان بنانے کا حکم دیا کہ اس میں مردار، بدبودار، اشیاء، کوڑا کرکٹ وغیرہ پھینکا جائے اور ابو عامر شام میں اکیلا جلا وطنی کی حالت میں مرا۔ (نیسابوری 219، سیوطی 150، طبری 11۔ 18، قرطبی 8۔ 253)

## مسجد ضرار کے مذموم مقاصد کا بیان

علامہ جار اللہ زمخشری لکھتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص ابو عامر نامی زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا، اور ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا یہ وہی شخص ہے جن کے لڑکے حنظلہ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں جن کی لاش کو فرشتوں نے غسل دیا اس لئے غسیل ملائکہ کے نام سے معروف ہوئے، مگر باپ اپنی گمراہی اور نصرانیت پر قائم رہا۔ جب رسول اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو ابو عامر راہب حاضر خدمت ہوا اور اسلام پر اعتراضات کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب پر بھی اس بدنصیب کا اطمینان نہ ہوا، بلکہ یہ کہا کہ آپ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو وہ مردود اور احباب و اقارب سے دور ہو کر مسافرت میں مرے، اور کہا کہ آپ کے مقابلہ میں جو بھی دشمن آئے گا میں اس کی مدد کروں گا چنانچہ غزوہ حنین تک تمام غزوات میں مسلمانوں کے دشمنوں کے

ساتھ قتال میں شرکت کی، جب ہوازن کا بڑا اور قوی قبیلہ بھی شکست کھا گیا تو یہ مایوس ہو کر ملک شام بھاگ گیا، کیونکہ یہی ملک نصرانیوں کا مرکز تھا وہیں جا کر اپنے احباب واقارب سے دور مر گیا، جو دعا کی تھی وہ اس کے سامنے آ گئی، جب کسی شخص کی رسوائی مقدر ہوتی ہے تو وہ ایسے ہی کام کیا کرتا ہے، خود ہی اپنی دعا سے ذلیل وخوار ہوا۔

مگر جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں لگا رہا چنانچہ قیصر ملک روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کر دے، اور مسلمانوں کو یہاں سے نکال دے۔

اسی سازش کا ایک معاملہ یہ پیش آیا کہ اس نے منافقین مدینہ کو جن کے ساتھ اس کا ساز باز تھا خط لکھا کہ میں اس کی کوشش کر رہا ہوں کہ قیصر مدینہ پر چڑھائی کرے، مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے، اس کی صورت یہ ہے کہ تم مدینہ ہی میں ایک مکان بناؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تا کہ مسلمانوں کو شبہ ہو پھر اس مکان میں تم اپنے لوگوں کو جمع کرو، اور جس قدر اسلحہ اور سامان جمع کر سکتے ہو وہ بھی کرو یہاں مسلمانوں کے خلاف آپس کے مشورہ سے معاملات طے کیا کرو۔

اس کے مشورہ پر بارہ منافقین نے مدینہ طیبہ کے محلہ قبا میں جہاں اول ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور ایک مسجد بنائی تھی وہیں ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی ان منافقین کے نام بھی ابن اسحاق وغیرہ نے نقل کئے ہیں، پھر مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکے میں رکھنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نماز اس جگہ پڑھوا دیں تا کہ سب مسلمان مطمئن ہو جائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایک مسجد یہاں بن چکی ہے۔

ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قباء کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے، ضعیف بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہنچنا مشکل ہے اور خود مسجد قباء اتنی وسیع بھی نہیں کہ پوری بستی کے لوگ اس میں سما سکیں، اس لئے ہم نے ایک دوسری مسجد اس کام کے لئے بنائی ہے تا کہ ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہونچے، آپ اس مسجد میں ایک نماز پڑھ لیں تا کہ برکت ہو جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری میں مشغول تھے، آپ نے یہ وعدہ کر لیا کہ اس وقت تو ہمیں سفر در پیش ہے واپسی کے بعد ہم اس میں نماز پڑھ لیں گے۔

لیکن غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت جبکہ آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر فروکش ہوئے تو آیات مذکورہ آپ پر نازل ہوئیں جن میں ان منافقین کی سازش کھول دی گئی تھی، آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند اصحاب جس میں عامر بن سکن اور روحشی قاتل حمزہ وغیرہ شریک تھے، ان کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مسجد کو ڈھا دو اور اس میں آگ لگا دو، یہ سب حضرات اسی وقت گئے اور حکم کی تعمیل کر کے اس کی عمارت کو ڈھا کر زمین برابر کر دی، یہ تمام واقعہ تفسیر قرطبی اور مظہری کی بیان کی ہوئی روایات سے اخذ کیا گیا ہے۔

تفسیر مظہری میں محمد بن یوسف صالحی کے حوالہ سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء سے مدینہ منورہ

میں پہنچ گئے تو مسجد ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی، آپ نے عاصم ابن عدی کو اس کی اجازت دی کہ وہ اس جگہ میں اپنا گھر بنالیں، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوچکی ہیں میں تو اس منحوس جگہ میں گھر بنانا پسند نہیں کرتا، البتہ ثابت بن اقرم ضرورت مند ہیں ان کے پاس کوئی گھر نہیں ان کو اجازت دیدیجئے کہ وہ یہاں مکان بنالیں، ان کے مشورہ کے مطابق آپ نے یہ جگہ ثابت بن اقرم کو دے دی مگر ہوا یہ کہ جب سے ثابت اس مکان میں مقیم ہوئے ان کے کوئی بچہ نہیں ہوا یا زندہ نہیں رہا۔

اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے بچے دینے کے قابل نہ رہی کوئی کبوتر اور جانور بھی اس میں پھلا پھولا نہیں، چنانچہ اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک مسجد قبا کے کچھ فاصلہ پر ویران پڑی ہے۔

اس آیت میں مسجد مذکور کے بنانے کی تین غرضیں ذکر کی گئی ہیں، اول ضِرَارًا، یعنی مسلمانوں کو نقصان پہونچانے کے لئے، لفظ ضرر اور ضرار دونوں عربی زبان میں نقصان پہنچانے کے معنی میں مستعمل ہوتے ہیں، بعض حضرات نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ ضرر تو اس نقصان کو کہا جاتا ہے جس میں اس کے کرنے والے کا اپنا تو فائدہ ہو دوسروں کو نقصان پہونچے، اور ضرار دوسروں کو وہ نقصان پہونچانا ہے جس میں اس پہنچانے والے کا اپنا کوئی فائدہ بھی نہیں، چونکہ اس مسجد کا انجام یہی ہونے والا تھا کہ بنانے والوں کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہونچے، اس لئے یہاں لفظ ضرار استعمال کیا گیا۔

دوسری غرض اس مسجد کی تَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ بتلائی گئی ہے، یعنی ان کا مقصد اس مسجد کے بنانے سے یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہوجاویں، ایک ٹکڑا اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا الگ ہوجائے، اور یہ کہ قدیم مسجد قباء کے نمازی گھٹ جائیں اور کچھ لوگ یہاں نماز پڑھا کریں۔

تیسری غرض اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ بتلائی گئی، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس مسجد سے یہ کام بھی لینا تھا کہ یہاں اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہ یہاں مسلمانوں کے خلاف سازش کیا کریں۔ (تفسیر کشاف، سورہ برأت، بیروت)

## غزوہ تبوک کے نتائج کا بیان

ان منافقوں کی توقعات کے علی الرغم اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہوا یہ کہ جب آپ تبوک پہنچے تو ملک غسان کو مقابلہ پر آنے کی ہمت ہی نہ پڑی اور اس کی وجہ دو تھیں۔ ایک یہ کہ ملک غسان کچھ عرصہ پہلے جنگ مؤتہ میں مسلمانوں کی جرأت ایمانی ملاحظہ کرچکا تھا کہ کس طرح اس کا ایک لاکھ کا لشکر ۳ ہزار مجاہدین پر بھی غالب نہ آسکا اور سیدنا خالد بن ولید نے کس بے دردی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تھا اور اس غزوہ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد تیس ہزار تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسے قیصر روم سے مزید کمک کی توقع تھی۔ لیکن قیصر روم نے جب ابوسفیان سے بھرے دربار میں پیغمبر اسلام کے حالات سنے تو آپ کی صداقت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسلام لانے کو تیار تھا مگر اپنے وزیروں مشیروں کے تیور دیکھ کر اس نے اسلام کا اعلان کرنے کی جرأت نہ کی اندریں صورت حال قیصر روم نے ملک غسان کو کمک بھیجنے سے انکار کردیا۔ اس طرح ملک غسان کے لشکر کے حوصلے پست ہوگئے اور مسلمانوں سے مقابلہ پر آنے

کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ نے بیس دن تبوک میں رہ کر اس کا انتظار کیا۔ اس قیام سے ایک تو دشمن پر اپنی دھاک بٹھانا مقصود تھا۔ دوسرے بہت سے عربی قبائل جو پہلے قیصر روم کے باجگزار تھے اس سے کٹ کر اسلامی ریاست کے تابع ہو گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنی بہت سی نعمتوں سے نوازا۔

## مسجد ضرار کو آگ لگا دینے کا بیان

تبوک کے واپسی کے سفر میں جب آپ مدینہ کے قریب ذی اوان کے قریب پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد ضرار کی تعمیر کی غرض وغایت اور منافقوں کی ناپاک سازشوں سے مطلع کر دیا اور حکم دیا کہ آپ کو ہرگز اس مسجد میں افتتاح کے لیے نماز نہ پڑھانا چاہیے۔ چنانچہ آپ نے وہیں سے دو صحابہ مالک بن خشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ فوراً جا کر اس مسجد کو آگ لگا دیں۔ انہوں نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی اور آپ کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی اس مسجد کو پیوند خاک کر دیا گیا۔ اس آیت میں من حارب اللہ و رسولہ سے وہی مرکزی کردار ابو عامر فاسق مراد ہے۔

| |
|---|
| لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ |
| فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ○ |
| آپ اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ وہ مسجد، جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، حق دار ہے کہ آپ اس میں |
| قیام فرما ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔ |

## منافقین کی مساجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا بیان

"لَا تَقُمْ" تُصَلِّ "فِيْهِ اَبَدًا" فَاَرْسَلَ جَمَاعَةً هَدَمُوْهُ وَحَرَّقُوْهُ وَجَعَلُوْا مَكَانَهُ كُنَاسَةً تُلْقَى فِيْهَا الْجِيَفُ "لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ" بُنِيَتْ قَوَاعِدُهُ "عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ" وُضِعَ يَوْمَ حَلَلْتَ بِدَارِ الْهِجْرَةِ وَهُوَ مَسْجِدُ قُبَاءَ كَمَا فِي الْبُخَارِيِّ "اَحَقُّ" مِنْهُ "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "تَقُوْمَ" تُصَلِّيَ "فِيْهِ فِيْهِ رِجَالٌ" هُمُ الْاَنْصَارُ "يُحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ" اَيْ يُثِيْبُهُمْ فِيْهِ اِدْغَامُ التَّاءِ فِي الْاَصْلِ فِي الطَّاءِ رَوَى ابْنُ خُزَيْمَةَ فِيْ صَحِيْحِهِ عَنْ عُوَيْمِرِ بْنِ سَاعِدَةَ: "اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُمْ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءَ فَقَالَ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَدْ اَحْسَنَ عَلَيْكُمُ الثَّنَاءَ فِي الطُّهُوْرِ فِيْ قِصَّةِ مَسْجِدِكُمْ فَمَا هٰذَا الطُّهُوْرُ الَّذِيْ تَطَّهَّرُوْنَ بِهِ؟ قَالُوْا: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَعْلَمُ شَيْئًا اِلَّا اَنَّهُ كَانَ لَنَا جِيْرَانٌ مِنَ الْيَهُوْدِ وَكَانُوْا يَغْسِلُوْنَ اَدْبَارَهُمْ مِنَ الْغَائِطِ فَغَسَلْنَا كَمَا غَسَلُوْا" وَفِيْ حَدِيْثٍ رَوَاهُ الْبَزَّارُ فَقَالُوْا نَتْبَعُ الْحِجَارَةَ بِالْمَاءِ "فَقَالَ هُوَ ذَاكَ فَعَلَيْكُمُوْهُ"

آپ اس میں کبھی بھی کھڑے نہ ہوں۔ یعنی نماز نہ پڑھیں تو آپ ﷺ نے ایک جماعت کو بھیجا جنہوں نے اس کو گرا دیا اور

اس کو جلادیا اور اس جگہ کو کوڑے کی جگہ بنادیا تاکہ لوگ وہاں مردار ونجاست وغیرہ پھینکیں۔البتہ وہ مسجد، جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، یعنی دن جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی اور وہ مسجد قباء ہے۔جس طرح صحیح بخاری میں ہے۔ان کے لئے زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس میں قیام فرما ہوں۔یعنی نماز پڑھیں کیونکہ اس میں ایسے لوگ ہیں جو انصار ہیں وہ پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ طہارت شعار لوگوں سے محبت فرماتا ہے۔یعنی ان کو ثابت قدم رکھتا ہے۔یہاں پر مطھرین میں اصل میں تاء کا طاء میں ادغام ہے۔

امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ عویمر بن خزیمہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مسجد قباء میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ نے تمہاری پاکیزگی کی تعریف کی ہے۔جو تمہاری مسجد کا قصہ ہے۔تو تم بتاؤ وہ کونسی طہارت ہے جس کو تم نے اختیار کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس صرف یہ طہارت ہے کہ ہمارے ہمسائے یہود تھے جو پانی سے استنجاء کرتے تھے تو ہم نے بھی پانی استنجاء کرنا شروع کر دیا اور امام بزار کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا ہم پہلے پتھر سے استنجاء کرتے ہیں اس کے بعد پانی سے دھو لیتے ہیں تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہی وہ طہارت ہے لہٰذا تم اسی پر عمل پیرا رہو۔

## سورہ برأت آیت ۱۰۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی (فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ) التوبہ:108) (اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو) راوی کہتے ہیں کہ وہ لوگ پانی سے استنجاء کرتے تھے چنانچہ ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور اس باب میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انس رضی اللہ عنہ اور محمد بن عبداللہ بن سلام سے بھی روایت ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1043)

## تقویٰ کی بنیاد والی مسجد کا بیان

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ نے اپنے باپ سے اس مسجد کے بارے میں کیا ذکر سنا ہے جس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی زوجہ مطہرہ کے گھر میں گیا اور میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ان دو مسجدوں میں سے کونسی وہ مسجد ہے کہ جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے؟

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر اسے زمین پر مارا پھر فرمایا کہ تمہاری وہ مسجد یہ مسجد مدینہ ہے کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے آپ کے باپ سے اسی طرح ذکر کرتے ہوئے سنا

ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 894)

| |
|---|
| اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰی شَفَا |
| جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۰ |
| بھلا وہ شخص جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور رضا و خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے یا وہ شخص |
| جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے۔ سو وہ اس معمار کے ساتھ ہی آتشِ |
| دوزخ میں گر پڑی، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے مسجد بنانے کا بیان

"اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانه عَلٰی تَقْوٰی " مَخَافَة "مِنَ اللّٰهِ وَ" رَجَاء "رِضْوَان" مِنْهُ "خَیْر اَمْ مَنْ اَسَّسَ بُنْیَانه عَلٰی شَفَا" طَرَف "جُرُف" بِضَمِّ الرَّاء وَسُكُوْنهَا جَانِب "هَار" مُشْرِف عَلَی السُّقُوط "فَانْهَارَ بِهِ" سَقَطَ مَعَ بَانِیه "فِیْ نَار جَهَنَّم" خَیْر تَمْثِیل لِلْبِنَاءِ عَلٰی ضِدّ التَّقْوٰی بِمَا یُؤَوَّل اِلَیْهِ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِیْرِ اَیْ الْاَوَّل خَیْر وَهُوَ مِثَال مَسْجِد قُبَاءَ وَالثَّانِیْ مِثَال مَسْجِد الضِّرَار، وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ،

بھلا وہ شخص جس نے اپنی عمارت یعنی مسجد کی بنیاد اللہ سے ڈرنے یعنی تقویٰ اور اس کی رضا و خوشنودی کی امید پر رکھی، یہ اس سے بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے۔ یہاں پر لفظ جرف یہ راء کے ضمہ اور اس کے سکون کے ساتھ آیا ہے۔ سو وہ عمارت اس معمار کے ساتھ ہی آتشِ دوزخ میں گر پڑی، یہ تقویٰ اختیار کرنے والی کی ضد ہے اور یہ استفہام تقریری ہے جس کی تاویل یہ ہے کہ پہلا شخص جو تقویٰ کی بنیاد پر مسجد قباء بنانے والا ہے وہ بہتر ہے اور دوسرا آدمی جو مسجد ضرار بنانے والا ہے وہ بد بخت ہے۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## مسجد قباء کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد قبا کی زیارت کے لئے سواری پر اور پیدل چل کر بھی تشریف لے جاتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 896)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد قبا کبھی سواری پر اور کبھی پیدل چل کر بھی تشریف لے جاتے تھے اور اس میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے ابو بکر نے اپنی روایت میں کہا کہ ابن نمیر کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد قبا میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 897)

## مسجد ضرار کی جگہ کا کوڑا کرکٹ میں تبدیل ہو جانے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد ضرار سے دھواں نکلتے دیکھا۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اس مسجد کو توڑا اور اس کی بنیادیں اکھیڑ پھینکیں انہوں نے اس کے نیچے سے دھواں اٹھتا پایا۔ خلف بن یامین کہتے ہیں میں نے منافقوں کی اس مسجد ضرار کو جس کا ذکر ان آیتوں میں دیکھا ہے کہ اس کے ایک پتھر سے دھواں نکل رہا تھا اب وہ کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔

ان کے ایک بدکرتوت کی وجہ سے ان کے دل میں نفاق جگہ پکڑ گیا ہے جو کبھی بھی ٹلنے والا نہیں یہ شک شبہ میں ہی رہیں گے جیسے کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا پوجا تھا ان کے دلوں میں بھی اس کی محبت گھر کر گئی تھی۔ ہاں جب ان کے دل پاش پاش ہو جائیں یعنی وہ خود مر جائیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے خبردار ہے۔ اور خیر وشر کا بدلہ دینے میں باحکمت ہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| ان کی عمارت جسے انہوں نے بنا رکھا ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی سوائے اس کے کہ ان کے دل پارہ پارہ |
| ہو جائیں، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## دلوں میں بیماری رکھ کر مسجد بنانے والوں کا بیان

"لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً" شَكًّا "فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ" تَنْفَصِل "قُلُوْبِهِمْ" بِاَنْ يَمُوْتُوْا "وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهٖ "حَكِيْمٌ" فِيْ صُنْعِهٖ بِهِمْ،

ان کی عمارت جسے انہوں نے بنا رکھا ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں شک اور نفاق کے باعث کھٹکتی رہے گی سوائے اس کے کہ ان کے دل مسلسل خراش کی وجہ سے پارہ پارہ ہو جائیں، اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، ان کو بنانے میں بڑی حکمت والا ہے۔

خواہ قتل ہو کر یا مر کر یا قبر میں یا جہنم میں۔ معنی یہ ہیں کہ ان کے دلوں کا غم وغصہ تا مرگ باقی رہے گا۔ بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں۔

جب تک ان کے دل اپنے قصور کی ندامت اور افسوس سے پارہ پارہ نہ ہوں اور وہ اخلاص سے تائب نہ ہوں اس وقت تک وہ اسی رنج وغم میں رہیں گے۔ (مدارک تنزیل، سورۃ برأت، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ |
| فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ |

مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ توریت اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون تو خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

## اہل ایمان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے میں خرید لینے کا بیان

"إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ" بِاَنْ يَّبْذُلُوْهَا فِىْ طَاعَته كَالْجِهَادِ "بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ" جُمْلَة اسْتِئْنَاف بَيَان لِلشِّرَاءِ وَفِىْ قِرَاءَة بِتَقْدِيْمِ الْمَبْنِىّ لِلْمَفْعُوْلِ اَىْ فَيُقْتَل بَعْضهمْ وَيُقَاتِل الْبَاقِى "وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا" مَصْدَرَانِ مَنْصُوْبَانِ بِفِعْلِهِمَا الْمَحْذُوْف "فِى التَّوْرَاة وَالْاِنْجِيل وَالْقُرْاٰن وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ" اَىْ لَا اَحَد اَوْفٰى مِنْهُ "فَاسْتَبْشِرُوْا" فِيْهِ الْتِفَات عَنِ الْغَيْبَة "بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ" الْبَيْع "هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ" الْمُنِيل غَايَة الْمَطْلُوْب،

بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں یعنی جنہوں نے اطاعت میں مشقت اٹھائی جیسے جہاد ہے اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے اللہ کی راہ میں لڑیں تو ماریں اور مریں، یہ جملہ مستانفہ ہے اور خریداری کے لئے بیان ہے۔ اور ایک قرأت میں مبنی الی المفعول کے سبب مقدم ہے۔ یعنی ان کے بعض شہید کیے جاتے ہیں اور بقیہ جہاد کرتے رہتے ہیں۔ اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ یہاں پر حقا اور وعدا یہ دونوں مصادر ہیں اور اپنے فعل محذوف کے سبب منصوب ہیں۔ توریت اور انجیل اور قرآن میں وعدہ برحق ہے اور اللہ سے زیادہ قول کا پورا کون یعنی اللہ سے زیادہ کوئی وعدے کو پورا کرنے والا نہیں ہے۔ تو خوشیاں مناؤ یہاں بھی غیبت سے خطاب ہے۔ یعنی اپنی اس خریداری کی جو خریداری تم نے اس سے کیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ یعنی مقصد کی انتہاء درجے والی کامیابی کا بیان ہے۔

## سورہ برأت آیت ۱۱۱ کے شان نزول کا بیان

محمد بن کعب قرظی کہتے ہیں کہ جب انصار نے رسول اللہ ﷺ نے دست مبارک پر لیلہ عقبہ میں مکہ میں بیعت کی جبکہ یہ ستر افراد تھے تو عبداللہ بن رواحہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنے رب کے لیے اور اپنی ذات کے لیے (ہم پر) جو چاہیں بطور شرط لازم ٹھہرالیں آپ نے فرمایا میں اپنے رب کیلیے تم پر یہ لازم ٹھہراتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ گے اور اپنی ذات کے لیے یہ لازم ٹھہراتا ہوں کہ تم میری اسی حفاظت کرو گے جیسا کہ اپنی جانوں کی کرتے ہو انہوں نے عرض کیا اگر ہم ایسا کرلیں تو ہمارے لیے کیا صلہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا جنت۔ انہوں نے کہا یہ تو بہت نفع مند سودا ہے ہم نہ تو خود ختم

کریں گے اور نہ ہی اس کے ختم کرنے کا مطالبہ کریں گے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبری 11۔27)

حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ سنو! یہ کیسی نفع کی تجارت ہے جو اللہ نے ہر مؤمن کے لئے کھول دی ہے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمھیں مال بخشا ہے تم اس میں سے تھوڑا خرچ کر کے جنت خرید لو۔ (تفسیر مظہری، سورہ برائت، لاہور)

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایثار کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن ابن سمرۃ کہتے ہیں کہ اس وقت جب کہ جیش عسرۃ یعنی لشکر تبوک کا سامان جہاد تیار اور فراہم کیا جا رہا تھا حضرت عثمان ایک ہزار دینار اپنے کرتہ کی آستین میں بھر کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بکھیر دیا، میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں الٹ پلٹ کر دیکھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ آج کے اس مالی ایثار کے بعد عثمان سے اگر کوئی گناہ بھی سرزد ہو جائے تو ان کا کچھ نہیں بگڑے گا، یہ الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ ارشاد فرمائے۔ "(احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 681)

| |
|---|
| اَلتَّـآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ |
| وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| (وہ مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی |
| کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو خوش خبری دے دیں۔ |

## توبہ، عبادت اور حمد وغیرہ کرنے والے لوگوں کی شان کا بیان

"التَّائِبُوْنَ" رُفِعَ عَلَى الْمَدْحِ بِتَقْدِيرِ مُبْتَدَأٍ مِنَ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ "الْعَابِدُوْنَ" الْمُخْلِصُوْنَ الْعِبَادَةَ لِلّٰهِ "الْحَامِدُوْنَ" لَهُ عَلٰى كُلِّ حَال "السَّائِحُوْنَ" الصَّائِمُوْنَ "الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ" اَيِ الْمُصَلُّوْنَ "الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ" لِاَحْكَامِهِ بِالْعَمَلِ بِهَا "وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ" بِالْجَنَّةِ،

تائبون یہاں مرفوع بہ مدح ہے لہٰذا مبتداء ہے۔ یعنی شرک و منافقت سے توبہ کرنے والے، اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنے والے، ہر حالت میں اسی کی حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، یعنی نماز پڑھنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے منع کرنے والے اور اللہ کے احکام پر عمل پیرا ہو کر اس کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور ان مومنوں کو جنت کی خوش خبری دے دیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

التائبون ۔ العابدون ۔ الحامدون ۔ السائحون ۔ الراکعون ۔ الساجدون ۔ الامرون بالمعروف

والناھون عن المنکر ۔ والحافظون لحدود اللہ۔ اب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مومنین کی صفت ہیں۔

التائبون سے لے کر الناھون تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرف عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن والناھون سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

(1) ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

(2) الناھون کا الامرون پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں۔

(3) علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرف عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ الناھون چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے واو کا اضافہ کر دیا۔

السائحون کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفرزدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوت دین۔ اصلاح خلق۔ طلب علم صالح۔ مشاہدہ آثار الٰہی۔ تلاش رزق حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے۔ ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے السائحون سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔

سائحون کا معنی اور اس سے مراد؟: یعنی اس سے مراد روزے دار ہیں اور یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ کا ہے۔ اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ روزہ دار بھی اسی طرح طعام و شراب وغیرہ سے رکتا اور مشقت اٹھاتا ہے جس طرح کہ سیاح اور مسافر۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک ارشاد میں وارد ہے کہ میری امت کی سیر و سیاحت روزہ ہے "سیاحۃ امتی الصوم" جب کہ بعض حضرات نے اس سے مجاہد مراد لیے ہیں اور بعض نے طلبہ علم (الجامع ،الکبیر)

## اہل ایمان کے بعض معروف اوصاف کا بیان

جن مومنوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی پاک اور بہترین صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ تمام گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں، برائیوں کو چھوڑتے جاتے ہیں، اپنے رب کی عبادت پر جمے رہتے ہیں، ہر قسم کی عبادتوں میں خاص طور پر قابل ذکر چیز اللہ کی حمد و ثنا ہے اس لئے وہ اس کی حمد بکثرت ادا کرتے ہیں اور فعلی عبادتوں میں خصوصیت کے ساتھ افضل عبادت روزہ ہے اس لیے وہ اسے بھی اچھائی سے رکھتے ہیں۔ کھانے پینے کو، جماع کو ترک کر دیتے ہیں۔ یہی مراد لفظ سائحون سے یہاں ہے۔ یہی وصف آنحضرت ( صلی اللہ علیہ وسلم ) کی بیویوں کا قرآن نے بیان فرمایا ہے اور یہی لفظ سائحات وہاں بھی ہے۔ رکوع سجود کرتے رہتے ہیں۔ یعنی نماز کے پابند ہیں۔ اللہ کی ان عبادتوں کے ساتھ ہی ساتھ مخلوق کے نفع سے بھی غافل نہیں۔ اللہ کی اطاعت کا ہر ایک کو حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے رہتے ہیں۔ خود علم حاصل کر کے بھلائی برائی میں تمیز کر کے اللہ کے احکام کے حفاظت کر کے پھر اوروں کو بھی اس کی رغبت دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی حفاظت دونوں زیر نظر رکھتے ہیں۔ یہی باتیں ایمان کی ہیں اور یہی اوصاف مومنوں کے ہیں۔ انہیں خوشخبریاں ہوں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیاحت سے مراد روزہ لیتے ہیں۔ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی بلکہ آپ سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں یہ لفظ آیا ہے وہاں یہی مطلب ہے۔ ضحاک بھی یہی

کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ اس امت کی سیاحت روزہ ہے۔ مجاہد، سعید، عطاء، عبدالرحمٰن، ضحاک سفیان وغیرہ کہتے ہیں کہ مراد سائحون سے صائمون ہے۔ یعنی جو روزے رمضان کے رکھیں۔

| |
|---|
| مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى |
| مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝ |
| نبی مکرم ﷺ اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ |

## حالت شرک میں فوت ہونے والوں کے لئے عدم استغفار کا بیان

وَنَزَلَ فِيْ اسْتِغْفَارِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهٖ اَبِيْ طَالِب اسْتِغْفَار بَعْض الصَّحَابَة لِاَبَوَيْهِ الْمُشْرِكَيْنِ "مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى" ذَوِيْ قُرْبٰى "مِنْ بَعْد مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحَاب الْجَحِيْم" النَّار بِاَنْ مَّاتُوْا عَلَى الْكُفْر،

جب نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے لئے استغفار کیا اور بعض صحابہ کرام نے اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کیا تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ نبی مکرم ﷺ اور ایمان والوں کو لائق نہیں کہ مشرکوں کی بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر واضح ہو چکا ہے کہ وہ دوزخی ہیں۔ کیونکہ ان کی موت کفر پر ہوئی ہے۔

## سورہ برأت آیت ۱۱۳ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرتے ہوئے سنا تو کہا کہ تم اپنے والدین کے لئے استغفار کر رہے ہو اور وہ مشرک تھے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک والد کے لئے استغفار نہیں کیا۔ جب میں نے قصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا پیغمبر اور مسلمانوں کو یہ بات مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ التوبہ 113) اور اس باب میں حضرت سعید بن مسیب بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1044)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ |
| عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۗ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۝ |
| اور ابراہیم کا اپنے باپ (یعنی چچا آزر، جس نے آپ کو پالا تھا) کے لئے دعائے مغفرت کرنا صرف اس وعدہ کی غرض سے |
| تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے، پھر جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بے زار ہو گئے۔ |
| بیشک ابراہیم بڑے دردمند نہایت بردبار تھے۔ |

## حالت کفر میں موت کے سبب عدم استغفار کا بیان

"وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرَاهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا اِيَّاهُ" بِقَوْلِهِ "سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ" رَجَاء اَنْ يُسْلِم "فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ اَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ" بِمَوْتِهِ عَلَى الْكُفْر "تَبَرَّاَ مِنْهُ" وَتَرَكَ الِاسْتِغْفَار لَهُ "اِنَّ اِبْرَاهِيْم لَاَوَّاه" كَثِيْر التَّضَرُّع وَالدُّعَاء "حَلِيْم" صَبُور عَلَى الْاَذَى،

اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ (یعنی چچا آزر، جس نے آپ کو پالا تھا) کے لئے دعائے مغفرت کرنا صرف اس وعدہ کی غرض سے تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے، کہ میں تمہارے لئے اپنے رب سے استغفار کروں گا۔ پھر جب ان پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے یعنی ان کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ تو وہ اس سے بے زار ہو گئے یعنی انہوں نے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے دردمند خشوع وخضوع سے دعا کرنے والے نہایت بردبار تھے۔ یعنی تکالیف پر صبر کرنے والے تھے۔

## سورہ برأت آیت ۱۱۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ اِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيًّا، مریم: 47) تو میں نے سنا کہ ایک شخص اپنے والدین کے لئے دعائے مغفرت کر رہا ہے باوجودیکہ وہ دونوں مشرک تھے تو میں نے کہا تو مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے، اس نے کہا کیا ابراہیم علیہ السلام نے آزر کے لئے دعا نہ کی تھی وہ بھی تو مشرک تھا۔ یہ واقعہ میں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استغفار بہ امیدِ اسلام تھا جس کا آزر آپ سے وعدہ کر چکا تھا اور آپ آزر سے استغفار کا وعدہ کر چکے تھے جب وہ امید منقطع ہو گئی تو آپ نے اس سے اپنا علاقہ قطع کر دیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ برأت، لاہور)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے |
| وہ چیزیں واضح فرما دے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے، بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## اسلام کے سبب گمراہی سے بچ جانے کا بیان

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدَاهُمْ" لِلْاِسْلَامِ "حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ" مِنَ الْعَمَل فَلَا يَتَّقُوْهُ فَيَسْتَحِقُّوا الْاِضْلَال "اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْء عَلِيْم" وَمِنْهُ مُسْتَحِقّ الْاِضْلَال وَالْهِدَايَة،

اور اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی قوم کو گمراہ کر دے اس کے بعد کہ اس نے انہیں ہدایت یعنی اسلام سے نواز دیا ہو، یہاں تک کہ وہ ان کے لئے وہ چیزیں یعنی عمل واضح فرما دے جن سے انہیں پرہیز کرنا چاہئے، ورنہ وہ گمراہی کا حقدار بن جائے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اسی میں سے مستحق گمراہی وہدایت کا علم ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا کہ مومنوں کو مشرک مردوں کے استغفار سے روکے بغیر ہی ان کے اس استغفار کی وجہ سے انہیں اپنے نزدیک گمراہ بنا دے۔ حالانکہ اس سے پیشتر وہ انہیں ایمان کی راہ پر ڈال چکا ہے۔ پس پہلے اپنی کتاب کے ذریعے انہیں اس سے روک رہا ہے۔ اب جو مان گیا اور اللہ کی ممانعت کے کام سے رک گیا اس پر اس سے پہلے کئے ہوئے کام کی وجہ سے گمراہی لازم نہیں ہو جاتی۔ اس لیے کہ طاعت و معصیت حکم و ممانعت کے بعد ہوتی ہے۔ اس سے پہلے مطیع اور عاصی ظاہر نہیں ہوتا۔ پہلے ہی ان چیزوں کو وہ ظاہر فرما دیتا ہے جس سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ پورا باخبر اور سب سے بڑھ کر علم والا ہے۔ پھر مومنین کو مشرکین سے اور ان کے ذی اختیار بادشاہوں سے جہاد کی رغبت دلاتا ہے۔ اور انہیں اپنی مدد پر بھروسہ کرنے کو فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کا ملک میں ہی ہوں۔ تم میرے دشمنوں سے مرعوب مت ہونا۔ کون ہے جو ان کا حمایتی بن سکے؟ اور کون ہے جو ان کی مدد پر میرے مقابلے میں آ سکتا ہے؟ (تفسیر ابن جریر طبری، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ |
| بیشک اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہی ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور تمہارے لئے اللہ کے سوا |
| نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ہے۔ |

## زمین و آسمانوں کی بادشاہت اللہ کے لئے ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيت وَمَا لَكُمْ" اَيُّهَا النَّاس "مِنْ دُوْنِ اللّٰه" اَیْ غَیْرِہٖ "مِنْ وَلِیّ" یَحْفَظُکُمْ مِنْهُ "وَلَا نَصِير" يَمْنَعُکُمْ عَنْ ضَرَرِہٖ،

بیشک اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہی ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور اے لوگو! تمہارے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار ہے جو تمہیں اس کے ضرر سے بچا سکے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ اپنے اصحاب کے مجمع میں بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کیا جو میں سنتا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت ہمارے کان میں کوئی آواز نہیں آ رہی۔ آپ نے فرمایا میں آسمانوں کا چرچرانا سن رہا ہوں در حقیقت میں ان کا چرچرانا ٹھیک بھی ہے۔ ان میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں اور قیام میں نہ ہو۔ کعب احبار فرماتے ہیں ساری زمین میں سوئی کے ناکے برابر کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ مقرر نہ ہو جو یہاں کا علم اللہ کی طرف نہ پہنچاتا ہو۔ آسمان کے فرشتوں کی گنتی زمین کے سنگریزوں سے بڑی ہے۔ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کے ٹخنے اور پنڈلی کے درمیان کا فاصلہ ایک سو سال کا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ |
| مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ |

| |
|---|
| یقیناً اللہ نے نبی مکرم ﷺ پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل گھڑی میں آپ |
| (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کی اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر |
| لطف ورحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ |

## غزوہ تبوک میں مہاجرین وانصار کو اللہ کی طرف سے ثابت قدمی ملنے کا بیان

"لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ" اَیْ اَدَامَ تَوْبَتَه "عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ" اَیْ وَقْتِهَا وَهِيَ حَالُهُمْ فِيْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ كَانَ الرَّجُلَانِ يَقْتَسِمَانِ تَمْرَةً وَالْعَشَرَةُ يَعْتَقِبُوْنَ الْبَعِيرَ الْوَاحِدَ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ حَتّٰى شَرِبُوا الْفَرْثَ "مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تَمِيْلُ "قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِنْهُمْ" عَنْ اِتِّبَاعِهِ اِلَى التَّخَلُّفِ لِمَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الشِّدَّةِ "ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ" بِالثَّبَاتِ "اِنَّهُ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"

یقیناً اللہ نے نبی مکرم ﷺ پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر کہ ان کو توبہ کو دوام عطا کیا۔ جنہوں نے غزوہ تبوک کی مشکل گھڑی میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کی کہ غزوہ تبوک میں دو، دو افراد ایک کھجور کو تقسیم کر لیتے اور دس دس افراد ایک اونٹ پر باری باری سواری کرتے اور اس وقت سخت گرمی تھی۔ کہ اوجھ سے بھی پانی پینا پڑا، اس صورتِ حال کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، یہاں پر یزیغ یہ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے یعنی مائل ہونا ہے۔ پھر وہ ان پر لطف ورحمت سے متوجہ ہوا، یعنی جنہوں سختی کے سبب تخلف اختیار کر لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے ثابت قدمی عطا فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔

## غزوہ تبوک میں اہل ایمان کے حالات وواقعات کا بیان

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک سے قبل ہونے والی تمام جنگوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا سوائے غزوہ بدر کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر میں شریک نہ ہونے والوں سے ناراض نہیں ہوئے تھے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ایک قافلے کے ارادے سے تشریف لے گئے تھے کہ قریش اپنے قافلے کی فریاد پر ان کی مدد کے لئے آ گئے۔ چنانچہ دونوں لشکر بغیر کسی ارادے کے مقابلے پر آ گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پھر فرمایا میری جان کی قسم صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری لڑائی ہے آپ نے لوگوں میں کوچ کا اعلان کرایا اور پھر راوی طویل حدیث نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں (غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد میری توبہ قبول ہونے کے بعد) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے، مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاندی کی طرح چمک رہا تھا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک اسی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن مالک تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ آج کا دن تمہاری زندگی کے تمام دنوں میں سب سے بہتر ہے جب سے تمہیں تمہاری ماں نے پیدا کیا ہے۔ میں نے عرض کیا اللہ کی طرف سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اللہ کی طرف سے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں (لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ التوبہ:117) (اللہ نے نبی کے حال پر رحمت سے توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں نبی کا ساتھ دیا۔ بعد اس کے کہ ان میں بعض کے دل پھر جانے کے قریب تھے۔ پھر اپنی رحمت سے ان پر توجہ فرمائی۔ بے شک وہ ان پر شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ التوبہ، آیت) کعب کہتے ہیں کہ یہ بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ التوبہ:119) (اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ ہمیشہ سچوں کے۔ التوبہ، آیت) پھر کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ میں سے یہ بھی ہے کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا اور میں اپنا پورا مال اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی راہ میں صدقے کے طور پر دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا میں اپنے لئے غزوہ خیبر میں سے ملنے والا حصہ رکھ لیتا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بعد مجھ پر میرے نزدیک اس سے بڑا کوئی انعام کیا کہ میں نے اور میرے دونوں ساتھیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا اور جھوٹ بول کر ان لوگوں کی طرح ہلاک نہیں ہو گئے۔ مجھے امید ہے کہ سچ بولنے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے بڑھ کر کسی کی آزمائش نہیں کی۔ میں نے اس کے بعد کبھی جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ مجھے اس سے محفوظ فرمائے گا۔ یہ حدیث اس سند کے علاوہ اور سند بھی زہری سے منقول ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک بھی اس حدیث کو اپنے والد سے اور وہ کعب سے نقل کرتے ہیں اور اس کی سند میں اور بھی نام ہیں۔ یونس بن زید یہ حدیث زہری سے وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کعب بن مالک سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1045)

## دعائے نبوی ﷺ سے بارش برسنے کا بیان

غزوہ تبوک میں جس کو غزوہ عسرت بھی کہتے ہیں، اس غزوہ میں عسرت کا یہ حال تھا کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا، نوبت یہ نوبت اسی پر سوار ہو لیتے تھے اور کھانے کی قلت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی بسر کرتے تھے اس طرح کہ ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی چوس کر ایک گھونٹ پانی پی لیا، پانی کی بھی نہایت قلت تھی، گرمی شدت کی تھی، پیاس کا غلبہ اور پانی ناپید۔ اس حال میں صحابہ اپنے صدق و یقین اور ایمان و اخلاص کے ساتھ حضور کی جاں نثاری میں ثابت قدم رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے! فرمایا کیا تمہیں یہ خواہش ہے عرض کیا جی ہاں تو حضور نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور ابھی دست مبارک اٹھے ہی ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابر بھیجا، بارش ہوئی، لشکر سیراب ہوا، لشکر

والوں نے اپنے برتن بھر لئے اس کے بعد جب آگے چلے تو زمین خشک تھی، ابر نے لشکر کے باہر بارش ہی نہیں کی وہ خاص اسی لشکر کو سیراب کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ (تفسیر خازن، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۠ |
| اوران تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہوکران پر تنگ ہوگئی اور ہوا پنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ پناہ صرف اللہ کی طرف سے ہے، پھران کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں، بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ |

## تین اشخاص کی توبہ میں تاخیر ہونے کے سبب ان کی حالت کا بیان

"وَ" تَابَ "عَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا" عَنِ التَّوْبَةِ عَلَيْهِمْ بِقَرِيْنَةِ "حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ" اَيْ مَعَ رَحْبِهَا اَيْ سِعَتِهَا فَلَا يَجِدُوْنَ مَكَانًا يَطْمَئِنُّوْنَ اِلَيْهِ "وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ" قُلُوْبُهُمْ لِلْغَمِّ وَالْوَحْشَةِ بِتَاْخِيْرِ تَوْبَتِهِمْ فَلَا يَسَعُهَا سُرُوْرٌ وَلَا اُنْسٌ "وَظَنُّوْا" اَيْقَنُوْا "اَنْ" مُخَفَّفَةٌ "لَا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ" وَفَّقَهُمْ لِلتَّوْبَةِ،

اوران تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یعنی جن کی توبہ مؤخر ہوئی کیونکہ اس پر قرینہ ''حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِم'' یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہوکران پر تنگ ہوگئی یعنی زمین کے اس قدر وسیع ہوجانے کے باوجودان کے لئے کوئی جگہ اطمینان والی نہ تھی۔ اور ہوا پنی جان سے تنگ آئے یعنی توبہ کی تاخیر کے سبب ان کے دلوں میں غم اور وحشت بھر گئی لہذا خوشی اور محبت کی طاقت ختم ہوگئی اور انہیں یقین ہوا یہاں پر لفظ اَن مخففہ ہے کہ پناہ صرف اللہ کی طرف سے ہے، پھران کی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں، یعنی اسی نے ان کو توبہ کی توفیق عطا فرمائی بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

## سورہ برأت آیت ۱۱۸ کے مضمون نزول کا بیان

عبداللہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور یہ عبداللہ وہی ہیں کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ نابینا ہوگئے تو یہ انہیں سہارا دے کر چلتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ آیت، وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا (التوبہ:118) کے بارے میں بیان کرتے تھے اور سب سے آخر میں یہ بات فرماتے تھے کہ میں نے اپنی توبہ کے قبول ہونے کی خوشی میں اپنا تمام مال اللہ کے راستے میں خرچ کردینا چاہا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب مال صدقہ نہ کرو اور کچھ اپنے لئے رکھ لو اور وہ تمہارے لئے مفید ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1860)

## تین بزرگوں کی توبہ کی بعض تفصیلات کا بیان

امام تفسیر ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ ان میں سے پہلے (یعنی مزارہ) کے تخلف کا تو سبب یہ ہوا کہ ان کا ایک باغ تھا

جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا، تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے سے غزوات میں حصہ لیا ہے، اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا جرم ہے، اس کے بعد جب انھیں اپنے گناہ پر تنبہ ہوا تو انہوں نے اللہ سے عہد کرلیا کہ یہ باغ میں نے اللہ کی راہ میں صدقہ کردیا۔

اور دوسرے بزرگ حضرت ہلال بن امیہ کا یہ واقعہ ہوا کہ ان کے اہل وعیال عرصہ سے متفرق تھے، اس موقع پر سب جمع ہوگئے تو یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں اپنے اہل وعیال میں بسر کروں، ان کو بھی جب اپنے گناہ کا خیال آیا تو انہوں نے یہ عہد کیا کہ اب میں اپنے اہل وعیال سے علحدگی اختیار کرلوں گا۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے ایسے دو بزرگوں کا ذکر کیا جو غزوہ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں، تو میں نے کہا کہ بس میرے لئے انہی دونوں بزرگوں کا عمل قابل تقلید ہے، یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہم تینوں کے ساتھ سلام کلام کرنے سے منع فرمایا، اس وقت ہم تو سب مسلمانوں سے بدستور محبت کرتے تھے مگر ان سب کا رخ ہم سے پھر گیا تھا۔

ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ اب ہمارا حال یہ ہوگیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا نہ سلام کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔

مسند عبد الرزاق میں ہے کہ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی ایسا معلوم ہونے لگا کہ نہ وہ لوگ ہیں جو پہلے تھے نہ ہمارے باغ اور مکان ہیں جو ان سے پہلے تھے، سب اجنبی نظر آنے لگے، مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اس حال میں مرگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے، یا خدانخواستہ اس عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا، اس کی وجہ سے میرے لئے ساری زمین بیگانہ وویرانہ نظر آنے لگی، اسی حال میں ہم پر پچاس راتیں گذر گئیں، اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی (مرارہ اور ہلال) تو شکستہ دل ہوکر گھر میں بیٹھ رہے اور رات دن روتے تھے، لیکن میں جوان آدمی تھا، باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں پھرتا تھا مگر نہ کوئی مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا جواب دیتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو جواب سلام کے لئے حرکت ہوئی یا نہیں، پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہوجاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو رخ پھیر لیتے ہیں۔

جب لوگوں کی یہ بیوفائی دراز ہوئی تو ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی قتادہ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے میں ان کے باغ میں دیوار پھاند کر داخل ہوا اور ان کو سلام کیا، خدا کی قسم! انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے پوچھا کہ اے قتادہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں، اس پر بھی قتادہ نے سکوت کیا، کوئی

جواب نہیں دیا، جب میں نے بار بار یہ سوال دہرایا تو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے صرف اتنا کہا کہ اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول، میں رو پڑا اور اسی طرح دیوار پھاند کر باغ سے باہر آ گیا، اسی زمانہ میں ایک روز میں مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ اچانک ملک شام کا ایک نبطی شخص جو غلہ فروخت کرنے کے لئے شام سے مدینہ میں آیا تھا اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا، وہ آدمی میرے پاس آ گیا اور مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا جو ایک ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔ امابعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ سے بیوفائی کی اور آپ کو دور کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلت اور ہلاکت کی جگہ میں نہیں رکھا ہے، تم اگر ہمارے یہاں آنا پسند کرو تو آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ اور ایک میرا امتحان اور آزمائش آئی کہ اہل کفر کو مجھ سے اس کی طمع اور توقع ہوگئی (کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں) میں یہ خط لے کر آگے بڑھا ایک دکان پر تنور لگا ہوا تھا اس میں جھونک دیا۔

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گذر چکی تھیں تو اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت میرے پاس آ رہے ہیں، آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علحدگی اختیار کر لو میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دیدوں یا کیا کروں؟ انہوں نے بتلایا کہ نہیں عملا اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا میں نے بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکہ میں چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرما دیں۔

ہلال بن امیہ کی اہلیہ خولہ بنت عاصم یہ حکم سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ ہلال بن امیہ ایک بوڑھے ضعیف آدمی ہیں اور کوئی ان کا خادم نہیں، ابن ابی شیبہ کی روایت یہ بھی ہے کہ وہ ضعیف البصر بھی ہیں کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں، فرمایا کہ خدمت کی ان میں کوئی حرکت ہی نہیں، اور واللہ ان پر تو مسلسل گریہ طاری ہے رات دن روتے رہتے ہیں۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں مجھے بھی میرے بعض متعلقین نے مشورہ دیا کہ تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیوی کو ساتھ رکھنے کی اجازت لے لو جیسا کہ آپ نے ہلال کو اجازت دے دی ہے میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا، معلوم نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں اس کے علاوہ میں جوان آدمی ہوں (بیوی کو ساتھ رکھنا احتیاط کے خلاف ہے، چنانچہ اسی حال پر میں نے دس راتیں اور گذاریں یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہوگئیں، مسند عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ اس وقت ہماری توبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک تہائی رات گزرنے کے وقت نازل ہوئی، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ جو اس وقت حاضر تھیں انہوں نے عرض کیا کہ اجازت ہو تو کعب بن مالک کو اسی وقت اس کی خبر کر دی جائے آپ نے فرمایا کہ ایسا ہوا تو ابھی لوگوں کا ہجوم ہو جائے گا رات کی نیند مشکل ہو جائیگی۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ پچاسویں رات کے بعد صبح کی نماز پڑھ کر میں اپنے گھر کی چھت پر بیٹھا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی تھی، اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلانے والے آدمی کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو۔

محمد بن عمرو کی روایت میں ہے کہ یہ بلند آواز سے کہنے والے ابوبکر تھے جنہوں نے جبل سلع پر چڑھ کر یہ آواز دی کہ اللہ نے کعب کی توبہ قبول فرمائی بشارت ہو، اور عقبہ کی روایت میں یہ ہے کہ یہ خوشخبری حضرت کعب کو سنانے کے لئے دو آدمی دوڑے ان میں سے ایک آگے بڑھ گیا تو جو پیچھے رہ گیا تھا اس نے یہ کیا کہ سلع پہاڑ پر چڑھ کر آواز دے دیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ دوڑنے والے دو بزرگ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما تھے۔

کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ یہ آواز سن کر میں سجدے میں گر گیا اور انتہائی فرحت سے رونے لگا، اور مجھے معلوم ہو گیا کہ اب کشادگی آگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد صحابہ کرام کو ہماری توبہ قبول ہونے کی خبر دی تھی، اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے، بعض لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہنچ گئی۔

کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لئے آرہے تھے، کعب فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، آپ کے گرد صحابہ کرام کا مجمع ہے مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبول توبہ پر مبارکباد دی طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اے کعب بشارت ہو تمہیں ایسے مبارک دن کی جو تمہاری عمر میں پیدائش سے لے کر آج تک سب سے زیادہ بہتر دن ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرمادیا۔

جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دوں، آپ نے فرمایا نہیں کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو یہ بہتر ہے، میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کر دوں آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا، میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا، پھر فرمایا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سچ بولنے کا عہد کیا تھا الحمد للہ آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری زبان پر نہیں آیا، اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے، کعب فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولا

جھوٹ سے پرہیز کیا کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانیوالے ہلاک ہوئے جن کے بارے میں قرآن میں یہ نازل ہوا: (آیت) سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ سے لے کر فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ تک بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے مقاطعہ کا پچاس دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ تبوک میں پچاس دن ہی صرف ہوئے تھے۔ (تفسیر مظہری، سورہ برأت، لاہور)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ |

## تقویٰ اختیار کرنے اور سچائی کو لازم کر لینے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ" بِتَرْكِ مَعَاصِيْهِ "وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" فِي الْاِيْمَانِ وَالْعُهُوْدِ بِاَنْ تَلْزَمُوا الصِّدْقَ،

اے ایمان والو! گناہوں کو چھوڑ کر اللہ سے ڈرو اور ایمان و عہد میں سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ یعنی سچائی کو لازم پکڑ لو۔

عبداللہ بن کعب بن مالک اور یہ عبداللہ وہی ہیں جو کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے نابینا ہو چکنے پر ان کو اپنے ساتھ لے کر چلتے تھے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ گواہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے کسی پر سچ بولنے کے صلہ میں اتنا بڑا انعام نہ کیا ہو جتنا مجھ پر عنایت فرمایا ہے جب سے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے کا ٹھیک ٹھاک سبب بیان کر دیا ہے تب سے لے کر آج تک جھوٹ بولنے کا قصد بھی نہیں کیا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی کہ،

(لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الخ .) 9 . التوبہ : 117) (وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ) تک۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1862)

| |
|---|
| مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا |
| يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ |
| فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ |
| لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝ |
| اہلِ مدینہ اور ان کے گرد و نواح کے دیہاتی لوگوں کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے (الگ ہو کر) پیچھے رہ جائیں |
| اور نہ یہ کہ ان کی جانِ (مبارک) سے زیادہ اپنی جانوں سے رغبت رکھیں، یہ (حکم) اس لئے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو |

| |
|---|
| پیاس (بھی) لگتی ہے اور جو مشقت (بھی) پہنچتی ہے اور جو بھوک (بھی) لگتی ہے اور جو کسی ایسی جگہ پر چلتے ہیں جہاں کا |
| چلنا کافروں کو غضبناک کرتا ہے اور دشمن سے جو کچھ بھی پاتے ہیں مگر یہ کہ ہر ایک بات کے بدلہ میں ان کے لئے ایک نیک |
| عمل لکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ |

## اپنی جانوں سے بڑھ رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کرنے کا بیان

"مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ " اِذَا غَزَا "وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِه " بِاَنْ يَصُوْنُوْهَا عَمَّا رَضِيَهُ لِنَفْسِهِ مِنَ الشَّدَائِد وَهُوَ نَهْي بِلَفْظِ الْخَبَر "ذٰلِكَ" اَيْ النَّهْيُ عَنِ التَّخَلُّف " "بِاَنَّهُمْ" بِسَبَبِ اَنَّهُمْ "لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ" عَطَش "وَلَا نَصَب " تَعَب "وَلَا مَخْمَصَة" جُوع "فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا " مَصْدَر بِمَعْنٰى وَطْئًا "يَغِيْظ" يُغْضِب "الْكُفَّار وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوّ" "لِلّٰهِ "نَيْلًا" قَتْلًا اَوْ اَسْرًا اَوْ نَهْبًا" "اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَل صَالِح " لِيُجَازَوْا عَلَيْهِ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ" اَيْ اَجْرهم بَلْ يُثِيْبُهُمْ،

اہلِ مدینہ اور ان کے گرد و نواح کے دیہاتی لوگوں کے لئے مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہ (ﷺ) سے الگ ہو کر پیچھے رہ جائیں جبکہ آپ ﷺ غزوے پر جائیں اور نہ یہ کہ ان کی جانِ مبارک سے زیادہ اپنی جانوں سے رغبت رکھیں، یعنی ان کے لئے یہ مناسب ہی نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی مبارک جان سے زیادہ اپنی جانوں کی حفاظت کریں اور اس سختیوں سے بچائیں جن سختیوں کو نبی کریم ﷺ نے اٹھایا ہوا ہے۔ یہاں پر نہی خبر کی صورت میں ہے یعنی جہاد سے پیچھے بیٹھ جانے کی ممانعت ہے۔ یہ حکم ممانعت اس لئے ہے کہ انہیں اللہ کی راہ میں جو پیاس بھی لگتی ہے اور جو مشقت پہنچتی ہے اور جو اللہ کی راہ میں بھوک لگتی ہے اور جو کسی ایسی جگہ پر چلتے ہیں، وطئا یہ مصدر ہے جہاں ان کا چلنا کافروں کو غضبناک کرتا ہے اور دشمن سے جو بھی قتل و قید اور تکلیف پاتے ہیں مگر یہ کہ ہر ایک بات کے بدلہ میں ان کے لئے ایک نیک عمل لکھا جاتا ہے۔ تا کہ ان کو اجر دیا جائے۔ بیشک اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔ یعنی ان کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کو ثابت رکھتا ہے۔

## حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ کے جذبہ محبت رسول ﷺ کا بیان

ایک صحابی ابو خیثمہ بھی غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ اپنے باغ میں گئے وہاں ٹھنڈا سایہ تھا۔ آپ کی بیوی نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کیا۔ چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور ٹھنڈا میٹھا پانی بھی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر دفعتاً ابو خیثمہ کے دل میں بجلی کی سی ایک لہر دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹوں اور اللہ کا رسول ﷺ ایسی سخت لو اور تپش اور تشنگی کے عالم میں سفر کر رہے ہوں۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی، تلوار حمائل کی، نیزہ سنبھالا اور فوراً چل کھڑے ہوئے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی۔ آخر لشکر کے پاس پہنچ گئے۔ آپ

نے دور سے دیکھا کہ کوئی شتر سوار ہوا کے دوش پر سوار گرد اڑاتا چلا آرہا ہے اور فرمایا اللہ کرے یہ ابوخیثمہ ہو۔ تھوڑی دیر میں دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک کوئی مومن مجھے اپنی جان سے بھی عزیز نہ سمجھے اس وقت تک اس کا ایمان مکمل ہی نہیں ہوتا جیسا کہ درج ذیل حدیث میں آیا ہے۔

عبداللہ بن ہشام فرماتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ تھے اور آپ سیّدنا عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ سیّدنا عمر کہنے لگے: یا رسول اللہ ﷺ آپ میرے نزدیک اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے محبوب ہیں" آپ نے فرمایا" نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ جب تک میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے بھی زیادہ عزیز (محبوب) نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔" سیّدنا عمر نے عرض کیا" اللہ کی قسم! اب آپ میرے نزدیک میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" ہاں اے عمر! (یعنی اب تم صحیح مسلمان ہو)۔ (بخاری۔ کتاب الایمان والنذور)

| |
|---|
| وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَّلَا كَبِيرَةً وَّلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ |
| لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۝ |
| اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اور نہ کوئی بڑا اور نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے لکھ لیا جاتا ہے، |
| تاکہ اللہ انہیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## نیک لوگوں کے لئے اعمال صالحہ کی قبولیت شان کا بیان

"وَلَا يُنفِقُونَ" فِيهِ "نَفَقَةً صَغِيرَةً" وَلَوْ تَمْرَةً "وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا" بِالسَّيْرِ "اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ" بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ "لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" اَیْ جَزَاءَهُمْ،

اور نہ وہ خرچ کرتے ہیں کوئی چھوٹا خرچ اگرچہ کھجور ہو اور نہ کوئی بڑا اور سفر کر کے نہ کوئی وادی طے کرتے ہیں، مگر وہ ان کے لیے نیک عمل لکھ لیا جاتا ہے، تاکہ اللہ انہیں اس عمل کی بہترین جزا دے جو وہ کیا کرتے تھے۔

## اخلاص سے عبادت کرنے والوں کے لئے ثواب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ دولتمند لوگ تو درجات اور نعمتوں میں بڑھ گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر، انہوں نے کہا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم نماز پڑھتے ہیں اور جہاد کرتے ہیں اور اپنا بچا ہوا مال بھی خرچ کرتے ہیں لیکن ہمارے پاس مال نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز بتلا دوں، جس کے ذریعہ تم ان کے برابر ہو جاؤ، جو تم سے پہلے گزرے ہیں اور ان سے بڑھ جاؤ، جو تمہارے بعد آئیں اور کوئی شخص تمہارے برابر نہیں ہوگا، مگر وہ جس اس کو پڑھ لے، ہر نماز کے بعد دس بار سبحان اللہ، دس بار الحمد للہ اور دس بار اللہ اکبر کہو، عبیداللہ بن عمر نے سمی سے اور ابن عجلان نے سمی اور رجاء بن حیوہ سے اس کی متابعت میں روایت کی اور جریر نے عبدالعزیز بن رفیع

سے، انہوں نے ابوصالح سے، انہوں نے ابوالدرداء سے روایت کی اور اس کو سہیل نے اپنے والد سے، انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1279)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا |
| فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○ |
| اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب نکل جائیں، سوان کے ہر گروہ میں سے کچھ لوگ کیوں نہ نکلے، تا کہ وہ دین میں سمجھ |
| حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب ان کی طرف واپس جائیں، تا کہ وہ بچ جائیں۔ |

## جہاد پر جانا اور علم حاصل کرنا دونوں کے فضائل کا بیان

**وَلَـمَّا وُبِّخُوا عَلَى التَّخَلُّف وَاَرْسَلَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرِيَّة نَفَرُوْا جَمِيْعًا فَنَزَلَ "وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا " اِلَى الْغَزْو "كَافَّة فَلَوْلَا " فَهَلَّا "نَفَرَ مِنْ كُلّ فِرْقَةٍ " قَبِيْلَة "مِنْهُمْ طَائِفَة " جَمَاعَة وَمَكَثَ الْبَاقُوْنَ "لِيَتَفَقَّهُوا " اَىْ الْمَاكِثُوْنَ "فِي الدِّيْن وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمهمْ اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ " مِنَ الْغَزْو بِتَعْلِيْمِهِمْ مَا تَعَلَّمُوْهُ مِنَ الْاَحْكَام "لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ " عِقَاب اللّٰه بِامْتِثَالِ اَمْره وَنَهْيه قَالَ ابْن عَبَّاس فَهٰذِهٖ مَخْصُوصَة بِالسَّرَايَا وَالَّتِي قَبْلهَا بِالنَّهْيِ عَنْ تَخَلُّف وَاحِد فِيْمَا اِذَا خَرَجَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،**

جب جہاد سے پیچھے بیٹھ رہنے والوں کی توبیخ کی گئی اور نبی کریم ﷺ نے ایک سریہ کی طرف لوگوں کو بھیجا تو وہ سب کے سب جہاد کے لئے چل پڑے، تو اس موقع پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اور ممکن نہیں کہ مومن سب کے سب غزوہ کے لئے نکل جائیں، سو ان کے ہر گروہ میں سے ایک چھوٹا گروہ کیوں نہ نکلے، اور ان کے سوا بقیہ بیٹھ جائیں تا کہ وہ دین میں فقہ حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں، جب غزوہ سے ان کی طرف واپس جائیں، یعنی جو احکام انہوں نے سیکھے ہیں وہی احکام ان کو بھی سکھائیں۔ تا کہ وہ بچ جائیں۔ یعنی اللہ کے اوامر ونواہی کی اتباع کے ذریعے اس کے عذاب سے ڈرائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ حکم اسی سریہ کے ساتھ خاص ہے، اور جو اس سے پہلے جہاد سے تخلف کے بارے میں آئی ہے وہ اس وقت ہے کہ جب آپ ﷺ جہاد کے لئے خود تشریف لے جائیں۔

## فقہ کا علم حاصل کرنے حکم شرعی کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبائلِ عرب میں سے ہر ہر قبیلہ سے جماعتیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوتیں اور وہ حضور سے دین کے مسائل سیکھتے اور تفقُّہ حاصل کرتے اور اپنے لئے احکام دریافت کرتے اور اپنی قوم کے لئے، حضور انہیں اللہ اور رسول ﷺ کی فرماں برداری کا حکم دیتے اور نماز زکوۃ وغیرہ کی تعلیم کے لئے انہیں ان کی قوم پر

مامور فرماتے، جب وہ لوگ اپنی قوم میں پہنچتے تو اعلان کر دیتے کہ جو اسلام لائے وہ ہم میں سے ہے اور لوگوں کو خدا کا خوف دلاتے اور دین کی مخالفت سے ڈراتے یہاں تک کہ لوگ اپنے والدین کو چھوڑ دیتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں دین کے تمام ضروری علوم تعلیم فرما دیتے۔ (تفسیر خازن، سورہ برأت، بیروت)

## علم اور علمائے دین کی فضیلت کا بیان

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس آدمی کے لئے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے اور میں (علم کو) تقسیم کرنے والا ہوں عطا کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔"

(صحیح البخاری وصحیح مسلم مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 195)

اس حدیث سے علم اور عالم کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کہ جس آدمی کو خداوند تعالیٰ خیر و بھلائی کے راستہ پر لگانا چاہتا ہے اسے علم کی دولت عنایت فرماتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ وہ کسی آدمی کو دینی امور یعنی احکام شریعت اور راہ طریقت وحقیقت کی سمجھ عنایت فرما دے جو ہدایت وراستی اور خیر و بھلائی کی سب سے بڑی شاہراہ ہے۔

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس آدمی کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (یعنی علم دین) سکھاتا ہے جامع ترمذی اور دارمی نے اس روایت کو مکحول سے مرسل طریقہ پر نقل کیا ہے جس میں لفظ رجلان کا ذکر نہیں ہے اور کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت (اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا، اطر 28) اللہ کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پھر پوری حدیث آخر تک اسی طرح بیان کی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 208)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو بہت زیادہ عظمت وفضیلت حاصل ہوتی ہے اور اسے عابد پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عابد اور عالم دونوں میں یہ فرق ظاہر کیا ہے کہ جس طرح میں تم میں سے اس آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں جو تم میں سے سب سے ادنیٰ درجہ کا ہو اسی طرح ایک عالم بھی عابد پر فضیلت رکھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنیٰ آدمی پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اب اس کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک عالم کو عابد پر فضیلت کس مرتبہ اور درجہ کی ہوگی۔ آخر حدیث میں کہا گیا ہے کہ اسی حدیث کو دارمی نے مکحول سے طریق مرسل نقل کیا ہے اور اس میں ...سے الفاظ رجلان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے یعنی ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم بلکہ ان کی روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ؕ |
| وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ۠ |
| اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں، اور جان رکھو کہ |
| اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ |

## قریب کے کفار سے پہلے جہاد کرنے کا بیان

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَكُمْ مِنَ الْكُفَّار" اَیْ الْاَقْرَب فَالْاَقْرَب مِنْهُمْ "وَلْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَة" شِدَّة اَیْ اَغْلِظُوا عَلَیْهِمْ "وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ" بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر،

اے ایمان والو! جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب ہیں یعنی جو کفار جتنے قریب ہیں پہلے ان سے جہاد کرو اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں، اور جان رکھو کہ اللہ کی مدد و نصرت پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

## کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں محل وقوع کی رعایت کا بیان

حافظ عماد الدین لکھتے ہیں کہ جو کفار قریب تھے پہلے تو مسلمانوں کو ان سے نمٹنا چاہیے اسی حکم کے بموجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے جزیرۃ العرب کو صاف کیا، یہاں غلبہ پا کر مکہ، مدینہ، طائف، یمن، یمامہ، ہجر، خیبر، حضرموت وغیرہ کل علاقہ فتح کر کے یہاں کے لوگوں کو اسلامی جھنڈے تلے کھڑا کر کے غزوہ روم کی تیاری کی۔ جو اول تو جزیرہ العرب سے ملحق تھا دوسرے وہاں کے رہنے والے اہل کتاب تھے۔ تبوک تک پہنچ کر حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آگے کا عزم ترک کیا۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔ دسویں سال حجۃ الوداع میں مشغول رہے۔ اور حج کے صرف اکاسی دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو پیارے ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے نائب، دوست اور خلیفہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آئے اس وقت دین اسلام کی بنیادیں متزلزل ہو رہی تھیں کہ آپ نے انہیں مضبوط کر دیا اور مسلمانوں کی ابتری کو برتری سے بدل دیا۔ دین سے بھاگنے والوں کو واپس اسلام میں لے آئے۔ مرتدوں سے دنیا خالی کی۔ ان سرکشوں نے جو زکوٰۃ روک لی تھی ان سے وصول کی جاہلوں پر حق واضح کیا۔ امانت رسول ادا کی۔ اور ان ابتدائی ضروری کاموں سے فارغ ہوتے ہی اسلامی لشکروں کو سرزمین روم کی طرف دوڑا دیا کہ صلیب پرستوں کو ہدایت کریں۔ اور ایسے ہی جرار لشکر فارس کی طرف بھیجے کہ وہاں کے آتش کدے ٹھنڈے کریں۔ پس آپ کی سفارت کی برکت سے رب العالمین نے ہر طرف فتح عطا فرمائی۔ کسریٰ اور قیصر خاک میں مل گئے۔ ان کے پرستار بھی غارت و برباد ہوئے، ان کے خزانے راہ اللہ میں کام آئے۔ اور جو خبر اللہ کے رسول سلام اللہ علیہ دے گئے تھے وہ پوری ہوئی۔ جو کسر رہ گئی تھی آپ کے وصی اور

وہ شہید محراب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ کافروں اور منافقوں کی رگ ہمیشہ کے لیے کچل دی گئی۔ ان کے زور ڈھا دیئے گئے۔ اور مشرق و مغرب تک فاروقی سلطنت پھیل گئی۔ قریب و بعید سے بھرپور خزانے دربار فاروق میں آنے لگے اور شرعی طور پر حکم الٰہی کے ماتحت مسلمانوں میں مجاہدین میں تقسیم ہونے لگے۔ اس پاک نفس، پاک روح شہید کی شہادت کے بعد مہاجرین و انصار کے اجماع سے امر خلافت امیر المومنین شہید الدار حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ اس وقت اسلام اپنی اصلی شان سے ظہور پذیر تھا۔ اسلام کے لمبے اور زور آور ہاتھوں نے روئے زمین پر قبضہ جما لیا تھا۔ بندوں کی گردنیں اللہ کے سامنے خم ہو چکیں تھیں۔ حجت ربانی ظاہر تھی، کلمہ الٰہی غالب تھا۔ شان عثمان اپنا کام کرتی جاتی تھی۔ آج اس کو حلقہ بگوش کیا تو کل اس کو یکے بعد دیگرے کئی ممالک مسلمانوں کے ہاتھوں زیر نگیں خلافت ہوئے۔ یہی تھا اس آیت کے پہلے جملے پر عمل کہ نزدیک کے کافروں سے جہاد کرو۔ پھر فرماتا ہے کہ لڑائی میں انہیں تمہارا زور بازو معلوم ہو جائے۔ کامل مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی سے تو نرمی برتے لیکن اپنے دشمن کافر پر سخت ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ |
| اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کو ایمان میں |
| زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ |

## قرآنی سورتوں کے نزول کے سبب ایمان کی تصدیق میں اضافہ ہونے کا بیان

"وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ" مِنَ الْقُرْاٰن "فَمِنْهُمْ" اَیْ الْمُنَافِقِیْنَ "مَنْ یَّقُوْلُ" لِاَصْحَابِهٖ اسْتِهْزَاء "اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖ اِیْمَانًا" تَصْدِیْقًا "فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا" لِتَصْدِیْقِهِمْ بِهَا "وَهُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ" یَفْرَحُوْنَ بِهَا،

اور جب بھی قرآن کی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان منافقین میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے دوستوں سے بہ طور مذاق کہتے ہیں اس نے تم میں سے کس کے ایمان یعنی تصدیق کو زیادہ کیا؟ پس جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو تو اس نے ایمان یعنی ان کی تصدیق میں زیادہ کر دیا اور وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ یعنی وہ ایمان میں اضافہ ہونے کے سبب خوش ہوتے ہیں۔

## ایمان کے مختلف درجات کے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم سوئے ہوئے تھے۔ نیند کے دوران دیکھا کہ لوگ ہمارے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں۔ ان کے جسموں پر قمیصیں ہیں، کچھ قمیصیں سینوں تک پہنچ رہی ہیں اور کچھ اس سے بھی چھوٹی ہیں۔ ہمارے سامنے عمر بن خطاب پیش کیے گئے۔ ان کے جسم پر اتنی لمبی قمیص تھی کہ وہ اسے گھسیٹ رہے تھے۔

لوگوں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ آپ نے اس کی کیا تاویل فرمائی ہے؟ بتایا: دین۔

(بخاری، الصحیح، کتاب الایمان، باب تفاضل اہل الایمان فی الاعمال)

اس حدیث پاک سے بھی اہل ایمان کے مراتب کا متفاوت ہونا ثابت ہورہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے جسموں پر چھوٹی بڑی قمیصیں ہیں، کسی کی سینے تک پہنچ رہی ہے۔ کسی کی اس سے بھی چھوٹی ہے۔ لیکن فاروق اعظم کی قمیص کو بہت ہی لمبا پایا اور تعبیر یہ بیان فرمائی کہ اس سے دین مراد ہے اور دین، ایمان ہی کو کہتے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ لوگوں کا ایمان کم وبیش اور متفاوت ہوتا ہے۔ یعنی اہل ایمان میں ایمان کے حوالے سے فرق، مراتب پایا جاتا ہے۔ کسی کا ایمان قوی، زیادہ اور مضبوط ہوتا ہے اور کسی کا نسبتاً کمزور، ہلکا اور کم ہوتا ہے۔

اعمال کے ساتھ ایمان میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور اسے ایمان کامل کہتے ہیں۔ جتنا انسان، متقی، عبادت گزار، صالح وذاکر، نیک اور اطاعت شعار ہو، اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوتا ہے اور جتنا بدعمل، فاسق وفاجر، نافرمان وخودسر اور غافل وجاہل ہو، اتنا ہی اس کا ایمان ناقص ہوتا ہے۔ البتہ نفس ایمان ایک ہی حال پر قائم رہتا ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

| |
|---|
| وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ٥ |
| اور البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو اس نے ان کو ان کی خباثت کے ساتھ اور خباثت میں زیادہ کر دیا |
| اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔ |

## دل کی بیماری والوں کے دل میں کفر کے زیادہ ہو جانے کا بیان

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ" ضَعْفُ اعْتِقَادٍ "فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ" كُفْرًا اِلٰى كُفْرِهِمْ لِكُفْرِهِمْ بِهَا، وَمَاتُوْا وَّهُمْ كَافِرُوْنَ،

اور البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری یعنی عقیدہ کمزور ہے تو اس نے ان کو ان کی خباثت یعنی کفر کے ساتھ اور کفر میں زیادہ کر دیا اور وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔

بیمار دل یہ ایسا دل ہے، جس میں زندگی تو ہے، لیکن اسمیں بیماری بھی ہے، یعنی اس میں (زندگی اور بیماری کے) دو مادے ہوتے ہیں کبھی پہلا مادہ اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور کبھی دوسرا مادہ پھر دونوں مادوں میں سے جو مادہ بھی اس پر غالب آ جاتا ہے دل اس کا ہو جاتا ہے اس دل کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اللہ کے لیے اخلاص اور اللہ پر توکل کا پہلو موجود ہوتا ہے جو اس کی زندگی کا مادہ ہے اور اس کے اندر خواہشات کی محبت اور ان کے حصول کی خواہش، حسد، تکبر، خود پسندی، ریاست وسیادت کے ذریعے فساد فی الارض، نفاق، ریاکاری اور بخل وکنجوسی کا پہلو بھی موجود ہوتا ہے جو اس کی ہلاکت وبربادی کا مادہ ہے ہم ایسے دل سے بھی اللہ حفیظ ورقیب کی پناہ چاہتے ہیں قرآن کریم میں دل کی تمام بیماریوں کا علاج موجود ہے۔

## برے اعمال کے سبب ایمان کے دور ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب زانی، زنا کرتا ہے، چور، چوری میں مصروف ہوتا ہے اور شرابی شراب پی رہا ہوتا ہے اور ڈاکو دھڑلے کے ساتھ، لوٹ مار کر رہا ہوتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ (بخاری، کتاب الحدود)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بدکاری کے دوران اس کے مومن کامل نہ رہنے اور ایمان سے خارج ہو جانے کی مثال بیان کرتے ہوئے ایک دوسری حدیث روایت فرمائی ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ زنا کرتا ہے تو ایمان اس کے جسم سے نکل جاتا ہے اور سائبان کی طرح اس کے سر پر کھڑا ہو جاتا ہے، جب وہ فارغ ہو جاتا ہے تو پھر لوٹ آتا ہے۔ (المستدرک، کتاب الایمان)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسری مثال دے کر اس کے ایمان سے خارج ہونے کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔ کسی نے پوچھا: (بخاری، کتاب المحاربین)

اس سے ایمان کیسے نکال لیا جاتا ہے؟ حضرت ابن عباس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پہلے ایک دوسرے میں پھنسایا، پھر علیحدہ کیا اور فرمایا: اس طرح اس کے بعد فرمایا: اگر وہ توبہ کر لے تو ایمان پھر اس طرح لوٹ آتا ہے۔ یہ بیان کرتے ہوئے آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو پھر ایک دوسرے میں پھنسا دیا۔

ان احادیث سے یہ واضح ہوتا ہے ایمان کامل کے حصول کے لئے، اعمال خیر پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے اور ارکان اسلام اس سلسلے کے بنیادی اعمال ہیں۔ چنانچہ نماز، روزہ اور حج زکوٰۃ وغیرہ کی پابندی کے بغیر، مومن کامل ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

| |
|---|
| اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ |
| اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ نہ توبہ کرتے ہیں |
| اور نہ ہی وہ نصیحت پکڑتے ہیں۔ |

## آزمائش میں مبتلاء ہونے کے باوجود نصیحت حاصل نہ کرسکنے کا بیان

"اَوَلَا يَرَوْنَ" بِالْيَاءِ اَىِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالتَّاءِ اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ "اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ" يُبْتَلَوْنَ "فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ" بِالْقَحْطِ وَالْاَمْرَاضِ "ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ" مِنْ نِفَاقِهِمْ "وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ" يَتَّعِظُوْنَ،

یہاں پر یرون یاء کے ساتھ آیا ہے یعنی وہ منافقین اور تاء کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اے اہل ایمان، اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ بے شک وہ ہر سال قحط اور بیماریوں کے ذریعے ایک یا دو مرتبہ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں، پھر بھی وہ اپنی منافقت سے نہ توبہ کرتے

ہیں اور نہ ہی وہ نصیحت یعنی وعظ پکڑتے ہیں۔

## عذاب سے دوچار ہونے کے بعد بھی منافق باز نہیں آتا

یہ منافق اتنا بھی نہیں سوچتے کہ ہر سال دو ایک دفعہ ضروری وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔لیکن پھر بھی انہیں اپنے گذشتہ گناہوں سے توبہ نصیب ہوتی ہے نہ آئندہ کے لیے عبرت ہوتی ہے۔کبھی قحط سالی ہے کبھی جنگ ہے، کبھی جھوٹی گپیں ہیں جن سے لوگ بےچین ہو رہے ہیں۔فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کاموں میں سختی بڑھ رہی ہے۔بخیلی عام ہو رہی ہے۔ہر سال اپنے سے پہلے کے سال سے بدآ رہا ہے۔جب کوئی سورت اترتی ہے ایک دوسرے کی طرف دیکھتا ہے کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر حق سے پلٹ جاتے ہیں نہ حق کو سمجھیں نے مانیں وعظ سے منہ پھیرلیں اور ایسے بھاگیں جیسے گدھا شیر سے۔حق کو سنا اور دائیں بائیں کھسک گئے۔ان کی اس بے ایمانی کا بدلہ یہی ہے کہ اللہ نے ان کے دل بھی حق سے پھیر دیئے۔ان کی کجی نے ان کے دل بھی ٹیڑھے کر دیئے۔یہ بدلہ ہے اللہ کے خطاب کو بے پرواہی کر کے نہ سمجھنے کا اس سے بھاگنے اور منہ موڑ لینے کا بدلہ ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ |
| صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ |
| اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں، کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا پھر وہ پلٹ |
| جاتے ہیں۔اللہ نے ان کے دلوں کو پلٹ دیا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔ |

## وحی سے دور بھاگنے والے منافقین کا بیان

وَاِذَا مَا اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ "فِيْهَا ذِكْرُهُمْ وَقَرَاَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "نَظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ" يُرِيْدُوْنَ الْهَرَبَ يَقُوْلُوْنَ: "هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ اَحَدٍ" اِذَا قُمْتُمْ فَاِنْ لَّمْ يَرَهُمْ اَحَدٌ قَامُوْا وَاِلَّا ثَبَتُوْا "ثُمَّ انْصَرَفُوْا" عَلٰى كُفْرِهِمْ "صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ" عَنِ الْهُدٰى "بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُوْنَ" الْحَقَّ لِعَدَمِ تَدَبُّرِهِمْ،

اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے جس میں ان کا ذکر ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں، یعنی آنکھوں کے اشارے سے ایک دوسرے کی رہنمائی کرتے ہیں کہ کیا تمہیں کوئی دیکھ تو نہیں رہا کیونکہ وہ وہاں سے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں یعنی اگر ان کو کوئی دیکھ رہا ہو تو ٹھہر جاتے ہیں ورنہ وہاں سے نکل جاتے۔پھر وہ اپنے کفر کی جانب پلٹ جاتے ہیں۔اللہ نے ان کے دلوں کو ہدایت سے پھیر دیا ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے۔یعنی غور و فکر نہ کرنے کے سبب وہ حق کو نہیں سمجھتے۔

## وحی نازل ہونے کے بعد صحابہ کو مسجد وحی سنانے کا بیان

جب کوئی سورت نازل ہوتی تو بسا اوقات رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو مسجد نبوی ﷺ میں بلا کر بطور خطبہ انہیں یہ سورت سنا دیا

کرتے۔اب منافقوں کی مجبوری یہ تھی کہ انہیں ایسے اعلان پر مسجد میں جانا پڑتا تھا اوراپنے آپ سے نفاق کا شبہ دور کرنے کے لیے انہیں ایسی حاضری لگوانا ہی پڑتی تھی مگر اس بیگار کو زیادہ دیر تک برداشت بھی نہ کر سکتے تھے اور چاہتے یہ تھے کہ حاضری لگوانے کے بعد فوراً مسلمانوں سے نظریں بچا کر نکل جائیں اوران میں سے اکثر یہی کچھ کرتے تھے۔تو جب ان لوگوں نے رشد وہدایت کی مجلس سے یوں بھاگنا شروع کیا تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ویسا ہی بنا دیا۔

| |
|---|
| لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥ |
| بیشک تمہارے پاس تم میں سے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے۔تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں |
| گزرتا ہے۔وہ تمہارے لئے بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں مومنوں کے لئے نہایت مہربانی، بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کی اہل ایمان کے لئے رحمت ومہربانی کا بیان

"لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِكُمْ" اَیْ مِنكُمْ: مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَزِيْزٌ" شَدِيْد "عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" اَیْ عَنَتُكُمْ اَیْ مَشَقَّتُكُمْ وَلِقَاؤُكُمُ الْمَكْرُوْه "حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ" اَنْ تَهْتَدُوْا "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْف" شَدِيْد الرَّحْمَة "رَحِيْم" يُرِيْد لَهُمُ الْخَيْر،

بیشک تمہارے پاس تم میں سے رسول مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔تمہارا تکلیف ومشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں گزرتا ہے۔یعنی تم پر کسی مشکل کا آنا ان پر سخت گزرتا ہے۔وہ تمہارے لئے ہدایت کے بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں مومنوں کے لئے نہایت مہربانی یعنی بہت رحمت والے،ان کے لئے بھلائی کرنے میں بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرآن کو جمع کرنے کا بیان

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل یمامہ کی لڑائی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے۔حضرت ابوبکر فرمانے لگے کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کی لڑائی میں قرآن کریم کے قاریوں کی بڑی تعداد شہید ہوگئی ہے۔مجھے اندیشہ ہے کہ اگر قاری اسی طرح قتل ہوئے تو امت کے ہاتھ سے بہت سا قرآن نہ جاتا رہے۔میرا خیال ہے کہ آپ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دے دیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کیسے وہ کام کروں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کی قسم اس میں خیر ہے وہ بار بار مجھ سے بحث کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس چیز کے لئے کھول دیا جس کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سینہ کھولا تھا اور میں بھی یہ کام انہیں کی طرح اہم سمجھنے لگا۔زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم ایک عقلمند نوجوان ہو اور ہم تمہیں کسی چیز میں متہم نہیں پاتے پھر تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب بھی ہو لہٰذا تم ہی یہ کام کرو۔زید کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو اس سے آسان ہوتا۔میں نے کہا آپ

کیوں ایسا کام کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہی بہتر ہے پھر وہ دونوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) مجھے سمجھاتے رہے یہاں تک کہ میں بھی یہی بہتر سمجھنے لگا اور اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لئے ان دونوں کا سینہ کھولا تھا۔

پھر میں قرآن جمع کرنے میں لگ گیا چنانچہ میں قرآن کو چمڑے کے مختلف ٹکڑوں کھجور کے پتوں اور لخاف یعنی پتھر وغیرہ سے جمع کرتا جن پر قرآن لکھا گیا تھا پھر اسی طرح میں لوگوں کے سینوں سے بھی قرآن جمع کرتا، یہاں تک کہ سورت برأت کا آخری حصہ خزیمہ بن ثابت سے لیا۔ وہ یہ آیات ہیں (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ التوبہ:128) البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے۔ اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے، تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے، مومنوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہدو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1046)

## بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے سائل کا واقعہ

ایک واقعہ آپ کی کمال شفقت کا سنو! ایک اعرابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور خون بہا ادا کرنے کے لیے آپ سے امداد طلب کی۔ آپ نے اسے بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کیوں صاحب میں نے تم سے سلوک کیا؟ اس نے کہاں کچھ بھی نہیں اس سے کیا ہوگا؟ صحابہ بہت بگڑے۔ قریب تھا کہ اسے لپٹ جائیں کہ اتنا لینے پر بھی یہ ناشکری کرتا ہے؟ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال کا ایسا غلط اور گستاخانہ جواب دیتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روک دیا، گھر پر تشریف لے گئے۔ وہیں اسے بلوالیا۔ سارا واقعہ کہہ سنایا پھر اسے اور بھی بہت کچھ دیا۔ پھر پوچھا کہو اب تو خوش ہو؟ اس نے کہاں ہاں اب دل سے راضی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے اہل وعیال میں، ہم سب کی طرف سے نیک بدلہ دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! تم آئے۔ تم نے مجھ سے مانگا، میں نے دیا پھر میں نے تم سے پوچھا کہ خوش ہو؟ تو تم نے الٹا پلٹا جواب دیا جس سے میرے صحابی تم سے نالاں ہیں۔ اب میں نے پھر دے دلا کر تمہیں راضی کرلیا۔ اب تم ان کے سامنے بھی اسی طرح اپنی رضامندی ظاہر کرنا جیسے اب تم نے میرے سامنے کی ہے تاکہ ان کا رنج بھی دور ہو جائے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ جب وہ صحابہ کے مجمع میں آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا دیکھو یہ شخص آیا تھا اس نے مجھ سے مانگا تھا، میں نے ایسے دیا تھا، پھر اس سے پوچھا تھا، تو اس نے ایسا جواب دیا تھا جو تمہیں ناگوار گزرا۔ میں نے اسے پھر اپنے گھر بلوایا اور زیادہ دیا تو یہ خوش ہو گیا۔ کیوں بھئی اعرابی یہی بات ہے؟ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے اہل وعیال اور قبیلے کی طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ آپ نے مجھ سے بہت اچھا سلوک کیا۔ جزاک اللہ اس وقت آپ نے فرمایا میری اور اس اعرابی کی مثال سنو! جیسے وہ شخص جس کی اونٹنی بھاگ گئی لوگ اس کے پکڑنے کو دوڑے وہ ان سے بدک کر اور بھاگنے لگی۔ آخر اونٹنی والے نے کہا لوگو تم ایک طرف ہٹ جاؤ مجھے اور میری اونٹنی کو

چھوڑ دو، اس کی خوخصلت سے میں واقف ہوں اور یہ میری ہی ہے۔ چنانچہ اس نے نرمی سے اسے بلانا شروع کیا۔ زمین سے گھاس پھونس توڑ کر اپنی مٹھی میں لے کر اسے دکھایا اور اپنی طرف بلایا، وہ آ گئی۔ اس نے اس کی نکیل تھام لی اور پالان وکجاوہ ڈال دیا۔ سنو! اس کے پہلی دفعہ کے بگڑنے پر اگر میں بھی تمہارا ساتھ دیتا تو یہ جہنمی بن جاتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ برأت، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ |
| پھر اگر اعراض کریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ بڑے عرش کا مالک ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے لئے اللہ کی عطا کردہ شان ہی کافی ہے

"فَاِنْ تَوَلَّوْا" عَنِ الْاِیْمَان بِك "فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ" كَافِيْ "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ" بِهٖ وَثِقْت لَا بِغَيْرِهٖ "وَهُوَ رَبُّ الْعَرْش" الْكُرْسِيّ "الْعَظِيْم" خَصَّهُ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُ اَعْظَم الْمَخْلُوْقَات وَرَوَى الْحَاكِم فِي الْمُسْتَدْرَك عَنْ اُبَيّ بْن كَعْب قَالَ: اٰخِر اٰيَة نَزَلَتْ "لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْل" اِلٰى اٰخِر السُّوْرَة،

پھر اگر وہ آپ ﷺ پر ایمان لانے سے اعراض کریں تو تم فرما دو کہ مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا یعنی میرا اعتماد اسی ذات پر ہے اس کے سوا کسی پر نہیں اور وہ بڑے عرش یعنی کرسی کا مالک ہے۔ یہاں عرش کے ذکر کو اس لئے خاص طور پر بیان کیا ہے کیونکہ وہ بڑی مخلوقات میں سے ہے۔ امام حاکم نے حضرت ابی بن کعب کے قول کو مستدرک میں روایت کیا ہے کہ آخری آیت "لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْل" کا نازل ہوئی ہے جو آخر سورت تک ہے۔

## سورہ برأت کی آخری دو آیات کو پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی یہی دو آیات آخری آیات ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا یہی قول حضرت ابن عباس کا ہے۔

ان دو آیتوں کے بڑے فضائل حدیث میں مذکور ہیں، حضرت ابو الدرداء فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح وشام یہ آیتیں سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ برأت، بیروت)

## عرش الٰہی کے بلند ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ کے ذمہ یہ وعدہ ہے کہ وہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا خواہ وہ فی سبیل اللہ جہاد کرے یا جس سرزمین میں پیدا ہوا ہو وہیں جما رہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگوں میں اس بات کی بشارت نہ سنا دیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں وہ اللہ نے فی سبیل اللہ جہاد کرنے والوں کے لئے مقرر کئے ہیں دونوں درجوں کے درمیان اتنا فصل ہے جیسے آسمان وزمین کے درمیان پس جب تم اللہ سے دعا مانگو تو اس سے

فردوس طلب کرو کیونکہ وہ جنت کا افضل اور اعلیٰ حصہ ہے مجھے خیال ہے کہ حضور ﷺ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ اس کے اوپر صرف رحمٰن کا عرش ہے اور یہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوئی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 65)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی اونٹنی کو دروازہ پر باندھ کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنوتمیم کے کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا بشارت قبول کرو اے بنوتمیم! انہوں نے دو مرتبہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت تو دی ہے اب کچھ عطا بھی تو فرمایئے پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل یمن بشارت قبول کرو کیونکہ بنی تمیم نے تو اسے رد کر دیا ہے انہوں نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے قبول کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امر (دین) کے بارے میں کچھ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ابتداء میں) اللہ تعالیٰ کا وجود تھا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے ہر ہونے والی چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا تھا اور اس نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ اے ابن حصین! تیری اونٹنی بھاگ گئی میں (اٹھ کر) چلا تو وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ سراب بیچ میں حائل ہو گیا بس اللہ کی قسم! میں نے تمنا کی کہ میں اسے چھوڑ دیتا عیسیٰ، رقبہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش کی بابت ہمیں بتلایا حتیٰ کہ جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی اپنی جگہوں میں داخل ہو گئے اس بات کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 451)

## سورہ برأت کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ برأت کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَۃ یُوْنُسْ

## یہ قرآن مجید کی سورت یونس ہے

### سورہ یونس کی آیات وتعداد کلمات کا بیان

**سُوْرَۃ یُوْنُس (مَکِّیَّۃ اِلَّا الْاٰیَات 40 و94 و95 و96 فَمَدَنِیَّۃ وَاٰیَاتُھَا 109 اَوْ 110 نَزَلَتْ بَعْدَ الْاِسْرَاء)**

سورت یونس مکی ہے۔اس کی آیت نمبر ۴۰،۹۴،۹۵،۹۶ مدنی ہیں۔اس کی آیات ۱۰۹یا۱۱۰ ہیں اور یہ سورہ اسراء کے بعد نازل ہوئی ہے۔اس میں گیارہ رکوع اور ایک سونو آیتیں اور ایک ہزار آٹھ سوبتیس کلمے اور نو ہزار ننانوے حرف ہیں۔

### سورہ یونس کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۹۸ میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔جو قبولیت توبہ کے اعتبار سے ایک منفرد واقعہ ہے۔اور اس واقعہ میں یہی حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی تخصیص ہے کہ جب عذاب نے قبر کی طرح ان کو ڈھانپ لیا اور انہوں نے چالیس دن رات عاجزی اور رورو کر دعائیں مانگیں اور صدق دل سے توبہ کی تو اللہ نے کی توبہ کو قبول کرلیا اوران سے عذاب کو دور کردیا۔اسی انفرادیت کے سبب کیونکہ یہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم تھی۔اس لئے اس سورہ مبارکہ کا نام سورت یونس رکھا گیا ہے۔

| |
|---|
| الٓرٰ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ۝ |
| الف،لام،را،یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔ |

**"الر" اللّٰہ اَعْلَم بِمُرَادِہٖ بِذٰلِكَ "تِلْكَ" اَیْ ھٰذِہٖ الْاٰیَات "اٰیَات الْكِتَاب" الْقُرْاٰن وَالْاِضَافَة بِمَعْنٰی مِنْ "الْحَكِیْم" الْمُحْكِم**

الف،لام،راء یہ حروف مقطعات ہیں جن کی مراد کو اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔یہ آیات حکمت والی کتاب قرآن کی ہیں۔
یہاں پر اضافت معنی من کے ساتھ ہوئی ہے۔اور حکیم سے مراد محکم ہیں۔

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے علم حکمت کی دعا کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینہ سے لگایا اور فرمایا اے اللہ! اس کو حکمت عطا فرما اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے اللہ! اس کو کتاب (قرآن) کا علم دے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 993)

اسی دعا کے صدقہ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کے بہت مفسر ہوئے جنہیں ترجمان القرآن کہا جاتا ہے۔

## عطائے حکمت کے قابل رشک ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسد صرف دو چیزوں پر جائز ہے۔

ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس کو راہ حق پر خرچ کرنے کی قدرت دی۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت دی اور وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتا ہے اور اس کی تعلیم دیتا ہے۔ (صحیح بخاری، جلد اول، حدیث نمبر 1348)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ فخر و تکبر شتربانوں یعنی اونی خیموں میں رہنے والوں میں ہے اور سکون بکری والوں میں ہے ایمان یمانی ہے اور حکمت بھی یمانی یمن کا نام اس وجہ سے یمن رکھا گیا کہ وہ کعبہ مکرمہ سے داہنی جانب ہے اور شام کا نام اس وجہ سے شام رکھا گیا کہ وہ کعبہ مکرمہ سے بائیں جانب ہے مشامہ (جس سے شام ماخوذ ہے) بائیں جانب کو کہتے ہیں اور بائیں ہاتھ کو الید الشومی کہتے ہیں اور بائیں جانب کو (لأشام) کہا جاتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 756)

| |
|---|
| اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا |
| اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ٥ |
| کیا یہ بات لوگوں کے لئے تعجب خیز ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کی طرف وحی بھیجی کہ آپ لوگوں کو ڈر سنائیں اور ایمان |
| والوں کو خوشخبری سنائیں کہ ان کے لئے ان کے رب کی بارگاہ میں بلند درجہ ہے، کافر کہنے لگے، بیشک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے۔ |

## قرآن کو جادو قرار دینے والے کفار مکہ کا بیان

"اَكَانَ لِلنَّاسِ" اَیْ اَهْلَ مَكَّةَ اسْتِفْهَام اِنْكَار وَالْجَار وَالْمَجْرُوْر حَال مِنْ قَوْله "عَجَبًا" بِالنَّصْبِ خَبَر كَانَ وَبِالرَّفْعِ اسْمهَا وَالْخَبَر وَهُوَ اسْمهَا عَلَى الْاُوْلٰى "اَنْ اَوْحَيْنَا" اَیْ اِيحَاؤُنَا "اِلٰى رَجُل مِنْهُمْ" مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَنْ" مُفَسِّرَة "اَنْذِرْ" خَوِّفْ "النَّاس" الْكَافِرِيْنَ بِالْعَذَابِ. "وَبَشِّرْ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنَّ" اَیْ بِاَنَّ "لَهُمْ قَدَم" سَلَف "صِدْق عِنْد رَبّهمْ" اَیْ اَجْرًا حَسَنًا بِمَا قَدَّمُوْهُ مِنْ

الْاَعْمَال "قَالَ الْكَافِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا" الْقُرْاٰن الْمُشْتَمِلُ عَلٰى ذٰلِكَ "لَسَاحِرٌ مُبِيْن" بَيِّن وَفِي قِرَاءَة لَسَاحِر وَالْمُشَار اِلَيْهِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کیا یہ بات لوگوں یعنی اہل مکہ کے لئے تعجب خیز ہے۔ یہاں پر جار مجرور قول عجبا سے حال ہے۔ کیونکہ کان کی خبر منصوب ہوتی اور اس کا اسم مرفوع ہوتا ہے۔ اور اس کی خبر پہلا "اَنْ اَوْحَيْنَا" یعنی ایحاؤنا ہے یعنی اس ذات کی طرف جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت محمد ﷺ ہے اور یہاں پر اَن تفسیر یہ ہے۔

ہم نے انہی میں سے ایک مردِ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ لوگوں یعنی کفار کو عذاب کا ڈر سنائیں اور ایمان والوں کو خوشخبری سنائیں کہ ان کے لئے ان کے رب کی بارگاہ میں بلند درجہ ہے، یعنی اچھا اجر ہے جو انہوں نے اعمال آگے بھیجے ہیں۔ کافر کہنے لگے، بیشک یہ قرآن تو واضح جادو پر مشتمل ہے۔ مبین کا معنی کھلا ہوا ہے۔ اور ایک قرأت میں ساحر ہے اور اس کا مشار الیہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ کو بنایا گیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**اکان للناس عجبا** ۔ میں استفہام انکاری کے لئے ہے۔ کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی عجیب نظر آتی ہے (حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) الناس سے مراد کفار عرب ہیں۔

رجل ۔ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **الی رجل منهم ای الیٰ بشر من جنسهم** ۔ انہیں کی جنس سے ایک فرد۔

انذر ۔ انذار سے امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈرا۔ انذر الناس میں الناس سے مراد جمیع الناس ہیں ۔ قدم صدق ۔ مضاف مضاف الیہ ان کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

## قدم کے مفہوم میں اقوال مفسرین کا بیان

قدم بمعنی پاؤں اور صدق کے معنی ہیں سچائی ۔ قوت ۔ خیر ۔ خلوص ۔ شرف ۔ فضیلت ۔ قدم صدق کے مختلف معانی کئے گئے ہیں:

(1) **القدم ۔ السابقة ۔ والمعنى انهم قد سبق لهم عند الله خير** (رازی) یعنی القدم کے معنی السابقۃ ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائے گی۔

(2) **ان لهم اجر احسنا** ۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان ۔ مظہری)

(3) **ان لهم منزلة رفيعة** ۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی ۔ زجاج ۔ روح المعانی)

(4) **ان لهم مقام صدق** ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے (کشاف)

(5) **قدم صدق** ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں ۔ اور قدم سے کنایۃ مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایۃ نعمت کو ید (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال

صالحہ ہوں گے۔ جوانہوں نے کئے۔ (مدارک)

(6) قدم صدق سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔ (قرطبی) لیکن آیت کے سیاق وسباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

## سورہ یونس آیت ۲ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا جب اللہ تبارک وتعالٰی نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت سے مشرّف فرمایا اور آپ نے اُس کا اظہار کیا تو عرب منکر ہوگئے اور ان میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ اللہ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر جامع البیان، ج۱۱، ص ۵۸، بیروت)

## آخرت میں اہل جنت اور اہل دوزخ کا مراتب میں مختلف ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں سو درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان سو برس کی مسافت کا فاصلہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 198)

زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حدیث میں "درجوں" سے مراد "بلند مراتب" ہیں جو اہل جنت کو ان کے اعمال اور نیکوں کے اعتبار سے ملیں گے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے **ھم درجات عند اللہ** (اہل جنت اللہ کے نزدیک درجات ومراتب میں مختلف ہوں گے) یعنی ان کو اپنے اپنے اعمال کے مطابق الگ الگ مرتبہ ودرجہ ملے گا، جس جنتی کے اعمال جتنے زیادہ اچھے ہوں گے اس کو اتنے ہی زیادہ مراتب نصیب ہوں گے، جیسا کہ دوزخیوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے کفر وشرک کے اعتبار سے دوزخ کے نچلے حصوں میں ڈالے جائیں گے کہ جس دوزخی کے کفریہ اعمال وعقائد جتنے زیادہ خراب رہے ہوں گے اس کو دوزخ کے اتنے ہی نچلے حصوں میں پہنچایا جائے گا، اس کی طرف قرآن کریم کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یقیناً منافقین دوزخ کے نچلے حصوں میں پڑے ہوں گے۔

## انسان کے لئے انتخاب نبوت ورسالت پر کفار کے تعجب کا بیان

کافروں کو اس پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ ایک انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ کہتے تھے کہ کیا بشر ہمارا ہادی ہوگا؟ حضرت ہود اور حضرت صالح نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ کیا تمہیں یہ کوئی انوکھی بات لگتی ہے کہ تم میں سے ہی ایک شخص پر تمہارے رب کی وحی نازل ہوئی۔ کفار قریش نے بھی کہا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے معبودوں کے بجائے ایک ہی اللہ مقرر کر دیا؟ یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے بھی انہوں نے صاف انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہی پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسے ایک انسان پر اللہ کی وحی کا آنا ہی نہیں مان سکتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سچے پائے سے مراد سعادت اور نیکی کا ذکر ہے۔ بھلائیوں کا اجر ہے۔ ان کے نیک کام ہیں۔ مثلاً نماز روزہ صدقہ تسبیح۔ اور ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت الغرض ان کی سچائی کا ثبوت اللہ کو پہنچ چکا ہے۔ ان کے نیک اعمال وہاں جمع ہیں۔ یہ سابق لوگ ہیں۔ عرب کے شعروں میں بھی

قدیم کا لفظ ان معنوں میں بولا گیا ہے۔ جو رسول ان میں ہے وہ بشیر بھی ہے، نذیر بھی ہے، لیکن کافروں نے اسے جادوگر کہہ کر اپنے جھوٹ پر مہر لگادی۔

اس آیت میں ایک دوسرے انداز سے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ان لوگوں کا اس بات پر تعجب کرنا کہ بشر کو کیوں رسول بنایا گیا اور اس کو نافرمان انسانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے اور فرمانبرداروں کو اس کے ثواب کی خوشخبری سنانے کا کام کیوں سپرد کیا گیا، یہ تعجب خود قابل تعجب ہے کیونکہ جنس بشر کی طرف بشر کو رسول بنا کر بھیجنا عین مقتضائے عقل ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ |
| الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ |
| بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے کام کی |
| تدبیر فرماتا ہے کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد یہ ہے اللہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ |

## زمین وآسمانوں کی چھ دنوں میں تخلیق ہونے کا بیان

"اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْاَرْض فِیْ سِتَّة اَیَّام" مِنْ اَیَّامِ الدُّنْیَا اَیْ فِیْ قَدْرِهَا لِاَنَّهُ لَمْ یَكُنْ ثَمَّ شَمْس وَلَا قَمَر وَلَوْ شَاءَ لَخَلَقَهُنَّ فِیْ لَمْحَة وَالْعُدُول عَنْهُ لِتَعْلِیْمِ خَلْقه التَّثَبُّت "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش" اسْتِوَاء یَلِیْق بِهٖ "یُدَبِّر الْاَمْر" بَیْن الْخَلَائِق "مَا مِنْ" صِلَة "شَفِیْع" یَشْفَع لِاَحَدٍ "اِلَّا مِنْ بَعْد اِذْنه" رَدّ لِقَوْلِهِمْ اِنَّ الْاَصْنَام تَشْفَع لَهُمْ "ذٰلِكُمْ" الْخَالِق الْمُدَبِّر "اللّٰه رَبّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ" وَحِّدُوْهُ "اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ" بِاِدْغَامِ التَّاء فِی الْاَصْل فِی الذَّال،

بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے یعنی دنیا کے حساب سے اس وقت کی مقدار چھ دنوں کے برابر ہے۔ کیونکہ جس وقت زمین وآسمان کی تخلیق ہوئی اس وقت سورج وچاند نہ تھے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو ایک لحہ میں پیدا فرمادیتا لیکن اس نے جلدی نہ بنا کر اپنی مخلوق کو جلدی نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ پھر عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے وہی مخلوق کے درمیان کام کی تدبیر فرماتا ہے، کوئی سفارشی نہیں مگر اس کی اجازت کے بعد یہ ہے یہاں پر من زائدہ ہے۔ یہاں ان لوگوں کے قول کا رد ہے کہ جو کہتے ہیں کہ بت ان کی سفارش کریں گے، اللہ تمہارا رب تو اس کی بندگی کرو یعنی اس کی توحید کو مانو تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ یہاں پر "تَذَكَّرُوْنَ" اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے۔

## لفظ عرش کے لغوی معانی ومفاہیم کا بیان

استوی علی ۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ العرش۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عروش ہے قرآن میں ہے: وھی خاویۃ علی عروشھا ، اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عرشت الکرم

وعرشتہ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بنانا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی بیل کو معرش بھی کہا جاتا ہے۔قرآن میں آیا ہے :معروشت وغیر معروشت ،اور وما کانوا یعرشون اور جودہ یا بقول حضرت ابن عباس ومجاہد ما کانوا یبنون من القصور وغیرھا۔محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔جیسے ورفع ابویه علی العرش ،اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔غلبہ۔سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فلان ثل عرشہ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی)۔

عرش الٰہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذات الٰہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلک الاعلیٰ (فلک الافلاک) ہے۔یدبر۔مضارع واحد مذکر غائب دبر یدبر تدبیر (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔تدبیر کرتا ہے۔الامر ہر کام کی۔شفیع۔شفاعت کرنے والا۔سفارش کرنے والا۔بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔تذکرون۔ای تفکرون۔تم کیوں نہیں غور وفکر کرتے۔تم کیوں نہیں سوچتے۔

## مخلوق کی تخلیق میں غور وفکر سے اظہار تعجب کا بیان

تمام عالم کا رب وہی ہے۔آسمان وزمین کو صرف چھ دن میں پیدا کر دیا ہے۔یا تو ایسے ہی معمولی دن یا ہر دن یہاں کی گنتی سے ایک ہزار دن کے برابر کا۔پھر عرش پر وہ مستوی ہو گیا۔جو سب سے بڑی مخلوق ہے اور ساری مخلوق کی چھت ہے۔جو سرخ یاقوت کا ہے۔جو نور سے پیدا شدہ ہے۔یہ قول غریب ہے۔وہی تمام مخلوق کا انتظام کرتا ہے اس سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں۔اسے کوئی کام مشغول نہیں کر لیتا۔وہ سوالات سے اکتا نہیں سکتا۔مانگنے والوں کی پکار اسے حیران نہیں کر سکتی۔ہر چھوٹے بڑے کا،ہر کھلے چھپے کا،ہر ظاہر باہر کا،پہاڑوں میں سمندروں میں،آبادیوں میں،ویرانوں میں وہی بندوبست کر رہا ہے۔ہر جاندار کا روزی رساں وہی ہے۔ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے،زمین کے اندھیروں کے دانوں کی اس کو خبر ہے،ہر تر وخشک چیز کھلی کتاب میں موجود ہے۔کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کے وقت لشکر کا لشکر مثل عربوں کے جاتا دیکھا گیا۔ان سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم جنات ہیں۔ہمیں مدینے سے ان آیتوں نے نکالا ہے۔کوئی نہیں جو اس کی اجازت بغیر سفارش کر سکے۔آسمان کے فرشتے بھی اس کی اجازت کے بغیر زبان نہیں کھولتے۔اسی کو شفاعت نفع دیتی ہے جس کے لیے اجازت ہو۔یہی اللہ تم سب مخلوق کا پالنہار ہے۔تم اسی کی عبادت میں لگے رہو۔اسے واحد اور لاشریک مانو۔مشرکو! اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے؟ جو اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ خالق مالک وہی اکیلا ہے۔اس کے وہ خود قائل تھے۔زمین آسمان اور عرش عظیم کا رب اسی کو مانتے تھے۔

| |
|---|
| اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۖ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۖ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا |
| الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۖ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ |
| اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ ہے سچا۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، |
| تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، |
| ان کے لیے نہایت گرم پانی سے پینا ہے اور دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔ |

## پہلی بار پیدا کرنے والے کا دوبارہ زندہ کرنے کا بیان

"اِلَيْهِ" تَعَالٰى "مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا" مَصْدَرَانِ مَنْصُوْبَانِ بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّرِ "اِنَّهٗ" بِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا وَالْفَتْحِ عَلٰى تَقْدِيْرِ اللَّامِ "يَبْدَأُ الْخَلْقَ" اَیْ بَدَاَہٗ بِالْاِنْشَاءِ "ثُمَّ يُعِيْدُهٗ" بِالْبَعْثِ "لِيَجْزِيَ" يُثِيْبَ "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَاب مِنْ حَمِيْم" مَاء بَالِغ نِهَايَة الْحَرَارَة "وَعَذَاب اَلِيْم" مُؤْلِم "بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ" اَیْ بِسَبَبِ كُفْرِهِمْ،

اسی کی طرف تم سب کا لوٹنا ہے، اللہ کا وعدہ ہے سچا۔ یہاں پر وعدا اور حقا یہ دونوں مصادر اپنے افعال مقدرہ کے سبب منصوب ہیں اور انہ یہ جملہ مستانفہ کی صورت میں کسرہ کے ساتھ جبکہ لام مقدرہ کی صورت میں فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بے شک وہی پیدائش شروع کرتا ہے، یعنی پہلی مرتبہ اسی نے پیدا کیا پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا، تا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو ثابت رکھے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، انھیں انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لئے نہایت گرم پانی یعنی جو گرمی کی انتہاء کو پہنچنے والا ہو، اسے پینا ہے اور تکلیف دینے والا دردناک عذاب ہے، اس کے بدلے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔ یعنی کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وعد اللہ ۔ وعد۔ اسم ومصدر منصوب۔ مضاف الیہ مضاف الیہ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) یہاں وعدہ سے مراد الیہ مرجعکم جمیعا ہے۔ حقا اسم ومصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے وعد اللہ حقا ۔ ای وعدکم اللہ ذلک وعدا حقا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللہ نے تم سے کیا ہے۔ انہ یبدو الخلق ۔ مضارع واحد مذکر غائب بدء مصدر (باب فتح) یہ جملہ مستانفہ (نیا) ہے وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی۔

یعیدہ ۔ اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔ بالقسط ۔ ای بالعدل۔ عدل وانصاف کے ساتھ۔ حمیم۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

## حشر ونشر کے برحق ہونے پر اعتقاد رکھنے کا بیان

اس آیت میں حشر ونشر ومعاد کا بیان اور منکرین کا رد ہے اور اس پر نہایت لطیف پیرایہ میں دلیل قائم فرمائی گئی ہے کہ وہ پہلی بار بناتا ہے اور اعضاءِ مرکبہ کو پیدا کرتا ہے اور ترکیب دیتا ہے تو موت کے ساتھ متفرق ومنتشر ہونے کے بعد ان کو دوبارہ پھر ترکیب دینا اور بنے ہوئے انسان کو فنا کے بعد پھر دوبار بنا دینا اور وہی جان جو اس بدن سے متعلق تھی اس کو اس بدن کی درستی کے بعد پھر اسی بدن سے متعلق کر دینا اس کی قدرت سے کیا بعید ہے اور اس دوبارہ پیدا کرنے کا مقصود جزائے اعمال یعنی مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دینا ہے۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ |
| وَالْحِسَابَ ؕ مَاخَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ |
| وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا اور اس کی منزلیں مقرر کیں، تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ |
| اللہ نے یہ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے جو جانتے ہیں۔ |

## سورج وچاند کے نظام سے سالوں اور مہینوں کے حساب کا بیان

**هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْس ضِيَاء " ذَات ضِيَاء اَىْ نُوْر "وَالْقَمَر نُوْرًا وَقَدَّرَهٗ" مِنْ حَيْثُ سَيْرَهٗ "مَنَازِل" ثَمَانِيَة وَعِشْرِيْنَ مَنْزِلًا فِىْ ثَمَان وَعِشْرِيْنَ لَيْلَة مِنْ كُلّ شَهْر وَيَسْتَتِر لَيْلَتَيْنِ اِنْ كَانَ الشَّهْر ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا اَوْ لَيْلَة اِنْ كَانَ تِسْعَة وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا "لِتَعْلَمُوْا" بِذٰلِكَ "عَدَد السِّنِيْنَ وَالْحِسَاب مَا خَلَقَ اللّٰه ذٰلِكَ" الْمَذْكُوْر "اِلَّا بِالْحَقِّ " لَا عَبَثًا تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ "يُفَصِّل" بِالْيَاءِ وَالنُّوْن يُبَيِّن "الْاٰيَات لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،**

وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی یعنی روشنی والا اور چاند کو نور بنایا اور اس کے چلنے کے لئے منزلیں مقرر کیں، اور وہ ہر مہینے کی اٹھائیس راتوں میں اٹھائیس منازل ہیں۔ اور دو راتیں پوشیدہ رہتا ہے جب مہینہ تیس دنوں کا ہو اور جب مہینہ انتیس دنوں کا ہے تو ایک رات پوشیدہ رہتا ہے۔ تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ نے یہ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ۔ یعنی مذکورہ چیزوں کو اللہ نے بیکار نہیں بنایا اور اللہ تعالیٰ فضول چیزوں کی تخلیق سے پاک ہے۔ وہ آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتا ہے، اور یفصل یہاں پر یاء اور نون دونوں طرح آیا ہے۔ جو جانتے ہیں۔ یعنی جو قوم غور وفکر کرتی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ضیاء۔ چمک۔ روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف وادی ہے۔ اور مہموز اللام۔ اصل میں ضواء تھا۔ چونکہ واو کا ماقبل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضیاء یا تو مصدر ہے۔ جیسے قام سے قیام اور صام سے صیام یا ضوء کی جمع ہے جیسے سوط سے سیاط اور حوض

سے حیاض لیکن نورا (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب ہے۔

مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے روشن کنندہ۔ **جعل الشمس ضياء . اى ذات ضياء** ۔روشنی والا۔ روشن۔درخشاں۔ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (لسان عرب)۔نورا۔ای ذا نور (غور والا) منیرا۔چمکدار۔نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (لسان العرب)

قدر اللہ لہ الامر۔اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔یا اس کا حکم عائد کرنا۔قدر الشیء بالشیء کسی چیز کو کوئی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔تقدیر میں لکھ دینا۔مقدر کر دینا۔آیۃ ہذا میں منزلیں مقرر کرنا۔جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وقدر فیہا السیر (18:34) اور ان میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔اور **والقمر قدرنه منازل** اور ہم نے حساب سے چاند کی منزلیں مقرر کر دیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب القمر کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ بہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔ الحساب۔حساب الاوقات۔ساعات۔ایام۔شہور وغیرہ کا حساب۔

## چاند کی منازل کا بیان

ہر مہینہ میں پورا کر لیتا ہے اس لئے اس کی منزلیں تیس (۳۰) یا انتیس (۲۹) ہوتی ہیں مگر چونکہ ہر مہینہ میں چاند کم از کم ایک دن غائب رہتا ہے یا پھر دو دن غائب رہتا ہے اس لئے عموما چاند کی منزلیں اٹھائیس کہی جاتی ہیں، اور آفتاب کا دورہ سال بھر میں پورا ہوتا ہے اس کی منزلیں تین سو ساٹھ یا پینسٹھ ہوتی ہیں، قدیم جاہلیت عرب میں بھی اور اہل ہیئت و ریاضی کے نزدیک بھی ان منزلوں کے خاص خاص نام ان ستاروں کی مناسبت سے رکھ دیئے گئے ہیں جو ان منازل کی محاذات میں پائے جاتے ہیں، قرآن کریم ان اصطلاحی ناموں سے بالاتر ہے، اس کی مراد صرف وہ فاصلے ہیں جن کو شمس و قمر خاص خاص دنوں میں طے کرتے ہیں۔

## دن کے وقت نظر آنے والے چاند کے حکم کا بیان

چاند کی روایت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دن کے وقت نظر آنے والا چاند خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا۔اور اب جو رات آئے گی، مہینے کا آغاز اسی سے ہوگا امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔

علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں کہ ترجمہ اور جو چاند دن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا شمار کیا جائے گا علامہ ابن عابدین شامی کی اس کی شرح میں لکھتے ہیں ترجمہ یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے) مذہب پر ہونے کا معنی یہ ہے کہ قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔بدائع الصنائع میں فرمایا پس طرفین (امام اعظم اور امام محمد) کے نزدیک وہ دن رمضان کا نہیں ہوگا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر زوال کے بعد

نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا اور ائمہ احناف اسی اختلاف پر (امام یوسف کے نزدیک) یہ شوال کا چاند ہے یعنی طرفین (امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد) ہر صورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شب گزشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لئے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ دورات کا چاند ہو، پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رُویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑ و (صحیح بخاری، رقم الحدیث:1909)

پس صوم و افطار کا حکم رویت کے بعد ہے۔ اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔ فتح القدیر میں ہے: حدیث شریف نے روزہ رکھنے یا عید منانے کے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے۔ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے (ائمہ کرام) کے نزدیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروب آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل رویت معتبر نہیں ہے اور مختار قول امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے۔

(ردالمختار، جلد3، ص:322، داراحیاء التراث العربی، بیروت)

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا: اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد؟ آپ نے جواب میں لکھا: کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اس وقت کھولو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: پھر روزہ کو شام تک پورا کرو۔

(بقرہ:187)

علامہ علاؤالدین حصکفی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام ابو یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور ﷺ کے فرمان مبارک چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد10، ص:389-388، رضا فاونڈیشن، لاہور)

اعتکاف خواہ قصداً توڑا ہو یا کسی عذر کے سبب، اس کی قضا واجب ہے اور جس دن توڑا فقط اس ایک دن کی قضا لازم ہے۔ یہ قضا روزے کے ساتھ ہوگی۔ علامہ نظام الدین رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ترجمہ: اور جب اعتکاف واجب فاسد ہو گیا، تو اس کی قضا

واجب ہے۔پس اگر وہ کسی معین مہینے کا اعتکاف تھا،تو جس دن افطار کیا (یعنی اعتکاف فاسد ہوا) اسی ایک دن کی قضا اس کے ذمے لازم ہے۔(فتاویٰ عالمگیری،جلد 1،ص:213)

علامہ غلام رسول سعیدی تفسیر تبیان القرآن میں علامہ ابن عابدین شامی حنفی کے حوالے سے لکھتے ہیں: رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہر چند کہ نفل ہے لیکن شروع کرنے سے لازم ہو جاتا ہے، اگر کسی شخص نے ایک دن کا اعتکاف کر کے فاسد کر دیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس پر پورے دس دن کی قضا لازم ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس پر صرف اسی دن کی قضا لازم ہے (یعنی روزے کے ساتھ ایک دن کا اعتکاف)۔اس کے برعکس نفل میں اگر کچھ دیر مسجد میں بیٹھ کر باہر نکل گیا تو اس پر قضا نہیں کیونکہ اس کے باہر نکلنے سے وہ اعتکاف ختم ہو گیا۔(تبیان القرآن،جلد 1،ص:739)

جن لوگوں نے روزہ توڑ دیا ان کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ بعد میں اس ایک روزے کی قضا رکھیں، کفارہ لازم نہیں۔اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا مگر اس کی گواہی کسی سبب سے رد کر دی گئی مثلاً فاسق ہے یا عید کا چاند اس نے تنہا دیکھا تو اسے حکم ہے کہ روزہ رکھے اگرچہ اس نے خود عید کا چاند دیکھا ہے، مگر اس روزہ کو توڑنا جائز نہیں اگر توڑے گا تو کفارہ لازم نہیں۔علامہ علاؤالدین حصکفی لکھتے ہیں: ترجمہ: کسی عاقل بالغ نے رمضان یا عید کا چاند دیکھا اور اس کا قول دلیل شرعی کی بنا پر رد کر دیا گیا (یعنی اس کی گواہی قبول کر کے اس پر فیصلہ نہیں کیا گیا) تو اس کے لئے مطلقاً روزہ رکھنا واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے، اگر روزہ نہ رکھا تو فقط قضا ہے، کیونکہ گواہی رد ہونے کی بنا پر اس کے لئے صورت مسئلہ مشتبہ ہے (اور حدود و کفارات شبہے کی بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں)۔(ردالمحتار علی الدرالمختار،جلد 3،ص:313،داراحیاء التراث العربی،بیروت)

فقہی حوالہ جات کی روشنی میں شرعی مسئلہ واضح کرنے کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ سائنسی اور فنی وجوہات کو بھی قارئین کے سامنے لائیں۔اس سلسلے میں رویت ہلال ریسرچ کونسل کے سیکرٹری جنرل خالد اعجاز مفتی صاحب کی سائنسی توجیہہ درج ذیل ہے:

09 ستمبر 2010ء بمطابق /29 رمضان المبارک کی شام پاکستان کے کسی بھی حصے سے رویت ہلال کی مستند شہادتیں موصول نہ ہونے کے باعث مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان نے عدم رویت کا فیصلہ کیا اور اس طرح /10 ستمبر 2010ء جمعۃ المبارک کو 30 رمضان المبارک اور /11 ستمبر 2010ء کو یکم شوال المکرم 1431ھ قرار دیا۔یہ فیصلہ سائنس اور فلکیات کی رو سے بھی درست ہے۔جمعۃ المبارک /10 ستمبر کو سہ پہر تقریباً تین بجے اسلام آباد میں چاند دکھائی دینا کوئی غیر معمولی بات نہیں بلکہ سائنس کے عین مطابق ہے۔نئے چاند کی فلکیاتی اور دینی اصطلاحات کے علاوہ رویت ہلال کے سائنسی پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔اگر ہم چاند کے بڑھنے گھٹنے کے عمل پر غور کریں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ قمری ماہ کے پہلے دو ہفتوں کے دوران یہ ہمیں روز بڑھتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔یہاں تک کہ ایک موقع پر یہ دائرے کی صورت میں مکمل ہو جاتا ہے۔اس کے بعد اگلے دو ہفتے اس کی جسامت (Size) ہر روز کم ہوتی نظر آتی ہے اور ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ چاند نظروں سے بالکل غائب ہو جاتا ہے۔اس کے ساتھ ہی دوبارہ چاند کے بڑھنے کا عمل نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔اس وقت کو قرآن شمس و قمر (Conjunction) یا اتصال شمس و قمر یا

اماوس کہتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب سورج اور چاند ایک سیدھ میں صفر درجہ پر ہوتے ہیں۔ علم فلکیات میں یہی اس کے نیا چاند کہلانے کا وقت ہے اور رصد گاہی کی کتب میں نئے چاند کے اوقاف اسی کیفیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اسے نئے چاند کی پیدائش بھی کہتے ہیں اور چاند کی طبعی عمر اسی وقت سے شمار کی جاتی ہے۔

فلکیاتی اصطلاح کا نیا چاند اپنے ابتدائی دور میں بال سے زیادہ باریک، سورج سے بہت قریب اور اس کی طاقتور شعاعوں کی براہ راست زد میں ہوتا ہے، لہٰذا انسانی آنکھیں یا غیر معمولی قوت کی دوربینیں بھی اسے دیکھنے کے قابل نہیں ہوتیں۔ جوں جوں چاند کی عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اس کی جسامت بھی بڑھتی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ سورج سے دور ہٹتے ہوئے اس کی شعاعوں کی طاقت سے بھی بتدریج محفوظ ہوتا چلا جاتا ہے۔ بالآخر ایک وقت اس کا وجود اس قدر ہو جاتا ہے کہ سورج سے ایک خاص فاصلے پر غروب آفتاب کے بعد انسانی آنکھوں کو پہلی بار نظر آنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ یہ بصری نیا چاند ہے، جو دوسرے الفاظ میں رویت ہلال کے معروف نام سے موسوم ہے۔ فلکیاتی اور مقامی احوال کے تحت رویت ہلال پر اثر انداز ہونے والے عوامل یوں ترتیب دیئے جاسکتے ہیں۔

فلکیاتی کیفیات: (الف) چاند کی عمر (ب) غروب شمس اور غروب قمر کے درمیان فرق (ج) چاند کا سورج سے زاویائی فاصلہ (DistanceLongitudinal) (د) سورج کا افق سے نیچے ہونا (ح) چاند کا ارتفاع (Moon of Altitude) (و) چاند کا زمین سے فاصلہ۔

مقامی کیفیات: (الف) مطلع (Horizon) کی کیفیت (ب) فضا کا شفاف پن (Transparency) (ج) مقام مشاہدہ کا محل وقوع یعنی طول بلد (longitude) اور عرض بلد (Latitude)۔ مقام مشاہدہ کی بلندی اگر سطح سمندر سے کم ہو تو انعطاف نور (LightofRefraction) کی شرح زیادہ ہوگی اور رویت ہلال کے لیے زیادہ سازگار ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہاڑوں کے بہ نسبت ساحل سمندر پر نیا چاند دکھائی دینے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ سائنسی اور فلکیاتی توضیحات کی باریکیوں میں الجھے بغیر ایک عام آدمی بھی مطلع صاف ہونے کی صورت میں صرف دو معلومات کی بناء؟ پر کسی حد تک رویت ہلال کے امکان کا پیشگی تعین کر سکتا ہے یا شہادتوں کے معیار کو پرکھ سکتا ہے۔ اول چاند کی عمر اور دوئم غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق۔ رویتِ ہلال کے لئے چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے نیز غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق کم از کم چالیس منٹ ہونا چاہیے، اگر چاند کی عمر 30 گھنٹوں سے بڑھ جائے تو غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق 35 منٹ ہونے پر بھی ہلال نظر آجاتا ہے یا اگر غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق 50 منٹ سے بڑھ جائے تو تقریباً 19 گھنٹے کی عمر کا چاند بھی دکھائی دے جاتا ہے۔

اصل مسئلہ: رویت ہلال کے لئے غروب آفتاب کا وقت اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے قبل ہم نیا چاند دیکھنے کی کوشش کریں گے تو سورج کی تیز روشنی کے باعث ہماری آنکھیں چندھیا جائیں گی اور ہم اتنا باریک چاند اس کی موجودگی کے باوجود دیکھ نہیں پائیں گے۔ نیا چاند دکھائی دینے کے لئے سورج کا غروب ہونا یا سورج کی براہ راست شعاعوں کی زد سے محفوظ ہونا ضروری

ہے۔ستمبر 2010ء؟ میں نیا چاند، 8/ ستمبر کو پاکستان کے معیاری وقت کے مطابق سہ پہر تین بج کر تیس منٹ پر پیدا ہوا۔ 9/ ستمبر کو غروب آفتاب کے وقت اگرچہ چاند کی عمر پاکستان کے تمام شہروں میں ساڑھے 26 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی لیکن غروب شمس اور غروب قمر کا درمیانی فرق کسی بھی شہر میں 28 منٹ سے زائد نہیں تھا، لہٰذا جمعرات کی شام نیا چاند دکھائی نہیں دیا۔ اگر نیا چاند سہ پہر ساڑھے تین بجے کی بجائے گیارہ بجے قبل از دو پہر پیدا ہوا ہوتا تو وہ جمعرات کی شام دکھائی دے جاتا۔ جمعۃ المبارک 10/ ستمبر بمطابق 30 رمضان المبارک کی سہ پہر اسلام آباد میں سورج کے آگے اتنے گھنے بادل آگئے کہ وہ سورج کی براہ راست روشنی کے آئی نائن سیکٹر پہنچنے کی راہ میں مزاحم ہو گئے جبکہ بادلوں کے اوپر سے سورج کی روشنی چاند کے جس حصے پر پہنچ رہی تھی، وہ روشن ہو رہا تھا، لہٰذا وہ پتنگ اڑاتے بچے کو بھی دکھائی دے گیا حالانکہ وہ بچہ رویت ہلال کی کوشش نہیں کر رہا تھا۔ یہ امر مدنظر رہے کہ اس وقت چاند کی عمر 47 گھنٹوں سے بھی تجاوز کر چکی تھی۔ اگر بادل سورج کی روشنی میں مزاحم نہ ہوتے تو کوئی بھی انسان چاند کی وہاں موجودگی کے باوجود اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا، تو آنکھیں چندھیا جانے کے باعث اسے دیکھ نہ پاتا۔ رہا یہ سوال کہ اس واقعہ سے ماہ شوال 1431ھ کا 10/ ستمبر کی شام سے آغاز مشکوک قرار پاتا ہے، تو اس کا انتہائی سادہ جواب یہ ہے کہ جب 9/ ستمبر کی شام رویت ہلال نہیں ہوئی تھی، تو شرعی حکم کے مطابق رمضان المبارک کے تیس ایام مکمل کرنے کے بعد ہی شوال کا آغاز ہونا تھا۔

ہم نے شرعی اور سائنسی دونوں پہلوؤں کی وضاحت کر دی ہے۔ سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی انتیس یا تیس تاریخ کو دن کے وقت بعض موسمی احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وہ چاند گزشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے۔ شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اسی صورت میں ہوگا جب چاند اس دن غروب آفتاب کے بعد نظر آئے۔ یہ تفصیلی بحث ہم نے اس لئے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے، نظام شمس وقمر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہے گا۔ شمسی اور قمری مہینوں کا آغاز اور اختتام بھی ہوتا رہے گا اور ان کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری وساری رہیں گے۔ بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اسی وقت ہوگا، جب قمری مہینے کی انتیس تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد مطلع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینہ تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دن کو بعض موسمی وجوہ اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آ جائے، تو اس سے قمری تاریخ میں کوئی رد و بدل نہیں ہوگا۔ اس لئے تمام برادران ملت سے گزارش ہے کہ وہ اس حوالے سے توہمات اور ضعیف الاعتقادی میں مبتلا نہ ہوں۔

| |
|---|
| اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ○ |
| بیشک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور ان چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا فرمائی ہیں |
| ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ |

## دن رات کے آنے جانے اور کم وزیادہ ہونے میں قدرت الٰہی پر دلائل کا بیان

"اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَار" بِالذَّهَابِ وَالْمَجِیْءِ وَالزِّیَادَةِ وَالنُّقْصَانِ . "وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی

السَّمَاوَات " مِنْ مَلَائِكَة وَشَمْس وَقَمَر وَنُجُوم وَغَيْر ذَلِكَ "و" فِي "الْأَرْض" مِنْ حَيَوَان وَجِبَال وَبِحَار وَأَنْهَار وَأَشْجَار وَغَيْرهَا "لَآيَات" دَلَالَات عَلَى قُدْرَته تَعَالَى "لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ" لِقَوْمٍ يَتَّقُونَهُ فَيُؤْمِنُونَ خَصَّهُمْ بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا،

بیشک رات اور دن کے بدلتے رہنے میں یعنی ان کے جانے آنے میں اور کم اور زیادہ ہونے میں اور ان چیزوں میں جو اللہ نے آسمانوں یعنی فرشتے، سورج، چاند اور ستارے وغیرہ ہیں۔ اور زمین میں جس طرح حیوان، پہاڑ، سمندر، نہریں اور درخت وغیرہ پیدا کیے ہیں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں۔ جو تقویٰ رکھتے ہیں۔ یعنی ایمان لاتے ہیں اور ان چیزوں کے ذکر کی تخصیص اس لئے کی گئی ہے کہ وہ ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

چاند اور سورج کی گردش کے صرف وہی فوائد نہیں جو اوپر مذکور ہوئے بلکہ انہی کی گردش سے دن رات پیدا ہوتے ہیں اور انہی سے ہمیں دن اور رات کو روشنی حاصل ہوتی ہے انہی سے موسم بنتے ہیں فصلیں پکتی ہیں۔ چاند جن دنوں میں زائد النور ہوتا ہے، پھلوں میں رس تیزی سے بڑھتا ہے اور جب ناقص النور ہوتا ہے تو یہ رفتار سست پڑ جاتی ہے وغیرہ وغیرہ، ان سب امور میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کی بے شمار نشانیاں ہیں اور جو لوگ ان میں غور وفکر کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا وہ اللہ کی نافرمانی سے خوف کھانے لگتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۝ |
| بیشک جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی سے خوش ہیں اور اسی سے مطمئن ہو گئے ہیں اور |
| جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ |

## آخرت میں اللہ کی ملاقات سے انکار کرنے والے کفار کا بیان

"إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا" بِالْبَعْثِ "وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا" بَدَل الْآخِرَة لِإِنْكَارِهِمْ لَهَا "وَاطْمَأَنُّوا بِهَا" سَكَنُوْا إِلَيْهَا "وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيَاتنَا" دَلَائِل وَحْدَانِيّتنَا "غَافِلُوْنَ" تَارِكُوْنَ النَّظَر فِيْهَا،

بیشک جو لوگ دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے اور آخرت کے بدلے میں دنیوی زندگی سے خوش ہیں کیونکہ وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور اسی دنیا میں رہنے پر مطمئن ہو گئے ہیں اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ یعنی ہماری توحید کے دلائل کو ترک کرنے والے ہیں۔ کہ کہیں وہ ان میں غور وفکر کرتے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لا یرجون۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رجاء۔ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے۔ یقین نہیں رکھتے۔ رجاء ایسے ظن کو کہتے ہیں جس

میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ بعض مفسرین نے اس کا معنی لا یخافون وہ نہیں ڈرتے۔ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رجاء باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کا برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

لقاءنا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ملاقات۔ ہمارے سامنے (ان کی) پیشی۔ ہم سے (ان کی) ملاقات۔ ہمارا دیدار۔ لقی یلقی (سمع) لقاء۔ ملنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ لاقی یلاقی ملاقاۃ (باب مفاعلہ) آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔

ایتنا۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ مراد دلائل توحید۔ یا بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔ غفلون۔ غفلت برتنے والے۔ دھیان نہ دینے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اعراض کرنے والے۔

## اللہ سے ملاقات کو پسند اور ناپسند کرنے والوں کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کی چاہت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں کرتا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے فرمایا یہ بات نہیں۔

بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کے مشتاق ہوتا ہے لیکن جب کافر کو اللہ کے عذاب اور اس کے غصے کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی ملاقات سے گریز کرتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1065)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ |
| انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے ان اعمال کے بدلہ میں جو وہ کماتے رہے۔ |

## شرک ونافرمانی کے سبب جہنم میں جانے والوں کا بیان

"اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" مِنَ الشِّرْكِ وَالْمَعَاصِي،

انہی لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے ان اعمال یعنی شرک ونافرمانی کے بدلہ میں ہے جو وہ کماتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا ہو تو جہنم میں داخل ہوگا۔ اور میں نے عرض کیا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ کسی کو اللہ کا شریک نہ بنایا ہو تو جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1186)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَهۡدِیۡهِمۡ رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ ۚ تَجۡرِیۡ 22 |
| مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ ○ |
| بے شک جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، |
| ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔ |

## ایمان اور نیک اعمال والوں کے لئے جنت کا بیان

"اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات یَهۡدِیۡهِمۡ " یُرۡشِدُهُمۡ "رَبُّهُمۡ بِاِیۡمَانِهِمۡ " بِهٖ بِاَنۡ یَّجۡعَلَ لَهُمۡ نُوۡرًا یَهۡتَدُوۡنَ بِهٖ یَوۡمَ الۡقِیَامَة، تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهَارُ فِیۡ جَنَّاتِ النَّعِیۡمِ،

بے شک جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، ان کا رب ان کے ایمان کی وجہ سے ان کی رہنمائی کرے گا، یعنی اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو قیامت کے دن ان کے لئے چراغ بنادے گا جو انہیں جنت میں پہنچادے گا۔ ان کے نیچے سے نعمت کے باغوں میں نہریں بہتی ہوں گی۔

## قیامت کے دن مؤمن کو ایمان کا نور نجات دلائے گا

ابوزبیر کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سنا کہ ان سے لوگ قیامت کے دن لوگوں کے حال کے بارے میں پوچھ رہے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن تمام امتوں سے بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو ترتیب کے لحاظ سے ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا اس کے بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہوگا، اللہ فرمائے گا کہ تم کسے دیکھ رہے ہو وہ کہیں گے کہ ہم اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے شایان شان ان کے ساتھ چل پڑے گا اور سارے لوگ بھی ان کے پیچھے چل پڑیں گے اور ہر ایک کو ایک نور ملے گا چاہے وہ مومن ہو یا منافق ہو اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے پل صراط پر کانٹے ہوں گے جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا پکڑ لے گا پھر منافقوں کا نور بجھ جائے گا۔

اور مومن نجات پا جائیں گے مومنوں کا پہلا گروہ جو نجات پا جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور یہ ستر ہزار ہوں گے جن سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا پھر ان کے بعد ایک گروہ خوب چمکتے ہوئے تاروں کے طریقے پر ہوگا پھر اسی طرح شفاعت کا وقت آئے گا اور نیک لوگ شفاعت کریں گے یہاں تک کہ جن لوگوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہوگا اور ان کے دل میں ایک جو کے دانہ کے برابر بھی اگر کوئی بھلائی ہوگی تو انہیں دوزخ سے نکال لیا جائے گا اور انہیں جنت کے سامنے ڈال دیا جائے گا اور جنت والے ان پر پانی چھڑکیں گے جس سے وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی مٹی میں سے دانہ ہرا بھرا اگ پڑتا ہے ان سے جلنے کے سارے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا پھر ہر ایک کو دنیا اور دس گنا دنیا کے برابر (انہیں جنت میں مقام) دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 469)

## اہل جنت کی شان کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن جنت میں جولوگ سب سے پہلے داخل ہوں گے (یعنی انبیاء علیہ السلام) ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن وچمکدار ہوں گے اور دوسری جماعت کے لوگ (جو انبیاء کے بعد جنت میں داخل ہوں گے اور وہ اولیاء وصلحاہیں) ان کے چہرے آسمان کے اس ستارے کی طرح روشن وچمکدار ہوں گے جو سب سے زیادہ چمکتا ہے۔ نیز ان (جنتیوں) میں سے ہر شخص کے لئے دو بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر (لباس کے) ستر جوڑے ہوں گے (اور وہ دونوں بیویاں اتنی صاف وشفاف اور حسین وجمیل ہوں گی کہ) ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا ستر جوڑوں کے اوپر سے نظر آتا ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 200)

اس حدیث میں ہر جنتی کو دو بیویاں ملنے کا ذکر ہے جب کہ ایک حدیث میں یہ منقول ہے کہ اہل جنت میں جو سب سے کمتر درجہ کا جنتی ہوگا اس کو بھی بہتر بیویاں اور اسی ہزار خادم ملیں گے پس ان دونوں میں مطابقت کے لئے علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں جو دو بیویوں کا ذکر کیا ہے تو وہ اس خصوصیت کی حامل ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کے اندر کا گودا ان کے لباس کے ستر جوڑوں کے اوپر سے بھی نظر آئے گا اور باقی بیویاں تو دنیا کی عورتوں میں سے ملیں گی اور ستر بیویاں حوران جنت میں سے ملیں گی اور دونوں مل کر بہتر ہوں گی۔

| |
|---|
| دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| ان کی دعا ان میں یہ ہوگی، پاک ہے تو اے اللہ! اور ان کی آپس کی دعا ان میں سلام ہوگی اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا |
| کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ |

## اہل جنت کے آپس میں سلام ودعا کا بیان

"دَعْوَاهُمْ فِيهَا" طَلَبُهِمْ يَشْتَهُوْنَهُ فِي الْجَنَّةِ اَنْ يَقُوْلُوْا "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ" اَيْ يَا اللّٰهُ فَإِذَا مَا طَلَبُوْهُ وَجَدُوْهُ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ "وَتَحِيَّتُهُمْ" فِيمَا بَيْنَهُمْ "فِيْهَا سَلَام وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اَنْ" مُفَسِّرَة، اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ،

ان کی دعا ان میں یہ ہوگی یعنی وہ جنت میں یہ کہنے کی خواہش کریں گے، پاک ہے تو اے اللہ! یعنی اے اللہ! پس جب وہ کسی چیز کی خواہش کریں گے تو ان کے پاس موجود ہو جائے گی۔ اور ان کی آپس کی دعا ان میں سلام ہوگی یہاں پر ان تفسیر کے لئے ہے اور ان کی دعا کا خاتمہ یہ ہوگا کہ سب تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

## جنت میں اہل جنت کی رہائش وکھانے پینے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جنتی لوگ جنت میں (خوب) کھائیں پئیں گے،

لیکن نہ تو تھوکیں گے، نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ پھریں گے اور نہ ناک سنکیں گے۔" یہ سن کر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ (جب جنتی لوگ پاخانہ نہیں پھریں گے، تو پھر کھانے کے فضلہ کا کیا ہوگا (اور اس کے اخراج کی کیا صورت ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کھانے کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہو جائے گا جو مشک کی خوشبو کی مانند ہوگا اور جنتیوں کے دل میں تسبیح وتحمید یعنی سبحان اللہ الحمد للہ کا ورد اور ذکر الٰہی (اس طرح) ڈال دیا جائے گا (کہ وہ ان کی عادت ومعمول بن جائے گا) جیسے سانس جاری ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 187)

کھانے کا فضلہ ڈکار اور پسینہ ہو جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ نظام قدرت نے جس طرح اسے دنیا میں کھانے کے فضلہ کا اخراج کے لئے پاخانہ کی صورت رکھی ہے اسی طرح جنت میں جنتیوں کے کھانے کے فضلہ کے اخراج کے لئے ڈکار اور پسینہ کو ذریعہ بنا دیا جائے گا کہ تمام فضلہ ہوا اور پسینہ بن کر ڈکار کی صورت میں اور مسامات کے راستے نکل جایا کرے گا اور ڈکار کی صورت میں نکل جائے گا اور بعض اوقات یا بعض اشخاص کا فضلہ پسینہ بن کر مسامات کے راستے خارج ہو جائے گا یا یہ کہ بعض کھانے کا فضلہ تو ڈکار بن کر خارج ہوگا اور بعض کھانے کا فضلہ پسینہ بن کر نکلے گا لیکن اس سلسلے میں زیادہ بہتر اور موزوں یہ کہنا ہے کہ ڈکار تو کھانے کے فضلہ کے اخراج کا ذریعہ بنے گی اور پسینہ پانی کے فضلہ کے اخراج کا ذریعہ ہوگا۔" جیسے سانس جاری ہے۔" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سانس کی آمد ورفت کا سلسلہ کسی تکلف یا سعی کے بغیر از خود جاری رہتا ہے اسی طرح تسبیح تحمید اور ذکر الٰہی کے کلمات اہل جنت کی زبان پر رواں ہوں گے یا یہ مراد ہے کہ جس طرح معمول کے مطابق سانس کی آمد ورفت کی وجہ سے تمہیں کوئی دقت و پریشانی نہیں ہوتی اور تم کوئی بوجھ محسوس نہیں کرتے اسی طرح جنتی لوگ تسبیح وتحلیل اور تحمید کی وجہ سے کوئی دقت و پریشانی اور بوجھ محسوس نہیں کریں گے اور یہ کہ جس طرح تمہیں سانس لینے سے کوئی چیز باز نہیں رکھتی اسی طرح ان لوگوں کے تسبیح وتحلیل اور تحمید میں مشغول ہونے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنے گی۔

## نیک لوگوں کے وسیلہ سے جنت میں داخل ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اہل ایمان میں سے) جو لوگ (اپنے گناہوں کے سبب) دوزخی قرار دیئے جا چکے ہوں گے وہ اہل جنت یعنی علماء (اخیار اور صلحاء وابرار کے راستوں میں) صف باندھ کر کھڑے رہتے ہیں) اور پھر جب ایک جنتی ان کے سامنے سے گزرے گا تو ان دوزخیوں میں سے ایک شخص (اس جنتی کا نام لے کر) کہے گا اے فلانے! کیا تم مجھے نہیں پہنچاتے؟ میں وہ شخص ہوں جس نے ایک مرتبہ تمہیں پانی پلایا تھا انہیں میں کوئی شخص یہ کہے گا کہ میں وہی آدمی ہوں جس نے ایک مرتبہ تمہیں وضو کے لئے پانی دیا تھا وہ جنتی (یہ سن کر) اس کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرائے گا۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 171)

اس سے معلوم ہوا کہ فاسق و گناہ گار اگر اس دنیا میں اہل دین اور ارباب طاعت وتقویٰ کی کوئی خدمت وامداد کریں گے تو اس کا بہتر ثمرہ عقبیٰ میں پائیں گے اور ان کی مدد وشفاعت سے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ مظہر نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس امر کی ترغیب دی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور خصوصا بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ حسن وسلوک اور مروت واحسان کا برتاؤ کرنا چاہئے اور جب بھی ان کی ہم نشینی وصحبت میسر ہو جائے اس کو اختیار کرنے کا موقع گنوانا نہ چاہئے کیونکہ ان کی صحبت اور محبت دنیا میں حصول زینت و پاکیزگی اور آخرت میں حصول نور کا باعث ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ |
| لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَ نَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ |
| اور اگر اللہ لوگوں کو برائی (یعنی عذاب) پہنچانے میں جلد بازی کرتا، جیسے وہ طلبِ نعمت میں جلد بازی کرتے ہیں تو یقیناً |
| ان کی میعادِ (عمر) ان کے حق میں پوری کردی گئی ہوتی، بلکہ ہم ایسے لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے |
| ان کی سرکشی میں چھوڑے رکھتے ہیں کہ وہ بھٹکتے رہیں |

## مشرکین کا عذاب کو جلدی طلب کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا اسْتَعْجَلَ الْمُشْرِكُوْنَ الْعَذَابَ، "وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ" اَيْ كَاسْتِعْجَالِهِمْ . "بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُوْلِ وَلِلْفَاعِلِ "اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ" بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ بِاَنْ يُّهْلِكَهُمْ وَلٰكِنْ يُّمْهِلُهُمْ "فَنَذَرُ" نَتْرُكُ "الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ" يَتَرَدَّدُوْنَ مُتَحَيِّرِيْنَ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے عذاب کے جلد آنے کا مطالبہ کیا۔ اور اگر اللہ لوگوں کو برائی یعنی عذاب پہنچانے میں جلد بازی کرتا، جیسے وہ طلبِ نعمت میں جلد بازی کرتے ہیں یہاں پر قضی معروف ومجہول دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور اجل کو مرفوع ومنصوب دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ یعنی ان کو ہلاک یعنی ان کو مہلت دے تا ہے۔ تو یقیناً ان کی میعاد ان کے حق میں پوری کردی گئی ہوتی، بلکہ ہم ایسے لوگوں کو جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے ان کی سرکشی میں چھوڑے رکھتے ہیں کہ وہ بھٹکتے رہیں

## سورہ یونس آیت ۱۱ کے شانِ نزول کا بیان

نضر بن حارث نے کہا تھا یارب یہ دین اسلام اگر تیرے نزدیک حق ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے عذاب میں جلدی فرماتا جیسا کہ انکے لئے مال واولاد وغیرہ، دنیا کی بھلائی دینے میں جلدی فرمائی تو وہ سب ہلاک ہو چکے ہوتے۔

## مشرکین مکہ کا سختی پر بارگاہ نبوت ﷺ میں آ کر پناہ لینے کا بیان

مشرکین مکہ کا عجیب حال یہ تھا کہ پہلے وہ عذاب کا مطالبہ کر بیٹھتے اور جب ان پر کوئی سختی آجاتی تو پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر صلہ رحمی کا واسطہ دیتے جس کا مفہوم حسب ذیل حدیث سے ملتا ہے۔

مسروق روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں (کفار قریش) کی بدبختی اور روگردانی کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان کو یوسف کے سات سال کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا کر دے چنانچہ وہ قحط میں گرفتار ہو گئے، تمام چیزیں تباہ ہو گئیں یہاں تک کہ کھال اور مردار تک کھا گئے اور کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کے سبب سے انہیں دھواں نظر آتا ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو اور تمہاری قوم ہلاک ہو گئی اس لئے اللہ سے ان کے لئے دعا کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا انتظار کرو اس دن کا جب آسمان کھلا اور ظاہر دھواں لائے گا۔ آیت یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ، الدخان:16) تک جس دن ہم بہت سخت گرفت کریں گے بطشہ سے مراد یوم بدر ہے دخان، بطشہ اور لزام، دھواں، گرفت، قید اور آیت روم سب وقوع میں چکے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 968)

امام قرطبی نے اس جگہ ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ جل شانہ سے دعا کی ہے کہ وہ کسی دوست عزیز کی بددعا اس کے دوست عزیز کے متعلق قبول نہ فرمائے اور شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جو فرشتے انسانوں کی حاجت روائی پر مقرر ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو یہ ہدایت کر رکھی ہے کہ میرا بندہ جو رنج و غصہ میں کچھ بات کہے اس کو نہ لکھو۔ (قرطبی، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ |
| مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف |
| دور کر دیتے ہیں تو چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف، جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ اسی طرح حد |
| سے بڑھنے والوں کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## ضرورت و مجبوری میں مشرکین کا اللہ سے دعا کرنے کا بیان

"وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ " الْكَافِر "الضُّرُّ" الْمَرَض وَالْفَقْر "دَعَانَا لِجَنْبِهِ" اَیْ مُضْطَجِعًا "اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا" اَیْ فِیْ كُلّ حَال "فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرّه مَرَّ" عَلٰى كُفْره "كَاَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمهَا مَحْذُوْف اَیْ كَاَنَّهُ "لَمْ يَدْعُنَا اِلٰى ضُرّ مَسَّهُ كَذٰلِكَ" كَمَا زُيِّنَ لَهُ الدُّعَاء عِنْد الضَّرَر وَالْاِعْرَاض عِنْد الرَّخَاء "زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ" الْمُشْرِكِيْنَ،

اور جب انسان یعنی کافر کو تکلیف یعنی بیماری اور مفلسی پہنچتی ہے تو اپنے پہلو پر، یا بیٹھا ہوا، یا کھڑا ہوا یعنی ہر حالت میں ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو وہ اپنے کفر پر چل دیتا ہے جیسے اس نے ہمیں کسی تکلیف کی طرف،

جو اسے پہنچی ہو، پکارا ہی نہیں۔ یہاں پر کان مخففہ ہے اس کا اسم محذوف ہے یعنی کانہ ہے۔ جس طرح ان کا ضرورت کے وقت دعا کرنا اور خوشحالی کے وقت اعراض کرنا ہے۔ اسی طرح حد سے بڑھنے والے مشرکین کے لیے مزین بنا دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔

جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بڑی لمبی لمبی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے لیٹتے اللہ سے اپنی تکلیف کے دور ہونے کی التجائیں کرتا ہے۔ لیکن جہاں دعا قبول ہوئی تکلیف دور ہوئی اور ایسا ہو گیا جیسے کہ نہ اسے کبھی تکلیف پہنچی تھی نہ اس نے کبھی دعا کی تھی۔ ایسے لوگ حد سے گزر جانے والے ہیں اور وہ انہیں اپنے ایسے ہی گناہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں ایماندار، نیک اعمال، ہدایت و رشد والے ایسے نہیں ہوتے۔ حدیث شریف میں ہے مومن کی حالت پر تعجب ہے۔ اس کے لیے ہر الٰہی فیصلہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ اسے تکلیف پہنچی اس نے صبر و استقامت اختیار کی اور اسے نیکیاں ملیں۔ اسے راحت پہنچی، اس نے شکر کیا، اس پر بھی نیکیاں ملیں، یہ بات مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ |
| وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جب انہوں نے ظلم کیا اور ان کے پاس |
| ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آئے اور وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ |

## انبیائے کرام کی نبوت کو جھٹلانے والوں کے لئے عذاب کا بیان

"وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ" الْاُمَم "مِنْ قَبْلِكُمْ" يَا اَهْل مَكَّة "لَمَّا ظَلَمُوا" بِالشِّرْكِ "و" قَدْ "جَاءَتْهُمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الدَّالَّات عَلٰى صِدْقهمْ "وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوا" عُطِف عَلٰى ظَلَمُوْا "كَذٰلِكَ" كَمَا اَهْلَكْنَا اُولٰئِكَ "نَجْزِى الْقَوْم الْمُجْرِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ،

اور اے اہل مکہ بلاشبہ یقیناً ہم نے تم سے پہلے بہت سے زمانوں کے لوگ یعنی امتوں کو ہلاک کر دیا، جب انہوں نے ظلم یعنی شرک کیا اور ان کے پاس ان کے رسول اپنی صداقت کے واضح دلائل لے کر آئے اور وہ ہرگز ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اس کا عطف ظلموا پر ہے۔ اسی طرح یعنی جس طرح ہم نے ہلاک کیا ہم مجرم لوگوں یعنی کفار کو جزا دیں گے۔

## گذشتہ زمانوں کے اقوام کی ہلاکت کو بہ طور عبرت بیان کرنا

قرن کے معنی ایک عہد کے لوگ ہیں اور یہاں قرون سے ایسی اقوام مراد ہیں جنہوں نے اپنے اپنے دور میں عروج حاصل کیا تھا اور اقوام عالم میں نامور شمار ہوئی تھیں اور ہلاک کرنے سے یہی مراد نہیں کہ ان پر کوئی ارضی و سماوی عذاب وغیرہ بھیج کر ان کی نسل تک کو تباہ کر ڈالا تھا بلکہ ہلاکت کی ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جتنا اس قوم نے عروج حاصل کیا تھا اتنا ہی وہ زوال پذیر ہو جائے حتیٰ کہ اتنی کہ قعر مذلت میں گرے اقوام عالم میں وہ شمار کے قابل بھی نہ رہے یعنی ان کے گناہوں کی پاداش میں بتدریج اسے صفحہ

ھستی سے مٹادیا جائے۔

## ظلم کے سبب اقوام کی ہلاکت کا بیان

ظلم کا مفہوم اتنا وسیع ہے کہ اس کا اطلاق ہر گناہ اور زیادتی کے کام پر ہوسکتا ہے چنانچہ سب سے بڑے گناہ شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کوئی قوم سر نکالتی یا عروج حاصل کرتی ہے تو یہی وقت اس کے ظلم وزیادتی کا ہوتا ہے وہ دوسرے لوگوں کو اپنے سے کمتر سمجھ کر ان پر ہر جائز وناجائز طریقے سے تسلط جمانا اپنا حق سمجھتی ہے اور اللہ کی یاد سے غافل ہو کر ہر گناہ کے کام کی مرتکب ہوتی ہے ایسے ہی اوقات میں اللہ تعالیٰ ان کے پاس اپنے رسول بھیجتا ہے مگر جو لوگ اپنی عیش وعشرت میں مست اور گناہوں کے کاموں میں مستغرق ہوں وہ بھلا رسولوں کی بات کیسے مانیں گے چنانچہ عموماً ایسی مجرم ضمیر قوموں نے رسولوں کا انکار ہی کیا اس طرح جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجت پوری ہوجانے کے بعد بھی انہوں نے اپنا طرز زندگی نہ بدلا تو اللہ نے ان کے جرائم کی پاداش میں انہیں ہلاک کرڈالا۔

## ظالم بادشاہ کا ایڑیاں رگڑنے پر مجبور ہوجانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی ان کو لے کر ایسی آبادی میں پہنچے جہاں باشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا ظالم حکمرانوں میں سے ایک ظالم حکمران رہتا تھا اس سے بیان کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام یہاں ایک خوبصورت عورت لے کر آئے ہیں آپ علیہ السلام کے پاس اس نے ایک آدمی دریافت کرنے کو بھیجا کہ اے ابراہیم یہ عورت تمہارے ساتھ کون ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا میری بہن ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام لوٹ کر سارہ کے پاس گئے اور کہا کہ میری بات کو جھوٹا نہ کرنا میں نے لوگوں کو بتایا کہ تو میری بہن ہے واللہ اس زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں اور حضرت سارہ کو اس بادشاہ کے پاس بھیج دیا وہ بادشاہ حضرت سارہ کے پاس گیا وہ کھڑی ہوئیں اور وضو کرکے نماز پڑھی اور دعا کی کہ اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنی شرمگاہ کی بجز اپنے شوہر کے حفاظت کی ہے تو مجھ پر اس کافر کو مسلط نہ کر تو وہ بادشاہ زمین پر گر کر خراٹے لینے لگا یہاں تک کہ پاؤں زمین پر رگڑنے لگا اعرج کہتے ہیں ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا حضرت سارہ نے کہا کہ یا اللہ اگر یہ مرجائے گا تو لوگ کہیں گے کہ اسی عورت نے بادشاہ کو قتل کیا ہے اس بادشاہ کی یہ حالت دور ہوئی تو پھر ان کی طرف اٹھا حضرت سارہ کھڑی ہوئیں وضو کرکے نماز پڑھی پھر دعا کی کہ اے میرے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے شوہر کے سبب سے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی ہے تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر وہ زمین پر گر کر خراٹے لینے لگا یہاں تک کہ پاؤں رگڑنے لگا عبدالرحمٰن نے بواسطہ ابوسلمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کیا کہ سارہ نے کہا یا اللہ اگر یہ مرگیا تو لوگ کہیں گے کہ اس عورت نے اس کو قتل کیا اس کی یہ حالت جاتی رہی بادشاہ نے دوسری یا تیسری بار کہا کہ واللہ تم نے میرے پاس ایک شیطان کو بھیجا اس کو ابراہیم کے پاس لے جاؤ اور (ہاجرہ) لونڈی ان کو دیدو وہ لوٹ کر حضرت ابراہیم کے پاس گئیں تو کہا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور ایک لونڈی

خدمت کے لئے دلوائی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2127)

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۝

پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

## زمین میں خلافت کا مقصد رسولان گرامی کی تصدیق کرنے کا بیان

"ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ" يَا اَهْل مَكَّة "خَلَائِف" جَمْع خَلِيفَة "فِي الْاَرْض مِنْ بَعْدهمْ لِنَنْظُر كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ" فِيهَا وَهَلْ تَعْتَبِرُوْنَ بِهِمْ فَتُصَدِّقُوا رُسُلنَا،

اے اہل مکہ! پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین بنایا، خلائف یہ خلیفہ کی جمع ہے تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ کہ تم عبرت پکڑو اور ہمارے رسولان گرامی کی تصدیق کرو۔

حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت عوف بن مالک نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اسے مکمل تھام لیا، پھر لٹکائی گئی تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح اسے مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر منبر کے ارد گرد لوگوں نے ناپنا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تین ذراع بڑھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ خواب سن کر فرمایا بس ہٹاؤ بھی۔ ہمیں خوابوں کیا حاجت؟ پھر اپنی خلافت کے زمانے میں عمر فاروق نے کہا عوف تمہارا خواب کیا تھا؟ حضرت عوف نے کہا جانے دیجئے۔ جب آپ کو اس کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ نے جب مجھے ڈانٹ دیا پھر اب کیوں پوچھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اس وقت تو تم خلیفۃ الرسول کو ان کی موت کی خبر دے رہے تھے۔ اب بیان کرو انہوں نے بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا لوگوں کا منبر کی طرف تین ذراع ناپنا یہ تھا کہ ایک تو خلیفہ برحق تھا۔ دوسرے خلیفہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل بے پرواہ تھا تیسرا خلیفہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر ہم نے تمہیں خلیفہ بنایا کہ ہم تمہارے اعمال دیکھیں۔ اے عمر کی ماں کے لڑکے تو خلیفہ بنا ہوا ہے۔ خوب دیکھ بھال لے کہ کیا کیا عمل کر رہا ہے؟ آپ کا فرمان کہ "میں اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتا" سے مراد ان چیزوں میں ہے جو اللہ چاہے۔ شہید ہونے سے مراد یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اس وقت مسلمان آپ کی مطیع وفرمانبردار تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۝

| |
|---|
| اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی |
| اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجئے، آپ فرما دیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو فقط جو میری |
| طرف وحی کی جاتی ہے، پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بیشک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ |

## کفار کا قرآن کے سوا کسی دوسری کتاب کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا" اَلْقُرْاٰن "بَیِّنَات" ظَاهِرَات حَال "قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَ نَا" لَا یَخَافُوْنَ الْبَعْث "ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْر هٰذَا" لَیْسَ فِیْهِ عَیْب اٰلِهَتنَا "اَوْ بَدِّلْهُ" مِنْ تِلْقَاء نَفْسك "قُلْ" لَهُمْ "مَا یَكُوْن" یَنْبَغِی "لِیْ اَنْ اُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاء" قِبَل "نَفْسِی اِنْ" مَا "اَتَّبِع اِلَّا مَا یُوْحٰی اِلَیَّ اِنِّیْ اَخَاف اِنْ عَصَیْت رَبِّیْ" بِتَبْدِیلِهِ "عَذَاب یَوْم عَظِیْم" هُوَ یَوْم الْقِیَامَة،

اور جب ان پر ہماری روشن آیات یعنی قرآن تلاوت کی جاتی ہیں یعنی واضح دلائل دیئے جاتے ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، تو انہیں دوبارہ زندہ ہونے پر کوئی خوف نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے جس میں ہمارے معبودوں کے لئے کوئی عیب نہ ہو یا اسے بدل دیجئے، یعنی جو آپ نے اپنی طرف سے ملایا ہے آپ ان سے فرما دیں، مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں، اگر میں اس کو تبدیل کر کے اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بیشک میں بڑے دن یعنی قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

## سورہ یونس آیت ۱۵ کے شانِ نزول کا بیان

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکین مکہ کے متعلق نازل ہوئی اور مقاتل کہتے ہیں کہ پانچ افراد تھے، عبداللہ بن ابی امیہ مخزومی ولید بن مغیرہ، مکرز بن حفص عمرو بن عبداللہ بن ابی قیس عامری اور عاص بن عامر انہوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ ایسا قرآن لایئے جس میں لات اور عزیٰ کی عبادت کو ترک کرنے کا حکم نہ ہو۔ (نیسابوری 224، طبری 11۔67)

اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت استہزاء کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے کہا اے محمد ﷺ آپ اس کے علاوہ کوئی قرآن لے آیئے جس میں وہ کچھ ہو جو ہم کہیں۔ (سیوطی 153، نیسابوری 223، زادالمسیر 4۔14)

## نبوت محمدی ﷺ اور قرآن کی صداقت اور ہرقل روم کا بیان

حضرت ابن عباد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ابوسفیان نے یہ حدیث میرے سامنے بیان کی کہ جب ہماری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلح تھی اس وقت میں ملک شام میں تھا اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خط دحیہ الکلبی لے کر ہرقل کے پاس آئے تھے پہلے یہ خط دحیہ نے بصری کے سردار کو دیا اس نے ہرقل کے پاس بھیج دیا ہرقل نے خط پڑھ کر کہا کہ دیکھو یہ جس کا خط ہے اور جو نبوت کا دعویٰ بھی کرتا ہے اس کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ہے، لوگوں نے کہا ہاں! اس

کی قوم کے لوگ یہاں موجود ہیں ابوسفیان کا بیان ہے کہ میں اور میرے چند قریبی ساتھی ہرقل کے دربار میں بلائے گئے تو اس نے ہم کو اپنے سامنے بٹھایا پھر پوچھا کہ تم میں اس (پیغمبر) کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟ میں نے کہا میں ہوں اس نے مجھے اپنے سامنے بٹھایا اور دوسرے ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور پھر اپنے ایک آدمی سے کہا کہ تم ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہو کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ابوسفیان سے کچھ دریافت کروں گا اگر یہ غلط بیانی سے کام لے تو تم اس کی تردید کر دینا ابوسفیان نے بیان کیا کہ اگر مجھے اپنے ہمراہیوں کا خوف نہ ہوتا (کہ مجھے جھٹلا دیں گے) تو ضرور کچھ غلط باتیں بھی کہتا آخر پر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا حسب دریافت کرو انہوں نے پوچھا تو میں نے کہا کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم میں سب سے زیادہ عالی حسب ہیں، اس کے بعد ہرقل نے کہا اے ترجمان! تو ابوسفیان سے کہہ دے کہ تم سے ان کا حسب پوچھا گیا تو تم نے کہا کہ وہ عالی حسب ہے اور پیغمبر ہمیشہ عالی حسب ہوتے ہیں، اس کے بعد ہرقل نے کہا کہ اگر تو اپنے بیان میں سچا ہے تو بیشک وہ سچے نبی ہیں اور میں جانتا تھا کہ وہ پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ تم میں پیدا ہوں گے اگر یہ معلوم ہوتا تو میں ان سے ضرور ملاقات کرتا اور ان کے دیدار سے مستفیض ہوتا اور ان کے پاؤں دھو کر پیتا اور ان کی حکومت ضرور میرے ان قدموں تک پہنچے گی۔

ابوسفیان نے کہا کہ ہرقل جب خط سے فارغ ہوا تو دربار میں عجیب ہلچل مچ گئی اور پھر ہم کو باہر کر دیا گیا میں نے باہر نکلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابن ابی کبشہ یعنی رسول اللہ کے کام میں بڑی مضبوطی پیدا ہوگئی ہے اور اب اس سے بادشاہ بھی ڈرنے لگے ہیں میں تو کفر کی حالت میں یقین رکھتا تھا کہ آپ کو ضرور غلبہ ہوگا۔

زہری کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہرقل نے تمام رؤسا کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا کہ اے اہل روم! کیا تم چاہتے ہو کہ ہمیشہ سلامت رہو اور تمہارے ملک تمہارے ہاتھ میں رہیں تو ہدایت اور ہمیشہ کی سلامتی کی طرف آؤ راوی کا بیان ہے کہ لوگ یہ بات سن کر سخت ناراض ہو کر دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازے بند پائے، ہرقل نے کہا بھاگو نہیں میرے قریب آؤ سب آ گئے تو ہرقل نے کہا میں تم لوگوں کا امتحان لے رہا تھا میں خوش ہوں کہ تم اپنے دین پر قائم اور ثابت ہو اس کے بعد خوش ہو گئے اور ہرقل کو سجدہ کر کے واپس چلے گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1731)

## کفار کو قرآن جیسا کلام لانے کا چیلنج کرنے کا بیان

کفار کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں تو آپ اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن لائیے جسمیں لات وعزیٰ منات وغیرہ بتوں کی برائی اور ان کی عبادت چھوڑنے کا حکم نہ ہو اور اگر اللہ ایسا قرآن نازل نہ کرے تو آپ اپنی طرف سے بنا لیجئے یا اسی قرآن کو بدل کر ہماری مرضی کے مطابق کر دیجئے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ ان کا یہ کلام یا تو بطریق تمسخر واستہزاء تھا یا انہوں نے تجربہ وامتحان کے لئے ایسا کہا تھا کہ اگر یہ دوسرا قرآن بنا لائیں یا اس کو بدل دیں تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن کلام ربانی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کا یہ جواب دیں جو آیت میں مذکور ہوتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر |
| گزار چکا ہوں تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ |

## قرآن کا من جانب اللہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَوْ شَاءَ اللّٰه مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَا اَدْرَاكُمْ" اَعْلَمَكُمْ "بِهٖ" وَلَا نَافِيَة عَطْف عَلٰى مَا قَبْله وَفِيْ قِرَاءَة بِلَامٍ جَوَاب لَوْ: اَیْ لَاُعْلِمكُمْ بِهٖ عَلٰى لِسَان غَيْرِي "فَقَدْ لَبِثْتُ" مَكَثْت "فِيْكُمْ عُمُرًا" سِنِيْنًا اَرْبَعِيْنَ "مِنْ قَبْله" لَا اُحَدِّثكُمْ بِشَیْءٍ "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" اَنَّهٗ لَيْسَ مِنْ قِبَلِي،

تم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا نہ وہ تم کو اس سے خبردار کرتا، یہاں پر لا نافیہ ہے جس کا عطف ماقبل پر ہے اور ایک قرأت میں لام کے ساتھ جواب لو کے طور پر آیا ہے۔ یعنی میں تمہیں اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان میں سکھاؤں؟ تو میں اس سے پہلے تم میں اپنی ایک عمر یعنی چالیس سال گزار چکا ہوں، میں تمہیں اپنی طرف سے کوئی چیز بیان نہیں کی، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ کہ یقیناً یہ میری اپنی طرف سے نہیں ہے۔

صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہ اس آیت میں آپ ﷺ کا یہ بیان ہے کہ میں چالیس سال تم میں رہا ہوں، اس زمانہ میں میں تمہارے پاس کچھ نہیں لایا اور میں نے تمہیں کچھ نہیں سنایا، تم نے میرے احوال کا خوب مشاہدہ کیا ہے، میں نے کسی سے ایک حرف نہیں پڑھا، کسی کتاب کا مطالعہ نہ کیا، اس کے بعد یہ کتاب عظیم لایا جس کے حضور ہر ایک کلام فصیح پست اور بےحقیقت ہوگیا۔ اس کتاب میں نفیس علوم ہیں، اصول و فروع کا بیان ہے، احکام و آداب میں مکارمِ اخلاق کی تعلیم ہے، غیبی خبریں ہیں، اس کی فصاحت و بلاغت نے ملک بھر کے فُصحاء و بُلغاء کو عاجز کر دیا ہے، ہر صاحب عقلِ سلیم کے لئے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ یہ بغیر وحی الٰہی کے ممکن ہی نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یونس، لاہور)

| |
|---|
| فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ |
| پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یا اس کی آیات کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ |
| مجرم لوگ فلاح نہیں پاتے۔ |

## اللہ پر بہتان باندھنے والے ظالم مشرکین کا بیان

"فَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَم مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِيْك اِلَيْهِ "اَوْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِهٖ" الْقُرْاٰن "اِنَّهٗ" اَیْ الشَّاْن "لَا يُفْلِح" يُسْعِد "الْمُجْرِمُوْنَ" الْمُشْرِكُوْنَ،

پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے یعنی اس شخص سے بڑھ کوئی ایک بھی ظالم نہیں ہے جو اللہ پر کوئی جھوٹ باندھے، یعنی اس کی طرف شرک کی نسبت کرے یا اس کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلائے۔ بے شک حقیقت یہ ہے کہ مجرم لوگ یعنی مشرکین فلاح نہیں پاتے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔ اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے اور اس انسان کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

| |
|---|
| وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَاللّٰهِ ؕ قُلْ |
| اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انھیں نقصان پہنچاتی ہیں اور نہ انھیں نفع دیتی ہیں اور کہتے ہیں |
| یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ فرمادیں کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے |
| اور نہ زمین میں؟ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ |

## نفع ونقصان کی ملکیت نہ رکھنے والی چیزوں کی عبادت کا بیان

"وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰه " اَیْ غَيْرہ "مَا لَا يَضُرّهُمْ " اِنْ لَّمْ يَعْبُدُوْهُ "وَلَا يَنْفَعهُمْ" اِنْ عَبَدُوْهُ وَهُوَ الْاَصْنَام "وَيَقُوْلُوْنَ" عَنْهَا "هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْد اللّٰه قُلْ " لَهُمْ "اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰه" تُخْبِرُوْنَهُ "بِمَا لَا يَعْلَم فِي السَّمَاوَات وَلَا فِي الْاَرْض " اسْتِفْهَام اِنْكَار اِذْ لَوْ كَانَ لَهُ شَرِيْك لَعَلِمَهُ اِذْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء "سُبْحَانه" تَنْزِيْهًا لَهُ "وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" ـهُ مَعَهُ،

اور وہ اللہ کے سوا ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں یعنی اگر ان کی عبادت نہ کریں تو وہ نہ انہیں نقصان پہنچاتی ہیں اور اگر وہ ان کی عبادت کرتے ہیں تب بھی ان کو نفع نہیں دیتیں اور وہ بت ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ لوگ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ ان سے فرمادیں کیا تم اللہ کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی جب تم کوئی بھی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو تو وہ اس کے علم سے مخفی نہیں ہے۔ وہ پاک ہے یعنی ہر شرک سے پاک ہے۔ اور بہت بلند

ہے اس سے جو وہ اس کے ساتھ شریک بناتے ہیں۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

اتنبئون ۔ الف استفہام کے لئے ہے تنبئون جمع مذکر حضر۔ تنبئۃ اور تنبئی سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔ اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموت ولا فی الارض کیا تم اللہ کو ایسی بات بتا رہے ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتا رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد۔ من گھڑت بات بنا رہے ہو۔ اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے۔

مشرکوں کا خیال تھا کہ جن کو ہم پوجتے ہیں یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہوں گے اس غلط عقیدے کی قرآن کریم تردید فرماتا ہے کہ وہ کسی نفع نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ان کی شفاعت تمہارے کچھ کام نہ آئے گی۔ تم تو اللہ کو بھی سکھانا چاہتے ہو گویا جو چیز زمین آسمان میں وہ نہیں جانتا تم اس کی خبر اسے دینا چاہتے ہو۔ کیسا تمہارا گمراہ کن عقیدہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مشرک لوگ جب تلبیہ کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے لبیک لاشریک لک (حاضر ہیں تیری خدمت میں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے افسوس ہے تم پر! بس بس (یعنی بس اتنا ہی کہو اس سے زیادہ مت کہو، مگر مشرک کب ماننے والے تھے وہ پھر اس کے بعد یہ کہتے) الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک (یعنی تیرا کوئی شریک نہیں ہاں وہ بت تیرا شریک ہے جو تیری ملک میں ہے، تو اس کا مالک ہے وہ شریک تیرا مالک نہیں ہے۔ مشرک لوگ تلبیہ کے یہ کلمات خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1097)

مشرک بھی حج وعمرہ اور طواف وغیرہ کیا کرتے تھے نیز وہ خانہ کعبہ کی تعظیم بھی ہمیشہ کیا کرتے تھے اور اس کا احترام ملحوظ رکھتے مگر جب لبیک کہتے تو اپنے شریک کی وجہ سے اس طرح کہتے لبیک لاشریک لک الاشریکا ھو لک تملکہ وما ملک یعنی وہ حق تعالیٰ سے شرک کی نفی تو کرتے مگر بتوں کا استثناء کرتے اور یہ کہتے کہ وہ بت اللہ کے شریک ہیں لیکن اس کے مملوک ہیں اور اللہ ان بتوں کا مالک ہے، چنانچہ وہ جب تلبیہ کہنا شروع کرتے اور یہ کہتے لبیک لاشریک لک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ یہاں تک تو ٹھیک بس تم اتنا ہی کہو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، اس سے آگے نہ کہو مگر مشرکین کی عقلوں پر تو پردے پڑے ہوئے تھے وہ ہدایت کو کیسے مان لیتے اس لئے وہ آگے کے الفاظ کہنے سے باز نہیں آتے تھے، حالانکہ ان کے یہ کلمات الا شریکا ھو لک الخ درحقیقت ان کی انتہائی حماقت اور بے وقوفی ہی کو ظاہر کرتے تھے کہ بتوں کو اللہ کی ملکیت بھی بتاتے تھے اور پھر انہیں شریک بھی کہتے تھے حالانکہ اگر انہیں عقل سلیم کی ذرا بھی رہنمائی حاصل ہوتی تو وہ خود یہ سمجھ سکتے تھے کہ بھلا مملوک اپنے مالک کا شریک کیوں کر ہو سکتا ہے؟

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

اور لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوئے، اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو یہیں ان کے اختلافوں کا ان پر فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

## تمام زمانوں میں اسلام کے اصولی عقائد کے متفق ہونے کا بیان

"وَمَا كَانَ النَّاس اِلَّا اُمَّة وَاحِدَة" عَلٰى دِيْن وَاحِد وَهُوَ الْإِسْلَام مِنْ لَّدُنْ اٰدَم اِلٰى نُوح وَقِيْلَ مِنْ عَهْد اِبْرَاهِيْم اِلٰى عَمْرو بْن لُحَيّ "فَاخْتَلَفُوا" بِاَنْ ثَبَتَ بَعْض وَكَفَرَ بَعْض "وَلَوْلَا كَلِمَة سَبَقَتْ مِنْ رَبّك" بِتَاْخِيرِ الْجَزَاء اِلٰى يَوْم الْقِيَامَة "لَقُضِيَ بَيْنهمْ" اَيْ النَّاس فِي الدُّنْيَا "فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ" مِنْ الدِّيْن بِتَعْذِيْبِ الْكَافِرِيْنَ،

اور لوگ ایک ہی امت تھے یعنی ایک دین پر تھے اور وہ اسلام ہے۔ جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ لسلام کے زمانے سے عمرو بن لحی کے زمانے تک چلتا رہا، پھر مختلف ہوئے، یعنی بعض اس پر ثابت قدم رہے اور ان میں سے بعض نے کفر کیا۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی یعنی قیامت تک کے لئے جزاء کی تاخیر نہ ہوتی تو اسی دنیا میں ان لوگوں کے اختلافات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ یعنی جو کفار کو عذاب دے دیا جاتا۔

پہلے سب کے سب لوگ اسلام پر تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام تک دس صدیاں وہ سب لوگ مسلمان تھے۔ پھر اختلاف رونما ہوا اور لوگوں نے تیری میری پرستش شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سلسلوں کو جاری کیا تا کہ ثبوت و دلیل کے بعد جس کا جی چاہے زندہ رہے جس کا جی چاہے مر جائے۔ چونکہ اللہ کی طرف سے فیصلے کا دن مقرر ہے۔ حجت تمام کرنے سے پہلے عذاب نہیں ہوتا اس لیے موت موخر ہے۔ ورنہ ابھی ہی حساب چکا دیا جاتا۔ مومن کامیاب رہتے اور کافر ناکام۔

وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

اور کہتے ہیں ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

## کفار مکہ کا سابقہ انبیاء کرام کے معجزات کی طرح معجزہ طلب کرنے کا بیان

"وَيَقُوْلُوْنَ" اَيْ اَهْل مَكَّة "لَوْلَا" هَلَّا "اُنْزِلَ عَلَيْهِ" عَلٰى مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "آيَة مِنْ رَبّه" كَمَا كَانَ لِلْاَنْبِيَاءِ مِنْ النَّاقَة وَالْعَصَا وَالْيَد "فَقُلْ" لَهُمْ "اِنَّمَا الْغَيْب لِلّٰهِ" مَا غَابَ عَنْ الْعِبَاد اَيْ اَمْره

وَمِنْهُ الْاٰيَات فَلَا يَاْتِیْ بِهَا اِلَّا هُوَ وَاِنَّمَا عَلَیَّ التَّبْلِيغ "فَانْتَظِرُوا" الْعَذَاب اِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا ، اِنِّیْ مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ،

اور مکہ والے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، جس طرح پہلے انبیائے کرام کی طرف اونٹنی، عصا اور ید بیضاء وغیرہ کا آنا ہے۔ تم ان سے فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے یعنی جو اس کا حکم لوگوں سے پوشیدہ ہے اور وہ ایسی نشانیاں ہیں جن کو وہ بیان نہیں کرتا مگر جس کو چاہے۔ جبکہ میں اسی کا پیغام دینے والا ہوں، اگر تم ایمان نہیں لاتے تو پھر عذاب کا راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔

## ثبوت صداقت مانگنے والوں کا بیان

اہل باطل کا طریقہ ہے کہ جب ان کے خلاف برہان قوی قائم ہوتی ہے اور وہ جواب سے عاجز ہو جاتے ہیں تو اس برہان کا ذکر اس طرح چھوڑ دیتے ہیں جیسے کہ وہ پیش ہی نہیں ہوئی اور یہ کہا کرتے ہیں کہ دلیل لاؤ تا کہ سننے والے اس مغالطہ میں پڑ جائیں کہ ان کے مقابل اب تک کوئی دلیل ہی نہیں قائم کی گئی ہے۔ اس طرح کفار نے حضور کے معجزات اور بالخصوص قرآن کریم جو معجزہ عظیمہ ہے اس کی طرف سے آنکھیں بند کر کے یہ کہنا شروع کیا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری گویا کہ معجزات انہوں نے دیکھے ہی نہیں اور قرآن پاک کو وہ نشانی شمار ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ فرما دیجئے کہ غیب تو اللہ کے لئے ہے اب راستہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھ رہا ہوں۔ تقریر جواب یہ ہے کہ دلالت قاہرہ اس پر قائم ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک کا ظاہر ہونا بہت ہی عظیم الشان معجزہ ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں پیدا ہوئے، ان کے درمیان حضور بڑھے، تمام زمانے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کی آنکھوں کے سامنے گزرے، وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا نہ کسی استاد کی شاگردی کی، یکبارگی قرآن کریم آپ پر ظاہر ہوا اور ایسی بیمثال اعلیٰ ترین کتاب کا ایسی شان کے ساتھ نزول بغیر وحی کے ممکن ہی نہیں۔ یہ قرآن کریم کے معجزہ قاہرہ ہونے کی برہان ہے اور جب ایسی قوی برہان قائم ہے تو اثبات نبوت کے لئے کسی دوسری نشانی کا طلب کرنا قطعاً غیر ضروری ہے، ایسی حالت میں اس نشانی کا نازل کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے چاہے کرے چاہے نہ کرے تو یہ امر غیب ہوا اور اس کے لئے انتظار لازم آیا کہ اللہ کیا کرتا ہے لیکن وہ یہ غیر ضروری نشانی جو کفار نے طلب کی ہے نازل فرمائے یا نہ فرمائے نبوت ثابت ہو چکی اور رسالت کا ثبوت قاہر معجزات سے کمال کو پہنچ چکا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یونس، لاہور)

حافظ ابن کثیر مقلد فقہ شافعی لکھتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سچا نبی ہے تو جیسے آل ثمود کو اونٹنی ملی تھی انہیں ایسی کوئی نشانی کیوں نہیں ملی؟ چاہیے تھا کہ یہ صفا پہاڑ کو سونا بنا دیتا یا مکے کے پہاڑوں کو ہٹا کر یہاں کھیتیاں باغ اور نہریں بنا دیتا۔ گو اللہ کی قدرت اس سے عاجز نہیں لیکن اس کی حکمت کا تقاضا وہی جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باغات اور نہریں بنا دے لیکن یہ پھر بھی قیامت کے منکر ہی رہیں گے اور آخر جہنم میں جائیں گے۔ اگلوں نے بھی ایسے معجزے طلب کئے دکھائے گئے پھر بھی

جھٹلایا تو عذاب اللہ آ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی فرمایا گیا تھا کہ اگر تم چاہو تو میں ان کے منہ مانگے معجزے دکھا دوں لیکن پھر بھی یہ کافر رہے تو غارت کر دیئے جائیں گے اور اگر چاہو تو مہلت دوں۔ آپ نے اپنے حلم وکرم سے دوسری بات ہی اختیار کی۔ یہاں حکم ہوتا ہے کہ غیب کا علم اللہ ہی کو ہے تمام کاموں کا انجام وہی جانتا ہے۔ تم ایمان نہیں لاتے تو نتیجے کے منتظر رہو۔ آہ! کیسے بدنصیب تھے جو مانگتے تھے اس سے بدرجہا بڑھ کر دیکھ چکے تھے اور سب معجزوں کو جانے دو چاند کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دینا ایک ٹکڑے کا پہاڑ کے اس طرف اور دوسرے کا اس طرف چلے آنا کیا یہ معجزہ کس طرح اور کس معجزے سے کم تھا؟ لیکن چونکہ ان کا یہ سوال محض کفر کی بنا پر تھا ورنہ یہ بھی اللہ دکھا دیتا جن پر عذاب عملاً آ جاتا ہے وہ چاہے دنیا بھر کے معجزے دیکھ لیں انہیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ان پر فرشتے اترتے اگر ان سے مردے باتیں کرتے اگر ہر ایک چیز ان کے سامنے کر دی جاتی پھر بھی انہیں تو ایمان نصیب نہ ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ |
| قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ |
| اور جب کہ ہمارے آدمیوں کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تھی جبھی وہ ہماری آیتوں کے ساتھ داؤں |
| چلتے ہیں، تم فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے، بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر لکھ رہے ہیں۔ |

## مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر کفار کا آیات الٰہی سے مذاق کرنے کا بیان

"وَاِذَا اَذَقْنَا النَّاس" "اَیْ کُفَّار مَکَّة" "رَحْمَة" مَطَرًا وَخِصْبًا "مِنْ بَعْد ضَرَّاء" "بُؤْس وَجَدْب" "مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَکْر فِیْ اٰیَاتنَا" "بِالِاسْتِهْزَاءِ وَالتَّکْذِیْب" "قُلْ" "لَهُمْ" "اللّٰه اَسْرَع مَکْرًا" "مُجَازَاة" "اِنَّ رُسُلَنَا" "الْحَفَظَة" "یَکْتُبُوْنَ مَا تَمْکُرُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْیَاء،

اور جب ہم کفار مکہ کو قحط سالی اور تنگی کے بعد ان کو رحمت کا مزہ دیتے ہیں یعنی کسی تکلیف کے بعد جو انہیں پہنچی تھی تو اب وہ ہماری آیتوں کے ساتھ فریب یعنی ان کا مذاق اڑاتے ہیں، تم ان سے فرما دو اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے، بیشک ہمارے فرشتے تمہارے مکر لکھ رہے ہیں۔ یہاں پر تمکرون یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی مدد سے مشکلات حل ہونے کا بیان

حضرت ابوجری رضی اللہ عنہ کہ جن کا نام جابر بن سلیم ہے کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ آیا تو میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ ان کی عقل پر بھروسہ کرتے ہیں (یعنی ان کے کہنے پر لوگ عمل کرتے ہیں، چنانچہ خود راوی اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ) وہ جو کچھ بھی فرماتے ہیں لوگ اس پر عمل کرتے ہیں میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں راوی کہتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ کی خدمت میں حاضر ہو کر دو مرتبہ یہ کہا علیک السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام ہو۔ اے رسول

خدا! رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر کہا کہ علیک السلام نہ کہو کیونکہ علیک السلام کہنا میت کے لئے دعا ہے البتہ السلام علیک کہو! اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف ومصیبت پہنچے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری تکلیف ومصیبت کو دور کرے اگر تمہیں قحط سالی اپنی لپیٹ میں لے اور تم اسے پکارو تو زمین تمہارے لئے سبزہ (غلہ وغیرہ) اگادے اور اگر تم زمین کے کسی ایسے حصہ میں اپنی سواری گم کر بیٹھو کہ جہاں نہ پانی کا نام ونشان ہو نہ درخت کا، یا کہ کوئی ایسا جنگل جو آبادی سے دور ہو اور پھر تم اسے پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہارے پاس واپس بھیج دے۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی کو برا نہ کہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کسی کو برا نہیں کہا نہ آزاد کو، نہ غلام کو، نہ اونٹ کو اور نہ بکری کو (یعنی کسی انسان کو برا کہنا کیسا، حیوانات کو بھی برا نہ کہا جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کسی بھی نیکی کو حقیر نہ جانو (یعنی اگر تم کسی کے ساتھ نیکی کرو یا کوئی دوسرا تمہارے ساتھ نیکی کرے تو اسے بہت جانو اور اس کا شکریہ ادا کرو اور خود تم سے جو بھی نیکی ہو سکے اس کے کرنے کو غنیمت جانو) اور جب تم اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرو تو خندہ پیشانی اختیار کرو (یعنی جب تم کسی سے ملو، تو اس سے تواضع اور خوش کلامی سے پیش آؤ تا کہ تمہارے اس حسن خلق کی وجہ سے اس کا دل خوش ہو) کیونکہ یہ بھی ایک نیکی ہے اور تم اپنی ازار (یعنی پاجامہ لنگی وغیرہ) کو نصف پنڈلی تک اونچا رکھو، اگر اتنا اونچا رکھنا تم پسند نہ کر سکو تو ٹخنوں تک رکھو مگر (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچو! اس لئے کہ (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔ نیز اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہارے کسی ایسے عیب پر تمہیں عار دلائے جسے وہ جانتا ہے تو تم انتقاماً اس کے کسی عیب پر کہ جسے تم جانتے ہو اسے عار نہ دلاؤ کیونکہ اس کا گناہ اسے ہی ملے گا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 417)

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○

وہی ہے جو تمہیں خشک زمین اور سمندر میں چلنے پھرنے دیتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور وہ (کشتیاں) لوگوں کو لے کر موافق ہوا کے جھونکوں سے چلتی ہیں اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو (ناگہاں) ان (کشتیوں) کو تیز وتند ہوا کا جھونکا آ لیتا ہے اور ہر طرف سے ان (سواروں) کو (جوش مارتی ہوئی) موجیں آ گھیرتی ہیں اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ (اب) وہ ان (لہروں) سے گھر گئے (تو اس وقت) وہ اللہ کو پکارتے ہیں (اس حال میں) کہ اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہیں (اور کہتے ہیں: اے اللہ!) اگر تو نے ہمیں اس (بلا) سے نجات بخش دی تو ہم ضرور (تیرے) شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے

## ذات باری کی طرف سے خشکی وبری میں چلنے کی قدرت عطا ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ" وَفِىْ قِرَاءَةٍ يَنْشُرُكُمْ "فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ" السُّفُن "وَجَرَيْنَ بِهِمْ" فِيْهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب "بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ" لَيِّنَة "وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِف" شَدِيْدَة الْهُبُوْب تُكَسِّر كُلّ شَيْء "وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا اَنَّهُمْ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اُحِيطَ بِهِمْ" اَیْ اُهْلِكُوا "دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" الدُّعَاء "لَئِنْ" لَام قَسَم "اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهِ" الْاَهْوَال "لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ" الْمُوَحِّدِيْنَ،

وہی ہے جو تمہیں خشک زمین اور سمندر میں چلنے پھرنے دیتا ہے، ایک قرأت میں ینشرکم ہے یعنی وہ پھیلاتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو لے کر موافق ہوا یعنی نرم ہوا کے جھونکوں سے چلتی ہیں یہاں پر خطاب کی طرف التفات ہے اور وہ اس سے خوش ہوتے ہیں تو ان کشتیوں کو تیز وتند ہوا کا جھونکا آلیتا ہے اور ہر طرف سے ان کو جوش مارتی ہوئی موجیں آگھیرتی ہیں اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اب وہ ان لہروں سے گھر گئے یعنی ہلاک ہونے لگیں تو اس وقت وہ اللہ کو پکارتے ہیں اس حال میں کہ اپنے دین کو اسی کے لئے خالص کرنے والے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ! اگر تو نے ہمیں اس مصائب سے نجات بخش دی یہاں پر لئن میں لام قسمیہ ہے۔ تو ہم ضرور تیرے شکر گزار بندوں میں سے ہو جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یسیرکم۔ مضارع واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سیر کراتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تسیر (تفعیل) مصدر۔ الفلک۔ کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مونث۔ مزکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

جرین۔ ماضی جمع مونث غائب۔ جری یجری (ضرب) جری سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔ بھم۔ ان کو لے کر۔ بریح میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ ریح عاصف کی ضد ہے۔

فرحوا بھا۔ وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شادان وفرحاں ہیں۔

ریح عاصف۔ بادتند۔ آندھی۔ عاصف عصف یعصف (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عصفت الریح۔ ہوا تیز چلی۔ عصف الرجل آدمی تیز دوڑا۔ احیط بہم۔ ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ احیط۔ احاط یحیط سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

مخلصین له الدین۔ خالصة۔ اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت وعبادت میں خالصۃ اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔ یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وجرین بھم سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب سے غیبت کی طرف انتقال اظہار ناراضگی اور بعد کے لئے ہے۔

انجیتنا۔ تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلادے۔ انجی ینجی انجاء (افعال) رہائی دلانا۔ نجات دلانا، من ھذہ ای من ھذہ الاحوال۔ من ھذہ الریح العاصف۔ ان مصائب وشدائد سے۔ اس بادتند (طوفان) سے۔

## عکرمہ بن ابی جہل کا اسلام لانے بیان

مشرکین مکہ کی بھی ایسی ہی عادت تھی جس کا اس آیت میں ذکر آیا ہے چنانچہ فتح مکہ کے بعد ابو جہل کا بیٹا عکرمہ (جو ابھی تک مسلمان نہ ہوا تھا) مکہ سے بھاگ کھڑا ہوا تا کہ کہیں قیدی نہ بنالیا جائے۔ جدہ سے بحری سفر اختیار کیا راستہ میں کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا حتیٰ کہ مسافروں کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی اس وقت نا خدا نے مسافروں سے کہا کہ اب صرف ایک اللہ کو پکارو یہاں تمہارے دوسرے معبود کچھ کام نہ دیں گے یہ بات سن کر عکرمہ کے ذہن میں یک دم ایک انقلاب سا آ گیا وہ سوچنے لگا یہ تو وہی اللہ ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاتے ہیں اگر سمندر میں اس کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے۔ پھر اللہ سے عہد کیا کہ اگر تو نے اس مصیبت سے نجات دی تو فوراً واپس جا کر اسلام قبول کرلوں گا چنانچہ انہوں نے اپنا یہ عہد پورا کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔،،

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَنۡجٰهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ‌ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ‌ ۙ مَّتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا‌ ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُكُمۡ فَنُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ‏ ○ |
| پھر اللہ جب انہیں بچالیتا ہے جب بھی وہ زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے دنیا کی زندگی میں فائدہ اٹھالو، پھر تمہیں ہماری طرف پھرنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم اعمال کیا کرتے تھے۔ |

## دنیا کے نفع کے قلیل ہونے کا بیان

"فَلَمَّا اَنۡجَاهُمۡ اِذَا هُمۡ يَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ" بِالشِّرۡكِ "يٰۤاَيُّهَا النَّاس اِنَّمَا بَغۡيُكُمۡ" ظُلۡمُكُمۡ "عَلٰى اَنۡفُسِكُمۡ" لِاَنَّ اِثۡمه عَلَيۡهَا هُوَ "مَتَاع الۡحَيَاة الدُّنۡيَا" تُمَتَّعُوۡنَ فِيۡهَا قَلِيۡلًا "ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعكُمۡ" بَعۡد الۡمَوۡت "فَنُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ" فَنُجَازِيكُمۡ عَلَيۡهِ وَفِىۡ قِرَاءَة بِنَصۡبِ مَتَاع: اَىۡ تَتَمَتَّعُوۡنَ،

پھر اللہ جب انہیں بچالیتا ہے جب بھی وہ شرک کر کے زمین میں ناحق زیادتی کرنے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری زیادتی تمہارے ہی جانوں کا وبال ہے یعنی اس کا گناہ ان پر ہے۔ جو دنیا کی زندگی کا سامان ہے اس میں بہت کم فائدہ اٹھاتے ہو، پھر تمہیں موت کے بعد ہماری طرف پھرنا ہے اس وقت ہم تمہیں بتادیں گے جو تم اعمال کیا کرتے تھے۔ پس ہم تمہیں ان پر جزاء دیں گے اور ایک قرأت میں متاع نصب کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی تم نفع حاصل کرتے ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**انجھم** ۔ اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اذا۔ یہاں اور آیہ **اذا لھم مکر** ۔ میں بطور حرف مفاجاۃ استعمال ہوا ہے۔ تو۔ لو۔ اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اذا الفجائیہ بھی کہتے ہیں۔ **یبغون** ۔ **بغی یبغی بغی** (باب ضرب) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع

کا صیغہ جمع مذکر غائب۔اصل میں یبغیون تھا۔ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔بغی کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔

محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ظلم۔گناہ۔حسد۔زنا۔طلب وتلاش۔

انما بغیکم علی انفسکم۔تحقیق تمہاری سرکشی کا (وبال) تمہیں پر پڑے گا۔تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی ننبئکم۔مضارع جمع متکلم۔کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ہم آگاہ کریں گے۔ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صلہ رحمی اور لوگوں پر احسان کرنے کا بدلہ بھی جلد دیتا ہے کہ آخرت سے پہلے دنیا میں اس کی برکات نظر آنے لگتی ہیں اور ظلم اور قطع رحمی کا بدلہ بھی جلد دیتا ہے کہ دنیا میں بھگتنا پڑتا ہے۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ بسند حسن)

اور ایک حدیث میں بروایت حضرت عائشہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کا وبال اپنے کرنے والے ہی پر پڑتا ہے ظلم، بدعہدی اور دھوکہ فریب۔(ابن مردویہ)

| |
|---|
| اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْكُلُ النَّاسُ |
| وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا |
| لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ○ |
| دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل |
| جل گئیں، جس سے انسان اور چوپائے کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی اور خوب مزین ہوگئی اور |
| اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر |
| دیا، جیسے وہ کل تھی ہی نہیں۔اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔ |

## بارش ونباتات سے قدرتی الٰہی پر دلائل کا بیان

"اِنَّمَا مَثَل" صِفَة "الْحَیَاة الدُّنْیَا كَمَاءٍ" مَطَر "اَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاء فَاخْتَلَطَ بِهِ" بِسَبَبِهِ "نَبَات الْاَرْض" وَاشْتَبَكَ بَعْضه بِبَعْضٍ "مِمَّا یَاْكُل النَّاس" مِنَ الْبُرّ وَالشَّعِیر وَغَیْرهمَا "وَالْاَنْعَام" مِنَ الْكَلَا "حَتّٰى اِذَا اَخَذَتْ الْاَرْض زُخْرُفهَا" بَهْجَتهَا مِنَ النَّبَات "وَازَّیَّنَتْ" بِالزَّهْرِ وَاَصْله تَزَیَّنَتْ اُبْدِلَتْ التَّاء زَایًا وَاُدْغِمَتْ فِی الزَّای "وَظَنَّ اَهْلهَا اَنَّهُمْ قَادِرُوْنَ عَلَیْهَا" مُتَمَكِّنُوْنَ مِنْ تَحْصِیل ثِمَارهَا

"اَتَاهَا اَمْرُنَا " قَضَاؤُنَا اَوْ عَذَابُنَا "لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا " اَیْ زَرْعَهَا "حَصِيدًا" كَالْمَحْصُوْدِ بِالْمَنَاجِلِ "كَاَنْ" مُخَفَّفَةٌ اَیْ كَاَنَّهَا "لَمْ تَغْنَ" تَكُنْ "بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ " نُبَيِّنُ، الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ،

دنیا کی زندگی کی مثال تو بس اس پانی یعنی بارش کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ یعنی اس کی وجہ سے زمین سے اگنے والی چیزیں خوب مل جل گئیں، یعنی گھنی ہو جاتی ہیں۔ جس سے انسان کھاتے ہیں جس طرح گندم اور جو وغیرہ ہیں اور جانور کھاتے ہیں، جس طرح گھاس ہے۔ یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش حاصل کر لی یعنی جب پوری بہار پر آگئی اور خوب مزین ہوگئی یہاں پر ازینت اصل میں تزینت ہے۔ اور تاء کو زاء سے بدل کر اس کو زاء میں مدغم کیا گیا ہے۔ اور اس کے رہنے والوں نے یقین کر لیا کہ بے شک وہ اس پر قادر ہیں یعنی اس کے پھل کو حاصل کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ تو رات یا دن کو اس پر ہمارا حکم یعنی فیصلہ یا عذاب آ گیا۔ تو ہم نے اسے کٹی ہوئی کر دیا، یعنی جس طرح درانتی سے کاٹی ہوئی ہو تو وہ جگہ صاف ہو جاتی ہے گویا وہ کل تھی ہی نہیں۔ یہاں پر کان مخففہ ہے یعنی اصل میں کانھا ہے۔ اسی طرح ہم ان لوگوں کے لیے آیات کھول کر بیان کرتے ہیں جو خوب سوچتے ہیں۔

## دنیا کی زیب و زینت میں ڈوب جانے والوں کے لئے نصیحت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم بھی آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد تم لوگوں کے متعلق دنیا کی زیب و زینت سے ڈرتا ہوں کہ اس کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھی چیز بری چیز کو لائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو اس شخص سے کہا گیا، کیا بات ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہے اور حضور ﷺ تجھ سے گفتگو نہیں کرتے۔ ہم نے خیال کیا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے، آپ نے چہرے سے پسینہ پونچھا اور فرمایا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے۔ گویا اس کی تعریف کی اور فرمایا: اچھی چیز بری چیز پیدا نہیں کرتی مگر موسم ربیع میں ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو مار ڈالتی ہے، یا تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے مگر اس جانور کو جو ہری گھاس چرے یہاں تک کہ جب دونوں کوپیٹ بھر جائیں، تو وہ آفتاب کی طرف رخ کر کے لید اور پیشاب کرے اور چرتا رہے، اسی طرح یہ مال سرسبز و شاداب اور میٹھا ہے، کیا ہی بہتر ہے مسلمان کا مال، کہ اس میں سے مسکین، یتیم اور مسافروں کو دیتا ہے، یا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس کو ناحق لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1408)

| |
|---|
| وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
| اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر جنت کی طرف بلاتا ہے

"وَاللّٰہُ یَدْعُوْ اِلٰی دَارِ السَّلَام" اَیْ السَّلَامَۃ وَھِیَ الْجَنَّۃ بِالدُّعَاءِ اِلَی الْاِیْمَان "وَیَھْدِی مَنْ یَّشَاء" ھِدَایَتَہ "اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم" دِیْنِ الْاِسْلَام،

اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے، اور وہ سلامتی کا گھر جنت ہے جس کی طرف بلانا ہی ایمان کی طرف بلانا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ یعنی دین اسلام کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

## ایمان کے سبب ابدی نعمتوں کے ملنے کا بیان

اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف اپنے بندوں کو بلاتا ہے جو دنیا کی طرف فانی نہیں بلکہ باقی ہے دنیا کی طرف دو دن کے لیے زینت دار نہیں بلکہ ہمیشہ کی نعمتوں اور ابدی راحتوں والی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ سے کہا گیا تیری آنکھیں سو جائیں، تیرا دل جاگتا رہے اور تیرے کان سنتے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر فرمایا گیا ایک سردار نے ایک گھر بنایا۔ وہاں دعوت کا انتظام کیا۔ ایک بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے اس کی دعوت قبول کی۔ گھر میں داخل ہوا اور دستر خوان سے کھانا کھایا جس نے نہ قبول کی نہ اسے اپنے گھر میں آ نا ملا نہ دعوت کا کھانا میسر ہوا نہ سردار اس سے خوش ہوا۔ پس اللہ سردار ہے اور گھر اسلام ہے اور دستر خوان جنت ہے اور بلانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ روایت مرسل ہے۔ دوسری متصل بھی ہے۔ اس میں ہے کہ ایک دن ہمارے مجمع میں آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خواب میں میرے پاس جبرائیل ومیکائیل آئے جبرائیل سرہانے اور میکائیل پیروں کی طرف کھڑے ہو گئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اس کی مثال بیان کرو۔ پھر یہ مثال بیان کی۔ پس جس نے تیری دعوت قبول کی وہ اسلام میں داخل ہوا اور جو اسلام لایا وہ جنت میں پہنچا اور وہاں کھایا پیا۔ ایک حدیث میں ہے ہر دن سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس کے دونوں جانب دو فرشتے ہوتے ہیں جو با آواز بلند انسانوں اور جنوں کے سوا سب کو سنا کر کہتے ہیں کہ لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ۔ جو کم ہو یا کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو زیادہ ہو اور غافل کر دے۔ قرآن فرماتا ہے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں دار السلام کی طرف بلاتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن جریر، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَۃٌ ؕ وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ ؕ |
| اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| ایسے لوگوں کے لئے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا ہے بلکہ اضافہ بھی ہے، اور نہ ان کے چہروں پر سیاہی چھائے گی |
| اور نہ ذلت ورسوائی، یہی اہل جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## ایمان والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا دیدار و جنت ہونے کا بیان

"لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا" بِالْاِیْمَانِ "الْحُسْنٰی" اَلْجَنَّۃ "وَزِیَادَۃ" ھِیَ النَّظَر اِلَیْہِ تَعَالٰی کَمَا فِیْ حَدِیْث مُسْلِم

"وَلَا يَرْهَقُ" يَغْشَى "وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ" سَوَاد "وَلَا ذِلَّةٌ" كَآبَة، أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ،

ایسے لوگوں کے لئے جو نیک کام کرتے ہیں نیک جزا یعنی جنت ہے ہے بلکہ اضافہ بھی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے جس طرح صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور نہ ان کے چہروں پر سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت ورسوائی، یہی اہل جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## سورہ یونس آیت ۲۶ کے شانِ نزول کا بیان

• ابن مردویہ نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۔ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لا الہ الا اللہ کی گواہی دی، الحسنی، جنت ہے اور زیادہ سے مراد اللہ رب العزت کی زیارت ہے۔ حضرت انس اور ابی بن کعب سے بھی اسی طرح کی حدیث منقول ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ یونس، لاہور)

## سورہ یونس آیت ۲۶ کی تفسیر کا بیان

حضرت صہیب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ، یونس:26) (جنہوں نے بھلائی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور زیادتی بھی اور ان کے منہ پر سیاہی اور رسوائی نہیں چڑھے گی۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اہلِ جنت جنت میں داخل ہوں گے تو ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے ایک وعدہ کر رکھا ہے وہ اب اسے پورا کرنے والے ہیں وہ کہیں گے کیا اس نے ہمارے چہرے روشن کر کے جہنم سے نجات دے کر جنت میں داخل فرما کر (اپنا وعدہ پورا نہیں کر دیا اب کونسی نعمت باقی رہ گئی ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر (خالق اور مخلوق کے درمیان حائل ہونے والا) پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے زیادہ محبوب کوئی چیز عطا نہیں کی ہوگی کہ وہ اس کی طرف دیکھیں۔ یہ حدیث کئی راوی حماد بن سلمہ سے مرفوعا نقل کرتے ہی۔ سلیمان بن مغیرہ بھی یہی حدیث ثابت سے اور وہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ انہیں کا قول نقل کرتے ہیں اور اس میں صہیب کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کا ذکر نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1048)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| اور جنہوں نے برائیاں کما رکھی ہیں برائی کا بدلہ اسی کی مثل ہوگا، اور ان پر ذلت ورسوائی چھا جائے گی ان کے لئے |
| اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوگا گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ |
| یہی اہل جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## برے اعمال کرنے والوں کے چہروں کے سیاہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ" عَطف عَلٰى لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا اَىْ وَلِلَّذِيْنَ "كَسَبُوا السَّيِّئَات" عَمِلُوا الشِّرْك "جَزَاء سَيِّئَة بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقهُمْ ذِلَّة مَا لَهُمْ مِنْ اللّٰه مِنْ" زَائِدَة "عَاصِم" مَانِع "كَاَنَّمَا اُغْشِيَتْ" اُلْبِسَتْ "وُجُوههمْ قِطَعًا" بِفَتْحِ الطَّاء جَمْع قِطْعَة وَاِسْكَانهَا اَىْ جُزْءًا،

یہاں پر والذین کا عطف "لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا" ہے اور جنہوں نے شریک کر کے برائیاں کمار کھی ہیں برائی کا بدلہ اسی کی مثل ہوگا، اور ان پر ذلت و رسوائی چھا جائے گی ان کے لئے اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہیں ہوگا، یہاں پر من زائدہ ہے گویا ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیئے گئے ہیں۔ یہاں پر قطعا طاء کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور یہ جمع قطعہ کی ہے اور طاء کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی ٹکڑے ہیں، یہی اہل جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## برے اعمال کی سزا کا دنیا میں ہی مل جانے کا بیان

ابن عبداللہ نے بیان کیا کہ عبادہ بن صامت جو جنگ بدر میں شریک تھے اور شب عقبہ میں ایک نقیب تھے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت فرمایا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد صحابہ کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی، کہ تم لوگ مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا اور نہ ایسا بہتان (کسی پر) باندھنا جس کو تم (دیدہ ودانستہ) بناؤ اور کسی اچھی بات میں اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرنا پس جو کوئی تم میں سے (اس عہد کو) پورا کرے گا۔

تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے اور جو کوئی ان (بری باتوں) میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور دنیا میں اس کی سزا اسے مل جائے گی تو یہ سزا اس کا کفارہ ہو جائے گی اور جو ان (بری) باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہو جائے گا اور اللہ اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھے گا تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے تو اس سے درگذر کر دے اور چاہے تو اسے عذاب دے (عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ) سب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر (بیعت کرلی)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 17)

| |
|---|
| وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ |
| فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ○ |
| اور جس دن ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنہوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، تم اور |
| تمھارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے اور ان کے شریک کہیں گے تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن بت بھی اپنے پوجنے والوں سے بیزار ہو جائیں گے

"وَ" اُذْكُرْ "يَوْم نَحْشُرهُمْ" اَىْ الْخَلْق "جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْل لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانكُمْ" نُصِبَ بِالْزِمُوْا

مُقَدَّرًا "اَنْتُمْ" تَاكِيد لِلضَّمِيرِ الْمُسْتَتِرِ فِي الْفِعْلِ الْمُقَدَّرِ لِيَعْطِف عَلَيْهِ "وَشُرَكَاؤُكُمْ" اَيْ الْاَصْنَام "فَزَيَّلْنَا" مَيَّزْنَا "بَيْنَهُمْ" وَبَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا فِي اٰيَة "وَامْتَازُوا الْيَوْم اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ" "وَقَالَ" لَهُمْ "شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ" مَا نَافِيَة وَقَدَّمَ الْمَفْعُوْل لِلْفَاصِلَةِ،

اور جس دن ہم ان سب مخلوق کو اکٹھا کریں گے، پھر ہم ان لوگوں سے جنہوں نے شریک بنائے تھے، کہیں گے اپنی جگہ ٹھہرے رہو، یہاں پر مکانکم یہ الزمو افعل مقدر کے سبب منصوب ہے۔ اور انتم ضمیر برائے تاکید اس کی ہے جو فعل مقدر میں پوشیدہ ضمیر ہے جس پر اس کا عطف ڈالا گیا ہے۔ یعنی تمہارے شرکاء بت، تم اور تمہارے شریک بھی، پھر ہم ان کے درمیان اور اہل ایمان کے درمیان علیحدگی کر دیں گے جس طرح اس آیت میں آیا ہے "وَامْتَازُوا الْيَوْم اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ" اے مجرمو آج الگ ہو جاؤ، اور ان کے شریک اُن سے کہیں گے تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ یہاں پر ما نافیہ ہے اور فصل کے لئے مفعول مقدم ہے۔

## میدان حشر میں مؤمن وکافر سب کے جمع ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں جب سورج نصف النہار پر ہو اس کے ساتھ بادل بھی نہ ہوں اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور جب چودھویں کے چاند کی رات آسمان پر چاند جلوہ آرا ہو اور بادل بھی نہ ہوں تو کیا چاند کو دیکھنے میں تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا میں سورج یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے قیامت کے دن ایک پکارنے والا پکارے گا کہ وہ گروہ اس کی پیروی کرے جس کی پیروی وہ دنیا میں کرتا تھا اس اعلان کے بعد جتنے لوگ بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا بتوں وغیرہ کو پوجتے تھے سب جہنم میں جا گریں گے اور صرف وہ لوگ بچ جائیں گے جو لوگ صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے تھے چاہے وہ نیک ہوں یا برے اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی باقی بچ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے چاہے وہ نیک ہوں یا برے پھر یہودیوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم دنیا میں اللہ کے بیٹے حضرت عزیر علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اللہ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ ہی کوئی بیٹا، اب تم کیا چاہتے ہو او وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دیں پھر انہیں اشارے سے کہا جائے گا کہ تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں دوزخ کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب (پانی کی جگہ) کی طرح دکھائی دے گی پھر وہ جہنم میں جا پڑیں گے پھر نصاری کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے حضرت مسیح علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے پھر ان سے کہا جائے گا

کہ تم جھوٹ کہتے ہو اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی بیوی ہے اور نہ اس کا کوئی بیٹا ہے پھر ان سے کہا جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو! وہ کہیں گے کہ ہم بہت پیاسے ہیں ہمیں پانی پلا دیان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں دوزخ کی طرف دھکیلا جائے گا وہ دوزخ انہیں سراب کی طرح دکھائی دے گا پھر وہ دوزخ میں جا گریں گے یہاں تک کہ وہ لوگ بچ جائیں گے جو دنیا میں صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے چاہے وہ نیک ہوں یا برے پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ ایک ایسی عورت بھیجیں گے جس عورت کو وہ دنیا میں کسی نہ کسی وجہ سے پہچانتے ہوں گے دنیا میں ان کو دیکھا ہوگا بحیثیت مخلوق کے نہ کہ معبود کے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اب تم کس چیز کا انتظار کرتے ہو ہر گروہ اپنے معبود (دنیا میں جس جس کی عبادت یا جس جس کی پیروی کرتے تھے) کے ساتھ چلا گیا ہے وہ عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم دنیا میں ان لوگوں سے علیحدہ رہے حالانکہ ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے اور ہم ان لوگوں کے ساتھ بھی نہیں رہے اس عورت سے آواز آئے گی کہ میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے کہ ہم تم سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے وہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے یہاں تک کہ ان کے دل ڈگمگانے لگیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ایسی نشانی ہے جس سے اپنے اللہ کو پہچان لو وہ کہیں گے ہاں پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی منکشف فرمائیں گے اس منظر کو دیکھ کر جو آدمی بھی دنیا میں صرف اللہ کے خوف اور اس کی رضا کے لئے سجدہ کرتا تھا اسے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور جو آدمی کسی دنیوی خوف یا دکھلاوے کے لئے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اسے سجدہ کی اجازت نہیں دی جائے گی اس کی پشت ایک تختہ کی طرح ہو جائے گی اور جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پشت کے بل گر جائے گا پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے اور اللہ اس صورت میں ہوں گے جس صورت میں انہوں نے پہلی مرتبہ اسے دیکھا ہوگا اللہ فرمائیں گے میں تمہارا رب ہوں مسلمان کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے پھر جہنم پر پل صراط بچھایا جائے گا اور شفاعت کی اجازت دی جائے گی اس وقت سب کہیں گے اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ (اے اللہ سلامتی فرما اے اللہ سلامتی فرما) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کیسا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک ایسی چیز جس میں پھسلن ہوگی اور اس میں دانے دار کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے ہوں گے وہ لوہے کے کانٹے سعدان جھاڑی کے کانٹوں کی طرح ہوں گے بعض مسلمان اس پل سے پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے بعض بجلی کی طرح بعض آندھی کی طرح بعض پرندوں کی طرح بعض تیز رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض اونٹوں کی طرح یہ سب صحیح سلامت پل صراط سے گزر جائیں گے اور بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے وہاں سے گزریں گے اور بعض کانٹوں سے زخمی ہو کر دوزخ میں گر پڑیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے جائیں گے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو جو دوزخ میں گرے پڑے ہوں گے ان کو چھڑانے کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس طرح جھگڑیں جس طرح کہ کوئی اپنا حق مانگنے کے لئے بھی نہیں جھگڑتا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا جائے گا جن کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ سے نکال لو ان لوگوں پر دوزخ حرام کر دی جائے گی پھر جنتی مسلمان بہت سی تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ سے نکلوا

لائیں گے جن میں سے بعض کی آدھی پنڈلیوں کو اور بعض کو گھٹنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا ہوگا پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو دوزخ سے نکالنے کا تو نے حکم دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ اور جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی کوئی بھلائی ہے اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ پھر جنتی لوگ بہت سی تعداد میں لوگوں کو دوزخ سے نکال لائیں گے پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ جن لوگوں کو تو نے ہمیں دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا پھر اللہ فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر بھی اگر کوئی بھلائی ہے اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ جن لوگوں کو تو نے ہمیں دوزخ سے نکالنے کو حکم دیا تھا ہم نے ان میں کسی کو نہیں چھوڑا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جس کے دل میں تم ایک ذرہ کے برابر بھی کوئی بھلائی پاؤ اسے بھی دوزخ سے نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور دوزخ سے بہت بڑی تعداد میں اللہ کی مخلوق کو نکال لائیں گے پھر اللہ کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں بھلائی کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم مجھے اس حدیث میں سچا نہ سمجھو تو یہ آیت پڑھ لو (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا ،النساء:40) اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں فرمائیں گے اور جو نیکی ہوگی اسے دوگنا فرمائیں گے اور اپنے پاس سے بہت سا ثواب عطا فرمائیں گے اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے فرشتوں نے شفاعت کر دی انبیاء علیہ السلام نے شفاعت فرما دی مومنوں نے شفاعت کر دی اور اَرْحَمُ الرّٰاحِمِیْن کے علاوہ کوئی ذات بھی باقی نہ رہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر آدمیوں کو جہنم سے نکالیں گے یہ وہ آدمی ہوں گے جنہوں نے کوئی بھلائی نہیں کی ہوگی اور یہ لوگ جل کر کوئلہ ہو گئے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ایک نہر میں ڈالیں گے جو جنت کے دروازوں پر ہوگی جس کا نام نہر الحیاۃ ہے اس میں اتنی جلدی تروتازہ ہوں گے جس طرح کہ دانہ پانی کے بہاؤ میں کوڑے کچرے کی جگہ اگ آتا ہے تم دیکھتے ہو کبھی وہ دانہ پتھر کے پاس ہوتا ہے اور کبھی درخت کے پاس اور جو سورج کے رخ پر ہوتا ہے وہ زرد یا سبز اگتا ہے اور جو سائے میں ہوتا ہے وہ سفید رہتا ہے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ایسے بیان فرما رہے ہیں گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگل میں جانوروں کو چراتے رہے ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ اس نہر سے موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے نکلتے ہوں گے اور ان کی گردنوں میں سونے کے پٹے پڑے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے جنت والے ان کو پہچان لیں گے اور ان کے بارے میں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی عمل کے دوزخ سے آزاد فرمایا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے جنت میں داخل ہو جاؤ اور تم جس چیز کو بھی دیکھو گے وہ چیز تمہاری ہو جائے گی وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو جہاں والوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تمہارے لئے میرے پاس اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے ہمارے پروردگار وہ کونسی چیز ہے؟ جو اس سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ افضل چیز ہے میری رضا۔ اب آج کے بعد میں تم پر کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 454)

حدیث میں ہے ہر امت کو حکم ہوگا کہ اپنے اپنے معبودوں کے پیچھے چل کھڑی ہو جائے۔ سورج پرست سب سورج کے پیچھے ہوں گے، چاند پرست چاند کے پیچھے، بت پرست بتوں کے پیچھے۔ سارے کے سارے حق تعالیٰ مولائے برحق کی طرف لوٹائے جائیں گے تمام کاموں کے فیصلے اس کے ہاتھ ہوں گے۔ اپنے فضل سے نیکوں کو جنت میں اور اپنے عدل سے بدوں کو جہنم میں لے جائے گا۔ مشرکوں کی ساری افرا پردازیاں رکھی کی رکھی رہ جائیں گی، بھرم کھل جائیں گے، پردے اٹھ جائیں گے۔

| |
|---|
| فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ٥ |
| پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری پرستش سے بے خبر تھے۔ |

## بتوں اور مشرکین کے درمیان اللہ کی گواہی کے کافی ہونے کا بیان

"فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ" مُخَفَّفَة اَیْ اِنَّا، كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ،

پس ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ یہاں پر ان مخففہ ہے یعنی انا کہ ہم تمہاری پرستش سے بے خبر تھے۔

| |
|---|
| هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ٥ |
| اس مقام پر ہر شخص ان کو جانچ لے گا جو اس نے آگے بھیجے تھے اور وہ اللہ کی جانب لوٹائے جائیں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے |
| اور ان سے وہ بہتان تراشی جاتی رہے گی جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## آخرت میں اعمال کے بدلے میں جزاء وسزا ہونے کا بیان

"هُنَالِكَ" اَیْ ذٰلِكَ الْيَوْم "تَبْلُو" مِنْ الْبَلْوٰی وَفِیْ قِرَاءَة بِتَاءَيْنِ مِنْ التِّلَاوَة "كُلّ نَفْس مَا اَسْلَفَتْ" قَدَّمَتْ مِنْ الْعَمَل "وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰه مَوْلَاهُمْ الْحَقّ" الثَّابِت الدَّائِم "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" عَلَيْهِ مِنْ الشُّرَكَاء،

اس مقام پر ہر شخص ان کو جانچ لے گا یہاں لفظ تبلو یہ بلوی سے ہے یعنی آزمالیا ہے۔ اور ایک قرأت میں یہ دو تاؤں کے ساتھ آیا ہے۔ جو اس نے آگے بھیجے تھے اور وہ اللہ کی جانب لوٹائے جائیں گے جو ان کا مالک حقیقی ہے یعنی ہمیشہ قائم ہے۔ اور ان سے وہ بہتان تراشی جاتی رہے گی جو وہ شرکاء کے لئے کیا کرتے تھے۔

محشر میں ہر شخص اپنے اپنے کئے ہوئے اعمال کو آزمالے گا کہ وہ نفع بخش تھے یا نقصان رساں، اور سب کے سب اپنے معبود حق کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے، اور سارے بھروسے اور سہارے جو دنیا میں انسان ڈھونڈتا ہے ختم کر دیئے جائیں گے، اور مشرکین جن بتوں کو اپنا مددگار اور سفارشی سمجھا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○

فرمادیں کون ہے جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے "اللہ" تو کہہ پھر کیا تم ڈرتے نہیں؟

## موت وحیات اور عطائے رزق کے سبب قدرت الٰہی پر دلائل کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاء" بِالْمَطَرِ "وَالْاَرْض" بِالنَّبَاتِ "اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ" بِمَعْنَى الْاَسْمَاعِ اَیْ خَلْقَهَا "وَالْاَبْصَار وَمَنْ يُّخْرِج الْحَيّ مِنْ الْمَيِّت وَيُخْرِج الْمَيِّت مِنْ الْحَيّ وَمَنْ يُّدَبِّر الْاَمْر" بَيْنَ الْخَلَائِق "فَسَيَقُوْلُوْنَ" هُوَ "اللّٰه فَقُلْ" لَهُمْ "اَفَلَا تَتَّقُوْنَ" ـهُ فَتُؤْمِنُوْنَ،

آپ ان سے فرمادیں کون ہے جو تمھیں بارش کے ذریعے آسمان اور نباتات کے ذریعے زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں کی تخلیق کا مالک ہو یہاں پر سمع بہ معنی اسماع ہے۔ یعنی اس نے پیدا کیا اور آنکھوں کا مالک ہے یعنی بصارت کا خالق کون ہے؟ یعنی ان چیزوں کی تخلیق کا مالک ہے۔ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہے جو مخلوق کے درمیان ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو ضرور کہیں گے "اللہ" تو آپ ان سے فرمادیں کہ کیا تم ڈرتے نہیں؟ تاکہ تم ایمان لاؤ۔

## اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہونے کا بیان

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا کہ میرے بعض بندے صبح ایمان پر اور بعض کفر پر کرتے ہیں جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوتی ہے۔

تو یہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے ہم پر بارش ہوتی ہے تو وہ میرا انکار کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 233)

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ○

پس یہی اللہ ہی تو تمہارا سچا رب ہے، پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہوسکتا ہے، سو تم کہاں پھرے جا رہے ہو۔

## ایمان پر دلیل قائم ہو جانے کے باوجود اس سے پھر جانے کا بیان

"فَذٰلِكُمُ" الْفَاعِلِ لِهٰذِهِ الْاَشْيَاء "اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقّ" الثَّابِت "فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَال" اِسْتِفْهَام تَقْرِير اَیْ لَيْسَ بَعْدَه غَيْره فَمَنْ اَخْطَاَ الْحَقّ وَهُوَ عِبَادَة اللّٰه وَقَعَ فِي الضَّلَال "فَاَنّٰى" كَيْفَ "تُصْرَفُوْنَ" عَنْ الْاِيْمَان مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

پس یہی اللہ ہی تو تمہارا سچا رب ہے، یعنی ان چیزوں کا حقیقی فاعل ہے۔ پس حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہوسکتا ہے، یہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی اس کے سوا کوئی غلطی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا حق یہی ہے اللہ کی عبادت کی جائے۔ اور جو اس سے پھر گیا وہ گمراہی میں واقع ہو گیا ہے۔ لہٰذا تم ایمان پر دلیل قائم ہو جانے کے باوجود کہاں پھرے جا رہے ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**الحق** ۔ **ربکم** کی صفت ہے۔ ماذا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی۔ یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ **فما ذو بعد الحق الا الضلال**۔ کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔ **فانی تصرفون**۔ انی اسم ظرف ہے۔

(1) جب ظرف زمان ہو تو بمعنی متی۔ جب۔ جس وقت۔ (2) اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی این۔ جہاں۔ کہاں۔ ہوتا ہے۔ (3) اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کیف۔ کیسے۔ کیونکر۔ ہوتا ہے۔

آیت ہذا میں 2 اور 3 ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے بھٹکائے جا رہے ہو۔ تصرفون۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں پھیر دیا جا رہا ہے۔ صرف۔ سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تصریف پھیرنا۔ بدلنا۔ (باب تفعیل سے)۔

## ایمان کے بعد گمراہی کی طرف نہ آنے کا بیان

حضرت انس روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ (کی خوشنودی) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو'۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ جب اصل خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہ ہی ہونا چاہیے، جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور تصرف علی الاطلاق ہو۔ اس کا اقرار کر کے کہاں الٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہ ہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

اسی طرح آپ کے رب کا حکم نافرمانوں پر ثابت ہوکر رہا کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

## ایمان نہ لانے والوں سے جہنم کو بھر دینے کا بیان

"كَذٰلِكَ" كَمَا صَرَفَ هٰؤُلَاءِ عَنِ الْاِيْمَانِ "حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا" كَفَرُوْا وَهِيَ "لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ" الْاٰيَةَ اَوْ هِيَ "اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ"

اسی طرح آپ کے رب کا حکم نافرمانوں پر ثابت ہوکر رہا یعنی جس طرح وہ ایمان سے پھر گئے ہیں۔اور انہوں کفر کیا تو جہنم کو ان سے بھر دیا جائے گا یا وہ ایسے ہیں جو ایمان نہ لائیں گے۔

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○

تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ اول بنائے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے، تم فرماؤ اللہ اوّل بناتا ہے

پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا تو کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔

## تخلیق مخلوق پر عدم قدرت کے سبب دلیل معبود کے معدوم ہونے کا بیان

"قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ" تُصْرَفُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ مَعَ قِيَامِ الدَّلِيْلِ،

تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ اول بنائے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے، تم فرماؤ اللہ اوّل بناتا ہے پھر فنا کے بعد دوبارہ بنائے گا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت پر دلیل قائم ہوجانے کے باوجود تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔

## مخلوق کی تخلیق کا بیان

عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی اونٹنی کو دروازہ پر باندھ کر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنو تمیم کے کچھ لوگ آئے آپ نے فرمایا بشارت قبول کرواے بنو تمیم! انہوں نے دو مرتبہ کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بشارت تو دی ہے اب کچھ عطا بھی تو فرمایئے پھر یمن کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اہل یمن بشارت قبول کرو کیونکہ بنی تمیم نے تو اسے رد کر دیا ہے انہوں نے کہا یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے قبول کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس امر (دین) کے بارے میں کچھ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ابتداء میں) اللہ تعالیٰ کا وجود تھا اور کوئی چیز موجود نہیں تھی اس کا عرش پانی پر تھا اور اس نے ہر ہونے والی چیز کو لوح محفوظ میں لکھ لیا تھا۔

اور اس نے زمین وآسمان کو پیدا فرمایا (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے اتنی ہی بات سنی) کہ ایک منادی نے آواز دی کہ اے ابن حصین! تیری اونٹنی بھاگ گئی میں (اٹھ کر) چلا تو وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ سراب بیچ میں حائل ہو گیا بس اللہ کی قسم! میں نے تمنا کی کہ میں اسے چھوڑ دیتا عیسیٰ، رقبہ، قیس بن مسلم، طارق بن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان ایک مقام پر کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے آفرینش کی بابت ہمیں بتلایا حتیٰ کہ (یہ بھی بتلایا کہ) جنتی اپنی منزلوں اور دوزخی اپنی جگہوں میں داخل ہو گئے اس بات کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا جو بھول گیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 451)

| |
|---|
| قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ |
| اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ |
| تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ حق کی راہ دکھائے، تم فرماؤ کہ اللہ حق کی راہ دکھاتا ہے، تو کیا جو حق کی راہ دکھائے |
| اس کے حکم پر چلنا چاہیے یا اس کے جو خود ہی راہ نہ پائے جب تک راہ نہ دکھایا جائے، تو تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ |

## بتوں وغیرہ کے لئے حق عبادت نہ ہونے کا بیان

"قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي اِلَى الْحَقّ" بِنَصْبِ الْحُجَج وَخَلْق الِاهْتِدَاء "قُلْ اللّٰه يَهْدِي لِلْحَقِّ اَفَمَنْ يَهْدِي اِلَى الْحَقّ" وَهُوَ اللّٰه "اَحَقّ اَنْ يُتَّبَع اَمَّنْ لَا يَهِدِّي" يَهْتَدِي "اِلَّا اَنْ يُهْدَى" اَحَقّ اَنْ يُتَّبَع؟ اِسْتِفْهَام تَقْرِير وَتَوْبِيخ اَيْ الْاَوَّل اَحَقّ "فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ" هٰذَا الْحُكْم الْفَاسِد مِنْ اِتِّبَاع مَا لَا يَحِقّ اِتِّبَاعه،

تم فرماؤ تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ حق کی راہ دکھائے، جبکہ حق پر دلائل اور تخلیق کے دلائل قائم ہو چکے ہیں۔ تم فرماؤ

کہ اللہ حق کی راہ دکھاتا ہے، تو کیا جو حق کی راہ دکھائے اس کے حکم پر چلنا چاہیے اور وہ اللہ ہے یا اس کی اتباع جو خود ہی راہ نہ پائے 2
جب تک راہ نہ دکھایا جائے، یہ استفہام تقریر و توبیخ کے لئے آیا ہے جبکہ پہلا حق ہے۔ تو تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو۔ یعنی جو اتباع کے حقدار نہیں ہیں ان کی اتباع جب فاسد ہو چکی ہے۔ یعنی اس کے بعد حق کو تسلیم نہ کرنے کا حکم کیسا عجیب جاہلانہ حکم ہے۔

## قیامت کے دن مشرکین کا اپنے جھوٹے معبودوں کے ساتھ آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھیں گے آپ نے فرمایا کہ تمہیں آفتاب دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے جبکہ اس پر بادل نہ ہوں لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں چاند دیکھنے سے لیلۃ القدر میں تکلیف ہوتی ہے جبکہ اس پر بادل نہ ہوں لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اسی طرح دیکھو گے اللہ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا اس کے ساتھ ہو جائے چنانچہ سورج کی عبادت کرنے والا سورج کے ساتھ اور چاند کی عبادت کرنے والا چاند کے ساتھ اور بتوں کی عبادت کرنے والا بتوں کے ساتھ اور یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں اس امت کے منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس کے علاوہ صورت میں آئے گا جس میں وہ جانتے تھے پھر اللہ فرمائے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہم اسی جگہ رہیں گے جب تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس نہ آئے گا۔ جب ہمارا پروردگار آئے گا تو ہم لوگ اس کو پہچان لیں گے پھر اللہ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس میں وہ جانتے تھے اور کہے گا میں تمہارا پروردگار ہوں وہ لوگ کہیں گے کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور وہ لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور جہنم کا پل قائم کیا جائے گا سب سے پہلے میں گزروں گا اور تمام رسولوں کی دعا اس دن اللھم سلم سلم ہوگی اور اس کے ساتھ سعدان کے کانٹے کی طرح کانٹے ہوں گے کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھیں ہیں؟

لوگوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا کہ وہ سعدان کے کانٹے کی طرح ہوں گے مگر اس کی بڑائی کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ کانٹے ان کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے ان میں سے بعض اپنے عمل کے باعث ہلاک ہونے والے ہوں گے اور بعض کے اعمال رائی کے برابر ہوں گے وہ نجات پائے گا یہاں تک کہ جب اللہ اپنے بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے والوں میں سے جس شخص کو نکالنا چاہے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو جہنم سے نکالیں، فرشتے اس کو سجدے کے نشانات کے باعث پہچان لیں گے اور اللہ نے آگ کو حرام کر دیا ہے کہ وہ مسلمان کے سجدے کے نشان کو کھائے۔ چنانچہ فرشتے ان کو نکال لیں گے اس حال میں کہ وہ کوئلہ کی طرح ہوں گے پھر ان پر پانی بہایا جائے گا جسے ماء الحیات کہا جاتا ہے اور وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے کہ جس طرح کہ دریا کے کنارے کوڑے کرکٹ میں دانہ لگتا ہے ایک شخص دوزخ کی طرف رخ کرکے کھڑا رہ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار اس کی ہوا نے جھلسا دیا ہے اور اس کی چمک نے جلا دیا ہے اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے پس وہ اللہ سے دعا کرتا رہے گا اللہ فرمائے گا کہ اگر میں تم کو یہ دیدوں تو مجھے امید ہے

کہ تو اس کے علاوہ بھی مانگے گا وہ عرض کرے گا کہ تیری عزت کی قسم میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا چنانچہ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا پھر اس کے بعد عرض کرے گا کہ اے رب مجھے جنت کے دروازے کے قریب کردے گا اللہ فرمائیں گے کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کے علاوہ مجھ سے کچھ نہیں مانگے گا۔

اے آدم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے عہد شکنی کی وہ اسی طرح دعا کرتا رہے گا اللہ فرمائے گا کہ مجھے امید ہے کہ اگر میں تجھ کو یہ دیدوں تو اس کے علاوہ تو مجھ سے سوال نہ کرے گا وہ شخص عرض کرے گا کہ تیری عزت کی قسم اب اس کے علاوہ میں تجھ سے کوئی سوال نہ کروں گا پھر اللہ سے عہد و پیمان باندھے گا کہ اس کے سوا کچھ نہیں سوال کرے گا پس اللہ اس کو جنت کے دروازے کے قریب کردے گا پس جب اس چیز کو دیکھے گا جو جنت میں ہے تو جب تک اللہ چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر عرض کیا یا رب مجھے جنت میں داخل کردے۔ پھر اللہ فرمائیں گے کہ تو نے نہیں کہا تھا کہ اب اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا افسوس اے ابن آدم۔ تو نے وعدہ خلاف کیا وہ عرض کرے یا رب مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بد بخت نہ بنا۔ وہ اسی طرح دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہنسے گا جب اللہ ہنسے گا تو جنت میں داخل کردے گا۔

جب وہ جنت میں داخل ہوجائے گا تو اللہ فرمائیں گے کہ اپنی آرزو بیان کر چنانچہ وہ آرزو بیان کرے گا یہاں تک کہ اس کی تمام آرزوئیں ختم ہوجائے گا تو اللہ اس سے فرمائے گا کہ یہ تیری آرزو ہے اور اتنا ہی اور بھی۔ ابوہریرہ نے کہا کہ یہ مرد جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والوں میں ہوگا۔ عطاء کا بیان ہے کہ ابوسعید خدری ابوہریرہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ جب هذا لک ومثله معه تک پہنچے تو ابوسعید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ هذا وعشر وامثاله۔ ابوہریرہ نے کہا کہ میں نے مثله معه کو یاد رکھا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1517)

## دنیا میں انبیائے کرام کی بعثت کے مقاصد کا بیان

اس دنیا میں پیغمبروں کی بعثت کا اصل مقصد روئے زمین پر حقیقی شہنشاہ اور حاکم مطلق (اللہ تعالیٰ) کی حاکمیت کا نفاذ کرنا ہوتا ہے، پیغمبر کا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دین وشریعت کی صورت میں حاکمیت الٰہ کا جو مشن لے کر آیا ہے اس کو ہر ممکن جدوجہد کے ذریعہ پھیلائے لوگوں کو اپنے دین کے دائرہ میں لانے کی پوری پوری کوشش کرے اور اس بات کو یقینی بنائے کہ اس کی جدوجہد اور سعی کے نتیجہ میں جو معاشرہ بن گیا ہے اس پر دنیا کے کسی غیر دینی روایت وقانوں اور کسی آدمی وگروہ کی بالادستی کی حکمرانی قائم نہ ہونے پائے بلکہ صرف خدائی حکمرانی یعنی دین وشریعت کی حکومت قائم ہو اور پھر کسی کو اس بات کی اجازت نہ ہو کہ وہ دین وشریعت کا دشمن و مخالف اور باغی بن کر اس معاشرہ (اسلامی ریاست) میں رہ سکے جو لوگ بغاوت وسرکشی اختیار کریں اور خدائی حکمرانوں کے تحت آنے سے منکر ہوں ان کے خلاف وہی کاروائی کی جائے جو کسی بھی معاشرہ میں آئین وحکومت کے باغیوں کے خلاف ہوتی ہے، اسی حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں خدائی حکمرانی باغیوں اور دین وشریعت کے دشمنوں کے خلاف اس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک وہ اپنی سرکشی اور دشمنی کو ترک کر کے

ہماری معاشرہ یعنی (اسلامی ریاست) میں رہنے کے حقوق حاصل نہ کرلیں اور انہیں یہ حقوق ملنے کی ایک تو یہی صورت ہے کہ وہ کفر وسرکشی کے بجائے ایمان واسلام اختیار کرلیں یعنی صدق دل سے اس بات کا اقرار اور زبان سے اظہار کریں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، پھر اپنے عمل سے ثابت کریں کہ ان کا یہ اقرار اور زبان سے اظہار مخلصانہ ہے (یعنی اللہ اور اس کے رسول کے تمام احکام کی پیروی کریں) خصوصاً پابندی سے نماز پڑھیں، زکوۃ ادا کریں اور دوسرے فرائض پر عمل کریں۔

| |
|---|
| وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢبِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ |
| ان میں سے اکثر لوگ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، بیشک گمان حق سے معمولی سا بھی بے نیاز نہیں کرسکتا، |
| یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ |

## آباؤ واجداد کی تقلید میں بتوں کی پوجا کرنے والوں کا بیان

"وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ" فِيْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ "اِلَّا ظَنًّا" حَيْثُ قَلَّدُوْا فِيْهِ اٰبَاءَهُمْ "اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا" فِيْمَا الْمَطْلُوْبُ مِنْهُ الْعِلْمُ "اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ" فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ،

ان میں سے اکثر لوگ بتوں کی عبادت کرکے صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پیروی کرتے ہیں بیشک گمان حق سے معمولی سا بھی بے نیاز نہیں کرسکتا، کیونکہ اس میں علم مطلوب ہوتا ہے یقیناً اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ پس اس پر وہ ان کو جزاء دے گا۔

## لوگوں کا آباؤ اجداد کے دین شرک میں چلے جانے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شب وروز کا سلسلہ اس وقت ختم نہیں ہوگا (یعنی یہ دنیا اس وقت تک فنا کے گھاٹ نہیں اترے گی اور قیامت نہیں آئے گی جب تک لات وعزی کی پوجا نہ کی جانے لگے گی (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی سنا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ)، الصف:9) تو چونکہ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تمام مذاہب باطل میں مذہب اسلام سچا اور غالب ہے اور کم سے کم عرب میں بت پرستی کا رواج ہمیشہ کے لئے مٹ جائے گا، اس لئے یقین کی حد تک) میرا خیال تھا کہ بت پرستی کا خاتمہ ہونے والا ہے (اور یہ کہ آئندہ کبھی بت پرستی نہیں ہوگی، لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دے رہے ہیں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا درحقیقت ایسا ہی ہوگا (یعنی اسلام کی روشنی غالب رہے گی اور کفر وشرک کا چراغ گل رہے گا مگر اس وقت تک کے لئے) جب تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا (چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس بات کو یوں واضح فرمایا ہے کہ) پھر اللہ تعالیٰ

ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جس کے ذریعہ ہر وہ شخص مرجائے گا۔

جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا اور (دنیا میں) صرف وہی شخص باقی بچے گا جس میں کوئی نیکی نہیں ہوگی (یعنی اس وقت روئے زمین پر ایسا کوئی شخص باقی نہیں بچے گا جس میں ایمان واسلام ہو جو قرآن پڑھنے والا، نماز، روزہ، حج اور دوسرے ارکان اسلام ادا کرنے والا ہو اور علم دین کا حامل ہو) پس تمام لوگ اپنے آباء واجداد کے دین یعنی کفر وشرک کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 90)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ |
| وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ |
| اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اتارے ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں |
| جو کچھ لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ |

## قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا بیان

"وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى" اَىْ افْتِرَاء "مِنْ دُوْنِ اللّٰه" اَىْ غَيْره "وَلٰكِنْ" اُنْزِلَ "تَصْدِيق الَّذِىْ بَيْن يَدَيْهِ" مِنْ الْكُتُب "وَتَفْصِيل الْكِتَاب" تَبْيِين مَا كَتَبَهُ اللّٰه مِنْ الْاَحْكَام وَغَيْرهَا "لَا رَيْب" شَكّ "فِيْهِ مِنْ رَبّ الْعَالَمِيْنَ" مُتَعَلِّق بِتَصْدِيقِ اَوْ بِاُنْزِلَ الْمَحْذُوْف وَقُرِءَ بِرَفْعِ تَصْدِيق وَتَفْصِيل بِتَقْدِيرِ هُوَ،

اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اللہ کے سوا اس کو اپنی طرف سے گھڑ کر بنائے۔ لیکن اس کو نازل کیا گیا کہ وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور سب کی تفصیل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو احکام وغیرہ فرض کیے ہیں ان کا بیان ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ یہاں پر "مِنْ رَبِّ الْعَالَمِيْن" یہ تصدیق یا انزل محذوف کے متعلق ہے۔ اور ایک قرأت میں تصدیق رفع کے ساتھ ھو کی تقدیر کے ساتھ آیا ہے۔

## قرآن مجید کے اعجاز کا بیان

قرآن صرف اس لحاظ سے ہی معجزہ نہیں کہ اس میں فصاحت وبلاغت بے مثل ہے روانی اور سلاست ہے زبان میں شیرینی ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی بے مثل ہے کہ اس میں پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے جو جامع اور ہمہ گیر ہدایات دی گئی ہیں وہ اللہ کے سوا کوئی دے ہی نہیں سکتا اور اس لحاظ سے بھی بے مثل ہے کہ اس کی آیات میں جتنا بھی غور کیا جائے، نئے سے نئے مفہوم ومعانی سامنے آتے چلے جاتے ہیں نیز اس لحاظ سے بھی کہ اس میں پیش کردہ دلائل انتہائی سادہ اور عام فہم ہیں جن سے سب لوگ فیض یاب ہوسکتے ہیں۔ اور یہ صفات صرف اللہ کے کلام میں ہی پائی جاسکتی ہیں جس طرح کوئی انسان اللہ کے بنائے ہوئے چاند سورج

جیسا چاند سورج، اس کی بنائی ہوئی زمین جیسی زمین اور آسمان جیسا آسمان نہیں بنا سکتا۔ اسی طرح کوئی انسان اللہ کے کلام جیسا کلام بھی پیش نہیں کر سکتا۔

| |
|---|
| اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۝ |
| کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے آپ نے خود گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجئے: پھر تم اس کی مثل کوئی سورت لے آؤ، اللہ کے سوا |
| جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ |

## فصاحت و بلاغت میں قرآن مجید کے اعجاز کا بیان

"اَمْ" بَلْ "یَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ" اخْتَلَقَهُ مُحَمَّد "قُلْ فَاْتُوا بِسُوْرَةٍ مِثْلِه " فِي الْفَصَاحَة وَالْبَلَاغَة عَلٰی وَجْه الِافْتِرَاء فَاِنَّكُمْ عَرَبِيُّوْنَ فُصَحَاء مِثْلِيْ "وَادْعُوَا" لِلْاِعَانَةِ عَلَيْهِ "مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَيْره "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْ اَنَّهُ افْتِرَاء فَلَمْ تَقْدِرُوْا عَلٰی ذٰلِكَ،

کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے آپ یعنی حضرت محمد ﷺ نے خود گھڑ لیا ہے، آپ فرما دیجئے پھر تم فصاحت و بلاغت میں اس کی مثل کوئی سورت لے آؤ، کیونکہ تم اہل عرب ہو تم میں بڑے بڑے فصحاء ہیں تم ان کو بھی مدد کے لئے بلا لو اللہ کے سوا جنہیں تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم اس کے دعویٰ افتراء میں سچے ہو۔ پس تم کی اس طاقت نہیں رکھتے ہو۔

## قرآن مجید کی اعجازی صفات کا بیان

قرآن کریم کے اعجاز کا اور قرآن کریم کے کلام اللہ ہونے کا بیان ہو رہا ہے کہ کوئی اس کا بدل اور مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس جیسا قرآن بلکہ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی کسی کے بس کی نہیں۔ یہ بے مثل قرآن بے مثل اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کی فصاحت و بلاغت، اس کی وجاہت و حلاوت، اس کے معنوں کی بلندی، اس کے مضامین کی عمدگی بالکل بے نظیر چیز ہے۔ اور یہی دلیل ہے اس کی کہ یہ قرآن اس اللہ کی طرف سے ہے جس کی ذات بے مثل، جس کی صفتیں بے مثل، جس کے اقوال بے مثل، جس کے افعال بے مثل، جس کا کلام اس چیز سے عالی اور بلند کہ مخلوق کا کلام اس کے مشابہ ہو سکے۔ یہ کلام تو رب العالمین کا ہی کلام ہے، نہ کوئی اور اسے بنا سکے، نہ یہ کسی اور کا بنایا ہوا۔ یہ تو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، ان پر نگہبانی کرتا ہے، ان کا اظہار کرتا ہے، ان میں جو تحریف تبدیل تاویل ہوئی ہے اسے بے حجاب کرتا ہے، حلال و حرام جائز و ناجائز غرض کل امور شرع کا شافی اور پورا بیان فرماتا ہے۔ پس اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں اگلی خبریں ہیں اس میں آنے والی پیش گوئیاں ہیں اور آنے والی خبریں ہیں۔ سب جھگڑوں کے فیصلے ہیں سب احکام کے حکم ہیں۔ اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں شک ہے۔ تو اسے گھڑا ہوا سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے کہہ لیا ہے تو جاؤ تم سب مل کر ایک ہی سورۃ اس جیسی بنا لاؤ اور کل انسان اور جنوں سے مدد بھی لے لو۔ یہ تیسرا مقام ہے جہاں کفار کو مقابلے پر بلا کر عاجز کیا گیا

ہے کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچے ہوں تو اس کے مقابلے میں اسی جیسا کلام پیش کریں۔ لیکن یہ ہے ناممکن یہ خبر بھی ساتھ ہی دے دی تھی کہ انسان و جنات سب جمع ہو جائیں ایک دوسرے کا ساتھ دیں لیکن اس قرآن جیسا بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ اس پورے قرآن کے مقابلہ سے جب وہ عاجز ولا چار ثابت ہو چکے تو ان سے مطالبہ ہوا کہ اس جیسی صرف دس سورتیں ہی بنا کر لاؤ۔ سورہ ہود کے شروع کی (قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ -11 ھود:13) میں یہ فرمان ہے۔ جب یہ بھی ان سے نہ ہو سکا تو اور آسانی کر دی گئی اور سورہ بقرہ میں جو مدنی ہے فرمایا کہ اچھا ایک ہی سورت اس جیسی بنا کر پیش کرو۔ وہاں بھی ساتھ ہی فرمایا کہ نہ یہ تمہارے بس کی بات ہے نہ ساری مخلوق کے بس کی بات۔ پس اس الہامی کتاب کو جھٹلا کر عذاب الٰہی مول نہ لو۔ اس وقت کلام کی فصاحت و بلاغت پر پورا زور تھا۔

عرب اپنے مقابلے میں سارے جہاں کو عجم یعنی گونگا کہا کرتے تھے۔ اپنی زبان پر بڑا گھمنڈ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے وہ قرآن اتارا کہ سب سے پہلے انہیں شاعروں اور زبان دانوں اور عالموں کی گردنیں اس کے سامنے خم ہوئیں جیسے سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس معجزے نے کہ مردوں کو بحکم الٰہی جلا دینا۔ مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکم رب شفا دے دینا، دُنیا کے سب سے پہلے معالجوں اور اطباء کو اللہ کی راہ پر لا کھڑا کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ کام دوا کا نہیں اللہ کا ہے۔ جادوگروں نے سانپ کو جو حضرت موسیٰ کی لکڑی تھی دیکھتے ہی آپ کی نبوت کا یقین کر لیا اور عاجز و درماندہ ہو گئے۔ اسی طرح اس قرآن نے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبانیں بند کر دیں۔ ان کے دلوں میں یقین آ گیا کہ بیشک یہ کلام انسان کا کلام نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نبیوں کو ایسے معجزے دیئے گئے کہ ان کی وجہ سے لوگ ان پر ایمان لائے۔

میرا ایسا معجزہ قرآن ہے پس مجھے امید ہے کہ میرے تابعدار بہ نسبت ان کے بہت ہی زیادہ ہوں گے۔ یہ (کافر) لوگ بغیر سوچے سمجھے، بغیر علم حاصل کئے اسے جھٹلانے لگے۔ اب تک تو اس کے مصداق اور حقیقت تک بھی یہ نہیں پہنچے۔ اپنی جہالت و سفاہت کی وجہ سے اس کی ہدایت اس کے علم سے محروم رہ گئے اور چلانا شروع کر دیا کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ ان سے پہلے کی امتوں نے بھی اللہ کے کلام کو اسی طرح جھٹلا دیا تھا جس بنا پر وہ ہلاک کر دیئے گئے۔ تو آپ نے دیکھ لیا کہ ان کا کیسا برا انجام ہوا۔ کس طرح ان کے پرخچے اڑے؟ ہمارے رسولوں کو ستانے ان کے نہ ماننے کا کبھی انجام اچھا نہیں ہوا۔ تمہیں ڈرنا چاہیے کہیں انہیں آفتوں کا نشانہ تم بھی نہ بنو۔ تیری امید کے بھی بعض لوگ تو اس پر ایمان لائے تجھے رسول برحق مانا ہے۔ تیری باتوں سے نفع اٹھا رہے ہیں۔ اور بعض اور ضلالت کے مستحق اس کے سامنے ہیں۔ وہ عادل ہے ظالم نہیں۔ ہر ایک کو اس کا حصہ دیتا ہے۔ وہ برکت اور بلندی والا پاک اور انتہائی حسن والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (تفسیر محمدی، سورہ یونس، بیروت)

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

بلکہ انہوں نے اس چیز کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا، حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے۔ پس دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔

## سابقہ اقوام کی ہلاکت میں موجودہ کفار کے لئے سبق ہونے کا بیان

**"بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ" اَیْ الْقُرْاٰنِ وَلَمْ يَتَدَبَّرُوهُ "وَلَمَّا" لَمْ "يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُه" عَاقِبَةُ مَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيد "كَذٰلِكَ" التَّكْذِيْب "كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" رُسُلَهُمْ "فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ" بِتَكْذِيْبِ الرُّسُل اَیْ اٰخِر اَمْرِهِمْ مِنَ الْهَلَاكِ فَكَذٰلِكَ نُهْلِكُ هٰؤُلَاءِ،**

بلکہ انہوں نے اس چیز یعنی قرآن کو جھٹلا دیا جس کے علم کا انہوں نے احاطہ نہیں کیا، یعنی انہوں نے قرآن کو سمجھا نہیں اور اس نہ اس میں غور وفکر کیا۔ حالانکہ اس کی اصل حقیقت ابھی ان کے پاس نہیں آئی تھی۔ یعنی انجام کے اعتبار سے جو ان کے لئے وعید آئی ہے اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے رسولان گرامی تھے۔ پس دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ یعنی جنہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی آخر کار وہ ہلاک ہو گئے۔ لہٰذا ہم ان کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیں گے۔

## تأویل کا لغوی معنی کا بیان

لفظ "اُول" کا اصل معنی ہے "الرجوع إلى الأصل" کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف لوٹنا اور موئلا بمعنی مرجع (ٹھکانا) استعمال بھی اسی وجہ سے ہے۔ کسی آدمی کی "آل" کو بھی اسی وجہ سے اس کا نام دیا جاتا ہے چونکہ وہ اپنے خاندان کے لیے مرجع ہوتا ہے۔ یہاں دو چیزیں قابل غور ہیں لوٹنا اور اصل کی طرف لوٹنا ان دو معنوں کا مجموعہ تأویل ہے۔ گویا کسی لفظ کی تأویل کا مطلب ہیکہ اس کو اس کے اصلی معنی پر محمول کرنا۔ (اللغۃ لابن فارس، مفردات القرآن للراغب)

## تأویل کا اصطلاحی معنی کا بیان

اصطلاحی طور پر اس کے تین اطلاقات ہیں۔ تأویل بمعنی تفسیر (متکلم کی کلام کی وضاحت وتشریح کرنے کی کوشش کرنا) جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں **اللّٰهم علمه التأويل** ۔ علماء کہتے ہیں اس سے مراد تفسیر ہے۔ اور ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں کہتے ہیں **القول في تأويله كذا**

کسی چیز کی حقیقت اس کی تأویل ہوگی (عند السلف) مثلاً لفظ ویل کی حقیقت جہنم کی ایک وادی ویل ہے۔ خواب کی تعبیر کو تأویل بھی اسی معنی میں کہا جاتا ہے۔ قرآن میں یہ معنی کثرت سے موجود ہے۔ تأویل کے یہ دو اطلاق متقدمین کے ہاں رائج ہیں تأویل کا ایک تیسرا اطلاق متأخرین کے ہاں بھی مشہور رہا ہے (التدمریۃ ص 91-92) اور وہ ہے۔

کسی لفظ کے دو محتمل معانی میں سے مرجوح معنی کو راجح معنی پر ترجیح دینا کسی دلیل کی بنیاد پر۔ (عند المتأخرین) جب تأویل مذمت کے سیاق میں ہو تو یہی تیسرا اطلاق مراد ہوتا ہے۔ اور نصوص صفات میں تأویل سے مراد بھی یہی تأویل ہے۔ جیسا کہ ظاہر

ہے اس صورت میں تاویل کی صحت کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں۔

تاویل کی شروط: 1۔لفظ اس مؤول معنی کا احتمال رکھتا ہو۔2۔مرجوح کو راجح پر ترجیح دینے کی دلیل ہونا چاہیے۔تاویل،تفسیر ،تفویض میں قدر مشترک اور فرق کیا ہے۔

بعض مفسرین نے "تاویل" کے معنی" تفسیر" کے لیے ہیں۔یعنی مطالب قرآن ان کے دماغ میں نہیں اترے اور بعض نے قرآنی پیشین گوئیاں مراد لی ہیں۔یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں دی ہیں۔ان کے وقوع کا ابھی وقت نہیں آیا۔لہٰذا وہ منتظر ہیں کہ ان کا ظہور کب ہوتا ہے۔مگر سوچنا چاہیے کہ یہ وجہ تکذیب کی کیسے ہوسکتی ہے؟

## قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے داخلی اور خارجی ثبوت

کسی چیز کو جھٹلانے کے لیے دو طرح کے ثبوت درکار ہوتے ہیں ایک خارجی شہادت یا شہادات اور دوسرے داخلی شہادت یا شہادات۔خارجی شہادت کی نفی تو اس طرح ہوتی ہے کہ کسی معترض نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی شخص آپ کو آ کر قرآن سکھلا جاتا تھا یا آپ قرآن سیکھنے کے لیے کبھی کسی کے پاس گئے ہوں یا یہ کام خط و کتابت یا قاصدوں کے ذریعہ سرانجام پاتا ہو اور داخلی شہادات کی نفی اس طرح ہو جاتی ہے کہ قرآن نے جو بھی خبر دی یا پیشین گوئی کی وہ کبھی جھوٹی ثابت نہیں ہوئی بلکہ تاریخ اور وقوع کے اعتبار سے درست ہی ثابت ہوئی ان دو وجوہ کو علمی یا یقینی قرار دیا جا سکتا ہے ان کے علاوہ اور کوئی معقول وجہ نہیں ہوسکتی جس کی بنا پر قرآن کو جھٹلایا جا سکے۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ |
| ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لائے گا اور انہی میں سے کوئی اس پر ایمان نہ لائے گا،اور آپ کا رب فسادانگیزی |
| کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ |

## قرآن و رسالت محمدی ﷺ پر ایمان نہ لانے والے کفار کے لئے تہدید کا بیان

"وَمِنْهُمْ" اَیْ اَهْلِ مَكَّةَ "مَنْ يُّؤْمِنُ بِهِ" لِعِلْمِ اللّٰهِ ذٰلِكَ مِنْهُمْ "وَمِنْهُمْ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهِ" اَبَدًا "وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ" تَهْدِيْدٌ لَهُمْ،

ان میں سے یعنی اہل مکہ میں سے کوئی تو اس پر ایمان لائے گا یعنی جن کو اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور انہی میں سے کوئی اس پر کبھی بھی ایمان نہ لائے گا،اور آپ کا رب فسادانگیزی کرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔اس کفار کے لئے تہدید ہے۔

وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے؟ اسے ہدایت سے نواز دیتا ہے اور گمراہی کا مستحق کون ہے اس کے لئے گمراہی کا راستہ چوپٹ کھول دیتا ہے۔وہ عادل ہے،اس کے کسی کام میں شک نہیں۔جو جس بات کا مستحق ہوتا ہے،اس کے مطابق وہ چیز

اس کو عطا کر دیتا ہے۔

وَاِنۡ کَذَّبُوۡكَ فَقُلۡ لِّیۡ عَمَلِیۡ وَلَكُمۡ عَمَلُكُمۡ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓـُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ۝

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے، تم اس عمل سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان اعمال سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو۔

## اعمال کے بدلے میں ان کی جزاء ہونے کا بیان

"وَاِنۡ کَذَّبُوكَ فَقُلۡ" لَهُمۡ "لِيۡ عَمَلِيۡ وَلَكُمۡ عَمَلُكُمۡ" اَیۡ لِکُلٍّ جَزَاء عَمَله "اَنۡتُمۡ بَرِیۡءُوۡنَ مِمَّا اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِیۡء مِمَّا تَعۡمَلُوۡنَ" وَهٰذَا مَنۡسُوخ بِآيَةِ السَّيۡف،

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے، یعنی ہر عمل کی جزاء اسی کے لئے ہے۔تم اس عمل سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان اعمال سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو۔ یہ حکم جہاد والی آیت سے منسوخ ہے۔

فرمان ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ مشرکین تجھے جھوٹا ہی بتلاتے رہیں تو تو ان سے اور ان کے کاموں سے اپنی بیزاری کا اعلان کر دے۔ اور کہہ دے کہ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ میرے اعمال میرے ساتھ۔ جیسے کہ وہ سورۃ ( قل یاایھا الکافرون ) میں بیان ہوا ہے۔ اور جیسے کہ حضرت خلیل اللہ اور آپ کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے بیزار ہیں۔ جنہیں تم نے اللہ کے سوا اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے بعض تیرا پاکیزہ کلام بھی سنتے ہیں اور خود اللہ تعالیٰ کا بلند و بالا کلام بھی ان کے کانوں میں پڑ رہا ہے۔ لیکن ہدایت نہ تیرے ہاتھ نہ ان کے ہاتھ گو یہ فصیح وصحیح کلام دلوں میں گھر کرنے والا، انسانوں کو پورا نفع دینے والا ہے۔ یہ کافی اور وافی ہے ہے لیکن بہروں کو کون سنا سکے؟ یہ دل کے کان نہیں رکھتے۔ اللہ ہی کے ہاتھ ہدایت ہے۔ یہ تجھے دیکھتے ہیں، تیرے پاکیزہ اخلاق، تیری ستھری تعلیم تیری نبوت کی روشن دلیلیں ہر وقت ان کے سامنے ہیں لیکن ان سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ مومن تو انہیں دیکھ کر ایمان بڑھاتے ہیں۔ لیکن ان کے دل اندھے ہیں عقل وبصیرت ان میں نہیں ہے۔ مومن وقار کی نظر ڈالتے ہیں اور یہ حقارت کی۔ ہر وقت ہنسی مذاق اڑاتے رہتے ہیں۔ پس اپنے اندھے پن کی وجہ سے راہ ہدایت دیکھ نہیں سکتے۔

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّسۡتَمِعُوۡنَ اِلَیۡكَ ؕ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ وَلَوۡ كَانُوۡا لَا یَعۡقِلُوۡنَ۝

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنا دیں گے خواہ وہ کچھ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔

## قرآن کو سن کر اس میں شک کرنے والوں کا بیان

"وَمِنۡهُمۡ مَنۡ يَسۡتَمِعُوۡنَ اِلَيۡك" اِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰن "اَفَاَنۡتَ تُسۡمِع الصُّمّ" شَبَّهَهُمۡ بِهِمۡ فِيۡ عَدَم الۡاِنۡتِفَاع

بِمَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ "وَلَوْ كَانُوا" مَعَ الصَّمَمِ "لَا يَعْقِلُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،

اوران میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یعنی جب آپ قرآن پڑھتے ہیں، تو کیا آپ بہروں کو سنادیں گے یعنی جو آپ کے تلاوت کردہ سے کچھ فائدہ حاصل کرنے والے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ فائدہ حاصل کرنے والوں کی طرح ہیں۔ خواہ وہ بہرے ہونے کے سبب کچھ عقل بھی نہ رکھتے ہوں۔ یعنی وہ عقل بھی نہیں رکھتے کہ وہ کہیں غور وفکر کرتے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس کے ہر ہر حرف کو ہزاروں سے ہزاروں آدمی نقل کرتے ہیں لیکن ایک حرف میں بھی اختلاف نہیں ہے، اگر کوئی شخص اس میں تحریف یا کمی بیشی کی کوشش کرتا بھی ہے تو وہ اسی وقت رسوا ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قران کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔ بخلاف دوسری کتابوں کے جن کو اللہ ذوالجلال نے صرف ایک نبی کی قوم کی طرف نازل کیا ساری مخلوق کی طرف نہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی بلکہ ان کے بہت سارے معانی میں تحریف اور تبدیلی واقع ہو چکی ہے جب کہ قرآن کو زمانہ کی وسعت کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف نازل فرمایا کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت آخری رسالت ہے پس قرآن مجید سینوں اور سطروں میں محفوظ ہو گیا ہے اور تاریخ کے حوادثات اس کو ثابت کر رہے ہیں۔

کتنے ہی ایسے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کی آیات میں تحریف کر کے مسلمانوں کے ہاں رائج کرنے کی کوشش کی لیکن بہت جلد اس کا عیب واضح ہو گیا حتی کہ مسلمان بچوں کے ہاتھوں اس کا کھوکھلا پن ظاہر ہو گیا۔

لہٰذا قرآن مجید میں شک کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے جیسا سورہ بقرہ کے شروع میں قرآن نے اس بات کا چیلنج کر دیا ہے جو آج تک موجود ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک موجود رہے گا۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ |
| ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا دیں گے خواہ وہ کچھ بصارت بھی نہ رکھتے ہوں۔ |

## آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ دل کے اندھے کفار کا بیان

"وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ " شَبَّهَهُمْ بِهِمْ فِىْ عَدَمِ الْاِهْتِدَاء بَلْ اَعْظَم "فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَار وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْب الَّتِىْ فِى الصُّدُوْر،

ان میں سے بعض وہ ہیں جو آپ کی طرف دیکھتے ہیں، کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا دیں گے خواہ وہ کچھ بصارت بھی نہ رکھتے ہوں۔ یعنی ہدایت نہ ملنے کے سبب اندھوں کے مشابہ ہیں۔ بلکہ اس سے بڑی بات تو یہ ہے کہ وہ آنکھوں کے اندھے نہیں بلکہ ان کے دل اندھے ہیں جو ان کے سینوں میں ہیں۔

اور آپ سے قرآن پاک اور احکام دین سنتے ہیں اور بغض وعداوت کی وجہ سے دل میں جگہ نہیں دیتے اور قبول نہیں کرتے تو یہ سننا بیکار ہے اور وہ ہدایت سے نفع نہ پانے میں بہروں کی مثل ہیں۔

بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات وکمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ بحالیکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جبکہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ "موضح القرآن" میں ہے۔ "یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔" بعض مفسرین نے لَا یَعْقِلُوْنَ سے مطلق عقل کی اور لا یبصرون سے بصیرت کی نفی مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے، بہرے جو علاوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں۔ ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰـكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۝ |
| بے شک اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور لیکن لوگ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔ |

## ظلم کی ممانعت کا بیان

اس میں بھی اللہ کی حکمت کار ہے کہ ایک تو دیکھے اور سنے اور نفع پائے دوسرا دیکھے سنے اور نفع سے محروم رہے۔ اسے اللہ کا ظلم نہ سمجھو وہ تو سراسر عدل کرنے والا ہے، کسی پر کبھی کوئی ظلم وہ روا نہیں رکھتا۔ لوگ خود اپنا برا آپ ہی کر لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی فرماتا ہے کہ اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تم پر بھی اسے حرام کر دیا ہے۔ خبردار ایک دوسرے پر ظلم ہرگز نہ کرنا۔ اس کے آخر میں ہے اے میرے بندو! یہ تو تمہارے اپنے اعمال ہیں جنہیں میں جمع کر رہا ہوں پھر تمہیں ان کا بدلہ دونگا۔ پس جو شخص بھلائی پائے وہ اللہ کا شکر بجالائے اور جو اس کے سوا کچھ اور پائے وہ صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔ (صحیح مسلم)

صفوان بن سلیم، عدہ، چند اصحاب رسول ﷺ کے بیٹوں سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے باپوں سے جو ایک دوسرے کے عزیز تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی معاہد (ذمی) پر ظلم کرے گا یا اس کے حق میں کمی کرے گا یا اس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف دے گا یا اس کی رضامندی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے لے گا تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے حجت کروں گا۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1285)

| |
|---|
| وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝ |
| اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا دنیا میں ٹھہرے ہی نہ تھے، وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ |
| بیشک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔ |

## قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد باہمی پہچان کا بیان

"وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ " اَیْ كَاَنَّهُمْ "لَمْ يَلْبَثُوا "فِی الدُّنْيَا اَوْ الْقُبُوْر "اِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَار " لِهَوْلِ مَا رَاَوْا وَجُمْلَةُ التَّشْبِيه حَال مِنْ الضَّمِيْر "يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ " يَعْرِف بَعْضهمْ بَعْضًا اِذَا بُعِثُوا ثُمَّ يَنْقَطِع التَّعَارُف لِشِدَّةِ الْاَهْوَال وَالْجُمْلَة حَال مُقَدَّرَة اَوْ مُتَعَلِّق الظَّرْف "قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللّٰه" بِالْبَعْثِ، وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ،

اور جس دن وہ انہیں جمع کرے گا گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا دنیا یا قبروں میں ٹھہرے ہی نہ تھے، کیونکہ جو سختی وہ دیکھیں گے اور یہاں جملہ مشبہ "يَحْشُرُهُمْ" ضمیر سے حال ہے۔ وہ ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ یعنی ان کو اٹھایا جائے گا اس کے بعد سختی کے سبب پہچان ختم ہو جائے گی۔ اور جملہ "يَحْشُرُهُمْ" کی ھم ضمیر سے حال مقدرہ ہے یا یوم ظرف کے متعلق ہے۔ بیشک وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے دوبارہ زندہ ہو کر اللہ سے ملاقات کو جھٹلایا تھا اور وہ ہدایت یافتہ نہ ہوئے۔

جب قیامت قائم ہوگی اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کی قبروں سے اٹھا کر میدان قیامت میں جمع کرے گا۔ اس وقت انہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا گھڑی بھر دن ہم رہے تھے۔ صبح یا شام ہی تک ہمارا رہنا ہوا تھا۔ کہیں گے کہ دس روز دنیا میں گزارے ہوں گے۔ تو بڑے بڑے حافظے والے کہیں گے کہاں کے دس دن تم تو ایک ہی دن رہے۔ قیامت کے دن یہ قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ ایک ساعت ہی رہے وغیرہ۔

## زندہ ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کا ساعت بھر معلوم ہونے کا بیان

قیامت کے دن کی مدت پچاس ہزار سال ہے اس کے مقابلہ میں انہیں اپنی دنیا کی زندگی یوں محسوس ہوگی کہ بس چند گھنٹے ہی دنیا میں گزارے تھے اس دن وہ ایک دوسرے کو ایسے ہی پہچانتے ہوں گے جیسے دنیا میں پہچانتے تھے مگر کوئی کسی کے کام نہ آ سکے گا ہر ایک کو بس اپنی اپنی ہی پڑی ہوگی بلکہ ایک دوسرے سے اپنے کسی دکھ سکھ اور ہمدردی کی بات چیت کے بھی روادار نہ ہوں گے اور اگر اپنا کوئی رشتہ دار نظر آئے گا تو اس سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوششیں کریں گے بعض علماء نے (يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ 45یونس:45) کو دنیاوی زندگی سے متعلق کر کے یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ انہیں ایسا محسوس ہوگا کہ وہ دنیا میں بس چند گھنٹے ایک دوسرے کی جان پہچان کے لیے ٹھہرے تھے اور حقیقی زندگی کا آغاز تو اب ہو رہا ہے۔

ایسی آیتیں قرآن کریم میں بہت سی ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ دنیا کی زندگی آج بہت تھوڑی معلوم ہوگی۔ سوال ہوگا کہ کتنے سال دنیا میں گزارے، "جواب دیں گے کہ ایک دن بلکہ اسے بھی کم شمار والوں سے پوچھ لو۔ جواب ملے گا کہ واقعہ میں دار دنیا دار آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اور فی الحقیقت وہاں کی زندگی بہت ہی تھوڑی تھی لیکن تم نے اس کا خیال زندگی بھر نہ کیا۔ اس وقت بھی ہر ایک دوسرے کو پہچانتا ہوگا جیسے دنیا میں تھے ویسے ہی وہاں بھی ہوں گے رشتے کنبے کو، باپ بیٹوں الگ الگ پہچان لیں گے۔ لیکن ہر ایک نفسا نفسی میں مشغول ہوگا۔ جیسے فرمان الٰہی ہے کہ صور کے پھونکتے ہی حسب ونسب فنا ہو جائیں گے۔ کوئی دوست اپنے

کسی دوست سے کچھ سوال تک نہ کرے گا۔ جو اس دن کو جھٹلاتے رہے وہ آج گھاٹے میں رہیں گے ان کے لیے ہلاکت ہوگی انہوں نے اپنا ہی برا کیا اور اپنے والوں کو بھی برباد کیا۔ اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دور ہے دوستوں کے درمیان تفریق ہے، حسرت وندامت کا دن ہے۔

## میت کو اچھا کفن دینے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کفنائے تو اسے چاہئے کہ وہ اچھا کفن دے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر 114)

ابن عدی کی روایت ہے کہ اپنے مردوں کو اچھا کفن دو اس لئے کہ وہ مردے اپنی قبروں میں آپس میں (ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں) بہرحال اچھے کفن سے مراد یہ ہے کہ کفن کا کپڑا پورا ہو اور بغیر کسی اسراف کے لطیف و پاکیزہ ہو اور سفید ہو خواہ دھلا ہوا ہو یا نیا ہو۔ اچھے کفن سے وہ اعلیٰ وقیمتی کپڑوں کے کفن مراد نہیں ہیں جو بعض جاہل دنیادار از راہ ناموری اور تکبر کے استعمال کرتے ہیں بلکہ ایسا کفن سخت حرام ہے۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسراف کرنے والوں نے یہ جو طریقہ اختیار کیا ہوا ہے کہ بہت زیادہ قیمتی کپڑے کفن میں دیتے ہیں یہ شرعی اعتبار سے ممنوع ہے کیونکہ اس سے مال کا خواہ مخواہ ضائع ہونا لازم آتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْنَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ٥ |
| اور خواہ ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم آپ کو وفات بخش دیں، تو انھیں |
| ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو کچھ وہ کررہے ہیں۔ |

## کفار کے لئے کفر اور تکذیب نبوت کے سبب سخت عذاب ہونے کا بیان

**"وَاِمَّا" فِيْهِ اِدْغَام نُوْن اِنْ الشَّرْطِيَّة فِيْ مَا الْمَزِيدَة "نُرِيَنَّكَ بَعْض . الَّذِىْ نَعِدهُمْ" بِهِ مِنْ الْعَذَاب فِيْ حَيَاتك وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوْف اَىْ فَذَاكَ "اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ" قَبْل تَعْذِيْبهمْ "فَاِلَيْنَا مَرْجِعهمْ ثُمَّ اللّٰه شَهِيْد" مُطَّلِع "عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ" مِنْ تَكْذِيْبهمْ وَكُفْرهمْ فَيُعَذِّبهُمْ اَشَدّ الْعَذَاب،**

لفظ اما کے اندران شرطیہ اور ما زائدہ کا ادغام ہے۔ اور خواہ ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھادیں جس عذاب کا ان کی زندگی میں ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں، یہ جواب شرط محذوف کا ہے یا ہم آپ کو وفات بخش دیں، یعنی ان کو عذاب دینے پہلے آپ کو اپنی جانب لالیں، تو انھیں ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، پھر اللہ اس پر گواہ ہے جو کچھ وہ کررہے ہیں۔ یعنی ان کی تکذیب اور ان کے کفر کو وہ جانتا ہے لہٰذا ان کو وہ سخت عذاب دے گا۔

## دنیا میں کفار کے لئے عذاب وسختیوں کا بیان

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافروں کے بہت سے عذاب اور ان کی ذلّت و

رسوائیاں آپ کی حیات دنیا ہی میں آپ کو دکھائے گا چنانچہ بدر وغیرہ میں دکھائی گئیں اور جو عذاب کافروں کے لئے بسبب کفرو تکذیب کے آخرت میں مقرر فرمایا ہے وہ آخرت میں دکھائے گا۔

کافروں اور مشرکوں کے لیے سب سے بڑا دکھ اور عذاب اسلام کا غلبہ اور ان کی ذلت آمیز شکست ہی ہوسکتا تھا تو اس عذاب کا بہت بڑا حصہ تو رسول اللہ کی زندگی میں ہی آپ نے خود اور سب مسلمانوں اور کافروں نے دیکھ لیا اسلام بدستور آگے بڑھتا رہا اور ترقی کی منازل بڑی تیزی سے طے کرتا گیا اور غزوہ بدر سے لے کر غزوہ تبوک تک کافروں کو میدان جنگ میں بھی اور معاشرتی طور پر بھی شکست اور ذلت ہی نصیب ہوتی رہی۔ رہی سہی کسر اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے بعد نکال دی اور دور عثمانی تک ایک وقت ایسا آیا جب کہ قریب قریب ساری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجتا تھا اور کفر پوری طرح مغلوب و مقہور ہو چکا تھا۔

| |
|---|
| وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| اور ہر امت کے لیے ایک رسول آتا رہا ہے، تو جب ان کا رسول آتا ہے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا |
| جاتا ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔ |

## سابقہ رسولان گرامی کی تکذیب کرنے والے کفار کا عذاب موجود کفار کے لئے بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"وَلِكُلِّ اُمَّة" مِنَ الْاُمَمِ "رَسُول فَاِذَا جَاءَ رَسُولهم" اِلَيْهِمْ فَكَذَّبُوْهُ "قُضِيَ بَيْنهم بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ فَيُعَذَّبُوْنَ وَيُنَجَّى الرَّسُول وَمَنْ صَدَّقَهُ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" بِتَعْذِيبِهِمْ بِغَيْرِ جُرْم فَكَذٰلِكَ نَفْعَل بِهٰؤُلَاءِ،

اور امتوں میں سے ہر امت کے لیے ایک رسول آتا رہا ہے، تو جب ان کا رسول آتا ہے پس انہوں نے اس کی تکذیب کی تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے یعنی ان کو عذاب دیا جاتا ہے جبکہ رسول مکرم اور ان کے ساتھ ان کی تصدیق کرنے والوں کو نجات دے دی جاتی ہے۔ اور وہ ظلم نہیں کیے جاتے۔ یعنی ان کو عذاب جرم کے بغیر نہیں دیا جاتا لہٰذا ان کفار کے ساتھ بھی ہم ان جیسوں والا سلوک کریں گے۔

## قیامت کے ہر امت کا فیصلہ اس کے رسول مکرم کی گواہی سے ہوگا

اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات دی جاتی اور تکذیب کرنے والوں کو عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا۔ اس آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس میں آخرت کا بیان ہے اور معنی یہ ہیں کہ روز قیامت ہر امت کے لئے ایک رسول ہوگا جس کی طرف وہ منسوب ہوگی جب وہ رسول موقف میں آئے گا اور مومن و کافر پر شہادت دے گا تب ان میں فیصلہ کیا جائے گا کہ مومنوں کو نجات ہوگی اور کافر گرفتار عذاب ہوں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یونس، لاہور)

## عذاب و نجات ہونے کا بیان

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ گدھے پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے درمیان صرف کجاوے کا پچھلا حصہ حائل تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معاذ! جانتے ہو بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ جس نے کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو، اسے عذاب نہ دے (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں یہ خوشخبری لوگوں کو سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سناؤ کیونکہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 22)

عرب کے گدھے ہماری طرف کے گھوڑوں سے بھی زیادہ تیز اور طاقتور ہوتے ہیں اس لئے وہاں سواری کے لئے گدھے بھی استعمال کئے جاتے تھے اور ان پر سواری کی جاتی تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کو ایک مان لیا اس کی الوہیت و ربوبیت اور اس کی بھیجی ہوئی رسالت پر ایمان لے آیا اور اس کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو اس پر عذاب نہیں ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی آدمی اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آیا اور شرک کا مرتکب نہیں ہوا تو اس پر دوزخ کی آگ بالکل حرام ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ کتنا ہی بدعمل اور بدکار رہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور کفار کی طرح اس پر ہمیشہ کے لئے عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخر کار اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ٥ |
| اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو |

## عذاب کو جلدی طلب کرنے والے کفار کا بیان

"وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْد" بِالْعَذَابِ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْهِ،

اور کہتے ہیں یہ وعدہ عذاب کب آئے گا اگر تم اس وعدے میں سچے ہو۔

## سورہ یونس آیت ۴۸ کے شانِ نزول کا بیان

جب آیت "اِمَّا نُرِيَنَّكَ" میں عذاب کی وعید دی گئی تو کافروں نے براہِ سرکشی یہ کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس عذاب کا آپ وعدہ دیتے ہیں وہ کب آئے گا، اس مین کیا تاخیر ہے، اس عذاب کو جلد لائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| |
|---|
| قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ |
| اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ٥ |
| فرما دیجئے، میں اپنی ذات کے لئے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں اور نہ نفع کا، مگر جس قدر اللہ چاہے۔ ہر امت کے لئے |
| ایک میعاد ہے، جب ان کی میعاد آ پہنچتی ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔ |

## کفار کے طلب عذاب کے باوجود نبی کریم ﷺ کا ان کے لئے عذاب طلب نہ کرنے کا بیان

"قُلْ لَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا" اَدْفَعهُ "وَلَا نَفْعًا" اَجْلِبهُ "اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰه" اَنْ يُّقْدِرنِىْ عَلَيْهِ فَكَيْفَ اَمْلِكُ لَكُمْ حُلُول الْعَذَاب "لِكُلِّ اُمَّة اَجَل" مُدَّة مَعْلُومَة لِهَلَاكِهِمْ "اِذَا جَاءَ اَجَلهمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ" يَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهُ "سَاعَة وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ" يَتَقَدَّمُوْنَ عَلَيْهِ،

فرما دیجئے، میں اپنی ذات کے لئے نہ کسی نقصان کا مالک ہوں اور نہ نفع کا، مگر جس قدر اللہ چاہے۔ یعنی جس جس قدر اس نے مجھے اختیار عطا کیا ہے۔ لہٰذا میں کیسے تمہیں عذاب دے دوں؟ ہر امت کے لئے ایک میعاد ہے، یعنی ان کی ہلاکت کی مدت مقرر ہے۔ جب ان کی میعاد آ پہنچتی ہے تو وہ نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے بڑھ سکتے ہیں۔

## عذاب کے آنے کی مدت کا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق ہونے کا بیان

مطلب یہ ہے کہ اللہ عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا اور اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ جس وقت رسول کی دعوت کسی شخص یا گروہ کو پہنچی اور اس نے اس کو ماننے سے انکار کیا یا ماننے میں تامل کیا اس پر فوراً عذاب کا فیصلہ نافذ کر دیا گیا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی انفرادی حیثیت کے مطابق اور ہر گروہ کو اس کی اجتماعی حیثیت کے مطابق سوچنے سنبھلنے کے لئے کافی وقت دیتا ہے اور اس بات کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو کتنی مہلت ملنی چاہئے۔ پھر وہ مہلت جب پوری ہو جاتی ہے اور وہ شخص یا گروہ اپنی باغیانہ روش سے باز نہیں آتا تب اللہ تعالیٰ اس پر عذاب کا فیصلہ نافذ کرتا ہے۔ یہ فیصلے کا وقت اللہ کا مقرر کردہ مدت سے نہ ایک گھڑی پہلے آ سکتا ہے اور نہ وقت آ جانے کے بعد ایک لمحہ ٹل سکتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ○ |
| آپ فرما دیجئے، ذرا غور تو کرو اگر تم پر اس کا عذاب راتوں رات یا دن دہاڑے آ پہنچے وہ کیا چیز ہے کہ مجرم |
| لوگ اس سے جلدی چاہتے ہیں؟ |

## اچانک دن یا رات میں عذاب کے نازل ہو جانے کا بیان

"قُلْ اَرَاَيْتُمْ" اَخْبِرُوْنِىْ "اِنْ اَتَاكُمْ عَذَابه" اَىْ اللّٰه "بَيَاتًا" لَيْلًا "اَوْ نَهَارًا مَاذَا" اَىّ شَىْء "يَسْتَعْجِل مِنْهُ" اَىْ الْعَذَاب "الْمُجْرِمُوْنَ" الْمُشْرِكُوْنَ فِيْهِ وَضَعَ الظَّاهِر مَوْضِع الْمُضْمَر وَجُمْلَة الِاسْتِفْهَام جَوَاب الشَّرْط: كَقَوْلِكَ اِذَا اَتَيْتُكَ مَاذَا تُعْطِيْنِىْ وَالْمُرَاد بِهِ التَّهْوِيْل اَىْ مَا اَعْظَم مَا اسْتَعْجَلُوْهُ،

آپ فرما دیجئے، تم مجھے بتاؤ تو سہی اگر تم پر اللہ کا عذاب راتوں رات یا دن دہاڑے آ پہنچے، وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے مجرم لوگ یعنی مشرکین جلدی عذاب چاہتے ہیں؟ یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ پر رکھا گیا ہے۔ اور یہ جملہ استفہام جواب شرط ہے۔ جس طرح تیرا یہ قول ہے۔ "اِذَا اَتَيْتُكَ مَاذَا تُعْطِيْنِىْ" مراد اس سے یہ ہے کہ عذاب کی سختی کو بیان کرنا ہے۔ لہٰذا وہ کیونکر جلد

25 بازی میں آ کر اس کو طلب کرتے ہیں۔

رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو، اگر اچانک خدا کا عذاب آ جائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ؟ مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے میں کون سی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے، جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا نیہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لیے جلدی مچا رہے ہیں۔ حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا اور ڈر کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (البحر المحیط، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۝ |
| کیا پھر جونہی وہ (عذاب) آ پڑے گا تو اس پر ایمان لاؤ گے؟ کیا اب! حالانکہ یقیناً تم اسی کو جلدی طلب کیا کرتے تھے۔ |

## عذاب کے وقت قبول کیے ہوئے ایمان کے مقبول نہ ہونے کا بیان

"اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ" حَلَّ بِكُمْ "آمَنْتُمْ بِهِ" اَىِ اللّٰهِ اَوِ الْعَذَابِ عِنْدَ نُزُوْلِهٖ وَالْهَمْزَةُ لِاِنْكَارِ التَّاْخِيْرِ فَلَا يُقْبَلُ مِنْكُمْ وَيُقَالُ لَكُمْ "آلْاٰنَ" تُؤْمِنُوْنَ "وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ" اسْتِهْزَاءً،

کیا پھر جونہی وہ عذاب آ پڑے گا تو اللہ پر ایمان لاؤ گے؟ یا نزول عذاب کے وقت؟ یہاں پر ہمزہ انکار تاخیری کے لئے آیا ہے۔ تو اس وقت تم سے قبول نہ کیا جائے گا بلکہ تم سے کہہ دیا جائے گا کہ اب ایمان لائے ہو؟ حالانکہ یقیناً تم اسی کو جلدی طلب کیا کرتے تھے۔ یعنی پہلے اس سے مذاق کرتے تھے۔

## عذاب واقع ہو جانے کے بعد ایمان لانے کا فائدہ نہ ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تین باتیں جب ظہور میں آ جائیں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اور کفر سے توبہ کرنا کہ جس نے اس سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا، کوئی فائدہ نہیں دے گا اور نہ اس شخص کا اپنے ایمان کی حالت میں نیک عمل کرنا فائدہ مند ہوگا اگر اس نے اس سے پہلے وہ نیک عمل نہ کیا ہوگا (یعنی اس وقت گناہوں سے توبہ کرنا بھی معتبر نہ ہوگا) اور وہ تین باتیں یہ ہیں، آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، دجال اور دابۃ الارض کا نکلنا۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 33)

مطلب یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھ کر چونکہ قیامت کا آنا متعین ہو جائے گا اور اس وقت اس دنیا کی پر فریب زندگی کا پردہ اس طرح چاک ہو جائے گا کہ آخرت کی زندگی اور وہاں کے احوال، نظر و مشاہدہ میں آ جائیں گے اس لئے اس وقت کفر اور گناہوں سے توبہ کرنا اور ایمان قبول کرنا معتبر نہیں ہوگا کیونکہ ایمان تو وہی معتبر ہے جو غیب پر یقین کے ساتھ ہو۔ یہاں حدیث میں مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونے کو باقی دونوں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے جب کہ وقوع پذیر ہونے کے اعتبار سے اس کا نمبر بعد میں

ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کے قبول ہونے کا اصل مدار اسی پر ہے یعنی توبہ اور ایمان کا قبول نہ ہونا اسی وقت ہوگا جب آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا، لہذا پہلے اس کا ذکر کیا گیا اور اس کے ساتھ دو اور نشانیوں یعنی دجال اور دابۃ الارض کے نکلنے کو بھی ملا دیا گیا۔

| |
|---|
| ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ○ |
| پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر وہی جو کماتے تھے۔ |

## ظالم کفار کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا بیان

"ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْد" اَیْ الَّذِیْ تَخْلُدُوْنَ فِيهِ "هَلْ" مَا "تُجْزَوْنَ إِلَّا" جَزَاء،

پھر ظالموں سے کہا جائے گا ہمیشہ کا عذاب چکھو یعنی اس میں ہمیشہ رہو۔ تمہیں کچھ اور بدلہ نہ ملے گا مگر اسی کی جزاء ہے جو کماتے تھے۔

## جہنم کے عذاب کے برحق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس دن جہنم کو اس طرح لایا جائے کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 477)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس سے وہ بات کرے گی۔ وہ کہے گی مجھے تین آدمیوں کو نگلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (1) سرکش ظالم (2) مشرک (3) تصویریں بنانے والا (مصور) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 478)

| |
|---|
| وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ ○ |
| اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات سچ ہے؟ فرما دیجئے: ہاں میرے رب کی قسم یقیناً وہ بالکل حق ہے۔ |
| اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ |

## وعدہ عذاب کے بارے میں پوچھنے والوں کا بیان

"وَيَسْتَنْبِئُونَكَ" يَسْتَخْبِرُونَكَ "أَحَقٌّ هُوَ" اَیْ مَا وَعَدْتَنَا بِهِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْبَعْث "قُلْ إِي" نَعَمْ "وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ" بِفَائِتِينَ الْعَذَاب،

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا وہ بات سچ ہے؟ یعنی جس عذاب اور بعث کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ فرما دیجئے، ہاں میرے رب کی قسم یقیناً وہ بالکل حق ہے۔ اور تم عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی عذاب سے اپنے آپ کو بچانے والے نہیں ہو۔

غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سرِ نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا مٹی میں مل جانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلے کی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور گناہوں کا مزہ عذاب دے کر چکھائے۔ ممکن نہیں کہ اس کے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اسے عاجز کر سکو۔

## عذاب کے برحق ہونے کا بیان

قرآن مجید میں یہ وہ مقامات ہیں جن سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے، اور اس میں ہر قسم کے لوگ ہیں کافر و مشرک منافق اور گناہگاران سب کے بارے میں عذاب قبر کی وعید ہے اس کے بعد (سورہ یس) کے حوالے سے عذاب قبر کی نفی کی جو کوشش کی ہے اس کے بارے میں ہم یہ بات کہتے ہیں کہ اس آیت سے عذاب قبر کی نفی نہیں ہے اور یہی بات ابن کثیر نے اس آیت کی حوالے سے نقل کی ہے کہ اس سے قبر کے عذاب کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اس لئے کہ جس ہول و شدت کو اور جس تکلیف اور مصیبت کو یہ اب دیکھیں گے اس کی نسبت تو قبر کے عذاب بے حد خفیف ہی تھے۔

اب اس بات کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں کہ اگر ایک شخص کو ایک کمرے میں بند کر دیا جائے اور صبح شام اس کو مارا پیٹا جائے اس کے چھ سال بعد اس کو ایک پنجرے میں ڈال دیا جائے جس میں وہ صرف بیٹھ سکتا ہو اور اس پنجرے کو اتنا گرم کر دیا جائے کہ اس کی کھال اس سے جھلس جاتی ہو تو وہ شخص ضرور کہے گا کہ اس سے اچھا تو میں اس کمرے میں تھا، پس اسی طرح جب مردے قبر سے نکلیں گے تو وہ بھی قیامت کے عذاب کو دیکھ کر قبر کو خواب گاہ کہیں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ قتادہ کا ایک قول اس آیت کے حوالہ سے منقول ہے کہ پہلے نفخہ اور دوسرے نفخہ کے درمیان یہ سو جائیں گے اس لئے اب اٹھ کر یوں کہیں گے "ہائے ہمیں کس نے ہماری خواب گاہوں سے اُٹھا دیا۔ (تفسیر طبری، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ |
| لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| اگر ہر ظالم شخص کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے تو وہ یقیناً اسے عذاب کے بدلہ میں دے ڈالے، اور جب عذاب کو |
| دیکھیں گے تو اپنی ندامت چھپائے پھریں گے اور ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ |

## روئے زمین کے خزانوں کا فدیہ ایمان نہ بن سکنے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ" كَفَرَتْ "مَا فِي الْاَرْض" جَمِيْعًا مِنَ الْاَمْوَال "لَافْتَدَتْ بِهٖ" مِنَ الْعَذَاب يَوْم الْقِيَامَة "وَاَسَرُّوا النَّدَامَة" عَلٰى تَرْك الْاِيْمَان "لَمَّا رَاَوُا الْعَذَاب" اَخْفَاهَا رُؤَسَاؤُهُمْ عَنْ

الضُّعَفَاء الَّذِيْنَ اَضَلُّوهُمْ مَخَافَةَ التَّعْيِير "وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ" بَيْنَ الْخَلَائِق "بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" شَيْئًا،

اگر ہر ظالم یعنی کافر شخص کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہو جو زمین میں مال و دولت ہے تو وہ قیامت کے دن عذاب کے بدلہ میں فدیہ دے ڈالے، اور وہ ایمان نہ لانے کی ندامت کو چھپائیں گے اور جب عذاب کو دیکھیں گے یعنی ان کے رہنما ان کمزور لوگوں کو چھپائیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تو اپنی ندامت چھپائے پھریں گے اور ان کے یعنی مخلوق کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کچھ ظلم نہیں ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کافر سے کہا جائے گا اگر تیرے لئے زمین بھر کے برابر سونا ہوتا تو کیا تو اسے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ کر دیتا تو وہ کہے گا جی ہاں تو اس سے کہا جائے گا تجھ سے اس سے بھی آسان چیز کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2584)

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سن لو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے مگر ان میں اکثر کو خبر نہیں ہے۔ |

## دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب کے برحق ہونے کا بیان

"اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَوَات وَالْاَرْض اَلَا اِنَّ وَعْد اللّٰه" بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاء "حَق" ثَابِت "وَلٰكِنَّ اَكْثَرهمْ" اَيْ النَّاس "لَا يَعْلَمُوْنَ" ذٰلِكَ،

سن لو بیشک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سن لو بیشک اللہ کا وعدہ بعث و جزاء کے بارے میں سچا یعنی ثابت ہے مگر ان میں اکثر لوگوں کو خبر نہیں ہے۔ یعنی وہ اس کو نہیں جانتے۔

مالک آسمان و زمین مختار کل کائنات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ کے وعدے سچے ہیں وہ پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ جلانے مارنے والا وہی ہے، سب باتوں پر وہ قادر ہے۔ جسم سے علیحدہ ہونے والی چیز کو، اس کے بکھر کر بگڑ کر ٹکڑے ہونے کو وہ جانتا ہے اس کے حصے کن جنگلوں میں کن دریاؤں میں کہاں ہیں وہ خوب جانتا ہے۔

مرنے کے بعد زندہ ہو کر دوبارہ اٹھنے کا معاملہ اس قدر حقیقت پر مبنی ہے کہ اس کے ثبوت میں انبیاء و رسل علیہم السلام پر اتاری جانے والی جملہ آسمانی شریعتوں اور الہامی کتابوں میں تواتر کے ساتھ آیات و نصوص ذکر ہوئی ہیں اور پھر اس عقیدے کو ہر پیغمبر علیہ السلام کی امت میں سے لوگوں نے قبول کیا ہے اور تم اے منکرین یوم بعث! کیونکر اس حقیقت کا انکار کرتے ہو، جبکہ تم کسی فلسفی اور مفکر کی طرف سے کہی گئی ہر بات کو فوراً سچ مانتے ہوئے قبول کر لیتے ہو، خواہ یہ خبر اپنے وسائل اور ذرائع کے اعتبار سے کسی بھی طرح بعث و نشور کے بارے خبریں دینے والے ذرائع و وسائل سے مطابقت نہ رکھتے ہوں، نہ خبر کو منتقل کرنے کے لحاظ سے اور نہ واقعاتی شہادت (گواہی) کی رد سے؟

کسی ایک کو بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کہ مخلوق (پیدا کی گئی کوئی بھی چیز) عدم کے بعد وجود میں آتی ہے اور یہ کہ ہر مخلوق حادث یعنی اپنے وجود میں آنے سے قبل وہ کچھ نہ تھی، تو وہ ذات برحق، جس نے مخلوق کو پیدا کیا ہے، اس کو عدم سے وجود میں لایا ہے، جبکہ اس سے پہلے وہ کوئی چیز نہ تھی، اس بات پر زیادہ قادر ہے کہ ایک چیز کو وجود میں لانے کے بعد (جب وہ ختم ہو جائے) تو اسی کو دوبارہ وجود میں لے آئے۔ جیسا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور وہی (اللہ) تو ہے، جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا، اور یہ اس پر زیادہ آسان ہے۔ (روم ۲۷)

| |
|---|
| هُوَ يُحۡيٖ وَ يُمِيۡتُ وَ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ۝ |
| وہی زندگی بخشا اور موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ |

## زندگی اور موت اور لوٹنے کا بیان

"هُوَ يُحۡيِي وَيُمِيت وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ" فِي الۡاٰخِرَة فَيُجَازِيكُمۡ بِاَعۡمَالِكُمۡ،

وہی زندگی بخشا اور موت دیتا ہے اور آخرت میں اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ وہ تمہارے اعمال کی تمہیں جزاء دے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص کو اس کے اونٹ نے کچل دیا اس حال میں کہ وہ محرم تھا اور ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دو کپڑوں میں کفن دو، نہ اس کو خوشبو لگاؤ اور نہ اس کے سر کو ڈھانپو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اٹھائے گا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1212)

ان آیات میں آسمان اور زمین کے درمیان ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت نامہ، وعدہ الٰہی کے برحق، زندگی اور موت پر اس کا اختیار ہے، جو ذات اتنے اختیار کی مالک ہے، اس کی گرفت سے بچ کر کوئی کہاں جا سکتا ہے۔ اور اس نے حساب کتاب کے لئے ایک دن مقرر کیا ہوا ہے۔ اسے کون ٹال سکتا ہے؟ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، وہ ایک دن ضرور آئے گا اور ہر نیک و بد کو اس کے عملوں کے مطابق جزا اور سزا دی جائے گی۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوۡرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ۝ |
| اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کے لئے شفا ہے اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔ |

## عقائد فاسدہ سے بچانے کے لئے قرآن میں شفا ہونے کا بیان

"يٰۤاَيُّهَا النَّاس " اَيۡ اَهۡل مَكَّة "قَدۡ جَاءَتۡكُمۡ مَوۡعِظَة مِنۡ رَبّكُمۡ " كِتَاب فِيهِ مَا لَكُمۡ وَمَا عَلَيۡكُمۡ وَهُوَ الۡقُرۡاٰن "وَشِفَاء " دَوَاء "لِمَا فِي الصُّدُوۡر " مِنَ الۡعَقَائِد الۡفَاسِدَة وَالشُّكُوك "وَهُدًى" مِنَ الضَّلَال "وَرَحۡمَة لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ" بِهِ،

اے اہل مکہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی یعنی کتاب جوتمہارے لئے ہے اوراس میں تمہارے لئے احکام ہیں اور وہ قرآن ہے اور عقائد فاسدہ اور شکوک وشبہات سے بچانے کے لئے دلوں کے لئے شفا یعنی دواء ہے اور ایمان والوں کے لیے گمراہی سے ہدایت اور رحمت ہے۔

اس آیت میں قرآن کریم کے آنے اوراس کے موعظت وشفا وہدایت ورحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائدِ عظیمہ کی جامع ہے۔موعظت کے معنی ہیں وہ چیز جوانسان کومرغوب کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے۔خلیل نے کہا کہ موعظت نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو۔شفاء سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک قلبی امراض کودور کرتا ہے۔دل کے امراض اخلاقِ ذمیمہ،عقائدِ فاسدہ اور جہالت مُہلکہ ہیں،قرآن پاک ان تمام امراض کودور کرتا ہے۔قرآن کریم کی صفت میں ہدایت بھی فرمایا کیونکہ وہ گمراہی سے بچاتا اور راہِ حق دکھاتا ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت اس لئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان،سورہ یونس،لاہور)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں الرُّقیٰ بفاتحۃ الکتاب فاتحہ سے دم کرنا کے عنوان سے باقاعدہ ایک باب قائم کیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام کا قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر گزر ہوا۔انہوں نے ان صحابہ کرام کی مہمان نوازی نہ کی۔اسی اثناء میں ان لوگوں کے سردار کوسانپ یا بچھو کا ڈنگ لگا۔ بستی والوں نے کہا تمہارے پاس کوئی دواء یا دم کرنے والا ہے؟ صحابہ کرام نے کہا جی ہاں۔تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی (کھانا نہیں کھلایا) ہم (بھی) دم نہیں کریں گے جب تک بکریوں کا پورا ریوڑ ہمیں نہ دو۔اب ان لوگوں نے بکریوں کا ریوڑ ان حضرات کو دیا توفجعل یقرأبأم القرآن حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ عنہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم، جھاڑ شروع کر دیا۔لعاب دہن جمع کر کے زخم پر لگاتے جاتے۔وہ شخص ٹھیک ہوگیا۔بکریوں کا ریوڑ ان کے سپرد کرنے لگے تو صحابہ کرام کہا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں لیں گے۔پھر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا آپ ہنس پڑے۔فرمایا: تجھے کیسے پتہ چل گیا کہ یہ دم ہے؟ لو! اور میرا حصہ مجھے دو۔(بخاری،الصحیح،5:2166،رقم5404)

## قرآن کی چار صفات اوران کی ترتیب

موعظت 'شفا' ہدایت اور رحمت:۔اس آیت میں قرآن کریم کی چار صفات بیان کی گئی ہیں۔پہلی صفت موعظت ہے موعظت ایسی نصیحت کو کہتے ہیں جوانسان کی توجہ کو دنیا کے انہماک سے ہٹا کر اللہ کی یاد اور روز آخرت کی طرف مبذول کرے اور اس سے دلوں میں رقت اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت سے لگاؤ پیدا ہو۔دوسری صفت یہ ہے کہ یہ قرآن دلوں کی بیماریوں مثلاً شرک اور کفر کا عقیدہ،حسد،بغض،خودغرضی،بخل،لالچ وغیرہ کے لیے شفا کا کام دیتا ہے جوشخص قرآن پڑھتا اوراس پر عمل کرتا ہے یہ روگ ازخود اس کے دل سے دور ہوجاتے ہیں۔تیسری صفت یہ ہے کہ قرآن انسان کی زندگی کے تمام شعبوں میں اس کی پوری طرح

رہنمائی کرتا ہے وہ ہر فرد کے الگ الگ حقوق متعین کرتا ہے اور ایسے قوانین بتلاتا ہے جس سے فرد، معاشرہ اور حکومت میں سے کسی کے حقوق مجروح بھی نہ ہوں اور کسی دوسرے پر زیادتی بھی نہ ہو۔ اور اس کی چوتھی صفت یہ ہے کہ جو شخص قرآن پر عمل پیرا ہوتا ہے یا جو معاشرہ یا حکومت اس کی اتباع کرتی ہے اس پر اس دنیا میں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوگا۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے واضح ہے۔

قرآن کے ذریعے سربلندی اور ذلت:۔ سیّدنا عمر کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن کریم) کے ذریعہ بہت سے لوگوں کو سربلندی عطا فرمائے گا اور بہت سے لوگوں کو ذلیل کرے گا" (مسلم۔ کتاب فضائل القرآن)

قرآن کریم کی دوسری صفت شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ، ارشاد فرمائی، شفاء کے معنے بیماری دور ہونے کے ہیں، اور صدور، صدر کی جمع ہے جس کے معنی سینہ کے ہیں، مراد اس سے قلب ہے۔

معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم دلوں کی بیماریوں کا کامیاب علاج اور صحت و شفاء کا نسخہ اکسیر ہے، حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ قرآن کی اس صفت سے معلوم ہوا کہ وہ خاص دلوں کی بیماری کے لئے شفاء ہے، جسمانی بیماریوں کا علاج نہیں۔ (روح المعانی)

مگر دوسرے حضرات نے فرمایا کہ درحقیقت قرآن ہر بیماری کی شفاء ہے خواہ قلبی و روحانی ہو یا بدنی اور جسمانی، مگر روحانی بیماریوں کی تباہی انسان کے لئے جسمانی بیماریوں سے زیادہ شدید ہے اور اس کا علاج بھی ہر شخص کے بس کا نہیں، اس لئے اس جگہ ذکر صرف قلبی اور روحانی بیماریوں کا کیا گیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جسمانی بیماریوں کے لئے شفاء نہیں ہے۔

روایات حدیث اور علمائے امت کے بے شمار تجربات اس پر شاہد ہیں کہ قرآن کریم جیسے قلبی امراض کے لئے اکسیر اعظم ہے اسی طرح وہ جسمانی بیماریوں کا بھی بہترین علاج ہے۔

حضرت ابوسعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے سینے میں تکلیف ہے، آپ نے فرمایا کہ قرآن پڑھا کرو کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے (آیت) شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ، یعنی قرآن شفاء ہے ان تمام بیماریوں کی جو سینوں میں ہوتی ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، یونس، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ |
| فرمادیجئے، اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) |
| پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔ |

## اللہ کے فضل اور رحمت پر خوشی منانے کا بیان

"قُلْ بِفَضْلِ اللّٰه" اَلْاِسْلَام "وَبِرَحْمَتِهٖ" اَلْقُرْاٰن "فَبِذٰلِكَ" اَلْفَضْل وَالرَّحْمَة "فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْر مِمَّا يَجْمَعُوْنَ" مِنْ الدُّنْيَا بِالْيَاءِ وَالتَّاء ،

فرما دیجئے، اللہ کے فضل یعنی اسلام اور اس کی رحمت یعنی قرآن کے باعث ہے (جو بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ دنیا میں جمع کرتے ہیں۔ یہاں پر یجمع یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

## رحمت مصطفوی ﷺ پر اظہار خوشی کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ فضل سے مراد قرآن اور رحمت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قرآن کریم کی آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے، اور حاصل اس کا بھی پہلی تفسیر سے کچھ مختلف نہیں، کیونکہ عمل بالقرآن یا اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی کے مختلف عنوانات ہیں۔

اس آیت میں مشہور قراءت کے مطابق فَلْيَفْرَحُوْا بصیغہ غائب آیا ہے، حالانکہ اس کے اصل مخاطب اس وقت کے موجودین، حاضرین تھے، جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اس جگہ صیغہ خطاب کا استعمال کیا جاتا۔

جیسا کہ بعض قرأتوں میں آیا بھی ہے، مگر مشہور قراءت میں صیغہ غائب استعمال کرنے کی حکمت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اسلام کی رحمت عامہ صرف اس وقت کے حاضرین وموجودین کے لئے مخصوص نہیں تھی بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والی نسلوں کو بھی شامل ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ یونس، بیروت)

## ائمہ تفسیر کے نزدیک فضل ورحمت کا مفہوم

اب ہم ذیل میں سورۃ یونس کی آیت نمبر 58 میں مذکور الفاظ۔ فضل اور رحمت۔ کی تفسیر اور توضیح وتشریح چند مستند ائمہ تفاسیر کی آراء کی روشنی میں بیان کریں گے تاکہ نفسِ مضمون زیادہ بہتر طور پر سمجھا جاسکے:

1۔ علامہ ابن جوزی (510۔579ھ) سورۃ یونس کی آیت نمبر 58 کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں:

**إن فضل الله : العلم، ورحمته : محمد صلى الله عليه وآله وسلم. رواه الضحاك عن ابن عباس.**

ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بے شک فضل اللہ سے مراد علم (یعنی قرآن) ہے، اور رحمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ (زاد المسیر فی علم التفسیر، 40:4)۔

2۔ ابوحیان اندلسی (682۔749ھ) ضحاک کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کرتے ہیں

**وقال ابن عباس فيما روى الضحاك عنه : الفضل : العلم، والرحمة : محمد صلى الله عليه وآله وسلم.** (تفسیر البحر المحیط، 171:5)

ضحاک نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم (یعنی قرآن) اور رحمت سے مراد محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

3۔امام سیوطی (849۔911ھ) نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے

**وأخرج أبو الشيخ عن ابن عباس رضى الله عنهما فى الآية، قال : فضل الله : العلم، ورحمته : محمد صلى الله عليه وآله وسلم. قال الله تعالىٰ : (وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ،**

(الأنبياء، 107:21، الدر المنثور في التفسير بالمأثور، 330:4)

ابو شیخ نے اس آیت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فضل اللہ سے مراد علم (یعنی قرآن) ہے، اور رحمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: (اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر)۔

4۔علامہ آلوسی (1217۔1270ھ) بیان کرتے ہیں۔

**و أخرج أبو الشيخ عن ابن عباس رضى الله عنهما أن الفضل العلم والرحمة محمد صلى الله عليه وآله وسلم، وأخرج الخطيب وابن عساكر عنه تفسير الفضل بالنبى عليه الصلاة والسلام.**

ابو شیخ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فضل سے مراد علم ہے اور رحمت سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔خطیب اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ فضل سے مراد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، 141:11)

مذکورہ تفاسیر سے واضح ہوتا ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فضل سے مراد العلم لیتے ہیں اور العلم سے مراد قرآن حکیم ہے جس کی تائید درج ذیل آیت سے ہوتی ہے۔

**وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا،** (النساء، 113:4)

اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اگر فضل سے مراد علم یا قرآن حکیم لیں تو پھر بھی اس کا ضمنی مفہوم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن کے واسطے سے ہمیں قرآن مجید ملا۔امام المفسرین جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی اللہ کا فضل اور سرتاپا اس کی رحمت ہے۔سورۃ یونس کی آیت نمبر 58 میں مذکورہ الفاظ۔فَبِذٰلِكَ فَلۡيَفۡرَحُوۡا۔ کے مفہوم کو جشنِ میلاد کی خوشیاں منانے کے حوالے سے اُجاگر کرتا ہے۔جشنِ میلاد کو عید مسرت کی حیثیت سے منانے کو اللہ کے فضل و رحمت پر خوشی و مسرت کے اظہار کا ذریعہ گردانا گیا ہے اور اس کا ذکر اس قرینے اور شدّ و مد سے کیا گیا ہے کہ کوئی صاحبِ فکر مسلمان اس بات سے انکار نہیں کرے گا۔مذکورہ بالا عباراتِ تفاسیر نے فضل و رحمت کے معانی اس طرح کھول کر بیان کر دیے ہیں

کہ اس کے اَسرار و رموز بالکل عیاں ہوگئے ہیں، اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت پر مسرتوں اور شادمانیوں کی صورت میں جشنِ عید منانا منشائے خداوندی ہے۔

علامہ طبرسی (م 548ھ) نے اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

**ومعنی الآية قل لهؤلاء الفرحين بالدنيا المعتدين بها الجامعين لها إذا فرحتم بشيء فافرحوا بفضل الله عليكم ورحمته لكم بإنزال هذا القرآن وارسال محمد إليكم فإنكم تحصلون بهما نعيمًا دائمًا مقيمًا هو خير لكم من هذه الدنيا الفانية ، عن قتادة ومجاهد وغيرهما قال أبو جعفر الباقر عليه السلام : (فَضْلُ اللهِ) رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم.**

(طبرسی، مجمع البیان فی تفسیر القرآن، 5: 177، 178)

اس آیت کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرما رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو دنیا کی خوشیوں میں مگن اور اس کے ذریعے (دوسروں پر) ظلم و زیادتی کرنے والے اور ہر وقت اس کو جمع کرنے والے ہیں کہ اگر تم کوئی خوشی منانا ہی چاہتے ہو تو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر جشنِ مسرت مناؤ جو نزولِ قرآن اور ولادت و بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں تمہیں عطا ہوئے ہیں۔ پس بے شک تم ان دونوں (نزولِ قرآن اور ولادت و بعثتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوشی منانے) کے بدلے میں ہمیشہ قائم رہنے والی نعمت (جنت) حاصل کرو گے جو تمہارے لیے اِس فانی دنیا سے بہت بہتر ہے۔ حضرت قتادہ اور مجاہد کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی روایت ہے کہ امام ابو جعفر محمد الباقر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کے فضل سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

تفاسیر میں بیان کیے گئے تمام معانی، ان کے رموز اور ضمنی تشریحات و تعبیرات سے یہی مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان میں سب سے بڑی نعمت جو اُس کے فضل اور رحمت کی صورت میں نازل ہوئی وہ قرآن اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جشنِ مسرت و شادمانی منانے کے قابل صرف دو چیزیں ہیں: ایک قرآن کا نزول اور دوسرا ولادتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس پر فرمانِ الٰہی۔ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ حجت ہے۔ اگر کوئی خوشی منانی ہے تو اس رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے دن سے زیادہ اور کوئی دن اس کا حق دار و سزاوار نہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ |
| قُلْ آللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ○ |
| تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرا لیا، تم فرماؤ |
| کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ |

## اپنی جانب سے حلت وحرمت کا حکم اللہ کی جانب منسوب کرنے والے مکذبین کا بیان

"قُلْ اَرَاَیْتُمْ" اَخْبِرُوْنِی "مَا اَنْزَلَ اللّٰه" خَلَقَ "لَکُمْ مِنْ رِزْق فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا" کَالْبَحِیْرَةِ وَالسَّائِبَةِ وَالْمَیْتَةِ "قُلْ اللّٰه اَذِنَ لَکُمْ" فِیْ ذٰلِكَ بِالتَّحْلِیلِ وَالتَّحْرِیم لَا "اَمْ" بَلْ "عَلَی اللّٰه تَفْتَرُوْنَ" تُکَذِّبُوْنَ بِنِسْبَةِ ذٰلِكَ اِلَیْهِ،

تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے رزق اتارا یعنی تمہارے لئے پیدا کیا۔ اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام و حلال ٹھہرالیا، جس طرح بحیرہ، سائبہ اور مردار ہے۔ تم فرماؤ کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی یعنی ان کی حلت وحرمت کی اجازت دی ہے؟ نہیں بلکہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ یعنی اس کی نسبت اس کی طرف کر کے بہتان باندھتے ہو۔

## سائبہ ایجاد کرنے والے کے عذاب کا بیان

ابوالیمان شعیب زہری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے سعید بن مسیب کو کہتے ہوئے سنا کہ بحیرہ وہ جانور ہے جس کا دودھ بتوں کے لئے (نذر میں مخصوص کر کے آدمیوں کو استعمال کرنے سے) روک دیا جائے اور آدمیوں میں سے کوئی شخص نہ دوھے۔ اور سائبہ وہ جانور ہے جس کو کفار اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے پھر اس پر کوئی چیز نہ لادی جاتی۔ سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں نے عمرو بن عام بن لحی کو دیکھا کہ وہ آگ میں آنتیں کھینچ رہا ہے اور یہی سب سے پہلا شخص ہے جس نے سائبہ کی ایجاد کی؟ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 780)

## طیب چیزوں کی حلت جبکہ خبیث چیزوں کی حرمت کا بیان

حضرت عوف بن مالک بن فضلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ میلا کچیلا جسم بال بکھرے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا، تمہارے پاس کچھ مال بھی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کس قسم کا مال؟ میں نے کہا اونٹ، غلام، گھوڑے، بکریاں وغیرہ غرض ہر قسم کا مال ہے۔ آپ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے تجھے سب کچھ دے رکھا ہے تو اس کا اثر بھی تیرے جسم پر ظاہر ہونا چاہیے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے ہاں اونٹنیاں بچے بھی دیتی ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتے ہیں پھر تو اپنے ہاتھ میں چھری لے کر کسی کا کان کاٹ کے اس کا نام بحیرہ رکھ لیتا ہے۔ کسی کی کھال کاٹ کر حرام نام رکھ لیتا ہے۔ پھر اسے اپنے اوپر اور اپنے والوں پر حرام سمجھ لیتا ہے؟ میں نے کہا ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سن اللہ نے تجھے جو دیا ہے وہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بازو تیرے بازو سے قوی ہے اور اللہ تعالیٰ کی چھری تیری چھری سے بہت زیادہ تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں کے فعل کی پوری مذمت بیان فرمائی ہے جو اپنی طرف سے بغیر شرعی دلیل کے کسی حرام کو حلال یا کسی حلال کو حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ انہیں اللہ نے قیامت کے عذاب کے سے دھمکایا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کا کیا خیال ہے؟ یہ کس ہوا میں ہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ بے بس ہو

کر قیامت کے دن ہمارے سامنے حاضر کئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ تو لوگوں پر اپنا فضل وکرم ہی کرتا ہے۔وہ دنیا میں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔اسی کا فضل ہے کہ اس نے دنیا میں بہت سی نفع کی چیزیں لوگوں کے لیے حلال کردی ہیں۔صرف انہیں چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔جو بندوں کو نقصان پہنچانے والی اوران کے حق میں مضر ہیں۔دنیوی طور پر یا اُخروی طور پر۔لیکن اکثر لوگ ناشکری کر کے اللہ کی نعمتوں سے محروم ہوجاتے ہیں۔اپنی جانوں کو خود تنگی میں ڈالتے ہیں۔مشرک لوگ اسی طرح از خود احکام گھڑ لیا کرتے تھے اورانہیں شریعت سمجھ بیٹھتے تھے۔(مسند احمد بن حنبل)

مفسر قرآن صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی لکھتے ہیں کہاس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام کرنا ممنوع اور خدا پر افتراء ہے (اللہ کی پناہ) آج کل بہت لوگ اس میں مبتلاء ہیں،ممنوعات کو حلال کہتے ہیں اور مباحات کو حرام۔بعض سود کو حلال کرنے پر مصر ہیں،بعض تصویروں کو،بعض کھیل تماشوں کو،بعض عورتوں کی بے قیدیوں اور بے پردگیوں کو، بعض بھوک ہڑتال کو جو خودکشی ہے مباح سمجھتے ہیں اور حلال ٹھہراتے ہیں اور بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مصر ہیں جیسے محفلِ میلاد کو،فاتحہ کو،گیارہویں کو اور دیگر طریقہ ہائے ایصالِ ثواب کو،بعض میلادِ شریف و فاتحہ و توشہ کی شیرینی و تبرک کو جو سب حلال وطیب چیزیں ہیں ناجائز وممنوع بتاتے ہیں،اسی کو قرآن پاک نے خدا پر افترا کرنا بتایا ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، یونس، لاہور)

| |
|---|
| وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ |
| عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ۠ |
| اور ایسے لوگوں کا روز قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، بیشک اللہ لوگوں پر |
| فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر گزار نہیں ہیں۔ |

## انسان کا اپنے انجام سے غفلت برتنے کا بیان

**"وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ" اَىْ اَىَّ شَىْءٍ ظَنُّهُمْ بِهٖ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهٗ لَا يُعَاقِبُهُمْ ! لَا "اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ" بِاِمْهَالِهِمْ وَالْاِنْعَامِ عَلَيْهِمْ، وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ،**

اور ایسے لوگوں کا روز قیامت کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں،یعنی گمان والی کیا چیز ہے۔کہیں وہ یہ گمان تو نہیں کر بیٹھے ہیں انہیں پکڑ نہیں ہوگی۔بلکہ ایسا نہیں ہے وہ لوگ غور سے سن لیں کہ بیشک اللہ اموال دیکر اور جانور دیکر لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر شکر گزار نہیں ہیں۔

قیامت کے دن ان حلال اور حرام بنانے والوں سے کیسا سلوک کیا جائے گا؟ اس دن انھیں جو مار پڑے گی اور دکھ کا عذاب سہنا پڑے گا اس کے متعلق بھی ان افتراء پردازوں نے کبھی غور کیا ہے؟ اللہ تو لوگوں پر بڑا مہربان ہے جس نے ہر وقت انھیں ہر اچھے اور برے کام کے انجام سے مطلع کردیا ہے لیکن بجائے اس کے کہ لوگ اللہ کی اس مہربانی پر اس کے شکر گزار ہوتے لیکن وہ تو اس کی

حدود کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں پھر اسی کے نام سے منسوب بھی کر دیتے ہیں۔

| |
|---|
| وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّ لَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ |
| شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَ مَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ |
| وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| آپ جس حال میں بھی ہوں اور آپ اس کی طرف سے جس قدر بھی قرآن پڑھ کر سناتے ہیں اور تم جو عمل بھی کرتے ہو مگر |
| ہم تم سب پر گواہ و نگہبان ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے ایک ذرّہ برابر بھی نہ |
| زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں ہے۔ |

## ہر بڑی یا چھوٹی چیزوں کا کتاب مبین میں ہونے کا بیان

"وَمَا تَكُوْنُ" يَا مُحَمَّد "فِيْ شَاْنٍ" اَمْر "وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ" اَيْ مِنَ الشَّاْنِ اَوْ اللّٰه "مِنْ قُرْاٰنٍ" اَنْزَلَهُ عَلَيْكَ "وَلَا تَعْمَلُوْنَ" خَاطَبَهُ وَاُمَّته "مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا" رُقَبَاء "اِذْ تُفِيْضُوْنَ" تَاْخُذُوْنَ "فِيْهِ" اَيْ الْعَمَل "وَمَا يَعْزُب" يَغِيب "عَنْ رَبِّك مِنْ مِثْقَال" وَزْن "ذَرَّة" اَصْغَر نَمْلَة "فِي الْاَرْض وَلَا فِي السَّمَاء وَلَا اَصْغَر مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَر اِلَّا فِيْ كِتَاب مُبِيْن" بَيِّن هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ،

اور یا محمد ﷺ آپ جس حال میں بھی ہوں اور آپ اس کی طرف سے جس قدر بھی قرآن پڑھ کر سناتے ہیں یعنی جو آپ ﷺ کی طرف نازل ہوا ہے۔ اور تم جو عمل بھی کرتے ہو مگر ہم تم سب پر گواہ و نگہبان ہوتے ہیں یہاں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کو خطاب ہے۔ جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے ایک ذرّہ برابر بھی نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے ذرہ سے چھوٹی چیز چیونٹی ہے۔ اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں ہے۔ یعنی ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

## کسی چیز ومخلوق کا بھی علم الٰہی سے باہر نہ ہونے کا بیان

وہ خشکی و تری کی ہر چیز کا علم رکھتا ہے ہر پتے کے جھڑنے کی اسے خبر ہے۔ زمین کے اندھیروں میں جو دانہ ہو، جو تر و خشک چیز ہو، سب کتاب مبین میں موجود ہے۔ الغرض درختوں کا ہلنا۔ جمادات کا ادھر ادھر ہونا، جانداروں کا حرکت کرنا، کوئی چیز روئے زمین کی اور تمام آسمانوں کی ایسی نہیں، جس سے علیم و خبیر اللہ بے خبر ہو۔

ایک اور آیت میں ہے کہ زمین کے ہر جاندار کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہے۔ جب کہ درختوں، ذروں جانوروں اور تمام تر و خشک چیزوں کے حال سے اللہ عزوجل واقف ہے بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بندوں کے اعمال سے وہ بے خبر ہو۔ جنہیں عبادت رب کی

بجا آوری کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمان ہے اس ذی عزت بڑے رحم وکرم والے اللہ پر تو بھروسہ رکھ جو تیرے قیام کی حالت میں تجھے دیکھتا رہتا ہے سجدہ کرنے والوں میں تیرا آنا جانا بھی دیکھ رہا ہے۔ یہی بیان یہاں ہے کہ تم سب ہماری آنکھوں اور کانوں کے سامنے ہو۔ حضرت جبرائیل نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کی بابت سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تجھے یقیناً دیکھ ہی رہا ہے۔

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ٥ |
| خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ رنجیدہ و غمگین ہوں گے۔ |

## اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں خوف اور آخرت میں غم نہ ہونے کا بیان

"اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" فِي الْاٰخِرَةِ،

خبردار! بیشک اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ آخرت میں غمزدہ ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں یہ حدیث مبارکہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بعض بندوں میں سے ایسے انسان ہیں جو نبی ہیں نہ شہید۔ (لیکن) اللہ کے نزدیک ان کا مرتبہ دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی ان کی تحسین کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہمیں خبر دیں وہ کون لوگ ہوں گے؟

آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے محض اللہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ لوگ ان کے رشتہ دار ہوتے ہیں نہ ہی ان کو ان سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے منور ہوں گے اور بے شک وہ نور پر فائز ہوں گے۔ اور جب لوگ خوف زدہ ہوں گے تو انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غم زدہ ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (سنن ابوداؤد۔ رقم الحدیث۔ ۳۵۲۸)

## ولی کی تعریف کا بیان

ولی سے مراد وہ شخص ہے جو عالم باللہ ہو اور اخلاص کے ساتھ ہمیشگی کے ساتھ عبادت کرنے والا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ ہیں جن کے چہرہ دیکھنے سے اللہ یاد آ جائے۔ بزار کی مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔ (فتح الباری۔ ج ۱۱۔ ۳۴۲۔ عمدۃ القاری، جز ۳۔ ص ۸۹۔ مطبوعہ مصر)

## فیض ولایت میں مراتب کے لحاظ کا بیان

امت کے افراد کو یہ درجہ ولایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہو سکتا ہے، اسی سے تعلق مع اللہ کا وہ رنگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا اپنے حوصلہ کے مطابق اس کا کوئی حصہ امت کے اولیاء کو ملتا ہے، پھر یہ فیض صحبت

صحابہ کرام کو بلا واسطہ حاصل تھا، اسی وجہ سے ان کا درجہ ولایت تمام امت کے اولیاء واقطاب سے بالاتر تھا بعد کے لوگوں کو یہی فیض ایک واسطہ یا چند واسطوں سے حاصل ہوتا ہے جتنے وسائط بڑھتے جاتے ہیں اتنا ہی اس میں فرق پڑ جاتا ہے، یہ واسطہ صرف وہی لوگ بن سکتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگے ہوئے آپ کی سنت کے پیرو ہیں ایسے لوگوں کی کثرت سے مجالست اور صحبت جبکہ اس کے ساتھ ان کے ارشادات کی پیروی اور اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو، یہی نسخہ ہے درجہ ولایت حاصل کرنے کا جو تین جزء سے مرکب ہے۔ کسی ولی اللہ کی صحبت، اس کی اطاعت اور ذکر اللہ کی کثرت، بشرطیکہ یہ کثرت ذکر مسنون طریقہ پر ہو، کیونکہ کثرت ذکر سے آئینہ قلب کو جلا ہوتی ہے تو وہ نور ولایت کے انعکاس کے قابل بن جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ ہر چیز کے لئے صیقل اور صفائی کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، قلب کی صیقل ذکر اللہ سے ہوتی ہے، اس کو بیہقی نے بروایت ابن عمر نقل فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی بزرگ سے محبت کرتا ہے مگر عمل کے اعتبار سے ان کے درجہ تک نہیں پہنچتا؟ آپ نے فرمایا المرء مع من احب یعنی ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی محبت وصحبت انسان کے لئے حصول ولایت کا ذریعہ ہے، اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت رزین کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رزین سے فرمایا کہ میں تمہیں دین کا ایسا اصول بتلاتا ہوں جس سے تم دنیا وآخرت کی فلاح وکامیابی حاصل کر سکتے ہو، وہ یہ ہے کہ اہل ذکر کی مجلس وصحبت کو لازم پکڑو اور جب تنہائی میں جاؤ تو جتنا زیادہ ہو سکے اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو حرکت دو، جس سے محبت کرو اللہ کے لئے کرو جس سے نفرت کرو اللہ کے لئے کرو۔ (تفسیر مظہری، سورہ یونس، لاہور)

## اولیائے کرام کے دشمن اللہ سے جنگ کرنے والے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی کو ایذاء پہنچاتا ہے تو میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں اور میرا کوئی بندہ مومن میرا تقرب (اعمال میں سے) ایسی کسی چیز کے ذریعہ حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ہو جیسے ادائیگی فریضہ کے ذریعہ میرا تقرب حاصل ہے ہمیشہ نوافل کے ذریعے (یعنی ان طاعات وعبادات کے ذریعہ جو فرائض کے علاوہ اور فرائض سے زائد ہیں میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔

اور جب میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ سنتا ہے میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں وہ اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ پکڑتا ہے میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور وہ برائیوں اور مکروہات سے میری پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں۔ اور جس کام کو میں کرنے والا ہوں اس میں اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح کہ میں بندہ مومن کی جان قبض کرنے

میں تردد کرتا ہوں کیونکہ وہ موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اس کی ناپسندیدگی کو میں ناپسند کرتا ہوں اور موت سے کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 787)

میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں۔ اس بارے میں علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس بندہ پر ان افعال واعمال کو آسان کر دیتا ہوں جن کا تعلق ان اعضاء سے ہے اور اس کو ان اعمال وافعال کے کرنے کی توفیق دیتا ہوں یہاں تک کہ گویا وہ اعضاء ہی بن جاتا ہوں۔

بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کے حواس اور اس کے اعضاء کو اپنی رضا وخوشنودی کا وسیلہ بنا دیتا ہے چنانچہ وہ بندہ اپنے کان سے صرف وہی بات سنتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے یا اسی طرح وہ اپنی آنکھ سے صرف انہیں چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے۔

بعض حضرات اس کا مطلب یہ لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت اس بندہ پر اپنی محبت غالب کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اسی چیز کو دیکھتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور وہ اس چیز کو سنتا ہے جس کو اللہ پسند کرتا ہے اور اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ اس کا مددگار وکارساز ہوتا ہے اور اس کے کان اس کی آنکھ اس کے ہاتھ اور اس کے پاؤں کو ان چیزوں سے بچاتا ہے جنہیں وہ پسند نہیں کرتا۔ میں تردد کرتا ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنی اس عنایت کے سبب جو اس بندہ کے شامل حال ہوتی ہے اس کی زندگی ختم کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ موت اس کے لئے کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہوتی لیکن موت سے چونکہ مفر نہیں اور یہ طے شدہ امر ہے کہ اس دنیا میں جو بھی جاندار آیا ہے اس کو موت کی آغوش میں ضرور ہی جانا ہے اس لئے اس کو موت دیتا ہوں پھر یہ کہ اس کی موت بھی اس کے لئے بھلائی ہی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ وہ موت کے بعد ہی عظیم الشان سعادتوں اور درجات عالیہ کو پہنچتا ہے مثلاً حضور باری تعالیٰ اور جنت وغیرہ کی لازوال نعمتیں موت کے بعد ہی حاصل ہوتی ہیں۔ اس موقع پر یہ بات جان لیجئے کہ تردد کے معنی ہیں ایسی دو چیزوں کی درمیان تحیر اور پس وپیش کرنا جن کے بارہ میں یہ یقینی علم نہ ہو کہ ان دونوں میں سے کون سی چیز زیادہ بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات پر تردد کے اس معنی کا اطلاق قطعاً ناممکن اور محال ہے لہٰذا حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اپنے کسی فیصلہ کو پورا کرنے میں اس طرح تاخیر توقف نہیں کرتا کہ جس طرح کہ کوئی متردد شخص اپنے کسی کام اور معاملہ کرتا ہے اس بندہ کی روح قبض کرنے کا معاملہ ایسا ہے کہ میں اس میں کچھ توقف کرتا ہوں تاکہ اس بندہ مومن پر موت آسان ہو اس کا دل اس کی طرف مائل ہو جائے اور وہ خود موت کے آنے کا مشتاق ہو جائے پھر اس کے بعد وہ زمرہ مقربین میں داخل ہو کر اعلیٰ علیین میں اپنی جگہ حاصل کر لے۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ٥ |
| وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں۔ |

26

## ایمان اورتقویٰ اختیار والے نیک بندوں کا بیان

"اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ" اللّٰہ بِامْتِثَالِ اَمْرِہٖ وَنَھْیِہٖ

وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں۔یعنی اس کے اوامر ونواہی پرعمل کر کے تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

## قیامت کے دن تین قسم کے اولیاء کے مقاصد اعمال کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ قیامت کے دن اولیا اللہ کی تین قسمیں کر کے انہیں جناب باری کے سامنے لایا جائے گا۔ پہلے قسم والوں میں سے ایک سے سوال ہوگا کہ تم لوگوں نے یہ نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دیں گے کہ پروردگار تو نے جنت بنائی اس میں درخت لگائے، ان درختوں میں پھل پیدا کئے، وہاں نہریں جاری کیں، حوریں پیدا کیں اور نعمتیں تیار کیں، پس اسی جنت کے شوق میں ہم راتوں کو بیدار رہے اور دنوں کو بھوک پیاس اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا تو تمہارے اعمال جنت کے حاصل کرنے کے لیے تھے۔ میں تمہیں جنت میں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور یہ میرا خاص فضل ہے کہ جہنم سے تمہیں نجات دیتا ہوں۔ گو یہ بھی میرا فضل ہی ہے کہ میں تمہیں جنت میں پہنچاتا ہوں پس یہ اور اس کے سب ساتھی بہشت بریں میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر دوسری قسم کے لوگوں میں سے ایک سے پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ نیکیاں کیسے کیں؟ وہ کہے گا پروردگار تو نے جہنم کو پیدا کیا۔ اپنے دشمنوں اور نافرمانوں کے لیے وہاں طوق وزنجیر، حرارت، آگ، گرم پانی اور گرم ہوا کا عذاب رکھا وہاں طرح طرح کے روح فرسا دکھ دینے والے عذاب تیار کئے۔ پس میں راتوں کو جاگتا رہا، دنوں کو بھوکا پیاسا رہا، صرف اس جہنم سے ڈر کر تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں نے تجھے اس جہنم سے آزاد کیا اور تجھ پر میرا یہ خاص فضل ہے کہ تجھے اپنی جنت میں لے جاتا ہوں پس یہ اور اس کے ساتھی سب جنت میں چلے جائیں گے پھر تیسری قسم کے لوگوں میں سے ایک کو لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے نیکیاں کیوں کیں؟ وہ جواب دے گا کہ صرف تیری محبت میں اور تیرے شوق میں۔ تیری عزت کی قسم میں راتوں کو عبادت میں جاگتا رہا اور دنوں کو روزے رکھ کر بھوک پیاس سہتا رہا، یہ سب صرف تیرے شوق اور تیری محبت کے لیے تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے یہ اعمال صرف میری محبت اور میرے اشتیاق میں ہی کئے۔ لے اب میرا دیدار کر لے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ جل جلالہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنا دیدار کرائے گا، فرمائے گا دیکھ لے، یہ ہوں میں، پھر فرمائے گا یہ میرا خاص فضل ہے کہ میں تجھے جہنم سے بچاتا ہوں اور جنت میں پہنچاتا ہوں میرے فرشتے تیرے پاس پہنچتے رہیں گے اور میں خود بھی تجھ پر سلام کہا کروں گا، پس وہ مع اپنے ساتھیوں کے جنت میں چلا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یونس، بیروت)

لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِكَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ○

انہی لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں کے لیئے کوئی تبدیلی نہیں،

یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

## نیک بندوں کے لئے دنیا میں بشارات ہونے کا بیان

"لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" فُسِّرَتْ فِي حَدِيْث صَحَّحَهُ الْحَاكِم بِالرُّؤْيَا الصَّالِحَة يَرَاهَا الرَّجُل اَوْ تُرَى لَهُ "وَفِي الْاٰخِرَة" الْجَنَّة وَالثَّوَاب "لَا تَبْدِيل لِكَلِمَاتِ الله" لَا خُلْف لِمَوَاعِيدِهِ "ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ"

انہی لوگوں کے لیے دنیا کی زندگی میں خوشخبری ہے۔ جس کی تفسیر حدیث میں کی گئی ہے کہ وہ نیک خواب ہیں جن کو شخص دیکھتا ہے یا اس کو دکھائے جاتے ہیں۔ امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور آخرت میں جنت اور ثواب ہے۔ اللہ کی باتوں کے لیے کوئی تبدیلی نہیں، یعنی وہ اپنے وعدوں کا خلاف نہیں کرتا۔ یہی ذکر کردہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

## اچھے خوابوں کا مؤمن کے لئے بشارت ہونے کا بیان

ایک مصری شخص سے منقول ہے کہ انہوں نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس آیت (لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ، یونس:64) کی تفسیر پوچھی (ان کے لئے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے) انہوں نے فرمایا کہ جب سے میں نے اس کی تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھی ہے مجھ سے کسی نے اس کے بارے میں نہیں پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے یہ آیت نازل ہوئی ہے تم پہلے شخص ہو جس نے اس کی تفسیر پوچھی ہے۔ اس بشارت سے مراد مومن کا نیک خواب ہے جو وہ دیکھتا ہے یا اسے دکھایا جاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے وہ عبدالعزیز سے وہ ابوصالح سمان سے وہ عطاء بن یسار سے وہ ایک مصری شخص سے اور وہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ احمد بن عبدہ ضبی اسے حماد بن زید سے وہ عاصم سے وہ ابوصالح سے وہ ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اس سند میں عطاء بن یسار سے روایت نہیں۔ اس باب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1049)

حضرت ابوالدرداء سے جب اس کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تم نے آج مجھ سے وہ باب پوچھی جو تم سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی سوائے اس شخص کے جس نے یہی سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کے دینے سے پہلے نہیں فرمایا تھا کہ تجھ سے پہلے میرے کسی امتی نے مجھ سے یہ سوال نہیں کیا۔ خود انہی صحابی سے جب سائل نے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے بھی یہ فرما کر پھر تفسیر مرفوع حدیث سے بیان فرمائی۔ اور روایت میں ہے حضرت عبادہ نے سوال کیا کہ آخرت کی بشارت تو جنت ہے دنیا کی بشارت کیا ہے۔ فرمایا نیک خواب جسے بندہ دیکھے یا اس کے لیے اوروں کو دکھائے جائیں۔ یہ نبوت کا چوالیسواں یا سترواں جز ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان نیکیاں کرتا ہے پھر لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی دنیوی بشارت ہے۔ (مسلم)

فرماتے ہیں کہ دنیا کی بشارت نیک خواب ہیں جن سے مومن کو خوشخبری سنائی جاتی ہے۔ یہ نبوت کا انچاسواں حصہ ہے اس

کے دیکھنے والے کو اسے بیان کرنا چاہیے اور جو اس کے سوا دیکھے وہ شیطانی خواب ہیں تا کہ اسے غم زدہ کردے۔ چاہیے کہ ایسے موقعہ پر تین دفعہ بائیں جانب تھتکار دے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرے اور کسی سے اس خواب کو بیان نہ کرے۔ (مسند احمد بن حنبل)

## نیک لوگوں کے لئے دنیا و آخرت میں خوشخبری ہونے کا بیان

اس خوش خبری سے یا تو وہ مراد ہے جو پرہیزگار ایمانداروں کو قرآن کریم میں جا بجا دی گئی ہے یا بہترین خواب مراد ہے جو مومن دیکھتا ہے یا اس کے لئے دیکھا جاتا ہے جیسا کہ کثیر احادیث میں وارِد ہوا ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ولی کا قلب اور اس کی روح دونوں ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں تو وقت خواب اس کے دل میں سوائے ذکر و معرفت الٰہی کے اور کچھ نہیں ہوتا اس لئے ولی جب خواب دیکھتا ہے تو اس کی خواب حق اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حق میں بشارت ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس بشارت سے دنیا کی نیک نامی بھی مراد لی ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا اس شخص کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں جو نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں، فرمایا یہ مومن کے لئے بشارت عاجلہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ بشارت عاجلہ رضائے الٰہی اور اللہ کے محبت فرمانے اور خلق کے دل میں محبت ڈال دینے کی دلیل ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کو زمین میں مقبول کر دیا جاتا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ ملائکہ وقت موت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ عطا کا قول ہے کہ دنیا کی بشارت تو وہ ہے جو ملائکہ وقت موت سناتے ہیں اور آخرت کی بشارت وہ ہے جو مومن کو جان نکلنے کے بعد سنائی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| ان کی گفتگو آپ کو غمگین نہ کرے۔ بیشک ساری عزت و غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے (جو جسے چاہتا ہے دیتا ہے)، |
| وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے |

## رحمت مصطفوی ﷺ کا انکار ایمان کے سبب اظہار افسوس کا بیان

"وَلَا يَحْزُنكَ قَوْلُهُمْ" لَسْتَ مُرْسَلًا وَغَيْرِه "اِنَّ" اسْتِئْنَاف "الْعِزَّة" الْقُوَّة "لِلّٰهِ جَمِيْعًا هُوَ السَّمِيْع" لِلْقَوْلِ "الْعَلِيْم" بِالْفِعْلِ فَيُجَازِيهِمْ وَيَنْصُرك،

اے محبوب مکرم ﷺ، ان کی گفتگو آپ کو غمگین نہ کرے۔ یعنی جو کہتے ہیں کہ رسول نہیں ہیں۔ یہ جملہ مستانفہ ہے بیشک ساری عزت و غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے، وہ ان کے قول کو خوب سننے والا، ان کے فعل کو جاننے والا ہے۔ پس وہ انہیں ان کی سزا دے گا اور ان کی خلاف آپ کی مدد فرمائے گا۔

## عزت صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے

ان مشرکوں کی باتوں کا کوئی رنج و غم نہ کر۔ اللہ تعالیٰ سے ان پر مدد طلب کر اس پر بھروسہ رکھ، ساری عزتیں اسی کے ہاتھ میں،

وہ اپنے رسول کو اور مومنوں کو عزت دے گا۔ وہ بندوں کی باتوں کو خوب سنتا ہے وہ ان کی حالتوں سے پورا خبردار ہے۔ آسمان وزمین کا وہی مالک ہے۔ اس کے سوا جن جن کو تم پوجتے ہو ان میں سے کوئی کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا کوئی نفع نقصان ان کے بس کا نہیں۔ پھر ان کے عبادت بھی محض بیدلیل ہے۔ صرف گمان، اٹکل، جھوٹ اور افترا ہے۔ حرکت، رنج وتعب، تکلیف اور کام کاج سے راحت و آرام سکون واطمینان حاصل کرنے کے لیے اللہ نے رات بنا دی ہے۔ دن کو اس سے روشن اور اجالے والا بنا دیا ہے تا کہ تم اس میں کام کاج کرو۔ معاش اور روزی کی فکر، سفر تجارت، کاروبار کرسکو، ان دلیلوں میں بہت کچھ عبرت ہے لیکن اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو ان آیتوں کو دیکھ کر ان خالق کی عظمت و جبروت کا تصور باندھتے اور اس خالق و مالک کی قدر عزت کرتے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ |
| شُرَكَآءَ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ○ |
| جان لو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب اللہ ہی کے ہیں، اور جو لوگ اللہ کے سوا کی پرستش کرتے ہیں |
| شریکوں کی پیروی نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف وہم وگمان کی پیروی کرتے ہیں اور وہ محض غلط اندازے لگاتے رہتے ہیں |

## مشرکین کا ملکیت والی چیزوں کی پرستش کرنے کا بیان

"اَلَا اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَمَنْ فِي الْاَرْض " عَبِيْدًا وَمُلْكًا وَخَلْقًا "وَمَا يَتَّبِع الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ " يَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْن اللّٰه" اَيْ غَيْره اَصْنَامًا "شُرَكَاء " لَهُ عَلَى الْحَقِيقَة تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ "اِنْ" مَا "يَتَّبِعُوْنَ" فِيْ ذٰلِكَ "اِلَّا الظَّنّ" اَيْ ظَنّهمْ اَنَّهَا اٰلِهَة تَشْفَع لَهُمْ "وَاِنْ" مَا "هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ" يَكْذِبُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ،

جان لو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے سب اللہ ہی کے بندے، بادشاہت اور مملوک ہیں، اور جو لوگ اللہ کے سوا بتوں وغیرہ کی پرستش کرتے ہیں درحقیقت اپنے گھڑے ہوئے شریکوں کی پیروی بھی نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف اپنے وہم و گمان کی پیروی کرتے ہیں کہ ان کے معبود ان کی سفارش کریں گے۔ حالانکہ وہ ان کو جھٹلانے والے ہیں۔ اور وہ محض غلط اندازے لگاتے رہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو فرماتے کہ اے میرے اللہ تیرے ہی لئے حمد ہے، تو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں ان کا نگران ہے، تیری ہی لئے حمد ہے تیرے ہی لئے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں پر حکومت ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمان اور زمین کی روشنی ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے تو حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے۔ تیرا قول حق ہے،

جنت حق ہے، جہنم حق ہے، تمام نبی حق ہیں اور محمد حق ہیں اور قیامت حق ہے، اے میرے اللہ میں نے اپنی گردن تیرے لئے جھکا دی اور میں تجھ پر ایمان لایا تجھی پر میں نے بھروسہ کیا، تیری طرف میں متوجہ ہوا، تیری ہی مدد سے میں نے جھگڑا کیا اور تیری ہی طرف میں نے اپنا مقدمہ پیش کیا، میرے اگلے پچھلے اور ظاہری اور چھپے ہوئے گناہوں کو بخش دے تو ہی آگے اور پیچھے کرنے والا ہے، تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں سفیان نے کہا کہ عبدالکریم نے وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے سفیان نے کہا کہ سلیمان بن ابی مسلم نے اس کو طاؤس سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کو سنا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1072)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ |
| وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی، تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن کیا۔ بے شک اسی میں ان لوگوں |
| کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ |

## دن کی روشنی سے اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلائل کا بیان

"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ اللَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا" اِسْنَادُ الْاِبْصَارِ اِلَیْهِ مَجَازٌ لِاَنَّهُ یُبْصَرُ فِیْهِ "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَاتٍ" دَلَالَاتٍ عَلٰی وَحْدَانِیَّتِهٖ تَعَالٰی "لِقَوْمٍ یَسْمَعُوْنَ" سَمَاعَ تَدَبُّرٍ وَاتِّعَاظٍ،

وہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی، تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن کیا۔ یہاں پر ابصار کی اسناد دن کی طرف مجازی ہے کیونکہ اس میں دیکھا جاتا ہے۔ بے شک اسی میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں یعنی اللہ کی توحید پر دلائل ہیں۔ جو سنتے ہیں۔ یعنی وہ سن کر غور کرتے ہیں اور نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک رات رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ہاں تھے جب رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہا تو بیٹھ گئے اور آسمان کی طرف دیکھا اور یہ آیت پڑھی کہ بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1167)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو یہ دعا مانگا کرتے تھے، کہ یا اللہ! تیرے ہی لئے حمد ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا رب ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے تو ہی آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جو کچھ اس میں ہے، تیرے ہی لئے حمد ہے تو آسمان اور زمین کی روشنی ہے، تیرا قول حق ہے اور تیرا وعدہ بھی حق ہے اور تیری ملاقات بھی حق ہے اور جنت بھی حق ہے اور دوزخ حق ہے اور قیامت حق ہے۔

یا اللہ میں تیرا مطیع ہوں اور تجھ پر ایمان لایا اور تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا، تیری ہی مدد سے میں نے

دشمنوں کا مقابلہ کیا، تجھی سے میں جھگڑے کا انصاف چاہتا ہوں، تو میرے اگلے اور پچھلے، ظاہر، پوشیدہ، گناہوں کو بخش دے، تو میرا معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم سے ثابت بن محمد نے اور ان سے سفیان نے اسی طرح بیان کیا اور اتنا زیادہ بیان کیا کہ (انت الحق و قولك الحق)۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2284)

| |
|---|
| قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ |
| اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| وہ کہتے ہیں، اللہ نے بیٹا بنالیا ہے، وہ اس سے پاک ہے، وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے |
| سب اسی کی مِلک ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ کہتے ہو جسے تم بھی نہیں جانتے؟ |

## اللہ تعالیٰ ہر طرح کی اولاد سے پاک ہے

"قَالُوْا" اَیْ الْیَهُوْد وَالنَّصَارٰی وَمَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه "اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا" قَالَ تَعَالٰی لَهُمْ "سُبْحَانه" تَنْزِیهًا لَهٗ عَنْ الْوَلَد "هُوَ الْغَنِیّ" عَنْ كُلّ اَحَد وَاِنَّمَا یَطْلُب الْوَلَد مَنْ یَّحْتَاج اِلَیْهِ "لَهٗ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِیْدًا "اِنْ" مَا "عِنْدكُمْ مِنْ سُلْطَان" حُجَّة "بِهٰذَا" الَّذِیْ تَقُوْلُوْنَهٗ "اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰه مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" اسْتِفْهَام تَوْبِیخ،

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں، اللہ نے اپنے لئے بیٹا بنالیا ہے یعنی جس طرح انہوں نے گمان کیا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا وہ بیٹا بنانے سے پاک ہے، وہ ہر اس چیز سے جس کو اولاد کی ضرورت ہوتی ہے اس سے بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں جو بادشاہت مخلوق اور مملوک ہیں سب اسی کی مِلک ہے، تمہارے پاس اس قول باطل کی کوئی دلیل نہیں، کیا تم اللہ پر وہ بات کہتے ہو جسے تم خود بھی نہیں جانتے؟ یہاں استفہام بہ طور توبیخ ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر مردوں میں تو بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی کامل نہیں ہوئی ابن وہب یونس ابن شہاب سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قریش کی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والی تمام عورتوں (یعنی عرب عورتوں) سے بہتر ہیں سب سے زیادہ بچہ سے محبت رکھنے والی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں اس کے بعد ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ اس کے متابع حدیث زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی نے زہری سے روایت کی ہے اور قول الٰہی اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ کی شان میں غلط بات نہ کہو مسیح عیسیٰ بن مریم تو کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول اور اس

کے ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اس کی طرف سے ایک جان ہیں سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین اللہ ہیں باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی ملک ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ کلمتہ سے مراد (اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ) کن بس وہ کام ہو جاتا ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ روح منہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا اور روح دی اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 695)

## ساری مخلوق صرف اس کی ملکیت ہے

جو لوگ اللہ کی اولاد مانتے تھے، ان کے عقیدے کا بطلان بیان ہو رہا ہے کہ اللہ اس سے پاک ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے، سب اس کے محتاج ہیں، زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کی ملکیت ہے، اس کی غلام ہے، پھر ان میں سے کوئی اس کی اولاد کیسے ہو جائے تمہارے اس جھوٹ اور بہتان کی خود تمہارے پاس بھی کوئی دلیل نہیں۔ تم تو اللہ پر بھی اپنی جہالت سے باتیں بنانے لگے۔ تمہارے اس کلمے سے تو ممکن ہے کہ آسمان پھٹ جائیں، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ٹوٹ جائیں کہ تم اللہ رحمٰن کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو؟ بھلا اس کی اولاد کیسے ہوگی؟ اسے تو یہ لائق نہیں زمین و آسمان کی ہر چیز اس کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہے۔ سب اس کی شمار میں ہیں۔ سب کی گنتی اس کے پاس ہے۔ ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے پیش ہونے والا ہے۔ یہ افترا پرداز گروہ ہر کامیابی سے محروم ہے۔ دنیا میں انہیں کچھ مل جائے تو وہ عذاب کا پیش خیمہ اور سزاؤں کی زیادت کا باعث ہے۔ آخر ایک وقت آئے گا جب عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے۔ سب کا لوٹنا اور سب کا اصلی ٹھکانا تو ہمارے ہاں ہے۔ یہ کہتے تھے اللہ کا بیٹا ہے ان کے اس کفر کا ہم اس وقت ان کو بدلہ چکھائیں گے جو نہایت سخت اور بہت بدترین ہوگا۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ٥ |
| فرما دیجئے، بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ |

## مشرکین کے لئے کامیابی نہ ہونے کا بیان

"قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِب" بِنَسَبِهِ الْوَلَدَ اِلَیْهِ "لَا یُفْلِحُوْنَ" لَا یَسْعَدُوْنَ،

فرما دیجئے، بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں یعنی اس کی طرف بیٹے کی نسبت کرتے ہو، وہ فلاح نہیں پائیں گے یعنی وہ کامیاب نہ ہوں گے۔

اس سے واضح ہے کہ کامیابی سے مراد آخرت کی کامیابی یعنی اللہ کے غضب اور اس کے عذاب سے بچ جانا محض دنیا کی عارضی خوش حالی، کامیابی نہیں۔ جیسا کہ بہت سے لوگ کافروں کی عارضی خوشحالی سے مغالطے کا اور شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے اگلی آیت میں فرمایا: "یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش کر لیں پھر ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے" یعنی یہ دنیا کا عیش، آخرت کے

مقابلے میں نہایت قلیل اور تھوڑا سا ہے جو شمار میں نہیں۔ اس کے بعد انھیں عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس لیے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کافروں، مشرکوں اور اللہ کے نافرمانوں کی دنیاوی خوشحالی اور مادی ترقیاں، یہ اس بات کی دلیل نہیں ہیں کہ یہ قومیں کامیاب ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہے۔ یہ مادی کامیابیاں ان کی جہد مسلسل کا ثمرہ ہیں جو اسباب ظاہر کے مطابق ہر اس قوم کو حاصل ہو سکتی ہیں۔ جو اسباب کو بروئے کار لاتے ہوئے ان کی طرح محنت کرے گی، چاہے وہ مومن ہو یا کافر۔ علاوہ ازیں یہ عارضی کامیابیاں اللہ کے قانون مہلت کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہیں۔ جس کی وضاحت اس سے قبل بعض جگہ ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔

| |
|---|
| مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۝ |
| دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انھیں بہت سخت عذاب چکھائیں گے، |
| اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔ |

## موت کے بعد کفار کے لئے سخت عذاب ہونے کا بیان

لَهُمْ "مَتَاع" قَلِيل "فِي الدُّنْيَا" يَتَمَتَّعُوْنَ بِهِ مُدَّةَ حَيَاتهمْ "ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعهمْ" بِالْمَوْتِ "ثُمَّ نُذِيقهُمْ الْعَذَاب الشَّدِيْد" بَعْدَ الْمَوْت، بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ،

ان کے لئے دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے، یعنی وہ اپنی زندگی کی مدت میں فائدہ اٹھاتے ہیں پھر موت کے ساتھ ہماری ہی طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر ہم انہیں موت کے بعد بہت سخت عذاب چکھائیں گے، اس کی وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا و احباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت و دوزخ) کو دیکھتا ہے۔ اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِیْ وَتَذْكِيْرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ۝

اوران پرنوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایئے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، اے میری قوم! اگرتم پر میرا قیام اور میرا اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کرنا گراں گزر رہا ہے تو میں نے تو صرف اللہ ہی پرتوکل کرلیا ہے لہٰذاتم اکٹھے ہوکر اپنی تدبیر کو پختہ کرلو اوراپنے شریکوں کوبھی پھر تمہاری تدبیر تم پر مخفی نہ رہے، پھر میرے ساتھ کرگزرواور کوئی مہلت نہ دو۔

## کفارمکہ کے سامنے قوم نوح کا واقعہ بتانے کا بیان

"وَاتْلُ" يَا مُحَمَّد "عَلَيْهِمْ" اَیْ كُفَّار مَكَّة "نَبَاَ" خَبَر "نُوْح" وَيُبْدَل مِنْهُ "اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يَا قَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ" شَقَّ "عَلَيْكُمْ مَقَامِی" لُبْثِی فِيكُمْ "وَتَذْكِيرِی" وَعْظِی اِيَّاكُمْ "بِـاٰيَاتِ اللّٰه فَعَلَى اللّٰه تَوَكَّلْت فَاَجْمِعُوا اَمْركُمْ" اِعْزِمُوا عَلَى اَمْر تَفْعَلُوْنَهٗ بِی "وَشُرَكَاءَكُمْ" اَلْوَاو بِمَعْنٰى مَعَ "ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً" مَسْتُوْرًا بَلْ اَظْهِرُوْهُ وَجَاهِرُوْنِی بِهٖ "ثُمَّ اقْضُوا اِلَیَّ" اَمْضُوا فِيمَا اَرَدْتُمُوْهُ "وَلَا تُنْظِرُوْنِ" تُمْهِلُوْنِ فَاِنِّی لَسْت مُبَالِيًا بِكُمْ،

اور یا محمد ﷺ آپ ان کفار مکہ کونوح علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایئے، یہاں نباء نوح سے اذ قال بدل ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، اے میری قوم! اگرتم پر میرا قیام یعنی میرا تمہارے ہاں رہنا اور میرا اللہ کی آیتوں کے ساتھ نصیحت یعنی ذکر ووعظ کرنا گراں گزر رہا ہے تو میں نے تو صرف اللہ ہی پرتوکل کرلیا ہے (اور تمہارا کوئی ڈر نہیں) لہٰذاتم اکٹھے ہوکر میری مخالفت میں اپنی تدبیر کو پختہ کرلو اوراپنے گھڑے ہوئے شریکوں کو بھی ساتھ لے آؤ یہاں پر واؤ بہ معنی مع ہے۔ پھر تمہاری تدبیر کا کوئی پہلو تم پر مخفی نہ رہے، یعنی چھپا ہوا نہیں رہنا چاہے بلکہ اس کو ظاہر کردو۔ اور مجھے بھی بتادو۔ پھر میرے ساتھ جو جی میں آئے کرگزرو اور کوئی مہلت نہ دو۔ کیونکہ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔

## نوح علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بہ طور عبرت بیان کرنا

اے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو انہیں حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ کی خبر دے کہ ان کا اور ان کی قوم کا کیا حشر ہوا جس طرح کفار مکہ تجھے جھٹلاتے اور ستاتے ہیں، قوم نوح نے بھی یہی وطیرہ اختیار کررکھا تھا۔ بالآخر سب کے سب غرق کردیئے گئے، سارے کافر دریا برد ہوگئے۔ پس انہیں بھی خبردار رہنا چاہیے اور میری پکڑ سے بے خوف نہ ہونا چاہئے۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان سے صاف فرمادیا کہ اگرتم پر یہ گراں گزرتا ہے کہ میں تم میں رہتا ہوں اور تمہیں اللہ

کی باتیں سنا رہا ہوں، تم اس سے چڑتے ہو اور مجھے نقصان پہنچانے درپے ہو تو سنو میں صاف کہتا ہوں کہ میں تم سے نڈر ہوں۔ مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ میں تمہیں کوئی چیز نہیں سمجھتا۔ میں تم سے مطلقاً نہیں ڈرتا۔ تم سے جو ہو سکے کرلو۔ میرا جو بگاڑ سکو بگاڑ لو۔ تم اپنے ساتھ اپنے شریکوں اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بھی بلالو اور مل جل کر مشورے کر کے بات کھول کر پوری قوت کے ساتھ مجھ پر حملہ کرو، تمہیں قسم ہے جو میرا بگاڑ سکتے ہو اس میں کوئی کسر اٹھانہ رکھو، مجھے بالکل مہلت نہ دو، اچانک گھیر لو، میں بالکل بے خوف ہوں، اس لیے کہ تمہاری روش کو میں باطل جانتا ہوں۔ میں حق پر ہوں، حق کا ساتھی اللہ ہوتا ہے، میرا بھروسہ اسی کی عظیم الشان ذات پر ہے، مجھے اس کی قدرت کے بڑائی معلوم ہے۔ یہی حضرت ہود نے فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا جس جس کی بھی تم پوجا کر رہے ہو۔ میں تم سے اور ان سے بالکل بری ہوں، خوب کان کھول کر سن لو، اللہ بھی سن رہا ہے تم سب مل کر میرے خلاف کوشش کرو، میں تو تم سے مہلت بھی نہیں مانگتا۔ میرا بھروسہ اپنے اور تمہارے حقیقی مربی پر ہے۔

| |
|---|
| فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ٥ |
| پس اگر تم نے منہ پھیر لیا ہے تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے |
| کہ میں سر تسلیم خم کئے رکھوں۔ |

## اللہ کا حکم بغیر کسی دنیاوی غرض کے بیان کرنا

"فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ" عَنْ تَذْكِيرِي "فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِنْ اَجْرٍ" ثَوَاب عَلَيْهِ فَتَوَلَّوْا "اِنْ" مَا "اَجْرِيَ" ثَوَابِي، اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ،

پس اگر تم نے میری نصیحت سے اعراض کرلیا ہے تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ یعنی ثواب تو نہیں مانگا، میرا اجر یعنی ثواب تو صرف اللہ پر ہے اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سر تسلیم خم کئے رکھوں۔

## اسلام کے اتفاقی مذہب ہونے کا بیان

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تم اب بھی مجھے جھٹلاؤ میری اطاعت سے منہ پھیر لو تو میرا اجر ضائع نہیں جائے گا۔ کیونکہ میرا اجر دینے والا میرا مربی ہے، مجھے تم سے کچھ نہیں لینا۔ میری خیر خواہی، میری تبلیغ کسی معاوضے کی بنا پر نہیں، مجھے تو جو اللہ کا حکم ہے میں اس کی بجاآوری میں لگا ہوا ہوں، مجھے اس کی طرف سے مسلمان ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ سو الحمد للہ میں مسلمان ہوں اللہ کا پورا فرمان بردار ہوں۔ تمام نبیوں کا دین اول سے آخر تک صرف اسلام ہی رہا ہے۔ گو احکامات میں قدرے اختلاف رہا ہو۔ جیسے فرمان ہر ایک کے لیے راہ اور طریقہ ہے دیکھئے یہ نوح علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں یہ ہیں ابراہیم علیہ السلام جو اپنے آپ کو مسلم بتاتے ہیں۔ اللہ ان سے فرماتا ہے اسلام لا۔ وہ جواب دیتے ہیں رب العلمین کے لیے میں اسلام لایا۔ اسی کی وصیت آپ اور حضرت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کرتے ہیں کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے اسی دین کو پسند فرمالیا

ہے۔خبردار یاد رکھنا مسلم ہونے کی حالت میں ہی موت آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی دعا میں فرماتے ہیں اللہ مجھے اسلام کی حالت میں موت دینا موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو تو اللہ پر توکل کرو۔آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کرنے والے جادوگر اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں تو ہمیں مسلمان اٹھانا بلقیس کہتی ہیں میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہوتی ہوں۔قرآن فرماتا ہے کہ تورات کے مطابق وہ انبیاء حکم فرماتے ہیں جو مسلمان ہیں۔حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہتے ہیں آپ گواہ رہیے ہم مسلمان ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع کی دعا کے آخر میں فرماتے ہیں۔میں اول مسلمان ہوں۔

## انبیائے کرام کا دنیاوی مال و دولت سے مرعوب نہ ہونے کا بیان

احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص آیا جس کے بال اور کپڑے سخت تھے اور شکل سے پراگندی ظاہر ہوتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کے پاس کھڑا ہو کر اس نے سلام کیا اور کہا کہ مال جمع کرنے والوں کو خوشخبری دے دو کہ ایک پتھر جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر وہ ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا جو ان کے مونڈھے کی ہڈی کے پاس سے (آر پار ہو کر) نکل جائے گا اور وہ پتھر ہلتا رہے گا پھر وہ مڑا اور ایک ستون کے پاس جا بیٹھا میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، میں نے اس سے کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس بات سے ناراض ہوئے جو تم نے کہی،اس نے کہا وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے ،حالانکہ میرے خلیل (دوست) نے کہا ہے، میں نے پوچھا آپ کے خلیل کون ہیں؟ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تم احد پہاڑ کو دیکھتے ہو؟ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ دن کا کون سا حصہ باقی رہ گیا ہے اور میں گمان کرنے لگا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی ضرورت کے لئے بھیج دیں گے، میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین اشرفیوں کے سوا میں کل خرچ (خیرات) نہ کروں اور یہ لوگ کچھ بھی نہیں سمجھتے یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور ان سے دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور نہ دین کے متعلق کوئی بات ان سے پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ سے مل جاؤں۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1347)

| |
|---|
| فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ |
| كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ |
| پھر آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے انہیں اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور ہم نے انہیں جانشین بنا دیا |
| اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا، سو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ڈرائے گئے تھے۔ |

## اللہ کی نشانیوں کی تکذیب کے سبب قوم نوح کی ہلاکت کا بیان

"فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ" السَّفِيْنَةِ "وَجَعَلْنَاهُمْ" اَيْ مَنْ مَّعَهٗ "خَلَائِفَ" فِي الْاَرْضِ

"وَاَغۡرَقۡنَا الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا" بِالطُّوفَانِ "فَانۡظُرۡ کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡمُنۡذَرِیۡنَ" مِنۡ اِھۡلَاکِھِمۡ فَکَذٰلِکَ نَفۡعَلُ بِمَنۡ کَذَّبَ،

پھر آپ کی قوم نے آپ کو جھٹلایا پس ہم نے انھیں اور جو آپ کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی اور ہم نے انھیں زمین میں جانشین بنادیا اور ان لوگوں کو غرق کردیا جنھوں نے ہماری آیتوں یعنی طوفان کو جھٹلایا تھا، سو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا انجام ہلاکت کے ذریعے کیسا ہوا جو ڈرائے گئے تھے۔ پس جس نے آپ کی تکذیب کی ہم اس کے ساتھ بھی ویسا ہی کریں گے۔

اس موقع پر نوح علیہ السلام کے واقعات کو ذکر کرنے کا ایک مقصد تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو تسلی دینا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلا رہی ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ سابقہ پیغمبر بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہوئے تھے اور انہوں نے صبر اور برداشت کا کمال مظاہرہ کیا تھا لہٰذا آپ کو صبر اور برداشت سے کام لینا چاہیے اور دوسرا مقصد جھٹلانے والوں کو متنبہ کرنا ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے انبیاء کو جھٹلایا تھا ان کے انجام پر غور کرلو اور خوب سمجھ لو اگر تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی ایسا ہی انجام ہونے والا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلانے والوں پر اللہ کا عذاب اس صورت میں آیا کہ نیچے زمین سے پانی کے چشمے جاری ہونے لگے اور اوپر سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور یہ عمل مفسرین کے قول کے مطابق چھ ماہ تک جاری رہا اور پانی سطح زمین سے اتنا بلند ہوا کہ پہاڑ تک اس میں غرق ہوگئے۔ مجرمین بھلا کیسے بچ سکتے تھے۔ بچے صرف وہی چند لوگ جو ایمان لائے تھے اور نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار تھے چھ ماہ بعد بارشیں بھی ختم ہوگئیں اور زمین بھی پانی کو جذب کرنے لگی کچھ ہواؤں نے پانی کو خشک کیا کشتی تو جودی پہاڑ پر ٹک گئی تھی چالیس دن بعد جب زمین کی سطح خشک ہوگئی تو یہی مومن جو کشتی میں سوار تھے زمین پر اتر آئے اور کافروں کی زمینوں پر قابض ہوئے اور آئندہ نسل انہی سے چلی۔

| |
|---|
| ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِھِمۡ فَجَآءُوۡھُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَمَا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا |
| بِمَا کَذَّبُوۡا بِہٖ مِنۡ قَبۡلُ ؕ کَذٰلِکَ نَطۡبَعُ عَلٰی قُلُوۡبِ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ۝ |
| پھر ہم نے ان کے بعد رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے۔ پس وہ لوگ ایسے نہ |
| ہوئے کہ اس پر ایمان لے آتے، جسے وہ پہلے جھٹلا چکے تھے۔ اسی طرح ہم سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگادیا کرتے ہیں۔ |

## معجزات انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ایمان نہ لانے کی مہر لگانے کا بیان

"ثُمَّ بَعَثۡنَا مِنۡ بَعۡدِہٖ" اَیۡ نُوۡح "رُسُلًا اِلٰی قَوۡمِھِمۡ" کَاِبۡرَاھِیۡم وَھُوۡد وَصَالِح "فَجَاءُوۡھُمۡ بِالۡبَیِّنَاتِ" الۡمُعۡجِزَات "فَمَا کَانُوۡا لِیُؤۡمِنُوۡا بِمَا کَذَّبُوۡا بِہٖ مِنۡ قَبۡل" اَیۡ قَبۡل بَعۡث الرُّسُل اِلَیۡھِمۡ "کَذٰلِکَ نَطۡبَع" نَخۡتِم "عَلٰی قُلُوۡب الۡمُعۡتَدِیۡنَ" فَلَا تَقۡبَل الۡاِیۡمَان کَمَا طَبَعۡنَا عَلٰی قُلُوۡب اُولٰئِکَ،

پھر ہم نے ان کے بعد یعنی نوح علیہ السلام کے بعد رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا وہ ان کے پاس واضح نشانیاں یعنی معجزات لے کر آئے۔ پس وہ لوگ ایسے نہ ہوئے کہ اس بات پر ایمان لے آتے جسے وہ پہلے جھٹلا چکے تھے۔ یعنی پہلے بھیجے گئے رسولان گرامی کی تکذیب کر آئے ہیں۔ اسی طرح ہم سرکشی کرنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ ایمان قبول نہ کریں گے گویا جس طرح ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی انسان زمین پر آباد تھے۔ جب ان میں بت پرستی شروع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو ان میں بھیجا۔ یہی وجہ ہے کہ جب قیامت کے دن لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تو کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

نوح کے بعد ہود صالح لوط ابراہیم شعیب وغیرہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دے کر بھیجا، لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آرہے تھے، یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے۔ بلکہ جن اصول صحیحہ کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی، ان سبھوں نے بھی ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب پہلی مرتبہ منہ سے "نہ" نکل گئی، ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی "ہاں" نکل سکے، اسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔

## نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والوں کے لئے مقام فکر کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان دس زمانے گزرے اور وہ سب اسلام میں ہی گزرے ہیں۔ اسی لیے فرمان اللہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد کے آنے والے ہم نے ان کی بدکرداریوں کے باعث ہلاک کر دیا۔ مقصود یہ کہ ان باتوں کو سن کر مشرکین عرب ہوشیار ہو جائیں کیونکہ وہ سب سے افضل واعلیٰ نبی کو جھٹلا رہے ہیں۔ پس جب کہ ان کے کم مرتبہ نبیوں اور رسولوں کے جھٹلانے پر ایسے دہشت افزاء عذاب سابقہ لوگوں پر نازل ہو چکے ہیں تو اس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھٹلانے پر ان سے بھی بدترین عذاب ان پر نازل ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ |
| پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا |
| تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔ |

## حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی بعثت کا بیان

"ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ مُوسَى وَهَارُوْنَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ " قَوْمِهِ "بِايَاتِنَا" اَلتِّسع "فَاسْتَكْبَرُوا" عَنْ الْإِيْمَانِ بِهَا، وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ،

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں یعنی اس کی قوم کی طرف اپنی نشانیاں یعنی سات نشانیاں دے کر بھیجا تو انہوں نے قبول کرنے کی بہ جائے تکبر کیا اور وہ مجرم لوگ تھے۔

ان نبیوں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا۔ اپنی دلیلیں اور حجتیں عطا فرما کر بھیجا۔ لیکن آل فرعون نے بھی اتباع حق سے تکبر کیا اور تھے بھی پکے مجرم اور قسمیں کھا کر کہا کہ یہ تو صریح جادو ہے۔ حالانکہ دل قائل تھے کہ یہ حق ہے لیکن صرف اپنی بڑھی چڑھی خود رائی اور ظلم کی عادت سے مجبور تھے۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سمجھایا کہ اللہ کے سچے دین کو جادو کہہ کر کیوں اپنی ہلاکت کو بلا رہے ہو؟ کہیں جادوگر بھی کامیاب ہوتے ہیں؟ ان پر اس نصیحت نے بھی اُلٹا اثر کیا اور دو اعتراض اور جڑ دیئے کہ تم تو ہمیں اپنے باپ دادا کی روش سے ہٹا رہے ہو۔ اور اس سے نیت تمہاری یہی ہے کہ اس ملک کے مالک بن جاؤ۔ سو بکتے رہو ہم تو تمہاری ماننے کے نہیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ٥ |
| تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا بولے یہ تو ضرور کھلا جادو ہے۔ |

## معجزات کو برحق ماننے کی بہ جائے جادو کہنے والوں کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا إِنَّ هٰذَا لَسِحْر مُبِيْن" بَيِّن ظَاهِر،

تو جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آیا بولے یہ تو ضرور کھلا جادو ہے۔

## جادو کی بعض معروف اقسام کا بیان

ان میں پہلی قسم جو سب سے بڑی قسم سمجھی جاتی ہے کلدانیوں اور بابل کا سحر ہے اور اسی کو باطل کرنے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اس سحر کے علم کی اصل ہاروت و ماروت سے چلی ہے کہا جاتا ہے کہ بابل کے لوگ ہاروت و ماروت سے اس سحر کا علم اور طریقہ سیکھتے تھے اور پھر اس کے ذریعہ اپنے مقصد حاصل کیا کرتے تھے، نیز انہوں اس میں مختلف تحقیق و تجربے کئے تھے اور اس کے علم کو بہت وسیع و ہمہ گیر بنایا، اسی طرح کلدانیین، جو بابل میں سکونت رکھتے تھے اس علم کے حصول کے لئے مختلف محنت وجستجو میں لگے رہتے تھے اور اس کے ذریعہ نت نئی چیزیں پیدا کرتے تھے۔

تاریخ کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ بابل کے حکماء اور اس فن کے ماہرین نے نمرود کے زمانہ میں اپنے شہر بابل میں کہ جو نمرود کا دارالسلطنت تھا اس سحر کے ذریعہ ایسے چھ ہوشربا اور محیر العقول طلسمات بنا رکھے تھے، جن کی حقیقت وکیفیت جاننے سے

انسان کی عقل وذہانت عاجز رہتی تھی۔ اول یہ کہ انہوں نے تانبے کی ایک بطخ بنا رکھی تھی جو شہر میں ناپسندیدہ اور مضر افراد کے داخل ہونے کی خبر دیتی تھی، چنانچہ اگر کسی دوسرے ملک سے کوئی جاسوس یا دشمن یا کوئی چور وغیرہ شہر میں داخل ہوتا تو اس بطخ میں سے مخصوص آواز نکلنے لگتی تھی، شہر کے تمام لوگ اس آواز کو سن کر اس کا مقصد جان لیتے تھے۔ اور اس طرح وہ اس جاسوس اور چور کو پکڑ لیتے تھے، دوسرے یہ کہ انہوں نے ایک نقارہ بنا رکھا تھا جس کا مصرف یہ تھا کہ شہر میں جس شخص ک ا کوئی چیز گم ہو جاتی تو وہ اس نقارہ پر چوٹ مارتا، جس کے نتیجے میں اس سے یہ آواز نکلتی کہ تمہاری فلاں چیز فلاں جگہ ہے، چنانچہ تلاش کرنے کے بعد وہ اسی جگہ سے ملتی۔

تیسرے یہ کہ انہوں نے گم شدہ لوگوں کو دریافت کرنے کے لئے ایک آئینہ بنا رکھا تھا۔ جب شہر میں کسی کے گھر کا کوئی فرد غائب ہو جاتا تو وہ اس آئینے کے پاس آتا اور اس میں اپنے گمشدہ فرد کو حال دیکھ لیتا وہ گمشدہ خواہ کسی شہر میں ہوتا، خواہ جنگل میں اور خواہ کسی کشتی وغیرہ میں سفر کرتے ہوئے یا کسی پہاڑ پر، اسی طرح خواہ وہ بیمار ہوتا یا تندرست، خواہ مفلس وقلاش ہوتا یا مال دار اور خواہ زخمی ہوتا یا مقتول، غرضیکہ وہ جس جگہ اور جس حالت میں ہوتا اسی جگہ اور اسی حالت کے ساتھ اس آئینہ میں نمودار ہو جاتا۔

چوتھا طلسم یہ تھا کہ انہوں نے ایک حوض بنایا تھا جس کے کنارے وہ سال بھر میں ایک دن جشن مناتے تھے چنانچہ شہر کے تمام سردار اور معززین اپنی پسند کے مشروب لے کر اس حوض کے کنارے جمع ہوتے اور جو شخص اپنے ساتھ جو مشروب لاتا اس کو اس حوض میں ڈال دیتا، پھر جب ساقی کا فرض انجام دینے والے لوگ اس کے کنارے کھڑے ہو کر لوگوں کو پلانا شروع کرتے، اور اس حوض میں سے نکال نکال کر دیتے تو ہر شخص اس کو وہی پسندیدہ مشروب ملتا جو وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔

پانچواں طلسم یہ تھا کہ انہوں نے لوگوں کے لڑائی جھگڑوں کو نمٹانے کے لئے ایک تالاب بنایا تھا اگر دو آدمیوں کا آپس میں کوئی تنازعہ ہوتا اور یہ ثابت نہ ہو پاتا کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر۔ تو دونوں فریق اس تالاب کے کنارے آتے اور پھر اس میں اتر جاتے چنانچہ جو شخص حق پر ہوتا اس تالاب کا پانی اس کے ناف کے نیچے رہتا اور وہ غرق نہ ہوتا اور جو شخص حق پر نہ ہوتا اس کے سر سے اوپر چلا جاتا اور اس کو ڈبو دیتا ہاں اگر وہ فریق مخالف کے حق کو مان لیتا اور اپنے دعوے کو ترک کر دیتا تو پھر غرقابی سے نجات پاتا۔

اور چھٹا طلسم یہ تھا کہ انہوں نے نمرود کے محل کے میدان میں ایک درخت لگا رکھا تھا، جس کے سایہ میں درباری بیٹھتے تھے لوگوں کی تعداد جس قدر بڑھتی رہتی اسی قدر اس کا سایہ بھی بڑھتا رہتا تھا یہاں تک کہ اگر تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جاتی تو سایہ بھی اسی اعتبار سے زیادہ ہو جاتا تھا مگر جب اس عدد سے ایک آدمی بھی زیادہ ہو جاتا تو پھر سایہ بالکل ختم ہو جاتا تھا اور تمام لوگ دھوپ میں بیٹھے رہ جاتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس بارے میں بابل کے لوگ ہی شغف ودلچسپی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کا بادشاہ نمرود بھی بہت زیادہ غلو رکھتا تھا اور اس علم کی پوری طرح سرپرستی کرتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سحر کی یہ قسم سب سے زیادہ سخت اور مشکل ہے لیکن اگر کوئی شخص سخت ترین ریاض ومحنت اور مسلسل جدوجہد اس کی حقیقت تک پہنچ جاتا ہے اور اس فن کو جان لیتا ہے اور پھر اس کی اتنی زبردست طاقت وقدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ وہ انسانی عادت مخالف امور کو ظاہر کرنے اور انسانی عادات کے موافق امور کو روک دینے پر قادر ہو جاتا۔ جیسے وہ ان امراض کا علاج بھی کر سکتا ہے جس کے معالجہ سے دنیا بھر کے طبیب عاجز ہو گئے ہوں مثلاً

برص اور جذام وغیرہ کیونکہ ایسا شخص روحانیات یعنی طاقتوں (جیسے جن وشیاطین) کے ذریعہ تدبیر وعمل کرتا ہے جب کہ طبیب جسمانیت (دواؤں) کے ذریعہ تدبیر کرتا ہے۔

اس قصے کو قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے، اس لیے کہ یہ عجیب وغریب قصہ ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے بہت ڈرتا بچتا رہا۔ لیکن قدرت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی کے ہاں پلوایا اور شاہزادوں کی طرح عزت کے گہوارے میں جھلایا۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچے تو ایک ایسا سبب کھڑا کر دیا کہ یہاں سے آپ چلے گئے۔ پھر جناب باری نے ان سے خود کلام کیا۔ نبوت و رسالت دی اور اسی کے ہاں پھر بھیجا۔ فقط ایک ہارون علیہ السلام کو ساتھ دے کر آپ نے یہاں آ کے اس عظیم الشان سلطان کے رعب ودبدبے کی کوئی پرواہ نہ کر کے اسے دین حق کی دعوت دی۔ اس سرکش نے اس پر بہت برا منایا اور کمینہ پن پر اتر آیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں رسولوں کی خود ہی حفاظت کی وہ وہ معجزات اپنے نبی کے ہاتھوں میں ظاہر کیئے کہ ان کے دل ان کی نبوت مان گئے۔ لیکن تاہم ان کا نفس ایمان پر آمادہ نہ ہوا اور یہ اپنے کفر سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ آخر اللہ کا عذاب آہی گیا اور ان کی جڑیں کاٹ دی گئیں۔

| |
|---|
| **قَالَ مُوْسٰى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ○** |
| موسیٰ نے کہا کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو، جب وہ تمھارے پاس آیا، کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوتے۔ |

## جادو کے کامیاب نہ ہونے کا بیان

**"قَالَ مُوسَى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَ كُمْ اَسِحْرٌ هٰذَا " اِنَّهُ لَسِحْرٌ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَتَى بِهِ وَاَبْطَلَ سِحْرَ السَّحَرَةِ وَالْاِسْتِفْهَامِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلْاِنْكَارِ،**

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا تم حق کے بارے میں کہتے ہو، جب وہ تمہارے پاس آیا، کیا جادو ہے یہ؟ حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ جادو باطل یعنی مٹ جاتا ہے۔ اور یہاں دونوں مقامات پر استفہام انکاری ہے۔

یعنی حق کو جادو کہتے ہو، کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا ان کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشوکت وعظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انھیں کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو "ساحر" کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

| |
|---|
| **قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ** |
| **وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ○** |
| وہ کہنے لگے، کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم ہمیں اس طریقہ سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور |

زمین میں تم دونوں کی بڑائی رہے؟ اور ہم لوگ تم دونوں کو ماننے والے نہیں ہیں۔

## باپ دادا کی تقلید کے نام سے گمراہی کا بیان

"قَالُوْا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا" لِتَرُدَّنَا "عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَ نَا وَتَكُوْنَا لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ " الْمُلْكُ "فِی الْاَرْضِ" اَرْضِ مِصْرَ "وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ" مُصَدِّقِيْنَ،

وہ کہنے لگے، کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم ہمیں اس سے پھیر دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو گامزن پایا اور زمین یعنی سرزمین مصر میں تم دونوں کی بڑائی قائم رہے؟ اور ہم لوگ تم دونوں کو ماننے والے نہیں ہیں۔

فرعون اور درباریوں کے اس جواب سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ سیّدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام جادوگر نہیں ہیں۔ جادوگر کو تو معاشرہ کی ایک حقیر سی مخلوق سمجھا جاتا ہے۔ اس کی بھلا بڑائی قائم ہو سکتی ہے؟ اور اگر وہ حقیقت کا اعتراف کر لیتے تو اپنے تمام مناصب سے دستبردار ہونا پڑتا تھا۔ لہٰذا انہوں نے وہی جواب دیا جو دلیل سے عاجز اور ضدی لوگ دیا کرتے ہیں کہ تم تو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے دین سے برگشتہ کرنے آئے ہو مگر ہم تمہارے جھانسے میں کبھی نہیں آئیں گے۔

| |
|---|
| وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ٥ |
| اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ |

## فرعون نے ماہر جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم جاری کر دیا

"وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيْمٍ" فَائِقٍ فِیْ عِلْمِ السِّحْرِ،

اور فرعون نے کہا میرے پاس ہر ماہر فن جادوگر لے کر آؤ۔ یعنی جو جادو میں بڑا ماہر ہو۔

## جادو اور معجزے کے درمیان مقابلے کا بیان

فرعون نے جادوگروں اور شعبدہ بازوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے لیے انتظام کئے۔ قدرت نے بھرے میدان میں اسے شکست فاش دی اور خود جادوگر حق کو مان گئے وہ سجدے میں گر کر اللہ اور اس کے دونوں نبیوں پر وہیں ایمان لائے اور اپنے ایمان کا غیر مشتبہ الفاظ میں سب کے سامنے فرعون کی موجودگی میں اعلان کر دیا۔ اس وقت فرعون کا منہ کالا ہو گیا اور اللہ کے دین کا بول بالا ہوا۔ اس نے اپنی سپاہ اور جادوگروں کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ یہ آئے، صفیں باندھ کر کھڑے ہوئے، فرعون نے ان کی کمر ٹھوکی انعام کے وعدے دیئے، انہوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ بولو اب ہم پہلے اپنا کرتب دکھائیں یا تم پہل کرتے ہو۔ آپ نے اسی بات کو بہتر سمجھا کہ ان کے دل کی بھڑاس پہلے نکل جائے۔ لوگ ان کے تماشے اور بال کے ہتھکنڈے پہلے دیکھ لیں۔ پھر حق آئے اور باطل کا صفایا کر جائے۔ یہ اچھا اثر ڈالے گا، اس لیے آپ نے انہیں فرمایا کہ تمہیں جو کچھ کرنا ہے شروع کر دو۔ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں ہیبت زدہ کرنے کا زبردست مظاہرہ کیا۔ جس

سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں بھی خطرہ پیدا ہوگیا فوراً اللہ کی طرف سے وحی اتری کہ خبردار ڈرنا مت۔ اپنے دائیں ہاتھ کی لکڑی زمین پر ڈال دے۔ وہ ان کے سوڈھکوسلے صاف کردے گی۔ یہ جادو کے مکر صفت ہے۔ اس میں اصلیت کہاں انہیں فوج و فلاح کیسے نصیب ہو؟ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سنبھل گئے اور زوردے کر پیشگوئی کی کہ تم تو یہ سب جادو کے کھلونے بنالائے ہو دیکھنا اللہ تعالیٰ انہیں بھی درہم برہم کردے گا۔ تم فسادیوں کے اعمال دیرپا ہو ہی نہیں سکتے۔

حضرت لیث بن ابی سلیم فرماتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے حکم سے جادو کی شفا ہے۔ ایک برتن میں پانی لے کر اس پر یہ آیتیں پڑھ کردم کردیں جائیں اور جس پر جادو کردیا گیا ہو اس کے سر پر وہ پانی بہادیا جائے (آیت فلما القوا سے کرہ المجرمون) تک یہ آیتیں اور ( فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ، الاعراف: 118 ) سے چار آیتوں تک اور (اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ، -طہٰ:69)۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یونس، بیروت)

| فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ |
|---|
| توجب جادوگر آگئے تو موسیٰ نے ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔ |

## جادوگروں کو ان کے کرتب دیکھانے کے حکم کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَى" بَعْد مَا قَالُوْا لَهُ "اِمَّا اَنْ تُلْقِي وَاِمَّا اَنْ نَكُوْن نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ"

توجب جادوگر آگئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کی بات کے بعد کہ ہم ڈالیں، ان سے کہا پھینکو جو کچھ تم پھینکنے والے ہو۔

ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم کریں اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھا کر ملیامیٹ کردینا زیادہ موثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔

| فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ |
|---|
| پھر جب انہوں نے ڈال دیں تو موسیٰ نے کہا، جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے، بیشک اللہ ابھی اسے باطل کردے گا، |
| یقیناً اللہ مفسدوں کے کام کو درست نہیں کرتا۔ |

## جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کا بہ طور جادو سانپ بن جانے کا بیان

"فَلَمَّا اَلْقَوْا" حِبَالهمْ وَعِصِيّهمْ "قَالَ مُوسَى مَا" اسْتِفْهَامِيَّة مُبْتَدَأ خَبَره "جِئْتُمْ بِهِ السِّحْر" بَدَل وَفِي قِرَاءَة بِهَمْزَةٍ وَاحِدَة اِخْبَار فَمَا اسْم مَوْصُول مُبْتَدَأ "اِنَّ اللّٰه سَيُبْطِلُهُ" اَيْ سَيَمْحَقُهُ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ،

پھر جب انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا، یہاں پر ما برائے استفہام مبتداء ہے اور

''جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ'' اس کی خبر ہے۔ السحر یہ ماجئتم سے بدل ہے۔ ایک قرأت میں ایک ہمزہ کے ساتھ خبر ہے اور ما موصولہ مبتداء ہے۔ جو کچھ تم لائے ہو یہ جادو ہے، بیشک اللہ ابھی اسے باطل یعنی مٹا دے گا، یقیناً اللہ مفسدوں کے کام کو درست نہیں کرتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا معجزہ تھا جس کے ذریعہ وہ بڑے بڑے کام انجام دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب فرعون کی جانب سے ان کے اور اس زمانہ کے مشہور ساحروں اور جادوگروں کے درمیان مقابلہ ہوا تو اللہ نے ان کو عصا ہی کے ذریعے اس طرح کامیابی عنایت فرمائی کہ ان جادوگروں نے جب اپنے سحر و جادو کے بل بوتہ پر رسیوں کو سانپ بنا کر زمین پر ڈالا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا جس نے دیکھتے دیکھتے ایک عظیم اور ہیبت ناک اژدھے کا روپ دھار کر تمام سانپوں کو نگل لیا۔

| وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ٥ |
| --- |
| اور اللہ اپنے کلمات سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دیتا ہے اگرچہ مجرم لوگ اسے ناپسند ہی کرتے رہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ حق کو ظاہر کرنے والا ہے

"وَيُحِقّ" يُثْبِت وَيُظْهِر "اللّٰه الْحَقّ بِكَلِمَاتِهِ" بِمَوَاعِيدِهِ، وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ،

اور اللہ اپنے کلمات سے یعنی اپنے وعدوں سے حق کا حق ہونا ثابت فرما دیتا ہے یعنی حق کو ظاہر کر دیتا ہے اگرچہ مجرم لوگ اسے ناپسند ہی کرتے رہیں۔

یعنی اپنے حکم، اپنی قضاء وقدر اور اپنے اس وعدے سے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جادوگروں پر غالب کرے گا۔

## نبی کریم ﷺ کے ذریعے کفر کے مٹ جانے کا بیان

حضرت جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں میں محو کرنے والا ماحی ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے کفر کو مٹاتا ہے۔

اور حاشر ہوں کہ (قیامت کے دن) سب لوگ میرے قدموں پر اٹھائے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ (کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

## کفر سے نجات اور عجائب قدرت کا بیان

فروہ بن ابی المغراء علی بن مسہر ہشام ان کے والد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ایک حبشی عورت جو کسی عرب کی لونڈی تھی۔ ایمان لائی اور مسجد (کے قریب) میں اس کی ایک جھونپڑی تھی جس میں وہ رہتی تھی وہ فرماتی ہیں کہ وہ ہمارے پاس آ کر ہم سے باتیں کرتی اور جب وہ اپنی بات سے فارغ ہو جاتی تو یہ کہا کرتی کہ اور ہار والا دن پروردگار کی عجائبات

قدرت میں سے ہے ہاں اسی نے مجھے کفر کے شہر سے نجات عطا فرمائی! جب اس نے بہت دفعہ یہ کہا تو اس سے حضرت عائشہ نے پوچھا۔ ہاروالا دن (کیسا واقعہ ہے) اس نے کہا میرے آقا کی ایک لڑکی باہر نکلی اس پر ایک چمڑے کا ہار تھا وہ ہار اس کے پاس سے گر گیا تو ایک چیل گوشت سمجھ کر اس پر جھپٹی اور لے گئی۔ لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی اور مجھے سزا دی۔ حتیٰ کہ میرا معاملہ یہاں تک بڑھا کہ انہوں نے میری شرمگاہ کی بھی تلاشی لی۔ لوگ میرے اردگرد تھے اور میں اپنی مصیبت میں مبتلا تھی۔ کہ دفعتاً وہ چیل آئی جب وہ ہمارے سروں پر آ گئی تو اس نے وہ ہار ڈال دیا۔ لوگوں نے اسے لے لیا تو میں نے کہا تم نے اسی کی تہمت مجھ پر لگائی تھی حالانکہ میں اس سے بالکل بری تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1069)

| |
|---|
| فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ |
| وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ |
| تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں |
| انھیں ہٹنے پر مجبور نہ کردیں اور بیشک فرعون زمین پر سر اٹھانے والا تھا، اور بیشک وہ حد سے گزر گیا۔ |

## فرعون اور اس کے درباریوں سے خوف زدہ ہونے کا بیان

"فَمَا اٰمَنَ لِمُوسَى اِلَّا ذُرِّيَّة " طَائِفَة "مِنْ" اَوْلَاد "قَوْمه" اَیْ فِرْعَوْن "عَلٰى خَوْف مِنْ فِرْعَوْن وَمَلَئِهِ اَنْ يَّفْتِنهُمْ" يَصْرِفهُمْ عَنْ دِينه بِتَعْذِيبِهِ "وَاِنَّ فِرْعَوْن لَعَالٍ" مُتَكَبِّر "فِى الْاَرْض" اَرْض مِصْر "وَاِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ" الْمُتَجَاوِزِينَ الْحَدّ بِادِّعَاءِ الرُّبُوبِيَّة،

تو موسیٰ پر ایمان نہ لائے مگر اس کی قوم کی اولاد سے کچھ لوگ فرعون اور اس کے درباریوں سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں انھیں ہٹنے پر مجبور نہ کردیں اور بیشک فرعون زمین پر سر اٹھانے والا تھا، اور بیشک وہ حد سے گزر گیا۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ اپنی امت کے ایمان لانے کا نہایت اہتمام فرماتے تھے اور ان کے اعراض کرنے سے مغموم ہوتے تھے، آپ کی تسکین فرمائی گئی کہ باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اتنا بڑا معجزہ دکھایا پھر بھی تھوڑے لوگوں نے ایمان قبول کیا، ایسی حالتیں انبیاء کو پیش آتی رہی ہیں۔ آپ اپنی امت کے اعراض سے رنجیدہ نہ ہوں۔" مِنْ قَوْمِہٖ "میں جو ضمیر ہے وہ یا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اس صورت میں قوم کی ذُرِّیّت سے بنی اسرائیل مراد ہوں گے جن کی اولاد مصر میں آپ کے ساتھ تھی اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو فرعون کے قتل سے بچ رہے تھے کیونکہ جب بنی اسرائیل کے لڑکے بحکم فرعون قتل کئے جاتے تھے تو بنی اسرائیل کی بعض عورتیں جو قوم فرعون کی عورتوں کے ساتھ کچھ رسم و راہ رکھتی تھیں وہ جب بچہ جنتیں تو اس کی جان کے اندیشہ سے وہ بچہ فرعونی قوم کی عورتوں کو دے ڈالتیں، ایسے بچے جو فرعونیوں کے گھروں میں پلے تھے اس روز حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لے آئے جس دن اللہ تعالیٰ نے آپ کو

جادوگروں پر غلبہ دیا تھا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ضمیر فرعون کی طرف راجع ہے اور قوم فرعون کی ذریت مراد ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ قوم فرعون کے تھوڑے لوگ تھے جو ایمان لائے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یونس، لاہور)

| |
|---|
| وَقَالَ مُوسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ٥ |
| اور موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو، اگر تم فرماں بردار ہو۔ |

## ایمان اور توکل کرنے کا حکم دینے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ رکھو جو اس پر بھروسہ کرے وہ اسے کافی ہے عبادت و توکل دونوں ہم پلہ چیزیں ہیں۔ فرمان رب ہے (فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ،ھود:123) اسی کی عبادت کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ ایک اور آیت میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے کہ کہہ دے کہ رب رحمٰن پر ہم ایمان لائے اور اسی کی ذات پاک پر ہم نے توکل کیا۔ فرماتا ہے مشرق و مغرب کا رب جو عبادت کے لائق معبود ہے، جس کے سوا پرستش کے لائق اور کوئی نہیں۔ تو اسی کو اپنا وکیل و کارساز بنالے۔ تمام ایمانداروں کو جو سورت پانچوں نمازوں میں تلاوت کرنے کا حکم ہوا اس میں بھی ان کی زبانی اقرار کرایا گیا ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔

## اللہ پر بھروسہ رکھنے والوں کا حیرت انگیز واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص کا واقعہ کہ وہ ایک دن اپنے گھر والوں کے پاس آیا یعنی کہیں باہر سے آکر گھر میں داخل ہوا تو اس نے گھر والوں پر محتاجگی اور فاقہ وفقر کے آثار دیکھے، وہ یہ دیکھ کر اپنے اللہ کے حضور اپنی حاجات پیش کرنے اور یکسوئی کے ساتھ اس کی بارگاہ میں عرض و مناجات کرنے کے لئے جنگل کی طرف چلا گیا، ادھر جب اس کی بیوی نے یہ دیکھا کہ شوہر کے پاس کچھ نہیں ہے اور وہ شرم کی وجہ سے گھر سے باہر چلا گیا ہے تو وہ اٹھی اور چکی کے پاس گئی، چکی کو اس نے اپنے آگے رکھا یا اس نے چکی کے اوپر کا پاٹ نیچے کے پاٹ پر رکھا اور یا یہ معنی ہیں کہ اس نے اس امید میں چکی کو صاف کیا اور تیار کر کے رکھ دیا کہ شوہر باہر سے آئے گا تو کچھ لے کر آئے گا۔

اس کو پیس کر روٹی پکالوں گی پھر وہ تنور کے پاس گئی اور اس کو گرم کیا، اس کے بعد اللہ سے یہ دعا کی۔ الٰہی! ہم تیرے محتاج ہیں، تیرے غیر سے ہم نے اپنی امید منقطع کر لی ہے، تو خیر الرازقین ہے اپنے پاس سے ہمیں رزق عطا فرما۔ پھر جو اس نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھتی ہے کہ چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب وہ آٹا گوندھ کر تنور کے پاس گئی تا کہ اس میں روٹیاں لگائے تو تنور کو روٹیوں سے بھرا ہوا پایا یعنی اللہ کی قدرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ خود بخود اس آٹے کی روٹیاں بن کر تنور میں جا لگیں یا یہ کہ آٹا تو اپنی جگہ چکی کے گرانڈ میں پڑا رہا اور تنور میں غیب سے روٹیاں نمودار ہو گئیں راوی کہتے ہیں کہ کچھ دیر بعد جب

خاوند بارگارہ رب العزت میں عرض ومناجات اور دعا سے فارغ ہوکر گھر آیا تو بیوی سے پوچھا کہ کیا میرے جانے کے بعد تمہیں کہیں سے کچھ غلہ وغیرہ مل گیا تھا کہ تم نے یہ روٹیاں تیار کر رکھی ہیں؟

بیوی نے کہا ہاں یہ ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے (یعنی یہ عام طریقہ کے مطابق کسی انسان نے ہمیں نہیں دیا ہے بلکہ یہ رزق محض غیب سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے) خاوند نے یہ سنا تو اس کو بہت تعجب ہوا اور وہ اٹھ کر چکی کے پاس گیا اور چکی کو اٹھایا تا کہ اس کا کرشمہ دیکھے) پھر جب اس واقعہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پورا قصہ سن کر فرمایا" جان لو" اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر وہ شخص اس چکی کو اٹھا نہ لیتا تو وہ چکی مسلسل قیامت کے دن تک گردش میں رہتی اور اس سے آٹا نکلتا رہتا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1238)

| |
|---|
| فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| تو انہوں نے عرض کیا، ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے، اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے نشانہ ستم نہ بنا۔ |

## توکل کرتے ہوئے فتنے سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

"فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" اَیْ لَا تُظْهِرهُمْ عَلَيْنَا فَيَظُنُّوْا اَنَّهُمْ عَلَى الْحَقّ فَيَفْتَتِنُوْا بِنَا،

تو انہوں نے عرض کیا، ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا ہے، اے ہمارے رب! تو ہمیں ظالم لوگوں کے لئے نشانہ ستم نہ بنا، یعنی انہیں ہم پر غالب نہ کر کیونکہ انہوں نے یہ جان لیا تھا کہ وہ حق پر ہیں۔ لہٰذا کہیں وہ ہمیں تختہ پر لٹکا دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے۔ اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنائے اس طرح کہ یہ ہم پر اپنے زور وطاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ ایسی صورت میں ہمارا دین بھی خطرہ میں ہے۔ اور ان ظالموں یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ ڈینگ مارنے کا موقع ملے گا کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم پر ایسا تسلط وتفوق کیوں حاصل ہوتا اور تم اس قدر پست وذلیل کیوں ہوتے۔ یہ خیال ان گمراہوں کو اور زیادہ گمراہ کر دے گا۔ گویا ایک حیثیت سے ہمارا وجود ان کے لیے فتنہ بن جائے گا۔

## اپنے آپ کو شر اور فتنوں سے بچانے کا بیان

یحیٰی ولید ابن جابر بسر ابوادریس سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگ (اکثر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کی بابت دریافت کرتے رہتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شر اور فتنوں کی بابت پوچھا کرتا تھا اس خیال سے کہ کہیں میں کسی شر وفتنہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ ایک روز میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں گرفتار اور شر میں مبتلا تھے پھر خداوند تعالیٰ نے ہم کو اس بھلائی (یعنی اسلام) سے سرفراز کیا کیا اس بھلائی کے بعد بھی

کوئی برائی پیش آنے والی ہے؟ فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا اس بدی و برائی کے بعد بھلائی ہوگی؟ فرمایا ہاں! لیکن اس میں کدورتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا وہ کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا کدورت سے مراد وہ لوگ ہیں جو میرے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کر کے اور لوگوں کو میری راہ کے خلاف راہ بتائیں گے تو ان میں دین بھی دیکھے گا اور دین کے خلاف امور بھی ہیں۔ عرض کیا کیا اس بھلائی کے بعد بھی برائی ہوگی؟ فرمایا ہاں! کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو دوزخ کے دروازوں پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں گے جو ان کی بات مان لیں گے وہ ان کو دوزخ میں دھکیل دیں گے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کا حال مجھ سے بیان فرمائیے فرمایا وہ ہماری قوم سے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔ میں نے عرض کیا اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو کیا حکم دیتے ہیں فرمایا مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑو اور ان کے امام کی اطاعت کرو، میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کی جماعت نہ ہو اور امام بھی نہ ہو۔ (تو کیا کروں) فرمایا تو ان تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جا اگرچہ تجھے کسی درخت کی جڑ میں پناہ لینی پڑے یہاں تک کہ اسی حالت میں تجھ کو موت آجائے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 857)

| |
|---|
| وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| اور تو ہمیں اپنی رحمت سے کافروں کی قوم سے نجات بخش دے |

## کفار کے شر سے بچنے کے لئے دعا مانگنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر (رکوع سے) اٹھاتے تھے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ (اور) رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، کچھ لوگوں کے لئے دعا کرتے تھے اور ان کے نام لیتے (اور فرماتے تھے، کہ اے اللہ ولید بن ولید کو اور سلمہ بن ہشام کو اور عیاش بن ابی ربیع اور کمزور مسلمانوں کو (کفار مکہ کے پنجہ ظلم) سے نجات دے، اے اللہ اپنی پامالی (قبیلہ) مضر پر سخت کردے اور اس کو ان پر قحط سالیاں بنادے، جیسے یوسف علیہ السلام (کے زمانے) کی قحط سالیاں اور اس زمانے میں (قبیلہ) مضر کے مشرقی لوگ آپ کے مخالف تھے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 776)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ بہتر دن ہے اسی دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی، اس لئے حضرت موسیٰ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعتبار سے زیادہ موسیٰ کے حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1926)

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۝

اور ہم نے موسیٰ اوراس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کوٹھکانا مقرر کرلواوراپنے گھروں کوقبلہ رخ بنالواورنماز قائم کرو،اورایمان والوں کوخوش خبری دے دے۔

## فرعون کابنی اسرائیل کونماز سے روکنے کابیان

"وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوسٰی وَاَخِیهِ اَنْ تَبَوَّآ" اتَّخِذَا "لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوتًا وَاجْعَلُوْا بُیُوتَكُمْ قِبْلَة" مُصَلًّی تُصَلُّوْنَ فِیْهِ لِتَاْمَنُوْا مِنَ الْخَوْف وَكَانَ فِرْعَوْن مَنَعَهُمْ مِنَ الصَّلَاة "وَاَقِیْمُوا الصَّلَاة" اَتِمُّوهَا "وَبَشِّرْ الْمُؤْمِنِیْنَ" بِالنَّصْرِ وَالْجَنَّة،

اور ہم نے موسیٰ اوران کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لیے مصر میں کچھ گھروں کوٹھکانا مقرر کرلواوراپنے گھروں کو قبلہ رخ بنالو،تاکہ ان کوخوف سے امن ملے کیونکہ فرعون نے ان کونماز سے روکا تھا۔نماز قائم کرو،یعنی اس کو پورا کرواورایمان والوں کومدداور جنت کی خوش خبری دے دو۔

## بنی اسرائیل کے لئے الگ مکان وعبادتگاہیں بنانے کابیان

بنی اسرائیل اپنے مذہب کے مطابق اس کے پابند تھے کہ نماز صرف اپنے عبادت خانوں میں ادا کریں،فرعون جوان کوطرح طرح کی ایذائیں دیتا اوران پرظلم ڈھاتا تھا،اس نے یہ دیکھ کران کے تمام عبادت خانوں کومسمار کردیا تاکہ یہ اپنے مذہب کے مطابق نماز نہ پڑھ سکیں،اس پرحق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے دونوں پیغمبروں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کووہ حکم دیاجواس آیت میں مذکورہے کہ بنی اسرائیل کے لئے مصرمیں مکان نئے بنائے جائیں اوران مکانات کارخ قبلہ کی طرف ہو،تاکہ وہ انہیں سکونتی مکانات میں نمازادا کرسکیں۔

اس سے معلوم ہواکہ پچھلی امتوں میں اگرچہ عام حکم یہی تھاکہ نمازیں صرف عبادت خانوں میں پڑھی جائیں،لیکن اس خاص حادثہ کی وجہ سے بنی اسرائیل کے لئے اس کی عارضی اجازت دے دی گئی کہ گھروں ہی میں نمازادا کرلیا کریں اوراپنے گھروں کا رخ قبلہ کی طرف سیدھارکھیں،اوریہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس ضرورت کے وقت بھی ان کومخصوص گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی جن کارخ قبلہ کی طرف کیا گیا تھا،عام گھروں اور عام مقامات پرنماز کی اجازت اس وقت بھی نہیں تھی،جس طرح امت محمدیہ کوشہراور جنگل کے ہرمقام پرنمازادا کرنے کی سہولت حاصل ہے

اور جس حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ یہود اپنی نمازوں میں صخرہ بیت المقدس کی طرف رخ کرتے ہیں اس کواس زمانہ پرمحمول کیاجائے گاجب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصرچھوڑ کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے،یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ قیام مصر کے

زمانہ میں آپ کا قبلہ بیت اللہ ہی ہو۔اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ نماز کے لئے استقبال قبلہ کی شرط انبیاء سابقین کے زمانہ میں بھی تھی، اسی طرح طہارت اور ستر عورت کا تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں میں شرط نماز ہونا بھی معتبر روایات سے ثابت ہے۔

گھروں کو قبلہ رخ بنانے کا مقصد ہی یہ تھا کہ ان میں نمازیں ادا کی جائیں اس لئے اس کے بعد اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کا حکم دے کر یہ ہدایت کردی گئی کہ اگر فرعون عبادت گاہوں میں نماز ادا کرنے سے روکتا ہے تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوتی اپنے گھروں میں ادا کرو۔آخر آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کر کے حکم دیا گیا کہ مؤمنین کو آپ خوشخبری سنادیں کہ ان کا مقصود پورا ہوگا، دشمن پر ان کو غلبہ نصیب ہوگا اور آخرت میں جنت ملے گی۔(تفسیر روح المعانی، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰى یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○ |
| اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب! بیشک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں اسباب زینت اور مال و دولت دے رکھی ہے، اے ہمارے رب! تا کہ وہ تیری راہ سے بہکادیں۔اے ہمارے رب! تو ان کی دولتوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں حتی کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔ |

## فرعون کا اپنی دولت واختیار کے سبب لوگوں کو دین الٰہی سے دور کرنے کا بیان

"وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا اِنَّكَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْن وَمَلَاَهٗ زِینَةً وَاَمْوَالًا فِی الْحَیَاةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا" اٰتَیْتَهُمْ ذٰلِكَ "لِیُضِلُّوا" فِیْ "عَنْ سَبِیلِك" دِیْنِك "رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالهمْ" امْسَخْهَا "وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبهمْ" اطْبَعْ عَلَیْهَا وَاسْتَوْثِقْ "فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوْا الْعَذَاب الْاَلِیْم" الْمُؤْلِم دَعَا عَلَیْهِمْ وَاَمَّنَ هَارُوْنَ عَلٰی دُعَائِهِ،

اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے ہمارے رب! بیشک تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیوی زندگی میں اسباب زینت اور مال و دولت کی کثرت دے رکھی ہے، اے ہمارے رب! (کیا تو نے انھیں یہ سب کچھ اس لئے دیا ہے) تا کہ وہ (لوگوں کو کبھی لالچ اور کبھی خوف دلا کر) تیری راہ یعنی دین سے بہکادیں۔اے ہمارے رب! تو ان کی دولتوں کو برباد کردے یعنی ختم کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے یعنی ان پر مہر لگادے اور اس پر توثیق کردے کہ وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے دعائے ضرر فرمائی اور ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی۔

## متکبر فرعون کے مال و دولت کی ہلاکت کا بیان

جب فرعون اور فرعونیوں کا تکبر، تجبر، تعصب بڑھتا ہی گیا۔ظلم و ستم بیرحمی اور جفا کاری انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ کے صابر نبیوں نے ان کے لیے بددعا کی کہ یا اللہ تو نے انہیں دنیا کی زینت و مال خوب خوب دیا اور تو بخوبی جانتا ہے کہ وہ تیرے حکم کے مطابق مال

خرچ نہیں کرتے ۔ یہ صرف تیری طرف سے انہیں ڈھیل اور مہلت ہے ۔ یہ مطلب تو ہے جب لیضلّوا پڑھا جائے جو ایک قرأت ہے اور جب لِیُضِلُّوا پڑھیں تو مطلب یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ وہ اوروں کو گمراہ کریں جن کی گمراہی تیری چاہت میں ہے ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہی لوگ اللہ کے محبوب ہیں ورنہ اتنی دولت مندی اور اس قدر عیش وعشرت انہیں کیوں نصیب ہوتا ہے؟ اب ہماری دعا ہے کہ ان کے یہ مال تو غارت اور تباہ کر دے ۔ چنانچہ ان کے تمام مال اسی طرح پتھر بن گئے ۔ سونا چاندی ہی نہیں بلکہ کھیتیاں تک پتھر کی ہوگئیں ۔

حضرت محمد بن کعب اس سورہ یونس کی تلاوت امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کر رہے تھے جب اس آیت تک پہنچے تو خلیفۃ المسلمین نے سوال کیا کہ یہ طمس کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ان کے مال پتھر بنا دیئے گئے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا صندوقچہ منگوا کر اس میں سے سفید چنا نکال کر دکھایا جو پتھر بن گیا تھا ۔ اور دعا کی کہ پروردگار ان کے دل سخت کر دے ان پر مہر لگا دے کہ انہیں عذاب دیکھنے تک ایمان لانا نصیب نہ ہو ۔ یہ دعائے ضرر صرف دینی حمیت اور دینی دل سوزی کی وجہ سے تھی یہ غصہ اللہ اور اس کے دین کی خاطر تھا ۔ جب دیکھ لیا اور مایوسی کی حد آگئی حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے کہ الٰہی زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ ورنہ اوروں کو بھی بہکائیں گے اور جو نسل ان کی ہوگی وہ بھی انہیں جیسی بے ایمان بدکار ہوگی ۔ جناب باری نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں بھائیوں کی یہ دعا قبول فرمائی ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ○

ارشاد ہوا: بیشک تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، سو تم دونوں ثابت قدم رہنا اور ایسے لوگوں کے راستہ کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے ۔

## فرعون اور فرعونیوں کی دولت کا پتھروں میں تبدیل ہو جانے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰی "قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا" فَمُسِخَتْ اَمْوَالُهُمْ حِجَارَةً وَلَمْ یُؤْمِنْ فِرْعَوْنُ حَتّٰی اَدْرَکَهُ الْغَرَقُ "فَاسْتَقِیْمَا" عَلَی الرِّسَالَةِ وَالدَّعْوَةِ اِلٰی اَنْ یَّاْتِیَهُمُ الْعَذَابُ "وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ" فِیْ اسْتِعْجَالِ قَضَائِیْ رُوِیَ اَنَّهٗ مَکَثَ بَعْدَهَا اَرْبَعِیْنَ سَنَةً.

ارشاد ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بیشک تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی، لہٰذا ان کا مال ودولت پتھروں مین تبدیل ہو گیا ۔ اور فرعون ایمان نہ لایا حتیٰ کہ وہ ڈوب کر مر گیا ۔ پس تم دونوں اپنی رسالت ودعوت پر ثابت قدم رہنا یہاں تک کہ ان کے پاس عذاب آجائے ۔ اور ایسے لوگوں کے راستہ کی پیروی نہ کرنا جو علم نہیں رکھتے ۔ کیونکہ یہ لوگ جلد بازی کرنے کے بارے میں میرا فیصلہ نہیں جانتے اور یہ روایت کیا گیا ہے کہ اس دعائے ضرر کے بعد موسیٰ علیہ السلام چالیس سال ان میں رہے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے جاتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے ۔ اسی وقت وحی آئی کہ " ہماری یہ دعا مقبول ہوگئی " سے دلیل پکڑی گئی ہے کہ آمین کا کہنا بمنزلہ دعا کرنے کے ہے کیونکہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ تھے آمین کہنے والے حضرت ہارون تھے لیکن اللہ نے دعا کی نسبت دونوں کی طرف کی پس مقتدی کے آمین کہہ لینے سے گویا فاتحہ کا

پڑھ لینے والا ہے۔ پس اب تم دونوں بھائی میرے حکم پر مضبوطی سے جم جاؤ۔ جو میں کہوں بجالاؤ۔ اسی دعا کے بعد فرعون چالیس ماہ زندہ رہا کوئی کہتا ہے چالیس دن رہا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

دعا کی نسبت حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام دونوں کی طرف کی گئی باوجود یکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آمین کہنے والا بھی دعا کرنے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے لہٰذا اس کے لئے اخفاء ہی مناسب ہے۔ (تفسیر مدارک، سورہ یونس، بیروت)

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اور اس کی مقبولیت کے درمیان چالیس برس کا فاصلہ ہوا۔

| |
|---|
| وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ |
| الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ |
| اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، |
| یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پالیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں |
| جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔ |

## فرعون کے منہ میں اقرار ایمان کے وقت کیچڑ ڈالنے کا بیان

"وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ اِسْرَائِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ" لَحِقَهُمْ "فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْیًا وَعَدْوًا" مَفْعُوْلٌ لَهٗ "حَتّٰی اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ" اَیْ بِاَنَّهٗ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا "لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" كَرَّرَهٗ لِیُقْبَلَ مِنْهُ فَلَمْ یُقْبَلْ وَدَسَّ جِبْرِیْلُ فِیْ فِیْهِ مِنْ حَمْاَةِ الْبَحْرِ مَخَافَةَ اَنْ تَنَالَهُ الرَّحْمَةُ وَقَالَ لَهٗ:

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا تو فرعون اور اس کے لشکروں نے سرکشی اور زیادتی کرتے ہوئے ان کا پیچھا کیا، عدوا یہ مفعول لہ ہے۔ یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے پالیا تو اس نے کہا میں ایمان لے آیا کہ بے شک حق یہ ہے، یہاں پر انہ اصل میں بانہ ہے اور جملہ مستانفہ کی صورت میں کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی وہی معبود ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ اور میں فرماں برداروں سے ہوں۔ یہاں ایمان کو مکرر ذکر کیا گیا ہے تا کہ قبول کیا جائے لیکن نہیں قبول کیا گیا بلکہ جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں کیچڑ ڈالنا شروع کر دی اس اندیشہ کی وجہ سے کہ کہیں رحمت اس کی طرف متوجہ نہ ہو جائے۔ اور اس سے کہہ دیا گیا۔ جو آئندہ آیت میں ہے۔

## دریائے نیل، فرعون اور قوم بنی اسرائیل کا واقعہ

بنی اسرائل جب اپنے نبی مکرم علیہ السلام کے ساتھ چھ لاکھ کی تعداد میں جو بال بچوں کے علاوہ تھی۔ مصر سے نکل کھڑے ہوئے

اور فرعون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بڑا ہی تاؤ کھایا اور زبردست لشکر جمع کر کے اپنے تمام لوگوں کو لے کر ان کے پیچھے لگا۔ اس نے تمام لاؤ لشکر کو تمام سرداروں، فوجوں، رشتے کنبے کے تمام لوگوں اور کل ارکان سلطنت کو اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ اپنے پورے ملک میں کسی صاحب حیثیت شخص کو باقی نہیں چھوڑا تھا۔ بنی اسرائیل جس راہ گئے تھے اسی راہ یہ بھی بہت تیزی سے جا رہا تھا۔ ٹھیک سورج چڑھے، اس نے انہیں اور انہوں نے اسے دیکھ لیا۔ بنی اسرائیل گھبرا گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے لو اب پکڑ لئے گئے کیونکہ سامنے دریا تھا اور پیچھے لشکر فرعون نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ آگے بڑھتے تو ڈوب جاتے پیچھے ہٹے تو قتل ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تسکین دی اور فرمایا میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے تمہیں لے جا رہا ہوں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے کوئی نہ کوئی نجات کی راہ بتلا دے گا۔ تم بیفکر رہو۔ وہ سختی کو آسانی سے تنگی کو فراخی سے بدلنے پر قادر ہے۔ اسی وقت وحی ربانی آئی کہ اپنی لکڑی دریا پر مار دے۔ آپ نے یہی کیا۔ اس وقت پانی پھٹ گیا، راستے دے دیئے اور پہاڑوں کی طرح پانی کھڑا ہو گیا۔ ان کے بارہ قبیلے تھے بارہ راستے دریا میں بن گئے۔

تیز اور سوکھی ہوائیں چل پڑیں جس نے راستے خشک کر دیئے اب نہ تو فرعونیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے کا کھٹکا رہا نہ پانی میں ڈوب جانے کا۔ ساتھ ہی قدرت نے پانی کی دیواروں میں طاق اور سوراخ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ کو بھی دیکھ سکے۔ تاکہ دل میں یہ خدشہ بھی نہ رہے کہ کہیں وہ ڈوب نہ گیا ہو۔ بنو اسرائیل ان راستوں سے جانے لگے اور دریا پار اتر گئے۔ انہیں پار ہوتے ہوئے فرعونی دیکھ رہے تھے۔ جب یہ سب کے سب اس کنارے پہنچ گئے اب لشکر فرعون بڑھا اور سب کے سب دریا میں اتر گئے ان کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس ایک لاکھ گھوڑے تو صرف سیاہ رنگ کے تھے جو باقی رنگ کے تھے ان کی تعداد کا خیال کر لیجئے۔ فرعون بڑا اکائیاں تھا۔ دل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت جانتا تھا۔ اسے یہ رنگ دیکھ کر یقین ہو چکا تھا کہ یہ بھی بنی اسرائیل کی غیبی تائید ہوئی ہے وہ چاہتا تھا کہ یہاں سے واپس لوٹ جائے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہو چکی تھی۔ قدرت کا قلم چل چکا تھا۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار آ گئے۔ ان کے جانور کے پیچھے فرعون کا گھوڑا لگ گیا۔ آپ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ فرعون کا گھوڑا اسے گھسیٹتا ہوا دریا میں اتر گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز لگائی کہ بنی اسرائیل گزر گئے اور تم یہاں ٹھیر گئے۔ چلو ان کے پیچھے اپنے گھوڑے بھی میری طرح دریا میں ڈال دو۔ اسی وقت ساتھیوں نے بھی اپنے گھوڑوں کو مہمیز کیا۔ حضرت میکائیل علیہ السلام ان کے پیچھے تھا کیونکہ ان کے جانوروں کو ہنکائیں غرض بغیر ایک کے بھی باقی رہے سب دریا میں اتر گئے۔ جب یہ سب اندر پہنچ گئے اور ان کا سب سے آگے کا حصہ دوسرے کنارے کے قریب پہنچ چکا، اسی وقت جناب باری قادر د قیوم کا دریا کو حکم ہوا اب مل جا اور ان کو ڈبو دے۔ پانی کے پتھر بنے ہوئے پہاڑ فوراً پانی ہو گئے اور اسی وقت یہ سب غوطے کھانے لگے اور فوراً ڈوب گئے ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ پانی کی موجوں نے انہیں اوپر تلے کر کر کے ان کے جوڑ جوڑ الگ الگ کر دیئے۔ فرعون جب موجوں میں پھنس گیا اور سکرات موت کا اسے مزہ آنے لگا تو کہنے لگا کہ میں لاشریک رب واحد پر ایمان لاتا ہوں۔ جس

پر بنواسرائیل ایمان لائے ہیں۔ ظاہر ہے کہ عذاب کے دیکھ چکنے کے بعد عذاب کے آجانے کے بعد ایمان سود مند نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ |
| کیا اب؟ حالانکہ بے شک تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں سے تھا۔ |

## فرعون کا گمراہی میں حد بڑھ جانے کے سبب ایمان سے محروم ہو جانے کا بیان

"آلْآنَ" تُؤْمِن "وَقَدْ عَصَيْت قَبْل وَكُنْت مِنْ الْمُفْسِدِيْنَ" بِضَلَالِك وَإِضْلَالك عَنْ الْإِيْمَان،

کیا اب؟ حالانکہ بے شک تو نے اس سے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں سے تھا۔ یعنی تیرا دوسروں کو اور خود کو ایمان سے گمراہ کرنے پر فیصلہ ہو چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو فرما چکا ہے اور یہ قاعدہ جاری کر چکا ہے۔ اسی لیے فرعون کو جواب ملا کہ اس وقت یہ کہتا ہے حالانکہ اب تک شر و فساد پر تلا رہا۔ پوری عمر اللہ کی نافرمانیاں کرتا رہا۔ ملک میں فساد مچاتا رہا۔ خود گمراہ ہو کر اوروں کو بھی راہ حق سے روکتا رہا۔ لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے کا امام تھا۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار رہے گا۔ فرعون کا اس وقت کا قول اللہ تعالیٰ علام الغیوب نے اپنے علم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس واقعے کی خبر دیتے وقت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ کاش آپ اس وقت ہوتے اور دیکھتے کہ میں اس کے منہ میں کیچڑ ٹھونس رہا تھا اس خیال سے کہ کہیں اس کی بات پوری ہونے پر اللہ کی رحمت اس کی دست گیری نہ کر لے۔ ابن عباس فرماتے ہیں ڈوبتے وقت فرعون نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر اپنے ایمان کا اقرار کرنا شروع کیا جس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے منہ میں مٹی بھرنی شروع کی۔ اس فرعون کثیر بن زاذانِ ملعون کا منہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس وقت بند کر رہے تھے اور اس کے منہ کیچڑ ٹھونس رہے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ○ |
| پس آج ہم تیرے جسم کو بچا لیں گے تا کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے نشان ہو سکے اور بیشک اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ |

## اہل دنیا کے لئے فرعون کی لاش کو بہ طور عبرت محفوظ کر لینے کا بیان

"فَالْيَوْم نُنَجِّيك" نُخْرِجك مِنْ الْبَحْر "بِبَدَنِك" جَسَدك الَّذِيْ لَا رُوح فِيْهِ "لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفك" بَعْدك "آيَة" عِبْرَة فَيَعْرِفُوْا عُبُوْدِيَّتك وَلَا يَقْدَمُوْا عَلَى مِثْل فِعْلك وَعَنْ ابْن عَبَّاس أَنَّ بَعْض بَنِيْ إِسْرَائِيْل شَكُّوْا فِيْ مَوْته فَأُخْرِجَ لَهُمْ لِيَرَوْهُ "وَإِنَّ كَثِيْرًا مِنْ النَّاس" أَيْ أَهْل مَكَّة "عَنْ آيَاتنَا لَغَافِلُوْنَ" لَا يَعْتَبِرُوْنَ بِهَا،

پس آج ہم تیرے بے جان جسم کو بچا لیں گے تا کہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت کا نشان ہو سکے یعنی وہ تیری عبودیت کا

پہچان لیں اور تیری طرح کی سرکشی نہ کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بعض بنی اسرائیل کو اس کی موت کے بارے میں شک ہوا تو فرعون کی لاش کو اس لئے نکالا گیا تا کہ وہ اس کو دیکھ لیں۔ اور بیشک اکثر لوگ یعنی اہل مکہ میں سے ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ جو ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔

کہتے ہیں کہ بعض بنی اسرائیل کو فرعون کی موت میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ اس کی لاش بلند ٹیلے پر خشکی میں ڈال دے تا کہ یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں اور ان کا معائنہ کر لیں۔ چنانچہ اس کا جسم معہ اس کے لباس کے خشکی پر ڈال دیا گیا تا کہ بنی اسرائیل کو معلوم ہو جائے اور ان کے لیے نشانی اور عبرت بن جائے اور وہ جان لیں کہ غضب الٰہی کو کوئی چیز دفع نہیں کر سکتی۔ باوجود ان کھلے واقعات کے بھی اکثر لوگ ہماری آیتوں سے غفلت برتتے ہیں۔ کچھ نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ ان فرعونیوں کا غرق ہونا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مع مسلمانوں کے نجات پانا عاشورے کے دن ہوا تھا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں آئے تو یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ وہ کہتے تھے کہ اسی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بہ نسبت ان کے زیادہ حقدار ہو تم بھی اس عاشورے کے دن کا روزہ رکھو۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ |
| الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ |
| اور فی الواقع ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ بخشی اور ہم نے انھیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو انہوں نے کوئی اختلاف |
| نہ کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم ودانش آ پہنچی۔ بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور کا فیصلہ |
| فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ |

## بنی اسرائیل کا اللہ کی نعمتوں میں اختلاف کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ بَوَّاْنَا" اَنْزَلْنَا "بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ" مَنْزِلَ كَرَامَةٍ وَهُوَ الشَّامُ وَمِصْرُ "وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا" بِاَنْ اٰمَنَ بَعْضٌ وَكَفَرَ بَعْضٌ "حَتّٰى جَاءَهُمُ الْعِلْمُ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ" مِنْ اَمْرِ الدِّيْنِ بِاِنْجَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَتَعْذِيْبِ الْكَافِرِيْنَ،

اور فی الواقع ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ بخشی یعنی عزت والی جگہ دی جو شام اور مصر ہے اور ہم نے انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا تو انہوں نے کوئی اختلاف نہ کیا یعنی بعض کو مان لیا اور بعض کا انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس علم ودانش آ پہنچی۔ بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور یعنی دین کے کاموں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف

کرتے تھے۔ان کے دین میں فیصلہ کرنے کا معنی یہ ہے اہل ایمان کا دین قبول کر کے انہیں نجات جبکہ کفار کا نظریہ رد کر کے انہیں عذاب دے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بوانا۔ہم نے جگہ دی۔ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ہم نے ٹھہرنے کی جگہ تیار کی۔تبویۃ سے ماضی جمع متکلم۔مبوا۔اسم ظرف۔ٹھہرنے کی جگہ، مسکن۔بواء اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں۔صدق۔راستی۔سچائی۔نام۔نیک۔سچی بات۔عمدہ۔پسندیدہ۔صدق یصدق کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً نیک نام۔ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

**الصدق ۔ الکذب** کی ضد ہے۔اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ۔وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو۔الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔پھر قول میں بھی صرف خیر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔اسی لئے ارشاد ہے **ومن اصدق من اللہ قیلا** اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے۔

**العلم** ۔ سے مراد تورات ہے۔اور اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہیں جو تورات کے مدرجات کی تاویل میں ان میں پیدا ہوگئے۔اور نتیجۃً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے۔قرآن ہے۔اور اختلاف سے مراد یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے بعض تورات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بغض وحسد کی بناء پر انکار کر دیا۔(تفسیر خازن، سورہ یونس، بیروت)

## بنی اسرائیل کے لئے مصر وشام میں رہنے کے لئے جگہ ہونے کا بیان

اللہ نے جو نعمتیں بنی اسرائیل پر انعام فرمائیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ شام اور ملک مصر میں بیت المقدس کے آس پاس انہیں جگہ دی۔تمام وکمال ملک مصر پر ان کی حکومت ہوگ ء۔فرعون کی ہلاکت کے بعد دولت موسویہ قائم ہوگئی۔جیسے قرآن میں بیان ہے کہ ہم نے ان کمزور بنی اسرائیلیوں کے مشرق مغرب کے ملک کا مالک کر دیا۔برکت والی زمین انکے قبضے میں دے دی اور ان پر اپنی سچی بات کی سچائی کھول دی ان کے صبر کا پھل انہیں مل گیا۔فرعون، فرعونی اور ان کے کاریگریاں سب نیست ونابود ہوئیں اور آیتوں میں ہے کہ ہم نے فرعونیوں کو باغوں سے دشمنوں سے، خزانوں سے بہترین مقامات اور مکانات سے نکال باہر کیا۔اور بنی اسرائیل کے قبضے میں یہ سب کچھ کر دیا۔

وہاں عمالقہ کی قوم کا قبلہ تھا انہوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام سے درخواست کی، انہیں جہاد کا حکم ہوا یہ نامردی کر گئے جس کے بدلے انہیں چالیس سال تک میدان تیہ میں سرگرداں پھرنا پڑا۔وہیں حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہوا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا۔ان کے بعد یہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ساتھ نکلے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر بیت المقدس کو فتح کیا۔

یہاں بخت نصر کے زمانے تک انہیں کا قبضہ رہا پھر کچھ مدت کے بعد دوبارہ انہوں نے اسے لے لیا پھر یونانی بادشاہوں نے وہاں قبضہ کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک وہاں یونانیوں کا ہی قبضہ رہا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ضد میں ان ملعون یہودیوں نے شاہ یونان سے ساز باز کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے احکام انہیں باغی قرار دے کر نکلوا دیئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ السلام کو تو اپنی طرف چڑھا لیا اور آپ کے کسی حواری پر آپ کی شباہت ڈال دی انہوں نے آپ کے دھوکے میں اسے قتل کر دیا اور سولی پر لٹکا دیا۔ یقیناً جناب روح اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ انہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا۔ اللہ عزیز وحکیم ہے۔

| |
|---|
| فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْئَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ |
| لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ۝ |
| پھر اگر تو اس کے بارے میں کسی شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لے جو تجھ سے پہلے |
| کتاب پڑھتے ہیں، بلاشبہ یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا ہے، سو تو ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو۔ |

## اللہ کی کتاب میں بیان کردہ قصص کے برحق ہونے کا بیان

"فَاِنْ كُنْتَ" یَا مُحَمَّد "فِیْ شَكٍّ مِمَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْكَ" مِنَ الْقَصَصِ فَرْضًا "فَاسْاَلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتَابَ" التَّوْرَاة "مِنْ قَبْلِكَ" فَاِنَّهٗ ثَابِتٌ عِنْدَهُمْ یُخْبِرُوْكَ بِصِدْقِهٖ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَا اَشُكُّ وَلَا اَسْاَلُ" "لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ" الشَّاكِّیْنَ فِیْهِ،

یا محمد ﷺ اگر آپ اس کے بارے میں کسی شک میں ہے جو ہم نے تیری طرف قصص کو نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لیں، جو تجھ سے پہلے کتاب تورات پڑھتے ہیں، کیونکہ وہ اس کی سچائی کی خبر دیں گے تو اس پر نبی کریم ﷺ نے کہا میں کوئی شک نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی سوال کرتا ہوں۔ بلاشبہ یقیناً تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے حق آیا ہے، لہٰذا آپ ہرگز شک کرنے والوں سے نہ ہو۔

## آیات قرآنی کی تکذیب کرنے والوں میں شامل نہ ہونے کا بیان

| |
|---|
| وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ |
| اور ہرگز ان میں نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں کہ تو خسارے والوں میں ہو جائے گا۔ |

علمائے اہل کتاب مثل حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے تاکہ وہ تجھ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اطمینان دلائیں اور آپ کی نعت وصفت جو توریت میں مذکور ہے وہ سنا کر شک رفع کریں۔ شک انسان کے نزدیک کسی امر میں دونوں طرفوں کا برابر ہونا ہے خواہ وہ اس طرح ہو کہ دونوں جانب برابر قرینے پائے جائیں خواہ اس طرح کہ کسی طرف بھی کوئی قرینہ

نہ ہو۔ محققین کے نزدیک شک اقسامِ جہل سے ہے اور جہل وشک میں عام وخاص مطلق کی نسبت ہے کہ ہرایک شک جہل ہے اور ہر جہل شک نہیں۔ جو براہینِ لائحہ وآیات واضحہ سے اتنا روشن ہے کہ اس میں شک کی مجال نہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ٥ |
| بیشک وہ جن پر تیرے رب کی بات ٹھیک ثابت ہو چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔ |

## اللہ کے عذاب کا فیصلہ لینے والوں کے ایمان نہ لانے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ" وَجَبَتْ "عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ" بِالْعَذَابِ،

بیشک وہ جن پر تیرے رب کی بات عذاب کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے ایمان نہ لائیں گے۔

اس آیت میں بظاہر خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر دراصل بات ان لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں شک کر رہے تھے یعنی مشرکین عرب جو آسمانی کتابوں کے علم سے ناآشنا تھے چنانچہ ان سے کہا جارہا ہے کہ تم اہل کتاب کے منصف مزاج علماء سے اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو کہ جس چیز کی دعوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے رہے ہیں اس میں اور پچھلے انبیاء کی دعوت میں کوئی بنیادی فرق نہیں۔

پس ایسے لوگوں پر ایمان کی توقع ہی نہیں رکھنی چاہیے کہ انہوں نے ایمان لانا ہی نہیں۔ تاکہ اس قطع طمع کے بعد آپ کو پریشانی نہ ہو۔ سو اس ارشاد ربانی میں اس سنت الٰہی کا حوالہ ہے جو اللہ پاک کی اس کائنات میں کارفرما ہے کہ جو لوگ عناد اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہیں وہ شدہ شدہ ایمان باللہ اور قبول حق کی اہلیت وصلاحیت ہی سے محروم ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ان پر مہر جباریت لگ جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کے خسارے اور محرومی میں مبتلا ہو کر رہتے ہیں۔ (تفسیر المنار، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ٥ |
| اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ |

## عذاب کے بعد قبول ایمان کے مفید نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ" فَلَا يَنْفَعُهُمْ حِيْنَئِذٍ،

اگرچہ سب نشانیاں ان کے پاس آئیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ لہٰذا اب ان کے ایمان کا ان کوئی فائدہ نہ ہو گا۔

اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو چند روز میں شک ترقی کر کے امتراء (جدل) اور "امتراء" ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچے گا جس کا نتیجہ خسران وخرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے۔ جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ

لائے۔اسے عذاب الیم دیکھ کر ہی یقین آئے گا۔جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

| |
|---|
| فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ |
| عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰـهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۝ |
| پھر قوم یونس کے سوا کوئی اور ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لائی ہو اور اسے اس کے ایمان لانے نے فائدہ دیا ہو جب ایمان لے |
| آئے تو ہم نے ان سے دنیوی زندگی میں رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے انھیں ایک مدت تک منافع سے بہرہ مند رکھا۔ |

## حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا عذاب دیکھ کر سچی توبہ کرنے کا بیان

"فَلَوْلَا" فَهَلَّا "كَانَتْ قَرْيَةٌ" أُرِيْدَ أَهْلُهَا "آمَنَتْ" قَبْلَ نُزُوْلِ الْعَذَابِ بِهَا "فَنَفَعَهَا إِيْمَانُهَا إِلَّا" لٰكِنْ "قَوْمَ يُوْنُسَ لَمَّا آمَنُوْا" عِنْدَ رُؤْيَةِ أَمَارَةِ الْعَذَابِ وَلَمْ يُؤَخِّرُوْا إِلٰى حُلُوْلِهِ "كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلٰى حِيْنٍ" انْقِضَاءِ آجَالِهِمْ،

پھر قوم یونس کی بستی کے سوا کوئی اور ایسی بستی کیوں نہ ہوئی جو عذاب آجانے سے پہلے ایمان لائی ہوتی اور اسے اس کے ایمان لانے نے فائدہ دیا ہوتا۔جب قوم یونس کے لوگ نزول عذاب سے قبل صرف اس کی نشانی دیکھ کر ایمان لے آئے جبکہ انہوں نے عذاب آنے تک انتظار نہ کیا۔تو ہم نے ان سے دنیاوی زندگی میں ہی رسوائی کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے انہیں ایک مدت تک منافع سے بہرہ مند رکھا۔یعنی ان کی عمروں کی مدت پوری ہو کر موت آنے تک ان کے لئے نفع رکھ دیا۔

## قوم یونس کی سچی توبہ کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھ پر انبیاء پیش کیے گئے کسی نبی کے ساتھ تو لوگوں کا ایک گروہ تھا۔کسی کے ساتھ صرف ایک آدمی کوئی محض تنہا۔پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا بیان کیا۔پھر اپنی امت کا، اس سے بھی زیادہ ہونا۔زمین کے مشرق مغرب کی سمت کو ڈھانپ لینا بیان فرمایا۔الغرض تمام انبیاء میں سے کسی کی ساری امت نے انہیں نبی نہیں مانا۔سوائے اہل نینویٰ کے جو حضرت یونس علیہ السلام کی امت کے لوگ تھے۔یہ بھی اس وقت جب نبی علیہ السلام کی زبان سے عذاب کی خبر معلوم ہوگئی۔پھر اس کے ابتدائی آثار بھی دیکھ لیے۔ان کے نبی علیہ السلام انہیں چھوڑ کر چلے بھی گئے۔اس وقت یہ سارے کے سارے اللہ کے سامنے جھک گئے اس سے فریاد شروع کی، اس کی جناب میں عاجزی اور گریہ وزاری کرنے لگے، اپنی مسکینی ظاہر کرنے لگے۔اور دامن رحمت سے لپٹ گئے۔سارے کے سارے میدان میں نکل کھڑے ہوئے اپنی بیویوں، بچوں اور جانوروں کو بھی ساتھ اٹھا کر لے گئے۔اور آنسوؤں کی جھڑیاں لگا کر اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے دعائیں مانگنے لگے کہ یا رب عذاب ہٹالے۔رحمت رب جوش میں آئی، پروردگار نے ان سے عذاب ہٹالیا اور دنیا کی رسوائی کے عذاب سے انہیں بچالیا۔اور ان کی عمر تک کی انہیں مہلت دے دی اور اس دنیا کا فائدہ انہیں پہنچایا۔یہاں جو فرمایا کہ دنیا کا عذاب ان سے ہٹالیا۔اس سے بعض

نے کہا ہے کہ اُخروی عذاب دور نہیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں اس لے کے دوسری آیت میں ہے (فَـاٰمَـنُـوْا فَـمَتَّـعْـنٰـهُـمْ اِلٰـى حِيْـنٍ، الصافات:148) وہ ایمان لائے اور ہم نے انہیں زندگی کا فائدہ دیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ ایمان لائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان آخرت کے عذاب سے نجات دینے والا ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں آیت کا مطلب یہ ہے کہ کس بستی اہل کفر کا عذاب دیکھ لینے کے بعد ایمان لانا ان کے لیے نفع بخش ثابت نہیں ہوا۔ سوائے قوم یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے نبی ان میں سے نکل گئے اور انہوں نے خیال کرلیا کہ اب اللہ کا عذاب آیا چاہتا ہے، اس وقت توبہ استغفار کرنے لگے ٹاٹ پہن کر خشوع وخضوع سے میلے کچیلے میدان میں آ کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے دور کر دیا۔ جانوروں کے تھنوں سے ان کے بچوں کو الگ کر دیا۔ اب جو رونا دھونا اور فریاد شروع کی تو چالیس دن رات اسی طرح گزار دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی سچائی دیکھ لی۔ ان کی توبہ وندامت قبول فرمائی اور ان سے عذاب دور کر دیا، یہ لوگ موصل کے شہر نینوی کے رہنے والے تھے۔ فلولا کی فهلا قرأت بھی ہے ان کے سروں پر عذاب رات کی سیاہی کے ٹکڑوں کی طرح گھوم رہا تھا ان کے علماء نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ جنگل میں نکل کھڑے ہو اور اللہ سے دعا کرو کہ وہ ہم سے اپنے عذاب کو دور کر دے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

## موت یا عذاب دیکھ کر ایمان لانے یا توبہ کرنے کی بحث کا بیان

موت کو دیکھنے اور دنیوی عذاب کو دیکھنے میں فرق ہے، موت کو دیکھنے کے بعد توبہ کسی بھی صورت میں قبول نہیں ہے، اور اس میں کوئی استثناء بھی نہیں ہے، لیکن عذاب میں استثناء ہوسکتا ہے، ممکن ہے کسی قوم میں خدا کے عذاب کے وقت لوگ توبہ کرے اور اس توبہ کی وجہ سے وہ عذاب ٹل جائے۔

شیخ طوسی کا یہ کلام مطلق ہے کہ عذاب کے وقت یہ لوگ مجبور ہو جاتے ہیں اور جب انسان مجبور ہو کر توبہ کرتا ہے تو اس کا یہ توبہ قبول نہیں ہے، انہوں نے اپنی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کہ موت کے آثار کو دیکھنے کے بعد کرنے والے توبہ کے برخلاف دنیوی عذاب کے وقت جو توبہ کرتے ہیں وہ توبہ قبول ہے اور عذاب الٰہی ٹل سکتا ہے اپنی اس مطلب کے لئے اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا ہے: فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ، کیا کوئی بستی ایسی ہے کہ (بروقت) ایمان لائی ہو اور اس کا ایمان اس کے لیے سودمند ثابت ہوا ہو سوائے قوم یونس کے؟ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب ان سے ٹال دیا اور ایک مدت تک انہیں (زندگی سے) بہرہ مند رکھا

سورہ مبارکہ غافر کی آخری آیت جس میں فرماتا ہے سنۃ اللہ قد خلت فی عبادہ اس کے مطابق خدا کا قانون یہ ہے کہ خدا جس وقت کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اس وقت وہ قوم اگر ایمان لے آئے، تو یہاں استثناء ہوسکتا ہے، اور اس کے لئے بہترین شاہد حضرت یونس کا واقعہ ہے۔

ہم یہاں ابھی یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک صحیح ہے، اس بارے میں ایک نظریہ یہ ہے کہ دنیاوی عذاب بھی موت کی طرح ہے، جس طرح موت کے وقت توبہ قبول نہیں ہے، اسی طرح عذاب کے نازل ہوتے وقت بھی توبہ قبول نہیں ہے، جس طرح موت کے وقت کسی کا بھی توبہ قبول نہیں ہے اسی طرح عذاب دنیوی کے وقت بھی کسی کا توبہ قبول نہیں ہوسکتا۔

دوسرا نظریہ: شیخ طوسی فرماتا ہے دنیوی عذاب اور موت میں فرق ہے، موت کے وقت کسی کا توبہ قبول نہیں اور وہاں توبہ کسی فائدہ کا نہیں ہے، لیکن دنیوی عذاب میں استثناء ممکن ہے اور اس کا شاہد و گواہ حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا واقعہ ہے۔

ہم یہاں اس مطلب کی وضاحت کے لئے خود آیہ کریمہ کے بارے میں کچھ گفتگو کرتے ہیں۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ اس میں "لولا" نافیہ ہے یا تحذیزیہ؟ بعض نے بتایا ہے قرآن کریم میں جہاں بھی "لولا" ذکر ہوا ہے وہ "ہل لا" تحزیزیہ کے معنی میں ہے مگر دو جگہوں پر کہ ان میں سے ایک مورد یہی آیہ کریمہ ہے، اس آیہ کریمہ میں "لولا" "ہل لا" کے معنی میں نہیں ہے، "ھل لا" تحزیزیہ سرزنش کر کے سوال کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے! لیکن اس آیہ کریمہ میں بتایا ہے کہ لولا "ما" نافیہ کے معنی میں ہے لو لا كانت قريةٌ یعنی ما كانت قريةٌ آمنت کوئی بھی بستی ایمان نہیں لائے کہ یہ ایمان ان کے لئے سودمند ہو، ایک دفعہ ہم آیہ کریمہ کا اس طرح معنی کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ یہ خبر دے رہا ہے فرمار ہا ہے کوئی بھی بستی والے نے ایمان نہیں لائے کہ ان کی ایمان ان کے لئے سودمند ہو، یعنی گذشتہ اقوام اور بستی والوں جن کو ہم نے عذاب میں مبتلاء کیا ہے ، اگر وہ عذاب کے نازل ہوتے وقت ایمان لاتے، تو ان کا یہ ایمان ان کے لئے سودمند نہیں تھا!

لیکن اگر ہم "لولا" کو تحزیزیہ قرار دیں تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ خداوند سرزنش کرتے ہوئے سوال کر رہا ہے هل لا كانت قريةٌ من القرى التى اهلكناها تابت عن الكفر و أخلصت فى الإيمان یعنی خداوند متعالیٰ یہ فرمانا چاہتا ہے کہ کیوں گذشتہ اقوام نے ہمارے عذاب نازل ہونے سے پہلے ایمان نہیں لائے تا کہ وہ ایمان ان کے لئے سودمند ہو؟ صرف ایک قوم نے ایمان لایا وہ حضرت یونس کا قوم ہے۔

پس "لولا" نافیہ ہونے کی صورت میں خداوند متعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ کیوں گذشتہ اقوام نے ایمان نہیں لایا، ہمارے عذاب نازل ہونے سے پہلے کیوں ایمان نہیں لائے تا کہ یہ ایمان ان کے لئے سودمند ہو! اور اگر "لولا" کو تحزیزیہ قرار دیں تو معنی یہ ہوگا کہ خدا فرمانا چاہتا ہے گذشتہ اقوام جن پر ہم نے عذاب نازل کیا تھا کیوں ہمارے عذاب نازل ہونے سے پہلے ایمان نہیں لائے تا کہ یہ ایمان ان کے لئے سودمند ثابت ہو جائے صرف ایک قوم نے ایمان لایا وہ حضرت یونس کا قوم ہے اور جب انہوں نے ایمان لایا تو ہم نے دنیا کی خوار اور ذلیل کرنے والی عذاب کو ان سے ٹال لیا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ

## قوم یونس کا بزرگ کی رہنمائی پر دعا مانگنے کا بیان

ایک اور روایت یہ ہے کہ عبداللہ ابن مسعود بیان کرتے ہیں یہ لوگ توبہ کرنے پر راضی ہوئے تھے اور زندگی کو گناہوں سے پاک کرنا چاہتے تھے حتی یہاں تک راضی ہوا تھا کہ وہ غصبی پتھر جو دیوار کی بنیاد میں ہوا سے بھی نکال کر گھر کو پاک وصاف کرے

بعض نقل میں ہے کہ حضرت یونس نے دیکھا لوگ ان کی بات کو نہیں سن رہے ہیں تو اسی قوم میں ایک بزرگ شخص تھا اس کے پاس مشورت کرنے کے لئے آئے، اس زاہد شخص نے کہا؛ آپ شہر سے باہر نکل کر ان کے لئے بددعا کریں، جب حضرت یونس شہر سے باہر نکل گے تو خرجوا إلى شيخ من بقية علماء هم لوگ علماء میں سے کسی ایک عالم کے پاس آئے فقالوا قد نزل من العذاب اس عالم سے عرض کیا: ہم پر عذاب نازل ہورہا ہے ہم کیا کریں؟ انہوں نے کہا انہوں نے لوگوں کو یہ دعا تعلیم دی: لوگوں نے اس ذکر اور دعا کو اتنا دھرایا کہ خدا نے عذاب کو ان سے اٹھالیا، شاید اس ذکر اور دعا میں خدا کے اسماء اعظم میں سے کوئی اسم ہوگا جس کی وجہ سے خدا نے ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔

یہاں پر یہ مطلب قابل ذکر ہے کہ کیا حضرت یونس کا واقعہ اس قانون سے استثناء ہے، یعنی یوں بتایا جائے کہ جہاں پر بھی خدا کی طرف سے عذاب نازل ہوا ہوا گر عذاب کے نازل ہوتے وقت لوگ ایمان لے آئے "فلم یك ینفعهم ایمانهم "ان کا یہ ایمان کسی فائدہ کا نہیں ہے اور یہ توبہ ان کے لئے سودمند نہیں اور خدا نے ایسے توبہ کو قبول نہیں کیا ہے، مگر ایک مورد کو خدا نے قبول کیا ہے وہ حضرت یونس کے قوم کا توبہ ہے۔ (معادر قرآن، ج ۳، ص ۲۰۱، ایران)

| |
|---|
| وَلَوْشَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ |
| اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر |
| جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔ |

## ایمان قبول کرنے کے لئے اختیار دینے کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ رَبّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْاَرْض كُلّهمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِه النَّاس" بِمَا لَمْ يَشَاْهُ اللّٰه مِنْهُمْ "حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ" لَا،

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو ضرور سب کے سب لوگ جو زمین میں آباد ہیں ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔ جب رب نے انھیں جبراً مومن نہیں بنایا۔

ایمان لانا سعادت ازلی پر موقوف ہے، ایمان وہی لائیں گے جن کے لئے توفیق الہی مُساعِد ہو۔ اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ سب ایمان لے آئیں اور راہِ راست اختیار کریں پھر جو ایمان سے محروم رہ جاتے ہیں ان کا آپ کو غم ہوتا ہے اس کا آپ کو غم نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ازل سے جو شقی ہے وہ ایمان نہ لائے گا۔

## ایمان کی ہدایت دینے یا نہ دینے میں حکمت کا بیان

اللہ کی حکمت ہے کہ کوئی ایمان لائے اور کسی کو ایمان نصیب ہی نہ ہو۔ ورنہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی تو تمام انسان ایمان دار ہو جاتے۔ اگر وہ چاہتا تو سب کو اسی دین پر کار بند کر دیتا۔ لوگوں مین اختلاف تو باقی ہی نہ رہے۔ سوائے ان کے جن پر رب کا رحم

ہو، انہیں اسی لیے پیدا کیا ہے، تیرے رب کا فرمان حق ہے کہ جہنم انسانوں اور جنوں سے پر ہوگی۔ کیا ایماندار نا امید نہیں ہوگئے؟ یہ کہ اللہ اگر چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت کرسکتا تھا۔ یہ تو ناممکن ہے کہ تو ایمان ان کے دلوں کے ساتھ چپکا دے، یہ تیرے اختیار سے باہر ہے۔ ہدایت وضلالت اللہ کے ہاتھ ہے۔ تو ان پر افسوس اور رنج وغم نہ کر اگر یہ ایمان نہ لائیں تو تو اپنے آپ کو ان کے پیچھے ہلاک کردے گا؟

اس کا علم اس کی حکمت اس کا عدل اسی کے ساتھ ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا۔ وہ ان کو ایمان سے خالی، ان کے دلوں کو نجس اور گندہ کردیتا ہے جو اللہ کی قدرت، اللہ کی برھان، اللہ کے احکام کی آیتوں میں غور فکر نہیں کرتے۔ عقل و سمجھ سے کام نہیں لیتے، وہ عادل ہے، حکیم ہے، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یونس، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ |
| اور کسی شخص کو قدرت نہیں کہ وہ بغیر اِذنِ الٰہی کے ایمان لے آئے۔ وہ کفر کی گندگی انہی لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ |

## کفر کی نجاست برے لوگوں پر ڈالنے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه" بِاِرَادَتِهٖ "وَيَجْعَل الرِّجْس" الْعَذَاب "عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ آيَات اللّٰه.

اور کسی شخص کو قدرت نہیں کہ وہ بغیر اِذنِ الٰہی یعنی اس کے ارادے کے ایمان لے آئے۔ وہ کفر کی گندگی یعنی عذاب انہی لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ یعنی جو اللہ کی آیات میں غور وفکر نہیں کرتے۔

اور البتہ جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی نجاست پر اس نے مزید نجاست کا اضافہ کیا ہے اور مرتے دم تک کفر پر ڈٹے رہے۔

اسلامی اعتقادت ونظریات اور بدیہی مسلمات کو دل سے ماننا، زبان سے اقرار کرنا اور عائدشدہ فرائض پر عمل کرنا ایمان ہے اور ان پر بدیہی مسلمات میں سے کسی ایک بات کا انکار کردیا جائے خواہ بقیہ سب کا اقرار موجود ہے تو بھی کفر عائد ہوجاتا ہے پھر علماء کی تصریح ہے کہ کفر صرف قول ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بعض افعال بھی موجب کفر ہوسکتے ہیں، چنانچہ فقہاء ایسے افعال پر بھی کفر کا حکم لگا دیتے ہیں جو قلبی واعتقادی کفر کے صحیح ترجمان سمجھے جاتے ہیں۔ یوں تو کفر کی ہر قسم انسانیت کے دامن پر سب سے بدنما داغ ہے لیکن اس کی جو قسم سب سے بدتر ہے وہ شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات، اس کی صفات، اس کی عبادات اور اس کی حدود وعظمت میں کسی کو شریک بنالینا نہ صرف اعتقادی حیثیت سے ایمان واسلام سے صریح بیزاری کا اظہار ہے، بلکہ فطرت پر ایک بہت بڑا ظلم اور عقل ودانش سے سب سے بڑی بغاوت بھی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کرکے اس کی فطرت کو کفر وشرک کی ہر قسم کی آلودگی سے پاک وصاف رکھا ہے، اب اگر انسان اپنی فطرت کو شرک کی نجاست سے ملوث کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی فطرت

اور اپنے ضمیر کی صداقت آمیز آواز کا گلا گھونٹ کر مذہب وانسانیت دونوں حیثیت سے تباہی و بربادی کے غار میں گرتا ہے۔

| |
|---|
| قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَ النُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ۝ |
| تم فرماؤ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا ہے اور آیتیں اور رسول انھیں کچھ نہیں دیتے جن کے نصیب میں ایمان نہیں۔ |

## زمین وآسمان میں غور وفکر کے سبب دلائل توحید کا بیان

"قُلْ" لِکُفَّارِ مَکَّۃَ "اُنْظُرُوْا مَاذَا" اَیْ الَّذِیْ "فِی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ" مِنَ الْاٰیَاتِ الدَّالَّۃِ عَلٰی وَحْدَانِیَّۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی "وَمَا تُغْنِی الْاٰیَاتُ وَالنُّذُرُ" جَمْعُ نَذِیْرٍ اَیْ الرُّسُلُ "عَنْ قَوْمٍ لَا یُؤْمِنُوْنَ" فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ اَیْ مَا تَنْفَعُھُمْ،

تم کفار مکہ کے لئے فرماؤ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا ہے یعنی کونسی ذات ہے؟ اور آیات یعنہ وہ دلائل جو اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں اور ڈر سنانے والے مراد رسولان گرامی انہیں کچھ نہیں دیتے جن کے نصیب میں ایمان نہیں۔ یعنی جو اللہ کے علم میں ہیں لہٰذا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں اس کی قدرتوں میں اس کی پیدا کردہ نشانیوں میں غور وفکر کرو۔ آسمان وزمین اور ان کے اندر کی نشانیاں بیشمار ہیں۔ ستارے سورج، چاند رات دن اور ان کا اختلاف کبھی دن کی کمی، کبھی راتوں کا چھوٹا ہو جانا، آسمانوں کی بلندی ان کی چوڑائی ان کا حسن وزینت اس سے بارش برسانا اس بارش سے زمین کا ہرا بھرا ہو جانا اس میں طرح طرح کے پھل پھول کا پیدا ہونا، اناج اور کھیتی کا اگنا، مختلف قسم کے جانوروں کا اس میں پھیلا ہوا ہونا، جن کی شکلیں جداگانہ، جن کے نفع الگ الگ جن کے رنگ الگ الگ، دریاؤں میں عجائبات کا پایا جانا، ان میں طرح طرح کی ہزار ہا قسم کی مخلوق کا ہونا، ان میں چھوٹی بڑی کشتیوں کا چلنا، یہ اس رب قدیر کی قدرتوں کے نشان کیا تمہاری رہبری، اس کی توحید اس کی جلالت اس کی عظمت اس کی یگانگت اس کی وحدت اس کی عبادت، اس کی اطاعت، اس کی ملکیت کی طرف نہیں کرتی؟ یقین مانو نہ اس کے سوا کوئی پروردگار، نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت ہے درحقیقت بے ایمانوں کے لیے اس سے زیادہ نشانیاں بھی بے فائدہ ہیں۔

| |
|---|
| فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۝ |
| پس کیا یہ لوگ انہی لوگوں جیسے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں؟ فرما دیجئے کہ تم بھی انتظار کرو |
| میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ |

## سابقہ اقوام کی تباہی کی مثل تباہی کا انتظار کرنے والوں کا بیان

"فَهَلْ" فَمَا "یَنْتَظِرُوْنَ" بِتَکْذِیْبِکَ "اِلَّا مِثْلَ اَیَّامِ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ" مِنَ الْاُمَمِ اَیْ مِثْلَ وَقَائِعِهِمْ مِنَ الْعَذَابِ "قُلْ فَانْتَظِرُوْا" ذٰلِکَ "اِنِّیْ مَعَکُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ"،

پس کیا یہ لوگ انہی لوگوں کے برے دنوں جیسے دِنوں کا انتظار کررہے ہیں جو ان سے پہلے امم گزر چکے ہیں؟ یعنی ان کی مثل واقعات گزر چکے ہیں۔فرمادیجئے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

## اہل عرب کے نزدیک ایام کے مفہوم کا بیان

**فھل ینتظرون** ۔میں ہل نافیہ ہے۔**ایام** ۔یوم کی جمع ہے۔دن۔وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔علامہ قرطبی فرماتے ہیں: **والعرب تسمی العذاب ایاما والنعم ایاما ۔ لقوله تعالیٰ وذكرهم بايام الله**، عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔اور نعمت کع بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ذکرہم بایام اللہ۔اور انہیں یاددلاو اللہ کی نعمتیں۔یا پھر ایام سے مراد وقائع۔واقعات بھی مراد ہوسکتا ہے۔جیسے عرب پہلے واقعات کو ایام العرب کہتے ہیں۔اس صورت میں آیت ہذا میں **ایام الذین خلوا من قبلھم** سے مراد ہے ان لوگوں کے واقعات وحالات جو ان سے قبل گزر چلے ہیں (یعنی جب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہوجانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔(تفسیر قرطبی، سورہ یونس، بیروت)

## عذاب کا انتظار کرنے والوں کے لئے عذاب کا بیان

مسروق روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس گئے تو انہوں نے کہا کہ اے لوگو! جو شخص کسی بات کو جانتا ہے تو وہ اس کو بیان کرے اور جو نہیں جانتا ہے تو اس کو کہنا چاہئے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اس لئے کہ یہ علم کی بات ہے کہ جو جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ زیادہ جانتا ہے اللہ بزرگ و برتر نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے میں تم لوگوں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں اور عنقریب میں تم سے دخان (دھواں) کے معنی بیان کروں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو اسلام کی طرف بلایا اور ان لوگوں نے تاخیر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا اللہ یوسف علیہ السلام کی قحط سالی کی طرح قحط سالی کے ذریعہ ان کے خلاف میری مدد کر چنانچہ قحط نے ان لوگوں کو گھیر لیا اور ہر چیز ختم ہوگئی یہاں تک کہ وہ لوگ مردار اور چمڑے کھانے لگے یہ حالت ہوگئی کہ آسمان کی طرف کوئی شخص نظر اٹھاتا تو بھوک کے سبب سے اسے دھواں نظر آتا اللہ عزوجل نے فرمایا انتظار کرو اس دن کا جس دن آسمان کھلا دھواں لائے گا لوگوں پر چھا جائے گا یہ دردناک عذاب ہوگا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے دعا کی اے ہمارے خدا! ہم سے عذاب دور کر ہم ایمان لاتے ہیں انہیں نصیحت کہاں حالانکہ ان کے پاس بیان کرنے والا رسول آچکا پھر وہ اس سے پھر گئے اور کہنے لگے کہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے بیشک ہم تھوڑے دن کے لئے عذاب دور کردیں گے۔ابن مسعود نے کہا کہ قیامت میں بھی عذاب دور کیا جائے گا ابن مسعود کا بیان ہے کہ عذاب دور کردیا گیا پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے تو اللہ نے انہیں بدر کے دن پکڑا اللہ نے فرمایا جس دن ہم سخت پکڑیں گے ہم اس وقت انتقام لے لیں گے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2018)

ثُمَّ نُنَجِّىْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ۠

پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جو اس طرح ایمان لے آتے ہیں، ہمارے ذمہ کرم پر ہے کہ ہم ایمان والوں کو بچا لیں۔

## اہل ایمان کو کفار و مشرکین کی سختیوں سے نجات دینے کا بیان

"ثُمَّ نُنَجِّي" الْمُضَارِع لِحِكَايَةِ الْحَال الْمَاضِي "رُسُلنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا" مِنْ الْعَذَاب "كَذٰلِكَ" الْإِنْجَاء "حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِينَ" النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابه حِين تَعْذِيب الْمُشْرِكِينَ،

پھر ہم اپنے رسولوں کو بچا لیتے ہیں یہاں ماضی کی حکایت حال ہے۔ اور ان لوگوں کو بھی عذاب سے بچا لیتے ہیں جو اس طرح ایمان لے آتے ہیں، یہ نجات ہمارے ذمہ کرم پر ہے کہ ہم ایمان والوں کو بچا لیں۔ یہاں نجات سے مراد نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب مکرم ہیں جن پر مشرکین سختیاں کرتے تھے۔

حضرت ابو بردہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میری مثال اور اس کی مثال جو اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس شخص کی طرح ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے لشکر دیکھا ہے اور میں تمہیں کھلا ڈرانے والا ہوں اس لئے تم بچو، تم بچو، ایک جماعت نے اس کا کہنا مانا اور رات ہی کو کسی محفوظ مقام کی طرف نکل پڑے ان لوگوں نے نجات پائی۔ ایک جماعت نے اسے جھوٹا سمجھا۔ صبح کے وقت لشکر ان پر آن پڑا اور انہیں قتل کر دیا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1429)

## یوم نجات کو بہ طور شکر منانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا یہ روزہ کیسا ہے؟ تو ان لوگوں نے کہا کہ بہتر دن ہے اسی دن اللہ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمنوں سے نجات دی تھی، اس لئے حضرت موسیٰ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تمہارے اعتبار سے زیادہ موسیٰ کے حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1926)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۠

فرمادیجئے، اے لوگو! اگر تم میرے دین میں ذرا بھی شک میں ہو تو کہ میں ان کی پرستش نہیں کر سکتا جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو لیکن میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں موت سے ہمکنار کرتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل ایمان میں سے رہوں۔

## کفار مکہ کا دین میں شک کرنے کا بیان

"قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاس " اَیْ اَهْل مَكَّة "اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِنْ دِیْنِی " اَنَّهُ حَقّ "فَلَا اَعْبُد الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْن اللّٰه" اَیْ غَیْره وَهُوَ الْاَصْنَام لِشَكِّكُمْ فِیْهِ "وَلٰكِنْ اَعْبُد اللّٰه الَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ" یَقْبِض اَرْوَاحكُمْ "وَاُمِرْت اَنْ" اَیْ بِاَنْ، اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ،

فرمادیجئے، اے لوگو یعنی اے اہل مکہ! اگر تم میرے دین میں ذرا بھی شک میں ہو کہ وہ حق ہے، تو کہ میں ان بتوں وغیرہ کی پرستش نہیں کر سکتا جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو کیونکہ اس دین میں تمہیں شک ہے۔ لیکن میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری ارواح کو قبض کر کے تمہیں موت دیتا ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل ایمان میں سے رہوں۔

اس آیت کی تفسیر سورہ کافرون کی تفسیر سے ملتی جلتی ہے جو حسب ذیل ہے۔ ان کفار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سے کہا تھا کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں تو اگلے سال ہم بھی اللہ کی عبادت کریں گے اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کے دین سے اپنی پوری بیزاری کا اعلان فرمادیں کہ میں تمہارے ان بتوں کو اور جن جن کو تم اللہ کا شریک مان رہے ہو ہرگز نہ پوجوں گا گو تم بھی میرے معبود برحق اللہ وحدہ لاشریک لہ کو نہ پوجو پس ما یہاں پر معنی میں من کے ہے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ میں تم جیسی عبادت نہ کروں گا تمہارے مذہب پر میں کاربند نہیں ہو سکتا نہ میں تمہارے پیچھے لگ سکتا ہوں بلکہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کروں گا اور وہ بھی اس طریقے پر جو اسے پسند ہو اور جیسے وہ چاہے اسی لیے فرمایا کہ نہ تم میرے رب کے احکام کے آگے سر جھکاؤ گے نہ اس کی عبادت اس کے فرمان کے مطابق بجالاؤ گے بلکہ تم نے تو اپنی طرف سے طریقے مقرر کر لیے ہیں جیسے اور جگہ ہے ان یتبعون الا الظن الخ یہ لوگ صرف وہم وگمان اور خواہش نفسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت پہنچ چکی ہے پس جناب نبی اللہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر طرح اپنا دامن ان سے چھڑا لیا اور صاف طور پر ان کے معبودوں سے اور ان کی عبادت کے طریقوں سے علیحدگی اور ناپسندیدگی کا اعلان فرمادیا ظاہر ہے کہ ہر عابد کا معبود ہوگا اور طریقہ عبادت ہوگا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور طریقہ عبادت ان کا وہ ہے جو سرور رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اسی لیے کلمہ اخلاص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا راستہ وہی ہے جس کے بتانے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو یں جو اللہ کے پیغمبر ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکین کے معبود بھی اللہ کے سوا غیر ہیں اور طریقہ عبادت بھی اللہ کا بتلایا ہوا نہیں اسی لیے فرمایا کہ تمہارا دین تمہارے لیے میرا میرے لیے جیسے اور جگہ ہے وان کذبوك فقل لی عملی ولكم عملكم انتم بریون مما اعمل وانا بری مما تعملون یعنی اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا

عمل ہے تم میرے اعمال سے الگ ہو اور میں تمہارے کاموں سے بیزار ہوں اور جگرہ فرمایا لنا اعمالنا ولکم اعمالکم ہمارے عمل ہمارے ساتھ اور تمہارے تمہارے ساتھ ہے۔

| |
|---|
| وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○ |
| اور یہ کہ آپ ہر باطل سے بچ کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں اور ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ |

## دین حنیف پر قائم رہنے کا بیان

"و" قِيْلَ لِيْ "اَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا" مَائِلًا اِلَيْهِ،

اور یہ کہ آپ ہر باطل سے بچ کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں یعنی جو ہر شرک سے پاک ہے۔اور ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

## علمائے یہود و نصاریٰ کے نزدیک بھی دین حنیف کے حجت ہونے کا بیان

موسیٰ نے کہا کہ مجھ سے سالم بن عبداللہ نے بیان کیا اور میرا خیال ہے کہ ان سے یہ روایت بھی ابن عمر ہی نے بیان کی ہوگی کہ زید بن عمرو بن نفیل دین حق کی تلاش و اتباع میں ملک شام کی طرف گئے تو ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ زید نے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ ممکن ہے میں تمہارا دین اختیار کرلوں لہٰذا مجھے بتاؤ اس نے کہا تم اس وقت تک ہمارے دین پر نہیں ہو سکتے جب تک غضب الٰہی سے اپنا حصہ نہ لے لو۔ زید نے کہا میں غضب الٰہی سے ہی بھاگتا ہوں اور اس کے غضب کو بھی برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں اس کی طاقت ہے تو کیا تم مجھے کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو اس نے کہا میں حنیف کے سوا اور کوئی مذہب (تمہارے لئے) نہیں جانتا زید نے کہا حنیف کیا چیز؟ اس نے کہا دین ابراہیمی نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے لہٰذا زید وہاں سے نکل آئے اور ایک نصرانی عالم سے ملاقات کی اور زید نے اس سے بھی اسی طرح بیان کیا اس نے کہا کہ تم ہمارے دین پر آ ؤ گے۔ تو اللہ کی لعنت سے اپنا حصہ تمہیں لینا پڑے گا زید نے کہا میں تو اللہ کی لعنت سے بھاگتا ہوں اور اللہ کی لعنت و غضب کو میں بالکل برداشت نہیں کرسکتا اور نہ مجھ میں طاقت ہے۔ کیا تم کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ تمہارے لئے حنیف کے سوا اور کوئی مذہب نہیں جانتا انہوں نے کہا حنیف کیا چیز ہے؟ اس نے کہا دین ابراہیم علیہ السلام وہ نہ یہود تھے اور نہ نصرانی اور بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے جب زید نے ان کی گفتگو حضرت ابراہیم کے بارے میں سن لی تو وہاں سے چل دیئے جب باہر آئے تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔ لیث نے کہا کہ مجھے ہشام نے بواسطہ اپنے والد اور اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا لکھا اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو کعبہ سے اپنی پشت لگائے کھڑا ہوا دیکھا وہ کہہ رہے تھے اے جماعت قریش! میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں ہے۔ اور وہ موودۃ (یعنی وہ نوزائیدہ لڑکی جسے زندہ درگور کردیا جاتا تھا) کو بھی بچا لیتے تھے وہ اس آدمی سے جو اپنی لڑکی

کو قتل کرنے کا ارادہ کرتا یہ فرماتے کہ اسے قتل نہ کرو اور میں تمہارے بجائے اس کی خدمت کروں گا تو وہ اسے (پرورش کے لئے) لے جاتے جب وہ بڑی ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے اگر تم چاہو تو میں یہ لڑکی تمہارے حوالہ کر دوں اور تمہارے منشا ہو تو میں ہی اس کی خدمت کرتا رہوں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1062)

| |
|---|
| وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو مت پکار جو نہ تجھے نفع دے اور نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے ایسا کیا تو یقیناً |
| تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔ |

## نفع و نقصان کی مالک نہ ہونے والی چیزوں کی پرستش کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَدْعُ" تَعْبُد "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ" اِنْ عَبَدْتَه "وَلَا يَضُرُّكَ" اِنْ لَّمْ تَعْبُدْهُ "فَاِنْ فَعَلْتَ" ذٰلِكَ فَرَضًا،

اور اللہ کو چھوڑ کر اس چیز کو عبادت نہ کرو جو نہ تجھے نفع دے یعنی جب اس کی عبادت کرے اور اگر اس کی عبادت نہ کرے تو نہ تجھے نقصان پہنچائے، پھر اگر تو نے بہ فرض محال ایسا کیا تو یقیناً تو اس وقت ظالموں سے ہوگا۔

## نفع و نقصان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن سفر کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ لڑکے! اللہ تعالیٰ کے تمام احکام امر و نہی کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا خیال رکھے گا اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے ان چیزوں پر عمل کرو گے جن پر عمل کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرو گے جن سے اجتناب کرنے کا اس نے حکم دیا۔ نیز تم ہر وقت اور ہر معاملہ میں اسی کی رضا و خوشنودی کے طالب رہو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی تمہارا خیال رکھے بایں طور کہ تمہیں دنیا میں بھی ہر طرح کی آفات اور مصیبتوں سے بچائے گا اور آخرت میں بھی ہر عذاب و سختی سے محفوظ رکھے گا، جیسا کہ فرمایا گیا ہے (ومن کان للہ کان اللہ لہ) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے حق کا خیال رکھو گے تو تم اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ پاؤ گے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کو ہر لمحہ یاد رکھو گے، اس کے نظام قدرت میں غور و فکر کرو گے اور ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو گے تو تم اس کی بے پایاں رحمتوں اور اس کے انعامات کو اپنے سامنے پاؤ گے) جب تم سوال کا ارادہ کرو تو صرف اللہ تعالیٰ کے آگے دست سوال دراز کرو، جب تم میں مدد چاہو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔ اگر بفرض محال یہ ساری مخلوق اس بات پر اتفاق کر لے کہ وہ سب مل کر تمہیں کسی دنیاوی یا اخروی معاملہ میں کوئی فائدہ پہنچا دے تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی، علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر بھی تمہیں کسی طرح کا کوئی نقصان و ضرر پہنچانا

چاہیں تو وہ ہرگز تمہیں کوئی نقصان وضرر نہیں پہنچا سکیں گے علاوہ صرف اس چیز کے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔ (احمد، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1230)

## شیطان کا بتوں کی پوجا کروانے کا بیان

عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو سے سنا اور ان کے پاس ایک آدمی نے آکر عرض کیا یہ حدیث کیسے ہے جسے آپ روایت کرتے ہیں کہ قیامت اس اس طرح قائم ہوگی اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس سے زمین پر کوئی بھی ایسا آدمی باقی نہیں رہے گا کہ اس کی روح قبض کر لی جائے گی جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی پہاڑ کے اندر داخل ہو گیا تو وہ اس میں اس تک پہنچ کر اسے قبض کر کے ہی چھوڑے گی اسے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے جو چڑیوں کی طرح جلد باز اور بے عقل درندہ صفت ہوں گے وہ کسی نیکی کو نہ پہچانیں گے اور نہ برائی کو برائی تصور کریں گے ان کے پاس شیطان کسی بھیس میں آئے گا تو وہ کہے گا کیا تم میری بات نہیں مانتے تو وہ کہیں گے کہ تو ہمیں کیا حکم دیتا ہے تو شیطان انہیں بتوں کی پوجا کرنے کا حکم دے گا اور وہ اسی بت پرستی میں ڈوبے ہوئے ہوں گے ان کا رزق اچھا ہوگا اور ان کی زندگی عیش وعشرت کی ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا جو بھی اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک مرتبہ ایک طرف جھکائے گا اور دوسری طرف سے اٹھالے گا اور جو شخص سب سے پہلے صور کی آواز سنے گا وہ اپنے اونٹوں کا حوض درست کر رہا ہوگا وہ بے ہوش ہو جائے گا۔

اور دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے پھر اللہ بھیجے گا یا اللہ شبنم کی طرح بارش نازل کرے گا جس سے لوگوں کے جسم اگ پڑیں گے پھر صور میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھتے ہوں گے پھر کہا جائے گا اے لوگو اپنے رب کی طرف آؤ اور ان کو کھڑا کرو ان سے سوال کیا جائے گا پھر کہا جائے گا دوزخ کے لئے ایک جماعت نکالو تو کہا جائے گا کتنے لوگوں کی جماعت کہا جائے گا ہر ہزار سے نوسو ننانوے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور اس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2880)

## عبادت میں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے اتنے میں ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کیا چیز ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس سے ملنے کا، اس کے پیغمبروں کا اور حشر کا یقین رکھو اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اسلام کیا ہے؟ فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، فرض نماز پابندی سے پڑھو، فرض کی گئی زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول احسان کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو

(کم ازکم اتنا یقین رکھو) کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔اس نے عرض کیا قیامت کب ہوگی؟ ارشاد فرمایا جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سوال کرنے والے سے اس بات کا زیادہ جاننے والا نہیں ہے، ہاں میں تمہیں اس کی علامات بتاتا ہوں: جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی یہ قیامت کی علامات میں سے ہے جب ننگے بدن اور ننگے پاؤں رہنے والے لوگوں کے سردار ہو جائیں گے تو یہ قیامت کی علامت ہے جب اونٹوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے تو یہ قیامت کی علامات میں سے ہے، قیامت کا علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی (اِنَّ اللّٰـہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ ،لقمان:34) پھر وہ شخص پشت پھیر کر چلا گیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس لاؤ لوگوں نے اس کو تلاش کیا مگر وہ نہ ملا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل آئے تھے تاکہ لوگوں کو ان کا دین سکھائیں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر100)

| |
|---|
| وَاِنْ یَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ |
| یُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝ |
| اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے تو کوئی |
| اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچادیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## اللہ کے فضل سے خیر نصیب ہونے کا بیان

"وَاِنْ یَّمْسَسْكَ" یُصِبْكَ "اللّٰهُ بِضُرٍّ" كَفَقْرٍ وَمَرَض "فَلَا كَاشِفَ" رَافِع "لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْكَ بِخَیْرٍ فَلَا رَادَّ" دَافِع "لِفَضْلِهٖ" الَّذِیْ اَرَادَكَ بِهٖ "یُصِیْب بِهٖ" اَیْ بِالْخَیْرِ، مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ،

اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے جس طرح فقر اور مرض ہے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تیرے ساتھ کسی بھلائی کا ارادہ کرلے یعنی تجھ سے بھلائی کو دور کردے، تو کوئی اس کے فضل کو ہٹانے والا نہیں، یعنی جس کا اس نے ارادہ کیا ہے وہ اسے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے بھلائی کو پہنچادیتا ہے اور وہی بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

## دم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف سے شفاء ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی ایک جماعت سفر میں جا رہی تھی ایک عرب کے قبیلہ میں ان کا پڑاؤ ہوا تو انہوں نے ان قبیلہ والوں سے مہمان نوازی کا مطالبہ کیا لیکن اہل قبیلہ نے انکار کردیا میزبانی سے۔راوی کہتے ہیں کہ (اتفاقاً) اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔انہوں نے اس کا ہر چیز سے علاج معالجہ کیا لیکن اسے کسی چیز نے نفع نہیں دیا۔ان میں سے بعض لوگ کہنے لگے کہ کاش تم اس جماعت کے پاس جاتے جس نے

تمہارے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جو تمہارے سردار کو نفع بخش دے (پس ان میں سے کچھ لوگ صحابہ کے پاس آئے) اور کہا کہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے پس کہا تم میں سے کسی کے پاس کوئی تعویذ وغیرہ ہے۔

جماعت میں سے ایک شخص نے کہا میں تعویز کرتا ہوں لیکن ہم نے تم سے مہمان نوازی چاہی تو تم نے ہماری مہمان نوازی سے انکار کر دیا لہٰذا میں تعویز نہیں کروں گا حتی کہ تم کوئی اجرت وغیرہ مقرر کرو میرے لئے، انہوں نے ان کے واسطے بکریوں کا ایک ریوڑ اجرت کے طور پر مقرر کیا تو وہ ان کے سردار کے پاس آئے اور اس پر سورت فاتحہ پڑھی اور پڑھ کر پھونکنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس کو شفاء ہوگئی گویا کہ کسی بندش سے چھوٹ گیا، راوی کہتے ہیں پھر انہوں نے جس پر معاہدہ کیا تھا اسے پورا کیا، ان لوگوں نے کہا کہ اسے تقسیم کرلو، لیکن تعویز کرنے والے صاحب نے کہا کہ ایسا نہ کرو یہاں تک کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پاس پہنچ جائیں اور ان سے اس کے حکم کے بارے میں معلوم کرلیں، پس اگلی صبح ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سارا واقعہ ذکر کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہیں کہاں سے معلوم ہے کہ یہ سورت فاتحہ تعویز ہے تم نے اچھا کیا اپنے ساتھ میرا بھی حصہ مقرر کرو۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 25)

## ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی مصیبت کو دور کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے کسی مومن سے دنیا میں مصیبتوں کو دور کیا اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں کو دور کرے گا اور جس نے تنگ دست پر آسانی کی اللہ اس پر دنیا میں اور آخرت میں آسانی کرے گا اور اللہ اس بندے کی مدد میں ہوتے ہیں جو اپنے بھائی کی مدد میں لگا ہوتا ہے اور جو ایسے راستے پر چلا جس میں علم کی تلاش کرتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ذریعہ جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے اور اس کی تعلیم میں مصروف ہوتے ہیں ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتے ہیں اور جس شخص کو اس کے اپنے اعمال نے پیچھے کر دیا تو اسے اس کا نسب آگے نہیں بڑھا سکتا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2352)

| |
|---|
| قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ |
| وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ |
| فرما دیجئے: اے لوگو! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آ گیا ہے، سو جس نے راہِ ہدایت اختیار کی |
| بس وہ اپنے ہی فائدے کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہو گیا بس وہ اپنی ہی ہلاکت کے لئے گمراہ |
| ہوتا ہے اور میں تمہارے اوپر داروغہ نہیں ہوں۔ |

## ہدایت کا ثواب جبکہ گمراہی کا عذاب اختیار کرنے والے کے لئے ہونے کا بیان

"قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاس" اَىْ اَهْل مَكَّة "قَدْ جَاءَكُمُ الْحَقّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ" لِاَنَّ ثَوَاب اهْتِدَائِهٖ لَهٗ "وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلّ عَلَيْهَا" لِاَنَّ وَبَال ضَلَالـه عَلَيْهَا "وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ" فَاُجْبِرُكُمْ عَلَى الْهُدَى،

فرمادیجئے، اے لوگو یعنی اے اہل مکہ! بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق آ گیا ہے، لہٰذا جس نے راہِ ہدایت اختیار کی بس وہ اپنے ہی فائدے کے لئے ہدایت اختیار کرتا ہے کیونکہ اس کی ہدایت کو ثواب اسی کے لئے ہے۔ اور جو گمراہ ہو گیا بس وہ اپنی ہی ہلاکت کے لئے گمراہ ہوتا ہے یعنی اس کی گمراہی کا نقصان اسی پر ہے۔ اور میں تمہارے اوپر وکیل نہیں ہوں۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ میں تمہیں ہدایت پر مجبور کروں۔

## غار حرا کی وحی اور پیغام حق کے آنے کا بیان

عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تحنث کیا کرتے، تحنث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے اور اس کے لئے توشہ ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا، چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو، تو لوگوں نے کمبل اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان

نوازی کرتے ہیں اورحق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبدالعزی کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچازاد بھائی تھے، زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ چاہتا، نابینا اور بوڑھے ہوگئے تھے، ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو آپ سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا، بیان کردیا، ورقہ نے آپ سے کہا کہ یہی وہ ناموس ہے، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش میں نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا، پھر زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ورقہ کا انتقال ہوگیا اور وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہوگیا۔

ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ جابر بن عبداللہ انصاری وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے، تو اس حدیث میں بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمارہے تھے کہ ایک بار میں جارہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہوگیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا مجھے کمبل اڑھادو مجھے کمبل اڑھادو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (یٰـٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے، پھر وحی کا سلسلہ گرم ہوگیا اور لگاتار آنے لگی۔ عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح نے اس کے متابع حدیث بیان کی ہے اور ہلال بن رواد نے زہری سے متابعت کی ہے، یونس اور معمر نے فوادہ کی جگہ بوادرہ بیان کیا۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر3)

## نبی کریم ﷺ کی بعثت کے برحق ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس نے سلام عرض کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب دیکر فرمایا کہ جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اس نے پھر نماز پڑھی اس کے بعد آیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا نماز پڑھ اس لئے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی اس نے پھر نماز پڑھی اسی تین طرح مرتبہ (آپ نے فرمایا) تب اس نے کہا جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس ذات کی قسم! میں اس سے بہتر نہیں پڑھ سکتا لہٰذا آپ مجھے تعلیم فرمادیجئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، بعد اس کے جس قدر تجھے قرآن یاد ہو پڑھ، اس کے بعد رکوع کر جب اطمینان سے رکوع کرلے تو اس کے بعد سر اٹھا کر کھڑا ہوجا اس کے بعد سجدہ کر جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اس

کے بعد سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جا اس کے بعد (دوسرا) سجدہ کر جب اطمینان سے سجدہ کر چکے تو اپنی پوری نماز میں اسی طرح کر۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 765)

| |
|---|
| وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۝ |
| آپ اسی کی اتباع کریں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اور صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرما دے، |
| اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ |

## وحی کی اتباع اور صبر کرنے کا بیان

"وَاتَّبِعْ مَا يُوحَى اِلَيْكَ" مِنْ رَبِّكَ "وَاصْبِرْ" عَلَى الدَّعْوَةِ وَاَذَاهُمْ "حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰه" فِيهِمْ بِاَمْرِهِ "وَهُوَ خَيْر الْحَاكِمِينَ" اَعْدَلهمْ وَقَدْ صَبَرَ حَتّٰى حُكِمَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ بِالْقِتَالِ وَاَهْل الْكِتَاب بِالْجِزْيَةِ،

آپ اسی کی اتباع کریں جو آپ کے رب کی جانب سے آپ پر وحی کی جاتی ہے اور دعوت اور ان کی تکالیف پر صبر کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ فیصلہ فرما دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ یعنی سب سے زیادہ عدل فرمانے والا ہے۔ پس آپ ﷺ نے صبر کیا حتیٰ کہ مشرکین سے جہاد کرنے کا حکم آ گیا اور اہل کتاب سے جزیہ لینے کا حکم آ گیا۔

## وحی کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں کہ وحی اس کلام کو کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرف نازل فرماتا ہے۔ ابن الانباری نے کہا کہ اس کو وحی اس لیے کہتے ہیں کہ فرشتہ اس کلام کو لوگوں سے مخفی رکھتا ہے اور وحی نبی کے ساتھ مخصوص ہے جو کو لوگوں کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے سے جو خفیہ بات کرتے ہیں وہ وحی کا اصل معنی ہے، قرآن مجید میں ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ، (القرآن سورۃ الانعام:112)

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے انسانوں اور جنوں میں سے شیطانوں کو دشمن بنا دیا جو ایک دوسرے کے دل میں ملمع کی ہوئی (چکنی چپڑی) باتیں (وسوسہ کے طور پر) دھوکہ دینے کے لئے ڈالتے رہتے ہیں، اور اگر آپ کا ربّ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر پاتے، سو آپ انہیں (بھی) چھوڑ دیں اور جو کچھ وہ بہتان باندھ رہے ہیں۔

ابو اسحٰق نے کہا ہے کہ وحی کا لغت میں معنی ہے خفیہ طریقے سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، ازہری نے کہا ہے اسی طرح سے اشارہ کرنے اور لکھنے کو بھی وحی کہتے ہیں۔ بشر کی طرف وحی کرنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بشر کو خفیہ طور سے کسی چیز کی خبر دے یا الہام کے ذریعے یا خواب کے ذریعے یا اس پر کوئی کتاب نازل فرمائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کی

تھی یا جس طرح حضرت سیّدنا محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا اور یہ سب اعلام (خبر دینا) ہیں اگر چہ ان کے اسباب مختلف ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کے ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کے آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے اور وحی کی یہ صورت میرے لیے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے پھر جب یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے مجھے یاد ہو چکا ہوتا ہے اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے، پھر مجھ سے بات کرتا ہے، جو کچھ وہ کہتا ہے میں اس کو یاد کر لیتا ہوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میں نے سخت سردی کے دن میں آپ پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے (ایسی سردی میں بھی) جب وحی کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو آپ کی پیشانی مبارک پسینہ سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی۔

## وحی کا مختلف احوال کے ساتھ آنے کا بیان

ایک اور روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا سانس رکنے لگتا چہرۂ انور متغیر ہو کر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا، سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے اور آپ کو اتنا پسینہ آتا کہ اس کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ (الطبقات الکبری لابن سعد)

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہو جاتی کہ: إِنْ كَانَ لَيُوحَى إِلَيْهِ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ فَيَضْرِبُ حِزَامَهَا مِنْ ثِقَلِ مَا يُوحَى إِلَيْهِ۔ (فتح الباری)

اگر وحی اس حالت میں آتی کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ سے اونٹنی بیٹھ جاتی۔ بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔ (بیہقی، ابواب کیفیت وحی)

وحی کی دوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے۔ (مصنف بن ابی شیبہ)

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسانی شکل اختیار کیے بغیر اپنی اصل صورت میں دکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے خود حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، دوسری مرتبہ معراج میں اور تیسری بار نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکرمہ کے مقام اَجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند سے ثابت ہیں، البتہ یہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری)

## صبر کے سبب نعمت صبر عطا ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انصار کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔

آپ نے ان کو دیدیا یہاں تک کہ جو کچھ تھا آپ کے پاس ختم ہوگیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس جو کچھ بھی مال ہوگا، میں تم سے بچا نہیں رکھوں گا اور جو شخص سوال سے بچنا چاہے تو اللہ اسے بچالیتا ہے جو شخص بے پروائی چاہے تو اسے اللہ تعالیٰ بے پرواہ بنادے گا اور جو شخص صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اسے صبر عطا کرے گا اور کسی شخص کو صبر سے بہتر اور کشادہ تر نعمت نہیں ملی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1412)

## شعب ابی طالب میں کفار مکہ کی تکالیف پر اہل ایمان کے صبر کا بیان

اعلان نبوت کے ساتویں سال نبوی میں کفار مکہ نے جب دیکھا کہ روز بروز مسلمانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے اور حضرت حمزہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہما جیسے بہادران قریش بھی دامن اسلام میں آ گئے تو غیظ وغضب میں یہ لوگ آپے سے باہر ہوگئے اور تمام سرداران قریش اور مکہ کے دوسرے کفار نے یہ اسکیم بنائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے اور ان لوگوں کو کسی تنگ و تاریک جگہ میں محصور کر کے ان کا دانہ پانی بند کر دیا جائے تا کہ یہ لوگ مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائیں۔ چنانچہ اس خوفناک تجویز کے مطابق تمام قبائل قریش نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ جب تک بنی ہاشم کے خاندان والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ نہ کردیں۔

(۱) کوئی شخص بنو ہاشم کے خاندان سے شادی بیاہ نہ کرے۔ (۲) کوئی شخص ان لوگوں کے ہاتھ کسی قسم کے سامان کی خرید وفروخت نہ کرے۔ (۳) کوئی شخص ان لوگوں سے میل جول، سلام و کلام اور ملاقات و بات نہ کرے۔ (۴) کوئی شخص ان لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کوئی سامان نہ جانے دے۔

## قریش کا تین برس تک مشکلات میں زندگی گزارنے کا واقعہ

منصور بن عکرمہ نے اس معاہدہ کو لکھا اور تمام سرداران قریش نے اس پر دستخط کر کے اس دستاویز کو کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔ ابوطالب مجبوراً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام خاندان والوں کو لے کر پہاڑ کی اس گھاٹی میں جس کا نام شعب ابی طالب تھا پناہ گزین ہوئے۔ ابولہب کے سوا خاندان بنو ہاشم کے کافروں نے بھی خاندانی حمیت و پاسداری کی بنا پر اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور سب کے سب پہاڑ کے اس تنگ و تاریک درہ میں محصور ہو کر قیدیوں کی زندگی بسر کرنے لگے۔ اور یہ تین برس کا زمانہ اتنا سخت اور کٹھن گزرا کہ بنو ہاشم درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے۔ اور ان کے بچے بھوک پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر دن رات رویا کرتے تھے۔ سنگدل اور ظالم کافروں نے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا تھا کہ کہیں سے بھی گھاٹی کے اندر دانہ پانی نہ جانے پائے۔ (زرقانی علی المواہب)

## بعض قریشیوں کا مظالم پر رحم آ جانے کا واقعہ

مسلسل تین سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان بنو ہاشم ان ہوش ربا مصائب کو جھیلتے رہے یہاں تک کہ خود قریش کے کچھ رحم دلوں کو بنو ہاشم کی ان مصیبتوں پر رحم آ گیا اور ان لوگوں نے اس ظالمانہ معاہدہ کو توڑنے کی تحریک اٹھائی۔ چنانچہ ہشام بن

عمرو عامری، زہیر بن ابی امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود وغیرہ یہ سب مل کر ایک ساتھ حرم کعبہ میں گئے اور زہیر نے جو عبدالمطلب کے نواسے تھے کفار قریش کو مخاطب کر کے اپنی پر جوش تقریر میں یہ کہا کہ اے لوگو! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ کہ ہم لوگ تو آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور خاندان بنو ہاشم کے بچے بھوک پیاس سے بے قرار ہو کر بلبلا رہے ہیں۔ خدا کی قسم! جب تک اس وحشیانہ معاہدہ کی دستاویز پھاڑ کر پاؤں سے نہ روند دی جائے گی میں ہرگز ہرگز چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ تقریر سن کر ابوجہل نے تڑپ کر کہا کہ خبردار! ہرگز ہرگز تم اس معاہدہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ زمعہ نے ابوجہل کو للکارا اور اس زور سے ڈانٹا کہ ابوجہل کی بولتی بند ہوگئی۔ اسی طرح مطعم بن عدی اور ہشام بن عمرو نے بھی خم ٹھونک کر ابوجہل کو جھڑک دیا اور ابوالبختری نے تو صاف صاف کہہ دیا کہ اے ابوجہل! اس ظالمانہ معاہدہ سے نہ ہم پہلے راضی تھے اور نہ اب ہم اس کے پابند ہیں۔

## سورہ یونس کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ یونس کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

**محمد لیاقت علی رضوی**

# سُوْرَۃ ھُوْد

## یہ قرآن مجید کی سورت ھود ھے

## سورت ھود کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃ ھُوْد ( مَکِّیَّۃ اِلَّا الْاٰیَات 12 و 17 و 114 فَمَدَنِیَّۃ وَاٰیَاتھا 123 نَزَلَتْ بَعْد سُوْرَۃ یُوْنُس )

سورت ھود مکی ہے۔ البتہ آیت ۱۲، ۱۷، ۱۱۴ مدنی ہیں اور اس کی آیات ۱۲۳ ہیں اور یہ سورت یونس کے بعد نازل ہوئی ہے۔

اور اس میں دس رکوع اور ایک سو تئیس آیات اور ایک ہزار چھ سو کلمے اور نو ہزار پانچ سو سرسٹھ حرف ہیں۔

## سورہ ھود کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ موجود ہے اگر چہ قوم ثمود کے علاوہ دوسری بھی سابقہ اقوام کے احوال کو بیان کیا گیا ہے۔ تاہم قوم ثمود کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت فرمائی گئی۔ جس کے سبب اس کا نام بھی سورہ ہود رکھا گیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم حضور پر پیری کے آثار نمودار ہو گئے، فرمایا مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورہ عَمَّ یَتَسَاءَ لُوْنَ اور سورہ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا۔ (ترمذی) غالباً یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ان سورتوں میں قیامت وبعث وحساب وجنت ودوزخ کا ذکر ہے۔

| |
|---|
| الٓرٰ کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۙ |
| ،الف لام راء۔ یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، پھر ایک خبیر کمال حکمت والے کی طرف سے ان کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ |

## قرآن میں بیان کردہ احکام کے محکم ہونے کا بیان

"الر" اللّٰہ اَعْلَم بِمُرَادِہٖ بِذٰلِکَ ھٰذَا "کِتَاب اُحْکِمَتْ اٰیَاتہ" بِعَجِیْبِ النَّظْم وَبَدِیع الْمَعَانِیْ "ثُمَّ فُصِّلَتْ" بُیِّنَتْ بِالْاَحْکَامِ وَالْقَصَص وَالْمَوَاعِظ "مِنْ لَّدُنْ حَکِیْم خَبِیْر" اَیْ اللّٰہ،

،الف لام راء۔ اللہ ہی اس کی مراد کو بہتر جاننے والا ہے۔

یہ ایک کتاب ہے جس کی آیات محکم کی گئیں، یعنی اس کی آیات کا نظم وبدیع المعانی ہونے میں قابل تعجب انداز ہے۔ پھر ایک خبیر کمال حکمت والے کی طرف سے ان کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں احکام، قصص اور مواعظ کو بیان کیا گیا ہے۔ جو اللہ

تعالیٰ کی طرف سے بیان ہوئے ہیں۔

## قرآن مجید کا ایک محکم کتاب ہونے کا بیان

قرآن مجید کے متعلق فرمایا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیات کو محکم بنایا گیا ہے، لفظ محکم احکام سے بنا ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ کسی کلام کو ایسا درست کیا جائے جس میں کسی لفظی اور معنوی غلطی یا فساد کا احتمال نہ رہے، اس بناء پر آیات کے محکم بنانے کا مطلب یہ ہوگا کہ حق تعالیٰ نے ان آیات کو ایسا بنایا ہے کہ ان میں کسی لفظی غلطی یا معنوی فساد اور خلل یا باطل کا کوئی امکان و احتمال نہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ محکم اس جگہ منسوخ کے مقابلہ میں ہے اور مراد یہ ہے کہ اس کتاب یعنی قرآن کی آیات کو اللہ تعالیٰ نے مجموعی حیثیت سے محکم غیر منسوخ بنایا ہے یعنی جس طرح پچھلی کتابیں تورات وانجیل وغیرہ نزول قرآن کے بعد منسوخ ہوگئیں، اس کتاب کے نازل ہونے کے بعد چونکہ سلسلہ نبوت و وحی ہی ختم ہوگیا اس لئے یہ کتاب تا قیامت منسوخ نہ ہوگی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ھود، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۝ |
| یہ کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو، بیشک میں تمہارے لئے اسی کی جانب سے ڈر سنانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔ |

## عبادت کا حق صرف اللہ کے لئے ہونے کا بیان

"اَ" اَیْ بِاَنْ "لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِنْهُ نَذِیْرٌ" بِالْعَذَابِ اِنْ كَفَرْتُمْ "وَبَشِیْر" بِالثَّوَابِ اِنْ اٰمَنْتُمْ،
یہ کہ اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت مت کرو، بیشک میں تمہارے لئے اسی کی جانب سے عذاب کا ڈر سنانے والا یعنی اگر تم کفر کرو اور ثواب کی بشارت دینے والا ہوں۔ یعنی اگر تم ایمان لے آؤ۔

## شرک سے پاک عبادت جنت میں لے جانے والی ہے

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو کیا ہو گیا، اس کو کیا ہو گیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب ضرورت ہے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کا کسی کو شریک نہ بنا، نماز قائم کر اور زکوۃ دے اور صلہ رحمی کر اور بہز کا بیان ہے کہ مجھ سے شعبہ نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے محمد بن عثمان اور ان کے والد عثمان بن عبداللہ نے بیان کیا کہ موسیٰ بن طلحہ سے انہوں نے ابوایوب سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو روایت کیا ابو عبداللہ نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ محمد غیر محفوظ ہو بلکہ وہ عمرو ہو۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1336)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا

اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جب میں اس کو کروں تو جنت میں داخل ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور فرض نماز قائم کر اور فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ۔ تو اس اعرابی نے کہا کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا جب وہ چلا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی جنتی دیکھنا اچھا معلوم ہو تو وہ اس شخص کو دیکھے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1337)

| |
|---|
| وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ |
| كُلَّ ذِىْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ○ |
| اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا فائدہ دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک |
| اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا اور اگر منہ پھیرو تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ |

## شرک سے توبہ کرنے اور اطاعت اختیار کرنے کا بیان

"وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ" مِنَ الشِّرْكِ "ثُمَّ تُوْبُوا" اِرْجِعُوا "اِلَيْهِ" بِالطَّاعَةِ "يُمَتِّعْكُمْ" فِى الدُّنْيَا "مَتَاعًا حَسَنًا" بِطِيبِ عَيْش وَسِعَة رِزْق "اِلٰى اَجَل مُسَمًّى" هُوَ الْمَوْت "وَيُؤْتِ" فِى الْاٰخِرَة "كُلّ ذِىْ فَضْل" فِى الْعَمَل "فَضْله" جَزَاءَهُ "وَاِنْ تَوَلَّوْا" فِيهِ حَذْف اِحْدَى التَّاءَيْنِ اَىْ تُعْرِضُوا "فَاِنِّىْ اَخَاف عَلَيْكُمْ عَذَاب يَوْم كَبِير" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

اور یہ کہ اپنے رب سے شرک کرنے پر معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو یعنی اطاعت کے ذریعے، تمہیں دنیا میں بہت اچھا فائدہ دے گا، یہاں پر لفظ حسنا سے مراد پاکیزہ وسعت والا ہے۔ ایک ٹھہرائے ہوئے وعدہ تک جو موت ہے اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا یعنی آخرت میں اس کی جزاء ملے گی۔ اور اگر منہ پھیرو یہاں تولوا میں دونوں تاؤں میں سے ایک تاء کا حذف ہے۔ یعنی تعرضوا تو میں تم پر بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ جو قیامت کا دن ہے۔

## اللہ کی بارگاہ میں استغفار و توبہ کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اللہ کی میں دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 856)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی کثرت سے استغفار و توبہ اس لئے نہیں کرتے تھے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ میں مبتلا ہوتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام عبدیت کے سب سے اونچے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے اپنے طور پر یہ سمجھتے تھے کہ شاید مجھ سے اللہ کی بندگی وعبادت میں کوئی قصور ہو گیا ہو اور میں وہ بندگی نہ کر سکا ہوں جو رب ذوالجلال والاکرام کی شان کے لائق ہے۔ نیز اس سے مقصود امت کو استغفار و توبہ کی ترغیب

دلاناتھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود یکہ معصوم اور خیر المخلوقات تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن میں ستر بار توبہ واستغفار کی تو گنہگاروں کو بطریق اولیٰ استغفار وتوبہ بہت کثرت سے کرنی چاہئے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ روئے زمین پر عذاب الٰہی سے امن کی دو ہی پناہ گاہیں تھیں ایک تو اٹھ گئی دوسری باقی ہے لہٰذا اس دوسری پناہ گاہ کو اختیار کرو، جو پناہ گاہ اٹھ گئی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی تھی اور جو باقی ہے وہ استغفار ہے

اللہ تعالیٰ کا رشاد ہے۔آیت (**وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون**)۔اور اللہ تعالیٰ ان کو اس وقت تک عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو اس حالت میں عذاب میں مبتلا کرنے والا نہیں ہے جب تک وہ استغفار کرتے ہوں۔

## شرک ختم کرنے کے لئے جہاد کرنے کا بیان

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس بات کی (بھی گواہی دیں) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔پس جب یہ (باتیں) کرنے لگیں تو مجھ سے اپنے خون اور اپنے مال بچالیں گے سوائے حق اسلام کے اور ان لوگوں کا حساب اللہ کے حوالے ہے۔(صحیح مسلم، کتاب ایمان)

| |
|---|
| اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ |
| تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اور وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

## سب کا اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کا بیان

"اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیر" وَمِنْہُ الثَّوَاب وَالْعَذَاب،

تمہیں اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے، اور وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔یعنی اس کی جانب سے ثواب اور عذاب ہے۔

سب کا رجوع بہرحال اللہ ہی کی طرف ہے۔پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم مرمٹ کر یونہی ختم ہوجائیں گے، جیسا کہ کیڑے مکوڑے ختم ہوجاتے ہیں، وہ سراسر غلط کہتے ہیں۔اسی طرح جو کہتے ہیں کہ ہم مر کر کسی دوسرے جون میں آجائیں گے وہ بھی بالکل غلط کہتے ہیں، نیز جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہمارا معاملہ ہمارے من گھڑت شریکوں اور سفارشیوں کے حوالے ہے وہ بھی غلط کہتے ہیں، پس سب کو بہرحال لوٹ کر اللہ ہی کی طرف جانا ہے۔اور ایسا کرنا اسکے لئے کچھ بھی مشکل نہیں کہ وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔پس وہ جو چاہے۔اور جیسا چاہے کرے۔

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّھُمْ یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ |
| وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ |

سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ اس سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ سینوں کے علم کو جاننے والا ہے

وَنَزَلَ كَمَا رَوَاهُ الْبُخَارِيّ عَنْ ابْنِ عَبَّاس فِيْمَنْ كَانَ يَسْتَحْيِ اَنْ يَتَخَلّٰى اَوْ يُجَامِع فَيُفْضِي اِلَى السَّمَاءِ وَقِيْلَ فِي الْمُنَافِقِيْنَ "اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهم لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ" اَيْ اللّٰه "اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابهم" يَتَغَطَّوْنَ بِهَا "يَعْلَم" تَعَالٰى "مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ" فَلَا يُغْنِيْ اسْتِخْفَاؤُهُمْ "اِنَّهُ عَلِيْم بِذَاتِ الصُّدُوْر" اَيْ بِمَا فِي الْقُلُوْب

امام بخاری علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے۔ یہ حکم اس شخص کے بارے میں نازل ہوا ہے جو قضائے حاجت یا بیوی سے جماع کرنے میں اس وجہ سے شرمائے کہ اس کا عمل آسمان کی طرف چڑھنے والا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔

سن لو! بلاشبہ وہ اپنے سینوں کو موڑتے ہیں، تاکہ وہ اللہ سے چھپے رہیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑے اچھی طرح لپیٹ لیتے ہیں وہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں لہٰذا ان کے چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔

## سورہ ہود آیت ۵ کے سبب نزول کا بیان

محمد بن عبید بن جعفر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ یہ آیت کس باب میں اتری ہے تو انہوں نے کہا: کچھ لوگ رفع حاجت کے وقت یا اپنی بیویوں سے صحبت کرتے وقت آسمان کی طرف ستر کھولنے سے (پروردگار سے) شرماتے اور شرم کے مارے جھکے جاتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض وعداوت چھپائے رکھتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے سینوں میں عداوت چھپائے رکھتے ہیں جیسے کپڑے کی تہ میں کوئی چیز چھپائی جاتی ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بعضے منافقین کی عادت تھی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سامنا ہوتا تو سینہ اور پیٹھ جھکاتے اور سر نیچا کرتے چہرہ چھپا لیتے تاکہ انھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ نہ پائیں۔ (تفسیر قرطبی، ج ۹ ص ۱۱، بیروت)

ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ سے بندے کا کوئی حال چھپا ہی نہیں ہے لہٰذا چاہیئے کہ وہ شریعت کی اجازتوں پر عامل رہے۔

## اللہ ہر ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والا ہے

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ آسمان کی طرف اپنی شرم گاہ کا رخ کرنا وہ مکروہ جانتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرآت میں تشنونی ہے۔ مجامعت کے وقت اور تنہائی میں وہ عریانی سے حجاب کرتے تھے کہ پاخانہ کے وقت آسمان تلے ننگے ہوں یا مجامعت اس حالت میں کریں۔ وہ اپنے سروں کو ڈھاپ لیتے اور یہ بھی مراد ہے کہ وہ اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے اور کام برائی کے کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ برے کام یا برے عمل کے وقت وہ جھک جھک کر اپنے سینے دوہرے کر ڈالتے گویا کہ وہ اللہ سے شرمارہے ہیں۔ اور اس سے چھپ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ راتوں کو کپڑے اوڑھے ہوئے بھی جو تم کرتے ہو اس سے بھی اللہ تو خبردار ہے۔ جو چھپاؤ جو کھولو، جو دلوں اور سینوں میں رکھو، وہ سب کو جانتا ہے، دل کے بھید سینے کے راز اور ہر ایک پوشیدگی اس پر ظاہر ہے۔

زہیر بن ابوسلمہ اپنے مشہور معلقہ میں کہتا ہے کہ تمہارے دلوں کی کوئی بات اللہ تعالیٰ پر چھپی ہوئی نہیں، تم گو کسی خیال میں ہو لیکن یاد رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ ممکن ہے کہ تمہارے بدخیالات پر وہ تمہیں یہیں سزا کرے اور ہو سکتا ہے کہ وہ نامہ اعمال میں لکھ لیے جائیں اور قیامت کے دن پیش کئے جائیں یہ جاہلیت کا شاعر ہے۔ اسے اللہ کا، اس کے کامل علم کا، قیامت کا اور اس دن کی جزا سزا کا، اعمال نامے کا اور قیامت کے دن اس کے پیش ہونے کا اقرار ہے۔

اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم کے پاس سے گزرتے تو سینہ موڑ لیتے اور سر ڈھانپ لیتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

## حیاء اور پردہ اپنانے کا بیان

حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو میدان میں ننگا نہاتے ہوئے دیکھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ بہت حیاء دار ہے (یعنی اپنے بندوں سے حیاداروں کا سا معاملہ کرتا ہے، بایں طور کہ انہیں معاف کر دیتا ہے اور بہت پردہ پوش ہے (یعنی اپنے بندوں کے گناہ اور عیوب کو پوشیدہ رکھتا ہے) وہ حیاء اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی (میدان میں) نہائے تو اسے چاہیے کہ وہ پردہ کر لیا کرے۔ (ابوداؤد اور نسائی مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 420)

اور نسائی کی ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ پردہ پوش ہے لہٰذا جب تم میں سے کوئی نہانے کا ارادہ کرے تو اسے چاہئے کہ وہ کسی چیز سے پردہ کر لیا کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اہم اور عظیم مسئلے کو بیان کرنا چاہتے یا کسی خاص چیز سے آگاہ کرنا چاہتے تو منبر پر تشریف لے جاتے اور پہلے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کرتے اس کے بعد اصل مسئلے کو بیان فرماتے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک آدمی کو دیکھا وہ شرم کو بالائے طاق رکھ کر ایک کھلی جگہ میدان میں ننگا نہا رہا

ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین شرم وحیاء پر بل پڑ گئے، فوراً مسجد نبوی میں پہنچے منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرم وحیاء کی اہمیت کو بڑے بلیغ اور ناصحانہ انداز میں بیان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ رب قدوس کی ذات پاک تمام محاسن واوصاف کی جامع ہے چنانچہ شرم وحیاء اور پردہ پوشی جو بہت بڑے وصف ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کے اوصاف کی نورانی کرنوں سے اپنے دل و دماغ کو روشن کریں، اس کی جو صفات ہیں ان کو حتی الامکان اپنے اندر پیدا کریں اس لئے وہ پسند کرتا ہے۔ بندے شرم وحیاء کے اصولوں پر کار بند رہیں، ان عظیم اوصاف سے اپنے دامن کو مالا مال کریں اور پردہ پوشی کو کسی حال میں ترک نہ کریں، لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شرم اور پردے کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی نہ برتیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایک ساتھ) دو آدمی پاخانہ کے لئے (اس طرح) نہ جائیں کہ دونوں اپنی شرم گاہ کھولے ہوئے ہوں اور باتیں کرتے ہوئے ہوں کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ غصب ناک ہوجاتا ہے۔" (مسند احمد بن حنبل ابوداؤد وابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 335)

| |
|---|
| وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر اس کا رزق اللہ پر ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو |
| اور اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، ہر بات کتاب روشن میں ہے۔ |

## ہر مخلوق کے رزق کا اللہ کے فضل وکرم پر ہونے کا بیان

"وَمَا مِنْ" زَائِدَة "دَابَّة فِي الْاَرْض" هِيَ مَا دَبَّ عَلَيْهَا "اِلَّا عَلَى اللّٰه رِزْقهَا" تَكَفَّلَ بِهِ فَضْلًا مِنْهُ تَعَالٰى "وَيَعْلَم مُسْتَقَرّهَا" مَسْكَنهَا فِي الدُّنْيَا اَوْ الصُّلْب "وَمُسْتَوْدَعهَا" بَعْد الْمَوْت اَوْ فِي الرَّحِم "كُلّ" مِمَّا ذُكِرَ "فِيْ كِتَاب مُبِيْن" بَيِّن هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ،

یہاں پر من زائدہ ہے۔ اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا جاندار نہیں ہے۔ یعنی جاندار وہ ہے جو زمین پر چلتا ہے مگر اس کا رزق اللہ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر اس کی کفالت ہے۔ اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو یعنی دنیا میں جہاں اس نے ٹھہرنا ہے یا باپ کی صلب میں رہنا ہے۔ اور موت کے بعد اس کے امانت رکھے جانے کی جگہ کو جانتا ہے، یا رحم میں اس کا ٹھہرنا اس کو وہ جانتا ہے۔ ہر بات یعنی جو ذکر کی گئی ہے وہ کتاب روشن میں ہے۔ جو لوح محفوظ ہے۔

## اللہ کی طرف سے رزق پہنچنے کا بیان

امام قرطبی نے اس آیت کے تحت ابوموسیٰ اور ابو مالک وغیرہ قبیلہ اشعریین کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہوگیا، انہوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرمادیں، یہ شخص جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا اس شخص کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے، یہ خیال کر کے وہیں سے واپس ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا کچھ حال نہیں بتلایا، واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے، اس کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے قاصد نے حسب قرارداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے،

اور ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک (قصعہ) گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لا رہے ہیں، قصعہ ایک بڑا برتن ہوتا ہے جیسے تشلہ یا سینی، لانے والوں نے یہ کھانا اشعریین کو دے دیا، انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں تا کہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرمادیں، اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

اس کے بعد یہ سب حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا، اس نے یہ جواب دیا، جس سے ہم نے سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

## رزق اور موت کا بندے کو ڈھونڈنے کا بیان

حضرت ابودرداء کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ رزق بندے کی اس طرح تلاش کرتا ہے جس طرح انسان کو اس کی موت ڈھونڈتی ہے۔ اس روایت کو ابونعیم نے کتاب حلیہ میں نقل کیا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1239)

مطلب یہ ہے کہ رزق اور موت دونوں کا پہنچنا ضروری ہے کہ جس طرح کہ اس بات کی کوئی حاجت نہیں ہوتی کہ کوئی اپنی موت کو ڈھونڈے اور اس کو پائے بلکہ خود موت اس کے پاس ہر صورت میں اور یقینی طور پر آتی ہے، اسی طرح رزق کا معاملہ ہے کہ اس کو تلاش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہ ہر صورت میں لازمی طور پر پہنچتا ہے، خواہ اس کو ڈھونڈا جائے یا نہ ڈھونڈا جائے۔ تاہم اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ ڈھونڈنے کی صورت میں رزق نہیں ملتا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حصول رزق کے لئے سعی تلاش بھی تقدیر الٰہی اور نظام قدرت کے مطابق ہے البتہ جہاں تک قلبی اعتماد و بھروسہ کا تعلق ہے او وہ صرف اللہ کی ذات پر ہونا چاہئے نہ کہ سعی و تلاش پر۔ لہٰذا اس سلسلے میں صحیح راہ یہ ہے کہ اول انسان کو اللہ پر توکل اعتماد کرنا چاہئے اور یہ پختہ یقین

رکھنا چاہئے کہ رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔ نیز اگر رزق ملنے میں کوئی رکاوٹ اور تاخیر ہو جائے تو اضطراب و بے چینی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے پھر اس اعتقاد کے ساتھ اپنی ضرورت وحاجت اور ہمت وطاقت کے بقدر معتدل ومناسب طریقہ پر حصول معاش کی سعی وتلاش میں لگنا چاہئے کہ اصل رازق تو اللہ تعالیٰ ہے، لیکن یہ بھی طریقہ عبودیت ہے کہ اپنا رزق حاصل کرنے کے لئے مناسب جِد وجہد اور تلاش وسعی کی جائے؛ ملا علی قاری نے حدیث کے خاتمہ پر لکھا ہے کہ یہی نہیں کہ جس طرح انسان کو اس کی موت کا پہنچنا یقینی ہے اسی طرح اس کے رزق کا بھی اس تک پہنچنا یقینی ہے بلکہ انسان کو اس کا رزق اس کی موت سے بھی پہلے اور موت سے بھی جلدی پہنچتا ہے، کیونکہ جب کسی کی موت آتی ہے تو وہ اپنا رزق اس سے پہلے پا چکا ہوتا ہے جس کو وہ اپنے مقدر میں لے کر اس دنیا میں آیا تھا، چنانچہ اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد آیت (**اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم**) سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے نیز میرک نے منذری سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کو ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور طبرانی نے بھی بہتر سند کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ **ان الرزق لیطلب العبد اکثر مما یطلبه اجله** اس سے بھی مذکورہ بالا بات کی تائید ہوتی ہے۔ ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں بطریقہ مرفوع یہ بات بھی نقل کی ہے **لو ان ابن ادم هرب من رزقه كما يهرب من الموت لادركه رزقه كما يدركه الموت** اگر انسان اپنے رزق سے بھی اس طرح بھاگے جس طرح وہ اپنی موت سے بھاگتا ہے تو یقیناً اس کا رزق بھی اس کو اسی طرح پالے جس طرح کہ اس کی موت اس کو پالیتی ہے۔

| |
|---|
| وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ |
| لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ |
| لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ○ |
| اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا اور اس کا تخت اقتدار پانی پر تھا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ |
| تم میں سے کون عمل کے اعتبار سے بہتر ہے؟ اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھائے جاؤ گے تو کافر یقیناً |
| کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق کے ذریعے کفار پر حجت قائم کرنے کا بیان

**"وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْاَرْض فِیْ سِتَّة اَیَّام" اَوَّلهَا الْاَحَد وَاٰخِرهَا الْجُمُعَة "وَكَانَ عَرْشه" قَبْل خَلْقهمَا "عَلَى الْمَاء" وَهُوَ عَلٰى مَتْن الرِّیح "لِیَبْلُوَكُمْ" مُتَعَلِّق بِخَلَقَ اَیْ خَلَقَهُمَا وَمَا فِیْهِمَا مِنْ مَنَافِع لَكُمْ وَمَصَالِح لِیَخْتَبِرَكُمْ "اَیُّكُمْ اَحْسَن عَمَلًا" اَیْ اَطْوَع لِلّٰهِ "وَلَئِنْ قُلْت" یَا مُحَمَّد لَهُمْ "اِنَّكُمْ مَبْعُوثُوْنَ مِنْ بَعْد الْمَوْت لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِنْ" مَا "هٰذَا" الْقُرْاٰن النَّاطِق بِالْبَعْثِ اَوْ الَّذِیْ**

تَقُوْلُهٗ "اِلَّا سِحْرٌ مُبِیْنٌ" بَیِّنٌ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ سَاحِرٌ وَالْمُشَارُ اِلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا فرمایا یعنی اس کی ابتداء یکشنبہ جبکہ آخری دن جمعہ تھا اور تخلیق ارضی سے قبل اس کا تخت اقتدار پانی پر تھا اور اس نے اس سے زندگی کے تمام آثار کو اور تمہیں پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے، یہاں پر ''' یہ لفظ خلق کے متعلق ہے۔یعنی ان دونوں کو پیدا کیا اور جو کچھ ان دونوں کے اندر تمہارے لئے فائدے مند ہیں اور تمہاری مصلحت کے لئے بنایا ہے کہ تم میں سے کون ہے جو اللہ کی اطاعت کر کے عمل کے اعتبار سے بہتر ہے؟ اور یا محمد ﷺ اگر آپ ان سے فرمائیں کہ تم لوگ مرنے کے بعد زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تو کافر یقیناً یہ کہیں گے کہ یہ قرآن جو بعث کی دلیل دے رہا ہے یا جو آپ ﷺ فرما رہے ہیں یہ تو صریح جادو کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ایک قرأت میں ساحر ہے اور اس کا مشارالیہ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔

## مخلوقات کی تخلیق کے دنوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر فرمانے لگے کہ جانتے ہو اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو جو چھ دن میں پیدا کیا تو کون سی چیز کس دن پیدا ہوئی ہے؟

سنو بعض چیزوں کے متعلق میں بتاتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مٹی زمین کو ہفتے کے دن پیدا کیا۔اس زمین پر پہاڑوں کو اتوار کے دن پیدا کیا درختوں کو پیر کے دن پیدا کیا بدی اور خراب چیزوں کو منگل کے دن پیدا کیا روشنی کو بدھ کے دن پیدا کیا جانوروں کو روئے زمین پر جمعرات کے دن پھیلایا اور آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا اور یہ آخری پیدائش دن کے بالکل آخری حصے میں عصر کے بعد سے رات تک کے درمیان میں عمل میں آئی۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 297)

السبت یعنی ہفتے کے دن سے اس دن کا وہ بالکل آخری حصہ مراد ہے جس پر دن کا اختتام ہو جاتا ہے، جس کو عربی میں "عشیۃ الاحد" یعنی اتوار کی رات کا ابتدائی حصہ کہتے ہیں اس اعتبار سے وہ وقت گویا اتوار ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے پس یہ روایت قرآن کریم کی اس آیت (وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ کے منافی نہیں ہے۔وخلق النور یوم الاربعاء" (اور روشنی کو بدھ کے دن پیدا کیا میں مسلم نے نور ہی کا لفظ نقل کیا ہے اور مشکوٰۃ کے صحیح نسخوں میں بھی یہ لفظ اسی طرح رکے ساتھ) ہے مشکوٰۃ کے ایک نسخے میں یہ لفظ نون کے ساتھ یعنی نون ہے جس کے معنی مچھلی کے ہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ نور یعنی روشنی اور نون یعنی مچھلی دونوں کو ایک ہی دن یعنی بدھ کے دن پیدا کیا گیا ہو حدیث کے آخری جزو سے معلوم ہوا کہ مخلوقات کی پیدائش کا آخری دن جمعہ تھا اس دن تمام چیزوں کی پیدائش کا سلسلہ پایہ اختتام کو پہنچا اور تمام مخلوقات اس روئے زمین پر جمع ہو گئی چنانچہ اس دن کا نام جمعہ رکھے جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے نیز اس دن کا وہ وقت کے جس میں آدم کی تخلیق پر مخلوقات کے سلسلہ تخلیق و پیدائش کی تکمیل ہوئی دن کا بالکل آخری حصہ تھا اس مناسبت سے اس دن کے آخری لمحوں (عصر کے بعد سے رات شروع ہوئے تک) کو ساعت قبولیت کے شرف سے نوازا گیا چنانچہ اکثر علماء کہتے ہیں جمعہ کے دن اس آخری حصے میں اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

## زمین وآسمان کی تخلیق وآسمانوں کی باہمی مسافت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ ابر کا ایک ٹکڑا گذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابر کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ کر کے صحابہ سے پوچھا کہ جانتے ہو یہ کیا ہے صحابہ کرام نے اپنی عادات کے مطابق جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عنان یعنی ابر ہے اور یہ ابر زمین کے رویا ہے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف ہانکتا ہے جو نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اس کو پکارتے ہیں۔ پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے اوپر (جو آسمان ہے وہ) کیا چیز ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تمہارے اوپر کی چیز رقیع ہے جو ایک محفوظ چھت اور نہ گرنے والی موج ہے پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے اور آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت کے بقدر فاصلہ ہے پھر فرمایا جانتے ہو کہ آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آسمان کے بعد پھر اوپر نیچے دو آسمان ہیں اور ان دونوں آسمانوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکے بعد دیگرے ہر آسمان کا ذکر کیا، یہاں تک کہ ساتوں آسمان کے بارے میں بتایا کہ ان میں سے ہر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ وہی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان ہے (یعنی پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر۔ اس کے بعد فرمایا اس ساتویں اور آخری آسمان کے اوپر عرش ہے اور اس عرش اور اس کے نیچے آسمان کے درمیان وہی فاصلہ ہے جو آسمانوں کے درمیان ہے۔ پھر فرمایا جانتے ہو تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے اوپر کی) زمین ہے پھر فرمایا: جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے نیچے ایک اور زمین ہے اور ان دونوں زمینوں کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت (بقدر فاصلہ) ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سات زمینیں گنائیں اور بتایا کہ ان میں سے ہر ایک زمین سے دوسری زمین تک کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر ہے اور پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر تم سب سے نیچے والی زمین پر رسی لٹکاؤ تو اللہ تعالیٰ ہی پر اترے گی۔" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ،الحدید: 3) یعنی وہی (اللہ) اول وہی (قدیم) ہے (کہ اس کے لئے کوئی ابتداء نہیں ہے) اور آخر (باقی) ہے (کہ اس کے لئے کوئی انتہاء اور اختتام نہیں ہے) اور (اپنی صفات کے اعتبار سے ظاہر) ہے اور (اپنی ذات کے اعتبار سے) باطن ہے اور (دونوں جہاں کی) تمام (کلی وجزئی) چیزوں کو جاننے والا ہے (کہ اس کا علم نہایت کامل واکمل ہے اور ایک ایک چیز کے ہر ہر گوشہ پر محیط ہے۔ اس روایت کو احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے، نیز ترمذی نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ارشاد کے بعد اس آیت کو پڑھنا اس

پر دلالت کرتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کا علم اس کی قدرت اور اس کی حکومت ہر جگہ ہے اور وہ بذات خود (یعنی اس کی تجلی) عرش پر ہے جیسا کہ خود اسی نے اپنی کتاب میں اپنا وصف بیان کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 298)

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ |
| مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۠ |
| اور اگر ہم ان سے چند مقررہ دنوں تک عذاب کو مؤخر کر دیں تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اسے کس چیز نے روک رکھا ہے، خبردار! |
| جس دن وہ ان پر آئے گا ان سے پھیرا نہ جائے گا اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ |

## عذاب کے مؤخر ہونے پر کفار کے مذاق کا بیان

"وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى" مَجِیء "اُمَّة" اَوْقَات "مَعْدُوْدَة لَيَقُوْلُنَّ" اِسْتِهْزَاء "مَا يَحْبِسهُ" مَا يَمْنَعهُ مِنَ النُّزُوْل "اَلَا يَوْم يَاْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا" مَدْفُوعًا "عَنْهُمْ وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ" مِنَ الْعَذَاب۔

اور اگر ہم ان سے چند مقررہ دنوں تک عذاب کو مؤخر کر دیں یعنی جو وقت ان کے عذاب کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اس عذاب کو کس چیز نے نازل ہونے سے روک رکھا ہے، خبردار! جس دن وہ عذاب ان پر آئے گا تو ان سے پھیرا نہ جائے گا یعنی اس کو پھر کوئی دور نہ کر سکے گا۔ اور وہ عذاب انہیں گھیر لے گا جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اخرنا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تاخیر (تفعیل) سے۔ امۃ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے امت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیۃ موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔ ولئن اخرنا عنهم العذاب انی زمن امة معدودة ۔ زمن کو حذف کر کے امۃ کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔ امت کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فلان لا امۃ لہ۔ فلاں کا کائی دین اور مذہب نہیں ہے۔

الا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاو۔ جان لو۔ دیکھو۔ سن رکھو۔ کان کھول کر سن لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔ حاق۔ الحیوق الحیقان (باب ضرب) کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ ب کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وحاق بهم ما كانوا به يستهزون اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

## سورہ ہود آیت ۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (اقتـرب لـلـنـاس حسـابهم) سورہ انبیاء 1) لوگوں کا حساب (اعمال کے وقت) نزدیک آ پہنچا ہے۔

تو لوگوں نے کہا کہ قیامت قریب آ گئی ہے لہٰذا رک جاؤ چنانچہ لوگ کچھ عرصہ رکے رہے لیکن پھر اپنی بری بری تدبیریں کرنا شروع کر دیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ، ابن جریر نے بھی ابن جریج سے اس کے مثل روایت ذکر کی ہے۔ (سیوطی 154، طبری 12-5)

| وَ لَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ○ |
|---|
| اور اگر ہم انسان کو اپنی جانب سے رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں پھر ہم اسے اس سے واپس لے لیتے ہیں |
| تو وہ نہایت مایوس ناشکر گزار ہو جاتا ہے۔ |

## اللہ کی نعمتوں کے چھن جانے پر مایوس ہونے والوں کا بیان

"وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَان" الْكَافِر "مِنَّا رَحْمَة" غِنًى وَصِحَّة "ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ اِنَّهُ لَيَئُوس" قَنُوط مِنْ رَحْمَة اللّٰه "كَفُوْر" شَدِيْد الْكُفْر بِهِ،

اور اگر ہم انسان یعنی کافر کو اپنی جانب سے رحمت یعنی دولت وتندرستی کا مزہ چکھاتے ہیں پھر ہم اسے اس سے واپس لے لیتے ہیں تو وہ نہایت مایوس ناشکر گزار ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو کر شدید کفر کرتا ہے۔

## دو نعمتوں کی اکثر لوگ قدر نہیں کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے (ایک) تندرستی (دوسرے) خوش حالی، ایک دوسری سند سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح روایت کی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1361)

## اللہ کی رحمت سے مایوسی کی ممانعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل میں دو شخص تھے جو آپس میں دوست تھے ان میں سے ایک تو عبادت میں بہت ریاضت کرتا تھا اور دوسرا گناہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں گناہگار ہوں یعنی وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتا تھا۔ چنانچہ عبادت کرنے والے نے اس سے کہنا شروع کیا جس چیز میں تم مبتلا ہو یعنی گناہ میں اس سے باز آ جاؤ گنہگار اس کے جواب میں کہتا کہ تم میرے پروردگار پر چھوڑ دو! کیونکہ وہ غفور الرحیم ہے وہ مجھے معاف کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک دن اس عابد نے اس شخص کو ایسے گناہ میں مبتلا دیکھا جسے وہ بہت بڑا گناہ سمجھتا تھا اس نے اس سے کہا کہ تم اس گناہ سے باز آ جاؤ

گنہگار نے جواب دیا کہ تم مجھے میری پروردگار پر چھوڑ دو، کیا تم میرے داروغہ بنا کر بھیجے گئے ہو؟ (عابد نے یہ سن کر) کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ تمہیں کبھی نہیں بخشے گا اور نہ تمہیں جنت میں داخل کرے گا اس کے بعد حق تعالیٰ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیج کران کی روحیں قبض کرائیں اور پھر جب وہ دنوں یعنی ان کی روحیں حق تعالیٰ کے حضور برزخ میں یا عرش کے نیچے حاضر ہوئیں تو حق تعالیٰ نے گنہگار سے تو فرمایا کہ تو میری رحمت کے سبب جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا کہ کیا تو اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ میرے بندے کو میری رحمت سے محروم کردے؟ اس نے کہا کہ نہیں پروردگار پھر اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو جو دوزخ پر مامور ہیں فرمایا کہ اس کو دوزخ کی طرف لے جاؤ۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 879)

چونکہ عبادت کرنے والے نے اپنی عبادت اور اپنے نیکی اعمال پر غرور و تکبر کا اعتماد کیا اور اس گنہگار کو اپنے سے حقیر جان کر اس سے یہ کہا کہ حق تعالیٰ تمہیں نہیں بخشے گا اس لئے اسے مستحق عذاب قرار دیا گیا اسی لئے کسی بزرگ کا قول ہے کہ جو گناہ اپنے کو حقیر وذلیل سمجھنے کا باعث ہو وہ اس طاقت عبادت سے بہتر ہے جو غرور و تکبر اور نخوت میں مبتلا نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 83) مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور بخشش پر کامل اعتقاد اور اس کے وعدہ رحم وکرم پر اعتقاد رکھنا چاہئے اور ہمہ وقت اس کے کرم اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہے۔ نیز یہ کہ ہر شخص اللہ کے ساتھ ہر وقت اچھا گمان رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ بدگمانی رحمت مایوسی کی حالت میں مرجائے اور وہ مبتلائے قہر الٰہی ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ اخروی سعادت کی علامت یہ ہے کہ زندگی کے پورے عرصے میں خوف غالب رہے اور جب مرنے کے قریب پہنچے تو اس کی رحمت وبخشش کی امید غالب رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ "اللہ کے ساتھ نیک گمان رکھنے" سے مراد نیک اعمال کرنا ہے۔ یعنی اپنی زندگی میں اچھے اعمال کرنے چاہئیں تاکہ موت کے وقت اللہ کے ساتھ اچھا گمان رہے کیونکہ جس کی زندگی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی رضا وخوشنودی کے حصول کی خاطر عبادات و نیک اعمال میں گزاری ہوگی۔ وہ مرنے کے وقت اللہ کے ساتھ یہی نیک گمان قائم کئے رہے گا کہ انشاء اللہ میرے ساتھ اچھا ہی معاملہ ہوگا اس کے برخلاف جس کی زندگی اللہ کی نافرمانی اور برے اعمال میں گزری ہوگی وہ موت کے وقت اللہ کے ساتھ برا ہی گمان رکھے گا کیونکہ جب موت سر پر کھڑی ہوگی تو اسے اپنی زندگی کے برے اعمال یاد آئیں گے اس وقت اسے یہ خیال پیدا ہوگا کہ میرے ساتھ اچھا معاملہ نہیں ہوگا۔ نیز علماء لکھتے ہیں کہ "امید" کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے اور امید رکھے خدمت مولیٰ کرے اور نظر اس کی عطا پر رکھے نہ کہ جھوٹی امید جو عمل سے باز رکھے اور گناہوں کا باعث ہو، یہ امید نہیں ہے بلکہ آرزو اور غرور ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے کہ "اگر تم میں سے کوئی شخص (جو بے عمل ہے) یہ کہتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہوں تو وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے پروردگار کے ساتھ اچھا گمان رکھتا تو نیک عمل بھی کرتا۔

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّیْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝

اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں مجھ سے دور ہو گئیں۔ بلاشبہ وہ یقیناً بہت پھولنے والا، بہت فخر کرنے والا ہے۔

## نعمتوں کے مل جانے پر تکبر و غرور کرنے والوں کا بیان

"وَلَئِنْ اَذَقْنَاهُ نَعْمَاء بَعْد ضَرَّاء " فَقْر وَشِدَّة "مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَن ذَهَبَ السَّيِّئَات عَنِّی " الْمَصَائِب وَلَمْ يَتَوَقَّع زَوَالهَا وَلَا شُكْر عَلَيْهَا "اِنَّهُ لَفَرِح" بَطِر "فَخُور" عَلَى النَّاس بِمَا اُوتِيَ،

اور بے شک اگر ہم اسے کوئی نعمت چکھائیں کسی تکلیف یعنی فقر اور شدید غربت کے بعد جو اسے پہنچی ہو تو یقیناً ضرور کہے گا سب تکلیفیں یعنی مصائب مجھ سے دور ہو گئیں۔ حالانکہ وہ اس سے دور نہیں ہوئی ہیں کیونکہ اس نے ان پر شکر نہیں کیا۔ بلاشبہ وہ یقیناً بڑائی میں آکر بہت پھولنے والا، لوگوں پر بہت فخر کرنے والا ہے۔ بہ سبب اس کے جو اس کی عطا کیا گیا ہے۔

## تکبر کے پسند و ناپسند ہونے کا بیان

حضرت جابر ابن عتیک کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض تکبر کو تو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور بعض کو ناپسند فرماتا ہے چنانچہ جس تکبر کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے وہ لڑائی کے وقت آدمی کا تکبر کرنا ہے (یعنی جہاد میں جب کفار سے مقابلہ ہو تو اپنی قوت و برتری اور کفار کی حقارت و کمتری کے اظہار کے لئے خوب اکڑے اور اپنی بڑائی و شجاعت کو بڑے فخر و غرور کے ساتھ بیان کرے) اور وہ تکبر بھی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جو اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں ہو (یعنی جب صدقہ و خیرات دے تو خوشدلی اور بے پروائی کے ساتھ دے اور زیادہ سے زیادہ دینے کو بھی تھوڑا جانے) اور جس تکبر کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کرتا ہے وہ اپنے نسب پر فخر کا تکبر ہے اور ایک روایت میں فی الفخر کی بجائے فی البغی ہے یعنی جس تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ ظلم کا تکبر ہے یعنی وہ تکبر جو بلا کسی حق استحقاق کیا جائے جس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں) (احمد ابوداؤد نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 515)

اپنے نسب پر فخر کا تکبر یہ ہے کہ جو شخص اعلی حسب و نسب اور اچھے خاندان کا ہو وہ یہ کہتا پھرے کہ مجھے نسب میں برتری اور امتیاز حاصل ہے اور میرے باپ دادا اعلیٰ نسل و خاندان کے افراد ہونے کی وجہ سے بزرگ و افضل ہیں یہ ایسا تکبر ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تو برتری و فوقیت اور بزرگی و فضیلت اسی شخص کو حاصل ہے جو دین کے اعتبار سے سب میں ممتاز ہو چنانچہ ارشاد ربانی ہے ایت (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ و بلند مرتبہ وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں اس روایت میں فی الفخر کی بجائے فی الفقر ہے یعنی جس تکبر کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے وہ فقر کا تکبر ہے مطلب یہ کہ اللہ کو یہ بات پسند نہیں ہے کہ کوئی شخص حالت فقر میں اپنی قناعت اور اپنے صبر و توکل پر تکبر کرے چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ یہ تکبر اس تکبر سے بدتر ہے جو اپنے غنا اور اپنی ثروت پر کیا جاتا ہے لیکن فقر کا تکبر اس صورت میں برا

اور اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے جب کہ وہ فقراء کے مقابلہ پر کیا جائے ہاں اگر وہ تکبر امراء واغنیاء کے مقابلہ پر ہو تو اچھا اور پسندیدہ ہے کیونکہ ایسے تکبر کو تو صدقہ کہا گیا ہے

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے صبر کیا اور نیک عمل کرتے رہے، تو ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے

## خوشحالی میں بھی نیک عمل کرنے والوں کے لئے جنت ہونے کا بیان

"اِلَّا" لٰكِنْ "الَّذِيْنَ صَبَرُوا" عَلَى الضَّرَّاء "وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" فِي النَّعْمَاء "اُولٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَة وَاَجْر كَبِير" هُوَ الْجَنَّة،

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے سختی پر صبر کیا اور نعمتوں کی حالت میں نیک عمل کرتے رہے، ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ جو جنت ہے۔

لفظ صبر عربی زبان میں اردو محاورہ سے بہت عام معنی مین استعمال ہوتا ہے اور اصلی معنی لفظ صبر کے باندھنے اور روکنے کے ہیں، قرآن وسنت کی اصطلاح میں نفس کو اس کی ناجائز خواہشات سے روکنے کا نام صبر ہے، اس لئے مفہوم صبر میں تمام گناہوں اور خلاف شرع کاموں سے پرہیز آ گیا، اور عمل صالح میں تمام فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات آ گئے، معنی یہ ہو گئے کہ اس عام انسانی کمزوری سے وہ لوگ بچے رہیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور حساب قیامت کے خوف کی وجہ سے ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتے رہیں گے جو اللہ ورسول کو ناپسند ہے اور ہر ایسے عمل کی طرف دوڑیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوں۔

## سختی کے وقت صبر کرنے پر بخشش ہو جانے کا بیان

ابو اسحاق موسیٰ سالم حضرت عمرو بن عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ابوالنضر سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی اوفی نے ایک خط بھیجا جس کو میں نے پڑھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ دوران جہاد میں سورج ڈھلنے کے منتظر رہے اور آفتاب ڈھل جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! تم دشمن سے دوبدو ہونے کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت وسلامتی طلب کرو اور جب تم دشمن سے مقابلہ کرو تو صبر کرو اور سمجھ لو کہ جنت تلواروں کے سایہ کے نیچے ہے۔ پھر فرمایا کہ اے اللہ کتاب نازل فرمانے والے اور بادلوں کو چلانے والے اور کافروں کو لرزاں وخیزاں بھگانے والے مالک تو ان کافروں کو شکست دے دے اور ہم کو ان پر فتح عنایت فرما۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 231)

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

| |
|---|
| بھلا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اور اس سے آپ کا سینہء (اطہر) تنگ |
| ہونے لگے (اس خیال سے) کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا یا |
| اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، (ایسا ہرگز ممکن نہیں۔اے رسولِ معظم!) آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں |
| (کسی کو دنیوی لالچ یا سزا دینے والے نہیں)، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |

## اللہ کی وحی کا کماحقہ مخلوق تک پہنچنے کا بیان

"فَلَعَلَّكَ" يَا مُحَمَّد "تَارِك بَعْض مَا يُوحَى إلَيْك" فَلَا تُبَلِّغهُمْ إيَّاهُ لِتَهَاوُنِهِمْ بِهِ "وَضَائِق بِهِ صَدْرك" بِتِلَاوَتِهِ عَلَيْهِمْ لِأَجْلِ "أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا" هَلَّا "أُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْز أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَك" يُصَدِّقهُ كَمَا اقْتَرَحْنَا "إنَّمَا أَنْت نَذِير" فَمَا عَلَيْك إلَّا الْبَلَاغ لَا الْإِتْيَان بِمَا اقْتَرَحُوهُ "وَاَللَّه عَلَى كُلّ شَيْء وَكِيل" حَفِيظ فَيُجَازِيهِمْ،

یا محمد ﷺ بھلا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے یعنی آپ ﷺ وہ حصہ ان کو نہ پہنچائیں جو ان کے بارے میں حکم آیا ہے۔اور اس سے آپ کا سینہء (اطہر) تنگ ہونے لگے یعنی اس کی تلاوت ان پر کرنا کیونکہ کفار یہ کہتے ہیں کہ اس (رسولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کوئی خزانہ کیوں نہ اتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا، (ایسا ہرگز ممکن نہیں۔اے رسولِ معظم ﷺ) آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔پس وہ انہیں اس پر جزاء دے گا۔

## سورہ ہود آیت ۱۲ کے شانِ نزول کا بیان

عبداللہ بن اُمیہ مخزومی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اتارا یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

## نبی کریم ﷺ کا کماحقہ دین پہنچا دینے کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کے دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا۔لوگو! یعنی سال کی گردش پوری ہوگئی اپنی اس وضع کے موافق جس پر کہ وہ اس روز تھا جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا (یعنی سال اپنی وضع کے مطابق بارہ مہینے کا پورا ہوگیا ہے) سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے جس میں سے چار مہینے باحرمت ہیں تین تو مسلسل ہیں یعنی ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور چوتھا مضر کا رجب جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔یہ کون سا مہینہ ہے؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول! زیادہ جانتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مہینہ کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ ذی الحجہ نہیں ہے؟ ہم نے کہا بے شک ذی الحجہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کون سا شہر ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شہر کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپ نے فرمایا کیا یہ بلدہ (مکہ کا ایک نام ہے) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ بے شک! بلدہ ہی ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا یہ یوم نحر (قربانی کا دن) نہیں ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ بے شک یہ یوم نحر ہی ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کے لئے اسی طرح حرام ہیں جس طرح کہ تمہارے اس دن میں، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینہ میں! اور اے لوگو! تم عنقریب اپنے پروردگار سے ملو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے بارہ میں سوال کرے گا! خبردار! میری وفات کے بعد تم ضلالت کی طرف نہ لوٹ جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو! آگاہ! کیا میں نے (احکام الٰہی کا پہنچانے کا) اپنا فرض ادا کر دیا؟ ہم نے عرض کیا بے شک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ پروردگار تو (ان لوگوں کے اس اقرار پر) گواہ رہ (تاکہ یہ قیامت کے دن اپنے اس اقرار کا انکار نہ کریں) پھر (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ) جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہیں، کیونکہ بعض وہ لوگ جنہیں کوئی بات پہنچائی جائے اس بات کو سننے والے سے زیادہ یاد رکھتے ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1206)

| |
|---|
| اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ |
| مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ |
| کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اسے جی سے بنالیا تم فرماؤ کہ تم ایسی بنائی ہوئی دس سورتیں لے آؤ اور |
| اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو بلالو اگر تم سچے ہو۔ |

## قرآن کے اعجاز پر پوری ملت کفر کے لئے چیلنج کا بیان

"اَمْ" بَلْ اَ "يَقُوْلُوْنَ افْتَرَاهُ" اَىِ الْقُرْاٰن "قُلْ فَاْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِه" فِى الْفَصَاحَةِ وَالْبَلَاغَة "مُفْتَرَيَات" فَاِنَّكُمْ عَرَبِيُّوْنَ فُصَحَاء مِثْلِىْ تَحَدَّاهُمْ بِهَا اَوَّلًا ثُمَّ بِسُوْرَةٍ "وَادْعُوا" لِلْمُعَاوَنَةِ عَلٰى ذٰلِكَ "مَنْ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰه" اَىْ غَيْره "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِىْ اَنَّهُ افْتِرَاء ،

کیا یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے قرآن کو اپنی طرف سے بنالیا، تم فرماؤ کہ تم ایسی فصاحت و بلاغت والی دس دس سورتیں بنا کر لے آؤ حالانکہ تم میں بڑے بڑے عرب کے فصحاء موجود ہیں لہٰذا پہلے ان سب کو بھی جمع کرلو۔ پھر سورت بنانا شروع کرو اور اللہ کے سوا جو مل سکیں یعنی اللہ کے سوا جو اس کی طاقت رکھتے ہوں، سب کو بلالو اگر تم قرآن پر دعویٰ افتراء میں سچے ہو۔

اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا مل کر بنا کر نہیں لا سکتی اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسی اس کی ذات مثال سے پاک، ویسے ہی اس کی صفات بھی بے مثال۔ اس کے کام جیسا مخلوق کا کلام ہو یہ ناممکن ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بلند بالا پاک اور منفرد ہے معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہی نہیں ہوسکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کرلو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم، اس کے حکم احکام اور اسکی روک ٹوک اسی کلام میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے بس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

| |
|---|
| فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ |
| پس اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو یقین رکھو کہ قرآن فقط اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اور یہ کہ اس کے سوا |
| کوئی معبود نہیں، پس کیا تم اسلام پر رہو گے۔ |

## حجت قاطعہ قائم ہو جانے کے بعد اسلام پر قائم رہنے کا بیان

"فَاِ" نْ "لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ " اَیْ مَنْ دَعَوْتُمُوْهُمْ لِلْمُعَاوَنَةِ "فَاعْلَمُوْا" خِطَابٌ لِلْمُشْرِكِيْنَ "اَنَّمَا اُنْزِلَ" مُلْتَبِسًا "بِعِلْمِ اللّٰهِ" وَلَيْسَ افْتِرَاءً عَلَيْهِ "وَاَنْ" مُخَفَّفَةٌ اَیْ اَنَّهُ "لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ" بَعْدَ هٰذِهِ الْحُجَّةِ الْقَاطِعَةِ اَیْ اَسْلِمُوْا،

لہٰذا اگر وہ تمہاری بات قبول نہ کریں یعنی جن کو تم اپنی مدد کے لئے بلاؤ تو اے مشرکو! یقین رکھو کہ قرآن فقط اللہ کے علم سے اتارا گیا ہے اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔ اور یہاں پر اَن مخففہ ہے یعنی انہ ہے۔ اور یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم اسلام پر ثابت قدم رہو گے۔ یعنی اس حجت قاطعہ کے بعد تم اسلام لے آؤ گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ ( کی خوشنودی ) کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان و اسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔ اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔ ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے، جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

| |
|---|
| مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝ |
| جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی (دنیا) میں پورا دے دیں گے |
| اور اس (دنیا) میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ |

## ریا کار کے لئے دنیا میں اجر مل جانے کا بیان

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا" بِاَنْ اَصَرَّ عَلَى الشِّرْكِ وَقِيْلَ هِيَ فِي الْمُرَائِيْنَ "نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ" اَيْ جَزَاءَ مَا عَمِلُوْهُ مِنْ خَيْرٍ كَصَدَقَةٍ وَصِلَةِ رَحِمٍ "فِيْهَا" بِاَنْ نُوَسِّعَ عَلَيْهِمْ رِزْقَهُمْ "وَهُمْ فِيْهَا" اَيْ الدُّنْيَا "لَا يُبْخَسُوْنَ" يُنْقَصُوْنَ شَيْئًا،

جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہو یعنی شرک پر اصرار کرتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ریا کاری کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ ہم انھیں ان کے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں پورا دے دیں گے یعنی جو انہوں کوئی صدقہ یا صلہ رحمی وغیرہ کی ہوگی اور اس دنیا میں ان سے کمی نہ کی جائے گی۔ یعنی ان کے رزق میں کمی نہ آئے گی۔

## ریا کاری کرنے والے کے لئے ذلت کا بیان

سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی لوگوں کو سنانے کے لئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا اور جو آدمی لوگوں کے دکھاوے کے لئے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ریا کاروں کی سزا دے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2975)

## دنیا کی زیب وزینت کو اپنانے کا بیان

عطاء بن یسار نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن منبر پر بیٹھے اور ہم بھی

آپ کے ارد گرد بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بعد تم لوگوں کے متعلق دنیا کی زیب وزینت سے ڈرتا ہوں کہ اس کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھی چیز بری چیز کو لائے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے تو اس شخص سے کہا گیا، کیا بات ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہے اور حضور تجھ سے گفتگو نہیں کرتے۔ ہم نے خیال کیا کہ آپ پر وحی اتر رہی ہے، آپ نے چہرے سے پسینہ پونچھا اور فرمایا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے۔ گویا اس کی تعریف کی اور فرمایا: اچھی چیز بری چیز پیدا نہیں کرتی مگر موسم ربیع میں ایسی گھاس بھی اگتی ہے جو مار ڈالتی ہے، یا تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے مگر اس جانور کو جو ہری گھاس چرے یہاں تک کہ جب دونوں کو پیٹ بھر جائیں، تو وہ آفتاب کی طرف رخ کر کے لید اور پیشاب کرے اور چرتا رہے، اسی طرح یہ مال سرسبز وشاداب اور میٹھا ہے، کیا ہی بہتر ہے مسلمان کا مال، کہ اس میں سے مسکین، یتیم اور مسافروں کو دیتا ہے، یا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس کو ناحق لیتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے، جو کھاتا ہے مگر اس کا پیٹ نہیں بھرتا اور قیامت کے دن اس کے خلاف گواہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1408)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِیْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ٥ |
| یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انھوں نے اس میں کیا |
| اور بیکار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔ |

## دنیا میں اعمال کے ضائع ہو جانے کا بیان

"اُولٰئِكَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّار وَحَبِطَ "بَطَلَ "مَا صَنَعُوا" مَا صَنَعُوهُ "فِیْهَا" اَیْ الْاٰخِرَة فَلَا ثَوَاب لَهُ،

یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور برباد ہو گیا جو کچھ انہوں نے اس میں یعنی عمل میں رکاری وغیرہ کی اور بیکار ہے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔ یعنی آخرت میں اس کا کوئی ثواب نہ ہوگا۔

## ریاکاروں کے اعمال برباد ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ، حضرت سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ناتل نامی آدمی نے کہا اے شیخ آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو تو انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو تو اس لئے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو یہاں تک

کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے لوگوں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لئے قرآن مجید پڑھا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا تو نے علم اس لئے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس کے لئے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور تیسرا وہ شخص ہوگا جس پر اللہ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر قسم کا مال عطا کیا تھا اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی وہ انہیں پہچان لے گا اللہ فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے تیرے راستہ میں جس میں خرچ کرنا تجھے پسند ہو تیری رضا حاصل کرنے کے لئے مال خرچ کیا اللہ فرمائے گا تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو نے ایسا اس لئے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 426)

| |
|---|
| اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ |
| اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ |
| اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور اس کی طرف سے ایک گواہ اس کی تائید کر رہا ہو اور |
| اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو امام اور رحمت تھی، یہ لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور گروہوں میں سے جو اس کا |
| انکار کرے تو آگ ہی اس کے وعدے کی جگہ ہے۔ سو تو اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہ، یقیناً یہی تیرے رب |
| کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ |

## قرآن کا اللہ کی طرف برحق ہونے کا بیان

"اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ" بَيَان "مِنْ رَبّه" وَهُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ الْمُؤْمِنُوْنَ وَهِيَ الْقُرْاٰن "وَيَتْلُوهُ" يَتْبَعهُ "شَاهِد" لَهُ بِصِدْقِهِ "مِنْهُ" اَيْ مِنْ اللّٰه وَهُوَ جِبْرِيْل "وَمِنْ قَبْله" الْقُرْاٰن "كِتَاب مُوسٰى" التَّوْرَاة شَاهِد لَهُ اَيْضًا "اِمَامًا وَرَحْمَة" حَال كَمَنْ لَيْسَ كَذٰلِكَ ؟ لَا "اُولٰئِكَ" اَيْ مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَة "يُؤْمِنُوْنَ بِهِ" اَيْ بِالْقُرْاٰنِ فَلَهُمْ الْجَنَّة "وَمَنْ يَكْفُر بِهِ مِنْ الْاَحْزَاب" جَمِيْع الْكُفَّار "فَالنَّار مَوْعِده فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَة" شَكّ "مِنْهُ" مِنْ الْقُرْاٰن "اِنَّهُ الْحَقّ مِنْ رَبّك وَلٰكِنَّ اَكْثَر النَّاس" اَيْ اَهْل مَكَّة،

تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو یعنی وہ نبی کریم ﷺ یا اہل ایمان ہیں اور وہ دلیل قرآن ہے۔ اور اس کی طرف سے ایک گواہ اس کی تائید کر رہا ہو یعنی اللہ کی طرف سے اس کی تصدیق کرنے والے جبرائیل ہیں اور اس قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب تورات بھی اسی طرح جو امام اور رحمت تھی، یہاں پر لفظ امام اور رحمت یہ دونوں حال ہیں یعنی ایسا نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ اس قرآن پر یہ لوگ ایمان لاتے ہیں لہٰذا ان کے لئے جنت ہے اور گروہوں یعنی کفار کی جماعتوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو آگ ہی اس کے وعدے کی جگہ ہے۔ لہٰذا تو اس قرآن کے بارے میں کسی شک میں نہ رہ، یقیناً یہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ یعنی اہل مکہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔

## ہر بچے کی پیدائش کا فطرت اسلام پر ہونے کا بیان

ابن شہاب کہتے ہیں کہ ہر وفات پانے والے بچے پر نماز پڑھی جائے گی اگر چہ وہ زانیہ کا ہی ہو۔ اس لئے کہ بچہ فطرت اسلام پر ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس کے والدین یا صرف اس کا باپ مسلمان ہونے کا دعوی کرے اور اگر اس کی ماں اسلام پر نہ ہو تو وہ چلا کر روئے تو اس پر نماز پڑھی جائے گی اور جو چلا کر نہ روئے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ وہ ساقط ہو گیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ اسلامی فطرت پر ہی پیدا ہوتا ہے۔

پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی، یا مجوسی بنالیتے ہیں جس طرح جانور صحیح سالم عضو والا بچہ جنتا ہے، کیا تم اس میں سے کوئی عضو کٹا ہوا دیکھتے ہو؟ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ آیت آخر تک تلاوت کرتے اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1296)

## دین حق اور نبی برحق کا اقرار کرتے رہنے کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو خوابگاہ میں جانے کا ارادہ کرے۔ تو وضو کر جس طرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے پھر اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جا اور کہہ کہ اے میرے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالہ کر دیا اور میں نے اپنے معاملات تیرے سپرد کر دیئے اور تجھ کو اپنا پشت پناہ بنایا، تیرے عذاب سے ڈرتا ہوں اور تیری رحمت کا امیدوار ہوں اور تجھ سے پناہ کی اور نجات کی جگہ تیرے سوا کوئی نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جو تو نے نازل کی اور تیرے نبی پر ایمان لایا، جو تو نے بھیجا، اگر یہ پڑھ کر تو سو جائے اور تو مر جائے تو فطرت (یعنی اسلام) پر مرے گا، ان کلمات کو سب باتوں سے آخر میں پڑھ (یعنی اس کے بعد کوئی بات نہ کر اور سو جا) میں نے عرض کیا کہ کیا وَبِرَسُولِكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ کہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بِنَبِيِّكَ الَّذِي أَرْسَلْتَ کہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1261)

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جو یہودی یا نصرانی میری دعوت کو سنے اور اس کے باوجود میری لائی ہوئی تعلیمات پر ایمان نہ لائے تو وہ اہل جہنم میں سے ہوگا۔ (صحیح مسلم)

اس سے ان لوگوں کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہئے جو بہت سے یہود و نصاریٰ یا دوسرے مذہب کے پیروؤں کے بعض ظاہری اعمال کی بناء پر ان کو حق پر کہتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان کے بغیر صرف ظاہری اعمال کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں، یہ قرآن مجید کی آیت مذکورہ اور حدیث کی اس صحیح روایت سے کھلا تصادم ہے۔

## یہود و نصاریٰ کے لئے اسلام کو دین ماننے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ اس امت کا کوئی بھی یہودی اور نصرانی جو میری بات سنے (شریعت) جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں (یعنی اسلام) اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو اس کا ٹھکانہ جہنم والوں میں سے ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 386)

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ |
| هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے |
| اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ |

## اللہ کی طرف شرک کی نسبت کرنے والے ظالم کا بیان

"وَمَنْ" اَیْ لَا اَحَد "اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِيْك وَالْوَلَد اِلَيْهِ "اُولٰئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ" يَوْم الْقِيَامَة فِي جُمْلَة الْخَلْق "وَيَقُوْل الْاَشْهَاد" جَمْع شَاهِد وَهُمْ الْمَلَائِكَة يَشْهَدُوْنَ لِلرُّسُلِ بِالْبَلَاغ وَعَلَى الْكُفَّار بِالتَّكْذِيْبِ "هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَة اللّٰه عَلَى الظَّالِمِيْنَ" الْمُشْرِكِيْنَ،

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، یعنی اس کی جانب شریک کی نسبت کرتا ہے اور اس کی طرف بیٹے کی نسبت کرتا ہے۔ ایسے ہی تمام لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے، یہاں اشہاد یہ شہادت کی جمع ہے اور وہ فرشتے ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے پیغام رسالت کی گواہی دیں گے اور کفار کی تکذیب کرنے کی گواہی بھی دیں گے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، جان لو کہ ظالموں یعنی مشرکین پر اللہ کی لعنت ہے۔

## قیامت کے منافق وکافر کی گواہی کے سبب رسوائی کا بیان

صفوان بن محرز مازنی سے روایت کرتے ہیں، کہ میں ابن عمر کے ساتھ ایک باران کا ہاتھ پکڑے ہوئے چلا جا رہا تھا، کہ ایک شخص سامنے آیا اور کہا کہ تم نے سرگوشی کرنے کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس طرح سنا ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہ اللہ تعالیٰ مومن کو قریب بلائے گا اور اس پر اپنا پردہ ڈال کر اسے چھپائے گا، پھر فرمائے گا، کیا تمہیں فلاں فلاں گناہ معلوم ہے؟

وہ کہے گا ہاں! اے میرے پروردگار! یہاں تک کہ وہ جب اس سے گناہوں کا اقرار کرالے گا، تو وہ مومن اپنے دل میں سمجھے گا، کہ وہ تو اب تباہ ہو گیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہ پر پردہ ڈالا، آج میں تیرے گناہ کو بخش دیتا ہوں، پھر نیکیوں کی کتاب اسے دی جائے گی، لیکن کافر اور منافق تو ان کے متعلق گواہی دیں گے کہ یہی لوگ ہیں، جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا سن لو کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2338)

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت کفار اور منافقین کو تمام خلق کے سامنے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا، ظالموں پر خدا کی لعنت اس طرح وہ تمام خلق کے سامنے رسوا کئے جائیں گے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ |
| جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔ |

## دین اسلام کی راہ سے روکنے والے فسادیوں کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيل اللّٰه" دِيْن الْإِسْلَام "وَيَبْغُونَهَا" يَطْلُبُوْنَ السَّبِيل "عِوَجًا" مُعْوَجَّة "وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ" تَأْكِيد، كَافِرُوْنَ،

جو اللہ کی راہ یعنی دین اسلام سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں یعنی راستے تلاش کرتے ہیں اور آخرت کے ساتھ کفر کرنے والے بھی وہی ہیں۔ یہ بہ طور تاکید ہے۔

یعنی اللہ پر افتراء کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی لعنت ہے ان لوگوں کے ایسے ایجاد کیے ہوئے جھوٹ ہی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکنے اور اس میں کجروی اختیار کرنے کا سبب بن جاتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنی اخروی نجات کے لیے ایسے ایجاد کردہ سہارے اللہ کے ذمے لگا رکھے ہیں۔ یہ لوگ حقیقتاً آخرت کے منکر ہی ہوتے ہیں کیونکہ آخرت میں اعمال کی باز پرس کا جو تصور شریعت نے پیش کیا ہے یہ لوگ اسے قطعاً ملحوظ نہیں رکھتے۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ |
| یہ لوگ زمین میں عاجز کر سکنے والے نہیں اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں۔ ان کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا، نہ وہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ دیکھ ہی سکتے تھے۔ |

## کفار سے حق کو سننے یا دیکھنے کے لئے قوت سلب کر لینے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ" لِلّٰهِ "فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" اَىْ غَيْرِه "مِنْ اَوْلِيَاءَ" اَنْصَار يَمْنَعُوْنَهُمْ مِنْ عَذَابِه "يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ" بِاِضْلَالِهِمْ غَيْرَهُمْ "مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ" لِلْحَقِّ "وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ" ـهُ اَىْ لِفَرْطِ كَرَاهَتِهِمْ لَهُ كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْتَطِيْعُوا ذٰلِكَ،

یہ لوگ زمین میں اللہ کو عاجز کر سکنے والے نہیں اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہیں۔ یعنی ان کے وہ مددگار جو ان کو عذاب سے بچا سکیں، ان کے لئے عذاب دوگنا کر دیا جائے گا کیونکہ انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا ہے۔ لہٰذا نہ وہ حق بات سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ حق کو دیکھ ہی سکتے تھے۔ یعنی سخت کراہت کے سبب گویا ان میں ایسی طاقت ہی نہیں ہے کہ وہ حق کو سن سکیں۔

قتادہ نے کہا کہ وہ حق سننے سے بہرے ہو گئے تو کوئی خیر کی بات سن کر نفع نہیں اٹھاتے اور نہ وہ آیات قدرت کو دیکھ کر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ |
| یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا اور جو بہتان وہ باندھتے تھے وہ سب ان سے جاتے رہے۔ |

## مشرکین کا اپنے آپ کو جہنم کی طرف لے جانے کا بیان

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ" لِمَصِيْرِهِمْ اِلَى النَّارِ الْمُؤَبَّدَةِ عَلَيْهِمْ "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ" عَلَى اللّٰهِ مِنْ دَعْوَى الشَّرِيْكِ،

یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا کیونکہ انہوں نے اپنے آپ کو جہنم کی طرف چلا لیا ہے جو ان کا ٹھکانہ بن گیا ہے۔ اور جو بہتان وہ باندھتے تھے وہ سب ان سے جاتے رہے۔ یعنی جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا دعویٰ کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے (فضل وکرم اور اپنی رحمت کے) قریب کرے گا اور (پھر) اس کو اپنی حفاظت اور اپنی عنایت کے سائے میں چھپائے گا تا کہ وہ اہل محشر پر اپنے گناہوں اور اپنی بداعمالیوں کے کھل جانے کی وجہ سے شرمندہ اور رسوا نہ ہو) پھر اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے پوچھے گا کہ کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، یعنی کیا تجھے یاد اور اعتراف ہے کہ تو نے دنیا میں فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ وہ (مؤمن) عرض کرے گا کہ ہاں اے پروردگار (مجھے اپنا وہ گناہ یاد ہے اور اپنی بدعملی کا اعتراف کرتا ہوں غرضیکہ اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف واقرار کرائے گا اور وہ (مؤمن) اپنے دل میں کہتا ہوگا کہ (ان گناہوں کی پاداش) میں اب ہلاک ہوا، اب تباہ ہوا! لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں اور ان عیوب کی پردہ پوشی کی اور آج بھی میں

تیرے ان گناہوں کو بخش دوں گا" پس اس (مؤمن) کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا (اور برائیوں کا اعمالنامہ کالعدم کر دیا جائے گا) اور جہاں تک کافروں اور منافق لوگوں کا تعلق ہے تو ان کو تمام مخلوق کے سامنے طلب کیا جائے گا اور پکار کر کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کفر و شرک کے ذریعہ) اپنے رب پر بہتان باندھا تھا، جان لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 125)

| |
|---|
| لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ |
| یہ بالکل حق ہے کہ یقیناً وہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## مشرکین کے لئے آخرت میں نقصان ہونے کا بیان

"لَا جَرَمَ" حَقًّا، اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ،

یہ بالکل حق ہے کہ یقیناً وہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

ایک شخص اللہ کے کسی حکم کی تعمیل ہی نہیں کرتا اسے اس کی سزا ملے گی اور ایک دوسرا شخص تعمیل تو کرتا ہے مگر غلط طریقے سے کرتا ہے اور کسی دوسرے کو بھی اس میں شریک بنالیتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس غلط تعمیل کرنے والے کو زیادہ نقصان ہوگا ایک تو اس نے تعمیل کی مشقت اٹھائی دوسرے اسے سزا بھی زیادہ ملے تو اس سے بڑھ کر زیادہ نقصان اٹھانے والا کون ہوسکتا ہے؟

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْۤا اِلٰی رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اپنے رب کے حضور عاجزی کرتے رہے یہی لوگ اہل جنت ہیں |
| وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## ایمان اور اللہ کی بارگاہ سے رجوع کر کے سکون پانے والوں کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات وَاَخْبَتُوا" سَكَنُوْا وَاطْمَاَنُّوا اَوْ اَنَابُوا، اُولٰئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ،

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اپنے رب کے حضور عاجزی کرتے رہے یعنی اس کی طرف انہوں نے رجوع کیا اور سکون پایا یہی لوگ اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## اہل جنت کے اعلیٰ احوال کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل

بدل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا کہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی سے۔ میں نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کے کنکر موتی اور یاقوت (سے) ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا اور کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر جنتیوں کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ عادل حاکم، روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور مظلوم کی بددعا۔ چنانچہ جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔ اس حدیث کی سند قوی نہیں اور میرے نزدیک یہ غیر متصل ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث دوسری سند سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

جن کے دل ایمان والے، جن کے جسمانی اعضا فرماں برداری کرنے والے تھے، قول وفعل سے فرمان رب بجالانے والے اور رب کی نافرمانی سے بچنے والے تھے یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند و بالا بالا خانے، بچھے بچھائے تخت، جھکے ہوئے خوشوں اور میووں کے درخت ابھرے ابھرے فرش، خوبصورت بیویاں، قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل، چاہت کے لذیذ کھانے پینے اور سب سے بڑھ کر دیدار الٰہی یہ نعمتیں ہوں گی جوان کے لیے ہمیشگی کے لیے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آئے گی نہ بڑھاپا، نہ بیماری، نہ غفلت، نہ رفع حاجت ہوگی، نہ تھوک، نہ ناک مشک، نہ بو والا پسینہ آیا اور غذا ہضم ہوگئی۔

| |
|---|
| مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ |
| دونوں فریقوں کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی سی ہے۔ کیا دونوں کا حال برابر ہے؟ |
| کیا تم پھر نصیحت قبول نہیں کرتے۔ |

## مسلمان اور کافر کی مثال دیکھنے والے اور نہ دیکھنے والے کی طرح ہونے کا بیان

"مَثَل" صِفَة "الْفَرِيْقَيْنِ" الْكُفَّار وَالْمُؤْمِنِيْنَ "كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمّ" هٰذَا مَثَل الْكَافِر "وَالْبَصِير وَالسَّمِيْع" هٰذَا مَثَل الْمُؤْمِن "هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا" لَا "اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ" فِيْهِ اِدْغَام التَّاء فِي الْاَصْل فِي الذَّال تَتَّعِظُوْنَ،

دونوں فریقوں یعنی کفار اور مؤمنین کی مثال اندھے اور بہرے اور دیکھنے والے اور سننے والے کی سی ہے۔ یعنی کافر اندھا اور

بہرہ ہے جبکہ مؤمن سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔ کیا دونوں کا حال برابر ہے؟ کیا تم پھر بھی نصیحت قبول نہیں کرتے۔ یہاں پر تذکروں میں تاء کا اصل میں ذال میں ادغام ہے یعنی کیا تم پھر بھی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

## کافر اور مسلمان برابر نہیں ہو سکتے

شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بینا۔ اور سنتے میں ہے کافر دنیا میں حق کو دیکھنے میں اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی بھلائی کی راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے۔ وہ حقانیت کی دلیلوں کی سننے سے بہرے تھے، نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے، اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سناتا۔ اس کے برخلاف مومن سمجھدار، ذکی، عاقل، عالم، دیکھتا، بھالتا، سوچتا، سمجھتا حق و باطل میں تمیز کرتا۔ بھلائی لے لیتا، برائی چھوڑ دیتا، دلیل اور شبہ میں فرق کر لیتا اور باطل سے بچتا، حق کو مانتا۔ بتلایئے یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں سمجھتے۔ ارشاد ہے (لَا يَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ، 5الحشر:20) دوزخی اور جنتی ایک نہیں ہوتے جنتی تو بلکل کامیاب ہیں اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں، اندھیرا اور اُجالا برابر نہیں، سایہ اور دھوپ برابر نہیں، زندہ اور مردہ برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا۔ تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، ہر ہر امت میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ میں تمہارے لیے صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی ان کی قوم کی طرف بعثت کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ " اَیْ بِاَنِّیْ وَفِیْ قِرَاءَ ةٍ بِالْكَسْرِ عَلٰى حَذْفِ الْقَوْلِ "لَكُمْ نَذِيْر مُبِيْن" بَيِّن الْاِنْذَار،

اور بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا یہاں پر ایک قرأت کے مطابق انی حذف قول کے سبب کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ کہ میں تمہارے لیے ڈر سنانے والوں میں صریح ڈر سنانے والا ہوں۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت توحید کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے۔ آپ نوح بن ملک بن متوشلخ بن اخنوخ (یعنی ادریس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قلم سے لکھا) بن برد بن مہلیل بن قنین بن یانش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

ائمہ نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح

جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے ستایا نہیں گیا۔ ہاں انبیاء قتل ضرور کئے گئے۔ انہیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے۔ حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔ اصنام پرستی کا رواج اسی طرح شروع ہوا کہ جب میں نیک بندے فوت ہوگئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بڑوں کی تصویریں بنا لیں تا کہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے آپ کو ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کو پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی بڑوں کے ناموں پر رکھ لئے۔ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ جب بت پرستی کا رواج ہوگیا، اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا آپ نے انہیں اللہ واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔

| |
|---|
| اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۝ |
| کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔ |

## غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کے لئے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"اَنْ" اَیْ بِاَنْ "لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اللّٰهَ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْكُمْ" اِنْ عَبَدْتُمْ غَیْرَهٗ "عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ" مُؤْلِمٍ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ،

کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔ یعنی اگر تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت کی تو تمہارے لئے دردناک دنیا وآخرت میں عذاب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کے بعد مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال اپنی قوم کو دعوت فرماتے رہے اور طوفان کے بعد ساٹھ برس دنیا میں رہے تو آپ کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی، اس کے علاوہ عمر شریف کے متعلق اور بھی قول ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ |
| هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَمَا نَرٰی لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ۝ |
| پس ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں نے کہا، ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بشر دکھائی دیتے ہو اور ہم نے |
| کسی کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ہمارے سطحی رائے رکھنے والے پست وحقیر لوگوں کے، |
| اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت و برتری بھی نہیں دیکھتے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ |

## قوم نوح کے نمبرداروں نے مقام نبوت کو بشریت کی دلیل دیکر تکذیب کردی

"فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ" وَهُمُ الْاَشْرَافُ "مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا" وَلَا فَضْلَ لَكَ عَلَیْنَا

"وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا" اَسَافِلُنَا كَالْحَاكَةِ وَالْاَسَاكِفَة "بَادِءَ الرَّأْیِ" بِالْهَمْزِ وَتَرْكه اَیْ اِبْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ تَفَكُّرٍ فِيْكَ وَنَصْبه عَلَى الظَّرْف اَیْ وَقْت حُدُوْث اَوَّل رَأْيهِمْ "وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ" فَتَسْتَحِقُّوْنَ بِهِ الْاِتِّبَاع مِنَّا "بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِيْنَ" فِیْ دَعْوٰی الرِّسَالَة اَدْرَجُوا قَوْمه مَعَهُ فِی الْخِطَاب،

پس ان کی قوم کے کفر کرنے والے سرداروں یعنی نمبردار تھے انہوں نے کہا، ہمیں تو تم ہمارے اپنے ہی جیسا ایک بشر دکھائی دیتے ہو لہٰذا تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اور ہم نے کسی (معزز شخص) کو تمہاری پیروی کرتے ہوئے نہیں دیکھا سوائے ہمارے سطحی رائے رکھنے والے پست وحقیر لوگوں کے، یعنی جیسے موچی اور جولاہے ہیں یہاں پر الرائی ہمزہ اور ترک ہمزہ دونوں طرح آیا ہے یعنی جنہوں نے ابتدائی طور پر کوئی غور وفکر نہیں کیا۔ اور یہاں پر بادی ظرفیت کے سبب منصوب بھی ہے۔ یعنی سب سے پہلے انہوں نے کچھ سوچا سمجھا ہی نہیں ہے۔ اور ہم تمہارے اندر اپنے اوپر کوئی فضیلت وبرتری بھی نہیں دیکھتے کہ جس کی وجہ ہم تمہاری اتباع کرنے کے حقدار ہوں بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ یعنی جو تم نے دعویٰ رسالت کیا ہے۔ اس خطاب میں انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی جمع کرلیا تھا۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت ان کی قوم کے لئے ہونے کا بیان

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت ونبوت صرف اپنی قوم کے لئے تھی ساری دنیا کے لئے عام نہ تھی اور ان کی قوم عراق میں آباد بظاہر مہذب مگر شرک میں مبتلا تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو دعوت دی وہ یہ تھی اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا خطرہ ہے۔ اس کے پہلے جملہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف دعوت ہے جو اصل اصول ہے، دوسرے جملہ میں شرک وکفر سے پرہیز کرنے کی تلقین ہے جو اس قوم میں وباء کی طرح پھیل گیا تھا۔ تیسرے جملہ میں اس عذاب عظیم کے خطرہ سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہوسکتا ہے اور دنیا میں طوفان کا عذاب بھی۔ (تفسیر کبیر، سورہ اعراف، بیروت)

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو انوکھا اور تعجب والا نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائے اور اسے اپنی پیغمبری سے ممتاز کردے تاکہ وہ تمہیں ہوشیار کردے پھر تم شرک وکفر سے الگ ہو کر عذاب الٰہی سے نجات پالو اور تم پر گوناگوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں اور وعظوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے مخالفت سے باز نہ آئے ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ سنور گئے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم سے مکالمہ کرنے کا بیان

سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لیے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔

آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذاب میں پھنسو گے۔ دیکھو تم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف ورزی کی تو قیامت کے دن کے دردناک سخت عذابوں میں مجھے تمہارے لینے کا خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤسا اور امراء بول اُٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو ہیں نہیں ہم جیسے ہی انسان ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر تم ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہوگئے ہیں کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہوا اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور وفکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں میں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہوگئے ہو تمہاری روزیاں بڑھ گئی ہوں یا خلق وخلق میں تمہیں کوئی برتری ہم پر حاصل ہوگئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تم سب سے جھوٹے ہو۔ نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں آخرت ملک کے دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے عقلی تو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نچلے طبقہ کے لوگ ہوئے تو کیا اس سے حق کی شان گھٹ گئی؟ حق حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں۔ بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں۔ چاہے وہ مسکین مفلس ہی ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہیں ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امراء ہوں۔

ہاں یہ واقع ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔ فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے آپ باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہیں کی خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔

شاہ روم ہرقل نے جو ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں، حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقل مند کا کام یہی ہے کہ حق کو ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تامل کرنا جہالت اور کند ذہنی ہے۔ اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلایا اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے کوئی تردد وتامل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کرلیا ان کا تیسرا اعتراض ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کے اندھے پن کی وجہ سے ہے اپنی ان کی آنکھیں اور کان نہ ہوں اور ایک موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ڈبکیاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفتری خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ۝

کہا، اے میری قوم! بتاؤ تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے حضور سے رحمت بھی بخشی ہو مگر وہ تمہارے اوپر پوشیدہ کردی گئی ہو، تو کیا ہم اسے تم پر جبراً مسلّط کر سکتے ہیں حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔

## اسلام لانے والے غریبوں کے لئے مبارک ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا لہٰذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 156)

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور آخر میں بھی اسلام غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔ یعنی ابتداء اسلام میں مسلمان غریب اور کم تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنی پڑی، اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ آئے گا، لہٰذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان و اسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے خوش بختی وسعادت ہے۔ اس لئے کہ آخر زمانہ میں یہی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب وسنت کے علوم ومعارف سے اپنی زندگیوں کو منور کریں گے۔

## عقل کے اندھوں کو مقام نبوت کی پہچان نہ ہونے کا بیان

"قَالَ يَا قَوْمِ اَرَاَيْتُمْ " اَخْبِرُوْنِيْ "اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ " بَيَان "مِنْ رَبِّيْ وَاٰتَانِيْ رَحْمَةً " نُبُوَّة "مِنْ عِنْده فَعَمِيَتْ " خَفِيَتْ "عَلَيْكُمْ" وَفِيْ قِرَاءَة بِتَشْدِيْدِ الْمِيم وَالْبِنَاء لِلْمَفْعُوْلِ "اَنُلْزِمُكُمُوْهَا" اَنُجْبِرُكُمْ عَلٰى قَبُولهَا "وَاَنْتُمْ لَهَا كَارِهُوْنَ" لَا نَقْدِر عَلٰى ذٰلِكَ.

حضرت نوح علیہ السلام نے کہا، اے میری قوم! بتاؤ تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے حضور سے خاص رحمت یعنی نبوت بھی بخشی ہو مگر وہ تمہارے اوپر اندھوں کی طرح پوشیدہ کردی گئی ہو، ایک قرأت کے مطابق یہاں پر علیکم کا میم شد کے ساتھ بھی بناء برمفعول پڑھا گیا ہے۔ تو کیا ہم اسے تم پر جبراً مسلّط کر سکتے ہیں یعنی کیا ہم زبردستی تم پر لاگو کر سکتے ہیں، حالانکہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ لہٰذا ہم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

## نبی مکرم کے اوصاف حمیدہ بھی صداقت کی دلیل ہوتے ہیں

صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہیے لیکن وہ امتیاز مال ودولت ملک وحکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خداترسی، حق پرستی، دردمندی، خلائق اور ان صریح آیات ونشانات پیش کرنے سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت واکمال نعمت ان کے اندر قائم کرتا یا ان کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحی

الٰہی اور ربانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں ان پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں۔لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی، تمہاری آنکھیں بھی اس نور الٰہی کے دیکھنے سے قاصر رہیں، تو کیا ہم زبردستی مجبور کر کے تم سے اس نور اور رحمت کا اقرار کرا سکتے ہیں جس سے تم اس قدر نفور و بیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔خلاصہ یہ ہوا کہ میری بزرگی و برتری جو تم کو نظر نہیں آتی، یہ اس لیے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کا کوہ صفا پر اپنے اقارب کو دعوت ایمان دینے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے) اور ان میں سے خاص لوگوں کو ڈرائیے نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر چڑھ کر یا صباحاہ! کہہ کر پکارنے لگے لوگوں نے کہا یہ کون ہے؟ اور آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتلاؤ! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ ایک لشکر اس پہاڑ کے دامن سے نکلنے والا ہے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں تم سے جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں ابولہب نے کہا تبا لک (تیری ہلاکت ہو) کیا تو نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا پھر وہ اٹھ کر چل دیا تو آیت (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، لہب) نازل ہوئی اعمش نے اس دن اسی طرح پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2208)

| |
|---|
| وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ |
| اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ |
| اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کوئی مال و دولت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف اللہ پر ہے اور میں ان لوگوں کو |
| جو ایمان لے آئے ہیں دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں۔ بیشک یہ لوگ اپنے رب کی ملاقات سے بہرہ یاب ہونے والے ہیں |
| اور میں تو درحقیقت تمہیں جاہل قوم دیکھ رہا ہوں۔ |

## ایمان والوں کو مطالبہ کفار کے سبب نہ چھوڑنے کا بیان

"وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ" عَلَى تَبْلِيغ الرِّسَالَة "مَالًا" تُعْطُونِيهِ "إِنْ" مَا "أَجْرِي" ثَوَابِي "إِلَّا عَلَى اللَّه وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا" كَمَا أَمَرْتُمُونِي "إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبّهمْ" بِالْبَعْثِ فَيُجَازِيهِمْ وَيَأْخُذ لَهُمْ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ وَطَرَدَهُمْ "وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ" عَاقِبَة أَمْركُمْ،

اور اے میری قوم! میں تم سے اس دعوت و تبلیغ رسالت پر کوئی مال و دولت بھی طلب نہیں کرتا، میرا اجر یعنی ثواب تو صرف اللہ کے ذمہ کرم پر ہے اور میں تمہاری خاطر ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں دھتکارنے والا بھی نہیں ہوں یعنی جیسے تم مجھے ان کے

بارے میں حکم دیا ہے۔(تم انھیں حقیر مت سمجھو یہی حقیقت میں معزز ہیں)۔ بیشک یہی لوگ موت کے بعد اپنے رب کی ملاقات سے بہرہ یاب ہونے والے ہیں لہٰذا ان کو ثواب دیا جائے گا۔اور میں تو درحقیقت تمہیں جاہل قوم دیکھ رہا ہوں۔یعنی تمہارے انجام کو دیکھ رہا ہوں۔

## بلا اجرت خیر خواہ سے ناروا سلوک کرنے والوں کا بیان

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کی سچی نوبت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آچکا ہے۔ بہت بڑی رحمت ونعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکے نہ تم نے اس کی قدردانی کی نہ اسے پہنچانا بلکہ بے سچے سمجھے تم نے اسے دھکے دے دیئے اسے جھٹلانے لگ گئے اب بتاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کرسکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں؟

| |
|---|
| وَ يٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور اے میری قوم! اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا اگر میں انھیں دور ہٹا دوں؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ |

## اللہ کے سوا اللہ کے عذاب سے بچانے والی مدد نہ ہونے کا بیان

"وَيَا قَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِىْ" يَمْنَعُنِىْ "مِنَ اللّٰهِ" اَىْ عَذَابِهِ "اِنْ طَرَدْتُهُمْ" اَىْ لَا نَاصِرَ لِىْ "اَفَلَا" فَهَلَّا "تَذَكَّرُوْنَ" بِاِدْغَامِ التَّاءِ الثَّانِيَةِ فِى الْاَصْلِ فِى الذَّالِ تَتَّعِظُوْنَ،

اور اے میری قوم! اللہ کے مقابلے میں کون میری مدد کرے گا یعنی کون ہے جو میری مدد کر کے مجھے اللہ کے عذاب سے بچائے ؟ اگر میں انھیں دور ہٹا دوں؟ تو میرا کوئی مددگار نہ ہوگا تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ یہاں پر تذکرون میں تائے ثانیہ کا اصل میں ذال میں ادغام ہے۔یعنی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

| |
|---|
| وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ |
| تَزْدَرِىْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہ میں (اللہ کے بتائے بغیر) خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا |
| ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر جان رہی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ انھیں ہرگز کوئی بھلائی |
| نہ دے گا، اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، بیشک میں اسی وقت ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ |

## ذاتی علم غیب وخزانوں کی ملکیت اللہ کے لئے ہونے کا بیان

"وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا" اِنِّىْ "اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ" بَلْ اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ

"وَلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِي" تَحْتَقِر "اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ" قُلُوْبِهِمْ "اِنِّيْٓ اِذًا" اِنْ قُلْتُ ذٰلِكَ، لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ،

اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں بلکہ میں تمہاری طرح انسان ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جنہیں تمہاری نگاہیں حقیر جان رہی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ انھیں ہرگز کوئی بھلائی نہ دے گا، اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، اگر ایسا کہوں تو بیشک میں اسی وقت ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے شبہات کا جواب

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی قوم نے آپ کی نبوت میں تین شبہے کئے تھے۔ ایک شبہہ تو یہ ہے کہ "مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ" کہ ہم تم میں اپنے اوپر کوئی بڑائی نہیں پاتے یعنی تم مال و دولت میں ہم سے زیادہ نہیں ہو، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا

(قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ 50) -6 الانعام:50)

یعنی میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں تو تمہارا یہ اعتراض بالکل بے محل ہے، میں نے کبھی مال کی فضیلت نہیں جتائی اور دنیوی دولت کا تم کو متوقع نہیں کیا اور اپنی دعوت کو مال کے ساتھ وابستہ نہیں کیا پھر تم یہ کہنے کے کیسے مستحق ہو کہ ہم تم میں کوئی مالی فضیلت نہیں پاتے اور تمہارا یہ اعتراض محض بے ہودہ ہے۔

دوسرا شبہہ قوم نوح نے یہ کیا تھا۔ (وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ 27) -11 هود:27)

یعنی ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری کسی نے پیروی کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے۔ سرسری نظر سے مطلب یہ تھا کہ وہ بھی صرف ظاہر میں مومن ہیں باطن میں نہیں، اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں تو میرے احکام غیب پر مبنی ہیں تاکہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ہوتا جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بےمحل ہے اور شرع میں ظاہر ہی کا اعتبار ہے لہذا تمہارا اعتراض بالکل بیجا ہے۔

نیز (وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ، فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو میں نے تو اس کا دعوی نہیں کیا باوجود یکہ نبی ہوں تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔

تیسرا شبہہ اس قوم کا یہ تھا کہ (وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ 27) -11 هود:27)

یعنی ہم تمہیں اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں یعنی میں نے

اپنی دعوت کو اپنے فرشتہ ہونے پر موقوف نہیں کیا تھا کہ تمہیں یہ اعتراض کا موقع ملتا کہ جتاتے تو تھے وہ اپنے آپ کو فرشتہ اور تھے بشر لہٰذا تمہارا یہ اعتراض بھی باطل ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ھود، لاہور)

| |
|---|
| قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ |
| وہ کہنے لگے، اے نوح! بیشک تم ہم سے جھگڑ چکے سو تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا، بس اب ہمارے پاس وہ لے آؤ |
| جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو۔ |

## کفار کا نوح علیہ السلام سے عذاب طلب کرنے کا بیان

"قَالُوْا يَا نُوح قَدْ جَادَلْتنَا" خَاصَمْتنَا "فَاَكْثَرْت جِدَالنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدنَا" بِهِ مِنْ الْعَذَاب "اِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِيْنَ" فِيْهِ،

وہ کہنے لگے، اے نوح! بیشک تم ہم سے جھگڑ چکے لہٰذا تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا، بس اب ہمارے پاس وہ عذاب لے آؤ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اگر تم اس بات میں سچے ہو۔

## قوم نوح کی عجلت پسندی کی حماقت

قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے۔ کہنے لگے بس حجتیں تو ہم نے بہت سی سن لیں۔ آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لے آ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے۔ سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف، حاکم، عادل، غیر ظالم، فیصلوں کے امر کا مالک، ابتداء پیدا کرنے والا، پھر لوٹانے والا، دنیا و آخرت کا تنہا مالک وہی ہے۔ ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

| |
|---|
| قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ○ |
| آپ نے کہا وہ تو تم پر اللہ ہی لائے گا، اگر اس نے چاہا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔ |

## اللہ کے حکم کے مطابق عذاب کے نازل ہونے کا بیان

"قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰه اِنْ شَاءَ" تَعْجِيله لَكُمْ فَاِنَّ اَمْره اِلَيْهِ لَا اِلَيَّ "وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ" بِفَائِتِيْنَ اللّٰه،

آپ نے کہا وہ تو تم پر اللہ ہی لائے گا، یعنی اگر وہ تم پر جلدی چاہے گا تو جلدی لے آئے گا کیونکہ عذاب لانا یہ اسی کا امر ہے اس میں میرا دخل نہیں ہے۔ اگر اس نے چاہا اور تم ہرگز عاجز کرنے والے نہیں۔ یعنی اللہ کے عذاب سے بچ نکلنے

والے نہیں ہو۔

| |
|---|
| وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ |
| هُوَ رَبُّكُمْ ۫ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ؕ |
| اور میری نصیحت تمہیں نفع نہ دے گی خواہ میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ کروں اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ فرمالیا ہو، |
| وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## ازلی کفار کے لئے نصیحت کے فائدے مند نہ ہونے کا بیان

"وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ اِنْ اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ" اَیْ اِغْوَاءَ كُمْ وَجَوَاب الشَّرْط دَلَّ عَلَيْهِ "وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْ" هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ،

اور میری نصیحت تمہیں نفع نہ دے گی خواہ میں تمہیں نصیحت کرنے کا ارادہ کروں اگر اللہ نے تمہیں گمراہ کرنے یعنی تمہاری گمراہی کا ارادہ فرمالیا ہو، یہ جواب شرط ہے جس کی اس پر دلیل ہے۔یعنی میری نصیحت تمہیں نفع نہ دے گی۔وہ تمہارا رب ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

البتہ تمہارے عذاب پر اصرار اور ہٹ دھرمی سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ تم پر وہ عذاب آ کر رہے گا اور میں تمہاری کتنی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں اس کا کچھ فائدہ ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ پھر یہ معاملہ یہیں تک محدود نہ رہے گا کہ اللہ کا عذاب تمہیں ہلاک کر دے بلکہ آخرت میں بھی اللہ تم سب کو حاضر کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں ڈال دے گا۔

| |
|---|
| اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ؕ |
| کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو خود گھڑ لیا ہے، فرما دیجئے: اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے جرم (کا وبال) |
| مجھ پر ہوگا اور میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کر رہے ہو۔ |

## قرآن کے کلام اللہ ہونے کا انکار کرنے والے کفار کا بیان

"اَمْ" بَلْ "يَقُوْلُوْنَ" اَیْ كُفَّار مَكَّة "افْتَرَاهُ" اخْتَلَقَ مُحَمَّد الْقُرْاٰن "قُلْ اِنْ افْتَرَيْته فَعَلَيَّ اِجْرَامِي" اِثْمِي اَیْ عُقُوْبَته "وَاَنَا بَرِيْء مِمَّا تُجْرِمُوْنَ" مِنْ اِجْرَامكُمْ فِي نِسْبَة الِافْتِرَاء اِلَيَّ،

(اے حبیب مکرم ﷺ) کیا یہ لوگ یعنی کفار مکہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے، فرما دیجئے: اگر میں نے اسے گھڑ لیا ہے تو میرے جرم کا وبال مجھ پر ہوگا اور میں اس سے بری ہوں جو جرم تم کر رہے ہو۔یعنی جو میری طرف افتراء کی نسبت کر رہے ہو۔

## کفار کا الزام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا جواب

یہ درمیانی کلام اس قصے کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر ہے کہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ یہ کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افتراء گھڑ لوں؟ ہاں اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

بعض مفسرین نے اس آیت کو بھی نوح کے قصہ کا جزو بتلایا ہے۔ یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خود ان کی گھڑنت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو اہل مکہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر اس کا تعلق خاص نوح کے قصہ سے تھا گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے۔ واقعہ میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

| |
|---|
| وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ |
| اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، |
| پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ کرتے رہے ہیں۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے قبول ہونے کا بیان

"وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ" تَحْزَنْ "بِمَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ" مِنْ الشِّرْكِ فَدَعَا عَلَیْهِمْ بِقَوْلِهٖ "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ" اِلَخْ فَاَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهٗ،

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیری قوم میں سے کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر جو ایمان لا چکا، پس تو اس پر غمگین نہ ہو جو وہ شرک کرتے رہے ہیں۔ پس آپ نے ان کے لئے دعا کی کہ اے رب انہیں زمین میں نہ چھوڑ، الخ، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کر لیا۔

## صدیوں کے وعظ و نصیحت کے بعد عذاب آنے کا بیان

امام بغوی لکھتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے تقریباً ایک ہزار سال کی عمر دراز عطا فرمائی، اس کے ساتھ اللہ کی طرف دعوت دینے اور قوم کی اصلاح کرنے کی فکر اور پیغمبرانہ جد و جہد کا بھی یہ درجہ عطا فرمایا کہ اس طویل مدت عمر میں ہمیشہ اپنی قوم کو دین حق اور کلمہ توحید کی دعوت دیتے رہے، قوم کی طرف سے سخت سخت ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑا ان کی قوم ان پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ بے ہوش ہو جاتے پھر جب ہوش آتا دعا کرتے کہ یا اللہ میری قوم کو معاف کر دے یہ بے وقوف جاہل جانتے نہیں، قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری کو دوسری کے بعد تیسری کو اس امید پر دعوت دیتے کہ شاید یہ حق کو قبول کر لیں۔

جب اس عمل پر صدیاں گزر گئیں تو رب العزت کے سامنے ان کی حالت زار کی شکایت کی جو سورۂ نوح میں مذکور ہے (آیت) رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا، فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَاءِیْ اِلَّا فِرَارًا، اور اتنے طویل مصائب کے بعد اس مرد خدا

کی زبان پر یہ دعا آئی (آیت) رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ، یعنی اے میرے پروردگار ان کی تکذیب کے بالمقابل آپ میری مدد کیجئے۔قوم نوح کا ظلم وجور سے گزر جانے کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان آیات سے خطاب فرمایا جو اوپر مذکور ہیں۔ (تفسیر بغوی، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ○ |
| اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے ایک کشتی بناؤ اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، |
| وہ ضرور غرق کئے جائیں گے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کے لئے کشتی بنانے کے حکم کا بیان

"وَاصْنَعْ الْفُلْكَ" السَّفِينَة "بِاَعْيُنِنَا" بِمَرْاٰى مِنَّا وَحِفْظنَا "وَوَحْيِنَا" اَمْرِنَا "وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوا" كَفَرُوْا بِتَرْكِ اِهْلَاكِهِمْ،

اور تم ہمارے حکم کے مطابق ہمارے سامنے یعنی جس کا مشاہدہ ہم کریں، ایک کشتی بناؤ جس کی ہم حفاظت کریں اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، وہ ضرور غرق کئے جائیں گے۔یعنی انہوں نے کفر کیا ہے لہٰذا ان کی ہلاکت سے متعلق پھر کچھ نہ کہنا۔

## چالیس سال میں تیار ہونے والی کشتی کا بیان

قوم نوح نے جب عذابوں کی مانگ جلدی مچائی تو آپ نے اللہ سے دعا کی الٰہی زمین پر کسی کافر کو رہتا بستا نہ چھوڑ۔ پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں، تو میری مدد کر۔اسی وقت وحی آئی کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہی ہماری تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر، ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے ہیں۔بعض سلف کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر سکھا کر تختے بنالو۔ اس میں ایک سو سال گزر گئے پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے ایک قول ہے چالیس سال لگے۔امام محمد بن اسحٰق توراۃ سے نقل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی اس کا طول اسی ۸۰ ہاتھ تھا اور عرض پچاس ۵۰ ہاتھ کا تھا۔اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا پانی کاٹنے کے پر پرزے بھی تھے قتادہ کا قول ہے کہ لمبائی تین سو ہاتھ کی تھی۔ابن عباس کا فرمان ہے کہ طول بارہ سو ہاتھ کا تھا اور چوڑائی چھ سو ہاتھ کی تھی۔کہا گیا ہے کہ طول دو ہزار ہاتھ اور چوڑائی ایک سو ہاتھ کی تھی واللہ اعلم۔اس کی اندرونی اونچائی تیس ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ دس ہاتھ اونچا تھا۔سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔درمیان کے حصے میں انسان تھے اور اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔ان میں چھوٹا دروازہ تھا، اوپر سے بالکل بند تھی۔ابن جریر نے ایک غریب اثر عبداللہ بن عباس سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم سے درخواست کی کہ اگر آپ بحکم الٰہی کسی ایسے مردہ کو جلاتے

جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اسے معلومات ہوتیں آپ انہیں لے کر ایک ٹیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی پھر آپ نے ایک لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو اسی وقت ایک بڈھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا۔ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا اچھا حضرت نوح کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا وہ بارہ سو ہاتھ لمبی اور چھ سو ہاتھ چوڑی تھی تین درجوں کی تھی۔

ایک میں جانور اور چوپائے تھے، دوسرے میں انسان، تیسرے میں پرند، جب جانوروں کا گوبر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کی طرف وحی بھیجی کے ہاتھی کی دم ہلاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر نر مادہ نکل آئے اور وہ میل کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرقاب ہونے کا علم کیسے ہوگیا؟ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوے کو خبر لینے کے لیے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا، دیر تک وہ واپس نہ آیا تو آپ نے اس کے لیے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لیے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہوگیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔

آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لیے امن وانس کی دعا کی پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔ حواریوں نے کہا اے رسول اللہ آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلئے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آسکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہوجا، وہ اسی وقت مٹی ہوگیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعنہ دیتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کرلو وقت آرہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے۔ ابھی جان لوگے کہ کون اللہ کے عذاب سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آچمٹتا ہے جو کبھی ٹالے نہ ٹلے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ |
| اور نوح علیہ السلام کشتی بناتے رہے اور جب بھی ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے ان کا مذاق اڑاتے۔ |
| نوح (علیہ السلام انھیں جواباً) کہتے، اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو (کل) ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے جیسے تم تمسخر کر رہے ہو۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی سے کفار کے مذاق کا بیان

"وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ" حِكَايَة حَال مَاضِيَة "وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ" جَمَاعَة "مِنْ قَوْمه سَخِرُوْا مِنْهُ" اسْتَهْزَئُوا بِهِ "قَالَ إِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَر مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ" إِذَا نَجَوْنَا وَغَرِقْتُمْ،

اورنوح علیہ السلام کشتی بناتے رہے یہ حال ماضی کی حکایت ہے۔ اور جب بھی ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے ان کا مذاق اڑاتے۔ نوح علیہ السلام انھیں جواباً کہتے، اگر آج تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو کل ہم بھی تم سے تمسخر کریں گے جیسے تم تمسخر کررہے ہو۔ یعنی جب ہم نجات پائیں گے اور تم غرق ہو جاؤ گے۔

کشتی بنانے پر قوم کا مذاق اڑانا:۔ وہ مذاق یہ کرتے تھے کہ جہاز جتنی بڑی کشتی جو تم بنا رہے ہو اسے کیا خشکی پر چلاؤ گے؟ یہاں نہ تو نزدیک کوئی دریا ہے جس میں اسے چلا سکو۔ بارشوں کو ہم ترس رہے ہیں خشک سالی بھی ہے اور کسی دریا وغیرہ میں سیلاب کا خطرہ بھی نہیں تو پھر اسے بنا کر کیا کرو گے؟

| |
|---|
| فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ٥ |
| پس تم جلد ہی جان لو گے کہ وہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے۔ |

## رسوا کردینے والے عذاب کا بیان

"فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ" مَوْصُولَة مَفْعُوْل الْعِلْم "يَأْتِيه عَذَاب يُخْزِيه وَيَحِلّ" يَنْزِل، عَلَيْهِ عَذَابٌ مُقِيْمٌ،

پس تم جلد ہی جان لو گے یہاں پر من موصولہ تعلمون کا مفعول ہے۔ کہ وہ کون ہے جس پر ایسا عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر دائمی عذاب اترتا ہے۔

وہ نوح علیہ السلام کو دیوانہ سمجھ رہے تھے اور نوح علیہ السلام انھیں دیوانہ سمجھ رہے تھے کیونکہ انہوں نے قوم کو خبردار کردیا تھا کہ تم پر سیلاب کا عذاب آنے والا ہے وہ اپنی قوم پر اس بات سے حیران تھے کہ عنقریب ان لوگوں کی تباہی ہونے والی ہے اور انھیں اپنی ذرا بھی فکر نہیں الٹا مجھے دیوانہ سمجھ کر مذاق اڑا رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے انھیں جواب دیا، کوئی بات نہیں آج تم ہمارا مذاق اڑا لو، جلد ہی ایسا وقت آنے والا ہے جب ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والا عذاب کس پر نازل ہوتا ہے؟

| |
|---|
| حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ |
| اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ٥ |

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش سے ابلنے لگا ہم نے فرمایا (اے نوح!) اس کشتی میں ہر جنس میں سے دو عدد پر مشتمل جوڑا سوار کرلو اور اپنے گھر والوں کو بھی (لے لو) سوائے ان کے جن پر فرمان پہلے صادر ہو چکا ہے اور جو کوئی ایمان لے آیا ہے۔ اور چند کے سوا ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔

## حضرت نوح علیہ السلام کا نجات دلانے کے لئے کشتی میں سوار کرانے کا بیان

"حَتّٰی" غَایَة لِلصُّنْعِ "اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا" بِاِهْلَاكِهِمْ "وَفَارَ التَّنُّور" لِلْخَبَّازِ بِالْمَاءِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَامَة لِنُوحٍ . "قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا" فِي السَّفِينَة "مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ" ذَكَرًا وَاُنْثٰی اَیْ مِنْ كُلّ اَنْوَاعهمَا "اثْنَيْنِ" ذَكَرًا وَاُنْثٰی وَهُوَ مَفْعُول وَفِي الْقِصَّة اَنَّ اللّٰه حَشَرَ لِنُوحٍ السِّبَاع وَالطَّيْر وَغَيْرهَا فَجَعَلَ يَضْرِب بِيَدَيْهِ فِي كُلّ نَوْع فَتَقَع يَده الْيُمْنٰى عَلَى الذَّكَر وَالْيُسْرٰى عَلَى الْاُنْثٰی فَيَحْمِلهُمَا فِي السَّفِينَة "وَاَهْلَكَ" اَیْ زَوْجَته وَاَوْلَاده "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْل" اَیْ مِنْهُمْ بِالْاِهْلَاكِ وَهُوَ زَوْجَته وَوَلَده كَنْعَان بِخِلَافِ سَام وَحَام وَيَافِث فَحَمَلَهُمْ وَزَوْجَاتهمْ الثَّلَاثَة "وَمَنْ اٰمَنَ وَمَا اٰمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيل" قِيلَ كَانُوْا سِتَّة رِجَال وَنِسَاءَ هُمْ وَقِيلَ: جَمِيع مَنْ كَانَ فِي السَّفِينَة ثَمَانُوْنَ نِصْفهمْ رِجَال وَنِصْفهمْ نِسَاء ،

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم یعنی ان کی ہلاکت کا عذاب آ پہنچا اور تنور پانی کے چشموں کی طرح جوش سے ابلنے لگا یہ حضرت نوح علیہ السلام کے لئے نشانی کے طور پر تھا۔ ہم نے فرمایا اے نوح، اس کشتی میں ہر جنس میں سے نر اور مادہ یعنی ان دونوں کی تمام اقسام کو دو عدد پر مشتمل جوڑا سوار کرلو۔ یہاں پر اثنین یہ احمل کا مفعول ہے۔ اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو پرندے، درندے وغیرہ اور اسی طرح ہر قسم کے جوڑوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنا دایاں ہاتھ ڈالتے تو مذکر جانداروں پر پڑتا اور بایاں ہاتھ ڈالتے تو مؤنث جانداروں پر پڑتا تو آپ ان کو کشتی میں سوار کر لیتے۔ اور اپنے گھر والوں کو بھی لے لو سوائے ان کے جن پر ہلاکت کا فرمان پہلے صادر ہو چکا ہے۔ یعنی آپ کی بیوی اور اور آپ کے بیٹے کنعان بہ خلاف سام، حام اور یافت کے کیونکہ ان کو اور ان تینوں کی بیویوں کو کشتی پر سوار کیا۔ اور جو کوئی ایمان لے آیا ہے اسے بھی ساتھ لے لو، اور چند لوگوں کے سوا ان کے ساتھ کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ چھ مرد اور ان کی عورتیں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے جو سارے اس کشتی میں تھے ان کی اسی ۸۰ تھی جن میں نصف مرد اور نصف عورتیں تھیں۔

## طوفان نوح سے نجات پانے والے ۸۰ اہل ایمان کا بیان

حضرت زید بن اسلم فرماتے ہیں کہ قوم نوح پر طوفان کا عذاب اس وقت آیا جب کہ وہ اپنی کثرت وقوت کے اعتبار سے بھرپور تھے۔ عراق کی زمین اور اس کے پہاڑ ان کی کثرت کے سبب تنگ ہو رہے تھے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے کہ نافرمان

لوگوں کوڈھیل دیتے رہتے ہیں۔عذاب اس وقت بھیجتے ہیں جب وہ اپنی کثرت،قوت اور دولت میں انتہاء کوپہنچ جائیں اوراس میں 32
بدمست ہوجائیں۔

حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں کتنے آدمی تھے اس میں روایات مختلف ہیں۔ابن ابی حاتم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اسی ۸۰ آدمی تھے جن میں ایک کا نام جرہم تھا یہ عربی زبان بولتا تھا۔بعض روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی ۸۰ کے عدد میں چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں۔طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اس بستی کا نام ثمانون مشہور ہوگیا۔

## قوم نوح پر عذاب الٰہی کے نزول کا بیان

حسب فرمان ربی آسمان سے موسلا دھار لگاتار بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی ابلنے لگا اور ساری زمین پانی سے بھر گئی اور جہاں تک منظور رب تھا پانی بھر گیا اور حضرت نوح کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کردیا۔اور کافروں کو ان کے کیفر کردار کو پہنچا دیا۔تنور کے ابلنے سے بقول ابن عباس یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی ابل پڑا۔یہی قول جمہور سلف وخلف ہے کا ہے۔

حضرت علی سے مروی ہے کہ تنور صبح کا نکلنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن زیادہ غالب پہلا قول ہے۔مجاہد اور شعبی کہتے ہیں یہ تنور کوفے میں تھا۔ابن عباس سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔قتادہ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں۔

الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق میں سے ہر قسم کا ایک ایک جوڑا نر مادہ سوار کرلو۔کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لیے بھی یہی حکم تھا۔جیسا نباتات۔کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ کشتی میں آیا اور سب سے آخر میں گدھا سوار ہونے لگا۔ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آگئے اس کا اپنا دھڑ اٹھانا چاہا تو نہ اٹھا سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔حضرت نوح جلدی کررہے تھے یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔آخر آپ نے فرمایا آج تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو آیا تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لے جانا مشکل ہوگیا،آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کرلیا۔ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کرلیے تو لوگوں نے کہا شیر کی موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بخار ڈال دیا۔اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی یہ ہمارا کھانا اور دیگر چیزیں خراب کررہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیر کی چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دبک کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ ہود،بیروت)

وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اوراس نے کہااس میں سوار ہوجاؤ، اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنااوراس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کا بسم اللہ پڑھ کر کشتی پرسوار ہونے کا بیان

"وَقَالَ" نُوح "ارْكَبُوا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَاهَا وَمَرْسَاهَا" بِفَتْحِ الْمِيْمَيْنِ وَضَمِّهِمَا مَصْدَرَانِ اَیْ جَرْيُهَا وَرَسْوُهَا اَیْ مُنْتَهٰى سَيْرِهَا "اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْر رَحِيْم" حَيْثُ لَمْ يُهْلِكْنَا،

اوراس نے کہااس میں سوار ہوجاؤ، اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنااوراس کا ٹھہرنا ہے۔ یہاں پر "مَجْرَاهَا وَمَرْسَاهَا" دونوں میم کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ آئے ہیں اور یہ دونوں مصادر ہیں۔ یعنی چلنے کہ جگہ اور ٹھہرنے کہ جگہ ہے۔ بے شک میرا رب یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ کیونکہ اسی نے ہمیں ہلاکت سے بچایا ہے۔

## بسم اللہ کی برکت کا بیان

مفسرین نے کہا جب طوفان نوح نے اس دنیا کو اپنے خوفناک عذاب کے چنگل میں گھیر لیا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو وہ بھی خوف غرق سے ہراساں ولرزاں تھے انہوں نے غرق سے نجات پانے اور اس عذاب الٰہی سے محفوظ رہنے کے لئے بسم اللہ مجریہا ومرسہا کہا اس کلمہ کی برکت سے ان کی کشتی غرقابی سے محفوظ وسالم رہی مفسرین کہتے ہیں کہ جب اس آدھے کلمہ کی وجہ سے اتنے ہیبت ناک طوفان سے نجات حاصل ہوئی تو جو شخص اپنی پوری عمر اس پورے کلمہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے اپنے ہر کام کی ابتداء کرنے کا التزام کرے وہ نجات سے کیونکر محروم رہ سکتا ہے؟ علماء لکھتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں انیس حروف ہیں دوزخ کے موکل بھی انیس ہیں لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ہر حرف کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک کی بلا دفع ہو سکتی ہے نیز علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ دن رات کو چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں پانچ گھنٹوں کے لئے تو پانچ وقت کی نمازیں مقرر فرمائی گئیں اور بقیہ انیس گھنٹوں کے لئے یہ انیس حروف عطا فرمائے گئے تا کہ ان انیس گھنٹوں میں ہر نشست وبرخاست ہر حرکت وسکون اور ہر کام کے وقت ان انیس حروف کے ذریعہ برکت وعبادت حاصل ہو یعنی ان حروف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کی برکت سے یہ انیس گھنٹے بھی عبادت میں لکھے جائیں۔

## کشتی نوح کا صرف اہل ایمان کے لئے نجات بننے کا بیان

حضرت نوح کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا حام بھی انہیں کافروں میں تھا وہ الگ ہو گیا۔ یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ کے رسول کی منکر تھی اور تیری قوم کے تمام مسمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لے لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر

بہت ہم کم لوگ ایمان لائے تھے اب عباس فرماتے ہیں کل اسی (80) آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب بہتر (72) اشخاص تھے۔ایک قول ہے صرف دس (10) آدمی تھے ایک قول ہے حضرت نوح تھے اوران کے تین لڑکے تھے سام، حام، یافث اور چار عورتیں تھیں۔ تین تو ان تینوں کی بیویاں اور چوتھی حام کی بیوی اور کہا گیا ہے کہ خود حضرت نوح کی بیوی۔لیکن اس میں نظر ہے ظاہر یہ ہے حضرت نوح کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔اس لیے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی اسی طرح یہ بھی ہلاک ہوگی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَ نَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ |
| يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ○ |
| اور وہ انھیں لے کر پہاڑوں جیسی موج میں چلی جاتی تھی، اورنوح نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ ایک علیحدہ جگہ میں تھا، |
| اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ (شامل) نہ ہو۔ |

## کشتی نوح سے بھی کفار سے الگ رہنے کی آواز آنے کا بیان

"وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ" فِي الِارْتِفَاعِ وَالْعِظَمِ "وَنَادٰى نُوْح ابْنه" كَنْعَان "وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ" عَنْ السَّفِينَة،يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكَافِرِيْنَ،

اور وہ لے کر پہاڑوں جیسی اونچی اور بڑی موج میں چلی جاتی تھی، اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو آواز دی اور وہ کشتی سے ایک علیحدہ جگہ میں تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہوجا اور کافروں کے ساتھ شامل نہ ہو۔

## عذاب سے نجات ورحمت اہل ایمان کے لئے ہونے کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نوسو سال تک ٹھہرے آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے؟ آپ جواب دیتے تھے کہ عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے ابلنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گلیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت کی تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا، تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی۔ دو تہائی کو پہنچی جب پانی وہاں بھی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دنوں غرق ہوگئے۔پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔کعب احبار، مجاہد اور ابن جبیر سے بھی حسن بچے اور اس کی

ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ ہود، بیروت)

## اونچی عمارات اور پہاڑوں کا عذاب الٰہی سے نہ بچا سکنے کا بیان

آیت میں بتلایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کے سب اہل وعیال کشتی میں سوار ہو گئے مگر ایک لڑکا جس کا نام کنعان بتلایا جاتا ہے سوار ہونے سے رہ گیا تو پدرانہ شفقت سے حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو پکارا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں آجاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہو کہ غرق ہو جاؤ گے، یہ لڑکا کافروں دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتا تھا اور حقیقت میں کافر تھا مگر غالبا حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا اور اگر علم تھا تو کفر سے توبہ کر کے ایمان لانے کی دعوت کے طور پر اس کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت فرمائی، مگر اس بد بخت نے اس وقت بھی طوفان کو سرسری سمجھا اور کہنے لگا کہ آپ فکر نہ کریں، میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان سے بچ جاؤں گا، حضرت نوح علیہ السلام نے پھر متنبہ کیا کہ ظالم کس خیال میں ہے آج کوئی اونچی عمارت یا پہاڑ کسی کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں اور بچنے کی کوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پر رحم فرماویں، باپ بیٹے کی یہ گفتگو دور سے چل ہی رہی تھی کہ ایک موج اس طوفان کی آئی اور بیٹے کو بہالے گئی، تاریخی روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔

اس آیت میں طوفان کے ختم ہونے اور حالات کے ہموار ہونے کا بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ نے زمین کو خطاب کر کے حکم دیا (آیت) یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ، اے زمین تو اپنا پانی نگل لے، مراد یہ تھی کہ جس قدر پانی زمین سے ابلا تھا اس کے لئے یہ حکم دے دیا کہ اس کو پھر زمین اپنے اندر اتار لے، آسمان کو حکم دیا گیا کہ اب پانی برسنا بند کر دے، اس طرح زمین سے نکلا ہوا پانی پھر زمین میں چلا گیا اور آسمان سے آئندہ پانی برسنا بند ہو گیا، آسمان سے برسا ہوا جتنا پانی زمین پر موجود تھا اس کو قدرت نے دریاؤں اور نہروں کی شکل دے دی جائے اس سے انسان فائدہ اٹھائے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ |
| اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ٥ |
| اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا، جو مجھے پانی سے بچالے گا۔ کہا آج اللہ کے فیصلے سے کوئی بچانے والا |
| نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی تو وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہو گیا۔ |

## اللہ کے عذاب سے بچانے کے لئے پہاڑوں کی پناہوں کے کام نہ آنے کا بیان

"قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَعْصِمنِی " یَمْنَعنِیْ "مِنَ الْمَاء لَا عَاصِمَ الْیَوْم مِنْ اَمْر اللّٰه " عَذَابه "اِلَّا" لٰكِنْ "مَنْ رَحِمَ" اللّٰه فَهُوَ الْمَعْصُوم، وَحَالَ بَیْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِیْنَ۔

اس نے کہا میں عنقریب کسی پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا، جو مجھے پانی سے بچالے گا۔ یعنی جس کے ذریعے میں پانی سے بچ

جاؤں گا۔ کہا آج اللہ کے فیصلے یعنی عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہ رحم کرے یعنی رحم کردہ ہی بچ سکے گا۔ اور دونوں کے درمیان موج حائل ہوگئی تو وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا۔

| |
|---|
| وَ قِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ |
| وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ |
| اور کہا گیا اے زمین! تو اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان! تو تھم جا اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا |
| اور وہ جودی پر جا ٹھہری اور کہا گیا ظالم لوگوں کے لیے دوری ہو۔ |

## قوم نوح کے تباہی وہلاکت کا قصہ تمام ہوگیا

"وَقِيْلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَ كِ" اَلَّذِيْ نَبَعَ مِنْكِ فَشَرِبَتْهُ دُوْنَ مَا نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ فَصَارَ اَنْهَارًا وَبِحَارًا "وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي" اَمْسِكِي عَنِ الْمَطَرِ فَاَمْسَكَتْ "وَغِيضَ" نَقَصَ "الْمَاءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ" تَمَّ اَمْرُ هَلَاكِ قَوْمِ نُوحٍ "وَاسْتَوَتْ" وَقَفَتِ السَّفِيْنَةُ "عَلَى الْجُوْدِيِّ" جَبَلٌ بِالْجَزِيْرَةِ بِقُرْبِ الْمَوْصِلِ "وَقِيْلَ بُعْدًا" هَلَاكًا "لِلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ،

اور کہا گیا اے زمین! تو اپنا پانی نگل لے یعنی وہ پانی جو تجھ سے نکلا ہے تو زمین نے وہ سارا پانی پی لیا سوائے اس پانی کے جو آسمان سے آیا تھا۔ تو وہ آسمانی پانی نہریں اور سمندر بن گیا۔ اور اے آسمان! تو تھم جا یعنی بارش کو روک دے تو بارش رک گئی جس کی وجہ سے پانی کم ہوگیا۔ اور پانی نیچے اتار دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا یعنی قوم نوح کی ہلاکت کا قصہ تمام ہوگیا۔ اور وہ کشتی جو جودی پر جا ٹھہری وہ موصل کے قریب ایک جزیرے میں پہاڑ ہے۔ اور کہا گیا ظالم لوگوں یعنی کفار کے لیے دوری یعنی ہلاکت ہو۔

## عذاب کے طوفان کے ختم ہوجانے کے بعد واپس زمین پر آنے کا بیان

روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الٰہی اور مظلوم پیغمبر کی دعائے ضرر کا عذاب تھا غرق ہوگئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہوگیا۔ پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہوگیا یعنی تمام کافر نابود ہوگئے، صرف کشتی والے مومن ہی بچے۔ کشتی بحکم ربی جودی پر رکی۔

مجاہد کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے سب پہاڑ ڈبو دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بوجہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا یہیں کشتی نوح لنگر انداز ہوئی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں مہینے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لیے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بگڑیں بلکہ راکھ اور خاک ہوگئیں۔ ضحاک فرماتے ہیں جودی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔

بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جودی بھی کہتے ہیں۔ زر بن حبیش کوابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر نوبہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔ ابن عباس کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل اسی (80) آدمی تھے۔ ایک سو پچاس دن تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ مکہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جودی کی طرف روانہ کر دیا، وہاں وہ ٹھہر گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوے کو بھیجا کہ وہ خشکی کی خبر لائے۔ وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگادی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتوں کے درخت کا پتہ اور پنجوں میں مٹی لے کر واپس آیا۔ اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہوگئی ہے۔ پس آپ جودی کے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بناڈال دی جسے ثمانین کہتے ہیں۔

ایک دن صبح کو جب لوگ جاتے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ ایسی زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہترین عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو گیا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے سب زبانیں معلوم کرادیں، آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے۔ ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے انہیں لے کر کشتی جودی پر مہینے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ (تفسیر محمدی، سورہ ہود، بیروت)

## دس محرم کے دن کشتی نوح کا جودی پہاڑ پر ٹھہرنے کا بیان

تفسیر طبری اور بغوی میں ہے کہ نوح علیہ السلام دس (۱۰) ماہ رجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے، چھ مہینہ تک یہ کشتی طوفان کے اوپر چلتی رہی، جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہنچی تو سات مرتبہ طواف کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت کو بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا، پھر دس (۱۰) محرم یوم عاشورا میں طوفان ختم ہو کر کشتی جبل جودی پر ٹھہری، حضرت نوح علیہ السلام نے اس روز شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی ساتھ تھے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ۝ |
| اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! بیشک میرا لڑکا (بھی) تو میرے گھر والوں میں داخل تھا اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان کی حالت معلوم کرنے کے لئے کہا

"وَنَادٰى نُوحٌ رَبَّه فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِی" كَنْعَان "مِنْ اَهْلِی" وَقَدْ وَعَدْتَنِی بِنَجَاتِهِمْ "وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقّ"

الَّذِیْ لَا خُلْفَ فِیْهِ "وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحَاكِمِیْنَ" اَعْلَمُهُمْ وَاَعْدَلُهُمْ،

اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا: اے میرے رب! بیشک میرا لڑکا (بھی) تو میرے گھر والوں میں داخل تھا اور یقیناً تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میرے اہل میں سے تھا۔ اور میری اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا، میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا۔ میں کہہ چکا تھا کہ

(وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَیْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ

27)-23المؤمنون:27)

یعنی تیرے اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھا لے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے وہ بوجہ اپنے کفر کے انہیں میں سے تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔

| |
|---|
| قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ |
| بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ٥ |
| ارشاد ہوا، اے نوح! بیشک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے، پس مجھ سے وہ سوال نہ کیا کرو |
| جس کا تمہیں علم نہ ہو، میں تمہیں نصیحت کئے دیتا ہوں کہ کہیں تم نادانوں میں سے (نہ) ہو جانا۔ |

## کفار کے لئے عذاب الٰہی سے نجات نہ ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰی "یَا نُوحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ" النَّاجِیْنَ اَوْ مِنْ اَهْلِ دِیْنِكَ "اِنَّهٗ" اَیْ سُؤَالُكَ اِیَّایَ بِنَجَاتِهِ "عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ" فَاِنَّهٗ كَافِرٌ وَلَا نَجَاةَ لِلْكَافِرِیْنَ وَفِیْ قِرَاءَةٍ بِكَسْرِ مِیْمِ عَمِلَ فِعْلٌ وَنَصْبِ غَیْرَ فَالضَّمِیْرُ لِابْنِهِ "فَلَا تَسْاَلْنِی" بِالتَّشْدِیْدِ وَالتَّخْفِیْفِ "مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ" مِنْ اِنْجَاءِ ابْنِكَ "اِنِّیْ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِیْنَ" بِسُؤَالِكَ مَا لَمْ تَعْلَمْ،

اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے ارشاد فرمایا، بیشک وہ تیرے گھر والوں میں شامل نہیں ہے یعنی وہ نجات پانے والوں یا تیرے دین والوں میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے عمل اچھے نہ تھے، یعنی نجات پانے والے کام نہیں تھے۔ کیونکہ وہ کافر ہے۔ اور کفار کے لئے کوئی نجات نہیں ہے۔ اور ایک قرأت میں میم کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ عمل فعل کے ساتھ لفظ غیر کو نصب بھی دیا گیا ہے اور ضمیر کا مرجع آپ کا بیٹا ہے۔ پس مجھ سے وہ سوال نہ کیا کرو یہاں پر تسالنی تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ جس کا تمہیں علم نہ ہو، یعنی

تمہارے بیٹے کی نجات کے بارے میں تمہیں نہیں بتایا گیا۔ میں تمہیں نصیحت کئے دیتا ہوں کہ کہیں تم نہ جاننے والوں سے نہ ہو جانا۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ○ |
| عرض کیا، اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو، |
| اور اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور مجھ پر رحم (نہ) فرمائے گا (تو) میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ |

## اللہ کے فیصلے کے خلاف دعا مانگنے کی ممانعت کا بیان

"قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ" مِنۡ "اَنۡ اَسۡاَلَكَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ" مَا فَرَطَ مِنِّى، "وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِنَ الۡخَاسِرِيۡنَ،

حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے کچھ علم نہ ہو، یعنی جس کی مجھے حکمت معلوم نہ ہو۔ اور اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور مجھ پر رحم (نہ) فرمائے گا (تو) میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

| |
|---|
| قِيۡلَ يٰـنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ ؕ |
| وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ○ |
| فرمایا گیا: اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان طبقات پر ہیں |
| جو تمہارے ساتھ ہیں، اور (آئندہ پھر) کچھ طبقے ایسے ہوں گے جنہیں ہم (دنیوی نعمتوں سے) بہرہ یاب فرمائیں گے |
| پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب آ پہنچے گا۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کا سلامتی و برکت لیکر نازل ہونے کا بیان

"قِيۡلَ يَا نُوۡحُ اهۡبِطۡ" اِنۡزِلۡ مِنَ السَّفِيۡنَةِ "بِسَلَامٍ" بِسَلَامَةٍ اَوۡ بِتَحِيَّةٍ "مِنَّا وَبَرَكَاتٍ" خَيۡرَاتٍ "عَلَيۡكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِمَّنۡ مَّعَكَ" فِى السَّفِيۡنَةِ اَىۡ مِنۡ اَوۡلَادِهِمۡ وَذُرِّيَّتِهِمۡ وَهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ "وَاُمَمٌ" بِالرَّفۡعِ مِمَّنۡ مَّعَكَ "سَنُمَتِّعُهُمۡ" فِى الدُّنۡيَا "ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ" فِى الۡاٰخِرَةِ وَهُمُ الۡكُفَّارُ،

فرمایا گیا، اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ کشتی سے اتر جاؤ جو تم پر ہیں اور ان طبقات پر ہیں جو تمہارے کشتی میں ساتھ ہیں، جو ان کی اولادیں اور ان کی اولادیں جو اہل ایمان کی ہیں۔ یہاں پر لفظ امم کی رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور کچھ طبقے ایسے ہوں گے جنہیں ہم دنیاوی نعمتوں سے بہرہ یاب فرمائیں گے پھر انہیں آخرت میں ہماری طرف سے دردناک عذاب آ پہنچے گا۔ اور وہ کفار ہیں۔

## طوفان نوح کا آخری منظر

کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مومن ساتھیوں پر اور ان کی اولاد میں سے قیامت تک جو ایماندار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذاب میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مومنوں کی سلامتی اور برکت اور کافروں کی سزا پر مبنی ہے۔ امام ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا اُبلنا بند ہو گیا ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل توراۃ کے ساتویں مہینے کی سترہویں تاریخ کشتی نوح "جودی" پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے۔ پھر آپ نے کوے کو پانی کی تحقیق کے لیے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا، آپ نے کبوتر کو بھیجا جو واپس آیا۔ اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی، آپ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا، پھر ساتھ دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا۔ شام کو وہ واپس آیا، اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لیے ہوئے تھا اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی ہے۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ |
| فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۠ |
| یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے قبل نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، |
| پس آپ صبر کریں۔ بیشک بہتر انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔ |

## قصہ قوم نوح کا آنے والوں کے لئے سبق وعبرت ہونے کا بیان

"تِلْكَ" اَیْ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ الْمُتَضَمِّنَةُ قِصَّةَ نُوْحٍ "مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ" اَخْبَارِ مَا غَابَ عَنْكَ "نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ" يَا مُحَمَّدُ "مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا" الْقُرْاٰنِ "فَاصْبِرْ" عَلَى التَّبْلِيْغِ وَاَذٰى قَوْمِكَ كَمَا صَبَرَ نُوْحٌ "اِنَّ الْعَاقِبَةَ" الْمَحْمُوْدَةَ "لِلْمُتَّقِيْنَ"

حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کا یہ بیان ان غیب کی خبروں میں سے ہے یا محمد ﷺ جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں، اس سے یعنی قرآن سے قبل نہ آپ انھیں جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم، پس آپ لوگوں کو دعوت دینے پر اور اپنی قوم کی تکالیف پر صبر کریں۔ جس طرح نوح علیہ السلام نے صبر کیا۔ بیشک بہتر انجام پرہیزگاروں ہی کے لئے ہے۔

## یہ تاریخ ماضی وحی کے ذریعے بیان کی گئی ہے

قصہ نوح اور اسی قسم کے گذشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے انکی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی انکی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا۔ کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لیے ہوں پاس صاف بات ہے کہ یہ اللہ کی وحی سے تجھے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و برداشت کرنا چاہیے ہم تیری مدد پر ہیں تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دیں گے، انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے، یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

| وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝ |
|---|
| اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود (علیہ السلام) کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا |
| تمہارے لئے کوئی معبود نہیں، تم اللہ پر محض بہتان باندھنے والے ہو۔ |

## حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت کا قوم عاد طرف ہونے کا بیان

"وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ " اَرْسَلْنَا اِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ مِنَ الْقَبِیْلَةِ "ھُوْدًا قَالَ یَا قَوْمِ اُعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "مَا لَكُمْ مِنْ" زَائِدَۃ "اِلٰهٍ غَیْرِهِ اِنْ" مَا "اَنْتُمْ" فِیْ عِبَادَتِكُمُ الْاَوْثَانَ "اِلَّا مُفْتَرُوْنَ" كَاذِبُوْنَ عَلَى اللّٰهِ،

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے قبیلہ میں سے ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا، اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں، یہاں پر من زائدہ ہے۔ لہٰذا تم بتوں کی عبادت کرنے والے نہ بنو۔ تم اللہ پر شریک رکھنے کا محض بہتان باندھنے والے ہو۔

## قوم ہود کے طرف ہدایت آنے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا، انہوں نے قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی۔ اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا۔ اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑلی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔ ان سے کہا کہ میں اپنی نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے کہ یہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے۔ یہ عاد اولیٰ ہیں۔ یہ جنگل میں ستونوں میں رہتے تھے۔ فرمان ہے آیت (الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم تخلق مثلھا فی

البلاد) یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے دوسرے شہروں میں جن کی مانند لوگ پیدا ہی نہیں کیئے گئے۔ یہ لوگ بڑے قوی طاقتور اور لا نبے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ طاقت والا ہے۔ وہ ہماری آیتوں سے انکار کر بیٹھے ان کے شہر یمن میں احقاف تھے، یہ ریتلے پہاڑ تھے۔

حضرت علی نے حضرت موت کے ایک شخص سے کہا کہ تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہوگا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضر موت میں ہے اس نے کہا امیر المومنین آپ تو اس طرح کے نشان بتا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے کہ وہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اسی لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے اس لئے کہ انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور سے سخت اور زوردار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی جب اپنے نبی کی زبانی اللہ کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ جو خود انھیں کے خاندان سے تھے۔ اور ابو البرکات جونی جو انساب عرب کے بڑے ماہر مشہور ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ ہود علیہ السلام کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے اور یمنی اقوام انھیں کی نسل ہیں۔ اور عربی زبان کی ابتداء انھیں سے ہوئی اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور اس کے بولنے والوں کو عرب کہا گیا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہد نوح علیہ السلام سے جاری تھی کشتی نوح علیہ السلام کے ایک رفیق جرہم تھے جو عربی زبان بولتے تھے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| يٰـقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| اے قوم! میں تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں؟ |

## اللہ کا پیغام پہنچانے کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ہونے کا بیان

"يَا قَوْمِ لَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ" عَلَى التَّوْحِيْد "اَجْرًا اِنْ" مَا "اَجْرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىْ فَطَرَنِىْ" خَلَقَنِىْ، اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ،

اے قوم! میں اس کی توحید پر تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم سوچتے نہیں؟

اور تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ، گذشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔ اور توبہ کرو، آئندہ کے لیے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کر ...

کام اس پر سہل کرتا ہے۔اس کی نشانی کی حفاظت کرتا ہے۔سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت وطاقت میں دن دونی رات چوگنی برکتیں ہوں گے۔

حدیث شریف میں ہے جو شخص استغفار کو لازم پکڑلے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے، ہر تنگی سے کشادگی عطافرماتا ہے اور روزی تو اسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے خواب وخیال میں بھی ہو۔

| |
|---|
| وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ |
| قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۝ |
| اور میری قوم! تم اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا |
| اور تمہاری قوت پر قوت بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا۔ |

## شرک سے وغیرہ جیسے گناہوں سے توبہ کرنے کا بیان

"وَيَا قَوْم اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ "مِنَ الشِّرْكِ "ثُمَّ تُوْبُوْا" ارْجِعُوْا "اِلَيْهِ" بِالطَّاعَةِ "يُرْسِلِ السَّمَاء "الْمَطَر وَكَانُوْا قَدْ مَنَعُوْهُ "عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا" كَثِير الدُّرُوْر "وَيَزِدْكُمْ قُوَّة اِلٰى "مَعَ "قُوَّتكُمْ" بِالْمَالِ وَالْوَلَد "وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ" مُشْرِكِيْنَ،

اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے شرک جیسے گناہ سے بخشش مانگو پھر اس کی جناب میں اطاعت کے ساتھ رجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش بھیجے گا اور مال واولاد کے ذریعے تمہاری قوت کو بڑھائے گا اور تم مجرم بنتے یعنی شرک کرتے ہوئے اس سے روگردانی نہ کرنا۔

## توبہ واستغفار کے سبب رزق ومال میں اضافہ ہونے کا بیان

ایمان لاکر جب قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت قبول نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کے سبب تین سال تک بارش موقوف کردی اور نہایت شدید قحط نمودار ہوا اور ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا جب یہ لوگ بہت پریشان ہوئے تو حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمایا کہ اگر وہ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اور اس کے حضور توبہ واستغفار کریں تو اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا اور ان کی زمینوں کو سرسبز وشاداب کرکے تازہ زندگی عطافرمائے گا اور قوت واولاد دے گا۔حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ امیر معاویہ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ سے امیر معاویہ کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں مگر میرے کوئی اولاد نہیں مجھے کوئی ایسی چیز بتایئے جس سے اللہ مجھے اولاد دے۔آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو،اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا اس کی برکت سے اس شخص کے دس بیٹے ہوئے۔یہ خبر حضرت معاویہ کو ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے فرمایا۔

دوسری مرتبہ جب اس شخص کو امام سے نیاز حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا، امام نے فرمایا کہ تو نے حضرت ہود کا قول نہیں سنا جو انہوں نے فرمایا۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| وہ بولے: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لیکر نہیں آئے ہو اور نہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو |
| چھوڑنے والے ہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔ |

## قوم عاد کا باطل معبودوں کو ترک نہ کرنے کا بیان

"قَالُوْا يَا هُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ" بُرْهَانٍ عَلٰى قَوْلِكَ "وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ" اَیْ لِقَوْلِكَ، وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ،

وہ بولے! اے ہود! تم اپنی اس بات ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لیکر نہیں آئے ہو اور نہ ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ ہی ہم تم پر ایمان لانے والے ہیں۔

## قوم ہود کے مطالبات کا بیان

قوم ہود نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کی کوئی دلیل وحجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے رہے کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ وہ آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے۔ اس لیے جھنجلا کر ان میں سے کسی کی مار تجھ پر پڑی ہے تیری عقل چل گئی ہے۔ یہ سن کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ میں اللہ کے سوا جس جس کی عبات ہو رہی ہے سب سے بری اور بیزار ہوں اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو۔ نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔

| |
|---|
| اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ |
| ہم اس کے سوا کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے کوئی آفت پہنچا دی ہے۔ اس نے کہا میں تو اللہ کو |
| گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔ |

## مشرکین کا اپنے معبودوں کی طرف مصیبت پہنچانے کی نسبت کرنے کا بیان

"اِنْ" مَا "نَقُوْلُ" فِیْ شَاْنِكَ "اِلَّا اعْتَرَاكَ" اَصَابَكَ "بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْءٍ" فَخَبَلَكَ لِسَبِّكَ اِيَّاهَا فَاَنْتَ

تَهْذِیْ "قَالَ اِنِّیْ اُشْهِدُ اللّٰهَ" عَلَیَّ "وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ" تُشْرِكُوْنَهٗ بِهٖ،

ہم آپ کے بارے میں سوا اس کے کچھ نہیں کہتے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے تجھے کوئی آفت پہنچا دی ہے۔یعنی ہمارے معبودوں میں سے کسی کے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اس نے تمہیں اس طرح کا بنا دیا ہے۔آپ نے کہا میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ بے شک میں اس سے بری ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔یعنی جو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔

## اللہ پر بھروسہ رکھنے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا

میرا توکل ذات رب پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے ناممکن کہ اس کی منشاء بغیر میرا بگاڑ کوئی بھی کر سکے۔دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی باشاہی سے الگ ہو۔وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے وہ صحیح راستے پر ہے۔بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں،مومن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کو اولاد پر ہوتی ہے وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں۔اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر دوبارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لیے اپنے اس قول میں توحید ربانی کی بہت سے دلیلیں بیان کر دیں۔بتا دیا کہ جب اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا۔اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔اللہ ان سے پاک ہے ملک تصرف قبضہ اختیار اسی کا ہے سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

| |
|---|
| مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ○ |
| اس کے سوا۔سو تم سب میرے خلاف تدبیر کر لو، پھر مجھے مہلت نہ دو۔ |

## جھوٹے معبودوں سمیت حق کی طاقت کا مقابلہ کرنے کے چیلنج کا بیان

"مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ" اِحْتَالُوْا فِیْ هَلَاكِیْ "جَمِیْعًا" اَنْتُمْ وَاَوْثَانُكُمْ "ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ" تُمْهِلُوْنِ،

اس کے سوا، مجھے شکست دینے کی تدبیر کر لو، لہٰذا تم اور تمہارے سارے بت میرے خلاف تدبیر کر لیں، پھر مجھے مہلت نہ دو مجھے تمہاری اور تمہارے معبودوں کی اور تمہاری مکاریوں کی کچھ پروا نہیں اور مجھے تمہاری شوکت وقوت سے کچھ اندیشہ نہیں، جن کو تم معبود کہتے ہو وہ جماد و بیجان ہیں نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر، ان کی کیا حقیقت کہ وہ مجھے دیوانہ کر سکتے۔یہ حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک زبردست جبار، صاحب قوت وشوکت قوم سے جو آپ کے خون کی پیاسی اور جان کی دشمن تھی اس طرح کے کلمات فرمائے اور اصلاً خوف نہ کیا اور وہ قوم باوجود انتہائی عداوت اور دشمنی کے آپ کو ضرر پہنچانے سے عاجز رہی۔

| |
|---|
| اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ رَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا ؕ |
| اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○ |

بیشک میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے، کوئی چلنے والا ایسا نہیں مگر وہ اسے اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے (یعنی مکمل طور پر اس کے قبضہ قدرت میں ہے)۔ بیشک میرا رب سیدھی راہ پر (چلنے سے ملتا) ہے۔

## کسی بھی مخلوق میں نفع ونقصان کی طاقت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

"اِنِّیْ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ رَبِّیْ وَرَبِّکُمْ مَا مِنْ " زَائِدَۃ "دَابَّۃ" نَسَمَۃ تَدِبّ عَلَی الْاَرْض "اِلَّا ھُوَ اٰخِذ بِنَاصِیَتِھَا " اَیْ مَالِکُھَا وَقَاھِرھَا فَلَا نَفْع وَلَا ضَرَر اِلَّا بِاِذْنِہٖ وَخَصَّ النَّاصِیَۃ بِالذِّکْرِ لِاَنَّ مَنْ اَخَذَ بِنَاصِیَتِہٖ یَکُوْن فِیْ غَایَۃ الذُّلّ "اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاط مُسْتَقِیْم" اَیْ طَرِیْق الْحَقّ وَالْعَدْل،

بیشک میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، یہاں پر مِن زائدہ ہے۔ کوئی چلنے والا جاندار ایسا نہیں مگر وہ اسے اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے۔ یعنی مکمل طور پر اس کے قبضہ قدرت میں ہے لہٰذا اس کی طاقت کے بغیر کسی نفع ونقصان کا مالک نہیں اور یہاں پیشانی کو پکڑنے کے ذکر کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ حقارت وذلت کی انتہاء پیشانی سے پکڑنے میں ہے۔ بیشک میرا رب حق وعدل میں سیدھی راہ پر چلنے سے ملتا ہے۔

## مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے غالب آجانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن سفر کے دوران میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ لڑکے! اللہ تعالیٰ کے تمام احکام امر ونہی کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ تمہارا خیال رکھے گا اگر تم اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری کرتے ہوئے ان چیزوں پر عمل کرو گے جن پر عمل کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور ان چیزوں سے اجتناب کرو گے جن سے اجتناب کرنے کا اس نے حکم دیا۔ نیز تم ہر وقت اور ہر معاملہ میں اسی کی رضا وخوشنودی کے طالب رہو گے تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی تمہارا خیال رکھے بایں طور کہ تمہیں دنیا میں بھی ہر طرح کی آفات اور مصیبتوں سے بچائے گا اور آخرت میں بھی ہر عذاب وسختی سے محفوظ رکھے گا، جب تم سوال کا ارادہ کرو تو صرف اللہ تعالیٰ کے آگے دست سوال دراز کرو، جب تم (یعنی اگر بفرض محال یہ ساری مخلوق اس بات پر اتفاق کر لے کہ وہ سب مل کر تمہیں کسی دنیاوی یا اخروی معاملہ میں کوئی فائدہ پہنچا دے تو ہرگز تمہیں نفع نہیں پہنچا سکے گی، علاوہ صرف اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے اور اگر دنیا کے تمام لوگ مل کر بھی تمہیں کسی طرح کا کوئی نقصان وضرر پہنچانا چاہیں تو وہ ہرگز تمہیں کوئی نقصان وضرر نہیں پہنچا سکیں گے علاوہ صرف اس چیز کے جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے مقدر میں لکھ دیا ہے، قلم اٹھا کر رکھ دیئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔ (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1230)

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖٓ اِلَیْکُمْ ؕ وَ یَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ؕ وَلَا تَضُرُّوْنَہٗ شَیْئًا ؕ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ ۝

| |
|---|
| پھر بھی اگر تم روگردانی کرو تو میں نے واقعۃً وہ تمہیں پہنچا دیئے ہیں جنہیں لے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں، اور میرا رب |
| تمہاری جگہ کسی اور قوم کو قائم مقام بنا دے گا، اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |

## شرک کے ذریعے اسلام کے نہ مٹ سکنے کا بیان

"فَاِنْ تَوَلَّوْا" فِيهِ حَذْفُ اِحْدَى التَّاءَيْنِ اَیْ تُعْرِضُوا "فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّیْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا" بِاِشْرَاكِكُمْ "اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِيْظٌ" رَقِيْبٌ،

پھر بھی اگر تم روگردانی کرو، یہاں پر تولوا میں ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ تو میں نے واقعۃً وہ تمام احکام تمہیں پہنچا دیئے ہیں جنہیں لے کر میں تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں، اور میرا رب تمہاری جگہ کسی اور قوم کو قائم مقام بنا دے گا، اور تم اپنے اس شرک کے ذریعے اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے۔ بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔

## ہود علیہ السلام کا قوم کو جواب

حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا، اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا، اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر۔ اللہ کو قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانیں اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں، تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دینے کا بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے۔ میرا رب بندوں پر شاہد ہے۔ ان کے اقوال افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی، عذاب و سزا سے بھری ہوئی آندھیاں چلنے لگیں۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے۔ سزاؤں سے بچ گئے، سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔ یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہیں کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے۔ اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی۔ اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پکار دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی کا قول ہے کہ ان کے بعد جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۝ |
| اور جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے ہود کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ |
| نجات دی اور انھیں ایک بہت سخت عذاب سے بچالیا۔ |

## حضرت ہود علیہ السلام اور اہل ایمان کی نجات کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا" عَذَابُنَا "نَجَّيْنَا هُوْدًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ" هِدَايَةٍ "مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِنْ عَذَابٍ

غَلِيظٌ" شَدِيْد،

اور جب ہمارا حکم یعنی عذاب آیا تو ہم نے ہود علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ہمراہ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت یعنی ہدایت کے ساتھ نجات دی اور انھیں ایک بہت سخت عذاب سے بچالیا۔

سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورہ "اعراف" میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مکان گر گئے چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جاپڑے۔ ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کرڈالتی تھی۔ اس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان وعمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی ان کو نجات دے دی۔

| |
|---|
| وَ تِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ |
| اور یہ عاد تھے جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر زبردست جابر، |
| سخت عناد والے کے حکم کی پیروی کی۔ |

## قوم عاد کا حق کے دشمن سرداروں کی اتباع کرنے کا بیان

"وَتِلْكَ عَاد" اِشَارَةٌ اِلٰى اٰثَارِهِمْ اَیْ فَسِيحُوا فِي الْاَرْضِ وَانْظُرُوْا اِلَيْهَا ثُمَّ وَصَفَ اَحْوَالَهُمْ فَقَالَ "جَحَدُوْا بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُله" جُمِعَ لِاَنَّ مَنْ عَصَى رَسُوْلًا عَصَى جَمِيعَ الرُّسُلِ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِيْ اَصْلِ مَا جَاءُوْا بِهٖ وَهُوَ التَّوْحِيْد "وَاتَّبَعُوا" اَیْ السَّفَلَةَ "اَمْرَ كُلِّ جَبَّار عَنِيد" مُعَانِدٍ لِلْحَقِّ مِنْ رُؤَسَائِهِمْ،

یہاں پر ان کے نشانات کو دیکھنے کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی تم زمین میں سیر کرو اور ان لوگوں کے حالات میں غور وفکر کرو پس فرمایا کہ اور یہ قوم عاد تھی جنھوں نے اپنے رب کی نشانیوں کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی، یہاں رسل یہ رسول کی جمع ہے کیونکہ اپنے مشترکہ کردار کے ذریعے بہت سارے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ یعنی جو رسول مکرم علیہ السلام بھی ان کے پاس توحید کا پیغام لے کر آیا۔ اور ہر زبردست جابر، سخت عناد والے حاکم کی پیروی کی۔ یعنی ان کے وہ حکمران جو حق کے دشمن تھے۔

جو قد آور، مضبوط اور شاہ زور قوم اس طمطراق سے گزر بسر کر رہی تھی اور اس کا ڈنکا بجتا تھا ان کے تباہ شدہ کھنڈرات کو دیکھ کر ان سے عبرت حاصل کرو کہ اللہ کی آیات سے انکار کے نتیجہ میں انھیں یہ سزا ملی تھی اور رسول تو ان کی طرف صرف ہود آئے تھے لیکن اللہ نے رسولوں کا لفظ غالباً اس لیے استعمال فرمایا ہے کہ تمام رسولوں کی دعوت ایک ہی انداز کی رہی ہے جو توحید اور اصول دین پر مشتمل ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک رسول کی تکذیب حقیقتاً سب رسولوں کی تکذیب کے مترادف ہوتی ہے۔

وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ۠

اور ان کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔

سن لو! عاد کے لیے ہلاکت ہے، جو ہود کی قوم تھی۔

## اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والوں پر دنیا میں بھی لعنت ہونے کا بیان

"وَاُتْبِعُوا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً" مِنَ النَّاسِ "وَیَوْمَ الْقِیَامَةِ" لَعْنَةً عَلٰی رُءُوسِ الْخَلَائِقِ "اَلَا اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا" جَحَدُوْا "رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا" مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ، لِعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ .

اور ان لوگوں کے پیچھے اس دنیا میں لعنت لگادی گئی اور قیامت کے دن بھی ساری مخلوق کے سامنے ان پر لعنت کی جائے گی۔ سن لو! بے شک عاد نے اپنے رب سے کفر کیا۔ یعنی انکار کیا۔ سن لو! عاد کے لیے ہلاکت ہے، یعنی رحمت دوری ہو، جو ہود کی قوم تھی۔

## قیامت کے دن مشرکین کا بتوں کے ساتھ آنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن مجلس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں) کچھ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا قیامت کے دن ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں دیکھو گے۔ " (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدار الٰہی کے ثبوت کو واضح کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کیا کہ) کیا تم لوگ دو پہر کے وقت جب کہ آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نہ ہو، سورج کو دیکھنے میں کوئی رکاوٹ وتکلیف محسوس کرتے ہو؟ "لوگوں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا" تو پھر قیامت کے دن تم اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں بھی کوئی رکاوٹ وتکلیف محسوس نہیں کروگے، ہاں جیسا کہ تم ان دونوں (یعنی سورج وچاند) میں سے کسی کو دیکھنے میں رکاوٹ وتکلیف محسوس کرتے ہو۔ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) جب قیامت کا دن برپا ہوگا (اور تمام مخلوق میدان محشر میں جمع ہوگی، تو) ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ جو طبقہ (دنیا میں) جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ اسی کے پیچھے رہے، چنانچہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں اور انصاب کو پوجتے تھے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی باقی نہیں بچے گا اور سب کے سب دوزخ میں جاگریں گے۔ کیونکہ انصاب اور بت کہ جن کی پوجا ہوتی تھی، دوزخ میں پھینکے جائیں گے، لہٰذا ان کے ساتھ ان کی پوجا کرنے والے بھی دوزخ میں ڈالے جائیں گے) یہاں تک کہ جب ان لوگوں کے سوا کوئی موجود نہیں رہے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے وہ خواہ نیک ہوں یا بد، تو تمام جہانوں کا پروردگار ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ تم کس کے منتظر ہو؟ ہر طبقہ اس چیز کے پیچھے پیچھے چلا جارہا ہے جس کی وہ عبادت کرتا تھا (تو تم پھر یہاں کیوں کھڑے ہو، تم بھی کیوں نہیں چلے جاتے وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہمارے پروردگار! ہم نے دنیا میں ان لوگوں سے کہ جو دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے اور اب اپنے معبودوں کے پیچھے پیچھے دوزخ میں چلے جائیں گے) پوری طرح جدائی اختیار کر رکھی تھی حالانکہ ہم (اپنی دنیاوی ضرورتوں میں) ان لوگوں (کی مدد واعانت) کے ضرورت مند تھے لیکن ہم نے کبھی

ان کی صحبت و ہمنشینی کو گوارا نہیں کیا (اور نہ کبھی ان کی اتباع کی بلکہ ہمیشہ ان کے مدمقابل رہے اور صرف تیری رضا کی خاطر ان سے جنگ وجدال کرتے رہے، پس اب جب کہ ہم ان کے کسی طرح سے ضرورت مند بھی نہیں ہیں اور ان سب کی منزل بھی دوزخ ہے، تو ہم ان کے ساتھ کیسے چلے جاتے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 151)

| |
|---|
| وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ |
| اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (بھیجا)۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے |
| اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا اور اس میں تمہیں آباد فرمایا سو تم اس سے معافی مانگو |
| پھر اس کے حضور توبہ کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔ |

## حضرت صالح علیہ السلام کا قوم ثمود کی طرف بعثت کا بیان

"وَ" اَرْسَلْنَا "اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ" مِنَ الْقَبِيْلَةِ "صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اُعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرِهِ هُوَ اَنْشَاَكُمْ" ابْتَدَاَ خَلْقَكُمْ "مِنَ الْاَرْضِ" بِخَلْقِ اَبِيْكُمْ اٰدَمَ مِنْهَا "وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا" جَعَلَكُمْ عُمَّارًا تَسْكُنُوْنَ بِهَا "فَاسْتَغْفِرُوْهُ" مِنَ الشِّرْكِ "ثُمَّ تُوْبُوْا" ارْجِعُوْا "اِلَيْهِ" بِالطَّاعَةِ. "اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ" مِنْ خَلْقِهِ بِعِلْمِهِ "مُجِيْبٌ" لِمَنْ سَاَلَهُ،

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے قبیلہ سے صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے کہا، اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس نے تمہیں ابتدائی طور پر خلق کیا۔ اسی نے تمہیں زمین سے پیدا فرمایا یعنی اس سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء کی تخلیق کی۔ اور اس میں تمہیں آباد فرمایا یعنی تمہارے لئے عمارتیں بنوائیں تا کہ تم ان میں سکون کرو۔ لہٰذا تم شرک سے بچنے کے لئے اس سے معافی مانگو پھر اس کے حضور اطاعت کرتے ہوئے توبہ کرو۔ بیشک میرا رب قریب ہے یعنی اپنے علم کے ساتھ اپنی مخلوق کے قریب ہے۔ جو اس سے دعا کرے تو وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے باز آنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مٹی سے شروع کی ہے۔ تم سب کے باپ باوا آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے کہ تم اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ سے استغفار کرنا چاہیے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہیے۔ وہ بہت ہی قریب ہے اور قبول فرمانے والا ہے۔

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○

انہوں نے کہا اے صالح! یقیناً تو ہم میں وہ تھا جس پر اس سے پہلے امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تو ہمیں منع کرتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں اور بے شک ہم اس بات کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے، یقیناً ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں۔

## باطل معبودوں کی پوجا سے روکنے کے سبب توحید میں شک کرنے والوں کا بیان

"قَالُوْا يَا صَالِحِ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا" نَرْجُو اَنْ تَكُوْنَ سَيِّدًا "قَبْلَ هٰذَا" الَّذِیْ صَدَرَ مِنْكَ "اَتَنْهَانَا اَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا" مِنَ الْاَوْثَانِ "وَاِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِمَّا تَدْعُوْنَا اِلَيْهِ" مِنَ التَّوْحِيْدِ "مُرِيْبٍ" مُوْقِعٍ فِی الرَّيْبِ،

انہوں نے کہا اے صالح! یقیناً تو ہم میں وہ تھا کہ تو ہمارا سردار ہوگا، جبکہ اس سے پہلے امیدیں رکھی گئی تھیں، کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے کہ ہم ان کی عبادت کریں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے رہے ہیں اور بے شک ہم اس بات کے بارے میں جس توحید کی طرف تو ہمیں دعوت دیتا ہے، یقیناً ایک بے چین رکھنے والے شک میں ہیں

## باپ دادا کے معبود ہی ہم کو پیارے ہیں

حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نکال۔ اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ اُمیدیں تجھ سے وابستہ تھیں، لیکن تو نے ان سب پر پانی پھر دیا۔ ہمیں پرانی روش اور باپ دادا کے طریقے اور پوجا پاٹ سے ہٹانے لگا۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بہت بڑا شک شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں۔ میرے پاس رب کی نشانی ہے، مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کرو اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے اور اللہ کے عذاب سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق میرے کام نہیں آ سکتی تم میرے لیے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم مجھے اور کیا دے سکتے ہو۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ اٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ○

صالح (علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم! ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور مجھے اس کی جانب سے رحمت نصیب ہوئی ہے، اگر میں اس کی نافرمانی کر بیٹھوں تو کون شخص ہے جو اللہ سے بچانے میں

میری مدد کر سکتا ہے؟ پس سوائے نقصان پہنچانے کے تم میرا کچھ نہیں بڑھا سکتے۔

## اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہے

"قَالَ یَا قَوْمِ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ" بَیَان "مِنْ رَّبِّیْ وَاٰتَانِیْ مِنْہُ رَحْمَۃً" نُبُوَّۃ "فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ" یَمْنَعُنِیْ "مِنَ اللّٰہِ" اَیْ عَذَابِہٖ "اِنْ عَصَیْتُہٗ فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ" بِاَمْرِکُمْ لِیْ بِذٰلِکَ "غَیْرَ تَخْسِیْرٍ" تَضْلِیْل،

حضرت صالح علیہ السلام نے کہا، اے میری قوم! ذرا سوچو تو سہی اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہوں اور مجھے اس کی جانب سے رحمت یعنی نبوت نصیب ہوئی ہے، (اس کے بعد اس کے احکام تم تک نہ پہنچا کر) اگر میں اس کی نافرمانی کر بیٹھوں تو کون شخص ہے جو اللہ کے عذاب سے بچانے میں میری مدد کر سکتا ہے؟ پس اور تمہارا یہ معاملہ میرے لئے سوائے نقصان پہنچانے کے کچھ بھی نہیں ہے۔ بلکہ نقصان دینے والا ہے۔

## نبوت و رسالت ایک عظیم الشان اور جلیل القدر رحمت خداوندی

سو ارشاد فرمایا گیا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے ان لوگوں کے دلوں پر دستک دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ذرا سوچو اور غور کرو کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک خاص رحمت سے بھی نوازا ہو۔ یعنی اگر میں نور فطرت پر بھی قائم ہوں اور اس کے بعد بھی اللہ نے مجھے اپنی طرف ایک اور خاص رحمت سے بھی نوازا ہو یعنی نبوت سے۔ سو رحمت سے یہاں پر مراد نبوت و رسالت ہے جو اللہ پاک کی سب سے بڑی رحمت ہے۔ جس سے وہ اپنے خاص چنے ہوئے بندوں کو محض اپنے کرم و احسان اور اپنی عنایت و مہربانی سے نوازتا ہے۔ سبحانہ وتعالیٰ۔ سو نبوت سے سرفرازی محض حق تعالیٰ کی رحمت و عنایت اور عطاء و بخشش سے ہوتی ہے نہ کہ کسی انسانی کسب و عمل سے۔

اور اگر "رحمۃ" میں تنوین تعظیم کی ہے یعنی "ایک عظیم الشان رحمت" اور ظاہر ہے کہ نبوت اور رسالت سے بڑھ کر عظیم الشان رحمت اور کونسی ہو سکتی ہے جو کہ سعادت دارین کی سرفرازی کی راہنمائی کرتی ہے۔ بہر کیف حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ میں جو دعوت تم لوگوں کو دے رہا ہوں یہ میری فطرت کی آواز و پکار بھی ہے اور نور نبوت و رسالت کا تقاضا بھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان دونوں نوروں سے نوازا ہے اور مجھے نور علیٰ نور کا مصداق بنایا ہے۔

| |
|---|
| وَیٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا |
| بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ٥ |
| اور اے میری قوم! یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح |
| ہاتھ نہ لگانا کہ تم کو نزدیک عذاب پہنچے گا۔ |

## اللہ کی نشانی اونٹنی کو قتل کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَیٰـا قَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً" حَال عَامِلہ الْاِشَارَۃ "فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وَلَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ" عَقْر "فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ" اِنْ عَقَرْتُمُوْھَا،

اور اے میری قوم! یہ اللہ کا ناقہ ہے تمہارے لیے نشانی ہے۔ یہاں پر آیہ حال ہے اس کا عامل اسم اشارہ ہے۔ تو اسے چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے بری طرح ہاتھ نہ لگانا یعنی ہلاک کرنے کا ارادہ نہ کرنا اور اگر تم نے اس کو ہلاک کر دیا تو پھر تمہیں پکڑنے والا عذاب قریب ہے۔

## حضرت صالح علیہ السلام اور اونٹنی والے معجزے کا بیان

حضرت صالح فرماتے ہیں لوگوں تمہارے پاس دلیل الٰہی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے۔ ان لوگوں نے حضرت صالح سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جوان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گابھن ہو (دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالح نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کرلو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے بیچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کرلیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی۔ باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلمس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔ حضرت جندع کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن غنمہ نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف باسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سیوا ہو جاتی مگر بدبختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔ اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی۔ اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے

ایک روایت میں ہے کہ ہجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معجزے نہ طلب کرو دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتاب کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔ بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو غال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔ تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الٰہی سکھائی کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی

لائق عبادت نہیں۔ اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

| |
|---|
| فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ |
| تو انہوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو اس نے کہا اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھالو، یہ وعدہ ہے |
| جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔ |

## معجزاتی اونٹنی کو قتل کرنے کے سبب تین دن بعد عذاب آنے کا بیان

"فَعَقَرُوهَا" عَقَرَهَا قِدَار بِاَمْرِهِمْ "فَقَالَ" صَالِح "تَمَتَّعُوا" عِيشُوا "فِیْ دَارِكُمْ ثَلَاثَة اَيَّام" ثُمَّ تَهْلَكُوْنَ "ذٰلِكَ وَعْد غَيْر مَكْذُوب" فِيهِ،

تو انہوں نے یعنی قدار نامی شخص نے قوم کے حکم سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا اپنے گھروں میں تین دن خوب فائدہ اٹھالو، اس کے بعد تم ہلاک کردیئے جاؤ گے یہ وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں بولا گیا۔

## قوم ثمود کی تباہی کا بیان

امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت غنم بن مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت بالدار۔ اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار تھا۔ یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہوگئے تھے رضی اللہ عنہ۔ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہوجائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کردے، صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آجاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کردے لیکن اس نے انکار کردیا، اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتوں تھا اس برائی پر آمادہ ہوگیا۔ ادھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہوگیا یہ تھا بھی زناکاری کا بچہ، سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیسان نامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زناکاری کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا اب دونوں چلے اور اہل ثمود اور دوسرے شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہوگئے اور یہ نو فسادی شخص اس بدارادے پر تل گئے۔

اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی ہی تھے۔ چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے

سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کا راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس نے اللہ کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بیجان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آ دروز روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کر دو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بے خبر رہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدنیتی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑی کی بلندی پر تھا ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا۔

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ |
| اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۝ |
| پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ |
| بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ بے شک تیرا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔ |

## حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان کی نجات کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا" بِاِهْلَاكِهِمْ "نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ" وَهُمْ اَرْبَعَةُ اٰلَافٍ "بِرَحْمَةٍ مِّنَّا" نَجَّيْنَاهُمْ "وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ" بِكَسْرِ الْمِيمِ اِعْرَابًا وَفَتْحِهَا بِنَاءً لِاِضَافَتِهِ اِلٰى مَبْنِيٍّ وَهُوَ الْاَكْثَرُ "اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ" الْغَالِبُ،

پھر جب ہمارا حکم یعنی ان کی ہلاکت کا حکم آ گیا تو ہم نے صالح علیہ السلام کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے، اور وہ چار ہزار تھے۔ اپنی طرف سے عظیم رحمت کے ساتھ بچالیا یعنی ان کو نجات دی، اور اس دن کی رسوائی سے بھی بچایا۔ یہاں پر یومئذ کی میم کا اعراب معرب ہونے کی صورت میں کسرہ جبکہ مبنی ہونے کی صورت میں فتحہ جبکہ اس کی اضافت مبنی کی جانب ہو اور یہی اکثر علمائے نحات کا قول ہے۔ بے شک تیرا رب ہی بے حد قوت والا، سب پر غالب ہے۔

| |
|---|
| وَ اَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ٥ |
| اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ |

## اپنے گھروں میں مردہ اوندھے پڑے رہے

"وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ" بَارِکِیْنَ عَلَى الرُّکَبِ مَیِّتِیْنَ،

اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا انھیں چیخ نے پکڑ لیا، تو انھوں نے اپنے گھروں میں اس حال میں صبح کی کہ گرے پڑے تھے۔ یعنی وہ اپنے گھروں میں اوندھے مردہ پڑے ہوئے تھے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ تین روز جمعرات، جمعہ اور ہفتہ تھے، اتوار کے روز ان پر عذاب نازل ہوا (آیت) وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ، یعنی ان ظالموں کو پکڑ لیا ایک سخت آواز نے، یہ سخت آواز حضرت جبریل علیہ السلام کی تھی جس میں ساری دنیا کی بجلیوں کی کڑک سے زیادہ ہیبت ناک آواز تھی جس کو انسانی قلب و دماغ برداشت نہیں کر سکا، ہیبت سے سب کے دل پھٹ گئے اور سب کے سب ہلاک ہوئے۔

| |
|---|
| كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ٥ |
| گویا وہ کبھی ان میں بسے ہی نہ تھے، یاد رکھو! ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا۔ خبردار! (قوم) ثمود کے لئے دوری ہے۔ |

## گھروں کے مالک گویا گھروں میں جیسے رہتے ہی نہ تھے

"كَاَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمُهَا مَحْذُوْف اَیْ كَاَنَّهُمْ "لَّمْ یَغْنَوْا" یُقِیْمُوْا "فِیْهَا" فِیْ دَارِهِمْ "اَلَا اِنَّ ثَمُوْدَ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ" بِالصَّرْفِ وَتَرْكِهٖ عَلٰى مَعْنَى الْحَیِّ وَالْقَبِیْلَةِ،

یہاں پر کان مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی اصل میں کانھم ہے۔ گویا وہ کبھی اپنے ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے، یاد رکھو! قوم ثمود نے اپنے رب سے کفر کیا تھا۔ خبردار! قوم ثمود کے لئے رحمت سے دوری ہے۔ لفظ ثمود منصرف ہے جب اس کا معنی حی سے لیا جائے اور غیر منصرف ہے جبکہ اس کا معنی قبیلہ ہو۔

## جمعرات کو شروع ہو کر ہفتہ تک عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا

ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ

ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا ان کے منہ سیاہ ہو گئے تین دن جب گذر گئے تو چوتھا دن اتوار صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑا کا ہوا جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجے پھاڑ دیئے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا، مردوں سے مکانات، بازار، گلی، کوچے بھر گئے۔ مرد، عورت، بچے، بوڑھے اول سے آخر تک سارے کے سارے تباہ ہو گئے شان رب دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے ایک کافرہ عورت بچادی گئی، یہ بھی بڑی خبیثہ تھی حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی اسکی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں لیکن ادھر عذاب آیا ادھر اس کے پاؤں کھل گئے اپنی بستی سے سرپٹ بھاگی اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر میں پہنچی اور وہاں جا کر ان سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کر ہی چکنے کے بعد ان سے پانی مانگا۔ ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ عذاب الٰہی آ پڑا اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابو دغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کسی کام کی غرض سے حد حرم سے باہر آیا اسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی جہنم واصل کیا ثمودیوں میں سے سوائے حضرت صالح اور انکے مومن صحابہ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ اعراف، بیروت)۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ |
| اور بیشک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس خوشخبری لے کر آئے، انہوں نے سلام کہا، |
| ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کہا، پھر دیر نہ کی یہاں تک کہ ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں کی میزبانی کے لئے کھانا لانے کا بیان

"وَلَقَدْ جَاءَ تْ رُسُلُنَا اِبْرَاهِيْمَ بِالْبُشْرَى" بِاِسْحَاق وَيَعْقُوْب بَعْده "قَالُوْا سَلَامًا" مَصْدَر "قَالَ سَلَام" عَلَيْكُمْ "فَمَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذ" مَشْوِيّ،

اور بیشک ہمارے فرستادہ فرشتے ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس اسحاق ویعقوب کی خوشخبری لے کر آئے، انہوں نے سلام کہا، لفظ سلام مصدر ہے ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً سلام کہا، پھر آپ علیہ السلام نے دیر نہ کی یہاں تک کہ ان کی میزبانی کے لئے ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے۔

## ابراہیم علیہ السلام کی بشارت اولاد اور فرشتوں سے گفتگو

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ آ کر سلام کرتے ہیں۔ آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت ودوام پایا جاتا ہے۔ سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ بچھڑے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا، لاتے ہیں۔ جب دیکھا

کہ ان نو وارد مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے ہی نہیں، اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہوگئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے حضرت سدی فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لیے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی، جلدی جلدی اپنا بچھڑا لے کر اس کو گرم پتھوں پر سینک کر لا حاضر کیا اور خود بھی ان کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے، آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم ہم جب تلک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھایا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے انہوں نے پوچھا کیا قیمت ہے، آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد اللہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے۔ اس وقت حضرت جبرائیل نے حضرت میکائیل کی طرف دیکھا اور دل میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیل بنائے۔ اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گذرنے لگے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاٰۤ اَيۡدِيَهُمۡ لَا تَصِلُ اِلَيۡهِ نَكِرَهُمۡ وَ اَوۡجَسَ مِنۡهُمۡ خِيۡفَةً‌  ؕ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰى قَوۡمِ لُوۡطٍ ؕ |
| پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھ رہے تو انہیں اجنبی سمجھا اور دل میں ان سے کچھ خوف محسوس کرنے لگے، |
| انہوں نے کہا، آپ مت ڈریئے، ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ |

## قوم لوط کی ہلاکت کے لئے فرشتوں کے آنے کا بیان

"فَلَمَّا رَاٰی اَیْدِیھِمْ لَا تَصِلُ اِلَیْہِ نَکِرَھُمْ" بِمَعْنٰی اَنْکَرَھُمْ "وَاَوْجَسَ" اَضْمَرَ فِیْ نَفْسِہٖ "مِنْھُمْ خِیْفَۃً" خَوْفًا "قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمِ لُوْطٍ" لِنُھْلِکَھُمْ،

پھر جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے یعنی انہوں نے کھانے انکار کر دیا تو انھیں اجنبی سمجھا اور اپنے دل میں ان سے کچھ خوف محسوس کرنے لگے، یعنی اپنے دل میں اندیشہ کرنے لگے انہوں نے کہا، آپ مت ڈریئے! ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ ان کو ہم ہلاک کر دیں۔

## فرشتوں کا کھانا نہ کھانے کا بیان

امام طبری نے اس جگہ نقل کیا ہے اول جب فرشتوں نے کھانے سے انکار کیا تو یہ کہا تھا کہ ہم مفت کا کھانا نہیں کھاتے اگر آپ قیمت لے لیں تو کھائیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ ہاں اس کھانے کی ایک قیمت ہے وہ ادا کر دو، وہ قیمت یہ ہے کہ شروع میں اللہ کا نام لو اور آخر میں اس کی حمد کرو، جبریل امین نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو خلیل بنایا ہے یہ اسی کے مستحق ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہنا سنت ہے۔

وَامْرَاَتُـهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰـهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ○

اوران کی اہلیہ کھڑی تھیں تو وہ ہنس پڑیں، سو ہم نے ان کو اسحاق (علیہ السلام) کی اور اسحاق (علیہ السلام) کے بعد یعقوب (علیہ السلام) کی بشارت دی۔

## حضرت اسحاق ویعقوب کی بشارت پر اظہار تعجب کا بیان

"وَامْرَاَتُه" اَیْ امْرَاَةُ اِبْرَاهِیمَ سَارَّةُ "قَآئِمَةٌ" تَخْدُمُهُمْ "فَضَحِكَتْ" اسْتِبْشَارًا بِهَلَاكِهِمْ "فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاء" بَعْدَ "اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ" وَلَدِه تَعِيْشُ اِلٰى اَنْ تَرَاهُ،

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ سارہ پاس ہی کھڑی تھیں تا کہ ان کی خدمت کریں تو وہ ہنس پڑیں، یعنی خوشی سے کہا اے کم نصیبی، پس ہم نے ان کی زوجہ کو اسحاق علیہ السلام کی اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام کی بشارت دی۔ وہ زندہ رہے تا کہ ان کی خوشیوں کو دیکھے۔

## حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے اظہار تعجب کا بیان

حضرت سارہ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھانے کی خدمت میں ہیں، تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی عجیب حالت پر انہیں بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ حضرت ابراہیم کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اب دہشت دور کرنے کے لیے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں۔ قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوشخبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں عجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے، وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ پیدا ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق کے ہاں یعقوب کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوش خبری سنائی۔ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ علیہ السلام نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں نے کہا امر اللہ میں کیا حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے۔ لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے، اے نبی کے گھر والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں، تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔

قَالَتْ يٰوَيْلَتٰىٓ ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ○

وہ کہنے لگیں، وائے حیرانی، کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میرے یہ شوہر بوڑھے ہیں؟ بیشک یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔

## بڑھاپے میں عطائے اولاد کی بشارت پر تعجب کرنے کا بیان

"قَالَتْ یَا وَیْلَتٰی " کَلِمَۃ تُقَال عِنْد اَمْر عَظِیْم وَالْاَلِف مُبْدَلَۃ مِنْ یَاء الْاِضَافَۃ "ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوز " لِیْ تِسْع وَتِسْعُوْنَ سَنَۃ "وَھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا " لَہٗ مِائَۃ اَوْ وَعِشْرُوْنَ سَنَۃ وَنَصْبہ عَلَی الْحَال وَالْعَامِل فِیْہِ مَا فِیْ ذَا مِنْ الْاِشَارَۃ "اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْب" اَنْ یُوْلَد وَلَد لِھَرِمَیْنِ،

وہ کہنے لگیں، وائے حیرانی، یہ کلمہ کسی عظیم کام کے وقت کہا جاتا ہے۔اور یہاں پر ویلتیٰ کا الف یائے اضافت سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہو چکی ہوں یعنی میری عمر ۹۹ سال ہو گئی ہے۔اور میرے یہ شوہر بھی بوڑھے ہیں؟ یعنی ان کی عمر ۱۲۰ سال ہو گئی ہے۔یہاں پر شیخا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور اس کا عامل جو اسم اشارہ ھذا میں ہے۔اور بیشک یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔یعنی تعجب ہے کہ بوڑھے زوجین کے ہاں اولاد ہو۔

اس وقت سیدہ سارہ کی عمر سو سال سے چند سال کم تھی اور حیض مدت سے بند ہو چکا تھا اور سیّدنا ابراہیم کی عمر سو سال سے چند سال زائد تھی لہٰذا سیدہ سارہ کا بطور تعجب ایسے الفاظ کہنا ایک فطری امر تھا اگر چہ اس میں دل کی خوشی بھی شامل تھی۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ |
| انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے گھر والو! |
| بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔ |

## اللہ کی قدرت میں تعجب کرنے کا بیان

"قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْر اللّٰہ " قُدْرَتہ "رَحْمَۃ اللّٰہ وَبَرَکَاتہ عَلَیْکُمْ " یَا "اَھْل الْبَیْت " بَیْت اِبْرَاھِیْم "اِنَّہٗ حَمِیْد" مَحْمُوْد "مَجِیْد" کَرِیْم،

انہوں نے کہا کیا تو اللہ کے حکم یعنی اس کی قدرت سے تعجب کرتی ہے؟ اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں تم پر اے ابراہیم کے گھر والو! بے شک وہ بے حد تعریف کیا گیا، بڑی شان والا ہے۔یعنی بڑی عزت والا ہے۔

فرشتے کہنے لگے کہ ایک پیغمبر کی بیوی ہو کر اللہ کے کام پر تعجب کرتی ہو؟ اللہ جو چاہے وہ اس کے کرنے پر قادر ہے اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کے گھر والوں پر تو اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہی ہیں اور آئندہ بھی ہوتی رہیں گی جن میں سے ایک ہونے والا بچہ اسحاق کی پیدائش بھی ہے۔

## نماز والے درود کے الفاظ کے ماخذ کا بیان

جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات وخوارق دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا، کیا ان کے لیے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ ان کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔انہیں لائق ہے کہ بشارت سن کر تعجب کی جگہ خدا کی تحمید وتمجید

کریں کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں اس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ |
| پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف جاتا رہا اور ان کے پاس بشارت آچکی تو ہمارے ساتھ قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد فرشتوں کا قوم لوط کے پاس جانے کا بیان

"فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ الرَّوْعُ" اَلْخَوْفُ "وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَى" بِالْوَلَدِ اَخَذَ "يُجَادِلُنَا" يُجَادِلُ رُسُلَنَا "فِيْ" شَأْنِ، فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ

پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) سے خوف جاتا رہا اور ان کے پاس بیٹے کی بشارت آچکی تو ہمارے فرشتوں کے ساتھ قوم لوط کے معاملے میں جھگڑنے لگے۔

## حضرت ابراہیم کی بردباری اور سفارش

مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے دل میں جو دہشت سمائی تھی۔ ان کا حل کھل جانے پر وہ دور ہوگئی۔ پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لیے بھیجے گئے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مومن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں۔ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کے تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا تو فرشتوں نے یہی جواب دیا۔ پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں حضرت لوط کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کے اہل خانہ کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے۔ اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہوگئے۔ حضرت ابراہیم بردبار، نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفتیں بیان فرمائیں ہیں۔ حضرت ابراہیم کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے۔ قضاء حق نافذ و جاری ہوگئی اب عذاب آئے گا اور وہ واپس نہ جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ |
| بیشک ابراہیم (علیہ السلام) بڑے متحمل مزاج، آہ و زاری کرنے والے ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ |

## قوم لوط کی ہلاکت والے فرشتوں سے مجادلہ کرنے کا بیان

"اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ" كَثِيْرُ الْاَنَاةِ "اَوَّاهٌ مُنِيْبٌ" رَجَّاعٌ فَقَالَ لَهُمْ اَتُهْلِكُوْنَ قَرْيَةً فِيْهَا ثَلَاثُمِائَةِ مُؤْمِنٍ ؟

قَالُوْا لَا قَالَ اَفَتُھْلِكُوْنَ قَرْيَةً فِيْهَا مِائَتَا مُؤْمِنٍ ؟ قَالُوْا لَا قَالَ اَفَتُھْلِكُوْنَ قَرْيَةً فِيْهَا اَرْبَعُوْنَ مُؤْمِنًا ؟ قَالُوْا لَا قَالَ اَفَتُھْلِكُوْنَ قَرْيَةً فِيْهَا اَرْبَعَةَ عَشَرَ مُؤْمِنًا ؟ قَالُوْا لَا قَالَ اَفَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ فِيْهَا مُؤْمِنٌ وَاحِدٌ قَالُوْا لَا قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا الخ،

بیشک ابراہیم علیہ السلام بڑے متحمل مزاج، آہ وزاری کرنے والے ہر حال میں ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا کہ کیا تم ایسی بستی کو ہلاک کرو گے جس میں تین سو مؤمن رہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں، تو آپ نے فرمایا کیا ان کو ہلاک کرتے ہو جن میں دو سو مؤمن ہوں تو انہوں نے کہا کہ نہیں تو پھر آپ نے فرمایا کہ کیا ان کو ہلاک کرتے ہو جن میں چالیس مؤمن ہوں تو انہوں نے کہا نہیں تو اس کے بعد آپ نے کہا کہ کیا ایسی بستی جس میں چودہ مؤمن ہوں تو انہوں نے کہا نہیں تو پھر آپ نے فرمایا کہ جب تم ان میں ایک بھی مومن کو دیکھ لو تو پھر تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔تو اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس بستی میں تو لوط علیہ السلام بھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کی نجات کے بارے میں ہم بھی جانتے ہیں، الخ۔

| |
|---|
| يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ |
| اے ابراہیم! اسے رہنے دے، بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا حکم آچکا اور یقیناً یہ لوگ! |
| ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں۔ |

## عذاب کے فرشتوں سے اعراض کرنے کا بیان

فَلَمَّا اَطَالَ مُجَادَلَتَهُمْ قَالُوْا: "يٰۤاِبْرَاهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا" الْجِدَالِ "اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ" بِهَلَاكِهِمْ، وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ،

اے ابراہیم! اسے رہنے دے، یعنی ان سے مبادلہ کو لمبا کرنا چھوڑ دو، بے شک حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا حکم آچکا ہے جو ان کی ہلاکت کا ہے۔اور یقیناً یہ لوگ! ان پر وہ عذاب آنے والا ہے جو ہٹایا جانے والا نہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ جو ان آیات میں مذکور ہے اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے چند فرشتے جن میں جبریل امین بھی شامل تھے اس قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے، جو پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں فلسطین پہنچے جس کا واقعہ پچھلی آیات میں بیان ہو چکا ہے، اس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے جن کا مقام وہاں سے دس بارہ میل کے فاصلہ پر تھا اللہ تعالیٰ شانہ جس قوم کو عذاب میں پکڑتے ہیں اس پر ان کے عمل کے مناسب ہی عذاب مسلط فرماتے ہیں، اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کے یہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں بھیجے گئے جب وہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پہنچے تو ان کو بشکل انسانی دیکھ کر انہوں نے بھی مہمان سمجھا اور اس وقت وہ سخت فکر و غم میں مبتلا ہو گئے کہ مہمانوں کی مہمانی نہ کی جائے تو یہ شان پیغمبری کے خلاف ہے اور اگر ان کو مہمان بنایا جاتا ہے تو اپنی قوم کی خباثت معلوم ہے، اس کا خطرہ ہے کہ وہ مکان پر چڑھ آئیں اور ان مہمانوں کو اذیت پہنچائیں اور وہ ان کی مدافعت نہ کر سکیں، اور دل میں کہنے لگے کہ آج بڑی سخت مصیبت کا دن ہے۔

اللہ جل شانہ نے اس عالم کو عجیب عبرت کی جگہ بنایا ہے جس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے بیشمار مظاہر ہوتے ہیں، آزر بت پرست کے گھر میں اپنا خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا کر دیا، حضرت لوط علیہ السلام جیسے مقبول و برگزیدہ پیغمبر کے گھر میں ان کی بیوی کافروں سے ملتی اور حضرت لوط علیہ السلام کی مخالفت کرتی تھی، جب یہ محترم مہمان حسین لڑکوں کی شکل میں حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں مقیم ہوگئے تو ان کی بیوی نے ان کی قوم کے اوباش لوگوں کو خبر کر دی کہ آج ہمارے گھر میں اس طرح کے مہمان آئے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ٥ |
| اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے، وہ ان کے آنے سے پریشان ہوئے اور |
| ان کے باعث طاقت کمزور پڑگئی اور کہنے لگے، یہ بہت سخت دن ہے۔ |

## خوبصورت فرشتوں کو دیکھ کر لوط علیہ السلام کے اندیشے کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ" حَزِنَ بِسَبَبِهِمْ "وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا" صَدْرًا لِاَنَّهُمْ حِسَانُ الْوُجُوهِ فِيْ صُورَةِ اَضْيَافٍ فَخَافَ عَلَيْهِمْ قَوْمَهُ "وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ" شَدِيدٌ،

اور جب ہمارے فرستادہ فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے پریشان ہوئے اور ان کے باعث ان کی طاقت کمزور پڑگئی کیونکہ فرشتے نہایت خوب رُو تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی بری عادت کا علم تھا سو ممکنہ فتنہ کے اندیشہ سے پریشان ہوئے۔ اور کہنے لگے، یہ بہت سخت دن ہے۔

## حضرت لوط علیہ السلام کے گھر فرشتوں کا نزول۔

حضرت ابراہیم کو یہ فرشتے اپنا بھید بتا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کے زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ مرد خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے، حضرت لوط ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹ پٹا گئے، دل ہی دل میں پیچ تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بناتا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا ہوگا؟ قتادہ فرماتے ہیں۔ حضرت لوط اپنی زمین پر تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شرما شرمی انکار تو نہ سکے اور انہیں لے کر گھر چلے، راستے میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی واپس چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں نہیں ہیں۔ کچھ دور جا کر پھر یہی کہا غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔ فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی، ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرنا۔

سدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دو پہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں، مل گئیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس نے کہا آپ یہیں رکیئے میں واپس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نو عمر لوگ ہیں، میں نے تو آج تک نہیں دیکھے، جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوط سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھیرایا نہ کرو۔ ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی، اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا۔ دوڑے بھاگے آ گئے، جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خو خصلت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کو تو گویا انہوں نے عادت بنا لیا تھا۔

| |
|---|
| وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ |
| اور لوط (علیہ السلام) کی قوم ان کے پاس دوڑتی ہوئی آ گئی، اور وہ پہلے ہی برے کام کیا کرتے تھے۔ لوط (علیہ السلام) نے کہا اے میری (نافرمان) قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے (بطریق نکاح) پاکیزہ و حلال ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو! کیا تم میں سے کوئی بھی نیک سیرت آدمی نہیں ہے۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا اپنی قوم کو برائی سے روکنے کا آخری خطاب

"وَجَاءَهُ قَوْمه" لَمَّا عَلِمُوا بِهِمْ "يُهْرَعُوْنَ" يُسْرِعُوْنَ "اِلَيْهِ وَمِنْ قَبْل" قَبْل مَجِيئِهِمْ "كَانُوا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّئَات" وَهِيَ اِتْيَان الرِّجَال فِي الْاَدْبَار "قَالَ" لُوط "يَا قَوْم هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي" فَتَزَوَّجُوهُنَّ "هُنَّ اَطْهَر لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰه وَلَا تُخْزُوْنِي" تَفْضَحُوْنِ "فِيْ ضَيْفِي" اَضْيَافِي "اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُل رَشِيْد" يَاْمُر بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰى عَنْ الْمُنْكَر،

اور لوط علیہ السلام کی قوم مہمانوں کی خبر سنتے ہی ان کے پاس دوڑتی ہوئی آ گئی، اور وہ پہلے ہی برے کام کیا کرتے تھے۔ وہ مردوں کی دبر میں لواطت کرتے تھے۔ لوط علیہ السلام نے کہا، اے میری قوم! یہ میری قوم کی بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے بطریق نکاح پاکیزہ و حلال ہیں لہٰذا تم ان سے شادیاں کرو۔ تم اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں اپنی بے حیائی کے باعث مجھے رسوا نہ کرو! کیا تم میں سے کوئی بھی نیک سیرت آدمی نہیں ہے۔ جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

## انبیائے کرام کا باپ کی مانند قوم کو عذاب سے بچانے کا بیان

اس وقت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ نے نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بد خصلت کو چھوڑو اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔

بناتی یعنی میری لڑکیاں۔اس لیے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھیرایا کرو۔حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور دنیا آخرت کی بھلائی انہیں سجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لیے موزوں ہیں۔ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔قتادہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔امام ابن جریج فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت لوط نے عورتوں سے بےنکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو میرا کہا مانو،عورتوں کی طرف رغبت کرو،ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں، میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار، نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں۔اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں یہاں بھی بنا تک یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے۔پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

## لوط علیہ السلام کی بدنصیب قوم کا بیان

فرمان ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کر، حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا آپ نے انہیں اور آس پاس کے لوگوں کو اللہ کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا نیکیوں کے کرنے برائیوں کو چھوڑنے کا حکم دیا۔جن میں ایک برائی اغلام بازی تھی جو ان سے پہلے دنیا سے مفقود تھی۔اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے۔

عمرو بن دینار یہی فرماتے ہیں۔جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہتے ہیں اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں تو اس بات کو کبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کر لے اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا۔عورتوں کو جو اس کام کے لئے تھیں چھوڑ کر تم مردوں پر ریجھ رہے ہو؟ اس سے بڑھ کر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ہیں میری بچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں۔لیکن انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں ان کی چاہت نہیں۔ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں مفسرین فرماتے ہیں جس طرح مرد مردوں میں مشغول تھے عورتیں عورتوں میں پھنسی ہوئی تھیں۔

| |
|---|
| قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ۝ |
| بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔ |

## قوم لوط کا اپنے عمل پر فخر کرنے کا بیان

"قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ" حَاجَة "وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ" مِنْ اِتْیَانِ الرِّجَال،

بولے تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری قوم کی بیٹیوں میں ہمارا کوئی حق یعنی ضرورت نہیں اور تم ضرور جانتے ہو جو ہماری خواہش ہے۔ یعنی مردوں کے پاس آتے ہیں۔

## لوطی کی سزا میں فقہی مذاہب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو اس باب میں حضرت جابر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی احادیث منقول ہیں اس حدیث کو ہم ابن عباس کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ محمد بن اسحاق نے اس حدیث کو عمرو بن ابی عمر سے روایت کیا ہے اور فرمایا قوم لوط کا سا عمل کرنے والا ملعون ہے قتل کا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی مذکور ہے کہ چوپائے سے بدفعلی کرنے والا بھی ملعون ہے۔ عاصم بن عمرو بن سہیل بن ابی صالح سے وہ اپنے والد سے اور وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اس حدیث کو عاصم کے علاوہ کسی اور نے بھی سہیل بن ابی صالح سے روایت کیا ہو عاصم بن عمر حفظ کے اعتبار سے حدیث میں ضعیف ہیں لوطی عمل کرنے والے کی سزا کے بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اسے سنگسار کیا جائے خواہ وہ شادی شدہ یا غیر شادی شدہ۔ امام مالک، شافعی، احمد، اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض علماء وفقہاء تابعین، حسن بصری، ابراہیم نخعی اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ لواطت کرنے والے پر اسی طرح حد جاری کی جائے جس طرح زانی پر حد جاری کی جاتی ہے۔ سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1498)

| |
|---|
| قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْۤ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۝ |
| لوط (علیہ السلام) نے کہا کاش! مجھ میں تمہارے مقابلہ کی ہمت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا طاقت کے ذریعے قوم سے مقابلہ کرنے کے اظہار کا بیان

"قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً" طَاقَة "اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ" عَشِیْرَة تَنْصُرنِیْ لَبَطَشْت بِكُمْ فَلَمَّا رَاَتْ الْمَلَائِكَة ذٰلِكَ،

حضرت لوط علیہ السلام نے کہا! کاش! مجھ میں تمہارے مقابلہ کی ہمت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ میں پناہ لے سکتا۔ یعنی میں کسی قبیلے کی طاقت کا سہارا لیتا اور تم سے مقابلہ کرتا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت، طاقت ہوتی یا

میرا کنبہ، قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کی رحمت ہو لوط علیہ السلام پر کہ وہ زور آور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنے آبائی وطن میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی اس افسردگی، کامل ملال اور سخت تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے آپ کو ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصے میں اپنے اہل وعیال کو لے کر یہاں سے نکل جایئے خود ان سب کے پیچھے رہیے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائیں قوم والوں کی آہ و بکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ |
| جب فرشتوں نے معاملہ دیکھا تو انہوں نے کہا تمہارے رب کی طرف سے ہم تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں یہ لوگ تم تک ہرگز نہ پہنچ سکیں گے، پس آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصہ میں لے کر نکل جائیں اور تم میں سے کوئی مڑ کر نہ دیکھے مگر اپنی عورت کو، یقیناً اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔ بیشک ان کا مقررہ وقت صبح ہے، کیا صبح قریب نہیں ہے۔ |

## قوم لوط پر صبح کے وقت عذاب نازل ہونے کا بیان

"قَالُوْا يَا لُوط اِنَّا رُسُل رَبّك لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْك" بِسُوْءٍ "فَاَسْرِ بِاَهْلِك بِقِطْعٍ" طَائِفَة "مِنَ اللَّيْل وَلَا يَلْتَفِت مِنْكُمْ اَحَد" لِئَلَّا يَرَى عَظِيْم مَا يَنْزِل بِهِمْ "اِلَّا امْرَاَتك" بِالرَّفْعِ بَدَل مِنْ اَحَد وَفِيْ قِرَاءَة بِالنَّصْبِ اسْتِثْنَاء مِنَ الْاَهْل اَيْ فَلَا تَسْرِ بِهَا "اِنَّهٗ مُصِيْبهَا مَا اَصَابَهُمْ" فَقِيْلَ لَمْ يَخْرُج بِهَا وَقِيْلَ خَرَجَتْ وَالْتَفَتَتْ فَقَالَتْ وَاقَوْمَاه فَجَاءَهَا حَجَر فَقَتَلَهَا وَسَاَلَهُمْ عَنْ وَقْت هَلَاكهمْ فَقَالُوْا "اِنَّ مَوْعِدهمْ الصُّبْح" فَقَالَ اُرِيْد اَعْجَل مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا "اَلَيْسَ الصُّبْح بِقَرِيْبٍ"

جب فرشتوں نے معاملہ دیکھا تو انہوں نے کہا ہم تمہاری مدد کے لئے آئے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، پس آپ اپنے گھر والوں کو رات کے کچھ حصہ میں لے کر خروج فرمائیں اور تم میں سے کوئی مڑ کر پیچھے نہ دیکھے کیونکہ عذاب بڑا ہے جو ان پر نازل کیا جائے گا۔ مگر اپنی عورت کو ساتھ نہ لینا، یہاں پر امرأۃ کو احد سے بدل ہونے کے سبب مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ اور ایک قرأت میں اہل سے استثناء کی صورت میں منصوب ہے۔ یقیناً سے بھی وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو انہیں پہنچے گا۔ پس کہا گیا کہ وہ آپ کے ساتھ نہ جائے اور یہ کہا گیا ہے کہ وہ نکلی تو تھی لیکن واپس مڑ کر دیکھنے لگی اور کہنے لگی ہائے میری قوم تو ایک پتھر اس پر آ کر لگا جس سے وہ مرگئی۔ پس جب آپ نے ان سے عذاب کے وقت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بیشک ان کے عذاب کا مقررہ وقت صبح کا ہے، تو آپ نے کہا کہ میں اس سے جلدی چاہتا ہوں تو انہوں نے کہا کہ کیا صبح قریب نہیں ہے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّيۡلٍ مَّنۡضُوۡدٍ٥ |
| پھر جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا اور ہم نے اس پر پتھر اور پکی ہوئی مٹی کے |
| کنکر برسائے جو پے در پے گرتے رہے۔ |

## قوم لوط پر بستی کو آسمان کی طرف بلند کر کے ان پر الٹا دینے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَ اَمۡرُنَا" بِاِهۡلَاكِهِمۡ "جَعَلۡنَا عَالِيَهَا" اَیۡ قُرَاهُمۡ "سَافِلَهَا" اَیۡ بِاَنۡ رَفَعَهَا جِبۡرِيۡلُ اِلَی السَّمَاء وَاَسۡقَطَهَا مَقۡلُوۡبَةً اِلَی الۡاَرۡض "وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِنۡ سِجِّيۡل" طِيۡن طُبِخَ بِالنَّارِ "مَنۡضُوۡد" مُتَتَابِع،

پھر جب ہمارا حکم یعنی ان کو ہلاکت کا عذاب آ پہنچا تو ہم نے الٹ کر اس بستی کے اوپر کے حصہ کو نچلا حصہ کر دیا یعنی جبرائیل علیہ السلام نے بستی کو آسمان کی طرف بلند کر کے نیچے زمین کی جانب پھینک دیا اور ہم نے اس پر پتھر اور پکی ہوئی مٹی کے کنکر برسائے ،طین وہ جس کو پکایا گیا ہو۔ جو پے در پے گرتے رہے۔

## آج کے ایٹم بم اس وقت کے پتھروں کی بارش

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہوگئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھر ان پر برسنے لگے۔ جو سخت، وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سجین سجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہ بہ تہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتروں پر قدرتی طور پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا، کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھا لیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے اکے دکے جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بینام ونشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کسی اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝

جو آپ کے رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے، اور یہ (سنگ ریزوں کا عذاب) ظالموں سے (اب بھی) کچھ دور نہیں ہے۔

## ہلاک ہونیوالوں کے نام پتھروں پر لکھے ہوئے ہونے کا بیان

"مُسَوَّمَةً" مُعَلَّمَةً عَلَيْهَا اسْمُ مَنْ يُّرْمٰى بِهَا "عِنْدَ رَبِّكَ" ظَرْفٌ لَهَا "وَمَا هِيَ" الْحِجَارَةُ اَوْ بِلَادُهُمْ "مِنَ الظّٰلِمِيْنَ" اَيْ اَهْلِ مَكَّةَ.

جو آپ کے رب کی طرف سے نشان کئے ہوئے تھے، یعنی ان سنگریزوں پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس شخص نے اس سے ہلاک ہونا تھا۔ اور یہ پتھروں کا عذاب ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں ہے۔ یعنی یہ بستیاں اہل مکہ سے دور نہیں ہیں۔

## حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کا عذاب سے محفوظ رہنے کا بیان

حضرت لوط اور ان کا گھرانا اللہ کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا جیسے فرمان رب ہے آیت (فما وجدنا فیھا غیر بیت من المسلمین) یعنی وہاں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو نکال دیا۔ لیکن بجز ایک گھر والوں کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں۔ بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بدنصیب کافرہ ہی تھی بلکہ قوم کے کافروں کی طرف دار تھی اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو خبر پہنچا دیتی اسی لئے حضرت لوط سے کہدیا گیا تھا کہ اُسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آ گئی اور رحم کی نگاہ سے انہیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت وہی عذاب اس بدنصیب پر بھی آ گیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوط نے عذاب کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہوگئی۔ (غابرین) کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں۔ جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں۔ کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہونے والے ہی تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مسلمان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلتے ہی عذاب الٰہی ان پر بارش کی طرح برس پڑا وہ بارش پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر بالخصوص نشان زدہ اسی کے لئے آسمان سے گر رہے تھے۔ گو اللہ کے عذاب کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں۔ اے پیغمبر آپ خود دیکھ لیجئے کہ اللہ کی نافرمانیوں اور رسول اللہ کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے؟ ۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی اپنے خاوند اور بیٹیوں کے ہمراہ روانہ ہوئی تھی، لیکن جب شہر تباہ ہونے کی آواز اور ہلاک ہونے والوں کا شور سنا تو اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس نے مڑ کر دیکھا اور بولی "ہائے میری قوم" وہیں ایک پتھر اس پر آ پڑا، جس نے اسکا سر پھاڑ کر اسے اسکی قوم سے ملا دیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ہود، بیروت)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام کو بھیجا)، انہوں نے کہا! اے میری قوم ،اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو بیشک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور میں تم پر ایسے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں جو گھیر لینے والا ہے۔

## اہل مدین کی جانب شعیب علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"و" اَرْسَلْنَا "اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ" وَحِّدُوْهُ "مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُه وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْ اَرَاكُمْ بِخَيْرٍ" نِعْمَةٍ تُغْنِيْكُمْ عَنِ التَّطْفِيْفِ "وَاِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ" اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا "عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيْطٍ" بِكُمْ يُهْلِكُكُمْ وَوَصْفُ الْيَوْمِ بِهٖ مَجَازٌ لِوُقُوْعِهٖ فِيْهِ،

اور ہم نے اہلِ مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو بیشک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں یعنی اس نے تمہیں لطف وعنایات دے رکھی ہیں۔ اور میں تم پر ایسے دن کے عذاب کا خوف کرتا ہوں یعنی اگر تم ایمان نہ لاؤ، تو اس کا عذاب تمہیں گھیر لینے والا ہے۔ جو تمہیں ہلاک کردے گا۔ یہاں پر عذاب کے واقع میں یوم کی صفت مجازی ہے۔

## حضرت شعیب علیہ السلام کا تعارف

مشہور مؤرخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیب میکیل بن یشجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یژون تھا۔ یہ یادر ہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے کے راستے میں آتا ہے۔ آیت قرآن ولما ورد ماء مدین میں شہر مدین کے کنویں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایکہ والے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ بیان کریں گے۔ آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انہیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ اللہ کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق کی ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ناپ تول میں کمی کی عادت چھوڑ دلوگوں کے حقوق نہ مارو۔ کہو کچھ اور کرو کچھ یہ خیانت ہے فرمان ہے آیت (ویل للمطففین) ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے (ویل) ہے۔ اللہ اس بدخصلت سے ہر ایک کو بچائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے۔ آپ کو بہ سبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ |
| وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ٥ |
| اور اے میری قوم! تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو |
| اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں تباہی مت مچاتے پھرو۔ |

## اہل مدین کو ناپ تول کی کمی سے ممانعت کا بیان

"وَيَا قَوْم اَوْفُوا الْمِكْيَال وَالْمِيزَان" اَتِمُّوهُمَا "بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَلَا تَبْخَسُوا النَّاس اَشْيَاءَ هُمْ" لَا تُنْقِصُوهُمْ مِنْ حَقِّهِمْ شَيْئًا "وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْض مُفْسِدِيْنَ" بِالْقَتْلِ وَغَيْرِه مِنْ عَثِيَ بِكَسْرِ الْمُثَلَّثَة اَفْسَدَ وَمُفْسِدِيْنَ حَال مُؤَكِّدَة لِمَعْنٰى عَامِلِهَا تَعْثَوْا،

اور اے میری قوم! تم ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پورے کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو یعنی ان کے حقوق میں کمی نہ کیا کرو۔ اور فساد کرنے والے بن کر ملک میں تباہی مت مچاتے پھرو۔ یعنی قتل وغیرہ کے ذریعے فساد نہ کرو۔ یہاں تعثوا یہ عثی میں کسرہ کے ساتھ آیا ہے جس کا معنی افسد یعنی اس نے فساد کیا ہے۔ اور یہ حال تاکیدی ہے۔ اور عامل کے معنی کے لئے ہے جو تعثوا ہے۔

| |
|---|
| بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ٥ |
| جو اللہ کے دیئے میں بچ رہے، تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان والے ہو، اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ |

## اللہ کے عطا کردہ رزق پر راضی رہنے کا بیان

"بَقِيَّةَ اللّٰه" رِزْقه الْبَاقِي لَكُمْ بَعْدَ اِيفَاء الْكَيْل وَالْوَزْن "خَيْر لَكُمْ" مِنَ الْبَخس "وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ" رَقِيب اُجَازِيكُمْ بِاَعْمَالِكُمْ اِنَّمَا بُعِثْتُ نَذِيرًا،

جو اللہ کے دیئے میں بچ رہے، یعنی ناپ تول کرنے کے بعد جو بچ جائے وہی تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم کمی کرو۔ اگر تم ایمان والے ہو، اور میں تم پر نگہبان نہیں ہوں۔ یعنی تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دی جائے گی جبکہ میں تو صرف ڈر سنانے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

## اہل مدین کی جانب حضرت شعیب کی آمد

عرب کا قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور خود ان کا نام بھی مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہیں میں سے

تھے۔ اسی لیے اخاہم کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی آپ نے بھی انبیاء کی عادت اور سنت اور اللہ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو۔ اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بدحالی سے بدل جائے گی۔

| |
|---|
| قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا |
| مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ۝ |
| انہوں نے کہا اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ ہم انھیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، |
| یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں کریں جو چاہیں، یقیناً تو تو نہایت بردبار، بڑا سمجھ دار ہے۔ |

## اہل مدین کا اپنے نبی مکرم کے حکم سے اعراض کرنے کا بیان

"قَالُوْا" لَهُ اسْتِهْزَاءً "یَا شُعَیْبُ اَصَلَاتُكَ تَاْمُرُكَ" بِتَكْلِیْفِ "اَنْ نَتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا" مِنَ الْاَصْنَامِ "اَوْ" نَتْرُكَ "اَنْ نَفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ" اَلْمَعْنٰی هٰذَا اَمْرٌ بَاطِلٌ لَا یَدْعُو اِلَیْهِ دَاعٍ بِخَیْرٍ "اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ" قَالُوْا ذٰلِكَ اسْتِهْزَاءً،

انہوں نے بہ مذاق کہا اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے یعنی تمہیں مکلف کرتی ہے کہ ہم ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے تھے، یا یہ کہ ہم اپنے مالوں میں کریں جو چاہیں، یعنی جو کچھ ہم اپنی مرضی سے کرتے ہیں اس کو چھوڑ دیں تمہارا اس کے بارے میں حکم دینا باطل ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ بلانا کوئی نیکی نہیں ہے۔ اور انہوں نے بہ طور مذاق کہا کہ یقیناً تو تو نہایت بردبار، بڑا سمجھ دار ہے۔

## پرانے معبودوں سے دستبرداری سے انکار

حضرت اعمش فرماتے ہیں صلوٰۃ سے مراد یہاں قرأت ہے۔ وہ لوگ از راہ مذاق کہتے ہیں کہ واہ آپ اچھے رہے کہ آپ کو آپ کی قرآت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں تصرف کریں کسی کو ناپ تول میں کم نہ دیں۔ حضرت حسن فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ثوری فرماتے ہیں کہ ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں، اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ نبی اللہ کو ان کا حلیم ورشید کہنا از راہ مذاق وحقارت تھا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ ہود، بیروت)

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ رَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ
وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ
وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ ۝

اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق عطا کیا ہو۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تمھاری بجائے میں (خود) اس کا ارتکاب کروں جس سے تمھیں منع کرتا ہوں، میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنی کر سکوں اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

## رزق حلال کے اندر حرام ملانے کی حرمت کا بیان

"قَالَ یَا قَوْمِ اَرَاَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِنْ رَبِّیْ وَرَزَقَنِیْ رِزْقًا حَسَنًا" حَلَالًا اَفَاُشَوِّبُهُ بِالْحَرَامِ مِنَ الْبَخْسِ وَالتَّطْفِیْفِ "وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ" وَاَذْهَبَ "اِلٰى مَا اَنْهَاكُمْ عَنْهُ" فَاَرْتَكِبُهُ "اِنْ" مَا "اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ" لَكُمْ بِالْعَدْلِ "مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ" قُدْرَتِیْ عَلٰى ذٰلِكَ وَغَیْرِهٖ مِنَ الطَّاعَاتِ "اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ" اَرْجِعُ،

اس نے کہا اے میری قوم! کیا تم نے دیکھا اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے ہاں سے اچھا رزق عطا کیا ہو۔ یعنی میں اس پاکیزہ رزق میں ناپ تول کی کمی کر کے کیوں حرام مکس کروں۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تمہاری بجائے میں خود اس کا ارتکاب کروں جس سے تمہیں منع کرتا ہوں، میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنی کر سکوں لہٰذا تمہارے لئے انصاف یہی ہے۔ اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، یعنی میرا طاقت اسی کی اطاعت سے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

## ناپ تول میں انصاف کرو

پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل وانصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں۔ اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں۔ ان میں رہزنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لیے خیریت لیے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے برکت ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورے ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خبیث وطیب میں کیا مساوات؟ دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لیے کرنا چاہیے نہ کہ دنیا دکھاوے کے لیے۔

| |
|---|
| وَ یٰقَوْمِ لَا یَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِیْۤ اَنْ یُّصِیْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ |
| اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِیْدٍ۝ |
| اور اے میری قوم! مجھ سے دشمنی ومخالفت تمہیں یہاں تک نہ ابھار دے کہ تم پر وہ آ پہنچے جیسا قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح |
| کو پہنچا تھا، اور قوم لوط تم سے کچھ دور نہیں۔ |

## سابقہ اقوام کے عذاب سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

"وَیَا قَوْمِ لَا یَجْرِمَنْکُمْ" یَکْسِبَنْکُمْ "شِقَاقِی" خِلَافِیْ فَاعِل یَجْرِم وَالضَّمِیْر مَفْعُوْل اَوَّل وَالثَّانِیْ "اَنْ یُّصِیْبَکُمْ مِثْلَ مَا اَصَابَ قَوْمَ نُوح اَوْ قَوْمَ هُوْد اَوْ قَوْمَ صَالِح" مِنَ الْعَذَاب "وَمَا قَوْم لُوط" اَیْ مَنَازِلهمْ اَوْ زَمَن هَلَاکهمْ "مِنْکُمْ بِبَعِیْدٍ" فَاعْتَبِرُوا،

اور اے میری قوم! مجھ سے دشمنی ومخالفت تمہیں یہاں تک نہ ابھار دے، یہاں پر شقاقی یہ یجرم کا فاعل ہے جبکہ کم ضمیر اس کا مفعول اول ہے اور اور دوسرا مفعول "اَنْ یُّصِیْبَکُمْ" کہ جس کے باعث تم پر وہ عذاب آ پہنچے جیسا عذاب قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح کو پہنچا تھا، اور قوم لوط کی بستیاں یا ان کا زمانہ تم سے کچھ دور نہیں۔ لہٰذا تم عبرت حاصل کرو۔

## میری عداوت میں اپنی بربادی مت مول لو

فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر اور اپنے گناہوں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والوں کو پہنچا ہے۔ خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گذری ہے اور قریب جگہ میں ہے تم اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آئندہ کے لیے گناہوں سے توبہ کرو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنالیتا ہے ابولیلیٰ کندی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھامے کھڑا تھا۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو۔ تم اسی طرح تھے۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ۝ |
| اور تم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو، بیشک میرا رب نہایت مہربان محبت فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرنے کا بیان

"وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْم" بِالْمُؤْمِنِیْنَ "وَدُوْد" مُحِبّ لَهُمْ،

اور تم اپنے رب سے مغفرت مانگو پھر اس کے حضور توبہ کرو، بیشک میرا رب اہل ایمان کے ساتھ نہایت مہربان محبت فرمانے

والا ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے یہ خوف کرتے ہوئے کہ قیامت برپا ہوگئی، یہاں تک کہ مسجد آئے اور لمبے قیام اور رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے۔

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نماز میں ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا، پھر فرمایا یہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ بھیجتا ہے یہ کسی کی موت یا حیات کی وجہ سے نہیں ہوتیں لیکن اللہ اس کو اپنے بندوں کو ڈرانے کے واسطے بھیجتا ہے جب تم اس میں سے کوئی چیز دیکھو تو اللہ کے ذکر اور اس سے دعا اور استغفار کی طرف جلدی کرو۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2110)

| |
|---|
| قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ |
| وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ○ |
| وہ بولے: اے شعیب! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں، |
| اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو۔ |

## اپنے نبی مکرم کو رجم کرنے کا ارادہ رکھنے والی بدبخت قوم مدین کا بیان

"قَالُوا" اِيذَانًا بِقِلَّةِ الْمُبَالَاة "يَا شُعَيْب مَا نَفْقَه" نَفْهَم "كَثِيْرًا مِمَّا تَقُوْل وَاِنَّا لَنَرَاك فِيْنَا ضَعِيْفًا" ذَلِيْلًا "وَلَوْلَا رَهْطك" عَشِيْرَتك "لَرَجَمْنَاك" بِالْحِجَارَةِ "وَمَا اَنْت عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ" كَرِيْم عَنْ الرَّجْم وَاِنَّمَا رَهْطك هُمْ الْاَعِزَّة،

اہل مدین نے اپنی توجہ نہ دیتے ہوئے کہا کہ اے شعیب! تمہاری اکثر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں یعنی تم ہمیں کہتے ہو اور ہم تمہیں اپنے معاشرے میں ایک کمزور شخص جانتے ہیں، اور اگر تمہارا کنبہ نہ ہوتا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے اور ہمیں اسی کا لحاظ ہے ورنہ تم ہماری نگاہ میں کوئی عزت والے نہیں ہو۔ کیونکہ ہمیں تمہیں رجم کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ صرف تمہارے خاندان کے معزز ہونے کے سبب ہم نے ایسا نہیں کیا۔

## قوم مدین کا جواب اور اللہ کا عتاب

قوم مدین کے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی۔ مگر آپ بہت ہی صاف گو تھے، یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیاء کا لقب حاصل تھا۔ سدی کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لیے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے۔ یا یہ کہ تجھے دل

کھول کر برا کہتے۔ہم میں تیری کوئی قدر ومنزلت، رفعت وعزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو۔ اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو کیا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی بڑھ کر ہیں اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے افسوس تم نے کتاب اللہ کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا۔اس کی کوئی عظمت واطاعت تم میں نہ رہی۔خیر اللہ تعالیٰ تمہارے تمام حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔(تفسیر محمدی، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ |
| شعیب (علیہ السلام) نے کہا، اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے، اور تم نے اسے اپنے |
| پس پشت ڈال رکھا ہے۔ بیشک میرا رب تمہارے کاموں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ |

## دنیاوی اعزاز کا خیال کرتے ہوئے اللہ کی شریعت کا خیال نہ رکھنے والوں کا بیان

"قَالَ يَا قَوْمِ اَرَهْطِي اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللّٰه" فَتَتْرُكُوا قَتْلِيْ لِاَجْلِهِمْ وَلَا تَحْفَظُوْنِيْ لِلّٰهِ "وَاتَّخَذْتُمُوْهُ" اَيْ اللّٰه "وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا" مَنْبُوْذًا خَلْفَ ظُهُوْرِكُمْ لَا تُرَاقِبُوْنَهُ "اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيط" عِلْمًا فَيُجَازِيكُمْ،

حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: اے میری قوم! کیا میرا کنبہ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ معزز ہے، یعنی میرے قبیلہ کی خاطر مجھے قتل کرنے دور رہتے ہو لیکن اللہ کے لئے میری حفاظت نہیں کرتے۔ اور تم نے اسے یعنی اللہ تعالیٰ کو گویا اپنے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ یعنی پس پشت ڈالنے کے سبب حفاظت نہیں کرسکتے ہو، بیشک میرے رب کا علم تمہارے سب کاموں کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ پس تمہیں اس کی سزاء دی جائے گی۔

یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور صاف وصریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔ خدا کی عظمت وجلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہیے۔ کہ اس کے تمامی افعال واعمال خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو، ایک آن کے لیے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔

| |
|---|
| وَ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ |
| وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ |
| اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ کام کرتے رہو میں اپنا کام کر رہا ہوں۔ تم عنقریب جان لوگے کہ کس پر وہ عذاب آ پہنچتا ہے |
| جو رسوا کر ڈالے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے، اور تم بھی انتظار کرتے رہو اور میں تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ |

## قیام حجت کے بعد بھی دین کا انکار کرنے والوں کے لئے انتظار عذاب کا بیان

"وَيَا قَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ" حَالَتِكُمْ "اِنِّيْ عَامِلٌ" عَلٰى حَالَتِيْ "سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ" مَوْصُولَة مَفْعُوْل الْعِلْم "يَأْتِيْهِ عَذَابٌ يُخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ وَارْتَقِبُوْا" انْتَظِرُوْا عَاقِبَة أَمْرِكُمْ "اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ" مُنْتَظِر،

اور اے میری قوم! تم اپنی جگہ یعنی اپنی حالت پر کام کرتے رہو میں بھی اپنا کام کر رہا ہوں۔ تم عنقریب جان لوگے، یہاں پر من موصولہ ہے۔ جو تعلمون کا مفعول ہے۔ کہ کس پر وہ عذاب آ پہنچتا ہے جو رسوا کر ڈالے گا اور کون ہے جو جھوٹا ہے، اور تم بھی اپنے انجام کا انتظار کرتے رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

## مدین والوں پر عذاب الٰہی آنے کا بیان

جب اللہ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں ہوں۔ آخرش ان پر بھی عذاب الٰہی اترا اس وقت نبی اللہ اور مومن بچا دیے گئے ان پر رحمت رب ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جل بجھے۔ بےحس وحرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے۔ اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی تھے اللہ کی لعنت کا باعث بنے ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور گناہ اور بدامنی میں انہیں جیسے تھے اور یہ دونوں قومیں عرب ہی سے تعلق رکھتی تھیں۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ |
| ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ |
| اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے شعیب (علیہ السلام) کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچا لیا اور |
| ظالموں کو خوفناک آواز نے آ پکڑا، سو انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے گھروں میں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ |

## عذاب الٰہی میں مبتلاء ہونے والوں کا گھروں میں مردہ پڑے ہونے کا بیان

"وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا" بِإِهْلَاكِهِمْ "نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ" صَاحَ بِهِمْ جِبْرِيْل "فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ" بَارِكِيْنَ عَلَى الرُّكَب مَيِّتِيْنَ،

اور جب ہمارا حکم یعنی ان کی ہلاکت کا عذاب آ پہنچا تو ہم نے شعیب (علیہ السلام) کو اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو اپنی رحمت کے باعث بچا لیا اور ظالموں کو خوفناک آواز نے آ پکڑا، جو جبرائیل کی چیخ تھی۔ سو انہوں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے گھروں میں مردہ حالت میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ یعنی گھٹنوں کے بل اوندھے مردہ پڑے ہوئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان دونوں آیتوں میں تطبیق کے لئے فرمایا کہ شعیب علیہ السلام کی قوم پر اول تو ایسی سخت گرمی مسلط ہوئی جیسے جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایہ میں چین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہ خانوں میں گھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی۔ پریشان ہو کر شہر سے جنگل کی طرف بھاگے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ سب لوگ گرمی سے بدحواس تھے دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ اس وقت یہ سارا بادل آگ ہو کر ان پر برسا اور زلزلہ بھی آیا جس سے یہ سب لوگ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے۔ اس طرح اس قوم پر زلزلہ اور عذاب ظلہ دونوں جمع ہو گئے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ اعراف، بیروت)

| |
|---|
| كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ۠ ؏ |
| گویا وہ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھی۔ سنو! مدین کے لئے ہلاکت ہے جیسے ثمود ہلاک ہوئی تھی۔ |

## عذاب طاری ہونے والوں کا اپنے مکانوں میں مردہ پڑے ہونے کا بیان

"كَاَنْ" مُخَفَّفَةٌ: اَیْ كَاَنَّهُمْ "لَمْ يَغْنَوْا" يُقِيْمُوْا، فِيْهَا اَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ،

یہاں پر کان مخففہ ہے یعنی اصل میں کانهم ہے۔ گویا وہ ان میں کبھی بسے ہی نہ تھی۔ سنو! (اہلِ) مدین کے لئے ہلاکت ہے جیسے (قوم) ثمود ہلاک ہوئی تھی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کبھی دو امتیں ایک ہی عذاب میں مبتلا نہیں کی گئیں بجز حضرت شعیب وصالح علیہما السلام کی امتوں کے لیکن قوم صالح کو ان کے نیچے سے ہولناک آواز نے ہلاک کیا اور قوم شعیب کو اوپر سے۔ (خزائن العرفان)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ؏ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظاہری دلیل لے کر آنے کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطَانٍ مُبِيْنٍ" بُرْهَانٍ بَيِّنٍ ظَاهِرٍ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ یعنی ظاہری دلیل دیکر بھیجا ہے۔

## قبطی قوم کا سردار فرعون اور موسیٰ علیہ السلام

فرعون اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی۔ اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرمان برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے۔ اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود دگنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بروں کی تابعداری

کرنے والوں کا ہوتا ہے وہ کہیں گے بھی کہ اللہ انہیں لوگوں نے ہمیں بہکایا تو انہوں دوگنا عذاب دے۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امرؤالقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔ اس آگ کے عذاب پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دودو لعنتیں پڑ گئیں۔ یہ اورلوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے۔ اس لیے ان پر دوہری لعنت پڑی۔

اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ○

فرعون اوراس کے سرداروں کے پاس، تو (قوم کے) سرداروں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم درست نہ تھا۔

## قوم فرعون کے سرداروں کی اتباع کا بیان

"اِلٰی فِرْعَوْن وَمَلَئِہٖ فَاتَّبَعُوا اَمْر فِرْعَوْن وَمَا اَمْر فِرْعَوْن بِرَشِیْدٍ" سَدِیْد،

فرعون اوراس کے سرداروں کے پاس، تو (قوم کے) سرداروں نے فرعون کے حکم کی پیروی کی حالانکہ فرعون کا حکم درست نہ تھا۔

یَقْدُمُ قَوْمَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَاَوْرَدَھُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ○

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا بالآخر انھیں آتش دوزخ میں لا گرائے گا، اور وہ داخل کیے جانے کی کتنی بری جگہ ہے۔

## قیامت کے دن گمراہوں کوان کے گمراہ رہنماؤں کے تابع کرنے کا بیان

"یَقْدُم" یَتَقَدَّم "قَوْمه یَوْم الْقِیَامَة" فَیَتْبَعُوْنَہٗ کَمَا اتَّبَعُوْہُ فِی الدُّنْیَا "فَاَوْرَدَھُمْ" اَدْخَلَھُمْ "النَّار وَبِئْسَ الْوِرْد الْمَوْرُود" ھِیَ،

وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا یعنی ان سے کہا جائے گا تم آج بھی اسی طرح اتباع کرو جس طرح دنیا میں تم ان کی اتباع کرتے تھے۔ بالآخر انھیں آتش دوزخ میں لا گرائے گا، اور وہ داخل کیے جانے کی کتنی بری جگہ ہے۔ وہی ان کا اصلی ٹھکانہ ہے۔

وَاُتْبِعُوْا فِیْ ھٰذِہٖ لَعْنَۃً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ○

اوراس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی، کتنا برا عطیہ ہے جو انھیں دیا گیا ہے۔

## کفار کے لئے دنیا وقیامت کے دن تک لعنت ہونے کا بیان

"وَاُتْبِعُوا فِیْ ھٰذِہٖ" اَیْ الدُّنْیَا "لَعْنَة وَیَوْم الْقِیَامَة" لَعْنَة "بِئْسَ الرِّفْد" الْعَوْن "الْمَرْفُود" رِفْدھمْ،

اوراس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی لعنت ان کے پیچھے رہے گی، کتنا برا عطیہ ہے جو انھیں

دیا گیا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنۡۢبَآءِ الۡقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيۡكَ مِنۡهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيۡدٌ ۝

یہ ان بستیوں کے کچھ حالات ہیں جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں ان میں سے کچھ برقرار ہیں اور کچھ نیست و نابود ہو گئیں۔

## بستیاں سمیت لوگوں کا عذاب میں ہلاک ہوجانے کا بیان

"ذٰلِكَ" اَلْمَذْكُوْر مُبْتَدَأ خَبَره "مِنْ اَنْبَاء الْقُرٰى نَقُصّهُ عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّد "مِنْهَا" اَيْ الْقُرٰى "قَائِم" هَلَكَ اَهْله دُوْنه "وَحَصِيد" "وَ" "مِنْهَا" "حَصِيد" هَلَكَ بِاَهْلِهِ فَلَا اَثَر لَهُ كَالزَّرْعِ الْمَحْصُوْد بِالْمَنَاجِلِ،

یہاں ذلک جو ذکر کیا گیا ہے یہ مبتداء ہے اور "مِنْ اَنْبَاء الْقُرٰى نَقُصّهُ عَلَيْكَ" اس کی خبر ہے۔اے رسول معظم حضرت محمد ﷺ جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں یہ ان بستیوں کے کچھ حالات ہیں جن میں رہنے والے ہلاک ہو گئے۔لیکن ان میں سے بعض بستیاں موجود ہیں اور کچھ بستیاں اپنے رہنے والوں کی طرح نیست و نابود ہو گئیں۔جس کھیت درانتی سے کاٹ کر صاف کیا جاتا ہے ایسے صفائی ہو گئی ہے۔

## عبرت کدے کچھ آباد ہیں کچھ ویران

نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں۔جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ان میں سے بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا۔بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت مسلط کر لی۔اور جن معبودان باطل کے انہیں سہارے تھے وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آ سکے۔بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور غارت کر دیا۔دونوں جہاں کا وبال ان پر آ پڑا۔

وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَمَاۤ اَغۡنَتۡ عَنۡهُمۡ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِىۡ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ‌ؕ وَمَا زَادُوۡهُمۡ غَيۡرَ تَتۡبِيۡبٍ ۝

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا،سو ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے،جب آپ کے رب کا حکم آیا،اور وہ تو صرف ان کی ہلاکت و بربادی میں ہی اضافہ کر سکے۔

## انسانوں کا اپنی جانوں پر خود ظلم کرنے کا بیان

"وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ" بِاِهْلَاكِهِمْ بِغَيْرِ ذَنْب "وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسهمْ" بِالشِّرْكِ "فَمَا اَغْنَتْ" دَفَعَتْ "عَنْهُمْ اٰلِهَتنَا الَّتِيْ يَدْعُوْنَ" يَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْن اللّٰه" اَيْ غَيْره "مِنْ" زَائِدَة "شَيْء لَمَّا جَاءَ اَمْر رَبّك" عَذَابه

"وَمَا زَادُوْهُمْ" بِعِبَادَتِهِمْ لَهَا "غَيْرَ تَتْبِيْب" تَخْسِير،

اور ہم نے ان کو بغیر گناہ کے ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے خود شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا، لہٰذا ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے، یہاں پر من زائدہ ہے۔ جب آپ کے رب کا حکم عذاب آیا، اور ان جھوٹے معبودوں کی عبادت تو صرف ان کی ہلاکت و بربادی میں ہی اضافہ کر سکی۔

## شرک کر کے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ) ،الانعام:82) (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملایا) تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پر یہ بات شاق گزری تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں جو تم خیال کر رہے ہو اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 327)

| |
|---|
| وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ○ |
| اور اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوا کرتی ہے جب وہ بستیوں کی اس حال میں گرفت فرماتا ہے کہ وہ ظالم ہوتی ہیں۔ |
| بیشک اس کی گرفت دردناک سخت ہوتی ہے۔ |

## مہلت کے بعد ظالموں کی سخت پکڑ کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" مِثْلُ ذٰلِكَ الْاَخْذ "اَخْذُ رَبِّكَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى" اُرِيْدَ اَهْلُهَا "وَهِيَ ظَالِمَةٌ" بِالذُّنُوْبِ: اَيْ فَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِنْ اَخْذِهِ شَيْءٌ "اِنَّ اَخْذَهُ اَلِيْمٌ شَدِيْد" رَوَى الشَّيْخَانِ عَنْ اَبِيْ مُوسَى الْاَشْعَرِيّ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (اِنَّ اللّٰهَ لَيُمْلِيْ لِلظَّالِمِ حَتّٰى اِذَا اَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْهُ ثُمَّ قَرَاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ" الْاٰيَة،

اور اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہوا کرتی ہے جب وہ بستیوں کی اس حال میں گرفت فرماتا ہے یعنی ارادہ کرتا ہے کہ جو گناہوں کے سبب ظالم بن چکی ہوتی ہیں۔ لہٰذا کوئی چیز اس کی پکڑ سے بچانے والی نہیں ہے۔ بیشک اس کی گرفت دردناک سخت ہوتی ہے۔

## سورہ ہود آیت ۱۰۲ کی تفسیر کا بیان

امام بخاری و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو

مہلت دیتا ہے یہاں تک اس کو پکڑ لیتا ہے پھر اس کو چھوڑتا نہیں۔ اس آیت میں اسی طرح کی پکڑ مراد ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو فرصت دیتا ہے اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظالم کو مہلت دیتا ہے حتیٰ کہ جب اسے پکڑتا ہے تو پھر ہرگز نہیں چھوڑتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ، ھود۔102) (اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے، جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے)۔ یہ آیت صحیح غریب ہے اور ابواسامہ بھی یزید سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہوئے یملی کا لفظ بیان کرتے ہیں۔ ابراہیم یہ حدیث ابواسامہ سے وہ یزید بن عبداللہ سے وہ اپنے دادا سے وہ ابوبردہ رضی اللہ عنہ سے وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور بغیر شک کے یملی کا لفظ بیان کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1053)

| |
|---|
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ○ |
| بیشک ان میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ یہ وہ دن ہے جس کے لئے سارے |
| لوگ جمع کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن تمام خلائق کے جمع ہونے کا بیان

"اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ" الْمَذْكُوْر مِنَ الْقَصَص "لَاٰيَةً" لَعِبْرَة "لِمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَة ذٰلِكَ" اَيْ يَوْم الْقِيَامَة "يَوْم مَجْمُوْع لَهُ" فِيْهِ "النَّاس وَذٰلِكَ يَوْم مَشْهُوْد" يَشْهَدهُ جَمِيْع الْخَلَائِق،

بیشک ان ذکر کردہ واقعات میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ یہ روز قیامت وہ دن ہے جس کے لئے سارے لوگ جمع کئے جائیں گے اور یہی وہ دن ہے جب سب کو حاضر کیا جائے گا۔ یعنی تمام مخلوقات موجود ہوں گی۔

## قیامت کے دن عذاب سے نجات پانے کا بیان

کافروں کی اس ہلاکت اور مومنوں کی نجات میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا اور وہ بڑا بھاری دن ہوگا تمام فرشتے، تمام رسول، تمام مخلوق حاضر ہوگی۔ حاکم حقیقی عادل کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم ہونے میں دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی۔ اتنی مدت خاموشی پر گزرے گی پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی۔ جس دن قیامت آ جائے گی۔ کوئی نہ ہوگا جو اللہ کی اجازت کے بغیر لب بھی کھول سکے۔ مگر رحمٰن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ تمام آوازیں رب رحمٰن کے سامنے پست ہوں گی۔

بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ یا اللہ

سلامت رکھ، یا اللہ سلامتی دے۔ مجمع محشر میں بہت سے تو برے ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چل چکا ہے لیکن ہر ایک کے لیے وہی آسان ہوگا۔ جس کے لیے اس کی پیدائش کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

| |
|---|
| وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۝ |
| اور ہم اسے صرف مقررہ مدت کے لئے مؤخر کر رہے ہیں۔ |

## مقررہ وقت کے لئے تاخیر ہونے کا بیان

"وَمَا نُؤَخِّرهُ اِلَّا لِاَجَلٍ مَعْدُوْد" لِوَقْتٍ مَعْلُوم عِنْد اللّٰه،

اور ہم اسے صرف مقررہ مدت کے لئے مؤخر کر رہے ہیں۔

سیّدنا حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے کہا کہ قیامت کا ذکر کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دس نشانیاں اس سے پہلے نہیں دیکھ لوگے۔ پھر ذکر کیا دھوئیں کا، دجال کا، زمین کے جانور کا، سورج کے مغرب سے نکلنے کا، عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا، یاجوج ماجوج کے نکلنے کا، تین جگہ خسف کا یعنی زمین کا دھنسنا ایک مشرق میں، دوسرے مغرب میں، تیسرے جزیرہ عرب میں۔ اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی (محشر شام کی زمین ہے) (صحیح مسلم 2037)

اس کے علاوہ بھی احادیث پاک میں قیامت کی بہت سی نشانیوں کا ذکر آیا ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ سورج کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور یہ قیامت کی سب سے بڑی نشانی ہوگی، جس سے ہر شخص کو نظر آئے گا کہ اب زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہوا چاہتا ہے اور اب اس نظام کے توڑ دینے اور قیامت کے برپا ہونے میں زیادہ دیر نہیں ہے۔ اس نشانی کو دیکھ کر لوگوں پر خوف و ہراس طاری ہو جائے گا مگر یہ اس عالم کی نزع کا وقت ہوگا، جس طرح نزع کی حالت میں توبہ قبول نہیں ہوتی، اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

| |
|---|
| يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ۝ |
| جب وہ دن آئیگا کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا، پھر ان میں بعض بدبخت ہونگے اور بعض نیک بخت ہونگے۔ |

## قیامت کے دن اللہ کی اجازت کے بغیر کلام نہ ہو سکنے کا بیان

"يَوْم يَاْتِ" ذٰلِكَ الْيَوْم "لَا تَكَلَّم" فِيْهِ حَذْف اِحْدَى التَّاءَيْنِ "نَفْس اِلَّا بِاِذْنِهٖ" تَعَالٰى "فَمِنْهُمْ" اَىْ

الْخَلْق "شَقِیّ و" مِنهُمْ "سَعِید" کُتِبَ کُلّ فِی الْاَزَل،

جب وہ دن آئے گا کوئی شخص بھی اس کی اجازت کے بغیر کلام نہیں کر سکے گا، یہاں پر تکلم میں ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ پھر ان میں بعض یعنی بعض مخلوق سے بد بخت ہوں گے اور بعض نیک بخت ہوں گے ہر ایک کے لئے ازل میں تقدیر لکھ دی گئی ہے۔

## قیامت کا دن فیصلے کا دن ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت (فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ،ھود:105) نازل ہوئی تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا عمل اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو لکھی جا چکی ہے یا ابھی نہیں لکھی ہے (یعنی تقدیر)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسی چیز کے لئے جس سے فراغت حاصل کی جا چکی ہے اور اسے لکھا جا چکا لیکن ہر شخص کے لئے وہی آسان ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ہم اس کو صرف عبدالملک بن عمرو کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1054)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو مفلس کون ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس مال ومتاع نہ ہو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ اور زکوۃ لے کے آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی کسی پر بہتان لگایا ہوگا کسی کا مال غصب کیا ہوگا کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا لہٰذا ان برائیوں کے بدلے میں اس کی نیکیاں مظلوموں میں تقسیم کر دی جائیں گی یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی لیکن اس کا ظلم ابھی باقی ہوگا چنانچہ مظلوموں کے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دیا جائے گا اور پھر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 314)

| |
|---|
| فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَھُمْ فِیْھَا زَفِیْرٌ وَّ شَھِیْقٌ○ |
| پس جو لوگ بد بخت ہوں گے دوزخ میں ہوں گے ان کے مقدر میں وہاں چیخنا اور چلّانا ہوگا۔ |

## کفار جہنم میں صرف چیخ و پکار کر سکیں گے

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوا" فِیْ عِلْمه تَعَالٰی "فَفِی النَّار لَھُمْ فِیْھَا زَفِیر" صَوْت شَدِیْد "وَشَھِیق" صَوْت ضَعِیف،

پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں بد بخت ہوں گے وہ دوزخ میں پڑے ہوں گے ان کے مقدر میں وہاں سخت چیخنا اور کمزور آواز میں چلّانا ہوگا۔

## عذاب یافتہ لوگوں کی چیخ و پکار کا بیان

گدھے کے چیخنے میں جیسے زیر و بم ہوتا ہے ایسے ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن

کریم نازل ہوا ہے۔ وہ ہیشگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ ہمیشگی والا ہے جب تک آسمان وزمین کو قیام ہے۔ یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے ہیشگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس زمین وآسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان وزمین ہو پس یہاں مراد جنس ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان وزمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے جیسے (النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ،الانعام:128) میں ہے۔ اس استثنا کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں جوزی نے زادالمیسر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر نے خالد بن معدان، ضحاک، قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ موحد گنہگاروں کی طرف استثناء عائد ہے۔ (تفسیر زادالمیسر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ |
| وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں مگر یہ کہ جو آپ کا رب چاہے۔ |
| بیشک آپ کا رب جو ارادہ فرماتا ہے کر گزرتا ہے۔ |

## کفار کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے کا بیان

"خَالِدِيْنَ فِيهَا مَا دَامَتْ السَّمَاوَات وَالْاَرْض " اَیْ مُدَّة دَوَامهمَا فِي الدُّنْيَا "اِلَّا" غَيْر "مَا شَاءَ رَبّك" مِنْ الزِّيَادَة عَلٰى مُدَّتهمَا مِمَّا لَا مُنْتَهٰى لَهُ وَالْمَعْنٰى خَالِدِيْنَ فِيهَا اَبَدًا،

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم رہیں یعنی ان دونوں کے دوام تک دنیا کی مدت ہے مگر یہ کہ جو آپ کا رب چاہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ان دونوں کی مدت کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔ (یعنی جو اس وقت قائم ہوں گے) بیشک آپ کا رب جو ارادہ فرماتا ہے کر گزرتا ہے۔ یعنی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ایک دوسرا مفہوم اس کا یہ بھی بیان کی گیا ہے کہ آسمان وزمین سے مراد جنس ہے۔ یعنی دنیا کے آسمان وزمین اور ہیں جو فنا ہو جائیں گے لیکن آخرت کے آسمان وزمین ان کے علاوہ اور ہوں گے، جیسا کہ قرآن کریم میں اس کی صراحت ہے، (يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، ابراہیم:48)، اس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ اور آخرت کے یہ آسمان وزمین، جنت اور دوزخ کی طرح ہمیشہ رہیں گے۔ اس آیت میں یہی آسمان وزمین مراد ہے نہ کہ دنیا کے آسمان وزمین جو فنا ہو جائیں گے۔ ان دونوں مفہوموں میں سے کوئی بھی مفہوم مراد لے لیا جائے، آیت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور وہ اشکال پیدا نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ |
| اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ |

اور جولوگ نیک بخت ہوں گے جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین (جو اس وقت ہوں گے)

قائم رہیں مگر یہ کہ جو آپ کا رب چاہے، یہ وہ عطا ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔

## نیک لوگوں کے لئے ہمیشہ جنت میں ہونے کا بیان

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوا" بِفَتحِ السِّين وَضَمّهَا "فَفِى الْجَنَّة خَالِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتُ السَّمٰوَات وَالْاَرْض اِلَّا" غَير "مَا شَاءَ رَبّك" كَمَا تَقَدَّمَ وَدَلَّ عَلَيْهِ فِيْهِمْ قَوْله "عَطَاء غَيْر مَجْذُوذ" عَطَاء "غَيْر مَجْذُوذ" مَقْطُوع وَمَا تَقَدَّمَ مِنَ التَّاوِيْل هُوَ الَّذِىْ ظَهَرَ وَهُوَ خَال مِنَ التَّكَلُّف وَاللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهِ،

اور جولوگ نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین (جو اس وقت ہوں گے) قائم رہیں مگر یہ کہ جو آپ کا رب چاہے، اس کی تاویل اس سے پہلے گزر چکی ہے۔اور جو نہ ختم ہونے والی انتہاء پر دلالت کرنے والا ہے۔ یہ وہ عطا ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ وہی اس کو ظاہر کرے گا جو تکلف سے بے پرواہ ہے۔اللہ ہی اس کی مراد زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

## جنت کی نعمتوں کے دائمی ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا کہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی سے۔ میں نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کے کنکر موتی اور یاقوت (سے) ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا اور کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر جنتیوں کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ عادل حاکم، روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور مظلوم کی بد دعا۔ چنانچہ جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝

پس تو اس کے بارے میں جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، کسی شک میں نہ رہ، یہ لوگ عبادت نہیں کرتے مگر جیسے ان سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے اور بے شک ہم یقیناً انھیں ان کا حصہ پورا پورا دینے والے ہیں، جس میں کوئی کمی نہ کی گئی ہوگی۔

## مشرکین کا بتوں سمیت عذاب میں گرفتار ہونے کا بیان

"فَلَا تَكُ" يَا مُحَمَّد "فِيْ مِرْيَة" شَكّ "مِمَّا يَعْبُد هٰؤُلَاءِ" مِنْ الْاَصْنَام اِنَّا نُعَذِّبهُمْ كَمَا عَذَّبْنَا مَنْ قَبْلهمْ وَهٰذَا تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُد اٰبَاؤُهُمْ" اَيْ كَعِبَادَتِهِمْ "مِنْ قَبْل" وَقَدْ عَذَّبْنَاهُمْ "وَاِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ" مِثْلهمْ "نَصِيبهمْ" حَظّهمْ مِنْ الْعَذَاب "غَيْر مَنْقُوص" اَيْ تَامًّا،

یا محمد ﷺ پس آپ ان بتوں کے بارے میں جس کی یہ لوگ عبادت کرتے ہیں، کسی شک میں نہ رہیں یقیناً ہم انہیں ایسے ہی عذاب دیں گے جس طرح اس سے پہلے ہم انہیں عذاب دیا۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی ہے، یہ لوگ عبادت نہیں کرتے مگر جیسے ان سے پہلے ان کے باپ دادا عبادت کرتے تھے یعنی ان کی عبادت ان پہلوں کی طرح ہے۔ اور بے شک ہم یقیناً انھیں ان کا عذاب سے حصہ پورا پورا دینے والے ہیں، جس میں کوئی کمی نہ کی گئی ہوگی۔ یعنی مکمل عذاب دیں گے۔

اس کی تفسیر سابقہ آیات کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝

اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف کیا جانے لگا، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے صادر نہ ہو چکی ہوتی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، اور وہ یقیناً اس کے بارے میں پریشان کن شک میں مبتلا ہیں۔

## اہل کتاب کا تورات وقرآن کی تصدیق وتکذیب میں شک کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب" التَّوْرَاة "فَاخْتُلِفَ فِيْهِ" بِالتَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيب كَالْقُرْاٰنِ "وَلَوْلَا كَلِمَة سَبَقَتْ مِنْ رَبّك" بِتَاْخِيرِ الْحِسَاب وَالْجَزَاء لِلْخَلَائِقِ اِلٰى يَوْم الْقِيَامَة "لَقُضِيَ بَيْنهمْ" فِي الدُّنْيَا فِيْمَا اخْتَلَفُوا فِيْهِ "وَاِنَّهُمْ" اَيْ الْمُكَذِّبِيْنَ بِهِ "لَفِيْ شَكّ مِنْهُ مُرِيب" مُوْقِع فِي الرِّيبَة،

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات دی پھر اس کی تصدیق وتکذیب میں اختلاف کیا جانے لگا، جس طرح قرآن کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں اور اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک بات پہلے صادر نہ ہو چکی ہوتی یعنی مخلوق کے

حساب وجزاء کا فیصلہ قیامت کے دن تک کے لئے مؤخر نہ کیا ہوتا تو ان کے درمیان اسی دنیا میں ضرور فیصلہ کر دیا گیا ہوتا، جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔ اور وہ یقیناً اس قرآن کے بارے میں حیران کن شک میں مبتلا ہیں۔ یعنی وہ انتہائی شک میں مبتلاء ہیں

## بنی اسرائیل کا تورات میں اختلاف کرنے کا بیان

موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بھیجا تو آپس میں پھوٹ پڑ گئی، کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق یہ ہی اختلاف ہو رہا ہے۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف وتفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا۔ مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب واختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے، آیا خالق و مخلوق کا ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت وکرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے فطرت صحیحہ کی راہنمائی کو خیر باد کہہ کر اپنے کو غضب وناراضگی کا مظہر ٹھہراتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ |
| بیشک آپ کا رب ان سب کو ان کے اَعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، وہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً وہ اس سے خوب آگاہ ہے۔ |

## اعمال کی پوری پوری جزاء دیے جانے کا بیان

"وَاِنْ" بِالتَّخْفِيْفِ وَالتَّشْدِيْد "كُلًّا" اَیْ كُلّ الْخَلَائِق "لَمَّا" مَا زَائِدَة وَاللَّام مُوَطِّئَة لِقَسَمٍ مُقَدَّر اَوْ فَارِقَة وَفِیْ قِرَاءَة بِتَشْدِيْدِ لَمَّا بِمَعْنٰی اِلَّا فَاِنْ نَافِيَة "لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبّك اَعْمَالهمْ" اَیْ جَزَاءَ هَا "اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْر" عَالِم بِبَوَاطِنِهٖ كَظَوَاهِرِهٖ،

یہاں پر اِن تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ اور کلا سے مراد تمام خلائق ہے اور لما میں ما زائدہ ہے جبکہ لام موطہ قسم مقدرہ کے لئے آیا ہے۔ یا لام فارقہ ہے۔ اور ایک قرأت میں لما شد کے ساتھ آیا ہے یعنی الا کے معنی میں ہے اور ان نافیہ ہے۔ بیشک آپ کا رب ان سب کو ان کے اَعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا، وہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً وہ اس سے خوب آگاہ ہے۔ یعنی وہ ان کے باطن کو ان کے ظاہر کی طرح جانتا ہے۔

اس پر کچھ مخفی نہیں، اس میں نیکیوں اور تصدیق کرنے والوں کے لئے تو بشارت ہے کہ وہ نیکی کی جزا پائیں گے اور کافروں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے وعید ہے کہ وہ اپنے عمل کی سزا میں گرفتار ہوں گے۔

| |
|---|
| فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| پس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی، جس نے آپ کی معیت میں رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) |
| تم سرکشی نہ کرنا، بیشک تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ |

## نیک لوگوں کے ساتھ دعا مانگنے کا بیان

"فَاسْتَقِمْ" عَلَى الْعَمَلِ بِاَمْرِ رَبِّكَ وَالدُّعَاءِ اِلَيْهِ "كَمَا اُمِرْتَ و " لِيَسْتَقِمْ "مَنْ تَابَ" اٰمَنَ "مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا" تُجَاوِزُوْا حُدُوْدَ اللّٰهِ "اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْر" فَيُجَازِيْكُمْ بِهٖ،

پس آپ ثابت قدم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ بھی ثابت قدم رہے یعنی جس طرح حکم دیا گیا۔ جس نے آپ کی معیت میں اللہ کی طرف رجوع کیا ہے، اور (اے لوگو!) تم سرکشی نہ کرنا، یعنی حد سے نہ بڑھو۔ بیشک تم جو کچھ کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔

## استقامت کی دعا مانگنے کا بیان

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے اس وقت جب کہ وہ حالت نزع میں تھے اپنے صاحبزادے (حضرت عبداللہ) کو یہ وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے جنازہ کے ہمراہ نہ تو کوئی نوحہ کرنے والی ہو اور نہ آگ ہو اور جب مجھے دفن کرنے لگو تو میرے اوپر مٹی آہستہ آہستہ (یعنی تھوڑی تھوڑی کر کے) ڈالنا پھر دفن کر دینے کے بعد میری قبر کے پاس دعائے استقامت و مغفرت اور ایصال ثواب کے لئے اتنی دیر تک کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ میں تمہاری وجہ سے آرام پاجاؤں اور بغیر کسی وحشت و گھبراہٹ کے جان لوں کہ میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 200)

چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی مردہ کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو اس کی قبر پر کھڑے ہو جاتے اور صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے دعائے استقامت و اثبات مانگو کیونکہ اس وقت قبر میں اس سے سوال و جواب ہو رہا ہے۔

| |
|---|
| وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ |
| اور تم ایسے لوگوں کی طرف مت جھکنا جو ظلم کر رہے ہیں ورنہ تمہیں آتشِ دوزخ آ چھوئے گی اور تمہارے لئے |
| اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ |

## ظالموں کے ساتھ مل کر ظلم وغیرہ کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَرْكَنُوا" تَمِيْلُوْا "اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوا" بِمَوَدَّةٍ اَوْ مُدَاهَنَة اَوْ رِضَا بِاَعْمَالِهِمْ "فَتَمَسَّكُمْ" تُصِيْبُكُمْ "النَّار وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰه" اَیْ غَيْره "مِنْ" زَائِدَة "اَوْلِيَاء" يَحْفَظُوْنَكُمْ مِنْهُ "ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ" تُمْنَعُوْنَ مِنْ عَذَابه،

اور تم ایسے لوگوں کی طرف مت مائل ہونا جو مودت یا مداہنت یا تمہاری رضا مندی سے برے کاموں کے ذریعے ظلم کررہے ہیں ورنہ تمہیں آتشِ دوزخ آ چھوئے گی اور تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ یہاں پر من زائدہ ہے۔ یعنی جو تمہاری مدد کریں، پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ تمہیں کوئی اس کے عذاب سے روکنے والا نہ ہوگا۔

## ظالموں اور فاسقوں سے دوستی کی ممانعت کا بیان

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور ان کا کہنا نہ مانو، ابن جریج نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو، ابوالعالیہ نے فرمایا کہ ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

سدی نے فرمایا کہ ظالموں سے مداہنت نہ کرو یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو، عکرمہ نے فرمایا کہ ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو، قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے۔

قاضی بیضاوی نے فرمایا کہ ظلم وجور کی ممانعت اور حرمت کے لئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ ظالموں کے ساتھ دوستی اور گہرے تعلق ہی کو نہیں بلکہ ان کی طرف ادنی درجہ کے میلان اور جھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے کو بھی اس میں ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ امام اوزاعی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شخص اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنی دنیوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے کے لئے جائے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ہود، بیروت)

حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے، لیکن ظالم کی کس طرح مدد کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ لو (یعنی اس کو ظلم سے روکو)۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2341)

## ظالموں کے پاس جانے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک کو جاتے ہوئے مقام حجر سے گزرے تو فرمایا یہ ظالموں کی زمین ہے جہاں ان کے گھر تھے اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ان پر عذاب نازل کیا گیا تم اس طرف مت جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی عذاب آجائے لہٰذا اس مقام سے روتے ہوئے گزرو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کو چھپالیا اور تیزی کے ساتھ اس جگہ نکل گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1606)

| |
|---|
| وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ |
| اور دن کے دونوں کناروں میں نماز قائم کرا اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی، بے شک نیکیاں برائیوں کو لے جاتی ہیں۔ |
| یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ |

## نمازوں کے سبب صغیرہ گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

"وَاَقِمِ الصَّلَاۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ" الْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ اَیْ: الصُّبْحِ وَالظُّھْرِ وَالْعَصْرِ "وَزُلَفًا" جَمْعُ زُلْفَۃٍ اَیْ: طَائِفَۃٍ "مِنَ اللَّیْلِ" الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ "اِنَّ الْحَسَنَاتِ" کَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ "یُذْھِبْنَ السَّیِّئَاتِ" الذُّنُوْبَ الصَّغَائِرَ نَزَلَتْ فِیْمَنْ قَبَّلَ اَجْنَبِیَّۃً فَاَخْبَرَہُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلِیْ ھٰذَا ؟ فَقَالَ "لِجَمِیْعِ اُمَّتِیْ کُلِّھِمْ" رَوَاہُ الشَّیْخَانِ "ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذَّاکِرِیْنَ" عِظَۃٌ لِلْمُتَّعِظِیْنَ،

اور دن کے دونوں کناروں یعنی صبح ،ظہر اور عصر کے وقت میں نماز قائم کرو اور رات کی کچھ گھڑیوں میں بھی ، یہاں زلفا یہ زلفہ کی جمع ہے یعنی مغرب اور عشاء کے وقت میں نماز قائم کریں۔ بے شک نیکیاں یعنی پانچ نمازیں برائیوں کو یعنی صغیرہ گناہوں کو لے جاتی ہیں۔ یہ حکم اس شخص کے بارے میں نازل ہوا تھا جب ایک شخص نے اجنبیہ کا بوسہ لیا اور پھر اس کو نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا تو اس نے کہا کیا یہ حکم صرف میرے لئے ہے؟ فرمایا نہیں بلکہ تمام امت کے لئے ہے۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔ یہ یاد کرنے والوں کے لیے یاد دہانی ہے۔ یعنی نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

## نمازوں کے اوقات کا بیان

حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ قتادہ ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سے مراد ظہر اور عصر کی نماز رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز بقول مجاہد وغیرہ مغرب وعشاء کی۔ نیکیوں کو کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

## وضو کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

سنن میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس مسلمان سے کئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لے، تو اللہ اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ہے جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے، جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

## نمازوں کے سبب اوقات فارغہ کی صغیرہ غلطیوں کی معافی کا بیان

مسند میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا، وضو کیا، پھر فرمایا میرے اس وضو کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیا کرتے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے، اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر عصر کی نماز پڑھے، تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، پھر مغرب کی نماز ادا کرے، تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک

کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ سوتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، "بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر ہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سی بھی میل باقی رہ جائے گا"؟ لوگوں کے نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بس یہی مثال ہے۔ پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرما دیتا ہے"۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" پانچوں نمازیں اور جمعہ جمعہ تک اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔

مسند احمد میں ہے" ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔ بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت اتری اس نے کہا کیا میرے لیے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپ نے جواب دیا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لیے یہی حکم ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے کہا میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا، ہاں جماع نہیں کیا اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لیے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کرلوں گا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چلا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا۔ اسے واپس بلالاؤ۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اس پر حضرت معاذ نے دریافت کیا کہ" کیا یہ اسی کے لیے ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ سب لوگوں کے لیے ہے۔

مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائیں ہیں۔ اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی دیتا ہے۔ جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو۔ لیکن دین صرف انہیں کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو۔ پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اسکی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایماندار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اسکی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔ لوگوں نے پوچھا ایذائیں کیا کیا؟ فرمایا دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا۔ اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑ مرے وہ سب اس کے لیے آگ دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ ہود، بیروت)

## سورہ ہود آیت ۱۱۴ کی تفسیر کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول

اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے شہر کے کنارے ایک عورت سے بوس و کنار کر لیا اور جماع کے علاوہ سب کچھ کیا۔ اب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوں میرے بارے میں آپ فیصلہ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ چھپایا تھا لہٰذا تمہیں بھی چاہئے تھا کہ اسے پردے میں ہی رہنے دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ شخص چلا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھیج کر بلوایا اور یہ آیات پڑھیں (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ،ہود:114) (اور دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ رات کا نماز قائم کر، بے شک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے)۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا اس شخص کے لئے خاص ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تمام لوگوں کے لئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اسرائیل بھی سماک سے اسی طرح روایت کرتے ہیں، سماک ابراہیم سے وہ اسود سے اور وہ عبداللہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ پھر سفیان ثوری بھی سماک سے وہ ابراہیم سے اسی کے مثل بیان کرتے ہیں۔ یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔ محمد بن یحییٰ نیشاپوری بھی یہ حدیث سفیان ثوری سے اعمش اور وہ سماک سے وہ دونوں ابراہیم سے وہ عبدالرحمٰن بن یزید سے وہ عبداللہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے ہم معنی حدیث نقل کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس سند میں سفیان کی اعمش سے روایت کا ذکر نہیں کرتے۔ سلیمان تیمی یہ حدیث ابوعثمان نہدی سے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1055)

| |
|---|
| وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ٥ |
| اور آپ صبر کریں پس بے شک اللہ احسان کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ |

## نیک اعمال کے ثواب کے ضائع نہ ہونے کا بیان

"وَاصْبِرْ" يَا مُحَمَّد عَلٰى اَذَى قَوْمك اَوْ عَلَى الصَّلَاة "فَاِنَّ اللّٰه لَا يُضِيع اَجْر الْمُحْسِنِيْنَ" بِالصَّبْرِ عَلَى الطَّاعَة .

یا محمد ﷺ آپ اپنی قوم کی اذیت پر یا نماز پر صبر کریں پس بے شک اللہ احسان کرنے والوں کے ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ یعنی جو صبر کے ساتھ اطاعت میں رہتا ہے۔

## صبر اور عبادت احسان کا بیان

صبر کے لفظی معنی باندھنے کے ہیں اسی لئے اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے بھی صبر بولا جاتا ہے جس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ نیک کاموں کے کرنے پر اپنے نفس کو ثابت قدم رکھے اور یہ بھی کہ برے کاموں میں مبتلا ہونے سے اس کو روکے، اس جگہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دینے سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ جو احکام آیات مذکورہ میں آپ کو دیئے گئے ہیں مثلاً

استقامت، اقامت صلوۃ وغیرہ ان پر آپ مضبوطی سے قائم رہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مخالفین کی مخالفت اور ایذاؤں پر صبر کی تلقین مقصود ہو، اور اس کے بعد جو یہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ محسنین یعنی نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے، اس میں بظاہر محسنین سے مراد وہ لوگ ہیں جو آیات مذکورہ کے احکام امر و نہی کے پابند ہوں، یعنی دین میں استقامت کا مقام ان کو حاصل ہو، حدود شرعیہ کی پوری رعایت کرتے ہوں، ظالموں کے ساتھ دوستی اور بے ضرورت تعلق نہ رکھتے ہوں، نماز کو آداب کے ساتھ افضل وقت میں ادا کرنے کے پابند ہوں، تمام احکام دین پر ثابت قدم ہوں۔

اور خلاصہ ان سب کا وہی ہے جو احسان کی تعریف میں خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں، جب انسان کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے یقین کا یہ درجہ حاصل ہو جائے تو اس کے تمام اقوال و افعال خود بخود درست ہو جاتے ہیں، علماء سلف میں تین کلمے ایسے معروف تھے جو باہم ایک دوسرے کو لکھا کرتے تھے، وہ یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ جو شخص آخرت کے لئے کام میں مشغول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے کاموں کو خود بخود درست فرما دیتا ہے اور ان کی ذمہ داری خود لے لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو شخص اپنی باطنی حالت کو درست کر لے کہ قلب کا رخ سب سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حالت کو خود بخود درست فرما دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ کو صحیح و درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور تمام لوگوں کے درمیان کے معاملات کو خود درست فرما دیتا ہے، اصل عبارت ان تین کلمات کی یہ ہے: **وکان اهل الخبر یکتب بعضهم الی بعض بثلاث کلمت، من عمل لاخرته کفاه الله امر دنیاه، ومن اصلح سریرته اصلح الله علانیته ومن اصلح فیما بینه وبین الله اصلح الله ما بینه و بین الناس**. (تفسیر روح البیان، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| **فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۝** |
| پس تم سے پہلے کی امتوں میں ایسے صاحبان فضل و خرد کیوں نہ ہوئے جو لوگوں کو زمین میں فساد انگیزی سے روکتے بجز ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے جنہیں ہم نے نجات دے دی، اور ظالموں نے عیش و عشرت کی پیروی کی جس میں وہ پڑے ہوئے تھے اور وہ مجرم تھے۔ |

## فساد و فتنوں سے بچنے والوں کے لئے نجات ہونے کا بیان

**"فَلَوْلَا" فَهَلَّا "كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ" الْاُمَمِ الْمَاضِيَةِ "مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُو بَقِيَّةٍ" اَصْحَابُ دِيْنٍ وَّفَضْلٍ "يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِی الْاَرْضِ" الْمُرَادُ بِهِ النَّفْیُ: اَیْ مَا كَانَ فِيْهِمْ ذٰلِكَ "اِلَّا" لٰكِنْ "قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ" نَهَوْا فَنَجَوْا وَمِنْ لِلْبَيَانِ "وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" بِالْفَسَادِ وَتَرْكِ النَّهْیِ "مَا اُتْرِفُوْا"**

نَعِمُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ،

پس تم سے پہلے یعنی گذشتہ قوموں کی امتوں میں ایسے صاحبان فضل وخرد یعنی اہل دین کیوں نہ ہوئے جولوگوں کوزمین میں فسادانگیزی سے روکتے، یہاں نفی مراد ہے۔ بجز ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے، جنہیں ہم نے نجات دے دی، یعنی وہ رک گئے تو وہ نجات پا گئے، یہاں پر من بیانیہ ہے۔ اور ظالموں نے فساد وترک نہی کے اسی راستے کی پیروی کی جس میں وہ پڑے ہوئے تھے اور وہ پرانے مجرم تھے۔

## صاحب اقتدار لوگوں کا فتنہ وفساد دور کرنے کا بیان

حضرت ابوحازم روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس پانچ سال بیٹھا میں نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سنی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں انبیاء حکومت کیا کرتے تھے جب ایک نبی کا وصال ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین ہو جاتا اور میرے بعد تو کوئی نبی نہیں ہوگا اور البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہونگے صحابہ نے عرض کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یکے بعد دیگرے ہر ایک کی بیعت پوری کرنا اور انہیں ان کا (وہ حق جو تم پر ہے) دیتے رہنا اور اللہ نے انہیں جن پر حکمران بنایا ہے اس کے بارے میں وہی ان سے باز پرس کرے گا۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 712)

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خبردار تم میں سے ہر شخص اپنی رعیت کا نگہبان ہے اور (قیامت کے دن) تم سے ہر شخص کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑے گا، لہٰذا امام یعنی سربراہ مملکت وحکومت جو لوگوں کا نگہبان ہے اس کو اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی، مرد جو اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اس کو اپنے گھر والوں کے بارے میں جواب دہی کرنا ہوگی عورت جو اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگہبان ہے، اس کو ان کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی اور غلام مرد جو اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اس کو اس کے مال کے بارے میں جواب داہی کرنا ہوگی لہٰذا آگاہ رہو! تم میں سے ہر ایک تم میں سے ہر ایک شخص نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہوگا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 819)

یہاں تک کہ علماء نے لکھا ہے کہ ہر شخص اپنے جسم کے اعضاء جو اس کا نگہبان ہے اور وہ اعضاء اس کی رعیت ہیں لہٰذا قیامت کے دن ہر شخص سے اس کے اعضاء حواس کے بارے میں بھی جواب طلب کیا جائے گا کہ تم نے ان اعضاء کو کہاں کہاں اور کس کس طرح استعمال کیا؟ اور اس کو حدیث میں اس لئے نقل نہیں کیا گیا کہ یہ بالکل ظاہر بات ہے۔

| |
|---|
| وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ○ |
| اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلا وجہ ہلاک کردے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔ |

## اہل ایمان کی بستیوں پر عذاب الٰہی نہ آنے کا بیان

"وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ" مِنهُ لَهُم "وَاَهْلُهَا مُصْلِحُونَ" مُؤمِنُوْنَ،

اور تمہارا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو بلا وجہ ہلاک کر دے اور ان کے لوگ اچھے ہوں۔ یعنی اہل ایمان ہوں۔

اس آیت میں فرمایا کہ آپ کا رب شہروں اور بستیوں کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا جبکہ ان کے بسنے والے نیکوکار یعنی مسلمان ہوں مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے یہاں ظلم وجور کا کوئی امکان نہیں، جن کو ہلاک کیا جاتا ہے وہ اسی کے مستحق ہوتے ہیں، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے اور مصلحون سے مراد وہ لوگ ہیں جو باوجود مشرک کافر ہونے کے معاملات اور اخلاق اچھے رکھتے ہیں، کسی کو نقصان وایذاء نہیں پہنچاتے، جھوٹ نہیں بولتے، دھوکہ نہیں دیتے، اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ دنیا کا عذاب کسی قوم پر محض ان کے مشرک کافر ہونے کی وجہ سے نہیں آتا جب تک کہ وہ اعمال واخلاق میں بھی ایسے کام نہ کرنے لگیں جن سے زمین میں فساد پھیلتا ہے، پچھلی جتنی قوموں پر عذاب آئے ان کے خاص خاص اعمال بد اس کا سبب بنے، نوح علیہ السلام کی قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچائیں، قوم شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کمی کر کے فساد پھیلایا، قوم لوط علیہ السلام نے بدترین قسم کی بدکاری کو شیوہ بنایا، قوم موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام نے اپنے پیغمبروں پر ظلم ڈھائے، قرآن کریم نے دنیا میں ان پر عذاب آنے کا سبب انہی اعمال وافعال کو بتلایا ہے، نرے کفر وشرک کی وجہ سے دنیا میں عذاب نہیں آتا اس کی سزا تو جہنم کی دائمی آگ ہے، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ملک وسلطنت کفر وشرک کے ساتھ چل سکتے ہیں مگر ظلم وجور کے ساتھ نہیں چل سکتے۔

| |
|---|
| وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ٥ |
| اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ |

## اللہ کی تقدیر کے مطابق تمام لوگوں کا امت واحدہ نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاس اُمَّةً وَاحِدَةً" اَهْل دِيْن وَاحِد "وَلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِينَ" فِيالدِّيْن،

اور اگر تمہارا رب چاہتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی امت کر دیتا یعنی ایک دین پر جمع کر دیتا اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ بلکہ وہ مسلسل دین میں اختلاف کرتے رہے۔

## اختلاف کے اچھے یا برے ہونے کا بیان

اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ایک ہی امت وملت بنا دیتا۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمام انسانوں کو زبردستی قبول اسلام پر مجبور کر ڈالتے سب کے سب مسلمان ہی ہو جاتے ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا مگر بتقاضائے حکمت اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کسی کو کسی عمل پر مجبور نہیں کرتے بلکہ اس نے انسان کو ایک قسم کا اختیار سپرد کر دیا ہے اس کے ماتحت وہ اچھا یا برا جو چاہے عمل کر سکتا ہے، اور انسان کی طبائع مختلف ہیں اس لئے راہیں مختلف ہوتی ہیں اور عمل مختلف ہوتے ہیں،

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ ہمیشہ دین حق سے اختلاف کرتے ہی رہیں گے بجز ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحمت فرمائی، یعنی انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرنے والے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف سے مراد اس جگہ دین حق اور تعلیم انبیاء کی مخالفت ہے، اجتہادی اختلاف جو ائمہ دین اور فقہاء اسلام میں ہونا ناگزیر ہے اور عہد صحابہ سے ہوتا چلا آیا ہے، وہ اس میں داخل نہیں، نہ وہ رحمت الٰہی کے خلاف ہے بلکہ مقتضائے حکمت و رحمت ہے، جن حضرات نے ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو اس آیت کی رو سے غلط، خلاف رحمت قرار دیا ہے، یہ خود سیاق آیت کے بھی خلاف ہے اور صحابہ و تابعین کے تعامل کے بھی خلاف ہے۔

| |
|---|
| اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ |
| ہاں البتہ سوائے اس شخص کے جس پر آپ کا رب رحم فرمائے، اور اسی لئے اس نے انھیں پیدا فرمایا ہے، اور آپ کے رب کا |
| فرمان پورا ہو چکا بیشک میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں میں سے سب (اہل باطل) سے ضرور بھر دوں گا۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے مختلف ہونے کا بیان

اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ" اَرَادَ لَهُمُ الْخَيْرَ فَلَا يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ "وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ" اَیْ اَهْلَ الِاخْتِلَافِ لَهٗ وَاَهْلَ الرَّحْمَةِ لَهَا "وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ" وَهِيَ "لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ،

ہاں البتہ سوائے اس شخص کے جس پر آپ کا رب رحم فرمائے، اور اسی لئے اس نے انھیں پیدا فرمایا ہے، یعنی اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے جبکہ اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا۔ اور آپ کے رب کا فرمان پورا ہو چکا بیشک میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں میں سے سب (اہل باطل) سے ضرور بھر دوں گا۔

## اہل جہنم سے دوزخ کو بھر دینے کا بیان

حضرت انس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گے (دوسری سند) خلیفہ، یزید بن زریع، سعید، قتادہ، حضرت انس (تیسری سند) معتمر، معتمر کے والد (سلیمان) قتادہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ لوگ جہنم میں ڈالے جا رہے ہوں گے اور جہنم کہتی جائے گی کہ اور کچھ باقی ہے؟ یہاں تک کہ رب العالمین اس میں اپنا پاؤں رکھ دیں گے تو اس کے بعض بعض سے مل کر سمٹ جائیں، پھر وہ کہے گی کہ بس بس، تیری عزت اور تیری بزرگی کی قسم اور جنت میں جگہ باقی بچ جائے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوسری مخلوق پیدا کرے گا اور ان کو جنت کی بچی ہوئی جگہ میں ٹھہرائے گا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2283)

| |
|---|
| وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ |
| وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ○ |

اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب حالات آپ کو سنا رہے ہیں جس سے ہم آپ کے قلب (اَطہر) کو تقویت دیتے ہیں،

اور آپ کے پاس اس میں حق اور نصیحت آئی ہے اور اہل ایمان کے لئے عبرت ہے۔

## سابقہ امم کے واقعات سے ایمان والوں کا نصیحت حاصل کرنے کا بیان

"وَكُلًّا" نُصِبَ بِنَقُصٍ وَتَنْوِيْنُه عِوَض الْمُضَافِ اِلَيْهِ اَىْ كُلّ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ "نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا" بَدَل مِنْ كُلًّا "نُثَبِّتُ" نُطَمْئِنُ "بِهٖ فُؤَادَكَ" قَلْبك "وَجَاءَكَ فِىْ هٰذِهٖ" الْاَنْبَاء اَوْ الْاٰيَات "الْحَقّ وَمَوْعِظَة وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ" خُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِانْتِفَاعِهِمْ بِهَا فِى الْاِيْمَان بِخِلَافِ الْكُفَّار،

یہاں پر کلا یہ نقص فعل کا معمول ہونے کے سبب منصوب ہے جبکہ اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض میں آئی ہے۔ یعنی ہر وہ واقعہ جس کو سنانے کی ضرورت ہو۔ اور یہاں پر ما، جو ہے یہ کلا سے بدل ہے۔ اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے سب حالات آپ کو سنا رہے ہیں جس سے ہم آپ کے قلب (اَطہر) کو تقویت دیتے ہیں، اور آپ کے پاس اس سورت میں خبریں یا آیات جو حق اور نصیحت کے لئے آئی ہیں اور اہل ایمان کے لئے نصیحت ہیں۔ ان کا ذکر اس لئے خاص طور کیا ہے کیونکہ ان کے ذریعے ایمان والوں کو نفع پہنچتا ہے جبکہ کفار کے لئے نہیں ہے۔

انبیاء کے حالات بار بار بیان کرنے کے اس میں تین فائدے بتلائے ہیں۔ ایک یہ کہ جن مشکلات سے آپ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ دوچار ہیں ایسے ہی حالات سے تمام سابقہ انبیاء اور ان پر ایمان لانے والوں کو بھی دوچار ہونا پڑا تھا۔ آخر اللہ نے مخالفین کا سر توڑ دیا اور انبیاء اور مومنوں کو بچالیا اور کامیاب کیا لہٰذا آپ صبر سے کام لیں اور اپنے عزم کو مضبوط رکھیں۔ دوسرے یہ کہ آپ کے پیروکاروں تک سابقہ انبیاء کے صحیح صحیح حالات پہنچ جائیں جن کی آپ کو پہلے سے خبر نہیں تھی۔ تیسرے یہ کہ ان لوگوں کے حالات میں آپ سب کے لیے بہت سے اسباق موجود ہیں یعنی اللہ کے نافرمانوں کا بالآخر کیا انجام ہوتا ہے اور فرماں برداروں کا کیا؟

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۝

اور کافروں سے فرماؤ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

## کفر کی یلغار کے باوجود اپنے دین حق پر قائم رہنے کا بیان

"وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ" حَالَتِكُمْ "اِنَّا عَامِلُوْنَ" عَلٰى حَالَتِنَا تَهْدِيْد لَهُمْ،

اور کافروں سے فرماؤ تم اپنی جگہ کام کیے جاؤ یعنی تم اپنی حالت پر رہو۔ ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی حالت پر قائم رہیں گے۔ اس میں ان کے لئے تہدید ہے۔

## حق و باطل کے معرکہ میں حق کے غالب آنے کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے دن پچاس پیادوں پر

عبداللہ بن جبیر کو سردار مقرر کر کے فرمایا کہ اگر تم ہم کو اس حالت میں دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک کہ میں تم سے کہلا نہ بھیجوں اور اگر تم یہ دیکھو کہ ہم نے کافروں کو بھگا دیا ہے اور ان کو پامال کر دیا ہے تب بھی تم اپنی جگہ سے نہ ہٹنا تا آنکہ میں تم کو کہلا نہ بھیجوں بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کو شکست دے دی حضرت براء نے کہا کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ اللہ کی قسم! وہ بھاگ رہی تھیں اور ان کے جھانج بج رہے تھے اور ان کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تھیں کہ عبداللہ بن جبیر کے ساتھیوں نے کہا لوگو! مال غنیمت! مال غنیمت! تمہارے ساتھی تو غالب آ گئے اب تم کیا دیکھ رہے ہو اس پر عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگو! کیا تم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی طاق نسیان میں رکھ دیا تو اور لوگوں نے کہا کہ ہم تو کافروں کے پاس جا کر ان کا مال غنیمت لوٹیں گے چنانچہ یہ لوگ وہاں پہنچے تو ان کا رخ بدل گیا اور کفار بھاگتے ہوئے سامنے کی طرف آ گئے اور پھر سے لڑائی ہونے لگی اور مسلمان شکست خوردہ ہو گئے اور یہی معنی ہیں اس آیت وحکم الٰہی کے کہ جب رسول ان کو ان کے پیچھے سے بلا رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سوائے بارہ آدمیوں کے اور کوئی نہ رہا اور مسلمانوں کے ستر آدمیوں کو کافروں نے شہید کر دیا ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ایک سو چالیس مشرکوں کو یوم بدر میں مارا تھا کہ ستر قتل ہوئے اور ستر قیدی ہاتھ آئے تھے تو ابوسفیان نے تین مرتبہ کہا کہ کیا ان میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں؟ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کا جواب دینے سے منع کر دیا تھا پھر ابوسفیان نے تین مرتبہ کہا کہ کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہیں؟ (یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) اور پھر تین مرتبہ کہا کہ تم میں عمر بن الخطاب ہیں؟

اور پھر اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ یہ تو سب مارے گئے جس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ روک سکے اور کہا کہ اے اللہ کے دشمن اللہ کی قسم! جن لوگوں کا تو نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں اور جس بات سے تم رنجیدہ ہو وہ برقرار ہے ابوسفیان نے کہا آج بدر کے دن کا بدلہ نکل گیا اور لڑائی تو ڈول کی طرح ہے تم اپنے لوگوں میں سے بعض کے ناک کان کٹے پاؤ گے جس کا میں نے کوئی حکم نہیں دیا اور یہ بات مجھے ناگوار بھی معلوم نہیں ہوئی اس کے بعد ابوسفیان رجز پڑھنے لگا کہ اے ہبل بلند ہو جا اے ہبل اونچا ہو جا جس پر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے پوچھا یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہم کیا کہیں فرمایا کہو اللہ ہی سب سے زیادہ بلند اور بزرگ موجود ہے جس پر ابوسفیان نے کہا ہمارے پاس عزیٰ ہے اور تمہارے لئے عزیٰ نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے کہا تم اس کا جواب کیوں نہیں دیتے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہم کیا کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کہو اللہ ہمارا مددگار ہے اور تمہارا مددگار و معاون نہیں ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 305)

| |
|---|
| وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۝ |
| اور تم انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ |

## کفار کے انجام کا انتظار کرنے کا بیان

"وَانْتَظِرُوْا" عَاقِبَةَ اَمْرِكُمْ "اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ" ذٰلِكَ،

اور تم اپنے انجام کا انتظار کرو ہم بھی تمہارے اسی انجام کا انتظار کرتے ہیں۔

## تھوڑے ہی انتظار کے بعد کفار کے انجام کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ایک دن کعبہ کے سایہ میں نماز پڑھ رہے تھے ابوجہل نے اور قریش کے چند لوگوں نے باہم مشورہ کیا، مکہ سے باہر ایک اونٹنی ذبح کی گئی تھی، ان لوگوں نے ایک آدمی بھیجا اور اس کی اوجھ لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس کو ڈال دیا پھر حضرت فاطمہ آئیں اور انہوں نے اسے اوپر سے ہٹایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! قریش کی گرفت کر اے اللہ قریش کی گرفت کر، اے اللہ قریش کی گرفت کر، ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور ابی بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائے ضرر کی تھی عبداللہ بن مسعود کہتے تھے کہ اللہ کی قسم میں نے ان کو بدر کے کنویں میں مقتول پڑا دیکھا اور ابواسحاق نے کہا کہ میں ساتواں بھول گیا اور یوسف بن ابی اسحاق نے ابواسحاق کے واسطہ سے امیہ بن خلف کا نام لیا اور شعبہ نے امیہ یا ابی کہا اور صحیح امیہ ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 203)

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ |
| وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ |
| اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کا لوٹنا ہے تو اس کی عبادت کرو اور |
| اس پر بھروسہ رکھو، اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔ |

## زمین وآسمان میں پوشیدہ چیزوں کا علم اللہ کے لئے ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ " اَیْ عِلْمُ مَا غَابَ فِيْهِمَا "وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ يَعُوْد وَلِلْمَفْعُوْلِ يُرَدّ "الْاَمْر كُلّه" فَيَنْتَقِم مِمَّنْ عَصَى "فَاعْبُدْهُ" وَحْده "وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ" ثِقْ بِهِ فَاِنَّهٗ كَافِيك "وَمَا رَبّك بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ" وَاِنَّمَا يُؤَخِّرهُمْ لِوَقْتِهِمْ وَفِيْ قِرَاءَة بِالْفَوْقَانِيَّةِ،

اور اللہ ہی کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب یعنی جو کچھ ان دونوں میں پوشیدہ ہے اور اسی کی طرف سب کاموں کا لوٹنا

ہے، یہاں پر یرجع معروف اور مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔اس کا عامل یرد ہے۔لہٰذا جس نے اس کی نافرمانی کی وہ اس سے انتقام لے گا۔تو اس کی عبادت کرو یعنی اس وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔اور اس پر مضبوط بھروسہ رکھو، کیونکہ وہ تمہیں کافی ہے۔اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔اور اسی نے ان کو ایک وقت تک کے لئے مہلت دی ہوئی ہے۔اور ایک قرأت میں تاءفوقانیہ کے ساتھ آیا ہے۔

## زمین وآسمانوں کی بادشاہت اللہ کے لئے ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ رب العزت آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زوروالے (جابر) بادشاہ کہاں ہیں تکبر والے کہاں ہیں پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں زوروالے بادشاہ کہاں ہیں تکبر والے کہاں ہیں؟

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2550)

## رسول اللہ ﷺ آسمانی خزانوں کے امین ہیں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچھ سونا سرخ رنگے ہوئے کپڑے میں بند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا اور اسے مٹی سے بھی جدا کیا گیا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چار آدمیوں عیینہ بن بدر، اقرع بن حابس، زید خیل اور چوتھے علقمہ بن علاثہ یا عامر بن طفیل کے درمیان تقسیم کیا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ ہم اس کے زیادہ حقدار تھے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے۔حالانکہ میں آسمانوں کا امین ہوں میرے پاس آسمان کی خبریں صبح شام آتی ہیں تو ایک آدمی گھسی ہوئی آنکھوں والا ابھرے ہوئے گالوں والا ابھری ہوئی پیشانی والا مونڈے ہوئے سروالا گھنی داڑھی والا اٹھے ہوئے ازار بند والا کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈرو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری خرابی ہو کیا میں زمین والوں سے زیادہ حقدار نہیں ہوں کہ اللہ سے ڈروں، پھر وہ آدمی چلا گیا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں اس کی گردن نہ مار ڈالوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں شاید کہ یہ نماز پڑھتا ہو، خالد نے عرض کیا نماز پڑھنے والے کتنے ایسے ہیں جو زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں مانتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں کے دلوں کو چیرنے اور ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو پشت موڑ کر جاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اس آدمی کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی جو عمدہ انداز سے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرے گی لیکن وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گی وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں ان کو پالوں تو انہیں قوم ثمود کی طرح قتل کروں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2445)

## سورہ ہود کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ ہود کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی

# سُوْرَۃ یُوْسُف

## یہ قرآن مجید کی سورت یوسف ھے

### سورت یوسف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃ یُوْسُف ( مَكِّيَّة اِلَّا الْاٰيَات 1 و 2 و 3 و 7 فَمَدَنِيَّة وَاٰيَاتها 111 نزلَتْ بَعْد سُوْرَۃ هُوْد )

سورہ یوسف مکی ہے۔ البتہ آیت ۱، ۲، ۳، ۷ مدنی ہیں۔ اور اس کی آیات کی تعداد ایک سو گیارہ ہے۔ اور یہ سورہ ہود کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس میں بارہ رکوع اور ایک ہزار چھ سو کلمات اور سات ہزار ایک سو چھیاسٹھ ۶۶ حروف ہیں۔

### سورہ یوسف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا نام یوسف کیوں رکھا گیا ہے اس کی وجہ تسمیہ محتاج تعارف نہیں ہے کیونکہ اس کے اول سے آخر تک حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے۔ جو احسن القصص ہے اور جس میں عجائب قدرت کا جگہ جگہ اور لحہ لحہ ظہور ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر، تحمل بردباری، تقویٰ اور اسی طرح تمام اخلاق حسنہ پر بنی اوصاف کمال تعریف کے لائق ہیں۔

### سورت یوسف کی فضیلت کا بیان

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے۔ کہ اپنے ماتحتوں کو سورہ یوسف سکھاؤ۔ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے۔ اس پر اللہ تعالیٰ سکرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوۃ میں ہے کہ جب یہودیوں نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہوگئے۔ کیونکہ انکے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا۔ یہ روایت کلبی کی ابو صالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ (تاریخ ابن عساکر، مطبوعہ بیروت)

### سورت یوسف کے شانِ نزول کا بیان

علماء یہود نے اشراف عرب سے کہا تھا کہ سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کرو کہ اولاد حضرت یعقوب ملک شام سے مصر میں کس طرح پہنچی اور ان کے وہاں جاکر آباد ہونے کا کیا سبب ہوا اور حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ کیا ہے؟ اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔

بعض روایات میں ہے کہ یہود نے آزمائش کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو ہمیں

بتلایئے کہ آل یعقوب ملک شام سے مصر کیوں منتقل ہوئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ کیا تھا؟ ان کے جواب میں بذریعہ وحی یہ پورا قصہ نازل کیا گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور آپ کی نبوت کا بڑا شاہد تھا کہ آپ امی محض تھے اور عمر بھر مکہ میں مقیم رہے کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی اور نہ کوئی کتاب پڑھی پھر وہ تمام واقعات جو تورات میں مذکورہ صحیح بتلا دیئے بلکہ بعض وہ چیزیں بھی بتلا دیں جن کا ذکر تورات میں نہ تھا۔

| |
|---|
| الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ |
| الف، لام راء، یہ کتاب مبین کی آیات ہیں۔ |

## قرآن مجید کی آیات کا حق و باطل میں کرنے کا بیان

"الر" اللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهٖ بِذٰلِكَ "تِلْكَ" هٰذِهٖ الْاٰيَات "اٰيَات الْكِتَاب" الْقُرْاٰن وَالْاِضَافَة بِمَعْنٰی مِنْ "الْمُبِيْن" الْمُظْهِر لِلْحَقِّ مِنْ الْبَاطِل،

الف لام، راء کی مراد کو اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ جبکہ آیات کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہاں پر اضافت من کے ذریعے ہوئی ہے۔ اور مبین سے مراد جو باطل سے الگ کر کے حق کو ظاہر کرنے والا ہے۔

## قبیلہ ربیعہ کا حق و باطل کے درمیان فرق پوچھنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب وفد عبدالقیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں مدینہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں یا یوں پوچھا کہ یہ کس قبیلے کا وفد ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ "قبیلہ ربیعہ کے افراد ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوش آمدید، نہ دنیا میں تمہارے لئے رسوائی ہے اور نہ آخرت کی شرمندگی، اہل وفد نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ چونکہ ہمارے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان " کفار مضر" کا قبیلہ رہتا ہے اس لئے ہم آپ کی خدمت میں جلد جلد حاضر نہیں ہو سکتے صرف ان مہینوں میں آسکتے ہیں جن میں لڑنا حرام ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ایسے احکام ہمیں عطا فرما دیجئے جن پر ہم خود بھی عمل کریں اور ان لوگوں کو (بھی) ہم اس سے آگاہ کر دیں جن کو اپنے پیچھے (وطن وقوم میں) چھوڑ آئے ہیں اور اس پر عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں (اور اسی کے ساتھ) انہوں نے (ان) برتنوں کی بابت بھی پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع کیا اور اول اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا اور فرمایا جانتے ہو اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانے کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ کی وحدانیت پر ایمان لانا) اس حقیقت کی شہادت دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، پابندی سے نماز پڑھنا، زکوۃ دینا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا، مال غنیمت میں سے پانچویں حصے کے دینے کا حکم بھی فرمایا۔ اور ان چار برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا: لاکھ کئے

ہوئے برتنوں سے، کدو کے تونبوں سے درخت کی کھوکھلی جڑوں سے بنائے ہوئے برتنوں سے، رال کئے ہوئے برتنوں سے اور فرمایا: ان باتوں کو اچھی طرح یاد کرلو اور جن مسلمانوں کو اپنے پیچھے (وطن میں) چھوڑ آئے ہو ان کو بھی باتوں سے آگاہ کر دو۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 16)

| |
|---|
| اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ |
| بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی میں نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو۔ |

## قرآن مجید کا لغت عربی میں آنے کا بیان

"اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا" بِلُغَةِ الْعَرَب "لَعَلَّكُمْ" يَا اَهْل مَكَّة "تَعْقِلُوْنَ" تَفْقَهُوْنَ مَعَانِيه،

اے اہل مکہ! بے شک ہم نے اس قرآن کو عربی یعنی عربی زبان میں نازل کیا تا کہ تم سمجھ سکو۔ یعنی تم اس کی معانی کو سمجھ سکو۔

## قرآن مجید کا بہ ذریعہ لغت عرب سب کے لئے ہدایت ہونے کا بیان

قرآن مصدر ہے قَرَأَ یقرأ سے۔ اس کے اصل معنی ہیں پڑھنا۔ مصدر کو کسی چیز کے لیے جب نام کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اس شے کے اندر معنی مصدری بدرجہ کمال پایا جاتا ہے۔ مثلاً جب کسی شخص کو ہم بہادر کہنے کے بجائے بہادری کہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے اندر شجاعت ایسی کمال درجہ کی پائی جاتی ہے کہ گویا وہ اور شجاعت ایک چیز ہیں۔ پس اس کتاب کا نام قرآن (پڑھنا) رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عام وخاص سب کے پڑھنے کے لیے ہے اور بکثرت پڑھی جانے والی چیز ہے۔

قرآن ساری دنیا کے لیے ہدایت کی کتاب ہے۔ لیکن چونکہ اس کے اولین مخاطب اہل عرب تھے۔ اس لیے ضروری تھا کہ اسے عربی زبان میں نازل کیا جاتا۔ تا کہ پہلے عرب اس کے مطالب کو خوب سمجھیں، پھر دوسرے لوگوں تک ان لوگوں کی زبان میں اسے پہنچائیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ |
| ہم تمہیں سب اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگر چہ بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کو احسن قصص کہنے کا بیان

"نَحْنُ نَقُصّ عَلَيْكَ اَحْسَن الْقَصَص بِمَا اَوْحَيْنَا" بِاِيحَائِنَا "اِلَيْك هٰذَا الْقُرْاٰن وَاِنْ" مُخَفَّفَة اَیْ وَاِنَّهُ،

ہم تمہیں سب اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگر چہ، بیشک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔ یہاں پر ان مخففہ ہے یعنی انہ ہے۔

## سورہ یوسف آیت ۳ کے سبب نزول کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ نبی پر قرآن نازل ہوا اور آپ نے صحابہ پر ایک زمانہ تک اس کی تلاوت فرمائی تو ایک مرتبہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمیں کوئی حدیث سنائیں تو اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ (اللہ نزل احسن الحدیث) سورہ زمر 23) (مستدرک حاکم، 2،345، نیسابوری 227، سیوطی 156)

ابن ابی حاتم نے روایت میں یہ الفاظ مزید ذکر کیے ہیں کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمارے سامنے کچھ ذکر فرمائیں تو اللہ نے یہ فرمان نازل فرمایا۔ (الم یان للذین آمنو ان تخشع قلوبھم، (سورہ الحدید 16)

اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر آپ ہمارے سامنے کوئی قصہ بیان کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن مردویہ نے ابن مسعود سے اسی کے مثل روایت نقل کی ہے (زادالمسیر 4۔76)

اور عون بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول بہت اکتا گئے تھے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ہم سے کوئی بات بیان فرمائیں تو اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (اللہ نزل احسن الحدیث) راوی کہتے ہیں کہ پھر ایک مرتبہ وہ اکتا گئے تو انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ حدیث سے اوپر اور قرآن سے کم درجے کی کوئی چیز بیان فرمائیں ان کی مراد قصص تھے تو اللہ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا۔ غرض انہوں نے حدیث کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کو بہترین حدیث پر رہنمائی فرمادی اور انہوں نے قصص کا ارادہ کیا تو اللہ نے بہترین قصہ کی طرف رہنمائی فرمادی۔ (مستدرک حاکم 2۔345، نیسابوری 227، طبری 12۔90)

## حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کا اجمالی بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر نے ایک غلام کے طور پر خریدا اور اپنے گھر لایا تو ان کے ساتھ غلاموں کا سا معاملہ نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کی طرح عزت واحترام کے ساتھ رکھا اور گھریلو زندگی کی تمام ذمہ داریاں ان کے سپرد کردیں، حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم تھا۔ جمال ورعنائی اور حسن وخوبروئی کے پیکر تھے، ادھر یہ کہ ہروقت کا ساتھ، عزیز مصر کی بیوی دل پر قابو نہ رکھ سکی اور حضرت یوسف علیہ السلام پر پروانہ وار نثار ہونے لگی، مگر حضرت یوسف علیہ السلام، جو خانوادہ نبوت کے چشم وچراغ اور منصب نبوت کے لئے منتخب تھے، بھلا ان سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ بے کرداری اور فحش میں مبتلا ہوکر عزیز مصر کی بیوی کے ارادہ بد کو پورا کردیتے، اس عورت نے پہلے تو آرائش حسن وزینت کی بے پناہ نمائش اور عشوہ طرازیوں کی بارش کے ذریعہ ان کو اپنے جال میں پھانسنا چاہا اور جب کامیاب نہ ہوئی تو زبردستی پر اتر آئی، مگر خدا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس کے خبث نفس کی گرفت سے بچالیا، پھر اس عورت کے ناکام عشق کا بھید اس کے شوہر عزیز مصر پر بھی کھل گیا لیکن اس نے حقیقت حال سے آگاہ ہوکر حضرت یوسف علیہ السلام کی ستائش کی اور اپنی عورت کو فہمائش کی اور خفت ورسوائی سے بچنے کے لئے معاملہ کو دبا دیا، مگر بات پوشیدہ نہ رہ سکی اور شدہ شدہ شاہی خاندان کی عورتوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور عزیز مصر کی بیوی اپنی ہم جولیوں اور سہیلیوں کی طنز وتعریض کا نشانہ بن کر رہ گئی اس صورت حال نے اس کو بوکھلا دیا اور اس نے طے کیا کہ طنز وتعریض کرنے والی عورتوں کو ایسا سبق دینا چاہیے کہ وہ

جس بات پر مجھ پر چھینٹے اڑاتی ہیں خود اس میں مبتلا ہو جائیں۔ چنانچہ ایک دن اس نے شاہی خاندان اور عمائدین شہر کی عورتوں کو دعوت دی اور جب سب نے دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے کے لئے چھری کانٹے ہاتھ میں لئے تو عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ باہر آئیں، وہ مالکہ کا حکم سن کر باہر نکلے اور جب عورتوں نے جمال یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو رخ انور کی تابانی سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ چیزیں کاٹنے کے بجائے چھری کانٹوں سے ہاتھ کاٹ لئے اور یہ دیکھ کر عزیز مصر کی بیوی بہت محظوظ ہوئی اور فخرہ انداز میں کہنے لگی کہ یہی وہ غلام ہے جس کے عشق و محبت کے بارے میں تم نے مجھے مطعون کر رکھا ہے اور تیرا ملامت کا نشانہ بنایا ہوا ہے، اب بتاؤ میرا عشق بیجا ہے یا بجا؟ عزیز مصر کی بیوی نے اس وقت یہ بھی کہا کہ بیشک میں نے اس شخص کو اپنے قابو میں کرنا اور اس کے دل کو اپنے پیچہ عشق میں لینا چاہا مگر یہ میرے قابو میں نہیں آیا، اب میں یہ کہے دیتی ہوں کہ اس نے میرا کہا نہ مانا تو قید خانہ کی ہوا کھائے گا اور بے عزت ہو کر رہے گا، معاملہ جب اس حد تک پہنچ گیا تو عزیز مصر نے باوجودیکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پاکباز اور پختہ کردار پرکھ لیا تھا، اپنی بیوی کی فضیحت و رسوائی دیکھ کر یہ طے کر لیا کہ یوسف علیہ السلام کو کچھ عرصہ کے لئے قید خانہ میں ڈال دے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے اور چرچے بند ہو جائیں اور اس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا۔ وہ نو برس تک قید خانہ میں پڑے رہے تا آنکہ بعض واقعات کے نتیجہ میں مصر کا بادشاہ فرعون تک ان کی بزرگی، جلالت قدر اور عظمت شان کا قائل ہو گیا تو اس نے ان کی رہائی کا حکم جاری کر دیا، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانے سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ پہلے میرے معاملہ کی تحقیق کرو اور جن عورتوں نے مجھے دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ لی تھیں ان سے میرے کردار اور پاکیزگی کی چھان بین کرو، جب تک معاملہ کی اصل صورت سامنے نہیں آ جائے گی اور میرا بے قصور اور صاحب عصمت ہونا پوری طرح ظاہر و ثابت نہیں ہو جائے گا میری عزت نفس جیل سے باہر آنا گوارا نہیں کرے گی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر یوسف علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا اور مجھے اتنی طویل مدت تک قید خانہ میں رہنا پڑ جاتا تو رہائی کا پروانہ آتے ہی اس کو قبول کر لیتا اور جیل سے باہر آنے میں کوئی توقف نہ کرتا، نہ اس بات کا مطالبہ کرتا کہ صورت حال کی مکمل تحقیق و تفتیش ہو اور نہ اس تحقیق و تفتیش کے نتیجہ کے ساتھ اپنی رہائی کو مشروط کرتا! یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت یوسف علیہ السلام کی زبردست تعریف و تحسین اور ان کے صبر و ثبات اور متانت رائے کا اظہار و اعتراف ہے کہ ایسی صورت میں جب کہ کوئی شخص ایک مدت دراز تک جیل کی کوٹھری میں بند اور وہاں کے مصائب و آلام میں مبتلا رہے اور جب اس کی رہائی کا پروانہ آئے تو وہ شخص اپنی عزت نفس کی خاطر اس پروانے کو ٹھکرا دے اور جیل سے باہر آنے سے اس وقت تک کے لئے انکار کر دے جب تک کہ اس کو بالکل بے داغ اور بے قصور قرار نہ دے دیا جائے۔ صبر و استقامت کی ایک ایسی مثال ہے جس کا کسی اور کے لئے تصور نہیں کیا جا سکتا۔ یہ صرف حضرت یوسف علیہ السلام ہی کا کمال تھا کہ انہوں نے بے مثل کردار کا ثبوت دیا تاہم یہ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس کردار اور ان کی شان استقامت کا ذکر جس انداز میں فرمایا وہ تواضع و کسر نفسی پر محمول ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی صبر و استقامت کا ایسا پیکر جلیل تھی جو حضرت یوسف

علیہ السلام ہی کے اس صبر واستقامت پر بھاری نہیں ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف تمام اولوالعزم انبیاء سے بلند وبالا ہے۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ۝ |
| جب یوسف (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے کہا اے میرے والد گرامی! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں کو اور سورج |
| اور چاند کو دیکھا ہے، میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کو والد گرامی کو خواب بتانے کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ" یَعْقُوْب "یَا اَبَتِ" بِالْكَسْرِ دَلَالَةً عَلٰی یَاءِ الْاِضَافَةِ الْمَحْذُوْفَةِ وَالْفَتْحِ دَلَالَةً عَلٰی اَلِفٍ مَحْذُوْفَةٍ قُلِبَتْ عَنِ الْیَاءِ "اِنِّیْ رَاَیْتُ" فِی الْمَنَامِ "اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ" تَاْكِیْد "لِیْ سَاجِدِیْنَ" جُمِعَ بِالْیَاءِ وَالنُّوْنِ لِلْوَصْفِ بِالسُّجُوْدِ الَّذِیْ هُوَ مِنْ صِفَاتِ الْعُقَلَاءِ،

آپ یاد کریں جب یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے کہا اے میرے والد گرامی، یہاں پر یا ابت، یہ تاء کی کسرہ کے ساتھ آیا ہے تا کہ حذف یائے اضافیہ پر دلالت کرے اور تاء کی فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے تا کہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جو کہ یاء سے بدل کر آیا تھا۔ میں نے خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے، یہاں رائیتھم تاکیدی ہے میں نے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہاں پر ساجدین کو یاء اور نون کے ساتھ جمع کیا گیا ہے کیونکہ یہ سجود کا وصف یعنی ستاروں کے لئے بہ طور وصف ہے جبکہ اصل میں اہل عقل کے لئے ہے۔

## گیارہ ستاروں کی تعبیر گیارہ بھائیوں سے ہونے کا بیان

اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ جب حضرت یوسف نے اپنے والد سے کہا اے میرے باپ میں نے دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور آفتاب وماہتاب مجھے سجدہ کر رہے ہیں انہوں نے کہا اے میرے بیٹے اپنے بھائیوں سے خواب نہ بیان کرنا ورنہ تیرے لئے مکر کریں گے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور اس طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تم پر اور آل یعقوب پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا اس سے پہلے تمہارے دادا پڑدادا ابراہیم، اسحٰق پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ حضرت یوسف نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے کہ میرے خواب کی تعبیر جو میں نے پہلے دیکھا تھا جس کو میرے لئے رب نے سچا کر دکھایا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا، ایک تو یہ کہ مجھے قید سے نجات دی دوسرے یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا، بعد اس کے شیطان نے میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈلوا دیا، بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اسکی عمدہ تدبیر کرتا ہے وہ بڑا حکمت والا علم والا ہے، اے میرے رب تو نے مجھے سلطنت کا حصہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم دیا، آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی کارساز ہے، دنیا وآخرت میں مجھ کو مسلمان کر کے فوت کر اور نیکوں سے ملا،

فاطر، بدیع، مبتدع، باری اور خالق کے معنی ایک ہی ہے بدو سے بادیہ آتا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1917)

یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب تھا جس کی تعبیر کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ گیارہ ستاروں سے مراد یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی اور سورج اور چاند سے مراد ماں باپ تھے۔

قرطبی میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ اگرچہ اس واقعہ سے پہلے وفات پا چکی تھیں مگر ان کی خالہ والد ماجد کے نکاح میں آ گئی تھیں خالہ خود بھی ماں کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے خصوصا جبکہ وہ والد کی زوجیت میں آ جائے تو عرفا اس کو ماں ہی کہا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

## یوسف علیہ السلام کے نسب مبارکہ کے کریم ہونے کا بیان

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کے سامنے یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرو، جب اس نے اپنے باپ کو کہا باپ حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، جیسا کہ دوسرے مقام پر صراحت ہے اور حدیث میں بھی یہ نسب بیان کیا گیا ہے۔ (یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم)۔ اور حدیث میں نسب بیان کیا گیا ہے۔ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم (مسند احمد جلد، ص ٦)

## انبیائے کرام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوئے، یہاں تک کہ سانس کی آواز آئی، پھر آپ نے نماز پڑھی اور کبھی کہتے تھے کہ آپ لیٹے یہاں تک کہ سانس کی آواز آئی، پھر آپ بیدار ہوئے اور آپ نے نماز پڑھی (علی بن عبداللہ کی) ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں ایک شب اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رہا تو (میں نے دیکھا کہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھے، (جب تھوڑی رات رہ گئی) اور آپ نے ایک لٹکی ہوئی مشک سے خفیف وضو فرمایا (عمرو اس وضو کو بہت خفیف اور قلیل بتاتے تھے) اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، پس میں نے بھی وضو کیا اسی کے قریب جیسا کہ آپ نے وضو کیا تھا، پھر میں آیا۔

اور آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا اور کبھی سفیان کہتے تھے کہ آپ کے شمال کی جانب (کھڑا ہو گیا) آپ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی دائیں جانب کر لیا، جس قدر اللہ نے چاہا آپ نے نماز پڑھی، پھر آپ لیٹ گئے اور سو گئے، یہاں تک کہ آپ کے سانس کی آواز آئی، اتنے میں آپ کے پاس مؤذن آیا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی، آپ اس کے ہمراہ نماز کے لئے اٹھ گئے، پھر آپ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا (سفیان) کہتے ہیں ہم نے عمرو سے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ سو جاتی تھی اور آپ کا دل نہ سوتا تھا، تو عمرو نے کہا کہ میں نے عبید بن عمیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انبیاء کا خواب وحی ہے، پھر انہوں نے (اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ) کی تلاوت کی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 142)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کے جزء نبوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ خواب میں بعض اوقات انسان ایسی چیزیں دیکھتا ہے جو اس کی قدرت میں نہیں مثلاً یہ دیکھے کہ وہ آسمان پر اڑ رہا ہے یا غیب کی ایسی دیکھے۔ جن کا علم حاصل کرنا اس کی قدرت میں نہ تھا تو اس کا ذریعہ بجز امداد والہام خداوندی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا جو اصل میں خاصہ نبوت ہے اس لئے اس کو ایک جزء نبوت قرار دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ |
| انہوں نے کہا: اے میرے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی |
| پُرفریب چال چلیں گے۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے بھائیوں سے خواب بیان کرنے کی ممانعت کا بیان

"قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوا لَكَ كَيْدًا" يَحْتَالُوْنَ فِيْ هَلَاكِكَ حَسَدًا لِعِلْمِهِمْ بِتَاْوِيْلِهَا مِنْ اَنَّهُمُ الْكَوَاكِبُ وَالشَّمْسُ اُمُّكَ وَالْقَمَرُ اَبُوْكَ "اِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِيْنٌ" ظَاهِرُ الْعَدَاوَةِ،

انہوں نے کہا! اے میرے بیٹے! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں سے بیان نہ کرنا، ورنہ وہ تمہارے خلاف کوئی پُرفریب چال چلیں گے۔ یعنی وہ تجھے ہلاک کرنے کے لئے کوئی حیلہ بنائیں گے کیونکہ جب ان کو اس خواب کی تعبیر کا علم ہوگا کہ کواکب وہ برادران یوسف مراد ہیں جبکہ سورج سے والد گرامی اور چاند سے مراد والدہ ہیں۔ بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یعنی اس کی عداوت ظاہر ہے۔

## یعقوب علیہ السلام کی تعبیر اور ہدایات کا بیان

حضرت یوسف کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پس ہونگے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت وتعظیم کے لیے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں اس لیے بہت ہی ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکاوے میں آ کر ابھی سے وہ تمہاری دشمنی میں لگ جائیں۔ اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول طریق کار کرنے لگ جائیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعلیم بھی یہی ہے۔ فرماتے ہیں تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کر دو اور جو شخص کوئی برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے۔ اس صورت میں اسے وہ خواب کوئی نقصان نہ دے گا۔

مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے۔ ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر وہ ہوجاتا ہے۔ اسی سے یہ حکم بھی لیا جاسکتا ہے۔ کہ نعمت کو چھپانا چاہئے۔ جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہوجائے اور ظاہر نہ ہوجائے، جیسے کہ ایک حدیث میں ہے۔ ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کی چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہوجاتے ہیں۔

## خواب والے گیارہ ستاروں کے ناموں کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ بستانہ نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپ خاموش رہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہوکر آپ کو نام بتائے آپ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتادوں تو تو مسلمان ہوجائے گا اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا سن ان کے نام یہ ہیں، جریان، طارق۔ ذیال، ذوالکتفین۔ قابل۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح۔ فروح۔ فرغ۔ یہودی نے کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں۔ (ابن جریر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ |
| يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اسی طرح تمہارا رب تمہیں منتخب فرمالے گا اور تمہیں باتوں کے انجام تک پہنچنا سکھائے گا اور تم پر اور اولادِ یعقوب پر |
| اپنی نعمت تمام فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے قبل تمہارے دونوں باپ ابراہیم اور اسحاق (علیہما السلام) |
| پر تمام فرمائی تھی۔ بیشک تمہارا رب خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## بنی اسرائیل میں نبوت کے لئے یوسف علیہ السلام کے انتخاب کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا رَاَيْت "يَجْتَبِيك" يَخْتَارك "رَبّك وَيُعَلِّمك مِنْ تَاْوِيل الْاَحَادِيث" تَعْبِير الرُّؤْيَا "وَيُتِمّ نِعْمَته عَلَيْك" بِالنُّبُوَّةِ "وَعَلٰى اٰل يَعْقُوب" اَوْلَاده "كَمَا اَتَمَّهَا" بِالنُّبُوَّةِ "عَلٰى اَبَوَيْك مِنْ قَبْل اِبْرَاهِيم وَاِسْحَاق اِنَّ رَبّك عَلِيم" بِخَلْقِهِ "حَكِيم" فِي صُنْعه بِهِمْ،

اسی طرح تمہارا رب تمہیں بزرگی کے لئے منتخب فرمالے گا یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا ہے۔ اور تمہیں باتوں کے انجام تک پہنچنا یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا اور تم پر اور اولادِ یعقوب پر نبوت کے ساتھ اپنی نعمت تمام فرمائے گا جیسا کہ اس نے اس سے قبل تمہارے دونوں باپ یعنی پردادا اور دادا ابراہیم اور اسحاق علیہما السلام پر تمام فرمائی تھی۔ بیشک تمہارا رب مخلوق کو خوب جاننے والا، ان کی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت اور نصیحت کا بیان

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے لخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں نبوت کا بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھا دے گا۔ اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت۔ جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے؟

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا فوراً ظاہر ہونا کوئی ضروری نہیں۔

تیسرا وعدہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی نعمت پوری فرمادیں گے اس میں عطاء نبوت کی طرف اشارہ ہے اور اسی کی طرف اشارہ بعد کے جملوں میں ہے یعنی جس طرح ہم اپنی نعمت نبوت تمہارے باپ دادا ابراہیم اور اسحاق علیہم السلام پر آپ سے پہلے پوری کر چکے ہیں اس میں اِس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ تعبیر خواب کا فن جیسا کہ یوسف علیہ السلام کو دیا گیا اسی طرح ابراہیم و اسحاق علیہم السلام کو بھی سکھایا گیا تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ كَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖۤ اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ۝ |
| بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں میں پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ |

## برادران یوسف علیہ السلام کے قصہ میں عبرت ہونے کا بیان

"لَقَدْ كَانَ فِی" خَبَر "یُوسُف وَاِخْوَته" وَهُمْ اَحَد عَشَر "اٰیَات" عِبَر "لِلسَّائِلِینَ" عَنْ خَبَرهمْ،

بیشک یوسف اور اس کے بھائیوں میں جو گیارہ تھے اس میں خبر پوچھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ یعنی ان کے اس واقعہ میں عبرتیں ہیں۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بی بی لیا بنت لیان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں ان سے آپ کے چھ فرزند ہوئے (۱) روبیل (۲) شمعون (۳) لادی (۴) یہودا (۵) زبولون (۶) یشجر اور چار بیٹے حرم سے ہوئے (۷) دان (۸) نفتالی (۹) جاد (۱۰) آشر، انکی مائیں زلفہ اور بلہہ۔ لیا کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن راحیل سے نکاح فرمایا ان سے دو فرزند ہوئے (۱۱) یوسف (۱۲) بنیامین۔ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ صاحب زادے ہیں انھیں کو اسباط کہتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

## یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قصہ یوسف علیہ السلام پوچھنے کا بیان

پوچھنے والوں سے یہود مراد ہیں جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حال اور

اولادحضرت یعقوب علیہ السلام کے خطہ کنعان سے سرزمین مصر کی طرف منتقل ہونے کا سبب دریافت کیا تھا۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات بیان فرمائے اور یہود نے ان کو توریت کے مطابق پایا تو انھیں حیرت ہوئی کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتابیں پڑھنے اور علماء واحبار کی مجلس میں بیٹھنے اور کسی سے کچھ سیکھنے کے بغیر اس قدر صحیح واقعات کیسے بیان فرمائے۔ یہ دلیل ہے کہ آپ ضرور نبی ہیں اور قرآن پاک ضرور وحی الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم قدس سے مشرف فرمایا علاوہ بریں اس واقعہ میں بہت سی عبرتیں اور نصیحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۨ ۞ |
| جب یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے کہا کہ واقعی یوسف (علیہ السلام) اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ |
| محبوب ہیں حالانکہ ہم زیادہ قوی جماعت ہیں۔ بیشک ہمارے والد (ان کی محبت کی) کھلی وارفتگی میں گم ہیں۔ |

## حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کی محبت میں وارفتہ ہونے کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالُوْا" اَىْ بَعْضُ اِخْوَةِ يُوْسُفَ لِبَعْضِهِمْ "لَيُوْسُفُ" مُبْتَدَأٌ "وَاَخُوْهُ" شَقِيْقُه بِنْيَامِيْنُ "اَحَبُّ" خَبَرٌ "اِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ" جَمَاعَةٌ "اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلَالٍ" خَطَأٍ "مُبِيْنٍ" بَيِّنٍ بِاِيْثَارِهِمَا عَلَيْنَا،

وہ وقت یاد کیجئے جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ واقعی یوسف علیہ السلام اور اس کا چھوٹا بھائی بن یامین ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہاں پر لیوسف مبتداء ہے اور احب خبر ہے۔ حالانکہ ہم زیادہ قوی جماعت ہیں۔ بیشک ہمارے والد (ان کی محبت کی) کھلی وارفتگی میں گم ہیں۔ یعنی ہمارے درمیان ان دونوں پر وارفتہ ہیں۔

اور یہ بات ان کے خیال میں نہ آئی کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ کا ان کی صِغر سِنی میں انتقال ہو گیا اس لئے وہ مزید شفقت ومحبت کے مَورَد ہوئے اور ان میں رُشد ونجابت کی وہ نشانیاں پائی جاتی ہیں جو دوسرے بھائیوں میں نہیں ہیں یہ سبب ہے کہ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ یہ سب باتیں خیال میں نہ لا کر انھیں اپنے والدِ ماجد کا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ محبت فرمانا شاق گزرا اور انہوں نے باہم مل کر یہ مشورہ کیا کہ کوئی ایسی تدبیر سوچنی چاہئے جس سے ہمارے والد صاحب کو ہماری طرف زیادہ التفات ہو۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ شیطان بھی اس مجلسِ مشورہ میں شریک ہوا اور اس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل کی رائے دی اور گفتگوئے مشورہ اس طرح ہوئی۔

| |
|---|
| ۨاقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۞ |
| تم یوسف (علیہ السلام) کو قتل کر ڈالو یا دور کسی غیر معلوم علاقہ میں پھینک آؤ، تمہارے باپ کی توجہ خالصتاً تمہاری طرف |
| ہو جائے گی اور اس کے بعد تم (توبہ کر کے) صالحین کی جماعت بن جانا۔ |

## یوسف علیہ السلام کے قتل وجلاوطنی کی سازش کا بیان

"اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا" اَیْ بِاَرْضٍ بَعِیْدَةٍ "یَخْلُ لَکُمْ وَجْهُ اَبِیْکُمْ" بِاَنْ یُّقْبِلَ عَلَیْکُمْ وَلَا یَلْتَفِتَ لِغَیْرِکُمْ "وَتَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ" اَیْ بَعْدَ قَتْلِ یُوْسُفَ اَوْ طَرْحِهٖ "قَوْمًا صَالِحِیْنَ" بِاَنْ تَتُوْبُوْا،

تم یوسف علیہ السلام کو قتل کر ڈالو یا دور کسی غیر معلوم علاقہ یعنی دور کی زمین میں پھینک آؤ، اس طرح تمہارے باپ کی توجہ خالصتاً تمہاری طرف ہو جائے گی یعنی تمہارے سوا کسی اور کی طرف نہ ہوگی۔ اور اس کے بعد یعنی یوسف علیہ السلام کو قتل یا دور کی زمین میں چھوڑ دینے کے بعد تم توبہ کر کے صالحین کی جماعت بن جانا۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی سازش کا بیان

فی الواقع حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے باقی سب بھائی دوسری ماں سے تھے۔ یہ سب آپس میں کہتے ہیں ہے کہ واللہ ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں۔

پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ یوسف کا پاپ ہی کاٹو۔ نہ یہ ہو نہ ہماری راہ کا کانٹا بنے۔ ہم ہی ہم نظر آئیں۔ اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دو صورتیں ہیں یا تو اسے مار ہی ڈالو۔ یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو۔ اور یہ واردات کر کے پھر نیک بن جانا توبہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا جو سب سے بڑا تھا اس کا نام روبیل تھا۔ کوئی کہتا ہے یہودا تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا۔ اس نے کہا بھئی یہ تو ناانصافی ہے۔ بے وجہ، بے قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی۔ منظور رب تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے، بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے۔ پس ان کے دل روبیل کی رائے سے نرم ہو گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنویں کی تہ میں پھینک دیں۔ قتادہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ بغیر قتل کئے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں ہاتھ خون سے آلود کرو۔ ان کے گناہ کا تصور تو کرو۔ یہ رشتے داری کے توڑنے، باپ کی نافرمانی کرنے، چھوٹے پر ظلم کرنے، بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے اور حقدار کا حق کاٹنے حرمت وفضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو ٹالنے اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لیے دور کرنے اور بوڑھے باپ، اللہ کے لاڈلے پیغمبر کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ پہنچانے اور اس بے سمجھ بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں۔ اللہ کے دو نبیوں کو دکھ دینا چاہتے ہیں۔ محبوب اور محبّ میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں، سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ پھول سے

نازک بے زبان بچے کو اس کے مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم وگرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی الٹی پڑھائی ہے۔ اور انہوں نے بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ لَا تَقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ وَاَلۡقُوۡهُ فِیۡ غَیٰبَتِ الۡجُبِّ یَلۡتَقِطۡهُ بَعۡضُ السَّیَّارَةِ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ۝ |
| ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یوسف (علیہ السلام) کو قتل مت کرو اور اسے کسی تاریک کنویں کی گہرائی میں |
| ڈال دو اسے کوئی راہ گیر مسافر اٹھالے جائے گا اگر تم کرنے والے ہو۔ |

## تاریک کنوئیں میں ڈالنے کی رائے پر اتفاق کر لینے کا بیان

"قَالَ قَائِلٍ مِنۡهُمۡ" هُوَ يَهُوذَا "لَا تَقۡتُلُوۡا يُوۡسُف وَالۡقُوۡهُ" اطۡرَحُوۡهُ "فِيۡ غَيَابَة الۡجُبّ" مُظۡلِم الۡبِئۡر وَفِيۡ قِرَاءَة بِالۡجَمۡعِ "يَلۡتَقِطهُ بَعۡض السَّيَّارَة" الۡمُسَافِرِيۡنَ "اِنۡ كُنۡتُمۡ فَاعِلِيۡنَ" مَا اَرَدۡتُمۡ مِنۡ التَّفۡرِيۡق فَاكۡتَفَوۡا بِذٰلِكَ،

ان میں سے ایک کہنے والے یعنی یہودا نے کہا کہ یوسف (علیہ السلام) کو قتل مت کرو اور اسے کسی تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دو، یعنی تاریک کنوئیں میں، ایک قرأت میں غیابہ کی جمع غیابات بھی آئی ہے۔ اسے کوئی راہ گیر مسافر اٹھالے جائے گا اگر تم کرنے والے ہو۔ یعنی اگر تم ان کو الگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو، پس انہوں نے اس بات اکتفاء کرلیا۔

یہ کہنے والا "یہودا" تھا یعنی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بدون اس کے بھی حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو بستی سے دور کسی گم نام کنوئیں میں ڈال دو۔ ابو حیان نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ "غیابت الجب" اس طاقچہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں (باؤلی) میں پانی سے ذرا اوپر بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نہ خواہی عمداً ہلاک کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں۔ ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر ادھر سے گزرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے جائے۔ اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ رنگین نہ کرنے پڑیں گے گویا سانپ مرجائے گا اور لاٹھی نہ ٹوٹے گی۔

| |
|---|
| قَالُوۡا یٰۤاَبَانَا مَا لَکَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰی یُوۡسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوۡنَ۝ |
| انہوں نے کہا، اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ یوسف (علیہ السلام) کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے |
| حالانکہ ہم یقینی طور پر اس کے خیر خواہ ہیں۔ |

## برادران یوسف کی خیر خواہی کے اظہار کا بیان

"قَالُوۡا يَا اَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاۡمَنَّا عَلٰى يُوۡسُف وَاِنَّا لَهٗ لَنَاصِحُوۡنَ" لَقَائِمُوۡنَ بِمَصَالِحِهٖ،

انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہو گیا ہے آپ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتے حالانکہ

ہم یقینی طور پر اس کے خیر خواہ ہیں۔ یعنی اس کی اصلاح پر قائم رہنے والے ہیں۔

ان بھائیوں نے والد کے سامنے درخواست ان لفظوں میں پیش کردی کہ ابا جان یہ کیا بات ہے کہ آپ کو یوسف کیبارہمیں ہم پر اطمینان نہیں حالانکہ ہم اس کے پورے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں کل اس کو آپ ہمارے ساتھ (سیر و تفریح کیلئے) بھیج دیجئے کہ وہ بھی آزادی کے ساتھ کھائے پیئے اور کھیلے اور ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے، بھائیوں کی اس درخواست سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ کبھی اس سے پہلے بھی ایسی درخواست کر چکے تھے جس کو والد بزرگوار نے قبول نہ کیا تھا اس لئے اس مرتبہ ذرا تاکید اور اصرار کے ساتھ والد کو اطمینان دلانے کی کوشش کی گئی ہے۔

| |
|---|
| اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ |
| آپ اسے کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے وہ خوب کھائے اور کھیلے اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں۔ |

## برادران یوسف کا تیر اندازی سکھانے اور کھیل کو حیلہ بنانے کا بیان

"اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا" اِلَى الصَّحْرَاء "نَرْتَع وَنَلْعَب" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء فِيهِمَا نَنْشَط وَنَتَّسِع،

آپ اسے کل ہمارے ساتھ صحراء بھیج دیجئے وہ خوب کھائے اور کھیلے، یہاں پر یہ دونوں الفاظ نون اور یاء کے ساتھ بھی آئے ہیں۔ یعنی ہم تیر اندازی کریں اور کھیلیں۔ اور بیشک ہم اس کے محافظ ہیں۔

## بڑے بھائی کی رائے پر اتفاق کرنے کا بیان

بڑے بھائی روبیل یا یہودا کے سمجھانے پر سب بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنویں میں ڈال آئیں۔ یہ طے کرنے کے بعد باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لیے سب مل کر باپ کے پاس آئے۔ باوجودیکہ تھے بد اندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لیے اور اپنی گہری سازش میں انہیں الجھانے کے لیے پہلے ہی جال بچھاتے ہیں کہ ابا جی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر خواہیاں ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے۔؟ (يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ، یوسف:12) کی دوسری قرآت (آیت ترتع و نلعب) بھی ہے۔ باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لیے بھیجئے۔ ان کا جی خوش ہوگا، دو گھڑی کھیل کود لیں گے، ہنس بول لیں گے، آزادی سے چل پھر لیں گے۔ آپ بیفکر رہیے ہم سب اس کی پوری حفاظت کریں گے۔ ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے۔ آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ۝ |
| اس نے کہا بے شک میں، یقیناً مجھے یہ بات غمگین کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل ہو۔ |

## بھیڑیے کے کھانے جانے کا اندیشہ بتانے کا بیان

"قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْ اَنْ تَذْهَبُوْا" اَیْ ذَهَابُکُمْ "بِهٖ" لِفِرَاقِهٖ "وَاَخَافُ اَنْ یَّاْکُلَهُ الذِّئْبُ" اَلْمُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ وَکَانَتْ اَرْضُهُمْ کَثِیْرَةَ الذِّئَابِ "وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ" مَشْغُوْلُوْنَ،

اس نے کہا بے شک میں، یقیناً مجھے یہ بات غمگین کرتی ہے کہ تم اسے لے جاؤ اور وہ کہیں تم سے الگ ہو جائے اور میں ڈرتا ہوں کہ اسے کوئی بھیڑیا کھا جائے، یہاں پر مراد جنس بھیڑیا ہے۔ کیونکہ وہاں ان کی زمین میں کثیر بھیڑیے رہتے تھے۔ اور تم اس سے غافل ہو۔ یعنی تم اپنے کھیل وتماشوں میں مصروف رہ جاؤ گے۔

## بھیڑیوں سے متعلق خواب کی تعبیر کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جب والد سے یہ درخواست کی کہ یوسف کو کل ہمارے ساتھ تفریح کے لئے بھیج دیجئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کو بھیجنا دو وجہ سے پسند نہیں کرتا اول تو مجھے اس نور نظر کے بغیر چین نہیں آتا دوسرے یہ خطرہ ہے کہ جنگل میں کہیں ایسا نہ کہ تمہاری غفلت کیوقت اس کو بھیڑیا کھا جائے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسف علیہ السلام اس کیدامن میں نیچے ہیں اچانک دس بھیڑیوں نے ان کو گھیر لیا اور ان پر حملہ کرنا چاہا مگر ایک بھیڑیئے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا پھر یوسف علیہ السلام زمین کے اندر چھپ گئے، جس کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیئے یہ دس بھائی تھے اور جس بھیڑیئے نے مدافعت کر کے ان کو ہلاکت سے بچایا وہ بڑے بھائی یہوداہ تھے اور زمین میں چھپ جانا کنویں کی گہرائی سے تعبیر تھی،

حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک روایت میں منقول ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو اس خواب کی بناء پر خود ان بھائیوں سے خطرہ تھا انہی کو بھیڑیا کہا تھا مگر بمصلحت پوری بات ظاہر نہیں فرمائی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

قَالُوْا لَئِنْ اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ○

انہوں نے کہا واقعی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو بلاشبہ ہم اس وقت یقیناً خسارہ اٹھانیوالے ہونگے۔

## برادران یوسف کا اپنی طاقت کے ذریعے اندیشہ بھیڑیے کو دور کرنے کا بیان

"قَالُوْا لَئِنْ" لَامُ قَسَمٍ "اَکَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ" جَمَاعَةٌ "اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ" عَاجِزُوْنَ فَاَرْسَلَهُ مَعَهُمْ،

یہاں پر لئن میں لام قسمیہ ہے۔ انہوں نے کہا واقعی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے، حالانکہ ہم ایک طاقتور جماعت ہیں تو بلاشبہ ہم اس وقت یقیناً خسارہ اٹھانے والے ہوں گے۔ خاسرون سے مراد عاجز ہونے والے ہیں۔ یعنی ایسا نہ ہوگا پس آپ ان کو ہمارے

ساتھ بھیج دیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ صحراء میں لے جانے کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کی یہ بات سن کر کہا کہ آپ کا یہ خوف وخطرہ عجیب ہے ہم دس آدمیوں کی قوی جماعت اس کی حفاظت کے لئے موجود ہے اگر ہم سب کے ہوتے ہوئے اس کو بھیڑیا کھا جائے تو ہمارا تو وجود ہی بیکار ہو گیا اور پھر ہم سے کسی کام کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی پیغمبرانہ شان سے اولاد کے سامنے اس بات کو نہیں کھولا کہ مجھے خطرہ خود تم ہی سے ہے کہ اول تو اس سے سب اولاد کی دل شکنی تھی دوسری باپ کے ایسا کہنے کے بعد خطرہ یہ تھا کہ بھائیوں کی دشمنی اور بڑھ جائے گی اور اس وقت چھوڑ بھی دیا تو دوسرے کسی وقت کسی بہانہ سے قتل کر دیں گے اس لئے اجازت دے دی مگر بھائیوں سے مکمل عہد و پیمان لیا کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے دیں گے اور بڑے بھائی روبیل یا یہودا کو خصوصیت سے سپرد کیا کہ تم ان کی بھوک پیاس اور دوسری ضرورتوں کی پوری طرح خبر گیری کرنا اور جلد واپس لانا بھائیوں نے والد کے سامنے یوسف علیہ السلام کو اپنے مونڈھوں پر اٹھالیا اور باری باری سب اٹھاتے رہے کچھ دور تک حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ان کو رخصت کرنے کے لئے باہر گئے،

قرطبی نے تاریخی روایات کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب یہ لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو اس وقت یوسف علیہ السلام جس بھائی کے مونڈھے پر تھے اس نے ان کو زمین پر پٹک دیا یوسف علیہ السلام پیدل چلنے لگے مگر کم عمر تھے اُن کے ساتھ دوڑنے سے عاجز ہوئے تو دوسرے بھائی کی پناہ لی اس نے بھی کوئی ہمدردی نہ کی تو تیسرے، چوتھے ہر بھائی سے امداد کو کہا مگر سب نے یہ جواب دیا کہ تو نے جو گیارہ ستارے اور چاند سورج اپنے آپ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھے تھے ان کو پکار وہی تیری مدد کریں گے،

قرطبی نے اسی وجہ سے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ بھائیوں کو کسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب معلوم ہو گیا تھا وہ خواب ہی ان کی شدت غیظ وغضب کا سبب بنا، آخر میں یوسف علیہ السلام نے یہودا سے کہا کہ آپ بڑے ہیں آپ میری کمزوری اور صغرسنی اور اپنے والد ضعیف کیحال پر رحم کریں اور اس عہد کو یاد کریں جو والد سیآپ نے کئے ہیں آپ نے کتنی جلدی اس عہد و پیمان کو بھلا دیا یہ سن کر یہودا کو رحم آیا اور ان سے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ بھائی تجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے،

یہودا کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رحمت اور صحیح عمل کی توفیق ڈال دی تو یہودا نے اپنے دوسرے بھائیوں کو خطاب کیا کہ بے گناہ کا قتل انتہائی جرم عظیم ہے خدا سے ڈرو اور اس بچہ کو اس کے والد کے پاس پہنچا دو البتہ اس سے یہ عہد لے لیا کہ باپ سے تمہاری کوئی شکایت نہ کرے، بھائیوں نے جواب دیا کہ ہم جانتے ہیں تمہارا کیا مطلب ہے تم یہ چاہتے ہو کہ باپ کے دل میں اپنا مرتبہ سب سے زیادہ کرلو اس لئے سن لو کہ اگر تم نے ہمارے ارادہ میں مزاحمت کی تو ہم تمہیں بھی قتل کر دیں گے، یہودا نے دیکھا کہ نو بھائیوں کے مقابلہ میں تنہا کچھ نہیں کر سکتے تو کہا کہ اچھا اگر تم یہی طے کر چکے ہو کہ اس بچہ کو ضائع کرو تو میری بات سنو یہاں قریب ہی ایک پرانا

کنواں ہے جس میں بہت سے جھاڑ نکل آئے ہیں، سانپ، بچھو اور طرح طرح کے موذی جانور اس میں رہتے ہیں تم اس کو کنویں میں ڈال دو اگر اس کو کسی سانپ وغیرہ نے ڈس کر ختم کر دیا تو تمہاری مراد حاصل ہے اور تم اپنے ہاتھ سے اس کا خون بہانے سے بری رہے اور اگر یہ زندہ رہا تو کوئی قافلہ شاید یہاں آئے اور پانی کے لئے کنویں میں ڈول ڈالے اور یہ نکل آئے تو وہ اس کو اپنے ساتھ کسی دوسرے ملک میں پہنچا دے گا اس صورت میں تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ |
| بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ |
| پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہو گئے کہ اسے تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں تب ہم نے اس کی |
| طرف وحی بھیجی: (اے یوسف! پریشان نہ ہونا ایک وقت آئے گا) کہ تم یقیناً انہیں ان کا یہ کام جتلاؤ گے اور انہیں |
| (تمہارے بلند رتبہ کا) شعور نہیں ہوگا۔ |

## برادران یوسف کا کنوئیں میں قتل کی غرض سے ڈالنے کا بیان

"فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْا" عَزَمُوْا "اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ" وَجَوَاب لَمَّا مَحْذُوْف اَیْ فَعَلُوْا ذٰلِكَ بِاَنْ نَزَعُوا قَمِيصه بَعْد ضَرْبه وَاِهَانَته وَاِرَادَة قَتْله وَاَدْلَوْهُ فَلَمَّا وَصَلَ اِلٰى نِصْف الْبِئْر اَلْقَوْهُ لِيَمُوْتَ فَسَقَطَ فِی الْمَاء ثُمَّ اَوٰى اِلٰى صَخْرَة فَنَادَوْهُ فَاَجَابَهُمْ يَظُنّ رَحْمَتهمْ فَاَرَادُوا رَضْخه بِصَخْرَةٍ فَمَنَعَهُمْ يَهُوذَا "وَاَوْحَيْنَا اِلَيْهِ" فِی الْجُبّ وَحْی حَقِيقَة وَلَهُ سَبْع عَشْرَة سَنَة اَوْ دُوْنهَا تَطْمِيْنًا لِقَلْبِهٖ "لَتُنَبِّئَنَّهُمْ" بَعْد الْيَوْم "بِاَمْرِهِمْ" بِصَنِيعِهِمْ "هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِك حَال الْاِنْبَاء،

پھر جب وہ اسے لے گئے اور سب اس پر متفق ہو گئے یعنی ارادہ کر لیا کہ اسے تاریک کنویں کی گہرائی میں ڈال دیں، یہ لما محذوف کا جواب ہے۔ یعنی انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کے بعد انہوں نے ان کو مارنے پیٹنے کے بعد اور اہانت کے بعد قتل کے ارادے سے کنوئیں میں ڈال دیا پھر جب وہ نصف کنوئیں میں پہنچ گئے تو برادران یوسف نے چھوڑ دیا تا کہ وہ فوت ہو جائے تو آپ پانی میں جا گرے اس کے بعد آپ نے ایک پتھر کا سہارا لیا۔ تو انہوں نے آپ کو آواز دی آپ نے یہ گمان کرتے ہوئے ان کی آواز کا جواب دیا کہ شاید ان کو آپ پر رحم آ گیا ہے۔ تو اس پر انہوں نے ایک پتھر کے ذریعے آپ کو کچل دینے کا ارادہ کیا تو یہودا نے ایسا کرنے سے منع کیا۔ تب ہم نے اس کی کنوئیں کی تاریکی میں وحی بھیجی جو وحی برحق تھی۔ اس کی وقت آپ عمر مبارک سترہ سال تھی یا اس سے بھی کم تھی۔ آپ کے اطمینان کے لئے کہ اے یوسف! پریشان نہ ہونا ایک دن آئے گا کہ تم یقیناً انہیں ان کا یہ کام جتلاؤ گے اور انہیں تمہارے بلند رتبہ کا شعور نہیں ہوگا۔ یہ انباء کا حال ہے۔ یعنی اس وقت کی حالت یعنی شان کو نہیں جانتے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اپنے منصوبہ میں کامیاب ہوگئے

سمجھا بجھا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف کو لے کر چلے جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف کو کسی غیر آباد کنویں کی تہ میں ڈال دیں۔ حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی بہلے گا، ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے۔ اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداری شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ باپ نے ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا۔ جاتے ہوئے سینے سے لگا کر پیار پچکار کر دعائیں دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذائیں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے اور چانٹا چٹول سے بھی باز نہ رہے۔ مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے، اس کنویں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنویں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے مایوس ہوگئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنویں میں لٹکا دیا آپ نے کنویں کا کنارا ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلویوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا۔ آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہ میں جا گرے، کنویں کے درمیان ایک پتھر تھا جس پر آ کر کھڑے ہوگئے۔ عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و برداشت سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ غمگین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت دور نہ ہوگی۔ سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا۔ اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی۔ ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلبہ دے گا۔ یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے۔ یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کرتوت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنے قصور سن رہے ہوں گے۔ اور انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوگا کہ تو وہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

چنانچہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپ نے ایک پیالہ منگوایا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا۔ آواز نکلی ہی تھی اس وقت آپ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے۔ یہ کہہ رہا ہے تمہارا ایک یوسف نامی سوتیلا بھائی تھا۔ تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنویں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کان لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے۔

اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیئے نے کھا لیا۔ اب تو یہ حیران ہوگئے آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا بھانڈا پھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ پس یہی ہے جو آپ کو کنویں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کے کرتوت کو تو انہیں ان کے بے شعوری میں جتائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یوسف، بیروت)

## حضرت یوسف علیہ السلام کا تین دن کنوئیں میں ٹھہرنے کا بیان

امام قرطبی وغیرہ مفسرین نے اس جگہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ جب ان کو ڈالنے لگے تو وہ کنویں کی من سے چمٹ گئے بھائیوں نے ان کا کرُتہ نکال کر اس سے ہاتھ باندھے، اس وقت پھر یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے رحم کی درخواست کی مگر وہی جواب ملا کہ گیارہ ستارے جو تجھے سجدہ کرتے ہیں ان کو بلا وہی تیری مدد کریں گے پھر ایک ڈول میں رکھ کر کنویں میں لٹکایا جب نصف تک پہنچے تو اس کی رسی کاٹ دی اللہ تعالیٰ نے اپنے یوسف کی حفاظت فرمائی پانی میں گرنے کی وجہ سے کوئی چوٹ نہ آئی اور قریب ہی ایک پتھر کی چٹان نکلی ہوئی آئی صحیح سالم اس پر بیٹھ گئے بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا انہوں نے چٹان پر بٹھا دیا، یوسف علیہ السلام تین روز اس کنویں میں رہے ان کا بھائی یہودا دوسرے بھائیوں سے چھپ کر روزانہ ان کے لئے کھانا پانی لاتا اور ڈول کے ذریعہ ان تک پہنچا دیتا تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَجَآءُوْ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ؁ |
| اور وہ اپنے باپ کے پاس رات کے وقت روتے ہوئے آئے۔ |

## فریب و مکاری کا رونا رونے والے برادران یوسف کا بیان

"وَجَائُوا اَبَاهُمْ عِشَاء " وَقْت الْمَسَاء ،

اور وہ (یوسف علیہ السلام کو کنویں میں پھینک کر) اپنے باپ کے پاس رات کے وقت (مکاری کا رونا) روتے ہوئے آئے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی واپسی اور معذرت

چپ چاپ ننھے بھیا پر، اللہ کے معصوم نبی پر، باپ کی آنکھ کے تارے پر ظلم وستم کے کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخ رو ہونے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لیے غمزدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے اور اپنے ملال کا یوسف کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیراندازی اور ڈور شروع کی۔ چھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا۔ اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کا لقمہ بنا لیا۔ چیڑ پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر جچانے اور ٹھیک باور کرانے کے لیے پانی سے پہلے بند باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے۔ پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک کھٹکا ظاہر کیا ہوا اور خلاف ظاہر واقع میں ہی اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو وہ ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے۔ ہیں تو ہم سچے ہی لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق بجانب ہیں۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ |
| وَمَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ؁ |

| |
|---|
| کہا اے ہمارے باپ! بے شک ہم دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس |
| چھوڑ دیا تو اسے کوئی بھیڑیا کھا گیا اور تو ہرگز ہمارا اعتبار کرنے والا نہیں، خواہ ہم سچے ہوں۔ |

## برادران یوسف کی جھوٹی تسلیاں دلانے کا بیان

"قَالُوْا يَا اَبَانَا اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ " نَرْمِى "وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا" ثِيَابِنَا "فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ " بِمُصَدِّقٍ "لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ " عِنْدَكَ لَاتَّهَمْتَنَا فِىْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ لِمَحَبَّةِ يُوْسُفَ فَكَيْفَ وَاَنْتَ تُسِىءُ الظَّنَّ بِنَا،

کہا اے ہمارے باپ! بے شک ہم دوڑ میں یعنی تیراندازی کرنے میں ایک دوسرے سے آگے نکلتے چلے گئے اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان یعنی کپڑوں کے پاس چھوڑ دیا تو اسے کوئی بھیڑیا کھا گیا اور تو ہرگز ہمارا اعتبار کرنے والا نہیں، یعنی آپ ہماری بات کی تصدیق نہیں کریں گے۔ خواہ ہم سچے ہوں۔ کیونکہ آپ یوسف کی محبت کے سبب ہمیں متہم کرو گے اور آپ کیسے ہمارے بارے میں اچھا گمان رکھ سکتے۔

کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ ہو کیا گیا یہ تو تھا زبانی کھیل ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف کا پیراہن داغدار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر۔ لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے۔ اس کے لیے باپ پر سب مکر کھل گیا۔ لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گو نہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ ابا جی کو ہماری بات جچی نہیں فرمایا کہ تمہارے دل نے یہ تو ایک بات بنادی ہے۔ خیر میں تو تمہاری اس مذبوحی حرکت پر صبر ہی کروں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رحم وکرم سے اس دکھ کو ٹال دے۔ تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک محال چیز پر مجھے یقین دلا رہے ہو اور اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس کی مدد شامل حال رہے تو دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بھیڑیا یوسف کو کھا گیا اس کا پیراہن خون آلود ہو گیا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا۔ جس میں کوئی شکایت نہ ہو نہ کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا اور ساتھ ہی اپنے نفس کا پاک نہ سمجھا۔ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اس موقعہ پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔

وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَکُمْ اَنْفُسُکُمْ اَمْرًا ؕ

فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ ؕ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ۝

اور وہ اس کی قمیص پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ اس نے کہا بلکہ تمہارے لیے تمہارے دلوں نے ایک کام مزین بنا دیا ہے،

لہٰذا، اچھا صبر ہے اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

## قمیص پر جھوٹا خون لگانے والے برادران یوسف کا بیان

"وَجَائُوا عَلٰی قَمِیصِہ" مَحلّہ نَصب عَلَی الظَّرفِیَّۃ اَیْ فَوقَہ "بِدَمٍ کَذِب" اَیْ ذِیْ کَذِب بِاَنْ ذَبَحُوا سَخلَۃ وَلَطَّخُوہُ بِدَمِھَا وَذُھِلُوا عَنْ شَقّہ وَقَالُوا اِنَّہٗ دَمہ "قَالَ" یَعقُوب لَمَّا رَاٰہُ صَحِیحًا وَعَلِمَ کَذِبھُم "بَلْ سَوَّلَتْ" زَیَّنَتْ "لَکُمْ اَنفُسکُمْ اَمْرًا" فَفَعَلْتُمُوْہُ بِہٖ "فَصَبْر جَمِیل" "لا جَزَع فِیہِ وَھُوَ خَبَر مُبْتَدَأ مَحذُوف اَیْ اَمرِی "وَاللّٰہ الْمُسْتَعَان" اَلْمَطْلُوب مِنْہُ الْعَون "عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ" تَذکُرُوْنَ مِنْ اَمْرِ یُوسُف،

اور وہ اس کی قمیص پر ایک جھوٹا خون لگا لائے۔ یہاں علی قمیصہ کا اعراب ظرفیت کے سبب محل نصب میں ہے۔ یعنی علی فوقہ ہے۔ یعنی انہوں نے جھوٹا خون لگانے کے لئے ایک بھیڑیے کے بچے کو ذبح کیا اور اس کا خون قمیص سے لگا دیا لیکن قمیص کو پھاڑ دینا وہ بھول گئے۔ اور انہوں نے کہا کہ یہی بھیڑیے کا خون ہے۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس کی طرف دیکھا تو جان لیا کہ یہ جھوٹ ہے۔ اور کہا کہ بلکہ تمہارے لیے تمہارے دلوں نے ایک کام مزین بنا دیا ہے، جو کام تم نے کر ڈالا ہے۔ لہٰذا میرا کام اچھا صبر ہے۔ جس میں کوئی آہ وفغان نہ ہو۔ اور یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ یعنی میرا معاملہ، اور اللہ ہی ہے جس سے اس پر مدد مانگی جاتی ہے یعنی اس کی مدد طلب کرنا ہے۔ جو تم بیان کرتے ہو۔ جو معاملہ تم یوسف کے بارے میں بتا رہے ہو۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ قمیص اپنے چہرہ مبارک پر رکھ کر بہت روئے اور فرمایا عجب طرح کا ہوشیار بھیڑیا تھا جو میرے بیٹے کو کھا تو گیا اور قمیص کو پھاڑا تک نہیں۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک بھیڑیا پکڑ لائے اور حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہنے لگے کہ یہ بھیڑیا ہے جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے آپ نے بھیڑیئے سے دریافت فرمایا وہ بحکم الٰہی گویا ہو کر کہنے لگا حضور نہ میں نے آپ کے فرزند کو کھایا اور نہ انبیاء کے ساتھ کوئی بھیڑیا ایسا کر سکتا ہے، حضرت نے اس بھیڑیئے کو چھوڑ دیا اور بیٹوں سے پوچھا کہ تم نے کوئی چال چلی ہے۔

وَجَآءَتْ سَیَّارَۃٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَھُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَہٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ ؕ

وَاَسَرُّوْہُ بِضَاعَۃً ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۝

| |
|---|
| اور راہ گیروں کا ایک قافلہ آ پہنچا تو انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا سو اس نے اپنا ڈول (اس کنویں میں) لٹکایا، |
| وہ بول اٹھا: خوشخبری ہو یہ ایک لڑکا ہے، اور انہوں نے اسے قیمتی سامانِ تجارت سمجھتے ہوئے چھپا لیا، اور اللہ ان |
| کاموں کو جو وہ کر رہے تھے خوب جاننے والا ہے۔ |

## برادران یوسف کا آپ کو بھاگ جانے والا غلام کہنے کا بیان

"وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ" مُسَافِرُوْنَ مِنْ مَّدْيَنَ اِلٰى مِصْر فَنَزَلُوْا قَرِيْبًا مِنْ جُبِّ يُوْسُف "فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ" الَّذِىْ يَرِد الْمَاء لِيَسْتَقِىَ مِنْهُ "فَاَدْلٰى" اَرْسَلَ "دَلْوَه" فِى الْبِئْر فَتَعَلَّقَ بِهَا يُوْسُف فَاَخْرَجَهُ فَلَمَّا رَآهُ "قَالَ يَا بُشْرَاىَ" وَفِىْ قِرَاءَة بُشْرٰى وَنِدَاؤُهَا مَجَاز اَىْ اُحْضُرِى فَهٰذَا وَقْتك "هٰذَا غُلَام" فَعَلِمَ بِهِ اِخْوَته فَاَتَوْهُ "وَاَسَرُّوْهُ" اَىْ اَخْفَوْا اَمْره جَاعِلِيْهِ "بِضَاعَةً" بِاَنْ قَالُوْا هٰذَا عَبْدنَا اَبَقَ وَسَكَتَ يُوْسُف خَوْفًا مِنْ اَنْ يَقْتُلُوْهُ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ،

اور راہ گیروں یعنی مسافروں کا ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی جانب جاتا تھا وہ آ پہنچا تو انہوں چاہ یوسف کے قریب پڑاؤ ڈالا تو انہوں نے اپنا پانی بھرنے والا بھیجا تا کہ وہ پانی پی لیں۔ اس نے اپنا ڈول اس کنویں میں لٹکایا، جب اس نے ڈول کنوئیں لٹکا دیا تو یوسف علیہ السلام نے اس کو تھام لیا۔ تو اس نے آپ کو باہر نکالا تو وہ شخص آپ کو دیکھ کر بول اٹھا، مبارک ہو یہ ایک لڑکا ہے، یہاں ایک قرأت میں بشریٰ ہے۔ اور یہ لفظ مجازی طور پر نداء کے لئے بھی آیا ہے۔ یعنی اس وقت تم میرے پاس آ جاؤ۔ یعنی یہ غلام ہے پس جب اس معاملے کا پتہ برادران یوسف کو چلا تو وہ بھی آ پہنچے۔ جبکہ اہل قافلہ نے اسے قیمتی سامانِ تجارت سمجھتے ہوئے چھپا ہوا تھا۔ تو انہوں نے کہا یہ ہمارا بھاگ جانے والا غلام ہے۔ اس وقت بھی یوسف علیہ السلام خاموش رہے۔ اسی اندیشے کی وجہ سے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو قتل نہ کر دیں۔ اور اللہ ان کاموں کو جو وہ کر رہے تھے خوب جاننے والا ہے۔

## کنوئیں سے بازار مصر تک کے احوال کا بیان

بھائی تو حضرت یوسف کو کنویں میں ڈال کر چل دیئے۔ یہاں تین دن آپ کو اسی اندھیرے کنویں میں اکیلے گذر گئے۔ محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ اس کنویں میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لیے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے؟ قدرت اللہ کی کہ ایک قافلہ وہیں سے گزرا۔ انہوں نے اپنے سقے کو پانی کے لے بھیجا۔ اس نے اسی کونے میں ڈول ڈالا، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی کو مضبوط تھام لیا اور بجائے پانی کے آپ باہر نکلے۔ وہ آپ کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا باآواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبحان اللہ یہ تو نوجوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی یا بشرای بھی ہے۔ سدی کہتے ہیں بشریٰ سقے کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے کر پکار کر خبر دی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی کا یہ قول غریب ہے۔ اس طرح کی قرآت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور

یائے اضافت ساقط ہے۔ اسی کی تائید قرآت یا بشرای سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے یا نفس اصبری اور یا غلام اقبل اضافت کے حرف کو ساقط کر کے۔ اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی۔ پس وہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرآت اس کی تفسیر ہے۔ واللہ اعلم۔ ان لوگوں نے آپ کو بحیثیت پونجی کے چھپالیا قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کا ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنویں کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے، انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تا کہ وہ بھی اپنا حصہ نہ ملائیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد یہ بھی ہے کہ برادران یوسف نے شناخت چھپائی اور حضرت یوسف نے بھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ کہیں مجھے قتل ہی نہ کر دیں۔ اس لیے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے۔ سقے سے انہوں نے کہا اس نے آواز دے کر بلا لیا انہوں نے اونے پونے یوسف علیہ السلام کو ان کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اللہ کچھ ان کی اس حرکت سے بے خبر نہ تھا وہ خوب دیکھ بھال رہا تھا وہ قادر تھا کہ اس وقت اس بھید کو ظاہر کر دے لیکن اس کی حکمتیں اسی کے ساتھ ہیں اس کی تقدیر یونہی یعنی جاری ہوئی تھی۔ خلق وامرا اسی کا ہے وہ رب العالمین برکتوں والا ہے۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک طرح تسکین دی گئی ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قوم آپ کو دکھ دے رہی ہے میں قادر ہوں کہ آپ کو ان سے چھڑا دوں انہیں غارت کر دوں لیکن میرے کام حکمت کے ساتھ ہیں دیر ہے اندھیر نہیں بیفکر رہو، عنقریب غالب کروں گا اور رفتہ رفتہ ان کو پست کر دوں گا۔ جیسے کہ یوسف اور ان کے بھائیوں کے درمیان میری حکمت کا ہاتھ کام کرتا رہا۔ یہاں تک کا آخر انجام حضرت یوسف کے سامنے انہیں جھکنا پڑا اور ان کے مرتبے کا اقرار کرنا پڑا۔ بہت تھوڑے مول پر بھائیوں نے انہیں بیچ دیا۔ ناقص چیز کے بدلے بھائی جیسا بھائی دے دیا۔ اور اس کی بھی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی بلکہ اگر ان سے بالکل بلا قیمت مانگا جاتا تو بھی دے دیتے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ قافلے والوں نے اسے بہت کم قیمت پر خریدا۔ لیکن یہ کچھ زیادہ درست نہیں اس لیے کہ انہوں نے تو اسے دیکھ کر خوشیاں منائی تھی اور بطور پونجی اسے پوشیدہ کر دیا تھا۔ پس اگر انہیں اس کی بیر غبتی ہوتی تو وہ ایسا کیوں کرتے؟ پس ترجیح اسی بات کو ہے کہ یہاں مراد بھائیوں کا حضرت یوسف کو گرے ہوئے نرخ پر بیچ ڈالنا ہے۔ بخس سے مراد حرام اور ظلم بھی ہے۔ لیکن یہاں وہ مراد نہیں لی گئی۔ کیونکہ اس قیمت کی حرمت کا علم تو ہر ایک کو ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نبی بن نبی بن نبی خلیل الرحمٰن علیہ السلام تھا۔ پس آپ تو کریم بن کریم بن کریم بن کریم تھے۔ پس یہاں مراد نقص کم تھوڑی اور کھوٹی بلکہ برائے نام قیمت پر بیچ ڈالنا ہے باوجود اس کے وہ ظلم وحرام بھی تھا۔ بھائی کو بیچ رہے ہیں اور وہ بھی کوڑیوں کے مول۔ چند درہموں کے بدلے بیس یا بائیس یا چالیس درہم کے بدلے۔ یہ دام لے کر آپس میں بانٹ لیے۔ اور اس کی انہیں کوئی پرواہ نہ تھی انہیں نہیں معلوم تھا کہ اللہ کے ہاں ان کی کیا قدر ہے؟ وہ کیا جانتے تھے کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا قافلے کے پیچھے ہو لئے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے، اسے مضبوط باندھ دو، کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ کو بازار میں لیجا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے

گا۔ پس شاہ مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝ |
| اور یوسف (علیہ السلام) کے بھائیوں نے (جو موقع پر آ گئے تھے اسے اپنا بھگوڑا غلام کہہ کر انہی کے ہاتھوں) بہت کم قیمت گنتی کے |
| چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا کیونکہ وہ راہ گیر اس (یوسف علیہ السلام کے خریدنے) کے بارے میں (پہلے ہی) بے رغبت تھے۔ |

## ناقص قیمت میں یوسف کو بیچنے والے برادران یوسف کا بیان

"وَشَرَوْهُ" بَاعُوْهُ مِنْهُمْ "بَخْس" نَاقِص "دَرَاهِم مَعْدُوْدَة" عِشْرِيْنَ اَوْ اثْنَيْنِ وَعِشْرِيْنَ "وَكَانُوْا" اَیْ اِخْوَته "فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ" فَجَاءَتْ بِهِ السَّيَّارَةُ اِلٰى مِصْر فَبَاعَهُ الَّذِیْ اشْتَرَاهُ بِعِشْرِيْنَ دِيْنَارًا وَزَوْجَیْ نَعْل وَثَوْبَيْنِ،

اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جو موقع پر آ گئے تھے اسے اپنا بھگوڑا غلام کہہ کر انہی کے ہاتھوں بہت کم قیمت گنتی کے چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا یعنی جو بیس یا بائیس دراہم تھے۔ کیونکہ وہ راہ گیر اس یوسف علیہ السلام کے خریدنے کے بارے میں پہلے ہی بے رغبت تھے پھر راہ گیروں نے اسے مصر لے جا کر بیچ دیا۔ یعنی اس نے بھی بیس دینار اور دو جوڑے جوتے اور دو جوڑے کپڑوں کے بدلے میں بیچ دیا۔

## قافلہ مصر سے خریداری یوسف کے متعلق معاملہ طے کرنے کا بیان

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ یہ قافلہ ملک شام سے مصر جا رہا تھا راستہ بھول کر اس غیر آباد جنگل میں پہنچ گیا اور پانی لانے والوں کو کنویں پر بھیجا، لوگوں کی نظر میں یہ اتفاقی واقعہ تھا کہ شامی قافلہ راستہ بھول کر یہاں پہنچا اور اس غیر آباد کنویں سے سابقہ پڑا لیکن راز کائنات کا جاننے والا جانتا ہے کہ یہ سب واقعات ایک مربوط اور مستحکم نظام کی ملی ہوئی کڑیاں ہیں یوسف علیہ السلام کا پیدا کرنے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا ہی قافلہ کو راستہ سے ہٹا کر یہاں لاتا ہے اور اس کے آدمیوں کو اس غیر آباد کنویں پر بھیجتا ہے یہی حال ہے ان تمام حالات و واقعات کا جن کو عام انسان اتفاقی حوادث سمجھتے ہیں اور فلسفہ والے ان کو بخت و اتفاق کہا کرتے ہیں جو درحقیقت نظام کائنات سے ناواقفیت پر مبنی ہوتا ہے ورنہ سلسلہ تکوین میں کوئی بخت و اتفاق نہیں حق سبحانہ وتعالیٰ جس کی شان فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ہے مخفی حکمتوں کے تحت ایسے حالات پیدا کر دیتے ہیں کہ ظاہری وقائع سے ان کا جوڑ سمجھ میں نہیں آتا تو انسان ان کو اتفاقی حوادث قرار دیتا ہے۔

بہرحال ان کا آدمی جس کا نام مالک بن دُعبر بتلایا جاتا ہے اس کنویں پر پہنچا، ڈول ڈالا یوسف علیہ السلام نے قدرت کی امداد کا مشاہدہ کیا اس ڈول کی رسی پکڑ لی پانی کے بجائے ڈول کے ساتھ ایک ایسی ہستی کا چہرہ سامنے آ گیا جس کی آئندہ ہونے والی عظمت شان سے بھی قطع نظر کی جائے تو موجودہ حالت میں بھی اپنے حسن و جمال اور معنوی کمالات کے درخشاں نشانات ان کی

عظمت کے لئے کچھ کم نہ تھے ایک عجیب انداز سے کنویں کی گہرائی سے برآمد ہونے والے اس کم سن حسین اور ہونہار بچہ کو دیکھ کر پکار اٹھا، ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا ہے صحیح مسلم میں شب معراج کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یوسف علیہ السلام سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حُسن میں سے آدھا ان کو عطا فرمایا ہے اور باقی آدھا سارے جہان میں تقسیم ہوا ہے،

یعنی چھپالیا اس کو ایک مال تجارت سمجھ کر مطلب یہ ہے کہ شروع میں تو مالک بن دُعبر یہ لڑکا دیکھ کر تعجب سے پکار اٹھا مگر پھر معاملہ پر غور کر کے یہ قرار دیا کہ اس کا چرچا نہ کیا جائے اس کو چھپا کر رکھے تا کہ اس کو فروخت کر کے رقم وصول کرے اگر پورے قافلہ میں اس کا چرچا ہو گیا تو سارا قافلہ اس میں شریک ہو جائے گا۔

اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حقیقت واقعہ کو چھپا کر ان کو ایک مال تجارت بنالیا جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ یہودا روزانہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں کھانا پہنچانے کے لئے جاتے تھے تیسرے روز جب ان کو کنویں میں نہ پایا تو واپس آکر بھائیوں سے واقعہ بیان کیا یہ سب بھائی جمع ہو کر وہاں پہنچے تحقیق کرنے پر قافلہ والوں کے پاس یوسف علیہ السلام برآمد ہوئے تو ان سے کہا یہ لڑکا ہمارا غلام ہے بھاگ کر یہاں آ گیا ہے تم نے بہت برا کیا کہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھا مالک بن دُعبر یہ اور ان کے ساتھی سہم گئے کہ ہم چور سمجھے جائیں گے اس لئے بھائیوں سے اُن کے خریدنے کی بات چیت ہونے لگی۔

تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ برادران یوسف نے خود ہی یوسف کو ایک مال تجارت بنالیا اور فروخت کر دیا اللہ تعالیٰ کو ان کی سب کارگذاریاں معلوم تھیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ کو سب معلوم تھا کہ برادران یوسف کیا کریں گے اور ان سے خریدنے والا قافلہ کیا کرے گا، اور وہ اس پر پوری قدرت رکھتے تھے کہ ان سب کے منصوبوں کو خاک میں ملادیں لیکن تکوینی حکمتوں کے ماتحت اللہ تعالیٰ نے ان منصوبوں کو چلنے دیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

امام قرطبی نے فرمایا کہ عرب تجار کی عادت یہ تھی کہ بڑی رقموں کے معاملات وزن سے کیا کرتے تھے اور چھوٹی رقمیں جو چالیس سیر یادہ نہ ہوں ان کے معاملات گنتی سے کیا کرتے تھے اس لئے دراہم کے ساتھ معدودہ کے لفظ نے یہ بتلا دیا کہ دراہم کی مقدار چالیس درہم کی بھی مختلف روایتیں منقول ہیں۔ زاہدین، زاہد کی جمع ہے جو زہد سے مشتق ہے زہد کے لفظی معنی بے رغبتی اور بیت توجہی کے آتے ہیں محاورات میں دنیا کی مال و دولت سے بے رغبتی اور اعراض کو کہا جاتا ہے معنی آیت کے یہ ہیں کہ برادران یوسف اس معاملہ میں دراصل مال کے خواہش مند نہ تھے ان کا اصل مقصد تو یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کرنا تھا اس لئے تھوڑے سے دراہم میں معاملہ کرلیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ

| |
|---|
| عَلٰٓی اَمْرِهٖ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا: اسے عزت واکرام سے ٹھہراؤ! شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو زمین (مصر) میں استحکام بخشا اور یہ اس لئے کہ ہم اسے باتوں کے انجام تک پہنچنا سکھائیں، اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کا کنوئیں سے مصر تک پہنچنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِیْ اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْر " وَهُوَ قطفير الْعَزِيز "لِامْرَاَتِهٖ" زُلَيْخَا "اَكْرِمِیْ مَثْوَاهُ" مُقَامه عِنْدنَا "عَسٰى اَنْ يَّنْفَعنَا اَوْ نَتَّخِذهُ وَلَدًا" وَكَانَ حَصُورًا "وَكَذٰلِكَ" كَمَا نَجَّيْنَاهُ مِنْ الْقَتْل وَالْجُبّ وَعَطَّفْنَا عَلَيْهِ قَلْب الْعَزِيز "مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْض" اَرْض مِصْر حَتّٰى بَلَغَ مَا بَلَغَ "وَلِنُعَلِّمهُ مِنْ تَاْوِيْل الْاَحَادِيْث" تَعْبِير الرُّؤْيَا عُطِفَ عَلٰى مُقَدَّر مُتَعَلِّق بِمَكَّنَّا اَیْ لِنُمَلِّكهُ اَوْ الْوَاو زَائِدَة "وَاللّٰه غَالِب عَلٰى اَمْره" تَعَالٰى لَا يُعْجِزهُ شَیْء "وَلٰكِنَّ اَكْثَر النَّاس" وَهُمْ الْكُفَّار "لَا يَعْلَمُوْنَ" ذٰلِكَ،

اور مصر کے جس شخص نے اسے خریدا تھا اس کا نام قطفیر تھا اور وہ بادشاہِ مصر ریان بن ولید کا وزیر خزانہ تھا اسے عرف عام میں عزیزِ مصر کہتے تھے۔ اس نے اپنی بیوی زلیخا سے کہا: اسے عزت واکرام سے ٹھہراؤ! شاید یہ ہمیں نفع پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، پس اس طرح ہم نے نجات دی یعنی ان کو قتل اور کنوئیں سے نجات دی۔ اور عزیزِ مصر کے دل میں ان کی الفت ڈال دی۔ اور اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو زمین مصر میں استحکام بخشا یہاں تک کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہوا۔ اور یہ اس لئے کہ ہم اسے باتوں کے انجام تک پہنچنا یعنی علمِ تعبیرِ رؤیا سکھائیں، یہاں پر رؤیا کا عطف مکنا پر ہے۔ یعنی لنمکنہ یہاں پر واؤ زائدہ ہے۔ اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے یعنی اس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ یعنی وہ لوگ کفار ہیں جو اس بات کو نہیں جانتے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی بازار مصر میں خریداری کا بیان

امام تفسیر مجاھد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق یہ لوگ اس انتظار میں رہے کہ یہ قافلہ ان کو لے کر مصر کے لئے روانہ ہو جائے اور جب قافلہ روانہ ہوا تو کچھ دور تک قافلہ کے ساتھ چلے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو اس کو بھاگ جانے کی عادت ہے کھلا نہ چھوڑو بلکہ باندھ کر رکھو، اس دُرِ شہوار کی قدر وقیمت سے ناواقف قافلہ والے ان کو اسی طرح مصر تک لے گئے۔

آیات مذکورہ میں اس کے بعد کا قصہ اس طرح مذکور ہے اور قرآنی اعجاز کے ساتھ قصہ کے جتنے اجزاء خود بخود سمجھ میں آسکتے ہیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی مثلاً قافلہ کا مختلف منزلوں سے گذر کر مصر تک پہنچنا اور وہاں جا کر یوسف علیہ السلام کو فروخت کرنا وغیرہ سب کو چھوڑ کر یہاں سے بیان ہوتا ہے۔ اس شخص نے جس نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں خریدا اپنی بیوی سے کہ یوسف علیہ السلام کے ٹھرانے کا اچھا انتظام کرو۔ مطلب یہ ہے کہ قافلہ والوں نے ان کو مصر لیجا کر فروخت کرنے کا اعلان کیا۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ لوگوں نے بڑھ بڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیں یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر مشک اور اسی وزن کے ریشمی کپڑے قیمت لگ گئی یہ دولت اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کے لئے مقدر کی تھی اس نے یہ سب چیزیں قیمت میں ادا کر کے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

جیسا کہ پہلے ارشاد قرآنی سے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ سب کچھ کوئی اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ رب العزت کی بنائی ہوئی مستحکم تدبیر کے اجزاء ہیں مصر میں یوسف علیہ السلام کی خریداری کیلئے اس ملک کے سب سے بڑے عزت والے شخص کو مقدر فرمایا۔

یہ شخص جس نے مصر میں یوسف علیہ السلام کو خریدا وہ ملک مصر کا وزیر خزانہ تھا جس کا نام قطفیر یا اطفیر بتلایا جاتا ہے اور بادشاہ مصر اس زمانہ میں قوم عمالقہ کا ایک شخص ریان بن اُسید تھا، (جو بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لایا اور مسلمان ہو کر یوسف علیہ السلام کی زندگی میں انتقال کر گیا اور عزیز مصر جس نے خریدا تھا اس کی بیوی کا نام راعیل یا زلیخا بتلایا گیا ہے عزیز مصر قطفیر نے یوسف علیہ السلام کے متعلق اپنی بیوی کو یہ ہدایت کی کہ ان کو اچھا ٹھکانا دے عام غلاموں کی طرح نہ رکھے ان کی ضروریات کا اچھا انتظام کرے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۝ |
|---|
| اور جب وہ اپنے کمالِ شباب کو پہنچ گیا ہم نے اسے حکم (نبوت) اور علم (تعبیر) عطا فرمایا، اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو صلہ بخشا کرتے ہیں۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت وتعبیر رؤیت کا علم عطا ہونے کا بیان

"وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّه" وَهُوَ ثَلَاثُونَ سَنَة اَوْ وَثَلَاث "آتَيْنَاهُ حُكْمًا" حِكْمَة "وَعِلْمًا" فِقْهًا فِي الدِّيْن قَبْل اَنْ يُّبْعَث نَبِيًّا "وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُ "نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ" لِاَنْفُسِهِمْ،

اور جب وہ اپنے کمالِ شباب کو پہنچ گیا یعنی جس وقت آپ کی عمر مبارک تیس یا تینتیس سال ہوگئی۔ تو ہم نے اسے حکم نبوت اور علم تعبیر عطا فرمایا، اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو صلہ بخشا کرتے ہیں۔

## حضرت علیہ السلام کا بازار مصر سے شاہی محل تک جانے کا بیان

رب کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ کو مصر میں خریدا، اللہ نے اس کے دل میں آپ کی عزت ووقعت ڈال دی۔ اس نے آپ کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر وصلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا۔ اس کا نام قطفیر تھا۔ کوئی کہتا ہے اطفیر تھا۔ اس کے باپ کا نام دوحیب تھا۔ یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ تھی۔ یہ عمالیق میں سے ایک شخص تھا۔۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا۔ کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ رعابیل کی بیٹی تھیں۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عنق بن مدیان بن ابراہیم تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دوربین اور دوررس اور انجام پر نظریں رکھنے والے اور

عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں۔ایک تو یہی عزیز مصر کہ بیک نگاہ حضرت یوسف کو تاڑ لیا گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اسے اچھی طرح آرام سے رکھو۔ دوسری وہ بچی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیک نگاہ جان لیا اور جا کر باپ سے کا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ قوی اور باامانت شخص ہے۔تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو سونپی۔

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑایا پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا۔ کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں۔اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے۔کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے۔سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے۔لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں۔اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی حکمتوں کو جانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے۔نہ وہ اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔جب آپ کی عقل کامل ہوئی جب جسم اپنی نشو ونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا۔یہ کوئی نئی بات نہیں، ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے۔یا تیس سے کچھ اوپر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا تیس کی یا اٹھارہ کی۔یا مراد جوانی کو پہنچنا ہے اور اس کے سوا اور اقوال بھی ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ |
| قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّىْٓ اَحْسَنَ مَثْوَاىَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
| اور اس عورت نے جس کے گھر وہ رہتے تھے آپ سے آپ کی ذات کی شدید خواہش کی اور اس نے دروازے بند کر دیئے |
| اور کہنے لگی: جلدی آ جاؤ، یوسف (علیہ السلام) نے کہا اللہ کی پناہ! بیشک وہ میرا مربی ہے اس نے مجھے بڑی عزت سے |
| رکھا ہے۔ بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کا عصمت و پاکدامنی پر استقامت اختیار کرنے کا بیان

"وَرَاوَدَتْهُ الَّتِىْ هُوَ فِىْ بَيْتِهَا" هِيَ زُلَيْخَا "عَنْ نَّفْسِه" اَىْ طَلَبَتْ مِنْهُ اَنْ يُّوَاقِعَهَا "وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَاب" لِلْبَيْتِ "وَقَالَتْ" لَهٗ "هَيْتَ لَكَ" اَىْ هَلُمَّ وَاللَّامُ لِلتَّبْيِيْنِ وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِكَسْرِ الْهَاءِ وَاُخْرَى بِضَمِّ التَّاءِ "قَالَ مَعَاذَ اللّٰه" اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ "اِنَّهٗ" الَّذِىْ اشْتَرَانِىْ "رَبِّىْ" سَيِّدِىْ "اَحْسَنَ مَثْوَاىَ" مُقَامِىْ فَلَا اَخُوْنُهٗ فِىْ اَهْلِهٖ "اِنَّهٗ" اَىِ الشَّاْنُ "لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" الزُّنَاةُ،

اور اس عورت زلیخا نے جس کے گھر وہ رہتے تھے آپ سے آپ کی ذات کی شدید خواہش کی یعنی واقع ہونے کے لئے طلب کیا اور اس نے گھر کے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی جلدی آ جاؤ، میں تم سے کہتی ہوں۔ یہاں پر لام بیانیہ ہے۔اور ھیت ایک

قرأت میں ھاء کے کسرہ جبکہ دوسری قرات میں تاء کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ! یعنی اللہ مجھے محفوظ رکھے۔ بیشک وہ جو تمہارا شوہر ہے میرا مربّی ہے یعنی میرا بادشاہ ہے۔ اس نے مجھے بڑی عزت سے رکھا ہے۔ لہٰذا میں اس کے گھر والوں سے کیسے خیانت کرسکتا ہوں۔ بیشک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔ یعنی زنا کرنے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔

## لفظ ھئیت کی لغت میں مختلف اقوال کا بیان

(آیت ھیت لک) کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں۔ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے جو حجاز میں آ گیا ہے۔ اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہماری لغت ہے۔

امام ابن جریر نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کے دوسری قرأت ھئت بھی ہے پہلی قرأت کے معنی تو آ ؤ کے تھے، اس کے معنی میں تیرے لیے تیار ہوں بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرأت ھئت بھی ہے۔ یہ قرأت غریب ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قرأت یں قریب قریب ہیں پس جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو۔ گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آ اور سامنے ہو وغیرہ۔ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا۔ یعنی ھَیت نہ کہ ھیتُ یہ لفظ تذکیر تانیث واحد تثنیہ جمع سب کے لیے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے (آیت ھیت لك ھیت لکم ھیت لکما ا ھیتا لکن ھیت لھن)۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ یوسف، بیروت)

عزیز مصر جس نے آپ کو خریدا تھا اور بہت اچھی طرح اولاد کے مثل رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیداً کہا تھا کہ انہیں کسی طرح تکلیف نہ ہو عزت واکرام سے انہیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ دروازے بھیڑ کر بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کے لیے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک واحسان سے پیش آتے ہیں۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں۔ یادرکھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔

بعض مفسرین سدی اور ابن اسحاق وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس خلوت میں زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو مائل کرنے کے لئے ان کے حُسن وجمال کی تعریف شروع کی کہا کہ تمہارے بال کس قدر حسین ہیں یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بال موت کے بعد سب سے پہلے میرے جسم سے علیحدہ ہو جائیں گے پھر کہا تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں تو فرمایا موت کے بعد یہ سب پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی پھر کہا تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے تو فرمایا کہ یہ سب مٹی کی غذا ہے اللہ تعالیٰ نے فکر آخرت آپ پر اس طرح

مسلط کردی کہ نوجوانی کے عالم میں دنیا کی ساری لذتیں ان کے سامنے گرد ہوگئیں صحیح ہے کہ فکرِ آخرت ہی وہ چیز ہے جو انسان کو ہر جگہ ہر شر سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْ لَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ٥ |
| (یوسف علیہ السلام نے انکار کردیا) اور بیشک اس نے ان کا ارادہ کرلیا تھا، (شاید) وہ بھی اس کا قصد کرلیتے اگر انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھا ہوتا۔ اس طرح کہ ہم ان سے تکلیف اور بے حیائی کو دور رکھیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ |

## اللہ کی توفیق کے ذریعے گناہوں نے معصوم ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ" قَصَدَتْ مِنْهُ الْجِمَاع "وَهَمَّ بِهَا" قَصَدَ ذٰلِكَ "لَوْلَا اَنْ رَاٰى بُرْهَانَ رَبِّه" قَالَ ابْن عَبَّاس مُثِّلَ لَهٗ يَعْقُوْب فَضَرَبَ صَدْرہ فَخَرَجَتْ شَهْوَته مِنْ اَنَامِله وَجَوَاب لَوْلَا لَجَامَعَهَا "كَذٰلِكَ" اَرَيْنَاهُ الْبُرْهَان "لِنَصْرِف عَنْهُ السُّوْء" الْخِيَانَة "وَالْفَحْشَاء" الزِّنَا "اِنَّهٗ مِنْ عِبَادنَا الْمُخْلِصِيْنَ" فِي الطَّاعَة وَفِيْ قِرَاءَة بِفَتْحِ اللَّام اَیْ الْمُخْتَارِيْنَ،

(یوسف علیہ السلام نے انکار کردیا) اور بیشک اس زلیخا نے جماع کا ارادہ کرلیا تھا، شاید وہ بھی اس کا قصد کرلیتے۔ اگر انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھا ہوتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت کو پیش کردیا جنہوں نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے شہوت انگلیوں کے پوروں کے ذریعے خارج ہوگئی۔ اور یہ لولا لجماعھا کا جواب ہے۔ اس طرح اس لئے کیا گیا کہ ہم ان سے تکلیف اور بے حیائی یعنی زنا دونوں کو دور رکھیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔ یہاں مخلصین ایک قرأت میں لام کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی اطاعت اختیار کرنے والے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی برہان دیکھی اور اس ارادہ فاسدہ سے محفوظ رہے اور برہان عصمت نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نفوسِ طاہرہ کو اخلاقِ ذمیمہ وافعالِ رذیلہ سے پاک پیدا کیا ہے اور اخلاقِ شریفہ طاہرہ مقدسہ پر ان کی خلقت فرمائی ہے اس لئے وہ ہرنا کردنی فعل سے باز رہتے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جس وقت زلیخا آپ کے درپے ہوئی اس وقت آپ نے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ انگشت مبارک دندانِ اقدس کے نیچے دبا کر اجتناب کا اشارہ فرماتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

یا انہوں نے بھی اس کو طاقت سے دور کرنے کا قصد کرلیا تھا۔ اگر وہ اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیتے تو اپنے دفاع میں

سختی کر گزرتے اور ممکن ہے اس دوران ان کا قمیص آگے سے پھٹ جاتا جو بعدازاں ان کے خلاف شہادت اور وجہ تکلیف بنتا، سواللہ کی نشانی نے انھیں سختی کرنے سے روک دیا۔

| |
|---|
| وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ط قَالَتْ |
| مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ |
| اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے آپ کا کرتہ مبارک پشت کی جانب سے پھاڑ دیا اور دونوں نے |
| اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا، اس عورت نے کہا کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی کے ساتھ برائی کا |
| ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے قید کیا جائے، یا دردناک سزا ہو۔ |

## عصمت یوسف علیہ السلام پر الزام وتہمت لگانے کا بیان

"وَاسْتَبَقَا الْبَابَ" بَادَرَ اِلَيْهِ يُوسُفُ لِلْفِرَارِ وَهِيَ لِلتَّشَبُّثِ بِهٖ فَاَمْسَكَتْ ثَوْبَهٗ وَجَذَبَتْهُ اِلَيْهَا "وَقَدَّتْ" شَقَّتْ "قَمِيصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَاَلْفَيَا" وَجَدَا "سَيِّدَهَا" زَوْجَهَا "لَدَى الْبَابِ" فَنَزَّهَتْ نَفْسَهَا ثُمَّ "قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا" زِنًا "اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ" يُحْبَسَ فِيْ سِجْنٍ "اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ" مُؤْلِمٌ بِاَنْ يُّضْرَبَ،

اور دونوں دروازے کی طرف دوڑے یعنی یوسف علیہ السلام وہاں سے نکل جانے کے لئے دروازے کی طرف تیز قدم چل دیئے جبکہ وہ خاتون ان کو پکڑ لینے کے لئے دوڑ پڑی تو اس نے آپ کی قمیص کو پکڑا۔ اور اس عورت نے آپ کا قمیص پشت کی جانب سے پھاڑ دیا اور دونوں نے اس کے خاوند کو دروازے کے پاس پایا، یعنی دروازے کے قریب پایا اس عورت نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کیا جزا ہے اس کی جس نے تیری گھر والی کے ساتھ برائی یعنی زنا کا ارادہ کیا، سوائے اس کے کہ اسے جیل میں قید کیا جائے، یا دردناک سزا ہو۔ یعنی اس کو مارتے ہوئے سزا دی جائے۔

## الزام کی مدافعت اور بچے کی گواہی کا بیان

حضرت یوسف اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ کے پیچھے بھاگی۔ پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ زور سے اپنی طرف گھسیٹا۔ جس سے حضرت یوسف پیچھے کی طرف گر جانے کی قریب ہو گئے لیکن آپ نے آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بیطرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام یوسف کے سر تھوپ دیا اور اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سا منہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی بپتا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمایئے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہیے؟ قید سخت یا بری مار سے کم

تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہوسکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت لگتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لیے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں، میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھی، یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اس عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی۔ اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پھٹے ہوئے پیرہن کو دکھلو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دیئے۔ روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقع قصور وار مرد ہے اور عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے۔ اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پاؤ تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں شبہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر مائل تھی یہ اس سے بھاگا وہ دوڑی، پکڑا، کرتا ہاتھ میں آ گیا اس نے اپنی طرف گھسیٹا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔

ابن عباس فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے۔ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ کے لڑکے نے۔ حضرت یوسف کے گواہ نے۔ جریج کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے۔ اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف کے پیراہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے۔ اس نوجوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو۔ تمہارے چلتر تو ہیں ہی چکر میں ڈال دینے والے۔ پھر حضرت یوسف سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے، جانے دیجئے۔ اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لیے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر۔ سراسر تو ہی خطا وار ہے۔ کیا خود اور الزام دوسروں کے سر رکھا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ |
| مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ |
| اس (یوسف) نے کہا اسی نے مجھے میرے نفس سے پھسلایا ہے اور اس عورت کے گھر والوں سے ایک گواہ نے گواہی دی |
| اگر اس کی قمیص آگے سے پھاڑی گئی ہو تو عورت نے سچ کہا اور یہ جھوٹوں سے ہے۔ |

## یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہ کی گواہی کا بیان

"قَالَ" يُوسُف مُتَبَرِّئًا "هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِد مِنْ اَهْلِهَا" ابْن عَمّهَا رُوِيَ اَنَّهُ كَانَ فِي الْمَهْد فَقَالَ "اِنْ كَانَ قَمِيصه قُدَّ مِنْ قُبُل" قُدَّام،

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اسی نے مجھے میرے نفس سے پھسلایا ہے اور اس عورت کے گھر والوں سے ایک گواہ نے گواہی دی، اگر اس کی قمیص آگے سے پھاڑی گئی ہو یعنی سامنے والی جانب سے تو عورت نے سچ کہا اور یہ جھوٹوں سے ہے۔

یہ مجھ سے فعلِ قبیح کی طلب گار ہوئی میں نے اس سے انکار کیا اور میں بھاگا۔ عزیز نے کہا یہ بات کس طرح باور کی جائے؟ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ گھر میں ایک چار مہینے کا بچہ پالنے میں تھا جو زلیخا کے ماموں کا لڑکا ہے اس سے دریافت کرنا چاہیئے، عزیز نے کہا کہ چار مہینے کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے؟ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرا دینے پر قادر ہے، عزیز نے اس بچہ سے دریافت کیا قدرت الٰہی سے وہ بچہ گویا ہوا اور اس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی اور زلیخا کے قول کو باطل بتایا، اگر اس کی قمیص آگے سے پھاڑی گئی ہو یعنی سامنے والی جانب سے تو عورت نے سچ کہا اور یہ جھوٹوں سے ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ |
| اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچوں میں سے ہے۔ |

## وقوعی حقیقت کے مطابق شہادت دینے کا بیان

"وَاِنْ كَانَ قَمِيصه قُدَّ مِنْ دُبُر" خَلْف، فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ،

اور اگر اس کا قمیص پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچوں میں سے ہے۔

## قرائن کے ذریعے گواہی کا بیان

لیکن سیّدنا یوسف کا بیان زلیخا کے بالکل الٹ اور مبنی برحقیقت تھا۔ اب سوال یہ تھا یہ کیسے معلوم ہو کہ ان دونوں میں سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ جب یہ بات گھر والوں میں پھیل گئی تو عزیز مصر کے خاندان سے ہی ایک آدمی کہنے لگا: ذرا یوسف کی قمیص کو تو دیکھو اگر وہ پیچھے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یوسف آگے بھاگ رہا تھا اور زلیخا نے اسے پیچھے سے کھینچا ہے اور اس کھینچا تانی میں قمیص پھٹ گئی۔ اس صورت میں زلیخا جھوٹی ہوگی اور یوسف سچا ہوگا اور اگر قمیص آگے سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یوسف تقاضا کر رہا تھا اور زلیخا اپنی مدافعت کر رہی تھی۔ اس کھینچا تانی میں یوسف کی قمیص آگے سے پھٹ گئی۔ اس صورت میں یوسف جھوٹا ہے اور زلیخا سچی۔ یہ بات سب کو معقول معلوم ہوئی۔

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○ |
| پھر جب اس نے ان کا قمیص دیکھا وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا: بیشک یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔ |
| یقیناً تم عورتوں کا فریب بڑا ہوتا ہے۔ |

## عورتوں کے مکروفریب کا بیان

"فَلَمَّا رَاٰی" زَوْجھا "قَمِیصه قُدَّ مِنْ دُبُر قَالَ اِنَّهٗ " ای قَوْلك "مَا جَزَاء مَنْ اَرَادَ" اِلَخ "مِنْ کَیْدکُنَّ" اَیَّھَا النِّسَاء ،

پھر جب اس عزیزِ مصر نے ان کا قمیص دیکھا کہ وہ پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تو اس نے کہا بیشک یہ تم عورتوں کا فریب ہے۔یعنی اس کے قول ''مَا جَزَاء مَنْ اَرَادَ'' کی جزا ہے۔ یقیناً تم عورتوں کا فریب بڑا خطرناک ہوتا ہے۔

## عورتوں کے فریب کا بڑا مکر ہونے کا بیان

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس آیت میں (اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ ، یوسف:28) عزیز مصر کا قول نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہے وہ کہا کرتے تھے کہ میں شیطان سے زیادہ عورتوں سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کا ذکر کیا تو فرمایا کہ شیطان کا مکر کمزور ہے۔ (۴:۷۶) اور جب عورتوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ تمہارا مکر بہت بڑا ہے" اور درج ذیل حدیث بھی اسی مضمون پر دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

سیّدنا اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ سخت کوئی فتنہ نہیں چھوڑا" (بخاری، کتاب النکاح)

| |
|---|
| یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَاسْتَغْفِرِیْ لِذَنْۢبِكِ ۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِیْنَ۠ |
| اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور (اے زلیخا!) تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے تھی۔ |

## اشاعت واقعہ سے ممانعت کا بیان

"یُوسُف اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا " الْاَمْر وَلَا تَذْکُرهُ لِئَلَّا یَشِیع "وَاسْتَغْفِرِی" یَا زُلَیْخَا "لِذَنْبِك اِنَّك کُنْت مِنَ الْخَاطِئِینَ" الْاٰثِمِینَ وَاشْتَهَرَ الْخَبَر وَشَاعَ ،

اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور یعنی اس کا تذکرہ نہ کرنا کہیں یہ کہیں مشہور نہ ہو جائے اے زلیخا! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ، بیشک تو ہی خطا کاروں میں سے تھی۔ یہ خبر مشہور بھی ہوگئی اور پھیل بھی گئی۔

## خواتین مصر نے واقعہ کو پورے شہر میں پھیلا دیا

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ عزیز مصر کوئی بے حمیت آدمی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے جس طرح یوسف علیہ السلام کو گناہ سے پھر رسوائی سے بچانے کو فوق العادت انتظام فرمایا اسی انتظام کا ایک جزو یہ بھی تھا کہ عزیز مصر کو غصہ سے مشتعل نہیں ہونے دیا ورنہ عام عادت کے مطابق ایسے موقع پر انسان تحقیق وتفتیش کے بغیر ہی ہاتھ چھوڑ بیٹھتا ہے اور زبان سے گالی گلوچ تو معمولی بات ہے اگر عام انسانی عادت کے مطابق عزیز مصر کو اشتعال ہو جاتا تو ممکن ہے کہ اس کے ہاتھ سے یا زبان

سے یوسف علیہ السلام کی شان کے خلاف کوئی بات سرزد ہوجاتی یہ قدرت حق کے کرشمے ہیں کہ اطاعت حق پر قائم رہنے والے کی قدم قدم پر کس طرح حفاظت کی جاتی ہے۔

بعد کی آیتوں میں اور واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو پچھلے قصہ سے وابستہ ہے، وہ یہ کہ واقعہ چھپانے کے باوجود درباری لوگوں کی عورتوں میں پھیل گیا ان عورتوں نے عزیز کی بیوی کو لعن طعن کرنا شروع کیا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ پانچ عورتیں عزیز مصر کے قریبی افسروں کی بیویاں تھیں۔

یہ عورتیں آپس میں کہنے لگیں کہ دیکھو کیسی حیرت اور افسوس کی بات ہے کہ عزیز مصر کی بیوی اتنے بڑے مرتبہ پر ہوتے ہوئے اپنے نوجوان غلام پر فریفتہ ہو کر اس سے اپنی مطلب براری چاہتی ہے ہم تو اس کو بڑی گمراہی پر سمجھتے ہیں آیت میں لفظ فتٰها فرمایا ہے فتا کے معنی نوجوان کے ہیں، عرف میں مملوک غلام جب چھوٹا ہو تو اس کو غلام کہتے ہیں، جوان ہو تو لڑکے کو فتا اور لڑکی کو فتاۃ کہا جاتا ہے اس میں یوسف علیہ السلام کو زلیخا کا غلام یا تو اس وجہ سے کہا گیا کہ شوہر کی چیز کو بھی عادۃ بیوی کی چیز کہا جاتا ہے، اور یا اس لئے کہ زلیخا نے یوسف علیہ السلام کو اپنے شوہر سے بطور ہبہ اور تحفہ لے لیا تھا۔ (قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ نِسْوَةٌ فِی الْمَدِیْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ فَتٰـهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ |
| اِنَّا لَنَرٰهَا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ |
| اور شہر میں کچھ عورتوں نے کہنا کر دیا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے مطلب براری کے لئے پھسلاتی ہے، |
| اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے، بیشک ہم اسے کھلی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں۔ |

## خواتین مصر کی عار دلانے کا بیان

"وَقَالَ نِسْوَة فِی الْمَدِیْنَة" مَدِیْنَة مِصر "امْرَاَة الْعَزِیز تُرَاوِد فَتَاهَا" عَبْدهَا . "عَنْ نَفْسه قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا" تَمْییز اَیْ دَخَلَ حُبّه شِغَاف قَلْبهَا اَیْ غِلَافه "اِنَّا لَنَرَاهَا فِیْ ضَلَال" اَیْ فِیْ خَطَأ "مُبِیْن" بَیِّن بِحُبِّهَا اِیَّاهُ،

اور شہر مصر میں (اُمراء کی) کچھ عورتوں نے کہنا کر دیا کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اس سے مطلب براری کے لئے پھسلاتی ہے، اس غلام کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے، یہاں لفظ حبا یہ تمیز ہے یعنی اس کی محبت اس کے دل میں داخل ہوگئی ہے۔ جس نے اس کے دل کو ڈھانپ لیا ہے۔ بیشک ہم اسے کھلی گمراہی میں دیکھ رہی ہیں۔ یعنی ان کی اس محبت میں ان کو وارفتہ دیکھ رہیں ہیں۔

اس داستان کی خبر شہر میں ہوئی، چرچے ہونے لگے، چند شریف زادیوں نے نہایت تعجب وحقارت سے اس قصے کو دوہرایا کہ دیکھو عزیز کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے، اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے

گذری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم درجے کی ہوتی ہے۔دل کے پردوں کو عورتیں شغاف کہتی ہیں ۔کہتے ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ان غیبتوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو بھی چل گیا۔یہاں لفظ مکر اس لیے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا۔انہیں تو دراصل حسن یوسف کے دیدار کی تمنا تھی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معزوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے۔اور ایک مجلس، محفل، اور بیٹھک درست کرلی جس میں پھل اور میوہ بہت تھا۔اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لیے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دیدیا یہ تھا ان عورتوں کے دھوکہ کا جواب انہوں نے اعتراض کر کے جمال یوسف دیکھنا چاہا اس نے آپ کو معذور ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لیے انہیں خود زخمی کردیا اور خود ان ہی کے ہاتھ سے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آئے۔انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہوسکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آگئے۔عورتوں کی نگاہ جو آپ کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں۔ہیبت وجلال اور رعب حسن سے بے خود ہوگئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹتے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

پس جب اس (زلیخا) نے ان کی مکارانہ باتیں سنیں (تو) انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مجلس آراستہ کی (پھر ان کے سامنے پھل رکھ دیئے) اور ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک چھری دے دی اور (یوسف علیہ السلام سے) درخواست کی کہ ذرا ان کے سامنے سے (ہوکر) نکل جاؤ (تا کہ انہیں بھی میری کیفیت کا سبب معلوم ہوجائے)، سو جب انہوں نے یوسف (علیہ السلام کے حسنِ زیبا) کو دیکھا تو اس (کے جلوہ جمال) کی بڑائی کرنے لگیں اور وہ (مدہوشی کے عالم میں پھل کاٹنے کے بجائے) اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور (دیکھ لینے کے بعد بے ساختہ) بول اٹھیں: اللہ کی پناہ! یہ تو بشر نہیں ہے، یہ تو بس کوئی برگزیدہ فرشتہ (یعنی عالمِ بالا سے اترا ہوا نور کا پیکر) ہے۔

حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی۔میٹھے ہاتھوں میں تھے، چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب یک زبان ہوکر بول اُٹھیں ہاں ہاں ضرور۔اسی وقت حضرت یوسف سے کہلوا بھیجا کہ تشریف لائیے۔آپ آئے پھر اس نے کہا جائیے آپ چلے گئے۔آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا دیکھتے ہی سب سکتے میں آگئیں ہوش حواس جاتے رہے۔بجائے لیموں کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔اور کوئی احساس تک نہ ہوا ہاں جب حضرت یوسف چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی۔تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے۔اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تو تمہیں ایسا ازخود رفتہ کردیا پھر بتاؤ

میرا کیا حال ہوگا

عورتوں نے کہا واللہ یہ انسان نہیں۔ یہ تو فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی بڑے مرتبے والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسف جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔ آپ کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔

چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضیوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں تہائی حسن یوسف کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپ کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا۔ جب کبھی کوئی عورت آپ کے پاس کسی کام کے لیے آتی تو آپ اپنا منہ ڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنے میں نہ پڑ جائے اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا۔ یا حسن کی دو تہائیاں ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسف اور آپ کی والدہ حضرت سارہ اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ سہیلی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا۔ آپ کی اولاد میں آپ کا ہم پلہ کوئی نہ تھا اور حضرت یوسف کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپ کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا بتلاؤ اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و برداشت چھین لے؟ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی یہ باطنی خوبی بھی بینظیر ہے۔ پھر دھمکانے لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ بھگتنا پڑے گا۔ اور میں اس کو بہت ذلیل کروں گی۔

## پھل کاٹنے والی خواتین نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ دیا

"فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ" غِيبَتِهِنَّ لَهَا "اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ" اَعَدَّتْ "لَهُنَّ مُتَّكَئًا" طَعَامًا يُقْطَعُ بِالسِّكِّينِ لِلاتِّكَاءِ عِنْدَهُ وَهُوَ الْاُتْرُجُّ "وَاٰتَتْ" اَعْطَتْ "كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ سِكِّينًا وَقَالَتْ" لِيُوسُفَ "اُخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَاَيْنَهُ اَكْبَرْنَهُ" اَعْظَمْنَهُ "وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ" بِالسَّكَاكِيْنِ وَلَمْ يَشْعُرْنَ بِالْاَلَمِ لِشَغْلِ قَلْبِهِنَّ بِيُوسُفَ "وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ" تَنْزِيهًا لَهُ "مَا هٰذَا" اَیْ يُوسُفُ "بَشَرًا اِنْ" مَا "هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ" لِمَا حَوَاهُ مِنَ الْحُسْنِ الَّذِیْ لَا يَكُوْنُ عَادَةً فِی النَّسَمَةِ الْبَشَرِيَّةِ وَفِی الْحَدِيْثِ (اَنَّهُ اُعْطِیَ شَطْرَ الْحُسْنِ،

پس جب اس زلیخا نے ان کی مکارانہ باتیں یعنی غیبت میں کے طور پر کہی گئیں سنیں، تو انہیں بلوا بھیجا اور ان کے لئے مجلس

آراستہ کی، پھران کے سامنے پھل رکھ دیئے یعنی اس کے سامنے ترنج کا پھل دیا کہ وہ اس کے ٹیک لگانے کے وقت اس کو کھائیں، اوران میں سے ہرایک کو ایک ایک چھری دے دی اور یوسف علیہ السلام سے درخواست کی کہ ذرا ان کے سامنے سے ہوکرنکل جاؤ تا کہ انہیں بھی میری کیفیت کا سبب معلوم ہو جائے، سو جب انہوں نے یوسف (علیہ السلام کے حسنِ زیبا) کو دیکھا تو اس (کے جلوہ جمال) کی بڑائی کرنے لگیں اور وہ مدہوشی کے عالم میں پھل کاٹنے کے بجائے اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یوسف علیہ السلام کو دیکھ لینے کے بعد بے ساختہ بول اٹھیں، اللہ کی پناہ، جس کے لئے پاکی ہے۔ یہ تو بشر نہیں ہے، یہ تو بس کوئی برگزیدہ فرشتہ ہے یعنی (یعنی عالمِ بالا سے اترا ہوا نور کا پیکر) ہے۔ یعنی ایسا حسن ہے جو عام کسی انسان کے پاس نہیں نہیں ہوا کرتا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ کل حسن کا نصف حسن یوسف علیہ السلام کو عطا کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ |
| وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ۝ |
| وہ بولی: یہی وہ (پیکرِنور) ہے جس کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں اور بیشک میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی مگر وہ سراپا |
| عصمت ہی رہا، اوراگر (اب بھی) اس نے وہ نہ کیا جو میں اسے کہتی ہوں تو وہ ضرور قید کیا جائے گا اور وہ یقیناً بے آبرو کیا جائے گا۔ |

## خواتین مصر کا پیکرحسن کا اعتراف کرنے کا بیان

"قَالَتْ" امْرَاَةُ الْعَزِيزِ لَمَّا رَاَتْ مَا حَلَّ بِهِنَّ "فَذٰلِكُنَّ" فَهٰذَا هُوَ "الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ" فِىْ حُبِّه بَيَان لِعُذْرِهَا "وَلَقَدْ رَاوَدْته عَنْ نَفْسه فَاسْتَعْصَمَ" امْتَنَعَ "وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَل مَا اٰمُرُهُ" بِهِ "لَيُسْجَنَن وَلَيَكُوْنًا مِنَ الصَّاغِرِيْنَ" الذَّلِيلِينَ فَقُلْنَ لَهٗ اَطِعْ مَوْلَاتك،

(زلیخا کی تدبیر کامیاب ہوگئی تب) وہ بولی، یہی وہ (پیکرِنور) ہے جس کی محبت کے بارے میں تم مجھے ملامت کرتی تھیں یہ اپنے عذر کے طور پر کہا، اور بیشک میں نے ہی اپنی خواہش کی شدت میں اسے پھسلانے کی کوشش کی مگر وہ سراپا عصمت ہی رہا، یعنی اس نے اپنے آپ کو محفوظ رکھا۔ اوراگر اب بھی اس نے وہ نہ کیا جو میں اسے کہتی ہوں تو وہ ضرور قید کیا جائے گا اور وہ یقیناً بے آبرو کیا جائے گا۔ یعنی ان عورتوں نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے مالکوں کی اطاعت کرو۔

وہ عورت بولی کہ دیکھ لو وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے برا بھلا کہتی تھیں اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور آئندہ یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو بیشک جیل خانے بھیجا جائے۔

اس عورت نے جب یہ دیکھا کہ میرا راز ان عورتوں پر فاش تو ہو ہی چکا ہے اس لئے ان کے سامنے ہی یوسف علیہ السلام کو ڈرانے دھمکانے لگی بعض مفسرین نے بیان کیا ہے کہ اس وقت یہ سب عورتیں بھی یوسف علیہ السلام کو کہنے لگیں کہ یہ عورت تمہاری محسن ہے اس کی مخالفت نہیں کرنا چاہیے۔

اور چوروں اور قاتلوں اور نافرمانوں کے ساتھ جیل میں رہیں گے کیونکہ انہوں نے میرا دل لیا اور میری نافرمانی کی اور فراق کی تلوار سے میرا خون بہایا تو یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خوشگوار کھانا پینا اور آرام کی نیند سونا میسر نہ ہوگا جیسا میں جدائی کی تکلیفوں میں مصیبتیں جھیلتی اور صدموں میں پریشانی کے ساتھ وقت کاٹتی ہوں یہ بھی تو کچھ تکلیف اٹھائیں، میرے ساتھ حریر میں شاہانہ سریر پر عیش گوارا نہیں ہے تو قید خانے کے چبھنے والے بوریئے پر ننگے جسم کو دکھانا گوارا کریں۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے اور مصری عورتیں ملامت کرنے کے بہانہ سے باہر آئیں اور ایک ایک نے آپ سے اپنی تمناؤں اور مرادوں کا اظہار کیا، آپ کو ان کی گفتگو بہت ناگوار ہوئی تو بارگاہ الٰہی میں۔ (خازن ومدارک وحسینی، سورہ یوسف، بیروت)

جب حضرت یوسف علیہ السلام سے امید پوری ہونے کی کوئی شکل نہ دیکھی تو مصری عورتوں نے زلیخا سے کہا کہ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب دو تین روز حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں رکھا جائے تا کہ وہاں کی محنت ومشقت دیکھ کر انہیں نعمت و راحت کی قدر ہو اور وہ تیری درخواست قبول کریں، زلیخا نے اس رائے کو مانا اور عزیز مصر سے کہا کہ میں اس عبری غلام کی وجہ سے بدنام ہوگئی ہوں اور میری طبیعت اس سے نفرت کرنے لگی ہے، مناسب یہ ہے کہ ان کو قید کیا جائے تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ وہ خطاوار ہیں اور میں ملامت سے بری ہوں، یہ بات عزیز کے خیال میں آ گئی۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَیْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ۝ |
| یوسف (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے، جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ پھیرا تو میں ان کی (باتوں کی) طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نادانوں میں سے ہو جاؤں گا۔ |

## دنیا کے فتنوں سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگنے کا بیان

"قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ" اَمِلْ "اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ" اَصِرْ "مِنَ الْجَاهِلِیْنَ" اَلْمُذْنِبِیْنَ وَالْقَصْدُ بِذٰلِكَ الدُّعَاءُ فَلِذَا قَالَ تَعَالٰی:

یوسف علیہ السلام نے سب کی باتیں سن کر عرض کیا اے میرے رب! مجھے قید خانہ اس کام سے کہیں زیادہ محبوب ہے، جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے نہ پھیرا تو میں ان کی باتوں کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور میں نا جاننے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ یعنی جو جو گناہوں کا قصد کرتے ہیں۔ اس سے آپ کا ارادہ اللہ تعالیٰ سے دعا تھا جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

## اللہ تعالیٰ سے عافیت طلب کرنے کا بیان

بعض روایات میں ہے کہ جب یوسف علیہ السلام قید میں ڈالے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ نے قید میں

اپنے آپ کو خود ڈالا ہے کیونکہ آپ نے کہا تھا اَلسِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ یعنی اس کی نسبت مجھ کو جیل خانہ زیادہ پسند ہے اور اگر آپ عافیت مانگتے تو آپ کو مکمل عافیت مل جاتی اس سے معلوم ہوا کہ کسی بڑی مصیبت سے بچنے کے لئے دعاء میں یہ کہنا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ فلاں چھوٹی مصیبت میں مجھے مبتلا کردے مناسب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور بلاء کے وقت عافیت ہی مانگنی چاہئے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی دعاء مانگنے سے ایک شخص کو منع فرمایا کہ صبر تو بلاء ومصیبت پر ہوتا ہے تو اللہ سے صبر کی دعاء مانگنے کے بجائے عافیت کی دعاء مانگو۔ (ترمذی)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے کوئی دعاء تلقین فرمادیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے رب سے عافیت کی دعاء مانگا کریں حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ کے بعد پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تلقین دعاء کا سوال کیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دنیا وآخرت کی عافیت مانگا کریں۔ (طبرانی)

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۗ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○

سوان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی اور عورتوں کے مکروفریب کو ان سے دور کردیا۔ بیشک وہی خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی دعا کو قبول کرلیا

"فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّه" دُعَاءَهٗ "فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ" لِلْقَوْلِ "الْعَلِيْم" بِالْفِعْلِ،

لہٰذا ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمالی اور عورتوں کے مکروفریب کو ان سے دور کردیا۔ بیشک وہی قول کو خوب سننے والا فعل کو خوب جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں کے جال سے بچانے کے لئے یہ سامان فرمادیا کہ عزیز مصر اور اس کے دوستوں کو اگرچہ یوسف علیہ السلام کی بزرگی اور تقویٰ وطہارت کی کھلی نشانیاں دیکھ کر ان کی پاکی کا یقین ہو چکا تھا مگر شہر میں اس واقعہ کا چرچا ہونے لگا اس کو ختم کرنے کے لئے ان کو مصلحت اس میں نظر آئی کہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو جیل میں بند کردیا جائے تاکہ اپنے گھر میں ان شبہات کا کوئی موقع بھی باقی نہ رہے اور لوگوں کی زبانوں سے اس کا یہ چرچا بھی ختم ہو جائے۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ○

پھر انہیں نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے ایک مدت تک قید کردیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کا بیان

"ثُمَّ بَدَا" ظَهَرَ "لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيَات" الدَّالَّات عَلٰى بَرَاءَة يُوسُف اَنْ يَّسْجُنُوهُ دَلَّ عَلٰى هٰذَا "لَيَسْجُنَنَّهٗ حَتّٰى حِيْن" اِلٰى "حِيْن" يَنْقَطِع فِيْهِ كَلَام النَّاس فَسُجِنَ،

پھر انہیں یوسف علیہ السلام کی پاک بازی کی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے ایک مدت تک قید کر

دیں۔اور اس حذف فاعل پر "لَیَسْجُنُنَّہ" کی دلالت ہے۔یعنی وہ دلائل جن سے یوسف علیہ السلام کی برأت ثابت ہوتی تھی۔ تاکہ لوگوں کے ہاں اس موضوع پر باتیں ختم ہو جائیں۔لہٰذا آپ کو قید میں ڈال دیا گیا۔

اس کے باوجود اس ملک کی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ یوسف ہی کو کسی نامعلوم مدت کے لیے قید میں ڈال دیا جائے۔ کیونکہ اب اصل مجرم صرف زلیخا نہ رہی تھی بلکہ اعیان سلطنت کی بیگمات بھی اس جرم میں اس کی ہم نوا اور برابر کی شریک بن چکی تھیں۔اس واقعہ سے جہاں مردوں کی اپنی بیگمات کے سامنے بےبسی پر روشنی پڑتی ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کی انصاف کرنے والی عدالتیں بھی "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کے اصول پر اپنے فیصلے کیا کرتی تھیں اور نامعلوم مدت اس لیے تھی کہ نہ تو کوئی فرد جرم لگ سکتی تھی اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا جا سکتا تھا کہ اس بے گناہی کی سزا کتنی مدت ہو سکتی ہے، اور غالباً اس میں یہ مصلحت سمجھی گئی کہ جب تک لوگ اور بالخصوص عورتیں یہ واقعہ بھول نہ جائیں یوسف کو قید میں رہنے دیا جائے۔

## جیل میں قید اور استقامت کا بیان

ایک بزرگ عالم جیل میں تھے جمعہ کے روز اپنی قدرت کے مطابق غسل کرتے اور اپنے کپڑے دھو لیتے اور پھر جمعہ کے لئے تیار ہو کر جیل خانہ کے دروازے تک جاتے وہاں پہنچ کر عرض کرتے کہ یا اللہ میری قدرت میں اتنا ہی تھا آگے آپ کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ سے کچھ بعید نہ تھا کہ ان کی کرامت سے جیل کا دروازہ کھل جاتا اور یہ نماز جمعہ ادا کر لیتے لیکن اس نے اپنی حکمت سے اس بزرگ کو وہ مقام عالی عطا فرمایا جس سے ہزاروں کرامتیں قربان ہیں کہ ان کے اس عمل کی وجہ سے جیل کا دروازہ نہ کھلا مگر اس کے باوجود انہوں نے اپنے کام میں ہمت نہیں ہاری ہر جمعہ کو مسلسل یہی عمل جاری رکھا یہی وہ استقامت ہے، جس کو اکابر صوفیاء نے کرامت سے بالاتر فرمایا ہے۔

| |
|---|
| وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ |
| اور ان کے ساتھ دو جوان بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔ان میں سے ایک نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا: میں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔(اے یوسف!) ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔ |

## قید خانہ کے دو ساتھیوں کے خوابوں کا بیان

"وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ" غُلَامَانِ لِلْمَلِكِ اَحَدُهُمَا سَاقِيْهِ وَالْاٰخَرُ صَاحِبُ طَعَامِهِ فَرَاٰيَاهُ يُعَبِّرُ الرُّؤْيَا فَقَالَا لَنَخْتَبِرَنَّهُ "قَالَ اَحَدُهُمَا" وَهُوَ السَّاقِيْ "اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا" اَیْ عِنَبًا "وَقَالَ الْاٰخَرُ" وَهُوَ صَاحِبُ الطَّعَامِ "اِنِّیْٓ اَرٰىنِیْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا" خَبِّرْنَا "بِتَاْوِيْلِهٖ"

بِتَعْبِيرِهِ، اِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ،

اوران کے ساتھ دو جوان یعنی بادشاہ کے غلام بھی قید خانہ میں داخل ہوئے۔ان دونوں کا پتہ چلا کہ یوسف علیہ السلام خوابوں کی تعبیر بتاتے ہیں تو انہوں نے کہ ہم ان کو ضرور آزما لیتے ہیں۔ان میں سے ایک جو بادشاہ کی ساقی تھا اس نے کہا میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں انگور سے شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے جو بادشاہ کی باورچی تھا اس نے کہا میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں، اس میں سے پرندے کھا رہے ہیں۔(اے یوسف!) ہمیں اس کی تعبیر بتائیے، بیشک ہم آپ کو نیک لوگوں میں سے دیکھ رہے ہیں۔

## جیل خانہ میں بادشاہ کے باورچی اور ساقی سے ملاقات

اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ جانا پڑا اسی دن باشاہ کا ساقی اور نان بائی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیج دیئے گئے۔ساقی کا نام بندار تھا اور باورچی کا نام بحلث تھا۔ان پر الزام یہ تھا کہ انہوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی۔قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی۔سچائی، امانت داری، سخاوت، خوش خلقی، کثرت عبادت، اللہ ترسی، علم وعمل، تعبیر خواب، احسان وسلوک وغیرہ میں آپ مشہور ہو گئے تھے۔جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مروت وسلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دلداری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوادارو بھی آپ کا تشخص تھا۔یہ دونوں ہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔

ایک دن کہنے لگے کہ حضرت ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہوگئی ہے۔آپ نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے۔بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا۔پھوپھی کی محبت، باپ کا پیار، عزیز کی بیوی کی چاہت، سب مجھے یاد ہے۔اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ہے۔اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا ساقی نے دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔ابن مسعود کی قرأت میں خمرا کے بدلے لفظ عنبا ہے، اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہیں۔اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی بیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں، اس نے توڑے ہیں۔پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے۔اللہ کے پیغمبر نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانے سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساقی گری میں لگ جاؤ گے۔دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرندے آ آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعہ ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی۔لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا۔لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لیے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

قَالَ لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّۃَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ○

یوسف (علیہ السلام) نے کہا: جو کھانا تمہیں کھلایا جاتا ہے وہ تمہارے پاس آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم دونوں کو اس کی تعبیر تمہارے پاس اس کے آنے سے قبل بتادوں گا، یہ ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔ بیشک میں نے اس قوم کا مذہب (شروع ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا خوابوں کی تعبیر کے ساتھ دعوت ایمان دینے کا بیان

"قَالَ" لَھُمَا مُخْبِرًا اَنَّہٗ عَالِم بِتَعْبِیْرِ الرُّؤْیَا "لَا یَاْتِیْکُمَا طَعَام تُرْزَقَانِہٖ" فِیْ مَنَامکُمَا "اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ" فِی الْیَقَظَۃ "قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا" تَاْوِیْلہ "ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ" فِیْہِ حَثّ عَلٰی اِیْمَانھمَا ثُمَّ قَوَّاہُ بِقَوْلِہٖ "اِنِّیْ تَرَکْت مِلَّۃ" دِیْن "قَوْم لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ" تَاْکِید،

یوسف علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا کہ ہاں میں خوابوں کی تعبیر کا عالم ہوں۔ جو کھانا روز تمہیں کھلایا جاتا ہے وہ تمہارے پاس حالت بیداری میں آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم دونوں کو اس کی تعبیر تمہارے پاس اس کے آنے سے قبل بتادوں گا، یہ (تعبیر) ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔ یہ فرمان ان کو دونوں کا ایمان کی طرف رغبت دلاتا تھا، اس کے بعد اس میں مضبوطی کے لئے فرمایا کہ بیشک میں نے اس قوم کا مذہب شروع ہی سے چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ یہ بہ طور تاکید ہے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا قیدیوں کو دعوت اسلام دینے کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ خواب کی تعبیر تو میں تمہیں بتا ہی دوں گا اور جس وقت تمہارا کھانا آیا کرتا ہے اس سے پہلے ہی بتادوں گا اور اس سے پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ خوابوں کی تعبیر کا علم جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے تو یہ مجھ پر اللہ کا خاص احسان ہے اور اللہ کا فضل و احسان ان لوگوں پر ہی ہوا کرتا ہے جو اللہ ہی کے ہو کر رہتے ہیں۔ اسی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے۔ میں ان لوگوں (مصریوں) کا دین ہرگز قبول نہیں کرتا جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخرت پر، بلکہ میں تو اپنے بزرگوں سیّدنا ابراہیم اور سیّدنا یعقوب کے دین پر ہوں اور یہ بزرگ خالصتاً اللہ ہی کی عبادت کیا کرتے تھے کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہیں کیا کرتے تھے اور ایسا دین اختیار کر لینا ہی اللہ کا بہت بڑا فضل و احسان ہے۔ کاش لوگ یہ بات سمجھ جائیں۔

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ۝

اور میں نے تو اپنے باپ دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب (علیہم السلام) کے دین کی پیروی کر رکھی ہے، ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، یہ (توحید) ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا (خاص) فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔

## دین ابراہیمی کی اتباع کے اظہار کا بیان

"وَاتَّبَعْت مِلَّة اٰبَائِی اِبْرَاهِیم وَاِسْحَاق وَیَعْقُوْب مَا كَانَ" یَنْبَغِی "لَنَا اَنْ نُشْرِك بِاللّٰهِ مِنْ" زَائِدَة "شَیْء" لِعِصْمَتِنَا "ذٰلِكَ" التَّوْحِیْد "مِنْ فَضْل اللّٰه عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاس وَلٰكِنَّ اَكْثَر النَّاس" وَهُمْ الْكُفَّار "لَا یَشْكُرُوْنَ" اللّٰه فَیُشْرِكُوْنَ ثُمَّ صَرَّحَ بِدُعَائِهِمَا اِلَى الْاِیْمَان فَقَالَ:

اور میں نے تو اپنے باپ دادا، ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کر رکھی ہے، ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو بھی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائیں، یہاں پر من زائدہ ہے۔ یہ توحید ہم پر اور لوگوں پر اللہ کا خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ یعنی کفار کا شکر ادا نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو صراحت کے ساتھ ایمان کی طرف بلایا اور کہا۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی حالت قید میں عبادت کا بیان

آپ دن میں روزہ دار رہتے ہیں، رات تمام نماز میں گزارتے ہیں جب کوئی جیل میں بیمار ہوتا ہے اس کی عیادت کرتے ہیں، اس کی خبر گیری رکھتے ہیں، جب کسی پر تنگی ہوتی ہے اس کے لئے کشائش کی راہ نکالتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے تعبیر دینے سے پہلے اپنے معجزے کا اظہار اور توحید کی دعوت شروع کر دی اور یہ ظاہر فرما دیا کہ علم میں آپ کا درجہ اس سے زیادہ ہے جتنا وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ علم تعبیر ظن پر مبنی ہے اس لئے آپ نے چاہا کہ انھیں ظاہر فرما دیں کہ آپ غیب کی یقینی خبریں دینے پر قدرت رکھتے ہیں اور اس سے مخلوق عاجز ہے۔

جس کو اللہ نے غیبی علوم عطا فرمائے ہوں اس کے نزدیک خواب کی تعبیر کیا بڑی بات ہے! اس وقت معجزے کا اظہار آپ نے اس لئے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ ان دونوں میں ایک عنقریب سولی دیا جائے گا تو آپ نے چاہا اس کو کفر سے نکال کر اسلام میں داخل کریں اور جہنم سے بچائیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عالم اپنی علمی منزلت کا اس لئے اظہار کرے کہ لوگ اس سے نفع اٹھائیں تو یہ جائز ہے۔ (مدارک وخازن، سورہ یوسف، بیروت)

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔

## حالت قید میں دعوت توحید پہنچانے کا بیان

"يَا صَاحِبَيِ" سَاكِنَيِ "السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ" خَيْرٌ ؟ اسْتِفْهَامُ تَقْرِيرٍ،

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو یعنی جیل میں رہنے والو بتاؤ کیا الگ الگ بہت سے معبود بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ وہ بہتر ہے۔ یہاں استفہام تقریری ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں۔ آپ نے انہیں تعبیر خواب بتا دینے کا اقرار کرلیا ہے۔ لیکن اس سے پہلے انہیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلا رہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچار بے بس ہے۔ جس کا ثانی شریک اور ساجھی کوئی نہیں۔ جس کی عظمت و سلطنت چپے چپے اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر؟ یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناکارے بہت سے معبود بہتر؟ پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پاٹ کر رہے ہو بے سند ہیں۔

| |
|---|
| مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ |
| الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ |
| تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہو مگر چند ناموں کی جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے |
| ان کی کوئی سند نہیں اتاری۔ حکم کا اختیار صرف اللہ کو ہے، اسی نے حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، |
| یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## اہل شرک کا شرک کر کے عذاب کی طرف جانے کا بیان

"مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ" اَيْ غَيْرِهٖ "اِلَّا اَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا" سَمَّيْتُمْ بِهَا اَصْنَامًا "اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللهُ بِهَا" بِعِبَادَتِهَا "مِنْ سُلْطَانٍ" حُجَّةٍ وَبُرْهَانٍ "اِنْ" مَا "الْحُكْمُ" الْقَضَاءُ "اِلَّا لِلّٰهِ" وَحْدَهٗ "اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ ذٰلِكَ" التَّوْحِيْدُ "الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" الْمُسْتَقِيْمُ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ" وَهُمُ الْكُفَّارُ "لَا يَعْلَمُوْنَ" مَا يَصِيْرُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ الْعَذَابِ فَيُشْرِكُوْنَ،

تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ہو مگر چند ناموں کی یعنی جن کے نام تم نے بت رکھا ہے، جو خود تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنے پاس سے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کی عبادت کرنے کی کوئی سند یعنی دلیل و حجت نہیں اتاری۔ حکم کا اختیار صرف اللہ جو وحدہ لاشریک ہے اس کا ہے، اسی نے تمہیں اپنی توحید کا حکم فرمایا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا راستہ درست دین ہے لیکن اکثر لوگ یعنی جو کافر ہیں وہ نہیں جانتے۔ یعنی وہ شرک کر کے جس عذاب کی طرف جا رہے ہیں وہ اس کو نہیں جانتے۔

## شاہی باورچی اور ساقی کے خواب کی تعبیر اور پیغام توحید

یہ نام اور ان کے لیے عبادت یہ تمہاری اپنی گھڑت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادے بھی اس مرض کے مریض تھے۔ لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے بلکہ اس کی کوئی عقلی دلیل دنیا میں اللہ نے بنائی نہیں۔ حکم تصرف قبضہ، قدرت، کل کی کل اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے باز آنے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے۔ دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل وعبادت ہو۔ اسی اللہ کا حکم اس پر بیشمار دلیلیں موجود۔ لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے ناواقف ہیں۔ نادان ہیں توحید وشرک کا فرق نہیں جانتے۔ اس لیے اکثر شک کے دلدل میں دھنسے رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی چاہت کے انہیں یہ منصیب نہیں ہوتا۔ خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی کہ ان میں سے ایک کے لیے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ نے چاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصا ایسے موقعہ پر جب کہ اللہ کے پیغمبران سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ کی بزرگی وعزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی۔ آپ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی۔ اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا۔ کیونکہ آپ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے۔ بات کو سوچیں گے۔ جب آپ اپنا فرض ادا کر چکے۔ احکام اللہ کی تبلیغ کر چکے۔ تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ نے ان کا جواب شروع کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ |
| فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ |
| اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک اپنے مربّی (یعنی بادشاہ) کو شراب پلایا کرے گا، اور رہا دوسرا تو وہ پھانسی |
| دیا جائے گا پھر پرندے اس کے سر سے کھائیں گے، فیصلہ کر دیا گیا جس کے بارے میں تم دریافت کرتے ہو۔ |

## خوابوں کی تعبیر میں ایک کی رہائی جبکہ دوسرے کی پھانسی کا بیان

"يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّا اَحَدُكُمَا" اَیْ السَّاقِی فَيَخْرُجُ بَعْدَ ثَلَاثٍ "فَيَسْقِي رَبَّه" سَيِّده "خَمْرًا" عَلٰى عَادَته "وَاَمَّا الْاٰخَر" فَيَخْرُج بَعْد ثَلَاث "فَيُصْلَب فَتَاْكُل الطَّيْر مِنْ رَاْسه" هٰذَا تَاْوِيل رُؤْيَاكُمَا فَقَالَا مَا رَاَيْنَا شَيْئًا فَقَالَ "قُضِيَ" تَمَّ "الْاَمْر الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيَان" سَاَلْتُمَا عَنْهُ صَدَقْتُمَا اَمْ كَذَبْتُمَا،

اے میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو، تم میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ وہ تین دن کے بعد رہا ہو کر اپنے مربّی یعنی بادشاہ کو شراب پلایا کرے گا، جس طرح پہلے اس کا طریقہ تھا۔ اور رہا دوسرا جس نے سر پر روٹیاں دیکھی ہیں تو وہ بھی تین دن کے بعد نکالا جائے گا اور اس کو پھانسی دی جائے گی۔ پھر پرندے اس کے سر سے گوشت نوچ کر کھائیں گے یہ ان کے اسی خواب کی تعبیر ہے

جس طرح انہوں نے دیکھا ہے۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو کچھ دیکھا ہی نہیں تھا۔ تو اس پر آپ نے فرمایا جو ہم نے کہہ دیا تمہارے بارے میں یہ قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے۔ جس کے بارے میں تم دریافت کرتے ہو۔ خواہ وہ تم نے سچ بولا تھا یا جھوٹ بولا تھا۔

## خواب اور ان کی تعبیر بتانے کا بیان

اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ان کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیری خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے۔ بلکہ مبہم کر کے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کا ساقی بن جائے گا یہ دراصل یہ اس کے خواب کی تعبیر ہے جس نے شیرہ انگور تیار کرتے اپنے تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرے جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں۔ اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا مغز کھائیں گے۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لیے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑ لے اور پھر اس کی تعبیر بھی دی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اس کی تعبیر نہ دے دی جائے جب تعبیر دے دی گئی پھر وہ واقع ہو جاتا ہے مسند ابویعلی میں مرفوعاً مروی ہے کہ خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اس کے لیے ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

## تصرف انبیاء واولیاء اور مقام ''کن'' کا بیان

اللہ تعالیٰ کے مقربین انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقام کن عطا فرمایا ہے کہ وہ کسی امر کے بارے میں فرما دیں کہ وہ ہو جائے تو وہ ہو جاتا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی مثال قرآن نے اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا، اے میرے قید کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا اور رہا دوسرا تو اس کو سولی دی جائے گی۔ پھر پرندے اس کے سر سے (گوشت کو نوچ کر) کھائیں گے تم جس کے متعلق سوال کرتے تھے اس کا اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے۔ (یوسف، ۴۱)

ابن سائب نے بیان کیا ہے کہ جب ساقی نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں انگور کے تین خوشوں سے شراب نچوڑ رہا ہوں تو آپ نے فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ تین خوشوں سے مراد تین دن ہیں تین دن کے بعد بادشاہ تم کو بلوائے گا اور دوبارہ تم کو تمہارے منصب پر بحال کر دے گا۔ اور نانبائی سے فرمایا: تم نے برا خواب دیکھا ہے کہ تم روٹی کی تین زنجیریں اٹھائے ہوئے ہو۔ تین زنجیروں سے مراد تین دن ہیں تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ تم کو بلائے گا اور تم کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دے گا۔ اور پرندے تمہارے سر سے گوشت نوچ کر کھائیں گے۔ اس پر ان دونوں نے

کہا کہ ہم نے تو کوئی خواب دیکھا ہی نہیں تھا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: جس چیز کے متعلق تم نے سوال کیا اس کا اسی طرح فیصلہ ہو چکا ہے (یعنی تمہارے خوابوں کی تعبیر میں جو کچھ ہم نے کہہ دیا ہو گیا) یعنی اس معاملہ سے فراغت ہو چکی ہے خواہ تم نے سچ بولا یا جھوٹ بولا۔ عنقریب اسی طرح واقع ہو گا۔ (زاد المسیر، ج۴، ص۵۹۷، بیروت)

اس بیان کردہ قرآن کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "قضی الامر" کہ جو ہم نے کہہ دیا وہ ہو گیا۔ یہی وہ تصرف تھا جو لفظ کن کا مقام رکھتا ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ |
| ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ؁ |
| اور اس نے اس سے کہا جس کے متعلق اس نے سمجھا تھا کہ بے شک وہ دونوں میں سے رہا ہونے والا ہے کہ اپنے مالک کے پاس |
| میرا ذکر کرنا۔ تو شیطان نے اسے اس کے مالک سے ذکر کرنا بھلا دیا تو وہ کئی سال قید خانے میں رہے۔ |

## یوسف علیہ السلام کا سات سال یا بارہ سال قید میں رہنے کا بیان

"وَقَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ" اَیْقَنَ "اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا" وَهُوَ السَّاقِی "اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ" سَیِّدِكَ فَقُلْ لَهٗ اِنَّ فِی السِّجْنِ غُلَامًا مَحْبُوسًا ظُلْمًا فَخَرَجَ "فَاَنْسَاهُ" اَیِ السَّاقِیَ "الشَّیْطَانُ ذِكْرَ" یُوسُفَ عِنْدَ "رَبِّهٖ فَلَبِثَ" مَكَثَ یُوسُفُ "فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ" قِیْلَ سَبْعًا وَقِیْلَ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ،

اور اس نے اس سے کہا جس کے متعلق اس نے سمجھا تھا کہ بے شک وہ دونوں میں سے رہا ہونے والا ساقی ہے اس سے کہا کہ اپنے مالک کے پاس میرا ذکر کرنا۔ یعنی ان سے کہنا کہ قید میں ایک شخص بہ طور ظلم مقید ہے۔ پس جب وہ رہا ہو گیا تو شیطان نے اسے اس کے مالک سے ذکر کرنا بھلا دیا یعنی یوسف علیہ السلام کا قید میں ٹھہرنا بھلا دیا اس طرح یوسف علیہ السلام کئی سال قید خانے میں رہا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ سات سال قید میں رہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ سال قید میں رہے۔

## تعبیر بتا کر بادشاہ وقت کو اپنی یاد دہانی کی تاکید

جسے حضرت یوسف نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانہ سے آزاد ہونے والا سمجھا تھا اس سے در پردہ علیحدگی میں کہ وہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا۔ لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال ہی تھی جس سے نبی اللہ علیہ السلام کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ فانساہ میں ہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے۔ گو یا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف کی طرف پھرتی ہے۔

ابن عباس سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یوسف یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی۔ یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے۔ اس لیے کہ سفیان بن وکیع اور

ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قتادہ سے مرسلاً مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہوسکتیں۔

بضع لفظ تین سے نو تک کے لیے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسف قید خانے میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا ابن عباس کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی۔ ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ نے قید خانے میں گزارے۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰی سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ |
| وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝ |
| اور بادشاہ نے کہا بے شک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں، جنھیں سات دبلی کھا رہی ہیں اور سات سبز خوشے اور کچھ دوسرے |
| خشک (دیکھتا ہوں)، اے درباریو! مجھے میرے خواب کے بارے بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر کیا کرتے ہو۔ |

## بادشاہ مصر کا معبران مصر سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے کا بیان

"وَقَالَ الْمَلِكُ" مَلِك مِصْر الرَّيَّان بْن الْوَلِيْد "اِنِّیْ اَرٰی" اَیْ رَاَیْت "سَبْع بَقَرَات سِمَان یَاْكُلُهُنَّ" يَبْتَلِعهُنَّ "سَبْع" مِنَ الْبَقَر "عِجَاف" جَمْع عَجْفَاء "وَسَبْع سُنْبُلَات خُضْر وَاُخَر" اَیْ سَبْع سُنْبُلَات "يَابِسَات" قَدْ الْتَوَتْ عَلَى الْخُضْر وَعَلَتْ عَلَيْهَا "يَاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُؤْيَایَ" بَيِّنُوْا لِیْ تَعْبِيْرهَا "اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّؤْيَا تَعْبُرُوْنَ" فَاعْبُرُوْهَا،

اور بادشاہ یعنی مصر کے بادشاہ ریان بن ولید نے کہا بے شک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں، جنھیں سات دبلی کھا رہی ہیں اور لفظ عجاف جس کی جمع عجفاء ہے۔ اور سات سبز خوشے اور کچھ دوسرے خشک دیکھتا ہوں، جو سبز خوشوں پر غالب آگئے ہیں جوان کے ساتھ لپٹی ہوئی ہیں۔ اے درباریو! مجھے میرے خواب کی تعبیر کے بارے میں بتاؤ، اگر تم خواب کی تعبیر کیا کرتے ہو۔ تو اس کی تعبیر بیان کرو۔

اکثر مفسرین اس طرف ہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام سات برس اور قید میں رہے اور پانچ برس پہلے رہ چکے تھے اور اس مدت کے گزرنے کے بعد جب اللہ تعالیٰ کو حضرت یوسف کا قید سے نکالنا منظور ہوا تو مصر کے شاہِ اعظم ریان بن ولید نے ایک عجیب خواب دیکھا جس سے اس کو بہت پریشانی ہوئی اور اس نے ملک کے ساحروں اور کاہنوں اور تعبیر دینے والوں کو جمع کر کے ان سے اپنا خواب بیان کیا۔

طویل مدت کے بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اس رہا ہونے والے ساقی کو سیدنا یوسف کا پیغام یاد دلایا۔ واقعہ یہ ہوا کہ شاہ مصر کو ایک عجیب اور ڈراؤنا سا خواب آیا۔ خواب میں اس نے دیکھا کہ سات دبلی گائیں ہیں جو اپنے سے بہت بھاری سات

موٹی تازی گائیوں کا گوشت کھا رہی ہیں اور گوشت کھا کر انھیں ختم ہی کر دیا ہے اور یہ سارا گوشت چٹ کر جانے کے بعد بھی وہ دبلی کی دبلی ہی ہیں۔ جیسے پہلے تھیں اور دوسرا منظر یہ دیکھا ہے کہ سات سوکھی بالیاں ہیں جو سات ہری بھری اور سرسبز بالیوں کے اوپر لپٹ گئی ہیں اور انھیں بھی سوکھا بنا دیا ہے۔

| قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ۝ |
|---|
| بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔ |

## اہم خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز آنے والوں کا بیان

"قَالُوا" هٰذِهٖ "اَضْغَاثُ اَحْلَام" اَخْلَاط،

بولے پریشان خوابیں ہیں اور ہم خواب کی تعبیر نہیں جانتے۔

یہ خواب اس بادشاہ کو آیا، عزیز مصر جس کا وزیر تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اس خواب کے ذریعے سے یوسف علیہ السلام کی رہائی عمل میں لانی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کے درباریوں، کاہنوں اور نجومیوں نے اس خواب پریشان کی تعبیر بتلانے سے عجز کا اظہار کر دیا، بعض کہتے ہیں کہ نجومیوں کے اس قول کا مطلب مطلقا علم تعبیر کی نفی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ علم تعبیر سے وہ بے خبر نہیں تھے نہ اس کی انہوں نے نفی کی، انہوں نے صرف خواب کی تعبیر بتلانے سے لاعلمی کا اظہار کیا۔

| وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ۝ |
|---|
| اور ان دونوں میں سے جو رہا ہوا تھا اور اسے ایک مدت کے بعد یاد آیا، اس نے کہا میں تمھیں اس کی تعبیر بتا تا ہوں، سو مجھے بھیجو۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے آنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا" اَیْ مِنَ الْفَتَيَيْنِ وَهُوَ السَّاقِی "وَادَّكَرَ" فِيْهِ اِبْدَال التَّاء فِی الْاَصْل دَالًا وَاِدْغَامهَا فِی الدَّال اَیْ تَذَكَّرَ "بَعْد اُمَّة" حِيْن حَال يُوْسُف "اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِی" فَاَرْسَلُوْهُ فَاَتٰی يُوْسُف فَقَالَ:

اور ان دونوں میں سے جو رہا ہوا تھا یعنی ان دونوں جوانوں میں سے جو ساقی تھا۔ یہاں پر ادکر میں تاء کو اصل میں دال کے ساتھ تبدیل کیا گیا ہے اور اس کے بعد ذال میں اغام کیا گیا ہے۔ (جس طرح باب افتعال کے صرفی قوانین میں ہے) اور اسے ایک مدت کے بعد یوسف علیہ السلام کی حالت یاد آئی۔ اس نے کہا میں تمھیں اس کی تعبیر بتا تا ہوں، سو مجھے بھیجو۔ پس وہ یوسف علیہ السلام کے پاس آ کر کہنے لگا۔

اس واقعہ کو دیکھ کر مدت مدید کے بعد اس رہا شدہ قیدی کو یوسف علیہ السلام کی بات یاد آئی اور اس نے آگے بڑھ کر کہا کہ میں آپ کو اس خواب کی تعبیر بتلا سکوں گا اس وقت اس نے یوسف علیہ السلام کے کمالات اور تعبیر خواب میں مہارت اور پھر مظلوم ہو کر

قید میں گرفتار ہونے کا ذکر کر کے یہ چاہا کہ مجھے جیل خانہ میں ان سے ملنے کی اجازت دی جائے بادشاہ نے اس کا انتظام کیا وہ یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا قرآن کریم نے اس تمام واقعہ کو صرف ایک لفظ فَاَرْسِلُوْنِ فرما کر بیان کیا ہے جس کے معنی ہیں مجھے بھیج دو یوسف علیہ السلام کا تذکرہ پھر سرکاری منظوری اور پھر جیل خانہ تک پہنچنا یہ واقعات خود ضمنی طور پر سمجھ میں آ جاتے ہیں اس لئے ان کی تصریح کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ یہ بیان شروع کیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ |
| سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ |
| اے یوسف! اے صدیق! ہمیں تعبیر دیجئے، سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دُبلی کھاتی ہیں اور سات ہری بالیں |
| اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں کی طرف لوٹ کر جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام سے تعبیر پوچھنے کا بیان

يَا "يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْق" الْكَثِيْر الصِّدْق "اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ سُنْبُلَات خُضْر وَاُخَر يَابِسَات لَعَلِّيْ اَرْجِع اِلَى النَّاس" اَيْ الْمَلِك وَاَصْحَابه "لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ" تَعْبِيْرهَا،

اے یوسف! اے صدیق! یعنی آپ بہت زیادہ سچے ہیں۔ ہمیں تعبیر دیجئے، سات فربہ گایوں کی جنہیں سات دُبلی کھاتی ہیں اور سات ہری بالیں اور دوسری سات سوکھی شاید میں لوگوں یعنی بادشاہ اور اس کے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر جاؤں شاید وہ آگاہ ہوں۔ یعنی وہ اس تعبیر کو جان سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ فن مکمل عطا فرمایا تھا آپ نے خواب سنکر سمجھ لیا کہ سات بیل فربہ اور سات خوشے ہرے بھرے سے مراد سات سال ہیں جن میں پیداوار حسب دستور خوب ہوگی کیونکہ بیل کو زمین کے ہموار کرنے اور غلہ اُگھانے میں خاص دخل ہے اسی طرح سات بیل لاغر کمزور اور سات خشک خوشوں سے مراد یہ ہے کہ پہلے سال کے بعد سات سال سخت قحط کے آئیں گے اور کمزور سات بیلوں فربہ بیلوں کے کھالینے سے یہ مراد ہے کہ پچھلے سات سال میں جو ذخیرہ غلہ وغیرہ کا جمع ہوگا وہ سب ان قحط کے سالوں میں خرچ ہو جائے گا صرف بیج کے لئے کچھ غلہ بچے گا۔

| |
|---|
| قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ۝ |
| یوسف (علیہ السلام) نے کہا تم لوگ دائمی عادت کے مطابق مسلسل سات برس تک کاشت کرو گے سو جو کھیتی تم کاٹا کرو گے |
| اسے اس کے خوشوں میں (ذخیرہ کے طور پر) رکھتے رہنا مگر تھوڑا سا (نکال لینا) جسے تم کھالو۔ |

## غلہ ذخیرہ کرنے کے لئے پہلے سات سال آنے کا بیان

"قَالَ تَزْرَعُوْنَ" اَيْ ازْرَعُوا "سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا" مُتَتَابِعَة وَهِيَ تَاْوِيْل السَّبْع السِّمَان "فَمَا حَصَدْتُّمْ

فَذَرُوهُ" اَیْ اُتْرُکُوهُ "فِیْ سُنْبُلِه" لِئَلَّا یَفْسُد "اِلَّا قَلِیْلًا مِمَّا تَاْکُلُوْنَ" فَادْرُسُوهُ،

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تم لوگ دائمی عادت کے مطابق مسلسل سات برس تک کاشت کرو گے۔ یعنی یہ خوشحالی والے سات سالوں کی تعبیر ہے۔ لہٰذا جو کھیتی تم کاٹا کرو گے اسے اس کے خوشوں ہی میں ذخیرہ کے طور پر رکھتے رہنا یعنی خراب نہ ہونے دینا مگر تھوڑا سا نکال لینا جسے تم ہر سال کھالو۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی یوسف علیہ السلام کو اس پر مطلع کر دیا تا کہ تعبیر خواب سے بھی کچھ زیادہ خبر ان کو پہنچے جس سے یوسف علیہ السلام کا فضل و کمال ظاہر ہو کر ان کی رہائی کا سبب بنے اور اس پر مزید یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف تعبیر خواب ہی پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ ایک حکیمانہ اور ہمدردانہ مشورہ بھی دیا وہ یہ کہ پہلے سات سال میں جو زیادہ پیداوار ہو اس کو گندم کے خوشوں ہی میں محفوظ رکھنا، تا کہ گندم کو پرانا ہونے کے بعد کیڑا نہ لگ جائے یہ تجربہ کی بات ہے کہ جب تک غلہ خوشہ کے اندر رہتا ہے غلہ کو کیڑا نہیں لگتا۔ (تفسیر خازن، سورہ یوسف، بیروت)

| ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۝ |
| --- |
| پھر اس کے بعد سات (سال) بہت سخت آئیں گے وہ اس کو کھا جائیں گے جو تم ان کے لئے پہلے جمع کرتے رہے تھے |
| مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم محفوظ کرلو گے۔ |

## خوشحالی وقحط سالی کی تعبیر موٹی وکمزور گائیوں سے ہونے کا بیان

"ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ" اَیْ السَّبْعِ الْمُخْصِبَاتِ "سَبْعٌ شِدَادٌ" مُجْدِبَاتٌ صِعَابٌ وَهِیَ تَاْوِیْلُ السَّبْعِ الْعِجَافِ "یَاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ" مِنَ الْحَبِّ الْمَزْرُوْعِ فِی السِّنِیْنَ الْمُخْصِبَاتِ اَیْ تَاْكُلُوْنَهُ فِیْهِنَّ "اِلَّا قَلِیْلًا مِمَّا تُحْصِنُوْنَ" تَدَّخِرُوْنَ،

پھر اس کے بعد سات سال بہت سخت خشک سالی کے آئیں گے یعنی یہ سختی کے سال جو سات کمزور گائیں کی تعبیر ہیں۔ وہ اس ذخیرہ کو کھا جائیں گے جو تم ان کے لئے پہلے جمع کرتے رہے تھے یعنی جو غلہ واناج تم خوشحالی کے سالوں میں جمع کرتے رہے ہو مگر تھوڑا سا بچ جائے گا جو تم محفوظ کرلو گے۔ یعنی جو تم نے ذخیرہ کیا ہوگا۔

## شاہ مصر کا خواب اور تلاش تعبیر میں یوسف علیہ السلام تک رسائی

قدرت الٰہی نے یہ مقرر رکھا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لیے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے بھونچکا سا ہو گیا۔ دربار منعقد کیا اور تمام امراء، روسا، کاہن، منجم اور علماء کو خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا۔ اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی۔ لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے۔ یہ تو

یونہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے۔اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے۔اس وقت شاہی ساقی کو حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں۔اس علم میں ان کو کافی مہارت ہے۔

یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی۔اسی سے حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا۔لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔آج مدت مدید کے بعد اسے یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو۔یوسف صدیق علیہ السلام جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔آپ نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔امتہ کی دوسری قرأت امتہ بھی ہے۔اس کے معنی بھول کے ہیں۔یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف علیہ السلام کا فرمان یاد آیا۔دربار سے اجازت لے کر یہ چلا۔قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی علیہ السلام سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف علیہ السلام بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے۔اسے تعبیر کا اشتیاق ہے۔تمام دربار بھرا ہوا ہے۔سب کی نگاہیں لگیں ہوئی ہیں۔

آپ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سناؤں اور سب معلوم کر لیں۔آپ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا۔باوجود میرے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا۔نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے بلکہ بغیر کسی تمنا کے اظہار کے بغیر کسی الزام دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی۔

فرمایا کہ سات فربہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی۔خوب تر سالی ہوگی۔غلہ کھیت باغات خوب پھلیں گے۔یہی مراد سات ہری بالیوں سے ہے۔گائیں بیل ہی ہلوں میں جتتے ہیں ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے۔اب ترکیب بھی بتلا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے۔اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تا کہ سڑے گلے نہیں خراب نہ ہو۔ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا۔لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے۔ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی۔نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی۔یہی مراد ہے سات دبلی گایوں اور سات خشک خوشوں سے ہے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی۔وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔

تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔آپ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالیوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا۔خوب بارشیں برسیں گی خوب غلے اور کھیتیاں ہوں گی۔ریل پیل ہو جائے گی اور تنگی دور ہو جائے گی اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔اور جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں پئیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۝ |
| پھراس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور لوگ اس میں (پھلوں کا) رس نچوڑیں گے۔ |

## بارش کے ذریعے پھلوں کی خوشحالی والا سال آنے کا بیان

"ثُمَّ يَاْتِىْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ" اَىْ السَّبْعِ الْمُجْدِبَات "عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاس" بِالْمَطَرِ "وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ" الْاَعْنَاب وَغَيْرِهَا لِخِصْبِهِ،

پھراس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا یعنی خشک سالی کے بعد، جس میں لوگوں کو خوب بارش دی جائے گی اور اس سال اس قدر پھل ہوں گے کہ لوگ اس میں پھلوں کا رس نچوڑیں گے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِىْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ |
| مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّىْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ۝ |
| اور بادشاہ نے کہا یوسف (علیہ السلام) کو (فوراً) میرے پاس لے آؤ، پس جب یوسف (علیہ السلام) کے پاس قاصد آیا |
| توانہوں نے کہا: اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور اس سے (یہ) پوچھ کہ ان عورتوں کا اب کیا حال ہے جنہوں نے |
| اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ بیشک میرا رب ان کے مکروفریب کو خوب جاننے والا ہے۔ |

انگور کا اور تِل زیتون کے تیل نکالیں گے، یہ سال کثیر الخیر ہوگا، زمین سرسبز وشاداب ہوگی، درخت خوب پھلیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے یہ تعبیر سن کر واپس ہوا اور بادشاہ کی خدمت میں جا کر تعبیر بیان کی، بادشاہ کو یہ تعبیر بہت پسند آئی اور اسے یقین ہوا کہ جیسا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ضرور ویسا ہی ہوگا۔ بادشاہ کو شوق پیدا ہوا کہ اس خواب کی تعبیر خود حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان مبارک سے سنے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا اظہار برأت تک قید میں رہنے کا بیان

"وَقَالَ الْمَلِكُ" لَمَّا جَاءَهُ الرَّسُول وَاَخْبَرَهُ بِتَاْوِيْلِهَا "ائْتُوْنِىْ بِهٖ" اَىْ بِالَّذِىْ عَبَّرَهَا "فَلَمَّا جَاءَهُ" اَىْ يُوْسُف "الرَّسُوْل" وَطَلَبَهُ لِلْخُرُوْجِ "قَالَ" قَاصِدًا اِظْهَار بَرَاءَتِه "ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْاَلْهُ" اَنْ يَّسْاَل "مَا بَال" حَال "النِّسْوَة اللَّاتِىْ قَطَّعْنَ اَيْدِيهِنَّ اِنَّ رَبِّىْ" سَيِّدِىْ "بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْم" فَرَجَعَ فَاَخْبَرَ الْمَلِك فَجَمَعَهُنَّ،

اور جب اس قاصد نے خواب کی تعبیر بادشاہ کو بتائی تو یہ تعبیر سنتے ہی بادشاہ نے کہا یوسف (علیہ السلام) کو فوری طور پر میرے پاس لے آؤ، جس نے یہ تعبیر بتائی ہے۔ پس جب یوسف علیہ السلام کے پاس وہ قاصد آیا تو اس نے آپ قید سے باہر نکالنے کا

مطالبہ کیا تو یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت کے لئے کہا اپنے بادشاہ کے پاس لوٹ جا اور اس سے یہ پوچھ کہ ان عورتوں کا اب کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ بیشک میرا رب یعنی میرا سردار ان کے مکر وفریب کو خوب جاننے والا ہے۔ تو وہ لوٹ کر بادشاہ کے پاس گیا اور یہ خبر پہنچائی تو بادشاہ نے ان خواتین کو جمع کیا۔

## برأت عصمت تک قید سے باہر نہ آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کریم بن کریم بن کریم بن کریم، یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی مدت یوسف علیہ السلام قید میں رہے اگر میں رہتا تو قاصد کے آنے پر بادشاہ کی دعوت قبول کر لیتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ،یوسف:50) (پھر جب اس کے پاس قاصد پہنچا کہا اپنے آقا کے ہاں واپس جا اور اس سے پوچھ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے۔ بے شک میرا رب ان کے فریب سے خوب واقف ہے)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت لوط علیہ السلام پر اللہ کی رحمت ہو وہ تمنا کرتے تھے کہ کسی مضبوط قلعے میں پناہ حاصل کریں اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ہر کسی قوم کی طرف انہی میں سے نبی بنا کر بھیجا۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1059)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ شک کرنے کے لائق ہیں، جب انہوں نے کہا تھا رب انی کیف تحی الموتیٰ، اے پروردگار مجھے دکھادے کہ تو مردوں کو کس طرح جلائے گا، اور اللہ تعالیٰ حضرت لوط علیہ السلام پر رحم کرے جو رکن شدید کا سہارا پکڑنا چاہتے تھے۔

اور اگر میں قید خانے میں اتنی طویل مدت تک رہتا جتنی مدت حضرت یوسف علیہ السلام رہے تو میں یقیناً بلانے والے کی دعوت قبول کر لیتا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 270)

## جیل خانہ اور یوسف علیہ السلام کی شان عصمت کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا۔ لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں رکھیں۔ بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے۔ جب ہم یوسف کو قید کر دیں گے وہ لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا اسی نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لیے اپنے پاس بلوایا تو آپ نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برات اور میری پاکدامنی صاف طور پر ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں جب تک بادشاہ نے ہر طرح کے گواہ سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ کا بے قصور ہونا، ساری دنیا پر کھل نہ گیا آپ جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ باہر آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر، نبی

اللہ پاکدامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

| |
|---|
| قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ |
| قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ |
| اس نے کہا تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانے کی کوشش کی؟ انھوں نے کہا اللہ کی پناہ! |
| ہم نے اس پر کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ عزیز کی بیوی نے کہا اب حق خوب ظاہر ہو گیا، میں نے ہی اسے اس کے نفس سے |
| پھسلانے کی کوشش کی تھی، اور بلاشبہ وہ یقیناً سچوں سے ہے۔ |

## خواتین مصر سے اظہار برأت کرانے کا بیان

"قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ " شَاْنُكُنَّ "اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُف عَنْ نَفْسه " هَلْ وَجَدْتُنَّ مِنْهُ مَيْلًا اِلَيْكُنَّ "قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوء قَالَتْ امْرَاَة الْعَزِيز الْاٰن حَصْحَصَ " وَضَحَ "الْحَقّ اَنَا رَاوَدْته عَنْ نَفْسه وَاِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ" فِيْ قَوْله: "هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَفْسِي" فَاَخْبَرَ يُوسُف بِذٰلِكَ فَقَالَ،

اس نے کہا تمہارا کیا معاملہ تھا جب تم نے یوسف کو اس کے نفس سے پھسلانے کی کوشش کی؟ یعنی کیا تم نے اسے بھی کچھ عورتوں کی طرف مائل ہونا دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی پناہ، ہم نے اس پر کوئی برائی معلوم نہیں کی۔ تو اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا اب حق خوب ظاہر ہو گیا، کیونکہ میں نے ہی اسے اس کے نفس سے پھسلانے کی کوشش کی تھی، اور بلاشبہ وہ یقیناً سچوں سے ہے۔ یعنی اس قول "هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَفْسِي" سے انہوں نے برأت کو بیان کر دیا۔ تو اس کی خبر جب یوسف علیہ السلام کو دی گئی تو اس وقت آپ علیہ السلام نے فرمایا۔

## تحقیق واقعہ کے بعد حق بات کے ظاہر ہو جانے کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کو شاہی قاصد رہائی کا پیغام دے کر ہلانے کے لئے آیا اور انہوں نے قاصد کو یہ جواب دیا کہ پہلے ان عورتوں سے میرے معاملہ کی تحقیق کر لو جنہوں نے ہاتھ کاٹ لئے تھے اس میں بہت سی حکمتیں مضمر تھیں اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو جیسے دین کامل عطا فرماتے ہیں ایسے ہی عقل کامل اور معاملات وحالات کی پوری بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام نیشاہی پیغام سے یہ اندازہ کر لیا کہ اب جیل سے رہائی کے بعد بادشاہ مصر مجھے کوئی اعزاز دیں گے، اس وقت دانشمندی کا تقاضا یہ تھا کہ جس عیب کی تہمت ان پر لگائی گئی تھی اور جس کی وجہ سے جیل میں ڈالا گیا تھا اس کی حقیقت بادشاہ اور سب لوگوں پر پوری طرح واضح ہو اور ان کی براءت میں کسی کو شبہ نہ رہے ورنہ اس کا انجام یہ ہوگا کہ شاہی اعزاز سے لوگوں کی زبانیں تو بند ہو جائیں گی مگر ان کے دلوں میں یہ خیالات کھٹکتے رہیں گے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اپنے آقا کی بیوی پر دست درازی کی تھی اور ایسے حالات کا پیدا

ہو جانا بھی شاہی درباروں میں کچھ بعید نہیں کہ کسی وقت بادشاہ بھی لوگوں کے ایسے خیالات سے متاثر ہو جائے اس لئے رہائی سے پہلے اس معاملہ کی صفائی اور تحقیق کو ضروری سمجھا اور مذکور الصدر دو آیتوں میں سے دوسری آیت میں خود یوسف علیہ السلام نے اپنے اس عمل اور رہائی میں تاخیر کرنے کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔ سب عورتوں نے کہا کہ حاش للہ! ہمیں ان میں ذرا بھی کوئی برائی کی بات نہیں معلوم ہوئی عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی میں نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی اور بیشک وہی سچے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تحقیقات میں عزیز مصر کی بیوی کا نام نہ لیا تھا مگر اللہ جل شانہ جب کسی کو عزت عطا فرماتے ہیں تو خود بخود لوگوں کی زبانیں ان کے صدق وصفائی کے لئے کھل جاتی ہیں اس موقع پر عزیز کی بیوی نے ہمت کر کے اظہار حق کا اعلان خود کر دیا یہاں تک جو حالات وواقعات یوسف علیہ السلام کیا آپ نے سنے ہیں ان میں بہت سیفوائد اور مسائل اور انسانی زندگی کے لئے اہم ہدایتیں پائی جاتی ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ٥ |
| یہ اس لئے (کیا ہے) کہ وہ (عزیز مصر جو میرا محسن ومربّی تھا) جان لے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی کوئی |
| خیانت نہیں کی اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروفریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ |

## عزیز مصر سے خیانت کی برأت کے لئے قید سے باہر نہ آنے کا بیان

"ذٰلِكَ" اَیْ طَلَبَ الْبَرَاءَ ةِ "لِيَعْلَمَ" الْعَزِيز "اَنِّىْ لَمْ اَخُنْهُ" فِیْ اَهْلِه "بِالْغَيْبِ" حَال ثُمَّ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ فَقَالَ، وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ

یوسف علیہ السلام نے کہا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ وہ (عزیز مصر جو میرا محسن ومربّی تھا) جان لے کہ میں نے اس کی غیابت میں یعنی پشت پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی اور کہا اور بیشک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکروفریب کو کامیاب نہیں ہونے دیتا۔

عزیز مصر کی یقین دہانی کی زیادہ فکر اس لئے ہوئی کہ یہ بہت بری صورت ہوگی کہ عزیز مصر کے دل میں میری طرف سے شبہات رہیں اور پھر شاہی اعزاز کی وجہ سے وہ کچھ نہ کہہ سکیں، تو ان کو میرا اعزاز بھی سخت ناگوار ہوگا اور اس پر سکوت ان کے لئے اور زیادہ تکلیف دہ ہوگا وہ چونکہ ایک زمانہ تک آقا کی حیثیت میں رہ چکا تھا اس لئے یوسف علیہ السلام کی شرافت نفس نے اس کی اذیت کو گوارانہ کیا اور یہ بھی ظاہر تھا کہ جب عزیز مصر کو براءت کا یقین ہو جائے گا تو دوسرے لوگوں کی زبانیں خود بند ہو جائیں گی۔

| |
|---|
| وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِىْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىْ ؕ اِنَّ رَبِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ٥ |
| اور میں اپنے نفس کی برات دعویٰ نہیں کرتا، بیشک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم |
| فرمادے۔ بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## شرارت نفس سے بری ہونے کا بیان

"وَمَا اُبَرِّءُ نَفْسِی" مِنَ الزَّلَل "اِنَّ النَّفْس" الْجِنس "لَاَمَّارَة" کَثِیْرَة الْاَمْر "بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا" بِمَعْنٰی مَنْ "رَحِمَ رَبِّی" فَعَصَمَهٗ،

اور میں اپنے نفس کی برات کا دعویٰ نہیں کرتا، کیونکہ وہ حقیر ہے۔ بیشک نفس تو برائی کا بہت ہی حکم دینے والا ہے سوائے اس کے جس پر میرا رب رحم فرمادے۔ یہاں پر ما بہ معنی من ہے۔ یعنی جس کو اللہ بچائے۔ بیشک میرا رب بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## نفس امارہ کے قول سے مراد میں مفسرین کے اقوال کا بیان

عزیز مصر کی بیوی کہہ رہی ہے کہ میں اپنی پاکیزگی بیان نہیں کر رہی اپنے آپ کو نہیں سراہتی۔ نفس انسانی تمناؤں اور بری باتوں کا مخزن ہے۔ اس میں ایسے جذبات اور شوق اچھلتے رہتے ہیں۔ وہ برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے۔ اسی کے پھندے میں پھنس کر میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ مگر جسے اللہ چاہے نفس کی برائی سے محفوظ رکھ لیتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بڑا غفور ورحیم ہے۔ بخشش کرنا معافی دینا اس کی ابدی اور لازمی صفت ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی عورت کا ہی ہے۔ یہی بات مشہور ہے اور زیادہ لائق ہے اور واقعہ کے بیان سے بھی زیادہ مناسب ہے۔ اور کلام کے معنی کے ساتھ بھی زیادہ موافق ہے۔ اماماوردی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اسے وارد کیا ہے۔

**لیعلم** سے اس دوسری آیت کے ختم تک انہی کا فرمان ہے۔ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو صرف یہی ایک قول نقل کیا ہے چنانچہ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے جب ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہلایا پھسلایا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ حاشاللہ ہم نے اس میں کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے اقرار کیا کہ واقعی حق تو یہی ہے۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا یہ سب اس لئے تھا کہ میری امانت درای کا یقین ہو جائے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے فرمایا وہ دن بھی یاد ہے؟ کہ آپ نے کچھ ارادہ کرلیا تھا؟ تب آپ نے فرمایا میں اپنے نفس کی برات تو نہیں کر رہا؟ بیشک نفس برائیوں کا حکم دیتا ہے۔ الغرض ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ لیکن پہلا قول یعنی اس کلام کا عزیز کی موت کا کلام ہونا ہی زیادہ قوی اور زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اوپر سے انہی کا کلام چلا آ رہا ہے جو بادشاہ کے سامنے سب کی موجودگی میں ہو رہا تھا۔ اس وقت تو حضرت یوسف علی السلام وہاں موجود ہی نہ تھے۔ اس تمام قصے کے کھل جانے کے بعد بادشاہ نے آپ کو بلوایا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ ۝

اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنے لئے خاص کرلوں، سو جب بادشاہ نے آپ سے گفتگو کی کہنے لگا (اے یوسف!) بیشک آپ آج سے ہمارے ہاں مقتدر، معتمد ہیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کا دعائیں کرتے ہوئے قید سے باہر آنے کا بیان

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِىْ بِهٖ اَسْتَخْلِصهُ لِنَفْسِى " اَجْعَلهُ خَالِصًا لِیْ دُوْن شَرِيْك فَجاءَ هُ الرَّسُول وَقَالَ: اَجِبُ الْمَلِك فَقَامَ وَوَدَّعَ اَهْل السِّجْن وَدَعَا لَهُمْ ثُمَّ اغْتَسَلَ وَلَبِس ثِيَابًا حِسَانًا وَدَخَلَ عَلَيْهِ "فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ" لَهُ "اِنَّكَ الْيَوْم لَدَيْنَا مَكِيْن اَمِيْن" ذُو مَكَانَة وَاَمَانَة عَلٰى اَمْرِنَا فَمَاذَا تَرٰى اَنْ نَفْعَل ؟ قَالَ: اِجْمَعْ الطَّعَام وَازْرَعْ زَرْعًا كَثِيْرًا فِىْ هٰذِهِ السِّنِيْنَ الْمُخْصِبَة وَادَّخِرْ الطَّعَام فِىْ سُنْبُله فَتَاْتِيْ اِلَيْكَ الْخَلْق لِيَمْتَارُوْا مِنْك فَقَالَ: وَمَنْ لِیْ بِهٰذَا ؟

اور بادشاہ نے کہا انہیں میرے پاس لے آؤ کہ میں انہیں اپنے لئے مشیرِ خاص کرلوں، یعنی بغیر کسی شریک کے میں ان کو حاصل کرلوں، لہٰذا وہ قاصد آپ کے پاس آیا تو یوسف علیہ السلام اٹھے اور زندان والوں کو رخصت کیا اور ان کے لئے دعا فرمائی اس کے بعد غسل کیا اور عمدہ لباس زیب تن فرمایا اور بادشاہ کے پاس آئے۔ لہٰذا جب بادشاہ نے آپ سے بالمشافہ گفتگو کی تو نہایت متاثر ہوا اور کہنے لگا (اے یوسف!) بیشک آپ آج سے ہمارے ہاں مقتدر اور معتمد ہیں یعنی آپ کو اقتدار میں شریک کرلیا گیا ہے۔ پس اب آپ کا کیا خیال ہے اور ہمیں اب کیا کرنا چاہے۔ تو آپ نے فرمایا غلہ جمع کرو اور اس کو جمع کرنے کے لئے آنے والے خوشحالی کے سالوں میں خوب زراعت کرو۔ اور غلے کو خوشوں میں رہنے دو۔ پس جب لوگ آپ کے پاس غلہ لینے آئیں تو بادشاہ نے کہہ دیا کہ میری طرف سے اس ذمہ داری کو کون نبھائے گا۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے اعزاز کے ساتھ دعوت

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں کہ اپنا مخصوص بنالوں چنانچہ اس نے معززین کی ایک جماعت، بہترین سواریاں اور شاہانہ ساز وسامان اور نفیس لباس لے کر قید خانہ بھیجی تا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہایت تعظیم وتکریم کے ساتھ ایوانِ شاہی میں لائیں۔ ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر بادشاہ کا پیام عرض کیا آپ نے قبول فرمایا اور قید خانہ سے نکلتے وقت قیدیوں کے لئے دعا فرمائی، جب قید خانہ سے باہر تشریف لائے تو اس کے دروازہ پر لکھا یہ بلا کا گھر، زندوں کی قبر اور دشمنوں کی بدگوئی اور سچوں کے امتحان کی جگہ ہے پھر غسل فرمایا اور پوشاک پہن کر ایوانِ شاہی کی طرف روانہ ہوئے جب قلعہ کے دروازہ پر پہنچے تو فرمایا میرا رب مجھے کافی ہے، اس کی پناہ بڑی اور اس کی ثناء برتر اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر قلعہ میں داخل ہوئے، بادشاہ کے سامنے پہنچے تو یہ دعا کی کہ یاربّ میرے، تیرے فضل سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کی اور دوسروں کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جب بادشاہ سے نظر ملی تو آپ نے عربی میں سلام فرمایا، بادشاہ نے دریافت کیا یہ کیا زبان ہے؟ فرمایا یہ میرے عم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان ہے پھر آپ نے اس کو عبرانی زبان میں دعا کی، اس نے دریافت کیا یہ کون زبان ہے؟ فرمایا یہ میرے ابا کی زبان ہے، بادشاہ یہ دونوں زبانیں نہ سمجھ سکا باوجودیکہ وہ ستر زبانیں جانتا تھا پھر اس نے حضرت سے جس زبان میں گفتگو کی آپ نے اسی زبان میں اس کو جواب دیا، اس وقت آپ کی عمر شریف تیس سال کی تھی

اس عمر میں یہ وسعت علوم دیکھ کر بادشاہ کو بہت حیرت ہوئی اور اس نے آپ کو اپنے برابر جگہ دی۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر پر اظہار تعجب کا بیان

بادشاہ نے درخواست کی کہ حضرت اس کے خواب کی تعبیر اپنے زبان مبارک سے سناویں، حضرت نے اس خواب کی پوری تفصیل بھی سنادی۔ جس جس شان سے کہ اس نے دیکھا تھا باوجودیکہ آپ سے یہ خواب پہلے مجملاً بیان کیا گیا تھا اس پر بادشاہ کو بہت تعجب ہوا، کہنے لگا کہ آپ نے میرا خواب ہو بہو بیان فرمادیا خواب تو عجیب تھا ہی مگر آپ کا اس طرح بیان فرمادینا اس سے بھی زیادہ عجیب تر ہے، اب تعبیر ارشاد ہو جائے، آپ نے تعبیر بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اب لازم یہ ہے کہ غلّے جمع کئے جائیں اور ان فراخی کے سالوں میں کثرت سے کاشت کرائی جائے اور غلّے مع بالوں کے محفوظ رکھے جائیں اور رعایا کی پیداوار میں سے خُمس لیا جائے، اس سے جو جمع ہوگا وہ مصر و حوالی مصر کے باشندوں کے لئے کافی ہوگا اور پھر خلقِ خدا ہر ہر طرف سے تیرے پاس غلّہ خریدنے آئے گی اور تیرے یہاں اتنے خزائن و اموال جمع ہوں گے جو تجھ سے پہلوں کے لئے جمع نہ ہوئے۔ بادشاہ نے کہا یہ انتظام کون کرے گا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

| |
|---|
| قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ○ |
| یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا (اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو) مجھے سرزمینِ (مصر) کے خزانوں پر |
| (وزیر اور امین) مقرر کردو، بیشک میں (ان کی) خوب حفاظت کرنے والا، خوب جاننے والا ہوں۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کو سرزمین مصر کے خزانے دینے کا بیان

"قَالَ" یُوسُف "اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِن الْاَرْض" اَرْض مِصْر "اِنِّیْ حَفِیظ عَلِیْم" ذُو حِفْظ وَعِلْم بِاَمْرِهَا وَقِیْلَ كَاتِب حَاسِب،

یوسف علیہ السلام نے فرمایا اگر تم نے واقعی مجھ سے کوئی خاص کام لینا ہے تو مجھے سرزمینِ مصر کے خزانوں پر وزیر اور امین مقرر کردو، بیشک میں خوب حفاظت کرنے والا اور اقتصادی امور کو خوب جاننے والا ہوں۔

## حکومت کا عہدہ مختلف حالات میں قبول کرنے کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عہدہ کو نہ صرف قبول فرمایا بلکہ کہہ کر حاصل کیا اس کی خاص وجہ امام تفسیر مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قرار دی ہے کہ بادشاہ مصر اس وقت مسلمان ہو چکا تھا مگر چونکہ قرآن و سنت میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں اس لئے عام مفسرین نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بادشاہ مصر کے معاملہ سے یہ معلوم کر چکے تھے کہ وہ ان کے کام میں دخل نہ دے گا اور کسی خلاف شرع قانون جاری کرنے پر ان کو مجبور نہ کرے گا بلکہ ان کو مکمل اختیارات دے گا جس کے ذریعہ وہ اپنی صوابدید اور قانون حق پر عمل کر سکیں گے ایسے مکمل اختیار کے ساتھ کہ کسی خلاف شرع قانون پر مجبور نہ ہو کوئی کافر یا ظالم کی

ملازمت اختیار کرلے تو اگرچہ اس کافر ظالم کے ساتھ تعاون کرنے کی قباحت پھر بھی موجود ہے مگر جن حالات میں اس کو اقتدار سے ہٹانا قدرت میں نہ ہو اور اس کا عہدہ قبول نہ کرنے کی صورت میں خلق اللہ کے حقوق ضائع ہونے یا ظلم وجور کا اندیشہ قوی ہو تو ب مجبوری اتنے تعاون کی گنجائش حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل سے ثابت ہو جاتی ہے جس میں خود کسی خلاف شرع امر کا ارتکاب نہ کرنا پڑے کیونکہ درحقیقت یہ اس کے گناہ میں اعانت نہیں ہوگی گو سبب بعید کے طور پر اس سے بھی اس کی اعانت کا فائدہ حاصل ہو جائے اعانت کے ایسے اسباب بعیدہ کے بارے میں بحالات مذکورہ شرعی گنجائش ہے جس کی تفصیل حضرات فقہاء نے بیان فرمائی ہے سلف صالحین صحابہ وتابعین میں بہت سے حضرات کا ایسے ہی حالات میں ظالم وجابر حکمرانوں کا عہدہ قبول کرلینا ثابت ہے۔

علامہ ماوردی نے سیاست شرعیہ سے متعلق اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ بعض حضرات نے یوسف علیہ السلام کے اس عمل کی بناء پر کافر اور ظالم حکمرانوں کا عہدہ قبول کرنا اس شرط کے ساتھ جائز رکھا ہے کہ خود اس کو کوئی کام خلاف شرع نہ کرنا پڑے۔

اور بعض حضرات نے اس شرط کے ساتھ بھی اس کو اس لئے جائز نہیں رکھا کہ اس میں بھی اہل ظلم وجور کی تقویت اور تائید ہوتی ہے یہ حضرات یوسف علیہ السلام کے فعل کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ یہ عمل حضرت یوسف علیہ السلام کی ذات یا ان کی شریعت کے ساتھ مخصوص تھا اب دوسروں کے لئے جائز نہیں مگر جمہور علماء فقہاء نے پہلے ہی قول کو اختیار فرما کر جائز قرار دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۭ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۝ |
| اور اس طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کو ملک (مصر) میں اقتدار بخشا (تاکہ) اس میں جہاں چاہیں رہیں۔ |
| ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کا سرزمین مصر پر عدل وانصاف قائم کرنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَاِنْعَامِنَا عَلَيْهِ بِالْخَلَاصِ مِنَ السِّجْنِ "مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ" اَرْض مِصْر "يَتَبَوَّأ" يَنْزِل "مِنْهَا حَيْثُ يَشَاء" بَعْد الضِّيق وَالْحَبْس وَفِي الْقِصَّة اَنَّ الْمَلِك تَوَّجَهُ وَخَتَمَهُ وَوَلَّاهُ مَكَان الْعَزِيز وَعَزَلَهُ وَمَاتَ بَعْد فَزَوَّجَهُ امْرَاَته فَوَجَدَهَا عَذْرَاء وَوَلَدَتْ لَهُ وَلَدَيْنِ وَاَقَامَ الْعَدْل بِمِصْرَ وَدَانَتْ لَهُ الرِّقَاب، نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ،

اور اس طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو قید سے نجات دلا کر ملک مصر میں اقتدار بخشا، تاکہ اس مصر میں جہاں چاہیں رہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قید وسختی کے بعد کا قصہ یہ ہے کہ بادشاہ نے آپ کی تاج پوشی کی اور اپنی حکمرانی مہر آپ کے حوالے کردی اور آپ کو عزیز مصر کی جگہ حکمران مقرر کردیا اور عزیز مصر کو معزول کردیا جس کے بعد اس کا وصال ہوگیا۔ تو اس کے بعد

آپ کا نکاح جناب زلیخا سے کر دیا تو یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری دیکھا اور ان کے بطن سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ اور اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے مصر میں ایسا عدل وانصاف قائم کیا کہ بڑے بڑے جاگیرداروں کی گردنیں جھک گئی۔ ہم جسے چاہتے ہیں اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں اور نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام سلطنت مصر کے مالک بن گئے

زمین مصر میں یوں حضرت یوسف علیہ السلام کی ترقی ہوئی۔ اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ یا اس تنہائی اور قید کو دیکھئے یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے۔ سچ ہے رب جسے چاہے اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔ صابروں کا پھل لاکر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا، اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانے کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا۔ نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقویٰ والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا، وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت وسلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے دی ہے اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ الغرض شاہ مصر ریان بن ولید نے سلطنت مصر کی وزارت آپ کو دی، پہلے اسی عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا۔ جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا، اسی نے آپ کو خرید لیا تھا۔ آخر شاہ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطغر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد باشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ تمہارے اس ارادے سے بہتر نہیں ؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن وخوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی میرے خاوند مردمی سے محروم تھے وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولت حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کنواری پایا۔ پھر ان کے بطن سے آپ کو دولڑکے ہوئے افراثیم اور میشا۔ افراثیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئی جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جو حضرت یوسف علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمد اللہ اللہ کی شان کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ○

اور یقیناً آخرت کا اجران لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور روشِ تقویٰ پر گامزن رہے۔

## دنیا کے اجر سے آخرت کے اجر کا بہتر ہونے کا بیان

"وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ" مِنْ اَجْرِ الدُّنْيَا وَدَخَلَتْ سُنُو الْقَحْطِ وَاَصَابَ اَرْضَ كَنْعَانَ وَالشَّامِ،

اور یقیناً دنیا کے اجر سے آخرت کا اجران لوگوں کے لئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور روشِ تقویٰ پر گامزن رہے۔اور اس کے بعد قحط کے سال شروع ہوئے اور اس قحط کے اثرات ملک کنعان اور شام تک پہنچ گئے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج وتخت عطا ہونے کا بیان

سب ان کے تحت تصرّف ہے۔اَمارت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اور تلوار اور مہر آپ کے سامنے پیش کی اور آپ کو طلائی تخت پر تخت نشین کیا جو جواہرات سے مُرصّع تھا اور اپنا ملک آپ کو تفویض کیا اور قطفیر (عزیزِ مصر) کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور تمام خزائن آپ کو تفویض کئے اور سلطنت کے تمام امور آپ کے ہاتھ میں دے دیئے اور خود مثل تابع کے ہوگیا کہ آپ کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا، اسی زمانہ میں عزیزِ مصر کا انتقال ہوگیا۔بادشاہ نے اس کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر دیا، جب یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام زلیخا کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی؟ زلیخا نے عرض کیا اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے میں خوبرو تھی، نوجوان تھی، عیش میں تھی اور عزیزِ مصر عورتوں سے سروکار ہی نہ رکھتا تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن وجمال عطا کیا ہے، میرا دل اختیار سے باہر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا ہے، آپ محفوظ رہے۔حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کو باکرہ پایا اور اس سے آپ کے دو فرزند ہوئے افرائیم اور میشا اور مصر میں آپ کی حکومت مضبوط ہوئی، آپ نے عدل کی بنیادیں قائم کیں، ہر زن ومرد کے دل میں آپ کی محبت پیدا ہوئی اور آپ نے قحط سالی کے ایام کے لئے غلّوں کے ذخیرے جمع کرنے کی تدبیر فرمائی۔

## قحط سالی کے سالوں اور تدبیر حکمرانی کا بیان

اس کے لئے بہت وسیع اور عالی شان انبار خانے تعمیر فرمائے اور بہت کثیر ذخائر جمع کئے، جب فراخی کے سال گزر گئے اور قحط کا زمانہ آیا تو آپ نے بادشاہ اور اس کے خدم کے لئے روزانہ صرف ایک وقت کا کھانا مقرر فرما دیا، ایک روز دوپہر کے وقت بادشاہ نے حضرت سے بھوک کی شکایت کی، آپ نے فرمایا یہ قحط کی ابتداء کا وقت ہے پہلے سال میں لوگوں کے پاس جو ذخیرے تھے سب ختم ہوگئے، بازار خالی رہ گئے۔اہل مصر حضرت یوسف علیہ السلام سے جنس خریدنے لگے اور ان کے تمام درہم دینار آپ کے پاس آ

دوسرے سال زیور اور جواہرات سے غلّہ خریدے اور وہ تمام آپ کے پاس آ گئے، لوگوں کے پاس زیور و جواہر کی قسم سے کوئی چیز نہ رہی۔

تیسرے سال چوپائے اور جانور دے کر غلّے خریدے اور ملک میں کوئی کسی جانور کا مالک نہ رہا۔ چوتھے سال میں غلّے کے لئے تمام غلام اور باندیاں بیچ ڈالیں۔

پانچویں سال تمام اراضی وعملہ و جاگیریں فروخت کر کے حضرت سے غلّہ خریدا اور یہ تمام چیزیں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچ گئیں۔ چھٹے سال جب کچھ نہ رہا تو انہوں نے اپنی اولادیں بیچیں، اس طرح غلّے خرید کر وقت گذارا۔ ساتویں سال وہ لوگ خود بک گئے اور غلام بن گئے اور مصر میں کوئی آزاد مرد و عورت باقی نہ رہا، جو مرد تھا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا غلام تھا، جو عورت تھی وہ آپ کی کنیز تھی اور لوگوں کی زبان پر تھا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سی عظمت وجلالت کبھی کسی بادشاہ کو میسر نہ آئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے کہا کہ تو نے دیکھا اللہ کا مجھ پر کیسا کرم ہے، اس نے مجھ پر ایسا احسانِ عظیم فرمایا اب ان کے حق میں تیری کیا رائے ہے؟ بادشاہ نے کہا جو حضرت کی رائے اور ہم آپ کے تابع ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تمام اہل مصر کو آزاد کیا اور ان کے تمام املاک اور کل جاگیریں واپس کیں۔ اس زمانہ میں حضرت نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں ملاحظہ فرمایا، آپ سے عرض کیا گیا کہ اتنے عظیم خزانوں کے مالک ہو کر آپ بھوکے رہتے ہیں ؟ فرمایا اس اندیشہ سے کہ سیر ہو جاؤں تو کہیں بھوکوں کو نہ بھول جاؤں، سبحان اللہ کیا پاکیزہ اخلاق ہیں۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ مصر کے تمام زن و مرد کو حضرت یوسف علیہ السلام کے خریدے ہوئے غلام اور کنیزیں بنانے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام غلام کی شان میں آئے تھے اور مصر کے ایک شخص کے خریدے ہوئے ہیں بلکہ سب مصری ان کے خریدے اور آزاد کئے ہوئے غلام ہوں اور حضرت یوسف علیہ السلام نے جو اس حالت میں صبر کیا اس کی یہ جزا دی گئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

| |
|---|
| وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ |
| اور یوسف کے بھائی آئے، پھر اس کے پاس داخل ہوئے تو اس نے انھیں پہچان لیا اور وہ اسے نہ پہچاننے والے تھے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت برادران یوسف کے آنے کا بیان

"وَجَاءَ اِخْوَةُ يُوسُفَ" اِلَّا بِنيَامِين لِيَمْتَارُوْا لِمَا بَلَغَهُمْ اَنَّ عَزِيزَ مِصْر يُعْطِي الطَّعَام بِثَمَنِهِ "فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ" اَنَّهُمْ اِخْوَته "وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ" لَايَعْرِفُوْنَهُ لِبُعْدِ عَهْدهمْ بِهِ وَظَنّهمْ هَلَاكه فَكَلَّمُوْهُ بِالْعِبْرَانِيَة فَقَالَ كَالْمُنْكِرِ عَلَيْهِمْ: مَا اَقْدَمَكُمْ بِلَادِي؟ فَقَالُوْا لِلْمِيرَةِ فَقَالَ لَعَلَّكُمْ عُيُون قَالُوْا مَعَاذ اللّٰه قَالَ فَمِنْ اَيْنَ اَنْتُمْ؟ قَالُوْا مِنْ بِلَاد كَنْعَان وَاَبُوْنَا يَعْقُوب نَبِيّ اللّٰه قَالَ وَلَهُ اَوْلَاد غَيْركُمْ؟ قَالُوْا نَعَمْ كُنَّا اثْنَيْ عَشَر فَذَهَبَ اَصْغَرنَا هَلَكَ فِي الْبَرِّيَّة وَكَانَ اَحَبّنَا اِلَيْهِ وَبَقِيَ شَقِيقه فَاحْتَبَسَهُ لِيَتَسَلّٰى

بِهٖ عَنْهُ فَاَمَرَ بِاِنْزَالِهِمْ وَاِكْرَامِهِمْ،

اور یوسف کے بھائی آئے، یعنی جب اہل کنعان کو پتہ چلا کہ عزیز مصر قیمت کے بدلے میں غلہ دے رہا ہے تو وہ بنیامین کے سوا غلہ لینے کے لئے آئے۔ پھر آپ کے پاس داخل ہوئے تو آپ نے ان کو پہچان لیا لیکن وہ آپ کو نہ پہچان سکے۔ کیونکہ ان کے خیال کے مطابق یوسف علیہ السلام کو مدت ہوگئی تھی اور ان کے خیال کے مطابق آپ کا وصال ہو چکا ہوگا۔ تو انہوں نے آپ سے عبرانی زبان میں کلام کیا تو آپ نے عبرانی زبان سے انجان ہونے کی طرح کلام کیا کہ تم کس لئے آئے تو انہوں نے کہا ہم غلہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم کنعان کے شہروں سے آئے ہیں۔ تو کہا کہ تم جاسوس لگتے ہو تو انہوں نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم تو اللہ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کنعان سے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے علاوہ ان کی اور اولاد نہیں ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم بارہ بھائی ہیں۔ ہمارا ایک بھائی بچپن میں جنگلوں میں ہلاک ہوگیا ہے۔ جس کے ہمارے والد گرامی بہت محبت کرتے تھے۔ اور اب اس کے چھوٹے بھائی کو تسلی کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں۔ پس آپ نے ان کو ٹھہرانے اور مہمان نوازی کرنے کا حکم دیا۔

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ جب قحط کی شدت ہوئی اور بلائے عظیم عام ہوگئی، تمام بلاد وأمصار قحط کی سخت تر مصیبت میں مبتلا ہوئے اور ہر جانب سے لوگ غلّہ خریدنے کے لئے مصر پہنچنے لگے، حضرت یوسف علیہ السلام کسی کو ایک اونٹ کے بار سے زیادہ غلّہ نہیں دیتے تا کہ مساوات رہے اور سب کی مصیبت رفع ہو، قحط کی جیسی مصیبت مصر اور تمام بلاد میں آئی ایسی ہی کنعان میں بھی آئی، اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کے سوا اپنے دسوں بیٹوں کو غلّہ خریدنے مصر بھیجا۔

## چالیس سال کی مدت بے برادران یوسف کی ملاقات کا بیان

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے سے اب تک چالیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا تھا اور ان کا خیال یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انتقال ہو چکا ہوگا اور یہاں آپ تخت سلطنت پر شاہانہ لباس میں شوکت وشان کے ساتھ جلوہ فرما تھے، اس لئے انہوں نے آپ کو نہ پہچانا اور آپ سے عبرانی زبان میں گفتگو کی، آپ نے بھی اسی زبان میں جواب دیا۔ آپ نے فرمایا تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہم شام کے رہنے والے ہیں، جس مصیبت میں دنیا مبتلا ہے اسی میں ہم بھی ہیں، آپ سے غلّہ خریدنے آئے ہیں، آپ نے فرمایا کہیں تم جاسوس تو نہیں ہو؟ انہوں نے کہا ہم اللہ کی قسم کھاتے ہیں ہم جاسوس نہیں ہیں، ہم سب بھائی ہیں، ایک باپ کی اولاد ہیں، ہمارے والد بہت بزرگ معمر صدیق ہیں اور ان کا نامِ نامی حضرت یعقوب ہے، وہ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کتنے بھائی ہو؟ کہنے لگے تھے تو ہم بارہ مگر ایک بھائی ہمارا ہمارے ساتھ جنگل گیا تھا، ہلاک ہوگیا اور وہ والد صاحب کو ہم سب سے زیادہ پیارا تھا، فرمایا اب تم کتنے ہو؟ عرض کیا دس، فرمایا گیارہواں کہاں ہے؟ کہا وہ والد صاحب کے پاس ہے کیونکہ جو ہلاک ہوگیا وہ اسی کا حقیقی بھائی تھا اب والد صاحب کی اسی سے کچھ تسلی ہوتی ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کی بہت عزت کی اور بہت خاطر و مدارات سے ان کی میزبانی فرمائی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، بیروت)

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ○

اور جب اس نے انہیں ان کے سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو کہا میرے پاس اپنے اس بھائی کو لے کر آنا جو تمھارے باپ سے ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بے شک میں ماپ پورا دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے یعقوب علیہ السلام کی طرف جانے والے غلہ کا بیان

"وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ" وَفّٰى لَهُمْ كَيْلَهُمْ "قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِنْ اَبِيْكُمْ" اَیْ بِنْيَامِيْن لِاَعْلَم صِدْقَكُمْ فِيْمَا قُلْتُمْ "اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْ اُوْفِی الْكَيْل" اُتِمّهُ مِنْ غَيْر بَخس، "وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ،

اور جب اس نے انہیں ان کے ساتھ سامان کے ساتھ تیار کر دیا تو کہا میرے پاس اپنے اس بھائی کو لے کر آنا جو تمھارے باپ سے ہے، یعنی بینامین کو بھی لے کر آنا۔ تا کہ تم نے جو کہا میں تمہاری صداقت اس میں دیکھوں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ بے شک میں ماپ پورا دیتا ہوں یعنی بغیر کسی کمی کے بھر بھر کر غلہ دے رہا ہوں۔ اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ○

پھر اگر تم اسے میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس نہ کوئی ماپ ہوگا اور نہ میرے قریب آنا۔

## دوبارہ غلہ لینے کے لئے نبیامین کو ساتھ لانے کے مطالبہ کا بیان

"فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ" اَیْ مِيْرَة "وَلَا تَقْرَبُوْنِی" نَهْی اَوْ عَطْف عَلٰى مَحَلّ فَلَا كَيْل اَیْ تُحْرَمُوْا وَلَا تَقْرَبُوْا،

پھر اگر تم اسے یعنی بنیامین کو میرے پاس نہ لائے تو تمہارے لیے میرے پاس نہ کوئی ماپ ہوگا یہاں لاتقربونی نہی ہے۔ کیونکہ اس کا عطف فلا کیل پر ہے۔ یعنی تمہیں کوئی غلہ نہ ملے گا۔ اور نہ میرے قریب آنا۔

قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ○

انہوں نے کہا ہم اس کے باپ کو اس کے بارے میں ضرور آمادہ کریں گے اور بے شک ہم ضرور کرنے والے ہیں۔

## بنیامین کو قافلہ میں ساتھ لانے کی کوشش کا بیان

"قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ" سَنَجْتَهِدُ فِیْ طَلَبه مِنْهُ "وَاِنَّا لَفَاعِلُوْنَ" ذٰلِكَ،

انہوں نے کہا ہم اس کے باپ کو اس کے بارے میں ضرور آمادہ کریں گے یعنی ہم اس کو لانے کی کوشش ضرور کریں گے اور بے شک ہم ضرور کرنے والے ہیں۔

وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

اوراس نے اپنے جوانوں سے کہاان کا مال ان کے کجاووں میں رکھ دو،تا کہ وہ اسے پہچان لیں جب اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں،شاید وہ پھر آ جائیں۔

## غلہ کے ساتھ اس کی قیمت بھی لوٹا دینے کا بیان

"وَقَالَ لِفِتْيَتِهِ" وَفِي قِرَاءَ ةٍ لِفِتْيَانِهِ غِلْمَانه "اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ" الَّتِي اَتَوْا بِهَا ثَمَن الْمِيرَة وَكَانَتْ دَرَاهِم "فِي رِحَالهمْ" اَوْعِيَتهمْ "لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا اِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰى اَهْلهمْ" وَفَرَّغُوا اَوْعِيَتهمْ "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ" اِلَيْنَا لِاَنَّهُمْ لَا يَسْتَحِلُّوْنَ اِمْسَاكهَا،

اوراس نے اپنے جوانوں سے کہا، یہاں پر ایک قرأت کے مطابق لفتیانہ آیا ہے یعنی غلاموں سے کہاان کا مال ان کے کجاووں میں رکھ دو،اوران کی ادا کردہ قیمت والے دراہم بھی انہی میں رکھ دو،تا کہ وہ اسے پہچان لیں جب اپنے گھر والوں کی طرف واپس جائیں،شاید وہ پھر آ جائیں۔یعنی وہ ہماری طرف لوٹ کر آئیں کیونکہ وہ اس قیمت کو روک لینا حلال نہیں ٹھہرائیں گے۔

## غلہ کی قیمت کی واپسی کا بیان

سیّدنا یوسف نے ان کی اچھی طرح مہمان نوازی کی اور غلہ بھرنے والوں کو یہ اشارہ بھی کر دیا کہ جو رقم غلہ کی قیمت کے طور پر ان سے وصول کی گئی ہے وہ بھی ان کے غلہ میں رکھ دی جائے اور یہ کام انہوں نے اس غرض سے کیا کہ ممکن ہے کہ انھیں دوبارہ آنے کے لیے رقم میسر نہ ہو اور وہ آ ہی نہ سکیں یا بڑی دیر بعد میسر ہو تو اس صورت میں بڑی دیر سے میرے پاس دوبارہ ان کے چھوٹے حقیقی بھائی بن یمین کو ساتھ لے کر آئیں۔قرآن کے الفاظ سے تو رقم واپس کرنے کی یہی اصل غرض معلوم ہوتی ہے۔تاہم بعض مفسرین کہتے ہیں کہ رقم کی واپسی سے ان کا دوسرا مقصد یا تابع مقصد یہ بھی تھا کہ وہ بھائیوں سے غلہ کی قیمت لینا پسند نہیں کرتے تھے۔

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○

توجب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انھوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہم سے ماپ روک لیا گیا ہے،سو تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج کہ ہم ماپ لائیں اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام سے بنیامین کو لے جانے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"فَلَمَّا رَجَعُوا اِلٰى اَبِيهِمْ قَالُوْا يَا اَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْل" اِنْ لَّمْ تُرْسِل اَخَانَا اِلَيْهِ "فَاَرْسِلْ مَعَنَا اَخَانَا نَكْتَلْ" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء ، وَاِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ

توجب وہ اپنے باپ کی طرف لوٹے تو انہوں نے کہا اے ہمارے باپ! ہم سے ماپ روک لیا گیا ہے،یعنی اگر آپ ہمارے

ساتھ بھائی کو نہ بھیجیں۔ لہٰذا تو ہمارے بھائی کو ہمارے ساتھ بھیج کہ ہم غلے کا ماپ لائیں، یہاں پر نکتل نون اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور بے شک ہم اس کی ضرور حفاظت کرنے والے ہیں۔

برادران یوسف باپ کے پاس پہنچ کر کہنے لگے کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھجیں اگر انہیں ساتھ کر دیں تو البتہ مل سکتا ہے آپ بیفکر رہیئے ہم اس کی نگہبانی کرلیں گے نکتل کی دوسری قرأت یکتل بھی ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم ان کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے ان کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ یہاں سے لے گئے اور یہاں پہنچ کر کوئی بات بنادی۔ حافظا کی دوسری قرأت حفظا بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ اور نگہبان ہے۔

| |
|---|
| قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ |
| یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا میں اس کے بارے میں، تم پر اسی طرح اعتماد کرلوں جیسے اس سے قبل میں نے |
| اس کے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے بارے میں تم پر اعتماد کرلیا تھا؟ تو اللہ ہی بہتر حفاظت فرمانے والا ہے |
| اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کے خدشہ پر بنیامین کے خدشہ کو قیاس کرنے کا بیان

"قَالَ هَلْ" مَا "آمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰى اَخِيهِ" يُوسُف "مِنْ قَبْل" وَقَدْ فَعَلْتُمْ بِهِ مَا فَعَلْتُمْ "فَاللّٰه خَيْر حَافِظًا" وَفِي قِرَاءَة حِفْظًا تَمْيِيز كَقَوْلِهِمْ لِلّٰهِ دَرّه فَارِسًا "وَهُوَ اَرْحَم الرَّاحِمِينَ" فَاَرْجُو اَنْ يَمُنّ بِحِفْظِهِ،

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا میں اس کے بارے میں بھی تم پر اسی طرح اعتماد کرلوں جیسے اس سے قبل میں نے اس کے بھائی (یوسف علیہ السلام) کے بارے میں تم پر اعتماد کرلیا تھا؟ یعنی تم اسی طرح کرو گے جیسے تم پہلے کر چکے ہو۔ تو اللہ ہی بہتر حفاظت فرمانے والا ہے یہاں پر حافظا ایک قرأت میں حفظا آیا ہے۔ جو تمیز ہے یعنی جس طرح ان کے قول "لِلّٰهِ دَرّه فَارِسًا" ہے۔ اور وہی سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ پس تم اسی کی طرف رجوع کرو تا کہ اس کی حفاظت کے ساتھ امن پاؤ۔

اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچے کا ہے وہ دور کردے گا مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پریشانی کو دور کردے گا۔ اس پر کوئی کام مشکل نہیں وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو نہیں روکتا۔

| |
|---|
| وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا |
| رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ |

جب انہوں نے اپنا سامان کھولا، اپنی رقم پائی (جو) انہیں لوٹا دی گئی تھی، وہ کہنے لگے، اے ہمارے والد گرامی! ہمیں اور کیا چاہئے؟ یہ ہماری رقم ہماری طرف لوٹا دی گئی ہے اور (اب تو) ہم اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لائیں گے، اور یہ تھوڑی مقدار ہے۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے بادشاہ مصر کی اعزاز نوازی کا بیان

"وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعهمْ وَجَدُوا بِضَاعَتهمْ رُدَّتْ اِلَيهِمْ قَالُوْا يَا اَبَانَا مَا نَبْغِي" مَا اسْتِفْهَامِيَّة اَیْ اَیّ شَیْء نَطْلُب مِنْ اِكْرَام الْمَلِك اَعْظَم مِنْ هٰذَا وَقُرِءَ بالفوقانية خِطَابًا لِيَعْقُوب وَكَانُوْا ذَكَرُوْا لَهُ اِكْرَامًا لَهُمْ "هٰذِهِ بِضَاعَتنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا وَنَمِير اَهْلنَا" نَاْتِيْ بِالْمِيرَةِ لَهُمْ وَهِيَ الطَّعَام "وَنَحْفَظ اَخَانَا وَنَزْدَاد كَيْل بَعِير" لِاَخِينَا "ذٰلِكَ كَيْل يَسِير" سَهْل عَلَى الْمَلِك لِسَخَائِهِ،

جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اس میں اپنی رقم پائی جو انہیں لوٹا دی گئی تھی، وہ کہنے لگے: اے ہمارے والد گرامی! ہمیں اور کیا چاہئے؟ یہاں پر ما استفہامیہ ہے۔یعنی اس سے بڑھ کر اور کیا ہماری عزت ہوسکتی ہے کہ بادشاہ نے قیمت بھی واپس کردی ہے یہاں پر نبغی کو تاء کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اور یہ یعقوب علیہ السلام سے خطاب ہے۔جو انہوں نے اپنے اکرام کا بیان کیا ہے۔ اور اب تو ہم اپنے گھر والوں کے لئے ضرور ہی غلہ لائیں گے، یہاں لفظ میرۃ کا معنی غلہ ہے۔اور ہم اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ اور زیادہ لائیں گے، جو ہمارے اس بھائی کے لئے ہوگا۔اور یہ غلہ جو ہم پہلے لائے ہیں تھوڑی مقدار میں ہے۔کیونکہ ہمارے اس بھائی کی وجہ سے بادشاہ ہم پر زیادہ سخاوت کرے گا۔

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ۝

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم اللہ کی قسم کھا کر مجھے پختہ وعدہ دو کہ تم اسے ضرور میرے پاس لے آؤ گے سوائے اس کے کہ تم کو کہیں گھیر لیا جائے، پھر جب انہوں نے یعقوب (علیہ السلام) کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔

## حضرت یعقوب علیہ السلام کو بنیامین کو ساتھ بھیجنے کے لئے عہد لینے کا بیان

"قَالَ لَنْ اُرْسِلهُ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُونِیْ مَوْثِقًا" عَهْدًا "مِنَ اللّٰه" بِاَنْ تَحْلِفُوْا "لَتَاْتُنَّنِیْ بِهِ اِلَّا اَنْ يُحَاط بِكُمْ" بِاَنْ تَمُوْتُوا اَوْ تُغْلَبُوا فَلَا تُطِيقُوا الْاِتْيَان بِهِ فَاَجَابُوْهُ اِلٰى ذٰلِكَ "فَلَمَّا اٰتَوْهُ مَوْثِقهمْ" بِذٰلِكَ "قَالَ اللّٰه عَلٰى مَا نَقُوْل" نَحْنُ وَاَنْتُمْ "وَكِيل" شَهِيد وَاَرْسَلَهُ مَعَهُمْ،

یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں اسے ہرگز تمہارے ساتھ نہیں بھیجوں گا یہاں تک کہ تم اللہ کی قسم کھا کر مجھے پختہ وعدہ دو کہ تم اسے ضرور میرے پاس واپس لے آؤ گے سوائے اس کے کہ تم سب کو کہیں گھیر لیا جائے یا ہلاک کر دیا جائے، یا تم مغلوب ہو کر اس کو لانے کی طاقت نہ رکھ سکو۔ پھر جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام کو اپنا پختہ عہد دے دیا تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے۔ یعنی اللہ گواہ ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس کو بھیج رہا ہوں۔

| |
|---|
| وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍؕ وَمَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ |
| اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝ |
| اور فرمایا: اے میرے بیٹو! ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا، اور میں تمہیں اللہ |
| (کے اَمر) سے کچھ نہیں بچا سکتا کہ حکم (تقدیر) صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور |
| بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ |

## مصر کے ایک ہی دروازے سے اکٹھے جمع ہو کر گزرنے کی ممانعت کرنے کا بیان

"وَقَالَ یَا بَنِیَّ لَا تَدْخُلُوا" مِصْر "مِنْ بَاب وَاحِد وَادْخُلُوا مِنْ اَبْوَاب مُتَفَرِّقَة" لِئَلَّا تُصِیبکُمْ الْعَیْن "وَمَا اُغْنِی" اَدْفَع "عَنْکُمْ" بِقَوْلِی ذٰلِکَ "مِنْ اللّٰه مِنْ" زَائِدَة "شَیْء" قَدَّرَهُ عَلَیْکُمْ وَاِنَّمَا ذٰلِکَ شَفَقَة "اِنْ" مَا "الْحُکْم اِلَّا لِلّٰهِ" وَحْده "عَلَیْهِ تَوَکَّلْت" بِهِ وَثِقْت،

اور فرمایا اے میرے بیٹو! مصر میں ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے تقسیم ہو کر داخل ہونا، تا کہ ان کی نظر تم تک نہ پہنچ پائے۔ اور میں تمہیں اللہ کے اَمر سے کچھ نہیں بچا سکتا کہ حکم تقدیر صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ یہاں پر من زائدہ ہے۔ میں نے اسی کی رحمت پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ حکم صرف اللہ وحدہ لاشریک کا ہے۔

## نظر بد سے بچنے کے لئے اولاد کو نصیحت کرنے کا بیان

چونکہ اللہ کے نبی نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا کھٹکا تھا کیونکہ وہ سب اچھے، خوبصورت، تنو مند، طاقتور، مضبوط دیدہ رو نوجوان تھے اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ پیارے بچو تم سب شہر کے ایک دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو کر کے جانا۔ نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑ سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیری نہیں کر سکتی۔ اللہ کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا۔ اللہ کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے۔ کون ہے جو اس کے ارادے کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو ٹال سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے۔ ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہئے

چنانچہ بیٹوں نے باپ کی فرماں برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ اللہ کی قضا کو لوٹا نہیں سکتے تھے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر پوری کی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے، الہامی علم ان کے پاس تھا۔ ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

اور بادشاہ کے حسن سلوک اور اس کے احسان کا ذکر کیا، کہا کہ اس نے ہماری وہ عزت وتکریم کی کہ اگر آپ کی اولاد میں سے کوئی ہوتا تو وہ بھی ایسا نہ کرسکتا، فرمایا اب اگر تم بادشاہ مصر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے سلام پہنچانا اور کہنا کہ ہمارے والد تیرے حق میں تیرے اس سلوک کی وجہ سے دعا کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اور جب وہ داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انہیں حکم دیا تھا، وہ انہیں اللہ (کی تقدیر) سے کچھ نہیں بچا سکتا تھا مگر یہ یعقوب (علیہ السلام) کے دل کی ایک خواہش تھی جسے اس نے پورا کیا، اور (اس خواہش وتدبیر کو لغو بھی نہ سمجھنا، تمہیں کیا خبر!) بیشک یعقوب (علیہ السلام) صاحبِ علم تھے اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں علمِ (خاص) سے نوازا تھا مگر اکثر لوگ (ان حقیقتوں کو) نہیں جانتے۔ |

## حضرت یعقوب علیہ السلام کے علم کی تعریف کا بیان

"وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ" اَیْ مُتَفَرِّقِیْنَ "مَا كَانَ يُغْنِىْ عَنْهُمْ مِنَ اللّٰه" اَیْ قَضَائِهِ "مِنْ" زَائِدَة "شَیْءٍ اِلَّا" لٰكِنَّ "حَاجَةً فِىْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضَاهَا" وَهِیَ اِرَادَة دَفْع الْعَیْن شَفَقَة "وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ" لِتَعْلِیْمِنَا اِیَّاهُ "وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ" وَهُمْ الْكُفَّار "لَا يَعْلَمُوْنَ" اِلْهَام اللّٰه لِاَصْفِيَائِهِ،

اور جب وہ مصر میں داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے انہیں حکم دیا تھا، یعنی الگ الگ دروازوں سے گزرنا، وہ حکم انہیں اللہ کی تقدیر سے کچھ نہیں بچا سکتا تھا، یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔ مگر یہ یعقوب علیہ السلام کے دل کی ایک خواہش تھی جسے اس نے پورا کیا، اور یہ بہ طور نظر سے دور رکھنے کے لئے حکم تھا۔ (اس خواہش وتدبیر کو لغو بھی نہ سمجھنا، تمہیں کیا خبر!) بیشک یعقوب (علیہ السلام) صاحبِ علم تھے کیونکہ ہم نے ان کو علم دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ ہم نے انہیں علمِ خاص سے نوازا تھا مگر اکثر لوگ یعنی کفار نہیں جانتے۔ جو اللہ اپنے پاکیزہ بندوں کی طرف الہام کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّىْٓ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف (علیہ السلام) نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی کہا، بیشک میں ہی تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس تو غمزدہ نہ ہو ان کاموں پر جو یہ کرتے رہے ہیں۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کی بنیامین کے ساتھ ملاقات کا بیان

"وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی " ضَمَّ "اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ " تَحْزَنْ "بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ" مِنَ الْحَسَدِ لَنَا وَاَمَرَهُ اَنْ لَّا یُخْبِرَهُمْ وَتَوَاطَأَ مَعَهُ عَلٰی اَنَّهُ سَیَحْتَالُ عَلٰی اَنْ یُّبْقِیَهُ عِنْدَه،

اور جب وہ یوسف علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس جگہ دی اسے آہستہ سے کہا، بیشک میں ہی تیرا بھائی یوسف ہوں پس تو غمزدہ نہ ہو ان کاموں پر جو یہ کرتے رہے ہیں۔ یعنی ان کو ہمارے ساتھ حسد ہے اور اس بات کو ان کو خبر نہ ہونے دینا۔ اسی بات پر دونوں نے اتفاق کیا کہ اچانک تمہیں اپنے پاس ٹھہرانے کے لئے کوئی وسیلہ بنالیتے ہیں۔

## برداران یوسف کا ایک ساتھ کھانا کھانے کا بیان

اور انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس اپنے بھائی بنیامین کو لے آئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا پھر انھیں عزت کے ساتھ مہمان بنایا اور جا بجا دستر خوان لگائے گئے اور ہر دستر خوان پر دو دو صاحبوں کو بٹھایا گیا، بنیامین اکیلے رہ گئے تو وہ رو پڑے اور کہنے لگے کہ آج اگر میرے بھائی یوسف (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو مجھے اپنے ساتھ بٹھاتے، حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تمہارا ایک بھائی اکیلا رہ گیا اور آپ نے بنیامین کو اپنے دستر خوان پر بٹھایا۔

اور فرمایا کہ تمہارے ہلاک شدہ بھائی کی جگہ میں تمہارا بھائی ہو جاؤں تو کیا تم پسند کرو گے؟ بنیامین نے کہا کہ آپ جیسا بھائی کس کو میسر آئے لیکن یعقوب (علیہ السلام) کا فرزند اور راحیل (مادرِ حضرت یوسف علیہ السلام) کا نورِ نظر ہونا تمہیں کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام رو پڑے اور بنیامین کو گلے سے لگایا اور کہا بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں خیر کے ساتھ جمع فرمایا اور ابھی اس راز کی بھائیوں کو اطلاع نہ دینا، یہ سن کر بنیامین فرطِ مسرت سے بے خود ہو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگے اب میں آپ سے جدا نہ ہوں گا، آپ نے فرمایا والد صاحب کو میری جدائی کا بہت غم پہنچ چکا ہے اگر میں نے تمہیں بھی روک لیا تو انھیں اور زیادہ غم ہوگا علاوہ بریں روکنے کی بجز اس کے اور کوئی سبیل بھی نہیں ہے کہ تمہاری طرف کوئی غیر پسندیدہ بات منسوب ہو۔ بنیامین نے کہا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ○ |
| پھر جب (یوسف علیہ السلام نے) ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو (شاہی) پیالہ اپنے بھائی (بنیامین) کی بوری میں رکھ دیا |
| بعد ازاں پکارنے والے نے آواز دی: اے قافلہ والو! (ٹھہرو) یقیناً تم لوگ ہی چور ہو۔ |

## اہل قافلہ سے چوری شدہ شاہی پیالہ پوچھنے کا بیان

"فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ" هِیَ صَاعٌ مِنَ الذَّهَبِ مُرَصَّعٌ بِالْجَوْهَرِ "فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ"

بِنْيَامِين "ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّن" نَادٰى مُنَادٍ بَعْد انْفِصَالِهِمْ عَنْ مَجْلِس يُوسُف "اَيَّتهَا الْعِير" الْقَافِلَة، اِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ،

پھر جب یوسف علیہ السلام نے ان کا سامان انہیں مہیا کر دیا تو شاہی پیالہ جو سونے کے جواہرات سے سجا ہوا تھا اپنے بھائی بنیامین کی بوری میں رکھ دیا بعد ازاں یعنی یوسف علیہ السلام کی مجلس سے چلے جانے کے بعد پکارنے والے نے آواز دی، اے قافلہ والو! ٹھہرو، یقیناً تم لوگ ہی چور معلوم ہوتے ہو۔

جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلے کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے اشارہ کر دیا کہ چاندی کا شاہی کٹورا بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھ دیں۔ بعض نے کہا ہے یہ کٹورا سونے کا تھا۔ اسی میں پانی پیا جاتا تھا اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا بلکہ ویسا ہی پیالہ تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھ دیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آ رہا ہے کہ اے قافلے والو تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے، رک گئے، ادھر متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھوئی گئی ہے؟ جواب ملا کہ شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا، سنو شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا اور میں خود ضامن ہوں۔

| |
|---|
| قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ٥ |
| وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے: تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔ |

## تمہاری کیا چیز چوری ہوئی ہے

"قَالُوْا وَ" قَدْ "اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ" مَا الَّذِىْ "تَفْقِدُوْنَ" ۔ٗ،

وہ ان کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے۔

| |
|---|
| قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ٥ |
| وہ بولے، ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں مل رہا اور جو کوئی اسے (ڈھونڈ کر) لے آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا غلہ ہے |
| اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ |

## شاہی پیالہ کی برآمدگی پر انعام دینے کا بیان

"قَالُوْا نَفْقِد صُوَاع" صَاع "الْمَلِك وَلِمَنْ جَاءَ بِهٖ حِمْل بَعِير" مِنْ الطَّعَام "وَاَنَا بِهٖ" بِالْحِمْلِ "زَعِيم" كَفِيل،

وہ (درباری ملازم) بولے، ہمیں بادشاہ کا پیالہ نہیں مل رہا اور جو کوئی اسے ڈھونڈ کر لے آئے اس کے لئے ایک اونٹ کا غلہ

انعام ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ یعنی اس کو انعام دوں گا۔

| |
|---|
| قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ٥ |
| وہ کہنے لگے، اللہ کی قسم! بیشک تم جان گئے ہو (گے) ہم اس لئے نہیں آئے تھے کہ (جرم کا ارتکاب کر کے) |
| زمین میں فساد بپا کریں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ |

## چوری کے الزام سے برأت کے اظہار کا بیان

"قَالُوْا تَاللّٰهِ" قَسَم فِيهِ مَعْنَى التَّعَجُّب "لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِی الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِيْنَ" مَا سَرَقْنَا قَطُّ،

وہ کہنے لگے، اللہ کی قسم، یہاں پر قسم میں تعجب کا معنی پایا جاتا ہے۔ بیشک تم جان گئے ہو گے، ہم اس لئے نہیں آئے تھے کہ جرم کا ارتکاب کر کے زمین میں فساد بپا کریں اور نہ ہی ہم چور ہیں۔ کیونکہ ہم نے کبھی چوری نہیں کی۔

اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات وخصائل سے واقف ہو چکے ہو ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں ہم ایسے نہیں ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیمانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے، جس کا مال اس نے چرایا ہے، ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی، حالانکہ معلوم تھا کہ ان کی خورجیاں خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انہیں اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلنا ہی تھا، نکلتے ہی حکم دیا کہ انہیں روک لیا جائے۔ یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی۔ کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چور ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف علیہ السلام اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے، اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جاری کر دیا۔ آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے۔ اس لئے بھائیوں سے پہلے ہی منوالیا تھا۔ جس کے درجے اللہ بڑھانا چاہے، بڑھا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے۔ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ اللہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتدا ہے اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قرأت میں فوق کل عالم علیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ۝ |
| وہ بولے کہ اس (چور) کی کیا سزا ہوگی اگر تم جھوٹے نکلے۔ |

## اس زمانے کے مطابق چور کی سزا کا بیان

"قَالُوا" اَیْ الْمُؤَذِّن وَاَصْحَابه "فَمَا جَزَاؤُهٗ" اَیْ السَّارِق "اِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِيْنَ" فِیْ قَوْلِكُمْ مَا كُنَّا سَارِقِيْنَ وَوُجِدَ فِيْكُمْ،

وہ آواز دینے والے اور اس کے ساتھی بولے، تم خود ہی بتاؤ کہ اس چور کی کیا سزا ہوگی اگر تم جھوٹے نکلے۔ یعنی اگر تمہاری بات جو چوری سے بری الذمہ ہونے کی ہے اگر یہ جھوٹ ہوئی تو سزا کیا ہوگی۔

| |
|---|
| قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِيْنَ۝ |
| انہوں نے کہا: اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے وہ (پیالہ) برآمد ہو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے |
| (یعنی اسی کو اس کے بدلہ میں رکھ لیا جائے)، ہم ظالموں کو اسی طرح سزا دیتے ہیں۔ |

## چوری شدہ مال کی برآمدگی کے لئے تلاشی لینے کا بیان

"قَالُوا جَزَاؤُهٗ" مُبْتَدَأ خَبَره "مَنْ وُجِدَ فِیْ رَحْله" يُسْتَرق ثُمَّ اُكِّدَ بِقَوْلِهٖ "فَهُوَ" اَیْ السَّارِق "جَزَاؤُهٗ" اَیْ الْمَسْرُوق لَا غَيْر وَكَانَتْ سُنَّة اٰل يَعْقُوْب "كَذٰلِكَ" الْجَزَاء "نَجْزِی الظَّالِمِيْنَ" بِالسَّرِقَةِ فَصَرَّحُوا لِيُوْسُف بِتَفْتِيشِ اَوْعِيَتهُمْ،

یہاں پر جزاوہ مبتداء اور من وجد فی رحلہ اس کی خبر ہے۔ انہوں نے کہا اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں سے وہ پیالہ برآمد ہو وہ خود ہی اس کا بدلہ ہے یعنی اسی کو اس کے بدلہ میں رکھ لیا جائے، آل یعقوب کے ہاں یہی قانون ہے۔ ہم ظالموں کو اسی طرح چوری سزا دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کی تلاشی کے لئے ان کو یوسف علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔

| |
|---|
| فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۝ |
| تو اس نے اس کے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اسے اس کے بھائی کے تھیلے سے نکال لیا۔ |
| اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی، ممکن نہ تھا کہ بادشاہ کے قانون میں وہ اپنے بھائی کو رکھ لیتا مگر یہ کہ اللہ چاہے، |
| ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## آل یعقوب کے مطابق چوری کی سزا پر اجرائے قانون کا بیان

"فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ" فَفَتَّشَهَا "قَبْلَ وِعَاءِ اَخِیْهِ" لِئَلَّا یُتَّهَمَ "ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا" اَیِ السِّقَایَةَ "کَذٰلِكَ" الْکَیْدُ "کِدْنَا لِیُوْسُفَ" عَلَّمْنَاهُ الِاحْتِیَالَ فِیْ اَخْذِ اَخِیْهِ "مَا کَانَ" یُوْسُفُ "لِیَاْخُذَ اَخَاهُ" رَقِیْقًا عَنِ السَّرِقَةِ "فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ" حُکْمِ مَلِكِ مِصْرَ لِاَنَّ جَزَاءَهُ عِنْدَهُ الضَّرْبُ وَتَغْرِیْمُ مِثْلَیِ الْمَسْرُوْقِ لَا الِاسْتِرْقَاقُ "اِلَّا اَنْ یَّشَاءَ اللّٰهُ" اَخْذَهُ بِحُکْمِ اَبِیْهِ اَیْ لَمْ یَتَمَکَّنْ مِنْ اَخْذِهِ اِلَّا بِمَشِیْئَةِ اللّٰهِ بِاِلْهَامِهِ سُؤَالَ اِخْوَتِهِ وَجَوَابَهُمْ بِسُنَّتِهِمْ "نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ" بِالْاِضَافَةِ وَالتَّنْوِیْنِ فِی الْعِلْمِ کَیُوْسُفَ "وَفَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ" مِنَ الْمَخْلُوْقِیْنَ "عَلِیْمٌ" اَعْلَمُ مِنْهُ حَتّٰی یَنْتَهِیَ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی،

تو اس نے اس کے بھائی یعنی اپنے بھائی کے تھیلے سے پہلے ان کے تھیلوں سے ابتدا کی، پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے تھیلے سے نکال لیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کے لیے تدبیر کی، یعنی بھائی کو اپنے پاس رکھ سکنے کی تدبیر بتائی۔ ممکن نہ تھا کہ بادشاہ یعنی بادشاہ مصر کے قانون میں وہ اپنے بھائی کو رکھ لیتا کیونکہ ان کے ہاں چور کی سزا اس کو مارنا پیٹنا اور چوری شدہ چیز سے دوگنا قیمت تھی مگر یہ کہ اللہ چاہے، یعنی انہوں نے اپنے والد گرامی کا قانون ان کو بتایا، لہٰذا یوسف علیہ السلام اللہ کے حکم کے مطابق الہام کے ذریعے اور اپنے دوسرے بھائیوں کے جوابی بیان کردہ قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس ٹھہرا سکنے پر قادر ہوگئے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں میں بلند کر دیتے ہیں یہاں درجات یہ اضافت اور تنوین دونوں طرح آیا ہے۔ اور ہر علم والے سے اوپر ایک سب کچھ جاننے والا ہے۔ یعنی ہر علم والے سے اوپر بھی بڑا اعلم والا ہوتا ہے حتی کہ یہ علم کا عروج اللہ کی ذات پر جا کر مکمل ہو جاتا ہے۔

قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ○

انھوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کے ایک بھائی نے بھی چوری کی تھی۔ تو یوسف نے اسے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اسے ان کے لیے ظاہر نہیں کیا، کہا تم مرتبے میں زیادہ برے ہو اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے، جو تم بیان کرتے ہو۔

## شاہی پیالہ کی چوری کے سبب سابقہ حسد کے اظہار کا بیان

"قَالُوْٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ" اَیْ یُوْسُفُ وَکَانَ سَرَقَ لِاَبِیْ اُمِّهٖ صَنَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَکَسَرَهٗ لِئَلَّا یَعْبُدَهٗ "فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا" یُظْهِرْهَا "لَهُمْ" وَالضَّمِیْرُ لِلْکَلِمَةِ الَّتِیْ فِیْ قَوْلِهٖ قَالُوْا "قَالَ" فِیْ نَفْسِهٖ "اَنْتُمْ شَرٌّ مَّکَانًا" مِنْ یُوْسُفَ وَاَخِیْهِ لِسَرِقَتِکُمْ اَخَاکُمْ مِنْ اَبِیْکُمْ وَظُلْمِکُمْ لَهٗ "وَاللّٰهُ اَعْلَمُ" عَالِمٌ "بِمَا تَصِفُوْنَ" تَذْکُرُوْنَ مِنْ اَمْرِهٖ،

انہوں نے کہا اگر اس نے چوری کی ہے تو بے شک اس سے پہلے اس کے ایک بھائی یوسف نے بھی چوری کی تھی۔ یعنی اس

نے اپنے نانا کو سونے کا بت چوری کر کے توڑ دیا تھا تا کہ اس کی کوئی عبادت نہ کرے۔ تو یوسف نے اسے اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اسے ان کے لیے ظاہر نہیں کیا، یہاں پر ہاء ضمیر اس کلمہ کی طرف لوٹنے والی ہے جو ان کے قول سے مفہوم اخذ کیا جاتا ہے کہا تم مرتبے میں زیادہ برے ہو یعنی تم اپنے بھائی یوسف کو اپنے باپ سے چوری کیا اور اس پر ظلم کیا۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ یعنی جس بات کا تم ذکر کر رہے ہو اس کو اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جس کو انہوں نے چوری قرار دے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف نسبت کیا، وہ واقعہ یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نانا کا ایک بت تھا جس کو وہ پوجتے تھے، حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے وہ بت لیا اور توڑ کر راستہ میں نجاست کے اندر ڈال دیا، یہ حقیقت میں چوری نہ تھی بت پرستی کا مٹانا تھا۔ بھائیوں کا اس ذکر سے یہ مدعا تھا کہ ہم لوگ بنیامین کے سوتیلے بھائی ہیں، یہ فعل ہو تو شاید بنیامین کا ہو، نہ ہماری اس میں شرکت، نہ ہمیں اس کی اطلاع۔ اس سے جس کی طرف چوری کی نسبت کرتے ہو کیونکہ چوری کی نسبت حضرت یوسف کی طرف تو غلط ہے، فعل تو شرک کا ابطال اور عبادت تھا اور تم نے جو یوسف کے ساتھ کیا وہ بڑی زیادتیاں ہیں۔

## بچپن میں یوسف علیہ السلام کے پاس کمر بند رکھنے کا بیان

یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں، جن کے پاس اپنے والد اسحاق علیہ السلام کا ایک کمر پٹہ تھا جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کمال درجے کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا۔ بہن صاحبہ سے درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی و ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب علیہ السلام کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی، سر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا۔ اسی اثنا میں ایک دن انہوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف علیہ السلام کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا، پھر تلاش شروع کی۔ گھر بھر چھان مارا، نہ ملا، شور مچا، آخر یہ ٹھری کہ گھر میں جو ہیں، ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ تلاشیاں لی گئیں۔ کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی، ان کے پاس سے برآمد ہوا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی۔ اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دئے گئے۔ اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو اس کے بھائی کی چوری کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ○ |
| وہ بولے: اے عزیز مصر! اس کے والد بڑے معمر بزرگ ہیں، آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیں، |
| بیشک ہم آپ کو احسان کرنے والوں میں پاتے ہیں۔ |

## بنیامین کی جگہ کسی دوسرے بھائی کو بہ طور سزا رکوانے کا مطالبہ کرنا

"قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا" يُحِبُّهٗ اَكْثَرَ مِنَّا وَيَتَسَلّٰى بِهٖ عَنْ وَّلَدِهِ الْهَالِكِ وَيُحْزِنُهٗ فِرَاقُهٗ "فَخُذْ اَحَدَنَا" اسْتَعْبِدْهُ "مَكَانَهٗ" بَدَلًا مِنْهُ "اِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ" فِيْ اَفْعَالِكَ،

وہ بولے، اے عزیز مصر! اس کے والد بڑے معمر بزرگ ہیں، وہ ہم سب سے بڑھ کر اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ اپنے جدا ہونے والے بیٹے کے فراق وغم کو اسی سے تسلی لے کر درد ہلکا کرتے ہیں۔ آپ اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو پکڑ لیں، جو اس کے بدلے میں ہوگا۔ بیشک ہم آپ کو اپنے اعمال میں احسان کرنے والوں میں پاتے ہیں۔

جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو پرچانے لگے اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمے سے وہ پہلے ہی سے چور ہیں اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں۔ آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں، اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے، ہوسکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ شاہ کو نا کردہ گناہ کو سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

| |
|---|
| قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ○ |
| یوسف (علیہ السلام) نے کہا: اللہ کی پناہ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اس کے سوا کسی (اور) کو پکڑ لیں |
| تب تو ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ |

## سزا کے لئے صرف برآمدگی والے کے انتخاب کا بیان

"قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ" نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَرِ حُذِفَ فِعْلُهٗ وَاُضِيْفَ اِلَى الْمَفْعُوْلِ اَیْ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ "اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ" لَمْ يَقُلْ مَنْ سَرَقَ تَحَرُّزًا مِنَ الْكَذِبِ "اِنَّاۤ اِذًا لَظَالِمُوْنَ" اِنْ اَخَذْنَا غَيْرَهٗ،

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا، اللہ کی پناہ، یہاں پر معاذ اللہ مصدر منصوب ہے جبکہ اس عامل ناصب محذوف فعل نعوذ ہے۔ اس کی مصدر کی اضافت مفعولی ہے۔ کہ ہم نے جس کے پاس اپنا سامان پایا اس کے سوا کسی اور کو پکڑ لیں، یہاں پر حضرت یوسف

علیہ السلام نے جھوٹ سے بچنے کے لئے سرق کالفظ استعمال نہیں کیا۔تب تو ہم ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔یعنی اگر اس کے سوا کسی اور کو سزا دیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ |
| عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ |
| حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۝ |
| پھر جب وہ یوسف (علیہ السلام) سے مایوس ہوگئے تو علیحدگی میں (باہم) سرگوشی کرنے لگے، ان کے بڑے (بھائی) نے کہا: |
| کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کی قسم اٹھوا کر پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں جو |
| زیادتیاں کر چکے ہو (تمہیں وہ بھی معلوم ہیں)، سو میں اس سرزمین سے ہرگز نہیں جاؤں گا جب تک مجھے میرا باپ اجازت |
| (نہ) دے یا میرے لئے اللہ کوئی فیصلہ فرما دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ |

## بنیامین کے بغیر کنعان جانے سے ایک بھائی کے انکار کا بیان

"فَلَمَّا اسْتَيْاَسُوا" يَئِسُوْا "مِنْهُ خَلَصُوا" اعْتَزَلُوْا "نَجِيًّا" مَصْدَر يَصْلُح لِلْوَاحِدِ وَغَيْره اَیْ يُنَاجِي بَعْضهمْ بَعْضًا "قَالَ كَبِيرهمْ" سِنًّا روبيل اَوْ رَاْيًا: يَهُوذَا "اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا" عَهْدًا "مِنَ الله" فِيْ اَخِيكُمْ "وَمِنْ قَبْل مَا" زَائِدَة وَقِيْلَ مَا مَصْدَرِيَّة مُبْتَدَاْ خَبَره مِنْ قَبْل "فَلَنْ اَبْرَح" اُفَارِق "الْاَرْض" اَرْض مِصْر "حَتّٰى يَاْذَن لِيْ اَبِيْ" بِالْعَوْدِ اِلَيْهِ "اَوْ يَحْكُم اللّٰه لِيْ" بِخَلَاصِ اَخِي "وَهُوَ خَيْر الْحَاكِمِيْنَ" اَعْدَلهمْ،

پھر جب وہ یوسف علیہ السلام سے خلاصی پانے میں مایوس ہو گئے تو علیحدگی میں باہم سرگوشی کرنے لگے، نجیا یہ مصدر ہے جو واحد وغیرہ کے لئے آتا ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔ان کے بڑے بھائی نے کہا یعنی جو عمر کے لحاظ سے یا مشورے کے لحاظ سے بڑا تھا جس کا نام روبیل یا یہودا تھا۔کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارے باپ نے تم سے تمہارے بھائی کے بارے میں اللہ کی قسم اٹھوا کر پختہ وعدہ لیا تھا اور اس سے پہلے تم یوسف کے حق میں جو زیادتیاں کر چکے ہو تمہیں وہ بھی معلوم ہیں، یہاں پر ما زائدہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مصدر یہ ہے مبتداء ہے اور اس کی خبر من قبل ہے۔لہٰذا میں اس سرزمین مصر سے ہرگز نہیں جاؤں گا یعنی جدا نہ ہوں گا۔جب تک مجھے میرا باپ واپس آنے اجازت نہ دے یا میرے لئے اللہ کوئی میرے بھائی کی نجات کا فیصلہ فرما دے، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔یعنی سب سے زیادہ عدل کرنے والا ہے۔

جب برادران یوسف اپنے بھائی کے چھٹکارے سے مایوس ہو گئے، انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا کہ ہم والد سے سخت عہد پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کے حضور میں پہنچا دیں گے۔اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔الزام ثابت

ہو چکا ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھر چکے اب بتاؤ کیا کیا جائے اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدے کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں، اب انہیں منہ دکھانے کے قابل تو نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کرلیں پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم سے اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے پس اب میں تو یہیں رک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ بجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں یا اللہ تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے۔ کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا یہی تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جب اور بھائیوں نے قتل کرنا جاہا تھا انہوں نے روکا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ۔ انہیں حقیقت حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کرلیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے ہم سے تو مسئلے کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہل مصر سے دریافت فرمالیجئے جس قافلے کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت، امانت، حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں، وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ○ |
| تم اپنے باپ کی طرف لوٹ جاؤ پھر کہو، اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اور ہم نے فقط |
| اسی بات کی گواہی دی تھی جس کا ہمیں علم تھا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ |

## بوریوں رکھے گئے پیالے کے مشاہدے کا بیان

"ارْجِعُوا اِلٰى اَبِيكُمْ فَقُوْلُوْا يَا اَبَانَا اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَمَا شَهِدْنَا" عَلَيْهِ "اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا" تَيَقَّنَّا مِنْ مُشَاهَدَةِ الصَّاعِ فِيْ رَحْله "وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ" لِمَا غَابَ عَنَّا حِيْنَ اِعْطَاء الْمَوْثِق "حَافِظِيْنَ" وَلَوْ عَلِمْنَا اَنَّهُ يَسْرِق لَمْ نَاْخُذهُ،

تم اپنے باپ کی طرف لوٹ جاؤ پھر جا کر کہو: اے ہمارے باپ! بیشک آپ کے بیٹے نے چوری کی ہے اس لئے وہ گرفتار کرلیا گیا اور ہم نے فقط اسی بات کی گواہی دی تھی یعنی ہم نے خود پیالہ کی برآمدگی کا اس کے پاس سے مشاہدہ کیا ہے۔ جس کا ہمیں علم تھا اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے۔ یعنی جو کچھ ہم سے غائب ہے۔ اور یہ اگر ہمیں اس بات کا پتہ ہوتا کہ وہ چوری کرے گا تو ہم اس کو اپنے ساتھ ہی نہ لے جاتے۔

| |
|---|
| وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○ |
| اور اس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے (معلوم کرلیں) جس میں ہم آئے ہیں، اور بیشک ہم یقیناً سچے ہیں۔ |

## برادران یوسف کا اپنی صفائی پیش کرنے کا بیان

"وَاسْاَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيْهَا " هِيَ مِصْر اَىْ اَرْسِلْ اِلٰى اَهْلِهَا فَاسْأَلْهُمْ "وَالْعِيْر" اَصْحَاب الْعِيْر "الَّتِي اَقْبَلْنَا فِيْهَا" وَهُمْ قَوْم مِنْ كَنْعَان "وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ" فِيْ قَوْلنَا فَرَجَعُوا اِلَيْهِ وَقَالُوْا لَهٗ ذٰلِكَ،

اوراس بستی والوں سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے۔ جو مصر ہے یعنی کسی کو بھیج کر اہل مصر پوچھ کرا کے تحقیق کرالیں اوراس قافلہ والوں سے معلوم کرلیں جس میں ہم آئے ہیں، یعنی کنعان کے لوگ ہیں۔ اور بیشک ہم اپنے قول میں یقیناً سچے ہیں۔ لہٰذا وہ لوٹ کر آئے اورانہوں نے اسی طرح کہہ دیا۔

| |
|---|
| قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ |
| بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا (ایسا نہیں) بلکہ تمہارے نفسوں نے یہ بات تمہارے لئے مرغوب بنادی ہے، اب صبر (ہی) |
| اچھا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## برادران یوسف کو سابقہ واقعہ یوسف پر تنبیہ کرنے کا بیان

"قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ" زَيَّنَتْ "لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا" فَفَعَلْتُمُوْهُ اتَّهَمَهُمْ لِمَا سَبَقَ مِنْهُمْ مِنْ اَمْر يُوْسُف "فَصَبْر جَمِيْل " صَبْرِي "عَسَى اللّٰه اَنْ يَّاْتِيَنِي بِهِمْ " بِيُوْسُف وَاَخَوَيْهِ "جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْم " بِحَالِيْ "الْحَكِيْم" فِيْ صُنْعه،

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نفسوں نے یہ بات تمہارے لئے مرغوب بنادی ہے، یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام کا یہ قول ان کو یوسف علیہ السلام کے معاملہ پر تنبیہ کرنا ہے۔ اب صبر ہی اچھا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان سب کو یعنی یوسف علیہ السلام اوران کے بھائی کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہ میرے حال کو جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

بھائیوں کی زبانی یہ خبر سن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا جب انہوں نے پیراہن یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی جو اللہ سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملادے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھر گئے تھے اس امید پر کہ اگر موقعہ لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور نکال لے جائیں یا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خود حکم دے اور یہ اس کی رضامندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے میری حالت کو خوب جان رہا ہے۔ حکیم ہے اس کی قضا وقدر اوراس کا کوئی کام حکمت

سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا اور حضرت یوسف کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔
حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انا للہ الخ پڑھنے کی ہدایات صرف اسی امت کو کی گئی ہے اس نعمت سے اگلی امتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔

| |
|---|
| وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ وَقَالَ یٰۤاَسَفٰی عَلٰی یُوۡسُفَ وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰهُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَهُوَ كَظِیۡمٌ ۝ |
| اور یعقوب (علیہ السلام) نے ان سے منہ پھیر لیا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف (علیہ السلام کی جدائی) پر اور ان کی آنکھیں |
| غم سے سفید ہو گئیں سو وہ غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔ |

## فراق یوسف میں آنکھوں کی بینائی کے چلے جانے کا بیان

"وَتَوَلّٰی عَنۡهُمۡ" تَارِكًا خِطَابَهُمْ "وَقَالَ یَا اَسَفٰی" اَلْاَلِف بَدَل مِنْ یَاء الْاِضَافَة اَیْ یَا حُزْنِیْ "عَلٰی یُوۡسُفَ وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنَاهُ" انْمَحَقَ سَوَادهمَا وَبُدِّلَ بَیَاضًا مِنْ بُكَائِهِ "مِنَ الۡحُزۡنِ" عَلَیْهِ "فَهُوَ كَظِیۡم" مَغْمُوم مَكْرُوْب لَا یُظْهِر كَرْبه،

اور یعقوب علیہ السلام نے ان سے منہ پھیر لیا یعنی ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا، اور کہا ہائے افسوس، یہاں پر اسفیٰ میں الف یاء سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔ یوسف علیہ السلام کی جدائی پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں یعنی ان کی آنکھوں کی سیاہی رونے کے وجہ سے سفید ہو گئی، لہٰذا وہ غم کو ضبط کئے ہوئے تھے۔ یعنی وہ مغموم ہیں یعنی اس حد درجہ کے درد کو ظاہر نہیں کرتے۔

## آنکھوں سے کی کیفیت سے غم آگے بڑھ گیا

روتے روتے آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہو گئی۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ و السلام کی جدائی میں حضرت یعقوب علیہ السلام اسّی ۸۰ برس روتے رہے اور احباء کے غم میں رونا جو تکلیف اور نمائش سے نہ ہو اور اس کے ساتھ اللہ کی شکایت و بے صبری نہ پائی جائے رحمت ہے۔ ان غم کے ایام میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان مبارک پر کبھی کوئی کلمہ بے صبری کا نہ آیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے رب، تو تو ایسا کر کہ ان تین ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا۔ تیری آزائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی منظور کر لی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لخت جگر کو الگ کر دیا اس نے بھی صبر کیا تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا۔ بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقعہ پر جب کہ بنیامین قید میں تھے۔ ایک خط لکھا تھا جس میں انہیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت

زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحاق علیہ السلام ذبح کے ساتھ آزمائے گئے میں خود فراق یوسف میں مبتلا ہوں۔ لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یوسف، بیروت)

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ۝

وہ بولے، اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ قریب مرگ ہو جائیں گے یا آپ وفات پا جائیں گے۔

## وقت وصال تک فراق یوسف میں روتے رہنے کا بیان

"قَالُوْا تَاللّٰهِ" لَا "تَفْتَأُ" تَزَالُ "تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا" مُشْرِفًا عَلَى الْهَلَاكِ لِطُوْلِ مَرَضِكَ وَهُوَ مَصْدَرٌ يَسْتَوِي فِيْهِ الْوَاحِدُ وَغَيْرُهُ "اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهَالِكِيْنَ" الْمَوْتٰى،

وہ بولے، اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف ہی کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ قریب مرگ ہو جائیں گے یعنی اتنی طویل مدت تک ان کے غم میں رہیں گے یہاں پر حرضا یہ مصدر ہے جو واحد وغیرہ سب کے لئے آتی ہے۔ یا آپ وفات پا جائیں گے۔ یعنی آپ کا وصال ہو جائے۔

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور ان سے ملنے کی توقع رکھتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ ان کا خواب حق ہے، ضرور واقع ہوگا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے حضرت مَلَکُ الموت سے دریافت کیا کہ تم نے میرے بیٹے یوسف کی روح قبض کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، اس سے بھی آپ کو ان کی زندگانی کا اطمینان ہوا اور آپ نے اپنے فرزندوں سے فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، بیروت)

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَ حُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝

انہوں نے فرمایا: میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد صرف اللہ کے حضور کرتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کی تعبیر کے معلوم ہونے کا بیان

"قَالَ" لَهُمْ "اِنَّمَا اَشْكُو بَثِّي" هُوَ عَظِيْمُ الْحُزْنِ الَّذِيْ لَا يَصْبِرُ عَلَيْهِ حَتّٰى يُبَثَّ اِلَى النَّاسِ "وَحُزْنِيْ اِلَى اللّٰه" لَا اِلٰى غَيْرِهِ فَهُوَ الَّذِيْ تَنْفَعُ الشَّكْوٰى اِلَيْهِ "وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰه مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" مِنْ اَنَّ رُؤْيَا يُوْسُفَ صِدْقٌ وَهُوَ حَيٌّ ثُمَّ قَالَ:

انہوں نے فرمایا میں تو اپنی پریشانی اور غم یعنی وہ بڑا دکھ جس پر انسانوں میں سے کوئی انسان صبر نہیں کرسکتا۔ میں اسی لئے صبر کرتا ہوں تاکہ کو معلوم ہو جائے۔ اس کے سوا کسی کے سامنے کی ہوئی فریاد کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یعنی میں یوسف علیہ السلام کے خواب کی سچی تعبیر جانتا ہوں لہٰذا وہ زندہ ہیں اور پھر اس کے بعد

| |
|---|
| یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْهِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ |
| اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۝ |
| اے میرے بیٹو! جاؤ یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کی خبر لے آؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، |
| بیشک اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ |

## جاؤ یوسف و بنیامین کو تلاش کرو

"یَا بَنِیَّ اذْهَبُوا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوسُفَ وَاَخِیهِ" اُطْلُبُوا خَبَرهمَا "وَلَا تَیْاَسُوا" تَقْنَطُوا "مِنْ رَوْحِ اللّٰه" رَحْمَته فَانْطَلَقُوا نَحو مِصْر لِیُوسُف،

اے میرے بیٹو! جاؤ کہیں سے یوسف (علیہ السلام) اور اس کے بھائی کی خبر لے آؤ اور اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ پس برادران یوسف مصر کی طرف چلے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں تحسس کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے اور برائی کی ٹٹول کے لئے تجسس کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہیے اس کی رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔ تم تلاش بند نہ کرو، اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔ چنانچہ یہ لوگ چلے، پھر مصر پہنچے، حضرت یوسف کے دربار میں حاضر ہوئے، وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے، ہمارے پاس کچھ نہیں رہا، جس سے غلہ خریدتے اب ردی، واہی، ناقص، بیکار، کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ یونہی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں گو یہ بدلہ نہیں کہا جا سکتا نہ قیمت بنتی ہے لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو سچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے، ہماری بوریاں بھر کر دیجئے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ |
| فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ۝ |
| پس جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے، اے عزیز مصر! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر |
| مصیبت آن پڑی ہے اور ہم یہ تھوڑی سی رقم لے کر آئے ہیں سو ہمیں (غلہ کا) پورا پورا ناپ دے دیں اور ہم پر |
| کچھ صدقہ بھی کر دیں۔ بیشک اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام سے برادران یوسف کا خیرات طلب کرنے کا بیان

"فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ " الْجُوْع "وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاة" مَدْفُوعَة يَدْفَعهَا كُلّ مَنْ رَآهَا لِرَدَاءَتِهَا وَكَانَتْ دَرَاهِم زُيُوفًا اَوْ غَيْرهَا "فَاَوْفِ" اَتِمّ "لَنَا الْكَيْل وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا" بِالْمُسَامَحَةِ عَنْ رَدَاءَة بِضَاعَتنَا "اِنَّ اللّٰه يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ" يُثِيبهُمْ فَرَقَّ لَهُمْ وَاَدْرَكَتْهُ الرَّحْمَة وَرَفَعَ الْحِجَاب بَيْنه وَبَيْنهمْ،

لہٰذا جب وہ دوبارہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے، اے عزیزِ مصر! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر مصیبت آن پڑی ہے، ہم شدید قحط میں مبتلا ہیں اور ہم یہ تھوڑی سی رقم لے کر آئے ہیں یعنی جس نے بھی اس رقم کو دیکھا ہے اس کو ٹھکرا دیا ہے۔ کیونکہ یہ کھوٹے سکے وغیرہ ہیں۔ اس کے بدلے ہمیں غلہ کا پورا پورا ناپ دے دیں اور اس کے علاوہ یعنی سکوں کی قیمت کے سوا ہم پر کچھ صدقہ بھی کر دیں۔ بیشک اللہ خیرات کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔ یعنی ان کو ثواب دیتا ہے پس یوسف علیہ السلام کو ان پر ترس آیا تو اسی ترس نے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان حجاب دور کر دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھ کر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

| |
|---|
| قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ۝ |
| یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا |
| سلوک کیا تھا کیا تم اس وقت نادان تھے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کا برادران یوسف سے احوال یوسف پوچھنے کا بیان

ثُمَّ "قَالَ" لَهُمْ تَوْبِيخًا "هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ بِيُوسُف" مِنْ الضَّرْب وَالْبَيْع وَغَيْر ذٰلِكَ "وَاَخِيهِ" مِنْ هَضْمكُمْ لَهُ بَعْد فِرَاق اَخِيهِ "اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ" مَا يَئُول اِلَيْهِ اَمْر يُوسُف

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ تم نے یوسف کو مار پیٹ کر اور فروخت کر کے کیا سلوک کیا۔ اور اس کی جدائی کے بعد اس کے بھائی کے ساتھ کیا ظالمانہ سلوک کیا تھا کیا تم اس وقت نادان تھے۔ پس جب ان پر یوسف علیہ السلام کا معاملہ ظاہر ہو گیا۔

## حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی بھائیوں پر سب واقعہ ظاہر کر دیا

جب بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس اس عاجزی اور بیبسی کی حالت میں پہنچے اپنے تمام دکھ رونے لگے ' اپنے والد

کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھر آیا نہ رہا گیا۔ اپنے سر سے تاج اتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ نری جہالت کا کرشمہ تھا اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ اللہ کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے آیت (ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجھالۃ) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کا حکم اللہ نہ تھا۔ اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی' سختی زیادہ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دے دی اور کشادگی عطا فرما دی۔ جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ اب بھائی چونک پڑے' کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی اور کچھ اس قسم کے سوالات' کچھ حالات' کچھ اگلے واقعات سب سامنے آ گئے' تاہم اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے' اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا' بچھڑنے کے بعد ملا دیا' تفرقہ کے بعد اجتماع کر دیا' تقویٰ اور صبر رائگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری پھل لائے نہیں رہتی۔ اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی کیونکہ حضرت یوسف نبی تھے اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطا کاری کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا میں آج کے دن کے بعد سے تمہیں تمہاری یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا' میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہار خفگی کرتا ہوں بلکہ میری دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمائے وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا' آپ نے قبول فرما لیا اللہ تمہاری پردہ پوشی کرے اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِیْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ |
| اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَیَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۝ |
| وہ بولے کیا واقعی تم ہی یوسف ہو؟ انہوں نے فرمایا: (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بیشک اللہ نے |
| ہم پر احسان فرمایا ہے، یقیناً جو شخص اللہ سے ڈرتا اور صبر کرتا ہے تو بیشک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام اور برادران یوسف کے درمیان پہچان ہو جانے کا بیان

"قَالُوا" بَعْدَ اَنْ عَرَفُوهُ لِمَا ظَهَرَ مِنْ شَمَائِله مُتَثَبِّتِينَ "اَاِنَّكَ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَة وَاِدْخَالِ اَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ "لَاَنْتَ يُوسُف قَالَ اَنَا يُوسُف وَهٰذَا اَخِي قَدْ مَنَّ" "اَنْعَمَ "اللّٰه عَلَيْنَا" بِالِاجْتِمَاعِ "اِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ" يَخَفِ اللّٰه "وَيَصْبِر" عَلَى مَا يَنَالهُ "فَاِنَّ اللّٰه لَا يُضِيع اَجْر

الْمُحْسِنِيْنَ" فِيْهِ وَضْعُ الظَّاهِرِ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ،

حضرت یوسف علیہ السلام کے اوصاف ظاہر ہوجانے کے بعد جب انہوں نے آپ کو پہچان لیا تو وہ بولے، کیا واقعی تم ہی یوسف ہو؟ یہاں پر اانک یہ دو ہمزوں کے ساتھ آیا ہے۔ اس میں دوسرے کی تسہیل ہے یعنی دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف داخل ہے۔ انہوں نے فرمایا ہاں، میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے بیشک اللہ نے ہم پر احسان فرمایا ہے، یعنی ہم کو اکٹھا کیا ہے۔ یقیناً جو شخص اللہ سے ڈرتا اور پہنچنے والی سختی پر صبر کرتا ہے تو بیشک اللہ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ یہاں پر بھی اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

| |
|---|
| قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ٥ |
| وہ بول اٹھے، اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔ |

## برادران یوسف نے یوسف علیہ السلام کے مرتبے کا اعتراف کرلیا

"قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ" فَضَّلَكَ "اللّٰهُ عَلَيْنَا" بِالْمُلْكِ وَغَيْرِهِ "وَاِنْ" مُخَفَّفَةٌ اَىْ اِنَّا "كُنَّا لَخَاطِئِيْنَ" اٰثِمِيْنَ فِىْ اَمْرِكَ فَاَذْلَلْنَاكَ،

وہ بول اٹھے، اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی ہے یعنی بادشاہت وغیرہ عطا کی ہے۔ اور یقیناً ہم ہی خطا کار تھے۔ یہاں پر اِن مخففہ ہے یعنی اس معاملے میں ہم ہی غلطی کرنے والے ہیں۔ پس اللہ نے ہمیں تیرے سامنے رسوا کردیا۔

| |
|---|
| قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ٥ |
| یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا، آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں ہے، اللہ تمہیں معاف فرمادے |
| اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ |

## یوم ملامت کو خاص طور پر ذکر کرنے کا بیان

"قَالَ لَا تَثْرِيْبَ" عَتْبَ "عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ" خَصَّهُ بِالذِّكْرِ لِاَنَّهُ مَظِنَّةُ التَّثْرِيْبِ فَغَيْرُهُ اَوْلٰى وَسَاَلَهُمْ عَنْ اَبِيْهِ فَقَالُوْا ذَهَبَتْ عَيْنَاهُ فَقَالَ،

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا آج کے دن تم پر کوئی ملامت اور گرفت نہیں ہے، یہاں پر یوم اس لئے خاص ذکر کیا ہے کیونکہ وہ دن ملامت کا دن تھا۔ اللہ تمہیں معاف فرمادے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔ اس کے بعد آپ نے ان سے اپنے والد گرامی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی آنکھوں کی بینائی جاچکی ہے۔ تو اس پر آپ نے فرمایا۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِیْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

میرا یہ قمیص لے جاؤ، سو اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے، اور (پھر) اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے آنکھوں کی بینائی لوٹ آنے کا بیان

"اِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هٰذَا" وَهُوَ قَمِيص اِبْرَاهِيم الَّذِيْ لَبِسَهُ حِيْن اُلْقِيَ فِي النَّار كَانَ فِيْ عُنُقه فِي الْجُبّ وَهُوَ مِنْ الْجَنَّة اَمَرَهُ جِبْرِيْل بِاِرْسَالِهِ وَقَالَ اِنَّ فِيْهِ رِيحهَا وَلَا يُلْقٰى عَلٰى مُبْتَلًى اِلَّا عُوفِيَ "فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْه اَبِيْ يَاْتِ" بَصِيْرًا، وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ،

حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ قمیص لے جاؤ، اور یہ وہی قمیص تھی جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پہنا تھا جب ان کو آگ میں ڈالا گیا تھا۔ آپ نے کنوئیں میں بھی اسی کو پہنا ہوا تھا۔ اور یہ جنتی لباس تھا۔ اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو اس قمیص کو بھیجنے کے لئے کہا تھا۔ اور آپ نے فرمایا تھا کہ اس میں ایک خوشبو ہے جب کسی پریشانی میں مبتلاء شخص پر ڈالی جائے تو اس کے لئے عافیت ثابت ہوتی ہے۔ لہٰذا اسے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے، اور پھر اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

## جسم نبوت والے لباس کی شان کا بیان

ضحاک اور مجاہد وغیرہ ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ یہ اس کرتے کی خصوصیت تھی کیونکہ یہ عام کپڑوں کی طرح نہ تھا بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب ان کو نمرود نے آگ میں ڈالا تھا پھر یہ جنت کا لباس ہمیشہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس محفوظ رہا اور ان کی وفات کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس رہا ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا آپ نے اس کو ایک بڑی متبرک شے کی حیثیت سے ایک نلکی میں بند کر کے یوسف علیہ السلام کے گلے میں بطور تعویذ کے ڈال دیا تھا تاکہ نظر بد سے محفوظ رہیں برادران یوسف نے جب ان کا کرتہ والد کو دھوکہ دینے کے لئے اتار لیا اور وہ کنویں میں ڈال دیئے گئے تو جبرئیل امین تشریف لائے اور گلے میں پڑی ہوئی نلکی کھول کر اس سے یہ کرتہ برآمد کیا اور یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا اور یہ ان کے پاس برابر محفوظ چلا آیا اس وقت بھی جبرئیل امین ہی نے یوسف علیہ السلام کو یہ مشورہ دیا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی خاصیت یہ ہے کہ نابینا کے چہرے پر ڈال دو تو وہ بینا ہو جاتا ہے اور فرمایا کہ اس کو اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے تو وہ بینا ہو جائیں گے۔ (تفسیر خازن، سورہ یوسف، بیروت)

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝

اور جب قافلہ روانہ ہوا ان کے والد نے (کنعان میں بیٹھے ہی) فرما دیا، بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں

اگر تم مجھے بڑھاپے کے باعث بہکا ہوا خیال نہ کرو۔

## سرزمین مصر سے کنعان پہنچنے والی خوشبو کا بیان

"وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِير " خَرَجَتْ مِنْ عَرِيش مِصْر "قَالَ اَبُوْهُمْ " لِمَنْ حَضَرَ مِنْ بَنِيهِ وَاَوْلَادهمْ "اِنِّىْ لَاَجِد رِيح يُوسُف " اَوْصَلْته اِلَيْهِ الصَّبَا بِاِذْنِهِ تَعَالٰى مِنْ مَّسِير ثَلَاثَة اَيَّام اَوْ ثَمَانِيَة اَوْ اَكْثَر "لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنِ" تُسَفِّهُوْنِ لَصَدَّقْتُمُوْنِى،

اور جب قافلہ مصر کی سرحدوں سے روانہ ہوا ان کے والد یعقوب علیہ السلام یعنی جب وہ جوان پوتوں کے پاس موجود تھے، ان سے کنعان میں بیٹھے ہی فرمادیا بیشک میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں، یعنی اللہ کے حکم سے ہوا نے تین دن یا آٹھ دن یا اس سے زیادہ کی مسافت میں خوشبو پہنچادی تھی اگر تم مجھے بڑھاپے کے باعث بہکا ہوا خیال نہ کرو۔ یعنی میری صداقت کو بڑھاپے کی نذر اگر نہ کرو تو حقیقت یہی ہے۔

ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کی خوشبو پہنچادی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آ رہی ہے لیکن تم تو مجھے کم عقل بوڑھا کہہ کر میری اس بات کو باور نہیں کرنے کے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلے پر تھا جو بحکم الٰہی ہوا نے حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کے پیراہن کی خوشبو پہنچادی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی گمشدگی کی مدت اسی سال کی گزر چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں نہ غم آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا کسی لائق اولاد کو لائق نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہہ دے۔

| |
|---|
| قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۝ |
| وہ بولے، اللہ کی قسم یقیناً آپ اپنی اسی پرانی محبت کی خودرفتگی میں ہیں۔ |

## زمانوں کی طوالت کے باوجود محبت یوسف کا بیان

"قَالُوا" لَهٗ "تَاللّٰهِ اِنَّكَ فِىْ ضَلَالِكَ" خَطَئِكَ "الْقَدِيم" مِنْ اِفْرَاطِكَ فِىْ مَحَبَّته وَرَجَاء لِقَائِهِ عَلٰى بُعْد الْعَهْد،

وہ بولے، اللہ کی قسم یقیناً آپ اپنی اسی پرانی محبت کی خودرفتگی میں ہیں۔ یعنی آپ محبت میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ایک طویل مدت کے بعد بھی ان سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰـهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ |
| اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝ |

پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا اس نے وہ قمیص یعقوب (علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی، یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

## آنکھوں کو بینائی بخشنے والی قمیص شفا کا بیان

"فَلَمَّا اَنْ " زَائِدَة "جَاءَ الْبَشِير "يَهُوذَا بِالْقَمِيصِ وَكَانَ قَدْ حَمَلَ قَمِيص الدَّم فَاَحَبَّ اَنْ يُّفْرِحهُ كَمَا اَحْزَنَهُ "اَلْقَاهُ" طَرَحَ الْقَمِيص "عَلٰى وَجْهه فَارْتَدَّ" رَجَعَ،قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ،

پھر جب خوشخبری سنانے والا آ پہنچا، یہاں پر اَن زائدہ ہے۔ مراد اس سے یہودا ہے کیونکہ خون آلودہ قمیص بھی وہی لے گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں جس طرح ان کو غم میں نے پہنچایا ہے اسی طرح خوشی کی خبر بھی میں ہی ان کو پہنچاؤں، اس نے وہ قمیص یعقوب علیہ السلام کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ بیشک میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

## فرطِ شوق کے سبب راستے میں کھانا بھی نہ کھایا

لشکر کے آگے آگے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یہودا تھے، انہوں نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس خون آلودہ قمیص بھی میں ہی لے کر گیا تھا، میں نے ہی کہا تھا کہ یوسف (علیہ السلام) کو بھیڑیا کھا گیا، میں نے ہی انھیں غمگین کیا تھا، آج کرتا بھی میں ہی لے کر جاؤں گا اور حضرت یوسف (علیہ السلام) کی زندگانی کی فرحت انگیز خبر بھی میں ہی سناؤں گا، تو یہودا بَرَہنہ سر، بَرَہنہ پا، کرتا لے کر اسّی ۸۰ فرسنگ دوڑتے آئے، راستہ میں کھانے کے لئے سات روٹیاں ساتھ لائے تھے، فرطِ شوق کا یہ عالم تھا کہ ان کو بھی راستہ میں کھا کر تمام نہ کر سکے۔

- حضرت یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا یوسف کیسے ہیں؟ یہودا نے عرض کیا حضور وہ مصر کے بادشاہ ہیں۔ فرمایا میں بادشاہی کو کیا کروں، یہ بتاؤ کس دین پر ہیں؟ عرض کیا دین اسلام پر ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، بیروت)

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـئِيْنَ۝

وہ بولے، اے ہمارے باپ! ہمارے لئے ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کیجئے، بیشک ہم ہی خطا کار تھے۔

توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں۔ پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا،

بیشک وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## برادران یوسف کی توبہ کا بیان

"قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ " اٰخَرَ ذٰلِكَ اِلَى السَّحَرِ لِيَكُوْنَ اَقْرَبَ اِلَى الْاِجَابَةِ اَوْ اِلٰى لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ ثُمَّ تَوَجَّهُوْا اِلٰى مِصْرَ وَخَرَجَ يُوْسُفُ وَالْاَكَابِرُ لِتَلَقِّيْهِمْ،

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے بخشش طلب کروں گا، بیشک وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ پس آنے سحری کے وقت تک مؤخر کیا تا کہ بخشش کا وقت قریب آجائے۔ یا آپ نے جمعرات تک مؤخر کیا اس کے بعد وہ مصر کی طرف چلے اور حضرت یوسف علیہ السلام ان کے استقبال کے لئے اکابرین مصر کے ساتھ باہر آئے۔

یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فوراً ہی دعاء کرنے کے بجائے وعدہ کیا کہ عن قریب دعاء کروں گا اس کی وجہ عام مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ مقصود اس سے یہ تھا کہ اہتمام کے ساتھ آخر شب کے وقت میں دعاء کریں کیونکہ اس وقت کی دعاء خصوصیت سے قبول کی جاتی ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کیآ خری تہائی حصہ میں زمین سے قریب تر آسمان پر نزول اجلال فرماتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سید عامانگے تو میں اس کو قبول کرلوں کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کی مغفرت کردوں۔

## حضرت یعقوب ویوسف علیہما السلام کی ملاقات میں سلام کی ابتداء کا بیان

حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وقت سحر بعد نماز ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں اپنے صاحبزادوں کے لئے دعا کی، وہ قبول ہوئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو وحی فرمائی گئی کہ صاحبزادوں کی خطا بخش دی گئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کو مع ان کے اہل واولاد کے بلانے کے لئے اپنے بھائیوں کے ساتھ دوسو سواریاں اور کثیر سامان بھیجا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے مصر کا ارادہ فرمایا اور اپنے اہل کو جمع کیا، کل مرد وزن بہتر یا تہتّر تن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ برکت فرمائی کہ ان کی نسل اتنی بڑھی۔

جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو چھ لاکھ سے زیادہ تھے باوجودیکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ اس سے صرف چارسو سال بعد ہے۔ الحاصل جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ اعظم کو اپنے والد ماجد کی تشریف آوری کی اطلاع دی اور چار ہزار لشکری اور بہت سے مصری سواروں کو ہمراہ لے کر آپ اپنے والد صاحب کے استقبال کے لئے صدہا ریشمی پھریرے اڑاتے، قطاریں باندھے روانہ ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یہودا کے ہاتھ پر ٹیک لگائے تشریف لا رہے تھے جب آپ کی نظر لشکر پر پڑی اور آپ نے دیکھا کہ صحرا زرق برق سواروں سے پر ہورہا ہے، فرمایا اے یہودا کیا یہ فرعونِ مصر ہے جس کا لشکر اس شوکت وشکوہ سے آرہا ہے؟ عرض کیا نہیں یہ حضور کے فرزند یوسف ہیں علیہم السلام۔

حضرت جبریل نے آپ کو متعجب دیکھ کر عرض کیا، ہوا کی طرف نظر فرمائیے، آپ کے سرور میں شرکت کے لئے ملائکہ حاضر ہوئے ہیں جو مدتوں آپ کے غم کے سبب روتے رہے ہیں، ملائکہ کی تسبیح نے اور گھوڑوں کے ہنہنانے نے اور طبل و بوق کی آوازوں نے عجیب کیفیت پیدا کر دی تھی یہ محرّم کی دسویں تاریخ تھی جب دونوں حضرات والد و ولد، پدر و پسر قریب ہوئے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام عرض کرنے کا ارادہ ظاہر کیا، جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آپ توقف کیجئے اور والد صاحب کو ابتداء بسلام کا موقع دیجئے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے "اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَامُذْهِبَ الْاَحْزَانِ" (یعنی اے غم واندوہ کے دور کرنے والے سلام) اور دونوں صاحبوں نے اتر کر معانقہ کیا اور مل کر خوب روئے پھر اس مزین فرودگاہ میں داخل ہوئے جو پہلے سے آپ کے استقبال کے لئے نفیس خیمے وغیرہ نصب کر کے آراستہ کی گئی تھی، یہ دخول حدود مصر میں تھا اس کے بعد دوسرا دخول خاص شہر میں ہے جس کا بیان اگلی آیت میں ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

| |
|---|
| فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰٓی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ۝ |
| پھر جب وہ یوسف (علیہ السلام) کے پاس آئے (تو) یوسف (علیہ السلام) نے اپنے ماں باپ کو تعظیماً اپنے قریب جگہ دی اور |
| (خوش آمدید کہتے ہوئے) فرمایا آپ مصر میں داخل ہو جائیں اگر اللہ نے چاہا، تو امن وعافیت کے ساتھ (یہیں قیام کریں)۔ |

## حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کی سرزمین مصر میں ملاقات کا بیان

"فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُف "فِیْ مَضْرِبه "آوٰی" ضَمَّ "اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ" اَبَاهُ وَاُمَّه اَوْ خَالَته "وَقَالَ" لَهُمْ "اُدْخُلُوْا مِصْر اِنْ شَاءَ اللّٰه اٰمِنِیْنَ" فَدَخَلُوْا وَجَلَسَ یُوْسُف عَلٰی سَرِیره،

پھر جب وہ سب افرادِ خانہ یوسف علیہ السلام کے پاس آئے تو یوسف علیہ السلام نے (شہر سے باہر آکر ہزار ہا سواریوں، فوجیوں اور لوگوں کے ہمراہ شاہی جلوس کی صورت میں ان کا استقبال کیا اور) اپنے ماں باپ یعنی والد گرامی اور والدہ یعنی خالہ کو تعظیماً اپنے قریب جگہ دی (یا انہیں اپنے گلے سے لگا لیا) اور (خوش آمدید کہتے ہوئے) فرمایا آپ مصر میں داخل ہو جائیں اگر اللہ نے چاہا (تو) امن وعافیت کے ساتھ (یہیں قیام کریں)۔ اور یوسف علیہ السلام ایک تخت پر جلوہ فرما ہوئے۔

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آپ کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ ابا جی کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا، اس بزرگ قافلے نے کنعان سے کوچ کیا جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امرا اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ مروی ہے کہ خود شاہ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔

عبدالرحمٰن کہتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد صاحب کے ہمراہ آپ کی خالہ صاحبہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ خود ہی زندہ موجود تھیں، ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ

موجود تھیں، یہی بات ٹھیک بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ |
| جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۖ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ |
| اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| اور اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور سب اس کے لیے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے |
| پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا، اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ |
| سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی، بیشک میرا رب |
| جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی علم وحکمت والا ہے۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے تعظیمی سجدے کا بیان

"وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ" اَجْلَسَهُمَا مَعَهُ "عَلَى الْعَرْشِ" السَّرِير "وَخَرُّوا" اَىْ اَبَوَاهُ وَاِخْوَته "لَهٗ سُجَّدًا" سُجُوْد انْحِنَاء لَا وَضْع جَبْهَة وَكَانَ تَحِيَّتهمْ فِىْ ذٰلِكَ الزَّمَان "وَقَالَ يَا اَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْل رُؤْيَاى مِنْ قَبْل قَدْ جَعَلَهَا رَبِّىْ حَقًّا وَقَدْ اَحْسَنَ بِىْ" اِلَىَّ "اِذْ اَخْرَجَنِىْ مِنَ السِّجْن" لَمْ يَقُلْ مِنَ الْجُبّ تَكَرُّمًا لِئَلَّا تَخْجَل اِخْوَته "وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْو" الْبَادِيَة "مِنْ بَعْد اَنْ نَزَغَ" اَفْسَدَ "الشَّيْطَان بَيْنِىْ وَبَيْن اِخْوَتِىْ اِنَّ رَبِّىْ لَطِيف لِمَا يَشَاء اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْم" بِخَلْقِهِ "الْحَكِيْم" فِىْ صُنْعه وَاَقَامَ عِنْده اَبُوْهُ اَرْبَعًا وَعِشْرِيْنَ سَنَة اَوْ سَبْع عَشْرَة سَنَة وَكَانَتْ مُدَّة فِرَاقه ثَمَانِىْ عَشْرَة اَوْ اَرْبَعِيْنَ اَوْ ثَمَانِيْنَ سَنَة وَحَضَرَهُ الْمَوْت فَوَصَّى يُوسُفَ اَنْ يَّحْمِلهُ وَيَدْفِنهُ عِنْدَ اَبِيهِ فَمَضَى بِنَفْسِهِ وَدَفَنَهُ ثَمَّةَ ثُمَّ عَادَ اِلَى مِصْر وَاَقَامَ بَعْده ثَلَاثًا وَعِشْرِيْنَ سَنَة وَلَمَّا تَمَّ اَمْره وَعَلِمَ اَنَّهٗ لَا يَدُوم تَاقَتْ نَفْسه اِلَى الْمُلْك الدَّائِم فَقَالَ:

اور اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اور سب یعنی آپ کے والدین اور بھائی آپ کے لیے سجدے میں گرے یعنی یہ جھکنے والا سجدہ ہے جبکہ پیشانی کے ذریعے زمین پر سر رکھنے والا سجدہ نہیں تھا، اور یہ اس زمانے کی شریعت کے مطابق تعظیمی سجدہ تھا۔ اور یوسف نے کہا اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے، بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا، یعنی میرے رب اس کو سچ کر دکھایا۔ اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے قید سے نکالا اور آپ نے یہاں کنوئیں کا ذکر بہ طور اکرام ذکر نہ کیا تا کہ بھائیوں کو ندامت نہ ہو۔ اور آپ سب کو گاؤں سے لے آیا بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں ناچاقی کرادی تھی، بیشک میرا رب جس بات کو چاہے آسان کردے، بیشک وہی اپنی مخلوق کو جاننے والا، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو اپنے پاس ۲۴ سال یا ۲۷ سال ٹھہرایا جبکہ ان کے فراق کا زمانہ ۱۸ سال یا

چالیس سال یا ۸۰ سال ہے۔اس کے بعد یعقوب علیہ السلام کا وصال ہوا۔تو یوسف علیہ السلام نے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو والد گرامی اسحاق علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تدفین خود کی اس کے بعد واپس مصر آئے اور اس کے بعد آپ یہاں ۲۳ سال رہے جب آپ نے دیکھا حکم مکمل ہو گیا ہے۔اور جان لیا کہ یہاں ہمیشہ نہیں رہنا ہے تو آپ نے دائمی بادشاہت کی طرف جانا پسند فرمالیا۔اور کہا۔

## تعظیمی سجدہ اور ملاقات کے رقت انگیز مناظر کا بیان

آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا۔اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے۔آپ نے فرمایا ابا جی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ان کی شرع میں یہ جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک یہ بات جائز ہی رہی لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدے کو مطلقا حرام کر دیا۔اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے قول کا ماحصل مضمون یہی ہے۔حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام گئے، وہاں انہوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدے کرتے ہیں یہ جب لوٹے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا، آپ نے پوچھا، معاذ یہ کیا بات ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔آپ نے فرمایا اگر میں کسی کے لئے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔بہ سبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانے میں راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔سجدہ اس اللہ کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا۔الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا اس لئے انہوں نے سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا لیجئے ابا جی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے آیت (یوم یاتی تاویلہ) پس یہ بھی اللہ کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا، الحمد للہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا۔اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانے سے نجات دی اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے، اس لئے عموما بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا، فلسطین بھی شام کے جنگلوں میں ہے اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔کہتے ہیں کہ یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے اور مویشی پالتے تھے، اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں۔

فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوا دی تھی، اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے، اس کے ویسے ہی

اسباب مہیا کردیتا ہے اور اسے آسان اور سہل کردیتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے اپنے افعال اقوال قضاوقدر مختار و مراد میں وہ باحکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں یہ آخری مدت ہے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسی برس کے بعد ملے تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ اللہ کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انہیں فراق یوسف میں گزری، ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی سال کی تھی۔

فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنویں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔ پھر ملاقات کے بعد تئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول قتادہ رحمۃ اللہ علیہ ترپن برس کے بعد باپ بیٹا ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں ان کی تعداد صرف تریسٹھ کی تھی اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار کی تھی۔ مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد وعورت تین سو نوے تھے، عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی تھے یعنی مرد عورت بوڑھے بچے سب ملا کر اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ سے اوپر اوپر تھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ |
| اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ۝ |
| اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام نکالنا سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے |
| والے تو میرا کام بنانے والا ہے دنیا اور آخرت میں، مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے ملا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ |

## حضرت یوسف علیہ السلام کی وقت وصال دعا کا بیان

"رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ" تَعْبِیْرِ الرُّؤْیَا "فَاطِر" خَالِق "السَّمٰوٰت وَالْاَرْض اَنْتَ وَلِیّ" مُتَوَلِّی مَصَالِحِی "فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَة تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَالْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ" مِنْ اٰبَائِی فَعَاشَ بَعْدَ ذٰلِكَ اُسْبُوْعًا اَوْ اَكْثَر وَمَاتَ وَلَهٗ مِائَة وَعِشْرُوْنَ سَنَة وَتَشَاحَّ الْمِصْرِیُّوْنَ فِیْ قَبْرِه فَجَعَلُوْهُ فِیْ صُنْدُوْق مِنْ مَّرْمَر وَدَفَنُوْهُ فِیْ اَعْلَی النِّیل لِتَعُمّ الْبَرَكَة جَانِبَیْهِ فَسُبْحَان مَنْ لَّا انْقِضَاء لِمُلْكِه،

اے میرے رب! بیشک تو نے مجھے ایک سلطنت دی اور مجھے کچھ باتوں کا انجام یعنی خوابوں کی تعبیر نکالنا سکھایا، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے، تو ہی دنیا و آخرت میں میرا کام بنانے والا ہے، مجھے مسلمان اٹھا اور ان سے مِلا جو تیرے قرب خاص کے لائق ہیں۔ یعنی جو میرے آباؤ اجداد ہیں۔ پس اس کے بعد آپ نے ایک ہفتہ یا زیادہ عرصہ گزارا ہوگا کہ آپ نے ۱۲۰ سال کی عمر مبارک میں وصال فرمایا۔ تو اہل مصر نے آپ کی تدفین وقبر میں اختلاف کیا۔ تو انہوں نے سنگ مرمر کے ایک صندوق میں جسد مبارک کو رکھ کر دریائے نیل کے اوپر والی جانب میں دفن کیا تاکہ دونوں اجانب کے لوگوں کے لئے باعث برکت ہو۔ پس وہی ذات پاک ہے جس کی بادشاہت ختم ہونے والی نہیں ہے۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کے چار سو برس بعد موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کا بیان

حضرت ابراہیم واسحق وحضرت یعقوب علیہم السلام، انبیاء سب معصوم ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا تعلیمِ امت کے لئے ہے کہ وہ حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے بعد تیس سال رہے اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے مقامِ دفن میں اہل مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا، ہر محلّہ والے حصولِ برکت کے لئے اپنے ہی محلّہ میں دفن کرنے پر مصر تھے، آخر یہ رائے قرار پائی کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ کی قبر سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کی برکت سے تمام اہل مصر فیضیاب ہوں چنانچہ آپ کو سنگِ رخام یا سنگِ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ وہیں رہے یہانتک کہ چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کا تابوت شریف نکالا اور آپ کو آپ کے آبائے کرام کے پاس ملک شام میں دفن کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

| |
|---|
| ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ۝ |
| یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام |
| پکا کیا تھا اور وہ داؤ چل رہے تھے۔ |

## انبیائے کرام کو وحی کے ذریعے علم غیب عطاء فرمانے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْمَذْكُوْر مِنْ اَمْرِ یُوْسُف "مِنْ اَنْبَاء" اَخْبَار "الْغَیْب" مَا غَابَ عَنْكَ یَا مُحَمَّد "نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ" لَدٰی اِخْوَة یُوْسُف "اِذْ اَجْمَعُوْا اَمْرهمْ" فِیْ كَیْده اَیْ عَزَمُوْا عَلَیْهِ "وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ" بِهٖ اَیْ لَمْ تَحْضُرهُمْ فَتَعْرِف قِصَّتهمْ فَتُخْبِر بِهَا وَاِنَّمَا حَصَلَ لَكَ عِلْمهَا مِنْ جِهَة الْوَحْی،

یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤ چل رہے تھے۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہود اور قریش نے مل کر آزمائش کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا

کہ اگر آپ اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو یوسف علیہ السلام کا واقعہ بتلائیے کہ کیا اور کس طرح ہوا جب آپ نے وحی الٰہی یہ سب بتلا دیا اور وہ پھر بھی اپنے کفر و انکار پر جمے رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہنچا اس پر اگلی آیت میں فرمایا گیا کہ آپ کی نبوت و رسالت کے دلائل واضح ہونے کے باوجود بہت سے لوگ ایمان لانے والے نہیں آپ کتنی ہی کوشش کریں مطلب یہ ہے کہ آپ کا کام پہنچا دینا ہے۔ (تفسیر بغوی، سورہ یوسف، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ٥ |
| اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے۔ |

## کفار مکہ کا دلائل کے باوجود ایمان نہ لانے کا بیان

"وَمَا اَكْثَر النَّاس" اَیْ اَهْل مَكَّة "وَلَوْ حَرَصْت" عَلٰى اِيْمَانهمْ ،

اور اکثر آدمی یعنی اہل مکہ تم کتنا ہی چاہو کہ وہ ایمان لے آئیں لیکن وہ ایمان نہ لائیں گے۔

| |
|---|
| وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ٥ |
| اور آپ ان سے اس پر کوئی صلہ تو نہیں مانگتے ، یہ قرآن جملہ جہان والوں کے لئے نصیحت ہی تو ہے۔ |

## قرآن کا جہان والوں کے لئے نصیحت ہونے کا بیان

"وَمَا تَسْاَلهُمْ عَلَيْهِ" اَیْ الْقُرْاٰن "مِنْ اَجْر" تَاْخُذهُ "اِنْ" مَا "هُوَ" اَیْ الْقُرْاٰن "اِلَّا ذِكْر" عِظَة،

اور آپ ان سے اس قرآن کا پیغام بتانے پر کوئی صلہ تو نہیں مانگتے ، یہ قرآن جملہ جہان والوں کے لئے نصیحت یعنی وعظ کے طور پر تو ہے۔

## قرآن وعلم دین کو ذریعہ دولت بنانے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری امت میں بہت سے لوگ دین میں سمجھ یعنی دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس جا کر ان کی دنیا اور (دولت) میں سے اپنا حصہ حاصل کریں گے اور اپنے دین کو ان سے یکسو رکھیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا (کہ دین و دنیا ایک جگہ جمع ہو جائیں اور امراء کی صحبت میں بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے) جیسا کہ جس طرح خاردار درخت سے صرف کانٹا ہی حاصل ہو سکتا ہے اسی طرح امراء کی صحبت سے نہیں حاصل ہوتا مگر! حضرت محمد ابن صباح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد (لفظ الا کے بعد) خطا یا تھی۔ (سنن ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 250)

بہر حال حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ایسے بھی عالم پیدا ہوں گے جن کا مقصد حصول علم سے محض یہ ہوگا کہ وہ علم حاصل کر کے اور قرآن پڑھ کر امراء کے پاس جائیں اور ان کے سامنے اپنی بزرگی وفضیلت کا اظہار کر کے ان سے مال و دولت

حاصل کریں اور علم کی جو حقیقی منشاء و مدعا ہو گی یعنی اللہ کی مخلوق کی ہدایت اور عوام الناس کی بغیر کسی لالچ اور طمع کے دینی راہبری اس سے انہیں قطعاً کوئی مطلب نہ ہوگا۔ اور جب ان سے کہا جائے گا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ بیک وقت تفقہ فی الدین اور امراء کی قربت و صحبت جمع ہو جائے؟ تو وہ جواب میں یہ کہیں گے کہ ہم ان سے مال و دولت تو حاصل کریں گے مگر اپنے دین کو ان سے بچائیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے حالانکہ یہ امر محال ہے۔

| وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ۝ |
| --- |
| اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر ان لوگوں کا گزر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان سے صرف نظر کئے ہوئے ہیں۔ |

## اہل عقل کے لئے زمین و آسمان میں کثیر نشانیوں کے ہونے کا بیان

"وَكَاَيِّنْ" وَكَمْ "مِنْ اٰيَة" دَالَّة عَلٰى وَحْدَانِيَّة اللّٰه "فِى السَّمٰوَات وَالْاَرْض يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا" يُشَاهِدُوْنَهَا "وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ" لَا يَتَفَكَّرُوْنَ بِهَا،

اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔ جن پر ان لوگوں کا گزر ہوتا رہتا ہے یعنی وہ ایسی نشانیوں کو دیکھتے ہیں۔ اور وہ ان سے صرف نظر کئے ہوئے ہیں۔ یعنی ان میں غور و فکر نہیں کرتے۔

بیان ہو رہا ہے قدرت کی بہت سی نشانیاں، وحدانیت کی بہت سے گواہیاں، دن رات ان کے سامنے ہیں، پھر بھی اکثر لوگ نہایت بیپرواہی اور سبک سری سے ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان، کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی، زمین، کیا یہ روشن ستارے یہ گردش والا سورج، چاند، یہ درخت اور یہ پہاڑ، یہ کھیتیاں اور سبزیاں، یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر، یہ بزور چلنے والی ہوائیں، یہ مختلف قسم کے رنگارنگ میوے، یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بیشمار نشانیاں ایک عقل مند کو اس قدر بھی کام نہیں آسکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے اللہ کی جو احد ہے، صمد ہے، فرد ہے، واحد ہے، لاشریک ہے، قادر و قیوم ہے، باقی اور کافی ہے اس ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟

بلکہ ان میں سے اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ اللہ پر ایمان ہے پھر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان و زمین پہاڑ اور درخت کا انسان اور دن کا خالق اللہ مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یہ مشرکین حج کو آتے ہیں، احرام باندھ کر لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیرا کوئی شریک ہیں، جو بھی شریک ہیں، ان کا خود کا مالک بھی تو ہے اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔

| وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ۝ |
| --- |
| اور ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔ |

## مشرکین کا تلبیہ میں شریک معبود ماننے کا بیان

"وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ" حیث یقرون بانہ الخالق الرازق "اِلَّا وَھُمْ مُشْرِکُوْنَ" بہ بعبادۃ الاصنام ولذا کانوا یقولون فی تلبیتھم: لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک یعنونھا،

اوران میں سے اکثر اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، حالانکہ وہ اس کے خالق ورازق ہونے کا اقرار کرتے ہیں مگر اس حال میں کہ وہ شریک بنانے والے ہوتے ہیں۔یعنی بتوں کی عبادت کر کے شرک کرتے ہیں۔اوراسی طرح وہ اپنے تلبیہ میں کہتے ہیں "لبیک لا شریک لک الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک یعنونھا،"یعنی اس تلبیہ میں شریکا سے بت مراد لیتے ہیں۔

صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے ہیں کہ ہم حاضر ہیں الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس، یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ اللہ کے ساتھ دوسرے کی بھی عبادت۔ بخاری ومسلم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا اللہ کے ساتھ شریک ٹھرانا حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔اسی طرح اسی آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ان کے عمل اخلاص والے نہیں ہوتے بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اورریاکاری بھی شرک ہے۔

| |
|---|
| اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰہِ اَوْ تَاْتِیَھُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ |
| تو کیا وہ بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانک لینے والی آفت آپڑے، |
| یا ان پر قیامت اچانک آجائے اوروہ سوچتے بھی نہ ہوں۔ |

## کیا مشرکین اللہ کے عذاب سے بے خوف ہو چکے ہیں

"اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ" نقمۃ تغشاھم "مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ اَوْ تَاْتِیَھُمُ السَّاعَۃُ بَغْتَۃً" فجاۃ "وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ" بوقت اتیانھا قبلہ،

تو کیا وہ بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر اللہ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانک لینے والی آفت آپڑے، یا ان پر قیامت اچانک آجائے اوروہ سوچتے بھی نہ ہوں۔یعنی وہ اس کے آنے کے وقت سے پہلے نہیں جانتے۔

| |
|---|
| قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ ۣ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ |
| فرمادیجئے ،یہی میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر ہوں، میں اوروہ شخص بھی |
| جس نے میری اتباع کی ،اوراللہ پاک ہے اورمیں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ |

## نبی کریم ﷺ کی سنت وشریعت کا راستہ ہر شرک سے پاک ہے

"قُلْ" لَهُمْ "هٰذِهِ سَبِيْلِيْ " وَفَسَّرَهَا بِقَوْلِهِ "اَدْعُوْ اِلَى " دِيْنِ "اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ " حُجَّةٍ وَاضِحَةٍ "اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ " اٰمَنَ بِيْ عُطِفَ عَلٰى اَنَا الْمُبْتَدَأُ الْمُخْبَرُ عَنْهُ بِمَا قَبْلَه "وَسُبْحَانَ اللّٰه " تَنْزِيْهًا لَهٗ عَنِ الشُّرَكَاءِ "وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" مِنْ جُمْلَةِ سَبِيْلِه اَيْضًا،

اے حبیب مکرم ﷺ آپ فرمادیجئے، یہی میری راہ ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس قول سے اس کی تفسیر کی ہے کہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر قائم ہوں، میں بھی اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی، یہاں پر امن بی کا عطف انا پر ہے جو مبتداء ہے اس کا ماقبل اس کی خبر ہے۔ اور اللہ پاک ہے یعنی وہ شریکوں سے پاک ہے۔اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔یعنی شرک کے جتنے راستے ہیں ان سے بری ہوں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب احسن طریق اور افضل ہدایت پر ہیں، یہ علم کے معدن، ایمان کے خزانے، رحمٰن کے لشکر ہیں۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا طریقہ اختیار کرنے والوں کو چاہئے کہ گزرے ہوؤں کا طریقہ اختیار کریں۔ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں جن کے دل امت میں سب سے زیادہ پاک علم میں سب سے عمیق، تکلّف میں سب سے کم، ایسے حضرات ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت اور ان کے دین کی اشاعت کے لئے برگزیدہ کیا۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ |
| فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ |
| اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بستیوں والوں میں سے مردوں ہی کو بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے، |
| کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ (خود) دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا، اور بیشک |
| آخرت کا گھر پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے لئے بہتر ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ |

## انبیائے کرام کی مختلف علاقوں کی جانب بعثت کا بیان

"وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا يُوْحٰى " وَفِيْ قِرَاءَةٍ بِالنُّوْنِ وَكَسْرِ الْحَاءِ "اِلَيْهِمْ" لَا مَلَائِكَةً "مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى " الْاَمْصَارِ لِاَنَّهُمْ اَعْلَمُ وَاَحْلَمُ بِخِلَافِ اَهْلِ الْبَوَادِيْ لِجَفَائِهِمْ وَجَهْلِهِمْ "اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا" اَهْلُ مَكَّةَ "فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ " اَيْ اٰخِرُ اَمْرِهِمْ مِنْ اِهْلَاكِهِمْ بِتَكْذِيْبِهِمْ رُسُلَهُمْ "وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ" اَيِ الْجَنَّةُ "خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا" اللّٰهَ "اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَا اَهْلَ مَكَّةَ هٰذَا فَتُؤْمِنُوْنَ،

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی بستیوں یعنی شہر والوں میں سے مردوں ہی کو بھیجا تھا جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے، ایک قرأت میں وحی نون کے ساتھ حاء کے کسرہ کے ساتھ آئی ہے۔ کیونکہ شہر والے علم وحلم والے ہوتے ہیں جبکہ گاؤں والے جفاکش اور جاہل ہوتے ہیں۔ کیا ان لوگوں یعنی اہل مکہ نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ خود دیکھ لیتے کہ ان سے پہلے لوگوں کی ہلاکت کے ساتھ ان کا انجام کیا ہوا، کیونکہ انہوں نے اپنے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ اور بیشک آخرت کا گھر یعنی جنت پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کے لئے بہتر ہے، یعنی جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ اے اہل مکہ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ تاکہ تم ایمان لے آتے۔ یہاں پر یعقلون یاء اور تاء کے ساتھ دونوں طرح آیا ہے۔

## رسول اور نبی صرف مرد ہی ہوئے ہیں

بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں۔ جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے کہ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائیکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی۔ موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کرلیا ہے تمام جہان کی عورتوں پر۔ اے مریم اپنے رب کی فرماں برداری کرتی رہو، اس کے لئے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں، جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنے حکم کسی کی نبوت کے لئے دلیل نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا اور سب کا مذہب یہ کہ عورتوں میں سے کوئی نبوت والی نہیں۔ ہاں ان میں صدیقات ہیں جیسے کہ سب سے اشرف وافضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے آیت (وامہ صدیقۃ) پس اگر وہ نبی ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔

حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ۝

یہاں تک کہ جب رسولان گرامی مایوس ہوگئے اور ان منکر قوموں نے گمان کرلیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے تو ان رسولوں کو ہماری مدد آ پہنچی پھر ہم نے جسے چاہا نجات بخش دی، اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے پھیرا نہیں جاتا۔

## دلائل کے باوجود مشرکین کے ایمان نہ لانے کا بیان

"حَتّٰی" غَایَة لِمَا دَلَّ عَلَیْهِ "وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا" اَیْ فَتَرَاخٰی نَصْرهم حَتّٰی "اسْتَیْاَسَ" یَئِسَ "الرُّسُل وَظَنُّوا" اَیْقَنَ الرُّسُل "اَنَّهُمْ قَدْ کُذِّبُوا" بِالتَّشْدِیْدِ تَکْذِیْبًا لَا اِیْمَان بَعْده وَالتَّخْفِیف اَیْ ظَنَّ الْاُمَم اَنَّ الرُّسُل اُخْلِفُوْا مَا وُعِدُوا بِهٖ مِنَ النَّصْر "جَاءَهُمْ نَصْرنَا فَنُنْجِی" بِنُوْنَیْنِ مُشَدَّدًا

وَمُخَفَّفًا وَبِنُوْنٍ مُشَدَّدًا مَاضٍ "بَاْسنَا" عَذَابنَا "عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ" الْمُشْرِكِيْنَ،

یہاں پر حتیٰ انتہائے غایب کے لئے آیا ہے جس پر ''وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلكَ اِلَّا رِجَالًا ''اس کی دلالت ہے۔ یہاں تک کہ جب رسولان گرامی اپنی نافرمان قوموں سے مایوس ہو گئے۔ اور ان منکر قوموں نے گمان کر لیا کہ ان سے جھوٹ بولا گیا ہے (یعنی ان پر کوئی عذاب نہیں آئے گا) یہاں کذبوا یہ تشدید کے ساتھ آیا ہے جس معنی یہ ہے اس کے بعد بھی ان کو ایمان کی توفیق نہ ہوگی اور کذبوا تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی ان لوگوں نے گمان کیا کہ رسولان گرامی نے جو ان سے مدد کا وعدہ کیا ہے اس کا خلاف ہوا ہے۔ ان رسولوں کو ہماری مدد آ پہنچی پھر ہم نے جسے چاہا اسے نجات بخش دی، یہاں پر ننجی ، یہ دونوں کے ساتھ مشدد آیا ہے یہ ایک ماضی کی صورت میں ایک نون مخفف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ہمارا عذاب مجرم قوم یعنی مشرک قوم سے پھیرا نہیں جاتا۔

## سورہ یوسف آیت ١١٠ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رسولان گرامی ناامید ہو کر یہ خیال کرنے لگے تھے کہ لوگوں سے جو وعدہ مدد کا کیا ہے اس کی خلاف ورزی ہوگی تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اس کے بعد یہ آیت پڑھی حتی یقول الرسول الخ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نے عروہ بن زبیر سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسولوں سے کبھی غلط وعدہ نہیں فرمایا ہے البتہ انبیاء کرام کو یہ پریشانی ضرور پہنچی کہ ان کی قوم کے لوگ انہیں جھٹلاتے رہے چنانچہ جب آپ کو مایوسی ہوئی اور یہ خیال کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں جھوٹا ثابت ہوں تو اس وقت اللہ نے فتح عنایت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس آیت میں کذبوا کی دال کو مشدد پڑھتی ہیں۔ اور ابن عباس بلا تشدید پڑھتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1704)

سیدنا عروہ بن زبیر نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کو جن لوگوں نے مانا اور ان کی تصدیق کی۔ جب ایک مدت دراز تک ان پر آفت اور مصیبت آتی رہی اور اللہ کی مدد آنے میں دیر ہو گئی اور پیغمبر جھٹلانے والوں کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے اور یہ گمان کرنے لگے کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اب وہ بھی ہمیں جھوٹا سمجھنے لگیں گے۔ اس وقت اللہ کی مدد آن پہنچی۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

| |
|---|
| لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ |
| الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًی وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ٥ |
| بیشک ان کے قصوں میں سمجھ داروں کے لئے عبرت ہے، یہ ایسا کلام نہیں جو گھڑ لیا جائے بلکہ ان کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئے۔ |

## قصص میں سمجھ رکھنے والوں کے لئے عبرت ہونے کا بیان

"لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ" اَیْ الرُّسُل "عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ" اَصْحَاب الْعُقُوْل "مَا كَانَ" هٰذَا الْقُرْاٰن "حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى" يُخْتَلَق "وَلٰكِنْ" كَانَ "تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ" قَبْله مِنْ الْكُتُب "وَتَفْصِيْل" تَبْيِين "كُلِّ شَيْءٍ" يُحْتَاج اِلَيْهِ فِي الدِّيْن "وَهُدًى" مِنْ الضَّلَالَة "وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ" خُصُّوْا بِالذِّكْرِ لِانْتِفَاعِهِمْ بِهٖ دُوْن غَيْرهمْ،

بیشک ان رسولان گرامی کے قصوں میں سمجھ داروں یعنی عقل رکھنے والوں کے لئے عبرت ہے، یہ قرآن ایسا کلام نہیں ہے جو گھڑ لیا جائے، بلکہ ان کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے کتابیں نازل ہوئی ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے دین میں جس کی ضرورت ہوتی ہے اور گمراہی سے ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئے۔ یہاں اہل ایمان کا ذکر خصوصی طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسروں کے سوا وہی اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

## انبیائے کرام کا آزمائشوں پر صبر کرنے کا بیان

شیخ ابو منصور نے فرمایا کی پوری سورہ یوسف اور اس میں درج شدہ قصہ یوسف کے بیان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ کو جو کچھ ایذائیں اپنی قوم کے ہاتھوں پہنچ رہی ہیں پچھلے انبیاء علیہم السلام کو بھی پہنچتی ہیں مگر انجام کار اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو غالب فرمایا آپ کا معاملہ بھی ایسا ہی ہونے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ سے بڑے بڑے نتائج نکلتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ صبر کا نتیجہ سلامت و کرامت ہے اور ایذا رسانی و بدخواہی کا انجام ندامت اور اللہ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے اور بندے کو سختیوں کے پیش آنے سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ رحمت الٰہی دست گیری کرے تو کسی کی بدخواہی کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد قرآن پاک کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ ان کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے کتابیں نازل ہوئی ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے دین میں جس کی ضرورت ہوتی ہے اور گمراہی سے ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئے۔ یہاں اہل ایمان کا ذکر خصوصی طور پر اس لئے کیا گیا ہے کہ دوسروں کے سوا وہی اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یوسف، لاہور)

## اہل جنت کے چہرے ستاروں کی مانند چمکتے ہوں گے

محدث امام محمد علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے اس بات پر آپس میں جھگڑا کیا کہ جنت میں مردوں کی تعداد زیادہ ہوگی یا عورتوں کی؟ تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہنے لگے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں جو گروہ سب سے پہلے داخل ہوگا وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے چہروں والا ہوگا اس کے بعد داخل ہونے والا گروہ آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوگا ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے باہر سے نظر آ جائے گا اور جنت میں کوئی شخص کنوارہ نہیں ہوگا۔ (مسند احمد: جلد چہارم: حدیث نمبر 3367)

## سورہ یوسف کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ یوسف کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکرادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الرَّعْدِ

## یہ قرآن مجید کی سورت رعد ھے

### سورہ رعد کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الرَّعْدِ ( مَكِّيَّة اِلَّا "وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" الْاٰيَة "وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا" الْاٰيَة اَوْ مَدَنِيَّة اِلَّا "وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا" الْاٰيَتَيْنِ 43 اَوْ 44 اَوْ 45 اَوْ 46 اٰيَة )

سورہ رعد مکی ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ہے کہ دو آیتوں (لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ 31 ) -13 الرعد: 31) اور ( وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا 43) -13 الرعد: 43) کے سوا سب مکی ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ سورۃ مدنی ہے۔ اس میں چھ رکوع تینتالیس یا پینتالیس آیتیں اور آٹھ سو پچپن کلمے اور تین ہزار پانچ سو چھ حرف ہیں۔

### سورہ رعد کی وجہ تسمیہ کا بیان

رعد ایک فرشتے کا نام ہے جو اللہ کی تسبیح کرتا ہے بعض نے کہا ہے کہ رعد کڑک کی آواز کا نام ہے۔ یا بادل کی گرج کا نام ہے۔ اس سورت کے شانِ نزول سے جس طرح واضح ہے کہ جب آپ ﷺ سے رعد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک فرشتہ ہے۔ پس یہی لفظ رعد ہی اس سورت کے نام کی وجہ تسمیہ ہے۔

### سورہ رعد کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے ابوقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں رعد کے متعلق بتائیے کہ یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جس کے ذمہ بادل ہیں اس کے پاس آگ کے کوڑے ہیں۔ جن سے وہ بادلوں کو اللہ کی مشیت کے مطابق ہانکتا ہے۔ وہ کہنے لگے تو پھر یہ آواز جو ہم سنتے ہیں یہ کس کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ اس کی ڈانٹ ہے وہ بادلوں کو ڈانٹتا ہے یہاں تک کہ وہ حکم کے مطابق چلیں۔

وہ کہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر کونسی چیز حرام کی تھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں عرق النساء کا مرض ہو گیا تھا

اور انہوں نے اونٹ کے گوشت اور اس کے دودھ کے علاوہ کوئی چیز مناسب نہیں پائی۔ اس لئے اپنے اوپر حرام کرلیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1061)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ جب گرج کی آواز سنتے تو بات چیت چھوڑ دیتے تھے اور یہ پڑھنے لگتے۔ "پاک ہے وہ ذات جس کی "رعد" تسبیح کرتا ہے اس کی تعریف کے ساتھ اور فرشتے اس کے خوف سے۔"

(مالک، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1498)

رعد "فرشتے کا نام ہے جو بادل ہنکانے پر مقرر ہے۔ چنانچہ گرج درحقیقت اس کی تسبیح کی آواز ہے حضرت عبداللہ ابن عباس کی یہ روایت منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم حضرت عمر کے ہمراہ سفر میں تھے گرج، بجلی کی چمک اور سردی نے ہمیں آلیا، حضرت کعب نے (یہ دیکھ کر) کہا کہ جو آدمی گرج کی آواز سن کر تین مرتبہ یہ پڑھے، **سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکہ من خیفتہ** تو وہ ان چیزوں سے محفوظ ومامون رہتا ہے۔ چنانچہ ہم نے یہ پڑھنا شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں محفوظ رکھا۔" اس سے معلوم ہوا کہ اسے موقع پر جب کہ بادل کی چمک وگرج اور بجلی کی تڑپ وکڑک، خوب واضطرب کی لہر پیدا کردے ان مقدس الفاظ کا ورد سکون قلب اور حفاظت کے لئے بہت موثر ہے۔

## یہودیوں نے نبی کریم ﷺ سے پانچ سوالات پوچھے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ کچھ یہودی آئے اور کہنے لگے کہ اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ سے پانچ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں، اگر آپ نے ہمیں ان کا جواب دے دیا تو ہم سمجھ جائیں گے کہ آپ واقعی نبی ہیں اور ہم آپ کی اتباع کرنے لگیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سے اس بات پر وعدہ لیا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے لیا تھا، جب وہ یہ کہہ چکے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، اللہ اس پر وکیل ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اپنے سوالات پیش کرو۔

انہوں نے پہلا سوال یہ پوچھا کہ نبی کی علامت کیا ہوتی ہے؟ نبی صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن اس کا دل نہیں سوتا۔ انہوں نے دوسرا سوال یہ پوچھا کہ یہ بتایئے کہ بچہ مؤنث اور مذکر کس طرح بنتا ہے؟ فرمایا دو پانی ملتے ہیں، اگر مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ مذکر ہوجاتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچی پیدا ہوتی ہے، انہوں نے تیسرا سوال پوچھا کہ یہ بتایئے، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر کس چیز کو حرام کیا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں عرق النساء نامی مرض کی شکایت تھی، انہوں نے محسوس کیا کہ انہیں اونٹ کا دودھ سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے انہوں نے اس کے (دودھ اور) گوشت کو اپنے اوپر حرام کرلیا، وہ کہنے لگے کہ آپ نے سچ فرمایا۔

پھر انہوں نے چوتھا سوال یہ پوچھا کہ یہ رعد (بادلوں کی گرج چمک) کیا چیز ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے، جسے بادلوں پر مقرر کیا گیا ہے، اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے جس سے یہ بادلوں کو

مارتا ہے اور اللہ نے جہاں لے جانے کا حکم دیا ہوتا ہے انہیں وہاں تک لے کر جاتا ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم جو آواز سنتے ہیں وہ کہاں سے آتی ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس کی آواز ہوتی ہے، انہوں نے اس پر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور کہنے لگے کہ اب ایک سوال باقی رہ گیا ہے، اگر آپ نے اس کا جواب دے دیا تو ہم آپ کی بیعت کر لیں گے۔

ہر نبی کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جو ان کے پاس وحی لے کر آتا ہے، آپ کے پاس کون سا فرشتہ آتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل! وہ کہنے لگے کہ وہی جبرئیل جو جنگ لڑائی اور سزا لے کر آتا ہے، وہ تو ہمارا دشمن ہے، اگر آپ میکائیل کا نام لیتے جو رحمت، نباتات اور بارش لے کر آتا ہے تب بات بن جاتی، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت بقرہ کی یہ آیت نازل فرمائی قل من کان عدا لجبرئیل، الخ، (مسند احمد: جلد دوم: حدیث نمبر 613)

| |
|---|
| الٓمّٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| الف، لام، میم، را یہ کتابِ الٰہی کی آیتیں ہیں، اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ کی جانب نازل کیا گیا ہے |
| حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ |

## قرآن کی آیات کے حق ہونے کا بیان

"المر" اللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهٖ بِذٰلِك "تِلْكَ" هٰذِهِ الْاٰيَات "اٰيَات الْكِتَاب" الْقُرْاٰن وَالْاِضَافَة بِمَعْنٰى مِنْ "وَالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" اَیْ الْقُرْاٰن مُبْتَدَأ خَبَره "الْحَقّ" لَا شَكّ فِيْهِ "وَلٰكِنَّ اَكْثَر النَّاس" اَیْ اَهْل مَكَّة "لَا يُؤْمِنُوْنَ" بِاَنَّهٗ مِنْ عِنْده تَعَالٰى

الف، لام، میم، را (حقیقی معنٰی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، یہ کتابِ الٰہی کی آیات ہیں، یہاں پر آیات الکتاب یہ اضافت من کے ذریعے ہوئی ہے۔ اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ کی جانب سے قرآن نازل کیا گیا ہے وہ قرآن حق ہے یہاں قرآن مبتداء اور حق اس کی خبر ہے۔ اور حق کا معنی جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن اکثر لوگ یعنی اہل مکہ ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جبکہ وہ اہل مکہ ہیں۔

## قرآن مجید میں دلائل وعجائب قدرت ہونے کا بیان

مشرکینِ مکہ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ کلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے انہوں نے خود بنایا، اس آیت میں ان کا رد فرمایا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے دلائل اور اپنے عجائبِ قدرت بیان فرمائے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

اسی پر عطف ڈال کر اور صفتیں اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے اور اللہ کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ الحق خبر ہے اس کا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے یعنی الذی انزل الیک لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اور حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں اس سے پہلے گزرا ہے کہ گو تو حرص کرے۔

لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد، ہٹ دھری اور سرکشی انہیں ایمان کی طرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ |
| وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ۝ |
| اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، جنھیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا اور اس نے سورج |
| اور چاند کو مسخر کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، |
| تا کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔ |

## آسمانوں کے بغیر ستونوں کے قیام سے دلیل قدرت کا بیان

"اللّٰه الَّذِیْ رَفَعَ السَّمَاوَات بِغَیْرِ عَمَد تَرَوْنَهَا" اَیْ الْعَمَد جَمْع عِمَاد وَهُوَ الْاُسْطُوَانَة وَهُوَ صَادِق بِاَنْ لَّا عَمَد اَصْلًا "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْش" اسْتِوَاء یَلِیق بِهٖ "وَسَخَّرَ" ذَلَّلَ "الشَّمْس وَالْقَمَر كُلّ" مِنْهُمَا "یَجْرِی" فِیْ فَلَكه "لِاَجَلٍ مُسَمًّی" یَوْم الْقِیَامَة "یُدَبِّر الْاَمْر" یَقْضِی اَمْر مُلْكه "یُفَصِّل" یُبَیِّن "الْاٰیَات" دَلَالَات قُدْرَته "لَعَلَّكُمْ" یَا اَهْل مَكَّة "بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ" بِالْبَعْثِ،

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے، عمد کی جمع عماد ہے اور اس کو ستون کہتے ہیں۔ سچائی بھی تب ہی ہے جب وہ بغیر ستون بالکل ہو ہی ناں۔ جنہیں تم دیکھتے ہو، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، کیونکہ عرش اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر یعنی تابع کیا۔ ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے، یعنی وہ آسمان پر مقررہ وقت یعنی قیامت کے دن تک کے لئے چل رہے ہیں۔ وہ ہر کام کی تدبیر یعنی اپنی بادشاہت کا فیصلہ کرتا ہے، کھول کھول کر آیات بیان کرتا ہے، یعنی اپنی قدرت کے دلائل بیان کرتا ہے۔ اے اہل مکہ تا کہ تم دوبارہ زندہ ہو کر اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرلو۔

## آسمانوں کے اندر عجائب قدرت کا بیان

ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں آسمان زمین پر مثل قصبے کے ہے یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرز عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے اور آیت (ویمسك السماء ان تقع علی الارض) سے بھی ظاہر ہے پس ترونھا اس نفی کی تاکید ہوگی یعنی آسمان بلاستون اس قد بلند ہے اور تم آپ دیکھ رہے ہو، یہ ہے کمال قدرت۔ امیہ بن ابوصلت کے اشعار میں ہے، جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں اور اس کا دل کفر کرتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہے جن میں ہے تو وہ اللہ ہے جس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو مع ہارون علیہ السلام کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا اور ان سے فرمادیا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند وبالا بے ستون

آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج چاند ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک گہرے انسان کے لئے اللہ کی ہستی کی دلیل نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا۔ (تفسیر محمدی، سورہ رعد، بیروت)

وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

## زمین واشیائے زمین سے استدلال توحید کا بیان

"وَهُوَ الَّذِیْ مَدَّ" بَسَطَ "الْاَرْضَ وَجَعَلَ" خَلَقَ "فِیْهَا رَوَاسِیَ" جِبَالًا ثَوَابِت "وَاَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِیْهَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ" مِنْ كُلِّ نَوْع "یُغْشِی" یُغَطِّی "اللَّیْل" بِظُلْمَتِهِ "النَّهَار اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "لَاٰیَات" دِلَالَات عَلٰی وَحْدَانِیَّته تَعَالٰی "لِقَوْمٍ یَتَفَكَّرُوْنَ" فِیْ صُنْع اللّٰه،

اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور ندیاں بنائیں یہاں پر رواسی سے مراد مضبوط پہاڑ اور اس میں تمام پھلوں میں سے ایک ایک جوڑا دو، دو قسم کا بنایا، یعنی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا۔ وہ رات کو دن پر اوڑھا دیتا ہے، بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں یعنی یہ بیان کردہ دلائل اللہ تعالیٰ کی توحید پر دلیل ہیں۔ جو اللہ کی تخلیق میں غور و فکر کرتے ہیں۔

## زمین چشموں اور پہاڑوں کے ذریعے قدرت کے عجائب کا بیان

اوپر کی آیت میں عالم علوی کا بیان تھا، یہاں علم سفلی کا ذکر ہو رہا ہے، زمین کو طول عرض میں پھیلا کر اللہ ہی نے بچھایا ہے۔ اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں، اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کیا ہے۔ تاکہ مختلف شکل وصورت، مختلف رنگ، مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑا جوڑا میوے اس نے پیدا کئے، کھٹے میٹھے وغیرہ رات دن ایک دوسرے کے پے در پے برابر آتے جاتے رہتے ہیں، ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے پس مکان سکان اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ اللہ کی ان نشانیوں، حکمتوں، اور دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت یافتہ ہو سکتا ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں اور انگوروں کے باغ اور کھیتی اور کھجور کے درخت کئی تنوں والے

اور ایک تنے والے، جنہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔

بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔

## ایک طرح کے پانی سے سیراب ہونے والے پھلوں میں میٹھے وکڑوے پھل ہونے کا بیان

"وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ" بِقَاعٌ مُخْتَلِفَة "مُتَجَاوِرَات" مُتَلَاصِقَات فَمِنْهَا طَيِّب وَسَبِخ وَقَلِيل الرِّيع وَكَثِيره وَهُوَ مِنْ دَلَائِل قُدْرَته تَعَالٰى "وَجَنَّات" بَسَاتِين "مِنْ اَعْنَاب وَزَرْع" بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلٰى جَنَّات وَالْجَرّ عَلٰى اَعْنَاب وَكَذَا قَوْله "وَنَخِيل صِنْوَان" جَمْع صِنْو وَهِيَ النَّخَلَات يَجْمَعهَا اَصْل وَاحِد وَتَتَشَعَّب فُرُوعهَا "وَغَيْر صِنْوَان" مُنْفَرِدَة "تُسْقَى" بِالتَّاءِ اَیْ الْجَنَّات وَمَا فِيهَا وَالْيَاء اَیْ الْمَذْكُور "وَبِمَاءٍ وَاحِد وَنُفَضِّل" بِالنُّوْنِ وَالْيَاء "بَعْضهَا عَلٰى بَعْض فِی الْاُكُل" بِضَمِّ الْكَاف وَسُكُوْنهَا فَمِنْ حُلْو وَحَامِض وَهُوَ مِنْ دَلَائِل قُدْرَته تَعَالٰى "اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "لَاٰيَات لِقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ" يَتَدَبَّرُوْنَ،

اور زمین میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے مختلف ٹکڑے ہیں زمین میں الگ الگ جگہ پائی جاتی ہے۔یعنی ان میں سے بعض بہت فوائد والے ہیں اور بعض کم فوائد والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں۔اور انگوروں کے باغ اور کھیتی، یہاں پر لفظ زرع مرفوع ہے جب اس کا عطف جنات پر ہو اور مجرور ہے جب اس کا عطف اعناب پر ہو۔اور اسی طرح یہ قول کھجور کے درخت کئی تنوں والے، یہاں پر لفظ صنوان یہ صنو کی جمع ہے یعنی ایسے کھجور کے درخت جن کی جڑ ایک ہوتی ہے لیکن تنے اور شاخیں متعدد ہوتی ہیں۔اور ایک تنے والے، جنہیں ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، یہاں پر تسقی تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے یعنی باغات اور جو کچھ ان میں ہے اس کو سیراب کیا جاتا ہے۔ جبکہ یاء کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اور ہم ان میں سے بعض کو پھل میں بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔ یہاں پر نفضل نون اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔یعنی ایک دوسرے پر کھانے میں فوقیت دیتے ہیں۔ یہاں پر الاکل یہ کاف کے ضمہ اور اس کے سکون کے ساتھ آیا ہے۔یعنی اسی سے میٹھا اور اسی سے کڑوا پھل بنتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔یعنی اہل عقل کے لئے ذکر کردہ نشانیوں میں دلائل و سمجھداری ہے۔

## سورہ رعد آیت ۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِی الْاُكُلِ ،الرعد:4) (اور ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں پر فضیلت دیتے ہیں)۔کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد ردی کھجوریں ہیں یا پھر میٹھا اور کڑوا مراد ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس روایت کو زید بن انیسہ نے بھی اعمش سے

اسی کے مثل نقل کیا ہے۔سیف بن محمد عمار بن محمد کے بھائی ہیں اور عمار ان سے ثقہ ہیں۔یہ سفیان ثوری کے بھانجے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1062)

## زمین سے نباتات پیدا ہونے والی چیزوں اختلاف وعجائب کا بیان

زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں، پھر قدرت کو دیکھے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو۔ایک کی مٹی سرخ، دوسرے کی سفید، زرد، وہ سیاہ، یہ پتھریلی، وہ نرم، یہ میٹھی، وہ شور۔ایک ریتلی، ایک صاف، غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتاتی ہے کہ فاعل، خودمختار، مالک الملک، لاشریک ایک وہی اللہ خالق کل ہے۔نہ اس کے سوا کوئی معبود، نہ پالنے والا۔ زرع ونخیل کو اگر جنات پر عطف ڈالیں تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور اعناب پر عطف ڈالیں تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے۔ائمہ کی جماعت کی دونوں قرأت یں ہیں۔صنوان کہتے ہیں ایک درخت جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریاں۔غیر صنوان جو اس طرح نہ ہو ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔اسی سے انسان کے چچا کو صنوالاب کہتے ہیں حدیث میں بھی یہ آیا ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ برا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخدار درخت کھجور ہوتے ہیں اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے یہی صنوان اور غیر صنوان ہے یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔سب کے لئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا لیکن ہر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے، کوئی میٹھا ہے، کوئی کھٹا ہے۔حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ الغرض قسموں اور جنسوں کا اختلاف، شکل صورت کا اختلاف، رنگ کا اختلاف، بو کا اختلاف، مزے کا اختلاف، پتوں کا اختلاف، تروتازگی کا اختلاف، ایک بہت ہی میٹھا، ایک سخت کڑوا، ایک نہایت خوش ذائقہ، ایک بیحد بدمزہ، رنگ کسی کا زرد، کسی کا سرخ، کسی کا سفید، کسی کا سیاہ۔اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف، حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک ہوشیار شخص کے لئے عبرت ہیں۔اور فاعل مختار اللہ کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔عقل مندوں کے لئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔(تفسیر جامع البیان، سورہ رعد، بیروت)

## انسانوں کے دلوں کی مثال زمین سے بیان کرنے کا بیان

حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں بنی آدم کے قلوب کی ایک تمثیل ہے کہ جس طرح زمین ایک تھی اس کے مختلف قطعات ہوئے، ان پر آسمان سے ایک ہی پانی برسا، اس سے مختلف قسم کے پھل پھول بیل بوٹے اچھے برے پیدا ہوئے۔اسی طرح آدمی حضرت آدم سے پیدا کئے گئے ان پر آسمان سے ہدایت اتری، اس سے بعض دل نرم ہوئے ان میں خشوع خضوع پیدا ہوا، بعض سخت ہو گئے اور لہو ولغو میں مبتلا ہوئے تو جس طرح زمین کے قطعات اپنے پھول پھل میں مختلف ہیں اس طرح انسانی قلوب اپنے آثار وانوار واسرار میں مختلف ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ رعد، لاہور)

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اور اگر آپ تعجب کریں تو ان کا کہنا عجیب ہے کہ کیا جب ہم خاک ہو جائیں گے تو کیا ہم از سرِ نو تخلیق کئے جائیں گے؟

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، اور انہی لوگوں کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں،

وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## دوبارہ زندہ ہونے پر کفار مکہ کے انکار کا بیان

"وَاِنْ تَعْجَب" يَا مُحَمَّد مِنْ تَكْذِيْب الْكُفَّار لَكَ "فَعَجَب" حَقِيق بِالْعَجَبِ "قَوْلُهُمْ" مُنْكِرِيْنَ لِلْبَعْثِ "اَاِذَا كُنَّا تُرَابًا اَاِنَّا لَفِيْ خَلْق جَدِيْد" لِاَنَّ الْقَادِر عَلٰى اِنْشَاء الْخَلْق وَمَا تَقَدَّمَ عَلٰى غَيْر مِثَال قَادِر عَلٰى اِعَادَتهمْ وَفِي الْهَمْزَتَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيق وَتَحْقِيق الْاُوْلٰى وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَاِدْخَال اَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكهَا وَفِي قِرَاءَة بِالِاسْتِفْهَامِ فِي الْاَوَّل وَالْخَبَر فِي الثَّانِيْ وَاُخْرٰى وَعَكْسه ، اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ وَاُولٰئِكَ الْاَغْلَالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ وَاُولٰئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ،

یا محمد ﷺ اور اگر آپ کفار کے انکار پر تعجب کریں تو ان کا یہ کہنا عجیب تر ہے کہ کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے یعنی وہ دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ تو کیا ہم از سرِ نو تخلیق کئے جائیں گے؟ کیونکہ جب وہ پہلی مرتبہ بغیر نمونے کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے تو اب تخلیق ہو جانے کے بعد ان کو لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ یہاں پر دونوں مقامات پر ہمزہ تحقیق کے لئے آیا ہے۔ جبکہ پہلا تحقیق جبکہ دوسرا تسہیل کے لئے بھی آیا ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ان دونوں کے درمیان الف داخل ہے۔ اور ترک الف بھی ہے اور ایک قرأت کے مطابق پہلا استفہام کے لئے جبکہ دوسرا خبر کے لئے اور اس کا برعکس بھی آیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا، اور انہی لوگوں کی گردنوں میں طوق (پڑے) ہوں گے اور یہی لوگ اہلِ جہنم ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

## عقل کے اندھے کفار کو دوبارہ زندہ ہونے کی سمجھ نہ آنے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے کا کوئی تعجب نہ کریں یہ ہیں ہی ایسے اس قدر نشانیاں دیکھتے ہوئے، اللہ کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے، اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر بھی قیامت کے منکر ہوتے ہیں حالانکہ اس سے بڑھ کر روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے کہ زمین وآسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے

بہت آسان ہے۔

| |
|---|
| وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ |
| لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| اور یہ لوگ رحمت سے پہلے آپ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کئی عذاب گزر چکے ہیں، اور (اے |
| حبیب!) بیشک آپ کا رب لوگوں کے لئے ان کے ظلم کے باوجود بخشش والا ہے اور یقیناً آپ کا رب سخت عذاب دینے والا (بھی) ہے۔ |

## سورہ رعد آیت ۶ سبب نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِیْ اسْتِعْجَالِهِمُ الْعَذَاب اسْتِهْزَاء "وَيَسْتَعْجِلُوْنَك بِالسَّيِّئَةِ" الْعَذَاب "قَبْلَ الْحَسَنَة" الرَّحْمَة "وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ الْمَثُلَات" جَمْع الْمَثُلَة بِوَزْنِ الثَّمُرَة اَیْ عُقُوْبَات اَمْثَالِهِمْ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ اَفَلَا يَعْتَبِرُوْنَ بِهَا ؟ "وَاِنَّ رَبّك لَذُو مَغْفِرَة لِلنَّاسِ عَلَى" مَعَ "ظُلْمهمْ" وَاِلَّا لَمْ يَتْرُك عَلَى ظَهْرهَا دَابَّة "وَاِنَّ رَبّك لَشَدِيْد الْعِقَابِ" لِمَنْ عَصَاهُ،

یہ آیت ان کفار کا عذاب کو بہ طور مذاق جلدی طلب کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ لوگ رحمت سے پہلے آپ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں، یعنی اچھائی سے پہلے برائی طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ ان سے پہلے کئی عذاب گزر چکے ہیں، یہاں پر مثلات یہ مثلۃ کی جمع ہے۔ جس کا وزن ثمرۃ ہے۔ یعنی ان کی سزاؤں کی مثالیں گزر چکی ہیں کیا تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور (اے حبیب!) بیشک آپ کا رب لوگوں کے لئے ان کے ظلم کے باوجود بخشش والا ہے ورنہ اس روئے زمین پر چلنے والے کسی بھی جاندار کو زندہ نہ رہنے دے۔ اور یقیناً آپ کا رب سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔ یعنی جو اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

## کفار بہ طور مذاق جلد عذاب طلب کرنے کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ اس میں ہے اس آیت کے اترنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگزر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سما کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بیپرواہی سے ظلم وزیادتی میں مشغول ہو جاتا۔

ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان ابو حسان راوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کیا دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے کھڑے اپنے ایک امتی کی شفاعت کر رہے ہیں۔ جس پر فرمان باری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں آپ پر نازل کیا ہے۔ اور یہ لوگ رحمت سے پہلے آپ سے عذاب طلب کرنے میں جلدی کرتے ہیں، حالانکہ ان سے پہلے کئی عذاب گزر چکے ہیں، اور (اے حبیب!) بیشک آپ کا رب لوگوں کے لئے ان کے ظلم کے باوجود بخشش

والا ہے اور یقیناً آپ کا رب سخت عذاب دینے والا (بھی) ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ رعد، بیروت)

یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر اللہ کا عذاب جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے اپنے آپ پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کرنے والے، ہمارے نزدیک تو تو پاگل ہے۔ اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں، جب وہ وقت آئے گا اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت ومہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے آیت (ویستعجلونك دو آیتوں تک۔ اور جگہ ہے سال سائل الخ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی مچا رہے ہیں اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں فرمان ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کفر وانکار کی وجہ سے اللہ کے عذاب کا آنا محال جان کر اس قدر نڈر اور بے خوف ہو گئے تھے کہ عذاب کے اترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے۔ یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں کہ کس طرح وہ عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۝ |
| اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ (اے رسولِ مکرّم!) |
| آپ تو فقط ڈر سنانے والے اور ہر قوم کے لئے ہدایت بہم پہنچانے والے ہیں۔ |

## اللہ کے عطاء کردہ معجزات سے استدلال نبوت وحق ہونے کا بیان

"وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا" هَلَّا "اُنْزِلَ عَلَيْهِ" عَلٰى مُحَمَّد "آيَة مِنْ رَبّه" كَالْعَصَا وَالْيَد وَالنَّاقَة "اِنَّمَا اَنْت مُنْذِر" مُخَوِّف الْكَافِرِيْنَ وَلَيْسَ عَلَيْكَ اِتْيَان الْاٰيَات "وَلِكُلِّ قَوْم هَادٍ" نَبِيّ يَدْعُوهُمْ اِلٰى رَبّهمْ بِمَا يُعْطِيه مِنْ الْاٰيَات لَا بِمَا يَقْتَرِحُونَ

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس رسول یعنی حضرت محمد ﷺ پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ جس طرح عصا، ید بیضاء اور صالح علیہ السلام کی طرف اونٹنی آئی۔ (اے رسولِ مکرّم ﷺ) آپ تو فقط کفار کو انجامِ بد سے ڈرانے والا ہوں آیات کا لانا میری ذمہ داری نہیں ہے۔ اور دنیا کی ہر قوم کے لئے ہدایت بہم پہنچانے والے ہیں۔ کیونکہ نبی مکرم علیہ السلام ان کو رب کی جانب ان معجزات کے سبب بلاتا ہے۔ جو اللہ کی جانب سے عطا ہوئے ہیں جبکہ ایسا نہیں ہے کہ ان کے مطلوبہ معجزات کے ذریعے ان کو دعوت دی جائے۔

## قیام حجت کے باوجود کفار کے ایمان نہ لانے کا بیان

کافروں کا یہ قول نہایت بے ایمانی کا قول تھا جتنی آیات نازل ہو چکی تھیں اور معجزات دکھائے جا چکے تھے سب کو انہوں نے

کالعدم قرار دے دیا یہ انتہا درجہ کی ناانصافی اور حق دشمنی ہے جب حجت قائم ہو چکے اور ناقابلِ انکار براہین پیش کر دیئے جائیں اور ایسے دلائل سے مدعا ثابت کر دیا جائے جس کے جواب سے مخالفین کے تمام اہل علم و ہنر عاجز و متحیر رہیں اور انھیں لب ہلانا اور زبان کھولنا محال ہو جائے۔ ایسے آیات بیّنہ اور براہینِ واضحہ و معجزات ظاہرہ دیکھ کر یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اترتی! روز روشن میں دن کا انکار کر دینے سے بھی زیادہ بدتر اور باطل تر ہے اور حقیقت میں یہ حق کو پہچان کر اس سے عناد و فرار ہے۔ کسی مدعا پر جب برہان قوی قائم ہو جائے پھر اس پر دوبارہ دلیل قائم کرنی ضروری نہیں رہتی اور ایسی حالت میں طلبِ دلیل عناد و مکابرہ ہوتا ہے جب تک کہ دلیل کو مجروح نہ کر دیا جائے کوئی شخص دوسری دلیل کے طلب کرنے کا حق نہیں رکھتا اور اگر یہ سلسلہ قائم کر دیا جائے کہ ہر شخص کے لئے نئی برہان قائم کی جائے جس کو وہ طلب کرے اور وہی نشانی لائی جائے جو وہ مانگے تو نشانیوں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس لئے حکمت الٰہیہ یہ ہے کہ انبیاء کو ایسے معجزات دیئے جاتے ہیں جن سے ہر شخص ان کے صدق و نبوت کا یقین کر سکے اور بیشتر وہ اس قبیل سے ہوتے ہیں جس میں ان کی امت اور ان کے عہد کے لوگ زیادہ مشق و مہارت رکھتے ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں علم سحر اپنے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور اس زمانہ کے لوگ سحر کے بڑے ماہرِ کامل تھے تو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ معجزہ عطا ہوا جس نے سحر کو باطل کر دیا اور ساحروں کو یقین دلا دیا کہ جو کمال حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دکھایا وہ ربّانی نشان ہے، سحر سے اس کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طب انتہائی عروج پر تھی، حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو شفائے امراض واحیائے اموات کا وہ معجزہ عطا فرمایا گیا جس سے طب کے ماہر عاجز ہو گئے اور وہ اس یقین پر مجبور تھے کہ یہ کام طب سے ناممکن ہے۔

ضرور یہ قدرت الٰہی کا زبردست نشان ہے اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں عرب کی فصاحت و بلاغت اوجِ کمال پر پہنچی ہوئی تھی اور وہ لوگ خوش بیانی میں عالم پر فائق تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ معجزہ عطا فرمایا جس نے انھیں عاجز و حیران کر دیا اور ان کے بڑے سے بڑے لوگ اور ان کے اہل کمال کی جماعتیں قرآن کریم کے مقابل ایک چھوٹی سی عبارت پیش کرنے سے بھی عاجز و قاصر رہیں اور قرآن کے اس کمال نے یہ ثابت کر دیا کہ بیشک یہ ربّانی عظیم نشان ہے اور اس کا مثل بنالانا بشری قوت کے امکان میں نہیں۔ اس کے علاوہ اور صدہا معجزات سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش فرمائے جنہوں نے ہر طبقہ کے انسانوں کو آپ کے صدق رسالت کا یقین دلا دیا۔ ان معجزات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ کوئی نشانی کیوں نہیں اتری کس قدر عناد اور حق سے منکر نا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ رعد، لاہور)

| |
|---|
| اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ۭ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ؀ |
| اللہ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے اور رحم جس قدر سکڑتے اور جس قدر بڑھتے ہیں، |
| اور ہر چیز اس کے ہاں مقرر حد کے ساتھ ہے۔ |

## ارحام سے متعلق علوم حقیقت کا بیان

"اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى" مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَّوَاحِدٍ وَّمُتَعَدِّدٍ وَّغَيْرِ ذٰلِكَ "وَمَا تَغِيْضُ" تَنْقُصُ "الْاَرْحَامُ" مِنْ مُّدَّةِ الْحَمْلِ "وَمَا تَزْدَادُ" مِنْهُ "وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ" بِقَدْرٍ وَّحَدٍّ لَا يَتَجَاوَزُهٗ،

اللہ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ اپنے پیٹ میں اٹھاتی ہے یعنی وہ مذکر ہے یا مؤنث ہے وہ ایک ہے یا زیادہ ہیں۔اسی طرح دیگر احوال وغیرہ ہیں۔اور رحم جس قدر سکڑتے یعنی حمل کی مدت کو جانتا ہے۔اور جس قدر بڑھتے ہیں، یا ور ہر چیز اس کے ہاں مقرر حد کے ساتھ ہے۔لہٰذا اس کی مقرر کردہ مقدار کسی چیز کا تجاوز نہیں ہے۔

## سورہ رعد آیت ۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اربد بن قیس اور عامر بن طفیل رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ آئے تو عامر نے کہا اگر میں اسلام لے آؤں تو آپ مجھے کیا دیں گے؟ آپ نے فرمایا تیرے حق وہی کچھ ہوگا جو عام مسلمانوں کے لیے ہوتا ہے اور تیرے خلاف وہی کچھ ہوگا جو عام مسلمانوں کے خلاف ہوتا ہے۔

اس نے کہا کیا آپ اپنے بعد مجھے حکومت نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا حکومت نہ تجھے ملے گی نہ تیری قوم کو چنانچہ یہ آپ کے پاس سے نکلے اسی دوران عامر نے اربد سے کہا میں باتوں سے محمد ﷺ کی توجہ پھیروں گا تو انہیں تلوار سے قتل کر دینا چنانچہ آپ اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور اس سے گفتگو کرنے لگے دوسری طرف اربد اپنی تلوار سونتنے لگا جب اس نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ وہیں رک گیا رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے دیکھا تو آپ ان کے پاس سے نکل گئے وہ بھی نکلے جب وہ مقام رقم پر پہنچے تو اللہ نے اربد پر آسمانی بجلی بھیجی اور اسے ہلاک کر دیا اور اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ۔ (سیوطی 157، معجم طبرانی 10۔312، مجمع الزوائد 7۔43)

## پیٹ میں بچے کے سکڑنے کے مفہوم کا بیان

مدت میں کس کا حمل جلد وضع ہوگا کس کا دیر میں۔ حمل کی کم سے کم مدت جس میں بچہ پیدا ہو کر زندہ رہ سکے چھ ماہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دو سال۔ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اور اسی کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قائل ہیں۔ بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے پیٹ کے گھٹنے بڑھنے سے بچہ کا قوی، تام الخلقت اور ناقص الخلقت ہونا مراد ہے۔

## ماؤں کے رحم میں انسان کی تقدیر واحوال لکھے جانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ صادق ومصدوق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔ تم میں سے ہر آدمی کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ (پہلے) اس کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں یعنی چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون بنتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو

چار باتوں کے لکھنے کے لئے بھیجتا ہے۔

چنانچہ وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت (کا وقت) اس کے رزق (کی مقدار) اور اس کا بد بخت و نیک بخت ہونا اللہ کے حکم سے اس کی تقدیر میں لکھ دیتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک آدمی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا آگے آتا ہے۔ اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں ایک آدمی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا سامنے آتا ہے اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 79)

ایسا کم ہوتا ہے کہ لوگ بھلائی کے راستہ کو چھوڑ کر برائی کا راستہ اختیار کرتے ہوں لیکن اللہ کی رحمت کاملہ کے صدقے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو لوگ بدبختی و برائی کے راستہ کو اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں وہ بھلائی کی طرف آجاتے ہیں اور نیکی کے راستہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس حدیث نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ابدی نجات و عذاب کا دارومدار خاتمہ پر ہے، اگر کسی کی پوری زندگی گناہ و معصیت یا کفر و شرک میں گزری لیکن اس نے آخر وقت میں صدق دل سے اپنی بداعمالیوں اور گمراہی پر نادم وشرمسار ہو کر نیک بختی و سعادت کے راستہ کو اختیار کر لیا تو وہ نجات پا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی تمام عمر نیکی و بھلائی کرتا رہا اور اس کی تمام زندگی اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزری لیکن آخر وقت میں وہ شیطان کی گمراہی یا اپنے نفس کی شرارت سے گمراہ ہو گیا اور اس نے اپنی حیات کے آخری لمحوں کو برائی و بدبختی کی بھینٹ چڑھا دیا تو وہ اپنی زندگی بھر کی نیکیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

لہٰذا اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ بھلائی و بہتری اور اخروی نجات اسی میں ہے کہ بندہ ہمیشہ اطاعت الٰہی اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری میں مصروف رہے، اس کی زندگی کا کوئی لمحہ بھی حدود شریعت سے تجاوز کرنے نہ پائے اور ہر آنے والے لمحہ کو یہ سوچ کر کہ شاید میری زندگی کا یہ آخری لمحہ ہو نیکی و بھلائی میں صرف کرتا رہے تاکہ خاتمہ بالخیر کی سعادت سے نوازا جائے۔ اس موقع پر اتنی بات اور بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جو لوگ قضا و قدر کے مسئلوں کو دیکھ کر یہ نظریہ قائم کر بیٹھے ہیں کہ جب نجات و عذاب، نیک بختی و بدبختی اور جنت و دوزخ کا ملنا تقدیری چیز ہے تو عمل کی کیا ضرورت ہے؟ وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہیں۔

چنانچہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی جو اس مسئلہ کی حقیقت کو نہیں سمجھ پائے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قسم کی بات کہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عمل کئے جاؤ کیونکہ جس کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے اس پر اس کو اختیار بھی دیا گیا ہے۔ یعنی قضا و قدر پر بھروسہ کر کے تمہارا عمل میں توقف کرنا یا عمل سے انکار کرنا کوئی کارآمد نہیں ہوگا اس لئے کہ احکام شارع کی جانب سے وارد ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ ہی تم کو سوچنے سمجھنے کی قابلیت اور نیکی و بدی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت بھی دی گئی ہے، نیز تمہارے اندر قصد و جہد کا مادہ بھی پیدا کیا گیا ہے تاکہ تم ان اسباب کے ذریعہ عمل کر سکو، لہٰذا اب اگر تم

قضا وقدر کا سہارا لے کر اسباب سے قطع نظر کرو گے اور اعمال کو چھوڑ دو گے تو تباہی و بربادی کے غار میں جا گرو گے۔ ہاں یہ اللہ کی یقیناً کوئی مصلحت ہوگئی جس کی حقیقت وحکمت کو تو وہی جانتا ہے کہ ایک طرف تو اس نے قضا وقدر کے مسئلہ کو سامنے کر دیا دوسری طرف اعمال وافعال کے کرنے کا حکم دیا۔

اور پھر اس مسئلہ میں تحقیق وتفتیش کرنے سے بھی منع فرما دیا اور پھر قضا وقدر کے سہارے اعمال کی ضرورت سے انکار کر دیا جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا کہ اللہ کی جانب سے شریعت کا اتارنا، احکام بھیجنا اور رسولوں کی بعثت جن کا مقصد احکام الٰہی پر عمل کرنے کی ترغیب دینا ہوتا تھا بلاوجہ ہوئی کیونکہ جب محض تقدیر پر بھروسہ ہوگا کہ جس کے مقدر میں جنت میں جانا لکھا ہوگا وہ جنت میں یقیناً جائے گا اور جس کے مقدر میں دوزخ لکھی ہوگی اور دوزخ میں یقیناً جائے گا تو ان رسولوں کی بعثت اور احکام واعمال کی بجا آوری کی تاکید کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہے گی، لہٰذا اس حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو یہ خیال غلط ثابت ہوگا۔ بہر حال جس طرح اور بہت سے اسرار الٰہی ہیں کہ ان کی بندوں کو خبر نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ایک راز ہے جو بندوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، اس لئے کسی کے ظاہری عمل کو دیکھ کر اس کے جنتی یا دوزخی ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا بلکہ یہ اللہ کی مرضی پر موقوف ہے یعنی وہ جس کو چاہے بداعمالیوں کی بنا پر عذاب میں مبتلا کر دے اور جس کو چاہے اپنے فضل وکرم سے بخش دے۔

| عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ۝ |
|---|
| وہ ہر نہاں اور عیاں کو جاننے والا ہے سب سے برتر، اعلیٰ رتبہ والا ہے۔ |

## غائب اور موجود کا علم اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ" مَا غَابَ وَمَا شُوهِدَ "الْكَبِیْرُ" الْعَظِیْم "الْمُتَعَالِی" عَلٰی خَلْقه بِالْقَهْرِ بِیَاءٍ وَدُوْنِهَا،

وہ ہر نہاں اور عیاں کو جاننے والا ہے یعنی جو غائب اور جو موجود ہے سب سے برتر اور اعلیٰ رتبہ والا ہے۔ یعنی مخلوق پر اپنی قوت کے ساتھ غالب ہے یہاں پر لفظ متعال یہ یاء اور بغیر یاء دونوں طرح آیا ہے۔

شہادت اس کے بالمقابل وہ چیزیں ہیں جن کو انسانی حواس مذکورہ کے ذریعہ معلوم کیا جاسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی خاص صفت کمال یہ ہے کہ وہ ہر غیب کو اس طرح جانتا ہے جس طرح حاضر وموجود کو جانتا ہے

الکبیر کے معنی بڑا اور متعال کے معنی بالا و بلند مراد ان دونوں لفظوں سے یہ ہے وہ مخلوقات کی صفات سے بالا و بلند اور اکبر ہے کفار ومشرکین اللہ تعالیٰ کے لئے اجمالی طور بڑائی اور کبریائی کا تو اقرار کرتے تھے مگر اپنے قصور فہم سے اللہ تعالیٰ کو بھی عام انسانوں پر قیاس کر کے اللہ کے لئے ایسی صفات ثابت کرتے تھے جو اس کی شان سے بہت بعید ہیں جیسے یہود ونصاریٰ نے اللہ کے لئے بیٹا ثابت کیا کسی نے اللہ کے لئے انسان کی طرح جسم اور اعضاء ثابت کئے کسی نے جہت اور سمت کو ثابت کیا حالانکہ وہ ان تمام حالات وصفات سے بالا و بلند اور منزہ ہے قرآن کریم نے ان کی بیان کردہ صفات سے برات کے لئے بار بار فرمایا پاک ہے اللہ ان صفات

سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

| |
|---|
| سَوَآءٌ مِّنۡکُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَھَرَ بِہٖ وَ مَنۡ ھُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّھَارِ ○ |
| تم میں سے جو شخص آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کرے اور جو رات میں چھپا ہو اور جو دن میں چلتا پھرتا ہو، سب برابر ہیں۔ |

## ظاہر و پوشیدہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہونے کا بیان

"سَوَاءٌ مِنكُمْ" فِيْ عِلْمِه تَعَالٰى "مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ" مُسْتَتِرٌ "بِاللَّيْلِ" بِظَلَامِهٖ "وَسَارِبٌ" ظَاهِرٌ بِذَهَابِهٖ فِيْ سِرْبِهٖ اَيْ طَرِيْقِه،

تم میں سے جو شخص آہستہ بات کرے اور جو بلند آواز سے کرے اور جو رات کی تاریکی میں چھپا ہو اور جو دن کی روشنی میں چلتا پھرتا ہو، یعنی روشنی یا اندھیرے میں چلنے والے سب اللہ کے علم میں ہیں۔ اس کے لئے سب برابر ہیں۔

اللہ کا علم تمام مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں، پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا کھلا سب جانتا ہے۔ تم چھپاؤ یا کھولو اس سے مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں وہ اللہ پاک ہے جس کے سننے نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے قسم اللہ کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی لیکن میں پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں (قد سمع اللہ) الخ اتاریں یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے، جو اپنے گھر کے تہ خانے میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو وہ اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آبادراستوں میں چلا جا رہا ہو وہ علم اللہ میں برابر ہیں۔

| |
|---|
| لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی |
| یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ○ |
| انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے (فرشتے) ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے |
| ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں، اور جب اللہ کسی قوم کے |
| ساتھ عذاب کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا، اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی مددگار ہوتا ہے۔ |

## عذاب کا فیصلہ ہو جانے کے بعد کوئی عذاب سے بچانے والا نہیں ہے

"لَهٗ" لِلْاِنْسَانِ "مُعَقِّبَاتٌ" مَلَائِكَةٌ تَتَعَقَّبُهٗ "مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ" قُدَّامَه "وَمِنْ خَلْفِه" وَرَائِهٖ "يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰه" اَيْ بِاَمْرِهٖ مِنَ الْجِنِّ وَغَيْرِهِمْ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ" لَا يَسْلُبُهُمْ نِعْمَتَه "حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" مِنَ الْحَالَةِ الْجَمِيْلَةِ بِالْمَعْصِيَةِ "وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْءًا" عَذَابًا "فَلَا مَرَدَّ لَهٗ" مِنْ

الْمُعَقِّبَاتِ وَلَا غَيْرُهَا "وَمَا لَهُمْ" لِمَنْ اَرَادَ اللّٰهُ بِهِمْ سُوْءًا "مِنْ دُوْنِهِ" اَیْ غَيْرِ اللّٰهِ "مِنْ" زَائِدَةٌ "وَالٍ" يَمْنَعُهُ عَنْهُمْ

انسان کے لئے یکے بعد دیگرے آنے والے فرشتے ہیں جو اس کے آگے اور اس کے پیچھے اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یعنی اللہ کے حکم وہ جنات وغیرہ سے حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یعنی اس سے نعمت سلب نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں، یعنی اچھی حالت سے گناہوں کی حالت میں لیکر چلے جائیں۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ اس کی اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے عذاب کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اسے کوئی یعنی فرشتوں وغیرہ یا اور کوئی بھی ٹال نہیں سکتا، اور نہ ہی ان کے لئے اللہ کے مقابلہ میں کوئی غیر اللہ مددگار ہوتا ہے۔ جن کے لئے اللہ نے عذاب کا فیصلہ کرلیا یہاں پر من زائدہ ہے یعنی کو عذاب روکنے والا نہیں ہے۔

## دن رات انسانوں کے ساتھ مقرر فرشتوں کے احوال کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس (آسمان سے) فرشتے رات دن آتے رہتے ہیں (جو تمہارے اعمال لکھتے ہیں اور انہیں بارگاہ الوہیت میں پہنچاتے ہیں) اور فجر و عصر کی نماز میں سب جمع ہوتے ہیں اور جو فرشتے تمہارے پاس رہتے ہیں وہ (جس وقت) آسمان پر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال جاننے کے باوجود ان سے (بندوں کے احوال و اعمال) پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ پروردگار! ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے تو اس وقت بھی وہ نماز ہی پڑھ رہے تھے۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 591)

ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے اعمال کو لکھنے اور انہیں اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کے لئے (فرشتوں کی دو جماعتیں بندوں کے ہمراہ رہتی ہیں۔ ایک جماعت تو دن کے اعمال لکھتی ہے اور پھر عصر کے بعد واپس جا کر بارگاہ الوہیت میں اپنی رپورٹ پیش کر دیتی ہے۔ دوسری جماعت رات کے اعمال لکھتی ہے۔ یہ فجر کی نماز کے بعد واپس جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو بندوں کے رات کے اعمال کی رپورٹ دیتی ہے چنانچہ دن اور رات میں دو وقت ایسے ہوتے ہیں جب کہ یہ دونوں جماعتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک مرتبہ تو فجر کے وقت جب کہ رات کے فرشتے واپس جاتے ہیں اور دن کے فرشتے اپنی ڈیوٹی پر آتے ہیں۔ اسی طرح دوسری مرتبہ ان دونوں جماعتوں کا اجتماع عصر کے وقت ہوتا ہے جب کہ دن کے فرشتے اپنی ڈیوٹی پوری کر کے واپس جاتے ہیں اور رات کے فرشتے اپنے کام پر حاضر ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور اس کا علم زمین و آسمان کے ذرے ذرے کو محیط ہے۔ وہ زمین و آسمانوں کے رہنے والوں کے ایک ایک عمل کو جانتا ہے مگر جب فرشتے بندوں کے اعمال کی رپورٹ لے کر اس کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے پوچھتا ہے کہ جب تم اپنی ڈیوٹی پوری کر کے واپس لوٹ رہے تھے تو بتاؤ کہ اس وقت میرے بندے کیا کر رہے تھے؟ اور اس کا یہ پوچھنا (نعوذ باللہ) علم حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس سوال سے اس کا مقصد فرشتوں کے سامنے اپنی

بندوں کی فضیلت وعظمت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو بھیجنا چاہا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا کہ پروردگار کیا تو ایسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو دنیا میں فساد اور خون ریزی وغارت گری کا بازار گرم کرے گی۔ اور پھر انہوں نے اپنی برتری وبڑائی ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا کہ تیری عبادت کے لئے تو ہم ہی کافی ہیں اور ہم ہی تیری عبادت وپرستش کر بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے یہ سوال کر کے ان پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو! جس مخلوق کے بارے میں تمہارا یہ خیال تھا کہ وہ دنیا میں سوائے فتنہ وفساد پھیلانے کے اور کوئی کام نہیں کرے گی اب تم خود دیکھ آئے ہو کہ وہ میری عبادت اور میری پرستش کس پابندی اور کس ذوق وشوق سے کرتی ہے۔ بہر حال! اس حدیث کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو رغبت دلا رہے ہیں کہ ان دونوں اوقات میں ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتے رہو تا کہ وہ فرشتے اللہ کے سامنے تمہارے اچھے اور بہتر اعمال ہی پیش کرتے رہیں اور رب قدوس تمہاری فضیلت وبڑائی اسی طرح فرشتوں کے سامنے ظاہر کرتا رہے۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ٥ |
| وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے اور امید دلانے کے لیے اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ |

## آسمانی بجلی کی کڑک وبارش کے ذریعے نصیحت کا پیغام

"هُوَ الَّذِىْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا" لِلْمُسَافِرِيْنَ مِنَ الصَّوَاعِق "وَطَمَعًا" لِلْمُقِيْمِ فِى الْمَطَر "وَيُنْشِء" يَخْلُق "السَّحَاب الثِّقَال" بِالْمَطَرِ،

وہی ہے جو تمہیں بجلی دکھاتا ہے، ڈرانے یعنی مسافر کڑک سے ڈر جاتے ہیں۔ اور امید دلانے کے لیے یعنی مقیم بارش میں امید لگا بیٹھتے ہیں۔ اور وہی بھاری بادل بارش کے لئے پیدا کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذاء اور مشقت کے خوف سے گھبراتا ہے اور مقیم برکت ونفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے، وہی بوجھل بادوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین کے قریب آجاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔

## بادل کی آواز سن کر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنے کا بیان

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ایک آدمی جنگل میں جارہا تھا۔ اس نے بادل سے ایک آواز سنی جیسے کوئی کہہ رہا ہے کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ وہ بادل ایک طرف چلا۔ پھر وہاں ایک پتھریلی زمین پر برسا۔ ایک نالی نے وہ سب پانی جمع کیا۔ وہ آدمی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا۔ آگے چل کر اس نے دیکھا کہ ایک آدمی اپنے باغ کو سیراب کرنے کے لیے بیلچہ سے اس کی نالی درست کر رہا ہے۔ نالی درست ہوئی تھی کہ بارش کا یہ پانی وہاں پہنچ گیا۔ پیچھے پیچھے چلنے والا یہ شخص اللہ کی

قدرت پر بہت متعجب ہوا اور باغ والے سے پوچھا اللہ کے بندے! تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتلایا جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اب باغ والے نے اس شخص سے پوچھا: اللہ کے بندے! تم میرا نام کیوں پوچھتے ہو۔ وہ کہنے لگا: میں نے اس بادل سے جس کے پانی سے تو اپنا کھیت سیراب کر رہا ہے۔ یہ آواز سنی تھی کہ جا کر فلاں شخص کے باغ کو سیراب کرو۔ اس میں تمہارا ہی نام لیا گیا تھا۔ اب تم یہ بتلاؤ کہ تمہارا وہ کون سا عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تم پر اتنا مہربان ہے؟ باغ والا کہنے لگا: اب جبکہ تم نے یہ بات سن ہی لی ہے تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔ اس باغ سے جو پیداوار ہوتی ہے اس کا ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور ایک تہائی اسی باغ میں لوٹا دیتا ہوں (یعنی اگلی فصل کے خرچ اخراجات پر صرف کرتا ہوں)۔ (مسلم، کتاب الزہد)

| |
|---|
| وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا |
| مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ |
| گرج (یا اس پر متعین فرشتہ) اور تمام فرشتے اس کے خوف سے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، اور وہ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے |
| پھر جس پر چاہتا ہے اسے گرا دیتا ہے، اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑا کرتے ہیں، اور وہ سخت تدبیر و گرفت والا ہے۔ |

## رعد فرشتے کی تسبیح کرنے کا بیان

"وَيُسَبِّح الرَّعْد " هُوَ مَلَك مُوَكَّل بِالسَّحَابِ يَسُوقهُ مُتَلَبِّسًا "بِحَمْدِهِ" اَیْ يَقُوْل سُبْحَان اللّٰه وَبِحَمْدِهٖ "و" يُسَبِّح "الْمَلَائِكَة مِنْ خِيفَته " اَیْ اللّٰه "وَيُرْسِل الصَّوَاعِق " وَهِیَ نَار تَخْرُج مِنْ السَّحَاب "فَيُصِيب بِهَا مَنْ يَّشَاء " فَتُحْرِقهُ نَزَلَ فِیْ رَجُل بَعَثَ اِلَيْهِ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَّدْعُوهُ فَقَالَ مَنْ رَسُوْلُ اللّٰه وَمَا اللّٰه اَمِنْ ذَهَب هُوَ اَمْ مِنْ فِضَّة اَمْ نُحَاس فَنَزَلَتْ بِهٖ صَاعِقَة فَذَهَبَتْ بِقِحْفِ رَاْسه "وَهُمْ" اَیْ الْكُفَّار "يُجَادِلُوْنَ" يُخَاصِمُوْنَ النَّبِیّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فِی اللّٰه وَهُوَ شَدِيْد الْمِحَال" الْقُوَّة اَوْ الْاَخْذ،

گرج یا اس پر متعین فرشتہ جو بادلوں کو چلاتا ہے اور تمام فرشتے اس کے خوف یعنی اللہ کے خوف سے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں، یعنی "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ" اور وہ کڑکتی بجلیاں بھیجتا ہے۔ یہ وہ آگ ہے جو بادلوں سے نکلتی ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے اسے گرا دیتا ہے، تو وہ اس کا جلا ڈالتی ہے۔

اس شخص کے بارے میں آیت نازل ہوئی جس کی طرف نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا تو اس نے کہا اللہ کا رسول کون ہے؟ اللہ کیا ہے؟ وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے؟ تو اس گستاخ پر آسمانی بجلی گری اور اس کی کھوپڑی کو اچک کر لے گئی۔

اور وہ کفار قدرت کی ان نشانیوں کے باوجود اللہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے جھگڑا کرتے ہیں، اور وہ سخت تدبیر و گرفت

والا ہے۔

## سورہ رعد آیت ۱۳ کے شانِ نزول کا بیان

حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرب کے ایک نہایت سرکش کافر کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے اپنے اصحاب کی ایک جماعت بھیجی، انہوں نے اس کو دعوت دی کہنے لگا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب کون ہے جس کی تم مجھے دعوت دیتے ہو، کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا یا لوہے کا یا تانبے کا؟ مسلمانوں کو یہ بات بہت گراں گزری اور انہوں نے واپس ہو کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ایسا اکفر، سیاہ دل، سرکش دیکھنے میں نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے پاس پھر جاؤ، اس نے پھر وہی گفتگو کی اور اتنا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول کر کے ایسے رب کو مان لوں جسے نہ میں نے دیکھا نہ پہچانا۔ یہ حضرات پھر واپس ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضور اس کا خُبث تو اور ترقی پر ہے، فرمایا پھر جاؤ، بہ تعمیل ارشاد پھر گئے جس وقت اس سے گفتگو کر رہے تھے اور وہ ایسی ہی سیاہ دلی کی باتیں بک رہا تھا، ایک ابر آیا اس سے بجلی چمکی اور کڑک ہوئی اور بجلی گری اور اس کافر کو جلا دیا۔ یہ حضرات اس کے پاس بیٹھے رہے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو راہ میں انھیں اصحاب کرام کی ایک اور جماعت ملی وہ کہنے لگے کہیے وہ شخص جل گیا، ان حضرات نے کہا آپ صاحبوں کو کیسے معلوم ہو گیا؟ انہوں نے فرمایا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس وحی آئی ہے۔(وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ 13)-13 الرعد)۔(تفسیر خازن، سورہ رعد، بیروت)

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ عامر بن طفیل نے اربد بن ربیعہ سے کہا محمد مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس چلو میں انھیں باتوں میں لگاؤں گا تو پیچھے سے تلوار سے حملہ کرنا، یہ مشورہ کر کے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عامر نے حضور سے گفتگو شروع کی بہت طویل گفتگو کے بعد کہنے لگا کہ اب ہم جاتے ہیں اور ایک بڑا جرار لشکر آپ پر لائیں گے یہ کہہ کر چلا آیا، باہر آ کر اربد سے کہنے لگا کہ تو نے تلوار کیوں نہیں ماری؟ اس نے کہا جب میں تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا تو تو درمیان میں آ جاتا تھا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے نکلتے وقت یہ دعا فرمائی۔ "اَللّٰهُمَّ اكْفِهِمَا بِمَا شِئْتَ" جب یہ دونوں مدینہ شریف سے باہر آئے تو ان پر بجلی گری اربد جل گیا اور عامر بھی اسی راہ میں بہت بدتر حالت میں مرا۔(تفسیر حسینی، سورہ رعد، لاہور)

صاعقہ وہ شدید آواز ہے جو جَوّ (آسمان وزمین کے درمیان) سے اترتی ہے پھر اس میں آگ پیدا ہو جاتی ہے یا عذاب یا موت اور وہ اپنی ذات میں ایک ہی چیز ہے اور یہ تینوں چیزیں اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔(تفسیر خازن، سورہ رعد، بیروت)

## گرج و کڑک کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا بیان

پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح وتعریف کرتی ہے۔ ایک اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح وحمد کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہے۔ سعد بن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی اور نہیں۔ اس کی ہنسی بجلی ہے

اوراس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں ایک انسان جیسا ایک بیل جیسا ایک گدھے جیسا، ایک شیر جیسا، وہ جب دم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ |
| كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ |
| اسی کے لئے حق کی دعوت ہے، اور وہ لوگ جواس کے سوا کی عبادت کرتے ہیں، وہ انہیں کسی چیز کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ |
| ان کی مثال تو صرف اس شخص جیسی ہے جو اپنی دونوں ہتھیلیاں پانی کی طرف پھیلائے ہو کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے |
| اور وہ اس تک پہنچنے والا نہیں، اور کافروں کا دعا کرنا گمراہی میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں۔ |

## کفار کی مثال کنوئیں کے کنارے ہاتھ پھیلا کر پانی طلب کرنے کا بیان

"لَهٗ" تَعَالٰى "دَعْوَةُ الْحَقِّ" اَىْ كَلِمَته وَهِىَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ يَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِه" اَىْ غَيْره وَهُمُ الْاَصْنَام "لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ" مِمَّا يَطْلُبُوْنَهٗ "اِلَّا" اسْتِجَابَة "كَبَاسِطِ" اَىْ كَاسْتِجَابَة بَاسِط "كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاء" عَلٰى شَفِيْرِ الْبِئْر يَدْعُوْهُ "لِيَبْلُغَ فَاهُ" بِارْتِفَاعِهٖ مِنَ الْبِئْرِ اِلَيْهِ "وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ" اَىْ فَاهُ اَبَدًا فَكَذٰلِكَ مَا هُمْ بِمُسْتَجِيْبِيْنَ لَهُمْ "وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ" عِبَادَتُهُمُ الْاَصْنَام اَوْ حَقِيْقَة الدُّعَاء "اِلَّا فِيْ ضَلَال" ضَيَاع،

اسی کے لئے حق یعنی توحید کی دعوت ہے، اور وہ کلمہ ہے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه محمد رسول اللّٰه" اور وہ کافر لوگ جواس کے سوا معبودانِ باطلہ یعنی بتوں کی عبادت کرتے ہیں، یہاں پر یدعوھم یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ وہ انہیں کسی چیز کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ یعنی جو جواب وہ طلب کرتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کی مثال تو صرف اس شخص جیسی ہے جو اپنی دونوں ہتھیلیاں کنوئیں کے کنارے پر پانی کی طرف پھیلائے بیٹھا ہو کہ وہ کنوئیں کا پانی خود اس کے منہ تک پہنچ جائے اور یوں تو وہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں، یعنی جس طرح اس کا منہ ہمیشہ ایسے ہی خالی رہتا ہے اسی طرح کافروں کا بتوں کی عبادت اور ان سے دعا کرنا گمراہی میں بھٹکنے کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی ان کو بھی بتوں کی عبادت اور ان سے دعا وغیرہ سے کچھ نہیں ملے گا۔ بس وقت کا ضیاع ہے۔

## چشمے کا پانی خود بہ خود منہ میں پہنچ کی طرح مشرکین کی حالت کا بیان

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے لئے دعوت حق ہے، اس سے مراد توحید ہے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد لا الہ الا اللہ ہے۔ پھر مشرکوں کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہونے کا۔ اسی طرح یہ کفار جنہیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں، وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کرنے کے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کرلے تو وہ رہنے کا نہیں۔ پس باسط قابض کے معنی

میں ہے۔عربی شعر میں بھی قابض ماء آیا ہے پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے، ایسے ہی یہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کریں گے لیکن رہیں گے محروم ہی دین دنیا کا کوئی فائدہ انہیں نہ پہنچے گا۔ ان کی پکار بے سود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ۝ |
| اور جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ تو اللہ ہی کیلئے سجدہ کرتا ہے خوشی سے اور مجبوراً اور انکے سائے صبح وشام سجدہ کرتے ہیں۔ |

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ يَسْجُد مَنْ فِى السَّمَاوَات وَالْاَرْض طَوْعًا" كَالْمُؤْمِنِيْنَ "وَكَرْهًا" كَالْمُنَافِقِيْنَ وَمَنْ اُكْرِهَ بِالسَّيْفِ "و" يَسْجُد "ظِلَالهم بِالْغُدُوِّ" الْبُكَر "وَالْاٰصَال" الْعَشَايَا،

اور جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ تو اللہ ہی کے لئے سجدہ کرتا ہے بعض خوشی سے جیسے اہل ایمان ہیں اور بعض مجبوراً جیسے منافقین یا جس کو تلوار سے مجبور کیا جائے۔اور ان کے سائے بھی صبح وشام اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔

## کافر کا سجدہ غیر اللہ کو مگر اس کے سائے کا سجدہ اللہ کو ہوتا ہے

ان کی تبعیت میں ہر مخلوق اللہ کو سجدہ کرتی ہیں۔ زجاج نے کہا کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اس کا سایہ اللہ کو۔ابن انباری نے کہا کہ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ پر چھائیوں میں ایسی فہم پیدا کرے کہ وہ اس کو سجدہ کریں۔بعض کا قول ہے سجدے سے سایہ کا ایک طرف سے دوسری طرف مائل ہونا اور آفتاب کے ارتفاع ونزول کے ساتھ دراز وکوتاہ ہونا مراد ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ رعد)

تو پھر ان کافروں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی سجدہ ریزی کیوں شروع کرلی ہے؟

| |
|---|
| قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ اَمْ هَلْ تَسْتَوِى الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَىْءٍ وَّ هُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝ |
| فرمائیے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ فرما دیجئے: اللہ ہے۔آپ فرمائیے، کیا تم نے اس کے سوا کو کارساز بنالیا ہے جو نہ اپنی ذاتوں کے لئے کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ کسی نقصان کے۔آپ فرما دیجئے: کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہو سکتی ہیں۔کیا انہوں نے اللہ کے لئے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ کی مخلوق کی طرح خود بھی پیدا کی ہو، سو اس مخلوق سے ان کو تشابہ ہو گیا ہو، فرما دیجئے، اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے، وہ سب پر غالب ہے۔ |

## مخلوق پر عبادت کا حق صرف اللہ کے لئے ہونے کا بیان

"قُلْ" یَا مُحَمَّد لِقَوْمِكَ "مَنْ رَبّ السَّمَاوَات وَالْاَرْض قُلْ اللّٰه" اِنْ لَّمْ یَقُوْلُوْهُ لَا جَوَاب غَیْره "قُلْ" لَهُمْ "اَفَاتَّخَذْتُمْ مِنْ دُوْنه" اَیْ غَیْره "اَوْلِیَاء" اَصْنَامًا تَعْبُدُوْنَهَا "لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا" وَتَرَكْتُمْ مَالِكهمَا ؟ اسْتِفْهَام تَوْبِیخ "قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیر" الْكَافِر وَالْمُؤْمِن "اَمْ هَلْ تَسْتَوِی، الظُّلُمَات" الْكُفْر "وَالنُّور" الْاِیْمَان ؟ لَا "اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاء خَلَقُوْا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهَ الْخَلْق" اَیْ خَلْق الشُّرَكَاء بِخَلْقِ اللّٰه اسْتِفْهَام اِنْكَار ؟ اَیْ لَیْسَ الْاَمْر كَذٰلِكَ وَلَا یَسْتَحِق الْعِبَادَة اِلَّا الْخَالِق "عَلَیْهِمْ" فَاعْتَقَدُوا اسْتِحْقَاق عِبَادَتهم بِخَلْقِهِمْ ؟ "قُلْ اللّٰه خَالِق كُلّ شَیْء" لَا شَرِیْك لَهُ فِیْهِ فَلَا شَرِیْك لَهُ فِی الْعِبَادَة "وَهُوَ الْوَاحِد الْقَهَّار" لِعِبَادِهِ،

یا محمد ﷺ اپنی قوم سے فرمائیے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ اگر وہ اس بات کا جواب نہ دیں تو آپ خود ہی فرما دیجئے، اللہ ہے۔ پھر آپ ان سے دریافت فرمائیے۔ کیا تم نے اس کے سوا ان بتوں کو کارساز بنالیا ہے جو نہ اپنی ذاتوں کے لئے کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ کسی نقصان کے۔ یعنی تم نے ان کے مالک کو چھوڑ دیا ہے یہ استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ آپ فرمادیجئے، کیا اندھا اور بینا یعنی کافر اور مؤمن برابر ہو سکتے ہیں یا کیا تاریکیاں یعنی کفر اور روشنی یعنی ایمان برابر ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں، کیا انہوں نے اللہ کے لئے ایسے شریک بنائے ہیں جنہوں نے اللہ کی مخلوق کی طرح کچھ مخلوق خود بھی پیدا کی ہو؟ یہ استفہام انکاری ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ یعنی اللہ کے سوا یہ عبادت کے حقدار نہیں ہے۔، ان بتوں کی پیدا کردہ اس مخلوق سے ان کو تشابہ یعنی مغالطہ ہو گیا ہو، فرمادیجئے، اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے یعنی اس کے لئے عبادت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور وہ ایک ہے، وہ عبادت میں سب پر غالب ہے۔

## صفت خلق کے ذریعے دلیل عبادت کا بیان

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ یہ مشرکین بھی اس کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے۔ اس کے باوجود دوسرے اولیا کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انہیں کوئی اختیار نہیں پس یہ اور اللہ کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے۔ یہ تو اندھیروں میں ہیں اور بندہ رب نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے میں اور دیکھنے والے میں ہے، جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریک اللہ ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہو گئی کہ کسی چیز کا خالق اللہ ہے؟ اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں اللہ کے مشابہ اس جیسا اس کے برابر کا اور اس کی مثل کا کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے، شریک سے، اولاد سے، بیوی سے، پاک ہے اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بیوقوفی ہے کہ اپنے چھوٹے معبودوں کو اللہ کا پیدا کیا ہوا، اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں

کہ یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے اور جس چیز کا وہ مالک ہے، وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ |
| فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ |
| فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۝ |
| اس نے آسمان کی جانب سے پانی اتارا تو وادیاں اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں، پھر سیلاب کی رَو نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھا لیا، |
| اور جن چیزوں کو آگ میں تپاتے ہیں، زیور یا دوسرا سامان بنانے کے لئے اس پر بھی ویسا ہی جھاگ اٹھتا ہے، اس طرح اللہ حق |
| اور باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے، سو جھاگ تو بے کار ہو کر رہ جاتا ہے اور البتہ جو کچھ لوگوں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے |
| وہ زمین میں باقی رہتا ہے، اللہ اس طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔ |

## حق وباطل درمیان فرق کرنے کے لئے مثال بیان کرنے کا بیان

ثُمَّ ضَرَبَ مَثَلًا لِلْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَقَالَ: "اَنْزَلَ" تَعَالٰى "مِنَ السَّمَاء مَاء" مَطَرًا "فَسَالَتْ اَوْدِيَة بِقَدَرِهَا" بِمِقْدَارِ مِلْئِهَا "فَاحْتَمَلَ السَّيْل زَبَدًا رَابِيًا" عَالِيًا عَلَيْهِ هُوَ مَا عَلٰى وَجْهه مِنْ قَذَر وَنَحْوه "وَمِمَّا يُوقِدُوْنَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "عَلَيْهِ فِي النَّار" مِنْ جَوَاهِر الْاَرْض كَالذَّهَبِ وَالْفِضَّة وَالنُّحَاس "ابْتِغَاء" طَلَب "حِلْيَة" زِينَة "اَوْ مَتَاع" يُنْتَفَع بِهِ كَالْاَوَانِيْ اِذَا اُذِيْبَتْ "زَبَد مِثْله" اَيْ مِثْل زَبَد السَّيْل وَهُوَ خَبَثه الَّذِيْ يَنْفِيْه الْكِير "كَذٰلِكَ" الْمَذْكُور "يَضْرِب اللّٰه الْحَقّ وَالْبَاطِل" اَيْ مَثَلهمَا "فَاَمَّا الزَّبَد" مِنْ السَّيْل وَمَا اُوقِدَ عَلَيْهِ مِنْ الْجَوَاهِر "فَيَذْهَب جُفَاء" بَاطِلًا مَرْمِيًّا بِهِ "وَاَمَّا مَا يَنْفَع النَّاس" مِنْ الْمَاء وَالْجَوَاهِر "فَيَمْكُث" يَبْقٰى "فِي الْاَرْض" زَمَانًا كَذٰلِكَ الْبَاطِل يَضْمَحِلّ وَيَنْمَحِق وَاِنْ عَلَا عَلَى الْحَقّ فِيْ بَعْض الْاَوْقَات وَالْحَقّ ثَابِت بَاقٍ "كَذٰلِكَ" الْمَذْكُور "يَضْرِب" يُبَيِّن،

اس کے بعد اس نے حق اور باطل کی مثال کو بیان کیا ہے۔ فرمایا کہ اس نے آسمان کی جانب سے پانی یعنی بارش کو اتارا تو وادیاں اپنی اپنی گنجائش کے مطابق بہہ نکلیں، یعنی ان کے اندر گنجائش تھی۔ پھر سیلاب کی رَو نے ابھرا ہوا جھاگ اٹھا لیا، یعنی وہ کوڑا کرکٹ جو پانی کی سطح پر آ جاتا ہے۔ اور جن چیزوں کو آگ میں تپاتے ہیں، یہاں پر یوقدون یہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے یعنی جس کو آگ میں ڈال کر زمینی جواہر سے زیور یا دوسرا سامان بنانے کے لئے اس پر بھی ویسا ہی جھاگ اٹھتا ہے، جس طرح سونا چاندی اور تانبا ہے۔ یا خوبصورتی کے لئے زیور یا سامان بنایا جاتا ہے۔ جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے جس طرح برتن وغیرہ ہیں اور جب اس دھات کو پگھلایا جائے تو اس پر جھاگ اٹھتی ہے۔ جس کو بیکار سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ بھٹی کی بیکار مائل ہوتی

ہے۔اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثالیں بیان فرماتا ہے،سو جھاگ تو پانی والا ہو یا آگ والا یا جواہر والا سب بے کار ہو کر رہ جاتا ہے اسی طرح باطل بھی دیکھائی دیتا ہے اور مٹ جاتا ہے۔اور البتہ پانی اور جواہر سے لوگوں کے لئے نفع ہوتا ہے وہ زمین میں ایک مدت تک باقی رہتا ہے، جبکہ باطل مٹ جانے والا ہے۔اور حق ثابت و باقی رہنے والا ہے۔اور ذکر کردہ مثل حق و باطل کے درمیان فرق واضح کرنے کے لئے بیان کی گئی ہے۔اللہ اس طرح مثالیں بیان فرماتا ہے۔

## یقین کا فائدے مند ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم الٰہی کے حامل ہوتے ہیں اور بعض دل وہ بھی ہیں، جن میں رشک باقی رہ جاتا ہے پس شک کے ساتھ کا علم بے سود ہوتا ہے۔یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ابد سے مراد شک ہے جو کمتر چیز ہے، یقین کارآمد چیز ہے، جو باقی رہنے والی ہے۔جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے تو کھوٹ جل جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے، اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے شک مردود ہے۔پس جس طرح پانی رہ گیا اور پینے وغیرہ کا کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے، اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں اور باقی رہتے ہیں۔ ہدایت وحق پر جو عامل رہے، وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی۔اسی طرح باطل، شک اور ریا کاری والے اعمال اللہ کے ہاں کارآمد نہیں ہوسکتے۔قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔

| |
|---|
| لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی ؕ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا |
| وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ |
| ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا حکم قبول کیا بھلائی ہے، اور جنہوں نے اس کا حکم قبول نہیں کیا اگر ان کے پاس |
| وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو سو وہ اسے فدیہ دے ڈالیں۔انہی لوگوں کا حساب برا ہوگا، |
| اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔ |

## اہل ایمان کے لئے جنت جبکہ کفار کے لئے دوزخ ہونے کا بیان

"لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ" اَجَابُوْهُ بِالطَّاعَةِ "الْحُسْنٰی" الْجَنَّة "وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوا لَهٗ" وَهُمُ الْكُفَّار "لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَا فِی الْاَرْض جَمِیْعًا وَمِثْله مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ " مِنَ الْعَذَاب "اُولٰئِكَ لَهُمْ سُوء الْحِسَاب " وَهُوَ الْمُؤَاخَذَة بِكُلِّ مَا عَمِلُوْهُ لَا یُغْفَر مِنْهُ شَیْء "وَمَاْوَاهُمْ جَهَنَّم وَبِئْسَ الْمِهَاد" الْفِرَاش هِیَ،

ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا حکم یعنی اطاعت کے ساتھ قبول کیا بھلائی یعنی جنت ہے، اور جنہوں نے اس کا حکم قبول نہیں کیا اور وہ کفار ہیں اگر ان کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو سو وہ اسے عذاب

سے نجات کے لئے فدیہ دے ڈالیں تب بھی انہی لوگوں کا حساب برا ہوگا، یعنی وہ ہر ان کے عمل کا مؤاخذہ کرے گا۔ ان کے لئے کچھ بھی بخشش نہ ہوگی۔ اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ نہایت برا ٹھکانا ہے۔ یعنی وہ کتنا برا بچھونا ہے۔

## قیامت کے دن ایمان کے فدیے میں روئے زمین کا سونا بھی کام نہ آئے گا

نیکوں بدوں کا انجام بیان ہو رہا ہے۔ اللہ رسول کو ماننے والے، احکام کے پابند، خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلہ پائیں گے۔ ذوالقرنین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے اور اللہ کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا اور ایماندار اور نیک اعمال لوگ بہترین بدلہ پائیں گے اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے۔ اور آیت میں فرمان ربی ہے نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے اور زیادتی بھی۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے یہ قیامت کے دن ایسے عذابوں کو دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر قیامت کے روز نہ فدیہ ہوگا، نہ بدلہ، نہ عوض، نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانے کا حساب لیا جائے گا حساب میں پورے نہ اتریں کم تو عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا جو بدترین جگہ ہوگی۔

| |
|---|
| اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ |
| بھلا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے حق ہے، اس شخص کے |
| مانند ہو سکتا ہے جو اندھا ہے، بات یہی ہے کہ نصیحت عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔ |

## سورہ رعد آیت ۱۹ کے سبب نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِیْ حَمْزَۃَ وَاَبِیْ جَهْلٍ "اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ" فَاٰمَنَ بِهٖ "كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى" لَا يَعْلَمُهٗ وَلَا يُؤْمِنُ بِهٖ لَا "اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ" يَتَّعِظُ "اُولُو الْاَلْبَابِ" اَصْحَابُ الْعُقُوْلِ،

یہ آیت حضرت حمزہ اور ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ بھلا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کی طرف، آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے حق ہے، اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جو اندھا ہے، یعنی نہیں جانتا اور نہ ایمان لاتا ہے۔ بات یہی ہے کہ نصیحت عقل مند ہی قبول کرتے ہیں۔ یعنی اہل عقل کے لئے وعظ ہے۔

## حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا ابوجہل کو ملامت کرنے کا بیان

اعلان نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو ایسی ہستیاں دامن اسلام میں آ گئیں جن سے اسلام اور مسلمانوں کے جاہ جلال، اور ان کے عزت و اقبال کا پرچم بہت ہی سربلند ہو گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچاؤں میں حضرت حمزہ کو آپ سے بڑی والہانہ محبت تھی اور وہ صرف دو تین سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے اور چونکہ انہوں نے بھی حضرت ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ بہت ہی طاقتور اور بہادر تھے اور شکار کے بہت ہی شوقین تھے۔ روزانہ صبح سویرے تیر کمان لے کر گھر سے نکل جاتے اور شام کو واپس لوٹ کر حرم میں آجاتے خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور قریش کے سرداروں کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن حسب معمول شکار سے واپس لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی اور خود ان کی بہن حضرت بی بی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کو بتایا کہ آج ابوجہل نے کس کس طرح تمہارے بھتیجے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی کی ہے یہ ماجرا سن کر مارے غصہ کے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون کھولنے لگا ایک دم تیر کمان لئے ہوئے مسجد حرام میں پہنچ گئے اور اپنی کمان سے ابوجہل کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور کہا کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ تجھے خبر نہیں کہ میں بھی اسی کے دین پر ہوں۔ یہ دیکھ کر قبیلہ بنی مخزوم کے کچھ لوگ ابوجہل کی مدد کے لئے کھڑے ہوگئے تو ابوجہل نے یہ سوچ کر کہ کہیں بنوہاشم سے جنگ نہ چھڑ جائے یہ کہا کہ اے بن مخزوم! آپ لوگ حمزہ کو چھوڑ دیجئے واقعی آج میں نے ان کے بھتیجے کو بہت ہی خراب خراب قسم کی گالیاں دی تھیں۔ ایک وہ شخص جو اللہ کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا سراسر حق مانا ہو، سب پر ایمان رکھتا ہو۔

ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانا ہو، سب خبروں کو سچ جانتا ہو، سب حکموں کو مانتا ہو، سب برائیوں کو جانتا ہو، آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو نابینا ہو، بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو، نہ سچا جانتا ہو، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی خوش نصیب ہیں، یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ (مدراج النبوۃ ج2 ص44 وزرقانی ج1 ص256)

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ○ |
| جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔ |

## عہد کو پورا کرنے والوں کا بیان

"اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰه" اَلْمَاْخُوذ عَلَیْهِمْ وَهُمْ فِیْ عَالَم الذَّرّ اَوْ کُلّ عَهْد "وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاق" بِتَرْكِ الْاِیْمَان اَوْ الْفَرَائِض،

جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں یعنی جو ان سے عہد لیا گیا ہے جب وہ چیونٹیوں کے عالم میں تھے یا اس سے مراد ہر عہد ہے۔ اور ایمان اور فرائض کو چھوڑ کر پختہ عہد کو نہیں توڑتے۔

## عہد وغیرہ کو پورا کرنے میں اہل ایمان کے اوصاف کا بیان

ان بزرگوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں اور ان کے بھلے انجام کی خبر دی جا رہی ہے جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے اور یہاں بھی جو نیک انجام ہیں۔ وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی، غداری اور بیوفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں۔ جھگڑوں میں گالیاں بکیں، باتوں میں جھوٹ بولیں، امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا، رشتہ داروں

سے سلوک کرنے کا، فقیر محتاج کو دینے کا، بھلی باتوں کے نباہ نے کا، جو حکم الٰہی ہے یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رکھتے ہوئے فرمان الٰہی سمجھ کر نیکیاں کرتے ہیں، بدیاں چھوڑتے ہیں۔ آخرت کے حساب سے ڈرتے ہیں، اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں، نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں۔ اعتدال کا راستہ نہیں چھوڑتے۔ ہر حال میں فرمان الٰہی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ گو نفس حرام کاموں اور اللہ کی نافرمانیوں کی طرف جانا چاہے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع، سجدہ، قعدہ، خشوع خضوع شرعی طور بجالاتے ہیں۔ جنہیں دینا اللہ نے فرمایا ہے انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقرا، محتاج، مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں۔ ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے، دن رات، وقت بیوقت، برابر راہ اللہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے، برائی کو بھلائی سے، دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں۔ دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم سہ لیتے ہیں اور خود نیک سلوک کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۝ |
| اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں |
| اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ ایمان وصلہ رحمی کا حکم دینے والا ہے

"وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يُّوْصَلَ "مِنَ الْاِيْمَانِ وَالرَّحِمِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ "وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ" اَيْ وَعِيْدَه "وَيَخَافُوْنَ سُوْءَ الْحِسَابِ" تَقَدَّمَ مِثْلُه،

اور وہ جو اس چیز کو ملاتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے یعنی ایمان وصلہ رحمی وغیرہ ہے۔ اور اپنے رب سے یعنی اس کی وعید سے ڈرتے ہیں اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں۔ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔

## ایمان وصلہ رحمی کے سبب رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

بخاری ومسلم کی حدیث میں روایت انس رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی رزق میں وسعت اور کاموں میں برکت عطا فرمادیں تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کے معنی یہی ہیں کہ جن سے رشتہ داری کے خصوصی تعلقات ہیں ان کی خبر گیری اور بقدر گنجائش امداد واعانت کرے۔

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں والا اعرابی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ وہ عمل کون سا ہے جو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کردے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔ (تفسیر بغوی، سورہ رعد، بیروت)

اور صحیح بخاری میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی اتنی بات کا نام نہیں کہ تم دوسرے عزیز کے احسان کا بدلہ ادا کردو اور اس نے تمہارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے تو تم اس پر احسان کردو بلکہ اصل صلہ رحمی یہ ہے کہ تمہارے رشتہ دار عزیز تمہارے حقوق میں کوتاہی کرے تم سے تعلق نہ رکھے تم پھر بھی محض اللہ کے لئے اس سے تعلق کو قائم رکھو اور اس پر احسان کرو۔

رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے تعلقات کو نبھانے ہی کے خیال سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نسب ناموں کو محفوظ رکھو جن کے ذریعہ تمھارے اپنے رشتہ دار محفوظ رہ سکیں اور تم ان کے حقوق ادا کرسکو پھر ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی کے فوائد یہ ہیں کہ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور مال میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے۔ اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی صلہ رحمی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے وہی تعلقات قائم رکھے جو باپ کے سامنے تھے۔ (صحیح مسلم)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً |
| وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ |
| اور جو لوگ اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے |
| اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ (دونوں طرح) خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں |
| یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ |

## اطاعت وتکالیف پر صبر کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا " عَلَى الطَّاعَةِ وَالْبَلَاءِ وَعَنْ الْمَعْصِيَةِ "ابْتِغَاء " طَلَب "وَجْه رَبّهمْ " لَا غَيْره مِنْ اَعْرَاض الدُّنْيَا "وَاَقَامُوا الصَّلَاة وَاَنْفَقُوْا " فِي الطَّاعَة "مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَة وَيَدْرَءُوْنَ " يَدْفَعُوْنَ "بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَة" كَالْجَهْلِ بِالْحِلْمِ وَالْاَذَى بِالصَّبْرِ "اُولٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّار" اَيْ الْعَاقِبَة الْمَحْمُوْدَة فِي الدَّار الْآخِرَة هِيَ:

اور جو لوگ اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے اطاعت اور آزمائش اور معصیت سے بچنے پر صبر کرتے ہیں یعنی دنیا سے اعراض کرکے اپنے رب کی رضا تلاش کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے اطاعت میں پوشیدہ اور اعلانیہ دونوں طرح خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعہ برائی کو دور کرتے رہتے ہیں، جس طرح جہل کا بدلہ حلم کے ساتھ ہے اور تکلیف پر صبر ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا حسین گھر ہے۔ یعنی وہ تعریف کیا گیا گھر آخرت کا گھر ہے۔

## تکالیف پر صبر کے مفہوم واقسام کا بیان

وہ لوگ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضائی جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں صبر کے معنی عربی زبان میں اس مفہوم سے بہت عام ہیں جو اردو زبان میں سمجھا جاتا ہے کہ کسی مصیبت اور تکلیف پر صبر کریں کیونکہ اس کے اصلی معنی خلاف طبع چیزوں سے پریشان نہ ہونا بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے کام پر لگے رہنا ہے اسی لئے اس کی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں ایک صبر اعلی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ثابت قدم رہنا دوسرے صبر میں عن المعصیۃ یعنی گناہوں سے بچنے پر ثابت قدم رہنا صبر کے ساتھ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ کی قید میں یہ بتلایا کہ متعلقہ صبر کوئی فضیلت کی چیز نہیں کیونکہ کبھی نہ کبھی تو بے صبرے انسان کو بھی انجام کار ایک مدت کے بعد صبر آ ہی جاتا ہے جو صبر غیر اختیاری ہو اس کی کوئی خاص فضیلت نہیں نہ ایسی غیر اختیاری کفیت کا اللہ تعالیٰ کسی کو حکم دیتے ہیں اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی اصلی اور معتبر صبر تو وہی ہے جو ابتدائے صدمہ کے وقت اختیار کرلیا جائے ورنہ بعد میں تو کبھی نہ کبھی جبری طور پر انسان کو صبر آ ہی جاتا ہے بلکہ قابل مدح وثناء وہ صبر ہے کہ اپنے اختیار سے خلاف طبع امر کو برداشت کرے خواہ وہ فرائض وواجبات کی ادائیگی ہو یا محرمات ومکروہات سے بچنا ہو اسی لئے اگر کوئی شخص چوری کی نیت سے کسی مکان میں داخل ہوگیا مگر وہاں چوری کا موقع نہ ملا صبر کر کے واپس آ گیا تو یہ غیر اختیاری صبر کوئی مدح وثواب کی چیز نہیں ثواب جب ہے کہ گناہ سے بچنا خدا کے خوف اور اس کی رضائی جوئی کے سبب سے ہو۔

| |
|---|
| جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ |
| وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ |
| ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے |
| جو نیک ہوئے اور فرشتے ہر دروازے میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ |

## اہل جنت کے لئے جنت میں فرشتوں کی مبارک باد دینے کا بیان

"جَنَّات عَدْن" اِقَامَة "یَدْخُلُوْنَهَا" هُمْ "وَمَنْ صَلَحَ" اٰمَنَ "مِنْ اٰبَائِهِمْ وَاَزْوَاجهمْ وَذُرِّیَّاتهمْ" وَاِنْ لَمْ یَعْمَلُوْا بِعَمَلِهِمْ یَكُوْنُوْنَ فِیْ دَرَجَاتهمْ تَكْرِمَة لَهُمْ "وَالْمَلَائِكَة یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِنْ كُلّ بَاب" مِنْ اَبْوَاب الْجَنَّة اَوْ الْقُصُور اَوَّل دُخُولهمْ لِلتَّهْنِئَةِ،

ہمیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے اور ان کے باپ دادوں اور ان کی بیویوں اور ان کی اولادوں میں سے جو نیک یعنی صالحین ہوئے ہیں اور اگر انہوں نے ان کے اعمال کی طرح اعمال نہ کیئے تب بھی وہ ان جیسے درجات میں ہوں گے اور یہ ان کے اعزاز کے لئے ہے۔ اور فرشتے ہر جنت کے دروازے یا جنت کے محلات میں سے ان پر داخل ہوں گے۔ تا کہ پہلے انہیں مبارک پیش کریں۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت کعب بن اسلمیؓ نبی کریم ﷺ کے ساتھ رات گذارتے تھے، ایک رات تہجد کے وقت کعب اسلمیؓ نے آپ ﷺ کے لئے وضو کا پانی اور مسواک وغیرہ ضروریات لاکر رکھی، تو آپ ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا، مانگو کیا مانگتے ہو، کعب اسلمی نے عرض کیا، میں جنت میں آپ کی صحبت چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا اور کچھ؟ تو انھوں نے عرض کیا اور کچھ نہیں، اس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم جنت میں میرے ساتھ رہنا چاہتے ہوتو" اعنی علی نفسك بكثرة السجود "یعنی تمھارا مقصد حاصل ہوجائے گا لیکن اس میں تم بھی میری مدد اس طرح کرو کہ کثرت سے سجدے کیا کرو، یعنی نوافل کی کثرت کرو۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں ان بات کی شہادت دے چکا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے سچے رسول ﷺ ہیں، اور میں پانچ وقت کی نماز کا بھی پابند ہوں اور زکوۃ بھی ادا کرتا ہوں، اور رمضان کے روزے بھی رکھتا ہوں، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مرجائے وہ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا، بشرطیکہ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے۔ (مسند احمد بن حنبل)

| سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ |
|---|
| تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں، پس آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔ |

## اہل جنت کے لئے فرشتوں کا سلام کہنے کا بیان

يَقُوْلُوْنَ "سَلَام عَلَيْكُمْ" هٰذَا الثَّوَاب "بِمَا صَبَرْتُمْ" بِصَبْرِكُمْ فِي الدُّنْيَا "فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار" عُقْبَاكُمْ،

انہیں خوش آمدید کہتے اور مبارک باد دیتے ہوئے کہیں گے، تم پر سلامتی ہو تمہارے صبر کرنے کے صلہ میں جو صبر تم نے دنیا میں کیا پس اب دیکھو آخرت کا گھر کیا خوب ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل جنت کے لئے سلام آنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جنتی اپنی حاصل شدہ نعمتوں سے لذت وکیف اٹھانے میں مشغول ہوں گے کہ اچانک ان کے سامنے ایک عظیم نور پھیل جائے گا وہ اس نور کو دیکھنے کے لئے اپنا سر اٹھائیں گے تو کیا دیکھیں گے کہ ان کے اوپر پروردگار جلوہ گر ہے اور پروردگار ان سے فرمائے گا کہ اہل جنت اسلام علیکم اور یہ (یعنی اس وقت پروردگار کا جنتیوں کو سلام کرنا) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سلام قولا من رب رحیم سے ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ جنتیوں کی طرف دیکھے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے اور وہ دیدار الٰہی میں اس قدر محو ہوں گے کہ اس وقت جنتیوں کی نعمتوں میں سے کسی چیز کی طرف توجہ والتفات نہیں کریں گے تا آنکہ پروردگار ان کی نظروں سے مخفی ہوجائے گا اور اس کا نور باقی رہ جائے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 229)

تا آنکہ ان کی نظروں سے مخفی ہوجائے گا الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہ جب تک چاہے گا ان کی نظروں کے سامنے خود کو جلوہ گر

رکھے گا اور پھر ان کی آنکھوں کے سامنے حجاب حائل کر دے گا لیکن اس کے جلوے کی نورانیت اور اس کے دیدار سے حاصل ہونے والے کیف وسرور کا خمار باقی رہے گا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ حجاب اور جنتیوں کی نظر سے پروردگار کا مخفی ہو جانا بھی اس کی طرف سے اپنے بندوں پر ایک طرح کا لطف وکرم ہی ہوگا کیونکہ پروردگار کا اہل جنت کو برابر اپنی درگاہ اور حضور وشہود میں رکھنا اور ہر وقت ان کی نظر کے سامنے جلوہ گر رہنا ایک ایسی صورت حال ہوگی جو جنتیوں کی تاب وطاقت سے باہر ہوگی، ظاہر ہے ایک دفعہ دیدار کرنے کے بعد پھر ان کو اتنے عرصہ کی ضرورت ہوگی جس میں وہ خود کو سنبھال سکیں اور اپنی اصل حالت پر واپس آ جائیں تا کہ جنت کی دوسری نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ذات باری تعالیٰ کی تجلی کا استحقاق نئے سرے سے حاصل کر سکیں اور ہر بار دیدار الٰہی کا نیا ذوق اور نیا کیف وسرور حاصل کریں۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ |
| وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ |
| اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے |
| کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔ |

## زمین میں کفر وسرکشی کر کے فساد کرنے والوں پر لعنت ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰه مِنْ بَعْد مِيْثَاقه وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰه بِهٖ اَنْ يُّوصَل وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْض" بِالْكُفْرِ وَالْمَعَاصِي "اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَة" الْبُعْد مِنْ رَحْمَة اللّٰه "وَلَهُمْ سُوء الدَّار" الْعَاقِبَة السَّيِّئَة فِي الدَّار الْاٰخِرَة وَهِيَ جَهَنَّم،

اور وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو اسے پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں اور اس چیز کو کاٹ دیتے ہیں جس کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسے ملایا جائے اور زمین میں کفر اور معاصی کے ذریعے فساد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ اور انھی کے لیے اس گھر کی خرابی ہے۔ یعنی انجام کے طور پر کتنا برا آخرت میں گھر ہے اور وہ جہنم ہے۔

## مومنین ومنافقین کی صفات کا بیان

مومنوں کی صفتیں اوپر بیان ہوئیں کہ وہ وعدے کے پورے، رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے نہ اللہ کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے نہ صلہ رحمی اور احکام الٰہی کی پابندی کا خیال رکھتے تھے یہ لعنتی گروہ ہے اور برے انجام والا ہے۔ حدیث میں ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں باتوں میں جھوٹ بولنا، وعدوں کا خلاف کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ ایک حدیث میں ہے جھگڑوں میں گالیاں بکنا اس قسم کے لوگ رحمت الٰہی سے دور ہیں ان کا انجام برا ہے یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے

غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہیں باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اللہ کے عہد کو توڑ دینا اللہ کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا۔ ملک میں فساد پھیلانا۔ اور یہ دبے ہوئے ہوتے ہیں تب بھی جھوٹ وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ |
| وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ |
| اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور وہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، |
| حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ رزق میں وسعت وتنگی کرنے والا ہے

"اللّٰه يَبْسُط الرِّزْق " يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَّشَاء وَيَقْدِر "يُضَيِّقهُ لِمَنْ يَّشَاء "وَفَرِحُوا" اَىْ اَهْل مَكَّة فَرَح بَطَر "بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا" اَىْ بِمَا نَالُوهُ فِيهَا "وَمَا الْحَيَاة الدُّنْيَا فِى" جَنْب حَيَاة "الْاٰخِرَة اِلَّا مَتَاع" شَىْء قَلِيل يُتَمَتَّع بِهٖ وَيَذْهَب،

اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے اور اہل مکہ دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے، حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں تھوڑے سے سامان کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی اس دنیاوی زندگی میں جو فائدہ اٹھایا ہے جو آخرت کے فائدے کے مقابلے میں قلیل وحقیر ہے۔

اللہ جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے، جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے، یہ سب کچھ حکمت وعدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر ہی سہارا ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے سمجھنے لگے کہ یہاں رزق کی فراوانی حقیقی اور بھلی چیز ہے حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے اور آہستہ پکڑ کی شروع ہے لیکن انہیں کوئی تمیز نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر چیز ہے آخرت بہت بڑی اور بہتر چیز۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کلمہ کی انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبولے اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلے پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلے میں ہے۔ (مسلم)

ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستے میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا اس سے بھی زیادہ بیکار اور ناچیز اللہ کے سامنے ساری دنیا ہے۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ |
| مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ |

| |
|---|
| اور کافر لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، فرما دیجئے: بیشک اللہ جسے |
| چاہتا ہے (نشانیوں کے باوجود) گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی جانب رہنمائی فرما دیتا ہے |

## کفار اہل مکہ کا عصائے موسوی کی طرح معجزہ طلب کرنے کا بیان

"وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا " مِنْ اَهْلِ مَكَّة "لَوْلَا" هَلَّا "اُنْزِلَ عَلَيْهِ " عَلٰى مُحَمَّد "آيَة مِنْ رَبِّه " كَالْعَصَا وَالْيَد وَالنَّاقَة "قُلْ" لَهُمْ "اِنَّ اللّٰه يُضِلّ مَنْ يَّشَاء " اِضْلَالـه فَلَا تُـغْنِيْ عَنْهُ الْاٰيَات شَيْئًا "وَيَهْدِي" يُرْشِد "اِلَيْهِ" اِلٰى دِيْنه "مَنْ اَنَابَ" رَجَعَ اِلَيْهِ وَيُبْدَلُ مِنْ مَّنْ،

اور کافر لوگ یعنی اہل مکہ یہ کہتے ہیں کہ اس رسول یعنی حضرت محمد ﷺ پر اس کے رب کی جانب سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتری، جس طرح عصاء، ید بیضا، اور اونٹنی ہے۔ فرما دیجئے: بیشک اللہ جسے چاہتا ہے نشانیوں کے باوجود گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی جانب رہنمائی یعنی اپنے دین کی طرف بلاتا ہے۔ اور یہاں پر مَن یہ الذین امنوا سے بدل ہے۔

## معجزات کے باوجود کفار کا ایمان نہ لانے کا بیان

مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے نبیوں کی طرح یہ ہمیں ہمارا کہا ہوا کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گزر چکی کہ اللہ کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو انہیں نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ ان کی چاہت کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں، زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں، پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انہیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوتی ہو۔ اگر چاہوں تو یہ کر دوں اور اگر چاہوں تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی۔ سچ ہے ہدایت ضلالت اللہ کے ہاتھ ہے وہ کسی معجزے کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کے لئے نشانات اور ڈراوے سب بے سود ہیں جن پر کلمہ عذاب صادق ہو چکا ہے وہ تمام تر نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے ہاں عذابوں کو دیکھ تو پورے ایماندار بن جائیں گے لیکن وہ محض بیکار چیز ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ |
| جولوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں، جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ |

## اللہ کے ذکر سے اہل ایمان کے اطمینان قلوب کا بیان

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنّ " تَسْكُنُ "قُلُوْبهمْ بِذِكْرِ اللّٰه " اَيْ وَعْده "اَلَا بِـذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب" اَيْ قُلُوْب الْمُؤْمِنِيْنَ،

جولوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر یعنی اس کے وعدہ سے مطمئن ہوتے ہیں، جان لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں

یعنی اہل ایمان کے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مقام قرب نصیب ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارہ میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے۔

تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو ازخود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں، کا مطلب یہ ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان وخیال رکھتا ہے میں اس کے لئے ویسا ہی ہوں اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے اگر وہ مجھ سے عفو معافی کی امید رکھتا ہے تو اس کو معافی دیتا ہوں اور اگر وہ میرے عذاب کا گمان رکھتا ہے تو پھر عذاب دیتا ہوں۔ اس ارشاد کے ذریعہ گویا ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کی امید اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہئے اور اس کے بارہ میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں بخشش اور لامحدود رحمت سے نوازے گا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ ایک شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کرے گا جب اسے کنارہ دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب تیرے بارے میں میرا گمان اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو واپس لے آؤ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے۔ امید کا مطلب اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور پھر بخشش کا امیدوار رہے بغیر عمل صرف امید ہی پر تکیہ کر لینا ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے یعنی ایسی امید کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو شخص میری یاد میں مشغول رہتا ہے تو میں اسے مزید نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہوں اور اس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور اس کی مدد و حفاظت کرتا ہوں۔

## اللہ کا ذکر کرنا والا مثل زندہ جبکہ نہ کرنے والا مثل مردہ ہے

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی سی ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 784)

مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ ذاکر کے قلب کی حیات ہے اور اس سے غفلت قلب کی موت ہے اور جس طرح کہ زندہ شخص اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے اور جس طرح مرنے کے بعد کے مردہ کو اپنی زندگی،

سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح ذکر اللہ سے غافل رہنے والا اپنے عمل سے بہرہ مند نہیں ہوتا کسی نے کیا خوب کہا ہے زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد،

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ٥ |
| جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کے لئے طوبیٰ ہونے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" مُبْتَدَأ خَبَره "طُوبَى" مَصْدَر مِنْ الطِّيب اَوْ شَجَرَة فِي الْجَنَّة يَسِير الرَّاكِب فِيْ ظِلّهَا مِائَة عَام مَا يَقْطَعهَا "لَهُمْ وَحُسْن مَآب" مَرْجِع،

جولوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ یہ مبتداء ہے اور طوبیٰ اس کی خبر ہے۔ جو طیب سے مصدر ہے یا جنت کا درخت ہے۔ جس کے سائے میں ایک سوسال چلے تو تب بھی وہ ختم نہ ہوگا۔ ان کے لیے خوشحالی اور اچھا ٹھکانا ہے۔ جہاں انہوں نے لوٹ کر جانا ہے۔

## سوسال کی مسافت والے جنتی درخت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رواتے کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: کہ کافر کے دونوں مونڈھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے تین دن کی مسافت ہوگی اور اسحاق بن ابراہیم نے بواسطہ مغیرہ بن سلمہ، وہیب، ابوحازم، سہل رضی اللہ عنہ بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہوگا کہ جس کے سایہ میں سوار سوسال تک چلے گا اور اس کا سفر کبھی ختم نہ ہوگا۔

ابوحازم کا بیان ہے کہ میں نے یہ حدیث نعمان بن ابی عیاش سے بیان کی تو انہوں نے بیان کیا، کہ مجھ سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہوگا کہ (اس کے سایہ میں) تیز رفتار، پھرتیلے گھوڑے پر سوار سوسال تک چلے پھر بھی اس کا سفر ختم نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1498)

| |
|---|
| كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ |
| وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ٥ |
| (اے حبیب!) اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں بھیجا ہے کہ جس سے پہلے حقیقت میں امتیں گزر چکی ہیں تا کہ آپ |
| ان پر وہ پڑھ کر سنادیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمان کا انکار کر رہے ہیں، آپ فرما دیجئے: وہ میرا رب ہے |
| اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔ |

## کفار کا رحمٰن کو سجدہ کرنے سے انکار کر دینے کا بیان

"كَذٰلِكَ" كَمَا اَرْسَلْنَا الْاَنْبِيَاء قَبْلَك "اَرْسَلْنَاكَ فِيْ اُمَّة قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَا اُمَم لِتَتْلُوَ" تَقْرَأَ "عَلَيْهِمُ الَّذِيْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ" اَیْ الْقُرْاٰن "وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ" حَيْثُ قَالُوْا لَمَّا اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لَهُ وَمَا الرَّحْمٰن ؟ "قُلْ" لَهُمْ يَا مُحَمَّد، رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَاب،

اے حبیب ﷺ اسی طرح ہم نے آپ کو ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ جس سے پہلے حقیقت میں ساری امتیں گزر چکی ہیں اب یہ سب سے آخری امت ہے تا کہ آپ ان پر وہ کتاب یعنی قرآن پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ رحمان کا انکار کر رہے ہیں، کیونکہ جب ان کو رحمٰن کو سجدہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں رحمٰن کیا ہے۔تو آپ فرما دیجئے، وہ میرا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

## سورہ رعد آیت ۳۰ کے شانِ نزول کا بیان

قتادہ ومقاتل وغیرہ کا قول ہے کہ یہ آیت صلح حدیبیہ میں نازل ہوئی جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ سہیل بن عمرو جب صلح کے لئے آیا اور صلح نامہ لکھنے پر اتفاق ہو گیا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کفار نے اس میں جھگڑا کیا اور کہا کہ آپ ہمارے دستور کے مطابق بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھوائیے۔اس کے متعلق آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رحمٰن کے منکر ہو رہے ہیں۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے بارے میں اس وقت نازل ہوئی جب فریقین نے صلح لکھنے کا ارادہ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو تو سہیل بن عمرو اور مشرکین نے کہا کہ ہم صاحب یمامہ یعنی مسیلمہ کذاب کے سوا کسی رحمان کو نہیں جانتے تو باسمك اللهم ۔(اے اللہ ہم تیرے نام سے شروع کرتے ہیں) لکھ اور زمانہ جاہلیت میں لوگ اسی طرح لکھا کرتے تھے تو اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے کفار کے متعلق نازل ہوئی جب نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ رحمان کے سامنے سجدہ کرو تو انہوں نے کہا کون رحمان کیا ہم اس کو سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا ان سے کہو بے شک رحمٰن جس کو پہچاننے سے تم انکار کرتے ہو وہ میرا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔(طبری 13، 101، زاد المسیر 4۔329)

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۠

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس سے زمین پھاڑ دی جاتی یا اس کے ذریعے مردوں سے بات کرا

| |
|---|
| دی جاتی (تب بھی وہ ایمان نہ لاتے)، بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، تو کیا ایمان والوں کو (یہ) معلوم نہیں کہ اگر اللہ چاہتا |
| تو سب لوگوں کو ہدایت فرما دیتا، اور ہمیشہ کافر لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے باعث کوئی (نہ کوئی) مصیبت پہنچتی رہے گی یا ان کے |
| گھروں (یعنی بستیوں) کے آس پاس اترتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ (عذاب) آ پہنچے، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ |

## اہل مکہ کا اپنی مرضی سے معجزات طلب کرنے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوْا لَهُ اِنْ كُنْتَ نَبِيًّا فَسَيِّرْ عَنَّا جِبَالَ مَكَّةَ وَاجْعَلْ لَنَا فِيْهَا اَنْهَارًا وَعُيُوْنًا لِنَغْرِسَ وَنَزْرَعَ وَابْعَثْ لَنَا اٰبَاءَنَا الْمَوْتٰى يُكَلِّمُوْنَا اَنَّكَ نَبِيٌّ "وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ" نُقِلَتْ عَنْ اَمَاكِنِهَا "اَوْ قُطِّعَتْ" شُقِّقَتْ "بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى" بِاَنْ يُّحْيَوْا لَمَّا اٰمَنُوْا "بَلْ لِلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا" لَا لِغَيْرِهٖ فَلَا يُؤْمِنُ اِلَّا مَنْ شَاءَ اِيْمَانَهٗ دُوْنَ غَيْرِهٖ اِنْ اُوْتُوْا مَا اقْتَرَحُوْا وَنَزَلَ لَمَّا اَرَادَ الصَّحَابَةُ اِظْهَارَ مَا اقْتَرَحُوْا طَمَعًا فِيْ اِيْمَانِهِمْ "اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ" يَعْلَمِ "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ" مُخَفَّفَةٌ اَيْ اَنَّهٗ "لَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا" اِلَى الْاِيْمَانِ مِنْ غَيْرِ اٰيَةٍ "وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ "تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا" بِصُنْعِهِمْ اَيْ كُفْرِهِمْ "قَارِعَةٌ" دَاهِيَةٌ تَقْرَعُهُمْ بِصُنُوْفِ الْبَلَاءِ مِنَ الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ وَالْحَرْبِ وَالْجَدْبِ "اَوْ تَحُلُّ" يَا مُحَمَّدُ بِجَيْشِكَ "قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ" مَكَّةَ "حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ" بِالنَّصْرِ عَلَيْهِمْ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" وَقَدْ حَلَّ بِالْحُدَيْبِيَةِ حَتّٰى اَتٰى فَتْحَ مَكَّةَ،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار مکہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ اگر آپ نبی ہیں تو مکہ کے پہاڑوں اپنی جگہ سے ہٹا دو تا کہ ہم یہاں نہریں بنالیں اور چشمے جاری کردو تا کہ ہم یہاں درخت لگائیں اور زراعت کریں۔ اور ہمارے باپ دادا کو زندہ کر دیں تا کہ وہ ہم سے کلام کریں کہ یقیناً آپ نبی ہیں۔

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے پہاڑ چلا دیئے جاتے یعنی ان کو اپنی جگہ سے منتقل کر دیا جائے یا اس سے زمین پھاڑ دی جاتی یا اس کے ذریعے مردوں سے بات کرا دی جاتی تب بھی وہ ایمان نہ لاتے، بلکہ سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، لہٰذا ایمان اس کی توفیق کے بغیر نہیں ہے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اہل مکہ کے ایمان لانے کی امید رکھی تو ان کا خیال تھا کہ مطلوبہ نشانیاں دیکھا دی جائیں۔

تو کیا ایمان والوں کو یہ معلوم نہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت فرما دیتا، یہاں پر اَن مخفف ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ بغیر کسی معجزے کے سب کو ایمان کی توفیق عطا کر دیتا۔ اور ہمیشہ کافر لوگوں یعنی اہل مکہ کو ان کے اپنے کرتوتوں کے باعث کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہے گی یعنی ان کو احساس دلانے کے لئے جس طرح قتل وقید اور جنگ وبلائیں وغیرہ ہیں۔ یا ان کے گھروں یعنی بستیوں کے آس پاس اترتی رہے گی۔ یعنی یا محمد ﷺ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ کے قریب تشریف لائیں

گے۔ یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ یعنی ان کے خلاف مدد آ پہنچے، بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ لہٰذا آپ ﷺ حدیبیہ تشریف لائے حتیٰ کہ فتح مکہ کا موقع بھی آ گیا۔

## سورہ رعد آیت ۳۱ کے شانِ نزول کا بیان

کفار قریش نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ یہ چاہیں کہ ہم آپ کی نبوت مانیں اور آپ کا اتباع کریں تو آپ قرآن شریف پڑھ کر اسکی تاثیر سے مکّہ مکرمہ کے پہاڑ ہٹا دیجئے تاکہ ہمیں کھیتیاں کرنے کے لئے وسیع میدان مل جائیں اور زمین پھاڑ کر چشمہ جاری کیجئے تاکہ ہم کھیتوں اور باغوں کو ان سے سیراب کریں اور قصی بن کلاب وغیرہ ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے وہ ہم سے کہہ جائیں کہ آپ نبی ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتا دیا گیا کہ یہ حیلے حوالے کرنے والے کسی حال میں بھی ایمان لانے والے نہیں۔

## کفار مکہ کا پہاڑوں کو ہٹوانے کا مطالبہ کرنے کا بیان

زبیر بن عوام فرماتے ہیں کہ قریش نے کہا کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ آپ نبی ہیں آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے سلیمان کے لیے ہوا مسخر کر دی گ ءتھی ،موسی کے لیے سمندر تابع کر دیا گیا تھا اور عیسی مردوں کو زندہ کر دیتے تھے پس آپ بھی دعا کریں کہ ہم سے یہ پہاڑ تھوڑی مسافت پر ہو جائیں اور وہ زمین سے ہمارے لیے نہریں جاری کر دے تاکہ ہم زمین میں کھیت بنائیں اور ان سے کھائیں اگر یہ نہیں تو پھر آپ اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ آپ کے نیچے جو چٹان ہے اسے سونے کا بنا دے کہ ہم اس سے سونا کھرچ کر لیں اور ہم گرمی اور جاڑے کے سفر سے بے پرواہ ہو جائیں کیونکہ آپ گمان کرتے ہیں کہ آپ ان ہی کی طرح کے نبی ہیں اس دوران کہ ہم آپ کے گرد تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی جب آپ سے وحی کی کیفیت چلی گئی تو آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اللہ نے مجھے وہ کچھ عطا فرمایا ہے جس کا تم سوال کرتے ہو اگر میں چاہوں تو ایسا ہو جائے لیکن اس ذات نے مجھے اختیار دیا ہے کہ تم رحمت کے دروازے میں داخل ہو جاؤ اور تم میں سے ایمان لانے والا ایمان لے آئے اور یا یہ کہ اللہ تمہیں اس چیز کے سپرد کر دے جو تم نے اپنے لیے پسند کی ہے اور تم رحمت کے دروازے سے گمراہ ہو جاؤ تو میں نے رحمت کے دروازے کو اختیار کر لیا اور اللہ نے مجھے خبر دی اگر اللہ نے تمہیں یہ کچھ (جس کا تم مطالبہ کرتے ہو) دے دیا پھر بھی تم نے کفر کیا تو وہ تمہیں عذاب دے گا کہ سارے جہان میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دے گا اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ومامنعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بھاالاولون (سورہ اسراء 59)

اور ہم نے نشانیاں بھیجنی اس لیے موقوف کر دیں کہ اگلے لوگوں نے اس کی تکذیب کی تھی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ۔ (مجمع الزوائد 7-43)

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۝

اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا تو میں نے ان لوگوں کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا،

پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا۔

## کفار کا انبیائے کرام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے کا بیان

"وَلَقَدْ اُسْتُهْزِءَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ" كَمَا اُسْتُهْزِءَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَاَمْلَيْتُ" اَمْهَلْتُ "لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ" بِالْعُقُوْبَةِ "فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ" اَىْ هُوَ وَاقِعٌ مَوْقِعَه فَكَذٰلِكَ اَفْعَلُ بِمَنْ اسْتَهْزَاَ بِكَ،

اور بلاشبہ یقیناً تجھ سے پہلے کئی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا یعنی جس طرح آپ ﷺ کا مذاق اڑایا گیا اور یہ نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی ہے۔ تو میں نے ان لوگوں یعنی کفار کو مہلت دی جنھوں نے کفر کیا، پھر میں نے انھیں پکڑ لیا تو میرا عذاب ان کے ساتھ تھا۔ یعنی وہ عذاب ان کے عمل مذاق کے سبب ان پر واقع ہوا ہے۔

## مہلت کے بعد عذاب الٰہی کی گرفت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج وفکر نہ کریں آپ سے پہلے کے پیغمبروں کا بھی یونہی مذاق اڑایا گیا تھا میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی آخرش بری طرح پکڑ لیا تھا اور نام ونشان تک مٹا دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے بہت سی بستیاں ہیں جو ظلم کے باوجود ایک عرصہ سے دنیا میں مہلت لئے رہیں لیکن آخرش اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذابوں کا شکار ہوئیں۔ بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو وہ حیران رہ جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ۝

کیا وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہبانی فرما رہا ہے اور لوگوں نے اللہ کے شریک بنا لئے، آپ فرما دیجئے کہ ان کے نام بتاؤ۔

(نادانو!) کیا تم اس کو اس چیز کی خبر دیتے ہو جس کو وہ ساری زمین میں نہیں جانتا یا ظاہری باتیں ہی ہیں بلکہ کافروں کے لئے ان کا

فریب خوش نما بنا دیا گیا ہے اور وہ راہ سے روک دیئے گئے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوسکتا۔

## شیطان کا کفار کے لئے کفر کو سجا دیئے جانے کا بیان

"اَفَمَنْ هُوَ قَائِم" رَقِيب "عَلٰى كُلِّ نَفْس بِمَا كَسَبَتْ" عَمِلَتْ مِنْ خَيْر وَشَرّ وَهُوَ اللّٰه كَمَنْ لَيْسَ كَذٰلِكَ مِنَ الْاَصْنَام لَا دَلِيل عَلٰى هٰذَا "وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاء قُلْ سَمُّوهُمْ" لَهُ مَنْ هُمْ ؟ "اَمْ" بَلْ اَ "تُنَبِّئُونَهُ" تُخْبِرُوْنَ اللّٰه "بِمَا" اَیْ بِشَرِيْكٍ "لَا يَعْلَم" ـهُ "فِي الْاَرْض" اِسْتِفْهَام اِنْكَار اَیْ لَا شَرِيْك لَهُ اِذْ لَوْ كَانَ لَعَلِمَهُ تَعَالٰى عَنْ ذٰلِكَ "اَمْ" بَلْ تُسَمُّونَهُمْ شُرَكَاء "بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ" بِظَنٍّ بَاطِل لَا حَقِيقَة لَهُ فِي الْبَاطِن "بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرهمْ" كُفْرهمْ "وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيل" طَرِيْق الْهُدٰى، وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ،

کیا وہ اللہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی نگہبانی فرما رہا ہے اور وہ بت جو کافر لوگوں نے اللہ کے شریک بنا لئے جن کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ (ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں)۔ آپ فرما دیجئے کہ ان کے نام تو بتاؤ۔ وہ کون ہیں؟ (نادانو!) کیا تم اس اللہ کو اس چیز یعنی شرک کی خبر دیتے ہو جس کے وجود کو وہ ساری زمین میں نہیں جانتا یہاں استفہام انکاری ہے۔ یا یہ صرف ظاہری باتیں ہی ہیں۔ یعنی اگر کوئی شریک ہوتا بھی تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا جبکہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اور باطل کے گمان سے باطن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لئے ان کا فریب یعنی کفر خوش نما بنا دیا گیا ہے اور وہ ہدایت کی راہ سے روک دیئے گئے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہو سکتا۔

## اللہ تعالیٰ کا اعمال انسانی سے باخبر ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے، ہر نفس پر نگہبان ہے، ہر عامل کے خیر وشر کے علم سے باخبر ہے۔ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں، کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا۔ ہر حالت کا اسے علم ہے ہر عمل پر وہ موجود ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمے ہے ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے ظاہر و باطن ہر بات کو وہ جانتا ہے تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے ان صفتوں والا اللہ کیا تمہارے ان جھوٹے معبودوں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں، نہ دیکھیں، نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک، نہ کسی اور کے نفع نقصان کا انہیں اختیار۔ اس جواب کو حذف کر دیا کیونکہ دلالت کلام موجود ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ○ |
| ان کے لئے دنیوی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے، اور انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں۔ |

## کفار کے لئے دنیا و آخرت کے عذاب کا بیان

"لَهُمْ عَذَاب فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا" بِالْقَتْلِ وَالْاَسْر "وَلَعَذَاب الْاٰخِرَة اَشَقّ" اَشَدّ مِنْهُ "وَمَا لَهُمْ مِنَ اللّٰه"

اَیْ عَذَابِہٖ "مِنْ وَّاقٍ" مَانِعٍ،

ان کے لئے دنیوی زندگی میں بھی عذاب یعنی قتل وقید ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ سخت ہے، اور انہیں اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں۔

کفار کی سزا اور نیک کاروں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کافروں کا کفر وشرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مومنوں کے ہاتھوں قتل وغارت ہوں گے، اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذابوں میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے درجہا بدتر ہیں ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آسکے۔

| |
|---|
| مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ |
| تِلْكَ عُقْبَى الَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِیْنَ النَّارُ ۝ |
| اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کا پھل بھی ہمیشہ رہنے والا |
| ہے اور اس کا سایہ، یہ ان لوگوں کا انجام ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور کافروں کا انجام آتشِ دوزخ ہے۔ |

## شرک سے بچ کر پرہیزگاری اختیار کرنے والوں کا بیان

"مَثَل" صِفَة "الْجَنَّة الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ" مُبْتَدَأ خَبَره مَحْذُوْف اَیْ فِیْمَا نَقُصّ عَلَیْكُمْ "اُكُلهَا" مَا یُؤْكَل فِیْهَا "دَائِم" لا یفنی "وَظِلُّهَا" دَائِم لَا تَنْسَخهُ شَمْس لِعَدَمِهَا فِیْهَا "تِلْكَ" اَیْ الْجَنَّة "عُقْبَى" عَاقِبَة "الَّذِیْنَ اتَّقَوْا" الشِّرْك، وَعُقْبَى الْكَافِرِیْنَ النَّارُ

اس جنت کا حال جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر محذوف ہے یعنی جو ہم تم پر قصہ بیان کر رہے ہیں۔ کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کا پھل بھی ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ بھی ہمیشہ ہوگا کیونکہ اس کو کوئی سورج ختم نہ کر سکے گا۔ اور جنت میں سورج نہیں ہوتا، یہ ان لوگوں کا حسنِ انجام یعنی جنت ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، یعنی جو شرک سے بچ گئے۔ اور کافروں کا انجام آتشِ دوزخ ہے۔

## اہل جنت کے لئے آخرت کی نعمتوں کا بیان

پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے چاروں طرف نہریں جاری ہیں جہاں چاہیں پانی لے جائیں پانی نہ بگڑنے والا پھر دودھ کی نہریں ہیں اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذت ہے۔ نہ بدمزگی، نہ بے ہودہ نشہ، اور صاف شہد کی نہریں ہیں اور ہر قسم کے پھل ہیں اور

ساتھ ہی رب کی رحمت مالک معرفت اس کے پھل ہمیشگی والے اس کی کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھی تھی تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے۔ آپ نے فرمایاہاں میں نے جنت کو دیکھا تھا اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑلوں اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔ ابویعلی میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایاہاں میرے سامنے جنت پیش کی گئی جو تروتازگی سے مہک رہی تھی میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑلاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑکردی گئی اگر میں اسے توڑلاتا تو تمام دنیاپوری دنیا تک اسے کھاتی رہتی اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جنت میں انگور ہوں گے ؟ آپ نے فرمایاہاں اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کا اگر کوئی کالا کوا مہینہ بھر اڑتا رہے تو بھی اس خوشے سے آگے نہ نکل سکے۔

اور حدیث میں ہے کہ جنتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک آئے گی نہ ناک آئے گی نہ پیشاب نہ پاخانہ مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا اور اسی سے کھانا ہضم ہوجائے گا۔ جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے اس طرح تسبیح وتقدیس الہام کی جائے گی (مسلم وغیرہ)

ایک اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایاہاں ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے، جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو مل کر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پئے گا اسے پیشاب پاخانے کی بھی حاجت لگے گی پھر جنت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایانہیں بلکہ پسینے کے راستے سب ہضم ہوجائے گا اور وہ پسینہ مشک بو ہوگا۔ (مسند ونسائی)

فرماتے ہیں کہ جس پرندے کی طرف کھانے کے ارادے سے جنتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بھنا بھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم الٰہی زندہ ہوکر اڑ جائے گا، قرآن میں ہے وہاں بکثرت مویوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ،ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں سایے جھکے ہوئے شاخیں نیچی۔ سائے بھی دائمی ہوں گے جیسے فرمان ہے ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے وہاں ان کے لئے پاک بیویاں ہوں گی اور بہترین لمبے چوڑے سائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کے ایک درخت کے سائے تلے تیز سواری والا سوار سو سال تک تیز دوڑتا ہوا جائے لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ قرآن میں ہے سائے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ

شعار لوگوں کا اور کافروں کا انجام جہنم ہے جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں جنتی با مراد ہیں۔

خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندگان رب کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کرلیا ہے کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو؟ اور تم اللہ کے بس میں آنے والے نہیں ہو؟

واللہ اگر اطاعت ربانی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہو گئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مر مٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سائے ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ |
| قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ |
| اور جن لوگوں کو ہم کتاب دے چکے ہیں وہ اس سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان فرقوں میں سے بعض |
| ایسے بھی ہیں جو اس کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں، فرما دیجئے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں |
| اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہراؤں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ |

## قرآن کو انصاف پسندی سے دیکھنے والے اہل کتاب کے ایمان لانے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَاب" كَعَبْدِ اللّٰهِ بْن سَلَام وَغَيْره مِنْ مُّؤْمِنِي الْيَهُوْد "يَفْرَحُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْك" لِمُوَافَقَتِهِ مَا عِنْدهمْ "وَمِنَ الْاَحْزَاب" الَّذِيْنَ تَحَزَّبُوا عَلَيْك بِالْمُعَادَاةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَالْيَهُوْد "مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضه" كَذِكْرِ الرَّحْمَن وَمَا عَدَا الْقَصَص "قُلْ اِنَّمَا اُمِرْت" فِيْمَا اُنْزِلَ اِلَيَّ "اَنْ" اَيْ بِاَنْ "اَعْبُدَ اللّٰه وَلَا اُشْرِك بِهٖ اِلَيْهِ اَدْعُو وَاِلَيْهِ مَاٰب" مَرْجِعِي،

اور جن لوگوں کو ہم کتاب تورات دے چکے ہیں، جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام اور اس کے ساتھ دوسرے یہودی ایمان لانے والے ہیں۔ وہ اس قرآن سے خوش ہوتے ہیں کیونکہ یہ ان کے مطابق ہے۔ جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان ہی کے فرقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں یعنی یہود اور مشرکین میں بعض ایسے گروہ ہیں جو قصص کے سوا اس کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں، جس طرح خاص طور رحمٰن کیا ذکر کیا گیا۔ فرما دیجئے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی اسی کے ہاں ٹھکانہ ہے۔

یہود و نصاریٰ اس کتاب یعنی قرآن سے اس لیے خوش ہوتے ہیں کہ یہ ان کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کے انبیاء کی تعظیم و تکریم سکھلاتی ہے۔ اس لحاظ سے تو سارے اہل کتاب قرآن سے خوش ہیں۔ پھر ان میں سے کچھ منصف مزاج ایسے بھی تھے جنہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اور جن باتوں سے وہ انکار کرتے ہیں۔ وہ وہی باتیں ہیں جن میں انہوں نے تحریف کر ڈالی تھی۔

کتاب کے کچھ احکام چھپا جاتے تھے اور کچھ باتیں انہوں نے خود ہی تصنیف کر کے اللہ سے منسوب کر دی تھیں۔ قرآن نے ایسی تمام باتوں سے پردہ اٹھا دیا اور جو حقیقت تھی اسے واشگاف الفاظ میں بیان کیا۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے قرآن کے بعض حصوں کا انکار کیا پھر بعد میں پورے قرآن ہی سے انکار کر دیا۔

| |
|---|
| وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ |
| مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ۝ |
| اور اسی طرح ہم نے اسے عربی فرمان بنا کر اتارا ہے اور یقیناً اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس کے بعد جو |
| تیرے پاس علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا۔ |

## قرآن مجید کو عربی زبان میں نازل کرنے کے مقصد کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" الْاِنْزَال "اَنْزَلْنَاهُ" اَیِ الْقُرْاٰن "حُكْمًا عَرَبِيًّا" بِلُغَةِ الْعَرَب تَحْكُم بِهٖ بَيْنَ النَّاس "وَلَئِنْ اتَّبَعْت اَهْوَاءَهُمْ" اَیِ الْكُفَّار فِيمَا يَدْعُوْنَكَ اِلَيْهِ مِنْ مِلَّتِهِمْ فَرَضًا "بَعْدَمَا جَاءَك مِنَ الْعِلْم" بِالتَّوْحِيْدِ "مَا لَك مِنْ اللّٰه مِنْ" زَائِدَة "وَلِيّ" نَاصِر "وَلَا وَاقٍ" مَانِع مِنْ عَذَابه،

اور اسی طرح ہم نے اسے یعنی قرآن کو عربی فرمان بنا کر اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کے درمیان لغت عرب کے مطابق فیصلہ کریں، اور یقیناً اگر آپ نے ان کی یعنی کفار کی خواہشات جن کی طرف وہ بلاتے ہیں اس کی پیروی کی، اس کے بعد جو آپ کے پاس توحید کا علم آچکا تو اللہ کے مقابلے میں نہ تیرا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا ہوگا۔ یہاں پر من زائدہ ہے۔ یعنی اس کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

جس طرح پہلے انبیاء کو ان کی زبانوں میں احکام دیئے تھے اسی طرح ہم نے یہ قرآن اے سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زبان عربی میں نازل فرمایا۔ قرآن کریم کو حکم اس لئے فرمایا کہ اس میں اللہ کی عبادت اور اس کی توحید اور اس کے دین کی طرف دعوت اور تمام تکالیف و احکام اور حلال و حرام کا بیان ہے۔ بعض علماء نے فرمایا چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام خلق پر قرآن شریف کے قبول کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا اس لئے اس کا نام حکم رکھا۔

| |
|---|
| وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ |
| اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۝ |
| بیشک ہم نے آپ سے پہلے پیغمبروں کو بھیجا اور ہم نے ان کے لئے بیویاں بنائیں اور اولاد (بھی)، اور کسی رسول کا یہ کام نہیں |
| کہ وہ نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے، ہر ایک میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے۔ |

## اس دنیا میں کثیر انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا عَيَّرُوهُ بِكَثْرَةِ النِّسَاءِ: "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً" اَوْلَادًا وَاَنْتَ مِثْلُهُمْ "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ" مِنْهُمْ "اَنْ يَّاْتِيَ بِآيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ" لِاَنَّهُمْ عَبِيدٌ مَرْبُوبُونَ "لِكُلِّ اَجَلٍ" مُدَّةٍ "كِتَابٌ" مَكْتُوبٌ فِيهِ تَحْدِيدُهُ،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی خواتین کی کثرت کا عیب لگایا گیا۔ اور (اے رسول ﷺ) بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو بھیجا اور ہم نے ان کے لئے بیویاں بھی بنائیں اور اولاد بھی، اور آپ بھی انہی کی طرح ہیں۔ اور کسی رسول کا یہ کام نہیں کہ وہ نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے، کیونکہ وہ اسی کے تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک میعاد کے لئے ایک نوشتہ ہے۔ یعنی کتاب میں اس کی حد لکھی گئی ہے۔

## سورہ رعد آیت ۳۸ کے سبب نزول کا بیان

مفسر کلبی یہاں پر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہود نے رسول اللہ ﷺ پر عیب لگایا کہ اور کہا ہم نے اس شخص کا اہم کام عورتیں اور نکاح دیکھا ہے اگر یہ شخص نبی ہوتا جیسا کہ اس کا دعوی ہے تو امر نبوت اسے عورتوں سے بے پرواہ کر دیتا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 231، سیوطی 158، زادالمیسر 4۔332)

کافروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ عیب لگایا تھا کہ وہ نکاح کرتے ہیں اگر نبی ہوتے تو دنیا ترک کر دیتے، بی بی بچّے سے کچھ واسطہ نہ رکھتے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انھیں بتایا گیا کہ بی بی بچّے ہونا نبوت کے منافی نہیں لہٰذا یہ اعتراض محض بیجا ہے اور پہلے جو رسول آ چکے ہیں وہ بھی نکاح کرتے تھے، ان کے بھی بیبیاں اور بچے تھے۔

| |
|---|
| يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ |
| اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔ |

## اللہ کی توفیق کے سبب ثابت قدم رہنے کا بیان

"يَمْحُو اللّٰهُ" مِنْهُ "مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيدِ فِيهِ مَا يَشَاءُ مِنَ الْاَحْكَامِ وَغَيْرِهَا "وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ" اَصْلُهُ الَّذِي لَا يَتَغَيَّرُ مِنْهُ شَيْءٌ وَهُوَ مَا كَتَبَهُ فِي الْاَزَلِ

اللہ اس سے مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہے یہاں یثبت یہ تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے یعنی احکام وغیرہ میں سے جس قدر چاہتا ہے۔ اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔ یعنی وہ اصل کتاب جس میں کوئی تبدیلی نہیں اور وہ ازل میں لکھی ہوئی تقدیر ہے۔

## احکام میں ناسخ ومنسوخ کے ائمہ تفاسیر کے اقوال کا بیان

ائمہ تفسیر میں سے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اس آیت کو بھی احکام وشرائع کے محو واثبات یعنی

مسئلہ نسخ کے متعلق قرار دیا ہے اور آیت کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے مختلف رسولوں کے ذریعہ اپنی کتابیں بھیجتے ہیں جن میں احکام شریعت اور فرائض کا بیان ہوتا ہے یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ سب احکام دائمی ہوں اور ہمیشہ باقی رہیں بلکہ قوموں کے حالات اور زمانے کے تغیرات کے مناسب اپنی حکمت کے ذریعہ جس حکم کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں ثابت اور باقی رکھتے ہیں اور اصل کتاب بہر حال ان کے پاس محفوظ ہے جس میں پہلے ہی سے یہ لکھا ہوا ہے کہ فلاں حکم جو فلاں قوم کے لئے نازل کیا گیا ہے یہ ایک میعاد کے لئے یا خاص حالات کی بنا پر ہے جب وہ میعاد گذر جائیگی یا وہ حالات بدل جائیں گے تو یہ حکم بھی بدل جائے گا اس ام الکتب میں اس کی میعاد اور وقت مقرر بھی پوری تعیین کے ساتھ درج ہے اور یہ بھی کہ اس حکم کو بدل کو کونسا حکم لایا جائے گا اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ احکام خداوندی کبھی منسوخ نہ ہونے چاہئیں کیونکہ کوئی حکم جاری کرنے کے بعد منسوخ کرنا علامت اس کی ہے کہ حکم جاری کرنے والے کو حالات کا اندازہ نہ تھا اس لئے حالات دیکھنے کے بعد اس کو منسوخ کرنا پڑا اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہو کیونکہ تقریر مذکور سے معلوم ہو گیا کہ جس حکم کو منسوخ کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف اتنی مدت کے لئے جاری کیا گیا ہے اس کے بعد بدلا جائے گا اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی مریض کا حال دیکھ کر کوئی حکیم یا ڈاکٹر ایک دوا اس وقت کے مناسب حال تجویز کرتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس دوا کا یہ اثر ہوگا اس کے بعد اس دوا کو بدل کر فلاں دوسری دوا دی جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ اس تفسیر کے مطابق آیت میں محو و اثبات سے مراد احکام کا منسوخ ہونا اور باقی رہنا ہے۔

اور ائمہ تفسیر کی ایک جماعت سفیان ثوری وکیع وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس آیت کی دوسری تفسیر نقل کی جس میں مضمون آیت کو نوشتہ تقدیر کے متعلق قرار دیا ہے اور معنیٰ آیت کے یہ بیان کئے گئے ہیں کہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق مخلوقات کی تقدیریں اور ہر شخص کی عمر اور زندگی بھر میں ملنے والا رزق اور پیش آنے والی راحت یا مصیبت اور ان سب چیزوں کی مقداریں اللہ تعالیٰ نے ازل میں مخلوقات کی پیدائش سے بھی پہلے لکھی ہوئی ہیں پھر بچہ کی پیدائش کے وقت فرشتوں کو بھی لکھوا دیا جاتا ہے اور ہر سال شب قدر میں اس سال کے اندر پیش آنے والے معاملات کا چٹھا فرشتوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر فرد مخلوق کی عمر رزق حرکات و سکنات سب متعین ہیں اور لکھے ہوئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس نوشتہ تقدیر میں سے جس کو چاہتے ہیں مٹا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں باقی رکھتے ہیں وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ یعنی اصل کتاب جس کے مطابق محو و اثبات کے بعد انجام کار عمل ہونا ہے وہ اللہ کے پاس ہے اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔

تشریح اس کی یہ ہے کہ بہت سی احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعمال سے انسان کی عمر اور رزق بڑھ جاتے ہیں بعض سے گھٹ جاتے ہیں صحیح بخاری میں ہے کہ صلہ رحمی عمر میں زیادتی کا سبب بنتی ہے اور مسند احمد کی روایت میں ہے کہ بعض اوقات آدمی کوئی ایسا گناہ کرتا ہے کہ اس کے سبب رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور ماں باپ کی خدمت و اطاعت سے عمر بڑھ جاتی ہے اور تقدیر الٰہی کو کوئی چیز بجز دعاء کے ٹال نہیں سکتی۔

ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عمر یا رزق وغیر کسی کی تقدیر میں لکھ دیئے ہیں وہ بعض اعمال کی وجہ سے کم یا زیادہ ہو سکتے ہیں اور دعا کی وجہ سے بھی تقدیر بدلی جا سکتی ہے اس آیت میں اسی مضمون کا بیان اس طرح کیا گیا کہ کتاب تقدیر

میں لکھی ہوئی عمر یا رزق یا مصیبت یا راحت وغیرہ میں جو تغیر وتبدل کسی عمل یا دعا کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اس سے مراد وہ کتاب ہے تقدیر ہے جو فرشتوں کے ہاتھ یا ان کے علم میں ہے اس میں بعض اوقات کوئی حکم کسی خاص شرط پر معلق ہوتا ہے جب وہ شرط نہ پائی جائے تو یہ حکم بھی نہیں رہتا اور پھر یہ شرط بعض اوقات تو تحریر میں لکھی ہوئی فرشتوں کے علم میں ہوتی ہے بعض اوقات لکھی نہیں ہوتی صرف اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے۔ جب وہ حکم بدلا جاتا ہے تو سب حیرت میں رہ جاتے ہیں اس طرح کی تقدیر معلق کہلاتی ہے جس میں اس آیت کی تصریح کے مطابق محو واثبات ہوتا رہتا ہے لیکن آیت کے آخری جملہ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتٰبِ نے بتلا دیا کہ اس تقدیر معلق کے اوپر ایک تقدیر مبرم ہے جو ام الکتاب میں لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ صرف علم الٰہی کے لئے مخصوص ہے اس میں وہ احکام لکھے جاتے ہیں جو شرائط اعمال یا دعاء کے بعد آخری نتیجہ کے طور پر ہوتے ہیں اسی لئے وہ محو واثبات اور کمی بیشی سے بالکل بری ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِنْ مَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ۝ |
| اور اگر ہم کچھ حصہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے آپ کو دکھا دیں یا ہم آپ کو اٹھالیں آپ پر تو صرف پہنچا دینے |
| کی ذمہ داری ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ |

## دنیا میں یا آخرت میں جانے تک کے لئے عذاب میں مہلت ہونے کا بیان

"وَاِمَّا" فِیْهِ اِدْغَام نُوْن اِنْ الشَّرْطِیَّة فِیْ مَا الْمَزِیدَة "نُرِیَنَّكَ بَعْض الَّذِیْ نَعِدهُمْ" بِهٖ مِنْ الْعَذَاب فِیْ حَیَاتك وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوْف اَیْ فَذَاكَ "اَوْ نَتَوَفَّیَنَّك" قَبْل تَعْذِیْبهمْ "فَاِنَّمَا عَلَیْك الْبَلَاغ" مَا عَلَیْك اِلَّا التَّبْلِیغ "وَعَلَیْنَا الْحِسَاب" اِذَا صَارُوْا اِلَیْنَا فَنُجَازِیهِمْ،

یہاں لفظ، اما، میں ان شرطیہ کے نون کا مازائدہ کے اندر ادغام ہے۔ اور اگر ہم اس عذاب کا کچھ حصہ جس کا ہم نے ان کافروں سے وعدہ کیا ہے۔ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ جو فذاک ہے یعنی ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ آپ کو حیات ظاہری میں ہی دکھا دیں یا ہم آپ کو انہیں عذاب دینے سے قبل اٹھالیں آپ پر تو صرف احکام کے پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔ یعنی جب وہ ہماری جانب آئیں گے تو ہم انہیں جزاء دیں گے۔

## نیک لوگوں کے وصال سے برکتوں کے اٹھ جانے کا بیان

تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو اور تیرے انتقال کے بعد لائے تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارے پیغام پہنچا دینا ہے وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تو صرف انہیں نصیحت کر دے تو ان پر کوئی جاروغہ اور نگہبان نہیں۔ جو منہ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ ہی بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمے ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضے میں دیتے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں

دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈر اور ویرانے بنتے جارہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آرہے" کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جارہی ہیں خرابیاں آتی جارہی ہیں؟ لوگ مرتے جارہے ہیں زمین اجڑتی جارہی ہے؟ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو تو انسان کو چھپڑ ڈالنا بھی محال ہو جاتا مقصد انسان کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے۔ مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں بلکہ لوگوں کی موت ہے علماء فقہا اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔

| |
|---|
| اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا |
| مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ |
| اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم زمین کی طرف آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے کم کرتے آتے ہیں |
| اور اللہ فیصلہ فرماتا ہے، اس کے فیصلے پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ |

### اللہ کے فیصلے رد کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے

"اَوَلَمْ يَرَوْا" اَیْ اَهْل مَكَّة "اَنَّا نَاْتِى الْاَرْض" نَقْصِد اَرْضهمْ "نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافهَا" بِالْفَتْحِ عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاللّٰه يَحْكُم" فِي خَلْقه بِمَا يَشَاء "لَا مُعَقِّب" لَا رَادّ "لِحُكْمِهِ وَهُوَ سَرِيع الْحِسَاب،

اور کیا انہوں یعنی اہل مکہ نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم زمین کی طرف آتے ہیں، اسے اس کے کناروں سے کم کرتے آتے ہیں یعنی نبی مکرم ﷺ کو فتح دیتے ہیں۔ اور اللہ اپنی مخلوق کے بارے میں فیصلہ فرماتا ہے، جیسے چاہتا ہے۔ اس کے فیصلے پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں یعنی اس کا رد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔ اوس وخزرج کے دل حق وصداقت کے سامنے مفتوح ہورہے ہیں۔ اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آرہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں۔ لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔

| |
|---|
| وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ |
| وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ○ |
| اور بیشک ان لوگوں نے بھی مکر وفریب کیا تھا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں سو ان سب تدبیروں کو توڑنا (بھی) اللہ کے اختیار |
| میں ہے۔ وہ خوب جانتا ہے جو کچھ ہر شخص کما رہا ہے، اور کفار جلد ہی جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے۔ |

## کفار کا انبیائے کرام سے فریب کرنے کا بیان

"وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" مِنَ الْاُمَمِ بِاَنْبِيَائِهِمْ كَمَا مَكَرُوْا بِكَ "فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا" وَلَيْسَ مَكْرُهُمْ كَمَكْرِهٖ لِاَنَّهٗ تَعَالٰى "يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ" فَيُعِدّ لَهَا جَزَاءَهٗ وَهٰذَا هُوَ الْمَكْرُ كُلُّهٗ لِاَنَّهٗ يَاْتِيْهِمْ بِهٖ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ "وَسَيَعْلَمُ الْكَافِرُ" الْمُرَادُ بِهِ الْجِنْسُ وَفِيْ قِرَاءَةٍ الْكُفَّارُ "لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ" اَيِ الْعَاقِبَةُ الْمَحْمُوْدَةُ فِي الدَّارِ الْاٰخِرَةِ اَلَهُمْ اَمْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ،

اور بیشک ان لوگوں نے بھی مکر وفریب کیا تھا یعنی سابقہ امم کے لوگوں نے اپنے اپنے انبیائے کرام سے فریب کیا جس طرح ان کفار مکہ نے آپ سے فریب کیا ہے۔ جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں سو ان سب تدبیروں کو توڑنا بھی اللہ کے اختیار میں ہے۔ یعنی وہ ہر جان کے لئے تدبیر تیار رکھتا ہے۔ وہ اس کو پہنچ جاتی ہے یہاں تک کہ اس کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا۔ وہ کافر کو خوب جانتا ہے یہاں کافر سے مراد جنس کفر اور ایک قرأت میں کفار ہے۔ جو کچھ ہر شخص کما رہا ہے، یعنی جن کا آخرت میں اچھا انجام ہوگا۔ یعنی ان کفار کا انجام اچھا ہوتا ہے یا نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ اور کفار جلد ہی جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے۔

## کافروں کے شرمناک سازشوں کا بیان

اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا، انہیں نکالنا چاہا، اللہ نے ان کے مکر کا بدلہ لیا۔ انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانے کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا دیس سے نکال دینے کا مشورہ کر رہے تھے وہ گھات میں تھے اور اللہ ان کی گھات میں تھا۔ بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا اور یہ بے خبر رہے۔ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انہیں غارت کر دیا اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا انکے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات ابھی موجود ہیں۔ ہر ایک کے ہر ایک عمل سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے پوشیدہ عمل دل کے خوف اس پر ظاہر ہیں ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا الکفار کی دوسری قرأت الکافر بھی ہے۔ ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے، ان کا یا مسلمانوں کا؟ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

اور کافر کہتے ہیں تم رسول نہیں، تم فرماؤ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور وہ جسے کتاب کا علم ہے۔

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت سے انکار کرنے کا بیان

"وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" لَكَ "لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ" لَهُمْ "كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ" عَلٰى صِدْقِيْ

"وَمَنْ عِندَہٗ عِلْمُ الْكِتَاب" مِنْ مُؤْمِنِی الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی

اور کافر آپ ﷺ سے کہتے ہیں تم رسول نہیں، آپ ﷺ ان سے فرمادیں میرے سچائی اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے کیونکہ اس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ یعنی جو یہود و نصاریٰ سے ایمان لائے ہیں۔

## حضرت عبداللہ بن سلام کا آمد مصطفیٰ ﷺ پر اظہار خوشی کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے علمائے یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم و اسماعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں مکے پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تھے یہ لوگ جب حج سے لوٹے تو آپ سے ملاقات ہوئی اس وقت آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں کہا ہاں فرمایا قریب آؤ جب قریب گئے تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے ؟ انہوں نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمایئے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور حکم دیا کہ کہو آیت (قل هو الله احد) آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا، مسلمان ہو گئے، مدینے واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے پہنچے اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آ جاتے تو تم درخت سے نہ کودتے۔ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ رعد، بیروت)

## سورہ رعد کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ رعد کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَةُ اِبۡرَاهِيۡم

## یہ قرآن مجید کی سورت ابراھیم ھے

### سورت ابراہیم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُوۡرَةُ اِبۡرَاهِيۡم ( مَكِّيَّة اِلَّا اٰيَتىٰ 28 و 29 فَمَدَنِيَّتَانِ وَاٰيَاتُهَا 52 اَوْ 54 اَوْ 55 اٰيَة )**

سورہ ابراہیم مکی ہے اس میں صرف آیت ۲۸، ۲۹ مدنی ہیں اور اس کی آیات ۵۲، یا ۵۴، یا ۵۵ ہیں۔ س سورت میں سات رکوع باون آیات آٹھ سو اکسٹھ کلمے تین ہزار چار سو چونتیس حرف ہیں۔

### سورہ ابراہیم کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورۃ کے شروع میں رسالت ونبوت اوران کی کچھ خصوصیات کا بیان ہے پھر توحید کا مضمون اور اس کے شواہد کا ذکر ہے اسی سلسلہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا ہے اور اسی مناسبت سے سورۃ کا نام سورہ ابراہیم رکھا گیا ہے۔

| |
|---|
| الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ |
| بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِۙ |
| الف، لام، را، یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی جانب |
| لے آئیں، ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف جو غلبہ والا سب خوبیوں والا ہے۔ |

### قرآن مجید کے ذریعے کفر کی تاریکیوں سے نکل نور ایمان کی طرف آنے کا بیان

"الر" اللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذٰلِكَ "كِتَاب" هٰذَا الْقُرْاٰن "اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ" يَا مُحَمَّد "لِتُخْرِج النَّاس مِنَ الظُّلُمَات" الْكُفْر "اِلَى النُّور" الْاِيْمَان "بِاِذْنِ" بِاَمْرِ "رَبّهمْ" وَيُبْدَل مِنْ: اِلَى النُّور "اِلٰى صِرَاط" طَرِيْق "الْعَزِيز" الْغَالِب "الْحَمِيد" الْمَحْمُوْد

الف، لام، را، ان حروف کی مراد کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ یہ قرآن مجید ایک کتاب ہے یا محمد ﷺ جسے ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکیوں یعنی کفر سے نکال کر نور یعنی ایمان کی جانب لے آئیں، ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ یعنی نور کی طرف جو دین ہے جو غلبہ والا سب خوبیوں والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ نے اپنے نور مخلوق کو اندھیرے سے نکالا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (جن وانس) کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنے نور کا پرتو ڈالا، لہٰذا جس کو اس نور کی روشنی میسر آ گئی وہ راہ راست پر لگ گیا اور جو اس کی مقدس شعاعوں سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تقدیر الٰہی پر قلم خشک ہو چکا ہے (کہ اب تقدیر میں تغیر وتبدل ممکن نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 97)

اندھیرے سے مراد نفس امارہ کی ظلمت ہے کہ انسان کی جبلت میں خواہشات نفسانی اور غفلت کا مادہ رکھا تھا لہٰذا جس کا قلب و دماغ ایمان واحسان کی روشنی سے منور ہو گیا اور اس نے طاعت الٰہی سے اللہ کی ذات کا عرفان حاصل کر لیا تو وہ نفس امارہ کے مکرو فریب اور اس کی ظلمت سے نکل کر اللہ پرستی ونیکوکاری کے لالہ زار میں آ گیا اور جو اپنے نفس کے مکروفریب میں پھنس کر طاعت الٰہی کے نور سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہ گیا۔

| |
|---|
| اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ ﴿﴾ |
| اللہ کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ایک سخت عذاب سے کافروں کی خرابی ہے۔ |

## زمین وآسمان کی تمام مخلوق کا اس کی ملکیت ہونے کا بیان

"اللّٰه" بِالْجَرِّ بَدَل اَوْ عَطف بَیَان وَمَا بَعْده صِفَة وَالرَّفْع مُبْتَدَأ خَبَره "الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِیْدًا، وَوَیْلٌ لِلْكَافِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ،

اللہ کہ اسی کا ہے، یہاں پر لفظ اللہ مجرور ہے جبکہ یہ بدل یا عطف بیاں ہو اور اس کا مابعد اس کی صفت ہوگا اور مبتداء ہونے کے سبب مرفوع جبکہ بعد والا جملہ اس کی خبر ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں اور ایک سخت عذاب سے کافروں کی خرابی ہے۔

وہ سب کا خالق ومالک ہے، سب اس کے بندے اور مملوک تو اس کی عبادت سب پر لازم اور اس کے سوا کسی کی عبادت روا نہیں۔

| |
|---|
| الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ |
| وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿﴾ |
| وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، |
| یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ |

## غلط راستے تلاش کرنے والوں کا حق سے دور ہونے کا بیان

"اَلَّذِیْنَ" نعت "یَسْتَحِبُّوْنَ" یَخْتَارُوْنَ "الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَیَصُدُّوْنَ " النَّاس "عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" دِیْنِ الْاِسْلَام "وَیَبْغُوْنَھَا" اَیِ السَّبِیْل "عِوَجًا" مُعْوَجَّۃً "اُولٰئِکَ فِیْ ضَلَالٍ بَعِیْدٍ" عَنِ الْحَقِّ

وہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں پسند کرتے یعنی اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی راہ یعنی دین اسلام سے روکتے اور اس میں کجی ڈھونڈتے ہیں، یعنی غلط راستہ تلاش کرتے ہیں یہ لوگ حق سے بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔

## کفار آخرت کو نہیں بلکہ دنیا کو پسند کرتے ہیں

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس آیت میں صراحۃ یہ تین خصلتیں کفار کی بیان کی گئی ہیں اور انہی کا یہ انجام ذکر کیا گیا ہے کہ وہ گمراہی میں دور چلے گئے ہیں لیکن اصول کی رو سے جس مسلمان میں بھی یہ تین خصلتیں موجود ہوں وہ بھی اس وعید کا مستحق ہے ان تین خصلتوں کا خلاصہ یہ ہے۔(۱) دنیا کی محبت کو آخرت پر غالب رکھیں یہاں تک کہ دین کی روشنی میں نہ آئیں۔(۲) دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک رکھنے کے لئے اللہ کے راستہ سیر وکیں۔(۳) قرآن وسنت کو ہیر پھیر کر کے اپنے خیالات پر منطبق کرنے کی کوشش کریں۔(تفسیر قرطبی،سورہ رعد،بیروت)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" یہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے "اور جو مسلمان اس قید خانہ کی تکلیف ومصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ انگیز کر لے ان کے لئے اللہ نے آخرت کی بے پایاں انعامات کا وعدہ کیا ہے قرآن کریم میں ایک موقع پر اللہ تعالٰی نے یوں فرمایا ہے۔آیت (لایغرنك تقلب الذین كفروا فی البلاد)

اے مومن تجھ کو ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا مغالطہ میں نہ ڈالے کیونکہ یہ چندروزہ بہار ہے پھر ان کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے دوزخ ہوگا وہ براہی مقام ہے لیکن جو لوگ اللہ سے ڈریں اور مسلمان ہو جائیں ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہ ان کی مہمانی ہوگی اللہ کی طرف سے اور جو چیزیں اللہ کے پاس ہیں یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہیں۔منقول ہے کہ بعض صحابہ جب کفار مشرکین کی تجارتی سرگرمیوں ان کے یہاں مال ودولت کی ریل پیل کو دیکھتے اور ان کو دنیا کی راحت وآسائش میں دیکھتے تو ان کی زبان پر یہ الفاظ آجاتے تھے کہ یہ لوگ جو اللہ کے دشمن ہیں ان کا حال تو ہم بڑا اچھا دیکھتے ہیں لیکن ہم محنت ومشقت کی سختیوں اور افلاس بھوک کی جانکاہیوں سے دم توڑتے نظر آرہے ہیں اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو بتایا گیا کہ دنیا کا یہ آرام وچین اور یہاں کی ساری عیاشی چندروزہ ہے ان کو جلد ہی فنا ہو جانا ہے لیکن تمہیں آخرت کا جو آرام وچین اور وہاں کی جو آسائشیں اور راحت نصیب ہونے والی ہے وہ لازوال ہیں جن کو کبھی فنا نہیں آئے گی لہٰذا تم لوگ فنا ہونے والے چین اور چندروزہ کی راحت کی تمنا نہ کرو بلکہ ان نعمتوں کے امیدوار رہو جو ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔جس طرح فقر وافلاس بسا اوقات کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے اسی طرح بسا اوقات مال ودولت کی زیادتی بھی گمراہ کر دیتی ہے دولت مندی کا نشہ انسان کو تمرد وسرکشی میں مبتلا کر دیتا ہے اور حد سے زیادہ راحت وآسائش کا فتنہ گناہ معصیت کے اندھیروں میں

پھینک دیتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ خواہ مالداری ہو یا افلاس ان دونوں کا معتدل طور پر رہنا زندگی کو گمراہی کی ضلالت سے بچا سکتا ہے چنانچہ وہ فقر افلاس جس کو انگیز کیا جا سکتا ہو مایوسی اور کفر کی حد تک پہنچنے سے روکے رکھتا ہے اور بقدر ضرورت مال و دولت کا ملنا سرمایہ داری کے نشہ سے محفوظ رکھتا ہے جس کی وجہ سے تمرد سرکشی اور گناہ و معصیت کا خدشہ نہیں رہتا لہٰذا خیر الامور اوسطھا کا اصول ان دونوں پر بھی صادق آتا ہے۔ حدیث کے دوسرے جز اور حسد قریب ہے کہ تقدیر الٰہی پر غالب آ جائے گا مطلب یہ ہے کہ بفرض محال کوئی ایسی چیز ہوتی جو تقدیر پر غالب آ جاتی اور اس کو بدل دینے کی طاقت رکھتی تو وہ حسد ہوتا اور بعض حضرات نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ حسد، حاسد کو اس گمراہ کن گمان تک لے جاتا ہے کہ وہ تقدیر الٰہی کو بھی بدل سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ |
| وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ○ |
| اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے |
| جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## انبیائے کرام کا اپنی قوم کی زبان میں دعوت حق دینے کا بیان

"وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُول اِلَّا بِلِسَانِ" بِلُغَةِ "قَوْمه لِيُبَيِّن لَهُمْ" لِيُفَهِّمهُمْ مَا اَتَى بِه "فَيُضِلّ اللّٰه مَنْ يَّشَاء وَيَهْدِى مَنْ يَّشَاء وَهُوَ الْعَزِيز" فِىْ مُلْكه "الْحَكِيم" فِىْ صُنْعه

اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی قوم کی زبان میں، تاکہ وہ ان کے لیے کھول کر بیان کرے، یعنی ان کے لئے نازل کردہ حکم کو پہچان لیں۔ پھر اللہ گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی اپنے ملک میں سب پر غالب، اپنی صنعت میں کمال حکمت والا ہے۔

## عربی زبان کے مقبول ہونے کا بیان

اول یہ کہ عربی زبان آسمان کی دفتری زبان ہے فرشتوں کی زبان عربی ہے لوح محفوظ کی زبان عربی ہے جیسا کہ (آیت) قرآن بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ فِىْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ سے معلوم ہوتا ہے اور جنت جو انسان کا وطن اصلی ہے اور جہاں اس کو لوٹ کر جانا ہے اس کی زبان بھی عربی ہے۔

طبرانی، مستدرک حاکم، شعب الایمان بیہقی میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احبو العرب لثلاث لانی عربی والقران عربی و کلام اهل الجنة عربی، (اس روایت کو حاکم نے مستدرک میں صحیح کہا ہے معنی حدیث کے یہ ہیں کہ تم لوگ تین وجہ سے عرب سے محبت کرو ایک یہ کہ میں عربی ہوں دوسرے یہ کہ قرآن عربی ہے تیسرے یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہے

امام قرطبی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی زبان جنت میں عربی تھی زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی ہی زبان میں کچھ تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہوگئی اس سے ان روایات کی بھی تائید وتقویت ہوتی ہے جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہیں کہ اللہ تعالی نے جتنی کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں ان کی اصلی زبان عربی ہی تھی جبرئیل امین نے قومی زبان میں ترجمہ کر کے پیغمبروں کو بتلایا اور انہوں نے اپنی قومی زبان میں امتوں کو پہنچایا

یہ روایات علامہ سیوطی نے اتقان میں اور آیت مذکورہ کے ذیل میں اکثر مفسرین نے نقل کی ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سب آسمانی کتابوں کی اصل زبان عربی ہے مگر قرآن کریم کے سوا دوسری کتابیں ملکی اور قومی زبانوں میں ترجمہ کر کے دی گئی ہیں اس لئے ان کے معانی تو سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں مگر الفاظ بدلے ہوئے ہیں یہ صرف قرآن کی خصوصیت ہے کہ اس کے معانی کی طرح الفاظ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے آئے ہوئے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے یہ دعوٰی کیا کہ سارا جہان جن وانس جمع ہو کر بھی قرآن کی ایک چھوٹی سورۃ بلکہ ایک آیت کی مثال نہیں بنا سکتے کیونکہ وہ معنوی اور لفظی حیثیت سے کلام الٰہی اور ایک صفت الٰہی ہے جس کی کوئی نقل نہیں اتار سکتا معنوی حیثیت سے تو دوسری آسمانی کتابیں بھی کلام الٰہی ہیں مگر ان میں شاید اصل عربی الفاظ کے بجائے ترجمہ ہونے ہی کی وجہ سے یہ دعوٰی کسی دوسری آسمانی کتاب نے نہیں کیا ورنہ قرآن کی طرح کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے ہر کتاب کی یکتائی اور بے مثال ہونا یقینی تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ رعد، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ |
| وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال اور انھیں اللہ کے دن |
| یاد دلا، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو بہت صبر کرنے والا، بہت شکر کرنے والا ہے۔ |

## اللہ کے دنوں کو یاد کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسَى بِاٰيَاتِنَا" التِّسع وَقُلْنَا لَهُ "اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ" بَنِىْ اِسْرَائِيْل "مِنَ الظُّلُمَات" الْكُفْر "اِلَى النُّور" الْاِيْمَان "وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰه" بِنِعَمِهِ "اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ" التَّذْكِير "لَاٰيَات لِكُلِّ صَبَّار" عَلَى الطَّاعَة "شَكُوْر" لِلنِّعَمِ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی ۹ نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کو اندھیروں یعنی کفر سے روشنی یعنی ایمان کی طرف نکال لیں اور انہیں اللہ کے دن یعنی اس کی نعمت کے دن یاد دلا، بلاشبہ اس میں ہر ایسے شخص کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو اس کی طاعت پر بہت صبر کرنے والا، اس کی نعمتوں کا بہت شکر کرنے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ انعام والے دنوں کو یاد رکھنے کا بیان

قاموس میں ہے کہ ایامُ اللہ سے اللہ کی نعمتیں مراد ہیں۔ حضرت ابن عباس واُبی بن کعب ومجاہد وقتادہ نے بھی ایامُ اللہ کی تفسیر (اللہ کی نعمتیں) فرمائیں۔ مقاتل کا قول ہے کہ ایامُ اللہ سے وہ بڑے بڑے وقائع مراد ہیں جو اللہ کے امر سے واقع ہوئے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ایامُ اللہ سے وہ دن مراد ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام کئے جیسے کہ بنی اسرائیل کے لئے مَن و سلوٰی اتارنے کا دن، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا میں راستہ بنانے کا دن (خازن ومدارک ومفردات راغب)

ان ایامُ اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ومعراج کے دن ہیں، ان کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کے حکم میں داخل ہے اسی طرح اور بزرگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوئیں یا جن ایام میں واقعات عظمیہ پیش آئے جیسا کہ دسویں محرم کو کربلا کا واقعہ ہائلہ، ان کی یادگاریں قائم کرنا بھی تذکیر بایامِ اللہ میں داخل ہے۔ بعض لوگ میلاد شریف معراج شریف اور ذکرِ شہادت کے ایام کی تخصیص میں کلام کرتے ہیں انھیں اس آیت سے نصیحت پذیر ہونا چاہیئے۔

## صابر وشاکر رہنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبر نصف ایمان ہے اور صحیح مسلم اور مسند احمد میں بروایت حضرت صہیب مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کا ہر حال خیر ہی خیر اور بھلا ہی بھلا ہے اور یہ بات سوائے مؤمن کے اور کسی کو نصیب نہیں کیونکہ مؤمن کو اگر کوئی راحت نعمت یا عزت ملتی ہے تو یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار ہوتا ہے جو اس کے لئے دین و دنیا میں خیر اور بھلائی کا سامان ہو جاتا ہے (دنیا میں تو حسب وعدہ الٰہی نعمت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے اور قائم رہتی ہے اور آخرت میں اس کے شکر کا اجر عظیم اس کو ملتا ہے) اور اگر مؤمن کو کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آجائے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اس کے صبر کی وجہ سے وہ مصیبت بھی اس کے لئے نعمت وراحت کا سامان ہو جاتی ہے بیہقی نے بروایت انس نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے دو حصے آدھا صبر اور آدھا شکر ہے۔ (سنن بیہقی)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ |
| الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝ |
| اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تم اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جب اس نے تمہیں آلِ فرعون سے |
| نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے |
| تھے، اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔ |

## فرعون کے قتل اولاد والے ظلم سے نجات ملنے والی نعمت کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجَاكُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْن يَسُوْمُوْنَكُمْ

سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ اَبْنَاءَ كُمْ " الْمَوْلُودِيْنَ "وَيَسْتَحْيُونَ" يَسْتَبْقُونَ "نِسَاءَ كُمْ "لِقَوْلِ بَعْضِ الْكَهَنَةِ اِنَّ مَوْلُودًا يُولَدُ فِي بَنِي اِسْرَائِيلَ يَكُونُ سَبَبَ ذَهَابِ مُلْكِ فِرْعَوْنَ "وَفِي ذٰلِكُمْ" الْاِنْجَاءُ اَوِ الْعَذَابُ "بَلَاءٌ " اِنْعَامٌ اَوِ ابْتِلَاءٌ ،

اور وہ وقت یاد کیجئے جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا تم اپنے اوپر اللہ کے اس انعام کو یاد کرو جب اس نے تمہیں آلِ فرعون سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب پہنچاتے تھے اور تمہارے پیدا ہونے والے لڑکوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے، یعنی بعض کاہنوں کے قول کی وجہ سے کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو فرعون کے ملک سے اس کی بادشاہت کو ختم کردے گا۔ اور اس میں تمہارے رب کی جانب سے بڑی بھاری آزمائش یا سختی تھی۔ یا انعام یا آزمائش تھی۔ (اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے)

| |
|---|
| وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝ |
| اور جب تمہارے رب نے آگاہ فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے |
| تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے۔ |

## نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے سبب نعمتوں میں اضافہ کا بیان

"وَاِذْ تَاَذَّنَ" اَعْلَمَ "رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ" نِعْمَتِيْ بِالتَّوْحِيْدِ وَالطَّاعَةِ "لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ" جَحَدْتُمُ النِّعْمَةَ بِالْكُفْرِ وَالْمَعْصِيَةِ لَاُعَذِّبَنَّكُمْ دَلَّ عَلَيْهِ "اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ"

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے آگاہ فرمایا کہ اگر تم شکر ادا کرو گے یعنی توحید و اطاعت کرو گے تو میں تم پر نعمتوں میں ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم کفر و نافرمانی کے سبب ناشکری کرو گے تو میں اس پر تمہیں عذاب دوں گا۔ بے شک میرا عذاب سخت ہے۔

## شکرانہ نعمت سے متعلق بنی اسرائیل کے تین بندوں کا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی ایک ابرص دوسرا نابینا تیسرے گنجے کو اللہ تعالیٰ نے آزمانا چاہا تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا وہ فرشتہ ابرص کے پاس آکر کہنے لگا کون سی چیز تجھ کو زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا مجھ کو اچھی رنگت اور خوبصورت چمڑہ مل جائے جس سے لوگ مجھ کو اپنے پاس بیٹھنے دیں اور گھن نہ کریں۔ فرشتہ نے اپنا ہاتھ اس کے بدن پر پھیر دیا تو وہ فوراً اچھا ہو گیا اور خوبصورت رنگت اور اچھی کھال نکل آئی پھر اس سے دریافت کیا تجھ کو کون سا مال محبوب ہے؟ اس نے کہا اونٹ یا گائے (راوی کو اس میں شک ہے کہ کوڑھی اور گنجے میں سے ایک نے اونٹ مانگا اور دوسرے نے گائے) لہٰذا ایک گابھن اونٹنی اس کو عطا کی فرشتہ نے کہا اللہ تعالیٰ برکت دے پھر گنجے کے پاس آیا آکر کہا کہ تجھ کو کون سی چیز مرغوب ہے؟ اس نے کہا میرے اچھے بال نکل آئیں اور یہ بلا مجھ سے دور ہو جائے

کہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں پھر پوچھا تجھ کو کونسا مال پسند ہے؟ اس نے کہا کہ گائے ایک گابھن گائے اس کو دے دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عنایت کرے پھر اندھے کے پاس آ کر پوچھا تجھ کو کیا چیز مطلوب ہے؟ کہا میری آنکھوں کو درست کر دو کہ تمام لوگوں کو دیکھ سکوں فرشتہ نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ درست کر دی پھر دریافت کیا تجھ کو کیا مال پیارا ہے؟ کہا بکری لہٰذا اس کو ایک گابھن بکری عطا کر دی تینوں کے جانوروں نے بچے دیئے تھوڑے دنوں میں ان کے اونٹوں سے جنگل بھر گیا اس کی گائیوں سے اور اس کی بکریوں سے پھر بحکم الٰہی فرشتہ اسی پہلی صورت میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا میں ایک مسکین آدمی ہوں میرے سفر کا تمام سامان ختم ہو گیا ہے آج میرے پہنچنے کا اللہ کے سوا کوئی ذریعہ نہیں پھر میں اللہ کے نام پر جس نے تجھے اچھی رنگ اور عمدہ کھال عنایت کی تجھ سے ایک اونٹ کا خواستگار ہوں کہ اس پر سوار ہو کر اپنے گھر پہنچ جاؤں وہ بولا یہاں سے آگے بڑھ دور ہو مجھے اور بھی بہت سے حقوق ادا کرنے ہیں میرے پاس تیرے دینے کی گنجائش نہیں ہے فرشتہ نے کہا شاید میں تجھ کو پہچانتا ہوں کیا تو کوڑھی نہ تھا کہ لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے؟ کیا تو مفلس نہیں تھا؟ پھر تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اس قدر مال عنایت فرمایا اس نے کہا واہ! کیا خوب! یہ مال تو کئی پشتوں سے باپ دادا کے وقت سے چلا آتا ہے فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی کر دے جیسے پہلے تھا پھر فرشتہ گنجے کے پاس اسی صورت میں آیا اور اسی طرح اس سے بھی سوال کیا اس نے بھی ویسا ہی جواب دیا فرشتہ نے جواب دیا اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو ویسا ہی کرے جس طرح پہلے تھا پھر اندھے کے پاس اسی پہلی صورت میں آیا اور کہا میں مسافر ہوں بے سامان ہو گیا ہوں آج اللہ کے سوا اور تیرے سوا کوئی ذریعہ میرے مکان تک پہنچنے کا نہیں ہے میں اس کے نام پر جس نے دوبارہ تمہیں بینائی بخشی ہے تجھ سے ایک بکری مانگتا ہوں کہ اس سے اپنی کاروائی کر کے سفر پورا کروں اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرام سے مجھ کو بینائی عنایت فرمائی جتنا تیرا دل چاہے لے جا اور جتنا چاہے چھوڑ جا واللہ میں تجھ کو کسی چیز سے منع نہیں کرتا فرشتہ نے کہا تو اپنا مال اپنے پاس رکھ مجھ کو کچھ نہ چاہئے مجھے تو فقط تم تینوں کی آزمائش منظور تھی سو ہو چکی اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوا اور ان دونوں سے ناراض ہوا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 721)

## دنیاوی نعمتوں کی محرومی پر صبر و شکر کے سبب جنت ملنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی (خفی) بھیجی ہے کہ جو طلب علم کے لئے راستہ اختیار کرے تو میں اس پر جنت کے راستے کو آسان کر دوں گا اور جس آدمی کی میں نے دونوں آنکھیں چھین لی ہوں (یعنی کوئی آدمی نابینا ہو گیا ہو) تو اس دنیاوی نعمت سے محرومی اور اس پر صبر وشکر کی بناء پر میں اس کا بدلہ اسے جنت دوں گا اور علم کے اندر زیادتی عبادت میں زیادتی سے بہتر ہے اور دین کی جڑ پرہیز گاری ہے۔"

(بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 243)

ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی علم دین کے حصول کے لئے کسی راستہ کو اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کی راہ آسان کر دے گا یعنی دنیا میں معرفت وحقیقت کی دولت سے نوازا جائے گا اور عبادت الٰہی کی توفیق عنایت فرمائی جائے گی تا کہ وہ اس کے سبب

جنت میں داخل ہو سکے، یا اس کے معنی یہ ہیں کہ ایسے آدمی پر آخرت میں جنت کے دروازے کا راستہ اور جنت میں جو محل اہل علم کے لئے مخصوص ہے اس کی راہ آسان کر دی جائے گی۔ گو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دنیا میں علم کی جو راہ ہے وہی آخرت میں جنت کی بھی راہ ہے اور علم کے دروازوں کے علاوہ جنت کی تمام راہیں بند ہیں یعنی بغیر علم کے جنت میں داخل ہونا مشکل ہے مگر شرط یہی ہے کہ علم خلوص نیت اور للہیت کے جذبہ سے حاصل کیا گیا ہو اور پھر اس عمل کی توفیق بھی ہوتی ہو ورنہ علم بغیر خلوص اور بغیر عمل کے کوئی حقیقت نہیں رکھے گا اور اس کا مصداق ہوگا کہ چار پایہ بروکتابے چند آخر حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ دین کی اصل اور جڑ ورع (یعنی پرہیزگاری) ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حرام، منکرات اور طمع سے بچنا چاہئے تا کہ عبادات میں ریاء اور عدم اخلاص پیدا نہ ہو۔

| |
|---|
| وَ قَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ حَمِيْدٌ ○ |
| اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر تم اور وہ سب کے سب لوگ جو زمین میں ہیں کفر کرنے لگیں تو بیشک اللہ یقیناً بے نیاز لائقِ حمد وثنا ہے۔ |

## روئے زمین کے لوگوں کفر اپنا ئیں تب بھی اللہ بے نیاز ہے

"وَقَالَ مُوسَى " لِقَوْمِهِ "اِنْ تَكْفُرُوْا اَنْتُمْ وَمَنْ فِى الْاَرْض جَمِيْعًا فَاِنَّ اللّٰه لَغَنِىٌّ " عَنْ خَلْقه "حَمِيد" مَحْمُوْد فِىْ صُنْعه بِهِمْ،

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اگر تم اور وہ سب کے سب لوگ جو زمین میں ہیں کفر کرنے لگیں تو بیشک اللہ ان سب سے یعنی مخلوق سے یقیناً بے نیاز لائقِ حمد وثنا ہے۔ جو ان کے بنانے میں تعریف کیا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو اللہ کا کیا بگاڑے گا؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکرگزاری سے بےنیاز اور بےپرواہ ہے۔ تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ |
| لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِىْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْٓا |
| اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِىْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○ |
| کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، قوم نوح اور عاد اور ثمود تھے اور لوگ جو ان کے بعد ہوئے، |
| انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ آئے تھے پس انہوں نے اپنے ہاتھ |
| اپنے مونہوں میں ڈال لئے اور کہنے لگے، ہم نے اس کا انکار کر دیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور یقیناً ہم اس چیز کی |
| نسبت اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔ |

## دین حق کا پیغام سن کر سخت غیظ میں آنے والے کفار کا بیان

"اَلَمْ یَاْتِکُمْ " اسْتِفْهَام تَقْرِير "نَبَأٌ" خَبَر "الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْم نُوح وَعَادٍ" قَوْم هُوْد "وَثَمُوْد" قَوْم صَالِح "وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰه" لِكَثْرَتِهِمْ "جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْحُجَجِ الْوَاضِحَة عَلٰى صِدْقِهِمْ "فَرَدُّوْا" اَیْ الْاُمَم "اَيْدِيَهُمْ فِيْ اَفْوَاهِهِمْ" اَیْ اِلَيْهَا لِيَعَضُّوْا عَلَيْهَا مِنْ شِدَّة الْغَيْظ "وَقَالُوْا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ" فِيْ زَعْمِكُمْ "وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَا اِلَيْهِ مُرِيْب" مُوْقِع فِي الرِّيْبَة،

کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی، یہ استفہام تقریری ہے۔ نباء کا معنی خبر ہے۔ جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں، وہ قوم نوح اور عاد جو قوم ھود تھی اور ثمود کی قوموں کے لوگ جو صالح علیہ السلام کی قوم تھے اور کچھ لوگ جو ان کے بعد ہوئے، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا (کیونکہ وہ صفحہ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو چکے ہیں)، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیوں کے ساتھ یعنی اپنی صداقت کے دلائل لے کر آئے تھے پس انہوں نے (از راہِ تمسخر و عناد) اپنے ہاتھ اپنے مونہوں میں ڈال لئے یعنی اس پیغام حق پر سخت برہم ہوئے۔ اور بڑی جسارت کے ساتھ کہنے لگے، ہم نے اس دین کا انکار کر دیا جس کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اور یقیناً ہم اس چیز کی نسبت اضطراب انگیز شک میں مبتلا ہیں جس کی طرف تم ہمیں دعوت دیتے ہو۔

## کفار مکہ کا حق کو سن کر غصے میں ہاتھ منہ پر رکھ لینے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ غصہ میں آ کر اپنے ہاتھ کاٹنے لگے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انہوں نے کتاب اللہ سن کر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے، غرض یہ کوئی نہ کوئی انکار کی ادا تھی۔

وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹا لیے گئے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انہیں جھٹلانے لگے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر فی معنی میں "بے" کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں ادخلك الله بالجنة یعنی فی الجنة شعر میں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے مارے غصے کے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ○

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، جو تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے

| |
|---|
| گناہوں کوتمہاری خاطر بخش دے اور تمہیں ایک مقرر میعاد تک مہلت دیئے رکھتا ہے۔ وہ بولے: تم تو صرف ہمارے جیسے بشر ہی |
| ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان سے روک دو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے، سوتم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ۔ |

## کفار کا انبیائے کرام کو اپنی مثل بشر کہہ کر ان کی نبوت کے انکار کا بیان

"قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ" اِسْتِفْهَام اِنْکَار اَیْ لَا شَکّ فِیْ تَوْحِیْدِہٖ لِلدَّلَائِلِ الظَّاهِرَۃ عَلَیْهِ "فَاطِرِ" خَالِق "السَّمَاوَات وَالْاَرْض یَدْعُوْکُمْ" اِلٰی طَاعَتِه . "لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِنْ ذُنُوْبِکُمْ" مِنْ زَائِدَۃ فَاِنَّ الْاِسْلَام یُغْفَرُ بِهٖ مَا قَبْلَه اَوْ تَبْعِیْضِیَّۃٌ لِاِخْرَاجِ حُقُوْقِ الْعِبَاد "وَیُؤَخِّرَکُمْ" بِلَا عَذَاب "اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی" اَجَلِ الْمَوْت "قَالُوْا اِنْ" مَا "اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا" مِنَ الْاَصْنَام "فَاْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ" حُجَّۃ ظَاهِرَۃ عَلٰی صِدْقِکُمْ،

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی اس کی توحید کے دلائل کے ظاہر ہو جانے کے بعد تو کوئی شک رہا ہی نہیں ہے۔ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا فرمانے والا ہے، جو تمہیں اپنی اطاعت کی طرف بلاتا ہے کہ تمہارے گناہوں کو تمہاری خاطر بخش دے، یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔ کیونکہ اسلام لانے کے سبب پہلے گناہوں کی بخشش ہو جات ہے۔ یا یہاں پر من تبعیضیہ ہے۔ تا کہ حقوق العباد کو خارج کیا جائے۔ اور تمہاری نافرمانیوں کے باوجود تمہیں ایک مقرر میعاد تک عذاب سے مہلت یعنی موت تک مہلت دیئے رکھتا ہے۔ وہ کافر بولے، تم تو صرف ہمارے جیسے بشر ہی ہو، تم یہ چاہتے ہو کہ ہمیں ان بتوں سے روک دو جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے، سوتم ہمارے پاس کوئی روشن دلیل لاؤ۔ یعنی اپنی صداقت پر کوئی ظاہری دلیل لاؤ۔

رسولوں کی اور اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے اللہ کی عبادت میں شک شبہ کا اظہار کیا اس پر رسولوں نے کہا اللہ کے بارے میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے۔ عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان وزمین کیسے پیدا ہو گئے؟ موجود کے لئے موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انہیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے اس عالم کی تخلیق تو مطیع و مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ نہیں آتی؟ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمہیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجود وہی ہے تو پھر عبادت میں تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کے قائل تھیں پھر اوروں کی عبادت انہیں واسطہ اور وسیلہ جان کر اللہ سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں اس لئے رسول اللہ انہیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝

ان کے رسولوں نے ان سے کہا اگر چہ ہم تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے، اور یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

## عطائے نبوت کے سبب انبیائے کرام کا مقام انسانیت سے ممتاز ہونے کا بیان

"قَالَتْ لَهُمْ رُسُلهم اِنْ" "مَا" "نَحْنُ اِلَّا بَشَر مِثْلكُمْ" كَمَا قُلْتُمْ "وَلٰكِنَّ اللّٰه يَمُنّ عَلٰى مَنْ يَّشَاء مِنْ عِبَاده" بِالنُّبُوَّةِ "وَمَا كَانَ" مَا يَنْبَغِي "لَنَا اَنْ نَّاْتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰه" بِاَمْرِهٖ لِاَنَّنَا عَبِيْد مَرْبُوْبُوْنَ "وَعَلَى اللّٰه فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ" يَثِقُوا بِهٖ،

ان کے رسولوں نے ان سے کہا اگر چہ ہم (نفسِ بشریت میں) تمہاری طرح انسان ہی ہیں لیکن (اس فرق پر بھی غور کرو کہ) اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان یعنی نبوت عطا فرماتا ہے (پھر برابری کیسی؟)، اور (رہ گئی روشن دلیل کی بات) یہ ہمارا کام نہیں کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہارے پاس کوئی دلیل لے آئیں، اور اللہ ہی پر مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو وقت مقرر ہے اس تک تمہیں اچھائی سے پہنچا دے ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب امتوں نے پہلے مقام کو تسلیم کرنے کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں "تم میں انسانیت تو ہم جیسی ہی ہے اچھا اگر سچے ہو تو زبردست معجزہ پیش کرو جو انسانی طاقت سے باہر ہو؟ اس کے جواب میں پیغمبران رب نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رسالت و نبوت اللہ کا عطیہ ہے وہ جسے چاہے دے۔ انسانیت رسالت کے منافی نہیں۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں سے دیکھنا چاہتے ہو اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بیشک ہم دکھا دیں گے مومنوں کو تو ہر کام میں اللہ ہی پر توکل ہے۔ اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہترین راہ دکھائی۔ تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کے لئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۝

اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں درآنحالیکہ اسی نے ہمیں راہیں دکھائی ہیں، اور ہم ضرور تمہاری اذیت رسانیوں پر صبر کریں گے اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر توکل کرنا۔

## آزمائشوں کی صورت میں اللہ پر توکل کرنے کا بیان

"وَمَا لَنَا اَلَّا اَ" نْ "لا نَتَوَکَّل عَلَى اللّٰه" اَیْ لَا مَانِع لَنَا مِنْ ذٰلِكَ "وَقَدْ هَدٰانَا سُبُلَنَا وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا اٰذَيْتُمُوْنَا" عَلٰى اَذَاكُمْ،

اور ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ پر بھروسہ نہ کریں درآنحالیکہ اسی نے ہمیں (ہدایت و کامیابی کی) راہیں دکھائی ہیں، اور ہم ضرور تمہاری اذیت رسانیوں پر صبر کریں گے اور اہلِ توکل کو اللہ ہی پر توکل کرنا۔یعنی انہیں آزمایا جائے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ |
| فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ۝ |
| اور کافر لوگ اپنے پیغمبروں سے کہنے لگے: ہم بہر صورت تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ضرور ہمارے مذہب |
| میں لوٹ آنا ہوگا، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ |

## کفار کا اپنے نظریے طرف بلانے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ اَرْضِنَا اَوْ لَتَعُوْدُنَّ " لَتَصِيْرُنَّ "فِيْ مِلَّتِنَا" دِيْنِنَا "فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ رَبّهمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ،

اور کافر لوگ اپنے پیغمبروں سے کہنے لگے: ہم بہرصورت تمہیں اپنے ملک سے نکال دیں گے یا تمہیں ضرور ہمارے مذہب یعنی دین میں لوٹ آنا ہوگا، تو ان کے رب نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ظالموں یعنی کافروں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔

## کفار کی انبیائے کرام سے عداوت کا بیان

کافر جب تنگ ہوئے، کوئی حجت باقی نہ رہی تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور دیس نکالنے سے ڈرانے لگے۔قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا کہ ہم تمہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے نکال دو۔وہ اگرچہ مکر کرتے تھے لیکن اللہ بھی ان کے داؤ میں تھا۔اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکے سے لے گیا مدینے والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنا دیا وہ آپ کے لشکر میں شامل ہوکر آپ کے جھنڈے تلے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقیاں دیں یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کرلیا اب تو دشمنان دین کے منصوبے خاک میں مل گئے ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی ان کی آرزویں پامال ہوگئیں۔اللہ کا دین لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہوگیا، جماعتوں کی جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں، تمام روئے زمین کے ادیان پر دین اسلام چھا گیا، کلمہ حق بلند و بالا ہوگیا اور تھوڑے سے زمانے میں مشرق سے مغرب تک اشاعت اسلام ہوگئی فالحمد للہ۔یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا ادھر اللہ نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے اور زمین کے مالک تم بنو گے۔جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارے میں سبقت کر چکا ہے کہ وہی کامیاب ہوں گے اور

ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

| |
|---|
| وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِیْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ○ |
| اور ان کے بعد ہم تمہیں ضرور ملک میں آباد فرمائیں گے۔ یہ ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا اور میرے وعدہ سے خائف ہوا۔ |

## اللہ کے حضور کھڑے ہونے خوف کھانے کا بیان

"ولَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْض" اَرْضهم "مِنْ بَعْدهِمْ" بَعْد هَلَاكهم "ذٰلِكَ" النَّصر وَاِيرَاث الْاَرْض "لِمَنْ خَافَ مَقَامِی" اَیْ مَقَامه بَيْن يَدَیَّ "وَخَافَ وَعِيد" بِالْعَذَابِ،

اور ان کے بعد ہم تمہیں ضرور اسی ملک میں ہلاکت کے بعد آباد فرمائیں گے۔ یہ مدد اور ملک کی بادشاہت ہر اس شخص کے لئے ہے جو میرے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا یعنی میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے۔ اور میرے وعدہ عذاب سے خائف ہوا۔

یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور ان کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کریں گے۔ دیکھو کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے مکہ سے نکالنا چاہا، وہ ہی نکلنا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہوا اور کافر کا نشان باقی نہ رہے۔

مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لیے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لیے اس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اس کے بیپناہ عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

| |
|---|
| وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ |
| اور رسولوں نے فتح مانگی اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوگیا۔ |

## متکبر وسرکش لوگوں کے نامراد ہونے کا بیان

"وَاسْتَفْتَحُوا" اسْتَنْصَرَ الرُّسُل بِاللّٰهِ عَلٰی قَوْمهمْ "وَخَابَ" خَسِرَ "كُلّ جَبَّار" مُتَكَبِّر عَنْ طَاعَة اللّٰه "عَنِيد" مُعَانِد لِلْحَقِّ،

اور رسولوں نے اپنی اقوام کے لئے اللہ سے فتح یعنی مدد مانگی اور ہر سرکش ضدی نامراد ہوگیا۔ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ اطاعت سے تکبر کرتے ہوئے حق کا انکار کرنے والا ہے۔

| |
|---|
| مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰی مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ○ |
| اس کے پیچھے جہنم ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ |

## اہل جہنم کو خون اور پیپ سے ملا ہوا پانی پلانے کا بیان

"مِنْ وَّرَائِهٖ" اَیْ اَمَامه "جَهَنَّم" يَدْخُلهَا "وَيُسْقَى" فِيْهَا "مِنْ مَّاء صَدِيْد" هُوَ مَا يَسِيل مِنْ جَوْف اَهْل النَّار مُخْتَلِطًا بِالْقَيْحِ وَالدَّم،

اس کے پیچھے یعنی سامنے بھی جہنم ہے اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ یعنی ایسا پیپ والا پانی جس میں اہل جو دوزخیوں کے پیٹ سے جاری ہوگا جس میں خون اور قئے ملی ہوئی ہوگی۔

وراء یہاں پر معنی "امام" سامنے کے ہیں جیسے آیت (وکان وراءھم ملک) میں ہے ابن عباس کی قرأت ہی وکان اماھم ملک ہے غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی جس میں جا کر پھر نکلنا ناممکن ہوگا قیامت کے دن تک تو صبح شام وہ پیش ہوتی رہی اب وہی ٹھکانا بن گئی پھر وہاں اس کے لئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے رستا ہے۔ جیسے فرمایا آیت (هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ، ص:57) پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔

صدید کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو دوزخیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو طینۃ الخبال بھی کہا جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانے کے راستے باہر نکل پڑیں گی۔

| |
|---|
| يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ○ |
| جسے وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ پیئے گا اور اسے حلق سے نیچے اتار نہ سکے گا، اور اسے ہر طرف سے موت آگھیرے گی |
| اور وہ مر نہ سے گا، اور اس کے پیچھے بڑا ہی سخت عذاب ہوگا۔ |

## اہل جہنم پر عذاب در عذاب آنے کا بیان

"يَتَجَرَّعُهٗ" يَبْتَلِعهُ مَرَّة بَعْد مَرَّة لِمَرَارَتِهِ "وَلَا يَكَاد يُسِيغهُ" يَزْدَرِدهُ لِقُبْحِهِ وَكَرَاهَته "وَيَاْتِيه الْمَوْت" اَيْ اَسْبَابه الْمُقْتَضِيَة لَهُ مِنْ اَنْوَاع الْعَذَاب "مِنْ كُلّ مَكَان وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَائِهٖ" بَعْد ذٰلِكَ الْعَذَاب "عَذَاب غَلِيظ" قَوِيّ مُتَّصِل،

جسے وہ بمشکل ایک ایک گھونٹ پیئے گا یعنی اس کی قباحت وکراہت کے سبب تھوڑا تھوڑا کر کے پینے کی کوشش کرے گا، اور اسے حلق سے نیچے اتار نہ سکے گا، اور اسے ہر طرف سے موت آگھیرے گی یعنی عذاب کے ہر قسم کے اسباب جو عذاب کی اقسام میں ہیں جو اس کی موت کا تقاضہ کریں لیکن وہ مر بھی نہ سکے گا۔ اور پھر اس کے پیچھے ایک اور بڑا ہی سخت عذاب ہوگا۔ یعنی ہر عذاب کے بعد ملا ایک اور سخت عذاب تیار ہوگا۔

## اہل جہنم کے لئے کھولتا ہوا گرم پانی پینے کا بیان

اللہ کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے جو چہرہ جھلسا دے الخ۔ جبرا گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا، فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے، بدمزگی، بدبو، حرارت، گرمی کی تیزی یا سردی کی تیزی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہوگا۔ بدن میں، اعضا میں، جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے لیکن موت آنے کی نہیں۔ رگ رگ پر عذاب ہے لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہوسکتی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آرہی ہے لیکن آتی نہیں۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی۔ نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لئے کافی سے زیادہ ہے لیکن وہاں تو موت کو موت آ گئی ہے تا کہ سزا دوام والی ہوتی رہے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں۔ جیسے زقوم کے درخت کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے اور پیٹ بھر کے کھائیں گے پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا کبھی آگ میں جلنے کا کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان رب عالیشان ہے آیت ( هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ، الرحمٰن:43 ) یہی وہ جہنم ہے جسے کافر جھٹلاتے رہے۔ آج جہنم کے اور ابلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے جو پگھلتے ہوئے تانبے جیسا ہوگا، پیٹ میں جا کر ابلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی کھول رہا ہو۔ اسے پکڑو اور اسے بیچ جہنم میں ڈال دو پھر اس کے سر پر گرم پانی کے تریڑے کا عذاب بہاؤ مزہ چکھ تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور اکرام والا تھا یہی جس سے تم ہمیشہ شک شبہ کرتے رہے۔ سورہ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دئے جائیں گے یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ |
| لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَىْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ |
| جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے، ان کی مثال یہ ہے کہ ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جس پر تیز آندھی کے دن سخت ہوا کا |
| جھونکا آ گیا، وہ ان میں سے جو انہوں نے کمائے تھے کسی چیز پر قابو نہیں پا سکیں گے۔ یہی بہت دور کی گمراہی ہے۔ |

## کفار کے دنیا میں کیے ہوئے اعمال کا راکھ کی مثل بن جانے کا بیان

"مَثَل" صِفَة "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ" مُبْتَدَأ وَيُبْدَل مِنْهُ "اَعْمَالهمْ" الصَّالِحَة كَصِلَةٍ وَصَدَقَة فِيْ عَدَم الِانْتِفَاع بِهَا "كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيح فِيْ يَوْم عَاصِف" شَدِيْد هُبُوْب الرِّيح فَجَعَلَتْهُ هَبَاء مَنْثُوْرًا لَا

يَقْدِرِ عَلَيْهِ وَالْمَجْرُوْرِ خَبَرِ الْمُبْتَدَأ "لَا يَقْدِرُوْنَ" اَیِ الْكُفَّار "مِمَّا كَسَبُوْا" عَمِلُوْا فِى الدُّنْيَا "عَلٰى شَیْءٍ" اَیْ لَا يَجِدُوْنَ لَهٗ ثَوَابًا لِعَدَمِ شَرْطِه "ذٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ" الْهَلَاك ،

47
47

جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے، یہ مبتداء ہے اور اعمالھم اس سے بدل ہے۔ان کی مثال یہ ہے کہ ان کے اعمال یعنی نیک کام جیسے صلہ رحمی اور صدقہ جس سے انہوں نے کوئی نفع حاصل نہ کیا ہو، اس راکھ کی مانند ہیں، جس پر تیز آندھی کے دن سخت ہوا کا جھونکا آ گیا، جس نے اس کو اڑتا ہوا غبار بنا کر رکھ دیا وہ ان اعمال میں سے جو انہوں نے کمائے تھے کسی چیز پر قابو نہیں پا سکیں گے۔یعنی ان کے ثواب کے حاصل کرنے پر قابو نہیں پاسکیں گے۔ یہاں رماد مجرور یہ مبتداء کی خبر ہے۔یعنی وہ کفار جنہوں نے دنیا میں اعمال کیے ہیں۔شرط ایمان نہ پائے جانے کے سبب وہ ثواب حاصل نہ کرسکیں گے۔یہی بہت دور کی گمراہی یعنی ہلاکت ہے۔

کافر جو اللہ کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے جن کے اعمال ایسے تھے جیسے بنیاد کے بغیر عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال۔قیامت کے دن جب کہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ابھی ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے، مایوس رہ جائیں گے، حسرت سے منہ تکنے لگیں گے جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ ادھر ادھر بکھیر دے اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے جیسے اس بکھری ہوئی اور اڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ |
| کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا۔اگر وہ چاہے تمہیں نیست و نابود فرمادے اور نئی مخلوق لے آئے۔ |

## ایک مخلوق کو نیست و نابود کر کے نئی مخلوق پر قدرت کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَنْظُر يَا مُخَاطَب اسْتِفْهَام تَقْرِير "اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِخَلَقَ "اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ" اَيُّهَا النَّاس "وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ" بَدَلكُمْ،

(اے سننے والے! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق پر مبنی حکمت کے ساتھ پیدا فرمایا۔یہاں حق خلق سے متعلق ہے۔اگر وہ چاہے تو تمہیں نیست و نابود فرمادے اور تمہاری جگہ نئی مخلوق لے آئے۔

## قیامت کے دن دوبارہ زندگی پر دلائل کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔جب میں نے آسمان زمین کی پیدائش کر دی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھیرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے۔اور یہ

زمین پہاڑوں اور جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جوان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے۔ سورہ یاسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا۔ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا اپنی پیدائش بھول گیا اور کہنے لگا ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہہ دے کہ وہی اللہ جس نے انہیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے اسی نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان وزمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بیشک ہے، وہی بڑا خالق اور بہت بڑا عالم ہے اس کے ارادے کے بعد اس کا صرف اتنا حکم بس ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ ہو جاتا ہے وہ اللہ پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے۔ اس کے قبضے میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کر دے اس پر یہ کام بھی بھاری نہیں تم اس کے امر کا خلاف کرو گے تو یہی ہوگا جیسے فرمایا اگر تم منہ موڑلو گے تو وہ تمہارے بدلے اور قوم لائے گا جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی۔ اور آیت میں ہے اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا جو اس کی پسندیدہ ہوگی اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ اور جگہ ہے اگر وہ چاہے تمہیں برباد کر دے اور دوسرے لائے اللہ اس پر قادر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ |
| اور ایسا کرنا اللہ پر مشکل نہیں ہے۔ |

## اللہ کے لئے کسی بھی امر کے مشکل نہ ہونے کا بیان

"وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰه بِعَزِيْزٍ" شَدِيْد،

اور ایسا کرنا اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ |
| اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ |
| اور اللہ کے سامنے سب حاضر ہوں گے تو کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے، ہم تو تمہارے تابع رہے تو کیا تم اللہ کے عذاب |
| سے بھی ہمیں کسی قدر بچا سکتے ہو؟ وہ کہیں گے، اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں بھی ضرور ہدایت کی راہ دکھاتے، |
| ہم پر برابر ہے خواہ ہم آہ وزاری کریں یا صبر کریں ہمارے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔ |

## قیامت کے دن گمراہ کن رہنماؤں سمیت کفار کی آہ وزاری کا بیان

"وَبَرَزُوْا" اَیْ الْخَلَائِق وَالتَّعْبِيْر فِيْهِ وَفِيْمَا بَعْده بِالْمَاضِي لِتَحَقُّقِ وُقُوعه . "لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفَاء " الْاَتْبَاع "لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا " الْمَتْبُوعِيْنَ "اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا " جَمْع تَابِع "فَهَلْ اَنْتُمْ مُغْنُوْنَ"

دَافِعُوْنَ "عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ " مِنْ الْاُوْلٰی لِلتَّبْیِیْنِ وَالثَّانِیَةِ لِلتَّبْعِیْضِ "قَالُوا" الْمَتْبُوْعُوْنَ "لَوْ هَدَانَا اللّٰهُ لَهَدَیْنَاکُمْ" لَدَعَوْنَاکُمْ اِلَی الْهُدٰی "سَوَاءٌ عَلَیْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ" زَائِدَة "مَحِیْص" مَلْجَأ،

یہاں پر برزوا سے مراد خلائق اور اس کو ماضی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ وہ ماضی میں تحقق یقینی ہوتا ہے۔ اور روزِ محشر اللہ کے سامنے سب چھوٹے بڑے حاضر ہوں گے تو پیروی کرنے والے کمزور لوگ طاقتور متکبروں سے کہیں گے، ہم تو عمر بھر تمہارے تابع رہے تو کیا تم اللہ کے عذاب سے بھی ہمیں کسی قدر بچا سکتے ہو؟ یہاں پر پہلا من بیانیہ ہے جبکہ دوسرا تبعیضیہ ہے۔ وہ اُمراء اپنے پیچھے لگنے والے غریبوں سے کہیں گے، اگر اللہ ہمیں ہدایت کرتا تو ہم تمہیں بھی ضرور ہدایت کی راہ دکھاتے۔ ہم خود بھی گمراہ تھے سو تمہیں بھی گمراہ کرتے رہے، ہم پر برابر ہے خواہ آج ہم آہ وزاری کریں یا صبر کریں ہمارے لئے کوئی راہِ فرار نہیں ہے۔ یہاں پر من زائدہ ہے کوئی بچنے کی جگہ نہیں ہے۔

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے روکنے والوں کے انجام کا بیان

صاف چٹیل میدان میں ساری مخلوق نیک و بد اللہ کے سامنے موجود ہوگی۔ اس وقت جو لوگ ماتحت تھے ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے۔ اور جو انہیں اللہ کی عبادت اور رسول ﷺ کی اطاعت سے روکتے تھے۔ کہ ہم تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم تم دیتے تھے، ہم بجالاتے تھے۔ جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے پس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں تمنائیں دلاتے تھے کیا آج اللہ کے عذابوں کو ہم سے ہٹاؤ گے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے؟ ہم پر اللہ کا کلمہ سبقت کر گیا، عذاب کے مستحق ہم سب ہو گئے اب نہ ہائے وائے اور نہ بے قراری نفع دے۔ اور نہ صبر و برداشت۔ عذاب کے بچاؤ کی تمام صورتیں ناپید ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان اللہ کے سامنے روتے دھوتے تھے اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے، آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں۔ خوب روئیں پیٹیں گے، چیخیں چلائیں گے لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔ آؤ ہم بھی خاموش اور صبر اختیار کریں اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہے گا اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بے سود اور بے قراری بھی ہوگی۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ ابراہیم، بیروت)

وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَکُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّکُمْ فَاَخْلَفْتُکُمْ ؕ وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِکُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝

| |
|---|
| اور شیطان کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے (بھی) تم سے وعدہ کیا تھا، سو میں نے تم |
| سے وعدہ خلافی کی ہے، اور مجھے (دنیا میں) تم پر کسی قسم کا زور نہیں تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (باطل کی طرف) بلایا سو تم |
| نے (اپنے مفاد کی خاطر) میری دعوت قبول کی، اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ (خود) اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) |
| تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ اس سے پہلے جو تم مجھے (اللہ کا) شریک ٹھہراتے رہے ہو |
| بیشک میں (آج) اس سے انکار کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## قیامت کے دن شیطان کا اپنے متبوعین سے بری الذمہ ہونے کا بیان

"وَقَالَ الشَّيْطَانُ" اِبْلِيس "لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ" وَاُدْخِلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ وَاَهْلُ النَّارِ النَّارَ وَاجْتَمَعُوا عَلَيْهِ "اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ" بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاءِ فَصَدَقَكُمْ "وَوَعَدْتُكُمْ" اَنَّهُ غَيْرُ كَائِنٍ "فَاَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ" زَائِدَة "سُلْطَانٍ" قُوَّة وَقُدْرَة اَقْهَرُكُمْ عَلٰى مُتَابَعَتِي "اِلَّا" لٰكِنْ "اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا اَنْفُسَكُمْ" عَلٰى اِجَابَتِي "مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ" بِمُغِيثِكُمْ "وَمَا اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ" بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا "اِنِّي كَفَرْتُ بِمَا اَشْرَكْتُمُونِي" بِاِشْرَاكِكُمْ اِيَّايَ مَعَ اللّٰهِ "مِنْ قَبْلُ" فِي الدُّنْيَا "اِنَّ الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ" مُؤْلِم،

اور شیطان یعنی ابلیس کہے گا جبکہ فیصلہ ہو چکے گا۔ یعنی جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور دوزخی جہنم میں چلے جائیں گے تو کہے گا کہ بیشک اللہ نے تم سے سچا وعدہ بعث وجزاء کا کیا تھا وہ پورا کر دیا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا، سو میں نے تم سے وعدہ خلافی کی ہے، اور مجھے دنیا میں تم پر کسی قسم کا زور نہیں تھا، یہاں پر من زائدہ ہے۔ سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں باطل کی طرف بلایا سو تم نے اپنے مفاد کی خاطر میری دعوت قبول کی، اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں آج تمہاری فریاد رسی یعنی مدد کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ یہاں پر لفظ مصرخی یہ یاء کی فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اس سے پہلے یعنی دنیا میں جو تم مجھے اللہ کا شریک یعنی شرک کر کے شریک ٹھہراتے رہے ہو بیشک میں آج اس سے انکار کرتا ہوں۔ یقیناً ظالموں یعنی کافروں کے لئے تکلیف پہنچانے والا دردناک عذاب ہے۔

## شیطان کا قیامت کے گمراہ لوگوں سے بیزار ہو جائے گا

محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا اس وقت وہ اپنی جانوں سے بھی بیزار ہو جائیں گے ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بیزاری سے بھی زیادہ بیزاری اللہ کی تم سے اس وقت تھی جب کہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کرتے تھے۔

عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ

بن مریم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا یہ آیتیں (ھذا یوم ینفع الصادقین) الخ تک اسی بیان میں ہیں اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا اب تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ (خود) اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ میں (آج) تمہاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ○ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں |
| ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے، اس میں ان کا دعائیہ کلمہ سلام ہوگا۔ |

## اہل جنت کے لئے اللہ اور فرشتوں کی جانب سے سلامتی کا بیان

"وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتهَا الْاَنْهَار خَالِدِیْنَ" حَال مُقَدَّرَة "فِیْهَا بِاِذْنِ رَبّهمْ تَحِیَّتهمْ فِیْهَا" مِنْ اللّٰه وَمِنْ الْمَلَائِکَة وَفِیْمَا بَیْنهمْ،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ جنتوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے، یہاں پر خالدین جنات حال مقدرہ ہے۔ ان کا دعائیہ کلمہ سلام ہوگا۔ یعنی اس میں اللہ اور فرشتوں اور خود ان کی ملاقات کے وقت آپس میں سلامتی کی مبارک بادیاں ہوں گی۔

حمید راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کی راہ میں صبح وشام کو تھوڑی دیر بھی چلنا تمام دنیا ومافیہا سے اچھا ہے اور بیشک جنت میں تمہارا ایک چھوٹا سا مقام جو ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر ہو تمام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین کی طرف رخ کرے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان اور زمین کے بیچ میں ہے روشن کر دے گی اور اس کو خوشبو سے بھرے گی اور بے شک اس کا دوپٹہ جو اس کے سر پر ہے تمام دنیا ومافیہا سے اعلیٰ وافضل ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 71)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ○ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا، اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کہ پاکیزہ بات اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ |

## مومن کی مثال پاکیزہ درخت سے بیان کرنے کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَنْظُر "کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰه مَثَلًا" وَیُبْدَل مِنْهُ "کَلِمَة طَیِّبَة" اَیْ لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰه "کَشَجَرَةٍ طَیِّبَة" هِیَ النَّخْلَة "اَصْلهَا ثَابِت" فِی الْاَرْض "وَفَرْعهَا" غُصْنهَا،

کیا آپ نے نہیں دیکھا، اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے یعنی کلمہ طیبہ "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" یہ مثلا سے بدل ہے۔ کہ پاکیزہ بات اس پاکیزہ درخت کی مانند ہے اور وہ کھجور کا درخت ہے۔ جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

## لا الہ الا اللہ کی شہادت کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کلمہ طیبہ سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مومن ہے اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں لا الہ الا اللہ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی مروی ہیں۔ کہ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے۔ جس کے پتے نہیں جھڑتے نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں وہ درخت کھجور کا ہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابو بکر ہیں حضرت عمر ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ کا ہو رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا پیارے بچے اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے نہیں سنا اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا۔ جب آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں اس لئے خاموش رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لگ کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا دعا (لا اله الا الله والله اكبر و سبحان الله والحمد لله) ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو جس کی اصل مضبوط اور جس کی فرع آسمان میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت اپنا پھل لائے یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ہر ششماہی میں یا ہر ساتویں مہینے یا ہر سال۔ لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے۔ جس کے پھل ہر وقت جاڑے گرمی میں دن رات میں اترتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کے

نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل، اچھے، بہت اور عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوچ سمجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثالیں واضح فرماتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر و خازن، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| تُؤْتِیْ اُکُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۝ |
| وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے، اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ |

## مؤمن کے اعمال کی برکت نازل ہوتے رہنے کا بیان

"تُؤْتِی" تُعْطِی "اُکُلَهَا" ثَمرهَا "کُلَّ حِیْن بِاِذْنِ رَبِّهَا" بِاِرَادَتِهٖ کَذٰلِكَ کَلِمَةُ الْاِیْمَان ثَابِتَة فِیْ قَلْب الْمُؤْمِن وَعَمَله یَصْعَد اِلَی السَّمَاء وَیَنَالهُ بَرَکَته وَثَوَابه کُلّ وَقْت "وَیَضْرِب" یُبَیِّن "اللّٰه الْاَمْثَال لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ" یَتَّعِظُوْنَ فَیُؤْمِنُوْنَ،

وہ درخت اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے، یعنی جب وہ ارادہ کرتا ہے۔ اسی کلمہ ایمان مومن کے دل میں ثابت رہتا ہے۔ اور اس کا عمل آسمان کی طرف چڑھتا ہے اور اس کو برکت وثواب ہر وقت ملتا رہتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ پس وہ ایمان لے آئیں۔

## سورہ رعد آیت ۲۵ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھجوروں کا ایک خوشہ پیش کیا گیا۔ اس میں کھجیاں بھی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آیت وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ ، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی ایک مثال بیان کی ہے۔ گویا وہ ایک پاک درخت ہے کہ کس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل لاتا ہے۔ ابراہیم۔ آیت)۔

پھر فرمایا کہ یہ درخت کھجور کا درخت ہے پھر یہ آیت پڑھی (وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ ، اور ناپاک کلمہ کی مثال ایک ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین کے اوپر سے اکھاڑ لیا جائے۔ اسے کچھ ٹھہراؤ نہیں ہے)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد تمہ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1063)

| |
|---|
| وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۝ |
| اور ناپاک بات کی مثال اس ناپاک درخت کی سی ہے جسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے ذرا بھی قرار (وبقا) نہ ہو۔ |

## کلمہ کفر میں کوئی ثبات وبرکت نہ ہونے کا بیان

"وَمَثَل کَلِمَة خَبِیْثَة" هِیَ کَلِمَة الْکُفْر "کَشَجَرَةٍ خَبِیْثَة" هِیَ الْحَنْظَل "اُجْتُثَّتْ" اُسْتُؤْصِلَتْ "مِنْ فَوْق الْاَرْض مَا لَهَا مِنْ قَرَار" مُسْتَقَرّ وَثَبَات کَذٰلِكَ کَلِمَة الْکُفْر لَا ثَبَات لَهَا وَلَا فَرْع وَلَا بَرَکَة،

اور ناپاک بات یعنی کلمہ کفر کی مثال اس ناپاک درخت کی سی ہے اور حنظل کا درخت، ہے۔ جسے زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے ذرا بھی قرار وبقانہ ہو۔ یعنی اسی طرح کلمہ کفر ہے جس کے لئے کوئی ثبات ونمود اور نہ ہی کوئی برکت ہے۔

پھر برے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کی کوئی اصل نہیں، جو مضبوط نہیں، اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور شریان کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آیا ہے اور یہی روایت مرفوعا بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہ میں نہیں ہوتی جھٹکا مارا اور اکھڑ آیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بیشاخ ہے، کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

| |
|---|
| يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ |
| وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙقف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۝ |
| اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اور اللہ ظالموں کو |
| گمراہ ٹھہرا دیتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرڈالتا ہے۔ |

## قبر کے سوالات وجوابات میں مؤمن کی ثابت قدمی کا بیان

"يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِت" هِىَ كَلِمَةُ التَّوْحِيْد "فِى الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ" اَىْ فِى الْقَبْرِ لَمَّا يَسْأَلُهُمُ الْمَلَكَانِ عَنْ رَبِّهِمْ وَدِيْنِهِمْ وَنَبِيِّهِمْ فَيُجِيْبُوْنَ بِالصَّوَابِ كَمَا فِىْ حَدِيْثِ الشَّيْخَيْنِ "وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظَّالِمِيْنَ" الْكُفَّار فَلَا يَهْتَدُوْنَ لِلْجَوَابِ بِالصَّوَابِ بَلْ يَقُوْلُوْنَ لَا نَدْرِى كَمَا فِى الْحَدِيْث،

اللہ ایمان والوں کو اس مضبوط بات یعنی کلمہ توحید کی برکت سے دنیوی زندگی میں بھی ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی، یعنی قبر جب اس سے دو فرشتے اس سے رب، دین اور نبی مکرم ﷺ کے بارے میں سوال کریں گے تو یہ ثابت قدمی سے ان کا جواب دینے والا ہوگا۔ جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث ہے۔ اور اللہ ظالموں یعنی کافروں کو گمراہ ٹھہرا دیتا ہے۔ یعنی وہ ثابت قدمی سے جواب نہیں دے سکیں گے بلکہ یوں کہیں گے کہ ہم نے نہیں جانتے جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے کرڈالتا ہے۔

## سورہ رعد آیت ۲۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت براء رضی اللہ عنہ اس آیت (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ، ابراہیم: 27) (اللہ ایمان والوں کو دنیا اور آخرت میں سچی بات پر ثابت قدم رکھتا ہے اور ظالموں کو گمراہ کرتا ہے)۔ کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر میں ہوگا جب اس سے (یعنی مردے سے) پوچھا جائے گا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا نبی کون ہے۔؟ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1064)

## قبر کے عذاب کے برحق ہونے کا بیان

حضرت براء بن عازب راوی ہیں کہ سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس وقت قبر میں مسلمان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور یہی مطلب ہے اس ارشاد ربانی کا یُثَبِّتُ اُلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (القرآن) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت وقائم رکھتا ہے جو ایمان لاتے ہیں مضبوط ومحکم طریقہ پر ثابت رکھنا دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت (یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ)14۔ ابراہیم:27) عذاب قبر کے بیان میں نازل ہوئی ہے (چنانچہ قبر میں مردہ سے) سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔" (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 122)

آیت مذکورہ میں بالقول الثابت سے مراد کلمہ شہادت ہے یعنی جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا پیغمبر کون ہے اور تیرا دین کیا تو ان تینوں سوالوں کا جواب اسی کلمہ شہادت میں ہے۔ آیت کے دوسرے جز کا مطلب یہ ہے جو لوگ ایمان و یقین کی روشنی سے اپنے قلوب کو منور کر لیتے ہیں اور جن کے دل میں ایمان واسلام کی حقانیت راسخ اور پختہ ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دونوں جگہ ان پر رحمت الٰہی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دنیاوی زندگی کا اس کا فضل تو یہ ہے کہ وہ اپنے ان نیک بندوں کو کلمہ اسلام کی حقانیت کے اعتقاد پر قائم رکھتا ہے اور ان کے دل میں ایمان واسلام کی وہ روح اور طاقت بھر دیتا ہے کہ دنیاوی امتحان وآزمائش کے سخت سے سخت موقع پر بھی ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آتی وہ اپنی جانوں کو قربان کر دینا اور آگ میں ڈالے جانا پسند کرتے ہیں لیکن اپنے ایمان واعتقاد میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کرنا گوارہ نہیں کرتے۔ اخروی زندگی میں اس کی رحمت اس طرح ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی بے شمار نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں اور عالم برزخ میں جب قبر کے اندر ان سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ ٹھیک ٹھیک جواب دیتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کی نجات اور اکرام الٰہی کے مستحق قرار دے دیئے جاتے ہیں۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمتِ کو کفر سے بدل ڈالا اور انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا۔

## نعمت ایمان کو کفر کے ساتھ بدل دینے والے کفار کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَنْظُرُ "اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ" اَیْ شُکْرَھَا "کُفْرًا" ھُمْ کُفَّار قُرَیْش "وَاَحَلُّوْا" اَنْزَلُوْا "قَوْمَھُمْ" بِاِضْلَالِھِمْ اِیَّاھُمْ "دَارَ الْبَوَار" الْھَلَاك،

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمتِ یعنی شکر کو کفر سے بدل ڈالا اور وہ کفار قریش ہیں۔اور انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتار دیا۔یعنی ان کو ہلاکت کے گھر لے آئے ہیں۔

## اللہ کی نعمت کو کفر سے بدلنے والوں کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ میرے علم میں اگر آج کوئی مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو چاہے وہ سمندروں پار ہوتا لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سن کر عبداللہ بن کوا کھڑا ہو گیا اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے کہ انہوں نے اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں ان کے پاس اللہ کی نعمت ایمان پہنچی لیکن اس نعمت کو انہوں نے کفر سے بدل دیا۔اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں بنوامیہ اور بنومغیرہ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا اور انہیں ہلاکت میں ڈالا اور بنوامیہ نے احد والے دن اپنے والوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا اور احد میں ابوسفیان اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے۔اور روایت میں ہے کہ بنومغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنوامیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی مروی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں۔(تفسیر جامع البیان، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ٥ |
| دوزخ ہے جس میں جھونکے جائیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ |

## دوزخ کتنی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے

"جَهَنَّمَ" عَطف بَيَان "يَصْلَوْنَهَا" يَدْخُلُوْنَهَا "وَبِئْسَ الْقَرَار" الْمَقَرّ هِيَ،

یہاں پر لفظ جہنم یہ عطف بیاں ہے۔ دوزخ ہے جس میں جھونکے جائیں گے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ یعنی ٹھہرنے کی جگہ کتنی بری ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان نے ہمارے اس منبر یعنی بصرہ کے منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر جہنم کے کنارے سے ایک بڑا پتھر پھینکا جائے اور ستر برس تک نیچے گرتا رہے تب بھی وہ اس کی گہرائی تک نہیں پہنچے گا۔ پھر عقبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا کہ جہنم کو بکثرت یاد کرو اس لئے کہ اس کی گرمی بہت شدید، اس کی گہرائی انتہائی بعید اور اس کے کوڑے حدید (لوہے) کے ہیں۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں کہ حسن نے عتبہ بن غزوان سے کوئی حدیث سنی ہو کیونکہ وہ بصرہ، حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں آئے تھے اور حسن، حضرت عمر کی خلافت ختم ہونے سے صرف دو سال پہلے پیدا ہوئے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 479)

| |
|---|
| وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ |
| اورانہوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنالیے، تاکہ اس کے راستے سے گمراہ کریں۔فرمادیں فائدہ اٹھالو، |
| پس بے شک تمہارالوٹنا آگ کی طرف ہے۔ |

## دین اسلام سے روکنے والے لوگوں کا بیان

"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا" شُرَكَاء "لِيُضِلُّوا" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمِّهَا "عَنْ سَبِيله" دِيْن الْإِسْلَام "قُلْ" لَهُمْ "تَمَتَّعُوا" بِدُنْيَاكُمْ قَلِيلًا "فَاِنَّ مَصِيرَكُمْ" مَرْجِعكُمْ،

اورانہوں نے اللہ کے لیے کچھ شریک بنالیے، تاکہ اس کے راستے یعنی دین سے گمراہ کریں۔ یہاں پر یضلوا یہ یاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔آپ ان سے فرمادیں اپنی دنیا میں فائدہ اٹھالو، پس بے شک تمہارالوٹنا آگ کی طرف ہے۔یعنی تم آگ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

انداد، ند کی جمع ہے جس کے معنی مثل اور برابر کے ہیں بتوں کوانداداس لئے کہاجاتا ہے کہ مشرکین نے ان کواپنے عمل میں خدا کی مثل یابرابرقراردے رکھا تھاتمتع کے معنی کس چیز سے چندروزہ عارضی فائدہ حاصل کرنے کے ہیں اس آیت میں مشرکین کے اس غلط نظریہ پرنکیر ہے کہ انہوں نے بتوں کوخدا کے مثل اوراس کا شریک ٹھہرادیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوحکم دیا گیا کہ ان لوگوں کو جتلادیں کہ ان کاانجام کیاہونے والا ہے فرمایا کہ چندروزہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھالومگرتمہاراٹھکانا جہنم کی آگ ہے۔

(31) قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلَالٌ

| |
|---|
| قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً |
| مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ |
| میرے بندوں سے جوایمان لائے ہیں،فرمادیں کہ وہ نماز قائم کریں اوراس میں سے جوہم نے انھیں دیاہے، پوشیدہ |
| اورظاہر خرچ کریں،اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اورنہ کوئی دوستی۔ |

## نماز اور انفاق مال کا بیان

"قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْل اَنْ يَّاْتِيَ يَوْم لَا بَيْع" فِدَاء "فِيْهِ وَلَا خِلَال" مُخَالَّة اَيْ صَدَاقَة تَنْفَع هُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

میرے بندوں سے جوایمان لائے ہیں،فرمادیں کہ وہ نماز قائم کریں اوراس میں سے جوہم نے انھیں دیاہے، پوشیدہ اورظاہر

خرچ کریں، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی ہوگی یعنی وہ دوستی جو قیامت کے دن فائدہ دے وہ نہ ہوگی۔

## احسان اور نیکی کے سوا قیامت دن کچھ کام نہ آنے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق ماننے کا اور مخلوق رب سے احسان وسلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں جو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت ہے اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی، حد کی، رکوع کی، خشوع کی، سجدے کی حفاظت کرنا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی اس کی راہ میں پوشیدہ اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لئے اوروں کو بھی دینی چاہئے تا کہ اس دن نجات ملے جس دن کوئی خرید وفروخت نہ ہوگی نہ کوئی دوستی آشنائی ہوگی۔ کوئی اپنے آپ کو بطور فدیے کے بیچنا بھی چاہے تو بھی ناممکن ہوگا۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ |
| اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ تمھارے لیے پھلوں میں سے کچھ رزق نکالا اور تمھارے لیے کشتیوں کو مسخر کیا، تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور تمھاری خاطر دریاؤں کو مسخر کر دیا۔ |

## سمندروں میں کشتیوں کے چلنے کو تمہارے لئے مسخر کرنے کا بیان

"اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ" السُّفُن "لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ" بِالرُّكُوبِ وَالْحَمْل "بِاَمْرِهٖ" بِاِذْنِهٖ،

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے کچھ پانی اتارا، پھر اس کے ساتھ تمھارے لیے پھلوں میں سے کچھ رزق نکالا اور تمھارے لیے کشتیوں کو مسخر یعنی ان میں سوار ہونا اور بوجھ لادنے کے لئے مسخر کیا، تا کہ وہ سمندر میں اس کے حکم سے چلیں اور تمھاری خاطر دریاؤں کو مسخر کر دیا۔

## اللہ کی کثیر نعمتوں کا بیان

اللہ کی طرح طرح کی بیشمار نعمتوں کو دیکھو۔ آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمہیں ایک کنارے سے دوسرے کنارے اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچائیں تم وہاں کا مال یہاں، یہاں کا وہاں لے جاؤ، لے آؤ، نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، تم ان کا پانی پیو، پلاؤ، اس سے کھیتیاں کرو، نہاؤ دھوؤ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ ہمیشہ چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکتے سورج چاند بھی تمہارے فائدے کے کاموں میں

مشغول ہیں مقرر چال پر مقرر جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں تکرار ہو نہ آ گا پیچھا، دن رات انہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں اور رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑے کر دیتا ہے کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے، ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے، وہ اللہ عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں تم اپنے حال وقال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے، اس نے سب کچھ تمہیں دے دی ہیں، مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے اور بیا نگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکھتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو ادا کرو گے؟ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔

| |
|---|
| وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۝ |
| اور تمہاری خاطر سورج اور چاند کو مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں اور تمھاری خاطر رات اور دن کو مسخر کر دیا۔ |

## سورج، چاند، دن اور رات کو مسخر کرنے کا بیان

"وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْس وَالْقَمَر دَائِبَيْنِ" جَارِيَيْنِ فِي فَلَكهمَا لَا يَفْتُرَانِ "وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيل" لِتَسْكُنُوا فِيهِ "وَالنَّهَار" لِتَبْتَغُوا فِيهِ مِنْ فَضْله،

اور تمہاری خاطر سورج اور چاند کو مسخر کر دیا کہ پے در پے چلنے والے ہیں یعنی جو اپنی منازل میں رواں دواں ہیں اور وہ سستی نہیں کرتے اور تمہاری خاطر رات مسخر کیا تاکہ تم اس میں سکون کرو اور دن کو مسخر کر دیا۔ تاکہ تم اس میں رزق تلاش کرو۔

طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور اللہ کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں لو گو صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ تیرے ہی لئے سب حمد و ثنا سزاوار ہے، ہماری ثنائیں ناکافی ہیں، پوری اور بیپرواہ کرنے والی نہیں اے اللہ تو معاف فرما۔ بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی اور دوسرے میں گناہ ہوں گے، تیسرے میں اللہ کی نعمتیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے، اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یونہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے۔ اگر بندے پر اللہ کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخش دیں۔

| |
|---|
| وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝ |
| اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرما دی جو تم نے اس سے مانگی، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کر سکو گے، |
| بیشک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو شمار نہ کر سکنے کا بیان

"وَاٰتَاکُمْ مِنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ" عَلٰی حَسَبِ مَصَالِحِکُمْ "وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ " بِمَعْنٰی اِنْعَامه "لَا تُحْصُوْهَا " لَا تُطِيْقُوا عَدَّهَا "اِنَّ الْاِنْسَان" الْكَافِر "لَظَلُوم كَفَّار" كَثِيْر الظُّلْم لِنَفْسِهِ بِالْمَعْصِيَةِ وَالْكُفْر لِنِعْمَةِ رَبّه،

اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز تمہاری مصلحت کے مطابق عطا فرمادی جو تم نے اس سے مانگی، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو یعنی اس کے انعامات کو تو پورا شمار نہ کر سکو گے، یعنی تم ان کو گننے کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔ بیشک انسان یعنی ناشکرا بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کی ناشکری کر کے معصیت کے ساتھ کثیر ظلم کرنے والا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جب کہ تو نے یہ جان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکر گزاری کی ادائیگی کی توفیق پر پھر نعمت ملی، جس کا شکر یہ واجب ہوا۔

ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر بھی پورا ادا نہیں ہو سکتا تیرے احسانات اور انعامات بیشمار ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ○ |
| اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ |

## دعائے ابراہیم سے حرم شریف کے حرم بن جانے کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيم رَبّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَد" مَكَّة "آمِنًا" ذَا اَمْن وَقَدْ اَجَابَ اللّٰه دُعَاءَهُ فَجَعَلَهُ حَرَمًا لَا يُسْفَك فِيْهِ دَم اِنْسَان وَلَا يُظْلَم فِيْهِ اَحَد وَلَا يُصَاد صَيْده وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهُ "وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ" بَعِّدْنِيْ عَنْ، "اَنْ نَعْبُدَ الْاَصْنَامَ"،

اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب! اس شہر یعنی مکہ کو امن والا بنادے تو اللہ نے ان کی دعا قبول کیا اور اس کو حرم بنادیا یہاں تک کہ اس میں کسی انسان کو خون بہانہ اور اس میں کسی پر ظلم کرنا حرام قرار دیا اور نہ یہ اس کا شکار کیا جائے۔ اور نہ وہاں کی گھاس کو اکھاڑا جائے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بچا یعنی ہمیں دور رکھ، کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

## مکہ مکرمہ کی حرمت کا بیان

حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمرو بن سعید (والی مدینہ) جب ابن زبیر سے لڑنے کے لئے لشکروں کو مکہ کی

طرف روانہ کر رہا تھا تو میں نے اس سے کہا اے امیر! مجھے اجازت دیں، تو میں تجھ سے ایک ایسی بات کہوں جس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح کے دوسرے دن کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ اس کو میرے دونوں کانوں نے سنا ہے اور اس کو میرے دل نے یاد رکھا ہے اور جب آپ اس کو بیان فرما رہے تھے تو میری آنکھیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر فرمایا کہ مکہ (میں جدال وقتال وغیرہ) کو اللہ نے حرام کیا ہے اسے آدمیوں سے نہیں حرام کیا، پس جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ مکہ میں خون ریزی کرے اور نہ (یہ جائز ہے کہ) وہاں کوئی درخت کاٹا جائے پھر اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑنے سے (ان چیزوں کا) جواز بیان کرے تو اس سے کہہ دینا کہ اللہ نے اپنے رسول کو اجازت دے دی تھی اور تمہیں اجازت نہیں دی اور مجھے بھی ایک گھڑی بھر دن کی وہاں اجازت دی تھی پھر آج اس کی حرمت ویسی ہی ہوگئی جیسی کل تھی، پھر حاضر کو چاہیے کہ وہ غائب کو (یہ خبر) پہنچا دے، ابوشریح سے کہا گیا کہ (اس حدیث کو سن کر) عمرو نے کیا جواب دیا؟ انہوں نے کہا کہ (یہ جواب دیا کہ) اے ابوشریح میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، حرم کسی باغی کو اور خون کر کے بھاگ جانے والے کو پناہ نہیں دیتا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 107)

| |
|---|
| رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِىْ فَاِنَّهٗ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ عَصَانِىْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اے میرے رب! ان (بتوں) نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر ڈالا ہے۔ پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہوگا |
| اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک تو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## بتوں کی پوجا کے سبب لوگوں کے گمراہ ہو جانے کا بیان

"رَبِّ اِنَّهُنَّ" اَیْ الْاَصْنَام "اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاس" بِعِبَادَتِهِمْ لَهَا "فَمَنْ تَبِعَنِی" عَلَى التَّوْحِيْد "فَاِنَّهٗ مِنِّی" مِنْ اَهْل دِیْنِیْ "وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّك غَفُوْر رَحِيم" هٰذَا قَبْل عِلْمه اَنَّهٗ تَعَالٰى لَا يَغْفِر الشِّرْك،

اے میرے رب! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر ڈالا ہے۔ یعنی جو ان کی عبادت کرتے ہیں پس جس نے عقیدہ توحید کے مطابق میری پیروی کی وہ تو میرا یعنی میرے دین پر ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو بیشک تو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ یہ قول اس علم سے پہلے کا ہے کہ جب اللہ نے ان کو علم عطا فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرے گا۔

| |
|---|
| رَبَّنَآ اِنِّىْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِىْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِىْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ |
| فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِىْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ |
| اے ہمارے رب! بیشک میں نے اپنی اولاد (اسماعیل علیہ السلام) کو (مکہ کی) بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے |
| گھر کے پاس بسا دیا ہے، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ شوق و محبت |
| کے ساتھ ان کی طرف مائل رہیں اور انہیں پھلوں کا رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر بجا لاتے رہیں۔ |

## حضرت اسماعیل علیہ السلام وحضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کا بیان

"رَبَّنَا اِنِّیۤ اَسۡكَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ" اَیْ بَعْضَهَا وَهُوَ اِسْمَاعِيل مَعَ اُمِّه هَاجَر "بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ" هُوَ مَكَّة "عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ" الَّذِیْ كَانَ قَبْلَ الطُّوفَان "رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً" قُلُوبًا "مِنَ النَّاسِ تَهْوِیْ" تَمِيلُ وَتَحِنُّ "اِلَيْهِمْ" قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ قَالَ اَفْئِدَةَ النَّاسِ لَحَنَّتْ اِلَيْهِ فَارِس وَالرُّوم وَالنَّاسُ كُلُّهُمْ "وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ" وَقَدْ فَعَلَ بِنَقْلِ الطَّائِفِ اِلَيْهِ،

اے ہمارے رب! بیشک میں نے اپنی اولاد یعنی اسماعیل علیہ السلام کوان کی والدہ کے ساتھ لے کر مکہ کی بے آب وگیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر یعنی مکہ کے پاس بسا دیا ہے، یہ گھر طوفان نوح سے پہلے کا ہے۔اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم رکھیں پس تو لوگوں کے دلوں کو ایسا کر دے کہ وہ شوق ومحبت کے ساتھ ان کی طرف مائل رہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام افئدۃ الناس کولفظ استعمال کر دیتے تو فارس وروم اور سارے لوگ مائل ہو جاتے۔اور انھیں ہر طرح کے پھلوں کا رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر بجالاتے رہیں۔اہل طواف کے منتقل ہو جانے پر یہ دعا قبول ہوگئی۔

## حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے صبر واستقامت کا بیان

اس وادی میں جہاں اب مکّہ مکرمہ ہے اور ذُرّیّت سے مراد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں، آپ سر زمین شام میں حضرت ہاجرہ کے بطنِ پاک سے پیدا ہوئے۔حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی بیوی حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی اس وجہ سے انھیں رشک پیدا ہوا اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔حکمت الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ واسمٰعیل کو اس سر زمین میں لے جائیں (جہاں اب مکّہ مکرمہ ہے) آپ ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے شام سے سر زمین حرم میں لائے اور کعبہ مقدسہ کے نزدیک اتارا، یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی، نہ کوئی چشمہ نہ پانی، ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن میں پانی انھیں دے کر آپ واپس ہوئے اور مڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا، حضرت ہاجرہ والدہ اسمٰعیل نے عرض کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں بے انیس ورفیق چھوڑے جاتے ہیں لیکن آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور اس کی طرف التفات نہ فرمایا، حضرت ہاجرہ نے چند مرتبہ یہی عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس وقت انھیں اطمینان ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے گئے اور انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو آیت میں مذکور ہے۔حضرت ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں جب وہ پانی ختم ہوگیا اور پیاس کی شدّت ہوئی اور صاحب زادے کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہوگیا تو آپ پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا ومروہ کے درمیان دوڑیں، ایسا سات مرتبہ ہوا یہاں تک کہ فرشتے کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا۔

آیت میں حرمت والے گھر سے بیت اللہ مراد ہے جو طوفان نوح سے پہلے کعبہ مقدسہ کی جگہ تھا اور طوفان کے وقت آسمان پر اٹھالیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ آپ کے آگ میں ڈالے جانے کے بعد ہوا، آگ کے واقعہ میں آپ نے دعا نہ فرمائی تھی اور اس واقعہ میں دعا کی اور تضرُّع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر اعتماد کر کے دعا نہ کرنا بھی توکّل اور بہتر ہے لیکن مقامِ دعا اس سے بھی افضل ہے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس آخر واقعہ میں دعا فرمانا اس لئے ہے کہ آپ مدارجِ کمال میں دمبدم ترقی پر ہیں۔

یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد اس وادی بیزراعت میں تیرے ذکر و عبادت میں مشغول ہوں اور تیرے بیت حرام کے پاس۔

اطراف و بلاد سے یہاں آئیں اور ان کے قلوب اس مکان طاہر کی شوقِ زیارت میں کھنچیں۔ اس میں ایمانداروں کے لئے یہ دعا ہے کہ انھیں بیت اللہ کا حج میسر آئے اور اپنی یہاں رہنے والی ذُرّیّت کے لئے یہ کہ وہ زیارت کے لئے آنے والوں سے متنفع ہوتے رہیں، غرض یہ دعا دینی دنیوی برکات پر مشتمل ہے۔ حضرت کی دعا قبول ہوئی اور قبیلہ جرہم نے اس طرف سے گزرتے ہوئے ایک پرند دیکھا تو انھیں تعجب ہوا کہ بیابان میں پرندہ کیسا، شاید کہیں چشمہ نمودار ہوا، جستجو کی تو دیکھا کہ زمزم شریف میں پانی ہے یہ دیکھ کر ان لوگوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں بسنے کی اجازت چاہی، انہوں نے اس شرط سے اجازت دی کہ پانی میں تمہارا حق نہ ہوگا وہ لوگ وہاں بسے اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام جوان ہوئے تو ان لوگوں نے آپ کے صلاح وتقویٰ کو دیکھ کر اپنے خاندان میں آپ کی شادی کردی اور حضرت ہاجرہ کا وصال ہوگیا اس طرح حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعا پوری ہوئی اور آپ نے دعا میں یہ بھی فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ابراہیم، لاہور)

| |
|---|
| رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَ مَا نُعْلِنُ ؕ وَ مَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ○ |
| اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ |

### ہر ظاہر و پوشیدہ کو اللہ جاننے والا ہے

"رَبَّنَا اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِی" نُسِرّ "وَمَا نُعْلِن وَمَا یَخْفَی عَلَی اللّٰہِ مِنْ" زَائِدَۃ "شَیْءٍ فِی الْاَرْض وَلَا فِی السَّمَاء" یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ مِنْ کَلَامہٖ تَعَالٰی اَوْ کَلَام اِبْرَاھِیْم،

اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاتے ہیں اور ظاہر کرتے اور اللہ پر کچھ چھپا نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں۔ یہاں پر لفظ من زائدہ ہے۔ یہاں پر دونوں احتمال ہیں ممکن یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو اور بھی ممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلام ہو۔

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ○ |
| سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی خوبیوں کو بیان کرنا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ " اَعْطَانِیْ "عَلٰی" مَعَ "الْکِبَرِ اِسْمَاعِیْل " وُلِدَ وَلَهٗ تِسْعٌ وَتِسْعُوْنَ سَنَةً "وَاِسْحَاق" وُلِدَ وَلَهٗ مِائَةٌ وَاثْنَتَا عَشْرَةَ سَنَةً،

سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل واسحاق دیئے بیشک میرا رب دعا سننے والا ہے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو آپ کی عمر مبارک ۹۹ سال تھی اور جب اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی عمر مبارک ۱۱۲ سال تھی۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا بیان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے اللہ تو میرے ارادے اور میرے مقصود کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے میری چاہت ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے زمین وآسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسماعیل بھی، اسحاق بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے میں نے مانگا تو نے دیا پس تیرا شکر ہے۔ اے اللہ مجھے نمازوں کا پابند بنا اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما۔

ولوادی کی قرأت بعض نے والوالدی بھی کی ہے یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد اللہ کی دشمنی پر ہی مرا ہے۔ جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی اللہ سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

| |
|---|
| رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ٥ |
| اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی اولاد کے لئے دعا مانگنے کا بیان

"رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلَاة وَ" اجْعَلْ "مِنْ ذُرِّیَّتِیْ" مَنْ یُّقِیْمهَا وَاَتٰی بِمَنْ لِاِعْلَامِ اللّٰه تَعَالٰی لَهٗ اَنَّ مِنْهُمْ کُفَّارًا "رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء" الْمَذْکُوْر،

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم رکھنے والا بنا دے، یہاں پر لفظ من استعمال کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتا دیا کہ ان میں بعض کفار ہوں گے۔ اے ہمارے رب! اور تو میری دعا قبول فرما لے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اس حدیث کو پہنچاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جب اپنی بیوی کے پاس آئے تو اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا کہہ دے، پھر ان دونوں کے درمیان کوئی لڑکا مقدر کیا جائے، تو اس کو شیطان ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 145)

رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ۝

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔

## والدین کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا بیان

"رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ" هٰذَا قَبۡلَ اَنۡ یَتَبَیَّنَ لَهٗ عَدَاوَتُهُمَا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَقِیۡلَ اَسۡلَمَتۡ اُمُّهٗ وَقُرِءَ وَالِدِیۡ مُفۡرَدًا وَوَلَدِیۡ "وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ" یَثۡبُتُ، الۡحِسَابُ،

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو، یہ دعا اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھنے سے قبل تھی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی والدہ ایمان لائیں۔ اور ایک قرأت میں والدی مفرد پڑھا گیا ہے۔ اور ایمان والوں کو، جس دن حساب قائم ہوگا۔ یعنی وہ ثابت قدم رہیں۔

## وفات کے بعد کن لوگوں کو ثواب پہنچتا ہے

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا سے بواسطہ اپنے والد کے روایت کرتے ہیں کہ عاص بن وائل (جو کہ کافر تھے) نے وصیت کی تھی کہ ان کی طرف سے ۱۰۰ غلاموں کو آزاد کیا جائے، پس ان کے بیٹے ہشام نے ۵۰ غلام آزاد کر دیئے اور یہ ارادہ کیا کہ بقیہ پچاس حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ آزاد کریں، تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو رسول اللہ ﷺ سے پوچھوں گا۔ پس وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ میرا باپ ۱۰۰ غلام آزاد کرنے کی وصیت کر گیا تھا اور ہشام نے پچاس غلام آزاد کر دیئے ہیں اور بقیہ پچاس کیا میں ان کی طرف سے آزاد کر دوں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر وہ مسلمان ہوتے تو تم ان کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا ان کی طرف سے صدقہ کرتے یا ان کی طرف سے حج کرتے تو وہ ان کو پہنچتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح، بحوالہ ابوداؤد شریف، ج ۱، ص ۲۶۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

صحاح ستہ کی مشہور کتاب سنن ابوداؤد کی اس مشہور حدیث میں دوٹوک فیصلہ فرمادیا ہے کہ مرنے کے بعد اگر میت کو ثواب پہنچانا ہو تو یہ قانون یاد رکھنا چاہیے کہ اگر مرنے والا مسلمان ہے تو اسے ثواب پہنچے گا اور اگر مرنے والا کافر ہے تو اسے کسی قسم کا ثواب نہیں پہنچے گا۔

وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡهِ الۡاَبۡصَارُ۝

اور اللہ کو ان کاموں سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم انجام دے رہے ہیں، بس وہ تو ان کو فقط اس دن کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔

## کفار کی آنکھوں کا پھٹی کی پھٹی رہ جانے کا بیان

"وَلَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ" الۡكَافِرُوۡنَ مِنۡ اَهۡلِ مَكَّةَ "اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمۡ" بِلَا عَذَابٍ

"لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ" لِهَوْلِ مَا تَرَى يُقَالُ شَخَصَ بَصَرُ فُلَانٍ اَىْ فَتَحَهُ فَلَمْ يُغْمِضْهُ،

اور اللہ کو ان کاموں سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم یعنی کفار مکہ انجام دے رہے ہیں، بس وہ تو ان ظالموں کو عذاب سے فقط اس دن کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں خوف کے مارے آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی۔ یعنی سختیوں کے باعث وہ دیکھ نہ سکیں گے اور یہ محاورہ بھی بولا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جس کو وہ بند نہ کر سکا۔

## قیامت کے ہولناک منظر کا بیان

کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا اللہ کو علم ہی نہیں اس لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں، نہیں اللہ ایک ایک کے ایک ایک گھڑی کے برے بھلے اعمال سے بخوبی واقف ہے یہ ڈھیل خود اسکی دی ہوئی ہے کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آ جائے۔ جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی، دیدے چڑھا دیں گی، سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے، کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔ سب کے سب پورے اطاعت گزار بن جائیں گے، دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کے لئے بے تابانہ آئیں گے، آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی، گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ جھپکے گی۔ دلوں کا یہ حال ہوگا کہ گویا اڑے جاتے ہیں۔ خالی پڑے ہیں۔ خوف کے سوا کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں، اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں، دہشت سے خراب ہو رہے ہیں۔

| |
|---|
| مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِىْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ |
| اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ ان کی طرف نہیں لوٹے گی |
| اور ان کے دل خالی ہونگے۔ |

## کفار کے لئے قیامت کی سختیوں کا بیان

"مُهْطِعِيْنَ" مُسْرِعِيْنَ حَالٌ "مُقْنِعِىْ" رَافِعِىْ "رُئُوْسِهِمْ" اِلَى السَّمَاءِ "لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ" بَصَرُهُمْ "وَاَفْئِدَتُهُمْ" قُلُوْبُهُمْ "هَوَاءٌ" خَالِيَةٌ مِنَ الْعَقْلِ لِفَزَعِهِمْ،

اس حال میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر یعنی آسمان کی طرف اٹھانے والے ہوں گے، ان کی نگاہ یعنی نظر ان کی طرف نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہونگے۔ یعنی خوف کے سبب عقل سے خالی ہوں گے۔

شدت حیرت و دہشت سے۔ قتادہ نے کہا کہ دل سینوں سے نکل کر گلوں میں آ پھنسیں گے، نہ باہر نکل سکیں نہ اپنی جگہ واپس جا سکیں گے، معنی یہ ہیں کہ اس دن کی شدت ہول و دہشت کا یہ عالم ہوگا کہ سر اوپر اٹھے ہوں گے، آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی، دل اپنی جگہ پر قرار نہ پا سکیں گے۔

وَ اَنۡذِرِ النَّاسَ یَوۡمَ یَاۡتِیۡهِمُ الۡعَذَابُ فَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا رَبَّنَاۤ اَخِّرۡنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیۡبٍ ۙ نُّجِبۡ دَعۡوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمۡ تَكُوۡنُوۡۤا اَقۡسَمۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ مَا لَكُمۡ مِّنۡ زَوَالٍ ۝

اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جب ان پر عذاب آ پہنچے گا تو وہ لوگ جو ظلم کرتے رہے ہوں گے کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے کہ ہم تیری دعوت کو قبول کرلیں اور رسولوں کی پیروی کرلیں۔ (ان سے کہا جائے گا) کہ کیا تم ہی لوگ پہلے قسمیں نہیں کھاتے رہے کہ تمہیں کبھی زوال نہیں آئے گا۔

## قیامت کے دن دنیا کی زندگی کے لئے مہلت مانگنے والے کفار کا بیان

"وَاَنۡذِرۡ" خَوِّفۡ یَا مُحَمَّد "النَّاس" الۡكُفَّار "یَوۡم یَاۡتِیهِمُ الۡعَذَاب" هُوَ یَوۡم الۡقِیَامَة "فَیَقُوۡل الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا" كَفَرُوۡا "رَبَّنَا اَخِّرۡنَا" بِاَنۡ تَرُدّنَا اِلَی الدُّنۡیَا "اِلٰی اَجَل قَرِیب نُجِبۡ دَعۡوَتك" بِالتَّوۡحِیۡدِ "وَنَتَّبِع الرُّسُل" فَیُقَال لَهُمۡ تَوۡبِیخًا: "اَوَلَمۡ تَكُوۡنُوۡا اَقۡسَمۡتُمۡ" حَلَفۡتُمۡ "مِنۡ قَبۡل" فِی الدُّنۡیَا "مَا لَكُمۡ مِنۡ" زَائِدَة "زَوَال" عَنۡهَا اِلَی الۡاٰخِرَة،

یا محمد ﷺ آپ لوگوں یعنی کفار کو اس دن کے عذاب سے ڈرائیں جو قیامت کا دن ہے جب ان پر عذاب آ پہنچے گا تو وہ لوگ یعنی کافر جو ظلم کرتے رہے ہوں گے کہیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے دے یعنی ہمیں دنیا میں دوبارہ لوٹا دے، کہ ہم تیری دعوت کو یعنی توحید کو قبول کرلیں اور رسولوں کی پیروی کرلیں۔ ان سے بہ طور توبیخ کہا جائے گا کہ کیا تم ہی لوگ پہلے دنیا میں قسمیں نہیں کھاتے رہے کہ تمہیں آخرت میں کبھی زوال نہیں آئے گا۔ یہاں پر من زائدہ ہے۔

## قریش کا قسم کھانا کہ انھیں کبھی زوال نہیں آئے گا

زبان حال سے یا قال سے گویا انھیں اس بات کا دل میں اس قدر پختہ یقین تھا جیسے کوئی قسم کھا کر وثوق سے کہتا ہے اور وہ یہ بات تھی کہ ہماری اس شان وشوکت کو کبھی زوال نہیں آسکتا۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے یہ صورت حال سامنے لائیے کہ ابتدائے اسلام میں ایک طرف تو رؤسائے قریش تھے جنہیں کعبہ کی تولیت اور بعض دوسری وجوہ سے عرب بھر میں قیادت وسیادت حاصل تھی۔ سارے عرب میں انھیں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا خوشحال اور کھاتے پیتے لوگ تھے اور ان کی عزت اور ناموری کا ڈنکا بجتا تھا۔ دوسری طرف گنتی کے چند بے بس اور ناتواں مسلمان تھے جو ان کے ظلم واستبداد کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ اس صورت میں ان سرداران قریش کو کبھی یہ خیال آسکتا تھا کہ کسی وقت یہ سارا نقشہ الٹ بھی سکتا ہے۔ جب کہ ہم مجبور ومحکوم ہوں گے اور یہ مسلمان ہم پر حاکم اور بالادست ہوں گے۔ اسی کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے زبان حال سے قسمیں کھانے سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سرکش اور متکبر کافر نے فی الواقع ایسی قسم کھائی بھی ہو۔

| |
|---|
| وَّسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝ |
| اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں آباد رہے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تمھارے لیے خوب واضح ہو گیا کہ |
| ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا اور ہم نے تمھارے لیے کئی مثالیں بیان کیں۔ |

## سابقہ ہلاک شدہ امتوں کی عبرت ناک امثلہ کو بتانے کا بیان

"وَسَكَنْتُمْ" فِيْهَا "فِىْ مَسَاكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسهمْ" بِالْكُفرِ مِنَ الْاُمَمِ السَّابِقَة "وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ" مِنَ الْعُقُوْبَة فَلَمْ تَنْزَجِرُوْا "وَضَرَبْنَا" بَيَّنَّا "لَكُمُ الْاَمْثَال" فِى الْقُرْاٰن فَلَمْ تَعْتَبِرُوا،

اور تم ان لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں آباد رہے جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا یعنی سابقہ امتوں میں سے کفر کرنے والے لوگ، اور تمہارے لیے خوب واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کے ساتھ کس طرح کیا یعنی ان کو عذاب نے کس طرح پکڑ لیا۔ اور ہم نے تمہارے لئے قرآن میں کئی مثالیں بیان کیں۔

حالانکہ ہم نے سابقہ امتوں کے انجام کی مثالیں دے دے کر تم پر یہ بات واضح کر دی تھی کہ ایسا انقلاب آ سکتا ہے۔ پہلے بھی آتا رہا ہے اور اب بھی آ کے رہے گا اور ان کے قصے تمہارے ہاں زبان زد بھی تھے اور ان کے ہلاک کردہ علاقے تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے بھی رہتے تھے اور انھیں کے علاقوں میں تم میں سے کچھ لوگ آج بھی آباد ہیں۔ لہذا یہ بھی عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہاں سے ہٹا کر دوسرے لوگوں کو آگے لے آئے۔

| |
|---|
| وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ۝ |
| اور انہوں نے اپنی طرف سے بڑی فریب کاریاں کیں جبکہ اللہ کے پاس ان کے ہر فریب کا توڑ تھا، اگر چہ ان کی مکارانہ |
| تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اکھڑ جائیں۔ |

## کفار مکہ کی فریب کاریوں کا بیان

"وَقَدْ مَكَرُوا" بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَكْرهمْ" حَيْثُ اَرَادُوا قَتْله اَوْ تَقْيِيده اَوْ اِخْرَاجه "وَعِنْدَ اللّٰه مَكْرهمْ" اَىْ عِلْمه اَوْ جَزَاؤُهُ "وَاِنْ" مَا "كَانَ مَكْرهمْ" وَاِنْ عَظُمَ "لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَال" الْمَعْنٰى لَا يُعْبَأ بِهٖ وَلَا يَضُرّ اِلَّا اَنْفُسهمْ وَالْمُرَاد بِالْجِبَالِ هُنَا قِيْلَ حَقِيْقَتهَا وَقِيْلَ شَرَائِع الْاِسْلَام الْمُشَبَّهَة بِهَا فِى الْقَرَار وَالثَّبَات وَفِىْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ لَامِ لَتَزُوْلَ وَرَفْع الْفِعْل فَاِنْ مُخَفَّفَة وَالْمُرَاد تَعْظِيْم مَكْرهمْ وَقِيْلَ الْمُرَاد بِالْمَكْرِ كُفْرهمْ وَيُنَاسِبهُ عَلَى الثَّانِيَة "تَكَاد السَّمَاوَات يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقّ الْاَرْض وَتَخِرّ الْجِبَال هَدًّا" وَعَلَى الْاَوَّل مَا قُرِءَ وَمَا كَانَ،

اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی طرف سے بڑی فریب کاریاں کیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل یا قید یا جلاوطن کرنے کے منصوبے بنائے۔ جبکہ اللہ کے پاس ان کے ہر فریب کا توڑ تھا، اگرچہ ان کی مکارانہ تدبیریں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی اکھڑ جائیں۔ معنی یہ ہے کہ ان کی چالیں اتنی بڑی ہونے کے باوجود اللہ کی طاقت کے مقابلے میں کچھ نہ تھیں اور حقیقت میں وہ اپنا ہی نقصان کر رہے تھے۔ اور پہاڑ سے مراد یہاں حقیقی پہاڑ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے مراد اسلام کے احکام ہیں۔ اور اس کے ثابت و برقرار رہنے میں پہاڑوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایک قرأت میں تزول کے لام کو فتحہ اور فعل کو رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور یہاں پر ان مخففہ ہے۔ مراد ان کے مکر کے بڑا ہونے بتانا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مکر ان کا کفر ہے۔ لہٰذا دوسرا معنی کے مناسب یہ آیت ''تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا'' ہے جبکہ پہلا معنی وہی ہے جو پڑھا گیا ہے۔

## اثبات حق وابطال باطل کا بیان

یہ جملہ حالیہ ہے کہ ہم نے ان کے ساتھ جو کیا وہ کیا، درآنحالیکہ انہوں نے باطل کے اثبات اور حق کے رد کرنے کے لئے مقدور بھر حیلے اور مکر کیے اور اللہ کو ان تمام چالوں کا علم ہے یعنی اس کے پاس درج ہے جس کی وہ ان کو سزا دے گا۔

کیونکہ اگر پہاڑ ٹل گئے ہوتے تو اپنی جگہ برقرار نہ ہوتے، جب کہ سب پہاڑ اپنی اپنی جگہ ثابت اور برقرار ہیں۔ یہ ان نافیہ کی صورت میں ہے دوسرے معین ان مخففہ من المثقلۃ کے لیے گئے ہیں یعنی یقیناً ان کے مکر تو اتنے بڑے تھے کہ پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جاتے یہ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے ان کے مکروں کو کامیاب نہیں ہوتے دیا جیسے مشرکین کے شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **تکاد السموات یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ۔ ان دعوا للرحمن ولدا** ۔ سورہ مریم۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اس بات پر کہ انہوں نے کہا اللہ رحمان کی اولاد ہے۔

| |
|---|
| فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ؕ |
| پس تو ہرگز گمان نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب، بدلہ لینے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا انبیائے کرام سے مدد کے وعدہ کے برحق ہونے کا بیان

"فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ" بِالنَّصْرِ "اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ" غَالِبٌ لَا يُعْجِزُهُ شَيْءٌ "ذُو انْتِقَامٍ" مِمَّنْ عَصَاهُ ۔

پس آپ ہرگز گمان نہ کریں کہ اللہ اپنے رسولوں سے اپنی مدد کے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب پر غالب ہے لہٰذا اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں ہے۔ جو اس کی نافرمانی کرے وہ اس سے بدلہ لینے والا ہے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۝

جس دن یہ زمین اورز مین سے بدل دی جائے گی اور سب آسمان بھی اور لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے۔

## قیامت کے دن صاف ستھری زمین پر اللہ کی بارگاہ میں سب لوگوں کے جمع ہونے کا بیان

اذْكُرْ "يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ" هُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ فَيُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى اَرْضٍ بَيْضَاءَ نَقِيَّةٍ كَمَا فِيْ حَدِيْثِ الصَّحِيْحَيْنِ وَرَوٰى مُسْلِم حَدِيْث: سُئِلَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيْنَ النَّاسُ يَوْمَئِذٍ قَالَ: "عَلَى الصِّرَاط" "وَبَرَزُوْا" خَرَجُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ ,لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

آپ یاد کریں جس دن یہ زمین اورز مین سے بدل دی جائے گی اور سب آسمان بھی اور وہ قیامت کا دن ہے اور لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، یعنی لوگوں کو ایک صاف ستھری زمین پر جمع کیا جائے گا جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ کہ جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ لوگ اس دن کہاں ہوں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا پل صراط پر ہوں گے اور وہ لوگ قبروں سے نکالے جائیں گے۔ اور لوگ اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، جو اکیلا ہے، بڑا زبردست ہے۔

## سورہ رعد آیت ۴۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت مسروق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آیت (یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ، جس دن اس زمین سے اورز مین بدلی جائے گی۔ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پل صراط پر۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1065)

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے حضرت ابن مسعود نے فرمایا یہ زمین بدل دی جائے گی اور اس کی جگہ چاندی کی زمین کر دی جائے گی جہاں نہ کبھی حرام خون بہایا گیا ہوگا اور نہ ہی گناہ کیا گیا ہوگا۔ حاکم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے جب قیامت کا دن ہوگا تو زمین کو چمڑے کی طرح کھینچ کر پھیلا دیا جائے گا اور ساری مخلوق کو اس پر جمع کر دیا جائے گا۔

## قیامت کے دن زمین وآسمان کے تبدیل ہو جانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشر کی زمین بالکل نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی اور یہ زمین ایسی ہوگی جس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا جس پر کسی کا ناحق خون نہیں گرایا گیا اسی طرح مسند احمد اور تفسیر ابن جریر کی حدیث میں یہی مضمون بروایت حضرت انس مذکور ہے۔

صحیحین بخاری ومسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ ایک ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو ایسی صاف وسفید ہوگی جیسے میدے کی روٹی اس میں کسی کی کوئی علامت (مکان،

باغ، درخت، پہاڑ، ٹیلہ وغیرہ کی) کچھ نہ ہوگی یہی مضمون بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔اور حاکم نے سند قوی کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز یہ زمین اس طرح کھینچی جائے جیسے چمڑے کو کھینچا جائے جس سے اس کی سلوٹیں اور شکن نکل جائیں (اس کی وجہ سے زمین کے غار اور پہاڑ سب برابر ہوکر ایک سطح مستوی بن جائے گی اور اس وقت تمام اولاد آدم اس زمین پر جمع ہوگی اس ہجوم کی وجہ سے ایک انسان کے حصہ میں صرف اتنی ہی زمین ہوگی جس پر وہ کھڑا ہو سکے پھر محشر میں سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا میں رب العزت کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی تو میں تمام مخلوق کے لئے شفاعت کروں گا کہ ان کا حساب کتاب جلد ہو جائے۔

تفسیر مظہری میں مسند عبد ابن حمید سے حضرت عکرمہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے اس کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ زمین سمٹ جائے گی اور اس کے پہلو میں ایک دوسری زمین ہوگی جس پر لوگوں کو حساب کتاب کے لئے کھڑا کیا جائے گا۔ (تفسیر مظہری، سورہ ابراہیم، لاہور)

## حضرت ثوبان نے یارسول اللہ نہ کہنے والے یہودی کو دھکا دیکر سمجھایا

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپ کا نام لے کر سلام علیک کہا میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یارسول اللہ ﷺ نہیں کہتا؟ اور آپ کا نام لیتا ہے اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھرانے کے لوگوں نے رکھا ہے اسی نام سے پکاریں گے آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ﷺ ہی رکھا ہے۔ یہودی نے کہا سنئے میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کرلو اس نے کہا سب سے پہلے پل صراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انہیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی۔؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا۔ اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی۔ یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا۔ بچے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا مرد کا خاص پانی سفید رنگ کا ہوتا ہے اور جب عورت کا خاص پانی زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا پانی غالب آ جائے تو بحکم الٰہی لڑکا ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آ جائے تو اللہ کے حکم سے لڑکی ہوتی ہے۔ یہودی نے کہا بیشک آپ سچے ہیں اور یقیناً آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جواب سکھا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ابراہیم، بیروت)

| |
|---|
| وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ فِي الْاَصْفَادِ۝ |
| اور آپ مجرموں کو اس دن زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ |

## قیامت کے دن کفار کا اپنے شیطانوں کے ساتھ بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہونے کا بیان

"وَتَرَى" يَا مُحَمَّد تُبْصِر "الْمُجْرِمِيْنَ" الْكَافِرِيْنَ "يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِيْنَ "مَشْدُوْدِيْنَ مَعَ شَيَاطِيْنهمْ "فِي الْاَصْفَاد" الْقُيُود اَوْ الْاَغْلَال،

یا محمد ﷺ آپ مجرموں یعنی کفار کو اس دن زنجیروں میں ایک دوسرے کے ساتھ جکڑے ہوئے دیکھے گا۔ یعنی اپنے شیطانوں کے ساتھ بیڑیوں میں باندھے ہوئے ہوں گے۔

| |
|---|
| سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۝ |
| ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔ |

## کفار کے چہروں کو آگ کے ڈھانپ لینے کا بیان

"سَرَابِيلهمْ" قُمُصُهُمْ "مِنْ قَطِرَان" لِاَنَّهُ اَبْلَغ لِاشْتِعَالِ النَّار "وَتَغْشٰى" تَعْلُو،

ان کی قمیصیں گندھک کی ہوں گی اور ان کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہوگی۔ کیونکہ گندھک آگ جلانے میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔

قطران سے مراد ہر وہ جلنے والا غلیظ مادہ ہے جو بدبودار، گاڑھا اور سیاہ دھواں چھوڑتا ہوا جلتا ہے اور تا دیر جلتا رہتا ہے اور بجھنے میں نہیں آتا۔ اس کی آگ کا درجہ حرارت بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ آگ مجرموں کے تمام جسم سے لپٹ رہی ہوگی اور چہرہ کا نام بالخصوص اس لیے لیا گیا کہ بدن کی ظاہری ساخت میں سب سے اشرف حصہ چہرہ ہی ہوتا ہے اور چہرہ کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ دوسرے جسم کی نسبت سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔

| |
|---|
| لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۝ |
| تاکہ اللہ ہر جان کو اس کا بدلہ دے جو اس نے کمایا ہے۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ |

## ہر جان کو بھلائی یا برائی کا بدلہ ملنے کا بیان

"لِيَجْزِيَ" مُتَعَلِّق بِبَرَزُوا "اللّٰه كُلّ نَفْس مَا كَسَبَتْ" مِنْ خَيْر وَشَرّ "اِنَّ اللّٰه سَرِيع الْحِسَاب" يُحَاسِب جَمِيْع الْخَلْق فِيْ قَدْر نِصْف نَهَار مِنْ اَيَّام الدُّنْيَا لِحَدِيْثٍ بِذٰلِكَ،

یہاں پر لفظ یجزی یہ برزوا کے متعلق ہے۔ تاکہ اللہ ہر جان کو اس کا بدلہ دے جو اس نے نیکی یا برائی کے ذریعے کمایا ہے۔ بے

شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ حدیث مبارکہ کے مطابق وہ دنیا کے دن کے حساب سے آدھے دن میں ساری مخلوق کا حساب کر لے گا۔

| |
|---|
| هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ٥ |
| یہ لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے اور تا کہ انہیں اس کے ساتھ ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ |
| وہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔ |

## قرآن کا لوگوں کے لئے باعث نصیحت ہونے کا بیان

"هٰذَا" الْقُرْاٰن "بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ" اَیْ اُنْزِلَ لِتَبْلِيغِهِمْ "وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا" بِمَا فِيْهِ مِنَ الْحُجَجِ "اَنَّمَا هُوَ" اَیْ اللّٰه "اِلٰه وَاحِد وَلِيَذَّكَّرَ" بِاِدْغَامِ التَّاء فِي الْاَصْل فِي الذَّال يَتَّعِظ "اُوْلُو الْاَلْبَاب" اَصْحَاب الْعُقُوْل

یہ قرآن لوگوں کے لیے ایک پیغام ہے یعنی پیغام کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور تا کہ انہیں اس کے ساتھ یعنی جو اس میں دلائل ہیں ان کے ذریعے ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ حقیقت یہی ہے کہ وہ اللہ ایک ہی معبود ہے اور تا کہ عقلوں والے نصیحت حاصل کریں۔ یہاں پر یذکر میں اصل میں ایک تاء کا ذال میں ادغام ہے تا کہ عقل والے نصیحت حاصل کریں۔

ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف اللہ کا کھلا پیغام ہے جسے اور آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ لا نذر کم به ومن بلغ یعنی تا کہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کردوں اور جسے جسے یہ پہنچے یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ۔ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دئے جائیں ڈرا دئے جائیں۔ اور اس کی دلیلیں حجتیں دیکھ سن کر پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کر لیں کہ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور عقلمند لوگ نصیحت وعبرت وعظ و پند حاصل کر لیں۔

## سورہ ابراہیم کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت ابراہیم کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

**محمد لیاقت علی رضوی حنفی**

# سُوْرَةُ الْحَجَر

## یہ قرآن مجید کی سورت حجر ہے

### سورت حجر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

الْحِجْر ( مَكِّيَّة وَايَاتهَا 99 )

سورہ حجر مکی ہے اس میں چھ رکوع ننانوے آیات، چھ سو چوّن کلمات، دو ہزار سات سو ساٹھ حروف ہیں۔

### سورہ حجر کے نام کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں اصحاب حجر کے واقعہ اور ان کی ہلاکت کا بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بڑے طویل القامت، مضبوط جسم اور لمبی عمروں والے تھے۔ سنگ تراش اور انجینئر قسم کے لوگ تھے۔ اور اس فن میں اتنے ماہر تھے کہ پہاڑوں کو تراش کر ان میں اپنے گھر بنا لیتے تھے۔ اور یہ گھر اتنے مضبوط ہوتے تھے جو ہر طرح کی ارضی وسماوی آفات مثلاً زلزلہ، سیلاب، طوفان بادوباراں وغیرہ کا مقابلہ کر سکتے تھے لہٰذا ہر طرح کے خوف وخطر سے نڈر ہو کر ان میں رہتے تھے۔ پس اسی سبب سے سورت کا نام حجر رکھا گیا ہے۔

| |
|---|
| الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ٥ |
| الف، لام، را یہ کتاب اور روشن قرآن کی آیات ہیں۔ |

### کتاب مبین کی آیات کا بیان

"الر" اللّٰه اَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذٰلِكَ "تِلْكَ" هٰذِهِ الْاٰيَات "اٰيَات الْكِتَاب" الْقُرْاٰن وَالْاِضَافَة بِمَعْنٰى مِنْ "وَقُرْاٰن مُبِيْن" مُظْهِر لِلْحَقِّ مِنْ الْبَاطِل عَطْف بِزِيَادَةِ صِفَة،

الف، لام، را، ان حروف کی مراد کو اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ یہ کتاب یعنی قرآن کی آیات، یہاں پر اضافت حرف من کے ذریعے ہوئی ہے۔ اور روشن قرآن کی آیات ہیں۔ یعنی جو حق کو باطل کے اندھیروں سے ظاہر کرنے والا ہے۔ اور یہاں زیادتی صفت کے ساتھ بہ طور عطف ہے۔

اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں، لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہیے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ○

کفار بار بار آرزو کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے۔

## کفار کا قیامت کے دن بار بار مسلمان ہونے کی آرزو کا بیان

"رُبَمَا" بِالتَّشْدِيْدِ وَالتَّخْفِيْفِ "يَوَدّ" يَتَمَنَّى "الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" يَوْم الْقِيَامَة إِذَا عَايَنُوْا حَالهمْ وَحَال الْمُسْلِمِيْنَ "لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ" وَرُبَّ لِلتَّكْثِيْرِ فَإِنَّهُ يَكْثُر مِنْهُمْ تَمَنِّيْ ذٰلِكَ وَقِيْلَ لِلتَّقْلِيْلِ فَإِنَّ الْأَهْوَال تُدْهِشهُمْ فَلَا يُفِيقُونَ حَتّٰى يَتَمَنَّوْا ذٰلِكَ إِلَّا فِيْ أَحْيَان قَلِيْلَة،

یہاں پر لفظ ربما یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ کفار قیامت کے دن مومنوں پر اللہ کی رحمت کے مناظر دیکھ کر بار بار آرزو کریں گے کہ کاش! وہ مسلمان ہوتے۔ لفظ رب کثرت کے لئے آتا ہے کیونکہ وہ اہل ایمان سے زیادہ کثرت میں ہوں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رب تقلیل کے لئے آتا ہے۔ یعنی قیامت کی سختیوں کے سبب ان کے ہوش سلامت نہ ہوں گے اور ان کو پتہ نہیں ہوگا کہ وہ کیا تمنا کریں۔ یہاں تک کہ وہ بہت تھوڑی تمنا کریں گے۔

امام طبرانی لکھتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا الہ الا اللہ کے کہنے والوں میں بعض لوگ بہ سبب اپنے گناہوں کے جہنم میں جائیں گے پس لات وعزیٰ کے پجاری ان سے کہیں گے کہ تمہارے لا الہ الا اللہ کہنے نے تمہیں کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ ہی جہنم میں جل رہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آئے گا اللہ ان سب کو وہاں سے نکال لے گا۔ اور نہر حیات میں غوطہ دے کر انہیں ایسا کر دے گا جیسے چاند گہن سے نکلا ہو۔ پھر یہ سب جنت میں جائیں گے وہاں انہیں جہنمی کہا جائے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر کسی نے کہا کیا آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنا ہے؟ آپ نے فرمایا سنو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مجھ پر قصداً جھوٹ بولنے والا اپنی جگہ جہنم میں بنالے۔ باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ مشرک لوگ اہل قبلہ سے کہیں گے کہ تم تو مسلمان تھے پھر تمہیں اسلام نے کیا نفع دیا؟ تم تو ہمارے ساتھ جہنم میں جل رہے ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہمارے گناہ تھے جن کی پاداش میں ہم پکڑے گئے الخ اس میں یہ بھی ہے کہ ان کے چھٹکارے کے وقت کفار کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہوتے اور ان کی طرح جہنم سے چھٹکارا پاتے۔ (طبرانی)

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ○

انہیں چھوڑ دے، وہ کھائیں اور فائدہ اٹھائیں اور انھیں امید غافل رکھے، پھر جلدی جان لیں گے۔

## دنیا میں کفار کے لئے دنیاوی نفع کے قلیل ہونے کا بیان

"ذَرْهُمْ" اُتْرُكْ الْكُفَّار يَا مُحَمَّد "يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا" بِدُنْيَاهُمْ "وَيُلْهِهِمْ" يَشْغَلهُمْ "الْأَمَل" بِطُوْلِ

الْعُمْر وَغَيْرِه عَنْ الْإِيْمَان "فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ" عَاقِبَة اَمْرِهِمْ وَهٰذَا قَبْل الْاَمْر بِالْقِتَالِ،

یا محمد ﷺ آپ انہیں یعنی کفار کو چھوڑ دیں وہ کھائیں اور دنیا میں فائدہ اٹھائیں اور انہیں امید غافل رکھے، یعنی وہ لمبی عمروں میں ایمان وغیرہ سے مصروف رہیں۔ پھر جلدی اپنے انجام کو جان لیں گے۔ اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

## شاندار محلات والوں کے مکانوں کا قبروں میں تبدیل ہونے کا بیان

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جامع مسجد دمشق کے منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے اہل دمشق کیا تم اپنے ایک ہمدرد خیر خواہ بھائی کی بات سنو گے سن لو کہ تم سے پہلے بہت بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں جنہوں نے مال ومتاع بہت جمع کیا اور بڑے بڑے شان دار محلات تعمیر کئے اور دور دراز کے طویل منصوبے بنائے آج وہ سب ہلاک ہو چکے ہیں ان کے مکانات ان کی قبریں ہیں اور ان کی طویل امیدیں سب دھوکہ اور فریب ثابت ہوئیں قوم عاد تمہارے قریب تھی جس نے اپنے آدمیوں سے اور ہر طرح کے مال ومتاع سے اور اسلحہ اور گھوڑوں سے ملک کو بھر دیا تھا آج کوئی ہے جو ان کی وراثت مجھ سے دو درہم میں خریدنے کو تیار ہو جائے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ جو شخص اپنی زندگی میں طویل امیدیں باندھتا ہے اس کا عمل ضرور خراب ہو جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ٥ |
| اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اس کے لیے ایک مقرر لکھا ہوا وقت تھا۔ |

## بستیوں کی ہلاکتوں کی مدت کے تقرر کا بیان

"وَمَا اَهْلَكْنَا مِنْ" زَائِدَة "قَرْيَة" اُرِيْدَ اَهْلهَا "اِلَّا وَلَهَا كِتَاب" اَجَل "مَعْلُوم" مَحْدُوْد لِاِهْلَاكِهَا،

اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا یہاں پر لفظ من زائدہ ہے۔ یعنی ہلاکت کا ارادہ ویسے نہیں کیا مگر اس حال میں کہ اس کے لیے ایک مقرر لکھا ہوا وقت تھا۔ یعنی اس بستی کی ہلاکت محدود ہے۔

جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعذیب کا وقت آ پہنچا، ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ موجودہ کفار بھی امہال وتاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جا رہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے۔ فوری عذاب کی صورت میں اس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔

| |
|---|
| مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ٥ |
| کوئی امت اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔ |

## کسی بھی امت کا وقت سے تقدم وتاخر نہ ہونے کا بیان

"مَا تَسْبِقُ مِنْ" زَائِدَة "اُمَّةٍ اَجلهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ" يَتَاَخَّرُوْنَ عَنْهُ،

کوئی امت اپنے مقرر وقت سے نہ آگے بڑھتی ہے اور نہ وہ پیچھے رہتے ہیں۔ یہاں پر بھی من زائدہ ہے۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا يٰاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ٥ |
| اور کہتے ہیں، اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے! بیشک تم دیوانے ہو۔ |

## کفار کا قرآن کو نہ مان کر گستاخی کرنے کا بیان

"وَقَالُوا" اَىْ كُفَّار مَكَّة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يٰاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْر" الْقُرْاٰن فِىْ زَعْمه، اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ،

اور کفار نبی کریم سے گستاخی کرتے ہوئے کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر قرآن جو تیرے خیال میں اتارا گیا ہے، بیشک تم دیوانے ہو۔

## سرکش ومتکبر ہلاک ہوں گے

کافروں کا کفر، ان کی سرکشی تکبر اور ضد کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ بطور مذاق اور ہنسی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو اس بات کا مدعی ہے کہ تجھ پر قرآن اللہ کا کلام اتر رہا ہے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو سراسر پاگل ہے کہ اپنی تابعداری کی طرف ہمیں بلا رہا ہے اور ہم سے کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے دین کو چھوڑ دیں۔ اگر سچا ہے تو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا جو تیری سچائی ہم سے بیان کریں۔ فرعون نے بھی ہی کہا تھا کہ آیت (فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ، الزخرف:53) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ اس کے ساتھ مل کر فرشتے کیوں نہیں آئے؟ رب کی ملاقات کے منکروں نے آواز اٹھائی کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے جاتے؟ یا یہی ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو دیکھ لیتے دراصل یہ گھمنڈ میں آگئے اور بہت ہی سرکش ہو گئے۔ فرشتوں کو دیکھ لینے کا دن جب آجائے گا اس دن ان گنہگاروں کو کوئی خوشی نہ ہوگی یہاں بھی فرمان ہے کہ ہم فرشتوں کو حق کے ساتھ ہی اتارتے ہیں یعنی رسالت یا عذاب کے ساتھ اس وقت پھر کافروں کو مہلت نہیں ملے گی۔

| |
|---|
| لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ٥ |
| تم ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے اگر تم سچے ہو۔ |

## دلیل نبوت کے طور پر فرشتوں کو طلب کرنے کا بیان

"لَوْ مَا" هَلَّا "تَاْتِيْنَا بِالْمَلَائِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ" فِىْ قَوْلك اِنَّكَ نَبِيّ وَاَنَّ هٰذَا الْقُرْاٰن مِنْ عِنْد

اللہ،

تم ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتے اگر تم سچے ہو۔یعنی اگر اپنے قول نبی اور یہ کہ قرآن اللہ کی جانب سے ہے اگر میں سچے ہو۔

| مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ○ |
|---|
| ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے مگر حق کے ساتھ اور اس وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔ |

## فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والوں کے عذاب میں مہلت نہ ہونے کا بیان

"مَا نُنَزِّلُ" فِيْهِ حَذْفُ اِحْدَى التَّاءَ يْنِ "الْمَلَائِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ" بِالْعَذَابِ "وَمَا كَانُوْٓا اِذًا" اَیْ حِيْنَ نُزُوْلِ الْمَلَائِكَةِ بِالْعَذَابِ "مُنْظَرِيْنَ" مُؤَخَّرِيْنَ،

ہم فرشتوں کو نہیں اتارتے ، یہاں پر نزل میں ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔مگر حق یعنی عذاب کے ساتھ اور اس وقت یعنی عذاب والے فرشتوں کے نزول کے وقت وہ مہلت دیے گئے نہیں ہوتے۔یعنی تب ان کو عذاب دینے میں کوئی تاخیر نہیں کی جاتی۔

| اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ |
|---|
| بیشک یہ ذکرِ عظیم ہم نے ہی اتارا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ |

## قرآن کا تبدیلی سے محفوظ ہونے کا بیان

"اِنَّا نَحْنُ" تَاْكِيْدٌ لِاسْمِ اِنَّ اَوْ فَصْلٌ "نَزَّلْنَا الذِّكْرَ" الْقُرْاٰنَ "وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ" مِنَ التَّبْدِيْلِ وَالتَّحْرِيْفِ وَالزِّيَادَةِ وَالنَّقْصِ،

بیشک یہ ذکرِ عظیم یعنی قرآن ہم نے ہی اتارا ہے یہاں ان کے اسم کی تاکید ہے۔یا فصل ہے۔اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔یعنی اس کو تبدیل نہ ہونے دیں گے۔

کہ تحریف وتبدیل وزیادتی وکمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔تمام جن وانس اور ساری خَلق کے مقدور میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کرے یا تغییر وتبدیل کر سکے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے یہ خصوصیت صرف قرآن شریف ہی کی ہے دوسری کسی کتاب کو یہ بات میسر نہیں۔یہ حفاظت کئی طرح پر ہے ایک یہ کہ قرآن کریم کو معجزہ بنایا کہ بشر کا کلام اس میں مل ہی نہ سکے، ایک یہ کہ اس کو معارضے اور مقابلہ سے محفوظ کیا کوئی اس کی مثل کلام بنانے پر قادر نہ ہو، ایک یہ کہ ساری خَلق کو اس کے نیست ونابود اور معدوم کرنے سے عاجز کر دیا کہ کفار باوجود کمال عداوت کے اس کتاب مقدس کو معدوم کرنے سے عاجز ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجر، لاہور)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ٥

اور بیشک ہم نے آپ سے قبل پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔

## سابقہ گروں کی طرف انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

"وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ" رُسُلًا "فِیْ شِیَعِ" فِرَق،

اور بیشک ہم نے آپ سے قبل پہلی امتوں یعنی کئی گروہوں میں بھی رسول بھیجے تھے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دیتا ہے کہ جس طرح لوگ آپ کو جھٹلا رہے ہیں اسی طرح آپ سے پہلے کے نبیوں کو بھی وہ جھٹلا چکے ہیں۔ ہر امت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوئی ہے اور اسے مذاق میں اڑایا گیا ہے۔ ضدی اور متکبر گروہ کے دلوں میں بہ سبب ان کے حد سے بڑھے ہوئے گناہوں کے تکذیب رسول سمودی جاتی ہے یہاں مجرموں سے مراد مشرکین ہیں۔ وہ حق کو قبول کرتے ہی نہیں، نہ کریں۔ اگلوں کی عادت ان کے سامنے ہے۔ جس طرح وہ ہلاک اور برباد ہوئے اور ان کے انبیاء نجات پا گئے اور ایمان دار عافیت حاصل کر گئے۔ وہی نتیجہ یہ بھی یاد رکھیں۔ دنیا آخرت کی بھلائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں اور دونوں جہان کی رسوائی نبی مکرم ﷺ کی مخالفت میں ہے۔

وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ٥

اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔

## بدبخت اقوام کا اپنے انبیائے کرام کا مذاق بنانے کا بیان

"وَمَا" کَانَ "یَاْتِیْهِمْ مِنْ رَسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ" کَاسْتِهْزَاءِ قَوْمِكَ بِكَ وَهٰذَا تَسْلِیَة لَهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ،

اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس کے ساتھ مذاق کیا کرتے تھے۔ یعنی جس آپ کی قوم نے آپ کے ساتھ مذاق کیا ہے۔ اس میں نبی کریم ﷺ کے لئے تسلی ہے۔

اس آیت میں بتایا گیا کہ جس طرح کفار مکہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاہلانہ باتیں کیں اور بے ادبی سے آپ کو مجنون کہا۔ قدیم زمانہ سے کفار کی انبیاء کے ساتھ یہی عادت رہی ہے اور وہ رسولوں کے ساتھ تمسخر کرتے رہے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکینِ خاطر ہے۔

کَذٰلِكَ نَسْلُکُهٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ٥

اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔

## کفار مکہ کے دلوں میں مقام نبوت کی تکذیب ہونے کا بیان

"كَذٰلِكَ نَسْلُكُهُ" اَىْ مِثْلَ اِدْخَالِنَا التَّكْذِيْبَ فِىْ قُلُوْبِ اُوْلٰئِكَ نُدْخِلُهُ "فِىْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ" اَىْ كُفَّارِ مَكَّةَ،

اسی طرح ہم یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں۔یعنی ان کے دلوں میں تکذیب کو چلا دیتے ہیں یہی وہ لوگ یعنی کفار مکہ ہیں جن کے دلوں میں تکذیب داخل کر دی گئی ہے۔

عام طور پر مترجمین ومفسرین نے نَسْلُکُہ کی ضمیر استہزاء کی طرف اور لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ کی ضمیر ذکر کی طرف پھیری ہے، اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ہم اسی طرح اس استہزاء کو مجرمین کے دلوں میں داخل کرتے ہیں اور وہ اس ذکر پر ایمان نہیں لاتے۔ اگر چہ نحوی قاعدے کے لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن ہمارے نزدیک نحو کے اعتبار سے بھی زیادہ صحیح یہ ہے کہ دونوں ضمیریں ذکر کی طرف پھیری جائیں۔

سلک کے معنی عربی زبان میں کسی چیز کو دوسری چیز میں چلانے، گزارنے اور پرونے کے ہیں، جیسے تاگے کو سوئی کے ناکے میں گزارنا۔پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان کے اندر تو یہ ذکر قلب کی ٹھنڈک اور روح کی غذا بن کر اترتا ہے، مگر مجرموں کے دلوں میں یہ شتابہ بن کر لگتا ہے اور اس کے اندر اسے سن کر ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے گویا کہ ایک گرم سلاخ تھی جو سینے کے پار ہوگئی۔

| |
|---|
| لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۝ |
| وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے سابقہ امتوں میں عذاب سے ہلاک ہونے والوں کی طرح ہیں

"لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ" اَىْ سُنَّةُ اللّٰهِ فِيْهِمْ مِنْ تَعْذِيْبِهِمْ بِتَكْذِيْبِهِمْ اَنْبِيَاءَ هُمْ وَهٰؤُلَاءِ مِثْلُهُمْ،

وہ آپ پر یعنی نبی کریم ﷺ پر ایمان نہیں لاتے اور اگلوں کی راہ پڑ چکی ہے۔یعنی جن قوموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے عذاب کا فیصلہ کیا کیونکہ انہوں نے اپنے انبیائے کرام کی تکذیب کی۔لہذا یہ لوگ بھی انہی کی طرح ہیں۔

جس طرح منکرین حق اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں۔کبھی آپ پر اختراع کا الزام لگاتے ہیں کبھی کہتے ہیں یہ محض جادوگری اور جادو بیانی ہے۔کبھی کسی معجزہ کا مطالبہ کرتے ہیں اور کبھی فرشتوں کے نزول کا، کبھی بشر ہونے کی بنا پر آپ کی رسالت کا انکار کرتے ہیں اور کبھی جادوگر اور کبھی دیوانہ کہہ دیتے ہیں تو یہ سب کچھ ان کے آیات الٰہی کو نہ ماننے کے لیے کٹ حجتیاں ہیں اور ایسا استہزاء صرف آپ سے ہی نہیں کیا جا رہا بلکہ منکرین حق پہلے رسولوں سے بھی یہی کچھ کرتے چلے آئے ہیں۔اللہ کی آیات سن لینے کے بعد انہیں سوجھتا ہی یہی کچھ ہے۔ایسی آیات کو نازل کرنے کا ایک اہم مقصد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو تسلی دینا بھی ہے جو

سخت سنگین حالات سے دوچار تھے اور چونکہ یہ تیرہ سال کا طویل عرصہ تھا لہٰذا ایسی آیات کا نزول بھی وقتاً فوقتاً بہ تکرار ہوتا رہا۔

| |
|---|
| وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ |
| اور اگر ہم ان پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں، پس وہ دن بھر اس میں چڑھتے رہیں۔ |

## آسمان کے دروازہ کھول دینے کا بیان

"وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ" فِي الْبَابِ "يَعْرُجُوْنَ" يَصْعَدُوْنَ،

اور اگر ہم ان پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں، پس وہ اس دروازے میں دن بھر اس میں چڑھتے رہیں۔

ان کی سرکشی، ضد، ہٹ، خود بینی اور باطل پرستی کی تو یہ کیفیت ہے کہ بالفرض اگر ان کے لئے آسمان کا دروازہ کھول دیا جائے اور انہیں وہاں چڑھا دیا جائے تو بھی یہ حق کو حق کہہ کر نہ دیں گے بلکہ اس وقت بھی ہانک لگائیں گے کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے، آنکھیں بہکا دی گئی ہیں، جادو کر دیا گیا ہے، نگاہ چھین لی گئی ہے، دھوکہ ہو رہا ہے، بیوقوف بنایا جا رہا ہے۔

| |
|---|
| لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝ |
| وہ یقیناً کہیں گے کہ بات یہی ہے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں، بلکہ ہم جادو کیے ہوئے لوگ ہیں۔ |

## آنکھوں کو بند سمجھنے والوں کا بیان

"لَقَالُوْا اِنَّمَا سُكِّرَتْ" سُدَّتْ "اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُوْرُوْنَ" يُخَيَّلُ اِلَيْنَا ذٰلِكَ،

وہ یقیناً کہیں گے کہ بات یہی ہے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں، بلکہ ہم جادو کیے ہوئے لوگ ہیں۔یعنی آسمان پر چڑھنا ہمارے خیال میں ڈال دیا گیا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ |

## آسمان میں ہونے والے بارہ بروج کا بیان

"وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا" اثْنَىْ عَشَرَ: الْحَمَلُ وَالثَّوْرُ وَالْجَوْزَاءُ وَالسَّرَطَانُ وَالْاَسَدُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْمِيْزَانُ وَالْعَقْرَبُ وَالْقَوْسُ وَالْجَدْيُ وَالدَّلْوُ وَالْحُوْتُ وَهِيَ مَنَازِلُ الْكَوَاكِبِ السَّبْعَةِ السَّيَّارَةِ: الْمِرِّيْخُ وَلَهُ الْحَمَلُ وَالْعَقْرَبُ وَالزُّهَرَةُ وَلَهَا الثَّوْرُ وَالْمِيْزَانُ وَعُطَارِدُ وَلَهُ الْجَوْزَاءُ وَالسُّنْبُلَةُ وَالْقَمَرُ وَلَهُ السَّرَطَانُ وَالشَّمْسُ وَلَهَا الْاَسَدُ وَالْمُشْتَرِىْ وَلَهُ الْقَوْسُ وَالْحُوْتُ وَزُحَلُ وَلَهُ الْجَدْيُ وَالدَّلْوُ "وَزَيَّنّٰهَا" بِالْكَوَاكِبِ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے۔ وہ بارہ ہیں۔ (۱) حمل (۲) ثور (۳) جوزا (۴) سرطان (۵) اسد (۶) سنبلہ (۷) میزان (۸) عقرب (۹) قوس (۱۰) جدی (۱۱) دلو (۱۲) حوت، جو کواکب سیارہ کے منازل ہیں۔ مریخ کے لئے حمل اور عقرب ہے اور زہرہ کے لئے ثور اور میزان ہے اور عطارد کے لئے جوزاء اور سنبلہ ہے اور قمر کے لئے سرطان اور سورج کے لئے اسد اور مشتری ہے۔ مشتری کے لئے قول اور حوت ہے اور زحل کے لئے جدی اور دلو ہے۔ اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔

"برجوں" سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں بعض نے منازل شمس وقمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گرد وغبار نہ ہو، بیشمار ستاروں کے قمقموں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کس قدر خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعت کاملہ، حکمت عظیمہ اور وحدانیت مطلقہ کے پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا ان کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ماننا چاہیں تو آسمان وزمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھ دار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے روشن نشان دیکھ کر انہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توقع رکھی جائے۔

## سیاروں کی طرف حقیقی تاثیر کو منسوب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا،

اللہ نے فرمایا کہ میرے بعض بندے صبح ایمان پر اور بعض کفر پر کرتے ہیں جس نے کہا کہ ہم پر اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوتی ہے تو یہ مجھ پر ایمان لانے والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے ہیں اور جس نے کہا کہ فلاں فلاں ستارہ کی وجہ سے ہم پر بارش ہوتی ہے تو وہ میرا انکار کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 233)

| |
|---|
| وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۝ |
| اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ |

## شیاطین کے شر سے حفاظت کرنے کا بیان

"وَحَفِظْنَاهَا" بِالشُّهُبِ "مِنْ كُلّ شَيْطَان رَجِيم" مَرْجُوم،

اور ہم نے اسے شہاب کے ذریعے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔یعنی جس کو رجم کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا شیاطین آسمانوں میں داخل ہوتے تھے اور وہاں کی خبریں کاہنوں کے پاس لاتے تھے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیاطین تین آسمانوں سے روک دیئے گئے۔ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو تمام آسمانوں سے منع کر دیئے گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجر، لاہور)

| |
|---|
| اِلَّا مَنِ اسۡتَرَقَ السَّمۡعَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيۡنٌ۝ |
| مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ |

## شہاب ثاقب۔کے ذریعے شیاطین کو روکنے کا بیان

"اِلَّا" لٰكِنْ "مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ" خَطِفَهٗ "فَاَتْبَعَهٗ شِهَاب مُبِين" كَوْكَب يُضِيء وَيُحْرِقهُ اَوْ يَثْقُبهُ اَوْ يَخْبِلهُ،

مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔یعنی اس کے پیچھے ایک سیارہ لگ جاتا ہے جو اس کی روشنی ختم کر دیتا ہے یا اس کو جلا دیتا ہے۔یا بدحواس کر دیتا ہے۔یا خراب کر دیتا ہے۔

## شہاب ثاقب کے مفہوم کی وضاحت کا بیان

شہاب اس ستارے کو کہتے ہیں جو رات کے وقت ٹوٹتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔زمانہ حال کے مشاہدات سے معلوم ہوا ہے کہ اس طرح کے ستارے جو خلا سے زمین کی طرف آتے ہیں ان کی تعداد کا اوسط دس کھرب روزانہ ہے جن میں سے دو کروڑ کے قریب ہر روز زمین کے بالائی خطے میں داخل ہوتے ہیں اور بمشکل ایک زمین کی سطح تک پہنچتا ہے۔ہوسکتا ہے کہ شہابوں کی یہی بارش عالم بالا کی طرف شیاطین کی پرواز میں مانع ہوتی ہو۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ آپ صحابہ کے ایک مجمع میں تشریف فرما تھے کہ ستارہ ٹوٹا آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ تم زمانہ جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے اس ستارہ ٹوٹنے کو کیا سمجھا کرتے تھے؟ لوگوں نے کہا کہ ہم یہ سمجھا کرتے تھے کہ دنیا میں کوئی بڑا حادثہ پیدا ہونے والا ہے یا کوئی بڑا آدمی مرے گا یا پیدا ہوگا آپ نے فرمایا کہ یہ لغو خیال ہے اس کا کسی کے مرنے جینے سے کوئی تعلق نہیں یہ شعلے تو شیاطین کو دفع کرنے کے لئے پھینکے جاتے ہیں۔

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمام آسمان میں جب کسی حکم کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اس کا حکم بجا لانے کے لیے نہایت عاجزی سے اپنے پر پھڑپھڑاتے ہیں اور ایسی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے کسی صاف پتھر پر زنجیر ماری جا رہی ہو۔اس طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں تک اپنا پیغام پہنچا دیتا ہے پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو دور والے فرشتے

نزدیک والوں سے پوچھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیا ارشاد فرمایا؟ وہ کہتے ہیں جو فرمایا بجا ارشاد فرمایا۔ فرشتوں کی یہ باتیں چوری چھپے سے سننے والے (شیطان) سن لیتے ہیں اور اوپر تلے رہ کر وہاں تک جاتے ہیں۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرشتے اس بات کو سننے والے شیطان پر آگ کا شعلہ پھینکتے ہیں جو اسے نیچے والے شیطان کو بات پہنچانے سے پہلے ہی جلا ڈالتا ہے۔ اور کبھی یہ شعلہ اسے بات پہنچانے کے بعد پہنچتا ہے تو اوپر والا شیطان نچلے کو بات پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ بات زمین تک آ پہنچتی ہے۔ پھر وہ بات ساحر (کاہن، نجومی) کے منہ پر جاری ہوتی ہے۔ تو اس میں وہ سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے پھر اگر اس کی کوئی بات سچی نکل آئے تو لوگ کہتے ہیں دیکھو اس نجومی نے ہمیں خبر دی کہ فلاں وقت ایسا ایسا ہوگا اور وہ بات سچ نکلی۔ یہ وہ بات ہوتی ہے جو آسمان سے چرائی گئی تھی۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر سورۃ سبا)

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۝

اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ بنا دیئے اور ہم نے اس میں ہر جنس کو توازن کے مطابق نشو و نما دی۔

## زمین کو مخلوق کے لئے پھیلا دینے کا بیان

"وَالْاَرْض مَدَدْنَاهَا" بَسَطْنَاهَا "وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِي" جِبَالًا ثَوَابِت لِئَلَّا تَتَحَرَّك بِاَهْلِهَا "وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلّ شَيْء مَوْزُون" مَعْلُوم مُقَدَّر،

اور زمین کو ہم نے گولائی کے باوجود پھیلا دیا اور ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ بنا دیئے تاکہ اس میں رہنے والے متحرک نہ ہوں اور ہم نے اس میں ہر جنس کو توازن کے مطابق نشو و نما دی ہے۔

## ہر چیز کی پیدائش اور افزائش اللہ کے مقررہ اندازے کے مطابق ہی ہو سکتی ہے

موجودہ تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نباتات کی ہر نوع میں تناسل کی اس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر صرف ایک ہی پودے کو زمین میں بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے تو چند ہی سالوں میں اسی جنس کے پودے تمام روئے زمین پر پھیل جائیں اور کسی دوسری قسم کے پودے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے اور یہ حکیم و علیم اور قادر مطلق کا سوچا سمجھا اندازہ ہی ہے جس کے مطابق بیشمار قسم کی نباتات اس زمین پر اگ رہی ہے اور ہر نوع کی پیداوار اپنی ایک مخصوص حد تک پہنچ کر رک جاتی ہے مزید یہ کہ ہر نوع کی پیداوار کو اس علاقہ کی ضرورت اور وہاں کے لوگوں کی طبیعت کے مطابق پیدا کیا جاتا ہے۔ بالکل یہی صورت انسان کے نطفہ کی ہے۔ اس کے ایک دفعہ کے انزال میں بارآور کرنے والے اتنی کثیر تعداد میں جرثومے پائے جاتے ہیں جو تمام دنیا کی عورتوں کو بارآور کر سکتے ہیں۔ یہ بس اللہ کی حکمت ہی ہے کہ وہ جتنے انسان پیدا کرنا چاہتا ہے اتنے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ہر چیز زمین سے خوراک حاصل کر کے بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے لیکن وہ بھی ایک مخصوص حد تک پہنچ کر رک جاتی ہے مثلاً آج کل انسان عموماً پانچ سے چھ فٹ تک لمبا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی انسان دوگنی خوراک کھا کر بارہ فٹ لمبا ہو جائے۔ یہی حال دوسری مخلوق کا ہے

خواہ یہ نباتات کی قسم سے ہو یا حیوانات کی قسم سے یا انسان ہو۔ غرض جاندار کیا اور بے جان کیا۔ ہر چیز کے ہر ہر پہلو سے تعلق رکھنے والی اللہ نے حدیں مقرر کر رکھی ہیں جن سے وہ تجاوز نہیں کر سکتیں۔

| |
|---|
| وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ۝ |
| اور ہم نے اس میں تمہارے لئے اسباب معیشت پیدا کئے اور ان کے لئے بھی جنہیں تم رزق مہیا نہیں کرتے۔ |

## تمہارے لئے زمین میں اسباب معیشت پیدا کرنے کا بیان

"وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِش " بِالْيَاءِ مِنَ الثِّمَار وَالْحُبُوْب "وَ" جَعَلْنَا لَكُمْ "مَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرَازِقِيْنَ " مِنَ الْعَبِيْد وَالدَّوَابّ وَالْاَنْعَام فَاِنَّمَا يَرْزُقُهُمُ اللّٰه،

اور ہم نے اس میں تمہارے لئے اسباب معیشت پیدا کئے یہاں پر معایش یاء کے ساتھ آیا ہے یعنی پھل اور غلہ ہیں۔ اور ان انسانوں، جانوروں اور پرندوں کے لئے بھی جنہیں تم رزق مہیا نہیں کرتے۔

ایسی مخلوق بھی انسانوں کی تعداد سے زیادہ ہے اور اس میں ہر قسم کے چرند، پرند، درندے اور تمام حشرات الارض وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب کی روزی بھی اسی طرح زمین کے ساتھ ہی وابستہ ہے جیسے تمہاری وابستہ ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝ |
| اور کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور ہم اسے صرف معیّن مقدار کے |
| مطابق ہی اتارتے رہتے ہیں۔ |

## حسب مصلحت رزق اتارنے کا بیان

"وَاِنْ" مَا "مِنْ" زَائِدَة "شَیْءِ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنه" مَفَاتِيح خَزَائِنه "وَمَا نُنَزِّلهُ اِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُوم" عَلٰى حَسَب الْمَصَالِح

یہاں پر بھی لفظ من زائدہ ہے۔ اور کی کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے مگر یہ کہ ہمارے پاس اس کے خزانے یعنی خزانوں کی چابیاں ہیں اور ہم اسے صرف معیّن مقدار کے مطابق ہی اتارتے رہتے ہیں۔ یعنی جس قدر مصلحت ہوتی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے خزانے حسب مصلحت مخلوق کے لئے بہ طور نعمت آتے ہیں

تمام چیزوں کا تنہا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر کام اس پر آسان ہے۔ ہر قسم کی چیزوں کے خزانے اس کے پاس موجود ہیں۔ جتنا، جب اور جہاں چاہتا ہے، نازل فرماتا ہے۔ اپنی حکمتوں کا عالم وہی ہے۔ بندوں کی مصلحتوں سے بھی واقف ہے۔ یہ محض اس کی مہربانی ہے ورنہ کون ہے جو اس پر جبر کر سکے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر سال بارش برابر ہی برستی ہے۔ ہاں تقسم اللہ

کے ہاتھ ہے، پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ حکم بن عینیہ سے بھی یہی قول مروی ہے، کہتے ہیں کہ بارش کے ساتھ اس قدر فرشتے اترتے ہیں، جن کی گنتی کل انسانوں اور جنات سے زیادہ ہوتی ہے، ایک ایک قطرے کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ کہاں برسا اور اس سے کیا اگا۔

| |
|---|
| وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰکُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ○ |
| اور ہم ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے بھیجتے ہیں پھر ہم آسمان کی جانب سے پانی اتارتے ہیں پھر ہم اسے |
| تم ہی کو پلاتے ہیں اور تم اس کے خزانے رکھنے والے نہیں ہو۔ |

## ہواؤں کو ذریعہ بارش بنانے کا بیان

"وَاَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ " تُلَقِّحُ السَّحَابَ فَیَمْتَلِءُ مَاءً "فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ " السَّحَابِ "مَاء " مَطَرًا "فأسقيناكموه وَمَا اَنْتُمْ لَهٗ بِخَازِنِیْنَ" اَیْ لَیْسَتْ خَزَائِنُه بِاَیْدِیْكُمْ،

اور ہم ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے بھیجتے ہیں یعنی جن میں پانی بھرا ہوا ہے۔ پھر ہم آسمان کی جانب سے پانی یعنی بارش اتارتے ہیں پھر ہم اسے تم ہی کو پلاتے ہیں اور تم اس کے خزانے رکھنے والے نہیں ہو۔ یعنی ایسے خزانے تمہارے پاس نہیں ہیں۔

## پانی سے بھرے بوجھل بادلوں کا بیان

ہوا چلا کر ہم بادلوں کو پانی سے بوجھل کر دیتے ہیں، اس میں پانی برسنے لگتا ہے۔ یہی ہوائیں چل کر درختوں کو باردار کر دیتی ہیں کہ پتے اور کونپلیں پھوٹنے لگتی ہیں، اس وصف کو بھی خیال میں رکھئے کہ یہاں جمع کا صیغہ لائے ہیں اور ریح عقیمہ میں وصف وحدت کے ساتھ کیا ہے تاکہ کثرت سے نتیجہ برآمد ہو۔ بارداری کم ازکم دو چیزوں کے بغیر ناممکن ہے۔ ہوا چلتی ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی ہے اور بادلوں کو پر کر دیتی ہے۔ ایک ہوا ہوتی ہے جو زمین میں پیداوار کی قوت پیدا کرتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر سے اٹھاتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں جمع کر کے تہ بہ تہ کر دیتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو انہیں پانی سے بوجھل کر دیتی ہے، ایک ہوا ہوتی ہے جو درختوں کو پھل دار ہونے کے قابل کر دیتی ہے۔ ابن جریر میں ایک حدیث مروی ہے کہ جنوبی ہوا جنتی ہے اس میں لوگوں کے منافع ہیں اور اسی کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔

مسند حمیدی کی حدیث میں ہے کہ ہواؤں کے سات سال بعد اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک ہوا پیدا کی ہے جو ایک دروازے سے رکی ہوئی ہے۔ اسی بند دروازے سے تمہیں ہوا پہنچتی رہتی ہے، اگر وہ کھل جائے تو زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہوا سے الٹ پلٹ ہو جائیں۔ اللہ کے ہاں اس کا نام اذیب ہے، تم اسے جنوبی ہوا کہتے ہو، پھر فرماتا ہے کہ اس کے بعد ہم تم پر میٹھا پانی برساتے ہیں کہ تم پیو اور کام میں لاؤ۔ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا اور کھاری کر دیں۔ جیسے سورہ واقعہ میں فرمان ہے کہ جس میٹھے پانی کو تم

پیا کرتے ہواسے بادل سے برسانے والے بھی کیا تم ہی ہو؟ یا ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کڑوا کر دیں تعجب ہے کہ تم ہماری شکر گزاری نہیں کرتے؟ اور آیت میں ہے اسی اللہ نے تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا ہے۔ الخ۔ تم اس کے خازن یعنی مانع اور حافظ نہیں ہو۔ ہم ہی برساتے ہیں ہم ہی جہاں چاہتے ہیں، پہنچاتے ہیں، جہاں چاہتے ہیں، محفوظ کر دیتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں زمین میں دھنسا دیں۔ یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ اسے برسایا، بچایا، میٹھا کیا، ستھرا کیا تا کہ تم پیو، اپنے جانوروں کو پلاؤ۔ اپنی کھیتیاں اور باغات بساؤ، ؟ اپنی ضرورتیں پوری کرو۔

| |
|---|
| وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ۝ |
| اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ |

## زندگی اورموت کی ملکیت کا بیان

"وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيت وَنَحْنُ الْوَارِثُونَ" الْبَاقُونَ نَرِث جَمِيْع الْخَلْق،

اور بے شک ہم، یقیناً ہم ہی زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔ یعنی باقی رہنے والی ساری مخلوق کے ہم وارث ہیں۔

ہم مخلوق کی ابتدا اور پھر اس کے اعادہ پر قادر ہیں۔ سب کو عدم سے وجود میں لائے۔ سب کو پھر معدوم ہم کریں گے۔ پھر قیامت کے دن سب کو اٹھا بٹھائیں گے۔ زمین کے اور زمین والوں کے وارث ہم ہی ہیں۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔ ہمارے علم کی کوئی انتہا نہیں۔ اول آخر سب ہمارے علم میں ہے۔ پس آگے والوں سے مراد تو اس زمانے سے پہلے کے لوگ ہیں حضرت آدم علیہ السلام تک کے۔ اور پچھلوں سے مراد اس زمانے کے اور آئندہ زمانے کے لوگ ہیں۔ مروان بن حکم سے مروی ہے کہ بعض لوگ بوجہ عورتوں کے پچھلی صفوں میں رہا کرتے تھے پس یہ آیت اتری۔ اس بارے میں ایک بہت ہی غریب حدیث بھی وارد ہوئی ہے ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک بہت ہی خوش شکل عورت نماز میں آیا کرتی تھی تو بعض مسلمان اس خیال سے کہ اس پر نگاہ نہ پڑے۔ آگے بڑھ جاتے تھے اور بعض ان کے خلاف اور پیچھے ہٹ آتے تھے اور سجدے کی حالت میں اپنے ہاتھوں تلے سے دیکھتے تھے پس یہ آیت اتری لیکن اس روایت میں سخت نکارت ہے۔ عبدالرزاق میں ابوالجواز کا قول اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نماز کی صفوں میں آگے بڑھنے والے اور پیچھے ہٹنے والے۔ یہ صرف ان کا قول ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس میں ذکر نہیں۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہی مشابہ ہے۔

محمد بن کعب کے سامنے عون بن عبداللہ جب یہ کہتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں یہ مطلب نہیں بلکہ اگلوں سے مراد وہ ہیں جو مر چکے اور پچھلوں سے مراد اب پیدا شدہ اور پیدا ہونے والے ہیں۔ تیرا رب سب کو جمع کرے گا وہ حکمت وعلم والا ہے۔ یہ سن کر حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ آپ کو توفیق اور جزائے خیر دے۔

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ۝

اور بیشک ہم ان کو بھی جانتے ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے اور بیشک ہم بعد میں آنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔

## اولین وآخرین انسانوں کو ہم جانتے ہیں

"وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنكُمْ" اَیْ مَنْ تَقَدَّمَ مِنَ الْخَلْقِ مِنْ لَّدُنْ اٰدَم "وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ" الْمُتَأَخِّرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَة،

اور بیشک ہم ان کو بھی جانتے ہیں جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی اولاد آدم علیہ السلام جو پہلے گزر گئی ہے۔اور بیشک ہم بعد میں آنے والوں یعنی قیامت تک آنے والوں کو بھی جانتے ہیں۔

(ف30) یعنی پہلی اُمّتیں اور امت محمد یہ جو سب اُمّتوں میں پچھلی ہے یا وہ جو طاعت وخیر میں سبقت کرنے والے ہیں اور جو سُستی سے پیچھے رہ جانے والے ہیں یا وہ جو فضیلت حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھنے والے ہیں اور جو عذر سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔

## سورہ حجر آیت ۲۴ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت نماز کی صف اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ صف اول حاصل کرنے میں نہایت کوشاں ہوئے اور ان کا اژدہام ہونے لگا اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہوگئے تا کہ صف اوّل میں جگہ ملنے سے کبھی محروم نہ ہوں۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور انھیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے اور ان کی نیتوں سے بھی خبر دار ہے اور اس پر کچھ مخفی نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجر، لاہور)

## سورہ حجر آیت ۲۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی وہ بہت حسین بلکہ حسین ترین لوگوں میں سے تھی۔بعض لوگ پہلی صف میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے تا کہ اس پر نظر نہ پڑے جب کہ بعض لوگ پچھلی صفوں کی طرف آتے تا کہ اسے دیکھ سکیں۔چنانچہ وہ جب رکوع کرتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے دیکھتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ،، اور ہمیں تم میں سے اگلے اور پچھلے سب معلوم ہیں اور بے شک تیرا رب ہی انہیں جمع کرے گا۔بے شک وہ حکمت والا خبر دار ہے)۔جعفر بن سلیمان یہ حدیث عمرو بن مالک سے وہ ابوجوزاء سے اسی طرح نقل کرتے ہیں لیکن اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں اور یہ نوح کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1066)

وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور بیشک آپ کا رب ہی تو انہیں جمع فرمائے گا۔ بیشک وہ بڑی حکمت والا خوب جاننے والا ہے

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب کو جمع فرمائے گا

"وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ" فِیْ صُنْعِه "عَلِيْمٌ" بِخَلْقِهٖ،

اور بیشک آپ کا رب ہی تو انہیں جمع فرمائے گا۔ بیشک اپنی صنعت میں وہ بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا ہے کافر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی بن جائیں گے یا ہماری خاک کا ذرہ ذرہ منتشر ہو جائے گا تو ہم دوبارہ کیسے پیدا کیے جائیں گے۔ یہ اعتراض کرنے والے لوگ نہ تو اللہ کی صفت حکمت کی معرفت رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے لامحدود علم کی وسعت کی۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ سب سے کو دوبارہ پیدا کرے پھر انہیں ان کے اچھے یا برے اعمال کی جزا و سزا دے اور اس کا علم اس قدر وسیع ہے کہ وہ ان کی خاک کے منتشر شدہ ذرات تک کو جانتا ہے اور انہیں اکٹھا کر کے انہیں دوبارہ زندگی بخش کر اپنے پاس حاضر کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔

## انسان کی تخلیق مٹی سے ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ" اٰدَمَ "مِنْ صَلْصَالٍ" طِيْنٍ يَابِسٍ يُسْمَعُ لَهٗ صَلْصَلَةٌ اِذَا نُقِرَ "مِنْ حَمَاٍ" طِيْنٍ اَسْوَدَ "مَسْنُوْنٍ" مُتَغَيِّرٍ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا، یعنی ایسی کالی سڑی ہوئی خشک مٹی سے جس کو اگر بجائیں تو آواز آنے لگے۔ جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے تھی۔ یعنی تبدیلی ہوئی ہوئی تھی۔

## خشک مٹی سے انسان کی تخلیق کا بیان

صلصال سے مراد خشک مٹی ہے۔ اسی جیسی آیت (خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ، الرحمٰن: 14) ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ بودار مٹی کو حما کہتے ہیں۔ چکنی مٹی کو مسنون کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں تر مٹی۔ اوروں سے مروی ہے بودار مٹی اور گندھی ہوئی مٹی۔ انسان سے پہلے ہم نے جنات کو جلا دینے والی آگ سے بنایا ہے۔ سموم کہتے ہیں آگ کی گرمی کو اور حرور کہتے ہیں دن کی گرمی کو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس گرمی کی لوئیں اس گرمی کا ستر ہواں حصہ ہیں۔ جس سے جن پیدا کئے گئے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جن آگ کے شعلے سے بنائے گئے ہیں یعنی آگ سے بہت بہتر۔ عمرو کہتے ہیں سورج کی آگ سے۔ صحیح میں وارد ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے اور جن شعلے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے سامنے بیان کر دیا گیا

ہے۔اس آیت سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت وشرافت اوران کے عنصر کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان ہے۔

| |
|---|
| وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰـهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۝ |
| اوراس سے پہلے ہم نے جنّوں کوشدید جلادینے والی آگ سے پیدا کیا جس میں دھواں نہیں تھا۔ |

## ابلیس اور جنات کی تخلیق آگ سے ہونے کا بیان

"وَالْجَانّ" اَبَا الْجَانّ وَهُوَ اِبْلِيس "خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْل " اَیْ قَبْل خَلْق اٰدَم "مِنْ نَار السَّمُوم" هِيَ نَار لَا دُخَان لَهَا تَنْفُذ مِنْ الْمَسَامّ،

اوراس سے پہلے ہم نے جنّوں کوشدید جلادینے والی آگ سے پیدا کیا اور جنات کا باپ ابلیس ہے۔جس کوہم نے آدم علیہ السلام سے پہلے پیدا کیا۔جوایسے شعلے سے پیدا ہوا جس میں دھواں نہیں تھا۔

## جنوں کی پیدائش آگ سے ہوئی

جنوں کوایسی آگ سے پیدا کیا گیا جس میں ہوا ملی ہوئی تھی۔سموم بمعنی سخت گرم ہوا۔یعنی اتنی گرم ہوا سے جوآگ جیسی گرم ہو اور ہر چیز کو جھلس کر رکھ دے۔جس سے معلوم ہوا کہ جنوں کی پیدائش میں غالب عنصر آگ تھا۔ابلیس اصل میں جنوں کی جنس سے تعلق رکھتا تھا۔مگر اپنی ہمہ وقت عبادت گزاری کی وجہ سے فرشتوں کی صفوں میں شامل ہوگیا تھا۔

## جانّ اور جن کا لغوی مفہوم اور مراد

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جس طرح آدمیوں یا انسانوں کے جدامجد کا نام آدم علیہ السلام ہے۔اسی طرح جنوں کے جدامجد جانّ ہے۔اور جن کا لغوی معنی کسی چیز کو ڈھانپ کر چھپا دینا ہے کہ وہ نظروں سے اوجھل ہوجائے۔اور جنوں کو بھی جن اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کے لیے غیر مرئی مخلوق ہے جوانسانوں کی نظروں سے اوجھل رہتی ہے۔جن اپنی شکل وصورت بدل سکتے ہیں کبھی یہ دیو، بھوت پریوں کی شکل میں انسانوں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں اور کبھی سانپ کی شکل میں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم گھروں میں سانپ دیکھو تو مارنے سے پہلے اسے کہہ لو کہ اگر وہ جن ہے تو چلا جائے۔قرآن میں بھی جان کا لفظ سانپ کے لیے استعمال ہوا ہے۔(۲۷:۱۰)اور جان صرف ایسے سانپ کو کہتے ہیں جوعصا کی طرح لمبا اور پتلا ہو۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝ |
| اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔ |

## انسان کی تخلیق کا ذکر فرشتوں سے کرنے کا بیان

"و" اُذْكُرْ "اِذَا قَالَ رَبّك لِلْمَلَائِكَةِ اِنِّیْ خَالِق بَشَرًا مِنْ صَلْصَال مِنْ حَمَاٍ مَسْنُوْن"

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔

## ابلیس لعین کا تعظیم نبوت سے انکار کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ان کی پیدائش کا ذکر اس نے فرشتوں میں کیا اور پیدائش کے بعد سجدہ کرایا۔ اس حکم کو سب نے تو مان لیا لیکن ابلیس لعین نے انکار کر دیا اور کفر و حسد انکار و تکبر فخر و غرور کیا۔ صاف کہا کہ میں آگ کا بنایا ہوا یہ خاک کا بنایا ہوا۔ میں اس سے بہتر ہوں اس کے سامنے کیوں جھکوں؟ تو نے اسے مجھ پر بزرگی دی لیکن میں انہیں گمراہ کر کے چھوڑوں گا۔ ابن جریر نے یہاں پر ایک عجیب و غریب اثر وارد کیا ہے۔ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ان سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں، تم اسے سجدہ کرنا انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے سنا اور تسلیم کیا۔ مگر ابلیس جو پہلے کے منکروں میں سے تھا۔ اپنے پر جما رہا، لیکن اس کا ثبوت ان سے نہیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی روایت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ○ |
| پھر جب میں اس کی تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں اور اس پیکر میں اپنی روح پھونک دوں |
| تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لئے سجدے کا حکم دینے کا بیان

"فَاِذَا سَوَّيْتُه" اَتْمَمْتُه "وَنَفَخْتُ" اَجْرَيْتُ "فِيْهِ مِنْ رُوْحِي" فَصَارَ حَيًّا وَاِضَافَة الرُّوْح اِلَيْهِ تَشْرِيْف لِآدَم "فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ" سُجُوْد تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ،

پھر جب میں اس کی ظاہری تشکیل کو کامل طور پر درست حالت میں لا چکوں اور اس پیکرِ بشری کے باطن میں اپنی نورانی روح پھونک دوں، یہاں روح کی اضافت اپنی جانب کرنا آدم علیہ السلام کے شان کے لئے تھا۔ تو تم اس کے لئے سجدہ میں گر پڑنا۔ یعنی ان کو بہ طور تعظیم سجدہ کرنا۔

## فرشتوں کو آدم کو سجدہ کرنے کا بیان

جب انسان کا پتلا تیار ہو گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ "میں کھنکھناتی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے لگا ہوں جب میں اس کی نوک پلک درست کر کے اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم اسی وقت اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑنا" روح پھونکنے سے مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ہلکا سا پرتو انسان میں پیدا ہو جائے اور انسان کو جو دوسری تمام جانداروں سے زیادہ عقل و تمیز، قوت ارادہ و اختیار، مختلف اشیاء کے خواص معلوم کرنے کا علم نیز غور و فکر کے ذریعہ استنباط یا نتائج حاصل کرنے کا علم

دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اسی نفخہ کا نتیجہ ہے اور اسی بنا پر انسان زمین میں اللہ کا خلیفہ بنایا گیا۔

| |
|---|
| فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ |
| تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لئے تمام فرشتوں نے سجدہ کیا

"فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ" فِيْهِ تَاْكِيْدَانِ،

تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے۔ اس میں دو تاکیدیں ہیں۔

| |
|---|
| اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ |
| سوائے ابلیس کے، اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم سے شیطان نے انکار کر دیا

"اِلَّا اِبْلِيس" هُوَ اَبُو الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة "اَبٰى" اِمْتَنَعَ مِنْ اَنْ يَّكُوْن مَعَ السَّاجِدِيْنَ ،

سوائے ابلیس کے، جو ابو الجن فرشتوں کے درمیان تھا اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا۔

سورہ اعراف میں ابلیس کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا ہے: مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ کا حکم فرشتوں کے ساتھ ابلیس کو بھی دیا گیا تھا اسی لئے اس سورت کی جو آیات ابھی آپ نے پڑھی ہیں جن سے بظاہر اس حکم کا فرشتوں کے لئے مخصوص ہونا معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ اصالۃً یہ حکم فرشتوں کو دیا گیا مگر ابلیس بھی چونکہ فرشتوں کے اندر موجود تھا اس لئے تبعاً وہ بھی اس حکم میں شامل تھا کیونکہ آدم علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے لئے جب اللہ تعالیٰ کی بزرگ ترین مخلوق فرشتوں کو حکم دیا گیا تو دوسری مخلوق کا تبعاً اس حکم میں داخل ہونا بالکل ظاہر تھا اسی لئے ابلیس نے جواب میں یہ نہیں کہا کہ مجھے سجدہ کا حکم دیا ہی نہیں گیا تو عدم تعمیل کا جرم مجھ پر عائد نہیں ہوتا اور شاید قرآن کریم کے الفاظ (آیت)

اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ میں اس کی طرف اشارہ ہو کہ اَبٰٓى اَنْ يسجُدَ کے بجائے اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ،

ذکر فرمایا جس سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اصل ساجدین تو فرشتے ہی تھے مگر عقلاً لازم تھا کہ ابلیس بھی جب ان میں موجود تھا تو وہ بھی ملائکہ ساجدین کے ساتھ شامل ہو جاتا اس کے عدم شمول پر عتاب فرمایا گیا۔

| |
|---|
| قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ |
| ارشاد فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا؟ |

## شیطان سے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھنے کا بیان

"قَالَ" تَعَالٰی "یَا اِبْلِیس مَا لَکَ" مَا مَنَعَکَ "اَ" اَنْ "لَا" زَائِدَۃ

اللہ نے ارشاد فرمایا: اے ابلیس! تجھے کیا ہوگیا ہے کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا؟ یہاں پر لا زائدہ ہے۔

| |
|---|
| قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝ |
| اس نے کہا میں کبھی ایسا نہیں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہے۔ |

## شیطان نے بشر سمجھ کر سجدہ کرنا مناسب نہیں سمجھا

"قَالَ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُد" لَا یَنْبَغِی لِیْ اَنْ اَسْجُد

اس نے کہا میں کبھی ایسا نہیں کہ اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے ایک بجنے والی مٹی سے پیدا کیا ہے، جو بدبودار، سیاہ کیچڑ سے ہے۔

| |
|---|
| قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۝ |
| فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ |

## شیطان کو جنت سے نکالنے کا بیان

"قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا" اَیْ مِنَ الْجَنَّۃ وَقِیْلَ مِنَ السَّمَاوَات "فَاِنَّكَ رَجِيْم" مَطْرُود

فرمایا تو جنت سے نکل جا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمانوں سے نکل جا کہ تو مردود ہے۔ یعنی رد کر دیا گیا ہے۔

| |
|---|
| وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۝ |
| اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے۔ |

## قیامت تک کے لئے شیطان پر لعنت ہونے کا بیان

"وَاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْن" الْجَزَاء

اور بیشک قیامت یعنی جزاء کے دن تک تجھ پر لعنت ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کا ارادہ کیا جو نہ ٹلے، نہ ٹالا جا سکے کہ تو اس بہترین اور اعلیٰ جماعت سے دور ہو جا تو پھٹکارا ہوا ہے قیامت تک تجھ پر ابدی اور دوامی لعنت برسا کرے گی۔ کہتے ہیں کہ اسی وقت اس کی صورت بدگئی اور اس نے نوحہ خوانی شروع کی، دنیا میں تمام نوحے اسی ابتدا سے ہیں۔ مردود و مطرود ہو کر پھر آتش حسد سے جلتا ہوا آرزو کرتا ہے کہ قیامت تک کی اسے ڈھیل دی جائے اسی کو یوم البعث کہا گیا ہے۔ پس اس کی یہ درخواست منظور کی گئی اور مہلت مل گئی۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۝ |
| اُس نے کہا: اے پروردگار! پس تو مجھے اُس دن تک مہلت دے دے لوگ اٹھائے جائیں گے۔ |

## شیطان کا مہلت لینے کا بیان

| |
|---|
| قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ۝ |
| اللہ نے فرمایا سو بیشک تو مہلت یافتہ لوگوں میں سے ہے۔ |
| اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۝ |
| وقت مقررہ کے دن (قیامت) تک |

"اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوم" وَقْت النَّفْخَة الْاُوْلٰی

وقت مقررہ کے دن (قیامت) یعنی جب پہلی بار سور پھونکا جائے گا۔

جس میں تمام خلق مرجائے گی اور وہ نفخہ اُولیٰ ہے تو شیطان کے مردہ رہنے کی مدت نفخہ اُولیٰ ہے، نفخہ ثانیہ تک چالیس برس ہے اور اس کو اس قدر مہلت دینا اس کے اکرام کے لئے نہیں بلکہ اس کی بلاوشقاوت اور عذاب کی زیادتی کے لئے ہے، یہ سن کر شیطان کہنے لگا۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ۝ |
| ابلیس نے کہا اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا میں یقیناً ان کے لئے زمین میں (گناہوں اور نافرمانیوں کو) |
| خوب آراستہ وخوش نما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا۔ |

کہ آسمان وزمین والے تجھ پر لعنت کریں گے اور جب قیامت کا دن آئے گا تو اس لعنت کے ساتھ ہمیشگی کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا، جس سے کبھی رہائی نہ ہوگی یہ سُن کر شیطان کہنے لگا۔

## شیطان کا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے قسم اٹھانے کا بیان

"قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ " اَیْ بِاِغْوَائِكَ لِیْ وَالْبَاءُ لِلْقَسَمِ وَجَوَابُه "لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْض" الْمَعَاصِی،

ابلیس نے کہا اے پروردگار! اس سبب سے جو تو نے مجھے گمراہ کیا، یہاں پر باء قسمیہ ہے۔ اور اس کے بعد جواب قسم ہے۔ میں بھی یقیناً ان کے لئے زمین میں خوب آراستہ وخوش نما بنا دوں گا اور ان سب کو ضرور گمراہ کر کے رہوں گا۔

حضرت ابوسعید سے مرفوع روایت ہے کہ ابلیس نے کہا کہ اے میرے رب تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم میں بنی آدم کو اس وقت تک بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں ہیں تو حق تعالیٰ نے فرمایا اور مجھے میری عزت اور جلال کی

قسم میں انہیں اس وقت معاف کرتا رہوں گا جب تک یہ مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے۔ (قرطبی10-27)

| |
|---|
| اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ٥ |
| سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو خلاصی پا چکے ہیں۔ |

## اہل ایمان کا شیطان کے شر سے نجات پانے کا بیان

"اِلَّا عِبَادكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ" اَیْ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ

سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں یعنی اہل ایمان کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاصی پا چکے ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسۡتَقِيۡمٌ ٥ |
| اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ (اخلاص ہی) راستہ ہے جو سیدھا میرے در پر آتا ہے۔ |

## شیطان سے نجات ہی صراط مستقیم ہے

"قَالَ" تَعَالٰی، هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسۡتَقِيۡمٌ،

اللہ نے ارشاد فرمایا: یہ (اخلاص ہی) راستہ ہے جو سیدھا میرے در پر آتا ہے۔

وہ سیدھا راستہ جو اللہ تک پہنچتا ہے یہ ہے کہ انسان خالصتاً اسی کی عبادت کرے اور اسی پر توکل کرے اور ایمان لانے کے بعد کما حقہ اس کے تقاضوں کو پورا کرے اور اپنے ایمان میں مستقل اور ثابت قدم رہے۔ ایسے لوگ جو اس راہ پر چلتے جائیں کبھی شیطان کے پھندے میں نہیں آسکتے۔

| |
|---|
| اِنَّ عِبَادِیۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ ٥ |
| بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی۔ |

## کفار پر شیطان کا داؤ چلنے کا بیان

وَهُوَ "اِنَّ عِبَادِیۡ" اَیْ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ "لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطَان" قُوَّة "اِلَّا" لٰكِنۡ "مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغَاوِيۡنَ" الۡكَافِرِيۡنَ،

بیشک میرے ایمان والے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی۔ جو کفار ہیں۔

## شیطان کا انسان کے اندر خون کی طرح گردش کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا پھرتا ہے

جیسے رگوں میں خون گردش کرتا رہتا ہے۔(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 64)

مطلب یہ کہ شیطان انسان کو بہکانے کی کامل قدرت رکھتا ہے۔صرف یہی نہیں کہ وہ مختلف صورتوں میں اچھے انسانوں اور نیک بندوں کو نیکی و بھلائی کے راستہ پر چلنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بلکہ انسان کی داخلی کائنات میں گھس کر اس کے ذہن وفکر اور اس کے قلب و دماغ کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ٥ |
| اور بیشک ان سب کے لئے وعدہ کی جگہ جہنم ہے۔ |

## شیطان کے تابعین کے لئے جہنم میں جگہ ہونے کا بیان

"وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدهمْ اَجْمَعِيْنَ" اَیْ مَنْ اتَّبَعَك مَعَك،

اور بیشک ان سب کے لئے وعدہ کی جگہ جہنم ہے۔یعنی جنہوں نے تیری اتباع کی۔

حقیقت اس سے یہ واضح فرما دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلتا۔اس کا زور انہی گمراہوں پر چلتا ہے جو اسکے پیچھے چلتے ہیں۔اور اس کے ساتھ ہی ان کا انجام بھی واضح فرما دیا گیا کہ ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔جس میں ان سب کو داخل ہونا ہوگا کہ وہی ٹھکانا ہے ایسے سرکشوں متکبروں، منکروں، اور راہ حق سے بہکے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کا ہے۔

| |
|---|
| لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ٥ |
| جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لئے ان میں سے الگ حصہ مخصوص کیا گیا ہے۔ |

## جہنم کے سات دروازوں کا بیان

"لَهَا سَبْعَة اَبْوَاب" اَطْبَاق "لِكُلِّ بَاب" مِنْهَا "مِنْهُمْ جُزْء" نَصِيْب،

جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لئے ان میں سے الگ حصہ مخصوص کیا گیا ہے۔

## دوزخ کے سات دروازوں کے نام و تفصیل کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا جہنم کے دروازے اس طرح ہیں یعنی ایک پر ایک۔اور وہ سات ہیں ایک کے بعد ایک کر کے ساتوں دروازے پر ہو جائیں گے۔عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سات طبقے ہیں۔ابن جریر سات دروازوں کے یہ نام بتلاتے ہیں۔جهنم ۔ نطی ۔ حطمه ۔ سعير ۔ سقر ۔ حجيم ۔ هاويه ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ باعتبار اعمال ان کی منزلیں ہیں۔ضحاک کہتے ہیں مثلا ایک دروازہ یہود کا، ایک نصاری کا، ایک صابیوں کا، ایک مجوسیوں کا، ایک مشرکوں کافروں کا، ایک منافقوں کا، ایک اہل توحید کا، لیکن توحید والوں کو چھٹکارے کی امید ہے

باقی سب ناامید ہو گئے ہیں۔

ترمذی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعض دوزخیوں کے ٹخنوں تک آگ ہوگی، بعض کی کمر تک، بعض کی گردنوں تک، غرض گناہوں کی مقدار کے حساب سے ہوگا۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ |
| بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔ |

## اہل تقویٰ کے لئے جنت میں رہنے کا بیان

"اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّات" بَسَاتِين "وَعُيُوْن" تَجْرِي فِيهَا،

بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔ یعنی جس میں چشمے جاری ہیں۔

## اہل جنت کا اعلیٰ نعمتوں میں رہنے کا بیان

دوزخیوں کا ذکر کر کے اب جنتیوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ وہ باغات، نہروں اور چشموں میں ہوں گے۔ ان کو بشارت سنائی جائے گی کہ اب تم ہر آفت سے بچ گئے ہر ڈر اور گھبراہٹ سے مطمئن ہو گئے نہ نعمتوں کے زوال کا ڈر، نہ یہاں سے نکالے جانے کا خطرہ نہ فنا نہ کمی۔ اہل جنت کے دلوں میں گو دنیوی رنجشیں باقی رہ گئی ہوں مگر جنت میں جاتے ہی ایک دوسرے سے مل کر تمام گلے شکوے ختم ہو جائیں گے۔

| |
|---|
| اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ○ |
| ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ |

## اہل جنت کا ہر قسم کے خوف سے امن وسلامتی میں رہنے کا بیان

يُقَال لَهُمْ "اُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ" أَيْ سَالِمِينَ مِنْ كُلّ مَخُوف أَوْ مَعَ سَلَام أَيْ سَلِّمُوا وَادْخُلُوا "آمِنِينَ" مِنْ كُلّ فَزَع،

ان سے کہا جائے گا ان میں سلامتی کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔ یعنی ہر قسم کے خوف سے سلامتی پاتے ہوئے جنت میں داخل ہو جاؤ اور ہر قسم کے خوف سے امن میں رہو۔

| |
|---|
| وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ |
| اور ہم وہ ساری کدورت باہر کھینچ لیں گے جو ان کے سینوں میں تھی، وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ |

## اہل جنت سے دنیاوی کدورتوں کو دور کر دینے کا بیان

"وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورهمْ مِنْ غِلّ" حِقْد "اِخْوَانًا" حَال مِنْهُمْ "عَلَى سُرُر مُتَقَابِلِينَ" حَال أَيْضًا أَيْ لَا

يَنْظُر بَعْضهمْ اِلٰى قَفَا بَعْض لِدَوَرَانِ الْاَسِرَّة بِهِمْ،

اور ہم وہ ساری کدورت باہر کھینچ لیں گے جو دنیا میں ان کے سینوں میں مغالطہ کے باعث ایک دوسرے سے تھی، وہ جنت میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

## سورہ حجر آیت ۴۷ کی تفسیر بہ روایات کا بیان

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ کسی نے حضرت عمر سے دریافت کیا کون سی کدورت تو آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت کی۔ کیونکہ بنوتمیم، بنوعدی، بنو ہاشم کے درمیان جاہلیت میں عداوت تھی جب یہ لوگ اسلام لائے اور ان میں آپس میں محبت پیدا ہوگئی میں نے ابوبکر کے پہلو کو پکڑا اور علی اپنا ہاتھ گرم کر کے ابوبکر کے پہلو کو سیکنے لگے تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 160، درمنثور 4۔101)

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں جنت میں داخل ہونے سے پہلے ہی سینے بیکینہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ مرفوع حدیث میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن جہنم سے نجات پا کر جنت دوزخ کے درمیان کے پل پر روک لئے جائیں گے جو ناچاقیاں اور ظلم آپس میں تھے، ان کا ادلہ بدلہ ہو جائے گا اور پاک دل صاف سینہ ہو کر جنت میں جائیں گے۔ اشتر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کی اجازت مانگی، اس وقت آپ کے پاس حضرت طلحہ کے صاحبزادے بیٹھے تھے تو آپ نے کچھ دیر کے بعد اسے اندر بلایا اس نے کہا کہ شاید ان کی وجہ سے مجھے آپ نے دیر سے اجازت دی؟ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ کہا پھر تو اگر آپ کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن کی شان میں یہ ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ خفگی تھی ہم نے دور کردی، بھائی بھائی ہو کر آمنے سامنے تخت شاہی پر جلوہ فرما ہیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ عمران بن طلحہ اصحاب جمل سے فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے آپ نے انہیں مرحبا کہا اور فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ میں اور تمہارے والد ان میں سے ہیں جن کے دلوں کے غصے اللہ دور کر کے بھائی بھائی بنا کر جنت کے تختوں پر آمنے سامنے بٹھائے گا، ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر فرش کے کونے پر بیٹھے ہوئے دو شخصوں نے کہا، اللہ کا عہد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے کہ جنہیں آپ قتل کریں ان کے بھائی بن جائیں؟ آپ نے غصے سے فرمایا اگر اس آیت سے مراد میرے اور طلحہ جیسے لوگ نہیں تو اور کون ہوں گے؟ اور روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کے ایک شخص نے یہ کہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دھمکی اور بلند آواز سے یہ جواب دیا تھا کہ محل ہل گیا۔ اور روایت میں ہے کہ کہنے والے کا نام حارث اعور تھا اور اس کی اس بات پر آپ نے غصے ہو کر جو چیز آپ کی ہاتھ میں تھی وہ اس کے سر پر مار کر یہ فرمایا تھا۔

ابن جرموز جو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا جب دربار علی رضی اللہ عنہ میں آیا تو آپ نے بڑی دیر بعد اسے داخلے کی اجازت دی۔ اس نے آ کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلوائی کہہ کر برائی سے یاد کیا تو آپ نے فرمایا تیرے منہ

میں مٹی ۔ میں اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہ تو انشاء اللہ ان لوگوں میں ہیں جن کی بابت اللہ کا یہ فرمان ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہم بدریوں کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

کثیر کہتے ہیں میں ابو جعفر محمد بن علی کے پاس گیا اور کہا کہ میرے دوست آپ کے دوست ہیں اور مجھ سے مصالحت رکھنے والے آپ سے مصالحت رکھے والے ہیں، میرے دشمن آپ کے دشمن ہیں اور مجھ سے لڑائی رکھنے والے آپ سے لڑائی رکھنے والے ہیں۔ واللہ میں ابو بکر اور عمر سے بری ہوں۔ اس وقت حضرت ابو جعفر نے فرمایا اگر میں ایسا کروں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر گمراہ کوئی نہیں۔ ناممکن کہ میں اس وقت ہدایت پر قائم رہ سکوں۔

ان دونوں بزرگوں یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو اے کثیر محبت رکھ، اگر اس میں تجھے گناہ ہو تو میری گردن پر۔ پھر آپ نے اسی آیت کے آخری حصہ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ ان دس شخصوں کے بارے میں ہے ابو بکر، عمر عثمان، علی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین ۔ یہ آمنے سامنے ہوں گے تا کہ کسی کی طرف کسی کی پیٹھ نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایک مجمع میں آ کر اسے تلاوت فرما کر فرمایا یہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ وہاں انہیں کوئی مشقت، تکلیف اور ایذاء نہ ہوگی۔

بخاری و مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جنت کے سونے کے محل کی خوشخبری سنا دوں جس میں نہ شور وغل ہے نہ تکلیف و مصیبت۔ یہ جنتی جنت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے حدیث میں ہے ان سے فرمایا جائے گا کہ اے جنتیو تم ہمیشہ تندرست رہو گے کبھی بیمار نہ پڑو گے اور ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی نہ مرو گے اور ہمیشہ جوان رہو گے کبھی بوڑھے نہ بنو گے اور ہمیشہ یہیں رہو گے کبھی نکالے نہ جاؤ گے۔ اور آیت میں ہے وہ تبدیلی مکان کی خواہش ہی نہ کریں گے نہ ان کی جگہ ان سے چھنے گی۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ میں ارحم الراحمین ہوں۔ اور میرے عذاب بھی نہایت سخت ہیں اسی جیسی آیت اور بھی گزر چکی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کو امید کے ساتھ ڈر بھی رکھنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس آتے ہیں اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر فرماتے ہیں جنت دوزخ کی یاد کرو، اس وقت یہ آیتیں اتریں۔ یہ مرسل حدیث ابن ابی حاتم میں ہے۔

آپ بنو شیبہ کے دروازے سے صحابہ کے پاس آ کر کہتے ہیں میں تو تمہیں ہنستے ہوئے دیکھ رہا ہوں یہ کہہ کر واپس مڑ گئے اور حطیم کے پاس سے ہی الٹے پاؤں پھرے ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ ابھی میں جا ہی رہا تھا، جو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ تو میرے بندوں کو ناامید کر رہا ہے؟ انہیں مرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذابوں کے المناک ہونے کی خبر دے دے۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا اگر بندے اللہ تعالیٰ کی معافی کو معلوم کر لیں تو حرام سے بچنا چھوڑ دیں اور اگر اللہ کے عذاب کو معلوم کر لیں تو اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ٥ |
| انہیں وہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔ |

## اہل جنت ہمیشہ نعمتوں میں رہیں گے

"لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ" تعب "وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ" اَبَدًا،

انہیں وہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ ہی وہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

دنیوی زندگی کی طرح اپنا پیٹ پالنے کے لیے وہاں کچھ محنت ومشقت نہیں کرنی پڑے گی۔ ہر مطلوبہ چیز طلب کرنے پر فوراً حاضر کردی جائے گی۔ انھیں ان چیزوں کے حصول کے لیے نقل مکانی کی بھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ اوران کے لیے یہ سب نعمتیں دائمی ہوں گی اوران کی زندگی بھی دائمی زندگی ہوگی۔

| |
|---|
| نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ٥ |
| آپ میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں ہی بیشک بڑا بخشنے والانہایت مہربان ہوں۔ |

## اہل ایمان کے لئے بخشش ومہربانی کا بیان

"نَبِّئْ" خَبِّرْ یَا مُحَمَّد "عِبَادِیْ اَنِّیْ اَنَا الْغَفُوْرُ" لِلْمُؤْمِنِیْنَ "الرَّحِیْم" بِهِمْ،

یا محمد ﷺ آپ میرے بندوں کو بتادیجئے کہ میں ہی بیشک مومنوں کو بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت مہربان ہوں۔

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ہنس رہے تھے تو آپ نے فرمایا کیا تم ہنستے ہو جبکہ تمہارے جنت اور دوزخ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ۔نَبِّیءْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ، اے پیغمبر میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں اور یہ کہ میرا عذاب بھی درد دینے والا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ ہم پر رسول اللہ ﷺ اس دروازے سے تشریف لائے جس دروازے سے بنوشیبہ آیا کرتے تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں ہنستا ہوا دیکھتا ہوں پھر آپ نے رخ تبدیل کیا اور الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے پھر آپ نے فرمایا میں تمہارے پاس سے نکلا ابھی میں اس پتھر کے قریب ہی تھا کہ میرے پاس جبرائیل تشریف لائے اور کہا اے محمد ﷺ اللہ آپ سے فرماتے ہیں کہ میرے بندوں کو ناامید نہ کیجیے۔ (نیسابوری 233، سیوطی 161، قرطبی 10-34)

| |
|---|
| وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ٥ |
| اور کہ میرا ہی عذاب بڑا دردناک عذاب ہے۔ |

## نافرمانوں کے لئے سخت عذاب ہونے کا بیان

"وَاَنَّ عَذَابِی" لِلْعُصَاۃِ "ھُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ" الْمُؤْلِم،

اور کہ میرا ہی عذاب نافرمانوں کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے۔

| |
|---|
| وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ |
| اور انہیں ابراہیم (علیہ السلام) کے مہمانوں کی خبر سنائیے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا بہ طور مہمان آنے کا بیان

"وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيْم" وَهُمُ الْمَلَائِكَة اثْنَا عَشَر اَوْ عَشَرَة اَوْ ثَلَاثَة مِنْهُمْ جِبْرِيْل،

اور انہیں ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر بھی سنائیے۔ وہ بارہ یا دس یا تین فرشتے تھے جن میں جبرائیل بھی تھے۔

## فرشتوں کا بہ صورت انسان آنے کا بیان

لفظ ضیف واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے۔ جیسے زور اور سفر۔ یہ فرشتے تھے جو بصورت انسان سلام کر کے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔ آپ نے بچھڑا کاٹ کر اس کا گوشت بھون کر ان مہمانوں کے سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ وہ ہاتھ نہیں ڈالتے تو ڈر گئے اور کہا کہ ہمیں تو آپ سے ڈر لگنے لگا۔ فرشتوں نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں، پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت سنائی۔ جیسے کہ سورہ ھود میں ہے۔ تو آپ نے اپنے اور اپنی بیوی صاحبہ کے بڑھاپے کو سامنے رکھ کر اپنا تعجب دور کرنے اور وعدے کو ثابت کرنے کے لئے پوچھا کہ کیا اس حالت میں ہمارے ہاں بچہ ہوگا؟ فرشتوں نے دوبارہ زوردار الفاظ میں وعدے کو دہرایا اور ناامیدی سے دور رہنے کی تعلیم کی۔ تو آپ نے اپنے عقیدے کا اظہار کر دیا کہ میں مایوس نہیں ہوں۔ ایمان رکھتا ہوں کہ میرا رب اس سے بھی بڑی باتوں پر قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

| |
|---|
| اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ |
| جب وہ ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں۔ |

## فرشتوں کا کھانا کھانے سے بے نیاز ہونے کا بیان

"اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلَامًا " اَیْ هٰذَا اللَّفْظ "قَالَ" اِبْرَاهِيْم لَمَّا عَرَضَ عَلَيْهِمُ الْاَكْل فَلَمْ يَاْكُلُوْا "اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ" خَائِفُوْنَ

جب وہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کہا۔ یعنی لفظ سلام کہا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں کھانا پیش کیا جبکہ انہوں نے نہیں کھایا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ہم آپ سے کچھ ڈر محسوس کر رہے ہیں۔

| |
|---|
| قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ۝ |
| آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک دانش مند لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں۔ |

## حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت فرشتوں کے ذریعے آئی

"قَالُوْا لَا تَوْجَلْ " لَا تَخَفْ "اِنَّا" رُسُلُ رَبِّكَ "نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيْمٍ " ذِیْ عِلْمٍ كَثِيْرٍ هُوَ اِسْحَاقُ كَمَا ذَكَرْنَا فِيْ سُوْرَةِ هُوْدٍ،

مہمان فرشتوں نے کہا آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک دانش مند لڑکے کی پیدائش کی خوشخبری سناتے ہیں۔اور حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جن کی تفسیر ہم سورہ ہود میں بیان کر آئے ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۝ |
| ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: تم مجھے اس حال میں خوشخبری سنا رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے |
| سو اب تم کس چیز کی خوشخبری سناتے ہو۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حالت ضعف میں بیٹے کی بشارت آنے کا بیان

"قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ " بِالْوَلَدِ "عَلٰى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ " حَالٌ اَیْ مَعَ مَسِّهٖ اِيَّایَ "فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ " فَبِاَیِّ شَیْءٍ اسْتِفْهَامُ تَعَجُّبٍ،

ابراہیم علیہ السلام نے کہا تم مجھے اس حال میں خوشخبری سنا رہے ہو جبکہ مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے۔یعنی بڑھاپے کی حالت میں ہوں لہٰذا اب تم کس چیز کی خوشخبری سناتے ہو۔

| |
|---|
| قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ۝ |
| انہوں نے کہا: ہم آپ کو سچی بشارت دے رہے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔ |

"قَالُوْا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ" بِالصِّدْقِ "فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِيْنَ" الْاٰيِسِيْنَ،

انہوں نے کہا ہم آپ کو سچی بشارت دے رہے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں۔

سورہ ہود میں اور اس مقام میں قدرے اختلاف ہے سورہ ہود کے مطابق فرشتوں نے یہ خوشخبری سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ کو دی تھی جو پاس ہی کھڑی فرشتوں اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا مکالمہ سن رہی تھی۔اس نے بھی اس بڑھاپے کی عمر میں بچہ پیدا ہونے کی بشارت پر تعجب کا اظہار کیا تھا اور سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے بھی از راہ تعجب فرشتوں سے یہی بات پوچھی کہ یہ کیا خوشخبری دے رہے ہو؟ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ تعجب اس لیے نہ تھا کہ وہ اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے یا اللہ کی رحمت سے مایوس

ہو چکے تھے بلکہ اس لیے تھا کہ وہ اس تکرار سے تاکید مزید اور اسی نسبت سے اپنی مسرت میں مزید اضافہ کے خواہشمند تھے۔

| |
|---|
| قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ۝ |
| ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا اور کون مایوس ہوسکتا ہے۔ |

## اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا کفار کا کام ہے

"قَالَ وَمَنْ" اَیْ لَا "يَقْنَط" بِكَسْرِ النُّوْن وَفَتْحِهَا "مِنْ رَحْمَة رَبّه اِلَّا الضَّالُّوْنَ" الْكَافِرُوْنَ،

ابراہیم علیہ السلام نے کہا اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں یعنی کافروں کے سوا اور کون مایوس ہوسکتا ہے۔ یہاں پر لفظ یقنط یہ نون کے کسرہ اور فتحہ دونوں طرح آیا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے رب کی رحمت سے گمراہوں کے سوا اور کون مایوس ہوسکتا ہے۔تو پھر میں اس واہب مطلق جل جلالہ۔کی رحمت وعنایت سے مایوس وناامید کیسے ہوسکتا ہوں؟ سو میں اس کی قدرت وعنایت سے مایوس نہیں۔ بلکہ مجھے اس کی قدرت وعنایت پر پورا یقین واعتماد ہے کہ وہ قادر مطلق جب ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا کرنے پر قادر ہے تو پھر اس کے لیے بڑھاپے میں کسی کو اولاد سے نوازنا کیونکر اور کیا مشکل ہوسکتا ہے؟ بلکہ میں تو صرف عالم اسباب کے اعتبار سے اپنے تعجب کا ذکر اور اظہار کرتا ہوں۔ (تفسیر بیضاوی،سورہ حجر،لاہور)

| |
|---|
| قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ۝ |
| ابراہیم (علیہ السلام) نے دریافت کیا: بھیجے ہوئے فرشتو! اور تمہارا کیا کام ہے۔ |

## فرشتوں سے آنے کا مقصد پوچھنے کا بیان

"قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ" شَاْنُكُمْ،

ابراہیم (علیہ السلام) نے دریافت کیا اے (اللہ کے) بھیجے ہوئے فرشتو! اور تمہارا کیا کام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جب ڈر خوف جاتا رہا بلکہ بشارت بھی مل گئی تو اب فرشتوں سے ان کے آنے کی وجہ دریافت کی۔انھوں نے بتلایا کہ ہم لوطیوں کی بستیاں الٹنے کے لئے آئے ہیں۔مگر حضرت لوط علیہ السلام کی آل نجات پالے گی۔ہاں اس آل میں سے ان کی بیوی بچ نہیں سکتی؛ وہ قوم کے ساتھ رہ جائے گی اور ہلاکت میں ان کے ساتھ ہی ہلاک ہوگی۔

| |
|---|
| قَالُوْۤا اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۝ |
| انہوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ |

## مجرم قوم کی جانب عذاب لیکر فرشتوں کے آنے کا بیان

فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کے جواب میں کہا کہ ہمیں بھیجا گیا ہے ایک مجرم قوم کی طرف، یعنی قوم لوط کی طرف جس نے اپنے جرم کا پیمانہ لبریز کر دیا ہے۔ اور وہ ایسی مجرم قوم ہے کہ اب اس کا تعارف ہی اسی وصف جرم سے کرایا جاتا ہے۔ سو ہمیں دراصل اسی مجرم قوم کا کام تمام کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے کہ اب ان کی مدت مہلت ختم ہو چکی ہے۔ بہرکیف حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیٹے کی خوشخبری سے متعلق مطمئن ہو گئے تو آپ کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ محض ایک بیٹے کی خوشخبری کے لیے فرشتوں کی پوری ایک جماعت کے آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے اصل مہم کوئی اور ہے۔ اس لئے آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری اصل مہم کیا ہے اے فرستادگان خدا؟ تو اس کے جواب میں فرشتوں نے اپنے اصل مہم کے اظہار و بیان کے لیے کہا کہ ہمیں دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی اس مجرم قوم کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا ہے جن کی خرمستی اب اپنی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ ان کی مدت مہلت اب ختم ہو گئی ہے اور ان کے آخری انجام کا وقت آ گیا ہے۔ جس کے انہوں نے اب ہمکنار ہو کر رہنا ہے۔

## فرشتوں کا قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آنے کا بیان

"قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ" كَافِرِيْنَ اَىْ قَوْمِ لُوطٍ لِاِهْلَاكِهِمْ،

انہوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم یعنی کافروں کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ یعنی قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں۔

| |
|---|
| اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ |
| سوائے لوط (علیہ السلام) کے گھرانے کے، بیشک ہم ان سب کو ضرور بچالیں گے۔ |

## اہل ایمان کا عذاب سے نجات پانے کا بیان

"اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ" لِاِيْمَانِهِمْ،

سوائے لوط علیہ السلام کے گھرانے کے، بیشک ان کے ایمان کی وجہ سے ہم ان سب کو ضرور بچالیں گے۔

| |
|---|
| اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ |
| سوائے ان کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ |

"اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغَابِرِيْنَ" الْبَاقِيْنَ فِي الْعَذَابِ لِكُفْرِهَا،

بجز ان کی بیوی کے، ہم طے کر چکے ہیں کہ وہ ضرور اپنے کفر کے سبب عذاب کے لئے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ○

پھر جب لوط (علیہ السلام) کے خاندان کے پاس وہ فرستادہ آئے۔

"فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْط" اَیْ لُوْطًا،

پھر جب لوط (علیہ السلام) کے خاندان کے پاس وہ فرستادہ (فرشتے) آئے۔

یہ فرشتے نوجوان حسین لڑکوں کی شکل میں حضور لوط علیہ السلام کے پاس گئے۔ تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا تم بالکل ناشناس اور انجان لوگ ہو۔ تو فرشتوں نے راز کھول دیا کہ ہم اللہ کا عذاب لے کر آئے ہیں جسے آپ کی قوم نہیں مانتی اور جس کے آنے میں شک شبہ کر رہی تھی۔ ہم حق بات اور قطعی حکم لے کر آئے ہیں اور فرشتے حقانیت کے ساتھ ہی نازل ہوا کرتے ہیں اور ہم ہیں بھی سچے۔ جو خبر آپ کو دے رہے ہیں وہ ہو کر رہے گی کہ آپ نجات پائیں اور آپ کی یہ کافر قوم ہلاک ہوگی۔

قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ○

لوط (علیہ السلام) نے کہا: بیشک تم اجنبی لوگ ہو۔

"قَالَ" لَهُمْ "اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُوْنَ" لَا اَعْرِفُكُمْ،

لوط (علیہ السلام) نے کہا: بیشک تم اجنبی لوگ ہو۔

یہ فرشتے جب لوط علیہ السلام کے ہاں آئے تو خوبصورت اور بے ریش نوجوانوں کی صورت میں آئے۔ سیّدنا لوط علیہ السلام کے یہ مہمان بالکل اجنبی مہمان تھے۔ آپ کو بھی ان کی آمد سے خطرہ محسوس ہوا لیکن آپ کے خطرہ کی نوعیت بالکل الگ تھی۔ آپ اپنی قوم کا حال بھی جانتے تھے اور یہ نوجوان لڑکے بہت خوبصورت تھے لہٰذا دل ہی دل میں آپ پیش آنے والے حالات سے سخت خوفزدہ تھے۔ فرشتوں نے آپ کو اصل صورت حال بتلا کر آپ کے اس خوف کو دور کر دیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا کہ اس مجرم قوم کے گناہوں کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہم ان کے مکمل استیصال کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اب آپ ایسا کریں کہ جب گہری رات چھا جائے تو آپ اپنے گھر والوں اور ایمان دار لوگوں کو ساتھ لے کر یہاں سے نکل جائیں۔ البتہ تمہاری بیوی تمہارے ساتھ نہیں جائے گی۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کے گناہوں میں برابر کی شریک ہے۔ صبح دم ان پر عذاب آنے والا ہے اور جب تم نکلو تو خود سب سے پیچھے رہو اور تم لوگوں میں سے کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے کیونکہ یہ نہ تو تماشا دیکھنے کا وقت ہے اور نہ مجرم قوم کی ہلاکت پر آنسو بہانے کا بلکہ اگر کوئی آدمی پیچھے کھڑا رہ گیا تو ممکن ہے اسے بھی کچھ گزند پہنچ جائے۔

قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ○

انہوں نے کہا بلکہ ہم آپ کے پاس وہ لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے رہے ہیں۔

## عذاب کا شک کرنے والوں کے لئے عذاب لانے کا بیان

"قَالُوْا بَلْ جِئْنَاكَ بِمَا كَانُوا" اَیْ قَوْمك "فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ" يَشُكُّوْنَ وَهُوَ الْعَذَاب،

انہوں نے کہا ایسا نہیں بلکہ ہم آپ کے پاس وہ عذاب لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کرتے رہے ہیں۔

| |
|---|
| وَ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ٥ |
| اور ہم آپ کے پاس حق (کا فیصلہ) لے کر آئے ہیں اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ |

"وَاَتَيْنَاكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ" فِيْ قَوْلنَا

اور ہم آپ کے پاس حق کا فیصلہ لے کر آئے ہیں اور ہم اپنے قول میں یقیناً سچے ہیں۔

| |
|---|
| فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ٥ |
| پس آپ اپنے اہلِ خانہ کو رات کے کسی حصہ میں لے کر نکل جایئے اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلئے اور |
| آپ میں سے کوئی مڑ کر (بھی) پیچھے نہ دیکھے اور آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے (وہاں) چلے جایئے۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا شام طرف رات کو ہجرت کرنے کا بیان

"فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْل وَاتَّبِعْ اَدْبَارهمْ" امْشِ خَلْفهمْ . "وَلَا يَلْتَفِت مِنْكُمْ اَحَد" لِئَلَّا يَرَى عَظِيْم مَا يَنْزِل بِهِمْ "وَامْضُوا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ" وَهُوَ الشَّام،

پس آپ اپنے اہلِ خانہ کو رات کے کسی حصہ میں لے کر نکل جایئے اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلئے اور آپ میں سے کوئی مڑ کر (بھی) پیچھے نہ دیکھے اور آپ کو جہاں جانے کا حکم دیا گیا ہے وہاں شام چلے جایئے۔

## حضرت لوط علیہ السلام کا مقام عذاب سے ہجرت کرنے کا بیان

حضرت لوط علیہ السلام سے فرشتے کہہ رہے ہیں کہ رات کا کچھ حصہ گزرتے ہی آپ اپنے والوں کو کر یہاں سے چلے جائیں خود آپ ان سب کے پیچھے رہیں تا کہ ان کی اچھی طرح نگرانی کر چکیں۔ یہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی کہ آپ لشکر کے آخر میں چلا کرتے تھے تا کہ کمزور اور گرے پڑے لوگوں کا خیال رہے۔ پھر فرما دیا کہ جب قوم پر عذاب آئے اور ان کا شور وغل سنائی دے تو ہرگز ان کی طرف نظریں نہ اٹھانا، انہیں اسی عذاب وسزا میں چھوڑ کر تمہیں جانے کا حکم ہے، چلے جاؤ گویا ان کے ساتھ کوئی تھا جو انہیں راستہ دکھاتا جائے۔ ہم نے پہلے ہی سے لوط (علیہ السلام) سے فرما دیا تھا کہ صبح کے وقت یہ لوگ مٹا دیئے جائیں گے۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ ان کے عذاب کا وقت صبح ہے جو بہت ہی قریب ہے۔

وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ۝

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اس فیصلہ سے بذریعہ وحی آگاہ کردیا کہ بیشک اُن کے صبح کرتے ہی اُن لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی۔

## قوم لوط کے پاس صبح کے وقت عذاب آجانے کا بیان

"وَقَضَيْنَا" اَوْحَيْنَا "اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ" وَهُوَ "اَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوع مُصْبِحِيْنَ" حَال اَیْ يَتِمّ اسْتِئْصَالهمْ فِی الصَّبَاح،

اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اس فیصلہ سے بذریعہ وحی آگاہ کردیا کہ بیشک اُن کے صبح کرتے ہی اُن لوگوں کی جڑ کٹ جائے گی۔ یہاں پر مصبحین یہ حال ہے یعنی صبح ہوتے ہی عذاب نے ان کو تباہ کردیا۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝

اور اہلِ شہر (اپنی بدمستی میں) خوشیاں مناتے ہوئے (لوط علیہ السلام کے پاس) آپہنچے۔

"وَجَاءَ اَهْل الْمَدِيْنَة" مَدِيْنَة سدوم وَهُمْ قَوْم لُوط لَمَّا اُخْبِرُوْا اَنَّ فِیْ بَيْت لُوط مُرْدًا حِسَانًا وَهُمْ الْمَلَائِكَة "يَسْتَبْشِرُوْنَ" حَال طَمَعًا فِیْ فِعْل الْفَاحِشَة بِهِمْ،

اور اہلِ شہر اپنی بدمستی میں خوشیاں مناتے ہوئے لوط علیہ السلام کے پاس آپہنچے۔ یعنی وہ بستی سدوم کے لوگ تھے اور یہی قوم لوط تھی جب ان پتہ چلا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر خوبصورت مرد آئے ہیں حالانکہ وہ فرشتے تھے۔ تو بے حیائی کرنے پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آئے۔

قوم لوط کو جب معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر نوجوان خوبصورت مہمان آئے ہیں تو وہ اپنے بدارادے سے خوشیاں مناتے ہوئے چڑھ دوڑے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھانا شروع کیا کہ اللہ سے ڈرو، میرے مہمانوں میں مجھے رسوا نہ کرو۔ اس وقت خود حضرت لوط علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ جیسے کہ سورہ ہود میں ہے۔ یہاں گو اس کا ذکر بعد میں ہے اور فرشتوں کا ظاہر ہوجانا پہلے ذکر ہوا ہے لیکن اس سے ترتیب مقصود نہیں۔ واؤ ترتیب کے لئے ہوتا بھی نہیں اور خصوصاً ایسی جگہ جہاں اس کے خلاف دلیل موجود ہو۔ آپ ان سے کہتے ہیں کہ میری آبروریزی کے درپے ہوجاؤ۔ لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ جب آپ کو یہ خیال تھا تو انہیں آپ نے اپنا مہمان کیوں بنایا؟ ہم تو آپ کو اس سے منع کرچکے ہیں۔ تب آپ نے انہیں مزید سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ تمہاری عورتیں جو میری لڑکیاں ہیں، وہ خواہش پوری کرنے کی چیزیں ہیں نہ کہ یہ۔ اس کا پورا بیان نہایت وضاحت کے ساتھ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ چونکہ یہ بدلوگ اپنی خرمستی میں تھے اور جو قضا اور عذاب ان کے سروں پر جھوم رہا تھا اس سے غافل تھے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھا کر ان کی یہ حالت بیان فرمارہا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تکریم اور تعظیم ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی جتنی مخلوق پیدا کی ہے ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ بزرگ کوئی نہیں۔ اللہ نے آپ کی حیات کے سوا کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی۔ سکرۃ سے مراد ضلالت وگمراہی ہے، اسی میں وہ کھیل رہے تھے اور تردد میں تھے۔

| |
|---|
| قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ۝ |
| لوط (علیہ السلام) نے کہا: بیشک یہ لوگ میرے مہمان ہیں پس تم مجھے شرمسار نہ کرو۔ |

"قَالَ" لُوط "اِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيۡفِىۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ"

لوط (علیہ السلام) نے کہا: بیشک یہ لوگ میرے مہمان ہیں پس تم مجھے (ان کے بارے میں) شرمسار نہ کرو۔

| |
|---|
| وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ۝ |
| اور اللہ (کے غضب) سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا تقویٰ کی تعلیم دینے کا بیان

"وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ" بِقَصۡدِكُمۡ اِيَّاهُمۡ بِفِعۡلِ الۡفَاحِشَةِ بِهِمۡ،

اور اللہ کے غضب سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔ یعنی ان کے ساتھ بے حیائی کا کام کر کے مجھے شرمندہ نہ کرو۔

| |
|---|
| قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ |
| بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔ |

"قَالُوۡا اَوَلَمۡ نَنۡهَكَ عَنِ الۡعَالَمِيۡنَ" عَنۡ اِضَافَتِهِمۡ،

بولے کیا ہم نے تمہیں منع نہ کیا تھا کہ اوروں کے معاملہ میں دخل نہ دو۔

| |
|---|
| قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِىۡۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ فٰعِلِيۡنَ ۝ |
| کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کرنا ہے۔ |

"قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِىۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ فَاعِلِيۡنَ" مَا تُرِيۡدُوۡنَ مِنۡ قَضَاءِ الشَّهۡوَةِ فَتَزَوَّجُوۡهُنَّ،

کہا یہ قوم کی عورتیں میری بیٹیاں ہیں اگر قضائے شہوت تمہیں کرنا ہے۔ تو ان سے نکاح کرو۔

آیت کریمہ کا یہ مفہوم سلف وخلف میں سے بہت سے حضرات اہل علم نے لیا ہے کہ آیت کریمہ میں وارد لفظ (بناتی) سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قومی بیٹیاں تھیں۔ یعنی ان بدفطرت لوگوں کی وہ بیویاں جو کہ ان کے گھروں میں موجود تھیں، نہ کہ آپ کی حقیقی اور صلبی بیٹیاں۔ جبکہ دوسرا قول اس ضمن میں حضرات اہل علم کا یہ ہے کہ لفظ (بناتی) کو اپنے ظاہر اور متبادر معنی ومفہوم پر ہی رکھا

ذریعے ان کو کڑک نے آلیا۔

## قوم لوط کے عبرتناک انجام کا بیان

سورج نکلنے کے وقت آسمان سے ایک دل دہلانے والی اور جگر پاش پاش کردینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی۔اور ساتھ ہی ان کی بستیاں اوپر کو اٹھیں اور آسمان کے قریب پہنچ گئیں اور وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا ساتھ ہی ان پر آسمان سے پتھر برسے ایسے جیسے پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر ہوں۔سورہ ھود میں اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔جو بھی بصیرت و بصارت سے کام لے، دیکھے، سنے، سوچے، سمجھے اس کے لئے ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ایسے پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے بھی عبرت ونصیحت حاصل کرتے ہیں پند پکڑتے ہیں اور غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں اور لم تک پہنچ جاتے ہیں۔تامل اور غور وخوض کر کے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں۔

ترمذی وغیرہ میں حدیث ہے رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کی عقلمندی اور دور بینی کا لحاظ رکھو وہ اللہ کے نور کے ساتھ دیکھتا ہے۔پھر آپ نے یہی آیات تلاوت فرمائی۔اور حدیث میں ہے کہ وہ اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ اللہ کے بندے لوگوں کو ان نشانات سے پہچان لیتے ہیں۔یہ بستی شارع عام پر موجود ہے جس پر ظاہری اور باطنی عذاب آیا، الٹ گئی، پتھر کھائے، عذاب کا نشانہ بنی۔اب ایک گندے اور بدمزہ کھائی کی جھیل سے بنی ہوئی ہے تم رات دن وہاں سے آتے جاتے ہو تعجب ہے کہ پھر بھی عقلمندی سے کام نہیں لیتے۔غرض صاف واضح اور آمدورفت کے راستے پر یہ الٹی ہو بستی موجود ہے۔یہ بھی معنی کئے ہیں کہ کتاب موبین میں ہے لیکن یہ معنی کچھ زیادہ بند نہیں بیٹھتے واللہ اعلم۔اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کے لئے یہ ایک کھلی دلیل اور جاری نشانی ہے کہ کس طرح اللہ اپنے والوں کو نجات دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو غارت کرتا ہے۔

| |
|---|
| فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۞ |
| سو ہم نے ان کی بستی کو زیروزَبر کردیا اور ہم نے ان پر پتھر کی طرح سخت مٹی کے کنکر برسائے۔ |

## قوم لوط کی بستیوں کو زیروزبر کردینے کا بیان

"فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا " اَیْ قُرَاهُمْ "سَافِلَهَا" بِاَنْ رَفَعَهَا جِبْرِيْل اِلَى السَّمَاء وَاَسْقَطَهَا مَقْلُوْبَة اِلَى الْاَرْض "وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَة مِنْ سِجِّيْل" طِين طُبِخَ بِالنَّارِ،

سو ہم نے ان کی بستی کو زیروزَبر کردیا اور ہم نے ان پر پتھر کی طرح سخت مٹی کے کنکر برسائے۔یعنی حضرت جبرائیل نے ان کو آسمانوں کی طرف بلند کیا اور وہاں سے الٹا کر کے زمین پر دے مارا اور اوپر سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی۔یعنی وہ مٹی جس کو آگ سے پکایا گیا تھا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۝

بیشک اس واقعہ میں اہلِ فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔

## مؤمن کی فراست کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ" الْمَذْکُوْر "لَاٰیَات" دَلَالَات عَلٰی وَحْدَانِیَّة اللّٰه "لِلْمُتَوَسِّمِیْنَ" لِلنَّاظِرِیْنَ الْمُعْتَبِرِیْنَ،

بیشک اس (واقعہ) میں اہلِ فراست کے لئے نشانیاں ہیں۔یعنی دیکھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلائل ہیں۔

## سورہ حجر آیت ۷۵ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کی فراست سے بچو کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ، (حجر) بے شک اس واقعہ میں اہل بصیرت کے لئے کئی نشانیاں ہیں۔بعض علماء نے اس حدیث کی تفسیر میں کہا ہے کہ متوسمین کے معنی فراست والوں کے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1071)

وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ۝

اور بیشک وہ بستی ایک آباد راستہ پر واقع ہے۔

## قوم لوط کی تباہ شدہ بستیوں کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"وَاِنَّهَا" اَیْ قُرَی قَوْم لُوط "لَبِسَبِیْلٍ مُقِیْم" طَرِیْق قُرَیْشٍ اِلَی الشَّام لَمْ تَنْدَرِس اَفَلَا یَعْتَبِرُوْنَ بِهِمْ ؟

اور بیشک وہ بستی ایک آباد راستہ پر واقع ہے۔قوم لوط یہ بستیاں شام کی طرف جانے والے قریش کے راستے میں پڑتی ہیں کیا تم ان میں غور وفکر نہیں کرتے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۝

بیشک اس (واقعہ قومِ لوط) میں اہلِ ایمان کے لئے نشانی ہے۔

"اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَة" لَعِبْرَة،

بیشک اس (واقعہ قوم لوط) میں اہلِ ایمان کے لئے نشانی ہے۔

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ۝

اور بیشک باشندگانِ اَیکہ (یعنی گھنی جھاڑیوں کے رہنے والے) بھی بڑے ظالم تھے۔

## اصحاب ایکہ کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"وَاِنْ" مُخَفَّفَة اَیْ اِنَّهٗ "كَانَ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ" هِیَ غَيْضَةُ شَجَرٍ بِقُرْبِ مَدْيَنَ وَهُمْ قَوْمُ شُعَيْبٍ "لَظَالِمِيْنَ" بِتَكْذِيْبِهِمْ شُعَيْبًا،

اور بیشک باشندگانِ اَیکہ یعنی گھنی جھاڑیوں کے رہنے والے بھی بڑے ظالم تھے۔اور یہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم سے تھے۔جو مدین کے قریب سخت گھنی جھاڑیوں میں رہتے تھے۔اور انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی۔

اصحاب ایکہ سے مراد قوم شعیب ہے۔ایکہ کہتے ہیں درختوں کے جھنڈ کو۔ان کا ظلم علاوہ شرک وکفر کے غارت گری اور ناپ تول کی کمی بھی تھی۔ان کی بستی لوطیوں کے قریب تھی اور ان کا زمانہ بھی ان سے بہت قریب تھا۔ان پر بھی ان کی شراتوں کی وجہ سے عذاب الٰہی آیا۔یہ دونوں بستیاں بر سر شارع عام تھیں۔حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈراتے ہوئے فرمایا تھا کہ لوط کی قوم تم سے کچھ دور نہیں۔

| |
|---|
| فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| پس ہم نے ان سے (بھی) انتقام لیا، اور یہ دونوں (بستیاں) کھلے راستہ پر (موجود) ہیں۔ |

## اصحاب ایکہ کی ہلاکت کا بیان

"فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ" بِاَنْ اَهْلَكْنَاهُمْ بِشِدَّةِ الْحَرِّ "وَاِنَّهُمَا" اَیْ قُرٰی قَوْمِ لُوطٍ وَالْاَيْكَةِ "لَبِاِمَامٍ" طَرِيْقٍ "مُبِيْنٍ" وَاضِحٍ اَفَلَا تَعْتَبِرُوْنَ بِهِمْ يَا اَهْلَ مَكَّةَ،

پس ہم نے ان سے بھی انتقام لیا، اور یہ دونوں بستیاں کھلے راستہ پر موجود ہیں۔لہٰذا ہم نے ان کو گرمی کی شدت سے ہلاک کر دیا۔یہ قوم لوط اور اصحاب ایکہ کی بستیاں تمہارے لئے عبرت کے طور پر واضح نشانیاں ہیں اے اہل مکہ تم ان میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ |
| اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ |

## اصحاب حجر کا رسولان گرامی کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ" وَادٍ بَيْنَ الْمَدِيْنَةِ وَالشَّامِ وَهُمْ ثَمُوْدُ "الْمُرْسَلِيْنَ" بِتَكْذِيْبِهِمْ صَالِحًا لِاَنَّهٗ تَكْذِيْبٌ لِبَاقِی الرُّسُلِ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِی الْمَجِیْءِ بِالتَّوْحِيْدِ،

اور بیشک حجر والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔حجر ایک وادی کا نام ہے جو مدینہ اور شام کے درمیان میں ہے اور یہاں قوم ثمود تھی

جنہوں نے حضرت صالح علیہ السلام اوران کے بعد کے انبیاء کی تکذیب کی۔ کیونکہ ان سب کا مقصد پیغام توحید لانا تھا۔

## اصحاب حجر کی عذاب سے ہلاکت کا بیان

حجر والوں سے مراد ثمودی ہیں جنہوں نے اپنے نبی حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا اور ظاہر ہے کہ ایک نبی کا جھٹلانے والا گویا سب نبیوں کا انکار کرنے والا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ انہوں نے نبیوں کو جھٹلایا۔ ان کے پاس ایسے معجزے پہنچے جن سے حضرت صالح علیہ السلام کی سچائی ان پر کھل گئی۔ جیسے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان سے اونٹنی کا نکلنا جوان کے شہروں میں چرتی چگتی تھی اور ایک دن وہ پانی پیتی تھی ایک دن شہروں کے جانور۔ مگر پھر بھی یہ لوگ گردن کش ہی رہے بلکہ اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ اس وقت حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا بس اب تین دن کے اندر اندر قہرے الٰہی نازل ہوگا۔ یہ بالکل سچا وعدہ ہے اور اٹل عذاب ہے ان لوگوں نے اللہ کی بتلائی ہوئی راہ پر بھی اپنے اندھاپے کو ترجیح دی۔ یہ لوگ صرف اپنی قوت جتانے اور ریا کاری ظاہر کرنے کے واسطے تکبر وتجبر کے طور پر پہاڑوں میں مکان تراشتے تھے۔ کسی خوف کے باعث یا ضرورتا یہ چیز نہ تھی۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے ان کے مکانوں سے گزرے تو آپ نے سر پر کپڑا ڈال لیا اور سواری کو تیز چلایا اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جن پر عذاب الٰہی اترا ہے ان کی بستیوں سے روتے ہوئے گزرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی شکل بنا کر چلو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں عذابوں کا شکار تم بھی بن جاؤ۔

آخران پر ٹھیک چوتھے دن کی صبح عذاب الٰہی بصورت چنگھاڑ آیا۔ اس وقت ان کی کمائیاں کچھ کام نہ آئیں۔ جن کھیتوں اور پھلوں کی حفاظت کے لئے اور انہیں بڑھانے کے لئے ان لوگوں نے اونٹنی کا پانی پینا نہ پسند کر کے اسے قتل کردیا وہ آج بے سود ثابت ہوئے اور امر رب اپنا کام کر گیا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ حجر، بیروت)

| وَاٰتَیْنٰـھُمْ اٰیٰتِنَا فَکَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ٥ |
|---|
| اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔ |

"وَاٰتَیْنَاھُمْ اٰیَاتِنَا" فِی النَّاقَۃ "فَکَانُوْا عَنْھَا مُعْرِضِیْنَ" لَا یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْھَا،

اور ہم نے انھیں اپنی نشانیاں دیں یعنی معجزاتی اونٹنی دی تو وہ ان سے منہ پھیرنے والے تھے۔

یہ نشانیاں اللہ کی اونٹنی اور اس کا بچہ تھیں۔ اور یہ معجزہ ان کے مطالبہ پر انھیں عطا ہوا تھا علاوہ ازیں رسولوں پر منزل من اللہ تعلیم پر بھی ان الفاظ یعنی آیات اللہ کا اطلاق ہوتا ہے ان کے انکار کا قصہ بھی پہلے سورہ اعراف اور سورہ ہود میں گزر چکا ہے۔

| وَکَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ٥ |
|---|
| اور وہ پہاڑوں سے مکان تراشتے تھے، اس حال میں کہ بے خوف تھے۔ |

یہ لوگ بڑے طویل القامت، مضبوط جسم اور لمبی عمروں والے تھے۔ سنگ تراش اور انجینئر قسم کے لوگ تھے۔ اور اس فن میں

اتنے ماہر تھے کہ پہاڑوں کو تراش کر ان میں اپنے گھر بنا لیتے تھے۔ اور یہ گھر اتنے مضبوط ہوتے تھے جو ہر طرح کی ارضی وسماوی آفات مثلاً زلزلہ، سیلاب، طوفان بادوباراں وغیرہ کا مقابلہ کر سکتے تھے لہٰذا ہر طرح کے خوف وخطر سے نڈر ہو کر ان میں رہتے تھے۔

| |
|---|
| فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ٥ |
| پس انھیں صبح ہوتے ہی چیخ نے پکڑ لیا۔ |

## صبح کے وقت انہیں عذاب نے آلیا

"فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ" وَقْت الصَّبَاح،

پس انھیں صبح ہوتے ہی چیخ نے پکڑ لیا۔

| |
|---|
| فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ٥ |
| پھر ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کمایا کرتے تھے۔ |

"فَمَا اَغْنَى" دَفَعَ "عَنْهُمْ" الْعَذَاب "مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" مِنْ بِنَاء الْحُصُون وَجَمْع الْاَمْوَال،

پھر ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کمایا کرتے تھے۔ یعنی ان کے مضبوط قلعے اور جمع شدہ اموال بھی ان کے کسی کام نہ آئے۔

| |
|---|
| وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ٥ |
| اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے عبث پیدا نہیں کیا، اور یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، |
| سو (اے اخلاقِ مجسّم!) آپ بڑے حسن وخوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہیے۔ |

## قیامت کے یقینی آنے اور اعمال کی جزاء کا بیان

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَات وَالْاَرْض وَمَا بَيْنهمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَة لَآتِيَة" لَا مَحَالَة فَيُجَازَى كُلّ اَحَد بِعَمَلِهِ "فَاصْفَحْ" يَا مُحَمَّد عَنْ قَوْمك "الصَّفْح الْجَمِيْل" اَعْرِضْ عَنْهُمْ اِعْرَاضًا لَا جَزَع فِيْهِ وَهٰذَا مَنْسُوخ بِآيَةِ السَّيْف،

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے عبث پیدا نہیں کیا، اور یقیناً قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، یعنی قیامت یقیناً آئے گی اور اس میں ہر عمل کی جزاء دی جائے گی۔ یا محمد ﷺ آپ بڑے حسن وخوبی کے ساتھ درگزر کرتے رہیے۔ یعنی ان سے ہر ایسی چیز سے صرف نظر فرمائی جس میں کوئی جزع نہ ہو۔ اور یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے۔

اللہ نے تمام مخلوق عدل کے ساتھ بنائی ہے، قیامت آنے والی ہے، بروں کو برے بدلے نیکوں کو نیک بدلے ملنے والے ہیں مخلوق باطل سے پیدا نہیں کی گئی۔ ایسا گمان کافروں کا ہوتا ہے اور کافروں کے لئے ویل دوزخ ہے۔ اور آیت میں ہے کیا تم سمجھتے

ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آ و گے؟ بلندی والا ہے اللہ مالک حق جس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں عرش کریم کا مالک وہی ہے۔

پھر اپنے نبی مکرم ﷺ سے فرماتا ہے کہ مشرکوں سے چشم پوشی کیجئے، ان کی ایزا اور جھٹلانا اور برا کہنا برداشت کر لیجئے۔ جیسے اور آیت میں ہے ان سے چشم پوشی کیجئے اور سلام کہہ دیجئے انہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے تھا یہ آیت مکیہ ہے اور جہاد بعد از ہجرت مقرر اور شروع ہوا ہے۔ تیرا رب خالق ہے اور خالق مارڈالنے کے بعد بھی پیدائش پر قادر ہے، اسے کسی چیز کی بار بار کی پیدائش عاجز نہیں کر سکتی۔ ریزوں کو جب بکھر جائیں وہ جمع کر کے جان ڈال سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ۝ |
| بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے

"اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلَّاق" لِكُلِّ شَيْء "الْعَلِيْم" بِكُلِّ شَيْء،

بیشک تمہارا رب ہی بہت پیدا کرنے والا جاننے والا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھے بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور بہت عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔ |

## سورت فاتحہ اور قرآن عظیم کی شان کا بیان

"وَلَقَدْ اٰتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي" قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْفَاتِحَة رَوَاهُ الشَّيْخَانِ لِاَنَّهَا تُثَنَّى فِيْ كُلِّ رَكْعَة،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے تجھے بار بار دہرائی جانے والی سات آیتیں اور بہت عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ سورت فاتحہ ہے۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کیونکہ اس کو ہر رکعت میں دہرایا جاتا ہے۔

## سورہ حجر آیت ۸۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حسن بن فضل کہتے ہیں کہ بصری اور اذرعات سے یہود قریظہ اور نضیر کے سات قافلے ایک ہی دن میں آ گئے ان کے پاس مختلف اشیاء مثلاً کپڑے، خوشبو کے برتن قیمتی موتی، سمندری سامان تھا مسلمانوں نے کہا اگر یہ اموال ہمارے پاس ہوتے تو ہم ان کے ذریعے قوت وطاقت حاصل کرتے اور انہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں ایسی سات آیات عطا فرمائی ہیں جو ان سات قافلوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔ اس سبب نزول کی صحت پر اس آیت کے بعد یہ فرمان باری تعالیٰ بھی دلالت کرتا ہے۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ، اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو (فوائد دنیاوی سے) متمتع کیا ہے تم

ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا۔ (نیسابوری 233، زادالمسیر 4۔412)

## سورہ فاتحہ کی منفرد شان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ نماز میں تم کس طرح یعنی کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے سورت فاتحہ پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایسی سورت نہ تو توریت انجیل زبور میں اتاری گئی ہے اور نہ ہی قرآن مین نازل کی گئی ہے سورت فاتحہ سبع مثانی ہے (یعنی سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں) اور یہ قرآن عظیم ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ ترمذی دارمی نے اس روایت کو ماانزلت سے نقل کیا اور ان کی روایت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 653)

حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلایا، اس وقت میں نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر (نماز سے فارغ ہو کر) جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ (اس وقت) میں نماز پڑھ رہا تھا (اس لئے میں نے آپ کا جواب نہیں دیا تھا) آپ نے فرمایا کہ (کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ کا جواب دو جب کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بلائے اور ان کے حکم کی اطاعت کرو؟ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبل اس کے ہم اس مسجد سے نکلیں کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی یعنی افضل سورت نہ سکھلاؤں؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور جب ہم مسجد سے نکلنے کو ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ کیا میں تمہیں قرآن کی ایک بہت بڑی سورت نہ سکھلاؤں؟ آپ نے فرمایا وہ سورت الحمدللہ رب العالمین ہے وہ سات آیتیں ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 630)

ارشاد گرامی **استجیبوا** (جواب دو) سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی حالت میں جواب دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تھی جیسا کہ نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرنے سے نماز فاسد نہ ہوئی۔ سورت فاتحہ کو ایک بہت بڑی سورت اس لئے فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کے نزدیک بڑی قدر رکھتی ہے اور الفاظ کے اختصار کے باوجود اس کے فوائد و معانی بہت زیادہ ہیں۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ سورت فاتحہ کے صرف ایک جزء کے تحت دین و دنیا کے تمام مقاصد آجاتے ہیں بلکہ بعض عارفین نے تو یہ کہا ہے کہ جو کچھ سابق آسمانی کتابوں میں ہے وہ سب قرآن مجید میں ہے اور جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورت فاتحہ میں ہے اور جو کچھ سورت فاتحہ میں ہے وہ سب بسم اللہ میں ہے۔ وہ سات آیتیں ہیں۔ جن سے دراصل قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ آیت (وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ، الحجر: 87) یعنی اے محمد! ہم نے آپ کو وہ سات آیتیں عطا کی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں یا یہ کہ ان سات آیتوں کی ثنا عطا کی گئی ہے ساتھ فصاحت اور

اعجاز کے اور ان سات آیتوں سے مراد سورت فاتحہ ہے) اور دیا ہے، ہم نے آپ کو قرآن عظیم۔ یہاں قرآن عظیم سے بھی سورت فاتحہ مراد ہے کیونکہ سورت فاتحہ باعتبار معانی وفوائد کے قرآن کا جز واعظم ہے اس لئے مبالغۃ فرمایا کہ یہ قرآن عظیم ہے۔

| |
|---|
| لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ |
| آپ ان چیزوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کافروں کے گروہوں کو (چندروزہ) عیش کے لئے |
| بہرہ مند کیا ہے، اور ان (کی گمراہی) پر رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں اور اہل ایمان (کی دل جوئی) کے لئے اپنے |
| (شفقت والتفات کے) بازو جھکائے رکھئے۔ |

## کفار کی ظاہر نمود ونمائش کو خاطر میں نہ لانے کا بیان

"لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا" اَصْنَافًا "مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ" اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا "وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ" اَلِنْ جَانِبَكَ،

آپ ان چیزوں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کافروں کے گروہوں کو (چندروزہ) عیش کے لئے بہرہ مند کیا ہے، اور ان (کی گمراہی) پر رنجیدہ خاطر بھی نہ ہوں اور اہل ایمان (کی دل جوئی) کے لئے اپنے (شفقت والتفات کے) بازو جھکائے رکھئے۔

اے سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جن کے سامنے دنیوی نعمتیں حقیر ہیں تو آپ متاع دنیا سے مستغنی رہیں جو یہود ونصاریٰ وغیرہ مختلف قسم کے کافروں کو دی گئیں۔ حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کی بدولت ہر چیز سے مستغنی نہ ہو گیا یعنی قرآن ایسی نعمت ہے جس کے سامنے دنیوی نعمتیں ہیچ ہیں۔

| |
|---|
| وَ قُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ۝ |
| اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)۔ |

- "وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ" مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَنْ يَّنْزِلَ عَلَيْكُمْ "الْمُبِيْنُ" الْبَيِّنُ الْاِنْذَارِ،

اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)،

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ سورج گہن ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح گھبرائے ہوئے کھڑے ہوئے جیسے قیامت گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے اور طویل ترین قیام ورکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھی کہ اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نشانیاں ہیں جو اللہ بزرگ و برتر بھیجتا ہے، یہ کسی کی موت اور حیات کے سبب سے نہیں ہوتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، جب تم اس کو دیکھو تو ذکر الٰہی اور دعا واستغفار کی طرف

دوڑو۔ (صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1017)

| |
|---|
| كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ |
| جیسا کہ ہم نے تقسیم کرنے والوں پر اتارا تھا۔ |

"كَمَا اَنْزَلْنَا" الْعَذَاب "عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ" الْيَهُوْد وَالنَّصَارٰى،

جیسا عذاب کہ ہم نے تقسیم کرنے والوں یعنی یہود ونصاریٰ پر اتارا تھا۔

## یہود ونصاریٰ کی تقسیم پر عذاب کا بیان

بعض مفسرین کے نزدیک انزلنا کا مفعول العذاب محذوف ہے۔ معنی یہ ہیں کہ میں تمہیں کھل کر ڈرانے والا ہوں عذاب سے، مثل اس عذاب کے، جنہوں نے کتاب الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، بعض کہتے ہیں کہ اس سے قریش قوم مراد ہے، جنہوں نے اللہ کی کتاب کو تقسیم کر دیا، اس کے بعض حصے کے شعر، بعض کو سحر (جادو) بعض کو کہانت اور بعض کو پہلوں کی کہانیاں قرار دیا، بعض کہتے ہیں کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے جنہوں نے آپس میں قسم کھائی تھی کہ صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو رات کے اندھیرے میں قتل کر دیں گے (تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّه وَاَهْلَه ،النمل:49) اور آسمانی کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ عضین کے ایک معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ اس کی بعض باتوں پر ایمان رکھنا اور بعض کے ساتھ کفر کرنا۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ |
| جنھوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (کوئی مان لیا، کوئی نہ مانا)۔ |

## یہود ونصاریٰ کی طرح کفار مکہ کی تقسیم عداوت کا بیان

"الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰن" اَیْ كُتُبهمُ الْمُنَزَّلَة عَلَيْهِمْ "عِضِيْنَ" اَجْزَاء حَيْثُ اٰمَنُوْا بِبَعْضٍ وَكَفَرُوْا بِبَعْضٍ وَقِيْلَ الْمُرَاد بِهِمْ الَّذِيْنَ اقْتَسَمُوْا طُرُق مَكَّة يَصُدُّوْنَ النَّاس عَنْ الْإِسْلَام وَقَالَ بَعْضهمْ فِي الْقُرْاٰن سِحْر وَبَعْضهمْ كَهَانَة وَبَعْضهمْ شِعْر،

جنھوں نے کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا (کوئی مان لیا، کوئی نہ مانا)۔ یعنی جنھوں نے مکہ کے راستوں سے آنے والے لوگوں کو تقسیم کر لیا تھا کہ بعض یہ کہیں کہ قرآن جادو ہے جبکہ بعض کہیں کہانت ہے اور بعض کہیں کہ شعر ہے لہٰذا اس طرح وہ لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔

## راستوں کی ناکہ بندی کر کے اسلام کی راہ سے روکنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بانٹنے والوں سے یہود ونصاریٰ مراد ہیں چونکہ وہ قرآن کریم کے کچھ حصہ پر ایمان لائے جو ان کے خیال میں ان کی کتابوں کے موافق تھا اور کچھ کے منکر ہو گئے۔ قتادہ وابن سائب کا قول ہے کہ بانٹنے والوں

سے کفار قریش مراد ہیں جن میں بعض قرآن کو سحر، بعض کہانت، بعض افسانہ کہتے تھے اس طرح انہوں نے قرآن کریم کے حق میں اپنے اقوال تقسیم کرر کھے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ بانٹنے والوں سے وہ بارہ اشخاص مراد ہیں جنہیں کفار نے مکہ مکرمہ کے راستوں پر مقرر کیا تھا، حج کے زمانہ میں ہر ہر راستہ پر ان میں کا ایک ایک شخص بیٹھ جاتا تھا اور وہ آنے والوں کو بہکانے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منحرف کرنے کے لئے ایک ایک بات مقرر کر لیتا تھا کہ کوئی آنے والوں سے یہ کہتا تھا کہ ان کی باتوں میں نہ آنا کہ وہ جادوگر ہیں، کوئی کہتا وہ کذاب ہیں، کوئی کہتا وہ مجنون ہیں، کوئی کہتا وہ کاہن ہیں، کوئی کہتا وہ شاعر ہیں یہ سن کر لوگ جب خانہ کعبہ کے دروازہ پر آتے وہاں ولید بن مغیرہ بیٹھا رہتا اس سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دریافت کرتے اور کہتے کہ ہم نے مکہ مکرمہ آتے ہوئے شہر کے کنارے ان کی نسبت ایسا سنا وہ کہہ دیتا کہ ٹھیک سنا۔ اس طرح خلق کو بہکاتے اور گمراہ کرتے ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجر، لاہور)

| |
|---|
| فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ○ |
| تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ |

"فَوَرَبِّكَ لَنَسْاَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ" سُؤَال تَوْبِيخ،

تو تمہارے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ یہ سوال بہ طور توبیخ ہوگا۔

## سورہ حجر آیت ۹۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (فَوَرَبِّكَ لَنَس َلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ، الحجر ۔ پھر تیرے رب کی قسم! ہم ان سب سے سوال کریں گے۔ الحجر، آیت) کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد کلمہ توحید لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1072)

| |
|---|
| عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○ |
| ان اعمال سے متعلق جو وہ کرتے رہے تھے |
| فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ○ |
| پس آپ وہ اعلانیہ کہہ ڈالیں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔ |

## حق بات علی الاعلان بیان کردینے کا بیان

"فَاصْدَعْ" يَا مُحَمَّد "بِمَا تُؤْمَر" بِهِ اَىْ اجْهَرْ بِهِ وَاَمْضِهِ "وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ" هٰذَا قَبْل الْاَمْر بِالْجِهَادِ،

یا محمد ﷺ آپ وہ باتیں اعلانیہ کہہ ڈالیں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔ یہ حکم بھی جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اڑانے والوں کے عبرتناک انجام کا بیان

حکم ہو رہا ہے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کی باتیں لوگوں کو صاف صاف بجھجک پہنچا دیں کسی کی پرورعایت کیجئے نہ کسی کا ڈر خوف کیجئے۔ اس آیت کے اترنے سے پہلے تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوشیدہ تبلیغ فرماتے تھے لیکن اس کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے کھلے طور پر اشاعت دین شروع کردی۔ ان مذاق اڑانے والوں کو ہم پر چھوڑ دے ہم خود ان سے نمٹ لیں گے تو اپنی تبلیغ کے فریضے میں کوتاہی نہ کر یہ تو چاہتے ہیں کہ ذرا سی سستی آپ کی طرف سے دیکھیں تو خود بھی دست بردار ہو جائیں۔ تو ان سے مطلقا خوف نہ کر اللہ تعالیٰ تیری جانب اتارا گیا لوگوں کی برائی سے تجھے محفوظ رکھ لے گا۔

چنانچہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستے سے جا رہے تھے کہ بعض مشرکوں نے آپ سے مذاق کیا اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہیں نشتر مارا جس سے ان کے جسموں میں ایسا ہو گیا جیسے نیزے کے زخم ہوں اسی میں وہ مر گئے اور یہ لوگ مشرکین کے بڑے بڑے رؤسا تھے۔ بڑی عمر کے تھے اور نہایت شریف گنے جاتے تھے۔ بنو اسد کے قبیلے میں تو اسود بن عبد المطلب ابوزمعہ۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا ہی دشمن تھا۔ ایذائیں دیا کرتا تھا اور مذاق اڑایا کرتا تھا آپ نے تنگ آ کر اس کے لئے بددعا بھی کی تھی کہ اے اللہ اسے اندھا کردے بے اولاد کردے۔

بنی زہر میں سے اسود تھا اور بنی مخزوم میں سے ولید تھا اور بنی سہم میں سے عاص بن وائل تھا۔ اور خزاعہ میں سے حارث تھا۔ یہ لوگ برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء رسائی کے درپے لگے رہتے تھے اور لوگوں کو آپ کے خلاف اُبھارا کرتے تھے اور جو تکلیف ان کے بس میں ہوتی آپ کو پہنچایا کرتے جب یہ اپنے مظالم میں حد سے گزر گئے اور بات بات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے آیت (فاصدع سے یعلمون) تک کی آیتیں نازل فرمائیں۔

کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم طواف کر رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے بیت اللہ شریف میں آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اتنے میں اسود بن عبد یغوث آپ کے پاس سے گزرا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اُسے پیٹ کی بیماری ہو گئی اور اسی میں وہ مرا۔ اتنے میں ولید بن مغیرہ گزرا اس کی ایڑی ایک خزاعی شخص کے تیر کے پھل سے کچھ یونہی سی چھل گئی تھی اور اسے بھی دو سال گزر چکے تھے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی کی طرف اشارہ کیا وہ پھول گئی، پکی اور اسی میں وہ مرا۔ پھر عاص بن وائل گزرا۔ اس کے تلوے کی طرف اشارہ کیا کچھ دنوں بعد یہ طائف جانے کے لئے اپنے گدھے پر سوار چلا۔ راستے میں گر پڑا اور تلوے میں کیل گھس گئی جس نے اس کی جان لی۔ حارث کے سر کی طرف اشارہ کیا اسے خون آنے لگا اور اسی میں مرا۔

ان سب موذیوں کو سردار ولید بن مغیرہ تھا اسی نے انہیں جمع کیا تھا پس یہ پانچ یا سات شخص تھے جو جڑ تھے اور ان کے اشاروں

سے اور ذلیل لوگ بھی کمینہ پن کی حرکتیں کرتے رہتے تھے۔ یہ لوگ اس لغو حرکت کے ساتھ ہی یہ بھی کرتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ انہیں اپنے کرتوت کا مزہ ابھی ابھی آ جائے گا۔ اور بھی جو رسول کا مخالف ہو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس کا یہی حال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ٥ |
| بیشک مذاق کرنے والوں کے لئے ہم آپ کو کافی ہیں۔ |

## اللہ کی طرف کفار کے لئے ہلاکت کا بیان

"اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ" بِكَ بِاِهْلَاكِنَا كُلًّا مِنْهُمْ بِآفَةٍ وَهُمُ الْوَلِيْدُ بْنُ الْمُغِيْرَةِ وَالْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ وَعَدِيُّ بْنُ قَيْسٍ وَالْاَسْوَدُ بْنُ الْمُطَّلِبِ وَالْاَسْوَدُ بْنُ عَبْدِ يَغُوْثَ،

بیشک مذاق کرنے والوں کے لئے ہم آپ کو کافی ہیں۔ یعنی ہم ان سب کو کسی بلاء سے ہلاک کر دیں گے اور وہ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، عدی بن قیس اور اسود بن مطلب اور اسود بن عبد یغوث ہیں۔

## سورہ حجر آیت ۹۵ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے آپ کے پیچھے اشارے کرنا شروع کر دیے اور یہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں اور میرے ساتھ جبرائیل ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا تو وہ ان کے جسم میں ناخن کی طرح چبھی اور سب کے جسم میں زخم بن گیا یہاں تک کہ ان سے سخت بدبو آنے لگی اور کوئی ان کے قریب نہیں آتا تھا۔ ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔ (سیوطی 161، زاد المسیر 4۔426، قرطبی 10۔62)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ٥ |
| جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب وہ جان لیں گے۔ |

## اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ" صِفَةٌ وَقِيْلَ مُبْتَدَاٌ وَلِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى الشَّرْطِ دَخَلَتِ الْفَاءُ فِيْ خَبَرِهِ وَهُوَ "فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ" عَاقِبَةَ اَمْرِهِمْ،

جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو عنقریب وہ جان لیں گے۔ یہ وصف ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مبتداء ہے کیونکہ یہ معنی شرط کو لازم کیے ہوئے ہے اسی وجہ سے اس کی خبر پر فاء داخل ہوئی ہے اور وہ "فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ" یعنی وہ اپنے انجام کو جان

لیں گے۔

## اللہ تعالیٰ کا شرک سے پاک ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ تورات کے عالموں میں سے ایک عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم تورات میں پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر اور پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر اٹھائے گا پھر فرمائے گا کہ میں بادشاہ ہوں پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے گویا اس یہودی عالم کی بات کی تصدیق کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی کہ اور ان لوگوں نے اللہ کی قدرت کا پورے طور پر اندازہ نہ کیا اور زمین ساری قیامت کے دن اس کی ایک مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں تہ کیا ہوا ہوگا اللہ تعالیٰ پاک و برتر ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2020)

| |
|---|
| وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ٥ |
| اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ (اقدس) ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ |

"وَلَقَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "نَعْلَم اَنَّك يَضِيق صَدْرك بِمَا يَقُوْلُوْنَ" مِنْ اِلاسْتِهْزَاء وَالتَّكْذِيب،

یہاں پر لقد یہ تحقیق کے لئے آیا ہے۔ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینہ (اقدس) ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ مذاق یا تکذیب کے طور پر کہتے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کا مذاق اڑانے والے کفار کی بدترین ہلاکت کا بیان

کُفّارِ قریش کے پانچ سردار (۱) عاص بن وائل سہمی اور (۲) اسود بن مطلب اور (۳) اسود بن عبد یغوث اور (۴) حارث بن قیس اور ان سب کا افسر (۵) ولید ابن مغیرہ مخزومی۔ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ایذا دیتے اور آپ کے ساتھ تمسخر و استہزاء کرتے تھے۔ اسود بن مطلب کے لئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی تھی کہ یاربّ اس کو اندھا کر دے۔ ایک روز سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں تشریف فرما تھے، یہ پانچوں آئے اور انہوں نے حسبِ دستور طعن و تمسخر کے کلمات کہے اور طواف میں مشغول ہو گئے۔ اسی حال میں حضرت جبریلِ امین حضرت کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے ولید بن مغیرہ کی پنڈلی کی طرف اور عاص کے کفِ پا کی طرف اور اسود بن مطلب کی آنکھوں کی طرف اور اسود بن عبد یغوث کے پیٹ کی طرف اور حارث بن قیس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور کہا میں ان کا شر دفع کروں گا چنانچہ تھوڑے عرصہ میں یہ ہلاک ہو گئے۔ ولید بن مغیرہ تیر فروش کی دوکان کے پاس سے گزرا اس کے تہہ بند میں ایک پیکان چبھا مگر اس نے تکبّر سے اس کو نکالنے کے لئے سر نیچا نہ کیا اس سے اس کی پنڈلی میں زخم آیا اور اسی میں مر گیا۔

عاص ابن وائل کے پاؤں میں کانٹا لگا اور نظر نہ آیا اس سے پاؤں ورم کر گیا اور یہ شخص بھی مر گیا۔ اسود بن مطلب کی آنکھوں میں ایسا درد ہوا کہ دیوار میں سر مارتا تھا اسی میں مر گیا اور یہ کہتا مرا کہ مجھ کو محمد نے قتل کیا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اسود بن عبد یغوث کو استسقاء ہوا اور کلبی کی روایت میں ہے کہ اس کو لُو لگی اور اس کا منہ اس قدر کالا ہو گیا کہ گھر والوں نے نہ پہچانا اور نکال دیا اسی حال میں یہ کہتا مر گیا کہ مجھ کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب نے قتل کیا اور حارث بن قیس کی ناک سے خون اور پیپ جاری ہوا، اسی میں ہلاک ہو گیا۔ انھیں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ حجر، بیروت)

| |
|---|
| فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ |
| پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح کرنے کا بیان

"فَسَبِّحْ" مُلْتَبِسًا "بِحَمْدِ رَبِّكَ" اَیْ قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ "وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ" الْمُصَلِّيْنَ

پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں یعنی نمازیوں میں سے ہو جائیں۔ اور تسبیح یہ ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ،

## میزان میں بھاری ہونے والے دو کلمات تسبیح کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں اور زبان پر نہایت ہلکے ہیں مگر میزان (تول) میں بہت بھاری ہیں, وہ کلمات یہ ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2456)

| |
|---|
| وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ |
| اور اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ تیرے پاس یقین آ جائے۔ |

## موت آنے تک عبادت میں رہنے کا بیان

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" الْمَوْتُ

اور اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ تیرے پاس یقین یعنی موت آ جائے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو پھر یہ دعا پڑھتے۔ میری نماز میری عبادت میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) پروردگار عالم ہی کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان (یعنی فرمانبردار) ہوں۔ اے اللہ! نیک اعمال اور حسن اخلاق کی طرف میری رہنمائی کر کیونکہ بہترین اعمال و اخلاق کی طرف تو ہی رہنمائی کر سکتا ہے اور مجھے برے اعمال و بد اخلاقی سے بچا کیونکہ برے اعمال و اخلاق

سے تو ہی بچا سکتا ہے۔ (سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 784)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" حالت مسافرت کی موت شہادت ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 72)

## موت کے بعد اللہ کی بارگاہ سے اچھا گمان رکھنے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے تین دن پہلے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "تم میں سے کوئی شخص اس حال میں نہ مرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 83)

مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور بخشش پر کامل اعتقاد اور اس کے وعدہ رحم و کرم پر اعتقاد رکھنا چاہئے اور ہمہ وقت اس کے کرم اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا چاہے۔ نیز یہ کہ ہر شخص اللہ کے ساتھ ہر وقت اچھا گمان رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ بد گمانی رحمت مایوسی کی حالت میں مر جائے اور وہ مبتلائے قہر الٰہی ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ اخروی سعادت کی علامت یہ ہے کہ زندگی کے پورے عرصے میں خوف غالب رہے اور جب مرنے کے قریب پہنچے تو اس کی رحمت و بخشش کی امید غالب رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ "اللہ کے ساتھ نیک گمان رکھنے" سے مراد نیک اعمال کرنا ہے۔ یعنی اپنی زندگی میں اچھے اعمال کرنے چاہئیں تا کہ موت کے وقت اللہ کے ساتھ اچھا گمان رہے کیونکہ جس کی زندگی اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اس کی رضا و خوشنودی کے حصول کی خاطر عبادات و نیک اعمال میں گزاری ہوگی۔ وہ مرنے کے وقت اللہ کے ساتھ یہی نیک گمان قائم کئے رہے گا کہ انشاء اللہ میرے ساتھ اچھا ہی معاملہ ہوگا اس کے برخلاف جس کی زندگی اللہ کی نافرمانی اور برے اعمال میں گزری ہوگی وہ موت کے وقت اللہ کے ساتھ برا ہی گمان رکھے گا کیونکہ جب موت سر پر کھڑی ہوگی تو اسے اپنی زندگی کے برے اعمال یاد آئیں گے اس وقت اسے یہ خیال پیدا ہوگا کہ میرے ساتھ اچھا معاملہ نہیں ہوگا۔ نیز علماء لکھتے ہیں کہ "امید" کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کرے اور امید رکھے خدمت مولیٰ کرے اور نظر اس کی عطا پر رکھے نہ کہ جھوٹی امید جو عمل سے باز رکھے اور گناہوں کا باعث ہو، یہ امید نہیں ہے بلکہ آرزو اور غرور ہے۔ حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ قول منقول ہے کہ "اگر تم میں سے کوئی شخص (جو بےعمل ہے) یہ کہتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہوں تو وہ جھوٹ کہتا ہے کیونکہ اگر وہ اپنے پروردگار کے ساتھ اچھا گمان رکھتا تو نیک عمل بھی کرتا۔

## عبادت کی حالت میں آنے والی موت کا بیان

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے بطریق مرسل روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس آدمی کی موت اس حال میں آئے کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو اور (وہ علم) اس غرض سے (حاصل کر رہا ہو) کہ وہ اس کے ذریعہ اسلام کو رائج کرے گا تو جنت میں اس کے اور انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا اور وہ مرتبہ نبوت

ہے۔(سنن دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 237)

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ بتائیے کہ کیا حضرت عبداللہ ابن عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لئے وضو کرتے تھے خواہ وہ باوضو ہوں یا بے وضو اور انہوں نے یہ عمل کس سے حاصل کیا تھا؟ حضرت عبید اللہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت اسماء بنت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ ابی عامر الغسیل رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کا وضو کرنے کے لئے حکم دیا گیا تھا۔

خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوضو ہوں یا بے وضو جب آپ کے لئے یہ مشکل ہوا تو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیا گیا اور وضو کو موقوف کیا گیا (یعنی ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنا واجب نہ رہا، جب تک وضو ٹوٹ نہ جائے۔ حضرت عبداللہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ خیال تھا کہ مجھ میں ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کی قوت ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی پر موت کے وقت تک عمل کیا۔(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 401)

## سورہ حجر کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ حجر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکرادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

محمد لیاقت علی رضوی حنفی

4

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ و شرح

# تفسیر جلالین

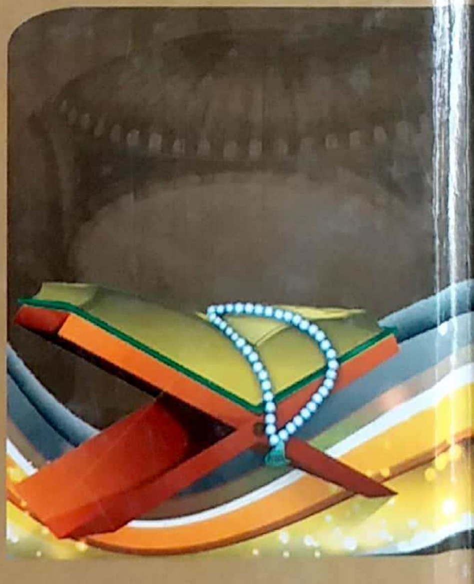

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

سورۃ النحل تا سورۃ المؤمنون

علماء اہلسنت کی کتب Pdf فائل میں حاصل
کرنے کے لئے
"فقہ حنفی PDF BOOK"
چینل کو جوائن کریں
http://T.me/FiqaHanfiBooks
عقائد پر مشتمل پوسٹ حاصل کرنے کے لئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن کریں
https://t.me/tehqiqat
علماء اہلسنت کی نایاب کتب گوگل سے اس لنک
سے فری ڈاؤن لوڈ کریں
https://archive.org/details/
@zohaibhasanattari
طالب دعاء محمد عرفان عطاری
زوہیب حسن عطاری

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ و شرح

# تفسیر جلالین

نمبر 4

سُورَۃ النَّحل | سُورَۃ بنی اِسرائیل | سُورَۃ الکھف | سُورَۃ مریم

سُورَۃ طٰہٰ | سُورَۃ الانبیاء | سُورَۃ الحج | سُورَۃ المؤمنون


تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر

111



نام کتاب ـــــ (نمبر 4) ـــــ تفسیر مصباحین تفسیر جلالین

تصنیف ـــــ امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم ـــــ علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ـــــ ورڈز میکر

باہتمام ـــــ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ـــــ مئی 2014ء

سرورق ـــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر، لاہور 0322-7202212

طباعت ـــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ـــــ روپے

شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirborther786@gmail.com

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

# ترتیب

## سورۃ الاسراء

## سورۃ الکہف

## سورہ مریم

## سورۃ الانبیاء

## سورة الحج

## سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ

# مقدمہ تفسیر مصباحین

## قرآن مجید کی سات منازل ہونے کا بیان

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ثقیف کے وفد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم بنی مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک قبہ میں ٹھہرایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب عشاء کے بعد ہمارے پاس آتے اور ہم سے گفتگو فرماتے رہتے اور زیادہ تر ہمیں قریش کے اپنے ساتھ رویہ کے متعلق سناتے اور فرماتے ہم اور وہ برابر نہ تھے کیونکہ ہم کمزور اور ظاہر طور پر دباؤ میں تھے جب ہم مدینہ آئے تو جنگ کا ڈول ہمارے اور ان کے درمیان رہا کبھی ہم ان سے ڈول نکالتے (اور فتح حاصل کر لیتے. اور کبھی وہ ہم سے ڈول نکالتے (اور فتح پاتے) ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سابقہ معمول سے ذرا تاخیر سے تشریف لائے تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج تاخیر سے تشریف لائے فرمایا میرا تلاوت قرآن کا معمول کچھ رہ گیا تھا میں نے پورا ہونے سے قبل نکلنا پسند نہ کیا۔

حضرت اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم قرآن کی تلاوت کے لئے کیسے حصے کرتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ تین (سورتیں فاتحہ کے بعد بقرہ، آل عمران اور نساء) اور پانچ (سورتیں مائدہ سے براءۃ کے آخر تک) اور سات (سورتیں یونس سے نحل تک) اور نو (سورتیں بنی اسرائیل سے فرقان تک) اور گیارہ (سورتیں شعراء سے یٰسین تک) اور تیرہ (سورتیں والصافات سے حجرات تک) اور آخری حزب مفصل کا یعنی سورت ق سے آخر تک ہیں۔ (مسند احمد: جلد ہشتم: حدیث نمبر 855)

حضرت سعید بن مسیّب نے فرمایا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی اس لفظ کے معنی میں تردد پیش آیا تو آپ نے برسر منبر صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ لفظ تخوف کیا آپ کیا معنی سمجھتے ہیں؟ عام مجمع خاموش رہا مگر قبیلہ ہذیل کے ایک شخص نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین یہ ہمارے قبیلہ کا خاص لغت ہے ہمارے یہاں یہ لفظ تنقص کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یعنی بتدریج گھٹانا فاروق اعظم نے سوال کیا کہ کیا عرب اپنے اشعار میں یہ لفظ تنقص کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اس نے عرض کیا کہ ہاں اور اپنے قبیلہ کے شاعر ابو کبیر ہذلی کا ایک شعر پیش کیا جس میں یہ لفظ بتدریج گھٹانے کے معنی میں لیا گیا تھا اس پر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا کہ لوگو تم اشعار جاہلیت کا علم حاصل کرو کیونکہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی کا فیصلہ ہوتا ہے۔

## اسرائیلی روایات سے تفسیر کرنے یا نہ کرنے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ قاعدہ یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعہ اس کے مطابق ہو جو حق ہمارے ہاتھوں میں ہے یعنی کتاب وسنت وہ تو سچا ہے اور قابل قبول ہے اس لئے کہ وہ صحت کے مطابق ہے اور جو خلاف ہو وہ مردود ہے۔ اور جس کی نسبت ہماری شریعت خاموش ہو، موافقت ومخالفت کچھ نہ ہو، گو اس کا روایت کرنا بقول اکثر مفسرین جائز ہے لیکن نہ تو ہم اسے سچا کر سکتے ہیں نہ غلط۔ ہاں یہ ظاہر ہے کہ وہ واقعات ہمارے لئے کچھ سند نہیں، نہ ان میں ہمارا کوئی دینی نفع ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہماری جامع نافع کامل وشامل شریعت اس کے بیان میں کوتاہی نہ کرتی۔ ہمارا اپنا مسلک تو اس تفسیر میں یہ رہا ہے کہ ہم ایسی بنی اسرائیلی روایتوں کو وارد نہیں کرتے کیونکہ اس میں سوائے وقت ضائع کرنے کے کہ کوئی نفع نہیں ہاں نقصان کا احتمال زیادہ ہے۔ کیونکہ ہمیں یقین ہے کہ بنی اسرائیل میں روایت کی جانچ پڑتال کا مادہ ہی نہ تھا وہ سچ جھوٹ میں تمیز کرنا جانتے ہی نہ تھے ان میں جھوٹ سرایت کر گیا تھا جیسے کہ ہمارے حفاظ ائمہ نے یہی تشریح کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

## اسرائیلی روایات کی حیثیت کا بیان

اہل کتاب تورات عبرانی زبان میں پڑھتے تھے اور اہل اسلام کے لیے اس کی تفسیر عربی زبان میں کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو اور کہو کہ ہم اللہ پر اور جو اس نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ نہ تم ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب یہ اس وجہ سے ہے کہ جن باتوں کی وہ خبر دے رہے ہیں وہ سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتی ہیں، اگر فی الواقع وہ سچ ہوں اور تم ان کی تکذیب کر دو یا اگر وہ جھوٹ ہوں اور تم اس کی تصدیق کر دو تو دونوں اعتبار سے حرج اور تنگی میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے اس لیے ان کی بیان کردہ باتوں کو سن کر نہ تصدیق کی جائے نہ تکذیب؛ تا کہ فتنہ میں نہ پڑو۔ (فتح الباری)

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت اختصار کے ساتھ مگر جامع بات لکھی ہے کہ تفسیر میں اسرائیلی روایتوں کو بیان کرنا دراصل یہ بھی ایک سازش ہے جبکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو نہ ان کی تکذیب کرو؛ لہٰذا اس قاعدہ کی بنیاد پر دو باتیں نہایت ضروری ہیں۔

(۱) جب حدیث میں قرآن کریم کے اشارہ کی تفصیل موجود ہو تو اسرائیلی روایات کو تفسیر میں نقل نہیں کرنا چاہئے۔

(۲) قرآن کریم میں جس واقعہ کی طرف اشارہ آیا ہو اس کی تفصیل ضرورت کے بقدر ہی بیان کرنی چاہئے تا کہ قرآن کریم کی گواہی سے اس کی تصدیق ہو کیونکہ یہ بھی قاعدہ ہے کہ ضروری بات بقدر ضرورت مانی جاتی ہے۔ (فوز کبیر)

## اہل کتاب کی روایات نقل کرنے والے حضرات

عہد صحابہ اور اس کے بعد کے ادوار میں بھی تفسیر قرآن کے ماخذ کے طور پر یہود ونصاریٰ رہے ہیں؛ کیونکہ قرآن کریم بعض

مسائل میں عموماً اور قصص انبیاء اور اقوام سابقہ کے کوائف واحوال میں خصوصاً تورات کے ساتھ ہم آہنگ ہے، اسی طرح قرآن کریم کے بعض بیانات انجیل سے بھی ملتے ہیں؛ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا واقعہ اور ان کے معجزات وغیرہ۔ البتہ قرآن کریم نے جو طرز ومنہاج اختیار کیا ہے وہ تورات وانجیل کے اسلوب بیان سے بڑی حد تک مختلف ہے، قرآن کریم کسی واقعہ کی جزئیات وتفصیلات بیان نہیں کرتا، بلکہ واقعہ کے صرف اسی جز پر اکتفاء کرتا ہے جو عبرت وموعظت کے نقطۂ نظر سے ضروری ہوتا ہے، یہ انسانی فطرت ہے کہ تفصیلی واقعہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام اور بعد کے ادوار میں تابعین اور تبع تابعین حضرات اہل کتاب کے ان اہل علم سے جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے قرآن میں ذکر کردہ واقعات کی تفصیل کے واسطے رجوع کیا کرتے تھے، اسرائیلی روایات کا مدار وانحصار زیادہ تر حسب ذیل چار راویوں پر ہے: عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، کعب احبار، وھب بن منبہ، عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریج، جہاں تک عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی بات ہے تو آپ کے علم وفضل میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور ثقاہت وعدالت میں آپ اہل علم صحابہ میں شمار ہوتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں قرآن کریم کی آیات نازل ہوئیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین نے آپ کی روایات پر اعتماد کیا ہے۔ حضرت کعب احبار بھی ثقہ راویوں میں سے ہیں، انہوں نے زمانہ جاہلیت کا زمانہ پایا اور خلافت صدیقی یا فاروقی میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ خلافت فاروقی میں آپ کے اسلام لانے کی بات مشہور تر ہے۔ (فتح الباری، حدیث نمبر ۹۵)

## اسرائیلی روایات قصص کو سنانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میری طرف سے پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔ اور بنی اسرائیل سے جو قصے سنو لوگوں کے سامنے بیان کرو یہ گناہ نہیں ہے اور جو آدمی قصداً میری طرف جھوٹ بات منسوب کرے اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں ڈھونڈ لے۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ، حدیث نمبر 193)

حدیث میں دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اگر بنی اسرائیل سے کوئی قصہ سنو یا تمہیں ان سے کوئی واقعہ معلوم ہو تو تم اس کو لوگوں سے بیان کر سکتے ہو مگر ان کے احکام وغیرہ کو نقل کرنے کی اجازت نہیں ہے جیسا کہ گذشتہ احادیث میں گزر چکا ہے۔ اس لئے کہ کسی واقعہ یا قصہ کو محض خبر کے طور پر بیان کر دینا شرعی امور میں کوئی نقصان پیدا نہیں کرتا مگر ان کے احکام کو نقل کرنا یا ان کی تبلیغ کرنا شریعت محمدی کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے کیونکہ جب اس دنیا میں شریعت محمدی کا نفاذ ہو گیا ہے تو اب تمام دوسری شریعتیں منسوخ اور کالعدم قرار دے دی گئی ہیں۔ لہٰذا شریعت محمدی کو چھوڑ کو دوسری شریعت کے احکام واعمال کی تبلیغ کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔

محمد لیاقت علی رضوی

# سُورَةُ النَّحل

## یہ قرآن مجید کی سورت نحل ھے

### سورہ نحل کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ النَّحل ( مَكِّيَة إِلَّا الْآيَات الثَّلاث الْأَخِيرَة فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا 128 نَزَلَتْ بَعْد الْكَهْف )

سورہ نحل مکیہ ہے مگر آیت (فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ سے آخرِ سورت تک جو آیات ہیں وہ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں، یہ سورہ کہف کے بعد نازل ہوئی ہے۔اوراس میں اوراقوال بھی ہیں۔اس سورت میں سولہ ۱۶ رکوع اورایک سو اٹھائیس آیات اوردو ہزار آٹھ سو چالیس کلمات اورسات ہزار سات سو سات حرف ہیں۔

### سورہ نحل کی وجہ تسمیہ کا بیان

امام تفسیر امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کا نام سورہ نحل اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھیوں کا ذکر قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلے میں ہوا ہے اس کا دوسرا نام سورہ نعم بھی ہے نعم بکسر نون نعمت کی جمع ہے اس لئے کہ اس سورہ میں خاص طور پر اللہ جل شانہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نحل، بیروت)

### سورہ نحل کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ نے جب آیت اقتربت الساعة نازل کی تو کافروں نے ایک دوسرے سے کہا کہ یہ شخص خیال کرتا ہے قیامت قریب ہے لہٰذا تم لوگ جو کام کرتے تھے ان سے رک جاؤ تا کہ ہم دیکھیں کہ یہ شخص کیا کرنے والا ہے جب انہوں نے دیکھا کہ کوئی چیز نازل نہیں ہو رہی تو انہوں نے کہا کہ ہمیں کچھ نظر نہیں آتا تو اس پر اللہ نے آیت اقتربت الساعة۔ نازل کی تو اس پر کفار خوف زدہ ہوئے اور قیامت کا انتظار کرنے لگے جب دن بڑھتے گئے تو انہوں نے کہا کہ یا محمد ﷺ ہمیں تو وہ کچھ نظر نہیں آتا جس سے تم ہمیں ڈراتے ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اور مجھے قیامت یوں کو بھیجا آپ نے انگلی سے اشارہ کر کے بتایا اور ہو سکتا ہے کہ مجھ سے پہلے آ جائے۔

دوسروں نے کہا کہ الامر سے مراد یہاں تلوار کے ذریعے عذاب ہے یہ النضر بن الحارث کی بات کا جواب ہے جب اس نے کہا تھا کہ اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء یعنی اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے

حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یعنی اس میں نے اس عذاب کا جلد مطالبہ کیا تھا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ نحل، بیروت)

ابوبکر نے کہا کہ ربیعہ بہتر لوگوں میں تھے اور انہوں نے عمر بن خطاب کی مجلس کا وہ حال بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا کہ انہوں نے منبر پر سورت نحل پڑھی یہاں تک کہ جب سجدے کی آیت تک پہنچے تو اترے اور سجدہ کیا اور تمام لوگوں نے سجدہ کیا یہاں تک کہ جب دوسرا جمعہ آیا۔ اور وہی سورت پڑھی یہاں تک کہ جب سجدے کی آیت آئی تو فرمایا کہ اے لوگو ہم سجدہ کی آیت پڑھ کر گزر جاتے ہیں جس نے سجدہ کیا تو اس نے درست کیا اور جس نے سجدہ نہیں کیا اس پر کوئی گناہ نہیں۔

اور عمر نے سجدہ نہیں کیا اور نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ فرض نہیں کیا بجز اس کے کہ ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1034)

| |
|---|
| اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ |
| اللہ کا حکم آ گیا، لہٰذا اس کے جلد آنے کا مطالبہ نہ کرو، وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ |

## مشرکین کا جلد عذاب کو طلب کرنے کا بیان

لَمَّا اسْتَبْطَأَ الْمُشْرِكُونَ الْعَذَاب نَزَلَ "أَتَى أَمْر اللَّه" أَيْ السَّاعَة وَأَتَى بِصِيغَةِ الْمَاضِي لِتَحَقُّقِ وُقُوعه أَيْ قَرُبَ "فَلَا تَسْتَعْجِلُوهُ" تَطْلُبُوهُ قَبْل حِينه فَإِنَّهُ وَاقِع لَا مَحَالَة "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ "وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ" بِهِ غَيْره

جب مشرکین نے جلد عذاب آنے کا مطالبہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت جس کا وقوع قریب ہے۔ یہاں اتٰی صیغہ ماضی کا استعمال ہوا ہے کیونکہ اس کا وقوع محقق ہے۔ لہٰذا تم اس کے وقت سے پہلے اس کا مطالبہ نہ کرو۔ کیونکہ وہ یقیناً واقع ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے اور بلند ہے اس سے جو تم اس کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہو۔

## قیامت کے جلد آنے کا بیان

امام تفسیر امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے قریب مغرب کی جانب سے ڈھال کی طرح کا سیاہ ابر نمودار ہوگا اور وہ بہت جلد آسمان پر چڑھے گا پھر اس میں سے ایک منادی کرے گا لوگ تعجب سے ایک دوسرے سے کہیں گے میاں کچھ سنا بھی؟ بعض ہاں کہیں گے اور بعض بات کو اڑا دیں گے وہ پھر دوبارہ ندا کرے گا اور کہے گا اے لوگو! اب تو سب کہیں گے کہ ہاں صاحب آواز تو آئی۔ پھر وہ تیسری دفعہ منادی کرے گا اور کہے گا اے لوگو امر الٰہی آ پہنچا اب جلدی نہ کرو۔ اللہ کی قسم دو شخص جو کسی کپڑے کو پھیلائے ہوئے ہوں گے سمیٹنے بھی نہ پائیں گے جو قیامت قائم ہو جائے گی کوئی اپنے حوض کو ٹھیک کر رہا ہوگا ابھی پانی بھی پلا نہ پایا ہوگا جو قیامت آ جائے گی دودھ دوہنے والے پی بھی نہ سکیں گے کہ قیامت آ جائے گی ہر ایک نفسا نفسی میں

لگ جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نحل، بیروت)

## قیامت کے قریب ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قریب ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے چھالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے محمد (ابن سیرین) کہتے ہیں کہ میں بھی یہی کہتا ہوں، ابن سیرین نے کہا ہے یہ کہا جاتا ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔

ایک تو نفس کے خیالات، دوسرے شیطان کی طرف سے ڈرایا جانا تیسرے اللہ کی طرف سے خوشخبری اس لئے جو شخص کوئی مکروہ چیز دیکھے تو اس کو کسی سے بیان نہ کرے اور اٹھ کر نماز پڑھے اور نیند میں طوق سے دیکھنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور بیڑی کو پسند کرتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ بیڑی سے مراد دین میں ثابت قدمی ہے اور قتادہ اور یونس اور ہشام اور ابو ہلال نے بواسطہ ابن سیرین ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو روایت کیا ہے اور بعضوں نے ساری باتیں حدیث ہی میں درج کر دیں اور عوف کی حدیث زیادہ واضح ہے اور یونس نے کہا میں قید کے متعلق روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی خیال کرتا ہوں ابوعبداللہ نے کہا اغلال گردنوں میں ہوتی ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1944)

## جمعہ کے دن قیامت آنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج نکلنے والے دنوں میں بہترین دن جمعہ کا دن ہے اس میں آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی دن آپ جنت میں داخل کئے گئے اسی دن آپ جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی قائم ہوگی۔

اس باب میں حضرت ابولبابہ سلیمان ابوذر سعید بن عبادہ اور اوس بن اوس سے بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 475)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ویران واجاڑ ہونے والے اسلامی شہروں میں سب سے آخری نمبر مدینہ کا ہوگا۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1301)

مطلب یہ ہے کہ جب قیامت قریب ہوگی تو تمام آبادیاں اور شہر ویران واجاڑ ہو جائیں گے اور ان میں مدینہ سب سے آخر میں ویران واجاڑ ہوگا۔ گویا مدینہ کو یہ برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔

| |
|---|
| يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ |
| وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے کہ انہیں ڈرساؤ کہ |
| میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ |

## فرشتوں کے ذریعے انبیائے کرام کی جانب وحی آنے کا بیان

"يُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ" أَيْ جِبْرِيل "بِالرُّوحِ" بِالْوَحْيِ "مِنْ أَمْرِه" بِإِرَادَتِهِ "عَلَى مَنْ يَشَاء مِنْ عِبَاده" وَهُمْ الْأَنْبِيَاء "أَنْ" مُفَسِّرَة "أَنْذِرُوا" خَوِّفُوا الْكَافِرِينَ بِالْعَذَابِ وَأَعْلِمُوهُمْ "أَنَّهُ لَا إِلَه إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِي" خَافُونِ

وہی فرشتوں یعنی جبرائیل علیہ السلام کو وحی کے ساتھ اپنے حکم یعنی اپنے ارادے سے اپنے بندوں میں سے جو انبیائے کرام ہیں جس پر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے۔ یہاں پر لفظ اَن مفسرہ ہے۔ کہ لوگوں یعنی کفار کو عذاب کا ڈر سناؤ اور ان کو بتادو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا تم مجھ سے ڈرو۔

## روح کے مختلف معانی کا بیان

لفظ رُوح سے مراد اس آیت میں بقول ابن عباس اور بقول بعض مفسرین ہدایت ہے۔ روح کا لفظ قرآن میں مندرجہ ذیل تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ روح بمعنی وہ لطیف جوہر جو جاندار میں موجود ہے اور جس کی وجہ سے اس جاندار کے اعضاء و جوارح حرکت کرتے ہیں اور جب یہ روح نکل جاتی ہے تو جاندار بے جان ہو جاتا یا مر جاتا ہے جس طرح اس روح کی حقیقت کا علم انسان کو بہت کم دیا گیا ہے اسی طرح روح کے معانی پر احاطہ کرنا بھی انسان کی دسترس سے باہر ہے۔

روح بمعنی فرشتہ جیسے فرمایا: (فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا 17) -19مریم:17)

(یعنی ہم نے مریم کی طرف اپنی روح یا فرشتہ بھیجا جو ایک تندرست انسان کی شکل بن گیا) روح سے مراد عام فرشتہ بھی ہو سکتا ہے اور جبرئیل علیہ السلام بھی۔ مگر جب روح القدس یا روح الامین کا لفظ آئے تو اس سے مراد صرف سیّدنا جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔

روح بمعنی وہ پیغام جو فرشتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے اور اس سے مراد وحی بھی ہو سکتا ہے اور سارا قرآن بھی۔ روح کے ساتھ جب من الامر یا من امر کے الفاظ آئیں تو اس سے مراد وحی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس مقام پر ہے بالروح من امرہ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

(وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ 52) -42 الشوری:52)

اس مقام پر روح سے مراد پورا قرآن ہے نیز ایک دوسرے مقام پر وحی یا رسالت کے معنوں میں اس طرح آیا ہے۔

(يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ 15) -40غافر:15)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا پیغام نازل کرتا ہے۔ اور اس مقام پر جو وحی کے لیے روح کا لفظ استعمال فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح جسمانی زندگی کے لیے روح کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر روح نہ رہے تو زندگی ختم

ہو جاتی ہے۔اسی طرح صالح طرز زندگی یا نظام حیات کے لیے وحی الٰہی کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر صالح نظام قائم ہو ہی نہیں سکتا اور اگر وحی الٰہی کے مطابق عمل نہ کیا جائے تو اس نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور فاسد نظام رائج ہو جاتا ہے۔

(بحر محیط، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| اُسی نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا فرمایا، وہ ان چیزوں سے برتر ہے جنہیں کفار شریک ٹھہراتے ہیں۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق کے حق ہونے کا بیان

"خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض بِالْحَقّ" أَيْ مُحِقًّا "تَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ" بِهِ مِنْ الْأَصْنَام

اُسی نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر یعنی حق کے ساتھ پیدا فرمایا، وہ ان چیزوں سے برتر ہے جن بتوں کو کفار شریک ٹھہراتے ہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر شرک کی تردید میں زمین اور آسمانوں کی پیدائش کو ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کی ایک ایک چیز میں ہم آہنگی ہے۔کائنات کا ہر کل پرزہ دوسرے کی تائید وتوثیق کر رہا ہے۔پھر اس کائنات کے نظام میں بے شمار فوائد، حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔اور سب نتائج تعمیری قسم کے پیدا ہو رہے ہیں۔اگر اس کائنات کی تخلیق میں کوئی دوسرا بھی شریک ہوتا تو ایسا نظام وجود میں آ ہی نہ سکتا تھا اور اگر بالفرض محال آ بھی جاتا تو فوراً درہم برہم ہو جاتا۔گویا کائنات کی ایک ایک چیز اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ اس خالق کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا۔

| |
|---|
| خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| اُسی نے انسان کو ایک تولیدی قطرہ سے پیدا فرمایا، پھر بھی وہ کھلا جھگڑالو بن گیا۔ |

## عاجز انسان کے جھگڑالو ہونے کا بیان

"خَلَقَ الْإِنْسَان مِنْ نُطْفَة" مَنِيّ إِلَى أَنْ صَيَّرَهُ قَوِيًّا شَدِيدًا "فَإِذَا هُوَ خَصِيم" شَدِيد الْخُصُومَة "مُبِين" بَيِّنهَا فِي نَفْي الْبَعْث قَائِلًا "مَنْ يُحْيِي الْعِظَام وَهِيَ رَمِيم"

اُسی نے انسان کو ایک تولیدی قطرہ یعنی منی سے پیدا فرمایا، پھر اس کو طاقتور بنا دیا پھر بھی وہ کھلا جھگڑالو بن گیا۔یعنی وہ سخت جھگڑا کرنے والا بن گیا۔اور مبین سے مراد یہ ہے کہ وہ دوبارہ زندہ ہونے کی نفی کرتا ہے کہ کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔

## سورہ نحل آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اُبی بن خلف کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا۔ایک مرتبہ وہ کسی مردے کی گلی ہوئی

ہڈی اٹھالایا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عضوی شکل رکھتی بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ تو منی کے ایک چھوٹے سے بے حس وحرکت قطرے سے تجھ جیسا جھگڑالو انسان پیدا کر دیتا ہے، یہ دیکھ کر بھی تو اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی جب وہ ایک بوسیدہ ہڈی رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ کیا تم خیال کرتے ہو کہ اللہ اس ہڈی کو بوسیدہ ہونے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا؟ اس آیت کی نظیر سورہ یاسین میں اللہ کا فرمان یہ ہے۔ (اولم یر الانسان انا خلقنه سورہ یسین 7.7) الیٰ آخر السورۃ) پھر انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو نطفے سے پیدا کیا پھر تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا۔ یہ آیت بھی اسی قصہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (نیسابوری 234، سیوطی 162، زادالمسیر 4-429)

## روح پرواز ہونے کے وقت صدقہ کرنے کا بیان

حضرت بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ پر تھوکا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم! تو مجھے کس طرح عاجز کر سکتا ہے جبکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے؟ جب میں نے تجھے برابر اور معتدل بنا دیا تو تو دو چادروں کے درمیان چلنے لگا اور زمین پر تیری چاپ سنائی دینے لگی، تو جمع کر کے روک کر رکھتا رہا، جب روح نکل کر ہنسلی کی ہڈی میں پہنچی تو کہتا ہے کہ میں یہ چیز صدقہ کرتا ہوں، لیکن اب صدقہ کرنے کا وقت کہاں رہا؟ یہ حدیث اس کے علاوہ دوسری سند سے بھی روایت ہے۔ (مسند احمد: جلد ہفتم: حدیث نمبر 964)

اس نے انسان کا سلسلہ نطفے سے جاری رکھا ہے جو ایک پانی ہے۔ حقیر و ذلیل یہ جب ٹھیک ٹھاک بنا دیا جاتا ہے تو اکڑفوں میں آجاتا ہے رب سے جھگڑنے لگتا ہے رسولوں کی مخالفت پر تل جاتا ہے۔ بندہ تھا چاہیے تو تھا کہ بندگی میں لگا رہتا لیکن یہ تو زندگی کرنے لگا۔ اور آیت میں ہے اللہ نے انسان کو پانی سے بنایا اس کا نسب اور سسرال قائم کیا۔ اللہ قادر ہے رب کے سوا یہ ان کی پوجا کرنے لگے ہیں جو بے نفع اور بے ضرر ہیں کافر کچھ اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ سورہ یاسین میں فرمایا کیا انسان نہیں دیکھتا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا پھر وہ تو بڑا ہی جھگڑالو نکلا۔ ہم پر بھی باتیں بنانے لگا اور اپنی پیدائش بھول گیا کہنے لگا کہ ان گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہہ دو کہ انہیں وہ خالق اکبر پیدا کرے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا وہ تو ہر طرح کی مخلوق کی پیدائش کا پورا عالم ہے۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝

اور اسی نے تمہارے لئے چوپائے پیدا فرمائے، ان میں تمہارے لئے گرم لباس ہے اور فوائد ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

## مویشی جانوروں میں تمہارے لئے فوائد ہونے کا بیان

"وَالْأَنْعَام" الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم وَنَصْبه بِفِعْلٍ مُقَدَّر يُفَسِّرهُ : "خَلَقَهَا لَكُمْ" مِنْ جُمْلَة النَّاس "فِيهَا دِفْء" مَا تَسْتَدْفِئُونَ بِهِ مِنْ الْأَكْسِيَة وَالْأَرْدِيَة مِنْ أَشْعَارهَا وَأَصْوَافهَا "وَمَنَافِع" مِنْ النَّسْل وَالدَّرّ وَالرُّكُوب "وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ" قَدَّمَ الظَّرْف لِلْفَاصِلَةِ،

اور اُسی نے تمہارے لئے چوپائے یعنی اونٹ، گائے اور بکریاں پیدا فرمائیں، یہاں لفظ انعام فعل کے مقدر کے سبب منصوب ہے۔ جو اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ ان میں تمہارے لئے یعنی تمام لوگوں کیلئے گرم لباس ہے۔ یعنی ان کے بالوں اور ان کی اون سے کپڑے اور دیگر ملبوسات بناتے ہو اور دوسرے فوائد ہیں یعنی نسلی افزائش، دودھ اور سواری ہے۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ یہاں پر ظرف کو بہ طور فاصل کے مقدم کیا گیا ہے۔

ان کے بال اون صوف وغیرہ کا گرم لباس اور جڑاول بنتی ہے دودھ پیتے ہیں گوشت کھاتے ہیں۔ شام کو جب وہ چر چگ کر واپس آتے ہیں، بھری ہوئی کوکھوں والے، بھرے ہوئے تھنوں والے، اونچی کوہانوں والے، کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں اور جب چراگاہ کی طرف جاتے ہیں کیسے پیارے معلوم ہوتے ہیں پھر تمہارے بھاری بھاری بوجھ ایک شہر سے دوسرے شہر تک اپنی کمر پر لاد کر لے جاتے ہیں کہ تمہارا وہاں پہنچنا بغیر آدھی جان کئے مشکل تھا۔ حج وعمرہ کے، جہاد کے، تجارت کے اور ایسے ہی اور سفر انہیں پر ہوتے ہیں تمہیں لے جاتے ہیں تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ |
| اور ان میں تمہارے لئے رونق ہے جب تم شام کو چراگاہ سے لاتے ہو اور جب تم صبح کو لے جاتے ہو۔ |

## مواشیوں کو چراگاہ میں لے جانے اور واپس لانے کا بیان

"وَلَكُمْ فِيهَا جَمَال" زِينَة "حِين تُرِيحُونَ" تَرُدُّونَهَا إلَى مَرَاحهَا بِالْعَشِيِّ "وَحِين تَسْرَحُونَ" تُخْرِجُونَهَا إلَى الْمَرْعَى بِالْغَدَاةِ،

اور ان میں تمہارے لئے جمال یعنی خوبصورتی ہے جب تم شام کو چراگاہ سے واپس لاتے ہو اس وقت وہ تمہیں خوبصورت لگتے ہیں۔ اور جب تم صبح کو چرانے کے لئے لے جاتے ہو۔

## مویشیوں سے شان وشوکت کا اظہار

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ قبیلہ حمیر کے ایک آدمی نے دشمنوں کے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور جب اس نے اس کا سامان لینے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس سامان کو روک لیا وہ ان پر نگران تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

خالد سے فرمایا کہ تجھے کس نے اس کو سامان دینے سے منع کیا حضرت خالد نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے (اس سامان کو) بہت زیادہ سمجھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے سامان دے دو پھر حضرت خالد، حضرت عوف کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت خالد کی چادر کھینچی پھر فرمایا کیا میں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا تھا وہی ہوا ہے نا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن لی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو خالد تو اسے نہ دے اے خالد تو اسے نہ دے کیا تم میرے نگرانوں کو چھوڑنے والے ہو کیونکہ تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی نے اونٹ یا بکریاں چرانے کے لئے لیں پھر ان جانوروں کے پانی پینے کا وقت دیکھ کر ان کو حوض پر لایا اور انہوں نے پانی پینا شروع کر دیا تو صاف صاف پانی انہوں نے پی لیا اور تلچھٹ چھوڑ دیا تو صاف یعنی عمدہ چیزیں تمہارے لئے ہیں اور بری چیز نگرانوں کے لئے ہیں۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 73)

اہل عرب کا اکثر پیشہ ریوڑ پالنا ہوتا تھا اور یہ ریوڑ عموماً بھیڑ بکریوں اور اونٹوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ خچر، گدھے اور گھوڑے بھی ہوتے تھے مگر نسبتاً کم ہوتے تھے۔ قریش مکہ تو تاجر پیشہ لوگ تھے اور ان کا مال و دولت نقدی درہم و دینار کی صورت میں ہوتا تھا۔ جبکہ عام قبائل عرب کے مالدار ہونے کی علامت یہی جانور تھے۔ جس کے پاس جتنے زیادہ جانور ہوتے اتنا ہی وہ مالدار سمجھا جاتا تھا اور یہی جانور اسکی چلتی پھرتی دولت سمجھے جاتے تھے اسی میں اس کی شان و شوکت ہوتی تھی۔ شام کے وقت ایسے گلوں اور ریوڑوں کے مالک ان کی انتظار میں اپنی آبادیوں یا گاؤں سے باہر نکل کر بیٹھتے۔ یہ مویشی جب چر چگ کر اور سیر ہو کر شام کو گھر واپس آتے تو اس کے مالک انہیں دیکھ کر پھولے نہ سماتے تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے واپس آنے کا پہلے ذکر فرمایا اور صبح جانوروں کی روانگی کے وقت بھی عجب گہما گہمی اور مسرت کی کیفیت ہوتی تھی۔ اسی مسرت اور ٹھاٹھ کی کیفیت کو اللہ نے ذکر فرمایا۔ جو دوسرے فوائد سے زائد تھی۔

جب ڈھور ڈنگر گھر میں بندھے کھڑے ہوں یا جنگل میں غائب ہوں اس وقت انعام الٰہی کا ایسا صاف مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ہاں جب چرنے کے لیے گھر سے نکلتے یا شام کو جنگل سے شکم سیر ہو کر گھر کی طرف لوٹتے ہیں اس وقت ایک عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ مالک خود بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں زمیندار کو کیسا دھن دولت دیا ہے۔

| |
|---|
| وَتَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۙ |
| اور یہ تمہارے بوجھ ان شہروں تک اٹھا لے جاتے ہیں جہاں تم بغیر جانکاہ مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے، |
| بیشک تمہارا رب نہایت شفقت والا نہایت مہربان ہے۔ |

## سامان اٹھانے کیلئے حیوانات کی خدمات کا بیان

"وَتَحۡمِل أَثۡقَالكُمۡ" أَحۡمَالكُمۡ "إِلَى بَلَد لَمۡ تَكُونُوا بَالِغِيهِ" وَاصِلِينَ إِلَيۡهِ عَلَى غَيۡر الۡإِبِل "إِلَّا بِشِقِّ الۡأَنۡفُس" بِجَهۡدِهَا "إِنَّ رَبّكُمۡ لَرَءُوف رَحِيم" بِكُمۡ حَيۡثُ خَلَقَهَا لَكُمۡ،

اور یہ جانور تمہارے بوجھ بھی ان شہروں تک اٹھالے جاتے ہیں جہاں تم بغیر جانکاہ مشقت کے نہیں پہنچ سکتے تھے، جہاں تم اونٹوں کے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت شفقت والا نہایت مہربان ہے۔ کیونکہ اس نے ان حیوانات کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے۔

کئی اقسام کے جانور بوجھ اٹھا کر دور دراز کے ایسے علاقوں تک لے جاتے ہیں، جہاں تم اپنے آپ کو سخت مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ یہ جانور تمہارے ڈنڈے کھاتے ہوئے، سر جھکائے تمہارے حکم وارشاد کے مطابق چلے جاتے ہیں۔ نہ تم سے کسی اجرت ومزدوری کا کوئی سوال کرتے ہیں اور نہ تم پر کوئی احسان جتلاتے ہیں۔ حالانکہ وہ بھی مخلوق اور تم بھی مخلوق۔ پھر تم کیوں نہیں سوچتے اور غور کرے اے بے انصاف اور ناشکرے لوگو! کہ کون ہے وہ ذات اقدس جس نے ان کو اس طرح تمہارا تابع فرمان کر دیا؟ اور کیا حق ہے اس محسن حقیقی جل جلالہ کا تم لوگوں پر؟ اور تم کیوں غور نہیں کرتے کہ یہ جانور محض تمہارے بھوسے اور چارے کے عوض تمہارے اس طرح تابع اور اس قدر فرمانبردار بنے ہوئے ہیں۔ تو تم پر یہ فریضہ کس شدت سے عائد ہوتا ہے کہ تم اپنے اس خالق ومالک کے حضور صدق دل سے جھک جاؤ اور ہمیشہ جھکے رہو جس نے تمہیں وجود بخشا اور تمہیں اس قدر عظیم الشان نعمتوں سے سرفراز فرمایا کہ تمہارا وجود سر تا پا اس کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے اور اس کے حضور جھکنا اس کا تم پر حق بھی ہے اور اس میں خود تمہارا ہی بھلا بھی ہے اور آخرت دونوں میں۔

| |
|---|
| وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ط وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان پر سواری کرسکو اور وہ باعثِ زینت بھی ہوں، |
| اور وہ پیدا فرمائے گا جنہیں تم نہیں جانتے۔ |

## حیوانات کا بہ طور سواری وباعث زینت ہونے کا بیان

"وَ" خَلَقَ "الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً " مَفْعُول لَهُ وَالتَّعْلِيل بِهِمَا بِتَعْرِيفِ النِّعَم لَا يُنَافِي خَلْقهَا لِغَيْرِ ذَلِكَ كَالْأَكْلِ فِي الْخَيْل الثَّابِت بِحَدِيثِ الصَّحِيحَيْنِ "وَيَخْلُق مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" مِنْ الْأَشْيَاء الْعَجِيبَة الْغَرِيبَة،

اور گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں کو پیدا کیا تا کہ تم ان پر سواری کرسکو اور وہ باعثِ زینت بھی ہوں، یہاں پر یہ دونوں مفعول لہ ہے۔ اور زینت ورکوب کو علت قرار دینا یہ نعمتوں کی تعریف کیلئے ہے جبکہ اس کے سوا کیلئے ان تخلیق منافی نہیں ہے جس طرح گھوڑا جبکہ وہ کھانے کیلئے ہو جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ اور وہ مزید ایسی بازینت سواریوں کو بھی پیدا فرمائے گا جنہیں تم آج نہیں جانتے۔ یعنی عجیب وغریب اشیاء کی ایجاد ہوگی۔ (جیسا کہ دور حاضر میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے فضائی اور غیر فضائی سواریاں ہیں)۔

## سواری کے جانوروں کے فوائد کا بیان

یہاں سے ایک نعمت بیان کیا جارہا ہے کہ زینت کے لئے اور سواری کے لئے اس نے گھوڑے خچر اور گدھے پیدا کئے ہیں بڑا مقصد ان جانوروں کی پیدائش سے انسان کا ہی فائدہ ہے۔ انہیں اور چوپایوں پر فضیلت دی اور علیحدہ ذکر کیا۔

اس وجہ سے بعض علماء نے گھوڑے کے گوشت کی حرمت کی دلیل اس آیت سے لی ہے۔ جیسے امام ابوحنیفہ اور ان کی موافقت کرنے والے فقہا کہتے ہیں کہ خچر اور گدھے کے ساتھ گھوڑے کا ذکر ہے اور پہلے کے دونوں جانور حرام ہیں اس لئے یہ بھی حرام ہوا چنانچہ خچر اور گدھے کی حرمت احادیث میں آئی ہے اور اکثر علماء کا مذہب بھی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان تینوں کی حرمت آئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں چوپایوں کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں تو کھاتے ہو پس یہ تو ہوئے کھانے کے جانور اور ان تینوں کا بیان کر کے فرمایا کہ ان پر تم سواری کرتے ہو پس یہ ہوئے سواری کے جانور۔

مسند کی حدیث میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے خچروں کے اور گدھوں کے گوشت کو منع فرمایا ہے لیکن اس کے راویوں میں ایک راوی صالح ابن یحییٰ بن مقدام ہیں جن میں کلام ہے۔ مسند کی اور حدیث میں مقدام بن معدی کرب سے منقول ہے کہ ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ صائفہ کی جنگ میں تھے، میرے پاس میرے ساتھی گوشت لائے، مجھ سے ایک پتھر مانگا میں نے دیا۔ انہوں نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خیبر میں تھے لوگوں نے یہودیوں کے کھیتوں پر جلدی کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ لوگوں میں ندا کر دوں کہ نماز کے لئے آجائیں اور مسلمانوں کے سوا کوئی نہ آئے پھر فرمایا کہ اے لوگو تم نے یہودیوں کے باغات میں گھسنے کی جلدی کی سنو معاہدہ کا مال بغیر حق کے حلال نہیں اور پالتو گدھوں کے اور گھوڑوں کے اور خچروں کے گوشت اور ہر ایک کچلیوں والا درندہ اور ہر ایک پنجے سے شکار کھیلنے والا پرندہ حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت یہود کے باغات سے شاید اس وقت تھی جب ان سے معاہدہ ہو گیا۔ پس اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو بیشک گھوڑے کی حرمت کے بارے میں تو نص تھی لیکن اس میں بخاری و مسلم کی حدیث کے مقابلے کی قوت نہیں جس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو منع فرما دیا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت دی۔ اور حدیث میں ہے کہ ہم نے خیبر والے دن گھوڑے اور خچر اور گدھے ذبح کئے تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر اور گدھے کے گوشت سے تو منع کر دیا لیکن گھوڑے کے گوشت سے نہیں روکا۔

صحیح مسلم شریف میں حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مدینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ پس یہ سب سے بڑی سب سے قوی اور سب سے زیادہ ثبوت والی حدیث ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کا ہے۔ مالک، شافعی، احمد، ان کے سب ساتھی اور اکثر سلف وخلف یہی کہتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پہلے گھوڑوں میں وحشت اور جنگلی پن تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

لئے اسے مطیع کر دیا۔ وہب نے اسرائیلی روایتوں میں بیان کیا ہے کہ جنوبی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ ان تینوں جانوروں پر سواری لینے کا جواز تو قرآن کے لفظوں سے ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خچر ہدیے میں دیا گیا تھا جس پر آپ سواری کرتے تھے ہاں یہ آپ نے منع فرمایا ہے کہ گھوڑوں کو گدھیوں سے ملایا جائے۔

یہ ممانعت اس لئے ہے کہ نسل منقطع نہ ہو جائے۔ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم گھوڑے اور گدھی کے ملاپ سے خچر لیں اور آپ اس پر سوار ہوں آپ نے فرمایا یہ کام وہ کرتے ہیں جو علم سے کورے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

| وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۝ |
| --- |
| اور درمیانی راہ اللہ پر جا پہنچتی ہے اور اس میں سے کئی ٹیڑھی راہیں بھی ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب ہی کو ہدایت فرما دیتا۔ |

## سیدھے راستے پر کی ہدایت کا بیان

"وَعَلَى اللّٰه قَصْد السَّبِيل " أَيْ بَيَان الطَّرِيق الْمُسْتَقِيم "وَمِنْهَا" أَيْ السَّبِيل "جَائِر" حَائِد عَنْ الِاسْتِقَامَة "وَلَوْ شَاءَ" هِدَايَتكُمْ "لَهَدَاكُمْ" إِلَى قَصْد السَّبِيل "أَجْمَعِينَ" فَتَهْتَدُونَ إِلَيْهِ بِاخْتِيَارٍ مِنْكُمْ،

اور درمیانی راہ اللہ پر جا پہنچتی ہے یہاں پر صراط مستقیم کا بیان ہے۔ اور اس میں سے کئی ٹیڑھی راہیں بھی ہیں، یعنی جو راستے صراط مستقیم کے سوا ہیں۔ اور اگر وہ چاہتا تو تم سب ہی کو ہدایت فرما دیتا۔ یعنی تم ہدایت پا کر اس راستے کو اختیار کرتے۔

## تقویٰ بہترین زادِ راہ ہے

دنیوی راہیں طے کرنے کے اسباب بیان فرما کر اب دینی راہ چلنے کے اسباب بیان فرماتا ہے۔ محسوسات سے معنویات کی طرف رجوع کرتا ہے قرآن میں اکثر بیانات اس قسم کے موجود ہیں سفر حج کے توشہ کا ذکر کر کے تقوے کے توشے کا جو آخرت میں کام دے بیان ہوا ہے ظاہری لباس کا ذکر فرما کر لباس تقویٰ کی اچھائی بیان کی ہے اسی طرح یہاں حیوانات سے دنیا کے کٹھن راستے اور دراز سفر طے ہونے کا بیان فرما کر آخرت کے راستے دینی راہیں بیان فرمائیں کہ سچا راستہ اللہ سے ملانے والا ہے رب کی سیدھی راہ وہی ہے اسی پر چلو دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ بہک جاؤ گے اور سیدھی راہ سے الگ ہو جاؤ گے۔ فرمایا میری طرف پہنچنے کی سیدھی راہ یہی ہے جو میں نے بتائی ہے طریق جو اللہ سے ملانے والا ہے اللہ نے ظاہر کر دیا ہے اور وہ دین اسلام ہے جسے اللہ نے واضح کر دیا ہے اور ساتھ ہی دوسرے راستوں کی گمراہی بھی بیان فرما دی ہے۔ پس سچا راستہ ایک ہی ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باقی اور راہیں غلط راہیں ہیں، حق سے الگ تھلگ ہیں، لوگوں کی اپنی ایجاد ہیں جیسے یہودیت نصرانیت مجوسیت وغیرہ۔ پھر فرماتا ہے کہ ہدایت رب کے قبضے کی چیز ہے اگر چاہے تو روئے زمین کے لوگوں کو نیک راہ پر لگا دے

زمین کے تمام باشندے مومن بن جائیں سب لوگ ایک ہی دین کے عامل ہو جائیں لیکن یہ اختلاف باقی ہی رہے گا مگر جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اسی کے لئے انہیں پیدا کیا ہے تیرے رب کی بات پوری ہو کر ہی رہے گی کہ جنت دوزخ انسان سے بھر جائے۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۝ |
| وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اس میں سے پینے کا ہے |
| اور اسی میں سے شجرکاری کا ہے جن میں تم چراتے ہو۔ |

## پانی کے ذریعے نباتات کے پیدا ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِی اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء لَكُمْ مِنْهُ شَرَاب "تَشْرَبُوْنَهُ "وَمِنْهُ شَجَر "يَنْبُت بِسَبَبِهِ "فِيهِ تُسِيمُوْنَ" تَرْعَوْنَ دَوَابَّكُمْ

وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان کی جانب سے پانی اتارا، اس میں سے پینے کا ہے اور اسی میں سے شجرکاری کا ہے یعنی پانی سے اگتے ہیں۔ جن میں سے مواشی تم چراتے ہو۔

ایک ہی پانی سے مختلف مزے کے، مختلف شکل وصورت کے، مختلف خوشبو کے طرح طرح کے پھل پھول وہ تمہارے لئے پیدا کرتا ہے پس یہ سب نشانیاں ایک شخص کو اللہ کی وحدانیت جاننے کے لئے کافی ہیں اسی کا بیان اور آیتوں میں اس طرح ہوا ہے کہ آسمان وزمین کا خالق، بادلوں سے پانی برسانے والا، ان سے ہرے بھرے باغات پیدا کرنے والا، جن کے پیدا کرنے سے تم عاجز تھے اللہ ہی ہے اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں پھر بھی لوگ حق سے ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

| |
|---|
| یُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّیْتُوْنَ وَالنَّخِیْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ |
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝ |
| اُسی پانی سے تمہارے لئے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، |
| بیشک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔ |

## نباتات سے استدلال توحید کا بیان

"يُنْبِت لَكُمْ بِهِ الزَّرْع وَالزَّيْتُون وَالنَّخِيل وَالْاَعْنَاب وَمِنْ كُلّ الثَّمَرَات اِنَّ فِي ذٰلِكَ " الْمَذْكُور "لَآيَة" دَالَّة عَلَى وَحْدَانِيَّته تَعَالَى "لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُوْنَ" فِي صُنْعِهِ فَيُؤْمِنُوْنَ،

اُسی پانی سے تمہارے لئے کھیت اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل اگاتا ہے، یعنی اس آیت میں ذکر کردہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلیل ہیں۔ بیشک اس میں غور وفکر کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔ تاکہ وہ ایمان لائیں۔

## نظام کائنات سے استدلال توحید کا بیان

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کا ذکر کیا جن سے انسان لحمی غذائیں، روغن اور دوسرے فوائد حاصل کرتا ہے۔ ان دو آیات میں ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جو ہمارے جسم کے لئے نباتاتی غذاؤں کا کام دیتی ہیں۔ اور ان آیات میں جس بات کی طرف غور وفکر کرنے کی توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے اسی پانی سے تم خود بھی سیراب ہوتے ہو اور تمہارے ہی لیے زمین بھی سیراب ہوتی اور تمہارے لیے پانی کا ذخیرہ بھی محفوظ رکھتی ہے۔ پھر یہی ایک ہی قسم کا پانی، ایک ہی زمین، ایک ہی ہوا اور ایک ہی سورج ہے لیکن زمین سے ایک نہیں بلکہ لاکھوں قسموں کی نباتات اگ آتی ہیں۔ جھاڑیاں، جڑی بوٹیاں، غلے اور بے پھل اور پھل دار درخت پھر ان پودوں، غلوں اور پھلدار درختوں کی بھی بے شمار اقسام ہیں۔ جن میں سے کچھ تمہارے مویشیوں کی خوراک بنتی ہیں اور کچھ تمہاری خوراک کا کام دیتی ہیں۔ کیا یہ سمندروں سے بخارات کا اٹھنا، پھر بادلوں کی صورت میں رواں ہونا، پھر بارش کی شکل میں ان کا برسنا پھر اسی پانی کا زمین کو سیراب کرنا۔ زمین کا سب جانداروں کے لیے خوراک مہیا کرنا۔ پھر فالتو پانی کا ندی نالوں کی صورت میں بہہ کر دوسرے علاقوں کی زمین کو سیراب کرنا اور زائد پانی کا پھر سمندر میں جا گرنا۔ اور پھر سمندر سے بخارات بننا۔ اس پورے چکر میں تمہارے لیے بھی اور تمہارے مویشیوں کے لیے خوراک کا انتظام تو ہو گیا لیکن کیا یہ نظام از خود ہی چل رہا ہے؟ یا اسے کوئی حکیم وخبیر ہستی چلا رہی ہے؟ یا کیا اس پورے نظام میں اللہ کے سوا کسی دوسرے شریک کی کوئی مداخلت کہیں نظر آتی ہے؟ اگرچہ اس پورے نظام کے لیے اللہ نے طبعی قوانین بنا دیئے ہیں پھر بھی اس سارے نظام کی باگ ڈور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک مقررہ موسم میں کسی سال بارش بہت زیادہ ہو جاتی ہے اور کبھی بہت کم۔ اگر یہ محض طبعی قوانین کا کھیل ہوتا تو ایسا ہونا ناممکن تھا۔

| |
|---|
| وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ |
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ |
| اور اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، اور تمام ستارے بھی اُسی کی تدبیر کے پابند ہیں، |
| بیشک اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ |

## سورج اور چاند وغیرہ کی تسخیر کا بیان

"وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْس" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى مَا قَبْلَه وَالرَّفْع مُبْتَدَأ "وَالْقَمَر وَالنُّجُوم" بِالْوَجْهَيْنِ "مُسَخَّرَات" بِالنَّصْبِ حَال وَالرَّفْع خَبَر "بِأَمْرِهِ" بِإِرَادَتِهِ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" يَتَدَبَّرُونَ،

اور اُسی نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر دیا، یہاں لفظ شمس یہ ماقبل پر عطف کے سبب منصوب جبکہ

مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اور چاند اور تمام ستارے بھی اُسی کی تدبیر کے پابند ہیں، قمر و نجوم کا اعراب بھی دونوں طرح سے ہے۔ مسخرات یہ منصوب ہے۔ اور خبر مرفوع ہے۔ بیشک اس میں عقل رکھنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ تاکہ وہ غور و فکر کریں۔

## سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج جاتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ یہ (جاکر) سجدہ کرے گا تو وہ مقبول نہ ہوگا اور (طلوع ہونے کی) اجازت چاہے گا تو اجازت نہ ملے گی بلکہ اسے حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا اس وقت یہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی اس آیت کریمہ کا مطلب ہے اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست ہے علم والا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 459)

## چانداور سورج کی گردش کے مقاصد کا بیان

اس آیت میں انسان کی ایک اور اہم ضرورت کا ذکر ہے یعنی انسان جب تک پوری طرح آرام نہ کرلے وہ آگے نہ کام کرسکتا ہے نہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کے ایک مقررہ حساب کے تحت آنے جانے کا انتظام فرمادیا۔ سورج کی گردش سے دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ نیز سورج ہمیں روشنی بھی پہنچاتا ہے اور دھوپ اور حرارت بھی جو ہماری زندگی کے لیے نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ اسی طرح چاند اور ستارے ہمیں رات کو روشنی بہم پہنچاتے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو رات اس قدر تاریک اور گھناؤنی ہوجاتی ہے کہ راہ کا نظر آنا تو درکنار، انسان ایک دوسرے کو بھی دیکھ نہ سکتے۔ ان چیزوں کے علاوہ انسان کے لیے سورج، چاند اور ستاروں میں اور بھی بہت سے فوائد ہیں اور یہ صرف اس وجہ سے حاصل ہورہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سیاروں کو انسان کی خدمت کے لیے مقررہ قواعد کا پابند بنادیا۔

| |
|---|
| وَمَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ ○ |
| اور جو کچھ بھی اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا فرمایا ہے جن کے رنگ الگ الگ ہیں، |
| بیشک اس میں نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔ |

## مختلف رنگوں کی تخلیق کا بیان

"وَ" سَخَّرَ لَکُمۡ "مَا ذَرَاَ" خَلَقَ "لَکُمۡ فِی الۡاَرۡض" مِنۡ الۡحَیَوَان وَالنَّبَات وَغَیۡر ذٰلِکَ "مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہ"

كَأَحْمَر وَأَصْفَر وَأَخْضَر وَغَيْرهَا "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ

اور جو کچھ بھی اس نے تمہارے لئے زمین میں حیوانات اور نباتات وغیرہ پیدا فرمائے ہے جن کے رنگ الگ الگ ہیں، جس طرح سرخ، زرد اور سبز وغیرہ ہیں۔ بیشک اس میں نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے نشانی ہے۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وما ذرالکم۔ میں ما موصولہ ہے بمعنی الذی۔ اس جملہ کا عطف الیل آیۃ پر ہے۔ ای وسخر لکم ما ذرالکم۔ یا اس کا فعل محذوف ہے۔ ای خلق وابدع۔

ذرا یذرا (باب فتح) ذرء۔ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ وما ذرالکم فی الارض (اور اس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا یا مسخر بنایا) جن کو اس نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین پر پھیلا دیا۔ مختلفا الوانہ۔ یہ حال ہے فعل محذوف کا۔ الوانہ مضاف مضاف الیہ۔ الوان جمع لون کی جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ کبھی الوان سے مراد کسی چیز کے انواع واقسام بھی مراد ہوتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے الوان من الطعام قسم قسم کے کھانے۔

یہاں مختلف النوع اور مختلف اللون مراد ہو سکتے ہیں۔ یذکرون۔ مضارع جمع مذکر غائب ای یتعظون۔ نصیحت پکڑتے ہیں تذکر (تفعل) مصدر۔

## ذوق جمال اور نباتات کی رنگینیوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے محض انسان کی ضروریات کو ہی ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اس کے ذوق جمال کو بھی ہر کام میں ملحوظ رکھا ہے۔ رات کو اگر فضا صاف ہو تو یہی چاند اور ستارے انسان کو ایک بڑا حسین منظر پیش کرتے ہیں۔ پھر آپ کسی لہلہاتے کھیت میں جایئے۔ کسی باغ کی سیر کیجئے۔ وہاں بعض طویل القامت اور بعض چھوٹے درختوں کے مناظر دیکھئے۔ مختلف رنگ کے پھول دیکھئے۔ پھر ایک ہی پھول کے مختلف رنگ اور اس کی پنکھڑی اور کونپل کو ملاحظہ فرمایئے۔ پھر ان کی مہک اور خوشبو سے لطف اندوز ہویئے۔ یہ ان تمام اشیاء انسانوں کی ضرورتیں بھی پوری کرتی ہیں اور اس کے ذوق جمال کو تسکین دینے کے علاوہ اسے سرور مہیا کرتی اور اس کی صحت پر بڑا خوشگوار اثر ڈالتی ہیں اور اگر انسان ان چیزوں کی تخلیق میں دھیان کرے تو اللہ کی قدرتوں پر بے اختیار عش عش کرنے لگتا ہے۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا ۚ |
| وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ |
| اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ |
| اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ |

## سمندروں کی تسخیر کا بیان

"وَهُوَ الَّذِى سَخَّرَ الْبَحْرَ " ذَلَّلَهُ لِرُكُوبِهِ وَالْغَوْص فِيهِ "لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا " هُوَ السَّمَك "وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَة تَلْبَسُونَهَا " هِيَ اللُّؤْلُؤ وَالْمَرْجَان "وَتَرَى" تُبْصِر "الْفُلْكَ" السُّفُن "مَوَاخِر فِيهِ" تَمْخُر الْمَاء أَيْ تَشُقّهُ بِجَرْيِهَا فِيهِ مُقْبِلَة وَمُدْبِرَة بِرِيحٍ وَاحِدَة "وَلِتَبْتَغُوا" عَطْف عَلَى لِتَأْكُلُوا تَطْلُبُوا "مِنْ فَضْله" تَعَالَى بِالتِّجَارَةِ "وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" اللّٰه عَلَى ذَلِكَ،

اور وہی ہے جس نے سمندر کو مسخر کر دیا، یعنی تمہاری سواری کیلئے اور ان میں غوطہ زنی کرنے کیلئے مسخر کر دیا ہے۔ تا کہ تم اس سے مچھلی کا تازہ گوشت کھاؤ اور اس سے زینت کی چیزیں یعنی لؤلؤ اور مرجان نکالو، جنھیں تم پہنتے ہو۔ یعنی تم دیکھتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے، اس میں پانی کو چیرتی چلی جانے والی ہیں یعنی ایک ہی ہوا سے پانی کو آگے پیچھے کی طرف دھکیلتی ہیں۔ اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو یہاں پر تبتغوا کا عطف تاکلوا پر ہے۔ یعنی تم تجارت کے ذریعے رزق تلاش کرو۔ اور تا کہ تم اس عطاء پر اللہ شکر کرو

## سمندر کے پانی میں لؤلؤ ومرجان ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنی اور مہربانی جتاتا ہے کہ سمندر پر دریا پر بھی اس نے تمہیں قابض کر دیا باوجود اپنی گہرائی کے اور اپنی موجوں کے وہ تمہارا تابع ہے، تمہاری کشتیاں اس میں چلتی ہیں۔ اسی طرح اس میں سے مچھلیاں نکال کر ان لولو اور جواہر اس نے تمہارے لئے اس میں پیدا کئے ہیں جنہیں تم سہولت سے نکال لیتے ہو اور بطور زیور کے اپنے کام میں لیتے ہو پھر اس کشتیاں ہواؤں کو ہٹاتی پانی کو چیرتی اپنے سینوں کے بل تیرتی چلی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے انہیں کو کشتی بنانا اللہ عالم نے سکھایا پھر لوگ برابر بناتے چلے آئے اور ان پر دریا کے لمبے لمبے سفر طے ہونے لگے اس پار کی چیزیں اس پار اور اس پار کی اس پار آنے جانے لگیں۔ اسی کا بیان اس میں ہے کہ تم اللہ کا فضل یعنی اپنی روزی تجارت کے ذریعہ ڈھونڈو اور اس کی نعمت واحسان کا شکر مانو اور قدر دانی کرو۔

مسند بزار میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغربی دریا سے کہا کہ میں اپنے بندوں کو تجھ میں سوار کرنے والا ہوں تو ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ اس نے کہا ڈبو دونگا فرمایا تیری تیزی تیرے کناروں پر ہے اور انہیں میں اپنے ہاتھ پر انہیں اٹھاؤں گا اور جس طرح ماں اپنے بچے کی خبر گیری کرتی ہے میں ان کی کرتا رہوں گا پس اسے اللہ تعالیٰ نے زیور بھی دیئے اور شکار بھی۔

وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ٥

اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمھیں ہلا نہ دے اور نہریں اور راستے بنائے، تا کہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔

## زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دینے کا بیان

"وَأَلْقَى فِي الْأَرْض رَوَاسِيَ " جِبَالًا ثَوَابِت "أَنْ" لَا "تَمِيد بِكُمْ " تَتَحَرَّك "و" جَعَلَ فِيهَا "أَنْهَارًا" . كَالنِّيلِ "وَسُبُلًا" طُرُقًا "لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" إلَى مَقَاصِدكُمْ

اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمہیں ہلا نہ دے یعنی زمین تم زلزلہ طاری نہ رکھے اس لئے پہاڑوں اس میں گاڑ دیا ہے۔ اور نہریں جس طرح نیل ہے اور راستے بنائے، تا کہ تم منزل تک پہنچ جاؤ۔ یعنی اپنے مقاصد کو پہنچ سکو۔

## زمین کی حرکت کو روکنے کیلئے پہاڑوں کو گاڑنے کا بیان

حضرت انس بن مالک نبی اکرم صلی اللہ وعلیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ حرکت کرنے لگی چنانچہ پہاڑ بنائے اور انہیں حکم دیا کہ زمین کو تھامے رہو۔ فرشتے کو پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب ہوا۔ تو انہوں نے عرض کیا اے رب کیا آپ کی مخلوقات میں پہاڑوں سے زیادہ بھی کوئی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں لوہا، عرض کیا عرض کیا لوہے سے زیادہ سخت بھی کوئی چیز ہے۔ فرمایا ہاں آگ۔ عرض کیا اس سے سخت؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پانی۔ فرشتوں نے عرض کیا اس سے سخت۔ فرمایا ہوا۔ عرض کیا اس سے بھی سخت کوئی چیز ہے فرمایا ہاں اس سے بھی سخت ہے اور وہ ابن آدم ہے جو دائیں ہاتھ سے صدقہ کرتا ہوا اور اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوتی ہو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے مرفوع جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1321)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین بنائی تو وہ ہل رہی تھی یہاں تک کہ فرشتوں نے کہا اس پر تو کوئی ٹھہر ہی نہیں سکتا۔ صبح دیکھتے ہیں کہ پہاڑ اس پر گاڑ دیئے گئے ہیں اور اس کا ہلنا موقوف ہو گیا پس فرشتوں کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا کئے گئے۔ قیس بن عبادہ سے بھی یہی روایت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین نے کہا تو مجھ پر بنی آدم کو بساتا ہے جو میری پیٹھ پر گناہ کریں گے اور خباثت پھیلائیں گے وہ کانپنے لگی پس اللہ تعالیٰ نے پہاڑ کو اس پر جما دیا جنہیں تم دیکھ رہے ہو اور بعض کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ اس نے نہریں چشمے اور دریا چاروں طرف بہا دیئے۔ کوئی تیز ہے کوئی سست، کوئی لمبا ہے کوئی مختصر، کبھی کم پانی ہے کبھی زیادہ، کبھی بالکل سوکھا پڑا ہے۔ پہاڑوں پر، جنگلوں میں، ریت میں، پتھروں میں برابر یہ چشمے بہتے رہتے ہیں اور ریل پیل کر دیتے ہیں یہ سب اس کا فضل و کرم، لطف و رحم ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی پروردگار نہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت، وہی رب ہے، وہی معبود ہے۔ اسی نے راستے بنا دیئے ہیں خشکی میں، تری میں، پہاڑ میں، بستی میں، اجاڑ میں ہر جگہ اس کے فضل و کرم سے راستے موجود ہیں کہ ادھر سے ادھر لوگ جا آ سکیں کوئی تنگ راستہ ہے کوئی وسیع کوئی آسان کوئی سخت۔ اور بھی علامتیں اس نے مقرر کر دیں جیسے پہاڑ ہیں ٹیلے ہیں۔

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝

اور علامتیں بنائیں اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔

## ستاروں کے ذریعے راستوں کے تعین کا بیان

"وَعَلَامَات" تَسْتَدِلُّونَ بِهَا عَلَى الطُّرُق كَالْجِبَالِ بِالنَّهَارِ "وَبِالنَّجْمِ" بِمَعْنَى النُّجُوم "هُمْ يَهْتَدُونَ" إلَى الطُّرُق وَالْقِبْلَة بِاللَّيْلِ،

اور علامتیں بنائیں تا کہ تم ان کے ذریعے راستوں کی رہنمائی حاصل کرو جس طرح دن کے ساتھ پہاڑوں کی رہنمائی اور رات کے ذریعے راستے اور قبلہ کی جانب رہنمائی حاصل کرسکو۔ اور ستاروں کے ساتھ وہ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ یہاں پر نجم بہ معنی نجوم ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**وعلمت** ۔ اس کا عطف سبلا پر ہے۔ ای **وجعل العلامات** اور اس نے مختلف علامات راہ از قسم ٹیلے۔ پہاڑ۔ درخت۔ چشمے وغیرہ پیدا کئے تا کہ راہنمائی کریں۔ اسی طرح ستاروں کی راہنمائی بذریعہ مخصوص ستاروں کے جن کو دیکھ کر رات کے وقت مسافر راہ تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً قطب ستارہ۔ ثریا۔ **نبات النعش** ۔ الجدی وغیرہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے **وهو الذی جعل لكم النجوم لتهتدوا بها فی ظلمت البر والبحر** ، اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یہاں النجم بطور اسم جنس آیا ہے۔

## ستاروں کے ذریعے دنیاوی واخروی راستے معلوم ہونے کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف کے بارے میں پوچھا جو (شریعت کے فروعی مسائل میں) میرے بعد واقع ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھ کو آگاہ کیا کہ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حقیقت یہ ہے کہ تمہارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان پر ستارے، (جس طرح) ان ستاروں میں سے اگرچہ بعض زیادہ قوی یعنی زیادہ روشن ہیں لیکن نور (روشنی) ان میں سے ہر ایک میں ہے (اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک اپنے اپنے مرتبہ اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق نور ہدایت رکھتا ہے) پس جس شخص نے (علمی وفقہی مسائل میں) ان اختلاف میں سے جس چیز کو بھی اختیار کرلیا میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں (پس تم ان کی پیروی کرو) ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے ہدایت پاؤ گے۔

(رزین، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 624)

ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھپ اندھیری رات میں آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے مسافروں کو دریا و جنگل کے راستوں کا نشان بتاتے ہیں جس کی قرآن کریم نے ان الفاظ میں آیت (وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ، اور ستاروں کے ذریعہ وہ راستہ پاتے ہیں) میں اشارہ کیا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی سچائی کے راستے کو ظاہر کرنے اور برائی کے اندھیروں کو دور کرنے والے ہیں کہ ان کے نورانی وجود، ان کے اخلاق و کردار اور ان کی روایات و تعلیمات کی روشنی میں راہ حق نمودار ہوتی ہے اور بدی کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ "میرے نزدیک وہ ہدایت پر ہے" اس سے ثابت ہوا کہ ائمہ دین کا باہمی اختلاف امت کے لئے رحمت ہے۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ علیہ نے وضاحت کی ہے اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو دین کے فروعی و ذیلی مسائل میں ہو نہ کہ اصول دین میں اور سید جمال الدین نے لکھا ہے: بظاہر یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جس اختلاف کی طرف اشارہ ہے، اس سے وہ اختلاف مراد ہے۔ جو دینی معاملات و مسائل میں رونما ہو نہ کہ اختلافات جو دینوی معاملات میں رونما ہوئے۔ اس وضاحت کی روشنی میں اس اختلاف پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوگا، جو خلافت و امارت کے سلسلہ میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان رونما ہوئے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ خلافت و امارت سے متعلق رونما ہونے والے اختلافات بھی "فروع دین میں اختلاف" کے زمرہ میں آتے ہیں کیونکہ اس بارے میں ان کے درمیان جو اختلاف واقع ہوا وہ اجتہادی تھا نہ کہ کسی دنیاوی غرض اور نفسانی جذبہ و خواہش کے تحت، جیسا دنیاوی بادشاہوں کے ہاں ہوتا ہے۔۔ "جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے" چونکہ ولکل نور (نور ان میں سے ہر ایک میں ہے) کے ذریعہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ہر صحابی اپنے اپنے مرتبہ واستعداد کے مطابق علم فقہ کا نور ہدایت ضرور رکھتا ہے اور اس اعتبار سے کوئی بھی صحابی دین و شریعت کے علم سے خالی نہیں ہے، اس لئے جو بھی صحابی اپنے مرتبہ واستعداد کے مطابق دین و شریعت کی جو بھی بات بیان کرتا ہے، اس کی پیروی ہدایت کی ضامن ہوگی۔ واضح رہے کہ اس حدیث اصحابی کالنجوم الخ میں علماء نے کلام کیا ہے۔

| |
|---|
| اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| کیا وہ خالق جو پیدا فرمائے اس کے مثل ہوسکتا ہے جو پیدا نہ کر سکے، کیا تم لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے۔ |

## خالق و غیر خالق کو سمجھنے کا بیان

"أَفَمَنْ يَخْلُق" وَهُوَ اللّٰه "كَمَنْ لَا يَخْلُق" وَهُوَ الْأَصْنَام حَيْثُ تُشْرِكُونَهَا مَعَهُ فِي الْعِبَادَة ؟ لَا "أَفَلَا تَذَكَّرُونَ" هٰذَا فَتُؤْمِنُونَ،

کیا وہ خالق جو اتنا کچھ پیدا فرمائے اس کے مثل ہوسکتا ہے جو بت وغیرہ کچھ بھی پیدا نہ کر سکے، جن کو تم عبادت میں اس کے

ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔کیا تم لوگ نصیحت قبول نہیں کرتے۔تاکہ تم ایمان لاتے۔
لائق عبادت اس کے سوا اور کوئی نہیں۔اللہ کے سوا جن جن کی لوگ عبادت کرتے ہیں وہ محض بے بس ہیں،کسی چیز کے پیدا کرنے کی انہیں طاقت نہیں اور اللہ تعالیٰ سب کا خالق ہے،ظاہر ہے کہ خالق اور غیر خالق یکساں نہیں،پھر دونوں کی عبادت کرنا کس قدر ستم ہے؟اتنا بھی بیہوش ہو جانا شایان انسانیت نہیں۔

| |
|---|
| وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## اللہ کی نعمتوں کو شمار نہ کر سکنے کا بیان

"وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللّٰه لَا تُحْصُوهَا" تَضْبِطُوهَا فَضْلًا أَنْ تُطِيقُوا شُكْرهَا "إِنَّ اللّٰه لَغَفُور رَحِيم" حَيْثُ يُنْعِم عَلَيْكُمْ مَعَ تَقْصِير كُمْ وَعِصْيَانكُمْ

اور اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے۔یعنی تم شمار بھی نہیں کر سکتے کہ تم شکر کر سکو۔بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔یعنی تمہاری تقصیر و خطاؤں کے باوجود وہ تم پر انعام کرتا ہے۔

## نعمتوں کے شکر کیلئے عبادت کرنے کا بیان

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو (نماز پڑھنے کے لئے) اس قدر قیام کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں پر ورم آ گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کے سبب تو اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؟رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔(صحیح البخاری و صحیح مسلم،مشکوٰۃ شریف:جلد اول:حدیث نمبر 1195 )
عبادت کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ کا مقولہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات علم و فضل،ذہانت و فراست اور عقل و دانش کے اعتبار سے پوری امت میں امتیازی مقام کی حامل ہے عبادت کے بارے میں انہوں نے جو تجزیہ فرمایا ہے اور جو رائے قائم کی ہے اسے سنئے اور اپنے لئے مشعل راہ قرار دیجئے فرمایا جن لوگوں نے (نعمتوں کی) طلب یعنی جنت کی آرزو اور ثواب کی تمنا) میں عبادت کی تو ایسی عبادت سوداگروں کی عبادت ہے۔جن لوگوں نے (اللہ تعالیٰ کا عذاب اور دوزخ کے) ڈر سے عبادت کی تو وہ غلاموں کی عبادت ہے۔اور "جن لوگوں نے اپنے مولیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی ادائیگی شکر کے لئے عبادت کی تو وہ آزاد لوگوں کی عبادت ہے۔اور یہی عبادت سب سے اونچے درجے کی عبادت ہے۔

## نیک اعمال کرنے والوں سے بھی قیامت دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن پہلا آدمی جس پر (خلوص نیت کو ترک کردینے کا) حکم لگایا جائے گا وہ ہوگا جسے (دنیا میں) شہید کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ (میدان حشر میں) وہ پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی (دی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا؟ یعنی اللہ اسے اپنی نعمتیں جتا کر الزاما فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکرانہ میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے کیونکہ تو اس لئے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے (بہادر کہا گیا) اور تیرا اصل مقصد مخلوق سے حاصل ہوا اب مجھ سے کیا چاہتا ہے، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے، یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا، پھر (دوسرا) وہ آدمی ہوگا جس نے علم حاصل کیا، دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن کو پڑھا چنانچہ اسے بھی (اللہ کے حضور میں) لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی پھر اللہ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیرے ہی لئے قرآن پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو علم محض اس لئے حاصل کیا تھا تا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تھا تا کہ تجھے لوگ قاری کہیں، چنانچہ تجھے (عالم وقاری) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر (تیسرا) وہ آدمی ہوگا جس کو اللہ نے (معیشت میں) وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اس کو بھی اللہ کے حضور میں لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کئے؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں تو خرچ کرنا پسند کرتا ہو اور تیری خوشنودی کے لئے میں اس میں خرچ نہ کیا ہو، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے، تو نے خرچ اس لئے کیا تا کہ تجھے (سخی) کہا جائے اور تجھے (سخی) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔"

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 200)

اعمال میں نیت کا کیا درجہ ہے؟ اور خلوص کی کتنی ضرورت ہے؟ اس حدیث سے بخوبی واضح ہوتا ہے بندہ کتنا بڑے سے بڑا عمل خیر کرے، بڑی سے بڑی نیکی کر ڈالے لیکن اگر اس کی نیت بخیر نہیں ہے تو اس کا وہ عمل اور نیکی کسی کام نہیں آئے گی اللہ تعالیٰ کو وہی عمل پسند ہے جس میں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی رضا کی نیت ہو اور جذبہ اطاعت خلوص سے بھرپور ہو، ورنہ جو بھی عمل بغیر اخلاص اور بغیر نیت خیر کیا جائے گا چاہے وہ کتنا ہی عظیم عمل کیوں نہ ہو بارگاہ الوہیت سے ٹھکرا دیا جائے گا اور اس پر کوئی مفید نتیجہ مرتب نہیں ہوگا بلکہ الٹا اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار کیا جائے گا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا۔

## اللہ تعالیٰ ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والا ہے

| |
|---|
| وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ |
| اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو۔ |

وہ ایک برابر جانتا ہے تمہارے خفیہ اور ظاہری اعمال کو۔ اس کے یہاں ظاہر و باطن دونوں ایک برابر ہیں۔ اور وہی ہے جس کی شان وصفت ہے "عالم الغیب والشهادة" یعنی "نہاں وعیاں کو یکساں اور ایک برابر جاننے والا"۔ سو یہ اس کے کمال علم کی شان اور اس کا مظہر ہے۔ پس اس سے تمہاری کوئی بھی حالت اور کیفیت مخفی نہیں رہ سکتی، پس بندے کا کام یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس سے اپنا معاملہ درست رکھے۔ اس ارشاد میں ایک طرف تو منکرین ومکذبین کے یہ تہدید ووعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ورافت کی بناء پر ڈھیل تو اگرچہ تم لوگوں کو دے رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ حقیقت بھی تمہارے سامنے واضح رہنی چاہئے کہ وہ تمہارے ظاہر وباطن اور تمہارے جملہ اعمال کو ایک برابر اور پوری طرح جانتا ہے۔ سو تم سب کو آخر کار اس کا حساب دینا اور بھگتان بھگتنا ہوگا، اور دوسری طرف اس میں اہل ایمان کے لیے تسکین وتسلیہ کا سامان بھی ہے تم لوگوں کی راہ حق میں جانبازیاں اور جانفشانیاں اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں۔ پس تم لوگ مطمئن رہو کہ وہ تمہیں ان کا صلہ وبدلہ ضرور دے گا کہ وہ بڑی ہی شان کرم اور عطاء وبخشش والا ہے۔ پس ایمان والوں کا کام ہے کہ وہ اس کی رضا کے لیے کام کرتے رہیں۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ |
| اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ |

## پتھروں سے بنائے جانے والے بتوں کا بیان

"وَالَّذِينَ تَدْعُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ تَعْبُدُونَ "مِنْ دُونِ اللَّه" وَهُمْ الْأَصْنَام "لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ" يُصَوَّرُونَ مِنْ الْحِجَارَة وَغَيْرهَا

اور اللہ کے سوا جن کو پوجتے ہیں یہاں پر تدعون یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ جس کا معنی تعبدون ہے۔ اور وہ بت کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں۔ یعنی پتھروں وغیرہ سے ان کی تصوریں بناتے ہیں۔

ان کے بنائے ہوئے شریکوں کا یہ حال ہے کہ وہ کسی چیز کو پیدا تو کیا خاک کریں گے۔ وہ تو خود مخلوق ہیں اور جو مخلوق ہو وہ اپنے بنانے والے کا محتاج بھی ہوگا۔ نیز جو چیز مخلوق ہو وہ ضرور فنا بھی ہوگی۔ لہٰذا ایسے شریک نہ خود الٰہ ہو سکتے ہیں اور نہ صفات الوہیت میں اللہ کے شریک بن سکتے ہیں۔

## بتوں کی خرید وفروخت کی ممانعت کا بیان

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ والے سال مکہ مکرمہ میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

اللہ تعالیٰ نے شراب، مردار، خنزیر اور اصنام کی خرید وفروخت کو حرام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردار جانوروں کی چربی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے، کیونکہ اس سے کشتیوں کو رنگ کیا جاتا ہے اور کھالوں کو اس سے تیل دیا جاتا ہے اور لوگ اس کے ذریعے روشنی حاصل کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مار پڑے یہود پر بیشک اللہ تعالیٰ نے ان پر مردار کی چربی حرام فرمائی تو انہوں نے اس چربی کو پگھلا کر اسے بیچ کر اس کی قیمت کھا بیٹھے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 93)

جن چیزوں کی خرید وفروخت ہی حرام ہے لہٰذا وہ اس قدر بھی نفع کے مالک نہیں ہے تو مشرکین کی عقل کو کیا ہوا جو انہوں نے ان کو معبود بنا رکھا ہے۔

| |
|---|
| اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۞ |
| ایسے مردے ہیں جو زندہ نہیں اور انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ |

## مردہ چیزوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کا بیان

"أَمْوَاتٌ" لَا رُوح فِيهِمْ خَبَر ثَانٍ "غَيْر أَحْيَاء" تَأْكِيد "وَمَا يَشْعُرُونَ" أَيْ الْأَصْنَام "أَيَّانَ" وَقْت "يُبْعَثُونَ" أَيْ الْخَلْق فَكَيْفَ يُعْبَدُونَ إِذْ لَا يَكُون إِلَهًا إِلَّا الْخَالِق الْحَيّ الْعَالِم بِالْغَيْبِ

ایسے مردے ہیں جو زندہ نہیں یہ خبر ثانی ہے اور غیر احیاء یہ تاکید ہے۔ اور انہیں یعنی بتوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب یعنی کس وقت اٹھائے جائیں گے۔ لہٰذا لوگ ان کی کیسے پوجا کرتے ہیں حالانکہ وہ معبود نہیں ہیں کیونکہ خالق صرف زندہ عالم بالغیب ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہدایت پانے اور ہدایت پر قائم رہنے کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی مگر اس وقت جب کہ اس میں جھگڑا پیدا ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت، مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ، (الزخرف 58) وہ تمہارے لئے نہیں بیان کرتے مثال مگر جھگڑنے کے لئے بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 175)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات اور شرعی مسائل میں جھگڑنا نہیں چاہئے اور نہ ہر کس وناکس کو ان میں اپنی عقل کے تیر چلانے چاہیں کیونکہ زمانہ ماسبق میں ہدایت یافتہ اقوام کی گمراہی کا بیشتر سبب یہی ہوتا تھا کہ لوگ دینی معاملات میں جھگڑتے رہتے تھے اور یہ حرکت علماء سوء اور نفسانی خواہشات کے تابع لوگ کیا کرتے تھے اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دینی معاملات میں تفرقہ پیدا ہو اور لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں تاکہ غلط عقائد اور باطل مذاہب کو فروغ دیں اور حق کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکیں۔ مشرکین کے اس غلط نظریہ کے رد میں آیت مذکورہ آیت (ماضربوہ لک )الایۃ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشرک لوگ اس آیت کو سن کر تم سے جو بحث کرتے ہیں اور اپنی طرف سے غلط معنی مراد لے رہے ہیں وہ محض ان کی ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور یہ مخاصمت ومجادلت کے طور پر ایسی غلط بات کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ صاحب زبان ہیں اور عربی

زبان کے اصول وقواعد انہیں معلوم ہیں اور وہ بھی جانتے ہیں کہ ماتعبدون سے پتھر وغیرہ کے بت مراد ہیں اس لئے کہ لفظ ماخود اس پر دال ہے کہ یہ حکم غیر ذوی العقول معبودوں یعنی پتھروں وغیرہ کے بتوں کے بارہ میں ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے دیگر نیک بندے اس میں شامل ہیں۔

| |
|---|
| اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ |
| تمہارا معبود، ایک معبود ہے، پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ سرکش ومتکبر ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کا مستحق عبادت ہونے کا بیان

"اِلٰهُكُمْ" الْمُسْتَحِقّ لِلْعِبَادَةِ مِنْكُمْ "اِلٰه وَاحِد" لَا نَظِير لَهُ فِي ذَاته وَلَا فِي صِفَاته وَهُوَ اللّٰه تَعَالٰى "فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوبهمْ مُنْكِرَة" جَاحِدَة لِلْوَحْدَانِيَّةِ "وَهُمْ مُسْتَكْبِرُوْنَ" مُتَكَبِّرُوْنَ عَنْ الْإِيمَان بِهَا،

تمہارا معبود، ایک معبود ہے، یعنی جو تم سے عبادت کا حق رکھتا ہے۔ جس کی ذات وصفات میں کوئی مثل نہیں ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں کیونکہ انہوں نے توحید کا انکار کیا ہے۔ اور وہ سرکش ومتکبر ہیں۔ یعنی وہ ایمان لانے سے انکار کرنے والے ہیں۔

## قیامت کے تکبر کرنے والوں سے پوچھا جائے گا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ رب العزت آسمانوں کو لپیٹ لے گا پھر انہیں اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں، زوروالے (جابر) بادشاہ کہاں ہیں تکبر والے کہاں ہیں پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے کر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں زوروالے بادشاہ کہاں ہیں تکبر والے کہاں ہیں؟

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2550)

## متکبرین کیلئے جہنم ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ اور جنت کا آپس میں جھگڑا ہوا دوزخ نے کہا میرے اندر بڑے بڑے ظالم اور متکبر لوگ داخل ہوں گے اور جنت نے کہا میرے اندر کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے تو اللہ عزوجل نے دوزخ سے فرمایا۔

تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے جس پر چاہوں گا رحمت کروں گا لیکن تم میں ہر ایک کا بھرنا ضروری ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2671)

حضرت حارثہ بن وہب کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ میں تمہیں جنت والوں کی خبر نہ

دوں صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں فرمائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کمزور آدمی جسے کمزور سمجھا جاتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں ضرور فرمائیے آپ نے فرمایا ہر جاہل اکھڑ مزاج تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2686)

| |
|---|
| لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○ |
| یہ بات حق وثابت ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ سرکشوں متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔ |

## سرکش ومتکبرین کیلئے سزا ہونے کا بیان

"لَا جَرَمَ" حَقًّا "أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ " فَيُجَازِيهِمْ بِذَٰلِكَ "إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ" بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ،

یہ بات حق وثابت ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں، لہٰذا وہ اس پر ان کو جزا دے گا بیشک وہ سرکشوں متکبروں کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی ان کو سزا دے گا۔

## تکبر کرنے والوں کا جنت میں داخل نہ ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک آدمی نے عرض کیا کہ ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جمیل ہے اور جمال ہی کو پسند کرتا ہے تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 266)

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّا ذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْۤا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ○ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل کہانیاں ہیں۔ |

## سورہ نحل آیت ۲۴ کے سبب نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِي النَّضْرِ بْنِ الْحَارِث "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَا" اِسْتِفْهَامِيَّة "ذَا" مَوْصُولَة "أَنْزَلَ رَبُّكُمْ" عَلَى مُحَمَّد "قَالُوا" هُوَ "أَسَاطِير" أَكَاذِيب "الْأَوَّلِينَ" إِضْلَالًا لِلنَّاسِ

یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تمہارے رب نے حضرت محمد ﷺ پر کیا چیز اتاری ہے؟ یہاں پر ما استفہامیہ ہے اور ذا موصولہ ہے۔ تو کہتے ہیں پہلے لوگوں کی بے اصل یعنی جھوٹی کہانیاں ہیں۔ (کفار یہ قول لوگوں کو گمراہ کرنے کیلئے کہا کرتے تھے)۔

## کفار کا قول قرآن میں بس پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں

جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کی دعوت کا چرچا حدود مکہ سے نکل کر آس پاس کے علاقوں میں بھی پھیل گیا تو کفار مکہ جہاں کہیں جاتے اور لوگ ان سے پوچھتے کہ تم میں جو نبی ﷺ پیدا ہوا ہے اس کی تعلیم کیا ہے اور وہ کس چیز کی دعوت دیتا ہے تو یہ لوگ بڑی بے نیازی اور لاپروائی سے کہہ دیتے کہ بس کچھ پہلے لوگوں کی داستانیں اور قصے کہانیاں ہی سنا دیتا ہے۔ کوئی نئی یا کام کی بات ان میں نہیں ہوتی اور ایسی باتیں ہم پہلے ہی بہت سن چکے ہیں۔

| |
|---|
| لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ |
| تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے بوجھ پورے اٹھائیں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ |
| سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔ |

## گمراہی کی طرف بلانے والوں کا گناہ میں شریک ہونے کا بیان

"لِيَحْمِلُوا" فِي عَاقِبَة الْأَمْر "أَوْزَارهمْ" ذُنُوبهمْ "كَامِلَة" لَمْ يُكَفَّر مِنْهَا شَيْء "يَوْم الْقِيَامَة وَمِنْ" بَعْض "أَوْزَار الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْم" لِأَنَّهُمْ دَعَوْهُمْ إلَى الضَّلَال فَاتَّبَعُوهُمْ فَاشْتَرَكُوا فِي الْإِثْم "أَلَا سَاءَ" بِئْسَ "مَا يَزِرُونَ" يَحْمِلُونَهُ حِمْلهمْ هَذَا

تا کہ وہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کا بوجھ پورے اٹھائیں اور کسی چیز کا انکار نہ کریں اور کچھ بوجھ ان کے بھی جنھیں وہ علم کے بغیر گمراہ کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان کو گمراہی کی طرف بلایا تو انہوں نے ان کی اتباع کی لہٰذا یہ بھی گناہ میں شریک ہوئے سن لو! برا ہے جو بوجھ وہ اٹھا رہے ہیں۔ یعنی ان کا یہ بوجھ اٹھانا کتنا برا ہے۔

مشرکین کی طرف سے خلاصہ جواب یہ ہے کہ انہوں نے اسی کو تسلیم نہیں کیا کہ کوئی کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا بھی ہے بلکہ قرآن کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیا قرآن کریم نے اس پر یہ وعید سنائی کہ یہ ظالم قرآن کو کہانیاں بتا کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اس کا یہ نتیجہ ان کو بھگتنا پڑے گا کہ قیامت کے روز اپنے گناہوں کا پورا وبال تو ان پر پڑنا ہی ہے جن کو یہ گمراہ کر رہے ہیں ان کا بھی کچھ وبال ان پر پڑے گا اور پھر فرمایا کہ گناہوں کے جس بوجھ کو یہ لوگ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بہت برا بوجھ ہے۔

| |
|---|
| قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ |
| مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ |
| بیشک ان لوگوں نے بھی فریب کیا جو ان سے پہلے تھے تو اللہ نے ان کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا تو ان کے اوپر سے |
| ان پر چھت گر پڑی اور ان پر اس طرف سے عذاب آ پہنچا جس کا انہیں کچھ خیال بھی نہ تھا۔ |

## کفار کے مکر وفریب کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا بیان

"قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ" وَهُوَ نَمْرُود بَنَى صَرْحًا طَوِيلًا لِيَصْعَد مِنْهُ إِلَى السَّمَاء لِيُقَاتِل أَهْلهَا "فَأَتَى اللَّه" قَصَدَ "بُنْيَانهمْ مِنْ الْقَوَاعِد" الْأَسَاس فَأَرْسَلَ عَلَيْهِ الرِّيح وَالزَّلْزَلَة فَهَدَمَتْهُ "فَخَرَّ عَلَيْهِمْ السَّقْف مِنْ فَوْقهمْ" أَيْ هُمْ تَحْته "وَأَتَاهُمْ الْعَذَاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ" مِنْ جِهَة لَا تَخْطِر بِبَالِهِمْ وَقِيلَ هَذَا تَمْثِيل لِإِفْسَادِ مَا أَبْرَمُوهُ مِنْ الْمَكْر بِالرُّسُلِ،

بیشک ان لوگوں نے بھی فریب کیا جوان سے پہلے تھے اور نمرود تھا جس نے ایک اونچا منارہ بنایا تھا تا کہ وہ آسمان والوں سے جنگ کرے۔ تو اللہ نے ان کے مکر وفریب کی عمارت کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا یعنی اس پر ہوا اور زلزلہ بھیجا جس نے اس کو گرادیا۔ تو ان کے اوپر سے ان پر چھت گر پڑی یعنی وہ نیچے آپڑی، اور ان پر اس طرف سے عذاب آ پہنچا جس کا انہیں کچھ خیال بھی نہ تھا۔ یعنی جس جانب سے عذاب آنے کا ان کو خواب وخیال بھی نہ تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے مکر کی مثال کو بیان کیا گیا جو انہوں نے رسول مکرم کے خلاف کیا تھا۔

## کفار ومشرکین کے مکر وفریب کا تباہ وبرباد ہوجانے کا بیان

یہ ایک تمثیل ہے کہ پچھلی اُمتوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ مکر کرنے کے لئے کچھ منصوبے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود انہیں کے منصوبوں میں ہلاک کیا اور ان کا حال ایسا ہوا جیسے کسی قوم نے کوئی بلند عمارت بنائی پھر وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ ہلاک ہوگئے، اسی طرح کفار اپنی مکاریوں سے خود برباد ہوئے۔ مفسرین نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس آیت میں اگلے مکر کرنے والوں سے نمرود بن کنعان مراد ہے جو زمانہ ابراہیم علیہ السلام میں روئے زمین کا سب سے بڑا بادشاہ تھا، اس نے بابل میں بہت اونچی ایک عمارت بنائی تھی جس کی بلندی پانچ ہزار گز تھی اور اس کا مکر یہ تھا کہ اس نے یہ بلند عمارت اپنے خیال میں آسمان پر پہنچنے اور آسمان والوں سے لڑنے کے لئے بنائی تھی، اللہ تعالیٰ نے ہوا چلائی اور وہ عمارت ان پر گر پڑی اور وہ لوگ ہلاک ہوگئے۔

| |
|---|
| ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ |
| قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝ |
| پھر قیامت کے دن وہ انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ |
| وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔ |

## قیامت کے دن کفار ومشرکین کی مذمت کا بیان

"ثُمَّ يَوْم الْقِيَامَة يُخْزِيهِمْ" يُذِلّهُمْ "وَيَقُول" اللَّه لَهُمْ عَلَى لِسَان الْمَلَائِكَة تَوْبِيخًا "أَيْنَ شُرَكَائِيَ"

بِزَعْمِكُمْ "الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ" تُخَالِفُونَ الْمُؤْمِنِينَ "فِيهِمْ" فِي شَأْنِهِمْ "قَالَ" أَيْ يَقُول "الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم" مِنْ الْأَنْبِيَاء وَالْمُؤْمِنِينَ "إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْم وَالسُّوء عَلَى الْكَافِرِينَ" يَقُولُونَهُ شَمَاتَةً بِهِمْ

پھر قیامت کے دن وہ انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کی زبانی بہ طور توبیخ کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کے بارے میں تم لڑتے جھگڑتے تھے؟ یعنی جن کو تم چاہتے تھے، وہ لوگ یعنی انبیائے کرام واہل ایمان جنھیں علم دیا گیا ہے کہیں گے کہ بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی کافروں پر ہے۔ وہ یہ بات ان کی مصیبت پر بہ طور مسرت کہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر غدار کے لئے اس کے پاس ہی جھنڈا گاڑ دیا جائے گا جو اس کے غدر کے مطابق ہوگا اور مشہور کردیا جائے گا کہ فلاں کا یہ غدر ہے جو فلاں کا لڑکا تھا۔

اسی طرح ان لوگوں کو بھی میدان محشر میں سب کے سامنے رسوا کیا جائے گا۔ ان سے ان کا پروردگار ڈانٹ ڈپٹ کر دریافت فرمائے گا کہ جن کی حمایت میں تم میرے بندوں سے الجھتے رہتے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے؟ آج بے یار ومددگار کیوں ہو؟ یہ چپ ہو جائیں گے، کیا جواب دیں؟ لاچار ہو جائیں گے، کون سی جھوٹی دلیل پیش کریں؟ اس وقت علماء کرام جو دنیا اور آخرت میں اللہ کے اور مخلوق کے پاس عزت رکھتے ہیں جواب دیں گے کہ رسوائی اور عذاب آج کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کے معبودان باطل ان سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِينَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ |
| بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢبِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں کہ |
| ہم کوئی برا کام نہیں کیا کرتے تھے۔ کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## موت کے وقت مشرکین کا شرک سے بیزاری کا اظہار کرنے کا بیان

"الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "الْمَلَائِكَة ظَالِمِي أَنْفُسهمْ" بِالْكُفْرِ "فَأَلْقَوْا السَّلَم" انْقَادُوا وَاسْتَسْلَمُوا عِنْد الْمَوْت قَائِلِينَ "مَا كُنَّا نَعْمَل مِنْ سُوء" شِرْك فَتَقُول الْمَلَائِكَة: "بَلَى إِنَّ اللَّه عَلِيم بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ

جنہیں فرشتے اس حال یعنی کفر کی حالت میں قبض کرتے ہیں یہاں پر تتوفاھم یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوتے ہیں، تو وہ فرماں برداری پیش کرتے ہیں یعنی موت کے وقت تسلیم کرتے ہوئے کہ ہم کوئی برا کام یعنی شرک وغیرہ نہیں کیا کرتے تھے۔ تو وہ فرشتے کہیں گے کیوں نہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔ لہٰذا وہ تمہیں اس سزا دے گا۔

مشرکین کی جان کنی کے وقت کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب فرشتے ان کی جان لینے کے لئے آتے ہیں، تو یہ اس وقت سننے عمل کرنے اور مان لینے کا اقرار کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اپنے کرتوت چھپاتے ہوئے اپنی بیگناہی بیان کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کر اپنا مشرک نہ ہونا بیان کریں گے۔ جس طرح دنیا میں اپنی بیگناہی پر لوگوں کے سامنے جھوٹی قسمیں کھاتے تھے۔ انہیں جواب ملے گا کہ جھوٹے ہو، بداعمالیاں جی کھول کر کر چکے ہو، اللہ غافل نہیں جو باتوں میں آ جائے ہر ایک عمل اس پر روشن ہے۔ اب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگتو اور جہنم کے دروازوں سے جا کر ہمیشہ اسی بری جگہ میں پڑے رہو۔ مقام برا، مکان برا، ذلت اور سوائی والا، اللہ کی آیتوں سے تکبر کرنے کا اور اس کے رسولوں کی اتباع سے جی چرانے کا یہی بدلہ ہے۔ مرتے ہی ان کی روحیں جہنم رسید ہو جائیں اور جسموں پر قبروں میں جہنم کی گرمی اور اس کی لپک آنے لگی۔ قیامت کے دن روحیں جسموں سے مل کر نار جہنم میں گئیں اب نہ موت نہ تخفیف ہے۔

| |
|---|
| فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ○ |
| پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، سو بلا شبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ |

## اہل شرک کیلئے جہنم ٹھکانہ ہونے کا بیان

وَيُقَال لَهُمْ "فَادْخُلُوا أَبْوَاب جَهَنَّم خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى" مَأْوَى "الْمُتَكَبِّرِينَ"
پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو، سو بلا شبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔

## جہنم میں متکبرین کیلئے خاص جگہ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جنت اور دوزخ دونوں نے اپنے رب کے پاس جھگڑا کیا، جنت نے عرض کیا اے پروردگار اس کا (جنت) کیا حال ہے کہ اس میں وہی لوگ داخل ہوں گے جو کمزور اور غریب ہوں گے اور دوزخ نے عرض کیا کہ مجھے تکبر کرنے والوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعہ اس کو عذاب دوں گا جس کو چاہوں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک بھر دی جائیں گی، آپ نے فرمایا کہ جنت کو تو اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور دوزخ کے لئے جس کو چاہے گا پیدا کرے گا اور وہ اس میں ڈال دیئے جائیں گے، دوزخ تین بار کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم ڈال دے گا تو وہ دوزخ بھر جائے گی اور اس کے بعض حصے بعض حصوں سے مل جائیں گے اور وہ دوزخ کہے گی بس! بس! بس۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2342)

| |
|---|
| وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا |
| حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ○ |

اور پرہیز گار لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں بھلائی، ان لوگوں کے لئے جو نیکی کرتے رہے اس دنیا میں بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی بہتر ہے، اور پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی خوب ہے۔

## جنت کا دنیا و مافیہا سے بہتر ہونے کا بیان

"وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا" الشِّرْك "مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا خَيْرًا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا" بِالْإِيمَانِ "فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَة" حَيَاة طَيِّبَة "وَلَدَار الْآخِرَة" أَيْ الْجَنَّة "خَيْر" مِنْ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا قَالَ تَعَالَى فِيهَا "وَلَنِعْمَ دَار الْمُتَّقِينَ" هِيَ

اور شرک سے بچنے والے لوگوں سے کہا جائے کہ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے؟ وہ کہتے ہیں دنیا بھلائی یعنی ایمان اتارا ہے، ان لوگوں کے لئے جو نیکی کرتے رہے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے، اور آخرت کا گھر تو ضرور ہی بہتر یعنی جنت ہے، جو دنیا اور جو کچھ اس دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے۔ اور پرہیز گاروں کا گھر کیا ہی خوب ہے۔

## سورہ نحل آیت ۳۰ شان نزول کا بیان

قبائل عرب ایام حج میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحقیق حال کے لئے مکہ مکرمہ کو قاصد بھیجتے تھے یہ قاصد جب مکہ مکرمہ پہنچتے اور شہر کے کنارے راستوں پر انہیں کفار کے کارندے ملتے (جیسا کہ سابق میں ذکر ہو چکا ہے) ان سے یہ قاصد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کرتے تو وہ بہکانے پر مامور ہی ہوتے تھے، ان میں سے کوئی حضرت کو ساحر کہتا، کوئی کاہن، کوئی شاعر، کوئی کذّاب، کوئی مجنون اور اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے کہ تم ان سے نہ ملنا یہی تمہارے حق میں بہتر ہے، اس پر قاصد کہتے کہ اگر ہم مکہ مکرمہ پہنچ کر بغیر ان سے ملے اپنی قوم کی طرف واپس ہوں تو ہم برے قاصد ہوں گے اور ایسا کرنا قاصد کے منصبی فرائض کا ترک اور قوم کی خیانت ہوگی، ہمیں تحقیق کے لئے بھیجا گیا ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے اپنے اور بیگانوں سب سے ان کے حال کی تحقیق کریں اور جو کچھ معلوم ہو اس سے بیکم وکاست قوم کو مطلع کریں۔ اس خیال سے وہ لوگ مکہ مکرمہ میں داخل ہو کر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملتے تھے اور ان سے آپ کے حال کی تحقیق کرتے تھے، اصحاب کرام انہیں تمام حال بتاتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وکمالات اور قرآن کریم کے مضامین سے مطلع کرتے تھے، ان کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل ۲۴، لاہور)

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝

سدابہار باغات ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں ان کے لئے جو کچھ وہ چاہیں گے ہوگا، اس طرح اللہ پرہیز گاروں کو صلہ عطا فرماتا ہے۔

## اہل جنت کی چاہت کے پورا ہونے کا بیان

"جَنَّاتُ عَدْنٍ" إِقَامَة مُبْتَدَأ خَبَره "يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ كَذَلِكَ" الْجَزَاء "يَجْزِي اللّٰه الْمُتَّقِينَ"

سدابہار باغات ہیں، یہاں پر جنات عدن مبتداء ہے اور یدخلونھا یہ اس کی خبر ہے۔ جن میں وہ داخل ہوں گے جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، ان میں ان کے لئے جو کچھ وہ چاہیں گے میسّر ہوگا، اس طرح اللہ پرہیزگاروں کو صلہ عطا فرماتا ہے۔

## جنت عدن کی عظمت وشان کا بیان

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں دو باغ ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے، چاندی کے ہیں۔ دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور جو کچھ اس میں ہے سونے کے ہیں۔ پھر اہل جنت اور رویت باری تعالیٰ میں ایک اس کی کبریائی کی چادر کے علاوہ کوئی چیز حائل نہیں ہوگی جو کہ جنت عدن میں اس کے چہرہ مبارک پر ہوگی۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ جنت میں ایک ایسا خیمہ بھی ہوگا جو ساٹھ میل چوڑے موتی سے تراشا ہوا ہوگا۔ اس کے ایک کونے والے دوسرے کونے والوں کو نہ دیکھ سکیں گے (اور) ان کے پاس ایمان والے آتے جاتے رہیں گے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ابوعمران جونی کا نام عبدالملک بن حبیب ہے۔ ابوبکر بن ابی موسیٰ کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ان کا نام مشہور نہیں اور ابوموسیٰ اشعری نام عبداللہ بن قیس ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 428)

## سونے کی اینٹوں سے بنی ہوئی جنت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا کہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی سے۔ میں نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کے کنکر موتی اور یاقوت (سے) ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا اور کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر جنتیوں کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

عادل حاکم، روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور مظلوم کی بددعا۔ چنانچہ جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ پاک ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہو جاؤ، |
| اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## ایمان والوں پر موت کے وقت فرشتوں کے سلام کا بیان

"اَلَّذِيْنَ" نَعت "تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَة طَيِّبِيْنَ" طَاهِرِيْنَ مِنَ الْكُفْر "يَقُوْلُوْنَ" لَهُمْ عِنْد الْمَوْت "سَلَام عَلَيْكُمْ" وَيُقَال لَهُمْ فِي الْآخِرَة "اُدْخُلُوا الْجَنَّة بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ"

جنھیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ کفر سے پاک ہوتے ہیں۔ وہ موت کے وقت کہتے ہیں سلام ہو تم پر، اور آخرت میں انہیں کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کیا کرتے تھے۔

## وقت نزاع فرشتے مؤمن کی تعریف کرتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص قریب المرگ ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں اور اگر وہ نیک وصالح ہوتا ہے تو (اس کی روح سے رحمت کے) فرشتے کہتے ہیں کہ اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی! اس حال میں (جسم سے) نکل کہ (خدا اور مخلوق کے نزدیک) تیری تعریف کی گئی ہے اور تجھے خوشخبری ہو دائمی راحت وسکون کی، جنت کے پاک رزق کی اور اللہ سے ملاقات کی جو (تجھ پر) غضبناک نہیں ہے۔ قریب المرگ کے سامنے فرشتے برابر یہی بات کہتے ہیں یہاں تک کہ روح (خوشی خوشی) باہر نکل آتی ہے اور پھر فرشتے اسے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، آسمان کا دروازہ اس کے لئے (فرشتوں کے کہنے سے یا پہلے ہی سے) کھول دیا جاتا ہے (آسمان کے دربان) پوچھتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے؟ اسے لے جانے والے فرشتے (اس کا نام ونسب بتا کر) کہتے ہیں کہ یہ فلاں شخص (کی روح) ہے۔ پس کہا جاتا ہے کہ آفرین ہو اس جان پاک کو جو پاک بدن میں تھی اور (اے پاک جان آسمان میں) داخل ہو اس حال میں کہ تیری تعریف کی گئی اور خوشخبری ہو تجھے راحت کی، پاک رزق کی اور پروردگار سے ملاقات کی جو غضبناک نہیں ہے۔

اس روح سے برابر یہی بات کہی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اس آسمان پر (یعنی عرش پر) پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اللہ رب العزت کی رحمت خاص جلوہ فرما ہے!۔ اور اگر وہ برا (یعنی کافر) ہوتا ہے تو ملک الموت کہتے ہیں کہ اے خبیث جان جو پلید بدن میں اس حال میں (جسم سے) باہر نکل کہ تیری برائی کی گئی ہے اور یہ بری خبر سن لے کہ گرم پانی، پیپ اور ان کے علاوہ دوسری طرح کے

عذاب تیرے منتظر ہیں۔ اس بد بخت قریب المرگ کے سامنے بار بار یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی روح (بادل نخواستہ) باہر نکل آتی ہے پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے (تا کہ اس کی ذلت وخواری اس پر ظاہر کر دی جائے) جب اس کے لئے آسمان کے دروازے کھلوائے جاتے ہیں تو دربانوں کی طرف سے پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون شخص ہے؟ جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص! پس کہا جاتا ہے کہ نفریں ہو اس خبیث جان پر جو پلید جسم میں تھی اور (اے خبیث جان) واپس چلی جا اس حال میں کہ تیری برائی کی گئی ہے اور تیرے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ چنانچہ اسے آسمان سے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ قبر کی طرف آ جاتی ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 105)

اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب المرگ کے پاس اس کی روح قبض کرنے کے لئے رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے دونوں آتے ہیں، اگر قریب المرگ نیک وصالح ہوتا ہے تو رحمت کے فرشتے اپنا کام کرتے ہیں اور قریب المرگ بدکار ہوتا ہے تو پھر عذاب کے فرشتے اپنا کام کرتے ہیں۔ "نیک وصالح" سے یا عمومی طور پر مومن مراد ہے یا پھر وہ نیک بخت مراد ہے جو حقوق اللہ حقوق العباد دونوں ادا کرتا ہے اور اس کی زندگی اطاعت وفرمانبرداری کی راہ پر گزری ہو۔ حدیث میں نیک وصالح اور کافر کی روح قبض کرنے کے بارہ میں تو تفصیل بتائی گئی ہے لیکن "فاسق" کے بارہ میں بالکل سکوت اختیار کیا گیا کیونکہ فاسق کے بارہ میں کتاب وسنت کا یہی طریقہ ہے کہ اس کے بارہ میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے تا کہ وہ خوف ورجاء کے درمیان رہے۔

مومن اور کافر کی روح کے درمیان اس امتیاز اور فرق کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ کافر کی روح تو آسمان سے دھتکار دی جاتی ہے اور اسے ہمیشہ کے لئے اسفل السافلین میں قید کر دیا جاتا ہے بخلاف مومن صالح کی روح کے کہ اسے آزادی حاصل ہوتی ہے اور آسمان وزمین میں جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے، جنت میں میوے کھاتی ہے، عرش کے نیچے قندیلوں کی طرف اپنی جگہ اختیار کرتی ہے۔ پھر یہ کہ اسے قبر اپنے جسم کے ساتھ بھی تعلق رہتا ہے بایں طور کہ مردہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے سکوت وراحت سے لطف اندوز ہوتا ہے، دولھا کی نیند سوتا ہے اور اپنے اپنے حسب مراتب ودرجات جنت میں اپنا مسکن دیکھتا رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ روح کا معاملہ اور برزخ کے احوال اگرچہ خوارق عادات میں سے ہیں کہ ہماری دنیاوی زندگی ان سے مانوس ومتعارف نہیں لیکن اس امور کے وقوع کے بارہ میں کسی قسم کا شک وشبہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

| |
|---|
| هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ |
| وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ |
| یہ اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں یا آپ کے رب کا حکم آ پہنچے، یہی کچھ ان لوگوں |
| نے کیا تھا جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ |

## کفار کا قیامت یا عذاب کا انتظار کرنے کا بیان

"هَلْ" مَا "يَنْظُرُونَ" يَنْتَظِر الْكُفَّار "إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "الْمَلَائِكَة" لِقَبْضِ أَرْوَاحهمْ "أَوْ يَأْتِيَ أَمْر رَبّك" الْعَذَاب أَوْ الْقِيَامَة الْمُشْتَمِلَة عَلَيْهِ "كَذَلِكَ" كَمَا فَعَلَ هَؤُلَاءِ "فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" مِنْ الْأُمَم كَذَّبُوا رُسُلهمْ فَأُهْلِكُوا "وَمَا ظَلَمَهُمْ اللَّه" بِإِهْلَاكِهِمْ بِغَيْرِ ذَنْب "وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسهمْ يَظْلِمُونَ" بِالْكُفْرِ

یہ کفار اور کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے اس کے کہ ان کے پاس فرشتے آ جائیں، یہاں پر تأتیھم تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ یا آپ کے رب کا حکم یعنی عذاب یا قیامت جو عذاب پر مشتمل ہو آ پہنچے، یہی کچھ ان لوگوں نے بھی کیا تھا جو ان سے پہلے قومیں تھیں جنہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی تو وہ ہلاک ہوئے، اور اللہ نے ان کو بغیر گناہوں کے ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود ہی کفر کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ انہیں تو ان فرشتوں کا انتظار ہے جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے تا قیامت کا انتظار ہے اور اس کے افعال واحوال کا۔ ان جیسے ان سے پہلے کے مشرکین کا بھی یہی وطیرہ رہا یہاں تک کہ ان پر عذاب الٰہی آ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حجت پوری کر کے، ان کے عذر ختم کر کے، کتابیں اتار کر، وبال میں گھر گئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے اپنا بگاڑ لیا۔ اسی لئے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے رہے۔

| |
|---|
| فَأَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ؀ |
| پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آ پہنچے جو انھوں نے کیا اور انہیں اس چیز نے گھیر لیا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔ |

## عذاب کا مذاق کرنے والے کفار کا بیان

"فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَات مَا عَمِلُوا" أَيْ جَزَاؤُهَا "وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" أَيْ الْعَذَاب

پس ان کے پاس اس کے برے نتائج آ پہنچے جو انہوں نے کیا اور انہیں اس چیز نے گھیر لیا جس عذاب کا وہ مذاق کیا کرتے تھے۔

اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور وغفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تمادی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیاء کی تکذیب ومخالفت پر تلے رہے اور ان کی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذاب الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ ان کا استہزاء وتمسخر انہی پر الٹ پڑا، بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا نہ اس کے یہاں ظلم وتعدی کا امکان

ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ○

اور جن لوگوں نے شریک بنائے انھوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟

## مشرکین مکہ کا شرکیہ نظریات کو منشائے خداوندی پر محمول کرنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِيْنَ أَشْرَكُوا" مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ "لَوْ شَاءَ اللّٰه مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونه مِنْ شَيْء نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونه مِنْ شَيْء " مِنَ الْبَحَائِر وَالسَّوَائِب فَإِشْرَاكنَا وَتَحْرِيمنَا بِمَشِيئَتِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهِ "كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلهمْ" أَيْ كَذَّبُوا رُسُلهمْ فِيمَا جَاءُوا بِهِ "فَهَلْ" فَمَا "عَلَى الرُّسُل إِلَّا الْبَلَاغ الْمُبِين" إِلَّا الْبَلَاغ الْبَيِّن وَلَيْسَ عَلَيْهِمْ الْهِدَايَة

اور اہل مکہ میں سے جن لوگوں نے شریک بنائے انہوں نے کہا اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اس کے سوا کسی بھی چیز کی عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بغیر کسی بھی چیز کو حرام ٹھہراتے۔ یعنی انہوں نے بحائر اور سوائب کو جو حرام ٹھہرایا ہے۔ اور کہا کہ یہ اسی کی مرضی کے مطابق تحریم ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے کیا جو ان سے پہلے تھے یعنی جنھوں نے اپنے رسولان گرامی کی تکذیب کی جب ان کے پاس رسولان گرامی آئے۔ تو رسولوں کے ذمے صاف پیغام پہنچا دینے کے سوا اور کیا ہے؟ یعنی رسولان گرامی احکام کو واضح کر کے پہنچا دیتے ہیں۔ ہدایت کی ذمہ داری ان پر نہیں ہے۔

## اہل کتاب کا اپنے احبار و رہبان کو رب بنا لینے کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کی کسی حلال کردہ چیز کو حرام اور حرام کو حلال بنا لینا بھی واضح شرک ہے جیسا کہ سیّدنا عدی ابن حاتم نے کی تفسیر رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تھی۔ سیّدنا عدی بن حاتم پہلے عیسائی تھے پھر اسلام لائے تھے۔ جب سورہ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی تو کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ ہم اپنے علماء و مشائخ کو رب تو نہیں سمجھتے تھے۔

آپ نے فرمایا کہ جس چیز کو وہ حلال یا حرام کہہ دیتے تم اسے جوں کا توں تسلیم نہیں کر لیتے تھے؟ سیّدنا عدی کہنے لگے یہ بات تو تھی آپ نے فرمایا یہی رب بنانا ہوتا ہے۔ (ترمذی، ابواب التفسیر، تفسیر آیت مذکورہ)

مشرکین مکہ نے بھی کئی حلال چیزوں کو حرام اور حرام چیزوں کو حلال بنا لیا تھا جن کا ذکر سائبہ، بحیرہ، وصیلہ اور حام (۵:۱۰۳) کے حواشی میں گزر چکا ہے۔ مشرکوں کا یہ جواب دراصل "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے مصداق ہوتا ہے۔ تاکہ اس طرح پیغمبروں کو

لاجواب کردیں اور کج بحث قسم کے مجرم اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے اکثر مشیعت الٰہی کا ہی بہانہ پیش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کی مشیعت اور اللہ کی رضا میں بڑا فرق ہوتا ہے اور اس فرق کو پہلے سورہ انعام آیت نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

(۳۴) جب مشرکوں کو پیغمبر اسلام اور قرآن کی تعلیم کے متعلق پوچھا جاتا تو وہ یہی جواب دیتے تھے کہ اس تعلیم میں رکھا کیا ہے۔ بس پہلے لوگوں کی داستانیں ہیں کوئی نئی بات تو ہے نہیں۔ گویا انہیں نبی پر اعتراض یہ تھا کہ یہ پرانے لوگوں کی ہی باتیں پیش کرتا ہے ان کے جواب میں انہیں بتایا جارہا ہے کہ تم جو اپنے مشرکانہ کاموں کے جواز میں دلیل پیش کررہے ہو، یہ بھی کوئی دلیل نہیں وہی پرانی بات ہے جو گمراہ لوگ ہمیشہ سے کہتے چلے آرہے ہیں کہ اگر اللہ کو منظور نہ ہوتا تو ہم ایسے کام کیوں کرتے؟ حالانکہ مشرکوں کی اس دلیل میں بھی اس کا رد موجود ہے۔ جو یہ ہے کہ اگر اللہ کو مشرکوں کا یہ شرک گوارا یا منظور ہوتا تو چاہئے تھا کہ اللہ مشرکوں کے اس کام پر سکوت اختیار فرماتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول بھیج کر ان افعال کی پرزور تردید اور مذمت کی ہے۔ پھر وہ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے یہ کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں۔

مشرکوں کا یہ جواب اس لحاظ سے بھی غلط ہے کہ ہمارے رسولوں نے انہیں بروقت مطلع کردیا تھا کہ جو مشرکانہ کام تم کررہے ہو اللہ ان سے ہرگز راضی نہیں بلکہ وہ اس قدر ناراض ہے کہ تمہارے ان کاموں کی پاداش میں تم پر اپنا عذاب بھیج سکتا ہے۔ اور انہوں نے اپنی اس ذمہ داری میں کبھی کوتاہی نہیں کی تھی۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ |
| وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنھیں اللہ نے |
| ہدایت دی اور ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## ہر امت کی طرف رسول مکرم علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّة رَسُولًا " كَمَا بَعَثْنَاكَ فِي هَؤُلَاءِ "أَنْ" أَيْ بِأَنْ "اُعْبُدُوا اللّٰه" وَحِّدُوهُ "وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوت" الْأَوْثَان أَنْ تَعْبُدُوهَا "فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللّٰه" فَآمَنَ "وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ" وَجَبَتْ "عَلَيْهِ الضَّلَالَة " فِي عِلْم اللّٰه فَلَمْ يُؤْمِن "فَسِيرُوا" يَا كُفَّار مَكَّة "فِي الْأَرْض فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُكَذِّبِينَ" رُسُلهمْ مِنْ الْهَلَاك،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جس طرح ہم نے آپ کو ان لوگوں میں بھیجا ہے۔ کہ اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید بیان کرو اور طاغوت یعنی بتوں کی عبادت سے بچو، پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو وہ ایمان

لائے اوران میں سے کچھ وہ تھے جن پر گمراہی ثابت ہوگئی۔یعنی اللہ کے علم میں تھا کہ وہ ایمان نہ لائیں گے اے کفار مکہ پس تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔یعنی رسولان گرامی کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

تم لوگ بندگی کرو ایک اللہ کی اور بچتے رہو طاغوت سے۔کہ طاغوت سے تعلق اوراس کی بندگی سراسر ہلاکت وتباہی ہے۔تو پھر مشرکین کا یہ کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ اللہ ہمارے شرک سے راضی ہے؟ اور "طاغوت"، "طغیان" سے مبالغے کا صیغہ ہے۔ جس کے عموم میں ہر معبود من دون اللہ داخل ہے۔خواہ وہ کوئی بھی ہو کہیں کا بھی ہو۔(تفسیر معالم، خازن، سورہ نحل، بیروت)

## بعثت انبیائے کرام سے مکارم اخلاق ہونے کا بیان

حضرت مالک سے منقول ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں یعنی اس دنیا میں میری بعثت کا ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ انسانی اخلاق واوصاف کو بیان کروں اوران کو درجہ کمال تک پہنچا دوں۔(موطا امام مالک اور احمد نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے) اپنی بہترین صورت وسیرت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکرادا کرتے تھے۔(مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1021)

| |
|---|
| اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ٥ |
| اگر آپ ان کے ہدایت پر آجانے کی شدید طلب رکھتے ہیں تو (آپ اپنی طبیعتِ مطہرہ پر اس قدر بوجھ نہ لائیں) |
| بیشک اللہ جسے گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اسے ہدایت نہیں فرماتا اوران کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوتا |

## گمراہوں کیلئے کوئی مدد نہ ہونے کا بیان

"إنْ تَحْرِص "يَا مُحَمَّد "عَلَى هُدَاهُمْ "وَقَدْ أَضَلَّهُمْ اللَّه لَا تَقْدِر عَلَى ذَلِكَ "فَإِنَّ اللَّه لَا يَهْدِي" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَلِلْفَاعِلِ "مَنْ يُضِلّ" مَنْ يُرِيد إضْلَاله "وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ" مَانِعِينَ مِنْ عَذَاب اللَّه

یا محمد ﷺ اگر آپ ان کے ہدایت پر آجانے کی شدید طلب رکھتے ہیں تو (آپ اپنی طبیعتِ مطہرہ پر اس قدر بوجھ نہ لائیں) بیشک اللہ جسے گمراہ ٹھہرا دیتا ہے اسے ہدایت نہیں فرماتا، یہاں پر لایہدی معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔اور جس کی گمراہی کا وہ ارادہ کرے اوران کے لئے کوئی مددگار نہیں ہوتا، یعنی ان کو کوئی اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں ہے۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر آپ ان کی ہدایت کی حرص اور طمع بھی کریں تو بھی انہوں نے ہدایت قبول نہیں کرنی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جن کو وہ گمراہی میں ڈال دیتا ہے، پس اب یہ لوگ ہدایت لانے والے نہیں ہیں کہ یہ اپنے خبث باطن اور سوء اختیار کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے قانون ضلالت کی زد میں آچکے ہیں۔اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔پس آپ کو ان کی وجہ سے پریشان ہونے اور غم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔پس آپ ان بدبختوں کی محرومی اور پیغام حق وہدایت سے ان کے

اعراض واستکبار اور روگردانی پر افسوس نہ کریں کہ یہ اپنی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر اس کے لائق ہیں ہی نہیں۔ سو قصور آپ کا نہیں ان کا اپنا ہے، اس میں حضرت امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے جب یہ لوگ اپنے عناد وہٹ دھرمی کی بناء پر ایمان لانے والے نہیں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وجہ سے غمگین اور پریشان نہ ہوں۔ آپ کا کام تبلیغ حق اور ادائے رسالت ہے۔ اور وہ آپ کر چکے اور بتمام وکمال کر چکے۔ پس آپ اپنی ذمہ داری سے فارغ وسبکدوش ہو گئے۔ اب ان کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں۔

| |
|---|
| وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا |
| وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا ہاں کیوں نہیں، |
| سچا وعدہ اس کے ذمہ پر لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## کفار مکہ کا بڑی بڑی قسمیں اٹھا کر بعث کے انکار کا بیان

"وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ" أَيْ غَايَةَ اجْتِهَادِهِمْ فِيهَا قَالَ تَعَالَى "بَلَى" يَبْعَثُهُمْ "وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا" مَصْدَرَانِ مُؤَكِّدَانِ مَنْصُوبَانِ بِفِعْلِهِمَا الْمُقَدَّرِ أَيْ وَعَدَ ذَلِكَ وَحَقَّهُ حَقًّا "وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاس" أَيْ أَهْلَ مَكَّةَ "لَا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں حد کی کوشش سے یعنی انتہائی کوشش کی کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں، سچا وعدہ اس کے ذمہ پر ہے۔ یہاں پر وعد اور حق یہ دونوں مصدر مؤکد ہیں اور فعل مقدر کے سبب منصوب ہیں۔ لیکن اکثر لوگ یعنی اہل مکہ اس بات کو نہیں جانتے۔

## سورہ نحل آیت ۳۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوعالیہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان کا ایک مشرک پر قرض تھا وہ اس کے پاس آیا اور اس سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا اور اس (مسلمان) کی گفتگو میں یہ بھی تھا اور جس کی مرنے کے بعد امید رکھتا ہوں یہ سن کر مشرک نے کہا کیا تو یہ گمان رکھتا ہے کہ تجھے موت کے بعد دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ اللہ کی قسم اللہ مرنے کے بعد کسی کو زندہ نہیں کرے گا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(تفسیر طبری 14۔73، تفسیر زاد المسیر 4۔446)

## کفار کا باطل نظریے کیلئے جھوٹی قسمیں کھانے کا بیان

کیونکہ کافر قیامت کے قائل نہیں اس لئے دوسروں کو بھی اس عقیدے ہٹانے کے لئے وہ پوری کوشش کرتے ہیں ایمان فروشی کر کے اللہ کی تاکیدی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اللہ کا

یہ وعدہ برحق ہے لیکن اکثر لوگ بوجہ اپنی جہالت اور لاعلمی کے رسولوں کے خلاف کرتے ہیں، اللہ کی باتوں کو نہیں مانتے اور کفر کے گڑھے میں گرتے ہیں۔ پھر قیامت کے آنے اور جسموں کے دوبارہ زندہ ہونے کی بعض حکمتیں ظاہر فرماتا ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ دنیوی اختلافات میں حق کیا تھا وہ ظاہر ہو جائے، بروں کو سزا اور نیکوں کو جزا ملے۔ کافروں کا اپنے عقیدے، اپنے قول، اپنی قسم میں جھوٹا ہونا کھل جائے۔ اس وقت سب دیکھ لیں گے کہ انہیں دھکے دے کر جہنم میں جھونکا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جہنم جس کا تم انکار کرتے رہے اب بتاؤ یہ جادو ہے یا تم اندھے ہو؟ اس میں اب پڑے رہو۔ صبر سے رہو یا ہائے وائے کرو، سب برابر ہے، اعمال کا بدلہ بھگتنا ضروری ہے۔

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ ○

تا کہ وہ ان کیلئے وہ چیز واضح کردے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ جھوٹے تھے۔

## کفار کا نظریہ انکار بعث کی تردید کا بیان

"لِيُبَيِّنَ" مُتَعَلِّق بِيَبْعَثهُمْ الْمُقَدَّر "لَهُمْ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ" مَعَ الْمُؤْمِنِينَ "فِيهِ" مِنْ أَمْر الدِّين بِتَعْذِيبِهِمْ وَإِثَابَة الْمُؤْمِنِينَ "وَلِيَعْلَم الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ" فِي إِنْكَار الْبَعْث

یہاں پر لیبین یہ بعث مقدر سے متعلق ہے۔ تا کہ وہ ان کے لیے وہ چیز واضح کردے جس میں وہ اہل ایمان کے ساتھ اختلاف کرتے ہیں یعنی دینی حکم جس میں کفار کیلئے عذاب اور مؤمنین کیلئے ثواب کا بیان ہے۔ اور تا کہ جن لوگوں نے کفر کیا جان لیں کہ یقیناً وہ انکار بعث میں جھوٹے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس دعویٰ کا نقلی جواب یہ دیا کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے جسے وہ پورا کر کے رہے گا۔ اور یہ وعدہ سابقہ انبیاء کی زبان سے لوگوں کو بتایا گیا اور تمام الہامی کتابوں میں موجود ہے اور مشرکین مکہ کو بھی اہل کتاب کا یہ عقیدہ اچھی طرح معلوم تھا۔ اور عقلی جواب یہ دیا کہ بھلا جو ہستی پہلی بار کائنات کا یہ وسیع سلسلہ وجود میں لا چکی ہے اس کے لیے تمہیں دوبارہ پیدا کرنا یا ایسا ہی کائنات کا دوبارہ نظام وجود میں لانا کیا مشکل ہے؟ لہٰذا وہ اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ پھر بعث بعد الموت کی دو وجوہ اور بھی ہیں۔ ایک یہ کہ آزادی و اختلاف رائے کی بنا پر دنیا میں بے شمار اختلافات رونما ہوئے اور نئے سے نئے نظریئے نئے نئے مذاہب اور نظام حیات رائج ہوتے رہے۔ کوئی قومیت کا پرستار ہے تو کوئی وطنیت کا، کوئی دہریت کا اور کوئی سوشلزم کا، کوئی کمیونزم کا اور کوئی سرمایہ داری کا اور کوئی خلافت کا ان میں ٹکراؤ ہوا۔ جنگیں ہوئیں۔ دونوں طرف سے لوگ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں قتل ہوئے۔ لیکن یہ فیصلہ نہ ہو سکا کہ ان میں سے کوئی سچا بھی تھا یا نہیں۔ یا اگر کوئی سچا تھا تو وہ کون سا گروہ تھا اور جھوٹا کون سا؟ اور یہ کائنات چونکہ حق پر مبنی ہے لہٰذا اس بات کا فیصلہ ضروری تھا کہ اللہ ایسے لوگوں پر صحیح صورت حال کی وضاحت کردے اور کافروں کو بالخصوص اس بات کا پتہ چل جائے کہ وہی جھوٹے تھے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ۠ |
| ہمارا فرمان تو کسی چیز کے لئے صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ جب ہم اُس کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اُسے فرماتے ہیں: |
| ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ |

## شان کن فیکون کے ذریعے دلیل قدرت کا بیان

"اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ " اَیْ اَرَدْنَا اِیجَاده وَقَوْلُنَا مُبْتَدَأٌ خَبَرُهُ "اَنْ نَقُول لَهُ كُنْ فَیَكُون " اَیْ فَهُوَ یَكُون وَفِی قِرَاءَة بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَی نَقُول وَالْآیَة لِتَقْرِیرِ الْقُدْرَة عَلَی الْبَعْث

ہمارا فرمان تو کسی چیز کے لئے صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ جب ہم اُس کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتے ہیں یہاں پر قولنا مبتداء ہے اور ان نقول یہ اس کی خبر ہے۔ تو ہم اُسے فرماتے ہیں، ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ ایک قرأت میں منصوب ہے کیونکہ اس کا عطف نقول ہے۔ اور یہ آیت بعث پر قدرت ہونے پر تکریر ہے۔

لوگوں کے نزدیک قیامت کا ہونا، کتنا بھی مشکل یا ناممکن ہو، مگر اللہ کے لئے تو کوئی مشکل نہیں اسے زمین اور آسمان ڈھانے کے لئے مزدوروں، انجینئروں اور مستریوں اور دیگر آلات و وسائل کی ضرورت نہیں۔ اسے تو صرف کن کہنا ہے اس کے لفظ کن سے پلک جھپکتے میں قیامت برپا ہو جائے گی۔ (وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، النحل: 77) قیامت کا معاملہ پلک جھپکتے یا اس سے بھی کم مدت میں واقع ہو جائے گا۔

| |
|---|
| وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ |
| وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَۙ |
| اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا، بلاشبہ ہم انہیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے |
| اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ |

## اللہ کے دین کی خاطر ہجرت کرنے والوں کی شان کا بیان

"وَالَّذِینَ هَاجَرُوا فِی اللّٰه " لِإِقَامَةِ دِینه "مِنْ بَعْد مَا ظُلِمُوا " بِالْأَذَی مِنْ أَهْل مَكَّة وَهُمْ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابه "لَنُبَوِّئَنَّهُمْ" نُنْزِلهُمْ "فِی الدُّنْیَا " دَارًا "حَسَنَة" هِیَ الْمَدِینَة "وَلَأَجْر الْآخِرَة" أَیْ الْجَنَّة "أَكْبَر" أَعْظَم "لَوْ كَانُوا یَعْلَمُونَ " أَیْ الْكُفَّار أَوْ الْمُتَخَلِّفُونَ عَنْ الْهِجْرَة مَا لِلْمُهَاجِرِینَ مِنْ الْكَرَامَة لَوَافَقُوهُمْ،

اور جن لوگوں نے اللہ کی خاطر یعنی اقامتِ دین کیلئے وطن چھوڑا، اس کے بعد کہ ان پر اہل مکہ کی طرف سے ظلم کیا گیا، اور وہ

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام ہیں۔ بلاشبہ ہم انہیں دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانہ دیں گے جو مدینہ منورہ ہے۔ اور یقیناً آخرت کا اجر سب سے بڑا ہے۔ جو جنت ہے کاش وہ کفار جانتے ہوتے۔ یا وہ جانتے جو ہجرت کرنے سے پیچھے رہ گئے۔ کاش وہ جانتے کہ اہل ہجرت کی شان کیا ہے؟

## سورہ نحل آیت ۴۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ مکہ میں نبی کریم کے ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی۔ بلال، صہیب، خباب، عامر اور جندل بن صہیب رضی اللہ عنہم اجمعین مشرکین نے انہیں مکہ میں پکڑ لیا اور سخت تکالیف اور ایذاء پہنچائیں پھر اللہ نے اس کے بعد انہیں مدینہ میں ٹھکانہ عطا فرمایا۔ (تفسیر قرطبی 10۔107)

حضرت قتادہ نے کہا کہ یہ آیت اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی، جن پر اہل مکہ نے بہت ظلم کئے اور انہیں دین کی خاطر وطن چھوڑنا ہی پڑا، بعض ان میں سے حبشہ چلے گئے پھر وہاں سے مدینہ طیبہ آئے اور بعض مدینہ شریف ہی کو ہجرت کر گئے۔ (تفسیر خازن، سورہ نحل، بیروت)

## دین کی خاطر ہجرت کا گناہوں کو مٹادینے کا بیان

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں (جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی سے میرے قلب ودماغ کو منور کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ! لائیے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں، آپ نے (یہ سن کر) اپنا ہاتھ (جب) بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حیرت سے) فرمایا عمرو یہ کیا؟ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کچھ شرط لگانی چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا (میں چاہتا ہوں) کہ میرے (ان) تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے (جو میں نے اسلام سے پہلے کئے تھے) آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو قبول اسلام سے پہلے کئے گئے ہوں، ہجرت ان تمام گناہوں کو دور کر دیتی ہے جو اس (ہجرت) سے پہلے کئے گئے ہوں اور حج ان تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے جو اس حج سے پہلے کئے گئے ہوں۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 26)

حضرت ابوہریرہ کی روایت کردہ دونوں حدیثیں یعنی "قال اللہ تعالٰی: ان اغنی الشرکاء عن الشرک الخ" اور "الکبریاء ردائی الخ" ریاء اور کبر کے باب میں نقل کی جائیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ۔ "تشریح ایک شخص اگر اپنی زندگی کا ایک اچھا خاصہ کفر وشرک میں گزار کر بعد میں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو کیا اس کے زمانہ اسلام سے پہلے کے اعمال پر مواخذہ ہوگا؟ یعنی کفر وشرک اور گناہ ومعصیت جو اس سے پہلے صادر ہوتے رہے ہیں ان پر عذاب ہوگا یا نہیں؟ اس حدیث نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا کہ اسلام کی روشنی پہلی تمام تاریکی کو خواہ وہ کفر وشرک کا اندھیرا ہو یا گناہ ومعصیت کی ظلمت، آن واحد میں ختم کر ڈالتی ہے اور صرف ایک کلمہ کی بدولت جو خلوص دل سے نکلا ہو، انسان کا قلب ودماغ بالکل مجلی ہو جاتا ہے، نہ وہاں شرک کی ظلمتوں کا کوئی

نشان رہ جاتا ہے اور نہ گناہ معصیت پر عذاب کا کوئی خدشہ، لیکن اتنی بات جان لینی چاہیے کہ بخشش اور مغفرت کا تعلق ذنوب اور گناہوں سے ہے، ان حقوق کے ساتھ نہیں ہے جو قرض، امانت، عاریت اور خرید وفروخت کے سلسلے میں اس کے ذمہ ابھی باقی ہیں کیونکہ اسلام ان مطالبات کی ادائیگی کو معطل نہیں کرتا جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے بلکہ اسلام لانے کے بعد بھی اس پر لازم رہے گا کہ وہ ان مطالبات کی ادائیگی کرے جو اس پر اسلام لانے سے پہلے واجب تھے، البتہ اس حدیث تحت ایسے حقوق العباد آ سکتے ہیں جو زنا، چوری اور قتل وغارت گری کی صورت میں زمانہ اسلام سے قبل ناحق ضائع کر دیئے گئے تھے، اسلام کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔ اسلام کی دولت سے مستفیض ہونے کے بعد بھی چونکہ ایک مسلمان سے بتقاضائے بشریت گناہ سرزد ہو سکتے ہیں اس لئے ان کے کفارہ کے لئے اس حدیث نے حج اور ہجرت دو ایسے عمل بتادیئے کہ اگر یہ دونوں کام اپنی تمام شرائط کے ساتھ پورے کئے جائیں تو یہ حقوق اللہ کے لئے کفارہ بن جائیں گے بلکہ حج کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے یہ حقوق العباد کے لئے بھی کفارہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنے خزانہ قدرت سے صاحب حقوق کو اس کے حقوق دے کر اس بندہ کو ان حقوق سے دستبرداری دلا دے اور اسے معاف کر دے۔ (ترجمان السنۃ)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ |
| جن لوگوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کئے رکھتے ہیں۔ |

## مشرکین کی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

هُمْ "الَّذِيْنَ صَبَرُوْا" عَلَى أَذَى الْمُشْرِكِيْنَ وَالْهِجْرَةِ لِإِظْهَارِ الدِّين "وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ" فَيَرْزُقُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُوْنَ

جن لوگوں نے صبر کیا یعنی مشرکین کی تکالیف اور اظہار دین کیلئے ہجرت پر صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کئے رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ ان کو وہاں سے رزق عطا فرمائے گا جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہوگا۔

جو لوگ اللہ کی راہ میں ترک وطن کر کے، دوست، احباب، رشتے دار، کنبے تجارت کو اللہ کے نام پر ترک کر کے دین ربانی کی پاسبانی میں ہجرت کر جاتے ہیں ان کے اجر بیان ہو رہے ہیں کہ دونوں جہان میں یہ اللہ کے ہاں معزز ومحترم ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سبب نزول اس کا مہاجرین حبش ہوں جو مکے میں مشرکین کی سخت ایذائیں سہنے کے بعد ہجرت کر کے حبش چلے گئے کہ آزادی سے دین حق پر عامل رہیں۔ ان کے بہترین لوگ یہ تھے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ قریب قریب اسی آدمی تھے مرد بھی عورتیں بھی جو سب صدیق اور صدیقہ تھے اللہ ان سب سے خوش ہو اور انہیں بھی خوش رکھے۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے سچے لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے کہ

انہیں وہ اچھی جگہ عنایت فرمائے گا۔ جیسے مدینہ اور پاک روزی، مال کا بھی بدلہ ملا اور وطن کا بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے جیسی چیز کو چھوڑے اللہ تعالیٰ اسی جیسی بلکہ اس سے کہیں بہتر، پاک اور حلال چیز اسے عطا فرماتا ہے ان غریب الوطن مہاجرین کو دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حاکم و بادشاہ کر دیا اور دنیا پر ان کو سلطنت عطا کی۔ ابھی آخرت کا اجر وثواب باقی ہے۔ پس ہجرت سے جان چرانے والے مہاجرین کے ثواب سے واقف ہوتے تو ہجرت میں سبقت کرتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خوش ہو کہ آپ جب کبھی کسی مہاجر کو اس کا حصہ غنیمت وغیرہ دیتے تو فرماتے لو اللہ تمہیں برکت دے یہ تو دنیا کا اللہ کا وعدہ ہے اور ابھی اجر آخرت جو بہت عظیم الشان ہے، باقی ہے۔ پھر اسی آیت مبارک کی تلاوت کرتے ان پاکباز لوگوں کا اور وصف بیان فرماتا ہے کہ جو تکلیفیں اللہ کی راہ میں انہیں پہنچتی ہیں یہ انہیں جھیل لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر جو انہیں توکل ہے، اس میں کبھی فرق نہیں آتا، اسی لئے دونوں جہان کی بھلائیاں یہ لوگ اپنے دونوں ہاتھوں سے سمیٹ لیتے ہیں۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِمۡ فَسۡـئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ |
| اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے سو تم اہلِ ذکر سے |
| پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود معلوم نہ ہو۔ |

## اہل علم سے علم حاصل کرنے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ" لَا مَلَائِكَة "فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ" الْعُلَمَاء بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيل "إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ يَعْلَمُونَهُ وَأَنْتُمْ إِلَى تَصْدِيقهمْ أَقْرَب مِنْ تَصْدِيق الْمُؤْمِنِينَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور ہم نے آپ سے پہلے بھی مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے نہ کہ فرشتوں کو جن کی طرف ہم وحی بھیجتے تھے سو تم اہلِ ذکر یعنی جو تورات اور انجیل کے علماء ہیں ان سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود معلوم نہ ہو۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں اور ان کی تصدیق کرو کیونکہ ان کی تصدیق حضرت محمد ﷺ کے اہل ایمان کی تصدیق کے زیادہ قریب ہے۔

## سورہ نحل آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مشرکینِ مکہ کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اس طرح انکار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے برتر ہے کہ وہ کسی بشر کو رسول بنائے۔ انہیں بتایا گیا کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے ہمیشہ اس نے انسانوں میں سے مردوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا۔ (تفسیر خازن، سورہ نحل، بیروت)

## رسالت ونبوت کیلئے انسانیت کے انتخاب کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو

عرب نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور بالا ہے کہ وہ کسی انسان کو اپنا رسول بنائے جس کا ذکر قرآن میں بھی ہے۔فرماتا ہے آیت (اکان للناس عجبا) الخ،کیا لوگوں کو اس بات پر تعجب معلوم ہوا کہ ہم نے کسی انسان کی طرف اپنی وحی نازل فرمائی کہ وہ لوگوں کو آگاہ کر دے۔اور فرمایا ہم نے تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول بھیجے سبھی انسان تھے جن پر ہماری وحی آتی تھی۔ تم پہلی آسمانی کتاب والوں سے پوچھ لو کہ وہ انسان تھے یا فرشتے؟ اگر وہ بھی انسان ہوں تو پھر اپنے اس قول سے باز آؤ ہاں اگر ثابت ہو کہ سلسلہ نبوت فرشتوں میں ہی رہا تو بیشک اس نبی کا انکار کرتے ہوئے تم اچھے لگو گے۔اور آیت میں من اھل القری کا لفظ بھی فرمایا یعنی وہ رسول بھی زمین کے باشندے تھے، آسمان کی مخلوق نہ تھے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

## ائمہ مجتہدین کی تقلید غیر مجتہد پر واجب ہے

آیت مذکورہ کا یہ جملہ(آیت)فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اس جگہ اگرچہ ایک خاص مضمون کے بارے میں آیا ہے مگر الفاظ عام ہیں جو تمام معاملات کو شامل ہیں اس لئے قرآنی اسلوب کے اعتبار سے درحقیقت یہ اہم ضابطہ ہے جو عقلی بھی ہے نقلی بھی کہ جو لوگ احکام کو نہیں جانتے وہ جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں اور نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں اسی کا نام تقلید ہے یہ قرآن کا واضح حکم بھی ہے اور عقلاً بھی اس کے سوا عمل کو عام کرنے کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی امت میں عہد صحابہ سے لے کر آج تک بلا اختلاف اسی ضابطہ پر عمل ہوتا آیا ہے جو تقلید کے منکر ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کرتے کہ جو لوگ عالم نہیں وہ علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں اور یہ ظاہر ہے کہ ناواقف عوام کو علماء اگر قرآن وحدیث کے دلائل بتلا بھی دیں تو وہ ان دلائل کو بھی انہی علماء کے اعتماد پر قبول کریں گے ان میں خود دلائل کو سمجھنے اور پرکھنے کی صلاحیت تو ہے نہیں اور تقلید اسی کا نام ہے کہ نہ جاننے والا کسی جاننے والے کے اعتماد پر کسی حکم کو شریعت کا حکم قرار دے کر عمل کرے یہ تقلید وہ ہے جس کے جواز بلکہ وجوب میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں البتہ وہ علماء جو خود قرآن وحدیث کو اور مواقع اجماع کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کو ایسے احکام میں جو قرآن وحدیث میں صریح اور واضح طور پر مذکور ہیں اور علماء صحابہ وتابعین کے درمیان ان مسائل میں کوئی اختلاف بھی نہیں ان احکام میں وہ علماء براہ راست قرآن وحدیث اور اجماع پر عمل کریں ان میں علماء کو کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں لیکن وہ احکام ومسائل جو قرآن وسنت میں صراحۃً مذکور نہیں یا جن میں آیات قرآن اور روایات حدیث میں بظاہر کوئی تعارض نظر آتا ہے یا جن میں صحابہ وتابعین کے درمیان قرآن وسنت کے معنی متعین کرنے میں اختلاف پیش آیا ہے یہ مسائل واحکام محل اجتہاد ہوتے ہیں ان کو اصطلاح میں مجتہد فیہ مسائل کہا جاتا ہے ان کا حکم یہ ہے کہ جس عالم کو درجہ اجتہاد حاصل نہیں اس کو بھی ان مسائل میں کسی امام مجتہد کی تقلید ضروری ہے محض اپنی ذاتی رائے کے بھروسہ پر ایک آیت یا روایت کو ترجیح دے کر اختیار کرنا اور دوسری آیت یا روایت کو مرجوع قرار دے کر چھوڑ دینا اس کے لئے جائز نہیں۔

اسی طرح جو احکام قرآن وسنت میں صراحۃً مذکور نہیں ان کو قرآن وسنت کے بیان کردہ اصول سے نکالنا اور ان کا حکم شرعی متعین کرنا یہ بھی انہی مجتہدین امت کا کام ہے جن کو عربی زبان عربی لغت اور محاورات اور طریق استعمال کا نیز قرآن وسنت سے

متعلقہ تمام علوم کا معیاری علم اور ورع وتقویٰ کا اونچا مقام حاصل ہو جیسے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ شافعی، مالک احمد بن حنبل یا اوزاعی فقیہ ابواللیث وغیرہ جن میں اللہ تعالیٰ نے قرب زمانہ نبوت اور صحبت صحابہ وتابعین کی برکت سے شریعت کے اصول ومقاصد سمجھنے کا خاص ذوق اور منصوص احکام سے غیر منصوص کو قیاس کر کے حکم نکالنے کا خاص سلیقہ عطا فرمایا تھا ایسے مجتہد فیہ مسائل میں عام علماء کو بھی ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید لازم ہے ائمہ مجتہدین کے خلاف کوئی نئی رائے اختیار کرنا خطاء ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت کے اکابر علماء محدثین وفقہا امام غزالی، رازی، ترمذی، طحاوی مزنی ابن ہمام ابن قدامہ اور اسی معیار کے لاکھوں علماء سلف وخلف باوجود علوم عربیت وعلوم شریعت کی اعلیٰ مہارت حاصل ہونے کے ایسے اجتہادی مسائل میں ہمیشہ ائمہ مجتہدین کی تقلید ہی کے پابند رہے ہیں سب مجتہدین کے خلاف اپنی رائے سے کوئی فتویٰ دینا جائز نہیں سمجھا البتہ ان حضرات کو علم وتقویٰ کا وہ معیاری درجہ حاصل تھا کہ مجتہدین کے اقوال وآراء کو قرآن وسنت کیدلائل سے جانچتے اور پرکھتے تھے پھر ائمہ مجتہدین میں جس امام کے قول کو وہ کتاب وسنت کے ساتھ اقرب پاتے اس کو اختیار کر لیتے تھے مگر ائمہ مجتہدین کے مسلک سے خروج اور ان سب کیخلاف کوئی رائے قائم کرنا ہرگز جائز نہ جانتے تھے تقلید کی اصل حقیقت اتنی ہی ہے۔

اس کے بعد روز بروز علم کا معیار گھٹتا گیا اور تقویٰ وخدا ترسی کے بجائے اغراض نفسانی غالب آنے لگیں ایسی حالت میں اگر یہ آزادی دی جائے کہ جس مسئلہ میں چاہیں کسی ایک امام کا قول اختیار کرلیں اور جس میں چاہیں کسی دوسرے کا قول لیلیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہونا تھا کہ لوگ اتباع شریعت کا نام لے کر اتباع ہوی میں مبتلا ہو جائیں کہ جس امام کے قول میں اپنی غرض نفسانی پوری ہوتی نظر آئے اس کو اختیار کرلیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایسا کرنا کوئی دین وشریعت کا اتباع نہیں ہوگا بلکہ اپنی اغراض واہوا کا اتباع ہوگا جو باجماع امت حرام ہے علامہ شاطبی نے موافقات میں اس پر بڑی تفصیل سے کام کیا ہے۔

اس لئے متاخرین فقہا نے یہ ضروری سمجھا کہ عمل کرنے والوں کو کسی ایک ہی امام مجتہد کی تقلید کا پابند کرنا چاہئے یہیں سے تقلید شخصی کا آغاز ہوا جو درحقیقت ایک انتظامی حکم ہے جس سے دین کا انتظام قائم رہے اور لوگ دین کی آڑ میں اتباع ہوی کیشکار نہ ہو جائیں اس کی مثال بعینہ وہ ہے جو حضرت عثمان غنی نے باجماع صحابہ قرآن کے سبعۃ احرف (یعنی سات لغات) میں سے صرف ایک لغت کو مخصوص کر دینے میں کیا کہ اگرچہ ساتوں لغات قرآن ہی کے لغات تھے جبرئیل امین کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق نازل ہوئے مگر جب قرآن کریم عجم میں پھیلا اور مختلف لغات میں پڑھنے سے تحریف قرآن کا خطرہ محسوس کیا گیا تو باجماع صحابہ مسلمانوں پر لازم کر دیا گیا کہ صرف ایک ہی لغت میں قرآن کریم لکھا اور پڑھا جائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسی ایک لغت کے مطابق تمام مصاحف لکھوا کر اطراف عالم میں بھجوائے اور آج تک پوری امت اسی کی پابند ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ دوسرے لغات حق نہیں تھے بلکہ انتظام دین اور حفاظت قرآن از تحریف کی بناء پر صرف ایک لغت اختیار کرلیا گیا اسی طرح ائمہ مجتہدین سب حق ہیں ان میں سے کسی نے اختیار کی ہے اس کے نزدیک دوسرے ائمہ قابل تقلید نہیں بلکہ اپنی صواب دید اور اپنی سہولت جس امام کی تقلید میں دیکھی اس کو اختیار کرلیا اور دوسرے ائمہ کو بھی اسی طرح واجب الاحترام سمجھا۔

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○

واضح دلائل اور کتابوں کے ساتھ، اور ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم نازل فرمایا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ خوب

واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

## قرآن مجید میں دلائل ہونے کا بیان

"بِالْبَيِّنَاتِ" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ أَيْ أَرْسَلْنَاهُمْ بِالْحُجَجِ الْوَاضِحَة "وَالزُّبُر" الْكُتُب "وَأَنْزَلْنَا إِلَيْك الذِّكْر" الْقُرْآن "لِتُبَيِّن لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ" فِيهِ مِنْ الْحَلَال وَالْحَرَام "وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ" فِي ذَلِكَ فَيَعْتَبِرُونَ

یہاں پر بینات کا متعلق محذوف ہے۔ یعنی ہم نے واضح دلائل دے کر بھیجا اور کتابوں کے ساتھ بھیجا تھا، اور ہم نے آپ کی طرف ذکرِ عظیم قرآن نازل فرمایا ہے تا کہ آپ لوگوں کے لئے وہ خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف حلال وحرام کے احکام اتارے گئے ہیں اور تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ یعنی وہ اس میں قیاس کریں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بینت ۔ بمعنی معجزات وشواہد صدقِ پیغمبر۔ واضح دلائل۔ الزبر۔ الکتاب۔ کتابیں۔ اس کا واحد زبور ہے۔ بالبینت والزبر۔ اس کے متعلقات کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ لیکن آیت کے سیاق وسباق سے اس کا تعلق ارسلنا ہی سے ہے کہ جو انبیاء بھیجے گئے ان کی تائید وتصدیق روشن دلائل اور معجزات سے بھی کی گئی۔ اور احکام شرعیہ جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ اس کتاب الٰہیہ میں بیان کئے گئے جو ان کو دی گئی۔ ای ارسلنا ھم بالبینت والزبر ۔ الذکر۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ نصیحت نامہ۔ لتبین ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تبین ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تا کہ تو بیان کرے۔ کھول کھول کر۔ یتفکرون۔ مضارع جمع مذکر غائب (تا کہ) وہ غور وخوض کریں۔ اور حقائق کو سمجھیں۔

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○

تو کیا وہ لوگ جنھوں نے بری تدبیریں کی ہیں، اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے،

یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خیال بھی نہ ہو۔

## دارندوہ میں سازش کرنے والے کفار کی بدبختی کا بیان

"أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا" الْمَكَرَات "السَّيِّئَات" بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَار النَّدْوَة مِنْ تَقْيِيده أَوْ قَتْله أَوْ إِخْرَاجه كَمَا ذُكِرَ فِي الْأَنْفَال "أَنْ يَخْسِف اللَّه بِهِمْ الْأَرْض" كَقَارُونَ "أَوْ يَأْتِيَهُمْ.

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ" أَيْ مِنْ جِهَةٍ لَا تَخْطِرُ بِبَالِهِمْ وَقَدْ أُهْلِكُوا بِبَدْرٍ وَلَمْ يَكُونُوا يُقَدِّرُونَ ذَلِكَ،

تو کیا وہ لوگ جنہوں نے بری تدبیریں یعنی سازشیں کی ہیں، یعنی جو دارندوہ میں نبی کریم ﷺ کے خلاف آپ کے قتل یا قید یا اخراج (نعوذ باللہ) کے بارے میں جس طرح سورہ انفال میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ کفار اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے، جس طرح قارون کو زمین میں دھنسا دیا یا ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خیال بھی نہ ہو۔ یعنی ایسی جہت سے جہاں سے ان کو کوئی خطرہ نہ ہو اور یقیناً وہ غزوہ بدر میں ہلاک کر دیئے گئے۔ کیونکہ وہ اس عذاب سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

## نبی کریم ﷺ کے خلاف کفار و مشرکین کی سازش کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے ایک روز رات کے وقت (دار الندوہ) میں اپنی مجلس مشاورت منعقد کی (جس میں ابلیس شیطان بھی ایک نجدی شیخ کی صورت میں شریک ہوا) چنانچہ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ صبح ہوتے ہی اس شخص کی مشکیں کس لو (یعنی رسیوں سے باندھ کر قید میں ڈال دو)" اس شخص" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، بعض نے یہ رائے دی کہ (نہیں بلکہ اس کو قتل کر ڈالو اور بعض نے (حقارت کے ساتھ) یہ کہا کہ اس کو اپنی سرزمین سے نکال کر باہر کرو یعنی جلا وطن کر دو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (قریش مکہ کے مشورہ و فیصلہ سے) آگاہ کر دیا (اور حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلا دیں اور (ابوبکر کو ساتھ لے کر) مکہ سے نکلے اور غار ثور میں جا چھپے، ادھر قریش مکہ نے یہ سمجھ کر پوری رات علی کی نگرانی میں رات گزار دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی گھر کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا سمجھ کر پوری رات گھر کی نگرانی کرتے رہے) یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے (یعنی قریش مکہ نے) اس (بستر) پر (کہ حضرت علی سوئے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کر کے) دھاوا بول دیا لیکن جب انہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے) حضرت علی کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدخواہی کو انہی پر لوٹا دیا تو (وہ بڑے سٹپٹائے اور) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ تمہارا یہ دوست (جس کا یہ بستر ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں گیا؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ قریش مکہ (صورت حال کو سمجھ کر فوراً حرکت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ کر پکڑ لانے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل پڑے، یہاں تک کہ جبل ثور تک پہنچ گئے مگر وہاں قدموں کے نشان مشتبہ ہو گئے تھے (جس کی وجہ سے ان کو آگے رہنمائی نہیں مل سکی) پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چھپے ہوں گے) لیکن انہوں نے غار کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چھپے ہوں.

6 گے ) لیکن انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا (اس طرح وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر واپس ہو گئے ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن اسی غار میں چھپے رہے۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 522 )

| |
|---|
| اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ٥اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ٥ |
| یا وہ انہیں ان کے چلنے پھرنے کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یا وہ انہیں خوفزدہ ہونے پر |
| پکڑ لے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکنے کا بیان

"اَوْ يَأْخُذهُمْ فِي تَقَلُّبهمْ " فِي أَسْفَارهمْ لِلتِّجَارَة "فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ" بِفَائِتِي الْعَذَاب "أَوْ يَأْخُذهُمْ عَلَى تَخَوُّف "تَنَقُّص شَيْئًا فَشَيْئًا حَتَّى يَهْلِك الْجَمِيع حَال مِنْ الْفَاعِل أَوْ الْمَفْعُول "فَإِنَّ رَبّكُمْ لَرَءُوف رَحِيم" حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلهُمْ بِالْعُقُوبَةِ

یا وہ انہیں ان کے چلنے پھرنے یعنی تجارت کے سفروں کے دوران پکڑ لے۔ سو وہ کسی طرح عاجز کرنے والے نہیں۔ یعنی عذاب سے بچ سکنے والے نہیں ہیں۔

یا وہ انہیں خوفزدہ ہونے پر پکڑ لے۔ یعنی اتنا کمزور کر دے یہاں تک وہ ہلاک ہو جائے۔ یہاں پر تخوف یہ فاعل یا مفعول سے حال ہے۔ پس بے شک تمھارا رب یقیناً بہت نرمی کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ یعنی وہ ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔

## عذاب کے مقام سے روتے ہوئے گزرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان لوگوں کے ٹھکانوں میں جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا روتے ہوئے داخل ہونا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان جیسی مصیبت تم پر بھی آ جائے۔ (پس وہ مقام عبرت ہوتے ہیں ) ( صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 640)

## قوم ثمود کی برباد بستیوں سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو (صحابہ رضی اللہ عنہم سے ) فرمایا کہ تم ان لوگوں کے مکانات (کے کھنڈرات ) میں نہ گھسنا۔

جنہوں نے (کفر اختیار کر کے اور اپنی طرف بھیجے گئے اللہ کے پیغمبر علیہم السلام کو جھٹلا کر ) خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے الا یہ کہ تم رونے والے ہو (یعنی اگر تم ان کھنڈرات کی صورت میں اس بدنصیب قوم کا المناک انجام دیکھ کر اور ان لوگوں کے سیاہ کارناموں کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنا چاہو۔ تو اس جگہ کو دیکھ سکتے ہو نیز تم اس جگہ سے غفلت ولاپرواہی کے ساتھ نہ گزرو ) کہ مبادا تم پر بھی وہی

مصیبت نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوئی تھی ( کیونکہ ایسی جگہوں سے غفلت و بے پروائی کے ساتھ گزرنا اور عبرت نہ پکڑنا قساوت قلبی اور خوف اللہ کے فقدان کی علامت ہے۔ اور یہ چیز عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا باعث بن سکتی ہے، یا یہ مراد ہے کہ تم یہاں اللہ کا خوف کھاؤ اور اور عبرت پکڑو کہ مبادا تم سے بھی وہی اعمال صادر ہونے لگیں جو اس قوم کے لوگوں کا شیوہ تھے اور پھر تمہیں بھی سزا بھگتنی پڑے ) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر سے اپنا سر ڈھانک لیا اور تیز تیز چل کر اس علاقہ سے گزر گئے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1049)

حجر اس جگہ کا نام ہے جو مشہور پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا مسکن تھی! حجاز کے شمالی علاقہ میں، جس کا نام مدین ہے، ایک تاریخی وادی ہے جس کا نام وادی قری ہے اسی وادی میں تبوک سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر یہ جگہ واقع ہے یہاں قوم ثمود کی بستیاں تھیں، اس قوم نے جب طغیانی و سرکشی میں حد سے تجاوز کیا اور اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے بنائے ہوئے راستہ پر چلنے کے بجائے ان کو جھٹلایا، ان کو سخت تکلیفیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کی ساری بستیاں تباہ کر دی گئیں، ان بستیوں کے آثار و کھنڈرات اب بھی موجود ہیں اور زبان حال سے عبرت پذیر لوگوں کو قوموں کے عروج و زوال کی داستان سناتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ کے لئے تبوک جا رہے تھے یا غزوہ سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر اسی علاقہ سے ہوا، چنانچہ اس حدیث کا تعلق اسی وقت سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے سر پر چادر ڈال کر اس جگہ سے جلدی گزرنا جیسا کہ کسی جگہ سے کوئی خوفزدہ شخص جلد سے جلد گزر جاتا ہے، اس وجہ سے تھا تاکہ آپ کی نظر مبارک اس تباہ شدہ قوم کے مکانات کھنڈرات پر نہ پڑے۔ اور حقیقت میں آپ کا یہ عمل مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے تھا تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں، چنانچہ آپ نے پہلے تو قول کے ذریعہ لوگوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا اور پھر از راہ تاکید اپنے فعل کے ذریعہ بھی توجہ دلائی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے اس طرح گزرنا اس بناء پر تھا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف اللہ کا نہایت غلبہ رہتا تھا اور عذاب الٰہی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ لرزاں کر دیا کرتے تھے جیسا کہ ایک ارشاد میں فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ واخشاکم۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس جگہ نہ تو کچھ کھائیں اور نہ وہاں کا پانی پئیں۔ بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے سرکش بندوں اور ظالموں کے مکانات اور ان کی جگہوں میں نہ تو رہائش اختیار کی جائے اور نہ ان کے علاقوں کو اپنا وطن بنایا جائے۔

## اللہ کے عذاب کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں ہے

اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک ارض و سماوات اپنے حلم کا باوجود علم کے باوجود اور اپنی مہربانی کے باوجود بیان فرماتا ہے کہ وہ اگر چاہے اپنے گنہگار بدکردار بندوں کو زمین میں دھنسا سکتا ہے۔ بے خبری میں ان پر عذاب لا سکتا ہے لیکن اپنی غایت مہربانی سے

درگزر کئے ہوئے ہے جیسے سورہ تبارک میں فرمایا اللہ جو آسمان میں ہے کیا تم اس کے غضب سے نہیں ڈرتے؟ کہ کہیں زمین کو دلدل بنا کر تمہیں اس میں دھنسا نہ دے کہ وہ تمہیں ہچکولے ہی لگاتی رہا کرے کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ سے ڈر نہیں لگتا کہ کہیں وہ تم پر آسمان سے پتھر نہ برسادے۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے کہ میرا ڈرانا کیسا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے مکار، بد کردار لوگوں کو ان کے چلتے پھرتے، آتے، کھاتے، کماتے ہی پکڑ لے۔ سفر حضرات دن جس وقت چاہے، پکڑ لے جیسے فرمان ہے آیت (اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ،الاعراف:97)، کیا بستی والے اس سے نڈر ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ہمارا عذاب رات میں ان کے سوتے سلاتے ہی آ جائے۔ یا دن چڑھے ان کے کھیل کود کے وقت ہی آ جائے۔ اللہ کو کوئی شخص اور کوئی کام عاجز نہیں کر سکتا وہ ہارنے والا، تھکنے والا اور ناکام ہونے والا نہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود ڈر خوف کے انہیں پکڑ لے تو دونوں عتاب ایک ساتھ ہو جائیں ڈر اور پھر پکڑ۔ ایک کو اچانک موت آ جائے دوسرا ڈرے اور پھر مرے۔ لیکن رب العلی، رب کائنات بڑا ہی رؤف و رحیم ہے اس لئے جلدی نہیں پکڑتا۔

بخاری و مسلم میں ہے خلاف طبع باتیں سن کر صبر کرنے میں اللہ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ لوگ اس کی اولاد ٹھہرتے ہیں اور وہ انہیں رزق و عافیت عنایت فرماتا ہے۔ بخاری مسلم میں ہے اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب پکڑ نازل فرماتا ہے پھر اچانک تباہ ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ○ |
| اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور |
| بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔ |

## مخلوقات کے سائے کا سجدہ کرنے کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْء " لَهُ ظِلّ كَشَجَرَةٍ وَجَبَل "يَتَفَيَّأ" تَتَمَيَّل "ظِلَاله عَنْ الْيَمِين وَالشَّمَائِل " جَمْع شِمَال أَيْ عَنْ جَانِبَيْهِمَا أَوَّل النَّهَار وَآخِره "سُجَّدًا لِلَّهِ " حَال أَيْ خَاضِعِينَ لَهُ بِمَا يُرَاد مِنْهُمْ "وَهُمْ" أَيْ الظِّلَال "دَاخِرُونَ" صَاغِرُونَ نُزِّلُوا مَنْزِلَة الْعُقَلَاء ،

اور کیا انھوں نے اس کو نہیں دیکھا جسے اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کیلئے سایہ ہے جس طرح درخت اور پہاڑ کا سایہ ہے۔ جو بھی چیز ہو کہ اس کے سائے دائیں طرف سے اور بائیں طرفوں سے اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے ڈھلتے ہیں، یہاں پر شمائل یہ شمال کی جمع ہے یعنی دن کے پہلے حصے اور آخر حصے میں ان دونوں اجانب سے سجدہ کرتے ہیں۔ یہاں پر سجدا ظلالہ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی جو ان سے مطلوب ہے۔ اس حال میں کہ وہ عاجز ہیں۔ یعنی وہ سائے ہیں جو جن کو اہل عقل کے حکم میں لا کر بیان کیا گیا ہے۔

## سورہ نحل آیت ۴۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھنے کا اجر تہجد کی نماز پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت (کائنات کی) ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُه عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ، کیا وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے دائیں اور بائیں جھکے جا رہے ہیں۔اور نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1073)

اللہ تعالیٰ ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلالت کبریائی اور بے ہمتائی کا خیال کیجئے کہ ساری مخلوق عرش سے فرش تک اس کے سامنے مطیع اور غلام۔جمادات وحیوانات، انسان اور جنات، فرشتے اور کل کائنات، اس کی فرماں بردار، ہر چیز صبح شام اس کے سامنے ہر طرح سے اپنی عاجزی اور بیکسی کا ثبوت پیش کرنے والی، جھک جھک کر اس کے سامنے سجدے کرنے والی۔مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج ڈھلتے ہی تمام چیزیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑتی ہیں ہر ایک رب العالمین کے سامنے ذلیل وپست ہے، عاجز وبےبس ہے۔پہاڑ وغیرہ کا سجدہ ان کا سایہ ہے، سمندر کی موجیں اس کی نماز ہے۔انہیں گویا ذوی العقول سمجھ کر سجدے کی نسبت ان کی طرف کی۔اور فرمایا زمین وآسمان کے کل جاندار اس کے سامنے سجدے میں ہیں۔

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ |
| اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے، اور فرشتے اور وہ غرور نہیں کرتے۔ |

## زمین وآسمان کی مخلوق کا بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ یَسْجُد مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْأَرْض مِنْ دَابَّة " أَیْ نَسَمَة تَدِبّ عَلَیْهَا أَیْ تَخْضَع لَهُ بِمَا یُرَاد مِنْهَا وَغَلَبَ فِی الْإِتْیَان بِمَا لَا یَعْقِل لِكَثْرَتِهِ "وَالْمَلَائِكَة" خَصَّهُمْ بِالذِّكْرِ تَفْضِیلًا "وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُونَ" یَتَكَبَّرُونَ عَنْ عِبَادَته،

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں چلنے والا ہے، یعنی وہ جو زمین پر چلتے ہیں اور وہی مانتے ہیں جو ان سے مطلوب ہوتا ہے۔اور غلبے کی وجہ سے لایا گیا ہے۔کیونکہ اکثر غیر ذوی العقول ہیں۔اور فرشتے یہاں پر فرشتوں کا ذکر ان کے شرف کی وجہ سے کیا گیا ہے۔اور وہ غرور نہیں کرتے۔یعنی اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔

## سورج کے سجدہ کرنے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں داخل ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، جب

آفتاب ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے، میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس رسول زیادہ جاننے والے ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ جاتا ہے اور سجدہ کی اجازت چاہتا ہے تو اسے سجدہ کی اجازت دی جاتی ہے اور گویا اس سے کہا گیا کہ لوٹ جا جہاں سے تو آیا ہے تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا، پھر آپ نے ذٰلِكَ مُسْتَقَرٌّ لَهَا ، یہ اس کا مستقر ہے۔ جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرات میں ہے پڑھی۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2321)

| |
|---|
| يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ السجدة |
| اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔ |

## فرشتوں پر خوف الٰہی ہونے کا بیان

"يَخَافُوْنَ" أَيْ الْمَلَائِكَة حَال مِنْ ضَمِير يَسْتَكْبِرُوْنَ "رَبّهمْ مِنْ فَوْقهمْ" حَال مِنْ هُمْ أَيْ عَالِيًا عَلَيْهِمْ بِالْقَهْرِ "وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ" بِهِ

فرشتوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنے رب کا خوف کھاتے ہیں یعنی وہی ان سے کے اوپر ہے اور ان پر اس کی قدرت ہے اور وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم ہو۔

## سجدہ تلاوت کے وجوب کا بیان

قرآن پاک کے ان مقامات میں پڑھنے اور سننے والے دونوں پر یہ سجدے واجب ہیں۔ اس بات کا کوئی لحاظ و اعتبار نہیں کہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ پس جب امام نے سجدہ والی آیت تلاوت کی تو اس کے ساتھ مقتدی بھی سجدہ کرے گا اب اگر مقتدی نے سجدہ کی آیت تلاوت کر ڈالی تو اس سے نہ تو امام پر سجدہ لازم آتا ہے اور نہ ہی مقتدی پر کوئی سجدہ ہے اور اگر لوگوں نے نماز میں ایسے آدمی سے سجدہ کی آیت سن لی جو ان کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہے تو وہ اس آیت کا سجدہ نماز میں نہیں کریں گے بلکہ وہ اس آیت کا سجدہ نماز کے بعد ادا کریں گے۔

اور اگر انہوں نے یہ سجدہ نماز میں ہی کر لیا تو نہ تو ان کی طرف سے یہ سجدہ ادا ہوگا اور ان کی نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور جس کسی نے نماز سے باہر آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ نہ کیا یہاں تک اس نے نماز شروع کر لی اور پھر وہی آیت سجدہ تلاوت کی اور اس کا سجدہ کر لیا تو اس کے اس آیت کو دو دفعہ پڑھنے پر بھی اس کی طرف سے یہ سجدہ کافی ہوگا۔

اور اگر اس نے سجدہ والی آیت نماز سے باہر تلاوت کی تو اب دوبارہ سجدہ کرے گا کیونکہ اب پہلا سجدہ کافی ثابت نہیں ہوگا اور جس کسی نے ایک ہی مجلس میں کوئی آیت سجدہ بار بار پڑھی تو اسے ان تمام کے لئے ایک ہی سجدہ کر لینا کافی ہوگا اور جو آیت کا سجدہ کرنے کا ارادہ کرے تو وہ تکبیر کہے مگر سر کو نہ اٹھائے اور سجدہ کرے پھر تکبیر کہتے ہوئے سر اٹھائے لیکن اس پر نہ تو تشہد پڑھنا ہے اور نہ ہی سلام پھیرنا ہے۔ (قدروی، باب سجدہ تلاوت، لاہور)

## سجدہ تلاوت کے وجوب میں فقہ حنفی وشافعی کا اختلاف کا بیان

علامہ ابن مازہ بخاری حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ ہمارے نزدیک تلاوت کا سجدہ واجب ہے۔ جبکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سجدہ تلاوت سنت ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے آیت سجدہ پڑھی۔ اورانہوں نے سجدہ نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ نے بھی سجدہ نہیں کیا۔ اورانہوں نے کہا کہ آپ ﷺ ہمارے امام ہیں۔ اگر آپ نے سجدہ کیا تو ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کریں گے۔ لہٰذا اگر سجدہ تلاوت واجب ہوتا تو حضرت زید سجدہ ترک نہ کرتے اور نہ ہی نبی کریم ﷺ سجدے کو ترک فرماتے۔

جبکہ ہماری دلیل یہ ہے کہ سجدے آیات کی دلالت وجوب پر ہے کیونکہ بعض آیات میں سجدہ کرنے کا امر ہے۔ اور بعض آیات میں ترک سجدہ پر وعید کا ذکر ہوا ہے۔ لہٰذا ان آیات سجدہ میں حکم امر اور ترک سجدہ پر وعید والی آیات سے استدلال یہ ہے کہ سجدہ کرنا واجب ہے۔ (محیط برہانی فی فقہ نعمانی، ج ۲، ص ۳۴، بیروت)

## تلاوت کرنے والے اور سننے والے دونوں پر سجدہ تلاوت واجب ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے قرآن کریم پڑھتے اور جب سجدے کی کسی آیت پر پہنچتے تو تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کرتے تھے۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے یہ بات بصراحت معلوم ہوگئی کہ سجدہ تلاوت قاری (یعنی قرآن کریم پڑھنے والے) اور سامع (یعنی تلاوت سننے والے) دونوں پر واجب ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو آیت سجدہ کے ساتھ کچھ اور آیتیں بھی ملا کر پڑھی ہوں گی یا پھر محض آیت سجدہ بیان جواز کے لیے پڑھی ہوگی، کیونکہ حنفیہ کے مسلک کے مطابق صرف آیت سجدہ کی تلاوت کرنا خلاف استحباب ہے۔

سواریوں والے اپنے ہاتھ ہی پر سجدہ کرتے تھے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی سواریوں مثلاً گھوڑے وغیرہ پر بیٹھے ہوئے تھے وہ اپنے ہاتھوں کو زین وغیرہ پر رکھ کر ان پر سجدہ کرتے تھے اس طرح انہیں حالت سجدہ میں زمین کی سی سختی حاصل ہو جاتی تھی۔

حضرت ابن ملک فرماتے ہیں کہ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی آدمی گردن جھکا کر اپنے ہاتھوں پر سجدہ کرے تو اس کا سجدہ جائز ہو جائے گا اور یہی قول حضرت امام ابوحنیفہ کا ہے البتہ حضرت امام شافعی کا یہ قول نہیں ہے۔

ابن ملک نے حضرت امام اعظم کا جو یہ قول ذکر کیا ہے یہ ان کے مسلک میں غیر مشہور ہے چنانچہ شرح منیہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی ہجوم واژدہام کی وجہ سے اپنی ران پر سجدہ کرلے تو جائز ہوگا اسی طرح ران کے علاوہ کسی دوسرے عضو پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے جب کہ اسے کوئی ایسا عذر پیش ہو جو سجدہ کرنے سے مانع ہو، بغیر عذر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا نیز اگر کوئی آدمی اپنا ہاتھ زمین پر رکھ کر اس پر سجدہ کرلے تو اگرچہ اسے کوئی عذر نہ ہو یہ جائز ہے مگر مکروہ ہوا۔

ابن ہمام نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی بیمار ہو سجدے کی کوئی آیت پڑھے اور سجدہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اسے سجدے کا اشارہ کر لینا کافی ہوگا۔

## سجود تلاوت کی آیات کی تعداد میں فقہی مذاہب اربعہ

ائمہ کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ قرآن کریم میں کل کتنی آیتیں ایسی ہیں جن کے پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت امام احمد نے اس حدیث کے مطابق کہا ہے کہ ایسی آیتیں پندرہ ہیں جن کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے چنانچہ انہوں نے اس حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیت سجدہ کی تعداد چودہ ہے۔ اس طرح کہ سورہ حج میں تو دو سجدے ہیں اور سورہ ص میں کوئی سجدہ نہیں ہے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں آیت سجدہ کی تعداد گیارہ ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ سورہ ص، سورۂ نجم، سورۂ انشقت اور سورۂ اقرا میں سجدہ نہیں ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول قدیم بھی یہی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کل سجدوں کی تعداد چودہ ہے اس طرح کہ سورہ حج میں دو سجدے نہیں ہیں بلکہ ایک ہی سجدہ ہے جو دوسرے رکوع میں ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص کی یہ حدیث جس سے سجدوں کی تعداد پندرہ ثابت ہوتی ہے ضعیف ہے اور اس کو دلیل بنانا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ اس کے بعض راوی مجہول ہیں۔

| |
|---|
| وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ |
| اور اللہ نے فرما دیا دو خدا نہ ٹھہراؤ، وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھ ہی سے ڈرو۔ |

## دو معبود ماننے کی ممانعت کا بیان

"وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَهَيْنِ اثْنَيْنِ" تَأْكِيد "إِنَّمَا هُوَ إِلَه وَاحِد" أَتَى بِهِ لِإِثْبَاتِ الْإِلَهِيَّة وَالْوَحْدَانِيَّة "فَإِيَّايَ فَارْهَبُونِ" خَافُونِ دُون غَيْرِي وَفِيهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة

اور اللہ نے فرما دیا دو خدا نہ ٹھہراؤ، یہاں اثنین یہ تاکید ہے، وہ تو ایک ہی معبود ہے یعنی اسی کیلئے الوہیت و توحید ثابت ہے۔ تو مجھ ہی سے ڈرو۔ یعنی تم میرے علاوہ سے نہیں بلکہ مجھ سے ڈرو، اس میں غیبت کی طرف التفات ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لا تتخذوا الٰهین اثنین ۔ دو معبود مت اختیار کرو یہ تعدد کی نفی ہے دو کثرت و تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے جب دو کی نفی ہوئی تو اس سے زیادہ کی نفی خود بخود ہوگئی۔

**فارھبون** ۔امر۔جمع مذکر حاضر۔ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔تم مجھ سے ڈرو۔(باب سمع) رھبۃ سے۔بے تابی اور بے چینی کے ساتھ ڈرنا۔

**انما ھو الہ واحد فایای فارھبون** ۔صیغہ غائب کے معا بعد صیغہ متکلم کی طرف انتقال صفتِ التفات کہلاتا ہے۔اور عربی اسلوب بلاغت میں یہ ایک اعلیٰ صفت ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔غائب سے متکلم کی طرف التفات اپنی کبریائی اور عنایات کی طرف توجہ دلانا۔یا ترہیب میں شدت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

## اللہ کی توحید کا اثبات اور شرک کے رد کا بیان

اللہ واحد کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، وہ لاشریک ہے، وہ ہر چیز کا خالق ہے، مالک ہے، پالنہار ہے۔اسی کی خالص عبادت دائمی اور واجب ہے۔اس کے سو دوسروں کی عبادت کے طریقے نہ اختیار کرنے چاہئیں۔آسمان و زمین کی تمام مخلوق خوشی یا ناخوشی اس کی ماتحت ہے۔سب کو لوٹایا جانا اسی کی طرف ہے، خلوص کے ساتھ اسی کی عبادت کرو۔اسکے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے سے بچو۔دینِ خالص صرف اللہ ہی کا ہے آسمان و زمین کی ہر چیز کا مالک وہی تنہا ہے۔نفع نقصان اسی کے اختیار میں ہے، جو کچھ نعمتیں بندوں کے ہاتھ میں ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں، رزق نعمتیں عافیت تصرف اسی کی طرف سے ہے۔اسی کے فضل و احسان بدن پر ہیں۔اور اب بھی ان نعمتوں کے پالنے کے بعد بھی تم اس کے ویسے ہی محتاج ہو مصیبتیں اب بھی سر پر منڈلا رہی ہیں۔سختی کے وقت وہی یاد آتا ہے اور گڑگڑا کر پوری عاجزی کے ساتھ کٹھن وقت میں اسی کی طرف جھکتے ہو۔

## دو خداؤں کا عقیدہ رکھنے والے مجوسی مذہب کا تعارف

عہد نبوی میں ایران میں مجوسی مذہب رائج تھا یہ لوگ سورج پرست اور آتش پرست تھے۔اپنے آپ کو سیّدنا نوح کا پیروکار بتاتے اور باقی سب نبیوں کے دشمن تھے۔ان کے عقیدہ کے مطابق خدا ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔ایک خیر اور نور کا خدا جسے وہ یزدان کہتے تھے، دوسرا بدی اور تاریکی کا خدا جسے وہ اہرمن کہتے تھے۔یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں کا نام زند اور اوستا بتاتے تھے اور اہل عرب ان سے متعارف تھے۔انہیں لوگوں کے عقیدہ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دو الہ بنانا چھوڑ دو کیونکہ اس کائنات کا الہ صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور دو خدا آپس میں برابر کی چوٹ ہوتے تو یقیناً ان میں کائنات میں تصرف کے سلسلہ میں جھگڑا ہو جاتا۔پھر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کرتا۔اس طرح یہ نظام کائنات کب کا درہم برہم ہو چکا ہوتا۔جب تمہیں تجربہ سے معلوم ہے کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔نہ ہی کسی مملکت کے دو حکمران ہو سکتے ہیں۔پھر اس کائنات میں دو خداؤں کی خدائی کا تصور کیسے درست سمجھا جا سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ○ |
| اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اور عبادت بھی ہمیشہ اسی کی ہے، پھر کیا اللہ کے غیر سے ڈرتے ہو۔ |

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی ہے

"وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ " مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا "وَلَهُ الدِّينُ" الطَّاعَة "وَاصِبًا" دَائِمًا حَال مِنْ الدِّين وَالْعَامِل فِيهِ مَعْنَى الظَّرْف "أَفَغَيْر اللَّه تَتَّقُونَ" وَهُوَ الْإِلَه الْحَقّ وَلَا إلَه غَيْره وَالِاسْتِفْهَام لِلْإِنْكَارِ وَالتَّوْبِيخ،

اور اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں بادشاہت، مخلوق اور غلام ہیں۔اور عبادت بھی ہمیشہ اسی کی ہے، اور اسی کیلئے دین یعنی طاعت ہے واصبا یہاں من الدین سے حال ہے۔اور معنی ظرف اس میں عامل ہے۔ پھر کیا اللہ کے غیر سے ڈرتے ہو۔حالانکہ معبود برحق وہی ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔یہاں استفہام انکاری وتوبیخی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

واصبا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔دوامی۔ہمیشہ۔جاودانی۔لازوال۔قائم رہنے والا۔الدین ضمیر کا حال ہے۔یہاں الدین سے مراد اطاعت ہے۔وله الدين واصبا طہ۔اطاعت ہمیشہ اسی کو سزاوار ہے۔

واصبا وصوب سے مشتق ہے۔(باب ضرب)اور اگر بذریعہ علی مصدر سمع ہو تو بیمار ہونا کے معنی ہوتے ہیں۔لیکن یہاں پہلے معنی ہی میں مستعمل ہے۔

افغیر اللہ تتقون (تو کیا اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو) میں الف استفہامیہ ہے اور تعجب اور توبیخ کے لئے ہے۔معنی یہ ہیں کہ: کیا اس ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے علم کے باوجود اور اس علم کے باوجود کہ وہی حاجت روا ہے تم دوسرے معبودانِ باطل سے ڈرتے ہو؟

## اللہ کیلئے حق عبادت ہونے کا بیان

حصر وقصر کے انداز واسلوب میں ارشاد فرمایا گیا کہ اسی کا حق ہے لازمی اور دائمی اطاعت عبادت، کہ معبود برحق وہی اور صرف وہی ہے۔اس کائنات اور اس کی ہر نعمت کا خالق ومالک بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔پس اطاعت مطلقہ بھی اسی کا حق ہے۔

"واصب" کے معنی لازم کے بھی کیے گئے ہیں (محاسن التاویل) اور اس کے معنی دائم کے بھی گئے ہیں۔(المراغی) سو ان دونوں معنوں کے ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اسی کا حق ہے لازمی ودائمی اطاعت کہ معبود برحق اور مطاع مطلق بہر حال وہی وحدہ لاشریک ہے۔اور جب آسمانوں اور زمین کی اس ساری کائنات اور اس کی تمام نعمتوں کا خالق ومال بھی وہی ہے اور اس سب میں حکم وتصرف بھی اسی کا چلتا ہے تو اطاعت مطلقہ کا حقدار بھی وہی وحدہ لاشریک ہے۔دنیا کی اس عارضی اور فانی زندگی میں بھی اور آخرت کے اس حقیقی اور ابدی جہاں میں بھی جو اس دنیا کے بعد آنے والا ہے۔

| |
|---|
| وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ٥ |
| اور تمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے سو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے، پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے |
| تو تم اسی کے آگے گریہ وزاری کرتے ہو۔ |

## مصائب وتکالیف میں اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا بیان

"وَمَا بِكُمْ مِنْ نِعْمَة فَمِنَ اللّٰه" لَا يَاْتِي بِهَا غَيْره وَمَا شَرْطِيَّة أَوْ مَوْصُولَة "ثُمَّ إِذَا مَسَّكُمْ" أَصَابَكُمْ "الضُّرّ" الْفَقْر وَالْمَرَض "فَإِلَيْهِ تَجْأَرُونَ" تَرْفَعُونَ أَصْوَاتكُمْ بِالِاسْتِغَاثَةِ وَالدُّعَاء وَلَا تَدْعُونَ غَيْره

اور تمہیں جو نعمت بھی حاصل ہے سو وہ اللہ ہی کی جانب سے ہے، یعنی اس کے غیر سے نہیں آئی ہے۔ یہاں پر ما شرطیہ یا موصولہ ہے۔ پھر جب تمہیں تکلیف یعنی فقر ومرض پہنچتی ہے تو تم اسی کے آگے گریہ وزاری کرتے ہو۔ یعنی مدد مانگنے اور دعا کیلئے اپنی آوازوں کو بلند کرتے ہو اور تم اس کے غیر کو اس وقت نہیں پکارتے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وما بکم من نعمة اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمتوں میں سے۔ یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں۔ تجئرون۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جار یجئر (فتح) جوار۔ الجوار کے اصلی معنی جنگلی جانوروں کے چلانے کے ہیں۔ بلند آواز سے مدد کے لئے پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جار (جار) مادہ۔ تجئرون تم گڑگڑا کر چیخ چیخ کر مدد کے لئے اس کو پکارتے ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لا تجئروا الیوم انکم منا لا تنصرون، آج چلا چلا کر مدد کے لئے مت پکارو۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی۔

## مصیبت کے وقت اللہ کی بارگاہ میں نیک اعمال کا وسیلہ پیش کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلی امت میں سے تین آدمی راستہ چل رہے تھے یہاں تک کہ ایک غار میں رات کو پناہ لینے کے لئے داخل ہوئے پہاڑ سے ایک چٹان آکر گری جس نے غار کا منہ بند کر دیا ان لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ تم اس چٹان سے نجات نہیں پا سکتے بجز اس صورت کے کہ اللہ سے اپنے بہترین عمل کے واسطہ سے دعا کرو اس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میں ان سے پہلے کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا نہ بیوی بچوں کو اور نہ لونڈی غلاموں کو ایک دن کسی چیز کی تلاش میں میں بہت دور چلا گیا میں ان کے پاس اس وقت واپس ہوا کہ دونوں سو چکے تھے میں نے ان دونوں کے لئے دودھ دوہا تو میں نے ان کو سویا ہوا پایا اور مجھے ناپسند تھا کہ ان سے پہلے بیوی بچوں یا لونڈی غلاموں کو پلاؤں چنانچہ میں ٹھہرا رہا اور پیالہ میرے ہاتھ میں تھا میں ان کے جاگنے کا انتظار کر رہا تھا یہاں تک کہ صبح ہوگئی تو وہ بیدار ہوئے اور دودھ پیا اے میرے اللہ اگر میں نے یہ صرف تیری رضا کی خاطر کیا ہے تو ہم سے اس

مصیبت کو دور کر دے جس میں اس چٹان کے سبب سے ہم گرفتار ہیں وہ چٹان کچھ ہٹ گئی لیکن وہ نکل نہیں سکتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور دوسرے نے کہا اے میرے اللہ میری ایک چچازاد بہن تھی وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب تھی میں نے اس سے برا کام چاہا لیکن وہ رکی رہی یعنی راضی نہ ہوئی یہاں تک کہ ایک سال سخت ضرورت سے دوچار ہوئی تو وہ میرے پاس آئی میں نے اسے ایک سو بیس دینار دیئے اس شرط پر کہ وہ میرے اور اپنی ذات کے درمیان حائل نہ ہو یعنی ہم بستر ہونے دے وہ راضی ہوگئی یہاں تک کہ جب میں اس پر قادر ہوا تو اس نے کہا کہ میں تجھے اس کی اجازت نہیں دیتی کہ تو مہر کو ناحق توڑے چنانچہ میں نے اس سے ہم بستر ہونے کو گناہ سمجھا اور اس سے الگ ہو گیا حالانکہ وہ مجھ کو تمام لوگوں سے پیاری تھی اور میں نے وہ سونا بھی چھوڑ دیا جو اس کو میں نے دیا تھا اے میرے معبود اگر میں نے یہ صرف تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس مصیبت کو دور کر جس میں ہم مبتلا ہیں تو چٹان کچھ ہٹ گئی لیکن باہر نہیں نکل سکتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور تیسرے آدمی نے کہا کہ اے میرے اللہ میں نے چند مزدور کام پر لگائے تھے میں نے ان کو ان کی مزدوری دی مگر ایک شخص اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا میں نے اس کی مزدوری کو بڑھانا شروع کیا یہاں تک کہ اس سے بہت زیادہ مال حاصل ہوا ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے بندے مجھے میری مزدوری دے میں نے کہا کہ یہ اونٹ گائے بکری اور غلام جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیرے ہیں اس نے کہا اے اللہ کے بندے تو مجھ سے مذاق نہ کر میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا چنانچہ اس نے ساری چیزیں لے لیں اور چلا گیا اس میں سے کچھ بھی نہ چھوڑا اے میرے اللہ اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کی خاطر کیا تھا تو ہم سے اس مصیبت کو دور کر جس میں ہم مبتلا ہیں چنانچہ وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ باہر نکل کر چلنے لگے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2179)

| |
|---|
| ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| پھر جب وہ تم سے اس تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو اچانک تم میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتے ہیں۔ |

## ناشکری قوموں کا مصیبت ٹل جانے کے بعد اعراض کر جانے کا بیان

حضرت مسروق سے روایت کرتے ہیں عبداللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور کہا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں تم میں سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور نہ خود ساختہ باتیں کرتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ قریش نے نافرمانی کی تو آپ نے فرمایا کہ یا اللہ یوسف علیہ السلام کی سی قحط سالی کے ذریعے ان (کافروں) کے خلاف ہماری مدد فرما تو وہ لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے یہاں تک کہ تمام چیزیں ختم ہو گئیں اور اس کی نوبت پہنچی کہ ہڈیاں اور چمڑے کھانے لگے ان میں سے کسی شخص نے بیان کیا کہ یہاں تک کہ چمڑے اور مردار کھانے لگے اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا تو آپ کے پاس ابوسفیان آیا اور عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم ہلاک ہو گئی اللہ سے دعا کرو کہ ان پر سے مصیبت دور کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی پچھلی حالت کی طرف لوٹ جائیں گے۔

منصور کی حدیث میں ہے کہ پھر عبداللہ بن مسعود نے آیت (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ سے الی عائدون تک، الدخان، 10) تلاوت کی کیا آخرت کا عذاب دور کیا جائے گا دھواں بطشہ (یوم بدر) الزام (ہلاک یوم بدر) گزر چکے بعض نے شق القمر کا تذکرہ کیا اور کسی نے اہل روم کی فتح کا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2034)

| لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ |
|---|
| تا کہ وہ اس کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ سو تم فائدہ اٹھالو، پس عنقریب تم جان لو گے۔ |

## کفار کا عنقریب انجام سے دوچار ہونے کا بیان

"لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ" مِنْ النِّعْمَة "فَتَمَتَّعُوا" بِاجْتِمَاعِكُمْ عَلَى عِبَادَة الْأَصْنَام أَمْر تَهْدِيد "فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ" عَاقِبَة ذَلِكَ

تا کہ وہ اس کی ناشکری کریں جو ہم نے انہیں دیا ہے۔ سو تم فائدہ اٹھالو، یعنی تم بتوں کی عبادت پر اکھٹے ہو کر فائدہ اٹھالو یہاں تہدید کیلئے حکم آیا ہے۔ پس عنقریب تم اس برے انجام کو جان لو گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لیکفروا ۔ میں لام عاقبت کا ہے یعنی شرک سے ان کی غرض اللہ کی نعمت سے انکار تھا۔ کانهم جعلوا غرضهم فی الشرك كفران النعمة ۔

بما اتینھم ۔ جو ہم نے ان کو عطا کیا تھا۔ یعنی نعمت کشف عن الضر تکلیف سے نجات دینے کی نعمت ۔ فتمتعوا ۔ پس تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے اڑالو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تمتع مصدر۔ وما بکم سے لے کر اذا کشف الضر تک مخاطبین کے لئے ضمیر جمع مذکر حاضر لائی گئی ہے اس میں اپنی عنایت پروری اور کرم فرمائی کا ذکر مخاطبین سے کیا جارہا ہے لیکن پھر ان کی ناشکری اور کفران نعمت کے سبب اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مخاطبین کو اپنی حاضری سے دور کر کے ضمیر جمع مذکر غائب لائی گئی ہے اور یشرکون ۔ لیکفروا ۔ اتینھم استعمال ہوئے ہیں۔ پھر تہدید اور زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے اور اپنی ناراضگی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ان کو پھر اپنے سامنے لایا گیا ہے اور جمع مذکر حاضر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے فتمتعوا ۔ فسوف تعلمون اس طرح محض التفات ضمائر سے مختلف احوال کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

| وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ |
|---|
| اور یہ ان کے لئے جن کو وہ خود بھی نہیں جانتے اس رزق میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انہیں عطا کر رکھا ہے۔ |
| اللہ کی قسم! تم سے اس بہتان کی نسبت ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی جو تم باندھا کرتے ہو۔ |

## بتوں کیلئے رزق سے حصے مقرر کرنے والے مشرکین کا بیان

"وَيَجْعَلُونَ" أَيْ الْمُشْرِكُونَ "لِمَا لَا يَعْلَمُونَ" أَنَّهَا تَضُرّ وَلَا تَنْفَع وَهِيَ الْأَصْنَام "نَصِيبًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ" مِنْ الْحَرْث وَالْأَنْعَام بِقَوْلِهِمْ هَذَا لِلَّهِ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا "تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ" سُؤَال تَوْبِيخ وَفِيهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ" عَلَى اللَّه مِنْ أَنَّهُ أَمَرَكُمْ بِذَلِكَ

اور یہ مشرکین ان بتوں کے لئے جن کی حقیقت کو وہ خود بھی نہیں جانتے کہ یہ بت کچھ نفع ونقصان نہیں پہنچاتے، اس رزق یعنی کھیتی اور جانوروں میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں جو ہم نے انہیں عطا کر رکھا ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا یہ اللہ کیلئے اور یہ شرکاء کیلئے ہے اللہ کی قسم، تم سے اس بہتان کی نسبت ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی، یہاں پر سوال بہ طور توبیخ کے ہے اور اس میں غیبت کی التفات ہے جو تم باندھا کرتے ہو۔ یعنی اللہ پر یہ بہتان کہ اس نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ویجعلون اس کا عطف یشرکون پر ہے۔ لما لا یعلمون میں ما موصولہ ہے جو اکثر غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مراد اس سے وہ اوثان۔ بت۔ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے الوہیت کا درجہ و مرتبہ دے رکھا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ یہ ان کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہ تھی وہ تو محض خود ساختہ۔ بے جان۔ بے شعور چیزیں تھیں۔ یا ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں جو نہیں جانتے تھے کہ یہ بت محض بے جان چیزیں ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔

ویجعلون لما لا یعلمون نصیبا مما رزقنھم۔ اور یہ لوگ اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں (معبودان باطل) کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔

ان ہی میں اور جگہ ارشاد ہے وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا الشرکائنا) اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے دیوتاؤں کا۔ تاللہ۔ ت حرف قسم ہے۔ خدا کی قسم۔ حرف قسم کا ت کے ساتھ لانا لفظ اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ لتسئلن۔ مضارع مجہول بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا (یعنی آخرت کے دن)۔

کنتم تفترون۔ ماضی استمراری۔ تم بہتان باندھا کرتے تھے۔ تم افتراء پردازی کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں بھی التفات ضمائر ہے۔ شدت توبیخ وتہدید کے اظہار کے لئے جمع مذکر غائب سے جمع مذکر حاضر کی طرف التفات کیا گیا ہے۔

## افتراء کے بدلے میں جہنم کی آگ ہونے کا بیان

مشرکوں کی بے عقلی اور بے ڈھنگی بیان ہو رہی ہے کہ دینے والا اللہ ہے سب کچھ اسی کا دیا ہوا اور یہ اس میں سے اپنے جھوٹے

معبودوں کے نام ہو جائے جن کا صحیح علم بھی انہیں نہیں پھر اس میں سختی ایسی کریں کہ اللہ کے نام کا تو چاہے ان کے معبودوں کے ہو جائے لیکن ان کے معبودوں کے نام کیا گیا اللہ کے نام نہ ہو سکے ایسے لوگوں سے ضرور باز پرس ہوگی اور اس افترا کا بدلہ انہیں پورا پورا ملے گا۔ جہنم کی آگ ہوگی اور یہ ہوں گے۔

| وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ۝ |
| --- |
| اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ |

## اللہ کیلئے بیٹیاں ثابت کرنے والے مشرکین کا بیان

"وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَات " بِقَوْلِهِمْ الْمَلَائِكَة بَنَات اللَّه "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ عَمَّا زَعَمُوا "وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ" أَيْ الْبَنُونَ وَالْجُمْلَة فِي مَحَلّ رَفْع أَوْ نَصْب بِيَجْعَل الْمَعْنَى يَجْعَلُونَ لَهُ الْبَنَات الَّتِي يَكْرَهُونَهَا وَهُوَ مُنَزَّه عَنْ الْوَلَد وَيَجْعَلُونَ لَهُمْ الْأَبْنَاء الَّذِينَ يَخْتَارُونَهُمْ فَيَخْتَصُّونَ بِالْأَسْنَى كَقَوْلِهِ "فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّك الْبَنَات وَلَهُمْ الْبَنُونَ "

اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، یعنی مشرکین کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ وہ پاک ہے یعنی جوان کا گمان ہے وہ اس سے پاک ہے۔ اور اپنے لیے وہ جو وہ چاہتے ہیں۔ یعنی وہ بیٹے پسند کرتے ہیں۔ اور یہ جملہ محل رفع میں یا جعل کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ معنی یہ ہے کہ انہوں نے اس کیلئے بیٹیاں بنائیں ہیں حالانکہ وہ خود بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ اولاد سے پاک ہے۔ اور وہ اپنے لئے بیٹے بناتے ہیں۔ پس وہ اس میں جھگڑتے ہیں۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ آپ ان سے پوچھئے کیا آپ کے رب کیلئے بیٹیاں ہیں۔ اور ان کیلئے بیٹے ہیں۔

اس کے بعد یہاں پر ان کی دوسری بے انصافی اور حماقت بیان ہو رہی ہے کہ اللہ کے مقرب غلام فرشتے ان کے نزدیک اللہ کی بیٹیاں ہیں یہ خطا کر کے پھر ان کی عبادت کرتے ہیں جو خطا پر خطا ہے۔ یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اول تو اللہ کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے، پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جسے خود اپنے لئے بھی پسند نہیں کرتے یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے اولاد ہو؟ پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے۔ کیا حماقت ہے کہ انہیں تو اللہ لڑکے دے اور اپنے لئے لڑکیاں رکھے؟ اللہ اس سے بلکہ اولاد سے پاک ہے۔ انہیں جب خبر ملے کہ ان کے ہاں لڑکی ہوئی تو مارے ندامت وشرم کے منہ کالا پڑ جائے، زبان بند ہو جائے، غم سے کمر جھک جائے۔ زہر کے گھونٹ پی کر خاموش ہو جائے۔ لوگوں سے منہ چھپاتا پھرے۔ اسی سوچ میں رہے کہ اب کیا کروں اگر لڑکی کو زندہ چھوڑتا ہوں تو بڑی رسوائی ہے نہ وہ وارث بنے نہ کوئی چیز سمجھی جائے لڑکے کو اس پر ترجیح دی جائے غرض زندہ رکھے تو نہایت ذلت سے۔ ورنہ صاف بات ہے کہ جیتے جی گڑھا کھودا اور دبا دی۔ یہ حالت تو اپنی ہے پھر اللہ کے لئے یہی چیز ثابت کرتے ہیں۔ کیسے برے فیصلے کرتے ہیں؟ کتنی بیحیائی کی تقسیم کرتے ہیں اللہ کے لئے جو بیٹی ثابت کریں اسے اپنے لئے سخت تر باعث توہین وتذلیل سمجھیں۔ اصل یہ ہے کہ بری مثال اور نقصان انہی کافروں کے لئے

ہے اللہ کے لئے کمال ہے۔ وہ عزیز وحکیم ہے اور ذوالجلال والاکرام ہے۔

| |
|---|
| وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ٥ |
| اور جب ان میں سے کسی کولڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ |

## مشرکین کا اپنے لئے بیٹیوں پر ناپسندیدگی کے اظہار کا بیان

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدهمْ بِالْأُنْثَى " تُولَد لَهُ "ظَلَّ" صَارَ "وَجْهه مُسْوَدًّا" مُتَغَيِّرًا تَغَيُّر مُغْتَمّ "وَهُوَ كَظِيم" مُمْتَلِء غَمًّا فَكَيْفَ تُنْسَب الْبَنَات إلَيْهِ تَعَالَى

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خوش خبری دی جاتی ہے تو یعنی جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا منہ دن بھر کالا رہتا ہے اور وہ غم سے بھرا ہوتا ہے۔ یعنی غم کی وجہ سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ اور غصے میں بھرا ہوا ہوتا ہے۔ تو وہ بیٹیوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے کرتے ہیں؟

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ظل وجهه مسودا** ۔ اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ ظل فعل ناقص ہے۔ ظللت و ظلت اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے جس طرح بات چیت کا استعمال رات گذارنے یا رات کے وقت میں کسی کام کو کرنے کے لئے ہے۔ ظل وظلول مصدر باب سمع وفتح سے آتا ہے یہاں ظل بمعنی صار ہے۔ ہو گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ لیکن یہاں مضارع کے معنی دیتا ہے ہو جاتا ہے۔ مسودا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ اسوداد مصدر (باب افعلال۔ سیاہ۔ غم کی وجہ سے) رنگ بگڑا ہوا۔

**کظیم** ۔ صفت مشبہ ۔ کظم و کظوم، مصدر۔ سخت غمگین جو اپنے غم کو دبا کر رکھے اور ظاہر نہ کرے۔ الکاظم۔ روکنے والا۔ دبانے والا۔ **کاظم الغیظ** غصہ کو پی جانے والا۔ غصہ کو روکنے والا۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے **اذ نادی وھو مکظوم**) جب اس نے (اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہا تھا۔

## بچیوں کی ولادت کا باعث رحمت ہونے کا بیان

تفسیر روح البیان میں ہے کہ مسلمان کو چاہئے کہ لڑکی پیدا ہونے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرے تا کہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہے جس کے پہلے پیٹ سے لڑکی پیدا ہو۔ اور وہاں پر بیٹوں سے پہلے بیٹیوں کا ذکر کرنے سے اس کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ پہلے لڑکی پیدا ہونا افضل ہے۔

| |
|---|
| يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ |
| فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ٥ |

وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

## مشرکین کا بیٹیوں کی پیدائش پر ذلت محسوس کرنے کا بیان

"يَتَوَارٰى" يَخْتَفِي "مِنَ الْقَوْمِ" أَيْ قَوْمه "مِنْ سُوء مَا بُشِّرَ بِهِ" خَوْفًا مِنَ التَّعْيِير مُتَرَدِّدًا فِيمَا يَفْعَل بِهِ "أَيُمْسِكُهُ" يَتْرُكهُ بِلَا قَتْل "عَلَى هُون" هَوَان وَذُلّ "أَمْ يَدُسّهُ فِي التُّرَاب" بِأَنْ يَئِدهُ "أَلَا سَاءَ" بِئْسَ "مَا يَحْكُمُونَ" حُكْمهمْ هَذَا حَيْثُ نَسَبُوا لِخَالِقِهِمْ الْبَنَات اللَّاتِي هُنَّ عِنْدهمْ بِهَذَا الْمَحَلّ

وہ لوگوں یعنی قوم سے چھپتا پھرتا ہے، اس خوش خبری کی برائی کی وجہ سے جو اسے دی گئی۔ یعنی اس کو عار کا خوف ہے اور شک میں جو وہ کرتا ہے کہ وہ اس کو رکھ لے یا بغیر قتل کے چھوڑ دے آیا اسے ذلت کے باوجود رکھ لے، یا اسے مٹی میں دبا دے۔ سن لو! برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ یعنی ان کا یہ فیصلہ جس کو انہوں نے اپنے خالق کی طرف بیٹیاں بنا کر منسوب کر رکھا ہے۔ یہ کتنا برا فیصلہ ہے۔

## اپنی ذات کیلئے حقیر سمجھی جانے والی چیز کو اللہ طرف منسوب کرنے کا بیان

لڑکی کی ولادت کی خبر سن کر ان کا تو یہ حال ہوتا ہے جو مذکور ہوا، اور اللہ کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ کیسا برا یہ فیصلہ کرتے ہیں، یہاں یہ نہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ بھی لڑکوں کے مقابلے میں لڑکی کو حقیر اور کم تر سمجھتا ہے، نہیں اللہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی میں کوئی تمیز نہیں ہے نہ جنس کی نبیاد پر حقارت اور برتری کا تصور اس کے ہاں ہے یہاں تو صرف عربوں کی اس ناانصافی اور سراسر غیر معقول رویے کی وضاحت مقصود ہے جو انہوں نے اللہ کے ساتھ اختیار کیا تھا درآں حالیکہ اللہ کی برتری اور فوقیت کے وہ بھی قائل تھے جس کا منطقی نتیجہ تو یہ تھا کہ جو چیز یہ اپنے لیے پسند نہیں کرتے، اللہ کے لیے بھی اسے تجویز نہ کرتے لیکن انہوں نے اس کے برعکس کیا۔ یہاں صرف اسی ناانصافی کی وضاحت کی گئی ہے۔

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا برا حال ہے، اور اللہ کی شان سب سے بلند، اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔

## بچیوں کی زندہ در گور کرنے کی مذمت کا بیان

"لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ" أَيْ الْكُفَّار "مَثَل السَّوْء" أَيْ الصِّفَة السُّوأَى بِمَعْنَى الْقَبِيحَة وَهِيَ وَأْدهمْ الْبَنَات مَعَ احْتِيَاجهمْ إلَيْهِنَّ لِلنِّكَاحِ "وَلِلّٰهِ الْمَثَل الْأَعْلَى" الصِّفَة الْعُلْيَا وَهُوَ أَنَّهُ لَا إلَه إلَّا هُوَ "وَهُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي خَلْقه

جو کفار آخرت پر ایمان نہیں لاتے انہیں کا برا حال ہے، یہاں سوء یہ صفت ہے جس کا معنی قباحت ہے اور وہ لڑکیوں کو زندہ

دفن کرنا ہے حالانکہ ان کی جانب نکاح کی ضرورت ہوتی ہے۔اور اللہ کی شان سب سے بلند، یعنی وہ بلند شان والا ہے۔وہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اور اپنے ملک میں وہی عزت والا، اپنی مخلوق میں حکمت والا ہے۔

## دور جاہلیت میں بچیوں کی زندہ دفن کرنے کی رسم کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے کوئی بہن بیٹی، ہو اور وہ اس کو نہ تو زندہ درگور کرے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ لوگ فقر کے خوف سے بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے نہ اس کو ذلت وحقارت کے ساتھ رکھے اور نہ اپنے والد یعنی بیٹے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 910)

چونکہ "ولد" کا اطلاق بیٹے اور بیٹی دونوں پر ہوتا ہے اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان الفاظ یعنی الذکور کے ذریعہ یہ وضاحت فرمائی کہ اس حدیث میں ولد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بیٹا ہے۔

## مسلمانوں کے عیب چھپانے کا زندہ درگور بچی کو بچانے کی طرح ہونے کا بیان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان میں کوئی عیب دیکھے یا اس کی برائی کو جانے اور پھر اس کو چھپالے تو اس کا درجہ اس شخص کے درجہ کے برابر ہوگا کہ جو زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچالے۔احمد، ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 915)

کسی کا عیب چھپانے کو زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچانے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ جس شخص کی کوئی معیوب بات ظاہر ہو جاتی ہے تو مارے شرم کے گویا مردہ کے ہو جاتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں مر جاتا کہ میرا عیب ظاہر نہ ہوتا اور مجھ کو اپنی رسوائی دیکھنی نہ پڑتی لہذا اگر کوئی شخص کسی کے عیب کو چھپاتا ہے تو گویا اس کی اس شرمندگی اور خجالت کو دفع کرتا ہے جو اس کے لئے موت کے برابر ہے اس اعتبار سے کسی کے عیب کو چھپانا اس کو زندگی بخشنے کے مرادف ہے جیسا کہ کسی زندہ لڑکی کو دفن کر دیا جائے اور پھر کوئی شخص اس کو عین اس وقت قبر سے نکال لے جب کہ وہ آخری سانس لے رہی ہو پھر زندگی پا جائے۔

| |
|---|
| وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ |
| اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ |
| اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کی وجہ سے پکڑے تو اس کے اوپر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انہیں ایک مقرر وقت تک |
| ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔ |

## ایک مقررہ وقت تک کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"وَلَوْ يُؤَاخِذ اللّٰه النَّاس بِظُلْمِهِمْ " بِالْمَعَاصِي "مَا تَرَكَ عَلَيْهَا" أَيْ . الْأَرْض . "مِنْ دَابَّة" نَسَمَة تَدِبّ

عَلَيْهَا "وَلَكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ" عَنْهُ "سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ" عَلَيْهِ

اور اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم یعنی گناہ کی وجہ سے پکڑے تو اس زمین کے اوپر کوئی چلنے والا جانور نہ چھوڑے اور لیکن وہ انہیں ایک مقرر وقت تک ڈھیل دیتا ہے، پھر جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں اور نہ آگے بڑھتے ہیں۔

## اللہ کی طرف مختلف انداز میں بندوں کیلئے مہلت ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کے حلم و کرم لطف و رحم کا بیان ہو رہا ہے کہ بندوں کے گناہ دیکھتا ہے اور پھر بھی انہیں مہلت دیتا ہے اگر فوراً ہی پکڑے تو آج زمین پر کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ انسانوں کی خطاؤں میں جانور بھی ہلاک ہو جائیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔ بروں کے ساتھ بھلے بھی پکڑ میں آ جائیں۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے حلم و کرم لطف و رحم سے پردہ پوشی کر رہا ہے، درگزر فرما رہا ہے، معافی دے رہا ہے۔ ایک خاص وقت تک کی مہلت دیئے ہوئے ہے، ورنہ کیڑے اور بھنگے بھی نہ بچتے۔ بنی آدم کے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے عذاب الٰہی ایسے آتے کہ سب کو غارت کر جاتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ کوئی صاحب فرما رہے ہیں۔ ظالم اپنا ہی نقصان کرتا ہے تو آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پرندے اپنے گھونسلوں میں بوجہ اس کے ظلم کے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ ذکر کر رہے تھے کہ آپ نے فرمایا اللہ کسی نفس کو ڈھیل نہیں دیتا عمر کی زیادتی نیک اولاد سے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عنایت فرماتا ہے پھر ان بچوں کی دعائیں ان کی قبر میں انہیں پہنچتی رہتی ہیں، یہی ان کی عمر کی زیادتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ |
| لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ○ |
| اور وہ اللہ کے لئے وہ کچھ مقرر کرتے ہیں جو ناپسند کرتے ہیں اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، |
| حقیقت یہ ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور یہ سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔ |

## مشرکین کی زبانوں سے جھوٹ بیان ہونے کا بیان

"وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ مَا يَكْرَهُونَ" لِأَنْفُسِهِمْ مِنَ الْبَنَات وَالشَّرِيك فِي الرِّيَاسَة وَإِهَانَة الرُّسُل "وَتَصِف" تَقُول "أَلْسِنَتهمْ" مَعَ ذَلِكَ "الْكَذِب" وَهُوَ "أَنَّ لَهُمُ الْحُسْنَى" عِنْد اللَّه أَيْ الْجَنَّة لِقَوْلِهِ: "وَلَئِنْ رُجِعْت إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْده لَلْحُسْنَى" "لَا جَرَمَ" حَقًّا "أَنَّ لَهُمُ النَّار وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ" مَتْرُوكُونَ فِيهَا أَوْ مُقَدَّمُونَ إِلَيْهَا وَفِي قِرَاءَة بِكَسْرِ الرَّاء أَيْ مُتَجَاوِزُونَ الْحَدّ،

اور وہ اللہ کے لئے وہ کچھ مقرر کرتے ہیں جو اپنے لئے بیٹیاں ناپسند کرتے ہیں جبکہ اس کی ریاست میں شریک ٹھہراتے ہیں

اور رسولان گرامی کی توہین کرتے ہیں۔ اور ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں کہ ان کے لئے بھلائی ہے، یعنی جنت ہے اس قول کے سبب کہ اگر وہ میرے رب کی طرف رجوع کریں تو ان کیلئے اس کے پاس اچھا ٹھکانہ ہے۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے لئے دوزخ ہے اور یہ دوزخ میں سب سے پہلے بھیجے جائیں گے۔ اور ایک قرأت میں راء کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی وہ حد سے بڑھنے والے ہیں۔

## سرکش مشرکین کو سب سے پہلے جہنم میں ڈال دینے کا بیان

اپنے لئے یہ ظالم لڑکیاں ناپسند کریں، شرکت نہ چاہیں اور اللہ کے لئے یہ سب روا رکھیں۔ پھر یہ خیال کریں کہ یہ دنیا میں بھی اچھائیاں سمیٹنے والے ہیں اور اگر قیامت قائم ہوئی تو وہاں بھی بھلائی ان کے لئے ہے۔ یہ کہا کرتے تھے کہ نفع کے مستحق اس دنیا میں تو ہم ہیں ہی اور صحیح بات تو یہ ہے کہ قیامت نے آنا نہیں۔ بالفرض آ ئی بھی تو وہاں کی بہتری بھی ہمارے لئے ہی ہے ان کفار کو عنقریب سخت عذاب چکھنے پڑیں گے، ہماری آیتوں سے کفر پھر آرزو یہ کہ مال و اولاد ہمیں وہاں بھی ملے گا۔ سورہ کہف میں دو ساتھیوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم اپنے باغ میں جاتے ہوئے اپنے نیک ساتھی سے کہتا ہے میں تو اسے ہلاک ہونے والا جانتا ہی نہیں نہ قیامت کا قائل ہوں اور اگر بالفرض میں دوبارہ زندہ کیا گیا تو وہاں اس سے بھی بہتر چیز دیا جاؤں گا کام برے کریں آرزو نیکی کی رکھیں۔ کانٹے بوئیں اور پھل چاہیں۔

کہتے ہیں کعبۃ اللہ شریف کی عمارت کو نئے سرے سے بنانے کے لئے جب ڈھایا تو بنیادوں میں سے ایک پتھر نکلا، جس پر ایک کتبہ لکھا ہوا تھا، جس میں یہ بھی لکھا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہو اور نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ ایسا ہی ہے جیسے کانٹے بو کر انگور کی امید رکھنا۔ پس انکی امیدیں تھیں کہ دنیا میں بھی انہیں جاہ و حشمت اور لونڈی غلام ملیں گے اور آخرت میں بھی۔

اللہ فرماتا ہے دراصل ان کے لئے آتش دوزخ تیار ہے۔ وہاں یہ رحمت رب سے بھلا دیئے جائیں گے اور ضائع اور برباد ہو جائیں گے آج یہ ہمارے احکام بھلائے بیٹھے ہیں، کل انہیں ہم اپنی نعمتوں سے بھلا دیں گے، یہ جلدی ہی جہنم نشین ہونے والے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ |
| فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ |
| اللہ کی قسم! یقیناً ہم نے آپ سے پہلے امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے لئے ان کے اعمال |
| آراستہ و خوش نما کر دکھائے، سو وہی آج ان کا دوست ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## کفار و مشرکین کے معاملات میں شیطان کے متولی ہونے کا بیان

"تَاللّٰهِ لَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِنْ قَبْلِكَ " رُسُلًا "فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ" السَّيِّئَة فَرَأَوْهَا حَسَنَة

فَكَذَّبُوا الرُّسُل "فَهُوَ وَلِيُّهُمْ" مُتَوَلِّي أُمُورِهِمْ "الْيَوْم" أَيْ فِي الدُّنْيَا "وَلَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم فِي الْآخِرَة وَقِيلَ الْمُرَاد بِالْيَوْمِ يَوْم الْقِيَامَة عَلَى حِكَايَة الْحَال الْآتِيَة أَيْ لَا وَلِيّ لَهُمْ غَيْره وَهُوَ عَاجِز عَنْ نَصْر نَفْسه فَكَيْفَ يَنْصُرهُمْ

اللہ کی قسم! یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بھی بہت سی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان امتوں کے لئے ان کے برے اعمال آراستہ وخوش نما کر دکھائے، تو انہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ پس وہی شیطان آج ان کا دوست ہے اور دنیاوی امور میں ان کا متولی ہے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یعنی آخرت میں درد پہنچانے والا عذاب ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یوم سے مراد قیامت کا دن ہے۔ جو آنے والے حال سے حکایت ہے۔ یعنی اس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ وہ جب اپنی مدد کرنے سے عاجز ہوگا تو دوسروں کی مدد کیسے کر سکے گا۔

## شیطان کے دوست کا تعلیمات نبوت کی تکذیب کرنے کا بیان

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ تسلی رکھیں۔ آپ کو آپ کی قوم کا جھٹلانا کوئی انوکھی بات نہیں کون سا نبی آیا جو جھٹلایا نہ گیا؟ باقی رہے جھٹلانے والے وہ شیطان کے دوست ہیں۔ برائیاں انہیں شیطانی وسواس سے بھلائیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان کا دوست شیطان ہے وہ انہیں کوئی نفع پہنچانے والا نہیں۔ ہمیشہ کے لئے مصیبت افزا عذابوں میں چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائے گا۔ قرآن حق و باطل میں سچ جھوٹ میں تمیز کرانے والی کتاب ہے، ہر جھگڑا اور ہر اختلاف کا فیصلہ اس میں موجود ہے۔ یہ دلوں کے لئے ہدایت ہے اور ایماندار جو اس پر عامل ہیں، ان کے لئے رحمت ہے۔ اس قرآن سے کس طرح مردہ دل جی اٹھتے ہیں، اس کی مثال مردہ زمین اور بارش کی ہے جو لوگ بات کو سنیں، سمجھیں وہ تو اس سے بہت کچھ عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔

## فتنہ کے وقت انسانی جسموں میں شیطان کے دل ہونے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم شر میں مبتلا تھے اللہ ہمارے پاس اس بھلائی کو لایا جس میں ہم ہیں تو کیا اس بھلائی کے پیچھے بھی کوئی برائی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں میں نے عرض کیا کیا اس برائی کے پیچھے کوئی خیر بھی ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے پیچھے کوئی برائی بھی ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے پیچھے کوئی برائی ہوگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایسے مقتداء ہوں گے جو میری ہدایت سے راہنمائی حاصل نہ کریں گے۔

اور نہ میری سنت کو اپنائیں گے اور عنقریب ان میں ایسے لوگ کھڑے ہوں گے کہ ان کے دل انسانی جسموں میں شیطان کے دل ہوں گے میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کیسے کروں اگر اس زمانہ کو پاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیر کی بات سن اور اطاعت کر اگرچہ تیری پیٹھ پر مارا جائے یا تیرا مال غصب کر لیا جائے پھر بھی ان کی بات سن اور اطاعت کر۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 288)

| |
|---|
| وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخۡتَلَفُوۡا فِيۡهِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۞ |
| اور ہم نے آپ کی طرف کتاب نہیں اتاری مگر اس لئے کہ آپ ان پر وہ (اُمور) واضح کردیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں |
| اور (اس لئے کہ یہ کتاب) ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئی ہے۔ |

## ایمان والی قوم کیلئے قرآن کے ہدایت ہونے کا بیان

"وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ" يَا مُحَمَّد "الْكِتَاب" الْقُرْآن "إِلَّا لِتُبَيِّن لَهُمْ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ" مِنْ أَمْر الدِّين "وَهُدًى" عَطْف عَلَى لِتُبَيِّن "وَرَحْمَة لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" بِهِ

یا محمد ﷺ ہم نے آپ کی طرف کتاب یعنی قرآن کو نہیں اتارا مگر اس لئے کہ آپ ان پر وہ اُمور دین واضح کردیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں یہاں پر ھدی کا عطف لتبین پر ہے۔اور اس لئے کہ یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے اس قوم کے لئے جو ایمان لے آئی ہے۔

قرآن صرف اس لیے اتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً توحید و معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کردے۔کوئی اشکال وخفا باقی نہ رہے۔گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دوٹوک فیصلہ سنادیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کردیں۔آگے ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق ہوگی قبول کرے گا۔آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔فیصلہ اور بیان تو سب کے لیے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہی کی آغوش میں آنا انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحۡيَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّسۡمَعُوۡنَ ۞ |
| اور اللہ نے آسمان سے کچھ پانی نازل کیا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کردیا۔ |
| بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سنتے ہیں۔ |

## بارش کے ذریعے زمین کو زندہ کرنے کا بیان

"وَاللَّه أَنْزَلَ مِنْ السَّمَاء مَاء فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْض " بِالنَّبَاتِ "بَعْد مَوْتهَا" يُبْسهَا "إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور "لَآيَة" دَالَّة عَلَى الْبَعْث "لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَدَبُّر

اور اللہ نے آسمان سے کچھ پانی نازل کیا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے یعنی نباتات کے ذریعے مرنے کے بعد یعنی خشکی کے بعد زندہ کردیا۔اس آیت میں بعث پر دلیل ہے۔بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سنتے ہیں۔تاکہ وہ سن کر غور وفکر کریں۔

## بارش سے روئیدگی اور بعث بعد الموت پر ثبوت کا بیان

زمین خشک اور بالکل بے آب وگیاہ پڑی ہوتی ہے مگر برسات کے موسم میں ہر طرف جڑی بوٹیاں گھاس، درخت اور پودے وغیرہ ازخود پیدا ہونے لگتے ہیں۔ جن کے بیج وغیرہ مدتوں پہلے زمین میں دبے ہوئے تھے۔ پھر اس موسم میں مینڈک اور کئی قسم کے ایسے حشرات الارض بھی پیدا ہوجاتے ہیں جن کا پہلے نام ونشان تک مٹ چکا تھا اور موسم کی شدت نے اس نوع کا کلیتاً خاتمہ کردیا تھا۔ مگر برسات کے موسم میں وہ بھی ازسرنو پیدا ہوجاتے ہیں اور یہ منظر تم اپنی زندگی میں بار بار دیکھتے رہتے ہو۔ بالکل ایسی ہی صورت حال انسان کی دوبارہ پیدائش کی ہوگی۔ جب دوسری بار صور میں پھونکا جائے گا تو اس کی حیثیت بالکل وہی ہوگی جیسے نباتات کے لیے اور حشرات الارض کے لیے بارش اور موسم برسات کی ہے۔ انسان کا جسم خواہ مٹی میں مل کر مٹی بن چکا ہو۔ اس نفخہ صور ثانی یا روحانی قسم کی بارش سے سب دوبارہ جی اٹھیں گے۔

## انسانوں کی زندگی وموت کو ذکر الٰہی سے تعبیر کرنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی سی ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 784)

مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ ذاکر کے قلب کی حیات ہے اور اس سے غفلت قلب کی موت ہے اور جس طرح کہ زندہ شخص اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے اور جس طرح مرنے کے بعد کے مردہ کو اپنی زندگی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح ذکر اللہ سے غافل رہنے والا اپنے عمل سے بہرہ مند نہیں ہوتا کسی نے کیا خوب کہا ہے زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد،

| |
|---|
| وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا |
| خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ |
| اور بلاشبہ تمھارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے پیٹوں میں ہیں، گوبر اور |
| خون کے درمیان سے تمھیں خالص دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔ |

## خون اور گوبر کے درمیان سے پاکیزہ وصاف ستھرا دودھ نکالنے کا بیان

"وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً" اعْتِبَار "نُسْقِيكُمْ" بَيَان لِلْعِبْرَةِ "مِمَّا فِي بُطُونه" أَيْ الْأَنْعَام "مِنْ" لِلِابْتِدَاءِ مُتَعَلِّقَة بِنُسْقِيكُمْ "بَيْن فَرْث" ثُفْل الْكَرِش "وَدَم لَبَنًا خَالِصًا" لَا يَشُوبهُ شَيْء مِنْ الْفَرْث وَالدَّم مِنْ طَعْم أَوْ رِيح أَوْ لَوْن أَوْ بَيْنهمَا "سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ" سَهْل الْمُرُور فِي حَلْقهمْ لَا يُغَصّ بِهِ

اور بلاشبہ تمہارے لیے چوپاؤں میں یقیناً بڑی عبرت ہے، یہاں پر نُسْقِيكُمْ یہ عبرہ کا بیان ہے۔ ہم ان چیزوں میں سے جو ان کے یعنی جانوروں کے پیٹوں میں ہیں، یہاں پر من ابتدائیہ ہے۔ جو نُسْقِيكُمْ کے متعلق ہے۔ گوبر اور خون کے درمیان سے تمہیں خالص دودھ پلاتے ہیں، یعنی جس میں خون اور گوبر اور رنگ و بو کی کوئی ملاوٹ نہیں ہے حالانکہ وہ ان دونوں کے درمیان میں ہوتا ہے۔ جو پینے والوں کے لیے حلق سے آسانی سے اتر جانے والا ہے۔ یعنی وہ حلق میں پھنس جانے والا نہیں ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب کا بیان

علامہ قرطبی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ سورہ مؤمنون میں معنیٰ جمع کی رعایت کر کے ضمیر مؤنث لائی گئی اور سورہ نحل میں لفظ جمع کی رعایت سے ضمیر مذکر استعمال ہوئی اور محاورات عرب میں اس کی نظیریں بیشمار ہیں کہ لفظ جمع کی طرف ضمیر مفرد راجع کی جاتی ہے۔

گوبر اور خون کے درمیان سے صاف دودھ نکالنے کے متعلق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ جانور جو گھاس کھاتا ہے جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتا ہے تو معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے اوپر دودھ ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خون پھر قدرت نے یہ کام جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں قسموں کو الگ الگ ان کے مقامات میں تقسیم کر دیتا ہے خون کو الگ کر کے رگوں میں منتقل کر دیتا ہے اور دودھ کو الگ کر کے جانور کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اور اب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ لذیذ اور شیرین کھانے کا استعمال زہد کیخلاف نہیں ہے جبکہ اس کو حلال طریقے سے حاصل کیا گیا ہو اور اس میں اسراف اور فضول خرچی نہ کی گئی ہو حضرت حسن بصری نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نحل، بیروت)

دودھ پلانے والی مادہ کے جسم میں دودھ تیار کرنے والے اعضاء تو اس کی بلوغت کے وقت نمودار ہو جاتے ہیں جنہیں عرف عام میں پستان کہا جاتا ہے۔ اور دودھ کے بننے کے بارے میں سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مادہ کے پستان یا دودھ بنانے والی یہ مشینری صرف اس وقت اپنا کام شروع کرتی ہے جب مادہ کو حمل قرار پا جاتا ہے۔ اس سے پہلے اگرچہ پستان موجود ہوتے ہیں مگر وہ کوئی کام نہیں کرتے اور جب حمل قرار پاتا ہے تو یہ مشینری اپنے فطری کام کا آغاز کر دیتی ہے۔ حتیٰ کہ بچہ کی پیدائش تک مادہ کا خون دودھ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور نوزائیدہ بچہ کو بروقت اللہ تعالیٰ اس کی خوراک مہیا کر دیتا ہے اور بچہ کو دودھ پینے کا سلیقہ بھی سکھا دیتا ہے۔ اور یہ کام کچھ اس انداز سے سرانجام پاتے ہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بے پناہ قدرتوں، حکمتوں اور مصلحتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جس میں کوئی شائبہ کسی چیز کی آمیزش کا نہیں باوجودیکہ حیوان کے جسم میں غذا کا ایک ہی مقام ہے جہاں چارا، گھاس، بھوسہ وغیرہ پہنچتا ہے اور دودھ، خون، گوبر سب اسی غذا سے پیدا ہوتے ہیں، ان میں سے ایک دوسرے سے ملنے نہیں پاتا، دودھ میں نہ خون کی رنگت کا شائبہ ہوتا ہے نہ گوبر کی بو کا، نہایت صاف لطیف برآمد ہوتا ہے۔ اس سے حکمت الٰہیہ کی عجیب کاری ظاہر ہے اوپر

مسئلہ بعث کا بیان ہو چکا ہے یعنی مردوں کو زندہ کئے جانے کا، کفار اس کے منکر تھے اور انہیں اس میں دو شبہے در پیش تھے ایک تو یہ کہ جو چیز فاسد ہوگئی اور اس کی حیات جاتی رہی اس میں دوبارہ پھر زندگی کس طرح لوٹے گی، اس شبہ کا ازالہ تو اس سے پہلی آیت میں فرما دیا گیا کہ تم دیکھتے رہتے ہو کہ ہم مردہ زمین کو خشک ہونے کے بعد آسمان سے پانی برسا کر حیات عطا فرما دیا کرتے ہیں تو قدرت کا یہ فیض دیکھنے کے بعد کسی مخلوق کا مرنے کے بعد زندہ ہونا ایسے قادر مطلق کی قدرت سے بعید نہیں، دوسرا شبہ کفار کا یہ تھا کہ جب آدمی مر گیا اور اس کے جسم کے اجزا منتشر ہوگئے اور خاک میں مل گئے وہ اجزاء کس طرح جمع کئے جائیں گے اور خاک کے ذروں سے ان کو کس طرح ممتاز کیا جائے گا، اس آیت کریمہ میں جو صاف دودھ کا بیان فرمایا اس میں غور کرنے سے وہ شبہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے کہ قدرت الٰہی کی یہ شان تو بروزانہ دیکھنے میں آتی ہے کہ وہ غذا کے مخلوط اجزاء میں سے خالص دودھ نکالتا ہے اور اس کی قرب و جوار کی چیزوں کی آمیزش کا شائبہ بھی اس میں نہیں آتا، اس حکیم برحق کی قدرت سے کیا بعید کہ انسانی جسم کے اجزاء کو منتشر ہونے کے بعد پھر مجتمع فرما دے۔

حضرت شقیق بلخی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نعمت کا اتمام یہی ہے کہ دودھ صاف خالص آئے اور اس میں خون اور گوبر کے رنگ و بو کا نام و نشان نہ ہو ورنہ نعمت تام نہ ہوگی اور طبع سلیم اس کو قبول نہ کرے گی جیسی صاف نعمت پروردگار کی طرف سے پہنچتی ہے۔ بندے کو لازم ہے کہ وہ بھی پروردگار کے ساتھ اخلاص سے معاملہ کرے اور اس کے عمل ریا اور ہوائے نفس کی آمیزشوں سے پاک و صاف ہوں تا کہ شرف قبول سے مشرف ہوں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

| |
|---|
| وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ |
| اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم نشہ آور چیز اور اچھا رزق بناتے ہو۔ بلاشبہ اس میں |
| ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سمجھتے ہیں۔ |

## درختوں کے پھلوں سے استدلال قدرت کا بیان

"وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ" ثَمَر "تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا" خَمْرًا يُسْكِر سُمِّيَتْ بِالْمَصْدَرِ وَهَذَا قَبْل تَحْرِيمهَا "وَرِزْقًا حَسَنًا" كَالتَّمْرِ وَالزَّبِيب وَالْخَلّ وَالدِّبْس "إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور "لَآيَة" دَالَّة عَلَى قُدْرَته تَعَالَى "لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" يَتَدَبَّرُونَ

اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے بھی، جس سے تم نشہ آور چیز اور اچھا رزق بناتے ہو۔ خمر ڈھانپ لینے کو کہتے ہیں اس کے مصدر کے سبب اس کا نام رکھا گیا ہے۔ اور یہ حکم شراب کی حرمت سے پہلے کا ہے۔ اور اچھے رزق سے مراد کھجور، کشمش، سرکہ اور شیرہ ہے۔ بلاشبہ اس آیت میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو سمجھتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانی ہے۔

## نشہ آور چیزوں کی حرمت کا بیان

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس تفسیر کے مطابق اس آیت سے نشہ آور چیز یعنی شراب کے حلال ہونے پر کوئی استدلال نہیں ہوسکتا کیونکہ یہاں مقصود قدرت کے عطیات اور ان کے استعمال کی مختلف صورتوں کا بیان ہے جو ہر حال میں نعمت خداوندی ہے جیسے تمام غذائیں اور انسانی منفعت کی چیزیں کہ ان کو بہت سے لوگ ناجائز طریقوں پر بھی استعمال کرتے ہیں مگر کسی کے غلط استعمال سے اصل نعمت تو نعمت ہونے سے نہیں نکل جاتی اس لئے یہاں یہ تفصیل بتلانے کی ضرورت نہیں کہ ان میں کون سا استعمال حلال ہے کون سا حرام تاہم ایک لطیف اشارہ اس میں بھی اس طرف کر دیا گیا کہ سکر کے مقابل رزق حسن رکھا جس سے معلوم ہوا کہ سکر اچھا رزق نہیں ہے سکر کے معنی جمہور مفسرین کے نزدیک نشہ آور چیز کے ہیں (روح المعانی، سورہ نحل، بیروت)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں کہ یہ آیات باتفاق امت مکی ہیں اور شراب کی حرمت اس کے بعد مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی نزول آیت کے وقت اگرچہ شراب حلال تھی۔

اور مسلمان عام طور پر پیتے تھے مگر اس وقت بھی اس آیت میں اشارہ اس طرف کر دیا گیا کہ اس کا پینا اچھا نہیں بعد میں صراحۃ شراب کو شدت کے ساتھ حرام کرنے کے لئے قرآنی احکام نازل ہو گئے۔ (احکام القرآن، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ |
| اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں ڈال دیا کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا اور بعض درختوں میں اور |
| بعض چھپروں میں جنہیں لوگ اونچا بناتے ہیں۔ |

## شہد کی مکھی کی جانب الہام ہونے کا بیان

"وَأَوْحَى رَبّك إِلَى النَّحْل" وَحْي إِلْهَام "أَنْ" مُفَسِّرَة أَوْ مَصْدَرِيَّة "اتَّخِذِي مِنْ الْجِبَال بُيُوتًا" تَأْوِينَ إِلَيْهَا "وَمِنْ الشَّجَر" بُيُوتًا "وَمِمَّا يَعْرِشُونَ" أَيْ النَّاس يَبْنُونَ لَك مِنْ الْأَمَاكِن وَإِلَّا لَمْ تَأْوِ إِلَيْهَا

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے دل میں خیال ڈال دیا، یہاں پر اَن مفسرہ یا مصدریہ ہے۔ کہ تو بعض پہاڑوں میں اپنے گھر بنا تاکہ اس میں پناہ لے سکے اور بعض درختوں میں اور بعض چھپروں میں بھی جنہیں لوگ چھت کی طرح اونچا بناتے ہیں۔ یعنی ان ٹہنیوں میں جن کو لوگ تیرے لئے بناتے ہیں۔ ورنہ تو پناہ لینے والی نہ تھی۔

## شہد کی مکھی کی طرف الہام کا بیان

نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں جو عام مکھی یعنی ذباب سے بڑی ہوتی ہے اور اس سورہ کا نام "النحل" اسی نسبت سے ہے کہ صرف اسی سورت میں نحل کا ذکر آیا ہے اور اس مکھی کی طرف وحی کرنے سے مراد فطری اشارہ یا تعلیم ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار کی جبلت میں ودیعت کر رکھی ہے جیسے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی ماں کی چھاتیوں کی طرف لپکتا ہے تاکہ وہاں سے اپنے لیے غذا حاصل کر سکے

حالانکہ اس وقت اسے کسی بات کی سمجھ نہیں ہوتی۔

وحی سے مراد یہاں پر الہام، ہدایت اور ارشاد ہے۔شہد کی مکھیوں کو اللہ کی جانب سے یہ بات سمجھائی گئی کہ وہ پہاڑوں میں، درختوں میں اور چھتوں میں شہد کے چھتے بنائے۔اس ضعیف مخلوق کے اس گھر کو دیکھئے کتنا مضبوط کیسا خوبصورت اور کیسی کاری گری کا ہوتا ہے۔پھر اسے ہدایت کی اور اس کے لئے مقدر کر دیا کہ یہ پھلوں، پھولوں اور گھاس پات کے رس چوستی پھرے اور جہاں چاہے جائے، آئے لیکن واپس لوٹتے وقت سیدھی اپنے چھتے کو پہنچ جائے۔چاہے بلند پہاڑ کی چوٹی ہو، چاہے بیابان کے درخت ہوں، چاہے آبادی کے بلند مکانات اور ویرانے کے سنسان کھنڈر ہوں، یہ نہ راستہ بھولے، نہ بھٹکتی پھرے، خواہ کتنی ہی دور نکل جائے۔لوٹ کر اپنے چھتے میں اپنے بچوں، انڈوں اور شہد میں پہنچ جائے۔اپنے پروں سے موم بنائے۔اپنے منہ سے شہد جمع کرے۔

| |
|---|
| ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ |
| مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ |
| پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے راستوں پر آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، ان کے شکموں |
| سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے، جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بیشک اس میں |
| غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔ |

## شہد کے ذریعے کثیر بیماریوں سے شفاء پانے کا بیان

"ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي" اُدْخُلِي "سُبُلَ رَبِّكِ" طُرُقَه فِي طَلَبِ الْمَرْعَى "ذُلُلًا" جَمْع ذَلُول حَال مِنَ السُّبُل أَيْ مُسَخَّرَة لَك فَلَا تَعْسُر عَلَيْك وَإِنْ تَوَعَّرَتْ وَلَا تَضِلِّي عَلَى الْعَوْد مِنْهَا وَإِنْ بَعُدَتْ وَقِيلَ مِنَ الضَّمِير فِي اُسْلُكِي أَيْ مُنْقَادَة لِمَا يُرَاد مِنْك "يَخْرُج مِنْ بُطُونهَا شَرَاب" هُوَ الْعَسَل "مُخْتَلِف أَلْوَانه فِيهِ شِفَاء لِلنَّاسِ" مِنَ الْأَوْجَاع قِيلَ لِبَعْضِهَا كَمَا دَلَّ عَلَيْهِ تَنْكِير شِفَاء أَوْ لِكُلِّهَا بِضَمِيمَتِهِ إِلَى غَيْره وَبِدُونِهَا بِنِيَّتِهِ وَقَدْ أَمَرَ بِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَطْلَقَ عَلَيْهِ بَطْنه رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَة لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" فِي صُنْعه تَعَالَى،

پس تو ہر قسم کے پھلوں سے رس چوسا کر پھر اپنے رب کے سمجھائے ہوئے راستوں پر جوان پھلوں اور پھولوں تک جاتے ہیں جن سے تو نے رس چوسنا ہے، دوسری مکھیوں کے لئے بھی آسانی فراہم کرتے ہوئے چلا کر، یہاں پر ذللا یہ ذلول کی جمع ہے جو سبل سے حال ہے۔یعنی تیرے لئے مسخر کر دیا ہے لہٰذا تجھ پر کوئی مشقت نہیں ہے۔اگرچہ وہ راستہ کتنا دور کیوں نہ ہو اور دوسروں کیلئے مشکل کیوں نہ ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذللا یہ اسلکی کی ضمیر سے حال ہے۔یعنی اس راہ پر چلنا جس کا تو ارادہ رکھتی ہے۔ان کے

شکموں سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے وہ شہد ہے۔ جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، اس میں لوگوں کے لئے مختلف بیماریوں سے شفا ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض بیماریوں کیلئے شفاء ہے جس طرح نکرہ بیان کیا گیا ہے یا تمام بیماریوں کیلئے شفاء ہے۔ یعنی دوسری دواؤں سے ملا کر یا بغیر ملائے بھی جبکہ نیت خالص ہو اور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا ہے جس کا پیٹ چل رہا ہو۔ (بخاری ومسلم) بیشک اس ذکردہ آیت میں غور وفکر کرنے والوں کے لئے نشانی ہے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صنعت میں غور وفکر کرے۔

## شہد کے فوائد کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میرے بھائی کا پیٹ چل رہا ہے یعنی اس کو دست پر دست آ رہے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو شہد پلا دو، اس شخص نے (جا کر) اپنے بھائی کو شہد پلایا (کچھ دیر کے بعد) پھر آیا اور کہنے لگا کہ میں نے شہد پلا دیا تھا لیکن شہد نے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا کہ اس کے پیٹ چلنے میں اور زیادتی کر دی ہے (یعنی شہد پلانے کے بعد سے دستوں میں پہلے سے بھی زیادتی ہوگئی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو تین مرتبہ یہی حکم دیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار یہی فرماتے کہ اس کو شہد پلا دو اور وہ شخص شہد پلاتا رہا، پھر آ کر کہتا کہ میں نے شہد پلا دیا مگر دستوں میں پہلے سے بھی زیادتی ہوگئی ہے) یہاں تک کہ وہ جب چوتھی مرتبہ آیا (اور کہنے لگا کہ اس کے دستوں میں زیادتی ہوگئی ہے) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی فرمایا کہ اس کو شہد پلا دو، اس نے عرض کیا کہ میں نے شہد پلا دیا ہے۔

مگر شہد نے اس کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کیا کہ اس کے پیٹ چلنے میں اور زیادتی کر دی ہے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو سچ فرمایا ہے مگر تمہارے بھائی کا پیٹ ہی جھوٹا ہے۔ آخر کار اس شخص نے اپنے بھائی کو پھر شہد (خالص یا پانی میں ملا کر پلایا) تو وہ اچھا ہو گیا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 450)

کسی بیماری کی صورت میں شہد استعمال کرنے کا ایک خاص طریقہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ جب کوئی شخص بیمار ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی سے کہے کہ وہ اپنے مہر میں سے کچھ مال دے اور پھر اس مال کے ذریعہ شہد خریدے اور شہد کو بارش کے پانی میں ملا کر پی لے انشاء اللہ بابرکت شفا پائے گا۔ "اللہ تعالیٰ نے تو سچ فرمایا ہے" ان الفاظ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ (فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ) کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے، یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ بتا دیا تھا کہ اگر وہ مریض شہد پئے گا تو اس کے پیٹ میں آرام ہو جائے گا اور دست بند ہو جائیں گے اسی بات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا ہے کہ شہد پینے سے اس کو فائدہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی بات غیر صحیح نہیں ہو سکتی لہٰذا مریض کو شہد پلائے جاؤ اس کو یقیناً فائدہ ہوگا۔ پھر آپ نے "تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے" کے ذریعہ گویا صحت یابی میں تاخیر ہونے کی علت بیان فرمائی کہ تمہارے بھائی کے پیٹ میں کوئی سخت مادہ جمع ہو رہا ہے اس کی وجہ سے شہد کی دی ہوئی مقدار کارگر نہیں ہو رہی ہے

جب تک وہ مادہ باہر نہیں آ جائے گا تب تک اسے آرام نہیں آئے گا یا یہ کہ پیٹ خطا کر رہا ہے، یعنی ٹھیک طرح سے کام نہیں کر رہا ہے اور ابھی شفا کو قبول نہیں کر رہا ہے جب وہ ٹھیک کام کرنے لگے گا اور شفا قبول کرے گا تو دست بند ہو جائیں گے۔

## شہد کے چھتے اور مکھیوں میں نظم وضبط کا بیان

ایک مکھی ان مکھیوں کی سردار یا ان کی ملکہ ہوتی ہے جسے عربی میں یعسوب کہتے ہیں۔ باقی سب مکھیاں اس کی تابع فرمان ہوتی ہیں مکھیاں اسی کے حکم سے رزق کی تلاش میں نکلتی ہیں اور اگر وہ ان کے ہمراہ چلے تو سب اس کی پوری حفاظت کرتی ہیں اور ان میں ایسا نظم وضبط پایا جاتا ہے جسے دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے کہ اتنے چھوٹے سے جاندار میں اتنی عقل اور سمجھ کہاں سے آ گئی۔ مکھیاں تلاش معاش میں اڑتی اڑتی دور دراز جگہوں پر جا پہنچتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھلوں، پھولوں اور میٹھی چیزوں پر بیٹھ کر ان کا رس چوستی ہیں۔ پھر یہی رس اپنے چھتہ کے خانوں میں لا کر ذخیرہ کرتی رہتی ہیں اور اتنی سمجھدار ہوتی ہیں کہ واپسی پر اپنے گھر کا راستہ نہیں بھولتیں۔ راستے میں خواہ ایسے کئی چھتے موجود ہوں وہ اپنے ہی چھتہ یا گھر پہنچیں گی۔ گویا ان مکھیوں کا نظم وضبط، پیہم آمد ورفت، ایک خاص قسم کا گھر تیار کرنا، پھر باقاعدگی کے ساتھ اس میں شہد کو ذخیرہ کرتے جانا، یہ سب راہیں اللہ نے مکھی کے لیے اس طرح ہموار کر دی ہیں کہ اسے کبھی سوچنے اور غور وفکر کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَىْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ |
| عِلْمٍ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ |
| اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے |
| ، کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے، بیشک اللہ جانتا ہے سب کچھ کر سکتا ہے۔ |

## عمر پوری ہونے پر موت طاری ہونے کا بیان

"وَاللَّه خَلَقَكُمْ" وَلَمْ تَكُونُوا شَيْئًا "ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ" عِنْد انْقِضَاء آجَالكُمْ "وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدّ إلَى أَرْذَل الْعُمُر" أَيْ أَخَسّه مِنْ الْهَرَم وَالْخَرَف "لِكَيْ لَا يَعْلَم بَعْد عِلْم شَيْئًا" قَالَ عِكْرِمَة: مَنْ قَرَأَ الْقُرْآن لَمْ يَصِرْ بِهَذِهِ الْحَالَة "إنَّ اللَّه عَلِيم" بِتَدْبِيرِ خَلْقه "قَدِير" عَلَى مَا يُرِيدهُ،

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا، جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے۔ پھر عمر پوری ہونے کے وقت وہ تمہاری جان قبض کرے گا اور تم میں کوئی سب سے ناقص عمر کی طرف پھیرا جاتا ہے، یعنی بڑھاپے اور خسیس عمر کی جانب پھیر دیا جاتا ہے۔ کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن پڑھا اس کی یہ حالت نہ ہوگی۔ بیشک اللہ اپنی مخلوق کی تدبیر کو جانتا ہے جو وہ ارادہ کرتا ہے وہ کچھ کر سکتا ہے۔

## ارذل عمر سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں، کہ سعد رضی اللہ عنہ ان پانچ (چیزوں سے پناہ مانگنے) کا حکم دیتے تھے اور ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے (وہ یہ ہیں) اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بخل سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں بزدلی سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ میں ارذل عمر کی طرف لوٹا دیا جاؤں اور تیری پناہ مانگتا ہوں، دنیا کے فتنے سے اور تیری پناہ مانگتا ہوں عذاب قبر سے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1320)

## کوئی مخلوق اپنی مقررہ حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی

ان خارجی مثالوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کی اپنی مثال پیش کی۔ کہ پہلے وہ بچہ ہوتا ہے اپنی تربیت کے لیے خوراک کھاتا ہے جس سے اس کا قد بھی بڑھتا ہے، ہمت بھی بڑھتی ہے، عقل اور علم میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے جو ایک مخصوص حد تک جا کر رک جاتا ہے اس کے بعد انسان وہی غذائیں کھاتا ہے جو پہلے کھاتا تھا مگر اس کے اثرات بالکل برعکس برآمد ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ اس کے جسم میں طاقت کے بجائے کمزوری واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے عقل بہت کم ہونے لگتی ہے۔ یادداشت کمزور ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ پہلے کی سیکھی ہوئی باتیں بھی بھولنے لگتا ہے۔ اعضاء مضمحل ہونے لگتے ہیں اور قد بڑا ہونے کے باوجود بچوں کی سی باتیں، بچوں کی سی ضدیں اور بچوں کی سی حرکات کرنے لگ جاتا ہے حتیٰ کہ اسے تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ حالانکہ غذا وہی کھاتا ہے جو بچپن میں کھایا کرتا تھا یا اس سے بھی اچھی غذائیں کھاتا ہے پھر اسے موت کا کڑوا گھونٹ بھی پینا پڑتا ہے۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى |
| مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ |
| اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت بخشی ہے، پس وہ لوگ جنہیں فوقیت دی گئی ہے کسی صورت اپنا رزق ان پر |
| لوٹانے والے نہیں جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ |

## رزق میں بعض کو بعض پر برتری کے ذریعے رد شرک کا بیان

"وَاللَّه فَضَّلَ بَعْضكُمْ عَلَى بَعْض فِي الرِّزْق" فَمِنْكُمْ غَنِيّ وَفَقِير وَمَالِك وَمَمْلُوك "فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا" أَيْ الْمَوَالِي "بِرَادِّي رِزْقهمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانهمْ" أَيْ بِجَاعِلِي مَا رَزَقْنَاهُمْ مِنْ الْأَمْوَال وَغَيْرهَا شَرِكَة بَيْنهمْ وَبَيْن مَمَالِيكهمْ "فَهُمْ" أَيْ الْمَمَالِيك وَالْمَوَالِي "فِيهِ سَوَاء" شُرَكَاء الْمَعْنَى لَيْسَ لَهُمْ شُرَكَاء مِنْ مَمَالِيكهمْ فِي أَمْوَالهمْ فَكَيْفَ يَجْعَلُونَ بَعْض مَمَالِيك اللَّه شُرَكَاء لَهُ "أَفَبِنِعْمَةِ اللَّه يَجْحَدُونَ" يَكْفُرُونَ حَيْثُ يَجْعَلُونَ لَهُ شُرَكَاء

اور اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فوقیت بخشی ہے، یعنی تم میں سے غنی وفقیر اور مالک ومملوک ہیں۔ پس وہ لوگ

جنھیں فوقیت دی گئی ہے کسی صورت اپنا رزق ان غلاموں پر لوٹانے والے نہیں۔ کیونکہ ان کے درمیان اور ان کے غلاموں کے درمیان شریک نہیں۔ جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں، یعنی اس کے غلاموں کو اس کا شریک کیوں ٹھہراتے ہیں۔ معنی اس کا یہ ہے کہ جب وہ غلاموں کو مالوں میں برابر نہیں ٹھہراتے تو بعض ممالیک کو اللہ کا شریک کے سے ٹھہرا سکتے ہیں۔ تو کیا وہ اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں۔ یعنی وہ اس کا شریک بنا کر کفر کرتے ہیں۔

خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لیے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوتِ استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں۔ جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذاتِ خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کرے گا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہرحال اسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بنتا آقا ہی مالک رہتا ہے اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات بیشک ہو جائے گی، لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہرکیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے اور ان چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً |
| وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ |
| اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا |
| فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا، تو کیا پھر بھی وہ باطل پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں۔ |

## جوڑے جوڑوں کی پیدائش کا بیان

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا" فَخَلَقَ حَوَّاء مِنْ ضِلْع آدَم وَسَائِر النَّاس مِنْ نُطَف الرِّجَال وَالنِّسَاء "وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَزْوَاجكُمْ بَنِينَ وَحَفَدَة" أَوْلَاد الْأَوْلَاد "وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَات" مِنْ أَنْوَاع الثِّمَار وَالْحُبُوب وَالْحَيَوَان "أَفَبِالْبَاطِلِ" الصَّنَم "يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰه هُمْ يَكْفُرُونَ" بِإِشْرَاكِهِمْ

اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا فرمائے پس اس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حواء سلام اللہ علیہا کو پیدا کیا اور تمام لوگوں کو مرد و خواتین کے نطفوں سے پیدا کیا۔ اور تمہارے جوڑوں یعنی بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق پھلوں کی مختلف اقسام، غلہ اور حیوانات عطا فرمائے، تو کیا پھر بھی وہ حق کو چھوڑ کر

باطل یعنی بت پر ایمان رکھتے ہیں اور شرک کرتے ہوئے اللہ کی نعمت سے وہ ناشکری کرتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اعتبار نسب سے احسان کا بیان

اپنے بندوں پر اپنا ایک اور احسان جتاتا ہے کہ انہی کی جنس سے انہی کی ہم شکل، ہم وضع عورتیں ہم نے ان کے لئے پیدا کیں اگر جنس اور ہوتی تو دلی میل جول، محبت و موعدت قائم نہ رہتی لیکن اپنی رحمت سے اس نے مرد عورت ہم جنس بنائے۔ پھر اس جوڑے سے نسل بڑھائی، اولاد پھیلائی، لڑکے ہوئے، لڑکوں کے لڑکے ہوئے، حفدہ کے ایک معنی تو یہی پوتوں کے ہیں، دوسرے معنی خادم اور مددگار کے ہیں پس لڑکے اور پوتے بھی ایک طرح خدمت گزار ہوتے ہیں اور عرب میں یہی دستور بھی تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں انسان کی بیوی کی سابقہ گھر کی اولاد اس کی نہیں ہوتی۔ حفدہ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سامنے اس کے لئے کام کاج کرے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اس سے مراد دامادی رشتہ ہے اس کے معنی کے تحت میں یہ سب داخل ہیں، چنانچہ قنوت میں جملہ آتا ہے والیک نسعی ونحفد ہماری سعی کوشش اور خدمت تیرے لئے ہی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اولاد سے، غلام سے، سسرال والوں سے، خدمت حاصل ہوتی ہے ان سب کے پاس سے نعمت الٰہی ہمیں ملتی ہے۔ ہاں جن کے نزدیک وحفدۃ کا تعلق ازواجا سے ہے ان کے نزدیک تو مراد اولاد اور اولاد کی اولاد اور داماد اور بیوی کی اولاد ہیں۔

پس یہ سب بسا اوقات اسی شخص کی حفاظت میں، اس کی گود میں اور اس کی خدمت میں ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی مطلب سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اولاد تیری غلام ہے۔ جیسے کہ ابوداؤد میں ہے اور جنہوں نے حفدہ سے مراد خادم لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ معطوف ہے اللہ کے فرمان آیت (وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ۔ النحل:72) پر یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری بیویوں اور اولاد کو خادم بنا دیا ہے اور تمہیں کھانے پینے کی بہترین ذائقے دار چیزیں عنایت فرمائی ہیں پس باطل پر یقین رکھ اللہ کی نعمتوں کی ناشکری نہ کرنی چاہئے۔ رب کی نعمتوں پر پردہ ڈال دیا اور ان کی دوسروں کی طرف نسبت کر دی۔

صحیح حدیث میں ہے کے قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو اپنے احسان جتاتے ہوئے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ میں نے تجھے ذی عزت نہیں بنایا تھا؟ میں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرے تابع نہیں کیا تھا اور میں نے تجھے سرداری میں اور آرام میں نہیں چھوڑا تھا؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ |
| اور اللہ کے سوا ان کی پرستش کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین سے ان کے لئے کسی قدر رزق دینے کے بھی مالک نہیں ہیں |
| اور نہ ہی کچھ قدرت رکھتے ہیں۔ |

## کچھ بھی قدرت نہ رکھنے والے بتوں کی پوجا کرنے کا بیان

"وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰه " أَيْ غَيْره "مَا لَا يَمْلِك لَهُمْ رِزْقًا مِنْ السَّمَاوَات " بِالْمَطَرِ "وَالْأَرْض" بِالنَّبَاتِ "شَيْئًا" بَدَل مِنْ رِزْقًا "وَلَا يَسْتَطِيعُونَ" يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْء وَهُوَ الْأَصْنَام

اور اللہ کے سوا ان بتوں کی پرستش کرتے ہیں جو آسانوں یعنی بارش اور زمین یعنی نباتات سے ان کے لئے کسی قدر رزق دینے کے بھی مالک نہیں ہیں یہاں پر شیئا یہ رزقا سے بدل ہے۔ اور نہ ہی کچھ قدرت رکھتے ہیں۔ یعنی وہ بت کسی چیز پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔

نعمتیں دینے والا، پیدا کرنے والا، روزی پہنچانے والا، صرف اللہ تعالیٰ اکیلا وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اور یہ مشرکین اس کے ساتھ اوروں کو پوجتے ہیں جو نہ آسمان سے بارش برسا سکیں، نہ زمین سے کھیت اور درخت اگا سکیں۔ وہ اگر سب مل کر بھی چاہیں تو بھی نہ ایک بوند بارش برسانے پر قادر، نہ ایک پتے کے پیدا کرنے ان میں سکت پس تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو۔ اس کے شریک وسہیم اور اس جیسا دوسروں کو نہ سمجھو۔ اللہ عالم ہے اور وہ اپنے علم کی بنا پر اپنی توحید پر گواہی دیتا ہے۔ تم جاہل ہو، اپنی جہالت سے دوسروں کو اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہو۔

| |
|---|
| فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| پس تم اللہ کے لئے مثل نہ ٹھہرایا کرو، بیشک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر مثل نہ بنانے کا بیان

"فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَال " لَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ أَشْبَاهًا تُشْرِكُونَهُمْ بِهِ "إِنَّ اللّٰه يَعْلَم " أَنْ لَا مِثْل لَهُ "وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ذَلِكَ

پس تم اللہ کے لئے مثل نہ ٹھہرایا کرو، یعنی تم ان کو شریک ٹھہرا کر اس کی مثل نہ بناؤ۔ بیشک اللہ جانتا ہے کہ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ اور تم اس بات کو نہیں جانتے۔

اس آیت میں ایک اہم حقیقت کو واضح فرمایا ہے جس سے غفلت برتنا ہی تمام کافرانہ شکوک وشبہات کو جنم دیتا ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر لوگ حق تعالیٰ کو اپنے بنی نوع انسان پر قیاس کر کے ان میں سے اعلیٰ ترین انسان مثلاً بادشاہ وفرمانروا کو اللہ تعالیٰ کی مثال قرار دیتے ہیں اور پھر اس غلط بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت کو بھی انسانی بادشاہوں کے نظام پر قیاس کر کے یہ کہنے لگتے ہیں کہ جس طرح کسی سلطنت وحکومت میں اکیلا بادشاہ سارے ملک کا انتظام نہیں کر سکتا بلکہ اپنے ماتحت وزراء اور دوسرے افسروں کو اختیارات سپرد کر کے ان کے ذریعہ نظم مملکت چلایا جاتا ہے اسی طرح یہ بھی ہونا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ماتحت کچھ اور معبود بھی ہوں جو اللہ کے کاموں میں اس کا ہاتھ بٹائیں یہی تمام بت پرست اور مشرکین کا عام نظریہ ہے اس جملے نے ان کے شبہات کی جڑ قطع

کردی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق کی مثالیں پیش کرنا خود بے عقلی ہیوہ مثال وتمثیل اور ہمارے وہم وگمان سے بالاتر ہے۔

| |
|---|
| ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ |
| يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ایک غلام ہے ملکیت میں ہے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ شخص ہے جسے ہم نے |
| اپنی طرف سے عمدہ روزی عطا فرمائی ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے، کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں، |
| سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ |

## شرک وغیر شرک والے کا برابر نہ ہونے کا بیان

"ضَرَبَ اللّٰه مَثَلًا" وَيُبْدَل مِنْهُ "عَبْدًا" "عَبْدًا مَمْلُوكًا" صِفَة تُمَيِّزهُ مِنْ الْحُرّ فَإِنَّهُ عَبْد اللّٰه "لَا يَقْدِر عَلَى شَيْء" لِعَدَمِ مِلْكه "وَمَنْ" نَكِرَة مَوْصُوفَة أَيْ حُرًّا "رَزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِق مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا" أَيْ يَتَصَرَّف فِيهِ كَيْفَ يَشَاء وَالْأَوَّل مَثَل الْأَصْنَام وَالثَّانِي مَثَلُهُ تَعَالَى "هَلْ يَسْتَوُونَ" أَيْ الْعَبِيد الْعَجَزَة وَالْحُرّ الْمُتَصَرِّف ؟ لَا "الْحَمْدُ لِلّٰهِ" وَحْده "بَلْ أَكْثَرهمْ" أَيْ أَهْل مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" مَا يَصِيرُونَ إِلَيْهِ مِنْ الْعَذَاب فَيُشْرِكُونَ

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک غلام ہے۔ یہاں پر عبدا مملوکا یہ مثلا سے بدل ہے۔ اور مملوکا یہ عبدا کی صفت ہے تا کہ اس کو آزادی سے ممتاز کرے۔ کیونکہ وہ عبداللہ ہے۔ جو کسی کی ملکیت میں ہے خود کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا، یہاں پر من نکرہ موصوفہ ہے۔ یعنی وہ آزاد ہے۔

اور دوسرا وہ شخص ہے جسے ہم نے اپنی طرف سے عمدہ روزی عطا فرمائی ہے سو وہ اس میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے، یعنی اس میں تصرف کرتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔ پہلے کی مثال بتوں کی طرح ہے جبکہ دوسرے کی مثال اعلیٰ ہے۔ کیا وہ یعنی عاجز غلام اور آزاد تصرف کرنے والا برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ لہٰذا سب تعریفیں اللہ وحدہ کے لئے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر اہل مکہ اس کو نہیں جانتے۔ جس عذاب کی طرف وہ جا رہے ہیں کیونکہ وہ شرک کرتے ہیں۔

## سورہ نحل آیت ۷۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ہشام بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا) یہ وہی شخص ہے جو مال کو خفیہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتا تھا اور اس کا غلام ابو الجواز اسے منع کیا کرتا تھا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ الخ)

اور خدا ایک اور مثال بیان فرماتا ہے دو آدمی ہیں ایک ان میں سے گونگا ہے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور اپنے مالک کو دو بھر

ہو رہا ہے وہ جہاں اسے بھیجتا ہے بھلائی نہیں لاتا کیا ایسا گونگا اور وہ شخص جو لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں۔ تو ان میں سے گونگا اپنے آقا پر بوجھ ہے۔ یہ آقا اسد بن ابی العیص ہے اور وہ شخص جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (نیسابوری 235، سیوطی 163، درمنثور، 4۔135)

## مومن اور کافر میں فرق

ہرگز نہیں تو جب غلام و آزاد برابر نہیں ہو سکتے باوجودیکہ دونوں اللہ کے بندے ہیں تو اللہ خالق مالک قادر کے ساتھ بے قدرت واختیار بت کیسے شریک ہو سکتے ہیں اور ان کو اس کے مثل قرار دینا کیسا بڑا ظلم وجہل ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں یہ کافر اور مومن کی مثال ہے۔ پس ملکیت کے غلام سے مراد کافر اور اچھی روزی والے اور خرچ کرنے والے سے مراد مومن ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں اس مثال سے بت کی اور اللہ تعالیٰ کی جدائی سمجھانا مقصود ہے کہ یہ اور وہ برابر کے نہیں۔ اس مثال کا فرق اس قدر واضح ہے جس کے بتانے کی ضرورت نہیں، اسی لئے فرماتا کہ تعریفوں کے لائق اللہ ہی ہے۔ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔

کیا یہ دونوں شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں؟ جب نہیں اور یقیناً ہرگز نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں بشر، انسان، اور مخلوق ہیں، تو پھر حضرت خالق جل مجدہ کے ساتھ کسی کی برابری کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ (تفسیر مراغی، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا |
| يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
| اور اللہ نے دو آدمیوں کی مثال بیان فرمائی ہے جن میں سے ایک گونگا ہے وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور وہ اپنے مالک پر |
| بوجھ ہے وہ اسے جدھر بھی بھیجتا ہے کوئی بھلائی لے کر نہیں آتا، کیا وہ اور وہ شخص جو لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے |
| اور وہ خود بھی سیدھی راہ پر گامزن ہے برابر ہو سکتے ہیں۔ |

## کافر ومومن کی مثال کا بیان

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا" وَيُبْدَل مِنْهُ "رَجُلَيْنِ أَحَدهمَا أَبْكَم" وُلِدَ أَخْرَس "لَا يَقْدِر عَلَى شَيْء" لِأَنَّهُ لَا يَفْهَم وَلَا يُفْهِم "وَهُوَ كَلٌّ" ثَقِيل "عَلَى مَوْلَاهُ" وَلِيّ أَمْره "أَيْنَمَا يُوَجِّههُ" يَصْرِفهُ "لَا يَأْتِ" مِنْهُ "بِخَيْرٍ" يَنْجَح وَهٰذَا مَثَل الْكَافِر "هَلْ يَسْتَوِي هُوَ" أَيْ الْأَبْكَم الْمَذْكُور "وَمَنْ يَأْمُر بِالْعَدْلِ" أَيْ وَمَنْ هُوَ نَاطِق نَافِع لِلنَّاسِ حَيْثُ يَأْمُر بِهِ وَيَحُثّ عَلَيْهِ "وَهُوَ عَلَى صِرَاط" طَرِيق "مُسْتَقِيم" وَهُوَ الثَّانِي الْمُؤْمِن؟ لَا وَقِيلَ هٰذَا مَثَل اللّٰهِ وَالْأَبْكَمُ لِلْأَصْنَامِ وَالَّذِي قَبْله مَثَل الْكَافِر وَالْمُؤْمِن

اور اللہ نے دو ایسے آدمیوں کی مثال بیان فرمائی ہے یہاں پر رجلین یہ مثلا سے بدل ہے۔ جن میں سے ایک پیدائشی طور

پر گونگا ہے وہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا کیونکہ وہ نہ سن سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ اپنے مالک پر بوجھ ہے وہ مالک اسے جدھر بھی بھیجتا ہے کوئی بھلائی لے کر نہیں آتا، یہ کافر کی مثال ہے۔ کیا وہ گونگا برابر ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جو اس منصب کا حامل ہے کہ لوگوں کو عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے یعنی جو لوگوں کے فائدے کیلئے بولتا ہے جب وہ حکم دیتا ہے اور اس پر تیار کرتا ہے۔ اور وہ خود بھی سیدھی راہ پر گامزن ہے۔ یہاں دوسرے سے مراد مؤمن ہے اور یہ نہیں بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اللہ کی مثال ہے اور گونگے سے مراد بت ہیں۔ جو اس سے پہلے گزر گیا ہے اس مثال میں کافر و مؤمن کی مثال ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

## معبود وغیر معبود کو سمجھانے کا بیان

یہ مثال بھی اس فرق کے دکھانے کی ہو جو اللہ تعالیٰ میں اور مشرکین کے بتوں میں ہے۔ یہ بت گونگے ہیں نہ کلام کر سکیں نہ کوئی بھلی بات کہہ سکیں، نہ کسی چیز پر قدرت رکھیں۔ قول و فعل دونوں سے خالی۔ پھر محض بوجھ، اپنے مالک پر بار، کہیں بھی جائے کوئی بھلائی نہ لائے۔ پس ایک برابر ہو جائیں گے؟ ایک قول ہے کہ ایک گونگا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ مثال بھی کافر و مومن کی ہو جیسے اس سے پہلے کی آیت میں تھی۔ کہتے ہیں کہ قریش کے ایک شخص کے غلام کا ذکر پہلے ہے اور دوسرے شخص سے مراد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور غلام گونگے سے مراد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ غلام ہے جس پر آپ خرچ کرتے تھے جو آپ کو تکلیف پہنچاتا رہتا تھا اور آپ نے اسے کام کاج سے آزاد کر رکھا تھا لیکن پھر بھی یہ اسلام سے چڑتا تھا، منکر تھا اور آپ کو صدقہ کرنے اور نیکیاں کرنے سے روکتا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

یہ مثال مومن کی ہے۔ معنی یہ ہیں کہ کافر ناکارہ گونگے غلام کی طرح ہے وہ کسی طرح مسلمان کی مثل نہیں ہو سکتا جو عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ گونگے ناکارہ غلام سے بتوں کو تمثیل دی گئی اور انصاف کا حکم دینا شانِ الٰہی کا بیان ہوا، اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو شریک کرنا باطل ہے کیونکہ انصاف قائم کرنے والے بادشاہ کے ساتھ گونگے اور ناکارہ غلام کو کیا نسبت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کے لئے ہے، اور قیامت کے بپا ہونے کا واقعہ اس قدر تیزی سے ہوگا |
| جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی تیز تر، بیشک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

## زمین وآسمان کے غیوب کے علم کا بیان

"وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَيْ عِلْم مَا غَابَ فِيهِمَا "وَمَا أَمْر السَّاعَة إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَر أَوْ هُوَ أَقْرَب" لِأَنَّهُ بِلَفْظِ كُنْ فَيَكُون

اور آسمانوں اور زمین کا سب غیب اللہ ہی کے لئے ہے، یعنی جو کچھ ان میں پوشیدہ ہے وہ اللہ کے علم میں ہے۔ اور قیامت کے برپا ہونے کا واقعہ اس قدر تیزی سے ہوگا جیسے آنکھ کا جھپکنا یا اس سے بھی تیز تر، بیشک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا بیان ہے کہ وہ جمیع غیوب کا جاننے والا ہے اس پر کوئی چھپنے والی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد علم قیامت ہے۔

## زمین وآسمان کی چابیاں رسول اللہ ﷺ کو دی جانے کا بیان

ابوالخیر، عقبہ بن عامر کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور شہدائے احد پر نماز پڑھی جس طرح جنازہ کی نماز پڑھی جاتی ہے، پھر منبر کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ میں جنت میں تمہارے لئے پیش خیمہ ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور اللہ کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، اللہ کی قسم میں تمہارے متعلق اس بات سے نہیں ڈرتا ہوں، کہ تم شرک کرنے لگو گے، لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم اس دنیا کی طرف رغبت نہ کرنے لگو۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1374)

## قیامت کے اچانک آجانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہو اور جب لوگ آفتاب مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دیکھ لیں گے تو سارے لوگ ایمان لے آئیں گے لیکن ایسا وقت ہوگا جس میں کسی شخص کا ایمان اس کو نفع نہ پہنچائے گا۔ جب تک کہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو اور قیامت اس طرح قائم ہو جائے گی کہ دو آدمی (خرید وفرخت کے لئے) کپڑے پھیلائے ہوں گے لیکن خرید وفرخت کر نہیں پائیں گے اور نہ اس کو لپیٹ سکیں گے اور کوئی شخص اونٹنی کا دودھ لے کر چلا ہوگا لیکن وہ اس کو پینے نہ پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی ایک آدمی اپنے جانور کو پلانے کے لئے حوض تیار کر رہا ہوگا اور اپنے جانوروں کو پلانے نہ پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔

(صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1453)

| |
|---|
| وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ |
| وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ |
| اور اللہ نے تمھیں تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمھارے لیے |
| کان اور آنکھیں اور دل بنا دیا، تا کہ تم شکر کرو۔ |

## ماں کے پیٹ سے مولود کے عدم علم کا بیان

"وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا" اَلْجُمْلَةُ حَال "وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ" بِمَعْنَى

الْأَسْمَاع "وَالْأَبْصَار وَالْأَفْئِدَة" الْقُلُوب "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" تَشْكُرُونَهُ عَلَى ذَلِكَ فَتُؤْمِنُونَ

اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے یہاں پر "لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا" کم ضمیر سے حال ہے۔ اور سمع بہ معنی اسماع ہے اور اس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیا، تا کہ تم شکر کرو۔ یعنی تم شکر ادا کرتے ہوئے ایمان لے آؤ۔

پیدائش کے وقت انسان کا بچہ جس قدر بے خبر اور کمزور ہوتا ہے اتنا اور کسی جاندار کا بچہ بے خبر اور کمزور نہیں ہوتا۔ دوسرے سب جانداروں کے بچے پیدا ہوتے ہی راہ دیکھنے اور چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ لیکن انسان کا بچہ چلنا تو در کنار بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان اور دل سب جانداروں کو عطا کیے ہیں۔ لیکن انسان کو اللہ نے جو کان، آنکھیں اور دل دیئے ہیں وہ اتنی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ ان کے ذریعہ انسان باقی تمام جانداروں اور دوسری مخلوق کو اپنا تابع بنا رہا ہے اور ان پر حکمرانی کر رہا ہے۔ اب اس کا حق تو یہی ہے کہ جس ہستی نے اسے ایسے قابل کان، آنکھیں اور دل عطا کیے ہیں اس کا شکر بجا لائے۔ کانوں سے اللہ کا کلام سنے، آنکھوں سے کائنات میں ہر سو بکھری ہوئی اللہ کی نشانیوں اور قدرتوں کو دیکھے۔ پھر دل سے غور وفکر کرے اور صانع حقیقی کی معرفت اور توحید تک پہنچے مگر افسوس ہے کہ اکثر انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کی کوئی قدر نہ کی اور استعداد رکھنے کے باوجود کانوں، آنکھوں اور دلوں سے وہ کام نہیں لیا جس غرض کے لیے اللہ نے یہ نعمتیں انسان کو عطا کی تھیں۔ اپنی دنیوی اغراض کی خاطر ان سے اتنا ہی کام لیا جتنا دوسرے حیوانات لیتے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ |
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ |
| کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں |
| ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ |

## فضاء میں پرندوں کے معلق ہونے کا بیان

"أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْر مُسَخَّرَات" مُذَلَّلَات لِلطَّيَرَانِ "فِي جَوّ السَّمَاء" أَيْ الْهَوَاء بَيْن السَّمَاء وَالْأَرْض "مَا يُمْسِكهُنَّ" عِنْد قَبْض أَجْنِحَتهنَّ أَوْ بَسْطهَا أَنْ يَقَعْنَ

کیا انہوں نے پرندوں کی طرف نہیں دیکھا، آسمان کی فضا میں مسخر ہیں، یعنی جو فضاء میں معلق ہیں۔ یعنی جو ہوا زمین و آسمان کے درمیان میں ہے انہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں تھامتا۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں یعنی ان کے پروں کو بند کرنے اور کھولنے کی حالت میں بنایا۔ جو ایمان لاتے ہیں۔

## فضائی پرندوں کی تسخیر کا بیان

کوئی چیز فضا میں ٹھہر نہیں سکتی وہ ہوا کی لطافت اور زمین کی کشش ثقل کی وجہ سے زمین پر آ گرتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے پرندوں کے پروں اور ان کی دم کی ساخت میں کچھ ایسا توازن قائم کیا ہے کہ نہ زمین کی کشش ثقل انہیں اپنی طرف کھینچتی ہے اور نہ ہوا کی لطافت انہیں نیچے گراتی ہے اور فضا میں بے تکلف تیرتے پھرتے ہیں۔ پھر یہ فن انہیں سیکھنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ سب باتیں ان کی فطرت میں رکھ دی گئی ہیں۔ پرندے جب اڑنے لگتے ہیں تو اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتے اور پھیلاتے ہیں۔ پھر جب فضا میں پہنچ جاتے ہیں تو ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت پروں کو پھیلائے رکھیں۔ وہ انہیں بند بھی کر لیتے ہیں لیکن پھر بھی گرتے نہیں۔ انسان نے پرندوں کی اڑان اور ان کی ساخت میں غور و فکر کر کے ہوائی جہاز تو ایجاد کر لیا۔ مگر جس ہستی نے ایسے طبعی قوانین بنا دیئے ہیں جن کی بنا پر پرندے یا ہوائی جہاز فضا میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس ہستی کی معرفت حاصل کرنے کے لیے انسان نے کوئی کوشش نہ کی۔

## پرندوں کے توکل کرنے کا بیان

آنکھیں، کان اور دل کا ذکر کرنے کے بعد پرندوں کا ذکر کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ ان تینوں چیزوں سے کام لے کر ہر جاندار اپنی معاش کی فکر کرتا ہے۔ انسان بھی اور پرندے بھی۔ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ بھی نہیں لاتا۔ اب انسان کا تو یہ حال ہے کہ وہ کسب معاش اور دنیوی کاروبار کے دھندوں میں ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ یہی چیزیں اسے اللہ پر ایمان لانے اور اس کا فرمانبردار بن کر رہنے میں رکاوٹ بن جاتی ہیں۔ حالانکہ اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ اس لحاظ سے پرندے انسان سے بدرجہا بہتر ہیں۔ چنانچہ سیدنا عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اسی طرح رزق دیا جاتا ہے جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ (سنن ترمذی، ابواب الزہد)

| |
|---|
| وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ |
| ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○ |
| اور اللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں سے رہنے کی جگہ بنا دی اور تمھارے لیے چوپاؤں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے |
| جنھیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کی اونوں سے اور ان کی پشموں سے اور |
| ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔ |

## حیوانات کی اونوں سے گھریلو سامان بنانے کا بیان

"وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا" مَوْضِعًا تَسْكُنُونَ فِيهِ "وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُود الْأَنْعَام بُيُوتًا" كَالْخِيَامِ وَالْقِبَاب "تَسْتَخِفُّونَهَا" لِلْحَمْلِ "يَوْم ظَعْنكُمْ" سَفَركُمْ "وَيَوْم إِقَامَتكُمْ وَمِنْ أَصْوَافهَا" أَيْ

الْغَنَم "وَأَوْبَارِهَا" أَيْ الْإِبِل "وَأَشْعَارِهَا" أَيْ الْمَعز "أَثَاثًا" مَتَاعًا لِبُيُوتِكُمْ كَبُسُطٍ وَأَكْسِيَة "وَمَتَاعًا" تَتَمَتَّعُونَ بِهِ "إِلَى حِين" يَبْلَى فِيهِ

اوراللہ نے تمھارے لیے تمھارے گھروں سے رہنے کی جگہ بناوی یعنی ایسی جگہ۔ جہاں تم سکون حاصل کرسکو۔ اور تمھارے لیے چوپاؤں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جس طرح خیمے اور قبے ہیں۔ جنہیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اوران کی اونوں سے اوران کی پشموں سے اوران کے بالوں سے یعنی بکریوں کے بالوں اوراونٹوں کے روؤں سے گھر کا سامان جس طرح چادریں اورلباس وغیرہ بناتے ہیں۔ اورایک وقت تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔ یعنی جب تک وہ بوسیدہ نہ ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

سکنا ۔ فعل بمعنی مفعول۔ ای موضعا تسکنون فیه وقت اقامتکم۔ وہ جگہ جہاں تم بوقت اقامت تسکین پاتے ہو۔ بیوتا۔ مفعول بیت کی جمع۔ یہاں گھر سے مراد چمڑے کے بنے ہوئے خیمے جو مسافری کے دوران گھر کا کام دیتے ہیں۔ تستخفونها ۔مضارع جمع مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مونث غائب (اس کا مرجع بیوتا ہے تم اسے ہلکا پاتے ہو۔ استخفاف (استفعال) مصدر۔ جس کا مطلب ہلکا سمجھنا۔

الخفیف الثقیل کے مقابلہ میں ہے ۔ظعنکم۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سفر۔ ظعن مصدر۔ ومن اصوافها واوبارها واشعارها اس کا عطف ومن جلود پر ہے اور ھا ضمیر کا مرجع الانعام ہے۔ اصوافها۔ ان کی اُون۔ صوف کی جمع ہے۔ بھیڑوں کی اُون۔ اوبارھا۔ ان کی اُون۔ وبر کی جمع اونٹ کی اون کو وبر کہتے ہیں۔ اشعارھا۔ ان کے بال۔ شعر کی جمع۔ بکری کے بال۔ ھا ضمیر کا مرجع جیسا کہ اوپر بیان ہوا الانعام ہے جس میں بھیڑیں بکریاں اونٹ سب شامل ہیں۔

اثاثا۔ اثاثہ۔ گھر کا سامان۔ مال واسباب۔ اث سے مشتق ہے۔ اث یوث (نصر) بمعنی زیادہ یا گنجان ہونا۔ پھر یہ لفظ اثاث ہر قسم کے فراوان مال پر بولا جانے لگا۔ متاع کی طرح اس کا بھی واحد نہیں آتا۔ اس کی جمع اثاث (بکسر ہمزہ) قرآن مجید ہے هم احسن اثاثا ورئیا ،وہ سازوسامان میں زیادہ تھے اور خوش منظر بھی۔ الی حین۔ مدت تک۔ مدت العمر۔ الی ان تموتوا۔ تمہاری موت تک۔

## مکانوں کا جائے سکون ہونے کا بیان

اس میں حق تعالیٰ نے انسان کے بیت یعنی گھر کو سکن فرما کر گھر بنانے کا فلسفہ اور حکمت واضح فرمادی کہ اس کا اصل مقصد جسم اور قلب کا سکون ہے عادۃ انسان کا کسب وعمل گھر سے باہر ہوتا ہے جو اس کی حرکت سے وجود میں آتا ہے اس کے گھر کا اصلی منشاء یہ ہے کہ جب حرکت وعمل سے تھک جائے تو اس میں جا کر آرام کرے اور سکون حاصل کرے اگرچہ بعض اوقات انسان اپنے گھر میں بھی حرکت وعمل میں مشغول رہتا ہے مگر یہ عادۃ کم ہے۔

اس کے علاوہ سکون اصل میں قلب و دماغ کا سکون ہے وہ انسان کو اپنے گھر میں ہی حاصل ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انسان کے مکان کی سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ اس میں سکون ملے آج کی دنیا میں تعمیرات کا سلسلہ اپنے عروج پر ہے اور ان میں ظاہری ٹیپ ٹاپ پر بیحد خرچ بھی کیا جاتا ہے لیکن ان میں ایسے مکانات بہت کم ہیں جن میں قلب اور جسم کا سکون حاصل ہو بعض اوقات تو مصنوعی تکلفات خود ہی آرام و سکون کو برباد کر دیتے ہیں اور وہ بھی نہ ہو تو گھر میں جن لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے وہ اس سکون کو ختم کر دیتے ہیں ایسے عالی شان مکانات سے وہ جگہ اور جھونپڑی اچھی ہے جس کے رہنے والے کے قلب و جسم کو سکون حاصل رہا ہو۔

قرآن کریم ہر چیز کی روح اور اصل کو بیان کرتا ہے انسان کے گھر کا اصل مقصد اور سب سے بڑی غرض و غایت سکون کو قرار دیا اسی طرح ازدواجی زندگی کا اصل مقصد بھی سکون قرار دیا ہے لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا جس ازدواجی زندگی سے یہ مقصد حاصل نہ ہو وہ اس کے اصل فائدے سے محروم ہے آج کی دنیا میں ان چیزوں میں رسمی اور غیر رسمی تکلفات اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کی حد نہیں رہی اور مغربی تمدن و معاشرت نے ان چیزوں میں ظاہری زیب و زینت کے سارے سامان جمع کر دیئے مگر سکون قلب و جسم سے قطعاً محروم کر ڈالا۔

## حیوانات کی کھالوں اور بالوں سے فوائد کا بیان

اس سے ثابت ہوا کہ جانوروں کی کھال اور بال اور اون سب کا استعمال انسان کے لئے حلال ہے اس میں یہ بھی قید نہیں کہ جانور مذبوح ہو یا مردار اور نہ یہ قید ہے کہ اس کا گوشت حلال ہے یا حرام ان سب قسم کے جانوروں کی کھال دباغت دے کر استعمال کرنا حلال ہے اور بال اور اون پر تو جانور کی موت کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا وہ بغیر کسی خاص صنعت کے حلال اور جائز ہے امام اعظم ابوحنیفہ کا یہی مذہب ہے البتہ خنزیر کی کھال اور اس کے تمام اجزاء ہر حال میں نجس اور نا قابل انتفاع ہیں۔

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے اس آیت کی تلاوت اس نے تمہیں چوپایوں کی کھالوں کے خیمے دیئے اس نے کہا یہ بھی سچ ہے، اسی طرح آپ ان آیتوں کو پڑھتے گئے اور وہ ہر ایک نعمت کا اقرار کرتا رہا آخر میں آپ نے پڑھا اس لئے کہ تم مسلمان اور مطیع ہو جاؤ اس وقت وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آخری آیت اتاری کہ اقرار کے بعد انکار کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نحل، بیروت)

## دباغت شدہ کھال میں نماز کی اباجت کا بیان

ہر وہ کھال جس کو دباغت دی گئی ہو پس وہ پاک ہو گئی۔ اور اس میں نماز جائز ہے۔ اور اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ سوائے اس کھال کے جو آدمی کی ہو یا خنزیر ہو۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے ہر دباغت کی گئی کھال پاک ہو گئی۔ یہ حدیث اپنے عموم کے سبب مردار کی کھال کے بارے میں امام مالک علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔ اور اس نہی سے کوئی معارضہ نہیں کیا جائے گا جو مردار سے نفع حاصل کرنے کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم مردار کے کھال سے نفع حاصل نہ کرو کیونکہ اہاب غیر

دباغت والی کھال کا نام ہے۔اور کتے کی کھال میں امام شافعی علیہ الرحمہ پر حجت ہے۔اور وہ نجس العین بالکل نہیں۔کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ کتے سے نگرانی اور شکار کے طور پر نفع حاصل کیا جاتا ہے۔بخلاف سؤر کے کیونکہ وہ نجس العین ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمان ''فانہ رجس'' میں ضمیر ''ہ'' کا مرجع خنزیر ہے۔کیونکہ یہی قریب ہے۔اور آدمی کے اجزاء سے حصول نفع کا حرام ہونا اس کی عزت کی وجہ سے ہے۔لہٰذا ہماری بیان کردہ روایت سے یہ دونوں کھالیں خارج ہوگئیں۔ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو روکے اسے دباغت کہتے ہیں۔اگرچہ دھوپ یا مٹی کے لگانے سے حاصل ہو۔کیونکہ اس سے مقصود حاصل ہو جائے گا لہٰذا اس کیلئے اس کے کسی غیر کی شرط لگانے کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا۔(ہدایہ اولین، کتاب طہارت، لاہور)

## دباغت کی تعریف کا بیان

ہر وہ چیز جو بدبو اور فساد کو ختم کرے اسے دباغت کہتے ہیں۔

## مردار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی کسی لونڈی کو ایک بکری صدقہ میں دی گئی تھی، وہ مر گئی۔اور رسول اللہ ﷺ نے اس کو پڑا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگ کر کام میں لاتے۔تو لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ مردار تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ مردار کا کھانا حرام ہے۔(رقم الحدیث، 117، صحیح مسلم ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، مسند احمد، بخاری، ابوداؤد، نسائی، بتصرف اسنادھا) امام دارقطنی ۲۹ مختلف اسناد سے دباغت کے متعلق احادیث لائے ہیں۔

**حدثنا أبو بكر النيشابوری نا محمد بن عقيل بن خويلد نا حفص بن عبد الله نا إبراهيم بن طهمان عن أيوب عن نافع عن بن عمر قال قال رسول صلى الله عليه و سلم أيما اهاب دبغ فقد طهر إسناد حسن ۔** (سنن دارقطنی، ج ا، ص ۲۸، دارالمعرفہ بیروت)

دباغت کھال سے متعلق تین مسائل ہیں (۱) کھال کی طہارت۔اس کا تعلق کتاب الصید سے ہے۔(۲) اس کھال میں نماز پڑھنا یہ مسئلہ کتاب الصلوٰۃ سے متعلق ہے۔(۳) اس سے وضو کرنا تا کہ قربت حاصل ہو یہ مسئلہ اس باب سے متعلق ہے۔اور والصلوٰۃ فیہ کہا ہے جبکہ اس کو کپڑا بنایا جائے۔اسی لئے ''والصلوٰۃ علیہ'' نہیں کہا۔کہ نمازی اس پر نماز پڑھے اگرچہ دونوں کا حکم ایک ہے۔کیونکہ کپڑے کا بیان نمازی پر زیادہ مشتمل ہے۔اور وہ منصوص علیہ بھی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''و ثيابك فطهر'' اور جگہ کی طہارت اس کے ساتھ بطور دلالت ملی ہوئی ہے۔اور آخری دونوں کا حکم اس میں بیان کیا ہے اور پہلی صورت اس لئے بیان کرتا تا کہ امام مالک علیہ الرحمہ کے قول سے احتراز کیا جائے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ کھال کا ظاہر پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا باطن پاک نہیں ہوتا لہٰذا کھال پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اس کے اندر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اسی طرح استثناء میں خنزیر کو آدمی پر مقدم کیا ہے کیونکہ یہ محل نجاست ہے اور نجاست کے موقع کے اعتبار سے خنزیر نجس العین ہے لہٰذا وہ قابل اہانت ہے اور آدمی کو اس سے موخر ذکر کیا ہے کیونکہ وہ افضل ہے۔(عنایہ شرح الہدایہ، ج ا، ص ۱۲۶، بیروت)

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ○

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ کئی چیزوں کے سائے بنائے اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں اور اس نے تمہارے لئے ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور ایسے لباس جو تمہیں شدید جنگ میں بچاتے ہیں، اس طرح اللہ تم پر اپنی نعمت پوری فرماتا ہے تاکہ تم سر نیاز خم کر دو۔

## انسانوں کیلئے پیدا کردہ اللہ کی نعمتوں کا بیان

"وَاللّٰه جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ " مِنْ الْبُيُوت وَالشَّجَر وَالْغَمَام "ظِلَالًا" جَمْع ظِلّ تَقِيكُمْ حَرّ الشَّمْس "وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ الْجِبَال أَكْنَانًا " جَمْع كِنّ وَهُوَ مَا يُسْتَكَنّ فِيهِ كَالْغَارِ وَالسَّرَب "وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيل" قُمُصًا "تَقِيكُمْ الْحَرّ" أَيْ وَالْبَرْد "وَسَرَابِيل تَقِيكُمْ بَأْسكُمْ" حَرْبكُمْ أَيْ الطَّعْن وَالضَّرْب فِيهَا كَالدُّرُوعِ وَالْجَوَاشِن "كَذَلِكَ" كَمَا خَلَقَ هَذِهِ الْأَشْيَاء "يُتِمّ نِعْمَته" فِي الدُّنْيَا "عَلَيْكُمْ" بِخَلْقِ مَا تَحْتَاجُونَ إلَيْهِ "لَعَلَّكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "تُسْلِمُونَ" تُوَحِّدُونَهُ

اور اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ کئی چیزوں یعنی گھروں، درختوں اور بادلوں کے سائے بنائے۔ یہاں پر ظلالا یہ ظل کی جمع ہے۔ جو تمہیں سورج کی گرمی سے بچاتے ہیں۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں پناہ گاہیں بنائیں یہاں پر اکنان یہ کن کی جمع ہے۔ اور وہ ہے جس میں ٹھہرا جائے جس طرح غار اور سراء ہے اور اس نے تمہارے لئے کچھ ایسے لباس بنائے جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں اور کچھ ایسے لباس جو تمہیں شدید جنگ میں نیزہ اور تلوار کی زد سے بچاتے ہیں، جس طرح زرہ اور سینے بند ہے۔ اس طرح اللہ تم پر اپنی نعمت دنیا میں پوری فرماتا ہے یعنی ایسی چیزوں کی تخلیق کے ساتھ جس کی طرف تمہیں ضرورت ہے۔ تاکہ تم یعنی اہل مکہ سر نیاز خم کر دو۔ یعنی اس کی توحید کو مان جاؤ۔

## لباس کے مفہوم کا بیان

"لباس" اصل میں تو مصدر ہے، لیکن استعمال "ملبوس" کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ " کتاب " کا لفظ مصدر ہونے کے باوجود " مکتوب " کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے "لباس" کے ماضی اور مضارع کے صیغے باب علم یعلم سے آتے ہیں، ویسے اس کا مصدر لبس (لام کے پیش کے ساتھ) بھی آتا ہے! اور لبس جو لام کے زبر کے ساتھ آتا ہے اس کے معنی التباس و خلط کے ہیں جس کا باب ضرب یضرب ہے۔

## انسان کیلئے لباس کی نعمت کا بیان

انسان کو سردی سے بچنے کے لیے بھی لباس کی ایسے ہی ضرورت ہوتی ہے جیسے گرمی سے بچنے کے لیے اور جو لباس گرمی سے

بچاتا ہے وہ سردی سے بھی بچاتا ہے اور یہاں جو بالخصوص گرمی سے بچانے کا ذکر فرمایا تو اس لیے اہل عرب سردی کے موسم سے ناآشنا تھے وہاں عموماً موسم گرم ہی رہتا ہے۔ بالخصوص مکہ میں، جہاں یہ سورت نازل ہوئی، ٹھنڈا موسم ہوتا ہی نہیں۔ وہاں فرق صرف یہ ہوتا ہے کہ کبھی کم گرمی کا موسم ہوتا ہے اور کبھی شدید گرمی کا ہے۔

اور ایسی پوشاکیں بھی جو لڑائی کے دوران تمہاری حفاظت کرتی ہیں" یعنی لوہے وغیرہ کی وہ زرہیں جو تم لوگ لڑائی میں پہنتے ہو۔ دشمن کے وار سے بچنے کیلئے۔ اور لوہے کے ان لباسوں یعنی زرہ وغیرہ کا استعمال قدیم زمانے میں چلا آرہا ہے۔ سو یہ قدرت کی کتنی عنایت ہے تم پراے لوگوں۔ سو زرہ سازی میں کام آنیوالے خام مواد کو بھی اسی خالق کل مالک مطلق نے پیدا فرمایا۔ اور اتنی بے حدوحساب مقدار میں پیدا فرمایا۔ اور جگہ جگہ اس کے ذخیروں کے ذخیرے رکھ دیے۔ اور تم کو عقل کے اس جوہر سے بھی اسی نے نوازا جس کے ذریعے تم لوگ یہ سب کام کرتے ہو۔ سوان تمام نعمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ تم لوگ دل وجان سے اپنے اس خالق ومالک کے آگے جھک جاؤ اور ہمیشہ جھکے رہو ہی رہو۔

| |
|---|
| فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ○يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ○ |
| پھر اگر وہ منہ پھیریں تو اے محبوب! تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر اس کا انکار کرتے ہیں |
| اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔ |

## کفار کا نعمت کے اقرار کے بعد انکار کر جانے کا بیان

"فَإِنْ تَوَلَّوْا" أَعْرَضُوا عَنْ الْإِسْلَام "فَإِنَّمَا عَلَيْك" يَا مُحَمَّد "الْبَلَاغ الْمُبِين" الْإِبْلَاغ الْبَيِّن وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ "يَعْرِفُونَ نِعْمَة اللَّه" أَيْ يُقِرُّونَ بِأَنَّهَا مِنْ عِنْده "ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا" بِإِشْرَاكِهِمْ "وَأَكْثَرهمْ الْكَافِرُونَ،

پھر اگر وہ منہ پھیریں یعنی وہ اسلام سے اعراض کریں۔ تو یا محمد ﷺ تم پر نہیں مگر صاف پہنچا دینا ہے۔ یعنی حکم پہنچا دینا ہے اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔ وہ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں، یعنی وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ نعمت اسی کی جانب سے ہے۔ پھر شرک کرکے اس کا انکار کرتے ہیں اور ان میں سے اکثر ناشکرے ہیں۔

## حکم جہاد کے پیغام حق پہنچانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جھنڈا میں ایک ایسے آدمی کو دوں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوگا، اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح عطا فرمائے گا، حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کے علاوہ کبھی بھی امارت کی آرزو نہیں کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اس امید کو لے کر آپ کے سامنے آیا کہ آپ مجھے اس کام کے لئے بلالیں، راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی

اللہ عنہ کو بلایا تو آپ نے جھنڈا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور آپ نے فرمایا جاؤ اور کسی طرف توجہ نہ کرو یہاں تک کہ اللہ تجھے (تیرے ہاتھوں) فتح عطا فرما دے، راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ چلے اور پھر ٹھہر گئے اور کسی طرف توجہ نہیں کی پھر چیخ کر بولے، اے اللہ کے رسول! میں لوگوں سے کس بات پر قتال کروں؟ آپ نے فرمایا تم ان لوگوں سے اس وقت تک لڑو جب تک کہ وہ لوگ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گواہی نہ دیں تو جب وہ لوگ اس بات کی گواہی دے دیں تو انہوں نے اپنا خون اور مال تم سے محفوظ کر لیا، سوائے کسی حق کے بدلہ اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1721)

| |
|---|
| وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۝ |
| اور جس دن ہم ہر امت سے گواہ بنا کر اٹھائیں گے پھر کافر لوگوں کو اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ان سے توبہ |
| ورجوع کا مطالبہ کیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن کسی قسم کی توبہ وعذر کے قابل قبول نہ ہونے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "يَوْمَ نَبْعَث مِنْ كُلّ أُمَّة شَهِيدًا" هُوَ نَبِيّهَا يَشْهَد لَهَا وَعَلَيْهَا وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "ثُمَّ لَا يُؤْذَن لِلَّذِينَ كَفَرُوا" فِي الِاعْتِذَار "وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ" لَا يُطْلَب مِنْهُمْ الْعُتْبَى أَيْ الرُّجُوع إِلَى مَا يُرْضِي اللّٰه

- اور جس دن ہم ہر امت سے اس کے رسول کو اس کے اعمال پر گواہ بنا کر اٹھائیں گے اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔ پھر کافر لوگوں کو کوئی عذر پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ اس وقت ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کیا جائے گا۔ جس سے اللہ راضی ہو جائے۔

## قیامت کے دن کی گواہی کا بیان

قیامت کے دن مشرکوں کی جو بری حالت بنے گی اس کا ذکر ہو رہا ہے کہ اس دن ہر امت پر اس کا نبی گواہی دے گا کہ اس نے اللہ کا پیغام انہیں پہنچا دیا تھا کافروں کو کسی عذر کی بھی اجازت نہ ملے گی کیونکہ ان کا بطلان اور جھوٹ بالکل ظاہر ہے۔ سورۃ والمرسلات میں بھی یہی فرمان ہے کہ اس دن نہ وہ بولیں گے، نہ انہیں کسی عذر کی اجازت ملے گی۔ مشرکین عذاب دیکھیں گے لیکن پھر کوئی کمی نہ ہوگی ایک ساعت بھی عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ انہیں کوئی مہلت ملے گی اچانک پکڑ لئے جائیں گے۔ جہنم آ موجود ہوگی جو ستر ہزار لگاموں والی ہوگی۔ جس کی ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ اس میں سے ایک گردن نکلے گی جو اس طرح پھن پھیلائے گی کہ تمام اہل محشر خوف زدہ ہو کر بل گر پڑیں گے۔ اس وقت جہنم اپنی زبان سے با آواز بلند اعلان کرے گی کہ میں اس ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کیا ہو اور ایسے ایسے کام کئے ہوں چنانچہ وہ کئی قسم

کے گنہگاروں کا ذکر کرے گی۔ جیسے کہ حدیث میں ہے پھر وہ ان تمام لوگوں کو لپٹ جائے گی اور میدان محشر میں سے انہیں لپک لے گی جیسے کہ پرندہ دانہ چگتا ہے۔ جیسے کہ فرمان باری ہے آیت (اذا رایتھم) الخ جب کہ وہ دور سے دکھائی دے گی تو اس کا شور وغل، کڑکنا، بھڑکنا یہ سننے لگیں گے اور جب اس کے تنگ و تاریک مکانوں میں جھونک دیئے جائیں تو موت کو پکاریں گے۔ آج ایک چھوڑ کئی ایک موتوں کو بھی پکاریں تو کیا ہو سکتا ہے؟

| |
|---|
| وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْھُمْ وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ٥ |
| اور جب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، عذاب کو دیکھ لیں گے تو نہ وہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ |

## کفار کیلئے آخرت میں کوئی مہلت نہ ہونے کا بیان

"وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا " كَفَرُوا "الْعَذَاب" النَّار "فَلَا يُخَفَّف عَنْهُمْ " الْعَذَاب "وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ " يُمْهَلُونَ عَنْهُ إِذَا رَأَوْهُ،

اور جب وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا، عذاب یعنی آگ کو دیکھ لیں گے تو نہ وہ عذاب ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دی جائے گی۔ یعنی جب وہ اس کو دیکھ لیں گے۔

## جہنم کی آگ کی سختی کا بیان

احنف بن قیس نے بیان کیا کہ میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا تو ایک شخص آیا جس کے بال اور کپڑے سخت تھے اور شکل سے پراگندی ظاہر ہوتی تھی یہاں تک کہ لوگوں کے پاس کھڑا ہو کر اس نے سلام کیا اور کہا کہ مال جمع کرنے والوں کو خوشخبری دے دو کہ ایک پتھر جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر وہ ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا جو ان کے مونڈھے کی ہڈی کے پاس سے (آر پار ہو کر) نکل جائے گا اور وہ پتھر ہلتا رہے گا پھر وہ مڑا اور ایک ستون کے پاس جا بیٹھا میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے، میں نے اس سے کہا کہ میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اس بات سے ناراض ہوئے جو تم نے کہی، اس نے کہا وہ کچھ بھی نہیں سمجھتے، حالانکہ میرے خلیل (دوست) نے کہا ہے، میں نے پوچھا آپ کے خلیل کون ہیں؟ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا اے ابوذر کیا تم احد پہاڑ کو دیکھتے ہو؟ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ دن کا کون سا حصہ باقی رہ گیا ہے اور میں گمان کرنے لگا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی ضرورت کے لئے بھیجیں گے، میں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا کہ مجھے پسند نہیں کہ میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور تین اشرفیوں کے سوا میں کل خرچ (خیرات) نہ کروں اور یہ لوگ کچھ بھی نہیں سمجھتے یہ لوگ دنیا جمع کرتے ہیں اور ان سے دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگوں گا اور نہ دین کے متعلق کوئی بات ان سے پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ سے مل جاؤں۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1347)

| |
|---|
| وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا |
| مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ |
| اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک تھے جن کی ہم تجھے |
| چھوڑ کر پرستش کرتے تھے، پس وہ انہیں پیغام بھیجیں گے کہ بیشک تم جھوٹے ہو۔ |

## جھوٹے معبودوں کا قیامت کے دن عبادت سے مکر جانے کا بیان

"وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ" مِنْ الشَّيَاطِين وَغَيْرهَا "قَالُوا رَبّنَا هَؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو" نَعْبُدهُمْ "مِنْ دُونك فَأَلْقَوْا إلَيْهِمْ الْقَوْل" أَيْ قَالُوا لَهُمْ "إنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ" فِي قَوْلكُمْ إنَّكُمْ عَبَدْتُمُونَا كَمَا فِي آيَة أُخْرَى "مَا كَانُوا إيَّانَا يَعْبُدُونَ" سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ

اور جب مشرک لوگ اپنے خودساختہ شیاطین وغیرہ شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے، اے ہمارے رب! یہی ہمارے شریک تھے جن کی ہم تجھے چھوڑ کر پرستش کرتے تھے، پس وہ شرکاء انہیں جواباً پیغام بھیجیں گے کہ بیشک تم اپنی بات میں جھوٹے ہو۔ کیونکہ تم نے ہمیں معبود بنایا ہے۔ جس طرح دوسری آیت میں آیا ہے۔ یعنی جن کو وہ عبادت کرتے تھے وہ عنقریب ان کی عبادت سے انکار کردیں گے۔

حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا ہم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھیں گے آپ نے فرمایا کہ تمہیں آفتاب دیکھنے سے نقصان پہنچتا ہے جبکہ اس پر بادل نہ ہوں لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں چاند دیکھنے سے لیلۃ القدر میں تکلیف ہوتی ہے جبکہ اس پر بادل نہ ہوں لوگوں نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ آپ نے فرمایا کہ تم قیامت کے دن اسی طرح دیکھو گے اللہ لوگوں کو جمع کرے گا اور فرمائے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا اس کے ساتھ ہو جائے چنانچہ سورج کی عبادت کرنے والا سورج کے ساتھ اور چاند کی عبادت کرنے والا چاند کے ساتھ اور بتوں کی عبادت کرنے والا بتوں کے ساتھ اور یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں اس امت کے منافق بھی ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس کے علاوہ صورت میں آئے گا جس میں وہ جانتے تھے پھر اللہ فرمائے گا کہ میں تمہارا پروردگار ہوں تو وہ لوگ کہیں گے کہ ہم تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہم اسی جگہ رہیں گے جب تک کہ ہمارا پروردگار ہمارے پاس نہ آئے گا۔ جب ہمارا پروردگار آئے گا تو ہم لوگ اس کو پہچان لیں گے پھر اللہ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس میں وہ جانتے تھے اور کہے گا میں تمہارا پروردگار ہوں وہ لوگ کہیں گے کہ تو ہمارا پروردگار ہے اور وہ لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے اور جہنم کا پل قائم کیا جائے گا سب سے پہلے میں گزروں گا اور تمام رسولوں کی دعا اس دن اللھم سلم سلم ہوگی اور اس کے ساتھ سعدان کے کانٹے کی طرح کانٹے ہوں گے کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھیں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا کہ وہ

سعدان کے کانٹے کی طرح ہوں گے مگر اس کی بڑائی کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ کانٹے ان کو ان کے اعمال کے موافق اچک لیں گے ان میں سے بعض اپنے عمل کے باعث ہلاک ہونے والے ہوں گے اور بعض کے اعمال رائی کے برابر ہوں گے وہ نجات پائے گا یہاں تک کہ جب اللہ اپنے بندوں کے فیصلے سے فارغ ہو جائے گا اور لا الہ اللہ کی شہادت دینے والوں میں سے جس شخص کو نکالنا چاہے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ اس کو جہنم سے نکالیں، فرشتے اس کو سجدے کے نشانات کے باعث پہچان لیں گے اور اللہ نے آگ کو حرام کر دیا ہے کہ وہ مسلمان کے سجدے کے نشان کو کھائے۔ چنانچہ فرشتے ان کو نکال لیں گے اس حال میں کہ وہ کوئلہ کی طرح ہوں گے پھر ان پر پانی بہایا جائے گا جسے ماء الحیات کہا جاتا ہے اور وہ اس طرح تروتازہ ہو جائیں گے کہ جس طرح کہ دریا کے کنارے کوڑے کرکٹ میں دانہ لگتا ہے ایک شخص دوزخ کی طرف رخ کرکے کھڑا رہ جائے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار اس کی ہوا نے جھلسا دیا ہے اور اس کی چمک نے جلا دیا ہے اس لئے میرا چہرہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے پس وہ اللہ سے دعا کرتا رہے گا اللہ فرمائیں گے کہ اگر میں تم کو یہ دیدوں تو مجھے امید ہے کہ تو اس کے علاوہ بھی مانگے گا وہ عرض کرے گا کہ تیری عزت کی قسم میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا چنانچہ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا پھر اس کے بعد عرض کرے گا کہ اے رب مجھے جنت کے دروازے کے قریب کر دے گا اللہ فرمائیں گے کیا تو نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کے علاوہ مجھ سے کچھ نہیں مانگے گا اے آدم تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے عہد شکنی کی وہ اسی طرح دعا کرتا رہے گا اللہ فرمائے گا کہ مجھے امید ہے کہ اگر میں تجھ کو یہ دیدوں تو اس کے علاوہ تو مجھ سے سوال نہ کرے گا وہ شخص عرض کرے گا کہ تیری عزت کی قسم اب اس کے علاوہ میں تجھ سے کوئی سوال نہ کروں گا پھر اللہ سے عہد و پیمان باندھے گا کہ اس کے سوا کچھ نہیں سوال کرے گا پس اللہ اس کو جنت کے دروازے کے قریب کر دے گا پس جب اس چیز کو دیکھے گا جو جنت میں ہے تو جب تک اللہ چاہے گا وہ خاموش رہے گا پھر عرض کیا یا رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ پھر اللہ فرمائیں گے کہ تو نے نہیں کہا تھا کہ اب اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا افسوس اے ابن آدم۔ تو نے وعدہ خلافی کیا وہ عرض کرے یا رب مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدبخت نہ بنا۔ وہ اسی طرح دعا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہنسے گا جب اللہ ہنسے گا تو جنت میں داخل کر دے گا جب وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو اللہ فرمائیں گے کہ اپنی آرزو بیان کر چنانچہ وہ آرزو بیان کرے گا یہاں تک کہ اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو جائے گا تو اللہ اس سے فرمائے گا کہ یہ تیری آرزو ہے اور اتنا ہی اور بھی۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ یہ مرد جنت میں سب سے آخر میں داخل ہونے والوں میں ہوگا۔ عطاء کا بیان ہے کہ ابوسعید خدری ابو ہریرہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے حدیث میں کوئی اختلاف نہیں کیا، یہاں تک کہ جب ھذا الک ومثلہ معہ تک پہنچے تو ابوسعید نے کہا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ھذا وعشرہ امثالہ۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے مثلہ معہ کو یاد رکھا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1517)

وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ۨالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝

اور یہ اس دن اللہ کے حضور عاجزی و فرمانبرداری ظاہر کریں گے اور ان سے وہ سارا بہتان جاتا رہے گا جو یہ باندھا کرتے تھے۔

## مشرکین کے بہتان کے دور ہو جانے کا بیان

"وَأَلْقَوْا إِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَم" أَيْ اسْتَسْلَمُوا لِحُكْمِهِ "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ" مِنْ أَنَّ آلِهَتهمْ تَشْفَع لَهُمْ.

اور یہ مشرکین اس دن اللہ کے حضور عاجزی وفرمانبرداری ظاہر کریں گے اوران سے وہ سارا بہتان جاتا رہے گا جو یہ باندھا کرتے تھے۔ یعنی کہ ان کے معبودان کی سفارش کریں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

القوا میں ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین۔ ضـل ۔ضل یضل (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضلال و ضلالة مصدر۔ گمراہ ہونا۔ بھٹک جانا راہِ حق سے، مرکر مٹی میں گل سڑ جانا۔ (کوشش کا) برباد جانا۔ راستے سے بہک جانا۔ فراموش کرنا۔ ضائع کرنا۔ ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہو جانا۔

ضالة ج ضوّال۔ گم شدہ چیز جس کی تلاش کی جائے ۔الحکمة ۔ضالة المومن فهو احق بها حيث وجدها ۔

ضـل عنهم ما كانوا يفترون ۔اور جو افتراء پردازی وہ کیا کرتے تھے وہ سب کافور ہو جائے گی۔ یعنی اپنے معبودانِ باطل سے جو امیدیں انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں اس وقت غائب ہو جائیں گی سب عاجز ومقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت وانقیاد کا اظہار کریں گے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ○ |
| جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکتے رہے ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے اس وجہ سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھے۔ |

## دین حق کی راہ سے روکنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"اَلَّذِيْنَ كَفَرُوا وَصَدُّوا" النَّاس "عَنْ سَبِيل اللّٰه" دِينه "زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْق الْعَذَاب" الَّذِي اسْتَحَقُّوهُ بِكُفْرِهِمْ قَالَ ابْن مَسْعُود : عَقَارِب أَنْيَابهَا كَالنَّخْلِ الطِّوَال "بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ" بِصَدِّهِمْ النَّاس عَنْ الْإِيمَان

جن لوگوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے روکتے رہے ہم ان کے عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے کیونکہ وہ کفر کے سبب اس کے حقدار بنے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے بچھو ہوں گے جن کے دانت کھجور کے درخت کی طرح لمبے ہوں گے۔ اس وجہ سے کہ وہ فساد انگیزی کرتے تھے۔ یعنی لوگوں کو ایمان سے روکتے تھے۔

## جہنم میں بچھوؤں کا عذاب ہونے کا بیان

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں عاجزی یعنی طاعت پر قادر نہ ہو کر اچھے کاموں میں سستی سے، نامردی سے، بخل سے، بڑھاپے کے سبب اعضاء کے ناکارہ اور حواس باختہ ہونے سے اور قبر کے عذاب یعنی قبر کی تنگی، وہاں کی وحشت گرزوں کے مارے جانے سے، بچھوؤں۔ کے ڈنگ مارنے، سانپوں کے ڈسنے اور اسی قسم کی دوسری ہولناکیوں سے اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اس کو پاک کر، کیونکہ اس کو پاک کرنے والوں میں تیری ہی ذات بہترین ہے تو ہی اس کا کارساز اور مالک ہے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس علم سے جو نفع بخش نہ ہو اس دل سے جو نہ ڈرے، اس نفس سے جو سیر نہ ہو (یعنی حریص ہو اللہ نے جو کچھ دیا ہے اس پر قناعت نہ کرے اور اس دعا سے جو مرتبہ قبولیت کو نہ پہنچے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 992)

غیر نفع بخش علم سے پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جس پر عمل نہ کروں جو دوسروں کو نہ سکھاؤں اور جو اخلاق و افعال کو نہ سدھارے، یا پھر اس سے وہ علم مراد ہے جو دین کے لئے ضروری نہ ہو اس طرح وہ علم بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو حاصل کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ہے۔

حضرت ابو طالب مکی فرماتے ہیں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک، نفاق اور برے افعال سے پناہ مانگی ہے اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی (اس ایک قسم سے پناہ مانگی جو اسلامی عقائد و اعمال کے نقطہ نظر سے مضر ہے اور جو انسان کو تقویٰ اور خوف آخرت کی راہ پر لگانے کی بجائے دنیا کی حرص و محبت اللہ کے راستہ پر لے جائے چنانچہ جس علم کے ساتھ تقویٰ اور خوف آخرت نہ ہو وہ دنیا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ اور دنیا داری کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔

جس طرح جنت میں اہل ایمان کے درجات مختلف ہوں گے، اسی طرح جہنم میں کفار کے عذاب میں فرق ہوگا جو گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں کی گمراہی کا سبب بنے ہوں گے، ان کا عذاب دوسروں کی نسبت شدید تر ہوگا۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ |
| وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ |
| اور وہ دن ہوگا ہم ہر امت میں انہی میں سے خود ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم |
| نے آپ پر وہ عظیم کتاب نازل فرمائی ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے۔ |

## قیامت کے دن انبیائے کرام کی امتوں سے متعلق شہادت کا بیان

"وَ" اذْكُر "يَوْم نَبْعَث فِي كُلّ أُمَّة شَهِيدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسهمْ" وَهُوَ نَبِيّهمْ "وَجِئْنَا بِك" يَا مُحَمَّد "شَهِيدًا عَلَى هَؤُلَاءِ" أَيْ قَوْمك "وَنَزَّلْنَا عَلَيْك الْكِتَاب" الْقُرْآن "تِبْيَانًا" بَيَانًا "لِكُلِّ شَيْء" يَحْتَاج

اِلَیْہِ النَّاس مِنْ اَمْرِ الشَّرِیعَۃ "وَھُدًی" مِنْ الضَّلَالَۃ "وَرَحْمَۃ وَبُشْرٰی " بِالْجَنَّۃِ "لِلْمُسْلِمِیْنَ" الْمُوَحِّدِیْنَ

اور یہ وہ دن ہوگا جب ہم ہر امت میں انہی میں سے خود ان پر ایک گواہ اٹھائیں گے اور وہ ان کا نبی مکرم علیہ السلام ہوگا اور یا محمد ﷺ ہم آپ کو آپ کی قوم پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے آپ پر وہ عظیم کتاب قرآن نازل فرمایا ہے جو ہر چیز کا بڑا واضح بیان ہے لوگوں کو مسائل شرعیہ میں اس کی طرف ضرورت ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں یعنی توحید والوں کے لئے گمراہی سے ہدایت اور رحمت اور جنت کی بشارت ہے۔

## قیامت کے انبیائے کرام کی معیت میں امتوں کے حاضر ہونے کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نوح علیہ السلام کو قیامت کے دن بلایا جائے گا اور ان سے دریافت کیا جائے گا کہ کیا تم نے میرا پیغام میرے بندوں کو پہنچا دیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں اللہ پہنچا دیا تھا۔ ان کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پرسش ہوگی کیا نوح علیہ السلام نے میری باتیں تمہیں پہنچائی تھیں وہ صاف انکار کریں گے اور کہیں گے ہمارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا تمہاری امت انکار کرتی ہے تم گواہ پیش کرو یہ کہیں گے کہ ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میری گواہ ہے یہی مطلب اس آیت (وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُـوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا) 2 ۔ البقرة: 143) کا ہے وسط کے معنی عدل کے ہیں اب تمہیں بلایا جائے گا اور تم گواہی دو گے اور میں تم پر گواہی دوں گا۔ (بخاری ترمذی، نسائی ابن ماجہ)

مسند احمد کی ایک اور روایت میں ہے قیامت کے دن نبی آئیں گے اور ان کے ساتھ ان کی امت کے صرف دو ہی شخص ہوں گے اور اس سے زیادہ بھی اس کی امت کو بلایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا اس نبی نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ انکار کریں گے نبی سے کہا جائے گا تم نے تبلیغ کی وہ کہیں گے ہاں، کہا جائے گا تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت بلائی جائے گی ان سے یہی سوال ہوگا کہ کیا اس پیغمبر نے تبلیغ کی؟ یہ کہیں گے ہاں، ان سے کہا جائے گا کہ تمہیں کیسے علم ہوا؟ یہ جواب دیں گے کہ ہمارے پاس ہمارے نبی آئے اور آپ نے خبر دی کہ انبیاء علیہم السلام نے تیرا پیغام اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔ یہی مطلب ہے اللہ عزوجل کے اس فرمان (وکذلک)۔

مسند احمد کی ایک اور حدیث میں وسطاً بمعنی عدلاً آیا ہے ابن مردویہ اور ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور میری امت قیامت کے دن ایک اونچے ٹیلے پر ہوں گے تمام مخلوق میں نمایاں ہوں گے اور سب کو دیکھ رہے ہوں گے اس روز تمام دنیا تمنا کرے گی کہ کاش وہ بھی ہم میں سے ہوتے جس جس نبی کی قوم نے اسے جھٹلایا ہے ہم دربار رب العالمین میں شہادت دیں گے کہ ان تمام انبیاء نے حق رسالت ادا کیا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

## قرآن مجید میں اولین وآخرین کے تمام علوم ہونے کا بیان

جامع ترمذی کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش آنے والے فتنوں کی خبر دی، صحابہ نے ان سے خلاص کا طریقہ دریافت کیا، فرمایا کتاب اللہ میں تم سے پہلے واقعات کی بھی خبر ہے، تم سے بعد کے واقعات کی بھی اور تمہارے مابین کا علم بھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا جو علم چاہے وہ قرآن کو لازم کرلے، اس میں اولین وآخرین کی خبریں ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امت کے سارے علوم حدیث کی شرح ہیں اور حدیث قرآن کی اور یہ بھی فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی حکم بھی فرمایا وہ وہی تھا جو آپ کو قرآن پاک سے مفہوم ہوا۔ ابو بکر بن مجاہد سے منقول ہے انہوں نے ایک روز فرمایا کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ یعنی قرآن شریف میں مذکور نہ ہو اس پر کسی نے ان سے کہا سراؤں کا ذکر کہاں ہے؟ فرمایا اس آیت ( لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ، النور:29) ابن ابوالفضل مرسی نے کہا کہ اولین وآخرین کے تمام علوم قرآن پاک میں ہیں۔ غرض یہ کتاب جامع ہے جمیع علوم کی جس کسی کو اس کا جتنا علم ملا ہے اتنا ہی جانتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

## قیامت تک کیلئے نئے پیدا ہونے والے مسائل کے استنباطی قواعد کا بیان

حضرات مفسرین کرام عموم کل شی ء ماینا سبہ ہر چیز کو عموم وہی معتبر ہوتا ہے جو اس کے مناسب ہو کے قاعدہ کلیہ کے مطابق ایسی آیات کریمہ کے عموم کو امور دین وہدایت ہی کے ساتھ مختص قرار دیتے ہیں۔ اور وہ اس کی تعبیر وادائیگی اس طرح کے الفاظ سے کرتے ہیں۔ ای ما یحتاج الیه فی امر الدین وغیرہ

(ابن جریر، ابن کثیر جامع البیان، صفوۃ التفاسیر، قرطبی، معالم، روح المعانی، مدارک)

قرآن مجید میں مسائل شرعیہ کے قواعد واصول کا استنباط کیا گیا ہے جن کی بنیاد پر نئے پیدا ہونے والے مسائل کو ان قواعد کے مطابق سمجھا جاسکتا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ |
| وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝ |
| بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے، |
| وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ |

## اللہ تعالیٰ کا عدل واحسان کا حکم دینے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُر بِالْعَدْلِ" التَّوْحِيد أَوْ الْإِنْصَاف "وَالْإِحْسَان" أَدَاء الْفَرَائِض أَوْ أَنْ تَعْبُد اللّٰه كَأَنَّك تَرَاهُ كَمَا فِي الْحَدِيث "وَإِيتَاء" إِعْطَاء "ذِي الْقُرْبَى" الْقَرَابَة خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اهْتِمَامًا بِهِ "وَيَنْهَى عَنْ

الْفَحْشَاء " الزِّنَا "وَالْمُنْكَر" شَرْعًا مِنَ الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "وَالْبَغْي" الظُّلْم لِلنَّاسِ خَصَّهُ بِالذِّكْرِ اهْتِمَامًا كَمَا بَدَأَ بِالْفَحْشَاءِ كَذَلِكَ "يَعِظُكُمْ" بِالْأَمْرِ وَالنَّهْي "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" تَتَّعِظُونَ وَفِيهِ إدْغَام التَّاء فِي الْأَصْل فِي الذَّال وَفِي الْمُسْتَدْرَك عَنْ ابْن مَسْعُود وَهَذِهِ أَجْمَع آيَة فِي الْقُرْآن لِلْخَيْرِ وَالشَّرّ

بے شک اللہ عدل یعنی توحید یا انصاف اور احسان یعنی ادائے قرض یا اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرنا گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہیں جس طرح حدیث جبریل میں آیا ہے۔اور قرابت والے کو دینے کا حکم دیتا ہے یہاں قرابت کا ذکر اس لئے خاص طور پر کیا ہے کیونکہ ان کیلئے اہتمام کیا جاتا ہے۔اور بے حیائی یعنی زنا اور برائی یعنی جو شریعت کے مطابق کفر اور نافرمانی ہے اور سرکشی یعنی لوگوں پر ظلم کرنے سے منع کرتا ہے، یہاں اس لئے فحشاء کو شروع میں بیان کیا گیا ہے کیونکہ اس کا وقوع کثیر ہوتا ہے۔وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔یہاں پر تتعظون میں اصل میں تاء کا ذال میں ہے اور مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت مبارکہ پورے قرآن میں بھلائی و برائی کیلئے جامع ہے۔

## سورہ نحل آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

اس آیت کے شان نزول میں ایک حسن حدیث مسند امام احمد میں وارد ہوئی ہے۔ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگنائی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عثمان بن مظعون آپ کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا بیٹھتے نہیں ہو؟ وہ بیٹھ گیا، آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دفعتہً اپنی نظریں آسمان کی جانب اٹھائیں کچھ دیر اوپر ہی کو دیکھتے رہے، پھر نگاہیں آہستہ آہستہ نیچی کیں اور اپنی دائیں جانب زمین کی طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف آپ نے رخ بھی کر لیا اور اس طرح سر ہلانے لگے گویا کسی سے کچھ سمجھ رہے ہیں اور کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہے تھوڑی دیر تک یہی حالت طاری رہی پھر آپ نے اپنی نگاہیں اونچی کرنی شروع کیں۔

یہاں تک کہ آسمان تک آپ کی نگاہیں پہنچیں پھر آپ ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور اسی پہلی بیٹھک پر عثمان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گئے۔وہ یہ سب دیکھ رہا تھا، اس سے صبر نہ ہو سکا، پوچھا کہ حضرت آپ کے پاس کئی بار بیٹھنے کا اتفاق ہوا لیکن آج جیسا منظر تو کبھی نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا یہ کہ آپ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی پھر نیچیں کر لی اور اپنے دائیں طرف دیکھنے لگے اور اسی طرف گھوم کر بیٹھ گئے، مجھے چھوڑ دیا، پھر اس طرح سر ہلانے لگے جیسے کوئی آپ سے کچھ کہہ رہا ہو۔اور آپ اسے اچھی طرح سن سمجھ رہے ہوں۔آپ نے فرمایا اچھا تم نے یہ سب کچھ دیکھا؟ اس نے کہا برابر دیکھتا ہی رہا۔آپ نے فرمایا میرے پاس اللہ کا نازل کردہ فرشتہ وحی لے کر آیا تھا اس نے کہا اللہ کا بھیجا ہوا؟

آپ نے فرمایا ہاں، ہاں اللہ کا بھیجا ہوا۔پوچھا پھر اس نے آپ سے کیا کہا؟ آپ نے یہی آیت پڑھ سنائی۔حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت میرے دل میں ایمان بیٹھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے میرے دل میں گھر

کرلیا۔(مسند احمد بن حنبل، مسانید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)

## اچھائی کے حکم اور برائی سے ممانعت میں جامع آیت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ انصاف تو یہ ہے کہ آدمی لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دے اور نیکی اور فرائض کا ادا کرنا اور آپ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ انصاف شرک کا ترک کرنا اور نیکی اللہ کی اس طرح عبادت کرنا گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے اور دوسروں کے لئے وہی پسند کرنا جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، اگر وہ مومن ہو تو اس کے برکات ایمان کی ترقی تمہیں پسند ہو اور اگر کافر ہو تو تمہیں یہ پسند آئے کہ وہ تمہارا اسلامی بھائی ہو جائے۔ انہیں سے ایک اور روایت ہے اس میں ہے کہ انصاف توحید ہے اور نیکی اخلاص اور ان تمام روایتوں کا طرزِ بیان اگرچہ جُدا جُدا ہے لیکن مآل و مدعا ایک ہی ہے۔

ابن عیینہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ عدل ظاہر و باطن دونوں میں برابر حق و طاعت بجالانے کو کہتے ہیں اور احسان یہ ہے کہ باطن کا حال ظاہر سے بہتر ہو اور فحشاء و منکر و بغی یہ ہے کہ ظاہر اچھا ہو اور باطن ایسا نہ ہو۔ بعض مفسرین نے فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کا حکم دیا اور تین سے منع فرمایا عدل کا حکم دیا اور وہ انصاف و مساوات ہے، اقوال و افعال میں اس کے مقابل فُحشا یعنی بےحیائی ہے، وہ قبیح اقوال و افعال ہیں اور احسان کا حکم فرمایا وہ یہ ہے کہ جس نے ظلم کیا اس کو معاف کرو اور جس نے برائی کی اس کے ساتھ بھلائی کرو، اس کے مقابل منکر ہے یعنی محسن کے احسان کا انکار کرنا اور تیسرا حکم اس آیت میں رشتہ داروں کو دینے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور شفقت و محبت کا فرمایا، اس کے مقابل بغی ہے اور وہ اپنے آپ کو اونچا کھینچنا اور اپنے علاقہ داروں کے حقوق تلف کرنا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت تمام خیر و شر کے بیان کو جامع ہے، یہی آیت حضرت عثمان بن مظعون کے اسلام کا سبب ہوئی جو فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے ایمان میرے دل میں جگہ پکڑ گیا، اس آیت کا اثر اتنا زبردست ہوا کہ ولید بن مغیرہ اور ابو جہل جیسے سخت دل کفار کی زبانوں پر بھی اس کی تعریف آ ہی گئی۔ اس لئے یہ آیت ہر خطبہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

| |
|---|
| وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا |
| وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ |
| اور اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو |
| اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ |

## عہد اور قسموں کو پورا کرنے کا بیان

"وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللّٰه" مِنَ الْبَيْعِ وَالْأَيْمَان وَغَيْرِهَا "إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَان بَعْد تَوْكِيدهَا"

تَوْثِيقِهَا "وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا" بِالْوَفَاءِ حَيْثُ حَلَفْتُمْ بِهِ وَالْجُمْلَةُ حَال "إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ" تَهْدِيد لَهُمْ،

اور اللہ کا عہد بیع وایمان وغیرہ میں پورا کرو جب آپس میں عہد کرو اور قسموں کو ان کے پختہ کرنے کے بعد مت توڑو، حالانکہ یقیناً تم نے اللہ کو اپنے آپ پر ضامن بنایا ہے۔ یعنی ان کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ جب تم حلف اٹھا چکو یہ جملہ حال ہے۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ یہ ان کیلئے تہدید ہے۔

## سورہ نحل آیت ۹۱ کے شان نزول کا بیان

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کے متعلق نازل ہوئی۔ (نیسابوری 236، طبری 14-110)

## عہد کے لغوی مفہوم کا بیان

علامہ مراغی کہتے ہیں کہ اس میں ہر وہ عہد و پیان داخل ہے جس کی پابندی کا التزام واقرار انسان اپنی مرضی واختیار سے کرتا ہے۔ اور اسی بناء پر حضرت میمون بن مہران کہتے ہیں کہ جس سے تم نے کوئی عہد و پیان کیا ہو اس کو پورا کرو۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ عہد تو اللہ کیلئے اور اسی کے نام کا ہوتا ہے۔ (تفسیر المراغی، سورہ نحل، بیروت)

## جھوٹی قسم یا بدعہدی کے ذریعے وعید کا بیان

حضرت ابووائل، عبداللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی جھوٹی قسم کھائے تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان کا مال (یا فرمایا کہ بھائی کا مال) ہضم کرے تو اللہ اس سے اس حال میں ملے گا کہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ ، آل عمران: 77)، یعنی جو لوگ اللہ کے عہد کے ساتھ خریدتے ہیں، سلیمان نے اپنی حدیث میں بیان کیا کہ اشعث بن قیس گزرے تو پوچھا کہ تم سے عبداللہ کیا بیان کرتے ہیں لوگوں نے ان کو بتایا تو اشعث نے کہا کہ یہ آیت تو میرے اور میرے ایک ساتھی کے متعلق نازل ہوئی، ہمارے درمیان ایک کنویں کے بارے میں تنازع تھا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1597)

| |
|---|
| وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ |
| بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ |
| اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا، تم اپنی قسموں کو اپنے |
| درمیان فریب کا ذریعہ بناتے ہو، اس لیے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، اللہ تو تمھیں اس کے ساتھ |

صرف آزماتا ہے اور یقیناً قیامت کے دن وہ تمھارے لیے ضرور واضح کرے گا جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

## عہد کو پورا کرنے یا نہ کرنے کی مثال کا بیان

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ" أَفْسَدَتْ "غَزْلَهَا" مَا غَزَلَتْهُ "مِنْ بَعْد قُوَّة" إِحْكَام لَهُ وَبَرْم "أَنْكَاثًا" حَال جَمْع نَكْث وَهُوَ مَا يُنْكَث أَيْ يُحَلّ إِحْكَامه وَهِيَ امْرَأَة حَمْقَاء مِنْ مَكَّة كَانَتْ تَغْزِل طُول يَوْمهَا ثُمَّ تَنْقُضهُ "تَتَّخِذُونَ" حَال مِنْ ضَمِير تَكُونُوا : أَيْ لَا تَكُونُوا مِثْلهَا فِي اتِّخَاذكُمْ "أَيْمَانكُمْ دَخَلًا" هُوَ مَا يَدْخُل فِي الشَّيْء وَلَيْسَ مِنْهُ أَيْ فَسَادًا أَوْ خَدِيعَة "بَيْنكُمْ" بِأَنْ تَنْقُضُوهَا "أَنْ" أَيْ لِأَنْ "تَكُون أُمَّة" جَمَاعَة "هِيَ أَرْبَى" أَكْثَر "مِنْ أُمَّة" وَكَانُوا يُحَالِفُونَ الْحُلَفَاء فَإِذَا وُجِدَ أَكْثَر مِنْهُمْ وَأَعَزّ نَقَضُوا حِلْف أُولَئِكَ وَحَالَفُوهُمْ "إِنَّمَا يَبْلُوكُمْ" يَخْتَبِركُمْ "اللَّه بِهِ" أَيْ بِمَا أَمَرَ بِهِ مِنْ الْوَفَاء بِالْعَهْدِ لِيَنْظُر الْمُطِيع مِنْكُمْ وَالْعَاصِي أَوْ يَكُون أُمَّة أَرْبَى لِيَنْظُر أَتَفُونَ أَمْ لَا "وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْم الْقِيَامَة مَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ" فِي الدُّنْيَا مِنْ أَمْر الْعَهْد وَغَيْره بِأَنْ يُعَذِّب النَّاكِث وَيُثِيب الْوَافِي

اور اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط اور پاور فل کرنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا، یہاں انکاث یہ حال ہے اور نکث کی جمع ہے اس کا معنی ادھیڑ کر تار تار کر دینا ہے۔ یعنی وہ احکام عہد کو یوں توڑ دیتا ہے۔ اور یہ واقعہ مکہ کی ایک بیوقوف عورت کا ہے۔ جو دن بھر سوت کاتتی تھی اور پھر اس کو ادھیڑ کر ضائع کر دیتی۔ یہاں پر تتخذون یہ تکونوا کی ضمیر سے حال ہے یعنی تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ بناتے ہیں۔ دخلا غیر معروف چیز کو کہتے ہیں یعنی اس میں دھوکہ اور فریب نہ ہو کہ اس کو توڑ دو۔ لہٰذا تم اس طرح نہ جاؤ کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھی ہوئی ہو، یعنی جب ایک جماعت سے معاہدی کرتے اور پھر اس کے بعد اس سے بڑی جماعت سے عزت پاتے تو وہ اپنے پہلے حلیفوں کو چھوڑ دیتے۔ پس اللہ تو تمھیں اس کے ساتھ صرف آزماتا ہے تاکہ وہ ظاہر کر دے کہ کون فرمانبردار ہے اور کون نافرمان ہے۔ یا ایک بڑی جماعت ہوتا کہ وہ آزمائے کہ کون عہد کو پورا کرتا ہے اور کون نہیں، اور یقیناً قیامت کے دن وہ تمھارے لیے ضرور واضح کرے گا جس کے بارے میں تم دنیا میں اختلاف کیا کرتے تھے۔ جو معاہدہ وغیرہ کے بارے میں تھا تاکہ وہ عہد پورا کرنے والے کو ثواب جبکہ توڑنے والے کو عذاب دے۔

## ریطہ بنت عمرو کے فتور عقل کو تمثیل بتانے کا بیان

مکّہ مکرمہ میں ریطہ بنت عمرو ایک عورت تھی جس کی طبیعت میں بہت وہم تھا اور عقل میں فتور، وہ دوپہر تک محنت کر کے سُوت کاتا کرتی اور اپنی باندیوں سے بھی کتواتی اور دوپہر کے وقت اس کاتے ہوئے کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی اور باندیوں سے بھی تڑواتی، یہی اس کا معمول تھا۔ معنی یہ ہیں کہ اپنے عہد کو توڑ کر اس عورت کی طرح بیوقوف نہ بنو۔

مجاہد کا قول ہے کہ لوگوں کا طریقہ یہ تھا کہ ایک قوم سے حلف کرتے اور جب دوسری قوم اس سے زیادہ تعداد یا مال یا قوت میں

پاتے تو پہلوں سے جو حلف کئے تھے توڑ دیتے اور اب دوسرے سے حلف کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع فرمایا اور عہد کے وفا کرنے کا حکم دیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

## غیر مناسب قسم توڑ کر اس کا کفارہ دینے کا بیان

ابو احوص عوف ابن مالک اپنے والد (حضرت مالک) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا "یارسول اللہ! آپ میرے چچا کے بیٹے کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ جب میں (اپنی کسی ضرورت کے موقع پر) اس سے (کچھ مال و اسباب) مانگتا ہوں تو وہ مجھ کو (کچھ) نہیں دیتا اور میرے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا ہے۔ لیکن جب خود اس کو مجھ سے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے مانگتا ہے مگر میں نے (اس کو اس کے عمل کی سزا دینے کے لئے کہ خود تو مجھ کو کچھ دیتا نہیں، لیکن مجھ سے مانگنے کے لئے آجاتا ہے) اس بات پر قسم کھالی ہے کہ میں نہ تو اس کو کچھ دوں گا اور نہ اس سے حسن سلوک کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ میں وہ کام کروں جو بہتر ہے (یعنی اس کی ضرورت پوری کروں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کروں) اور قسم توڑنے کا کفارہ دوں۔ (نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 600)

اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "ملک نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ! میرے چچا کا بیٹا میرے پاس (کچھ مانگنے) آتا ہے تو میں قسم کھالیتا ہوں کہ نہ تو میں اس کو کچھ دوں گا اور نہ اس کے ساتھ حسن سلوک کروں گا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا" تم اپنی قسم (توڑ دو اور اس) کا کفارہ دو۔

| |
|---|
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ |
| وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً تمھیں ایک ہی امت بنا دیتا اور لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے |
| اور یقیناً تم اس کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن اعمال سے متعلق پوچھا جانے کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ اللّٰه لَجَعَلَكُمْ أُمَّة وَاحِدَة" أَهْل دِين وَاحِد "وَلٰكِنْ يُضِلّ مَنْ يَشَاء وَيَهْدِي مَنْ يَشَاء وَلَتُسْأَلُنَّ" يَوْم الْقِيَامَة سُؤَال تَبْكِيت "عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" لِتُجَازَوْا عَلَيْهِ

اور اگر اللہ چاہتا تو یقیناً تمھیں ایک ہی امت یعنی ایک دین والا بنا دیتا اور لیکن وہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور یقیناً تم سے قیامت کے دن اس کے بارے میں ضرور پوچھے جاؤ گے جو تم کیا کرتے تھے۔ تاکہ وہ تمہیں اس کی جزا دے۔

## ایک دین پر کرنے کو چاہت پر موقوف کرنے کا بیان

اگر اللہ چاہتا تو دنیا بھر کا ایک ہی مذہب و مسلک ہوتا ہے۔ جیسے فرمایا اللہ کی چاہت ہوتی تو اے لوگو تم سب کو وہ ایک ہی گروہ کر دیتا۔ ایک اور آیت میں ہے کہ اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین کے سب لوگ با ایمان ہی ہوتے۔ یعنی ان میں موافقت یگانگت ہوتی۔ اختلاف و بغض بالکل نہ ہوتا۔ تیرا رب قادر ہے اگر چاہے تو سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دے لیکن یہ تو متفرق ہی رہیں گے مگر جن پر تیرے رب کا رحم ہو، اسی لئے انہیں پیدا کیا ہے۔ ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ ہے۔ قیامت کے دن وہ حساب لے گا، پوچھ گچھ کرے گا اور چھوٹے بڑے، نیک بد، کل اعمال کا بدلہ دے گا۔ پھر مسلمانوں کو ہدایت کرتا ہے کہ قسموں کو، عہد و پیمان کو، مکاری کا ذریعہ نہ بناؤ ورنہ ثابت قدمی کے بعد پھسل جاؤ گے۔ جیسے کوئی سیدھی راہ سے بھٹک جائے اور تمہارا یہ کام اوروں کے بھی راہ حق سے ہٹ جانے کا سبب بن جائے گا جس کا بدترین وبال تم پر پڑے گا۔

کیونکہ کفار جب دیکھیں گے کہ مسلمانوں نے عہد کر کے توڑ دیا، وعدے کا خلاف کیا تو انہیں دین پر وثوق و اعتماد نہ رہے گا پس وہ اسلام کو قبول کرنے سے رک جائیں گے اور چونکہ ان کے اس رکنے کا باعث چونکہ تم بنو گے اس لئے تمہیں بڑا عذاب ہوگا اور سخت سزا دی جائے گی۔ اللہ کو بیچ میں رکھ کر جو وعدے کرو اس کی قسمیں کھا کر جو عہد و پیمان ہوں انہیں دنیوی لالچ سے توڑ دینا یا بدل دینا تم پر حرام ہے گو ساری دنیا اصل ہو جائے تا ہم اس حرمت کے مرتکب نہ بنو۔ کیونکہ دنیا ہیچ ہے، اللہ کے پاس جو ہے، وہی بہتر ہے اس جزا اور اس ثواب کی امید رکھو جو اللہ کی اس بات پر یقین رکھے، اسی کا طالب رہے اور حکم الٰہی کی پابندی کے ماتحت اپنے وعدوں کی نگہبانی کرے، اس کے لئے جو اجر و ثواب اللہ کے پاس ہے وہ ساری دنیا سے بہت زیادہ اور بہتر ہے۔ اسے اچھی طرح جان لو، نادانی سے ایسا نہ کرو کہ ثواب آخرت ضائع ہو جائے بلکہ لینے کے دینے پڑ جائیں۔ سنو دنیا کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں اور آخرت کی نعمتیں لازوال اور ابدی ہیں۔ مجھے قسم ہے جن لوگوں نے دنیا میں صبر کیا، میں انہیں قیامت کے دن ان کے بہترین اعمال کا نہایت اعلیٰ صلہ عطا فرماؤں گا اور انہیں بخش دوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر سورہ نحل، بیروت)

## لوح پر محفوظ پر لکھ دی گئی تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء و انعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔ اب اس واضح اور صاف ہدایت کے بعد جو آدمی نیکی و بھلائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ فضل و کرم اللہ کی رحمت سے نوازا جائے گا اور اس پر اللہ کی جانب سے فلاح و سعادت کے دروازے کھول دیئے

جائیں گے اور اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے کسب واختیار سے برائی کے راستہ کو اختیار کرتا ہے تو وہ از راہ عدل سزا کا مستوجب ہوگا اور اسے عذاب وتباہی کے غار دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ تقدیر کا مسئلہ عقل وفکر کی رسائی سے باہر ہے کیونکہ یہ اللہ کا ایسا ایک راز ہے جس کا انسانی عقل میں آنا تو درکنار اسے نہ تو کسی مقرب فرشتہ پر ظاہر کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کا بھید کسی پیغمبر اور رسول کو معلوم ہے۔ اس لئے اس مسئلہ میں زیادہ غور وفکر کرنا اور اس میدان میں عقل کے گھوڑے دوڑانا جائز نہیں ہے بلکہ تحقیق وجستجو کے تمام راستوں سے ہٹ کر صرف یہ اعتقاد رکھنا ہی فلاح وسعادت کا ضامن ہے کہ اللہ نے یہ مخلوق پیدا کر کے ان کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک گروہ وہ ہے جو اچھے اعمال اور نیک کام کرنے کی بنا پر اللہ کی جنت اور اس کی نعمتوں کا مستحق ہوگا جو محض اس کا فضل وکرم ہوگا۔ اور دوسرا گروہ وہ ہے جو برے اعمال کرنے کی وجہ سے دوزخ میں ڈالا جائے گا جو عین عدل ہوگا۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضاوقدر کے بارہ میں سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا "یہ ایک بڑا اراستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش وتحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا درحقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی وبربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ |
| بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ نہ بناؤ، کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے اور تم برائی کا مزہ چکھو، |
| اس کے بدلے جو تم نے اللہ کی راہ سے روکا اور تمھارے لیے بہت بڑا عذاب ہو۔ |

## دوسروں کے ایفائے عہد میں روکاوٹ بننے والے کا بیان

"وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ" كَرَّرَهُ تَأْكِيدًا "فَتَزِلَّ قَدَم" أَيْ أَقْدَامكُمْ عَنْ مَحَجَّة الْإِسْلَام "بَعْد ثُبُوتهَا" اسْتِقَامَتهَا عَلَيْهَا "وَتَذُوقُوا السُّوء" أَيْ الْعَذَاب "بِمَا صَدَدْتُمْ عَنْ سَبِيل اللَّه" أَيْ بِصَدِّكُمْ عَنْ الْوَفَاء بِالْعَهْدِ أَوْ بِصَدِّكُمْ غَيْركُمْ عَنْهُ لِأَنَّهُ يَسْتَنّ بِكُمْ "وَلَكُمْ عَذَاب عَظِيم" فِي الْآخِرَة

اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان فریب کا ذریعہ نہ بناؤ، یہاں پر یہ حکم بہ طور تاکید مکرر ذکر ہوا ہے۔ کہ کوئی قدم اپنے جمنے کے بعد پھسل جائے یعنی اسلام پر تمہارے قدم ثابت ہونے کے بعد پھسل جائیں۔ اور تم برائی یعنی عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے جو تم

نے اللہ کی راہ سے روکا یعنی جو تم نے خود یا دوسرے کو عہد پورا کرنے سے روکا۔ کیونکہ وہ تمہاری اتباع کرنے والا ہے۔ اور تمہارے لیے آخرت میں بہت بڑا عذاب ہے۔

## قسموں کے ذریعے دھوکہ دینے کی ممانعت کا بیان

حضرت عیاض ابن حمار کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگوں کی تین قسمیں ہیں (یعنی جو اہل ایمان اس لائق ہیں کہ سابقین اور مقربین کے ساتھ جنت میں داخل ہوں وہ تین طرح کے ہیں) ایک تو وہ حاکم جو عدل و انصاف کرتا ہو اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے والا ہو اور جس کو نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دی گئی ہو دوسرے وہ شخص (جو چھوٹوں اور بڑوں پر) مہربان ہو اور قرابت داروں اور مسلمانون کے لئے رقیق القلب ہو یعنی نرم دل ہو۔ اور تیسرے وہ شخص جو غیر حلال چیزوں سے بچنے والا پرہیز کرنے والا اور اہل و عیال کے بارے میں اللہ پر توکل کرنے والا ہو یعنی اہل و عیال کی محبت اور ان کے رزق کا خوف اس کو اللہ پر توکل کرنے سے باز نہ رکھتا ہو لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنے اور حرام و ناجائز مال حاصل کرنے پر مجبور نہ کرتا ہو اور نہ وہ اپنے ان اہل و عیال کی وجہ سے علم و عمل میں مشغول ہونے غافل رہتا ہو۔ اور دوزخی لوگوں کی پانچ قسمیں ہیں۔ یعنی جو لوگ اپنے افعال بد کے وبال میں پڑ کر مستوجب عذاب ہوتے ہیں وہ پانچ طرح کے ہیں گویا یہاں ان افعال بد اور بری خصلتوں کی برائی بیان کرنا اور ان کی سختی و شدت کو ظاہر کرنا مقصود ہے جو دوزخ کے عذاب کا باعث ہیں جیسا کہ پہلے ان چیزوں کی تعریف و مدح کی گئی جو جنت میں لے جانے والی ہیں۔ ایک تو کمزور عقل والا کہ اس کی عقل کی کمزوری اس کو ناشائستہ امور سے باز نہ رکھے۔ (یعنی وہ شخص اپنی عقل پر نفسانی خواہشات اور خود غرضی کے جذبات کے غالب آ جانے کی وجہ سے ثبات و استقامت ترک کر دیتا ہے اور گناہوں اور بری باتوں سے باز رہنے پر قادر نہیں رہتا) وہ لوگ کہ جو تمہارے تابع اور تمہارے خادم ہیں ان کو نہ بیوی کی خواہش ہوتی ہے اور نہ مال کی پرواہ (یعنی وہ لوگ جو تمہارے مال داروں اور مقتدروں کے آگے پیچھے نظر آتے ہیں ان کی خدمت و اطاعت میں دم بھرتے ہیں ان کے مدنظر نہ تو کسی کی بھلائی دوستی ہوتی ہے اور نہ ان کو واقعتاً خدمت و اطاعت سے کوئی غرض ہوتی ہے بلکہ وہ تو محض اپنی نفسانی خواہشات اور خود غرضی کے تابع ہوتے ہیں ان کا اصل مقصد اچھے اچھے کھانوں سے اپنا پیٹ بھرنا ہے اور اچھے درجہ کے لباس اور دوسری چیزیں حاصل کرنا ہوتا ہے نہ تو انہیں بیوی کی پرواہ ہوتی ہے کہ جس کے ذریعہ وہ اپنی جنسی خواہش جائز طور پر پوری کر سکیں اور نہ انہیں اس مال و زر کی طلب ہوتی ہے جو حلال ذرائع جائز وسائل اور محنت و مشقت کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ وہ بدکاریوں حرام خوریوں اور اجنبی عورتوں اور حرام و مشتبہ اسباب میں مگن اور خوش رہتے ہیں اور یہ چیز بھی انسانی عقل کی کم زوری ہے اور ضمیر کی مردنی پر دلالت کرتی ہے کیونکہ حلال و پاک چیزوں سے اعراض کرنا اور حرام و مشتبہ چیزوں کو مطلب و مقصد قرار دینا نہ تو عقل کا تقاضا ہو سکتا ہے اور نہ ضمیر کے مطابق) دوسرے وہ شخص جو خائن و بد دیانت ہو کہ اس کی طمع کسی پوشیدہ چیز کو بھی اس کے ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تا کہ وہ اس میں بد نیتی کر سکے خواہ وہ کتنی ہی کیوں نہ چھوٹی ہو اور کم تر ہو (یعنی اس کی طمع و حرص اس کو کسی حال میں چین سے نہیں بیٹھنے نہیں دیتی یہاں تک کہ وہ چھپی ہوئی چیزوں کو بھی تلاش و جستجو میں لگا رہتا ہے اور جب وہ چیزیں اس کے ہاتھ

لگ جاتی ہیں تو ان میں بھی بد نیتی کرتا ہے اور خواہ وہ چیزیں کتنی ہی بے وقعت اور حقیر ہی کیوں نہ ہوں، نیز بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ خفا چونکہ ظہور کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے لا یخفی لہ طمع کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خائن کہ وہ اس چیز میں بھی خیانت کرتا ہے جو اس کے سامنے نہیں ہوتی اور نہ وہ اس قابل ہوتی ہے کہ وہ اس کی طمع وحرص کر سکے )

اور تیسرے وہ شخص جو صبح وشام تمہیں تمہارے اہل عیال میں دھوکہ دینے کے چکر میں رہتا ہے (یعنی جس شخص کو تم اپنے گھر والوں کی حفاظت اور اپنے مال واسباب کی نگرانی سپرد کرتے ہو یا جو شخص از خود تمہارے ساتھ لگا رہتا ہے اور اپنی عفت پاک دامنی کو تم پر ظاہر کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ تمہارے گھر بار اور اہل خانہ کی حفاظت ونگرانی میں مصروف ہے لیکن حقیقت میں وہ ہر لمحہ تمہارے اہل خانہ اور تمہارے مال اسباب پر بری نظر رکھتا ہے (نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل اور جھوٹے اور بد خلق فحش گو کا ذکر کیا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 891)

| |
|---|
| وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اور اللہ کے عہد کے بدلے کم قیمت نہ لو، بے شک وہ چیز جو اللہ کے پاس ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ |

## دنیاوی قیمت میں اللہ کے عہد کو نہ توڑنے کا بیان

"وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّه ثَمَنًا قَلِيلًا" مِنْ الدُّنْيَا بِأَنْ تَنْقُضُوهُ لِأَجْلِهِ "إِنَّمَا عِنْد اللَّه" مِنْ الثَّوَاب "هُوَ خَيْر لَكُمْ" مِمَّا فِي الدُّنْيَا "إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" ذَلِكَ فَلَا تَنْقُضُوا

اور اللہ کے عہد کے بدلے دنیا میں کم قیمت نہ لو، کہ اس کو توڑ دو، بے شک وہ چیز یعنی ثواب جو اللہ کے پاس ہے وہی تمھارے لیے دنیا میں بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ لہذا اس کو نہ توڑو۔

## ایفائے عہد کو دین کے ساتھ منسوب کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا خطبہ کم دیا ہوگا جس میں یہ نہ فرمایا ہو کہ جس آدمی میں امانت نہیں اس کا ایمان بھی کچھ نہیں اور جس میں ایفاء عہد نہیں اس کا دین بھی کچھ نہیں۔

(شعب الایمان، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 31)

امانت ودیانت اور ایفاء عہد وہ اعلی اوصاف ہیں جن کا ہر مسلمان ومومن میں ہونا ضروری ہے ان اوصاف کی اہمیت کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے یا خطبہ دیا کرتے تھے، تو امانت ودیانت اور ایفائے عہد کے بارہ میں ضرور تاکید فرمایا کرتے تھے اس لئے مومن کی فطرت ہی امانت ودیانت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے اندر ان اوصاف کے جو ہر فطری طور پر ہوتے ہیں جو زندگی کے ہر موڑ پر نیکی وبھلائی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اسی طرح ایفاء عہد بھی فطرت سلیم اور ایمان کا خاصہ ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ جس آدمی کے اندر یہ اوصاف ہوں گے وہ دین وایمان

کی حقیقی لذت سے بھی لطف اندوز نہیں ہو سکے گا، تاہم اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا ایمان بالکل ہی ختم ہو جائے گا بلکہ ان اوصاف کی اہمیت وعظمت کی بنا پر مبالغہ سے کام لیا گیا اور تاکیداً اس طرح فرمایا گیا تا کہ ان کی اہمیت دلوں میں بیٹھ جائے۔

| |
|---|
| مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| جو تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے، اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے صبر کیا ضرور |
| ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان کے اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے رہے تھے۔ |

## اللہ کے پاس ہمیشہ رہنے والے ثواب کا بیان

"مَا عِنْدَكُمْ" مِنَ الدُّنْيَا "يَنْفَدُ" يَفْنَى "وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ" دَائِم "وَلَنَجْزِيَنَّ" بِالْيَاءِ وَالنُّون "الَّذِيْنَ صَبَرُوْا" مِنَ الْوَفَاءِ بِالْعُهُوْدِ "اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" اَحْسَن بِمَعْنَى حَسَن،

جو دنیا میں تمہارے پاس ہے فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہنے والا ہے، یہاں پر لیجزین یاء اور نون دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور ہم ان لوگوں کو جنہوں نے عہد کو پورا کر کے صبر کیا ضرور ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان کے اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے رہے تھے۔ یہاں پر احسن بہ معنی حسن یعنی اچھا ہے۔

صبر کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو دنیوی مفادات کی خاطر اسلام کی اعلیٰ اقدار اور اصولوں کو قربان نہیں کر دیتے بلکہ اصولوں کی خاطر دنیوی مفادات کو قربان کر دیتے ہیں اور دنیا کا مال و دولت جتنا بھی ہو اور دنیوی مفادات جتنے بھی ہوں وہ کم ہی ہیں کیونکہ وہ سب ختم اور فنا ہو جانے والے ہیں۔ مگر اصولوں کی خاطر دنیوی مفادات کو ٹھکرا دینے سے جو آخرت میں اجر ملے گا وہ بہت بہتر، پائیدار اور ابدی ہوگا۔

## آخرت کے ثواب کے باقی رہنے کا بیان

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک موقع) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر نجد کی طرف بھیجا چنانچہ وہ لشکر (فتح وکامیابی کے بعد) بہت زیادہ مال غنیمت لے کر بہت جلد (مدینہ) واپس لوٹ آیا، ہم میں سے ایک آدمی نے جو لشکر کے ساتھ نہیں گیا تھا کہا کہ "ہم نے تو ایسا کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اس لشکر کی طرح اتنی جلدی واپس آیا ہو اور اپنے ساتھ اتنا مال غنیمت بھی لایا ہو! (یہ سن کر) سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا میں تمہیں ایک ایسی جماعت کے بارے میں نہ بتلاؤں جو مال غنیمت میں اور جلد واپسی میں اس لشکر سے بھی بڑھی ہوئی ہے تو سنو وہ جماعت وہ ہے جو فجر کی نماز (کی جماعت) میں حاضر ہوئی ہو اور پھر سورج نکلنے تک بیٹھی ہوئی اللہ کا ذکر کرتی رہی ہو، یہی وہ لوگ ہیں جو جلد واپس آنے اور مال غنیمت لانے میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 942)

مطلب یہ ہے کہ اس لشکر کے لوگوں کو صرف دنیا کی دولت ملی جو فانی ہے اور اس جماعت کے لوگوں کو تھوڑی سی دیر میں بہت

زیادہ ثواب ملا جو باقی رہنے والا ہے جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ آیت (مَا عِنْدَ كُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ، جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو کچھ اللہ جل شانہ کے پاس ہے وہ باقی ہے۔" لہٰذا اس جماعت کے لوگ نہ صرف یہ کہ مال غنیمت کے اعتبار سے اس لشکر کے لوگوں سے افضل ثابت ہوئے بلکہ جلد واپس لوٹنے میں بھی ان سے بڑھے رہے۔

| |
|---|
| مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ |
| وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| جوکوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، اور انہیں ضرور |
| ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔ |

## نیک اعمال کے سبب پاکیزہ زندگی ملنے کا بیان

"مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِن فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاة طَيِّبَة " قِيلَ هِيَ حَيَاة الْجَنَّة وَقِيلَ فِي الدُّنْيَا بِالْقَنَاعَةِ أَوْ الرِّزْق الْحَلَال،وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ،

جوکوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے، کہا گیا ہے کہ وہ جنت کی زندگی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دنیا میں قناعت یا رزق حلال والی زندگی ہے۔ اور انہیں ضرور ان کا اجر عطا فرمائیں گے ان اچھے اعمال کے عوض جو وہ انجام دیتے تھے۔

## مسلمان کی نیکیوں کا آخرت کیلئے رہ جانے کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس نے فلاح حاصل کر لی جو مسلمان ہو گیا اور برابر سرابر روزی دیا گیا اور جو ملا اس پر قناعت نصیب ہوئی اور حدیث میں ہے جسے اسلام کی راہ دکھا دی گئی اور جسے پیٹ پالنے کا ٹکڑا میسر ہو گیا اور اللہ نے اس کے دل کو قناعت سے بھر دیا، اس نے نجات پالی۔ (ترمذی)

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مومن بندوں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ ان کی نیکی کا بدلہ دنیا میں عطا فرماتا ہے اور آخرت کی نیکیاں بھی انہیں دیتا ہے، ہاں کافر اپنی نیکیاں دنیا میں ہی کھا لیتا ہے آخرت کے لئے اس کے ہاتھ میں کوئی نیکی باقی نہیں رہتی۔ (صحیح مسلم، قدیمی کتاب خانہ، کراچی)

## عہد کی سچائی سے پاکیزہ زندگی مل جانے کا بیان

ایک مشہور واقعہ ہے ایک بار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ تو جواب میں آپ نے فرمایا: جب میں دس برس کا تھا تو اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتا تھا راستے میں مردان غیب میرے پیچھے

پیچھے چلتے دیکھائی دیتے تھے پھر جیسے ہی میں مدرسے مین داخل ہوتا تو مردانِ غیب کو بار بار کہتے ہوئے سُنتا۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کیلئے جگہ دو۔ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کیلئے جگہ دو۔

اٹھارہ سال کی عمر میں والدہ محترمہ نے ایک قافلے کے ساتھ آپ کو مزید تعلیم حاصل کرنے کیلئے بغداد بھیجا۔ قافلہ ایک سنسان راستے سے گزرا تو اس علاقے کے ڈاکوؤں نے مسافروں کا تمام ساز و سامان لوٹ لیا۔ اور حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کو کسی غریب آدمی کا بچہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ جب یہ لُٹا ہوا قافلہ آگے بڑھا تو ڈاکوؤں کے سردار نے آپ سے از راہ مذاق پوچھا۔ بچے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ ہاں۔ غوث اعظم نے لٹیروں کی توقع کے خلاف جواب دیا۔ آخر سردار کے اشارے پر آپ کی جامہ تلاشی کی گئی۔ مگر رہزنوں کو کچھ نہیں ملا۔

''ہمیں بے وقوف بناتا ہے'' ڈاکوؤں کا سردار ایک بچے کی بات کو مذاق سمجھ کر جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گیا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ مذاق کیا ہوتا ہے میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میرے پاس چالیس اشرفیاں ہیں جو قبا میں دبیز استر میں بغل کے نیچے ٹانگی گئی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے مطمئن لہجے میں کہا۔

سردار کے کہنے پر دوبارہ تلاشی لی گئی آخر اس کے ساتھی اشرفیاں پانے میں کامیاب ہو گئے تمام رہزنوں کو اس بات پر حیرت تھی کہ اگر لڑکا ان اشرفیوں کی نشاندہی نہ کرتا تو وہ اس کی طرف متوجہ بھی نہ ہوتے۔ لڑکے کی صاف گوئی پر سردار کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ تعجب ہوا تھا اس لئے وہ عبدالقادر سے سوال کئے بغیر نہ رہ سکا۔ لڑکے تو جھوٹ بول کر اپنی اشرفیوں کو چھپا سکتا تھا پھر تو نے ایسا کیوں نہیں کیا؟

رخصت کرتے وقت میری ماں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر جان پر بھی بن جائے تو جھوٹ نہ بولنا۔ یہی میری والدہ کا حکم تھا اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے تو میں اپنی والدہ کے حکم کو نہیں ٹال سکتا تھا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے یہ جواب بڑی جرات و بے باکی سے دیا کہ سارے ڈاکو حیران رہ گئے۔ قزاقوں کے سردار پر سکتہ طاری تھا پھر اچانک اس کے ساتھیوں نے اسے روتے ہوئے دیکھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند لفظوں کی حرارت سے پتھر پگھل جائے گا عجیب انقلابی لمحات تھے جس شخص کیلئے قتل و غارت ایک کھیل تھا اس کی آنکھیں اشک برسا رہی تھیں۔ ''سردار یہ آپ کو کیا ہو گیا''؟ ساتھی لٹیروں نے پوچھا۔

افسوس! میں ہلاک ہو گیا اس لڑکے کو اپنی ماں سے کیے ہوئے عہد کا اس قدر پاس ہے اور میں اپنے عہد کو دن میں کئی بار توڑ دیتا ہوں جو میں نے خالق کائنات سے کیا ہوا ہے یہ کہہ کر سردار نے لُوٹا ہوا سارا مال مسافروں کو واپس کر دیا اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ہاتھوں کو بے اختیار چوم لیا۔

تو عظیم ہے کہ مجھ جیسے پستی میں گرے ہوئے انسان سے ملا۔ تو میرا رہنما ہے کہ تو نے مجھے سچائی کا راستہ دیکھایا، تو ہی حق کی روشنی ہے اگر آج کی رات تجھ سے ملاقات نہ ہوتی تو میں زندگی بھر گناہوں کے اندھیرے میں بھٹکتا رہتا۔ پھر قزاقوں کے سردار پر ناقابل بیان وحشت طاری ہو گئی اور وہ رات سناٹے میں چیختا ہوا کہیں گم ہو گیا۔'' اے دنیا میرا پیچھا چھوڑ دے میں تجھ پر لعنت بھیجتا

ہوں، یہ غوث اعظم علیہ الرحمہ کی پہلی کرامت تھی جس نے ایک رہزن کی زندگی کا نقشہ بدل دیا تھا۔ (قلائد الجواہر)

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔

## قرآن شریف پڑھنے سے پہلے تعوذ پڑھنے کا بیان

"فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآن " أَيْ أَرَدْت قِرَاءَته "فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْ الشَّيْطَان الرَّجِيم " أَيْ قُلْ : أَعُوذ بِاللَّهِ مِنْ الشَّيْطَان الرَّجِيم

پس جب آپ قرآن پڑھنے لگیں یعنی قرآن کو پڑھنے کا ارادہ کریں تو شیطان مردود کی وسوسہ اندازیوں سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔ اور پڑھا کریں۔ میں اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے شر سے بچنے کیلئے پناہ طلب کرتا ہوں۔

## شیطان کے شر سے بچنے کیلئے تعوذ پڑھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور اس چیز کو کس نے پیدا کیا؟ تا آنکہ پھر وہ یوں کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب نوبت یہاں تک آ جائے تو اس کو چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس سلسلہ کو ختم کر دے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 61)

شیطان انسان کے روحانی ارتقاء کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کا بنیادی نصب العین ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو، جو اللہ کی ذات وصفات پر ایمان ویقین رکھتے ہیں، ورغلانے اور بہکانے میں لگا رہے ہیں، یہی نہیں کہ وہ فریب کاری کے ذریعہ انسان کے نیک عمل اور اچھے کاموں میں رکاوٹ اور تعطل پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے بلکہ اس زبردست قدرت کے بل پر کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے تکوینی مصلحت کے تحت اس کو دی ہے۔ وسوسہ اندازی کے ذریعہ انسان کی سوچ فکر اور خیالات کی دنیا میں مختلف انداز کے شبہات اور برائی بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جن لوگوں کی سوچ' فکر اور خیالات کے سرچشموں پر ایمان ویقین کی مضبوط گرفت ہوتی ہے وہ اپنے ایمان کی فکری اور شعوری طاقت سے شیطان کے وسوسوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں۔

چنانچہ اس حدیث میں جہاں بعض شیطانی وسوسوں کی نشان دہی کی گئی ہے وہیں اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو ان وسوسوں کو غیر موثر اور ناکارہ بنانے سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ پہلے تو شیطان اللہ کی مخلوقات اور موجودات کے بارہ میں وسوسہ اندازی کرتا ہے، مثلاً فکر وخیال میں یہ بات ڈالتا ہے کہ انسان کو وجود کس نے بنایا، یہ زمین وآسمان کی تخلیق کس کا کارنامہ ہے، چونکہ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھنے والوں کی عقل سلیم کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات کی تخلیقی وتکوینی نوعیت کا بدیہی شعور ادراک رکھتی ہے اس لئے مخلوقات کی حد تک شیطان کی وسوسہ اندازی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن معاملہ وہاں نازک ہو جاتا ہے

جب یہ سلسلہ نازک ہوکر ذات باری تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وسوسہ شیطانی دل و دماغ سے سوال کرے جب یہ زمین و آسمان اور ساری مخلوقات اللہ کی پیدا کردہ ہیں تو پھر خود اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا گیا کہ جوں ہی یہ وسوسہ پیدا ہوا پنے اللہ سے پناہ مانگو اور اپنے ذہن سے اس فاسد خیال کو فوراً جھٹک دو تا کہ وسوسہ شیطانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اللہ کی پناہ چاہنے کا مطلب محض زبان سے چند الفاظ ادا کر لینا نہیں ہے بلکہ یہ کہ ایک طرف تو اپنے فکر وخیال کو یکسو کر کے اس عقیدہ یقین کی گرفت میں دے دو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، وہ واجب الوجود ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور دوسری طرف ریاضیت و مجاہدہ اور ذات باری تعالیٰ کے ذکر واستغراق کے ذریعہ اپنے نفس کے تزکیہ اور ذہن وفکر کے تحفظ اور سلامتی کی طرف متوجہ رہو۔ وسوسہ کی راہ روکنے کا ایک فوری موثر طریقہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجلس بدل دی جائے۔ یعنی جس جگہ بیٹھے یا لیٹے ہوئے اس طرح کا وسوسہ پیدا ہو وہاں سے فوراً ہٹ جائے اور کسی دوسری جگہ جا کر کسی کام اور مشغلہ میں لگ جائے اس طرح دھیان فوری طور پر ہٹ جائے گا اور وسوسہ کی راہ ماری جائے گی۔

| |
|---|
| اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۝ |
| اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۝ |
| بیشک اسے ان لوگوں پر کچھ غلبہ حاصل نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں |
| پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔ |

## ایمان وتوکل والوں پر شیطان کے غلبہ کے نہ ہونے کا بیان

"إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَان "عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ،تَسَلُّط"إِنَّمَا سُلْطَانه عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ" بِطَاعَتِهِ "وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ" أَيْ اللَّه "مُشْرِكُونَ"

بیشک اسے ان لوگوں پر کچھ غلبہ حاصل نہیں ہے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ اس کا غلبہ تو صرف ان لوگوں پر ہے جو اس سے دوستی رکھتے ہیں اور جو اس کی وجہ سے شریک بنانے والے ہیں۔ یعنی وہ مشرکین ہیں۔

اس آیت میں یہ واضح کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ایسی قوت نہیں دی کہ وہ کسی بھی انسان کو برائی پر مجبور و بے اختیار کر دے انسان خود اپنے اختیار وقدرت کو غفلت یا کسی غرض نفسانی سے استعمال نہ کرے تو یہ اس کا قصور ہے اسی لئے فرمایا کہ جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنے احوال واعمال میں اپنی قوت ارادی کے بجائے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ وہی ہر خیر کی توفیق دینے والا اور ہر شر سے بچانے والا ہے ایسے لوگوں پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا ہاں جو اپنے اغراض نفسانی کے سبب شیطان ہی سے دوستی کرتے ہیں اسی کی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک ٹھراتے ہیں ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے کہ کسی خیر کی طرف نہیں جانے دیتا اور ہر برائی میں وہ آگے اگے ہوتے ہیں۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں اور اللہ بہتر جانتا ہے جو وہ نازل فرماتا ہے کفار کہتے ہیں کہ آپ تو بس اپنی طرف سے گھڑنے والے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

## اختیار شارع کے مطابق حکمت کے تحت حکم کو منسوخ کرنے کا بیان

"وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَة مَكَان آيَة" بِنَسْخِهَا وَإِنْزَال غَيْرهَا لِمَصْلَحَةِ الْعِبَاد "وَاَللّٰه أَعْلَم بِمَا يُنَزِّل قَالُوا" أَيْ الْكُفَّار لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ" كَذَّاب تَقُولهُ مِنْ عِنْدك "بَلْ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ" حَقِيقَة الْقُرْآن وَفَائِدَة النَّسْخ،

اور جب ہم کسی آیت کی جگہ دوسری آیت بدل دیتے ہیں یعنی کسی ایک کو منسوخ کر دیتے ہیں اور لوگوں کی مصلحت کیلئے دوسری اس کی جگہ پر لے آتے ہیں۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے جو کچھ وہ نازل فرماتا ہے تو کفار نبی کریم ﷺ سے کہتے ہیں کہ آپ تو بس اپنی طرف سے گھڑنے والے ہیں، یعنی یہ کلام تمہاری اپنی جانب سے ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ آیتوں کے اتارنے اور بدلنے کی حکمت نہیں جانتے۔ کہ نسخ کا کیا فائدہ ہے۔

## سورہ نحل آیت ۱۰۱ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ اپنے ساتھیوں سے مذاق کرتے ہیں آج انہیں کسی چیز کا حکم دیتے ہیں اور کل اس سے روک دیتے ہیں یا ایسا حکم دیتے ہیں جو ان پر آسان ہو یہ تو من گھڑت باتیں ہیں جن کو یہ خود سے گھڑتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس کے بعد والی آیت نازل فرمائی۔

(زاد المسیر 4۔491)

## ناسخ ومنسوخ کا بیان

مشرکوں کی عقلی ، بے ثباتی اور بے یقینی کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں ایمان کیسے نصیب ہو؟ یہ تو ازلی بدنصیب ہیں، ناسخ منسوخ سے احکام کی تبدیلی دیکھ کر بکنے لگتے ہیں کہ لو صاحب ان کا بہتان کھل گیا، اتنا نہیں جانتے کہ قادر مطلق اللہ جو چاہے کرے جو ارادہ کرے، حکم دے، ایک حکم کو اٹھا دے دوسرے کو اس کی جگہ رکھ دے۔ جیسے آیت (مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۭ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، البقرۃ:106) میں فرمایا ہے۔ پاک روح یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے اللہ کی طرف سے حقانیت وصداقت کے عدل وانصاف کے ساتھ لے کر تیری جانب آتے ہیں تاکہ ایماندار ثابت قدم ہو جائیں، اب اترا، مانا، پھر اترا، پھر مانا، ان کے دل رب کی طرف جھکتے رہیں، تازہ تازہ کلام الٰہی سنتے رہیں، مسلمانوں کے لئے ہدایت وبشارت ہو جائے، اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ماننے والے راہ یافتہ ہو کر خوش ہو جائیں۔

اس کی پوری بحث ہم نے سورہ بقرہ کی تفسیر مصباحین آیت مذکورہ کی تفسیر کے تحت میں ذکر کردی ہے۔

| |
|---|
| قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۝ |
| فرمادیجئے: اس کو روح القدس نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو |
| ثابت قدم رکھے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔ |

## قرآن مجید کا بہ واسطہ جبرائیل نازل ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "نَزَّلَهٗ رُوحُ الْقُدُسِ" جِبْرِيل "مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِنَزَّلَ "لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا" بِإِيمَانِهِمْ بِهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ،

فرمادیجئے: اس قرآن کو روح القدس جبرئیل علیہ السلام نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ اتارا ہے، یہاں پرحق یہ نزل کے متعلق ہے۔ تاکہ ایمان والوں کو ایمان پر ثابت قدم رکھے اور یہ مسلمانوں کے لئے ہدایت اور بشارت ہے۔

روح القدس سے مراد؟ پاکیزہ روح یا پاکیزگی کی روح اور اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جو ہر طرح کی بشری کمزوریوں سے پاک ہیں۔ وہ نہ خائن ہیں نہ کذاب ہیں اور نہ مفتری۔ نہ وہ اللہ کے نازل کردہ کلام میں سے کچھ حذف کرتے ہیں اور نہ اس میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ نہ ترمیم وتنسیخ کرسکتے ہیں بلکہ اللہ کا کلام جوں کا توں نبی کے دل پہ نازل کرتے ہیں۔

## نزول قرآن میں تدریج کے فوائد کا بیان

قرآن اتارنے میں جو حالات کے تقاضوں کے تحت تدریج کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس کے دو بڑے فائدے ہیں ایک یہ کہ تکرار احکام سے ایمان میں بتدریج پختگی واقع ہوتی رہتی ہے اور ان میں ثبات واستقلال پیدا ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ جو کفار مکہ آئے دن مسلمانوں پر ناجائز مظالم اور سختیاں کرتے رہتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو بھی بار بار تسلی دینے، مصائب میں ثابت قدم رہنے۔ اس دنیا میں بھی سیدھی راہ پر گامزن رکھنے پر اور مصائب کی برداشت پر اور جنت کی خوشخبری دینے کی ضرورت پیش آتی رہی۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ |
| اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۝ |
| اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے |
| ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن واضح وروشن عربی زبان ہے۔ |

## قرآن مجید پر عجمی انسان سے سیکھنے کے اعتراض کا بیان

"وَلَقَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "نَعْلَم أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمهُ" الْقُرْآن "بَشَر" وَهُوَ قَيْن نَصْرَانِيّ كَانَ النَّبِيّ صَلَّى

اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ عَلَیْہِ "لِسَان" لُغَۃ "الَّذِی یُلْحِدُونَ " یَمِیلُونَ "اِلَیْہِ" اَنَّہُ یُعَلِّمُہُ "اَعْجَمِیّ وَهَذَا" الْقُرْآن "لِسَان عَرَبِیّ مُبِین" ذُو بَیَان وَفَصَاحَۃ فَکَیْفَ یُعَلِّمُہُ اَعْجَمِیّ

یہاں پر لقد تحقیق کیلئے آیا ہے۔ اور بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ انہیں یہ قرآن محض کوئی آدمی ہی سکھاتا ہے، وہ ایک نصرانی لوہار تھا جس کے پاس نبی کریم ﷺ جایا کرتے تھے۔ جس شخص کی طرف وہ بات کو حق سے ہٹاتے ہوئے منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے وہ کیسے سکھا سکتا ہے۔ اور یہ قرآن واضح وروشن عربی زبان ہے۔ یعنی بیان وفصاحت والا ہے لہٰذا اس کو عجمی کیسے سکھا سکتا ہے۔

## سورہ نحل آیت ۱۰۳ کے شان نزول کا بیان

عبیداللہ بن مسلم سے روایت ہے کہ ہمارے دو نصرانی غلام تھے جو عین تمر (عراق میں ایک بستی) کے رہنے والے تھے ایک کا نام یسار اور دوسرے کا نام خیر تھا وہ اپنی زبان کی کتابیں پڑھتے رہتے تھے رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے گزرتے اور جو کچھ وہ پڑھتے اسے سنتے تو مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ یہ (حضرت محمد ﷺ) ان دونوں سے سیکھتے ہیں ان کی تکذیب کے طور پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ترجمہ۔ مگر جس کی طرف تعلیم کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

(طبری14۔120)

## قرآن مجید کی عربی میں فصاحت وبلاغت کا بیان

قرآن کریم کی حلاوت اور اس کے علوم کی نورانیت جب قلوب کی تسخیر کرنے لگی اور کفار نے دیکھا کہ دنیا اس کی گرویدہ ہوتی چلی جاتی ہے اور کوئی تدبیر اسلام کی مخالفت میں کامیاب نہیں ہوتی تو انہوں نے طرح طرح کے افتراء اٹھانے شروع کئے، کبھی اس کو سحر بتایا، کبھی پہلوں کے قصّے اور کہانیاں کہا، کبھی یہ کہا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خود بنالیا ہے اور ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح لوگ اس کتاب مقدس کی طرف سے بدگمان ہوں، انہیں مکاریوں میں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ انہوں نے ایک عجمی غلام کی نسبت یہ کہا کہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہے۔ اس کے رد میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ ایسی باطل باتیں دنیا میں کون قبول کرسکتا ہے جس غلام کی طرف کفار نسبت کرتے ہیں وہ تو عجمی ہے، ایسا کلام بنانا اس کے تو کیا امکان میں ہوتا تمہارے فُصَحاء وبُلَغاء جن کی زبان دانی پر اہل عرب کو فخر وناز ہے وہ سب کے سب حیران ہیں اور چند جملے قرآن کی مثل بنانا انہیں محال اور ان کی قدرت سے باہر ہے تو ایک عجمی کی طرف ایسی نسبت کس قدر باطل اور بیشرمی کا فعل ہے۔ خدا کی شان جس غلام کی طرف کفار یہ نسبت کرتے تھے اس کو بھی اس کلام کے اعجاز نے تسخیر کیا اور وہ بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقہ بگوشِ طاعت ہوا اور صدق واخلاص کے ساتھ اسلام لایا۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ○

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔

## اللہ کی آیات پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّه لَا يَهْدِيهِمُ اللَّه وَلَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور انھی کے لیے دردناک عذاب ہے۔

جو اللہ کے ذکر سے منہ موڑے، اللہ کی کتاب سے غفلت کرے، اللہ کی باتوں پر ایمان لانے کا قصد ہی نہ رکھے ایسے لوگوں کو اللہ بھی دور ڈال دیتا ہے انہیں دین حق کی توفیق ہی نہیں ہوتی آخرت میں سخت دردناک عذابوں میں پھنستے ہیں۔

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ○

جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے اور وہی لوگ اصل جھوٹے ہیں۔

## قرآن مجید کا کلام بشر نہ ہونے کا بیان

"إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِب الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللَّه" الْقُرْآن بِقَوْلِهِمْ هَذَا مِنْ قَوْل الْبَشَر "وَأُولَئِكَ هُمْ الْكَاذِبُونَ" وَالتَّأْكِيد بِالتَّكْرَارِ وَإِنَّ وَغَيْرهمَا رَدّ لِقَوْلِهِمْ "إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ"

جھوٹ تو وہی لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات یعنی قرآن پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ ان کے قول کے مطابق یہ ایک بشر کا کلام ہے۔ اور وہی لوگ اصل جھوٹے ہیں۔ یہ تکرار تاکیدی ہے۔ اور اس کے سوا اس میں ان کے قول یہ افتراء ہے اس کا رد کیا گیا ہے۔

## بہتان کی ممانعت کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی اس جماعت کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر گرد بیٹھی ہوئی تھی (مخاطب کر کے) فرمایا۔ مجھ سے ان باتوں پر بیعت (عہد و اقرار) کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے (افلاس، بھوک یا غربت کے ڈر سے) اپنے بچوں کو قتل نہ کرو گے، جان بوجھ کر کسی پر بہتان تراشی نہ کرو گے اور شریعت کے مطابق تمہیں جو احکام دوں گا اس کی نافرمانی نہیں کرو گے۔

پس تم میں سے جو آدمی اس عہد و اقرار کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (کہ آخرت میں اپنے انعامات سے نوازے گا) اور جو آدمی (سوائے شرک کے) ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور پھر دنیا میں اس کو اس گناہ کی سزا بھی مل جائے (جیسے حد وغیرہ جاری ہو) تو یہ سزا اس کے (گناہ) کے لئے کفارہ ہو جائے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنے والے کے گناہ کی ستر پوشی فرمائی (اور دنیا میں اسے سزا نہ ملی) تو اب یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ چاہے تو وہ (از راہ کرم) آخرت

میں بھی درگزر فرمائے اور چاہے اسے عذاب دے (راوی فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سب شرطوں پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 17)

| |
|---|
| مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ |
| جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے، لیکن وہ شخص جس نے شرحِ صدر کے ساتھ کفر کیا سو ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔ |

## جس کو کفریہ کلمات پر مجبور کیا جائے

"مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْد إيمَانه إلَّا مَنْ أُكْرِهَ" عَلَى التَّلَفُّظ بِالْكُفْرِ فَتَلَفَّظَ بِهِ "وَقَلْبه مُطْمَئِنّ بِالْإِيمَانِ" وَمَنْ مُبْتَدَأ أَوْ شَرْطِيَّة وَالْخَبَر أَوْ الْجَوَاب لَهُمْ وَعِيد شَدِيد دَلَّ عَلَى هَذَا "وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا" لَهُ أَيْ فَتَحَهُ وَوَسَّعَهُ بِمَعْنَى طَابَتْ بِهِ نَفْسه، فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ،

جو شخص اپنے ایمان لانے کے بعد کفر کرے، یعنی کفریہ کلمہ کہلوایا گیا اور اس نے کلمہ کفریہ کہا سوائے اس کے جسے انتہائی مجبور کر دیا گیا مگر اس کا دل بدستور ایمان سے مطمئن ہے، یہاں پر من مبتداء ہے یا شرطیہ ہے اور خبر ان کیلئے جواب ہے۔ جس میں سخت وعید ہے۔ جس اس پر آیت کی دلالت ہے۔ لیکن ہاں وہ شخص جس نے شرحِ صدر کے ساتھ کفر اختیار کیا یعنی جس کا دل کفر سے خوش ہوا لہٰذا ان پر اللہ کی طرف سے غضب ہے اور ان کے لئے زبردست عذاب ہے۔

## سورہ نحل، آیت ۱۰۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت عمار بن یاسر کے بارے میں نازل ہوئی مشرکین نے انہیں ان کے والد یاسر اور والدہ سمیہ، بلا، خباب، اور سالم رضی اللہ عنہم اجمعین کو پکڑ لیا حضرت سمیہ کو انہوں نے دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر ایک برچھا آپ کی شرمگاہ پر مارا اور آپ سے ان میں ایک نے کہا کہ تو آدمیوں کی وجہ سے اسلام لائی ہے پھر انہیں اور ان کے شوہر حضرت یاسر کو شہید کر دیا گیا یہ دونوں اسلام میں سب سے پہلے شہداء ہیں حضرت عمار نے مجبور ہو کر ان کے سامنے اپنی زبان سے ان کی مرضی کے مطابق کہہ دیا نبی کو خبر دی گئی کہ عمار کافر ہو گیا تو آپ نے فرمایا ہرگز نہیں عمار اپنے سر سے پاؤں تک ایمان سے بھرا ہوا ہے اور ایمان اس کے خون اور گوشت میں رچ بس چکا ہے حضرت عمار رسول اللہ کے پاس روتے ہوئے آئے رسول اللہ ان کی آنکھیں پوچھنے لگے اور آپ نے فرمایا ان سے اگر وہ پھر اس طرح کریں تو تو تم پھر ان کے سامنے یہی بات جو تم نے کہی تھی دوہرا دینا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (طبری 14-122، مستدرک 2-(357)

مجاہد کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل مکہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو ایمان لے آئے تو مدینہ کے مسلمانوں نے انہیں

خط لکھا کہ تم ہماری طرف ہجرت کر آؤ کیونکہ ہم اس وقت تک تمہیں اپنے میں سے خیال نہیں کریں گے جب تک کہ تم ہماری طرف ہجرت نہ کرلو چنانچہ وہ مدینہ کے ارادے سے نکلے تو قریش نے رستے میں انہیں پکڑ لیا اور انہیں مجبور کر کے فتنے میں مبتلا کر دیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

## اضطراری حالت میں استثناء کا بیان

اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان کے بعد کفر کریں دیکھ کر اندھے ہو جائیں پھر کفر پر ان کا سینہ کھل جائے، اس پر اطمینان کرلیں۔ یہ اللہ کی غضب میں گرفتار ہوتے ہیں کہ ایمان کا علم حاصل کر کے پھر اس سے پھر گئے اور انہیں آخرت میں بڑا سخت عذاب ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے آخرت بگاڑ کر دنیا کی محبت کی اور صرف دنیا طلبی کی وجہ سے اسلام پر مرتد ہونے کو ترجیح دی چونکہ ان کے دل ہدایت حق سے خالی تھے، اللہ کی طرف سے ثابت قدمی انہیں نہ ملی۔ دلوں پر مہریں لگ گئیں، نفع کی کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کان اور آنکھیں بھی بیکار ہو گئیں نہ حق سن سکیں نہ دیکھ سکیں۔ پس کسی چیز نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا اور اپنے انجام سے غافل ہو گئے۔ یقیناً ایسے لوگ قیامت کے دن اپنا اور اپنے ہم خیال لوگوں کا نقصان کرنے والے ہیں۔

پہلی آیت کے درمیان جن لوگوں کا استثناء کیا ہے یعنی وہ جن پر جبر کیا جائے اور ان کے دل ایمان پر جمے ہوئے ہوں، اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو بہ سبب مار پیٹ اور ایذاؤں کے مجبور ہو کر زبان سے مشرکوں کی موافقت کریں لیکن ان کا دل وہ نہ کہتا ہو بلکہ دل میں اللہ پر اور اس کے رسول پر کامل اطمینان کے ساتھ پورا ایمان ہو۔

## حضرت عمار بن یاسر کیلئے نبی کریم ﷺ کی دعا کا بیان

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اسم گرامی عمار بن یاسر اور کنیت ابوالیقظان ہے یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام کی طرف سبقت کی تھی، ان کی والدہ سمیہ تھیں اور وہ پہلی خاتون تھیں جو اللہ عزوجل کی راہ میں شہید کی گئیں، یہ اور ان کی والدہ اور ان کے والد سب کے سب پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں حضرت عمار کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں ہوتا ہے جو اسلام لانے کی وجہ سے ظلم وستم کی ہر بھٹی میں ڈالے گئے مگر جب وہاں سے نکلے تو کندن ہو کر نکلے۔ حضرت عمار اس وقت اسلام لائے تھے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں پوشیدہ تھے۔ یہ اور حضرت صہیب بن سنان دونوں ساتھ ہی اسلام لائے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر اللہ کی راہ میں بہت زیادہ ستائے گئے، یہاں تک کہ جب مشرکین مکہ انہیں مارتے مارتے تھک گئے اور یہ اپنے ایمان سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹتے تو انہیں آگ میں جلایا کرتے تھے اسی ثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ان کی طرف ہوا کرتا تو آپ انہیں آگ میں جلتا ہوا دیکھ کر اپنا دست مبارک ان کے اوپر پھیر کر فرمایا کرتے تھے کہ اے آگ! تو عمار پر ایسی ہی ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔ جب آپ زخمی ہوئے تو انہوں نے یہ وصیت کی کہ مجھے انہی کپڑوں کے ساتھ دفن کرنا کیونکہ میں انہی کپڑوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤں گا، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کو ان ہی کپڑوں میں دفن کیا۔ ربیع الاول ۳۷ھ میں ۹۴ برس کی عمر میں جنگ صفین کے دوران آپ نے شہادت

پائی۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ صحابہ)

## حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اتری ہے جب کہ آپ کو مشرکین نے عذاب کرنا شروع کیا جب تک کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر نہ کریں۔ پس بادل ناخواستہ مجبوراً اور کرھاً آپ نے ان کی موافقت کی، پھر اللہ کے نبی کے پاس آ کر عذر بیان کرنے لگے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ شعبی، قتادہ اور ابو مالک بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ مشرکوں نے آپ کو پکڑا اور عذاب دینے شروع کئے، یہاں تک کہ آپ ان کے ارادوں کے قریب ہو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام کے پاس آ کر اس کی شکایت کرنے لگے تو آپ نے پوچھا تم اپنے دل کا حال کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ تو ایمان پر مطمئن ہے، جما ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ پھر لوٹیں تو تم بھی لوٹنا۔ بیہقی میں اسے بھی زیادہ تفصیل سے ہے اس میں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے کیا پھر آپ کے پاس آ کر اپنا یہ دکھ بیان کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے اذیت دینا ختم نہیں کیا جب تک کہ میں نے آپ کو برا بھلا نہ کہہ لیا اور ان کے معبودوں کا ذکر خیر سے نہ کیا۔ آپ نے فرمایا تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟ جواب دیا کہ ایمان پر مطمئن۔ فرمایا اگر وہ پھر کریں تو تم بھی پھر کر لینا۔ اسی پر یہ آیت اتری۔

پس علماء کرام کا اتفاق ہے کہ جس پر جبر و کراہ کیا جائے، اسے جائز ہے کہ اپنی جان بچانے کے لئے ان کی موافقت کر لے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسے موقعہ پر بھی ان کی نہ مانے جیسے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھایا کہ مشرکوں کی ایک نہ مانی حالانکہ وہ انہیں بدترین تکلیفیں دیتے تھے یہاں تک کہ سخت گرمیوں میں پوری تیز دھوپ میں آپ کو لٹا کر آپ کے سینے پر بھاری وزنی پتھر رکھ دیا کہ اب بھی شرک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ پتھر رکھ دیا کہ اب بھی رشک کرو تو نجات پاؤ لیکن آپ نے پھر بھی ان کی نہ مانی صاف انکار کر دیا اور اللہ کی توحید احد احد کے لفظ سے بیان فرماتے رہے بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ "واللہ اگر اس سے بھی زیادہ تمہیں چبھنے والا کوئی لفظ میرے علم میں ہوتا تو میں وہی کہتا اللہ ان سے راضی رہے اور انہیں بھی ہمیشہ راضی رکھے۔" اسی طرح حضرت خبیب بن زیاد انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ جب ان سے مسیلمہ کذاب نے کہا کہ کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے آپ سے پوچھا کہ کیا میرے رسول اللہ ہونے کی بھی گواہی دیتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس پر اس جھوٹے مدعی نبوت نے ان کے جسم کے ایک عضو کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا پھر یہی سوال جواب ہوا۔ دوسرا عضو جسم کٹ گیا یونہی ہوتا رہا لیکن آپ آخر دم تک اسی پر قائم رہے، اللہ آپ سے خوش ہو اور آپ کو بھی خوش رکھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جو چند لوگ مرتد ہو گئے تھے، انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگ میں جلوا دیا۔

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو انہیں آگ میں نہ جلاتا اس لئے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ کے عذاب سے تم عذاب نہ کرو۔ ہاں بیشک میں انہیں قتل کرادیتا۔ اس لئے کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جو اپنے دین کو بدل دے اسے قتل کردو۔ جب یہ خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ابن عباس کی ماں پر افسوس۔ اسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وارد کیا ہے۔

مسند میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک شخص ان کے پاس ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا کہ یہ ایک یہودی تھا، پھر مسلمان ہوگیا اب پھر یہودی ہوگیا ہے۔ ہم تقریباً دو ماہ سے اسے اسلام پر لانے کی کوشش میں ہیں، تو آپ نے فرمایا واللہ میں بیٹھوں گا بھی نہیں جب تک کہ تم اس کی گردن نہ اڑادو۔ یہی فیصلہ ہے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو اپنے دین سے لوٹ جائے اسے قتل کردو یا فرمایا جو اپنے دین کو بدل دے۔ یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی ہے لیکن الفاظ اور ہیں۔ پس افضل واولیٰ یہ ہے کہ مسلمان اپنے دین پر قائم اور ثابت قدم رہے گو اسے قتل بھی کردیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

## حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں لائے ہیں کہ آپ کو رومی کفار نے قید کرلیا اور اپنے بادشاہ کے پاس پہنچا دیا، اس نے آپ سے کہا کہ تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں اپنے راج پاٹ میں شریک کرلیتا ہوں اور اپنی شہزادی تمہاری نکاح میں دیتا ہوں۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی دین محمد سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے۔ بادشاہ نے کہا پھر میں تجھے قتل کردوں گا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا گیا اور تیراندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کیا بار بار کہا جاتا تھا کہ اب بھی نصرانیت قبول کرلو اور آپ پورے استقلال اور صبر سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں آخر بادشاہ نے کہا اسے سولی سے اتارلو، پھر حکم دیا کہ پیتل کی دیگ یا پیتل کی کی بنی ہوئی گائے خوب تپا کر آگ بنا کر لائی جائے۔ چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور مسلمان قیدی کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا وہ مسکین اسی وقت چرمرہو کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا ہڈیاں چمکنے لگیں، رضی اللہ عنہ۔ پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی ہماری مان لو اور ہمارا مذہب قبول کرلو، ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے ایمانی جوش سے کام لیکر فرمایا کہ ناممکن کہ میں اللہ کے دین کو چھوڑ دوں۔ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو، جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں، اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جاؤ انہیں اپنے پاس بلالیا، اس لئے کہ اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات پلٹ گئے ہیں

میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میرا داماد بن کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا لیکن بادشاہ کی یہ تمنا اور یہ خیال محض بے سود نکلا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج ایک ہی جان ہے جسے راہ حق میں اس عذاب کے ساتھ میں قربان کر رہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی کہ آج میں سب جانیں راہ اللہ اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کرتا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا کھانا پینا بند کر دیا، کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ تک نہ فرمائی۔ بادشاہ نے بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اس حالت میں یہ میرے لئے حلال تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقعہ دینا چاہتا ہی نہیں ہوں۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں تجھے اور تیرے ساتھ کے اور تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرما لیا اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا اور آپ کو اور آپ کے تمام ساتھیوں کو چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ (رضی اللہ عنہ) کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر پر بوسہ دیا۔ (تاریخ ابن عساکر)

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت پر عزیز رکھا اور اس لئے کہ اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والوں کیلئے وعید کا بیان

"ذٰلِكَ" الْوَعِيد لَهُمْ "بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا" اخْتَارُوهَا، عَلَى الْآخِرَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ،

یہ وعید اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت پر عزیز رکھا اور اس لئے کہ اللہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## دنیا کی مردار سے تشبیہ کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں

گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2917)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ |
| یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مُہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہی غافل ہیں۔ |

## کفار کے دلوں پر مہر ہونے کا بیان

"أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّه عَلَى قُلُوبهمْ وَسَمْعهمْ وَأَبْصَارهمْ وَأُولَئِكَ هُمْ الْغَافِلُونَ" عَمَّا يُرَاد بِهِمْ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مُہر لگا دی ہے اور یہی لوگ ہی غافل ہیں۔یعنی جس چیز کا ان کے ساتھ ارادہ کیا گیا ہے۔

## دلوں پر مہر کے معانی کا بیان

ختم" کا معنی گیلی مٹی یا اسی طرح کی کسی چیز سے دروازے کو بند کر دینا ہے اور اصطلاح میں کسی چیز کو لاک لگا کر بند کرنا ہے قلب کا بند ہونا درک نہ کرنے اور نہ سمجھنے کا کنایہ ہے "علی سمعهم" ممکن ہے "علی قلوبهم" پر عطف ہو یا پھر "غشاوة" کی خبر بھی ہو سکتی ہے۔ مذکورہ بالا مطلب میں پہلے احتمال کی طرف اشارہ ہے۔

قرآن کریم کے منکروں کے کانوں اور آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کے باعث وہ دین کے حقائق سننے اور دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔

## کفار کے دلوں پر مہر لگانے میں تفسیری اقوال کا بیان

حضرت سدی فرماتے ہیں ختم سے مراد طبع ہے یعنی مہر لگا دی حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی ان پر شیطان غالب آ گیا وہ اسی کی ماتحتی میں لگ گئے یہاں تک کہ مہر لگا دی حضرت قتادہ فرماتے ہیں یعنی ان پر شیطان غالب آ گیا وہ اسی کی ماتحتی میں لگ گئے یہاں تک کہ مہر الٰہی ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر لگ گئی اور آنکھوں پر پردہ پڑ گیا۔ ہدایت کو نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی فرماتے ہیں کہ گناہ لوگوں کے دلوں میں بستے جاتے ہیں اور انہیں ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ بس یہی طبع اور ختم یعنی مہر ہے۔ دل اور کان کے لئے محاورہ میں مہر آتی ہے۔

حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن میں ران کا لفظ ہے طبع کا لفظ ہے اور اقفال کا لفظ ہے۔ ران طبع سے کم ہے اور طبع اقفال سے کم ہے، اقفال سب سے زیادہ ہے۔ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی تابعی نے اپنا ہاتھ دکھا کر کہا کہ دل ہتھیلی کی طرح ہے اور بندے کے گناہ کی وجہ سے وہ سمٹ جاتا ہے اور بند ہو جاتا ہے۔ اس طرح کہ ایک گناہ کیا تو گویا چھنگلیا بند ہو گئی پھر

دوسرا گناہ کیا دوسری انگلی بند ہوگئی یہاں تک کہ تمام انگلیاں بند ہوگئیں اور اب مٹھی بالکل بند ہوگئی جس میں کوئی چیز داخل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح گناہوں سے دل پر پردے پڑ جاتے ہیں مہر لگ جاتا ہیں مہر لگ جاتی ہے پھر اس پر کسی طرح حق اثر نہیں کرتا۔ اسے زین بھی کہتے ہیں مطلب یہ ہوا کہ تکبر کی وجہ ان کا حق سے منہ پھیر لینا بیان کیا جارہا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اس بات کے سننے سے بہرا بن گیا۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تکبر اور بے پرواہی کر کے اس نے اس بات کی طرف دھیان نہیں دیا۔

امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ مطلب ٹھیک نہیں اس لئے کہ یہاں تو خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔

| |
|---|
| لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ |
| یہ حقیقت ہے کہ بیشک یہی لوگ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## آخرت میں نقصان اٹھانے والے لوگوں کا بیان

"لَا جَرَم" حَقًّا "اَنَّهُمْ فِي الْآخِرَة هُمْ الْخَاسِرُوْنَ" لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّار الْمُؤَبَّدَة عَلَيْهِمْ

یہ حقیقت ہے کہ بیشک یہی لوگ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ یعنی وہ جہنم کی طرف جانے والے ہیں۔ جس وہ ہمیشہ رہیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لا جرم ۔ یقیناً۔ حقا۔ اصل میں اس کا معنی لامحالہ تھا۔ پھر توسیع استعمال کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا۔ ہم۔ ضمیر جمع مذکر غائب کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور گھاٹے اور ٹوٹے کو خصوصی طور پر ان اشخاص کے لئے مخصوص کرنے کے لئے بیان آیا ہے۔ یقینی طور پر بالکل یہی لوگ آخرت میں گھاٹا پانے والے ہوں گے۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا اور کلمات حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا گیا کہ یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سراسر خسارے میں ہوں گے۔ کیونکہ انسان کی مثال اس دنیا میں دراصل اس تاجر کی سی ہے جو نفع کمانے کے لئے شہر اور بازار کا رخ کرتا ہے اور اپنا مال کاروبار میں لگاتا ہے۔ اگر صحیح تجارت کا موقع مل گیا اور صحیح طریقے سے کام کیا تو نفع کما لائے گا اور ایک کے بدلے میں کئی گنا حاصل کرے گا۔ ورنہ وہ خسارے سے دوچار ہوگا اور اپنا اصل سرمایہ بھی گنوا بیٹھے گا۔ سو انسان اس دنیا میں متاع عمر کی پونجی لے کر آتا ہے اور اس کو تجارت میں لگاتا ہے۔ اگر اس کو اپنے خالق و مالک کی اطاعت و بندگی میں صرف کرنے کی توفیق و سعادت سے بہرہ ور ہوگیا تو آخرت کی اصل اور حقیقی کامیابی سے سرفراز ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو ایسا ہی بننے کی توفیق و سعادت نصیب فرمائے آمین۔ اور اگر اس کے برعکس وہ دنیوی لذت و مفادات ہی کو مقصد حیات بنا بیٹھا اور اپنی آخرت اور انجام سے غافل ہوگیا۔ والعیاذ باللہ۔ یہاں تک کہ عمر رواں کی فرصت محدود اس کے ہاتھ سے نکل گئی تو وہ ہمیشہ کے خسارے میں مبتلا ہوگیا۔ اور یہ ایسا ہولناک اور سنگین

خسارہ ہے کہ اس سے نکلنے کی اور اس کی تلافی وتدارک کی پھر کوئی صورت ان کیلئے ممکن نہیں ہوگی۔ والعیاذ باللہ العظیم ۔سو جو لوگ آخرت کی زندگی اور اس کے تقاضوں سے منہ موڑ کر صرف دنیائے دوں کے وقتی فائدوں اور اس کی عارضی لذتوں کو ہی اپنا مقصود بنا لیتے ہیں اور وہ انہی کیلئے جیتے اور انہی کیلئے مرتے ہیں وہی ہیں جو آخرت کے اس ہولناک خسارے میں واقع ہوں گے جس جیسا دوسرا کوئی خسارہ نہیں ہوسکتا۔اور جس کے تدارک کی پھر کوئی صورت ممکن نہیں ہوگی۔خسارے میں تو ایسے لوگ آج بھی پڑے ہیں لیکن آج اس پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔اس لیے لوگ اس کو سمجھ نہیں سکتے اور یہ کہتے ہیں کہ ایسے لوگ تو بڑے کامیاب اور ایسے عیش کر رہے ہیں۔لیکن کل اس جہان میں جب سب پردے ہٹ جائیں گے اور حقائق اپنی اصلی شکل میں سامنے آ جائیں گے۔تب ایسوں کا وہ ہولناک خسارہ ان کے سامنے آشکارا ہو جائے گا۔مگر اس وقت اس سے بچنے کی پھر کوئی صورت انکے لئے ممکن نہ ہوگی۔

| |
|---|
| ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ |
| رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۠ |
| پھر آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آزمائشوں میں مبتلا کئے جانے کے بعد ہجرت کی پھر جہاد کئے اور صبر کئے |
| تو آپ کا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## آزمائشوں کے بعد ہجرت کرنے کا بیان

"ثُمَّ إِنَّ رَبَّك لِلَّذِينَ هَاجَرُوا" إِلَى الْمَدِينَة "مِنْ بَعْد مَا فُتِنُوا" عُذِّبُوا وَتَلَفَّظُوا بِالْكُفْرِ وَفِي قِرَاءَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ أَيْ كَفَرُوا أَوْ فَتَنُوا النَّاس عَنْ الْإِيمَان "ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا" عَلَى الطَّاعَة "إِنَّ رَبّك مِنْ بَعْدهَا" أَيْ الْفِتْنَة "لَغَفُور" لَهُمْ "رَحِيم" بِهِمْ وَخَبَر إِنَّ الْأُولَى دَلَّ عَلَيْهِ خَبَر الثَّانِيَة،

پھر آپ کا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے آزمائشوں یعنی سختیوں اور کفر پر مجبور کیے جانے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، ایک قرأت میں معروف ہے۔یعنی مشرکین کے کفر کرنے اور لوگوں کو ایمان لانے کے بعد پھر جہاد کئے اور طاعت پر صبر کیا تو آپ کا رب اس کے بعد بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔یہاں پر پہلے اِن کی خبر محذوف ہے جس پر اِن ثانی کی خبر دلالت کرنے والی ہے۔

## سورہ نحل آیت ۱۱۰ کے شان نزول کا بیان

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ جب اللہ نے اس آیت سے پہلے یہ بات نازل فرمائی کہ اہل مکہ سے اس وقت تک اسلام قبول نہیں کیا جائے گا جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں تو اہل مدینہ نے مکہ میں موجود اپنے ساتھیوں کو یہ بات لکھ بھیجی یہ خط ان کے پاس پہنچا تو وہ (مدینہ کی طرف) نکلے لیکن (رستے میں) انہیں مشرکین مل گئے اور انہیں واپس لوٹا دیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت

نازل فرمائی۔(الم ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون)(سورہ عنکبوت)

الم۔ کیا یہ لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔تو اہل مدینہ نے انہیں یہ آیات لکھ کر بھیجیں۔انہوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم (مکہ سے) نکلیں گے اگر اہل مکہ میں سے مشرکین سے ہمارا سامنا ہوگیا تو ہم ان سے قتال کریں گے تاوقتیکہ ہم ان سے نجات پاکر مدینہ کی طرف نکل آئیں یا اللہ سے مل جائیں چنانچہ رستے میں مشرکین نے انہیں آلیا تو انہوں نے ان سے قتال کیا ان میں سے بعض شہید ہوگئے اور بعض نے نجات پالی ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔

(نیسابوری 238،زادالمسیر 4۔497)

## سورہ نحل آیت ۱۱۰ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی سورت نحل میں جو آیت کریمہ ہے (مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ اِلٰى قَوْلِهٖ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) یعنی جس کسی نے ایمان قبول کرنے کے بعد کفر اختیار کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا غصہ ہے اور اس کے واسطے بڑا عذاب ہے یہ آیت کریمہ منسوخ ہوگئی اور اس آیت کریمہ کے حکم سے کچھ لوگ مستثنیٰ کر لئے گئے جن کو کہ بعد والی آیت کریمہ (اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ، میں بیان فرمایا گیا یعنی پھر جو لوگ ہجرت کر کے آئے فتنہ میں مبتلا ہونے کے بعد اور ان لوگوں نے جہاد کیا اور صبر اختیار کیا تو تمہارا پروردگار بخشش فرمانے والا اور مہربان ہے۔

یہ آیت کریمہ عبداللہ بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ ملک مصر میں تھا اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتب تھا پھر اس کو شیطان نے ورغلایا اور وہ مشرکین میں شامل ہوگیا جس وقت مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم فرمایا (اس کے مرتد ہونے کی وجہ سے) پھر حضرت عثمان نے اس کے واسطے پناہ کی درخواست فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پناہ دیدی۔(سنن نسائی: جلد سوم: حدیث نمبر 378)

## ہجرت و مشکلات میں صبر واستقامت کا بیان

یہ دوسری قسم کے لوگ ہیں جو بوجہ اپنی کمزوری اور مسکینی کے مشرکین کے ظلم کے شکار تھے اور ہر وقت ستائے جاتے تھے آخر انہوں نے ہجرت کی۔ مال، اولاد، ملک، وطن چھوڑ کر اللہ کی راہ میں چل کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جماعت میں مل کر پھر جہاد کے لئے نکل پڑے اور صبر واستقامت سے اللہ کے کلمے کی بلندی میں مشغول ہوگئے، انہیں اللہ تعالیٰ ان کاموں یعنی قبولیت فتنہ کے بعد بھی بخشنے والا اور ان پر مہربانیاں کرنے والا ہے۔روز قیامت ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں لگا ہوگا، کوئی نہ ہوگا جو اپنی ماں یا باپ یا بھائی یا بیوی کی طرف سے کچھ کہہ سن سکے اس دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔نہ ثواب گھٹے نہ گناہ بڑھے۔اللہ ظلم سے پاک ہے۔

| |
|---|
| يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ٥ |
| وہ دن جب ہر شخص محض اپنی جان کی طرف سے جھگڑتا ہوا حاضر ہوگا اور ہر جان کو جو کچھ اس نے کیا ہوگا اس کا پورا پورا |
| بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن ہر جان کا اپنا دفاع کرنے کا بیان

اذْكُر "يَوْمَ تَأْتِي كُلّ نَفْس تُجَادِل" تُحَاج "عَنْ نَفْسهَا" لَا يُهِمّهَا غَيْرهَا وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "وَتُوَفّٰى كُلّ نَفْس" جَزَاء "مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ" شَيْئًا

وہ دن یاد کریں جب ہر شخص محض اپنی جان کی طرف سے دفاع کے لئے جھگڑتا ہوا حاضر ہوگا دوسرے کی کوئی پرواہ نہ کرے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اور ہر جان کو جو کچھ اس نے کیا ہوگا اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

## قیامت کے دن لوگوں میں خصومت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ روز قیامت لوگوں میں خصومت یہاں تک بڑھے گی کہ روح وجسم میں جھگڑا ہوگا، روح کہے گی یارب نہ میرے ہاتھ تھا کہ میں کسی کو پکڑتی، نہ پاؤں تھا کہ چلتی، نہ آنکھ کہ دیکھتی، جسم کہے گا یارب میں تو لکڑی کی طرح تھا نہ میرا ہاتھ پکڑ سکتا تھا، نہ پاؤں چل سکتا تھا، نہ آنکھ دیکھ سکتی تھی، جب یہ روح نوری شعاع کی طرح آئی تو اس سے میری زبان بولنے لگی، آنکھ بینا ہوگئی، پاؤں چلنے لگے جو کچھ کیا اس نے کیا۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرمائے گا کہ ایک اندھا اور ایک لُولا دونوں ایک باغ میں گئے، اندھے کو تو پھل نظر نہیں آتے تھے اور لُولے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا تو اندھے نے لُولے کو اپنے اوپر سوار کرلیا اس طرح انہوں نے پھل توڑے تو سزا کے وہ دونوں مستحق ہوئے۔ اس لئے روح اور جسم دونوں ملزم ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

| |
|---|
| وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ |
| فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ٥ |
| اور اللہ نے ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرمائی ہے جو امن اور اطمینان سے تھی اس کا رزق اس کے پاس ہر طرف سے |
| بڑی وسعت وفراغت کے ساتھ آتا تھا پھر اس بستی نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے |
| عذاب کا لباس پہنا دیا ان اعمال کے سبب سے جو وہ کرتے تھے۔ |

## قحط سالی کے ذریعے عذاب کا بیان

"وَضَرَبَ اللّٰه مَثَلًا" وَيُبْدَل مِنْهُ : "قَرْيَة" هِيَ مَكَّة وَالْمُرَاد أَهْلهَا "كَانَتْ آمِنَة" مِنْ الْغَارَات لَا

تُهَاج "مُطْمَئِنَّة" لَا يُحْتَاج إِلَى الِانْتِقَال عَنْهَا لِضِيقٍ أَوْ خَوْف "يَأْتِيهَا رِزْقهَا رَغَدًا" وَاسِعًا "مِنْ كُلّ مَكَان فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰه" بِتَكْذِيبِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَأَذَاقَهَا اللّٰه لِبَاس الْجُوع" فَقَحَطُوا سَبْع سِنِينَ "وَالْخَوْف" بِسَرَايَا النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ"

اور اللہ نے ایک ایسی بستی کی مثال بیان فرمائی ہے یہاں پر قریۃ یہ مثلا سے بدل ہے۔ وہ مکہ ہے۔ اور مراد اس میں رہنے والے ہیں۔ جو بڑی غارات سے امن اور اطمینان سے آباد تھی یعنی تنگی یا خوف کی وجہ سے انتقال کرنے کی وجہ سے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا رزق اس کے مکینوں کے پاس ہر طرف سے بڑی وسعت و فراغت کے ساتھ آتا تھا۔ پھر اس بستی والوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ یعنی انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کی، تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے عذاب کا لباس پہنا دیا یعنی سات سال ان پر قحط پڑ گیا۔ اور آپ ﷺ کے سرایا کے خوف سے ان کو مزا چکھا دیا۔ ان اعمال کے سبب سے جو وہ کرتے تھے۔

## نبی کریم ﷺ کی دعا سے قحط کے دور ہو جانے کا بیان

اس آیت میں بھوک اور خوف کا مزہ چکھانے کے لئے لفظ لباس استعمال فرمایا کہ لباس بھوک اور خوف کا ان کو چکھایا گیا حالانکہ لباس چکھنے کی چیز نہیں مگر یہاں لباس کا لفظ محیط اور ہمہ گیر ہونے کے لئے تشبیہا استعمال ہوا ہے کہ یہ بھوک اور خوف ان سب کے سب پر ایسا چھا گیا کہ جس طرح لباس بدن کے ساتھ لازم ملزوم ہو جاتا ہے یہ بھوک اور خوف بھی ان پر اسی طرح مسلط کر دیئے گئے۔ یہ مثال جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک تو عام مثال ہے کسی خاص بستی سے اس کا تعلق نہیں اور اکثر حضرات نے اس کو مکہ مکرمہ کا واقعہ قرار دیا کہ وہ سات سال تک شدید قحط میں مبتلا رہے کہ مردار جانور اور کتے اور غلاظتیں کھانے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں کا خوف ان پر مسلط ہو گیا پھر مکہ کے سرداروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کفر و نافرمانی کے قصور وار تو مرد ہیں عورتیں بچے تو بے قصور ہیں اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مدینہ طیبہ سے کھانے وغیرہ کا سامان بھجوا دیا۔ اور ابو سفیان نے بحالت کفر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ تو صلہ رحمی اور عفو و درگذر کی تعلیم دیتے ہیں یہ آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے اللہ تعالیٰ سے دعاء کیجئے کہ یہ قحط ہم سے دور ہو جائے اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعاء فرمائی اور قحط ختم ہوا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نحل، بیروت)

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

اور بیشک ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول آیا تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس انہیں عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم ہی تھے۔

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُول مِنْهُمْ" مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ الْعَذَاب" الْجُوع وَالْخَوْف "وَهُمْ ظَالِمُونَ"

اور بیشک ان کے پاس انہی میں سے ایک رسول یعنی حضرت محمد ﷺ تشریف لائے، تو انہوں نے اسے جھٹلایا پس انہیں عذاب یعنی بھوک اور خوف نے آ پکڑا اور وہ ظالم ہی تھے۔

اکثر مفسرین نے اس قریہ (بستی) سے مراد مکہ لیا ہے۔ یعنی اس میں مکہ اور اہل مکہ کا حال بیان کیا گیا ہے اور یہ اس وقت ہوا جب اللہ کے رسول نے ان کے لئے بد دعا فرمائی' اے اللہ مضر (قبیلے) پر اپنی سخت گرفت فرما اور ان پر اس طرح قحط سالی مسلط کر دے، جس طرح حضرت یوسف کے زمانے میں مصر میں ہوئی' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مکے کے امن کو خوف سے اور خوشحالی کو بھوک سے بدل دیا۔ حتیٰ کہ ان کا یہ حال ہو گیا کہ ہڈیاں اور درختوں کے پتے کھا کر انہیں گزارہ کرنا پڑا۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک یہ غیر معین بستی ہے اور تمثیل کے طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے۔ کہ کفران نعمت کرنے والے لوگوں کا یہ حال ہوگا، وہ جہاں بھی ہوں اور جب بھی ہوں۔ اس کے اس عموم سے جمہور مفسرین کو بھی انکار نہیں ہے، گو نزول کا سبب ان کے نزدیک خاص ہے۔

| |
|---|
| فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝ |
| پس جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں اللہ نے بخشا ہے، تم اس میں سے کھایا کرو اور اللہ کی نعمت کا شکر بجالاتے رہو |
| اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ |

## حلال و پاکیزہ چیزوں سے کھانے کا بیان

"فَكُلُوا" أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ، مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۔

اے ایمان والو! جو حلال اور پاکیزہ رزق تمہیں اللہ نے بخشا ہے، تم اس میں سے کھایا کرو اور اللہ کی نعمت کا شکر بجالاتے رہو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں مخاطب مسلمان ہیں اور ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ مخاطب مشرکینِ مکہ ہیں۔ کلبی نے کہا کہ جب اہل مکہ قحط کے سبب بھوک سے پریشان ہوئے اور تکلیف کی برداشت نہ رہی تو ان کے سرداروں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ سے دشمنی تو مرد کرتے ہیں، عورتوں اور بچوں کو جو تکلیف پہنچ رہی ہے اس کا خیال فرمایئے، اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ ان کے لئے طعام لے جایا جائے۔ اس آیت میں اس کا بیان ہوا، ان دونوں قولوں میں اوّل صحیح تر ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ نحل، بیروت)

## اشیائے اربعہ کی حرمت میں نص کا بیان

| |
|---|
| اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ |
| فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝ |

| |
|---|
| اس نے تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ (جانور) جس پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، حرام کیا ہے، |
| پھر جو شخص حالت اضطرار میں ہو، نہ سرکشی کرنے والا ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو، تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے |

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

"اہل" کا مصدر "اہلال" ہے اسکا معنی ہے آواز اونچی کرنا اور آیہ مجیدہ میں اس سے مراد جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے نام لینا ہے۔لغیر اللہ میں لام متعدی کرنے کے لئے آیا ہے۔بنابریں "ما اھل بہ لغیر اللہ "یعنی وہ جانور جس پر ذبح کرتے ہوئے غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔غیر باغ و لا عاد "اس صورت میں کہ نہ تو ستم گر ہو اور نہ تجاوز کرنیوالا ہو۔

| |
|---|
| وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا |
| عَلَى اللّٰهِ الْکَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ |
| اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ |
| بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔ |

## اللہ پر بہتان باندھنے والوں کیلئے وعید کا بیان

"وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمْ " أَیْ لِوَصْفِ أَلْسِنَتكُمْ "الْكَذِب هَذَا حَلَال وَهَذَا حَرَام " لِمَا لَمْ يُحِلّهُ اللّٰه وَلَمْ يُحَرِّمهُ "لِتَفْتَرُوا عَلَى اللّٰه الْكَذِب" بِنِسْبَةِ ذَلِكَ إلَيْهِ، لَا يُفْلِحُونَ،

اور اس کی وجہ سے جو تمھاری زبانیں جھوٹ کہتی ہیں، مت کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، اسی لئے اللہ نے اس کو حلال نہ کیا اور نہ حرام کیا۔تا کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔بے شک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں یعنی ان کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے۔

## حلت وحرمت کا اختیار شارع کیلئے ہونے کا بیان

زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حلال، بعض چیزوں کو حرام کرلیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کردیا کرتے تھے، اس کی ممانعت فرمائی گئی اور اس کو اللہ پر افتراء فرمایا گیا۔آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتادیتے ہیں جیسے میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ ایصال ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی۔انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیئے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ نحل، لاہور)

## حلال وحرام کا شارع کی طرف سے واضح ہونے کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے پس جو شبہ میں ڈالنے والی چیز سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کر لیا اور جو شبہ ڈالنے والی چیزوں میں پڑ گیا تو وہ حرام میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی ہے جو کسی دوسرے کی چراگاہ کے ارد گرد چراتا ہے۔

تو قریب ہے کہ جانور اس چراگاہ میں سے بھی چر لیں خبردار رہو ہر بادشاہ کے لئے چراگاہ کی حد ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ کی حد اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں آگاہ رہو جسم میں ایک لوتھڑا ہے جب وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا ہی بدن بگڑ گیا آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔ (صحیح مسلم: جلد دوم: حدیث نمبر 1601)

| |
|---|
| مَتَاعٌ قَلِيْلٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ |
| بہت تھوڑا فائدہ ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ |

## دنیا میں فائدہ قلیل جبکہ آخرت میں دردناک عذاب ہونے کا بیان

لَهُمْ "مَتَاع قَلِيل" فِي الدُّنْيَا "وَلَهُمْ" فِي الْآخِرَة "عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم

اس دنیا میں بہت تھوڑا فائدہ ہے اور آخرت میں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

## دنیا کے مال کی بے ثباتی کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو واپس آ جاتی ہیں۔

جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کے عمل جاتے ہیں اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آ جاتا ہے اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2923)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہے جو کھایا اور ختم کر لیا۔

جو پہنا اور پرانا کر لیا جو اس نے اللہ کے راستہ میں دیا یہ اس نے آخرت کے لئے جمع کر لیا اس کے علاوہ تو صرف جانے والا اور لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2921)

| |
|---|
| وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ |

اور یہود پر ہم نے وہی چیزیں حرام کی تھیں جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

## گناہوں کے سبب اپنی ذات پر ظلم کرنے کا بیان

"وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا" أَيْ الْيَهُود "حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْل" فِي آيَة "وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلّ ذِي ظُفُر" إلَى آخِرهَا "وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ" بِتَحْرِيمِ ذَلِكَ "وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسهمْ يَظْلِمُونَ" بِارْتِكَابِ الْمَعَاصِي الْمُوجِبَة لِذَلِكَ

اور یہود پر ہم نے وہی چیزیں حرام کی تھیں جو ہم پہلے آپ سے بیان کر چکے ہیں یعنی اس آیت میں 'وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلّ ذِي ظُفُر" إلَى آخِرهَا' اور ہم نے اس حرمت کے ذریعے ان پر ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ ظلم کو واجب کرنے والے گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے۔

## یہود کی شریعت میں حرام چیزوں کا بیان

اوپر بیان گزرا کہ اس امت پر مردار، خون، لحم، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیں، یہ چیزیں حرام ہیں۔ پھر جو رخصت اس بارے میں تھی اسے ظاہر فرما کر جو آسانی اس امت پر کی گئی ہے اسے بیان فرمایا۔ یہودیوں پر ان کی شریعت میں جو حرام تھا اور جو تنگ اور حرج ان پر تھا اسے بیان فرما رہا ہے کہ ہم نے ان کی حرمت کی چیزوں کو پہلے ہی سے تجھے بتا دیا ہے۔ سورہ انعام کی آیت (وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ، النحل:118) میں ان حرام چیزوں کا ذکر ہو چکا ہے۔ یعنی یہودیوں پر ہم نے تمام ناخن والے جانوروں کو حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری کی چربی کو سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر لگی ہو یا انتڑیوں پر یا ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو، یہ بدلہ تھا ان کی سرکشی کا ہم اپنے فرمان میں بالکل سچے ہیں۔ ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا ہاں وہ خود ناانصاف تھے۔ ان کے ظلم کی وجہ سے ہم نے وہ پاکیزہ چیزیں جو ان پر حلال تھیں، حرام کر دیں دوسری وجہ ان کا راہ حق سے اوروں کو روکنا بھی تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے اس رحم و کرم کی خبر دیتا ہے جو وہ گنہگار مومنوں کے ساتھ کرتا ہے کہ ادھر اس نے توبہ کی، ادھر رحمت کی گود اس کے لئے پھیل گئی۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے وہ جاہل ہی ہوتا ہے۔ توبہ کہتے ہیں گناہ سے ہٹ جانے کو اور اصلاح کہتے ہیں اطاعت پر کمر کس لینے کو پس جو ایسا کرے اس کے گناہ اور اس کی لغزش کے بعد بھی اللہ اسے بخش دیتا ہے اور اس پر رحم فرماتا ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جو نادانی سے برائی کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں اور سنور جائیں

| |
|---|
| بیشک تمہارا رب اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## توبہ کے بعد بخشش ہو جانے کا بیان

"ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ " الشِّرْك "بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوا" رَجَعُوا "مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ وَأَصْلَحُوا" عَمَلَهُمْ "إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا" أَيِ الْجَهَالَةِ أَوِ التَّوْبَةِ "لَغَفُور" لَهُمْ "رَحِيم" بِهِمْ

پھر بیشک تمہارا رب ان کے لیے جو نادانی سے برائی یعنی شرک کر بیٹھیں پھر اس کے بعد توبہ کریں یعنی شرک سے باز آ جائیں اور اعمال میں سنور جائیں بیشک تمہارا رب اس کے بعد یعنی جہالت یا توبہ کے بعد ضرور ان کو بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

## جہالت سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے نکلتے تو یہ دعا پڑھتے (بسم اللہ توکلت علی اللہ اللّٰھم انا نعوذبک من ان نزل او نضل او نظلم او نظلم او نجھل او یجھل علینا) ۔گھر سے نکلتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ، بھروسہ کیا میں نے اللہ پر اے اللہ! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ پھسلیں یعنی بلاقصد گناہ میں مبتلا ہو جائیں یا ہم گمراہ ہوں یعنی قصداً گناہ کریں یا ہم ظلم کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم پھر جہالت میں مبتلا ہوں یا ہمیں جہالت میں مبتلا کیا جائے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 973)

نیز امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے آسمان کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر یوں فرماتے۔ دعا (اللّٰھم انی اعوذبک ان اضل او اضل او اظلم او اظلم او اجھل او یجعل علی) ۔اے اللہ میں اس بات سے تیری پناہ مانگتا ہوں کہ میں گمراہ ہوں یا گمراہ کیا جاؤں (یعنی مجھے کوئی گمراہ کر دے) یا میں ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں جہالت میں مبتلا ہوں یا مجھے جہالت میں مبتلا کیا جائے۔

| |
|---|
| إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيفًا ط وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ |
| بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے |
| اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جامع خصال خیر ہونے کا بیان

"إِنَّ إِبْرَاهِيم كَانَ أُمَّة" إِمَامًا قُدْوَة جَامِعًا لِخِصَالِ الْخَيْر "قَانِتًا" مُطِيعًا "لِلَّهِ حَنِيفًا" مَائِلًا إِلَى الدِّين الْقَيِّم، وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ،

بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے یعنی تمام اچھی عادات کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے بالکل ایک

طرف کے ہورہے تھے یعنی دین قیم کی طرف مائل تھے۔ جو ہر شرک سے پاک تھا۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

## امت کے مفہوم کا بیان

امۃ کے معنی امام کے ہیں جن کی اقتدا کی جائے قانت کہتے ہیں اطاعت گذار فرماں بردار کو، حنیف کے معنی ہیں شرک سے ہٹ کر توحید کی طرف آجان والا۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ مشرکوں سے بیزار تھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب امت قانت کے معنی دریافت کئے گئے تو فرمایا لوگوں کو بھلائی سکھانے والا اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ماتحتی کرنے والا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں امت کے معنی ہیں لوگوں کے دین کا معلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت معاذ امت قانت اور حنیف تھے اس پر کسی نے اپنے دل میں سوچا کہ عبداللہ غلطی کر گئے ایسے تو قرآن کے مطابق حضرت خلیل الرحمٰن تھے۔ پھر زبانی کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو امت فرمایا ہے تو آپ نے فرمایا جانتے بھی ہو امت کے کیا معنی؟ اور قانت کے کیا معنی؟ امت کہتے ہیں اسے جو لوگوں کو بھلائی سکھائے اور قانت کہتے ہیں اسے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگا رہے۔ بیشک حضرت معاذ ایسے ہی تھے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وہ تنہا امت تھے اور تابع فرمان تھے۔ وہ اپنے زمانہ میں تنہا موحد و مومن تھے۔ باقی تمام لوگ اس وقت کافر تھے۔ قتادہ فرماتے ہیں وہ ہدایت کے امام تھے اور اللہ کے غلام تھے۔ اللہ کی نعمتوں کے قدرداں اور شکرگزار تھے اور رب کے تمام احکام کے عامل تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نحل، بیروت)

| شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
|---|
| اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بیان

"شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اجْتَبَاهُ" اصْطَفَاهُ، وَهَدَاهُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا۔ اس نے اسے چن لیا اور اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی۔

سیدنا ابراہیم کو اللہ نے نبوت عطا فرمائی اور پاکیزہ رزق بھی تو انہوں نے فرمانبرداری کا حق ادا کر کے ان نعمتوں کا شکر ادا کیا اور تم پر اللہ نے جو ظاہری انعامات کیے وہ تمہیں معلوم ہیں اور باطنی یہ ہے کہ تم میں نبی آخر الزمان کو مبعوث کیا تو تم نے اللہ کی ان نعمتوں کی کیا قدر کی؟ پھر تمہاری سیدنا ابراہیم سے کیا نسبت یا مماثلت ہو سکتی ہے؟۔

## سیدھے راہ پر استقامت اختیار کرنے کا بیان

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سیدھے رہو اور سیدھے رہنے کی ہرگز طاقت نہ رکھ سکو گے اور جان لو کہ تمہارے اعمال میں بہترین چیز نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کرتا ہے۔"

(مالک، مسند احمد بن حنبل ابن ماجہ، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 278)

سیدھے رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اعمال پر مستقیم رہو اور ہمیشہ سیدھی راہ پر چلتے رہو، ادھر ادھر برے راستوں کی طرف میلان نہ کرو اور چونکہ یہ امر مشکل تھا اس لئے آگے فرمایا کہ لن تحصوا یعنی پورے کمال اور رسوخ کے ساتھ تم استقامت اختیار نہیں کر سکتے اور جب یہ فرمادیا گیا کہ استقامت کی طاقت نہیں رکھ سکتے اور اعمال وافعال میں استقامت کے جو حقوق ہیں وہ پوری طرح ادا نہیں ہو سکتے تو آگے ایک نہایت آسان اور سہل راہ کی طرف راہنمائی کر دی گئی یعنی عبادت کی جڑ اور خلاصہ نماز پر آگاہ کر دیا کہ اگر صرف اسی ایک عمل اور ایک عبادت یعنی نماز میں استقامت اختیار کرلو گے تو تمام تقصیرات کا تدارک ہو جائے گا لہٰذا چاہئے کہ نماز پر مداومت اختیار کرو۔

| |
|---|
| وَاٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةًؕ وَاِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ |
| اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔ |

## آخرت میں اعلیٰ درجات والوں کا بیان

"وَآتَيْنَاهُ" فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "فِي الدُّنْيَا حَسَنَة" هِيَ الثَّنَاء الْحَسَن فِي كُلّ أَهْل الْأَدْيَان "وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَة لَمِنْ الصَّالِحِينَ" الَّذِينَ لَهُمْ الدَّرَجَات الْعُلَى

اور ہم نے اسے دنیا میں بھلائی دی اس میں غیبت کی طرف التفات ہے۔ وہ اچھی تعریف جو اہل ادیان میں ہر طرح اچھی ہے اور بے شک وہ آخرت میں بھی یقیناً نیک لوگوں سے ہے۔ یعنی جن کے بلند درجات ہیں۔

رسالت واموال واولاد وثناءِ حسن وقبولِ عام کے تمام ادیان والے مسلمان اور یہود اور نصاریٰ اور عرب کے مشرکین سب ان کی عظمت کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًاؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۝ |
| پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم (علیہ السلام) کے دین کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے، |
| اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ |

## دین ابراہیمی کی اتباع کرنے کا بیان

"ثُمَّ أَوْحَيْنَا إلَيْك" يَا مُحَمَّد "أَنْ اتَّبِعْ مِلَّة" دِين "إبْرَاهِيم حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنْ الْمُشْرِكِينَ" كُرِّرَ رَدًّا عَلَى زَعْم الْيَهُود وَالنَّصَارَى أَنَّهُمْ عَلَى دِينه

یا محمد ﷺ پھر ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کریں جو ہر باطل سے جدا تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ یہاں پر اس کو مکرر اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ یہود ونصاریٰ کا رد کیا جائے کیونکہ وہ اپنے خیال میں ان کے دین پر تھے۔

اِتباع سے مراد یہاں عقائد واصولِ دین میں موافقت کرنا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اِتباع کا حکم کیا گیا، اس میں آپ کی عظمت ومنزلت اور رفعتِ درجت کا اظہار ہے کہ آپ کا دین ابراہیمی کی موافقت فرمانا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ان کے تمام فضائل وکمالات میں سب سے اعلیٰ فضل وشرف ہے کیونکہ آپ اکرم الاولین والآخرین ہیں جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا اور تمام انبیاء اور کل خلق سے آپ کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے اور دین ابراہیمی کے اظہار کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کے دن (یعنی عید قرباں کے دن) دو دنبے جو سینگ دار ابلق اور خصی تھے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور یہ پڑھا۔ یعنی میں اپنا منہ اس ذات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس حال میں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں۔

جو توحید کو ماننے والے تھے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔ بلاشبہ میری نماز، میری تمام عبادتیں، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں اے اللہ! یہ قربانی تیری عطاء سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لئے ہے تو اس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما ساتھ نام اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کیا۔

(احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1435)

| |
|---|
| اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ |
| يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ |
| ہفتے کا دن تو صرف ان لوگوں پر مقرر کیا گیا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا اور بے شک تیرا رب ان کے درمیان |
| قیامت کے دن یقیناً اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ |

## یہود پر ہفتہ کے دن کی تعظیم لازم ہونے کا بیان

"اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْت" فُرِضَ تَعْظِيمه "عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ" عَلَى نَبِيّهمْ وَهُمْ الْيَهُود أُمِرُوا أَنْ يَتَفَرَّغُوا لِلْعِبَادَةِ يَوْم الْجُمُعَة فَقَالُوا: لَا نُرِيدهُ وَاخْتَارُوا السَّبْت فَشُدِّدَ عَلَيْهِمْ فِيهِ "وَإِنَّ رَبّك لَيَحْكُم بَيْنهمْ يَوْم الْقِيَامَة فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ" مِنْ أَمْره بِأَنْ يُثِيب الطَّائِع وَيُعَذِّب الْعَاصِي بِانْتِهَاكِ حُرْمَته

ہفتے کا دن تو صرف ان لوگوں پر مقرر کیا گیا جن پر اس تعظیم فرض تھی۔ جنھوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی انہوں نے اپنے نبی مکرم علیہ السلام سے اختلاف کیا اور یہ لوگ یہود تھے جن کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ جمعہ کے دن عبادت کیلئے خاص کرلیں لیکن انہوں نے

کہا کہ ہم اس کو اختیار نہیں کرتے۔اور انہوں نے ہفتہ کو اختیار کیا تو اس دن ان پر سختی کی گئی۔اور بے شک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن یقیناً اس کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔یعنی ان کو حکم دیا گیا تھا کہ اطاعت کرنے پر ثواب جبکہ نافرمانی پر عذاب ہوگا۔کیونکہ اس کا سبب بے حرمتی ہے۔

## یہود کا جمعہ کے دن چھوڑ کر ہفتہ کو اختیار کرنے کا بیان

ہر امت کے لئے ہفتے میں ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔اس امت کے لئے وہ دن جمعہ کا دن ہے، اس لئے کہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کا کمال کیا۔اور ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرما دی۔روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے، یہ سمجھے کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہوگئی، ہفتہ کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہوا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں، ہاں یہ ضرور فرما دیا گیا تھا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں۔اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا۔پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لئے چھانٹا تھا۔اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے۔کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی سوائے بعض منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی محافظت آپ نے بھی برابر داری رکھی۔جب آپ آسمان پر چڑھا لئے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آ کر صخرہ سے مشرق جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا اور ہفتے کی بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا۔بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں۔ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی۔یہ دن بھی اللہ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے پیچھے ہیں۔یہودی ایک دن پیچھے نصارنی دو دن۔آپ فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاری نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا ہوا۔پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ ہمارے پیچھے ہیں۔اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے۔ہم دنیا کے اعتبار سے پچھلے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں یعنی تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔(صحیح مسلم)

## مذہبی دن کے تعظیم نہ کرنے کے سبب عذاب کا بیان

شنبہ کی تعظیم اور اس روز شکار ترک کرنا اور وقت کو عبادت کے لئے فارغ کرنا یہود پر فرض کیا گیا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں روز جمعہ کی تعظیم کا حکم فرمایا تھا اور ارشاد کیا تھا کہ ہفتہ میں ایک دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے خاص کرو، اس دن میں کچھ کام نہ کرو، اس میں انہوں نے اختلاف کیا اور کہا وہ دن جمعہ نہیں بلکہ سنیچر ہونا چاہیے بجز

ایک چھوٹی سی جماعت کے جو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل میں جمعہ پر ہی راضی ہو گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے یہود کو سنیچر کی اجازت دے دی اور شکار حرام فرما کر ابتلا میں ڈال دیا تو جو لوگ جمعہ پر راضی ہو گئے تھے وہ تو مطیع رہے اور انہوں نے اس حکم کی فرمانبرداری کی، باقی لوگ صبر نہ کر سکے، انہوں نے شکار کئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ مسخ کئے گئے۔ (تفسیر خازن، سورہ نحل، بیروت)

## ملت ابراہیمی اور قیامت تک مذہبی تعظیم والا دن جمعہ ہے

یہود پر جنہوں نے جمعہ کی بجائے ہفتہ کے دن کی تعظیم وتقدیس کا مطالبہ کیا۔ تو ان پر تغلیظ وتشدید کے طور پر اسی دن کی تعظیم لازم کردی گئی۔ ورنہ ملت ابراہیمی میں تعظیم جمعہ کے دن ہی کی تھی۔ (تفسیر روح المعانی، قرطبی، سورہ نحل، بیروت)

| |
|---|
| اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط |
| اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ○ |
| آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو، |
| بیشک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو خوب جانتا ہے۔ |

## حکمت واچھے وعظ سے دعوت دین دینے کا بیان

"اُدْعُ" النَّاس یَا مُحَمَّد "إِلَی سَبِیل رَبّك" دِینه "بِالْحِکْمَةِ" بِالْقُرْآنِ "وَالْمَوْعِظَة الْحَسَنَة" مَوَاعِظه أَوْ الْقَوْل الرَّقِیق "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِی" أَیْ بِالْمُجَادَلَةِ الَّتِی "هِیَ أَحْسَن" کَالدُّعَاءِ إِلَی اللّٰه بِآیَاتِهِ وَالدُّعَاء إِلَی حُجَجه "إِنَّ رَبّك هُوَ أَعْلَم" أَیْ عَالِم "بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیله وَهُوَ أَعْلَم بِالْمُهْتَدِینَ" فَیُجَازِیهِمْ وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ،

اے رسول معظم ﷺ آپ لوگوں کو اپنے رب کی راہ یعنی دین کی طرف حکمت یعنی قرآن اور عمدہ نصیحت یا نرمی کی بات کے ساتھ بلایئے اور ان سے بحث بھی ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت حسین ہو، جس طرح اللہ کی نشانیوں اور اس کے دلائل کے ذریعے بلائیں۔ بیشک آپ کا رب اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ پس وہ انہیں حکم دے گا۔ یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔

## سورہ نحل آیت ۱۲۵ کے مضمون نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب مشرکین احد کے مقتولین سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ بھی واپس ہوئے اور آپ نے ایسا منظر دیکھا جس نے آپ کو غمگین کر دیا آپ نے حضرت حمزہ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کا پیٹ چاک کر دیا گیا اور ان کے ناک کان کاٹ ڈالے گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اس بات کی فکر نہ ہوتی کہ عورتیں غم زدہ ہوں گی یا میرے بعد یہ سنت بن جائے گی تو میں ان کو اسی حال میں چھوڑ جاتا یہاں تک کہ اللہ انہیں (قیامت کے دن) درندوں اور پرندوں کے پیٹوں میں

سے دوبارہ زندہ فرماتے۔ میں ان کی جگہ مشرکین کے ستر لوگوں کو قتل کروں گا پھر آپ نے ایک چادر منگوائی اس سے ان کا چہرہ ڈھانپا آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں باہر نکل آئے لہٰذا آپ نے پاؤں کی جانب گھاس ڈال دی پھر انہیں آگے رکھا اور دس مرتبہ تکبیر کہی پھر ایک شخص کو لایا جاتا اور سامنے رکھ دیا جاتا اور حضرت حمزہ اسی جگہ پر ہوتے یہاں تک کہ آپ پر ستر مرتبہ نماز پڑھی جبکہ (احد کے) شہداء ستر تھے جب ان حضرات کو دفن کرلیا گیا اور آپ اس سے فارغ ہوئے یہ آیات نازل ہوئیں۔(اُدْعُ اِلٰـی سَبِیْـلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ) الی قولہ تعالیٰ (وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ)۔

لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلالاؤ اور صبر ہی کرو اور تمہارا صبر بھی خدا ہی کی مدد سے ہے اور ان کے بارے میں غم نہ کرو اور جو یہ بداندیش کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو۔ لہٰذا آپ نے صبر کیا اور کسی کو مثلہ نہیں فرمایا۔(نیسابوری 239، دارقطنی 4۔(118)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی حمزہ کے قریب ہوئے تو انہیں پچھاڑا ہوا پایا آپ نے ایسا کوئی منظر نہ دیکھا تھا جس سے آپ کے قلب اطہر کو اس سے زیادہ تکلیف ہوئی ہو۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم (چچا) میں تیرے بدلے ان میں ستر کو قتل کروں گا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِنْ عَـاقَبْتُـمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَھُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ، اور اگر تم ان کو تکلیف دینی چاہو تو اتنی ہی دو جتنی تم کو ان سے پہنچی ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔

(مستدرک حاکم 3۔197، مجمع الزوائد 6۔(119)

## مثلہ کرنے کی ممانعت واباحت کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے جب مشرکین کا غزوہ احد میں ان کے مقتولین کے ساتھ سلوک دیکھا کہ انہوں نے شہداء کے پیٹ چاک کردیے ہیں شرم گاہیں کاٹ دی ہیں اور انہیں بری طرح مثلہ (مقتول کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑ دینا) کردیا تو انہوں نے یہ منظر دیکھ کر کہا اگر اللہ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا تو ہم ان کے ساتھ اس سے بڑھ کر برا سلوک کریں گے اور ہم انہیں اس طرح مثلہ کریں گے کہ عرب مین سے کبھی کسی نے اس طرح مثلہ نہ کیا ہوگا اور ہم اس طرح کریں گے اور اس طرح کریں گے رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حمزہ پر ٹھہرے جبکہ مشرکین نے ان کا ناک اور شرمگاہ کاٹ دی اور آپ کا پیٹ چاک کیا اور ہند بنت عتبہ نے آپ کے جگر کا ٹکڑا لے کر اسے چبایا اور کھانے کے لیے نگلا تو وہ اس کے پیٹ میں نہ ٹھہرا بالآخر اس نے اسے منہ سے نکال کر پھینک دیا یہ بات نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ حضرت حمزہ کا کلیجہ کھالیتی تو کبھی جہنم میں داخل نہ ہوتی حضرت حمزہ اللہ رب العزت کے ہاں اس سے زیادہ معزز ہیں کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ جہنم میں جائے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمزہ کو دیکھا جبکہ آپ نے اس سے تکلیف دہ منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔

تو فرمایا آپ پر اللہ کی رحمت ہو آپ جب تک زندہ رہے صلہ رحمی کرنے والے اور خوب بڑھ چڑھ کر نیکی کے کام کرنے والے تھے اگر آپ کے بعد آپ پر غم کا فکر نہ ہوتا تو مجھے یہ بات زیادہ پسند تھی کہ میں آپ کو اسی حالی میں چھوڑ جاؤں تا کہ اللہ آپ کو مختلف

پیٹوں سے جمع فرمائے اللہ کی قسم اگر اللہ نے مجھے غلبہ عطا فرمایا تو میں آپ کی جگہ ان میں سے ستر کو مثلہ کروں گا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ، تو آپ نے فرمایا ضرور ہم صبر کریں گے اور آپ اپنے ارادے سے رک گئے اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔ (نیسابوری 240، قرطبی 10-201)

**وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ ط وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ○**

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔

## انتقام جرم کے برابر لینے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قُتِلَ حَمْزَة وَمُثِّلَ بِهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَآهُ : لَأُمَثِّلَنَّ بِسَبْعِينَ مِنْهُمْ مَكَانك، "وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ " عَنْ الِانْتِقَام "لَهُوَ" أَيْ الصَّبْر "خَيْر لِلصَّابِرِينَ" فَكَفَّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَفَّرَ عَنْ يَمِينه رَوَاهُ الْبَزَّار،

اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور ان کا مثلہ کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ نے آپ کی جگہ پر ستر آدمیوں کے مثلہ کا حکم دیا۔

اور اگر تم بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہے اور بلاشبہ اگر تم انتقام لینے میں صبر کرو تو یقیناً وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔ تو اس پر نبی کریم ﷺ نے اپنے ارادہ سے اعراض فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اس صاحب بزار نے روایت کیا ہے۔

## سورہ نحل آیت ۱۲۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ احد میں انصار کے چونسٹھ اور مہاجرین کے چھ آدمی شہید ہوئے۔ جن میں حمزہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ کفار نے ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے تھے۔ انصار کہنے لگے کہ اگر پھر کسی دن ہماری ان سے مڈبھیڑ ہوئی تو ہم اس سے دوگنا آدمیوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیں گے لیکن فتح مکہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ،اور اگر بدلہ لو تو اتنا بدلہ لو جتنی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہے۔ اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے)۔ چنانچہ ایک شخص نے کہا کہ آج کے بعد قریش کا نام نہیں رہے گا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار آدمیوں کے علاوہ کسی کو قتل نہ کرو۔ یہ حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1074)

**وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ○**

اور صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کے ساتھ ہے اور آپ ان پر رنجیدہ خاطر نہ ہوا کریں اور آپ ان کی

فریب کاریوں سے تنگی محسوس نہ کیا کریں۔

## اللہ کی توفیق سے صبر کرنے کا بیان

"وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرك إلَّا بِاللَّهِ " بِتَوْفِيقِهِ "وَلَا تَحْزَن عَلَيْهِمْ" أَيْ الْكُفَّار إنْ لَمْ يُؤْمِنُوا لِحِرْصِك عَلَى إيمَانهمْ "وَلَا تَكُ فِي ضَيْق مِمَّا يَمْكُرُونَ" أَيْ لَا تَهْتَمّ بِمَكْرِهِمْ فَأَنَا نَاصِرك عَلَيْهِمْ

اور صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق کے ساتھ ہے اور آپ ان کفار کی سرکشی پر رنجیدہ خاطر نہ ہوا کریں اگرچہ وہ ایمان نہ لائیں۔ کیونکہ آپ ان کے ایمان لانے پر حریص ہیں۔ اور آپ ان کی فریب کاریوں سے اپنے کشادہ سینہ میں تنگی بھی محسوس نہ کیا کریں۔ یعنی ان کے فریب کے سبب پریشان نہ ہوں کیونکہ ان کے خلاف ہم آپ کی مدد کرنے والے ہیں۔

## سورہ نحل آیت ۱۲۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حمزہ کو دیکھا وہ زمین پر بکھرے پڑے ہیں انہوں نے اس سے زیادہ دل دکھانے والا منظر نہیں دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ بخدا میں تمہارے بدلے میں مشرکوں کے ستر آدمی قتل کر کے رہوں گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

| اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ٥ |
|---|
| بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو ڈرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے ذریعے مقام محسن اختیار کرنے کا بیان

"إنَّ اللَّه مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا " الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ " بِالطَّاعَةِ وَالصَّبْر بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر،

بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو کفر اور نافرمانی سے ڈرتے ہیں اور جو طاعت، صبر، تعاون اور مدد کے ساتھ نیکیاں کرتے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کیلئے وصف احسان کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو خلقی و طبعی طور پر فحش گو تھے اور نہ قصداً فحش گوئی کرتے تھے (گویا کسی بھی طرح اور کسی بھی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فحش گوئی کا صدور نہیں ہوتا تھا) اور نہ بازاروں میں شور مچانے والے تھے (جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے) اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے لیتے تھے بلکہ (برائی کرنے والے کو دل سے) معاف کر دیتے تھے اور ظاہر میں بھی) اس سے عفو و درگذر کا معاملہ کرتے تھے (اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرتے تھے۔ (فاعف عنهم واصفح ان الله يحب المحسنين)

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 403)

## سورہ نحل آیت ۱۲۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

ابوقزعہ بیان کرتے ہیں ہرم بن حیان سے کہا گیا آپ ہمیں کوئی وصیت کریں انہوں نے جواب دیا میں تمہیں سورت نحل کی آخری آیت کی وصیت کرتا ہوں پھر ابن حیان نے ان آیات کی تلاوت کی۔ "اپنے پروردگار کے راستے کی طرف دانائی اور اچھے واعظ کے ذریعے دعوت دو اور ان لوگوں کے ساتھ اچھی طرح بحث کرو بے شک تمہارا پروردگار زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کے بارے میں بھی زیادہ بہتر جانتا ہے اگر تم انہیں جواب دینا چاہتے ہو تو تم انہیں اسی طرح جواب دو جیسے تمہیں دیا گیا تھا۔

اور اگر تم صبر سے کام لو تو وہ صبر کرنے والوں کے لئے زیادہ بہتر ہے تم صبر کرو اور صبر صرف اللہ کی طرف سے ہو سکتا ہے تم ان کے بارے میں غمگین نہ ہو اور جس فریب کاری سے کام لے رہے ہیں اس کے بارے میں تنگی کا شکار نہ ہو۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگاری اختیار کرتے ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 1008)

## سورہ نحل کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ نحل کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الاسراء (بَنِیْ اِسْرائیل)

## یہ قرآن مجید کی سورہ الاسراء ھے

### سورہ الاسراء کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ الْإِسْرَاء (مَکِّیَّۃٌ إِلَّا الْآیَات 26 و32 و57 مِنْ آیَۃ 73 إِلَی غَایَۃ 80 فَمَدَنِیَّۃٌ وَآیَاتُھَا 111 نَزَلَتْ بَعْدَ الْقَصَص)

سورہ بنی اسرائیل اس کا نام سورہ اسراء اور سورہ سبحان بھی ہے یہ سورت مکّیہ ہے مگر آٹھ آیات، وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْکَ خَلِیْلًا سے نَصِیْرًا تک۔ یہ قول قتادہ کا ہے۔ جبکہ امام بیضاوی نے جزم کیا ہے کہ یہ سورت تمام کی تمام مکیہ ہے، اس سورت میں بارہ رکوع اور ایک سودس آیات بصری ہیں اور کوفی ایک سو گیارہ اور پانچ سو تینتیس کلمات اور تین ہزار چار سو ساٹھ حروف ہیں۔

| |
|---|
| سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ |
| الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ |
| وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجد حرام |
| سے (اس) مسجد اقصٰی تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا ہے تا کہ ہم اس (بندہ کامل) |
| کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ |

### نبی کریم ﷺ کے معجزہ معراج کا بیان

"سُبْحَان" أَیْ تَنْزِیه "الَّذِی أَسْرَی بِعَبْدِہِ" مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "لَیْلًا" نُصِبَ عَلَی الظَّرْف وَالْإِسْرَاء سَیْر اللَّیْل وَفَائِدَۃ ذِکْرہ الْإِشَارَۃ بِتَنْکِیرِہِ إِلَی تَقْلِیل مُدَّته "مِنْ الْمَسْجِد الْحَرَام إِلَی الْمَسْجِد الْأَقْصَی" بَیْت الْمَقْدِس لِبُعْدِہِ مِنْهُ "الَّذِی بَارَکْنَا حَوْله" بِالثِّمَارِ وَالْأَنْهَار "لِنُرِیَهُ مِنْ آیَاتنَا" عَجَائِب قُدْرَتنَا "إِنَّهُ هُوَ السَّمِیع الْبَصِیر" أَیْ الْعَالِم بِأَقْوَالِ النَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَأَفْعَاله فَأَنْعَمَ عَلَیْہِ بِالْإِسْرَاءِ الْمُشْتَمِل عَلَی اجْتِمَاعه بِالْأَنْبِیَاءِ وَعُرُوجه إِلَی السَّمَاء وَرُؤْیَة

عَجَائِب الْمَلَكُوت وَمُنَاجَاته لَهُ تَعَالَى فَإِنَّهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : "أُتِيت بِالْبُرَاقِ وَهُوَ دَابَّة أَبْيَض فَوْق الْحِمَار وَدُون الْبَغْل يَضَع حَافِره عِنْد مُنْتَهَى طَرْفه فَرَكِبْته فَسَارَ بِي حَتَّى أَتَيْت بَيْت الْمَقْدِس فَرَبَطْت الدَّابَّة بِالْحَلْقَةِ الَّتِي تَرْبِط فِيهَا الْأَنْبِيَاء ثُمَّ دَخَلْت فَصَلَّيْت فِيهِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجْت فَجَاءَنِي جِبْرِيل بِإِنَاءٍ مِنْ خَمْر وَإِنَاء مِنْ لَبَن فَاخْتَرْت اللَّبَن قَالَ جِبْرِيل : أَصَبْت الْفِطْرَة قَالَ : ثُمَّ عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاء الدُّنْيَا فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل قِيلَ : مَنْ أَنْتَ قَالَ : جِبْرِيل قِيلَ : وَمَنْ مَعَك ؟ قَالَ : مُحَمَّد قِيلَ : أَوَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ ؟ قَالَ : قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِآدَم فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِالْخَيْرِ ثُمَّ عُرِجَ بِي إِلَى السَّمَاء الثَّانِيَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ فَقَالَ : جِبْرِيل قِيلَ : وَمَنْ مَعَك قَالَ : مُحَمَّد قِيلَ أَوَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا بِابْنَيْ الْخَالَة يَحْيَى وَعِيسَى فَرَحَّبَا بِي وَدَعَوَا لِي بِالْخَيْرِ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاء الثَّالِثَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ ؟ قَالَ : جِبْرِيل فَقِيلَ : وَمَنْ مَعَك قَالَ : مُحَمَّد فَقِيلَ : أَوَ قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ أُرْسِلَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِيُوسُف وَإِذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ شَطْر الْحُسْن فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاء الرَّابِعَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيل فَقِيلَ : وَمَنْ مَعَك قَالَ : مُحَمَّد فَقِيلَ : أَوَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِدْرِيس فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاء الْخَامِسَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ قَالَ : جِبْرِيل فَقِيلَ : وَمَنْ مَعَك قَالَ : مُحَمَّد فَقِيلَ : أَوَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِهَارُونَ فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاء السَّادِسَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ فَقَالَ : جِبْرِيل فَقِيلَ : وَمَنْ مَعَك قَالَ : مُحَمَّد فَقِيلَ : أَوَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِمُوسَى فَرَحَّبَ بِي وَدَعَا لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا إِلَى السَّمَاء السَّابِعَة فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِيل فَقِيلَ : مَنْ أَنْتَ فَقَالَ : جِبْرِيل قِيلَ وَمَنْ مَعَك فَقَالَ : مُحَمَّد قِيلَ : أَوَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ قَالَ : قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَفُتِحَ لَنَا فَإِذَا أَنَا بِإِبْرَاهِيم فَإِذَا هُوَ مُسْتَنِد إِلَى الْبَيْت الْمَعْمُور وَإِذَا هُوَ يَدْخُلهُ كُلّ يَوْم سَبْعُونَ أَلْف مَلَك ثُمَّ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ; ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى سِدْرَة الْمُنْتَهَى فَإِذَا أَوْرَاقهَا كَآذَانِ الْفِيلَة وَإِذَا ثَمَرهَا كَالْقِلَالِ فَلَمَّا غَشِيَهَا مِنْ أَمْر اللّٰه مَا غَشِيَهَا تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَد مِنْ خَلْق اللّٰه تَعَالَى يَسْتَطِيع أَنْ يَصِفهَا مِنْ حُسْنهَا قَالَ : فَأَوْحَى اللّٰه إِلَيَّ مَا أَوْحَى وَفَرَضَ عَلَيَّ فِي كُلّ يَوْم وَلَيْلَة خَمْسِينَ صَلَاة فَنَزَلْت حَتَّى انْتَهَيْت إِلَى مُوسَى فَقَالَ : مَا فَرَضَ رَبّك عَلَى أُمَّتك قُلْت : خَمْسِينَ صَلَاة فِي كُلّ يَوْم وَلَيْلَة قَالَ : ارْجِعْ إِلَى رَبّك فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيف لِأُمَّتِك فَإِنَّ أُمَّتك لَا تُطِيق ذَلِكَ وَإِنِّي قَدْ بَلَوْت بَنِي إِسْرَائِيل وَخَبَرْتهمْ قَالَ :

صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں نے پوچھا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا کہ ہاں بلائے گئے ہیں، پھر ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اللہ نے انہیں حسن کا نصف حصہ عطا فرمایا تھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی، پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھولنے کے لئے کہا گیا تو پوچھا کون؟ کہا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کہ کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا کہ ہاں بلائے گئے ہیں ہمارے لئے دروازہ کھلا تو میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی، حضرت ادریس کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا) ہم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے، پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا حضرت جبرائیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون؟ کہا جبرائیل پوچھا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کیا بلائے گئے ہیں؟ کہا کہ ہاں بلائے گئے ہیں پھر ہمارے لئے دروازہ کھولا تو میں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی، پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف چڑھایا گیا تو جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون؟ کہا کہ جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر پوچھا کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہاں کہ ہاں یہ بلائے گئے ہیں ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی، پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف چڑھایا گیا حضرت جبرائیل صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو فرشتوں نے پوچھا کون؟ کہا جبرائیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا گیا کہ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں ان کو بلانے کا حکم ہوا ہے پھر ہمارے لئے دروازہ کھولا گیا تو میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور کی طرف پشت کئے اور ٹیک لگائے بیٹھے دیکھا اور بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور انہیں دوبارہ آنے کا موقع نہیں ملتا (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) پھر حضرت جبرائیل مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پھل بیر جیسے اور بڑے گھڑے کے برابر تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس درخت کو اللہ کے حکم سے ڈھانکا گیا تو اس کا حال ایسا پوشیدہ ہو گیا کہ اللہ کی مخلوق میں سے کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس کے حسن کو بیان کر سکے، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض فرمائیں پھر میں وہاں سے واپس حضرت موسیٰ تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں دن رات میں، موسیٰ نے فرمایا کہ اپنے رب کے پاس واپس جا کر ان سے کم کا سوال کریں اس لئے کہ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہ ہوگی کیونکہ میں بنی اسرائیل پر اس کا تجربہ کر چکا اور آزما چکا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے پھر واپس جا کر اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ میری امت پر تخفیف فرما دیں تو اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دیں میں پھر واپس آ کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ اللہ نے پانچ نمازیں کم کر دیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی امت میں اس کی بھی طاقت نہیں اپنے رب کے پاس جا کر ان میں تخفیف کا سوال کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس طرح اپنے اللہ کے پاس سے موسیٰ کے پاس اور موسیٰ علیہ السلام

کے پاس سے اللہ کے بارگاہ میں آتا جاتا رہا اور پانچ پانچ نمازیں کم ہوتی رہیں یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا کہ اے محمد ہر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں اور ہر نماز کا ثواب اب دس نمازوں کے برابر ہے پس اس طرح ثواب کے اعتبار سے پچاس نمازیں ہوگئیں اور جو آدمی کسی نیک کام کا ارادہ کرے مگر اس پر عمل نہ کر سکے تو میں اسے ایک نیکی کا ثواب عطا کروں گا اور اگر وہ اس پر عمل کرلے تو میں اسے دس نیکیوں کا ثواب عطا کروں گا اور جو آدمی کسی برائی کا ارادہ کرے لیکن اس کا ارتکاب نہ کرے تو اس کے نامہ اعمال میں یہ برائی نہیں لکھی جاتی اور اگر برائی اس سے سرزد ہو جائے تو میں اس کے نامہ اعمال میں ایک ہی برائی لکھوں گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پھر واپس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنے رب کے پاس جا کر تخفیف کا سوال کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے پاس اس سلسلہ میں بار بار آ جا چکا ہوں یہاں تک کہ اب مجھے اس کے متعلق اپنے اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 411) اس امام بخاری نے بھی روایت کیا ہے اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ا کے شان نزول کا بیان

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج درجاتِ عالیہ ومراتبِ رفیعہ پر فائز ہوئے تو رب عزّ وجلّ نے خطاب فرمایا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فضیلت وشرف میں نے تمہیں کیوں عطا فرمایا؟ حضور نے عرض کیا اس لئے کہ تو نے مجھے عبدیّت کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ الاسراء، بیروت)

## اسراء ومعراج کی تاریخ کا بیان

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے ابن اسحاق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔ حربی کہتے ہیں کہ واقعہ اسراء ومعراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد واقعہ پیش آیا ہے اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب شب معراج ہے۔

## مسجد حرام اور مسجد اقصےٰ کا بیان

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسجد حرام پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سی تو آپ نے فرمایا مسجد اقصےٰ میں نے

دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے تو آپ نے فرمایا چالیس سال پھر فرمایا کہ (مسجدوں کی ترتیب تو یہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے جس جگہ نماز کا وقت آ جائے وہیں نماز ادا کر لیا کرو۔ (رواہ مسلم)

امام تفسیر مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی جگہ کو پوری زمین سے دو ہزار سال پہلے بنایا ہے اور اس کی بنیادیں ساتویں زمین کے اندر تک پہنچی ہوئی ہیں اور مسجد اقصے کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا ہے۔

(رواہ النسائی باسناد صحیح عن عبداللہ بن عمر) تفسیر قرطبی ص ج ۴

اور مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنی ہوئی ہے اور بعض اوقات پورے حرم کو بھی مسجد حرام سے تعبیر کیا جاتا ہے اس دوسرے معنی کے اعتبار سے دو روایتوں کا یہ تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں آپ کا اسراء کے لئے تشریف لیجانا حضرت ام ہانی کے مکان سے منقول ہے اور بعض میں حطیم بیت اللہ سے اگر مسجد حرام کے عام معنی لئے جائیں تو یہ کچھ مستبعد نہیں کہ پہلے آپ ام ہانی کے مکان میں ہوں وہاں سے چل کر حطیم کعبہ میں تشریف لائے پھر وہاں سے سفر اسراء کی ابتداء ہوئی واللہ اعلم۔

## مسجد اقصے اور ملک شام کی برکات کا بیان

آیت میں بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ میں حَوْلَ سے مراد پوری زمین شام ہے ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے دریائے فرات تک مبارک زمین بنائی ہے اور اس میں سے فلسطین کی زمین کو تقدس خاص عطا فرمایا ہے۔ (روح المعانی، سورہ الاسراء، بیروت)

اس کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیاوی بھی دینی برکات تو یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء علیہم السلام کا مسکن ومدفن ہے اور دنیوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے نہریں باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

## مقدس زمین میں دفن ہونے کی تمنا رکھنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت کو موسیٰ کے پاس بھیجا گیا جب وہ ان کے پاس آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کے ایک گھونسہ مارا تو وہ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس گئے اور کہنے لگے کہ تو نے ایسے بندہ کے پاس مجھے بھیجا ہے جو موت نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم واپس جا کر اس سے کہو کہ تم کسی بیل کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھو پس جتنے بال ان کے ہاتھ کے نیچے آ جائیں گے تو ہر بال کے بدلے میں ایک سال کی عمر ملے گی، موسیٰ نے کہا کہ اے پروردگار پھر کیا ہوگا؟ اللہ نے کہا پھر موت آئے گی موسیٰ نے کہا تو ابھی آ جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا، موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی انہیں ارض مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلہ تک قریب کر دے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر راستہ کے کنارے سرخ ٹیلے کے نیچے دکھا دیتا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 668)

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِىْ وَكِيْلًاۙ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز نہ پکڑو۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نزول تورات کا بیان

"وَآتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب " التَّوْرَاة "أَ" نْ "لَا تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا" يُفَوِّضُونَ إلَيْهِ أَمْرهمْ وَفِي قِرَاءَة تَتَّخِذُوا بِالْفَوْقَانِيَّةِ اِلْتِفَاتًا فَأَنْ زَائِدَة وَالْقَوْل مُضْمَر"

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا کوئی کارساز نہ پکڑو۔یعنی ایسا نہ ہو کہ اپنے معاملات اس کے حوالے کر دیں ایک قرأت میں فوقانیہ کے ساتھ التفات کیلئے آیا ہے اور یہاں پر اَن زائدہ ہے اور قول مضمر ہے۔

ارشاد فرمایا گیا اور ہم ہی نے موسیٰ کو دی تھی وہ کتاب یعنی تورات جو کہ اپنے دور میں ہدایت و نور کا منبع و ماخذ تھی۔مگر بعد میں اس کے حاملین وورا ثین نے اس کو بدل کر کچھ کا کچھ کر دیا۔یہاں تک کہ اب اس کے اصل نسخے کا وجود بھی کہیں باقی نہیں رہا۔جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ یہ سب یقینی طور پر اللہ کلام ہے۔بہر کیف اصل تورات آسمانی اور الہامی کتاب ہی تھی جو حضرت موسی علیہ السلام کو عطاء فرمائی گئی تھی۔اور اس کو سرچشمہ ہدایت بنایا گیا تھا بنی اسرائیل کیلئے۔سو پہلی آیت کریمہ میں اکرام محمدی کا ذکر تھا جس سے معجزہ اسراء و معراج کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا گیا تھا۔اور اب یہ اکرام موسی کا ذکر ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطائے تورات کی صورت میں سرفراز فرمایا گیا تھا۔(المحاسن، سورہ الاسراء، بیروت)

جن دنوں اسراء کا واقعہ پیش آیا اس وقت بیت المقدس بنی اسرائیل کی تولیت میں تھا۔اسلام کا عرب کی بستی بستی تک چرچا ہو چکا تھا۔مدینہ کے اوس وخزرج کے بعض افراد اسلام لا چکے تھے۔یہود اسلام کی دعوت پر پوری طرح آگاہ تھے۔بیت المقدس میں آپ کو لے جانے اور آپ کی امامت سے صاف اشارہ ملتا تھا کہ عنقریب بیت المقدس پر امت مسلمہ کا قبضہ ہو جانے والا ہے اور اس سورہ بنی اسرائیل کا آغاز جو واقعہ اسراء سے ہوا ہے تو محض تمہید کے طور ہوا ہے ورنہ اصل روئے سخن یہود ہی کی طرف ہے اور انہیں ان کی سابقہ تاریخ سے خبردار کرنے کے بعد متنبہ کیا جا رہا ہے کہ ان کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ پیغمبر اسلام پر ایمان لے آئیں اور سرکشی کی روش چھوڑ دیں۔

ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا۝

اے ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندہ تھا۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی بیان کردہ حمد کی تعریف کا بیان

"ذُرِّيَّة مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوح" فِي السَّفِينَة "شَكُورًا" كَثِير الشُّكْر لَنَا حَامِدًا فِي جَمِيع أَحْوَاله

اے ان لوگوں کی اولاد جنھیں ہم نے نوح علیہ السلام کی کشتی کے ساتھ سوار کیا! بے شک وہ بہت شکر گزار بندہ تھا یعنی ہر حالت میں ہماری حمد بیان کرنے والے تھے۔

## اللہ کا شکر گزار بندہ ہونے کا بیان

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو (نماز پڑھنے کے لئے) اس قدر قیام کیا (یعنی اتنی دیر تک کھڑے رہے) کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پاؤں پر ورم آ گیا (یہ حال دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر عبادت کیوں کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے تو اگلے پچھلوں سب گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں اللہ کا شکر ادا کرنے والا بندہ نہ بنوں۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1195)

| |
|---|
| وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ٥ |
| اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین میں ضرور دو بار فساد کرو گے اور |
| بے شک تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے تورات میں فیصلہ ہونے کا بیان

"وَقَضَيْنَا" أَوْحَيْنَا "فِي الْكِتَاب" التَّوْرَاة "لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْض" أَرْض الشَّام بِالْمَعَاصِي "وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا" تَبْغُونَ بَغْيًا عَظِيمًا،

اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب یعنی تورات میں فیصلہ سنا دیا تھا کہ بے شک تم زمین یعنی شام میں معاصی کے سبب ضرور دو بار فساد کرو گے اور بے شک تم ضرور بہت بڑی سرکشی کرو گے۔ یعنی بڑی سرکشی کرنے والے ہو۔

## زمین شام میں دو مرتبہ فساد کشی سے متعلق پیش گوئی کا بیان

جو کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ وہ زمین پر دو مرتبہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قضینا کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں۔ جیسے آیت (وقضينا اليه ذالك الامر) میں یہی معنی ہیں۔ بس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان کے اوپر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے سخت جان اور ساز و سامان سے پورے لیس تھے وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لئے لوٹ مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے، اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا کہتے ہیں کہ یہ جالوت کا لشکر تھا۔ پھر اللہ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کے بادشاہ سخاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھے۔

بعض کہتے ہیں بابل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب وغریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھے۔ اولاً یہ ایک فقیر تھا پڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا پھر تو بیت المقدس تک اس نے فتح کرلیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ قتل کیا۔

اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کردیے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا بری طرح درگت بنائی ان کے بال بچوں کو تہ تیغ کیا انہیں اس قدر وذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کران کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم وزیادتی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی عوام تو عوام انہوں نے تو نبیوں کے گلے کاٹے تھے، علماء کو سربازار قتل کیا تھا۔ بخت نصر ملک شام پر غالب آیا بیت المقدس کو ویران کردیا وہاں کم باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے پوچھا یہ کیا ہے؟

لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے یہ خون برابر ابلتا رہتا ہے ٹھہرتا نہیں اس نے وہیں پر قتل عام شروع کردیا ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں یہ قتل ہوئے پس وہ خون ٹھہر گیا۔ اس نے علماء اور حفاظ کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بیدردی سے قتل کیا ان میں کوئی بھی حافظ تورات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتی اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے۔ نیکی کرنے والا دراصل اپنے لئے ہی بھلا کرتا ہے اور برائی کرنے والا حقیقت میں اپنا ہی برا کرتا ہے جیسے ارشاد ہے۔ آیت (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ، فصلت:46)

جو شخص نیک کام کرے وہ اس کے اپنے لئے ہے اور جو برائی کرے اس کا بوجھ اسی پر ہے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آیا اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانیوں پر کھلے عام کمر کس لی اور بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کردیے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کرلی تھی اب پھر دوبارہ کرلیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کردیں چنانچہ یہ بھی ہوکر رہا۔ تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے ناامیدی نازیبا ہے، یہ ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کردے ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سر اٹھایا ادھر ہم نے تمہارا سر کچلا۔ ادھر تم نے فساد مچایا ادھر ہم نے برباد کیا۔ یہ تو ہوئی دنیوی سزا۔ ابھی آخرت کی زبردست اور غیرفانی سزا باقی ہے۔ جہنم کافروں کا قیدخانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں نہ بھاگ سکیں۔ ہمیشہ کے لئے ان کا اوڑھنا بچھونا یہی ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سر اٹھایا اور بالکل فرمان الٰہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے ٹکرا گئے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب کیا اور انہیں جزیہ دینا پڑا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا |
| خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ |
| پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، |
| پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے اور یہ ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔ |

## فساد کے سبب بنی اسرائیل پر لشکر جالوت کے تسلط کا بیان

"فَاِذَا جَاءَ وَعْد اُولَاهُمَا" اُولَى مَرَّتَیْ الْفَسَاد "اُولِی بَأْس شَدِيد" أَصْحَاب قُوَّة فِی الْحَرْب وَالْبَطْش "فَجَاسُوا" تَرَدَّدُوا لِطَلَبِكُمْ "خِلَال الدِّيَار" وَسْط دِيَارکُمْ لِيَقْتُلُوكُمْ وَيَسْبُوكُمْ "وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا" وَقَدْ أَفْسَدُوا الْاُولَى بِقَتْلِ زَكَرِيَّا فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ جَالُوت وَجُنُوده فَقَتَلُوهُمْ وَسَبَوْا أَوْلَادهمْ وَخَرَّبُوا بَيْت الْمَقْدِس

پھر جب ان دونوں میں سے پہلی کا وعدہ آیا یعنی فساد کے دونوں مواقع میں سے پہلا موقع آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت لڑائی والے کچھ بندے بھیجے، جو بڑی جنگی طاقت والے تھے۔ تا کہ تمہارا محاسبہ کریں پس وہ گھروں کے اندر گھس گئے تا کہ تمہیں ڈھونڈ نکالیں اور تمہارے شہروں کے درمیان آئے تا کہ تمہیں قتل کر دیں یا وہ تمہیں قید کر دیں اور یہ ایسا وعدہ تھا جسے پورا ہونا تھا۔ اور انہوں نے پہلا فساد اس طرح شروع کیا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو شہید کر دیا تو ان پر جالوت اور اس کے لشکر کو بھیجا تو انہوں نے ان کو قتل کر دیا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنا لیا اور بیت المقدس کو منہدم کر دیا۔

## یہود کی پہلی بار فتنہ انگیزی اور اس کی سزا کا بیان

سیّدنا موسیٰ کے ساتھ مصر سے آنے والے بنی اسرائیل جب فلسطین میں داخل ہو گئے تو انہیں حکم یہ تھا کہ فلسطین کا سارا علاقہ فتح کریں اور وہاں کے رہنے والے لوگوں کی اخلاقی اور اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے اجتناب کریں۔ مگر ایک تو انہوں نے سارے علاقہ کو فتح نہ کیا اور جو کر چکے تھے اس پر ہی قناعت کر لی۔ دوسرے وہ قبائلی عصبیت میں مبتلا ہو گئے اور مفتوحہ علاقہ کو بارہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر قبیلہ نے الگ الگ حکومت قائم کر لی۔ ان باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حکومت کو کبھی استحکام نصیب نہ ہو سکا۔ نیز سابقہ اقوام کی اخلاقی اور اعتقادی بیماریاں یعنی شرک، بے حیائی اور بدکاری وغیرہ ان میں بھی پھیلنے لگیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو یکسر بھول گئے۔ سیّدنا داؤد اور سیّدنا سلیمان نے بہت حد تک اصلاح احوال کی اور ایک دفعہ پھر سے حکومت بنی اسرائیل کو مستحکم بنا دیا۔ مگر جلد ہی بنی اسرائیل پھر سے انہیں بیماریوں اور خرابیوں میں مبتلا ہو گئے۔ بت پرستی اور بے حیائی عام ہو گئی اور حکومت بھی متزلزل ہو گئی۔ یہ صورت حال دیکھ کر بابل کے بادشاہ بخت نصر نے دولت یہودیہ کو مسخر کیا اور بادشاہ کو قید کر لیا۔ اس دوران سیّدنا یرمیاہ ان کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ ان کے سمجھانے کے باوجود وہ اپنے اعمال درست کرنے کے بجائے بابل کے

خلاف سازش اور بغاوت کر کے اپنی قسمت بدلنے کی کوشش کرنے لگے۔

آخر ۵۸۷ ق م میں بخت نصر نے ایک زوردار حملہ کر کے سلطنت یہودیہ کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ کشت وخون کا بازار گرم کیا۔ یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو پیوند خاک کر دیا۔ بہت سے قیدیوں کو اپنے ساتھ لے گیا اور جو لوگ بچ رہے وہ ہمسایہ قوموں کے ہاتھ بری طرح ذلیل ہو کر رہے۔ یہ تھا وہ پہلا فساد جس سے بنی اسرائیل کو متنبہ کیا گیا تھا۔ جو قیدی وہ اپنے ساتھ لے گیا تھا انہیں میں سے ایک عزیر علیہ السلام بھی تھے۔ ان قیدیوں کو سات سال بعد بخت نصر نے چھوڑ دیا۔ آپ جب واپس اپنے وطن آرہے تھے تو ایک اجڑی ہوئی اور برباد شدہ بستی دیکھی تو کہنے لگے بستی کو کیسے دوبارہ زندہ یا آباد کرے گا؟ یہ بستی بھی دراصل بخت نصر کے حملے میں ہی تباہ ہوئی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی مقام پر سیّدنا عزیر علیہ السلام کو موت دے دی۔

| |
|---|
| ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ○ |
| پھر ہم نے ان کے اوپر غلبہ کو تمہارے حق میں پلٹا دیا اور ہم نے اموال واولاد کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی |
| اور ہم نے تمہیں افرادی قوت میں بڑھا دیا۔ |

## جالوت کے قتل کے بعد غلبہ واپس آنے کا بیان

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ "الْكَرَّةَ" الدَّوْلَةَ وَالْغَلَبَةَ "عَلَيْهِمْ" بَعْدَ مِائَةِ سَنَةٍ بِقَتْلِ جَالُوتَ "نَفِيْرًا" عَشِيْرَةً

پھر ہم نے ان کے اوپر جالوت کے قتل کے سو سال کے بعد غلبہ کو تمہارے حق میں پلٹا دیا اور ہم نے اموال واولاد کی کثرت کے ذریعے تمہاری مدد فرمائی اور ہم نے تمہیں افرادی قوت میں بھی بڑھا دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

رددنا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے لوٹا دیا۔ ہم نے واپس کر دیا۔ ہم نے پلٹا دیا۔ لکم تمہارے حق میں۔ الکرۃ۔ الکر کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع کرور ہے (مادہ کرر) اسی سے الکرۃ بمعنی دوسری بار ثم رددنا لکم الکرۃ علیھم پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔ امددنا کم۔ ماضی جمع متکلم کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تمہاری مدد کی امداد (افعال) سے۔ نفیرا۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے اکثر سے نفیر کنبہ یا قبیلہ کے افراد۔ یا یہ نفر کی جمع ہے جیسے عبد کی جمع عبید ہے اور کلب کی جمع کلیب ہے۔ یا نفر ینفر (ضرب) سے مصدر ہے۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔ نفر القوم للقتال قوم لڑائی کے لئے نکلی، اکثرھم بفیرا۔ ای اکثر عددا۔ جعلنکم اکثر نفیرا۔ ہم نے تم کو کثیر التعداد بنا دیا۔

| |
|---|
| اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا |
| وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ○ |

اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے لئے بھلائی کرو گے، اور اگر تم برائی کرو گے تو اپنی جان کے لئے، پھر جب دوسرے وعدہ کی گھڑی آئی تا کہ تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور تا کہ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوں جیسے اس میں پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر ڈالیں۔

## بخت نصر کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

"اِنْ اَحْسَنْتُمْ" بِالطَّاعَةِ "اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ" لِاَنَّ ثَوَابَه لَهَا "وَاِنْ اَسَاْتُمْ" بِالْفَسَادِ "فَلَهَا" اِسَاءَتُكُمْ "وَعْدُ" الْمَرَّةِ "الْاٰخِرَةِ" بَعَثْنَاهُمْ "لِيَسُوْءُوا وُجُوهَكُمْ" يُخْزِنُوكُمْ بِالْقَتْلِ وَالسَّبْيِ حُزْنًا يَظْهَرُ فِي وُجُوهِكُمْ "وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ" بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَيُخَرِّبُوهُ "كَمَا دَخَلُوهُ" وَخَرَّبُوهُ "اَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا" يُهْلِكُوا "مَا عَلَوْا" غَلَبُوا عَلَيْهِ "تَتْبِيرًا" هَلَاكًا وَقَدْ اَفْسَدُوا ثَانِيًا بِقَتْلِ يَحْيٰى فَبَعَثَ عَلَيْهِمْ بُخْتَنَصَّرَ فَقَتَلَ مِنْهُمْ اُلُوفًا وَسَبٰى ذُرِّيَّتَهُمْ وَخَرَّبَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ،

اگر تم طاعت کے ساتھ بھلائی کرو گے تو اپنے ہی لئے بھلائی کرو گے، یعنی اس کا ثواب اسی کیلئے ہے۔ اور اگر تم برائی یعنی فساد کرو گے تو اپنی ہی جان کے لئے، پھر جب دوسرے وعدہ کی گھڑی آئی یعنی فساد کا دوسرا موقع آیا تو اور ظالموں کو تم پر مسلط کر دیا تا کہ مار مار کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں یعنی تمہیں قتل کر دیں اور قیدی بنا لیں۔ اور تمہیں اتنا رنج پہنچائیں جس کا اثر تمہارے چہروں پر ظاہر ہو۔ اور تا کہ مسجد اقصیٰ میں اسی طرح داخل ہوں جیسے اس میں حملہ آور لوگ پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے اور تا کہ جس مقام پر غلبہ پائیں اسے تباہ و برباد کر ڈالیں۔ اور انہوں نے دوسرا فساد یہ کیا کہ انہوں نے حضرت یحیٰی علیہ السلام کو شہید کر دیا۔ تو ان کی طرف بخت نصر کو بھیجا جس نے ان کے ہزاروں کو قتل کر دیا اور ان کی اولادوں کو قیدی بنالیا اور بیت المقدس کو ویران کر چھوڑا۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ○

تمہارا رب قریب ہے کہ تم پر رحم کرے اور اگر تم دوبارہ کرو گے تو ہم دوبارہ کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔

## جہنم کا کفار کیلئے قید خانہ ہونے کا بیان

"يَّرْحَمَكُمْ" بَعْدَ الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ اِنْ تُبْتُمْ "وَاِنْ عُدْتُّمْ" اِلَى الْفَسَادِ "عُدْنَا" اِلَى الْعُقُوبَةِ وَقَدْ عَادُوا بِتَكْذِيبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسُلِّطَ عَلَيْهِمْ بِقَتْلِ قُرَيْظَةَ وَنَفْيِ النَّضِيرِ وَضَرْبِ الْجِزْيَةِ عَلَيْهِمْ "حَصِيْرًا" مَحْبِسًا وَسِجْنًا

تمہارا رب قریب ہے کہ تم پر رحم کرے یعنی اگر تم توبہ کر لو تو وہ دوسری مرتبہ تم پر رحم فرمائے گا۔ اور اگر تم دوبارہ فساد کرو گے تو ہم بھی دوبارہ سزا دیں گے اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی تکذیب کے سبب اس کا اعادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے بنو قریظہ کے قتل اور بنو نضیر کی جلاوطنی اور ان پر جزیہ لازم کرنے میں آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرما دیا۔ اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنایا ہے۔

## دور نبوی ﷺ میں یہود کی فتنہ انگیزی اور اس کی سزا کا بیان

دو بار کی انتہائی سرکشی اور اس کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد دور نبوی ﷺ کے یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے اس نبی آخر الزمان ﷺ سے وہی سرکشی اور بغاوت جاری رکھی جو تم سابقہ انبیاء کے وقت کرتے رہے تو پھر تمہیں ایسی ہی سزا ملے گی جیسے پہلے مل چکی ہے لیکن اس تنبیہ کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور یہود مدینہ نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کی بجائے آپ سے بدعہدیاں، شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں ہی کرتے رہے جس کے نتیجہ میں انہیں یہ سزا ملی کہ کچھ قتل کیے گئے، کچھ غلام بنائے گئے اور کچھ جلاوطن کیے گئے۔ حتیٰ کہ دور فاروقی میں سب یہود وہاں سے نکال کو خطہ عرب کو ان سے خالی کرا لیا گیا۔

| |
|---|
| اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَ یُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ |
| یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًاۙ |
| بلاشبہ یہ قرآن اس کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، |
| بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ |

## ایمان و نیک اعمال والوں کی ثواب کی بشارت کا بیان

"لِلَّتِی" أَیْ لِلطَّرِیقَةِ الَّتِی "هِیَ أَقْوَم" أَعْدَل وَأَصْوَب وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِینَ الَّذِینَ یَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِیرًا،

بلاشبہ یہ قرآن اس راستے کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا یعنی عدل و درستگی والا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

## قرآن سیدھی راہ دکھلاتا ہے

حارث اعور کہتے ہیں کہ میں مسجد میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا دیکھئے یہ لوگ کیسی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: "سن لو! عنقریب ایک فتنہ بپا ہوگا" میں نے پوچھا۔ "یا رسول اللہ ﷺ اس فتنہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس سے بچاؤ کی صورت اللہ کی کتاب ہے جس میں تم سے پہلے لوگوں کے بھی حالات ہیں اور بعد والوں کے بھی اور تمہارے باہمی معاملات کے متعلق حکم بھی ہے۔ وہ دوٹوک بات کہتا ہے ہنسی مذاق کی بات نہیں کہتا۔ جس نے اسے حقیر سمجھ کر چھوڑ دیا اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اور جس نے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں سے راہ ڈھونڈھی اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔

وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور حکمتوں سے لبریز نصیحت ہے وہی صراط مستقیم ہے۔ جس سے خواہشات کجرو نہیں ہوتیں اور لوگوں کی زبانیں اسے مشکوک نہیں بناتیں۔ اس سے عالم لوگ سیر نہیں ہوتے، اسے بار بار پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا نہ وہ پرانا معلوم ہوتا

ہے۔اس کے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آتے۔قرآن ایسی کتاب ہے کہ جب اسے جنوں نے سنا تو فورا بول اٹھے کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے سو ہم اس پر ایمان لاتے ہیں جس نے قرآن کے مطابق کلام کیا اس نے سچ کہا اور جس نے اس کے مطابق عمل کیا اسے اجر دیا جائے گا اور جس نے اس کے مطابق فیصلہ کیا اس نے عدل کیا اور جس نے لوگوں کو قرآن کی طرف بلایا اسے سیدھی راہ دکھلا دی گئی۔اعور! یہ باتیں خوب یاد رکھ لو۔(ترمذی۔ابواب فضائل القرآن)

| |
|---|
| وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا٥ |
| اور یہ کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## آخرت پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"وَ" يُخْبِر "أَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْآخِرَةِ أَعْتَدْنَا" أَعْدَدْنَا "لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا" مُؤْلِمًا هُوَ النَّار

اور وہ بیان کرتا ہے کہ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔یعنی وہ آپ انہیں تکلیف پہنچانے والی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کا علم حاصل کیا اور پھر اس چیز کی پیروی کی جو اس (کتاب اللہ) کے اندر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں گمراہی سے ہٹا کر راہ ہدایت پر لگائے (یعنی اس کو ہدایت کے راستہ پر ثابت قدم رکھے گا اور گمراہی سے بچالے گا) اور قیامت کے دن اس کو برے حساب سے بچالے گا (یعنی اس سے مواخذہ نہیں ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے کتاب اللہ کی پیروی کی تو نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدبخت ہوگا (یعنی اسے عذاب نہیں دیا جائے گا) اس کے بعد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی آیت (فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى، طہ:123) جس آدمی نے میری ہدایت (یعنی قرآن) کی پیروی کی نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) بدبخت ہوگا۔(رزین، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 185)

| |
|---|
| وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا٥ |
| اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے اپنے لئے بھلائی کی دعا کرنے کی طرح اور انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔ |

## انسان کے جلد باز ہونے کا بیان

"وَيَدْعُ الْإِنْسَان بِالشَّرِّ" عَلَى نَفْسه وَأَهْله إِذَا ضَجِرَ "دُعَاءَهُ" أَيْ كَدُعَائِهِ لَهُ "بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَان" الْجِنْس "عَجُولًا" بِالدُّعَاءِ عَلَى نَفْسه وَعَدَم النَّظَر فِي عَاقِبَته

اور انسان برائی کی دعا کرتا ہے یعنی جب وہ تنگ آ جاتا ہے تو اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کیلئے بددعا کرنے لگ جاتا ہے جس طرح اپنے لئے بھلائی کی دعا کرتا ہے اور انسان یعنی جنس انسان ہمیشہ سے بہت جلد باز ہے۔اور انجام کار کی فکر نہیں کرتا۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں انسان سے کافر مراد ہے اور برائی کی دعا سے اس کا عذاب کی جلدی کرنا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نضر بن حارث کافر نے کہا یارب اگر یہ دین اسلام تیرے نزدیک حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا دردناک عذاب بھیج، اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ دعا قبول کر لی اور اس کی گردن ماری گئی۔

## انسان کی جلد باز طبیعت اور اس کا نقصان کا بیان

اس آیت میں انسان کی اس فطرت کو بیان کیا گیا ہے کہ جب اسے کوئی سانحہ پیش آتا ہے تو فوراً بددعا دینا شروع کر دیتا ہے خواہ وہ بددعا اس کے دشمنوں کے حق میں ہو یا اس کے اپنے حق میں ہو یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں ہو۔ پھر وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی یہ بددعا جلد قبول ہو جائے۔ حالانکہ بعد میں خود اسے احساس ہو جاتا ہے کہ اگر اس کی بددعا قبول ہو جاتی تو اس کا اسے کتنا زیادہ نقصان پہنچ سکتا تھا جیسا کہ ابوجہل نے اپنے حق میں بددعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر یہ نبی اور یہ قرآن برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ اسی طرح مسلمان بھی کفار مکہ سے سختیاں برداشت کرنے پر بعض دفعہ بددعا کیا کرتے تھے۔ حالانکہ انہیں لوگوں میں سے اکثر بعد میں ایمان لے آئے تھے۔ اسی طرح بعض دفعہ انسان تنگ آ کر اپنی اولاد کے حق میں بددعا کر بیٹھتا ہے حالانکہ اگر اس کی دعا قبول ہو جاتی تو اسے اس وقت سے بہت زیادہ صدمہ پہنچتا جس وقت اس نے یہ بددعا مانگی تھی۔ گویا انسان کی جلد باز طبیعت اکثر اوقات نقصان دہ ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اللہ کے کاموں میں تدریج اور امہال کا قانون جاری وساری ہے جس میں طرح طرح کی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

| |
|---|
| وَ جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ايَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ ايَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ ايَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝ |
| اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا، تا کہ تم اپنے رب کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔ |

## دن اور رات سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت ہونے کا بیان

"وَجَعَلْنَا اللَّيْل وَالنَّهَار آيَتَيْنِ" دَالَّتَيْنِ عَلَى قُدْرَتنَا "فَمَحَوْنَا آيَة اللَّيْل" طَمَسْنَا نُورهَا بِالظَّلَامِ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالْإِضَافَة لِلْبَيَانِ "مُبْصِرَة" أَيْ مُبْصِرًا فِيهَا بِالضَّوْءِ "لِتَبْتَغُوا" فِيهِ "فَضْلًا مِنْ رَبّكُمْ" بِالْكَسْبِ "وَلِتَعْلَمُوا" بِهِمَا "عَدَد السِّنِينَ وَالْحِسَاب" لِلْأَوْقَاتِ "وَكُلّ شَيْء" يُحْتَاج إلَيْهِ "فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا" بَيَّنَّاهُ تَبْيِينًا

اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا، ان دونوں کی دلالت ہماری قدرت پر ہے۔ پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا دیا یعنی اس کے اندھیرے کو روشنی سے مٹا دیا۔ تا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو۔ اور یہاں پر آیۃ اللیل میں اضافت بیانیہ ہے۔ اور دن کی

نشانی کو روشن بنایا، کہ اس میں نظر آسکے۔ تا کہ تم اپنے رب کا کچھ فضل تلاش کرو یعنی کسب کے ذریعے رزق تلاش کرو۔ اور تا کہ تم ان دونوں کے سبب سالوں کی گنتی اور حساب یعنی اوقات معلوم کرو۔ اور ہر چیز، ہم نے اسے کھول کر بیان کیا ہے، خوب کھول کر بیان کرنا۔ جس کی طرف انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔

## دن اور رات کے فوائد کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ طرح کے بنائے۔ رات آرام کے لئے دن تلاش معاش کیلئے۔ کہ اس میں کام کاج کرو صنعت وحرفت کرو سیر وسفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دنوں کی، جمعوں کی، مہینوں کی، برسوں کی گنتی معلوم کرسکو تا کہ لین دین میں، معاملات میں، قرض میں، مدت میں، عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی سچ ہے اگر اللہ چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رات رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ رات ہی رات رکھتا کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لا دے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لئے بنائی اور دن تلاش معاش کے لئے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنایا تا کہ شکر ونصیحت کا ارادہ رکھنے والے کامیاب ہوسکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا نقاب رات پر چڑھا دیتا ہے۔ سورج چاند اسی کی ماتحتی میں ہے ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے وہ اللہ غالب اور غفار ہے۔ صبح کا چاک کرنے والا ہے اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے یہ اللہ عزیز وحلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جاسکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم رہیں اللہ کی یہ پیدائش حق ہے۔ الخ قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور حج کے لئے بھی الخ رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے دن کا اجالا آجاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاہی والا پیدا کیا ہے پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے اندر کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ چاند یہ جھائیں کیسی ہے؟ آپ نے فرمایا اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھندلکا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے دن رات کو دو نشانیاں مقرر کر دی ہیں پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ○

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کا نوشتہ اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے، اور ہم اس کے لئے قیامت کے دن نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔

## ہر انسان کی گردن میں اس کا نامہ اعمال لٹکا دینے کا بیان

"وَكُلّ إنْسَان اَلْزَمْنَاهُ طَائِره" عَمَله يَحْمِلهُ "فِي عُنُقه" خُصَّ بِالذِّكْرِ لِأَنَّ اللُّزُوم فِيهِ أَشَدّ وَقَالَ مُجَاهِد : مَا مِنْ مَوْلُود يُولَد إلَّا وَفِي عُنُقه وَرَقَة مَكْتُوب فِيهَا شَقِيّ أَوْ سَعِيد "كِتَابًا" مَكْتُوبًا فِيهِ عَمَله "يَلْقَاهُ مَنْشُورًا" صِفَتَانِ ل "كِتَابًا"

اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کا نوشتہ اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے، جس کو اٹھائے ہوئے ہوگا اور یہاں گردن کا ذکر اس لئے خاص طور پر کیا کیونکہ سخت لازم ہے۔

حضرت مجاہد علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا کہ مگر اس کی گردن میں یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ وہ خوش بخت ہے یا بد بخت ہے۔ اس میں اس کا عمل بھی لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اور ہم اس کے لئے قیامت کے دن یہ نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا۔ یہاں پر یلقاہ منشورا یہ کتاب کی صفت واقع ہوئے ہیں۔

## نامہ اعمال کے آجانے کا بیان

اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا انسان تو اپنے معاملے میں خود ہی حجت ہے گو اپنی بیگناہی کے کتنے ہی بہانے پیش کر دے۔ اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے اس وقت چونکہ بھولی بسری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی۔ اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی گنجائش نہ رہے گی پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ گردن کا ذکر خاص طریقے پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہم اس میں جو چیز لٹکا دی گئی ہو چپک گئی ضروری ہوگئی شاعروں نے بھی اس خیال کو ظاہر کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے بیماری کا متعدی ہونا کوئی چیز نہیں، فال کوئی چیز نہیں، ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے اور روایت میں ہے کہ ہر انسان کا شگون اس کے گلے کا ہار ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ تو نے فلاں کو تو روک لیا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دو قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد عمل ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں صحیفے کھلے رکھے ہیں داہنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے اب تجھے اختیار ہے نیکی کر یا بدی کر یا زیادہ تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دئے

جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کردئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ کی قسم وہ بڑا ہی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ |
| اپنی کتاب پڑھ لے، آج تو اپنا حساب جانچنے کے لئے خود ہی کافی ہے۔ |

## نامہ اعمال کو پڑھنے کا حکم دینے کا بیان

اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ "حَسِيبًا" مُحَاسِبًا

اس سے کہا جائے گا اپنی کتاب یعنی اعمال پڑھ لے، آج تو اپنا حساب جانچنے کے لئے خود ہی کافی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اقرا۔ تو پڑھ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ قراءۃ مصدر۔ باب فتح و نصر سے مستعمل ہے، اس سے قبل یقال لہ مقدر ہے۔ ای یقال له اقرا۔ اس سے کہا جائے گا پڑھ۔ کتابک۔ ای کتاب اعمالک۔ اپنا نامہ اعمال۔

كفى بنفسك اليوم عليك حسيبا ۔بنفسك میں باء زائدہ ہے۔ نفسک مضاف مضاف الیہ مل کر کفی کا فاعل ہے۔ یعنی حساب لگانے میں آج تو خود ہی کافی ہے۔ تیری اپنی ذات ہی کافی ہے (یعنی تیرا نامہ اعمال بذاتِ خود تجھ پر تیرے دنیاوی اعمال کی حقیقت واضح کردے گا) کفی۔ ماضی واحد مذکر غائب ماضی بمراد استمرار ہے یعنی اس طرح کفایت کرنے والا۔ ضرورت پوری کرنے والا کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کفایۃ مصدر۔ اسم مصدر بھی ہے۔ وہ چیز جو ضرورت کو پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ اسی سے الکافی۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کہ وہ ذات پاک ضرورت کو پوری کرنے والی ہے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں۔ حسیبا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔

| |
|---|
| مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ |
| وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ |
| جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی |
| کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔ |

## ہدایت و گمراہی کا ورود فاعل کی جانب منسوب ہونے کا بیان

"مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ "لِأَنَّ ثَوَاب اهْتِدَائِهِ لَهُ "وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلّ عَلَيْهَا "لِأَنَّ إِثْمه

عَلَيْهَا "وَلَا تَزِر" لَا تَزِر نَفْس "وَازِرَة" آثِمَة أَيْ لَا تَحْمِل "وِزْر" نَفْس "أُخْرَى وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ" أَحَدًا "حَتَّى نَبْعَث رَسُولًا" يُبَيِّن لَهُ مَا يَجِب عَلَيْهِ

جس نے ہدایت پائی تو وہ اپنی ہی جان کے لیے ہدایت پاتا ہے کیونکہ اس کی ہدایت کا ثواب اسی کیلئے ہے۔اور جو گمراہ ہوا تو اسی پر گمراہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی گمراہی کا گناہ اسی پر ہے۔اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں، یہاں تک کہ کوئی پیغام پہنچانے والا بھیجیں۔یعنی جو عذاب آنے کے بارے میں بتادے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے مشرکین کی اولاد کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے آباء کے ساتھ ہوں گے پھر اس کے بعد سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ زندہ رہتے تو کیا اعمال کرنے والے تھے پھر اسلام کے مستحکم ہو جانے کے بعد سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ فطرت اسلام پر ہیں یا فرمایا کہ وہ جنت میں ہیں۔

## کفار کے نابالغ بچوں کی جنت ہونے یا نہ ہونے کی بحث کا بیان

کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو دیوانے لوگ ہیں اور نیم بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڈھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر ائمہ کا کلام بھی مختصراً ذکر کروں گا، اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

پہلی حدیث مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدمی جو کچھ بھی نہیں سنتا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدمی جو کچھ بھی نہیں جانتا، تیسرا بالکل بڈھا پھوس آدمی جس کے حواس درست نہیں، چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی۔بہرا تو کہے گا اسلام آیا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہیں پہنچی، دیوانہ کہے گا کہ اسلام آیا لیکن میری حالت تو یہ تھی کہ بچے مجھ پر مینگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڈھے بیحواس آدمی کہیں گے کہ اسلام آیا لیکن میرے ہوش حواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ کر سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والوں کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کود جاؤ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ فرماں برداری کرلیں اور جہنم میں کود پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔اور روایت میں ہے کہ جو کود پڑیں گے ان پر تو سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو رکیں گے انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت (وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا 15)-17 الاسراء:15) پڑھ لو دوسری حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ابوحمزہ مشرکوں کے بچوں کے بارے

میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیکوکار بھی نہیں جو جنت میں بدلہ دئے جائیں۔ تیسری حدیث ابویعلی میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ جہنم میں سے بھی فرمان باری سے ایک گردن اونچی ہوگی اس فرمان کو سنتے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کود پڑیں گے اور جو باطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لئے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے اللہ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مانتے اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بیشک جنتی ہو تم نے اطاعت کرلی۔

چوتھی حدیث مسند حافظ ابویعلی موسلی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ، تو کہا گیا یارسول اللہ انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ انہیں بخوبی جانتا ہے۔ پانچویں حدیث۔ حافظ ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالخالق بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کمروں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کروں تو مان لوگے؟ وہ کہیں گے ہاں ہاں بیشک بلا چون و چرا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے۔

تو واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہمیں اس سے تو بچالے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تو اقرار کر چکے ہو کہ میری فرمانبرداری کروگے پھر یہ نافرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب اسے مان لیں گے اور کر گزریں گے چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لئے جائیں گے، پھر یہی حکم ہوگا یہ جائیں گے اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کاربند نہیں ہوا جاتا۔ اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ ہی یہ بحکم الٰہی اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی۔ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں ایوب سے صرف عباد ہی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے ثقہ بتلایا ہے۔ یحییٰ بن معین اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابوداؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابوحاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں ان میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی حدیثیں لکھائی جاتی ہیں اور

چھٹی حدیث۔ امام محمد بن یحییٰ ذہلی رحمۃ اللہ علیہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالی زمانے

والے اور مجنون اور بچے اللہ کے سامنے آئیں گے ایک کہے گا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں، مجنوں کہے گا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا۔ بچہ کہے گا میں نے سمجھ بوجھ کا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسے ہٹا دو تو جو لوگ آئندہ نیکی کرنے والے تھے وہ تو اطاعت گزار ہو جائیں گے اور جو اس عذر۔ کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مانتے؟

ساتویں حدیث۔ انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی احادیث کی طرح اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے پھر دوبارہ یہی ہوگا اللہ عزوجل فرمائے گا۔ تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی خبر تھی میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا اسی علم کے مطابق تم ہو۔ اے جہنم انہیں دبوچ لے چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی۔

آٹھویں حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ بخاری و مسلم میں آپ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں"۔ جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا اللہ کو ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے۔

صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحد یکسو مخلص بنایا ہے۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

نویں حدیث حافظ ابوبکر برقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے لوگوں نے با آواز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکوں کے بچے بھی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے۔

دسویں حدیث مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون کون جائیں گے۔ آپ نے فرمایا نبی اور شہید بچے اور زندہ درگور کئے ہوئے بچے۔ علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں، خاموش ہیں ان کی بھی گزر چکی۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اپنے اس خواب میں ایک شیخ کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا، جن کے پاس بہت سے بچے تھے۔ سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں کی اور مشرکوں کی اولاد ہیں، لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی اولاد بھی؟ آپ نے فرمایا ہاں مشرکین کی

اولاد بھی۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا۔ اطاعت گزار جنت میں جائیں گے، اللہ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بوجہ اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہو گی اور اللہ تعالیٰ اپنے پہلا علم آشکارا کر دے گا۔ اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہو گا۔ اس مذہب سے تمام احادیث اور مختلف دلیلوں میں جمع ہو جاتی ہے اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی کئی ایک ہیں۔

شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مذہب اہل سنت و جماعت کا نقل فرمایا ہے۔ اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے۔ اور بھی بہت سے محققین علماء اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابوعمر بن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ عزی نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے اس بارے کی حدیثیں قوی نہیں ہیں اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہل علم کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دار جزا ہے، دار عمل نہیں ہے اور نہ دار امتحان ہے۔ اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے، اس بارے جو حدیثیں ہیں، ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں۔ جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے۔ بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن احادیث کے قوی ہو جاتی ہیں۔ اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزا ہے۔ یہ بیشک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہو گئی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ میں داخلے سے پہلے کوئی حکم احکام نہ دئے جائیں گے۔

شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مذہب اہل سنت و جماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے۔ مزید بارں آیت قرآن آیت (يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ،القلم:42) اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مومن کی تمیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کا حکم ہو گا۔ صحاح کی احادیث میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق الٹے منہ پیٹھ کے بل گر پڑیں گے۔

بخاری و مسلم میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے وعید کرے گا سوا اس سوال کے اور کوئی سوال نہ کرے گا اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم تو بڑا ہی عہد شکن ہے اچھا جا، جنت میں چلا جا۔ پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہو گیا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا۔ خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہو گا جو جہنم کی پیٹھ پر ہو گا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہو گا۔ مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں

گے۔بعض مثل بجلی کے، بعض مثل ہوا کے، بعض مثل گھوڑوں کے بعض مثل اونٹوں کے، بعض مثل بھاگنے والوں کے، بعض مثل پیدل جانے والوں کے، بعض گھٹنوں کے بل سرک سرک کر، بعض کٹ کٹ کر، جہنم میں پڑیں گے۔پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری ہے۔اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا۔شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے پئیں وہ ان کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کی چیز ہے۔پس یہ اس واقعہ کی صاف نظیر ہے۔اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں اللہ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ابر نے آ کر انہیں ڈھانپ لیا اب جو تلوار چلی تو صبح ہی صبح ابر پھٹنے سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے۔بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہیے تھے کہ اللہ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے۔مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں، ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپ نے فرمایا بچے جنت میں ہیں۔ہاں امتحان ہونے کی جو حدیثیں گزریں وہ ان میں سے خصوص ہیں۔پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطیع اور فرمانبردار ہیں ان کی روحیں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی روحیں بھی۔اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں، ان کا امر اللہ کے سپرد ہے، وہ قیامت کے دن جہنمی ہوں گے۔جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۝ |
| اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم وہاں کے امراء اور خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو وہ اس میں |
| نافرمانی کرتے ہیں پس اس پر ہمارا فرمان واجب ہو جاتا ہے پھر ہم اس بستی کو بالکل ہی مسمار کر دیتے ہیں۔ |

## احکام الٰہی کی اطلاع کے بعد عذاب آنے کا بیان

وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا "مُتْرَفِيهَا" مُنَعَّمِيهَا بِمَعْنَى رُؤَسَائِهَا بِالطَّاعَةِ عَلَى لِسَانِ رُسُلِنَا "فَفَسَقُوا فِيهَا" فَخَرَجُوا عَنْ اَمْرِنَا "فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْل" بِالْعَذَابِ "فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا" اَهْلَكْنَاهَا بِاِهْلَاكِ اَهْلِهَا وَتَخْرِيبِهَا،

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم وہاں کے امراء اور خوشحال لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں یعنی وہاں سردار لوگوں کو اپنے رسولان گرامی کی زبانی حکم دیتے ہیں۔پس وہ ہمارے حکم سے نکل جائیں تو ہمارا عذاب ان پر لازم ہو جاتا ہے۔

تو وہ اس بستی میں نافرمانی کرتے ہیں پس اس پر ہمارا فرمان عذاب واجب ہو جاتا ہے پھر ہم اس بستی کو بالکل ہی مسمار کر دیتے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**امرنا**۔ امر سے۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے حکم دیا۔ امرنا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ امرنا بمعنی امرنا ہے یعنی ہم امیر بنا دیتے ہیں یعنی حاکم کر دیتے ہیں اہل ثروت کو۔ اور وہ دولت واقتدار کے نشے میں فسق وفجور کا ارتکاب کرتے ہیں۔

بعض کے نزدیک امرنا بمعنی اکثرنا ہے یعنی ہم اہل ثروت کی تعداد کثیر کر دیتے ہیں اور وہ دولت کے نشے میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔ بعض کے نزدیک امرنا مترفیھا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے **بالطاعۃ علی لسان الرسول** یعنی ہم وہاں کے اہل ثروت اشخاص کو ان کے رسول کے ذریعہ اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرانی کرتے ہیں۔

**مترفیھا**۔ اسم مفعول جمع مذکر حالت نصب۔ مضاف ھا مضاف الیہ ضمیر بستی کی طرف راجع ہے۔ اصل میں مترفین تھا اضافت کی وجہ سے نونِ اعرابی گر گیا۔ بستی کے دولت مند۔ اہل ثروت صاحب اقتدار لوگ۔

**مترفی**۔ صاحبِ دولت۔ اسم فاعل۔ اتراف (افعال) سے جس کے معنی عیش وآرام دینا۔ فراغت کی زندگی دینا ہے۔ اترف زید زید کو خوش حالی دی گئی **فھو مترف**۔ پس وہ آسودہ حالی اور کثرت دولت سے بدمست ہے **اترفتہ النعمۃ** عیش نے اس کو بے راہ کر دیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے **واترفنھم فی الحیوۃ الدنیا**، اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

**فحق علیھا القول**۔ **ای فوجب علیھا الوعید** پس عذاب کا فرمان ان پر واجب ہو جاتا ہے۔ **القول**۔ **ای کلمۃ العذاب**۔ **فدمرنھا تدمیرا**۔ ف عطف سببی کے لئے ہے دمرنا فعل بافاعل ھا مفعول تدمیرا۔ مصدر برائے تاکید لایا گیا ہے۔ پس ہم اس کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔ دمر یدمر تدمیر (تفعیل) ہلاک کرنا۔ اکھاڑ مارنا۔ تباہی لا ڈالنا۔ اور جگہ ارشاد ہے **دمر اللہ علیھم**) اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی۔

## اجتماعی بداعمالیوں کے سبب عذاب آنے کا بیان

جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے، آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم ومکدر بنا دیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو اعلانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ○

اور ہم نے نوح کے بعد کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔

## کثیر قوموں کی عذاب الٰہی کے سبب ہلاکت کا بیان

"وَكَمْ" أَيْ كَثِيرًا "أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُون" الْأُمَم " خَبِيرًا بَصِيرًا" عَالِمًا بِبَوَاطِنِهَا وَظَوَاهِرهَا وَبِهِ يَتَعَلَّق بِذُنُوبِ،

اور ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد کتنے ہی زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے یعنی کثیر قوموں کو ہلاک کیا۔اور تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے والا، سب کچھ دیکھنے والا کافی ہے۔ جو ان کے باطن وظاہر کو جاننے والا ہے۔ اور اسی سے ان کے گناہ متعلق ہیں۔ یعنی ان کے گناہ ظاہری ہیں یا پوشیدہ ہیں جو اللہ کے علم میں ہیں۔ بعض علماء نے یہاں سہو ذکر کیا ہے۔

## انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

اے قریشیو! ہوش سنبھالو میرے اس رسول مکرم ﷺ کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ تم اپنے سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کے حضرت آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو! کچھ ان سے زیادہ ساز وسامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو۔ اس کے باوجود کہ تم اشرف الرسل خاتم الانبیاء کو جھٹلا رہے ہو پس تم عذاب اور سزا کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں خیر وشر سب پر ظاہر ہے، کھلا چھپا سب وہ جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○

جو کوئی صرف دنیا کی خوشحالی چاہتا ہے تو ہم اسی دنیا میں جسے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں جلدی دے دیتے ہیں پھر ہم نے اس کے لئے دوزخ بنا دی ہے جس میں وہ ملامت سنتا ہوا دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

## دنیا میں صلہ مانگنے والے کا بیان

"مَنْ كَانَ يُرِيد " بِعَمَلِهِ "الْعَاجِلَة" أَيْ الدُّنْيَا "عَجَّلْنَا لَهُ " التَّعْجِيل لَهُ بَدَل مِنْ لَهُ بِإِعَادَةِ الْجَارّ "ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ" فِي الْآخِرَة "جَهَنَّم يَصْلَاهَا" يَدْخُلهَا "مَذْمُومًا" مَلُومًا "مَدْحُورًا" مَطْرُودًا عَنْ الرَّحْمَة

جو کوئی صرف دنیا کی خوشحالی کی صورت میں اپنی محنت کا جلدی بدلہ دنیا میں چاہتا ہے، یہاں پر من لہ یہ اعادہ جار سے بدل ہے

تو ہم اسی دنیا میں جسے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں جلدی دے دیتے ہیں پھر ہم نے آخرت میں اس کے لئے دوزخ بنادی ہے جس میں وہ ملامت سنتا ہوا، رب کی رحمت سے دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔

یہ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر خواہش پوری کی جائے اور اسے دیا ہی جائے اور جو وہ مانگے وہی دیا جائے ایسا نہیں ہے بلکہ ان میں سے جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں دیتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محروم کر دیتے ہیں، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ بہت چاہتا ہے اور تھوڑا دیتے ہیں، کبھی ایسا کہ عیش چاہتا ہے تکلیف دیتے ہیں، ان حالتوں میں کافر دنیا و آخرت دونوں کے ٹوٹے میں رہا اور اگر دنیا میں اس کو اس کی پوری مراد دے دی گئی تو آخرت کی بدنصیبی و شقاوت جب بھی ہے بخلاف مومن کے جو آخرت کا طلب گار ہے اگر وہ دنیا میں فقر سے بھی بسر کر گیا تو آخرت کی دائمی نعمت اس کے لئے ہے اور اگر دنیا میں بھی فضلِ الٰہی سے اس کو عیش ملا تو دونوں جہان میں کامیاب، غرض مومن ہر حال میں کامیاب ہے اور کافر اگر دنیا میں آرام پا بھی لے تو بھی کیا؟ کیونکہ انجام کار میں وہ ناکام و نامراد ہے۔

| |
|---|
| وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۝ |
| اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں |
| جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ |

## آخرت کا ارادہ کرنے والے کیلئے ثواب ہونے کا بیان

"وَمَنْ أَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا" عَمِلَ عَمَلَهَا اللَّائِقِ بِهَا "وَهُوَ مُؤْمِن" حَال "مَشْكُوْرًا" عِنْد اللّٰه أَيْ مَقْبُولًا مُثَابًا عَلَيْهِ،

اور جس نے آخرت کا ارادہ کیا اور اس کے لیے کوشش کی، جو اس کے لائق کوشش ہے، جبکہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش ہمیشہ سے قدر کی ہوئی ہے۔ یعنی اللہ کے نزدیک مقبول اعمال ہیں جن پر ثواب ہوگا۔

## آخرت کی نیت کیلئے دنیا کی لذات کو ترک کرنے والوں کا بیان

حضرت زید بن اسلم تابعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پینے کے لئے پانی مانگا تو ان کی خدمت میں جو پانی پیش کیا گیا اس میں شہد ملا ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پانی کو دیکھ کر اور یہ جان کر کہ اس میں شہد ملا ہوا ہے) فرمایا یقیناً یہ پانی پاک و حلال اور نہایت خوشگوار ہے لیکن میں اس کو نہیں پیوں گا، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں (قرآن سے سنتا اور جانتا ہوں کہ اس نے ایک قوم کو خواہشات نفس کی اتباع کا ملزم گردانا اور بطور سرزنش و تنبیہ فرمایا۔ کہ تم نے اس دنیاوی زندگی میں اپنی لذتوں اور نعمتوں کو پالیا اور ان سے پورا پورا فائدہ حاصل کر لیا (اب آخرت میں تمہارے لئے کیا رہ گیا ہے" لہذا میں ڈرتا ہے کہ کہیں ہماری نیکیاں بھی ایسی نہ ہوں جن کا اجر و ثواب (دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کی صورت میں) جلد ہی اتنی دنیا

## دور نبوی ﷺ میں یہود کی فتنہ انگیزی اور اس کی سزا کا بیان

دو بار کی انتہائی سرکشی اور اس کی سزا کا ذکر کرنے کے بعد دور نبوی ﷺ کے یہود کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ اگر تم نے اس نبی آخر الزمان ﷺ سے وہی سرکشی اور بغاوت جاری رکھی جو تم سابقہ انبیاء کے وقت کرتے رہے تو پھر تمہیں ایسی ہی سزا ملے گی جیسے پہلے مل چکی ہے لیکن اس تنبیہ کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور یہود مدینہ نبی آخر الزمان ﷺ پر ایمان لانے کی بجائے آپ سے بدعہدیاں، شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں ہی کرتے رہے جس کے نتیجہ میں انہیں یہ سزا ملی کہ کچھ قتل کیے گئے، کچھ غلام بنائے گئے اور کچھ جلاوطن کیے گئے۔ حتیٰ کہ دور فاروقی میں سب یہود وہاں سے نکال کو خطہ عرب کو ان سے خالی کرالیا گیا۔

| |
|---|
| اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ |
| يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ |
| بلاشبہ یہ قرآن اس کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، |
| بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ |

## ایمان و نیک اعمال والوں کی ثواب کی بشارت کا بیان

"لِلَّتِي" أَىْ لِلطَّرِيقَةِ الَّتِي "هِيَ أَقْوَم" أَعْدَل وَأَصْوَب وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا،

بلاشبہ یہ قرآن اس راستے کی ہدایت دیتا ہے جو سب سے سیدھا یعنی عدل و درستگی والا ہے اور ان ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، بشارت دیتا ہے کہ بے شک ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

## قرآن سیدھی راہ دکھلاتا ہے

حارث اعور کہتے ہیں کہ میں مسجد میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا دیکھئے یہ لوگ کیسی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ سیّدنا علی رضی اللہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا: "سن لو! عنقریب ایک فتنہ بپا ہوگا" میں نے پوچھا۔ "یارسول اللہ ﷺ اس فتنہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟" آپ نے فرمایا: "اس سے بچاؤ کی صورت اللہ کی کتاب ہے جس میں تم سے پہلے لوگوں کے بھی حالات ہیں اور بعد والوں کے بھی اور تمہارے باہمی معاملات کے متعلق حکم بھی ہے۔ وہ دوٹوک بات کہتا ہے ہنسی مذاق کی بات نہیں کہتا۔ جس نے اسے حقیر سمجھ کر چھوڑ دیا اللہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اور جس نے قرآن کے علاوہ دوسری چیزوں سے راہ ڈھونڈھی اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔

وہ اللہ کی مضبوط رسی ہے اور حکمتوں سے لبریز نصیحت ہے وہی صراط مستقیم ہے جس سے خواہشات کجرو نہیں ہوتیں اور لوگوں کی زبانیں اسے مشکوک نہیں بناتیں۔ اس سے عالم لوگ سیر نہیں ہوتے، اسے بار بار پڑھنے سے جی نہیں اکتاتا نہ وہ پرانا معلوم ہوتا

میں ہمیں دے دیا جائے اور پھر آخرت میں محرومی کا منہ دیکھنا پڑے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہد ملا ہوا وہ پانی نہیں پیا۔
(رزین، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1190)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ شہد ملا ہوا یہ پانی نہایت لذت آمیز اور بہت بڑی دنیاوی نعمت ہے جو نفس کو بھی نہایت مطلوب ہے، اگر میں اس پانی کو پیتا ہوں تو گویا بہت بڑی نعمت سے فائدہ اٹھاتا ہوں اور لذت کام ودہن سے نفس کو خوش کرتا ہوں تو اس صورت میں مجھے خوف ہے کہیں یہ لذت ونعمت ہمارے اعمال صالحہ کا وہ اجر وثواب نہ قرار پائے جو ہمیں بس دنیا ہی میں چکا دیا جائے اور آخرت کے لئے کچھ نہ رہ جائے جیسا کہ کافروں کے بارے میں ہے کہ ان کے نیک عمل کا بدلہ، دنیاوی نعمتوں اور لذتوں کی صورت میں ان کو اس دنیا میں مل جاتا ہے اور آخرت میں ان کو کچھ نصیب نہیں ہوگا۔ واضح رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد نقل فرمایا ہے یعنی آیت (اذھبتم طیباتکم فی حیاتکم الدنیا و استمتعتم بھا) ۔ یہ ایک آیت کا ٹکڑا ہے اس طرح ایک آیت یہ بھی ہے (مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ الاسراء:18) یعنی جو شخص دنیا کے نفع کی نیت رکھے گا ہم ایسے شخص کو دنیا میں جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے جلدی اسی دنیا میں دے دیں گے۔ یہ دونوں آیتیں اگرچہ کفار کے حق میں ہیں لیکن اصل اعتبار تو الفاظ کی عمومیت کا ہے جس سے ہر شخص سبق حاصل کرسکتا ہے نہ کہ خصوص سبب کا اعتبار ہونا چاہئے۔

| |
|---|
| كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ |
| ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں، ان کی اور ان کی بھی، تیرے رب کی بخشش سے اور تیرے رب کی بخشش کبھی بند کی ہوئی نہیں۔ |

## دنیا میں سب اللہ کی عطاء ہونے کا بیان

"كُلًّا" مِنَ الْفَرِيقَيْنِ "نُمِدّ" نُعْطِي "هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ" بَدَل "مِنْ" مُتَعَلِّق بِنُمِدّ "عَطَاء رَبّك" فِي الدُّنْيَا "وَمَا كَانَ عَطَاء رَبّك" فِيهَا "مَحْظُورًا" مَمْنُوعًا عَنْ أَحَد

ہم ہر ایک کی مدد کرتے ہیں ان (طالبان دنیا) کی بھی اور ان (طالبان آخرت) کی بھی، یہاں پر "هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ" یہ کلا سے بدل ہے اور لفظ من، یہ نمد سے متعلق ہے۔ یہ دنیا میں سب آپ کے رب کی عطا سے ہے، اور آپ کے رب کی عطا کسی ایک کے لئے ممنوع بھی اور بند نہیں ہے۔

## دنیا وآخرت کے اعتبار سے لوگوں کی دو اقسام کا بیان

ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے دوسرے وہ جو طالب آخرت ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھاتے رہتے ہیں جس میں بھی وہ ہیں، یہ تیرے رب کی عطا ہے، وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا۔ مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے۔ اس کے احکام کوئی رد نہیں کرسکتا، اس کے روکے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا اس کے ارادوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں، نہ کسی کے روکے رکیں، نہ کسی کے ہٹائے ہٹیں وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ

گھٹتی ہیں۔ دیکھ لو کہ دنیا میں ہم نے انسانوں کے کیسے مختلف درجے رکھے ہیں ان میں امیر بھی ہیں، فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں، اچھے بھی ہیں، برے بھی ہیں اور درمیانہ درجے کے بھی۔ کوئی بچپن میں مرتا ہے، کوئی بوڑھا بڑا ہو کر، کوئی اس کے درمیان۔ آخرت درجوں کے اعتبار سے دنیا سے بھی بڑھی ہوئی ہے کچھ تو طوق وزنجیر پہنے ہوئے جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے، کچھ جنت کے درجوں میں ہوں گے، بلند و بالا بالا خانوں میں نعمت وراحت سرور وخوشی میں، پھر خود جنتیوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین وآسمان کا سا تفاوت ہوگا۔ جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو۔ پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے، طبرانی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ چڑھنا چاہے گا اور اپنی خواہش میں کامیاب ہو جائے گا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝ |
| دیکھو ہم نے ان میں ایک کو ایک پر کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔ |

## آخرت کے اعلیٰ درجات کا بیان

"اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْض " فِي الرِّزْق وَالْجَاه "وَلَلْآخِرَة أَكْبَر " أَعْظَم "دَرَجَات وَأَكْبَر تَفْضِيلًا" مِنْ الدُّنْيَا فَيَنْبَغِي الِاعْتِنَاء بِهَا دُونهَا

دیکھو ہم نے ان میں بعض کو بعض پر رزق وعزت میں کیسی بڑائی دی اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے۔ یعنی دنیا سے بڑی فضیلت والی ہے پس مناسب یہی ہے دنیا کو چھوڑ اسی کو اختیار کیا جائے۔

دنیاوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوتِ اعمال واحوال کے لحاظ سے کس قدر فرقِ مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجاتِ جنت اور درجاتِ جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے درجوں کے درمیان زمین وآسمان کا تفاوت ہوگا، نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر افق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جنت کے یہ درجات انہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لیے اس کے لائق دوڑ دھوپ کریں۔

| |
|---|
| لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ |
| اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، ورنہ مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔ |

## اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بنانے کی ممانعت کا بیان

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا "مَخْذُولًا" لَا نَاصِر لَك

اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بنا، ورنہ مذمت کیا ہوا، بے یار و مددگار ہو کر بیٹھا رہے گا۔ یعنی تیرا کوئی مددگار نہ ہوگا۔
یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے۔ آپ کی تمام امت کو حق تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد ہٹ جائے گی۔ جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیئے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد لاشریک ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو فاقے میں مبتلا کیا گیا اور اس نے اپنی حالت لوگوں سے بیان کرنی شروع کر دی اور چاہا کہ لوگ اس کی حاجت پوری کر دیں تو ایسے شخص کا فاقہ دور نہیں کیا جائے گا لیکن اس نے اپنی آزمائش پر صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر اسے رزق عطا فرمائے گا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 212)

| |
|---|
| وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ |
| اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ؀ |
| اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، |
| اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا |
| بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔ |

## والدین سے حسن سلوک کرنے کا بیان

"وَقَضٰى" أَمَرَ "أَ" نْ أَيْ بِأَنْ "لَا تَعْبُدُوا اِلَّا اِيَّاهُ" "أَنْ تُحْسِنُوا "وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا" بِأَنْ تَبَرُّوهُمَا "يَبْلُغَنَّ" فَاعِل وَفِي قِرَاءَة يَبْلُغَانِّ فَأَحَدهمَا بَدَل مِنْ أَلِفه "أُفّ" بِفَتْحِ الْفَاء وَكَسْرهَا مُنَوَّنًا وَغَيْر مُنَوَّن مَصْدَر بِمَعْنَى تَبًّا وَقُبْحًا "وَلَا تَنْهَرْهُمَا" تَزْجُرهُمَا "وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا" جَمِيلًا لَيِّنًا
اور آپ کے رب نے حکم فرما دیا ہے کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، یعنی ان دونوں کے ساتھ نیکی کرو۔ احدهما یبلغن کا فاعل ہے اور ایک قرأت میں یبلغان ہے، اس طرح احدهما یبلغان کے الف سے بدل ہے۔ لفظ اف یہ فاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یا نون کے ساتھ یا غیر نون کے ساتھ مصدر بھی آیا ہے۔ جس کا معنی تیرا ستیاناس ہو، اگر تمہارے سامنے دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف بھی نہ کہنا اور انہیں جھڑکنا بھی نہیں اور ان دونوں کے ساتھ بڑے ادب سے بات کیا کرو۔

## حسن سلوک میں والدہ کے مقام کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میری اچھی رفاقت یعنی میری طرف سے

حسن سلوک واحسان اور خدمت گزاری کا سب سے زیادہ مستحق کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون ؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تیری ماں اس نے عرض کیا پھر کون؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپنے اس شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہاری ماں پھر تمہارا باپ پھر تمہارا وہ عزیز جو نزدیک کی قرابت رکھتا ہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 842)

## والدین کی خدمت کرنے میں فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں گیا تو میں نے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز سنی میں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ حارثہ بن نعمان ہیں (صحابہ نے یہ بات سنی تو گویا ان کے دل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ حارثہ نے اپنے کس عمل کے سبب یہ فضیلت حاصل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت میں ان کے قرآن پڑھنے کی آواز سنی چنانچہ آپ نے حارثہ کی اس فضیلت کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا کہ یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی کرنے پر حاصل ہوتی ہے یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی پر حاصل ہوتی ہے اور حارثہ ابن نعمان اپنی ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے اس روایت کو بغوی نے شرح السنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے اور بیہقی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے (میں جنت میں گیا یہ فرمانے کے بجائے) فرمایا کہ میں گیا تھا اس حالت میں کہ میں کیا دیکھتا ہو کہ میں جنت میں ہوں۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 857)

## والدین کی نافرمانی پر وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاک آلودہ ہوناک اس شخص کی، خاک آلودہ ہو ناک اس شخص کی، یعنی آپ نے تین مرتبہ گویا یہ دعائے ضرر فرمائی کہ وہ شخص ذلیل خوار ہو پوچھا گیا یارسول اللہ ﷺ وہ کون شخص ہے جس کے حق میں دعائے ضرر فرمائی جارہی ہے آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنے والدین میں سے کسی ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر جنت میں داخل نہ ہو یعنی جس شخص کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں ہو اور وہ شخص ان کی خدمت کر کے ان کو راضی نہ کرے تو وہ انتہائی بدقسمت ہے کیونکہ خصوصیت سے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کرنا بڑے اجر کی بات ہے اور جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 843)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین طرح کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کو حرام کر دیا ہے (یعنی نجات یافتہ بندوں کے ساتھ ابتداءً جنت میں داخل ہونا ان تینوں پر حرام قرار دیا ہے) ایک تو وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیئے، دوسرا وہ شخص جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور تیسرا وہ دیوث کہ جو اپنے اہل وعیال میں ناپاکی پیدا کرے۔ (مسند احمد، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 800)

| |
|---|
| وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○ |
| اوران دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھواورعرض کرتے رہو: اے میرے رب! |
| ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے پالا تھا۔ |

## والدین کیلئے رحمت کی دعا مانگنے کا بیان

"وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ" أَلِنْ لَهُمَا جَانِبك الذَّلِيل "مِنَ الرَّحْمَة" أَيْ لِرِقَّتِك عَلَيْهِمَا "كَمَا" كَمَا رَحِمَانِي حِين "رَبَّيَانِي صَغِيرًا"

اوران دونوں کے لئے نرم دلی سے عجز وانکساری کے بازو جھکائے رکھواوراللہ کے حضورعرض کرتے رہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں مجھے رحمت وشفقت سے پالا تھا۔

## والدین کی خدمت کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جہاد میں جانے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم انہیں کے درمیان رہ کر جہاد کرو یعنی پوری محنت وتندہی کے ساتھ ان کی خدمت کو کہ تمہارے حق میں یہی جہاد ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 936)

اور مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا کہ تو پھر اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اوران کی صحبت کو بہتر بناؤ یعنی ان کی خدمت اوران کے حقوق کی ادائیگی اچھی طرح کرو۔ تشریح: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نفل جہاد سے ہے کہ جس شخص کے والدین زندہ ہوں اور مسلمان ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نفل جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے ہاں اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں اس کو والدین کی اجازت کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہ مانا جائے اور جہاد میں شریک ہو کر اپنا فرض ادا کیا جائے نیز اگر والدین کو اللہ نے اسلام کی ہدایت نہ بخشی ہو اور وہ کافر ہوں تو جہاد میں شریک ہونے کے لئے ان کی اجازت کی کسی حال میں بھی حاجت نہیں ہے خواہ جہاد فرض ہو یا نفل اسی طرح علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسلمان ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو ناگوار خاطر ہو تو ان کی اجازت کے بغیر بھی نفل عبادت جیسے حج وعمرہ کے لئے نہ جائے اور نہ نفل روزہ رکھے۔

| |
|---|
| رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○ |
| تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ |

## والدین کیلئے دلوں میں خیر خواہی کا جذبہ رکھنے کا بیان

"رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ" مِنْ اِضْمَارِ الْبِرِّ وَالْعُقُوقِ "إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ" طَائِعِينَ لِلّٰهِ "فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ" الرَّجَّاعِينَ إِلَى طَاعَتِهِ "غَفُورًا" لِمَا صَدَرَ مِنْهُمْ فِي حَقِّ الْوَالِدَيْنِ مِنْ بَادِرَةٍ وَهُمْ لَا يُضْمِرُونَ عُقُوقًا

تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے یعنی جو بھی نیکی وبھلائی تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ یعنی جو اس کی اطاعت کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔ کیونکہ جو والدین کے حقوق سے متعلق ان لغزش سرزد ہوئی ہو جبکہ وہ ان دلوں میں نہ ہو تو وہ معاف کرنے والا ہے۔

## والدین سے متعلق بعض لغزشوں کی معافی کا بیان

اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے ہیں چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے، اس لیے اللہ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرمانبردار نمازی ہو اس کی خطائیں اللہ کے ہاں معاف ہیں۔ کہتے ہیں کہ اوابین وہ لوگ ہیں جو مغرب عشا کی درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جو صبح کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں۔ جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں۔ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔

عبید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں۔ دعا (اللّٰھم اغفرلی ما اصبت فی مجلسی ھذا) امام ابن جریر طبری فرماتے ہیں اولیٰ قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں۔ معصیت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں۔ اللہ کی ناپسندیدگی کے کاموں کو ترک کر کے اس کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں۔ یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ لفظ اواب مشتق ہے اوب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اب فلان اور جیسے قرآن میں ہے آیت (إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ، الغاشیۃ :25) ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے دعا (ائبون تائبون عابدون لربنا حامدون) لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ الاسراء، بیروت)

## والدین کیلئے ایصال ثواب کرتے رہنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی ایسے بندے کے ماں باپ مر جاتے ہیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک مرتا ہے جو ان کی نافرمانی کیا کرتا تھا اور پھر ان کی موت کے بعد وہ ان کے لئے برابر دعا و استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 873)

والدین کے مرنے کے بعد اولاد کا ان کے حق میں برابر دعا و استغفار کا ایصال ثواب کرتے رہنا اس درجہ سود مند ہے کہ اگر والدین اس اولاد سے ناراضگی و ناخوشی کی حالت میں بھی اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اللہ تعالیٰ ان کی ناراضگی و ناخوشی کو ختم کردے اور اس اولاد کا نام ان لوگوں میں شمار کرے گا جو اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرتے ہیں اور ان کی رضا و خوشنودی کے جویا رہتے ہیں۔

| وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا۝ |
|---|
| اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی اور فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔ |

## فضول خرچی کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَآتِ" أَعْطِ "ذَا الْقُرْبٰى" الْقَرَابَة "حَقَّه" مِنَ الْبِرّ وَالصِّلَة "وَلَا تُبَذِّر تَبْذِيرًا" بِالْإِنْفَاقِ فِي غَيْر طَاعَة اللّٰه

اور قرابت داروں کو ان کا حق قرابت یعنی نیکی اور صلہ رحمی ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی دو اور اپنا مال فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔ یعنی اللہ کی اطاعت کے سوا خرچ کرتے ہوئے فضول خرچی نہ کرو۔

## سورہ الاسراء آیت ۲۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انہیں فدک عطا فرمایا۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ بات مشکل ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت مدنی ہے جبکہ مشہور اس کے خلاف (یعنی آیت کا مکی ہونا) ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے قریب قریب ایک روایت نقل کی ہے۔ (ابن کثیر 3۔36، قرطبی 10۔247)

## قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا یعنی اللہ نے تمام مخلوقات کو ان کی پیدائش سے پہلے ان صورتوں کے ساتھ اپنے علم ازلی میں مقدر کردیا جن وہ پیدا ہوں گے جب اس سے فارغ ہوا تو رحم یعنی رشتہ ناتا کھڑا ہوا اور پروردگار کی کمر تھام لی، پروردگار نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ رحم نے عرض کیا کہ یہ کاٹے جانے کے خوف سے تیری پناہ کے طلبگار کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے یعنی میں تیرے روبرو کھڑا ہوں اور تیرے دامن عزت وعظمت کی طرف دست سوال دراز ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے۔

اور میرے دامن عزت وعظمت کی طرف دست سوال دراز کئے ہوئے ہوں تجھ سے اس امر کی پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی شخص مجھ کو کاٹ دے اور میرے دامن کو جوڑنے کے بجائے اس کو تار تار کردے۔ پروردگار نے فرمایا کہ تو اس پر راضی نہیں ہے کہ جو شخص رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا ذریعہ) تجھ کو قائم رکھے اور اس کو میں بھی اپنے احسان وانعام اور اجر و بخشش کے ذریعہ

قائم برقرار رکھوں گا اور جو شخص رشتہ داری کے تعلق کو پامالی کا ذریعہ تجھ کو منقطع کردے میں بھی اپنے احسان وانعام کا تعلق اس سے منقطع کرلوں؟ رحم نے عرض کیا کہ پروردگار بے شک میں اس پر راضی ہوں پروردگار نے فرمایا اچھا تو یہ وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 850)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر الٰہی کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو دراز کرنے والی چیز نہیں کوئی علاوہ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک اور یاد رکھو انسان کو جس سبب سے روزی سے محروم کیا جاتا ہے وہ صرف گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 856)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ میرے کچھ قرابت دار ایسے ہیں تو ان کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہوں لیکن وہ میرے ساتھ نیک سلوک نہیں کرتے، ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ان کے ساتھ حلم وبردباری اور درگزر کا رویہ اختیار کرتا ہوں اور وہ مجھ سے جہالت کے ساتھ پیش آتے ہیں یعنی مجھے برا بھلا کہتے ہیں اور مجھ پر غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہیں اس کی یہ باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو جیسا کہ تم نے بیان کیا تو گویا تم ان کو گرم راکھ پھکاتے ہو اور تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے ہمیشہ مدد ونصرت ہے جو ان کی ایذاء اور ان کے شر سے تمہاری محافظ ہے جب تک تم اسی صفت پر قائم ہو۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 855)

راکھ پھکاتے" سے مراد یہ ہے کہ تمہارے وہ قرابت دار چونکہ تمہارے نیک سلوک کے قدر دان نہیں ہیں اور تمہاری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے اس لئے تم ان کو جو کچھ دیتے ہو وہ ان کے حق میں حرام مال کا حکم رکھتا ہے اور تمہاری دی ہوئی چیزیں ان کے پیٹ میں آگ کی طرح ہیں گویا آپ نے ان قرابت داروں کے اس گناہ کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو ان چیزوں کو کھانے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے یہ مراد بیان کی ہے کہ تم ان کے برتاؤ کے علی الرغم، ان کے ساتھ احسان وسلوک کر کے ان کو خود ان کے نفس کے سامنے ذلیل ورسوا کرتے ہو جیسا کہ کوئی شخص اگر گرم راکھ منہ میں ڈالے اور اس کو پیٹ میں اتارے تو اس کا نفس اس کو لعنت وملامت کرتا ہے بعض شارحین نے یہ بیان کیا ہے کہ ان کے ساتھ تمہارا احسان گویا ان کے حق میں گرم راکھ ہے جو ان کو جلاتا ہے اور ہلاک کرتا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ تمہارا احسان ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسا کہ گرم راکھ کسی چہرے کو جلا کر سیاہ کردے۔

| |
|---|
| اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ |
| بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ |

## فضول خرچی کرنے والوں کیلئے شیطان کے بھائی ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْن" أَیْ عَلٰی طَرِیقَتهمْ "كَفُوْرًا" شَدِید الْكُفْر لِنِعَمِهِ فَكَذٰلِكَ أَخُوهُ الْمُبَذِّر

14

بیشک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، یعنی وہ شیاطن کے طریقہ پر ہیں۔اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ یعنی وہ نعمتوں کا سخت کفر کرنے والا ہے پس اسی طرح فضول خرچ اس کا بھائی ہے۔

## مال خرچ کرنے میں تبذیر کے مفہوم کا بیان

امام تفسیر حضرت مجاہد نے فرمایا کہ اگر کوئی اپنا سارا مال حق کے لئے خرچ کردے تو وہ تبذیر نہیں اور اور اگر باطل کے لئے ایک مد (آدھ سیر) بھی خرچ کرے تو وہ تبذیر ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غیر حق میں بیموقع خرچ کرنے کا نام تبذیر ہے امام مالک نے فرمایا کہ تبذیر یہ ہے کہ انسان مال کو حاصل تو حق کے مطابق کرے مگر خلاف حق خرچ کر ڈالے اور اس کا نام اسراف بھی ہے اور یہ حرام ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ حرام و ناجائز کام میں تو ایک درہم خرچ کرنا بھی تبذیر ہے اور جائز و مباح خواہشات میں حد سے زیادہ خرچ کرنا جس سے آئندہ محتاج فقیر ہو جانے کا خطرہ ہو جائے یہ بھی تبذیر میں داخل ہے ہاں اگر کوئی شخص اصل راس المال کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے منافع کو اپنی جائز خواہشات میں وسعت کے ساتھ خرچ کرتا ہے تو وہ تبذیر میں داخل نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگلے زمانہ میں مال کو برا سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس زمانہ کے لوگوں میں زہد وقناعت بہت زیادہ تھی، علاوہ ازیں اس وقت کے بادشاہوں اور حاکموں کی طرف سے اپنی رعایا کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کا خاص انتظام ہوتا تھا اور لوگ بلا کسی سعی و کوشش کے اور بغیر کسی الجھن و پریشانی کے گھر بیٹھے قوت لایموت حاصل کر لیتے تھے، نیز اس سلسلے میں ان بادشاہوں اور حاکموں کے کسی تعامل ورویہ سے اپنے تئیں کوئی ذلت وخواری بھی محسوس نہیں کرتے تھے اس لئے روپیہ پیسہ کمانے اور مال و دولت حاصل کرنے کو برا سمجھا جاتا تھا، لیکن جہاں تک اس زمانہ کا تعلق ہے تو اب مال و دولت مسلمانوں کی ڈھال ہے (کیونکہ آج کل کے لوگوں میں زہد وقناعت کے جذبات مضمحل ہو گئے ہیں اور ضروریات زندگی کی احتیاج کا بہت زیادہ غلبہ ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں اب سلاطین وامراء اور حکومتوں کی طرف سے لوگوں کی کفالت کا کوئی نظم بھی باقی نہیں رہا ہے نتیجہ کے طور پر اگر کوئی شخص کسب ومحنت کر کے مال حاصل نہ کرے تو اس کو اپنی ضروریات زندگی کی فراہمی کے لئے ان لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا ہے جو مالی واخلاقی ومدد اعانت سے زیادہ ذلیل وخوار کرتے ہیں پس اس صورت میں حلال مال مومن کے لئے بہت بڑی ڈھال ہے جس کے ذریعہ وہ نہ صرف حرام ومشتبہ معاملات میں پڑنے سے بچتا ہے بلکہ دنیادار امراء اور ظالموں کی مصاحبت وحاشیہ نشینی کی ذلت وخواری سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت سفیان نے یہ بھی فرمایا کہ اگر ہم لوگوں کے پاس یہ درہم و دینار اور روپیہ پیسہ نہ ہوتا تو یہ آج کل کے سلاطین وامراء ہمیں ذلیل و پامال کر ڈالتے، نیز انہوں نے فرمایا۔ کسی شخص کے پاس اگر تھوڑا بہت بھی مال ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کی اصلاح کرے یعنی اس تھوڑے سے مال کو یوں ہی ضائع نہ ہونے دے بلکہ تدبیر و ہنرمندی کے ساتھ اس کو کسی تجارت وغیرہ میں لگا کر بڑھانے کی سعی کرے یا یہ کہ اس کو بہت کفایت وقناعت کے ساتھ خرچ کرے تاکہ جلدی ختم نہ ہو جائے کیونکہ ہمارا یہ زمانہ ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی محتاج ومفلس ہوتا تو دنیا حاصل کرنے کی خاطر اپنے دین کو اپنے ہاتھ سے

گنوانے والا سب سے پہلے شخص وہی ہوگا۔ حضرت سفیان رضی اللہ عنہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ حلال مال، اسراف کا روادار نہیں ہوتا۔ (شرح السنہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1217)

حضرت سفیان رحمہ اللہ کے آخری قول کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص محنت ومشقت برداشت کر کے اور جائز وسائل وذرائع سے جو کچھ کماتا ہے وہ بڑا پاکیزہ مال ہوتا ہے، لہٰذا اس کو چاہئے کہ وہ اپنے اس حلال وپاکیزہ مال کو فضول خرچیوں میں ضائع نہ کرے بلکہ کفایت شعاری اور احتیاط کے ساتھ خرچ کرے اور تھوڑا بہت پس انداز کرنے کی کوشش بھی کرے اور اس کی حفاظت کرے تاکہ وہ کسی فوری ضرورت کے وقت کسی کا محتاج نہ رہے اور قلبی اطمینان واستغناء کی وجہ سے اپنے دین کی سلامتی حاصل رہے۔ یا اس قول کے یہ معنی ہیں کہ محنت ومشقت اور جائز وسائل وذرائع سے کمایا ہوا مال اتنا زیادہ نہیں ہوتا کہ اس کو فضول خرچیوں میں ضائع کیا جا سکے۔ بلکہ وہ بہت تھوڑا اور مختصر ہوتا ہے کہ جائز ضروریات زندگی کو بھی مشکل ہی سے پورا کر پاتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا٥ |
| اور اگر تم ان سے گریز کرنا چاہتے ہو اپنے رب کی جانب سے رحمت کے انتظار میں جس کی تم توقع رکھتے ہو تو |
| ان سے نرمی کی بات کہہ دیا کرو۔ |

## قرابت داروں کے ساتھ نرمی سے سلوک کرنے کا بیان

"وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمْ" أَيْ الْمَذْكُورِينَ مِنْ ذِي الْقُرْبَى وَمَا بَعْدهمْ فَلَمْ تُعْطِهِمْ "ابْتِغَاء رَحْمَة مِنْ رَبّك تَرْجُوهَا" أَيْ لِطَلَبِ رِزْق تَنْتَظِرهُ يَأْتِيك فَتُعْطِيهِمْ مِنْهُ "قَوْلًا مَيْسُورًا" لَيِّنًا سَهْلًا بِأَنْ تَعِدهُمْ بِالْإِعْطَاءِ عِنْد مَجِيء الرِّزْق

اور اگر تم اپنی تنگ دستی کے باعث ان مستحقین سے گریز کرنا چاہتے ہو یعنی جن قرابتداروں اور جو ان کے بعد مذکور ہوئے ہیں جن کو تم نے نہیں دیا۔ اپنے رب کی جانب سے رحمت خوش حالی کے انتظار میں جس کی تم توقع رکھتے ہو یعنی رزق کی طلب کیلئے انتظار میں ہوتا کہ انہیں بھی دو۔ تو ان سے نرمی کی بات کہہ دیا کرو۔ یعنی ان سے نہایت نرمی سے بات کہو کہ رزق آنے پر ان سے دینے کا عہد کرے۔

## سورہ الاسراء آیت ۲۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ قبیلہ مزینہ سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ سے سواریاں مانگ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے لیے سواریاں نہیں ہیں لہٰذا یہ لوگ اس حالت میں واپس لوٹے کہ غم کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی گمان کیا اس کو تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ یہ آیت

کریمہ مساکین کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کرتے تھے۔ (سیوطی 167، زاد المسیر 5-28)

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝

اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے۔

## اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

"وَلَا تَجْعَل يَدك مَغْلُولَة إِلَى عُنُقك" أَيْ لَا تُمْسِكهَا عَنْ الْإِنْفَاق كُلّ الْمَسْك "وَلَا تَبْسُطهَا" فِي الْإِنْفَاق "كُلّ الْبَسْط فَتَقْعُد مَلُومًا" رَاجِع لِلْأَوَّلِ "مَحْسُورًا" مُنْقَطِعًا لَا شَيْء عِنْدك رَاجِع لِلثَّانِي

اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو کہ کسی کو کچھ نہ دو اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو کہ سب کچھ ہی دے ڈالو کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ بن بیٹھے یہ پہلی صورت ہے اور تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے۔ یعنی ایسا نہ ہو تمہارے پاس کچھ بھی نہ بچے۔ یہ دوسری صورت ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ۲۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کے پاس ایک بچہ آ گیا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میری ماں پہننے کے لیے کچھ مانگتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت اپنے کرتے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے سے فرمایا ایک گھڑی سے دوسری گھڑی تک ایسا ظاہر ہوتا ہے یعنی گھڑی دو گھڑی تک تو ہماری یہی حالت معلوم ہوتی ہے لہٰذا تم کسی اور وقت آ ؤ بچہ اپنی ماں کے پاس واپس آیا اور اس کی ماں نے اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ کہ میری ماں آپ سے وہ کرتا پہننے کو مانگتی ہے جو آپ پہنے ہوئے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اپنا کرتا اتار کر اسے دے دیا اور خود برہنہ تن ہو کر بیٹھے رہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (تفسیر درمنثور، ج۴، ص۱۷۸، بیروت)

## مال میں بخل کی مذمت کا بیان

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں نہ تو مکار داخل ہوگا نہ بخیل نہ اللہ کی راہ میں کسی کو مال دے کر احسان جتانے والا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 371)

مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں جنت میں ابتداء بغیر عذاب کے داخل نہیں ہوں گے بلکہ یہ اپنے اپنے جرم کی سزا پا لیں گے تو عذاب کے بعد جنت میں داخل ہوں گے۔ "بخیل سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مال میں سے حق واجب ادا نہ کرے۔ "منان" کے ایک معنی تو وہی ہیں جو ترجمے میں مذکور ہیں اس کے دوسرے معنی کاٹنے والا ہیں یعنی وہ شخص جو اپنے اعزا اور رشتہ داروں سے ترک تعلقات کرے اور مسلمانوں سے محبت و مروت کا معاملہ نہ کرے۔

## مال خرچ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت و ضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے! بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہو اسے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل و عیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو تلف (نقصان) دے۔

اور یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کردے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا۝ |
| بیشک آپ کا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور تنگ کردیتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں |
| کی خوب خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عطاء کے مطابق رزق ملنے کا بیان

"إِنَّ رَبّك يَبْسُط الرِّزْق" يُوَسِّعهُ "وَيَقْدِر" يُضَيِّقهُ لِمَنْ يَشَاء "إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا" عَالِمًا بِبَوَاطِنِهِمْ وَظَوَاهِرهمْ فَيَرْزُقهُمْ عَلَى حَسَب مَصَالِحهمْ.

بیشک آپ کا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے یعنی دوگنا کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں کے اعمال و احوال کی خوب خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ یعنی وہ ان کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے پس وہ ان کو حسب مصلحت رزق عطا کرتا ہے۔

## خرچ کرنے کے سبب رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں شمار کرے گا (یعنی اس

کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت ختم کر کے تمہارا رزق کم کر دے گا بایں طور کہ اسے ایک معدودع ومحدود چیز کی مانند کر دے گا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال وزر کے بارے میں تم سے محاسبہ کرے گا اور جو مال تمہاری حاجت وضرورت سے زائد ہوا سے حاجت مندوں سے روک کر نہ رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد عطاء و بخشش روک لے گا، نیز یہ کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 359)

لفظ لا تحصی (اور یہ شمار نہ کروائی) کے ایک معنی تو وہی ہیں جو اوپر ترجمے میں مذکور ہوئے ہیں اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مال کو جمع کرنے کے لئے نہ شمار کرو اور اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ترک نہ کرو۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے تم اپنی حیثیت وقدرت کے مطابق جو کچھ بھی خرچ کر سکو اسے اللہ کی راہ میں جرور خرچ کرو خواہ وہ مقدار تعداد کتنا ہی کم کیوں نہ ہو بلکہ اسے حقیق بھی نہ سمجھو کیونکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا ایک ذرہ بھی اللہ کے نزدیک بہت وقیع اور میزان عمل میں بہت وزنی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اولاد آدم میری راہ میں اپنا مال خرچ کر میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 360)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اے اولاد آدم! تو دنیا کے فانی مال کو میری راہ میں خرچ کرتا کہ آخرت میں تجھے اموال عالیہ حاصل ہوں۔ بعض حضرات نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جو کچھ میں نے تجھے عطا کیا ہے اس میں سے تو لوگوں کو دے تا کہ میں تجھے دنیا وعقبی میں اس سے زیادہ عطا کروں گویا اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے کہ آیت (وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَهُوَ یُخْلِفُه ،سبأ:39) تم جو کچھ بھی اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہو اللہ تمہیں اس کا بدلہ عطا کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ |
| اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ہی انہیں روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بیشک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ |

## افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کرنے ممانعت کا بیان

"وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادكُمْ" بِالْوَأْدِ "خَشْيَة" مَخَافَة "إِمْلَاق" فَقْر "خِطْئًا" إِثْمًا "كَبِيرًا" عَظِيمًا

اور تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو، ہم ہی انہیں بھی روزی دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بیشک ان کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

## قتل اولاد کی مذمت اور بدکاری کی ممانعت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بطور ورثے کے دو اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت کے لوگ نہ تو لڑکیوں کو ورثہ دیتے تھے نہ

ان کا زندہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس نافرجام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر بودا ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں سب کا روزی رساں اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا آیت ( وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ، الاسراء :31) فقیری اور تنگ دستی کے خوف سے اپنی اولاد کی جان نہ لیا کرو۔ تمہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں۔ ان کا قتل جرم عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔

خطا کی دوسری قرأت خطاء ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھیرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ |
| اور تم زنا کے قریب بھی مت جانا بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت ہی بری راہ ہے۔ |

## بدکاری سے ممانعت کا بیان

"تَقْرَبُوْا" اَبْلَغ مِنْ لَا تَاْتُوْهُ "فَاحِشَةً" قَبِيْحًا "وَسَاءَ" بِئْسَ "سَبِيْلًا" طَرِيْقًا هُوَ

اور تم زنا جیسی بدکاری کے قریب بھی مت جانا، زنا نہ کرنے کی تعبیر سے یہ زیادہ بلیغ ہے۔ بیشک یہ بے حیائی کا کام ہے، اور بہت ہی بری راہ ہے۔

## زنا کے وقت ایمان باقی نہ رہنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! زنا کرنے والا جب زنا کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا، شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان نہیں رہتا اور چھینا جھپٹی کرتا ہے اور لوگ اس کو (کھلم کھلا) چھینا جھپٹی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں (لیکن خوف و دہشت کے مارے بے بس ہو جاتے ہیں اور چیخ و پکار کے علاوہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتے) تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا پس تم (ان گناہوں سے) بچو۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 49)

مومن کا قلب ایک ایسے حساس اور پاکیزہ ظرف کی مانند ہے جس میں صرف ایمان کا نور ٹھہر سکتا ہے، ایمان کے منافی کوئی بھی چیز دراندازہونے کی کوشش کرتی ہے تو نہ قلب مومن اس کا روادار ہوتا ہے اور نہ نور ایمان اس کو برداشت کرتا ہے، چنانچہ وہ بدترین اور سنگین گناہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہوا، ایسی منافی ایمان باتیں ہیں جن کا تحمل نور ایمان کسی حالت میں نہیں کر سکتا، ادھر انسان

ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب شروع کرتا ہے کہ ادھر نور ایمان اس کے قلب سے رخصت ہو جاتا ہے اور پھر جب تک کہ اس گناہ پر نادم و شرمندہ ہو کر آئندہ کے لئے خلوص دل سے توبہ نہیں کر لیتا ایمان کی وہ نورانی کیفیت جو ارتکاب گناہ سے قبل اس کو حاصل تھی، اس کے قلب میں واپس نہیں آتی۔

اسی صورت حال کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی انگلیوں کی مثال کے ذریعہ واضح کیا، انہوں نے پہلے اپنے ایک ہاتھ کے پنجہ کو دوسرے ہاتھ کے پنجہ میں داخل کیا اور دکھایا کہ یہ گویا ارتکاب معصیت سے قبل کی حالت ہے کہ نور ایمان مومن کے قلب میں جاگزیں ہے پھر انہوں نے دونوں پنجوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے بتایا کہ جس طرح یہ پنجہ دوسرے پنجہ سے الگ ہو گیا ہے، اسی طرح ارتکاب معصیت کے وقت نور ایمان مومن کے قلب سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور پھر انہوں نے دوسرے پنجوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا اور کہا کہ جس طرح یہ پنجے پھر ایک دوسرے میں داخل ہو گئے ہیں اسی طرح اگر مومن ارتکاب معصیت کے بعد توبہ کر لیتا ہے تو اس کا نور ایمان پہلے کی طرح اپنی جگہ واپس آ جاتا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے کہ ارتکاب معصیت کے وقت ایمان کے باقی نہ رہنے کا مطلب یہ ہے کہ مرتکب معصیت کامل مومن نہیں رہ جاتا اس کا ایمان ناقص ہو جاتا ہے (ترجمان السنۃ) اور یہی حاصل عبداللہ بن اسماعیل بخاری کے قول کا ہے جو روایت کے آخری فقرہ سے معلوم ہوا۔

## زناکاری کے ذرائع سے بچنے کا بیان

ہر وہ چیز جو انسان کی شہوت کی انگیخت کا سبب بن سکتی ہے۔ وہ زنا کا راستہ ہے مثلاً عورتوں سے آزادانہ اختلاط، عورتوں کا بے پردہ ہو کر بازاروں میں نکلنا، اجنبی مرد و عورت کی گفتگو بالخصوص اس صورت میں کہ وہ اکیلے ہوں۔ نظر بازی، عریاں تصویر، فلمیں، فحش لٹریچر، گندی گالیاں، ٹی وی اور ریڈیو پر فحش افسانے اور ڈرامے اور مردوں اور عورتوں کی بے حجابانہ گفتگو وغیرہ سب شہوت کو ابھارنے والی باتیں ہیں اور یہی زنا کے راستے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا |
| لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا۝ |
| اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً |
| ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔ |

## قتل کی حرمت کا بیان

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِی حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا "لِوَلِیِّهٖ" لِوَارِثِهٖ "سُلْطَانًا" تَسَلُّطًا عَلَی الْقَاتِلِ "فَلَا یُسْرِفْ" یَتَجَاوَزْ الْحَدَّ "فِی الْقَتْلِ" بِأَنْ یَقْتُلَ غَیْرَ قَاتِلِهٖ أَوْ بِغَیْرِ مَا قُتِلَ بِهٖ

اور اس جان کو قتل مت کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص قتل کر دیا جائے، اس حال میں کہ مظلوم ہو تو یقیناً ہم نے اس کے ولی کے لیے پورا غلبہ رکھا ہے۔ یعنی اس کو قاتل پر غلبہ دیا ہے۔ پس وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے، یعنی ایسا نہیں کہ وہ غیر قاتل کو قتل کر دے یا آلہ قتل کے سوا قتل کرے۔ یقیناً وہ مدد دیا ہوا ہوگا۔

## قتل ناحق کے وقت ایمان کے خروج کا بیان

عبداللہ ابن عباس کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ! قتل کرنے والا جب ناحق قتل کرتا ہے تو اس وقت اس کا ایمان باقی نہیں رہتا۔ عکرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے (یہ حدیث سن کر) پوچھا کہ اس سے ایمان علیحدہ کس طرح کر لیا جاتا ہے، تو انہوں نے کہا اس طرح (یہ کہہ کر) انہوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کیں اور پھر ان انگلیوں کو ایک دوسری سے علیحدہ کر لیا اس کے بعد انہوں نے فرمایا اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ایمان اس طرح واپس آ جاتا ہے اور یہ (کہہ کر) انہوں نے انگلیوں کو پھر ایک دوسری میں داخل کر لیا۔ نیز ابوعبداللہ (یعنی عبداللہ بن اسماعیل بخاری) نے کہا ہے کہ (اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ) وہ آدمی ارتکاب معصیت کے وقت مومن کامل نہیں رہتا اور اس میں سے ایمان کا نور نکل جاتا ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 49)

## تین اسباب کے باعث قتل کی اباحت کا بیان

حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں اہل فتنہ کے ڈر سے گھر میں محبوس تھے کہ ایک دن چھت پر چڑھے اور فرمایا میں تم لوگوں کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا خون تین جرموں کے علاوہ بہانا حرام ہے اول یہ کہ شادی شدہ زنا کرے دوسرا یہ کہ کوئی اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور تیسرا یہ کہ کوئی شخص کسی کو ناحق قتل کرے اللہ کی قسم میں نے نہ کبھی زمانہ جاہلیت میں زنا کیا اور نہ ہی اسلام لانے کے بعد پھر جس دن سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس کے بعد مرتد نہیں ہوا اور نہ ہی میں نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام کیا پس تم لوگ مجھے کس جرم میں قتل کرتے ہو اس باب میں حضرت ابن مسعود، عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن ہے اس حدیث کو حماد بن سلمہ یحییٰ بن سعید سے غیر مرفوع نقل کرتے ہیں پھر یحییٰ بن سعید قطان اور کئی راوی یحییٰ بن سعید سے یہی حدیث موقوفاً نقل کرتے ہیں حضرت عثمان سے یہ حدیث کئی سندوں سے مرفوعاً منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 32)

| |
|---|
| وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ○ |
| اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے |
| اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کا سوال ہوگا۔ |

## یتیم کے مال کے قریب نہ جانے کا بیان

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ "وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ " إِذَا عَاهَدْتُمْ اللَّه أَوْ النَّاس "مَسْئُولًا" مَسْئُولًا عَنْهُ

اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ، مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور عہد کو پورا کرو، یعنی جب تم اللہ سے یا لوگوں سے عہد کرو۔ بے شک عہد کا سوال ہوگا۔

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں ایک مفلس آدمی ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور میری نگہداشت میں ایک یتیم ہے تو کیا میں اس کے مال میں سے کچھ کھالوں آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری نگرانی میں جو یتیم ہے تم اس کے مال میں سے کھا سکتے ہو بشرطیکہ اسراف فضول خرچی نہ کرو خرچ کرنے میں عجلت نہ کرو اور نہ اپنے لئے جمع کرو۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 548)

یتیم بچہ کے مال میں سے یتیم کے مربی کو اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے مشروط کیا پہلی شرط تو یہ کہ اس کے مال میں سے صرف اتنا لیا جائے جو اصل ضروریات زندگی کے بقدر ہو اسراف اور اپنی ضرورت حاجت سے زیادہ خرچ کر کے اس یتیم کے مال کو ضائع نہ کیا جائے دوسری شرط یہ کہ اس کے مال میں سے جو کچھ بھی لیا جائے ضرورت کے وقت لیا جائے چنانچہ اس خوف سے کہ اگر یتیم بچہ بالغ ہو گیا تو اپنا تمام مال اپنے قبضہ میں لے لے گا ضرورت سے پہلے ہرگز نہ لیا جائے اور تیسری شرط یہ کہ اپنی ضرورت وحاجت کے نام پر اس کے مال میں سے نکال نکال کر اپنے لئے جمع نہ کیا جائے۔ بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ یتیم کے مربی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اگر محتاج ومفلس ہو تو اس یتیم کے مال میں سے اپنی ضرورت وحاجت کے بقدر اپنے اوپر خرچ کرے لیکن جو مربی خود خوشحال ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ |
| اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔ |

## برابر وزن کے ساتھ ماپ تول کرنے کا بیان

"وَأَوْفُوا الْكَيْل " أَتِمُّوهُ "بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيم" الْمِيزَان السَّوِيّ "ذَلِكَ خَيْر وَأَحْسَن تَأْوِيلًا" مَآلًا،

اور ماپ کو پورا کرو، جب ماپو اور سیدھی ترازو کے ساتھ وزن کرو۔ یعنی وزن برابر کرو۔ یہ بہترین ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت زیادہ اچھا ہے۔

## ماپ تول پورا کرنے میں انصاف کرنے کا بیان

ناپ اور تول میں کمی بیشی کرنا یعنی خود زیادہ لینا اور دوسرے کو کم دینا، ڈنڈی مار جانا اور کاروباری بددیانتی کرنا اتنا بڑا جرم ہے

جس کی وجہ سے شعیب علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل ہوا تھا اور جو شخص ایسے کام کرتا ہے اس کے رزق سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔ ناپ اور تول پورا پورا دینے سے دنیا میں تو انجام اس لحاظ سے بہتر ہوتا ہے کہ ایسے شخص کی ساکھ قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تجارت کو فروغ حاصل ہوتا ہے اور اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ اور ایسے شخص کا اخروی انجام بہتر ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

جھونک نہ مارو۔ ناپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام مختل ہو جاتا ہے۔ قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آ چکا ہے ان کا بڑا عملی گناہ یہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت پا کر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو خداتعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اس کو نعم البدل عطا فرمائے گا۔

| |
|---|
| وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝ |
| اور تو اس بات کی پیروی نہ کر جس کا تجھے علم نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ |

## علم صحیح نہ ہونے کے سبب اتباع کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَقْفُ" تتبع "وَالْفُؤَادَ" القلب "كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا" "مَسْئُوْلًا عَنْهُ" صاحبه ماذا فعل به

اور اے انسان! تو اس بات کی پیروی نہ کر، کہ جس کا تجھے صحیح علم نہیں، بیشک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔ جو کچھ ان کا مالک ان سے عمل کرتا رہا ہے۔

حدیث میں ہے گمان سے بچو، گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ تکیہ کلام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب از خود گھڑ لے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہونا۔ قیامت کے دن آنکھ کان دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

## سنی سنائی بغیر تحقیق کے بات کرنے سے ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کردے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 9)

| |
|---|
| وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ |
| كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝ |
| اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔ |
| یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔ |

## تکبر کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا " أَيْ ذَا مَرَحٍ بِالْكِبْرِ وَالْخُيَلَاء "إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ " تَثْقُبَهَا حَتَّى تَبْلُغَ آخِرَهَا بِكِبْرِك "وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا" الْمَعْنَى أَنَّكَ لَا تَبْلُغ هَذَا الْمَبْلَغ فَكَيْفَ تَخْتَال، "كُلّ ذَلِكَ" الْمَذْكُور ، كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبّك مَكْرُوهًا

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، یعنی غرور وتکبر سے نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا یعنی زمین کو پھاڑ کر اس کے آخر کہ انتہاء تک پہنچ جائے۔ اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔ یعنی وہاں تک پہنچنا بھی ممکن نہیں ہے۔ تو پھر تکبر کیسے کرتے ہو؟ یہ سب کام، ان کا برا تیرے رب کے ہاں ہمیشہ سے ناپسندیدہ ہے۔

## تکبر کرنے والوں کا زمین میں دھنس جانے کا بیان

اکڑ کر، اترا کر، تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے۔ یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ گو کتنے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑی کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کیسے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو پھاڑنے سے رہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کا حال برعکس ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں اتراتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنستا ہوا چلا جا رہا ہے۔ قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا۔ ہاں تواضع، نرمی، فروتنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے جلیل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں۔

امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الخمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الاہیم دربار منصور میں جا رہا تھے ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دوہرا سلوایا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دیتی رہے اور اکڑتا اینڈتا جا رہا تھا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ ناک چڑھا، بل کھایا، رخساروں پھولا، اپنے ڈنڑ بازو دیکھتا، اپنے تئیں تولتا، مستوں کے ذکر وشکر کو بھولا، رب کے احکام کو چھوڑے ہوئے، اللہ کے حق کو توڑا، دیوانوں کی چال چلتا، عضو عضو میں کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا، شیطان کی لعنت کا مارا ہوا دیکھو جا رہا ہے۔ الاہیم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر بہانہ کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے کیا معذرت کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر۔

کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا آیت (وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا، الاسراء:37)۔ عابد بختری رحمۃ اللہ علیہ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتے ہوئے چلتا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش ایسی نہ تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے یہی بھائی ہوتے ہیں۔

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگو اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑ و اس لئے کہ انسان۔ (اصل عربی میں کچھ عبارت غائب ہے) اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا)

ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا۔ سیئہ کی دوسری قرأت سیئتہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکڑ کر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور سیئہ کی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ آیت (وقضی ربک) سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا |
| اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ |
| یہ حکمت و دانائی کی ان باتوں میں سے ہے جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں، اور اللہ کے ساتھ کوئی |
| دوسرا معبود نہ ٹھہرا تو ملامت زدہ دھتکارا ہوا ہو کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ |

## وحی کے ذریعے علوم حکمت بتانے کا بیان

"ذٰلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ" يَا مُحَمَّد "الْحِكْمَة" الْمَوْعِظَة "مَدْحُورًا" مَطْرُودًا عَنْ رَحْمَة اللّٰه،

یا محمد ﷺ یہ حکمت و دانائی کی ان باتوں میں سے ہے جو آپ کے رب نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہیں، اور (اے انسان!) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہرا ورنہ تو ملامت زدہ اور اللہ کی رحمت سے دھتکارا ہوا ہو کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

جن کی صحت پر عقل گواہی دے اور ان سے نفس کی اصلاح ہو ان کی رعایت لازم ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ان آیات کا حاصل توحید اور نیکیوں اور طاعتوں کا حکم دینا اور دنیا سے بیرغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اٹھارہ آیتیں (لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ، الاسراء:22) تک حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الواح میں تھیں، ان کی ابتداء توحید کے حکم سے ہوئی اور انتہا شرک کی ممانعت پر۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر حکمت کی اصل توحید و ایمان ہے اور کوئی قول و عمل بغیر اس کے قابلِ پذیرائی نہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

| |
|---|
| اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَ اتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝ |
| بھلا تمہیں تو تمہارے رب نے بیٹوں کے لیے چن لیا ہے اور اس نے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے، بیشک تم بڑی سخت بات کہتے ہو۔ |

## اللہ کیلئے بیٹیوں کا نظریہ رکھنے والے مشرکین کا بیان

"أَفَأَصْفَاكُمْ" أَخْلَصَكُمْ يَا أَهْل مَكَّة "إِنَاثًا" بَنَات لِنَفْسِهِ بِزَعْمِكُمْ "إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ" لَتَقُولُونَ بِذَلِكَ

اے اہل مکہ! بھلا تمہیں تو تمہارے رب نے بیٹوں کے لئے چن لیا ہے اور اپنے لئے اس نے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے، جیسا کہ تمہارا نظریہ ہے۔ بیشک تم اپنے ہی گھڑے ہوئے خیالات کے پیمانہ پر بڑی سخت بات کہتے ہو۔

یہاں مشرکین کے نظریے کا رد کیا جا رہا ہے۔ کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے اور بیٹیاں اللہ کی۔ جو تمہیں ناپسند جن سے تم جلو کڑھو۔ بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو۔ اور آیتوں میں بھی ان کا یہ کمینہ پن بیان ہوا ہے کہ یہ کہتے ہیں رب رحمان کی اولاد ہے حقیقتاً انکا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے، زمین شق ہو جائے، پہاڑ چورا چورا ہو جائیں کہ یہ اللہ رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تنہا پیش ہونے والا ہے۔

| |
|---|
| وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْاؕ وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انہیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔ |

## قرآن مجید میں بار بار امثال کو بتانے کا بیان

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا" بَيَّنَّا "فِي هَذَا الْقُرْآن" مِنْ الْأَمْثَال وَالْوَعْد وَالْوَعِيد "لِيَذَّكَّرُوا" يَتَّعِظُوا "وَمَا يَزِيدهُمْ" مَا يَزِيدهُمْ ذَلِكَ "إِلَّا نُفُورًا" عَنْ الْحَقّ

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں امثال، وعد و عید کو پھیر پھیر کر بیان کیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں اور وہ انہیں نفرت کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتا۔ یعنی وہ حق سے نفرت کرتے ہیں۔

کافروں کو قرآن کی نصیحتیں کیوں راس نہیں آتیں؟:۔ کیونکہ جب طبیعت میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو صحت بخش اور عمدہ غذائیں بھی راس نہیں آتیں۔ بلکہ جب تک مرض کا پوری طرح علاج نہ کرلیا جائے۔ عمدہ سے عمدہ غذائیں بھی مزید بدہضمی کا سبب بن جاتی ہیں۔ یہی حال ان کافروں کا ہے کہ قرآن کریم کے اعلیٰ سے اعلیٰ دلائل سن کر نصیحت قبول کرنے کے بجائے یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا۝ |
| سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا۝ |
| آپ فرما دیں! اگر اس کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو اس وقت وہ عرش والے کی طرف کوئی راستہ |
| ضرور ڈھونڈتے۔ وہ پاک ہے اور ان باتوں سے جو وہ کہتے رہتے ہیں بہت ہی بلند و برتر ہے۔ |

## متعدد معبود ہونے کی صورت میں جنگ کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "لَوْ كَانَ مَعَهُ" أَيْ اللّٰه "لَابْتَغَوْا" طَلَبُوا "إِلَى ذِي الْعَرْشِ" أَيْ اللّٰه "سَبِيلًا" لِيُقَاتِلُوهُ، "سُبْحَانَه" تَنْزِيهًا لَهُ "وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُونَ" مِنَ الشُّرَكَاء

آپ فرما دیں! اگر اس کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے، جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو اس وقت وہ عرش والے یعنی اللہ کی طرف کوئی راستہ ضرور ڈھونڈتے۔ تا کہ وہ اس سے لڑتے۔ وہ پاک ہے اور ان باتوں سے جو وہ شرکاء کی بات کہتے رہتے ہیں بہت ہی بلند و برتر ہے۔

اصنام وغیرہ جنہیں خدائی کا شریک اور الوہیت کا حصہ دار بتلایا جاتا ہے۔ پر ایا محکوم رہنا کیوں پسند کرتے، سب مل کر خدا تعالیٰ کے تخت سلطنت کو الٹ ڈالتے۔ اگر کہا جائے کہ صاحب عرش کے مقابلہ میں ان کی کچھ چلتی نہیں تو ایک عاجز مخلوق کی عبادت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے یا اگر وہ معبود خود رب العرش کو خوش رکھنا اور اس کا قرب حاصل کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں تو ان کے پوجنے والوں کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ خدائے اکبر کو خوش رکھنے کی فکر کریں۔ لیکن خدائے بزرگ تمام انبیاء کی زبانی اور فطرتِ انسانی کی معرفت شرک سے اپنی کامل بیزاری کا اظہار فرما چکا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ احمق کس راستہ پر اندھا دھند چلے جا رہے ہیں۔

| |
|---|
| تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ |
| بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ |
| ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے |
| اور لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔ |

## زمین و آسمان کی ساری مخلوق کی تسبیح کرنے کا بیان

"تُسَبِّح لَهُ" تُنَزِّههُ "وَإِنْ" مَا "مِنْ شَيْء" مِنَ الْمَخْلُوقَات "إِلَّا يُسَبِّح" مُتَلَبِّسًا "بِحَمْدِهِ" أَيْ يَقُول سُبْحَان اللّٰه وَبِحَمْدِهِ "وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُونَ" تَفْهَمُونَ "تَسْبِيحهمْ" لِأَنَّهُ لَيْسَ بِلُغَتِكُمْ "إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا" حَيْثُ لَمْ يُعَاجِلكُمْ بِالْعُقُوبَةِ

ساتوں آسمان اور زمین اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ بھی جو ان میں مخلوقات ہیں اور کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے یعنی وہ "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ تمہاری زبان میں نہیں ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے بے حد بردبار، نہایت بخشنے والا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری سزا میں جلدی نہیں فرماتا۔

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے کہتا ہے کہ اے فلاں کیا تیرے اوپر کوئی ایسا آدمی گذرا ہے جو اللہ کو یاد کرنے والا ہوا گر وہ کہتا ہے کہ ہاں تو یہ پہاڑ اس سے خوش ہوتا ہے اس پر استدلال کے لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور پھر فرمایا کہ جب اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ پہاڑ کلمات کفر سننے سے متاثر ہوتے ہیں ان پر خوف طاری ہو جاتا ہے تو کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ باطل کلمات کو سنتے ہیں حق بات اور ذکر اللہ نہیں سنتے اور اس سے متاثر نہیں ہوتے۔ (قرطبی بحوالہ دقائق ابن مبارک)

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی جن اور انسان اور درخت اور پتھر اور ڈھیلا ایسا نہیں جو موذن کی آواز سنتا ہے اور قیامت کے روز اس کے ایمان اور نیک ہونے کی شہادت نہ دے۔ (مؤطا امام مالک وسنن ابن ماجہ از سعید خدری رضی اللہ عنہ)

امام بخاری نے روایت حضرت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے کہ ہم کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے جبکہ وہ کھایا جا رہا ہو اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے تو کھانے کی تسبیح کی آواز سنا کرتے تھے اور صحیح مسلم میں بروایت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت ونبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا اور میں اب بھی اس کو پہچانتا ہوں بعض حضرات نے کہا کہ اس سے مراد حجر اسود ہے۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ روایات حدیث اس طرح کے معاملات میں بہت ہیں اور اسطوانہ حنانہ کی حکایت تو عام مسلمانوں کی زبان زد ہے جس کے رونے کی آواز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سنی جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کے وقت اس کو چھوڑ کر منبر پر خطبہ دینا شروع کیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

ایک مرتبہ حضرت حسن رحمۃ اللہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید قاشی نے کہا کہ اے ابوسعید کیا یہ خوان بھی تسبیح گو ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک تر لکڑی کی صورت میں تھا تسبیح گو تھا جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔

اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں فرماتے ہیں انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو پیشاب کے وقت پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا، پھر آپ نے ایک تر ٹہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دونوں قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں، ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔ (بخاری ومسلم)

| |
|---|
| وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ |
| اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے |
| ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔ |

## قرأت قرآن اور بے ایمانوں کے درمیان پردے کا بیان

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا "مَسْتُوْرًا" اَیْ سَاتِرًا لَكَ عَنْهُمْ فَلَا يَرَوْنَكَ ،

اور جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔یعنی آپ کے درمیان اور ان کے درمیان پردہ ڈال دیں گے جس کی وجہ سے وہ آپ کو نہیں دیکھ سکیں گے۔

## سورہ الاسراء آیت ۴۵ کے مضمون نزول کا بیان

ابن شہاب سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مشرکین قریش پر قرآن کریم کی تلاوت فرماتے اور انہیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دیتے تو وہ آپ سے مذاق کے طور پر کہتے ،قلوبنا فی اکنة مما تدعونا الیه وفی اذننا وقر ومن بیننا وبینك حجاب"(سورہ فصلت،۵) تو اللہ نے ان کے قول کے بارے میں یہاں سے آگے تک کچھ آیات نازل فرمائیں۔

(سیوطی 168،زادالمیسر 5۔41،قرطبی 10۔269)

## سورہ الاسراء آیت ۴۵ کے شان نزول کا بیان

جب آیت تَبَّتْ يَدَا نازل ہوئی تو ابولہب کی عورت پتھر لے کر آئی ،حضور ﷺ مع حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تشریف رکھتے تھے،اس نے حضور ﷺ کو نہ دیکھا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگی،تمہارے آقا کہاں ہیں مجھے معلوم ہوا ہے انہوں نے میری ہجو کی ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ شعر گوئی نہیں کرتے ہیں تو وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لائی تھی۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اس نے حضور ﷺ کو دیکھا نہیں؟ فرمایا میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل رہا۔اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خازن،سورہ الاسراء،بیروت)

| |
|---|
| وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ |
| رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ○ |
| اور ہم ان کے دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں تا کہ وہ اسے سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ پیدا کر دیتے ہیں اور جب |
| آپ قرآن میں اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں،تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ |

## کفار کے دلوں پر پردہ ڈال دینے کا بیان

نَزَلَ فِيمَنْ اَرَادَ الْفَتْكَ بِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ "اَكِنَّةً" اَغْطِيَةً "اَنْ يَّفْقَهُوْهُ"

مِنْ اَنْ يَفْهَمُوا الْقُرْآن اَىْ فَلا يَفْهَمُونَهُ "وَفِى آذَانِهِمْ وَقْرًا" ثِقَلًا فَلا يَسْمَعُونَهُ "نُفُورًا" نُفُورًا عَنْهُ

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک بد بخت شخص نے آپ ﷺ کو اچانک قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ (نعوذ باللہ) اور ہم ان 15
کے دلوں پر بھی پردے ڈال دیتے ہیں تا کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ پیدا کر دیتے ہیں تا کہ اسے سن نہ سکیں، گویا ان کے کانوں میں روئی ہے اور جب آپ قرآن میں اپنے رب کا تنہا ذکر کرتے ہیں، تو وہ نفرت کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اکنہ کنان کی جمع ہے اس پردے نے ان کے دلوں کو ڈھک رکھا ہے جس سے یہ قرآن سمجھ نہیں سکتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے، جس سے وہ قرآن اس طرح سن نہیں سکتے کہ انہیں فائدہ پہنچے اور جب تو قرآن میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر پڑھتا ہے تو یہ بیطرح بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ نفور جمع ہے نافر کی جیسے قاعد کی جمع قعود آتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مصدر بغیر فعل ہو واللہ اعلم۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اللہ واحد کے ذکر سے بے ایمانوں کے دل اچاٹ ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا لا الہ الا اللہ کا مشرکوں پر بہت گراں گزرتا تھا ابلیس اور اس کا لشکر اس سے بہت چڑتا تھا۔ اس کے دبانے کی پوری کوشش کرتا تھا لیکن اللہ کا ارادہ ان کے برخلاف اسے بلند کرنے اور عزت دینے اور پھیلانے کا تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے کہ اس کا قائل فلاح پاتا ہے اس کا عامل مدد دیا جاتا ہے دیکھ لو اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

## دشمنوں کی نظر سے مستور رہنے کا بیان

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی تین آیتیں پڑھ لیتے تھے اس کے اثر سے کفار آپ کو نہ دیکھ سکتے تھے وہ تین آیتیں یہ ہیں ایک آیت سورہ کہف میں یعنی اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا () دوسری آیت سورہ نحل میں ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ () اور تیسری آیت سورہ جاثیہ میں ہے: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ()

حضرت کعب فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ میں نے ملک شام کے ایک شخص سے بیان کیا اس کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا تھا وہاں گیا اور ایک زمانہ تک مقیم رہا پھر رومی کفار نے اس کو ستایا تو وہ وہاں سے بھاگ نکلا ان لوگوں نے اس کا تعاقب کیا اس شخص کو وہ روایت یاد آ گئی اور مذکورہ تین آیتیں پڑھیں قدرت نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ جس راستہ پر یہ چل رہے تھے اسی راستہ پر دشمن گذر رہے تھے مگر وہ ان کو نہ دیکھ سکتے تھے۔

امام ثعلبی کہتے ہیں کہ حضرت کعب سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں رئے کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی اتفاق سے ویلم کے کفار نے اس کو گفتار کر لیا کچھ عرصہ ان کی قید میں رہا پھر ایک روز موقع پا کر بھاگ کھڑا ہوا یہ لوگ اس کے تعاقب میں نکلے مگر اس شخص نے بھی یہ تین آیتیں پڑھ لیں اس کا یہ اثر ہوا کہ اللہ نے ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے حالانکہ ساتھ

ساتھ چل رہے تھے اور ان کے کپڑے ان کے کپڑوں سے چھو جاتے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ |
| الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ |
| ہم خوب جانتے ہیں یہ جس مقصد کے لئے دھیان سے سنتے ہیں جب یہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں |
| کرتے ہیں جب یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ |

## کفار کا بہ طور مذاق قرأت قرآن سننے کا بیان

نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ "بِهِ" بِسَبَبِهِ مِنْ الْهُزْء "إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْك" إِلَى قِرَاءَتك "وَإِذْ هُمْ نَجْوَى" يَتَنَاجَوْنَ بَيْنهمْ أَيْ يَتَحَدَّثُونَ "إِذْ" بَدَل مِنْ إِذْ قَبْله "يَقُول الظَّالِمُونَ" فِي تَنَاجِيهمْ "إِنْ" مَا "مَسْحُورًا" مَخْدُوعًا مَغْلُوبًا عَلَى عَقْله

ہم خوب جانتے ہیں یہ جس مقصد کے لئے دھیان سے سنتے ہیں یعنی وہ قرأت کو بہ طور مذاق سنتے ہیں۔ جب یہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں یعنی آپس میں خفیہ باتیں کرتے ہیں۔ یہاں پر اذ ماقبل کے اذ سے بدل ہے۔ جب یہ ظالم لوگ سرگوشی سے کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ یعنی جو مغلوب العقل ہے۔

## سرگوشیوں میں قرآن سن کر بھی حق سے پھسل جانے والوں کا بیان

سرادارانِ کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے۔ گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں لیکن یہ غور طلب ہے۔ ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا۔ کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے۔

کوئی کہتا آپ شاعر ہیں، کوئی کہتا کاہن ہیں، کوئی مجنوں بتلاتا، کوئی جادوگر وغیرہ۔ اس لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ الاسراء، بیروت)

## کفار سرداروں کا خفیہ طور پر کلام اللہ کو سننے کا بیان

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابوجہل بن ہشام، اخنس بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی سننے کے لئے نکلے آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ آ کر چپ چاپ چھپ کر ادھر ادھر بیٹھ گئے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی، رات کو سنتے رہے فجر ہوتے وقت یہاں سے چلے، اتفاقاً راستے میں

سب کی آپس میں ملاقات ہوگئی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے۔ لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزر اری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے، پھر سے کل کی باتیں دہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول قرار کر کے جدا ہوئے صبح کو اخنس اپنی لاٹھی سنبھالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابو حنظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابوثعلبہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں، ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب میں جان گیا، لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ اخنس نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر اخنس ابوجہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے۔ شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا بنو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلانا شروع کر دیا، انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کیئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جا نہ سکے تو جھٹ سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے، ہم میں ایک شخص ہے، جس کے پاس آسمانی وحی آتی ہے، اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے اسی وقت اخنس اسے چھوڑ کر چل دیا۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا۝ |
| دیکھئے آپ کے لئے کیسی تشبیہات دیتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے، اب راہِ راست پر نہیں آ سکتے۔ |

## کفار کا نبی کریم ﷺ پر شاعر و کاہن کے طور پر تنقید کرنے کا بیان

"اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَال" بِالْمَسْحُورِ وَالْكَاهِنِ وَالشَّاعِرِ "فَضَلُّوا" بِذٰلِكَ عَنْ الْهُدٰى "فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا" طَرِيقًا إلَيْهِ

دیکھئے یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی تشبیہات دیتے ہیں۔ یعنی مسحور، کاہن اور شاعر کی مثالیں دیتے ہیں۔ پس یہ گمراہ ہو چکے، اب راہِ راست پر نہیں آ سکتے۔ یعنی ہدایت پر نہیں آئیں گے۔

کبھی آپ کو مسحور کہتے ہیں، کبھی ساحر، کبھی کاہن اور کبھی شاعر یعنی ان کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ وہ خود بھی کسی ایک بات پر اتفاق نہیں کر سکتے۔ ایک بات کہتے ہیں پھر خود ہی اس کی تردید کرنے لگتے ہیں۔ انہیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی جس پر وہ سب متفق ہو سکیں کہ آخر اسے کہیں تو کیا کہیں؟

| |
|---|
| وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۝قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا۝ |
| اور کہتے ہیں جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اَز سرِ نو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا۔ |

فرمادیجئے، تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔

## منکرین بعث کا دوبارہ زندگی سے متعلق اعتراض کا بیان

"وَقَالُوا" مُنْكِرِينَ لِلْبَعْثِ أَئِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَئِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا "قُلْ" لَهُمْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا .

اور کہتے ہیں یعنی منکرین بعث کہتے ہیں کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں اَز سرِنو پیدا کر کے اٹھایا جائے گا۔ فرمادیجئے، تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا۔

## موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا بیان

کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے، غبار بن جائیں گے، کچھ نہ رہیں گے بالکل مٹ جائیں گے۔ پھر بھی نئی پیدائش سے پیدا ہوں گے؟ سورہ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرنے کے بعد الٹے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ بھئی یہ تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔

سورہ یاسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیدائش کو فراموش کر گیا۔ الخ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ۔ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلا پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ اللہ پر تمہارا جلانا مشکل نہیں جو چاہو ہو جاؤ دوبارہ اٹھو گے ضرور۔

حدیث میں ہے کہ بھیڑیے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت دوزخ کے درمیان لایا جاتا ہے اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اے جنتیو اب دوام ہے موت نہیں اور اے جہنمیو اب ہمیشہ قیام ہے موت نہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چورا ہو جائیں یا پتھر اور لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہ ہم ہو جائیں۔

| |
|---|
| اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِىْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِىْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ |
| فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ |
| یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں زیادہ سخت ہو، پھر وہ کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرمادیجئے: وہی جس نے تمہیں |
| پہلی بار پیدا فرمایا تھا، پھر وہ آپ کے سامنے اپنے سر ہلا دیں گے اور کہیں گے، یہ کب ہوگا؟ فرمادیجئے، امید ہے جلد ہی ہو جائے گا۔ |

## خلق اول کے استدلال سے خلق ثانی کی دلیل کا بیان

"أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُر فِي صُدُوركُمْ" يَعْظُم عَنْ قَبُول الْحَيَاة فَضْلًا عَنْ الْعِظَام وَالرُّفَات فَلَا بُدّ مِنْ

اِیجَاد الرّوح فِیکُمْ "فَسَیَقُولُونَ مَنْ یُعِیدنَا" إِلَی الْحَیَاة "قُلِ الَّذِی فَطَرَکُمْ" خَلَقَکُمْ "أَوَّلَ مَرَّة" وَلَمْ تَکُونُوا شَیْئًا لِأَنَّ الْقَادِر عَلَی الْبَدْء قَادِر عَلَی الْإِعَادَة بَلْ هِیَ أَهْوَن "فَسَیُنْغِضُونَ" یُحَرِّکُونَ "إِلَیْك رُء وسهمْ" تَعَجُّبًا "وَیَقُولُونَ" اسْتِهْزَاء "مَتَی هُوَ" أَیْ الْبَعْث "قُلْ عَسَی أَنْ یَکُونَ قَرِیبًا"

یا کوئی ایسی مخلوق جو تمہارے خیال میں ان چیزوں سے بھی زیادہ سخت ہو کہ اس میں زندگی پانے کی بالکل صلاحیت ہی نہ ہو۔ تب بھی اس میں روح ڈال کر رہے گا۔ پھر وہ اس حال میں کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجئے: وہی جس نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا، کیونکہ جو پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے وہی دوربارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ بلکہ دوبارہ اس پر آسان ہے۔ پھر وہ تعجب اور تمسخر کے طور پر آپ کے سامنے اپنے سر ہلا دیں گے اور کہیں گے، یہ کب ہوگا؟ فرما دیجئے، امید ہے جلدی ہی ہو جائے گا۔

یہ تو بتلاؤ کہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بیجا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے۔ پھر اس پر دوسری بار کی پیدائش کیا گراں ہے؟ بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لا جواب ہے حیران تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے،، بدعقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہوگا کب؟ سچے ہو تو وقت کا تعین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی مچاتے رہتے ہیں۔ ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی تم اس کے لئے انتظار کر لو، غلفت نہ برتو۔ اس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کرو۔ اللہ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہوؤ گے ایک آنکھ جھپکانے کی جیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔ حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر ان کی والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی۔ گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کہیں گے کہ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔

اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کہے گا دس دن کوئی کہے گا ایک دن کوئی سمجھے گا ایک ساعت ہی۔ سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی۔ اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا۝ |
| جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے اور خیال کرتے ہو گے کہ تم بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔ |

## حضرت اسرافیل کا اہل قبور کو ندا کرنے کا بیان

"يَوْمَ يَدْعُوكُمْ" يُنَادِيكُمْ مِنَ الْقُبُورِ عَلَى لِسَانِ إِسْرَافِيلَ "فَتَسْتَجِيبُونَ" فَتُجِيبُونَ دَعْوَتَهُ مِنَ الْقُبُورِ "بِحَمْدِهِ" بِأَمْرِهِ وَقِيلَ وَلَهُ الْحَمْدُ "إِنْ" مَا "لَبِثْتُمْ" فِي الدُّنْيَا "إِلَّا قَلِيلًا" لِهَوْلِ مَا تَرَوْنَ

جس دن وہ تمہیں پکارے گا یعنی اسرافیل کی زبان سے تمہیں قبروں سے ندا دے گا۔ تو تم اس کی حمد کے ساتھ جواب دو گے یعنی قبروں سے اس کی حمد کے ساتھ جواب دیں گے اور یہ بھی کہا گیا کہ اسی کیلئے حمد ہے۔ اور خیال کرتے ہوگے کہ تم اس دنیا میں بہت تھوڑا عرصہ ٹھہرے ہو۔ یعنی اس کی ہولناکی کی وجہ سے کم عرصہ ٹھہرے۔

## صور اسرافیل کے وقت کی سختی سے بچنے کیلئے وظیفہ کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آرام وسکون سے کیسے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والا حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو (پھونکنے کے لئے) منہ میں دبائے ہوئے ہیں، اپنا کان (بارگاہ حق جل مجدہ کی طرف) لگائے ہوئے ہیں کہ جب بھی حکم صادر ہو فورا پھونک دیں) اور پیشانی جھکائے ہوئے (بالکل تیاری کی حالت میں) ہیں اور انتظار کر رہے ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے" (یہ سن کر) صحابہ نے عرض کیا کہ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب بھی کوئی آفت ومصیبت آئے تو بس حق تعالیٰ ہی کی طرف لو لگاؤ اسی کی بارگاہ میں التجا کرو اور اس کے فضل وکرم پر بھروسہ واعتماد رکھو، نیز، یہ پڑھا کرو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 99)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل "پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی آفت ومصیبت اور سخت سے سخت مشکل کو دفع کر کے عافیت وسلامتی عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا جاتا تھا تو آپ کی زبان پر یہی بابرکت کلمہ تھا، اسی طرح ایک غزوہ (جہاد) کے موقع پر جب کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم ۔ یعنی دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلہ کے لئے بڑا لاؤ لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ڈرنا چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پڑھا، حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔

| |
|---|
| وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ |
| اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۝ |
| اور آپ میرے بندوں سے فرما دیں کہ وہ ایسی باتیں کیا کریں جو بہتر ہوں، بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد بپا کرتا ہے، |
| یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ |

## شیطان کا انسان کیلئے کھلا دشمن ہونے کا بیان

"وَقُلْ لِعِبَادِی" الْمُؤْمِنِینَ "یَقُولُوا" لِلْکُفَّارِ الْکَلِمَة "یَنْزَغ" یُفْسِد "إِنَّ الشَّیْطَان کَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُبِینًا" بَیِّنَ الْعَدَاوَة وَالْکَلِمَة الَّتِی هِیَ أَحْسَن وَهِیَ

اور آپ میرے بندوں یعنی مؤمنین سے فرما دیں کہ وہ کفار سے ایسی باتیں کیا کریں جو بہتر ہوں، بیشک شیطان لوگوں کے درمیان فساد بپا کرتا ہے، یقیناً شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ یعنی عداوت میں واضح ہے۔ اور وہ کلمہ جو بہتر ہے وہ آئندہ آیت میں ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ۵۳ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت کریمہ حضرت عمر بن خطاب کے بارے میں نازل ہوئی۔ عرب کے کسی آدمی نے انہیں گالی دی تو اللہ نے انہیں درگزر کرنے کا حکم فرمایا (قرطبی 10۔276)

اور کلبی کہتے ہیں کہ مشرکین رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو باتوں اور افعال سے (طرح طرح) کی تکالیف دیا کرتے تھے انہوں نے اس بات کی رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 243، زاد المسیر 5۔46)

| |
|---|
| رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ |
| تمہارا رب تمہارے حال سے بہتر واقف ہے، اگر چاہے تم پر رحم فرمادے یا اگر چاہے تم پر عذاب کرے، |
| اور ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ |

## توبہ وایمان کے ذریعے رحمت ہونے کا بیان

"رَبّکُمْ أَعْلَم بِکُمْ إنْ یَشَأْ یَرْحَمکُمْ" بِالتَّوْبَةِ وَالْإِیمَان "أَوْ إنْ یَشَأْ" تَعْذِیبکُمْ "یُعَذِّبکُمْ" بِالْمَوْتِ عَلَی الْکُفْر "وَمَا أَرْسَلْنَاک عَلَیْهِمْ وَکِیلًا" فَتُجْبِرهُمْ عَلَی الْإِیمَان وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ

تمہارا رب تمہارے حال سے بہتر واقف ہے، اگر چاہے تم پر توبہ وایمان کے ذریعے رحم فرمادے یا اگر چاہے تم پر کفر پر موت کے ذریعے عذاب کرے، اور ہم نے آپ کو ان پر ان کے امور کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ آپ ان کو ایمان پر مجبور کریں اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

## نیک عمل کا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب بننے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ ایک بدکار عورت کی بخشش کر دی گئی کیونکہ ایک مرتبہ اس کا گزر ایک ایسے کتے پر ہوا جو کنویں کے قریب کھڑا پیاس کی وجہ سے اپنی زبان نکال رہا تھا کہ پیاس کی شدت اسے ہلاک کر دے چنانچہ اس عورت نے اپنا چرمی موزہ اتار کر اسے اپنی اوڑھنی سے باندھا اور اس کے ذریعے کتے کے لئے پانی نکالا اور اسے پلا دیا چنانچہ اس کے اس فعل کی بنا پر اس کی بخشش کر دی گئی۔ صحابہ نے یہ سن کر عرض کیا کہ کیا جانوروں کے ساتھ

حسن سلوک کرنے میں ہمارے لئے ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہر صاحب جگر تر یعنی ہر جاندار کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں ثواب ہے (خواہ انسان ہو یا جانور)۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف، جلد دوم، حدیث نمبر 401)

| |
|---|
| وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ |
| عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ |
| اور آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور بیشک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشی |
| اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔ |

## انبیائے کرام کی ایک دوسرے پر فضیلت کا بیان

"وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ "فَيَخُصُّهُمْ بِمَا شَاءَ عَلَى قَدْرِ أَحْوَالِهِمْ "وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْض "بِتَخْصِيصِ كُلّ مِنْهُمْ بِفَضِيلَةٍ كَمُوسَى بِالْكَلَامِ وَإِبْرَاهِيم بِالْخُلَّةِ وَمُحَمَّد بِالْإِسْرَاءِ

اور آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں آباد ہیں، یعنی ان کے حالات کے مطابق جو چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور بیشک ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت بخشی یعنی ان میں سے ہر ایک کو فضیلت دی جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کلام کیلئے خاص کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مقام خلیل کے ساتھ خاص کیا اور نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کیلئے معراج کو خاص کیا ہے۔ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔

## نبی کریم ﷺ کی فضیلت کبریٰ کا بیان

زبور کتاب الٰہی ہے جو حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی، اس میں ایک سو پچاس سورتیں ہیں سب میں دعا اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اور اسکی تحمید و تمجید ہے، نہ اس میں حلال و حرام کا بیان، نہ فرائض، نہ حدود و احکام، اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد علیہ والسلام کا نام لے کر ذکر فرمایا گیا۔ مفسرین نے اس کے چند وجوہ بیان کئے ہیں ایک یہ کہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا کہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی پھر ارشاد کیا کہ حضرت داؤد کو زبور عطا کی باوجودیکہ حضرت داؤد علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ ملک بھی عطا کیا تھا لیکن اس کا ذکر نہ فرمایا اس میں تنبیہ ہے کہ آیت میں جس فضیلت کا ذکر ہے وہ فضیلت علم ہے نہ کہ فضیلت ملک و مال۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں فرمایا ہے کہ محمد خاتَم الانبیاء ہیں اور ان کی امت خیر الاُمم اسی سبب سے آیت میں حضرت داؤد اور زبور کا ذکر خصوصیّت سے فرمایا گیا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ یہود کا گمان تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں اور توریت کے بعد کوئی کتاب نہیں اس آیت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمانے کا ذکر کر کے یہود کی تکذیب کر دی گئی اور ان کے دعوے کا بطلان ظاہر فرما دیا گیا غرض کہ یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کبریٰ پر

دلالت کرتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے، اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح جسے چاہے بد اعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام ہوشیار کر دینا ہے تیری ماننے والے جنتی ہوں گے اور نہ ماننے والے دوزخی بنیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے، ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے، ایک کو ایک پر فضیلت ہے، نبیوں میں بھی درجے ہیں، کوئی کلیم اللہ ہے، کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو، اس سے مطلب صرف تعصب اور نفس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن و حدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار۔ جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اس کا ماننا واجب ہے مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولو العزم رسول سب سے افضل ہیں جن کا نام سورۃ احزاب کی آیت میں ہے یعنی حضرت محمد ﷺ، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ صلوۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًاo |
| فرمادیجئے: تم ان سب کو بلالو جنہیں تم اللہ کے سوا گمان کرتے ہو وہ تم سے تکلیف دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اور |
| نہ پھیر دینے کا (اختیار رکھتے ہیں)۔ |

## معبود حقیقی ہی تکالیف کو دور کرنے والا ہے

"قُلْ" لَهُمْ "ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ" أَنَّهُمْ آلِهَة "مِنْ دُونه" كَالْمَلَائِكَةِ وَعِيسَى وَعُزَيْر "تَحْوِيلًا" لَهُ إِلَى غَيْرِكُمْ

فرمادیجئے: تم ان سب کو بلالو جنہیں تم اللہ کے سوا معبود گمان کرتے ہو جس طرح فرشتے، عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام ہیں۔ وہ تم سے تکلیف دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اور نہ اسے دوسروں کی طرف پھیر دینے کا اختیار رکھتے ہیں۔

## سورہ الاسراء آیت ۵۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ انسان کچھ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے چنانچہ وہ دین اسلام لے آئے اور دوسرے انسان ان کی عبادت کے ساتھ چمٹے رہے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 169، زاد المسیر 5-49)

صحیح بخاری میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جمے ہوئے ہیں، اس لئے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام، سورج چاند، فرشتے سب قرب الٰہی

کی تلاش میں ہیں۔

ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد الٰہی تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔(تفسیر جامع البیان، الاسراء، بیروت)

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ○

یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ مقرب کون ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

## خود عبادت کرنے والے معبود کیسے بن سکتے ہیں

"أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ" أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَهُمْ آلِهَة "يَبْتَغُونَ" يَطْلُبُونَ "إِلَى رَبّهمْ الْوَسِيلَة" الْقُرْبَة بِالطَّاعَةِ "أَيّهمْ" بَدَل مِنْ وَاو يَبْتَغُونَ أَيْ يَبْتَغِيهَا الَّذِي هُوَ "أَقْرَب" إِلَيْهِ فَكَيْفَ بِغَيْرِهِ "وَيَرْجُونَ رَحْمَته وَيَخَافُونَ عَذَابه" كَغَيْرِهِمْ فَكَيْفَ تَدْعُونَهُمْ آلِهَة

یہ لوگ جن کی عبادت کرتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں یعنی طاعت کے ساتھ قربت حاصل کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے بارگاہِ الٰہی میں زیادہ مقرب کون ہے، یہاں پر ایھم یہ یبتغون کی واؤ سے حال ہے۔ اور وہ خود اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور وہ خود ہی اس کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں، (اب تم ہی بتاؤ کہ وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں وہ تو خود معبودِ برحق کے سامنے جھک رہے ہیں)، بیشک آپ کے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ۵۷ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ایک جماعتِ عرب کے حق میں نازل ہوئی جو جنات کے ایک گروہ کو پوجتے تھے وہ جنات اسلام لے آئے اور ان کے پوجنے والوں کو خبر نہ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں عار دلائی۔(تفسیر خازن، سورہ الاسراء، بیروت)

وَإِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا ۚ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ○

اور کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم اسے روزِ قیامت سے قبل ہی تباہ کر دیں گے یا اسے نہایت ہی سخت عذاب دیں گے، یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

## قیامت سے قبل موت کے ذریعے ہلاکت کا بیان

"وَإِنْ" مَا "مِنْ قَرْيَة" أُرِيدَ أَهْلهَا "مُهْلِكُوهَا" بِالْمَوْتِ "أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا" بِالْقَتْلِ وَغَيْره "كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَاب" اللَّوْح الْمَحْفُوظ "مَسْطُورًا" مَكْتُوبًا

اور کوئی بستی ایسی نہیں مگر ہم اسے روز قیامت سے قبل ہی موت کے ساتھ تباہ کر دیں گے یا اسے نہایت ہی سخت عذاب دیں گے، یعنی قتل وغیرہ سے عذاب دیں گے۔ یہ امر کتاب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

وہ نوشتہ جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کر دی جائیں گی یا ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہی کے قریب ہو جائیں گی اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ انکے اپنے کرتوت کا خمیازہ ہوگا، رب کی آیتوں اور اسکے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

| |
|---|
| وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ |
| مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ○ |
| اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انہیں جھٹلا دیا اور ہم نے ثمود کو |
| اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم نشانیاں دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔ |

## معجزات کا مقصد ایمان ہونے کا بیان

"وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِل بِالْآيَاتِ" الَّتِي اقْتَرَحَهَا أَهْل مَكَّة "إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ" لَمَّا أَرْسَلْنَاهَا فَأَهْلَكْنَاهُمْ وَلَوْ أَرْسَلْنَاهَا إِلَى هَؤُلَاءِ لَكَذَّبُوا بِهَا وَاسْتَحَقُّوا الْإِهْلَاك وَقَدْ حَكَمْنَا بِإِمْهَالِهِمْ لِإِتْمَامِ أَمْر مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَآتَيْنَا ثَمُود النَّاقَة" آيَة "مُبْصِرَة" بَيِّنَة وَاضِحَة "فَظَلَمُوا" كَفَرُوا "بِهَا" "بِالْآيَاتِ" الْمُعْجِزَات "إِلَّا تَخْوِيفًا" لِلْعِبَادِ فَيُؤْمِنُوا

اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ ہم نشانیاں یعنی اہل مکہ کے فرمائشی معجزات دے کر بھیجیں مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے انہیں جھٹلا دیا۔ یعنی ان کی طرف معجزات بھیجے پھر ہلاکت کے لائق ہوئے ہم نے انہیں ہلاک کر دیا اور اگر ہم ان کی طرف معجزات بھیجیں تو یہ بھی ہلاکت کے حقدار بن جائیں گے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کی شریعت کی تکمیل کیلئے ہم نے ان کو مہلت دی ہے۔ اور ہم نے ثمود کو اونٹنی واضح نشانی کے طور پر دی تو انھوں نے اس پر ظلم یعنی کفر کیا اور ہم نشانیاں یعنی معجزات دے کر نہیں بھیجتے مگر ڈرانے کے لیے۔ تاکہ وہ ایمان لائیں۔

## کوہ صفا کو سونے کے بنانے کے مطالبہ کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ ان کے لیے کوہ صفا کو سونے کا

بنادیں اوران سے پہاڑوں کو دور کردیں تاکہ وہ کھیتی باڑی کرسکیں آپ سے کہا گیا کہ اگر آپ چاہیں تو ان کا انتظار کریں اور اگر چاہیں تو انہیں ان کا مطالبہ پورا کردیں لیکن اگر (اس صورت میں) انہوں نے پھر کفر کیا تو انہیں پچھلوں کی طرح ہلاک کردیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا بلکہ میں انتظار کروں گا (کہ کسی موقع پر ہدایت قبول کرلیں) اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۔طبرانی اور ابن مردویہ نے زبیر سے اسی طرح کی روایت اس سے زیادہ بسط کے ساتھ نقل کی ہے۔ (سیوطی 169، مسند احمد 4۔96، زاد المسیر 5۔(15)

حضرت ابن عباس سے ایک دوسری روایت ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ وہ صفا کو ہمارے لیے سونے کا بنادیں اور پہاڑوں کو ہم سے فاصلے پر کردیں تاکہ ہم کھیتی باڑی کرسکیں تو آپ سے فرمایا گیا کہ آپ چاہیں تو ان کا انتظار کریں (اور انہیں مہلت دیں) شاید کہ ہم ان میں سے بعض کو منتخب کرلیں اور اگر آپ چاہیں تو ہم ان کا مطالبہ ان کو عطا کردیتے ہیں لیکن اگر انہوں نے اس کے باوجود کفر کیا تو پھر انہیں پچھلی امتوں کی طرح ہلاک کردیا جائے گا آپ نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میں انتظار کروں گا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ،

(طبری 5۔74، مسند احمد 1۔258)

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ |
| وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ |
| اور جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ بیشک آپ کے رب نے لوگوں کو احاطہ میں لے رکھا ہے، اور ہم نے تو اس نظارہ کو جو |
| ہم نے آپ کو دکھایا لوگوں کے لئے صرف ایک آزمائش بنایا ہے اور اس درخت بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے، |
| اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر یہ ان میں کوئی اضافہ نہیں کرتا سوائے اور بڑی سرکشی کے۔ |

## جہنم میں شجر ملعونہ ہونے کا بیان

"وَ" وَاذْكُرْ "اِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ" عِلْمًا وَقُدْرَة فَهُمْ فِي قَبْضَته فَبَلِّغْهُمْ وَلَا تَخَف أَحَدًا فَهُوَ يَعْصِمك مِنْهُمْ "أَرَيْنَاك" عِيَانًا لَيْلَة الْإِسْرَاء "إِلَّا فِتْنَة لِلنَّاسِ" أَهْل مَكَّة إِذْ كَذَّبُوا بِهَا وَارْتَدَّ بَعْضهمْ لَمَّا أَخْبَرَهُمْ بِهَا "وَالشَّجَرَة الْمَلْعُونَة فِي الْقُرْآن" وَهِيَ الزَّقُّوم الَّتِي تَنْبُت فِي أَصْل الْجَحِيم جَعَلْنَاهَا فِتْنَة لَهُمْ إِذْ قَالُوا: النَّار تُحْرِق الشَّجَر فَكَيْفَ تُنْبِتهُ "وَنُخَوِّفهُمْ" بِهَا "فَمَا يَزِيدهُمْ" تَخْوِيفنَا،

اور یاد کیجئے، جب ہم نے آپ سے فرمایا کہ بیشک آپ کے رب نے سب لوگوں کو اپنے علم وقدرت کے احاطہ میں لے رکھا ہے، پس وہ سب قبضہ میں ہیں۔ لہٰذا آپ ان کو پیغام بتایئے اور کسی ایک کا بھی خوف خاطر میں نہ لائیں۔ کیونکہ وہ آپ ﷺ کی ان

سے حفاظت کرنے والا ہے۔اور ہم نے تو شب معراج کے اس نظارہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا۔جولوگوں یعنی اہل مکہ نے اس کی تکذیب کی ان کے لئے صرف ایک آزمائش بنایا ہے (ایمان والے مان گئے ) اور ظاہر بین الجھ گئے اور اس درخت ( شجرۃ الزقوم جو جہنم میں اگا ہوا ہے، جوتھوہر کا درخت ہے ) کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے،اس کو بھی ان کیلئے آزمائش بنایا۔جب انہوں نے کہا کہ آگ تو درخت کو جلا ڈالتی ہے تو وہ جہنم میں کیسے اگ آیا ہے۔اور ہم انہیں ڈراتے ہیں مگر یہ (ڈرانا بھی ) ان میں کوئی اضافہ نہیں کرتا سوائے اور ہاں البتہ جوان کی بڑی سرکشی ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ٦٠ کے شان نزول کا بیان

جب اللہ نے زقوم (جہنم کا درخت ) کا ذکر کیا اور اس کے ذریعے قبیلہ قریش کو ڈرایا تو ابوجہل نے کہا کیا تم جانتے ہو یہ زقوم جس سے محمد تمہیں ڈراتا ہے کیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں اس نے کہا یہ مکھن کے ساتھ بنی ہوئی ثرید ہے اللہ کی قسم اگر ہمیں اس پر قدرت دے دی گئی تو ہم اسے ضرور بالضرور نگل جائیں گے۔اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ) ۔(نیسابوری 244،زادالمسیر 5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے قول،وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ، اور وہ خواب جو ہم نے تمہیں دکھایا اور وہ خبیث درخت جس کا ذکر قرآن میں ہے ان سب کو ان لوگوں کے لئے فتنہ بنا دیا۔اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں مذکور ملعون درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1079)

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ○ |
| اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس،اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں |
| جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔ |

## مٹی کو حقیر سمجھ کر شیطان کا دلیل قائم کرنے کا بیان

"وَ" اذْكُر "اُسْجُدُوا لِآدَم" سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ "طِينًا" نُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِض أَيْ مِنْ طِين

اور یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو یعنی تعظیمی سجدہ کے طور پر جھک جاؤ، یہاں پر لفظ طین یہ حذف جر کے سبب منصوب ہے۔یعنی من طین تھا،تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس،اس نے کہا کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا۔

اس ملعون نے کہا کہ میں آدم کو سجدہ کیسے کروں جبکہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں جو کہ مٹی کے مقابلے میں افضل اور ایک جوہر لطیف ہے۔اور آدم کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔تو پھر میں اس کو سجدہ کیسے کروں؟ سو یہ تھی اس لعین کی متکبرانہ ابلیسی منطق جو اس نے حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ اقدس میں بگھاری۔اور جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کیلئے مردود و مطرود ہو گیا۔جو لوگ آج اپنے

استکبار اور غرور و گھمنڈ کی بناء پر انبیائے کرام کی تعظیم نہیں کرتے اور دعوت حق پر لبیک نہیں کہتے۔ وہ دراصل اپنے اسی امام ابلیس کی پیروی کرتے اور اس کی منطق اپنائے ہیں اور اسطرح وہ خود اپنی محرومی کا سامان کرتے ہیں مگر ان کو اس کا شعور نہیں۔

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اس نے کہا کیا تو نے دیکھا، یہ شخص جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی، یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔

## شیطان کا گمراہی کیلئے مہلت طلب کرنے کا بیان

"قَالَ أَرَأَيْتُكَ" أَيْ أَخْبِرْنِي "هَذَا الَّذِي كَرَّمْتَ" فَضَّلْتَ "عَلَيَّ" بِالْأَمْرِ بِالسُّجُودِ لَهُ "وَأَنَا خَيْر مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَار" "لَئِنْ" لَام قَسَم "لَأَحْتَنِكَنَّ" لَأَسْتَأْصِلَنَّ "ذُرِّيَّته" بِالْإِغْوَاءِ "إِلَّا قَلِيلًا" مِنْهُمْ مِمَّنْ عَصَمْته

اس نے کہا کیا تو نے دیکھا، یعنی مجھے بتائیے یہ شخص جسے تو نے مجھ پر عزت بخشی ہے یعنی فضیلت دی ہے۔ اور مجھے اس کو سجدے کا حکم دیا حالانکہ میں اس سے بہتر ہوں۔ کیونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ یہاں پر لئن میں لام برائے قسم ہے۔ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی اولاد کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ دوں گا۔ یعنی سوائے ان قلیل لوگوں کے جن کو تو نے بچالیا۔

اس ملعون نے کہا کہ اگر تو نے مجھے مہلت دی تو میں جڑ نکال دونگا اس کی سب نسل کی اور ان سب کو راہ حق سے پھسلا کر دوزخ میں پہنچا کر چھوڑوں گا سوائے ان میں کے ان تھوڑے سے لوگوں کے جن پر میرا زور نہیں چل سکے گا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود بھی ارشاد فرمایا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان الا من اتبعک من الغاوین (الحجر ) کہ میرے خاص بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بہکے بھٹکے ہوئے گمراہوں کے جو تیرے پیچھے چلیں گے اور انہوں نے اپنے کئے کرائے کا بھگتان بھگتنا اور تیرے ساتھ دوزخ میں داخل ہونا ہے کہ یہی تقاضا ہے عدل وانصاف و مکافات عمل کا ہے۔

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝

اللہ نے فرمایا۔ جا، پس ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تو بیشک دوزخ تم سب کی پوری پوری سزا ہے۔

## قیام قیامت تک شیطان کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالَى لَهُ "اذْهَبْ" مُنْظَرًا إلَى وَقْت النَّفْخَة الْأُولَى "جَزَاؤُكُمْ" أَنْتَ وَهُمْ "جَزَاء مَوْفُورًا" وَافِرًا كَامِلًا

اللہ نے فرمایا جا تجھے پہلی بار صور پھونکنے تک مہلت ہے، پس ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تو بیشک دوزخ ہی تم

سب کی پوری پوری سزا ہے۔

ابلیس نے اولاد آدم کو گمراہ کرنے کیلئے خدائے پاک سے جو مہلت مانگی تھی وہ اس کو دے دی گئی، اور حق تعالیٰ نے اس ملعون سے فرمادیا کہ تو ان کو ورغلانے کیلئے جو کچھ کرنا چاہے کر لے، تجھے اسکی پوری آزادی ہے، اور یہ کہ تجھے اور تیری پیروی کرنے والوں کو پورا پورا بدلہ دینے کیلئے جہنم کافی ہے اور ایسی اور اس قدر کافی، کہ اس کے ہوتے ہوئے تمہاری سزا میں کوئی کسر باقی نہیں رہ جائیگی۔ جہنم کی سزا ایسی ہولناک ہوگی کہ وہ ایک ہی ساتھ سب کسر پوری کر چھوڑے گی۔

| |
|---|
| وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ |
| فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ |
| اور جس پر بھی تیرا بس چل سکتا ہے تو اپنی آواز سے ڈگمگا لے اور ان پر اپنی سوار اور پیادہ دستوں کو چڑھا دے اور ان کے مال واولاد |
| میں ان کا شریک بن جا اور ان سے وعدے کر، اور ان سے شیطان دھوکہ وفریب کے سوا وعدہ نہیں کرتا۔ |

## گناہوں کی طرف لے جانے والے شیطانی ذرائع کا بیان

"وَاسْتَفْزِزْ" اسْتَخِفَّ "بِصَوْتِكَ" بِدُعَائِكَ بِالْغِنَاءِ وَالْمَزَامِير وَكُلّ دَاعٍ إِلَى الْمَعْصِيَة "وَأَجْلِبْ" صِحْ "عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلك" وَهُمْ الرُّكَّاب وَالْمُشَاة فِي الْمَعَاصِي "وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَال" الْمُحَرَّمَة كَالرِّبَا وَالْغَصْب "وَالْأَوْلَاد" مِنْ الزِّنَى "وَعِدْهُمْ" بِأَنْ لَا بَعْث وَلَا جَزَاء "وَمَا يَعِدهُمْ الشَّيْطَان" بِذَلِكَ "إِلَّا غُرُورًا" بَاطِلًا

اور جس پر بھی تیرا بس چل سکتا ہے تو اسے اپنی آواز سے ڈگمگا لے یعنی موسیقی اور مزامیز اور ہر ایسی چیز جو گناہ کی طرف لے جانے والی ہے اس کے ذریعے ان کو پھسلا لے۔ اور ان پر اپنی فوج کے سوار اور پیادہ دستوں کو چڑھا دے یہاں پر خیل سے مراد گھوڑ سوار اور رجل سے مراد پیدل ہیں جو گناہوں کی طرف چلتے ہیں۔ اور ان کے مال واولاد میں ان کا شریک بن جا یعنی حرام مال اور ڈکیتی کا مال اور زنا کی اولاد سے حصہ لے۔ اور ان سے جھوٹے وعدے کر، کہ دوبارہ کوئی زندگی نہ ہوگی اور نہ کوئی جزاء ہوگی۔ اور ان سے شیطان دھوکہ وفریب کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتا۔ غرور سے مراد باطل ہے۔

## لوگوں کے اموال واولاد میں شیطان کی شرکت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنے افراد بھی کفر ومعصیت کی حمایت کے لئے لڑنے کو چلتے ہیں وہ سوار اور پیادے سب شیطان ہی کا سوار اور پیادہ لشکر ہے رہا یہ معاملہ کہ شیطان کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ اولاد آدم کو بہکا کر گمراہ کرنے پر قادر ہو جائے گا جس کی بناء پر اس نے یہ دعویٰ کیا تو ممکن ہے کہ انسان کے اجزا ترکیبی کو دیکھ کر اس نے یہ سمجھ لیا ہو کہ اس کے اندر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوگا اس لئے بہکانے میں آ جانا دشوار نہیں اور اس میں بھی کچھ بعد نہیں کہ یہ دعویٰ بھی محض جھوٹ ہی ہو۔

لوگوں کے اموال اور اولاد میں شیطان کی شرکت کا مطلب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بیان فرمایا کہ اموال میں جو مال ناجائز حرام طریقوں سے حاصل کیا جائے یا حرام کاموں میں خرچ کیا جائے یہی شیطان کی اس میں شرکت ہے اور اولاد میں شیطان کی شرکت اولاد حرام ہونے سے بھی ہوتی ہے اور اس سے بھی کہ اولاد کے نام مشرکانہ رکھے یا ان کی حفاظت کے لئے مشرکانہ رسوم ادا کرے یا ان کی پرورش کے لئے حرام ذرائع آمدنی اختیار کرے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

## شیطان کی لشکروں سے جنگ کرنے کا بیان

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی صبح کی نماز کے لئے جاتا ہے وہ گویا وہ ایمان کا جھنڈا لے کر چلتا ہے اور جو آدمی صبح بازار جاتا ہے تو گویا وہ شیطان کا جھنڈا لے کر چلتا ہے۔

(ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 603)

علامہ طیبی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے لشکر اور شیطان کو بیان کرنے کے لئے تمثیل ہے کہ جو آدمی فجر کی نماز پڑھنے کے لئے صبح سویرے مسجد کی طرف چلتا ہے تو گویا وہ ایمان کا جھنڈا اٹھا کر شیطان سے جنگ کرنے کے لئے چلتا ہے جس طرح غازی اور مجاہدین دشمنان اسلام سے برسر پیکار ہونے کے لئے اسلامی جھنڈا لے کر چلتے ہیں لہٰذا صبح سویرے فجر کی نماز کو جانے والا آدمی اللہ تعالیٰ کے لشکر کا ایک فرد ہوتا ہے اور جو آدمی صبح سویرے حصول دنیا کے چکر میں بازار کی طرف چلتا ہے تو وہ شیطان کے لشکر کا ایک فرد ہوتا ہے۔ بایں طور کہ وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے نماز کو جانے کی بجائے شیطان کی خواہش پر عمل کرتا ہے اور اس طرح وہ اپنے دین کو کمزور کر کے شیطان کی پیروی اور تابعداری کا جھنڈا اٹھا کر اس کی شان و شوکت بڑھاتا ہے لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ یہ تمثیل اس آدمی کے حق میں ہے جو فجر کی نماز اور وظائف پڑھے بغیر بازار جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی آدمی نماز و تلاوت اور وظائف سے فارغ ہو کر حلال رزق طلب کرنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے سامان حیثیت کی فراہمی کی خاطر بازار جاتا ہے تو وہ اس تمثیل کی رو سے شیطان کے لشکر کا فرد نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لشکر کا فرد ہوتا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۝ |
| بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا تسلط نہیں ہو سکے گا، اور تیرا رب ان کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ |

## اہل ایمان پر شیطانی فریب نہ چل سکنے کا بیان

"اِنَّ عِبَادِی" الْمُؤْمِنِينَ "سُلْطَان" تَسَلُّط وَقُوَّة "وَكَفَى بِرَبِّكَ وَكِيلًا" حَافِظًا لَهُمْ مِنْك

بیشک جو میرے بندے یعنی اہل ایمان ہیں ان پر تیرا تسلط نہیں ہو سکے گا، اور تیرا رب ان اللہ والوں کی کارسازی کے لئے کافی ہے۔ یعنی وہ ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔

## 16 فرشتے اور شیطانی تصرف کے درمیان اختیار کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان پر ایک تصرف تو شیطان کا ہوا کرتا ہے اور ایک تصرف فرشتہ کا شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ برائی پر ابھارتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ نیکی پر ابھارتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا لہٰذا جو آدمی (نیکی پر فرشتہ کے ابھارنے کی) یہ کیفیت اپنے اندر پائے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ہدایت) ہے اس پر اس کو اللہ کا شکر بجالانا چاہیے اور جو آدمی دوسری کیفیت (یعنی شیطان کی وسوسہ اندازی) اپنے اندر پائے تو اس کو چاہیے کہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآنی آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے) شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور گناہ کے لئے اکساتا ہے۔اس روایت کو جامع ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 70)

فرشتہ کے ابھارنے کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ نیکی کی اہمیت اور نیکی پر ملنے والے اجر وانعام کی کشش ظاہر کرتا ہے اور انسان کے احساس وشعور میں یہ بات ڈالتا ہے کہ اللہ کا سچا دین ہی انسانیت کی بقاوترقی کا ضامن ہے اللہ کے رسول جو شریعت لے کر آئے ہیں اسی میں بنی آدم کی دنیاوی اور آخروی نجات پوشیدہ ہے۔اگر اپنی فلاح ونجات چاہتے ہو تو برائی کے راستہ سے بچو اور نیکی کے راستہ کو اختیار کرو۔شیطان کا ابھارنا یہ ہوتا ہے کہ وہ راہ حق کو تاریک کر کے دکھاتا ہے وسوسہ اندازی کے ذریعہ دین کی بنیادی باتوں مثلاً توحید، نبوت آخرت اور دوسرے معتقدات میں تردد وتشکیک پیدا کرتا ہے۔نیکی کو بدنما صورت میں اور بدی کو اچھی شکل وصورت میں پیش کرتا ہے، انسانی دماغ یہ میں بات بٹھانے کی سعی کرتا ہے کہ اگر ان چیزوں کو اختیار کرو گے جو نیکی سے تعبیر کی جاتی ہیں تو پریشانیاں اٹھاؤ گے، تکلیفیں، برداشت کرو گے، مثلاً توکل وقناعت کی زندگی اختیار کرو گے اور اپنے اوقات کو دنیا سازی میں صرف کرنے کی بجائے اللہ کی عبادت اور دین کی خدمت میں لگاؤ گے تو تم نہ مال دولت حاصل کر پاؤ گے اور نہ دنیا کی کوئی آسائش و راحت اٹھا پاؤ گے، اسلئے فقر ومحتاجگی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

| |
|---|
| رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ |
| تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔ |

## تجارتی فوائد وغیرہ کیلئے دریاؤں کو مسخر کرنے کا بیان

"يُزْجِي" يُجْرِي "لَكُمُ الْفُلْكَ" السُّفُن "لِتَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا "مِنْ فَضْله" تَعَالَى بِالتِّجَارَةِ "إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا" فِي تَسْخِيرهَا لَكُمْ

تمہارا رب وہ ہے کہ تمہارے لیے دریا میں کشتی رواں کرتا ہے کہ تم اس کا فضل تلاش کرو، یعنی تجارت کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے۔کیونکہ اس نے تمہارے لئے اس کو مسخر کیا ہے۔

ارشاد فرمایا گیا اور انسان کے قلب وضمیر اور عقل وفکر کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ تمہارا رب وہی ہے جو تمہارے لئے کشتیاں (اور طرح طرح کے جہاز) چلاتا ہے سمندر میں۔ حالانکہ پانی کی طبیعت اور خاصیت یہ ہے کہ اس میں معمولی سا کنکر پتھر بھی اگر پھینکا جائے تو وہ ڈوب جاتا ہے مگر تمہارے فائدے کیلئے اس قادر مطلق نے اس کو تمہارے لئے ایسا مسخر کر دیا کہ طرح طرح کی کشتیاں اور ہزاروں ٹن وزن کے یہ دیو ہیکل جہاز اس پر اس سہولت اور آسانی سے تیرتے پھرتے ہیں اور تمہارے لئے طرح طرح کے فوائد اور قسما قسم کے منافع کا ذریعہ بنتے ہیں کہ انہی بحری ذرائع حمل ونقل سے تمہاری ضرورتوں کے سامان مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق اور شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال جاتے ہیں اور اسی سے تمہاری روزی کے بھی طرح طرح کے ذرائع و وسائل پیدا ہوتے ہیں۔ سو اس سے تم لوگ یہ اندازہ کر سکتے ہو کہ تمہارا وہ رب کتنا مہربان، کس قدر قادر اور کیسی عظمت شان کا مالک ہے سبحانہ وتعالیٰ جس نے تمہاری طرح طرح کی ضرورتوں کی تکمیل اور ان کی بہم رسانی کا اس قدر پر حکمت طریقہ سے انتظام فرمایا ہے سبحانہ وتعالیٰ پھر اسی سے تم لوگ خود سوچو کہ اس کا تم پر کیا حق ہے؟ اور اس کے اس حق کی ادائیگی کس طرح کی جا سکتی ہے؟

| |
|---|
| وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ |
| اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ○ |
| اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے تو وہ گم ہو جاتے ہیں جن کی تم پرستش کرتے رہتے ہو سوائے اسی کے، |
| پھر جب وہ تمہیں بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے رُوگردانی کرنے لگتے ہو، اور انسان بڑا ناشکرا واقع ہوا ہے۔ |

## مصائب و پریشانیوں میں مشرکین کا اللہ سے دعا کرنے کا بیان

"الضُّرُّ" الشِّدَّة "فِي الْبَحْرِ" خَوْف الْغَرَق "ضَلَّ" غَابَ عَنْكُمْ "مَنْ تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ مِنْ الْآلِهَة فَلَا تَدْعُونَهُ "إلَّا إيَّاهُ" تَعَالَى فَإِنَّكُمْ تَدْعُونَهُ وَحْده لِأَنَّكُمْ فِي شِدَّة لَا يَكْشِفهَا إلَّا هُوَ "فَلَمَّا نَجَّاكُمْ" مِنْ الْغَرَق وَأَوْصَلَكُمْ "أَعْرَضْتُمْ" عَنْ التَّوْحِيد "وَكَانَ الْإِنْسَان كَفُورًا" جَحُودًا لِلنِّعَمِ

اور جب سمندر میں تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے۔ یعنی ڈوب جانے کا خوف لاحق ہوتا ہے تو وہ سب بت تمہارے ذہنوں سے گم ہو جاتے ہیں جن کی تم پرستش کرتے رہتے ہو سوائے اسی اللہ کے جسے تم اس وقت یاد کرتے ہو، پھر جب وہ اللہ تمہیں غرق ہونے سے بچا کر خشکی کی طرف لے جاتا ہے تو پھر اس کی توحید سے رُوگردانی کرنے لگتے ہو، اور انسان نعمتوں کا انکار کر کے بڑا ناشکرا واقع ہوا ہے۔

بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے ٹال دی تو یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ ابوجہل کا لڑکا عکرمہ حبشہ جانے کے

ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اتفاقاً کشتی طوفان میں پھنس گئی، باد مخالف کے جھونکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے، اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے، سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے گا۔ اسی کو پکارو۔ عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہ کام آسکتا ہے۔

عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آسکتا ہے۔

اے اللہ میں نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا۔

تو میں سیدھا جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم و کرم فرمائیں گے (صلی اللہ علیہ وسلم) چنانچہ سمندر سے پار ہوتے ہی وہ سیدھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًاۙ۝ |
| کیا تم بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں خشکی کے کنارے دھنسا دے، یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، |
| پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔ |

## غفلت کے سبب عذاب الٰہی سے بے پرواہ ہوجانے کا بیان

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ "جَانِبَ الْبَرِّ" أَيِ الْأَرْض كَقَارُونَ "أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا" أَيْ يَرْمِيكُمْ بِالْحَصْبَاءِ كَقَوْمِ لُوط "وَكِيلًا" حَافِظًا مِنْهُ،

کیا تم بے خوف ہوگئے کہ وہ تمہیں خشکی یعنی زمین کے کنارے دھنسا دے، جس طرح قارون کے ساتھ ہوا۔ یا تم پر کوئی پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیج دے، جس طرح قوم لوط کے ساتھ ہوا۔ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ۔ یعنی جو اس سے حفاظت کرنے والا ہو۔

پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو لیکن پھر اس کے ہٹتے ہی اللہ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو۔ انسان ہے ہی ایسا ناشکرا کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ بچالے اور توفیق خیر دے۔

| |
|---|
| اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ |
| بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا۝ |
| یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے تو تم کو تمہارے کفر کے سبب |
| ڈبو دے پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے۔ |

## سخت مصیبت سے نجات کے باوجود نہ سمجھ سکنے کا بیان

أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ "فِيهِ" أَيِ الْبَحْرِ "تَارَةً" مَرَّةً "أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ" أَيْ رِيحًا شَدِيدَةً لَا تَمُرُّ بِشَيْءٍ إِلَّا قَصَفَتْهُ فَتَكْسِر فُلْكَكُمْ "فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ" بِكُفْرِكُمْ "تَبِيعًا" نَاصِرًا وَتَابِعًا يُطَالِبُنَا بِمَا فَعَلْنَا بِكُمْ

یا اس سے نڈر ہوئے کہ تمہیں دوبارہ دریا میں لے جائے۔ پھر تم پر جہاز توڑنے والی آندھی بھیجے۔ یعنی ایسی آندھی کہ جس میں کوئی چیز گزر نہ سکے مگر یہ کہ اس کو توڑ دے جو تمہاری کشتیوں کو بھی توڑ دے۔ تو تم کو تمہارے کفر کے سبب ڈبو دے پھر اپنے لیے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے۔ یعنی ایسا مددگار کہ جو کچھ ہم نے تمہارے ساتھ کیا ہے اس کے بارے میں ہم پوچھنے کی جرأت کر سکے۔

جیسا کہ قارون کو دھنسا دیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خشکی وتری سب اس کے تحتِ قدرت ہیں جیسا وہ سمندر میں غرق کرنے اور بچانے دونوں پر قادر ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین کے اندر دھنسا دینے اور محفوظ رکھنے دونوں پر قادر ہے، خشکی ہو یا تری ہر کہیں بندہ اس کی رحمت کا محتاج ہے وہ زمین دھنسانے پر بھی قادر ہے اور یہ بھی قدرت رکھتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰـهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰـهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ |
| وَ فَضَّلْنٰـهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۠ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی اور انہیں خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا |
| اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی اس میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔ |

## خشکی و بحری سواریوں کو انسانوں کیلئے مسخر کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا" فَضَّلْنَا "بَنِي آدَمَ" بِالْعِلْمِ وَالنُّطْقِ وَاعْتِدَالِ الْخَلْقِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَمِنْهُ طَهَارَتُهُمْ بَعْدَ الْمَوْتِ "وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ" عَلَى الدَّوَابِّ "وَالْبَحْرِ" عَلَى السُّفُنِ "كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا" كَالْبَهَائِمِ وَالْوُحُوشِ "تَفْضِيلًا" فَمَنْ بِمَعْنَى مَا أَوْ عَلَى بَابِهَا وَتَشْمَلُ الْمَلَائِكَةَ وَالْمُرَادُ تَفْضِيلُ الْجِنْسِ وَلَا يَلْزَمُ تَفْضِيلُ أَفْرَادِهِ إِذْ هُمْ أَفْضَلُ مِنَ الْبَشَرِ غَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو بہت عزت بخشی یعنی علم، بولنا، تخلیق میں درمیانہ روی وغیرہ کے سبب عزت بخشی ہے اور موت کے طہارت بھی انہی اوصاف میں سے ہے۔ اور انہیں خشکی جانوروں پر سوار کیا اور سمندر میں کشتیوں پر سوار کیا اور انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے جو مخلوق پیدا کی، جس طرح حیوانات و وحوش ہیں۔ اس میں سے بہت سوں پر انہیں فضیلت دی، بڑی فضیلت دینا۔ یہاں پر من بہ معنی ما ہے یا اپنی حالت پر ہے اور یہ فضیلت فرشتوں کو بھی شامل ہے اور یہاں فضیلت سے مراد جنس فضیلت ہے جبکہ

اس سے افراد کی فضیلت لازم نہیں آتی کیونکہ انبیائے کرام کے سوا باقی سب انسانوں پر فرشتوں کو فضیلت حاصل ہے۔

## انسان کی برتری وحسن میں کرامت کا بیان

حسن کا قول ہے کہ اکثر سے کل مراد ہے اور اکثر کا لفظ کل کے معنی میں بولا جاتا ہے قرآن کریم میں بھی ارشاد ہوا (وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ، الشعراء:223) اور (وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔـا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ، یونس:36) میں اکثر بہ معنی کل ہے لہٰذا ملائکہ بھی اس میں داخل ہیں اور خواص بشر یعنی انبیاء علیہم السلام خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور صلحائے بشر عوام ملائکہ سے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مومن اللہ کے نزدیک ملائکہ سے زیادہ کرامت رکھتا ہے وجہ یہ ہے کہ فرشتے طاعت پر مجبول ہیں یہی ان کی سرشت ہے، ان میں عقل ہے شہوت نہیں اور بہائم میں شہوت ہے عقل نہیں اور آدمی شہوت وعقل دونوں کا جامع ہے تو جس نے عقل کو شہوت پر غالب کیا وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس نے شہوت کو عقل پر غالب کیا وہ بہائم سے بدتر ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل وحواس عنایت فرمائے جن سے دنیاوی واخروی مضار ومنافع کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لیے کھلی ہیں دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے، مکانات اور دنیاوی آسائش ورہائش کے سامانوں سے منتفع ہوتا ہے۔ ان ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجودِ ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل مخلوقات کا سردار بنایا۔ غرض نوع انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ اوپر کے رکوع میں آدم کی نسبت شیطان کا (هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ الاسراء:62) کہنا اور ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا، پھر بنی آدم کو کشتی کے ذریعہ دریائی سفر طے کرانا مذکور تھا۔

مفسرین نے اس آیت کے تحت میں یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہے کون مفضول۔ حنفیہ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ "رسل بشر"، "رسل ملائکہ" سے افضل ہیں اور رسل ملائکہ (باستثنائے رسل بشر کے) باقی تمام فرشتوں اور آدمیوں سے افضل ہیں۔ اور عام فرشتوں کو عام آدمیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ (تفسیر عثمانی، سورہ الاسراء، لاہور)

| |
|---|
| يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ |
| يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۝ |
| جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے، پھر جسے اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی |
| تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہ ہوگا۔ |

## قیامت کے دن ہر امت کو اس کے نبی مکرم علیہ السلام کے ساتھ بلائے جانے کا بیان

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ "بِإِمَامِهِمْ" نَبِيّهِمْ فَيُقَال يَا أُمَّة فُلَان أَوْ بِكِتَابِ أَعْمَالهمْ فَيُقَال يَا صَاحِب الشَّرّ وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "فَمَنْ أُوتِيَ" مِنْهُمْ "كِتَابه بِيَمِينِهِ" وَهُمْ السُّعَدَاء أُولُو الْبَصَائِر فِي الدُّنْيَا "يُظْلَمُونَ" يُنْقَصُونَ مِنْ أَعْمَالهمْ "فَتِيلًا" قَدْر قِشْرَة النَّوَاة،

جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام یعنی ان کے نبی مکرم علیہ السلام کے ساتھ بلائیں گے، پس کہا جائے گا اے فلاں نبی مکرم علیہ السلام کی امت یا ان کے نامہ اعمال کے ساتھ بلایا جائے گا۔ پس کہا جائے گا اے برے نامہ اعمال والے، اے اچھے نامہ اعمال والے، پھر جسے اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی، وہ سعادت منداور دنیا میں اہل بصیرت ہوں گے، تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر بھی ظلم نہ ہوگا۔

## قیامت کے لوگوں کا اپنے ائمہ کے ساتھ آنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت (يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ جس دن ہم لوگوں کو ان کے سرداروں کے ساتھ بلائیں گے۔ سو جسے اس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ لوگ اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے)۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ ایک شخص کو بلا کر نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور اس کا بدن ساٹھ گز لمبا کر دیا جائے گا۔ پھر اس کا چہرہ روشن کر کے اس کے سر پر موتیوں کا ایک تاج پہنایا جائے گا۔ جو چمک رہا ہوگا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف جائے گا تو وہ اسے دور ہی سے دیکھ کہیں گے کہ یا اللہ ہمیں بھی ایسی نعمت عطا فرما اور ہمارے لئے اس میں برکت دے یہاں تک کہ وہ آئے گا اور ان سے کہے گا کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے ایسے انعام کی خوشخبری ہے لیکن کافر کا منہ سیاہ ہوگا اور اس کا جسم ساٹھ گز تک بڑھا دیا جائے گا۔ جیسے کہ آدم علیہ السلام کا قد و جسم تھا۔ پھر اسے بھی ایک تاج پہنایا جائے گا۔ جسے اللہ کے دوست دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں یہ چیز نہ دینا اور جب وہ ان کے پاس جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یا اللہ! اسے ہم سے دور کر دے۔ وہ کہے گا اللہ تمہیں دور کرے تم میں سے ہر شخص کے لئے اس کے مثل ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1081)

بزار میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس کا جسم بڑھ جائے گا، چہرہ چمکنے لگے گا، سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا، یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے، کہ اے اللہ ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے۔ لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا، اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہنے لگیں گے اللہ اسے رسوا کر، یہ جواب دے گا، اللہ تمہیں غارت کرے، تم میں سے ہر شخص کے لئے یہی اللہ کی مار ہے۔ اس دنیا میں جس نے اللہ کی آیتوں سے اس کی کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں سچ مچ رسوا ہوگا اور

دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولا ہوا ہوگا۔ (جامع البیان، سورہ الاسراء، بیروت)

| وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ |
|---|
| اور جو اس میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔ |

## دنیا میں گمراہی کا اندھا آخرت میں نابینا ہوگا

"وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ" أَيْ الدُّنْيَا "أَعْمَى" عَنْ الْحَقّ "فَهُوَ فِي الْآخِرَة أَعْمَى" عَنْ طَرِيق النَّجَاة وَقِرَاءَة الْقُرْآن "وَأَضَلّ سَبِيْلًا" أَبْعَد طَرِيقًا عَنْهُ،

اور جو اس دنیا میں حق دیکھنے سے اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی نجات کے راستے اور قرأت قرآن سے اندھا ہوگا اور راستے سے بہت زیادہ بھٹکا ہوا ہوگا۔ یعنی راستے سے دور ہو جائے گا۔

دنیا میں ہدایت کے راستہ کو دیکھنے کی کوشش ہی نہ کی اور اندھا بنا رہا۔ وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور جنت کی راہ نظر ہی نہ آئے گی۔ دنیا میں اس کا اندھا پن اختیاری تھا اور اس کی اصلاح ممکن تھی۔ لیکن آخرت میں اس کا اندھا پن اضطراری ہوگا جو دنیا کے اندھا پن کے نتیجہ میں واقع ہوگا اور چونکہ اس کی اصلاح کی اب کوئی صورت ممکن نہ ہوگی نہ کسی دوسرے کا اسے راستہ دکھانا کام آسکے گا۔ لہٰذا ایسا شخص جنت سے دور ہی کہیں بھٹکتا رہے گا اور اسے صرف اپنے سامنے جہنم کے مختلف طرح کے عذاب ہی نظر آئیں گے۔

| وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّا تَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ |
|---|
| اور کفار تو یہی چاہتے تھے کہ آپ کو اس سے پھیر دیں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تا کہ آپ اس کے سوا |
| ہم پر کچھ اور کو منسوب کر دیں اور تب آپ کو اپنا دوست بنالیں۔ |

## سورہ الاسراء آیت ۷۳ کے شان نزول کا بیان

وَنَزَلَ فِي ثَقِيف وَقَدْ سَأَلُوهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُحَرِّم وَادِيهمْ وَأَلَحُّوا عَلَيْهِ، "وَإِنْ" مُخَفَّفَة "كَادُوا" قَارَبُوا "لَيَفْتِنُونَك" لَيَسْتَنْزِلُونَك "وَإِذًا" لَوْ فَعَلْت ذٰلِكَ، "لَاتَّخَذُوك خَلِيلًا"

یہ آیت مبارکہ قبیلہ ثقیف کے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے نبی کریم ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ ﷺ ان کی وادی (طائف) کو حرم بنادیں۔ اور اسی بات پر اصرار کیا۔ یہاں پر حرف اِن مخففہ ہے۔

اور کفار تو یہی چاہتے تھے کہ آپ کو اس حکم الٰہی سے پھیر دیں جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے تا کہ آپ اس وحی کے سوا ہم پر کچھ اور باتوں کو منسوب کر دیں اور تب آپ کو اپنا دوست بنالیں۔

## طائف کو حرم بنانے کا مطالبہ کرنے والوں کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت ثقیف کے وفد کے متعلق نازل ہوئی یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور آپ سے حق دور ہونے سوال کیا انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں ایک سال تک لات، سے نفع اٹھانے دیجیے اور ہماری وادی کو اسی طرح حرمت والا قرار دیجیے جس طرح مکہ حرمت والا ہے کہ اس کے درخت، پرندے اور وحشی جانور سب حرمت والے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کوئی جواب نہ دیا انہوں نے آپ کے پاس آ کر بارہا یہی سوال کیا اور کہا ہم چاہتے ہیں کہ عرب خود پر ہماری فضیلت پہچانیں اگر آپ ہماری بات ناپسند کرتے ہیں اور آپ کو اس بات ڈر ہے کہ عرب کہیں گے کہ آپ نے ان قبیلہ ثقیف کو وہ کچھ دے دیا جو ہمیں نہیں دیا تو آپ کہہ دینا کہ اس کا حکم مجھے اللہ ہی نے دیا ہے رسول اللہ ﷺ ان سے خاموش ہو گئے اور ان میں لالچ آ گئی (کہ شاید آپ قبول فرمالیں) اسی دوران حضرت عمران پر چلائے کیا تم نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ تمہاری بات کی ناپسندیدگی کی وجہ سے تمہیں جواب نہیں دے رہے جبکہ رسول اللہ ان کی ناحق فرمائش دینے کا ارادہ کر لیا تھا کہ اللہ نے اسی وقت یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 245، زادالمسیر 5۔67، طبری 15۔130)

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مشرکین نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہم ایذا پہنچانے سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گے جب تک کہ آپ ہمارے معبودوں کے قریب نہ آئیں اگرچہ آپ اپنی انگلی کی نوک ہی لگا دیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کروں گا تو اللہ جانتا ہے کہ میں نیکی کا ارادہ رکھتا ہوں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ) ۔ الی قولہ (نصیرا)۔ نیسابوری 244، زادالمسیر 5۔67، قرطبی 10۔(299)

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ قریش ایک رات صبح تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خلوت میں رہے وہ آپ سے کلام کرتے رہے آپ کی تعظیم کرتے، آپ کو اپنا سردار مانتے اور آپ کو قریب کرتے رہتے انہوں نے کہا بے شک آپ تو ایسی چیز (وحی) لاتے ہیں جو کوئی دوسرا نہیں لاتا اے ہمارے سردار آپ تو ہمارے سردار ہیں وہ مسلسل اسی طرح کرتے رہے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ ان کے کسی برے ارادے میں ان کے قریب ہو جاتے پھر اللہ نے آپ کو اس سے بچا لیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 245، زادالمسیر 5۔68، قرطبی 10۔299)

| |
|---|
| وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ |
| اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تب بھی آپ ان کی طرف بہت ہی معمولی سے جھکاؤ کے قریب جاتے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی عصمت کا بیان

"وَلَوْلَا أَنْ ثَبَّتْنَاكَ" عَلَى الْحَقِّ بِالْعِصْمَةِ "لَقَدْ كِدْتَ" قَارَبْتَ "تَرْكَنُ" تَمِيلُ "إِلَيْهِمْ شَيْئًا" رُكُونًا "قَلِيلًا" لِشِدَّةِ احْتِيَالِهِمْ وَإِلْحَاحِهِمْ وَهُوَ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَرْكَنْ وَلَا قَارَبَ

اور اگر ہم نے آپ کو (پہلے ہی سے عصمتِ نبوت کے ذریعہ) ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تب بھی آپ ان کی طرف (اپنے پاکیزہ نفس اور طبعی استعداد کے باعث) بہت ہی معمولی سے جھکاؤ کے قریب جاتے۔اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ ان کی طرف پھر بھی زیادہ مائل نہ ہوتے اور وہ ناکام رہتے مگر اللہ نے آپ کو عصمتِ نبوت کے ذریعہ اس معمولی سے میلان کے قریب جانے سے بھی محفوظ فرمالیا ہے۔

اس آیت میں ارشاد فرمایا گیا کہ مگر چونکہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ثابت قدم رکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست ہماری نگرانی اور حفاظت میں تھے۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی کسی بھی بات کا کوئی صدور و وقوع نہیں ہوا۔ورنہ آپ کسی قدر ان کی طرف جھک جاتے۔اسی لئے روایات میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے اللّٰھم لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین کہ اے میرے اللہ مجھے کبھی لحہ بھر کیلئے بھی اپنے نفس کے حوالے نہیں کرنا۔(المراغی، المحاسن تاویل، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ |
| (اگر بالفرض آپ مائل ہو جاتے تو) اس وقت ہم آپ کو دوگنا مزہ زندگی میں اور دوگنا موت میں چکھاتے |
| پھر آپ اپنے لئے (بھی) ہم پر کوئی مددگار نہ پاتے۔ |

## مثال فرض کر کے حق کو سمجھانے کا بیان

"اِذًا" لَوْ رَكَنْت "ضِعْف الْحَيَاة" أَيْ ضِعْف الْعَذَاب "وَضِعْف الْمَمَات" أَيْ مِثْلَيْ مَا يُعَذَّب غَيْرك فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة "نَصِيرًا" مَانِعًا مِنْهُ

اگر بالفرض آپ مائل ہو جاتے تو اس وقت ہم آپ کو دوگنا مزہ زندگی میں اور دوگنا موت میں چکھاتے، یعنی اس سے دوگنا جو آپ کے سوا دنیا و آخرت میں دوسروں کو دیا جاتا ہے۔پھر آپ اپنے لئے بھی ہم پر کوئی مددگار نہ پاتے۔یعنی جو اس عذاب کو روکنے والا ہوتا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اذا۔تب۔اس وقت۔اس صورت میں۔لاذقنک۔لام تاکید کے لئے ہے اذقنا ماضی جمع متکلم۔ہم نے چکھایا۔ک ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ہم تجھے ضرور چکھاتے۔ضعف الحیوۃ و ضعف الممات ۔اصل کلام یہ تھا۔لا ذقنك عذابا ضعفا فی الحیوۃ الدنیا ضعفا فی المماۃ ۔پھر موصوف کو حذف کر کے اس کی جگہ صفت کو قائم رکھا۔یعنی الضعف پھر موصوف کی اضافت صفت کو دی اور الحیوۃ کا مضاف ہو کر ضعف الحیوۃ بن گیا۔اسی طرح ضعف المماۃ یعنی دوگنا عذاب دنیا و دوگنا عذاب بعد از موت۔لک۔تیرے اپنے لئے۔علینا ہمارے مقابلہ میں (پھر آپ اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا٥

اور کفار یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ کے قدم زمین سے اکھاڑ دیں تا کہ وہ آپ کو یہاں سے نکال سکیں اور اس وقت وہ آپ کے بعد تھوڑی سی مدت کے سوا ٹھہر نہ سکتے۔

## نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کے سبب کفار بھی دنیاوی عذاب سے بچے رہے

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ لَهُ الْيَهُودُ : إِنْ كُنتَ نَبِيًّا فَالْحَقْ بِالشَّامِ فَإِنَّهَا أَرْضُ الْأَنْبِيَاءِ "وَإِنْ" مُخَفَّفَةٌ "كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ" أَرْضِ الْمَدِينَةِ "وَإِذًا" لَوْ أَخْرَجُوكَ "لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ" فِيهَا "إِلَّا قَلِيلًا" ثُمَّ يَهْلِكُونَ

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب یہود نے کہا کہ اگر آپ نبی برحق ہوتے تو آپ شام میں ہوتے کیونکہ شام انبیائے کرام کی زمین ہے۔ یہاں لفظ اِن مخففہ ہے۔

اور کفار یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ کے قدم زمین یعنی مدینہ منورہ سے اکھاڑ دیں تا کہ وہ آپ کو یہاں سے نکال سکیں اور (اگر بالفرض ایسا ہو جاتا تو) اس وقت وہ خود بھی آپ کے پیچھے تھوڑی سی مدت کے سوا ٹھہر نہ سکتے۔ اس کے بعد وہ ہلاک کر دیئے جاتے۔

## سورہ الاسراء آیت ۷۶ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے اتفاق کر کے چاہا کہ سب مل کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب سے باہر کر دیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ ارادہ پورا نہ ہونے دیا اور ان کی یہ مراد بر نہ آئی، اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن، الاسراء، بیروت)

جن ایام میں یہ آیت نازل ہوئی اس وقت مسلمانوں پر کفار مکہ کا تشدد اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا ان ایام میں ایسی آیت کا نزول کفار مکہ کے حق میں ایک صریح پیشینگوئی تھی جسے انہوں نے اپنی طاقت کے نشہ میں محض ایک دھمکی ہی سمجھا جیسا کہ دوسری عذاب کی آیات متعلقہ اقوام سابقہ میں بھی ایسے اشارات پائے جاتے تھے مگر آنے والے حالات اور واقعات نے اس پیشینگوئی کو حرف بحرف سچا ثابت کر دیا۔ اس آیت کے نزول کے ایک سال بعد آپ مکہ کو چھوڑنے اور مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد قریش کی طاقت میں دم بدم زوال آنا شروع ہوا اور صرف آٹھ سال بعد معاملہ بالکل الٹ ہو گیا۔ ظلم و تشدد کرنے والے خود محکوم بن گئے اور پیغمبر اسلام سے رحم کی التجا پر مجبور ہو گئے۔ بعد میں اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ حتیٰ کہ مزید دو سال بعد سرزمین عرب کفر و شرک کی نجاست سے پاک ہو گئی۔

اس سے کفار و مشرکین کی حق اور اہل حق سے عداوت و دشمنی کی انتہا واضح ہو جاتی ہے کہ ایسے منحوس اور بد بخت لوگ اہل حق یہاں تک کہ حضرت امام الانبیاء کا وجود بھی اپنے درمیان برداشت نہیں کرتے۔ سو کفار مکہ نے پیغمبر کو اپنی سرزمین سے نکالنے کی

پوری کوشش کی۔ یعنی مکہ مکرمہ سے جوکہ آپ کا مولد و مسکن تھا۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیارا و عزیز تھا۔ لیکن ان ظالموں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس میں رہنا برداشت اور گوارہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکالنے کی ٹھان لی۔ لیکن یہ ایسا کر نہیں سکے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے رب نے خود وہاں سے ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ ورنہ یہ لوگ اگر اپنے منصوبے کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دیتے تو اس کے بعد یہ بھی وہاں رہنے نہ پاتے بجز تھوڑے سے عرصے کے اس کے بعد ہلاک ہو جاتے۔ (تفسیر الکبیر، سورہ الاسراء، بیروت)

سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝

ان سب رسولوں کا دستور یہی رہا ہے، جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

## انبیائے کرام کی جلاوطنی کا سبب عذاب ہونے کا بیان

"سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلك مِنْ رُسُلنَا" أَيْ كَسُنَّتِنَا فِيهِمْ مِنْ إِهْلَاك مَنْ أَخْرَجَهُمْ "تَحْوِيلًا" تَبْدِيلًا

ان سب رسولوں کے لئے اللہ کا دستور یہی رہا ہے، جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا جب انہوں نے ہمارے رسولان گرامی کو نکالا تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ اور آپ ہمارے دستور میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

اللہ کا دستور یہ ہے کہ جب تک کسی نافرمان قوم میں اللہ کا نبی موجود رہے اس وقت تک اس پر عذاب نہیں آتا۔ اور جب عذاب مقدر ہو جائے تو نبی کو وہاں سے نکال لیا جاتا ہے یا ہجرت کرنے کا حکم دے دیا جاتا ہے اور جب نبی نکل جاتا ہے تو پھر عذاب کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ براہ راست اس قوم پر عذاب نازل کر کے اس قوم کو تباہ کر دے اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے ہاتھوں اس سرکش قوم کو پٹوا دے۔ جن کو ان مجرموں نے ہجرت پر مجبور کر دیا تھا یا ان کے بجائے کسی دوسری قوم سے انہیں سزا دلوا دے۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

نماز قائم کر سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور فجر کا قرآن، بے شک فجر کا قرآن ہمیشہ سے حاضر ہونے کا وقت رہا ہے۔

## پانچوں نمازوں کے اوقات میں عبادت کا بیان

"أَقِمْ الصَّلَاة لِدُلُوكِ الشَّمْس" أَيْ مِنْ وَقْت زَوَالهَا "إِلَى غَسَق اللَّيْل" إِقْبَال ظُلْمَته أَيْ الظُّهْر وَالْعَصْر وَالْمَغْرِب وَالْعِشَاء "وَقُرْآن الْفَجْر" صَلَاة الصُّبْح "إِنَّ قُرْآن الْفَجْر كَانَ مَشْهُودًا" تَشْهَدهُ مَلَائِكَة اللَّيْل وَمَلَائِكَة النَّهَار،

نماز قائم کر سورج ڈھلنے یعنی وقت زوال سے رات کے اندھیرے تک یعنی اندھیرے سے پہلے یعنی ظہر، عصر، مغرب، اور عشاء پڑھو۔ اور فجر کا قرآن پڑھ یعنی نماز فجر پڑھو۔ بے شک فجر کا قرآن ہمیشہ سے حاضر ہونے کا وقت رہا ہے۔ یعنی اس وقت

رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

## سورہ الاسراء آیت ۷۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا، بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو) کی تفسیر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر رات اور دن کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور علی بن مسہر اسے اعمش سے وہ ابو صالح سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں۔ علی بن حجر نے بواسطہ مسہر اور اعمش سے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1080)

## اوقات نماز کی اہمیت کا بیان

نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے دلوک سے مراد غرب ہے یا زوال ہے۔ امام ابن جریر زوال کے قول کو پسند فرماتے ہیں اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنہیں آپ نے چاہا دعوت کی، کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، چلو یہی وقت دلوک شمس کا ہے۔ پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا۔ غسق سے۔ مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب ہے، ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب عشا کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان وقران الفجر میں ہے۔ حدیث سے بہ تواتر اقوال وافعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان بحمد للہ اب تک اس پر ہیں، ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں۔ جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے والحمد للہ۔ صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے تنہا شخص کی نماز پر جماعت جماعت کی نماز پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ صبح کن نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم قرآن کی آیت کو پڑھ لو وقران الفجر الخ، بخاری ومسلم میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں، صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گزاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے، باوجود یہ کہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا کہ کوئی ہے؟ جو مجھ سے

استغفار کرے اور میں اسے بخشوں کوئی ہے؟ کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں۔کوئی ہے؟ جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝ |
| اور رات کے کچھ حصہ میں (بھی قرآن کے ساتھ شب خیزی کرتے ہوئے) نماز تہجد پڑھا کریں یہ خاص آپ کے لئے زیادہ (کی گئی) ہے، یقیناً آپ کا رب آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا (یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اوّلین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے) |

## نماز تہجد کا بیان

"فَتَهَجَّدْ" فَصَلِّ "بِهٖ" بِالْقُرْآنِ "نَافِلَةً لَّكَ" فَرِيضَة زَائِدَة لَك دُون أُمَّتك أَوْ فَضِيلَة عَلَى الصَّلَوَات الْمَفْرُوضَة "عَسَى أَنْ يَبْعَثك" يُقِيمك "رَبّك" فِي الْآخِرَة "مَقَامًا مَحْمُودًا" يَحْمَدك فِيهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ وَهُوَ مَقَام الشَّفَاعَة فِي فَصْل الْقَضَاء،

اور رات کے کچھ حصہ میں بھی قرآن کے ساتھ شب خیزی کرتے ہوئے نماز تہجد پڑھا کریں یہ خاص آپ کے لئے زیادہ کی گئی ہے، جبکہ آپ کی امت کیلئے نہیں ہے یا فرض نمازوں پر زائد ہے۔ یقیناً آپ کا رب آپ کو آخرت میں مقامِ محمود پر فائز فرمائے گا یعنی وہ مقامِ شفاعتِ عظمیٰ جہاں جملہ اوّلین و آخرین آپ کی طرف رجوع اور آپ کی حمد کریں گے۔ اور مقام شفاعت ہے۔ جو فیصلے کا مقام ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سے (عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا، قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر پہنچا دے۔ کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد شفاعت ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1082)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور میرے پاس حمد کا جھنڈا ہوگا۔ میں ان (انعامات پر) فخر نہیں کرتا۔ پھر اس دن کوئی نبی نہیں ہوگا اور آدم علیہ السلام سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ میرے ہی لئے (بعثت کے وقت) سب سے پہلے زمین شق ہوگی۔ پھر فرمایا کہ لوگ تین مرتبہ سخت گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ ہمارے باپ ہیں۔ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے۔ وہ فرمائیں کہ میں نے ایک گناہ کیا تھا جس کی وجہ سے مجھے جنت سے نکال کر زمین

میں پرا تار دیا گیا (میں سفارش نہیں کر سکتا) تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ ان کے پاس جائیں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں نے اپنی قوم کے لئے ایک بددعا کی تھی جس کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیئے گئے تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں نے تین مرتبہ (بظاہر) جھوٹ خلاف واقعہ بات کہی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوئی ایسا جھوٹ نہیں بولا بلکہ ان کا مقصد صرف دین کی تائید تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ کہیں گے کہ میں نے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ اللہ کے سوا میری عبادت کی گئی۔ لہٰذا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ۔ پھر وہ لوگ میرے پاس آئیں گے تو میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ ابن جدعان حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت کا دروازہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا۔ پوچھا جائے گا کون ہے؟ کہا جائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پھر وہ میرے لئے دروازہ کھولیں گے اور مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ پھر میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنی حمد وثنا کرنے کے لئے الفاظ سکھائیں گے۔ پھر مجھے کہا جائے گا کہ سر اٹھاؤ اور مانگو جو مانگو گے دیا جائے گا۔ شفاعت کرو گے تو قبول کی جائے گی اور اگر کچھ کہو گے تو سنا جائے گا۔ اور یہی مقامِ محمود ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) 17۔ اسراء:79) (یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو مقامِ محمود پر فائز کریں گے)۔۔ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ میں جنت کا دروازہ پکڑ کر کھڑا ہوں گا اور اسے کھٹکھٹاؤں گا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ بعض راوی اس حدیث کو ابونضرہ سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مکمل روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1093)

## نبی کریم ﷺ کے مقام محمود کا بیان

اور اس بناء پر وہ محمود بھی ہے۔ وہ اس وقت بھی محمود تھا جب اس کی تعریف کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ حمد چونکہ اس کی ذاتی خوبی ہے۔ ذاتی خوبی مخلوق کی احتیاج سے بھی ماوراء ہے۔ وہ تعریف کرنے والوں کا محتاج نہیں ہے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ سب تعریف کرنے والوں کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس نے تعریف کرنے والوں کو ایک طرف رکھ دیا ہے۔ کوئی حامد تعریف کرے یا نہ کرے وہ اپنی ذات میں ہر حمد کا حق دار ہے ہر خوبی کا سزاوار وہ ہے۔ اس حمد کی بناء پر وہ محمود ہے۔ اب جو وسعت، جامعیت، ہمہ گیریت اس حمد میں ہے وہی شان محمود میں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے مگر کسی کے مقام کا نام مقامِ محمود نہیں رکھا کیونکہ محمود اس کا اپنا ذاتی نام ہے۔ جو حمد کا سزاوار ہے اور حقیقی محمود وہی ہے اس لئے اس نے مقامِ محمود کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا ہے۔ آپ غور کیجئے ادھر قرآن حمد سے شروع ہو رہا ہے اور الحمد للہ کہہ کر اعلان ہو رہا ہے کہ محمودِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ حمد سے شروع ہونے والا اس کا کلام اور محمود پر ختم ہو جانے والی ساری تعریفیں، ادھر قیامت

پر ختم ہو جانے والی ساری کائنات، ساری مخلوقات و کائنات کا خاتمہ قیامت پر ہوگا اور ساری حمد کا خاتمہ محمود کی ذات پر ہے۔ جب وہ انتہائے کائنات کا دن ہوگا تو مقام محمود انتہائے حمد کا مقام ہے وہ مقام کسی اور نبی اور ولی کو نہیں دیا بلکہ فرمایا محبوب ﷺ تیری شان حمد کا عالم یہ ہے کہ یہاں اس دنیا میں محمود میرا نام ہے اس کو روز قیامت تیرا مقام بنادوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو مقام محمود کہہ دینا کوئی اتفاقیہ امر نہیں ہے۔ بلکہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید کے نزول کے وقت یہ کہہ دیا کہ محبوب ﷺ تورات کی خلوت میں میری بارگاہ میں حاضر ہو، میں تجھے روز قیامت پوری مخلوق کے درمیان مقام محمود پر فائز فرمادوں گا۔

علامہ ابن کثیر نے جو مقام محمود کا معنی بیان کیا اس کی وضاحت یہ ہے کہ انہوں نے کہا: مقام محمود کو مقام محمود اس لئے کہا گیا کہ ادھر ساری مخلوق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کر رہی ہوگی اور خود باری تعالیٰ بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کر رہا ہوگا۔ (ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 5، 103)

| |
|---|
| وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا٥ |
| اور آپ عرض کرتے رہیں، اے میرے رب! مجھے سچائی کے ساتھ داخل فرما اور مجھے سچائی کے ساتھ باہر لے آ |
| اور مجھے اپنی جانب سے مددگار غلبہ وقوت عطا فرمادے۔ |

## ہجرت مدینہ کے حکم کے نزول کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا أُمِرَ بِالْهِجْرَةِ،وَقُلْ رَبِّ "أَدْخِلْنِي" الْمَدِينَةَ "مُدْخَل صِدْق" إدْخَالًا مَرْضِيًّا لَا أَرَى فِيهِ مَا أَكْرَه "وَأَخْرِجْنِي" مِنْ مَكَّة "مُخْرَج صِدْق" إخْرَاجًا لَا أَلْتَفِت بِقَلْبِي إلَيْهَا "وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْك سُلْطَانًا نَصِيرًا" قُوَّة تَنْصُرنِي بِهَا عَلَى أَعْدَائِك،

یہ آیت مبارکہ اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ اور آپ ﷺ اپنے رب کے حضور یہ عرض کرتے رہیں، اے میرے رب! مجھے سچائی وخوشنودی کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل فرما یعنی ایسے داخل فرما کہ خوشنودی کے ساتھ ایسا ہو کہ میں اس میں کوئی ناپسند چیز نہ دیکھوں اور مجھے سچائی وخوشنودی کے ساتھ مکہ سے باہر لے آ کہ میرا دل اس کی طرف متوجہ نہ ہو اور مجھے اپنی جانب سے مددگار غلبہ وقوت عطا فرمادے۔ یعنی ایسی قوت جو تیرے دشمنوں کے مقابلے میں میری مددگار ہو۔

## سورہ الاسراء آیت ۸۰ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تھے پھر ہجرت کا حکم دیا گیا اور یہ آیت نازل ہوئی وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا، فرمادیجئے، رب داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا اور عطا کر دے مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1084)

جہاں بھی میں داخل ہوں اور جہاں سے بھی میں باہر آؤں خواہ وہ کوئی مکان ہو یا منصب ہو یا کام۔ بعض مفسرین نے کہا مراد یہ ہے کہ مجھے قبر میں اپنی رضا اور طہارت کے ساتھ داخل کر اور وقت بعثت عزت و کرامت کے ساتھ باہر لا۔ بعض نے کہا معنی یہ ہیں کہ مجھے اپنی طاعت میں صدق کے ساتھ داخل کر اور اپنے مناہی سے صدق کے ساتھ خارج فرما اور اس کے معنی میں ایک قول یہ بھی ہے کہ منصب نبوت میں مجھے صدق کے ساتھ داخل کر اور صدق کے ساتھ دنیا سے رخصت کے وقت نبوت کے حقوق واجبہ سے عہدہ برآ فرما۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں پسندیدہ داخلہ عنایت کر اور مکہ مکرمہ سے میرا خروج صدق کے ساتھ کر کہ اس سے میرا دل غمگین نہ ہو مگر یہ توجیہہ اس صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب کہ یہ آیت مدنی نہ ہو جیسا کہ علامہ سیوطی نے قیل فرما کر اس آیت کے مدنی ہونے کا قول ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔

وہ قوت عطا فرما جس میں سے میں تیرے دشمنوں پر غالب ہوں اور وہ حجت جس سے میں ہر مخالف پر فتح پاؤں اور وہ غلبہ ظاہرہ جس سے میں تیرے دین کو تقویت دوں یہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے ان کے دین کو غالب کرنے اور انہیں دشمنوں سے محفوظ رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

| |
|---|
| وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝ |
| اور فرما دیجئے، حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا، بیشک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے۔ |

## حق کے آجانے اور باطل کے بھاگ جانے کا بیان

"وَقُلْ" عِنْد دُخُولك مَكَّة "جَاءَ الْحَقّ" الْإِسْلَام "وَزَهَقَ الْبَاطِل" بَطَلَ الْكُفْر "إِنَّ الْبَاطِل كَانَ زَهُوقًا" مُضْمَحِلًّا زَائِلًا "وَقَدْ دَخَلَهَا صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَوْل الْبَيْت ثَلَثمِائَةٍ وَسِتُّونَ صَنَمًا فَجَعَلَ يَطْعَنهَا بِعُودٍ فِي يَده وَيَقُول ذٰلِكَ حَتّٰى سَقَطَتْ" رَوَاهُ الشَّيْخَان،

اور آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوتے وقت فرما دیجئے، حق یعنی اسلام آ گیا اور باطل یعنی کفر بھاگ گیا، بیشک باطل نے زائل و نابود ہی ہو جانا ہے۔ اور جب نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت بیت اللہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے تو آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی تو آپ ﷺ وہ چھڑی ان پر مارتے جاتے اور یہ آیت پڑھتے جاتے۔ یہاں تک کہ بتوں کو گرا دیا۔ اس روایت کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

## سورہ الاسراء آیت ۸۱ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ پتھر (یعنی بت) نصب تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی یا لکڑی تھی اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بتوں کو مارتے اور گراتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ

17

الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا، حق آیا اور باطل بھاگ گیا بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1083)

## اشارہ کرنے کے سبب بتوں کے گر جانے کا بیان

اگر چہ باطل کو کسی وقت میں دولت وصولت حاصل ہو مگر اس کو پائیداری نہیں اس کا انجام بربادی وخواری ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روز فتح مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو کعبہ مقدسہ کے گرد تین سو ساٹھ بت نصب کئے ہوئے تھے جن کو لوہے اور رانگ سے جوڑ کر مضبوط کیا گیا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی حضور یہ آیت پڑھ کر اس لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے وہ گرتا جاتا تھا۔ (مدارک)

| |
|---|
| وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ○ |
| اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے |
| اور وہ ظالموں کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔ |

## قرآن مجید کا اہل ایمان کیلئے شفاء ورحمت ہونے کا بیان

"وَنُنَزِّل" "لِلْبَيَانِ" "شِفَاء" "مِنْ الضَّلَالَة" "وَرَحْمَة لِلْمُؤْمِنِينَ" "بِهِ" "وَلَا يَزِيد الظَّالِمِينَ" "الْكَافِرِينَ" "إلَّا خَسَارًا" "لِكُفْرِهِمْ بِهِ"

اور ہم قرآن میں سے تھوڑا تھوڑا بیان کیلئے نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے لیے سراسر شفا اور رحمت ہے اور وہ ظالموں یعنی کفار کو خسارے کے سوا کسی چیز میں زیادہ نہیں کرتا۔ کیونکہ انہوں نے اس کے ساتھ کفر کیا ہے۔

## قرآنی آیات کا بہ طور شفاء ہونے کا بیان

اس سے امراضِ ظاہرہ اور باطنہ ضلالت و جہالت وغیرہ دور ہوتے ہیں اور ظاہری و باطنی صحت حاصل ہوتی ہے، اعتقاداتِ باطلہ و اخلاقِ رذیلہ دفع ہوتے ہیں اور عقائدِ حقّہ و معارفِ الٰہیہ و صفاتِ حمیدہ و اخلاقِ فاضلہ حاصل ہوتے ہیں کیونکہ یہ کتاب مجید ایسے علوم ودلائل پر مشتمل ہے جو وہمانی و شیطانی ظلمتوں کو اپنے انوار سے نیست و نابود کر دیتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف برکات کا گنجینہ ہے جس سے جسمانی امراض اور آسیب دور ہوتے ہیں۔

قرآن کریم کا قلوب کے لئے شفاء ہونا شرک و کفر اور اخلاق رذیلہ اور امراض باطنہ سے نفوس کی نجات کا ذریعہ ہونا تو کھلا ہوا معاملہ ہے اور تمام امت اس پر متفق ہے اور بعض علماء کے نزدیک قرآن جس طرح امراض باطنہ کی شفاء ہے امراض ظاہرہ کی بھی شفاء ہے کہ آیاتِ قرآن پڑھ کر مریض پر دم کرنا اور تعویذ لکھ کر گلے میں ڈالنا امراض ظاہرہ کے لئے بھی شفاء ہوتا ہے روایات حدیث اس پر شاہد ہیں تمام کتب حدیث میں ابو سعید خدری کی یہ حدیث موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت

سفر میں تھی کسی گاؤں کے رئیس کو بچھونے کاٹ لیا تھا لوگوں نے حضرات صحابہ سے پوچھا کہ آپ کچھ اس کا علاج کر سکتے ہیں انہوں نے سات مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا مریض اچھا ہو گیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ آیا تو آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس عمل کو جائز قرار دیا۔ اسی طرح دوسری متعدد روایات حدیث سے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معوذات پڑھ کر دم کرنا ثابت ہے اور صحابہ و تابعین سے معوذات اور دوسری آیات قرآن کے ذریعہ مریضوں کا علاج کرنا لکھ کر گلے میں ڈالنا ثابت ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الاسراء، بیروت)

## مختلف امراض سے شفاء کے اعمال کا بیان

صحاح ستہ میں یہ روایت آتی ہے کہ جب کسی شخص کو بچھو یا سانپ کاٹ لیتا تھا یا کوئی مرگی میں مبتلا ہوتا تھا یا کوئی دیوانہ ہو جاتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سورت فاتحہ پڑھ کر اس شخص پر دم کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو پسند فرماتے تھے۔ دار قطنی اور ابن عساکر حضرت زید بن سائب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت فاتحہ پڑھ کر ان پر دم کیا اور یہ سورت پڑھنے کے بعد اپنے دہن مبارک کا لعاب ان کے جسم کے اس حصہ پر ملا جہاں درد تھا۔

بزار نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنا پہلو اپنے بچھونے پر رکھا (یعنی سونے کے لئے اپنے بستر پر گیا) اور پھر اس نے سورت فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے او پر دم کیا تو وہ ہر آفت و بلاء سے محفوظ ہو گیا الا یہ کہ اس کی موت کا وقت آ پہنچا ہو یعنی موت سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ عبد حمید نے اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بطریق مرفوع یہ روایت نقل کی ہے کہ فاتحۃ الکتاب (سورت فاتحہ) باعتبار ثواب کے دو تہائی قرآن کے برابر ہے، ابو شیخ طبرانی، ابن مردویہ، دیلمی اور ضیاء مقدسی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مجھے کنج العرش (عرش کے خزانہ) سے چار چیزیں عطا کی گئی ہیں اس خزانہ سے ان چار چیزوں کے علاوہ اور کوئی چیز دوسرے کو نہیں دی گئی ہے اور وہ چار چیزیں ہیں۔ (۱) ام الکتاب (سورت فاتحہ) (۲) آیۃ الکرسی (۳) سورت بقرہ کی آخری آیتیں (۴) سورت کوثر۔

ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورت فاتحہ اس چیز سے کفایت کرتی ہے کہ قرآن کی اور کوئی سورت و آیت کفایت نہیں کرتی اور اگر سورت فاتحہ کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھیں اور باقی تمام قرآن کو دوسرے پلڑے میں رکھیں تو یقیناً سورت فاتحہ سات قرآن کے برابر ہو۔ حضرت ابو عبید فضائل قرآن میں حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے سورت فاتحہ پڑھی اس نے گویا توریت وانجیل زبور اور قرآن کو پڑھا۔ تفسیر وکیع، کتاب، المصاحف ابن انباری، کتاب، العظمہ، ابو الشیخ اور حلیۃ الاولیاء ابو نعیم میں منقول ہے کہ ابلیس ملعون کو نوحہ و آہ وزاری کرنے اور اپنے سر پر خاک ڈالنے کا چار مرتبہ اتفاق ہوا ہے اول تو اس وقت جب کہ اس کو ملعون قرار دیا گیا دوسرے اس وقت جب کہ اسے آسمان وزمین پر ڈالا گیا تیسرے اس وقت جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت

سے نوازا گیا اور چوتھے اس وقت جب کہ سورت فاتحہ نازل ہوئی۔

ابوشیخ نے کتاب الثواب میں لکھا ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سورت فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد اپنی حاجت کے لئے دعا کرے (انشاء اللہ اس کی حاجت پوری ہوگی)

ثعلبی حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے درد گردہ کی شکایت کی انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تمہیں چاہئے کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کرو (انشاء اللہ شفا ہوگی) اس شخص نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے؟ شعبی نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب یعنی سورت فاتحہ۔ مشائخ کے مجرب اعمال میں یہ مذکور ہے کہ سورت فاتحہ اسم اعظم ہے اس سورت کو ہر مطلب و حاجت کے لئے پڑھنا چاہئے اس سلسلے میں اس سورت کو پڑھنے کے دو طریقے منقول ہیں اول یہ کہ اس سورت کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان چالیس دن تک اکتالیس مرتبہ اس طرح پڑھا جائے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے میم کو الحمد کے لام کے ساتھ ملایا جائے یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین الآیۃ۔ اس سورت کو مقرر بالا دن تک مذکورہ بالا طریقہ سے پڑھنے کے بعد مطلوب انشاء اللہ حاصل ہوگا اگر کسی مریض یا سحر زدہ کی شفا منظور ہو تو مذکورہ بالا طریقہ سے یہ سورت پڑھ کر پانی پر دم کرکے اس مریض یا سحر زدہ کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا حاصل ہوگی۔

دوم یہ کہ نو چندی اتوار کو فجر کی سنت وفرض نماز کے درمیان میم کو لام کے ساتھ ملانے کی قید کے بغیر ستر مرتبہ یہ سورت پڑھے بعد ازاں ہر روز اسی وقت پڑھے مگر اس طرح کہ ہر روز مذکورہ تعداد میں سے دس مرتبہ کم کردے یعنی نو چندی اتوار کو ستر مرتبہ، دوسرے روز ساٹھ مرتبہ تیسرے روز پچاس مرتبہ، اس طرح دس دس بار کم کرتا جائے تا آنکہ ہفتہ کے روز ختم ہو جائے اگر پہلے مہینہ میں مطلب حاصل ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے مہینہ میں اسی طرح پڑھے۔ امراض مزمنہ پرانے امراض کی شفاء کے لئے اس سورت کو چینی کے پیالے یا پلیٹ پر گلاب، مشک اور زعفران سے لکھ کر پلانا ایک مجرب عمل ہے اسی طرح دانتوں کے درد، شکم اور دوسرے دردوں میں سات مرتبہ سورت فاتحہ پڑھ کر دم کرنا بھی مجرب ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَـاٰبِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا۝ |
| اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے تکلیف پہنچتی ہے |
| تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔ |

## کفار نعمتوں کی عطاء پر ناشکری کرتے ہیں

"الْاِنْسَان" الْكَافِر "اَعْرَضَ" عَنْ الشُّكْر "وَنَـاٰى بِجَانِبِهٖ" ثَـنَى عِطْفه مُتَبَخْتِرًا "وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرّ" الْفَقْر وَالشِّدَّة "كَانَ يَئُوْسًا" قَنُوطًا مِنْ رَحْمَة اللّٰه

اور جب ہم انسان یعنی کافر پر انعام کرتے ہیں وہ شکر کرنے کی بجائے منہ پھیر لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے یعنی تکبر کے ساتھ

کروٹ پھیر لیتا ہے۔ اور جب اسے تکلیف فقر و سختی پہنچتی ہے تو بہت ناامید ہو جاتا ہے۔ یعنی اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے۔

انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائض بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سخت اور برا وقت آیا تو ایک دم آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بےتعلق رہا۔ کبھی غفلت کی بناء پر، کبھی مایوسی کی (نعوذ باللہ من کلا الحالین)۔ یہ مضمون غالباً اس لیے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے، بہت لوگ اس کی قدر نہیں پہچانتے بلکہ اس کے ماننے سے اعراض و پہلوتہی کرتے ہیں۔ پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

| |
|---|
| قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝ |
| فرما دیجئے: ہر کوئی اپنے طریقہ و فطرت پر عمل پیرا ہے، اور آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ سیدھی راہ پر کون ہے۔ |

## صراط مستقیم والوں کیلئے ثواب ہونے کا بیان

"قُلْ كُلٌّ" مِنَّا وَمِنْكُمْ "يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِه" طَرِيقَته "أَهْدَى سَبِيلًا" طَرِيقًا فَيُثِيبهُ

فرما دیجئے: ہر کوئی اپنے اپنے طریقہ و فطرت پر عمل پیرا ہے، اور آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ سب سے زیادہ سیدھی راہ پر کون ہے۔ تاکہ وہ اس کو ثواب دے۔

## مزاج کے مطابق اعمال کرنے کا بیان

اس آیت کی تفسیر میں ائمہ سلف سے مختلف اقوال منقول ہیں طبیعت عادت جبلت نیت طریقہ وغیرہ اور حاصل سب کا یہ ہے کہ ہر انسان کی اپنے ماحول اور عادات اور رسم و رواج کے اعتبار سے ایک عادت اور طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اس کا عمل اسی کے تابع رہتا ہے۔ اس میں انسان کو اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ برے ماحول بری صحبت اور بری عادتوں سے پرہیز کرے نیک لوگوں کی صحبت اور اچھی عادات کا خوگر بنے۔ کیونکہ اپنے ماحول اور صحبت اور رسم و رواج سے انسان کی ایک طبیعت بن جاتی ہے اس کا ہر عمل اسی کے تابع چلتا ہے۔ امام جصاص نے اس جگہ شاکلہ کے ایک معنی ہم شکل کے بھی کئے ہیں اس معنی کے لحاظ سے مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ ہر شخص اپنے مزاج کے مطابق آدمی سے مانوس ہوتا ہے نیک آدمی نیک سے اور شریر شریر سے مانوس ہوتا ہے اسی کیطریقہ پر چلتا ہے اور اس کی نظیر حق تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ (آیت) اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ اور وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ یعنی خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں مراد یہ ہے کہ ہر ایک اپنے مزاج کے مطابق مرد و عورت سے مانوس ہوتا ہے اور حاصل مطلب اس کا بھی اس بات پر تنبیہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ خراب صحبت اور خراب عادت سے پرہیز کا اہتمام کرے۔

(احکام القرآن، سورہ الاسراء، بیروت)

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور یہ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، فرما دیجئے: روح میرے رب کے اَمر سے ہے اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔

## یہود کا روح سے متعلق سوال کرنے کا بیان

"وَيَسْأَلُوْنَكَ" أَيِ الْيَهُوْد "عَنِ الرُّوْحِ" الَّذِي يَحْيَا بِهِ الْبَدَن "قُلْ" لَهُمْ "الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ" أَيْ عِلْمِه لَا تَعْلَمُوْنَهُ "وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيْلًا" بِالنِّسْبَةِ إِلَى عِلْمِه تَعَالَى،

اور یہ یہود آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، جس کی وجہ سے بدن زندہ رہتا ہے۔ آپ ان سے فرما دیجئے: روح میرے رب کے اَمر سے ہے یعنی اس کا علم نہیں جانتے، اور تمہیں بہت ہی تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے علم کی بہ نسبت تم بہت کم علم رکھتے ہو۔

## سورہ الاسراء آیت ۸۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش نے یہود سے فرمائش کی کہ ہمیں کوئی ایسی چیز بتاؤ کہ ہم اس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں، انہوں نے کہا کہ ان سے روح کے متعلق پوچھیں۔ چنانچہ جب انہوں نے پوچھا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ (وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا، اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو کہہ دے روح ہے میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی، پھر نہ تو پائے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ)۔ وہ کہنے لگے ہمیں تو بہت علم دیا گیا۔ ہمیں تورات دی گئی اور جسے تورات ملی اسے بہت کچھ دیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قل لو کان البحر الآیۃ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1085)

## روح کا امر ربی ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک کھیت میں چل رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کی ایک ٹہنی پر ٹیک لگائے ہوئے چل رہے تھے کہ یہودیوں کی ایک جماعت پر سے گذر ہوا۔ بعض کہنے لگے کہ ان سے پوچھا چاہئے جب کہ دوسرے کہنے لگے کہ مت سوال کرو کیوں کہ وہ ایسا جواب دیں گے جو تمہیں برا لگے گا۔ لیکن انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح کے متعلق سوال کر دیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر کھڑے رہے پھر سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جا رہی ہے یہاں تک کہ وحی کے آثار ختم ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ الآیۃ (یعنی روح میرے رب کے حکم سے ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1086)

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝

اور اگر ہم چاہیں تو اس کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے محو فرما دیں پھر آپ اپنے لئے اس کے لے جانے پر ہماری بارگاہ میں کوئی وکالت کرنے والا بھی نہ پائیں گے۔

## وحی کی حفاظت و تنسیخ کا بیان

"وَلَئِنْ" لام قسم "أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" أَيْ الْقُرْآن بِأَنْ نَمْحُوهُ مِنَ الصُّدُور وَالْمَصَاحِف، ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا

یہاں پر لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر ہم چاہیں تو اس قرآن کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے۔ لوگوں کے دلوں اور تحریری نسخوں سے محو فرما دیں پھر آپ اپنے لئے اس وحی کے لے جانے پر ہماری بارگاہ میں کوئی وکالت کرنے والا بھی نہ پائیں گے۔

## قرآن مجید کی قیامت تک حفاظت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے زبردست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انعام کی ہے یعنی آپ پر نہ کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآں کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ بیمثل بےنظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا کلام مثال سے نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنا لاتے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکی ہے اور اس کا کل بیان قریشوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ مکے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا مدینے میں ان سے میل ہوا۔ ہم نے اس پاک کتاب میں ہر قسم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝

مگر یہ کہ آپ کے رب کی رحمت سے، بیشک آپ پر اس کا بہت بڑا فضل ہے۔

## نبی کریم ﷺ پر اللہ کا فضل کبیر ہونے کا بیان

"إلَّا" لٰكِنْ أَبْقَيْنَاهُ "رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا" عَظِيمًا حَيْثُ أَنْزَلَهُ عَلَيْكَ وَأَعْطَاكَ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْفَضَائِلِ۔

مگر یہ کہ آپ کے رب کی رحمت سے ہم نے اسے قائم رکھا ہے، بیشک آپ پر (اور آپ کے وسیلہ سے آپ کی امت پر) اس کا بہت بڑا فضل ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو مقام محمود وغیرہ جیسی فضیلتیں عطا کی ہیں۔

امام رازی کہتے ہیں اس میں علماء پر دوہرے کرم واحسان کا بیان ہے کہ ایک تو ان کو قرآن حکیم کے علم سے نوازا گیا اور دوسرا اس کو ان کے سینوں میں محفوظ رکھا گیا۔ (تفسیر الرازی، المحاسن، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ |
| لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۝ |
| آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لا دیں |
| تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائیں۔ |

## تمام انس وجن کیلئے قرآن کی مثل لانے سے عجز کا بیان

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا "بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآن" فِي الْفَصَاحَة وَالْبَلَاغَة "ظَهِيرًا" مُعِينًا نَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِهِمْ "وَلَوْ نَشَاء لَقُلْنَا مِثْل هَذَا"

آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لیے جمع ہو جائیں کہ ایسا فصاحت وبلاغت والا قرآن بنا لا دیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائیں۔ اس آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل لے آئیں۔

## سورہ الاسراء آیت ۸۸ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے کہا تھا کہ ہم چاہیں تو اس قرآن کی مثل بنالیں۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی تکذیب کی کہ خالق کے کلام کے مثل مخلوق کا کلام ہو ہی نہیں سکتا اگر وہ سب باہم مل کر کوشش کریں جب بھی ممکن نہیں کہ اس کلام کے مثل لا سکیں چنانچہ ایسا ہی ہوا تمام کفار عاجز ہوئے اور انہیں رسوائی اٹھانا پڑی اور وہ ایک سطر بھی قرآن کریم کے مقابل بنا کر پیش نہ کر سکے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے پاس سلام بن مشکم بڑے بڑے یہودیوں کے ساتھ آیا (جن کے نام بھی حضرت ابن عباس نے بیان فرمائے) انہوں نے کہا کہ ہم آپ کی اتباع کس طرح کریں حالانکہ آپ نے ہمارے قبلہ کو

چھوڑ دیا اور یہ جو آپ ہمارے پاس لائے ہیں۔

ہم اسے تورات کی طرح مرتب ومنظم نہیں پاتے لہٰذا آپ ہمارے پاس ایسی کتاب لائیں جس کو ہم پہچانتے ہوں وگرنہ ہم بھی ویسا ہی کلام لائیں گے جیسا کہ آپ لاتے ہیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 173، طبری 15۔106)

| |
|---|
| وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰىٓ اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال پھیر پھیر کر بیان کی مگر اکثر لوگوں نے کفر کے سوا انکار کر دیا۔ |

## قرآن مجید میں نصیحت کیلئے آیات کو بیان کرنا

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا" بَيَّنَّا "كُلِّ مَثَل" صِفَة لِمَحْذُوفٍ أَيْ مَثَلًا مِنْ جِنْس كُلّ مَثَل لِيَتَّعِظُوا "فَأَبَى أَكْثَر النَّاس" أَيْ أَهْل مَكَّة "إِلَّا كُفُورًا" جُحُودًا لِلْحَقِّ

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال پھیر پھیر کر بیان کی، یہاں پر مثلا کی صفت محذوف ہے یعنی من جنس کل مثل ہے تا کہ لوگ نصیحت حاصل کریں مگر اکثر لوگوں یعنی اہل مکہ نے کفر کے سوا ہر حق چیز سے انکار کر دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

صرفنا۔ ماضی جمع متکلم۔ تصریف (تفعیل) ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح سے بیان کیا۔ تصریف الامر۔ کسی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔ ابی۔ ماضی واحد مذکر غائب ابا مصدر۔ اس نے سختی سے انکار کر دیا۔ کفورا۔ انکار۔ کفر۔ منصوب بوجہ ابی کے مفعول ہونے کے ہے۔ فابی اکثر الناس الا کفورا۔ سوائے کفر کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ یا اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۝ |
| اور بولے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو۔ |

## زمین سے چشمہ جاری کروانے کے مطالبہ کا بیان

"وَقَالُوا" عَطْف عَلَى أَبَى "يَنْبُوعًا" عَيْنًا يَنْبُع مِنْهَا الْمَاء

اور بولے، یہاں پر قالوا کا عطف ابی پر ہے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ بہا دو۔ یا ایسا چشمہ جس سے پانی جاری ہو۔

## سورہ الاسراء آیت ۹۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ (نیسابوری 247) عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، نضر بن حارث، ابوالبختری، ولید بن مغیرہ،

ابو جہل، عبداللہ بن ابی امیہ، امیہ بن خلف اور قریش کے دوسرے سردار کعبہ میں جمع ہوئے ان میں سے بعض نے بعض سے کہا کہ محمد ﷺ کی طرف پیغام بھیج کر انہیں بلاؤ ان سے کلام کرو اور یہاں تک جھگڑا کرو کہ تم انہیں معذور کر دو چنانچہ انہوں نے اپنی قوم کے شرفاء کو آپ کی طرف بھیجا جبکہ وہ سب آپ سے کلام کرنے کے لیے جمع تھے آپ ان کے پاس تیزی سے آکر بیٹھ گئے آپ یہ گمان فرما رہے تھے کہ شاید یہ میرے معاملے میں سے ان پر کچھ ظاہر ہوا ہے۔

آپ ان کے بارے میں بہت حریص تھے ان کی ہدایت چاہتے تھے اور ان کا اعراض آپ پر بہت شاق گزرتا تھا انہوں نے کہا اے محمد اللہ کی قسم ہم عرب میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جانتے جس نے اپنی قوم پر ایسی چیز داخل کی ہو جو تم نے کی ہے تم نے ہمارے آباء واجداد کو برا بھلا کہا اور ہمارے دین کو عیب دار قرار دیا ہماری عقلوں کو بے وقوف بتلایا ہمارے معبودوں کو گالیاں دیں ہماری جماعت میں تفریق ڈال دی اور کوئی بھی قبیح چیز تم نے ہمارے درمیان لانے سے نہیں چھوڑی۔ اگر تم یہ جو چیز لائے ہو مال حاصل کرنے کے لیے ہے تو ہم تمہیں اپنے اموال میں سے اتنا کچھ دیں گے کہ تم ہم میں سب سے زیادہ مالدار بن جاؤ گے اگر تم ہم میں شرف چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا دیں گے اگر تم حکومت چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا حاکم بنا دیں گے اگر وہ جن جو تمہارے پاس آتا ہے تم پر غالب آ گیا ہے تو ہم تمہارے علاج میں اپنے اموال اس حد تک خرچ کریں گے کہ تم صحت یاب ہو جاؤ گے یا ہم تمہارا عذر قبول کرلیں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے ساتھ وہ معاملہ نہیں جو تم کہہ رہے ہو اور میں جو چیز لایا ہوں نہ تمہارے اموال حاصل کرنے کے لیے لایا ہوں نہ تم میں شرف حاصل کرنے کے لیے لایا ہوں اور نہ ہی تم پر حکومت کرنے کے لیے بلکہ اللہ نے مجھے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔

اور مجھ پر کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوش خبری سناؤں اور اس عذاب سے ڈراؤں سو میں نے اپنے رب کا پیغام تمہاری طرف پہنچا دیا ہے اور تمہاری خیر خواہی کی اب اگر تم اس چیز کو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں قبول کرلو تو یہ تمہارے لیے دنیا و آخرت میں بڑے حصے کا باعث ہے اور اگر تم اس کو رد کرو تو میں اللہ کے امر کا انتظار کروں گا تاوقتیکہ وہ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دیں انہوں نے کہا کہ اے محمد ﷺ اگر تم ہماری معروضات قبول نہیں کرتے تو تم جانتے ہو کہ ہم سے بڑھ کر کوئی بھی تنگ ملک والا ہے نہ تنگ دست ہے اور نہ ہی بدحال تم اپنے رب سے جس نے تمہیں یہ کچھ دے کر بھیجا ہے درخواست کرو کہ وہ ہم سے ان پہاڑوں کو جو ہم پر تنگ ہوئے ہیں فاصلے پر کر دے ہماری سرزمین کو کھول دے اس میں شام اور عراق کی طرح نہریں جاری کر دے اور ہمارے لیے ہمارے پچھلے آباؤ اجداد کو زندہ کر دے اور ان میں قصی بن کلاب بھی ہوں کیونکہ وہ بہت سچے بزرگ گزرے ہیں تاکہ ہم ان آباء اجداد سے تمہارے بارے میں پوچھیں کہ یہ حق بات کہتا ہے کہ اگر تم نے ایسا کر دیا تو ہم تمہاری تصدیق کر دیں گے اور تمہارے اللہ کے ہاں بلند رتبہ کو جان لیں گے اور یہ بھی مان لیں گے کہ اس نے واقعتاً تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ کچھ دے کر نہیں بھیجا گیا میں تو اللہ کی جناب سے تمہارے پاس وہی کچھ لایا ہوں جس کے

ساتھ اس نے مجھے مبعوث کیا ہے اور تحقیق کہ میں نے وہ پیغام تم تک پہنچا دیا ہے پس اگر تم اسے قبول کرلو تو یہ تمہارے لیے دنیا وآخرت میں بڑے حصے کا باعث ہے اور اگر رد کردو تو میں اللہ کے امر کا انتظار کروں گا انہوں نے کہا اگر تم یہ نہیں کرتے تو اپنے رب سے گزارش کرو کہ وہ ہمارے سامنے ایک فرشتہ بھیج دیں جو تمہاری تصدیق کرے اور اس سے سوال کرو کہ وہ تمہیں باغات اور سونے چاندی کے خزانے اور محلات عطا کردے اور تمہیں بازاروں میں کھڑے ہونے اور معاش تلاش کرنے سے مستغنی کردے جس میں ہم تمہیں مشغول دیکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب سے اس چیز کا سوال نہیں کروں گا اور نہ ہی میں اس کے ساتھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں بلکہ اللہ نے مجھے خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے انہوں نے کہا پھر ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرادو جیسا کہ تم گمان کرتے ہو کہ اگر تمہارا رب چاہے تو ایسا کردے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیا کہ یہ معاملہ اللہ کی مشیت پر ہے اگر چاہے تو ایسا کردے ان میں سے ایک نے کہا ہم تجھ پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک تو ہمارے روبرو اللہ اور فرشتوں کو نہ لے آئے اور عبداللہ بن امیہ مخزومی نے کہا جو کہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا اور نبی کا پھوپھی زاد تھا میں تجھ پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا تاوقتیکہ تو آسمان سے سیڑھی لگا کر اس میں چڑھ جائے اور میں تجھے دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ تو آسمان پر پہنچ جائے اور اپنے ساتھ ایک کھلا نسخہ اور اپنے حق میں یہ گواہی دینے والے فرشتے کو کہ تو واقعتاً نبی ہے نہ لے آئے رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کے آپ کی اتباع نہ کرنے اور ان کی آپ سے دوری دیکھ کر انتہائی غم کی حالت میں اپنے گھر کی طرف لوٹے تو اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا) ۔(طبری15۔110،نیسابوری247)

| |
|---|
| اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۝ |
| یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے لیے اندر بہتی نہریں رواں کرو |

## خواہ ان کیلئے باغ میں چشمہ جاری کردیا جائے

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ "جَنَّةٌ" بُسْتَان "خِلَالَهَا" وَسَطَهَا، نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا

یا تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس کے لیے اندر بہتی نہریں رواں کرو۔

| |
|---|
| اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۝ |
| یا جیسا کہ آپ کا خیال ہے ہم پر آسمان کے چند ٹکڑے گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ |

## اللہ اور فرشتوں کو دیکھنے کا مطالبہ کرنے کا بیان

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا "كِسَفًا" قِطَعًا "قَبِيلًا" مُقَابَلَةً وَعِيَانًا فَنَرَاهُمْ

یا جیسا کہ آپ کا خیال ہے ہم پر ابھی آسمان کے چند ٹکڑے گرادیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئیں۔ تا کہ وہ انہیں دیکھ لیں۔

## کفار کی سخت قلبی اور سرکشی میں حد سے بڑھ جانے کا بیان

جب قرآن کریم کا اعجاز خوب ظاہر ہو چکا اور معجزات واضحات نے حجت قائم کر دی اور کفار کے لئے کوئی جائے عذر باقی نہ رہی تو وہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے طرح طرح کی نشانیاں طلب کرنے لگے اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ہرگز آپ پر ایمان نہ لائیں گے۔ روایت ہے کہ کفار قریش کے سردار کعبہ معظمہ میں جمع ہوئے اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا حضور تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو اس لئے بلایا ہے کہ آج گفتگو کر کے آپ سے معاملہ طے کر لیں تا کہ ہم پھر آپ کے حق میں معذور سمجھے جائیں، عرب میں کوئی آدمی ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم پر وہ شدائد کئے ہوں جو آپ نے کئے ہیں، آپ نے ہمارے باپ دادا کو برا کہا، ہمارے دین کو عیب لگائے، ہمارے دانش مندوں کو کم عقل ٹھہرایا، معبودوں کی توہین کی، جماعت متفرق کر دی، کوئی برائی اٹھا نہ رکھی، اس سے تمہاری غرض کیا ہے؟ اگر تم مال چاہتے ہو تو ہم تمہارے لئے اتنا مال جمع کر دیں کہ ہماری قوم میں تم سب سے زیادہ مالدار ہو جاؤ، اگر اعزاز چاہتے ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا لیں، اگر ملک و سلطنت چاہتے ہو تو ہم تمہیں بادشاہ تسلیم کر لیں یہ سب باتیں کرنے کے لئے ہم تیار ہیں اور اگر تمہیں کوئی دماغی بیماری ہو گئی ہے یا کوئی خلش ہو گیا ہے تو ہم تمہارا علاج کریں اور اس میں جس قدر خرچ ہو اٹھائیں، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سے کوئی بات نہیں اور میں مال و سلطنت و سرداری کسی چیز کا طلب گار نہیں، واقعہ صرف اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور حکم دیا کہ میں تمہیں اسکے ماننے پر اللہ کی رضا اور نعمتِ آخرت کی بشارت دوں اور انکار کرنے پر عذاب الٰہی کا خوف دلاؤں، میں نے تمہیں اپنے رب کا پیام پہنچایا اگر تم اسے قبول کرو تو یہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کی خوش نصیبی ہے اور نہ مانو تو میں صبر کروں گا اور اللہ کے فیصلہ کا انتظار کروں گا، اس پر ان لوگوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ہمارے معروضات کو قبول نہیں کرتے ہیں تو ان پہاڑوں کو ہٹا دیجئے اور میدان صاف نکال دیجئے اور نہریں جاری کر دیجئے اور ہمارے مرے ہوئے باپ دادا کو زندہ کر دیجئے ہم ان سے پوچھ دیکھیں کہ آپ جو فرماتے ہیں کیا یہ سچ ہے اگر وہ کہہ دیں گے تو ہم مان لیں گے، حضور نے فرمایا میں ان باتوں کے لئے نہیں بھیجا گیا جو پہنچانے کے لئے میں بھیجا گیا تھا وہ میں نے پہنچا دیا اگر تم مانو تو تمہارا نصیب نہ مانو تو میں خدائی فیصلہ کا انتظار کروں گا، کفار نے کہا پھر آپ اپنے رب سے عرض کر کے ایک فرشتہ بلوا لیجئے جو آپ کی تصدیق کرے اور اپنے لئے باغ اور محل اور سونے چاندی کے خزانے طلب کیجئے فرمایا کہ میں اس لئے نہیں بھیجا گیا، میں بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہوں، اس پر کہنے لگے تو ہم پر آسمان گروا دیجئے اور بعضے ان میں سے یہ بولے کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے پاس نہ لایئے، اس پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس سے اٹھ آئے اور عبداللہ بن اُمیہ آپ کے ساتھ اٹھا اور آپ سے کہنے لگا خدا کی قسم میں کبھی آپ پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک آپ سیڑھی لگا کر آسمان پر نہ چڑھو اور میری نظروں کے سامنے وہاں سے ایک کتاب اور فرشتوں کی ایک جماعت لے کر نہ آؤ اور خدا کی قسم اگر یہ بھی کرو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں پھر بھی نہ مانوں گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اس قدر ضد اور عناد میں ہیں اور ان کی حق دشمنی حد سے گذر گئی ہے تو آپ کو ان کی حالت پر رنج ہوا۔ اس پر

آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

| |
|---|
| اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى |
| تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ |
| یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر |
| ایک کتاب نہ اتارو جو ہم پڑھیں، تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ |

## آسمان پر چڑھ جانے کے باوجود کفار کا ایمان نہ لانے کا بیان

أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ "زُخْرُف" ذَهَب "أَوْ تَرْقَى" تَصْعَد "فِي السَّمَاء " بِسُلَّمٍ "وَلَنْ نُؤْمِن لِرُقِيِّك" لَوْ رَقِيت فِيهَا "حَتَّى تُنَزِّل عَلَيْنَا" مِنْهَا "كِتَابًا" فِيهِ تَصْدِيقك "قُلْ" لَهُمْ "سُبْحَان رَبِّي" تَعَجُّب "هَلْ" مَا "كُنْت إلَّا بَشَرًا رَسُولًا" كَسَائِرِ الرُّسُل وَلَمْ يَكُونُوا يَأْتُونَ بِآيَةٍ إلَّا بِإِذْنِ اللَّه

یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو، یہاں زخرف کا معنی سونا ہے یا تم سیڑھی کے ذریعے آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے یعنی اگرچہ آسمان پر چڑھ جائیں۔ جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جس میں آپ کی تصدیق ہو، جو ہم پڑھیں، تم ان سے فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو، یہ بہ طور تعجب ہے۔ میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جس طرح تمام رسولان گرامی ہیں۔ اور وہ صرف اللہ کے حکم سے معجزہ لے کر آئے۔

| |
|---|
| وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ |
| اور لوگوں کو ایمان لانے سے اور کوئی چیز مانع نہ ہوئی جبکہ ان کے پاس ہدایت آ چکی تھی سوائے اس کے کہ وہ کہنے لگے: |
| کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ |

## فرشتے کی بعثت کا مطالبہ کرنے کا بیان

وَمَا مَنَعَ النَّاس أَنْ يُؤْمِنُوا إذْ جَاءَهُمْ الْهُدَى "إلَّا أَنْ قَالُوا" أَيْ قَوْلهمْ مُنْكِرِينَ "أَبَعَثَ اللَّه بَشَرًا رَسُولًا" وَلَمْ يَبْعَث مَلَكًا

اور ان لوگوں کو ایمان لانے سے اور کوئی چیز مانع نہ ہوئی جبکہ ان کے پاس ہدایت بھی آ چکی تھی سوائے اس کے کہ وہ یعنی منکرین کہنے لگے، کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی فرشتہ مبعوث نہ کیا۔

ان آیات میں کفار مکہ کے ان مطالبات کے کا حال بیان کیا جا رہا ہے جو وہ وقتاً فوقتاً نبوت کی دلیل پر حسی معجزہ کی صورت میں مطالبہ کرتے رہے تھے۔ وہ اس قسم کے مطالبہ کرنے میں قطعاً حق بجانب نہیں تھے کیونکہ کئی معجزات وہ ایسے دیکھ چکے تھے جو آپ کی

نبوت پر واضح دلائل تھے مثلاً بار بار کے چیلنج کے باوجود وہ قرآن جیسا کلام نہ پیش کر سکے تھے۔ چاند پھٹنے کا واقعہ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا۔ واقعہ اسراء کے سلسلہ میں بیت المقدس کی ساخت پر وہ سوال و جواب کر چکے تھے۔ یہ سب باتیں ان کے قلبی اطمینان کے لیے کافی تھیں۔ مگر "خوئے بدرا بہانہ بسیار" کے مصداق وہ نئے سے نئے مطالبے کرتے ہی رہتے تھے جن میں سے چند ایک یہ تھے کہ آپ یہاں پانی کے چشمے بہادیں تاکہ ہمارے لیے پانی کی قلت دور ہو نیز یہاں سے پہاڑوں کو دور ہٹادیں تاکہ ہمیں رہنے کو کچھ میدان میسر آئے اور اس میں کھیتی اور کھجوریں اور انگور کے باغ پیدا ہوں یا جیسے ہمیں دھمکی دیتے رہتے ہو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو۔ جس سے نہ ہم رہیں اور نہ تم اور یہ روز روز کی تکرار ختم ہو جائے۔ یا جس فرشتے کے متعلق کہتے ہو کہ وہ مجھ پر نازل ہوتا ہے کم از کم ہم اسے ہی دیکھ لیں یا اگر تم ہمارا بھلا نہ کرسکو تو تمہارا اپنا ہی گھر سونے کا یا سنہرا بن جائے یا ہمارے سامنے تم آسمان کی طرف چڑھو اور جب اترو تو تمہارے ہاتھوں میں ہماری طرف ایک کتاب ہونا چاہیے۔ جس میں ہمیں خطاب کیا گیا ہو کہ "یہ واقعی نبی ہے اور اس پر ایمان لے آؤ" تو تب ہی ہم تمہاری نبوت پر ایمان لا سکتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ○ |
| فرمادیجئے: اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے۔ |

## زمین پر انبیائے کرام بعثت جنس انسانیت سے ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "لَوْ كَانَ فِي الْأَرْض مَلَائِكَة يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ" بَدَل الْبَشَر "لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنْ السَّمَاء مَلَكًا رَسُولًا" إِذْ لَا يُرْسَل إِلَى قَوْم رَسُول إِلَّا مِنْ جِنْسهمْ لِيُمْكِنهُمْ مُخَاطَبَته وَالْفَهْم عَنْهُ

فرمادیجئے: اگر زمین میں انسانوں کی بجائے فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم بھی ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے۔ کیونکہ کسی بھی قوم کیلئے رسول انہی کی جنس سے بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ وہ قوم ان کا خطاب وکلام کو سمجھ سکے۔

رسولوں کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے، یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا، اس پر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ اے حبیب ان سے فرمادیجئے: اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اتارتے۔

ارشاد فرمایا کہ تم انسان ہونے کے باوجود جو یہ مطالبہ کرتے ہو کہ ہمارا رسول فرشتہ ہونا چاہیے یہ مطالبہ تو نامعقول ہے البتہ اگر اس زمین پر فرشتے آباد ہوتے اور ان کی طرف رسول بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو فرشتہ ہی کو رسول بنایا جاتا اس میں جو زمین پر بسنے والے فرشتوں کا یہ وصف ذکر کیا گیا ہے کہ یَمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ یعنی وہ فرشتے زمین پر مطمئن ہو کر چلتے پھرتے اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی طرف فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجنے کی ضرورت اسی وقت ہو سکتی تھی جبکہ زمین کے فرشتے خود آسمان پر نہ جا سکتے بلکہ زمین ہی پر چلتے پھرتے رہتے ورنہ اگر وہ خود آسمان پر جانے کی قدرت رکھتے تو زمین پر رسول بھیجنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ۝

فرمادیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ خوب دیکھنے والا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی صداقت پر اللہ کی گواہی کے کافی ہونے کا بیان

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ "شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ" عَلٰى صِدْقِيْ "خَبِيْرًا بَصِيْرًا" عَالِمًا بِبَوَاطِنِهِمْ وَظَوَاهِرِهِمْ

فرمادیجئے: میرے اور تمہارے درمیان میری صداقت پر اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے، بیشک وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ، خوب دیکھنے والا ہے۔ جو ان کے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے۔

اپنی سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں اگر اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ خود مجھ سے انتقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورہ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر چپکا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہ روک سکتا۔ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام واحسان ہدایت ولطف کے قابل لوگوں کو اور گمراہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝

اور اللہ جسے ہدایت فرمادے تو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ان کے لئے اس کے سوا مددگار نہیں پائیں گے، اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی ہم انہیں اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

## قیامت کے دن کفار کو اوندھے منہ اٹھائے جانے کا بیان

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ وَمَنْ يُّضْلِلْ "فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاءَ" يَهْدُوْنَهُمْ "وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" مَاشِيْنَ "مَاْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ" سَكَنَ لَهَبُهَا "زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا" تَلَهُّبًا وَاشْتِعَالًا

اور اللہ جسے ہدایت فرمادے تو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ ان کے لئے اس کے سوا مددگار نہیں پائیں گے، اور ہم انہیں قیامت کے دن جمع کریں گے۔ اور ہم انہیں قیامت کے دن اوندھے منہ اٹھائیں گے اس حال میں کہ وہ اندھے، گونگے اور بہرے ہوں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب بھی وہ بجھنے لگے گی ہم انہیں عذاب دینے کے لئے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی راہنمائی کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت (محشر کے مجمع) میں لائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا

جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے بل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی ہے۔ مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار قبیلے کے لوگو سچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ صادق مصدوق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اوڑھنے والی، ایک چلنے اور دوڑنے والی، ایک وہ جنہیں فرشتے اوندھے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے۔ لوگوں نے کہا دو قسمیں تو سمجھ میں آ گئیں لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے سمجھ میں نہیں آئے آپ نے فرمایا سواریوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نہ مل سکے گی۔

یہ اس وقت نابینا ہوں گے، بےزبان ہوں گے، کچھ بھی نہ سن سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے۔ دنیا میں حق سے اندھے بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن، سچ مچ اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے۔ ان کا اصلی ٹھکانا، گھوم پھر کر آنے اور رہنے سہنے بسنے ٹھہرنے کی جگہ جہنم قرار دی گئی۔ وہاں کی آگ جہاں مدھم پڑنے کو آئی اور بھڑکا دی گئی سخت تیز کر دی گئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا۝ |
| یہی ان کی جزا ہے، کیونکہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو گئے |
| تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں؟ |

## موت کے بعد دوبارہ زندگی کا بیان

ذَلِكَ جَزَاؤُهُمْ "بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا " مُنْكِرِينَ لِلْبَعْثِ "أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا"

یہی ان کی جزا ہے، کیونکہ بے شک انھوں نے ہماری آیات کا انکار کیا اور منکرین بعث نے کہا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو گئے تو کیا واقعی ہم ضرور نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائے جانے والے ہیں؟

## بوسیدہ ہڈیاں پھر توانا ہوں گی

فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کو جس سزا کا ذکر ہوا ہم وہ اسی کے قابل تھے، وہ ہماری دلیلوں کو جھوٹ سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکنے کے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے۔ پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک دلیل پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے آسمان وزمین کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلا نمونہ پیدا کیا جس کی قدرت ان بلند و بالا، وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں۔ کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت

بڑی ہے وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے اختیار ہو جائے گا؟ کیا آسمان وزمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کرسکتا؟ بیشک کرسکتا ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کیلئے کافی وافی ہے۔ وہ انہیں قیامت کے دن دوبارہ نئی پیدائش میں ضرور اور قطعا پیدا کرے گا اس نے ان کے اعادہ کی، ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے۔ اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا یہاں کی قدرے تاخیر صرف معینہ وقت کو پورا کرنے کیلئے ہے۔ افسوس کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر وضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ |
| مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ |
| اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کردے |
| اور اس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے، جس میں کچھ شک نہیں، پھر ظالموں نے کفر کے سوا انکار کردیا۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق سے استدلال کرنے کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا" يَعْلَمُوا "أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض" مَعَ عِظَمهمَا "قَادِر عَلَى أَنْ يَخْلُق مِثْلهمْ" أَيْ الْأَنَاسِيّ فِي الصِّغَر "وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا" لِلْمَوْتِ وَالْبَعْث "فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا" جُحُودًا لَهُ،

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو ان کے بڑا ہونے کے باوجود پیدا کیا، اس پر قادر ہے کہ ان جیسے پیدا کردے یعنی ان جیسے صغیر انسانوں کو پیدا کردے، اور اس نے ان کے لیے موت وبعث کا ایک وقت مقرر کیا ہے، جس میں کچھ شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے کفر کے سوا ہر چیز سے انکار کردیا۔

مشرکین مکہ کا یہ اعتراض تھا کہ ہزاروں برس گزر چکے جو مر گیا ان میں سے کوئی دوبارہ زندہ ہو کر تو آیا نہیں۔ پھر دوبارہ زندگی کیسے ممکن ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر کام کے لیے ایک مقررہ وقت ہوتا ہے وہ اسی وقت ہی ہوتا ہے۔ گندم کا بیج آپ زمین میں پھینک دیں۔ مگر وہ اگے گا اسی وقت جب اس کے اگنے کا موسم آئے گا۔ اسی طرح انسانوں کے اگنے کا وقت یا موسم نفخہ صور ثانی ہے۔ جب صور پھونکا جائے گا تو تم سب ایک طبعی عمل کے تحت زمین سے نکل پڑو گے۔

| |
|---|
| قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝ |
| فرما دیجئے: اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تب بھی خرچ ہو جانے کے خوف سے |
| تم روکے رکھتے، اور انسان بہت ہی تنگ دل اور بخیل واقع ہوا ہے۔ |

18

## انسان کی تنگ دلی وبخالت کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي" مِنْ الرِّزْق وَالْمَطَر "إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ" لَبَخِلْتُمْ "خَشْيَةَ الْإِنْفَاق" خَوْف نَفَادهَا بِالْإِنْفَاقِ فَتَفْتَقِرُوا "قَتُورًا" بَخِيلًا

آپ ان سے فرمادیجئے: اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں یعنی رزق اور بارش کے مالک ہوتے تو تب بھی سب خرچ ہوجانے کے خوف سے تم اپنے ہاتھ روکے رکھتے، یعنی خرچ کے ڈرے سے بخل کرتے اور انسان بہت ہی تنگ دل اور بخیل واقع ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں اور ان زرہوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے ہاتھ ان کی چھاتیوں اور گردن کی ہنسلی کی طرف چمٹے ہوئے ہوں چنانچہ جب صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور جب بخیل صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کے حلقے اور تنگ ہوجاتے ہیں اور اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 362)

اس ارشادگرامی کا مطلب یہ ہے کہ سخی انسان جب اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا مال خرچ کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس جذبہ صدق کی بنا پر اس کا سینہ کشادہ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کے قلب واحساسات کے تابع ہوتے ہیں بایں طور کہ وہ مال خرچ کرنے کے لئے دراز ہوتے ہیں اس کے برخلاف ایسے مواقع پر بخیل انسان کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ سمٹ جاتے ہیں۔ اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ جب سخی انسان خیر وبھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو توفیق الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے بایں طور کہ اس کے لئے خیر وبھلائی اور نیکی کا راستہ آسان کردیا جاتا ہے اور بخیل کے لئے نیکی وبھلائی کا راستہ دشوار گزار ہوجاتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَاسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ |
| فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا٥ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، سو بنی اسرائیل سے پوچھ، جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے |
| اس سے کہا یقیناً میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نو معجزات کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى تِسْع آيَات بَيِّنَات" وَهِيَ الْيَد وَالْعَصَا وَالطُّوفَان وَالْجَرَاد وَالْقُمَّل وَالضَّفَادِع وَالدَّم أَوْ الطَّمْس وَنَقْص الثَّمَرَات "فَاسْأَلْ" يَا مُحَمَّد "بَنِي إِسْرَائِيل" عَنْهُ سُؤَال تَقْرِير لِلْمُشْرِكِينَ عَلَى صِدْقك أَوْ فَقُلْنَا لَهُ: اسْأَلْ وَفِي قِرَاءَة بِلَفْظِ الْمَاضِي "مَسْحُورًا" مَخْدُوعًا

مَغْلُوبًا عَلٰی عَقْلِكَ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دیں، اور وہ ید بیضاء، عصائے موسوی، طوفان، ٹڈی، جوئیں، مینڈک، خون ، اموال کی ہلاکت، قحط سالی۔ یا محمد ﷺ آپ بنی اسرائیل سے پوچھو، یہ سوال مشرکین مکہ سے آپ ﷺ کی صداقت کا اقرار کروانے کیلئے تھا۔ یا ہم نے ان کیلئے کہا جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا، ایک قرأت کے مطابق عل ماضی کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یقیناً میں تو تجھے اے موسیٰ! جادو زدہ سمجھتا ہوں۔ یعنی آپ مغلوب العقل ہیں۔

## سورہ الاسراء آیت ۱۰۱ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت صفوان بن عسال بیان فرماتے ہیں کہ وہ یہودیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ چلو اس نبی کرم ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور کچھ پوچھتے ہیں۔ دوسرا کہنے لگا کہ انہیں نبی مت کہو اگر انہوں نے سن لیا تو خوشی سے ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ پھر وہ دونوں آئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی، وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ، البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نو کھلی نشانیاں دی تھیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، زنا مت کرو، چوری مت کرو، جادو مت کرو، کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کرے، سود خوری نہ کرو ، کسی پاکباز عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ، دشمنوں سے مقابلے کے وقت راہ فرار اختیار نہ کرو۔ اور شعبہ کو شک ہے کہ نویں بات یہ تھی کہ یہودیوں کے لئے خاص حکم یہی کہ ہفتے کے دن زیادتی نہ کریں۔

چنانچہ وہ دونوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ پھر کس چیز نے تمہیں مسلمان ہونے سے روکا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ نبی ہمیشہ ان کی اولاد میں سے ہو۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو یہودی ہمیں قتل نہ کر دیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1089)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو ایسے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی۔ لکڑی، ہاتھ، قحط، دریا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں۔ محمد بن کعب کا قول ہے کہ یہ معجزے یہ ہیں ہاتھ کا چمکیلا بن جانا۔ لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورہ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر۔ ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ یہ معجزے آپ کا ہاتھ، آپ کی لکڑی، قحط سالیاں پھلوں کی کمی طوفان ٹڈیاں جوئیں مینڈک اور خون ہیں۔ یہ قول زیادہ ظاہر، بہت صاف، بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے قحط سالی اور پھلوں کی کمی کو ایک گن کر نواں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادوگروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام معجزوں کے باوجود فرعونیوں نے تکبر کیا اور گنہگاری پر اڑے رہے باوجودیکہ دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و زیادتی کر کے کفر انکار پر جم گئے۔

| |
|---|
| قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ○ |
| اس نے کہا بلاشبہ یقیناً تو جان چکا ہے کہ انہیں آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ |
| واضح دلائل ہیں اور یقیناً میں تو اے فرعون! تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔ |

## خیر و بھلائی سے محروم فرعون کا بیان

"قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا اَنْزَلَ هٰؤُلَاءِ " الْآیَات "اِلَّا رَبُّ السَّمَاوَات وَالْاَرْض بَصَائِر " عِبَرًا وَلٰكِنَّك تُعَانِد وَفِی قِرَاءَة بِضَمِّ التَّاء "وَاِنِّی لَاَظُنُّك یَا فِرْعَوْن مَثْبُوْرًا" هَالِكًا اَوْ مَصْرُوفًا عَنْ الْخَیْر

اس نے کہا بلاشبہ یقیناً تو جان چکا ہے کہ انہیں یعنی معجزات کو آسمانوں اور زمین کے رب کے سوا کسی نے نہیں اتارا، اس حال میں کہ واضح دلائل ہیں یعنی عبرت ہے لیکن عناد پر جو آیا ہے اس کیلئے نہیں۔ ایک قرأت میں تاء کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور یقیناً میں تو اے فرعون! تجھے ہلاک کیا ہوا سمجھتا ہوں۔ یا بھلائی سے محروم سمجھتا ہوں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اسے دھڑلے سے جواب دیا۔ بات یوں نہیں جو تم مجھے کہہ رہے ہو بلکہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری تباہی کے دن قریب آ گئے ہیں جو اتنے واضح معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لا رہے۔ تمہارے جادوگر تو حقیقت کو سمجھ کر ایمان لا چکے ہیں پھر بھی تمہیں یہ سمجھ نہیں آ رہی کہ جادو کی شعبدہ بازیوں سے نہ کسی ملک میں کبھی قحط پڑا ہے، نہ پڑ سکتا ہے، پوری قوم پر طرح طرح کے عذاب لانا جادوگروں کی بساط سے باہر ہے۔ ایسے کام صرف وہ ہستی کر سکتی ہے جو قادر مطلق اور مختار کل ہو اور اگر تم یہ سب کچھ دیکھ کر اس ہستی پر ایمان لانے کے لیے تیار نہیں تو تمہیں اپنے انجام کی فکر کرنا چاہیے۔

| |
|---|
| فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ○ |
| تو اس نے ارادہ کیا کہ انہیں اس سرزمین سے پھسلا دے تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو غرق کر دیا۔ |

## نبی اللہ کو جلاوطن کرنے والوں کیلئے غرق ہونے کا بیان

"فَاَرَادَ" فِرْعَوْن "اَنْ یَسْتَفِزّهُمْ" یُخْرِج مُوسَی وَقَوْمه "مِنْ الْاَرْض" اَرْض مِصْر فَاَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ جَمِیعًا،

تو اس نے یعنی فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں اس سرزمین سے پھسلا دے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ان کو قوم کو سرزمین مصر سے نکال دے۔ تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے، سب کو غرق کر دیا۔

فرعون نے بنی اسرائیل پر صرف اس جرم کی پاداش میں کہ وہ سیدنا موسیٰ پر ایمان لانے لگے تھے، طرح طرح کی سختیاں شروع کر دی تھیں نیز اس سزا کو نئے سرے سے نافذ کر دیا جو پہلے اس کے باپ نے نافذ کی تھی۔ یعنی بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔ باپ فرعون رعمیس کا اس سزا سے یہ مقصد تھا کہ موسیٰ اگر پیدا ہوں تو

اسی وقت انہیں ختم کر دیا جائے تاکہ اس کی حکومت پر آنچ نہ آنے پائے اور بیٹے فرعون منفتاح نے یہ سزا اس لیے جاری کی کہ بنی اسرائیل کی اس طرح نسل کشی کر کے اس ملک سے ان کا خاتمہ ہی کر دیا جائے اور ان کی عورتوں کو اپنی لونڈیاں بنا لیا جائے۔ مگر ہم نے فرعون اور فرعونیوں کے لیے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ وہ بنی اسرائیل کا تعاقب کریں۔ اور ان کا یہی تعاقب دراصل ان کی موت کا بلاوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اور حیرت انگیز طریقے سے ان سب کو دریا میں غرق کر دیا اور بنی اسرائیل کو ان سے نجات دی۔

| |
|---|
| وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًاؕ |
| اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا |
| ہم تمہیں اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ |

## قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنے کا بیان

وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَاءَ "وَعْدُ الْاٰخِرَةِ" أَیِ السَّاعَةِ "جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًا" جَمِیْعًا اَنْتُمْ وَهُمْ،

اور ہم نے اس کے بعد بنی اسرائیل سے کہا کہ تم اس سرزمین میں رہو، پھر جب آخرت یعنی قیامت کا وعدہ آئے گا ہم تمہیں اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ یعنی تم اور وہ سب ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ تین اصناف میں منقسم ہو کر جمع ہوں گے۔ پیدل سوار اور چہروں پر گھسٹتے ہوئے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ چہروں پر کیسے چلیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے انہیں پیروں پر چلایا وہ انہیں سروں پر چلانے پر بھی قادر ہے۔ جان لو کہ وہ اپنے منہ سے ہر بلندی اور کانٹے سے بچ کر چلیں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس حدیث کو ابن طاؤس اپنے والد سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1087)

| |
|---|
| وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاۘ |
| اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اس کو اتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ اترا ہے، اور ہم نے آپ کو خوشخبری سنانے والا |
| اور ڈر سنانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔ |

## قرآن کا بغیر تبدیلی کے حق کے ساتھ نازل ہونے کا بیان

"وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاهُ" أَیِ الْقُرْآن "وَبِالْحَقِّ" الْمُشْتَمِل عَلَیْهِ "نَزَلَ" كَمَا أُنْزِلَ لَمْ یَعْتَرِهِ تَبْدِیل "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ" یَا مُحَمَّد "إِلَّا مُبَشِّرًا" مَنْ آمَنَ بِالْجَنَّةِ "وَنَذِیْرًا" مَنْ كَفَرَ بِالنَّارِ

اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور حق ہی پر مشتمل ہے وہ ایسا اترا ہے، جس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ اور یا محمد ﷺ ہم نے آپ کو جنت کی خوشخبری سنانے والا اور منکر آگ کو ڈر سنانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے۔

شیاطین کے خلط سے محفوظ رہا اور کسی تغیر نے اس میں راہ نہ پائی۔ تبیان میں ہے کہ حق سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے۔

## قرآن مجید کی برکت کا بیان

آیت شریفہ کا یہ جملہ ہر ایک بیماری کے لئے عمل مجرب ہے، موضع مرض پر ہاتھ رکھ کر پڑھ کر دم کر دیا جائے تو باذن اللہ بیماری دور ہو جاتی ہے۔ محمد بن سماک بیمار ہوئے تو ان کے متوسلین قارورہ لے کر ایک نصرانی طبیب کے پاس بغرضِ علاج گئے، راہ میں ایک صاحب ملے نہایت خوش رو وخوش لباس ان کے جسمِ مبارک سے نہایت پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی انہوں نے فرمایا کہاں جاتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا ابن سماک کا قارورہ دکھانے کے لئے فلاں طبیب کے پاس جاتے ہیں انہوں نے فرمایا سبحان اللہ اللہ کے ولی کے لئے خدا کے دشمن سے مدد چاہتے ہو قارورہ پھینکو واپس جاؤ اور ان سے کہو کہ مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر پڑھو (وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ، الاسراء:105) یہ فرما کر وہ بزرگ غائب ہو گئے ان صاحبوں نے واپس ہو کر ابن سماک سے واقعہ بیان کیا انہوں نے مقامِ درد پر ہاتھ رکھ کر یہ کلمے پڑھے فوراً آرام ہو گیا اور ابن سماک نے فرمایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الاسراء، لاہور)

| |
|---|
| وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا۝ |
| اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے اتارا ہے تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے رفتہ رفتہ بہ تدریج اتارا ہے۔ |

## قرآن کے نزول کا بہ تدریج ہونے کا بیان

"وَقُرْاٰنًا" مَنْصُوب بِفِعْلٍ يُفَسِّرُهُ "فَرَقْنَاهُ" نَزَّلْنَاهُ مُفَرَّقًا فِي عِشْرِينَ سَنَةً أَوْ وَثَلَاث "مُكْث" مَهَل وَتُؤَدَة لِيَفْهَمُوهُ "وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا" شَيْئًا بَعْد شَيْء عَلَى حَسَب الْمَصَالِح

یہاں پر لفظ قرآن یہ فعل کے سبب منصوب ہے جس اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ اور قرآن کو ہم نے جدا جدا کر کے یعنی تیئس سال میں اتارا ہے تا کہ آپ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں تا کہ وہ اس کو سمجھ سکیں۔ اور ہم نے اسے رفتہ رفتہ حالات اور مصالح کے مطابق بہ تدریج اتارا ہے۔

مشرکین مکہ کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ اگر قرآن اللہ کا کلام ہوتا تو یکبارگی نازل ہو جاتا۔ ہو نہ ہو یہ نبی ساتھ ساتھ اسے تصنیف کرتا جاتا ہے اور جیسے حالات ہوں اس کے مطابق لوگوں کو سناتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس قرآن کو موقع بہ موقع اور بتدریج ہم ہی نے اتارا ہے اور اس طرح وقفہ وقفہ پر اتارنے میں کئی مصلحتیں اور فوائد ہیں۔ مثلاً یہ کہ لوگوں

کو اس کے حفظ کرنے میں آسانی رہے نیز ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ فلاں آیت کس موقع پر نازل ہوئی تھی اور اس کا صحیح مفہوم کیا ہے نیز یہ کہ لوگوں کو اس کے اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے اجتناب کرنے میں آسانی رہے اور اگر یکدم ہی ان پر سب اوامر ونواہی نازل کر دیتے تو سب انکار کر دیتے اور کوئی ان کو اپنے آپ پر نافذ کرنے کی ہمت نہ پاتا۔ نیز یہ کہ اس طرح مختلف اوقات پر آیات نازل کرنے سے مومنوں کا ایمان زیادہ ہوتا رہتا ہے اور پختہ تر بنتا جاتا ہے ان میں مصائب کو برداشت کرنے کی قوت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور یہ سب فوائد اسی صورت میں حاصل ہو سکتے تھے کہ قرآن وقفہ وقفہ سے نازل ہوتا اور اوامر ونواہی میں تدریج کو ملحوظ رکھا جاتا۔

| |
|---|
| قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاۙ |
| تم فرماؤ! کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا، اب ان پر پڑھا جاتا ہے، |
| ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ |

## علم والوں کے ایمان لانے کا بیان

"قُلْ" لِكُفَّارِ مَكَّة "آمِنُوا بِهِ أَوْ لَا تُؤْمِنُوا" تَهْدِيد لَهُمْ "مِنْ قَبْله" قَبْل نُزُوله وَهُمْ مُؤْمِنُو أَهْل الْكِتَاب، "إِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا"،

تم کفار مکہ سے فرماؤ! کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا، یعنی وہ جو اہل کتاب ایمان لانے والے ہیں۔ اب ان پر پڑھا جاتا ہے، ٹھوڑی کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔

## علم والوں کو حق کو سمجھ کر سجدے میں گر جانے کا بیان

مومنینِ اہل کتاب جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے انتظار و جستجو میں تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد شرف اسلام سے مشرف ہوئے جیسے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور سلمان فارسی اور ابوذر وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بیشک برحق ہے۔ اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔ جو اہل کتاب، صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں، جنہوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف وتبدیلی نہیں کی وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بچین ہو کر شکریہ کا سجدہ کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے ہماری موجودگی میں اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا۔ اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ جانتے تھے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، غلط نہیں ہوتا۔ آج وہ وعدہ پورا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں، اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں۔ خشوع وخضوع، فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے گڑگڑاتے اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں ایمان وتصدیق اور کلام الٰہی اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان واسلام میں، ہدایت وتقویٰ میں، ڈر اور خوف میں اور بڑھ

جاتے ہیں۔ یہ عطف صفت کا صفت پر ہے سجدے کا سجدے پر نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۝ |
| اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، بے شک ہمارے رب کا وعدہ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔ |

## نزول قرآن اور بعثت نبوی ﷺ کے حق ہونے کا بیان

"وَيَقُولُونَ سُبْحَان رَبّنَا" تَنْزِيهًا لَهُ عَنْ خُلْف الْوَعْد "إنْ" مُخَفَّفَة "كَانَ وَعْد رَبّنَا" بِنُزُولِهِ وَبَعْث النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور وہ کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے، یعنی وہ وعدہ خلافی سے پاک ہے۔ یہاں پر ان مخففہ ہے۔ بے شک ہمارے رب کا وعدہ یعنی جو نزول قرآن اور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے متعلق ہے۔ یقیناً ہمیشہ پورا کیا ہوا ہے۔

اہل علم نزول قرآن سے خوش ہو کر کہتے ہیں کہ بیشک ہمارے رب کے وعدے نے پورا ہو کر رہنا تھا جو اس نے اس سے پہلے کی آسمانی کتابوں میں فرمایا تھا کہ وہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمائے گا اور اس پر اپنا آخری کلام نازل فرمائے گا۔

(محاسن تاویل، سورہ الاسراء، بیروت)

| |
|---|
| وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا۝ السجدۃ |
| اور ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے گر جاتے ہیں، اور یہ ان کے خشوع وخضوع میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔ |

## قرآن کے ذریعے خشوع وخضوع میں اضافہ ہونے کا بیان

"وَيَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُونَ" عَطْف بِزِيَادَةِ صِفَة "وَيَزِيدهُمْ" الْقُرْآن "خُشُوعًا" تَوَاضُعًا لِلَّهِ

اور ٹھوڑیوں کے بل گریہ وزاری کرتے ہوئے گر جاتے ہیں، یہاں پر یخرون پر زیادتی صفت کے سبب عطف ہے۔ اور یہ قرآن ان کے خشوع وخضوع میں مزید اضافہ کرتا چلا جاتا ہے۔

## فکر آخرت میں رونے والوں کے خشوع میں اضافہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (کسی میت کو رکھنے کے لئے) قبر میں اترے، آپ کے لئے چراغ جلا دیا گیا چنانچہ آپ نے میت کو قبلہ کی طرف سے پکڑا (اور اسے قبر میں اتارا) اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے تو (خوف اللہ سے) بہت رونے والا اور قرآن کریم بہت زیادہ پڑھنے والے تھے (اور ان دونوں چیزوں کے سبب سے تم رحمت ومغفرت کے مستحق ہو) یہ حدیث ترمذی نے نقل کی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 189)

اس روایت کے بارہ میں امام ترمذی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے نیز اس بارہ میں حضرت جابر اور حضرت یزید بن ثابت کی روایتیں بھی منقول ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ رات کے وقت مردہ کو دفن کرنا مکروہ نہیں جیسا کہ بعض علماء نے لکھا

ہے یہ حدیث حنفیہ کے مسلک کی دلیل ہے ان کے ہاں میت کو قبر میں قبلہ کی طرف سے اتارنا سنت ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝

تم فرماؤ اللہ کہہ کر پکارو رحمان کہہ کر، جو کہہ کر پکارو سب اسی کے اچھے نام ہیں، اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ پڑھو اور اس کا درمیان اختیار کرو۔

## اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا بیان

وَكَانَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُول : "يَا اللَّه يَا رَحْمَن" فَقَالُوا : يَنْهَانَا أَنْ نَعْبُد إِلَهَيْنِ وَهُوَ يَدْعُو إِلَهًا آخَرَ مَعَهُ فَنَزَلَ "قُلْ" لَهُمْ "اُدْعُوا اللَّه أَوْ اُدْعُوا الرَّحْمَن" أَيْ سَمُّوهُ بِأَيِّهِمَا أَوْ نَادُوهُ بِأَنْ تَقُولُوا : يَا اللَّه يَا رَحْمَن "أَيًّا" شَرْطِيَّة "مَا" زَائِدَة أَيْ أَيّ هَذَيْنِ "تَدْعُوا" فَهُوَ حَسَن دَلَّ عَلَى هَذَا "فَلَهُ" أَيْ لِمُسَمَّاهُمَا "الْأَسْمَاء الْحُسْنَى" وَهَذَانِ مِنْهَا فَإِنَّهَا كَمَا فِي الْحَدِيث،

نبی کریم ﷺ یا اللہ، یا رحمٰن کہہ کر پکارا کرتے تھے تو مشرکین نے کہا کہ ہمیں دو معبودوں سے منع کرتے ہو اور خود اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارتے ہو تو ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی کہ تم اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو کیونکہ یہ دونوں نام بلکہ اس کے سب نام اچھے ہیں۔ (یعنی ذات ایک ہی ہے)۔ یہاں پر ایا شرطیہ ہے اور ما زائدہ ہے۔ یعنی یہ دونوں، یا اللہ، یا رحمٰن اچھے ہیں۔ کیونکہ ان کی دلالت اسی ذات پر ہے۔ اور اسمائے حسنیٰ میں سے یہ دونوں بھی ہیں۔ جس حدیث میں آیا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"اللَّه الَّذِي لَا إِلَه إِلَّا هُوَ الرَّحْمَن الرَّحِيم الْمَلِك الْقُدُّوس السَّلَام الْمُؤْمِن الْمُهَيْمِن الْعَزِيز الْجَبَّار الْمُتَكَبِّر الْخَالِق الْبَارِء الْمُصَوِّر الْغَفَّار الْقَهَّار الْوَهَّاب الرَّزَّاق الْفَتَّاح الْعَلِيم الْقَابِض الْبَاسِط الْخَافِض الرَّافِع الْمُعِزّ الْمُذِلّ السَّمِيع الْبَصِير الْحَكَم الْعَدْل اللَّطِيف الْخَبِير الْحَلِيم الْعَظِيم الْغَفُور الشَّكُور الْعَلِيّ الْكَبِير الْحَفِيظ الْمُقِيت الْحَسِيب الْجَلِيل الْكَرِيم الرَّقِيب الْمُجِيب الْوَاسِع الْحَكِيم الْوَدُود الْمَجِيد الْبَاعِث الشَّهِيد الْحَقّ الْوَكِيل الْقَوِيّ الْمَتِين الْوَلِيّ الْحَمِيد الْمُحْصِي الْمُبْدِء الْمُعِيد الْمُحْيِي الْمُمِيت الْحَيّ الْقَيُّوم الْوَاجِد الْمَاجِد الْوَاحِد الْأَحَد الصَّمَد الْقَادِر الْمُقْتَدِر الْمُقَدِّم الْمُؤَخِّر الْأَوَّل الْآخِر الظَّاهِر الْبَاطِن الْوَالِي الْمُتَعَالِي الْبَرّ التَّوَّاب الْمُنْتَقِم الْعَفُوّ الرَّءُوف مَالِك الْمُلْك ذُو الْجَلَال وَالْإِكْرَام الْمُقْسِط الْجَامِع الْغَنِيّ الْمُغْنِي الْمَانِع الضَّارّ النَّافِع النُّور الْهَادِي الْبَدِيع الْبَاقِي الْوَارِث الرَّشِيد الصَّبُور" رَوَاهُ التِّرْمِذِيّ "وَلَا تَجْهَر بِصَلَاتِك" بِقِرَاءَتِك بِهَا فَيَسْمَعك الْمُشْرِكُونَ فَيَسُبُّوك وَيَسُبُّوا الْقُرْآن وَمَنْ أَنْزَلَهُ "وَلَا تُخَافِت" تُسِرّ "بِهَا"

لِيَسْتَمِعَ أَصْحَابُكَ "وَابْتَغِ" اقْصِدْ "بَيْنَ ذَلِكَ" الْجَهْرِ وَالْمُخَافَتَةِ "سَبِيلًا" طَرِيقًا وَسَطًا،

## سورہ الاسراء آیت ۱۱۰ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالی کے ننانوے نام ہیں جو شخص ان ناموں کو یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اسم ذات اللہ کے علاوہ ننانوے نام یہ ہیں۔ (۱) الرحمٰن (۲) الرحیم (۳) الملک (۴) القدوس (۵) السلام (۶) المومن (۷) المہیمن (۸) العزیز (۹) الجبار (۱۰) المتکبر (۱۱) الخالق (۱۲) الباری (۱۳) المصور (۱۴) الغفار (۱۵) القہار (۱۶) الوہاب (۱۷) الرزاق (۱۸) الفتاح (۱۹) العلیم (۲۰) القابض (۲۱) الباسط (۲۲) الخافض (۲۳) الرافع (۲۴) المعز (۲۵) المذل (۲۶) السمیع (۲۷) البصیر (۲۸) الحکم (۲۹) العدل (۳۰) اللطیف (۳۱) الخبیر (۳۲) الحلیم (۳۳) العظیم (۳۴) الغفور (۳۵) الشکور (۳۶) العلی (۳۷) الکبیر (۳۸) الحفیظ (۳۹) المقیت (۴۰) الحسیب (۴۱) الجلیل (۴۲) الکریم (۴۳) الرقیب (۴۴) المجیب (۴۵) الواسع (۴۶) الحکیم (۴۷) الودود (۴۸) المجید (۴۹) الباعث (۵۰) الشہید (۵۱) الحق (۵۲) الوکیل (۵۳) القوی (۵۴) المتین (۵۵) الولی (۵۶) الحمید (۵۷) المحصی (۵۸) المبدی (۵۹) المعید (۶۰) المحی (۶۱) الممیت (۶۲) الحی (۶۳) القیوم (۶۴) الواجد (۶۵) الماجد (۶۶) الواحد (۶۷) الاحد (۶۸) الصمد (۶۹) القادر (۷۰) المقتدر (۷۱) المقدم (۷۲) المؤخر (۷۳) الاول (۷۴) الآخر (۷۵) الظاہر (۷۶) الباطن (۷۷) الوالی (۷۸) المتعال (۷۹) البر (۸۰) التواب (۸۱) المنتقم (۸۲) العفو (۸۳) الرؤف (۸۴) مالک الملک (۸۵) ذوالجلال والاکرام (۸۶) المقسط (۸۷) الجامع (۸۸) الغنی (۸۹) المغنی (۹۰) المانع (۹۱) الضار (۹۲) النافع (۹۳) النور (۹۴) الہادی (۹۵) البدیع (۹۶) الباقی (۹۷) الوارث (۹۸) الرشید (۹۹) الصبور۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 809)

اس روایت کو ترمذی نے اور بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔

آیت (هو الله الذى لا اله الا هو) ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے یعنی یہ علیحدہ جملہ ہے اور ان ننانوے ناموں کا بیان ہے جو آگے ذکر کئے گئے ہیں۔

اس کلمہ کے کئی مراتب ہیں اول یہ کہ جب منافق اس کلمہ کو پڑھتا ہے اور اس کی تصدیق سے خالی ہوتا ہے یعنی وہ قلبی تصدیق اور اعتقاد کے بغیر محض اپنے کو مسلمان ظاہر کرنے کے لئے اس کلمہ کو زبان سے ادا کرتا ہے تو یہ کلمہ اس کی دنیا کے لئے تو نافع بن جاتا ہے بایں طور کہ اس کی وجہ سے اس کی جان، اس کا مال اور اس کے اہل وعیال مسلمانوں کے ہاتھوں محفوظ ہو جاتے ہیں لیکن آخرت کے اعتبار سے یہ کلمہ اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔

دوم یہ کہ اس کلمہ کو زبان سے پڑھنے کے ساتھ اعتقاد قلبی بھی ہو مگر تقلید محض کے طور پر اس درجہ صحیح ہونے میں مختلف اقوال ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ یہ درجہ صحیح ہے۔

سوم یہ کہ اس کلمہ کو پڑھنے کے ساتھ اعتقاد قلبی بھی ہو مگر ایسا اعتقاد قلبی جو اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر حاصل کیا گیا ہو۔ اکثر علماء کے نزدیک یہ بھی درجہ معتبر ہے۔

چہارم یہ کہ زبان سے اس کلمہ کی ادائیگی کے ساتھ اعتقاد جازم بھی ہو۔ جواز راہ دلیل قطعی حاصل ہوا ہو متفقہ طور پر یہ درجہ مقبول ہے۔

پنجم یہ کہ اس کلمہ کو ادا کرنے والا اس طرح کا ہو کہ وہ دل کی آنکھوں سے اس کلمہ کے معنی جانتا ہو۔ یعنی اسے کامل طور پر عرفان حق حاصل ہوا اور یہی رتبہ عالی ہے یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ اس کلمہ کو زبان سے ادا کیا جائے دوسری شکل یہ ہے کہ اس کلمہ کو صرف دل میں کہے یعنی زبان سے ادائیگی نہ ہو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کسی عذر مثلاً گونگے پن وغیرہ کی بنا پر اس کلمہ کو زبان سے ادا کرنے سے قاصر ہے تو یہ کلمہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے نافع ہے یعنی وہ دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے نجات یافتہ ہوگا اور اگر کسی عذر کے بغیر بھی زبان سے ادا نہ کرے تو پھر آخرت میں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

نووی نے اس بات پر اہل سنت کا اجماع نقل کیا ہے۔ "اللہ" باری تعالیٰ کا اسم ذات ہے اس کے معنی ہیں وہ ذات عبادت کے لائق ہے۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ اسماء باری تعالیٰ میں یہ نام سب سے بڑا ہے نیز کہا گیا ہے کہ عوام کو چاہئے کہ وہ اس نام کو اپنی زبان پر جاری کریں اور خشیت و تعظیم کے طور پر اس نام کے ساتھ ذکر کریں خواص کو چاہئے کہ وہ اس نام کے معنی میں غور و فکر کریں اور یہ جانیں کہ اس نام کا اطلاق صرف اسی ذات پر ہوسکتا ہے جو صفات الوہیت کی جامع ہے اور خواص الخواص کو چاہئے کہ وہ اپنا دل اللہ میں مستغرق رکھیں اور اس ذات کے علاوہ اور کسی بھی طرف التفات نہ کریں اور صرف اسی سے ڈریں کیونکہ وہی حق اور ثابت ہے اس کے علاوہ ہر چیز فانی اور باطل ہے جیسا کہ بخاری میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاعروں کے کلام میں سب سے صحیح کلام شاعر لبید کا یہ مصرعہ ہے کہ۔ الاکل چیز ماخلا اللہ باطل۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ خاصیت جو شخص اس اسم ذات (اللہ) کو ہزار بار پڑھے وہ صاحب یقین ہو اور جو شخص اس کو نماز کے بعد وافر پڑھے اس کا باطن کشادہ ہو اور وہ صاحب کشف ہو۔ "الرحمٰن، الرحیم۔ بخشنے والا" ان دونوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے (یعنی صفات باری تعالیٰ کو اپنانے کے سلسلہ میں ان اسماء کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف کامل توجہ ہو، اسی ذات پر توکل و بھروسہ کیا جائے اپنا باطن اس کے ذکر میں مشغول رکھا جائے غیر اللہ سے بے پرواہی برتی جائے بندگان اللہ پر رحم کیا جائے چنانچہ مظلوم کی حمایت و مدد کی جائے اور ظالم کو بطریق نیک ظلم سے باز رکھا جائے اللہ کی عبادت اور اس کے ذکر سے غفلت برتنے والوں کو خبردار کیا جائے گنہگار کی طرف رحمت کی نظر کی جائے نہ کہ اسے نظر حقارت سے دیکھا جائے اپنی طاقت کے بقدر شرع امور کے استیصال میں کوشش صرف کی جائے اور اپنی وسعت وہمت کے مطابق محتاجوں اور ضرورت مندوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی سعی کی جائے۔ خاصیت جو شخص ہر نماز کے بعد سو بار الرحمٰن الرحیم کہے حق تعالیٰ اس کے دل سے غفلت، نسیان اور قساوت دور کرے گا اور تمام مخلوق اس پر مہربان و مشفق ہو گی۔ "الملک" حقیقی بادشاہ۔ یعنی دو زمین و آسمان اور تمام عالم کا حقیقی بادشاہ ہے دونوں جہاں اسی کے تصرف اور قبضہ میں ہیں وہ

سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج لہذا جب بندہ نے اس کی یہ حیثیت وصفت جان لی تو اس پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ کا بندہ وغلام اور اسی کے در کا گدا بنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اسی کے آستانہ عزت وجاہ کی طلب کرے۔ نیز بندہ پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ قدرت وتصرف سے تعلق پیدا کرے اس کے علاوہ ہر ایک سے کلیۃً بے نیازی اختیار کرے۔ نہ کسی سے اپنی ضرورت وحاجت بیان کرے اور نہ کسی سے ڈرے نہ امید رکھے اپنے دل اپنے نفس اور اپنے قالب کی دنیا کا حاکم بنے اور اپنے اعضاء اور اپنے قوی کو قابو میں رکھ کر اس کی اطاعت وعبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں لگا دے تا کہ صحیح معنی میں اپنے وجود کی دنیا کا حاکم کہلائے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو القدوس کے ساتھ (یعنی ملک القدوس) پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے تو اگر وہ صاحب ملک اور سلطنت ہوگا تو اس کے ملک اور سلطنت کو اللہ تعالیٰ قائم ودائم رکھے گا اور جو صاحب سلطنت نہ ہوگا تو اس کی برکت سے اس کا اپنا نفس مطیع وفرمانبردار رہے گا اور جو شخص اسے عزت وجاہ کے لئے پڑھے تو اس کا مقصود حاصل ہوگا اور اس بارہ میں یہ عمل مجرب ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے اس کی خاصیت یہ لکھی ہے کہ جو شخص اس اسم "الملک" کو روزانہ نوے بار پڑھے تو نہ صرف یہ کہ روشن اور تونگر ہوگا بلکہ حکام وسلاطین اس کے لئے مسخر ہو جائیں گے اور عزت واحترام اور جاہ کی زیادتی کے حصول کے لئے مجرب ہے۔ "القدوس" نہایت پاک۔

قشیری رحمہ اللہ نے کہا کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نہایت پاک ہے تو اب اس کو چاہئے کہ اس بات کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حالت میں عیوب اور آفات سے دور اور گناہوں کی نجاست سے پاک رکھے۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو ہر روز زوال آفتاب کے وقت پڑھے اس کا دل صاف ہو اور جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم واسم السبوح کے ساتھ (یعنی القدس السبوح) روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے تو فرشتہ صفت ہو اور بھگدڑ کے وقت دشمنوں سے حفاظت کے وقت اس اسم کو جتنا پڑھا جا سکے پڑھا جائے اور مسافر اس کو برابر پڑھتا رہے اور کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو اور اگر اس کو تین سو انیس بار شیرنی پر پڑھ کر دشمن کو کھلا دے تو وہ مہربان ہو۔ "السلام"۔ بے عیب وسلامت۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ بتایا ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ وسلامت رہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ کرے جب وہ کسی ایسے مسلمان کو دیکھے جو اس سے عمر میں بڑا ہو تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری نسبت زیادہ عبادت واطاعت کی ہے اور ایمان ومعرفت میں مجھ پر سبقت رکھتا ہے اور اگر کسی ایسے مسلمان کو دیکھے جو عمر میں اس سے چھوٹا ہو تو بھی یہی کہے یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری بنسبت گناہ کم کئے ہیں۔ نیز اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معذرت کرے تو اس کی معذرت قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی بیمار پر ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے صحت وشفا عطا فرمائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو برابر پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر رہوگا۔ "المؤمن"۔ امن دینے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ مخلوق اللہ کو نہ صرف اپنے شر اور اپنی برائی سے بلکہ دوسروں کی برائی اور شر سے بھی امن میں رکھے۔ خاصیت جو

شخص اس اسم کو بہت پڑھتا رہے یا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حق تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے نڈر رکھے گا اور کوئی شخص اس پر حاوی نہیں ہوگا نیز اس کا ظاہر اور اس کا باطن حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور جو شخص اس کو بہت زیادہ پڑھتا رہے گا مخلوق اللہ اس کی مطیع اور فرمانبردار ہوگی۔ "المھیمن"۔ ہر چیز کا اچھی طرح محافظ نگہبان۔ اس اسم سے عارف کا نصیب یہ ہے کہ بری عادتوں، برے عقیدوں اور بری چیزوں مثلاً حسد اور کینہ وغیرہما سے اپنے دل کی نگہبانی کرے اپنے احوال درست کرے اور اپنے قوی اور اپنے اعضا کو ان چیزوں میں مشغول ہونے سے محفوظ رکھے جو دل کو اللہ کی طرف سے غفلت میں ڈالنے والی ہوں۔ خاصیت جو شخص غسل کے بعد اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے وہ غیب اور باطن کی باتوں پر مطلع ہو اور جو شخص اس کو برابر پڑھتا رہے وہ تمام آفات سے پناہ پائے اور جنتیوں کی جماعت میں شامل ہو۔

## درمیانی آواز میں قرأت کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ، اور اپنی نماز میں نہ چلا کر پڑھ اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھ اور اس کے درمیان اختیار کر۔ مکہ میں نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر بلند آواز سے قرآن پڑھتے تو مشرکین قرآن کو اس کو نازل کرنے والے اور اسے لانے والے کو گالیاں دینے لگتے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ نہ قرآن اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ مشرکین قرآن کو، اس کو نازل کرنے والے اور اسے لانے والے کو گالیاں دینے لگیں اور نہ اتنا آہستہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سن نہ سکیں۔ یعنی اتنی آواز پر پڑھیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھ سکیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1090)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت نازل ہوئی جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں چھپ کر دعوت دیتے تھے اور صحابہ کرام کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن بلند آواز سے پڑھتے۔ چنانچہ مشرکین جب قرآن سنتے تو اسے اور اس کے لانے والے کو گالیاں دینے لگتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ اتنی بلند آواز سے مت پڑھیے کہ مشرکین سنیں اور اسے گالیاں دیں اور اتنی آہستہ بھی نہ پڑھیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سن نہ سکیں بلکہ ان دونوں کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے (یعنی درمیانی آواز سے پڑھیے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1091)

| |
|---|
| وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ |
| وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا۠ |
| اور فرمائیے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے نہ تو کوئی بیٹا بنایا اور نہ ہی سلطنت و فرمانروائی میں کوئی شریک ہے |
| اور نہ کمزوری کے باعث اس کا کوئی مددگار ہے۔ آپ اسی کو بزرگ تر جان کر اس کی خوب بڑائی کرتے رہیے۔ |

## تمام خوبیاں ذات وصفات میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہونے کا بیان

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ "شَرِیكٌ فِی الْمُلْكِ" فِی الْأُلُوهِیَّة "وَلَمْ یَكُنْ لَهٗ وَلِیٌّ" یَنْصُرهُ "مِنْ" أَجْلِ "الذُّلِّ" أَیْ لَمْ یَذِلَّ فَیَحْتَاج إِلَی نَاصِر "وَكَبِّرْهُ تَكْبِیرًا" عَظِّمْهُ عَظَمَة تَامَّة عَنْ اتِّخَاذ الْوَلَد الشَّرِیك وَالذُّلّ وَكُلّ مَا لَا یَلِیق بِهٖ وَتَرْتِیب الْحَمْد عَلَی ذٰلِكَ لِلدَّلَالَةِ عَلَی أَنَّهٗ الْمُسْتَحِقّ لِجَمِیعِ الْمَحَامِد لِكَمَالِ ذَاته وَتَفَرُّده فِی صِفَاته ،

اور فرمایئے کہ سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے نہ تو اپنے لئے کوئی بیٹا بنایا اور نہ ہی اس کی سلطنت وفرمانروائی میں کوئی شریک ہے یعنی اس کو الوہیت میں کوئی شریک نہیں ہے اور نہ کمزوری کے باعث اس کا کوئی مددگار ہے۔ یعنی اس کے ہاں کوئی کمزوری نہیں ہے کہ وہ کسی مددگار کا محتاج بنے۔ (اے حبیب ﷺ) آپ اسی کو بزرگ ترجان کر اس کی خوب بڑائی بیان کرتے رہئے۔ یعنی وہ بیٹا بنانے، شریک بنانے، کمزوری اور ہر وہ چیز جو ان سے ملی ہوئی ہو اس سے پاک ہے۔ اور حمد کی تعریف اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہی ذات جمیع محامد کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ ذات وصفات میں وہ ذات کمال وتفرد رکھتی ہے۔

## چار کلاموں کا بہتر کلام ہونے کا بیان

حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے کلام میں سب سے بہتر کلام چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) الحمدللہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام چار ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمدللہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر۔ ان میں سے کسی بھی کلمہ سے شروع کرنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 824)

سب سے بہتر کلام چار ہیں۔ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعد انسان کے کلام میں یہ چار کلمے سب سے افضل ہیں یہ وضاحت اور ترجمہ میں انسان کی قید اس لئے ہے کہ چوتھا کلمہ یعنی اللہ اکبر قرآن کریم میں نہیں ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ جو چیز قرآن میں نہیں ہے وہ اس چیز سے افضل نہیں جو قرآن میں ہے لیکن اور ایک حدیث میں اس طرح ہے افضل الکلام بعد القرآن وہی من القرآن۔ یعنی یہ کلمے مجموعہ قرآن کے بعد افضل کلمے ہیں اور یہ کلمے بھی قرآن ہی کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام سے انسانی کلام کے ساتھ اللہ بھی مراد ہے یعنی یہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کے تمام کلام میں افضل ترین کلمے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ ان میں سے اول الذکر تین کلمے تو بعینہ قرآن میں موجود ہیں اور چوتھا کلمہ اگرچہ بعینہ قرآن میں نہیں ہے لیکن اس آیت (وَكَبِّرْهُ تَكْبِیرًا الاسراء: 111) میں بالمعنی یقیناً موجود ہے۔ اس موقع پر یہ بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ یہ چاروں کلمے اگرچہ افضل ہیں لیکن احادیث سے جو ذکر کسی حال یا کسی وقت سے متعلق ثابت ہے اس حالت یا اس وقت میں اس ذکر میں مشغول ہونا تسبیح وغیرہ سے افضل ہے۔ دوسری روایت کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ان چاروں کلموں کو پڑھتے وقت مذکورہ ترتیب ضروری نہیں ہے

چاہے کوئی پہلے سبحان اللہ کہے اور چاہے کوئی پہلے الحمد للہ کہے یالا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر کہے۔اس میں کوئی حرج نہیں ہے تاہم طیبی نے کہا ہے کہ چاروں کلمات کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ پڑھنا عزیمت یعنی اولیٰ ہے اور بغیر ترتیب کے پڑھنا رخصت یعنی جائز ہے۔

وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ فِي مُسْنَدِهِ عَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ : "آيَةُ الْعِزِّ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" إِلَى آخِرِ السُّورَةِ وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ ،

ترجمہ: امام احمد نے مسند میں نقل کیا ہے کہ حضرت معاذ جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عزت والی آیت "الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" آخر تک ہے۔اللہ ہی سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

## امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ کا تفسیر سے متعلق بیان

قَالَ مُؤَلِّفُهُ هَذَا آخِرُ مَا كَمَّلْتُ بِهِ تَفْسِيرَ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ الَّذِي أَلَّفَهُ الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْعَالِمُ الْمُحَقِّقُ جَلَالُ الدِّينِ الْمُحَلِّيُّ الشَّافِعِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَقَدْ أَفْرَغْتُ لِمُكْمِلٍ وَعَلَيْهِ فِي الْآيِ الْمُتَشَابِهَةِ الِاعْتِمَادُ وَالْمُعَوَّلُ فَرَحِمَ اللَّهُ امْرَأً نَظَرَ بِعَيْنِ الْإِنْصَافِ إِلَيْهِ وَوَقَفَ فِيهِ عَلَى خَطَأٍ فَأَطْلَعَنِي عَلَيْهِ وَقَدْ قُلْتُ : حَمِدْتُ اللَّهَ رَبِّي إِذْ هَدَانِي لِمَا أَبْدَيْتُ مَعَ عَجْزِي وَضَعْفِي فَمَنْ لِي بِالْخَطَأِ فَأَرُدَّ عَنْهُ وَمَنْ لِي بِالْقَبُولِ وَلَوْ بِحَرْفٍ هَذَا وَلَمْ يَكُنْ قَطُّ فِي خَلَدِي أَنْ أَتَعَرَّضَ لِذَلِكَ لِعِلْمِي بِالْعَجْزِ عَنِ الْخَوْضِ فِي هَذِهِ الْمَسَالِكِ وَعَسَى اللَّهُ أَنْ يَنْفَعَ بِهِ نَفْعًا جَمًّا وَيَفْتَحَ بِهِ قُلُوبًا غُلْفًا وَأَعْيُنًا وَآذَانًا صُمًّا وَكَأَنِّي بِمَنِ اعْتَادَ الْمُطَوَّلَاتِ وَقَدْ أَضْرَبَ عَنْ هَذِهِ التَّكْمِلَةِ وَأَصْلِهَا حَسْمًا وَعَدَلَ إِلَى صَرِيحِ الْعِنَادِ وَلَمْ يُوَجِّهْ إِلَى دَقَائِقِهَا فَهْمًا "وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَى" رَزَقَنَا اللَّهُ بِهِ هِدَايَةً إِلَى سَبِيلِ الْحَقِّ وَتَوْفِيقًا وَاطِّلَاعًا عَلَى دَقَائِقِ كَلِمَاتِهِ وَتَحْقِيقًا وَجَعَلَنَا بِهِ "مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا" وَفَرَغَ مِنْ تَأْلِيفِهِ يَوْمَ الْأَحَدِ عَاشِرَ شَوَّالٍ سَنَةَ سَبْعِينَ وَثَمَانِمِائَةٍ وَكَانَ الِابْتِدَاءُ فِي يَوْمِ الْأَرْبِعَاءِ مُسْتَهَلَّ رَمَضَانَ مِنَ السَّنَةِ الْمَذْكُورَةِ وَفَرَغَ مِنْ تَبْيِيضِهِ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ سَادِسِ صَفَرٍ سَنَةَ إِحْدَى وَسَبْعِينَ وَثَمَانِمِائَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ ،

تفسیر جلالین نصف اول کے مؤلف امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ یہ وہ حصہ ہے جس کو امام شیخ جلال الدین محلی شافعی رضی اللہ عنہ نے بطور تفسیر مکمل کیا ہے۔اور جب میں اس کام سے فارغ ہوا ہوں۔اس میں آیات متشابہ اور ان کی تاویلات بھی ہیں جن پر اعتماد کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اس کو انصاف کی نظر سے دیکھے۔اور اگر اس کو اس میں

کوئی خطاء نظر آئے تو وہ مجھے اس کی اطلاع کردے۔اور میں کہتا ہوں۔

حَمِدْتُ اللّٰهَ رَبِّي إِذْ هَدَانِي لِمَا أَبْدَيْتُ مَعَ عَجْزِي وَضَعْفِي فَمَنْ لِي بِالْخَطَأِ فَأَرُدَّ عَنْهُ وَمَنْ لِي بِالْقَبُولِ وَلَوْ بِحَرْفٍ هَذَا،

اللہ کیلئے حمد ہے جو میرا رب ہے جس نے مجھے ہدایت دی ہے کہ جسے میں نے اپنی عاجزی اور کمزوری کے باوجود شروع کیا ہے۔لہٰذا جو میری خطاء کو ظاہر کرے گا تو میں اس سے رجوع کرلوں گا۔اور جس نے مجھے اس کتاب کی قبولیت کی اطلاع کی اگرچہ ایک ہی حرف کیوں نہ ہو تو میں اس کا شکریہ ادا کروں گا۔

اس سے یہ بات میرے دل میں بالکل نہیں ہے کہ میں اس کام کو شروع کردوں گا اور ان راستوں میں غور وفکر کروں گا۔جبکہ عجز کو بھی جانتا ہوں۔بلکہ مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ اس سے کثیر فائدہ عطا کرے گا۔اور اس تفسیر کے ذریعے بند ہونے والے دلوں ،نہ دیکھنے والی آنکھوں اور نہ سننے والے کانوں کو کھول دے گا۔حالانکہ میں ایسا شخص ہوں جس کو بڑی بڑی طویل کتابوں کا مطالعہ کرنے کی عادت ہو۔اور اس کتاب کا تکملہ یعنی اس کی اصل کو مکمل یا مکمل ہے اس سے اعراض کیا ہے۔اور جو سمجھنے کیلئے ان دونوں کی جانب متوجہ نہ ہوا تو جو اس سے بے علم رہا تو وہ دوسرے سے بھی علم رہا ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قرآن کے ذریعے حق کی راہ کی توفیق عطا کی ہے۔اور اس کی باریکیوں کو سمجھنے کیلئے اور تحقیق کرنے کیلئے توفیق عطا فرمائی ہے۔ہمیں اسی کی ہدایت کے وسیلہ سے ان لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے جن پر اس نے انعام کیا ہے۔

اور وہ انبیائے کرام ،صدیقین ،شہداء اور صالحین ہیں۔اور یہی سب سے اعلیٰ رفیق ہیں۔اور تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جو ہر قسم کے شرک سے پاک ہے۔اور ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر اللہ کی طرف سے رحمت کاملہ نازل ہو۔اللہ تعالیٰ ہمارے لئے مدد کرنے میں کافی ہے کہ وہ اس کے مؤلف پر اپنا کرم فرمائے۔میں اس کی تالیف سے ماہ شوال ۸۷۰ھ بہ روز اتوار فارغ ہوا ہوں۔اور اس کو اسی سال میں بہ روز چہار شنبہ رمضان المبارک میں شروع کیا۔جبکہ اس کے مسودے سے ۶ صفر بہ روز چہار شنبہ ۸۷۱ھ میں فارغ ہوا ہوں۔(امام جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ)

## سورہ الاسراء کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔انہی کے تصدق سے سورہ الاسراء کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے ،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی ،ہدایت کی پختگی ،تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْكَهْفِ

## یہ قرآن مجید کی سورہ کہف ہے

## سورت کہف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْكَهْفِ (مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَاصْبِرْ نَفْسَكَ الْآيَةَ وَهِيَ مِائَةٌ وَعَشْرُ آيَاتٍ أَوْ خَمْسَ عَشْرَةَ آيَةً) نَزَلَتْ بَعْدَ (سُورَةِ الْغَاشِيَةِ)

اس سورت کا نام سورہ کہف ہے، یہ سورت مکیہ ہے اس میں ایک سو گیارہ آیات اور ایک ہزار پانچ سو ستر کلمات اور چھ ہزار تین سو ساٹھ حروف ہیں۔

## سورت کہف کی فضیلت کا بیان

ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ میں نے براء بن عازب کو یہ کہتے ہوئے سنا ایک شخص نے (نماز میں) سورت کہف پڑھی جس کے گھر میں ایک گھوڑا بندھا تھا وہ بدکنے لگا جب اس نے سلام پھیرا تو دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا اس پر سایہ فگن ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں! پڑھے جا اس لئے کہ یہ سکینہ قرآن پاک کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 865)

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص سورت کہف کا ابتدائی حصہ اور آخری حصہ پڑھ لیا کرے وہ اس کے پاؤں سے لے کر سر تک باعث نور بن جائے گا جو شخص پوری سورت کہف پڑھ لیا کرے اس کے لئے آسمان و زمین کے درمیان نور کا گھیراؤ کر دیا جائے گا۔ (مسند احمد: جلد ششم: حدیث نمبر 1478)

حضرت نواس رضی اللہ عنہ بن سمعان سے روایت ہے کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تحقیر کی (یعنی گھٹایا) اور کبھی بڑا کر کے بیان فرمایا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے پس جب ہم شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس بارے میں معلوم کر لیا تو فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح دجال کا ذکر کیا اور اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تحقیر کی اور کبھی اس فتنہ کو بڑا کر کے بیان کیا یہاں تک کہ ہم نے گمان کیا کہ وہ کھجوروں کے ایک جھنڈ میں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے بارے میں دجال کے علاوہ دوسرے فتنوں کا زیادہ خوف کرتا ہوں اگر وہ میری

موجودگی میں ظاہر ہوگیا تو تمہارے بجائے میں اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میری غیر موجودگی میں ظاہر ہوا تو ہر شخص خود اس سے مقابلہ کرنے والا ہوگا اور اللہ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہوگا بے شک دجال نوجوان گھنگریالے بالوں والا اور پھولی ہوئی آنکھ والا ہوگا گویا کہ میں اسے عبدالعزی بن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں پس تم میں سے جو کوئی اسے پالے تو چاہئے کہ اس پر سورت کہف کی ابتدائی آیات کی تلاوت کرے بے شک اس کا خروج شام اور عراق کے درمیان سے ہوگا پھر وہ اپنے دائیں اور بائیں جانب فساد برپا کرے گا اے اللہ کے بندو ثابت قدم رہنا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس دن اور ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی ایام تمہارے عام دنوں کے برابر ہوں گے ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ دن جو سال کے برابر ہوگا کیا اس میں ہمارے لئے ایک دن کی نمازیں پڑھنا کافی ہوں گیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ تم ایک سال کی نمازوں کا اندازہ کر لینا ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اس کی زمین میں چلنے کی تیزی کیا ہوگی آپ نے فرمایا اس بادل کی طرح جسے پیچھے سے ہوا دھکیل رہی ہو پس وہ ایک قوم کے پاس آئے گا اور انہیں دعوت دے گا تو وہ اس پر ایمان لے آئیں گے اور اس کی دعوت قبول کرلیں گے پھر وہ آسمان کو حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین سبزہ اگائے گی اور اسے چرنے والے جانور شام کے وقت آئیں گے تو ان کے کوہان پہلے سے لمبے تھن بڑے اور کوکھیں تنی ہوئی ہوں گی پھر وہ ایک اور قوم کے پاس جائے گا اور انہیں دعوت دے گا وہ اس کے قول کو رد کردیں گے تو وہ اس سے واپس لوٹ آئے گا پس وہ قحط زدہ ہوجائیں گے کہ ان کے پاس دن کے مالوں میں سے کچھ بھی نہ رہے گا اور اسے کہے گا کہ اپنے خزانے کو نکال دے تو زمین کے خزانے اس کے پاس آئیں گے۔ جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سرداروں کے پاس آتی ہیں، پھر وہ ایک کڑیل اور کامل الشباب آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار مار کر اس کے دو ٹکڑے کردے گا اور دونوں ٹکڑوں کو علیحدہ علیحدہ کرکے ایک تیر کی مسافت پر رکھ دے گا، پھر وہ اس (مردہ) کو آواز دے گا تو وہ زندہ ہوکر چمکتے ہوئے چہرے کے ساتھ ہنستا ہوا آئے گا۔ دجال کے اسی افعال کے دوران اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھیجے گا، وہ دمشق کے مشرق میں سفید منارے کے پاس زرد رنگ کے حلے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو اس سے قطرے گریں گے اور جب اپنے سر کو اٹھائیں گے تو اس سے سفید موتیوں کی طرح قطرے ٹپکیں گے اور جو کافر بھی ان کی خوشبو سونگھے گا وہ مرے بغیر رہ نہ سکے گا اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام (دجال کو) طلب کریں گے، اسے باب لد پر پائیں گے تو اسے قتل کردیں گے، پھر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے پاس وہ قوم آئے گی جسے اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا تھا، پس عیسیٰ علیہ السلام ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور انہیں جنت میں ملنے والے ان کے درجات بتائیں گے۔ پس اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ رب العزت وحی نازل فرمائیں گے کہ تحقیق میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی کو ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں۔ پس آپ میرے بندوں کو حفاظت کے لئے طور کی طرف لے جائیں اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر اونچائی سے نکل پڑیں گے، ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبری پر سے گزریں گی اور اس کا سارا پانی

پی جائیں گے اور ان کی آخری جماعتیں گزریں گی تو کہیں گی کہ اس جگہ کسی وقت پانی موجود تھا اور اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ محصور ہو جائیں گے، یہاں تک کہ ان میں کسی ایک کے لئے بیل کی سری بھی تم میں سے کسی ایک کے لئے آج کل کے سو دینار سے افضل و بہتر ہوگی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کرے گا، وہ ایک جان کی موت کی طرح سب کے سب یک لخت مر جائیں گے، پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی زمین کی طرف اتریں گے تو زمین میں ایک بالشت کی جگہ بھی یاجوج ماجوج کی علامات اور بدبو سے انہیں خالی نہ ملے گی۔ پھر اللہ کے نبی عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر پرندے بھیجیں گے جو انہیں اٹھا کر لے جائیں گے اور جہاں اللہ چاہے وہ انہیں پھینک دیں گے پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہو جائے گا اور زمین مثل باغ یا حوض کے دھل جائے گی۔ پھر زمین سے کہا جائے گا: اپنے پھل کو اگا دے اور اپنی برکت کو لوٹا دے، پس ان دنوں ایسی برکت ہوگی کہ ایک انار کو ایک پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے میں سایہ حاصل کرے گی اور دودھ میں اتنی برکت دے دی جائے گی کہ ایک دودھ دینے والی گائے قبیلہ کے لوگوں کے لئے کافی ہو جائے گی اور ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی اور ایک دودھ دینے والی بکری پوری گھرانے کے لئے کفایت کر جائے گی، اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو لوگوں کی بغلوں کے نیچے تک پہنچ جاوے گی، پھر ہر مسلمان اور ہر مومن کی روح قبض کر لی جائے گی اور بد لوگ ہی باقی رہ جائیں گے، جو گدھوں کی طرح کھلے بندوں جماع کریں گے، پس انہیں پر قیامت قائم ہوگی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2872)

## سورہ کہف کے شان نزول کا بیان

امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا چرچا ہوا اور قریش مکہ اس سے پریشان ہوئے تو انہوں نے اپنے دو آدمی نضر بن حارث اور عقبہ ابن ابی معیط کو مدینہ طیبہ کے علماء یہود کے پاس بھیجا کہ وہ لوگ کتب سابقہ تورات و انجیل کے عالم ہیں وہ آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ علماء یہود نے ان کو بتلایا کہ تم لوگ ان سے تین سوالات کرو، اگر انہوں نے ان کا جواب صحیح دے دیا تو سمجھ لو کہ وہ اللہ کے نبی ہیں، اور یہ نہ کر سکے تو یہ سمجھ لو کہ یہ بات بنانے والے ہیں رسول نہیں۔ ایک تو ان سے ان نوجوانوں کا حال دریافت کرو جو قدیم زمانے میں اپنے شہر سے نکل گئے تھے ان کا کیا واقعہ ہے، کیونکہ یہ واقعہ عجیبہ ہے، دوسرے ان سے اس شخص کا حال پوچھو جس نے دنیا کی مشرق و مغرب اور تمام زمین کا سفر کیا اس کا کیا واقعہ ہے، تیسرے ان سے روح کے متعلق سوال کرو کہ وہ کیا چیز ہے؟ یہ دونوں قریشی مکہ مکرمہ واپس آئے اور اپنی برادری کے لوگوں سے کہا کہ ہم ایک فیصلہ کن صورت حال لے کر آئے ہیں، علماء یہود کا پورا قصہ سنا دیا، پھر یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سوالات لے کر حاضر ہوئے، آپ نے سن کر فرمایا کہ میں اس کا جواب کل دوں گا، مگر آپ اس وقت انشاء اللہ کہنا بھول گئے یہ لوگ لوٹ گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہی کے انتظار میں رہے کہ ان سوالات کا جواب وحی

سے بتلا دیا جائے گا، مگر وعدے کے مطابق اگلے دن تک کوئی وحی نہ آئی، بلکہ پندرہ دن اسی حال پر گذر گئے کہ نہ جبرائیل امین آئے نہ کوئی وحی نازل ہوئی، قریش مکہ نے مذاق اڑانا شروع کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے سخت رنج و غم پہنچا۔ پندرہ دن کے بعد جبرائیل امین سورہ کہف لے کر نازل ہوئے (جس میں تاخیر وحی کا سبب بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے کا وعدہ کیا جائے تو انشاء اللہ کہنا چاہیے، اس واقعہ میں چونکہ ایسا نہ ہوا اس پر تنبیہ کرنے کے لئے وحی میں تاخیر ہوئی، اس سورۃ میں اس معاملہ کے متعلق یہ آیتیں آگے آئیں گی۔ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ، اور اس سورۃ میں نوجوانوں کا واقعہ بھی پورا بتلا دیا گیا، جن کو اصحاب کہف کہا جاتا ہے، اور مشرق و مغرب کے سفر کرنے والے ذوالقرنین کے واقعہ کا بھی مفصل بیان آ گیا، اور روح کے سوال کا جواب بھی ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ کہف، بیروت)

| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؀ |
|---|
| تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں جس نے اپنے خاص بندے پر یہ کتاب نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ |

## تمام خوبیوں کے مالک کا نبی کریم ﷺ پر قرآن کو نازل کرنے کا بیان

"اَلْحَمْدُ" وَهُوَ الْوَصْفُ بِالْجَمِيلِ ثَابِتٌ "لِلّٰهِ" تَعَالَى وَهَلْ الْمُرَادُ الْإِعْلَامُ بِذٰلِكَ لِلْإِيمَانِ بِهِ أَوْ الثَّنَاءُ بِهِ أَوْ هُمَا ؟ احْتِمَالَاتٌ أَفْيَدُهَا الثَّالِثُ "الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ" مُحَمَّدٍ "الْكِتَابَ" الْقُرْآنَ "وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ" أَيْ فِيهِ "عِوَجًا" اخْتِلَافًا أَوْ تَنَاقُضًا وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنَ الْكِتَابِ،

حمد سے مراد وہ وصف جمیل جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔ کیا یہاں پر حمد سے جملہ خبریہ کے ذریعے ایمان کی خبر مقصود ہے یا ثناء یعنی انشاء سے مقصود ہے یا دونوں مراد ہیں اس طرح یہاں کل تین احتمالات ہوئے جبکہ ان میں زیادہ مفید تیسرا ہے۔

تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں جس نے اپنے خاص بندے یعنی حضرت محمد ﷺ پر یہ کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ یعنی کوئی اختلاف و تناقض نہیں ہے۔ اور یہ 'وَلَمْ يَجْعَلْ لَهٗ' جملہ کتاب سے حال ہے۔

سب تعریفیں اس اللہ ہی کیلئے ہیں جس نے اپنے بندے پر اس کتاب کو نازل فرمایا۔ یعنی قرآن حکیم کو جو کہ ایسی کامل اور بے مثال کتاب ہے جس کے مقابلے میں کوئی بھی کتاب درحقیقت کتاب کہلانے کا حق ہی نہیں رکھتی اور یہ ایسی عظیم الشان اور بے مثال نعمت ہے جس کے مقابلے میں اور کوئی نعمت نعمت ہی نہیں کہ یہ انسان کو طرح طرح کی گمراہیوں کے اتھاہ اندھیروں سے نکال کر ایمان و ہدایت کی روشنی اور عظیم دولت سے نوازتی اور سرفراز کرتی ہے اور اس کو دارین کی سعادتوں اور حقیقی کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔ پس ہر طرح کی تعریف اور حمد و ثناء اسی ذات وحدہ لاشریک کیلئے ہے جس نے اپنے بندوں کیلئے اس عظیم الشان کتاب ہدایت اور بے مثال نعمت کو اپنے فضل و کرم سے اتارا تاکہ وہ دارین کی سعادت اور حقیقی فوز و فلاح سے سرفراز ہو سکیں۔

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ يُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا

بالکل سیدھی، تا کہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے اوران مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔

## کتاب مبین کے ذریعے کفار کو عذاب سے ڈرانے کا بیان

"قَيِّمًا" مُسْتَقِيمًا حَال ثَانِيَة مُؤَكِّدَة "لِيُنْذِر" يُخَوِّف بِالْكِتَابِ الْكَافِرِينَ "بَأْسًا" عَذَابًا "شَدِيدًا مِنْ لَدُنْه" مِنْ قِبَل اللّٰه،"وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا،

یہاں پر مستقیما یہ قیما سے حال ثانی برائے تاکید ہے۔ بالکل سیدھی، تا کہ وہ اس کی جانب سے آنے والے سخت عذاب سے ڈرائے یعنی آپ کفار کو اس کتاب کے ذریعے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ اور ان مومنوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں، خوش خبری دے کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔

## قرآن مجید میں بیان کردہ احکام کو لازم پکڑنے کا بیان

حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار، عنقریب اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ایک پیٹ بھرا آدمی کہے گا کہ بس اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو۔ اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اسے حرام جانو۔ حالانکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ اس کے مانند ہے جسے اللہ نے حرام کیا، خبردار تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا اور نہ کچلی رکھنے والے درندے اور نہ تمہارے لئے معاہد یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو کا لقطہ حلال کیا ہے۔ جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند اس سے حاصل کرے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 160)

مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًاۙ وَّ يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًاۗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْؕ

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا

جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان لوگوں کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے لڑکا بنا رکھا ہے۔ نہ اس کا کوئی علم انہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا، کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے، وہ جھوٹ کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔

## کفار کا بڑی شرکیہ بات بولنے کا بیان

"مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا" هُوَ الْجَنَّة، "وَيُنْذِر" مِنْ جُمْلَة الْكَافِرِينَ، "مَا لَهُمْ بِهِ" بِهَذَا الْقَوْل "مِنْ عِلْم وَلَا

لِآبَائِهِمْ " مِنْ قَبْلِهِمُ الْقَائِلِينَ لَهُ "كَبُرَتْ" عَظُمَتْ "كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ " كَلِمَةً تَمْيِيزٌ مُفَسِّرٌ لِلضَّمِيرِ الْمُبْهَمِ وَالْمَخْصُوصُ بِالذَّمِّ مَحْذُوفٌ أَيْ مَقَالَتُهُمُ الْمَذْكُورَةُ "إِنْ" مَا "يَقُولُونَ" فِي ذٰلِكَ "إِلَّا" مَقُولًا

جس میں یعنی جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔اور ان لوگوں یعنی تمام کفار کو ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لئے لڑکا بنا رکھا ہے۔نہ اس کا کوئی علم انہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کو تھا، یہ کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکل رہا ہے، یہاں پر کلمہ تمیز ہے جو ضمیر مبہم کی تفسیر ہے۔اور مخصوص بہ ذم محذوف ہے یعنی ان کی کہی ہوئی بات، وہ سراسر جھوٹ کے سوا کچھ کہتے ہی نہیں۔

اس سے عام کے بعد خاص کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو اس لئے نازل فرمایا ہے کہ وہ اسکے ذریعے ان لوگوں کو خبردار فرمائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے اولاد ٹھہرائی ہے حالانکہ ان کے پاس اس کے لئے کوئی علم نہیں۔نہ ان کے پاس ہے اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھی، اور ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہ ہے نہ ہوسکتی ہے، کہ وہ ایسے تمام تصورات سے پاک اور ان سے اعلیٰ وبالا ہے، کہ اسکی صفت وشان لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ کی صفت وشان ہے کہ نہ اسکی کوئی اولاد، اور نہ وہ خود کسی کی اولاد تو پھر اس کیلئے کسی دلیل وسند، اور علم وبرہان کا سوال ہی کیا پیدا ہوسکتا ہے؟ مگر ظالموں نے اس جرم کا ارتکاب بہر حال کیا۔چنانچہ یہود نے حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانا، اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو اور مشرکین مکہ نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیا۔سو یہ بڑی ہی سنگین بات ہے جو ان لوگوں کے مونہوں سے نکل رہی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ پر تہمت وبہتان اور اسکی غیرت کو چیلنج ہے۔یہ جھوٹ ہے۔اور اس کا بھگتان ان کو بہر حال بھگتنا ہوگا۔

| فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا٥ |
|---|
| تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جان گھلا دیں گے اگر وہ اس کلام پر ایمان نہ لائے۔ |

## لوگوں کے ایمان کی خاطر نبی کریم ﷺ کی شفقت کا بیان

"فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ " مُهْلِكٌ "نَفْسَكَ عَلَى آثَارِهِمْ" بَعْدَهُمْ أَيْ بَعْدَ تَوَلِّيهِمْ عَنْكَ "إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيثِ" الْقُرْآنِ "أَسَفًا" غَيْظًا وَحُزْنًا مِنْكَ لِحِرْصِكَ عَلَى إِيمَانِهِمْ وَنَصْبُهُ عَلَى الْمَفْعُولِ لَهُ

(اے حبیب مکرم ﷺ) تو کیا آپ ان کے پیچھے شدتِ غم میں اپنی جان عزیز بھی گھلا دیں گے اگر وہ اس کلام یعنی قرآن پر ایمان نہ لائے۔یعنی آپ کو ان کے ایمان پر حریص ہیں، یہاں پر اسفا یہ مفعول لہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

## مشرکین کی گمراہی پر افسوس نہ کرنے کا بیان

مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے، ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج وافسوس آپ کو ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو، اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو، اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنے

آپ کو ہلاک نہ کر، یہاں بھی یہی فرمایا ہے کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان کو روگ نہ لگا لے اس قدر غم وغصہ رنج و افسوس نہ کر نہ گھبرا نہ دل تنگ ہو اپنا کام کیے جا۔ تبلیغ میں کوتاہی نہ کر۔ راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے۔ گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔

| |
|---|
| اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ |
| وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ |
| بے شک ہم نے زمین پر جو کچھ ہے اس کے لیے زینت بنایا ہے، تا کہ ہم انہیں آزمائیں ان میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔ |
| اور بلاشبہ ہم جو کچھ اس پر ہے، اسے ضرور ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ |

## زمین کی سجاوٹوں کو ختم کر دینے کا بیان

"إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْض " مِنَ الْحَيَوَان وَالنَّبَات وَالشَّجَر وَالْأَنْهَار وَغَيْر ذَلِكَ "زِينَة لَهَا لِنَبْلُوهُمْ" لِنَخْتَبِر النَّاس نَاظِرِينَ إِلَى ذَلِكَ "أَيّهمْ أَحْسَن عَمَلًا " فِيهِ أَيْ أَزْهَد لَهُ،"وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا" فُتَاتًا "جُرُزًا" يَابِسًا لَا يُنْبِت،

بے شک ہم نے زمین پر جو حیوانات، درخت اور نہریں وغیرہ ہیں جو کچھ بھی ہے اس کے لیے زینت بنایا ہے، تا کہ ہم انہیں آزمائیں یعنی لوگوں میں سے جو ان کی طرف مائل ہیں۔ ان میں سے کون عمل میں بہتر ہے۔ یعنی زاہد کون ہے۔ اور بلاشبہ ہم جو کچھ اس پر ہے، اسے ضرور ایک چٹیل میدان بنا دینے والے ہیں۔ یعنی ایسا خشک جس پر کچھ نہ اگ سکے۔

## دنیا کی سجاوٹوں کا باعث امتحان ہونے کا بیان

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ جو کہ بنی عامر بن لوئی کے حلیف تھے سے روایت ہے کہ وہ غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف بھیجا تا کہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین والوں سے صلح کر لی تھی اور ان پر حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا تھا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین کا مال وصول کر کے لائے انصار نے جب یہ بات سنی کہ حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں تو انہوں نے فجر کی نماز رسول اللہ کے ساتھ پڑھی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور انصار آپ کے سامنے پیش ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر خوش ہوئے (مسکرائے) پھر آپ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ حضرت ابوعبید بحرین سے کچھ (مال) لے کر آئے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا خوش ہو جاؤ اور تم لوگ اس بات کی امید رکھو کہ جس سے تمہیں خوش ہو گی اور اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا ڈر نہیں ہے بلکہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں تم پر دنیا کشادہ نہ ہو جائے جس طرح کہ تم سے پہلے لوگوں نے حسد کیا اور تم

ہلاک ہو جاؤ جیسا کہ تم سے پہلے ہلاک ہوئے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2924)

| |
|---|
| اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ |
| کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف ورقیم والے ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے؟ |

## واقعہ اصحاب کہف کے عجیب ہونے کا بیان

"أَمْ حَسِبْتَ" أَيْ ظَنَنْت "أَنَّ أَصْحَاب الْكَهْف" الْغَار فِي الْجَبَل "وَالرَّقِيم" اللَّوْح الْمَكْتُوب فِيهِ أَسْمَاؤُهُمْ وَأَنْسَابهمْ وَقَدْ سُئِلَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قِصَّتهمْ "كَانُوا" فِي قِصَّتهمْ "مِنْ" جُمْلَة "آيَاتنَا عَجَبًا" خَبَر كَانَ وَمَا قَبْله حَال أَيْ كَانُوا عَجَبًا دُون بَاقِي الْآيَات أَوْ أَعْجَبهَا لَيْسَ الْأَمْر كَذَلِكَ

کیا آپ نے یہ خیال کیا ہے کہ کہف یعنی جو پہاڑ میں غار ہے۔اور رقیم یعنی وہ تختی جس میں ان نام لکھے ہوئے تھے اوران کے انساب تھے۔اوران کے واقعہ کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا۔ ہماری قدرت کی نشانیوں میں سے کتنی عجیب نشانی تھے؟ یہاں پر عجبا یہ کان کی خبراوراس کا ماقبل کانوا کی ضمیر سے حال ہے۔یعنی بقیہ عجائبات کی طرح یاان سے زیادہ عجیب نشانی تھی۔جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔

## اصحاف کہف کے واقعہ کا بیان

اصحاف کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بیشار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے۔اس سے بڑے بڑے نشان روز مرہ تمہارے سامنے ہیں آسمان زمین کی پیدائش رات دن کا آنا جانا سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو بتلا رہی ہیں کہ اللہ کی قدرت بے انداز ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی مشکل نہیں اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اوراہم نشان قدرت تمہارے سامنے دن رات موجود ہیں کتاب وسنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔بہت سی حجتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے رقیم یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یاان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یہ کسی آبادی کا نام ہے یااس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام نجلوس بھی آیا ہے غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اوران کے کتے کا نام حمران بتایا گیا ہے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حنان اور لفظ اواہ اور لفظ رقیم کو۔مجھے نہیں معلوم کہ رقیم کسی کتاب کا نام ہے یا کسی بنا کا۔اور روایت میں آپ سے روایت ہے کہ وہ کتاب ہے۔سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پراسے لگا دیا گیا تھا۔عبدالرحمٰن کہتے ہیں قرآن میں ہے کتاب مرقوم پس آیت کے ظاہری الفاظ تواس کی تائید کرتے ہیں

اور یہی امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا مختار قول ہے کہ رقیم فعیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتیل اور مجروح جریح واللہ اعلم۔ یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کیلئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انہیں دین سے بہکا نہ دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ۔ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔

حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ اللہ اے اللہ جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے تے کہ اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے۔ یہ غار میں جا کر جو پڑ کر سوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے؟ اسے ہم بھی معلوم کریں۔ امد کے معنی عدد یا گنتی کے ہیں اور کہا گیا ہم کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں اسے غایت کے معنی میں باندھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا٥ |
| جب ان جوانوں نے غار کی طرف پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت عطا کر |
| اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔ |

## اصحاب کہف کی دعائے توفیق کا بیان

"إِذْ أَوَى الْفِتْيَة إِلَى الْكَهْف " جَمْع فَتًى وَهُوَ الشَّابّ الْكَامِل خَائِفِينَ عَلَى إِيمَانهمْ مِنْ قَوْمهمْ الْكُفَّار "فَقَالُوا رَبّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْك" مِنْ قِبَلك "رَحْمَة وَهَيِّءْ" أَصْلِحْ "لَنَا مِنْ أَمْرنَا رَشَدًا" هِدَايَة،

یہاں پر لفظ فتیہ یہ فتی کی جمع ہے وہ کامل جوانی کو کہتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی قوم کفار سے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا۔ جب ان جوانوں نے غار کی طرف پناہ لی تو انھوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں اپنے پاس سے کوئی رحمت وتوفیق عطا کر اور ہمارے لیے ہمارے معاملے میں کوئی رہنمائی مہیا فرما۔

## اصحابِ کہف کی تعداد کا بیان

قوی ترین اقوال یہ ہے کہ سات حضرات تھے اگرچہ ان کے ناموں میں کسی قدر اختلاف ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت پر جو خازن میں ہے ان کے نام یہ ہیں () مکسلمینا () یملیخا () مرطونس (۴) بینونس () سارینونس (٦) ذونوانس () کشفیط طنونس اور ان کے کتے کا نام قطمیر ہے۔

## سورہ کہف کے خواص کا بیان

یہ اسماء لکھ کر دروازے پر لگا دیئے جائیں تو مکان جلنے سے محفوظ رہتا ہے، سرمایہ پر رکھ دیئے جائیں تو چوری نہیں جاتا، کشتی یا

جہاز ان کی برکت سے غرق نہیں ہوتا، بھاگا ہوا شخص ان کی برکت سے واپس آ جاتا ہے، کہیں آگ لگی ہو۔

اور یہ اسماء کپڑے میں لکھ کر ڈال دیئے جائیں تو وہ بجھ جاتی ہے، بچے کے رونے، باری کے بخار، درد سر، ام الصبیان، خشکی و تری کے سفر میں جان و مال کی حفاظت، عقل کی تیزی، قیدیوں کی آزادی کے لئے یہ اسماء لکھ کر بطریق تعویذ بازو میں باندھے جائیں۔ (تفسیر جمل، سورہ کہف، بیروت)

## اصحاب کہف کے واقعہ کا اجمالی بیان

واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل کی حالت ابتر ہوگئی وہ بت پرستی میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو بت پرستی پر مجبور کرنے لگے ان میں دقیانوس بادشاہ بڑا جابر تھا جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اس کو قتل کر ڈالتا، اصحاب کہف شہر اُفْسُوس کے شرفاء و معززین میں سے ایماندار لوگ تھے، دقیانوس کے جبر و ظلم سے اپنا ایمان بچانے کے لئے بھاگے اور قریب کے پہاڑ میں غار کے اندر پناہ گزین ہوئے، وہاں سو گئے تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک اسی حال میں رہے، بادشاہ کو جستجو سے معلوم ہوا کہ وہ غار کے اندر ہیں تو اس نے حکم دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار کھینچ کر بند کر دیا جائے تا کہ وہ اس میں مر کر رہ جائیں اور وہ ان کی قبر ہو جائے یہی ان کی سزا ہے، عمال حکومت میں سے یہ کام جس کے سپرد کیا گیا وہ نیک آدمی تھا۔

اس نے ان اصحاب کے نام، تعداد، پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کر دیا، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسی طرح ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی گئی کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا، زمانے گزرے، سلطنتیں بدلیں تا آنکہ ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا اس کا نام بیدروس تھا جس نے اڑسٹھ سال حکومت کی پھر ملک میں فرقہ بندی پیدا ہوئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت آنے کے منکر ہوگئے، بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہو گیا اور اس نے گریہ وزاری سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی یا رب کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے خلق کو مردوں کے اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین حاصل ہو، اسی زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے واسطے اسی غار کو تجویز کیا اور دیوار گرا دی، دیوار گرنے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے۔

اصحاب کہف بحکم الٰہی فرحاں و شاداں اٹھے، چہرے شگفتہ، طبیعتیں خوش، زندگی کی تروتازگی موجود، ایک نے دوسرے کو سلام کیا، نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، فارغ ہو کر یملیخا سے کہا کہ آپ جایئے اور بازار سے کچھ کھانے کو بھی لایئے اور یہ بھی خبر لایئے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کی نسبت کیا ارادہ ہے؟ وہ بازار گئے اور شہر پناہ کے دروازے پر اسلامی علامت دیکھی، نئے نئے لوگ پائے، انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی قسم کھاتے سنا، تعجب ہوا یہ کیا معاملہ ہے کل تو کوئی شخص اپنا ایمان ظاہر نہیں کر سکتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینے سے قتل کر دیا جاتا تھا آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں، لوگ بیخوف و خطر حضرت عیسیٰ کے نام قسمیں کھاتے ہیں پھر آپ نان بز کی دوکان پر گئے کھانے خریدنے کے لئے اس کو دقیانوسی سکہ کا روپیہ دیا جس کا چلن صدیوں سے موقوف ہو گیا تھا اور اس کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہا تھا، بازار والوں نے خیال کیا کہ کوئی پرانا خزانہ ان کی ہاتھ آ گیا ہے انہیں پکڑ

کر حاکم کے پاس لے گئے، وہ نیک مخلص تھا اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا خزانہ کہیں نہیں ہے یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے، حاکم نے کہا یہ بات کسی طرح قابل یقین نہیں اس میں جو سکہ موجود ہے وہ تین سو برس سے زیادہ کا ہے اور آپ نوجوان ہیں ہم لوگ بوڑھے ہیں، ہم نے تو کبھی یہ سکہ دیکھا ہی نہیں، آپ نے فرمایا میں جو دریافت کروں وہ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تو عقدہ حل ہو جائے گا، یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کس حال و خیال میں ہے؟

حاکم نے کہا آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں، سینکڑوں برس ہوئے جب ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے، آپ نے فرمایا کل ہی تو ہم اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہیں، چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں، حاکم اور شہر کے عمائد اور ایک خلق کثیر ان کے ہمراہ سرِ غار پہنچے، اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے کثیر لوگوں کے آنے کی آواز اور کھٹکے سن کر سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آرہی ہے اللہ کی حمد اور شکر بجا لانے لگے اتنے میں یہ لوگ پہنچے، یملیخا نے تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا کہ ہم بحکم الٰہی اتنا طویل زمانہ سوئے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں کے لئے بعد موت زندہ کئے جانے کی دلیل اور نشانی ہوں، حاکم سرِ غار پہنچا تو اس نے تانبے کا صندوق دیکھا اس کو کھولا تو تختی برآمد ہوئی اس تختی میں ان اصحاب کے اسماء اور ان کے کتے کا نام لکھا تھا، یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے اس غار میں پناہ گزین ہوئی، دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کر دینے کا حکم دیا۔

ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں جب کبھی یہ غار کھلے تو لوگ حال پر مطلع ہو جائیں، یہ لوح پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللہ کی حمد و ثناء بجا لائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرما دی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے، حاکم نے اپنے بادشاہ بیدروس کو واقعہ کی اطلاع دی اور امراء و عمائد کو لے کر حاضر ہوا اور سجدہ شکرِ الٰہی بجا لایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی، اصحاب کہف نے بادشاہ سے معانقہ کیا اور فرمایا ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرمائے اور جن و انس کے شر سے بچائے۔ بادشاہ کھڑا ہی تھا کہ وہ حضرات اپنے خواب گاہوں کی طرف واپس ہو کر مصروف خواب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی، بادشاہ نے سال کے صندوق میں ان کے اجساد کو محفوظ کیا اور اللہ تعالیٰ نے رعب سے ان کی حفاظت فرمائی کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں پہنچ سکے، بادشاہ نے سرِ غار مسجد بنانے کا حکم دیا اور ایک سرور کا دن معین کیا کہ ہر سال لوگ عید کی طرح وہاں آیا کریں۔ (تفسیر خازن، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ |
| پس ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ ڈال دیا۔ |

## اصحاب کہف کا کئی سالوں کیلئے حالت نیند میں رہنے کا بیان

"فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ" أَيْ أَنَمْنَاهُمْ "فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا" مَعْدُوْدَة

پس ہم نے غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ ڈال دیا۔یعنی ان کو کئی گنتی کے سال نیند کی حالت میں ہم نے سلادیا۔

## شہر غاناطہ کی قریب آثار کا بیان

امام تفسیر قرطبی اندلسی نے اپنی تفسیر میں اس جگہ چند واقعات کچھ سماعی کچھ چشم دید نقل کئے ہیں، جو مختلف شہروں سے متعلق ہیں، قرطبی نے سب سے پہلے تو ضحاک کی روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ رقیم روم کے ایک شہر کا نام ہے، جس کے ایک غار میں اکیس آدمی لیٹے ہوئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورہے ہیں، پھر امام تفسیر ابن عطیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ شام میں ایک غار ہے جس میں کچھ مردہ لاشیں ہیں، وہاں کے مجاورین یہ کہتے ہیں کہ یہی لوگ اصحاب کہف ہیں، اور اس غار کے پاس ایک مسجد اور مکان کی تعمیر ہے جس کو رقیم کہا جاتا ہے، اوران مردہ لاشوں کے ساتھ ایک مردہ کتے کا ڈھانچہ بھی موجود ہے۔

اور دوسرا واقعہ اندلس غرناطہ کا نقل کیا ہے، ابن عطیہ کہتے ہیں کی غرناطہ میں ایک لوشہ نامی گاؤں کے قریب ایک غار ہے جس میں کچھ مردہ لاشیں ہیں اور ان کے ساتھ ایک مردہ کتے کا ڈھانچہ بھی موجود ہے، ان میں سے اکثر لاشوں پر گوشت باقی نہیں رہا، صرف ہڈیوں کے ڈھانچے ہیں، اور بعض پر اب تک گوشت پوست بھی موجود ہے، صدیاں گزر گئیں، مگر صحیح سند سے ان کا کچھ حال معلوم نہیں، کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہی اصحاب کہف ہیں، ابن عطیہ کہتے ہیں کہ یہ خبر سن کر میں خود سنہ ۵۰۴ھ میں وہاں پہنچا تو واقعی یہ لاشیں اسی حالت پر پائیں اور ان کے قریب ہی ایک مسجد بھی ہے، اور ایک رومی زمانے کی تعمیر بھی ہے جس کو رقیم کہا جاتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں کوئی عالیشان محل ہوگا اس وقت تک بھی اس کی بعض دیواریں موجود ہیں، اور یہ ایک غیر آباد جنگل میں ہے، اور فرمایا کہ غرناطہ کے بالائی حصہ میں ایک قدیم شہر کے آثار ونشانات پائے جاتے ہیں، جو رومیوں کے طرز کے ہیں، اس شہر کا نام دقیوس بتلایا جاتا ہے، ہم نے اس کے کھنڈروں میں بہت سے عجائبات اور قبریں دیکھی ہیں، قرطبی جو اندلس ہی کے رہنے والے ہیں ان تمام واقعات کو نقل کرنے کے بعد بھی کسی کو متعین طور پر اصحاب کہف کہنے سے گریز کرتے ہیں، اور خود ابن عطیہ نے بھی اپنے مشاہدے کے باوجود یہ جزم نہیں کیا کہ یہی لوگ اصحاب کہف ہیں، محض عام شہرت نقل کی ہے، مگر دوسرے اندلسی مفسر ابوحیان جو ساتویں صدی سنہ ۶۴۶ھ میں خاص غرناطہ میں پیدا ہوئے وہیں رہے، بسے ہیں وہ بھی اپنی تفسیر بحر محیط میں غرناطہ کے اس غار کا اسی طرح ذکر کرتے ہیں جس طرح قرطبی نے کیا ہے، اور ابن عطیہ کے اپنے مشاہدہ کا ذکر لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ہم جب اندلس میں تھے، اور یہ کہتے تھے کہ اگرچہ وہ لاشیں اب تک وہاں موجود ہیں، اور زیارت کرنے والے ان کو شمار بھی کرتے ہیں مگر ہمیشہ ان کی تعداد بتانے میں غلطی کرتے ہیں، پھر فرمایا کہ ابن عطیہ نے جس شہر دقیوس کا ذکر کیا ہے جو غرناطہ کی جانب قبلہ میں واقع ہے تو اس شہر سے میں خود بے شمار مرتبہ گزرا ہوں، اور اس میں بڑے بڑے غیر معمولی پتھر دیکھے ہیں، اس کے بعد کہتے ہیں ویترجح کون اھل الکھف بالاندلس لکثرۃ دین النصاری بھا حتی ھی بلاد مملکتھم العظمی (تفسیر بحر محیط ص ج ۶) یعنی اصحاب کہف کے اندلس میں ہونے کی ترجیح کے لئے یہ بھی قرینہ ہے کہ وہاں نصرانیت کا غلبہ ہے، یہاں تک کہ یہی خطہ ان کی سب

سے بڑی مذہبی مملکت ہے اس میں یہ بات واضح ہے کہ ابوحیان کے نزدیک اصحاب کہف کا اندلس میں ہونا راجح ہے۔

(تفسیر قرطبی، ۶، ج)

| |
|---|
| ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا۠ |
| پھر ہم نے انہیں اٹھادیا کہ دیکھیں دونوں گروہوں میں سے کون اس کو صحیح شمار کرنے والا ہے جو وہ ٹھہرے رہے۔ |

## اصحاب کہف کو مدت بعیدہ کے بعد بیدار کرنے کا بیان

"ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ " أَيْقَظْنَاهُمْ "لِنَعْلَمَ" عِلْم مُشَاهَدَة "أَيّ الْحِزْبَيْنِ" الْفَرِيقَيْنِ الْمُخْتَلِفَيْنِ فِي مُدَّة لُبْثهمْ "أَحْصَى" أَفْعَل بِمَعْنَى أَضْبَط "لِمَا لَبِثُوا" لِلُبْثِهِمْ مُتَعَلِّق بِمَا بَعْده "أَمَدًا" غَايَة

پھر ہم نے انہیں اٹھادیا یعنی ان کو بیدار کر دیا کہ دیکھیں دونوں گروہوں میں سے کون اس مدت کو صحیح شمار کرنے والا ہے یعنی دونوں گروہوں میں سے جن کا مدت میں اختلاف ہوا۔ یہاں پر احصی، افعل بہ معنی اضبط ہے۔ جو وہ غار میں ٹھہرے رہے۔ یہاں پر لبث اپنے مابعد سے متعلق ہے۔ اور امدا کا معنی غایت ہے۔

## اصحاب کہف کے مشاہدہ سے ممانعت کا بیان

امام تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بروایت عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رقیم ایک وادی کا نام ہے جو فلسطین سے نیچے ایلہ (عقبہ) کے قریب ہے اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور چند دوسرے محدثین نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ رقیم کیا ہے، لیکن میں نے کعب احبار سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ رقیم اس بستی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف غار میں جانے سے پہلے مقیم تھے۔

ابن ابی شیبہ، ابن المنذر، ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رومیوں کے مقابلے میں ایک جہاد کیا جس کو غزوۃ المضیق کہتے ہیں، اس موقع پر ہمارا گزر اس غار پر ہوا جس میں اصحاب کہف ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ غار کے اندر جائیں اور اصحاب کہف کی لاشوں کا مشاہدہ کریں، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا مشاہدہ کرنے سے اس ہستی کو بھی منع کر دیا ہے جو آپ سے بہتر تھی، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا (آیت) لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا (یعنی اگر آپ ان کو دیکھیں تو آپ ان سے بھاگیں گے اور رعب و ہیبت سے مغلوب ہو جائیں گے) مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس بات کو شاید اس لئے قبول نہیں کیا کہ قرآن کریم نے ان کی جو حالت بیان کی ہے یہ وہ ہے جو ان کی زندگی کے وقت تھی یہ کیا ضروری ہے کہ اب بھی وہی حالت ہو، اس لئے کچھ آدمیوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا، وہ غار پر پہنچے مگر جب غار میں داخل ہونا چاہا تو اللہ تعالیٰ

نے ان پر ایک سخت ہوا بھیج دی جس نے ان سب کو غار سے نکال دیا، (روح المعانی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ |
| ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے |
| اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔ |

## اصحاب کہف کے واقعہ کی صداقت کا بیان

"نَحْنُ نَقُصُّ" نَقْرَأ "عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ" بِالصِّدْقِ ،"إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى"
ہم تجھ سے ان کا واقعہ ٹھیک ٹھیک یعنی سچائی کے ساتھ بیان کرتے ہیں، بے شک وہ چند جوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے انہیں ہدایت میں زیادہ کر دیا۔

## اصحاب کہف کا قصہ

یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آ گئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرات سے مائل نہ ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ متقی مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان وہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آیتوں اور احادیث سے استدلال کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس میں مرتبے ہیں، یہ کم وبیش ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا۔

| |
|---|
| وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ |
| مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ۝ |
| اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط و مستحکم فرما دیا، جب وہ کھڑے ہوئے تو کہنے لگے: ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے |
| ہم اس کے سوا ہرگز کسی معبود کی پرستش نہیں کریں گے۔ اس وقت ہم ضرور حق سے ہٹی ہوئی بات کریں گے۔ |

## اصحاب کہف کا بادشاہ کے سامنے بتوں کو سجدہ کرنے سے انکار کرنے کا بیان

"وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ" قَوَّيْنَاهَا عَلَى قَوْل الْحَقّ "إِذْ قَامُوا" بَيْن يَدَيْ مَلِكهمْ وَقَدْ أَمَرَهُمْ بِالسُّجُودِ لِلْأَصْنَامِ "فَقَالُوا رَبّنَا رَبّ السَّمَوَات وَالْأَرْض لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونه" أَيْ غَيْره "إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذًا شَطَطًا" أَيْ قَوْلًا ذَا شَطَط أَيْ إِفْرَاط فِي الْكُفْر إِنْ دَعَوْنَا إِلَهًا غَيْر اللّه فَرْضًا

اور ہم نے ان کے دلوں کو اپنے قول حق مضبوط و مستحکم فرما دیا ہے، جب وہ اپنے بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوئے تو اس نے انہیں بتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو وہ کہنے لگے، ہمارا رب تو آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ ہم اس کے سوا ہرگز کسی دوسرے معبود کی پرستش نہیں کریں گے۔ اگر ایسا کریں یعنی اگر بالفرض کسی دوسرے معبود کی پرستش کریں تو اس وقت ہم ضرور حق سے ہٹی ہوئی بات کریں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف سے ان کے دلوں کو مضبوط کر دینے کا واقعہ اس وقت ہوا جب کہ بت پرست ظالم بادشاہ نے ان نوجوانوں کو اپنے دربار میں حاضر کر کے سوالات کئے اس موت وحیات کی کش مکش اور قتل کے خوف کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اپنی محبت اور ہیبت وعظمت ایسی مسلط کر دی کہ اس کے مقابلے میں قتل وموت اور ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہو کر اپنے عقیدے کا صاف صاف اظہار کر دیا، کہ وہ اللہ کے سوا کسی معبود کی عبادت نہیں کرتے اور آئندہ بھی نہ کریں گیں، جو لوگ اللہ کے لئے کسی کام کا عزم پختہ کر لیتے ہیں تو حق تعالیٰ کی طرف سے ان کی ایسی ہی امداد ہوا کرتی ہے۔

| |
|---|
| هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ؕ |
| فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ |
| یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لئے ہیں، تو یہ ان پر کوئی واضح سند کیوں نہیں لاتے؟ |
| سو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ |

## معبودان باطلہ کی عبادت پر کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

"هٰؤُلَاءِ" . مُبْتَدَأ "قَوْمُنَا" عَطْف بَيَان "اتَّخَذُوا مِنْ دُونه آلِهَة لَوْلَا" هَلَّا "يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ" عَلَى عِبَادَتهمْ "بِسُلْطَانٍ بَيِّن" بِحُجَّةٍ ظَاهِرَة "فَمَنْ أَظْلَم" أَيْ لَا أَحَد أَظْلَم "مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الشَّرِيك إِلَيْهِ تَعَالَى قَالَ بَعْض الْفِتْيَة لِبَعْضٍ

یہاں پر ھولاء یہ مبتداء ہے۔ اور قومنا یہ عطف بیان ہے۔ یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اس کے سوا کئی معبود بنا لئے ہیں، تو یہ ان کے معبود ہونے پر کوئی واضح سند کیوں نہیں لاتے؟ سو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی۔ ان نوجوانوں نے ایک دوسرے سے کہا۔

انہوں نے کہا یہ لوگ اپنے خود ساختہ معبودوں کیلئے کوئی دلیل کیوں نہیں لاتے؟ جس سے ان کے دعوے کی تصدیق ہو سکے اور جب یہ اس کیلئے کوئی دلیل نہیں لا سکتے تو پھر انہوں نے ایسے خود ساختہ معبود آخر کیوں گھڑ رکھے ہیں؟ اور ان کی پوجا یہ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ تو پھر اور ایسوں سے بڑھ کر ظالم اور کون ہو سکتا ہے؟ جو معبود برحق یعنی اللہ وحدہ لاشریک کے سوا ایسے خود ساختہ معبودوں کی پوجا پاٹ کرے۔

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۝

اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔

## اصحاب کہف کے نوجوانوں کا غار میں پناہ لینے کا بیان

"وَاِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ اِلَّا اللّٰه فَأْوُوا اِلَى الْكَهْف يَنْشُر لَكُمْ رَبّكُمْ مِنْ رَحْمَته وَيُهَيِّء لَكُمْ مِنْ أَمْركُمْ مِرْفَقًا" بِكَسْرِ الْمِيم وَفَتْح الْفَاء وَبِالْعَكْسِ مَا تَرْتَفِقُونَ بِهِ مِنْ غَدَاء وَعَشَاء

اور جب تم ان سے اور جو کچھ وہ اللہ سوا پوجتے ہیں سب سے الگ ہو جاؤ تو غار میں پناہ لو تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے کام میں آسانی کے سامان بنا دے گا۔ یہاں پر لفظ مرفقا یہ میم کے کسرہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ اور اس کے برعکس بھی آیا ہے۔ یعنی وہ صبح وشام کا کھانا جس سے تم فائدہ اٹھاؤ گے۔

جب تم نے اپنی قوم کے معبودوں سے کنارہ کشی کر لی ہے، تو اب جسمانی طور پر بھی ان سے علیحدگی اختیار کر لو۔ یہ اصحاب کہف نے آپس میں کہا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ ایک غار میں جا چھپے، جب ان کے غائب ہونے کی خبر مشہور ہوئی تو تلاش کیا گیا، لیکن وہ اسی طرح ناکام رہے، جس طرح نبی کریم ﷺ کی تلاش میں کفار مکہ غار ثور تک پہنچ جانے کے باوجود، جس میں آپ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے، ناکام رہے تھے۔

وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۝

اور آپ دیکھتے ہیں جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار سے دائیں جانب ہٹ جاتا ہے اور جب غروب ہونے لگتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے اور وہ اس غار کے کشادہ میدان میں ہیں، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، جسے اللہ ہدایت فرما دے سو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو آپ اس کے لئے کوئی ولی مرشد نہیں پائیں گے۔

## اصحاب کہف کو گرمی سے بچانے کیلئے سورج کا راستہ تبدیل کرنے کا بیان

"وَتَرَى الشَّمْس اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَر" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف تَمِيل "عَنْ كَهْفهمْ ذَات الْيَمِين" نَاحِيَته "وَاِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضهمْ ذَات الشِّمَال" تَتْرُكهُمْ وَتَتَجَاوَز عَنْهُمْ فَلَا تُصِيبهُمْ الْبَتَّة "وَهُمْ فِي فَجْوَة

مِنْهُ "مُتَّسَعٍ مِنَ الْكَهْفِ يَنَالُهُمْ بَرْدُ الرِّيحِ وَنَسِيمُهَا "ذَٰلِكَ" الْمَذْكُورُ "مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ" دَلَائِلِ قُدْرَتِهِ مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِي وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا،

اور آپ دیکھتے ہیں جب سورج طلوع ہوتا ہے۔ یہاں پر تزاور یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ تو ان کے غار سے دائیں جانب ہٹ جاتا ہے اور جب غروب ہونے لگتا ہے تو ان سے بائیں جانب کترا جاتا ہے۔ یعنی انہیں اس حالت میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہاں پر دھوپ نہیں پہنچتی۔ اور وہ اس غار کے کشادہ میدان میں محو آرام ہیں، جہاں ان کو ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ یہ (سورج کا اپنے راستے کو بدل لینا) اللہ کی قدرت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے، یعنی اس کی قدرت کے دلائل ہیں۔ جسے اللہ ہدایت فرمادے سو وہی ہدایت یافتہ ہے، اور جسے وہ گمراہ ٹھہرادے تو آپ اس کے لئے کوئی ولی مرشد (یعنی راہ دکھانے والا مددگار) نہیں پائیں گے۔

## غار اور سورج کی شعائیں

یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے۔ سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے پس دوپہرے کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی۔ سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق جانب سے۔ علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جنہیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے۔ اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جاسکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم بیان نے کی۔

تقرضهم کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے کئے ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں، نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے کوئی کہتا ہے وہ ایلہ کے قریب ہے کوئی کہتا ہے نینوئی کے پاس ہے کوئی کہتا ہے، روم میں ہے کوئی کہتا ہے بلقا میں ہے۔ اصل علم اللہ ہی کو ہے وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی مصلحت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دیتا اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی بیان کرا دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتا دی ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمادی اور اس کی جگہ نہیں بتائی۔ فرمادیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انہیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے، وہ اس سے فراخی میں ہیں، انہیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے یہ اللہ کی ایک نشانی ہے کہ رب انہیں اس غار میں پہنچایا جہاں انہیں زندہ رکھا دھوپ بھی پہنچے ہوا بھی جائے چاندنی بھی رہے تاکہ نیند میں خلل آئے نہ نقصان پہنچے۔ فی الواقع اللہ کی طرف سے یہ بھی

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو اللہ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے، کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے، کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں۔ ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہریدار کے بازو زمین پر لٹکاتے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا تصویر جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔ جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہوگئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا۔ چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے۔ ان کے ساتھ ہجرت میں تھے۔ ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو مینڈھا ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنفر تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام مہموت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے، حضرت حواجدہ میں ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔ ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا۔ نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں، لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں۔ اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے بیدلیل زبان کھولنا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں کوئی جرات کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت الٰہی متقضی ہے با آرام سوتے رہیں۔ جو انہیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھر تھرا جاتا ہے۔ اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے، انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لئے محال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

وَ كَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَ لْيَتَلَطَّفْ وَ لَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا، تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس سے کچھ کھانا لے آئے اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔

## اصحاب کہف کا مدت ٹھہراؤ میں باہمی کلام کا بیان

"وَكَذَلِكَ" كَمَا فَعَلْنَا بِهِمْ مَا ذَكَرْنَا "بَعَثْنَاهُمْ" أَيْقَظْنَاهُمْ "لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ" عَنْ حَالِهِمْ وَمُدَّة لُبْثِهِمْ "قَالَ قَائِل مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْض يَوْم" لِأَنَّهُمْ دَخَلُوا الْكَهْف عِنْد طُلُوع الشَّمْس وَبُعِثُوا عِنْد غُرُوبهَا فَظَنُّوا أَنَّهُ غُرُوب يَوْم الدُّخُول ثُمَّ "قَالُوا" مُتَوَقِّفِينَ فِي ذَلِكَ "رَبّكُمْ أَعْلَم بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدكُمْ بِوَرِقِكُمْ" بِسُكُونِ الرَّاء وَكَسْرهَا بِفِضَّتِكُمْ "هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَة" يُقَال إِنَّهَا الْمُسَمَّاة الْآن طَرَسُوس بِفَتْحِ الرَّاء "فَلْيَنْظُرْ أَيّهَا أَزْكَى طَعَامًا" أَيْ أَيّ أَطْعِمَة الْمَدِينَة أَحَلّ، فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا،

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا، جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ انہیں بیدار کردیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے حال اور ٹھہرنے کی مدت پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، کیونکہ اصحاب کہف سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس غار میں داخل ہوئے تھے اور غروب آفتاب کے وقت وہ بیدار ہوئے دوسروں نے یعنی جو وہاں سوئے تھے انہوں نے کہا تمہارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، یہاں پر ورق یہ راء کے سکون اور کسرہ دونوں کے ساتھ آیا ہے اس کا معنی چاندی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت وہاں طرطوس نامی بادشاہ تھا۔ لفظ طرطوس یہ راء کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمہارے پاس اس شہر سے کچھ کھانا لے آئے۔ یعنی شہر کا کونسا کھانا حلال ہے؟ اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمہارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔

## موت کے بعد زندگی کی دلیل کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا، اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے۔ جیسے سوتے وقت تھے، بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے۔ بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے۔ کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کہ کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا۔ لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے۔ جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے۔ کچھ موجود تھے۔ کہنے لگے کہ اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو، وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں زکا الزرع۔ اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا۔ خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔ کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت

احتیاط برتنی چاہئے، آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔

دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ |
| بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے، یا تمہیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے |
| اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔ |

## اصحاب کہف کو اہل شہر کا ارتداد کی طرف لے جانے کے خدشہ کا بیان

"اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ" يَقْتُلُوْكُمْ بِالرَّجْمِ "اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا" اَيْ اِنْ عُدْتُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ

بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے، یا تمہیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔ یعنی اگر تم ان کے مذہب میں چلے گئے تو کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔

جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن۔ "یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اسے نہایت ہوشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہیے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا بجبر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو بجبر واکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ |
| اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ |
| قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝ |

اوراس طرح ہم نے ان پران لوگوں کو مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب وہ آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنادو، ان کا رب ان سے خوب واقف ہے، ان نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے (تا کہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اوران کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)

## اصحاب کہف کے مزارات کے ساتھ اہل ایمان کا مسجد بنانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا بَعَثْنَاهُمْ "أَعْثَرْنَا" أَطْلَعْنَا "عَلَيْهِمْ" قَوْمهمْ وَالْمُؤْمِنِينَ "لِيَعْلَمُوا" أَيْ قَوْمهمْ "أَنَّ وَعْد اللّٰه" بِالْبَعْثِ "حَقّ" بِطَرِيقِ أَنَّ الْقَادِر عَلَى إنَامَتهمْ الْمُدَّة الطَّوِيلَة وَإِبْقَائِهِمْ عَلَى حَالهمْ بِلَا غِذَاء قَادِر عَلَى إحْيَاء الْمَوْتَى "وَأَنَّ السَّاعَة لَا رَيْب" لَا شَكّ "فِيهَا إذْ" مَعْمُول لِأَعْثَرْنَا "يَتَنَازَعُونَ" أَيْ الْمُؤْمِنُونَ وَالْكُفَّار "بَيْنهمْ أَمْرهمْ" أَمْر الْفِتْيَة فِي الْبِنَاء حَوْلهمْ "فَقَالُوا" أَيْ الْكُفَّار "ابْنُوا عَلَيْهِمْ" أَيْ حَوْلهمْ "بُنْيَانًا" يَسْتُرهُمْ "رَبّهمْ أَعْلَم بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرهمْ" أَمْر الْفِتْيَة وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ "لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ" حَوْلهمْ "مَسْجِدًا" يُصَلَّى فِيهِ وَفُعِلَ ذَلِكَ عَلَى بَاب الْكَهْف

اوراس طرح ہم نے ان کے حال پران لوگوں یعنی ان کی قوم اوراہل ایمان کو (جو چند صدیاں بعد کے تھے) مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بعث سچا ہے کیونکہ وہ ان کی طویل مدت نیند پر قادر ہے اوراس کے بعد بغیر کسی غذا کے انہیں اسی حالت میں زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور یہ بھی کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب وہ بستی والے یعنی اہل ایمان اور کفار آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے (جب اصحاب کہف وفات پاگئے) تو انہوں یعنی ان میں سے کفار نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بطور یادگار بنادو، جس میں وہ پوشیدہ رہیں۔ ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے، ان ایمان والوں نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان کے دروازہ پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے۔ اس میں نماز ہوگی۔ اوراصحاب کہف کے واقعہ میں اسی طرح کیا گیا۔ (تا کہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اوران کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)

## بادشاہ کی اصحاب کہف سے ملاقات کا بیان

ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کوان کے حال پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں موجود لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں دوبارہ جی اٹھیں گی، جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی ہے اور عینی دلیل دے دی۔

مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز

نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گزر چکے تھے، بستیاں بدل چکی تھیں، صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے۔ گھر گو انہیں جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کوئی چیز اپنے حال پر ہے، نہ شہر کا کوئی بھی رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انہیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا۔ دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنوں ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کسی بات پر تسلی نہ ہو سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا۔ اس نے اس سکے کو دیکھ کر سخت ترتعجب کا اظہار کیا اپنے پڑوسی کو دیا کہ دیکھنا یہ سکہ کیا ہے کب کا ہے؟ کسی زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے، اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا مجمع لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے۔

اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں، کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں، یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے۔ اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر ایک طرف سے خود ششدر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو۔ یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھیرو میں پہلے انہیں جا کر خبر کر دوں۔ ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بیخبری کے پردے ڈال دیئے۔ انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ یہ لوگ مع بادشاہ کے گئے، ان سے ملے، سلام علیک ہوئی، بغلگیر ہوئے، یہ بادشاہ خود مسلمان تھا۔ اس کا نام تندوسیس تھا، اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے، باتیں کیں، پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ لیٹے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

## نیک لوگوں کے مزارات کے ساتھ مساجد بنانے کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہل اللہ کے مزارات پر لوگ حصول برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنّت اور موجب ثواب ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ |
| وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ |
| فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۠ |
| اب کچھ لوگ کہیں گے، (اصحاب کہف) تین تھے ان میں سے چوتھا ان کا کتا تھا، اور بعض کہیں گے: پانچ تھے ان میں سے چھٹا ان |
| کا کتا تھا، یہ بن دیکھے اندازے ہیں، اور بعض کہیں گے: سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ فرما دیجئے: میرا رب ہی |
| ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے اور سوائے چند لوگوں کے ان کا علم کسی کو نہیں، سو آپ کسی سے ان کے بارے میں بحث نہ کیا کریں |
| سوائے اس قدر وضاحت کے جو ظاہر ہو چکی ہے اور نہ ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں کچھ دریافت کریں۔ |

## اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف کا بیان

"سَيَقُولُونَ" أَىْ الْمُتَنَازِعُونَ فِي عَدَد الْفِتْيَة فِي زَمَن النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَىْ يَقُول بَعْضهمْ هُمْ "ثَلَاثَة رَابِعهمْ كَلْبهمْ وَيَقُولُونَ" أَىْ بَعْضهمْ "خَمْسَة سَادِسهمْ كَلْبهمْ" وَالْقَوْلَانِ لِنَصَارَى نَجْرَان "رَجْمًا بِالْغَيْبِ" أَىْ ظَنًّا فِي الْغَيْبَة عَنْهُمْ وَهُوَ رَاجِع إلَى الْقَوْلَيْنِ مَعًا وَنَصْبه عَلَى الْمَفْعُول لَهُ أَىْ لِظَنِّهِمْ ذَلِكَ "وَيَقُولُونَ" أَىْ الْمُؤْمِنُونَ "سَبْعَة وَثَامِنهمْ كَلْبهمْ" الْجُمْلَة مِنْ الْمُبْتَدَأ وَخَبَره صِفَة سَبْعَة بِزِيَادَةِ الْوَاو وَقِيلَ تَأْكِيد أَوْ دَلَالَة عَلَى لُصُوق الصِّفَة بِالْمَوْصُوفِ وَوَصْف الْأَوَّلَيْنِ بِالرَّجْمِ دُون الثَّالِث دَلِيل عَلَى أَنَّهُ مَرْضِيّ وَصَحِيح "قُلْ رَبِّي أَعْلَم بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمهُمْ إلَّا قَلِيل" قَالَ ابْن عَبَّاس أَنَا مِنْ الْقَلِيل وَذَكَرَهُمْ سَبْعَة "فَلَا تُمَارِ" تُجَادِل "فِيهِمْ إلَّا مِرَاء ظَاهِرًا" بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْك "وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ" تَطْلُب الْفُتْيَا "مِنْهُمْ" مِنْ أَهْل الْكِتَاب الْيَهُود "أَحَدًا"۔

اب کچھ لوگ کہیں گے۔ یعنی اصحاب کہف کے جوانوں کی تعداد میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جھگڑا ہوا اور بعض نے کہا اصحاب کہف تین تھے ان میں سے چوتھا ان کا کتا تھا، اور بعض کہیں گے: پانچ تھے ان میں سے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ دونوں اقوال نجران کے نصاریٰ کے تھے۔ یہ بن دیکھے اندازے ہیں، یہاں پر رجما کا متعلق دونوں اقوال ہیں جبکہ یہ منصوب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی ان کا گمان ایسا ہے۔ اور بعض یعنی اہل ایمان کہیں گے وہ سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ یہ جملہ مبتداء ہے اور اس کی خبر واؤ کی زیادتی کے ساتھ سبعۃ کی صفت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاکید ہے یا صفت کا موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا پہلے دونوں اقوال کا رجم بہ غیب کے ساتھ متصف ہوتا ہے جبکہ تیسرے میں نہیں کیونکہ وہ حق ہے۔ فرما دیجئے: میرا رب ہی ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے اور سوائے چند لوگوں کے ان کی صحیح تعداد کا علم کسی کو نہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان قلیل لوگوں میں سے میں بھی ہوں۔ اور آپ نے کی تعداد سات بتائی

کامل نشان قدرت ہے۔ ان نوجوانوں موحدوں کی ہدایت خود اللہ نے کی تھی، یہ راہ راست پاچکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انہیں گمراہ کرسکے اوراس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت) 20

| |
|---|
| وَ تَحۡسَبُهُمۡ اَيۡقَاظًا وَّ هُمۡ رُقُوۡدٌ وَّ نُقَلِّبُهُمۡ ذَاتَ الۡيَمِيۡنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ كَلۡبُهُمۡ بَاسِطٌ |
| ذِرَاعَيۡهِ بِالۡوَصِيۡدِ ؕ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَّ لَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا ○ |
| اور تو انہیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں |
| اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ |
| پھیر لے اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔ |

## اصحاب کہف کے بدنوں کا مٹی سے محفوظ رہنے کا بیان

"وَتَحۡسَبهُمۡ" لَوۡ رَأَيۡتهمۡ "أَيۡقَاظًا" أَيۡ مُنۡتَبِهِينَ لِأَنَّ أَعۡيُنهمۡ مُنۡفَتِحَة جَمۡع يَقِظ بِكَسۡرِ الۡقَاف "وَهُمۡ رُقُود" نِيَام جَمۡع رَاقِد "وَنُقَلِّبهُمۡ ذَات الۡيَمِين وَذَات الشِّمَال" لِئَلَّا تَأۡكُل الۡأَرۡض لُحُومهمۡ "وَكَلۡبهمۡ بَاسِط ذِرَاعَيۡهِ" يَدَيۡهِ "بِالۡوَصِيدِ" بِفِنَاءِ الۡكَهۡف وَكَانُوا إذَا انۡقَلَبُوا انۡقَلَبَ هُوَ مِثۡلهمۡ فِي النَّوۡم وَالۡيَقَظَة "لَوۡ اطَّلَعۡت عَلَيۡهِمۡ لَوَلَّيۡت مِنۡهُمۡ فِرَارًا وَلَمُلِئۡت" بِالتَّشۡدِيدِ وَالتَّخۡفِيف "مِنۡهُمۡ رُعۡبًا" بِسُكُونِ الۡعَيۡن وَضَمّهَا مَنَعَهُمۡ اللّٰه بِالرُّعۡبِ مِنۡ دُخُول أَحَد عَلَيۡهِمۡ

اور تو انہیں جاگتے ہوئے خیال کرے گا، یعنی وہ سوتے ہوئے محسوس ہوتے تھے جبکہ انہیں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں یہاں پر ایقاظ قاف کے کسرہ کے ساتھ یقظ کی جمع ہے۔ حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں یہاں پر رقود راقد کی جمع ہے۔ اور ہم دائیں اور بائیں ان کی کروٹ پلٹتے رہتے ہیں تاکہ زمین ان کے جسموں کو نہ کھائے۔ اور ان کا کتا اپنے دونوں بازو دہلیز یعنی غار کے صحن پر پھیلائے ہوئے ہے۔ اور جب وہ کروٹ بدلتے تو یہ بھی کروٹ بدلتا۔ اور یہ کتا سونے اور بیدار ہونے میں ان کی طرح ہوتا رہتا۔ اگر تو ان پر جھانکے تو ضرور بھاگتے ہوئے ان سے پیٹھ پھیر لے۔ یہاں ملئت تشدید وتخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ اور ضرور ان کے خوف سے بھر دیا جائے۔ یہاں پر رعب عین کے سکون کے ساتھ آیا ہے اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے رعب کے ذریعے ان کی حفاظت فرمائی کہ کوئی غار میں داخل نہ ہوسکے۔

## اصحاب کہف اور ان کے ساتھ کلب قمطیر کا بیان

یہ سو رہے ہیں لیکن دیکھنے والا انہیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مذکور ہے کہ بھیڑیا جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے، ایک کھلی ہوتی ہے پھر اسے بند کرکے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ينام باحدى مقلتيه ويتقى ۔۔۔ باخرى الرزايا فهو يقظان نائم

جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو اللہ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے، کروٹیں گل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوا دیتا ہے، کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں۔ ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہریدار کے بازو زمین پر لگاتے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا تصویر جنبی اور کافر شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔ جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آ گئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے نا اس کتے کی کتنی شان ہو گئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا۔ چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے۔ ان کے ساتھ ہجرت میں تھے۔ ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا۔ واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبیح اللہ کے بدلے جو مینڈھا ذبح ہوا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس ہدہد نے ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عنفر تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطمیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھڑے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام مہموت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے، حضرت حوا جدہ میں ابلیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔ ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا۔ نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں، لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں۔ اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکنا ہے بیدلیل زبان کھولنا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشہ نہ بنالیں کوئی جرات کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت الٰہی متقضی ہے با آرام سوتے رہیں۔ جو انہیں دیکھتا ہے مارے رعب کے کلیجہ تھر تھرا جاتا ہے۔ اسی وقت الٹے پیروں واپس لوٹتا ہے، انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لئے محال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ |
| اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا، تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، دوسروں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس سے کچھ کھانا لے آئے اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔ |

## اصحاب کہف کا مدت ٹھہراؤ میں باہمی کلام کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا فَعَلْنَا بِهِمْ مَا ذَكَرْنَا "بَعَثْنَاهُمْ" أَيْقَظْنَاهُمْ "لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ" عَنْ حَالِهِمْ وَمُدَّةِ لُبْثِهِمْ "قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" لِأَنَّهُمْ دَخَلُوا الْكَهْفَ عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَبُعِثُوا عِنْدَ غُرُوبِهَا فَظَنُّوا أَنَّهُ غُرُوبُ يَوْمِ الدُّخُولِ ثُمَّ "قَالُوا" مُتَوَقِّفِينَ فِي ذٰلِكَ "رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ" بِسُكُونِ الرَّاءِ وَكَسْرِهَا بِفِضَّتِكُمْ "هٰذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ" يُقَالُ إِنَّهَا الْمُسَمَّاةُ الْآنَ طَرَسُوسَ بِفَتْحِ الرَّاءِ "فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكٰى طَعَامًا" أَيْ أَيُّ أَطْعِمَةِ الْمَدِينَةِ أَحَلُّ، فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا،

اور اسی طرح ہم نے انہیں اٹھایا، جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ کہ انہیں بیدار کر دیا تا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے حال اور ٹھہرنے کی مدت پوچھیں، ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا تم کتنی دیر رہے ہے؟ انھوں نے کہا ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، کیونکہ اصحاب کہف سورج کے طلوع ہونے کے وقت اس غار میں داخل ہوئے تھے اور غروب آفتاب کے وقت وہ بیدار ہوئے دوسروں نے یعنی جو وہاں سوئے تھے انہوں نے کہا تمھارا رب زیادہ جاننے والا ہے جتنی مدت تم رہے ہو، پس اپنے میں سے ایک کو اپنی یہ چاندی دے کر شہر کی طرف بھیجو، یہاں پر ورق یہ راء کے سکون اور کسرہ دونوں کے ساتھ آیا ہے اس کا معنی چاندی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت وہاں طرطوس نامی بادشاہ تھا۔ لفظ طرطوس یہ راء کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ پس وہ دیکھے کہ اس میں کھانے کے لحاظ سے زیادہ ستھرا کون ہے، پھر تمھارے پاس اس شہر سے کچھ کھانا لے آئے۔ یعنی شہر کا کونسا کھانا حلال ہے؟ اور نرمی و باریک بینی کی کوشش کرے اور تمھارے بارے میں کسی کو ہرگز معلوم نہ ہونے دے۔

## موت کے بعد زندگی کی دلیل کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا، اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے۔ جیسے سوتے وقت تھے، بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے۔ بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے۔ کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کہ کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا۔ لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے بازار سے سودا منگوانے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے۔ جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے۔ کچھ موجود تھے۔ کہنے لگے کہ اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو، وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھیتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں زکا الزرع، اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا۔ خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔ کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت

احتیاط برتنی چاہیے، آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے جہاں تک ہوسکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کرلے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔

دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کردیں اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ کے ہاں کا چھٹکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا۝ |
| بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمھیں سنگسار کردیں گے، یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے |
| اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔ |

## اصحاب کہف کو اہل شہر کا ارتداد کی طرف لے جانے کے خدشہ کا بیان

"اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ" يَقْتُلُوْكُمْ بِالرَّجْمِ "اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْا اِذًا" أَيْ اِنْ عُدْتُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ

بے شک وہ اگر تم پر قابو پالیں گے تو تمھیں سنگسار کردیں گے، یا تمھیں دوبارہ اپنے دین میں لے جائیں گے اور اس وقت تم کبھی فلاح نہیں پاؤ گے۔ یعنی اگر تم ان کے مذہب میں چلے گئے تو کبھی کامیاب نہ ہوسکو گے۔

جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن۔" یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اسے نہایت ہوشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہیے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا بجبر واکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہوسکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو بجبر واکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہوسکتا۔

| |
|---|
| وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ |
| اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ |
| قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۝ |

| |
|---|
| اور اس طرح ہم نے ان پر ان لوگوں کو مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت کے آنے میں |
| کوئی شک نہیں ہے۔ جب وہ آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو، |
| ان کا رب ان سے خوب واقف ہے، ان نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان پر ضرور ایک مسجد |
| بنائیں گے (تا کہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں) |

## اصحاب کہف کے مزارات کے ساتھ اہل ایمان کا مسجد بنانے کا بیان

"وَكَذَلِكَ" كَمَا بَعَثْنَاهُمْ "أَعْثَرْنَا" أَطْلَعْنَا "عَلَيْهِمْ" قَوْمهمْ وَالْمُؤْمِنِينَ "لِيَعْلَمُوا" أَيْ قَوْمهمْ "أَنَّ وَعْد اللَّه" بِالْبَعْثِ "حَقّ" بِطَرِيقِ أَنَّ الْقَادِر عَلَى إنَامَتهمْ الْمُدَّة الطَّوِيلَة وَإِبْقَائِهِمْ عَلَى حَالهمْ بِلَا غِذَاء قَادِر عَلَى إحْيَاء الْمَوْتَى "وَأَنَّ السَّاعَة لَا رَيْب" لَا شَكّ "فِيهَا إذْ" مَعْمُول لِأَعْثَرْنَا "يَتَنَازَعُونَ" أَيْ الْمُؤْمِنُونَ وَالْكُفَّار "بَيْنهمْ أَمْرهمْ" أَمْر الْفِتْيَة فِي الْبِنَاء حَوْلهمْ "فَقَالُوا" أَيْ الْكُفَّار "ابْنُوا عَلَيْهِمْ" أَيْ حَوْلهمْ "بُنْيَانًا" يَسْتُرهُمْ "رَبّهمْ أَعْلَم بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى أَمْرهمْ" أَمْر الْفِتْيَة وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ "لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ" حَوْلهمْ "مَسْجِدًا" يُصَلَّى فِيهِ وَفُعِلَ ذَلِكَ عَلَى بَاب الْكَهْف

اور اس طرح ہم نے ان کے حال پر ان لوگوں یعنی ان کی قوم اور اہل ایمان کو (جو چند صدیاں بعد کے تھے) مطلع کر دیا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بعث سچا ہے کیونکہ وہ ان کی طویل مدت نیند پر قادر ہے اور اس کے بعد بغیر کسی غذا کے انہیں اسی حالت میں زندہ کرنے پر قادر ہے۔ اور یہ بھی کہ قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جب وہ بستی والے یعنی اہل ایمان اور کفار آپس میں ان کے معاملہ میں جھگڑا کرنے لگے (جب اصحاب کہف وفات پا گئے) تو انہوں یعنی ان میں سے کفار نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بطور یادگار بنا دو، جس میں وہ پوشیدہ رہیں۔ ان کا رب ان کے حال سے خوب واقف ہے، ان ایمان والوں نے کہا جنہیں ان کے معاملہ پر غلبہ حاصل تھا کہ ہم ان کے دروازہ پر ضرور ایک مسجد بنائیں گے۔ اس میں نماز ہوگی۔ اور اصحاب کہف کے واقعہ میں اسی طرح کیا گیا۔ (تا کہ مسلمان اس میں نماز پڑھیں اور ان کی قربت سے خصوصی برکت حاصل کریں)

## بادشاہ کی اصحاب کہف سے ملاقات کا بیان

ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تا کہ اللہ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں موجود لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط روحیں دوبارہ جی اٹھیں گی، جسم کا اعادہ نہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی ہے اور عینی دلیل دے دی۔

مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز

نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا زمانے گزر چکے تھے، بستیاں بدل چکی تھیں، صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزارا ہے۔ گھر گو انہیں جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کوئی چیز اپنے حال پر ہے، نہ شہر کا کوئی بھی رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ یہ کسی کو جانیں نہ انہیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا۔ دماغ چکرا رہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں۔ یہ دفعتاً ہو کیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنوں ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کسی بات پر تسلی نہ ہو سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا۔ اس نے اس سکے کو دیکھ کر سخت تر تعجب کا اظہار کیا اپنے پڑوسی کو دیا کہ دیکھنا یہ سکہ کیا ہے کب کا ہے؟ کسی زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے، اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟ چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا مجمع لگا کر کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے ٹیڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے۔

اس نے کہا میں تو اسی شہر کا رہنے والا ہوں، کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں، یہاں کا بادشاہ دقیانوس ہے۔ اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر ایک طرف سے خود ششدر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو۔ یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا ٹھیرو میں پہلے انہیں جا کر خبر کر دوں۔ ان کے الگ ہٹتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بیخبری کے پردے ڈال دئے۔ انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ یہ لوگ مع بادشاہ کے گئے، ان سے ملے، سلام علیک ہوئی، بغلگیر ہوئے، یہ بادشاہ خود مسلمان تھا۔ اس کا نام تندوسیس تھا، اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت وانسیت سے ملے جلے، باتیں کیں، پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ لیٹے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

## نیک لوگوں کے مزارات کے ساتھ مساجد بنانے کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہل ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے جوار میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہلُ اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں اور اسی لئے قبروں کی زیارت سنّت اور موجبِ ثواب ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ |
| وَ يَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ |
| فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝ |
| اب کچھ لوگ کہیں گے، (اصحاب کہف) تین تھے ان میں سے چوتھا ان کا کتا تھا، اور بعض کہیں گے: پانچ تھے ان میں سے چھٹا ان |
| کا کتا تھا، یہ بن دیکھے اندازے ہیں، اور بعض کہیں گے: سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ فرما دیجئے: میرا رب ہی |
| ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے اور سوائے چند لوگوں کے ان کا علم کسی کو نہیں، سو آپ کسی سے ان کے بارے میں بحث نہ کیا کریں |
| سوائے اس قدر وضاحت کے جو ظاہر ہو چکی ہے اور نہ ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں کچھ دریافت کریں۔ |

## اصحاب کہف کی تعداد میں اختلاف کا بیان

"سَيَقُولُونَ" أَيْ الْـمُتَنَازِعُونَ فِي عَدَد الْفِتْيَة فِي زَمَن النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ يَقُول بَعْضهمْ هُمْ "ثَلَاثَة رَابِعهمْ كَلْبهمْ وَيَقُولُونَ " أَيْ بَعْضهمْ "خَـمْسَة سَادِسهمْ كَلْبهمْ " وَالْـقَوْلَانِ لِنَصَارَى نَجْرَان "رَجْمًا بِالْغَيْبِ " أَيْ ظَنًّا فِي الْغَيْبَة عَنْهُمْ وَهُوَ رَاجِع إلَى الْقَوْلَيْنِ مَعًا وَنَصْبهُ عَلَى الْمَفْعُول لَهُ أَيْ لِظَنِّهِمْ ذٰلِكَ "وَيَقُولُونَ" أَيْ الْمُؤْمِنُونَ "سَبْعَة وَثَامِنهمْ كَلْبهمْ " الْـجُمْلَة مِنْ الْمُبْتَدَأ وَخَبَره صِـفَة سَبْعَة بِـزِيَـادَةِ الْوَاو وَقِيلَ تَأْكِيد أَوْ دَلَالَة عَلَى لُصُوق الصِّفَة بِالْمَوْصُوفِ وَوَصْف الْأَوَّلَيْنِ بِـالرَّجْمِ دُون الثَّالِث دَلِيل عَلَى أَنَّهُ مَرْضِيّ وَصَحِيح "قُـلْ رَبِّي أَعْلَم بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمهُمْ إلَّا قَلِيل " قَـالَ ابْن عَبَّاس أَنَا مِنْ الْقَلِيل وَذَكَرَهُمْ سَبْعَة "فَلَا تُمَارِ" تُجَادِل "فِيهِمْ إلَّا مِرَاء ظَاهِرًا " بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْك "وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ" تَطْلُب الْفُتْيَا "مِنْهُمْ" مِنْ أَهْل الْكِتَاب الْيَهُود "أَحَدًا" ،

اب کچھ لوگ کہیں گے۔ یعنی اصحاب کہف کے جوانوں کی تعداد میں نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں جھگڑا ہوا اور بعض نے کہا اصحاب کہف تین تھے ان میں سے چوتھا ان کا کتا تھا، اور بعض کہیں گے: پانچ تھے ان میں سے چھٹا ان کا کتا تھا، یہ دونوں اقوال نجران کے نصاریٰ کے تھے۔ یہ بن دیکھے اندازے ہیں، یہاں پر رجما کا متعلق دونوں اقوال ہیں جبکہ یہ منصوب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی ان کا گمان ایسا ہے۔ اور بعض یعنی اہل ایمان کہیں گے وہ سات تھے اور ان میں سے آٹھواں ان کا کتا تھا۔ یہ جملہ مبتداء ہے اور اس کی خبر واؤ کی زیادتی کے ساتھ سبعۃ کی صفت ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تاکید ہے یا صفت کا موصوف کے ساتھ لاحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا پہلے دونوں اقوال کا رجم بہ غیب کے ساتھ متصف ہونا ہے جبکہ تیسرے میں نہیں کیونکہ وہ صحیح ہے۔ فرما دیجئے، میرا رب ہی ان کی تعداد کو خوب جانتا ہے اور سوائے چند لوگوں کے ان کی صحیح تعداد کا علم کسی کو نہیں،

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان قلیل لوگوں میں سے میں بھی ہوں۔ اور آپ نے کی تعداد سات بتائی

ہے۔ لہٰذا آپ کسی سے ان کے بارے میں بحث نہ کیا کریں سوائے اس قدر وضاحت کے جو ظاہر ہو چکی ہے اور نہ ان میں سے یعنی اہل کتاب میں سے کسی سے ان اصحاب کہف کے بارے میں کچھ دریافت کریں۔

| |
|---|
| وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًاۙ |
| اور کسی بھی چیز کی نسبت یہ ہرگز نہ کہا کریں کہ میں اس کام کو کل کرنے والا ہوں۔ |

## آئندہ کام کیلئے ان شاء اللہ کہنے کا بیان

وَسَأَلَهُ أَهْلُ مَكَّةَ عَنْ خَبَرِ أَهْلِ الْكَهْفِ فَقَالَ أُخْبِرُكُمْ بِهِ غَدًا وَلَمْ يَقُلْ إِنْ شَاءَ اللَّه فَنَزَلَ "وَلَا تَقُولَن لِشَيْءٍ" أَيْ لِأَجْلِ شَيْء "إِنِّي فَاعِل ذَلِكَ غَدًا" أَيْ فِيمَا يُسْتَقْبَل مِنْ الزَّمَان

جب نبی کریم ﷺ سے اہل مکہ نے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کل تمہیں ان کے بارے میں کلی علم بیان کر دوں گا۔ لیکن آپ نے ان شاء اللہ نہ کہا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور کسی بھی چیز کی نسبت یہ ہرگز نہ کہا کریں کہ میں اس کام کو کل کرنے والا ہوں۔ یعنی آئندہ زمانے کے بارے میں اس طرح نہ فرمائیں بلکہ

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں۔ ایک روایت میں ہے سو تھیں۔ ایک میں ہے بہتر (۷۲) تھیں تو آپ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو بچہ ہوگا تو سب اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے، اس وقت فرشتے نے کہا انشاء اللہ کہہ۔ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا، اپنے ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے، مگر سوائے ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدھے جسم کا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہو جاتی۔ اور یہ سب بچے جوان ہو کر راہ حق کے مجاہد بنتے۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ وَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ یَّهْدِیَنِ رَبِّیْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۠ |
| مگر یہ کہ اگر اللہ چاہے (یعنی انْ شاء اللہ کہہ کر) اور اپنے رب کا ذکر کیا کریں جب آپ بھول جائیں اور کہیں: امید ہے |
| میرا رب مجھے اس سے قریب تر ہدایت کی راہ دکھا دے گا۔ |

## اصحاب کہف کے واقعہ سے نبوت محمدی ﷺ پر دلالت کا بیان

"إِلَّا أَنْ يَشَاء اللَّه" أَيْ إِلَّا مُلْتَبِسًا بِمَشِيئَةِ اللَّه تَعَالَى بِأَنْ تَقُول إِنْ شَاءَ اللَّه "وَاذْكُرْ رَبّك" أَيْ مَشِيئَته مُعَلِّقًا بِهَا "إِذَا نَسِيت" وَيَكُون ذِكْرهَا بَعْد النِّسْيَان كَذِكْرِهَا مَعَ الْقَوْل قَالَ الْحَسَن وَغَيْره مَا دَامَ فِي الْمَجْلِس "وَقُلْ عَسَى أَنْ يَهْدِيَنِي رَبِّي لِأَقْرَب مِنْ هَذَا" مِنْ خَبَر أَهْل الْكَهْف فِي الدَّلَالَة عَلَى نُبُوَّتِي "رَشَدًا" هِدَايَة وَقَدْ فَعَلَ اللَّه ذَلِكَ،

مگر یہ کہ اگر اللہ چاہے یعنی ان شاء اللہ کہا کریں تا کہ اس کام میں اللہ کی مرضی شامل ہو جائے۔ اور اپنے رب کا ذکر کیا کریں یعنی اس وعدہ کو مشیئت پر معلق کر دیا کریں۔ جب آپ بھول جائیں یعنی جب بھول جانے کے بعد یاد آ جائے۔ تو جب تک مجلس میں ہیں ان شاء اللہ کہہ دیا کریں یہ کافی ہو جائے گا امام حسن وغیرہ کا یہی قول ہے۔ اور کہیں: امید ہے میرا رب مجھے اس سے بھی قریب تر ہدایت کی راہ دکھا دے گا۔ کیونکہ اصحاب کہف کا واقعہ میری نبوت پر دلیل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح بیان کر دیا ہے۔

## سورہ کہف آیت ۲۴ کے شان نزول کا بیان

اہل مکہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اصحاب کہف کا حال دریافت کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل بتاؤں گا اور ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا، کئی روز وحی نہیں آئی پھر یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر خازن، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَ لَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا۝ |
| اور وہ اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو (سال) زیادہ رہے۔ |

## اصحاب کہف کا تین سو نو سال حالت نیند میں رہنے کا بیان

"وَلَبِثُوا فِي كَهْفهمْ ثَلَاث مِائَة" بِالتَّنْوِينِ "سِنِينَ" عَطْف بَيَان لِثَلَاثِ مِائَةٍ وَهَذِهِ السُّنُونَ الثَّلَاث مِائَةٍ عِنْد أَهْل الْكَهْف شَمْسِيَّة وَتَزِيد الْقَمَرِيَّة عَلَيْهَا عِنْد الْعَرَب تِسْع سِنِينَ وَقَدْ ذُكِرَتْ فِي قَوْله "وَازْدَادُوا تِسْعًا" أَيْ تِسْع سِنِينَ فَالثَّلَاث مِائَةِ الشَّمْسِيَّة : ثَلَاث مِائَةٍ وَتِسْع قَمَرِيَّة

یہاں پر مأۃ یہ تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ اور سنین یہ ثلاث ماۃ کا عطف بیان ہے۔ اور یہ اصحاب کہف کے نزدیک یہ تین سو سال شمسی ہیں جبکہ اہل عرب کے نزدیک قمری سالوں کے حساب سے نو سال زیادہ ہیں۔ لہٰذا تین سو نو سال قمری تقویم کے مطابق ہوئے۔ لہٰذا تین سو سال شمسی جبکہ تین سو نو سال قمری ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی مکرم ﷺ کو اس مدت کو بیان کرتا ہے، جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھے۔ فی الواقع شمسی اور قمری سال میں سو سال پر تین سال کر فرق پڑتا ہے، اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔

| |
|---|
| قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ |
| مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا۝ |
| فرما دیجئے: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت ٹھہرے رہے، آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں اسی کے علم میں ہیں، کیا خوب |
| دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے، اس کے سوا ان کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک فرماتا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے علم وسننے سے کچھ پوشیدہ نہ ہونے کا بیان

"قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا" مِمَّنِ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُوَ مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُه "لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" أَيْ عِلْمه "أَبْصِرْ بِهِ" أَيْ بِاللّٰهِ هِيَ صِيغَةُ تَعَجُّبٍ "وَأَسْمِعْ" بِهِ كَذٰلِكَ بِمَعْنَى مَا أَبْصَرَهُ وَمَا أَسْمَعَهُ وَهُمَا عَلَى جِهَةِ الْمَجَازِ وَالْمُرَاد أَنَّهُ تَعَالَى لَا يَغِيب عَنْ بَصَره وَسَمْعه شَيْء "مَا لَهُمْ" لِأَهْلِ السَّمَاوَات وَالْأَرْض "مِنْ دُونه مِنْ وَلِيّ" نَاصِر "وَلَا يُشْرِك فِي حُكْمه أَحَدًا" لِأَنَّهُ غَنِيّ عَنِ الشَّرِيك

فرمادیجئے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت وہاں ٹھہرے رہے، یعنی جس میں انہوں نے اختلاف کیا جو اس سے پہلے ذکر ہوئی ہے۔ آسمانوں اور زمین کی سب پوشیدہ باتیں اسی کے علم میں ہیں، کیا خوب دیکھنے والا، یہاں پر ابصر بہ یہ صیغہ فعل تعجب کا ہے اور کیا خوب سننے والا ہے، یہ بھی اسی طرح تعجب کا صیغہ ہے اور یہ دونوں مجازی طور پر ہیں۔ مراد یہ ہے کوئی بھی چیز اللہ کے دیکھنے اور سننے سے غائب نہیں ہے۔ اس کے سوا ان کا زمین وآسمان میں نہ کوئی مددگار ہے اور نہ دوست ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ شرک سے بے نیاز ہے۔

| |
|---|
| وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝ |
| اور آپ وہ پڑھ کر سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں |
| اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔ |

## کتاب اللہ میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکنے کا بیان

"وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِد مِنْ دُونه مُلْتَحَدًا" مَلْجَأ

اور آپ وہ کلام پڑھ کر سنائیں جو آپ کے رب کی کتاب میں سے آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اتل۔ تلاوۃ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ اوحی۔ ماضی مجہول۔ وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ من کتاب ربک ای من القران۔ مبدل۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ تبدیل مصدر۔ بدلنے والا۔ منصوب بوجہ عمل لا کے ہے۔ ملتحدا۔ اسم ظرف۔ بروزن اسم مفعول التحاد (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا باب افتعال سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی پناہ۔ اللحد۔ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں کہ جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ الحد الی۔ کسی کی طرف مائل ہونا۔ کسی کی طرف نسبت کرنا۔ جیسے لسان الذی یلحدون الیہ، اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں (عجمی ہے) الحد عن۔ پھرنا

مثلاً الحد عن الدین وہ دین سے پھر گیا۔ اسی سے ملحد جو دین سے پھر گیا ہو۔ اور الحاد (باب افعال) دین سے پھر جانا ہے

| |
|---|
| وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ |
| وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ |
| عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ |
| تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں |
| تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، کیا تو دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت بھی نہ کر جس کے دل کو ہم نے |
| اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔ |

## اخلاص سے عبادت کرنے والوں کا بیان

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ" اِحْبِسْهَا "مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ" بِعِبَادَتِهِمْ "وَجْهَه" تَعَالَى لَا شَيْئًا مِنْ أَغْرَاض الدُّنْيَا وَهُمْ الْفُقَرَاء "وَلَا تَعْدُ" تَنْصَرِف "عَيْنَاك عَنْهُمْ" عَبَّرَ بِهِمَا عَنْ صَاحِبهمَا "تُرِيد زِينَة الْحَيَاة الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبه عَنْ ذِكْرنَا" أَيْ الْقُرْآن هُوَ عُيَيْنَة بْن حِصْن وَأَصْحَابه "وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" فِي الشِّرْك "فُرُطًا" إسْرَافًا

(اے میرے بندے!) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح وشام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں یعنی اس کی عبادت کرتے ہیں اس کی رضا کے طلب گار رہتے ہیں یعنی دنیا کوئی غرض نہیں ہے اور وہ فقراء ہیں۔ (اس کی دید کے متمنی اور اس کا مکھڑا تکنے کے آرزومند ہیں) تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں، یہاں پر لفظ عین بول کر صاحب عین مراد ہے۔ کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے، اور تو اس شخص کی اطاعت بھی نہ کر، جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر یعنی قرآن سے غافل کر دیا ہے اور وہ عینہ بن حصن اور ان کے ساتھی ہیں۔ اور وہ شرک میں اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔

## سورہ کہف آیت ۲۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ مولفۃ القلوب میں سے عیینہ بن حصن، الاقرع بن حابس اور ان کے قرابت دار رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ صدر مجلس میں بیٹھیں اور ان جبہ پوش لوگوں کو ہم سے دور رکھیں ان سے مراد ان کی سلمان، ابوذر اور نادار مسلمان تھے ان پر اونی جبے پڑے ہوتے تھے ان جبوں کے سوان کے تن بدن پر اور کچھ نہ ہوتا تھا تو ہم آپ کے ساتھ مل بیٹھتے آپ کے ساتھ باتیں کرتے اور آپ سے باتیں سنتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک لامبدل سے انا اعتدنا للظالمین نارا ۔ اس آیت میں انہیں دوزخ کی آگ کا ڈراوا دیا گیا ہے اس کے بعد نبی اکرم انہیں تلاش کرنے اٹھ کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپ نے ان کو مسجد کے پچھواڑے میں پایا وہاں اللہ کا ذکر کررہے تھے آپ نے فرمایا اس ذات باری کا شکر ہے جس نے تب تک موت نہیں دی جب تک کہ مجھے اپنی امت کے لوگوں کے ساتھ اپنے نفس پر صبر کرنے کا حکم نہیں دیا تمہارے ہی ساتھ میرا جینا مرنا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا |
| لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ |
| يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا۝ |
| اور فرما دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے، بیشک ہم نے |
| ظالموں کے لئے آگ تیار کررکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے |
| کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کے چہروں کو بھون دے گا، کتنا برا مشروب ہے، اور کتنی بری آرام گاہ ہے۔ |

## اہل جہنم کے چہروں کو بھون دینے والے پانی کا بیان

"وَقُلْ" لَهُ وَلِأَصْحَابِهِ هَذَا الْقُرْآن "الْحَقّ مِنْ رَبّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ" تَهْدِيد لَهُمْ "إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ" أَيْ الْكَافِرِينَ "نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقهَا" مَا أَحَاطَ بِهَا "وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ" كَعَكَرِ الزَّيْت "يَشْوِي الْوُجُوه" مِنْ حَرّه إِذَا قُرِّبَ إِلَيْهَا "بِئْسَ الشَّرَاب" هُوَ "وَسَاءَتْ" أَيْ النَّار "مُرْتَفَقًا" تَمْيِيز مَنْقُول عَنْ الْفَاعِل أَيْ قَبُحَ مُرْتَفَقهَا وَهُوَ مُقَابِل لِقَوْلِهِ الْآتِي فِي الْجَنَّة "وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا" وَإِلَّا فَأَيّ ارْتِفَاق فِي النَّار،

اور آپ اس سے اور اس کے ساتھیوں سے فرما دیجئے کہ یہ حق یعنی قرآن تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے الکار کردے، اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔ بیشک ہم نے ظالموں یعنی کافروں کے لئے دوزخ کی آگ تیار کررکھی ہے۔ جس کی دیواریں انہیں گھیر لیں گی، اور اگر وہ پیاس اور تکلیف کے باعث فریاد کریں گے تو ان کی فریاد رسی ایسے پانی سے کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جس کو چہروں کے جیسے ہی قریب کیا جائے گا۔ تو وہ اپنی حرارت سے ان کے چہروں کو بھون دے گا، کتنا برا مشروب ہے، اور کتنی بری آرام گاہ ہے۔ جو جہنم ہے۔ یہاں مرتفقا تمیز ہے جو فاعل سے منقول ہے۔ یعنی قبح مرتفقھا اور آنے والے قول جو جنت کے بارے میں حسنت مرتفقا ہے اس کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔ کیونکہ آگ میں آرام کہاں ہوتا ہے۔

## اہل جہنم کیلئے پینے کے پانی کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآنی کے ان الفاظ (تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ، المؤمنون:104) کی وضاحت میں فرمایا کہ دوزخ کی آگ کافر کے منہ (کے گوشت) کو بھون ڈالے گی جس سے اس کے اوپر کا ہونٹ اوپر کو سمٹ جائے گا یہاں تک کہ سر کے درمیانی حصہ تک پہنچے گا اور نیچے کا ہونٹ لٹک جائے گا یہاں تک کہ ناف تک پہنچ جائے گا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 247)

قرآن کی مذکورہ جس آیت میں ہے وہ پوری یوں ہے۔ جہنم کی آگ ان دوزخیوں کے چہروں کو جھلستی ہوگی اور اس جہنم میں ان کے چہرے بگڑے ہوں گے۔ "لفظ" کالح" سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جس کا ہونٹ سکڑ کر اوپر چڑھ گیا ہو اور دانت کھل گئے ہوں بعض مفسرین نے تو کالحون کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ان کی تیوریاں چڑھی ہوئی ہوں گی" اور بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ان کے دانت کھلے ہوں گے!" یہ دوسرا ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ وضاحت کے زیادہ مناسب ہے لیکن ان کے چہرے بگڑے ہوں گے "ایک ایسا ترجمہ ہے جس میں لغوی معنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت، سب کی رعایت ہو جاتی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًاo |
| بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو نیک عمل کرتا ہے۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کے اعمال کے ضائع نہ ہونے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات إِنَّا لَا نُضِيع أَجْر مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا" الْجُمْلَة خَبَر إِنَّ الَّذِينَ وَفِيهَا إِقَامَة الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر وَالْمَعْنَى أَجْرهمْ أَيْ نُثِيبهُمْ بِمَا تَضَمَّنَهُ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے یقیناً ہم اس شخص کا اجر ضائع نہیں کرتے جو نیک عمل کرتا ہے۔ یہ جملہ ان الذین کی خبر ہے۔ اور یہاں اسم ظاہر کی جگہ پر اسم ضمیر کو لایا گیا ہے اور اس کا معنی اجرھم ہے یعنی ہم انہیں ثواب عطا کریں گے۔ جو ذکر کردہ تمام لوگوں کو شامل ہوگا۔

یہ اللہ، رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے ہمیشہ والی دائمی جنتیں ہیں، ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ انہیں زیورات خصوصا سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا، نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا، یہ با آرام، شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گے، تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چار زانوں بیٹھنے کا نام بھی یہی قول ہیں ارایک جمع ہے اریکہ کی تخت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انہیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ اچھا بدلہ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔

## اہل جنت کیلئے حجلہ عروسی میں رہنے کا بیان

"أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّات عَدْن" إِقَامَة "تَجْرِي مِنْ تَحْتهمْ الْأَنْهَار يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِر " قِيلَ مِنْ زَائِدَة وَقِيلَ لِلتَّبْعِيضِ وَهِيَ جَمْع أَسْوِرَة كَأَحْمِرَةٍ جَمْع سِوَار "مِنْ ذَهَب وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُس " مَا رَقَّ مِنْ الدِّيبَاج "وَإِسْتَبْرَق" مَا غَلُظَ مِنْهُ وَفِي آيَة الرَّحْمَن "بَطَائِنهَا مِنْ إِسْتَبْرَق" "مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِك" جَمْع أَرِيكَة وَهِيَ السَّرِير فِي الْحَجَلَة وَهِيَ بَيْت يُزَيَّن بِالثِّيَابِ وَالسُّتُور لِلْعَرُوسِ "نِعْمَ الثَّوَاب" الْجَزَاء الْجَنَّة، وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا،

یہی لوگ ہیں جن کے لیے ہیشگی کے باغات ہیں، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں انہیں کچھ کنگن سونے کے پہنائے جائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یہاں پر من زائدہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ من تبعیضیہ ہے۔ اور یہ اسورۃ کی جمع ہے جس طرح احمرۃ ہے اور اس کی جمع سوار ہے۔ اور وہ باریک اور گاڑھے ریشم کے سبز کپڑے پہنیں گے، جس طرح سورہ رحمٰن میں آیا ہے "بَطَائِنُهَا مِنْ إِسْتَبْرَق" کہ ان کے بستر موٹے ریشم کے ہوں گے۔ ان میں تختوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ یہاں پر ارائک یہ اریکہ کی جمع ہے اور وہ حجلہ میں تخت ہے حجلہ وہ مکان ہے جس کو پردوں اور کپڑوں سے دلہن کیلئے سجایا جاتا ہے۔ اچھا بدلہ یعنی جنت ہے۔ ہے اور اچھی آرام گاہ ہے۔

سونے کے کنگنوں کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ قدیم زمانہ میں یہ دستور رہا ہے کہ بادشاہ سونے کے کنگن پہنا کرتے تھے گویا اہل جنت وہاں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہیں گے۔ پہننے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ ریشمی کپڑے ہوں گے اور بیٹھنے کے لیے اونچی اونچی مسندیں۔ واضح رہے کہ اس دنیا میں سونے اور ریشمی کپڑوں کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں لیکن جنت میں جائز ہوگا بلکہ ایسے ہی جیسے اس دنیا میں شراب سب مردوں عورتوں پر حرام ہے مگر جنت کی شراب خالص اہل جنت کے لیے بیش بہا نعمت ہوگی۔

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰهُمَا

بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا ؁

اور آپ ان سے ان دو شخصوں کی مثال بیان کریں جن میں سے ایک کے لئے ہم نے انگور کے دو باغات بنائے اور ہم نے ان

دونوں کو تمام اطراف سے کھجور کے درختوں کے ساتھ ڈھانپ دیا اور ہم نے ان کے درمیان سرسبز و شاداب کھیتیاں اگا دیں۔

## دنیا میں کافر کی مثال کا بیان

"وَاضۡرِبۡ" اجۡعَلۡ "لَهُمۡ" لِلۡكُفَّارِ مَعَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ "مَثَلًا رَجُلَيۡنِ" بَدَل وَهُوَ وَمَا بَعۡده تَفۡسِير لِلۡمَثَلِ "جَعَلۡنَا لِأَحَدِهِمَا" الۡكَافِر "جَنَّتَيۡنِ" بُسۡتَانَيۡنِ "مِنۡ أَعۡنَاب وَحَفَفۡنَاهُمَا بِنَخۡلٍ وَجَعَلۡنَا بَيۡنهمَا زَرۡعًا" يَقۡتَات بِهِ،

اور آپ ان سے یعنی کفار بمع اہل ایمان سے ان دو شخصوں کی مثال بیان کریں۔ یہاں پر رجلین یہ مثلا بدل ہے اور اس کا مابعد اس کی تفسیر ہے۔ جن میں سے ایک یعنی کافر کے لئے ہم نے انگور کے دو باغات بنائے اور ہم نے ان دونوں کو تمام اطراف سے کھجور کے درختوں کے ساتھ ڈھانپ دیا اور ہم نے ان کے درمیان سرسبز و شاداب کھیتیاں اگا دیں۔

جو شخص کافر و مشرک اور دو باغوں کا مالک تھا اس آیت میں اس کے باغوں کی بہار کا منظر پیش کیا گیا ہے یعنی ان دونوں کے درمیانی حصہ میں کھیتی باڑی ہوتی تھی اور غلہ اگتا تھا۔ اردگرد پھل دار درخت تھے پھر ان باغوں کی چاردیواری کھجوروں کے درختوں کی تھی جن پر انگور کی بیلیں چڑھائی گئی تھیں۔ ان دونوں باغوں کے درمیان ایک نہر جاری تھی جو انہیں سیراب کرتی اور آپس میں ملاتی تھی۔ زمین زرخیز و شاداب تھی لہٰذا پھل دار درخت بھی بھرپور پھل لاتے اور غلہ بھی وافر مقدار میں پیدا ہوتا تھا۔ گویا اس شخص کو بیٹھنے کے لیے ٹھنڈی چھاؤں، پینے کے لیے ٹھنڈا پانی، کھانے کو با افراط غلہ، پھل اور دیکھنے کو خوش نما منظر سب کچھ موجود تھا جس پر وہ پھولا نہ سماتا تھا۔

كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ اٰتَتۡ اُكُلَهَا وَلَمۡ تَظۡلِمۡ مِّنۡهُ شَيۡــًٔا ۙ وَّفَجَّرۡنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ؁

دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا اور اس سے کچھ کمی نہ کی اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔

## دونوں باغات کے درمیان نہر جاری کر دینے کا بیان

"كِلۡتَا الۡجَنَّتَيۡنِ" كِلۡتَا مُفۡرَد يَدُلّ عَلَى التَّثۡنِيَة مُبۡتَدَأ "آتَتۡ" خَبَره "أُكُلهَا" ثَمَرهَا "وَلَمۡ تَظۡلِم" تَنۡقُص "وَفَجَّرۡنَا" أَيۡ شَقَقۡنَا "خِلَالهمَا نَهَرًا" يَجۡرِي بَيۡنهمَا

دونوں باغوں نے اپنا پھل دیا یہاں پر کلتا مفرد ہے جس کی دلالت تثنیہ پر ہے یہ مبتداء ہے اور اتت اس کی خبر ہے۔ اور اس

سے کچھ کمی نہ کی اور ہم نے دونوں کے درمیان ایک نہر جاری کر دی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلتا۔تاکید تشنیہ مونث کے لئے آتا ہے اس کا استعمال تثنیہ مذکر کلا کی طرح ہے ہر دو۔ دونوں۔ دونوں میں سے ہر ایک۔ اکلھا۔مضاف مضاف الیہ۔اس کا میوہ۔اس کا پھل۔ھا ضمیر واحد مونث غائب دونوں جنتوں میں سے ہر ایک جنت کے لئے ہے۔ کلتا الجنتین اتت اکلھا۔یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے۔لم تظلم۔مضارع واحد مونث غائب نفی حجد بلم اس نے نہ گھٹایا۔ اس نے نہ کم کیا۔اس نے ظلم نہ کیا۔یہاں ظلم کے معنی گھٹانے کے ہیں۔اور کم کرنے کے ہیں۔لم کے استعمال سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہو گیا ہے۔ضمیر فاعل ہر دو جنتوں میں سے ہر جنت کے لئے ہے یعنی دونوں باغوں میں سے کسی باغ نے بھی پھل لانے میں کوئی کمی نہ کی۔(یعنی ہر دو باغ پورا پورا پھل لائے تھے اور کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی)۔منہ میں ضمیرہٗ واحد مذکر غائب اکل (ثمر، پھل) کے لئے ہے۔شیئا۔مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔فجرنا۔ماضی جمع متکلم۔تفجیر (تفعیل) مصدر۔ہم نے بہایا۔ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ہم نے پھاڑا۔یعنی ہم نے جاری کر رکھی تھی (ایک نہر) دونوں کے درمیان۔یا ہم نے دونوں باغوں میں نہریں بہا رکھی تھیں۔خللھما مضاف مضاف الیہ۔خلل درمیان۔وسط۔بیچ۔خلل کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔

| |
|---|
| وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا ○ |
| اور اس کے لیے بہت سا پھل تھا تو اس نے اپنے ساتھی سے، جب اس سے باتیں کر رہا تھا، کہا میں تجھ سے مال میں زیادہ |
| اور نفری کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔ |

## دنیاوی مال و اسباب کے سبب تکبر کرنے کا بیان

"وَكَانَ لَهٗ" مَعَ الْجَنَّتَيْنِ "ثَمَر" بِفَتْحِ الثَّاء وَالْمِيم وَبِضَمِّهِمَا وَبِضَمِّ الْأَوَّل وَسُكُون الثَّانِي وَهُوَ جَمْع ثَمَرَة كَشَجَرَةٍ وَشَجَر وَخَشَبَة وَخَشَب وَبَدَنَة وَبَدَن "فَقَالَ لِصَاحِبِهِ" الْمُؤْمِن "وَهُوَ يُحَاوِرهُ" يُفَاخِرهُ "أَنَا أَكْثَر مِنْك مَالًا وَأَعَزّ نَفَرًا" عَشِيرَة

اور اس کے لیے بہت سا پھل تھا۔یہاں پر ثمر ثاء اور میم کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ اور پہلے کے ضمہ اور دوسرے کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اور یہ ثمرۃ کی جمع ہے جس شجرۃ کی جمع شجر ہے اور خشبۃ کی جمع خشب ہے۔اور بدنۃ کی جمع بدن ہے۔تو اس نے اپنے ساتھی سے، جب اس سے فخریہ انداز میں باتیں کر رہا تھا، کہا میں تجھ سے مال میں زیادہ اور نفری کے لحاظ سے زیادہ باعزت ہوں۔

## لوگوں کی نظر بد سے بچنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کوئی چیز دیکھے اور وہ اس کو

پسند آئے تو اگر اس نے یہ کلمہ کہہ لیا۔

مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

تو اس کو کوئی چیز نقصان نہ پہنچائے گی (یعنی وہ پسندیدہ محبوب چیز رہے گی) اور بعض روایات میں ہے کہ جس نے کسی محبوب، پسندیدہ چیز کو دیکھ کر یہ کلمہ پڑھ لیا تو اس کو نظر بد نہ لگے گی۔ (شعب الایمان)

| |
|---|
| وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ۙ |
| اور وہ اپنے باغ میں اس حال میں داخل ہوا کہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔ |

## کفر کے ذریعے اپنی جان پر ظلم کرنے کا بیان

"وَدَخَلَ جَنَّته" بِصَاحِبِهِ يَطُوف بِهِ فِيهَا وَيُرِيهِ أَثْمَارهَا وَلَمْ يَقُلْ جَنَّتَيْهِ إِرَادَة لِلرَّوْضَةِ وَقِيلَ اكْتِفَاء بِالْوَاحِدِ "وَهُوَ ظَالِم لِنَفْسِهِ" بِالْكُفْرِ "قَالَ مَا أَظُنّ أَنْ تَبِيد" تَنْعَدِم

اور وہ اپنے ساتھی کو باغ میں پھیراتا ہوا اور اس کو پھل دیکھاتا ہوا اس حال میں داخل ہوا، یہاں پر جنتیہ نہیں کہا گیا کیونکہ وہ اس سے ارادہ روضہ ہوتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک پر اکتفاء کیا گیا ہے۔ کہ وہ کفر کر کے اپنی جان پر ظلم کرنے والا تھا، کہا میں گمان نہیں کرتا کہ یہ کبھی برباد ہوگا۔

## ایک موحد اور ایک کافر و مشرک کی مثال کا بیان

ایک دن وہ اپنے باغ کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے مفلس ہمسایہ کا ادھر سے گذر ہوا تو اس سے اپنی شیخی بگھارنے بیٹھ گیا اور اس سے کہنے لگا جیسی زندگی تم گزار رہے ہو میں بہر حال تم سے بہتر ہوں۔ مالدار بھی اور اولاد بھی کافی ہے یہی باتیں کہتے کہتے وہ اپنے ہمسایہ کو لیے ہوئے اپنے باغ میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے اس باغ پر اتنی محنت کی ہے اور ایسے انتظامات مکمل کر دیے ہیں کہ کم از کم میری زندگی میں یہ باغ اجڑ نہیں سکتا اور جس قیامت کی تم باتیں کرتے رہتے ہو، اول تو مجھے اس کا یقین ہی نہیں اور اگر قائم ہوئی بھی جیسا کہ تم کہتے ہو تو جس خدا نے مجھ پر اس دنیا میں اتنی مہربانی اور اپنا فضل کیا ہے آخر وہ اس زندگی میں مجھ پر کیوں فضل نہ کرے گا؟ اور قریشی سرداروں کا بھی یہی نظریہ تھا۔

اس آیت میں دراصل دنیا دار لوگوں کے اس غلط نظریہ کی تردید کی گئی ہے کہ اگر انہیں اس دنیا میں آسودہ حالی مہیا ہے تو یہ اللہ کی ان پر خوشنودی کی دلیل ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے سخت آزمائش میں پڑے ہوتے ہیں کہ آیا وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا اس کے نافرمان بن کر رہتے ہیں لیکن وہ یہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ جنت تو ہمیں مل ہی گئی ہے اب اور کون سی جنت ہے جسے حاصل کرنے کی فکر کریں۔

وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا○

اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

## دنیاوی دولت کے نشہ میں قیام قیامت کو بھول جانے کا بیان

"وَمَا أَظُنّ السَّاعَة قَائِمَة وَلَئِنْ رُدِدْت إِلَى رَبِّي" فِي الْآخِرَة عَلَى زَعْمك "لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا" مَرْجِعًا

اور نہ میں قیامت کو گمان کرتا ہوں کہ قائم ہونے والی ہے اور واقعی اگر مجھے میرے رب کی طرف لوٹایا گیا تو یقیناً میں ضرور اس سے بہتر لوٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

## آخرت کے قریب ہو جانے کا بیان

حضرت امام مالک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مشہور حکیم لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، میرے بیٹے! جس بات (یعنی مردوں کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا، حساب اور ثواب وعذاب وغیرہ) کا لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا، اس کی مدت (از آدم تا ایں دم) ان پر دراز ہوگئی حالانکہ لوگ آخرت کی طرف تیزی سے چلے جا رہے ہیں۔ اور میرے بیٹے! جس وقت تم پیدا ہوئے تھے اسی وقت سے تمہاری پیٹھ دنیا کی طرف اور تمہارا رخ آخرت کی طرف ہے (یعنی تم اپنی پیدائش کے دن سے گویا دنیا کو پیچھے چھوڑتے چلے آ رہے ہو اور آخرت کی طرف بڑھتے جا رہے ہو) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جس گھر اور مقام کی طرف تم جا رہے ہو وہ تم سے اس گھر اور مقام کی بہ نسبت زیادہ قریب ہے جس کو تم چھوڑ کر جا رہے ہو۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1145)

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِىْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰٮكَ رَجُلًا○

اس کے ساتھی نے، جب کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، اس سے کہا کیا تو نے اس کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر تجھے ٹھیک ٹھاک ایک آدمی بنا دیا۔

## عاجز مٹی سے پیدا ہونے والے کیلئے تکبر مناسب نہ ہونے کا بیان

"قَالَ لَهُ صَاحِبه وَهُوَ يُحَاوِرهُ" يُجَاوِبهُ "أَكَفَرْت بِالَّذِي خَلَقَك مِنْ تُرَاب" لِأَنَّ آدَم خُلِقَ مِنْهُ "ثُمَّ مِنْ نُطْفَة" مَنِيّ "ثُمَّ سَوَّاك" عَدَلَك وَصَيَّرَك

اس کے ساتھی نے، جب کہ وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، اس سے کہا کیا تو نے اس کے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے حقیر مٹی سے پیدا کیا، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے تخلیق کیا گیا۔ پھر منی کے ایک قطرے سے، پھر تجھے ٹھیک ٹھاک ایک آدمی بنا دیا۔ یعنی

پھر تجھے صحیح سالم بنایا۔

یہ مشرک مالدار اللہ کی ہستی کا منکر نہ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اللہ نے جو کچھ مجھے دے رکھا ہے۔ یہ اسی کی مہربانی ہے البتہ وہ روز آخرت اور اللہ کے سامنے جواب دہی کا منکر تھا جسے اللہ کے انکار کے مترادف یا کفر قرار دیا گیا ہے کیونکہ آخرت میں سزا اور جزاء کا انکار دراصل اللہ کی صفت عدل کا انکار ہے علاوہ ازیں یہ سمجھ لینا کہ میرا مال و دولت اور شان و شوکت میری اپنی ہی قابلیت کا نتیجہ ہے کسی کا عطیہ نہیں اور کوئی مجھ سے چھیننے والا نہیں یہ بھی حقیقتاً اللہ کی کئی صفات کا انکار ہے اور ایسا شخص اللہ کو اپنا مالک آقا اور فرمانروا ہونے کی حیثیت سے نہیں مانتا۔

| |
|---|
| لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا۝ |
| لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں۔ |

## اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرانے کا بیان

"لٰكِنَّا" أَصله لٰكِنْ أَنَا نُقِلَتْ حَرَكَةُ الْهَمْزَةِ إِلَى النُّونِ أَوْ حُذِفَتِ الْهَمْزَةُ ثُمَّ أُدْغِمَتِ النُّونُ فِي مِثْلِهَا "هُوَ" ضَمِيرُ الشَّأْنِ تُفَسِّرُهُ الْجُمْلَةُ بَعْده وَالْمَعْنَى أَنَا أَقُول

لیکن میں تو یہی کہتا ہوں، یہاں پر لکنا اصل میں لکن انا تھا تو ہمزہ کی حرکت کو نون کی طرف نقل کیا گیا ہے یا ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے اور نون کا نون میں ادغام کیا گیا ہے۔ یہاں پر ھو ضمیر شان ہے اس کے بعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہے۔ اور معنی یہ ہے میں کہتا ہوں۔ کہ وہ اللہ ہی میرا رب ہے اور میں کسی کو اپنے رب کا شریک نہیں کرتا ہوں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لکنا۔ اصل میں لکن انا ہے۔ عبارت یوں ہے لکن انا ھو اللہ ربی۔ اس کی ترکیب یہ ہے انا مبتدا اول ھو مبتدا ثانی۔ اللہ مبتدا ثالث۔ ربی مبتدا ثالث کی خبر۔ دونوں مل کر مبتدا ثانی کی خبر یہ اپنی خبر سے مل کر انا مبتدا اول کی خبر۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میرا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو میرا رب ہے ھو ضمیر شان ہے اللہ کے لئے۔

| |
|---|
| وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا۝ |
| اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے یہ کیوں نہ کہا" جو اللہ نے چاہا، کچھ قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے |
| "اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم تر ہوں۔ |

## اپنے کاموں میں اللہ کی طاقت کے اظہار کا بیان

"وَلَوْلَا" هَلَّا "إِذْ دَخَلْت جَنَّتك قُلْت " عِنْد إِعْجَابك بِهَا هَذَا "مَا شَاءَ اللّٰه لَا قُوَّة إِلَّا بِاللّٰهِ" وَفِي الْحَدِيث "مَنْ أُعْطِيَ خَيْرًا مِنْ أَهْل أَوْ مَال فَيَقُول عِنْد ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللّٰه لَا قُوَّة إِلَّا بِاللّٰهِ لَمْ يَرَ فِيهِ

مَكْرُوهًا" "إِنْ تَرَنِ أَنَا" ضَمِير فَصْل بَيْن الْمَفْعُولَيْنِ

اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے پسند کرتے ہوئے یہ کیوں نہ کہا "جو اللہ نے چاہا، کچھ قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے"، حدیث مبارکہ میں ہے، جس کو اچھا اہل یا مال دیا گیا تو اس نے اس کیلئے "جو اللہ نے چاہا، کچھ قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے" تو وہ اس مال میں ناپسندیدگی نہ دیکھے گا۔ اگر تو مجھے دیکھتا ہے، یہاں پر انا ضمیر دو مفعولوں کے درمیان بہ طور فصل لائی گئی ہے۔ میں مال اور اولاد میں تجھ سے کم تر ہوں۔

ابو یعلی موصلی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس بندے پر اللہ اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے اہل وعیال ہوں، دولتمندی ہو، پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آنچ نہ آئے گی سوائے موت کے پھر آپ اس آیت کی تاویل کرتے۔ مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتا دوں؟ وہ خزانہ لاحول قوۃ الا باللہ کہنا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا۔

| |
|---|
| فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًاo |
| تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کر دے اور اس پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو جائے۔ |

## کڑک وآسمانی بجلی کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

"فَعَسَى رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنِي خَيْرًا مِنْ جَنَّتك" جَوَاب الشَّرْط "وَيُرْسِل عَلَيْهَا حُسْبَانًا" جَمْع حُسْبَانَة أَيْ صَوَاعِق "مِنَ السَّمَاء فَتُصْبِح صَعِيدًا زَلَقًا" أَرْضًا مَلْسَاء لَا يَثْبُت عَلَيْهَا قَدَم

تو قریب ہے کہ میرا رب مجھے تیرے باغ سے بہتر عطا کر دے، یہ جملہ جواب شرط ہے اور اس پر آسمان سے کوئی عذاب بھیج دے، یہاں پر حسبانا یہ حسبانہ کی جمع ہے۔ یعنی آسمان سے کڑک بھیج دے تو وہ چٹیل میدان ہو جائے۔ یعنی زمین کو ایسا چکنا بنا دیں کہ اس پر قدم نہ ٹھہر سکے۔

حُسْبَانًا اس لفظ کی تفسیر حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے مطلق عذاب سے کی ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آگ سے اور بعض نے پتھراؤ سے، اس کے بعد جو قرآن میں آیا ہے اس میں ظاہر یہ ہے کہ اس کے باغ اور تمام مال وزر اور سامان عیش پر کوئی بڑی آفت آ پڑی، جس نے سب کو برباد کر دیا۔

| |
|---|
| اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًاo |
| یا اس کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے پھر تو اسے حاصل کرنے کی طاقت بھی نہ پا سکے۔ |

## پانی کا زمین کی گہرائی میں چلے جانے کا بیان

"أَوْ يُصْبِح مَاؤُهَا غَوْرًا" بِمَعْنَى غَائِرًا عَطْف عَلَى يُرْسِل دُون تُصْبِح لِأَنَّ غَوْر الْمَاء لَا يَتَسَبَّب عَنْ

الصَّوَاعِق "فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا" حِيلَةً تُدْرِكُهُ بِهَا

یا اس کا پانی زمین کی گہرائی میں چلا جائے۔ یہاں غورا یہ بہ معنی غائر ہے اس کا عطف یرسل پر ہے جبکہ تصبح پر نہیں ہے کیونکہ پانی کے اترنے کا سبب بجلیاں نہیں ہیں۔ پھر تو اسے حاصل کرنے کی طاقت بھی نہ پا سکے۔ یعنی تیرے پاس کوئی ایسی تدبیر نہ ہوگی جس کے سبب تو اس پانی کو حاصل کر سکے۔

## سورہ کہف آیت ۴۱ کے الفاظ کے معانی کا بیان

غورا۔ غار یغور سے مصدر ہے پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ نشیبی جگہ۔ گڑھا۔ غارت عینہ۔ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی۔ غیار بھی مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

هل الدهر الا ليلة ونهارها والا طلوع الشمس ثم غيارها .

زمانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع و غروب کا،

آیت ہذا میں مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوا ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین ، (ملك) اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔ او یصبح ماء ها غورا یا اس کا پانی بالکل زمین کے اندر اتر جائے۔

لن تستطیع ۔ استطاعة (استفعال) سے مضارع نفی حجد بلن صیغہ واحد مذکر حاضر تو نہ کر سکے گا۔ لن تستطیع له طلبا ۔ جس کو تو طلب کرے تو بھی نہ پا سکے۔

| |
|---|
| وَ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا |
| وَ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا۝ |
| اور اس کا سارا پھل مارا گیا تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا اس پر جو اس میں خرچ کیا تھا اور وہ |
| اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا اور کہتا تھا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔ |

## مشرک کی حسرت وندامت کا بیان

"وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ" بِأَوْجُهِ الضَّبْط السَّابِقَة مَعَ جَنَّته بِالْهَلَاكِ فَهَلَكَتْ "فَأَصْبَحَ يُقَلِّب كَفَّيْهِ" نَدَمًا وَتَحَسُّرًا "عَلَى مَا أَنْفَقَ فِيهَا" فِي عِمَارَة جَنَّته "وَهِيَ خَاوِيَة" سَاقِطَة "عَلَى عُرُوشهَا" دَعَائِمهَا لِلْكَرْمِ بِأَنْ سَقَطَتْ ثُمَّ سَقَطَ الْكَرْم "وَيَقُول يَا لَيْتَنِي" لِلتَّنْبِيهِ "لَمْ أُشْرِك بِرَبِّي أَحَدًا"

اور اس کا سارا پھل مارا گیا، یہاں پر ثمر میں سابقہ تینوں قراءتیں ہیں۔ یعنی وہ باغ ہلاک ہو گیا۔ تو اس نے اس حال میں صبح کی ندامت و حسرت میں اپنی ہتھیلیاں ملتا تھا۔ اس پر یعنی باغ کی شجر کاری پر جو اس میں خرچ کیا تھا اور وہ اپنی چھتوں سمیت گرا ہوا تھا

یعنی جن چیزوں پر انگور کی بیلیں تھی وہ گریں تو انگور کی بیلیں بھی گر گئیں۔ اور امتناہ کیلئے وہ کہتا تھا اے کاش! میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا۔

جب انسان اللہ سے غافل ہوتا ہے تو اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ جو ساز و سامان اور مال و اسباب مجھے حاصل ہیں وہ میری محنت، تدبر اور صلاحیت کا نتیجہ ہیں۔ یہی خناس اس شخص کے دماغ میں بھی سمایا ہوا تھا جس کا یہاں ذکر ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ وہ کونسا شرک تھا جس پر وہ اظہار پشیمانی کر رہا ہے کیونکہ اس پورے قصہ میں کسی دیوی دیوتا کا ذکر نہیں ہے۔ اس کا شرک یہ تھا کہ اس نے فاعل حقیقی اور مسبب الاسباب اللہ کو چھوڑ کر اپنے باغ اور کھیتی کو اپنی محنت و صلاحیت کا ثمر سمجھا۔

| وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ |
|---|
| اور اللہ کے سوا اس کا کوئی گروہ نہ تھا جو اس کی مدد کرتے اور نہ وہ بچنے والا تھا۔ |

## اللہ کے سوا کسی کی مدد نہ ہونے کا بیان

"وَلَمْ تَكُنْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "لَهٗ فِئَةٌ" جَمَاعَة "يَنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰه" عِنْد هَلَاكهَا "وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا" عِنْد هَلَاكهَا بِنَفْسِهِ

یہاں پر لفظ تکن یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور اللہ کے سوا اس کا کوئی گروہ یعنی جماعت نہ تھی۔ جو ہلاکت کے وقت اس کی مدد کرتے اور نہ وہ خود بچنے والا تھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فئۃ۔ گروہ۔ بقول راغب وہ گروہ جو باہم مددگار ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے لوٹے۔ الفيء الفيئة کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فان فاء وا ) اگر وہ لوٹ آئیں۔ رجوع کر لیں۔

ینصرونہ کہ وہ اس کی مدد کریں (نصر ینصر ) سے جمع مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ فعل جمع مذکر غائب اس لئے لایا گیا ہے کہ فئۃ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ من دون اللہ۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے ورے۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کے مقابلہ میں۔ منتصرا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب انتصار (افتعال ) مصدر۔ بدلہ لینے والا۔ یعنی نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ انتصر بمعنی غالب آنا۔ بدلہ لینا۔ انتقام لینا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون )اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم و تعدی ہو تو (مناسب طریقے سے ) بدلہ لیتے ہیں۔ انتصر۔ ظالم سے بچنا۔ انتصر، امتنع من ظالمه(المعجم الوسیط) وما كان منتصرا۔ الخازن لکھتے ہیں۔ ای ممتنعا لا يقدر على الانتصار لنفسه نہ ہی اس کو اپنے آپ کو اس (نقصان ) سے بچنے کی قدرت ہوئی (نہ بچا سکا ) الخازن۔

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا ۝

وہاں ہر طرح کی مدد اللہ سچے کے اختیار میں ہے، وہ ثواب دینے میں بہتر اور انجام کی رو سے زیادہ اچھا ہے۔

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا بیان

"هُنَالِكَ" أَيْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ "الْوَلَايَةُ" بِفَتْحِ الْوَاوِ النُّصْرَةُ وَبِكَسْرِهَا الْمُلْكُ "لِلّٰهِ الْحَقِّ" بِالرَّفْعِ صِفَةُ الْوَلَايَةِ وَبِالْجَرِّ صِفَةُ الْجَلَالَةِ "هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا" مِنْ ثَوَابِ غَيْرِهِ لَوْ كَانَ يُثِيبُ "وَخَيْرٌ عُقْبًا" بِضَمِّ الْقَافِ وَسُكُونِهَا عَاقِبَةً لِلْمُؤْمِنِينَ وَنَصْبُهُمَا عَلَى التَّمْيِيزِ

وہاں یعنی قیامت کے دن ہر طرح کی مدد اللہ سچے کے اختیار میں ہے، یہاں پر لفظ ولایت واؤ کے فتحہ کے ساتھ جس کا معنی مدد ہے اور واؤ کے کسرہ کے ساتھ جس کا معنی بادشاہت ہے۔ اور لفظ حق مرفوع بھی آیا ہے جب یہ ولایت کی صفت ہو اور جلالت کی صفت واقع ہونے کی صورت میں مجرور ہے۔ وہ ثواب دینے میں بہتر یعنی اگر اس میں ثواب دیا جائے تو سب سے بہتر اور انجام کی رو سے زیادہ اچھا ہے۔ یہاں پر لفظ عقبا یہ قاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اہل ایمان کا انجام اور تمیز ہونے کی وجہ سے یہ منصوب ہے۔

## قیامت کے دن متکبرین کی بے بسی کا بیان

اولایۃ۔ کے معنی موالات اور نصرت کے ہیں یعنی اس مقام پر ہر مومن و کافر کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی کسی کی مدد کرنے پر اور اس کے عذاب سے بچانے پر قادر نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ پھر اس موقع پر بڑے بڑے سرکش اور جبار بھی اظہار ایمان پر مجبور ہو جاتے ہیں، گو اس وقت کا ایمان نافع اور مقبول نہیں۔ جس طرح قرآن نے فرعون کی بابت نقل کیا ہے کہ جب وہ غرق ہونے لگا تو کہنے لگا۔ امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنوا اسرائیل وانا من المسلمین ۔ سورہ یونس۔ میں اس اللہ پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل ایمان رکھتے ہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ دوسرے کفار کی بابت فرمایا گیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہا ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جن کو ہم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں سورۃ المومن۔ اگر ولایت واؤ کے کسرے کے ساتھ ہو تو پھر اس کے معنی حکم اور اختیارات کے ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝

اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

## زمین کی نباتات سے دنیا کی مثال سمجھانے کا بیان

"وَاضْرِبْ" صَيِّرْ "لَهُمْ" لِقَوْمِكَ "مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" مَفْعُول أَوَّل "كَمَاءٍ" مَفْعُول ثَانٍ "أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ" تَكَاثَفَ بِسَبَبِ نُزُولِ الْمَاءِ "نَبَاتُ الْأَرْضِ" أَوْ امْتَزَجَ الْمَاءُ بِالنَّبَاتِ فَرَوِيَ وَحَسُنَ "فَأَصْبَحَ" صَارَ النَّبَاتُ "هَشِيمًا" يَابِسًا مُتَفَرِّقَةً أَجْزَاؤُهُ "تَذْرُوهُ" تَنْشُرهُ وَتُفَرِّقهُ "الرِّيَاحُ" فَتَذْهَب بِهِ الْمَعْنَى : شَبَّهَ الدُّنْيَا بِنَبَاتٍ حَسَنٍ فَيَبِسَ فَتَكَسَّرَ فَفَرَّقَتْهُ الرِّيَاح وَفِي قِرَاءَة الرِّيح "وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلّ شَيْءٍ مُقْتَدِرًا" قَادِرًا

اوران کے لیے یعنی اپنی قوم کیلئے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کریں، یہاں اضرب صیر کے معنی میں ہے اور مثل اس کا مفعول اول ہے۔اور کماء اس کا مفعول ثانی ہے۔جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا، تو نزول پانی کے سبب سبزہ اگ آیا۔تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، یعنی سبزہ وغیرہ آپس میں مل جل گیا۔اور وہ کتنی اچھی گھاس بن گئی۔پھر وہ چورا بن گئی، یعنی اس کے اجزاء خشک ہو گئے۔جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور وہ بکھرے پھرتے ہیں۔لہٰذا معنی یہ ہوا کہ دنیا کو سرسبز نبات سے تشبیہ دی گئی ہے جو اس کے بعد خشک ہو گئی اور چورا بن گئی جس کے ٹکڑے اڑتے پھرتے ہیں۔یہاں پر لفظ ریاح ایک قرأت میں ریح بھی آیا ہے۔اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

## دنیا کی زندگی کی مثال کا بیان

دنیا کی زندگی کی مثال نباتات سے اس لیے دی گئی ہے کہ اس کی سب کو فوراً سمجھ آجاتی ہے ورنہ اس دنیا کی ہر جاندار اور بے جان چیز جس میں نباتات بھی شامل ہے انہیں مراحل سے گزرتی ہے۔زمین پر بارش برسنے سے نباتات اگ آتی ہے پھر وہ بڑی ہوتی اور لہلہاتی ہے جو بن پر آتی ہے تو ہر ایک کو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے پھر عروج کے بعد اس میں زوال آنا شروع ہو جاتا ہے اور وہ زرد ہونا شروع ہو جاتی ہے اب اگر اس زرد فصل کو پہلے کی طرح پانی سے سیراب کیا بھی جائے تو دوبارہ اس میں کبھی بہار یا ہریاول نہیں آئے گی اس لیے کہ اس کے انحطاط یا زوال کا دور شروع ہو چکا ہے پھر وہ فصل کاٹ دی جاتی ہے اور اس کا آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ ہوا اس کے ریزوں اور ذروں کو اڑائے پھرتی ہے۔انسان کا اپنا بھی یہی حال ہے پیدا ہوتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس پر جوانی آتی ہے، قوت آتی ہے۔اس وقت وہ سب کو خوبصورت لگتا ہے اور سب چیزیں اسے حسین لگتی ہیں ہیں لیکن ایک مقررہ حد پر جا کر اس کا قد و قامت اور اس کی قوت سب کچھ رک جاتا ہے پھر بڑھاپے کا یعنی زوال و انحطاط کا وقت آتا ہے تو اب عمدہ سے عمدہ غذائیں کھائے لیکن اس میں نہ افزائش ہوگی اور نہ وہ اپنے زوال کو روک سکے گا کیونکہ ہر چیز کے طے شدہ اندازے اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھے ہیں ان سے کوئی چیز تجاوز نہیں کر سکتی۔غرض یہ کہ اس دنیا کی ہر چیز زوال پذیر ہے جو چیز پیدا ہوئی ہے وہ فنا بھی ضرور ہوگی لہٰذا دنیا کے مال و دولت یا اس دنیا کی زندگی پر کبھی گھمنڈ نہ کرنا چاہیے۔

| |
|---|
| اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ○ |
| مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر |
| اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔ |

## مال اور اولاد کا دنیا کی زینت ہونے کا بیان

"اَلْمَال وَالْبَنُوْنَ زِيْنَة الْحَيَاة الدُّنْيَا " يَتَجَمَّل بِهِمَا فِيهَا "وَالْبَاقِيَات الصَّالِحَات" هِيَ سُبْحَان اللّٰه وَالْحَمْد لِلّٰهِ وَلَا إلٰه إلَّا اللّٰه وَاَللّٰه أَكْبَر زَادَ بَعْضهمْ وَلَا حَوْل وَلَا قُوَّة إلَّا بِاَللّٰهِ "خَيْر عِنْد رَبّك ثَوَابًا وَخَيْر أَمَلًا" أَيْ مَا يَأْمُلهُ الْإِنْسَان وَيَرْجُوهُ عِنْد اللّٰه تَعَالَى

مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں یعنی دنیا میں ان دونوں کے ساتھ خوبصورتی ہے۔اور باقی رہنے والی نیکیاں "سُبْحَان اللّٰه وَالْحَمْد لِلّٰهِ وَلَا إلٰه إلَّا اللّٰه وَاَللّٰه أَكْبَر "اس میں بعض نے یہ زیادہ کیا ہے۔وَلَا حَوْل وَلَا قُوَّة إلَّا بِاَللّٰهِ، تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر اور امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔یعنی انسان جس چیز کی امید رکھنے والا ہے وہ اللہ کے پاس ہے۔

## باقیات وصالحات کی مفہوم میں احادیث آثار کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے جو موذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا، آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور علیہ السلام نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف۔پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سو رہا صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشا سے لے کے صبح تک کے گناہ معاف۔یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اے عثمان رضی اللہ عنہ آپ بتلائیے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا دعا (سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) ۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں باقیات صالحات یہ ہیں دعا (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ) ۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد عمارہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بتاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا انہوں نے کہا زکوۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا

سنو وہ پانچ کلمے ہیں دعا (لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ) ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا تو آپ نے بجز الحمد للہ کے اور چار کلمات بتلائے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بجز لا حول کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ اور قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا (سبحان اللہ والحمد للہ والا لاہ الا اللہ واللہ اکبر) یہ ہیں باقیات صالحات۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باقیات صالحات کی کثرت کرو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت، پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ نے فرمایا تکبیر تہلیل تسبیح اور الحمد للہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ (احمد)

سالم بن عبداللہ کے مولی عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قریظی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انہوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں۔ مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوا تو سالم نے پوچھا کچھ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا دعا (لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ) ۔

سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظی نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے۔ کہا سنو میں نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے سنا ہے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم کو دیکھا، آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں انہوں نے مجھے مرحبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ آپ اپنی امت سے فرمادیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے کچھ باغات لگالیں اس کی مٹی پاک ہے، اس کی زمین کشادہ ہے۔ میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا لاحول ولا قوۃ الا باللہ بکثرت پڑھیں۔

حضرت سعید بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا، پہاڑ پر چڑھا، پھر اترا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اسلام قبول کیا، آپ نے مجھے سورہ قل ھو اللہ احد اور سورہ اذا زلزلت سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ دعا (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) ۔ فرمایا یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں۔ اس سند سے روایت ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کلی کرے پھر سو سو بار سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز قتل وخون کے کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر سبحان اللہ والحمد للہ

تبارك الله ولا حول ولا قوة الا بالله واستغفر الله وصلى الله على رسول الله ہے اور روزہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان وزمین ہیں ملتا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے حضرت عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ |
| اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا اور ہم انہیں اکٹھا کریں گے |
| تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔ |

## قیامت کے دن پہاڑوں کو زمین سے ختم کر دینے کا بیان

"يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَال" يُذْهَب بِهَا عَنْ وَجْه الْأَرْض فَتَصِير هَبَاء مُنْبَثًّا وَفِي قِرَاءَة بِالنُّونِ وَكَسْرِ الْيَاء وَنَصْب الْجِبَال "وَتَرَى الْأَرْض بَارِزَة" ظَاهِرَة لَيْسَ عَلَيْهَا شَيْء مِنْ جَبَل وَلَا غَيْره "وَحَشَرْنَاهُمْ" الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ "فَلَمْ نُغَادِر" نَتْرُك،

اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے یعنی ان کو روئے زمین سے لے جائیں گے، یعنی زمین ایک کھلا میدان بن جائے گی لہٰذا پہاڑ محض غبار کی طرح ہو جائیں گے۔ ایک قرأت میں نسیر نون اور یاء کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور جبال کے نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور تو زمین کو صاف میدان دیکھے گا، یعنی زمین پر پہاڑ وغیرہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور ہم انہیں یعنی اہل ایمان اور کفار کو اکٹھا کریں گے تو ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جب تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا گو تمہیں جمے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے زمین صاف چٹیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہوگا نہ چھپر۔ ساری مخلوق بغیر کسی آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے ہوگی۔ کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی۔ کوئی درخت پتھر گھاس پھوس دکھائی نہ دے گا تمام اول و آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی چھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہوگا تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کیے جائیں گے، اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے۔ تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ پیش ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہوگی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے۔ نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی،

افسوس بدکرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ طبرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے، ایک میدان میں منزل کی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا جاؤ جسے کوئی لکڑی، کوئی کوڑا، کوئی گھاس پھوس مل جائے لے آؤ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے چٹیاں، چھال، لکڑی، پتے، کانٹے، جڑ خت، جھاڑ، جھنکاڑ جو ملا لے آئے۔ ڈھیر لگ گیا تو آپ نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ سے ڈرتے رہو، چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شمار کئے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس کسی نے کی ہوگی اسے موجود پائے گا۔

| |
|---|
| وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؗ بَلْ زَعَمْتُمْ |
| اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۝ |
| اور آپ کے رب کے حضور قطار در قطار پیش کئے جائیں گے، بیشک تم ہمارے پاس آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا |
| بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ ہم تمہارے لئے ہرگز وعدہ کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے۔ |

## قیامت کے دن ہر امت کا صفیں باندھ کر حاضر ہونے کا بیان

"وَعُرِضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا" حَال أَيْ مُصْطَفِّينَ كُلّ أُمَّة صَفّ وَيُقَال لَهُمْ "لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّل مَرَّة" أَيْ فُرَادَى حُفَاة عُرَاة غُرْلًا وَيُقَال لِمُنْكِرِي الْبَعْث "بَلْ زَعَمْتُمْ أَنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة أَيْ أَنَّهُ "لَنْ نَجْعَل لَكُمْ مَوْعِدًا" لِلْبَعْثِ

اور سب لوگ آپ کے رب کے حضور قطار در قطار پیش کئے جائیں گے، یہاں لفظ صفا حال ہے جو مصطفین کے معنی میں ہے یعنی ہر امت صف بنائے کھڑی ہوگی۔ ان سے کہا جائے گے، بیشک تم ہمارے پاس آج اسی طرح آئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ یعنی تن تنہا بغیر کسی لباس وغیرہ کے اور منکرین بعث سے کہا جائے گا بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے، یہاں اَن ثقیلہ سے مخفف ہے کہ ہم تمہارے لئے ہرگز وعدہ بعث کا وقت مقرر ہی نہیں کریں گے۔

## قیامت کے دن لوگوں کے جمع ہونے کا بیان

سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ برہنہ پا برہنہ بدن بغیر ختنہ کئے ہوئے قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی جس طرح ہم نے ابتداء پہلی دفعہ پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری دفعہ بھی کریں گے یہ وعدہ ہمارے ذمہ ہے ہم اسے ضرور پورا کریں گے تو سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم ہیں پھر چند اصحاب کو داہنی طرف (جنت میں) اور بائیں طرف (دوزخ میں) لے جایا جائے گا میں کہوں گا یہ تو میرے اصحاب ہیں تو کہا جائے گا کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جدا ہوئے یہ تو مرتد رہے پس میں کہوں گا

جو اللہ کے نیک بندے عیسیٰ بن مریم کہتے ہیں اور میں ان پر گواہ تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ان کا نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے الحکیم تک محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ ابوعبیداللہ قبیصہ سے نقل کرتے ہیں کہ یہ وہ مرتد ہیں جو عہد ابوبکر میں مرتد ہوئے اور ابوبکر نے ان سے جہاد کیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 707)

| |
|---|
| وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا |
| يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ |
| اور کتاب رکھی جائے گی، پس تو مجرموں کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے |
| ہائے ہماری بربادی! اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑتی ہے اور نہ بڑی مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، |
| اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ |

## قیامت کے دن نامہ اعمال کی کتاب دیئے جانے کا بیان

"وَوُضِعَ الْكِتَاب" كِتَاب كُلّ امْرِءٍ فِي يَمِينه مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَفِي شِمَاله مِنْ الْكَافِرِينَ "فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ" الْكَافِرِينَ "مُشْفِقِينَ" خَائِفِينَ "مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ" عِنْد مُعَايَنَتهمْ مَا فِيهِ مِنْ السَّيِّئَات "يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَتَنَا" هَلَكَتنَا وَهُوَ مَصْدَر لَا فِعْل لَهُ مِنْ لَفْظه "مَالِ هَذَا الْكِتَاب لَا يُغَادِر صَغِيرَة وَلَا كَبِيرَة" مِنْ ذُنُوبنَا "إلَّا أَحْصَاهَا" عَدَّهَا وَأَثْبَتَهَا تَعَجَّبُوا مِنْهُ فِي ذَلِكَ "وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا" مُثْبَتًا فِي كِتَابهمْ "وَلَا يَظْلِم رَبّك أَحَدًا" لَا يُعَاقِبهُ بِغَيْرِ جُرْم وَلَا يَنْقُص مِنْ ثَوَاب مُؤْمِن

اور کتاب رکھی جائے گی، یعنی وہ کتاب ہر مؤمن کے دائیں ہاتھ میں جبکہ کفار کے بائیں ہاتھ میں ہوگی۔ پس تو مجرموں یعنی کفار کو دیکھے گا کہ اس سے ڈرنے والے ہوں گے جو اس میں ہوگا اور کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہاں حرف یاء انتباہ کیلئے اور ویل کا معنی ہلاکت ہے۔ اور ویل ایسا مصدر ہے جس کے فعل کا استعمال نہیں ہے۔ اس کتاب کو کیا ہے، نہ کوئی چھوٹی بات یعنی گناہ چھوڑتی ہے اور نہ بڑی بات یعنی گناہ مگر اس نے اسے ضبط کر رکھا ہے، یعنی ان شمار کر رکھا ہے اور وہ اس حالت پر تعجب کریں گے اور انھوں نے جو کچھ کیا اسے موجود پائیں گے یعنی وہ کتاب میں لکھا ہوا ہوگا۔ اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یعنی بغیر جرم کے سزا نہیں دیتا اور نہ کسی مؤمن کے ثواب میں کمی کرے گا۔

## ہر انسان کیلئے نامہ اعمال تیار ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (صدق دل اور اخلاص نیت کی بنا پر) اپنے ایمان کو اچھا بنالیتا ہے تو وہ بھی جو نیک عمل کرتا ہے اس پر اس کے اعمالنامہ میں اس جیسی دس سے لے کر سات سو تک نیکیوں کا زائد اجر لکھا جاتا ہے اور وہ جو برا عمل کرتا ہے اس پر اس کے نامہ اعمال میں اس ایک ہی عمل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک

کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 40)

اس امت کو اللہ نے اس فضل وکرم اور خصوصی احسان کے تحت جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا انعام یہ بھی دیا ہے کہ جب کوئی آدمی مخلص اور صادق مومن نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حساب اس کا اجر صرف اسی ایک عمل کے برابر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ اس جیسے دس عمل کا ثواب اس کو دیا جاتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ جوں جوں ایمان میں صدق واستقامت اور عمل میں خلوص ونیک نیتی بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اجر وانعامات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہی نیک عمل پر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر عنایت فرمائے جاتے ہیں، بلکہ بعض حالات میں تو یہ اضافہ سینکڑوں اور ہزاروں کی حد سے بھی تجاوز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر حرم پاک میں کوئی نیک عمل کیا جائے تو اس مقدس جگہ کی عظمت و فضیلت کے طفیل میں اس پر ایک لاکھ اجر لکھے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر مومن سے بتقاضائے بشریت کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا گناہ اضافہ کے ساتھ نہیں لکھا جاتا بلکہ جیسی برائی سرزد ہوتی ہے ویسا ہی یا اتنا ہی گناہ لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان کرم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ |
| اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○ |
| اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو سوان (سب) نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، |
| وہ جنات میں سے تھا تو وہ اپنے رب کی طاعت سے باہر نکل گیا، کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بنا رہے ہو |
| حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہ ظالموں کے لئے کیا ہی برا بدل ہے۔ |

## تمام فرشتوں کا آدم علیہ السلام کو تعظیمی سجدہ کرنے کا بیان

"وَاِذْ" مَنْصُوب بِاذْكُرْ "قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اُسْجُدُوا لِآدَم" سُجُود انْحِنَاء لَا وَضْع جَبْهَة تَحِيَّة لَهُ "فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيس كَانَ مِنْ الْجِنّ" قِيلَ هُمْ نَوْع مِنْ الْمَلَائِكَة فَالِاسْتِثْنَاء مُتَّصِل وَقِيلَ هُوَ مُنْقَطِع وَإِبْلِيس هُوَ أَبُو الْجِنّ فَلَهُ ذُرِّيَّة ذُكِرَتْ مَعَهُ بَعْد وَالْمَلَائِكَة لَا ذُرِّيَّة لَهُمْ "فَفَسَقَ عَنْ أَمْر رَبّه" أَيْ خَرَجَ عَنْ طَاعَته بِتَرْكِ السُّجُود "أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّته" الْخِطَاب لِآدَم وَذُرِّيَّته وَالْهَاء فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِإِبْلِيسَ "أَوْلِيَاء مِنْ دُونِي" تُطِيعُونَهُمْ "وَهُمْ لَكُمْ عَدُوّ" أَيْ أَعْدَاء حَال "بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا" إِبْلِيس وَذُرِّيَّته فِي إِطَاعَتهمْ بَدَل إِطَاعَة اللّٰه

یہاں لفظ اذ یہ اذکر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور وہ وقت یاد کیجئے، جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ تم آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیم کرو یعنی پیشانی رکھے بغیر ہی جھک جاؤ۔ سوان سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ ابلیس جنات میں سے تھا، یہ بھی کہا گیا

ہے کہ وہ فرشتوں کی نوع میں سے تھا اور یہ استثناء متصل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ یہ استثناء منقطع ہے اور ابلیس جنات میں سے تھا۔ اور اس کیلئے اولاد ہے جس کا اس کے بعد بیان ہے حالانکہ فرشتوں کی اولاد نہیں ہوتی۔ تو وہ اپنے رب کی طاعت سے باہر نکل گیا، یعنی سجدہ نہ کرنے کے سبب وہ اللہ کی اطاعت سے خارج ہو گیا ہے۔ کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر دوست بنا رہے ہو، یہاں حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کو خطاب ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں، یہاں پر عدو بہ معنی اعداء حال ہے۔ یہ ظالموں کے لئے کیا ہی برا بدل ہے۔ یعنی ابلیس اور اس کی اولاد کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے مقابلے میں کتنا برا بدل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فسق۔ فسق فلان کے معنی دائرہ شریعت سے کسی شخص کے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فسق الرطب عن قشرہ۔ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پکی ہوئی کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر آنے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔ فسق عن امر ربہ۔ وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔ افتتخذونہ۔ ہمزہ استفہام تتخذون مضارع جمع مذکر غائب (باب افتعال) تم اس کو پکڑتے ہو۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ تم اس کو بناتے ہو۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برائے ابلیس۔

وہم۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب، ابلیس اور اس کی ذریت کے لئے ہے۔ بئس للظلمین بدلا۔ الظلمین ای الواضعین للشی فی غیر موضعہ کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام سے ہٹا کر رکھنا بدلا تمیز کی رو سے منصوب ہے اس جملہ کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔ اگر بدل کے معنی عوض کے لئے جاویں تو اس کا مطلب ہوگا: ان ظالموں یعنی کافروں اور منکروں کو معاوضے کیسے برے برے ملیں گے۔ اور اگر بدل کو متبادل کے معنی میں لیا جاوے تو مطلب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریت کو جو اصل دشمن ہیں اپنا دوست بنا لینا کیسا برا متبادل راستہ ان ظالموں نے اختیار کیا ہے یعنی یہ ظالم خدا ناشناس کیسے احمق ہیں کہ دوست اور کارساز تو حق تعالیٰ کو سمجھتے اور یہ بجائے اس کے ابلیس اور اس کی ذریت کو دوست اور کارساز بنائے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں التفات ضمائر ہے صیغہ مخاطب سے یک لخت صیغہ غائب کی طرف التفات خداوند تعالیٰ کی سخت ناراضگی اور ناخوشگواری کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظالموں کے ظلم قبیح پر ناراضگی کا اظہار ہے۔

## ابلیس کی انبیائے کرام سے عداوت کا بیان

حضرت ابو درداء فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میں اللہ تعالیٰ کی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں پھر فرمایا کہ میں تجھ پر تین مرتبہ اللہ کی لعنت بھیجتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پھیلایا جیسے کوئی چیز لے رہے ہوں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں کچھ کہتے ہوئے سنا جو اس سے پہلے کبھی نہیں سنا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ہاتھ پھیلاتے ہوئے بھی دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا دشمن ابلیس آگ

کا ایک شعلہ لے کر آیا تا کہ میرا منہ جلائے تو میں نے ( أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْكَ) تین مرتبہ کہا پھر میں نے کہا کہ میں تجھ پر اللہ تعالیٰ کی پوری لعنت بھیجتا ہوں وہ تین مرتبہ تک پیچھے نہیں ہٹا پھر میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا اللہ کی قسم اگر ہمارے بھائی حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا نہ ہوتی تو وہ صبح تک بندھا رہتا اور مدینہ والوں کے لڑکے اس کے ساتھ کھیلتے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1206)

| |
|---|
| مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا٥ |
| میں نے نہ انہیں آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر بلایا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق، اور نہ میں ایسا تھا کہ گمراہ |
| کرنے والوں کو دست و بازو بناتا۔ |

## اللہ تعالیٰ کے خالق حقیقی ہونے کا بیان

"مَا أَشْهَدْتهمْ" أَيْ إبْلِيس وَذُرِّيَّته "خَلْق السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَلَا خَلْق أَنْفُسهمْ" أَيْ لَمْ أُحْضِر بَعْضهمْ خَلْق بَعْض "وَمَا كُنْت مُتَّخِذ الْمُضِلِّينَ" الشَّيَاطِين "عَضُدًا" أَعْوَانًا فِي الْخَلْق فَكَيْفَ تُطِيعُونَهُمْ ؟

میں نے نہ تو انہیں یعنی ابلیس اور اس کی اولاد کو آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر (معاونت یا گواہی کے لئے) بلایا تھا اور نہ خود ان کی اپنی تخلیق کے وقت یعنی کوئی کسی کی تخلیق پر موجود نہ تھا۔ اور نہ ہی میں ایسا تھا کہ گمراہ کرنے والے شیاطین کو دست و بازو بناتا۔ یعنی تخلیق میں ان کو مددگار بناتا لہٰذا تم ان کی کس طرح اطاعت کر سکتے ہو؟

زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں، ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ ان سے تکوین و ایجاد عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے۔ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں ذرا آ کر میری مدد کرو۔ اور بفرض محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بناتا تو کیا ان بد بخت اشقیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دے دیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا٥ |
| اور اس دن اللہ فرمائے گا: انہیں پکارو جنہیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے، سو وہ انہیں بلائیں گے مگر وہ |
| انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ |

## بتوں اور ان کے عابدین کے درمیان ہلاکت والی وادی کا بیان

"وَيَوْم" مَنْصُوب بِاذْكُرْ "يَقُول" بِالْيَاءِ وَالنُّون "نَادُوا شُرَكَائِيَ" الْأَوْثَان "الَّذِينَ زَعَمْتُمْ" لِيَشْفَعُوا

لَكُمْ بِزَعْمِكُمْ "فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ " لَمْ يُجِيبُوهُمْ "وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ " بَيْنَ الْأَوْثَانِ وَعَابِدِيهَا "مَوْبِقًا" وَادِيًا مِنْ أَوْدِيَةِ جَهَنَّمَ يَهْلِكُونَ فِيهِ جَمِيعًا وَهُوَ مِنْ وَبَقَ بِالْفَتْحِ هَلَكَ

یہاں پر یوم اذکر کی وجہ سے منصوب ہے۔اور یقول یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔اور اس دن کو یاد کرو جب اللہ فرمائے گا: انہیں یعنی بتوں کو پکارو جنہیں تم میرا شریک گمان کرتے تھے، کہ وہ تمہارے خیال کے مطابق سفارش کریں گے۔سو وہ انہیں بلائیں گے مگر وہ انہیں کوئی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیانی یعنی بتوں اور ان کے عابدین کے درمیان ایک وادی جہنم کو ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔جس میں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔لفظ یہ موبق یہ وبق مفتوح سے مشتق ہے،جس کا معنی ہلاکت ہے۔

مشرکوں اور ان کے معبودوں کے درمیان ایک گہری خندق بنا دیں گے جس میں آگ بھڑک رہی ہوگی۔اس طرح نہ عابد اپنے معبودوں سے کوئی تعلق قائم کرسکیں گے اور نہ معبود اپنے پیروکاروں سے،اور اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم ان عابد و معبود کے درمیان سخت عداوت ڈال دیں گے۔دنیا میں تو عابد ان کی بہت عزت و احترام کرتے تھے اور انہیں خدائی کا درجہ دے رکھا تھا مگر اس دن وہ ان کے بدترین دشمن بن جائیں گے اور سمجھیں گے کہ انہی کی وجہ سے ہم مبتلائے عذاب ہوئے ہیں۔

| |
|---|
| وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۝ |
| اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں اور |
| اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔ |

## اہل جہنم آگ دیکھ کر سمجھ جائیں گے کہ اس میں گرنے والے ہیں

"وَرَءَا الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا " أَيْ أَيْقَنُوا "أَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا" أَيْ وَاقِعُونَ فِيهَا "وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا" مَعْدِلًا

اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ بے شک وہ اس میں گرنے والے ہیں یعنی اس میں واقع ہوں گے اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

اس سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔اور حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ کافر چالیس برس اور دوسری روایت کے مطابق چار سو برس کی مسافت سے دوزخ کی آگ کو دیکھ کر یہ یقین کرلے گا کہ اس نے یقیناً اور بہرحال اس ہولناک دوزخ میں گرنا ہے۔ اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ قیامت کے روز مجرم لوگ جب دوزخ کی دہکتی بھڑکتی اس ہولناک آگ کو دیکھیں گے تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ اب انہوں نے بہرحال اس میں گرنا ہے۔اب ان کیلئے اس سے بچنے اور بھاگ نکلنے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔سو اس میں ان بدبختوں کی بے بسی کی تصویر پیش فرمائی گئی ہے کہ وہ آنکھوں دیکھتے اس طرح دوزخ میں گریں گے۔مگر قرآن حکیم کی ایسی تمام تصریحات اور توضیحات کے باوجود ایسے لوگوں کی نہ آنکھیں کھلتی ہیں اور نہ یہ حق کو سننے اور ماننے کیلئے تیار ہوتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے اور انسان ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔

## قرآن مجید میں بار بار نصائح کی آیات کا بیان

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَا" بَيَّنَّا "فِي هٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ" صِفَةٌ لِمَحْذُوفٍ أَيْ مَثَلًا مِنْ جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ لِيَتَّعِظُوا "وَكَانَ الْإِنْسَانُ" أَيْ الْكَافِرُ "أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا" خُصُومَةً فِي الْبَاطِلِ وَهُوَ تَمْيِيزٌ مَنْقُولٌ مِنْ اسْمِ كَانَ الْمَعْنَى : وَكَانَ جَدَلُ الْإِنْسَانِ أَكْثَرَ شَيْءٍ فِيهِ

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر مثال پھیر پھیر کر بیان کی ہے یہاں مثلاً یہ موصوف محذوف کی صفت ہے جو مِنْ جِنْسِ كُلِّ مَثَلٍ، یعنی ہر قسم کی مثال بیان کی تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور انسان یعنی کافر ہمیشہ سے سب چیزوں سے زیادہ جھگڑنے والا ہے۔ یعنی وہ باطل میں جھگڑا کرنے والا ہے۔ اور جدلا یہ اسم سے منقول تمیز ہے۔ اور اصل عبارت اس طرح ہوگی۔ وَكَانَ جَدَلُ الْإِنْسَانِ أَكْثَرَ شَيْءٍ فِيهِ،

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہاں آدمی سے مراد نضر بن حارث ہے اور جھگڑے سے اس کا قرآن پاک میں جھگڑا کرنا بعض نے کہا ابی بن خلف مراد ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ تمام کفار مراد ہیں بعض کے نزدیک آیت عموم پر ہے اور یہی اصح ہے۔

## ہدایت کو روز روشن کی طرح واضح کر دینے کا بیان

انسانوں کے لئے ہم نے اس اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تا کہ لوگ راہ حق سے نہ بہکیں ہدایت کی راہ سے نہ بھٹکیں لیکن باوجود اس بیان، اس فرقان کے پھر بھی بجز راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہو نماز میں نہیں ہو؟

اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھا بٹھاتا ہے۔ آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنی زانو پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝

| |
|---|
| اورلوگوں کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، جب ان کے پاس ہدایت آگئی اور اپنے رب سے بخشش مانگیں، |
| مگراس بات نے کہ ان کو پہلے لوگوں کا سا معاملہ پیش آجائے، یا ان پر عذاب سامنے آموجود ہو۔ |

## قرآن آجانے کے باوجود اہل مکہ کے ایمان نہ لانے کا بیان

"وَمَا مَنَعَ النَّاس "أَيْ كُفَّار مَكَّة "أَنْ يُؤْمِنُوا" مَفْعُول ثَانٍ "إِذْ جَاءَهُمْ الْهُدَى" الْقُرْآن "وَيَسْتَغْفِرُوا رَبّهمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيهِمْ سُنَّة الْأَوَّلِينَ" فَاعِل أَيْ سُنَّتنَا فِيهِمْ وَهِيَ الْإِهْلَاك الْمُقَدَّر عَلَيْهِمْ "أَوْ يَأْتِيهِمْ الْعَذَاب قُبُلًا" مُقَابَلَة وَعِيَانًا وَهُوَ الْقَتْل يَوْم بَدْر وَفِي قِرَاءَة بِضَمَّتَيْنِ جَمْع قَبِيل أَيْ أَنْوَاعًا

اورلوگوں یعنی کفار مکہ کو کسی چیز نے نہیں روکا کہ وہ ایمان لائیں، یہ مفعول ثانی ہے۔ جب ان کے پاس ہدایت یعنی قرآن آگیا اور اپنے رب سے بخشش مانگیں، مگر اس بات نے کہ ان کو پہلے لوگوں کا سا معاملہ پیش آجائے، یہاں سنة الاولین یہ تاتیهم کا فاعل ہے۔ یعنی ہلاکت ان پر لکھ دی گئی۔ یا ان پر عذاب سامنے آموجود ہو۔ یعنی ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے اور وہ یوم بدر ان کا قتل ہونا ہے۔ ایک قرأت میں قبلا یہ دونوں ضمہ کے ساتھ آیا ہے اور قبیل کی جمع اور اس کا معنی انواع ہے۔

## کفار کی سرکشی کا بیان

اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اسکی تابعداری سے رکے رہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں کو اپنے آنکھوں دیکھ لیں کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لاسکتا ہے لے آ۔ قریش نے بھی کہا اے اللہ اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اے نبی ہم تو تجھے مجنوں جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا؟ وغیرہ وغیرہ پس عذاب الٰہی کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معائنہ کے درپے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرادینا ہے۔ کافرلوگ ناحق کی حجتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے پھسلا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی پوری نہیں ہوگی حق ان کی باطل باتوں سے دبنے والا نہیں۔ یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق سمجھ رہے ہیں اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

| |
|---|
| وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ |
| لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ |
| اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، باطل کو لے کر جھگڑا کرتے ہیں، |
| تاکہ اس کے ساتھ حق کو پھسلا دیں اور انھوں نے میری آیات کو اور ان چیزوں کو جن سے انہیں ڈرایا گیا، مذاق بنالیا۔ |

## کفار کا جہنم کے برحق ہونے کی تکذیب کا بیان

"وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ " لِلْمُؤْمِنِينَ "وَمُنْذِرِينَ" مُخَوِّفِينَ لِلْكَافِرِينَ "وَيُجَادِلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ " بِقَوْلِهِمْ : "أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا " وَنَحْوه "لِيُدْحِضُوا بِهِ" لِيُبْطِلُوا بِجِدَالِهِمْ "الْحَقّ" الْقُرْآن "وَاتَّخَذُوا آيَاتِي" أَيْ الْقُرْآن "وَمَا أُنْذِرُوا" بِهِ مِنْ النَّار "هُزُوًا" سُخْرِيَّة

اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر مؤمنین کو خوشخبری دینے والے اور کفار کو ڈرسنانے والے اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، باطل کو لے کر جھگڑا کرتے ہیں، یعنی ان کا قول "أَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَسُولًا" تا کہ اس کے ساتھ حق کو پھسلا دیں تا کہ وہ اپنے جھگڑے سے قرآن کو مٹا دیں اور انھوں نے میری آیات یعنی قرآن کو اور ان چیزوں کو جن سے یعنی جہنم سے انہیں ڈرایا گیا، مذاق بنا لیا۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

لیدحضوا ۔ لام تعلیل کا۔ یدحضوا مضارع جمع مذکر منصوب۔ بوجہ عمل لام۔ بمعنی لیزیلوا ویبطلوا کہ وہ زائل کر دیں یا باطل کر دیں ادحاض (افعال) سے مصدر باطل کرنا۔ یا زائل کرنا۔

بہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کافرین کے مجادلہ کے لئے ہے۔ ای بالجدال ۔ الحق ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے کہ اپنی کٹ حجتی سے حق کو باطل کر دیں۔ وما انذروا۔ میں بہ مضمر ہے عبارت یوں ہے وما انذروا بہ ای القرآن۔ جس سے ان کو ان کے اعمال بد کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے۔ انذروا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو ڈرایا گیا۔ یا وہ ڈرائے گئے۔ انذار۔ مصدر۔

ھزوا۔ مصدر۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ ھزء مذاق۔ دل لگی۔ ھزء مادہ۔ الھزء کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ قصداً مذاق اڑانے کے معنی میں آیا ہے اتخذوھا ھزوا ولعبا، یہ اسے بھی ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔ باب استفعال سے استھزاء کے معنی اصل میں طلب ھزء کو کہتے ہیں لیکن اس کے معنی مذاق اڑانا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ |
| اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ |
| اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور اسے بھول گیا |
| جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے بنا دیے ہیں، اس سے کہ اسے سمجھیں اور |
| ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلائے تو اس وقت وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے۔ |

## قرآن سے اعراض کرنے والوں کے دلوں پر پردہ ہونے کا بیان

"وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ" مَا عَمِلَ مِنَ الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "إِنَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبهمْ أَكِنَّة" أَغْطِيَة "أَنْ يَفْقَهُوهُ" أَيْ مِنْ أَنْ يَفْهَمُوا الْقُرْآن أَيْ فَلَا يَفْهَمُونَهُ "وَفِي آذَانهمْ وَقْرًا" ثِقَلًا فَيَسْمَعُونَهُ "وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا" أَيْ بِالْجَعْلِ الْمَذْكُور

اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی تو اس نے ان سے منہ پھیر لیا اور اسے بھول گیا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا، یعنی جو اس نے کفر و نافرمانی کا عمل کیا۔ بے شک ہم نے ان کے دلوں پر پردے بنا دیے ہیں، اس سے کہ اسے یعنی قرآن کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بھاری بوجھ رکھ دیا ہے، جن سے وہ سنتے ہیں اور اگر تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلائے تو اس وقت وہ ہرگز کبھی راہ پر نہ آئیں گے۔

## قرآن سے اعراض کرنے والے بدترین شخص کا بیان

فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے؟ جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور بد عملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی ہیں انہیں بھی فراموش کر جائے۔ اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا کانوں میں گرانی ہو جاتی ہے بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی اب لاکھ دعوت ہدایت دو لیکن راہ یابی مشکل و محال ہے۔ اے نبی تیرا رب بڑا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگار کی سزا جلدی ہی کر ڈالا کرتا، تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ پکڑے گا ہی نہیں۔ یاد رکھو وہ سخت عذابوں والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے پردہ پوشی ہے معافی ہے تا کہ گمراہی والے راہ راست پر آ جائیں گناہوں والے توبہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں۔ لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ اٹھایا اور اپنی سرکشی پر جمارہا تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کوئی چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی۔ یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش مٹا دی گئیں ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آ پہنچا اور وہ تباہ برباد ہو گئیں۔ پس اے منکرو تم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم ہی کو ستا رہے ہو اور انہیں جھٹلا رہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم قوت طاقت میں سامان اسباب میں بہت کم ہو میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو۔

| |
|---|
| وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ |
| بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوا مِنْ دُوْنِهِ مَوْئِلًا ۝ |

اورآپ کا رب بڑا بخشنے والا صاحب رحمت ہے، اگر وہ ان کے کئے پر ان کا مؤاخذہ فرماتا تو ان پر یقیناً جلد عذاب بھیجتا،

بلکہ ان کے لئے وقت وعدہ ہے۔اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

## عذاب کیلئے وقت قیامت کے مقرر ہونے کا بیان

"وَرَبُّكَ الْغَفُور ذُو الرَّحْمَة لَوْ يُؤَاخِذهُمْ" فِي الدُّنْيَا "بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمْ الْعَذَاب" فِيهَا "بَلْ لَهُمْ مَوْعِد" وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونه مَوْئِلًا" مَلْجَأ

اورآپ کا رب بڑا بخشنے والا صاحب رحمت ہے، اگر وہ ان کے کئے پر ان کا مؤاخذہ دنیا میں فرماتا تو ان پر یقیناً جلد عذاب بھیجتا، بلکہ ان کے لئے تو وقت وعدہ قیامت مقرر ہے (جب وہ وقت آئے گا تو) اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔

مؤئل کے معنی پناہ گاہ کے ہوتے ہیں۔سو اس سے اس سبب کی وضاحت فرمادی گئی کہ آخر ایسے معاند اور ہٹ دھرم لوگوں پر عذاب آتا کیوں نہیں جو حق کو ماننے اور قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے؟ ان کا معاملہ چکا کیوں نہیں دیا جاتا؟ آخر ان کو اللہ کی دھرتی پر بار بنائے رکھنے کا فائدہ کیا؟ سو اس ارشاد سے واضح فرمایا گیا کہ ایسا اس لئے نہیں کیا جاتا کہ تمہارا رب بڑا ہی بخشنے والا، نہایت ہی رحمت والا ہے، اس لئے وہ ایسے مجرموں کو بھی آخری حد تک مہلت دیتا ہے، تاکہ جس نے بچنا ہو بچ جائے اور اپنے رونے کی اصلاح کرلے، تاکہ وہ دائمی ہلاکت وتباہی سے بچ جائے، ورنہ وہ اگر ان کو فوراً پکڑنا چاہے تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ بلکہ اس نے ایسوں کی گرفت کیلئے ایک وقت مقرر کررکھا ہے جب وہ وقت مقرر آجائیگا تو ایسے لوگ نہ اسکی گرفت وپکڑ سے بھاگ سکیں گے، اور نہ ہی ان کو اپنے بچاؤ کیلئے کوئی پناہ گاہ مل سکے گی۔

وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰـهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۝

اور یہ بستیاں ہیں ہم نے جن کے رہنے والوں کو ہلاک کرڈالا جب انہوں نے ظلم کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت مقرر کررکھا تھا۔

## سابقہ بستیوں کی ہلاکت کا بیان

"وَتِلْكَ الْقُرَى" أَيْ أَهْلهَا كَعَادٍ وَثَمُود وَغَيْرهمَا "أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا" كَفَرُوا "وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ" لِإِهْلَاكِهِمْ وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ الْمِيم أَيْ لِهَلَاكِهِمْ

اور یہ بستیاں ہیں یعنی ان میں رہنے والے عاد اور ثمود وغیرہ ہیں۔ہم نے جن کے رہنے والوں کو ہلاک کرڈالا جب انہوں نے ظلم یعنی کفر کیا اور ہم نے ان کی ہلاکت کے لئے ایک وقت مقرر کررکھا تھا۔یہاں مھلکھم ایک قرأت میں میم کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی ان کی ہلاکت کیلئے۔

ان تباہ شدہ بستیوں سے مراد وہ بستیاں ہیں جن پر اہل مکہ کا گذر ہوتا رہتا تھا اور وہ ان کی تباہی کے آثار بچشم خود دیکھ سکتے تھے

اور یہ بستیاں قوم عاد، ثمود، قوم لوط اور قوم شعیب علیہم السلام کی تھیں، اور قریش کو بتایا یہ جارہا ہے کہ ان لوگوں کو بھی ہم نے ان کی نافرمانی پر یکدم ہی ہلاک نہیں کرڈالا تھا بلکہ ان کی ہلاکت کے لیے بھی ایک معین وقت مقرر تھا اسی طرح اگر ابھی تک تمہیں عذاب سے دوچار نہیں ہونا پڑا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر تمہارے یہی کرتوت رہے تو تم عذاب سے بچ سکو گے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِىَ حُقُبًا٥ |
| اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے کہا: میں نہیں ہٹ سکتا یہاں تک کہ میں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ تک |
| پہنچ جاؤں یا مدتوں چلتا رہوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یوشع بن نون کے ساتھ سفر کرنے کا بیان

"اِذْ قَالَ مُوسَى " هُوَ ابْنُ عِمْرَانَ "لِفَتَاهُ" يُوشَع بْن نُون. كَانَ يَتْبَعهُ وَيَخْدُمهُ وَيَأْخُذ عَنْهُ الْعِلْم "لَا أَبْرَح" لَا أَزَال أَسِير "حَتَّى أَبْلُغ مَجْمَع الْبَحْرَيْنِ" مُلْتَقَى بَحْر الرُّوم وَبَحْر فَارِس مِمَّا يَلِي الْمَشْرِق أَيْ الْمَكَان الْجَامِع لِذَلِكَ "أَوْ أَمْضِي حُقُبًا" دَهْرًا طَوِيلًا فِي بُلُوغه إِنْ بَعُدَ

اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جواں سال ساتھی اور خادم یوشع بن نون علیہ السلام جو ابن عمران تھے جو ان کے ساتھ چلتے رہیں تاکہ علم حاصل کریں۔ ان سے کہا میں پیچھے نہیں ہٹ سکتا یعنی میں چلنا بند نہ کروں گا یہاں تک کہ میں دو دریاؤں کے سنگم کی جگہ تک پہنچ جاؤں، یعنی جانب مشرق میں بحر روم اور بحر فارس کے ملنے کی جگہ ہے۔ یا مدتوں چلتا رہوں۔ یعنی طویل زمانہ تک چلتا رہوں یہاں تک کہ وہاں پہنچ جاؤں اگرچہ وہ دور ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو پہنچے بغیر دم نہ لوں گا۔ کہتے ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس مشرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے۔ یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے۔

(61) فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا

| |
|---|
| فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا٥ |
| توجب وہ دونوں ان کے آپس میں ملنے کے مقام پر پہنچے تو وہ دونوں اپنی مچھلی بھول گئے، تو اس نے اپنا راستہ |
| سمندر میں سرنگ کی صورت بنالیا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ناشتہ کی مچھلی کا سمندر میں کود جانے کا بیان

"فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَع بَيْنهمَا" بَيْن الْبَحْرَيْنِ "نَسِيَا حُوتهمَا" نَسِيَ يُوشَع حَمْله عِنْد الرَّحِيل وَنَسِيَ مُوسَى تَذْكِيره "فَاتَّخَذَ" الْحُوت "سَبِيله فِي الْبَحْر" أَيْ جَعَلَهُ بِجَعْلِ اللَّه "سَرَبًا" أَيْ مِثْل السَّرَب

فرمایا ہماری چاہت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام (اللہ ان پر رحمت کرے) کچھ دیر اور صبر کرتے تاکہ ہمیں ان کی عجیب وغریب خبریں سننے کو ملتیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ نے پہلا سوال تو بھول کر کیا تھا پھر ایک چڑیا آئی جس نے کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر دریا میں اپنی چونچ ڈبوئی، پھر حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا میرے اور آپ کے علم نے اللہ کے علم میں سے صرف اسی قدر کم کیا جتنا اس چڑیا نے دریا سے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ آیت اس قرات میں پڑھتے تھے وَكَانَ أَمَامَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ صَالِحَةٍ غَصْبًا اور یہ آیت اس طرح پڑھتے وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ كَافِرًا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اسے ابواسحاق ہمدانی سعید بن جبیر سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ زہری بھی عبید اللہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ ابومزاحم سمرقندی کہتے ہیں کہ میں نے علی بن مدینی کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ایک حج صرف اس نیت سے کیا کہ سفیان سے یہ حدیث سنوں وہ اس حدیث میں ایک چیز بیان کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے عمرو بن دینار سے حدیث نقل کی جب کہ اس سے پہلے جب میں نے ان سے یہ حدیث سنی تو انہوں نے اس چیز کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1094)

## حضرت خضر علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ آپ صبر نہ کر پائیں گے

| |
|---|
| قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ○ |
| اس (خضر علیہ السلام) نے کہا: بیشک آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کر سکیں گے |

حضرت خضر نے یہ اس لئے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام امور منکرہ وممنوعہ دیکھیں گے اور انبیاء علیہم السلام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ منکرات دیکھ کر صبر کر سکیں پھر حضرت خضر علیہ السلام نے اس ترک صبر کا عذر بھی خود ہی بیان فرما دیا۔

| |
|---|
| وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ○ |
| اور آپ اس پر کیسے صبر کر سکتے ہیں جسے آپ اپنے احاطہ علم میں نہیں لائے ہوں گے۔ |

## باطنی علم کی حقیقت کے پوشیدہ ہونے کا بیان

"وَكَيْفَ تَصْبِر عَلَى مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا" فِي الْحَدِيث السَّابِق عَقِب هَذِهِ الْآيَة "يَا مُوسَى إنِّي عَلَى عِلْم مِنْ اللّٰه عَلَّمَنِيهِ لَا تَعْلَمهُ وَأَنْتَ عَلَى عِلْم مِنْ اللّٰه عَلَّمَكَهُ اللّٰه لَا أَعْلَمهُ " وَقَوْله خُبْرًا مَصْدَر بِمَعْنَى لَمْ تُحِطْ أَيْ لَمْ تُخْبَر حَقِيقَته

اور آپ اس بات پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔ جسے آپ پورے طور پر اپنے احاطہ علم میں نہیں لائے ہوں گے۔ جس طرح سابقہ آیت کے تحت حدیث میں گزر چکا ہے۔ کہ حضرت خصر علیہ السلام نے کہا اے موسیٰ اللہ نے مجھے ایسا علم عطا فرمایا ہے جس کو تم نہیں

جانتے اور تمہیں ایسا علم عطا کیا ہے جس کو میں نہیں جانتا۔ اور اللہ کے فرمان قولہ خبرا یہ مصدر ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ ایسا علم جس کا احاطہ نہیں، یعنی تم اس کی حقیقت کو نہیں جانتے۔

اور ظاہر میں وہ منکر ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا۔ مفسرین ومحدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن ومکاشفہ ہے اور اہل کمال کے لئے یہ باعث فضل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق کو نماز وغیرہ اعمال کی بنا پر صحابہ پر فضیلت نہیں بلکہ ان کی فضیلت اس چیز سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے یعنی علم باطن وعلم اسرار کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔

| |
|---|
| قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ۝ |
| موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: آپ ان شاء اللہ مجھے ضرور صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی بات کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا صبر کرنے پر اعتماد دلانے کا بیان

"قَالَ سَتَجِدُنِی اِنْ شَاءَ اللّٰه صَابِرًا وَلَا أَعْصِی" أَیْ وَغَیْر عَاصٍ "لَكَ أَمْرًا" تَأْمُرنِی بِهِ وَقَیَّدَ بِالْمَشِیئَةِ لِأَنَّهُ لَمْ یَكُنْ عَلَی ثِقَةٍ مِنْ نَفْسه فِیمَا الْتَزَمَ وَهَذِهِ عَادَة الْأَنْبِیَاء وَالْأَوْلِیَاء أَنْ لَا یَثِقُوا إلَی أَنْفُسهمْ طَرْفَة عَیْن

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ ان شاء اللہ مجھے ضرور صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی بات کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ یعنی جس بات کا آپ مجھے حکم دیں گے۔ اس کو مشیئت کے ساتھ مقید کیا ہے۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے اوپر لازم کردہ پابندی کے اعتماد نہ تھا۔ اور انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی عادات میں سے ہے کہ وہ اپنے نفس پر لمحہ بھر کیلئے بھی بھروسہ نہیں کرتے۔

| |
|---|
| قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ |
| (خضر علیہ السلام نے) کہا: پس اگر آپ میرے ساتھ رہیں تو مجھ سے کسی چیز کی بابت سوال نہ کریں |
| یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کردوں۔ |

## حضرت خضر علیہ السلام کا سوال کرنے سے منع کرنے کا بیان

"قَالَ فَإِنْ اتَّبَعْتنِی فَلَا تَسْأَلنِی" وَفِی قِرَاءَة بِفَتْحِ اللَّام وَتَشْدِید النُّون "عَنْ شَیْء" تُنْكِرهُ مِنِّی فِی عِلْمك وَاصْبِرْ "حَتَّی أُحْدِث لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا" أَیْ أَذْكُرهُ لَكَ بِعِلَّتِهِ فَقَبِلَ مُوسَی شَرْطه رِعَایَة لِأَدَبِ الْمُتَعَلِّم مَعَ الْعَالِم

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: پس اگر آپ میرے ساتھ رہیں تو مجھ سے کسی چیز کی بابت سوال نہ کریں۔ یہاں لاتسئلنی ایک قرأت میں لام کے فتحہ کے نون کی تشدید کے ساتھ آیا ہے۔یعنی اپنے علم کے حساب سے منکر سمجھ کر سوال نہ کرنا بلکہ صبر کرنا۔ یہاں تک کہ میں خود آپ سے اس کا ذکر کر دوں۔یعنی جب تک میں اس کی علت کو بیان نہ کروں۔تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک عالم کے سامنے متعلم کی طرح حصول علم کے طور پر اس شرط کو قبول کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد اور مسترشد کے آداب میں سے ہے کہ وہ شیخ واستاد کے افعال پر زبان اعتراض نہ کھولے اور منتظر رہے کہ وہ خود ہی اس کی حکمت ظاہر فرما دیں۔ (تفسیر مدارک وابوالسعود، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| فَانْطَلَقَا ﵇ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ۝ |
| پس دونوں چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے۔اس میں شگاف کر دیا، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: |
| کیا آپ نے اسے اس لئے پھاڑ ڈالا ہے کہ آپ کشتی والوں کو غرق کر دیں، بیشک آپ نے بڑی عجیب بات کی۔ |

## حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی سے تختے نکال دینے کا بیان

"فَانْطَلَقَا" يَمْشِيَانِ عَلَى سَاحِلِ الْبَحْرِ "حَتّٰى إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ" الَّتِي مَرَّتْ بِهِمَا "خَرَقَهَا" الْخَضِرُ بِأَنْ اقْتَلَعَ لَوْحًا أَوْ لَوْحَيْنِ مِنْهَا مِنْ جِهَةِ الْبَحْرِ بِفَأْسٍ لَمَّا بَلَغَتْ اللُّجَجَ "قَالَ" لَهُ مُوسَى "أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا" وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ التَّحْتَانِيَّة وَالرَّاء وَرَفْع أَهْلهَا "لَقَدْ جِئْت شَيْئًا إِمْرًا" أَيْ عَظِيمًا مُنْكَرًا رُوِيَ أَنَّ الْمَاء لَمْ يَدْخُلهَا

پس وہ دونوں سمندر کے کنارے چل دیئے یہاں تک کہ جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے۔جو ان دونوں کے پاس سے گزری۔تو خضر علیہ السلام نے اس کشتی میں شگاف کر دیا، یعنی جب وہ کشتی درمیان میں پہنچی تو خضر علیہ السلام نے کلہاڑے سے ایک یا دو تختے نکال دیئے۔موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے اسے اس لئے شگاف کر کے پھاڑ ڈالا ہے کہ آپ کشتی والوں کو غرق کر دیں، ایک قرأت میں تغرق کی تاء فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔اور راء پر بھی فتحہ جبکہ اہلہا یہ مرفوع آیا ہے۔ بیشک آپ نے بڑی عجیب بات کی۔یعنی بہت بڑی ناپسندہ بات کی ہے۔روایت کیا گیا ہے کہ پانی کشتی میں داخل نہ ہوا۔

دونوں میں جب شرط طے ہوگئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کروں تو دونوں ایک ساتھ چلے پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضر نے ایک تختہ اکھیڑ ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ سے صبر نہ ہو سکا شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا ہے؟ لتغرق کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں لدوا للموت وبنوا للخراب یعنی ہر پیدا شدہ جان دار کا انجام موت ہے اور ہر بنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے۔امرا کے معنی منکر اور عجیب کے

ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضر نے انہیں ان کا وعدہ یاد لایا کہ تم نے اپنی شرط کا خلاف کیا میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں تم خاموش رہنا مجھ سے نہ کہنا نہ سوال کرنا۔ ان کاموں کی مصلحت وحکمت الٰہی مجھے معلوم کراتا ہے اور تم سے یہ چیزیں مخفی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کر دو اور مجھ پر سختی نہ کرو پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

## خضر علیہ السلام کا قول کہ آپ صبر نہ کر سکیں گے

| |
|---|
| قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ اِنَّكَ لَنۡ تَسۡتَطِيۡعَ مَعِىَ صَبۡرًا۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِىۡ بِمَا نَسِيۡتُ وَلَا تُرۡهِقۡنِىۡ مِنۡ اَمۡرِىۡ عُسۡرًا۝ |
| (خضر علیہ السلام نے) کہا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے |
| موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کریں اور میرے معاملہ میں مجھے زیادہ مشکل میں نہ ڈالیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھول پر عدم گرفت کا بیان

"قَالَ لَا تُؤَاخِذۡنِى بِمَا نَسِيت " أَىۡ غَفَلۡت عَنۡ التَّسۡلِيم لَك وَتَرۡك الۡإِنۡكَار عَلَيۡك "وَلَا تُرۡهِقۡنِى" تُكَلِّفۡنِى "مِنۡ أَمۡرِى عُسۡرًا" مَشَقَّة فِى صُحۡبَتِى إِيَّاكَ أَىۡ عَامِلۡنِى فِيهَا بِالۡعَفۡوِ وَالۡيُسۡر

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ میری بھول پر میری گرفت نہ کریں کیونکہ مجھے تمہاری حکم تسلیم کرنے اور اعتراض کرنے کے ترک پر غفلت ہوگئی ہے۔ اور میرے اس معاملہ میں مجھے زیادہ مشکل میں نہ ڈالیں۔ یعنی میری آپ کے ساتھ مصاحبت میں مشکل پیدا نہ کریں بلکہ آپ مجھ پر درگزر کریں اور آسانی کا معاملہ کریں۔

| |
|---|
| فَانۡطَلَقَا ۫ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلۡتَ نَفۡسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ ؕ لَقَدۡ جِئۡتَ شَيۡـًٔا نُّكۡرًا۝ |
| پھر وہ دونوں چل دیئے یہاں تک کہ دونوں ایک لڑکے سے ملے تو اسے قتل کر ڈالا، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: |
| کیا آپ نے بیگناہ جان کو بغیر کسی جان کے قتل کر دیا ہے، بیشک آپ نے بڑا ہی سخت کام کیا ہے۔ |

## حضرت خضر علیہ السلام کا ایک لڑکے کو قتل کر دینے کا بیان

"فَانۡطَلَقَا" بَعۡد خُرُوجهمَا مِنۡ السَّفِينَة يَمۡشِيَانِ "حَتّٰى إِذَا لَقِيَا غُلَامًا " لَمۡ يَبۡلُغ الۡحِنۡث يَلۡعَب مَعَ الصِّبۡيَان أَحۡسَنهمۡ وَجۡهًا "فَقَتَلَهُ" الۡخَضِر بِأَنۡ ذَبَحَهُ بِالسِّكِّينِ مُضۡطَجِعًا أَوۡ اقۡتَلَعَ رَأۡسه بِيَدِهِ أَوۡ ضَرَبَ رَأۡسَهُ بِالۡجِدَارِ أَقۡوَال وَأَتَى هُنَا بِالۡفَاءِ الۡعَاطِفَة لِأَنَّ الۡقَتۡل عَقِب اللِّقَاء وَجَوَاب إِذَا إِنۡ ذُكِرَ الۡآلَة الَّتِى قَتَلَ بِهَا الۡخَضِر الصَّبِىّ أَوۡ وَصۡف طَرِيقَة قَتۡله لَمۡ يَرِد فِيهَا نَصّ صَرِيح وَلِهَذَا تَعَدَّدَتۡ

فِيهَا الْأَقْوَال وَهِيَ لَا أَهَمِّيَّة لَهَا لِأَنَّ الْمُهِمّ هُوَ أَنَّ الْقَتْل قَدْ حَصَلَ فِعْلًا "قَالَ" لَهُ مُوسَى "أَقَتَلْت نَفْسًا زَاكِيَة" أَيْ طَاهِرَة لَمْ تَبْلُغ حَدّ التَّكْلِيف وَفِي قِرَاءَة زَكِيَّة بِتَشْدِيدِ الْيَاء بِلَا أَلِف "بِغَيْرِ نَفْس" أَيْ لَمْ تَقْتُل نَفْسًا "لَقَدْ جِئْت شَيْئًا نُكْرًا" بِسُكُونِ الْكَاف وَضَمّهَا أَيْ مُنْكَرًا

پھر وہ دونوں چل دیئے یعنی کشتی سے اترنے کے بعد دونوں حضرات وہاں سے چل دیئے۔ یہاں تک کہ دونوں ایک لڑکے سے ملے جو ابھی بلوغت کی عمر کو بھی نہیں پہنچا تھا بلکہ وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اوران بچوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھا۔ تو خضر علیہ السلام نے اسے قتل کر ڈالا، یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے اس کولٹا کر چھری کے ساتھ ذبح کر دیا۔ یا اس کو سر اکھاڑ دیا یا اس کے سر کو دیوار پر دے مارا۔ یہی اقوال ہیں۔ اور یہاں پر فاء برائے تعقیب ہے۔ کیونکہ یہ قتل ان کی ملاقات کے بعد ہوا تھا۔ اور یہاں اذا یہ جواب ہے یعنی وہ آلہ جس سے خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا۔ یا جو قتل کا جو طریقہ تھا کیونکہ اس میں کوئی نص صریح وارد نہیں ہوئی اور اس میں اقوال متعدد ہیں۔ لہٰذا اس کی کوئی تحقیقی ضرورت بھی نہیں ہے جبکہ سمجھنا مقصد قتل ہے۔ اگر چہ وہ کسی بھی فعل سے واقع ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا آپ نے بے گناہ جان کو بغیر کسی جان کے بدلہ کے قتل کر دیا ہے، یعنی وہ پاکباز بچہ جو ابھی سن بلوغت کو بھی نہیں پہنچا۔ اور ایک قرأت میں زکیہ یاء کی تشدید کے ساتب بغیر الف کے آیا ہے۔ یعنی بغیر کسی جان کے۔ بیشک آپ نے بڑا ہی سخت کام کیا ہے۔ یہاں نکرا کاف کے سکون اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ناپسندیدہ کام ہے۔

فرمان ہے کہ اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلتے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز طرار نہایت خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا۔ اس کو پکڑ کر حضرت خضر نے اس کا سر توڑ دیا یا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا یہ کیا واہیات ہے؟ چھوٹے بیگناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا یہ کون سی بھلائی ہے؟ بیشک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔

| |
|---|
| قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ |
| (خضر علیہ السلام نے) کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کرسکیں گے |

## حضرت خضر علیہ السلام کا صبر پر رہنے کا حکم دینے کا بیان

"قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَك إِنَّك لَنْ تَسْتَطِيع مَعِي صَبْرًا" زَادَ لَك عَلَى مَا قَبْله لِعَدَمِ الْعُذْر هُنَا

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہ کرسکیں گے۔ یہاں پر لفظ لک کا اضافہ کیا ہے جبکہ ماقبل میں یہ اضافہ نہیں کیا تھا کیونکہ وہاں یہ عذر نہ تھا۔

حضرت خضر علیہ السلام نے اس دوسری مرتبہ اور زیادہ تاکید سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی منظور کی ہوئی شرط کے خلاف کرنے پر تنبیہ فرمائی۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بار اور ہی راہ اختیار کی اور فرمانے لگے اچھا اب کی دفعہ اور جانے دو اب اگر میں آپ پر اعتراض کروں تو مجھے آپ اپنے ساتھ نہ رہنے دینا، یقیناً آپ بار بار مجھے متنبہ فرماتے رہے اور اپنی

طرف سے آپ نے کوئی کمی نہیں کی اب اگر قصور کروں تو سزا پاؤں۔ ابن جریر میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی یاد آ جاتا اور اس کے لئے آپ دعا کرتے تو پہلے اپنے لئے کرتے۔ ایک روز فرمانے لگے ہم پر اللہ کی رحمت ہو اور موسیٰ پر کاش کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ اور بھی ٹھہرتے اور صبر کرتے تو اور یعنی بہت سی تعجب خیز باتیں معلوم ہوتیں۔ لیکن انہوں نے تو یہ کہہ کر چھٹی لے لی کہ اب اگر پوچھوں تو ساتھ چھوٹ جائے۔ میں اب زیادہ تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتا۔

| |
|---|
| قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا ۝ |
| موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کی نسبت سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے گا، |
| بیشک میری طرف سے آپ حدِ عذر کو پہنچ گئے ہیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آئندہ سوال نہ کرنے کا کہنے کا بیان

وَلِهٰذَا "قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍ بَعْدَهَا" أَیْ بَعْدَ هٰذِهِ الْمَرَّة "فَلَا تُصَاحِبْنِی" لَا تَتْرُكْنِی أَتْبَعك "قَدْ بَلَغْت مِنْ لَدُنِّی" بِالتَّشْدِیدِ وَالتَّخْفِیف مِنْ قِبَلِی "عُذْرًا" فِی مُفَارَقَتك لِی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر میں اس کے بعد آپ سے کسی چیز کی نسبت سوال کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیئے گا، یعنی مجھے اپنے ساتھ نہ رہنے دینا۔ بیشک میری طرف سے آپ حدِ عذر کو پہنچ گئے ہیں۔ لدنی یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی آپ سے جدائی میں عذر ہے۔

حضرت موسیٰ نے آخری موقعہ کی تعیین کرتے ہوئے حضرت خضر سے کہا کہ "اگر اس کے بعد میں نے آپ سے کچھ پوچھا تو آپ مجھے اپنے سے علیحدہ کر دینا" کہ یقیناً ایسی صورت میں آپ میری طرف سے معذوری کو پہنچ گئے۔ یعنی اب مجھے الگ کر دینے پر آپ معذور ہوں گے اور آپ پر کوئی الزام واعتراض نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسے میں آپ بھی معذوری کی انتہاء کو پہنچ چکے ہوں گے اور اس کے بعد میں بھی آپ کے ساتھ نہیں چل سکوں گا۔ کیونکہ تین مرتبہ دینے سے حجت پوری ہو جائے گی اور حضرت موسیٰ کا یہ کلام انتہائی ندامت کی بناء پر تھا کہ مجھے اپنی طرف سے پختہ وعدہ کرنے کے باوجود حضرت خضر سے اس طرح بار بار پوچھنا پڑ رہا ہے۔ اسی لیے صحیح حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کی رحمتیں ہوں حضرت موسیٰ پر۔ اگر آپ علیہ السلام صبر کر لیتے تو کچھ اور عجائب کا اظہار ہو جاتا۔ (تفسیر المراغی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| فَانْطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا |
| جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا ۝ |
| پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی والوں کے پاس آ پہنچے، دونوں نے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب |

| |
|---|
| کیا تو انہوں نے ان دونوں کی میزبانی کرنے سے انکار کردیا، پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی تو |
| (خضر علیہ السلام نے) اسے سیدھا کردیا، موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔ |

## حضرت خضر علیہ السلام کا انطاکیہ بستی میں دیوار کو بنانے کا بیان

"فَانْطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْل قَرْيَة" هِيَ أَنْطَاكِيَة "اسْتَطْعَمَا أَهْلهَا" طَلَبَا مِنْهُمْ الطَّعَام بِضِيَافَةٍ "فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا " ارْتِفَاعه مِائَة ذِرَاع "يُرِيد أَنْ يَنْقَضّ " أَيْ يَقْرُب أَنْ يَسْقُط لِمَيَلَانِهِ "فَأَقَامَهُ" الْخَضِر بِيَدِهِ "قَالَ" لَهُ مُوسَى "لَوْ شِئْت لَاتَّخَذْت " وَفِي قِرَاءَة لَتَخِذْت "عَلَيْهِ أَجْرًا " جُعْلًا حَيْثُ لَمْ يُضَيِّفُونَا مَعَ حَاجَتنَا إِلَى الطَّعَام

پھر دونوں چل پڑے یہاں تک کہ جب دونوں ایک بستی انطاکیہ والوں کے پاس آ پہنچے، دونوں نے وہاں کے باشندوں سے کھانا طلب کیا یعنی مہمان نوازی کے کھانا طلب کیا۔ تو انہوں نے ان دونوں کی میزبانی کرنے سے انکار کردیا، پھر دونوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی جو سو گز اونچی تھی۔ اور گرنے کی جانب جھکی ہوئی تھی۔ تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اسے سیدھا کردیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر آپ چاہتے تو اس تعمیر پر مزدوری لے لیتے۔ ایک قرأت میں لتخذت ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی جبکہ ہمیں کھانے کی بھی ضرورت تھی۔

دو دفعہ کے اس واقعہ کے بعد پھر دونوں صاحب مل کر چلے اور ایک بستی میں پہنچے روایت ہے وہ بستی ایک تھی یہاں کے لوگ بڑے ہی بخیل تھے۔ انتہا یہ کہ دو بھوکے مسافروں کے طلب کرنے پر انہوں نے روٹی کھلانے سے بھی صاف انکار کردیا۔ وہاں دیکھتے ہیں کہ ایک دیوار گرنا ہی چاہتی ہے، جگہ چھوڑ چکی ہے، جھک پڑی ہے۔ دیوار کی طرف ارادے کی اسناد بطور استعارہ کے ہے اسے دیکھتے ہی کمر کس کر لگ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے مضبوط کردیا اور بالکل درست کردیا پہلے حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے لوٹا دیا۔ زخم ٹھیک ہو گیا اور دیوار درست بن گئی۔ اس وقت پھر کلیم اللہ علیہ السلام بول اٹھے کہ سبحان اللہ ان لوگوں نے تو ہمیں کھانے تک کو نہ پوچھا بلکہ مانگنے پر بھاگ گئے۔ اب جو تم نے ان کی یہ مزدوری کردی اس پر کچھ اجرت کیوں نہ لے لی جو بالکل ہمارا حق تھا؟ اس وقت وہ بندہ الٰہی بول اٹھے لو صاحب اب مجھ میں اور آپ میں حسب معاہدہ خود جدائی ہوگئی۔ کیونکہ بچے کے قتل پر آپ نے سوال کیا تھا اس وقت جب میں نے آپ کو اس غلطی پر متنبہ کیا تھا تو آپ نے خود ہی کہا تھا کہ اب اگر کسی بات کو پوچھوں تو مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا اب سنو جن باتوں پر آپ نے تعجب سے سوال کیا اور برداشت نہ کر سکے ان کی اصلی حکمت آپ پر ظاہر کئے دیتا ہوں۔

| |
|---|
| قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝ |
| (خضر علیہ السلام نے) کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے |

آگاہ کئے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔

## حضرت خضر علیہ السلام کا اعلان جدائی کا بیان

"قَالَ" لَهُ الْخَضِر "هٰذَا فِرَاق" أَیْ وَقْت فِرَاق "بَيْنِي وَبَيْنِك" فِيهِ إضَافَة بَيْن إلَى غَيْر مُتَعَدِّد سَوَّغَهَا تَكْرِيره بِالْعَطْفِ بِالْوَاوِ "سَأُنَبِّئُك" قَبْل فِرَاقِي لَك

حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت ہے، یہاں پر فراق مصدر بہ معنی فاعل ہے اور بین کی اضافت غیر متعدد کی جانب ہے اور واؤ عاطفہ کے سبب اس کے تکرار کو چلایا گیا ہے۔اب میں آپ کو ان باتوں کی حقیقت سے آگاہ کئے دیتا ہوں جن پر آپ صبر نہیں کر سکے۔یعنی جدا کرنے سے پہلے بتا دیتا ہوں۔

| |
|---|
| اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا |
| وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا○ |
| وہ جو کشتی تھی سو وہ چند غریب لوگوں کی تھی وہ دریا میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے پس میں نے ارادہ کیا کہ |
| اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین رہا تھا۔ |

## حضرت خضر علیہ السلام کا ظالم بادشاہ سے کشتی کو بچا لینے کا بیان

"أَمَّا السَّفِينَة فَكَانَتْ لِمَسَاكِين" عَشَرَة "يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْر" بِهَا مُؤَاجَرَة لَهَا طَلَبًا لِلْكَسْبِ "فَأَرَدْت أَنْ أَعِيبهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ" إذَا رَجَعُوا أَوْ أَمَامهمْ الْآن "مَلِك" كَافِر "يَأْخُذ كُلّ سَفِينَة" صَالِحَة "غَصْبًا" نَصْبه عَلَى الْمَصْدَر الْمُبَيِّن لِنَوْعِ الْأَخْذ

وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب یعنی دس غریب لوگوں کی تھی وہ دریا میں محنت مزدوری کیا کرتے تھے، ان کا ذریعہ معاش بھی وہ اجرت تھی۔پس میں نے ارادہ کیا کہ اسے عیب دار کر دوں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے آگے ایک جابر کافر بادشاہ کھڑا تھا جو ہر بے عیب کشتی کو زبردستی مالکوں سے بلا معاوضہ چھین رہا تھا۔یہاں پر غصبا کا نصب ان مصدر یہ کے سبب ہے جو بیان نوع کیلئے آیا ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کے انجام سے حضرت خضر کو مطلع کر دیا تھا اور انہیں جو حکم ملا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس راز کا علم نہ تھا اس لئے بظاہر اسے خلاف سمجھ کر اس پر انکار کرتے تھے لہٰذا حضرت خضر نے اب اصل معاملہ سمجھا دیا۔فرمایا کہ کشتی کو عیب دار کرنے میں تو یہ مصلحت تھی کہ اگر صحیح سالم ہوتی تو آگے چل کر ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر ایک اچھی کشتی کو ظلماً چھین لیتا تھا۔ جب اسے وہ ٹوٹی پھوٹی دیکھے گا تو چھوڑ دے گا اگر یہ ٹھیک ٹھاک اور ثابت ہوتی تو ساری کشتی ہی ان مسکینوں کے ہاتھ سے چھن جاتی اور ان کی روزی کمانے کا یہی ایک ذریعہ تھا جو بالکل جاتا رہتا۔روایت ہے کہ اس کشتی کے مالک چند یتیم بچے تھے۔ابن جریج کہتے ہیں اس بادشاہ کا نام حدد بن بدد تھا۔بخاری شریف کے حوالے سے یہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔تورات میں ہے کہ یہ عیص بن

اسحاق کی نسل سے تھا تورات میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں ایک یہ بھی ہے۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۝

اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ صاحب ایمان تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا۔

## حضرت خضر علیہ السلام کا تحفظ ایمان کیلئے لڑکے کو قتل کرنے کا بیان

"وَأَمَّا الْغُلَام فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا" فَإِنَّهُ كَمَا فِي حَدِيث مُسْلِم طُبِعَ كَافِرًا وَلَوْ عَاشَ لَأَرْهَقَهُمَا ذَلِكَ لِمَحَبَّتِهِمَا لَهُ يَتْبَعَانِهِ فِي ذَلِكَ

اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ صاحب ایمان تھے پس ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ اگر زندہ رہا تو کافر بنے گا اور ان دونوں کو بڑا ہو کر سرکشی اور کفر میں مبتلا کر دے گا۔ جس طرح صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس پر کفر کی مہر لگائی گئی ہے۔ اور اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین پر غالب آجاتا اور وہ دونوں بھی اس کی محبت میں اس کی اتباع کر جاتے۔

اور وہ اس کی محبت میں دین سے پھر جائیں اور گمراہ ہو جائیں اور حضرت خضر کا یہ اندیشہ اس سبب سے تھا کہ وہ باعلامِ الٰہی اس کے حالِ باطن کو جانتے تھے۔ حدیث مسلم میں ہے کہ یہ لڑکا کافر ہی پیدا ہوا تھا۔ امام سبکی نے فرمایا کہ حالِ باطن جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے انہیں اس کی اجازت تھی، اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اس کو قتل جائز نہیں ہے۔ کتاب عرائس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا کہ تم نے ستھری جان کو قتل کر دیا تو یہ انہیں گراں گزرا اور انہوں نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر اس کا گوشت چیرا تو اس کے اندر لکھا ہوا تھا کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہ لائے گا۔ (تفسیر جمل، سورہ کہف، بیروت)

فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًا ۝

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کو ان کا رب اس کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں زیادہ قریب ہو۔

## حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کے قتل کا علم طریقت بیان کیا

"فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلهُمَا" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "رَبّهمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاة" أَيْ صَلَاحًا وَتُقًى "وَأَقْرَب" مِنْهُ "رُحْمًا" بِسُكُونِ الْحَاء وَضَمّهَا رَحْمَة وَهِيَ الْبِرّ بِوَالِدَيْهِ فَأَبْدَلَهُمَا تَعَالَى جَارِيَة تَزَوَّجَتْ نَبِيًّا فَوَلَدَتْ نَبِيًّا فَهَدَى اللَّه تَعَالَى بِهِ أُمَّة

تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کو ان کا رب اس کے بدلے ایسی اولاد دے۔ یہاں پر ان یبدلھما تشدید اور تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں زیادہ قریب ہو۔ یعنی نیک و متقی اور رحمت کے قرب والی ہو۔ یہاں رحما، حاء کے سکون اور ضمہ کے ساتھ آیا ہے جس کا معنی رحمت ہے۔ اور یہ والدین کے ساتھ نیکی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس لڑکے

کے بدلے میں ایک بیٹی عطا فرمائی جس کی شادی ایک نبی مکرم علیہ السلام سے ہوئی۔ اور ان سے بھی ایک نبی مکرم علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جن سے ایک امت نے ہدایت پائی۔

امام ابن ابی شیبہ، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم نے بروایت عطیہ نقل کیا ہے کہ مقتول لڑکے کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ اس کے بطن سے دو نبی پیدا ہوئے بعض روایات میں ہے کہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی امت کو ہدایت فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ |
| اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ |
| وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ؕ۝ |
| اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ صالح تھا، |
| سو آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ نکالیں، |
| اور میں نے وہ از خود نہیں کیا، یہ ان کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ |

## یتیم بچوں کی دیوار سے متعلق علم طریقت کا بیان

"وَأَمَّا الْجِدَار فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَة وَكَانَ تَحته كَنْز" مَال مَدْفُون مِنْ ذَهَب وَفِضَّة "لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا" فَحُفِظَا بِصَلَاحِهِ فِي أَنْفُسهمَا وَمَالهمَا "فَأَرَادَ رَبّك أَنْ يَبْلُغَا أَشُدّهمَا" أَيْ إينَاس رُشْدهمَا "وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزهمَا رَحْمَة مِنْ رَبّك" مَفْعُول لَهُ عَامِله أَرَادَ "وَمَا فَعَلْته" أَيْ مَا ذُكِرَ مِنْ خَرْق السَّفِينَة وَقَتْل الْغُلَام وَإِقَامَة الْجِدَار "عَنْ أَمْرِي" أَيْ اخْتِيَارِي بَلْ بِأَمْرِ إلْهَام . مِنْ اللَّه "ذَلِكَ تَأْوِيل مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا" يُقَال اسْطَاعَ وَاسْتَطَاعَ بِمَعْنَى أَطَاقَ فَفِي هَذَا وَمَا قَبْله جَمْع بَيْن اللُّغَتَيْنِ وَنُوِّعَتْ الْعِبَارَة فِي : فَأَرَدْت فَأَرَدْنَا فَأَرَادَ رَبّك،

اور وہ جو دیوار تھی تو وہ شہر میں رہنے والے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے سونے چاندی کو ایک خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ صالح شخص تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے مال و جان کو محفوظ رکھا۔ لہٰذا آپ کے رب نے ارادہ کیا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں یعنی جب وہ سمجھدار بن جائیں۔ اور آپ کے رب کی رحمت سے وہ اپنا خزانہ خود ہی نکالیں، یہاں پر رحمہ یہ مفعول لہ ہے جس کا عامل اراد ہے اور میں نے جو کچھ بھی کیا یعنی کشتی کو توڑنا، لڑکے کا قتل، اور دیوار کو بنانا تھا۔ وہ از خود نہیں کیا، بلکہ یہ میرے لئے اللہ کی طرف سے الہام تھا۔ یہ ان واقعات کی حقیقت ہے جن پر آپ صبر نہ کر سکے۔ کہا گیا ہے اسطاع اور استطاع کا

معنی اطاق یعنی طاقت کے معنی میں آیا ہے۔ یہ لغت اور ماقبل کی لغت دونوں لغات جمع ہیں۔ اور یہ عبارت، اردت، اردنا، اراد میں آپ کے رب نے عبارت کا تنوع اختیار کیا ہے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں (وَّكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا، یعنی جو دیوار (حضرت خضر علیہ السلام نے صحیح کی تھی) اس کے نیچے ان دونوں کے لئے خزانہ تھا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خزانے سے مراد سونا چاندی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1099)

## سونے کی تختی پر لکھی ہوئی نصیحت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر نصیحت کے مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے یہ روایت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مرفوعاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نقل فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین کیونکر ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو اس پر ایمان رکھتا ہے کہ رزق کا ذمہ دار اللہ ہے پھر ضرورت سے زیادہ مشقت اور فضول قسم کی کوشش میں کیوں لگتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر خوش وخرم کیسے رہتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو حساب آخرت پر ایمان رکھتا ہے پھر غفلت کیسے برتتا ہے۔ تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کو اور اس کے انقلابات کو جانتا ہے پھر کیسے اس پر مطمئن ہو کر بیٹھتا ہے۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ (تفسیر قرطبی، سورہ کہف، بیروت)

## حضرت خضر علیہ السلام کی حیات ونبوت کا بیان

بعض لوگ ولی کو نبی پر فضیلت دے کر گمراہ ہو گئے اور انہوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت موسیٰ کو حضرت خضر سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا باوجودیکہ حضرت خضر ولی ہیں اور درحقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفرِ جلی ہے اور حضرت خضر نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض کا گمان ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں ابتلاء ہے علاوہ بریں یہ کہ اہل کتاب اس کے قائل ہیں کہ یہ حضرت موسیٰ پیغمبر بنی اسرائیل کا واقعہ ہی نہیں بلکہ موسیٰ بن ماثان کا واقعہ ہے اور ولی تو نبی پر ایمان لانے سے مرتبہ ولایت پر پہنچتا ہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ نبی سے بڑھ جائے۔ (مدارک، سورہ کہف، بیروت)

اکثر علماء اس پر ہیں اور مشائخ صوفیہ واصحاب عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر جمہور علماء وصالحین کے نزدیک زندہ ہیں، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر والیاس دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانہ حج میں ملتے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر نے چشمہ حیات میں غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تفسیر خازن، سورہ کہف، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ سفید داڑھی والے داخل ہوئے اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے پھاڑتے اندر پہنچے اور رونے لگے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف متوجہ ہو کر یہ

کلمات کہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صبر ہے ہر مصیبت سے اور بدلہ ہے ہر فوت ہونے والی چیز کا اور وہی قائم مقام ہے ہر ہلاک ہونے والے کا اس لئے اسی کی طرف رجوع کرو اسی کو طرف رغبت کرو اور اس بات کو دیکھو کہ وہ تمہیں مصیبت میں مبتلا کر کے تم کو آزماتا ہے اصل مصیبت زدہ وہ ہے جس کی مصیبت کی تلافی نہ ہو۔

یہ آنے والے کلمات مذکورہ کہہ کر رخصت ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق اور علی المرتضی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ خضر علیہ السلام تھے اس روایت کو جزری رحمۃ اللہ علیہ نے حصن حصین میں بھی نقل کیا ہے۔جن کی شرط یہ ہے کہ صرف صحیح السند روایات اس میں درج کرتے ہیں۔اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ دجال مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لئے نکلے گا جو اس زمانے کے سب انسانوں میں بہتر ہوگا یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا۔

ابو الحق نے فرمایا کہ یہ شخص حضرت خضر علیہ السلام ہوں گے۔اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الھواتف میں سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو خضر علیہ السلام نے ان کو ایک دعا بتلائی جو کہ اس کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرے اس کے لئے ثواب عظیم اور مغفرت ورحمت ہے وہ دعا یہ ہے۔اے وہ ذات جس کو ایک کلام کا سننا دوسرے کلام کے سننے سے مانع نہیں ہوتا اور اے وہ ذات جس کو بیک وقت ہونے والے (لاکھوں کروڑوں) سوالات میں کوئی مغالطہ نہیں لگتا اور وہ ذات جو دعا میں الحاح واسرار کرنے اور بار بار کہنے سے ملول نہیں ہوتا مجھے اپنے عفو وکرم کا ذائقہ چکھا دیجئے اور اپنی مغفرت کی حلاوت نصیب فرمائیے۔اور پھر اسی کتاب میں بعینہ یہی واقعہ اور یہی دعا اور خضر علیہ السلام سے ملاقات کا واقعہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کیا ہے۔(تفسیر قرطبی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ط قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ○ |
| اور یہ آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، فرما دیجئے: میں ابھی تمہیں اس کے حال کا تذکرہ پڑھ کر سناتا ہوں۔ |

## نبی کریم ﷺ سے یہود کا ذوالقرنین کے بارے میں پوچھنے کا بیان

"وَيَسْأَلُونَكَ" أَيْ الْيَهُود "عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ" اسْمه الْإِسْكَنْدَر وَلَمْ يَكُنْ نَبِيًّا "قُلْ سَأَتْلُو" سَأَقُصّ "عَلَيْكُمْ مِنْهُ" مِنْ حَاله "ذِكْرًا" خَبَرًا

اور (اے حبیب معظم ﷺ) یہ یعنی یہود آپ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کرتے ہیں، جس کا نام اِسکندر تھا جو نبی نہ تھا فرما دیجئے: میں ابھی تمہیں اس کے حال کا تذکرہ پڑھ کر سناتا ہوں۔

## ذوالقرنین اِسکندریہ کے تعارف کا بیان

ذوالقرنین کا نام اسکندر ہے یہ حضرت خضر علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی ہیں انہوں نے اسکندریہ بنایا اور اس کا نام اپنے نام پر رکھا، حضرت خضر علیہ السلام ان کے وزیر اور صاحب لواء تھے، دنیا میں ایسے چار بادشاہ ہوئے ہیں جو تمام دنیا پر حکمران تھے، دو مومن

حضرت ذوالقرنین اور حضرت سلیمان علٰی نبینا وعلیہما السلام اور دو کافر نمرود اور بخت نصر اور عنقریب ایک پانچویں بادشاہ اور اس اُمت سے ہونے والے ہیں جن کا اسمِ مبارک حضرت امام مہدی ہے، ان کی حکومت تمام روئے زمین پر ہوگی۔ ذوالقرنین کی نبوت میں اختلاف ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نہ نبی تھے، نہ فرشتے، اللہ سے محبت کرنے والے بندے تھے، اللہ نے انہیں محبوب بنایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ کہف، بیروت)

## ذوالقرنین اِسکندریہ کے بارے میں یہود کے سوال کا بیان

کفار مکہ نے اہل کتاب سے کہلوایا تھا کہ ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ جو ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کریں اور ان کے جواب آپ سے نہ بن پڑیں۔ تو انہوں نے سکھایا تھا کہ ایک تو ان سے اس شخص کا واقعہ پوچھو جس نے روئے زمین کی سیاحت کی تھی۔ دوسرا سوال ان سے ان نوجوانوں کی بہ نسبت کرو جو بالکل لا پتہ ہوگئے ہیں اور تیسرا سوال ان سے روح کی بابت کرو۔ ان کے ان سوالوں کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ یہ بھی روایت ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذوالقرنین کا قصہ دریافت کرنے کو آئی تھی۔ تو آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو۔ پھر آپ نے وہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں ہے کہ وہ ایک رومی نوجوان تھا اسی نے اسکندریہ بنایا۔ اسے ایک فرشتہ آسمان تک چڑھا لے گیا تھا اور دیوار تک لے گیا تھا اس نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے منہ کتوں جیسے تھے وغیرہ۔

تعجب ہے کہ امام ابوزرعہ رازی جیسے علامہ زماں نے اسے اپنی کتاب دلائل نبوت میں مکمل وارد کیا ہے۔ فی الواقع یہ ان جیسے بزرگ سے تو تعجب خیز چیز ہی ہے۔ اس میں جو ہے کہ یہ رومی تھا یہ بھی ٹھیک نہیں۔ اسکندر ثانی البتہ رومی تھا وہ فیلیس مقدونی کا لڑکا ہے جس سے روم کی تاریخ شروع ہوتی ہے اور سکندر اول تو بقول ازرقی وغیرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔ اس نے آپ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی بنا کے بعد طواف بیت اللہ کیا ہے۔ آپ پر ایمان لایا تھا، آپ کا تابعدار بنا تھا۔ انہی کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اور سکندر ثانی کا وزیر ارسطاطالیس مشہور فلسفی تھا۔

اسی نے مملکت روم کی تاریخ لکھی یہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو سال پہلے تھا اور سکندر اول جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے میں تھا جیسے کہ ازرقی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اس نے آپ کے ساتھ طواف کیا تھا اور اللہ کے نام بہت سی قربانیاں کی تھیں۔

وہب کہتے ہیں یہ بادشاہ تھے چونکہ ان کے سر کے دونوں طرف تانبا رہتا تھا اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا گیا یہ وجہ بھی بتلائی گئی ہے کہ یہ روم کا اور فارس کا دونوں کا بادشاہ تھا۔ بعض کا قول ہے کہ فی الواقع اس کے سر کے دونوں طرف کچھ سینگ سے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس نام کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کے نیک بندے تھے اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلایا یہ لوگ مخالف ہو گئے اور ان کے سر کے ایک جانب اس قدر مارا کہ یہ شہید ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کر دیا قوم نے پھر سر کے دوسری طرف اسی قدر مارا جس سے یہ پھر مر گئے اس لئے انہیں ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ چونکہ یہ مشرق سے مغرب کی طرف سیاحت کر آئے تھے اس لیے انہیں ذوالقرنین کہا گیا ہے۔ہم نے اسے بڑی سلطنت دے رکھی تھی۔ساتھ ہی قوت لشکر آلات حرب سب کچھ ہی دے رکھا تھا۔مشرق سے مغرب تک اس کی سلطنت تھی عرب عجم سب اس کے ماتحت تھے۔ہر چیز کا اسے علم دے رکھا تھا زمین کے ادنیٰ اعلیٰ نشانات بتلا دیے تھے۔تمام زبانیں جانتے تھے۔جس قوم سے لڑائی ہوتی اس کی زبان بول لیتے تھے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًاۙ |
| بے شک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا اور اسے ہر چیز میں سے کچھ سامان عطا کیا۔ |

## ذوالقرنین اسکندر کیلئے زمین میں بادشاہت کا بیان

"اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ" بِتَسْهِیلِ السَّیْرِ فِیْهَا "وَآتَیْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ" یَحْتَاجُ اِلَیْهِ "سَبَبًا" طَرِیْقًا یُوصِلُهُ اِلٰی مُرَادِهٖ

بے شک ہم نے اسے زمین میں اقتدار دیا یعنی زمین میں سفر آسان کر دیا۔اور اسے ہر چیز میں سے کچھ سامان عطا کیا۔یعنی جن وسائل کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے۔اور وہ اسباب جن کے ذریعے مقاصد تک پہنچنا ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں متعدد وجوہ دلائل سے اسی دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔مجموعہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معاصر تھا اور ان کی دعا کی برکت سے حق تعالیٰ نے خارقِ عادت سامان و وسائل عطا فرمائے تھے۔جن کے ذریعہ سے اس کو مشرق و مغرب کے سفر اور محیر العقول فتوحات پر قدرت حاصل ہوئی۔حضرت خضر علیہ السلام اس کے وزیر تھے،شاید اسی لیے قرآن نے حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ اس کا قصہ بیان فرمایا۔قدیم شعرائے عرب نے اپنے اشعار میں "ذوالقرنین" کا نام بڑی عظمت سے لیا ہے اور اس کے عرب ہونے پر فخر کرتے رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذوالقرنین عہد تاریخی سے پہلے کا کوئی جلیل القدر عرب بادشاہ ہے۔شاید اسکندر کو بھی اسی کی ایک گونہ مشابہت سے ذوالقرنین کہنے لگے ہوں۔حال میں یورپ کے ماہرین آثار قدیمہ نے قدیم سامی عربوں کی متعدد عظیم الشان سلطنتوں کا سراغ لگایا ہے جن کا تاریخی اوراق میں کوئی مفصل تذکرہ موجود نہیں، بلکہ بعض ممتاز و مشہور سلاطین کا نام تک کتب تاریخ میں نہیں ملتا۔مثلاً بادشاہ "حمورابی" جو اغلباً حضرت ابراہیم کے عہد میں ہوا ہے اور جس کو کہا گیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا مقنن تھا۔اس کے قوانین منارۂ بابل پر کندہ ملے ہیں۔جن کا ترجمہ انگریزی میں شائع ہو گیا ہے۔پرانے کتبات سے اس کی عجیب و غریب عظمت ثابت ہوتی ہے۔بہر حال "ذوالقرنین" ان ہی میں کا کوئی بادشاہ ہو گا۔(فتح الباری شرح بالبخاری، بہ تصرف، بیروت)

| |
|---|
| فَاَتْبَعَ سَبَبًا۝ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ |
| عِنْدَهَا قَوْمًا۬ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا۝ |

| |
|---|
| پس وہ اسباب کے پیچھے چل پڑا، یہاں تک کہ وہ غروبِ آفتاب کے آخری کنارے پر جا پہنچا وہاں اس نے سورج کے غروب |
| کے منظر کو ایسے محسوس کیا جیسے وہ پانی کے گرم چشمہ میں ڈوب رہا ہو اور اس نے وہاں ایک قوم کو پایا۔ ہم نے فرمایا: |
| اے ذوالقرنین! خواہ تم انہیں سزا دو یا ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ |

## بادشاہ ذوالقرنین کا سورج کو غروب ہوتے دیکھنے کا بیان

"فَأَتْبَعَ سَبَبًا" سَلَكَ طَرِيقًا نَحْو الْغَرْب "حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغْرِب الشَّمْس" مَوْضِع غُرُوبهَا "وَجَدَهَا تَغْرُب فِي عَيْن حَمِئَة" ذَات حَمْأَة وَهِيَ الطِّين الْأَسْوَد وَغُرُوبهَا فِي الْعَيْن فِي رَأْي الْعَيْن وَإِلَّا فَهِيَ أَعْظَم مِنْ الدُّنْيَا "وَوَجَدَ عِنْدهَا" أَيْ الْعَيْن "قَوْمًا" كَافِرِينَ "قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ" بِالْهَامٍ "إِمَّا أَنْ تُعَذِّب" الْقَوْم بِالْقَتْلِ "وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذ فِيهِمْ حُسْنًا" بِالْأَسْرِ

پس وہ مزید اسباب کے پیچھے چل پڑا، یہاں تک کہ وہ غروبِ آفتاب کی سمت آبادی کے آخری کنارے پر جا پہنچا یعنی غروب آفتاب کی جگہ پہنچا وہاں اس نے سورج کے غروب کے منظر کو ایسے محسوس کیا جیسے وہ کیچڑ کی طرح سیاہ رنگ پانی کے گرم چشمہ میں ڈوب رہا ہو اور یہ دیکھنے والے کی نظر کو محسوس ہوتا ہے ورنہ سورج دنیا سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔ اور اس نے وہاں ایک کافر قوم کو آباد پایا۔ ہم نے بہ ذریعہ الہام فرمایا: اے ذوالقرنین! یہ تمہاری مرضی پر منحصر ہے خواہ تم انہیں قتل کر کے سزا دو یا ان کو قیدی بنا کر ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

## ذوالقرنین کا مغربی جانب جانے کا بیان

ذوالقرنین ایک راہ لگ گئے زمین کی ایک سمت یعنی مغربی جانب کوچ کر دیا۔ جو نشانات زمین پر تھے ان کے سہارے چل کھڑے ہوئے۔ جہاں تک مغربی رخ چل سکتے تھے چلتے رہے یہاں تک کہ اب سورج کے غروب ہونے کی جگہ تک پہنچ گے۔ یہ یاد رہے کہ اس سے مراد آسمان کا وہ حصہ نہیں جہاں سورج غروب ہوتا ہے کیونکہ وہاں تک تو کسی کا جانا ناممکن ہے۔ ہاں اس رخ جہاں تک زمین پر جانا ممکن ہے۔ حضرت ذوالقرنین پہنچ گئے۔ اور یہ جو بعض قصے مشہور ہیں کہ سورج کے غروب ہونے کی جگہ سے بھی آپ تجاوز کر گئے اور سورج مدتوں ان کی پشت پر غروب ہوتا رہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں اور عموماً اہل کتاب کی خرافات ہیں اور ان میں سے بھی بددینوں کی گھڑنت ہیں اور محض دروغ بے مروغ ہیں۔

الغرض جب انتہائے مغرب کی سمت پہنچ گئے تو یہ معلوم ہوا کہ گویا بحر محیط میں سورج غروب ہو رہا ہے۔ جو بھی کسی سمندر کے کنارے کھڑا ہو کر سورج کو غروب ہوتے ہوئے دیکھے گا تو بظاہر یہی منظر اس کے سامنے ہوگا کہ گویا سورج پانی میں ڈوب رہا ہے۔ حالانکہ سورج چوتھے آسمان پر ہے اور اس سے الگ کبھی نہیں ہوتا حمئۃ یا تو مشتق ہے حماۃ سے یعنی چکنی مٹی۔ آیت قرآنی (وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ،الحجر:28) میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ یہی مطلب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سن کر حضرت نافع نے سنا کہ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے تم ہم سے زیادہ قرآن کے عالم ہو لیکن

میں تو کتاب میں دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ رنگ مٹی میں غائب ہو جاتا تھا۔ ایک قرأت میں فی عین حامیۃ ہے یعنی گرم چشمے میں غروب ہونا پایا۔ یہ دونوں قرأتیں مشہور ہیں اور دونوں درست ہیں خواہ کوئی سی قرأت پڑھے اوران کے معنی میں بھی کوئی تفاوت نہیں کیونکہ سورج کی نزدیکی کی وجہ سے پانی گرم ہو اور وہاں کی مٹی کے سیاہ رنگ کی وجہ سے اس کا پانی کیچڑ جیسا ہی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سورج کو غروب ہوتے دیکھ کر فرمایا اللہ کی بھڑکی آگ میں اگر اللہ کے حکم سے اس کی سوزش کم نہ ہو جاتی تو یہ تو زمین کی تمام چیزوں کو جھلس ڈالتا۔ اس کی صحت میں نظر ہے بلکہ مرفوع ہونے میں بھی بہت ممکن ہے کہ یہ عبداللہ بن عمرو کا اپنا کلام ہو اوران دوتھیلوں کی کتابوں سے لیا گیا ہو جو انہیں یرموک سے ملے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، کہف، بیروت)

تفسیر ابن حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے سورہ کہف کی یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپ نے (عین حامیۃ) پڑھا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو حمئۃ پڑھتے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کس طرح پڑھتے ہیں انہوں نے جواب دیا جس طرح آپ نے پڑھا۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے گھر میں قرآن کریم نازل ہوا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آدمی بھیجا کہ بتلاؤ سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ تورات میں اس کے متعلق کچھ ہے؟ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ اسے عربیت والوں سے پوچھنا چاہئے، وہی اس کے پورے عالم ہیں۔ ہاں تورات میں تو میں یہ پاتا ہوں کہ وہ پانی اور مٹی میں یعنی کیچڑ میں چھپ جاتا ہے اور مغرب کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ سب قصہ سن کر ابن حاضر نے کہا اگر میں اس وقت ہوتا تو آپ کی تائید میں تبع کے وہ دوشعر پڑھ دیتا جس میں اس نے ذوالقرنین کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ مشرق ومغرب تک پہنچا کیونکہ اللہ کے حکم نے اسے ہر قسم کے سامان مہیا فرمائے تھے اس نے دیکھا کہ سورج سیاہ مٹی جیسے کیچڑ میں غروب ہوتا نظر آتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس شعر میں تین لفظ ہیں خلب، ثاط اور حرمد۔ ان کے کیا معنی ہیں؟ مٹی، کیچڑ اور سیاہ۔ اسی وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے یا کسی اور شخص سے فرمایا یہ جو کہتے ہیں لکھ لو۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ کہف کی تلاوت حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ نے سنی اور جب آپ نے حمئۃ پڑھا تو کہا کہ واللہ جس طرح تورات میں ہے اسی طرح پڑھتے ہوئے میں نے آپ ہی کو سنا تورات میں بھی یہی ہے کہ وہ سیاہ رنگ کیچڑ میں ڈوبتا ہے وہیں ایک شہر تھا جو بہت بڑا تھا اس کے بارہ ہزار دروازے تھے اگر وہاں شوروغل نہ ہو تو کیا عجب کہ ان لوگوں کو سورج کے غروب ہونے کی آواز تک آئے وہاں ایک بہت بڑی امت کو آپ نے بستا ہوا پایا۔

اللہ تعالیٰ نے اس بستی والوں پر بھی انہیں غلبہ دیا اب ان کے اختیار میں تھا کہ یہ ان پر جبر وظلم کریں یا ان میں عدل وانصاف کریں۔ اس پر ذوالقرنین نے اپنے عدل وایمان کا ثبوت دیا اور عرض کیا کہ جو اپنے کفر وشرک پر اڑا رہے گا اسے تو ہم سزا دیں گے قتل وغارت سے یا یہ کہ تانبے کے برتن کو گرم آگ کر کے اس میں ڈال دیں گے کہ وہیں اس کا مرنڈا ہو جائے یا یہ کہ سپاہیوں کے

ہاتھوں انہیں بدترین سزائیں کرائیں گے واللہ اعلم۔ اور پھر جب وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا تو وہ اسے سخت تر اور دردناک عذاب کرے گا۔ اس سے قیامت کے دن کا بھی ثبوت ہوتا ہے۔ اور جو ایمان لائے ہماری توحید کی دعوت قبول کر لے اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت سے دست برداری کر لے اسے اللہ اپنے ہاں بہترین بدلہ دے گا اور خود ہم بھی اس کی عزت افزائی کریں گے اور بھلی بات کہیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا۝ |
| ذوالقرنین نے کہا: جو شخص ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے، پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا، |
| پھر وہ اسے بہت ہی سخت عذاب دے گا۔ |

## شرک کرنے والوں کو ذوالقرنین کا عذاب سنانے کا بیان

"قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ" بِالشِّرْكِ "فَسَوْفَ نُعَذِّبهُ" نَقْتُلهُ "ثُمَّ يُرَدّ إِلَى رَبّه فَيُعَذِّبهُ عَذَابًا نُكْرًا" بِسُكُونِ الْكَاف وَضَمّهَا شَدِيدًا فِي النَّار

ذوالقرنین نے کہا: جو شخص شرک کر کے ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے، یعنی اس کو قتل کر دیں گے پھر وہ اپنے رب کی طرف لوٹایا جائے گا، پھر وہ اسے بہت ہی سخت عذاب دے گا۔ یہاں پر نکرا کا کاف سکون اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اس کو آگ کا سخت عذاب ہوگا۔

| |
|---|
| وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰىۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا۝ |
| اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے اور عنقریب ہم اسے |
| اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔ |

## ایمان و عمل صالح والے کیلئے جزائے حسنیٰ کا بیان

"وَأَمَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُ جَزَاء الْحُسْنَى" أَيْ الْجَنَّة وَالْإِضَافَة لِلْبَيَانِ وَفِي قِرَاءَة بِنَصْبِ جَزَاء وَتَنْوِينه قَالَ الْفَرَّاء : وَنَصْبه عَلَى التَّفْسِير أَيْ لِجِهَةِ النِّسْبَة "وَسَنَقُولُ لَهُ مِنْ أَمْرنَا يُسْرًا" أَيْ نَأْمُرهُ بِمَا يَسْهُل عَلَيْهِ

اور رہا وہ جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیا تو اس کے لیے بدلے میں بھلائی ہے یعنی جنت ہے۔ اور یہاں اضافت بیانیہ ہے۔ یہاں پر جزاء ایک قرأت کے مطابق منصوب اور تنوین کے ساتھ بھی آیا ہے اور امام فراء نحوی نے کہا ہے کہ اس کا نصب جہت نسبت کی تفسیر کیلئے آیا ہے۔ اور عنقریب ہم اسے اپنے کام میں سے سراسر آسانی کا حکم دیں گے۔ یعنی ہمیں اس چیز کا حکم دیں جو ہمارے لئے آسان ہو۔

یعنی آخرت میں بھلائی ملے گی اور دنیا میں ہم اس پر سختی نہ کریں گے۔ بلکہ اپنے کام کے لیے جب کوئی بات اس سے کہیں گے سہولت اور نرمی کی کہیں گے۔ فی الحقیقت جو بادشاہ عادل ہو اس کی یہ ہی راہ ہوتی ہے۔ بروں کو سزا دے اور بھلوں سے نرمی کرے۔ ذوالقرنین نے یہ ہی چال اختیار کی۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۝ حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ |
| نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۝ |
| پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔ یہاں تک کہ وہ طلوع آفتاب کے آخری کنارے پر جا پہنچا، وہاں اس نے سورج کو |
| ایسے محسوس کیا سورج ایک قوم پر اُبھر رہا ہو جس کے لئے ہم نے سورج سے کوئی حجاب تک نہیں بنایا تھا۔ |

## بادشاہ ذوالقرنین کا سورج کو مقام طلوع سے دیکھنے کا بیان

"ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا" نَحْو الْمَشْرِق "حَتّٰی اِذَا بَلَغَ مَطْلِع الشَّمْس" مَوْضِع طُلُوعهَا "وَجَدَهَا تَطْلُع عَلٰی قَوْم" هُمْ الزَّنْج "لَمْ نَجْعَل لَهُمْ مِنْ دُونهَا" أَيْ الشَّمْس "سِتْرًا" مِنْ لِبَاس وَلَا سَقْف لِأَنَّ أَرْضهمْ لَا تَحْمِل بِنَاء وَلَهُمْ سُرُوب يَغِيبُونَ فِيهَا عِنْد طُلُوع الشَّمْس وَيَظْهَرُونَ عِنْد ارْتِفَاعهَا

پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر مشرق کی جانب چلا۔ یہاں تک کہ وہ طلوع آفتاب کی سمت آبادی کے آخری کنارے یعنی طلوع آفتاب کی جگہ پر جا پہنچا، وہاں اس نے سورج کے طلوع کے منظر کو ایسے محسوس کیا جیسے سورج زمین کے اس خطہ پر آباد ایک قوم پر اُبھر رہا ہو۔ جس کے لئے ہم نے سورج سے بچاؤ کی خاطر کوئی حجاب تک نہیں بنایا تھا۔ یعنی وہ لوگ بغیر لباس اور مکان کے غاروں میں رہتے تھے۔ کیونکہ ان کی زمین عمارت کو نہیں اٹھا سکتی۔ لہٰذا ان کیلئے مورچے تھے جن میں وہ طلوع آفتاب کے وقت چھپ جاتے اور غروب آفتاب کے وقت نکل آتے ہیں۔

## ذوالقرنین اسکندریہ کا مشرقی سفر کا بیان

ذوالقرنین مغرب سے واپس مشرق کی طرف چلے۔ راستے میں جو قومیں ملتیں اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی انہیں دعوت دیتے۔ اگر وہ قبول کر لیتے تو بہت اچھا ورنہ ان سے لڑائی ہوتی اور اللہ کے اور اللہ کے فضل سے وہ ہارتے آپ انہیں اپنا ماتحت کر کے وہاں کے مال و مویشی اور خادم وغیرہ لے کر آگے کو چلتے۔ بنی اسرائیلی خبروں میں ہے کہ یہ ایک ہزار چھ سو سال تک زندہ رہے۔ اور برابر زمین پر دین الٰہی کی تبلیغ میں رہے ساتھ ہی بادشاہت بھی پھیلتی رہے۔ جب آپ سورج نکلنے کی جگہ پہنچے وہاں دیکھا کہ ایک بستی آباد ہے لیکن وہاں کے لوگ بالکل نیم وحشی جیسے ہیں۔ نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ وہاں کوئی درخت ہے سورج کی دھوپ سے پناہ دینے والی کوئی چیز وہاں انہیں نظر نہ آئی۔ ان کے رنگ سرخ تھے ان کے قد پست تھے عام خوراک ان کی مچھلی تھی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جایا کرتے تھے اور غروب ہونے کے بعد جانوروں کی طرح ادھر

24

ادھر ہوجایا کرتے تھے۔قتادہ کا قول ہے کہ وہاں تو کچھ اگتا نہ تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ پانی میں چلے جاتے اور زوال کے بعد دور دراز اپنی کھیتیوں وغیرہ میں مشغول ہوجاتے۔سلمہ کا قول ہے کہ ان کے کان بڑے بڑے تھے ایک اوڑھ لیتے ،ایک بچھا لیتے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ وحشی حبشی تھے۔

ابن جریر فرماتے ہیں کہ وہاں کبھی کوئی مکان یا دیوار یا احاطہ نہیں بنا سورج کے نکلنے کے وقت یہ لوگ پانی میں گھس جاتے وہاں کوئی پہاڑ بھی نہیں۔پہلے کسی وقت ان کے پاس ایک لشکر پہنچا تو انہوں نے ان سے کہا دیکھو سورج نکلتے وقت باہر نہیں ٹھہرنا انہوں نے کہا نہیں ہم تو رات ہی رات یہاں سے چلے جائیں گے لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ ہڈیوں کے چمکیلے ڈھیر کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں سے پہلے ایک لشکر آیا تھا سورج کے نکلنے کے وقت وہ یہیں ٹھیرا رہا سب مر گئے یہ ان کی ہڈیاں ہیں یہ سنتے ہی وہ وہاں سے واپس ہوگئے۔ پھر فرماتا ہے کہ ذوالقرنین کی اس کے ساتھیوں کی کوئی حرکت کوئی گفتار اور رفتار ہم پر پوشیدہ نہ تھی۔گو اس کا لاؤ لشکر بہت تھا زمین کے ہر حصے پر پھیلا ہوا تھا لیکن ہمارا علم زمین وآسمان پر حاوی ہے۔ہم سے کوئی چیز مخفی نہیں۔(جامع البیان،سورہ کہف،بیروت)

| |
|---|
| كَذٰلِكَ ؕ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَیْهِ خُبْرًا ۝ |
| واقعہ اسی طرح ہے،اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کرلیا ہے |

## بادشاہ ذوالقرنین کی بادشاہت پر علم الٰہی کے محیط ہونے کا بیان

"كَذٰلِكَ" أَيْ الْأَمْر كَمَا قُلْنَا "وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ" أَيْ عِنْد ذِي الْقَرْنَيْنِ مِنْ الْآلَات وَالْجُنْد وَغَيْرهمَا "خُبْرًا" عِلْمًا

واقعہ اسی طرح ہے،اور جو کچھ اس کے پاس تھا ہم نے اپنے علم سے اس کا احاطہ کرلیا ہے۔یعنی خواہ وہ ذوالقرنین بادشاہ کے پاس آلات جنگ اور لشکر ہوں۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ |
| پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔یہاں تک کہ وہ دو پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا اس نے ان پہاڑوں کے پیچھے |
| ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔ |

## بڑی دیر کے بعد اشارہ سے سمجھنے والی قوم کا بیان

"حَتّٰى إِذَا بَلَغَ بَيْن السَّدَّيْنِ" بِفَتْحِ السِّين وَضَمّهَا هُنَا وَبَعْدهمَا جَبَلَانِ بِمُنْقَطَعِ بِلَاد التُّرْك سَدَّ الْإِسْكَنْدَر مَا بَيْنهمَا كَمَا سَيَأْتِي "وَجَدَ مِنْ دُونهمَا" أَيْ أَمَامهمَا "قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا" أَيْ لَا يَفْهَمُونَهُ إِلَّا بَعْد بُطْء وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْيَاء وَكَسْر الْقَاف،

یہاں تک کہ وہ ایک مقام پر دو پہاڑوں کے درمیان جا پہنچا۔یہاں سدین یہ سین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔یہاں پر

اوران دونوں پہاڑوں کے بعد بلاد ترک میں اسکندران پہاڑوں کے پیچھے ایک ایسی قوم کو آباد پایا جو کسی کی بات نہیں سمجھ سکتے تھے۔یعنی وہ بڑی دیر کے بعد اشارہ سے سمجھتی ہے۔یہاں پر یفقھون ایک قرأت میں یاء کے ضمہ اور قاف کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## ذوالقرنین اِسکندریہ کا یاجوج ماجوج کی طرف سفر کا بیان

اپنے شرقی سفر کو ختم کر کے پھر ذوالقرنین وہیں مشرق کی طرف ایک راہ چلے دیکھا کہ دو پہاڑ ہیں جو ملے ہوئے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک گھاٹی ہے جہاں سے یاجوج ماجوج نکل کر ترکوں پر تباہی ڈالا کرتے ہیں انہیں قتل کرتے ہیں کھیت باغات تباہ کرتے ہیں بال بچوں کو بھی ہلاک کرتے ہیں اور سخت فساد برپا کرتے رہتے ہیں۔یاجوج ماجوج بھی انسان ہیں جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث سے ثابت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائے گا کہ اے آدم! آپ لبیک وسعدیک کے ساتھ جواب دیں گے،حکم ہوگا آگ کا حصہ الگ کر۔پوچھیں گے کتنا حصہ؟حکم ہوگا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے دوزخ میں اور ایک جنت میں۔یہی وہ وقت ہوگا کہ بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا تم میں دو امتیں ہیں کہ وہ جن میں ہوں انہیں کثرت کو پہنچا دیتی ہیں یعنی یاجوج ماجوج۔امام نووی رحمۃ اللہ نے شرح صحیح مسلم میں ایک عجیب بات لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خاص پانی کے چند قطرے جو مٹی میں گرے تھے انہی سے یاجوج ماجوج پیدا کئے گئے ہیں گویا وہ حضرت حوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے نہیں بلکہ صرف نسل آدم علیہ السلام سے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ قول بالکل ہی غریب ہے نہ اس پر عقلی دلیل ہے نہ نقلی اور ایسی باتیں جو اہل کتاب سے پہنچتی ہیں وہ ماننے کے قابل نہیں ہوتیں۔بلکہ ان کے ہاں کے ایسے قصے ملاوٹی اور بناوٹی ہوتے ہیں۔واللہ اعلم۔مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے تین لڑکے تھے سام حام اور یافث۔سام کی نسل سے کل عرب ہیں اور حام کی نسل سے کل حبشی ہیں اور یافث کی نسل سے کل ترک ہیں۔بعض علماء کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے اس جد اعلیٰ یافث کی ہی اولاد ہیں انہیں ترک اس لئے کہا گیا ہے کہ انہیں بوجہ ان کے فساد اور شرارت کے انسانوں کی اور آبادی کے پس پشت پہاڑوں کی آڑ میں چھوڑ دیا گیا تھا۔امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ذوالقرنین کے سفر کے متعلق اور اس دیوار کے بنانے کے متعلق اور یاجوج ماجوج کے جسموں ان کی شکلوں اور ان کے کانوں وغیرہ کے متعلق وہب بن منبہ سے ایک بہت لمبا چوڑا واقعہ اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے جو علاوہ عجیب وغریب ہونے کے صحت سے دور ہے۔ابن ابی حاتم میں بھی ایسے بہت سے واقعات درج ہیں لیکن سب غریب اور غیر صحیح ہیں۔ان پہاڑوں کے درے میں ذوالقرنین نے انسانوں کی ایک آبادی پائی جو بوجہ دنیا کے اور لوگوں سے دوری کے اور ان کی اپنی مخصوص زبان کے اوروں کی بات بھی تقریباً نہیں سمجھ سکتے تھے۔ان لوگوں نے ذوالقرنین کی قوت وطاقت عقل وہنر کو دیکھ کر درخواست کی کہ اگر آپ رضامند ہوں تو ہم آپ کے لئے بہت سا مال جمع کر دیں اور آپ ان پہاڑوں کے درمیان کی گھاٹی کو کسی مضبوط دیوار سے بند کر دیں تاکہ ہم ان فسادیوں کی روزمرہ کی ان تکالیف سے بچ جائیں۔اس کے جواب میں حضرت ذوالقرنین نے فرمایا مجھے

تمہارے مال کی ضرورت نہیں اللہ کا دیا سب کچھ میرے پاس موجود ہے اور وہ تمہارے مال سے بہت بہتر ہے۔یہی جواب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ملکہ سبا کے قاصدوں کو دیا گیا تھا۔ذوالقرنین نے اپنے اس جواب کے بعد فرمایا کہ ہاں تم اپنی قوت وطاقت اور کام کاج سے میرا ساتھ دو تو میں تم میں اور ان میں ایک مضبوط دیوار کھڑی کر دیتا ہوں۔زبر جمع ہے زبرۃ کی۔ذوالقرنین فرماتے ہیں کہ لوہے کے ٹکڑے اینٹوں کی طرح کے میرے پاس لاؤ۔جب یہ ٹکڑے جمع ہو گئے تو آپ نے دیوار بنانی شروع کرادی اور وہ لمبائی چوڑائی میں اتنی ہوگئی کہ تمام جگہ گھر گئی اور پہاڑ کی چوٹی کے برابر پہنچ گئی۔اس کے طول وعرض اور موٹائی کی ناپ میں بہت سے مختلف اقوال ہیں۔جب یہ دیوار بالکل بن گئی تو حکم دیا کہ اب اس کے چاروں طرف آگ بھڑکاؤ جب وہ لوہے کی دیوار بالکل انگارے جیسی سرخ ہوگئی تو حکم دیا کہ اب پگھلا ہوا تانبا لاؤ اور ہر طرف سے اس کے اوپر بہادو چنانچہ یہ بھی کیا گیا پس ٹھنڈی ہو کر یہ دیوار بہت مضبوط اور پختہ ہوگئی اور دیکھنے میں ایسی معلوم ہونے لگی جیسے کوئی دھاری دار چادر ہو۔ابن جریر میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے وہ دیوار دیکھی ہے آپ نے فرمایا کیسی ہے؟ اس نے کہا دھاری دار چادر جیسی ہے جس میں سرخ وسیاہ دھاریاں ہیں تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن یہ روایت مرسل ہے۔خلیفہ واثق نے اپنے زمانے میں اپنے امیروں کو ایک وافر لشکر اور بہت سا سامان دے کر روانہ کیا تھا کہ وہ اس دیوار کی خبر لائیں یہ لشکر دو سال سے زیادہ سفر میں رہا اور ملک در ملک پھرتا ہوا آخر اس دیوار تک پہنچا دیکھا کہ لوہے اور تانبے کی دیوار ہے اس میں ایک بہت بڑا نہایت پختہ عظیم الشان دروازہ بھی اسی کا ہے جس پر منوں کے وزنی قفل لگے ہوئے ہیں اور جو مال مسالہ دیوار کا بچا ہوا ہے وہ وہیں پر ایک برج میں رکھا ہوا ہے جہاں پہرہ چوکی مقرر ہے۔دیوار بیحد بلند ہے کتنی ہی کوشش کی جائے لیکن اس پر چڑھنا ناممکن ہے اس سے ملا ہوا پہاڑیوں کا سلسلہ دونوں طرف برابر چلا گیا ہے اور بھی بہت سے عجائب وغرائب امور دیکھے جو انہوں نے واپس آکر خلیفہ کی خدمت میں عرض کیے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ |
| لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا۝ |
| انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج نے زمین میں فساد بپا کر رکھا ہے تو کیا ہم آپ کے لئے |
| اس پر کچھ مال مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنادیں۔ |

## یاجوج وماجوج کے فساد سے بچنے کیلئے دیوار بنانے کا بیان

"قَالُوا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إنَّ يَأْجُوج وَمَأْجُوج" بِالْهَمْزِ وَتَرْكه : هُمَا اسْمَانِ أَعْجَمِيَّانِ لِقَبِيلَتَيْنِ فَلَمْ يَنْصَرِفَا "مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْض" بِالنَّهْبِ وَالْبَغْي عِنْد خُرُوجهمْ إلَيْنَا "فَهَلْ نَجْعَل لَك خَرْجًا" جُعْلًا مِنْ الْمَال وَفِي قِرَاءَة خَرَاجًا "عَلَى أَنْ تَجْعَل بَيْننَا وَبَيْنهمْ سَدًّا" حَاجِزًا فَلَا يَصِلُونَ إلَيْنَا،

انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج۔ یہاں پر یاجوج وماجوج ہمزہ اور ترک ہمزہ دونوں طرح آئے ہیں۔ یہ دونوں اسماء عجمی ہیں اور دو قبیلوں کا نام ہونے اور عجمہ کے سبب غیر منصرف ہیں۔ یاجوج ماجوج نے زمین میں فساد بپا کر رکھا ہے یعنی ہماری جانب نکل کر قتل وغارت گری کرتے ہیں۔ تو کیا ہم آپ کے لئے اس شرط پر کچھ مال خراج مقرر کر دیں ایک قرأت میں خراج ہے۔ کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں۔ تاکہ وہ ہماری جانب نکل کر نہ آسکیں۔

## یاجوج ماجوج کے تعارف کا بیان

یہ یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے فسادی گروہ ہیں، ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، زمین میں فساد کرتے تھے، ربیع کے زمانے میں نکلتے تھے تو کھیتیاں اور سبزے سب کھا جاتے تھے، کچھ نہ چھوڑتے تھے اور خشک چیزیں لاد کر لے جاتے تھے، آدمیوں کو کھا لیتے تھے درندوں، وحشی جانوروں، سانپوں، بچھوؤں تک کو کھا جاتے تھے، حضرت ذوالقرنین سے لوگوں نے ان کی شکایت کی کہ اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج اور ماجوج نے زمین میں فساد بپا کر رکھا ہے تو کیا ہم آپ کے لئے اس پر کچھ مال مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک بلند دیوار بنا دیں۔ (تفسیر مدارک، سورہ کہف، بیروت)

## سورہ کہف آیت ۹۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابورافع حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاجوج ماجوج اس دیوار کو روزانہ کھودتے ہیں جب وہ اس میں سوراخ کرنے ہی والے ہوتے ہیں تو ان کا بڑا کہتا ہے چلو باقی کل کھول دینا۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے پہلے سے بھی زیادہ مضبوط کر دیتا ہے یہاں تک کہ ان کی مدت پوری ہو جائے گی اور اللہ چاہے گا کہ انہیں لوگوں پر مسلط کرے تو ان کا حاکم کہے گا کہ چلو باقی کل کھول دینا اور ساتھ انشاء اللہ بھی کہے گا۔ اس طرح جب وہ دوسرے دن آئیں گے تو دیوار کو اسی طرح پائیں گے جس طرح انہوں نے چھوڑی تھی اور پھر اس میں سوراخ کر کے لوگوں پر نکل آئیں گے۔ پانی پی کر ختم کر دیں گے اور لوگ ان سے بھاگیں گے پھر وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے جو خون میں لت پت ان کے پاس واپس آئے گا۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو بھی دبا لیا اور آسمان والوں پر بھی چڑھائی کر دی۔ ان کا یہ قول ان کے دل کی سختی اور غرور کی وجہ سے ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا کر دے گا جس سے وہ سب مر جائیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ زمین کے جانور ان کا گوشت کھا کر موٹے ہو جائیں گے اور منکتے پھریں گے اور ان کا گوشت کھانے پر اللہ تعالیٰ کا خوب شکر ادا کریں گے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1097)

| |
|---|
| قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا٥ |
| اس نے کہا جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہ بہتر ہیں، اس لیے تم قوت کے ساتھ |
| میری مدد کرو کہ میں تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔ |

## ذوالقرنین کا بلا معاوضہ دیوار بنانے کا بیان

"قَالَ مَا مَكَّنِّي" وَفِي قِرَاءَة بِنُونَيْنِ مِنْ غَيْر إِدْغَام "فِيهِ رَبِّي" مِنْ الْمَال وَغَيْره "خَيْر" مِنْ خَرْجكُمْ الَّذِي تَجْعَلُونَهُ لِي فَلَا حَاجَة بِي إِلَيْهِ وَأَجْعَل لَكُمْ السَّدّ تَبَرُّعًا "فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ" لِمَا أَطْلُبهُ مِنْكُمْ "بَيْنكُمْ وَبَيْنهمْ رَدْمًا" حَاجِزًا حَصِينًا

اس نے کہا جن چیزوں میں میرے رب نے مجھے اقتدار بخشا ہے وہ مال وغیرہ سے بہتر ہے، یہاں پر ایک قرأت کے مطابق مکنني یہ دونونوں کے ساتھ بغیر ادغام کے آیا ہے۔ لہٰذا تم جو میرے لئے خراج وغیرہ نکالو مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں تمہارے لئے بہ طور احسان دیوار بنا دیتا ہوں۔ اس لیے تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو یعنی میں تم سے جس محنت ومزدوری کا مطالبہ کروں کہ میں تمھارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔ جو روکنے والا قلعہ بن جائے۔

چنانچہ ذوالقرنین نے ان کی اس درخواست کو منظور کرلیا اور کہا تمہاری مالی امداد کی مجھے ضرورت نہیں اللہ کا دیا ہوا بہت کچھ موجود ہے البتہ لیبر یا مزدور تم مہیا کردو تو میں ایسی دیوار بنوادوں گا۔ علاوہ ازیں مجھے کچھ لوہے کی چادریں اور دوسرا سامان تعمیر مہیا کرنا تمہاری ذمہ داری ہوگی۔

| |
|---|
| اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ |
| حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا ؕ |
| تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دو، یہاں تک کہ جب اس نے دونوں چوٹیوں کے درمیان برابر کر دی تو کہنے لگا: |
| دھونکو، یہاں تک کہ جب اس نے اس کو آگ بنا ڈالا تو کہنے لگا: میرے پاس لاؤ، میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں گا۔ |

## لوہا پگھلا کر یاجوج ماجوج سے بچنے کیلئے دیوار بنانے کا بیان

"آتُونِي زُبَر الْحَدِيد" قِطَعه عَلَى قَدْر الْحِجَارَة الَّتِي يُبْنَى بِهَا وَجَعَلَ بَيْنهَا الْحَطَب وَالْفَحْم "حَتَّى إِذَا سَاوَى بَيْن الصَّدَفَيْنِ" بِضَمِّ الْحَرْفَيْنِ وَفَتْحهمَا وَضَمّ الْأَوَّل وَسُكُون الثَّانِي أَيْ جَانِبَيْ الْجَبَلَيْنِ بِالْبِنَاءِ وَوَضَعَ الْمَنَافِخ وَالنَّار حَوْل ذَلِكَ "قَالَ انْفُخُوا" فَنَفَخُوا "حَتَّى إِذَا جَعَلَهُ" أَيْ الْحَدِيد "نَارًا" أَيْ كَالنَّارِ "قَالَ آتُونِي أُفْرِغ عَلَيْهِ قِطْرًا" هُوَ النُّحَاس الْمُذَاب تَنَازَعَ فِيهِ الْفِعْلَانِ وَحُذِفَ مِنْ الْأَوَّل لِإِعْمَالِ الثَّانِي النُّحَاس الْمُذَاب عَلَى الْحَدِيد الْمُحْمِيّ فَدَخَلَ بَيْن زُبَره فَصَارَا شَيْئًا وَاحِدًا

تم مجھے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے لا دو، یعنی پتھروں کی ٹکڑے جن پر دیوار بنائی جاسکے۔ تو بادشاہ ذوالقرنین نے ان کے درمیان لکڑی اور کوئلہ دکھ دیا۔ یہاں تک کہ جب اس نے وہ لوہے کی دیوار پہاڑوں کی دونوں چوٹیوں کے درمیان برابر کر

دی۔ یہاں پر لفظ صدفین دونوں حروف کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ضمہ اول اور سکون ثانی کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تو ان انہیں دونوں پہاڑوں کی جانب میں رکھ دیا۔ تو کہنے لگا: اب آگ لگا کر اسے دھونکو، یہاں تک کہ جب اس نے اس لوہے کو دھونک دھونک کر آگ بنا ڈالا۔ تو کہنے لگا: میرے پاس لاؤ۔ اب میں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں گا۔ قطرا سے مراد پگھلا ہوا تانبا ہے اور قطرا کے بارے میں تنازع فعلان واقع ہوا ہے۔ جب پہلے فعل کو حذف کر کے دوسرے کو عمل دیں یعنی تانبا پگھلا کر لوہے پر ڈالا جائے۔ یا وہ لوہے میں داخل ہو کر ایک ہی چیز بن چکا ہے۔

پہلے لوہے کے بڑے بڑے تختوں کی اوپر نیچے تہیں جمائی گئیں جب ان کی بلندی دونوں طرف کی گھاٹیوں تک پہنچ گئی تو لوگوں کو حکم دیا کہ خوب آگ دھونکو اور اس کام کے لیے لکڑی اور کوئلہ کو استعمال میں لایا گیا جب لوہا آگ کی طرح سرخ ہو گیا تو پگھلا ہوا تانبہ اوپر سے ڈالا گیا جو لوہے کی چادروں کی درزوں میں جم کر پیوست ہو گیا اور یہ سب کچھ مل کر پہاڑ سا بن گیا بظاہر ایسی دیوار کی تعمیر ایک حیران کن اور بالخصوص اس دور میں ایک خرق عادت واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم اہرام مصر اور ان کے دور تعمیر کی طرف نظر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں ایسے ایسے آلات تعمیر پائے جاتے تھے جن کا آج تصور بھی نہیں ہو سکتا۔

| |
|---|
| فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۝ |
| پھر ان (یاجوج اور ماجوج) میں نہ اتنی طاقت تھی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ اتنی قدرت پا سکے کہ اس میں سوراخ کر دیں۔ |

## دیوار یاجوج وماجوج میں مضبوطی کے باعث سوارخ نہ ہوسکنے کا بیان

"فَمَا اسْطَاعُوا" أَیْ يَأْجُوج وَمَأْجُوج "أَنْ يَظْهَرُوْهُ" يَعْلُوا ظَهْره لِارْتِفَاعِهِ وَمَلَاسَته "وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا" لِصَلَابَتِهِ وَسُمْكه

پھر ان (یاجوج اور ماجوج) میں نہ اتنی طاقت تھی کہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ اتنی قدرت پا سکے کہ اس میں سوراخ کر دیں۔ یعنی اس کی سختی و مضبوطی کی وجہ سے وہ سوراخ نہیں کر سکتے۔

اس دیوار پر نہ تو چڑھنے کی طاقت یاجوج ماجوج کو ہے، نہ وہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے ہیں کہ وہاں سے نکل آئیں۔ چونکہ چڑھنا بہ نسبت توڑنے کے زیادہ آسان ہے اسی لئے چڑھنے میں مااسطاعوا کا لفظ لائے اور توڑنے میں مااستطاعوا کا لفظ لائے۔ غرض نہ تو وہ چڑھ کر آ سکتے ہیں نہ سوراخ کر کے۔

مسند احمد میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر روز یاجوج ماجوج اس دیوار کو کھودتے ہیں یہاں تک کے قریب ہوتا ہے کہ سورج کی شعاع ان کو نظر آ جائیں چونکہ دن گزر جاتا ہے، اس لئے ان کے سردار کا حکم ہوتا ہے کہ اب بس کرو کل آ کر توڑ دیں گے لیکن جب وہ دوسرے دن آتے ہیں، تو اسے پہلے دن سے زیادہ مضبوط پاتے ہیں۔ قیامت کے قریب جب ان کا نکلنا اللہ کو منظور ہوگا تو یہ کھودتے ہوئے جب دیوار کو چھلکے جیسی کر دیں گے تو ان کا سردار کہے گا اب چھوڑ دو کل انشاء اللہ اسے توڑ ڈالیں گے پس انشاء اللہ کہہ لینے کی برکت سے دوسرے دن جب وہ آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے۔ ویسی ہی پائیں گے فورا گرا دیں گے اور

باہر نکل پڑیں گے۔ تمام پانی چاٹ جائیں گے، لوگ تنگ آ کر قلعوں میں پناہ گزیں ہو جائیں گے۔ یہ اپنے تیر آسمان کی طرف چلائیں گے اور مثل خون آلود تیروں کے ان کی طرف لوٹائے جائیں گے تو یہ کہیں گے زمین والے سب دب گئے آسمان والوں پر بھی ہم غالب آ گئے اب ان کی گردنوں میں گلٹیاں نکلیں گی اور سب کے سب بحکم الٰہی اسی وبا سے ہلاک کر دئے جائیں گے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ زمین کے جانوروں کی خوراک ان کے جسم و خون ہوں گے جس سے وہ خوب موٹے تازے ہو جائیں گے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔

آیت کے ظاہری الفاظ صاف ہیں کہ نہ وہ چڑھ سکتے ہیں نہ سوراخ کر سکتے ہیں کیونکہ دیوار، نہایت، مضبوط، بہت پختہ اور سخت ہے۔ کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ یاجوج ماجوج روزانہ اسے چاٹتے ہیں اور بالکل چھلکے جیسی کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں چلو کل توڑ دیں گے دوسرے دن جو آتے ہیں تو جیسی اصل میں تھی ویسی ہی پاتے ہیں آخری دن وہ بہ الہام الٰہی جاتے وقت انشاء اللہ کہیں گے دوسرے دن جو آئیں گے تو جیسی چھوڑ گئے تھے، ویسی ہی پائیں گے اور توڑ ڈالیں گے۔

جو مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے، چہرہ مبارک سرخ ہو رہا تھا اور فرماتے جاتے تھے لا الہ الا اللہ عرب کی خرابی کا وقت قریب آ گیا آج یاجوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہو گیا پھر آپ نے اپنی انگلیوں سے حلقہ بنا کر دکھایا اس پر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم بھلے لوگوں کی موجودگی میں بھی ہلاک کر دیئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں جب خبیث لوگوں کی کثرت ہو جائے۔ یہ حدیث بالکل صحیح ہے بخاری و مسلم دونوں میں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ هٰذَا رَحۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّىۡ‌ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ رَبِّىۡ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ‌ ۚ وَكَانَ وَعۡدُ رَبِّىۡ حَقًّا ؕ |
| کہا یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے، پھر جب میرے رب کا وعدہ آ گیا تو وہ اسے زمین کے برابر کر دے گا |
| اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔ |

## قرب قیامت یاجوج ماجوج کے خروج کا بیان

"قَالَ" ذُو الْقَرْنَيْنِ "هٰذَا" أَيْ السَّدّ أَيْ الْإِقْدَار عَلَيْهِ "رَحْمَة مِنْ رَبِّي" نِعْمَة لِأَنَّهُ مَانِع مِنْ خُرُوجهمْ "فَإِذَا جَاءَ وَعْد رَبِّي" بِخُرُوجِهِمْ الْقَرِيب مِنْ الْبَعْث "جَعَلَهُ دَكَّاء" مَدْكُوكًا مَبْسُوطًا "وَكَانَ وَعْد رَبِّي" بِخُرُوجِهِمْ وَغَيْره "حَقًّا" كَائِنًا

بادشاہ ذوالقرنین نے کہا یہ میرے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے، یعنی مضبوط دیوار بنا دینا۔ کیونکہ وہی ان کے خروج کو روکنے والا ہے۔ پھر جب میرے رب کا وعدہ آ گیا یعنی بعث کے قریب ان کے خروج کا وقت آئے گا۔ تو وہ اسے زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ ہمیشہ سے سچا ہے۔ یعنی جو ان کے خروج وغیرہ کے بارے میں ہے۔

اس دیوار کو بنا کر ذوالقرنین اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور اللہ کا شکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگو یہ بھی رب کی رحمت ہے

کہ اس نے ان شریروں کی شرارت سے مخلوق کو اب امن دے دیا ہاں جب اللہ کا وعدہ آ جائے گا تو اس کا ڈھیر ہو جائے گا۔ یہ زمین دوز ہو جائے گی۔ مضبوطی کچھ کام نہ آئے گی۔ اونٹنی کا کوہان جب اس کی پیٹھ سے ملا ہوا ہو تو عرب میں اسے ناقتہ دکاء کہتے ہیں۔ قرآن میں اور جگہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پہاڑ پر رب نے تجلی کی تو وہ پہاڑ زمین دوز ہو گیا وہاں بھی لفظ جعلہ دکاء ہے۔ پس قریب بہ قیامت یہ دیوار پاش پاش ہو جائے گی اور ان کے نکلنے کا راستہ بن جائے گا۔ اللہ کے وعدے اٹل ہیں، قیامت کا آنا یقینی ہے۔ اس دیوار کے ٹوٹتے ہی یہ لوگ نکل پڑیں گے اور لوگوں میں گھس جائیں گے اپنوں بیگانوں کی تمیز اٹھ جائے گی۔ یہ واقعہ دجال کے آ جانے کے بعد قیامت کے قیام سے پہلے ہوگا

| |
|---|
| وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ |
| اور ہم اس وقت آزاد کر دیں گے وہ ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا تو ہم ان سب کو جمع کر لیں گے۔ |

## میدان حشر میں ساری مخلوق کے جمع ہونے کا بیان

"وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ" يَوْم خُرُوجهمْ "يَمُوج فِي بَعْض" يَخْتَلِط بِهِ لِكَثْرَتِهِمْ "وَنُفِخَ فِي الصُّور" أَيْ الْقَرْن لِلْبَعْثِ "فَجَمَعْنَاهُمْ" أَيْ الْخَلَائِق فِي مَكَان وَاحِد يَوْم الْقِيَامَة

اور ہم اس وقت یعنی یاجوج ماجوج کے خروج کے وقت آزاد کر دیں گے وہ تیز وتند موجوں کی طرح ایک دوسرے میں گھس جائیں گے اور صور پھونکا جائے گا۔ جس کو قرآن نے بعث کہا ہے۔ تو ہم ان سب کو میدان حشر میں جمع کر لیں گے۔

اس کے بعد صور پھونکا جائے گا اور سب جمع ہو جائیں گے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن انسان جن سب خلط ملط ہو جائیں گے۔

بنی خزارہ کے ایک شیخ کا بیان ابن جریر میں ہے کہ جب جن انسان آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں گے اس وقت ابلیس کہے گا کہ میں جاتا ہوں معلوم کرتا ہوں کہ یہ کیا بات ہے؟ مشرق کی طرف بھاگے گا لیکن وہاں فرشتوں کی جماعتوں کو دیکھ کر رک جائے گا اور لوٹ کر مغرب کو پہنچے گا، وہاں بھی یہی رنگ دیکھ کر دائیں بائیں بھاگے گا لیکن چاروں طرف سے فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر نا امید ہو کر چیخ پکار شروع کر دے گا اچانک اسے ایک چھوٹا سا راستہ دکھائی دے گا، اپنی ساری ذریات کو لے کر اس میں چل پڑے گا آگے جا کر دیکھے گا کہ دوزخ بھڑک رہی ہے ایک داروغہ جہنم اس سے کہے گا کہ اے موذی خبیث! کیا اللہ نے تیرا مرتبہ نہیں بڑھایا تھا؟ کیا تو جنتیوں میں نہ تھا؟ یہ کہے گا آج ڈانٹ کیوں کرتے ہو؟ آج تو چھٹکارے کا راستہ بتاؤ میں عبادت الٰہی کے لئے تیار ہوں اگر حکم ہو تو اتنی اور ایسی عبادت کروں کہ روئے زمین پر کسی نہ کی ہو۔ داروغہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ تیرے لئے ایک فریضہ مقرر کرتا ہے وہ خوش ہو کر کہے گا میں اس کے حکم کی بجا آوری کے لیے پوری مستعدی سے موجود ہوں۔ حکم ہوگا کہ یہی کہ تم سب جہنم میں چلے جاؤ۔ اب یہ خبیث ہکا بکا رہ جائے گا وہیں فرشتہ اپنے پر سے اسے اور اس کی تمام ذریت کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دے گا۔ جہنم انہیں لے کر

آدبوچے گی اور ایک مرتبہ تو وہ جھلائے گی کہ تمام مقرب فرشتے اور تمام نبی رسول گھٹنوں کے بل اللہ کے سامنے عاجزی میں گر پڑیں گے۔

طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یاجوج ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں اگر وہ چھوڑ دئے جائیں تو دنیا کی معاش میں فساد ڈال دیں، ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے پھر ان کے سوا تین امتیں اور ہیں تاویل مارس اور منسک ۔ یہ حدیث غریب ہے۔

نسائی میں ہے کہ ان کی بیویاں بچے ایک ایک اپنے پیچھے ہزار ہزار بلکہ زیادہ چھوڑ کر مرتا ہے۔ پھر فرمایا صور پھونک دیا جائے گا جیسے حدیث میں ہے کہ وہ ایک قرن ہے جس میں صور پھونک دیا جائے گا پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں کیسے چین اور آرام سے بیٹھوں؟ صور کو منہ سے لگائے ہوئے پیشانی جھکائے ہوئے، کان لگائے ہوئے، منتظر بیٹھا ہے کہ کب حکم ہو اور میں پھونک دوں۔ لوگوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ہم کیا کہیں؟ فرمایا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ۝ نِالَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ |
| فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝ |
| اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے عین سامنے پیش کریں گے۔ وہ لوگ کہ ان کی آنکھیں میرے ذکر سے پردے میں تھیں |
| اور وہ سن ہی نہ سکتے تھے۔ |

## کفار کا بغض کے سبب قرآن کو نہ سن سکنے کا بیان

"وَعَرَضْنَا" قَرَّبْنَا، جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا "الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنهمْ" بَدَل مِنْ الْكَافِرِينَ "فِي غِطَاء عَنْ ذِكْرِي" أَيْ الْقُرْآن فَهُمْ عُمْي لَا يَهْتَدُونَ بِهِ "وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا" أَيْ لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَسْمَعُوا مِنْ النَّبِيّ مَا يَتْلُوهُ عَلَيْهِمْ بُغْضًا لَهُ فَلَا يُؤْمِنُونَ بِهِ

اور اس دن ہم جہنم کو کافروں کے عین سامنے پیش کریں گے۔ وہ لوگ کہ ان کی آنکھیں میرے ذکر یعنی قرآن سے پردے میں تھیں یعنی وہ اندھے ہیں نہیں دیکھ سکتے۔ یہاں پر "اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنهمْ" کافرین سے بدل ہے۔ اور وہ سن ہی نہ سکتے تھے۔ یعنی جو کچھ نبی کریم ﷺ تلاوت فرماتے ہیں وہ بغض کے سبب اس کو نہیں سن سکتے اور نہ ہی وہ ایمان لاتے ہیں۔

## کفار کا جہنم کو دیکھ کر سمجھ جانے کا بیان

کافر جہنم میں جانے سے پہلے جہنم کو اور اس کے عذاب کو دیکھ لیں گے اور یہ یقین کر کے کہ وہ اسی میں داخل ہونے والے ہیں داخل ہونے سے پہلے ہی جلنے کڑھنے لگیں گے غم ورنج ڈر خوف کے مارے گھلنے لگیں گے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ جہنم

کو قیامت کے دن گھسیٹ کر لایا جائے گا جس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی ہر ایک لگام پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے۔ یہ کافر دنیا کی ساری زندگی میں اپنی آنکھوں اور کانوں کے بیکار کیئے بیٹھے رہے، نہ حق دیکھا، نہ حق سنا نہ مانا نہ عمل کیا۔ شیطان کا ساتھ دیا اور رحمان کے ذکر سے غفلت برتی۔ اللہ کے احکام اور ممانعت کو پس پشت ڈالے رہے۔ یہی سمجھتے رہے کہ ان کے جھوٹے معبود ہی انہیں سارے نفع پہنچائیں گے اور کل سختیاں دور کریں گے۔ محض غلط خیال ہے بلکہ وہ تو ان کی عبادت کے بھی منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ ان کافروں کی منزل تو جہنم ہی ہے جو ابھی سے تیار ہے۔ (صحیح مسلم)

| |
|---|
| اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ○ |
| کیا کافر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو کارساز بنالیں گے، بیشک ہم نے کافروں کے لئے جہنم |
| کی میزبانی کو تیار کر رکھا ہے۔ |

## کفار کیلئے مہمان خانہ کی طرح جہنم کو تیار کر رکھنے کا بیان

"أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِى" أَىْ مَلَائِكَتِى وَعِيسَى وَعُزَيْرًا "مِنْ دُونِى أَوْلِيَاء" أَرْبَابًا مَفْعُول ثَانٍ لِيَتَّخِذُوا وَالْمَفْعُول الثَّانِى لِحَسِبَ مَحْذُوف الْمَعْنَى أَظَنُّوا أَنَّ الِاتِّخَاذ الْمَذْكُور لَا يُغْضِبنِى وَلَا أُعَاقِبهُمْ عَلَيْهِ ؟ كَلَّا "إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّم لِلْكَافِرِينَ" هَؤُلَاءِ وَغَيْرهمْ "نُزُلًا" أَىْ هِىَ مُعَدَّة لَهُمْ كَالْمَنْزِلِ الْمُعَدّ لِلضَّيْفِ

کیا کافر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں جیسے میرے فرشتوں اور عیسیٰ اور عزیر علیہما السلام کو کارساز بنالیں گے، یہاں پر اولیاء یہ، یتخذوا کا مفعول ثانی ہے۔ اور حسب کا مفعول ثانی محذوف ہے۔ معنی یہ ہے کہ وہ مذکورہ معبودوں کو بنا کر کیا مجھے ناراض نہیں کریں گے؟ اور کیا میں انہیں اس پر سزا نہ دوں گا؟ لہٰذا ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ بیشک ہم نے کافروں کے لئے جہنم کی میزبانی کو تیار کر رکھا ہے۔ یعنی کفار کیلئے جہنم کو ایسے تیار کر رکھا ہے جس طرح مہمانوں کیلئے مہمان خانہ تیار کیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا |
| وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ |
| فرما دیجئے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کر دیں جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی |
| ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اور وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں۔ |

## خود فہمی میں اچھے اجر کی توقع رکھنے والوں کے اعمال کی بربادی کا بیان

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا" تَمْيِيز طَابَقَ الْمُمَيَّز وَبَيَّنَهُمْ بِقَوْلِهِ "الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيهمْ فِى

الْحَیَاۃ الدُّنْیَا" بَطَلَ عَمَلهمْ "وَهُمْ یَحْسَبُونَ" یَظُنُّونَ "أَنَّهُمْ یُحْسِنُونَ صُنْعًا" عَمَلًا یُجَازَوْنَ عَلَیْهِ.

فرمادیجئے: کیا ہم تمہیں ایسے لوگوں سے خبردار کردیں، یہاں پر اعمالا یہ تمیز ہے۔لہٰذا ممیّز کے مطابق لایا گیا ہے۔اوران کے اس بیان سے واضح ہے۔جو اعمال کے حساب سے سخت خسارہ پانے والے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جن کی ساری جدوجہد دنیا کی زندگی میں ہی برباد ہوگئی اوروہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم بڑے اچھے کام انجام دے رہے ہیں۔یعنی انہیں اچھے اعمال پر جزاء دی جائے گی۔

ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے بہت زیادہ کھانے پینے والے موٹے تازے انسان کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے لایا جائے گا لیکن اس کا وزن اناج کے ایک دانے کے برابر بھی نہ ہوگا۔پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔بزار میں ہے ایک قریشی کافر اپنے حلے میں اتراتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرا تو آپ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا یہ ان میں سے ہے جن کا کوئی وزن قیامت کے دن اللہ کے پاس نہ ہوگا۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۝ |
| یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات اوراس کی ملاقات کاانکار کیا،توان کے اعمال ضائع ہوگئے، |
| سوہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ |

## منکرین آخرت کیلئے آخرت میں کوئی قدر نہ ہونے کا بیان

"أُولَئِكَ الَّذِینَ كَفَرُوا بِآیَاتِ رَبّهمْ" بِدَلَائِل تَوْحِیده مِنْ الْقُرْآن وَغَیْره "وَلِقَائِهِ" أَیْ وَبِالْبَعْثِ وَالْحِسَاب وَالثَّوَاب وَالْعِقَاب "فَحَبِطَتْ أَعْمَالهمْ" بَطَلَتْ "فَلَا نُقِیم لَهُمْ یَوْم الْقِیَامَة وَزْنًا" أَیْ لَا نَجْعَل لَهُمْ قَدْرًا

یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات یعنی جوقرآن میں دلائل توحیدوغیرہیں اوراس کی ملاقات یعنی بعث،حساب اور ثواب وعذاب کاانکار کیا،توان کے اعمال ضائع ہوگئے،سوہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔یعنی ان کیلئے کوئی قدر نہ ہوگی۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے مصعب نے سوال کیا کہ کیا اس آیت سے مراد خارجی ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ مراد اس سے یہود ونصاری ہیں۔یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نصرانیوں نے جنت کو سچا نہ جانا اور کہا کہ وہاں کھانا پینا کچھ نہیں۔خارجیوں نے اللہ کے وعدے کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیا۔پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ خارجیوں کو فاسق کہتے تھے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ جیسے یہ آیت یہود ونصاری وغیرہ کفار کو شامل ہے،اسی طرح خارجیوں کا حکم بھی اس میں ہے کیونکہ آیت عام ہے جو بھی اللہ کی عبادت واطاعت اس طریقے سے بجالائے جو طریقہ اللہ کو پسند نہیں تو گووہ اپنے اعمال سے خوش ہو اور سمجھ رہا ہے کہ میں نے آخرت کا توشہ بہت کچھ

جمع کرلیا ہے میرے نیک اعمال اللہ کے پسندیدہ ہیں اور مجھے ان پر اجر وثواب ضرور ملے گا لیکن اس کا یہ گمان غلط ہے اس کے اعمال مقبول نہیں بلکہ مردود ہیں اور وہ غلط گمان شخص ہے آیت مکی ہے اور ظاہر ہے کہ مکے میں یہود ونصاری مخاطب نہ تھے۔ اور خارجیوں کا تو اس وقت تک وجود بھی نہ تھا۔ پس ان بزرگوں کا یہی مطلب ہے کہ آیت کے عام الفاظ ان سب کو اور ان جیسے اور سب کو شامل ہیں۔ جیسے سورہ غاشیہ میں ہے کہ قیامت کے دن بہت سے چہرے ذلیل وخوار ہوں گے جو دنیا میں بہت محنت کرنے والے بلکہ اعمال سے تھکے ہوئے تھے اور سخت تکلیفیں اٹھائے ہوتے تھے آج وہ باوجود ریاضت وعبادت کے جہنم واصل ہوں گے اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیے جائیں گے۔ اور آیت میں ہے (وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ،الفرقان:23) ان کے تمام کئے کرائے اعمال کو ہم نے آگے بڑھ کر ردی اور بیکار ردی کر دیا۔ اور آیت میں ہے کافروں کی اعمال کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی پیاسا ریت کے تودے کو پانی کا دریا سمجھ رہا ہو لیکن جب پاس آتا ہے تو ایک بوند پانی کی نہیں پاتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے طور پر عبادت ریاضت تو کرتے رہے اور دل میں بھی سمجھتے رہے کہ ہم بہت کچھ نیکیاں کر رہے ہیں اور وہ مقبول اور اللہ کے پسندیدہ ہیں لیکن چونکہ وہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق نہ تھیں، نبیوں کے فرمان کے مطابق نہ تھیں اس لئے بجائے مقبول ہونے کے مردود ہوگئیں اور بجائے محبوب ہونے کے مبغوض ہوگئے۔ اس لئے وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے رہے اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول کی رسالت کے تمام تر ثبوت ان کے سامنے تھے لیکن انہوں نے آنکھیں بند کرلیں اور مانے ہی نہیں۔ ان کا نیکی کا پلڑا بالکل خالی رہے گا۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے قیامت کے دن ایک موٹا تازہ بڑا بھاری آدمی آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا پھر آپ نے فرمایا اگر تم چاہو اس آیت کی تلاوت کرلو، ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ؀ |
| یہی دوزخ ہی ان کی جزا ہے اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے رہے اور میری نشانیوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ |

## آیات اور انبیائے کرام کا مذاق اڑانے والوں کیلئے جہنم کی آگ ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" أَيْ الْأَمْر الَّذِي ذَكَرْت عَنْ حُبُوط أَعْمَالهمْ وَغَيْره مُبْتَدَأ خَبَره "جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّم بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا" أَيْ مَهْزُوءًا بِهِمَا

یہی یعنی جو ہم نے ان کے اعمال وغیرہ کی بربادی کو ذکر کیا ہے۔ یہ مبتداء اور اس کی خبر آنے والا جملہ ہے۔ کہ دوزخ ہی ان کی جزا ہے اس وجہ سے کہ وہ کفر کرتے رہے اور میری نشانیوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑاتے رہے۔ یعنی میری آیات اور رسولان گرامی دونوں سے مذاق کرتے تھے۔

مرفوع حدیث کی طرح حضرت کعب کا قول بھی روایت ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے کفر کا، اللہ کی آیتوں کا اور اس کے رسولوں کو ہنسی مذاق میں اڑانے کا۔ اور ان کے نہ ماننے بلکہ انہیں جھٹلانے کا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاۙ |
| خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا |
| بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے توان کے لئے فردوس کے باغات کی مہمانی ہوگی۔ |
| وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کبھی بدلنا نہ چاہیں گے۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کیلئے جنت فردوس ہونے کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات كَانَتْ لَهُمْ" فِی عِلْم اللّٰه "جَنَّات الْفِرْدَوْس" هُوَ وَسَط الْجَنَّة وَأَعْلَاهَا وَالْإِضَافَة إِلَيْهِ لِلْبَيَانِ "نُزُلًا" مَنْزِلًا، "خَالِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ" يَطْلُبُوْنَ "عَنْهَا حِوَلًا" تَحَوُّلًا إِلَى غَيْرهَا

بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔توان کے لئے فردوس کے باغات کی مہمانی ہوگی۔جو اللہ کے علم میں ہے۔اور وہ جنت کا درمیانی حصہ ہے اور اعلیٰ مقام ہے۔اور یہاں اضافت بیانیہ ہے۔وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے اپنا ٹھکانا کبھی بدلنا نہ چاہیں گے۔یعنی وہاں سے کسی جگہ کی طرف نہ جائیں گے۔

## جنت فردوس کے اعلیٰ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں بھیجی یعنی شریعت پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر از راہ فضل وکرم بحسب اپنے وعدے کے واجب ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل کرے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور خواہ ہجرت کرے اور خواہ اپنے وطن وگھر میں جہاں پیدا ہوا بیٹھا رہے یعنی نہ جہاد کرے اور نہ ہجرت کرے "صحابہ" نے سن کر عرض کیا کہ " کیا لوگوں کو ہم یہ خوشخبری نہ سنادیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" لیکن جہاد کرنے والے کی یہ فضیلت بھی سن لو کہ جنت میں سودرجے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ان کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔لہٰذا جب تم اللہ سے جہاد پر درجہ عالی مانگو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ فردوس اوسط جنت ہے یعنی جنت کے تمام درجات میں سب سے بہتر وافضل ہے اور سب سے بلند جنت ہے اور اس کے اوپر عرش ہے گویا وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں یعنی چار چیزیں جنت کی اصل ہیں جیسے پانی، دودھ، شراب اور شہد وہ جنت الفردوس ہی سے جاری ہوتی ہیں۔(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 910)

قُل لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

فرما دیجئے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی ہو جائے تو وہ سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا اگرچہ ہم اس کی مثل اور مدد کے لئے لے آئیں۔

## سمندروں کی روشنائی سے بھی کلمات کے زیادہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْر" أَيْ مَاؤُهُ "مِدَادًا" هُوَ مَا يُكْتَب بِهِ "لِكَلِمَاتِ رَبِّي" الدَّالَّة عَلَى حِكَمه وَعَجَائِبه بِأَنْ تُكْتَب بِهِ "لَنَفِدَ الْبَحْر" فِي كِتَابَتهَا "قَبْل أَنْ تَنْفَد" بِالتَّاءِ وَالْيَاء : تَفْرُغ "كَلِمَات رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ" أَيْ الْبَحْر "مَدَدًا" زِيَادَة فِيهِ لَنَفِدَ وَلَمْ تَفْرُغ هِيَ وَنَصْبه عَلَى التَّمْيِيز

فرما دیجئے: اگر سمندر یعنی اس کا پانی میرے رب کے کلمات یعنی جن کی دلالت حکمت اور اس کے عجائب پر ہے۔ کے لئے روشنائی ہو جائے۔ جس کے ساتھ اس کو لکھا جائے۔ تو وہ سمندر میرے رب کے کلمات کو لکھنے کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا۔ یہاں پر تنفد یہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اگرچہ ہم اس کی مثل اور سمندر یا روشنائی مدد کے لئے لے آئیں۔ یعنی سمندر زیادہ کر دیں تب بھی وہ ختم ہو جائیں گے لیکن کلمات ربی ختم نہ ہوں گے۔ یہاں پر مددا یہ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

## سورہ کہف آیت ۱۰۹ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہود نے کہا اے محمد ﷺ آپ کا خیال ہے کہ ہمیں حکمت دی گئی اور آپ کی کتاب میں ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیرِ کثیر دی گئی پھر آپ کیسے فرماتے ہیں کہ تمہیں نہیں دیا گیا مگر تھوڑا علم؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب آیت (وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ، الإسراء:85) نازل ہوئی تو یہود نے کہا کہ ہمیں توریت کا علم دیا گیا اور اس میں ہر شے کا علم ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، مدعا یہ ہے کہ کل شے کا علم بھی علم الٰہی کے حضور قلیل ہے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنی ایک قطرے کو سمندر سے ہو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ کہف، بیروت)

## اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کے عجائب کا لامتناہی ہونے کا بیان

کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت کے کمالات اور عجائبات قدرت ہیں اور یہ لامتناہی اور بے حد حساب ہیں جن میں ہر آن مزید وسعت بھی ہوتی رہتی ہے اور سمندر یا سمندروں کا پانی خواہ کتنا ہی کثیر مقدار میں ہو بہر حال اس کی ایک حد ہے اور ایک محدود چیز کا لامحدود چیز سے کیا مقابلہ ہو سکتا ہے لہٰذا سمندروں کی سیاہی تو ختم ہو سکتی ہے لیکن اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے۔

اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین کے سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر اللہ کے کلمات اللہ کی قدرتوں کے اظہار، اللہ کی باتیں، اللہ کی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی لیکن اللہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن کہ اللہ کی قدرتیں اس کی حکمتیں

اس کی دلیلیں ختم ہو جائیں۔

یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات الٰہی پورے لکھ لئے جائیں اللہ کی عزت اور حکمت اس کا غلبہ اور قدرت وہی جانتا ہے۔ تمام انسانوں کا علم اللہ کے علمی مقابلہ میں اتنا بھی نہیں جتنا سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔ تمام درختوں کی قلمیں گھس گھس کر ختم ہو جائیں تمام سمندروں کی سیاہیاں نبڑ جائیں لیکن کلمات الٰہی ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ ان گنت ہیں، کون ہے؟ جو اللہ کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا و صفت بجا لا سکے؟ بیشک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بیشک ہم جو تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے۔ اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا |
| لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ○ |
| تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے |
| ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ |

## شان نبوت کا وحی کے ذریعے خصوصیت کا بیان

"قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَر" آدَمِيّ "مِثْلكُمْ يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهكُمْ إِلَه وَاحِد" أَنَّ الْمَكْفُوفَة بِمَا بَاقِيَةٌ عَلَى مَصْدَرِيَّتِهَا وَالْمَعْنَى : يُوحَى إِلَيَّ وَحْدَانِيَّة الْإِلَه "فَمَنْ كَانَ يَرْجُو" يَأْمُل "لِقَاء رَبّه" بِالْبَعْثِ وَالْجَزَاء "فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِك بِعِبَادَةِ رَبّه" أَيْ فِيهَا بِأَنْ يُرَائِيَ،

تو فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا انسان ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ یہاں پر اَن پر ما کافہ ہے جو مصدریت کے معنی پر باقی ہے اور معنی یہ ہے کہ میری طرف معبود واحد کی طرف سے وحی آئی ہے کہ جسے بعث و جزاء کے ذریعے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو۔ اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ یعنی اس میں ریا کاری نہ کرے۔

## سورہ کہف آیت ۱۱۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت جندب بن زہیر غامدی کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے کہا کہ میں خالص اللہ کے لیے عمل کرتا ہوں لیکن کوئی میرے عمل پر مطلع ہو جائے تو مجھے اس سے خوشی ہوتی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک اللہ پاک ہے اور پاکیزہ عمل ہی کو قبول کرتا ہے جس عمل میں ریا ہو اسے قبول نہیں کرتا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل

فرمائی۔(قرطبی 11۔(69)

طاؤس کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا اے نبی اللہ ﷺ میں اللہ کے راستے میں جہاد کرنا پسند کرتا ہوں اور مجھے یہ بھی پسند ہے کہ (لوگوں) کو میرا درجہ معلوم ہو؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(طبری 16۔(32)

مجاہد کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا میں صدقہ کرتا ہوں اور صلہ رحمی کرتا ہوں اور میں یہ کام صرف اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہوں لیکن جب میرا اس حوالے سے تذکرہ کیا جاتا ہے اور میری تعریف کی جاتی ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے اور میں اسے پسند بھی کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور کوئی تعریفی کلمہ نہ کہا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ )(نیسابوری 251، سیوطی 178)

## نبی کریم ﷺ کی بشریت کے اعلیٰ ہونے کا بیان

مجھ پر بشری اعراض وامراض طاری ہوتے ہیں اور صورت خاصّہ میں کوئی بھی آپ کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور حقیقت و روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء اوصاف بشر سے اعلیٰ ہیں جیسا کہ شفاءِ قاضی عیاض میں ہے اور شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجسام وظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور ان کے ارواح و بواطن بشریت سے بالا اور ملاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ والضحیٰ کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبہ انوارِحق آپ پر علی الدوام حاصل ہو بہرحال آپ کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے۔(خازن، سورہ کہف، بیروت)

## انبیائے کرام کو اپنی مثل بشر کہنے کی ممانعت کا بیان

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنے مثل بشر کہے کیونکہ جو کلمات اصحاب عزت و عظمت بہ طریق تواضع فرماتے ہیں ان کا کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا، دوئم یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے فضائلِ جلیلہ و مراتبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں اس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے وصف عام سے ذکر کرنا جو ہر کہ ومہ میں پایا جائے ان کمالات کے نہ ماننے کا مُشعر ہے، سوئم یہ کہ قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنے مثل بشر کہتے تھے اور اسی سے گمراہی میں مبتلا ہوئے پھر اس کے بعد آیت يُوْحٰٓى اِلَيَّ میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص بالعلم اور مکرّم عند اللہ ہونے کا بیان ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ کہف، لاہور)

## عبادت کرنے والے کو شرک سے منع کرنے کا بیان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہ تھی اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم (! پھر تھوڑی دور چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ بشرطیکہ وہ ایسا کریں یعنی شرک نہ کریں، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 146)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کی کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اللہ کے ساتھ اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوایوب راوی نے کہا کہ ابوالزبیر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اسحاق بن منصور، معاذ ابن ہشام ابوزبیر، جابر ایک دوسری سند سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت نقل کی ہے۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 271)

## سورہ کہف کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ کہف کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ مَرْیَم

## یہ قرآن مجید کی سورت مریم ہے

## سورہ مریم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ مَرْیَم (مَكِّيَّة إلَّا سَجْدَتها فَمَدَنِيَّة أَوْ إلَّا فَخَلَفَ مِنْ بَعْدهمْ خَلْف الْآيَتَيْنِ فَمَدَنِيَّتَانِ وَهِيَ ثَمَان أَوْ تِسْع وَتِسْعُونَ آيَة نَزَلَتْ بَعْد فَاطِر)

سورہ مریم مکیہ ہے لیکن اس کا سجدہ یا اس کے بعد کی دو آیات مدنی ہیں۔ اس میں چھ رکوع اٹھانوے آیات، سات سواسی کلمات ہیں۔

## سورہ مریم کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کا نام مریم اس لئے ہے کہ اس میں سیدہ مریم کے حالات کا تفصیلی ذکر آیا ہے اور یہی ایک خاتون ہیں جن کا قرآن میں نام مذکور ہے اور کم از کم تیس مقامات پر ان کا نام آیا ہے۔ اس سورت کا نام آیت واذکر فی الکتب مریم سے ماخوذ ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ سورہ جس میں حضرت مریم کا ذکر آیا ہے۔

## سورہ مریم کے زمانہ نزول کا بیان

یہ سورت مکہ میں ہجرت حبشہ یعنی ۵ نبوی سے پیشتر نازل ہوئی تھی۔ قریش کے ناروا مظالم اور سختیوں میں مسلمان پس رہے تھے اور کوئی غلام تھا یا آزاد، کمزور تھا یا قوی سب مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ وہاں کا عیسائی بادشاہ جسے مسلمان نجاشی کہتے تھے۔ اپنے عدل کی وجہ سے مشہور تھا اور حبشہ کی طرف ہجرت کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ وہاں تبلیغ کے لئے میدان کھلا تھا۔ چنانچہ پہلی دفعہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں جو وفد حبشہ کو روانہ ہوا اس میں گیارہ مرد اور چار عورتیں شامل تھیں۔ ان عورتوں میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیہ بھی شامل تھیں۔ اسی موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سیّدنا ابراہیم کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جو اللہ کی راہ میں ہجرت کے لئے نکلا" رفتہ رفتہ ان مہاجرین کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ چند ہی ماہ میں ۸۳ مرد اور ۱۱ عورتیں حبشہ کو منتقل ہو گئے جن میں سات غیر قریشی مسلمان بھی تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں صرف ۴۰ آدمی رہ گئے۔ اس صورت حال نے کفار مکہ کو سخت بے چین کر دیا۔ کیونکہ ہجرت کرنے والے تقریباً سب ہی کسی نہ کسی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔ کسی کا بیٹا، کسی

داماد، کسی کی بیٹی، کسی کی بہن وغیرہ تھے۔اس صدمہ سے متاثر ہوکر کچھ لوگ تو مسلمان ہوئے اور زیادہ تعداد ان لوگوں کی تھی جنہوں نے مسلمانوں پر سختیوں میں مزید اضافہ کردیا۔ایک تجویز طے ہوئی کہ جیسے بھی بن پڑے مہاجرین حبشہ کو یہاں واپس مکہ لایا جائے۔

## ہجرت حبشہ اور قریشی وفد کی ناکامی کا بیان

اس غرض کے لئے دو ماہرین سفارت عبداللہ بن ابی ربیعہ (ابوجہل کا ماں جایا بھائی) اور عمرو بن عاص (فاتح مصر، جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے) کا انتخاب کیا گیا۔یہ دونوں بادشاہ اور پادریوں کے لئے تحفے تحائف لے کر حبشہ پہنچے۔پہلے پادریوں سے ملے اور انہیں تحفے تحائف دے کر اس بات پر آمادہ کرلیا کہ جب ہم بادشاہ کے سامنے اپنی عرضداشت پیش کریں تو وہ ان کی ہاں میں ہاں ملا دیں۔چنانچہ دوسرے دن اس وفد نے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوکر نذرانے پیش کرنے کے بعد عرض کی کہ ہمارے چند مجرموں نے مکہ سے بھاگ کر آپ کے ہاں پناہ لی ہے۔وہ ہمیں واپس کردیئے جائیں۔ساتھ ہی رشوت خور درباریوں اور پادریوں نے ہاں میں ہاں ملادی۔مگر نجاشی انصاف پسند انسان تھا۔ان کی باتوں میں نہ آیا اور کہہ دیا کہ جب تک میں ان لوگوں کی بات نہ سن لوں ان کی واپسی کا کیسے حکم دے سکتا ہوں۔چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا اور ان سے صورت حال دریافت کی گئی۔مسلمانوں نے سیّدنا جعفر طیار کو اپنا نمائندہ یا ترجمان مقرر کیا۔انہوں نے بتایا کہ ہم فلاں فلاں قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان نبی مبعوث کیا جس پر ہم ایمان لے آئے تو یہ لوگ ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑ گئے۔انہی لوگوں کے ظلم وستم سے تنگ آ کر ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی ہے۔نجاشی کہنے لگا: تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوا ہے۔اس کا کچھ حصہ تو سناؤ چنانچہ سیّدنا جعفر طیار نے اسی سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں جن میں سیّدنا زکریا اور سیدہ مریم کا ذکر ہے۔یہ کلام سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی۔سنتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی اور جب سیّدنا جعفر طیار نے تلاوت ختم کی تو کہنے لگا: یہ کلام اور وہ کلام جو سیّدنا عیسیٰؑ پر نازل ہوا دونوں ایک ہی منبع سے پھوٹے ہیں۔واللہ! میں ان لوگوں کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔

نجاشی کے انکار پر قریشی وفد سخت مایوس ہوگیا اور موجودہ صورتحال پر غور کرنے کے لئے سر جوڑ بیٹھے۔عمرو بن عاص یکدم پکار اٹھا کہ بادشاہ سے دوبارہ ملاقات کی جائے میں کل ایسی بات پیش کروں گا جس سے یقیناً ہم کامیاب ہوں گے۔چنانچہ دوسرے دن عمرو بن عاص نے رسائی حاصل کر کے بادشاہ سے کہا: حضور آپ کو یہ بھی علم ہے کہ یہ لوگ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟

بادشاہ نے اس سوال کے جواب کے لئے دوبارہ مسلمانوں کو بلا بھیجا۔انہیں بھی اس بات کی خبر ہوگئی تھی۔بہرحال انہوں نے یہ طے کرلیا کہ حالات جیسے بھی پیش آئیں ہمیں سچی بات ہی کہنا چاہئے اور جب نجاشی نے یہ سوال کیا تو سیّدنا جعفر طیار کہنے لگے کہ " عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول، روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے " یہ جواب سن کر نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا: " واللہ! جو کچھ تم نے کہا: عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں " نجاشی کے اس تبصرہ پر درباری لوگ برہم ہوئے مگر نجاشی نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔قریشی سفارت مکمل طور پر ناکام ہوگئی۔نجاشی نے ان کے تحائف انہیں واپس کردیئے اور مسلمانوں کو امن و

اطمینان سے اس ملک میں رہنے کی اجازت دے دی۔

(1) کٓھٰیٰعٓصٓ ○

"کھیعص" اللّٰہ أَعْلَم بِمُرَادِہِ بِذٰلِكَ

ان حروف کی مراد کو اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے۔

| |
|---|
| ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَہٗ زَکَرِیَّا ○ |
| یہ آپ کے پروردگار کی اس رحمت کا ذکر ہے جو اس نے اپنے خاص بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔ |

## حضرت زکریا علیہ السلام کیلئے خاص رحمت ہونے کا بیان

"ذِکْر رَحْمَة رَبّك عَبْده" مَفْعُول رَحْمَة "زَکَرِیَّا" بَیَان لَهُ

یہ آپ کے پروردگار کی اس رحمت کا ذکر ہے۔ یہاں رحمت مفعول ہے۔ جو اس نے اپنے خاص بندے زکریا (علیہ السلام) پر کی تھی۔ لفظ زکریا یہ عبدہ کیلئے بیان ہے۔

حضرت زکریا نبی علیہ السلام پر جو لطف الٰہی نازل ہوا اس کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ ایک قرأت ہے۔ یہ لفظ مد سے بھی ہے اور قصر سے بھی۔ دونوں قرأتیں مشہور ہیں۔ آپ بنو اسرائیل کے زبردست رسول تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے آپ بڑھئی کا پیشہ کر کے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ رب سے دعا کرتے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ لوگوں کے نزدیک یہ انوکھی دعا تھی کوئی سنتا تو خیال کرتا کہ لو بڑھاپے میں اولاد کی چاہت ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ |
| شَیْبًا وَّ لَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ○ |
| جب انہوں نے اپنے رب کو (ادب بھری) دبی آواز سے پکارا۔ عرض کیا: اے میرے رب! میرے جسم کی ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں |
| اور بڑھاپے کے باعث سر آگ کے شعلہ کی مانند سفید ہو گیا ہے اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ |

## حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا بیان

"إِذْ" مُتَعَلِّق بِرَحْمَةِ "نَادَی رَبّه نِدَاء" مُشْتَمِلًا عَلَی دُعَاء "خَفِیًّا" سِرًّا جَوْف اللَّیْل لِأَنَّهُ أَسْرَع لِلْإِجَابَةِ

"قَالَ رَبّی إِنِّی وَهَنَ" ضَعُفَ "الْعَظْم" جَمِیعه "مِنِّی وَاشْتَعَلَ الرَّأْس" مِنِّی "شَیْبًا" تَمْیِیز مُحَوَّل عَنْ الْفَاعِل أَیْ: انْتَشَرَ الشَّیْب فِی شَعْره کَمَا یَنْتَشِر شُعَاع النَّار فِی الْحَطَب وَإِنِّی أُرِید أَنْ أَدْعُوك

"وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ" أَيْ : بِدُعَائِي إِيَّاكَ "رَبِّ شَقِيًّا" أَيْ : خَائِبًا فِيمَا مَضَى فَلَا تُخَيِّبْنِي فِيمَا يَأْتِي

یہاں پر اذ رحمۃ کے متعلق ہے۔ جب انہوں نے اپنے رب کو ادب بھری آواز سے پکارا جو خفیہ دعا تھی۔ اور یہ دعا آدھی رات کے وقت تھی کیونکہ یہ قبولیت کا وقت ہوتا ہے۔ عرض کیا اے میرے رب! میرے جسم کی ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ اور بڑھاپے کے باعث سر آگ کے شعلہ کی مانند سفید ہوگیا ہے۔ یہاں پر شئیا تمیز ہے۔ جو فاعل سے منقول ہوکر آئی ہے۔ یعنی سفیدی میرے بالوں میں اس طرح پھیل گئی ہے جس طرح آگ لکڑیوں میں پھیل جاتی ہے۔ اور میں تجھ سے دعا کا ارادہ کرتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں تجھ سے مانگ کر کبھی محروم نہیں رہا۔ یعنی میں گزشتہ زمانہ میں بھی محروم نہ رہا اور امید ہے کہ آئندہ بھی مجھے محروم نہ رکھے گا۔

## خفیہ دعا مانگنے کی فضیلت کا بیان

پوشیدہ دعا اللہ کو زیادہ پیاری ہوتی ہے اور قبولیت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ متقی دل کو بخوبی جانتا ہے اور آہستگی کی آواز کو پوری طرح سنتا ہے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ جو شخص اپنے والوں کی پوری نیند کے وقت اٹھے اور پوشیدگی سے اللہ کو پکارے کہ اے میرے پروردگار اے میرے پالنہار اے میرے رب اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں میں تیرے پاس ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اسی وقت جواب دیتا ہے کہ لبیک میں موجود ہوں میں تیرے پاس ہوں۔ دعا میں کہتے ہیں کہ اے اللہ میرے قوی کمزور ہوگئے ہیں میری ہڈیاں کھوکھلی ہو چکی ہیں میرے سر کے بالوں کی سیاہی اب تو سفیدی سے بدل گئی ہے یعنی ظاہری اور پوشیدگی کی تمام طاقتیں زائل ہوگئی ہیں اندرونی اور بیرونی ضعف نے گھیر لیا ہے۔ میں تیرے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا تجھ کریم سے جو مانگا تو نے عطا فرمایا۔

کیونکہ اخفاء ریا سے دور اور اخلاص سے معمور ہوتا ہے نیز یہ بھی فائدہ تھا کہ پیرانہ سالی کی عمر میں جب کہ سن شریف پچھتر یا اسی برس کا تھا اولاد کا طلب کرنا احتمال رکھتا تھا کہ عوام اس پر ملامت کریں اس لئے بھی اس دعا کا اخفاء مناسب تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ضعف پیری کے باعث حضرت کی آواز بھی ضعیف ہوگئی تھی۔ (تفسیر مدارک، خازن، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا۝ |
| اور میں اپنے بعد رشتہ داروں سے اندیشہ رکھتا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے۔ آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے |
| ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے۔ |

## طلب نبی مکرم علیہ السلام کیلئے دعا کا بیان

"وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ" أَيْ الَّذِينَ يَلُونِي فِي النَّسَب كَبَنِي الْعَمّ "مِنْ وَرَائِي" أَيْ بَعْد مَوْتِي عَلَى الدِّين أَنْ يُضَيِّعُوهُ كَمَا شَاهَدْته فِي بَنِي إِسْرَائِيل مِنْ تَبْدِيل الدِّين "وَكَانَتْ امْرَأَتِي عَاقِرًا" لَا تَلِد "فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْك" مِنْ عِنْدك "وَلِيًّا" ابْنًا

اور میں اپنے بعد یعنی اپنے وصال کے بعد اپنے رشتہ داروں یعنی جو نسب میں میرے ساتھ ملنے والے ہیں جس چچا کے بیٹے ہیں۔ان کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں کہ وہ دین کو کہیں ضائع نہ کر دیں جس میں بن اسرائیل میں تبدیل دین کا مشاہدہ کر چکا ہوں اور میری بی بی بانجھ ہے سو اس صورت میں آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث یعنی بیٹا دے دیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں) میرا وارث بنے۔

## دعا میں موالی کے مفہوم کا بیان

موالی کو کسائی نے موالی پڑھا ہے۔مراد اس سے عصبہ ہیں۔امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان سے خفت کو خفت پڑھنا روایت ہے یعنی میرے بعد میرے والے بہت کم ہیں۔

پہلی قرأت پر مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری اولاد نہیں اور جو میرے رشتے دار ہیں ان سے خوف ہے کہ مبادہ یہ کہیں میرے بعد کوئی برا تصرف نہ کر دیں تو تو مجھے اولاد عنایت فرما جو میرے بعد میری نبوت سنبھالے۔یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ آپ کو اپنے مال املاک کے ادھر ادھر ہو جانے کا خوف تھا۔انبیاء علیہم السلام اس سے بہت پاک ہیں۔ان کا مرتبہ اس سے بہت سوا ہے کہ وہ اس لئے اولاد مانگیں کہ اگر اولاد نہ ہوئی تو میرا ورثہ دور کے رشتے داروں میں چلا جائے گا۔دوسرے بہ ظاہر یہ بھی ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جو عمر بھر اپنی ہڈیاں پیل کر بڑھئی کا کام کر کے اپنا پیٹ اپنے ہاتھ کے کام سے پالتے رہے ان کے پاس ایسی کون سی بڑی رقم تھی کہ جس کے ورثے کے لئے اس قدر پس وپیش ہوتا کہ کہیں یہ دولت ہاتھ سے نکل نہ جائے۔انبیاء علیہم السلام تو یوں بھی ساری دنیا سے زیادہ مال سے بیرغبت اور دنیا کے زاہد ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| يَّرِثُنِيْ وَ يَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا٥ |
| جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔ |

## علوم نبوت کی وراثت کی حفاظت کیلئے بیٹا طلب کرنے کا بیان

"يَرِثُنِي" بِالْجَزْمِ جَوَابُ الْأَمْرِ وَبِالرَّفْعِ صِفَة وَلِيًّا "وَيَرِثُ" بِالْوَجْهَيْنِ "مِنْ آل يَعْقُوب" جَدّي الْعِلْم وَالنُّبُوَّة "وَاجْعَلْهُ رَبّ رَضِيًّا" أَيْ : مَرْضِيًّا عِنْدك قَالَ تَعَالَى فِي إجَابَة طَلَبه الِابْن الْحَاصِل بِهِ رَحْمَته

یہاں پر لفظ یرثنی مجزوم آیا ہے کیونکہ یہ جواب امر ہے۔اور مرفوع بھی آیا ہے جب یہ ولیا کی صفت ہو۔اور یرث میں دونوں وجوہات ہیں۔جو میرا وارث بنے اور آل یعقوب کا وارث بنے یعنی میری دادا یعقوب علیہ السلام کے علم ونبوت کا وارث بنے اور اے میرے رب! اسے پسند کیا ہوا بنا۔یعنی وہ تیری بارگاہ میں بھی مقبول ہو تو اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا جو طلب ابن کی تھی اس کو قبول کیا۔

## حضرت زکریا علیہ السلام کی وراثت سے مراد علوم نبوت ہونے کا بیان

بخاری و مسلم میں کئی سندوں سے حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا جو کچھ ہم چھوڑیں سب صدقہ ہے۔ ترمذی میں صحیح سند سے روایت ہے کہ ہم اس سے مطلب ورثہ نبوت ہے نہ کہ مالی ورثہ۔ اسی لئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ ( وورث سلیمان داود ) سلیمان داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے۔ یعنی نبوت کے وراث ہوئے۔ نہ کہ مال کے ورنہ مال میں اور اولاد بھی شریک ہوتی ہے۔ تخصیص نہیں ہوتی۔ چوتھی وجہ یہ بھی ہے اور یہ بھی معقول وجہ ہے کہ اولاد کا وارث ہونا تو عام ہے، سب میں ہے تمام مذہبوں میں ہے پھر کوئی ضرورت نہ تھی کہ حضرت زکریا اپنی دعا میں یہ وجہ بیان فرماتے اس سے صاف ثابت ہے کہ وہ ورثہ کوئی خالص ورثہ تھا اور وہ نبوت کا وارث بننا تھا۔

پس ان تمام وجوہ سے ثابت ہے کہ اس سے مراد ورثہ نبوت ہے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے ہم جماعت انبیاء کا ورثہ نہیں بٹتا ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں مراد ورثہ علم ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام اولاد یعقوب علیہ السلام میں تھے۔ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ وہ بھی اپنے بڑوں کی طرح نبی ہے۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبوت اور علم کا وارث بنے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے میری اور آل یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وہ وراث ہو۔ زید بن اسلم بھی یہی فرماتے ہیں ابو صالح کا قول یہ بھی ہے کہ میرے مال کا اور خاندان حضرت یعقوب علیہ السلام کی نبوت کا وہ وارث ہو۔

عبدالرزاق میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ زکریا علیہ السلام پر رحم کرے بھلا انہیں وراثت مال سے کیا غرض تھی؟ اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام پر رحم کرے وہ کسی مضبوط قلعے کی تمنا کرنے لگے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی زکریا پر اللہ کا رحم ہو کہنے لگے اے اللہ مجھے اپنے پاس سے والی عطا فرما جو میرا اور آل یقوب کا وارث بنے۔ (جامع البیان، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ○ |
| اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ |

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کے نام کی تخصیص کا بیان

"يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرك بِغُلَامٍ" يَرِث كَمَا سَأَلْت "اسْمه يَحْيَى لَمْ نَجْعَل لَهُ مِنْ قَبْل سَمِيًّا" أَيْ : مُسَمًّى بِيَحْيَى

اے زکریا! بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، جو وارث بنے گا جس طرح آپ نے سوال کیا تھا۔ جس کا نام یحییٰ ہے، اس سے پہلے ہم نے اس کا کوئی ہم نام نہیں بنایا۔ یعنی جس کا نام یحییٰ ہو۔

دعا قبول ہوئی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا مقبول ہوتی ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایک بچے کی خوشخبری سن لیں جس کا نام یحییٰ ہے جیسے

اور آیت میں ہے (هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّه ،آل عمران:38)، میں حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اپنے پاس سے بہتری اولاد عطا فرما تو دعاؤں کا سننے والا ہے۔فرشتوں نے انہیں آواز دی اور وہ اس وقت کی نماز کی جگہ میں کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے جو سردار ہوگا اور پاکباز ہوگا اور نبی ہوگا اور پورے نیک کار اعلیٰ درجے کے بھلے لوگوں میں سے ہوگا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّ قَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا٥

کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں تو بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گیا ہوں۔

## حضرت زکریا علیہ السلام کا ضعف کی حالت میں عطائے اولاد پر اظہار تعجب کا بیان

"قَالَ رَبِّي أَنَّى " كَيْفَ "يَكُون لِي غُلَام وَكَانَتْ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْت مِنْ الْكِبَر عِتِيًّا" مِنْ عَتَا : يَبِسَ أَيْ نِهَايَة السِّنّ مِائَة وَعِشْرِينَ سَنَة وَبَلَغَتْ امْرَأَته ثَمَانِيَة وَتِسْعِينَ سَنَة وَأَصْل عِتِيّ : عِتُوّ وَكُسِرَتْ التَّاء تَخْفِيفًا وَقُلِبَتْ الْوَاو الْأُولَى يَاء لِمُنَاسَبَةِ الْكَسْرَة وَالثَّانِيَة يَاء لِتُدْغَم فِيهَا الْيَاء

کہا اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا جب کہ میری بیوی شروع سے بانجھ ہے اور میں تو بڑھاپے کی آخری حد کو پہنچ گیا ہوں۔یعنی وہ انتہائی عمر جو ایک سو بیس سال تھی پہنچ گئے ہیں جبکہ ان کی زوجہ محترمہ اٹھانوے سال کی پہنچ چکی تھیں۔اور یہاں پر لفظ عتی یہ اصل میں عتو ہے اور تخفیف کے پیش نظر اس کی تاء کو کسرہ دی گئی ہے۔اور پہلی واو کو کسرہ کی مناسبت کی وجہ سے یاء میں تبدیل کیا گیا ہے۔اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کیا گیا ہے۔

یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے اس نام کا کوئی اور انسان نہیں ہوا۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مشابہ کوئی اور نہ ہوگا یہی معنی سمیا کے آیت (هَلْ تَعْلَمُ لَه سَمِيًّا ،مریم:65) میں ہے۔یہ معنی بھی بیان کئے گئے ہیں کہ اس سے پہلے کسی بانجھ عورت سے ایسی اولاد نہیں ہوئی۔حضرت زکریا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوتی تھی۔آپ کی بیوی صاحبہ بھی شروع عمر سے بے اولاد تھیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ علیہما السلام نے بھی بچے کے ہونے کی بشارت سن کر بیحد تعجب کیا تھا لیکن ان کے تعجب کی وجہ ان کا بے اولاد ہونا اور بانجھ ہونا نہ تھی۔بلکہ بہت زیادہ بڑھاپے میں اولاد کا ہونا یہ تعجب کی وجہ تھی اور حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں تو اس پورے بڑھاپے تک کوئی اولاد ہوئی نہ تھی اس لئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے اس انتہائی بڑھاپے میں تم اولاد کی خبر کیسے دے رہے ہو؟ ورنہ اس سے تیرہ سال پہلے آپ کے ہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام ہوئے تھے آپ کی بیوی صاحبہ نے بھی خوشخبری کو سن کر تعجب سے کہا تھا کہ کیا اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں میرے ہاں اولاد ہوگی؟ ساتھ ہی میرے میاں بھی غایت درجے کے بوڑھے ہیں۔یہ تو سخت تر تعجب خیز چیز ہے۔یہ سن کر فرشتوں نے کہا کہ کیا تمہیں امر الٰہی سے تعجب ہے؟ اے ابراہیم کے گھرانے والو تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں اللہ تعریفوں اور بزرگیوں والا ہے۔

عاقر اس عورت کو بھی کہتے ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے اولاد جننے کی صلاحیت سے محروم ہو چکی ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو

شروع سے ہی بانجھ ہو۔ یہاں یہ دوسرے معنی میں ہی ہے۔ جو لکڑی سوکھ جائے، اسے عِتِیًّا کہتے ہیں۔ مراد بڑھاپے کا آخری درجہ ہے۔ جس میں ہڈیاں اکڑ جاتی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ میری بیوی تو جوانی سے ہی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کے آخری درجے پر پہنچ چکا ہوں، اب اولاد کیسے ممکن ہے؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اہلیہ کا نام اشاع بنت فاقود بن میل ہے یہ حضرت حنہ (والدہ مریم) کی بہن ہیں۔ لیکن زیادہ قول صحیح یہ لگتا ہے کہ اشاع بھی حضرت عمران کی دختر ہیں جو حضرت مریم کے والد تھے۔ یوں حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔ حدیث صحیح سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (فتح القدیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ كَذٰلِكَ ج قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّ قَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا ○ |
| کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور یقیناً میں نے تجھے |
| اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا۔ |

## اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اظہار کا بیان

"قَالَ" الْأَمْر "كَذٰلِكَ" مِنْ خَلْق غُلَامٍ مِنْكُمَا "قَالَ رَبُّك هُوَ عَلَيَّ هَيِّن" أَيْ : بِأَنْ أَرَادَ عَلَيْك قُوَّة الْجِمَاع وَأَفْتَق رَحِم امْرَأَتك لِلْعُلُوقِ "وَقَدْ خَلَقْتُك مِنْ قَبْل وَلَمْ تَكُ شَيْئًا" قَبْل خَلْقك وَلِإِظْهَارِ اللّٰه هٰذِهِ الْقُدْرَة الْعَظِيمَة أَلْهَمَهُ السُّؤَال لِيُجَاب بِمَا يَدُلّ عَلَيْهَا وَلَمَّا تَاقَتْ نَفْسه إِلَى سُرْعَة الْمُبَشَّر بِهِ

کہا ایسے ہی ہے، یعنی وہ تم دونوں کو بیٹا عطا فرمائے گا۔ تیرے رب نے فرمایا ہے یہ میرے لیے آسان ہے کہ تم میں قوت جماع کو لوٹا دوں اور تمہاری زوجہ کے رحم کو قابل ولادت بنا دوں۔ اور یقیناً میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا جب کہ تو کچھ بھی نہ تھا۔ یعنی تمہیں اس سے پہلے پیدا کیا یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کا اظہار ہے۔ اور اس نے سوال کا الہام کیا ہے تا کہ جواب اس کی قدرت پر دلالت کرے۔ تو اس پر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل مبارک نے آنے والی بشارت کی طرف جلدی کی۔

یہ فرشتہ نے کہا۔ یعنی تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں۔ اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے۔ ایک زمانہ تھا کہ یہ کوئی چیز نہ تھی اس کا نام ونشان بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردہ عدم سے وجود میں لایا۔ پھر جو قادر مطلق لاشئ محض کو شئ بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کرسکتا۔ اس پر تو بطریق اولیٰ قدرت ہونی چاہیے۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْ اٰيَةً ط قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ○ |
| کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہوتے ہوئے |

لوگوں سے تین راتیں بات نہیں کرے گا۔

## تین دن رات کلام نہ کرنے کو علامت ٹھہرانے کا بیان

"قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِی آیَةً" أَیْ عَلَامَةً عَلَی حَمْل امْرَأَتِی "قَالَ آیَتك" عَلَیْهِ "أَلَّا تُكَلِّم النَّاس" أَیْ تَمْتَنِع مِنْ كَلَامهمْ بِخِلَافِ ذِكْر اللّٰه "ثَلَاث لَیَالٍ" أَیْ بِأَیَّامِهَا كَمَا فِی آل عِمْرَان ثَلَاثَة أَیَّام "سَوِیًّا" حَال مِنْ فَاعِل تُكَلِّم أَیْ بِلَا عِلَّة

کہا اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کردے۔ جو میری زوجہ کیلئے حاملہ ہونے کیلئے علامت ٹھہرے۔ فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تندرست ہوتے ہوئے لوگوں سے تین راتیں بات نہیں کرے گا۔ یعنی اللہ کے ذکر کے سوا کلام نہ کرنا جس طرح سورہ آل عمران میں آیا ہے۔ یہاں پر سویا یہ تکلم کے فاعل سے حال ہے یعنی بغیر کسی علت کے کلام نہ کرنا۔

## دلی تسلی کیلئے علامت طلب کرنے کا بیان

حضرت زکریا علیہ السلام اپنے مزید اطمینان اور تشفی قلب کے لیے اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس بات پر کوئی نشان ظاہر فرما جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے مردوں کے جی اٹھنے کے دیکھنے کی تمنا اسی لئے ظاہر فرمائی تھی تو ارشاد ہوا کہ تو گونگا نہ ہوگا بیمار نہ ہوگا لیکن تیری زبان لوگوں سے باتیں نہ کرسکے گی تین دن رات تک یہی حالت رہے گی۔ یہی ہوا بھی کہ تسبیح استغفار حمد وثنا وغیرہ پر تو زبان چلتی تھی لیکن لوگوں سے بات نہ کرسکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ سویا کے معنی پے درپے کے ہیں یعنی مسلسل برابر تین شبانہ روز تمہاری زبان دنیوی باتوں سے رکی رہے گی۔ پہلا قول بھی آپ ہی سے روایت ہے اور جمہور کی تفسیر بھی یہی ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے چنانچہ سورۃ آل عمران میں اس کا بیان بھی گزر چکا ہے کہ علامت طلب کرنے پر فرمان ہوا کہ تین دن تک تم صرف اشاروں کنایوں سے لوگوں سے باتیں کرسکتے ہو۔ ہاں اپنے رب کی یاد بکثرت کرو اور صبح شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ پس ان تین دن رات میں آپ کسی انسان سے کوئی بات نہیں کرسکتے تھے ہاں اشاروں سے اپنا مطلب سمجھا دیا کرتے تھے لیکن یہ نہیں کہ آپ گونگے ہوگئے ہوں۔ اب آپ اپنے حجرے سے جہاں جا کر تنہائی میں اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا کی تھی باہر آئے اور جو نعمت اللہ نے آپ پر انعام کی تھی اور جس تسبیح وذکر کا آپ کو حکم ہوا تھا وہی قوم کو بھی حکم دیا لیکن چونکہ بول نہ سکتے تھے اس لئے انہیں اشاروں سے سمجھایا یا زمین پر لکھ کر انہیں سمجھا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰۤی اِلَیْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِیًّا۝

پھر (زکریا علیہ السلام) حجرہ عبادت سے نکل کر اپنے لوگوں کے پاس آئے تو ان کی طرف اشارہ کیا کہ تم صبح وشام تسبیح کیا کرو۔

## حضرت زکریا علیہ السلام کا حجرہ عبادت سے نکل کر لوگوں کے پاس آنے کا بیان

"فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمه مِنْ الْمِحْرَاب" أَیْ الْمَسْجِد وَكَانُوا یَنْتَظِرُونَ فَتْحه لِیُصَلُّوا فِیهِ بِأَمْرِهِ عَلَی

الْعَادَة "فَأَوْحَى" أَشَارَ "إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا" صَلُّوا "بُكْرَة وَعَشِيًّا" أَوَائِل النَّهَار وَأَوَاخِره عَلَى الْعَادَة فَعَلِمَ بِمَنْعِهِ مِنْ كَلَامهمْ حَمْلهَا بِيَحْيَى وَبَعْد وِلَادَته بِسَنَتَيْنِ قَالَ اللّٰه تَعَالَى لَهُ :،

پھر حضرت زکریا علیہ السلام حجرہ یعنی مسجد عبادت سے نکل کر اپنے لوگوں کے پاس آئے۔ اور لوگ انتظار میں تھے کہ مسجد کھلے اور وہ ان کے حکم سے اس میں عبادت کریں۔ تو ان کی طرف اشارہ کیا اور سمجھایا کہ تم صبح وشام اللہ کی تسبیح کیا کرو۔ یعنی دن کے اول وآخر میں اس کی تسبیح بیان کرو۔ پس لوگوں سے ہم کلام ہونے سے رکنے کے سبب یحییٰ علیہ السلام سے حاملہ ہونے کا علم ہوا اور اس کے دو سال بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کا میلادھوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا۔

جو اس کی نماز کی جگہ تھی اور لوگ پسِ محراب انتظار میں تھے کہ آپ ان کے لئے دروازہ کھولیں تو وہ داخل ہوں اور نماز پڑھیں، جب حضرت زکریا علیہ السلام باہر آئے تو آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا، گفتگو نہیں فرما سکتے تھے یہ حال دیکھ کر لوگوں نے دریافت کیا، کیا حال ہے۔ اور حسبِ عادت فجر وعصر کی نمازیں ادا کرتے رہو، اب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے کلام نہ کرسکنے سے جان لیا کہ آپ کی بیوی صاحبہ حاملہ ہوگئیں اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے دو سال بعد ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّ حَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ زَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ |
| اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت وبصیرت عطا فرمادی تھی۔ |
| اور اپنی طرف سے شفقت اور پاکیزگی اور وہ بہت بچنے والا تھا۔ |

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پرہیزگار ہونے کا بیان

"يَا يَحْيَى خُذْ الْكِتَاب" أَيْ : التَّوْرَاة "بِقُوَّةٍ" بِجِدٍّ "وَآتَيْنَاهُ الْحُكْم" النُّبُوَّة "صَبِيًّا" ابْن ثَلَاث سِنِينَ، "وَحَنَانًا" رَحْمَة لِلنَّاسِ "مِنْ لَدُنَّا" مِنْ عِنْدنَا "وَزَكَاة" صَدَقَة عَلَيْهِمْ "وَكَانَ تَقِيًّا" رُوِيَ أَنَّهُ لَمْ يَعْمَل خَطِيئَة وَلَمْ يَهُمّ بِهَا،

اے یحییٰ! ہماری کتاب تورات کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اور ہم نے انہیں بچپن ہی سے حکمت یعنی نبوت عطا فرمادی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک تین سال تھی۔ اور اپنی طرف سے شفقت اور پاکیزگی عطا کی اور وہ بہت بچنے والا تھا۔ روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے کبھی کوئی غلطی نہ کی اور نہ ہی اس کا ارادہ کیا۔

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کو تین سال کی عمر مبارک میں حکمت ونبوت عطا ہونے کا بیان

جب کہ آپ کی عمر شریف تین سال کی تھی اس وقت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو عقلِ کامل عطا فرمائی اور آپ کی طرف وحی کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے اور اتنی سی عمر میں فہم وفراست اور کمالِ عقل ودانش خوارقِ عادات میں سے ہے اور جب بکرمہ تعالیٰ یہ حاصل ہو تو اس حال میں نبوت ملنا کچھ بھی بعید نہیں لہذا اس آیت میں حکم سے نبوت مراد ہے یہی قول صحیح

ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے حکمت یعنی فہم توریت اور فقہ فی الدین بھی مراد لی ہے۔ (خازن ومدارک، سورہ مریم، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے۔ کہ واللہ میں نہیں جانتا کہ حنان کا مطلب کیا ہے لغت میں محبت شفقت رحمت وغیرہ کے معنی میں یہ آتا ہے بہ ظاہر یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اسے بچپن سے ہی حکم دیا اور اسے شفقت ومحبت اور پاکیزگی عطا فرمائی۔ (جامع البیان، سورہ مریم، بیروت)

حنانا سے مراد مہربانی، شفقت اور محبت کی وہ قسم ہے جو ماں کو اپنے بچہ سے ہوتی ہے۔ یعنی سیّدنا یحییٰ علیہ السلام لوگوں کے حق میں اس قدر ہمدرد، غمگسار اور نرم دل تھے جیسے ماں اپنی اولاد کے حق میں ہوتی ہے۔ پاکیزہ اخلاق کے مالک اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہتے تھے۔ حدیث میں ہے کہ سیّدنا یحییٰ علیہ السلام نے نہ کبھی کوئی گناہ کا کام کیا اور نہ گناہ کا ارادہ کیا اور اللہ کے ڈر سے روتے رہنے کی وجہ سے ان کے رخساروں پر نشان پڑ گئے تھے۔

| |
|---|
| وَّبَرًّا ۢ بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا۝ |
| اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہ تھا۔ |

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کے محسن والدین ہونے کا بیان

"وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ" أَيْ : مُحْسِنًا إِلَيْهِمَا "وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا" مُتَكَبِّرًا "عَصِيًّا" عَاصِيًا لِرَبِّهِ،

اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش، نافرمان نہ تھا۔ یعنی آپ اپنے رب کی نافرمانی کرنے والے نہ تھے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص جہنم میں ایک ہزار سال تک یا حنان یا منان پکارتا رہے گا پس ہر میل کچیل سے ہر گناہ اور معصیت سے آپ بچے ہوئے تھے۔ صرف نیک اعمال آپ کی عمر کا خلاصہ تھا آپ گناہوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے یکسو تھے ساتھ ہی ماں باپ کے فرمابردار اطاعت گزار اور ان کے ساتھ نیک سلوک تھے کبھی کسی بات میں ماں باپ کی مخالفت نہیں کی کبھی ان کے فرمان سے باہر نہیں ہوتے کبھی ان کی روک کے بعد کسی کام کو نہیں کیا کوئی سرکشی کوئی نافرمانی کی خو آپ میں نہ تھی۔

| |
|---|
| وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۝ |
| اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ |

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کے یوم میلاد پر سلام بھیجنے کا بیان

"وَسَلَام" مِنَّا "عَلَيْهِ يَوْم وُلِدَ وَيَوْم يَمُوت وَيَوْم يُبْعَث حَيًّا" أَيْ : فِي هَذِهِ الْأَيَّام الْمَخُوفَة الَّتِي يَرَى مَا لَمْ يَرَهُ قَبْلَهَا فَهُوَ آمِن فِيهَا

اور یحییٰ پر سلام ہو ان کے میلاد کے دن اور ان کی وفات کے دن اور جس دن وہ زندہ اٹھائے جائیں گے۔ یعنی ان تینوں دنوں

میں ایسی عطاء دیکھی گئی تو اس سے پہلے نہ دیکھی گئی۔

## حضرت یحییٰ علیہ السلام پر تین مواقع پر اللہ کی طرف سے خاص سلام کا بیان

ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے امن و امان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں۔ انسان ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا انہیں کبھی نہ دیکھا۔ محشر والے دن بھی علی ہذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ ہی اپنے اوپر سلام کیا اور آپ پر خود اللہ نے سلام کہا۔ اب ان دونوں نے ہی اللہ کی فضیلت ظاہر کی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا۝ |
| اور آپ کتاب میں مریم (علیہا السلام) کا ذکر کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر مشرقی مکان میں آ گئیں۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا ذکر قرآن کے ذریعے بتانے کا بیان

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَاب" الْقُرْآن "مَرْيَم" أَيْ : خَبَرهَا "إِذْ" حِين "انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا" أَيْ : اعْتَزَلَتْ فِي مَكَان نَحْو الشَّرْق مِنْ الدَّار

اور (اے حبیب مکرم ﷺ) آپ کتاب یعنی قرآن مجید میں مریم علیہا السلام کا ذکر کیجئے، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر عبادت کے لئے خلوت اختیار کرتے ہوئے مشرقی مکان میں آ گئیں۔

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا تذکرہ

حضرت مریم علیہ السلام عمران کی صاحبزادی تھیں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسل میں سے تھیں۔ "بنو اسرائیل میں یہ گھرانہ طیب و طاہر تھا۔ سورہ آل عمران میں آپ کی پیدائش وغیرہ کا مفصل بیان گزر چکا ہے اس زمانے کے دستور کے مطابق آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو بیت المقدس کی مسجد اقدس کی خدمت کے لئے دنیوی کاموں سے آزاد کر دیا تھا۔ اللہ نے یہ نذر قبول فرمائی اور

حضرت مریم کی نشو ونما بہترین طور پر کی اور آپ اللہ کی عبادت میں، ریاضت میں اور نیکیوں میں مشغول ہو گئیں۔ آپ کی عبادت وریاضت زہد وتقویٰ زبان زدعوام ہو گیا۔ آپ اپنے خالو حضرت زکریا علیہ السلام کی پرورش وتربیت میں تھیں۔ جو اس وقت کے بنی اسرائیلی نبی تھے۔ تمام بنی اسرائیل دینی امور میں انہی کے تابع فرمان تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

انتبــذت، نبذ سے مشتق ہے جس کے اصلی معنے دُور ڈالنے اور پھینکنے کے ہیں۔ انتباذ کے معنی مجمع سے ہٹ کر دُور چلے جانے کے ہوئے۔ مکانا شرقیا، یعنی گھر کے اندر مشرقی جانب کے کسی گوشہ میں چلی گئیں۔ ان کا گوشہ میں جانا کس غرض کے لئے تھا اسمیں احتمالات اور اقوال مختلف ہیں بعض نے کہا کہ غسل کرنے کے لئے اس گوشہ میں گئی تھیں۔ بعض نے کہا کہ حسب عادت عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونے کے لئے محراب کی شرقی جانب کے کسی گوشہ کو اختیار کیا تھا۔ قرطبی نے اسی دوسرے احتمال کو احسن قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ نصاریٰ نے جو جانب مشرق کو اپنا قبلہ بنایا اور اس جانب کی تعظیم کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے۔

| |
|---|
| فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۝ |
| پھر اس نے ان کی طرف سے ایک پردہ بنالیا تو ہم نے اس کی طرف اپنا خاص فرشتہ بھیجا تو اس نے |
| اس کے لیے ایک پورے انسان کی شکل اختیار کی۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس انسانی شکل میں فرشتے کے آنے کا بیان

"فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونهمْ حِجَابًا" أَرْسَلَتْ سِتْرًا تَسْتَتِر بِهِ لِتُفَلِّي رَأْسهَا أَوْ ثِيَابهَا أَوْ تَغْتَسِل مِنْ حَيْضهَا "فَأَرْسَلْنَا إلَيْهَا رُوحنَا" جِبْرِيل "فَتَمَثَّلَ لَهَا" بَعْد لُبْسهَا ثِيَابهَا "بَشَرًا سَوِيًّا" تَامّ الْخَلْق

پھر اس نے ان کی طرف سے ایک پردہ بنالیا یعنی ایسا پردہ لٹکایا تا کہ وہ اپنے سر یا کپڑوں دھوسکیں یا حیض سے غسل کرسکیں۔ تو ہم نے اس کی طرف اپنا خاص فرشتہ یعنی جبرائیل کو بھیجا تو اس نے اس کے لیے ایک پورے انسان کی شکل اختیار کی۔ یعنی لباس پہن کر ایک انسانی شکل میں آئے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کا بیان

جب یہ لوگوں سے دور گئیں اور ان میں اور آپ میں حجاب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس اپنے امین فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا، وہ پوری انسانی شکل میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ یہاں روح سے مراد یہی بزرگ فرشتے ہیں۔ جیسے آیت قرآن (نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ، الشعراء:193) میں ہے۔ ابی بن کعب کہتے ہیں کہ روز ازل میں جب کہ ابن آدم کی تمام روحوں سے اللہ کا اقرار لیا گیا تھا۔ اسی روح نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کے جسم میں حلول کر گئی۔ لیکن یہ قول علاوہ غریب ہونے کے بالکل ہی منکر ہے بہت ممکن ہے کہ یہ بنی اسرئیلی قول ہو۔ آپ نے جب اس تنہائی کے مکان میں ایک غیر شخص کو دیکھا تو یہ سمجھ کر کہ کہیں یہ کوئی برا آدمی نہ ہو، اسے اللہ کا خوف دلایا کہ اگر تو پرہیزگار ہے تو اللہ کا خوف کر۔ میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ اتنا پتہ تو آپ

کو ان کے بشرے سے چل گیا تھا کہ یہ کوئی بھلا انسان ہے۔ اور یہ جانتی تھیں کہ نیک شخص کو اللہ کا ڈر اور خوف کافی ہے۔ فرشتے نے آپ کا خوف وہراس ڈر اور گھبراہٹ دور کرنے کے لئے صاف کہہ دیا کہ اور کوئی گمان نہ کرو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں، کہتے ہیں کہ اللہ کا نام سن کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کانپ اٹھے اور اپنی صورت پر آ گئے اور کہہ دیا میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اس لئے اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ وہ تجھے ایک پاک نفس فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔

| |
|---|
| قَالَتْ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ |
| اس نے کہا بے شک میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں، اگر تو کوئی ڈر رکھنے والا ہے۔ کہا: |
| میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ |

## حضرت جبرائیل کا پاکیزہ بیٹا عطا کرنے کا بیان

"قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْك إِنْ كُنْت تَقِيًّا " فَتَنْتَهِي عَنِّي بِتَعَوُّذِي، "قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُول رَبّك لِأَهَب لَك غُلَامًا زَكِيًّا" بِالنُّبُوَّةِ

اس نے کہا بے شک میں تجھ سے رحمان کی پناہ چاہتی ہوں، اگر تو کوئی ڈر رکھنے والا ہے۔ میں اس لئے پناہ مانگتی ہوں تا کہ تو یہاں سے دور ہو جائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں تو فقط تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، اس لئے آیا ہوں کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔ یعنی جو نبی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے کئی ظاہری اسباب کے بغیر مخلوق کی تخلیق کا اظہار فرمایا ہے یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ومیلاد کا بغیر باپ کے ہونا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہے لیکن وسیلہ والدہ اور حضرت جبرائیل کے وسیلہ کو باقی رکھا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں منکرین وسیلہ اور صالحین کے وسیلہ وبرکت کے انکاری خارجیوں نے بڑی کوشش کی ہے مقاصد نصوص کے الفاظ ومعانی میں تحریف کر کے کسی طرح انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی طاقت وتصرف کا انکار کر دیا جائے۔ انہیں یاد رکھنا چاہے کہ جب انبیائے کرام اور اولیائے کرام کو قوت وتصرف اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔ تو یہ منکر خارجی ان کی قوت وتصرف کا انکار کر کے حقیقت میں کس کی قدرت کا انکار کر رہے ہیں۔ لیکن خوارجی لوگ اور مقام نبوت کے منکرین کو کبھی بھی سمجھ نہ آئے گی کیونکہ ایسے بد بخت لوگوں کے دلوں پر مہریں لگ چکی ہیں۔

| |
|---|
| قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِیْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ |
| اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے چھوا ہے اور نہ میں بدکار رہوں۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا اپنی پاک دامنی بتانے کا بیان

"قَالَتْ أَنَّى يَكُون لِي غُلَام وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَر " بِتَزَوُّجٍ "وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا" زَانِيَة

اس نے کہا میرے لیے لڑکا کیسے ہوگا، جب کہ مجھے نہ کسی بشر نے شادی کے ذریعے چھوا ہے اور نہ میں کبھی بدکار تھی۔

یہ سن کر مریم صدیقہ علیہ السلام کو اور تعجب ہوا کہ سبحان اللہ مجھے بچہ کیسے ہوگا؟ میرا تو نکاح ہی نہیں ہوا اور برائی کا مجھے تصور تک نہیں ہوا۔ میرے جسم پر کسی انسان کا کبھی ہاتھ ہی نہیں لگا۔ میں بدکار نہیں پھر میرے ہاں اولاد کیسی "بغیا" سے مراد زنا کار ہے جیسے حدیث میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے کہ مہر البغی زانیہ کی خرچی حرام ہے۔

| |
|---|
| قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ |
| اس نے کہا ایسے ہی ہے، تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے لیے آسان ہے اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی |
| اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں اور یہ شروع سے ایک طے کیا ہوا کام ہے۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں بغیر باپ کے بیٹا ہونے کا بیان

"قَالَ" الْأَمْر "كَذٰلِكِ" مِنْ خَلْق غُلَام مِنْك مِنْ غَيْر أَب "قَالَ رَبّك هُوَ عَلَيَّ هَيِّن" أَيْ : بِأَنْ يَنْفُخ بِأَمْرِي جِبْرِيل فِيك فَتَحْمِلِي بِهِ وَلِكَوْنِ مَا ذُكِرَ فِي مَعْنَى الْعِلَّة عَطَفَ عَلَيْهِ "وَلِنَجْعَلَهُ آيَة لِلنَّاسِ" عَلَى قُدْرَتنَا "وَرَحْمَة مِنَّا" لِمَنْ آمَنَ بِهِ "وَكَانَ" خَلْقه "أَمْرًا مَقْضِيًّا" بِهِ فِي عِلْمِي فَنَفَخَ جِبْرِيل فِي جَيْب دِرْعهَا فَأَحَسَّتْ بِالْحَمْلِ فِي بَطْنهَا مُصَوَّرًا

اس نے کہا ایسے ہی ہے، یعنی بغیر باپ کے تیرے ہاں بیٹا ہوگا۔ تیرے رب نے کہا ہے یہ میرے لیے آسان ہے۔ یعنی وہ اس طرح ہوگا کہ جبرائیل میرے حکم سے پھونک دیں گے جس کے سبب تم حاملہ ہو جاؤ گی۔ یہاں پر ھو علی ھین یہ علت کے معنی میں اور اس پر لنجعلہ کا عطف کیا گیا ہے۔ اور تا کہ ہم اسے لوگوں کے لیے ایک نشانی اور اپنی طرف سے ایک رحمت بنائیں جو ہماری قدرت پر یقین رکھتا ہو۔ اور میرے علم میں یہ شروع سے ایک طے کیا ہوا کام ہے۔ لہذا حضرت جبرائیل نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماردی تو انہوں نے اپنے بطن میں متشکل حمل محسوس کیا۔

## فرشتوں کا اللہ کی قدرت کے ذریعے تعجب دور کردینے کا بیان

فرشتے نے آپ کے تعجب کو یہ فرما کر دور کرنا چاہا کہ یہ سب سچ ہے لیکن اللہ اس پر قادر ہے کہ بغیر خاوند کے اور بغیر کسی اور بات کے بھی اولاد دے دے۔ وہ جو چاہے ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اور اس واقعہ کو اپنے بندوں کی تذکیر کا سبب بنادے گا۔ یہ قدرت الٰہی کی ایک نشانی ہوگی تا کہ لوگ جان لیں کہ وہ خالق ہر طرح کی پیدائش پر قادر ہے۔ آدم علیہ السلام کو بغیر عورت مرد کے پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا۔ باقی تمام انسانوں کو مرد وعورت سے پیدا کیا سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ بغیر مرد کے صرف عورت سے ہی پیدا ہوئے۔ پس تقسیم کی یہ چار ہی صورتیں ہو سکتی تھیں جو سب پوری کر دی گئیں اور اپنی کمال قدرت اور عظیم سلطنت کی مثال قائم کردی۔ فی الواقع نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔ اور یہ بچہ اللہ کی رحمت بنے گا، رب کا

26

پیغمبر بنے گا اللہ کی عبادت کی دعوت اس کی مخلوق کو دے گا۔

فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تعالیٰ تجھے اپنے ایک کلمے کی خوش خبری سناتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا جو دنیا اور آخرت میں آبرودار ہوگا اور ہوگا بھی اللہ کا مقرب وہ گہوارے میں ہی بولنے لگے گا اور ادھیڑ عمر میں بھی۔ اور صالح لوگوں میں سے ہوگا یعنی بچپن اور بڑھاپے میں اللہ کے دین کی دعوت دے گا۔ روایت ہے کہ حضرت مریم نے فرمایا کہ خلوت اور تنہائی کے موقعہ پر مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بولتے تھے اور مجمع میں اللہ کی تسبیح بیان کرتے تھے یہ حال اس وقت کا ہے جب کہ آپ میرے پیٹ میں تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ کام علم اللہ میں مقدر اور مقرر ہو چکا ہے وہ اپنی قدرت سے یہ کام پورا کر کے ہی رہے گا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ قول بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان الٰہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو۔ اور مراد اس سے روح کا پھونک دینا ہو۔ جیسے فرمان ہے کہ عمران کی بیٹی مریم باعصمت بیوی تھیں ہم نے اس میں روح پھونکی تھی۔ اور آیت میں ہے وہ باعصمت عورت جس میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔ پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ تو ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کا ارادہ کر چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا۝ |
| --- |
| پس مریم نے اسے پیٹ میں لے لیا اور الگ ہو کر دور ایک مقام پر جا بیٹھیں۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا آبادی سے دور رہنے کا بیان

"فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ" تَنَحَّتْ "بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا" بَعِيدًا مِنْ أَهْلِهَا

پس مریم نے اسے پیٹ میں لے لیا اور آبادی والوں سے الگ ہو کر دور ایک مقام پر جا بیٹھیں۔

## حضرت مریم کی اپنی خالہ سے ملاقات کا بیان

جب آپ فرمان الٰہی تسلیم کر چکیں اور اس کے آگے گردن جھکا دی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان کے کرتے کے گریبان میں پھونک ماری۔ جس سے انہیں بحکم رب حمل ٹھہر گیا اب تو سخت گھبرائیں اور یہ خیال کرتے ہی کلیجہ منہ کو آنے لگا کہ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی؟ لاکھ اپنی برات پیش کروں لیکن اس انوکھی بات کو کون مانے گا؟ اسی گھبراہٹ میں آپ تھیں کسی سے یہ واقعہ بیان نہیں کیا تھا ہاں جب آپ اپنی خالہ حضرت زکریا علیہما السلام کی بیوی کے پاس گئیں تو وہ آپ سے معانقہ کر کے کہنے لگیں بچی اللہ کی قدرت سے اور تمہارے خالو کی دعا سے میں اس عمر میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ آپ نے فرمایا خالہ جان میرے ساتھ یہ واقعہ گزرا اور میں بھی اپنے آپ کو اسی حالت میں پاتی ہوں چونکہ یہ گھرانہ نبی کا گھرانہ تھا۔ وہ قدرت الٰہی پر اور صداقت مریم پر ایمان لائیں۔ اب یہ حالت تھی کہ جب کبھی یہ دونوں پاک عورتیں ملاقات کرتیں تو خالہ صاحبہ یہ محسوس فرماتیں کہ گویا ان کا بچہ بھانجی کے بچے کے سامنے جھکتا ہے اور اس کی عزت کرتا ہے۔ ان کے مذہب میں یہ جائز بھی تھا اسی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کے

بھائیوں نے اور آپ کے والد نے آپ کو سجدہ کیا تھا۔ اور اللہ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن ہماری شریعت میں یہ تعظیم اللہ کے لیے مخصوص ہوگئی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی تھے۔ دونوں ایک ہی وقت حمل میں تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اکثر حضرت مریم سے فرماتی تھیں کہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرا بچہ تیرے بچے کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اللہ نے آپ کے ہاتھوں اپنے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کر دیا۔ جمہور کا قول تو یہ ہے کہ آپ نو مہینے تک حمل میں رہے۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آٹھ ماہ تک۔ اسی لئے آٹھ ماہ کے حمل کا بچہ عموماً زندہ نہیں رہتا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حمل کے ساتھ ہی بچہ ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِۚ قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا۝ |
| پھر دردِ زہ انہیں ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، وہ کہنے لگیں: اے کاش! میں پہلے سے مرگئی ہوتی |
| اور بالکل بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔ |

## حمل، تصویر اور ولادت کا لمحہ بھر میں ہو جانے کا بیان

"فَأَجَاءَهَا" جَاءَ بِهَا "الْمَخَاض" وَجَع الْوِلَادَة "إِلَى جِذْع النَّخْلَة" لِتَعْتَمِد عَلَيْهِ فَوَلَدَتْ وَالْحَمْل وَالتَّصْوِير وَالْوِلَادَة فِي سَاعَة "قَالَتْ يَا" لِلتَّنْبِيهِ "لَيْتَنِي مِتُّ قَبْل هَذَا" الْأَمْر "وَكُنْت نَسْيًا مَنْسِيًّا" شَيْئًا مَتْرُوكًا لَا يُعْرَف وَلَا يُذْكَر،

پھر دردِ زہ انہیں ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا تا کہ آپ اس پر ٹیک لگائیں تو آپ نے ایک بیٹے کو جنم دیا اور یہ حمل اور تصویر اور ولادت سب کچھ لمحہ بھر میں ہوا، وہ پریشانی کے عالم میں کہنے لگیں: اے کاش! یہاں پر یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ میں اس واقعہ سے پہلے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔ تا کہ کوئی نہ مجھے پہچانتا اور اور نہ میرا تذکرہ کرتا۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام ولادت کا بیان

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حمل کے حالات ظاہر ہو گئے قوم نے پھبتیاں پھینکی، آوازے کسنے اور باتیں بنانی شروع کر دیں اور حضرت یوسف نجار جیسے صالح شخص پر یہ تہمت اٹھائی تو آپ ان سب سے کنارہ کش ہو گئیں نہ کوئی انہیں دیکھے نہ آپ کسی کو دیکھیں۔ جب دردزہ اٹھا تو آپ کھجور کے ایک درخت کی جڑ میں آ بیٹھیں کہتے ہیں کہ یہ خلوت خانہ بیت المقدس کی مشرقی جانب کا حجرہ تھا۔ یہ بھی قول ہے کہ شام اور مصر کے درمیان آپ پہنچ چکی تھیں اس وقت بچہ ہونے کا درد شروع ہوا۔ اور قول ہے کہ بیت المقدس سے آپ آٹھ میل چلی گئی تھیں اس بستی کا نام بیت لحم تھا۔ معراج کے واقعہ کے بیان میں پہلے ایک حدیث گزری

ہے جس میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ بھی بیت لحم تھا۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ○ |
| تو اس نے اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی جاری کردی ہے۔ |

## خشک ندی کے جاری ہو جانے کا بیان

"فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا" أَیْ : جِبْرِیل وَكَانَ أَسْفَل مِنْهَا "أَلَّا تَحْزَنِی قَدْ جَعَلَ رَبّك تَحْتك سَرِیًّا" نَهَر مَاء كَانَ قَدْ انْقَطَعَ،

تو اس نے یعنی جبرائیل نے اسے اس کے نیچے سے آواز دی کہ غم نہ کر، بے شک تیرے رب نے تیرے نیچے ایک ندی جاری کردی ہے۔ جس کا پانی خشک ہو چکا تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یا حضرت جبریل نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو آب شیریں کا ایک چشمہ جاری ہو گیا اور کھجور کا درخت سرسبز ہو گیا، پھل لایا وہ پھل پختہ اور رسیدہ ہو گئے اور حضرت مریم سے کہا گیا

| |
|---|
| وَ هُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا ○ |
| اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرادے گا۔ |

## خشک کھجور کے درخت سے تروتازہ کھجوروں کا بیان

"وَهُزِّی إِلَیْك بِجِذْعِ النَّخْلَة" كَانَتْ یَابِسَة وَالْبَاء زَائِدَة "تُسَاقِط" أَصْله بِتَاءَیْنِ قُلِبَتْ الثَّانِیَة سِینًا وَأُدْغِمَتْ فِی السِّین وَفِی قِرَاءَة بِتَرْكِهَا "عَلَیْك رُطَبًا" تَمْیِیز "جَنِیًّا" صِفَته،

اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ حالانکہ وہ خشک ہو چکی تھی۔ اور یہاں پر بجذع میں باء زائدہ ہے اور تساقط میں اصل میں دو تائیں ہیں جس میں دوسری تاء کو سین سے تبدیل کیا گیا ہے۔ اور ایک قرأت میں اس کو ترک کیا گیا ہے۔ وہ تم پر تازہ پکی ہوئی کھجوریں گرادے گا۔ یہاں پر رطبا تمیز ہے اور جنیا اس کی صفت ہے۔

کھجور کے اس درخت کو ہلاؤ اس میں سے تروتازہ کھجوریں جھڑیں گی وہ کھاؤ۔ کہتے ہیں یہ درخت سوکھا پڑا ہوا تھا اور یہ قول بھی ہے کہ پھل دار تھا۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وہ درخت کھجوروں سے خالی تھا لیکن آپ کے ہلاتے ہی اس میں سے قدرت الٰہی سے کھجوریں جھڑنے لگیں کھانا پینا سب کچھ موجود ہو گیا اور اجازت بھی دے دی۔ فرمایا کھا پی اور دل کو مسرور رکھ۔

## کھجور کے درخت کے فوائد کا بیان

حضرت عمرو بن میمون کا فرمان ہے کہ نفاس والی عورتوں کے لئے کھجوروں سے اور خشک کھجوروں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں ہے کھجور کے درخت کا اکرام کرو یہ اسی مٹی سے پیدا ہوا ہے جس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اس کے سوا اور

کوئی درخت نر مادہ مل کر نہیں پھلتا۔ عورتوں کو ولادت کے وقت تر کھجوریں کھلاؤ نہ ملیں تو خشک ہی سہی کوئی درخت اس سے بڑھ کر اللہ کے پاس مرتبے والا نہیں۔ اسی لئے اس کے نیچے حضرت مریم علیہ السلام کو اتارا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

## مسجد کے خادم کے سامنے قدرت الٰہی کے اظہار کا بیان

مسجد کے خادم ایک صاحب اور تھے جن کا نام یوسف نجار تھا۔ انہوں نے جب مریم علیہا السلام کا یہ حال دیکھا تو دل میں کچھ شک سا پیدا ہوا لیکن حضرت مریم کے زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت، خشیت الٰہی اور حق بینی کو خیال کرتے ہوئے انہوں نے یہ برائی دل سے دور کرنی چاہی، لیکن جوں جوں دن گزرتے گئے حمل کا اظہار ہوتا گیا اب تو خاموش نہ رہ سکے ایک دن باادب کہنے لگے کہ مریم میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ناراض نہ ہونا بھلا بغیر بیج کے کسی درخت کا ہونا، بغیر دانے کے کھیت کا ہونا، بغیر باپ کے بچے کا ہونا ممکن بھی ہے؟

آپ ان کے مطلب کو سمجھ گئیں اور جواب دیا کہ یہ سب ممکن ہے سب سے پہلے جو درخت اللہ تعالیٰ نے اگایا وہ بغیر بیج کے تھا سب سے پہلے جو کھیتی اللہ نے اگائی وہ بغیر دانے کی تھی، سب سے پہلے اللہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ بیباپ کے تھے بلکہ یہاں کے بھی ان کی تو سمجھ میں آ گیا اور حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ کی قدرت کو نہ جھٹلا سکے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَ قَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ |
| لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ |
| پس کھا اور پی اور ٹھنڈی آنکھ سے رہ، پھر اگر تو آدمیوں میں سے کسی کو دیکھے تو کہہ میں نے تو رحمان کے لیے |
| روزے کی نذر مانی ہے، لہٰذا آج میں ہرگز کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے سکوت کے روزوں کا بیان

"فَكُلِي" مِنَ الرُّطَبِ "وَاشْرَبِي" مِنَ السَّرِيِّ "وَقَرِّي عَيْنًا" بِالْوَلَدِ تَمْيِيز مُحَوَّل مِنَ الْفَاعِل أَيْ: لِتَقَرّ عَيْنك بِهِ أَيْ: تَسْكُن فَلَا تَطْمَح إِلَى غَيْره "فَإِمَّا" فِيهِ إِدْغَام نُون إِنْ الشَّرْطِيَّة فِي مَا الزَّائِدَة "تَرَيِنَّ" حُذِفَتْ مِنْهُ لَام الْفِعْل وَعَيْنه وَأُلْقِيَتْ حَرَكَتهَا عَلَى الرَّاء وَكُسِرَتْ يَاء الضَّمِير لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "مِنَ الْبَشَر أَحَدًا" فَيَسْأَلك عَنْ وَلَدك "فَقُولِي إِنِّي نَذَرْت لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا" أَيْ إِمْسَاكًا عَنِ الْكَلَام فِي شَأْنه وَغَيْره مِنَ الْأَنَاسِيّ بِدَلِيلِ "فَلَنْ أُكَلِّم الْيَوْم إِنْسِيًّا" أَيْ: بَعْد ذَلِكَ

پس پکی کھجوریں کھاؤ اور چشمے کا پانی پیو اور بیٹے کے سبب ٹھنڈی آنکھ سے رہو، یہاں پر عینا تمیز ہے جو فاعل سے منقول ہو کر تمیز بنی ہے۔ یعنی آپ بیٹے کے سبب آنکھوں کی ٹھنڈک پاؤ کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ اور فاما میں ان شرطیہ ہے اور اس میں ماء زائدہ کا ادغام ہوا ہے۔ اور ترین میں لام کلمہ اور عین کلمہ کو حذف کیا گیا اور عین کلمہ کی حرکت نقل کر کے راء کو دی گئی۔ اور

التقائے ساکنین کی وجہ سے یا ضمیر کو کسرہ دی گئی۔ پھر اگر تو آدمیوں میں سے کسی کو دیکھے یعنی وہ آپ سے بیٹے کے بارے میں سوال کریں تو ان سے کہہ دے کہ میں نے تو رحمان کے لیے روزے کی نذر مانی ہے، یعنی اس بیٹے کیلئے لوگوں سے کلام کرنے سے رکنے کی نذر مانی ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے۔ پس آج میں ہرگز کسی انسان سے بات نہ کروں گی۔

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی خاموشی کی نذر کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ گھبرائیں نہیں تو آپ نے کہا میں کیسے نہ گھبراؤں خاوند والی میں نہیں، کسی کی ملکیت کی لونڈی باندی میں نہیں مجھے دنیا نہ کہے گی کہ یہ بچہ کیسے ہوا؟ میں لوگوں کے سامنے کیا جواب دے سکوں گی؟ کون سا عذر پیش کر سکوں گی؟ ہائے کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی کاش کہ میں نسیا منسیا ہوگئی ہوتی۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اماں آپ کو کسی سے بولنے کی ضرورت نہیں میں آپ ان سب سے نبٹ لوں گا آپ تو انہیں صرف یہ سمجھا دینا کہ آج سے آپ نے چپ رہنے کی نذر مان لی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا یٰمَرْیَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَیْـًٔا فَرِیًّا۝ |
| پھر وہ اس کو اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آ گئیں۔ وہ کہنے لگے: اے مریم! یقیناً تو بہت ہی عجیب چیز لائی ہے۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قوم کے سامنے بیٹے کو لانے کا بیان

"فَأَتَتْ بِهِ قَوْمهَا تَحْمِلهُ " حَال فَرَأَوْهُ "قَالُوا يَا مَرْيَم لَقَدْ جِئْت شَيْئًا فَرِيًّا " عَظِيمًا حَيْثُ أَتَيْت بِوَلَدٍ مِنْ غَيْر أَب

پھر وہ اس بچے کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس اس حالت میں آ گئیں۔ کہ لوگوں نے اس کو دیکھا تو وہ کہنے لگے: اے مریم! یقیناً تو بہت ہی عجیب چیز لائی ہے۔ یعنی ایسی عظیم چیز کہ بغیر باپ کے بیٹے کو لائی ہے۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت مریم علیہ السلام کا گھرانہ اوپر سے ہی نیک صالح اور دیندار تھا اور یہ دینداری برابر گویا وراثتاً چلی آرہی تھی۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں اور بعض گھرانے اس کے خلاف بھی ہوتے ہیں کہ اوپر سے نیچے تک سب بد ہی بد۔ یہ ہارون بڑے بزرگ آدمی تھے اس وجہ سے بنی اسرائیل میں ہارون نام رکھنے کا عام طور عام شوق ہو گیا تھا یہاں تک مذکور ہے کہ جس دن حضرت ہارون کا جنازہ نکلا ہے تو آپ کے جنازے میں اسی ہارون نام کے چالیس ہزار آدمی تھے۔ الغرض وہ لوگ ملامت کرنے لگے کہ تم سے یہ برائی کیسے سرزد ہو گئی تم تو نیک کوکھ کی بچی ہو ماں باپ دونوں صالح سارا گھرانہ پاک پھر تم نے یہ کیا کام کیا ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| یٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِیًّا۝ |
| اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا سے قوم کا سوال کرنے کا بیان

"یَا اُخْتَ هَارُون " هُوَ رَجُل صَالِح أیْ : یَا شَبِیهَته فِی الْعِفَّة "مَا کَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْء " أَیْ : زَانِیًا "وَمَا کَانَتْ أُمّك بَغِیًّا" أَیْ : زَانِیَة فَمِنْ أَیْنَ لَكِ هَذَا الْوَلَد،

اے ہارون کی بہن! وہ تو ایک نیک آدمی تھا۔یعنی تو پاکدامنی میں اس جیسی ہے۔نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی۔تو پھر تو یہ بچہ کہاں سے لے آئی ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر حیوانات کا سجدے میں گر جانے کا بیان

نوف بکالی کہتے ہیں کہ لوگ حضرت مریم کی جستجو میں نکلے تھے لیکن اللہ کی شان کہیں انہیں کھوج ہی نہ ملا۔راستے میں ایک چرواہا ملا اس سے پوچھا کہ ایسی ایسی عورت کو تو نے کہیں اس جنگل میں دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔لیکن میں نے رات کو عجیب بات دیکھی ہے کہ میری یہ تمام گائیں اس وادی کی طرف سجدے میں گر گئیں۔میں نے تو اس سے پہلے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا۔اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اس طرف ایک نور نظر آرہا تھا۔وہ اس کی نشان دہی پر جا رہے تھے جو سامنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو لئے ہوئے آتی دکھائی دی گئیں انہیں دیکھ کر آپ وہیں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے بیٹھ گئیں۔ان سب نے آپ کو گھیر لیا اور باتیں بنانے لگے۔ان کا یہ کہنا کہ اے ہارون کی بہن اس سے مراد یہ ہے کہ آپ حضرت ہارون کی نسل سے تھیں یا آپ کے گھرانے میں ہارون نامی ایک صالح شخص تھا اور اسی کی سی عبادت وریاضت حضرت مریم صدیقہ کی تھی۔اس لئے انہیں ہارون کی بہن کہا گیا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

## انبیائے کرام کے ناموں پر اولاد کے نام رکھنے کا بیان

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نجران کے نصاری کے پاس بھیجا انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا تم لوگ یہ آیت اس طرح نہیں پڑھتے (یٰاُخْتَ ھٰرُوْنَ، یعنی مریم کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اے ہارون کی بہن)۔جب کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک طویل مدت کا فاصلہ ہے۔

حضرت مغیرہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کا جواب نہیں آیا تو جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو میں نے اس کا تذکرہ کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ان سے یہ نہیں کیا کہ وہ لوگ سابقہ انبیاء کے ناموں پر اپنی اولاد کے نام رکھتے تھے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1100)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس دو شخص آئے۔ایک نے تو سلام کیا، دوسرے نے نہ کیا آپ نے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ لوگوں نے کہا اس نے قسم کھائی ہے کہ آج یہ کسی سے بات نہ کرے گا آپ نے فرمایا اسے توڑ دے سلام کلام شروع کر یہ تو صرف حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ہی تھا کیونکہ اللہ کو آپ کی صداقت وکرامت ثابت کرنا منظور تھی اس لئے اسے عذر بنا دیا تھا۔

فَاَشَارَتْ اِلَیْهِ ۭ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا ۝

تو مریم نے اس کی طرف اشارہ کیا، وہ کہنے لگے: ہم اس سے کس طرح بات کریں جو گہوارہ میں بچہ ہے۔

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا بیٹے کی طرف اشارہ کرنے کا بیان

"فَأَشَارَتْ" لَهُمْ "إِلَيْهِ" أَنْ كَلِّمُوهُ "قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ" أَيْ وُجِدَ

تو مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کیا، وہ کہنے لگے: ہم اس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گہوارہ میں بچہ ہے۔

سیدہ مریم نے فرشتہ کی ہدایت کے مطابق ان کی کڑوی کسیلی باتوں میں سے کسی کا جواب نہ دیا بلکہ اس نومولود بچے کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ خود جواب دے گا۔ اس بات پر لوگ اور زیادہ برہم ہوئے اور کہنے لگے ایک تو خود مجرم ہو دوسرے ہمارا مذاق اڑاتی ہو۔ یہ بچہ جو ابھی پیدا ہوا ہے بھلا ان باتوں کا کیا جواب دے سکتا ہے؟

یہ گفتگو سن کر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور داہنے دستِ مبارک سے اشارہ کر کے کلام شروع کیا۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۭ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝

بول پڑا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

## حضرت عیسٰی علیہ السلام کا گھوارے میں کلام کرنے کا بیان

"قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِي الْكِتَابَ" أَيْ : الْإِنْجِيلَ

بچہ خود بول پڑا: بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب یعنی انجیل عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

پہلے اپنے بندہ ہونے کا اقرار فرمایا تا کہ کوئی انہیں خدا اور خدا کا بیٹا نہ کہے کیونکہ آپ کی نسبت یہ تہمت لگائی جانے والی تھی اور یہ تہمت اللہ تبارک وتعالیٰ پر لگتی تھی اس لئے منصبِ رسالت کا اقتضا یہی تھا کہ والدہ کی براءت بیان کرنے سے پہلے اس تہمت کو رفع فرمادیں جو اللہ تعالیٰ کے جناب پاک میں لگائی جائے گی اور اسی سے وہ تہمت بھی رفع ہوگئی جو والدہ پر لگائی جاتی کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مرتبہ عظیمہ کے ساتھ جس بندے کو نوازتا ہے بالیقین اس کی ولادت اور اس کی سرشت نہایت پاک و طاہر ہے۔ کتاب سے انجیل مراد ہے۔ حسن کا قول ہے کہ آپ بطنِ والدہ ہی میں تھے کہ آپ کو توریت کا الہام فرمادیا گیا تھا اور پالنے میں تھے جب آپ کو نبوت عطا کردی گئی اور اس حالت میں آپ کا کلام فرمانا آپ کا معجزہ ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ نبوت اور کتاب ملنے کی خبر تھی جو عنقریب آپ کو ملنے والی تھی۔

## تین بچوں کا گھوارے میں کلام کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پنگھوڑے میں سوائے تین بچوں کے اور کسی

نے کلام نہیں کیا حضرت عیسیٰ بن مریم اور صاحب جریج اور جریج ایک عبادت گزار آدمی تھا اس نے ایک عبادت خانہ بنایا ہوا تھا جس میں وہ نماز پڑھتا تھا جریج کی ماں آئی اور وہ نماز میں تھا اس کی ماں نے کہا اے جریج! (جریج نے اپنے دل میں) کہا اے میرے پروردگار ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے پھر وہ نماز کی طرف متوجہ رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی پھر اگلے دن آئی تو وہ نماز پڑھ رہا تھا تو وہ کہنے لگی اے جریج! (جریج نے اپنے دل میں) کہا اے میرے پروردگار ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میں نماز میں ہوں پھر وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ رہا پھر اس کی ماں نے کہا اے اللہ جب تک جریج فاحشہ عورتوں کا چہرہ نہ دیکھ لے اس وقت تک اسے موت نہ دینا بنی اسرائیل (کے لوگ) جریج اور اس کی عبادت کا بڑا تذکرہ کرتے تھے بنی اسرائیل کی ایک عورت بڑی خوبصورت تھی وہ کہنے لگی کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں جریج کو فتنے میں مبتلا کر دوں وہ عورت جریج کی طرف گئی لیکن جریج نے اس عورت کی طرف توجہ نہ کی ایک چرواہا جریج کے عبادت خانے میں رہتا تھا اس عورت نے اس چرواہے کو اپنی طرف بلایا۔

اس چرواہے نے اس عورت سے اپنی خواہش پوری کی جس سے وہ عورت حاملہ ہوگئی تو جب اس عورت کے ہاں ایک لڑکے کی پیدائش ہوئی تو اس نے کہا یہ جریج کا لڑکا ہے (یہ سن کر) لوگ آئے اور انہوں نے جریج کو اس کے عبادت خانہ سے نکالا اور اس کے عبادت خانہ کو گرا دیا اور لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کر دیا جریج نے کہا تم لوگ یہ سب کچھ کس وجہ سے کر رہے ہو لوگوں نے جریج سے کہا تو نے اس عورت سے بدکاری کی ہے اور تجھ سے لڑکا پیدا ہوا ہے جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے تو لوگ اس بچے کو لے کر آئے جریج نے کہا مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھ لوں جریج نے نماز پڑھی پھر وہ نماز سے فارغ ہو کر اس بچے کے پاس آیا اور اس بچے کے پیٹ میں انگلی رکھ کر کہا اے لڑکے تیرا باپ کون ہے اس لڑکے نے کہا فلاں چرواہا۔ پھر لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے اس کو بوسہ دینے لگے اور اسے چھونے لگے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے لئے سونے کا عبادت خانہ بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں بلکہ تم اسے اسی طرح مٹی کا بنا دو پھر لوگوں نے اسی طرح بنا دیا۔

اور تیسرا وہ بچہ کہ جس نے پنگھوڑے میں بات کی اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بچہ اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا تو ایک آدمی ایک عمدہ سواری پر بہترین لباس پہنے ہوئے وہاں سے گزرا تو اس بچے کی ماں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے پھر وہ بچہ دودھ چھوڑ کر اس سوار کی طرف مڑا اور اسے دیکھتا رہا پھر وہ بچہ کہنے لگا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنانا پھر وہ بچہ پستان کی طرف متوجہ ہوا اور دودھ پینے لگا راوی کہتے ہیں گویا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکایت بیان کر رہے ہیں اس کے دودھ پینے کو اپنی شہادت کی انگلی اپنے منہ میں ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کو چوسنا شروع کر دیا۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ ایک لونڈی کے پاس سے گزرے جسے لوگ مارتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے اور وہ کہتی ہے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیلُ میرے لئے اللہ ہی کافی ہے اور بہتر کارساز ہے تو اس بچے کی ماں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس عورت کی طرح نہ بنانا تو اس بچے نے دودھ پینا چھوڑ کر اس باندی کی طرف دیکھا اور کہنے لگا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے پس اس موقع پر

ماں اور بیٹے کے درمیان ایک مکالمہ ہوا ماں نے کہا اے سر منڈے ایک خوبصورت شکل والا آدمی گزرا تو میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا بنا دے تو نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور لوگ اس باندی کے پاس سے گزرے تو لوگ اسے مارتے ہوئے کہہ رہے تھے تو نے زنا کیا ہے اور چوری کی ہے تو میں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ بنانا تو نے کہا اے اللہ مجھے اس عورت جیسا بنا دے بچے نے کہا بے شک وہ آدمی ظالم تھا تو میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا نہ بنا اور یہ عورت جسے لوگ کہہ رہے تھے کہ تو نے زنا کیا ہے حالانکہ اس نے زنا نہیں کیا اور تو نے چوری کی ہے حالانکہ اس نے چوری نہیں کی تھی میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا بنا دے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2008)

| |
|---|
| وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ۝ |
| اور مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی، جب تک میں زندہ رہوں۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لوگوں کیلئے باعث برکت ہونے کا بیان

"وَجَعَلَنِی مُبَارَكًا أَیْنَ مَا كُنْت" أَیْ : نَفَّاعًا لِلنَّاسِ إخْبَار بِمَا كُتِبَ لَهُ "وَأَوْصَانِی بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاة" أَمَرَنِی بِهِمَا،مَا دُمْتُ حَیًّا،

اور مجھے بابرکت بنایا جہاں بھی میں ہوں یعنی میں جہاں کہیں بھی ہوں لوگوں کیلئے باعث برکت ہوں اس میں خبر ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے مقدر ہو چکا ہے۔ اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی، یعنی ان دونوں کا حکم دیا ہے۔ جب تک میں زندہ رہوں۔

## نبی مکرم علیہ السلام کے وجود مسعود کے باعث برکت ہونے کا بیان

عمرو بن ابی عمرو (مطلب بن حنطب کے آزاد کردہ غلام) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کیلئے خیبر گیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد (پہاڑ) دکھائی دیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے اللہ میں اس کے دونوں سنگستانوں کے درمیانی مقام کو حرم بناتا ہوں جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع اور مد (غلہ اور چھوہارے ناپنے کے دو پیمانے تھے) میں برکت عنایت کر۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 160)

| |
|---|
| وَّبَرًّاۢ بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ۝ |
| اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والدہ سے حسن سلوک کی تعریف کا بیان

"وَبَرًّا بِوَالِدَتِی" مَنْصُوب بِجَعَلَنِی مُقَدَّر "وَلَمْ یَجْعَلنِی جَبَّارًا" مُتَعَاظِمًا "شَقِیًّا" عَاصِیًا لِرَبِّهِ

اور اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا۔ یہاں پر جعلنی مقدر ہونے کی وجہ سے "وَبَـــرًّا" منصوب ہے۔ اور مجھے سرکش، بد بخت نہیں بنایا۔ یعنی اپنے رب کا نافرمان نہیں بنایا۔

صرف والدہ کے ساتھ حسن سلوک کے ذکر سے بھی واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے ایک اعجازی شان کی حامل ہے، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ لسلام بھی، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح (ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا) کہتے، یہ نہ کہتے کہ میں ماں کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ماں باپ کا خدمت گزار اور اطاعت شعار نہیں ہوتا، اس کی فطرت میں سرکشی اور قسمت میں بدبختی لکھی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساری گفتگو ماضی کے صیغوں میں کی ہے حالاں کہ ان تمام باتوں کا تعلق مستقبل سے تھا، کیونکہ ابھی تو وہ شیر خوار بچے ہی تھے۔ یہ اس لئے کہ یہ اللہ کی تقدیر کے اٹل فیصلے تھے کہ گو ابھی یہ معرض ظہور میں نہیں آئے تھے لیکن ان کا وقوع اس طرح یقینی تھا جس طرح کے گزرے ہوئے واقعات شک وشبہ سے بالا ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا۝ |
| اور مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن، اور میری وفات کے دن، اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم میلاد پر سلام ہونے کا بیان

"وَالسَّلَام" مِنْ اللّٰه "عَلَیَّ یَوْم وُلِدْت وَیَوْم أَمُوت وَیَوْم أُبْعَث حَیًّا" یُقَال فِیهِ مَا تَقَدَّمَ فِی السَّیِّد یَحْیَی

اور اللہ کی طرف سے مجھ پر سلام ہو میرے میلاد کے دن، اور میری وفات کے دن، اور جس دن میں زندہ اٹھایا جاؤں گا۔ اس میں اسی طرح کہا گیا ہے جس طرح اس سے پہلے حضرت سیّدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں گزرا ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تین مواقع پر اللہ کی طرف سے خاص سلام کا بیان

ان اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ کے بدلے تینوں حالتوں میں آپ کو اللہ کی طرف سے امن وامان اور سلامتی ملی۔ یعنی پیدائش والے دن موت والے دن اور حشر والے دن۔ یہی تینوں جگہیں گھبراہٹ کی اور انجان ہوتی ہیں۔ انسان ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی ایک نئی دنیا دیکھتا ہے جو اس کی آج تک کی دنیا سے عظیم الشان اور بالکل مختلف ہوتی ہے موت والے دن اس مخلوق سے واسطہ پڑتا ہے جس سے حیات میں کبھی بھی واسطہ نہیں پڑا انہیں کبھی نہ دیکھا۔ محشر والے دن بھی علی ہذا القیاس اپنے تئیں ایک بہت بڑے مجمع میں جو بالکل نئی چیز ہے دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ پس ان تینوں وقتوں میں اللہ کی طرف سے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو سلامتی ملی۔ ایک مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام لوگ قیامت کے دن کچھ نہ کچھ گناہ لے کر جائیں گے سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے گناہ بھی کبھی نہیں کیا۔حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے آپ میرے لئے استغفار کیجئے آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا آپ مجھ سے بہتر ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں نے آپ ہی اپنے اوپر سلام کیا اور آپ پر خود اللہ نے سلام کہا۔اب ان دونوں نے ہی اللہ کی فضیلت ظاہر کی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| ذٰلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ ○ |
|---|
| یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا بیٹا سچی بات جس میں شک کرتے ہیں۔ |

## حضرت عیسیٰ بن مریم کے قول حق ہونے کا بیان

"ذَلِكَ عِيسَى ابْن مَرْيَم قَوْل الْحَقّ" بِالرَّفْعِ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر أَيْ : قَوْل ابْن مَرْيَم وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ قُلْت وَالْمَعْنَى الْقَوْل الْحَقّ "الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ" مِنْ الْمِرْيَة أَيْ : يَشُكُّونَ وَهُمْ النَّصَارَى : قَالُوا إنَّ عِيسَى ابْن اللَّه كَذَبُوا

یہ ہے عیسیٰ بن مریم کا بیٹا سچی بات، یہاں پر لفظ قول اگر مرفوع ہو تو مبتداء مقدر کی خبر ہوگا یعنی قول ابن مریم مبتداء کی خبر ہوگی اور اگر یہ منصوب ہو تو قلت فعل مقدر کے سبب ہوگا۔جس کا معنی سچی بات ہے۔جس میں شک کرتے ہیں۔یمترون یہ مریۃ سے مشتق ہے۔یعنی وہ شکوٰۃ کرتے ہیں اور وہ نصاریٰ ہیں۔انہوں نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔جو بالکل انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلام فرمایا تو لوگوں کو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی براءت وطہارت کا یقین ہوگیا اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنا فرما کر خاموش ہوگئے اور اس کے بعد کلام نہ کیا جب تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔(تفسیر خازن، سورہ مریم، بیروت)

| مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ |
|---|
| کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اس سے |
| صرف یہ کہتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا اولاد سے پاک ہونے کا بیان

"مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذ مِنْ وَلَد سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ عَنْ ذَلِكَ "إذَا قَضَى أَمْرًا" أَيْ : أَرَادَ أَنْ يُحْدِثهُ "فَإِنَّمَا يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون" بِالرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ هُوَ وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ أَنْ وَمِنْ ذَلِكَ خَلْق عِيسَى مِنْ غَيْر أَب

کبھی اللہ کے لائق نہ تھا کہ وہ کوئی بھی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، یعنی وہ اولاد سے پاک ہے۔ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے۔ یعنی کسی بات کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے صرف یہ کہتا ہے کہ "ہوجا" تو وہ ہوجاتا ہے۔ یہاں فیکون یہ رفعی حالت میں ہوگا جب ھو مقدر ہو اور منصوب ہوگا جب اَن مقدرہ ہو۔ اور اسی سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر پیدا کیا۔

## توحید اور رسالت کی شہادت کے سبب عذاب سے نجات کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اس بات کی گواہی دے (یعنی زبان سے قرار کرے اور دل سے سچ جانے) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور کوئی اس کا شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام (بھی) اللہ کے بندے اور رسول اور اللہ کی لونڈی (مریم) کے بیٹے اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم کی جانب ڈالا تھا اور اللہ کی بھیجی ہوئی روح ہیں اور یہ کہ جنت و دوزخ حق ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ضرور داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 25)

اس حدیث کا حاصل یہی ہے کہ ابدی نجات کا دارومدار ایمان وعقائد کی اصلاح پر ہے اس میں کسی قسم کی کوتاہی قابل معافی نہیں سکتی، ہاں اعمال کی کمزوریاں رحمت الٰہی سے معاف ہوسکتی ہیں۔ ایمان کی بنیاد چونکہ توحید کو ماننا اور اس کی شہادت دینا ہے اس لئے سب سے پہلے اسے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور اس کی الوہیت و ربوبیت پر صدق دل سے اعتقاد اور یقین رکھا جائے پھر اس کے بعد رسالت کا درجہ ہے تو ضروری ہے کہ رسول کی رسالت پر ایمان لایا جائے اسی طرح تمام رسولوں کی رسالت پر ایمان رکھنا بھی نجات کے لئے ضروری ہے۔

یہاں صرف حضرت عیسیٰ کا ذکر علامت کے طور پر بھی ہے اور ایک خاص وجہ سے بھی دراصل ان کے بارے میں ایک گروہ (یعنی عیسائیوں) کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ ابن اللہ ہیں۔ اس باطل عقیدہ کی تردید کے لئے ان کا ذکر کیا گیا اور وضاحت کردی گئی کہ عیسیٰ نہ تو اللہ کے بیٹے ہیں اور نہ اللہ ان کے اندر حلول کئے ہوئے ہے بلکہ وہ اللہ بندے اور اس کے رسول ہیں جسے اس نے اپنی ایک باندی مریم کے پیٹ سے پیدا کیا اسی لئے ان کو "کلمۃ اللہ" کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش بغیر باپ کے صرف اللہ کے حکم "کلمہ کن" سے ہوئی۔ "روح اللہ" ان کو اس لئے نہیں کہا گیا کہ ان کے اندر اللہ کا کوئی جزو یا اللہ کی روح شامل ہے بلکہ "روح اللہ" آپ کا لقب اس لئے قرار دیا گیا کہ آپ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے اور مٹی کی چڑیاں بنا کر اور ان میں جان ڈال کر اڑا دیا کرتے تھے۔ عقیدہ توحید و رسالت کے بعد تصور آخرت کا عقیدہ بھی بنیادی ہے یعنی اس بات پر ایمان و یقین رکھنا کہ مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا برحق ہے اور جنت دروزخ واقعی چیزیں ہیں، یہ وہ عقائد ہیں جن کا ماننا، صدق دل سے ان پر ایمان رکھنا اور خلوص نیت سے ان کو تسلیم کرنا ابدی نجات کا ضامن ہے۔ ان عقائد کو مانتے ہوئے اگر اعمال کی کوتاہیاں بھی ہوں تو اس صورت میں بھی اس حدیث نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔ لیکن جہاں تک مسئلے کا تعلق ہے یہ بات طے ہے کہ جو عملی کوتاہیاں اور بداعمالیاں رحمت الٰہی سے معاف نہیں ہوں گی ان پر سزا ضرور ملے گی مگر سزا پوری ہونے کے بعد اس کو بھی جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

لہٰذا اس حدیث کو اس مفہوم میں لینا چاہیے کہ اگر ان عقائد کے ماننے کے بعد کسی نے اعمال بھی اچھے کیے، شریعت کی پیروی کرتے ہوئے تمام احکام بجالایا اور خلاف شرع کوئی کام نہیں کیا تو بغیر کسی عذاب وسزا کے اسے جنت میں داخل کیا جائے گا اور اگر کسی نے ان عقائد کو ماننے کے بعد اعمال اچھے نہ کیے شریعت کی پابندی نہیں کی، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے احکام کی فرمانبرداری نہیں کی تو وہ اپنے گناہوں کی سزا بھگتے گا مگر آخر کار اسے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

| |
|---|
| وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۝ |
| اور بیشک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے سو تم اسی کی عبادت کیا کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا ہے

"وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّی وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ" بِفَتْحِ أَنَّ بِتَقْدِيرِ اُذْكُرْ وَبِكَسْرِهَا بِتَقْدِيرِ قُلْ بِدَلِيلِ "مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّی وَرَبَّكُمْ" "هٰذَا" الْمَذْكُور "صِرَاط" طَرِيق "مُسْتَقِيم" مُؤَدٍّ إِلَى الْجَنَّة

اور بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو تم اسی کی عبادت کیا کرو، یہاں پر اگر اَن مفتوحہ ہو تو اذکر مقدرہ ہوگا اور اگر اِن کسرہ والا ہو تو قل مقدر ہوگا۔ جس کی دلیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے۔ ''مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اُعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّی وَرَبَّكُمْ'' یہی سیدھا راستہ ہے۔ یعنی یہی ذکر کردہ راستہ ہے جو جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے صاف وصریح طور پر اور تاکیدی کلمات کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ اللہ ہی رب ہے میرا بھی اور تمہارا بھی۔ پس تم سب لوگ اسی وحدہ لاشریک کی عبادت و بندگی کرو۔ سو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی اور اس کی عبادت و بندگی کا یہ راستہ جو کہ توحید کا راستہ ہے یہی نجات وسلامتی کا واحد راستہ ہے۔ ورنہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔

| |
|---|
| فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۝ |
| پھر ان گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا تو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، ایک بڑے دن کی |
| حاضری کی وجہ سے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نصاریٰ کے اختلاف کا بیان

"فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَاب مِنْ بَيْنهمْ" أَيْ النَّصَارَى فِي عِيسَى أَهُوَ ابْن اللّٰه أَوْ إِلٰه مَعَهُ أَوْ ثَالِث ثَلَاثَة "فَوَيْل" فَشِدَّة عَذَاب "لِلَّذِينَ كَفَرُوا" بِمَا ذُكِرَ وَغَيْره "مِنْ مَشْهَد يَوْم عَظِيم" أَيْ: حُضُور يَوْم الْقِيَامَة وَأَهْوَاله

پھر ان گروہوں نے اپنے درمیان اختلاف کیا یعنی نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کیا کہ وہ ابن

اللہ ہیں یا اللہ کے ساتھ ایک معبود ہیں یا تین میں تیسرا ہیں۔ تو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا، یعنی مذکورہ باتیں وغیرہ کہی ہیں ایک بڑے دن یعنی قیامت کے دن کی حاضری کی وجہ سے بڑی ہلاکت ہے۔ اور وہ قیامت کا دن بڑا ہولناک ہے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق عیسائی فرقوں کے اختلاف کا بیان

کہتے ہیں کہ بنو اسرائیل کا مجمع جمع ہوا ہے اور اپنے میں سے انہوں نے چار ہزار آدمی چھانٹے ہر قوم نے اپنا اپنا ایک عالم پیش کیا۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ جانے کے بعد کا ہے۔ یہ لوگ آپس میں متنازع ہوئے ایک تو کہنے لگا یہ خود اللہ تھا جب تک اس نے چاہا زمین پر رہا جسے چاہا جلایا جسے چاہا مارا پھر آسمان پر چلا گیا اس گروہ کو یعقوبیہ کہتے ہیں لیکن اور تینوں نے اسے جھٹلایا اور کہا تو نے جھوٹ کہا اب دو نے تیسرے سے کہا اچھا تو کہہ تیرا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا وہ اللہ کے بیٹے تھے اس جماعت کا نام نسطوریہ پڑا۔ دو جورہ گئے انہوں نے کہا تو نے بھی غلط کہا ہے۔ پھر ان دو میں سے ایک نے کہا تم کہو اس نے کہا میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ تین میں سے ایک ہیں ایک تو اللہ جو معبود ہے۔ دوسرے یہی جو معبود ہیں تیسرے ان کی والدہ جو معبود ہیں۔ یہ اسرائیلیہ گروہ ہوا اور یہی نصرانیوں کے بادشاہ تھے ان پر اللہ کی لعنتیں۔ چوتھے نے کہا تم سب جھوٹے ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور رسول تھے اللہ ہی کا کلمہ تھے اور اس کے پاس کی بھیجی ہوئی روح۔ یہ لوگ مسلمان کہلائے اور یہی سچے تھے ان میں سے جس کے تابع جو تھے وہ اسی کے قول پر ہو گئے اور آپس میں خوب اچھلے۔ چونکہ سچے اسلام والے ہر زمانے میں تعداد میں کم ہوتے ہیں ان پر یہ ملعون چھا گئے انہیں دبا لیا انہیں مارنا پیٹنا اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ اکثر مورخین کا بیان ہے کہ قسطنطین بادشاہ نے تین بار عیسائیوں کو جمع کیا آخری مرتبہ کے اجتماع میں ان کے دو ہزار ایک سو ستر علماء جمع ہوئے تھے لیکن یہ سب آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مختلف آراء رکھتے تھے۔ سو کچھ کہتے تو ستر اور ہی کچھ کہتے، پچاس کچھ اور ہی کہہ رہے تھے، ساٹھ کا عقیدہ کچھ اور ہی تھا ہر ایک کا خیال دوسرے سے ٹکرا رہا تھا۔ سب سے بڑی جماعت تین سو آٹھ کی تھی۔ بادشاہ نے اس طرف، کثرت دیکھ کر کثرت کا ساتھ دیا۔ مصلحت ملکی اسی میں تھی کہ اس کثیر گروہ کی طرفداری کی جائے لہٰذا اس کی پالیسی نے اسے اسی طرف متوجہ کر دیا۔ اور اس نے باقی کے سب لوگوں کو نکلوا دیا اور ان کے لئے امانت کبریٰ کی رسم ایجاد کی جو در اصل سب سے زیادہ بدترین خیانت ہے۔

اب مسائل شرعیہ کی کتابیں ان علماء سے لکھوائیں اور بہت سی رسومات ملکی اور ضروریات شہری کو شرعی صورت میں داخل کر لیا۔ بہت سی نئی نئی باتیں ایجاد کیں اور اصلی دین مسیحی کی صورت کو مسخ کر کے ایک مجموعہ مرتب کرایا اور اسے لوگوں میں رائج کر دیا اور اس وقت سے دین مسیحی یہی سمجھا جانے لگا۔ جب اس پر ان سب کو رضامند کر لیا تو اب چاروں طرف کلیسا، گرجے اور عبادت خانے بنوانے اور وہاں ان علماء کو بٹھانے اور ان کے ذریعے سے اس اپنی نو مولود مسیحیت کو پھیلانے کی کوشش میں لگ گیا۔ شام میں، جزیرہ میں، روم میں تقریباً بارہ ہزار ایسے مکانات اس کے زمانے میں تعمیر کرائے گئے اس کی ماں ہیلانہ نے جس جگہ سولی گڑھی ہوئی تھی وہاں ایک قبہ بنوا دیا اور اس کی باقاعدہ پرستش شروع ہو گئی۔ اور سب نے یقین کر لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھ گئے حالانکہ ان کا یہ قول غلط ہے اللہ نے اپنے اس معزز بندے کو اپنی جانب آسمان پر چڑھا لیا ہے۔ یہ عیسائی مذہب کم اختلاف کی ہلکی سی

مثال ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا لٰـكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ○

اس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، جس دن وہ ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔

## کفار کا دنیا میں اندھے و بہرے ہونے کا بیان

"أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ" بِهِمْ صِيغَتَا تَعَجُّب بِمَعْنَى مَا أَسْمَعَهمْ وَمَا أَبْصَرهمْ "يَوْم يَأْتُونَنَا" فِي الْآخِرَة "لَكِنْ الظَّالِمُونَ" مِنْ إقَامَة الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر "الْيَوْم" أَيْ : فِي الدُّنْيَا "فِي ضَلَال مُبِين" أَيْ بَيِّن بِهِ صُمُّوا عَنْ سَمَاع الْحَقّ وَعَمُوا عَنْ إبْصَاره أَيْ : اعْجَبْ مِنْهُمْ يَا مُخَاطَب فِي سَمْعهمْ وَإِبْصَارهمْ فِي الْآخِرَة بَعْد أَنْ كَانُوا فِي الدُّنْيَا صُمًّا عُمْيًا

اس قدر سننے والے ہوں گے وہ اور کس قدر دیکھنے والے، یہاں پر اسمع بھم اور ابصر یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے ہیں جن کا معنی مااسمعھم اور ما ابصرھم ہے۔ جس دن وہ آخرت میں ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم لوگ آج کھلی گمراہی میں ہیں۔ یہاں اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ پر لایا گیا ہے۔ یوم مراد دنیا یعنی وہ آج دنیا میں کھلی گمراہی میں ہیں۔ مبین سے مراد یہ ہے کہ وہ حق بات کو سننے سے بہرے ہیں اور حق کو دیکھنے کیلئے اندھے ہیں۔ اے مخاطب ان کا سننا اور دیکھنا کتنا عجیب ہے۔ یعنی آخرت میں کتنا تیز ہوگا جبکہ یہی لوگ دنیا میں اندھے بہرے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں جو شخص بھی داخل ہوگا دوزخ میں اس کا ٹھکانہ اس کو دکھلا دیا جائے گا اگر وہ برائی کرتا، تاکہ وہ زیادہ شکر کرے اور جو شخص بھی دوزخ میں داخل کیا جائے گا اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھلا دیا جائے گا اگر وہ نیکی کرتا تاکہ اس کو حسرت ہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1513)

وَاَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ‌ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ○

اور آپ انہیں حسرت کے دن سے ڈرائیے جب بات کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مگر وہ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان لاتے ہی نہیں۔

## کفار کا قیامت کے دن حسرت کرنے کا بیان

"وَأَنْذِرْهُمْ" خَوِّفْ يَا مُحَمَّد كُفَّار مَكَّة "يَوْم الْحَسْرَة" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة يَتَحَسَّر فِيهِ الْمُسِيء عَلَى تَرْك الْإِحْسَان فِي الدُّنْيَا "إذْ قُضِيَ الْأَمْر" لَهُمْ فِيهِ بِالْعَذَابِ "وَهُمْ" فِي الدُّنْيَا "فِي غَفْلَة" عَنْهُ "وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ" بِهِ،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں یعنی کفار مکہ کو حسرت وندامت کے دن سے ڈرائیے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جب بدکار لوگ دنیا میں ترک نیکی کے سبب حسرت کریں گے۔ جب ہر بات کا یعنی ان کیلئے عذاب کا فیصلہ کر دیا جائے گا، مگر وہ دنیا میں غفلت کی حالت

میں پڑے ہیں اور وہ اس دن پر ایمان لاتے ہی نہیں۔

## سورہ مریم آیت ۳۹ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن موت کو مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ دیکھو کہ تم اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں! یہ موت ہے اس کو سب نے اپنی اپنی موت کے وقت دیکھا تھا اس کے بعد دوزخیوں سے کہا جائے گا دیکھو! کیا تم اسے پہنچانتے ہو، سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے اس کو سب نے اپنی اپنی موت کے وقت دیکھا تھا اس کے بعد پھر اس کو ذبح کر دیا جائے گا اور جنتیوں سے کہا جائے گا کہ بے فکر ہو کر جنت میں رہو تم کو اب کبھی موت نہ آئے گی اور اسی طرح دوزخ والوں سے کہا جائے گا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت فرمایا( وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ،مریم:39) یعنی اے رسول! آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جس دن پچھتائیں گے جب کہ فیصلہ ہو جائے گا اور یہ لوگ پھر بھی غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1925)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ، اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرا جس دن سارے معاملہ کا فیصلہ ہوگا)۔ اور فرمایا موت کو سیاہ وسفید رنگ کے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور جنت ودوزخ کے درمیان کی دیوار پر کھڑا کر کے کہا جائے گا کہ اے دوزخ والو! وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے پھر کہا جائے اے دوزخ والو! وہ سر اٹھا کر دیکھیں گے کہ اسے جانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اگر اللہ تعالیٰ نے جنت والوں کے لئے ہمیشہ کی زندگی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ خوشی کے مارے مر جاتے۔ اسی طرح اگر دوخ والوں کے لئے بھی اس میں ہمیشہ رہنا نہ لکھ دیا ہوتا تو وہ غم کی شدت کی وجہ سے مر جاتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1101)

| |
|---|
| اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ٥ |
| وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ط اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا٥ |
| بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ |
| اور آپ کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرہ کا بیان

"إِنَّا نَحْنُ" تَأْكِيد "نَرِث الْأَرْض وَمَنْ عَلَيْهَا" مِنْ الْعُقَلَاء وَغَيْرهمْ بِإِهْلَاكِهِمْ "وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ" فِيهِ لِلْجَزَاءِ "وَاذْكُرْ" لَهُمْ "فِي الْكِتَاب إِبْرَاهِيم" أَيْ : خَبَره "إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا" مُبَالِغًا فِي الصِّدْق "نَبِيًّا" وَيُبْدَل مِنْ خَبَره،

27

یہاں پر نحن تاکید کیلئے آیا ہے۔ بے شک ہم، ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے یعنی جو کچھ اس میں اہل عقل وغیر عقل وغیرہ سے ہے ان کو ہلاک کر دیں گے۔ اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی اس میں ان کیلئے جزاء ہے۔ اور آپ کتاب (قرآن مجید) میں ابراہیم (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، یعنی ان کو خبر دیں بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔ یہاں پر لفظ صدیق یہ صدق سے مبالغہ ہے اور لفظ نبیا یہ اس کی خبر سے بدل ہے۔

## صدیق کے مفہوم کا بیان

لفظ صدیق بکسر صاد قرآن کا ایک اصطلاحی لفظ ہے اس کے معنے اور تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ جس شخص نے عمر میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو وہ صدیق ہے اور بعض نے فرمایا کہ جو شخص اعتقاد اور قول وعمل ہر چیز میں صادق ہو یعنی جو دل میں اعتقاد ہو ٹھیک وہی زبان پر وہ او. اس کا ہر فعل اور ہر حرکت وسکون اسی اعتقاد اور قول کے تابع ہو۔ روح المعانی اور مظہری وغیرہ میں اسی آخری معنے کو اختیار کیا ہے اور پھر صدیقیت کے درجات متفاوت ہیں۔ اصل صدیق تو نبی ورسول ہی ہو سکتا ہے اور ہر نبی ورسول کے لئے صدیق ہونا وصف لازم ہے مگر اس کا عکس نہیں کہ جو صدیق ہو اس کا نبی ہونا ضروری ہو بلکہ غیر نبی بھی جو اپنے نبی ورسول کے اتباع میں صدق کا یہ مقام حاصل کر لے وہ بھی صدیق کہلائے گا۔ حضرت مریم کو خود قرآن کریم نے امہ صدیقہ کا خطاب دیا ہے حالانکہ جمہور امت کے نزدیک وہ نبی نہیں، اور کوئی عورت نبی نہیں ہو سکتی۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا۝ |
| جب انہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا آزر سے جس نے آپ کے والد تارخ کے انتقال کے بعد آپ کو پالا تھا) سے کہا: اے میرے |
| باپ! تم ان (بتوں) کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ تم سے کوئی (تکلیف دہ) چیز دور کر سکتے ہیں۔ |

## نفع ونقصان کے مالک نہ ہونے والے بتوں کی پرستش سے منع کرنے کا بیان

"إذْ قَالَ لِأَبِيهِ" آزَر "يَا أَبَتِ" التَّاء عِوَض عَنْ يَاء الْإِضَافَة وَلَا يُجْمَع بَيْنهمَا وَكَانَ يَعْبُد الْأَصْنَام "لِمَ تَعْبُد مَا لَا يَسْمَع وَلَا يُبْصِر وَلَا يُغْنِي عَنْك" لَا يَكْفِيك "شَيْئًا" مِنْ نَفْع أَوْ ضُرّ

جب انہوں نے اپنے باپ (یعنی چچا آزر سے جس نے آپ کے والد تارخ کے انتقال کے بعد آپ کو پالا تھا) سے کہا: اے میرے باپ! یہاں پر تاء یہ یاء اضافیہ کے بدلے میں آئی ہے۔ اور کیونکہ ان دونوں یعنی عوض اور معوض منہ کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ تم ان بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ تمہیں کوئی نفع دے سکتے ہیں اور نہ تم سے کوئی تکلیف دہ چیز دور کر سکتے ہیں۔

| |
|---|
| يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا۝ |
| اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، |

میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دینے کا بیان

"يَا أَبَتِ إِنِّى قَدْ جَاءَنِى مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِى أَهْدِكَ صِرَاطًا" طَرِيقًا "سَوِيًّا" مُسْتَقِيمًا

اے میرے باپ! بے شک میں، یقیناً میرے پاس وہ علم آیا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے میرے پیچھے چل، میں تجھے سیدھے راستے پر لے جاؤں گا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو توحید ومعاد وغیرہ کا صحیح علم دیا اور حقائق شریعت سے آگاہ کیا ہے۔ اگر تم میری پیروی کرو گے تو سیدھی راہ پر لے چلوں گا جو رضائے حق تک پہنچانے والی ہے۔ اس کے سوا سب راستے ٹیڑھے ترچھے ہیں جن پر چل کر کوئی شخص نجات حاصل نہیں کر سکتا۔

يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ○

اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔

## شیطان کی عبادت سے ممانعت کا بیان

"يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ" بِطَاعَتِكَ إِيَّاهُ فِى عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ "إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا" كَثِيرَ الْعِصْيَانِ

اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر، یعنی بت پرستی میں اس کی اطاعت کرنے والا نہ ہو۔ بے شک شیطان ہمیشہ سے رحمان کا نافرمان ہے۔ یعنی سخت نافرمان ہے۔

بتوں کو پوجنا شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اور شیطان اس حرکت کو دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے بتوں کی پرستش گویا شیطان کی پرستش ہوئی اور نافرمان کی پرستش رحمان کی انتہائی نافرمانی ہے۔ شاید لفظ "عصیٰ" میں ادھر بھی توجہ دلائی ہو کہ شیطان کی پہلی نافرمانی کا اظہار اس وقت ہوا تھا جب تمہارے باپ آدم کے سامنے سربسجود ہونے کا حکم دے دیا گیا۔ لہٰذا اولاد آدم کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ رحمٰن کو چھوڑ کر اپنے اس قدیم ازلی دشمن کو معبود بنا لیں۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ○

اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آپڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔

## شیطان کی دوستی سے بچنے کا بیان

"يَا أَبَتِ إِنِّى أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ" إِنْ لَمْ تَتُبْ "فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا" نَاصِرًا وَقَرِينًا فِى النَّارِ

اے میرے باپ! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ اگر آپ نے توبہ نہ کی تو تجھ پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب آ پڑے، پھر تو شیطان کا ساتھی بن جائے۔ یعنی دوزخ میں اس کا ساتھی ہو۔

یعنی رحمان کی رحمت عظیمہ تو چاہتی ہے کہ تمام بندوں پر شفقت و مہربانی ہو، لیکن تیری بداعمالیوں کی شامت سے ڈر ہے کہ ایسے حلیم و مہربان خدا کو غصہ نہ آ جائے اور تجھ پر کوئی سخت آفت نازل نہ کر دے جس میں پھنس کر تو ہمیشہ کے لیے شیطان کا ساتھی بن جائے یعنی کفر و شرک کی مزاولت سے آئندہ ایمان و توبہ کی توفیق نصیب نہ ہو اور اولیاء الشیطان کے گروہ میں شامل کر کے دائمی عذاب میں دھکیل دیا جائے۔ عموماً مفسرین نے یہی معنی لیے ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ○ |
| (آزر نے) کہا: اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے روگرداں ہو؟ اگر واقعی تم باز نہ آئے تو میں تمہیں ضرور سنگسار کردوں گا اور ایک طویل عرصہ کے لئے تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بتوں کی مخالفت پر سزا سنانے کا بیان

"قَالَ أَرَاغِب أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيم" فَتَعِيبهَا "لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ" عَنْ التَّعَرُّض لَهَا "لَأَرْجُمَنك" بِالْحِجَارَةِ أَوْ بِالْكَلَامِ الْقَبِيح فَاحْذَرْنِي "وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا" دَهْرًا طَوِيلًا

(آزر نے) کہا: اے ابراہیم! کیا تم میرے معبودوں سے روگرداں ہو؟ اگر واقعی تم اس مخالفت سے باز نہ آئے تو میں تمہیں ضرور پتھروں یا قبیح کلام سے سنگ سار کردوں گا اور ایک طویل عرصہ کے لئے تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی طویل زمانہ مجھ سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طرح سمجھانے پر ان کے چچا نے جو جہالت کا جواب دیا وہ بیان ہو رہا ہے کہ اس نے کہا ابراہیم تو میرے معبودوں سے بیزار ہے، ان کی عبادت سے تجھے انکار ہے اچھا سن رکھ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا، انہیں برا کہتا رہا، ان کی عیب جوئی اور انہیں گالیاں دینے سے نہ رکا تو میں تجھے سنگسار کر دونگا۔ مجھے تو تکلیف نہ دے نہ مجھ سے کچھ کہہ۔ یہی بہتر ہے کہ تو سلامتی کے ساتھ مجھ سے الگ ہو جائے ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ مجھ سے تو تو اب ہمیشہ کے لئے گیا گزرا۔

| |
|---|
| قَالَ سَلٰمٌ عَلَیْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ○ |
| کہا تجھ پر سلام ہو، میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے چچا آزر کیلئے دعا مانگنے کا بیان

"قَالَ سَلَام عَلَيْك" مِنِّي أَيْ لَا أُصِيبك بِمَكْرُوهٍ "سَأَسْتَغْفِرُ لَك رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا" مِنْ حَفِيَ أَيْ بَارًّا فَيُجِيب دُعَائِي وَقَدْ أَوْفَى بِوَعْدِهِ الْمَذْكُور فِي الشُّعَرَاء "وَاغْفِرْ لِأَبِي" وَهَذَا قَبْل أَنْ يَتَبَيَّن لَهُ

أَنَّهُ عَدُوَّ اللّٰهِ كَمَا ذَكَرَهُ فِي بَرَاءَ ةَ

کہا تجھ پر میری طرف سے سلام ہو، کیونکہ میں آپ کو تکلیف پہنچانا نہیں چاہتا۔ میں اپنے رب سے تیرے لیے ضرور بخشش کی دعا کروں گا، لفظ حفیا یہ حفی سے مشتق ہے اس کا معنی احسان کرنے والا ہے۔ پس وہ میری دعا کو قبول کرنے والا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وعدہ کو پورا کیا جس کا ذکر سورہ شعراء میں ہے۔ "وَاغْفِرْ لِأَبِي" یہ اس سے پہلے تھا کہ جب آپ پر واضح ہوا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ جس طرح سورہ برأت میں ذکر ہوا ہے۔ بے شک وہ ہمیشہ سے مجھ پر بہت مہربان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اچھا خوش رہو میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی کیونکہ آپ میرے والد ہیں بلکہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ آپ کو نیک توفیق دے اور آپ کے گناہ بخشے۔ مومنوں کا یہی شیوہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جاہلوں سے لڑتے نہیں جیسے کہ قرآن میں ہے ( وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ،الفرقان:63) جاہلوں سے جب ان کا خطاب ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ سلام۔ اور آیت میں ہے لغو باتوں سے وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

| |
|---|
| وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا۝ |
| اور میں تم سے اور ان سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور اُپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوتا ہوں، |
| امید ہے میں اپنے رب کی عبادت کے باعث محروم نہ رہوں گا۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کا بیان

"وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَأَدْعُو" أَعْبُد "رَبِّي عَسَى أَلَّا" أَنْ لَا "أَكُون بِدُعَاءِ رَبِّي" بِعِبَادَتِهِ "شَقِيًّا" كَمَا شَقِيتُمْ بِعِبَادَةِ الْأَصْنَام

اور میں تم سب سے اور ان بتوں سے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو کنارہ کش ہوتا ہوں اور اپنے رب کی عبادت میں یک سُو ہو کر مصروف ہوتا ہوں، امید ہے میں اپنے رب کی عبادت کے باعث محروم کرم نہ رہوں گا۔ جس طرح تم بتوں کی عبادت کر کے بدبخت ہوئے ہو۔

پھر فرماتے ہیں کہ میں تم سب سے اور تمہارے ان تمام معبودوں سے الگ ہوں، میں صرف اللہ واحد کا عابد ہوں، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرتا میں فقط اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ میں اپنی دعاؤں میں محروم نہ رہوں گا۔

| |
|---|
| فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ۭ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا۝ |
| پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا، ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، |
| اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا کیا۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے عطائے اسحاق و یعقوب کا بیان

"فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ " بِأَنْ ذَهَبَ إِلَى الْأَرْضِ الْمُقَدَّسَة "وَهَبْنَا لَهُ" ابْنَيْنِ يَأْنَس بِهِمَا "إِسْحَاق وَيَعْقُوب وَكُلًّا" مِنْهُمَا، جَعَلْنَا نَبِيًّا،

پھر جب ان سے اور اللہ کے سوا ان کے معبودوں سے کنارہ کر گیا یعنی آپ مقدس زمین کی طرف چلے گئے۔ہم نے اسے دو بیٹے حضرت اسحاق اور یعقوب عطا کیے، اور ہر ایک کو غیب کی خبریں بتانے والا کیا۔

## ہجرت کے بعد اللہ کا ابراہیم علیہ السلام کو اولاد عطا کرنا

جب آپ نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر کو اور گھر والوں کو خیر باد کہتے ہوئے ہجرت اختیار کی تو اللہ نے ان کا نعم البدل اولاد کی شکل میں انہیں عطا فرمایا۔ جو بہر حال چھوڑے ہوئے رشتہ داروں سے بہتر تھے تا کہ غریب الوطنی کی وحشت دور ہو اور انس وسکون حاصل کریں، اولاد بھی ایسی جو سب نبی تھے۔سیّدنا اسحاق بھی نبی پھر ان کے بیٹے یعقوب بھی نبی پھر انہی کی اولاد سے یعنی بنی اسرائیل میں سینکڑوں نبی پیدا ہوئے۔

اس میں اشارہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف اتنی دراز ہوئی کہ آپ نے اپنے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا۔اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ اللہ کے لئے ہجرت کرنے اور اپنے گھر بار کو چھوڑنے کی یہ جزا ملی کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے اور پوتے عطا فرمائے۔اسماعیل علیہ السلام کا اس جگہ ذکر نہ فرمانا اس وجہ سے ہے کہ اول تو وہ اوروں سے اول عطا ہو چکے تھے، بعد والوں کے ذکر سے قبل والے کا ذکر خود ہی مفہوم ہو جاتا ہے، دوسرے ان کا ذکر مستقل طور پر آئندہ قریب آنے والا ہے۔ تیسرے ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے جیسا عرب کا استجلاب قلب ہوا اسحٰق و یعقوب علیہما السلام کے ذکر سے اہل کتاب کا استجلاب قلب مناسب ہے، اور اسی نکتہ کی وجہ سے اس کے متصل موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آتا ہے، پھر اس کے بعد اسماعیل علیہ السلام کا آئے گا۔(تفسیر خزائن وغیرہ، سورہ مریم، لاہور)

| |
|---|
| وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۝ |
| اور ہم نے ان کو اپنی رحمت بخشی اور ہم نے ان کے لئے تعریف وستائش کی زبان بلند کر دی۔ |

## حضرت ابراہیم، اسحاق و یعقوب علیہم السلام پر اللہ کی رحمت کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهُمْ " لِلثَّلَاثَةِ "مِنْ رَحْمَتنَا" الْمَال وَالْوَلَد "وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَان صِدْق عَلِيًّا " رَفِيعًا هُوَ الثَّنَاء الْحَسَن فِي جَمِيع أَهْل الْأَدْيَان

اور ہم نے ان تینوں کو اپنی خاص رحمت یعنی مال واولاد بخشی اور ہم نے ان کے لئے ہر آسمانی مذہب کے ماننے والوں میں تعریف وستائش کی زبان بلند کر دی۔

تمام مذاہب وملل ان کی تعظیم وتوصیف کرتے ہیں اور انہیں سے اپنے اپنے مذہب کا رشتہ جوڑتے ہیں اور انہیں ذکر خیر سے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ امت محمدیہ ﷺ بھی ہمیشہ اپنی نمازوں میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر درود پڑھتے ہیں تو ساتھ ہی سیّدنا ابراہیم اوران کی آل پر بھی درود پڑھتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا ( وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ،الشعراء:84) کی مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

| |
|---|
| وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا۝ |
| اور کتاب میں موسیٰ (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، بیشک وہ برگزیدہ ہو چکے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اخلاص کا بیان

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَاب مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا " بِكَسْرِ اللَّام وَفَتْحهَا مِنْ أَخْلَصَ فِي عِبَادَته وَخَلَّصَهُ اللَّه مِنْ الدَّنَس

اوراس کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجئے، بیشک وہ برگزیدہ ہو چکے تھے۔ لفظ مخلص لام کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا یعنی جس نے اپنے آپ کو عبادت میں مخلص کرلیا۔ اور اللہ نے انہیں ہر قسم کی پریشانی سے نجات دے دی۔ اور آپ صاحب رسالت نبی تھے۔

## نبی اور رسول کی تعریف

نبی وہ انسان ہے جس کو اللہ نے اس کی طرف کی گئی وحی کی تبلیغ کیلئے بھیجا ہو۔ رسول کی بھی یہی تعریف ہے۔ اوران میں کوئی فرق نہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ رسول وہ انسان ہے جس کے پاس شریعت ہو اور اس پر کتاب نازل کی گئی ہو یا اس کیلئے پہلی شریعت کا کچھ حصہ منسوخ کیا گیا ہو۔ (مسائرہ مع المسامرہ ص ۲۰۷، دائرہ معارف الاسلامیہ تہران)

## رسول اور نبی میں فرق

علامہ تفتازانی نبی اور رسول کی مذکورہ دونوں تعریفیں لکھنے کے بعد لکھتے ہیں۔ رسول، نبی سے خاص ہے رسول وہ جس کی اپنی شریعت ہو اور اس کے پاس کتاب ہو، اس پر یہ اعتراض ہے کہ حدیث میں رسولوں کی تعداد کتابوں سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔ اس لئے رسول کی تعریف میں یہ تاویل کی گئی ہے کہ اس کے پاس کتاب ہو یا سابقہ شریعت میں سے کچھ احکام اس کیلئے مخصوص کیے گئے ہوں جیسے حضرت یوشع علیہ السلام۔ (شرح المقاصد ج ۵، ص ۶، ایران)

## انبیاء کرام، رسولان عظام، کتابوں اور صحائف کی تعداد

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! انبیاء کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ، رسول کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تین سو تیرہ جم غفیر ہیں میں نے

کہا بہت اچھے ہیں یارسول اللہ ﷺ پہلا نبی کون ہے؟ آپ نے فرمایا: آدم۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا وہ نبی مرسل ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور ان میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے پھر ان کو اپنے سامنے بنایا۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ابوذر! چار نبی سریانی ہیں آدم، شیث اور خنوخ، اور یہ ادریس ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے خط کھینچا۔ اور نوح اور چار نبی عرب ہیں، ھود، صالح، شعیب اور تمہارے نبی، اے ابوذر! میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اللہ نے کتابیں کتنی نازل کی ہیں؟ آپ نے فرمایا: سو صحیفے، چار کتابیں، شیث پر پچاس صحیفے نازل کیے گئے، خنوخ پر دس صحیفے نازل کیے گئے، ابراہیم پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور موسیٰ پر تورات سے پہلے دس صحیفے نازل کیے گئے ہیں اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان کو نازل کیا گیا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ا، ص ۱۶۷، بیروت)

| وَنَادَیۡنٰہُ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنِ وَقَرَّبۡنٰہُ نَجِیًّا٥ |
|---|
| اور ہم نے انہیں طور کی داہنی جانب سے ندا دی اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے انہیں قربت سے نوازا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہِ طور پر ہم کلام ہونے کا بیان

"وَنَادَیۡنَاہُ" بِقَوۡلِ "یَا مُوسَی إِنِّی أَنَا اللّٰہ" "مِنۡ جَانِبِ الطُّور" اسۡم جَبَل "الۡأَیۡمَن" أَیۡ الَّذِی یَلِی یَمِین مُوسَی حِین أَقۡبَلَ مِنۡ مَدۡیَنَ "وَقَرَّبۡنَاہُ نَجِیًّا" مُنَاجِیًا بِأَنۡ أَسۡمَعَہُ اللّٰہ تَعَالَی کَلَامہ

اور ہم نے انہیں کوہ طور کی داہنی جانب سے ندا دی کہ اے موسیٰ بے شک میں اللہ ہوں۔ طور یہ پہاڑ کا نام ہے۔ اور دائیں جانب سے مراد موسیٰ علیہ السلام کی دائیں جانب جو مدین کی طرف سے تھی۔ اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے انہیں قربتِ خاص سے نوازا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا کلام سنایا یعنی آپ کلیم اللہ ہوئے۔

## سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کا طور الایمن جا پہنچنے کا بیان

جب سیّدنا موسیٰ علیہ السلام سیّدنا شعیب علیہ السلام کے ہاں سے فارغ ہو کر مدین سے مصر کی طرف جا رہے تھے تو یہ آواز ان کی دائیں طرف سے ہوئی کیونکہ وہ طور جو بیت المقدس کے پاس ہے مدین سے مصر آنے والوں کی دائیں طرف پڑتا ہے اور وہی طور مراد ہے، سویس کا طور مراد نہیں کیونکہ وہ بائیں طرف پڑتا ہے۔

قربنٰہ نجیّا ۔ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم نے اسے راز کی بات کہنے کے لئے اپنے پاس بلا لیا، دوسرا یہ کہ ہم نے راز کی بات کہہ کر اسے اپنا مقرب بنا لیا اور تیسرا یہ کہ ہم نے سیّدنا موسیٰ کو آسمانوں پر اٹھا لیا اور انہوں نے قلم چلنے کی آواز سنی جو لوح محفوظ پر چلتی ہے۔ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی مطلب منقول ہے۔

| وَوَهَبۡنَا لَہٗ مِنۡ رَّحۡمَتِنَاۤ اَخَاہُ هٰرُوۡنَ نَبِیًّا٥ |
|---|
| اور ہم نے اسے اپنی رحمت سے اس کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کی نبوت کیلئے دعا کرنے کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهُ مِنْ رَحْمَتِنَا" نِعْمَتِنَا "أَخَاهُ هَارُون" بَدَل أَوْ عَطْف بَيَان "نَبِيًّا" حَال هِيَ الْمَقْصُودَة بِالْهِبَةِ إجَابَة لِسُؤَالِهِ أَنْ يُرْسِل أَخَاهُ مَعَهُ وَكَانَ أَسَنّ مِنْهُ

اور ہم نے اسے اپنی رحمت یعنی نعمت سے اُن کا بھائی ہارون نبی بنا کر عطا کیا۔لفظ ہارون یہ اخاہ سے بدل ہے یا پھر عطف بیان ہے۔اور نبیا حال ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول کرتے ہوئے آپ کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا دیا حالانکہ ہارون علیہ السلام عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ یارب میرے گھر والوں میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے یہ دعا قبول فرمائی اور حضرت ہارون علیہ السلام کو آپ کی دعا سے نبی کیا اور حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

| |
|---|
| وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ |
| اور آپ کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر کریں، بیشک وہ وعدہ کے سچے تھے اور صاحب رسالت نبی تھے۔ |

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صادق الوعد ہونے کا بیان

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَاب إسْمَاعِيل إنَّهُ كَانَ صَادِق الْوَعْد" لَمْ يَعِد شَيْئًا إلَّا وَفَّى بِهِ وَانْتَظَرَ مَنْ وَعَدَهُ ثَلَاثَة أَيَّام أَوْ حَوْلًا حَتَّى رَجَعَ إلَيْهِ فِي مَكَانه "وَكَانَ رَسُولًا" إلَى جُرْهُم

اور آپ اس کتاب میں اسماعیل (علیہ السلام) کا ذکر کریں، بیشک وہ وعدہ کے سچے تھے۔یعنی آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے جب ایک شخص نے آپ سے تین دن یا ایک سال کا وعدہ کیا تو آپ اتنی مدت میں وہاں انتظار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ شخص اسی جگہ واپس آ گیا اور صاحب رسالت نبی تھے۔آپ کو قبیلہ جرہم کی طرف نبی بنا مبعوث کیا گیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صدق وعدہ میں امتیاز اس بناء پر ہے کہ انہوں نے جس چیز کا وعدہ اللہ سے یا کسی بندہ سے کیا اس کو بڑی مضبوطی اور اہتمام سے پورا کیا، انہوں نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ اپنے آپ کو ذبح کرنے کے لئے پیش کر دیں گے اور اس پر صبر کریں گے اس میں پورے اترے۔ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا وہ وقت پر نہ آیا تو اس کے انتظار میں تین دن اور بعض روایات میں ایک سال اس کا انتظار کرتے رہے۔اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ترمذی میں بروایت عبداللہ بن ابی الحمساء ایسا ہی واقعہ وعدہ کر کے تین دن تک اسی جگہ انتظار کرنے کا منقول ہے۔(تفسیر قرطبی، سورہ مریم، بیروت)

## ایفائے وعدہ کی اہمیت کا بیان

ایفائے وعدہ انبیاء وصلحاء کا وصف خاص اور تمام شریف انسانوں کی عادت ہے اس کے خلاف کرنا فساق فجار رذیل لوگوں کی

خصلت ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے العدۃ دین، وعدہ ایک قرض ہے یعنی جس طرح قرض کی ادائیگی انسان پر لازم ہے اسی طرح وعدہ پورا کرنے کا اہتمام بھی لازم ہے۔ دوسری ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں وای المومن واجب یعنی وعدہ مومن کا واجب ہے۔ حضرات فقہاء نے باتفاق یہ فرمایا ہے کہ وعدہ کا قرض ہونا اور ایفاء وعدہ کا واجب ہونا اس معنی میں ہے کہ بلا عذر شرعی اس کو پورا نہ کرنا گناہ ہے لیکن وہ ایسا قرض نہیں جس کی چارہ جوئی عدالت سے کی جا سکے اور زبردستی وصول کیا جا سکے جس کو فقہاء کی اصطلاح میں یوں تعبیر کیا جاتا ہے کہ دیانۃً واجب ہے قضاء واجب نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَكَانَ يَأْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ |
| اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور وہ اپنے رب کے حضور مقام مرضیہ پر تھے۔ |

## مقام رضا کا بیان

"وَكَانَ يَأْمُر أَهْله " أَيْ قَوْمه "بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاة وَكَانَ عِنْد رَبّه مَرْضِيًّا" أَصْله مَرْضُوّ وَقُلِبَتْ الْوَاوَانِ يَاءَيْنِ وَالضَّمَّة كَسْرَة .

اور وہ اپنے گھر والوں یعنی اپنی قوم کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے، اور وہ اپنے رب کے حضور مقام مرضیہ پر فائز تھے یعنی ان کا رب ان سے راضی تھا۔ مرضیا یہ اصل میں مرضوو تھا یہاں دونوں واؤں کو دو یاؤں سے تبدیل کیا گیا ہے۔ اور ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کیا گیا ہے۔

مرضیا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ پسند کیا ہوا۔ پسندیدہ۔

## نفس کی سات اقسام کا بیان

نفس کی سات اقسام ہیں جنکے نام درج ذیل ہیں: 1۔ نفس امارہ 2۔ نفس لوامہ 3۔ نفس ملھمہ 4۔ نفس مطمئنہ 5۔ نفس راضیہ 6۔ نفس مرضیہ 7۔ نفس کاملہ

نفس امارہ پہلا نفس ہے یہ سب سے زیادہ گناہوں کی طرف مائل کرنے والا اور دنیاوی رغبتوں کی جانب کھینچ لے جانے والا ہے۔ ریاضت اور مجاہدہ سے اس کی برائی کے غلبہ کو کم کر کے جب انسان نفس امارہ کے دائرہ سے نکل آتا ہے تو لوامہ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔ جو باطنی طور پر ہدایت کا باعث بنتا ہے جب نفس لوامہ کا حامل انسان کسی گناہ یا زیادتی کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو اس کا نفس اسے فوری طور پر سخت ملامت کرنے لگتا ہے اسی وجہ سے اسے لوامہ یعنی سخت ملامت کرنے والا کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس نفس کی قسم کھائی ہے۔

وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ،

اور میں نفس لوامہ کی قسم کھاتا ہوں۔ القیامۃ، 2:75 تیسرا نفس نفس ملھمہ ہے۔ جب بندہ ملھمہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو اس

کے داخلی نور کے فیض سے دل اور طبعیت میں نیکی اور تقویٰ کی رغبت پیدا ہو جاتی ہے چوتھا نفس مطمئنہ ہے جو بری خصلتوں سے بالکل پاک اور صاف ہو جاتا ہے اور حالت سکون واطمینان میں آجاتا ہے۔ یہ نفس بارگاہ الوہیت میں اسقدر محبوب ہے کہ حکم ہوتا ہے:

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُO ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ.

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ الفجر، 89:27، 28 یہ نفس مطمئنہ اولیاء اللہ کا نفس ہے یہی ولایت صغریٰ کا مقام ہے۔ اس کے بعد نفس راضیہ، مرضیہ اور کاملہ یہ سب ہی نفس مطمئنہ کی اعلیٰ حالتیں اور صفتیں ہیں اس مقام پر بندہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی رہتا ہے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً O

اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اس سے راضی ہو۔ الفجر، 89:28

| |
|---|
| وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّاO وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّاO |
| اور کتاب میں ادریس (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔ اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا تھا۔ |

## حضرت ادریس علیہ السلام کے تذکرہ کا بیان

"وَاذْكُرْ فِي الْكِتَاب إِدْرِيس" هُوَ جَدّ أَبِي نُوح، إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا، "وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا" هُوَ حَيّ فِي السَّمَاء الرَّابِعَة أَوْ السَّادِسَة أَوْ السَّابِعَة أَوْ فِي الْجَنَّة أُدْخِلَهَا بَعْد أَنْ أُذِيقَ الْمَوْت وَأُحْيِيَ وَلَمْ يَخْرُج مِنْهَا،

اور اس کتاب میں ادریس علیہ السلام کا ذکر کیجئے، وہ نوح علیہ السلام کے والد کے دادا تھے۔ بیشک وہ بڑے صاحب صدق نبی تھے۔ اور ہم نے انہیں بلند مقام پر اٹھالیا تھا۔ یعنی آپ چوتھے آسمان یا چھٹے یا ساتویں آسمان پر یا جنت میں زندہ ہیں ان کو ذائقہ موت کے بعد جنت میں داخل کر دیا گیا اور انہیں زندہ کر دیا گیا اور آپ جنت سے نکلے نہیں۔

## حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ کا بیان

حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے ایک ہزار سال پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں (روح المعانی بحوالہ مستدرک حاکم) اور یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد پہلے نبی و رسول ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے تیس صحیفے نازل فرمائے۔ (زمخشری)

اور ادریس علیہ السلام سب سے پہلے انسان ہیں جن کو علم نجوم اور حساب بطور معجزہ عطا کیا گیا (بحر محیط) اور سب سے پہلے انسان ہیں جنہوں نے قلم سے لکھنا اور کپڑا سینا ایجاد کیا ان سے پہلے لوگ عموماً جانوروں کی کھال بجائے لباس استعمال کرتے تھے اور

سب سے پہلے ناپ تول کے طریقے بھی آپ نے ہی ایجاد فرمائے اور اسلحہ کی ایجاد بھی آپ سے شروع ہوئی۔ آپ نے اسلحہ تیار کر کے بنو قابیل سے جہاد کیا۔ (بحر محیط، قرطبی، مظہری، روح المعانی، سورہ مریم، بیروت)

## سورہ مریم آیت ۵۷ کی تفسیر بہ روایت کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے قول (وَّرَفَعۡنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا، اور اٹھالیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر۔ کے بارے میں روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں جب مجھے اوپر لے جایا گیا تو میں نے ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث نقل کرتے ہیں، سعید بن ابی عروبہ ابو ہمام اور کئی حضرات یہ حدیث قتادہ سے وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب معراج کے متعلق طویل حدیث نقل کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ حدیث اسی سے اختصار کے طور بیان کی گئی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم، حدیث نمبر 1102)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوۡحٍ وَّ مِنۡ ذُرِّيَّةِ اِبۡرٰهِيۡمَ |
| وَ اِسۡرَآءِيۡلَ وَ مِمَّنۡ هَدَيۡنَا وَاجۡتَبَيۡنَا ؕ اِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۩ السجدة |
| یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے زمرہ انبیاء میں سے آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور ان میں سے ہیں |
| جنہیں ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں اٹھالیا تھا، اور ابراہیم (علیہ السلام) کی اور اسرائیل کی اولاد سے ہیں |
| اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ بنایا، جب ان پر رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے |
| وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔ |

## انبیائے کرام علیہم السلام کے تذکرہ کا بیان

"أُولَئِكَ" مُبْتَدَأ "الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّه عَلَيْهِمْ" صِفَة لَهُ "مِنْ النَّبِيِّينَ" بَيَان لَهُ وَهُوَ فِي مَعْنَى الصِّفَة وَمَا بَعْده إلَى جُمْلَة الشَّرْط صِفَة لِلنَّبِيِّينَ فَقَوْله "مِنْ ذُرِّيَّة آدَم" أَيْ إدْرِيس "وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوح" فِي السَّفِينَة أَيْ إبْرَاهِيم ابْن ابْنه سَام "وَمِنْ ذُرِّيَّة إبْرَاهِيم" أَيْ إسْمَاعِيل وَإِسْحَاق وَيَعْقُوب "و" مِنْ ذُرِّيَّة "إسْرَائِيل" هُوَ يَعْقُوب أَيْ مُوسَى وَهَارُون وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى "وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا" أَيْ مِنْ جُمْلَتهمْ وَخَبَر أُولَئِكَ "إذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَات الرَّحْمَن خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا" جَمْع سَاجِد وَبَاكٍ أَيْ فَكُونُوا مِثْلهمْ وَأَصْل بَكِيّ بُكُوى قُلِبَتْ الْوَاو يَاء وَالضَّمَّة كَسْرَة

یہاں پر اولئک مبتداء ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یہ اولئک کی صفت ہے اور من النبین یہ اولئک کا بیان ہے۔ اور صفت کے معنی میں ہے اور اس کے بعد جملہ شرطیہ تک یہ النبین کی صفت ہے۔ پس اس کا قول یعنی حضرت ادریس علیہ

السلام زمرہ انبیاء میں سے آدم (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں۔اوران مومنوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں طوفان سے بچا کر اٹھالیا تھا،یعنی ابراہیم علیہ السلام سام بن نوح کے نسب سے ہیں۔اور ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل،اسحاق،یعقوب علیہم السلام ہیں اور اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے موسیٰ علیہ السلام،ہارون علیہ السلام ،زکریا علیہ السلام یحیٰی علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں اوران منتخب لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت بخشی اور برگزیدہ بنایا، یعنی ان سب کو بھلائی کیلئے چن لیا۔جب ان پر رحمان کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے وہ سجدہ کرتے ہوئے،سجدا یہ ساجد کی جمع ہے اور بکیا یہ باک کی جمع ہے اور زار وقطار روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔پس تم ان کی طرح ہو جاؤ۔ بکی یہ اصل میں بکوی تھا یہاں واؤ کو یاء سے اور ضمہ کو کسرہ سے تبدیل کیا گیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اولئک۔یہ اشارہ ہے ان تمام انبیاء کی جانب جن کا ذکر حضرت زکریا سے لے کر۔حضرت ادریس علیہم السلام تک اوپر اس سورت میں آچکا ہے۔

سجدا و بکیا۔دونوں خروا کی ضمیر فاعل کے حال ہیں۔اور بدیں وجہ منصوب ہیں۔سجدا جمع ہے ساجد کی۔اور بکی جمع ہے باکی کی۔ (رونے والا۔غم واندوہ سے آنسو بہانے والا) اصل میں بروزن فعول جیسے ساجد سے سجود۔راکع سے رکوع اور قاعد سے قعود، بکی بھی بکُویتھا۔واؤ اور یاء کے اجتماع کے سبب واؤ کو یاء سے بدلا۔یاء کو یا میں مدغم کیا۔اور یا کی مناسبت سے کاف کو کسرہ کی حرکت دی۔ بکی ہو گیا۔

**اذا تتلی علیھم سجدا او بکیا** جب ان کے سامنے خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے۔

**اولئك** ۔**اسم اشارہ من النبیین** میں من بیانیہ ہے۔کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام منعم علیہم تھے۔اس لئے من تبعیضیہ نہیں ہو سکتا۔جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے **وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصلحت منھم مغفرۃ و اجرا عظیما**، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔(یعنی ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اسی طرح من النبیین سے مراد سارے نبی ہیں۔

**من ذریۃ ادم** میں **من تبعیضیہ** ہے یعنی ذریۃ آدم میں سے بعض۔ان بعض میں سے صرف حضرت ادریس علیہ السلام یہاں مذکور ہوئے ہیں۔حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح کے جد امجد تھے۔اوران سے بہت قبل ہوئے ہیں۔

**ممن حملنا مع نوح** ۔اس میں بھی من تبعیض کے لئے ہے اوران بعض میں سے حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام یہاں مذکور ہوئے ہیں۔واسرائیل۔اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ای ومن ذریۃ اسرائیل اور اس ذریۃ اسرائیل (یعقوب) میں سے حضرت موسیٰ۔حضرت ہارون۔حضرت زکریا۔حضرت یحیٰی وحضرت عیسیٰ علیہم السلام ( کیونکہ حضرت

مریم آل یعقوب میں سے تھیں) مذکور ہوئے ہیں۔

ومـمـن هـدينا و اجتبينا میں بھی من برائے تبعیض ہے (ای مـن جـمـلـة من هدينا والى الحق و اخترناهم للنبوة والكرامة) اس کا عطف ذریۃ اوپر ہے یعنی اور تمام وہ جن کو ہم صراط حق پر گامزن کیا اور جن کو ہم نے نبوت کے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام جو اولئک کے مشار الیھم ہیں۔

اولئک مبتداء ہے اور الذین ، اجتبینا خبر ہے۔ اس صورت میں اذ اتتلی علیہم ۔ بکیا تک جملہ مستانفہ ہے۔ بعض کے نزدیک پہلا کلام اسرائیل پر ختم ہے۔ اس صورت میں مـمـن هـديـنـا و اجتبينا خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اور جملہ اذا تتـلـى عـليهـم ۔ بکیا تک اس مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ کلام یوں ہے ومـمـن هـديـنـا و اجتبينا قوم اذا تتلى عليهم ايت الرحمن خروا سجدا و بكيا ۔

## انبیائے کرام کے تذکرہ کا بیان

جماعت انبیاء یعنی جن کا ذکر اس سورت میں ہے یا پہلے گزرا ہے یا بعد میں آئے گا یہ لوگ اللہ کے انعام یافتہ ہیں۔ پس یہاں شخصیت سے جنس کی طرف استطراد ہے۔ یہ ہیں اولاد آدم سے یعنی حضرت ادریس صلوات اللہ وسلامہ علیہ اور اولاد سے ان کی جو حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کرادئے گئے تھے اس سے مراد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ ہیں۔ اور ذریت ابراہیم علیہ السلام سے مراد حضرت اسحاق ، حضرت یعقوب حضرت اسماعیل ہیں اور ذریت اسرائیل سے مراد حضرت موسیٰ ، حضرت ہارون ، حضرت زکریا ، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ ہیں علیہم السلام۔ یہی قول ہے حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اسی لئے ان کے نسب جداگانہ بیان فرمائے گئے کہ گو اولاد آدم میں سب ہیں مگر ان میں بعض وہ بھی ہیں جو ان بزرگوں کی نسل سے نہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھی تھے کیونکہ حضرت ادریس تو حضرت نوح علیہ السلام کے دادا تھے۔ میں کہتا ہوں بظاہر یہی ٹھیک ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے اوپر کے نسب میں اللہ کے پیغمبر حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ہاں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت ادریس بنی اسرائیلی نبی ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ معراج والی حدیث میں حضرت ادریس کا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا روایت ہے کہ مرحبا ہو بنی صالح اور بھائی صالح کو مرحبا ہو۔ تو بھائی صالح کہا نہ کہ صالح ولد جیسے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت آدم علیہما السلام نے کہا تھا۔ روایت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ لا الہ الا اللہ کے قائل اور معتقدین بن جاؤ پھر جو چاہو کرو لیکن انہوں نے اس کا انکار کیا اللہ عزوجل نے ان سب کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے اس آیت کو جنس انبیاء کے لئے قرار دیا ہے اس کی دلیل سورہ انعام کی وہ آیتیں ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام ، حضرت یعقوب علیہ السلام ، حضرت نوح علیہ السلام ، حضرت داؤد علیہ السلام ، حضرت سلیمان علیہ السلام ، حضرت ایوب علیہ السلام ، حضرت یوسف علیہ السلام ، حضرت موسیٰ علیہ السلام ، حضرت ہارون علیہ السلام ، حضرت زکریا علیہ السلام ، حضرت یحییٰ علیہ السلام ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ، حضرت الیاس علیہ السلام ، حضرت اسماعیل علیہ السلام ، حضرت یونس علیہ السلام ،

وغیرہ کا ذکر ہے اور تعریف کرنے کے بعد فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تو ابھی ان کی ہدایت کی اقتدا کرو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ نبیوں میں سے بعض کے واقعات ہم نے بیان کردیے ہیں اور بعض کے واقعات تم تک پہنچے ہی نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا سورہ ص میں سجدہ ہے آپ نے فرمایا ہاں پھر اسی آیت کی تلاوت کر کے فرمایا تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اقتدا کا حکم کیا گیا ہے اور حضرت داؤد علیہ السلام بھی مقتدا نبیوں میں سے ہیں۔فرمان ہے کہ ان پیغمبروں کے سامنے جب کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کی جاتی تھیں تو اس کے دلائل و براہین پر خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان مانتے ہوئے روتے گڑگڑاتے سجدے میں گر پڑتے تھے اسی لئے اس آیت پر سجدہ کرنے کا حکم علماء کا متفق علیہ مسئلہ ہے تاکہ ان پیغمبروں کی اتباع اور اقتدا ہو جائے۔امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی اور جب اس آیت پر پہنچے تو سجدہ کیا پھر فرمایا سجدہ تو کیا لیکن وہ رونا کہاں سے لائیں؟ (ابن ابی حاتم رازی، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا۟ |
| پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور خواہشات کے پیچھے لگ گئے |
| تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔ |

## یہود و نصاریٰ کے نالائق ہونے کا بیان

"فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ" بِتَرۡكِهَا كَالۡيَهُودِ وَالنَّصَارَى "وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ" مِنَ الۡمَعَاصِي "فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا" هُوَ وَادٍ فِي جَهَنَّمَ أَيۡ يَقَعُونَ فِيهِ،

پھر ان کے بعد ایسے نالائق جانشین ان کی جگہ آئے جنھوں نے نماز کو ضائع کر دیا جس طرح یہود و نصاریٰ ہیں اور نافرمانیاں کرتے ہوئے خواہشات کے پیچھے لگ گئے تو وہ عنقریب گمراہی کو ملیں گے۔غی وہ جہنم کی وادی ہے جس میں وہ واقع ہوں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

خلف ماضی واحد مذکر غائب خلافۃ سے باب نصر۔جس کے معنی جانشین ہونے کے ہیں یا پیچھے آنے کے۔خلف وہ جانشین ہوا۔وہ پیچھے آیا۔خلف۔ناخلف۔برے جانشین۔اضاعوا ماضی جمع مذکر غائب (باب افعال) انہوں نے ضائع کر دیا۔انہوں نے کھو دیا۔

الشہوات۔شھو سے مشتق ہے الشھوۃ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کی طرف کھنچے چلے جانا جسے وہ چاہتا ہے۔خواہشات دنیوی دو قسم پر ہیں صادقہ اور کاذبہ۔سچی خواہش وہ ہے جس کے حصول کے بغیر بدن کا نظام مختل ہو جاتا ہے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہاء۔اور جھوٹی خواہش وہ ہے جس کے عدم حصول سے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔پھر شھوۃ کا لفظ کبھی اس چیز پر بولا جاتا

ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس قوت شہو یہ پر۔

آیت کریمہ زین للناس حب الشهوات، لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزیں (مرغوبات) خوشنما کردی گئی ہیں۔اس میں شھوات سے مراد ہر دو قسم کی خواہشات ہیں۔اور واتبعوا الشهوات (آیۃ ہذا) اور وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ اس میں جھوٹی خواہشات مراد ہیں۔یعنی ان چیزوں کی خواہش جن سے استغناء ہوسکتا ہے۔

سوف يلقون۔سوف مستقبل قریب کے لئے ہے۔یلقون مضارع جمع مذکر غائب۔وہ پائیں گے۔وہ (اس سے) دوچار ہوں گے۔غیا۔غوی سے مشتق ہے الغی اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔جیسے کہ ماضل صاحبکم وماغوی، تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور بھٹکے ہیں۔اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔جیسے وعصی ادم ربہ فغوی، اور آدم نے اپنے پروردگار کے خلاف کیا اور جہالت کا ارتکاب کیا۔

آیۃ ہذا میں غی سے مراد عذاب ہے کیونکہ گمراہی عذاب کا سبب بنتی ہے۔یعنی کسی شے کو اس کے سبب کے نام سے موسوم کر دینا۔جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: ومن يفعل ذلك يلق اثاما، اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ سزا سے دوچار ہوگا (یعنی اس کا گناہ سزا کا سبب ہوگا) فسوف يلقون غيا۔سو وہ عنقریب گمراہی کی سزا سے دوچار ہوں گے۔

## قرب قیامت ناخلف لوگوں اور جہنم کی وادی غی کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بدترین لوگ قریب بہ قیامت آئیں گے جب کہ اس امت کے صالح لوگ باقی نہ رہے ہوں گے اس وقت یہ لوگ جانوروں کی طرح کودتے پھاندتے پھریں گے۔عطا ابن ابورباح رحمۃ اللہ علیہ یہی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آخری زمانے میں ہوں گے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ اس امت کے لوگ ہوں گے جو چوپایوں اور گدھوں کی مانند راستوں میں اچھل کود کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو آسمان میں ہے بالکل نہ ڈریں گے اور نہ لوگوں سے شرمائیں گے۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ناخلف لوگ ساٹھ سال کے بعد ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کردیں گے اور شہوت رانیوں میں لگ جائیں گے اور قیامت کے دن خمیازہ بھگتیں گے۔پھر ان کے بعد وہ نالائق لوگ آئیں گے جو قرآن کی تلاوت تو کریں گے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔یاد رکھو قاری تین قسم کے ہوتے ہیں مومن منافق اور فاجر۔ راوی حدیث حضرت ولید سے جب ان کے شاگرد نے اس کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا ایماندار تو اس کی تصدیق کریں گے۔ نفاق والے اس پر عقیدہ نہ رکھیں گے اور فاجر اس سے اپنی شکم پری کرے گا۔ابن ابی حاتم کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اصحاب صفہ کے لیے جب کچھ خیرات بھجواتیں تو کہہ دیتیں کہ بربری مرد وعورت کو نہ دینا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ یہی وہ ناخلف ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔

محمد بن کعب قرظی کا فرمان ہے کہ مراد اس سے مغرب کے بادشاہ ہیں جو بدترین بادشاہ ہیں۔حضرت کعب بن احبار رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم میں منافقوں کے وصف قرآن کریم میں پاتا ہوں۔ یہ نشے پینے والے، نمازیں چھوڑنے والے، شطرنج چوسر وغیرہ کھیلنے والے، عشا کی نمازوں کے وقت سو جانے والے، کھانے پینے میں مبالغہ اور تکلف کر کے پیٹو بن کر کھانے والے، جماعتوں کو چھوڑنے والے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مسجدیں ان لوگوں سے خالی نظر آتی ہیں اور بیٹھکیں بارونق بنی ہوئی ہیں۔ ابوشہب عطاردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کر دے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشوں سے باز رہیں جن کے دل خواہشوں کے پھیر میں رہتے ہیں، میں ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیتا ہوں جب کوئی بندہ شہوت میں اندھا ہو جاتا ہے تو سب سے ہلکی سزا میں اسے یہ دیتا ہوں کہ اپنی اطاعت سے اسے محروم کر دیتا ہوں۔

مسند احمد میں ہے مجھے اپنی امت میں دو چیزوں کا بہت ہی خوف ہے ایک تو یہ کہ لوگ جھوٹ کے اور بناؤ کے اور شہوت کے پیچھے پڑ جائیں گے اور نمازوں کو چھوڑ بیٹھیں گے، دوسرے یہ کہ منافق لوگ دنیا دکھاوے کو قرآن کے عامل بن کر سچے مومنوں سے لڑیں جھگڑیں گے۔ غیا کے معنی خسران اور نقصان اور برائی کے ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غی جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جو بہت گہری ہے اور نہایت سخت عذابوں والی۔ اس میں خون پیپ بھرا ہوا ہے۔

لقمان بن عامر فرماتے ہیں میں حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے التماس کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث مجھے سنائیں۔ آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر دس اوقیہ کے وزن کا کوئی پتھر جہنم کے کنارے سے جہنم میں پھینکا جائے تو وہ پچاس سال تک تو جہنم کی تہ میں نہیں پہنچ سکتا۔ پھر وہ غی اور اثام میں پہنچے گا۔ غی اور اثام جہنم کے نیچے کے دو کنویں ہیں جہاں دوزخیوں کا لہو پیپ جمع ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ |
| سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے |
| اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## توبہ و اعمال صالح والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"اِلَّا" لٰكِنْ "مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ" يَنْقُصُونَ "شَيْئًا" مِنْ ثَوَابِهِمْ

سوائے اس شخص کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یعنی ان کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مہلت عطا فرماتا ہے یہاں تک کہ رات کا تہائی حصہ گزر جاتا ہے تو آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور فرماتا ہے کہ کیا

کوئی مغفرت مانگنے والا ہے؟ کیا کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ کیا کوئی سوال کرنے والا ہے؟ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے؟ یہاں تک کہ فجر ہوجاتی ہے۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 1771)

| |
|---|
| جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ط اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ○ |
| ایسے سدابہار باغات میں جن کا رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں وعدہ کیا ہے، بیشک اس کا وعدہ پہنچنے ہی والا ہے۔ |

## اہل جنت کیلئے سدابہار باغات ہونے کا بیان

"جَنَّات عَدْن" إقَامَة بَدَل مِنْ الْجَنَّة "الَّتِي وَعَدَ الرَّحْمَن عِبَاده بِالْغَيْبِ" أَيْ غَائِبِينَ عَنْهَا "إنَّهُ كَانَ وَعْده" أَيْ مَوْعُوده "مَأْتِيًّا" بِمَعْنَى آتِيًا وَأَصْله مَأْتُوِي أَوْ مَوْعُوده هُنَا الْجَنَّة يَأْتِيه أَهْله

ایسے سدابہار باغات میں رہیں گے۔ یہاں جنات عدن یہ جنت سے بدل ہے۔ جن کا خدائے رحمان نے اپنے بندوں سے غیب میں وعدہ کیا ہے، یعنی وہ جنت ان سے غائب ہے۔ بیشک اس کا وعدہ پہنچنے ہی والا ہے۔ یہاں پر مأتیا یہ اُتیا کے معنی میں ہے جو اصل میں مأتوی تھا۔ یا پھر اس جنت کے حقدار اس میں داخل ہوں گے۔

جن جنتوں میں گناہوں سے توبہ کرنے والے داخل ہوں گے یہ جنتیں ہمیشہ والی ہوں گی جن کا غائبانہ وعدہ ان سے ان کا رب کر چکا ہے ان جنتوں کو انہوں نے دیکھا نہیں لیکن تاہم دیکھنے سے بھی زیادہ انہیں ان پر یقین وایمان ہے بات بھی یہی ہے کہ اللہ کے وعدے اٹل ہوتے ہیں وہ حقائق ہیں جو سامنے آکر ہی رہیں گے۔ نہ اللہ وعدہ خلافی کرے نہ وعدے کو بدلے یہ لوگ وہاں ضرور پہنچائے جائیں گے اور اسے ضرور پائیں گے۔ ماتیا کے معنی اتیا کے بھی آتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جہاں ہم جائیں وہ ہمارے پاس آہی گیا۔ جیسے کہتے ہیں مجھ پر پچاس سال آئے یا میں پچاس سال کو پہنچا۔ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ ان جنتوں میں کوئی لغو اور ناپسندیدہ کلام ان کے کانوں میں پڑے۔ صرف مبارک سلامت کی دھوم ہوگی۔ چاروں طرف سے اور خصوصا فرشتوں کی پاک زبانی یہی مبارک صدائیں کان میں گونجتی رہیں گی۔

| |
|---|
| لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ط وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِیْهَا بُكْرَةً وَّعَشِیًّا ○ |
| وہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے مگر سلام، ان کے لئے ان کا رزق اس میں صبح وشام ہوگا۔ |

## جنت میں اہل جنت کے سلام کا بیان

"لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا" مِنْ الْكَلَام "إلَّا" لَكِنْ يَسْمَعُونَ "سَلَامًا" مِنْ الْمَلَائِكَة عَلَيْهِمْ أَوْ مِنْ بَعْضهمْ عَلَى بَعْض "وَلَهُمْ رِزْقهمْ فِيهَا بُكْرَة وَعَشِيًّا" أَيْ عَلَى قَدْرهمَا فِي الدُّنْيَا وَلَيْسَ فِي الْجَنَّة نَهَار وَلَا لَيْل بَلْ ضَوْء وَنُور أَبَدًا

وہ اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے مگر ہر طرف سے سلام سنائی دے گا، یعنی فرشتوں یا ایک دوسرے کا سلام ان کو سنائی

دے گا۔ان کے لئے ان کا رزق اس میں صبح وشام میسر ہوگا۔یعنی دنیا کے حساب کے مطابق جنت میں دن رات نہیں ہوں گے بلکہ وہاں ہمیشہ نور رہو گا۔

امام احمد نے اس کی تفسیر میں کہا کہ جنت میں رات اور دن نہیں ہوں گے، صرف اجالا ہی اجالا اور روشنی ہی روشنی ہوگی۔ حدیث میں ہے۔ جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی شکلیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی، وہاں انہیں تھوک آئے گا نہ رینٹ اور بول وبراز۔ ان کے برتن اور کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کا بخور، خوشبودار (لکڑی) ہوگی۔ان کا پسینہ کستوری ہوگا۔ ہر جنتی کی دو بیویاں ہوں گی، ان کی پنڈلیوں کا گودا ان کے گوشت کے پیچھے نظر آئے گا، ان کے حسن جمال کی وجہ سے۔ان میں باہم بغض اور اختلاف نہیں ہوگا، ان کے دل، ایک دل کی طرح ہوں گے، صبح شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ○ |
| یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے جو متقی ہوگا۔ |

## اہل تقویٰ کیلئے جنت کی وراثت کا بیان

"تِلْكَ الْجَنَّة الَّتِي نُورِث" نُعْطِي وَنُنْزِل "مِنْ عِبَادنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا" بِطَاعَتِهِ ،

یہ وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے اسے وارث بنائیں گے یعنی ان کو عطا کریں گے جو اطاعت کر کے متقی ہوگا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جنت والوں سے فرمائے گا اے جنت والو! جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضہ مین ہے پھر اللہ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے ہو جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ہم کیوں راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں وہ نعمتیں تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائیں پھر اللہ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی پھر اللہ فرمائے گا میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2639)

| |
|---|
| وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ○ |
| اور ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر نہیں اتر سکتے، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے اور |
| جو کچھ اس کے درمیان ہے۔ اسی کا ہے، اور آپ کا رب کبھی بھی بھولنے والا نہیں ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو کبھی بھی بھلانے والا نہیں ہے

وَنَزَلَ لَمَّا تَأَخَّرَ الْوَحْي أَيَّامًا وَقَالَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيل : مَا يَمْنَعك أَنْ تَزُورنَا أَكْثَر مِمَّا تَزُورنَا؟ "وَمَا نَتَنَزَّل إلَّا بِأَمْرِ رَبّك لَهُ مَا بَيْن أَيْدِينَا " أَيْ أَمَامنَا مِنْ أُمُور الْآخِرَة "وَمَا خَلْفنَا" مِنْ

أُمُور الدُّنْيَا "وَمَا بَيْن ذَلِكَ" أَيْ : مَا يَكُون فِي هَذَا الْوَقْت إلَى قِيَام السَّاعَة أَيْ لَهُ عِلْم ذَلِكَ جَمِيعه "وَمَا كَانَ رَبّك نَسِيًّا" بِمَعْنَى نَاسِيًا أَيْ : تَارِكًا لَكَ بِتَأْخِيرِ الْوَحْي عَنْك،

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کچھ دنوں کیلئے وحی مؤخر ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے جبرائیل امین سے کہا کہ تمہیں کس چیز نے منع کیا کہ تم ہماری زیارت کرو اس سے بھی زیادہ جتنی زیارت تم کیا کرتے ہو۔

اور جبرائیل میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ہم آپ کے رب کے حکم کے بغیر زمین پر نہیں اتر سکتے، جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے یعنی ہمارے سامنے آخرت کے معاملات اور پیچھے دنیا کے امور ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب اسی کا ہے، یعنی جو کچھ اس وقت سے قیامت کے دن تک ہے اس سب کا علم اسی کو ہے۔ اور آپ کا رب آپ کو کبھی بھی بھولنے والا نہیں ہے۔ یعنی تاخیر وحی کے سبب چھوڑنے والا نہیں ہے۔

## سورہ مریم آیت ۶۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا اے جبرائیل تمہیں ہمارے پاس زیادہ مرتبہ آنے سے کیا چیز روکتی ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی ۔وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ) ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تھا۔ (بخاری 4454، ابن کثیر 3۔130)

اور مجاہد کہتے ہیں کہ فرشتے (جبرائیل) نے رسول اللہ کے پاس آنے سے دیر کردی پھر آیا تو اس نے کہا شاید کہ میں دیر سے آیا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں تم دیر سے آئے ہو اس نے کہا میں کیوں نہ ایسا کروں حالانکہ آپ کے ساتھی مسواک نہیں کرتے، اپنے ناخن نہیں کاٹتے اور جوڑ صاف نہیں کرتے اور کہا۔ ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اتر نہیں سکتے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ (نیسابوری 253، زاد المسیر 6۔249)

## سورہ مریم آیت ۶۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ہمارے پاس اس سے زیادہ کیوں نہیں آتے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی، وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ، اور ہم تیرے رب کے حکم کے سوا نہیں اترتے اسی کا ہے جو کچھ ہمارے سامنے ہے اور جو ہمارے پیچھے ہے اور جو اس کے درمیان ہے اور تیرا رب بھولنے والا نہیں) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1103)

| |
|---|
| رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ |
| جو آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے، سو اس کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر |
| خوب صابر رہ۔ کیا تو اس کا کوئی ہم نام جانتا ہے؟ |

## اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان کا مالک کا بیان

هُوَ "رَبّ" مَالِك "السَّمٰوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ " أَيْ : اِصْبِرْ عَلَيْهَا "هَلْ تَعْلَم لَهُ سَمِيًّا" مُسَمًّى بِذَلِكَ ؟ لَا

جوآسمانوں کااورزمین کا مالک ہے اوران دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب ہے،سواس کی عبادت کراوراس کی عبادت پر خوب صابررہ۔کیاتواس کا کوئی ہم نام جانتا ہے؟یعنی جس کا ویسانام ہواایساہرگزنہیں ہے۔

لفظ سمی کے مشہور معنے ہم نام کے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ مشرکین اور بت پرستوں نے اگر چہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ بہت سے انسانوں،فرشتوں پتھروں اور بتوں کوشریک کرڈالاتھااوران سب کوالٰہ یعنی معبود کہتے تھے مگرکسی نے لفظ اللہ معبود باطل کا نام کبھی نہیں رکھا۔یہ ایک تکوینی اور تقدیری امرتھا کہ دنیا میں اللہ کے نام سے کوئی بت اورکوئی الٰہ باطل موسوم نہیں ہوااس لئے اس معنے کے اعتبار سے بھی مضمون آیت کا واضح ہے کہ دنیا میں اللہ کا کائی ہم نام نہیں۔اوراکثر مفسرین مجاہد،ابن جبیر،قتادہ،ابن عباس سے اس جگہ اس لفظ کے معنی مثل اور شبیہ کے منقول ہیں اس کا مطلب واضح ہے کہ صفات کمال میں اللہ تعالیٰ کا کائی مثیل و عدیل یانظیر نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا○ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ |
| اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا○ |
| اورانسان کہتا ہے کیا جب میں مرگیا تو کیاواقعی عنقریب مجھے زندہ کر کے نکالا جائے گا؟اور کیاانسان یادنہیں کرتا کہ |
| بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا،جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔ |

## آخرت کی زندگی کے برحق ہونے کا بیان

"وَيَقُول الْإِنْسَان" الْمُنْكِر لِلْبَعْثِ أُبَيّ ابْن خَلَف أَوْ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة النَّازِل فِيهِ الْآيَة "أَئِذَا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَة الثَّانِيَة وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهَا بِوَجْهَيْهَا وَبَيْن الْأُخْرَى "مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَج حَيًّا" مِنْ الْقَبْر كَمَا يَقُول مُحَمَّد فَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي أَيْ : لَا أَحْيَا بَعْد الْمَوْت وَمَا زَائِدَة لِلتَّأْكِيدِ وَكَذَا اللَّام وَرَدَّ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ تَعَالَى :"أَوَلَا يَذْكُر الْإِنْسَان" أَصْله يَتَذَكَّر أُبْدِلَتْ التَّاء ذَالًا وَأُدْغِمَتْ فِي الذَّال وَفِي قِرَاءَة تَرْكهَا وَسُكُون الذَّال وَضَمّ الْكَاف "أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْل وَلَمْ يَكُ شَيْئًا" فَيَسْتَدِلّ بِالِابْتِدَاءِ عَلَى الْإِعَادَة،

اورانسان یعنی جومنکر بعث ابی بن خلف یاولید بن مغیرہ جن کے بارے میں اس آیت میں حکم نازل ہوا ہے وہ کہتا ہے کیا جب میں مرگیا۔یہاں پرہمزہ ثانی کی تحقیق وتسہیل کے ساتھ اوران دونوں کے درمیان الف داخل کیا گیا ہے۔تو کیا واقعی عنقریب مجھے

زندہ کر کے نکالا جائے گا؟ یعنی قبر سے نکالا جائے گا جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ یہاں استفہام انکاری ہے۔ یعنی میں مرنے کے بعد زندہ نہ ہوں گا۔ یہاں ما زائدہ برائے تاکید ہے اسی طرح لا بھی زائدہ ہے۔ جس کا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں رد ہے۔ اور کیا انسان یاد نہیں کرتا۔ یذکر اصل میں یتذکر تھا تو تاء کو ذال سے بدل کیا گیا ہے اور ذال کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے۔ ایک قرأت میں اس ترک اور ذال کے سکون اور ضم کاف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بے شک ہم نے ہی اسے اس سے پہلے پیدا کیا، جب کہ وہ کوئی چیز نہ تھا۔ یعنی ابتدائی خلق سے اس کے اعادہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

## سورہ مریم آیت ۶۵ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت ابی بن خلف کے بارے میں نازل ہوئی اس نے ایک بوسیدہ ہڈی پکڑ کر اسے اپنے ہاتھ سے توڑتے ہوئے کہا حضرت محمد ﷺ تمہارے بارے میں گمان کرتا ہے کہ تم مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ (تفسیر زاد المسیر 6-251)

## دوبارہ زندہ ہونے کے برحق ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔

اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے "اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔
(صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مرتبہ پیدا ہو کر مر جانے والوں اور اس دنیا سے اپنا وجود ختم کر دینے والوں کو دوبارہ حیات ملے اور نئی دنیا (آخرت) کے لئے ان کا وجود پھر عمل میں آئے یا اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے "بیٹا" ثابت کرتے ہیں اور اس کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسے عیسائیوں کا کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، یا یہودیوں کا کہنا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کی اولاد ہیں، درحقیقت فکر وعقیدہ کی بے راہ روی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور اس کی ذات پر بہتان باندھنا ہے۔ جھوٹ کی نسبت تو اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتابوں اور اپنے سچے پیغمبروں کے ذریعہ قیامت کی واضح خبر دی ہے اور بتایا ہے کہ ہر ذی روح کو مرنا ہے اور پھر آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر ایک نئی حیات پانا ہے جو ابدی ہوگی، اب اگر کوئی آدمی قیامت کا انکار کرتا ہے یا حیات بعد الموت کو ناممکن سمجھتا ہے تو دراصل وہ ظاہر کرتا ہے

کہ (نعوذ باللہ) اللہ جھوٹا ہے جس نے ان غلط باتوں کی ہمیں خبر دی ہے اسی طرح یہ تصور قائم کرنا اور کہنا کہ جو شخص ایک مرتبہ پیدا ہو کر ختم ہو چکا ہے وہ دوبارہ وجود نہیں پا سکتا، درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قادریت و خالقیت کا انکار کرنا ہے۔ ان نادانوں کی عقل میں یہ موٹی بات نہیں آتی کہ جو خالق کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود کا لباس پہنا سکتا ہے وہ اسی چیز کو جبکہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر اپنا قلب کھو چکی ہو، دوبارہ قالب اور وجود عطا کیوں نہیں کر سکتا، محدود قدرت رکھنے والا انسان بھی کسی چیز کی تخلیق میں اگر کوئی دقت اور مشکل محسوس کرتا ہے تو پہلی مرتبہ کی تخلیق میں محسوس کرتا ہے جب کہ اسی چیز کو دوبارہ بنانا اس کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہوتا، پھر لامحدود طاقت قدرت رکھنے والے خلاق عالم کو اپنی کسی تخلیق کو دوبارہ وجود دینے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ "پہلی مرتبہ" اور "دوسری مرتبہ" کی یہ تفصیل انسان کے اعتبار سے اور محض سمجھانے کے لئے ہے اس کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات سے ہرگز نہیں ہے وہ تو قادر مطلق ہے، کسی چیز کو پیدا کرنا نہ اس کے لئے پہلی مرتبہ مشکل ہے اور نہ دوسری مرتبہ۔ اللہ کے بارے میں بدگوئی کے ذریعہ اس کی ذات پر بہتان باندھنا اس اعتبار سے ہے کہ جب اس نے واضح طور پر بتایا ہے کہ وہ تنہا، بے نیاز اور بے کفو ہے اور یہ کہ نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے تو پھر کسی کو اس کا بیٹا بنانا اس کو کسی کا باپ بتانا اس کی ذات پر بہتان تراشی نہیں تو اور کیا ہے؟، یہ انسان کی ذہنی پستی اور فکر و خیال کی گراوٹ کی بات ہے کہ وہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کرے جس سے اس کی ذات پاک ہے، بے نیاز ہے۔

| |
|---|
| فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ۝ |
| پس آپ کے رب کی قسم ہم ان کو اور شیطانوں کو ضرور جمع کریں گے پھر ہم ان کو جہنم کے گرد ضرور حاضر کر دیں گے |
| اس طرح کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ |

## جہنمی کو اس کے شیطان کے ساتھ زنجیر میں جکڑنے کا بیان

"فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ" أَيْ الْمُنْكِرِينَ لِلْبَعْثِ "وَالشَّيَاطِين" أَيْ نَجْمَع كُلًّا مِنْهُمْ وَشَيْطَانه فِي سِلْسِلَة "ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْل جَهَنَّم" مِنْ خَارِجهَا "جِثِيًّا" عَلَى الرُّكَب جَمْع جَاثٍ وَأَصْله جُثُوو أَوْ جُثُوي مِنْ جَثَا يَجْثُو أَوْ يَجْثِي لُغَتَانِ

پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان منکرین بعث کو اور شیطانوں کو قیامت کے دن ضرور جمع کریں گے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ کر جمع کریں گے۔ پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد ضرور حاضر کر دیں گے اس طرح کہ وہ گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ لفظ جثیا یہ جاث کی جمع اور اس کی اصل جثوو یا جثوی جو جثا یجثو یا یجثی دونوں لغات ہیں۔

جثیی، جاث کی جمع ہے جثا یجثو سے۔ جَاثٍ گھٹنوں کے بل گرنے والے کو کہتے ہیں۔ یہ حال ہے یعنی ہم دوبارہ انہیں

کو اٹھائیں گے اور ان شیاطین کو بھی زندہ کردیں گے جنہوں نے ان کو گمراہ کیا تھا یا جن کی وہ عبادت کرتے تھے پھر ان سب کو اس حال میں جہنم کے گرد حاضر کردیں گے کہ یہ محشر کی ہولناکیوں اور حساب کے خوف سے گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوں گے، میرے لئے پہلی مرتبہ پیدا کرنا دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے زیادہ آسان نہیں ہے (یعنی مشکل اگر ہے تو پہلی مرتبہ پیدا کرنا نہ کہ دوسری مرتبہ) اور اس کا مجھے ایذا اور گالی دینا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے میری اولاد ہے، حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میں نے کسی کو جنا اور نہ خود جنا گیا ہوں میرا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (صحیح بخاری، تفسیر سورہ اخلاص)

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ○ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ○

پھر ہم ہر گروہ سے ایسے شخص کو ضرور چن کر نکال لیں گے جو ان میں سے رحمان پر سب سے زیادہ نافرمان و سرکش ہوگا۔

پھر ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جھونکے جانے کے زیادہ سزاوار ہیں۔

## سرکش و نافرمان لوگوں کیلئے دوزخ ہونے کا بیان

"ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ" فِرْقَةٍ مِنْهُمْ "أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا" جَرَاءَةً، "ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَى بِهَا" أَحَقُّ بِجَهَنَّمَ الْأَشَدُّ وَغَيْرُهُ مِنْهُمْ "صِلِيًّا" دُخُولًا وَاحْتِرَاقًا فَنَبْدَأُ بِهِمْ وَأَصْلُهُ صُلُوِيٌّ مِنْ صَلِيَ بِكَسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا،

پھر ہم ہر گروہ سے ایسے شخص کو ضرور چن کر نکال لیں گے جو ان میں سے خدائے رحمان پر سب سے زیادہ نافرمان و سرکش ہوگا۔ پھر ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔ یعنی ان کے دوزخ وغیرہ کے حقدار ہونے کو ہم جانتے ہیں۔ جو دوزخ میں جھونکے جانے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ یعنی جہنم میں دخول اور جلنے کے اعتبار سے ہم جانتے ہیں پس انہیں پھینک دیا جائے گا۔ صلیا اصل میں صلوی جو صلی سے ہے لام کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لننزعن۔ مضارع جمع متکلم بلام تاکید نون ثقیلہ۔ نزع مصدر (باب ضرب) ہم ضرور کھینچ لیں گے۔ ہم ضرور الگ کردیں گے۔ نزع الشیء کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچ لینا۔ دل سے عداوت اور نفرت کو کھینچ لینے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً ونزعنا ما فی صدورھم من غل، اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم ان سب کو نکال ڈالیں گے۔ اور چھین لینے کے معنی میں مثلاً وتنزع الملك ممن تشاء، اور تو چھین لیتا ہے بادشاہی جس سے تو چاہے۔

شیعۃ۔ فرقہ۔ گروہ۔ الشیاع کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینے کے ہیں۔ الشیعۃ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں۔ اس کی جمع شیع واشیاع ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وجعل اھلھا شیعا، وہاں کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا۔ اور ولقد اھلکنا اشیاعکم، اور ہم تمہارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

عِتِیّا۔ عَتَا یَعْتُو (باب نصر) کا مصدر ہے۔ عِتِیّ بھی مصدر ہے عات کی جمع بھی ہے جیسے بات کی جمع بُتِیّ۔ تفسیر بالا آیت کا ترجمہ ہوگا: پھر ہم (چن چن کر) الگ کر لیں گے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو خدائے رحمٰن سے سرکشی میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ عتیا۔ اشد کی تمیز ہے اس لئے منصوب ہے اشد افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ سخت شدید تر۔ عات کی جمع کی صورت میں یہ حال ہے۔

## گمراہ فرقوں کیلئے جہنم کی وعید کا بیان

لفظ شیعہ اصل لغت میں کسی خاص شخص یا خاص عقیدہ کے متبعین کو کہا جاتا ہے اس لئے بمعنی فرقہ بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اور مراد آیت کی یہ ہے کہ کفار کے مختلف فرقوں میں جو سب سے زیادہ سرکش ہوگا اس کو ان سب میں ممتاز کر کے مقدم کیا جاوے گا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ جہنم میں اس ترتیب سے داخل کیا جائے گا کہ جس کا جرم سب سے زیادہ ہوگا وہ سب سے پہلے اس کے بعد دوسرے اور تیسرے درجے کے مجرمین داخل جہنم کئے جاویں گے۔ (تفسیر مظہری، سورہ مریم، لاہور)

ان شیطانوں میں سے بھی ان کے سرغنوں اور لیڈروں کو الگ نکال لیں گے اور انہیں سب سے پہلے جہنم رسید کریں گے اور زیادہ سزا دیں گے۔ کیونکہ انہوں نے خود گمراہ ہونے کے علاوہ دوسروں کو بھی گمراہ کیا تھا۔

| وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ |
|---|
| اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ |

## اہل جہنم کیلئے دوزخ کے فیصلے کا بیان

"وَاِنْ" أَیْ مَا "مِنْكُمْ" أَحَد "اِلَّا وَارِدُهَا" أَیْ دَاخِل جَهَنَّم "كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَقْضِيًّا" حَتَمَهُ وَقَضٰى بِهِ لَا يَتْرُكهُ،

اور تم میں سے جو بھی ہے اس پر وارد ہونے والا ہے۔ یعنی جہنم میں داخل ہونے والا ہے۔ یہ ہمیشہ سے تیرے رب کے ذمے قطعی بات ہے، جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ وہ اس فیصلہ کو چھوڑے گا نہیں۔

## سورہ مریم آیت ۷۱ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ میں نے مرہ ہمدانی سے اس آیت کی تفسیر پوچھی (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، اور ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس پر گذر نہ ہو اور یہ تیرے رب پر لازم مقرر کیا ہوا ہے)۔ تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ دوزخ سے گذریں گے اور اپنے اعمال کے مطابق اس سے دور ہوں گے۔ چنانچہ پہلا گروہ بجلی کی چمک کی طرح گذر جائے گا۔ دوسرا گروہ ہوا کی طرح پھر گھوڑے کی رفتار سے پھر اونٹ کے سوار کی طرح پھر انسان کی دوڑ کی مانند اور آخر میں چلنے والے کی طرح دوزخ سے گذریں گے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ شعبہ

اس حدیث کو سدی سے روایت کرتے ہوئے مرفوع نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1104)

## محبت و بغض میں معیار رکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو جبرائیل کو فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ آسمان والوں میں اس کا اعلان کرتا ہے اور پھر اس کی محبت زمین والوں کے دلوں میں اتار دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے، وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ان کے لئے محبت پیدا کرے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل علیہ سے کہہ دیتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں اور وہ آسمانوں والوں میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس سے بغض پیدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار بھی اپنے والد سے وہ ابوصالح سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1106)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد طیالسی میں یہ بھی روایت ہے کہ اس کے مخاطب کفار ہیں۔ عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ظالم لوگ ہیں اسی طرح ہم اس آیت کو پڑھتے تھے۔ یہ بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نیک بد سب وارد ہوں گے۔ دیکھو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اور گناہگاروں کے لئے بھی ورود کا لفظ دخول کے معنی میں خود قرآن کریم کی دو آیتوں میں وارد ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۝ |
| پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو ڈر گئے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ |

## مشرکین کو گھٹنوں کے بل دوزخ میں چھوڑ دینے کا بیان

"ثُمَّ نُنَجِّي" مُشَدَّدًا وَمُخَفَّفًا "الَّذِينَ اتَّقَوْا" الشِّرْك وَالْكُفْر مِنْهَا "وَنَذَر الظَّالِمِينَ" بِالشِّرْكِ وَالْكُفْر "فِيهَا جِثِيًّا" عَلَى الرُّكَب،

پھر ہم ان لوگوں کو بچالیں گے جو شرک و کفر کرنے سے ڈر گئے۔ یہاں ننجی یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور ظالموں یعنی شرک و کفر کرنے والوں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

## کفار کیلئے دائمی عذاب ہونے کا بیان

عبدالرحمٰن کہتے ہیں مسلمان تو پل صراط سے گزر جائیں گے اور مشرک جہنم میں جائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن بہت سے مرد عورت اس پر سے پھسل جائیں گے۔ پل صراط پر جانے کے بعد پرہیزگار تو پار ہو جائیں گے، ہاں کافر گنہگار اپنے

اپنے اعمال کے مطابق نجات پائیں گے۔ جیسے عمل ہوں گے اتنی دیر وہاں لگ جائے گی۔ پھر نجات یافتہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سفارش کریں گے۔ ملائکہ شفاعت کریں گے اور انبیاء بھی۔ پھر بہت سے لوگ تو جہنم میں سے اس حالت میں سے نکلیں گے کہ آگ انہیں کھا چکی ہوگی مگر چہرے کی سجدہ کی جگہ بچی ہوئی ہوگی۔

پھر اپنے اپنے باقی ایمان کے حساب سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ جن کے دلوں میں بقدر دینار کے ایمان ہوگا وہ اول نکلیں گے، پھر اس سے کم والے، یہاں تک کہ رائی کے دانے کے برابر ایمان والے، پھر اس سے کم والے، پھر اس سے بھی کم والے، پھر وہ جس نے اپنی پوری عمر میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو گو کچھ بھی نیکی نہ کی ہو پھر تو جہنم میں وہی رہ جائیں گے جن پر ہمیشہ اور دوام لکھا جا چکا ہے۔ یہ تمام خلاصہ ہے ان احادیث کا جو صحت کے ساتھ آ چکی ہیں۔ پس پل صراط پر جانے کے بعد نیک لوگ پار ہو جائیں گے اور بدلوگ کٹ کٹ کر جہنم میں گر پڑیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِیًّا ٥ |
| اور جب ان پر ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ |
| دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ |

## کفار کا اپنی مجلس و مکان کو اہل ایمان سے بہتر کہنے کا بیان

"وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ " أَيْ الْـمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ "آيَاتنَا" مِنْ الْقُرْآن "بَيِّنَات" وَاضِحَات حَال "قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيّ الْفَرِيقَيْنِ" نَحْنُ وَأَنْتُمْ "خَيْر مَقَامًا" مَنْزِلًا وَمَسْكَنًا بِالْفَتْحِ مِنْ قَامَ وَبِالضَّمِّ مِنْ أَقَامَ "وَأَحْسَن نَدِيًّا" بِمَعْنَى النَّادِي وَهُوَ مُجْتَمَع الْقَوْم يَتَحَدَّثُونَ فِيهِ يَعْنُونَ نَحْنُ فَنَكُون خَيْرًا مِنْكُمْ

اور جب ان پر یعنی اہل ایمان اور کفار پر ہماری واضح آیات یعنی قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ دونوں گروہوں میں سے کون مقام میں بہتر اور مجلس کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔ یہاں پر لفظ مقاما جب یہ میم کے فتح کے ساتھ ہو تو معنی قام ہے اور جب میم کے ضمہ کے ساتھ ہو تو معنی اقام ہے۔ اور ندیا بہ معنی نادی ہے یعنی وہ قوم کو جمع کرتا ہے جہاں قوم جمع ہو کر مشورہ کرتی ہے۔ تو کہنے لگے کہ ہم تم سے بہتر ہیں۔

کفار مکہ قرآن کی آیتیں سن کر جن میں ان کا برا انجام بتایا گیا ہے ہنستے اور بطور استہزاو تفاخر غریب مسلمانوں سے کہتے کہ تمہارے زعم کے مطابق آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا وہ ہماری اور تمہاری موجودہ حالت اور دنیوی پوزیشن پر منطبق نہیں ہوتا۔ کیا آج ہمارے مکانات اور ساز و سامان تم سے بہتر نہیں اور ہماری مجلس (یا سوسائٹی) تمہاری سوسائٹی سے معزز نہیں۔ یقیناً ہم جو تمہارے نزدیک باطل پر ہیں تم اہل حق سے زیادہ خوشحال اور جتھے والے ہیں۔ لہذا یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ تم جنت میں جاؤ گے

اور ہم دوزخ میں؟

| |
|---|
| وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّ رِءْ يًا ۝ |
| اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔ |

## کتنی کافر قوموں کی کفر کے سبب ہلاکت کا بیان

"وَكَمْ" أَىْ كَثِيرًا "أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ" أَىْ أُمَّةٍ مِنَ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ "هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا" مَالًا وَمَتَاعًا "وَرِئْيًا" مَنْظَرًا مِنَ الرُّؤْيَةِ فَكَمَا أَهْلَكْنَاهُمْ لِكُفْرِهِمْ نُهْلِكُ هَؤُلَاءِ

اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے۔ یعنی سابقہ قوموں میں کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے۔ جو ساز و سامان میں اور دیکھنے میں کہیں اچھے تھے۔ یعنی ظاہری حالت میں ان کفار سے کہیں زیادہ جاہ و جلال والے تھے۔ انہیں ہم نے کفر کے سبب ہلاک کر دیا اسی طرح ہم ان کافروں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

یہ ان کی بات کا جواب دیا کہ پہلے ایسی بہت قومیں گزر چکی ہیں جو دنیا کے ساز و سامان اور شان و نمود میں تم سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں۔ لیکن جب انہوں نے انبیاء کے مقابلہ میں سرکشی کی اور تکبر و تفاخر کو اپنا شعار بنالیا، خدا تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دی اور دنیا کے نقشہ میں ان کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ دنیا کی فانی ٹیپ ٹاپ اور عارضی بہار سے دھوکہ نہ کھائے۔ عموماً متکبر دولت مند ہی حق کو ٹھکرا کر نہنگ ہلاکت کا لقمہ بنا کرتے ہیں۔ مال اولاد یا دنیاوی خوشحالی مقبولیت اور حسن انجام کی دلیل نہیں۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ |
| اِمَّا الْعَذَابَ وَ اِمَّا السَّاعَةَ ط فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ۝ |
| فرما دیجئے: جو شخص گمراہی میں مبتلا ہو تو رحمان اسے عمر و عیش میں خوب مہلت دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس چیز کو |
| دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت، تب وہ اس شخص کو جان لیں گے جو رہائش گاہ کے |
| اعتبار سے برا ہے اور لشکر کے اعتبار سے کمزور تر ہے۔ |

## اہل ایمان کے بہتر وافضل ہونے کا بیان

"قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَالَةِ" شَرْط جَوَابه "فَلْيَمْدُدْ" بِمَعْنَى الْخَبَر أَىْ يَمُدّ "لَهُ الرَّحْمَن مَدًّا" فِي الدُّنْيَا يَسْتَدْرِجهُ "حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَاب" كَالْقَتْلِ وَالْأَسْر "وَإِمَّا السَّاعَة" الْمُشْتَمِلَة عَلَى جَهَنَّم فَيَدْخُلُونَهَا "فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرّ مَكَانًا وَأَضْعَف جُنْدًا" أَعْوَانًا أَهُمْ أَمْ الْمُؤْمِنُونَ وَجُنْدهمْ الشَّيَاطِين وَجُنْد الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِمِ الْمَلَائِكَة

فرمادیجئے: جوشخص گمراہی میں مبتلا ہو۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔ اور فلیمدد بہ معنی خبر ہے۔ تو خدائے رحمان بھی اسے عمر و عیش یعنی دنیا میں خوب مہلت دیتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ لوگ اس چیز کو دیکھ لیں گے جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جس طرح قتل وقید ہے۔ خواہ عذاب اور خواہ قیامت، یعنی وہ جہنم پر مشتمل ہے جس میں وہ داخل ہوں گے۔ تب وہ اس شخص کو جان لیں گے جو رہائش گاہ کے اعتبار سے بھی برا ہے۔ یعنی وہ برے ہیں یا ہم اور لشکر کے اعتبار سے بھی کمزور تر ہے۔ یعنی ان کا لشکر شیطان یا اہل ایمان کی فوج جو فرشتے ہیں۔

## مشرکین کے نظریہ کی مباہلہ کے انداز سے تردید کا بیان

ان کافروں کو جو تمہیں ناحق پر اور اپنے آپ کو حق پر سمجھ رہے ہیں اور اپنی خوش حالی اور فارغ البالی پر اطیمنان کئے بیٹھے ہوئے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ گمراہوں کی رسی دراز ہوتی ہے انہیں اللہ کی طرف سے ڈھیل دی جاتی ہے جب تک کہ قیامت نہ آ جائے یا ان کی موت نہ آ جائے۔ اس وقت انہیں پورا پتہ چل جائے گا کہ فی الواقع برا شخص کون تھا اور کس کے ساتھی کمزور تھے دنیا تو ڈھلتی چڑھتی چھاؤں ہے نہ خود اس کا اعتبار نہ اس کے سامان اسباب کا۔ یہ تو اپنی سرکشی میں بڑھتے ہی رہیں گے۔ گویا اس آیت میں مشرکوں سے مباہلہ ہے جیسے یہودیوں سے سورہ جمعہ میں مباہلہ کی آیت ہے کہ آؤ ہمارے مقابلہ میں موت کی تمنا کرو۔ اسی طرح سورہ آل عمران میں مباہلے کا ذکر ہے کہ جب تم اپنے خلاف دلیلیں سن کر بھی عیسیٰ علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے مدعی ہو تو آؤ بال بچوں سمیت میدان میں جا کر جھوٹے پر اللہ کی لعنت پڑنے کی دعا کریں۔ پس نہ تو مشرکین مقابلے پر آئے نہ یہود کی ہمت پڑتی نہ نصرانی مرد میدان بنے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ مَّرَدًّا ○ |
| اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت پائی، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں |
| ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے کہیں اچھی ہیں۔ |

## نیکیوں کے باقی رہ جانے کا بیان

"وَيَزِيد اللّٰه الَّذِينَ اهْتَدَوْا" بِالْإِيمَانِ "هُدًى" بِمَا يَنْزِل عَلَيْهِمْ مِنْ الْآيَات "وَالْبَاقِيَات الصَّالِحَات" هِيَ الطَّاعَة تَبْقَى لِصَاحِبِهَا "خَيْر عِنْد رَبّك ثَوَابًا وَخَيْر مَرَدًّا" أَيْ مَا يُرَدّ إلَيْهِ وَيَرْجِع بِخِلَافِ أَعْمَال الْكُفَّار وَالْخَيْرِيَّة هُنَا فِي مُقَابَلَة قَوْلهمْ أَيّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْر مَقَامًا

اور اللہ ان لوگوں کو جنھوں نے ہدایت یعنی ایمان پایا، ہدایت میں زیادہ کرتا ہے اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب کے اعتبار سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے کہیں اچھی ہیں۔ کیونکہ وہ عبادت جو کرنے والے کیلئے باقی رہتی ہے۔ جو مومن کی طرف لوٹتی ہیں۔ جبکہ کفار کے اعمال نہیں۔ یہاں پر ان کے قول کے مقابلے میں خیریت ہے۔ یعنی دونوں گروہوں میں سے

اچھے مقام والا گروہ کونسا ہے۔

## درخت کے پتوں کی طرح گناہوں کے جھڑ جانے کا بیان

عبدالرزاق میں ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک درخت تلے بیٹھے ہوئے تھے اس کی شاخ پکڑ کر ہلائی تو سوکھے پتے جھڑنے لگے آپ نے فرمایا دیکھو اسی طرح انسان کے گناہ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر سبحان اللہ والحمد للہ کہنے سے جھڑتے ہیں اے ابودرداء ان کا ورد رکھ اس سے پہلے کہ وہ وقت آئے کہ تو انہیں نہ کہہ سکے یہی باقیات صالحات ہیں یہی جنت کے خزانے ہیں اس کو سن کر حضرت ابوداراداء کا یہ حال تھا کہ اس حدیث کو بیان فرما کر فرماتے کہ واللہ میں تو ان کلمات کو پڑھتا ہی رہوں گا کبھی ان سے زبان نہ روکوں گا گو لوگ مجھے مجنون کہنے لگیں۔ (مصنف عبدالرزاق)

| اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ؁ |
|---|
| کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا اور کہنے لگا: مجھے مال واولاد ضرور دیئے جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن قرض ادا کرنے والے کافر کا بیان

"أَفَرَأَيْت الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا" الْعَاصِ بْن وَائِل "وَقَالَ" لِخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتّ الْقَائِل لَهُ تُبْعَث بَعْد الْمَوْت وَالْمُطَالِب لَهُ بِمَالٍ . "لَأُوتَيَنَّ" عَلَى تَقْدِير الْبَعْث "مَالًا وَوَلَدًا" فَأَقْضِيك،

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے ہماری آیتوں سے کفر کیا جو عاص بن وائل تھا۔ اور اس نے حضرت خباب بن ارت سے کہا کہ تم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے تو اس وقت میں تمہیں مطلوبہ مال دے دوں گا۔ اور کہنے لگا: مجھے قیامت کے روز بھی اسی طرح مال واولاد ضرور دیئے جائیں گے۔ لہٰذا میں تمہارا مال ادا کروں گا۔

## سورہ مریم آیت ۷۷ کے سبب نزول کا بیان

حضرت خباب بن ارت کہتے ہیں کہ میں عاص بن وائل سے اپنا حق لینے کے لئے گیا تو وہ کہنے لگا کہ میں تمہیں اس وقت تک تمہارا حق نہیں دوں گا جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہیں کرو گے۔ میں نے کہا میں بھی ایسا نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ تم مر کر دوبارہ زندہ کر دیئے جاؤ۔ اس نے کہا کیا میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جاؤں گا؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ کہنے لگا وہاں میرا مال اور اولاد ہوگی لہٰذا میں وہیں تمہارا حق ادا کر دوں گا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا، کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور مال اور اولاد ملے گی۔ ہناد بھی ابومعاویہ سے اور وہ اعمش سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1107)

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں لوہار تھا اور میرا کچھ قرض عاص بن وائل کے ذمے تھا میں اس سے تقاضا

کرنے کو گیا تو اس نے کہا میں تو تیرا قرض اس وقت تک ادا نہ کروں گا جب تک کہ تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری سے نہ نکل جائے میں نے کہا میں تو یہ کفر اس وقت تک بھی نہیں کر سکتا کہ تو مر کر دوبارہ زندہ ہو۔ اس کافر نے کہا بس تو پھر یہی رہی جب میں مرنے کے بعد زندہ ہوں گا تو ضرور مجھے میرا مال اور میری اولاد بھی ملے گی وہیں تیرا قرض بھی ادا کردوں گا تو آ جانا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (بخاری و مسلم)

| |
|---|
| اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ط سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ |
| وہ غیب پر مطلع ہے یا اس نے رحمان سے عہد لے رکھا ہے۔ ہرگز نہیں! اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے |
| جو وہ کہتا ہے اور اس کے لئے عذاب خوب بڑھاتے چلے جائیں گے۔ |

## کفر میں سرکشی کے سبب عذاب میں اضافہ ہونے کا بیان

"أَطَّلَعَ الْغَيْبَ" أَيْ أَعَلِمَهُ وَأَنْ يُؤْتَى مَا قَالَهُ وَاسْتُغْنِيَ بِهَمْزَةِ الِاسْتِفْهَامِ عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْل فَحُذِفَتْ "أَمْ اتَّخَذَ عِنْد الرَّحْمَن عَهْدًا" بِأَنْ يُؤْتَى مَا قَالَهُ، "كَلَّا" أَيْ لَا يُؤْتَى ذَلِكَ "سَنَكْتُبُ" نَأْمُر بِكَتْبِ "مَا يَقُول وَنَمُدّ لَهُ مِنْ الْعَذَاب مَدًّا" نَزِيدهُ بِذَلِكَ عَذَابًا فَوْق عَذَاب كُفْره،

وہ غیب پر مطلع ہے یعنی غیب کا علم رکھتا ہے کہ اسی وہی دیا جائے گا جس طرح اس نے کہا ہے۔ یہاں ہمزہ استفہام کی وجہ سے ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں رہی۔ لہٰذا اس کو حذف کر دیا گیا۔ یا اس نے خدائے رحمان سے کوئی عہد لے رکھا ہے۔ کہ اس کو کہا ہوا مال دیا جائے گا۔

ایسا ہرگز نہیں کہ اسے مال دیا جائے اب ہم وہ سب کچھ لکھتے رہیں گے یعنی لکھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ جو وہ کہتا ہے اور اس کے لئے عذاب پر عذاب خوب بڑھاتے چلے جائیں گے۔ یعنی اس کے کفر کے سبب عذاب پر عذاب کو بڑھاتے چلے جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے مکے میں اس کی تلوار بنائی تھی اس کی اجرت میری ادھار تھی۔ فرماتا ہے کہ کیا اسے غیب کی خبر مل گئی؟ یا اس نے اللہ رحمان سے کوئی قول قرار لے لیا؟ اور روایت میں ہے کہ اس پر میرے بہت سے درہم بطور قرض کے چڑھ گئے اس لئے مجھے جو جواب دیا میں نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اس پر یہ آیتیں آتری اور روایت میں ہے کہ کئی ایک مسلمانوں کا قرض اس کے ذمے تھا ان کے تقاضوں پر اس نے کہا کہ کیا تمہارے دین میں یہ نہیں کہ جنت میں سونا چاندی ریشم پھل پھول وغیرہ ہوں گے؟ ہم نے کہا ہاں ہے تو کہا بس تو یہ چیزیں مجھے ضرور ملیں گی میں وہیں تم سب کو دے دوں گا۔

| |
|---|
| وَّ نَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَ يَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ |
| اور ہم اس کے وارث ہوں گے ان چیزوں میں جو یہ کہہ رہا ہے اور یہ اکیلا ہمارے پاس آئے گا۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا |
| اور معبود بنا لیے، تا کہ وہ ان کے لیے باعث عزت ہوں۔ |

## کفار کا بتوں کو سفارش کیلئے معبود بنا لینے کا بیان

"وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ" "مِنَ الْمَالِ وَالْوَلَدِ" "وَيَأْتِينَا" يَوْمَ الْقِيَامَةِ "فَرْدًا" لَا مَالَ لَهُ وَلَا وَلَد، "وَاتَّخَذُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "مِنْ دُونِ اللَّهِ" أَيْ: الْأَوْثَان "آلِهَة" يَعْبُدُونَهُمْ "لِيَكُونُوا لَهُمْ عِزًّا" شُفَعَاء عِنْد اللَّهِ بِأَنْ لَا يُعَذَّبُوا

اور ہم اس کے مال واولاد کے وارث ہوں گے ان چیزوں میں جو یہ کہہ رہا ہے اور یہ اکیلا قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا۔ جبکہ اس کا مال واولاد اس کے پاس نہ ہوگی۔

اور انہوں نے یعنی کفار مکہ نے اللہ کے سوابت معبود بنالیے، تا کہ وہ اللہ کے ہاں ان کے لیے باعث عزت یعنی سفارش کریں تا کہ انہیں عذاب ہو۔

کافروں کا خیال ہے کہ ان کے اللہ کے سوا اور معبودان کے حامی مددگار ہوں گے۔ غلط خیال ہے بلکہ محال ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس اور بالکل برعکس ہے ان کی پوری محتاجی کے دن یعنی قیامت میں یہ صاف منکر ہو جائیں گے اور اپنے عابدوں کے دشمن بن کر کھڑے ہوں گے۔ جیسے فرمایا ان سے بڑھ کر بدراہ اور گم کردہ راہ کون ہے جو اللہ کو چھوڑ کر انہیں پکار رہا ہے جو قیامت تک جواب نہ دے سکیں ان کی دعا سے بالکل غافل ہوں اور روز محشر ان کے دشمن بن جائیں اور ان کی عبادت کا بالکل انکار کر جائیں۔ کلا کی دوسری قرأت کل بھی ہے خود یہ کفار بھی اس دن اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کا انکار کر جائیں گے۔ یہ سب عابد و معبود جہنمی ہوں گے، ایک دوسرے کے ساتھی ہوں گے۔ وہ اس پر یہ اس پر لعنت و پھٹکار کرے گا، ہر ایک دوسرے پر ڈالے گا، ایک دوسرے کو برا کہے گا، سخت تر جھگڑے پڑیں گے، سارے تعلقات کٹ جائیں گے، ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ مدد تو کہاں مروت تک نہ ہوگی۔ معبود عابدوں کے لئے اور عابد معبودوں کے لئے بلائے بیدرماں حسرت بے پایا ہو جائیں گے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کہ ان کافروں کو ہر وقت شیاطین نافرمانیوں پر آمادہ کرتے رہتے۔

مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے ہیں، آرزو میں بڑھاتے ہیں، طغیان اور سرکشی میں آگے کرتے رہتے ہیں جیسے فرمان ہے کہ ذکر رحمان سے منہ موڑنے والے شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ تو جلدی نہ کر ان کے لئے کوئی بددعا نہ کر ہم نے خود عمداً انہیں ڈھیل دے رکھی ہے انہیں بڑھتا رہنے دے آخر وقت مقررہ پر دبوچ لئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے انہیں تو کچھ یونہی سی ڈھیل ہے جس میں ہی اپنے گناہوں میں بڑھے چلے جا رہے ہیں آخر سخت عذابوں کی طرف بے بسی کے ساتھ جا پڑیں گے تم فائدہ حاصل کر لو لیکن یاد رکھو کہ تمہارا اصلی ٹھکانا دوزخ ہی ہے۔ ہم ان کے سال کے مہینے دن اور وقت شمار کر رہے ہیں ان کے سانس بھی ہمارے گنے ہوئے ہیں مقررہ وقت پورا ہوتے ہی عذابوں میں پھنس جائیں گے۔

كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝

ہرگز ایسا نہ ہوگا، عنقریب وہ ان کی عبادت کا انکار کردیں گے اوران کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر بھیجا ہے وہ انہیں ہروقت اکساتے رہتے ہیں۔

## معبودان باطلہ کا عذاب الٰہی سے نہ بچا سکنے کا بیان

"كَلَّا" أَيْ لَا مَانِع مِنْ عَذَابهمْ "سَيَكْفُرُونَ" أَيْ الْآلِهَة "بِعِبَادَتِهِمْ" أَيْ يَنْفُونَهَا كَمَا فِي آيَة أُخْرَى "مَا كَانُوا إيَّانَا يَعْبُدُونَ" "وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا" أَعْوَانًا وَأَعْدَاء ، "أَلَمْ تَرَى أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِين" أَيْ سَلَّطْنَاهُمْ "عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزّهُمْ" تُهَيِّجهُمْ إلَى الْمَعَاصِي

ہرگز ایسا نہ ہوگا، یعنی ان کو کوئی عذاب سے بچانے والا نہ ہوگا۔عنقریب وہ ان کی یعنی معبودان باطلہ کی عبادت کا انکار کردیں گے یا اس کی انکار کریں گے جس طرح دوسری آیت میں آیا ہے۔کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے تھے۔اوران کے خلاف مدمقابل ہوں گے۔یعنی ان کے دشمن ہوں گے۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو کافروں پر بھیجا ہے یعنی ان کافروں پر مسلط کردیا ہے۔وہ انہیں ہروقت معصیت کی جانب اکساتے رہتے ہیں۔

یعنی یہ خودتراشیدہ بت اور معبود باطل جن کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ یہ ان کے مددگار ثابت ہوں گے محشر میں اس کے برعکس یہ ان کے دشمن ہوجاویں گے اللہ تعالیٰ ان کو نطق وزبان عطا فرماویں گے اور یہ بولیں گے کہ یا اللہ ان کو عذاب وسزا دیجئے کہ انہوں نے تجھ کو چھوڑ کر ہمیں معبود بنالیا تھا۔(تفسیر قرطبی، سورہ مریم، بیروت)

فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝

پس آپ ان پر جلدی نہ کریں، ہم تو خود ہی ان کے لئے دن شمار کرتے رہتے ہیں۔جس دن ہم پرہیزگاروں کو جمع کرکے رحمان کے حضور سواریوں پر لے جائیں گے۔

## عذاب کیلئے کفار کے دن رات اور سانسوں کے شمار ہوچکنے کا بیان

"فَلَا تَعْجَل عَلَيْهِمْ" بِطَلَبِ الْعَذَاب "إنَّمَا نَعُدّ لَهُمْ" الْأَيَّام وَاللَّيَالِي أَوْ الْأَنْفَاس "عَدًّا" إلَى وَقْت عَذَابهمْ

اذْكُرْ "يَوْم نَحْشُر الْمُتَّقِينَ" "اُذْكُرْ يَوْم نَحْشُر الْمُتَّقِينَ بِإِيمَانِهِمْ "إلَى الرَّحْمَن وَفْدًا" جَمْع وَافِد

29 بِمَعْنَى : رَاكِب،

پس آپ ان پر عذاب کے لئے جلدی نہ کریں ہم تو خود ہی ان کے انجام کے لئے دنوں اور راتوں یا سانسوں کو وقت عذاب کیلئے شمار کرتے رہتے ہیں۔

آپ یاد کریں جس دن ہم پرہیز گاروں کو ان کے ایمانوں کے ساتھ جمع کر کے خدائے رحمان کے حضور معزز مہمانوں کی طرح سواریوں پر لے جائیں گے۔ یہاں وفدا جو وافد کی جمع ہے جس کا راکب ہے۔

إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا،

مطلب یہ ہے کہ آپ ان کے عذاب کے بارے میں جلدی نہ کریں وہ تو عنقریب ہونے ہی والا ہے کیونکہ ہم نے ان کو گنے چنے ایام اور جو مدت دنیا میں رہنے کی دی ہے وہ بہت جلدی پوری ہونے والی ہے اس کے بعد عذاب ہی عذاب ہے نَعُدُّ لَهُمْ، یعنی ہم ان کیلئے شمار کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی چیز آزاد نہیں ان کی عمر کے دن رات گنے ہوئے ہیں، ان کے سانس، ان کی نقل و حرکت کا ایک ایک قدم، ان کی لذات ان کی زندگی کا ایک ایک لحظہ ہم گن رہے ہیں، یہ گنتی پوری ہوتے ہی ان پر عذاب ٹوٹ پڑے گا۔ مامون رشید نے ایک مرتبہ سورہ مریم پڑھی۔ جب اس آیت پر پہنچے تو حاضرین مجلس جو علماء فقہاء تھے ان میں سے ابن سماک کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے متعلق کچھ کہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ جب ہماری سانس گنے ہوئے ہیں ان پر زیادتی نہیں ہو سکتی تو یہ کس قدر جلد ختم ہو جائیں گے اسی کو بعض شعراء نے کہا ہے۔

حیاتك انفاس تعد فکلما مضی نفس منك انتقصت به جزء اً

یعنی تیری زندگی کے سانس گنے ہوئی ہیں، جب ایک سانس گزرتا ہے تو تیری زندگی کا ایک جز کم ہو جاتا ہے کہا جاتا ہے کہ انسان دن رات میں چوبیس ہزار سانس لیتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مریم، بیروت)

## حشر میں اہل ایمان کو جمع کرنے کا بیان

جو لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان لائے، پیغمبروں کی تصدیق کی، اللہ کی فرمانبرداری کی، گناہوں سے بچے رہے، پروردگار کا ڈر دل میں رکھا وہ اللہ کے ہاں بطور معزز مہمانوں کے جمع ہوں گے نورانی سانڈنیوں کی سواری پر آئیں گے اور خدائی مہمان خانے میں بہ عزت داخل کئے جائیں گے۔ ان کے برخلاف اللہ سے خوف نہ کھانے والے، گنہگار، رسولوں کے دشمن، دھکے کھا کھا کر اوندھے منہ گھسیٹتے ہوئے پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے جبراً قہراً جہنم کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ اب بتلاؤ کہ کون مرتبے والا اور کون اچھے ساتھیوں والا ہے؟

مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا کہ اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لئے کھڑا ہے پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے اب آپ کو میں اپنے کندھوں پر چڑھا کر بہ عزت و اکرام محشر میں لے چلوں گا کیونکہ دنیا کی زندگی

میں میں آپ پر سوار رہا ہوں۔ پس مومن اللہ کے پاس سواری پر سوار جائے گا۔ ان کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے۔ یہ سب ہنسی خوشی آبرو عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وفد کا یہ دستور ہی نہیں کہ وہ پیدل آئے۔ یہ متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری کبھی نہیں آئی۔ ان کے پالان سونے کے ہوں گے۔ یہ جنت کے دروازوں تک ان ہی سواریوں پر جائیں گے۔ ان کی نکیلیں زبر جد کی ہوں گی۔

ابن ابی حاتم کی روایت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں نے اس آیت کی تلاوت کی اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفد تو سواری پر سوار آیا کرتا ہے آپ نے فرمایا قسم اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہ پارسا لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور اسی وقت سفید رنگ نورانی پردار اونٹنیاں اپنی سواری کے لئے موجود پائیں گے جن پر سونے کے پالان ہوں گے جن کے پیروں سے نور بلند ہو رہا ہوگا جو ایک ایک قدم اتنی دور رکھیں گے جہاں تک نگاہ کام کرے یہ ان پر سوار ہو کر ایک جنتی درخت کے پاس پہنچیں گے جہاں سے دو نہریں جاری دیکھیں گے ایک کا پانی پئیں گے جس سے ان کے دلوں کے میل دور ہو جائیں گے دوسری میں غسل کریں گے جس سے ان کے جسم نورانی ہو جائیں گے اور بال جم جائیں گے اسکے بعد نہ کبھی ان کے بال الجھیں نہ جسم میلے ہوں ان کے چہرے چمک اٹھیں گے اور یہ جنت کے دروازے پر پہنچیں گے۔ سرخ یاقوت کا حلقہ سونے کے دروازے پر ہوگا جسے یہ کھٹکھٹائیں گے نہایت سریلی آواز اس سے نکلے گی اور حوروں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کے خاوند آ گئے خازن جنت آئیں گے اور دروازے کھولیں گے جنتی ان کے نورانی جسموں اور شگفتہ چہروں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑنا چاہیں گے لیکن وہ فوراً کہہ اٹھے گا کہ میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کا حکم بردار ہوں اب ان کے ساتھ یہ چلیں گے۔ ان کی حوریں تاب نہ لا سکیں گی اور خیموں سے نکل کر ان سے چمٹ جائیں گی اور کہیں گی کہ آپ ہمارے سرتاج ہیں ہمارے محبوب ہیں میں ہمیشہ آپ کی والی ہوں جو موت سے دور ہوں میں نعمتوں والی ہوں کہ کبھی میری نعمتیں ختم نہ ہوں گی میں خوش رہنے والی ہوں کہ کبھی نہ روٹھوں گی میں یہیں رہنے والی ہوں کہ کبھی آپ سے دور نہ ہوؤں گی۔ یہ اندر داخل ہوں گے دیکھیں گے کہ سو سو گز بلند بالا خانے ہیں لولو اور موتیوں پر زرد سرخ سبز رنگ کی دیواریں سونے کی ہیں۔

ہر دیوار ایک دوسرے کی ہم شکل ہے ہر مکان میں ستر تخت ہیں ہر تخت پر ستر حوریں ہیں ہر حور پر ستر جوڑے ہیں تاہم ان کی کمر جھلک رہی ہے ان کے جماع کی مقدار دنیا کی پوری ایک رات کے برابر ہوگی۔ صاف شفاف پانی کی، خالص دودھ کی جو جانوروں کے تھن سے نہیں نکلا، بہترین خوش ذائقہ بیضرر شراب طہور کی جسے کسی انسان نے نہیں نچوڑا، عمدہ خالص شہد کی جو مکھیوں کے پیٹ سے نہیں نکلا، نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ پھلدار درخت میووں سے لدے ہوئے جھوم رہے ہوں گے۔ چاہے کھڑے کھڑے میوے توڑ لیں چاہے بیٹھے بیٹھے چاہے لیٹے لیٹے۔ سبز و سفید پرنچ اڑ رہے ہیں جس کے گوشت کھانے کو جی چاہا وہ خود بخود حاضر ہو گیا جہاں کا گوشت کھانا چاہا کھا لیا اور پھر وہ قدرت الٰہی سے زندہ چلا گیا۔ چاروں طرف سے فرشتے آ رہے ہیں اور سلام کہہ رہے ہیں اور بشارتیں سنا رہے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو یہی وہ جنت ہے جس کی تم خوشخبریاں دیے جاتے رہے اور آج اس کے مالک بنا دئے گئے۔

وہ یہ ہے بدلہ ہے تمہارے نیک اعمال کا جو تم دنیا میں کرتے رہے۔ان کی حوروں میں سے اگر کسی کا ایک بال بھی زمین پر ظاہر کر دیا جائے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًاo لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًاo |
| اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے |
| مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔ |

## مجرمین کو کفر کے سبب پیاسہ جہنم میں ڈال دینے کا بیان

"وَنَسُوق الْمُجْرِمِينَ" بِكُفْرِهِمْ "إِلَى جَهَنَّم وِرْدًا" جَمْع وَارِد بِمَعْنَى مَاشٍ عَطْشَان، "لَا يَمْلِكُونَ" أَيْ النَّاس "الشَّفَاعَة إِلَّا مَنْ اتَّخَذَ عِنْد الرَّحْمَن عَهْدًا" أَيْ شَهَادَة أَنْ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه وَلَا حَوْل وَلَا قُوَّة إِلَّا بِاَللَّهِ،

اور مجرموں کو ان کے کفر کے سبب جہنم کی طرف پیاسے ہانک کر لے جائیں گے۔وردا یہ وارد کی جمع ہے جس کا معنی چلنا یعنی پیاسہ چلنا ہے۔

وہ سفارش کے مالک نہ ہوں گے مگر جس نے رحمان کے ہاں کوئی عہد لے لیا۔یعنی صرف وہ جس نے ''لَا إِلَه إِلَّا اللَّه وَلَا حَوْل وَلَا قُوَّة إِلَّا بِاَللَّهِ'' کا عہد لے رکھا ہے۔

## زنجیروں کے جکڑے مجرمین کو جہنم میں ڈالنے کا بیان

گنہگار لوگ اوندھے منہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے جانوروں کی طرح دھکے دے کر جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اس وقت پیاس کے مارے ان کی حالت بری ہو رہی ہوگی۔کوئی ان کی شفاعت کرنے والا ان کے حق میں ایک بھلا لفظ نکالنے والا نہ ہوگا مومن تو ایک دوسروں کی شفاعت کریں گے لیکن یہ بدنصیب اس سے محروم ہیں یہ خود کہیں گے کہ (فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ ، الشعراء:100) ہمارا کوئی سفارشی نہیں نہ سچا دوست ہے۔ہاں جنہوں نے اللہ سے عہد لے لیا ہے یہ استثنا منقطع ہے۔مراد اس عہد سے اللہ کی توحید کو گواہی اور اس پر استقامت ہے یعنی صرف اللہ کی عبادت، دوسروں کی پوجا سے بیزاری اور لاتعلقی، صرف اسی سے مدد کی امید، تمام آرزوں کے پورا ہونے کی اسی سے آس۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان موحدین نے اللہ کا وعدہ حاصل کر لیا ہے۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس سے میرا عہد ہے وہ کھڑا ہو جائے۔لوگوں نے کہا حضرت ہمیں بھی وہ بتا دیجئے آپ نے فرمایا یوں کہو (اللّٰهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة فانی اعهد اليك فی هذه الحيوة الدنيا انك ان تكلنی الی عمل يقبنی من الشر ويباعدنی من الخير وانيلا اثق الا برحمتك فاجعل لی عندك عهدا توديه لی يوم القيامة انك لا تخلف الميعاد) اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے خائفا

مستجیرا مستغفرا راھبا راغبا لیک .(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا |
| اور انہوں نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے۔ بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ |

## یہود ونصاریٰ کے انتہائی برے نظریے کا بیان

"وَقَالُوا" أَيْ الْيَهُود وَالنَّصَارَى ،اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا، وَمَنْ زَعَمَ أَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه ، "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا" أَيْ مُنْكَرًا عَظِيمًا

اور انہوں نے یعنی یہود ونصاریٰ نے کہا رحمان نے کوئی اولاد بنالی ہے۔ یعنی ان کا نظریہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں بلاشبہ یقیناً تم ایک بہت بھاری بات کو آئے ہو۔ یعنی بہت بڑی ناپسندیدہ بات کہہ آئے ہو۔

بہت آدمیوں نے تو غیر اللہ کو معبود ہی ٹھہرایا تھا، لیکن ایک جماعت وہ ہے جس نے خدا تعالیٰ کے لیے اولاد تجویز کی۔ مثلاً نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کو۔ بعض یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا اور بعض مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ۔

| |
|---|
| تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا |
| آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توہین پر زمین وآسمانوں کے پھٹ کر بہ طور سزا گرنے کا بیان

"تَكَاد" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "السَّمَوَات يَتَفَطَّرْنَ " بِالتَّاءِ وَتَشْدِيد الطَّاء بِالِانْشِقَاقِ وَفِي قِرَاءَة بِالنُّونِ "مِنْهُ وَتَنْشَقّ الْأَرْض وَتَخِرّ الْجِبَال هَدًّا" أَيْ تَنْطَبِق عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْل "أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا"

لفظ تکاد یہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ آسمان قریب ہیں کہ اس سے پھٹ پڑیں۔ یتفطرن یہ تاء اور طاء کی تشدید کے ساتھ آیا ہے جس کا معنی پھٹنا ہے۔ اور ایک قرأت میں نون کے ساتھ آیا ہے۔ اور زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ڈھے کر گر پڑیں۔ یعنی ان کے اوپر گر جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے رحمان کیلئے اولاد مانی ہے۔

## شرک کا بڑا گناہ ہونے کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر اپنے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے بطن سے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہاں ان لوگوں کی نادانی بیان ہورہی ہے جو آپ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ جس سے ذات الٰہی پاک ہے۔ ان کے قول کو بیان فرمایا۔ پھر فرمایا یہ بڑی بھاری بات ہے اِدّا اور اَدّا تینوں لغت ہیں لیکن مشہور اِدّا ہے۔ ان کی یہ بات اتنی بری ہے کہ آسمان کپکپا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھٹکے لے لے کر پھٹ جائے۔ اس لئے کہ زمین وآسمان اللہ تعالیٰ کی عزت وعظمت جانتی

ہے، ان میں رب کی توحید سمائی ہوئی ہے انہیں معلوم ہے کہ ان بدکار بے سمجھ انسانوں نے اللہ کی ذات پر تہمت باندھی ہے نہ اس کی جنس کا کوئی نہ اس کی ماں نہ اولاد نہ اس کے شریک نہ اس جیسا کوئی۔ تمام مخلوق اس کی وحدانیت کی شاہد ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں کے شرک سے ساری مخلوق کانپ اٹھتی ہے۔ قریب ہوتا ہے کہ انتظام کائنات درہم برہم ہو جائے۔ شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی۔ کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کے گناہ کل کے کل اللہ تعالیٰ معاف فرمادے۔ جیسے کہ حدیث میں ہے اپنے مرنے والوں کو لا الہ اللہ کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس نے زندگی میں کہہ لیا؟ فرمایا اس کے لئے اور زیادہ واجب ہوگئی۔ قسم اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین وآسمان اور ان کی اور ان کے درمیان کی اور ان کے نیچے کی تمام چیزیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ کی شہادت دوسرے پلڑے میں رکھی جائے تو وہ ان سب سے وزن میں بڑھ جائے

اسی کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے وزنی ہو جانا آیا ہے واللہ اعلم۔ پس ان کا یہ مقولہ اتنا بد ہے جسے سن کر آسمان بوجہ اللہ کی عظمت کے کانپ اٹھے اور زمین بوجہ غضب کے پھٹ جائے اور پہاڑ پاش پاش ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ کیا آج کوئی ایسا شخص بھی تجھ پر چڑھا جس نے اللہ کا ذکر کیا ہو؟ وہ خوشی سے جواب دیتا ہے کہ ہاں۔ پس پہاڑ بھی باطل اور جھوٹ بات کو اور بھلی بات کو سنتے ہیں اور کلام نہیں کرتے۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین کو اور اس کے درختوں کو پیدا کیا تو ہر درخت ابن آدم کو پھل پھول اور نفع دیتا تھا مگر جب زمین پر رہنے والے لوگوں نے اللہ کے لئے اولاد کا لفظ بولا تو زمین ہل گئی اور درختوں میں کانٹے پڑ گئے۔ کعب کہتے ہیں ملائیکہ غضبناک ہو گئے اور جہنم زور شور سے بھڑک اٹھی۔ (جامع البیان، سورہ مریم، بیروت)

| |
|---|
| اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ |
| اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ |
| حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی ہیں۔ |
| وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی اولاد نہ ہونے کا بیان

"وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذ وَلَدًا" أَيْ مَا يَلِيق بِهِ ذَلِكَ "إِنْ" أَيْ مَا "كُلّ مَنْ فِي السَّمَوَات

وَالْأَرْض إِلَّا آتِي الرَّحْمَن عَبْدًا" ذَلِيلًا خَاضِعًا يَوْم الْقِيَامَة مِنْهُمْ عُزَيْر وَعِيسَى

حالانکہ رحمان کے لائق نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔یعنی جو اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو۔یہاں پر ان، ماء کے معنی میں ہے آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی آباد ہیں وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں۔جن میں حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام بھی ہیں۔

مسند احمد میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ لوگوں کی ایذاء دہندہ باتوں پر اللہ سے زیادہ صابر کوئی نہیں۔لوگ اس کے ساتھ شریک کرتے ہیں، اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے، روزیاں پہنچا رہا ہے، برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے۔پس ان کی اس بات سے کہ اللہ کی اولاد ہے زمین وآسمان اور پہاڑ تک تنگ ہیں اللہ کی عظمت وشان کے لائق نہیں کہ اس کے ہاں اولاد ہو۔اس کے لڑکے لڑکیاں ہوں اس لئے کہ تمام مخلوق اس کی غلامی میں ہے اس کی جوڑ کا یا اس جیسا کوئی اور نہیں زمین وآسمان میں جو ہیں سب اس کے زیر فرمان اور حاضر باش غلام ہیں وہ سب کا آقا سب کا پالنہار سب کا خبر لینے والا ہے۔سب کی گنتی اس کے پاس ہے سب کو اس کے علم نے گھیر رکھا ہے سب اس کی قدرت کے احاطے میں ہیں۔

| |
|---|
| لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّاo وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًاo |
| بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔اور ان میں سے |
| ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔ |

## قیامت کے دن سب کفار کو حاضر کیا جانے کا بیان

"لَقَدْ أَحْصَاهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا" فَلَا يَخْفَى عَلَيْهِ مَبْلَغ جَمِيعهمْ وَلَا وَاحِد مِنْهُمْ "وَكُلّهمْ آتِيه يَوْم الْقِيَامَة فَرْدًا" بِلَا مَال وَلَا نَصِير لَهُ،

بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے۔اور انہیں خوب اچھی طرح گن کر شمار کر رکھا ہے۔یعنی اس سے ان کی کوئی مجموعی تعداد خفیہ نہیں اور نہ ہی کوئی انفرادی حیثیت پوشیدہ ہے۔اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے۔یعنی بغیر مال کے آنے والا ہے لہٰذا اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

سب اس کے علم میں محصور ومحاط ہیں اور ہر ایک کے انفاس، ایام، آثار اور تمام احوال اور جملہ امور اس کے شمار میں ہیں اس پر کچھ مخفی نہیں سب اس کی تدبیر وقدرت کے تحت میں ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّاo |
| بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔ |

## ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے قیامت کے دن باہمی محبت کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَيَجْعَلُ لَهُمْ الرَّحْمَن وُدًّا " فِيمَا بَيْنهمْ يَتَوَادُّونَ وَيَتَحَابُّونَ وَيُحِبّهُمْ اللَّه تَعَالَى

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے عنقریب ان کے لیے رحمان محبت پیدا کر دے گا۔ یعنی وہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرمائے گا۔

## نیک لوگوں سے زمین وآسمان کی مخلوق محبت کرتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو جبرائیل کو فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ آسمان والوں میں اس کا اعلان کرتا ہے اور پھر اس کی محبت زمین والوں کے دلوں میں اتار دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے (وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا، مریم:96) (بے شک جو ایمان لائے اور نیک کام کئے عنقریب ان کے لئے محبت پیدا کرے گا۔ مریم، آیت) اور اگر اللہ تعالیٰ کسی سے بغض رکھتا ہے تو جبرائیل علیہ سے کہہ دیتا ہے کہ میں فلاں سے بغض رکھتا ہوں اور وہ آسمانوں والوں میں اعلان کر دیتا ہے۔ پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس سے بغض پیدا کر دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار بھی اپنے والد سے وہ ابو صالح سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1106)

| |
|---|
| فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ تُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝ |
| پس بیشک ہم نے اس کو آپ کی زبان میں ہی آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا سکیں |
| اور اس کے ذریعہ جھگڑالو قوم کو ڈر سنا سکیں۔ |

## فہم وادراک کیلئے قرآن مجید کے عربی زبان میں ہونے کا بیان

"فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ" أَيْ الْقُرْآن "بِلِسَانِك" الْعَرَبِيّ "لِتُبَشِّر بِهِ الْمُتَّقِينَ" الْفَائِزِينَ بِالْإِيمَانِ "وَتُنْذِر" تُخَوِّف "بِهِ قَوْمًا لُدًّا" جَمْع أَلَدّ أَيْ جَدِل بِالْبَاطِلِ وَهُمْ كُفَّار مَكَّة

بیشک ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان یعنی عربی میں ہی آسان کر دیا ہے تا کہ آپ اس کے ذریعہ پرہیز گاروں کو خوشخبری سنا سکیں یعنی جو ایمان کے ساتھ کامیاب ہیں۔ اور اس کے ذریعہ جھگڑالو قوم کو ڈر سنا سکیں۔ یہاں لفظ لدا یہ الد کی جمع ہے جس کا معنی باطل جھگڑا ہے۔ اور وہ کفار مکہ ہیں۔

قرآن حکیم جھگڑالو اور ضدی لوگوں کے لیے انذار اور متقی و پرہیز گار لوگوں کے لیے عظیم الشان بشارت ہے۔ پس جو حق اور

اہل حق کے خلاف ضد وعناد اور اپنے جھگڑالو پن اور ہٹ دھری سے کام لیتے ہیں ان کے لیے تو یہ انذار اور تنبیہ ہے۔ سوان کو اس کلام حق وصدق ترجمان کے ذریعے ڈراتے اور خبردار کرتے رہو تا کہ یہ راہ حق وصواب کی طرف لوٹ کر اپنے اس برے انجام سے بچ سکیں جس کی راہ پر یہ گامزن ہیں۔ اس اِنذار سے خود انہی کا بھلا مقصود ہے۔ پس اس کی تعلیماتِ مقدسہ کو اپنانے میں خود انہی لوگوں کا بھلا اور فائدہ ہے۔ اور اس سے اِعراض ورو گردانی میں خود انہی کا خسارہ ونقصان۔ اور ایسا ہولناک خسارہ ونقصان کہ ان کیلئے دارین کی ہلاکت وتباہی کا پیش خیمہ ہے۔ جبکہ دوسری طرف یہ کتاب حکیم ان متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے دارین کی سعادت وسرخروئی سے سرفرازی کی عظیم الشان خوشخبری ہے جو صدق دل سے اس پر ایمان لا کر ان کی تعلیماتِ مقدسہ کو حرزِ جان بناتے ہیں۔

| |
|---|
| وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۞ . |
| اور ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتا ہے، |
| یا ان کی کوئی بھنک سنتا ہے؟ |

## کافراقوام کی سابقہ کافراقوام کی طرح ہلاکت کا بیان

"وَكَمْ" أَيْ كَثِيرًا "أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْن" أَيْ أُمَّة مِنَ الْأُمَم الْمَاضِيَة بِتَكْذِيبِهِمْ الرُّسُل "هَلْ تُحِسّ" تَجِد "مِنْهُمْ مِنْ أَحَد أَوْ تَسْمَع لَهُمْ رِكْزًا" صَوْتًا خَفِيًّا ؟ لَا فَكَمَا أَهْلَكْنَا أُولَئِكَ نُهْلِك هَؤُلَاءِ

اور ہم نے ان سے پہلے کتنے یعنی کثیر زمانے کے لوگوں کو ہلاک کر دیا، یعنی سابقہ قوموں میں سے کثیر اقوام کو ہلاک کیا ہے۔ کیا آپ ان میں سے کسی ایک کو محسوس کرتے ہے، یا ان کی کوئی بھنک سنتے ہے؟ یعنی کوئی آہستہ سے آواز بھی سنتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ لہٰذا جس طرح ہم نے ان کا ہلاک کر دیا ہے بالکل اسی طرح ان کافروں کو بھی ہلاک کر دیں گے۔

کتنی ہی بدبخت قومیں اپنے جرائم کی پاداش میں ہلاک کی جا چکیں۔ جن کا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ آج ان کے پاؤں کی آہٹ یا ان کی لن ترانیوں کی ذرا سی بھنک بھی سنائی نہیں دیتی۔ پس جو لوگ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برسر مقابلہ ہو کر آیات اللہ کا انکار واستہزاء کر رہے ہیں، وہ بے فکر نہ ہوں۔ ممکن ہے ان کو بھی کوئی ایسا ہی تباہ کن عذاب آ گھیرے جو چشم زدن میں تہس نہس کر ڈالے۔

## کفار کی ہلاکت کے بعد بدر کے کنوئیں میں ڈال دینے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، قریش کی ایک جماعت اپنی مجلسوں میں بیٹھی ہوتی تھی کہ ان میں سے کسی نے کہا کہ کیا تم اس ریاکار کو نہیں دیکھتے؟ تم

سے کوئی ہے جو فلاں قبیلہ کے ذبح کئے ہوئے اونٹ کے مقام پر جائے اور اس کا گوبر خون اور بچہ دان لے آئے پھر انتظار کرے کہ جب یہ شخص سجدہ میں جائے تو اسے اس کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دے، چنانچہ ان کا بڑا بدبخت عقبہ اٹھا اور جا کر لے آیا جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے، تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھ دیا، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں رہ گئے، تو وہ ہنسنے لگے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک دوسرے پر مارے ہنسی کے گرنے لگا، اتنے میں ایک جانے والا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اس وقت آپ بچی تھیں، وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے، یہاں تک کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے ہٹا دیا اور قریش کے سامنے انہیں برا بھلا کہتی ہوئی آئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پوری کر چکے تو فرمایا کہ اے اللہ! قریش کو ہلاک فرما ہر ایک کے نام لینا شروع کئے کہ اے اللہ! عمرو بن ہشام کو، عتبہ بن ربیعہ کو اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو اور امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو ہلاک فرما، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں کو بدر کے دن زمین میں گرا ہوا دیکھا اس کے بعد وہ گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں ڈال دیئے گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ اس کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 501)

## سورہ مریم کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ مریم کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ طٰهٰ

یہ قرآن مجید کی سورت طٰہٰ ہے

## سورت طٰہٰ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ طٰہٰ ( مَکِّیَّۃٌ اِلَّا آیَتَیْ 120 و 121 فَمَدَنِیَّتَانِ وَآیَاتُھَا 135 اَوْ اَرْبَعُوْنَ اَوْ اثْنَتَانِ نَزَلَتْ بَعْدَ مَرْیَمَ )

سورہ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیات ہیں جبکہ ۱۲۱،۱۲۰ مدنی ہیں۔ اور آٹھ رکوع ہیں۔ اس سورت کا دوسرا نام سورہ کلیم بھی ہے اور ایک ہزار چھ سو اکتالیس کلمات اور پانچ ہزار دو سو بیالیس حروف ہیں۔

## سورہ طٰہٰ کے شان نزول کا بیان

طٰہٰ، اس لفظ کی تفسیر میں علماء تفسیر کے اقوال بہت ہیں۔ حضرت ابن عباس سے اس کے معنی یا رجل اور ابن عمر سے یا حبیبی منقول ہیں، بعض روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ طٰہٰ اور یٰسین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء گرامی میں سے ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ایک پاؤں زمین پر ٹکاتے اور دوسرا اٹھا لیتے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یعنی طٰہٰ یعنی زمین پر دونوں پاؤں ٹکا دیا کر۔ ہم نے یہ قرآن تجھ پر اس لئے نہیں اتارا کہ تجھے مشقت وتکلیف میں ڈال دیں۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن پر عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ نے شروع کر دیا تو مشرکین کہنے لگے کہ یہ لوگ تو اچھی خاصی مشکل میں پڑ گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ پاک قرآن تمہیں مشقت میں ڈالنے کو نہیں اترا بلکہ یہ نیکوں کے لئے عبرت ہے یہ الہامی علم ہے جسے یہ ملا اسے بہت بڑی دولت مل گئی۔

چنانچہ بخاری مسلم میں ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کا ارادہ بھلائی کا ہو جاتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے حافظ ابو القاسم طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرفوع صحیح حدیث لائے ہیں کہ قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلے فرمانے کے لئے اپنی کرسی پر اجلاس فرمائے گا تو علماء سے فرمائے گا کہ میں نے اپنا علم اور اپنی حکمت تمہیں اسی لئے عطا فرمائی تھی کہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دوں اور کچھ پرواہ نہ کروں کہ تم نے کیا کیا ہے؟ پہلے لوگ اللہ کی عبادت کے وقت اپنے آپ کو رسیوں میں لٹکا لیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے یہ مشقت اپنے اس کلام پاک کے ذریعے آسان کر دی۔

## سورہ طٰہٰ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے سورت طٰہٰ اور سورت یٰسٓ پڑھی جب فرشتوں نے قرآن (یعنی ان دونوں سورتوں کا پڑھنا) سنا تو کہنے لگے کہ خوش بختی ہو اس امت کے لئے جس پر یہ قرآن (یعنی دونوں سورتیں) اتاری جائیں گی خوش بختی ہو ان دلوں کے لئے جو انہیں قبول کریں گے (یعنی ان کو یاد کریں گے اور ان کی محافظت کریں گے) اور خوش بختی ہو ان زبانوں کے لئے جو انہیں پڑھیں گی۔

(سنن دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 659)

اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کو پڑھا کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سورتوں کو فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا اور ان کے سامنے ان سورتوں کی تلاوت کا ثواب بھی بیان کیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو یہ سورتیں سکھائیں اور سمجھائیں نیز مذکورہ سورتوں کے معانی و مطالب ان کو الہام کئے۔ علامہ ابن حجر کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ باقی تمام فرشتوں کے سامنے ان سورتوں اور ان کی فضیلت و عظمت جانیں۔ فلما سمعت الملائکہ القرآن میں قرآن سے مراد قرات ہے یعنی ان فرشتوں نے ان سورتوں کا پڑھنا سنایا کہ قرآن سے مراد بھی سورت طٰہٰ اور سورت یٰسٓ ہیں کیونکہ جس طرح کلام اللہ کے پورے مجموعہ کا نام قرآن ہے اسی طرح اس کے کسی جزء و حصہ کو بھی قرآن ہی کہا جاتا ہے لہٰذا قرآن جز اور کل دونوں کا نام ہے۔

طٰـہٰ ۝

"طٰه" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذٰلِكَ

لفظ طٰہٰ کی مراد کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

| |
|---|
| مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ |
| ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ مگر اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو ڈرتا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ کی طرف سے عطا کردہ شفقت کا بیان

"مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآن" يَا مُحَمَّد "لِتَشْقَى" لِتَتْعَب بِمَا فَعَلْت بَعْد نُزُوله مِنْ طُول قِيَامك بِصَلَاةِ اللَّيْل أَيْ خَفِّفْ عَنْ نَفْسك "إِلَّا" لَكِنْ أَنْزَلْنَاهُ "تَذْكِرَة" بِهِ "لِمَنْ يَخْشَى" يَخَاف اللَّه

یا محمد ﷺ ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ مشقت میں پڑ جائیں۔ یعنی وہ تعب ہے جو آپ نے نزول قرآن کے بعد نماز تہجد میں طویل قیام فرمایا ہے۔ لہٰذا اپنے لئے کچھ آسانی اختیار کرلیں۔ مگر اسے اس شخص کے لئے نصیحت بنا کر اتارا ہے جو ڈرتا ہے۔ یعنی جو اللہ کا خوف رکھتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لتشقی ۔لام تعلیل کے لئے ہے تشقی مضارع واحد مذکر حاضر شقاوۃ مصدر۔(باب سمع) شقاوت۔سعادت کی ضد ہے۔اس کے معنی ہیں تکلیف میں پڑنا۔جیسے فلا یضل ولا یشقی ،نہ وہ بھٹکے گا۔اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا۔یا کمبختی جیسے ربنا غلبت علینا شقوتنا،اے ہمارے رب ہم پر ہماری کم بختی نے زور کیا۔

لتشــقــی ۔کہ تو مشقت میں پڑے۔کہ تو تکلیف وتعب اٹھائے۔اس تکلیف اور تعب کی دو صورتیں ہیں۔ایک تو آپ کا کافروں کے ردو انکار پر حزن وملال۔دوم۔راتوں کو آپ کا قرات قرآن میں طویل قیام یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہو جاتے پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا:۔کہ کفار کے راہ حق کو تسلیم نہ کرنے پر اس قدر کبیدہ خاطر نہ ہوں کہ زندگی دوبھر ہو جائے آپ کا کام تذکیر وہ تبلیغ ہے اور جگہ ارشاد ربانی ہے۔فلعلك باخع نفسك علی اثارهم ان لم یومنوا بهذا الحدیث اسفا ،شاید آپ ان کے اعراض کے پیچھے غم سے اپنی جان دے دیں گے۔

دوسری صورت میں یہ کہ۔اپنے آپ پر اتنی سختی کی ضرورت نہیں بلکہ آسانی سے جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے۔جیسے ارشاد ہے فاقرء وا ما تیسر من القران ،آپ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکیں پڑھ لیا کرو۔

## سورہ طٰہٰ آیت ۱،۲ کے شان نزول کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ ابو جہل اور نضر بن حارث نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ تو ہمارے دین کو چھوڑ کر مشقت میں پڑ گیا اور انہوں نے یہ اس وجہ سے کہا کہ انہوں نے کو لمبی عبادت اور محنت کرتے ہوئے دیکھا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو آپ اپنے صحابہ کو لے کر نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو کفار قریش نے کہا اللہ نے یہ قرآن محمد پر صرف اس لیے اتارا ہے کہ یہ مشقت میں پڑ جائیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔(طٰہٰ۔ (مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ،اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم پر قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

(نیسابوری 255،سیوطی 181،طبری 16۔(103)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر جب شروع میں وحی نازل ہوئی تو اس وقت آپ جب نماز پڑھتے تو پاؤں کے بل کھڑے ہوتے تو اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ربیع بن انس سے روایت ہے کہ صحابہ کرام فرماتے تھے کہ نبی کریم ﷺ اپنے دو قدموں پر باری باری آرام لیتے تا کہ ہر پیر پر کھڑے ہو سکیں یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا یہ شخص اپنے رب کی وجہ سے مشقت میں پڑ گیا تو اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں (مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی)۔(زاد المسیر 5۔269)

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت میں بہت جہد فرماتے تھے اور تمام شب قیام میں گزارتے یہاں تک کہ قدم مبارک ورم کر آتے۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر بحکم الٰہی عرض کیا کہ اپنے نفسِ پاک کو کچھ راحت دیجئے

اس کا بھی حق ہے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے کفراور ان کے ایمان سے محروم رہنے پر بہت زیادہ متاسّف ومتحسّر رہتے تھے اور خاطرِ مبارک پر اس سبب سے رنج وملال رہا کرتا تھا اس آیت میں فرمایا گیا کہ آپ رنج وملال کی کوفت نہ اٹھائیں قرآن پاک آپ کی مشقت کے لئے نازل نہیں کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَالسَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ؕ |
| اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔ |

## زمین وآسمان کے خالق کی طرف سے قرآن مجید کے نازل ہونے کا بیان

"تَنۡزِیۡلًا" بَدَل مِنَ اللَّفۡظ بِفِعۡلِهِ النَّاصِب لَهُ "مِمَّنۡ خَلَقَ الۡأَرۡض وَالسَّمَوَات الۡعُلَى" جَمۡع عُلۡيَا كَكُبۡرَى وَكُبَر

اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔لفظ تنزیلا یہ فعل ناصب کے سبب منصوب اورانزلناہ کے یہ عوض آیا ہے۔جس نے زمین کو اور اونچے آسمانوں کو پیدا کیا۔لفظ علی یہ علیا کی جمع اور جس طرح کبریٰ یہ کبر کی جمع ہے۔

اس کتاب حکیم کی عظمتِ شان کا ایک منفرد اور امتیازی پہلو ہے۔اس لیے اس کے بارے میں "نازل" یا "منزّل" وغیرہ جیسے کسی اسمِ مشتق کی بجائے "تنزیل" کا صیغہ استعمال فرمایا گیا ہے۔جو کہ مصدر ہے۔سو یہ کتاب حکیم سراسر نازل شدہ اور خالص اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔سبحانہ وتعالیٰ۔سو اس سے ایک طرف تو یہ اہم حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جس نے اس کلام حکیم کو صدق دل سے اپنا لیا اور اپنی زندگی کی زمام پوری طرح اس کے حوالے کر دی وہ کتنا اونچا اور کس قدر خوش نصیب انسان ہے جبکہ دوسری طرف اس سے یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جو اس سے منہ موڑے گا وہ کتنا بدنصیب اور کس قدر محروم انسان ہے۔

اس میں کسی بھی مخلوق کا کوئی حصہ یا عمل دخل نہیں۔یہ قرآن حکیم کی عظمتِ شان کا ایک خاص پہلو ہے کہ یہ آسمانوں اور زمین کی اس عظیم الشان کائنات کے خالق ومالک کا اتارا ہوا کلام ہے۔سو جب اس کلام حکیم کو اتارنے والی ذات اقدس واعلیٰ اس قدر عظمتوں والی ہے تو اس کا نازل فرمودہ یہ کلام مجید بھی بے مثال اور نہایت عظیم الشان کلام ہے۔

| |
|---|
| اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی ۝ |
| وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے |
| اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔ |

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق کے خالق ہونے کا بیان

هُوَ "الرَّحۡمَن عَلَى الۡعَرۡش" وَهُوَ فِي اللُّغَة سَرِير الۡمُلۡك "اسۡتَوَى" اسۡتِوَاء يَلِيق بِهِ، "لَهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الۡأَرۡض وَمَا بَيۡنهمَا" مِنَ الۡمَخۡلُوقَات "وَمَا تَحۡت الثَّرَى" هُوَ التُّرَاب النَّدِيّ

وَالْمُرَاد الْأَرَضُونَ السَّبع لِأَنَّهَا تَحْتَه،

وہ بے حد رحم والا عرش پر بلند ہوا۔اور وہ لغت میں بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں۔اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور جو ان دونوں کے درمیان مخلوقات ہیں اور جو گیلی مٹی کے نیچے ہے۔وہ ترمٹی ہے۔مراد اس سے ساتوں زمینیں ہیں۔کیونکہ وہی تحت ثریٰ ہے۔

زمین وآسمان کے درمیان بھی اللہ کی بے شمار مخلوق موجود ہے۔مثلا ہوا، بادل، اڑنے والے پرندے اور ہوائی جہاز، ایتھر، آسمان سے زمین کی طرف اترنے والے فرشتے اور زمین سے آسمان کی طرف پرواز کرنے والے فرشتے، بدروحیں، فضا میں بروقت گردش کرنے والے سیارے، ٹوٹنے والے ستارے یہ چیزیں تو وہ ہیں جن کا ہمیں کسی نہ کسی طرح علم ہے۔اور جو انسان کے علم میں نہیں آئیں ان کی تعداد اور ان کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔اللہ کی مخلوق کہاں کہاں ہے؟ ثریٰ کے لغوی معنی صرف گیلی مٹی ہے جو زمین کی تہوں میں ہے۔اور یہ لفظ عموماً ثریا (کہکشاں) کے مقابلہ میں آتا ہے۔ثریا سے مراد انتہائی بلندی اور ثریٰ سے مراد انتہائی پستی یا گہرائی لی جاتی ہے۔گویا چار چیزیں یہاں مذکور ہوئی۔ایک آسمان اور ان میں رہنے والی مخلوق، دوسرے زمین اور اس پر رہنے والی مخلوق تیسرے آسمانوں اور زمین کے درمیان کی مخلوق اور چوتھے زمین کا اندرونی حصہ اور وہاں کی موجود مخلوق۔ہر طرح کی مخلوق کا خالق و مالک اللہ ہی ہے اور وہ سب اسی کے قبضہ قدرت واختیار میں ہیں۔

| |
|---|
| وَ اِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَ اَخْفٰى۝ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۝ |
| اور اگر تو اونچی آواز سے بات کرے تو وہ تو پوشیدہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔ |
| اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔ |

## خفیہ و پوشیدہ آواز میں دعائیں مانگنے کا بیان

"وَإِنْ تَجْهَر بِالْقَوْلِ" فِي ذِكْر أَوْ دُعَاء فَاللّٰه غَنِيّ عَنْ الْجَهر بِهِ "فَإِنَّهُ يَعْلَم السِّرّ وَأَخْفَى" مِنْهُ: أَيْ مَا حَدَّثَت بِهِ النَّفس وَمَا خَطَرَ وَلَمْ تُحَدِّث بِهِ فَلَا تُجْهِد نَفْسك بِالْجَهْرِ،

"اللّٰه لَا إِلَه إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى" التِّسْعَة وَالتِّسْعُونَ الْوَارِد بِهَا الْحَدِيث وَالْحُسْنَى مُؤَنَّث الْأَحْسَن

اور اگر آپ اونچی آواز سے بات یعنی ذکر یا دعا کریں۔وہ تو پوشیدہ اور اس سے بھی پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔لہٰذا وہ جہر سے بے نیاز ہے۔اور وہ ہر پوشیدہ بات جو دل میں خیال بھی گزرے تو اس کو بھی جانتا ہے۔پس اونچی آواز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، سب سے اچھے نام اسی کے ہیں۔اور وہ ۹۹ نام ہیں جو حدیث میں بیان ہوئے ہیں اور لفظ حسنیٰ یہ احسن کی مؤنث ہے۔

سر یعنی بھید وہ ہے جس کو آدمی رکھتا اور چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ پوشیدہ وہ ہے جس کو انسان کرنے والا ہے مگر ابھی جانتا بھی نہیں نہ اس سے اس کا ارادہ متعلق ہوا، نہ اس تک خیال پہنچا۔ ایک قول یہ ہے کہ بھید سے مراد وہ ہے جس کو انسانوں سے چھپاتا ہے اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی چیز وسوسہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ بھید بندہ کا وہ ہے جسے بندہ خود جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس سے زیادہ پوشیدہ ربانی اسرار ہیں جن کو اللہ جانتا ہے بندہ نہیں جانتا۔ آیت میں تنبیہ ہے کہ آدمی کو قبائحِ افعال سے پرہیز کرنا چاہیئے وہ ظاہرہ ہوں یا باطنہ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں اور اس میں نیک اعمال پر ترغیب بھی ہے کہ طاعت ظاہر ہو یا باطن اللہ سے چھپی نہیں وہ جزا عطا فرمائے گا۔ تفسیرِ بیضاوی میں قول سے ذکرِ الٰہی اور دعا مراد لی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ ذکر و دعا میں جہر اللہ تعالیٰ کو سنانے کے لئے نہیں ہے بلکہ ذکر کو نفس میں راسخ کرنے اور نفس کو غیر کے ساتھ مشغولی سے روکنے اور باز رکھنے کے لئے ہے۔

## اسمائے حسنیٰ کو یاد کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جس شخص نے ان ناموں کو یاد کیا وہ ابتدا ہی میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 808)

اس حدیث میں جو کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں تو اس سے حصر اور تحدید مراد نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بس اتنے ہی نام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بہت نام ہیں چنانچہ آگے صفحات میں ننانوے اسماء مبارک کے بعد کچھ اور نام بھی ذکر کئے جائیں گے انشاء اللہ بلکہ یہاں ننانوے کا عدد ذکر کرنے سے مراد اور مقصود یہ ہے کہ حدیث میں اسماء باری تعالیٰ کی جو خاصیت بیان کی گئی ہے کہ جو شخص انہیں یاد کرے وہ جنت میں داخل ہوگا، وہ انہیں ننانوے ناموں کے ساتھ مخصوص ہے۔ لفظ احصاھا کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بخاری وغیرہ نے اس کے معنی وہی لکھے ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہیں۔ یعنی ان ناموں کو یاد کیا اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں احصاھا کی بجائے حفظھا ہی منقول ہے بعض علماء لکھتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ان کو پڑھا یا ایمان لایا۔ یا ان کے معانی جانے اور ان کے معانی پر عمل کیا۔ ھو وتر یحب الوتر۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق اعمال واذکار کو پسند کرتا ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اعمال میں اس عمل کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد اخلاص پر ہو جو محض اللہ تعالیٰ ہی کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔

| |
|---|
| وَهَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ |
| نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ |
| اور کیا آپ کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر آ چکی ہے۔ جب موسیٰ (علیہ السلام) نے ایک آگ دیکھی |

| |
|---|
| تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم یہاں ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے۔ شاید میں اس میں سے |
| کوئی چنگاری تمہارے لئے لے آؤں یا میں اس آگ پر رہنمائی پالوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ لینے کیلئے جانے کا بیان

"وَهَلْ" قَدْ "أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى"، "إِذْ رَأَى نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ" لِامْرَأَتِهِ "امْكُثُوا" هُنَا وَذَلِكَ فِي مَسِيرِهِ مِنْ مَدْيَنَ طَالِبًا مِصْرَ "إِنِّي آنَسْتُ" أَبْصَرْتُ "نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِقَبَسٍ" بِشُعْلَةٍ فِي رَأْسِ فَتِيلَةٍ أَوْ عُودٍ وَقَالَ لَعَلَّ لِعَدَمِ الْجَزْمِ بِوَفَاءِ الْوَعْدِ. "أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى" أَيْ هَادِيًا يَدُلُّنِي عَلَى الطَّرِيقِ وَكَانَ أَخْطَأَهَا لِظُلْمَةِ اللَّيْلِ.

اور کیا یعنی یقیناً آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر آچکی ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے مدین سے واپس مصر آتے ہوئے ایک آگ دیکھی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: تم یہاں ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے (یا میں نے ایک آگ میں انس ومحبت کا شعلہ پایا ہے) شاید میں اس میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے بھی لے آؤں یا میں اس آگ پر سے وہ رہنمائی پالوں۔ یہاں پر لعل کا لفظ عدم عہد کے اعتماد کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ جس کی تلاش میں سرگرداں ہوں۔ یعنی ایسے راستے کی رہنمائی ہوجائے جورات کی تاریکی کے سبب بھول گئے ہیں۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے مصر کی طرف سفر کا بیان

اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ جو یہاں مذکور ہے اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جب وہ مدین پہنچ کر حضرت شعیب علیہ السلام کے مکان پر اس معاہدہ کے ساتھ مقیم ہوگئے کہ آٹھ یا دس سال تک ان کی خدمت کریں گے اور انہوں نے تفسیر بحر محیط وغیرہ کی روایت کے مطابق دس سال پورے کر لئے تو شعیب علیہ السلام سے رخصت چاہی کہ میں اب اپنی والدہ اور بہن سے ملنے کے لئے مصر جاتا ہوں اور جس خطرہ کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے عرصہ دراز گزر جانے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو مع اہلیہ یعنی اپنی صاحبزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت فرمادیا راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا اس لئے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔ موسم سردی کا تھا اور اہلیہ محترمہ حاملہ قریب الولادت تھیں کہ صبح شام میں ولادت کا احتمال تھا۔ غیر معروف راستہ اور جنگل میں راستہ سے ہٹ کر طور پہاڑ کی مغربی اور داہنی سمت میں جانکلے، رات اندھیری سردی برفانی تھی اسی حال میں اہلیہ کو دردزہ شروع ہوگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے حفاظت کے لئے آگ جلانا چاہا۔ اس زمانے میں دیا سلائی (ماچس) کے بجائے چقماق پتھر استعمال کیا جاتا تھا جس کو مارنے سے آگ پیدا ہوجاتی تھی اس کو استعمال کیا مگر اس سے آگ نہ نکلی۔ اسی حیرانی وپریشانی کے عالم میں کوہ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا تو گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے وہاں جاتا ہوں تا کہ تمہارے لئے آگ لاؤں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ

30

جاننے والامل جائے تو راستہ بھی معلوم کرلوں۔ گھر والوں میں اہلیہ محترمہ کا ہونا تو متعین ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خادم بھی ساتھ تھا۔ وہ بھی اس خطاب میں داخل ہے بعض روایات میں ہے کہ کچھ لوگ رفیق سفر بھی ساتھ تھے مگر راستہ بھولنے میں یہ ان سے جدا ہو گئے تھے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَتٰـهَا نُوْدِيَ يٰـمُوْسٰيo اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًىo |
| توجب وہ اس کے پاس آیا تو اسے آواز دی گئی اے موسیٰ! بیشک میں ہی تمہارا رب ہوں سو تم اپنے جوتے اتار دو، |
| بیشک تم طوٰی کی مقدس وادی میں ہو۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وادی مبارکہ میں نعلین اتارنے کا بیان

"فَلَمَّا أَتَاهَا " وَهِيَ شَجَرَة عَوْسَج، نُودِيَ يَا مُوسَى، "إِنِّي" بِكَسْرِ الْهَمْزَة بِتَأْوِيلِ نُودِيَ بِقِيلَ وَبِفَتْحِهَا بِتَقْدِيرِ الْبَاء "أَنَا" تَأْكِيد لِيَاءِ الْمُتَكَلِّم "رَبّك فَاخْلَعْ نَعْلَيْك إِنَّك بِالْوَادِي الْمُقَدَّس " الْمُطَهَّر أَوْ الْمُبَارَك "طُوًى" بَدَل أَوْ عَطْف بَيَان بِالتَّنْوِينِ وَتَرْكه مَصْرُوف بِاعْتِبَارِ الْمَكَان وَغَيْر مَصْرُوف لِلتَّأْنِيثِ بِاعْتِبَارِ الْبُقْعَة مَعَ الْعِلْمِيَّة،

توجب وہ اس یعنی جھڑبیری کے درخت کے پاس آئے۔ تو اسے آواز دی گئی اے موسیٰ! بیشک میں ہی تمہارا رب ہوں، یہاں پر انی کا ہمزہ کسرہ کے ساتھ جب نودی کی تاویل قیل سے کی جائے اور باء کے مقدر ہونے کی صورت میں فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور یہاں أنا یہ بائے متکلم کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا تم اپنے جوتے اتار دو، بیشک تم طوٰی کی مقدس وادی میں ہو۔ یعنی وہ وادی مطہر ومبارک ہے۔ اور طوی یہ بدل یا عطف بیان تنوین کے ساتھ ہے۔ اور جب مکان کے معنی میں ہو تو منصرف اور جب تانیث مع علمیت ہو غیر منصرف ہوگا۔

## آگ کی حرکت کرنے کے عجیب منظر کا بیان

جو آگ دور سے دیکھی جب اس کے پاس پہنچے۔ مسند احمد وغیرہ میں وہب بن منبہ کی روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس آگ کی طرف چلے اور اس کے قریب پہنچے تو ایک عجیب حیرت انگیز منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت کے اوپر شعلے مار رہی ہے مگر حیرت یہ ہے کہ اس درخت کی کوئی شاخ یا پتہ جلتا نہیں بلکہ آگ نے درخت کے حسن اور تروتازگی اور رونق میں اور زیادتی کر دی ہے۔ یہ حیرت انگیز منظر کچھ دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید کوئی چنگاری آگ کی زمین پر گرے تو یہ اٹھالیں۔ جب دیر تک ایسا نہ ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے گھاس وغیرہ کے کچھ تنکے جمع کر کے اس آگ کے قریب کیا کہ ان میں آگ لگ جائے گی تو ان کا کام ہو جائے گا مگر جب گھاس پھونس آگ کے قریب کئے تو آگ پیچھے ہٹ گئی، اور بعض روایات میں ہے کہ آگ ان کی طرف بڑھی یہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے، بہر حال آگ حاصل کرنے کا مطلب پورا نہ ہوا۔ یہ عجیب و

غریب آگ سے حیرت کے عالم میں تھے کہ ایک غیبی آواز آئی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

## آگ سے رب ہونے کی آواز کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آ رہی تھی اس کی کوئی جہت متعین نہیں تھی اور سننا بھی ایک عجیب انداز سے ہوا کہ صرف کانوں سے نہیں بلکہ تمام اعضاء بدن سے سنا گیا جو ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو آپ آگ سمجھ رہے ہیں۔

وہ آگ نہیں اللہ تعالیٰ کی ایک تجلّی ہے اور اس میں فرمایا کہ میں ہی آپ کا رب ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس آواز کے متعلق یہ یقین کس طرح ہوا کہ حق تعالیٰ ہی کی آواز ہے؟ اس کا اصل جواب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کے قلب کو اس پر مطمئن کر دیا کہ وہ یقین کر لیں کہ یہ آواز حق تعالیٰ ہی کی ہے دوسرے اس آگ کے حیرت انگیز حالات کہ درخت کو جلانے کے بجائے اس کی تازگی اور حسن بڑھا رہی ہے اور آواز بھی عام لوگوں کی آواز کی طرح نہیں کہ ایک سمت سے آئے بلکہ ہر طرف سے یہ آواز یکساں سنی گء، دوسرے صرف کانوں نے نہیں بلکہ ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء جو سننے کیلئے وضع نہیں ہوئے سب اس کی سماعت میں شریک تھے اس سے بھی سمجھا گیا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى○اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ |
| وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ○ |
| اور میں نے تمہیں چن لیا ہے پس تم پوری توجہ سے سنو جو تمہیں وحی کی جا رہی ہے۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا |
| کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آنے کا بیان

"وَأَنَا اخْتَرْتُكَ" مِنْ قَوْمك "فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَى" إلَيْك مِنِّي "إنَّنِي أَنَا اللَّه لَا إلَه إلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمْ الصَّلَاة لِذِكْرِي" لِذِكْرِي فِيهَا،

اور میں نے تمہیں تمہاری قوم سے چن لیا ہے پس تم پوری توجہ سے سنو جو تمہیں میری جانب سے وحی کی جا رہی ہے۔ بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں سو تم میری عبادت کیا کرو اور میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو۔ جس میں میری یاد ہو۔

## سورہ طٰہٰ آیت ۱۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے مدینہ لوٹ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں چلتے ہوئے نیند آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کونے میں اونٹ بٹھائے اور سو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال رضی اللہ عنہ آج رات ہمارے لئے ہوشیار رہنا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور اپنے

کجاوے سے ٹیک لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ پھر ان کی آنکھوں میں نیند غالب آ گئی اور پھر ان میں سے کوئی بھی نہ جاگ سکا اور سب سے پہلے جاگنے والے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال یہ کیا ہوا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان میری روح کو بھی اسی (نیند) نے پکڑ لیا تھا جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح کو پکڑا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو اونٹوں کو لے کر چلو پھر تھوڑا آگے جا کر اونٹ دوبارہ بٹھائے اور وضو کر کے اسی طرح نماز پڑھی جیسے اس (نماز) کے وقت میں ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (20۔طٰہٰ:14) اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1108)

## اللہ کے کلام کو سننے کے آداب کا بیان

حضرت وہب بن منبہ سے منقول ہے کہ قرآن سننے کے ادب میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے تمام اعضاء کو فضول حرکت سے روکے کہ کسی دوسرے شغل میں کوئی عضو بھی نہ لگے اور نظر نیچی رکھے اور کلام سمجھنے کی طرف دھیان لگائے اور جو شخص اس ادب کے ساتھ کوئی کلام سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے سمجھنے کی بھی توفیق دے دیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

قرآن مجید کیا ہے؟ یہ وہ سب سے مقدس اور سب سے عظیم کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کاروان انسانیت کے سب سے آخری اور سب سے عظیم راہنما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جو ظلم و جہل کی تاریکیوں میں منارہ نور، کفر و شرک کے تابوت کی آخری کیل اور پوری انسانی برادری کے لئے اللہ کی طرف سے اتارا ہوا سب سے آخری اور سب سے جامع قانون ہے۔ اور جسے حبل متین کہا گیا ہے۔ قرآن مجید کی عظمت و بزرگی اور اس کی فضیلت و رفعت کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ وہ خداوند عالم، مالک ارض و سماء اور خلق لوح و قلم کا کلام ہے تمام عیوب اور تمام نقائص سے بری اور پاک ہے فصاحت و بلاغت کا وہ آخری نقطہ عروج کہ بڑے بڑے عرب فصیح و بلیغ اس کے سامنے طفل مکتب علوم و معارف اور فکر و دانش کا وہ کوہ ہمالہ کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکر، فلسفی، دانشور اور ارباب فکر و نظر اس سے سر ٹکرائیں۔ قرآن مجید کی تلاوت اور پڑھنے پڑھانے کا ثواب محتاج بیان نہیں تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ کوئی ذکر، تلاوت کلام مجید سے زیادہ ثواب نہیں رکھتا، خصوصا نماز میں اس کی قرات کا ثواب اور اس کی فضیلت اتنی ہے کہ وہ دائرہ تحریر سے باہر ہے، قرآن کریم کی تلاوت کے وقت اس کے ہر حرف کے عوض دس نیکیاں اور نماز میں اس کی قرات کے وقت اس کے ہر حرف کے عوض پچیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ قرآن کا پڑھنا بندہ کو اللہ کا قرب بخشتا ہے، قلب کو عرفان الٰہی اور ذکر اللہ کے نور سے روشن کرتا ہے اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرے گا۔

## اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سبب مقام قرب کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق واخلاص

کے مطابق سات سوگنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔

جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم وکریم ہے اس کی رحمت کتنی وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کتنا مہربان ہے اس کی شان عفو کس قدر بے پایاں ہے اور اس کا فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر بندہ اللہ کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ اور رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ، التفات اور رحمت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ○ |
| بیشک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے جس کے لئے وہ کوشاں ہے۔ |

## قرب قیامت کی علامات کو ظاہر کرنے کا بیان

"إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا " عَنْ النَّاس وَيَظْهَر لَهُمْ قُرْبهَا بِعَلَامَاتِهَا "لِتُجْزَى" فِيهَا "كُلّ نَفْس بِمَا تَسْعَى" بِهِ مِنْ خَيْر أَوْ شَرّ

بیشک قیامت کی گھڑی آنے والی ہے، میں اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں۔ ہاں البتہ میں ان پر قرب قیامت کی علامات کو ظاہر کر دوں گا۔ تاکہ ہر جان کو اس عمل کا بدلہ دیا جائے جس کے لئے وہ کوشاں ہے۔ یعنی جو بھی اچھے برے اعمال ہیں۔

## وقت کی رفتار کا تیز ہونا علامت قیامت ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک کہ زمانہ قریب نہ ہو جائے گا سال مہینہ کے برابر، مہینہ ہفتہ کے برابر ہو جائے گا اور ایک گھنٹہ اتنا مختصر ہو جائے گا جیسے آگ کا شعلہ سلگ جاتا ہے (یعنی جھٹ سے جل کر بجھ جاتا ہے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 13)

مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں دنوں اور ساعتوں میں برکت کم ہو جائے گی، وقت اس قدر جلد اور تیزی کے ساتھ گزرتا معلوم ہوگا کہ اس کا فائدہ مند اور کارآمد ہونا معدوم ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ اس زمانہ میں لوگ تفکرات اور پریشانیوں میں گھرے رہنے

اور اپنے دل و دماغ پر بڑے بڑے فتنوں کے نازل ہونے مصائب وآفات اور طرح طرح کی مشغولیوں کا شدید تر دباؤ رکھنے کی وجہ سے وقت کے گذرنے کا ادراک واحساس تک نہیں کر پائیں گے اور انہیں یہ جاننا مشکل ہو جائے گا کہ کب دن گذر گیا اور کب رات ختم ہو گئی خطابی نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ اور وقت کی جس تیز رفتاری کا ذکر فرمایا ہے اس کا ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔

| |
|---|
| فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ فَتَرْدٰى ○ |
| پس تجھے اس سے وہ شخص کہیں روک نہ دے جو اس پر یقین نہیں رکھتا اور اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تو ہلاک ہو جائے گا۔ |

## قیامت کے آنے پر یقین رکھنے کا بیان

"فَلَا يَصُدَّنَّكَ" يَصْرِفَنَّكَ "عَنْهَا" أَيْ عَنِ الْإِيمَانِ بِهَا "مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ" فِي إِنْكَارِهَا "فَتَرْدَى" أَيْ فَتَهْلِكَ إِنْ صَدَدْتَ عَنْهَا

پس تجھے اس سے وہ شخص کہیں روک نہ دے جو اس پر یقین یعنی ایمان نہیں رکھتا اور اس کے انکار میں اپنی خواہش کے پیچھے لگا ہوا ہے، پس تو ہلاک ہو جائے گا۔ یعنی اگر آپ اس پر یقین نہ لائے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرکے تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہیے کہ آپ کافروں اور بے ایمانوں کے کہنے سے قیامت کے معاملے میں غفلت برتنے لگیں اور وہ آپ کی ہلاکت کا سبب بن جائے، ظاہر ہے کہ کسی نبی ورسول سے جو معصوم ہے یہ غفلت نہیں ہو سکتی اس کے باوجود ایسا خطاب کرنا دراصل ان کی امت اور عام مخلوق کو سنانا ہے کہ جب اللہ کے پیغمبروں کو بھی ایسی تاکید کی جاتی ہے تو ہمیں اس کا کتنا اہتمام کرنا چاہیے۔

| |
|---|
| وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○ قَالَ هِيَ عَصَايَ ج اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا |
| عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ○ |
| اور اے موسیٰ! یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں |
| اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے لئے کئی اور فائدے بھی ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام سے عصا سے متعلق پوچھنے کا بیان

"وَمَا تِلْكَ" كَائِنَةً اِلاسْتِفْهَامُ لِلتَّقْرِيرِ لِيُرَتِّبَ عَلَيْهِ الْمُعْجِزَةَ فِيهَا، بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى، "قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ" أَعْتَمِدُ "عَلَيْهَا" عِنْدَ الْوُثُوبِ وَالْمَشْيِ "وَأَهُشُّ" أَخْبِطُ وَرَقَ الشَّجَرِ "بِهَا" لِيَسْقُطَ "عَلَى غَنَمِي" فَتَأْكُلَهُ "وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ" جَمْعُ مَأْرُبَةٍ مُثَلَّثُ الرَّاءِ أَيْ حَوَائِجُ "أُخْرَى" كَحَمْلِ الزَّادِ

وَالسِّقَاء وَطَرْد الْهَوَامّ زَادَ فِي الْجَوَاب بَيَان حَاجَاته بِهَا،

اور اے موسیٰ! یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟ یہاں استفہام تقریری ہے تا کہ اس پر معجزے کو مرتب کیا جائے۔ انہوں نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں یعنی جست لگاتے وقت اور چلتے وقت سہارا لیتا ہوں۔ اور میں اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں تا کہ وہ کھائیں۔ اور اس میں میرے لئے کئی اور فائدے بھی ہیں۔ لفظ مأرب یہ مأربۃ کی جمع ہے۔ مأرب کی راء پر تینوں اعراب جائز ہیں یعنی ضروریات۔ اور کئی دوسرے فوائد بھی ہیں۔ جس طرح کھانا پینا اس پر لٹکا لینا ہے۔ اور اس سے موذی جانوروں کو دفع کرنا ہے۔ یہاں جواب میں بیان ضرورت کا اضافہ کیا گیا ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے فوائد کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہت بڑے اور صاف کھلے معجزے کا ذکر ہو رہا ہے جو بغیر اللہ کی قدرت کے ناممکن اور جو غیر نبی کے ہاتھ پر بھی ناممکن۔ طور پہاڑ پر دریافت ہو رہا ہے کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ یہ سوال اس لئے تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گھبراہٹ دور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سوال بطور تقریر کے ہے یعنی تیرے ہاتھ میں لکڑی ہی ہے یہ جیسی کچھ ہے تجھے معلوم ہے اب یہ جو ہو جائے گی وہ دیکھ لینا۔ اس سوال کے جواب میں کلیم اللہ عرض کرتے ہیں یہ میری اپنی لکڑی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں یعنی چلنے میں مجھے یہ سہارا دیتی ہے اس سے میں اپنی بکریوں کا چارہ درخت سے جھاڑ لیتا ہوں۔ ایسی لکڑیوں میں ذرا مڑا ہوا لوہا لگا لیا کرتے ہیں تا کہ پتے پھل آسانی سے اتر آئیں اور لکڑی ٹوٹے بھی نہیں اور بھی بہت سے فوائد اس میں ہیں۔ ان فوائد کے بیان میں بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ یہی لکڑی رات کے وقت روشن چراغ بن جاتی تھی۔ دن کو جب آپ سو جاتے تو یہی لکڑی آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتی جہاں کہیں سایہ دار جگہ نہ ہوتی آپ اسے گاڑ دیتے یہ خیمے کی طرح آپ پر سایہ کرتی وغیرہ وغیرہ لیکن بظاہر یہ قول بنی اسرائیل کا افسانہ معلوم ہوتا ہے ورنہ پھر آج اسے بصورت سانپ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر کیوں گھبراتے؟ وہ تو اس لکڑی کے عجائبات دیکھتے چلے آتے تھے۔ پھر بعض کا قول ہے کہ دراصل یہ لکڑی حضرت آدم علیہ السلام کی تھی۔ کوئی کہتا ہے یہی لکڑی قیامت کے قریب وابستہ الارض کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ کہتے ہیں اس کا نام ماشا تھا۔ اللہ ہی جانے ان اقوال میں کہاں تک جان ہے؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ |
| ارشاد ہوا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو، پھر جب موسیٰ نے اسے زمین پر پھینکا تو یکدم وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ |
| فرمایا اسے پکڑ اور ڈر نہیں، عنقریب ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ عصا کا بیان

قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى، "فَاَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّة" ثُعْبَان عَظِيم "تَسْعَى" تَمْشِي عَلَى بَطْنهَا سَرِيعًا كَسُرْعَةِ

الثُّعْبَان الصَّغِير الْمُسَمَّى بِالْجَانّ الْمُعَبَّر بِهِ فِيهَا فِي آيَة أُخْرَى
"قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ" مِنْهَا "سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا" مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِض أَيْ إِلَى حَالَتهَا "الْأُولَى"
فَأَدْخَلَ يَده فِي فَمهَا فَعَادَتْ عَصًا فَتَبَيَّنَ أَنَّ مَوْضِع الْإِدْخَال مَوْضِع مَسْكهَا بَيْن شُعْبَتَيْهَا وَأُرِيَ
ذَلِكَ السَّيِّد مُوسَى لِئَلَّا يَجْزَع إِذَا انْقَلَبَتْ حَيَّة لَدَى فِرْعَوْن،

ارشاد ہوا: اے موسیٰ! اسے ڈال دو، پھر جب موسیٰ نے اسے زمین پر پھینکا تو یکدم وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ وہ پیٹ کے بل چھوٹے سانپ کی طرح دوڑنے لگا دوسری آیت میں اس کو جان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرمایا اسے پکڑ اور ڈر نہیں، یہاں پر سیرتہا یہ حرف جار کے حذف کے سبب منصوب ہے۔ عنقریب ہم اسے اس کی پہلی حالت میں لوٹا دیں گے۔ لہٰذا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے منہ میں ڈال دیا تو وہ پہلی صورت میں عصا بن گیا۔ جس سے یہ ظاہر ہو گیا ہاتھ داخل کرنے کی جگہ دونوں شاخوں کے درمیان ہے۔ اور یہ معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس لئے دیکھا گیا تا کہ جب یہ فرعون کے سامنے سانپ بن جائے تو موسیٰ علیہ السلام پر خوف طاری نہ ہو۔

## عصائے موسیٰ کا اژدھا بن جانے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لکڑی کا لکڑی ہونا جتا کر انہیں بخوبی بیدار اور ہوشیار کر کے حکم ملا کہ اسے زمین پر ڈال دو۔ زمین پر پڑتے ہی وہ ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھر ادھر چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے بھاگنے لگی۔ ایسا خوفناک اژدھا اس سے پہلے کسی نے دیکھا ہی نہ تھا۔ اس کی تو یہ حالت تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو یہ اسے ہضم کر گیا۔ ایک چٹان پتھر کی راستے میں آ گئی تو اس کا لقمہ بنا گیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام الٹے پاؤں بھاگے۔ آواز دی گئی کہ موسیٰ پکڑ لے لیکن ہمت نہ پڑی پھر فرمایا موسیٰ علیہ السلام ڈر نہیں پکڑ لے پھر بھی جھجک باقی رہی تیسری مرتبہ فرمایا تو ہمارے امن میں ہے اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ کہتے ہیں فرمان الٰہی کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر ڈال دی پھر ادھر ادھر آپ کی نگاہ ہو گئی اب جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدھا دکھائی دیا جو اس طرح چل پھر رہا ہے جیسے کسی کی جستجو میں ہو۔ گابھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک لقمے میں ہی پیٹ میں پہنچا رہا ہے آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر زور سے بھاگے پھر اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھہر گئے وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے آپ لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے۔ تو حکم ہوا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے اسے تھام لو کچھ بھی خوف نہ کرو ہم اسے اس کی اسی اگلی حالت میں لوٹا دیں گ۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام صوف کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے جسے ایک کانٹے سے اٹکا رکھا تھا آپ نے اسی کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا فرشتے نے کہا موسیٰ علیہ السلام اگر اللہ تعالیٰ اسے کاٹنے کا حکم دے دے تو کیا تیرا یہ کمبل بچا سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہرگز نہیں لیکن یہ حرکت مجھ سے بہ سبب میرے ضعف کے سرزد ہو گئی میں ضعیف اور کمزور ہی پیدا کیا گیا ہوں۔ اب دلیری کے

ساتھ کمبل ہٹا کر ہاتھ بڑھا کر اس کے سر کو تھام لیا اسی وقت وہ اژدھا پھر لکڑی بن گیا جیسے پہلے تھا اس وقت جب کہ آپ اس گھاٹی پر چڑھ رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں یہ لکڑی تھی جس پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اسی حال میں آپ نے پہلے دیکھا تھا اسی حالت پر اب ہاتھ میں بصورت عصا موجود تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰىo |
| اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبالو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمک دار ہو کر نکلے گا، دوسری نشانی ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ید بیضاء کا بیان

"وَاضْمُمْ يَدكَ" الْيُمْنَى بِمَعْنَى الْكَفِّ "إِلَى جَنَاحك" أَيْ جَنْبك الْأَيْسَر تَحْت الْعَضُد إِلَى الْإِبط وَأَخْرِجْهَا "تَخْرُج" خِلَاف مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ الْأُدْمَة "بَيْضَاء مِنْ غَيْر سُوء" أَيْ بَرَص تُضِيء كَشُعَاعِ الشَّمْس تَغْشَى الْبَصَر "آيَة أُخْرَى" وَهِيَ بَيْضَاء حَالَانِ مِنْ ضَمِير تَخْرُج

اور اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبالو وہ بغیر کسی بیماری کے سفید چمک دار ہو کر نکلے گا، دوسری نشانی ہے۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

اضمم ۔ضم یضم ضم سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو ملا لے الضم (نصر) دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو باہم ملا دینا۔ واضمم یدک الی جناحک اپنے بازو کو اپنے بغل سے ملالو۔ ضم الشی الیہ۔ اپنی طرف کھینچنا۔ ضم علی الشی قبضہ کرنا۔ ضمہ الی صدرہ گلے ملنا۔ معانقہ کرنا۔

جناحک۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا بازو۔ تیرا پہلو۔ واضمم یدك الی جناحك اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے ملالے مجاہد نے الی بمعنی تحت لیا ہے اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے ملالو۔ جناح واحد ہے اس کی جمع اجنحۃ ہے۔ جناح پرندے کے بازو کو بھی کہتے ہیں مادہ ج ن ح سے۔ جناح جمع جنوح بمعنی گناہ ہے۔

تخرج۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مونث غائب خروج سے وہ نکلے گی ضمیر فاعل کا مرجع یدک ہے عربی میں ید مونث ہے۔ بیضاء سفید بیاض مصدر سے صفت مشبہ واحد مونث اس کا مذکر ابیض اور جمع بیض ہے یہ ضمیر فاعل تخرج سے حال ہے من غیر سوء۔ سوء۔ برائی۔ عیب۔ برا کام۔ بغیر کسی عیب کے۔ بغیر کسی مرض کے۔ ایۃ اخری۔ دوسرا معجزہ یا توایۃ۔ بیضاء طرح ضمیر تخرج سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ یا فعل مضمر خذ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

## دست نبوت کی شان کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے رات و دن میں آفتاب کی طرح نور ظاہر ہوتا تھا اور یہ معجزہ آپ کے اعظم معجزات میں سے ہے جب آپ دوبارہ اپنا دست مبارک بغل کے نیچے رکھ کر بازو

سے ملاتے تو وہ دستِ اقدس حالت سابقہ پر آ جاتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوسرا معجزہ دیا جاتا ہے حکم ہوتا ہے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا روشن بن کر نکلے گا۔ یہ نہیں کہ برص کی سفیدی ہو یا کوئی بیماری اور عیب ہو۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چراغ کی طرح روشن نکلا جس سے آپ کا یہ یقین کہ آپ اللہ تعالیٰ سے کلام کر رہے ہیں اور بڑھ گیا۔ یہ دونوں معجزے یہیں اسی لئے ملے تھے کہ آپ اللہ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں۔

| |
|---|
| لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ |
| تا کہ ہم تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ تم فرعون کے پاس جاؤ وہ حد سے بڑھ گیا ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی طرف جانے کا بیان

"لِنُرِيَكَ" بِهَا إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ لِإِظْهَارِهَا "مِنْ آيَاتنَا" الْآيَة "الْكُبْرَى" أَيْ الْعُظْمَى عَلَى رِسَالَتك وَإِذَا أَرَادَ عَوْدهَا إِلَى حَالَتهَا الْأُولَى ضَمَّهَا إِلَى جَنَاحه كَمَا تَقَدَّمَ وَأَخْرَجَهَا

"اذْهَبْ" رَسُولًا "إِلَى فِرْعَوْن" وَمَنْ مَعَهُ "إِنَّهُ طَغَى" جَاوَزَ الْحَدّ فِي كُفْره إِلَى ادِّعَاء الْإِلَهِيَّة

تا کہ ہم اس معجزہ کے اظہار سے تجھے اپنی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔ جو اس سے بڑی ہیں اور وہ آپ کی رسالت ہے۔ اور جب تم ہاتھ کو پہلی حالت پر لوٹانا چاہو تو ہاتھ آستین میں واپس لے جانا جس طرح پہلے اس کا خروج بیان ہو چکا ہے۔ تم فرعون کے پاس جاؤ، کیونکہ وہ نافرمانی وسرکشی میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ یعنی کفر میں بڑھ کر اس نے دعویٰ الوہیت کر دیا ہے۔

## فرعون کا سرکشی میں حد سے بڑھ جانے کا بیان

وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قریب ہونے کا حکم دیا یہاں تک کہ آپ اس درخت کے تنے سے لگ کر کھڑے ہو گئے، دل ٹھہر گیا، خوف وخطرہ دور ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اپنی لکڑی پر ٹکا کر سر جھکا کر گردن خم کر کے باادب ارشاد الٰہی سننے لگے تو فرمایا گیا کہ ملک مصر کے بادشاہ فرعون کی طرف ہمارا پیغام لے کر جاؤ، یہیں سے تم بھاگ کر آئے ہو۔ اس سے کہو کہ وہ ہماری عبادت کرے، کسی کو شریک نہ بنائے، بنو اسرائیل کے ساتھ سلوک واحسان کرے، انہیں تکلیف اور ایذاء نہ دے۔ فرعون بڑا باغی ہو گیا ہے، دنیا کا مفتون بن کر آخرت کو فراموش کر بیٹھا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گیا ہے تو میری رسالت لے کر اس کے پاس جا۔ میرے کان اور میری آنکھیں تیرے ساتھ ہیں، میں تجھے دیکھتا بھالتا اور تیری باتیں سنتا سناتا رہوں گا۔ میری مدد تیرے پاس ہوگی میں نے اپنی طرف سے تجھے حجتیں عطا فرما دی ہیں اور تجھے قوی اور مضبوط کر دیا ہے تو اکیلا ہی میرا پورا لشکر ہے۔ اپنے ایک ضعیف بندے کی طرف تجھے بھیج رہا ہوں جو میری نعمتیں پا کر پھول گیا ہے اور میری پکڑ کو بھول گیا ہے دنیا میں پھنس گیا اور غرور تکبر میں دھنس گیا ہے۔ میری ربوبیت سے بیزار، میری الوہیت سے برسرپیکار ہے۔ مجھ سے آنکھیں پھیر

لی ہیں، دیدے بدل لئے ہیں۔ میری پکڑ سے غافل ہو گیا ہے۔ میرے عذابوں سے بیخوف ہو گیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم اگر میں اسے ڈھیل دینا نہ چاہتا تو آسمان اس پر ٹوٹ پڑتے زمین اسے نگل جاتی دریا اسے ڈبو دیتے لیکن چونکہ وہ میرے مقابلے کا نہیں ہر وقت میرے بس میں ہے میں اسے ڈھیل دیے ہوئے ہوں اور اس سے بے پرواہی برت رہا ہوں۔ میں ہوں بھی ساری مخلوق سے بے پرواہ۔ حق تو یہ ہے کہ بے پرواہی صرف میری ہی صفت ہے۔ تو میری رسالت ادا کر، اسے میری عبادت کی ہدایت کر، اسے توحید و اخلاص کی دعوت دے، میری نعمتیں یاد دلا، میرے عذابوں سے دھمکا، میرے غضب سے ہوشیار کر دے۔ جب میں غصہ کر بیٹھتا ہوں تو امن نہیں ملتا۔ اسے نرمی سے سمجھا تا کہ نہ ماننے کا عذر ٹوٹ جائے۔ میری بخشش کی میرے کرم و رحم کی اسے خبر دے کہہ دے کہ اب بھی اگر میری طرف جھکے گا تو میں تمام بداعمالیوں سے قطع نظر کر لوں گا۔

میری رحمت میرے غضب سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ خبردار اس کا دنیوی ٹھاٹھ دیکھ کر رعب میں نہ آ جانا اس کی چوٹی میرے ہاتھ میں ہے اس کی زبان چل نہیں سکتی اس کے ہاتھ اٹھ نہیں سکتے اس کی آنکھ پھڑک نہیں سکتی اس کا سانس چل نہیں سکتا جب تک میری اجازت نہ ہو۔ اسے یہ سمجھا کہ میری مان لے تو میں بھی مغفرت سے پیش آؤں گا۔ چار سو سال اسے سرکشی کرتے، میرے بندوں پر ظلم ڈھاتے، میری عبادت سے لوگوں کو روکتے گزر چکے ہیں۔ تاہم نہ میں نے اس پر بارش بند کی نہ پیداوار روکی نہ بیمار ڈالا نہ بوڑھا کیا نہ مغلوب کیا۔ اگر چاہتا ظلم کے ساتھ ہی پکڑ لیتا لیکن میرا حلم بہت بڑھا ہوا ہے۔

تو اپنے بھائی کے ساتھ مل کر اس سے پوری طرح جہاد کر اور میری مدد پر بھروسہ رکھ میں اگر چاہوں تو اپنے لشکروں کو بھیج کر اس کا بھیجا نکال دوں۔ لیکن اس بے بنیاد بندے کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میری جماعت کا ایک بھی روئے زمین کی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ مدد میرے اختیار میں ہے۔ دنیوی جاہ و جلال کی تو پرواہ نہ کرنا بلکہ آنکھ بھر کر دیکھنا بھی نہیں۔ میں اگر چاہوں تو تمہیں اتنا دے دوں کہ فرعون کی دولت اس کے پاسنگ میں بھی نہ آ سکے لیکن میں اپنے بندوں کو عموماً غریب ہی رکھتا ہوں تا کہ ان کی آخرت سنوری رہے یہ اس لئے نہیں ہوتا کہ وہ میرے نزدیک قابل اکرام نہیں بلکہ صرف اس لئے ہوتا ہے کہ دونوں جہان کی نعمتیں آنے والے جہان میں جمع مل جائیں۔ میرے نزدیک بندے کا کوئی عمل اتنا وقعت والا نہیں جتنا زہد اور دنیا سے دوری۔ میں اپنے خاص بندوں کو سکینت اور خشوع خضوع کا لباس پہنا دیتا ہوں ان کے چہرے سجدوں کی چمک سے روشن ہو جاتے ہیں۔

یہی سچے اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے ہر ایک کو باادب رہنا چاہئے۔ اپنی زبان اور دل کو ان کا تابع رکھنا چاہئے۔ سن لے میرے دوستوں سے دشمنی رکھنے والا گویا مجھے لڑائی کا اعلان دیتا ہے۔ تو کیا مجھ سے لڑنے کا ارادہ رکھنے والا کبھی سرسبز ہو سکتا ہے؟ میں نے قہر کی نظر سے اسے دیکھا اور وہ تہس نہس ہوا۔ میرے دشمن مجھ پر غالب نہیں آ سکتے، میرے مخالف میرا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے۔ میں اپنے دوستوں کی تو خود مدد کرتا ہوں، انہیں دشمنوں کا شکار نہیں ہونے دیتا۔ دنیا و آخرت میں انہیں سرخرو رکھتا ہوں اور ان کی مدد کرتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا بچپن کا زمانہ فرعون کے گھر میں بلکہ اس کی گود میں گزارا تھا جوانی تک ملک مصر میں اسی کی

بادشاہت میں ٹھہرے رہے تھے پھر ایک قبطی بے ارادہ آپ کے ہاتھ سے مرگیا تھا جس سے آپ یہاں سے بھاگ نکلے تھے تب سے لے کر آج تک مصر کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ فرعون ایک سخت دل بد خلق اکھڑ مزاج آوارہ انسان تھا غرور اور تکبر اتنا بڑھ گیا تھا کہ کہتا تھا کہ میں اللہ کو جانتا ہی نہیں اپنی رعایا سے کہتا تھا کہ تمہارا اللہ میں ہی ہوں ملک و مال میں دولت و متاع میں لاؤ لشکر اور کفر میں کوئی روئے زمین پر اس کے مقابلے کا نہ تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ٥ وَ يَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ٥ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ٥ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ٥ |
| عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرمادے۔ اور میرا کام میں میرے لئے آسان فرمادے۔ |
| اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا شرح صدر کا بیان

"قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي " وَسِّعْهُ لِتَحَمُّلِ الرِّسَالَة "وَيَسِّرْ" سَهِّلْ "لِي أَمْرِي "لِأُبَلِّغهَا "وَاحْلُلْ عُقْدَة مِنْ لِسَانِي " حَدَثَتْ مِنْ احْتِرَاقه بِجَمْرَةٍ وَضَعَهَا بِفِيهِ وَهُوَ صَغِير "يَفْقَهُوا" يَفْهَمُوا "قَوْلِي" عِنْد تَبْلِيغ الرِّسَالَة

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میرے لئے میرا سینہ کشادہ فرمادے۔ یعنی اس کو وسیع کردے تاکہ وہ رسالت کے احکام کو اٹھائے۔ اور میرا کارِ (رسالت) میرے لئے آسان فرمادے تاکہ میں اس کو پہنچاؤں۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ یعنی اس چنگاری کی وجہ سے گرہ جو پڑ گئی تھی جو چنگاری آپ نے بچپن میں اپنے منہ رکھ لی تھی۔ کہ لوگ میری بات آسانی سے سمجھ سکیں۔ یعنی جب میں انہیں رسالت کا پیغام پہنچاؤں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کلام الٰہی کا شرف حاصل ہوا اور منصب نبوت ورسالت عطا ہوا تو اپنی ذات اور اپنی طاقت پر بھروسہ چھوڑ کر خود حق تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہو گئے کہ اس منصب عظیم کی ذمہ داریاں اسی کی مدد سے پوری ہو سکتی ہیں اور ان پر جو مصائب اور شدائد آنا لازمی ہیں ان کی برداشت کا حوصلہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہو سکتا ہے اس لئے اس وقت پانچ دعائیں مانگیں، پہلی اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ،یعنی میرا سینہ کھول دے اس میں ایسی وسعت عطا فرمادے جو علوم نبوت کا متحمل ہو سکے اور دعوت ایمان لوگوں تک پہنچانے میں جو ان کی طرف سے سخت سست سننا پڑتا ہے اس کو برداشت کرنا بھی اس میں شامل ہے۔

## کام میں آسانی کی دعا کا بیان

دوسری دعا وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ (یعنی میرا کام میرے لئے آسان کردے) یہ فہم وفراست بھی نبوت ہی کا ثمرہ تھا کہ کسی کام کا مشکل یا آسان ہونا بھی ظاہری تدبیروں کے تابع نہیں یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے عطیہ ہوتا ہے وہ اگر چاہتے ہیں تو کسی کے لئے مشکل سے مشکل بھاری سے بھاری کام آسان کردیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں تو آسان سے آسان کام مشکل ہو جاتا ہے اسی

لیے حدیث شریف میں مسلمانوں کو اس دعا کی تلقین کی گئی ہے کہ اپنے کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگا کریں اللھم الطف بنا فی تیسیر کل عسیر فان تیسیر کل عسیر علیك یسیر، یعنی یا اللہ ہم پر مہربانی فرما ہر مشکل کام کو آسان کرنے کے لئے کیونکہ ہر مشکل کام کا آسان کر دینا آپ کے قبضہ میں ہے۔

## زبان کی لکنت سے بچنے کی دعا کا بیان

جو خوردسالی میں آگ کا انگارہ منہ میں رکھ لینے سے پڑ گئی ہے اور اس کا واقعہ یہ تھا کہ بچپن میں آپ ایک روز فرعون کی گود میں تھے آپ نے اس کی داڑھی پکڑ کر اس کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا اس پر اسے غصہ آیا اور اس نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا آسیہ نے کہا کہ اے بادشاہ یہ نادان بچہ ہے کیا سمجھے؟ تو چاہے تو تجربہ کر لے اس تجربہ کے لئے ایک طشت میں آگ اور ایک طشت میں یاقوت سرخ آپ کے سامنے پیش کئے گئے آپ نے یاقوت لینا چاہا مگر فرشتہ نے آپ کا ہاتھ انگارہ پر رکھ دیا اور وہ انگارہ آپ کے منہ میں دے دیا اس سے زبان مبارک جل گئی اور لکنت پیدا ہو گئی اس کے لئے آپ نے یہ دعا کی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ○ هٰرُوْنَ اَخِی○ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ○ |
| وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ○ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا○ |
| اور میرے گھر والوں میں سے میرا ایک وزیر بنا دے۔ میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) ہو، اس سے میری کمر ہمت مضبوط |
| فرما دے۔ اور اسے میرے کام میں شریک فرما دے۔ تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کیا کریں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کو بہ طور وزیر طلب کرنے کا بیان

"وَاجْعَلْ لِی وَزِیرًا" مُعِینًا عَلَیْهَا "هَارُون" مَفْعُول ثَانٍ "أَخِی" عَطْف بَیَان "اُشْدُدْ بِهِ أَزْرِی" وَالْفِعْلَانِ بِصِیغَتَیِ الْأَمْر وَالْمُضَارِع الْمَجْزُوم وَهُوَ جَوَاب الطَّلَب "وَأَشْرِكْهُ فِی أَمْرِی" أَیْ الرِّسَالَة وَالْفِعْلَانِ بِصِیغَتَیِ الْأَمْر وَالْمُضَارِع الْمَجْزُوم وَهُوَ جَوَاب الطَّلَب "كَیْ نُسَبِّحك" تَسْبِیحًا،

اور میرے گھر والوں میں سے میرا ایک وزیر بنا دے، یعنی وہ میری مدد کرنے والا ہو۔ وہ میرا بھائی ہارون (علیہ السلام) ہو، لفظ ہارون یہ مفعول ثانی ہے۔ اور اخی لفظ ہارون سے عطف بیان ہے۔ اس سے میری کمر ہمت مضبوط فرما دے۔ یہاں اشدد اور اشرک یہ دونوں صیغے امر کے بھی ہو سکتے ہیں اور مضارع مجزوم کے بھی ہوتے ہیں کیونکہ فعل مضارع جب جواب امر ہو تو وہ مجزوم آتا ہے۔ (قاعدہ نحویہ) اور اسے میرے کام میں شریک فرما دے۔ تاکہ ہم کثرت سے تیری تسبیح کیا کریں۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تین یا چار سال بڑے تھے، اور تین سال پہلے ہی وفات پائی۔ جس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی وہ مصر میں تھے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر ان کو بھی نبی بنا دیا تو بذریعہ فرشتہ ان کو بھی مصر ہی میں اس کی اطلاع مل گئی جب موسیٰ علیہ السلام کو مصر میں فرعون کی تبلیغ کے لئے روانہ کیا گیا تو ان کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ

مصر سے باہر ان کا استقبال کریں اور ایسا ہی واقع ہوا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

حضرت ہارون کو وزیر اور شریک نبوت بنانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم کثرت سے آپ کی تسبیح وذکر کیا کریں گے۔ یہاں سے یہ سوال ہوسکتا ہے کہ تسبیح وذکر تو ایسی چیز ہے کہ ہر انسان تنہا بھی جتنا چاہے کرسکتا ہے اس کے لئے کسی ساتھی کے عمل کا کیا دخل لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر وتسبیح میں بھی سازگار ماحول اور اللہ والے ساتھیوں کا بڑا دخل ہوتا ہے جس کے ساتھی اللہ والے نہ ہوں وہ اتنی عبادت نہیں کرسکتا جتنی وہ کرسکتا ہے جس کا ماحول اللہ والوں کا اور ساتھی ذاکر شاغل ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ذکر اللہ میں مشغول رہنا چاہے اس کو سازگار ماحول کی بھی تلاش کرنا چاہئے۔

| |
|---|
| وَّ نَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ﴿۰﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿۰﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ﴿۰﴾ |
| وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰىٓ ﴿۰﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿۰﴾ |
| اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کیا کریں۔ بیشک تو ہمیں خوب دیکھنے والا ہے۔ ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تمہاری ہر مانگ تمہیں عطا |
| کردی۔ اور بیشک ہم نے تم پر ایک اور بار احسان فرمایا تھا۔ جب ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈال دی جو ڈالی گئی تھی۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کا بیان

"وَنَذْكُرك" ذِكْرًا "إِنَّك كُنْت بِنَا بَصِيرًا" عَالِمًا فَأَنْعَمْت بِالرِّسَالَةِ "قَالَ قَدْ أُوتِيت سُؤْلك يَا مُوسَى" "مِنَّا عَلَيْك "إِذْ" لِلتَّعْلِيلِ "أَوْحَيْنَا إِلَى أُمّك" مَنَامًا أَوْ إِلْهَامًا لَمَّا وَلَدَتْك وَخَافَتْ أَنْ يَقْتُلك فِرْعَوْن فِي جُمْلَة مَنْ يُولَد "مَا يُوحَى" فِي أَمْرك وَيُبْدَل مِنْهُ

اور ہم کثرت سے تیرا ذکر کیا کریں۔ بیشک تو ہمیں سب حالات کے تناظر میں خوب دیکھنے والا ہے۔ پس تو نے رسالت کا انعام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے موسیٰ! تمہاری ہر مانگ تمہیں عطا کردی۔ اور بیشک ہم نے تم پر ایک اور بار اس سے پہلے بھی احسان فرمایا تھا۔ جب ہم نے تمہاری والدہ کے دل میں وہ بات ڈال دی جو ڈالی گئی تھی۔ یہاں پر اذ تعلیل کیلئے آیا ہے۔ یعنی حالت نیند میں یا الہام کے ذریعے جب تمہاری ولادت ہوئی تو انہیں اندیشہ ہوا کہ فرعون قتل کردے گا۔ کیونکہ وہ سب میلاد یوں کو قتل کردیتا تھا۔ تو ہم نے تمہارے معاملہ ان کو الہام کیا۔ یہاں پر مایوحی یہ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ سے بدل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مننا۔ من مصدر سے ماضی جمع متکلم (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی المنة جمع المنن احسان۔ مہربانی۔ نعمت۔ یہ دو طرح سے ہے ایک منت بالفعل جیسے لقد من الله علی المومنین، خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں یہ ہے۔ دوسرا معنی منت بالقول ہے جیسے لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی، اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کریں۔

مرۃ اخری۔اور ہم نے ایک مرتبہ پہلے بھی تم پر احسان کیا تھا۔یہاں ایک بار سے مراد شمار نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں خداوند تعالیٰ نے صرف ایک احسان ہی نہیں فرمایا تھا بلکہ متعدد احسانات کیے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔یہاں ایک بار سے مراد یہ ہے کہ اب ہم آپ کو مانگنے پر عطا کررہے ہیں اوراس سے قبل ہم بن مانگے ہی آپ پر احسانات کررہے ہیں۔

مرۃ اخری سے مراد یہ موخر الذکر احسانات ہیں یا مرۃ اخریسے مراد یہ نئی درخواست کا قبول کرنا ہے۔یعنی ہم نے پہلے بھی تم پر احسانات کیے ہیں اور یہ ایک بار پھر تم پر احسان کیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی بنا کر تمہارے ساتھ کردیا ہے

## حضرت موسیٰ علیہ السلام پر انعامات کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو انعامات وعنایات حق اس وقت مبذول ہوئیں کہ شرف ہم کلامی سے نوازا گیا، نبوت و رسالت عطا ہوئی، خاص معجزات عطا ہوئے اس کے ساتھ یہاں حق تعالیٰ اپنی وہ نعمتیں بھی ان کو یاد دلاتے ہیں جو شروع پیدائش سے اس وقت تک زندگی کے ہر دور میں آپ پر مبذول ہوتی رہیں اور مسلسل آزمائشوں اور جان کے خطروں کے درمیان قدرت حق نے کن حیرت انگیز طریقوں سے ان کی حفاظت فرمائی۔ یہ نعمتیں جن کا ذکر آگے آتا ہے زمانہ وقوع کے اعتبار سے پہلی ہیں یہاں جو ان کو اُخرٰی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ نعمتیں اس کے بعد کی ہیں بلکہ اخریٰ کبھی مطلقاً دوسرے کے معنے میں بھی آتا ہے جس میں مقدم موخر کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ محترمہ کے نام کا بیان

روح المعانی میں ہے کہ ان کا مشہور نام یوحانذ ہے، اور اتقان میں ان کا نام لحیانہ بنت یصمد بن لاوی لکھا ہے، اور بعض لوگوں نے ان کا نام بارخا بعض نے بازخت بتلایا ہے۔بعض تعویذ گنڈے والے ان کے نام کی عجیب خصوصیات بیان کیا کرتے ہیں صاحب روح المعانی نے فرمایا کہ ہمیں اس کی کوئی بنیاد نہیں معلوم ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

انتباہ، قرآن مجید میں جہاں پر لفظ وحی غیر انبیاء کیلئے استعمال ہوا ہے اس سے مراد الہام ہے کیونکہ وحی جو انبیائے کرام طرف آتی ہے جس میں ان کی اپنی سیرت وکردار اور امت کیلئے تعلیم واحکام وغیرہ ہوتے ہیں ایسی وحی صرف انبیائے کرام کے ساتھ خاص ہے۔

| |
|---|
| اَنِ اقۡذِفِيۡهِ فِى التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِيۡهِ فِى الۡيَمِّ فَلۡيُلۡقِهِ الۡيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاۡخُذۡهُ عَدُوٌّ لِّىۡ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلۡقَيۡتُ عَلَيۡكَ مَحَبَّةً مِّنِّىۡ ۚ وَلِتُصۡنَعَ عَلٰى عَيۡنِىۡ ۞ |
| یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اسے دریا میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے، اسے ایک میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھالے گا اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے ایک محبت ڈال دی اور تا کہ تیری پرورش میری آنکھوں کے سامنے کی جائے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دینے کا بیان

"أَنْ اقْذِفِيهِ" أَلْقِيهِ "فِي التَّابُوت فَاقْذِفِيهِ" بِالتَّابُوتِ "فِي الْيَمّ" بَحْر النِّيل "فَلْيُلْقِهِ الْيَمّ بِالسَّاحِلِ" أَيْ شَاطِئِهِ وَالْأَمْر بِمَعْنَى الْخَبَر "يَأْخُذهُ عَدُوّ لِي وَعَدُوّ لَهُ" وَهُوَ فِرْعَوْن "وَأَلْقَيْت" بَعْد أَنْ أَخَذَكَ "عَلَيْك مَحَبَّة مِنِّي" لِتُحَبّ فِي النَّاس فَأَحَبَّك فِرْعَوْن وَكُلّ مَنْ رَآك "وَلِتُصْنَع عَلَى عَيْنِي" تُرَبَّى عَلَى رِعَايَتِي وَحِفْظِي لَك

یہ کہ تو اسے صندوق میں ڈال، پھر اسے دریائے نیل میں ڈال دے، پھر دریا اسے کنارے پر ڈال دے، یعنی دریا کا کنارہ یہاں پر بھی امر بہ معنی خبر آیا ہے۔ اسے ایک میرا دشمن اور اس کا دشمن اٹھالے گا اور وہ فرعون ہے۔ اور میں نے تجھ پر اپنی طرف سے ایک محبت ڈال دی تا کہ لوگوں میں سے جو تمہیں دیکھے وہ تم سے محبت کرنے لگے پس فرعون نے بھی محبت کی۔ اور تا کہ تمہاری پرورش میری آنکھوں کے سامنے بہ حفاظت کی جائے۔

## موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے احوال کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمام دعائیں قبول ہوئیں اور فرمادیا گیا کہ تمہاری درخواست منظور ہے۔ اس احسان کے ساتھ ہی اور احسان کا بھی ذکر کر دیا گیا کہ ہم نے تجھ پر ایک مرتبہ اور بھی بڑا احسان کیا ہے۔ پھر اس واقعہ کو مختصر طور پر یاد دلایا کہ ہم نے تیرے بچپن کے وقت تیری ماں کی طرف وحی بھیجی جس کا ذکر اب تم سے ہو رہا ہے۔ تم اس وقت دودھ پیتے بچے تھے تمہاری والدہ کو فرعون اور فرعونیوں کا کھٹکا تھا کیونکہ اس سال وہ بنو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کر رہا تھا۔ اس خوف کے مارے وہ ہر وقت کانپتی رہتی تھیں تو ہم نے وحی کی کہ ایک صندوق بنالو دودھ پلا کر بچے کو اس میں لٹا کر دریائے نیل میں اس صندوق کو چھوڑ دو چنانچہ وہ یہی کرتی رہیں ایک رسی اس میں باندھ رکھی تھی جس کا ایک سرا اپنے مکان سے باندھ لیتی تھیں ایک مرتبہ باندھ رہی تھیں جو رسی ہاتھ سے چھوٹ گئی اور صندوق کو پانی کی موجیں بہا لے چلیں اب تو کلیجہ تھام کر رہ گئیں اس قدر غمزدہ ہوئیں کہ صبر ناممکن تھا، شاید راز فاش کر دیتیں لیکن ہم نے دل مضبوط کر دیا صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس سے گزرا آل فرعون نے اسے اٹھالیا کہ جس غم سے وہ بچنا چاہتے تھے جس صدمے سے وہ محفوظ رہنا چاہتے تھے وہ ان کے سامنے آ جائے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا بیان

جسکی شمع حیات کو بجھانے کے لئے وہ بیگناہ معصوموں کا قتل عام کر رہے تھے وہ انہی کے تیل سے انہی کے ہاں روشن ہو اور اللہ کے ارادے بیروک پورے ہو جائیں ان کا دشمن انہی کے ہاتھوں پلے انہی کا کھائے ان کے ہاں تربیت پائے۔ خود فرعون اور اس کی اہلیہ محترمہ نے جب بچے کو دیکھا رگ رگ میں محبت سماگئی لے کر پرورش کرنے لگے۔ آنکھوں کا تارا سمجھنے لگے شاہزادوں کی طرح ناز و نعمت سے پلنے لگے شاہی دربار میں رہنے لگے۔ اللہ نے اپنی محبت تجھ پر ڈال دی گو فرعون تیرا دشمن تھا لیکن رب کی بات کون

بدلے؟ اللہ کے ارادے کو کون ٹالے فرعون پر ہی کیا منحصر ہے جو دیکھتا آپ کا والہ وشیدا بن جاتا یہ اس لئے تھا کہ تیری پرورش میری نگاہ کے سامنے ہو شاہی خوراکیں کھا عزت و وقعت کے ساتھ رہ۔ فرعون والوں نے صندوقچہ اٹھالیا کھولا بچے کو دیکھا پالنے کا ارادہ کیا لیکن آپ کسی دایہ کا دودھ دباتے ہی نہیں بلکہ منہ میں ہی نہیں لیتے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے واقعات زیادہ ہیں پھر سہی چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ اللہ کا وعدہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا لیکن ان کی وفات تک جب کہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا۔

جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں جو نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دیا جائے۔ لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں جو بیگاریں ان سے وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گی اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں۔ اس طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکیں جتنے بڈھے دو سال میں مریں گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ تَمْشِیْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓی اُمِّكَ كَیْ |
| تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ؕ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۫ |
| فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوْسٰی ۝ |
| جب تیری بہن چلی جاتی تھی، پس کہتی تھی کیا میں تمھیں اس کا پتا دوں جو اس کی پرورش کرے؟ پس ہم نے تجھے تیری ماں کی طرف |
| لوٹا دیا، تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے۔ اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے |
| تجھے آزمایا، خوب آزمانا، پھر کئی سال تو مدین والوں میں ٹھہرا رہا، پھر تو ایک مقرر اندازے پر آیا اے موسیٰ! |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین جانے کا بیان

"إِذْ" لِلتَّعْلِيلِ "تَمْشِي أُخْتك" مَرْيَم لِتَتَعَرَّف مِنْ خَبَرك وَقَدْ أَحْضَرُوا مَرَاضِع وَأَنْتَ لَا تَقْبَل ثَدْي وَاحِدَة مِنْهُنَّ "فَتَقُول هَلْ أَدُلّكُمْ عَلَى مَنْ يَكْفُلهُ" فَأُجِيبَتْ فَجَاءَتْ بِأُمِّهِ فَقَبِلَ ثَدْيهَا "فَرَجَعْنَاك إلَى أُمّك كَيْ تَقَرّ عَيْنهَا" بِلِقَائِك "وَلَا تَحْزَن" حِينَئِذٍ "وَقَتَلْت نَفْسًا" هُوَ الْقِبْطِيّ بِمِصْر فَاغْتَمَمْت لِقَتْلِهِ مِنْ جِهَة فِرْعَوْن "فَنَجَّيْنَاك مِنْ الْغَمّ وَفَتَنَّاك فُتُونًا" اخْتَبَرْنَاك بِالْإِيقَاعِ فِي غَيْر ذَلِكَ وَخَلَّصْنَاك مِنْهُ "فَلَبِثْت سِنِينَ" عَشْرًا "فِي أَهْل مَدْيَن" بَعْد مَجِيئِك إلَيْهَا مِنْ مِصْر عِنْد شُعَيْب النَّبِيّ وَتَزَوُّجك بِابْنَتِهِ "ثُمَّ جِئْت عَلَى قَدَر" فِي عِلْمِي بِالرِّسَالَةِ وَهُوَ أَرْبَعُونَ سَنَة مِنْ عُمُرك

یہاں پر اذ تعلیل کیلئے آیا ہے۔ جب آپ کی بہن مریم چلی جاتی تھی، تاکہ تمہاری خبر گیری کرے۔ اور کئی عورتیں تمہیں دودھ پلانے کیلئے بلائی گئیں۔ لیکن تم نے ان میں سے کسی کا دودھ پینا قبول نہ کیا۔ تو تمہاری بہن کہتی تھیں کیا میں تمھیں اس کا پتا دوں جو اس کی پرورش کرے؟ تو ان کی بات قبول کی گئی۔ اور تمہاری والدہ کو لایا گیا تو تم ان کا دودھ پینا قبول کیا۔ پس ہم نے تمہیں تمہاری ماں کی طرف لوٹا دیا، تاکہ تمہاری ملاقات سے اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو اور وہ غم نہ کرے۔ اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا اور وہ قبطی مصر کا آدمی تھا۔ پس اس کے قتل کے سبب آپ فرعون کی طرف سے غمزدہ ہوئے۔ تو ہم نے تجھے غم سے نجات دی اور ہم نے تجھے آزمایا، خوب آزمانا، یعنی مختلف آزمائشوں میں ڈالا۔ پھر ان سے نجات دی۔ پھر کئی سال آپ مدین والوں میں ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد یعنی مصر سے مدین کی طرف آپ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور وہاں ان کی بیٹی سے شادی کی۔ اس کے بعد اے موسیٰ آپ ایک مقرر اندازے کے مطابق آئے۔ اور جو میرے علم میں تمہاری مدت رسالت تھی وہ چالیس سال تھی۔

بہن جو صندوق کو دیکھتی بھالتی کنارے کنارے آرہی تھی وہ بھی موقعہ پر پہنچ گئیں کہنے لگیں کہ آپ اگر اسکی پرورش کی تمنا کرتے ہیں اور معقول اجرت بھی دیتے ہیں تو میں ایک گھرانہ بتاؤں جو اسے محبت سے پالے اور خیر خواہانہ برتاؤ کرے۔ سب نے کہا ہم تیار ہیں آپ انہیں لئے ہوئے اپنی والدہ کے پاس پہنچیں جب بچہ ان کی گود میں ڈال دیا گیا۔ آپ نے جھٹ سے منہ لگا دودھ پینا شروع کیا جس سے فرعون کے ہاں بڑی خوشیاں منائی گئیں اور بہت کچھ انعام واکرام دیا گیا۔ تنخواہ مقرر ہوگئی اپنے ہی بچے کو دودھ پلائیں اور تنخواہ اور انعام بھی اور عزت واکرام بھی پائیں دنیا بھی ملے دین بھی بڑھے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اپنے کام کرے اور نیک نیتی سے کرے اس کی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔

پس یہ بھی ہماری کرم فرمائی ہے کہ ہم نے تجھے تیری ماں کی گود میں واپس کیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور غم ورنج جاتا رہے۔ پھر تمہارے ہاتھ سے ایک فرعونی قبطی مار ڈالا گیا تو بھی ہم نے تمہیں بچالیا فرعونیوں نے تمہارے قتل کا ارادہ کر لیا تھا راز فاش ہو چکا تھا تمہیں یہاں سے نجات دی، مدین کے کنوئیں پر جا کر تم نے دم لیا۔ وہاں ہمارے ایک نیک بندے نے تمہیں بشارت سنائی کہ اب کوئی خوف نہیں ان ظالموں سے تم نے نجات پالی۔ تجھے ہم نے بطور آزمائش اور بھی بہت سے فتنوں میں ڈالا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تفصیلی واقعہ کا بیان

امام نسائی قاسم بن ابی ایوب فرماتے ہیں کہ مجھے سعید بن جبیر نے خبر دی کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آئی ہے یعنی وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا میں نے دریافت کیا کہ اس میں فتون سے کیا مراد ہے؟ ابن عباس نے فرمایا کہ اس کا واقعہ بڑا طویل ہے صبح کو سویرے آجاؤ تو بتلا دیں گے، جب اگلے دن صبح ہوئی تو میں سویرے ہی ابن عباس کی خدمت میں حاضر ہو گیا تا کہ کل جو وعدہ فرمایا تھا اس کو پورا کراؤں۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ سنو (ایک روز) فرعون اور اس کے ہم نشینوں میں اس بات کا ذکر آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کی ذریت میں انبیاء اور بادشاہ پیدا فرماویں گے۔ بعض شرکاء مجلس نے کہا کہ ہاں بنی اسرائیل تو اس کے منتظر ہیں جس میں ان کو ذرا شک نہیں کہ ان کے اندر کوئی نبی و رسول پیدا ہو گا اور پہلے ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ نبی یوسف بن یعقوب علیہ السلام ہیں جب ان کی وفات ہو گئی تو کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا گیا تھا یہ اس کے مصداق نہیں (کوئی اور نبی و رسول پیدا ہو گا اور جو اس وعدہ کو پورا کرے گا)۔ فرعون نے یہ سنا تو (اس کو فکر لاحق ہو گئی کہ اگر بنی اسرائیل میں جن کو اس نے غلام بنا رکھا تھا کوئی نبی و رسول پیدا ہو گیا تو وہ ان کو مجھ سے آزاد کرائے گا) اس لئے حاضرین مجلس سے دریافت کیا کہ اس آفت سے بچنے کا کیا راستہ ہے یہ لوگ آپس میں مشورے کرتے رہے اور انجام کار سب کی رائے اس پر متفق ہو گئی کہ (بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اس کو ذبح کر دیا جائے اس کے لئے) ایسے سپاہی مقرر کر دیئے گئے جن کے ہاتھوں میں چھریاں تھیں اور وہ بنی اسرائیل کے ایک ایک گھر میں جا کر دیکھتے تھے جہاں کوئی لڑکا نظر آیا اس کو ذبح کر دیا۔

کچھ عرصہ یہ سلسلہ جاری رہنے کے بعد ان کو یہ ہوش آیا کہ ہماری سب خدمتیں اور محبت مشقت کے کام تو بنی اسرائیل ہی انجام دیتے ہیں اگر یہ سلسلہ قتل کا جاری رہا تو ان کے بوڑھے تو اپنی موت مر جائیں گے اور بچے ذبح ہوتے رہے تو آئندہ بنی اسرائیل میں کوئی مرد نہ رہے گا جو ہماری خدمتیں انجام دے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ سارے مشقت کے کام ہمیں خود ہی کرنا پڑیں گے اس لئے اب یہ رائے ہوئی کہ ایک سال میں پیدا ہونے والے لڑکوں کو چھوڑ دیا جائے، دوسرے سال میں پیدا ہونے والوں کو ذبح کر دیا جائے۔ اس طرح بنی اسرائیل میں کچھ جوان بھی رہیں گے جو اپنے بوڑھوں کی جگہ لے سکیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ بھی نہ ہو گی جس سے فرعونی حکومت کو خطرہ ہو سکے۔ یہ بات سب کو پسند آئی اور یہی قانون نافذ کر دیا گیا (اب حق تعالیٰ کی قدرت و حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ایک حمل اس وقت ہوا جبکہ بچوں کو زندہ چھوڑ دینے کا سال تھا، اس میں حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے فرعونی قانون کی رو سے ان کے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا اگلے سال جو لڑکوں کے قتل کا سال تھا اس میں حضرت موسیٰ حمل میں آئے تو ان کی والدہ پر رنج و غم طاری تھا کہ اب یہ بچہ پیدا ہو گا تو قتل کر دیا جائے گا۔ ابن عباس نے قصہ کو یہاں تک پہنچا کر فرمایا کہ اے ابن جبیر فتون یعنی آزمائش کا یہ پہلا موقع ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ابھی دنیا میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کہ ان کے قتل کا منصوبہ تیار تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے ان کی والدہ کو بذریعہ وحی الہام یہ تسلی دے دی کہ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ اِنَّا رَآدُّوْهُ

اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ، یعنی تم کوئی خوف وغم نہ کرو (ہم اس کی حفاظت کریں گے اور کچھ دن جدا رہنے کے بعد) ہم ان کو تمہارے پاس واپس کردیں گے پھر ان کو اپنے رسولوں میں داخل کرلیں گے۔ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے تو ان کی والدہ کو حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا (نیل) میں ڈال دو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اس حکم کی تعمیل کردی۔ جب وہ تابوت کو دریا کے حوالے کرچکیں تو شیطان نے ان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ تو نے کیا کام کیا اگر تیرا بچہ تیرے پاس رہ کر ذبح بھی کردیا جاتا تو اپنے ہاتھوں سے کفن دفن کر کے کچھ تو تسلی ہوتی اب تو اس کو دریا کے جانور کھائیں گے (موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اسی رنج وغم میں مبتلا تھیں کہ) دریا کی موجوں نے تابوت کو ایک ایسی چٹان پر ڈال دیا جہاں فرعون کی باندیاں لونڈیاں نہانے دھونے کے لئے جایا کرتی تھیں، انہوں نے یہ تابوت دیکھا تو اٹھا لیا اور کھولنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے کسی نے کہا کہ اگر اس میں کچھ مال ہوا اور ہم نے کھول لیا تو فرعون کی بیوی کو یہ گمان ہوگا کہ ہم نے اس میں سے کچھ الگ رکھ لیا ہے ہم کچھ بھی کہیں اس کو یقین نہیں آئے گا اس لئے سب کی رائے یہ ہوگئی کہ اس تابوت کو اسی طرح بند اٹھا کر فرعون کی بیوی کے سامنے پیش کردیا جائے۔

فرعون کی بیوی نے تابوت کھولا تو اس میں ایک ایسا لڑکا دیکھا جس کو دیکھتے ہی اس کے دل میں اس سے اتنی محبت ہوگئی جو اس سے پہلے کسی بچے سے نہیں ہوئی تھی (جو درحقیقت حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا ظہور تھا (وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ) دوسری طرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بوسوسہ شیطانی اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کو بھول گئیں اور حالت یہ ہوگئی وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی فٰرِغًا، یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل ہر خوشی اور ہر خیال سے خالی ہوگیا (صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فکر غالب آگئی) ادھر جب لڑکوں کے قتل پر مامور پولیس والوں کو فرعون کے گھر میں ایک لڑکا آجانے کی خبر ملی تو وہ چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے کہ یہ لڑکا ہمیں دو تاکہ ذبح کردیں۔

ابن عباس نے یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر کو مخاطب کیا کہ اے ابن جبیر فتون یعنی آزمائش کا (دوسرا) واقعہ یہ ہے۔ فرعون کی بیوی نے ان لشکری لوگوں کو جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو کہ صرف اس ایک لڑکے سے تو بنی اسرائیل کی قوت نہیں بڑھ جائے گی میں فرعون کے پاس جاتی ہوں اور اس بچے کی جاں بخشی کراتی ہوں، اگر فرعون نے اس کو بخش دیا تو یہ بہتر ہوگا ورنہ تمہارے معاملے میں دخل نہ دوں گی یہ بچہ تمہارے حوالے ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ فرعون کے پاس گئی اور کہا کہ یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے فرعون نے کہا کہ ہاں تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہونا تو معلوم ہے مگر مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاسکتی ہے اگر فرعون اس وقت بیوی کی طرح اپنے لئے بھی موسیٰ علیہ السلام کی قرۃ العین آنکھوں کی ٹھنڈک ہونے کا اقرار کرلیتا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہدایت کردیتا جیسا اس کی بیوی کو ہدایت ایمان عطا فرمائی۔

(بہرحال بیوی کے کہنے سے فرعون نے اس لڑکے کو قتل سے آزاد کردیا) اب فرعون کی بیوی اس کو دودھ پلانے کے لیے اپنے آس پاس کی عورتوں کو بلایا۔ سب نے چاہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کی خدمت سرانجام دیں مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کسی

کی چھاتی نہ لگتی (وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ) اب فرعون کی بیوی کو فکر ہوگئی کہ جب کسی کا دودھ نہیں لیتے تو زندہ یہ کیسے رہیں گے اس لئے اپنی کنیزوں کے سپرد کیا کہ اس کو بازار اور لوگوں کے مجمع میں لے جائیں شاید کسی عورت کا دودھ یہ قبول کرلیں۔

اس طرف موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے چین ہو کر اپنی بیٹی کو کہا کہ ذرا باہر جا کر تلاش کرو اور لوگوں سے دریافت کرو کہ اس تابوت اور بچہ کا کیا انجام ہوا، وہ زندہ ہے یا دریائی جانوروں کی خوراک بن چکا ہے اس وقت تک ان کو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ یاد نہیں آیا تھا جو حالت حمل میں ان سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت اور چند روزہ مفارقت کے بعد واپسی کا کیا گیا تھا۔ حضرت موسیٰ کی بہن باہر نکلیں تو (قدرت حق کا یہ کرشمہ دیکھا کہ) فرعون کی کنیزیں اس بچے کو لئے ہوئے دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں ہیں، جب انہوں نے یہ ماجرا دیکھا کہ یہ بچہ کسی عورت کا دودھ نہیں لیتا اور یہ کنیزیں پریشان ہیں تو ان سے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ دیتی ہوں جہاں مجھے امید ہے کہ یہ ان کا دودھ بھی لیں گے اور وہ اس کو خیر خواہی و محبت کے ساتھ پالیں گے۔ یہ سن کر ان کنیزوں نے ان کو اس شبہ میں پکڑ لیا کہ یہ عورت شاید اس بچے کی ماں یا کوئی عزیز خاص ہے جو وثوق کے ساتھ یہ کہہ رہی ہے کہ وہ گھر والے اس کے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں (اس وقت یہ بہن بھی پریشان ہوگئی)۔

ابن عباس نے اس جگہ پہنچ کر پھر ابن جبیر کو خطاب کیا کہ یہ (تیسرا) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے بات بنائی اور کہا کہ میری مراد اس گھر والوں کے ہمدرد خیر خواہ ہونے سے یہی تھی کہ فرعونی دربار تک ان کی رسائی ہوگی اس سے ان کو منافع پہنچنے کی امید ہوگی اس لئے وہ اس بچے کی محبت و ہمدردی میں کسر نہ کریں گے۔ یہ سن کر کنیزوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہ واپس اپنے گھر پہنچی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو واقعہ کی خبر دی وہ ان کے ساتھ اس جگہ پہنچیں جہاں یہ کنیزیں جمع تھیں، کنیزوں کے کہنے سے انہوں نے بھی بچے کو گود میں لے لیا، موسیٰ علیہ السلام فوراً ان کی چھاتیوں سے لگ کر دودھ پینے لگے یہاں تک کہ پیٹ بھر گیا۔ یہ خوشخبری فرعون کی بیوی کو پہنچی کہ اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی مل گئی۔ فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو بلوایا۔ انہوں نے آ کر حالات دیکھے اور یہ محسوس کیا کہ فرعون کی بیوی میری حاجت و ضرورت محسوس کر رہی ہے تو ذرا خودداری سے کام لیا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ یہاں رہ کر اس بچے کو دودھ پلائیں کیونکہ مجھے اس بچے سے اتنی محبت ہے کہ میں اس کو اپنی نظروں سے غائب نہیں رکھ سکتی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا کہ میں تو اپنے گھر کو چھوڑ کر یہاں نہیں رہ سکتی کیونکہ میری گود میں خود ایک بچہ ہے جس کو دودھ پلاتی ہوں، میں اس کو کیسے چھوڑوں۔ ہاں اگر آپ اس پر راضی ہوں کہ بچہ میرے سپرد کریں میں اپنے گھر رکھ کر اس کو دودھ پلاؤں اور یہ وعدہ کرتی ہوں کہ اس بچے کی خبر گیری اور حفاظت میں ذرا کوتاہی نہ کروں گی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو اس وقت اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ بھی یاد آ گیا جس میں فرمایا کہ چند روز کی جدائی کے بعد ہم ان کو تمہارے پاس واپس دے دیں گے اس لئے وہ اور اپنی بات پر جم گئیں۔ اہلیہ فرعون نے مجبور ہو کر ان کی بات مان لی اور یہ اسی روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر اپنے گھر آ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کا نشو و نما خاص طریقے پر فرمایا۔

جب موسیٰ علیہ السلام ذرا قوی ہو گئے تو اہلیہ فرعون نے ان کی والدہ سے کہا کہ یہ بچہ مجھے لا کر دکھلا جاؤ (کہ میں اس کے دیکھنے

کے لئے بے چین ہوں) اور اہلیہ فرعون نے اپنے سب درباریوں کو حکم دیا کہ یہ بچہ آج ہمارے گھر آ رہا ہے تم میں سے کوئی ایسا نہ رہے جو اس کا اکرام نہ کرے اور کوئی ہدیہ اس کو پیش نہ کرے اور میں خود اس کی نگرانی کروں گی کہ تم لوگ اس معاملہ میں کیا کرتے ہو۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے ساتھ گھر سے نکلے اسی وقت سے ان پر تحفوں اور ہدایا کی بارش ہونے لگی یہاں تک کہ اہلیہ فرعون کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے پاس سے خاص تحفے اور ہدیے الگ پیش کیے۔ اس کے بعد اہلیہ فرعون ان کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوئی اور یہ سب تحفے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو دے دیئے۔ اس کے بعد اہلیہ فرعون نے کہا کہ اب میں ان کو فرعون کے پاس لے جاتی ہوں وہ ان کو انعامات اور تحفے دیں گے جب ان کو لے کر فرعون کے پاس پہنچی تو فرعون نے ان کو اپنی گود میں لے لیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی پکڑ کر زمین کی طرف جھکا دیا۔ اس وقت دربار کے لوگوں نے فرعون سے کہا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ کیا تھا بنی اسرائیل میں ایک نبی پیدا ہوگا جو آپ کے ملک و مال کا وارث ہوگا، آپ پر غالب آئے گا اور آپ کو پچھاڑے گا، یہ وعدہ کس طرح پورا ہو رہا ہے۔

فرعون متنبہ ہوا اور اسی وقت لڑکوں کو قتل کرنے والے سپاہیوں کو بلا لیا تاکہ اس کو ذبح کر دیں ابن عباس نے یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر کو خطاب کیا کہ یہ (چوتھا) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے کہ پھر موت سر پر منڈلانے لگی۔

اہلیہ فرعون نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ تو یہ بچہ مجھے دے چکے ہیں پھر اب یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے، فرعون نے کہا تم یہ نہیں دیکھتیں کہ یہ لڑکا اپنے عمل سے گویا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ وہ مجھ کو زمین پر پچھاڑ کر مجھ پر غالب آ جائے گا۔ اہلیہ فرعون نے کہا کہ آپ ایک بات کو اپنے اور میرے معاملہ کے فیصلہ کے لئے مان لیں جس سے حق بات ظاہر ہو جاوے گی (کہ بچے نے یہ معاملہ بچپن کی بے خبری میں کیا ہے یا دیدہ دانستہ کسی شوخی سے) آپ دو انگارے آگ کے اور دو موتی منگوا لیجئے اور دونوں کو ان کے سامنے کر دیجئے اگر یہ موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھائیں اور آگ کے انگاروں سے بچیں تو آپ سمجھ لیں کہ اس کے افعال عقل و شعور سے دیدہ و دانستہ ہیں اور اگر اس نے موتیوں کی بجائے انگارے ہاتھ میں اٹھائے تو یہ یقین ہو جائے گا کہ یہ کام کسی عقل و شعور سے نہیں کیا گیا کیونکہ کوئی عقل والا انسان آگ کو ہاتھ میں نہیں اٹھا سکتا (فرعون نے اس آزمائش کو مان لیا) دو انگارے اور دو موتی موسیٰ علیہ السلام کے سامنے پیش کئے تو موسیٰ علیہ السلام نے انگارے اٹھا لئے (بعض دوسری روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام موتیوں کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہتے تھے کہ جبرئیل امین نے ان کا ہاتھ انگاروں کی طرف پھیر دیا) فرعون نے یہ ماجرا دیکھا تو فوراً ان کے ہاتھ سے انگارے چھین لئے کہ ان کا ہاتھ نہ جل جائے (اب تو اہلیہ فرعون کی بات بن گئی) اس نے کہا کہ آپ نے واقعہ کی حقیقت کو دیکھ لیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے پھر یہ موت موسیٰ علیہ السلام سے ٹلا دی کیونکہ قدرت خداوندی کو ان سے آگے کام لینا تھا۔

(حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی طرح فرعون کے شاہانہ اعزاز و اکرام اور شاہانہ خرچ پر اپنی والدہ کی نگرانی میں پرورش پاتے رہے یہاں تک یہ جوان ہو گئے)۔

ان کے شاہی اکرام و اعزاز کو دیکھ کر فرعون کے لوگوں کو بنی اسرائیل پر وہ ظلم و جور اور تذلیل و توہین کرنے کی ہمت نہ رہی جو

اس سے پہلے آلِ فرعون کی طرف سے ہمیشہ بنی اسرائیل پر ہوتا رہتا تھا۔ ایک روز موسیٰ علیہ السلام شہر کے کسی گوشہ میں چل رہے تھے تو دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں جن میں سے ایک فرعونی ہے اور دوسرا اسرائیلی۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر امداد کے لئے پکارا۔ موسیٰ علیہ السلام کو فرعونی آدمی کی جسارت پر بہت غصہ آ گیا کہ اس نے شاہی دربار میں موسیٰ علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کو جانتے ہوئے اسرائیلی کو ان کے سامنے پکڑ رکھا ہے جبکہ وہ یہ بھی جانتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور لوگوں کو تو صرف یہی معلوم تھا کہ ان کا تعلق اسرائیلی لوگوں سے صرف رضاعت اور دودھ پینے کی وجہ سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ یا کسی اور ذریعہ سے یہ معلوم کر دیا ہو کہ یہ اپنی دودھ پلانے والی عورت ہی کے بطن سے پیدا ہوئے اور اسرائیلی ہیں۔

غرض موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آ کر اس فرعونی کے ایک مکا رسید کیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور وہیں مر گیا مگر اتفاق سے وہاں کوئی اور آدمی موسیٰ علیہ السلام اور ان دونوں لڑنے والوں کے سوا موجود نہیں تھا، فرعونی تو قتل ہو گیا اسرائیلی اپنا آدمی تھا اس سے اس کا اندیشہ نہ تھا کہ یہ مخبری کر دے گا۔

جب یہ فرعونی موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مارا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ کام شیطان کی طرف سے ہوا ہے وہ کھلا دشمن گمراہ کرنے والا ہے (پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی) یعنی اے میرے پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا (کہ یہ خطا قتل فرعونی کی مجھ سے سرزد ہو گئی) مجھے معاف فرما دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا کیونکہ وہ ہی بہت معاف کرنے والا اور بہت رحمت کرنے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اس واقعہ کے بعد خوف و ہراس کے عالم میں یہ خبریں دریافت کرتے رہے (کہ اس کے قتل پر آلِ فرعون کا ردعمل کیا ہوا اور دربار فرعون تک یہ معاملہ پہنچا یا نہیں) معلوم ہوا کہ معاملہ فرعون تک اس عنوان سے پہنچا کہ کسی اسرائیلی نے آلِ فرعون کے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے اس لئے اسرائیلیوں سے اس کا انتقام لیا جائے۔ اس معاملے میں ان کے ساتھ کوئی ڈھیل کا معاملہ نہ کیا جائے۔ فرعون نے جواب دیا کہ اس کے قاتل کو متعین کر کے مع شہادت کے پیش کرو۔

کیونکہ بادشاہ اگرچہ تمہارا ہی ہے مگر اس کے لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ بغیر شہادت، ثبوت کے کسی سے قصاص لے لے۔ تم اس کے قاتل کو تلاش کرو اور ثبوت مہیا کرو میں ضرور تمہارا انتقام بصورت قصاص اس سے لوں گا۔ فرعون کے لوگ یہ سن کر گلی کوچوں اور بازاروں میں گھومنے لگے کہ کہیں اس کے قتل کرنے والے کا سراغ مل جائے مگر ان کو کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔

اچانک یہ واقعہ پیش آیا کہ اگلے روز موسیٰ علیہ السلام گھر سے نکلے تو اسی اسرائیلی کو دیکھا کہ کسی دوسرے فرعونی شخص سے مقاتلہ کرنے میں لگا ہوا ہے اور پھر اس اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لئے پکارا مگر موسیٰ علیہ السلام کل کے واقعہ پر ہی نادم ہو رہے تھے اور اس وقت اسی اسرائیلی کو پھر لڑتے ہوئے دیکھ کر اس پر ناراض ہوئے (کہ خطا اسی کی معلوم ہوتی ہے یہ جھگڑالو آدمی ہے روز لڑتا ہی رہتا ہے) مگر اس کے باوجود موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ فرعونی شخص کو اس پر حملہ کرنے سے روکیں لیکن اسرائیلی کو بھی

بطور تنبیہ کہنے لگے تو نے کل بھی جھگڑا کیا تھا آج پھر لڑ رہا ہے، تو ہی ظالم ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ آج بھی اسی طرح غصے میں ہیں جیسے کل تھے تو اس کو موسیٰ علیہ السلام کے ان الفاظ سے یہ شبہ ہو گیا کہ یہ آج مجھے ہی قتل کر دیں گے تو فوراً بول اٹھا کہ اے موسیٰ کیا تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کر ڈالو جیسے کل تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا۔

یہ باتیں ہونے کے بعد یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے مگر فرعونی شخص نے آلِ فرعون کے ان لوگوں کو جو کل کے قاتل کی تلاش میں تھے جا کر یہ خبر پہنچا دی کہ خود اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا ہے کہ تم نے کل ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر دربار فرعون تک فوراً پہنچائی گئی۔ فرعون نے اپنے سپاہی موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے بھیج دیئے۔ یہ سپاہی جانتے تھے کہ وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ اطمینان کے ساتھ شہر کی بڑی سڑک سے موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں نکلے۔ اس طرف ایک شخص کو موسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں سے جو شہر کے کسی بعید حصہ میں رہتا تھا اس کی خبر لگ گئی کہ فرعونی سپاہی موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں بغرض قتل نکل چکے ہیں اس نے کسی گلی کوچے کے چھوٹے راستہ سے آگے پہنچ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خبر دی۔

یہاں پہنچ کر پھر ابن عباس نے ابن جبیر کو خطاب کیا کہ اے ابن جبیر یہ (پانچواں) واقعہ فتون یعنی آزمائش کا ہے کہ موت سر پر آ چکی تھی اللہ نے اس سے نجات کا سامان کر دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ خبر سن کر فوراً شہر سے نکل گئے اور مدین کی طرف رخ پھر گیا۔ یہ آج تک شاہی ناز و نعمت میں پلے تھے کبھی محنت و مشقت کا نام نہ آیا تھا مصر سے نکل کھڑے ہوئے مگر راستہ بھی کہیں کا نہ جانتے تھے مگر اپنے رب پر بھروسہ تھا کہ عَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یَّھْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ، یعنی امید ہے کہ میرا رب مجھے راستہ دکھاوے گا۔ جب شہر مدین کے قریب پہنچے تو شہر سے باہر ایک کنویں پر لوگوں کا اجتماع دیکھا جو اس پر اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے۔ اور دیکھا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو سمیٹے ہوئے الگ کھڑی ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے ان عورتوں سے پوچھا کہ تم الگ کیوں کھڑی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم ان سب لوگوں سے مزاحمت اور مقابلہ کریں اس لیے ہم اس انتظار میں ہیں کہ جب یہ سب لوگ فارغ ہو جائیں تو جو کچھ بچا ہوا پانی مل جائے گا اس سے ہم اپنا کام نکالیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام نے ان کی شرافت دیکھ کر خود ان کے لئے کنویں سے پانی نکالنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے قوت و طاقت بخشی تھی بڑی جلدی ان کی بکریوں کو سیراب کر دیا۔ یہ عورتیں اپنی بکریاں لے کر اپنے گھر گئیں اور موسیٰ علیہ السلام ایک درخت کے سایہ میں چلے گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ، یعنی اے میرے پروردگار میں محتاج ہوں اس نعمت کا جو آپ میری طرف بھیجیں (مطلب یہ تھا کہ کھانے کا اور ٹھکانہ کا کوئی انتظام ہو جائے) یہ لڑکیاں جب روزانہ کے وقت سے پہلے بکریوں کو سیراب کر کے گھر پہنچیں تو ان کے والد کو تعجب ہوا اور فرمایا آج تو کوئی نئی بات ہے، لڑکیوں نے موسیٰ علیہ السلام کے پانی کھینچنے اور پلانے کا قصہ والد کو سنا دیا۔ والد نے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ جس شخص نے یہ احسان کیا ہے اس کو یہیں بلا لاؤ، وہ

بلالائی، والد نے موسیٰ علیہ السلام سے ان کے حالات دریافت کئے اور فرمایا لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. یعنی اب آپ خوف وہراس اپنے دل سے نکال دیجئے، آپ ظالموں کے ہاتھ سے نجات پا چکے ہیں ہم نہ فرعون کی سلطنت میں ہیں نہ اس کا ہم پر کچھ حکم چل سکتا ہے۔

اب ان دولڑکیوں میں سے ایک نے اپنے والد سے کہا یعنی ابا جان، ان کو آپ ملازم رکھ لیجئے کیونکہ ملازمت کے لئے بہترین آدمی وہ ہے جو قوی بھی ہو اور امانت دار بھی۔ والد کو اپنی لڑکی سے یہ بات سن کر غیرت سی آئی کہ میری لڑکی کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ قوی بھی ہیں اور امین بھی۔ اس لئے اس سے سوال کیا کہ تمہیں ان کی قوت کا اندازہ کیسے ہوا اور ان کی امانت داری کس بات سے معلوم کی۔ لڑکی نے عرض کیا کہ ان کی قوت کا مشاہدہ تو ان کے کنویں سے پانی کھینچنے کے وقت ہوا کہ سب چرواہوں سے پہلے انہوں نے اپنا کام کرلیا، دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں آسکا اور امانت کا حال اس طرح معلوم ہوا کہ جب میں ان کو بلانے کے لئے گئی اور اول نظر میں جب انہوں نے دیکھا کہ میں ایک عورت ہوں تو فوراً اپنا سر نیچا کرلیا اور اس وقت تک سر نہیں اُٹھایا جب تک کہ میں نے ان کو آپ کا پیغام نہیں پہنچا دیا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے پیچھے چلو مگر مجھے اپنے گھر کا راستہ پیچھے سے بتلاتی رہو اور یہ بات صرف وہی مرد کرسکتا ہے جو امانت دار ہو۔ والد کو لڑکی کی اس دانشمندانہ بات سے مسرت ہوئی اور اس کی تصدیق فرمائی اور خود بھی ان کے بارے میں قوت وامانت کا یقین ہوگیا۔ اس وقت لڑکیوں کے والد نے (جو اللہ کے رسول حضرت شعیب علیہ السلام تھے) موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کو یہ منظور ہے کہ میں ان دونوں میں سے ایک کا نکاح آپ سے کردوں جس کی شرط یہ ہوگی کہ آپ آٹھ سال تک ہمارے یہاں مزدوری کریں، اور اگر آپ دس سال پورے کردیں تو اپنے اختیار سے کردیں بہتر ہوگا مگر ہم یہ پابندی آپ پر عائد نہیں کرتے تاکہ آپ پر زیادہ مشقت نہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منظور فرمالیا جس کی رو سے موسیٰ علیہ السلام پر صرف آٹھ سال کی خدمت بطور معاہدہ کے لازم ہوگئی باقی دو سال کا وعدہ اختیاری رہا، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام سے وہ وعدہ بھی پورا کرا کر دس سال پورے کرادیئے۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک نصرانی عالم مجھے ملا، اس نے سوال کیا کہ تم جانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام نے دونوں میعادوں میں سے کون سی میعاد پوری فرمائی؟ میں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کیونکہ اس وقت تک ابن عباس کی یہ حدیث مجھے معلوم نہ تھی۔ اس کے بعد میں ابن عباس سے ملا ان سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ آٹھ سال کی میعاد پورا کرنا تو موسیٰ علیہ السلام پر واجب تھا اس میں کچھ کمی کرنے کا تو احتمال ہی نہیں اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کا اختیاری وعدہ بھی پورا ہی کرنا منظور تھا اس لئے دس سال کی میعاد پوری کی۔ اس کے بعد میں اس نصرانی عالم سے ملا اور اس کو یہ خبر دی تو اس نے کہا کہ تم نے جس شخص سے یہ بات دریافت کی ہے کیا وہ تم سے زیادہ علم والے ہیں، میں نے کہا کہ بیشک وہ بہت بڑے عالم اور ہم سب سے افضل ہیں۔

وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝

اور میں نے تمہیں اپنے لئے چن لیا ہے۔تم اور تمہارا بھائی میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک وہ سرکشی میں حد سے گزر چکا ہے۔سو تم دونوں اس سے نرم گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈرنے لگے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کیلئے منتخب کر لینے کا بیان

"وَاصْطَنَعْتُكَ" اخْتَرْتُك "لِنَفْسِي" بِالرِّسَالَةِ "اذْهَبْ أَنْتَ وَأَخُوك" إلَى النَّاس "بِآيَاتِي" التِّسْع "وَلَا تَنِيَا" تَفْتُرَا "فِي ذِكْرِي" بِتَسْبِيحٍ وَغَيْره "اذْهَبَا إلَى فِرْعَوْن إنَّهُ طَغَى" بِادِّعَائِهِ الرُّبُوبِيَّة "فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا" فِي رُجُوعه عَنْ ذَلِكَ "لَعَلَّهُ يَتَذَكَّر" يَتَّعِظ وَالتَّرَجِّي بِالنِّسْبَةِ إلَيْهِمَا لِعِلْمِهِ تَعَالَى بِأَنَّهُ لَا يَرْجِع "أَوْ يَخْشَى" اللَّه فَيَرْجِع

اور اب میں نے تمہیں اپنے امر رسالت کیلئے چن لیا ہے۔تم اور تمہارا بھائی ہارون میری طرف سے نو نشانیاں لے کر لوگوں کے پاس جائیں۔اور میری یاد یعنی تسبیح وغیرہ میں سستی نہ کرنا۔تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک وہ سرکشی میں حد سے گزر چکا ہے۔ کیونکہ اس نے رب ہونے کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔لہٰذا تم دونوں اس سے نرم انداز میں گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کر لے، یہاں ترجی کی نسبت ان دونوں حضرات کی طرف اس لئے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں فرعون کا نہ لوٹنا تھا۔یا میرے غضب سے ڈرنے لگے۔پس وہ لوٹ آئے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدین سے واپسی کا بیان

دس سال کی میعاد خدمت پوری کرنے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی اہلیہ محترمہ کو ساتھ لے کر شعیب علیہ السلام کے وطن مدین سے رخصت ہوئے، راستہ میں سخت سردی اندھیری رات، راستہ نامعلوم، بیکسی اور بے بسی کے عالم میں اچانک کوہ طور پر آگ دیکھنے پھر وہاں جانے اور حیرت انگیز مناظر کے بعد معجزہ عصا و ید بیضاء اور اس کے ساتھ منصب نبوت و رسالت عطا ہونے کے بعد (جس کا پورا قصہ قرآن میں اوپر گزر چکا ہے) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ فکر ہوئی کہ میں فرعونی دربار کا ایک مفرور ملزم قرار دیا گیا ہوں مجھ سے قبطی کا قصاص لینے کا حکم وہاں سے ہو چکا ہے اب اس کے پاس دعوت رسالت لے کر جانے کا حکم ہوا ہے، نیز اپنی زبان میں لکنت کا عذر بھی سامنے آیا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض معروض پیش کی حق تعالیٰ نے ان کی فرمائش کے مطابق ان کے بھائی حضرت ہارون کو شریک رسالت بنا کر ان کے پاس وحی بھیج دی اور یہ حکم دیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا شہر مصر سے باہر استقبال کریں۔اس کے مطابق موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے۔ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی دونوں بھائی (حسب الحکم) فرعون کو دعوت دینے کے لئے اس کے دربار میں پہنچے کچھ وقت تک تو ان کو دربار میں حاضری کا موقع نہیں دیا گیا۔یہ دونوں

دروازے پر ٹھہرے رہے پھر بہت سے پردوں میں گزر کر حاضری کی اجازت ملی اور دونوں نے فرعون سے کہا، ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے قاصد اور پیغامبر ہیں۔ فرعون نے پوچھا تو بتلاؤ تمہارا رب کون ہے۔ موسیٰ وہارون علیہ السلام نے وہ بات کہی جس کا قرآن نے خود ذکر کر دیا (رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعۡطٰی کُلَّ شَیۡءٍ خَلۡقَه ثُمَّ هَدٰی، اس پر فرعون نے پوچھا کہ پھر تم دونوں کیا چاہتے ہو اور ساتھ ہی قبطی مقتول کا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مجرم ٹھہرایا (اور اپنے گھر میں ان کی پرورش پانے کا احسان جتلایا) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دونوں باتوں کا وہ جواب دیا جو قرآن میں مذکور ہے (یعنی مقتول کے معاملہ میں تو اپنی خطا اور غلطی کا اعتراف کر کے ناواقفیت کا عذر ظاہر کیا اور گھر میں پرورش پر احسان جتلانے کا جواب یہ دیا کہ تم نے سارے بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا ہے ان پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہو اسی کے نتیجہ میں یہ نیرنگ تقدیر میں تمہارے گھر میں پہنچا دیا گیا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو خطاب کر کے پوچھا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ اللہ پر ایمان لے آؤ اور بنی اسرائیل کو غلامی سے آزاد کر دو۔ فرعون نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اگر تمہارے پاس رسول رب ہونے کی کوئی علامت ہے تو دکھلاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عصا زمین پر ڈال دی تو وہ عظیم الشان اژدہا کی شکل میں منہ کھولے ہوئے فرعون کی طرف لپکی۔ فرعون خوفزدہ ہو کر اپنے تخت کے نیچے چھپ گیا اور موسیٰ علیہ السلام سے پناہ مانگی کہ اس کو روک لیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چمکنے لگا یہ دوسرا معجزہ فرعون کے سامنے آیا پھر دوبارہ گریبان میں ہاتھ ڈالا تو وہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

| |
|---|
| قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنۡ یَّفۡرُطَ عَلَیۡنَآ اَوۡ اَنۡ یَّطۡغٰی ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیۡ مَعَکُمَآ اَسۡمَعُ وَاَرٰی ۝ |
| دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، |
| بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، میں سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ |

## حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے فرعون کے تکبر کا اندیشہ بیان کیا

"قَالَا رَبَّنَا إِنَّنَا نَخَاف أَنۡ یَفۡرُط عَلَیۡنَا " أَیۡ یَعۡجَل بِالۡعُقُوبَةِ "أَوۡ أَنۡ یَطۡغَی " عَلَیۡنَا أَیۡ یَتَکَبَّر "قَالَ لَا تَخَافَا إِنَّنِی مَعَکُمَا" بِعَوۡنِی "أَسۡمَع" مَا یَقُول "وَأَرَی" مَا یَفۡعَل،

دونوں نے کہا اے ہمارے رب! یقیناً ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی یعنی سزا میں جلدی کرے گا، یا کہ حد سے بڑھ جائے گا۔ یعنی تکبر کرے گا۔ فرمایا ڈرو نہیں، بے شک میں تم دونوں کے ساتھ ہوں، یعنی میری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ میں سن رہا ہوں جو وہ کہے گا۔ اور دیکھ رہا ہوں۔ جو وہ کرے گا۔

مصر پہنچ جانے کے بعد جن دونوں بھائی فرعون کے ہاں جانے کو تیار ہوئے اور فرعون جابر اور خود سر بادشاہ کے پاس جا کر اسے دعوت دینے کا خیال کیا تو اپنے پروردگار سے عرض کیا کہ ہم تعمیل ارشاد کو حاضر ہیں مگر اس بات سے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے پر آمادہ بھی ہوگا یا نہیں یا بات سن لینے پر غصہ سے بھڑک نہ اٹھے گا یا ہم پر بھی دست درازی کرے یا آپ کی شان میں مزید گستاخانہ

باتیں کہنے لگے۔ جس سے اصل مقصد ہی فوت ہو جائے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن اور دیکھ رہا ہوں۔ وہ تمہارا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔

| |
|---|
| فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ |
| پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو: ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے ہیں سو تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور انہیں اذیت نہ پہنچا، بیشک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور اس شخص پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ |

## حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجنے کا بیان

"فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إنَّا رَسُولَا رَبّك فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إسْرَائِيل " إلَى الشَّام "وَلَا تُعَذِّبهُمْ" أَيْ خَلِّ عَنْهُمْ مِنْ اسْتِعْمَالك إيَّاهُمْ فِي . أَشْغَالك الشَّاقَّة كَالْحَفْرِ وَالْبِنَاء وَحَمْل الثَّقِيل "قَدْ جِئْنَاك بِآيَةٍ" بِحُجَّةٍ "مِنْ رَبّك" عَلَى صِدْقنَا بِالرِّسَالَةِ "وَالسَّلَام عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى" أَيْ السَّلَامَة لَهُ مِنْ الْعَذَاب

پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ اور کہو: ہم تیرے رب کے بھیجے ہوئے رسول ہیں سو تو بنی اسرائیل کو اپنی غلامی سے آزاد کر کے ہمارے ساتھ شام بھیج دے اور انہیں مزید اذیت نہ پہنچا، یعنی مشکل کاموں جیسے کھدائی اور کھیتوں کا کام ہے۔ اور بوجھ اٹھانے کا کام ہے۔ بیشک ہم تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے نشانی یعنی دلیل لے کر آئے ہیں، جو ہماری رسالت کی صداقت پر دلیل ہے۔ اور اس شخص پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ یعنی اس کیلئے عذاب سے سلامتی ہو۔

## فرعون کو دعوت دینے پانچ کلمات کا بیان

گویا فرعون کے سامنے دعوت کا پانچ نکاتی پروگرام ان پیغمبروں کو دیا گیا۔ ان میں سے چار تو دعوت دین کے بنیادی نکات اور ایک مطالبہ ہے۔ پہلی بات یہ تھی کہ اسے کہنے کہ ہم تمہارے پروردگار کے رسول ہیں۔ اس میں دو نکات آ گئے۔ ایک یہ کہ لوگوں کے پروردگار تم نہیں بلکہ وہ ذات ہے جو ہر چیز کا، ہمارا اور خصوصاً تمہارا بھی پروردگار ہے، دوسرا نکتہ یہ تھا کہ ہم دونوں اسی پروردگار کے بھیجے ہوئے تیرے پاس آئے ہیں خود نہیں آئے۔ گویا اس ایک جملہ میں توحید و رسالت کا ذکر آ گیا۔ تیسرا نکتہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل پر ظلم کرنا چھوڑ دے اور انہیں اپنی غلامی سے آزاد کر اور انہیں ہمارے ہمراہ کر دے تا کہ وہ آزادانہ زندگی بسر کر سکیں اور یہ تیسرا نکتہ خاص اس قسم کے حالات کے مطابق تھا۔ چوتھا نکتہ یہ تھا کہ جو شخص اس راہ ہدایت یعنی اللہ کی توحید اور ہماری رسالت پر ایمان لے آئے گا اور اللہ ہی کی عبادت اور ہماری اطاعت کرے گا اس کے لئے اس دنیا میں امن اور سلامتی ہو گی اور آخر میں بھی۔ اور پانچویں یہ تھا کہ ہمیں بذریعہ وحی اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ جو شخص ہماری دعوت سے منہ پھیرے گا آخر میں اس کے لئے عذاب ہو گا۔ گویا چوتھے اور پانچویں نکتہ میں ایمان کے نہایت اہم جزء ایمان بالآخرت کی دعوت پیش کی گئی تھی۔ اور ساتھ ہی یہ بات کہہ دینا کہ ہمارا یہ

دعویٰ رسالت بے دلیل نہیں بلکہ ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ٥ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا یٰمُوْسٰی ٥ |
| بیشک ہماری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو جھٹلائے گا اور منہ پھیر لے گا (فرعون نے) کہا: |
| تو اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے۔ |

## فرعون کو دعوت توحید دینے کا بیان

"إِنَّا قَدْ أُوحِيَ إِلَيْنَا أَنَّ الْعَذَاب عَلَى مَنْ كَذَّبَ " مَا جِئْنَا بِهِ "وَتَوَلَّى" أَعْرَضَ عَنْهُ فَأَتَيَاهُ وَقَالَا جَمِيع مَا ذُكِرَ "قَالَ فَمَنْ رَبّكُمَا يَا مُوسَى" اقْتَصَرَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ الْأَصْل وَلِإِدْلَالِهِ عَلَيْهِ بِالتَّرْبِيَةِ

بیشک ہماری طرف وحی بھیجی گئی ہے کہ عذاب ہر اس شخص پر ہوگا جو رسول کو جھٹلائے گا یعنی جو ہم پیغام حق لائے ہیں اور اس سے منہ پھیر لے گا۔ لہٰذا دونوں بھائی اس کے پاس گئے اور ذکر کردہ اس سے کہا تو فرعون نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کلام میں اختصار کیا کیونکہ آپ حق پر تھے۔ اور اس لئے بھی کہ اس نے تربیت کا احسان جتلا دیا۔

یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اس کے لیے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو تکذیب یا اعراض کرے گا اس کے لیے عذاب یقینی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ اب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کر لو۔

| |
|---|
| قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ٥ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰی ٥ |
| قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ فِیْ كِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی ٥ |
| کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، پھر راستہ دکھایا۔ اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال |
| ہے؟ (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے، نہ میرا رب بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ |

## فرعون کا اقوام سابقہ کے احوال پوچھنے کا بیان

"قَالَ رَبّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلّ شَيْء " مِنْ الْخَلْق "خَلْقه" الَّذِي هُوَ عَلَيْهِ مُتَمَيِّز بِهِ عَنْ غَيْره "ثُمَّ هَدَى" الْحَيَوَان مِنْهُ إلَى مَطْعَمه وَمَشْرَبه وَمَنْكَحه وَغَيْر ذَلِكَ

"قَالَ" فِرْعَوْن "فَمَا بَال" حَال "الْقُرُون" الْأُمَم "الْأُولَى" كَقَوْمِ نُوح وَهُود وَلُوط وَصَالِح فِي عِبَادَتهمْ الْأَوْثَان

"قَالَ" مُوسَى "عِلْمهَا" أَيْ عِلْم حَالهمْ مَحْفُوظ "عِنْد رَبِّي فِي كِتَاب" هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ يُجَازِيهِمْ عَلَيْهَا يَوْم الْقِيَامَة "لَا يَضِلّ" يَغِيب "رَبِّي" عَنْ شَيْء "وَلَا يَنْسَى" رَبِّي شَيْئًا

کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل وصورت بخشی، یعنی جس کی وجہ سے وہ چیز دوسروں سے ممتاز ہے۔ پھر راستہ دکھایا۔ یعنی اس نے حیوان کو کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات وغیرہ کی سمجھ بوجھ دی۔ اس نے کہا تو پہلے زمانوں کے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جس طرح قوم نوح، ہود، لوط اور صالح علیہ السلام کی قوم جو بتوں کی پوجا کرتی تھی۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں ہے، وہی قیامت کے دن انہیں جزاء دے گا۔ نہ میرا رب کسی چیز سے بھٹکتا ہے اور نہ کسی چیز سے بھولتا ہے۔

## فرعون کے سامنے دلیل تخلیق کو بتانے کا بیان

فرعون مصر وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ پیغام الٰہی کلیم اللہ کی زبانی سن کر وجود خالق کے انکار کے طور پر سوال کرنے لگا کہ تمہارا بھیجنے والا اور تمہارا رب کون ہے میں تو اسے نہیں جانتا نہ اسے مانتا ہوں۔ بلکہ میری دانست میں تو تم سب کا رب میرے سوا اور کوئی نہیں۔ اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر شخص کو اس کا جوڑا عطا فرمایا ہے انسان کو بصورت انسان، گدھے کو اس کی صورت پر، بکری کو ایک علیحدہ صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ ہر ایک کو اس کی مخصوص صورت میں بنایا ہے۔ ہر ایک کی پیدائش نرالی شان سے درست کر دی ہے۔ انسانی پیدائش کا طریقہ الگ چوپائے الگ صورت میں ہیں درندے الگ وضع میں ہیں۔ ہر ایک کے جوڑے کی ہیئت ترکیبی علیحدہ ہے۔ کھانا پینا کھانے پینے کی چیزیں جوڑے سب الگ الگ اور ممتاز و مخصوص ہیں۔ ہر ایک کا انداز مقرر کر کے پھر اس کی ترکیب اسے بتلا دی ہے۔ عمل اجل رزق مقدر اور مقرر کر کے اسی پر لگا دیا ہے نظام کے ساتھ ساری مخلوق کا کارخانہ چل رہا ہے۔ کوئی اس سے اُدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔ خلق کا خالق تقدیروں کا مقرر کرنے والا اپنے ارادے پر مخلوق کی پیدائش کرنے والا ہی ہمارا رب ہے۔ یہ سب سن کر اس بے سمجھ نے پوچھا کہ اچھا تو پھر ان کا کیا حال ہے جو ہم سے پہلے تھے اور اللہ کی عبادت کے منکر تھے؟ اس سوال کو اس نے اہمیت کے ساتھ بیان کیا۔ لیکن اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے ایسا جواب دیا کہ عاجز ہو گیا۔ فرمایا ان سب کا علم میرے رب کو ہے۔ لوح محفوظ میں ان کے اعمال لکھے ہوئے ہیں، جزا سزا کا دن مقرر ہے نہ وہ غلط کرے کہ کوئی چھوٹا بڑا اس کی پکڑ سے چھوٹ جائے نہ وہ بھولے کہ مجرم اس کی گرفت سے رہ جائیں۔ اس کا علم تمام چیزوں کو اپنے میں گھیرے ہوئے ہے۔ اسکی ذات بھول چوک سے پاک ہے، نہ اس کے علم سے کوئی چیز باہر، نہ علم کے بعد بھول جانے کا اس کا وصف، وہ کمی علم کے نقصان سے وہ بھول کے نقصان سے پاک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًؕ |
| فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى۝ |
| وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے رہنے کی جگہ بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے اور آسمان کی جانب سے پانی اتارا، |
| پھر ہم نے اس کے ذریعے انواع واقسام کی نباتات کے جوڑے نکال دیئے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں عجائب کا بیان

"الَّذِی جَعَلَ لَكُمْ" فِی جُمْلَة الْخَلْق "الْأَرْض مَهْدًا" فِرَاشًا "وَسَلَكَ" سَهَّلَ "لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا" طُرُقًا "وَأَنْزَلَ مِنْ السَّمَاء مَاء" مَطَرًا قَالَ تَعَالَى تَتْمِيمًا لِمَا وَصَفَهُ بِهِ مُوسَى وَخِطَابًا لِأَهْلِ مَكَّة "فَأَخْرَجْنَا بِهِ أَزْوَاجًا" أَصْنَافًا "مِنْ نَبَات شَتَّى" صِفَة أَزْوَاجًا أَیْ مُخْتَلِفَة الْأَلْوَان وَالطُّعُوم وَغَيْرهمَا وَشَتَّى جَمْع شَتِيت كَمَرِيضٍ وَمَرْضَى مِنْ شَتَّ الْأَمْر تَفَرَّقَ

وہی ہے جس نے تمام مخلوق میں زمین کو تمہارے رہنے کی جگہ بنایا یعنی اس کو فرش بنایا۔ اور اس میں تمہارے سفر کرنے کے لئے راستے بنائے اور آسمان کی جانب سے پانی اتارا، یعنی بارش نازل کی۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے کلام کو پورا کرنے کیلئے اہل مکہ سے خطاب کیا۔ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے زمین سے انواع و اقسام کی نباتات کے جوڑے نکال دیئے۔ یعنی مختلف جوڑے جن کے رنگ اور ذائقے مختلف ہیں۔ یہاں پر شتی یہ شتیت کی جمع ہے جس طرح مرضی، مریض کی جمع ہے اور شت الامر کا معنی تفرق ہے۔

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے سوال کے جواب میں اوصاف الٰہی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسی اللہ نے زمین کو لوگوں کے لئے فرش بنایا ہے۔ مہدا کی دوسری قرأت مھادا ہے۔ زمین کو اللہ تعالیٰ نے بطور فرش کے بنا دیا ہے کہ تم اس پر قرار کئے ہوئے ہو، اسی پر سوتے بیٹھتے رہتے سہتے ہو۔ اس نے زمین میں تمہارے چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے لئے راہیں بنا دی ہیں تاکہ تم راستہ نہ بھولو اور منزل مقصود تک بہ آسانی پہنچ سکو۔ وہی آسمان سے بارش برساتا ہے اور اس کی وجہ سے زمین سے ہر قسم کی پیداوار اگاتا ہے۔ کھیتیاں باغات میوے قسم قسم کے ذائقے دار کہ تم خود کھالو اور اپنے جانوروں کو چارہ بھی دو۔ تمہارا کھانا اور میوے تمہارے جانوروں کا چارا خشک اور تر سب اسی سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے۔ جن کی عقلیں صحیح سالم ہیں ان کے لئے تو قدرت کی یہ تمام نشانیاں دلیل ہیں۔ اللہ کی الوہیت، اس کی وحدانیت اور اس کے وجود پر۔ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا فرمایا ہے۔ تمہاری ابتدا اسی سے ہے۔ اس لئے کہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اسی سے ہوئی ہے۔ اسی میں تمہیں پھر لوٹنا ہے، مر کر اسی میں دفن ہونا ہے، اسی سے پھر قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے۔ ہماری پکار پر ہماری تعریفیں کرتے ہوئے اٹھو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی تھوڑی دیر رہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اسی زمین پر تمہاری زندگی گزرے گی مر کر بھی اسی میں جاؤ گے پھر اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰى ۝

تم کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، بیشک اس میں دانش مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

## زمین کے پھلوں سے خود اور اپنے حیوانات کو کھلانے کا بیان

"كُلُوا" مِنْهَا "وَارْعَوْا أَنْعَامكُمْ" فِيهَا جَمْع نَعَم وَهِيَ الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم يُقَال رَعَتْ الْأَنْعَام

وَرَعْيَتِهَا وَالْأَمْرُ لِلْإِبَاحَةِ وَتَذْكِيرِ النِّعْمَةِ وَالْجُمْلَةُ حَالٌ مِنْ ضَمِيرِ أَخْرَجْنَا أَيْ مُبِيحِينَ لَكُمْ الْأَكْلَ وَرَعْيَ الْأَنْعَامِ "إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور هُنَا "لَآيَاتٍ" لَعِبَرًا "لِأُولِي النُّهَى" لِأَصْحَابِ الْعُقُولِ جَمْع نُهْيَة كَغُرْفَةٍ وَغُرَف سُمِّيَ بِهِ الْعَقْلُ لِأَنَّهُ يَنْهَى صَاحِبَهُ عَنْ ارْتِكَابِ الْقَبَائِحِ

تم اس سے کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو چراؤ، یہاں پر انعام یہ نعم کی جمع ہے۔اور وہ اونٹ، گائے اور بکری ہے اور جانوروں کو چرانے والے کو چرواہا کہتے ہیں۔اور یہاں امر اباحت کیلئے آیا ہے۔اور نعمت کو یاد دلایا گیا ہے۔اور یہ جملہ اخرجنا کی ضمیر سے حال ہے۔یعنی تمہارے لئے ان سے کھانا مباح ہے۔اور جانوروں کو چراگاہ میں چرانا مباح ہے۔ بیشک اس میں دانش مندوں کے لئے نشانیاں ہیں۔یہاں پر اولی نہی سے مراد اصحاب عقل ہیں اور یہ نہیہ کی جمع ہے۔اور غرف یہ غرفۃ کی جمع ہے۔اور عقل کو عقل اس لئے کہا جاتا ہے کہ عقلمند شخص کو برے کاموں سے روکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام جاندار مخلوق کی روزی کا خواہ وہ انسان ہوں یا حیوانات ہوں ایسا مستقل اور مستحکم نظام پیدا کر دیا ہے جس سے تمام مخلوق کو روزی مہیا ہوتی رہتی ہے۔اگر بارش کا دیوتا کوئی اور ہوتا اور نباتات کا کوئی دوسرا تو ان میں ہمیشہ کی مطابقت محال تھی۔اور کچھ عرصہ بعد تمام مخلوق بھوک سے ہی مر جاتی۔اللہ کا یہ نظام پیداوار اور اس پیداوار کے عوامل، یعنی سورج کی حرارت، ہواؤں کا چلنا، سمندر سے بخارات کا اٹھنا، موزوں موسم میں بارش کا نزول پھر اس سے زمین کا لہلہا اٹھنا ان سب باتوں میں ایسی ہم آہنگی ہے جس سے ہر صاحب بصیرت اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اس کائنات کی مدبر و منتظم صرف ایک ہی ہستی ہو سکتی ہے۔

| |
|---|
| مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ |
| اسی (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ نکالیں گے۔ |

## انسان کی تخلیق کا مٹی سے ہونے کا بیان

"مِنْهَا" أَيْ مِنْ الْأَرْض "خَلَقْنَاكُمْ" بِخَلْقِ أَبِيكُمْ آدَم مِنْهَا "وَفِيهَا نُعِيدكُمْ" مَقْبُورِينَ بَعْد الْمَوْت "وَمِنْهَا نُخْرِجكُمْ" عِنْد الْبَعْث "تَارَة" مَرَّة "أُخْرَى" كَمَا أَخْرَجْنَاكُمْ عِنْد ابْتِدَاء خَلْقكُمْ

زمین کی اسی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ بعث کے وقت نکالیں گے۔یعنی دوبارہ اسی طرح تمہیں نکالیں گے جس طرح ابتدائی طور پر تمہاری تخلیق کی۔

سب کے باپ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کیے گئے۔پھر جن غذاؤں سے آدمی کا بدن پرورش پاتا ہے وہ بھی مٹی سے نکلتی ہیں، مرنے کے بعد بھی عام آدمیوں کو جلد یا بدیر مٹی میں مل جانا ہے۔اسی طرح حشر کے وقت بھی ان اجزاء کو جو مٹی میں مل گئے تھے دوبارہ جمع کر کے از سر نو پیدا کر دیا جائے گا اور جو قبروں میں مدفون تھے وہ ان سے باہر نکالے جائیں گے۔

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ○ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ○

اور بیشک ہم نے اس کو اپنی ساری نشانیاں دکھائیں مگر اس نے جھٹلایا اور انکار کر دیا۔ اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم اپنے جادو کے ذریعہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغام کو فرعون کے جھٹلانے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرَيْنَاهُ" أَيْ أَبْصَرْنَا فِرْعَوْن "آيَاتنَا كُلّهَا" التِّسْع "فَكَذَّبَ" بِهَا وَزَعَمَ أَنَّهَا سِحْر "وَأَبَى" أَنْ يُوَحِّد اللّٰه تَعَالَى.

"قَالَ أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضنَا" مِصْر وَيَكُون لَك الْمُلْك فِيهَا

اور بیشک ہم نے اس فرعون کو اپنی ساری نشانیاں یعنی جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو نو نشانیاں دی گئی تھیں اس کو دکھائیں مگر اس نے جھٹلایا اور ماننے سے انکار کر دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا: اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ تم اپنے جادو کے ذریعہ ہمیں ہمارے ملک یعنی مصر جس ملک میں ہم رہتے ہیں اس سے نکال دو۔

## فرعون کے ساحر اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ لکڑی کا سانپ بن جانا، ہاتھ کا روشن ہو جانا وغیرہ دیکھ کر فرعون نے کہا کہ یہ تو جادو ہے اور تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے۔ تو مغرور نہ ہو جا ہم بھی اس جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے اور مقابلہ ہو جائے۔ ہم بھی اس دن اس جگہ آ جائیں اور تو بھی ایسا نہ ہو کہ کوئی نہ آئے۔ کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے منظور ہے اور میرے خیال سے تو اس کے لئے تمہاری عید کا دن مناسب ہے۔ کیونکہ وہ فرصت کا دن ہوتا ہے سب آ جائیں گے اور دیکھ کر حق و باطل میں تمیز کر لیں گے۔ معجزے اور جادو کا فرق سب پر ظاہر ہو جائے گا۔ وقت دن چڑھے کا رکھنا چاہئے تاکہ جو کچھ میدان میں آئے سب دیکھ سکیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی زینت اور عید کا دن عاشورے کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہ السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف واضح ہو جائے اور ہر ایک پرکھ لے۔ اسی لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتایا اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر ایک دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکار کیا اس پر وحی اتری کہ مدت مقرر کر لو فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور کی گئی۔

فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ○

تو ہم بھی ہر صورت تیرے پاس اس جیسا جادو لائیں گے، پس تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کا ایک وقت طے کر دے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو، ایسی جگہ میں جو مساوی ہو۔

32

## فرعون کا حق کے مقابلے میں جادو لانے کا بیان

"فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِثْلِهِ " يُعَارِضُهُ "فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنك مَوْعِدًا " لِذَلِكَ "لَا نُخْلِفهُ نَحْنُ وَلَا أَنْتَ مَكَانًا " مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِض فِي "سُوًى" بِكَسْرِ أَوَّله وَضَمّه أَيْ وَسَطًا تَسْتَوِي إلَيْهِ مَسَافَة الْجَائِي مِنْ الطَّرَفَيْنِ

تو ہم بھی ہر صورت تیرے پاس اس جیسا جادو لائیں گے، تا کہ مقابلہ کریں۔ پس تو ہمارے درمیان اور اپنے درمیان وعدے کا ایک وقت طے کر دے کہ نہ ہم اس کے خلاف کریں اور نہ تو، یہاں پر مکانا منصوب حرف جار کے حذف کے سبب ہے۔ ایسی جگہ میں جو مساوی ہو۔ لفظ سوی یہ اول کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ جس کا معنی برابر ہے یعنی جو جگہ دونوں اطراف سے برابر ہو۔

مَكَانًا سُوًى، فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے مقابلہ کے لئے یہ خود تجویز کیا کہ ایسے مقام پر ہونا چاہئے جو آل فرعون اور حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل کے لئے مسافت کے اعتبار سے برابر ہو تا کہ کسی فریق پر زیادہ دور جانے کی مشقت نہ پڑے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو قبول کر کے دن اور وقت کی تعیین اس طرح فرما دی ہے۔

| |
|---|
| قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ |
| فرمایا: تمہارے وعدے کا دن یوم عید ہے اور یہ کہ سارے لوگ چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ پس فرعون واپس لوٹا، |
| پس اس نے اپنے داؤ پیچ جمع کیے، پھر آ گیا۔ |

## فرعون کا جادوگروں کو جمع کرنے کا بیان

"قَالَ" مُوسَى "مَوْعِدكُمْ يَوْم الزِّينَة" يَوْم عِيد لَهُمْ يَتَزَيَّنُونَ فِيهِ وَيَجْتَمِعُونَ "وَأَنْ يُحْشَر النَّاس " يُجْمَع أَهْل مِصْر "ضُحًى" وَقْته لِلنَّظَرِ فِيمَا يَقَع، "فَتَوَلَّى فِرْعَوْن " أَدْبَرَ "فَجَمَعَ كَيْده " أَيْ ذَوِي كَيْده مِنْ السَّحَرَة "ثُمَّ أَتَى" بِهِمْ الْمَوْعِد،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے وعدے کا دن یوم عید (سالانہ جشن کا دن) ہے۔ کیونکہ اس دن وہ جشن مناتے اور سب اکھٹے ہوتے تھے۔ اور یہ کہ اس دن سارے لوگ یعنی اہل مصر چاشت کے وقت جمع ہو جائیں۔ یعنی اس وقت جو کچھ ہو وہ دیکھنے کیلئے ہو۔ پس فرعون واپس لوٹا، پس اس نے اپنے لئے جادو کے داؤ پیچ جمع کیے، پھر وعدہ کردہ جگہ پر آ گیا۔

اس میلہ سے فرعونیوں کا میلہ مراد ہے جو ان کی عید تھی اور اس میں وہ زینتیں کر کر کے جمع ہوتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ دن عاشوراء یعنی دسویں محرّم کا تھا اور اس سال یہ تاریخ سنیچر کو واقع ہوئی تھی، اس روز کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لئے معیّن فرمایا کہ یہ روز ان کی غایتِ شوکت کا دن تھا اس کو مقرر کرنا اپنے کمالِ قوت کا اظہار ہے نیز اس میں یہ بھی حکمت تھی کہ حق کا ظہور اور باطل کی رسوائی کے لئے ایسا ہی وقت مناسب ہے جب کہ اطراف و جوانب کے تمام لوگ مجتمع ہوں۔

قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ○

موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: تم پر افسوس (خبردار!) اللہ پر جھوٹا بہتان مت باندھنا ورنہ وہ تمہیں عذاب کے ذریعے تباہ و برباد کر دے گا اور واقعی وہ شخص نامراد ہوا جس نے بہتان باندھا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جادوگروں کو متنبہ کرنے کا بیان

"قَالَ لَهُمْ مُوسَى" وَهُمْ اثْنَانِ وَسَبْعُونَ مَعَ كُلّ وَاحِد حَبْل وَعَصًا "وَيْلكُمْ" أَيْ أَلْزَمَكُمْ اللّٰه الْوَيْل "لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِإِشْرَاكِ أَحَد مَعَهُ "فَيُسْحِتكُمْ" بِضَمِّ الْيَاء وَكَسْر الْحَاء وَبِفَتْحِهِمَا أَيْ يُهْلِككُمْ "بِعَذَابٍ" مِنْ عِنْده "وَقَدْ خَابَ" خَسِرَ "مَنْ افْتَرَى" كَذَبَ عَلَى اللّٰه

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے فرمایا: جو بہتر جادوگر تھے جن میں سے ہر ایک کے پاس رسی اور عصا تھا۔ تم پر افسوس (خبردار!) اللہ پر جھوٹا بہتان مت باندھنا یعنی اس کے ساتھ کسی شریک نہ ٹھہرانا ورنہ وہ تمہیں عذاب کے ذریعے تباہ و برباد کر دے گا۔ یہاں یسحت یہ یاء کے ضمہ اور حاء کے کسرہ اور ان دونوں کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور واقعی وہ شخص نامراد ہوا جس نے اللہ پر بہتان باندھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اکابرین قوم فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے ایک بار پھر تنبیہ کی اور فرمایا: شامت کے مارو! اب بھی سمجھ جاؤ اور معجزہ کو جادو نہ بتلاؤ۔ جب تم حقیقت کو پوری طرح سمجھ چکے ہو تو دوسروں کی آنکھوں میں دھول نہ ڈالو۔ اور جو شخص حق کو سمجھ لینے کے بعد اس کا انکار کرے گا اللہ اسے اپنے عذاب سے دوچار کر دے گا۔ تمہارا جھوٹا پروپیگنڈا جھوٹ ہی ثابت ہوگا اور جھوٹ کبھی تادیر چل نہیں سکتا۔

فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ○

تو وہ اپنے معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑے اور انھوں نے پوشیدہ سرگوشی کی۔

## جادوگروں کی پوشیدہ سرگوشیاں کرنے کا بیان

"فَتَنَازَعُوا أَمْرهمْ بَيْنهمْ" فِي مُوسَى وَأَخِيهِ "وَأَسَرُّوا النَّجْوَى" أَيْ الْكَلَام بَيْنهمْ فِيهِمَا

تو وہ اپنے معاملے میں یعنی حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے معاملے پر آپس میں جھگڑ پڑے اور انھوں نے پوشیدہ سرگوشی کی۔ یعنی ان کا کلام ان دونوں حضرات کے بارے میں پوشیدہ تھا۔

اکابرین قوم فرعون پر آپ کی نصیحت کا خاصا اثر ہوا اور وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ ایک فریق کہتا تھا کہ ان پیغمبروں کا مقابلہ کرنا اپنی شکست کو دعوت دینا ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ ابھی اس مقابلہ کو ملتوی کر دیا جائے جبکہ مقابلہ کے دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو چکے تھے۔ اس حال میں یہ اکابرین علیحدہ چلے گئے اور سر جوڑ بیٹھے تاکہ کسی ایک فیصلہ پر اتفاق رائے ہو جائے۔ اس مشورہ میں

ماہر جادوگروں کو بھی شریک کیا گیا ان میں سے بعض کہنے لگے کہ ایسے نورانی چہرے جادوگر نہیں ہوسکتے۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ○ |
| بولے بیشک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں |
| اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔ |

## اہل مصر کی جلاوطنی کی افواہ کے ذریعے جذبات ابھارنے کا بیان

"قَالُوا" لِأَنفُسِهِمْ "إِنْ هَذَانِ" وَهُوَ مُوَافِق لِلُغَةِ مَنْ يَأْتِي فِي الْمُثَنَّى بِالْأَلِفِ فِي أَحْوَاله الثَّلَاث وَلِأَبِي عَمْرو : هَذَيْنِ "لَسَاحِرَانِ يُرِيدَانِ أَنْ يُخْرِجَاكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمْ الْمُثْلَى" مُؤَنَّث أَمْثَل بِمَعْنَى أَشْرَف أَيْ بِأَشْرَافِكُمْ بِمَيْلِهِمْ إِلَيْهِمَا لِغَلَبَتِهِمَا

انہوں نے آپس میں کہا کہ بیشک یہ دونوں ضرور جادوگر ہیں۔ یہاں پر ھذان ہے اور یہ ان اہل لغت کے نزدیک جن کے نزدیک تینوں احوال میں تثنیہ میں الف لایا جاتا ہے جبکہ ابوعمرو کی لغت میں ھذین ہے۔ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہاری زمین زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں۔ اور تمہارا اچھا دین لے جائیں۔ یہاں پر مثلی یہ امثل کی مؤنث ہے اور امثل بہ معنی اشرف یعنی تمہاری شرافت ہے۔ اور ان کا اِن دونوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے کیونکہ غلبہ کا اندیشہ ان دونوں کی جانب سے تھا۔

یہ دونوں جادوگر ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے ذریعہ تم کو یعنی فرعن اور آل فرعن کو تمہاری زمین مصر سے نکال دیں، مطلب یہ ہے کہ جادو کے ذریعہ تمہارے ملک پر اپنا قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ تمہارا طریقہ جو سب سے افضل و بہتر ہے اس کو مٹا دیں۔ مثلی، امثل کا صیغہ مونث ہے جس کے معنے افضل و اعلیٰ کے ہیں، مطلب یہ تھا کہ تمہارا مذہب وطریقہ کہ فرعون کو اپنا خدا اور صاحب اختیار واقتدار مانتے ہو یہی سب سے افضل وبہتر طریقہ ہے یہ لوگ اس کو مٹا کر اپنا دین ومذہب پھیلانا چاہتے ہیں اور لفظ طریقہ کے ایک معنی یہ بھی آتے ہیں کہ قوم کے سرداروں اور نمائندہ لوگوں کو اس قوم کا طریقہ کہا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس اور علی مرتضی سے اس جگہ طریقہ کی یہی تفسیر منقول ہے کہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تمہاری قوم کے سرداروں اور باعزت لوگوں کو ختم کردیں اس لئے تم لوگوں کو چاہئے کہ مقابلہ کے لئے اپنی پوری تدبیر وتوانائی صرف کرو اور سب جادوگر صف بستہ ہو کر یکبارگی ان کے مقابلے پر عمل کرو۔

| |
|---|
| فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ○ |
| لہٰذا تم اپنی تدبیر پختہ کرو، پھر صف باندھ کر آ جاؤ اور یقیناً آج وہ کامیاب ہوگا جس نے غلبہ حاصل کرلیا۔ |

## جادو کی تدبیر کو مضبوط کرتے ہوئے صف بہ صف آنے کا بیان

"فَاجْمَعُوا كَيْدَكُمْ" مِنْ السِّحْر بِهَمْزَةِ وَصْل وَفَتْح الْمِيم مِنْ جَمَعَ أَيْ لَمَّ وَبِهَمْزَةِ قَطْع وَكَسْر

السِمیم مِنْ أَجْمَعَ أَحْكَمَ "ثُمَّ ائْتُوا صَفًّا" حَال أَيْ مُصْطَفِّينَ "وَقَدْ أَفْلَحَ " فَازَ "الْيَوْم مَنْ اسْتَعْلَى" غَلَبَ

لہٰذا تم جادو کے ذریعے اپنی تدبیر پختہ کرو، یہاں پر اجمعوا کا ہمزہ وصلی ہے اور میم مفتوحہ ہے جو جمع سے مشتق ہے۔ اور جب یہ ہمزہ قطعی اور میم کے کسرہ کے ساتھ ہو تو اجمع کے معنی میں ہے۔ پھر صف باندھ کر آجاؤ، یہاں پر صفا یہ مصطفین سے حال ہے۔ اور یقیناً آج کے دن وہ کامیاب ہوگا جس نے غلبہ حاصل کرلیا۔

اس علیحدہ مجلس میں ان لوگوں نے، جو جادوگروں کو اکٹھا کرنے میں پیش پیش تھے، اس بات پر زور دیا کہ اب اختلاف کرنے کا موقع نہیں رہا۔ اب تو سب کو اس مقابلہ کے انعقاد پر متفق ہونا ہی بہتر ہے۔ مقابلہ نہ کرنا یا اسے ملتوی کرنا دونوں باتیں ہمارے لئے نقصان دہ اور ہماری شکست کے مترادف ہیں۔ کچھ دوسروں نے کہا کہ اگر تم نے مقابلہ نہ کیا یا تم ہار گئے تو سمجھ لو کہ تمہاری شامت آجائے گی۔ حکومت تم سے چھن جائے گی۔ بنی اسرائیل کے تم غلام بن جاؤ گے۔ پھر جو سلوک وہ چاہیں تم سے کریں تمہیں اس ملک میں رہنے بھی دیں یا نکال باہر کریں۔ تم انہیں کے رحم و کرم پر ہوگے۔ تمہاری یہ تہذیب اور تمدن، تمہاری یہ ثقافت اور عیش و طرب کی محفلیں ایسی سب چیزوں کا جنازہ نکل جائے گا۔ لہٰذا اب صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرو اور جادوگروں کی خوب حوصلہ افزائی کرو اور یہ سمجھ لو کہ آج کا دن شعبدہ بازی کے مقابلے کا دن نہیں بلکہ تمہاری ہار جیت کا دن ہے۔ جو ہار گیا سو مارا گیا اور جو جیت گیا بالآخر اسی کا بول بالا ہوگا۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ |
| فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ |
| بولے: اے موسیٰ یا تو تم ڈالو اور یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہو جائیں۔ فرمایا: بلکہ تم ہی ڈال دو، پھر کیا تھا اچانک ان کی رسیاں اور |
| ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ (علیہ السلام) کے خیال میں یوں محسوس ہونے لگیں جیسے وہ دوڑ رہی ہیں۔ |

## جادو کے اثر سے رسیوں کا پیٹ کے بل زمین پر دوڑنے کا بیان

"قَالُوا يَا مُوسَى " اخْتَرْ "إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ " عَصَاكَ أَوَّلًا "وَإِمَّا أَنْ نَكُون أَوَّل مَنْ أَلْقَى " عَصَاهُ "قَالَ بَلْ أَلْقُوا" فَأَلْقَوْا "فَإِذَا حِبَالهمْ وَعِصِيّهمْ" أَصْله عُصُوو قُلِبَتْ الْوَاوَانِ يَاءَيْنِ وَكُسِرَتْ الْعَيْن وَالصَّاد "يُخَيَّل إِلَيْهِ مِنْ سِحْرهمْ أَنَّهَا" حَيَّات "تَسْعَى" عَلَى بُطُونهَا،

جادوگر بولے: اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا پہلے ڈالو اور یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہو جائیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ تم ہی ڈال دو، پھر کیا تھا اچانک ان کی رسیاں اور ان کی لاٹھیاں ان کے جادو کے اثر سے موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں محسوس ہونے لگیں جیسے وہ میدان میں دوڑ رہی ہیں۔ یہاں پر لفظ عصی اصل میں عصو و تھا اس کی دونوں واؤں کو دو یاؤں سے

تبدیل کر دیا گیا۔اور عین اور صاد کو کسرہ دے دیا گیا۔اور وہ جادو کے اثر سے اپنے پیٹ بل دوڑنے لگیں۔

## جادوگروں سے مقابلہ شروع کرنے کا بیان

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب بتاؤ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں؟ اس کے جواب میں اللہ کے پیغمبر نے فرمایا تم ہی پہلے اپنے دل کی بھڑاس نکال لو تا کہ دنیا دیکھ لے کہ تم نے کیا کیا اور پھر اللہ نے تمہارے کئے کو کس طرح مٹا دیا؟ اسی وقت انہوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں کچھ ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ سانپ بن کر چل پھر رہی ہیں اور میدان میں دوڑ بھاگ رہی ہیں۔ کہنے لگے فرعون کے اقبال سے غالب ہم ہی رہیں گے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انہیں خوفزدہ کر دیا اور جادو کے زبردست کرتب دکھا دیئے۔ یہ لوگ بہت زیادہ تھے۔ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے اب سارے کا سارا میدان سانپوں سے پر ہو گیا وہ آپس میں گڈمڈ ہو کر اوپر تلے ہونے لگے۔اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوفزدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو لوگ ان کے کرتب کے قائل ہو جائیں اور اس باطل میں پھنس جائیں۔اسی وقت جناب باری نے وحی نازل فرمائی کہ اپنے داہنے ہاتھ کی لکڑی کو میدان میں ڈال دو ہراساں نہ ہو۔آپ نے حکم کی تعمیل کی۔اللہ کے حکم سے یہ لکڑی ایک زبردست بےمثال اژدھا بن گئی، جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا۔کچلیاں اور دانت بھی تھے۔اس نے سب کے دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔اس نے جادوگروں کے جتنے کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔اب سب پر حق واضح ہو گیا، معجزے اور جادو میں تمیز ہو گئی۔حق و باطل میں پہچان ہو گئی۔سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیت کچھ بھی نہ تھی۔فی الواقع جادوگر کوئی چال چلیں لیکن اس میں غالب نہیں آ سکتے۔

ابن ابی حاتم میں حدیث ہے ترمذی میں بھی موقوفاً اور مرفوعاً روایت ہے کہ جادوگر کو جہاں پکڑو مار ڈالو، پھر آپ نے یہی جملہ تلاوت فرمایا۔یعنی جہاں پایا جائے امن نہ دیا جائے۔جادوگروں نے جب یہ دیکھا انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے وہ جادو کے فن میں ماہر تھے بہ یک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس اللہ کا کام ہے جسکے فرمان اٹل ہیں جو کچھ وہ چاہے اس کے حکم سے ہو جاتا ہے۔اس کے ارادے سے مراد جدا نہیں۔اس کا اتنا کامل یقین انہیں ہو گیا کہ اسی وقت اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں وہ اللہ کے سامنے سربسجود ہو گئے اور پکار اٹھے کہ ہم رب العالمین پر یعنی ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے پروردگار پر ایمان لائے۔سبحان اللہ صبح کے وقت کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور اللہ کی راہ کے شہید تھے۔کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسی ہزار تھی یا ستر ہزار یا کچھ اوپر تیس ہزار یا انیس ہزار یا پندرہ ہزار یا بارہ ہزار۔یہ بھی روایت ہے کہ یہ ستر تھے۔صبح جادوگر شام کو شہید۔روایت ہے کہ جب یہ سجدے میں گرے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت دکھا دی اور انہوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى○قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى○ |
| تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک خوف محسوس کیا۔ہم نے فرمایا ڈر نہیں بیشک تو ہی غالب ہے۔ |

## معجزہ اور جادو کے درمیان فرق کا بیان

"فَأَوْجَسَ" أَحَسَّ "فِي نَفْسه خِيفَة مُوسَى" أَيْ خَافَ مِنْ جِهَة أَنَّ سِحْرهمْ مِنْ جِنْس مُعْجِزَته أَنْ يَلْتَبِس أَمْره عَلَى النَّاس فَلَا يُؤْمِنُوا بِهِ "قُلْنَا" لَهُ "لَا تَخَفْ إِنَّك أَنْتَ الْأَعْلَى" عَلَيْهِمْ بِالْغَلَبَةِ

تو موسیٰ نے اپنے دل میں ایک ہلکا سا خوف محسوس کیا۔ یعنی کہیں ایسا تو نہیں کہ ان کا جادو معجزہ کی جنس سے ہو جائے اور لوگوں پر یہ معاملہ مشکوک ہو جائے جس کی وجہ سے وہ ایمان ہی نہ لائیں۔ ہم نے فرمایا ڈر نہیں بیشک آپ ہی غالب ہے۔ یعنی ان پر آپ ہی کو غلبہ حاصل ہوگا۔

قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر ہے کہ جادوگروں نے بہ تبڑا جادو پیش کیا تھ۔ ہزاروں کی تعداد میں ان جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں لوگوں کے سامنے سانپوں کی طرح حرکت کر رہی تھیں اور ایسے سانپوں سے میدان مقابلہ بھر گیا تھا۔ ان سانپوں نے لوگوں کو دہشت زدہ کر دیا تھا اور فرعون اور اس کے خاص درباری ان جادوگروں کے کارنامے پر دل ہی دل میں خوش ہو رہے تھے اور ان کی داد دے رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام خود بھی دل میں ڈرنے لگے تھے کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس مقابلہ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے سیّدنا موسیٰ علیہ اسلام کو وحی کی کہ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور یہ بشارت بھی سنا دی کہ تم ہی کامیاب رہو گے۔

| |
|---|
| وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ أَتٰى ۝ |
| اور پھینک جو تیرے دائیں ہاتھ میں ہے، وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے |
| وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔ |

## عصائے موسوی کا باطل جادو کو ہڑپ کر جانے کا بیان

"وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينك" وَهِيَ عَصَاهُ "تَلْقَف" تَبْتَلِع "مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْد سَاحِر" أَيْ جِنْسه "وَلَا يُفْلِح السَّاحِر حَيْثُ أَتَى" بِسِحْرِهِ فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَتَلَقَّفَتْ كُلّ مَا صَنَعُوهُ

اور جو آپ دائیں ہاتھ میں عصا ہے اس کو پھینک دیں۔ وہ نگل جائے گا جو کچھ انھوں نے جادو کے ذریعے بنایا ہے، بے شک انھوں نے جو کچھ بنایا ہے وہ جادوگر کی چال ہے اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں بھی آئے۔ وہ جادو ہی ہے۔ تو حضرت وموسی علیہ السلام نے اپنا عصا مبارک ڈال دیا تو اس نے ان تمام چیزوں کو جو انہوں نے بنائی تھیں ان کو نگل لیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی خطاب ہوا کہ آپ کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس کو ڈال دو، مراد اس سے موسی علیہ السلام کی عصا تھی مگر یہاں عصا کا ذکر نہیں فرمایا۔ اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ ان کے جادو کی کوئی حقیقت نہیں، اس کی پروانہ کرو اور جو کچھ بھی تمہارے ہاتھ میں ہے ڈال دو وہ ان کے سب سانپوں کو نگل جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اپنی عصا ڈال

دی وہ ایک بڑا اژدھابن کران سب جادو کے سانپوں کو نگل گیا۔ (روح المعانی، سورہ طہ، بیروت)

| |
|---|
| فَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَ مُوْسٰی ٥ |
| تو جادوگر گرادیے گئے، اس حال میں کہ سجدہ کرنے والے تھے، انھوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔ |

## جادوگروں کا حق کا مشاہدہ کر کے سجدے میں گر جانے کا بیان

"فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا" خَرُّوا سَاجِدِينَ لِلّٰهِ تَعَالَى، قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَى،

تو جادوگر گرادیے گئے، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے تھے، انھوں نے کہا ہم ہارون اور موسیٰ کے رب پر ایمان لائے۔

## فرعونی جادوگروں کا مسلمان ہو کر سجدہ کرنے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عصا نے اژدھا بن کر جب ان کے خیالی سانپوں کو نگل لیا تو چونکہ یہ لوگ جادو کے ماہرین تھے ان کو یقین ہو گیا کہ یہ کام جادو کے ذریعہ نہیں ہو سکتا بلکہ یہ بلاشبہ معجزہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوتا ہے اس لئے سجدہ میں گر گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے۔ بعض روایات حدیث میں ہے کہ ان جادوگروں نے سجدہ سے اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک کہ ان کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ قدرت نے نہیں کرا دیا (رواہ عبد ابن حمید و ابن ابی حاتم و ابن المنذر عن عکرمہ۔ (روح المعانی، سورہ طہ، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ |
| وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰی ٥ |
| کہنے لگا: تم اس پر ایمان لے آئے ہو قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے، |
| پس میں ضرور تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں الٹی سمتوں سے کاٹوں گا اور تمہیں ضرور کھجور کے تنوں میں سولی چڑھاؤں گا اور |
| تم ضرور جان لو گے کہ ہم میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ مدت تک باقی رہنے والا ہے۔ |

## جادوگروں کے ایمان پر فرعون کے جل اٹھنے کا بیان

"قَالَ" فِرْعَوْن "آمَنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا "لَهُ قَبْل أَنْ آذَن" أَنَا "لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيركُمْ" مُعَلِّمكُمْ "الَّذِي عَلَّمَكُمْ السِّحْر فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلكُمْ مِنْ خِلَاف" حَال بِمَعْنَى مُخْتَلِفَة أَيْ الْأَيْدِي الْيُمْنَى وَالْأَرْجُل الْيُسْرَى "وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوع النَّخْل" أَيْ عَلَيْهَا "وَلَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا" يَعْنِي نَفْسه وَرَبّ مُوسَى "أَشَدّ عَذَابًا وَأَبْقَى" أَدْوَم عَلَى مُخَالَفَته

فرعون کہنے لگا: تم اس پر ایمان لے آئے ہو۔ دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ جبکہ دوسرے کو ہمزہ سے تبدیل کیا گیا ہے۔ قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں، بیشک وہ موسیٰ تمہارا بھی بڑا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے، پس اب میں ضرور تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں الٹی سمتوں سے کاٹوں گا۔ یہاں پر خلاف حال بہ معنی مختلف ہے۔ یعنی دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں کو اور تمہیں ضرور کھجور کے تنوں میں سولی چڑھاؤں گا اور تم ضرور جان لوگے کہ ہم میں سے یعنی مجھ سے اور موسیٰ علیہ السلام کے رب میں سے کون عذاب دینے میں زیادہ سخت اور زیادہ مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

## جادوگروں کے ایمان حیرت ناک واقعہ

اللہ کی شان دیکھئے چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اب راہ راست پر آ جاتا۔ جن کو اس مقابلے کہ لئے بلوایا تھا وہ عام مجمع میں ہارے۔ انھوں نے اپنی ہار مان لی اپنے کرتوت کو جادو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ معجزہ تسلیم کرلیا۔ خود ایمان لے آئے جو مقابلے کے لئے بلوائے گئے تھے۔ مجمع عام میں سب کے سامنے بے جھجک انھوں نے دین حق قبول کرلیا۔ لیکن یہ اپنی شیطانیت میں اور بڑھ گیا اور اپنی قوت وطاقت دکھانے لگا لیکن بھلا حق والے مادی طاقتوں کو سمجھتے ہی کیا ہیں؟ پہلے تو جادوگروں کے اس مسلم گروہ سے کہنے لگا کہ میری اجازت کے بغیر تم اس پر ایمان کیوں لائے؟ پھر ایسا بہتان باندھا جس کا جھوٹ ہونا بالکل واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو تمہارے استاد ہیں انہی سے تم نے جادو سیکھا ہے۔

تم سب آپس میں ایک ہی ہو مشورہ کر کے ہمیں تاراج کرنے کے لئے تم نے پہلے انہیں بھیجا پھر اس کے مقابلے میں خود آئے ہو اور اپنے اندرونی سمجھوتے کے مطابق سامنے ہار گئے ہو اور اسے جتا دیا اور پھر اس کا دین قبول کرلیا تا کہ تمہاری دیکھا دیکھی میری رعایا بھی چکر میں پھنس جائے مگر تمہیں اپنی اس سازباز کا انجام بھی معلوم ہو جائے گا۔ میں الٹی سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ کر کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا اور اس بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اسی بادشاہ نے سب سے پہلے یہ سزا دی ہے۔ تم جو اپنے آپکو ہدایت پر اور مجھے اور میری قوم کو گمراہی پر سمجھتے ہو اس کا حال تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ دائمی عذاب کس پر آتا ہے اس دھمکی کا ان دلوں پر الٹا اثر ہوا۔

وہ اپنے ایمان میں کامل بن گئے اور نہایت بے پرواہی سے جواب دیا کہ اس ہدایت ویقین کے مقابلے میں جو ہمیں اب اللہ کی طرف سے حاصل ہوا ہے ہم تیرا مذہب کسی طرح قبول کرنے کے نہیں۔ نہ تجھے ہم اپنے سچے خالق مالک کے سامنے کوئی چیز سمجھیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ جملہ قسم ہو یعنی اس اللہ کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کرلے مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں بنایا نہ کہ تو، جو خود اسی کا بنایا ہوا ہے۔ تجھے جو کرنا ہو اس میں کمی نہ کر تو تو ہمیں اسی وقت تک سزا دے سکتا ہے جب تک ہم اس دنیا کی حیات کی قید میں ہیں ہمیں یقین ہے کہ اس کے بعد ابدی راحت اور غیر فانی خوشی ومسرت نصیب ہوگی۔ ہم اپنے رب پر ایمان لائے ہیں ہمیں امید ہے کہ وہ ہمارے اگلے قصوروں سے درگزر فرمالے گا بالخصوص یہ قصور جو ہم سے اللہ کے سچے نبی کے مقابلے پر جادو بازی کرنے کا سرزد ہوا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس بچے لے کر انہیں جادوگروں کے سپرد کیا تھا کہ انہیں جادو کی پوری تعلیم دو اب یہ لڑکے یہ مقولہ کہہ رہے ہیں کہ تو نے ہم سے جبراً جادوگری کی خدمت لی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے۔ پھر فرمایا ہمارے لئے بہ نسبت تیرے اللہ بہت بہتر ہے اور دائمی ثواب دینے والا ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر نہ تیرے انعام کی لالچ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لائق ہے کہ اس کی عبادت واطاعت کی جائے۔ اسی کے عذاب دائمی ہیں اور سخت خطرناک ہیں اگر اس کی نافرمانی کی جائے۔ پس فرعون نے بھی ان کے ساتھ یہ کیا سب کے ہاتھ پاؤں الٹی سیدھی طرف سے کاٹ کر سولی پر چڑھا دیا وہ جماعت جو سورج کے نکلنے کے وقت کافر تھی وہی جماعت سورج ڈوبنے سے پہلے مومن اور شہید تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِىْ فَطَرَنَا فَاقْضِ |
| مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ |
| کہا: ہم تمہیں ہرگز ان واضح دلائل پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے پاس آ چکے ہیں، اس کی قسم جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے! |
| تو جو حکم کرنے والا ہے کر لے، تو فقط دنیاوی زندگی ہی سے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے۔ |

## ایمان لانے والے جادوگروں کی استقامت کا بیان

"قَالُوا لَنْ نُؤْثِرك" نَخْتَارك "عَلَى مَا جَاءَنَا مِنْ الْبَيِّنَات" الدَّالَّة عَلَى صِدْق مُوسَى "وَالَّذِي فَطَرَنَا" خَلَقَنَا قَسَم أَوْ عَطْف عَلَى مَا "فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ" أَيْ اِصْنَعْ مَا قُلْته "إنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاة الدُّنْيَا" النَّصْب عَلَى الِاتِّسَاع أَيْ فِيهَا وَتُجْزَى عَلَيْهِ فِي الْآخِرَة

جادوگروں نے کہا: ہم تمہیں ہرگز ان واضح دلائل پر ترجیح نہیں دیں گے جو ہمارے پاس آ چکے ہیں، یعنی جن دلائل کی دلالت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت پر ہے۔ اس رب کی قسم جس نے ہمیں پیدا فرمایا ہے۔ یہاں پر واؤ برائے قسم ہے یا اس کا ما پر عطف ہے۔ تو جو حکم کرنے والا ہے کر لے، تو فقط اس چندروزہ دنیاوی زندگی ہی سے متعلق فیصلہ کر سکتا ہے۔ یہاں پر حیاۃ کا نصب اس کے وسیع ہونے کی وجہ سے ہے۔ جبکہ صحیح جزاء اس پر آخرت میں ہوگی۔

جادوگروں کی جرأت ایمانی اس سزا کے اعلان پر جادوگر فرعون سے بڑی جرأت سے کہنے لگے: تم جو چاہے سمجھو ہم نے تو وہی بات کہی ہے جس کی ہمارے ضمیر نے شہادت دی ہے۔ ہم سب کچھ سمجھ سوچ کر ایمان لائے ہیں۔ لہٰذا اب تم جو سزا دینا چاہو دے لو۔ زیادہ سے زیادہ تم یہی کچھ کر سکتے ہو کہ ہمیں جان سے مار ڈالو گے، اور اس بات کی اب ہمیں پروا نہیں رہی۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری سابقہ خطائیں معاف فرما دے اور بالخصوص اس گناہ کو جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا اور ہم ان پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے۔ کہتے ہیں کہ جب جادوگروں نے سیّدنا موسیٰ اور سیّدنا ہارون کی شکل وصورت دیکھی تو سمجھ گئے کہ یہ جادوگر نہیں ہو سکتے یہ

مقابلہ نہ کرنا چاہیے پھر فرعون کے ڈر سے ایسا کیا۔ یہ ہے ایمان اور کفر کا فرق۔ یہی جادوگر مقابلہ سے پہلے فرعون کے سامنے جی حضور، جی حضور کہتے تھکتے نہ تھے۔ کہ فتح ہونے کی صورت میں اس سے انعام واکرام ملنے کی التجا بھی کر رہے تھے اور فرعون انہیں ایسے وعدے بھی دے رہا تھا مگر جب ایمان لے آئے تو اسی جابر بادشاہ کے سامنے اکڑ کر اس جرأت سے بات کرتے ہیں اور اگر وہ سولی چڑھا دینے کی دھمکیاں دیتا ہے تو اس کی پرواتک نہیں کرتے۔

| |
|---|
| اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ |
| بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی |
| جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے اور اللہ بہتر اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ |

## جادوگروں کا ایمان کے بعد توبہ کو ترجیح دینے کا بیان

"إِنَّا آمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِر لَنَا خَطَايَانَا " مِنْ الْإِشْرَاك وَغَيْره "وَمَا أَكْرَهْتنَا عَلَيْهِ مِنْ السِّحْر " تَعَلُّمًا وَعَمَلًا لِمُعَارَضَةِ مُوسَى "وَاَللَّه خَيْر" مِنْك ثَوَابًا إذَا أُطِيعَ "وَأَبْقَى" مِنْك عَذَابًا إذَا عُصِيَ

بے شک ہم اپنے رب پر اس لیے ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمارے لیے ہماری خطائیں یعنی شرک وغیرہ بخش دے اور جادو کے وہ کام بھی جن پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے یعنی جن کے سیکھنے اور عملی طور پر موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آنے پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔ اور اللہ بہتر یعنی اطاعت کرنے والے کیلئے اس کے پاس بہتر ثواب اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ یعنی جب اس کی نافرمانی کی جائے تو اس کا عذاب تیری بہ نسبت ہمیشہ رہنے والا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ فرعون نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا تو جادوگروں نے فرعون سے کہا تھا کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ اس کی کوشش کی گئی اور انہیں ایسا موقع بہم پہنچا دیا گیا، انہوں نے دیکھا کہ حضرت خواب میں ہیں اور عصائے شریف پہرہ دے رہا ہے یہ دیکھ کر جادوگروں نے فرعون سے کہا کہ موسیٰ جادوگر نہیں کیونکہ جادوگر جب سوتا ہے تو اس وقت اس کا جادو کام نہیں کرتا مگر فرعون نے انہیں جادو کرنے پر مجبور کیا۔ اس کی مغفرت کے وہ اللہ تعالیٰ سے طالب اور امیدوار ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ |
| بیشک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر آئے گا تو بیشک اس کے لئے جہنم ہے، نہ وہ اس میں مر سکے گا اور نہ ہی زندہ رہے گا۔ |

## موت کے ذریعے بھی جہنم سے نجات نہ ہونے کا بیان

"إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبّه مُجْرِمًا" كَافِرًا كَفِرْعَوْن "فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّم لَا يَمُوت فِيهَا" فَيَسْتَرِيح "وَلَا يَحْيَا" حَيَاة تَنْفَعهُ

بیشک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم یعنی فرعون کی طرح کافر بن کر آئے گا تو بیشک اس کے لئے جہنم ہے، اور وہ ایسا عذاب ہے کہ نہ وہ اس میں مر سکے گا تا کہ آرام پائے۔ اور نہ ہی زندہ رہے گا۔ یعنی وہاں کی زندگی اس کو کوئی نفع نہ دے گی۔
یعنی انسان کو چاہیے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اس کے مجرم کا ٹھکانہ بہت برا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آ کر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئے گی جو تکالیف کا خاتمہ کر دے، اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا، زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزار درجہ اس پر ترجیح دے گا۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰی ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ |
| تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰی ۝ |
| اور جو شخص اس کے حضور مومن بن کر آئے گا۔ اس نے نیک عمل کئے ہوں گے تو ان ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔ |
| ہیشگی کے باغات، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔ |

## ایمان و نیک اعمال والوں کیلئے جنت میں اعلیٰ درجات ہونے کا بیان

"وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَات " الْفَرَائِض وَالنَّوَافِل "فَأُولٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَات الْعُلٰی" جَمْع عُلْيَا مُؤَنَّث أَعْلٰی،
"جَنَّات عَدْن" أَيْ إِقَامَة "تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار خَالِدِينَ فِيهَا وَذٰلِكَ جَزَاء مَنْ تَزَكّٰی" تَطَهَّرَ مِنْ الذُّنُوب،

اور جو شخص اس کے حضور مومن بن کر آئے گا مزید یہ کہ) اس نے نیک عمل یعنی فرائض و نوافل ادا کئے ہوں گے تو ان ہی لوگوں کے لئے بلند درجات ہیں۔ یہاں لفظ علی یہ علیا کی جمع ہے اور اعلیٰ کی مؤنث ہے۔ ہیشگی کے باغات قائم ہوں گے۔ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے اور یہ اس کی جزا ہے جو پاک ہوا۔ یعنی جو گناہوں سے پاک ہوا۔
ان میں جزاء و سزا سے متعلق قانون اور آخرت کے حال کو جن الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ سوان سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ جو اپنے رب کے حضور مجرم کی حیثیت سے حاضر ہوگا اس کے لئے بہرحال دوزخ ہے جس میں نہ وہ مریگا۔ اور نہ جئیے گا۔ اور اسکے برعکس جو اسکے حضور ایمان اور عمل صالح کی پونجی لئے حاضر ہوگا اس کیلئے وہاں پر ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں عالیشان درجے ہوں گے۔ اللہ نصیب فرمائے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِی الْبَحْرِ |
| يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰی ۝ |

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، نہ تو پکڑے جانے سے خوف کھائے گا اور نہ ڈرے گا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سمندر سے راستہ بنانے کا بیان

**"وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي" بِهَمْزَةِ قَطْع مِنْ أَسْرَى وَبِهَمْزَةِ وَصْل وَكَسْر النُّون مِنْ سَرَى لُغَتَانِ أَيْ سِرْ بِهِمْ لَيْلًا مِنْ أَرْض مِصْر "فَاضْرِبْ لَهُمْ" اجْعَلْ لَهُمْ بِالضَّرْبِ بِعَصَاك "طَرِيقًا فِي الْبَحْر يَبَسًا" أَيْ يَابِسًا فَامْتَثَلَ مَا أُمِرَ بِهِ وَأَيْبَسَ اللّٰه الْأَرْض فَمَرُّوا فِيهَا "لَا تَخَاف دَرَكًا" أَيْ أَنْ يُدْرِكك فِرْعَوْن "وَلَا تَخْشَى" غَرَقًا**

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ میرے بندوں کو راتوں رات لے جا، یہاں پر لفظ اسر جب اسریٰ سے ہو تو اس کا ہمزہ قطعی ہے اور جب سری سے ہو تو اس کا ہمزہ وصلی اور نون کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے یہ دونوں لغات ہیں۔ یعنی رات کو مصر سے ان کو لیکر چلیں پس ان کے لیے سمندر میں ایک خشک راستہ بنا، یعنی اپنا عصا سمندر پر ماریں، تو وہ جگہ خشک ہوگئی پس اللہ نے اس زمین کو خشک کر دیا لہٰذا وہ وہاں سے گزرے۔ لہٰذا فرعون کے پکڑنے کا خوف نہ ہوگا اور نہ ڈوبنے کا اندیشہ کرنا۔

## بنی اسرائیل کی مصر سے روانگی کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام شروع رات میں بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے دریائے قلزم کی طرف نکلے۔ بنی اسرائیل نے اس سے پہلے شہر کے لوگوں میں یہ شہرت دے دی تھی کہ ہماری عید ہے ہم عید منانے کے لئے باہر جائیں گے اور اس بہانے سے قبطی لوگوں سے کچھ زیورات عاریۃً مانگ لئے کہ عید سے آ کر واپس کر دیں گے۔ بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ تین ہزار اور دوسری روایت میں چھ لاکھ ستر ہزار تھی۔ لیکن اتنی بات قرآن کریم کے اشارات اور روایات حدیث سے ثابت ہے کہ ان کے بارہ قبیلے تھے اور ہر قبیلے کی بہت بڑی تعداد تھی۔ یہ بھی قدرت حق تعالیٰ کا ایک عظیم مشاہدہ تھا کہ جب یہ حضرات یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر آئے تو بارہ بھائی تھے، اب بارہ بھائیوں کے بارہ قبیلوں کی اتنی عظیم الشان تعداد مصر سے نکلی جو چھ لاکھ سے زائد بتلائی جاتی ہے۔ فرعون کو جب ان کے نکل جانے کی اطلاع ملی تو اپنی فوجیں جمع کیں جن میں ستر ہزار سیاہ گھوڑے تھے اور لشکر کے مقدمہ میں سات لاکھ سوار تھے۔ جب پیچھے سے اس فوجی سیلاب کو اور آگے دریائے قلزم کو بنی اسرائیل نے دیکھا تو گھبرا اٹھے اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ ہم تو پکڑ لئے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ میرے ساتھ میرا رب ہے وہ مجھے راستہ دے گا، پھر بحکم ربانی دریا پر لاٹھی ماری اور اس میں بارہ سڑکیں خشک نکل آئیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے ان سے گزر گئے۔ جس وقت فرعون اور اس کا لشکر یہاں پہنچا تو لشکر فرعون یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر سہم گیا کہ ان کے لئے دریا میں کس طرح راستے بن گئے مگر فرعون نے ان کو کہا کہ یہ سب کرشمہ میری ہیبت کا ہے جس سے دریا کی روانگی رک کر راستے بن گئے ہیں یہ کہہ کر فوراً آگے بڑھ کر اپنا گھوڑا دریا کے اس راستے میں ڈال دیا اور سب لشکر کو پیچھے آنے کا حکم دیا۔ جس وقت فرعون مع اپنے تمام لشکر کے ان دریائی راستوں کے اندر سما چکے

اسی وقت حق تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دے دیا اور دریا کے سب حصے مل گئے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طہ، بیروت)

| |
|---|
| فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ○وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى○ |
| پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا تو انہیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انہیں ڈھانپا۔ |
| اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور سیدھے راستے پر نہ ڈالا۔ |

## فرعون کے لشکر کا بنی اسرائیل کا تعاقب کرنے کا بیان

"فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْن بِجُنُودِهِ" وَهُوَ مَعَهُمْ "فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمّ" أَيْ الْبَحْر "مَا غَشِيَهُمْ" فَأَغْرَقَهُمْ "وَأَضَلَّ فِرْعَوْن قَوْمه" بِدُعَائِهِمْ إلَى عِبَادَته "وَمَا هَدَى" بَلْ أَوْقَعَهُمْ فِي الْهَلَاك خِلَاف قَوْله "وَمَا أَهْدِيكُمْ إلَّا سَبِيل الرَّشَاد"

پس فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ ان کا پیچھا کیا اور خود فرعون بھی لشکر کے ساتھ تھا۔ تو انہیں سمندر سے اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے انہیں ڈھانپا۔ پس اس نے انہیں غرق کروا دیا اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا یعنی ان کو اپنی پوجا کی جانب بلایا اور سیدھے راستے پر نہ ڈالا۔ بلکہ ان کو ہلاکت میں ڈالا۔ یہ اس قول کے خلاف ہے۔ "وَمَا أَهْدِيكُمْ إلَّا سَبِيل الرَّشَاد" اپنی قوم کے سامنے فرعون کا دعویٰ تو یہ تھا کہ میں تمہیں سیدھی راہ دکھاتا ہوں۔ مگر وہ سیدھی نہ تھی بلکہ گمراہی کی تھی اور ظاہری طور پر بھی وہ قوم کے آگے چلا تو انہیں سمندر میں لا ڈبویا اور قیامت کو بھی اپنی قوم کے آتے آگے چلے گا تو انہیں جہنم میں جا داخل کرے گا۔

| |
|---|
| يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ |
| وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى○ |
| اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے نجات بخشی اور ہم نے تم سے طور کی داہنی جانب وعدہ کیا |
| اور ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا۔ |

## بنی اسرائیل کو دشمن و غرق سے نجات دینے کا بیان

"يَا بَنِي إسْرَائِيل قَدْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ عَدُوّكُمْ" فِرْعَوْن بِإِغْرَاقِهِ "وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِب الطُّور الْأَيْمَن" فَنُؤْتِي مُوسَى التَّوْرَاة لِلْعَمَلِ بِهَا "وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمْ الْمَنّ وَالسَّلْوَى" هُمَا التَرنجبين وَالطَّيْر السُّمَانَى بِتَخْفِيفِ الْمِيم وَالْقَصْر وَالْمُنَادَى مَنْ وُجِدَ مِنْ الْيَهُود زَمَن النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخُوطِبُوا بِمَا أَنْعَمَ اللَّه بِهِ عَلَى أَجْدَادهمْ زَمَن النَّبِيّ مُوسَى تَوْطِئَة لِقَوْلِهِ تَعَالَى لَهُمْ :

اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تمہیں تمہارے دشمن یعنی فرعون کے غرق سے نجات بخشی اور ہم نے تم سے کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا وعدہ کیا تا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کو تورات دیں تا کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔اور وہاں ہم نے تم پر من وسلویٰ اتارا۔اور یہ من وسلویٰ ترنجبین اور بٹیر ہیں۔لفظ سانی کی میم تخفیف اور قصر کے ساتھ بھی آئی ہے۔اور یہاں پر نبی کریم ﷺ کے زمانے کے یہود کو مخاطب بنایا گیا ہے کیونکہ اللہ نے انہی کے باپ دادوں پر انعام کیا تھا۔جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ فرمان یعنی آئندہ آیت انہی کے بارے میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی اسرائیل پر جو بڑے بڑے احسان کئے تھے انہیں یاددلا رہا ہے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ انہیں ان کے دشمن سے نجات دی۔اور اتنا ہی نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کو ان کے دیکھتے ہوئے دریا میں ڈبو دیا۔ایک بھی ان میں سے باقی نہ بچا جیسے فرمان ہے(واغرقنا ال فرعون وانتم تنظرون) یعنی ہم نے تمہارے دیکھتے ہوئے فرعونیوں کو ڈبو دیا۔

اسی طرح ایک احسان ان پر یہ کیا کہ من وسلویٰ کھانے کو دیا اس کا پورا بیان سورۃ بقرۃ وغیرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے من ایک میٹھی چیز تھی جو ان کے لئے آسمان سے اترتی تھی اور سلویٰ ایک قسم کے پرند تھے جو بہ حکم خداوندی ان کے سامنے آجاتے تھے یہ بقدر ایک دن کی خوراک کے انہیں لے لیتے تھے۔ ہماری یہ دی ہوئی روزی کھاؤ اس میں حد سے نہ گزر جاؤ حرام چیز یا حرام ذریعہ سے اسے نہ طلب کرو۔ ورنہ میرا غضب نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب اترے یقین مانو کہ وہ بد بخت ہو گیا۔

| |
|---|
| كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِىْ ۚ |
| وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِىْ فَقَدْ هَوٰى ○ |
| کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں اور ان میں حد سے نہ بڑھو، ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا |
| اور جس پر میرا غضب اترا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔ |

## انعام کردہ نعمتوں کی ناشکری کی ممانعت کا بیان

"كُلُوا مِنْ طَيِّبَات مَا رَزَقْنَاكُمْ" أَيْ الْمُنْعَم بِهِ عَلَيْكُمْ "وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ" بِأَنْ تَكْفُرُوا النِّعْمَة بِهِ "فَيَحِلّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي" بِكَسْرِ الْحَاء : أَيْ يَجِب وَبِضَمِّهَا أَيْ يَنْزِل "وَمَنْ يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي" بِكَسْرِ اللَّام وَضَمّهَا "فَقَدْ هَوَى" سَقَطَ فِي النَّار،

کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں یعنی جو تم پر انعام کیا۔اور ان میں حد سے نہ بڑھو، یعنی ان نعمتوں کی ناشکری نہ کرو۔ ورنہ تم پر میرا غضب اترے گا۔ یہاں پر یحل یہ حاء کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے جس کا معنی یجب اور ینزل ہے۔اور جس پر میرا غضب اترا تو یقیناً وہ ہلاک ہو گیا۔یہاں پر یحلل لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی وہ جہنم میں گر گیا۔

یہ حق تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کو نصیحت ہے کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان وانعام کیے، چاہیے کہ ان کا حق ادا کرو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جابر وقاہر دشمن کے ہاتھوں سے تم کو نجات دی اور اس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر بتوسط حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تم سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ "طور" کا جو مبارک و میمون حصہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تم کو "تورات" عطا کی جائے گی۔ "تیہ" کے لق ودق میدان میں تمہارے کھانے کے لیے من وسلویٰ اتارا گیا (جس کا ذکر سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائیں ہیں انہیں شوق سے استعمال کرو۔ لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو۔ یا اس فانی تنعم پر اترانے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو۔ یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ، غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان وعصیان کا آلہ نہ بناؤ۔

| |
|---|
| وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی ○ |
| اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے۔ |

## سچی توبہ کرنے والے کیلئے بخشش کا بیان

"وَاِنِّی لَغَفَّار لِمَنْ تَابَ" مِنَ الشِّرْك "وَآمَنَ" وَحَّدَ اللّٰه "وَعَمِلَ صَالِحًا" يَصْدُق بِالْفَرْضِ وَالنَّفْل "ثُمَّ اهْتَدَی" بِاسْتِمْرَارِهِ عَلَی مَا ذُكِرَ اِلَی مَوْته،

اور بے شک میں یقیناً اس کو بہت بخشنے والا ہوں جو شرک سے توبہ کرے اور ایمان لائے یعنی اللہ کی توحید کا عقیدہ رکھے اور نیک عمل کرے، یعنی فرائض ونوافل ادا کرے۔ پھر سیدھے راستے پر چلے۔ یعنی ذکر کردہ راستے وعمل صالح پر تاحیات کاربند رہے۔ اس سے ایسے لوگوں کیلئے راہ نجات اور طریق توبہ واصلاح کی تعیین وتصریح فرما دی گئی ہے کہ ایسے لوگ اگر اپنی غلطی سے رجوع کر کے راہِ حق کو اپنائیں اپنے ایمان اور عمل صالح کی تجدید کریں۔ اور آئندہ کیلئے راہِ حق پر گامزن رہنے کا عہد کریں۔ اور خداوند قدوس سے ہدایت مزید کے طالب بنیں۔ تو ان کیلئے مغفرت وبخشش کا وعدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کیلئے بڑا ہی بخشنے والا ہے، اللہ ہمیشہ اپنا ہی بنائے رکھے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يَا مُوْسٰی ○ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓی اَثَرِیْ وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰی ○ |
| اور اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم سے جلدی کیوں کی، (موسیٰ علیہ السلام نے) عرض کیا: وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں |
| اور میں نے تیرے حضور پہنچنے میں جلدی کی ہے اے میرے رب! تا کہ تو راضی ہو جائے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تورات کیلئے جلد آ جانے کا بیان

"وَمَا أَعْجَلَك عَنْ قَوْمك" لِمَجِیء مِيعَاد أَخْذ التَّوْرَاة "قَالَ هُمْ أُولَاءِ" أَیْ بِالْقُرْبِ مِنِّی يَأْتُونَ

"عَلَى أَثَرِى وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَى" عَنِّى : أَيْ زِيَادَةً فِي رِضَاكَ وَقَبْلَ الْجَوَابِ أَتَى بِالْاِعْتِذَارِ حَسَبَ ظَنِّهِ وَتَخَلَّفَ الْمَظْنُونُ لَمَّا

اور اے موسیٰ اتم نے اپنی قوم سے پہلے یعنی مدت تورات کے آنے پہلے آنے میں جلدی کیوں کی، تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: وہ لوگ بھی میرے پیچھے آ رہے ہیں اور میں نے غلبۂ شوق و محبت میں تیرے حضور پہنچنے میں جلدی کی ہے اے میرے رب! تا کہ تو راضی ہو جائے۔ آپ نے جواب سے پہلے اپنے گمان کے مطابق عذر بیان کر دیا کہ کہیں گمان کہیں خلاف واقعہ نہ ہو۔

جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ہارون علیہ السلام کی نگرانی میں چھوڑ کر کوہ طور پر حاضری کے لئے گئے (جیسا کہ سورہ اعراف کے رکوع میں مذکور ہے) تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ کس بات نے تمہیں اپنی قوم کی طرف سے اس درجہ مطمئن کر دیا کہ فوراً انہیں چھوڑ کر چلے آئے۔

| |
|---|
| قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ○ |
| ارشاد ہوا! بیشک ہم نے تمہارے بعد تمہاری قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر ڈالا ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جدائی کے بعد قوم کی گائے پرستی کا بیان

"قَالَ" تَعَالَى "فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ" أَيْ بَعْدِ فِرَاقِكَ لَهُمْ "وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ" فَعَبَدُوا الْعِجْلَ

ارشاد ہوا! بیشک ہم نے تمہارے آنے کے بعد یعنی تمہاری جدائی کے بعد تمہاری قوم کو فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے اور انہیں سامری نے گمراہ کر ڈالا ہے۔ پس انہوں نے بچھڑے کو پوجنا شروع کر دیا ہے۔

## بنی اسرائیل میں سامری کے کردار کا بیان

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ آل فرعن کا قبطی آدمی تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور جب بنی اسرائیل کو لے کر موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے تو یہ بھی ساتھ ہولیا۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا اور قبیلہ سامرہ ملک شام میں معروف ہے۔ حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ ایک ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی یہ کسی طرح مصر پہنچ گیا اور بظاہر دین بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

حاشیہ قرطبی میں ہے کہ یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔ انتہی۔ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا پھر اپنے کفر کی طرف لوٹ گیا یا پہلے ہی سے منافقانہ طور پر ایمان کا اظہار کیا۔ مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ ابن ظفر تھا۔ ابن جریر نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ سامری پیدا ہوا تو فرعون کی طرف سے تمام اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا حکم جاری تھا اس کی

والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونی سپاہی اس کو قتل کر دیں گے تو بچہ کو اپنے سامنے قتل ہوتا دیکھنے کی مصیبت سے یہ بہتر سمجھا کہ اس کو جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے بند کر دیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کر دیا وہ اپنی ایک انگلی پر شہد ایک پر مکھن ایک پر دودھ لاتے اور اس بچہ کو چٹا دیتے تھے یہاں تک کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہو گیا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو مبتلا کیا پھر قہر الٰہی میں گرفتا ہوا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طہ، بیروت)

## مجاز کی طرف نسبت کرنے کا بیان

اس آیت میں اِضلال یعنی گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی کیونکہ وہ اس کا سبب و باعث ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے پرورش کی، دینی پیشواؤں نے ہدایت کی، اولیاء نے حاجت روائی فرمائی، بزرگوں نے بلا دفع کی۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ امور ظاہر میں منشاء وسبب کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں اگرچہ حقیقت میں ان کا موجد اللہ تعالیٰ ہے اور قرآن کریم میں ایسی نسبتیں بکثرت وارد ہیں۔ (تفسیر خازن۔ سورہ طہ)

| |
|---|
| فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ |
| اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝ |
| پس موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف سخت غضبناک، رنجیدہ ہو کر پلٹ گئے۔ فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے ربّ |
| نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں فرمایا تھا، کیا تم پر وعدہ ہمیں طویل مدت گزر گئی تھی، کیا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب |
| کی طرف سے غضب واجب ہو جائے؟ پس تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم کی طرف غضبناک ہو کر آنے کا بیان

"فَرَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمه غَضْبَان" مِنْ جِهَتهمْ "أَسِفًا" شَدِيد الْحُزْن "قَالَ يَا قَوْم أَلَمْ يَعِدكُمْ رَبّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا" أَيْ صِدْقًا أَنَّهُ يُعْطِيكُمْ التَّوْرَاة "أَفَطَالَ عَلَيْكُمْ الْعَهْد" مُدَّة مُفَارَقَتِي إِيَّاكُمْ "أَمْ أَرَدْتُمْ أَنْ يَحِلّ" يَجِب "عَلَيْكُمْ غَضَب مِنْ رَبّكُمْ" بِعِبَادَتِكُمْ الْعِجْل "فَأَخْلَفْتُمْ مَوْعِدِي" وَتَرَكْتُمْ الْمَجِيء بَعْدِي

پس موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سخت غضبناک اور رنجیدہ ہو کر پلٹ گئے اور فرمایا: اے میری قوم! کیا تمہارے رب نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں فرمایا تھا، یعنی اس نے تمہیں سچا وعدہ نہیں دلایا کہ وہ تم کو تورات دے گا۔ کیا تم پر وعدہ کے پورے ہونے میں طویل مدت گزر گئی تھی، یعنی میرے تم الگ ہونے میں کتنی مدت گزری تھی؟ کیا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے غضب واجب اور نازل ہو جائے؟ کیونکہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ پس تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور تم نے میرے بعد میرے پاس آنے کو چھوڑ دیا۔

موسیٰ علیہ السلام کتاب تورات لے کر جب واپس آئے تو سخت غضب ناک تھے۔ آپ نے آتے ہی اپنی قوم سے پے در پے

تین سوال کیے۔ایک یہ کہ اللہ نے جو تمہاری ہدایت کے لئے کتاب دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔تو یہ گمراہی کی راہ تم نے ازخود کیوں اختیار کی؟ کیا تمہیں اللہ کی ہدایت پسند نہیں تھی؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ اللہ نے جتنی مدت بعد کتاب دینے کا وعدہ کیا تھا، کیا اسمیں کچھ تاخیر ہوگئی تھی، یا اس وعدہ کو طویل مدت گزر چکی تھی اور تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے تھے اور پھر یہ سمجھے کہ پتہ نہیں کہ اللہ سے کب ہدایت آتی ہے یا آتی بھی ہے یا نہیں اس بنا پر تم نے خود ہی اپنے لئے ایک راہ تجویز کر لی اور اگر یہ دونوں درست تھیں تو پھر کیا تم ایسے شرکام کر کے اللہ کے غضب کو دعوت دینا چاہتے ہو؟ یہ گو سالہ پرستی کا مرض ابھی تک تمہارے دلوں سے نکلا نہیں؟

| |
|---|
| قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ٥ |
| وہ بولے! ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی مگر قوم کے زیورات کے بھاری بوجھ ہم پر |
| لاد دیئے گئے تھے تو ہم نے انہیں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے ڈال دیئے۔ |

## بنی اسرائیل کا سامری کی اتباع کرنے کا بیان

"قَالُوا مَا أَخْلَفْنَا مَوْعِدك بِمَلْكِنَا" مُثَلَّث الْمِيم أَيْ بِقُدْرَتِنَا أَوْ أَمْرنَا "وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا" بِفَتْحِ الْحَاء مُخَفَّفًا وَبِضَمِّهَا وَكَسْر الْمِيم مُشَدَّدًا "أَوْزَارًا" أَثْقَالًا "مِنْ زِينَة الْقَوْم" أَيْ حُلِيّ قَوْم فِرْعَوْن اسْتَعَارَهَا مِنْهُمْ بَنُو إسْرَائِيل بِعِلَّةِ عُرْس فَبَقِيَتْ عِنْدهمْ "فَقَذَفْنَاهَا" طَرَحْنَاهَا فِي النَّار بِأَمْرِ السَّامِرِيّ "فَكَذَٰلِكَ" كَمَا أَلْقَيْنَا "أَلْقَى السَّامِرِيّ" مَا مَعَهُ مِنْ حُلِيّهمْ وَمِنْ التُّرَاب الَّذِي أَخَذَهُ مِنْ أَثَر حَافِر فَرَس جِبْرِيل عَلَى الْوَجْه الْآتِي

وہ بولے! ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی یہاں پر ملکنا کی میم پر حرکات ثلاثہ کو پڑھنا جائز ہے یعنی ہم نے اپنی طاقت یا اختیار سے ایسا نہیں کیا مگر ہوا یہ کہ قوم کے زیورات کے بھاری بوجھ ہم پر لاد دیئے گئے تھے۔یہاں پر حملنا یہ حاء کی فتحہ کے ساتھ تخفیف کی صورت میں اور تشدید کی صورت میں ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے عید کے موقع پر جو زیورات بہ طور عاریت لیے تھے۔وہ ان کے پاس باقی رہ گئے تھے۔تو ہم نے انہیں سامری کے کہنے پر آگ میں ڈال دیا پھر اسی طرح سامری نے بھی ڈال دیئے۔یعنی جو اس کے پاس زیورات تھے۔اور وہ مٹی بھی جو اس نے جبرائیل کے گھوڑے کے قدموں سے لی تھی۔

## بچھڑا بنانے میں سامری کے کردار کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے جب بنی اسرائیل کے سب زیورات گڑھے میں ڈلوا دیئے اور اس میں آگ جلوا دی کہ سب زیورات پگھل کر یک جسم ہو جائیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد اس کا معاملہ طے کیا جاوے گا کہ کیا کیا جائے۔جب سب لوگ اپنے اپنے زیورات اس میں ڈال چکے تو سامری بھی مٹھی بند

کیے ہوئے پہنچا اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں بھی ڈال دوں۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ سمجھا کہ اس کے ہاتھ میں بھی کوئی زیور ہوگا، فرمایا کہ ڈال دو۔ اس وقت سامری نے ہارون علیہ السلام سے کہا کہ میں جب ڈالوں گا کہ آپ یہ دعا کریں کہ جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ پورا ہو جائے۔ ہارون علیہ السلام کو اس کا نفاق و کفر معلوم نہیں تھا دعا کردی۔ اب جو اس نے اپنے ہاتھ سے ڈالا تو زیور کے بجائے مٹی تھی جس کو اس نے جبرئیل امین کے گھوڑے کے قدم کے نیچے سے کہیں یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھ کر اٹھالیا تھا کہ جس جگہ اس کا قدم پڑتا ہے وہیں مٹی میں نشوونما اور آثار حیات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے اس نے سمجھا کہ اس مٹی میں آثار حیات رکھے ہوئے ہیں شیطان نے اس کو اس پر آمادہ کر دیا کہ یہ اس کے ذریعہ ایک بچھڑا زندہ کر کے دکھلا دے۔ بہرحال اس مٹی کا ذاتی اثر ہو یا حضرت ہارون علیہ السلام کی دعا کا کہ یہ سونے چاندی کا پگھلا ہوا ذخیرہ اس مٹی کے ڈالنے اور ہارون علیہ السلام کی دعا کرنے کے ساتھ ایک زندہ بچھڑا بن کر بولنے لگا جن روایات میں ہے کہ سامری ہی نے بنی اسرائیل کو زیورات اس گڑھے میں ڈالنے کا مشورہ دیا تھا ان میں یہ بھی ہے کہ اس نے زیورات کو پگھلا کر ایک بچھڑے کی مورت تیار کر لی تھی مگر اس میں کوئی زندگی نہیں تھی۔ پھر یہ جبرائیل امین کے نشان قدم کی مٹی ڈالنے کے بعد اس میں حیات پیدا ہو گئی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ۝ |
| پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، جو محض جسم تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، تو انھوں نے کہا |
| یہی تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، سو وہ بھول گیا۔ |

## بنی اسرائیل کا سامری کی رہنمائی میں بچھڑا بنانے کا بیان

"فَأَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا" صَاغَهُ مِنَ الْحُلِيِّ "جَسَدًا" لَحْمًا وَدَمًا "لَهُ خُوَار" أَيْ صَوْت يُسْمَع أَيْ انْقَلَبَ كَذٰلِكَ بِسَبَبِ التُّرَاب الَّذِي أَثَرُهُ الْحَيَاةُ فِيمَا يُوضَع فِيهِ وَوَضَعَهُ بَعْد صَوْغه فِي فَمه "فَقَالُوا" أَيْ السَّامِرِيّ وَأَتْبَاعه "هٰذَا إِلٰهكُمْ وَإِلٰه مُوسَى فَنَسِيَ" مُوسَى رَبّه هُنَا وَذَهَبَ يَطْلُبهُ

پس اس نے ان کے لیے ایک بچھڑا نکالا، یعنی زیورات کا ڈھانچہ بنایا جو محض جسم یعنی گوشت اور خون تھا، اس کے لیے گائے کی آواز تھی، یہ آواز کا سنا جانا اور انقلاب کا ہونا اسی مٹی کے اثر سے تھا کیونکہ اس میں زندگی کو رکھ دیا گیا تھا۔ اور سامری نے اس مٹی کو ڈھانچے کے ڈھالنے کے بعد اس کے منہ میں ڈال دیا تھا۔ تو سامری اور اس کی اتباع کرنے والوں نے کہا یہی تمہارا معبود اور موسیٰ کا معبود ہے، لہٰذا موسیٰ علیہ السلام اس کو یہاں بھول گئے ہیں اور اس کو تلاش کرنے چلے گئے ہیں۔

اور اس میں ہر ایک کے زیور کی مقدار الگ الگ لکھ لی جائے اور جب کہیں مقیم ہوں گے تو اپنے اپنے حصہ کا سونا پھر سے بانٹ کر زیور بنوائے جا سکتے ہیں۔ اس خیال سے ہم نے لوگوں نے بھی اپنے اپنے زیورات اتار پھینکے اور اسی طرح سامری نے اپنا زیور اس مجموعہ میں شامل کر دیا۔ سونے کو پگھلانے کا کام سامری کے ذمہ تھا۔ اس نے یہ شرارت کی کہ بجائے اس کے زیورات کو پگھلا کر

سونے کی اینٹیں بناتا، اس کو بچھڑے کی شکل دے دی۔ پھر کچھ ایسا کرتب دکھایا کہ اس بچھڑے سے بچھڑے کی سی آواز بھی نکلتی تھی اور کہنے لگا کہ حقیقتاً تو یہی تمہارا الٰہ ہے۔ جو سونا پگھلانے پر آپ سے آپ اس شکل میں نمودار ہو گیا ہے۔ یہ لوگ مصر میں چونکہ بڑی مدت فرعونیوں کی دیکھا دیکھی بیل کی پرستش کرتے رہے تھے اور ابھی تک ان کے ذہن میں پوری طرح صاف نہیں ہوئے تھے لہٰذا جاہل عوام نے فوراً سامری کی آواز پر لبیک کہی اور بہنے لگے کہ اصل میں ہمارا اور موسیٰ کا بھی الٰہ تو یہ تھا۔ موسیٰ پتا نہیں طور پر کیا لینے گیا ہے؟ چنانچہ یہ معاملہ ہمارے اختیار سے باہر ہو گیا اور اکثریت کی دیکھا دیکھی ہمیں بھی یہی راہ اختیار کرنا پڑی۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۠

کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے۔

## نفع ونقصان کے مالک نہ ہونے والے معبودان باطلہ کا بیان

"أَفَلَا يَرَوْنَ أَ" أَنْ مُخَفَّفَة مِنَ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ أَنَّهُ "لَا يَرْجِع" الْعِجْل "إِلَيْهِمْ قَوْلًا" أَيْ لَا يَرُدّ لَهُمْ جَوَابًا "وَلَا يَمْلِك لَهُمْ ضَرًّا" أَيْ دَفْعه "وَلَا نَفْعًا" أَيْ جَلْبه أَيْ فَكَيْفَ يُتَّخَذ إِلَهًا ؟

یہاں پر اَنْ ثقل سے مخففہ ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ تھا۔ کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر کو دور کرنے یا نفع دینے پر قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے یعنی ان بدبختوں کو اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ اگر اس بچھڑے کی سی آواز نکلتی بھی ہے تو وہ کیا ان کے سوال کا جواب دے سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو سنتا بھی نہیں پھر جواب کیا دے گا؟ اور جو چیز نہ سن سکے نہ جواب دے سکے وہ کسی کا کیا بگاڑ سکتی ہے یا سنوار سکتی ہے؟ نیز وہ الٰہ کیسے ہو سکتی ہے؟

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ۠

اور بلاشبہ یقیناً ہارون نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! بات یہی ہے کہ اس کے ساتھ تمہاری آزمائش کی گئی ہے

اور یقیناً تمہارا رب رحمان ہی ہے، لہٰذا میرے پیچھے چلو اور میرا حکم مانو۔

## حضرت ہارون علیہ السلام کا قوم کو اتباع کا حکم دینے کا بیان

"وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هَارُون مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل أَنْ يَرْجِع مُوسَى "يَا قَوْم إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهِ وَإِنَّ رَبّكُمْ الرَّحْمَن فَاتَّبِعُونِي" فِي عِبَادَته "وَأَطِيعُوا أَمْرِي" فِيهَا

اور بلاشبہ یقیناً ہارون علیہ السلام نے ان سے پہلے ہی کہہ دیا تھا یعنی موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم! بات یہی ہے کہ اس کے ساتھ تمہاری آزمائش کی گئی ہے اور یقیناً تمہارا رب رحمان ہی ہے، لہٰذا تم عبادت کرنے میں میرے پیچھے چلو اور اس میں میرا حکم مانو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے سے پہلے حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں ہر چند سمجھایا بجھایا کہ دیکھو فتنے میں نہ پڑو اللہ رحمان کے سوا اور کسی کے سامنے نہ جھکو۔ وہ ہر چیز کا خالق مالک ہے سب کا اندازہ مقرر کرنے والا وہی ہے وہی عرش مجید کا مالک ہے وہی جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ تم میری تابعداری اور حکم برداری کرتے رہو جو میں کہوں وہ بجالاؤ جس سے روکوں رک جاؤ۔ لیکن ان سرکشوں نے جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سن کر تو خیر ہم مان لیں گے تب تک تو ہم اس کی پرستش نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ لڑنے اور مرنے مارنے کے واسطے تیار ہو گئے۔

| |
|---|
| قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۝ قَالَ يٰهٰرُوْنُ |
| مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۝ |
| وہ بولے ہم تو اسی پر جمے رہیں گے تاوقتیکہ موسیٰ (علیہ السلام) ہماری طرف پلٹ آئیں (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: اے ہارون! تم |
| کو کس چیز نے روکے رکھا جب تم نے دیکھا کہ یہ گمراہ ہو رہے ہیں۔ تم میرے طریقے کی پیروی نہ کرو، کیا تم نے میری نافرمانی کی۔ |

## بنی اسرائیل کا بچھڑے کی پرستش پر جم جانے کا بیان

"قَالُوْا لَنْ نَبْرَحَ" نَزَال "عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ" عَلَى عِبَادَته مُقِيمِينَ "قَالَ" مُوسَى بَعْد رُجُوعه "يَا هَارُون مَا مَنَعَك إِذْ رَأَيْتهمْ ضَلُّوا" بِعِبَادَتِهِ "أَ" نْ "لَّا" لَا زَائِدَة "أَفَعَصَيْت أَمْرِي" بِإِقَامَتِك بَيْن مَنْ يَعْبُد غَيْر اللّٰه تَعَالَى

وہ بولے ہم تو اسی کی پوجا پر جمے رہیں گے یعنی اسی کی عبادت پر قائم رہیں گے۔ تاوقتیکہ موسیٰ (علیہ السلام) ہماری طرف پلٹ آئیں (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: اے ہارون! تم کو کس چیز نے روکے رکھا جب تم نے دیکھا کہ یہ پرستش کے ذریعے گمراہ ہو رہے ہیں۔ (مزید یہ کہ تمہیں کس نے منع کیا کہ انہیں سختی سے روکنے میں) تم میرے طریقے کی پیروی نہ کرو، کیا تم نے میری نافرمانی کی۔ یہاں پر اَن لا میں لا زائدہ ہے۔ یعنی تم نے غیر اللہ کی عبادت کر کے میری نافرمانی کی ہے۔

اس پر حضرت ہارون علیہ السلام ان سے علیحدہ ہو گئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار وہ لوگ جنہوں نے بچھڑے کی پرستش نہ کی تھی ، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے تو آپ نے ان کے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچتے تھے تب آپ نے اپنے ستر ہمراہیوں سے فرمایا یہ فتنہ کی آواز ہے جب قریب پہنچے اور حضرت ہارون کو دیکھا تو غیرت دینی سے جو آپ کی سرشت تھی جوش میں آ کر ان کے سر کے بال داہنے ہاتھ اور داڑھی بائیں میں پکڑی اور۔

| |
|---|
| قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ |
| بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ۝ |

کہا: اے میری ماں کے بیٹے! آپ نہ میری داڑھی پکڑیں اور نہ میرا سر، میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں آپ یہ (نہ) کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان فرقہ بندی کر دی ہے اور میرے قول کی نگہداشت نہیں کی۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کی فرقہ بندی کو دیکھنے کا بیان

"قَالَ" هَارُون "يَبْنَؤُمَّ" بِكَسْرِ الْمِيم وَفَتْحهَا أَرَادَ أُمِّي وَذِكْرهَا أَعْطَف لِقَلْبِهِ "لَا تَأْخُذ بِلِحْيَتِي" وَكَانَ أَخَذَهَا بِشِمَالِهِ "وَلَا بِرَأْسِي" وَكَانَ أَخَذَ شَعْره بِيَمِينِهِ غَضَبًا "إِنِّي خَشِيت" لَوْ اتَّبَعْتُك وَلَا بُدّ أَنْ يَتَّبِعَنِي جَمْع مِمَّنْ لَمْ يَعْبُدُوا الْعِجْل "أَنْ تَقُول فَرَّقْت بَيْن بَنِي إِسْرَائِيل" وَتَغْضَب عَلَيَّ "وَلَمْ تَرْقُب" تَنْتَظِر "قَوْلِي" فِيمَا رَأَيْته فِي ذَلِكَ

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا: اے میری ماں کے بیٹے! یہاں پر لفظ اُم میم کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی والدہ کا ذکر کیا تا کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں نرمی پیدا ہو جائے۔ آپ نہ میری داڑھی پکڑیں اور نہ میرا سر، میں سختی کرنے میں اس بات سے ڈرتا تھا کہ کہیں آپ یہ (نہ) کہیں کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان فرقہ بندی کر دی ہے اور میرے قول کی نگہداشت نہیں کی۔ یعنی میرے حکم کا انتظار نہ کیا کہ اس معاملہ میں جو تم نے دیکھا ہے۔

## کوہ طور سے واپسی اور بنی اسرائیل کی حرکت پہ غصہ آنے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت غصے اور پورے غم میں لوٹے تھے۔ تختیاں زمین پر ماریں اور اپنے بھائی ہارون کی طرف غصے سے بڑھ گئے اور ان کے سر کے بال تھام کر اپنی طرف گھسیٹنے لگے۔ اس کا تفصیلی بیان سورۃ اعراف کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور وہیں وہ حدیث بھی بیان ہو چکی ہے کہ سننا دیکھنے کے مطابق نہیں۔ آپ نے اپنے بھائی اور اپنے جانشین کو ملامت کرنی شروع کی کہ اس بت پرستی کے شروع ہوتے ہی تو نے مجھے خبر کیوں نہ کی؟ کیا جو کچھ میں تجھے کہہ گیا تھا تو بھی اس کا مخالف بن بیٹھا؟ میں تو صاف کہہ گیا تھا کہ میری قوم میں میری جانشینی کر اصلاح کے درپے رہ اور مفسدوں کی نہ مان۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اے میرے ماں جائے بھائی۔ یہ صرف اس لئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زیادہ رحم اور محبت آئے ورنہ باپ الگ الگ نہ تھے باپ بھی ایک ہی تھے دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ عذر پیش کرتے ہیں کہ جی میں تو میرے بھی آئی تھی کہ آپ کے پاس آ کر آپ کو اس کی خبر کروں لیکن پھر خیال آیا کہ انہیں تنہا چھوڑنا مناسب نہیں کہیں آپ مجھ پر نہ بگڑ بیٹھیں کہ انہیں تنہا کیوں چھوڑ دیا اور اولاد یعقوب میں یہ جدائی کیوں ڈال دی؟ اور جو میں کہہ گیا تھا اس کی نگہبانی کیوں نہ کی؟ بات یہ ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام میں جہاں اطاعت کا پورا مادہ تھا وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عزت بھی بہت کرتے تھے اور ان کا بہت ہی لحاظ رکھتے تھے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝

فرمایا: اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے۔ اس نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی، سو میں نے رسول کے پاؤں کے نشان سے ایک مٹھی اٹھالی، پھر میں نے وہ ڈال دی اور میرے دل نے اسی طرح کرنا میرے لیے خوشنما بنا دیا۔

## سامری کا بچھڑے کو معبود بنانے کا بیان

"قَالَ فَمَا خَطْبُكَ" شَأْنُكَ الدَّاعِي اِلَى مَا صَنَعْتَ "قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ أَيْ عَلِمْتُ مَا لَمْ يَعْلَمُوْهُ "فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِنْ" تُرَاب "أَثَر" حَافِر فَرَس "الرَّسُوْل" جِبْرِيل "فَنَبَذْتُهَا" أَلْقَيْتهَا فِي صُوْرَة الْعِجْل الْمُصَاغ "وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ" زَيَّنَتْ "لِيْ نَفْسِيْ" وَأُلْقِيَ فِيهَا أَنْ آخُذ قَبْضَة مِنْ تُرَاب مَا ذُكِرَ وَأُلْقِيهَا عَلَى مَا لَا رُوح لَهُ يَصِير لَهُ رُوح وَرَأَيْت قَوْمك طَلَبُوا مِنْك أَنْ تَجْعَل لَهُمْ إِلٰهًا فَحَدَّثَتْنِي نَفْسِي أَنْ يَكُون ذٰلِكَ الْعِجْل إِلٰههمْ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے سامری! بتا تیرا کیا معاملہ ہے۔ جو تو نے کر رکھا ہے۔ اس نے کہا میں نے وہ چیز دیکھی جو ان لوگوں نے نہیں دیکھی، یہاں پر یبصروا یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ لہٰذا میں نے رسول یعنی جبرائیل کے گھوڑے کے پاؤں کے نشان سے ایک مٹھی اٹھالی، پھر میں نے وہ بچھڑے کے قالب میں ڈال دی اور میرے دل نے اسی طرح کرنا میرے لیے خوشنما بنا دیا۔ یعنی میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ مذکورہ مٹی کو جس چیز میں ڈالوں تو اس میں زندگی آجائے۔ آپ کی قوم نے آپ سے معبود طلب کیا تو میرے دل میں آیا کہ یہ بچھڑا ہی معبود بن سکتا ہے۔ تو میں نے سمجھا کہ یہ بچھڑا ان کیلئے معبود بن سکتا ہے۔

## گائے پرست سامری اور بچھڑے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے پوچھا کہ تو نے یہ فتنہ کیوں اٹھایا؟ یہ شخص باجرو کا رہنے والا تھا اس کی قوم گائے پرست تھی۔ اس کے دل میں گائے محبت گھر کیے ہوئے تھی۔ اس نے بنی اسرائیل کے ساتھ اپنے ایمان کا اظہار کیا تھا۔ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا ایک روایت میں ہے یہ کرمانی تھا۔ ایک روایت میں ہے اس کی بستی کا نام سامرا تھا اس نے جواب دیا کہ جب فرعون کی ہلاکت کے لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تو میں نے ان کے گھوڑے کے ٹاپ تلے سے تھوڑی سی مٹی اٹھالی۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات یہی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لے کر چڑھنے لگے تو سامری نے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے ان کے گھوڑے کے سم تلے کی مٹی اٹھالی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام آسمان تک لے گئے اللہ تعالیٰ نے تورات لکھی حضرت موسیٰ علیہ السلام قلم کی تحریر کی آواز سن رہے تھے لیکن جب آپ کو آپ کی قوم کی مصیبت معلوم ہوئی تو نیچے اتر آئے اور اس بچھڑے کو جلا دیا۔ لیکن اس کی اثر کی سند غریب ہے۔ اسی

خاک کی چٹکی یا مٹھی کو اس نے بنی اسرائیل کے جمع کردہ زیوروں کے جلنے کے وقت ان میں ڈال دی۔ جو بصورت بچھڑا بن گئے اور چونکہ بیچ میں خلا تھا وہاں سے ہوا گھستی تھی اور اس سے آواز نکلتی تھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہی اس کے دل میں خیال گزرا تھا کہ میں اس کے گھوڑے کے ٹاپوں تلے کی مٹی اٹھالوں میں جو چاہوں گا وہ اس مٹی کے ڈالنے سے بن جائے گا اس کی انگلیاں اسی وقت سوکھ گئی تھی۔ جب بنی اسرائیل نے دیکھا کہ ان کے پاس فرعونیوں کے زیورات رہ گئے اور فرعونی ہلاک ہو گئے اور یہ اب ان کو واپس نہیں ہو سکتے تو غمزدہ ہونے لگے سامری نے کہا دیکھو اس کی وجہ سے تم پر مصیبت نازل ہوئی ہے اسے جمع کر کے آگ لگا دو جب وہ جمع ہو گئے اور آگ سے پگھل گئے تو اس کے جی میں آئی کہ وہ خاک اس پر ڈال دے اور اسے بچھڑے کی شکل میں بنالے چنانچہ یہی ہوا۔ اور اس نے کہہ دیا کہ تمہارا اور موسیٰ علیہ السلام کا رب یہی ہے۔ یہی وہ جواب دے رہا ہے کہ میں نے اسے ڈال دیا اور میرے دل نے یہی ترکیب مجھے اچھی طرح سمجھا دی ہے۔ کلیم اللہ نے فرمایا تو نے نہ لینے کی چیز کو ہاتھ لگایا تیری سزا دنیا میں یہی ہے کہ اب نہ تو تو کسی کو ہاتھ لگا سکے نہ کوئی اور تجھے ہاتھ لگا سکے۔ باقی سزا تیری قیامت کو ہوگی جس سے چھٹکارا محال ہے ان کے بقایا اب تک یہی کہتے ہیں کہ نہ چھونا اب تو اپنے اللہ کا حشر بھی دیکھ لے جس کی عبادت پر اوندھا پڑا ہوا تھا کہ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیتے ہیں چنانچہ وہ سونے کا بچھڑا اس طرح جل گیا جیسے خون اور گوشت والا بچھڑا جلے۔ پھر اس کی راکھ کو تیز ہوا میں دریا میں ذرہ ذرہ کر کے اڑا دیا۔ روایت ہے کہ اس نے بنی اسرائیل کی عورتوں کے زیور جہاں تک اس کے بس میں تھے لئے ان کا بچھڑا بنایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جلا دیا اور دریا میں اس کی خاک بہادی جس نے بھی اس کا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے اب انہوں نے توبہ کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ہماری توبہ کیسے قبول ہوگی؟ حکم ہوا کہ ایک دوسروں کو قتل کرو۔ اس کا پورا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا معبود یہ نہیں۔ مستحق عبادت تو صرف اللہ تعالیٰ ہے باقی تمام جہان اس کا محتاج ہے اور اس کے ماتحت ہے وہ ہر چیز کا عالم ہے، اسکے علم نے تمام مخلوق کا احاطہ کر رکھا ہے، ہر چیز کی گنتی اسے معلوم ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہر پتے کا اور ہر دانے کا اسے علم ہے بلکہ اس کے پاس کی کتاب میں وہ لکھا ہوا موجود ہے زمین کے تمام جانداروں کو روزیاں وہی پہنچاتا ہے، سب کی جگہ اسے معلوم ہے سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ علم الٰہی محیط کل اور سب کو حاوی ہے، اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ |
| وَ انْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ۝ |
| فرمایا: پس تو چلا جا چنانچہ تیرے لئے زندگی میں یہ ہے کہ تو کہتا رہے: نہ چھونا، اور بیشک تیرے لئے ایک اور وعدہ (عذاب) |
| بھی ہے جس کی ہرگز خلاف ورزی نہ ہوگی، اور تو اپنے اس (من گھڑت) معبود کی طرف دیکھ جس (کی پوجا) پر تو جم کر بیٹھا رہا، |
| ہم اسے ضرور جلا ڈالیں گے پھر ہم اس کو ضرور دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔ |

## سامری کیلئے دنیا وآخرت میں عذاب ہونے کا بیان

"قَالَ" لَهُ مُوسَى "فَاذْهَبْ" مِنْ بَيْنِنَا "فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاة" أَيْ مُدَّة حَيَاتك "أَنْ تَقُول" لِمَنْ رَأَيْته "لَا مِسَاس" أَيْ لَا تَقْرَبنِي فَكَانَ يَهِيم فِي الْبَرِّيَّة وَإِذَا مَسَّ أَحَدًا أَوْ مَسَّهُ أَحَد حُمَّا جَمِيعًا "وَإِنَّ لَكَ مَوْعِدًا" لِعَذَابِك "لَنْ تُخْلِفهُ" بِكَسْرِ اللَّام: أَيْ لَنْ تَغِيب عَنْهُ وَبِفَتْحِهَا أَيْ بَلْ تُبْعَث إلَيْهِ "وَانْظُرْ إلَى إلَهك الَّذِي ظَلْتَ" أَصْله ظَلِلْت بِلَامَيْنِ أُولَاهُمَا مَكْسُورَة حُذِفَتْ تَخْفِيفًا أَيْ دُمْت "عَلَيْهِ عَاكِفًا" أَيْ مُقِيمًا تَعْبُدهُ "لَنُحَرِّقَنَّهُ" بِالنَّارِ "ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمّ نَسْفًا" نُذْرِيَنَّهُ فِي هَوَاء الْبَحْر وَفَعَلَ مُوسَى بَعْد ذَبْحه مَا ذَكَرَهُ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: پس تو یہاں سے نکل کر چلا جا چنانچہ تیرے لئے ساری زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو ہر کسی کو یہی کہتا رہے کہ مجھے نہ چھونا، مجھے نہ چھونا، پس جب کسی نے تجھے مس کر لیا یا تو نے کسی کو مس کر لیا تو ان سب کو بخار ہو جائے گا اور بیشک تیرے لئے ایک اور وعدہ عذاب بھی ہے جس کی ہرگز خلاف ورزی نہ ہوگی، یہاں پر تخلفہ لام کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔یعنی تو ہرگز اس سے چھپ نہیں سکے گا۔اور لام کے فتحہ کے ساتھ یعنی تجھے اس کی طرف اٹھایا جائے گا۔اور تو اپنے اس من گھڑت معبود کی طرف دیکھ۔لفظ ظلت اصل میں ظللت دو لاموں کے ساتھ تھا ان میں سے پہلا مکسورہ تھا جس کو تخفیف کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے اور اس کا معنی دمت ہے۔جس کی پوجا پر تو جم کر بیٹھا رہا، یعنی اس کی عبادت پر قائم رہا۔ہم اسے ضرور آگ میں جلا ڈالیں گے پھر ہم اس کی راکھ کو ضرور دریا میں اچھی طرح بکھیر دیں گے۔یعنی اس کو ہم سمندر کی فضاء میں اڑا دیں گے۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ذبح کرنے کے بعد ویسا ہی کیا جیسے انہوں نے بیان کیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری کے لئے دنیا کی زندگی میں یہ سزا تجویز کی کہ سب لوگ اس سے مقاطعہ کریں کوئی اس کے پاس نہ جاوے اور اس کو بھی یہ حکم دیا کہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر اسی طرح وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے۔ یہ سزا ہو سکتا ہے کہ ایک قانون کی صورت میں ہو جس کی پابندی اس پر اور دوسرے سب بنی اسرائیل پر منجانب موسیٰ علیہ السلام لازم کر دی گئی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ قانونی حیثیت کی سزا سے آگے خود اس کی ذات میں بقدرت خداوندی کوئی ایسی بات پیدا کر دی گئی ہو کہ نہ وہ دوسروں کو چھو سکے نہ کوئی دوسرا اس کو چھو سکے۔

جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اگر یہ کسی کو ہاتھ لگا دے یا کوئی اس کو ہاتھ لگا دے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا، کذا فی المعالم۔اس ڈر کے مارے وہ سب سے الگ بھاگا پھرتا تھا اور جب کسی کو قریب آتا دیکھتا تو دور سے پکارتا تھا لامساس یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔(تفسیر معالم تنزیل، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ |
| تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے |

## اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان

"اِنَّمَا اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا" تَمْیِیز مُحَوَّل عَنْ الْفَاعِلِ أَیْ وَسِعَ عِلْمه كُلَّ شَیْءٍ

تمہارا معبود تو وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ہر چیز کو اس کا علم محیط ہے۔ یہاں پر علما تمیز ہے جو فاعل سے منقول ہو کر آئی ہے۔ یعنی اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔

سامری کو اپنے کیے کی ایک نقد اور فوری سزا یہ ملی کہ وہ اپنے معاشرے میں اچھوت بن کر رہ گیا، وہ جب کسی کو دیکھتا تو وہ فوراً اس سے کہتا لَا مِسَاسَ یعنی مجھے چھونا نہیں۔ روایات کے مطابق وہ جب کسی کو ہاتھ لگاتا یا کوئی اس کو ہاتھ لگاتا تو اس سے ان دونوں کو فوراً بخار ہو جاتا۔ اس لئے وہ دوسرے کسی کو دیکھتے ہی اس سے کہتا کہ خبردار مجھے ہاتھ نہیں لگانا، دوسری طرف اس کے اس مصنوعی بچھڑے کو جس کو اس نے معبود بنا دیا تھا اس کو حضرت موسیٰ نے سب کے سامنے اور اعلانیہ طور پر جلا کر راکھ بنا دیا۔ اور اسکی راکھ کو سمندر میں بکھیر کر ختم کر دیا۔ اور اس کے بعد حضرت موسیٰ نے معبود برحق کی تعریف کیلئے فرمایا کہ معبود برحق تم سب لوگوں کا وہ اللہ ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں، جس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے اور یہ شان جب اس وحدہ لاشریک کے سواء اور کسی کی نہ ہے نہ ہو سکتی ہے، تو اس کا تقاضا ہے کہ معبود برحق بھی وہی وحدہ لاشریک ہو۔ اور ہر قسم کی عبادت و بندگی اسی کا اور صرف اسی وحدہ لاشریک کا حق ہو۔ اس میں اس کا نہ کوئی شریک ہے، نہ ہو سکتا ہے۔

| |
|---|
| كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ |
| اسی طرح ہم تجھ سے کچھ وہ خبریں بیان کرتے ہیں جو گزر چکیں اور یقیناً ہم نے تجھے اپنے پاس سے ایک نصیحت عطا کی ہے۔ |

## سابقہ امم کے قصص کو بتانے کا بیان

"كَذٰلِكَ" أَیْ كَمَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ يَا مُحَمَّد هٰذِهِ الْقِصَّة "نَقُصّ عَلَيْك مِنْ أَنْبَاء" أَخْبَار "مَا قَدْ سَبَقَ" مِنْ الْأُمَم "وَقَدْ آتَيْنَاك" أَعْطَيْنَاك "مِنْ لَدُنَّا" مِنْ عِنْدنَا "ذِكْرًا" قُرْآنًا

یا محمد ﷺ اسی طرح ہم تجھ سے کچھ وہ خبریں بیان کرتے ہیں جس طرح یہ قصہ ہے۔ ایسے قصص ہیں جو گزشتہ امم کے ہیں اور یقیناً ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت عطا کی ہے۔ یعنی ہماری طرف سے وہ نصیحت قرآن ہے۔

## نصیحت کیلئے سابقہ اقوام کے قصص کی خبر کا بیان

فرمان ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اصلی رنگ میں آپ کے سامنے بیان ہوا ایسے ہی اور بھی حالات گزشتہ آپ کے سامنے ہم ہو بہو بیان فرما رہے ہیں۔ ہم نے تو آپ کو قرآن عظیم دے رکھا ہے جس کے پاس باطل پھٹک نہیں سکتا کیونکہ آپ حکمت حمد والے ہیں کسی نبی کو کوئی کتاب اس سے زیادہ کمال والی اور اس سے زیادہ جامع اور اس سے

بابرکت نہیں ملی۔ ہر طرح سب سے اعلیٰ کتاب یہی کلام اللہ شریف ہے جس میں گذشتہ کی خبریں آئندہ کے امور اور ہر کام کے طریقے مذکور ہیں۔ اسے نہ ماننے والا، اس سے منہ پھیرنے والا، اس کے احکام سے بھاگنے والا، اس کے سوا کسی اور میں ہدایت کو تلاش کرنے والا گمراہ ہے اور جہنم کی طرف جانے والا ہے۔ قیامت کو وہ اپنا بوجھ آپ اٹھائے گا اور اس میں دب جائے گا اس کے ساتھ جو بھی کفر کرے وہ جہنمی ہے کتابی ہو یا غیر کتابی عجمی ہو یا عربی اس کا منکر جہنمی ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ میں تمہیں بھی ہوشیار کرنے والا ہوں اور جسے بھی یہ پہنچے پس اس کا متبع ہدایت والا اور اس کا مخالف ضلالت وشقاوت والا جو یہاں برباد ہوا وہ وہاں دوزخی بنا۔ اس عذاب سے اسے نہ تو کبھی چھٹکارا حاصل ہو نہ بچ سکے برا بوجھ ہے جو اس پر اس دن ہو گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا۝ |
| جو شخص اس سے روگردانی کرے گا تو بیشک وہ قیامت کے دن سخت بوجھ اٹھائے گا۔ وہ اس عذاب میں ہمیشہ پڑے |
| رہیں گے، اور ان کے لئے قیامت کے دن بہت ہی برا بوجھ ہوگا۔ |

## مجرم قیامت کے دن گناہوں کا بدترین بوجھ اٹھائیں گے

"مَنْ أَعْرَضَ عَنْهُ" فَلَمْ يُؤْمِن بِهِ "فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا" حِمْلًا ثَقِيلًا مِنَ الْإِثْمِ "خَالِدِينَ فِيهِ" أَيْ فِي عَذَابِ الْوِزْرِ "وَسَاءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا" تَمْيِيزٌ مُفَسِّرٌ لِلضَّمِيرِ فِي سَاءَ وَالْمَخْصُوصُ بِالذَّمِّ مَحْذُوفٌ تَقْدِيرُهُ وِزْرُهُمْ وَاللَّامُ لِلْبَيَانِ وَيُبْدَلُ مِنْ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

جو شخص اس سے روگردانی کرے گا یعنی اس پر ایمان نہ لائے۔ تو بیشک وہ قیامت کے دن سخت بوجھ اٹھائے گا۔ یعنی گناہوں کو بوجھ اٹھائے گا۔ وہ اس عذاب میں ہمیشہ پڑے رہیں گے، اور ان کے لئے قیامت کے دن بہت ہی برا بوجھ ہوگا۔ یہاں پر حملا یہ تمیز ہے اور ساء کی ضمیر کی تفسیر ہے۔ جس کا مخصوص بہ ذم محذوف مقدر وزرھم ہے۔ اور لھم میں لام بیانیہ ہے اور، ینفخ فی الصور یوم قیامت سے بدل ہے۔

وزر بمعنی گناہ کا بوجھ یا پاپ کے گٹھری۔ اب جو شخص عمر بھر نہ قرآن کے نزدیک آئے، نہ اس کی کوئی ہدایت ماننے کو تیار ہو تو لامحالہ اس کی زندگی شتر بے مہار کی طرح ہوگی جو اللہ کی نافرمانیوں اور گناہوں پر مشتمل ہوگی۔ لہٰذا اسے اپنے اعمال کا ناقابل برداشت بوجھ اٹھانا پڑے گا۔ اس دنیا میں تو ایسے بوجھ کا تصور ہی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہاں اس بوجھ کو مادی شکل دے دی جائے گی اور وہ اس بوجھ تلے پس رہا ہوگا۔

| |
|---|
| يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا۝ |
| جس دن صور میں پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔ |

آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دس دن کے سوانہیں ٹھہرے۔

## حشر میں پہنچ کر دنیا کی زندگی دس جتنی لگنے کا بیان

"يَوْمَ يُنْفَخ فِي الصُّور" الْقَرْن النَّفْخَة الثَّانِيَة "وَنَحْشُر الْمُجْرِمِينَ" الْكَافِرِينَ "يَوْمَئِذٍ زُرْقًا" عُيُونهمْ مَعَ سَوَاد وُجُوههمْ

"يَتَخَافَتُونَ بَيْنهمْ" يَتَسَارُّونَ "إِنْ" مَا "لَبِثْتُمْ" فِي الدُّنْيَا "إِلَّا عَشْرًا" مِنْ اللَّيَالِي بِأَيَّامِهَا

جس دن صور میں پھونکا جائے گا یعنی جب دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور ہم مجرموں یعنی کافروں کو اس دن اس حال میں اکٹھا کریں گے کہ نیلی آنکھوں والے ہوں گے۔ یعنی ان کی آنکھیں سیاہ چہروں کے ساتھ ہوں گی۔ آپس میں چپکے چپکے کہہ رہے ہوں گے تم دنیا میں دس دن اور ان کی راتوں کے سوانہیں ٹھہرے۔

حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ ایک گاؤں والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ صور کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی، مراد یہ ہے کہ سینگ کی طرح کی کوئی چیز ہے جس میں فرشتہ کی پھونک مارنے کا پوری دنیا پر یہ اثر ہوگا کہ سب مردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جاویں گے حقیقت اس صور کی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

| |
|---|
| نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُم طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۞ |
| ہم خوب جانتے ہیں وہ جو کچھ کہہ رہے ہوں گے جبکہ ان میں سے ایک عقل و عمل میں بہتر شخص کہے گا کہ تم تو |
| ایک دن کے سوا ٹھہرے ہی نہیں ہو۔ |

## آخرت میں دنیا کی قلیل مدت معلوم ہونے کا بیان

"نَحْنُ أَعْلَم بِمَا يَقُولُونَ" فِي ذَلِكَ : أَيْ لَيْسَ كَمَا قَالُوا "إِذْ يَقُول أَمْثَلهمْ" أَعْدَلهمْ "طَرِيقَة" فِيهِ "إِنْ لَبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا" يَسْتَقِلُّونَ لُبْثهمْ فِي الدُّنْيَا جِدًّا لِمَا يُعَايِنُونَهُ فِي الْآخِرَة مِنْ أَهْوَالهَا

ہم خوب جانتے ہیں وہ جو کچھ اس کے بارے میں کہہ رہے ہوں گے جبکہ ان میں سے ایک عقل و عمل میں بہتر شخص کہے گا کہ تم تو ایک دن کے سوا دنیا میں ٹھہرے ہی نہیں ہو۔ یعنی جب وہ آخرت کی ہولناکی کا مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے دنیا میں بہت ہی تھوڑی مدت ٹھہرے ہیں۔

یہاں ٹھہرنے سے مراد دنیا کی زندگی بھی ہو سکتی ہے اور برزخ کی زندگی بھی۔ انسان کی عادت ہے کہ اسے خوشی کے لمحات قلیل بھی نظر آتے ہیں اور قریب بھی۔ بیسیوں برس پہلے کے واقعات اسے یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے کل کی بات ہے اور قیامت کے دہشت ناک احوال دیکھ کر یہ تصور اور بھی بڑھ جائے گا کہ کی اس زندگی کی مدت مختصر قرار دے گا اور جو سب سے زیادہ سمجھدار ہوگا وہ پہلے

کی تردید کرتے ہوئے اس زندگی کو صرف ایک دن کی زندگی بتلائے گا۔

| |
|---|
| وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّىْ نَسْفًا٥ فَيَذَرُهَا |
| قَاعًا صَفْصَفًا٥ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا٥ |
| اورآپ سے یہ لوگ پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں، سوفرما دیجئے: میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ |
| پھر اسے ہموار اور بے آب وگیاہ زمین بنادے گا۔ جس میں آپ نہ کوئی پستی دیکھیں گے نہ کوئی بلندی۔ |

## قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت کا بیان

"وَيَسْأَلُونَك عَنْ الْجِبَال" كَيْفَ تَكُون يَوْم الْقِيَامَة "فَقُلْ" لَهُمْ "يَنْسِفهَا رَبِّي نَسْفًا" بِأَنْ يُفَتِّتهَا كَالرَّمْلِ السَّائِل ثُمَّ يُطِيرهَا بِالرِّيَاحِ "فَيَذَرهَا قَاعًا" مُنْبَسِطًا "صَفْصَفًا" مُسْتَوِيًا "لَا تَرَى فِيهَا عِوَجًا" انْخِفَاضًا "وَلَا أَمْتًا" ارْتِفَاعًا

اورآپ سے یہ لوگ پہاڑوں کی نسبت سوال کرتے ہیں، کہ وہ قیامت کے دن کس طرح ہوں گے۔ پس فرما دیجئے: میرا رب انہیں ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ یعنی جس طرح بہنے والی ریت ہوتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہوا میں اڑ جائیں گے۔ پھر اسے ہموار اور بے آب وگیاہ زمین بنادے گا۔ جس میں آپ نہ کوئی پستی دیکھیں گے نہ کوئی بلندی دیکھیں گے۔

## سورہ طٰہٰ آیت ۱۰۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قیامت کے دن پہاڑوں کا کیا حال ہوگا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر زاد میسر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

نفخہ صور اول سے اگر انسان اور دوسری جاندار چیزیں مر بھی جائیں گی تو پہاڑوں جیسی سخت چیز پر اس نفخہ کا کیا اثر ہوگا؟ یہ سوال دراصل ایسے جاہلوں کی طرف سے ہی ہوسکتا ہے۔ جنہوں نے اللہ کی اس پیدا کردہ کائنات اور اس کے نظام میں کبھی غور ہی نہیں کیا، آج کے انسان کے لئے یہ ایک بالکل مہمل سوال ہے۔ اگر سیاروں کی گردش اور ان کی کشش ثقل میں معمولی سی بھی گڑبڑ ہوجائے تو پہاڑوں کا کیا ذکر ہے۔ سارے ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہوسکتے ہیں۔ قیامت کو یہی کیفیت ہوگی اور اس وقت پہاڑوں کی دھول اڑ رہی ہوگی۔

| |
|---|
| يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا٥ |
| اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلتے جائیں گے اس میں کوئی کجی نہیں ہوگی، اور رحمان کے جلال سے |
| سب آوازیں پست ہوجائیں گی پس تم ہلکی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے۔ |

## قیامت کے آوازوں کے پست ہو جانے کا بیان

"یَوْمَئِذٍ" اَیْ یَوْمَ اِذْ نُسِفَتِ الْجِبَالُ "یَتَّبِعُوْنَ" اَیْ النَّاسُ بَعْدَ الْقِیَامِ مِنَ الْقُبُوْرِ "الدَّاعِیَ" اِلَی الْمَحْشَرِ بِصَوْتِهٖ وَهُوَ اِسْرَافِیْلُ یَقُوْلُ : هَلُمُّوْا اِلٰی عَرْضِ الرَّحْمٰنِ "لَا عِوَجَ لَهٗ" اَیْ لِاتِّبَاعِهِمْ : اَیْ لَا یَقْدِرُوْنَ اَنْ لَا یَتَّبِعُوْا "وَخَشَعَتْ" سَكَنَتْ "الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا" صَوْتَ وَطْءِ الْاَقْدَامِ فِیْ نَقْلِهَا اِلَی الْمَحْشَرِ كَصَوْتِ اَخْفَافِ الْاِبِلِ فِیْ مَشْیِهَا،

اس دن یعنی جس دن پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ لوگ پکارنے والے کے پیچھے چلتے جائیں گے۔ یعنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد اس کے پیچھے چلنے میں کوئی کجی نہیں ہوگی، اور وہ محشر میں حضرت اسرافیل کی آواز ہوگی۔ کہ رحمٰن کی بارگاہ میں جلدی حاضر ہو جاؤ۔ اس دن وہ عدم اتباع کی قدرت نہ رکھتے ہوں گے۔ اور خدائے رحمان کے جلال سے سب آوازیں پست ہو جائیں گی پس تم ہلکی سی آہٹ کے سوا کچھ نہ سنو گے۔ یعنی آہستہ آواز محشر میں چلتے وقت پاؤں سے آئے گی جس طرح اونٹ کے چلنے کی آواز آتی ہے۔ اس کے سوا کوئی آواز نہ ہوگی۔

جدھر فرشتہ آواز دے گا یا جہاں بلائے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح ادھر دوڑے جائیں گے۔ نہ بلانے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا ترچھا پن رہے گا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے جھپٹتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔ محشر کی طرف چلنے کی کھسکھساہٹ کے سوا اس وقت رحمان کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دے گی، اگر کوئی کچھ کہے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کرتے ہوں۔

| |
|---|
| یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ○ |
| اس دن سفارش سودمند نہ ہوگی سوائے اس شخص کے جسے رحمان نے اذن دے دی ہے اور جس کی بات سے وہ راضی ہو گیا ہے |
| (جیسا کہ انبیاء و مرسلین، اولیاء، متقین، معصوم بچوں اور دیگر کئی بندوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے) |

## قیامت کے دن اللہ کی اجازت کے بغیر سفارش کے کام نہ آنے کا بیان

"یَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ" لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اَحَدًا "اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ" اَنْ یَشْفَعَ لَهٗ "وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا" بِاَنْ یَقُوْلَ : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اس دن سفارش سودمند نہ ہوگی سوائے اس شخص کی سفارش کے جسے رحمان نے اذن و اجازت دے دی ہے اور جس کی بات سے وہ راضی ہو گیا ہے۔ یعنی جس کا قول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ ہوا۔ (جیسا کہ انبیاء و مرسلین، اولیاء، متقین، معصوم بچوں اور دیگر کئی بندوں کا شفاعت کرنا ثابت ہے)

## نوعیت شفاعت اور روز قیامت کا بیان

قیامت کے دن کسی کی مجال نہ ہوگی کہ دوسرے کے لئے شفاعت کرے ہاں جسے اللہ اجازت دے۔ نہ آسمان کے فرشتے بے اجازت کسی کی سفارش کر سکیں نہ اور کوئی بزرگ بندہ۔ سب کو خود خوف لگا ہوگا بے اجازت کسی کی سفارش نہ ہوگی۔ فرشتے اور روح صف بستہ کھڑے ہوں گے، بے اجازت الٰہی کوئی لب نہ کھول سکے گا۔ خود سید الناس اکرم الناس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرش تلے اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑیں گے اللہ کی خوب حمد وثنا کریں گے دیر تک سجدے میں پڑے رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اٹھاؤ کہو تمہاری بات سنی جائے گی، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی پھر حد مقرر ہوگی آپ ان کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائیں گے پھر لوٹیں گے پھر یہی ہوگا چار مرتبہ یہی ہوگا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی سائر الانبیاء۔ اور حدیث میں ہے کہ حکم ہوگا کہ جہنم سے ان لوگوں کو بھی نکال لاؤ جن کے دل میں مثقال ایمان ہو۔ پس بہت سے لوگوں کو نکال لائیں گے پھر فرمائے گا جس کے دل میں آدھا مثقال ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں بقدر ایک ذرے کے ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ جس کے دل میں اس سے بھی کم ایمان ہو اسے بھی جہنم سے آزاد کرو، الخ۔

(تفسیر ابن کثیر، طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ |
| لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ |
| وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اور سب چہرے اس زندہ رہنے |
| والے، قائم رکھنے والے کے لیے جھک جائیں گے اور یقیناً ناکام ہوا جس نے بڑے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔ |

## قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں سب چہروں کے جھک جانے کا بیان

"يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ" مِنْ اُمُوْرِ الْاٰخِرَة "وَمَا خَلْفَهُمْ" مِنْ اُمُوْرِ الدُّنْيَا "وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا" لَا يَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ،

"وَعَنَتِ الْوُجُوْه" خَضَعَتْ "لِلْحَيِّ الْقَيُّوْم" أَيْ اللّٰه "وَقَدْ خَابَ" خَسِرَ "مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا" أَيْ شِرْكًا،

وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے امور آخرت ہیں اور جو ان کے پیچھے امور دنیا ہیں اور وہ علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یعنی وہ اس کو نہیں جانتے۔ اور سب چہرے اس زندہ رہنے والے، قائم رکھنے والے یعنی اللہ کے لیے جھک جائیں گے اور یقیناً ناکام ہوا جس نے بڑے ظلم یعنی شرک کا بوجھ اٹھایا۔

اللہ نے تمام مخلوق کا اپنے علم سے احاطہ کر رکھا ہے مخلوق اس کے علم کا احاطہ کر نہیں سکتی۔ جیسے فرمان ہے اس کے علم میں سے

صرف وہی معلوم کر سکتے ہیں جو وہ چاہے۔ تمام مخلوق کے چہرے عاجزی پستی ذلت و نرمی کے ساتھ اس کے سامنے پست ہیں اس لئے کہ وہ موت و فوت سے پاک ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہی رہنے والا ہے وہ نہ سوئے نہ اونگھے۔ خود اپنے آپ قائم رہنے والا اور ہر چیز کو اپنی تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے سب کی دیکھ بھال حفاظت اور سنبھال وہی کرتا ہے، وہ تمام کمالات رکھتا ہے اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے بغیر رب کی مرضی کے نہ پیدا ہو سکے نہ باقی رہ سکے۔ جس نے یہاں ظلم کئے ہوں گے وہ وہاں برباد ہوگا۔ کیونکہ ہر حق دار کو اللہ تعالیٰ اس دن اس کا حق دلوائے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم کسی ظالم کے ظلم کو میں اپنے سامنے سے نہ گزرنے دوں گا۔ صحیح حدیث میں ہے لوگو ظلم سے بچو۔ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا اور سب سے بڑھ کر نقصان یافتہ وہ ہے جو اللہ سے شرک کرتا ہوا مرا وہ تباہ و برباد ہوا، اس لئے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ ظالموں کا بدلہ بیان فرما کر متقیوں کا ثواب بیان ہو رہا ہے کہ نہ ان کی برائیاں بڑھائی جائیں نہ ان کی نیکیاں گھٹائی جائیں۔ گناہ کی زیادتی اور نیکی کی کمی سے وہ بے کھٹکے ہیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ○ |
| اور جو شخص نیک عمل کرتا ہے اور وہ صاحب ایمان بھی ہے تو اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ |

## نیک عمل اور صاحب ایمان کا بیان

"وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَات" الطَّاعَات "وَهُوَ مُؤْمِن فَلَا يَخَاف ظُلْمًا" بِزِيَادَةٍ فِي سَيِّئَاته "وَلَا هَضْمًا" بِنَقْصٍ مِنْ حَسَنَاته

اور جو شخص نیک عمل یعنی فرمانبرداری کرتا ہے اور وہ صاحب ایمان بھی ہے تو اسے نہ کسی ظلم کا خوف ہوگا اور نہ نقصان کا۔ یعنی گناہوں کی سزا میں زیادتی کا خوف نہ ہوگا اور نہ نیکیوں کے اجر میں کمی کا خوف ہوگا۔

یعنی اعمال کی جزا کے لئے دو شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ ایک ایمان بالغیب کے تمام اجزاء پر ایمان لانا، دوسرے ایسے اعمال صالحہ جو شریعت کی پابندیوں کو ملحوظ رکھ کر بجالائے گئے ہوں۔ مثلاً ان میں ریاکاری نہ ہو، سنت کے مطابق ہوں اور بعد میں احسان جتلا کر یا شرک کر کے ان اعمال کو برباد نہ کر دیا گیا ہو۔ ایسے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا اور پورا پورا ملے گا، ان میں ہرگز کسی طرح کی نہیں کی جائے گی۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ○ |
| اور اسی طرح ہم نے اس کو عربی زبان میں قرآن اتارا ہے اور ہم نے اس میں ڈرانے کی باتیں بار بار بیان کی ہیں |
| تاکہ وہ پرہیزگار بن جائیں یا ان میں یاد پیدا کر دے۔ |

## قرآن مجید کے نصیحت ہونے کا بیان

"وَكَذَلِكَ" مَعْطُوف عَلَى كَذَلِكَ نَقُصّ : أَيْ مِثْل إنْزَال مَا ذُكِرَ "أَنْزَلْنَاهُ" أَيْ الْقُرْآن "قُرْآنًا عَرَبِيًّا" وَصَرَّفْنَا " كَرَّرْنَا "فِيهِ مِنْ الْوَعِيد لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ" يَتَّقُونَ الشِّرْك "أَوْ يُحْدِث" يُحْدِث الْقُرْآن "لَهُمْ ذِكْرًا" بِهَلَاكِ مَنْ تَقَدَّمَهُمْ مِنْ الْأُمَم فَيَعْتَبِرُونَ

یہاں پر کذلک کا کذلک نقص پر عطف ہے۔اور اسی طرح ہم نے اس آخری وحی کو عربی زبان میں بشکل قرآن اتارا ہے اور ہم نے اس میں عذاب سے ڈرانے کی باتیں بار بار مختلف طریقوں سے بیان کی ہیں تا کہ وہ پرہیزگار بن جائیں یعنی شرک سے بچ جائیں یا یہ قرآن ان کے لئے یاد پیدا کردے۔یعنی سابقہ امم کی ہلاکت سے وہ عبرت حاصل کرلیں۔

## قرآن نہ پڑھنے والوں سے پوچھا جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا و احباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت و دوزخ) کو دیکھتا ہے۔اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔(صحیح البخاری وصحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

| |
|---|
| فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۡ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ○ |
| پس اللہ بلند شان والا ہے وہی بادشاہ حقیقی ہے،اور آپ قرآن میں جلدی نہ کیا کریں قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری |
| اتر جائے،اور آپ عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم میں اور بڑھا دے۔ |

## علم میں اضافہ کرنے کی دعا مانگنے کا بیان

"فَتَعَالَى اللَّه الْمَلِك الْحَقّ" عَمَّا يَقُول الْمُشْرِكُونَ "وَلَا تَعْجَل بِالْقُرْآنِ" أَيْ بِقِرَاءَتِهِ "مِنْ قَبْل أَنْ يُقْضَى إلَيْك وَحْيه" أَيْ يَفْرُغ جِبْرِيل مِنْ إبْلَاغه "وَقُلْ رَبّ زِدْنِي عِلْمًا" أَيْ بِالْقُرْآنِ فَكُلَّمَا أُنْزِلَ

عَلَيْهِ شَيْءٌ مِنْهُ زَادَ بِهِ عِلْمَه

پس اللہ اس بلند شان والا ہے جو اس کے بارے میں مشرکین کہتے ہیں۔ وہی بادشاہ حقیقی ہے، اور آپ قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں قبل اس کے کہ اس کی وحی آپ پر پوری اتر جائے، یعنی اس کے پہنچانے میں جبرائیل امین فارغ ہو جائیں۔ اور آپ رب کے حضور یہ عرض کیا کریں کہ اے میرے رب! مجھے علم یعنی قرآن میں اور بڑھا دے۔ پس جب بھی کوئی چیز نازل کی جاتی تو اس کے سبب علم میں اضافہ ہوتا۔

## سورہ طٰہٰ، آیت ۱۱۴ کے شان نزول کا بیان

جب حضرت جبریل قرآن کریم لے کر نازل ہوتے تھے تو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے اور جلدی کرتے تھے تاکہ خوب یاد ہو جائے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی فرمایا گیا کہ آپ مشقت نہ اٹھائیں اور سورہ قیامہ میں اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لے کر آپ کی اور زیادہ تسلی فرما دی۔ (تفسیر خازن، سورہ طٰہ، بیروت)

## قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 621)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے جیسا کہ سیکھنے کا حق ہے اور پھر دوسروں کو سکھائے تو وہ سب سے بہتر ہے کیونکہ جس طرح قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ سیکھنے کا حق، سے مراد یہ ہے کہ قرآنی علوم میں غور و فکر کرے اور اس کے احکام و معنی اور اس کے حقائق و دقائق کو پوری توجہ اور ذہنی و قلبی بیداری کے ساتھ سیکھے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۝ |
| اور در حقیقت ہم نے اس سے پہلے آدم (علیہ السلام) کو تاکیدی حکم فرمایا تھا سو وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں بالکل ارادہ نہیں پایا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کے عہد کا بیان

"وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰى آدَم" وَصَّيْنَاهُ أَنْ لَا يَأْكُل مِنَ الشَّجَرَة "مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل أَكْله مِنْهَا "فَنَسِيَ" تَرَكَ عَهْدنَا "وَلَمْ نَجِد لَهُ عَزْمًا" حَزْمًا وَصَبْرًا عَمَّا نَهَيْنَاهُ عَنْهُ

اور در حقیقت ہم نے اس سے بہت پہلے آدم علیہ السلام کو تاکیدی حکم فرمایا تھا کہ وہ اس درخت سے نہ کھائیں پس وہ بھول گئے اور ہم نے ان میں بالکل نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں پایا۔ یعنی جس چیز سے منع کرنے کا حکم ان کو دیا تھا اس پر صبر کرنے والا اور پختہ نہیں نہ پایا۔ (یہ محض ایک بھول تھی)

حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انسان کوانسان اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے فرمایا گیا یہ اسے بھول گیا۔ مجاہد اور حسن فرماتے ہیں اس حکم کو حضرت آدم علیہ السلام نے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی شرافت و بزرگی کا بیان ہو رہا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ○ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ |
| اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ |
| اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: تم آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، اس نے انکار کیا۔ پھر ہم |
| نے فرمایا: اے آدم! بیشک یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے، سو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کو ابلیس کا سجدہ کرنے سے انکار کا بیان

"وَ" اذْكُر "اِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اُسْجُدُوا لِاٰدَم فَسَجَدُوا اِلَّا اِبْلِيس" وَهُوَ اَبُو الْجِنّ كَانَ يَصْحَب الْمَلَائِكَة وَيَعْبُد اللّٰه مَعَهُمْ "اَبٰى" عَنْ السُّجُود لِاٰدَم "قَالَ اَنَا خَيْر مِنْهُ"

"فَقُلْنَا يَا آدَم اِنَّ هٰذَا عَدُوّ لَكَ وَلِزَوْجِك" حَوَّاء بِالْمَدّ "فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنْ الْجَنَّة فَتَشْقٰى" تَتْعَب بِالْحَرْثِ وَالزَّرْع وَالْحَصْد وَالطَّحْن وَالْخَبْز وَغَيْر ذٰلِكَ وَاقْتَصَرَ عَلٰى شَقَائِهِ لِاَنَّ الرَّجُل يَسْعٰى عَلٰى زَوْجَته

اور وہ وقت یاد کریں جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا: تم آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، جو ابوالجن تھا اور فرشتوں کا مصاحب اور ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں ان سے بہتر ہوں۔ پھر ہم نے فرمایا: اے آدم! بیشک یہ شیطان تمہارا اور تمہاری بیوی حواء کا دشمن ہے، یہاں پر حواء یہ مد کے ساتھ آیا ہے۔ سو یہ کہیں تم دونوں کو جنت سے نکلوا نہ دے پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ گے۔ یعنی ہل جوتنے، زراعت کرنے، بیج بونے، فصل کاٹنے، آٹا بنانے اور روٹیاں پکانے وغیرہ کی مشقت میں نہ پڑ جاؤ۔ یہاں پر حضرت آدم علیہ السلام کی مشقت کا ذکر کیا ہے جبکہ حضرت حواء کا ذکر نہیں کیا کیونکہ نان ونفقہ یعنی کسب شوہر پر ہوتا ہے۔

## حضرت آدم وحواء کو شیطان کا لغزش دلوانے کا بیان

ان تمام سورتوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا پھر ان کی بزرگی کے اظہار کے لئے فرشتوں کو انہیں سجدہ کرنے کے حکم کا اور ابلیس کی مخفی عداوت کے اظہار کا بیان ہوا ہے، اس نے تکبر کیا اور حکم الٰہی کا انکار کر دیا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو سمجھا دیا گیا کہ دیکھ یہ تیرا اور تیری بیوی حضرت حوا علیہا السلام کا دشمن ہے اس کے بہکاوے میں نہ آنا ورنہ محروم ہو کر جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور تنگی ومشقت میں پڑ جاؤ گے۔ روزی کی تلاش کی محنت سر پڑ جائے گی۔ یہاں تو بے محنت ومشقت روزی پہنچ رہی

ہے۔ یہاں تو ناممکن ہے کہ بھوکے رہو نا ممکن ہے کہ ننگے رہو اس اندرونی اور بیرونی تکلیف سے بچے ہوئے ہو۔ پھر یہاں نہ پیاس کی گرمی اندرونی طور سے ستائے، نہ دھوپ کی تیزی کی گرمی بیرونی طور پر پریشان کرے اگر شیطان کے بہکاوے میں آگئے تو یہ راحتیں چھین لی جائیں گی اور ان کے مقابل کی تکلیفیں سامنے آجائیں گی۔ لیکن شیطان نے اپنے جال میں انہیں پھانس لیا اور مکاری سے انہیں اپنی باتوں میں لے لیا قسمیں کھا کھا کر انہیں اپنی خیر خواہی کا یقین دلا دیا۔ پہلے ہی سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے فرمادیا تھا کہ جنت کے تمام میوے کھانا لیکن اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ مگر شیطان نے انہیں اس قدر پھسلایا کہ آخرکار یہ اس درخت میں سے کھا بیٹھے۔ اس نے دھوکہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ جو اس درخت کو کھالیتا ہے وہ ہمیشہ یہیں رہتا ہے۔ صادق ومصدوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے تلے سوار سو سال تک چلا جائے گا لیکن تاہم وہ ختم نہ ہوگا اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ (مسند احمد وابو داؤد طیالسی، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ۝ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ۝ |
| بیشک تمہارے لئے اس میں یہ ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی اور نہ برہنہ ہوگے۔ اور یہ کہ تمہیں |
| نہ یہاں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی۔ |

## جنت میں راحت والی زندگی کا بیان

"اِنَّ لَكَ أَ" نْ "لَا" "وَاَنَّكَ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِهَا عَطْف عَلَى اسْم اِنَّ وَجُمْلَتهَا "لَا تَظْمَأ فِيهَا" تَعْطَش "وَلَا تَضْحَى" لَا يَحْصُل لَك حَرّ شَمْس الضُّحَى لِانْتِفَاءِ الشَّمْس فِي الْجَنَّة

بیشک تمہارے لئے، یہاں وانک ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور جب اس کا عطف اِن کے اسم پر ہو تو ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ آئے گا۔ اور باقی جملہ اس کی خبر ہوگا۔ اس جنت میں یہ راحت ہے کہ تمہیں نہ بھوک لگے گی اور نہ برہنہ ہوگے۔ اور یہ کہ تمہیں نہ یہاں پیاس لگے گی اور نہ دھوپ ستائے گی۔ کیونکہ جنت میں سورج کی دھوپ نہ ہوگی۔

جنت میں انسان کی ضروریات کا سامان بھی موجود تھا اور ان کے علاوہ عیش وعشرت کے لئے وافر نعمتیں بھی موجود تھیں اور سیّدنا آدم علیہ السلام کو بتلایا یہ گیا تھا کہ اگر تم شیطان کے فریب میں آگئے تو نہ صرف یہ کہ تم سے جنت کی نعمتیں چھین لی جائیں گی بلکہ تمہیں اپنی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے لئے جدوجہد بھی کرنا پڑے گی اور ان کے لئے مشقت بھی اٹھانا ہوگی۔ مثلاً دھوپ اور بارش سے بچاؤ کے لئے مکان بنانا ہوگا اور کھانے پینے کے لئے کوئی ذریعہ معاش اختیار کرنا ہوگا اور پہننے کے لئے لباس کی ضرورت بھی پیش آئے گی اور تمہاری زندگی کا بیشتر حصہ انہیں باتوں کے حصول میں صرف ہو جائے گا۔ جنت کی دوسری نعمتیں تو کم ہی کسی کو میسر آئیں گی۔ لہٰذا اللہ کے حکم کو دھیان کے ساتھ یاد رکھنا اور شیطان کے فریب میں نہ آجانا۔

| |
|---|
| فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ۝ |
| پس شیطان نے انہیں خیال ولا دیا وہ کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی بسر کرنے کا درخت بتا دوں |
| اور بادشاہت بھی جسے نہ زوال آئے گا نہ فنا ہوگی۔ |

## شیطان کا جنت کی دائمی زندگی کی تبلیغ کر کے وسوسہ ڈالنے کا بیان

"فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ" أَيْ الَّتِي يُخَلَّدُ مَنْ يَأْكُلُ مِنْهَا "وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى" لَا يَفْنَى وَهُوَ لَازِمُ الْخُلْدِ

پس شیطان نے انہیں ایک خیال ولا دیا وہ کہنے لگا: اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی بسر کرنے کا درخت بتا دوں اور ایسی ملکوتی بادشاہت کا راز بھی جسے نہ زوال آئے گا نہ فنا ہوگی۔ اور وہ ہمیشہ خلد میں رہے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے بھی روایات منقول ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 424)

| |
|---|
| فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ |
| پس ان دونوں نے اس درخت سے پھل کھا لیا پس ان پر ان کے مقام ہائے ستر ظاہر ہو گئے اور دونوں اپنے پر جنت کے |
| پتے چپکانے لگے اور آدم (علیہ السلام) سے اپنے رب کے حکم میں فروگذاشت ہوئی۔ پس وہ مراد نہ پا سکے۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کا درخت سے پھل کھا لینے کا بیان

"فَأَكَلَا" أَيْ آدَم وَحَوَّاء "مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتهمَا" أَيْ ظَهَرَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا قُبُله وَقُبُل الْآخَر وَدُبُره وَسُمِّيَ كُلّ مِنْهُمَا سَوْأَة لِأَنَّ انْكِشَافه يَسُوء صَاحِبه "وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ" أَخَذَا يُلْزِقَانِ "عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَق الْجَنَّة" لِيَسْتَتِرَا بِهِ "وَعَصَى آدَم رَبّه فَغَوَى" بِالْأَكْلِ مِنْ الشَّجَرَة

پس ان دونوں نے یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء رضی اللہ عنہا نے (اس مقامِ قربِ الٰہی کی لازوال زندگی کے شوق میں) اس درخت سے پھل کھا لیا پس ان پر ان کے مقام ہائے ستر ظاہر ہو گئے یعنی دونوں کی شرمگاہوں سے لباس اتر گیا اور وہ منکشف ہو گئیں۔ یہاں پر لفظ سوء سے ستر کو تعبیر کیا گیا کیونکہ ستر کا انکشاف کوئی بھی صاحب برا سمجھتا ہے اور دونوں اپنے بدن پر جنت کے درختوں کے پتے چپکانے لگے تاکہ ستر کیا جا سکے۔ اور آدم علیہ السلام سے اپنے رب کے حکم کو سمجھنے میں فروگذاشت ہوئی۔ یعنی درخت کا پھل کھا بیٹھے۔ سو وہ (جنت میں دائمی زندگی کی) مراد نہ پا سکے۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو گندمی رنگ کا لمبے

قدو قامت والا زیادہ بالوں والا بنایا تھا کھجور کے درخت جتنا قد تھا ممنوع درخت کو کھاتے ہی لباس چھن گیا۔ اپنے ستر کو دیکھتے ہی مارے شرم کے ادھر ادھر چھپنے لگے، ایک درخت میں بال الجھ گئے، جلدی سے چھڑانے کی کوشش کر رہے تھے جب اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ کلام رحمان سن کر ادب سے عرض کیا کہ اے اللہ مارے شرمندگی کے سر چھپانا چاہتا ہوں۔ اچھا اب یہ تو فرمادے کہ توبہ اور رجوع کے بعد بھی جنت میں پہنچ سکتا ہوں؟ جواب ملا کہ ہاں۔ یہی معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے۔ آدم نے اپنے رب سے چند کلمات لے لئے جس کی بنا پر اللہ نے اسے پھر سے اپنی مہربانی میں لے لیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام و حضرت حوا علیہ السلام سے لباس چھن گیا تو اب جنت کے درختوں کے پتے اپنے جسم پر چپکانے لگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں انجیر کے پتوں سے اپنا آپ چھپانے لگے۔ اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے پھر ان کی رہنمائی کی۔ توبہ قبول فرمائی اور اپنے خاص بندوں میں شامل کر لیا۔ صحیح بخاری شریف وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام میں گفتگو ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے آپ نے اپنے گناہ کی وجہ سے تمام انسانوں کو جنت سے نکلوا دیا اور انہیں مشقت میں ڈال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیا اے موسیٰ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے اور اپنے کلام سے ممتاز فرمایا آپ مجھے اس بات پر الزام دیتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے پہلے مقدر اور مقرر کر لیا تھا۔

پس حضرت آدم علیہ السلام نے اس گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لاجواب کر دیا۔ اور روایت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا تھا اور آپ میں آپ کی روح اس نے پھونکی تھی۔ اور آپ کے سامنے اپنے فرشتوں کو سجدہ کرایا تھا اور آپ کو اپنی جنت میں بسایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے اس جواب میں یہ بھی روایت ہے کہ اللہ نے آپ کو وہ تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور سرگوشی کرتے ہوئے آپ کو قریب کر لیا بتلاؤ اللہ نے تورات کب لکھی تھی؟ جواب دیا آپ سے چالیس سال پہلے پوچھا کیا اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب حکم کے بارے میں بھول کی اور راہ بھول گیا کہا ہاں۔ فرمایا پھر تم مجھے اس امر کا الزام کیوں دیتے ہو؟ جو میری تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ۝ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ |
| فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ |
| پھر ان کے رب نے انہیں چن لیا اور ان پر توجہ فرمائی اور منزل مقصود کی راہ دکھادی۔ ارشاد ہوا تم یہاں سے سب کے سب |
| اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے، پھر جب میری جانب سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آ جائے۔ |
| پس جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ بدنصیب ہوگا۔ |

## انسانوں کی باہمی عداوت کا بیان

"ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ" قَرَّبَهُ "فَتَابَ عَلَيْهِ" قَبِلَ تَوْبَتَه "وَهَدَى" أَيْ هَدَاهُ إِلَى الْمُدَاوَمَةِ عَلَى التَّوْبَةِ "قَالَ اهْبِطَا" أَيْ آدَمَ وَحَوَّاءَ بِمَا اشْتَمَلْتُمَا عَلَيْهِ مِنْ ذُرِّيَّتِكُمَا "مِنْهَا" مِنَ الْجَنَّةِ "جَمِيعًا بَعْضُكُمْ" بَعْضُ الذُّرِّيَّةِ "لِبَعْضٍ عَدُوٌّ" مِنْ ظُلْمِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا "فَإِمَّا" فِيهِ إِدْغَامُ نُونِ إِنِ الشَّرْطِيَّةِ فِي مَا الْمَزِيدَةِ "يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ" الْقُرْآنَ "فَلَا يَضِلُّ" فِي الدُّنْيَا "وَلَا يَشْقَى" فِي الْآخِرَةِ

پھر ان کے رب نے انہیں اپنی قربت ونبوت کے لئے چن لیا اور ان پر توبہ سے قبل (عفو و رحمت کی خاص) توجہ فرمائی اور منزل مقصود کی راہ دکھا دی۔ یعنی توبہ پر دوام بخشا۔ ارشاد ہوا: تم یعنی آدم وحواء علیہما السلام اور ان دونوں کی اولاد یہاں سے یعنی جنت سے سب کے سب اتر جاؤ، تم میں سے بعض اولاد بعض کے دشمن ہوں گے، یعنی وہ ایک دوسرے پر ظلم کریں گے۔ یہاں پر فاما میں نون کا ادغام ان شرطیہ میں ہوا ہے اور ما زائدہ ہے۔ پھر جب میری جانب سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آجائے۔ پس جو شخص میری ہدایت یعنی قرآن کی پیروی کرے گا تو وہ نہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بدنصیب ہوگا۔

## دنیا میں مکلف ہونے کے احکام کا بیان

حضرت آدم علیہ السلام وحوا علیہ السلام اور ابلیس لعین سے اسی وقت فرما دیا گیا کہ تم سب جنت سے نکل جاؤ سورۃ بقرۃ میں اس کی پوری تفسیر گزر چکی ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو یعنی اولاد آدم اور اولاد ابلیس۔ تمہارے پاس میرے رسول اور میری کتابیں آئیں گی میری بتائی ہوئی راہ کی پیروی کرنے والے نہ تو دنیا میں رسوا ہوں گے نہ آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ ہاں حکموں کے مخالف میرے رسول کی راہ کے تارک۔ دوسری راہوں پہ چلنے والے دنیا میں بھی تنگ رہیں گے اطمینان اور کشادہ دلی میسر نہ ہوگی اپنی گمراہی کی وجہ سے تنگی میں ہی رہیں گے گو بظاہر کھانے پینے پہننے اوڑھنے رہنے سہنے کی فراخی ہو لیکن دل میں یقین وہدایت نہ ہونے کہ وجہ سے ہمیشہ شک شبے اور تنگی اور قلت میں مبتلا رہیں گے۔ بدنصیب، رحمت الٰہی سے محروم، خیر سے خالی، کیونکہ اللہ پر ایمان نہیں، اس کے وعدوں کا یقین نہیں، مرنے کے بعد کی نعمتوں میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ کے ساتھ بدگمان، گئی ہوئی چیز کو آنے والی نہیں سمجھتے۔ خبیث روزیاں ہیں، گندے عمل ہیں، قبر تنگ وتاریک ہے وہاں اس طرح دبوچا جائے گا کہ دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں طرف کی دائیں طرف میں گھس جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن کی قبر ہرا بھرا سرسبز باغیچہ ہے ستر ہاتھ کی کشادہ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا چاند اس میں ہے خوب نور اور روشنی پھیل رہی ہے جیسے چودھویں رات کا چاند چڑھا ہوا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طٰہٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ○ |
| اور جس نے میری نصیحت سے منہ پھیرا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ |

## قرآن سے اعراض کرنے والے کا قیامت کے دن نابینا ہونے کا بیان

"وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي" الْقُرْآن فَلَمْ يُؤْمِن بِهِ "فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا" بِالتَّنْوِينِ مَصْدَر بِمَعْنَى ضَيِّقَة وَفُسِّرَتْ فِي حَدِيث بِعَذَابِ الْكَافِر فِي قَبْره "وَنَحْشُرهُ" أَيْ الْمُعْرِض عَنْ الْقُرْآن "يَوْم الْقِيَامَة أَعْمَى" أَعْمَى الْبَصَر

اور جس نے میری نصیحت یعنی قرآن سے منہ پھیرا۔ پس وہ اس پر ایمان نہ لایا تو بے شک اس کے لیے تنگ گزران ہے یہاں پر لفظ ضنکا تنوین کے ساتھ مصدر بہ معنی ضیقۃ ہے جس کی تفسیر قبر میں کافر کے عذاب والی حدیث سے کی گئی ہے۔ اور ہم اسے یعنی قرآن سے اعراض کرنے والے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

## سورہ طٰہٰ آیت ۱۲۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آیت اسود بن عبدالعزی مخزومی کے حق میں نازل ہوئی اور قبر کی زندگانی سے مراد قبر کا اس سختی سے دبانا ہے جس سے ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آ جاتی ہیں اور آخرت میں تنگ زندگانی جہنم کے عذاب میں جہاں زقوم (تھوہڑ) اور کھولتا پانی اور جہنمیوں کے خون اور ان کے پیپ کھانے پینے کو دی جائے گی اور دین میں تنگ زندگانی یہ ہے کہ نیکی کی راہیں تنگ ہو جائیں اور آدمی کسب حرام میں مبتلا ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بندے کو تھوڑا ملے یا بہت اگر خوف خدا نہیں تو اس میں کچھ بھلائی نہیں اور یہ تنگ زندگانی ہے۔ (تفسیر کبیر وخازن ومدارک، سورہ طٰہٰ، بیروت)

دنیا میں یا قبر میں یا آخرت میں یا دین میں یا ان سب میں دنیا کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ ہدایت کا اتباع نہ کرنے سے عمل بد اور حرام میں مبتلا ہو یا قناعت سے محروم ہو کر گرفتار حرص ہو جائے اور کثرت مال و اسباب سے بھی اس کو فراخ خاطر اور سکونِ قلب میسر نہ ہو، دل ہر چیز کی طلب میں آوارہ ہو اور حرص کے غموں سے کہ یہ نہیں وہ نہیں حال تاریک اور وقت خراب رہے اور مومن متوکل کی طرح اس کو سکون و فراغ حاصل ہی نہ ہو جس کو حیاتِ طیبہ کہتے ہیں اور قبر کی تنگ زندگانی یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ کافر پر ننانوے اژدہے اس کی قبر میں مسلط کئے جاتے ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ |
| اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ |
| وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں بینا تھا ارشاد ہوگا: ایسا ہی تیرے پاس ہماری نشانیاں |
| آئیں پس تو نے انہیں بھلا دیا اور آج اسی طرح تو بھلا دیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن بھلا دیئے جانے کا بیان

"قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْت بَصِيرًا" فِي الدُّنْيَا وَعِنْدَ الْبَعْث "قَالَ" الْأَمْر "كَذَلِكَ أَتَتْك

آیٰتُنَا فَنَسِیْتَھَا" تَرَکْتَھَا وَلَمْ تُؤْمِنْ بِھَا "وَکَذٰلِکَ" مِثْلَ نِسْیَانِکَ آیَاتِنَا "اَلْیَوْمَ تُنْسٰی" تُتْرَکُ فِی النَّارِ

وہ کہے گا: اے میرے رب! تو نے مجھے آج حشر میں اندھا کیوں اٹھایا ہے حالانکہ میں دنیا میں اور بعث کے وقت بینا تھا ارشاد ہوگا: ایسا ہی ہوا کہ دنیا میں تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں پس تو نے انہیں بھلا دیا یعنی ان کو چھوڑ دیا اور تو ان پر ایمان نہ لایا اور آج اسی طرح تو بھی بھلا دیا جائے گا۔ یعنی آج تجھے آگ میں چھوڑ دیا جائے گا۔

یعنی اس کا اعتراض یہ تھا کہ دنیا میں تو میں بینا تھا اور ہر چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ آج مجھے اندھا بنا کر کیوں اٹھایا جا رہا ہے۔ اس کو جواب یہ دیا جائے گا کہ تو دنیا میں میری آیات دیکھنے سے اندھا بنا رہا تھا۔ آنکھیں عطا کرنے کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ تو اپنے مطلب کی چیزیں دیکھے۔ بلکہ اصل مطلب یہ تھا کہ تو اللہ کی آیات کو دیکھے۔ اس لحاظ سے تو دنیا میں اندھا ہی بنا رہا۔ تیرے اس فعل کا نتیجہ ہی مثل شکل میں تیرے سامنے آیا ہے۔ تو اب تعجب کیوں کرتا ہے۔ واضح رہے کہ یہ ابتدائے حشر کا ذکر ہے۔ بعد میں اس کی آنکھیں کھول دی جائیں گی تو وہ دوزخ اور احوال محشر کا ٹھیک ٹھیک معائنہ کر سکے گا۔

اللہ تعالیٰ یہ جواب دے گا کہ ہم اسی طرح لوگوں کو اس سے ملتا جلتا ہی مثل صورت میں بدلہ دیا کرتے ہیں۔ تو نے ہماری آیات سن کر ان سنی کر دی تھیں اور ہمیں بھول ہی گیا تھا۔ آج ہم بھی تمہیں بھلائے دیتے ہیں اور تو ہماری رحمت سے دور ہی رہے گا۔ یہ سزا تو وہ ہے جو تمہیں تمہارے اعمال کے مطابق اس میدان محشر میں دی جا رہی ہے اور جو عذاب تمہیں ابھی مزید دیا جانے والا ہے۔ وہ اس سے سخت تر بھی ہوگا اور ہمیشہ باقی رہنے والا بھی، جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

| |
|---|
| وَکَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیٰتِ رَبِّہٖ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَدُّ وَاَبْقٰی ۝ |
| اور اسی طرح جو شخص بھی حد سے بڑھ جائے اور اپنے پروردگار کی آیات پر ایمان نہ لائے، ہم اسے اسی طرح سزا دیں |
| گے اور آخرت کا عذاب تو شدید اور باقی رہنے والا ہے۔ |

## آخرت کے عذاب کے دائمی ہونے کا بیان

"وَکَذٰلِکَ" وَمِثْلَ جَزَائِنَا مَنْ اَعْرَضَ عَنِ الْقُرْآنِ "نَجْزِیْ مَنْ اَسْرَفَ" اَشْرَکَ "وَلَمْ یُؤْمِنْ بِاٰیَاتِ رَبِّہٖ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَۃِ اَشَدُّ" مِنْ عَذَابِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ "وَاَبْقٰی" اَدْوَمُ

اور اسی طرح یعنی جیسے قرآن سے اعراض کرنے والے کی جزاء ہے ایسے ہی جو شخص بھی حد سے بڑھ جائے اور اپنے پروردگار کی آیات پر ایمان نہ لائے، ہم اسے اسی طرح دنیا اور قبر کا عذاب دیں گے اور آخرت کا عذاب تو شدید اور باقی رہنے والا ہے۔

جو حدود الٰہی کی پرواہ نہ کریں، اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں، انہیں ہم اسی طرح دنیا آخرت کے عذاب میں مبتلا کرتے ہیں خصوصا آخرت کا عذاب تو بہت ہی بھاری ہے اور وہاں کوئی نہ ہوگا جو بچا سکے۔ دنیا کے عذاب نہ تو سختی میں اس کے مقابلے کے ہیں نہ مدت میں دائمی اور نہایت المناک ہیں۔ ملاعنہ کرنے والوں کو سمجھاتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا تھا کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہی ہلکی اور ناچیز ہے۔

اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝

پھر کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔

## سابقہ امم کی ہلاکتوں سے کفار کو نصیحت حاصل کر لینی چاہیے

"اَفَلَمْ يَهْدِ" يَتَبَيَّنْ "لَهُمْ" لِكُفَّارِ مَكَّةَ "كَمْ" خَبَرِيَّةٌ مَفْعُول "اَهْلَكْنَا" أَيْ كَثِيرًا إِهْلَاكُنَا "قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ" أَيْ الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ بِتَكْذِيبِ الرُّسُل "يَمْشُوْنَ" حَال مِنْ ضَمِير لَهُمْ "فِي مَسَاكِنِهِمْ" فِي سَفَرِهِمْ إِلَى الشَّام وَغَيْرِهَا فَيَعْتَبِرُوا وَمَا ذُكِرَ مِنْ أَخْذ إِهْلَاك مِنْ فِعْله الْخَالِي عَنْ حَرْف مَصْدَرِيّ لِرِعَايَةِ الْمَعْنَى لَا مَانِع مِنْهُ "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَات" لَعِبَرًا "لِأُولِي النُّهَى" لِذَوِي الْعُقُول

پھر کیا اس بات نے ان کی یعنی اہل مکہ کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ یعنی سابقہ امتوں کو رسولان گرامی کی تکذیب کی وجہ سے ہلاک کر دیے، یہاں پر کم خبریہ ہے اور اھلکنا کا مفعول ہے۔ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں، یہاں پر یمشون یہ لہم کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی ان کا ٹھہراؤ جوان کے سفر شام وغیرہ کی جانب ہوا۔ اس میں وہ ان نشانات سے عبرت حاصل کریں۔ یہاں پر حرف مصدری سے خالی ہونے کے باوجود اہلاک کا معنی لینا یہ رعایت معنی کی وجہ سے منع نہیں ہے۔ بے شک اس میں عقلوں والوں کے لیے یقیناً کئی نشانیاں ہیں۔ یعنی جو عقل رکھتے ہیں۔

## ویران بستیوں کے باعث عبرت ہونے کا بیان

جو لوگ تجھے نہیں مان رہے اور تیری شریعت کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ اس بات سے بھی عبرت حاصل نہیں کرتے کہ ان سے پہلے جنہوں نے یہ ڈھنگ نکالے تھے ہم نے انہیں تباہ و برباد کر دیا؟ آج ان کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی اور ایک سانس چلتا ہوا اور ایک زبان بولتی ہوئی باقی نہیں بچی، ان کے بلند و بالا پختہ اور خوبصورت کشادہ اور زینت دار محل ویران کھنڈر پڑے ہوئے ہیں جہاں سے ان کی آمد و رفت رہتی ہے اگر یہ عقلمند ہوتے تو یہ سامان عبرت ان کے لئے بہت کچھ تھا۔ کیا یہ زمین میں چل پھر کر قدرت کی ان نشانیوں پر دل سے غور فکر نہیں کرتے؟ کیا کانوں سے ان کے دردناک فسانے سن کر عبرت حاصل نہیں کرتے؟ کیا ان اجڑی ہوئی بستیاں دیکھ کر بھی آنکھیں نہیں کھولتے؟ یہ آنکھوں کے ہی اندھے نہیں بلکہ دل کے بھی اندھے ہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۝

اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی اور وقت مقرر نہ ہوتا تو لازم ہو جاتا۔

## عذاب کیلئے معجل و مؤخر ہونے کا فیصلہ ہو چکنے کا بیان

"وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ" بِتَأْخِيرِ الْعَذَاب عَنْهُمْ إِلَى الْآخِرَة "لَكَانَ" الْإِهْلَاك "لِزَامًا" لَازِمًا

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا "وَأَجَلٌ مُسَمًّى" مَضْرُوبٌ لَهُمْ مَعْطُوفٌ عَلَى الضَّمِيرِ الْمُسْتَتِرِ فِي كَانَ وَقَامَ الْفَصْلُ بِخَبَرِهَا مَقَامَ التَّاكِيدِ

اور اگر آپ کے رب کی جانب سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی یعنی جو عذاب کو آخرت کی طرف مؤخر کرتا ہے اور ان کے عذاب کے لئے قیامت کا وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب کا ابھی اترنا یعنی دنیا میں لازم ہو جاتا۔ یہاں پر مسمی یہ مضروب لہ کے معنی میں ہے اور اجل مسمی کا عطف کان کے اندر پوشیدہ ضمیر پر ہے اور کان کی خبر کا فصل مقام تاکید کے قائم مقام ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں تدریج و امہال کا قانون کام کرتا ہے۔ ان پر عذاب الٰہی کے نزول میں بھی وہی قانون کارفرما ہے۔ اور اس قاعدہ میں بہت سی مصلحتیں مضمر ہوتی ہیں۔ یعنی جس طرح جو کام کے سرانجام پانے کے لئے ایک مقررہ مدت درکار ہوتی ہے۔ اسی طرح عذاب الٰہی کا بھی وقت مقرر ہے۔ جس کی چند شرائط ہیں۔ اور اگر یہ قانون جاری و ساری نہ ہوتا تو ان کے اعمال واقعی اس قابل ہیں کہ انہیں فوری طور پر تباہ و برباد کر دیا جاتا۔

| |
|---|
| فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا |
| وَ مِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ |
| پس آپ ان کی باتوں پر صبر فرمایا کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں طلوعِ آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب |
| سے قبل، اور رات کی ابتدائی ساعتوں میں بھی تسبیح کیا کریں اور دن کے کناروں پر بھی، تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔ |

## نمازوں کے اوقات میں تسبیح کرنے کا بیان

"فَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ" مَنْسُوخٌ بِآيَةِ الْقِتَالِ "وَسَبِّحْ" صَلِّ "بِحَمْدِ رَبِّكَ" حَالٌ : أَيْ مُلْتَبِسًا بِهِ "قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ" صَلَاةُ الصُّبْحِ "وَقَبْلَ غُرُوبِهَا" صَلَاةُ الْعَصْرِ "وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ" سَاعَاتِهِ "فَسَبِّحْ" صَلِّ الْمَغْرِبَ وَالْعِشَاءَ "وَأَطْرَافَ النَّهَارِ" عَطْفٌ عَلَى مَحَلِّ مِنْ آنَاءِ الْمَنْصُوبِ : أَيْ صَلِّ الظُّهْرَ لِأَنَّ وَقْتَهَا يَدْخُلُ بِزَوَالِ الشَّمْسِ فَهُوَ طَرَفُ النِّصْفِ الْأَوَّلِ وَطَرَفُ النِّصْفِ الثَّانِي "لَعَلَّكَ تَرْضَى" بِمَا تُعْطَى مِنَ الثَّوَابِ،

پس آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر فرمایا کریں یہ حکم آیت جہاد سے منسوخ ہے۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کریں طلوعِ آفتاب سے پہلے نمازِ فجر میں اور اس کے غروب سے قبل نمازِ عصر میں، اور رات کی ابتدائی ساعتوں میں یعنی مغرب اور عشاء میں بھی تسبیح کیا کریں اور دن کے کناروں پر بھی یعنی نمازِ ظہر میں جب دن کا نصف اوّل ختم یعنی جب زوالِ شمس داخل ہوتو اس وقت تک نصف اوّل ہے۔ اور باقی نصف ثانی شروع ہوتا ہے۔ تاکہ آپ راضی ہو جائیں۔

بعض مفسرین کے نزدیک تسبیح سے مراد نماز ہے اور وہ اسے پانچ نمازوں سے مراد لیتے ہیں۔ طلوعِ شمس سے قبل فجر، غروب

سے قبل، عصررات کی گھڑیوں سے مغرب وعشاء اور اطراف النہار سے ظہر کی نماز مراد ہے کیونکہ ظہر کا وقت، یہ نماز اول کا طرف آخر اور نہار آخر کا طرف اول ہے۔ اور بعض کے نزدیک ان اوقات میں ایسے ہی اللہ کی تسبیح وتوحید ہے، جس میں نماز، تلاوت، ذکر اذکار، دعا مناجات اور نوافل سب داخل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ ان مشرکین کی تکذیب سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے گا، ان کی گرفت فرمالے گا۔

| |
|---|
| وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا |
| لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ○ |
| اور اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھا جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے |
| کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں اور تیرے رب کا دیا ہوا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔ |

## دنیا کی زینت وسجاوٹ کو خیر باد کہہ دینے کا بیان

"وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا" أَصْنَافًا "مِنْهُمْ زَهْرَة الْحَيَاة الدُّنْيَا" زِينَتهَا وَبَهْجَتهَا "لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ" بِأَنْ يَطْغَوْا "وَرِزْق رَبّك" فِي الْجَنَّة "خَيْر" مِمَّا أُوتُوهُ فِي الدُّنْيَا "وَأَبْقَى" أَدْوَم

اور آپ اپنی آنکھیں ان چیزوں کی طرف ہرگز نہ اٹھائیں جو ہم نے ان کے مختلف قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی زینت کے طور پر برتنے کے لیے دی ہیں، تاکہ ہم انہیں اس میں آزمائیں کہ وہ اس میں سرکشی کرتے ہیں؟ اور تیرے رب کا دیا ہوا رزق یعنی جنت سب سے اچھی ہے جو ان کو یہاں دنیا میں دیا گیا ہے۔ اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

## اپنے سے کم مال وجاہ والے کو دیکھنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آدمی کسی دوسرے ایسے آدمی کو دیکھ کر جو اس سے مال اور صورت میں بڑھ کر ہو۔

تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بھی دیکھے کہ جو اس سے مال وصورت میں کم تر ہو جسے اس پر فضیلت دی گئی ہے اختیار کرنے کے نتیجہ میں انسان میں اللہ کا شکر ادا کرنے کی رغبت پیدا ہوگی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2927)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس آدمی کی طرف دیکھو کہ جو تم سے کم تر درجہ میں ہے۔ اور اس آدمی کی طرف نہ دیکھو کہ جو درجہ میں تم سے بلند ہو۔ تم اللہ کی نعمتوں کو حقیر نہ سمجھنے لگ جاؤ۔ (صحیح مسلم)

| |
|---|
| وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ○ |
| اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں، ہم آپ سے رزق طلب نہیں کرتے، |
| ہم آپ کو رزق دیتے ہیں، اور بہتر انجام پرہیزگاری کا ہی ہے۔ |

## نماز وصبر کا حکم دینے کا بیان

"وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ" اصْبِرْ "عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ" نُكَلِّفُكَ "رِزْقًا" لِنَفْسِكَ وَلَا لِغَيْرِكَ "نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ" الْجَنَّةُ "لِلتَّقْوٰى" لِأَهْلِهَا

اور آپ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمائیں اور اس پر ثابت قدم رہیں، یعنی آپ سے سوال نہ کریں۔ ہم آپ سے اپنے لئے اور نہ کسی غیر کیلئے رزق طلب کرتے بلکہ ہم آپ کو رزق دیتے ہیں، اور بہتر انجام یعنی جنت اہل تقویٰ کیلئے ہے۔

## سات کی عمر سے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دینا

خود نمازوں پر پابند رہنے کے علاوہ آپ کو اپنے گھر والوں کو بھی ان کی پابندی کا حکم دینا چاہئے۔ پھر اس بات پر سختی سے عمل درآمد کرانا چاہئے۔ اس سے آپ کے مشن کو مزید تقویت پہنچے گی۔ اگرچہ اس آیت میں خطاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تاہم حکم عام ہے۔ اسی لئے آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز ادا کرنے کو کہو اور اگر دس سال کا ہونے پر بھی اسے نماز کی عادت نہ پڑے تو اسے مار کر نماز پڑھاؤ۔ (ابوداؤد، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصلوٰۃ۔ الفصل الثانی)

## عبادت کی برکت عابد کی محتاجی کے دور ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے اپنے آپ کو فارغ کر لے تو میں تیرے سینے کو غناء و استغنا سے بھر دوں گا۔ اور تیری محتاجی کو دور کر دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر اور شغل سے بھر دوں گا اور محتاجی دور نہ کروں گا (یعنی جتنا مال بڑھتا جائے گا حرص بھی اتنی ہی بڑھتی چلی جائے گی۔ اس لئے ہمیشہ محتاج ہی رہے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے سارے فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دنیا کے فکروں کی خود کفالت کر لیتا ہے اور جس کے فکر دنیا کے مختلف کاموں میں لگے رہے تو اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں کہ وہ ان فکروں کے کسی جنگل میں ہلاک ہو جائے۔ (ترمذی اور ابن ماجہ)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ |
| اور انہوں نے کہا یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا اور کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آئی |
| جو پہلی کتابوں میں ہے؟ |

## کفار کا من پسند معجزہ طلب کرنے کا بیان

"وَقَالُوْا" الْمُشْرِكُوْنَ "لَوْلَا" هَلَّا "يَأْتِيْنَا" مُحَمَّد "بِاٰيَةٍ مِنْ رَبِّه" مِمَّا يَقْتَرِحُوْنَهُ "أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "بَيِّنَة" بَيَان "مَا فِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى" الْمُشْتَمِل عَلَيْهِ الْقُرْآن مِنْ أَنْبَاءِ الْأُمَمِ الْمَاضِيَة

وَاِهْلَاكِهِمْ بِتَكْذِيْبِ الرُّسُلِ

اور انہوں نے یعنی مشرکین نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے اور کیا ان کے پاس وہ واضح دلیل نہیں آئی جو پہلی کتابوں میں ہے؟ یہاں پر تاتہم یہ تاء اور یاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ صحف اولی سے مراد جس پر قرآن مشتمل ہے اور وہ سابقہ قوموں کے واقعات اور ان کا رسولان گرامی کی تکذیب کرنا اور ان کی ہلاکتوں کا بیان ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسے معجزے ملے کہ انہیں دیکھ کر لوگ ان کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ لیکن مجھے جیتا جاگتا زندہ اور ہمیشہ رہنے والا معجزہ دیا گیا ہے یعنی اللہ کی یہ کتاب قرآن مجید جو بذریعہ وحی مجھ پر اتری ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن تمام نبیوں کے تابعداروں سے میرے تابعدار زیادہ ہوں گے۔ یہ یاد رہے کہ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ بیان ہوا ہے اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ کے معجزے اور تھے ہی نہیں علاوہ اس پاک معجز قرآن کے آپ کے ہاتھوں اس قدر معجزات سرزد ہوئے ہیں جو گنتی میں نہیں آسکتے۔ لیکن ان تمام بیشمار معجزوں سے بڑھ چڑھ کر آپ کا سب سے اعلیٰ معجزہ قرآن کریم ہے۔

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ○ |
| اور اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔ |

## کفار کے پاس قیامت کے دن کوئی بہانہ نہ ہونے کا بیان

"هـو لَوْ اَنَّـا اَهْلَكْنَاهُمْ بِعَذَابٍ مِنْ قَبْلِه " قَبْـل مُحَمَّد الرَّسُول "لَقَالُوا" يَوْم الْقِيَامَة "رَبَّنَا لَوْلَا " هَلَّا "أَرْسَلْت إلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِع آيَاتك" الْمُرْسَل بِهَا "مِنْ قَبْل أَنْ نَذِلّ" فِي الْقِيَامَة "وَنَخْزَى" فِي جَهَنَّم،

اور اگر ہم انہیں حضرت محمد ﷺ کی آمد سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے۔ تو وہ قیامت کے دن ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔ یعنی ہمارے قیامت میں ذلیل ہونے سے پہلے رسول بھیجا گیا ہوتا۔ جبکہ ہم انہیں جہنم میں رسوا کر دیں گے۔

اگر اس محترم ختم المرسلین آخری پیغمبر علیہ السلام کو بھیجنے سے پہلے ہی ہم ان نہ ماننے والوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو ان کا یہ عذر باقی رہ جاتا کہ اگر ہمارے پیغمبر آتے کوئی وحی الہی نازل ہوتی تو ہم ضرور اس پر ایمان لاتے اور اس کی تابعداری اور فرماں برداری میں لگ جاتے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔ اس لئے ہم نے ان کا یہ عذر بھی کاٹ دیا۔ رسول بھیج دیا، کتاب نازل فرمادی، انہیں ایمان نصیب نہ ہوا، عذابوں کے مستحق بن گئے اور عذر بھی دور ہو گئے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ایک کیا ہزاروں

آیتیں اور نشانات دیکھ کر بھی انہیں ایمان نصیب نہیں ہوگا۔ ہاں جب عذابوں کو اپنے آنکھوں سے دیکھ لیں گے اس وقت ایمان لائیں گے لیکن وہ محض بے سود ہے جیسے فرمایا ہم نے یہ پاک اور بہتر کتاب نازل فرمادی ہے جو بابرکت ہے تم اسے مان لو اور اس کی فرماں برداری کرو تو تم پر رحم کیا جائے گا۔

| |
|---|
| قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ○ |
| فرما دیجئے! ہر کوئی منتظر ہے، سو تم انتظار کرتے رہو، پس تم جلد ہی جان لو گے کہ کون لوگ راہ راست والے ہیں اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔ |

## قیامت کے دن ہدایت وغیر ہدایت والوں کیلئے فیصلہ ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "كُلّ" مِنَّا وَمِنْكُمْ "مُتَرَبِّص" مُنْتَظِر مَا يَئُول إلَيْهِ الْأَمْر "فَتَرَبَّصُوا فَسَتَعْلَمُونَ" فِي الْقِيَامَة "مَنْ أَصْحَاب الصِّرَاط" الطَّرِيق "السَّوِيّ" الْمُسْتَقِيم "وَمَنْ اهْتَدَى" مِنْ الضَّلَالَة أَنَحْنُ أَمْ أَنْتُمْ

آپ ﷺ ان سے فرما دیجئے! تم میں سے اور ہم میں سے ہر کوئی منتظر ہے، کہ انجام کیا ہوتا ہے لہٰذا تم انتظار کرتے رہو، پس تم کو جلد ہی قیامت میں پتہ چل جائے گا کہ کون لوگ راہِ راست والے ہیں اور کون گمراہی سے ہدایت یافتہ ہیں۔ کیا ہم ہدایت یافتہ ہیں یا تم ہدایت پر ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

متربص۔ اسم فاعل واحد مذکر تربص (تفعل) مصدر منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ مراد نتائج اعمال کا انتظار کرنے والا۔ فتربصوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم انتظار کرو۔ فستعلمون۔ س مستقبل قریب کے لئے تعلمون جمع مذکر حاضر۔ پس تم عنقریب ہی جان لو گے یعنی موت کے وقت یا حشر میں۔ الصراط السوی۔ موصوف وصفت۔ راہ مستقیم۔ السوی اسے کہتے ہیں کہ جو کیفیت اور مقدار دونوں کے لحاظ سے افراط وتفریط سے محفوظ ہو۔ اصحاب الصراط السوی۔ اصحاب مضاف الصراط السوی موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ سیدھے راستہ پر چلنے والے لوگ۔ اھتدی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔ اھتداء (افتعال) سے مصدر ہے۔

## سورہ طٰہٰ آیت ۱۳۵ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے کہا تھا کہ ہم زمانے کے حوادث اور انقلاب کا انتظار کرتے ہیں کہ کب مسلمانوں پر آئیں اور ان کا قصہ تمام ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بتایا گیا کہ تم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا انتظار کر رہے ہو اور مسلمان تمہارے عقوبت وعذاب کا انتظار کر رہے ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ طٰہٰ، بیروت)

## ظہور علامات کے وقت انتظار قیامت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مال غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے اور

جب زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض سے سکھایا جانے لگے اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور جب ماں کی نافرمانی کی جانے لگے اور جب دوستوں کو تو قریب اور باپ کو دور کیا جانے لگے اور جب مسجد میں شور وغل مچایا جانے لگے اور جب قوم وجماعت کی سرداری، اس قوم وجماعت کے فاسق شخص کرنے لگیں اور جب قوم وجماعت کے زعیم وسربراہ اس قوم وجماعت کے کمینہ اور رذیل شخص ہونے لگیں اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے اور جب لوگوں میں گانے والیوں اور ساز وباجوں کا دور دورہ ہو جائے اور جب شرابیں پی جانی لگیں اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہنے لگیں اور ان پر لعنت بھیجنے لگیں تو اس وقت تم ان چیزوں کے جلدی ظاہر ہونے کا انتظار کرو سرخ یعنی تیز وتند وشدید ترین طوفانی آندھی کا زلزلہ کا، زمین میں دھنس جانے کا، صورتوں کے مسخ وتبدیل ہو جانے کا اور پتھروں کے برسنے کا، نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور تمام نشانیوں اور علامتوں کا انتظار کرو، جو اس طرح پے درپے وقوع پذیر ہوں گی جیسے لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرنے لگیں۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 15)

## سورہ طٰہٰ کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے انہی کے تصدق سے سورہ طٰہٰ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْاَنْبِيَاءِ

یہ قرآن مجید کی سورت الانبیاء ہے

## سورت الانبیاء کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْاَنْبِیَاء (مَکِّیَّة وَهِیَ مِائَة وَاثْنَتَا عَشْرَة آیَة نَزَلَتْ بَعْدَ سُورَة اِبْرَاهِیم)

سورت انبیاء مکیہ ہے اس میں سات رکوع اور ایک سو بارہ آیات اور ایک ہزار ایک سو چھیاسی کلمات اور چار ہزار آٹھ سو نوے حروف ہیں۔ یہ سورت سورہ ابراہیم کے بعد نازل ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۝ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ |
| مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ یَلْعَبُوْنَ۝ |
| لوگوں کے لیے ان کا حساب بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی |
| طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ |

## لوگوں کیلئے یوم قیامت کے قریب آ جانے کا بیان

"اِقْتَرَبَ" قَرُبَ "لِلنَّاس" أَهْل مَكَّة مُنْكِرِی الْبَعْث "حِسَابُهُم" یَوْم الْقِیَامَة "وَهُمْ فِی غَفْلَة" عَنْهُ "مُعْرِضُونَ" عَنْ التَّأَهُّب لَهُ بِالْإِیمَانِ،

"مَا یَأْتِیهِمْ مِنْ ذِكْر مِنْ رَبّهمْ مُحْدَث" شَیْئًا فَشَیْئًا أَیْ لَفْظ قُرْآن "إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ یَلْعَبُونَ" یَسْتَهْزِئُونَ،

لوگوں یعنی اہل مکہ منکرین بعث کے لیے ان کا حساب یعنی قیامت کا دن بہت قریب آ گیا اور وہ بڑی غفلت میں اعراض کرنے والے ہیں۔ یعنی ایمان سے پیچھے رہ جانے والے ہیں۔ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو یعنی درجہ بہ درجہ الفاظ قرآنی مگر وہ اسے مشکل سے سنتے ہیں اور وہ کھیل رہے ہوتے ہیں۔ یعنی مذاق کر رہے ہوتے ہیں۔

## سورہ الانبیاء آیت ۱ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت منکرین بعث کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کو نہیں مانتے تھے اور روز قیامت کو گزرے ہوئے زمانے کے اعتبار سے قریب فرمایا گیا کیونکہ جتنے دن گزرتے جاتے ہیں آنے والا دن قریب ہوتا جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ "بلاشبہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا یعنی حقیقی عالم اس دنیا سے اٹھ جائیں گے یا یہ کہ علماء کی قدر ومنزلت اٹھ جائے گی جہالت کی زیادتی ہو جائے گی یعنی ہر طرف جاہل و ناداں ہی نظر آنے لگیں گے جو اگرچہ علم و دانش کا دعوی کریں گے مگر حقیقت میں علم و دانش سے کوسوں دور ہوں گے زنا کثرت سے ہونے لگے گا کیونکہ لوگوں میں شرم وحیا اور غیرت کم ہو جائے گی شرب بہت پی جائے گی اور پھر شراب خوری کی زیادتی، آبادیوں اور لوگوں میں فتنہ وفساد پھیلنے کا باعث ہوگی مردوں کی تعداد کم ہو جائے گی جن کے دم سے عالم کا نظام استوار و مستحکم ہوتا ہے عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی کہ جن کے ذریعہ ضروری اور اہم امور سرانجام تو کیا پاتے البتہ ان کی وجہ سے تفکرات اور پریشانیوں اور مال ودولت حاصل کرنے کا غم ضرور برداشت کرنا پڑتا ہے یہاں تک کہ پچاس عورتوں کی خبر گیری کرنے والا ایک مرد ہوگا اس سے یہ مراد نہیں کہ ایک ایک مرد کی پچاس بیویاں ہوگی بلکہ یہ مراد ہے کہ ایک ایک مرد پر پچاس پچاس عورتوں کی کفالت وخبر گیری کا بوجھ ہوگا جن میں مائیں، خالائیں، دادیاں، بہنیں، پھوپھیاں، وغیرہ ہوں گی۔" اور ایک روایت میں ہے علم اٹھالیا جائے گا اور جہل کی زیادتی ہوگی، کے بجائے یوں ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 2)

## قیامت کے حساب میں پوچھے جانے والے سوالات کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے۔

جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق نہیں پوچھ لیا جائے گا، اس نے عمر کس چیز میں صرف کی، جوانی کہاں خرچ کی، مال کہاں سے کمایا، مال کہاں خرچ کیا، جو کچھ سیکھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 312)

قرآن جو وقتاً فوقتاً حسب حالات وضروریات نیا نیا اترتا رہتا ہے، وہ اگرچہ انہی کی نصیحت کے لئے اترتا ہے، لیکن وہ اسے اس طرح سنتے ہیں جیسے وہ اس سے استہزاء مذاق اور کھیل کر رہے ہوں یعنی اس میں تدبر و غور وفکر نہیں کرتے۔

| |
|---|
| لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ج |
| اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝ |
| ان کے دل غافل ہو چکے ہیں، اور ظالم لوگ آہستہ آہستہ سرگوشیاں کرتے ہیں کہ یہ تو محض تمہارے ہی جیسا |
| ایک بشر ہے، کیا پھر تم جادو کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔ |

## کفار کا نبی کریم ﷺ کو اپنی مثل بشر سمجھنے کا بیان

"لَاهِيَةً" غَافِلَةً "قُلُوْبُهُمْ" عَنْ مَعْنَاهُ "وَاَسَرُّوا النَّجْوَى" الْكَلَام "الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا" بَدَل مِنْ وَاو "هَلْ

هَذَا" أَيْ مُحَمَّد "إِلَّا بَشَر مِثْلكُمْ" فَمَا يَأْتِي بِهِ سِحْر "أَفَتَأْتُونَ السِّحْر" تَتَّبِعُونَهُ "وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ" تَعْلَمُونَ أَنَّهُ سِحْر

ان کے دل غافل ہو چکے ہیں، اور یہ ظالم لوگ آپ کے خلاف آہستہ آہستہ سرگوشیوں والا کلام کرتے ہیں یہاں پر الذین ظلموا یہ اسروا کی واؤ سے بدل ہے۔ کہ یہ یعنی حضرت محمد ﷺ محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہیں، کیا پھر بھی تم اس کے جادو کے پاس جاتے ہو حالانکہ تم دیکھ رہے ہو۔ کہ وہ جادو ہے۔

یہ کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کر دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہ لائے گا، حضور کے زمانہ کے کفار نے یہ بات کہی اور اس کو چھپایا لیکن آج کل کے بعض بیباک یہ کلمہ اعلان کے ساتھ کہتے ہیں اور نہیں شرماتے، کفار یہ مقولہ کہتے وقت جانتے تھے کہ ان کی بات کسی کے دل میں جمے گی نہیں کیونکہ لوگ رات دن معجزات دیکھتے ہیں وہ کس طرح باور کر سکیں گے کہ حضور ہماری طرح بشر ہیں اس لئے انہوں نے معجزات کو جادو بتا دیا اور کہا۔

## خفیہ تلاوت سن کر حقانیت قرآن کو جاننے کا بیان

قریش مکہ قرآن کی دعوت کے شدید مخالف تھے لیکن اس کے انداز بیان، فصاحت و بلاغت اور جادو کی سی تاثیر کے وہ خود بھی معترف تھے اور قرآن کو اسی لحاظ سے جادو کہتے تھے اور اس جادو کو روکنے کا طریقہ ابتداء انہوں نے یہ اختیار کر لیا تھا کہ سب قریشی سرداروں نے مل کر یہ معاہدہ کیا کہ جہاں تک ہو سکے قرآن کے سننے اور پڑھنے پر پابندی لگا دی جائے۔ سننے پر پابندی تو انہوں نے اپنے آپ پر لگائی تھی مگر یہ قریشی سردار خود بھی اس پابندی کو نباہ نہ سکے اور خود بھی چوری چھپے قرآن سن لیتے تھے کیونکہ ان کے دل اور ان کے کام قرآن کی لذت سے محظوظ ہونا چاہتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ تین سردار رات کے وقت کعبہ کے گرد کھڑے ہو کر آپ کا قرآن سن رہے تھے۔ بعد میں یہ راز فاش ہو گیا تو ان میں سے ایک سردار نے ابوجہل سے پوچھا کہ "جو قرآن تم نے سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟" اس نے اس سوال کا صحیح جواب دینے کے بجائے رخ کو دوسرا طرف موڑ دیا اور کہا کہ "ہم اور بنی عبد مناف سب باتوں میں ایک دوسرے کے ہم پلہ تھے، اب ہم ان کے نبی کو تسلیم کر کے ان کی اس برتری کو کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ (سیرت ابن ہشام: ص ۱۰۸)

قَـٰلَ رَبِّي يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

فرمایا کہ میرا رب آسمان اور زمین میں کہی جانے والی بات کو جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

## زمین و آسمان میں ہونے والی ہر بات کو جاننے کا بیان

"قَالَ" لَهُمْ "رَبِّي يَعْلَم الْقَوْل" كَائِنًا "فِي السَّمَاء وَالْأَرْض وَهُوَ السَّمِيع" لِمَا أَسَرُّوهُ "الْعَلِيم" بِهِ

نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میرا رب آسمان اور زمین میں کہی جانے والی یعنی ہونے والی ہر بات کو جانتا ہے اور وہ

خوب سننے والا ہے جوانہوں نے سرگوشی کی ہے۔اس کو خوب جاننے والا ہے۔

اس سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی خواہ کتنے ہی پردہ اور راز میں رکھی گئی ہو،ان کا راز بھی اس میں ظاہر فرمادیا،اس کے بعد قرآن کریم سے انہیں سخت پریشانی وحیرانی لاحق تھی کہ اس کا کس طرح انکار کریں، وہ ایسا بیّن معجزہ ہے جس نے تمام ملک کے مایہ ناز ماہروں کو عاجز ومتحیر کردیا ہے اور وہ اس کی دو چار آیتوں کی مثل کلام بنا کر نہیں لا سکے،اس پریشانی میں انہوں نے قرآن کریم کی نسبت مختلف قسم کی باتیں کہیں جن کا بیان اگلی آیت میں ہے۔

| |
|---|
| بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ |
| بلکہ انہوں نے کہا یہ خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، |
| پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے بھیجے گئے تھے۔ |

## کفار کا قرآن کو خوابوں کی باتیں کہنے کا بیان

"بَلْ" لِلانْتِقَالِ مِنْ غَرَض إِلَى آخَرِ فِي الْمَوَاضِعِ الثَّلَاثَة "قَالُوا" فِيمَا أَتَى بِهِ مِنْ الْقُرْآن هُوَ "أَضْغَاث أَحْلَام" أَخْلَاط رَآهَا فِي النَّوْم "بَلْ افْتَرَاهُ" اخْتَلَقَهُ "بَلْ هُوَ شَاعِر" فَمَا أَتَى بِهِ شِعْر "فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ" كَالنَّاقَةِ وَالْعَصَا وَالْيَد

لفظ بل یہ ایک غرض سے دوسری غرض کی جانب منتقل کرنے کیلئے تینوں مقامات میں آتا ہے۔بلکہ انہوں نے کہا یہ قرآن خوابوں کی پریشان باتیں ہیں، یعنی جن کو نیند کی حالت میں دیکھا جاتا ہے۔بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ شاعر ہے، پس یہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائے جیسے پہلے رسول بھیجے گئے تھے۔جس طرح وہ ناقہ،عصا اور ید بیضا لائے ہیں۔

یہ کہہ کر خیال ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ اگر یہ کلام حضرت کا بنایا ہوا ہے اور تم انہیں اپنے مثل بشر بھی کہتے ہو تو تم ایسا کلام کیوں نہیں بنا سکتے، یہ خیال کر کے اس بات کو بھی چھوڑا اور کہنے لگے۔اور یہ کلام شعر ہے اسی طرح کی باتیں بناتے رہے کسی ایک بات پر قائم نہ رہ سکے اور اہل باطل کذابوں کا یہی حال ہوتا ہے، اب انہوں نے سمجھا کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی چلنے والی نہیں ہے تو کہنے لگے۔

## اضغاث احلام کے مفہوم کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میرا سر کاٹ ڈالا گیا ہے، جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ خواب سن کر ہنس دیئے اور فرمایا کہ جب تم میں سے کسی شخص کے خواب میں اس کے ساتھ شیطان تماشہ کرے تو وہ اس خواب کو لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 548)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی سے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور اس قسم سے ہے جس میں انسان کے ساتھ شیطان تماشہ کرتا ہے تاکہ اس کو پریشان ورنجور کرے ایسے خواب کو چھپانا چاہئے نہ کہ لوگوں کے سامنے بیان کیا جائے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ خواب اضغاث احلام میں سے ہے اور شیطانی اثرات کا عکاس ہے ورنہ اہل تعبیر کے نزدیک اس خواب کی تعبیر زوال نعمت، قوم برادری سے مفارقت اور اس جیسی دوسری چیزوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

| |
|---|
| مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ۝ |
| ان سے پہلے کوئی بستی، جسے ہم نے ہلاک کیا، ایمان نہیں لائی تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟ |

## سابقہ عذاب یافتہ قوموں کے ایمان نہ لانے کا بیان

"مَا آمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ" أَيْ أَهْلِهَا "أَهْلَكْنَاهَا" بِتَكْذِيبِهَا مَا أَتَاهَا مِنَ الْآيَاتِ "أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ" لَا

ان سے پہلے کوئی بستی یعنی اس میں رہنے والے جن کو ہم نے ہلاک کیا، کیونکہ انہوں نے ہماری عطا کردہ آیات کی تکذیب کی وہ ایمان نہیں لائی تو کیا یہ ایمان لے آئیں گے؟ ہرگز نہیں۔

یعنی ان سے پہلے جتنی بستیاں ہم نے ہلاک کیں، یہ نہیں ہوا کہ ان کی حسب خواہش معجزہ دکھلانے پر ایمان لے آئی ہوں، بلکہ معجزہ دیکھ لینے کے باوجود وہ ایمان نہیں لائیں، جس کے نتیجے میں ہلاکت ان کا مقدر بنی تو کیا اگر اہل مکہ کو ان کی خواہش کے مطابق کوئی نشانی دکھلا دی جائے، تو وہ ایمان لے آئیں گے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ بھی تکذیب وعناد کے راستے پر ہی بدستور گامزن رہیں گے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو |

## نہ جاننے کی صورت میں علماء سے پوچھنے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي" وَفِي قِرَاءَة بِالْيَاءِ وَفَتْح الْحَاء "إِلَيْهِمْ" الْمَلَائِكَة "فَاسْأَلُوا أَهْل الذِّكْر" الْعُلَمَاء بِالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيل "إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ذَلِكَ فَإِنَّهُمْ يَعْلَمُونَهُ وَأَنْتُمْ إِلَى تَصْدِيقهمْ أَقْرَب مِنْ تَصْدِيق الْمُؤْمِنِينَ بِمُحَمَّدٍ

اور ہم نے آپ سے پہلے نہیں بھیجے مگر کچھ مرد، جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے، ایک قرأت میں نوحی یاء اور حاء کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے یعنی نہ کہ فرشتوں کی طرف۔ پس ذکر والوں یعنی تورات وانجیل کے علماء سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے ہو۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں البتہ تم کا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں اہل ایمان کی تصدیق سے بھی زیادہ قریب ہو۔

## اہل ذکر سے علماء مراد ہونے کا بیان

اہل الذکر سے مراد اس جگہ علماء تورات وانجیل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں پچھلے انبیاء کا حال معلوم نہیں کہ وہ انسان تھے یا فرشتے تو علماء تورات وانجیل سے معلوم کرلو کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ سب انبیاء سابقین انسان ہی کی نوع سے تھے اس لئے اگر یہاں اہل الذکر سے مطلق اہل کتاب یہود ونصاری ہی مراد ہوں تو بعید نہیں کیونکہ اس معاملے کے سبھی شاہد ہیں۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جاہل آدمی جس کو احکام شریعت معلوم نہ ہوں اس پر عالم کی تقلید واجب ہے کہ عالم سے دریافت کر کے اس کے مطابق عمل کرے۔

## تقلید کے شرعی معنی کا بیان

حاشیہ حسامی متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صفحہ 86 پر شرح مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے: **التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول اوفی فعله علٰی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل .**

تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے۔ بغیر دلیل میں نظر کئے ہوئے۔ نیز امام غزالی **کتاب المستصفٰی** جلد دوم صفحہ 387 میں فرماتے ہیں۔

**التقلید ھو قبول قول بلا حجته .** مسلم الثبوت میں ہے۔ **التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجته .**

وہ ہی جو اوپر بیان ہوا اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ انکا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے۔ دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہٰذا ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام وآئمہ دین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے امتی ہیں نہ کہ مقلد۔ اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا۔ کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کلام کو اپنے لئے حجت نہیں بناتا۔ بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا فتویٰ غلط تھا، کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت کو دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا۔ یہ فرق ضرور یاد رہے۔ تقلید دو طرح کی ہے۔

## تقلید شرعی اور غیر شرعی کا بیان

تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے روزے، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں آئمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے۔

اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں میں کسی کی پیروی کرنا ہے۔ جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ، یا مرزا غالب کی یا نحوی وصرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر پیشہ ور اپنے پیشہ میں اس فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیائے کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے۔ اس لئے کہ یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں۔ ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف میں ہے تو حرام ہے اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے اور طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے۔ اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے۔

وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۔ (کہف،۲۸)

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (لقمان،۱۵)

اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں۔ تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا، پھر میری ہی طرف تمہیں پھر آنا ہے تو میں بتادوں گا جو تم کرتے تھے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۔ (المائدہ،۱۰۴)

اور جب ان سے کہا جائے آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہمیں وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانیں نہ راہ پر ہوں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۔ (البقرہ،۱۷۰)

اور جب ان سے کہا جائے اللہ کے اتارے پر چلو تو کہیں بلکہ ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا کیا اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ عقل رکھتے ہوں نہ ہدایت۔

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسے کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے۔ چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور ائمہ دین

کی اطاعت اس سے ان آیات کا کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید ائمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اور اس قسم کی تقلید کو امت مسلمہ کے ائمہ کرام وفقہاء کرام پر چسپاں کرنا خارجیوں کا کام ہے۔

اور یہ خارجی باتفاق امت مسلمہ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر اب تک تمام امت اسی بات پر متفق ہے کہ گروہ خوارج نہ صرف اسلام سے خارج بلکہ قرآن وحدیث کا سازشی دشمن ہے۔

تقلید شرعی اور غیر شرعی میں فرق نہ کرنا جہالت ہے اور اس قسم کے فرق کو نہ سمجھنے والے فرقہ پرست عناصر ہیں۔ جو شیطانی کردار میں شیطان کے خوب دست وبازو بنتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو شکوک وشبہات کی بہتات ہوتی ہے حتیٰ کہ عقیدہ توحید میں بھی یہ مشکوک ہوتے ہیں۔ عقیدہ توحید کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کے باوجود ان کا عقیدہ توحید توہمات کی نذر ہو جاتا ہے۔ معمولی معمولی خیالات کو شرک سمجھ بیٹھتے ہیں اسی طرح قبروں پر جانا شرک سمجھتے ہیں اور خود مرنے کے بعد قبروں ہی طرف جاتے ہیں ساری زندگی جس کی مخالفت کرتے ہیں مرکر اسی جگہ سے پناہ طلب کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ٥ |
| اور ہم نے ان کو ایسے جسم والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں اور نہ ہی وہ ہمیشہ رہنے والے تھے۔ |

## انبیائے کرام کیلئے بشری تقاضوں کا بیان

"وَمَا جَعَلْنَاهُمْ " أَيْ الرُّسُل "جَسَدًا" بِمَعْنَى أَجْسَادًا "لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَام " بَلْ يَأْكُلُونَهُ "وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ" فِي الدُّنْيَا

اور ہم نے ان انبیائے کرام کو ایسے جسم والا نہیں بنایا تھا کہ وہ کھانا نہ کھاتے ہوں بلکہ وہ کھانا کھاتے ہیں اور نہ ہی وہ دنیا میں بہ حیاتِ ظاہری ہمیشہ رہنے والے تھے۔

اب کفار مکہ کے ایک بنیادی اعتراض کا جواب دیا جارہا ہے۔ اعتراض یہ تھا کہ یہ نبی ہم ہی جیسا ایک بشر ہے۔ سب بشری کمزوریاں اور بشری تقاضے اس میں بھی موجود ہیں جو ہم میں ہیں۔ وہ ہماری طرح ہی کھانے پینے اور چلنے پھرنے کا محتاج ہے اور ہماری طرح نکاح شادیاں بھی کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اسے نہ تو کوئی دنیی جاہ چشم میسر ہے اور نہ ہی کوئی فرشتہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ان سب باتوں کا انہیں جواب یہ دیا گیا کہ تم لوگ جو اہل کتاب سے پوچھ پوچھ کر اس نبی سے کئی طرح کے سوال اور کئی طرح کے اعتراض کرتے ہو تو ایک سوال یہ بھی پوچھ لو کہ آیا موسیٰ علیہ السلام بشر تھے یا نہیں؟ ان کے جواب سے تمہیں تسلی ہو جائے گی کہ موسیٰ علیہ السلام خود بھی اور ان کے علاوہ دوسرے تمام انبیاء بھی سب کے سب بشر ہی تھے۔

## دنیاوی کھانے، پینے سے بے نیاز، زندگی کا بیان

عن ابن عمر رضی الله عنهما ان النبی ﷺ نهی عن الوصال قالوا انك تواصل قال انی لست كهیئتكم انی اطعم واسقی ۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۳۵۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال (بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔
دنیا میں ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کی زندگی کھانے پینے کی محتاج ہے لیکن حیات مصطفےٰ ﷺ کا کیا اونچا مقام ہے کہ دنیا کی تمام غذائیں آپ کی محتاج ہیں جبکہ آپ ان کے محتاج نہیں۔ دیکھیے ہماری زندگی اشیاء خورد ونوش کی محتاج اور ان کی زندگی کی محتاج خود اشیاء خورد ونوش ہیں۔

## ہوا سے بے نیاز، زندگی کا بیان

ہر انسان کی زندگی کے لوازمات میں سے اگر آپ دیکھیں تو آپ کہیں گے کہ دنیا کا کوئی انسان بلکہ کوئی ذی روح چیز ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی جبکہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی ہوا کی بھی محتاج نہیں ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق زمین سے آسمان کی طرف صرف دوسو میل کے فاصلے تک ہوا ہے اس کے بعد ہوا نہیں ہے۔ جب آپ ﷺ نے شب معراج کو سیر فرمائی تو آپ نے وہ تمام مقامات دیکھے جہاں کسی قسم کی آکسیجن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی مبارک زندگی ہوا سے بھی بے نیاز ہے۔

## دل سے بے پرواہ زندگی کا بیان

امام طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

**فاقبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منهما بعضدی لاجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانی بلا قصر ولاهصر ،فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوی احدهما الی صدری ففلقها فیما اری بلادم ولا وجع .** (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۲۳، بیروت)

آپ ﷺ نے فرمایا: دو شخص میرے پاس آئے، ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔ مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انہوں نے مجھے جھکائے بغیر لٹا دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میرا خون نکلا اور نہ ہی مجھے کوئی درد ہوا۔

اس روایت اور اسی مضمون کی متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک سینہ چاک کر کے نکالا، اور اس کے باوجود آپ ﷺ کی حیات باقی رہی کیونکہ وہ ان تمام چیزوں کی محتاج نہیں۔

## زمان ومکاں سے بے پرواہ زندگی کا بیان

ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر ذی روح چیز اپنی حیات میں زمان ومکاں، ہوا، کھانے پینے کی محتاج ہوتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ شب معراج وہاں پر تشریف لے گئے جہاں نہ کوئی زماں تھا اور نہ ہی مکاں تھا یعنی آپ ﷺ جب لامکاں پر جلوہ فرما ہوئے تو تب

بھی آپ ﷺ تو باحیات تھے حالانکہ وہاں بشری حیات کے بنیادی لوازمات بالکل ناپید تھے۔ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ بشری زندگی جن تمام بنیادی لوازمات کی محتاج ہوتی ہے۔آپ ﷺ ان کے محتاج نہیں ہیں۔

| |
|---|
| ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ○ |
| پس ہم نے ان سے وعدہ سچا کر دیا تو ہم نے انہیں نجات دی اور اسے بھی جسے ہم چاہتے تھے |
| اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔ |

## انبیائے کرام کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

"ثُمَّ صَدَقْنَاهُمْ الْوَعْد " بِإِنْجَائِهِمْ "فَأَنْجَيْنَاهُمْ وَمَنْ نَشَاء " الْمُصَدِّقِينَ لَهُمْ "وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ " الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ

پس ہم نے ان سے ان کی نجات کا وعدہ سچا کر دیا تو ہم نے انہیں نجات دی اور اسے بھی جسے ہم چاہتے تھے یعنی وہ ان کی تصدیق کرنے والے ہیں۔اور ہم نے حد سے بڑھنے والوں کو ہلاک کر دیا۔یعنی ان کی تکذیب کرنے والوں کو ہلاک کر دیا۔

البتہ یہ بات ہر نبی سے پیش آتی رہی کہ اس کی دعوت پر کچھ لوگوں نے لبیک کہی اور زیادہ قرآن کے مخالف بن گئے۔پھر ہم نے اپنے انبیاء اور مومنوں سے فتح ونصرت کے جو وعدے کئے تھے وہ سب پورے کر دیئے اور ایسے لوگوں کو ہم نے بروقت اپنے عذاب سے بچا بھی لیا تھا۔لیکن جن لوگوں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تھی۔ان سب کو ہلاک کر ڈالا تھا۔یہ بات بھی تم اے قریش مکہ! ان اہل کتاب سے پوچھ سکتے ہو۔

| |
|---|
| لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ○وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَةٍ |
| كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ○ |
| بیشک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہاری نصیحت ہے، کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ |
| اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا جو ظالم تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور قوموں کو پیدا فرما دیا۔ |

## سابقہ اقوام کی ہلاکتوں سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

"لَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ " يَا مَعْشَر قُرَيْش "كِتَابًا فِيهِ ذِكْركُمْ " لِأَنَّهُ بِلُغَتِكُمْ "أَفَلَا تَعْقِلُونَ " فَتُؤْمِنُونَ بِهِ،"وَكَمْ قَصَمْنَا" أَهْلَكْنَا "مِنْ قَرْيَة" أَيْ أَهْلهَا "كَانَتْ ظَالِمَة" كَافِرَة،وَأَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا آخَرِينَ،

اے قریش کے گروہ! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس میں تمہاری نصیحت کا سامان ہے، کیونکہ وہ تمہاری زبان میں ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے۔تاکہ تم اس پر ایمان لاتے۔اور ہم نے کتنی ہی بستیوں یعنی ان میں رہنے والوں کو تباہ و

برباد کرڈالا جو ظالم یعنی کافرہ تھیں اور ان کے بعد ہم نے اور قوموں کو پیدا فرمادیا۔

## قرآن مجید کی قدر نہ کرنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی کلام اللہ کے ذریعہ کتنے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ، حدیث نمبر 627)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرتا ہے بایں طور کہ دنیا میں تو اسے عزت و وقار کی زندگی عطا فرماتا ہے اور عقبیٰ میں ان لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے جن پر اس نے اپنا انعام کیا ہے اس طرح جو شخص نہ قرآن پڑھتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے اس کا درجہ پست کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے اس کی قدر و منزلت پر رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے کہ ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف اتاری ہے جس میں تمہاری بزرگی ہے، تمہارا دین، تمہاری شریعت اور تمہاری باتیں ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ تم اس اہم نعمت کی قدر نہیں کرتے؟ اور اس اتنی بڑی شرافت والی کتاب سے غفلت برت رہے ہو؟ جیسے اور آیت میں ہے (وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ، الزخرف: 44) تیرے لئے اور تیری قوم کے لئے یہ نصیحت ہے اور تم اس کے بارے میں ابھی ابھی سوال کئے جاؤ گے۔ پھر فرماتا ہے ہم نے بہت سی بستیوں کے ظالموں کو پیس کر رکھ دیا ہے۔ اور آیت میں ہے ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں۔ اور آیت میں ہے کتنی ایک بستیاں ہیں جو پہلے بہت عروج پر اور انتہائی رونق پر تھیں لیکن پھر وہاں کے لوگوں کے ظلم کی بنا پر ہم نے ان کا چورا کر دیا، بھس اڑا دیا، آبادی ویرانی سے اور رونق سنسان سناٹے میں بدل گئی۔ ان کے ہلاکت کے بعد اور لوگوں کو ان کا جانشین بنادیا ایک قوم کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری یونہی آتی رہیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّاۤ اَحَسُّوْا بَاْسَنَاۤ اِذَا هُمْ مِّنْهَا یَرْكُضُوْنَ ؈ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا |
| اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ؈ |
| پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو وہ وہاں سے تیزی کے ساتھ بھاگنے لگے۔ تم جلدی مت بھاگو اور اسی جگہ |
| واپس لوٹ جاؤ جس میں تمہیں آسائشیں دی گئی تھیں۔ اور اپنی رہائش گاہوں کی طرف شاید تم سے باز پرس کی جائے۔ |

## عذاب دیکھ کر بھاگنے والی قوم کا بیان

"فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا" شَعَرَ أَهْلُ الْقَرْيَةِ بِالْإِهْلَاكِ "إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ" يَهْرُبُونَ مُسْرِعِينَ، فَقَالَتْ لَهُمُ الْمَلَائِكَة اسْتِهْزَاء "لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَى مَا أُتْرِفْتُمْ" نُعِّمْتُمْ "فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ" شَيْئًا مِنْ دُنْيَاكُمْ عَلَى الْعَادَة.

پھر جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آمد کو محسوس کیا یعنی جب انہوں نے ہلاکت کو محسوس کیا تو وہ وہاں سے تیزی کے ساتھ

بھاگنے لگے۔ تو ان سے فرشتوں نے بہ طور مذاق کہا کہ تم جلدی مت بھاگو اور اسی جگہ واپس لوٹ جاؤ جس میں تمہیں آسائشیں دی گئی تھیں۔ اور اپنی پر تعیش رہائش گاہوں کی طرف پلٹ جاؤ شاید تم سے باز پرس کی جائے۔ یعنی دنیا کے رواج کے مطابق تم کچھ پوچھ لیا جائے۔

## سورہ الانبیاء آیت ۱۲ کے شان نزول کا بیان

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ سرزمین یمن میں ایک بستی ہے جس کا نام حصور ہے وہاں کے رہنے والے عرب تھے انہوں نے اپنے نبی کی تکذیب کی اور ان کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بختِ نصر کو مسلط کیا، اس نے انہیں قتل کیا اور گرفتار کیا اور اس کا یہ عمل جاری رہا تو یہ لوگ بستی چھوڑ کر بھاگے تو ملائکہ نے ان سے بطریق طنز کہا۔ جو اگلی آیت میں ہے۔ (خازن، سورت الانبیاء، بیروت)

جب ان لوگوں نے عذابوں کو آتا دیکھ لیا یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اللہ کے عذاب آگئے۔ تو اس وقت گھبرا کر راہ فرار ڈھونڈنے لگے۔ لگے ادھر ادھر دوڑ دھوپ کرنے۔ اب بھاگو دوڑ نہیں بلکہ اپنے محلات میں اور عیش و عشرت کے سامانوں میں پھر آ جاؤ تا کہ تم سے سوال جواب تو ہو جائے کہ تم نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا بھی کیا یا نہیں؟ یہ فرمان بطور ڈانٹ ڈپٹ کے اور انہیں ذلیل وحقیر کرنے کے ہوگا۔ اس وقت یہ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے صاف کہیں گے کہ بیشک ہم ظالم تھے لیکن اس وقت کا اقرار بالکل بے نفع ہے۔ پھر تو یہ اقراری ہی رہیں گے یہاں تک کہ ان کا ناس ہو جائے اور ان کی آواز دبا دی جائے اور یہ مسل دیئے جائیں۔ ان کا چلنا پھرنا آنا جانا بولنا چالنا سب ایک قلم بند ہو جائے۔

| |
|---|
| قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ○ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ○ |
| وہ کہنے لگے: ہائے شومیٔ قسمت! بیشک ہم ظالم تھے۔ سو ہمیشہ ان کی یہی فریاد رہی یہاں تک کہ ہم نے |
| ان کو کٹی ہوئی کھیتی بجھی ہوئی آگ کی طرح بنا دیا۔ |

## کفر کی وجہ سے ظالم ہونے کے اقرار کا بیان

"قَالُوا يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَنَا" هَلَاكنَا "إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ" بِالْكُفْرِ "فَمَا زَالَتْ تِلْكَ" الْكَلِمَات "دَعْوَاهُمْ" يَدْعُونَ بِهَا وَيُرَدِّدُونَهَا "حَتَّى جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا" كَالزَّرْعِ الْمَحْصُود بِالْمَنَاجِلِ بِأَنْ قُتِلُوا بِالسَّيْفِ "خَامِدِينَ" مَيِّتِينَ كَخُمُودِ النَّار إِذَا طُفِئَتْ،

یہاں پر یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ وہ کہنے لگے: ہائے شومیٔ قسمت! بیشک ہم کفر کی وجہ سے ظالم تھے۔ لہٰذا ہمیشہ ان کی یہی فریاد رہی ہے۔ یعنی انہی کلمات کو دہراتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کو کٹی ہوئی کھیتی بجھی ہوئی آگ کے ڈھیر کی طرح بنا دیا۔ یعنی بجھی ہوئی آگ کی طرح مردہ کر دیا ہے۔ جس طرح آگ بجھ جاتی ہے۔ جب اس کو گل کر دیا جائے۔

اللہ کے نافرمان اور سرکش لوگوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ ڈنڈے کے بغیر سیدھے نہیں ہوتے۔ ان پر جب عذاب

الٰہی آجاتا ہے اور موت اپنے سامنے کھڑی دیکھتے ہیں۔تو اس وقت اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرنے لگتے ہیں اور ایمان بھی لانے پر فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔مگر جس طرح عذاب الٰہی یک دم نہیں آن پڑتا اور اس کے آنے کے لئے تدریج و امسال کا قانون مقرر ہے اس طرح اس کے لئے ایک قانون یہ ہے کہ جب آ جائے تو پھر واقع ہو کے رہتا ہے پھر ٹل نہیں سکتا اور اس قوم کا صفحہ ہستی سے نام ونشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا |
| لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ۝ |
| اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر نہیں بنایا۔اگر ہم کوئی کھیل تماشا |
| اختیار کرنا چاہتے تو اسے اپنی ہی طرف سے اختیار کر لیتے اگر ہم کرنے والے ہوتے۔ |

## زمین وآسمان کی مخلوق کے بیکار نہ ہونے کا بیان

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاء وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا لَاعِبِينَ" عَابِثِينَ بَلْ دَالِّينَ عَلَى قُدْرَتنَا وَنَافِعِينَ عِبَادنَا "لَوْ أَرَدْنَا أَنْ نَتَّخِذ لَهْوًا" مَا يُلْهَى بِهِ مِنْ زَوْجَة أَوْ وَلَد "لَاتَّخَذْنَاهُ مِنْ لَدُنَّا" مِنْ عِنْدنَا مِنْ الْحُور الْعِين وَالْمَلَائِكَة "إِنْ كُنَّا فَاعِلِينَ" ذَلِكَ لَكِنَّا لَمْ نَفْعَلهُ فَلَمْ نُرِدْهُ،

اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل تماشے کے طور پر بے کار نہیں بنایا۔ بلکہ ہماری قدرت پر دلالت کرتے ہیں اور ہمارے بندوں کیلئے مفید ہیں۔اگر ہم کوئی کھیل تماشا اختیار کرنا چاہتے یعنی محض کھیل مقصود ہوتا جس طرح بیوی، بچہ ہوتا ہے۔تو اسے اپنی ہی طرف سے اختیار کر لیتے یعنی اپنی طرف سے حور عین اور فرشتوں کو اختیار کر لیتے۔اگر ہم ایسا کرنے والے ہوتے۔لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی اس کا کوئی ارادہ ہے۔

دنیا دار اور اللہ کی یاد سے غافل انسان ہمیشہ یہی سمجھتے رہے ہیں کہ یہ دنیا بس ایک کھیل تماشا ہے۔ہم یہاں عیش وعشرت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔اس لیے یہاں ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ جتنی عیش وعشرت اپنے لئے مہیا کر سکتا ہے اور جس طرح کر سکتا ہے، کر لے۔گویا دنیا دار لوگوں کا منتہائے مقصود ہی یہ ہوتا ہے۔علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے بھی دنیا کو متعدد مقامات پر کھیل تماشا قرار دیا ہے مگر یہ بات صرف اس پہلو سے کہ یہ چند روزہ دنیا آخرت کے مقابلہ میں ایک کھیل تماشا کی حیثیت رکھتی ہے۔کیونکہ یہ تھوڑی مدت بعد فنا ہو جانے والی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی اور پائیدار ہے لہٰذا تمہیں اپنی تمام تر توجہ دنیا پر مرکوز کرنے کے بجائے آخرت پر مرکوز کرنا چاہئے۔یہاں اس مقام پر صرف دنیا کی زندگی پر نہیں بلکہ کائنات کے پورے نظام کے متعلق فرمایا جا رہا ہے کہ یہ کچھ کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔جس میں اس دنیا کی زندگی بھی شامل ہے جو زمین وآسمان ہی کے سہارے قائم ہے۔اور انسان کی تمام ضروریات زمین، ہوا، سورج اور بادلوں وغیرہ سے وابستہ ہیں۔ضمن میں اشرف المخلوقات یعنی انسان کو پیدا کیا تو صرف اس

لئے نہیں کہ وہ اسے کھیل تماشا سمجھتے ہوئے جیسے چاہے یہاں زندگی گزار کر یہیں سے رخصت ہو جائے اور اس سے کچھ مواخذہ نہ ہو۔ خالق کائنات بس یہی تماشا دیکھتا رہے کہ اس دنیا میں لوگ کیسے ایک دوسرے پر ظلم کر رہے ہیں اور وہ بس دیکھ کر اسے محض تفریح طبع کا ہی سامان سمجھتا رہے۔ جیسا کہ رومی اکھاڑے میں ہوتا تھا کہ انسانوں کا درندوں سے مقابلہ کرایا جاتا تھا اور درندے جس انداز سے انسانوں کو پھاڑ کھاتے تھے۔ بادشاہ اور اس کے درباری یہ منظر دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ اور یہ ان کی تفریح طبع کا سامان تھا۔ ایسی بات ہرگز نہیں۔ اگر اللہ کو محض تفریح طبع ہی منظور ہوتی تو اس کے کئی اور بھی طریقے ہو سکتے تھے جن میں ظلم و جور کا نام ونشان تک نہ ہوتا نہ ہی انسان جیسی کوئی ذی شعور اور صاحب ارادہ واختیار کوئی مخلوق پیدا کرنے کی ضرورت تھی۔

| |
|---|
| بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۚ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ ○ |
| بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور |
| تمہارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے جو تم بیان کرتے ہو۔ |

## حق کا باطل کو کچل ڈالنے کا بیان

"بَلْ نَقْذِفُ" نَرْمِي "بِالْحَقِّ" الْإِيمَان "عَلَى الْبَاطِل" الْكُفْر "فَيَدْمَغهُ" يُذْهِبهُ "فَإِذَا هُوَ زَاهِق" ذَاهِب وَدَمَغَهُ فِي الْأَصْل: أَصَابَ دِمَاغه بِالضَّرْبِ وَهُوَ مَقْتَل "وَلَكُمْ" يَا كُفَّار مَكَّة "الْوَيْل" الْعَذَاب الشَّدِيد "مِمَّا تَصِفُونَ" اللّٰه بِهِ مِنْ الزَّوْجَة أَوْ الْوَلَد،

بلکہ ہم حق یعنی ایمان کو باطل یعنی کفر پر پھینک مارتے ہیں۔ تو وہ اس کا دماغ کچل دیتا ہے، پس اچانک وہ مٹنے والا ہوتا ہے اور اے کفار مکہ تمہارے لیے اس کی وجہ سے بربادی ہے۔ زاہق کا معنی ذاہب ہے اور دمغہ کا اصل معنی یہ ہے کہ دماغ پر ضرب لگانا ہے۔ تا کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ جو تم بیان کرتے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو بیوی بچے سے متصف کرتے ہو حالانکہ وہ پاک ہے۔

## غزوہ بدر میں حق کا باطل کو کچل دینے کا بیان

حضرت قتادہ کہتے ہیں حضرت انس بن مالک نے حضرت ابوطلحہ کے حوالہ سے ہمارے سامنے یہ بیان کیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن (مکہ کے) کفار قریش کے چوبیس (مقتولین) سرداروں کے بارے میں حکم دیا (کہ ان کو ٹھکانے لگا دیا جائے) چنانچہ ان کی نعشوں کو بدر کے ایک کنویں میں ڈال دیا گیا جو ناپاک تھا اور ناپاک کرنے والا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ میں) کسی قوم (یعنی دشمنوں) پر غلبہ اور فتح پا لیتے تھے تو اس میدان جنگ میں تین راتیں قیام فرماتے تھے چنانچہ (اسی عادت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ جیت لینے کے بعد بدر کے میدان میں بھی تین راتیں قیام فرما رہے اور جب تین دن گذر گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کے اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا، چنانچہ کجاوہ باندھ دیا گیا اور وہاں سے روانہ ہوئے اور آپ کے صحابہ بھی آپ کے پیچھے ہو لئے (جب اس کنوئے پر پہنچے جس میں

سرداران قریش کی نعشیں ڈالی گئی تھی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہوگئے اور ان سرداروں کو ان کا اور ان کے باپوں کا نام لے کر پکارنا شروع کیا کہ اے فلاں ابن فلاں اور اے فلاں ابن فلاں (اور پھر گویا ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ) (اب) تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے؟ بلاشبہ ہمیں تو وہ چیز حاصل ہوگئی جس کا ہم سے ہمارے رب نے قطعی وعدہ کیا تھا (یعنی تمہارے مقابلہ پر ہماری فتح اور باطل طاقتوں پر ہمارے غلبہ کا) اور کیا تم نے بھی وہ چیز پالی جس کا تم سے تمہارے پروردگار نے قطعی وعدہ کیا تھا یعنی تمہارے عذاب کا (مطلب یہ کہ ہم کو تو اللہ کے وعدے کے مطابق فتح وکامیابی حاصل ہوگئی کیا تم کو بھی عذاب ملا جس سے تمہارے پروردگار نے تمہیں ڈرایا تھا؟ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال ازراہ توبیخ تھا) حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ ایسے جسموں کو مخاطب کر رہے ہیں جن میں روحیں نہیں ہیں!؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، ان (جسموں سے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تم اس کو زیادہ سننے والے نہیں ہو" اور ایک روایت میں یوں ہے کہ۔تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو لیکن (فرق صرف اتنا ہے کہ تم جواب دینے پر قادر ہو اور) یہ جواب نہیں دے سکتے۔" (بخاری ومسلم) بخاری نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے ان (سرداران قریش) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے وقت) زندہ کر دیا تھا تا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن لیں" اللہ تعالیٰ کے سامنے) ان کو سرزنش ہو اور وہ ذلت وخواری، عذاب اور افسوس وپشیمانی کو محسوس کریں۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1071)

## غزوہ بدر میں باطل یعنی شیطان کی رسوائی کا بیان

حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن کریز کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا کوئی دن نہیں ہے جس میں شیطان کو اتنا زیادہ ذلیل ورانده اور اتنا زیادہ حقیر پر غیظ دیکھا گیا ہو جتنا کہ وہ عرفہ کے دن ہوتا ہے (یعنی یوں تو شیطان ہمیشہ ہی آدمیوں کو نیکیاں کرتا ہوا دیکھ کر پر غیظ وحقیر ہوتا ہے مگر عرفہ کے دن سب دنوں سے زیادہ پر غیظ ہوتا ہے۔

اور ذلیل وخوار بھی) اور اس کا سبب یہ ہے کہ وہ (اس دن ہر خاص وعام پر) اللہ کی نازل ہوتی ہوئی رحمت اور اس کی طرف سے بڑے بڑے گناہوں کی معافی دیکھتا ہے۔ ہاں بدر کے دن بھی شیطان کو ایسا ہی دیکھا گیا تھا (یعنی غزوہ بدر کے دن جب مسلمانوں کو عزت اور اسلام کو شوکت حاصل ہوئی تو اس دن بھی شیطان عرفہ ہی کے دن کی طرح یا اس سے بھی زیادہ ذلیل وخوار اور پر غیظ تھا) چنانچہ (بدر کے دن) شیطان نے دیکھا تھا کہ حضرت جبرائیل (مشرکین سے لڑنے کے لئے) فرشتوں کی صفوں کو ترتیب دے رہے تھے۔ اس روایت کو امام مالک نے بطریق ارسال نقل کیا ہے، نیز شرح السنہ میں یہ روایت مصابیح کے الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1144)

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝

اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو اس کے پاس ہیں وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔

## اللہ کی عبادت سے تکبر نہ کرنے والوں کا بیان

"وَلَهُ" تَعَالَى "مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ " مُلْكًا "وَمَنْ عِنْدَه" أَيِ الْمَلَائِكَةُ مُبْتَدَأ خَبَره "لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَته وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ" لَا يَعْيَوْنَ،

اور اسی کا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے اور جو اس کے پاس فرشتے ہیں۔ یہاں من عندہ مبتداء ہے اور لایستکبرون اس کی خبر ہے۔ وہ نہ اس کی عبادت سے تکبر کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ یعنی سستی نہیں کرتے۔

یعنی فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہے۔ جو ہر آن اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں اور وہ اللہ کی بندگی کو نا گوار سمجھ کر نہیں کرتے بلکہ نہایت خوشدلی سے بجالاتے ہیں۔ قرآن نے یہاں یستحسرون کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور استحسار ایسی تھکاوٹ یا اکتاہٹ کو کہتے ہیں جو کسی ناگوار کام کے کرنے سے لاحق ہوتی ہے۔ اور ان کی یہ تسبیح بالکل ایسے ہی بلا وقفہ ہوتی ہے جیسے انسان مسلسل سانس لیتا ہے اور اس میں کبھی وقفہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا انسان کی تخلیق سے مقصود محض اپنی عبادت ہی ہوتی تو فرشتے یہ کام بطریق احسن بجالا رہے تھے۔ لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ یہاں حق وباطل کا معرکہ بپا ہو اور وہ انسان کو پیدا کرنے اور اسے عقل اور قوت ارادہ واختیار رہنے سے ہی ہوسکتا تھا اور انسانوں کی آزمائش اسی طرح ہوسکتی تھی۔

| |
|---|
| يُسَبِّحُونَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ۝ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِـهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ۝ |
| وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔ کیا انہوں نے زمین میں سے ایسے معبود بنالئے ہیں جو زندہ کرکے اٹھا سکتے ہیں۔ |

## شب وروز کی تسبیح کا بیان

"يُسَبِّحُونَ اللَّيْل وَالنَّهَار لَا يَفْتُرُونَ " عَنْهُ فَهُوَ مِنْهُمْ كَالنَّفَسِ مِنَّا لَا يَشْغَلنَا عَنْهُ شَاغِل، "أَمْ" بِمَعْنَى بَلْ لِلِانْتِقَالِ وَالْهَمْزَة لِلْإِنْكَارِ "اتَّخَذُوا آلِهَة" كَائِنَة "مِنَ الْأَرْض" كَحَجَرٍ وَذَهَب وَفِضَّة "هُمْ" أَيْ الْآلِهَة "يُنْشِرُونَ" أَيْ يُحْيُونَ الْمَوْتَى ؟ لَا وَلَا يَكُون إِلَهًا إِلَّا مَنْ يُحْيِي الْمَوْتَى،

وہ رات اور دن تسبیح کرتے ہیں، وقفہ نہیں کرتے۔ پس وہ تسبیح کرنے میں ہمارے سانس کی طرح ہیں۔ اور ہمارے سانس سے ہمیں کوئی چیز نہیں روکتی۔ یہاں پر ام بہ معنی بل ہے جو انتقال کیلئے آتا ہے۔ اور یہاں ہمزہ انکاری ہے۔ کیا ان کافروں نے زمین کی چیزوں جیسے پتھر، سونا، اور چاندی میں سے ایسے معبود بنالئے ہیں جو مُردوں کو زندہ کرکے اٹھا سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ معبود وہی ہوتا ہے جو مردوں کو زندہ کرسکتا ہو۔

## ہمہ وقت فرشتوں کی تسبیح کے جاری رہنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ میں نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا فرشتوں کو تسبیح کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں، اگر ہے تو پھر دوسرے کاموں کے ساتھ ہر وقت کی تسبیح کیسے جاری رہتی ہے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے

میرے بھتیجے کیا تمہارا کوئی کام اور مشغلہ تمہیں سانس لینے سے روکتا ہے اور کام کرنے میں مخل و مانع ہوتا ہے حقیقت یہی ہے کہ تسبیح فرشتوں کے لئے ایسی ہے جیسے ہمارا سانس یا آنکھ جھپکنا کہ یہ دونوں چیزیں ہر وقت ہر حال میں جاری رہتی ہیں اور کسی کام میں مانع اور مخل نہیں ہوتیں۔ (تفسیر قرطبی، سورت الانبیاء، بیروت)

## زندہ نہ کرسکنے والوں کا معبود نہ ہونے کا بیان

یَنْشُرُوْنَ کا مطلب ہے کسی بے جان چیز میں روح پھونک کر اسے زندہ کرنا، جلا دینا، اس لحاظ سے اس جملہ کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جو ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے کہ آیا ان کے معبودوں میں یہ طاقت ہے کہ جب وہ عذاب الٰہی سے ہلاک ہوجائیں تو ان کے معبود انہیں دوبارہ زندہ کر دکھائیں۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی بھی مادہ اور بے جان چیز میں روح پھونک کر اسے زندہ بنا دیں۔ اور اگر وہ یہ کام نہیں کرسکتے تو پھر وہ الٰہ کیسے بن سکتے ہیں؟

| |
|---|
| لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ |
| لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ۝ |
| اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو یہ دونوں تباہ ہوجاتے، پس اللہ جو عرش کا مالک ہے ان سے پاک ہے جو یہ بیان |
| کرتے ہیں۔ اس سے اس کی باز پرس نہیں کی جاسکتی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے، اور ان سے باز پرس کی جائے گی۔ |

## متعدد معبودان کے سبب فساد نظام کا بیان

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا" أَيْ السَّمَاوَات وَالْأَرْض "آلِهَة إِلَّا اللَّه" أَيْ غَيْره "لَفَسَدَتَا" أَيْ خَرَجَتَا عَنْ نِظَامهمَا الْمُشَاهَد لِوُجُودِ التَّمَانُع بَيْنهمْ عَلَى وَفْق الْعَادَة عِنْد تَعَدُّد الْحَاكِم مِنْ التَّمَانُع فِي الشَّيْء وَعَدَم الِاتِّفَاق عَلَيْهِ "فَسُبْحَان" تَنْزِيه "اللَّه رَبّ" خَالِق "الْعَرْش" الْكُرْسِيّ "عَمَّا يَصِفُونَ" الْكُفَّار اللَّه بِهِ مِنْ الشَّرِيك لَهُ وَغَيْره "لَا يُسْأَل عَمَّا يَفْعَل وَهُمْ يُسْأَلُونَ" عَنْ أَفْعَالهمْ

اگر ان دونوں زمین و آسمان میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے۔ تو یہ دونوں تباہ ہو جاتے، یعنی اپنے نظام سے نکل جاتے۔ کیونکہ جب چند حکام کسی چیز میں جمع ہوجائیں تو کسی نہ کسی چیز میں اختلاف ہوجاتا یعنی ان کے عدم اتفاق کے سبب یہ تباہ ہوجاتے۔ پس اللہ جو عرش یعنی کرسی کا مالک ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ کفار شریک وغیرہ ٹھہراتے ہیں۔ اس سے اس کی باز پرس نہیں کی جاسکتی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے، اور ان سے ہر کام کی باز پرس کی جائے گی۔

## متعدد معبود ہونے کے محال ہونے کی دلیل کا بیان

کیونکہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کے بت پرست معتقد ہیں تو فسادِ عالم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں، تدبیرِ عالم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزومِ فساد یقینی ہے کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو

حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف، اگر شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو یہ محال ہے۔

اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً واقع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم دونوں ہو جائے گی یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے۔ توحید کی یہ نہایت قوی برہان ہے اور اس کی تقریریں بہت بسط کے ساتھ ائمہ کلام کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں اختصاراً اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔ (تفسیر کبیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِیَ وَ ذِكْرُ |
| مَنْ قَبْلِیْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ |
| کیا ان (کافروں) نے اسے چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں؟ فرما دیجئے: اپنی دلیل لاؤ، یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو میرے ساتھ ہیں |
| اور ان کا ذکر ہے جو مجھ سے پہلے تھے بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق کو نہیں جانتے اس لئے وہ اس سے رُوگردانی کئے ہوئے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان

"أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونه آلِهَة" تَعَالَى أَيْ سِوَاهُ فِيهِ اسْتِفْهَام تَوْبِيخ "قُلْ هَاتُوا بُرْهَانكُمْ" عَلَى ذَلِكَ وَلَا سَبِيل إلَيْهِ "هَـذَا ذِكْـر مَنْ مَعِيَ" أُمَّتِي وَهُوَ الْقُرْآن "وَذِكْـر مَـنْ قَبْلِي" مِنْ الْأُمَم وَهُوَ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل وَغَيْرهمَا مِنْ كُتُب اللَّه لَيْسَ فِي وَاحِد مِنْهَا أَنَّ مَعَ اللَّه إلَهًا مِمَّا قَالُوا تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ "بَلْ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ الْحَقّ" تَوْحِيد اللَّه "فَهُمْ مُعْرِضُونَ" عَنْ النَّظَر الْمُوصِل إلَيْهِ

کیا ان کافروں نے اسے چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں؟ یہ استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ فرما دیجئے: تم اس پر اپنی دلیل لاؤ، یہ ان لوگوں یعنی میری امت کا ذکر یعنی قرآن ہے جو میرے ساتھ ہیں اور ان کا بھی ذکر ہے جو مجھ سے پہلے تھے یعنی پہلی امتوں کی جو تورات وانجیل وغیرہ اللہ کی کتابیں ہیں۔ ان میں سے کسی ایک میں بھی یہ نہیں آیا ہے کہ اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہیں۔ جس طرح ان لوگوں نے کہا ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حق یعنی اللہ کی توحید کو نہیں جانتے اس لئے وہ اس سے رُوگردانی کئے ہوئے ہیں۔ یعنی حق کی طرف پہنچنے والی دلیل سے اعراض کر رہے ہیں۔

## باطل معبودوں کی پوجا کیلئے کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

پہلے توحید پر دلیل عقلی قائم کی گئی تھی۔ اب مشرکین سے ان کے دعوے پر دلیل صحیح کا مطالبہ ہے یعنی خدا کے سوا جو معبود تم نے تجویز کیے ہیں ان کا اثبات کس دلیل عقلی یا نقلی سے ہوا۔ اگر موجود ہو تو پیش کرو۔ ظاہر ہے ان کے پاس بجز اوہام وظنون اور باپ دادوں کی کورانہ تقلید کے کیا رکھا تھا۔ شرک کی تائید میں نہ کوئی دلیل عقلی مل سکتی ہے، نہ نقلی جسے پیش کر سکتے۔

پہلے وہ دلائل عقلی تھے جو اثبات توحید اور شرک کے ابطال پر پیش کئے گئے تھے۔ اب نقلی دلیل کا ذکر کیا کہ ان سے پوچھو کہ ان معبودوں کے جواز پر تمہارے پاس کوئی نقلی دلیل ہے؟ اگر ہے تو لاؤ دکھاؤ۔ یہ قرآن بھی موجود ہے۔ جو میرے دور کے لوگوں اور میرے بعد آنے والوں کے لئے الہامی کتاب ہے اور تورات وانجیل بھی موجود ہے جو مجھ سے پہلے کے لوگوں کے لئے راہ ہدایت تھے۔ ان میں سے کسی میں بھی یہ بات لکھی ہوئی دکھلا دو۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ |
| اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں |
| پس تم میری عبادت کیا کرو۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توحید کی وحی آنے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ إِلَّا نُوحِي" وَفِي قِرَاءَةٍ بِالْيَاءِ وَفَتْحِ الْحَاءِ "إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِي" أَيْ وَحِّدُونِي

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ ایک قرأت میں نوحی یاء اور حاء کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ مگر ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کیا کرو۔ یعنی میری توحید کا اقرار کرو۔

## عقیدہ توحید پر تمام انبیائے کرام اور اہل ایمان کے اجماع کا بیان

تمام انبیاء ومرسلین کا اجماع عقیدہ توحید پر رہا ہے کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا۔ ہمیشہ یہ ہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں تو جس طرح عقلی اور فطری دلائل سے توحید کا ثبوت ملتا ہے اور شرک کا رد ہوتا ہے۔ ایسے ہی نقلی حیثیت سے انبیاء علیہم السلام کا اجماع دعوائے توحید کی حقیقت پر قطعی دلیل ہے۔

مشرکوں سے ایسی دلیل کے مطالبہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود ہی یہ وضاحت فرمادی کہ میں نے تو جو بھی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کرتا رہا کہ میرے سوا کوئی الہ نہیں۔ پھر ان منزل من اللہ کتابوں میں کوئی ایسی بات نکل بھی کیسے سکتی ہے جس میں شرک کے لئے جواز کی سند موجود ہو؟ اور اتفاق کی بات ہے کہ سابقہ الہامی کتب میں اگرچہ بہت سی تحریف ہو چکی ہے پھر بھی وہ توحید ہی کے دلائل مہیا کرتی ہیں ان میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جس سے شرک کی تائید ہو سکے۔

| |
|---|
| وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمان نے اولاد بنا رکھا ہے وہ پاک ہے، بلکہ وہ معزز بندے ہیں۔ وہ کسی بات میں اس سے |
| سبقت نہیں کرتے اور وہ اسی کے امر کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ |

## فرشتے اللہ تعالیٰ کے مکرم بندے ہیں

"وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا" مِنَ الْمَلَائِكَة "سُبْحَانَه بَلْ" هُمْ "عِبَاد مُكْرَمُونَ" عِنْدَه وَالْعُبُودِيَّة تُنَافِي الْوِلَادَة "لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ" لَا يَأْتُونَ بِقَوْلِهِمْ إلَّا بَعْد قَوْله "وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ" أَيْ بَعْده

یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمان نے فرشتوں کو اپنی اولاد بنا رکھا ہے وہ پاک ہے، بلکہ (جن فرشتوں کو یہ اس کی اولاد سمجھتے ہیں) وہ اللہ کے معزز بندے ہیں۔ کیونکہ عبودیت یہ ولادت کے منافی ہے۔ وہ کسی بات کے کرنے میں اس سے سبقت نہیں کرتے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے، اور وہ اسی کے امر کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا وہ خود بہ خود کوئی بات نہیں کہتے۔

## اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے پاک ہے

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔ اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

فرشتے حق تعالیٰ کی اولاد تو کیا ہوتے وہ تو ایسے خائف اور مؤدب رہتے ہیں کہ نہ قول میں اللہ تعالیٰ سے سبقت کرتے ہیں نہ عمل میں اس کے خلاف کبھی کچھ کرتے ہیں۔ قول میں سبقت نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک حق تعالیٰ ہی کی طرف سے کوئی ارشاد نہ ہو خود کوئی کلام کرنے میں مسابقت کی ہمت نہیں کرتے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑوں کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مجلس میں کوئی بات آئے تو جو اس مجلس کا بڑا ہے اس کے کلام کا انتظار کیا جائے پہلے ہی کسی اور کا بول پڑنا خلاف ادب ہے۔

| |
|---|
| يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ٥ |
| وہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں اور وہ سفارش بھی نہیں کرتے مگر اس کے لئے، |
| جس سے وہ خوش ہو گیا ہو اور وہ اس کی ہیبت وجلال سے خائف رہتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی ہیبت وجلال میں رہنے والوں کا بیان

"يَعْلَم مَا بَيْن أَيْدِيهمْ وَمَا خَلْفهمْ" مَا عَمِلُوا وَمَا هُمْ عَامِلُونَ "وَلَا يَشْفَعُونَ إلَّا لِمَنْ ارْتَضَى" تَعَالَى أَنْ يَشْفَع لَهُ "وَهُمْ مِنْ خَشْيَته" تَعَالَى "مُشْفِقُونَ" خَائِفُونَ

وہ اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو ان کے سامنے ہیں اور جو ان کے پیچھے ہیں یعنی جو عمل وہ کر چکے ہیں یا آئندہ کریں گے۔ اور وہ اس کے حضور سفارش بھی نہیں کرتے مگر اس کے لئے کرتے ہیں۔ جس سے وہ خوش ہو گیا ہو اور وہ اس کی ہیبت وجلال سے خائف رہتے ہیں۔

حق تعالیٰ کا علم ان کے تمام ظاہری و باطنی احوال کو محیط ہے۔ ان کی کوئی حرکت اور کوئی قول و فعل اس سے پوشیدہ نہیں، چنانچہ وہ مقرب بندے اسی حقیقت کو سمجھ کر ہمہ وقت اپنے احوال کا مراقبہ کرتے رہتے ہیں کہ کوئی حالت اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ اس کی مرضی معلوم کیے بدون کسی کی سفارش بھی نہیں کرتے چونکہ مومنین موحدین سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اس لیے ان کے حق میں دنیا و آخرت میں استغفار کرنا ان کا وظیفہ ہے۔ پھر ان کو خدا کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جب خدا نہیں تو خدا کے بیٹے یا بیٹیاں بھی نہیں بن سکتے۔ کیونکہ صحیح اولاد جنس والدین سے ہونی چاہیے۔

| |
|---|
| وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْۤ اِلٰـهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۠ ۝ |
| اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک میں اس کے سوا معبود ہوں تو یہی ہے جسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔ |
| ایسے ہی ہم ظالموں کو جزا دیتے ہیں۔ |

## اللہ کے سوا کی عبادت کی طرف بلانے والے شیطان کا بیان

"وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَه مِنْ دُونه" أَيْ اللَّه أَيْ غَيْره وَهُوَ إِبْلِيس دَعَا إِلَى عِبَادَة نَفْسه وَأَمَرَ بِطَاعَتِهَا "فَذَلِكَ نَجْزِيه جَهَنَّم كَذَلِكَ" كَمَا نَجْزِيه "نَجْزِي الظَّالِمِينَ" الْمُشْرِكِينَ،

اور ان میں سے جو یہ کہے کہ بے شک میں اس کے سوا یعنی اللہ کے سوا معبود ہوں تو وہ ابلیس ہے جو اپنے نفس کی عبادت اور اپنے حکم کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے۔ تو یہی ہے جسے ہم جہنم کی جزا دیں گے۔ ایسے ہی ہم ظالموں یعنی مشرکین کو جزا دیتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابلیس اپنا تخت حکومت پانی (یعنی سمندر) پر رکھتا ہے۔ پھر وہاں سے اپنی فوجوں کو روانہ کرتا ہے تاکہ لوگوں کو فتنہ اور گمراہی میں مبتلا کریں۔ اس کی فوجوں میں ابلیس کا سب سے بڑا مقرب وہ ہے جو سب سے بڑا فتنہ انداز ہو۔ ان میں سے ایک واپس آ کر کہتا ہے۔ میں نے فلاں فلاں فتنے پیدا کئے ہیں۔ ابلیس اس کے جواب میں کہتا ہے: تو نے کچھ نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے! میں نے (ایک بندہ کو گمراہ کرنا شروع کیا اور) اس وقت تک اس آدمی کا پیچھا نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈال دی۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ ابلیس (یہ سن کر) اس کو اپنے قریب بٹھا لیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے اچھا کام کیا (حدیث کے ایک راوی) اعمش فرماتے ہیں میرا خیال ہے جابر رضی اللہ عنہ نے بجائے (فیدنیہ کے) فیلتزمہ (پس ابلیس اس کو گلے لگا لیتا ہے) کے الفاظ نقل کئے تھے۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 67)

جدائی ڈلوانے سے مراد لڑائی جھگڑے کے ذریعہ مرد کی زبان سے ناسمجھی میں ایسے الفاظ ادا کر دینا ہے جس سے اس کی بیوی پر طلاق بائن پڑ جائے۔ طلاق بائن میں عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے، اس سے شیطان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مرد اپنی جہالت کے سبب اس عورت کو اپنے نکاح میں داخل سمجھتے ہوئے اس سے صحبت کرتا رہے جو در اصل حرام کاری ہوتی ہے اور اس طرح کے لوگوں کی حرام کاری کے نتیجہ میں ناجائز اولاد پیدا ہوتی رہے، جس سے روئے زمین پر ناجائز اولاد کی تعداد بڑھتی رہے اور وہ ناجائز پیدا ہونے والے لوگ دنیا میں فسق و فجور اور گناہ و معصیت زیادہ سے زیادہ پھیلاتے رہیں۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ |
| وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور کیا جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہیں دیکھا کہ بے شک سارے آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں |
| پھاڑ کر الگ کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، تو کیا یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔ |

## زمین وآسمان میں عجائب قدرت کا بیان

"أَوَلَمْ" بِوَاوٍ وَتَرْكِهَا "يَرَ" يَعْلَم "الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوَات وَالْأَرْض كَانَتَا رَتْقًا " سَدًّا بِمَعْنَى مَسْدُودَة "فَفَتَقْنَاهُمَا" جَعَلْنَا السَّمَاء سَبْعًا وَالْأَرْض سَبْعًا أَوْ فَتَقَ السَّمَاء أَنْ كَانَتْ لَا تُمْطِر فَأَمْطَرَتْ وَفَتَقَ الْأَرْض أَنْ كَانَتْ لَا تُنْبِت فَأَنْبَتَتْ "وَجَعَلْنَا مِنْ الْمَاء " النَّازِل مِنْ السَّمَاء وَالنَّابِع مِنْ الْأَرْض "كُلّ شَيْء حَيّ" مِنْ نَبَات وَغَيْره أَيْ فَالْمَاء سَبَب لِحَيَاتِهِ "أَفَلَا يُؤْمِنُونَ" بِتَوْحِيدِي،

اور کیا جن لوگوں نے کفر کیا یہ نہیں دیکھا۔ یہاں پر لفظ اولم یہ واؤ اور ترک واؤ دونوں طرح آیا ہے کہ بے شک سارے آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے۔ یہاں پر رتقا یہ سدا بہ معنی مسدود ہے۔ تو ہم نے انہیں پھاڑ کر الگ کیا یعنی ہم نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائی ہیں۔ یا پھر فتق آسمان کا معنی یہ ہے کہ آسمان سے بارش نہ ہوتی تھی تو پھٹ جانے کے بعد بارش ہونے لگی۔ اور فتق ارض کا معنی یہ ہے زمین سے کچھ اگتا نہ تھا لہٰذا اب اس سے نباتات اگتے ہیں۔ اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز بنائی، یعنی اس کو آسمان سے نازل کیا اور زمین سے چشمے جاری کیے۔ یعنی پانی کو ہر جاندار چیز کیلئے سبب حیات بنایا ہے۔ جس طرح نباتات وغیرہ ہیں۔ تو کیا یہ لوگ میری توحید پر ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ اس کی قدرت پوری ہے اور اس کا غلبہ زبردست ہے۔ فرماتا ہے کہ جو کافر اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ کرتے ہیں کیا انہیں اتنا بھی علم نہیں کہ تمام مخلوق کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے اور سب چیز کا نگہبان بھی وہی ہے پھر اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت تم کیوں کرتے ہو؟ ابتدا میں زمین وآسمان ملے جلے ایک دوسرے سے پیوست تہ بہ تہ تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں الگ الگ کیا زمینیں پیدا کیں اور سات ہی آسمان بنائے۔ زمین اور پہلے آسمان کے درمیان جوف اور خلا رکھا۔

آسمان سے پانی برسایا اور زمین سے پیداوار اگائی۔ ہر زندہ چیز پانی سے پیدا کی۔ کیا یہ تمام چیزیں جن میں سے ہر ایک صانع کی خود مختاری، قدرت اور وحدت پر دلالت کرتی ہے اپنے سامنے موجود پاتے ہوئے بھی یہ لوگ اللہ کی عظمت کے قائل ہو کر شرک کو نہیں چھوڑتے؟

## حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مفسر قرآن تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ پہلے رات تھی یا دن؟ تو آپ نے فرمایا کہ پہلے زمین و آسمان ملے جلے تہ بہ تہ تھے تو ظاہر ہے کہ ان میں اندھیرا ہوگا اور اندھیرے کا نام ہی رات ہے تو ثابت ہوا کہ رات پہلے تھی۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا تم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کرو اور جو وہ جواب دیں مجھ سے بھی کہو، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا زمین و آسمان سب ایک ساتھ تھے، نہ بارش برستی تھی، نہ پیداوار اگتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ذی روح مخلوق پیدا کی تو آسمان کو پھاڑ کر اس سے پانی برسایا اور زمین کو چیر کر اس میں پیداوار اگائی۔ جب سائل نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ جواب بیان کیا تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے آج مجھے اور بھی یقین ہو گیا کہ قرآن کے علم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بہت ہی بڑھے ہوئے ہیں۔ میرے جی میں کبھی خیال آتا تھا کہ ایسا تو نہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جرات بڑھ گئی ہو؟ لیکن آج وہ وسوسہ دل سے جاتا رہا۔ آسمان کو پھاڑ کر سات آسمان بنائے۔ زمین کے مجموعے کو چیر کر سات زمینیں بنائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝ |
| اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، تاکہ وہ راہ پائیں۔ |

## زمین میں پہاڑوں کو گاڑ دینے کا بیان

"وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ" جِبَالًا ثَوَابِت "أَنْ" لَا "تَمِيد" تَتَحَرَّك "بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا" الرَّوَاسِيَ "فِجَاجًا" مَسَالِك "سُبُلًا" بَدَل طُرُقًا نَافِذَة وَاسِعَة "لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ" إلَى مَقَاصِدهمْ فِي الْأَسْفَار

اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے یعنی اس مین پہاڑوں کو گاڑ دیا تاکہ وہ حرکت میں نہ آئے۔ اور ہم نے ان میں کشادہ راستے بنا دیے، یہاں پر سبلا یہ فجاجا سے بدل ہے۔ یعنی وسیع راستے بنائے ہیں۔ تاکہ وہ راہ پائیں۔ یعنی اپنے سفروں کے مقاصد کو حاصل کر لیں۔

یعنی پہاڑ پیدا کیے۔ پھر ان میں وادیاں اور ندی نالے بن گئے۔ انہیں ندی نالوں سے نشیب و فراز کو معلوم کر کے انسان کو ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک پہنچنے کے لئے راستوں کی نشاندہی ہوتی گئی۔ پھر اس زمین میں اور کئی طرح کی علامات پیدا کر دیں۔ کہیں گھاٹیاں ہیں، کہیں چھوٹے پہاڑ، کہیں درے، کہیں بڑے بڑے پہاڑ اور ندی نالے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کی ساخت بھی

ایسی بنادی ہے کہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ تک پہنچنے کی راہ بن جاتی ہے یا بنائی جاسکتی ہے۔اس جملہ کے بھی دو مطلب ہیں۔ ایک تو واضح ہے کہ زمین میں چلنے پھرنے کے لئے راہ پالیں۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ان نشانیوں میں غور وفکر کر کے اللہ کی معرفت اور حقیقت حال معلوم کرسکیں۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○

اورہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔

## آسمان کو محفوظ چھت بنانے کا بیان

"وَجَعَلْنَا السَّمَاء سَقْفًا" لِلْأَرْضِ كَالسَّقْفِ لِلْبَيْتِ "مَحْفُوظًا". عَنْ الْوُقُوع "وَهُمْ عَنْ آيَاتهَا" مِنْ الشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم "مُعْرِضُونَ" لَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهَا فَيَعْلَمُونَ أَنَّ خَالِقهَا لَا شَرِيك لَهُ

اورہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا یعنی جس طرح مکان کیلئے چھت ہوتی ہے۔اور وہ اس کی نشانیوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔یعنی سورج، چاند، ستاروں سے اعراض کرنے والے ہیں۔ان میں غور وفکر نہیں کرتے تا کہ وہ سمجھ جاتے کہ ان کا خالق وہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

## زمین وآسمان کے آپس ملنے کے بعد جدا ہو جانے کا بیان

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں یہ بھی ہے کہ یہ ملے ہوئے تھے یعنی پہلے ساتوں آسمان ایک ساتھ تھے اور اسی طرح ساتوں زمینیں بھی ملی ہوئی تھیں پھر جدا جدا کر دی گئیں۔حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے کہ یہ دونوں پہلے ایک ہی تھے پھر الگ الگ کر دیئے گئے۔زمین وآسمان کے درمیان خلا رکھ دی گئی پانی کو تمام جانداروں کی اصل بنادیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب میں آپ کو دیکھتا ہوں میرا جی خوش ہو جاتا ہے اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں آپ ہمیں تمام چیزوں کی اصلیت سے خبر دار کر دیں۔آپ نے فرمایا ابو ہریرہ تمام چیزیں پانی سے پیدا کی گئی ہیں۔

اور روایت میں ہے کہ پھر میں نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتادیجئے جس سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ آپ نے فرمایا لوگوں کو سلام کیا کرو اور کھانا کھلایا کرو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو جب لوگ سوتے ہوئے ہوں تو تم تہجد کی نماز پڑھا کرو تا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔زمین کو جناب باری عزوجل نے پہاڑوں کی میخوں سے مضبوط کر دیا تا کہ وہ ہل جل کر لوگوں کو پریشان نہ کرے مخلوق کو زلزلے میں نہ ڈالے۔زمین کی تین چوتھائیاں تو پانی میں ہیں اور صرف چوتھائی حصہ سورج اور ہوا کے لئے کھلا ہوا ہے۔تا کہ آسمان کو اور اس کے عجائبات کو بچشم خود ملاحظہ کر سکیں۔پھر زمین میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے راہیں بنادیں کہ لوگ باآسانی اپنے سفر طے کرسکیں اور دور دراز ملکوں

میں بھی پہنچ سکیں۔

شان الٰہی دیکھئے اس حصے اور اس کے ٹکڑے کے درمیان بلند پہاڑی حائل ہے یہاں سے وہاں پہنچنا بظاہر سخت دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہی خود اس پہاڑ میں راستہ بنا دیتی ہے کہ یہاں کے لوگ وہاں اور وہاں کے یہاں پہنچ جائیں اور اپنے کام کاج پورے کرلیں۔ آسمان کو زمین پر مثل قبے کے بنا دیا جیسے فرمان ہے کہ ہم نے آسمان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہم وسعت اور کشادگی والے ہیں فرماتا ہے قسم آسمان کی اور اس کی بناوٹ کی۔ ارشاد ہے کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان کے سروں پر آسمان کو کس کیفیت کا بنایا ہے اور کس طرح زینت دے رکھی ہے اور لطف یہ ہے کہ اتنے بڑے آسمان میں کوئی سوراخ تک نہیں۔ بنا کہتے ہیں قبے یا خیمے کے کھڑا کرنے کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنائیں پانچ ہیں جیسے پانچ ستون پر کوئی قبہ یا خیمہ کھڑا ہوا ہو۔ پھر آسمان جو مثل چھت کے ہے۔ یہ ہے بھی محفوظ بلند پہرے چوکی والا کہ کہیں سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ بلند و بالا اونچا اور صاف ہے جیسے حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یہ آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا رکی ہوئی موج ہے۔

فرمان ہے آسمان وزمین کی بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگوں کی نگاہوں تلے ہیں لیکن پھر بھی وہ ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ کوئی غور وفکر ہی نہیں کرتے کبھی نہیں سوچتے کہ کتنا پھیلا ہوا کتنا بلند کس قدر عظیم الشان یہ آسمان ہمارے سروں پر بغیر ستون کے اللہ تعالیٰ نے قائم کر رکھا ہے۔ پھر اس میں کس خوبصورتی سے ستاروں کا جڑاؤ ہو رہا ہے۔ ان میں بھی کوئی ٹھیرا ہوا ہے کوئی چلتا پھرتا ہے۔ پھر سورج کی چال مقرر ہے۔ اس کی موجودگی دن ہے اس کا نظر نہ آنا رات ہے۔ پورے آسمان کا چکر صرف ایک دن رات میں سورج پورا کر لیتا ہے۔ اس کی چال کو اس کی تیزی کو بجز اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ یوں قیاس آرائیاں اور اندازے کرنا اور بات ہے۔

بنی اسرائیل کے عابدوں میں سے ایک نے اپنی تیس سال کی مدت عبادت پوری کرلی مگر جس طرح اور عابدوں پر تیس سال کی عبادت کے بعد ابر کا سایہ ہو جایا کرتا تھا اس پر نہ ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے یہ حال بیان کیا۔ اس نے کہا بیٹے تم نے اپنی اس عبادت کے زمانے میں کوئی گناہ کرلیا ہوگا؟ اس نے کہا اماں ایک بھی نہیں۔ کہا پھر تم نے کسی گناہ کا پورا قصد کیا ہوگا جواب دیا کہ ایسا بھی مطلقاً نہیں ہوا۔ ماں نے کہا بہت ممکن ہے کہ تم نے آسمان کی طرف نظر کی ہو اور غور وتدبر کے بغیر ہی ہٹالی ہو۔ عابد نے جواب دیا ایسا تو برابر ہوتا رہا فرمایا بس یہی سبب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ○ |
| اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیے، سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔ |

## سورج و چاند ہر ایک آسمان کے دائرے میں تیر رہے ہیں

"وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ اللَّيْل وَالنَّهَار وَالشَّمْس وَالْقَمَر كُلّ " تَنْوِينه عِوَض عَنْ الْمُضَاف إلَيْهِ مِنْ

الشَّمْس وَالْقَمَر وَتَابِعه وَهُوَ النُّجُوم "فِي فَلَك" مُسْتَدِير كَالطَّاحُونَةِ فِي السَّمَاء "يَسْبَحُونَ" يَسِيرُونَ بِسُرْعَةٍ كَالسَّابِحِ فِي الْمَاء وَلِلتَّشْبِيهِ بِهِ أَتَى بِضَمِيرِ جَمْع مَنْ يَعْقِل

اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کیے، یہاں پر لفظ کل کی تنوین مضاف الیہ کے بدلے میں آئی ہے جو شمس وقمر سے ہے اور نجوم اسی کے تابع ہیں۔سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔یعنی چکی کی طرح آسمانی مدار میں تیر رہے ہیں۔وہ اس طرح تیزی سے چلنے والا ہے جس تیرنے والا پانی میں چلتا ہے۔اور تشبیہ اس لئے لائی گئی ہے کیونکہ یسبحون کی واؤ کو ضمیر جمع سے لا کر ذوالعقول کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

پھر اپنی قدرت کاملہ کی بعض نشانیاں بیان فرماتا ہے کہ رات اور اس کے اندھیرے کو دیکھو، دن اور اس کی روشنی پر نظر ڈالو، پھر ایک کے بعد دوسرے کا بڑھنا دیکھو، سورج چاند کو دیکھو۔سورج کا نور ایک مخصوص نور ہے اور اس کا آسمان اس کا زمانہ اس کی حرکت اس کی چال علیحدہ ہے۔چاند کا نور الگ ہے، فلک الگ ہے، چال الگ ہے، انداز اور ہے۔

ہر ایک اپنے اپنے فلک میں گویا تیرتا پھرتا ہے اور حکم الٰہی کی بجا آوری میں مشغول ہے۔جیسے فرمان ہے وہی صبح کا روشن کرنے والا ہے وہی رات کو پر سکون بنانے والا ہے۔وہی سورج چاند کا انداز مقرر کرنے والا ہے۔وہی ذی عزت غلبے والا اور ذی علم والا ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ○ |
|---|
| اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو بقائے دوام نہیں بخشی، تو کیا اگر آپ انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ |

## دنیا میں دائمی حیات کے نہ ہونے کا بیان

وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْكُفَّار إنَّ مُحَمَّدًا سَيَمُوتُ : "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلك الْخُلْد" الْبَقَاء فِي الدُّنْيَا "أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمْ الْخَالِدُونَ" فِيهَا؟ لَا فَالْجُمْلَة الْأَخِيرَة مَحَلّ الِاسْتِفْهَام الْإِنْكَارِيّ

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے کہا کہ اگر حضرت محمد ﷺ کا وصال ہو جائے۔اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو دنیا کی ظاہری زندگی میں بقائے دوام نہیں بخشی، تو کیا اگر آپ یہاں سے انتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟ یعنی انہوں نے بھی نہیں رہنا۔یہاں پر آخری جملہ استفہام انکاری کے محل میں واقع ہے۔

## سورت الانبیاء آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

اہل مکہ اور دیگر مشرکین رسول اللہ کے دنیا سے رخصت ہونے کا انتظار کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ بس جی ان کی یہ باتیں تھوڑے ہی دن کی ہیں چند دن میں ختم ہو جائیں گی چند دن کی ان کی زندگی ہے آج دنیا سے گئے کل دوسرا دن کون ان کو پوچھے گا اور ان کی باتیں کہاں تک چلیں گی لیکن وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ خود ہمیں ہی دنیا میں کتنے دن رہنا ہے اللہ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ)

ابن جریج سے روایت ہے کہ نبی کو آپ کی وفات کی خبر دی گئی تو آپ نے اللہ کے حضور عرض کیا اے میرے رب پھر میری امت کے لیے کون رہے گا تو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاۡىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ) (سیوطی 183، زادالمسیر 5۔351، قرطبی 11۔287)

## نبی کریم ﷺ کا خود عالم برزخ کو اختیار کر لینے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (مرض وفات کے آیام میں ایک دن، یا جیسا کہ ایک روایت میں وضاحت بھی ہے، وفات سے پانچ راتیں پہلے) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور (ہمیں خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو دونوں چیزوں کے درمیان اختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو وہ اس دنیا کی بہار کا انتخاب کر لے جو اللہ دینا چاہے (یا جو خود لینا چاہے) اور چاہے اس چیز کا انتخاب کر لے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (یعنی آخرت کی نعمتیں) پس اس بندہ نے اللہ کے ہاں کی نعمتوں (اور آخرت کے اجر وثواب) کا انتخاب کر لیا ہے (کیونکہ اصل اور ابدی نعمتیں تو وہی ہیں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) ایک دم رو پڑے اور عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہماری جانوں کا نذرانہ کچھ کارگر ہو سکے تو) ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان ہوں، ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں۔ہم لوگوں (یعنی وہاں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سخت حیرت ہوئی (کہ آخر اس موقع پر جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کا باعث کیا چیز بنی ہے!؟ چنانچہ کچھ لوگوں نے تو (آپس میں ایک دوسرے سے) یہ بھی کہا کہ ذرا ان بڑے میاں کو تو دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بندے کا حال بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا ہے کہ چاہے دنیا کی بہار کا انتخاب کرے اور چاہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور یہ بڑے میاں کہہ رہے ہیں کہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں ہمارے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہو جائیں!؟ (لیکن مراد خود اپنی ذات مبارک تھی) بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ دانا تھے (انہوں نے شروع ہی میں اس رمز کو پہچان لیا کہ جس بندہ کو اختیار دیئے جا رہا ہے وہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔"

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 556)

یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فہم وادراک کا کمال تھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنتے ہی تاڑ لیا کہ ذات رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کا وقت قریب آ گیا ہے اور ہمارے درمیان آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند ہی دنوں کے مہمان ہیں انہوں نے یہ حقیقت یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید علالت قرینہ سے پہچانی تھی یا انہوں نے اس گہرائی میں جا کر ارشاد گرامی کے رمز کو تلاش کیا کہ دنیا کی عزت اور پر بہار نعمتوں سے منہ موڑ لینا اور آخرت کی ابدی حقیقتوں کو برضاء ورغبت اختیار کر لینا وہ وصف ہے جو صرف اللہ کے نیک ترین اور مقرب ترین بندوں کے مقام تسلیم ورضا اور قرب کو ظاہر کرتا ہے، ادھر وہ جانتے

ہی تھے کہ اس دنیا کی نعمتیں، مقام سید الانبیاء علیہم السلام کے شایان شان نہیں ہیں، لہٰذا ان کا ذہن اس حقیقت کی طرف منتقل ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "ایک بندہ" کے ذریعہ دراصل اپنی ذات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ دنیاوی حیات و بقاء کو چھوڑ کر موت اور بقاء حق کو اختیار کر لینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کیلئے مبتلا کرتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

## دنیا میں ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" فِي الدُّنْيَا "وَنَبْلُوكُمْ" نَخْتَبِرُكُمْ "بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ" كَفَقْرٍ وَغِنًى وَسَقَمٍ وَصِحَّةٍ "فِتْنَةً" مَفْعُولٌ لَهُ أَيْ لِنَنْظُرَ أَتَصْبِرُونَ وَتَشْكُرُونَ أَمْ لَا "وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ" فَنُجَازِيكُمْ

اس دنیا میں ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لئے مبتلا کرتے ہیں، جس طرح فقر و دولت اور بیماری وصحت ہے۔ یہاں پر لفظ فتنہ یہ مفعول لہ ہے یعنی تا کہ ہم آزمائیں کہ کیا وہ صبر وشکر کرتے ہیں یا نہیں۔ اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ لہٰذا ہم تمہیں جزاء دیں گے۔

## نفوس ارضیہ کیلئے ذائقہ موت کا بیان

ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ یہاں مراد ہر نفس سے نفوس ارضیہ یعنی زمینی جاندار ہیں۔ ان سب کو موت آنا لازمی ہے نفوس ملائکہ اس میں داخل نہیں، اس میں اختلاف ہے کہ قیامت کے روز فرشتوں کو بھی موت آئے گی یا نہیں؟ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایک لحظہ کے لئے تو سب پر موت طاری ہو جاوے گی خواہ انسان اور نفوس ارضیہ ہوں یا فرشتے اور نفوس سماویہ، بعض حضرات نے فرمایا کہ فرشتے اور جنت کے حور وغلمان موت سے مستثنیٰ ہیں۔ اور موت کی حقیقت جمہور علماء کے نزدیک روح کا جسد عنصری سے نکل جانا ہے اور روح خود ایک جسم نورانی لطیف ذی حیات متحرک کا نام ہے جو انسان کے پورے بدن میں ایسا سمایا ہوا رہتا ہے جیسے عرق گلاب اس کے پھول میں ابن قیم نے روح کی حقیقت بیان کر کے اس کو سو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ لفظ ذائقہ سے اشارہ اس طرف پایا جاتا ہے کہ ہر نفس موت کی خاص تکلیف محسوس کرے گا کیونکہ مزہ چکھنے کا محاورہ ایسے ہی مواقع میں استعمال ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ روح کا جیسا اتصال بدن کے ساتھ ہے اس کے نکلنے کے وقت تکلیف اور الم کا احساس امر طبعی ہے، رہا بعض اہل اللہ کا یہ معاملہ کہ ان کو موت سے لذت وراحت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا کی تنگیوں سے نجات ہوئی اور محبوب اکبر سے ملاقات کا وقت آ گیا، تو یہ ایک دوسری طرح کی لذت ہے جو مفارقت بدن کی طبعی تکلیف کے منافی نہیں کیونکہ جب کوئی بڑی راحت اور بڑا فائدہ سامنے ہوتا ہے تو اس کے لئے چھوٹی تکلیف برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اس معنی کے لحاظ سے بعض اہل اللہ نے دنیا کے غم ورنج اور مصیبتوں کو بھی محبوب قرار دیا ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورت الانبیاء، بیروت)

## ہر تکلیف وراحت میں آزمائش ہونے کا بیان

ہم شر اور خیر دونوں کے ذریعہ انسان کی آزمائش کرتے ہیں۔ شر سے مراد ہر خلاف طبع چیز ہے جیسے بیماری، رنج وغم، فقر وفاقہ اور خیر سے اس کے بالمقابل ہر مرغوب طبع چیز ہے جیسے صحت وعافیت، خوشی وراحت، غناء واسباب عیش وغیرہ۔ یہ دونوں طرح کی چیزیں اس دنیا میں انسان کی آزمائش کے لئے آتی ہیں کہ شر یعنی خلاف طبع امور پر صبر کر کے اس کا حق ادا کرنا اور خیر یعنی مرغوب خاطر چیزوں پر شکر کر کے اس کا حق ادا کرنا ہے آزمائش یہ ہے کہ کون اس پر ثابت قدم رہتا ہے کون نہیں رہتا اور بزرگوں نے فرمایا کہ حقوق شکر پر ثابت قدم رہنا بہ نسبت حقوق صبر کے مشکل ہے۔ انسان کو تکلیف پر صبر کرنا اتنا بھاری نہیں ہوتا جتنا عیش وعشرت اور آرام وراحت میں اس کے حق شکر ادا کرنے پر ثابت قدمی مشکل ہوتی ہے اسی بناء پر حضرت فاروق اعظم نے فرمایا: ہم تکلیفوں میں مبتلا کئے گئے اس پر تو ہم نے صبر کر لیا لیکن جب راحت وعیش میں مبتلا کئے گئے تو اس پر صبر نہ کر سکے یعنی اس کے حقوق ادا کرنے پر ثابت قدم نہ رہ سکے۔ (تفسیر روح المعانی، سورت الانبیاء، بیروت)

## موت کو کثرت سے یاد کرنے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلی پر تشریف لائے تو کچھ لوگوں کو ہنستے ہوئے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو یاد کرتے تو تمہیں اس بات کی فرصت نہ ملتی جو میں دیکھ رہا ہوں لہٰذا لذتوں کو قطع کرنے والی موت کو زیادہ یاد کرو کوئی قبر ایسی نہیں جو روزانہ اس طرح نہ پکارتی ہو کہ غربت کا گھر ہوں میں تنہائی کا گھر ہوں میں مٹی کا گھر ہوں اور میں کیڑوں کا گھر ہوں پھر جب اس میں کوئی مومن بندہ دفن کیا جاتا ہے تو وہ اسے کہہ کر خوش آمدید کہتی ہے پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر جو لوگ چلتے ہیں تو مجھے ان سب میں محبوب تھا اب تجھے میرے سپرد کر دیا گیا ہے تو اب تو میرے حسن سلوک دیکھے گا پھر وہ اس کے لئے حد نگاہ تک کشادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جب گنہگار یا کافر آدمی دفن کیا جاتا ہے قبر اسے خوش آمدید نہیں کہتی بلکہ خوش آمدید نہیں کہتی۔ پھر کہتی ہے کہ میری پیٹھ پر چلنے والوں میں تم سب سے زیادہ مبغوض شخص تھے آج جب تمہیں میرے سپرد کیا گیا ہے تو تم میری بدسلوکی بھی دیکھو گے پھر وہ اسے اس زور سے بھینچتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسری میں داخل کر کے دکھائیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد اس پر ستر اژدھے مقرر کر دیئے جاتے ہیں اگر ان میں سے ایک زمین پر ایک مرتبہ پھونک مار دے تو اس پر کبھی کوئی چیز نہ اگے پھر وہ اسے کاٹتے ہیں اور نوچتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اسے حساب وکتاب کے لئے اٹھایا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے یہ حدیث غریب ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

## ہر انسان کی موت کا قریب ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تو ابن آدم (انسان) ہے اور یہ اس کی موت ہے یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف رکھا (یعنی پہلے تو ایک جگہ اشارہ کر کے بتایا کہ یہ انسان ہے اور پھر اس جگہ سے ذرا پیچھے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ اس کی موت ہے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو پھیلایا (اور دور اشارہ کر کے) فرمایا کہ اس جگہ انسان کی آرزو ہے (یعنی انسان کی موت اس کے بہت قریب ہے جب کہ اس کی آرزو اس سے بہت دور ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1202)

یہ ابن آدم ہے " میں گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مخاطبین کو ایک ظاہری اشارہ کے ذریعہ تصوراتی وجود کی طرف متوجہ کیا اور یہی اسلوب " یہ اس کی موت ہے " بھی اختیار فرمایا گیا۔ اس بات کو وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ پہلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے کی جانب زمین کے گوشہ پر یا ہوا میں اپنے ہاتھ کے ذریعہ اشارہ کر کے بتایا کہ اس جگہ کو یہ تصور کرو کہ یہاں انسان ہے، پھر اپنے ہاتھ کو پیچھے ہٹایا اور جس جگہ پہلے اشارہ فرمایا تھا اس کے بالکل قریب عقب میں ہاتھ کو رکھ کر بتایا کہ اس جگہ کو وہ مقام تصور کرو جہاں انسان کی موت ہے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو بالشت اور انگلیوں کی کافی کشادگی کے ساتھ پھیلایا۔ یا بسط کے معنی یہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کو اس جگہ سے کہ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اشارہ فرمایا تھا، بہت آگے تک دراز کیا اور وہاں اشارہ کر کے بتایا کہ اس جگہ کو وہ مقام تصور کرو جہاں گویا انسان کی آرزو ہے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اسلوب بیان اور اشارہ کے ذریعہ گویا لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیا اور متنبہ فرمایا کہ انسان کی موت اس کے بہت قریب کھڑی ہے جب کہ اس کی وہ آرزوئیں اور امیدیں کہ جن کے پیچھے وہ مارا مارا پھرتا ہے اس سے بہت دور واقع ہیں۔

| |
|---|
| وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ |
| وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ |
| اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے محض تمسخر ہی کرنے لگتے ہیں کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں |
| کا ذکر کرتا ہے؟ اور وہ خود رحمان کے ذکر سے انکاری ہیں۔ |

## کفار و مشرکین کا نبی کریم ﷺ کی دعوت پر مذاق کرنے کا بیان

"وَإِذَا رَءَاكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ" مَا "يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا" أَيْ مَهْزُوءًا بِهِ يَقُولُونَ "أَهَذَا الَّذِي يَذْكُر آلِهَتَكُمْ" أَيْ يَعِيبهَا "وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمَن" لَهُمْ "هُمْ" تَأْكِيد "كَافِرُونَ" بِهِ إِذْ قَالُوا مَا نَعْرِفهُ

اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ سے محض تمسخر ہی کرنے لگتے ہیں اور بہ طور مذاق کہتے ہیں کیا یہی ہے وہ شخص جو

تمہارے معبودوں کا ردّ و انکار اور عیوب کے ساتھ ذکر کرتا ہے؟ اور وہ خود خدائے رحمان کے ذکر سے انکاری ہیں۔ یہاں پر ضمیر ھم یہ تاکید کیلئے آئی ہے۔ جب انہوں نے کہا کہ ہم نہیں پہنچانتے۔

## سورت الانبیاء آیت ۳۶ کے سبب نزول کا بیان

سدی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ابوجہل اور ابوسفیان کے پاس سے گزرے جبکہ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہے جب ابوجہل نے آپ کو دیکھا تو ہنس پڑا اور ابوسفیان سے کہا یہ عبد مناف کا نبی ہے اس بات پر ابوسفیان غصے میں آ گیا اور کہنے لگا کہ کیا تو اس کو عجیب سمجھتا ہے کہ بنو عبد مناف میں سے کوئی نبی ہو؟ نبی کریم ﷺ نے سنا تو ابوجہل کی طرف متوجہ ہوئے اس سے مقابلہ کیا اور ڈرایا دھمکایا کہ تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا تاوقتیکہ تجھ پر بھی وہی عذاب آ جائے جو عہد تبدیل کرنے والے پر آیا تھا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (زادالمسیر 5۔350)

یعنی مشرکین مکہ کے نزدیک ان کے اپنے معبودوں کی شان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں بہت ارفع واعلیٰ تھی۔ لہٰذا وہ آپ کو دیکھ کر از راہ مذاق واستہزا یوں کہتے کہ دیکھو یہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کی باتیں کرتا ہے (یعنی ان کے مقابلہ میں اس کی اوقات ہی کیا ہے؟) حالانکہ آپ ان کے معبودوں کو نہ گالی دیتے تھے اور نہ برا بھلا کہتے تھے۔ اور کہتے تھے تو صرف یہ کہتے تھے کہ تمہارے یہ معبود تمہارا نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں اور نہ سنوار سکتے ہیں۔ اور اسے ہی وہ اپنے لئے سب سے بڑی گالی سمجھتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک آپ کے اس نظریہ سے ان کے معبودوں کی، ان کی اپنی اور ان کے آباؤ واجداد کی سب کی توہین ہو جاتی تھی۔ اب وہ سنجیدگی سے معاملہ کو سمجھنے کی کوشش تو کرتے نہیں تھے۔ مگر ضد اور تعصب میں آ کر آپ کا مذاق اڑانے لگتے تھے۔ اور اس کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ جب اس ہستی کا ذکر ہوتا جو فی الواقعہ ہر ایک کے نفع ونقصان کی مالک ہے تو انہیں یہ تکلیف شروع ہو جاتی کہ اللہ اکیلے کا کیوں ذکر کرتا ہے اور ہمارے معبودوں کو کیوں ساتھ شامل نہیں کرتا، حالانکہ اللہ کو وہ خود بھی اپنے معبودوں سے بڑا معبود سمجھتے تھے اور جب موت سامنے کھڑی نظر آتی تو اسے ہی پکارتے تھے۔ لہٰذا اللہ اکیلے کو پکارنے میں بھی تکلیف ہوتی تھی۔ اور رحمٰن کے لفظ سے تو انہیں ویسے بھی چڑ تھی۔

| |
|---|
| خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۝ وَيَقُوْلُوْنَ |
| مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ |
| انسان جلد بازی میں سے پیدا کیا گیا ہے، میں تمہیں جلد ہی اپنی نشانیاں دکھاؤں گا پس تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔ |
| اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ |

## جلدی عذاب کا مطالبہ کرنے والے کفار کا بیان

وَنَزَلَ فِي اسْتِعْجَالِهِمُ الْعَذَاب "خُلِقَ الْإِنْسَان مِنْ عَجَل" أَيْ أَنَّهُ لِكَثْرَةِ عَجَله فِي أَحْوَاله كَأَنَّهُ خُلِقَ

مِنْهُ "سَأُورِيكُمْ آيَاتِي" مَوَاعِيدِي بِالْعَذَابِ "فَلَا تَسْتَعْجِلُونَ" فِيهِ فَأَرَاهُمُ الْقَتْل بِبَدْرٍ "وَيَقُولُونَ مَتَى هَٰذَا الْوَعْدُ" بِالْقِيَامَةِ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِيهِ

یہ آیت جلدی عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔انسان فطرتاً جلد بازی میں سے پیدا کیا گیا ہے، یعنی کثیر حالات میں وہ جلد بازی کرتا ہے۔ میں تمہیں جلد ہی اپنی نشانیاں یعنی عذاب کی سزائیں دکھاؤں گا پس تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو۔اس میں وہی وعدہ ہے جو انہیں قتل بدر میں دیکھایا گیا۔اور وہ کہتے ہیں: یہ وعدہ قیامت کب پورا ہوگا اگر تم اس میں سچے ہو۔

## انسان کے جلد باز ہونے کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا شروع کیا شام کے قریب جب ان میں روح پھونکی گئی سر آنکھ اور زبان میں جب روح آ گئی تو کہنے لگے الٰہی مغرب سے پہلے ہی میری پیدائش مکمل ہو جائے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام دنوں میں بہتر وافضل دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اسی میں جنت میں داخل ہوئے اسی میں وہاں سے اتارے گئے اسی میں قیامت قائم ہوگی اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس وقت جو بندہ نماز میں ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو کچھ طلب کرے اللہ اسے عطا فرماتا ہے آپ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ ساعت بہت تھوڑی سی ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ ساعت کون سی ہے وہ جمعہ کے دن کی آخری ساعت ہے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔پہلی آیت میں کافروں کی بدبختی کا ذکر کر کے اس کے بعد ہی انسانی عجلت کا ذکر اس حکمت سے ہے کہ گویا کافروں کی سرکشی سنتے ہی مسلمان کا انتقامی جذبہ بھڑک اٹھتا ہے اور وہ جلد بدلہ لینا چاہتا ہے اس لئے کہ انسانی جبلت میں جلد بازی ہے۔لیکن عادت الٰہی یہ ہے کہ وہ ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں۔اسی لئے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی نشانیاں دکھانے والا ہوں کہ عاصیوں پر کس طرح سختی ہوتی ہے۔ میرے نبی کو مذاق میں اڑنے والوں کی کس طرح کھال ادھڑتی ہے تم ابھی دیکھ لوگے۔جلدی نہ مچاؤ دیر ہے اندھیر نہیں مہلت ہے بھول نہیں۔(تفسیر خازن، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ○ |
| کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے |
| اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ |

## کفار اپنے آپ سے عذاب کو دور نہ کر سکیں گے

"لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ كَفَرُوا حِين لَا يَكُفُّونَ" يَدْفَعُونَ "عَنْ وُجُوهِهِمُ النَّار وَلَا عَنْ ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ

يُنْصَرُوْنَ" يُمْنَعُوْنَ مِنْهَا فِي الْقِيَامَةِ وَجَوَابُ لَوْ مَا قَالُوْا ذٰلِكَ،

کاش! وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، اس وقت کو جان لیں جب وہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو روک سکیں گے یعنی آگ کو اپنے آپ سے دور نہ کرسکیں گے۔ اور نہ اپنی پیٹھوں سے اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ یعنی وہ قیامت کے دن عذاب سے بچائے نہ جائیں گے۔ یہاں پر لو کا جواب ما قالوا ذلک ہے۔

قیامت کے آنے کو یہ لوگ چونکہ محال جانتے تھے اس لئے جرات سے کہتے تھے کہ بتاؤ تو سہی تمہارے یہ ڈراوے کب پورے ہوں گے؟ انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ تم اگر سمجھ دار ہوتے اور اس دن کی ہولناکیوں سے آگاہ ہوتے تو جلدی نہ مچاتے اس وقت عذاب الٰہی اوپر تلے سے اوڑھنا بچھونا بنے ہوئے ہوں گے، طاقت نہ ہوگی کہ آگے پیچھے سے اللہ کا عذاب ہٹا سکو۔ گندھک کا لباس ہوگا جس میں آگ لگی ہوئی ہوگی اور کھڑے جل رہے ہوں گے، ہر طرف سے جہنم گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی نہ ہوگا جو مدد کو اٹھے جہنم اچانک دبوچ لے گی اس وقت حیران وششدر رہ جاؤ گے مبہوت اور بیہوش ہو جاؤ گے، کوئی حیلہ نہ ملے گا کہ اسے دفعہ کرو، اس سے بچ جاؤ اور نہ ایک ساعت کی ڈھیل اور مہلت ملے گی۔

| بَلْ تَأْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ٥ |
|---|
| بلکہ انہیں اچانک آ پہنچے گی تو انہیں بدحواس کر دے گی سو وہ نہ تو اسے لوٹا دینے کی طاقت رکھتے ہوں گے |
| اور نہ ہی انہیں مہلت دی جائے گی۔ |

## قیامت کے دن کفار کے پریشان ہو جانے کا بیان

"بَلْ تَأْتِيهِمْ" الْقِيَامَةُ "بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ" تُحَيِّرُهُمْ "فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ" يُمْهَلُوْنَ لِتَوْبَةٍ أَوْ مَعْذِرَةٍ،

بلکہ قیامت انہیں اچانک آ پہنچے گی تو انہیں بدحواس کر دے گی یعنی وہ پریشان ہو جائیں گے۔ سو وہ نہ تو اسے لوٹا دینے کی طاقت رکھتے ہوں گے اور نہ ہی انہیں توبہ یا معافی کیلئے مہلت دی جائے گی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" آرام وسکون سے کیسے بیٹھا رہوں جب کہ صور پھونکنے والا حضرت اسرافیل علیہ السلام) صور کو منہ میں دبائے ہوئے ہیں، اپنا کان اور پیشانی جھکائے ہوئے (بالکل تیاری کی حالت میں) ہیں اور انتظار کر رہے ہے کہ کب صور پھونکنے کا حکم ملے، صحابہ نے عرض کیا کہ تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جب بھی کوئی آفت ومصیبت آئے تو بس حق تعالیٰ ہی کی طرف لو لگاؤ اسی کی بارگاہ میں التجا کرو اور اس کے فضل وکرم پر بھروسہ واعتماد رکھو، نیز، یہ پڑھا کرو حسبنا اللہ ونعم الوکیل اور ہم کو اللہ ہی کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 99)

حسبنا اللہ ونعم الوکیل "پڑھنا ایک ایسا عمل ہے جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑی سے بڑی آفت ومصیبت اور سخت سے سخت مشکل کو دفع کر کے عافیت وسلامتی عطا فرما دیتا ہے، چنانچہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی آگ میں ڈالا جانا تھا تو آپ کی زبان پر یہی بابرکت کلمہ تھا، اسی طرح ایک غزوہ (جہاد) کے موقع پر جب کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ دشمنوں نے آپ لوگوں کے مقابلہ کے لئے بڑا لاؤ لشکر جمع کر لیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے ڈرنا چاہئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پڑھا حسبنا اللہ ونعم الوکیل ،

| |
|---|
| وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ |
| اور بیشک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا سو ان لوگوں میں سے انہیں جو تمسخر کرتے تھے |
| اسی نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ |

## کفار کا دین حق سے مذاق کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ اُسْتُهْزِءَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلك" فِيهِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَحَاقَ" نَزَلَ "بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" وَهُوَ الْعَذَاب فَكَذَا يَحِيق بِمَنْ اسْتَهْزَأَ بِك

اور بیشک آپ سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے، لہٰذا ان لوگوں میں سے انہیں جو تمسخر کرتے تھے۔ اسی عذاب نے گھیر لیا ہے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اور وہ عذاب ہے لہٰذا اس نے بھی انہیں مذاق کی طرح گھیرے میں لے رکھا ہے۔

## انبیاء کی تکذیب کافروں کا شیوہ ہے

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں جو ستایا جا رہا ہے، مذاق میں اڑایا جاتا ہے اور جھوٹا کہا جاتا ہے اس پر پریشان نہ ہونا، کافروں کی یہ پرانی عادت ہے۔ اگلے نبیوں کے ساتھ بھی انہوں یہی کیا جس کی وجہ سے آخرش عذابوں میں پھنس گئے۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَاۗءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ، الانعام:34)، تجھ سے پہلے کے انبیاء بھی جھٹلائے گئے اور انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آ چکی ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ |
| فرما دیجئے: شب وروز رحمان سے تمہاری حفاظت ونگہبانی کون کر سکتا ہے، بلکہ وہ اپنے رب کے ذکر سے گریزاں ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ہی عذاب سے بچانے والا ہے

"قُلْ" لَهُمْ "مَنْ يَكْلَؤُكُمْ" يَحْفَظُكُمْ "بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَنِ" مِنْ عَذَابِهِ إِنْ نَزَلَ بِكُمْ أَيْ: لَا أَحَد يَفْعَل ذَلِكَ وَالْمُخَاطَبُونَ لَا يَخَافُونَ عَذَابَ اللَّهِ لِإِنْكَارِهِمْ لَهُ "بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ" أَيْ الْقُرْآن "مُعْرِضُونَ" لَا يَتَفَكَّرُونَ فِيهِ،

آپ ان کیلئے فرمادیجئے: شب وروز خدائے رحمان کے عذاب سے تمہاری حفاظت ونگہبانی کون کرسکتا ہے، یعنی اگر وہ نازل ہوجائے۔تو کوئی ایک بھی اس سے بچ نہ سکے گا۔یہاں پر وہ لوگ مخاطب ہیں جو اللہ کے عذاب سے انکار کرنے کی وجہ سے خوف زدہ نہیں ہیں۔بلکہ وہ اپنے اسی رب کے ذکر سے گریزاں ہے۔یعنی اعراض کرنے والے ہیں۔کیونکہ وہ اس میں غور وفکر نہیں کرتے۔

پھر اپنی نعمت بیان فرماتا ہے کہ وہ تم سب کی حفاظت دن رات اپنی ان آنکھوں سے کر رہا ہے جو نہ کبھی تھکیں نہ سوئیں۔من الرحمان کا معنی رحمان کے بدلے یعنی رحمان کے سوا ہیں عربی شعروں میں بھی من بدل کے معنی میں ہے۔اسی ایک احسان پر کیا موقوف ہے یہ کفار تو اللہ کے ہر ایک احسان کی ناشکری کرتے ہیں بلکہ اس کی نعمتوں کے منکر اور ان سے منہ پھیرنے والے ہیں؟ یعنی وہ ایسا نہیں کرسکتے ان کا گمان یہ محض غلط ہے، بلکہ ان کے معبودان باطل خود اپنی حفاظت کے بھی مالک نہیں۔بلکہ وہ ہم سے بچ بھی نہیں سکتے۔ہماری جانب سے کوئی خبر ان کے ہاتھوں میں نہیں۔ایک معنی اس جملے کے یہ بھی ہیں کہ نہ تو وہ کسی کو بچا سکیں نہ خود بچ سکیں۔

| |
|---|
| اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝ |
| کیا ہمارے سوا ان کے کچھ اور معبود ہیں جو انہیں بچا سکیں، وہ تو خود اپنی ہی مدد پر قدرت نہیں رکھتے |
| اور نہ ہماری طرف سے انہیں کوئی تائید ورفاقت میسر ہوگی۔ |

## کفار کے باطل معبودوں میں قدرت نہ ہونے کا بیان

"أَمْ" فِيهَا مَعْنَى الْهَمْزَة لِلْإِنْكَارِ "لَهُمْ آلِهَة تَمْنَعهُمْ" مِمَّا يَسُوءهُمْ "مِنْ دُونِنَا" أَيْ أَلَهُمْ مَنْ يَمْنَعهُمْ مِنْهُ غَيْرنَا ؟ لَا "لَا يَسْتَطِيعُونَ" أَيْ الْآلِهَة "نَصْر أَنْفُسهمْ" فَلَا يَنْصُرُونَهُمْ "وَلَا هُمْ" أَيْ الْكُفَّار "مِنَّا" مِنْ عَذَابنَا "يُصْحَبُونَ" يُجَارُونَ يُقَال صَحِبَك اللَّه : أَيْ حَفِظَك وَأَجَارَك

یہاں پر اَم میں ہمزہ انکار کے معنی میں ہے۔کیا ہمارے سوا ان کے کچھ اور معبود ہیں جو انہیں عذاب سے بچا سکیں، یعنی ہمارے علاوہ جو ان کو عذاب سے بچا سکیں؟ وہ تو خود اپنی ہی مدد پر قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہماری طرف سے یعنی ہمارے عذاب سے انہیں یعنی کفار کو کوئی تائید ورفاقت میسر ہوگی۔یعنی وہ کفار ہمارے عذاب سے بچائے نہ جائیں گے اور صحبك الله کہا جاتا ہے کہ

اللہ تیری حفاظت کرے۔

یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں؟ اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچا لیں گے؟ سو وہ مسکین ان کی مدد اور حفاظت تو درکنار خود اپنے وجود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے، اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز ان کے پاس سے چھین کر لے جائے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافعانہ تحفظ کے لیے خود ہاتھ پاؤں ہلا سکیں یا اپنے بچاؤ کی خاطر ہماری امداد و رفاقت حاصل کر لیں۔

| |
|---|
| بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ |
| اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ |
| بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو بہرہ مند فرمایا تھا یہاں تک کہ ان کی عمریں بھی دراز ہوتی گئیں، تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ |
| ہم علاقوں کو تمام اَطراف سے گھٹاتے چلے جا رہے ہیں، تو کیا وہ غلبہ پانے والے ہیں۔ |

## اسلامی فتوحات کے ذریعے کفار کا دائرہ حیات تنگ ہو جانے کا بیان

"بَلْ مَتَّعْنَا هٰؤُلَاءِ وَآبَاءَهُمْ" بِمَا أَنْعَمْنَا عَلَيْهِمْ "حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ" فَاغْتَرُّوا بِذٰلِكَ "أَفَلَا يَرَوْنَ أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ" نَقْصِدُ أَرْضَهُمْ "نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا" بِالْفَتْحِ عَلَى النَّبِيِّ "أَفَهُمُ الْغَالِبُونَ" لَا بَلْ النَّبِيُّ وَأَصْحَابُهُ

بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے آباء و اجداد کو فراخی عیش سے بہرہ مند فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ ان کی عمریں بھی دراز ہوتی گئیں، پس وہ اسی وجہ سے دھوکے میں پڑ گئے۔ تو کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم اب نبی کریم ﷺ کی فتوحات کے سبب علاقوں کو تمام اَطراف سے گھٹاتے چلے جا رہے ہیں، تو کیا وہ اب غلبہ پانے والے ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ نبی کریم ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو غلبہ حاصل ہوگا۔

## اسلامی فتوحات کے ذریعے اسلام کے غلبہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا اب فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے لیکن جہاد اور نیت باقی ہے لہٰذا جب تم کو جہاد کے لئے بلایا جائے تو تم سب فوراً چلے جاؤ۔ کیونکہ نفیر عام کے موقع پر جہاد میں جانا فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی ہر ایک پر ضروری ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 937)

ہجرت نہیں ہے: کا مطلب یہ ہے کہ فتح مکہ سے پہلے تو مکہ سے بلکہ ہر دارالکفر سے مدینہ کو ہجرت کرنی فرض عین تھی کیونکہ مدینہ میں دین کے نام لیواؤں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ ہر اعتبار سے بہت کمزور و ضعیف تھے لہٰذا ہجرت کو فرض قرار دیا گیا تا کہ ہر مسلمان مدینہ پہنچ کر وہاں کے مسلمانوں کی مدد و اعانت کریں اور اس طرح مشرکوں اور اللہ کے باغیوں کی طاقت زائل و

مفلوج ہو پھر جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو عام غلبہ عطا فرمایا اور ان کی شوکت بڑھائی تو وہ علت یعنی مدینہ کے مسلمانوں کا کمزور اور قلیل المقدار ہونا" زائل ہوگی اور اس وقت سے ہجرت کی فرضیت ختم ہوگی لیکن کچھ صورتوں میں ہجرت کا استحباب باقی ہے جیسے جہاد کے لئے اپنے وطن سے نکلنا حصول علم کی خاطر کسی دوسری جگہ چلے جانا اور دارالکفر و دارالفتنہ سے یا کسی ملک وشہر سے نکل بھاگنا جہاں بھلائیاں متروک ہو چکی ہوں اور برائیاں مروج ہوگئی ہوں۔لیکن جہاد اور نیت باقی ہے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں کا دعویٰ سرنگوں کرنے کے لئے جہاد کی نیت رکھنے اور اخلاص عمل پیدا کرنے کا حکم باقی ہے حاصل یہ کہ ہجرت یعنی اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانا مسلمان پر فرض تھا پھر یہ حکم ختم ہو گیا لیکن جہاد کے سبب سے یا نیت صالحہ کی بنا پر کفار کے یا اور جاہل کفار کے یا اور جاہل و بدعت اور فتنوں کے گڑھ سے نکل بھاگنے یا طلب علم کے لئے اپنا وطن چھوڑ دینا باقی رہا اور اس کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ۝ |
| فرما دیجئے: میں تو تمہیں صرف وحی کے ذریعہ ہی ڈراتا ہوں، اور بہرے پکار کو نہیں سنا کرتے جب بھی انہیں ڈرایا جائے۔ |

## کفار کا گونگوں بہروں کی طرح ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "إِنَّمَا أُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ" مِنَ اللّٰهِ لَا مِنْ قِبَلِ نَفْسِي "وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاء إِذَا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة بَيْنهَا وَبَيْن الْيَاء "مَا يُنْذَرُونَ" هُمْ لِتَرْكِهِمْ الْعَمَل بِمَا سَمِعُوهُ مِنَ الْإِنْذَار كَالصُّمِّ

فرما دیجئے: میں تو تمہیں صرف اللہ کی جانب سے وحی کے ذریعہ ہی ڈراتا ہوں، جبکہ اپنی طرف سے نہیں۔اور بہرے پکار کو نہیں سنا کرتے۔جب بھی انہیں ڈرایا جائے۔یہاں پر اذا یہ ہمزتین کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ بھی آیا ہے۔جو اس کے درمیان اور یاء کے درمیان ہے۔یعنی انہوں نے ڈر کو سن کر اسی طرح عمل کو چھوڑ دیا ہے جس طرح کوئی بہرہ آدمی چھوڑ دیتا ہے۔

اس ارشاد میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسکین وتسلیہ کا سامان ہے کہ یہ منکر اور مکذب لوگ اگر آپ کی بات کہ نہیں سنتے مانتے اور آپ کی دعوت پر کان نہیں دھرتے تو اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔بلکہ قصور خود ان کا اپنا ہے کہ یہ عقل اور دل کے اندھے ہیں اور اندھوں کو جب کسی خطرے سے آگاہ کیا جاتا ہے تو وہ داعی حق کی آواز کو نہیں سنا کرتے۔یہاں تک کہ وہ اسی کھڈ میں گر کر رہتے ہیں جس سے ان کو خبردار کیا جاتا ہے والعیاذ باللہ۔اور دوسری طرف اس میں ان منکرین ومکذبین کیلئے تنبیہ وتحذیر بھی ہے کہ یہ لوگ اپنی اس روش سے باز آجائیں۔قبل اس سے کہ اس کا موقع ان کے ہاتھ سے نکل جائے، اور ان کو ہمیشہ کیلئے ہلاکت وتباہی کے کھڈے میں گرنا پڑے کہ انکار وتکذیب حق کا نتیجہ وانجام بہرحال یہی ہے۔اللہ ہمیشہ اور ہر حال میں اپنا ہی بنائے رکھے، آمین۔

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ○

اور یقیناً اگر انہیں تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ چھو جائے تو ضرور ہی کہیں گے ہائے ہماری بربادی! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔

## عذاب کی ہلکی لپیٹ میں کفار کو دین حق کی سمجھ آجانے کا بیان

"وَلَئِنْ مَسَّتْهُمْ نَفْحَة" وَقْعَة خَفِيفَة "مِنْ عَذَاب رَبّك لَيَقُولُنَّ يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَنَا" هَلَاكنَا "إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ" بِالْإِشْرَاكِ وَتَكْذِيب مُحَمَّد

اور یقیناً اگر انہیں تیرے رب کے عذاب کی ایک لپٹ چھو جائے یعنی ہلکی سے لپٹ ہو تو ضرور ہی کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہاں پر حرف ندا یا ء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ یعنی ہم نے شرک کر کے اور نبی مکرم حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کر کے ظلم کیا ہے۔

یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں، صرف اس وقت تک ہے کہ ذرا زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کم بختی آئی۔

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ○

اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے سو کسی جان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا،

اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا۔ ہم اسے حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔

## قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو کا بیان

"وَنَضَع الْمَوَازِين الْقِسْط" ذَوَات الْعَدْل "لِيَوْمِ الْقِيَامَة" أَيْ فِيهِ "فَلَا تُظْلَم نَفْس شَيْئًا" مِنْ نَقْص حَسَنَة أَوْ زِيَادَة سَيِّئَة "وَإِنْ كَانَ" الْعَمَل "مِثْقَال" زِنَة "حَبَّة مِنْ خَرْدَل أَتَيْنَا بِهَا" بِمَوْزُونِهَا "وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ" مُحْصِينَ كُلّ شَيْء،

اور ہم قیامت کے دن عدل و انصاف کے ترازو رکھ دیں گے۔ لہٰذا قیامت کے دن کسی جان پر نیکی کی کمی یا گناہ کی زیادتی کے سبب کوئی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے بھی حاضر کر دیں گے، اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔ یعنی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

## سورت الانبیاء آیت ۴۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور عرض کیا کہ میرے غلام مجھ سے جھوٹ بولتے خیانت کرتے اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ لہذا میں انہیں گالیاں دیتا اور مارتا ہوں، مجھے بتائیے کہ میرا اور ان کا کیا حال ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی خیانت نافرمانی اور جھوٹ بولنے کا تمہاری سزا سے تقابل کیا جائے گا۔ اگر سزا ان کے جرموں کے مطابق ہوئی تو تم اور وہ برابر ہو گئے نہ ان کا تم پر حق رہا اور نہ تمہارا ان پر اگر تمہاری سزا کم ہوئی تو یہ تمہاری فضیلت کا باعث ہوگا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرموں سے بڑھ گئی تو تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ پھر وہ شخص روتا چلاتا ہوا وہاں سے چلا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم علیہ نے فرمایا کہ تم نے قرآن کریم نہیں پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ ، اور قیامت کے دن ہم انصاف کے ترازو قائم کریں گے پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تو اسے بھی ہم لے آئیں گے اور ہم ہی حساب لینے کے لئے کافی ہیں)۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان کے اور اپنے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھتا کہ انہیں آزاد کروں میں آپ کو گواہ بنا کر آزاد کرتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف عبدالرحمٰن بن غزوان کی روایت سے جانتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1109)

## میزان اور اس کے حساب کا بیان

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، چنانچہ میں (از راہ تادیب وتنبیہ) ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو ان کی وجہ سے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا (یعنی کیا مجھے ان کو برا بھلا کہنے ڈانٹنے ڈپٹنے اور مارنے پیٹنے کا حساب دینا ہوگا اور ان چیزوں کی وجہ سے میرا مواخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کے ایک ایک عمل اور ایک ایک چیز کی پوچھ گچھ ہوگی) تو غلاموں نے تمہارے مال میں جو خیانت کی ہوگی، تمہاری جو نافرمانی کی ہوگی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہوگا، ان سب کا حساب ہوگا، اسی طرح تم نے ان کو جو کچھ سزا دی ہوگی اس کا بھی حساب ہوگا پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا (رائج ضابطہ اخلاق وقانون اور عام عادت معمول کے مطابق) ان کے جرائم کے بقدر ثابت ہوئی تو تمہارا برابر سرابر رہے گا کہ نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا کیونکہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ حالات کے مطابق اور مباح معاملہ کیا ہے جس پر تم کسی مواخذہ وعذاب کے مستوجب نہیں ہو گے) اور تم نے ان کو سزا دی ہوگی وہ اگر ان کے جرائم سے کم ثابت ہوگی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا (یعنی تمہارا ان کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا ان پر تمہارے لئے ایک ایسے حق کو واجب کر دے کہ اگر تم چاہو گے تو اس کے عوض تمہیں انعام دیا جائے گا ورنہ نہیں) اور تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ

ہوگی تو پھر ان کے لئے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا کہ تم نے چونکہ اپنے ان غلاموں کو ان کے جرائم سے زیادہ سزا دی تھی جس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا لہٰذا اب تم اپنے ان غلاموں کو اس زیادتی کا بدلہ دو) وہ شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) الگ جا بیٹھا اور رونے چلانے لگا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کو مؤکد اور ثابت کرنے کے لئے) فرمایا کہ کیا تم (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے ہو کہ: **ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيأ وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها وكفى بنا حاسبين** ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور قیامت کے دن ہم عدل وانصاف کی میزان کھڑی کریں گے (جس کے ذریعہ سب کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن کیا جائے گا) پس کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا (یعنی جس کا بھی حق ہوگا وہ اس کو یقیناً دلوایا جائے گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو (اس سے صرف نظر نہیں کی جائے گا بلکہ) ہم اس کو (بھی وہاں) حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے وا لے کافی ہیں (یعنی ہمارے وزن اور حساب کے بعد حساب کتاب کی اور کسی مرافعہ کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ہم سے بڑھ کر عدل وانصاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اس وقت ہمارا فیصلہ بالکل آخری فیصلہ ہوگا جس پر کسی کو شک وشبہ کرنے کی ہم گنجائش ہی نہیں چھوڑیں گے)" اس شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے اور ان غلاموں کے حق میں ان کی جدائی سے بہتر اور کوئی بات نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے محاسبہ ومواخذہ سے بچنے اور وہاں کی جواب دہی سے محفوظ رہنے کی خاطر میرے اور میرے ان غلاموں دونوں کے حق میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہو جائیں بایں طور کہ میں ان کو آزادی دے دوں) لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔"

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 134)

میرے پاس غلام ہیں" کے بارے میں احتمال ہے کہ اس شخص کے پاس غلام اور باندی، دونوں ہوں گے پس یہاں صرف" غلام کا ذکر تغلیباً ہے۔ ط کان کفافا (تو تمہارا معاملہ برابر رہے گا اصل میں " کفاف "اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت وحاجت کے بقدر ہو، پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے ان غلاموں کو ان کے جرائم کے برابر سزا دی ہوگی تو تمہارا اور ان غلاموں کا معاملہ برابر سرابر رہے گا کہ قیامت کے دن نہ تو ان غلاموں پر تمہارا کوئی حق واجب ہوگا اور نہ تمارے اوپر ان غلاموں کا کوئی حق آئے گا۔ کان فضلا لک (تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا) فضل اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب حق سے زیادہ ہو! پس اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا ان غلاموں کو ان جرائم سے کم سزا دینا قیامت کے دن تمہارے حق میں ایک ایسی خوبی بن جائے گا کہ اگر تم چاہو گے تو تمہیں اس کا اجر وانعام ملے گا لیکن واضح رہے کہ "اجر وانعام سے مراد حسن ثواب، قربت ونزدیکی اور درجہ ومرتبہ کی بلندی ہے نہ کہ نفس فعل کی جزاء کیونکہ بعض خوبی یا یوں کہہ لیجئے کہ بعض سچا عمل اجر وثواب کے حسن واضافہ اور درجہ ومرتبہ کی بلندی کے اعتبار سے تو مفید ہوتا ہے مگر نفس فعل کے اعتبار سے کسی الگ اجر وثواب کو واجب نہیں کرتا کہ عمل اختیار کرنے والا خواہ طالب ہو یا نہ ہو "اس کو بہر صورت اجر وثواب ملے، پس اس شخص کا اپنے غلاموں کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا بھی اسی درجہ کی خوبی ہوگی کہ اگر وہ چاہے گا تو

اس کی اس خوبی کو اس کے اجر و ثواب میں حسن و اضافہ اور اس کے مرتبہ و درجہ کی بلندی کا سبب بنادیا جائے گا اور اگر وہ نہیں چاہے گا تو پھر اس کے نامہ اعمال میں اس خوبی کا کوئی الگ ثواب نہیں لکھا جائے گا۔ اس حدیث کے ذریعہ مالک و غلام اور آقا و خادم کے باہمی تعلق اور ان کے درمیان معاملات کی نزاکت کا اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو لوگ اپنے غلام اپنے خادم اور اپنے نوکروں کے ساتھ جانوروں کا سا سلوک کرتے ہیں، ان کو چھوٹی چھوٹی باتوں اور معمولی معمولی خطاؤں پر جس طرح بڑی بڑی سزائیں دیتے ہیں اور ان کی کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھا کر ان کو سخت جسمانی اور روحانی اذیت و تکلیف پہنچاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے حق میں کانٹے بوتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ وہ دن یقیناً آنے والا ہے جب احکم الحاکمین کی بارگاہ میں انہیں اپنے غلاموں اپنے نوکر چاکر اور اپنے خادموں کے تعلق سے اپنے ایک ایک فعل و عمل، ایک ایک برتاؤ اور ایک ایک زیادتی کی جواب دہی کرنی پڑے گی اور سخت حساب و مواخذہ سے دوچار ہونا پڑے گا۔ رہی ان صحابی کی بات جنہوں نے یہ حدیث سن کر، قرآن کی آیت سن کر اپنے حق میں یہی بہتر جانا کہ وہ اتنا بڑا دنیاوی نقصان برداشت کر کے اپنے غلاموں کو آزاد کردیں، تو ان کا تقویٰ، ان کا کمال احتیاط اور خوف اللہ سے ان کے دل کا معمور ہونا پوری طرح ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ کمال عبدیت یہی ہے کہ انسان اس چیز کے سائے سے بھی اجتناب کرے جو کسی بھی درجہ میں مولیٰ کی ناراضگی اور آخرت کے نقصان کا خدشہ و واہمہ رکھتی ہو۔

## قیامت کے دن والے میزان کا بیان

لفظ مَوَازِیْنَ میزان کی جمع ہے جو ترازو کے معنے میں آتا ہے اس جگہ میزان کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے بعض حضرات مفسرین نے یہ قرار دیا ہے کہ وزن اعمال کے لئے بہت سی میزانیں استعمال کی جائیں گی خواہ ہر شخص کے لئے الگ الگ میزان ہو یا خاص خاص اعمال کے لئے الگ الگ میزانیں ہوں مگر جمہوری علماء اس پر متفق ہیں کہ میزان ایک ہی ہوگی اس کو بصیغہ جمع اس لئے تعبیر کردیا ہے کہ وہ بہت سی موازین کا کام دے گی کیونکہ ساری مخلوقات آدم علیہ السلام سے قیامت تک جن کی تعداد اللہ ہی جانتا ہے ان سب کے اعمال کو یہی ترازو تولے گی۔ اور قسط کے معنی عدل و انصاف کے ہیں معنے یہ ہیں کہ یہ میزان عدل و انصاف کے ساتھ وزن کرے گی ذرا کمی بیشی نہ ہوگی۔ مستدرک حاکم میں بروایت حضرت سلمان روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جو میزان وزن اعمال کے لئے رکھی جائے گی اتنی بڑی اور وسیع ہوگی کہ اس میں آسمان و زمین کو تولنا چاہیں تو وہ بھی اس میں سما جائیں۔

حافظ ابو القاسم لالکائی نے اپنی سنن میں حضرت انس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میزان پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور ہر انسان کو اس میزان کے سامنے لایا جائے گا۔ اگر اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو فرشتہ منادی کرے گا جس کو تمام اہل محشر سنیں گے کہ فلاں شخص کامیاب ہوگیا اب کبھی اس کو محرومی نہیں ہوگی، اور اگر نیکیوں کا پلہ ہلکا رہا تو یہ فرشتہ منادی کرے گا کہ فلاں شخص شقی اور محروم ہوگیا اب کبھی کامیاب بامراد نہیں ہوگا، اور حافظ مذکور نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے کہ یہ فرشتہ جو میزان پر مقرر ہوگا حضرت جبریل امین ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورۃ الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے۔ |

## تورات کا حق و باطل میں فرق کر دینے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى وَهَارُون الْفُرْقَان" أَيْ التَّوْرَاة الْفَارِقَة بَيْن الْحَقّ وَالْبَاطِل وَالْحَلَال وَالْحَرَام "وَضِيَاء" بِهَا "وَذِكْرًا" عِظَة بِهَا،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ اور ہارون کو خوب فرق کر دینے والی چیز یعنی تورات جو حق و باطل اور حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ اور روشنی اور نصیحت عطا کی ان متقی لوگوں کے لیے ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

## تورات کے تین اوصاف کا بیان

یہ تینوں صفتیں تورات کی ہیں کہ فرقان یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے اور قلوب کے لئے ضیاء و نور ہے اور لوگوں کے لئے ذکر و تذکیر اور ذریعہ ہدایت ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ فرقان سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد ہے جو ہر موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہی کہ فرعون کے گھر میں پرورش ہوئی اور پھر اس سے مقابلے کے وقت اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ذلیل کیا پھر لشکر فرعون کے تعاقب کے وقت دریا میں راستے پیدا ہو کر اس سے نجات ملی اور لشکر فرعون غرق کیا گیا اسی طرح بعد کے ہر موقع پر اس مدد خداوندی کا مشاہدہ ہوتا رہا اور ضیاء و ذکر دونوں تورات کی صفتیں ہیں، قرطبی نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ الفرقان کے بعد واؤ کے ذریعہ فاصلہ کرنے سے اس طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ فرقان تورات کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ |
| وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ؕ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ |
| جو لوگ اپنے رب سے نادیدہ ڈرتے ہیں اور جو قیامت سے خائف رہتے ہیں۔ یہ برکت والا ذکر ہے |
| جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، کیا تم اس سے انکار کرنے والے ہو۔ |

## بن دیکھے خوف الٰہی رکھنے والے لوگوں کا بیان

"الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبّهمْ بِالْغَيْبِ" عَنْ النَّاس أَيْ فِي الْخَلَاء عَنْهُمْ "وَهُمْ مِنْ السَّاعَة" أَيْ أَهْوَالهَا "مُشْفِقُونَ" خَائِفُونَ "وَهَذَا" أَيْ الْقُرْآن "ذِكْر مُبَارَك أَنْزَلْنَاهُ أَفَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكِرُونَ" الِاسْتِفْهَام فِيهِ لِلتَّوْبِيخِ،

جو لوگ اپنے رب سے نادیدہ یعنی تنہائی میں ڈرتے ہیں اور جو قیامت یعنی اس کی دہشت سے خائف رہتے ہیں۔ یہ قرآن

برکت والا ذکر ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، کیا تم اِس سے انکار کرنے والے ہو۔ یہ استفہام بہ طورِ توبیخ ہے۔

ان متقیوں کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اپنے اللہ سے غائبانہ ڈرتے رہتے ہیں۔ جیسے جنتیوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا آیت (مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ، ق:33) جو رحمٰن سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور جھکنے والا دل رکھتے ہیں۔ اور آیت میں ہے جو لوگ اپنے رب کا غائبانہ ڈر رکھتے ہیں۔ ان کے لئے مغفرت ہے اور بہت بڑا اجر ہے۔ ان متقیوں کا دوسرا وصف یہ ہے کہ قیامت کا کھٹکا رکھتے ہیں۔ اس کی ہولناکیوں سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اس قرآن عظیم کو بھی ہم نے ہی نازل فرمایا ہے جس کے آس پاس بھی باطل نہیں آ سکتا۔ جو حکمتوں اور تعریفوں والے اللہ کی طرف سے اترا ہے۔ افسوس کیا اس قدر وضاحت وحقانیت صداقت ونورانیت والا قرآن بھی اس قابل ہے کہ تم اس کے منکر بنے رہو؟

اگرچہ یہ کتاب سب لوگوں کے لئے نازل کی گئی تھی۔ مگر اس سے فائدہ اور نصیحت تو صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو اللہ پر بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور اس کی ہدایت کے طالب ہوتے ہیں اور آخرت کے دن اللہ کے حضور پیش ہونے اور اپنے اعمال کی باز پرس سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور انہیں بروقت یہی فکر دامن گیر رہتی ہے اور باز پرس کی فکر نہیں۔ اس دنیا میں انتہائی محتاط زندگی گزارنے پر آمادہ کرتی رہتی ہے۔

## خوف الٰہی کی وجہ سے رونے کا بیان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو (خوف اللہ سے) اس قدر روتے کہ ان کی ڈاڑھی (آنسوؤں) سے تر ہو جاتی، ان سے کہا گیا کہ آپ جب جنت اور دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو نہیں روتے اور اس جگہ کھڑے ہو کر روتے ہیں انہوں نے کہا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، آخرت کی منزلوں میں سے قبر پہلی منزل ہے لہٰذا جس نے اس منزل سے نجات پائی اس کو اس کے بعد آسانی ہے اور جس نے اس منزل سے نجات نہیں پائی اس کو اس کے بعد سخت دشواری ہے "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ میں نے کبھی کوئی منظر قبر سے زیادہ سخت نہیں دیکھا۔" (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 129)

یعنی قبر پر کھڑے ہو کر انسان عیش وعشرت کو بھول جاتا ہے اور دنیا کی بے ثباتی پر اس کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خوف اللہ سے اپنے قلب کو لرزاں پاتا ہے اور آخرت سے لگاؤ محسوس کرتا ہے نیز قبر عیش وعشرت سے متنفر کرتی ہے اور محنت ومشقت اور یاد الٰہی میں مصروف رکھتی ہے۔ اسی کو فرمایا گیا ہے سب سے زیادہ سخت جگہ قبر ہے۔

## قرآن مجید کی برکت کا بیان

اور یہ قرآن جسے ہم نے اے قریشیو! تمہاری طرف نازل کیا ہے یہ تورات سے بھی زیادہ بابرکت ہے۔ جس میں سابقہ تمام آسمانی کتب کی خوبیاں بھی موجود ہیں اور ان سب کا خلاصہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں انسان کی ہدایت سے متعلق ہر چیز کو پوری تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے۔ گویا یہ قرآن فرقان بھی ہے، ضیاء اور نور بھی ہے، ذکر اور تذکرہ بھی ہے اور قیامت تک

کے لوگوں کے لئے رحمت اور باعث رحمت بھی ہے۔ پھر بھی اگر تم ایسی بابرکت کتاب کا انکار کرتے ہو تو تمہاری بدبختی میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ |
| مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ۝ |
| اور بیشک ہم نے پہلے سے ہی ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے فہم و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم ان کو خوب جاننے والے تھے۔ |
| جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ کیسی مورتیاں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بچپن میں صاحب فراست ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيم رُشْده مِنْ قَبْل" أَيْ هَدَاهُ قَبْل بُلُوغه "وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ" بِأَنَّهُ أَهْل لِذَلِكَ "إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمه مَا هَذِهِ التَّمَاثِيل" الْأَصْنَام "الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ" أَيْ عَلَى عِبَادَتهَا مُقِيمُونَ

اور بیشک ہم نے پہلے سے ہی ابراہیم علیہ السلام کو ان کے مرتبہ کے مطابق بلوغت سے پہلے فہم و ہدایت دے رکھی تھی اور ہم ان کی استعداد و اہلیت کو خوب جاننے والے تھے۔ جب انہوں نے اپنے باپ (چچا) اور اپنی قوم سے فرمایا: یہ بت کیسی مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو۔ یعنی ان کی عبادت پر قائم رہنے والے ہیں۔

رُشد سے مراد ایسی ہوش مندی ہے۔ جس سے انسان اپنے فائدہ و نقصان، نیک و بد اور خیر و شر میں امتیاز کرنے اور فائدہ کی بات کو قبول کرنے اور نقصان کی بات کو رد کرنے کے قابل ہو جائے۔ خواہ یہ نفع و نقصان دنیوی ہو یا اخروی ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام سے بہت مدت پہلے ہم نے حضرت ابراہیم کو ہوش مندی اور عقل سلیم عطا کی تھی۔ وہ فرمانے کے رسم و رواج کے پیروکار نہیں تھے۔ بلکہ ہر بات کے نفع و نقصان کو خود سوچنے کے عادی تھے۔ اور ہم ان کے حالات سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ فی الواقعہ رسالت الٰہی کے مستحق ہیں۔ لہٰذا ہم نے انہیں نبوت عطا فرمائی۔ اگرچہ یہ ہوش مندی بھی ہم نے ہی انہیں عطا کی تھی۔

| |
|---|
| قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ۝ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ |
| وہ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی پرستش کرتے پایا تھا، (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: بیشک تم |
| اور تمہارے باپ دادا صریح گمراہی میں تھے۔ |

## بتوں کی پرستش میں صریح گمراہی کا بیان

"قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ" فَاقْتَدَيْنَا بِهِمْ "قَالَ" لَهُمْ "لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ" بِعِبَادَتِهَا "فِي ضَلَال مُبِين" بَيِّن

وہ بولے: ہم نے اپنے باپ دادا کو انہی کی پرستش کرتے پایا تھا، لہٰذا ہم انہی کی اقتداء کریں گے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بیشک تم اور تمہارے باپ دادا سب صریح گمراہی میں تھے۔ کیونکہ وہ بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قوم سے بت پرستی سے منع کرنے کا بیان

ہم نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدایت بخشی تھی اور ہم جانتے تھے کہ وہ اس کے لائق ہے بچپنے میں ہی آپ نے اپنی قوم کی غیر اللہ پرستی کو ناپسند فرمایا۔ اور نہایت جرات سے اس کا سخت انکار کیا اور قوم سے برملا کہا کہ ان بتوں کے اردگرد مجمع لگا کر کیا بیٹھے ہو؟ حضرت اصبغ بن بناتہ راہ سے گزر رہے تھے جو دیکھا کہ شطرنج باز لوگ بازی کھیل رہے ہیں۔ آپ نے یہی تلاوت فرما کر فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے ہاتھ میں جلتا ہوا انگارا لے لے یہ اس شطرنج کے مہروں کے لینے سے اچھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس کھلی دلیل کا جواب ان کے پاس کیا تھا جو دیتے؟ کہنے لگے کہ یہ تو پرانی روش ہے، باپ دادوں سے چلی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا واہ یہ بھی کوئی دلیل ہوئی؟

ہمارا اعتراض جو تم پر ہے وہی تمہارے اگلوں پر ہے ایک گمراہی میں تمہارے بڑے مبتلا ہوں اور تم بھی اس میں مبتلا ہو جاؤ تو وہ بھلائی بننے سے رہی؟ میں کہتا ہوں تم اور تمہارے باپ دادا سبھی راہ حق سے برگشتہ ہو گئے ہو اور کھلی گمراہی میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اب تو ان کے کان کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے اپنے عقل مندوں کی توہین دیکھی، اپنے باپ دادوں کی نسبت نہ سننے والے کلمات سنے۔ اپنے معبودوں کی حقارت ہوتی ہوئی دیکھی تو گھبرا گئے اور کہنے لگے ابراہیم کیا واقعی تم ٹھیک کہہ رہے ہو یا مذاق کر رہے؟ ہم نے تو ایسی بات کبھی نہیں سنی۔ آپ کو تبلیغ کا موقعہ ملا اور صاف اعلان کیا کہ رب تو صرف خالق آسمان و زمین ہی ہے۔ تمام چیزوں کا خالق مالک وہی ہے، تمہارے یہ معبود کسی ادنیٰ سی چیز کے بھی خالق ہیں نہ مالک۔ پھر معبود مسجود کیسے ہو گئے؟ میری گواہی ہے کہ خالق و مالک اللہ ہی لائق عبادت ہے نہ اسکے سوا کوئی رب نہ معبود ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِیْنَ○ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ |
| وَالْاَرْضِ الَّذِیْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰی ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ○ |
| وہ بولے: کیا تم ہی حق لائے ہو یا تم تماشا گروں میں سے ہو۔ (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا: بلکہ تمہارا رب آسمانوں |
| اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو پیدا فرمایا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کے سامنے حق کو بتانے کا بیان

"قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ" فِي قَوْلك هَذَا "أَمْ أَنْتَ مِنْ اللَّاعِبِينَ" فِيهِ "قَالَ بَلْ رَبّكُمْ" الْمُسْتَحِقّ لِلْعِبَادَةِ "رَبّ" مَالِك "السَّمَاوَات وَالْأَرْض الَّذِي فَطَرَهُنَّ" خَلَقَهُنَّ عَلَى غَيْر مِثَال سَبَقَ "وَأَنَا عَلَى ذَلِكُمْ" الَّذِي قُلْته "مِنْ الشَّاهِدِينَ" بِهِ

وہ بولے! کیا اس بات میں تم ہی حق لائے ہو یا تم تماشا گروں میں سے ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: بلکہ تمہارا رب یعنی جو عبادت کا حقدار ہے آسمانوں اور زمین کا رب ہے جس نے ان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا فرمایا ہے اور میں اس کہی ہوئی بات پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔

## مذہب کسی کھیل یا تماشے کا نام نہیں ہے

چونکہ انہیں اپنے طریقہ کا گمراہی پر ہونا بہت ہی بعید معلوم ہوتا تھا اور اس کا انکار کرنا وہ بہت بڑی بات جانتے تھے اس لئے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کہا کہ کیا آپ یہ بات واقعی طور پر ہمیں بتا رہے ہیں یا بطریق کھیل کے فرماتے ہیں، اس کے جواب میں آپ نے حضرت مَلِکِ علّام کی ربوبیت کا اثبات فرما کر ظاہر فرما دیا کہ آپ کھیل کے طریقے پر کلام فرمانے والے نہیں ہیں بلکہ حق کا اظہار فرماتے ہیں۔

حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ یہ دل لگی کی بات نہیں بلکہ میں فی الواقعہ یہی کچھ سمجھتا ہوں کہ یہ پتھر کے بت جو اپنے بھی نفع و نقصان کے مالک نہیں وہ تمہارے نفع و نقصان کے مالک کیسے بن سکتے ہیں۔ اور میں تو اپنے نفع و نقصان کا مالک صرف اپنے اس پروردگار کو سمجھتا ہوں جس نے ہم سب کو بھی اور زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور ان پر پورے اختیار کے ساتھ حکمرانی کر رہا ہے اور میں یہ بات محض وہم و گمان کی بنا پر نہیں بلکہ پورے وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔

| |
|---|
| وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ |
| اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور ایک تدبیر عمل میں لاؤں گا اس کے بعد کہ جب تم پیٹھ پھیر کر پلٹ جاؤ گے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کے بارے میں فیصلہ کرنے کا بیان

واقعہ یہ ہے کہ اس قوم کا سالانہ ایک میلہ لگتا تھا جنگل میں جاتے تھے اور شام تک وہاں لہو و لعب میں مشغول رہتے تھے، واپسی کے وقت بت خانہ میں آتے تھے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے متعلق مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا کہ کل کو ہماری عید ہے آپ وہاں چلیں دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف آتے ہیں، جب وہ میلے کا دن آیا اور آپ سے میلے میں چلنے کو کہا گیا تو آپ عذر کر کے رہ گئے، وہ لوگ روانہ ہو گئے جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا، اس کو بعض لوگوں نے سنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بت خانہ کی طرف لوٹے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تلاش و تحقیق کرنے والے دوسرے لوگ ہوں جن کو ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو کا علم نہیں تھا اور مفسرین میں سے مجاہد اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ یہ کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے برادری کے سامنے نہیں کیا بلکہ اپنے دل میں کہا یا برادری کے جانے کے بعد ایک دو ضعیف آدمی جو رہ گئے تھے ان سے کہا پھر جب بت شکنی کا واقعہ پیش آیا اور برادری کو ایسا کرنے والے کی تلاش ہوئی تو ان لوگوں نے مخبری کر دی۔ (تفسیر قرطبی، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۞ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ |
| پھر ابراہیم (علیہ السلام) نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا سوائے بڑے (بت) کے تا کہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ |
| وہ کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ بیشک وہ ضرور ظالموں میں سے ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا

"فَجَعَلَهُمْ" بَعْد ذَهَابِهِمْ إِلَى مُجْتَمَعِهِمْ فِي يَوْم عِيد لَهُمْ "جُذَاذًا" بِضَمِّ الْجِيم وَكَسْرهَا: فُتَاتًا بِفَأْسٍ "إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ" عَلَّقَ الْفَأْس فِي عُنُقه "لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ" أَيْ إِلَى الْكَبِير "يَرْجِعُونَ" فَيَرَوْنَ مَا فَعَلَ بِغَيْرِهِ، "قَالُوا" بَعْد رُجُوعهمْ وَرُؤْيَتهمْ مَا فَعَلَ "مَنْ فَعَلَ هَذَا بِآلِهَتِنَا إِنَّهُ لَمِنْ الظَّالِمِينَ" فِيهِ،

پھر یعنی ان کے مجمع عام میں عید کے دن جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہاں پر لفظ جذاذا یہ جیم کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ کلہاڑی سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ سوائے بڑے بُت کے کیونکہ اس کے گلے میں کلہاڑا لٹکا دیا۔ تا کہ وہ لوگ اس کی طرف رجوع کریں۔ پس انہوں نے دیکھا جو اس بڑے بت کے سوا دوسرے بتوں کے ساتھ ہوا تھا۔ وہاں سے لوٹنے کے بعد جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو وہ کہنے لگے: ہمارے معبودوں کا یہ حال کس نے کیا ہے؟ بیشک وہ ضرور ظالموں میں سے ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی بت شکنی کا بیان

اوپر ذکر گزرا کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے روکا۔ اور جذبہ توحید میں آ کر آپ نے قسم کھالی کہ میں تمہارے ان بتوں کا ضرور کچھ نہ کچھ علاج کرونگا۔ اسے بھی قوم کے بعض افراد نے سن لیا۔ ان کی عید کا دن جو مقرر تھا حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم اپنی رسوم عید ادا کرنے کے لئے باہر جاؤ گے میں تمہارے بتوں کو ٹھیک کر دوں گا۔ عید کے ایک آدھ دن پیشتر آپ کے والد نے آپ سے کہا کہ پیارے بیٹے تم ہمارے ساتھ ہماری عید میں چلو تا کہ تمہیں ہمارے دین کی اچھائی اور رونق معلوم ہو جائے۔ چنانچہ یہ آپ کو لے چلا۔ کچھ دور جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم گر پڑے اور فرمانے لگے ابا میں بیمار ہو گیا۔ باپ آپ کو چھوڑ کر مراسم کفر بجالانے کے لئے بڑھ گئے اور جو لوگ راستے سے گزرتے آپ سے پوچھتے کیا بات ہے راستے پر کیسے بیٹھے ہو؟ جواب دیتے کہ میں بیمار ہوں۔ جب عام لوگ نکل گئے اور بڈھے بڑے بڑے لوگ رہ گئے تو آپ نے فرمایا تم سب کے چلے جانے کے بعد آج میں تمہارے معبودوں کی مرمت کر دوں گا۔ آپ نے جو فرمایا کہ میں بیمار ہوں تو واقعی آپ اس دن کے اگلے دن قدرے علیل بھی تھے۔ جب کہ وہ لوگ چلے گئے تو میدان خالی پا کر آپ نے اپنا ارادہ پورا کیا اور بڑے بت کو چھوڑ کر تمام بتوں کا چورا کر دیا۔ جیسے اور آیتوں میں اس کا تفصیلی بیان موجود ہے کہ اپنے ہاتھ سے ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اس بڑے بت کے باقی رکھنے میں حکمت و مصلحت یہ تھی کہ اولاً ان لوگوں کے ذہن میں خیال آئے کہ شاید اس بڑے

بت نے ان چھوٹے بتوں کو غارت کر دیا ہوگا؟ کیونکہ اسے غیرت معلوم ہوئی ہوگی کہ مجھ بڑے کے ہوتے ہوئے یہ چھوٹے خدائی کے لائق کیسے ہوگئے۔ چنانچہ اس خیال کی پختگی ان کے ذہنوں میں قائم کرنے کے لئے آپ نے کلہاڑا بھی اس کی گردن پر رکھ دیا تھا۔ جیسے روایت ہے۔ جب یہ مشرکین اپنے میلے سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے سارے معبود منہ کے بل اوندھے گرے ہوئے ہیں۔ اور اپنی حالت سے وہ بتا رہے ہیں کہ وہ محض بیجان بے نفع ونقصان ذلیل وحقیر چیز ہیں۔ اور گویا اپنی اس حالت سے اپنے پجاریوں کی بیوقوفی پر مہر لگا رہے تھے۔ لیکن ان بیوقوفوں پر الٹا اثر ہوا کہنے لگے یہ کون ظالم شخص تھا جس نے ہمارے معبودوں کی ایسی اہانت کی؟ اس وقت جن لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ کلام سنا تھا، انہیں خیال آ گیا اور کہنے لگے وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے اسے ہم نے اپنے معبودوں کی مذمت کرتے ہوئے سنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کو پڑھتے اور فرماتے جو نبی آیا جوان۔ جو عالم بنا جوان۔ شان الٰہی دیکھئے جو مقصد حضرت خلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کا تھا وہ اب پورا ہو رہا ہے۔ قوم کے یہ لوگ مشورہ کرتے ہیں کہ آؤ سب کو جمع کرو اور اسے بلاؤ اور پھر اس کو سزا دو۔ حضرت خلیل اللہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسا مجمع ہو اور میں اس میں ان کی غلطیاں ان پر واضح کروں اور ان میں توحید کی تبلیغ کروں۔ اور انہیں بتلاؤں کہ یہ کیسے ظالم وجاہل ہیں؟ کہ ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو نفع نقصان کے مالک نہیں بلکہ اپنی جان کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔ چنانچہ مجمع ہوا۔ سب چھوٹے بڑے آ گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ملزم کی حیثیت سے موجود ہوئے اور آپ سے سوال ہوا کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ لغو حرکت تم نے کی ہے؟ اس پر آپ نے انہیں قائل معقول کرنے کے لئے فرمایا کہ یہ کام تو ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ کیا جسے آپ نے توڑا نہ تھا پھر فرمایا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو؟ اپنے ان معبودوں سے ہی کیوں دریافت نہیں کرتے کہ تمہارے ٹکڑے اڑانے والا کون ہے؟ اس سے مقصود خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ تھا کہ یہ لوگ خود بخود ہی سمجھ لیں کہ یہ پتھر کیا بولیں گے؟ اور جب وہ اتنے عاجز ہیں تو یہ لائق عبادت کیسے ٹھیر سکتے ہیں؟ چنانچہ یہ مقصد بھی آپ کا بفضل الٰہی پورا ہوا اور یہ دوسری ضرب بھی کاری لگی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مواقع پر بہ طور توریہ کلام کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا بلکہ تین مواقع پر بہ طور توریہ کلام کیا اور ان میں سے بھی وہ توریہ اللہ کے لئے بولے تھے۔ ان میں ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج علیل سا ہوں۔ دوسرا یہ کہنا تھا کہ "بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم وجابر حاکم کے شہر سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین وجمیل عورت ہے، اس حاکم نے یہ سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے

پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کر ان کو اس جابر حاکم کے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو لہٰذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہوگی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔ لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کی عفت و عصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید غط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال وہ عتاب الٰہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹخنے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس ظالم کی خلاصی ہو گئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الٰہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلو خلاصی ہو گئی۔ اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پا سکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود الٹا مصیبت میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تونے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے پنجہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت و عافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھا تو نماز ہی میں اپنے ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا بیتی؟ حضرت سارہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدنیتی کا اظہار کیا وہ الٹے اس کے گلے پڑ گئی،

مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الٰہی میں ضرور پھنس گیا تھا اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

## توریہ کی تعریف کا بیان

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں۔ توریہ ایہام کو کہتے ہیں اسکی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کا اطلاق دو معانی پر ہو۔ ا، قریبی معنی ۲، بعیدی معنی۔ اگر کلام کرنے والا کسی قرینہ پوشیدہ کی بناء پر بعیدی مراد لے جبکہ سننے والا قریبی معنی سمجھے۔

## تعریض کی تعریف کا بیان

کلام کو ایک ایسی جانب پھیرنا جو مقصود پر دلالت کرے یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور مراد دوسری جانب ہو تو یہ تعریض ہے۔ (مختصر المعانی، ص ۱۳۵، مکتبہ اکرمیہ پشاور)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اور توریہ کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا ایک ظالم بادشاہ کے ملک میں گئے اس بادشاہ کو بتایا گیا کہ اس ملک میں ایک شخص آیا ہے اس کے ساتھ ایک عورت ہے جو تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت ہے۔ بادشاہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلوایا اور پوچھا؟ یہ عورت کون ہے آپ نے فرمایا: یہ میری (اسلامی) بہن ہے۔ (صحیح بخاری، ج ا، ص ۴۷۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

| |
|---|
| قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗۤ اِبْرٰهِيْمُ○ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰۤى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ○ |
| لوگ بولے: ہم نے ایک نوجوان کا سنا ہے جوان کا ذکر کرتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ وہ بولے: |
| اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ تا کہ وہ دیکھ لیں۔ |

## بت شکنی پر قوم ابراہیم کے مشاہدے کا بیان

"قَالُوا" أَیْ بَعْضُهِمْ لِبَعْضٍ "سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ" أَیْ يَعِيبُهُمْ، يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ، "قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَى أَعْيُنِ النَّاس" أَیْ ظَاهِرًا "لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ" عَلَيْهِ أَنَّهُ الْفَاعِل،

کچھ لوگ بولے: ہم نے ایک نوجوان کا سنا ہے جوان کا ذکر عیوب سے کرتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔ وہ بولے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ۔ تا کہ وہ اسے دیکھ لیں۔ یعنی اس پر گواہی دیں کہ وہ ایسا کرنے والا ہے۔

یعنی اس کو بلا کر برملا مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تا کہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اس کو قوم کی طرف سے دی جائے گی بیشک وہ اس کا مستحق تھا۔ یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بھی یہ ہی ہوگا کہ

مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علیٰ رؤس الاشہاد غلبہ حق کا اظہار ہو۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ |
| وہ کہنے لگے: کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حال کیا ہے اے ابراہیم، آپ نے فرمایا: بلکہ یہ ان کے اس بڑے |
| نے کیا ہوگا تو ان سے ہی پوچھو۔ اگر وہ بول سکتے ہیں۔ |

## کچھ نہ کر سکنے والے بتوں کا معبود ہونا کیسے ہوگا

"قَالُوا" لَهُ بَعْدَ إِتْيَانِه "ءَأَنْتَ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه

"قَالَ" سَاكِتًا عَنْ فِعْله "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرهمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ" عَنْ فَاعِله "إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ" فِيهِ تَقْدِيم جَوَاب الشَّرْط وَفِيمَا قَبْله تَعْرِيض لَهُمْ بِأَنَّ الصَّنَم الْمَعْلُوم عَجْزه عَنْ الْفِعْل لَا يَكُون إِلَهًا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آئے تو وہ کہنے لگے: کیا تم نے ہی ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حال کیا ہے۔ یہاں اَ أَنت یہ ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور ہمزہ ثانی کا الف سے بدلا گیا ہے۔ اور اس کی تسہیل کے ساتھ بھی اور ہمزہ تسہیل والے درمیان دخول الف کے ساتھ اور اسی طرح دوسرے اور اس کے ترک کے ساتھ بھی۔ اے ابراہیم، آپ نے فرمایا: بلکہ یہ کام ان کے اس بڑے بت نے کیا ہوگا۔ آپ نے یہ ارشاد فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ تو ان بتوں سے ہی پوچھو اگر وہ بول سکتے ہیں۔ یہاں پر شرط مقدم کا جواب ہے۔ جس میں ان سے پہلے تعریض ہوئی تھی کہ کیونکہ بت جب اس طرح کا کام کرنے سے عاجز ہیں تو وہ معبود کیسے ہو سکتے ہیں؟

## بت شکنی کو بڑے بت کی منسوب کرنے کی بحث کا بیان

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول بطور فرض کے تھا یعنی تم یہ کیوں نہیں فرض کر لیتے کہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہوگا اور بطور فرض کے کوئی خلاف واقعہ بات کہنا جھوٹ میں داخل نہیں جیسے خود قرآن میں ہے اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ یعنی اگر اللہ رحمٰن کے کوئی لڑکا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والوں میں داخل ہوتا۔ لیکن بے غبار اور بے تاویل وہ توجیہ ہے جس کو بحر محیط، قرطبی، روح المعانی وغیرہ میں اختیار کیا ہے کہ یہ اسناد مجازی ہے جو کام ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے کیا تھا اس کو بڑے بت کی طرف بطور اسناد مجازی کے منسوب کر دیا کیونکہ اس کام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آمادہ کرنے والا یہی بت تھا اور اس کی تخصیص شاید اس وجہ سے ہو کہ ان کی برادری اس بت کی تعظیم سب سے زیادہ کرتی تھی اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کوئی چور کی سزا میں اس کا ہاتھ کاٹ دے اور پھر کہے کہ یہ میں نے نہیں کاٹا بلکہ تیرے عمل اور تیری کجروی نے ہاتھ کاٹا ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنے کا سبب اس کا عمل ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عملی طور پر بھی بتوں کے توڑنے کو بڑے بت کی طرف منسوب کیا تھا جیسا کہ روایات میں ہے کہ جس تبر یا کلہاڑے سے ان کے بت توڑے تھے یہ کلہاڑا بڑے بت کے مونڈھے پر یا اس کے ہاتھ میں رکھ دیا تھا کہ دیکھنے والے کو یہ خیال پیدا ہو کہ اس نے ہی یہ کام کیا ہے اور قولاً بھی اس کی طرف منسوب فرمایا تو یہ ایک اسناد مجازی ہے جیسے عربی کا مشہور مقولہ انبت الربیع البقلۃ اس کی معروف مثال ہے (یعنی موسم ربیع کی بارش نے کھیتی اگائی ہے) کہ اگرچہ اگانے والا درحقیقت حق تعالیٰ ہے مگر اس کے ایک ظاہری سبب کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے اور اس کو کوئی جھوٹ نہیں کہہ سکتا اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بڑے بت کی طرف اس فعل کو عملاً اور قولاً منسوب کر دینا جھوٹ ہرگز نہیں۔ البتہ بہت سی مصالح دینیہ کے لئے یہ توریہ اختیار فرمایا ان میں ایک مصلحت تو یہی تھی کہ دیکھنے والوں کو اس طرف توجہ ہو جائے کہ شاید اس بڑے بت کو اس پر غصہ آ گیا ہو کہ میرے ساتھ عبادت میں ان چھوٹے بتوں کو کیوں شریک کیا جاتا ہے۔ اگر یہ خیال ان کے دلوں میں پیدا ہو تو توحید حق کا راستہ کھل جاتا ہے کہ جب ایک بڑا بت اپنے ساتھ چھوٹے بتوں کی شرکت گوارا نہیں کرتا تو رب العالمین ان پتھروں کی شرکت اپنے ساتھ کیسے گوارا کرے۔

دوسرے یہ کہ ان کو یہ خیال اس وقت پیدا ہونا قرین عقل ہے کہ جن کو ہم خدا اور مختار کل کہتے ہیں اگر یہ ایسے ہی ہوتے تو کوئی ان کے توڑنے پر کیسے قادر ہوتا۔ تیسرے یہ کہ اگر اس فعل کو وہ بڑے بت کی طرف منسوب کر دیں تو جو بت یہ کام کر سکے کہ دوسرے بتوں کو توڑ دے اس میں گویائی کی طاقت بھی ہونی چاہئے اس لئے فرمایا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ، خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول مذکور کو بلا تاویل کے اپنے ظاہر پر رکھ کر یہ کہا جائے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس فعل کو بڑے بت کی طرف منسوب فرمایا اور یہ اسناد مجازی کے طور پر فرمایا تو اس میں کوئی جھوٹ اور خلاف واقعہ کا شبہ نہیں رہتا صرف ایک قسم کا توریہ ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ |
| لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ |
| پھر وہ اپنی ہی طرف پلٹ گئے تو کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو۔ پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، |
| بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ |

## بتوں کی پرستش کر کے ظلم کرنے والوں کا بیان

"فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسهمْ" بِالتَّفَكُّرِ "فَقَالُوا" لِأَنْفُسِهِمْ "إِنَّكُمْ أَنْتُمْ الظَّالِمُونَ" بِعِبَادَتِكُمْ مَنْ لَا يَنْطِق "ثُمَّ نُكِسُوا" مِنْ اللَّه "عَلَى رُءُوسهمْ" أَيْ رُدُّوا إِلَى كُفْرهمْ وَقَالُوا وَاَللَّه "لَقَدْ عَلِمْت مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ" أَيْ فَكَيْفَ تَأْمُرنَا بِسُؤَالِهِمْ

پھر وہ اپنی ہی سوچوں کے ساتھ اپنی طرف پلٹ گئے تو اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ان مجبور و بے بس نہ بو سکنے والے بتوں کی پوجا کر کے ظالم ہوگئے ہو۔ پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، یعنی اپنے کفر کی جانب لوٹ گئے۔ اور انہوں نے اللہ کی قسم! بلاشبہ یقیناً تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ تو یہ ہمارے سوال کا جواب کیسے دیں گے۔

## اپنی حماقت سے پریشان کفار کا بیان

یہاں سے اس بات کا بیان ہو رہا ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی باتیں سن کر انہیں خیال تو پیدا ہوگیا۔ اپنے آپ کو اپنی بیوقوفی پر ملامت کرنے لگے۔ سخت ندامت اٹھائی اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی، اپنے معبودوں کے پاس کسی کو حفاظت کیلئے نہ چھوڑا اور چل دیئے پھر غور و فکر کر کے بات بنائی کہ آپ جو کچھ ہم سے کہتے ہیں کہ ان سے ہم پوچھ لیں کہ تمہیں کس نے توڑا ہے تو کیا آپ کو علم نہیں کہ یہ بت بیزبان ہیں؟ عاجزی حیرت اور انتہائی لاجوابی کی حالت میں انہیں اس بات کا اقرار کرنا پڑا۔

اب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو خاصا موقعہ مل گیا اور آپ فوراً فرمانے لگے کہ بیزبان بے نفع وضرر چیز کی عبادت کیسی؟ تم کیوں اس قدر بے سمجھ رہے ہو؟ تف ہے تم پر اور تمہارے ان جھوٹے خداؤں پر آہ کس قدر ظلم و جہل ہے کہ ایسی چیزوں کی پرستش کی جائے اور اللہ واحد کو چھوڑ دیا جائے؟ یہی تھی وہ دلیلیں جن کا ذکر پہلے ہوا تھا کہ ہم نے ابراہیم کو دلیلیں سکھا دیں جن سے قوم حقیقت تک پہنچ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

## اُلٹی سوچ میں پڑ جانے والے کفار کا بیان

بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے خجالت کے مارے سر جھکا لیے۔ لیکن موقع و محل اور اسلوب بیان اس معنی کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ صحیح مطلب، جو سلسلہ کلام اور انداز کلام پر نظر کرنے سے صاف سمجھ میں آ جاتا ہے، یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب سنتے ہی پہلے تو انہوں نے اپنے دلوں میں سوچا کہ واقعی ظالم تو تم خود ہو، کیسے بے جس اور بے اختیار معبودوں کو خدا بنائے بیٹھے ہو جو اپنی زبان سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ان پر کیا بیتی اور کون انہیں مار کر رکھ گیا، آخر یہ ہماری کیا مدد کریں گے جب کہ خود اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتے۔ لیکن اس کے بعد فوراً ہی ان پر ضد اور جہال سوار ہوگئی اور، جیسا کہ ضد کا خاصہ ہے، اس کے سوار ہوتے ہی ان کی عقل اوندھ گئی۔ دماغ سیدھا سوچتے سوچتے یکا یک الٹا سوچنے لگا۔

| |
|---|
| قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يَضُرُّكُمْ ۝ |
| اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ نفع دیتی ہے اور نہ تمھیں نقصان پہنچاتی ہے؟ |
| تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں۔ |

## بے بس ومجبور بتوں کا حقدار عبادت نہ ہونے کا بیان

"قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰه" أَیْ بَدَلَه "مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا" مِنْ رِزْقٍ وَغَيْرِه "وَلَا يَضُرُّكُمْ" شَيْئًا إِذَا لَمْ تَعْبُدُوهُ،

"أُفٍّ" بِكَسْرِ الْفَاءِ وَفَتْحِهَا بِمَعْنَى مَصْدَرٍ أَيْ نَتْنًا وَقُبْحًا "لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰه" أَيْ غَيْرِه "أَفَلَا تَعْقِلُونَ" أَنَّ هَذِهِ الْأَصْنَامَ لَا تَسْتَحِقُّ الْعِبَادَةَ وَلَا تَصْلُحُ لَهَا وَإِنَّمَا يَسْتَحِقُّهَا اللّٰهُ تَعَالَى

کہا پھر کیا تم اللہ کے سوا یعنی اس کے بدلے میں اس چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں کچھ نفع یعنی رزق وغیرہ دیتی ہے۔ اور نہ تمہیں نقصان پہنچاتی ہے؟ یعنی جب تم اس کی عبادت نہ کرو۔ تف ہے۔ یہاں پر لفظ اُف فاء کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی مصدری معنی میں آیا ہے۔ یعنی نتنا اور قبحا بہ معنی افسوس ہے۔ تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں ہے کہ یہ بت عبادت کے حقدار نہیں ہیں۔ اور نہ ہی اس کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ عبادت کا حقدار ہونا صرف اللہ کی ذات کیلئے ہے۔

یعنی پھر تم کو ڈوب مرجانا چاہیے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آسکے، ذرہ برابر نفع ونقصان اس کے اختیار میں نہ ہو، اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے، کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔

| |
|---|
| قَالُوا حَرِّقُوهُ وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ ۝ |
| وہ بولے: اس کو جلا دو اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر تم کرنے والے ہو۔ ہم نے فرمایا: اے آگ! |
| تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دینے کا بیان

"قَالُوا حَرِّقُوهُ" أَيْ إِبْرَاهِيمَ "وَانْصُرُوا آلِهَتَكُمْ" أَيْ بِتَحْرِيقِهِ "إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ" نُصْرَتَهَا فَجَمَعُوا لَهُ الْحَطَبَ الْكَثِيرَ وَأَضْرَمُوا النَّارَ فِي جَمِيعِهِ وَأَوْثَقُوا إِبْرَاهِيمَ وَجَعَلُوهُ فِي مَنْجَنِيقٍ وَرَمَوْهُ فِي النَّارِ "قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَى إِبْرَاهِيمَ" فَلَمْ تُحْرِقْ مِنْهُ غَيْرَ وَثَاقِهِ وَذَهَبَتْ حَرَارَتُهَا وَبَقِيَتْ إِضَاءَتُهَا وَبِقَوْلِهِ وَسَلَامًا سَلِمَ مِنَ الْمَوْتِ بِبَرْدِهَا،

وہ بولے: اس کو یعنی ابراہیم کو جلا دو اور اپنے تباہ حال معبودوں کی مدد کرو۔ اگر تم کچھ کرنے والے ہو۔ یعنی اگر تم ان کی کچھ مدد کرسکو۔ تو انہوں نے کثیر لکڑیوں کو جمع کیا۔ اور ان سب کو آگ لگائی۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو رسیوں سے باندھ دیا اور انہوں نے ایک منجنیق بنائی اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈال دیا۔ ہم نے فرمایا: اے آگ! تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سراپا سلامتی ہو جا۔ پس آگ نے ان رسیوں کے سوا کسی چیز کو نہیں جلایا اور آگ کی حرارت چلی گئی۔ اور اس کی روشنی باقی رہ گئی۔ اور اس آیت میں سلاما یعنی موت سے سلامتی ہے جو سردی کے ساتھ آنی تھی۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید میں ڈال دینے کا بیان

نمرود اور اس کی قوم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا ڈالنے پر متفق ہوگئی اور انہوں نے آپ کو ایک مکان میں قید کر دیا اور قریہ کوثی میں ایک عمارت بنائی اور ایک مہینہ تک بکوششِ تمام قسم قسم کی لکڑیاں جمع کیں اور ایک عظیم آگ جلائی جس کی تپش سے ہوا میں پرواز کرنے والے پرندے جل جاتے تھے اور ایک منجنیق (گوپھن) کھڑی کی اور آپ کو باندھ کر اس میں رکھ کر آگ میں پھینکا ،اس وقت آپ کی زبان مبارک پر تھا حَسْبِیَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ ،جبریلِ امین نے آپ سے عرض کیا کہ کیا کچھ کام ہے؟ آپ نے فرمایا تم سے نہیں، جبرئیل نے عرض کیا تو اپنے رب سے سوال کیجئے! فرمایا سوال کرنے سے اس کا میرے حال کو جاننا میرے لئے کفایت کرتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورت الانبیاء، لاہور)

## آگ کے گلستان بن جانے کا عجیب واقعہ

یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے لاجواب ہو جاتا ہے تو یا نیکی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آجاتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان معبودوں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کر لیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھودا لکڑیوں سے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا اب گھبرائے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بیٹھا کر جھولا کر پھینک دو۔

روایت ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپکو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل ،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے بھی یہی پڑھا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔

روایت ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد و ثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک وساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے۔ ابن عباس رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈی کردوں لیکن براہ راست حکم الٰہی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہوگئی۔

## دنیا بھر میں آگ کے فائدہ ہونے کے دن کا بیان

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوتیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہ لگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لئے ساتھ ہی فرمادیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی سلامتی بن جا۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں خلیل اللہ کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اسے بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی فرماتے ہیں سایہ یا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ روایت ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت وسرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔

## مقام نبوت کے دشمن گرگٹ کی بدبختی کا بیان

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور فاسق کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے۔ یہ پھونک رہا تھا پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا۔ کافروں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔

حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا۔ ادھر خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آ پڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، الانبیاء)

## عقل کے ناقص ہونے کا بیان

عقل پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آگ ٹھنڈک اور سلامتی کیسے ہو سکتی ہے۔ جبکہ خدا پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جب اللہ نے آگ کو حکم دیا تھا تو وہ ٹھنڈک اور سلامتی کیسے نہ ہوتی۔ ہمارا ایمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے اور اس کائنات میں اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے، کسی بھی چیز کا وجود اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے اور دائمی نہیں بلکہ اِلٰی اَجَلٍ مُسَمًّی ہے یعنی فانی ہے۔ اسی طرح سے ہر چیز کی خصوصیت اللہ کی عطا کردہ ہے اور اس کے حکم کے تابع ہے۔ وہ جب چاہے کسی چیز کی خاصیت معطل کر سکتا ہے یا سلب کر سکتا ہے۔ دو مریض ہیں۔ دونوں کی تشخیص یکساں ہے اور دونوں کو یکساں دوا دی جا رہی ہے۔ ایک صحت یاب ہو جاتا ہے۔ دوسرے کا انتقال ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ جواب میں عقل پرست ہو سکتا یہ ہوا ہو، ہو سکتا ہے وہ ہوا ہو، کرتے ہیں لیکن ان کے پاس اس سوال کا کوئی معقول اور ٹھوس جواب نہیں ہے۔ سوائے رَجْمًا بِالْغَیْبِ کے۔ جبکہ ہمارے پاس اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ مرنے والے مریض کے لئے دوا کی تاثیر کو اللہ نے سلب کر لیا تھا۔ یہ ایمان اور عقیدہ رکھنے والوں کو قرآن میں مذکور معجزوں کو سمجھنے میں اور ماننے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

| |
|---|
| وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اور انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ بری چال کا ارادہ کیا تھا مگر ہم نے انہیں بری طرح ناکام کر دیا۔ اور ہم ابراہیم (علیہ |
| السلام) کو اور لوط (علیہ السلام) کو بچا کر اس سرزمین کی طرف لے گئے جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔ |

## دشمنانِ انبیاء کرام کے نامراد ہونے کا بیان

"وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا" وَهُوَ التَّحْرِيق "فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ" فِي مُرَادهمْ "وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا" ابْن أَخِيهِ هَارَان مِنَ الْعِرَاق "إِلَى الْأَرْض الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا لِلْعَالَمِينَ" بِكَثْرَةِ الْأَنْهَار وَالْأَشْجَار وَهِيَ الشَّام نَزَلَ إِبْرَاهِيم بِفِلَسْطِينَ وَلُوط بِالْمُؤْتَفِكَةِ وَبَيْنهمَا يَوْم،

اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جلانے کی بری چال کا ارادہ کیا تھا مگر ہم نے انہیں مراد میں بری طرح ناکام کر دیا۔ اور ہم ابراہیم علیہ السلام کو اور لوط علیہ السلام کو جو آپ کے بھتیجے یعنی آپ کے بھائی ہاران کے بیٹے عراق سے تھے، بچا کر اس سرزمینِ شام کی طرف لے گئے۔ جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔ یعنی وہاں نہروں کی اور درختوں کی کثرت تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین میں تھے اور حضرت لوط علیہ السلام مقام مؤتفکہ جو ان دونوں کے درمیان تھا وہاں تشریف لے

گئے۔

یعنی مشرک تو اپنے معبودوں کی گستاخی کا اس صورت میں بدلہ لینے چاہتے تھے کہ ابراہیم کو اذیت دہ موت سے دوچار کر کے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیں۔ لیکن آپ کا آگ کے درمیان رہ کر کئی دنوں کے بعد زندہ سلامت نکل آنا ساری قوم کے لئے ایک نیا چیلنج بن گیا اور انہیں معلوم ہوگیا کہ ابراہیم کو نقصان پہنچانا ان کے بس سے باہر ہے۔ اور یہ بات ان کے لئے اور بھی زیادہ دل شکنی کا باعث بن گئی۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شام کی جانب ہجرت کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے خلیل کو کافروں کی آگ سے بچا کر شام کے مقدس ملک میں پہنچا دیا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام میٹھا پانی شام کے صخرہ کے نیچے سے نکلتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ کو عراق کی سرزمین سے اللہ نے نجات دی اور شام کے ملک میں پہنچایا۔ شام ہی نبیوں کا ہجرت کدہ رہا۔ زمین میں سے جو گھٹتا ہے وہ شام میں بڑھتا ہے اور شام کی کمی فلسطین میں زیادتی ہوتی ہے۔ شام ہی محشر کی سرزمین ہے۔

یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، یہیں دجال قتل کیا جائے گا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ آپ حران کی طرف گئے تھے۔ یہاں آ کر آپ کو معلوم ہوا کہ یہاں کے بادشاہ کی لڑکی اپنی قوم کے دین سے بیزار ہے اور اس سے نفرت رکھتی ہے بلکہ ان کے اوپر طعنہ زنی کرتی ہے تو آپ نے ان سے اس قرار پر نکاح کر لیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہجرت کر کے یہاں سے نکل چلے انہی کا نام حضرت سارہ ہے رضی اللہ عنہا۔ یہ روایت غریب ہے اور مشہور یہ ہے کہ حضرت سارہ آپ کے چچا کی صاحبزادی تھیں، اور آپ کے ساتھ ہجرت کر کے چلی آئی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَوَهَبْنَا لَـهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے انہیں اسحاق (علیہ السلام) بخشا اور یعقوب (علیہ السلام ان کی دعا سے) اضافی بخشا، اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهٗ" أَيْ لِإِبْرَاهِيم وَكَانَ سَأَلَ وَلَدًا كَمَا ذُكِرَ فِي الصَّافَّات "إِسْحَاق وَيَعْقُوب نَافِلَة" أَيْ زِيَادَة عَلَى الْمَسْئُول أَوْ هُوَ وَلَد الْوَلَد "وَكُلًّا" أَيْ هُوَ وَوَلَدَاهُ "جَعَلْنَا صَالِحِينَ" أَنْبِيَاء

اور ہم نے انہیں فرزند اسحاق علیہ السلام بخشا اور پوتا یعقوب علیہ السلام ان کی دعا سے اضافی بخشا، یعنی وہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے یعقوب علیہ السلام عطا ہوئے۔ اور ہم نے ان سب کو صالح بنایا تھا۔ یعنی ان کی اولاد میں انبیائے کرام کی بعثت فرمائی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ہجرت مکے شریف میں ختم ہوئی مکے ہی کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ یہ اللہ کا پہلا گھر ہے جو برکت و ہدایت والا ہے، جس میں علاوہ اور بہت سی نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس میں آ جانے والا امن

وسلامتی میں آ جاتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسحاق دیا اور یعقوب کا عطیہ بھی کیا۔ یعنی لڑکا اور پوتا جیسے فرمان ہے آیت (فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ 71) ۔11 ھود: 71) چونکہ خلیل اللہ علیہ السلام کے سوال میں ایک لڑکے ہی کی طلب تھی دعا کی تھی کہ آیت (رب ھب لی من الصالحین) اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور لڑکے کے ہاں بھی لڑکا دیا جو سوال سے زائد تھا اور سب کو نیکو کار بنایا۔ ان سب کو دنیا کا مقتدا اور پیشوا بنا دیا کہ بحکم الٰہی خلق اللہ کو راہ حق کی دعوت دیتے رہے۔ ان کی طرف ہم نے نیک کاموں کی وحی فرمائی۔ اس عام بات پر عطف ڈال کر پھر خاص باتیں یعنی نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا۔ اور ارشاد ہوا کہ وہ علاوہ ان نیک کاموں کے حکم کے خود بھی ان نیکیوں پر عامل تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ |
| وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے انہیں ایسے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے ساتھ رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے |
| اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔ |

## اولاد ابراہیم کو پیشوا بنانے کا بیان

"وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّة" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة يَاء يُقْتَدَى بِهِمْ فِي الْخَيْر "يَهْدُونَ" النَّاس "بِأَمْرِنَا" إِلَى دِيننَا "وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْل الْخَيْرَات وَإِقَامَة الصَّلَاة وَإِيتَاء الزَّكَاة" أَيْ أَنْ تُفْعَل وَتُقَام وَتُؤْتَى مِنْهُمْ وَمِنْ أَتْبَاعهمْ وَحُذِفَ هَاء إِقَامَة تَخْفِيف، وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ؛

اور ہم نے انہیں ایسے پیشوا بنایا۔ لفظ ائمہ دو ہمزوں کے ساتھ جبکہ ہمزہ ثانی کا یاء ابدال ہوا ہے۔ بھلائی میں ان کی اقتداء کی جائے۔ جو ہمارے حکم یعنی دین کے ساتھ لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیکیاں کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی کہ ان تینوں اچھے اعمال کو بجالائیں اور ان کی اتباع والے بھی کریں۔ اور تخفیف کے پیش نظر اقامۃ کی ھاء کو حذف بھی کیا گیا ہے۔ اور وہ صرف ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

حضرت ابراہیم نے بڑھاپے کی عمر اولاد کے لئے دعا کی تو اللہ نے حضرت اسحاق عطا فرمایا پھر حضرت ابراہیم نے بیٹے حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوئے اور تینوں ہی نبی تھے اور یہ تو واضح ہے کہ نبی اپنے دور کا صالح ترین فرد ہوتا ہے اور ان سب انبیاء کی شریعتوں میں نماز اور زکوٰۃ ایسے ہی فرض تھی جیسے شریعت محمدیہ میں فرض کی گئی ہے البتہ جزئیات کا اختلاف ہوتا ہی رہا ہے۔

| |
|---|
| وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰٓىِٕثَ ؕ |
| اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ |

اور لوط، ہم نے اسے حکم اور علم عطا فرمایا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کیا کرتی تھی۔
یقیناً وہ برے لوگ تھے جو نافرمان تھے۔

## حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے برے اعمال کا بیان

"وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا" فَصْلًا بَيْنَ الْخُصُوم "وَعِلْمًا وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ تَعْمَل" أَيْ أَهْلهَا الْأَعْمَال "الْخَبَائِث" مِنَ اللِّوَاط وَالرَّمْي بِالْبُنْدُقِ وَاللَّعِب بِالطُّيُورِ وَغَيْر ذَلِكَ "إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْم سَوْء" مَصْدَر سَاءَهُ نَقِيض سَرَّهُ

اور لوط، ہم نے اسے حکم یعنی دو جھگڑا کرنے والوں کے درمیان حکم اور علم عطا فرمایا اور اسے اس بستی سے نجات دی جو گندے کام کیا کرتی تھی۔ یعنی وہ لواطت، راستے سے گزرنے والے مسافروں کو ڈھیلے مارنا اور پرندوں کی لڑائیاں کرانا وغیرہ تھے۔ یقیناً وہ برے لوگ تھے جو نافرمان تھے۔ یہاں پر سَوء یہ ساء کا مصدر ہے اور اس کی نقیض سرہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ولوطا اتینه ۔اس میں جملہ کی دو صورتیں ہیں۔ (1) یہ کہ یہ جملہ سابقہ جملہ وھبنا لہ پر عطف ہے۔ ای وھبنا له اسحق و (اتینا) لوطا اتینه ۔الخ لوطا منصوب بوجہ فعل مضمر ہے۔

(2) یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے قبل اذکر محذوف ہے اور لوطا اس کا مفعول ہے۔ حکما۔ حکمت۔ یا حکم یحکم کا مصدر ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ اور یہ دونوں صفات نبوت کو مستلزم ہیں۔ کانت تعمل الخبئث جو رذیل کام کیا کرتی تھی۔ یعنی جس بستی کے باشندے رذیل کام کیا کرتے تھے۔

سوء ۔ساء یسوء کا مصدر ہے۔ برا ہونا۔ قوم سوء۔ مضاف مضاف الیہ ہیں۔ ای اصحاب عمل سی ء۔ اعمال بد کی حامل قوم۔ قوم منصوب بوجہ خبر کانوا ہے۔ فاسقین ۔ای خارجین عن طاعة الله۔ نافرمان قوم۔

## حضرت لوط علیہ السلام کیلئے امن ہونے کا بیان

حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر شروع ہوتا ہے۔ لوط بن ہاران بن آزر علیہ السلام۔ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور آپ کی تابعداری میں آپ ہی کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ جیسے کلام اللہ شریف میں ہے آیت (فَـاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ 26)۔29 العنکبوت:26) حضرت لوط علیہ السلام آپ پر ایمان لائے اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکمت وعلم عطا فرمایا اور وحی نازل فرمائی اور نبیوں کے پاک زمرے میں داخل کیا۔ اور سدوم اور اس کے آس پاس کی بستیوں کی طرف آپ کو بھیجا۔ انہوں نے نہ مانا مخالفت پر کمر بستگی کر لی۔ جس کے باعث عذاب الٰہی میں گرفتار ہوئے اور فنا کر دیئے گئے، جن کی بربادی کے واقعات اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز میں کئی جگہ بیان ہوئے ہیں یہاں فرمایا

کہ ہم نے انہیں بدترین کام کرنے والے فاسقوں کی بستی سے نجات دے دی اور چونکہ وہ اعلیٰ نیکوکار تھے ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کرلیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَدْخَلْنٰهُ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۠ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ |
| فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِیْمِ۠ |
| اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو اپنے حریم رحمت میں داخل فرمالیا۔ بیشک وہ صالحین میں سے تھے۔ اور نوح (علیہ السلام) |
| جب انہوں نے ان سے پہلے پکارا تھا سو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی پس ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو |
| بڑے شدید غم واندوہ سے نجات بخشی۔ |

## اللہ کے صالحین بندوں کیلئے دنیاوی عذاب سے بھی نجات کا بیان

"وَأَدْخَلْنَاهُ فِي رَحْمَتنَا " بِأَنْ أَنْجَيْنَاهُ مِنْ قَوْمه، إِنَّهُ مِنَ الصَّالِحِين، "وَ" اُذْكُرْ "نُوحًا" وَمَا بَعْده بَدَل مِنْهُ "إِذْ نَادَى" دَعَا عَلَى قَوْمه بِقَوْلِهِ "رَبّ لَا تَذَر" إلَخ "مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل إبْرَاهِيم وَلُوط "فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ" الَّذِينَ فِي سَفِينَته "مِنْ الْكَرْب الْعَظِيم" أَيْ الْغَرَق وَتَكْذِيب قَوْمه لَهُ

اور ہم نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے حریم رحمت میں داخل فرما کر ان کی قوم سے نجات دی۔ بیشک وہ صالحین میں سے تھے۔ اور نوح علیہ السلام کو بھی یاد کریں۔ یہاں پر لفظ نوح کہ اس کا مابعد اس سے بدل ہے۔ جب انہوں نے حضرت ابراہیم ولوط علیہما السلام سے پہلے ہمیں اپنی قوم کیلئے پکارا تھا یعنی ان کا یہ قول "رَبّ لَا تَذَر " إلَخ "" لہٰذا ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی پس ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو یعنی وہ لوگ جو ان کی کشتی میں تھے۔ بڑے شدید غم واندوہ یعنی غرق ہونے سے نجات بخشی۔ اور آپ کو قوم کی تکذیب سے نجات دی۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کی مقبولیت کا بیان

نوح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی قوم نے ستایا تکلیفیں دیں تو آپ نے اللہ کو پکارا کہ باری تعالیٰ میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد فرما۔ زمین پر ان کافروں میں کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ ورنہ یہ تیرے بندوں کو بہکائیں گے۔ اور ان کی اولادیں بھی ایسی ہی فاجر کافر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو اور مومنوں کو نجات دی اور آپ کے اہل کو بھی سوائے ان کے جن کے نام برباد ہونے والوں میں آ گئے تھے۔ آپ پر ایمان لانے والوں کی بہت ہی کم مقدار تھی۔ قوم کی سختی، ایذاء دہی، اور تکلیف سے اللہ عالم نے اپنے نبی کو بچالیا۔ ساڑھے نوسو سال تک آپ ان میں رہے اور انہیں دین اسلام کی طرف بلاتے رہے مگر سوائے چند لوگوں کے اور سب اپنے شرک وکفر سے باز نہ آئے بلکہ آپ کو سخت ایذائیں دیں اور ایک دوسرے کو اذیت دینے کے لیے بھڑکاتے رہے۔ ہم نے ان کی مدد فرمائی اور عزت آبرو کے ساتھ کفار کی ایذاء رسانیوں سے چھٹکارا دیا اور ان برے لوگوں

کوٹھکانے لگادیا۔ اور نوح علیہ السلام کی دعا کے مطابق روئے زمین پر ایک بھی کافر نہ بچا سب ڈبو دیئے گئے۔

| |
|---|
| وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ |
| اور ہم نے ان لوگوں کے خلاف اس کی مدد کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، بے شک وہ برے لوگ تھے۔ |
| تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا |

## اہل ایمان کے حق میں اللہ کی مدد کا بیان

"وَنَصَرْنَاهُ" مَنَعْنَاهُ "مِنَ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا" الدَّالَّة عَلٰی رِسَالَته أَنْ لَا یَصِلُوْا إِلَیْهِ بِسُوْءٍ "إِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِیْنَ،

اور ہم نے ان لوگوں کے خلاف اس کی مدد کی جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، جو آپ کی رسالت پر دلالت کرتی ہیں۔ تاکہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ بے شک وہ برے لوگ تھے تو ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا مرکز تبلیغ عراق کا دریائے دجلہ وفرات کا درمیانی علاقہ تھا۔ آپ پہلے نبی ہیں جنہوں نے شرک کے خلاف جہاد کیا۔ آپ کی بعثت سے پہلے آپ کی قوم بت پرستی میں مبتلا ہو چکی تھی اور تاریخ انسانیت میں یہ پہلی قوم تھی جس نے بت پوجنا شروع کئے تھے۔ آپ کی قوم انتہائی ضدی اور ہٹ دھرم واقع ہوئی تھی۔ آپ نے ان کے خلاف ساڑھے نوسو سال جہاد کیا۔ مگر معدودے چند آدمیوں کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہ لایا۔ بلکہ آپ کی اور آپ کے گنتی کے چند پیروکاروں کی زندگی اجیران بنا رکھی تھی۔ آپ کے اتنے طویل کے لئے صبر و برداشت کی داد دینا پڑتی ہے۔ ایک دفعہ آپ نے نہایت مغموم لہجہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی: (رَبِّ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ) یعنی اے میرے پروردگار میں ان لوگوں سے دب گیا ہوں سو اب تو ہی ان سے میرا بدلہ لے۔ اور ایک دفعہ ان کی ضد، ہٹ دھرمی سے نہایت مایوس ہو کر بڑی دعا کی: پروردگار! زمین پر کافروں کا کوئی بھی گھرانہ باقی نہ رہنے دے۔ کیونکہ جو اولاد یہ جنیں گے وہ بھی فاجر اور کافر ہی ہوگی۔ جس سے ایمان لانے کی کوئی توقع نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نوح کی دعا کو شرف قبولیت بخشا۔ اس وقت روئے زمین پر صرف یہی علاقہ انسانوں سے آباد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا طوفان بھیجا جس میں تمام کافر ڈوب کر مر گئے اور حضرت نوح اور ان کے متبعین کو اللہ تعالیٰ نے کشتی پر سوار کر کے بچالیا۔

| |
|---|
| وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ ۝ |
| اور داؤد اور سلیمان جب وہ دونوں کھیتی میں فیصلہ کرنے لگے جب ایک قوم کی بکریاں اس میں رات کے وقت بغیر چرواہے |
| کے گھس گئی تھیں، اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ |

## حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا بکریوں سے متعلق فیصلہ کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "دَاوٗد وَسُلَیْمَان" أَیْ قِصَّتهمَا وَیُبْدَل مِنْهُمَا "إِذْ یَحْكُمَانِ فِی الْحَرْث" هُوَ زَرْع أَوْ كَرْم

"اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ" أَیْ رَعَتْهُ لَيْلًا بِلَا رَاعٍ بِأَنْ انْفَلَتَتْ "وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ" فِيْهِ اسْتِعْمَالُ ضَمِيْرِ الْجَمْعِ لِاثْنَيْنِ قَالَ دَاوُدُ: لِصَاحِبِ الْحَرْثِ رِقَابُ الْغَنَمِ وَقَالَ سُلَيْمَانُ: يَنْتَفِعُ بِدَرِّهَا وَنَسْلِهَا وَصُوْفِهَا إِلٰى أَنْ يَعُوْدَ الْحَرْثُ كَمَا كَانَ بِإِصْلَاحِ صَاحِبِهَا فَيَرُدُّهَا إِلَيْهِ

اور داؤد اور سلیمان علیہما السلام کا قصہ بھی یاد کریں۔ یہاں پر "وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ" اِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ سے بدل ہے۔ جب وہ دونوں کھیتی کے ایک مقدمہ میں فیصلہ کرنے لگے۔ جو غلہ یا انگور کی کھیتی تھی۔ جب ایک قوم کی بکریاں اس میں رات کے وقت بغیر چرواہے کے گھس گئی تھیں۔ یعنی بغیر چرواہے کے کھیت چر گئیں۔ اور اس کھیتی کو تباہ کر دیا تھا، اور ہم ان کے فیصلہ کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ یہاں پر دو کیلئے جمع کی ضمیر استعمال ہوئی ہے۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کھیتی والے سے کہا بکریوں کا ریوڑ لے لو۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ کھیتی والا بکریوں کو لے جائے ان کے دودھ، نسل اور دودھ سے فائدہ اٹھائے حتیٰ کہ کھیتی صحیح ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے۔

## مختلف فیصلوں میں صحت حکم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئے ان میں سے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا مالک تھا کھیت کے مالک نے کہا۔ اس آدمی نے اپنی بکریاں میرے کھیت میں ہانک دیں اور میرے کھیت میں سے کوئی چیز باقی نہیں بچی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: جاؤ یہ ساری بکریاں تیری ہیں۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ تھا۔ پھر بکریوں والا حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس گیا اور ان کو حضرت داؤد علیہ السلام کا کیا ہوا فیصلہ بتایا۔ تب حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا اے اللہ کے نبی! آپ نے جو فیصلہ کیا ہے اس کے سوا ایک اور فیصلہ ہے حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: وہ کیا ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: کھیت والے کو تو معلوم ہے کہ ہر سال اسکی کتنی فصل ہوتی ہے وہ اس فصل کی قیمت بکریوں والے سے وصول کرے اور بکریوں والا بکریوں کے بال، اون اور ان کے بچوں کو بیچ کر وہ قیمت ادا کرے۔ جبکہ بکریوں کی نسل تو ہر سال چلتی رہتی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: تم نے صحیح فیصلہ کیا اور فیصلہ بھی یہ ہے۔ (جامع البیان رقم الحدیث ۱۸۶۵۶)

قرآن سنت سے مذکورہ دونوں مسائل سابقہ شریعتوں سے ذکر کیے گئے ہیں اب ہم اجتہاد کا ثبوت موجودہ شریعت یعنی شریعت مصطفویہ ﷺ سے اجتہاد کا ثبوت پیش کر رہے ہیں

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا اور پوچھا تم کس طرح فیصلہ کرو گے۔ انہوں نے کہا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر کتاب اللہ میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا: اگر رسول اللہ ﷺ کی سنت میں تصریح نہ ہو؟ انہوں نے کہا پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندہ کو توفیق دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب حاکم اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے اور وہ صحیح ہو تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جب وہ فیصلہ کرنے میں خطاء کرے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ (جامع ترمذی ج ا ص ۱۵۸،۵۹، لاہور)

## کھیت کو چرنے والے جانوروں سے متعلق فیصلے کا بیان

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ کھیتی انگور کی تھی جس کے خوشے لٹک رہے تھے نفشت کے معنی ہیں رات کے وقت جانوروں کے چرنے کے۔ اور دن کے وقت چرنے کو عربی میں ہمل کہتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کو بکریوں نے بگاڑ دیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ باغ کے نقصان کے بدلے یہ بکریاں باغ والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ فیصلہ سن کر عرض کی کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام اس کے سوا بھی فیصلے کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کیا؟ جواب دیا کہ بکریاں باغ والے کے حوالے کر دی جائیں وہ ان سے فائدہ اٹھاتا رہے اور باغ بکری والے کو دے دیا جائے یہ اس میں انگور کی بیلوں کی خدمت کرے یہاں تک کہ بیلیں ٹھیک ٹھاک ہو جائیں انگور لگیں اور پھر اسی حالت پر آ جائیں جس پر تھے تو باغ والے کو اس کا باغ سونپ دے اور باغ والا اسے اس کی بکریاں سونپ دے۔ یہی مطلب اس آیت کا ہے کہ ہم نے اس جھگڑے کا صحیح فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنا سا منہ لے کر صرف کتوں کو اپنے ساتھ لئے ہوئے واپس جا رہے تھے حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں دیکھ کر دریافت کیا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟ انہوں نے خبر دی تو آپ نے فرمایا اگر میں اس جگہ ہوتا تو یہ فیصلہ نہ دیتا بلکہ کچھ اور فیصلہ کرتا حضرت داؤد علیہ السلام کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا کہ بیٹے تم کیا فیصلہ کرتے؟ آپ نے وہی اوپر والا فیصلہ سنایا۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ان بکریوں نے خوشے اور پتے سب کھا لئے تھے۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کے خلاف حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کی بکریاں باغ والوں کو دے دی جائیں اور یہ باغ انہیں سونپا جائے جب تک باغ اپنی اصلی حالت پر آئے تب تک بکریوں کے بچے اور ان کا دودھ اور ان کا کل نفع باغ والوں کا۔ پھر ہر ایک کو ان کی چیز سونپ دی جائے۔

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی ایک ایسا ہی جھگڑا آیا تو آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر دن کو بکریوں نے نقصان پہنچایا ہے تب تو کوئی معاوضہ نہیں۔ اور اگر رات کو نقصان پہنچایا ہے تو بکریوں والے ضامن ہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کسی باغ میں چلی گئی اور وہاں باغ کا بڑا نقصان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ باغ والوں پر دن کے وقت باغ کی حفاظت ہے اور جو نقصان جانوروں سے رات کو ہو اس کا جرمانہ جانور والوں پر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۙ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ○

چنانچہ ہم ہی نے سلیمان (علیہ السلام) کو وہ سکھایا تھا اور ہم نے ان سب کو حکمت اور علم سے نوازا تھا اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد (علیہ السلام) کے ساتھ پابند کر دیا تھا وہ تسبیح پڑھتے تھے، اور ہم ہی کرنے والے تھے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلہ کا بیان

"فَفَهَّمْنَاهَا" أَيْ الْحُكُومَة "سُلَيْمَان" وَحُكْمهمَا بِاجْتِهَادٍ وَرَجَعَ دَاوُد إِلَى سُلَيْمَان وَقِيلَ بِوَحْيٍ وَالثَّانِي نَاسِخ لِلْأَوَّلِ "وَكُلًّا" مِنْهُمَا "آتَيْنَا" ءاتَيْنَاهُ "حُكْمًا" نُبُوَّة "وَعِلْمًا" بِأُمُورِ الدِّين "وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُد الْجِبَال يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْر" كَذَلِكَ سُخِّرَا لِلتَّسْبِيحِ مَعَهُ لِأَمْرِهِ بِهِ إِذَا وَجَدَ فَتْرَة لِيَنْشَط لَهُ "وَكُنَّا فَاعِلِينَ" تَسْخِير تَسْبِيحهمَا مَعَهُ وَإِنْ كَانَ عَجَبًا عِنْدكُمْ : أَيْ مُجَاوَبَته لِلسَّيِّدِ دَاوُد

چنانچہ ہم ہی نے سلیمان علیہ السلام کو وہ فیصلہ کرنے کا طریقہ سکھایا تھا یعنی ان دونوں نے اپنے اجتہاد سے فیصلہ کیا اور داؤد علیہ السلام نے سلیمان علیہ السلام کی طرف رجوع کیا۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ فیصلے وحی کے ساتھ تھے۔ اور دوسرا حکم پہلے کا ناسخ ہے اور ہم نے ان سب کو حکمت یعنی نبوت اور علم یعنی امور دین سے نوازا تھا اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں تک کو داؤد علیہ السلام کے حکم کے ساتھ پابند کر دیا تھا وہ سب ان کے ساتھ مل کر تسبیح پڑھتے تھے، جب وہ سستی کرتے تھے تو وہ تسبیح کا حکم دیتے اور ہم ہی یہ سب کچھ کرنے والے تھے۔ یعنی داؤد علیہ السلام کے ساتھ دونوں کی تسبیح پڑھنے کو مسخر کیا۔ اگرچہ تمہارے لئے ان کا تسبیح کرنا عجیب لگے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کو ان کا جواب دینا اگرچہ عجیب لگے۔

## دو عورتوں کے بچوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کا یہ قصہ بیان فرمایا کہ دو عورتیں تھیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک لڑکا تھا، (ایک دن) ایک بھیڑیا آیا اور ان میں سے ایک عورت کے لڑکے کو اٹھا کر لے گیا، (اب دونوں نے آپس میں جھگڑنا شروع کیا، ایک نے کہا کہ بھیڑیا جس لڑکے کو لے گیا ہے وہ تیرا تھا اور دوسری نے کہا کہ نہیں وہ تیرا لڑکا تھا، آخر کار دونوں اپنا مقدمہ لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور حضرت داؤد علیہ السلام نے (دونوں کے بیانات سن کر) موجود لڑکا بڑی عمر کی عورت کو دلوا دیا،

پھر وہ دونوں عورتیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئیں اور ان سے (پورا قضیہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ) بیان کیا (نیز انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے اپنا فیصلہ دینے کا کہا) حضرت سلیمان علیہ السلام نے (صورت واقعہ کی نزاکت اور پیچیدگی کو سمجھ کر (اپنے خادموں سے) کہا کہ ذرا چھری اٹھا لاؤ میں اس لڑکے کو بیچ میں سے دو ٹکڑے کر کے ان دونوں

عورتوں میں بانٹ دوں گا۔ چھوٹی عمر کی عورت (نے ان کا یہ فیصلہ سنا تو تڑپ اٹھی اور کہنے لگی: اللہ آپ پر رحم کرے ایسا نہ کیجئے لڑکا بڑی عمر والی عورت ہی کو دے دیجئے، یہ اسی کا ہے (یہ دیکھ کر) حضرت سلیمان علیہ السلام نے چھوٹی عمر والی عورت کے حق میں فیصلہ کیا اور اس کو لڑکا دلوا دیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 283)

## عورت پر تہمت سے متعلق فیصلے کا بیان

ایسا ہی ایک واقعہ ابن عساکر میں ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے بدکاری کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی۔ اس پر وہ رؤسا خار کھا گئے اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ وہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کرتی ہے چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہو گیا کہ اسے رجم کر دیا جائے۔ اسی شام کو حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر خود حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمے کو لائے اور ایک عورت کی نسبت یہی کہا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا ان چاروں کو الگ الگ کر دو۔ پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اور اس سے پوچھا کہ اس کتے کا رنگ کیسا تھا؟ اس نے کہا سیاہ۔ پھر دوسرے کو تنہا بلایا اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سرخ۔ تیسرے نے کہا خاکی۔ چوتھے نے کہا سفید آپ نے اسی وقت فیصلہ دیا کہ عورت پر یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس بھی یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت فی الفور ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح الگ الگ ان سے اس کتے کا رنگ کی بابت سوال کیا۔ یہ گڑبڑا گئے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا۔ آپ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم فرمایا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ (تاریخ ابن عساکر، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○ |
| اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو تمہارے لئے زِرہ بنانے کا فن سکھایا تھا تاکہ وہ تمہاری لڑائی میں |
| تمہیں ضرر سے بچائے، تو کیا تم شکر گزار ہو۔ |

## حضرت داؤد علیہ السلام کا زرہ کو بنانے کا بیان

"وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَة لَبُوس " وَهِيَ الدِّرْع لِأَنَّهَا تُلْبَس وَهُوَ أَوَّل مَنْ صَنَعَهَا وَكَانَ قَبْلهَا صَفَائِح "لَكُمْ" فِي جُمْلَة النَّاس "لِتُحْصِنَكُمْ" بِالنُّونِ لِلَّهِ وَبِالتَّحْتَانِيَّةِ لِدَاوُد وبِالْفَوْقَانِيَّةِ لِلَّبُوسِ "مِنْ بَأْسكُمْ" حَرْبكُمْ مَعَ أَعْدَائِكُمْ "فَهَلْ أَنْتُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "شَاكِرُونَ" نِعَمِي بِتَصْدِيقِ الرَّسُول : أَيْ اُشْكُرُونِي بِذَلِكَ

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو تمہارے لئے زِرہ بنانے کا فن سکھایا تھا اور زرہ تھی جس کو پہنا جاتا ہے اس سے پہلے لوہے کی پلیٹیں تھیں۔ اور آپ تمام لوگوں میں وہ پہلے ہیں جنہوں نے اس کو بنایا تاکہ وہ تمہاری لڑائی میں تمہیں ضرر سے بچائے، یہاں پر تحصن نون

کے ساتھ آیا ہے۔اور یائے تحتانیہ کے ساتھ ہیں۔اور فوقانیہ کے ساتھ لبوس ہے۔تو کیا تم یعنی اے اہل مکہ! شکر گزار ہو۔یعنی میری نعمتوں کا کی شکر گزاری رسول مکرم ﷺ کی تصدیق ہے۔لہٰذا تم اس طرح شکر ادا کرو۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا بیان

حضرت داؤد علیہ السلام کو وہ نورانی گلا عطا فرمایا گیا تھا اور آپ ایسی خوش آوازی اور خلوص کے ساتھ زبور پڑھتے تھے کہ پرند بھی اپنی پرواز چھوڑ کر تھم جاتے تھے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے لگتے تھے اسی طرح پہاڑ بھی۔ایک روایت میں ہے کہ رات کے وقت حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن کریم کررہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی میٹھی رسیلی اور خلوص بھری آواز سن کر ٹھہر گئے اور دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے یہ تو آل داؤد کی آوازوں کی شیرینی دیئے گئے ہیں۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا تو فرمانے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری قرأت سن رہے ہیں تو میں اور بھی اچھی طرح پڑھتا۔

حضرت ابوعثمان نہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو کسی بہتر سے بہتر باجے کی آواز میں بھی وہ مزہ نہیں پایا جو حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آواز میں تھا۔پس اتنی خوش آوازی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کا ایک حصہ قرار دیا۔اب سمجھ لیجئے کہ خود داؤد علیہ السلام کی آواز کیسی ہوگی؟ (تفسیر ابن ابی حاتم، الانبیاء، بیروت)

## حضرت داؤد علیہ السلام اور زرہ کی ایجاد کا بیان

حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانی ہم نے سکھا دی تھیں۔آپ کے زمانے سے پہلے بغیر کنڈلوں اور بغیر حلقوں کی زرہ بنتی تھیں۔کنڈلوں دار اور حلقوں والی زرہیں آپ نے ہی بنائیں۔جیسے اور آیت میں ہے کہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا تھا کہ وہ بہترین زرہ تیار کریں اور ٹھیک انداز سے ان میں حلقے بنائیں۔یہ زرہیں میدان جنگ میں کام آتی تھیں۔ پس یہ نعمت وہ تھی جس پر لوگوں کو اللہ کی شکر گزاری کرنی چاہیے۔

| |
|---|
| وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور سلیمان کے لیے ہوا۔جو تیز چلنے والی تھی،اس کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت |
| رکھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کے مسخر ہونے کا بیان

"وَ" "لِسُلَيْمَان الرِّيح عَاصِفَة " وَفِي آيَة أُخْرَى رَخَاء أَيْ شَدِيدَة الْهُبُوب وَخَفِيفَته حَسَب إرَادَته "تَجْرِي بِأَمْرِهِ إلَى الْأَرْض الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا " وَهِيَ الشَّام "وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْء عَالِمِينَ " مِنْ ذَلِكَ عَلِمَ اللّٰه تَعَالَى بِأَنَّ مَا يُعْطِيه سُلَيْمَان يَدْعُوهُ إلَى الْخُضُوع لِرَبِّهِ فَفَعَلَهُ تَعَالَى عَلَى مُقْتَضَى عِلْمه

اور سلیمان کے لیے ہوا مسخر کر دی۔ جو تیز چلنے والی تھی، اور دوسری آیت میں لفظ رخاء آیا ہے یعنی ہوا کو نرم کر دیا جو تیز اور آہستہ ہونے میں آپ کے حکم کے تابع تھی۔ آپ کے حکم سے اس زمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور وہ شام ہے اور ہم ہر چیز کو جاننے والے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو دیا گیا آپ خضوع کی طرف بلانے والے ہیں۔ لہٰذا اللہ نے جیسا تقاضہ تھا ویسا ہی کر دیا۔

ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی۔ ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔ آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے۔ پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی۔ تخت کے اوپر سے پرند پر کھولے آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے آیت (فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ، ص:36) یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی۔ صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کر لیتی۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا بیان

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی۔ آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے۔ پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔ عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہو جاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش افروز ہونے کا حکم دیتے پھر پر دار گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کر لیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی۔ کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا۔ پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَمِنَ الشَّيٰطِينِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ |
| اور کئی شیطان جو اس کے لیے غوطہ لگاتے تھے اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے اور ہم ان کے نگہبان تھے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے کئی چیزوں کو مسخر کرنے کا بیان

"وَ" "مِنَ الشَّيَاطِين مَنْ يَغُوصُونَ لَهُ" يَدْخُلُونَ فِي الْبَحْر فَيُخْرِجُونَ مِنْهُ الْجَوَاهِر لِسُلَيْمَان "وَيَعْمَلُونَ عَمَلًا دُون ذَلِكَ" أَيْ سِوَى الْغَوْص مِنْ الْبِنَاء وَغَيْره "وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِينَ" مِنْ أَنْ يُفْسِدُوا مَا عَمِلُوا لِأَنَّهُمْ كَانُوا إذَا فَرَغُوا مِنْ عَمَل قَبْل اللَّيْل أَفْسَدُوهُ إنْ لَمْ يَشْتَغِلُوا بِغَيْرِهِ

اور کئی شیطان جو ان کے لیے غوطہ لگاتے تھے یعنی وہ سمندر میں داخل ہوتے ہیں تو اس سے سلیمان علیہ السلام کیلئے جواہر نکالتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ کام بھی کرتے تھے یعنی وہ تعمیرات وغیرہ کا کام بھی کرتے تھے۔ اور ہم ان کے نگہبان تھے۔ کہ وہ فساد

کرتے جو وہ کام کرتے کیونکہ جب وہ رات سے پہلے کاموں سے فارغ ہو جاتے تو اگر انہیں کسی اور کام میں مشغول نہ کیا جاتا تو وہ خراب کر دیتے تھے۔

اسی طرح سرکش جنات بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قبضے میں کر دیئے تھے جو سمندروں میں غوطے لگا کر موتی اور جواہر وغیرہ نکال لایا کرتے تھے اور بھی بہت سے کام کاج کرتے تھے جیسے فرمان ہے آیت (وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَّغَوَّاصٍ ص:37) ہم نے سرکش جنوں کو ان کا ماتحت کر دیا تھا جو معمار تھے اور غوطہ خور۔ اور ان کے علاوہ اور شیاطین بھی ان کے ماتحت تھے جو زنجیروں میں بندھے رہتے تھے اور ہم ہی سلیمان کے حافظ و نگہبان تھے کوئی شیطان انہیں برائی نہ پہنچا سکتا تھا بلکہ سب کے سب ان کے ماتحت فرماں بردار اور تابع تھے کوئی ان کے قریب بھی نہ پھٹک سکتا تھا کی آپ کی حکمرانی ان پر چلتی تھی جسے چاہتے قید کر لیتے جسے چاہتے آزاد کر دیتے اسی کو فرمایا کہ اور جنات تھے جو جکڑے رہا کرتے تھے۔

| |
|---|
| وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ |
| اور ایوب (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے |
| اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ |

## حضرت ایوب علیہ السلام کے امتحان کا بیان

"و" اُذْكُرْ "أَيُّوب" وَيُبْدَل مِنْهُ "إِذْ نَادَى رَبّه" لَـمَّا اُبْتُلِيَ بِفَقْدِ جَمِيع مَاله وَوَلَده وَتَمْزِيق جَسَده وَهَجْر جَمِيع النَّاس لَهُ إِلَّا زَوْجَته سِنِينَ ثَلَاثًا أَوْ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيَ عَشْرَة وَضِيق عَيْشه "أَنِّي" بِفَتْحِ الْهَمْزَة بِتَقْدِيرِ الْيَاء "مَسَّنِيَ الضُّرّ" أَيْ الشِّدَّة، وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ،

اور حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ یاد کریں۔ یہاں پر اذ نادیٰ ربہ یہ ایوب سے بدل ہے۔ جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کیونکہ جب ان کو مال اور اولاد کے فقدان سے آزمایا گیا اور ان کے جسم کو پارہ پارہ کر کے اور لوگوں سے تین سال یا سات سال یا اٹھارہ سال کی مدت دور کیا گیا ہے جبکہ آپ کی زوجہ کے سوا لوگوں نے ایسا کیا۔ اور تنگ زندگی سے ان کو آزمایا کہ مجھے تکلیف چھو رہی ہے۔ یہاں پر لفظ اُنی یہ یائے مقدرہ کے ساتھ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" حضرت ایوب علیہ السلام (جب طویل اور سخت ترین بیماری کی آزمائش وامتحان میں سرخرو ہوئے اور ان کو صحت وعافیت نصیب ہوئی تو انہوں نے غسل صحت کیا اور اسی غسل صحت کے دوران وہ) برہنہ جسم نہا رہے تھے کہ (اللہ تعالیٰ نے ان کے گھر پر سونے کی ٹڈیاں برسانا شروع کیا اور وہ) سونے کی

ٹڈیاں ان کے اوپر (یعنی دائیں بائیں) گرنے لگیں، حضرت ایوب علیہ السلام ان ٹڈیوں کو سمیٹ کر اپنے کپڑوں میں رکھنے لگے (سونے کی ٹڈیاں میں ان کا یہ انہماک دیکھ کر) ان کے پروردگار نے ان کو مخاطب کر کے کہا کہ ایوب (علیہ السلام) جو چیز تم دیکھ رہے ہو کیا ہم نے اس سے تمہیں بے نیاز نہیں کر دیا ہے؟ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کی! بے شک تیری عزت کی قسم تو نے مجھے اس چیز سے بے پرواہ کر دیا ہے لیکن میں تیری نعمت کی کثرت اور تیری رحمت کی فراوانی سے ہرگز بے نیاز نہیں ہوں۔"

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 272)

برہنہ جسم نہار رہے تھے۔" کی مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر تہبند کے علاوہ اور کوئی کپڑا نہیں تھا اور تہبند باندھے ہوئے نہار رہے تھے، اس کی تائید آگے کی عبارت یحثی فی ثوبہ (سمیٹ سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے)، میں پوشیدہ جگہ پر بالکل ننگا نہار ہے تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں پوشیدہ جگہ پر بالکل ننگے نہانا مذکور ہوا اور اس کے شرعی جواز میں کوئی قباحت نہیں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا اس طرف اشارہ فرمایا کہ اپنے پروردگار سے شرم وحیا کی خاطر پوشیدہ جگہ پر بھی نہاتے وقت ستر پوشی افضل ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس مکارم واخلاق کی تکمیل کے لئے دنیا میں تشریف لائے اس کا تقاضا بھی یہی ہے۔"ان ٹڈیوں کو سمیٹ سمیٹ کر اپنے کپڑے میں رکھنے لگے۔" بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام برستی ہوئی سونے کی ٹڈیوں کو ایک ہاتھ سے اٹھا اٹھا کر یا دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر انہی تہبند میں سمیٹتے جاتے تھے جو انہوں نے نہانے کے لئے باندھ رکھا تھا" کپڑے" سے مراد وہ پوشاک ہے جو انہوں نے نہانے کے بعد پہنی ہوگی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کپڑا مراد ہو جو انہوں نے اس وقت تک پہنا نہ ہو بلکہ ان کے قریب ہی رکھا ہوا ہو۔

حضرت ایوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا مذکورہ خطاب، ناراضگی اور عتاب کے طور پر نہیں تھا بلکہ اظہار شفقت ومحبت کے طور تھا کہ جب میں نے تمہارے گھر میں اتنا زیادہ سونا برسا دیا ہے اور تمہیں مالا مال کر دیا ہے تو کیا ضروری ہے کہ تم ان ٹڈیوں کو اٹھا اٹھا کر اپنے کپڑے میں رکھو؟ چنانچہ حضرت ایوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ بے شک تو نے مجھے اس قدر مالا مال کر دیا ہے اور میرے گھر میں اتنا سونا بھر دیا ہے کہ میں ان ٹڈیوں کو جمع کرنے اور ان کو اٹھا اٹھا کر رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رکھتا لیکن تیری بارگاہ میں اپنے عجز واحتیاج کے اظہار کے لئے میں تیری رحمتوں کی مزید طلب سے بے نیاز بھی نہیں ہوسکتا خواہ تو مجھے کتنا ہی مالا مال کر دے اور مجھ پر اپنی نعمتوں اور رحمتوں کی کتنی ہی بارش برسا دے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا ان ٹڈیوں کا اٹھانے میں انہماک ودلچسپی رکھنا، دنیا کی حرص وطمع اور مال ودولت میں اضافہ کی خواہش کی بناء پر نہ تھا بلکہ حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت سے مستفید ہونے اور تشکر وامتنان کی بنا پر تھا۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جائز مال ودولت میں اضافہ کی حرص اس شخص کے حق میں روا ہے جس کو اپنے نفس پر اعتماد ہو کہ اس مال ودولت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی نہیں ہوگی اور اس کو انہی مقاصد ومصارف میں خرچ کیا جائے گا جن سے حق تعالیٰ راضی وخوش ہوتا ہے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام کے اہل وعیال کے فوت جانے کا بیان

یزید بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آپ کی آزمائش شروع ہوئی اہل وعیال فوت ہو گئے مال فنا ہو گیا کوئی چیز ہاتھ تلے نہ رہی آپ اللہ کے ذکر میں اور بڑھ گئے کہنے لگے اے تمام پالنے والوں کے پالنے والے تو نے مجھ پر بڑے احسان کئے مال دیا اولاد دی اس وقت میرا دل بہت ہی مشغول تھا اب تو نے سب کچھ لے کر میرے دل کو ان فکروں سے پاک کر دیا اب میرے دل میں اور تجھ میں کوئی حائل نہ رہا اگر میرا دشمن ابلیس تیری اس مہربانی کو جان لیتا تو وہ مجھ پر بہت ہی حسد کرتا ابلیس لعین اس قول سے اور اس وقت کی اس حمد سے جل بھن کر رہ گیا۔ آپ کی دعاؤں میں یہ بھی دعا تھی اے اللہ تو نے جب مجھے تونگر اور اولاد اور اہل وعیال والا بنا رکھا تھا تو خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں نے نہ کبھی غرور وتکبر کیا نہ کبھی کسی پر ظلم ستم کیا۔ میرے پروردگار تجھ پر روشن ہے کہ میرا نرم وگرم بستر تیار ہوتا اور میں راتوں کو تیری عبادتوں میں گزارتا اور اپنے نفس کو اس طرح ڈانٹ دیتا کہ تو اس لئے پیدا نہیں کیا گیا تیری رضامندی کی طلب میں میں اپنی راحت وآرام کو ترک کر دیا کرتا۔ (ابن ابی حاتم، سورت الانبیاء، بیروت)

## بدن مبارک میں کیڑوں کے پڑ جانے کا بیان

حضرت حسن اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سات سال اور کئی ماہ آپ بیماری میں مبتلا رہے بنو اسرائیل کے کوڑے پھینکنے کی جگہ آپ کو ڈال رکھا تھا۔ بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے پھر اللہ نے آپ پر رحم وکرم کیا تمام بلاؤں سے نجات دی اجر دیا اور تعریفیں کیں۔ وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ پورے تین سال آپ اس تکلیف میں رہے۔ سارا گوشت جھڑ گیا تھا۔ صرف ہڈیاں اور چمڑہ رہ گیا آپ دکھ میں پڑے رہتے تھے صرف ایک بیوی صاحبہ تھیں جو آپ کے پاس تھیں جب زیادہ زمانہ گزر گیا تو ایک روز عرض کرنے لگیں کہ اے نبی اللہ علیہ السلام آپ اللہ سے دعا کیوں نہیں کرتے کہ وہ اس مصیبت کو ہم پر سے ٹال دے۔ آپ فرمانے لگے ستر برس تک اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت وعافیت میں رکھا۔

اگر ستر سال تک میں اس حالت میں رہوں اور صبر کروں تو یہ بھی بہت کم ہے اس پر بیوی صاحبہ کانپ اٹھیں آپ شہر میں جاتیں، لوگوں کا کام کاج کرتیں اور جو ملتا وہ لے آتیں اور آپ کو کھلاتیں پلاتیں۔ آپ کے دو دوست اور دلی خیر خواہ دوست تھے انہیں فلسطین میں جا کر شیطان نے خبر دی کہ تمہارا دوست سخت مصیبت میں مبتلا ہے تم جاؤ ان کی خبر گیری کرو اور اپنے ہاں کی کچھ شراب اپنے ساتھ لے جاؤ وہ پلا دینا اس سے انہیں شفا ہو جائے گی چنانچہ یہ دونوں آئے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت دیکھتے ہی ان کے آنسو نکل آئے بلبلا کر رونے لگے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے یاد دلایا تو آپ خوش ہوئے انہیں مرحبا کہا وہ کہنے لگے اے جناب آپ شاید کچھ چھپاتے ہوں گے اور ظاہر اس کے خلاف کرتے ہوں گے؟ آپ نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اللہ خوب جانتا ہے کہ میں کیا چھپاتا تھا اور کیا ظاہر کرتا تھا میرے رب نے مجھے اس میں مبتلا کیا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ میں صبر کرتا ہوں یا بےصبری؟ وہ کہنے لگے اچھا ہم آپ کے واسطے دوا لائے ہیں آپ اسے پی لیجئے شفا ہو جائے گی یہ شراب ہے۔ ہم اپنے ہاں سے لائے ہیں۔ یہ سنتے ہی آپ سخت غضبناک ہوئے اور فرمانے لگے تمہیں شیطان خبیث لایا ہے تم سے کلام کرنا تمہارا کھانا پینا

مجھ پر حرام ہے۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورت الانبیاء، بیروت)

## مسبوط شیطان کا حالت امتحان بھی وسواس دلانے کا بیان

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ کی بیوی صاحبہ نے ایک گھر والوں کی روٹیاں پکائیں ان کا ایک بچہ سویا ہوا تھا تو انہوں نے اس بچے کے حصے کی ٹکیا انہیں دے دی یہ لے کر حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس آئیں آپ نے کہا یہ آج کہاں سے لائیں؟ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا ابھی ابھی واپس جاؤ ممکن ہے بچہ جاگ گیا ہو اور اسی ٹکیا کی ضد کرتا ہو اور رو رو کر سارے گھر والوں کو پریشان کرتا ہو۔ آپ روٹی واپس لے کر چلیں ان کی ڈیوڑھی میں بکری بندھی ہوئی تھی اس نے زور سے آپ کو ٹکر ماری آپ کی زبان سے نکل گیا دیکھو ایوب کیسے غلط خیال والے ہیں۔ پھر اوپر گئیں تو دیکھا واقعی بچہ جاگا ہوا ہے اور ٹکیا کے لئے مچل رہا ہے اور گھر بھر کا ناک میں دم کر رکھا ہے یہ دیکھ کر بے ساختہ زبان سے نکلا کہ اللہ ایوب پر رحم کرے، اچھے موقعہ پر پہنچی۔ ٹکیا دے دی اور واپس لوٹیں راستے میں شیطان بہ صورت طبیب ملا اور کہنے لگا کہ تیرے خاوند سخت تکلیف میں ہیں مرض پر مدتیں گزر گئیں تم انہیں سمجھاؤ فلاں قبیلے کے بت کے نام پر ایک مکھی مار دیں شفاء ہو جائے گی پھر توبہ کر لیں۔

جب آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس پہنچیں تو ان سے یہ کہا آپ نے فرمایا شیطان خبیث کا جادو تجھ پر چل گیا۔ میں تندرست ہو گیا تو تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ ایک دن آپ حسب معمول تلاش معاش میں نکلیں گھر گھر پھر آئیں کہیں کام نہ لگا مایوس ہو گئیں شام کو پلٹتے وقت حضرت ایوب علیہ السلام کی بھوک کا خیال آیا تو آپ نے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر ایک امیر لڑکی کے ہاتھ فروخت کر دی اس نے آپ کو بہت کچھ کھانے پینے کا اسباب دیا۔ جسے لے کر آپ آئیں حضرت ایوب علیہ السلام نے پوچھا یہ آج اتنا سارہ اور اتنا اچھا کھانا کیسے مل گیا؟ فرمایا میں نے ایک امیر گھر کا کام کر دیا تھا۔ آپ نے کھالیا دوسرے روز بھی اتفاق سے ایسا ہی ہوا اور آپ نے اپنے بالوں کی دوسری لٹ کاٹ کر فروخت کر دی اور کھانا لے آئیں آج بھی یہی کھانا دیکھ کر آپ نے فرمایا واللہ میں ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تو مجھے یہ نہ بتا دے کہ کیسے لائی؟ اب آپ نے اپنا دوپٹہ سر سے اتار دیا دیکھا کہ سر کے بال سب کٹ چکے ہیں اس وقت سخت گھبراہٹ اور بیچینی ہوئی اور اللہ سے دعا کی کہ مجھے ضرر پہنچا اور تو سب سے زیادہ رحیم ہے۔ حضرت نوف کہتے ہیں کہ جو شیطان حضرت ایوب علیہ السلام کے پیچھے پڑا تھا اس کا نام مسبوط تھا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی صاحبہ عموماً آپ سے عرض کیا کرتی تھیں کہ اللہ سے دعا کرو۔ لیکن آپ نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن بنو اسرائیل کے کچھ لوگ آپ کے پاس سے نکلے اور آپ کو دیکھ کر کہنے لگے اس شخص کو یہ تکلیف ضرور کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے ہے اس وقت بے ساختہ آپ کی زبان سے یہ دعا نکل گئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ |
| تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے اور ان کے ساتھ ان کی مثل |
| عطا کر دیے، اپنے پاس سے رحمت کے لیے اور ان لوگوں کی یاد دہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔ |

## حضرت ایوب علیہ السلام کی اولاد کیلئے سونے چاندی کی بارش کا بیان

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ " نِدَاءَهُ "فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرّ وَآتَيْنَاهُ أَهْله " أَوْلَاده الذُّكُور وَالْإِنَاث بِأَنْ أُحْيُوا لَهُ وَكُلّ مِنْ الصِّنْفَيْنِ ثَلَاث أَوْ سَبْع "وَمِثْلهمْ مَعَهُمْ" مِنْ زَوْجَته وَزِيدَ فِي شَبَابهَا وَكَانَ لَهُ أَنْدَر لِلْقَمْحِ وَأَنْدَر لِلشَّعِيرِ فَبَعَثَ اللَّه سَحَابَتَيْنِ أَفْرَغَتْ إحْدَاهُمَا عَلَى أَنْدَر الْقَمْح الذَّهَب وَأَفْرَغَتْ الْأُخْرَى عَلَى أَنْدَر الشَّعِير الْوَرِق حَتَّى فَاضَ "رَحْمَة" مَفْعُول لَهُ "مِنْ عِنْدنَا " صِفَة "وَذِكْرَى لِلْعَابِدِينَ" لِيَصْبِرُوا فَيُثَابُوا،

تو ہم نے اس کی دعا قبول کر لی، پس اسے جو بھی تکلیف تھی دور کر دی اور اسے اس کے گھر والے یعنی اولاد جن میں بچے بچیاں تھیں کہ ان کو آپ کیلئے زندہ رکھا۔ یعنی ہر جنس سے تین تین کا سات سات عطا کیے اور ان کے ساتھ ان کی مثل اور عطا کر دیے، اور آپ کی زوجہ محترمہ پر شباب کو لوٹا دیا۔ اور ان کیلئے ایک کھیت گندم کا تھا اور ایک جو کا تھا تو اللہ نے دو بادل بھیجے ایک بادل نے گندم کی کھیتی پر سونا برسا دیا اور دوسرے بادل نے جو کی کھیتی پر چاندی برسا دی۔ حتیٰ کہ اپنے پاس سے رحمت کے لیے۔ یہاں پر رحمت مفعول لہ ہے۔ اور ان لوگوں کی یاددہانی کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں۔ تا کہ وہ اس پر صبر کریں تو ان کو ثواب دیا جائے۔

## حضرت ایوب علیہ السلام سے تکالیف کو دور کر دینے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کہ دو بھائی تھے ایک دن وہ ملنے کے لئے آئے۔ لیکن جسم کی بدبو کی وجہ سے قریب نہ آسکے دور ہی سے کھڑے ہو کر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر اس شخص میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت میں نہ ڈالتا اس بات نے حضرت ایوب علیہ السلام کو وہ صدمہ پہنچایا جو آج تک آپ کو کسی چیز سے نہ ہوا تھا اس وقت کہنے لگے اللہ کوئی رات مجھ پر ایسی نہیں گزری کہ کوئی بھوکا شخص میرے علم میں ہو اور میں نے پیٹ بھر لیا ہو پروردگار اگر میں اپنی اس بات میں تیرے نزدیک سچا ہوں تو میری تصدیق فرما۔ اسی وقت آسمان سے آپ کی تصدیق کی گئی تھی اور وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ پروردگار کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے پاس ایک سے زائد کپڑے ہوں اور میں نے کسی ننگے کو نہ دیے ہوں اگر میں اس میں سچا ہوں تو میری تصدیق آسمان سے کر۔ اس پر بھی آپ کی تصدیق ان کے سنتے ہوئے کی گئی۔ پھر یہ دعا کرتے ہوئے سجدے میں گر پڑے کہ اے اللہ میں تو اب سجدے سے سر نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ تو مجھ سے ان تمام مصیبتوں کو دور نہ کر دے جو مجھ پر نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی۔ اور اس سے پہلے کہ آپ سر اٹھائیں تمام تکلیفیں اور بیماریاں دور ہو گئیں جو آپ پر اتری تھیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام اٹھارہ برس تک بلاؤں میں گھرے رہے پھر ان کے دو دوستوں کے آنے اور بدگمانی کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میری تو یہ حالت تھی کہ

راستہ چلتے دو شخصوں کو جھگڑتا دیکھتا اور ان میں سے کسی کو قسم کھاتے سن لیتا تو گھر آ کر اس کی طرف سے کفارہ ادا کر دیتا کہ ایسا نہ ہو کہ اس نے نام ناحق لیا ہو۔ آپ اپنی اس بیماری میں اس قدر رنڈھال ہو گئے تھے کہ آپ کی بیوی صاحبہ ہاتھ تھام کر پاخانہ پیشاب کے لئے لے جاتی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کو حاجت تھی آپ نے آواز دی لیکن انہیں آنے میں دیر لگی آپ کو سخت تکلیف ہوئی اسی وقت آسمان سے ندا آئی کہ اے ایوب اپنی ایڑی زمین پر مارو اسی پانی کو پی بھی لو اور اسی سے نہا بھی لو اس حدیث کا مرفوع ہونا بالکل غریب ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جنت کا حلہ نازل فرما دیا جسے پہن کر آپ یکسو ہو کر بیٹھ گئے۔ جب آپ کی بیوی آئیں اور آپ کو نہ پہچان سکیں تو آپ سے پوچھنے لگیں اے اللہ کے بندے یہاں ایک بیمار بیکس بےبس تھے تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیا ہوئے؟ کہیں انہیں بھیڑیئے نہ کھا گئے ہوں یا کتے نہ لے گئے ہوں؟ تب آپ نے فرمایا نہیں نہیں وہ بیمار ایوب میں ہی ہوں۔ بیوی صاحبہ کہنے لگی اے شخص تو مجھ دکھیا عورت سے ہنسی کر رہا ہے اور مجھے بنا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں مجھے اللہ نے شفا دے دی اور یہ رنگ روپ بھی۔ آپ کا مال آپ کو واپس دیا گیا آپ کی اولاد وہی آپ کو واپس ملی اور ان کے ساتھ ہی ویسی ہی اور بھی وحی میں یہ خوشخبری بھی سنا دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ قربانی کرو اور استغفار کرو، تیرے اپنوں نے تیرے بارے میں میری نافرمانی کر لی تھی۔

اور روایت میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو عافیت عطا فرمائی آسمان سے سونے کی ٹڈیاں ان پر برسائیں جنہیں لے کر آپ نے اپنے کپڑے میں جمع کرنی شروع کر دیں تو آواز دی گئی کہ اے ایوب کیا تو اب تک آسودہ نہیں ہوا؟ آپ نے جواب دیا کہ اے میرے پروردگار تیری رحمت سے آسودہ کون ہو سکتا ہے؟ پھر فرماتا ہے ہم نے اسے اس کے اہل عطا فرمائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں وہی لوگ واپس کئے گئے۔ آپ کی بیوی کا نام رحمت تھا۔ یہ قول اگر آیت سے سمجھا گیا ہے تو یہ بھی دور از کار امر ہے اور اگر اہل کتاب سے لیا گیا ہے تو وہ تصدیق تکذیب کے قابل ہے چیز نہیں۔ ابن عساکر نے ان کا نام اپنی تاریخ میں "لیا" بتایا ہے۔ یہ منشا بن یوسف بن اسحاق بن ابراہیم علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت "لیا" حضرت یعقوب علیہ السلام کی بیٹی حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں جو شفیعہ کی زمین میں آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ سے فرمایا گیا کہ تیری اہل سب جنت میں ہیں تم کہو تو میں ان سب کو یہاں دنیا میں لا دوں اور کہے تو وہیں رہنے دوں اور دنیا میں ان کا عوض دوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ پس آخرت کا اجر اور دنیا کا بدلہ دونوں آپ کو ملا۔ یہ سب کچھ ہماری رحمت کا ظہور تھا۔ اور ہمارے سچے عابدوں کے لئے نصیحت و عبرت تھی، آپ اہل بلا کے پیشوا تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ مصیبتوں میں پھنسے ہوئے لوگ اپنے لئے آپ کی ذات میں عبرت دیکھیں، بے صبری سے ناشکری نہ کرنے لگیں اور لوگ انہیں اللہ کے بزرے بندے نہ سمجھیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا پہاڑ ثابت قدمی کا نمونہ تھے اللہ کے لکھے پر، اس کے امتحان پر انسان کو صبر و برداشت کرنی چاہیے نہ

جائیں قدرت در پردہ اپنی کیا کیا حکمتیں دکھارہی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورت الانبیاء، بیروت)

اس طرح کہ حضرت ایوب علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ زمین میں پاؤں ماریئے انہوں نے پاؤں مارا ایک چشمہ ظاہر ہوا، حکم دیا گیا اس سے غسل کیجئے غسل کیا تو ظاہر بدن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں پھر آپ چالیس قدم چلے پھر دوبارہ زمین میں پاؤں مارنے کا حکم ہوا پھر آپ نے پاؤں مارا اس سے بھی ایک چشمہ ظاہر ہوا جس کا پانی نہایت سرد تھا، آپ نے بحکم الٰہی پیا اس سے باطن کی تمام بیماریاں دور ہوگئیں اور آپ کو اعلیٰ درجہ کی صحت حاصل ہوئی۔

حضرت ابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم اور اکثر مفسرین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام اولاد کو زندہ فرمادیا اور آپ کو اتنی ہی اولاد اور عنایت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بی بی صاحبہ کو دوبارہ جوانی عنایت کی اور ان کے کثیر اولادیں ہوئیں۔(تفسیر خازن، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَاِسۡمٰعِیۡلَ وَاِدۡرِیۡسَ وَذَا الۡکِفۡلِ ؕ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیۡنَ ۝ |
| اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ ہر ایک صبر کرنے والوں سے تھا۔ |

## حضرت اسماعیل، ادریس اور ذوالکفل کا بیان

"وَإِسْمَاعِيل وَإِدْرِيس وَذَا الْكِفْل كُلّ مِنْ الصَّابِرِينَ" عَلَى طَاعَة اللّٰه وَعَنْ مَعَاصِيه

اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ ہر ایک صبر کرنے والوں سے تھا۔یعنی اللہ کی طاعت پر صبر اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرتے تھے۔

## حضرت ذوالکفل کے تذکرہ کا بیان

حضرت اسماعیل وادریس علیہما السلام کا بھی ذکر گزر چکا ہے۔ ذوالکفل بہ ظاہر تو نبی ہی معلوم ہوتے ہیں کیونکہ نبیوں کے ذکر میں ان کا نام آیا ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ نبی نہ تھے بلکہ ایک صالح شخص تھے اپنے زمانہ کے بادشاہ تھے بڑے ہی عادل اور بامروت، امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اس میں توقف کرتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ایک نیک بزرگ تھے جنہوں نے اپنے زمانے کے نبی سے عہد و پیمان کئے اور ان پر قائم رہے۔ قوم میں عدل وانصاف کیا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ جب حضرت یسع علیہ السلام بہت بوڑھے ہوگئے تو ارادہ کیا کہ میں اپنی زندگی میں ہی ان کا خلیفہ مقرر کردوں اور دیکھ لوں کہ وہ کیسے عمل کرتا ہے۔ لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ تین باتیں جو شخص منظور کرے میں اسے خلافت سونپتا ہوں۔ دن بھر روزے سے رہے رات بھر قیام کرے اور کبھی بھی غصے نہ ہو۔ کوئی اور تو کھڑا نہ ہوا ایک شخص جسے لوگ بہت ہلکے درجے کا سمجھتے تھے کھڑا ہوا اور کہنے لگا میں اس شرط کو پوری کردوں گا۔ آپ نے پوچھا یعنی تو دنوں میں روزے سے رہے گا اور راتوں کو تہجد پڑھتا رہے گا اور غصہ نہ کرے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ یسع علیہ السلام نے فرمایا اچھا اب کل سہی۔ دوسرے روز بھی آپ نے اسی طرح مجلس میں عام سوال کیا لیکن اس شخص کے سوا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ چنانچہ انہی کو خلیفہ بنادیا گیا۔

## حضرت ذوالکفل کا غصہ میں نہ آنے کا بیان

اب شیطان نے چھوٹے چھوٹے شیاطین کو اس بزرگ کے بہکانے کے لئے بھیجنا شروع کیا۔ مگر کسی کی کچھ نہ چلی۔ ابلیس خود چلا دو پہر کو قیلولے کے لئے آپ لیٹے ہی تھے جو خبیث نے کنڈیاں پیٹنی شروع کر دیں آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہنا شروع کیا کہ میں ایک مظلوم ہوں فریادی ہوں میری قوم مجھے ستا رہی ہے۔ میرے ساتھ انہوں نے یہ کیا یہ کیا اب لمبا قصہ سنانا شروع کیا تو کسی طرح ختم ہی نہیں کرتا نیند کا سارا وقت اسی میں چلا گیا اور حضرت ذوالکفل دن رات بس صرف اسی وقت ذرا سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ آپ نے فرمایا اچھا شام کو آنا میں تمہارا انصاف کر دوں گا اب شام کو آپ جب فیصلے کرنے لگے ہر طرف اسے دیکھتے ہیں لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں یہاں تک کہ خود جا کر ادھر ادھر بھی تلاش کیا مگر اسے نہ پایا۔ دوسری صبح کو بھی وہ نہ آیا پھر جہاں آپ دو پہر کو دو گھڑی آرام کرنے کے ارادے سے لیٹے جو یہ خبیث آ گیا اور دروازہ ٹھونکنے لگا آپ نے کھول دیا اور فرمانے لگے میں نے تو تم سے شام کو آنے کو کہا تھا، منتظر رہا لیکن تم نہ آئے۔

وہ کہنے لگا حضرت کیا بتاؤں جب میں نے آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے تم نہ جاؤ ہم تمہارا حق ادا کر دیتے ہیں میں رک گیا پھر انہوں نے اب انکار کر دیا اور بھی کچھ لمبے چوڑے واقعات بیان کرنے شروع کر دئے اور آج کی نیند بھی کھوئی اب شام کو پھر انتظار کیا لیکن نہ اسے آنا تھا نہ آیا۔ تیسرے دن آپ نے آدمی مقرر کیا کہ دیکھو کوئی دروازے پر نہ آنے پائے مارے نیند کے میری حالت غیر ہو رہی ہے آپ ابھی لیٹے ہی تھے جو وہ مردود پھر آ گیا چوکیدار نے اسے روکا یہ ایک طاق میں سے اندر گھس گیا اور اندر سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا آپ نے اٹھ کر پہرے دار سے کہا کہ دیکھو میں نے تمہیں ہدایت کر دی تھی پھر بھی آپنے دروازے کے اندر کسی کو آنے دیا اس نے کہا نہیں میری طرف سے کوئی نہیں آیا۔ اب جو غور سے آپ نے دیکھا تو دروازے کو بند پایا۔ اور اس شخص کو اندر موجود پایا۔ آپ پہچان گئے کہ یہ شیطان ہے اس وقت شیطان نے کہا اے ولی اللہ میں تجھ سے ہارا نہ تو نے رات کا قیام ترک کیا نہ تو اس نوکر پر ایسے موقعہ پر غصے ہوا پس اللہ نے ان کا نام ذوالکفل رکھا۔ اس لئے کہ جن باتوں کی انہوں نے کفالت لی تھیں انہیں پورا کر دکھایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا ؕ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ |
| اور انہیں ہم نے اپنی رحمت میں داخل کیا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہیں۔ |

## حضرت ذوالکفل کے قیام وصیام کا بیان

"وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتنَا" مِنْ النُّبُوَّة "إنَّهُمْ مِنْ الصَّالِحِينَ" لَهَا وَسُمِّيَ ذَا الْكِفْل لِأَنَّهُ تَكَفَّلَ بِصِيَامِ جَمِيع نَهَاره وَقِيَام جَمِيع لَيْله وَأَنْ يَقْضِيَ بَيْنَ النَّاس وَلَا يَغْضَب فَوَفَّى بِذَلِكَ وَقِيلَ لَمْ يَكُنْ نَبِيًّا

اور انہیں ہم نے اپنی رحمت یعنی نبوت میں داخل کیا، بیشک وہ ہمارے قربِ خاص کے سزاواروں میں ہیں۔ حضرت ذوالکفل

کا نام ذوالکفل اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ تمام دن روزے سے اور تمام رات قیام کرتے تھے۔اور آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتے تھے۔اور آپ نے لازم کرلیا تھا کہ آپ غصہ نہ کریں گے پس آپ نے یہ ذمہ داری پوری کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نبی نہ تھے۔

## حضرت ذوالکفل کی عبادت و بخشش کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ تفسیر کے ساتھ یہ قصہ روایت ہے اس میں ہے کہ بنواسرائیل کے ایک قاضی نے بوقت مرگ کہا تھا کہ میرے بعد میرا عہدہ کون سنبھالتا ہے؟ اس نے کہا میں چنانچہ ان کا نام ذوالکفل ہوا اس میں ہے کہ شیطان جب ان کے آرام کے وقت آیا پہرے والوں نے روکا اس نے اس قدر غل مچایا کہ آپ جاگ گئے دوسرے دن بھی یہی کیا تیسرے دن بھی یہی کیا اب آپ اس کے ساتھ چلنے کے لئے آمادہ ہوئے کہ میں تیرے ساتھ چل کر تیرا حق دلواتا ہوں لیکن راستے میں سے وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ کھڑا ہوا۔حضرت اشعری نے منبر پر فرمایا کہ ذوالکفل نبی نہ تھا بنواسرائیل کا ایک صالح شخص تھا جو ہر روز سو نمازیں پڑھتا تھا اس کے بعد انہوں نے اس قسم کی عبادتوں کا ذمہ اٹھایا۔اس لئے انہیں ذوالکفل کہا گیا۔ایک منقطع روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے۔

مسند امام بن حنبل میں ہے اس میں کفل کا ایک واقعہ بیان ہے ذوالکفل نہیں کہا گیا۔بہت ممکن ہے یہ کوئی اور صاحب ہوں۔ واقعہ اس حدیث میں یہ ہے کہ کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ سے بچتا نہ تھا۔ایک مرتبہ اس نے ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر بدکاری کے لئے آمادہ کیا جب اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے تیار ہوا تو وہ عورت رونے اور کانپنے لگی۔اس نے کہا میں نے تجھ سے کوئی زبردستی تو کی نہیں پھر رونے اور کانپنے کی وجہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے ایسی کوئی نافرمانی آج تک اللہ تعالیٰ کی نہیں کی۔اس وقت میری محتاجی نے مجھے یہ برا دن دکھایا ہے۔کفل نے کہا تو ایک گناہ پر اس قدر پریشان ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا۔اسی وقت اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہوگیا اور کہنے لگا جا یہ دینار میں نے تجھے بخشے۔قسم اللہ کی آج سے میں کسی قسم کی اللہ کی نافرمانی نہ کروں گا۔اللہ کی شان اسی رات اس کا انتقال ہوتا ہے۔صبح لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر قدرتی حروف سے لکھا ہوا تھا کہ اللہ نے کفل کو بخش دیا۔(تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ |
| اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ٥ |
| اور ذوالنون (مچھلی کے پیٹ والے نبی علیہ السلام کو بھی یاد فرمایئے) جب وہ غضبناک ہوکر چل دیئے پس انہوں نے یہ |
| خیال کرلیا کہ ہم ان پر کوئی تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری |
| ذات پاک ہے، بیشک میں ہی زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔ |

## حضرت یونس علیہ السلام کے تذکرہ کا بیان

"وَ" اُذْکُرْ "ذَا النُّون" صَاحِب الْحُوت وَهُوَ يُونُس بْن مَتَّى وَيُبْدَل مِنْهُ "إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا" لِقَوْمِهِ أَيْ غَضْبَان عَلَيْهِمْ مِمَّا قَاسَى مِنْهُمْ وَلَمْ يُؤْذَن لَهُ فِي ذَلِكَ "فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِر عَلَيْهِ" أَيْ نَقْضِي عَلَيْهِ بِمَا قَضَيْنَاهُ مِنْ حَبْسه فِي بَطْن الْحُوت أَوْ نُضَيِّق عَلَيْهِ بِذَلِكَ "فَنَادَى فِي الظُّلُمَات" ظُلْمَة اللَّيْل وَظُلْمَة الْبَحْر وَظُلْمَة بَطْن الْحُوت "أَنْ" أَيْ بِأَنْ "لَا إلَه إلَّا أَنْتَ سُبْحَانك إنِّي كُنْت مِنْ الظَّالِمِينَ" فِي ذَهَابِي مِنْ بَيْن قَوْمِي بِلَا إذْن .

اورذوالنون مچھلی کے پیٹ والے نبی علیہ السلام کوبھی یادفرمایئے، جوحضرت یونس علیہ السلام تھے۔اور یہاں پر ذالنون سے اذ ذھب مغاضیا بدل ہے۔جب وہ اپنی قوم پرغضبناک ہوکر چل دیئے پس انہوں نے یہ خیال کرلیا کہ ہم ان پراس سفر میں کوئی تنگی نہیں کریں گے۔یعنی انہوں نے یہ خیال کیا کہ اجازت کے بغیر چلے جانے پرکوئی امتحان نہ آئے گا۔پھرانہوں نے دریا، رات اور مچھلی کے پیٹ کی تہہ درتہہ تاریکیوں میں پھنس کرپکارا کہ تیرے سوا کوئی معبودنہیں تیری ذات پاک ہے، بیشک میں ہی اپنی جان پرزیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔کیونکہ میرا قوم کے درمیان سے بغیراجازت چلے جانا تھا۔

## حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی توبہ قبول ہونے کا بیان

یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہےاورسورۃ صافات میں بھی ہےاورسورۃ نون میں بھی ہے۔یہ پیغمبر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے۔انہیں موصل کے علاقے کی بستی نینوا کی طرف نبی بنا کراللہ تعالٰی نے بھیجا تھا۔آپ نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی۔آپ وہاں سے ناراض ہوکرچل دئے اوران لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پرعذاب الٰہی آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہوگئی اورانہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اورمویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کوماؤں سے جدا کردیا اور بلک بلک کرنہایت گریہ وزاری سے جناب باری تعالٰی میں فریادشروع کردی۔ادھران کی آہ وبکاءادھرجانوروں کی بھیانک صداغرض اللہ کی رحمت متوجہ ہوگئی عذاب اٹھالیا گیا۔جیسے فرمان ہے آیت (فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ 98)-10یونس:98)یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کونفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹالیے اوردنیا کی رسوائی سے انہیں بچالیا اورموت تک کی مہلت دے دی۔حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کرایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جاکرطوفان کے آثارنمودارہوئے۔قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کودریا میں ڈال دیناچاہیے کہ وزن کم ہوجائے۔قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کودریا میں ڈالنا پسند نہ کیا۔دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھرقرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا۔چنانچہ خودقرآن میں ہے آیت (فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ، الصافات:141)اب کہ حضرت یونس علیہ السلام خودکھڑے ہوگئے کپڑے اتارکردریا میں کودپڑے۔بحراخضر سے

بحکم الٰہی ایک مچھلی پانی کاٹتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کرگئی۔ لیکن بحکم اللہ نے آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہچایا۔ آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں۔ آپ کا غضب وغصہ آپ کی قوم پر تھا۔ خیال یہ تھا کہ اللہ آپ کو تنگ نہ پکڑے گا پس یہاں نقدر کے یہی معنی حضرت ابن عباس مجاہد ضحاک وغیرہ نے کئے ہیں امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں اوراس کی تائید آیت (وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُه فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ) -65 الطلاق:7) سے بھی ہوتی ہے۔

حضرت عطیہ عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ معنی کئے ہیں کہ ہم اس پر مقدر نہ کریں گے قدر اور قدر دونوں لفظ ایک معنی میں بولے جاتے ہیں اس کی سند میں عربی کے شعر کے علاوہ آیت (فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ، القمر:12) بھی پیش کی جاسکتی ہے ان اندھیریوں میں پھنس کر اب حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ سمندر کے نیچے کا اندھیرا پھر مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا پھر رات کا اندھیرا یہ اندھیرے سب جمع تھے۔ آپ نے سمندر کی تہہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جاکر پہلے تو سمجھے کہ میں مرگیا پھر پیر کو ہلایا تو یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے بارالٰہی میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہوگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کہ نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر خراش آئے جب آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی اللہ کی تسبیح شروع کردی اسے سن کر فرشتوں نے کہا بارالٰہا! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے؟ ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| پس ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں غم سے نجات بخشی، اوراسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔ |

## اہل ایمان کی دعاؤں کے سبب نجات ہوجانے کا بیان

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنْ الْغَمّ" بِتِلْكَ الْكَلِمَات "وَكَذَلِكَ" كَمَا نَجَّيْنَاهُ "نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ" مِنْ كَرْبهمْ إذَا اسْتَغَاثُوا بِنَا دَاعِينَ

پس ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں انہی کلمات کے سبب غم سے نجات بخشی، اوراسی طرح ہم مومنوں کو مشکلات میں نجات دیا کرتے ہیں۔ جب دعائیں کرتے ہوئے ہمیں پکارتے ہیں۔

## حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مچھلی والے یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے مانگی تھی یہ ہے آیت (لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین)۔ (تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بلاشک میں ظالموں میں سے تھا) جو مسلمان شخص اس دعا کے ذریعہ اللہ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کرتا ہے۔ (احمد، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 821)

| |
|---|
| وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ٥ |
| اورزکریا (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ |

## حضرت زکریا علیہ السلام کے تذکرہ کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "زَكَرِيَّا" وَيُبْدَل مِنْهُ "اِذْ نَادَى رَبّه" بِقَوْلِهِ "رَبّ لَا تَذَرْنِی فَرْدًا" أَیْ بِلَا وَلَد یَرِثنِی "وَأَنْتَ خَیْر الْوَارِثِینَ" الْبَاقِی بَعْد فَنَاء خَلْقك

اور حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی یاد کریں۔ یہاں پر بھی اذ نادیٰ ربہ یہ لفظ زکریا سے بدل ہے۔ جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا: اے میرے رب! مجھے اولاد کے بغیر اکیلا مت چھوڑ اور تو سب وارثوں سے بہتر ہے۔ یعنی مخلوق کی فناء کے بعد بھی تو باقی ہے۔

## بڑھاپے کی عمر میں اولاد کی دعا کا بیان

اللہ تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے دعا کی کہ مجھے اولاد ہو جو میرے بعد نبی بنے۔ سورۃ مریم میں اور سورۃ آل عمران میں یہ واقعہ تفصیل سے ہے آپ نے یہ دعا چھپا کر کی تھی۔ مجھے تنہا نہ چھوڑ یعنی بے اولاد۔ دعا کے بعد اللہ تعالیٰ کی ثنا کی جیسے کہ اس دعا کے لائق تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ اور آپ کی بیوی صاحبہ کو جنہیں بڑھاپے تک کوئی اولاد نہ ہوئی تھی اولاد کے قابل بنا دیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی طول زبانیں بند کر دی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی کمی پوری کر دی۔ لیکن الفاظ قرآن کے قریب پہلا معنی ہی ہے۔ یہ سب بزرگ نیکیوں کی طرف اللہ کی فرمانبرداری کی طرف بھاگ دوڑ کرنے والے تھے۔ اور لالچ اور ڈر سے اللہ سے دعائیں کرنے والے تھے اور سچے مومن رب کی باتیں ماننے والے اللہ کا خوف رکھنے والے تواضع انکساری اور عاجزی کرنے والے اللہ کے سامنے اپنی فروتنی ظاہر کرنے والے تھے۔ روایت ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی اور اس کی پوری ثنا وصفت بیان کرتے رہنے کی اور لالچ اور خوف سے دعائیں مانگنے کی اور دعاؤں میں خشوع وخضوع کرنے کی وصیت کرتا ہوں دیکھو اللہ عزوجل نے حضرت زکریا علیہ السلام کے گھرانے کی یہی فضیلت بیان فرمائی ہے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

| |
|---|
| فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ |
| فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ○ |
| تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں یحییٰ (علیہ السلام) عطا فرمایا اوران کی خاطر ان کی زوجہ کو درست بنادیا۔ |
| بیشک یہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے اورہمیں شوق ورغبت اور خوف وخشیت کے ساتھ پکارا کرتے تھے، |
| اور ہمارے حضور بڑے عجز ونیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے۔ |

## حضرت یحییٰ علیہ السلام کی عطا کا بیان

"فَاسْتَجَبْنَا لَهُ" نِدَاءَهُ "وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى" وَلَدًا "وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجه" فَأَتَتْ بِالْوَلَدِ بَعْد عُقْمهَا "إِنَّهُمْ" أَيْ مَنْ ذُكِرَ مِنْ الْأَنْبِيَاء "كَانُوا يُسَارِعُونَ" يُبَادِرُونَ "فِي الْخَيْرَات" الطَّاعَات "وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا" فِي رَحْمَتنَا "وَرَهَبًا" مِنْ عَذَابنَا "وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ" مُتَوَاضِعِينَ فِي عِبَادَتهمْ

تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمالی اور ہم نے انہیں یحییٰ علیہ السلام بیٹا عطا فرمایا اوران کی خاطر ان کی زوجہ کو بھی درست یعنی قابلِ اولاد بنادیا۔ یعنی انہوں نے بانجھ پن کے بعد بیٹے کو جنم دیا۔ بیشک یہ سب نیکی کے کاموں کی انجام دہی میں جلدی کرتے تھے یعنی جن انبیائے کرام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور ہمیں شوق ورغبت اور ہمارے عذاب سے خوف وخشیت کی کیفیتوں کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور ہمارے حضور بڑے عجز ونیاز کے ساتھ گڑگڑاتے تھے۔ یہی اپنے عبادات میں تواضع کرنے والے تھے۔

| |
|---|
| وَالَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اس (پاکیزہ) خاتون (مریم علیہا السلام) کو بھی (یاد کریں) جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی پھر ہم نے اس میں اپنی روح |
| پھونک دی اور ہم نے اسے اوراس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو جہان والوں کے لئے نشانی بنادیا۔ |

## حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے تذکرہ کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ مَرْيَم "الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجهَا" حَفِظَتْهُ مِنْ أَنْ يُنَال "فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحنَا" أَيْ جِبْرِيل حَيْثُ نَفَخَ فِي جَيْب دِرْعهَا فَحَمَلَتْ بِعِيسَى "وَجَعَلْنَاهَا وَابْنهَا آيَة لِلْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ وَالْمَلَائِكَة حَيْثُ وَلَدَتْهُ مِنْ غَيْر فَحْل

اس پاکیزہ خاتون مریم علیہا السلام کو بھی یاد کریں۔ جس نے اپنی عفت کی حفاظت کی۔ پھر ہم نے یعنی جبرائیل نے اس میں اپنی روح پھونک دی یعنی ان کے گریبان میں پھونک ماردی جس سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل میں ہوئیں۔ اور ہم نے

اسے اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جہان والوں یعنی عالم انس وجن اور ملائکہ کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنا دیا۔ کیونکہ ان کو بغیر مرد کے پیدا کیا۔

حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے۔ قرآن میں کریم میں عموماً حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے قصے کے ساتھ ہی ان کا قصہ بیان ہوتا رہا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں میں پورا رابطہ ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام پورے بڑھاپے کے عالم میں آپ کی بیوی صاحبہ جوانی سے گزری ہوئی اور پوری عمر کی بے اولاد ان کے ہاں اولاد عطا فرمائی۔ اس قدرت کو دکھا کر پھر محض عورت بغیر شوہر کے اولاد کا عطا فرمانا یہ اور قدرت کا کمال ظاہر کرتا ہے۔ سورۃ آل عمران اور سورۃ مریم میں بھی یہی ترتیب ہے مراد عصمت والی عورت سے حضرت مریم ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ○ |
| بیشک یہ تمہاری ملت ہے۔ ایک ہی ملت ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری عبادت کیا کرو۔ اور انہوں نے آپس میں |
| اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، یہ سب ہماری ہی جانب لوٹ کر آنے والے ہیں۔ |

## ملت اسلامیہ کا ایک دین پر ہونے کا بیان

"إِنَّ هَذِهِ" أَىْ مِلَّةَ الْإِسْلَام "أُمَّتُكُمْ" دِينُكُمْ أَيُّهَا الْمُخَاطَبُونَ أَىْ يَجِب أَنْ تَكُونُوا عَلَيْهَا "أُمَّة وَاحِدَة" حَال لَازِمَة "وَأَنَا رَبّكُمْ فَاعْبُدُونِ" وَحِّدُونِ،

"وَتَقَطَّعُوا" أَىْ بَعْض الْمُخَاطَبِينَ "أَمْرهمْ بَيْنهمْ" أَىْ تَفَرَّقُوا أَمْر دِينهمْ مُتَخَالِفِينَ فِيهِ وَهُمْ طَوَائِف الْيَهُود وَالنَّصَارَى "كُلّ إلَيْنَا رَاجِعُونَ" أَىْ فَنُجَازِيه بِعَمَلِهِ،

بیشک یہ تمہاری ملت یعنی دین اسلام ہے سب ایک ہی ملت ہے یعنی تمہارا دین اے اہل خطاب تم جس دین پر ہو یہاں پر امۃ واحدہ یہ حال لازمہ ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں پس تم میری ہی عبادت یعنی عقیدہ توحید کو مانو۔ اور ان یعنی بعض اہل خطاب نے آپس میں مخالفت کی وجہ سے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا، اور وہ یہود ونصاریٰ کے گروہ ہیں۔ یہ سب ہماری ہی جانب لوٹ کر آنے والے ہیں۔ لہٰذا ہم اس کو اس کے عمل کی جزاء دیں گے۔

## لفظ امت کے مفہوم کا بیان

امۃ۔ امت۔ جماعت۔ مدت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہتے ہیں خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو۔ یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی بنا پر اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو

امت کے مجازی معنی طریقہ ودین کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں فلان لا امۃ لہ یعنی فلاں کا کوئی طریقہ یا دین نہیں۔

یہاں اس آیت میں مراد دین ہی ہے۔ان ھذہ امتکم تحقیق یہی تمہارا دین (دین توحید) ہے یعنی تمام متذکرہ بالا انبیاء کا یہی عقیدہ توحید رہا ہے۔امۃ واحدۃ نصب بوجہ امتکم سے حال کی وجہ سے ہے۔

یہاں خطاب کس سے ہو رہا ہے اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔ایک جماعت کا خیال ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ھذہ سے مراد امت مسلمہ ہے۔دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ خطاب عام ہے ساری نسل انسانی کے لئے اور طریقہ سے مراد طریق انبیاء مذکور ہے۔

یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہ ہی دوسروں کی ہے۔رہا فروع کا اختلاف وہ زمان ومکان کے اختلاف کی وجہ سے عین مصلحت وحکمت ہے۔اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو،پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان کو متحدہ طاقت سے پکڑیں۔

| |
|---|
| فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كَاتِبُوْنَ ○ |
| پس جو کوئی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کا انکار نہ ہوگا،اور بیشک ہم اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ |

## نیک عمل کرنے والوں کے اعمال لکھے جانے کا بیان

"فَمَنْ يَعْمَل مِنْ الصَّالِحَات وَهُوَ مُؤْمِن فَلَا كُفْرَان" أَيْ لَا جُحُود "لِسَعْيِهِ وَإِنَّا لَهُ كَاتِبُونَ" بِأَنْ نَأْمُر الْحَفَظَة بِكَتْبِهِ فَنُجَازِيهِ عَلَيْهِ

پس جو کوئی نیک عمل کرے اور وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی جزاء کا انکار نہ ہوگا،اور بیشک ہم اس کے سب اعمال کو لکھ رہے ہیں۔یعنی ہم نے اس کے لکھنے کا حکم دے رکھا ہے لہٰذا اس پر ہم جزاء دیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا، کہ اس کی اس نیکی کے سبب اس کو دنیا میں بھلائیاں دی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کا اجر وثواب دیا جائے گا۔

اور کافر اللہ کی خوشنودی کے لئے جو اچھے کام کرتا ہے اس کو اس کے بدلہ میں اس دنیا میں کھلا پلا دیا جاتا ہے (یعنی وہ ان اچھے کاموں کی وجہ سے جس بھلائی کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کو نعمتوں اور راحتوں کی صورت میں اس دنیا میں دے دی جاتی ہے) یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے اس کو وہاں اجر وثواب دیا جائے۔(مسلم،مشکوٰۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 1085)

| |
|---|
| وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ○ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ |
| يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ○ |
| اور جس بستی کو ہم نے ہلاک کر ڈالا ناممکن ہے کہ اس کے لوگ ہماری طرف پلٹ کر نہ آئیں۔یہاں تک کہ جب |
| یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اتر آئیں گے۔ |

## یأجوج اور مأجوج کے خروج ورفتار کا بیان

"وَحَرَام عَلَى قَرْيَة أَهْلَكْنَاهَا " أُرِيدَ أَهْلهَا "أَنَّهُمْ لَا" زَائِدَة "يَرْجِعُونَ" أَيْ مُمْتَنِع رُجُوعهمْ إلَى الدُّنْيَا،

"حَتَّى" غَايَة لِامْتِنَاعِ رُجُوعهمْ "إذَا فُتِحَتْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "يَأْجُوج وَمَأْجُوج" بِالْهَمْزِ وَتَرْكه اسْمَانِ أَعْجَمِيَّانِ لِقَبِيلَتَيْنِ وَيُقَدَّر قَبْله مُضَاف أَيْ سَدّهمَا وَذَلِكَ قُرْب الْقِيَامَة "وَهُمْ مِنْ كُلّ حَدَب" مُرْتَفِع مِنْ الْأَرْض "يَنْسِلُونَ" يُسْرِعُونَ،

اور جس بستی یعنی اس کے اہل کو ہم نے ہلاک کر ڈالا ناممکن ہے کہ اس کے لوگ مرنے کے بعد ہماری طرف پلٹ کر نہ آئیں۔ یہاں پر لا زائدہ ہے۔ یعنی دنیا کی طرف لوٹنا یہ ممتنع ہے۔ یہاں تک یہاں پر حتیٰ کہ ان کے لوٹنے کی ممانعت کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے آیا ہے۔ کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔ یہاں پر فتحت یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے اور یاجوج مأجوج یہ ہمزہ اور ترک ہمزہ دونوں طرح آیا ہے۔ اور یہ عجمی قبیلے کے نام ہیں۔ اور ان دونوں سے پہلے مضاف مقدر یعنی سدھما ہے۔ اور یہ قرب قیامت واقع ہوں گے۔ اور وہ ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے اتر آئیں گے۔ یعنی زمین کی بلندی سے تیزی سے دوڑ کر آئیں گے۔

## قرب قیامت یاجوج ماجوج اور دیگر فتنوں کے وقوع کا بیان

حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال (کے نکلنے) اس کی فریب کاریوں اور اس کے فتنہ میں لوگوں کے مبتلا ہونے) کا ذکر فرمایا اگر دجال نکلے اور (بالفرض) میں تمہارے درمیان موجود ہوں تو میں اس سے تمہارے سامنے جھگڑوں اور دلیل کے ذریعہ اس پر غالب آؤں) اور اگر دجال اس وقت نکلا جب میں نہ ہوں گا تو پھر تم میں سے ہر شخص اپنی ذات کی طرف سے اس سے جھگڑنے والا ہوگا اور میرا وکیل وخلیفہ ہر مسلمان کے لئے اللہ تعالیٰ ہے دجال جوان ہوگا اس کے بال گھونگریالے ہوں گے اور اس کی آنکھ پھولی ہوگی گویا میں اس کو قطن کے بیٹے عبدالعزی سے تشبیہ دے سکتا ہوں پس تم میں سے جو شخص اس کو پائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے" اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے یہ الفاظ ہیں کہ اس کو چاہئے کہ وہ۔۔۔ اس کے سامنے سورت کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے کیونکہ وہ آیتیں تمہیں دجال کے فتنہ سے مامون ومحفوظ رکھیں گی (جان لو) دجال اس راستہ سے نمودار ہوگا جو شام اور عراق کے درمیان ہے اور دائیں بائیں فساد پھیلائے گا (پس) اے اللہ کے بندو! (اس وقت جب کہ دجال نکلے) تم (اپنے دین پر) ثابت قدم رہنا" راوی کہتے ہیں کہ) ہم نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کتنے دنوں زمین پر رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چالیس دن، (اور زمانہ کی طوالت کے اعتبار سے ان میں سے) ایک دن تو ایک سال کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک مہینے کے برابر ہوگا اور ایک دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا اور باقی دن تمہارے دونوں کے مطابق (یعنی ہمیشہ کے دنوں کی طرح) ہوں گے" ہم نے عرض کیا کہ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان دنوں میں سے جو ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس روز ہماری ایک دن کی نماز کافی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ نماز پڑھنے کے لئے ایک دن کا حساب لگانا ہوگا۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زمین پر کتنا زیادہ تیز چلے گا (یعنی اس کی رفتاری کی کیا کیفیت ہوگی؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ اس مہینہ یعنی ابر کی مانند تیز رفتار ہوگا جس کے پیچھے ہوا ہو! وہ ایک ایک قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی اتباع کی طرف بلائے گا اور برائی کے راستہ پر لگائے گا) لوگ اس پر ایمان لے آئیں گے یعنی اس کے فریب میں آ کر اس کی اتباع کرنے لگیں) پھر وہ (اپنے تابعداروں کو نوازنے کے لئے) ابر کو بارش برسانے کا حکم دیگا تو ابر بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو زمین سبزہ اگائے گی۔ پھر جب شام کو اس قوم کے (وہ) مویشی آئیں گے جو چرنے کے لئے صبح کے وقت جنگل و بیابان گئے تھے تو ان کے کوہان بڑے بڑے ہو جائیں گے۔

اور ان کی کوکھیں (خوب کھانے پینے کی وجہ سے) تن جائیں گی پھر اس کے بعد دجال ایک اور قوم کے پاس پہنچے گا اور اس کو اپنی دعوت دے گا (یعنی اپنی خدائی کی طرف بلائے گا اور کہے گا کہ مجھے اپنا پروردگار تسلیم کرو) لیکن اس قوم کے لوگ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے (یعنی وہ اس کی بات کو قبول نہیں کریں گے اور اس پر ایمان لانے سے انکار کر دیں گے اور وہ ان کے پاس سے چلا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اس قوم کی طرف سے پھیر دے گا) پھر اس قوم کے لوگ قحط و خشک سالی اور تباہ حالی کا شکار ہو جائیں گے یہاں تک کہ وہ مال و اسباب سے وبالکل خالی ہاتھ ہو جائیں گے، اس کے بعد دجال ایک ویرانہ پر سے گزرے گا اور اس کو حکم دے گا وہ اپنے خزانوں کو نکال دے چنانچہ وہ ویرانہ دجال کے حکم کے مطابق اپنے خزانوں کو اگل دے گا اور) وہ خزانے اس طرح اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں گے جس طرح شہد کی مکھیوں کے سردار ہوتے ہیں، پھر دجال ایک شخص کو جو جوانی سے بھرپور یعنی نہایت قوی و توانا جوان ہوگا اپنی طرف بلائے گا اور (اس بات سے غصہ ہو کر کہ وہ اس کی الوہیت سے انکار کر دے گا، یا محض اپنی طاقت وقدرت ظاہر کرنے اور اپنے غیر معمولی کارناموں کی ابتداء کے لئے) اس پر تلوار کا ایسا ہاتھ مارے گا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے جیسا کہ تیر نشانے پے پھینکا جاتا ہے (یعنی اس کے جسم کے وہ دونوں ٹکڑے ایک دوسرے سے اس قدر فاصلہ پر جا کر گریں گے جتنا فاصلہ تیر چلانے والے اور اس کے نشانے کے درمیان ہوتا ہے۔

اور بعض حضرات نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اس کی تلوار کا ہاتھ اس کے جسم پر اس طرح پہنچے گا جس طرح تیر اپنے نشانے پر پہنچتا ہے) اس کے بعد دجال اس نوجوان (کے جسم کے ان ٹکڑوں) کو بلائے گا، چنانچہ وہ زندہ ہو کر دجال کے طرف متوجہ ہوگا اور اس وقت اس کا چہرہ نہایت بشاش، روشن اور کھلا ہوا ہوگا غرضیکہ دجال اسی طرح کی فریب کاریوں اور گمراہ کرنے والے کاموں میں مشغول ہوگا کہ اچانک اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام کو نازل فرمائے گا جو دمشق کے شرقی جانب کے سفید منارہ پر سے اتریں گے، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوں گے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دو فرشتوں کے پروں پر رکھے ہوئے (آسمان سے نازل ہوں گے وہ جس وقت اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو ان کے سر سے چاندی

کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے جو موتیوں کی طرح ہوں گے، یہ ناممکن ہوگا کہ کسی کافر تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس کی ہوا پہنچے اور وہ مر نہ جائیں (یعنی جو بھی کافر ان کے سانس کی ہوا پائے گا مر جائے گا) اور ان کے سانس کی ہوا ان کی حد نظر تک جائے گی پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ وہ اس کو باب لد پر پائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے، اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وہ لوگ آئیں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دجال کے مکر وفریب اور فتنہ سے محفوظ رکھا ہوگا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کے چہروں سے گرد وغبار صاف کریں گے اور ان کو ان درجات ومراتب کی بشارت دیں گے جو وہ جنت میں پائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی حال میں ہوں گے کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے پاس یہ وحی آئے گی کہ میں نے اپنے بہت سے ایسے بندے پیدا کئے ہیں جن سے لڑنے کی قدرت وطاقت کوئی نہیں رکھتا۔ لہٰذا تم میرے بندوں کو جمع کر کے کوہ طور کی طرف لے جاؤ اور ان کی حفاظت کرو، پھر اللہ تعالیٰ یاجوج وماجوج کو ظاہر کرے گا جو ہر بلند زمین کو پھلانگتے ہوئی اتریں گے اور دوڑیں گے، (ان کی تعداد اتنی زیادہ ہوگی کہ جب ان سب سے پہلی جماعت بحیرہ طبریہ کو خالی دیکھ کر) کہے گی کہ اس میں کبھی پانی تھا اس کے بعد یاجوج ماجوج آگے بڑھیں گے یہاں تک کہ جبل خمر تک پہنچ جائیں گے اور پھر کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو ختم کر دیا ہے، چلو آسمان والوں کا خاتمہ کر دیں، چنانچہ وہ آسمان کی طرف اپنے تیر پھینکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے تیروں کو خون آلود کر کے لوٹا دے گا (تاکہ وہ اس بھرم میں رہیں کہ ہمارے تیر واقعۃً آسمان والوں کا کام تمام کر کے واپس آئے ہیں، گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دے دی جائے گی اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ تیر فضا میں پرندوں کو لگیں گے اور ان کے خون سے آلودہ ہو کر واپس آئیں گے، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ دجال کا فتنہ زمین ہی تک محدود نہیں رہیں گا بلکہ زمین کے اوپر بھی پھیل جائے گا) اس عرصہ میں اللہ کے نبی اور ان کے رفقاء یعنی حضرت عیسیٰ اور اس وقت کے مؤمن کوہ طور پر روکے رکھے جائیں گے اور (ان پر اسباب معیشت کی تنگی وقلت اس درجہ کو پہنچ جائے گی کہ) اس کے لئے بیل کا سر تمہارے آج کے سو دیناروں سے بہتر ہوگا (جب یہ حالت ہو جائے گی تو) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کے لئے دعا وزاری کریں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کی گردنوں میں نغف یعنی کیڑے پڑ جانے کی بیماری بھیجے گا۔

جس کی صورت میں ان پر اللہ کا قہر اس طرح نازل ہوگا کہ سب کے سب ایک ہی وقت موت کے گھاٹ اتر جائیں گے) اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی (اس بات سے آگاہ ہو کر) پہاڑ سے زمین پر آئیں گے اور انہیں زمین پر ایک بالشت کا ٹکڑا بھی ایسا نہیں ملے گا جو یاجوج ماجوج کی چربی اور بدبو سے خالی ہو (اس مصیبت کے دفعیہ کے لئے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے تب اللہ تعالیٰ بختی اونٹ کی گردن جیسی لمبی لمبی گردنوں والے پرندوں کو بھیجے گا جو یاجوج ماجوج کی لاشوں کو اٹھا کر جہاں اللہ کی مرضی ہوگی وہاں پھینک دیں گے "اور مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں، تیروں اور ترکشوں کو سات سال تک چلاتے رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ایک زوردار بارش بھیجے گا جس سے کوئی بھی مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا پتھر کا اور خواہ صوف کا ہو، نہیں بچے گا وہ بارش زمین کو دھو کر آئینہ کی مانند صاف کر دے گی پھر زمین کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے پھلوں "یعنی

اپنی پیداوار کو نکال اور اپنی برکت کو واپس لا۔

چنانچہ (زمین کی پیداوار اس قدر بابرکت اور بافراط ہوگی کہ) دس سے لے کر چالیس آدمیوں تک کی پوری جماعت ایک انار کے پھل سے سیر ہو جائے گی اور اس انار کے چھلکے سے لوگ سایہ حاصل کریں گے، نیز دودھ میں برکت دی جائے گی، (یعنی اونٹ اور بکریوں کے تھنوں میں دودھ بہت ہوگا) یہاں تک کہ دودھ دینے والی ایک اونٹنی لوگوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے کافی ہوگی، دودھ دینے والی ایک گائے لوگوں کے ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگی اور دودھ دینے والی ایک بکری آدمیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے لئے کافی ہوگی۔

بہر حال لوگ اسی طرح کی خوش حال اور امن وچین کی زندگی گزار رہے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ایک خوشبودار ہوا بھیجے گا جو ان کی بغل کے نیچے کے حصہ کو پکڑے گی (یعنی اس ہوا کی وجہ سے ان کی بغلوں میں ایک درد پیدا ہوگا) اور پھر وہ ہوا ہر مؤمن اور ہر مسلمان کی روح قبض کر لے گی اور صرف بدکار شریر لوگ دنیا میں باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح مختلط ہو جائیں گے اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ اس پوری روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے علاوہ دوسری روایت کو ان الفاظ تطر حهم بالنهبل تاسبع سنين کے کہ اس کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 41)

| |
|---|
| وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ؕ |
| يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِينَ ۝ |
| اور سچا وعدہ قریب ہو جائے گا تو اچانک کافر لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی۔ ہائے ہماری شومیٔ قسمت! کہ |
| ہم اس سے غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم ظالم تھے۔ |

## وعدہ قیامت کے برحق ہو کر واقع ہونے کا بیان

"وَاقْتَرَبَ الْوَعْد الْحَقّ" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة "فَإِذَا هِيَ" أَيْ الْقِصَّة "شَاخِصَة أَبْصَار الَّذِينَ كَفَرُوا" فِي ذَلِكَ الْيَوْم لِشِدَّتِهِ يَقُولُونَ "يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَنَا" هَلَاكنَا "قَدْ كُنَّا" فِي الدُّنْيَا "فِي غَفْلَة مِنْ هَذَا" الْيَوْم "بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ" أَنْفُسنَا بِتَكْذِيبِنَا لِلرُّسُلِ

اور قیامت کا سچا وعدہ قریب ہو جائے گا پس جب وہ آئے گی تو اچانک کافر لوگوں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی وہ اس دن کی شدت کی وجہ سے پکار اٹھیں گے ہائے ہماری شومیٔ قسمت! یا ء برائے انتباہ ہے۔ کہ ہم اس دن کی آمد سے پہلے دنیا میں غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم ظالم تھے۔ کیونکہ ہم نے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔

## قیامت کے بعض نشانیوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھ چیزوں کی بناء پر تم اعمال صالحہ کی طرف پیش

قدمی کرلو اور وہ چھ چیزیں یہ ہیں دھواں، دجال، دابہ الارض، مغرب سے طلوع آفتاب، امر عامہ، (یعنی وہ فتنہ عام جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے) اور فتنہ خاص (کہ جو تم میں سے کسی کے ساتھ مخصوص ہو)۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف حدیث نمبر 31)

چھ چیزوں کی بناء پر الخ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی ان چھ نشانیوں کے ظاہر ہونے اور ان کے آ پہنچنے سے پہلے پہلے جس قدر زیادہ ہو سکے نیک کام کرلو کیونکہ ان چیزوں کے بعد یا تو نیک کام کرنا نہایت دشوار ہو جائے گا یا اگر کوئی نیک کام کیا بھی جائے گا تو اس کا اعتبار ہی نہیں ہوگا امر عامہ" سے مراد برائی اور دین سے بیزاری کا وہ ہمہ گیر فتنہ ہے جو اجتماعی طور پر تمام لوگوں کو گھیرے گا اور پورا معاشرہ اس کی لپیٹ میں آ جائے اور فتنہ خاص" سے مراد وہ مخصوص مسائل و آفات ہیں جو انفرادی طور پر کسی بھی شخص کو اس طرح پریشان حال اور پراگندہ خاطر کر دیتے ہیں کہ وہ دین و آخرت کے معاملات کی طرف زیادہ توجہ دینے سے باز رہتا ہے جیسے اپنے یا اپنے اہل و عیال اور مال و جائیداد کے بارے میں مختلف قسم کی پریشانیاں اور مشغولیتیں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں امر عامہ سے مراد قیامت اور فتنہ خاص سے مراد موت ہو اس صورت میں کہا جائے گا کہ حدیث کا مقصد چونکہ لوگوں کو قیامت کی علامتوں سے ڈرانا اور چوکنا کرنا ہے اس لئے ان علامتوں کے ضمن میں خود قیامت اور قیامت صغریٰ یعنی موت کے آنے سے بھی ڈرایا گیا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ۝ |
| لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝ |
| بیشک تم اور وہ جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے۔ دوزخ کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ |
| اگر یہ معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ |

## بت اور بت پرستی کرنے والوں کا جہنم میں داخل ہونے کا بیان

"إِنَّكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُون اللَّه" أَيْ غَيْره مِنْ الْأَوْثَان "حَصَب جَهَنَّم" وَقُودهَا "أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ" دَاخِلُونَ فِيهَا، "لَوْ كَانَ هَؤُلَاءِ" الْأَوْثَان "آلِهَة" كَمَا زَعَمْتُمْ "مَا وَرَدُوهَا" دَخَلُوهَا "وَكُلّ" مِنْ الْعَابِدِينَ وَالْمَعْبُودِينَ

بیشک تم اے اہل مکہ اور وہ بت وغیرہ جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے۔ سب دوزخ کا ایندھن ہیں، تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔ اگر یہ بت واقعۃً معبود ہوتے تو جہنم میں داخل نہ ہوتے، جیسا تمہارا نظریہ تھا اور وہ سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یعنی عبادت کرنے والے اور عبادت کیے گئے سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

## بتوں کے ساتھ نیک بندوں کو تشبیہ نہ دینے کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ولید بن مغیرہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ نضر بن حارث آیا اس وقت مسجد میں اور قریشی بھی بہت سارے تھے نضر بن حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کر رہا تھا لیکن وہ لاجواب ہو گیا آپ نے آیت

(اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ، الأنبیاء:98) تلاوت فرمائی۔ جب آپ اس مجلس سے چلے گئے تو عبداللہ بن زبعری آیا لوگوں نے اس سے کہا آج نضر بن حارث نے باتیں کیں لیکن بری طرح چت ہوئے اور حضرت یہ فرماتے ہوئے چلے گے۔ اس نے کہا اگر میں ہوتا تو انہیں جواب دیتا کہ ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں یہود عزیر کو نصرانی مسیح کو تو کیا یہ سب بھی جہنم میں جلیں گے؟ سب کو یہ جواب بہت پسند آیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا جس نے اپنی عبادت کرائی وہ عابدوں کے ساتھ جہنم میں ہے۔

یہ بزرگ اپنی عبادتیں نہیں کراتے تھے بلکہ یہ لوگ تو انہیں نہیں شیطان کو پوج رہے ہیں اسی نے انہیں ان کی عبادت کی راہ بتائی ہے۔ آپ کے جواب کے ساتھ ہی قرآنی جواب اس کے بعد ہی آیت (ان الذین سبقت) میں اترا تو جن نیک لوگوں کی جاہلوں نے پرستش کی تھی وہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے۔ (سیرت ابن اسحاق، تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

## توبہ کے ذریعے معافی ہو جانے کا بیان

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے عبدالرحمٰن بن ابزی نے اس بات کا حکم دیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ان دو آیتوں کے بارے میں معلوم کروں کہ ان کا کیا مطلب ہے آیت (اور اس نفس کو قتل نہ کرو جس کے قتل کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے) اور آیت (اور جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے گا) تو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا جب سورت فرقان والی آیت نازل ہوئی تو مشرکین مکہ نے کہا، ہم نے اللہ کے حرام کردہ نفس کو بھی قتل کیا، اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو پکارا (پوجا) بھی کی اور ہم نے اور بھی بری باتیں کی ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مگر جو توبہ کرے اور ایمان لے آئے تو یہ آیت اس کے حق میں ہے اور سورہ نساء والی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اسلام اور اس کی شریعت کو جان لے پھر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، میں نے یہ مجاہد سے بیان کیا تو انہوں نے کہا ہاں مگر جو شخص توبہ کرے وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1087)

| |
|---|
| لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ○ |
| وہاں ان کی چیخ و پکار ہوگی اور اس میں کچھ نہ سن سکیں گے۔ بیشک جن لوگوں کے لئے پہلے سے ہی ہماری طرف سے بھلائی |
| مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ |

## نیک ہستیوں کیلئے بھلائی مقرر ہو چکنے کا بیان

"لَهُمْ" لِلْعَابِدِينَ "فِيهَا زَفِير وَهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ" شَيْئًا لِشِدَّةِ غَلَيَانهَا وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ ابْن الزِّبَعْرَى عَبْد عُزَيْر وَالْمَسِيح وَالْمَلَائِكَة فَهُمْ فِي النَّار عَلَى مُقْتَضَى مَا تَقَدَّمَ "اِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا" الْمَنْزِلَة "الْحُسْنَى" وَمِنْهُمْ مَنْ ذُكِرَ

وہاں ان کی یعنی بت پرستوں کی آہوں کا شور اور چیخ و پکار ہوگی اور اس میں شدت جوش کے سبب کچھ اور نہ سن سکیں گے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ابن زبعریٰ نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور فرشتوں کی عبادت ہوئی ہے لہٰذا سابقہ بیان کے مطابق وہ بھی جہنم میں جائیں گے۔

بیشک جن لوگوں کے لئے پہلے سے ہی ہماری طرف سے بھلائی مقرر ہو چکی ہے۔ یہ مقدس ہستیاں بھی انہی میں سے ہیں۔ وہ اس جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔

## نیک لوگوں کی بتوں سے تشبیہ دینے والوں کی تردید کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ **انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جهنم انتم لها واردون**) تو ابن زبعری نے کہا سورج، چاند، فرشتوں اور عزیر ان کی بھی تو عبادت کی جاتی ہے لہٰذا یہ سب کے سب بھی ہمارے معبودوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اور جب مریم کے بیٹے (عیسی) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ چلا اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے ہیں یا عیسی۔ انہوں نے عیسیٰ کی مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑنے کو حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ (سیوطی 184، ابن کثیر 3۔198، زادالمسیر 5۔(392)

حضرت یحییٰ، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آیت ہے جس کے بارے میں لوگ مجھ سے سوال نہیں کرتے مجھے معلوم نہیں وہ اس کی تفسیر کو جانتے ہیں اس وجہ سے اس کے متعلق سوال نہیں کرتے یا اس سے وہ بالکل ناواقف ہیں اس لیے اس کے متعلق سوال نہیں کرتے یحییٰ نے پوچھا وہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو قریش کو یہ بہت برا لگا اور انہوں نے کہا کیا یہ ہمارے معبودوں کو گالی دیتا ہے ابن زبعری آیا تو اس نے پوچھا تمہیں کیا ہوا انہوں نے جواب دیا کہ یہ محمد ﷺ ہمارے معبودوں کو گالی دیتا ہے اس نے کہا یہ کیا کہتا ہے انہوں نے بتلایا کہ اس نے یہ کہا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ)

اس نے کہا اسے میرے پاس بلاؤ جب نبی کریم ﷺ کو بلایا گیا تو اس نے کہا اے محمد ﷺ کیا یہ خاص طور پر ہمارے معبودوں کے لیے ہے یا ہر ایک کے لیے جس کی اللہ کی سوا عبادت کی جائے۔ آپ نے فرمایا بلکہ یہ ہر ایک کے لیے جس کی اللہ کے سوا عبادت کی جائے ابن زبعری نے کہا اس عمارت کعبہ کے رب کی قسم میں جھگڑے میں غالب آ گئے کیا تو یہ نہیں کہتا فرشتے نیک بندے ہیں اور عیسیٰ نیک آدمی ہیں یہ بنو ملیح فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں نصاری کی عبادت کرتے ہیں اور یہود عزیر کی عبادت کرتے ہیں ابن عباس نے فرمایا کہ (یہ سن کر) اہل مکہ نے آواز بلند کی اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی، اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ) جن لوگوں (یعنی) فرشتے عیسیٰ اور عزیز) کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ (نیسابوری 256، مسند احمد 2921، معجم الکبیر 12740، مجمع الزوائد 7۔104)

لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ○

وہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے جن کی ان کے دل خواہش کریں گے۔

## اہل جنت کا جنت میں خوش رہنے کا بیان

"لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا" صَوْتَهَا "وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسهمْ" مِنْ النَّعِيم

وہ اس کی آہٹ یعنی آواز بھی نہ سنیں گے اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے جن کی ان کے دل خواہش کریں گے۔

ان آیات میں مشرکوں اور ان کے معبودوں کے انجام کے مقابلہ میں نیک لوگوں کے احوال کا ذکر کیا گیا ہے۔خواہ انہیں کسی نے معبود بنا رکھا تھا یا نہیں۔ایسے لوگ جہنم سے اتنے دور رکھے جائیں گے کہ وہ اہل دوزخ کی کسی قسم کی چیخ وپکار یا آہٹ تک نہ سننے پائیں گے اور ان سے بہت دور رہ کر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں میں سے اپنی سب پسند نعمتوں کے مزے اڑائیں گے۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○

سب سے بڑی ہولناکی انہیں رنجیدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔یہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا۔

## قبروں سے خروج کے بعد فرشتوں سے ملاقات کا بیان

"لَا يُحْزِنهُمْ الْفَزَع الْأَكْبَر " وَهُوَ أَنْ يُؤْمَر بِالْعَبْدِ إلَى النَّار "وَتَتَلَقَّاهُمْ" تَسْتَقْبِلهُمْ "الْمَلَائِكَة" عِنْد خُرُوجهمْ مِنْ الْقُبُور يَقُولُونَ لَهُمْ "هَذَا يَوْمكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ" فِي الدُّنْيَا

روز قیامت کی سب سے بڑی ہولناکی بھی انہیں رنجیدہ نہیں کرے گی اور اس میں ایک آدمی کو جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا اور فرشتے ان کا استقبال کریں گے یعنی جب وہ قبروں سے نکلیں گے تو وہ ان کیلئے کہیں گے یہ تمہارا ہی دن ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا رہا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ فزع اکبر سے مراد صور کا نفخہ ثانیہ ہے جس سے سب مردے زندہ ہو کر حساب کے لئے کھڑے ہوں گے بعض حضرات نے نفخہ اولےٰ کو فزع اکبر قرار دیا ہے۔ابن عربی کا قول یہ ہے کہ نفخات تین ہوں گے پہلا نفخہ فزع ہوگا جس سے ساری دنیا کے لوگ گھبرا اٹھیں گے اسی کو یہاں فزع اکبر کہا گیا ہے۔دوسرا نفخہ نفخہ صعق ہوگا جس سے سب مر جائیں گے اور فنا ہو جائیں گے،تیسرا نفخہ نفخہ بعث ہوگا جس سے سب مردے زندہ ہو جائیں گے اس کی شہادت میں مسند ابویعلی اور بیہقی،عبد بن حمید،ابوالشیخ،ابن جریر طبری وغیرہ سے حضرت ابوہریرہ کی ایک حدیث نقل کی گئی ہے۔(جامع البیان،سورت الانبیاء،بیروت)

## قبر میں میت سے فرشتوں کی ملاقات کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا واحباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں

اوران کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت ودوزخ) کو دیکھتا ہے۔ اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری کے ہیں، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

جب انسان اِس دُنیا کی عارضی زندگی ختم کر کے دوسری دنیا میں پہنچتا ہے تو اس کی سب سے پہلی منزل قبر ہوتی ہے، جسے عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے، مردہ کو قبر میں اتارنے کے بعد جب اس کے عزیز واقارب واپس لوٹتے ہیں تو اس میں اللہ کی جانب سے وہ قوت سماعت دے دی جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ ان لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا رہتا ہے اس کے بعد منکر نکیر قبر میں آتے ہیں اور اس سے دوسرے سوالات کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہ ان کے متعلق تمہارا اعتقاد کیا ہے، اگر مرد مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صحیح جواب دے دیتا ہے اور اگر وہ کافر ہے تو جواب نہیں دے پاتا بعد میں نتیجہ سنا دیا جاتا ہے کہ صحیح جواب دینے والا اللہ کی رحمت اور اس کی نعمتوں کا مستحق قرار دے دیا گیا ہے چنانچہ اس کی آخری منزل جنت کی طرف اس کی راہنمائی کر دی جاتی ہے، غلط جواب دینے والا اللہ کے غضب کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور اسے اس کی آخری منزل دوزخ کی راہ دکھا دی جاتی ہے۔

| |
|---|
| يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○ |
| اس دن ہم سماوی کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ دیا جاتا ہے، جس طرح ہم نے پہلی بار |
| پیدا کیا تھا ہم اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔ یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے۔ ہم ضرور کرنے والے ہیں۔ |

## قیامت کے دن سماوی کائنات کو لپیٹ لینے کا بیان

"يَوْم" مَنْصُوب بِذِكرِ مُقَدَّرًا قَبْله "نَطْوِى السَّمَاء كَطَيِّ السِّجِلّ" اسْم مَلَك "لِلْكُتُبِ" صَحِيفَة ابْن آدَم عِنْد مَوْته وَاللَّام زَائِدَة أَوْ السِّجِلّ الصَّحِيفَة وَالْكِتَاب بِمَعْنَى الْمَكْتُوب وَاللَّام بِمَعْنَى عَلَى وَفِي قِرَاءَة لِلْكُتُبِ جَمْعًا "كَمَا بَدَأْنَا أَوَّل خَلْق" مِنْ عَدَم "نُعِيدهُ" بَعْد إعْدَامه فَالْكَاف مُتَعَلِّقَة بِنُعِيد وَضَمِيره عَائِد إلَى أَوَّل وَمَا مَصْدَرِيَّة "وَعْدًا عَلَيْنَا" مَنْصُوب بِوَعَدْنَا مُقَدَّرًا قَبْله وَهُوَ مُؤَكِّد

لِمَضْمُونِ مَا قَبْلَه "إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ" مَا وَعَدْنَاهُ،

یہاں پر یوم سے پہلے اذکر مقدر ہونے کی وجہ سے یوم منصوب ہے۔اس دن ہم ساری سماوی کائنات کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے لکھے ہوئے کاغذات کو لپیٹ دیا جاتا ہے، یعنی سجل جو ایک فرشتے یا کتب، صحیفے کا نام ہے یہ فرشتہ موت کے وقت ابن آدم کے نامہ اعمال کو لپیٹ لیتا ہے۔اور یہاں للکتب میں لام زائدہ ہے۔اور سجل صحیفہ ہے اور کتاب بہ معنی مکتوب ہے اور لام بہ معنی علی ہے اور ایک قرأت میں الکتب جمع کے ساتھ آیا ہے۔جس طرح ہم نے کائنات کو پہلی بار عدم سے پیدا کیا تھا یہاں پر کاف نعید کے متعلق ہے۔اور ضمیر اول کی طرف لوٹنے والی ہے۔اور ما مصدریہ ہے۔ہم اس کے ختم ہو جانے کے بعد اسی عمل تخلیق کو دہرائیں گے۔یہ وعدہ پورا کرنا ہم نے لازم کر لیا ہے۔وعدا منصوب بوعدنا مقدر کی وجہ سے ہے جو اس سے پہلے ہے۔اور وہ ماقبل مضمون کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ہم یہ اعادہ ضرور کرنے والے ہیں۔جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے۔

## سورت الانبیاء آیت ۱۰۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصیحت کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا تم لوگ قیامت کے روز ننگے جسم اور بے ختنہ اٹھائے جاؤ گے، پھر یہ آیت پڑھی، كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُه وَعْدًا عَلَيْنَا ،جس طرح ہم نے پہلی بار پیدا کیا تھا دوبارہ بھی پیدا کریں گے، یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے، بے شک ہم وعدہ پورا کرنے والے ہیں)۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو سب سے پہلے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم علیہ السلام ہوں گے۔پھر میری امت کے بعض لوگوں کو بائیں طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا یا اللہ یہ تو میرے اصحاب ہیں۔جواب دیا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ آپ کے بعد انہوں نے دین میں نئی نئی چیزیں ایجاد کی تھیں۔پھر میں اللہ کے نیک بندے (عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا (وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا، المائدہ:117) آپ نے جس دن سے انہیں چھوڑا تھا اسی دن سے یہ مرتد ہو گئے تھے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1112)

## پہلی مرتبہ کی تخلیق سے دوسری بار زندہ کرنے کی دلیل کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے "اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

جو لوگ یہ فرماتے ہیں کہ قیامت نہیں آئے گی اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک مرتبہ پیدا ہو کر مر جانے والوں اور اس دنیا سے اپنا وجود ختم کر دینے والوں کو دوبارہ حیات ملے اور نئی دنیا (آخرت) کے لئے ان کا وجود پھر عمل میں آئے یا اسی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے لئے "بیٹا" ثابت کرتے ہیں اور اس کا عقیدہ رکھتے ہیں جیسے عیسائیوں کا کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، یا یہودیوں کا کہنا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کی اولاد ہیں، درحقیقت فکر و عقیدہ کی بے راہ روی ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور اس کی ذات پر بہتان باندھنا ہے۔ جھوٹ کی نسبت تو اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتابوں اور اپنے سچے پیغمبروں کے ذریعہ قیامت کی واضح خبر دی ہے اور بتایا ہے کہ ہر ذی روح کو مرنا ہے اور پھر آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر ایک نئی حیات پانا ہے جو ابدی ہوگی، اب اگر کوئی آدمی قیامت کا انکار کرتا ہے یا حیات بعد الموت کو ناممکن سمجھتا ہے تو دراصل وہ ظاہر کرتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ جھوٹا ہے جس نے ان غلط باتوں کی ہمیں خبر دی ہے اسی طرح یہ تصور قائم کرنا اور کہنا کہ جو شخص ایک مرتبہ پیدا ہو کر ختم ہو چکا ہے وہ دوبارہ وجود نہیں پا سکتا، درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قادریت و خالقیت کا انکار کرنا ہے۔ ان نادانوں کی عقل میں یہ موٹی بات نہیں آتی کہ جو خالق کسی چیز کو عدم سے نکال کر وجود کا لباس پہنا سکتا ہے وہ اسی چیز کو جبکہ وہ ٹوٹ پھوٹ کر اپنا قلب کھو چکی ہو، دوبارہ قالب اور وجود عطا کیوں نہیں کر سکتا، محدود قدرت رکھنے والا انسان بھی کسی چیز کی تخلیق میں اگر کوئی دقت اور مشکل محسوس کرتا ہے تو پہلی مرتبہ کی تخلیق میں محسوس کرتا ہے جب کہ اسی چیز کو دوبارہ بنانا اس کے لئے زیادہ مشکل نہیں ہوتا، پھر لامحدود طاقت قدرت رکھنے والے خلاق عالم کو اپنی کسی تخلیق کو دوبارہ وجود دینے میں بھلا کیا دقت ہو سکتی ہے۔ واضح ہو کہ "پہلی مرتبہ" اور "دوسری مرتبہ" کی یہ تفصیل انسان کے اعتبار سے اور محض سمجھانے کے لئے ہے اس کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات سے ہرگز نہیں ہے وہ تو قادر مطلق ہے، کسی چیز کو پیدا کرنا نہ اس کے لئے پہلی مرتبہ مشکل ہے اور نہ دوسری مرتبہ۔ اللہ کے بارے میں بد گوئی کے ذریعہ اس کی ذات پر بہتان باندھنا اس اعتبار سے ہے کہ جب اس نے واضح طور پر بتایا ہے کہ وہ تنہا، بے نیاز اور بے کفو ہے اور یہ کہ نہ اس کو کسی نے جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا ہے تو پھر کسی کو اس کا بیٹا بنانا اس کو کسی کا باپ بتانا اس کی ذات پر بہتان تراشی نہیں تو اور کیا ہے؟، یہ انسان کی ذہنی پستی اور فکر و خیال کی گراوٹ کی بات ہے کہ وہ اپنے خالق اور اپنے پروردگار کی طرف ایسی چیزوں کی نسبت کرے جس سے اس کی ذات پاک ہے، بے نیاز ہے۔

لفظ سجل کے معنے حضرت ابن عباس سے صحیفہ کے منقول ہیں علی بن طلحہ، عوفی، مجاہد، قتادہ وغیرہ نے بھی یہی معنے بیان کئے ہیں۔ ابن جریر، ابن کثیر وغیرہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور کتب اس جگہ بمعنے المکتوب ہے معنی یہ ہیں کہ آسمان کو اس طرح لپیٹ دیا جائے گا جس طرح کوئی صحیفہ اپنے اندر لکھی ہوئی تحریر کے ساتھ لپیٹ دیا جاتا ہے۔ سجل کے متعلق دوسری روایات کہ وہ کسی شخص یا فرشتہ کا نام ہے محدثین کے نزدیک ثابت نہیں۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ |
| اور بلاشبہ ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث صرف میرے نیکوکار بندے ہوں گے۔ |

## اللہ کی زمین کے بادشاہ نیک ہستیوں کے ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُور" بِمَعْنَى الْكِتَاب أَيْ كُتُب اللّٰه الْمُنَزَّلَة "مِنْ بَعْد الذِّكْر" بِمَعْنَى أُمّ الْكِتَاب الَّذِي عِنْد اللّٰه "أَنَّ الْأَرْض" أَرْض الْجَنَّة "يَرِثهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ" عَام فِي كُلّ صَالِح

اور بلاشبہ ہم نے زبور میں نصیحت کے بیان یعنی ام الکتاب کے بعد یہ لکھ دیا تھا۔ زبور کا معنی کتاب ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ کہ زمین یعنی جنت کے وارث صرف میرے نیکوکار بندے ہوں گے۔ یہ ہر نیک آدمی کیلئے عام ہے۔

## زمین کی وراثت اولیاء اللہ کیلئے ہے

لفظ زبور، زبر کی جمع ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں اور زبور اس خاص کتاب کا نام بھی ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اس جگہ زبور سے کیا مراد ہے اس میں اقوال مختلف ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ذکر سے مراد آیت میں تورات ہے اور زبور سے مراد وہ سب کتابیں ہیں جو تورات کے بعد نازل ہوئیں۔ انجیل، زبور داؤد۔ اور قرآن (اخرجہ ابن جریر) یہی تفسیر ضحاک سے بھی منقول ہے۔ اور ابن زید نے فرمایا کہ ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے اور زبور سے مراد تمام کتابیں جو انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئی ہیں۔ زجاج نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس جگہ ارض سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک ارض جنت ہے۔ حضرت ابن عباس کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس ارض سے مراد عام ارض ہے دنیا کی زمین بھی اور جنت کی زمین بھی جنت کی زمین کے تو تنہا وارث صالحین ہونا ظاہر ہے۔ دنیا کی پوری زمین کے وارث ہونا بھی ایک وقت میں مومنین صالحین کے لئے ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورت الانبیاء، بیروت)

زمین اللہ کی ہے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے، انجام کار پرہیزگاروں کا حصہ ہے۔ اور فرمان ہے ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی دنیا میں اور آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور فرمان ہے کہ تم میں سے ایمان داروں اور نیک لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں غالب بنائے گا جیسے کہ ان سے اگلوں کو بنایا اور ان کے لئے ان کے دین کو قوی کر دے گا جس سے وہ خوش ہے۔ اور فرمایا کہ یہ شرعیہ اور قدریہ کتابوں میں مرقوم ہے، یقیناً ہو کر ہی رہے گا۔

| |
|---|
| اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ۝ |
| بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک پیغام ہے جو عبادت کرنے والے ہیں۔ |

## قرآن پر عمل پیرا ہونے والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"إِنَّ فِي هَذَا" الْقُرْآن "لَبَلَاغًا" كِفَايَة فِي دُخُول الْجَنَّة "لِقَوْمٍ عَابِدِينَ" عَامِلِينَ بِهِ

بلاشبہ اس قرآن میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک پیغام ہے۔ جو عبادت کرنے والوں کیلئے دخول جنت کیلئے کافی ہے۔ یعنی جو اس قرآن پر عمل کرنے والے ہیں۔

جو اس کا اتباع کرے اور اس کے مطابق عمل کرے جنت پائے اور مراد کو پہنچے اور عبادت والوں سے مؤمنین مراد ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ امت محمد یہ مراد ہے جو پانچوں نمازیں پڑھتے ہیں، رمضان کے روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت سے نزدیک اور دوزخ سے دور کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز پابندی سے پڑھ اور زکوۃ ادا کر اور اپنے رشتہ داروں سے اچھا سلوک کر، اس کے بعد وہ شخص پشت پھیر کر چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ میرے حکم پر کاربند رہے گا تو جنت میں داخل ہو جائے گا۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 109)

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۝ |
| اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا تمام جہانوں کیلئے رحمت ہونے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ" يَا مُحَمَّد "إِلَّا رَحْمَة" أَيْ لِلرَّحْمَةِ "لِلْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ بِك

یا محمد ﷺ اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں یعنی عالم انس وجن کیلئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی رحمت کے عام ہونے کا بیان

کوئی ہو جن ہو یا انس مؤمن ہو یا کافر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا رحمت ہونا عام ہے ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا، مؤمن کے لئے تو آپ دنیا و آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اس کے لئے آپ دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیرِ عذاب ہوئی اور خَسف و مَسخ اور اِستیصال کے عذاب اٹھا دیئے گئے۔ تفسیرِ روح البیان میں اس آیت کی تفسیر میں اکابر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقہ تامّہ کاملہ عامہ شاملہ جامعہ محیطہ بہ جمیع مقیدات رحمت غیبیہ وشہادتِ علمیہ وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ وسابقہ ولاحقہ وغیر ذلک تمام جہانوں کے لئے، عالَمِ ارواح ہوں یا عالَمِ اجسام، ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جو تمام عالموں کے لئے رحمت ہو لازم ہے کہ وہ تمام جہان سے افضل ہو۔ (خزائن العرفان، سورت الانبیاء، بیروت)

عالمین عالم کی جمع ہے جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، نباتات، جمادات سبھی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کی موت یعنی قیامت آجائے گی اور جب ذکر اللہ وعبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے

لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہو گیا کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انا رحمة مهداة میں اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔ (اخرجہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ) اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا رحمة مهداة برفع قوم و خفض اخرين، یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تا کہ (اللہ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سر بلند کر دوں اور دوسری قوم (جو اللہ کا حکم ماننے والی نہیں ان کو) پست کر دوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورت الانبیاء، بیروت)

| قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ |
|---|
| فرمادیجئے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود فقط ایک معبود ہے، تو کیا تم اسلام قبول کرتے ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توحید کی وحی آنے کا بیان

"قُلْ إِنَّمَا يُوحَى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمْ إِلَه وَاحِد" أَيْ مَا يُوحَى إِلَيَّ فِي أَمْر الْإِلَه إِلَّا وَحْدَانِيّته "فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ" مُنْقَادُونَ لِمَا يُوحَى إِلَيَّ مِنْ وَحْدَانِيَّة الْإِلَه وَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر

فرمادیجئے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود فقط ایک ہی معبود ہے، یعنی میری طرف معبود کے بارے میں وحی نہیں کی گئی مگر صرف اللہ کی توحید کیلئے۔ تو کیا تم اسلام قبول کرتے ہو۔ کیا تم اس وحی کی اتباع کرتے ہو جو اس کی توحید کی میری طرف کی گئی۔ یہاں استفہام امر کے معنی میں ہے۔

## نبی کریم ﷺ کیلئے وحی کا معجزہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء میں سے ہر ایک نبی کو معجزات میں صرف اتنا دیا گیا جس پر انسان ایمان لا سکے اور جو معجزہ مجھ کو ملا وہ اللہ کی وحی ہے جو اس نے میری طرف بھیجی (اور جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے) اس کی بناء پر مجھے یقین ہے کہ قیامت کے دن میرے ماننے والوں کی تعداد تمام انبیاء کے ماننے والوں سے زیادہ ہوگی۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 310)

مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام چونکہ مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ونبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو کچھ ایسے معجزے عطا فرماتا ہے جس کو وہ اپنے دعوے کی دلیل و برہان کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں، چنانچہ جتنے بھی نبی اور رسول اس زمین پر آئے ان کو کسی نہ کسی نوعیت کا ایسا معجزہ دیا گیا جس کو دیکھ کر عقل سلیم رکھنے والا انسان اس نبی کی تصدیق کر سکے اور اس پر ایمان لا سکے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس نبی کو جو بھی معجزہ دیا گیا وہ اس نبی کے زمانہ اور اس کی حیات تک مخصوص اور باقی رہا، اس نبی کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ اس کا معجزہ بھی ختم ہو گیا، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سحر اور جادو کا زبردست چرچا تھا، بڑے بڑے جادوگر اپنے فن کا کمال دکھایا کرتے تھے اور لوگ ان کے فن کے کمال سے متاثر ہوتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا کا معجزہ دیا گیا ان کے دونوں معجزوں نے تمام

چھوٹے بڑے جادوگروں کا چراغ گل کردیا اور نہ صرف عام لوگوں کو بلکہ خود ان جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عظمت کا اعتراف کرنا پڑا، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب وحکمت کا بڑا زور تھا اس وقت ایسے ایسے قابل اور ماہر فن طبیب اور حکیم موجود تھے جو پیچیدہ سے پیچیدہ دکھ اور بیماری کو جڑ سے اکھیڑ دیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا ہوا کہ وہ مردوں کو زندہ کردیتے تھے، کوڑھی کو تندرست اور اندھے کو بینا بنادیتے تھے، اس طرح ان کا یہ معجزہ اپنے زمانہ کے نہایت ترقی یافتہ طب وحکمت پر غالب رہا، لیکن نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ان کے بعد باقی رہا اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دائمی حیثیت حاصل ہوئی۔ تمام انبیاء کے برخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی صورت میں جو سب سے بڑا معجزہ عطا ہوا اس کو دائمی حیثیت حاصل ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت وبلاغت کا زور تھا، عرب فصحاء کا دعویٰ تھا کہ ان کی فصاحت وبلاغت کے سامنے دنیا کے تمام لوگ "گونگے" ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل کیا گیا جس کی فصاحت وبلاغت نے عرب کے بڑے سے بڑے فصیح وبلیغ کی فصاحت وبلاغت کو ماند کردیا، اپنی زبان دانی اور معجز بیانی کا بلند بانگ دعویٰ کرنے والے مغلوب ہوگئے، تمام فصیح مل کر بھی قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت جیسا کلام بھی پیش نہ کرسکے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس عظیم معجزہ کو قیامت تک کے لئے باقی رکھا جو ہر زمانے اور ہر طبقہ میں سید العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی صداقت پر پوری حقانیت اور یقین کے ساتھ گواہی پیش کرتا رہا ہے اور پیش کرتا رہے گا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا کہ مجھے عطا کیا جانے والا یہ عظیم معجزہ چونکہ قیامت تک باقی رہے گا اور لوگ برابر اس پر لاتے رہیں گے اس لئے قیامت کے دن اکثریت ان اہل ایمان کی ہوگی جو میری نبوت ورسالت پر عقیدہ رکھنے والے اور میرے اس معجزہ قرآن کریم کو ماننے والے ہوں گے۔

| |
|---|
| فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ وَاِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝ |
| پھر اگر وہ رُوگردانی کریں تو فرمادیجئے: میں نے تم سب کو یکساں طور پر باخبر کردیا ہے، اور میں (از خود) نہیں جانتا کہ |
| وہ نزدیک ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ |

## قیامت کے قریب یا بعید ہونے کا بیان

"فَإِنْ تَوَلَّوْا" عَنْ ذٰلِكَ "فَقُلْ آذَنْتُكُمْ" أَعْلَمْتُكُمْ بِالْحَرْبِ "عَلَى سَوَاء" حَال مِنَ الْفَاعِل وَالْمَفْعُول أَيْ مُسْتَوِينَ فِي عِلْمه لَا أَسْتَبِدّ بِهِ دُونكُمْ لِتَتَأَهَّبُوا "وَإِنْ" مَا "أَدْرِي أَقَرِيب أَمْ بَعِيد مَا تُوعَدُونَ" مِنَ الْعَذَاب أَوْ الْقِيَامَة الْمُشْتَمِلَة عَلَيْهِ وَإِنَّمَا يَعْلَمهُ اللّٰه، مَا تُوعَدُونَ،

پھر اگر وہ اس سے رُوگردانی کریں تو فرمادیجئے: میں نے تم سب کو یکساں طور پر باخبر کردیا ہے، یہاں پر علی سواء یہ فاعل اور مفعول دونوں سے حال ہے۔ یعنی اس کے بارے علم میں برابر ہے ایسا نہیں ہے کہ میں اکیلا واقف ہوں اور تم نہیں جانتے۔ تاکہ تم تیاری کرو اور میں از خود نہیں جانتا کہ وہ عذاب یا قیامت جو عذاب پر مشتمل ہے وہ نزدیک ہے یا دور ہے اور بے شک اللہ اس کو جانتا

ہے۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔

## ذاتی علم سے نفی ہونے کا بیان

بے خدا کے بتائے یعنی یہ بات عقل وقیاس سے جاننے کی نہیں ہے۔ یہاں درایت کی نفی فرمائی گئی درایت کہتے ہیں اندازے اور قیاس سے جاننے کو جیسا کہ مفردات راغب اور رد المحتار میں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کے واسطے لفظ درایت استعمال نہیں کیا جاتا اور قرآن کریم کے اطلاقات اس پر دلالت کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا (مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ، الشوریٰ:52) لہٰذا یہاں بے تعلیم الٰہی محض اپنے عقل وقیاس سے جاننے کی نفی ہے نہ کہ مطلق علم کی اور مطلق علم کی نفی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اسی رکوع کے اول میں آچکا ہے (وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ ،الأنبیاء:97) یعنی قریب آیا سچا وعدہ تو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وعدے کا قرب و بُعد کسی طرح معلوم نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اپنے عقل وقیاس سے جاننے کی نفی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، الانبیاء، لاہور)

| اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۝ |
|---|
| بیشک وہ بلند آواز کی بات بھی جانتا ہے اور وہ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے

"إِنَّهُ" تَعَالَى "يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ" وَالْفِعْلِ مِنْكُمْ وَمِنْ غَيْرِكُمْ "وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ" أَنْتُمْ وَغَيْرُكُمْ مِنَ السِّرّ

بیشک وہ یعنی اللہ تعالیٰ بلند آواز کی بات بھی جانتا ہے جو تمہارا فعل اور دوسروں کا کام ہے۔ اور وہ کچھ بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ یعنی جو راز میں تم اور دوسرے لوگ رکھتے ہیں۔

یعنی ان مخالفانہ باتوں اور سازشوں اور سرگوشیوں کی طرف جن کا آغاز سورہ میں ذکر کیا گیا تھا۔ وہاں بھی رسول مکرم ﷺ کی زبان سے ان کا یہی جواب دلوایا گیا تھا کہ جو باتیں تم بنا رہے ہو وہ سب خدا سن رہا ہے اور جانتا ہے۔ یعنی اس غلط فہمی میں نہ رہو کہ یہ ہوائیں اڑ گئیں اور کبھی ان کی باز پرس نہ ہوگی۔ اپنے دلوں میں یعنی نبی کی عداوت اور مسلمانوں سے حسد جو تمہارے دلوں میں پوشیدہ ہے اللہ اس کو بھی جانتا ہے سب کا بدلہ دے گا۔

| وَاِنْ اَدْرِیْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ اِلٰى حِیْنٍ۝ |
|---|
| اور میں (از خود) یہ نہیں جانتا شاید یہ تمہارے حق میں آزمائش ہو اور ایک مقرر وقت تک فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ |

## موت تک دنیا میں نفع رکھ دیئے جانے کا بیان

"وَإِنْ" مَا "أَدْرِي لَعَلَّهُ" أَيْ مَا أَعْلَمْتُكُمْ بِهِ وَلَمْ يُعْلَم وَقْته "فِتْنَة" اخْتِبَار "لَكُمْ" لِيُرَى كَيْفَ صُنْعكُمْ "وَمَتَاع" تَمَتُّع "إِلَى حِين" أَيْ انْقِضَاء آجَالكُمْ وَهَذَا وَمُقَابِل لِلْأَوَّلِ الْمُتَرَجَّى بِلَعَلَّ وَلَيْسَ الثَّانِي

مَحَلًّا لِلتَّرَجِّي،

اور میں ازخود یہ نہیں جانتا، نہ میں ازخود اس کا وقت جانتا ہوں۔شاید یہ تاخیرِ عذاب اور تمہیں دی گئی ڈھیل تمہارے حق میں آزمائش ہو اور اور تمہیں ایک مقرر وقت تک فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔یعنی موت آنے تک نفع مقصود ہو۔اور یہ بیان اول کے مقابلے میں جو لعل ترجی کیلئے آیا ہے لہٰذا دوسرا بہ طور محل ترجی کیلئے نہ ہوا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جب کہ ایک مسلمان کے لئے اس کا بہترین مال بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑی پر بارش برسنے کی جگہ چلا جائے اور فتنوں سے بھاگ کر اپنا دامن بچالے۔(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1318)

اس حدیث کا مطلب بھی یہ تلقین کرنا ہے کہ جب ایسے فتنے رونما ہوں جن سے مسلمانوں میں باہمی افتراق وانتشار اور جنگ وجدل کی وبا پھیل جائے اور ایسا ماحول پیدا ہو جائے جس میں دین کو بچانا مشکل ہو تو اس وقت نجات کی راہ یہی ہوگی کہ گوشہ تنہائی اختیار کرلیا جائے اور جس قدر ممکن ہو سکے اپنے آپ کو دنیا والوں سے الگ تھلگ کرلے؛ چنانچہ فرمایا کہ ایسے میں سب سے بہتر صورت یہ ہوگی کہ ایک مسلمان بس چند بکریوں کا مالک ہو اور وہ ان بکریوں کو لے کر کہیں دور جنگل میں یا پہاڑ پر کسی ایسی جگہ چلا جائے جہاں کوئی چراگاہ اور پانی ملنے کا ذریعہ ہو اور وہاں ان بکریوں کو چرا کر ان کے دودھ کی صورت میں بقدر حیات غذائی ضروریات پر قناعت کرکے اپنی زندگی کے دن گزارتا رہے، تاکہ نہ دنیا والوں کے ساتھ رہے اور نہ دین کو نقصان پہنچانے والے فتنہ میں مبتلا ہو۔

| |
|---|
| قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ |
| عرض کیا: اے میرے رب! حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے، اور ہمارا رب رحم فرمانے والا ہے، اسی سے مدد طلب |
| کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ |

## اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فیصلہ ہونے کا بیان

"قُلْ" وَفِي قِرَاءَة قَالَ "رَبّ اُحْكُمْ" بَيْنِي وَبَيْن مُكَذِّبِي "بِالْحَقِّ" بِالْعَذَابِ لَهُمْ أَوْ النَّصر عَلَيْهِمْ فَعُذِّبُوا بِبَدْرٍ وَأُحُد وَحُنَيْن وَالْأَحْزَاب وَالْخَنْدَق وَنُصِرَ عَلَيْهِمْ "وَرَبّنَا الرَّحْمَن الْمُسْتَعَان عَلَى مَا تَصِفُونَ" مِنْ كَذِبكُمْ عَلَى اللّٰه فِي قَوْلكُمْ "اتَّخَذَ وَلَدًا" وَعَلَيَّ فِي قَوْلكُمْ : سَاحِر وَعَلَى الْقُرْآن فِي قَوْلكُمْ شِعْر

یہاں پر ایک قرأت کے مطابق قال ہے آیا ہے۔(ہمارے حبیب ﷺ نے) عرض کیا: اے میرے رب! ہمارے درمیان اور میری تکذیب کرنے والوں کے درمیان حق یعنی عذاب کے ساتھ فیصلہ فرمادے، یعنی ان کیلئے عذاب ہو اور ہمارے لئے مدد ہو لہٰذا بدر، وحنین، احد واحزاب اور خندق میں ان کو عذاب دیا گیا اور اہل ایمان کی مدد کی گئی۔اور ہمارا رب بے حد رحم فرمانے والا ہے،

اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔ یعنی تمہارا جھوٹ جو تمہارے قول کے مطابق اللہ پر ہے جو اتخذ اولدا کہ اللہ نے بیٹا بنایا اور مجھ پر بہتان کہ ساحر کہا ہے اور قرآن پر بہتان کہ اس کو شعر کہا ہے۔

## نبی کریم ﷺ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ) فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہا۔ تمہارے اس دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا، وہ سوئے ہوئے ہیں (لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں بعض نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لہٰذا جس نے بلانے والی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا، اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں، بعض فرشتوں نے کہا بیان کرنے سے کیا فائدہ کیونکہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسروں نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا، گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 141)

اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہو رہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔

## سورت الانبیاء کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت الانبیاء کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَۃُ الۡحَجِّ

## یہ قرآن مجید کی سورت الحج ہے

### سورت حج کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوۡرَۃُ الۡحَجِّ (مَكِّيَّةٌ إِلَّا وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَعۡبُدُ اللّٰهَ الۡآيَتَيۡنِ أَوۡ إِلَّا هٰذَانِ خَصۡمَانِ السِّتُّ آيَاتٍ فَمَدَنِيَّاتٌ وَآيَاتُهَا 78 نَزَلَتۡ بَعۡدَ النُّورِ)

سورہ حج بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد مکیہ ہے سوائے چھ آیتوں کے جو هٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِيۡ رَبِّهِمۡ سے شروع ہوتی ہیں اس صورت میں دس رکوع اور اٹھتر آیات اور ایک ہزار دو سو اکانوے کلمات اور پانچ ہزار پچھتر حروف ہیں۔ یہ سورت نور کے بعد نازل ہوئی ہے۔

اس سورت کے مکی یا مدنی ہونے میں مفسرین کا اختلاف ہے حضرت ابن عباس ہی سے دونوں روایتیں منقول ہیں۔ جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہ سورت آیات مکیہ اور مدنیہ سے مخلوط سورت ہے۔ قرطبی نے اسی کو اصح قرار دیا ہے۔ نیز فرمایا کہ اس سورت کے عجائب میں سے یہ بات ہے کہ اس کی آیات کا نزول بعض کا رات میں، بعض کا دن میں، بعض کا سفر میں، بعض کا حضر میں، بعض کا مکہ میں، بعض کا مدینہ میں، بعض کا جنگ و جہاد کے وقت اور بعض کا صلح و امن کی حالت میں ہوا ہے اور اس میں بعض آیتیں ناسخ ہیں اور بعض منسوخ، بعض محکم ہیں بعض متشابہ کیونکہ تمام اصناف تنزیل پر مشتمل ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الحج، بیروت)

### سورہ حج کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ کا بیان ہے جس میں آپ نے بیت اللہ شریف کی تعمیر کو مکمل کر کے لوگوں کو اس کے حج کیلئے آواز دی جس کو روئے زمین کے تمام لوگوں حتیٰ کہ جو لوگ اپنے آباء کی پشتوں میں تھے انہوں نے بھی اس آواز کو سن لیا اس کی مناسبت سے اس کا نام سورت الحج ہے۔

### سورہ حج کے سجدے کی فضیلت کا بیان

حضرت عقبہ ابن عامر فرماتے ہیں کہ میں نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ سورت حج کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! جو آدمی دونوں سجدے نہ کرے تو وہ ان دونوں سجدوں کی آیتوں کو نہ پڑھے۔ (سنن ابوداؤد جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 994)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہے اور مصابیح میں مثل شرح السنۃ کے فلایقراھما (تو وہ دونوں سجدوں کی آیتوں کو نہ پڑھے) کے بجائے فلایقراھا (تو وہ اس سورت کو نہ پڑھے) کے الفاظ ہیں۔تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جو آدمی سجدے کی ان دونوں آیتوں کو نہ پڑھے تو اسے وہ آیتیں ہی نہ پڑھنی چاہئیں تا کہ وہ ترک واجب کا گنہگار نہ ہو یعنی قرآن کریم پڑھنے والے کے حق میں سجدے کی آیت کی تلاوت کی وجہ سے ایک سجدہ مشروع ہوا ہے اور سجدہ تلاوت کرنا تلاوت کے حقوق سے ہے لہٰذا اگر کوئی آدمی سجدہ تلاوت کو ترک کرنے کے درپے ہو تو اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ ان آیتوں ہی کو نہ پڑھے جن کی وجہ سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ واجب ہے اور اس کو چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے اس لئے ترک سجدہ سے ترک تلاوت اولیٰ ہے۔مشکوٰۃ کے ایک دوسرے صحیح نسخہ میں بجائے فلایقراھما کے فلم یقراھما کے الفاظ ہیں اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے معنی یہ ہوں گے کہ جس نے وہ دونوں سجدے نہ کئے گویا اس نے انہیں پڑھا ہی نہیں یعنی جب اس نے اس آیت کے تقاضے پر عمل نہ کیا تو اس کا پڑھنا نہ پڑھنا دونوں برابر ہے۔جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ سورت حج کا دوسرا سجدہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک واجب نہیں ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ سجدہ نماز کا ہے کیونکہ وہاں لفظ "ارکعوا" کا مذکور ہونا اس بات کا قرینہ ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ علیہ نے آخر میں ھذا حدیث لیس اسنادہ بالقوی کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

## سورہ حج کے شان نزول کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ،اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ ایک بڑی چیز ہے جس دن اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پینے کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈالے دے گی اور تجھے لوگ مدہوش نظر آئیں گے اور وہ مدہوش نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے کہیں گے کہ دوزخ کے لئے لشکر تیار کرو۔وہ عرض کریں گے یا اللہ وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا نوسو ننانوے آدمی دوزخ میں اور ایک جنت میں جائے گا۔مسلمان یہ سن کر رونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قربت اختیار کرو اور سیدھی راہ اختیار کرو اس لئے کہ ہر نبوت سے پہلے جاہلیت کا زمانہ تھا لہٰذا انہیں سے دوزخ کی گنتی پوری کی جائے گی۔اگر پوری ہوگئی تو ٹھیک ورنہ منافقین سے پوری کی جائے گی پھر پچھلی امتوں کے مقابلے میں تمہاری مثال اس طرح ہے جیسے گوشت کا وہ ٹکڑا جو کسی جانور کے ہاتھ میں اندر کی طرف ہوتا ہے۔یا پھر جیسے کسی اونٹ کے پہلو میں تل۔پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی تعداد ہو۔اس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا۔پھر فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم اہل جنت کا تہائی حصہ ہوں گے۔اس پر بھی سب نے تکبیر کہی۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم

اہل جنت کا نصف حصہ ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پھر تکبیر کہی۔ پھر راوی کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تہائی کہا یا نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حسن سے عمران بن حصین کے حوالے سے مرفوعاً منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1114)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ○ |
| اے لوگو! اپنے رب سے ڈرتے رہو۔ بیشک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ |

## قیامت کے زلزلہ کے سخت ہونے کا بیان

"یَا أَیُّهَا النَّاس" أَیْ أَهْل مَكَّة وَغَیْرهمْ "اتَّقُوا رَبّكُمْ" أَیْ عِقَابه بِأَنْ تُطِیعُوهُ "إِنَّ زَلْزَلَة السَّاعَة" أَیْ الْحَرَكَة الشَّدِیدَة لِلْأَرْضِ الَّتِی یَكُون بَعْدهَا طُلُوع الشَّمْس مِنْ مَغْرِبهَا الَّذِی هُوَ قُرْب السَّاعَة "شَیْء عَظِیم" فِی إِزْعَاج النَّاس الَّذِی هُوَ نَوْع مِنْ الْعِقَاب،

اے لوگو یعنی اہل مکہ وغیرہ! اپنے رب سے یعنی اس کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم اس کی اطاعت کرو بیشک قیامت کا زلزلہ یعنی زمین شدید حرکت جو سورج کے مغرب کی جانب سے طلوع ہون کے بعد قرب قیامت آئے گی وہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے میں بڑی سخت چیز ہے۔ کیونکہ وہ عذاب کی قسم میں سے ہے۔

## سورہ حج آیت ا کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آگے پیچھے ہو گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے یہ دو آیتیں پڑھیں، یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ، جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات کہنے والے ہیں لہٰذا اپنی سواریوں کو دوڑا کر (آگے آ گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کونسا دن ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو پکاریں گے وہ جواب دیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم علیہ السلام جہنم کے لئے لشکر تیار کرو۔ وہ کہیں گے اے اللہ! وہ کونسا لشکر ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے جہنمی اور ایک جنتی ہے۔ اس بات سے لوگ مایوس ہو گئے۔ یہاں تک کہ کوئی مسکرا بھی نہیں سکا۔ چنانچہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غمگین دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور بشارت دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے تمہارے ساتھ دو مخلوقیں ایسی ہوں گی جو جس کسی کے ساتھ مل جائیں ان کی تعداد زیادہ کر دیں گی۔ ایک یاجوج ماجوج اور دوسری جو شخص نبی آدم اور اولاد، ابلیس

سے مرگئے۔ راوی فرماتے ہیں یہ سن کر صحابہ کرام کی پریشانی ختم ہوگئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمل کرو اور بشارت دو کیوں کہ تمہاری دوسری امتوں کے مقابلے میں تعداد صرف اتنی ہے جیسے کسی اونٹ کے پہلو میں تل کسی جانور کے ہاتھ کے اندر کا گوشت۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1115)

| |
|---|
| يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا |
| وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ۝ |
| جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی |
| اور تو لوگوں کو نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ |

## قیامت کے دن شدت خوف کی وجہ سے لوگوں کا نشے کی طرح مدہوش ہونے کا بیان

"يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلَ" بِسَبَبِهَا "كُلّ مُرْضِعَة" بِالْفِعْلِ "عَمَّا أَرْضَعَتْ" أَيْ تَنْسَاهُ "وَتَضَع كُلّ ذَات حَمْل" أَيْ حُبْلَى "وَتَرَى النَّاس سُكَارَى" مِنْ شِدَّة الْخَوْف "وَمَا هُمْ بِسُكَارَى" مِنْ الشَّرَاب "وَلَكِنَّ عَذَاب اللَّه شَدِيد" فَهُمْ يَخَافُونَهُ.

جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے یعنی اس کی وجہ سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی اور آپ لوگوں کو شدت خوف کی وجہ نشے میں دیکھے گا، حالانکہ وہ ہرگز شراب کے نشے میں نہیں ہوں گے اور لیکن اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ پس وہ اس سے خوف زدہ ہوں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ترونھا ۔ترون۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رویۃ مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب۔ تم اس کو دیکھو گے۔ تم اس کو دیکھتے ہو۔ ھا ضمیر کا مرجع یا زلزلہ ہے یا الساعۃ ہے۔ اشارہ دونوں صورتوں میں اس دن کی ہولنا کیوں کی طرف ہے۔ تذہل۔ ذھول مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مونث غائب۔ الذھول ایسی مشغولیت جو غم اور بھول پیدا کردے۔ تذھل وہ بھول جائے گی۔ مرضعۃ۔ اسم فاعل واحد مونث ارضاع (افعال) مصدر۔ دودھ پلانے والی۔ مرضع دودھ پیتے بچے والی عورت اس میں تاء تانیث کی نہیں لگاتے کیونکہ یہ صفت اناث ہی کے لئے ہے۔ البتہ جب بچہ منہ میں پستان لیتا ہے اور دودھ پیتا ہے تو اس وقت اس عورت کو مرضعۃ کہتے ہیں۔

عما ارضعت ۔ ای عن الذی ارضعتہ۔ یعنی ہر دودھ پلانے والی عورت اس زلزلہ کے وقت ماحول کی دہشت اور ہولنا کیوں کو دیکھ کر اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی یا جس کہ دودھ پلایا کرتی ہوگی۔ تضع ۔ وہ رکھ دے۔ وہ ڈال دے۔ وہ جنتی ہے۔ وہ ڈال دے گی۔ وہ گرادے گی۔ وضع مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مونث غائب۔ سکری۔ شراب

کے نشہ میں مست۔ سکر سے جو شراب کے نشہ کو کہتے ہیں۔ یا جمع مکسر ہے یا اسم جمع۔

دودھ پلاتی عورت کا دودھ پیتے بچے کو بھول جانا۔ حاملہ کا اپنے حمل کو گرا دینا۔ لوگوں کا مدہوش شرابیوں کی طرح حرکات کرنا۔ یہ سب تمثیلاً بیان کیا گیا ہے جس طرح اور جگہ ارشاد ہے کہ: **فکیف تتقون ان کفرتم یوما یجعل الولدان شیبا** ) سوتم اس دن کی مصیبت سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ مراد اس دن کی شدت ہولنا کی سختی۔ دہشت کو مخاطب کے ذہن نشین کرنا ہے۔ اس میں زائد کی نفی نہیں ہے۔ **ولکن عذاب اللہ شدید** بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔

## قیامت کی سختی کے سبب اسقاط حمل کا بیان

جبکہ بعض مفسرین دوسری رائے کے اور اس کی تائید میں وہ احادیث پیش کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام کو حکم دے گا کہ وہ اپنی ذریت میں سے ہزار میں جہنم کے لیے نکال دے۔ یہ بات سن کر حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور لوگ مدہوش سے نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہیں ہوں گے صرف عذاب کی شدت ہوگی یہ بات صحابہ پر بڑی گراں گزری ان کے چہرے متغیر ہو گئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا (گھبراؤ نہیں) یہ یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے اور تم میں سے صرف ایک ہوگا۔ تمہاری (تعداد) لوگوں میں اس طرح ہوگی جیسے سفید رنگ کے بیل کے پہلو میں کالے بال یا کالے رنگ کے بیل کے پہلو میں سفید بال ہوں اور مجھے امید ہے کہ اہل جنت میں تم چوتھائی یا تہائی یا نصف ہو گے جسے سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بطور مسرت کے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا (صحیح بخاری تفسیر سورہ حج)

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍo |
| اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں کچھ جانے بغیر جھگڑتا ہے اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔ |

## اللہ کے بارے میں بغیر علم جھگڑا کرنے والے کا بیان

**وَنَزَلَ فِي النَّضْر بْن الْحَارِث وَجَمَاعَته "وَمِنْ النَّاس مَنْ يُجَادِل فِي اللّٰه بِغَيْرِ عِلْم" قَالُوا : الْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه وَالْقُرْآن أَسَاطِير الْأَوَّلِينَ وَأَنْكَرُوا الْبَعْث وَإِحْيَاء مَنْ صَارَ تُرَابًا "وَيَتَّبِع" فِي جِدَاله "كُلّ شَيْطَان مَرِيد" أَيْ مُتَمَرِّد**

یہ آیت نضر بن حارث اور اس کے گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں کچھ جانے بغیر جھگڑتا ہے یعنی انہوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور قرآن پہلے کی کہانیاں ہے۔ اور انہوں دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا اور جب کوئی شخص مٹی ہو جائے گا تو وہ دوبارہ کیلئے زندہ ہو سکتا ہے۔ اور ہر سرکش یعنی رد کیئے جھگڑالو شیطان کے پیچھے چلتا ہے۔

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا (کی شان) میں علم کے بغیر جھگڑتے اور ہر سرکش شخص کی پیروی کرتے ہیں ابو مالک سے اس

فرمان باری تعالیٰ کے بارے روایت ہے۔ کہ یہ آیت نضر بن حارث کے متعلق نازل ہوئی۔ (درمنثور،4۔344)

| |
|---|
| كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ |
| اس پرلکھ دیا گیا ہے کہ بے شک واقعہ یہ ہے کہ جواس سے دوستی کرے گا تو یقیناً وہ اسے گمراہ کرے گا |
| اوراسے بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔ |

## جہنم کی طرف بلانے والے شیطان کا بیان

"كُتِبَ عَلَيْهِ" قُضِيَ عَلَى الشَّيْطَانِ "اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ" أَيْ اِتَّبَعَهُ "فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ" يَدْعُوهُ "اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ" أَيْ النَّار

اس شیطان پر لکھ دیا گیا ہے کہ بے شک واقعہ یہ ہے کہ جواس سے دوستی کرے گا یعنی اس کی اتباع کرے گا تو یقیناً وہ اسے گمراہ کرے گا اوراسے بھڑکتی ہوئی آگ کا راستہ دکھائے گا۔ جو جہنم ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جیسے رگوں میں خون گردش کرتا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 64)

مطلب یہ کہ شیطان انسان کو بہکانے کی کامل قدرت رکھتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ مختلف صورتوں میں اچھے انسانوں اور نیک بندوں کو نیکی وبھلائی کے راستہ پر چلنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بلکہ انسان کی داخلی کائنات میں گھس کر اس کے ذہن وفکر اور اس کے قلب ودماغ کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ |
| مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ |
| اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ |
| مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً |
| فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ○ |
| اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، |
| پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، |
| تا کہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں ایک |
| بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو قبض کر لیا جاتا ہے اور تم میں سے کوئی وہ ہے |

| |
|---|
| جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔ اور تو زمین کو مردہ پڑی ہوئی دیکھتا ہے، |
| پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں سے اگاتی ہے۔ |

## انسان کی تخلیق سے بعث کے برحق ہونے پر استدلال کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس " أَيْ أَهْل مَكَّة "إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْب " شَكّ "مِنْ الْبَعْث فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ " أَيْ أَصْلكُمْ آدَم "مِنْ تُرَاب ثُمَّ" خَلَقْنَا ذُرِّيَّته "مِنْ نُطْفَة" مَنِيّ "ثُمَّ مِنْ عَلَقَة" وَهِيَ الدَّم الْجَامِد "ثُمَّ مِنْ مُضْغَة" وَهِيَ لَحْمَة قَدْر مَا يُمْضَغ "مُخَلَّقَة" مُصَوَّرَة تَامَّة الْخَلْق "وَغَيْر مُخَلَّقَة" أَيْ غَيْر تَامَّة الْخَلْق "لِنُبَيِّن لَكُمْ" كَمَال قُدْرَتنَا لِتَسْتَدِلُّوا بِهَا فِي ابْتِدَاء الْخَلْق عَلَى إعَادَته "وَنُقِرّ" مُسْتَأْنَف "فِي الْأَرْحَام مَا نَشَاء إلَى أَجَل مُسَمًّى " وَقْت خُرُوجه "ثُمَّ نُخْرِجكُمْ " مِنْ بُطُون أُمَّهَاتكُمْ "طِفْلًا" بِمَعْنَى أَطْفَالًا "ثُمَّ" نُعَمِّركُمْ "لِتَبْلُغُوا أَشُدّكُمْ " أَيْ الْكَمَال وَالْقُوَّة وَهُوَ مَا بَيْن الثَّلَاثِينَ إلَى الْأَرْبَعِينَ سَنَة "وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى " يَمُوت قَبْل بُلُوغ الْأَشُدّ "وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدّ إلَى أَرْذَل الْعُمُر " أَخَسّه مِنْ الْهَرَم وَالْخَرَف "لِكَيْلَا يَعْلَم مِنْ بَعْد عِلْم شَيْئًا " قَالَ عِكْرِمَة : مَنْ قَرَأَ الْقُرْآن لَمْ يَصِرْ بِهَذِهِ الْحَالَة "وَتَرَى الْأَرْض هَامِدَة" يَابِسَة "فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاء اهْتَزَّتْ" تَحَرَّكَتْ "وَرَبَتْ" ارْتَفَعَتْ وَزَادَتْ "وَأَنْبَتَتْ مِنْ" زَائِدَة "كُلّ زَوْج" صِنْف "بَهِيج" حَسَن،

اے لوگو! یعنی اہل مکہ! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں کسی شک میں ہو تو بے شک ہم نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے خلق کیا۔ پھر ایک قطرے سے ان کی اولاد کو پیدا کیا، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے جو چبانے کی مقدار کے برابر گوشت ہوتا ہے۔ جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے۔ جو تخلیق میں مکمل ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، جو تخلیق میں پوری نہیں ہے۔ تا کہ ہم تمھارے لیے واضح کریں اس لئے کہ وہ ہماری کمال قدرت پر دلیل ہو تا کہ وہ اس ابتدائی تخلیق سے دوبارہ زندہ ہونے پر استدلال کر سکیں۔ اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت یعنی خروج کے وقت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر ہم تمھیں تمہاری ماؤں کی پیٹ سے ایک بچے کی صورت میں نکالتے ہیں، یہاں پر طفل بہ معنیٰ اطفال ہے پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو جو کمال قوت وطاقت والی عمر اور وہ تیس سال سے چالیس سال کے درمیان کی عمر ہے۔ اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو بلوغت سے پہلے قبض کر لیا جاتا ہے یعنی وہ فوت ہو جاتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی وہ ہے جو سب سے نکمی عمر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، یعنی بڑھاپے کی ناقص عمر ہے تا کہ وہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے قرآن کو پڑھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوگا۔ اور تو زمین کو مردہ یعنی خشک پڑی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں متحرک ہوتی ہے۔ تو وہ لہلہاتی ہے اور ابھرتی ہے اور ہر خوبصورت قسم میں

سے اگاتی ہے۔یعنی ہر جنس کے حسین نباتات اگاتی ہے۔

## انسان کی تخلیق کے مراحل کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق ومصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| --- |
| یہ اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے اور کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کا بیان

"ذَلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ بَدْء خَلْق الْإِنْسَان إلَى آخِر إحْيَاء الْأَرْض "بِأَنَّ" بِسَبَبِ أَنَّ "اللّٰه هُوَ الْحَقّ" الثَّابِت الدَّائِم،وَأَنَّهُ عَلَى كُلّ شَيْء قَدِير۔

یہ یعنی جو انسان کی تخلیق سے زمین کی حیات تک بیان ہوا ہے اس لیے ہے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے جو ہمیشہ ثابت قائم ہے اور اس لیے کہ بے شک وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور اس لیے کہ بے شک وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا، ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر مقام سخ سے آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے اور مسجد میں داخل ہوئے کسی سے گفتگو نہ کی یہاں تک کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا، آپ کو یمنی چادر اڑھائی گئی تھی، آپ کے چہرے سے چادر اٹھائی پھر آپ پر جھکے اور آپ کے چہرے کو بوسہ دیا پھر روئے اور فرمایا اے اللہ کے نبی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا، وہ موت آپ کے لئے مقدر تھی تو وہ آپ پر آچکی۔ابوسلمہ کا بیان ہے کہ مجھے ابن عباس نے خبر دی کہ ابوبکر باہر نکلے اور عمر لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ انہوں نے انکار کر دیا پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ انہوں نے پھر انکار کیا۔

چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تشہد پڑھا لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عمر کو چھوڑ دیا کہا امابعد! تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا۔ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال کر گئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، نہیں مرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ( وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۔شاکرین تک ) واللہ اس سے پہلے لوگ گویا جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی لوگوں نے یہ آیت ان سے سن کر اخذ کی اور کوئی شخص سنا نہیں جاتا تھا مگر اس کی تلاوت کرتا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

| |
|---|
| وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ ۝ |
| اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو زندہ کر کے اٹھا دے گا جو قبروں میں ہوں گے۔ |

## قیامت کے آنے میں کوئی شک نہ ہونے کا بیان

"وَاَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَا رَيْبَ" شَكَّ "فِيهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ" وَنَزَلَ فِي أَبِي جَهْلٍ

اور بیشک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور یقیناً اللہ ان لوگوں کو زندہ کر کے اٹھا دے گا جو قبروں میں ہوں گے۔ اور یہ حکم ابوجہل کے بارے میں نازل ہوا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہیں (قیامت کے دن) اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ تم ننگے پاؤں ننگے بدن اور بے ختنہ ہوگے" اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بطور دلیل واستشہاد) یہ آیت پڑھی (كَمَا بَدَاْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُه وَعْدًا عَلَيْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ، الانبیاء:104) یعنی جس طرح ہم نے ان کو ابتداء پیدائش میں پیدا کیا تھا اسی طرح ان کو دوبارہ (قیامت کے دن پیدا کریں گے یعنی قبروں سے اٹھائیں گے یہ وعدہ ہم پر لازم ہے اور یقیناً ہم (نے جو وعدہ کیا ہے اس کو پورا) کرنے والے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن ان لوگوں میں سب سے پہلے جس شخص کو لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں (پھر فرمایا) اور میرے کچھ صحابہ کو پکڑ کر بائیں ہاتھ کی طرف (یعنی دوزخ کی طرف) لے جایا جا رہا ہے، میں یہ دیکھ کر بطریق حیرت و استعجاب اور ان کو نجات دلانے کے لئے کہوں گا کہ یہ میرے صحابی ہیں یہ میرے صحابی ہیں (ان کو کہاں لے جاتے ہو؟) خداوند تعالیٰ فرمائے گا۔ (بیشک یہ تمہارے صحابی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ) جب سے تم ان سے جدا ہوئے، یہ برابر دین سے برگشتہ اور پھرے رہے (اس لئے ان کو دوزخ میں بھیجا جا رہا ہے) میں (یہ سن کر) وہی کہوں گا جو بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ وکنت علیهم شهيدا ما دمت فيهم ۔ العزيز الحكيم تک یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا، میں ان کے احوال سے واقف رہا الخ۔"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 108)

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ |
| اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ |

## کتاب منیر کے بغیر جھگڑا کرنے کا بیان

"وَمِنَ النَّاس مَنْ يُجَادِل فِي اللّٰه بِغَيْرِ عِلْم وَلَا هُدًى" مَعَهُ "وَلَا كِتَاب مُنِير" لَهُ نُور مَعَهُ

اورلوگوں میں سے کوئی وہ ہے جواللہ کے بارے میں بغیر کسی علم کے اور بغیر کسی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب یعنی اس کے ساتھ کتاب نور ہوتا، اس کے بغیر جھگڑا کرتا ہے۔

## سورہ حج آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ابوجہل وغیرہ ایک جماعتِ کفار کے حق میں نازل ہوئی جواللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑا کرتے تھے اوراس کی طرف ایسے اوصاف کی نسبت کرتے تھے جواس کی شان کے لائق نہیں۔اس آیت میں بتایا گیا کہ آدمی کوکوئی بات بغیر علم اور بے سند ودلیل کے کہنی نہ چاہیئے ،خاص کر شان الٰہی میں اور جو بات علم والے کے خلاف بے علمی سے کہی جائے گی وہ باطل ہوگی پھراس پر یہ انداز کہ اصرار کرے اور براہِ تکبّر۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ حج، لاہور)

| |
|---|
| ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰـمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ |
| اپنی گردن کومروڑے ہوئے تا کہ اللہ کی راہ سے بہکادے، اس کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم |
| اسے جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ |

## تکبر کے سبب گردن اکڑائے ہونے کا بیان

"ثَانِيَ عِطْفه" حَال أَيْ لَاوِيَ عُنُقه تَكَبُّرًا عَنْ الْإِيمَان وَالْعِطْف الْجَانِب عَنْ يَمِين أَوْ شِمَال "لِيُضِلّ" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمّهَا "عَنْ سَبِيل اللّٰه" أَيْ دِينه "لَهُ فِي الدُّنْيَا خِزْي" عَذَاب فَقُتِلَ يَوْم بَدْر "وَنُذِيقهُ يَوْم الْقِيَامَة عَذَاب الْحَرِيق" أَيْ الْإِحْرَاق بِالنَّارِ وَيُقَال لَهُ :

اپنی گردن کوتکبّر سے مروڑے ہوئے۔یہاں پر ثانی عطفہ یہ حال ہے یعنی ایمان قبول کرنے کہ بہ جائے تکبر سے گردن کا اکڑائے ہوئے ہے۔اور لفظ عطف سے مراد دائیں یا بائیں جانب مراد ہے۔تا کہ دوسروں کوبھی اللہ کی راہ یعنی اس کے دین سے بہکادے، یہاں لفظ یضل یہ یاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح آیا ہے۔اس کے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے۔لہٰذا وہ بدر میں قتل ہوا۔اور قیامت کے دن ہم اسے جلادینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔یعنی آگ سے اس کوجلادیا جائے گا اوراس سے کہا جائے گا۔

حضرت حارثہ بن وہب کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے ہیں کہ میں تمہیں جنت والوں کی خبر نہ دوں صحابہ کرام نے عرض کیا جی ہاں فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کمزور آدمی جسے کمزور سمجھا جاتا ہے اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری فرمادے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں صحابہ کرام نے عرض کیا

ضرور فرمایئے آپ نے فرمایا ہر جاہل اکھڑ مزاج تکبر کرنے والا دوزخی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2686)

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ |
| یہ تیرے ان اعمال کے باعث ہے جو تیرے ہاتھ آگے بھیج چکے تھے اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر بالکل ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ |

## انسان کو اس کے اعمال کے سبب سزا ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدَاكَ" أَيْ قَدَّمْته عَبَّرَ عَنْهُ بِهِمَا دُون غَيْرهمَا لِأَنَّ أَكْثَر الْأَفْعَال تُزَاوَل بِهِمَا "وَأَنَّ اللّٰه لَيْسَ بِظَلَّامٍ" أَيْ بِذِي ظُلْم "لِلْعَبِيدِ" فَيُعَذِّبهُمْ بِغَيْرِ ذَنْب

یہ تیرے ان اعمال کے باعث ہے جو تیرے ہاتھ آگے بھیج چکے تھے یعنی جو تو نے اعمال کیے ہیں یہاں پر ید سے شخص کو تعبیر کیا گیا ہے جبکہ دوسرے اعضاء سے انسان کی ذات کو تعبیر نہیں کیا کیونکہ اکثر کام ہاتھوں سے سرانجام پاتے ہیں۔ اور بیشک اللہ اپنے بندوں پر بالکل ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ یعنی بغیر جرم کے ظلم کرتے ہوئے ان کو عذاب دے ایسا نہیں ہے۔

اب شخص دراصل تین جرائم کا مرتکب ہوتا ہے ایک تو اس نے جہالت، تعصب اور ہٹ دھرمی کی بنا پر وحی الٰہی کا انکار کیا۔ جبکہ اس کے پاس نہ کوئی تجرباتی دلیل تھی، نہ عقلی اور نہ نقلی۔ دوسرے تکبر اور پندار نفس کا مظاہرہ کیا اور تیسرے اور لوگوں کو بھی راہ حق سے دور رکھنے کا سبب بنا۔ لہٰذا اس عذاب شدید سے بہتر واضح طور پر بتلا دیا جائے گا کہ یہ تمہارے اپنے ہی بھیجے ہوئے اعمال کا بدلہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کسی کو خواہ مخواہ عذاب دینے کا شوق نہیں اور نہ ہی کسی پر ظلم کرنا اللہ کے شایان شان ہے۔

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ |
| ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ ۛ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ |
| اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو کنارے پر اللہ کی عبادت کرتا ہے، پس اگر اسے کوئی بھلائی پہنچتی ہے |
| وہ اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش پہنچتی ہے تو اپنے منہ کے بل پلٹ جاتا ہے، اس نے دنیا میں |
| نقصان اٹھایا اور آخرت میں (بھی)، یہی تو واضح بڑا خسارہ ہے۔ |

## دنیا و آخرت میں نقصان اٹھانے والے کا بیان

"وَمِنْ النَّاس مَنْ يَعْبُد اللّٰه عَلَى حَرْف" أَيْ شَكّ فِي عِبَادَته شُبِّهَ بِالْحَالِ عَلَى حَرْف جَبَل فِي عَدَم ثَبَاته "فَإِنْ أَصَابَهُ خَيْر" صِحَّة وَسَلَامَة فِي نَفْسه وَمَاله "اطْمَأَنَّ بِهِ وَإِنْ أَصَابَتْهُ فِتْنَة" مِحْنَة وَسَقَم فِي نَفْسه وَمَاله "انْقَلَبَ عَلَى وَجْهه" أَيْ رَجَعَ إِلَى الْكُفْر "خَسِرَ الدُّنْيَا" بِفَوَاتِ مَا أَمَّلَهُ مِنْهَا "وَالْآخِرَة" بِالْكُفْرِ "ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَان الْمُبِين" الْبَيِّن

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو بالکل دین کے کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے، یعنی اس کی عبادت میں شک کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو عدم ثابت کے سبب پہاڑ کے کنارے کھڑا ہے۔ پس اگر اسے کوئی دنیاوی بھلائی یعنی صحت وسلامتی اس کے مال وجان میں پہنچتی ہے تو وہ اس (دین) سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش یعنی اس کے مال وجان میں کوئی محنت اور مرض پہنچتی ہے تو اپنے منہ کے بل (دین سے) پلٹ کر کفر کی طرف چلا جاتا ہے، اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا یعنی جس دنیا کے ملنے کی اس کو امید تھی۔ اور کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی نقصان اٹھایا، یہی تو واضح طور پر بڑا خسارہ ہے۔

## سورہ حج آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینے آتا اور اسلام قبول کر لیتا پھر اگر اس کی بیوی سے لڑکا پیدا ہوتا اور گھوڑی بچہ جنتی تو وہ کہتا یہ اچھا دین ہے اور اگر بیوی سے لڑکا پیدا نہ ہوتا اور گھوڑی بچی نہ جنتی تو کہتا یہ برا دین ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے اسلام قبول کر لیا پھر اس کی بینائی چلی گئی۔ اور مال اور اولاد بھی باقی نہ رہے اس نے اس سے دین اسلام کی بدشگونی لی اور کہا مجھے اس دین سے کوئی بھلائی نہیں ملی میری بینائی اور مال چلے گئے اور اولاد فوت ہو گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ )

(سیوطی 185، ابن کثیر 3۔209، طبری 12۔(17)

## دنیا مفاد کی خاطر دین کو اچھا کہنے والوں کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنے دیہاتوں سے مدینہ ہجرت کر کے رسول اللہ کے پاس آئے ان میں سے کوئی جب مدینہ آتا اگر یہاں تندرست رہتا اس کی گھوڑی خوبصورت بچہ جنتی، اس کی بیوی سے لڑکا پیدا ہوتا اور اس کا مال اور مویشی بڑھ جاتے تو آپ پر ایمان لے آتا اور اطمینان سے رہتا اور کہتا میں جب سے اس دین میں داخل ہوا ہوں مجھے بھلائی کے علاوہ اور کچھ نہیں پہنچا اور اگر اسے مدینہ میں کوئی تکلیف پہنچ جاتی اس کی بیوی سے لڑکی پیدا ہو جاتی اس کی گھوڑی حمل گرا دیتی اس کا مال ضائع ہو جاتا یا مال ملنے میں دیر ہو جاتی تو شیطان اس کے پاس آتا اور کہتا اللہ کی قسم جب سے تو اس دین پر آیا ہے تجھے شر کے سوا کوئی چیز نہیں پہنچی لہٰذا وہ اپنے دین سے پھر جاتا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے اسلام قبول کیا تو اس کی بینائی اور مال چلے گئے اور اولاد فوت ہو گئی تو اس نے اس سے اسلام کی بدشگونی مراد لی اور نبی کے پاس آ کر کہا آپ میرے اسلام کو ختم فرما دیں آپ نے فرمایا کہ دین اسلام کو ختم نہیں کیا جا سکتا اس نے کہا مجھے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں ملی میری بینائی اور مال چلے اور اولاد فوت ہو گئی آپ نے فرمایا اے یہودی بے شک اسلام اس طرح لوگوں کو صاف کر دیتا ہے جس طرح آگ لوہے، چاندی اور سونے کو میل سے صاف کر دیتی ہے آپ کہتے ہیں کہ اس موقع پر یہ آیت نازل کی۔ (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ) (بخاری 4743، مسلم 3033)

2/2

يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

وہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکے اور نہ ہی اسے نفع پہنچا سکے، یہی تو دور کی گمراہی ہے۔

## نفع ونقصان کے مالک نہ ہونے والے بت کی پوجا کرنے کا بیان

"يَدْعُو" يَعْبُد "مِنْ دُون اللّٰه" مِنَ الصَّنَم "مَا لَا يَضُرّهُ" إنْ لَمْ يَعْبُدْهُ "وَمَا لَا يَنْفَعهُ" إنْ عَبَدَهُ "ذٰلِكَ" الدُّعَاء "هُوَ الضَّلَال الْبَعِيد" عَنْ الْحَقّ

وہ شخص اللہ کو چھوڑ کر اس بت کی عبادت کرتا ہے جو نہ اسے نقصان پہنچا سکے یعنی اگر اس کی عبادت نہ کرے اور نہ ہی اسے نفع پہنچا سکے، یعنی اگر اس کی عبادت کرے۔ یہی تو حق سے بہت دور کی گمراہی ہے۔

یعنی خدا کی بندگی چھوڑ دی، دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے ان چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ برائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھروں سے حاصل کرے گا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہوں گی۔

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗۤ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝

وہ اسے پوجتا ہے جس کا نقصان اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے، وہ کیا ہی برا مددگار ہے اور کیا ہی برا ساتھی ہے۔

## نفع سے زیادہ نقصان کا باعث بننے والے بتوں کی پوجا کا بیان

"يَدْعُو لَمَنْ" اللَّام زَائِدَة "ضَرّه" بِعِبَادَتِهِ "أَقْرَب مِنْ نَفْعه" إنْ نَفَعَ بِتَخَيُّلِهِ "لَبِئْسَ الْمَوْلَى" هُوَ أَيْ النَّاصِر "وَلَبِئْسَ الْعَشِير" الصَّاحِب هُوَ،

وہ اسے پوجتا ہے۔ یہاں لمن میں لام زائدہ ہے۔ جس کی عبادت کا نقصان اس کے نفع جو اس کے خیال میں ہے اس سے زیادہ قریب ہے، وہ کیا ہی برا مددگار ہے اور کیا ہی برا ساتھی ہے۔

یعنی بتوں سے نفع کی تو امید موہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے موافق) لیکن ان کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لیے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائے گا، نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔ جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے "لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ" یعنی جن سے بڑی امداد ورفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝

بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں،

یقیناً اللہ جو ارادہ فرماتا ہے کر دیتا ہے۔

## ایمان اور عمل صالح والوں کیلئے جنت کی نہروں کا بیان

وَعَقَّبَ ذِكْر الشَّاكّ بِالْخُسْرَانِ بِذِكْرِ الْمُؤْمِنِينَ بِالثَّوَابِ فِي، "إِنَّ اللّٰه يُدْخِل الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات " مِنْ الْفُرُوض وَالنَّوَافِل "جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار إِنَّ اللّٰه يَفْعَل مَا يُرِيد " مِنْ إِكْرَام مَنْ يُطِيعهُ وَإِهَانَة مَنْ يَعْصِيه

اور شک کرنے والے نقصان اٹھانے والوں کے بعد ہی اہل ایمان کے ثواب کا تذکرہ کیا ہے۔ بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے یعنی فرائض ونوافل ادا کرتے رہے۔ جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں، یقیناً اللہ جو ارادہ فرماتا ہے کر دیتا ہے۔ یعنی عزت اس کیلئے ہے جو اس کی اطاعت کرے اور توہین اس کی ہوگی جس اس کی نافرمانی کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (ایسی ایسی چیزیں) تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً ۢبِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ، السجدہ:17) سو کسی نفس کو معلوم نہیں کہ جو نعمتیں ان کے لئے چھپا رکھی ہیں ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں بدلہ ہے اس کا جو وہ کرتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2631)

مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ○

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے رسول کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا اسے چاہئے کہ چھت سے ایک رسی باندھ کر لٹک جائے پھر پھانسی دے لے پھر دیکھے کیا اس کی یہ تدبیر اس کو دور کر دیتی ہے جس پر غصہ کھا رہا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے مخالف کو خودکشی کر کے مرجانا چاہیے

"مَنْ كَانَ يَظُنّ أَنْ لَنْ يَنْصُرهُ اللّٰه" أَيْ مُحَمَّدًا نَبِيّه "فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ" بِحَبْلٍ "إِلَى السَّمَاء " أَيْ سَقْف بَيْته يَشُدّهُ فِيهِ وَفِي عُنُقه "ثُمَّ لْيَقْطَعْ" أَيْ لِيَخْتَنِق بِهِ بِأَنْ يَقْطَع نَفْسه مِنْ الْأَرْض كَمَا فِي الصِّحَاح "فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْده" فِي عَدَم نُصْرَة النَّبِيّ "مَا يَغِيظ" مِنْهَا الْمَعْنَى فَلْيَخْتَنِق غَيْظًا مِنْهَا فَلَا بُدّ مِنْهَا

جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ اپنے محبوب و برگزیدہ رسول حضرت محمد ﷺ کی دنیا و آخرت میں ہرگز مدد نہیں کرے گا ایسے شخص

کو چاہئے کہ آسمان کی طرف رسی یعنی گھر کی چھت سے ایک رسی باندھ کر لٹک جائے اور اس کو گردن میں ڈال لے۔ اور اس رسی کو کاٹ دے۔ پھر خود کو پھانسی دے لے۔ صحاح میں اسی طرح ہے۔ پھر دیکھے کیا اس کی یہ تدبیر اس نصرت الٰہی کو دور کر دیتی ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی مدد کو دور کر سکتی ہے۔ جس پر غصہ کھا رہا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے خودکشی کر لینی چاہئے جبکہ نبی کریم ﷺ کی مدد لازم ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لن ینصرہ (مضارع نفی تاکید بلن ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا۔ فلیمدد۔ ف جواب شرط میں ہے لیمدد فعل امر واحد مذکر غائب۔ مد مصدر۔ باب نصر سے۔ اسے چاہئے کہ وہ تان لے۔ اسے چاہئے کہ وہ دراز کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ کھینچ لے جائے۔ سبب۔ حبل۔ رسی۔ ذریعہ۔ طریق۔ راستہ۔ السماء۔ گھر کی چھت۔ آسمان۔ کل ماعلاک سماء ہر چیز جو تم سے اوپر ہے سماء ہے۔

لیقطع۔ فعل امر، واحد مذکر غائب۔ چاہئے کہ وہ کاٹ دے۔ القطع بمعنی الاختناق بھی ہے۔ کیونکہ رسی کے ساتھ گلا گھونٹنے سے سانس منقطع ہو جاتا ہے۔ اور آدمی مر جاتا ہے لہٰذا اس معنی لیقطع سے مراد ہوگا چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یعنی گلا گھونٹ کر مر جائے۔ اسی سے ہے قطع فلان الحبل یا قطع الرجل بحبل قطعا ۔ای اختنق بہ آدمی رسی سے گلا گھونٹ کر مر گیا۔

فلینظر۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے۔ ھل یذھبن۔ مضارع تاکید با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب ھل استفہام کے لئے ہے۔ اذھاب (افعال) مصدر۔ کیا اس نے دور کر دیا ہے۔ کیدہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی تدبیر۔

مایغیظ۔ ما موصولہ۔ یغیظ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ غیظ مصدر (باب ضرب) وہ چیز جو اسے غصہ میں ڈالتی ہے۔ جو اسے ناگوار گذرتی ہے۔ فلینظر ھل یذھبن کیدہ مایغیظ۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے آیا اس کی (اس) تدبیر نے اس چیز کو جو اسے ناگوار گذرتی تھی یا غصہ میں ڈالتی تھی دور کر دیا ہے۔

## آیت کے مختلف معانی کا بیان

اس آیت کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ لن ینصرہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور القطع بمعنی الاختناق ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہیں کرے گا نہ اس دنیا میں (جیسا کہ منکرین اسلام، اسلام کے ابتدائی مدارج میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور کمزوری کو دیکھ کر اندازہ لگا رہے تھے) اور نہ آخرت میں تو وہ یقین مانے کہ اس کا خیال محض عبث ہے آپ کی مدد ہو کر رہے گی۔ گو یہ اپنے غصہ میں مر ہی جائے۔ آیت کا ترجمہ یوں ہوگا:۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں وآخرت میں تو اسے چاہئے کہ وہ ایک رسی کے ذریعہ چھت سے لٹک جاوے۔ اور پھر اپنا گلا گھونٹ کر مر جائے اور پھر دیکھے کہ اس کی اس تدبیر نے اس چیز کو دور

کر دیا ہے جو اس کے لئے باعث غیظ وغضب بن رہی تھی۔ یعنی دیکھے کہ کیا خداوند تعالیٰ کی نصرت بند ہوگئی ہے؟ انہی معنوں میں قرآن حکیم کی آیت ہے: واذا خلوا عضوا علیکم الانامل من الغیظ قل موتوا بغیظکم ، اور جب وہ الگ ہوتے ہیں تو تم پر شدت غیظ سے انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے تم اپنے غیظ میں مر جاؤ۔

دوسری صورت: ینصرہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لیقطع میں مفعول وحی مقدر ہے۔ ای لیقطع عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوحی (ابن جریر) ای لیقطع الوحی ان ینزل علیہ (کشاف)۔

یعنی نصرت الٰہیہ آپ کے ساتھ بوجہ وحی ونبوت کے ہے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ کرے (اب یہ تو ہونے سے رہا) اسے چاہئے کہ خود رسی کے ذریعہ آسمان پر پہنچ جائے اور اس نزول وحی کے سلسلہ کو بند کر دے۔ اور دیکھے کہ اس کے غیظ وغضب کی آگ ٹھنڈی ہوئی ہے کہ نہیں (چونکہ یہ نہیں ہو سکے گا) تو بس پھر اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ موتوا بغیظکم۔

تیسری صورت: بعض کی رائے ہے کہ ینصر بمعنی یرزق ہے۔ ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ بنو بکر سے ایک سائل ہمارے ہاں آیا اور کہا من ینصرنی نصرہ اللہ ای من یعطینی اعطاہ اللہ اس صورت میں ضمیرہ کا مرجع من کان یظن کا فاعل ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا:۔

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کھو چکا ہے اور اس کی طرف سے فراخی رزق سے مایوس ہو چکا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سسک سسک جان نہ دے بلکہ ابھی گلے میں رسہ ڈال کر اپنے آپ کو چھت سے لٹکا کر خودکشی کرے اور اس تنگ دستی کا قصہ ہی ختم کر دے۔

چوتھی صورت: بعض کے نزدیک ضمیرہ کا مرجع الدین یا الکتاب ہے لیکن یہ قول اس قول سے مختلف نہیں ہے جس میں ضمیر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیا گیا ہے کیونکہ الدین یا الکتاب کی مدد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ہی ہے۔

لیکن آیت کے سیاق وسباق کے مدنظر دوسری صورت ہی صحیح معلوم ہوتی ہے۔ آسمان پر رسی کے ذریعہ پہنچنا اور چھت سے لٹک کر خودکشی کرنا سے ظاہری لفظی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انتہائی کوشش کرنا ہے۔

## مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہلاک ہوں

یعنی جو یہ جان رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ دنیا میں کرے گا نہ آخرت میں وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض خیال ہے۔ آپ کی مدد ہو کر ہی رہے گی چاہے ایسا شخص اپنے غصے میں ہار ہی جائے بلکہ اسے چاہے کہ اپنے مکان کی چھت میں رسی باندھ کر اپنے گلے میں پھندا ڈال کر اپنے آپ کو ہلاک کر دے۔ ناممکن ہے کہ وہ چیز یعنی اللہ کی مدد اس کے نبی کے لئے نہ آئے گو یہ جل جل کر مر جائیں مگر ان کی خیال آرائیاں غلط ثابت ہو کر رہیں گی۔

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی سمجھ کے خلاف ہو کر ہی رہے گا۔ اللہ کی امداد آسمان سے نازل ہوگی۔ ہاں اگر اس کے بس میں ہو تو ایک رسی لٹکا کر آسمان پر چڑھ جائے اور اس اترتی ہوئی مدد آسمانی کو کاٹ دے۔ لیکن پہلا معنی زیادہ ظاہر ہے اور اس میں ان کی پوری بے بسی اور نامرادی کا ثبوت ہے کہ اللہ اپنے دین کو اپنی کتاب کو اپنے نبی کو ترقی دے گا ہی چونکہ یہ لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے

اس لئے انہیں چاہئے کہ یہ مر جائیں، اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ، غافر:51) ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد کرتے ہی ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہاں فرمایا کہ یہ پھانسی پر لٹک کر دیکھ لے کہ شان محمدی ﷺ کو کس طرح کم کر سکتا ہے؟ اپنے سینے کی آگ کو کسی طرح بجھا سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ○ |
| اور اسی طرح ہم نے اسے روشن آیات کی صورت میں نازل کیا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ |

## قرآن کو روشن آیات کی صورت میں نازل کرنے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" أَيْ مِثْل إِنْزَالنَا الْآيَة السَّابِقَة "أَنْزَلْنَاهُ" أَيْ الْقُرْآن الْبَاقِي "آيَات بَيِّنَات" ظَاهِرَات حَال "وَأَنَّ اللّٰه يَهْدِي مَنْ يُرِيد" هُدَاهُ مَعْطُوف عَلَى هَاء أَنْزَلْنَاهُ

اور اسی طرح یعنی سابقہ نازل کردہ آیت کی طرح ہم نے اسے یعنی بقیہ قرآن کو روشن آیات کی صورت میں نازل کیا ہے جو واضح ہیں اور یہاں پر آیات یہ انزلناہ کی ضمیر سے حال ہے۔ اور یہ کہ بے شک اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ یہاں پر ان اللہ یہدی کا عطف انزلناہ کی ضمیر پر ہے۔

یعنی اگرچہ قرآن میں ایسے بے شمار واضح دلائل موجود ہیں پھر بھی ان دلائل سے ہر شخص کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی بلکہ اسے ہی نصیب ہوتی ہے جس کے متعلق اللہ کی مشیت ہو۔ مشیت الٰہی صرف انہیں نصیب ہوتی ہے جو خود ہی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ ضدی، ہٹ دھرم، تکبر اور نافرمان قسم کے لوگوں کو نہ اللہ کی نسبت نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ کا یہ قانون ہے کہ وہ جبراً کسی کو ہدایت دے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا |
| اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ○ |
| بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور ستارہ پرست اور نصاریٰ اور آتش پرست اور جو مشرک ہوئے، |
| یقیناً اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرما دے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ |

## تمام ادیان والوں کیلئے قیامت کے دن فیصلہ ہونے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا" هُمْ الْيَهُود "وَالصَّابِئِينَ" طَائِفَة مِنْهُمْ "وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوس وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّ اللّٰه يَفْصِل بَيْنهمْ يَوْم الْقِيَامَة" بِإِدْخَالِ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّة وَإِدْخَال غَيْرهمْ النَّار "إِنَّ اللّٰه عَلَى كُلّ شَيْء" مِنْ عَمَلهمْ "شَهِيد" عَالِم بِهِ عِلْم مُشَاهَدَة

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جو لوگ یہودی ہوئے وہ یہود ہیں اور ستارہ پرست اور نصاریٰ (عیسائی) اور آتش پرست مجوسی اور جو مشرک ہوئے، یقیناً اللہ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ یعنی اہل ایمان کو جنت میں داخل فرمائے گا اور ان کے باقی سب کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ بیشک اللہ ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہا ہے۔ یعنی ان کے عمل کا کو جاننے والا ہے۔ کیونکہ اس کو مشاہدے کا علم حاصل ہے۔

تمام مذاہب وفرق کے نزاعات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا۔ سب جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔ مؤمنین کو جنت عطا فرمائے گا اور کفار کو کسی قسم کے بھی ہوں جہنم میں داخل کرے گا۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ |
| وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ |
| الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۝ |
| کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج |
| اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے اور بہت سے لوگ۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا |
| اور جسے اللہ ذلیل کر دے پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق کا سجدہ کرنے کا بیان

"أَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "أَنَّ اللَّـهَ يَسْجُد لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَمَنْ فِي الْأَرْض وَالشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم وَالْجِبَال وَالشَّجَر وَالدَّوَابّ" أَيْ يَخْضَع لَهُ بِمَا يُرَاد مِنْهُ "وَكَثِير مِنْ النَّاس" وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ بِزِيَادَةِ عَلَى الْخُضُوع فِي سُجُود الصَّلَاة "وَكَثِير حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَاب" وَهُمْ الْكَافِرُونَ لِأَنَّهُمْ أَبَوْا السُّجُود الْمُتَوَقِّف عَلَى الْإِيمَان "وَمَنْ يُهِنْ اللَّه" يُشْقِهِ "فَمَا لَهُ مِنْ مُكْرِم" مُسْعِد "إِنَّ اللَّه يَفْعَل مَا يَشَاء" مِنْ الْإِهَانَة وَالْإِكْرَام

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ، اسی کے لیے سجدہ کرتے ہیں جو کوئی آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چوپائے یعنی اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اور بہت سے لوگ۔ اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز کے سجدوں میں خشوع کو زیادہ کرتے ہیں۔ اور بہت سے وہ ہیں جن پر عذاب ثابت ہو چکا اور وہ کفار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ان سجدوں کا انکار کیا جو ایمان پر موقوف ہیں۔ اور جسے اللہ ذلیل کر دے۔ یعنی جس وہ بد بخت کر دے۔ پھر اسے کوئی عزت دینے والا نہیں۔ یعنی وہ سعادت مند نہیں ہوسکتا۔ بے شک اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ یعنی عزت واہانت جو چاہے وہ کرتا ہے۔

## مخلوقات کے سجدے سے متعلق بیان

آسمانوں کے فرشتے، زمین کے حیوان، انسان، جنات، پرند، چرند، سب اس کے سامنے سربسجود ہیں اور اس کی تسبیح اور حمد کررہے۔ سورج چاند ستارے بھی اس کے سامنے سجدے میں گرے ہوئے ہیں۔ ان تینوں چیزوں کو الگ اس لئے بیان کیا گیا کہ بعض لوگ ان کی پرستش کرتے ہیں حالانکہ وہ خود اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں اسے لئے فرمایا سورج چاند کو سجدے نہ کرواسے سجدے کرو جوان کا خالق ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا جانتے ہو کہ یہ سورج کہاں جاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اللہ کو علم ہے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ آپ نے فرمایا یہ عرش تلے جا کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے پھر اس سے اجازت طلب کرتا ہے وقت آرہا ہے کہ اس سے ایک دن کہہ دیا جائے گا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا۔ سنن ابی داؤد، نسائی، ابن ماجہ، اور مسند احمد میں گرہن کی حدیث میں ہے کہ سورج چاند اللہ کی مخلوق ہے وہ کسی کی موت پیدائش سے گرہن میں نہیں آتے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی میں سے جس کس پر تجلی ڈالتا ہے تو وہ اس کے سامنے جھک جاتا ہے۔

ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سورج چاند اور کل ستارے غروب ہوکر سجدے میں جاتے ہیں اور اللہ سے اجازت مانگ کر داہنی طرف سے لوٹ کر پھر اپنے مطلع میں پہنچتے ہیں۔ پہاڑوں اور درختوں کا سجدے میں ان کے سائے کا دائیں بائیں پڑتا ہے۔ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں۔ میں جب سجدے میں گیا تو وہ درخت بھی سجدے میں گیا اور میں نے سنا کہ وہ اپنے سجدے میں یہ پڑھ رہا تھا۔ دعا (اللّٰھم اکتب لی بھا عندك اجرا وضع عنی بھا وزرا واجعلھا لی عندك ذخرا و تقبلھا منی کماتقبلتھامن عبدك داود۔ یعنی اے اللہ اس سجدے کی وجہ سے میرے لئے اپنے پاس اجر وثواب لکھ اور میرے گناہ معاف فرما اور میرے لئے اسے ذخیرہ آخرت کر اور اسے قبول فرما جسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد علیہ السلام کا سجدہ قبول فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی آیت پڑھی۔ سجدہ کیا اور یہی دعا آپ نے اپنے اس سجدے میں پڑھی جسے میں سن رہا تھا (ترمذی وغیرہ)

تمام حیوانات بھی اسے سجدہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اپنے جانور کی پیٹھ کو اپنا منبر نہ بنالیا کرو بہت سی سواریاں اپنے سوار سے زیادہ اچھی ہوتی ہیں اور زیادہ ذکر اللہ کرنے والی ہوتی ہیں اور اکثر انسان بھی اپنی خوشی سے عبادت الٰہی بجالاتے ہیں اور سجدے کرتے ہیں ہاں وہ بھی ہیں جو اس سے محروم ہیں تکبر کرتے ہیں۔ سرکشی کرتے ہیں اللہ جسے ذلیل کرے اسے عزیز کون کرسکتا ہے؟ رب فاعل خود مختار ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِیْ رَبِّهِمْ فَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ

یُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِیْمُ ۝

یہ دو، جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔

## اہل حق اور اہل باطل کا دین کے بارے میں جھگڑا کرنے کا بیان

"هٰذَانِ خَصْمَانِ" أَیْ الْمُؤْمِنُونَ خَصْم وَالْكُفَّار الْخَمْسَة خَصْم وَهُوَ یُطْلَق عَلَی الْوَاحِد وَالْجَمَاعَة "اخْتَصَمُوا فِی رَبّهمْ" أَیْ فِی دِینه "فَالَّذِینَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِیَاب مِنْ نَار" یَلْبَسُونَهَا یَعْنِی أُحِیطَتْ بِهِمْ النَّار "یُصَبّ مِنْ فَوْق رُءُوسهمْ الْحَمِیم" الْمَاء الْبَالِغ نِهَایَة الْحَرَارَة

یہ دو یعنی ایک اہل ایمان ہیں اور دوسرے کفار خمسہ ہیں۔ یہاں پر خصم کا اطلاق واحد اور جماعت دونوں پر ہے۔ جھگڑنے والے ہیں، جنھوں نے اپنے رب کے بارے یعنی اس کے دین کے بارے میں جھگڑا کیا، تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے کپڑے کاٹے جاچکے یعنی ان کو آگ کا لباس پہنایا جائے یعنی وہ آگ ان کا احاطہ کیے ہوئے ہوگی، ان کے سروں کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا۔ یعنی وہ پانی جو انتہائی گرمی کو پہنچنے والا ہوگا۔

## سورہ حج آیت ۱۹ کے شان نزول کا بیان

بخاری، مسلم اور دوسری کتب حدیث میں حضرت ابوذر سے روایت مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا یہ آیت کریمہ، حمزہ، عبیدہ علی بن ابی طالب، عتبہ، شیبہ، اور ولید بن عتبہ کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت علی سے منقول ہے کہ یہ آیت کریمہ ہمارے بارے میں بدر کے دن مبارزہ کرنے (مقابلہ پر کہہ کر لڑنے) والوں کے متعلق نازل ہوئی۔

آپ ہی سے ایک دوسرے طریق سے اس طرح منقول ہے کہ یہ آیت بدر میں مبارزہ کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی وہ یہ لوگ تھے حضرت حمزہ، علی، عبیدہ بن حارث اور عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، اور ولید بن عتبہ۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی انہوں نے مومنین سے کہا ہم تمہاری نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہیں ہماری کتاب، تمہاری کتاب سے قدیم ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے ہیں تو مومنین نے کہا ہم تمہاری نسبت اللہ کے زیادہ حقدار ہیں ہم محمد پر ایمان لائے ہیں اور تمہارے نبی پر بھی اور جو بھی اللہ نے کتاب نازل کی ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ حضرت قتادہ سے بھی اسی طرح ایک روایت منقول ہے۔ (سیوطی 186، درمنثور 4۔348، طبری 17۔(132)

حضرت قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابوذر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں یہ آیت ان چھ کے بارے میں نازل ہوئی حضرت حمزہ، عبیدہ اور علی بن ابی اور عتبہ بن شیبہ اور ولید بن عتبہ۔ (بخاری 4466، ابن کثیر 3۔(212

قیس بن عبادہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں اور ہمارے بدر کے دن مبارزہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ان اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی اور جنہوں نے مومین سے کہا ہم تمہاری نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہیں اور ہماری کتاب تمہاری کتاب سے زیادہ قدیم ہے اور ہمارے نبی تمہارے نبی سے پہلے کے اور مومنین نے ان سے کہا ہم اللہ کے زیادہ حق دار ہیں ہم محمد ﷺ پر تمہارے نبی ﷺ پر اور جو کتاب نازل ہوئی اس پر ایمان لائے تم ہمارے نبی ﷺ کو پہچانتے ہو پھر بھی تم نے انہیں چھوڑ دیا اور حسد کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا اور یہ ان کا جھگڑا تھا اسی کی مثل قتادہ سے منقول ہے۔ (نیسابوری 258، طبری 17۔99)

| |
|---|
| يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ○وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ○ |
| جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں ہے اور ان کی کھالیں۔ اور ان کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔ |

## کفار کو آخرت میں لوہے کے ہتھوڑوں سے مارے جانے کا بیان

"يُصْهَرُ" يُذَاب "بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ" مِنْ شُحُوم وَغَيْرهَا "وَ" تُشْوَى بِهٖ "الْجُلُوْد" "وَلَهُمْ مَقَامِع مِنْ حَدِيْد" لِضَرْبِ رُءُوسهمْ،

جس سے گل جائے گا جو کچھ ان کے پیٹوں میں چربی وغیرہ ہے اور ان کی کھالیں گرم پانی کے سبب بھون دی جائیں گی۔ اور ان کے سروں پر مارنے کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو مختار بتلاتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اچھا چنانچہ اس کے بعد ہی ہے کہ کفار کے لئے آگ کے ٹکڑے الگ الگ مقرر کر دئے جائیں گے۔ یہ تانبے کی صورت ہوں گے جو بہت ہی حرارت پہنچاتا ہے پھر اوپر سے گرم ابلتے ہوئے پانی کا تریڑا ڈالا جائے گا۔ جس سے ان کے آنتیں اور چربی گھل جائے گی اور کھال بھی جھلس کر جھڑ جائے گی۔ ترمذی میں ہے کہ اس گرم آگ جیسے پانی سے ان کی آنتیں وغیرہ پیٹ سے نکل کر پیروں پر گر پڑیں گی۔ پھر جیسے تھے ویسے ہو جائیں گے پھر یہی ہوگا۔ عبداللہ بن سری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرشتہ اس ڈول کو اس کے کڑوں سے تھام کر لائے گا اس کے منہ میں ڈالنا چاہے گا یہ گھبرا کر منہ پھیر لے گا۔ تو فرشتہ اس کے ماتھے پر لوہے کا ہتھوڑا مارے گا جس سے اس کا سر پھٹ جائے گا وہیں سے اس گرم آگ پانی کو ڈالے گا جو سیدھا پیٹ میں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان ہتھوڑوں میں جن سے دوزخیوں کی ٹھکائی ہوگی اگر ایک زمین پر لا کر رکھ دیا جائے تو تمام انسان اور جنات مل کر بھی اسے اٹھا نہیں سکتے۔ (مسند)

آپ فرماتے ہیں اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے جہنمی اس سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر جیسے تھے ویسے ہی کر دئے جائیں گے اگر غساق کا جو جہنمیوں کی غذا ہے ایک ڈول دنیا میں بہا دیا جائے تو تمام اہل دنیا بدبو کے

مارے ہلاک ہو جائیں۔ (مسند احمد، تفسیر جامع البیان، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ٥ |
| وہ جب بھی شدت تکلیف سے وہاں سے نکلنے کا ارادہ کریں گے۔ اس میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے |
| اور سخت آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ |

## کفار کا دوزخ سے نہ نکل سکنے کا بیان

"كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا" أَيْ النَّار "مِنْ غَمّ" يَلْحَقهُمْ بِهَا "أُعِيدُوا فِيهَا" رُدُّوا إلَيْهَا بِالْمَقَامِعِ "وَ" قِيلَ لَهُمْ "ذُوقُوا عَذَاب الْحَرِيق" أَيْ الْبَالِغ نِهَايَة الْإِحْرَاق

وہ جب بھی شدت تکلیف یعنی غم سے وہاں یعنی آگ سے نکلنے کا ارادہ کریں گے جو غم ان سے لاحق ہوگا تو اس میں واپس لوٹا دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ سخت آگ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ یعنی وہ عذاب جو جلانے کی انتہاء کو پہنچنے والا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے لگتے ہی ایک ایک عضو بدن جھڑ جائے گا اور ہائے وائے کا غل مچ جائے گا جب کبھی وہاں سے نکل جانا چاہیں گے وہیں لوٹا دیئے جائیں گے۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں جہنم کی آگ سخت سیاہ بہت اندھیرے والی ہے اس کے شعلے بھی روشن نہیں نہ اس کے انگارے روشنی والے ہیں پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے جہنمی اس میں سانس بھی نہ لے سکیں گے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واللہ انہیں چھوٹنے کی تو آس ہی نہیں رہے گی پیروں میں بوجھل بیڑیاں ہیں ہاتھوں میں مضبوط ہتھکڑیاں ہیں آگ کے شعلے انہیں اس قدر اونچا کر دیتے ہیں کہ گویا باہر نکل جائیں گے لیکن پھر فرشتوں کے ہاتھوں سے گرز کھا کر تہ میں اتر جاتے ہیں۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب جلنے کا مزہ چکھو۔ جیسے فرمان ہے ان سے کہا جائے گا اس آگ کا عذاب برداشت کرو جسے آج تک جھٹلاتے رہے۔ زبانی بھی اور اپنے اعمال سے بھی جھٹلاتے رہے۔ (ابن ابی حاتم)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ٥ |
| بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے |
| نہریں جاری ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ |

## اہل جنت کیلئے سونے اور موتیوں سے سجاوٹ کا بیان

وَقَالَ فِي الْمُؤْمِنِينَ "إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِر مِنْ ذَهَب وَلُؤْلُؤ" بِالْجَرِّ أَيْ مِنْهُمَا بِأَنْ يُرَصَّع اللُّؤْلُؤ بِالذَّهَبِ وَبِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى مَحَلّ مِنْ أَسَاوِر "وَلِبَاسهمْ فِيهَا حَرِير" هُوَ الْمُحَرَّم لُبْسه عَلَى الرِّجَال فِي الدُّنْيَا

اہل ایمان کے بارے میں فرمایا کہ بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں اور نیک اعمال انجام دیتے ہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، یہاں لفظ لؤلؤ جر کے ساتھ یعنی وہ دونوں کنگن اور موتی سونے سے سجے ہوئے ہوں گے۔ اور اساور کے محل پر عطف کرتے ہوئے یہ لفظ منصوب بھی آیا ہے اور وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا۔ جس کا دنیا میں لوگوں کیلئے پہننا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے (ایسی ایسی چیزیں) تیار کر رکھی ہیں کہ جنہیں نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ ہی کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا خیال گزرا (اور وہ نعمتیں ان کے لئے) جمع کر رکھی ہیں ان کا ذکر چھوڑو جن کی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اطلاع دے رکھی ہے۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2632)

| |
|---|
| وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝ |
| اور انہیں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت کی گئی اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت کی گئی۔ |

## کلمہ طیب کی طرف بلانے کا بیان

"وَهُدُوا" فِي الدُّنْيَا "إِلَى الطَّيِّب مِنْ الْقَوْل" وَهُوَ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه "وَهُدُوا إِلَى صِرَاط الْحَمِيد" أَيْ طَرِيق اللَّه الْمَحْمُودَة وَدِينه

اور انہیں دنیا میں پاکیزہ بات کی طرف ہدایت کی گئی اور جو اس قول سے ہے "لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّـه" اور انہیں تمام تعریفوں کے مالک کے راستے کی طرف ہدایت کی گئی۔ یعنی وہ اللہ کا پسندیدہ راستہ اور اس کا دین ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے کلام میں سب سے بہتر کلام چار ہیں اور وہ یہ ہیں۔ سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) الحمد للہ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں) لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اللہ اکبر (اللہ بہت بڑا ہے) ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام چار ہیں (۱) سبحان اللہ (۲) الحمد للہ (۳) لا الہ الا اللہ (۴) اللہ اکبر۔ ان میں سے کسی بھی کلمہ سے شروع کرنا تمہارے لئے نقصان دہ نہیں

ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 824)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ |
| سَوَآءَ نِ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَالْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ |
| بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں |
| کے لیے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے برابر ہیں اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم |
| کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے گا ہم اسے دردناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔ |

## اللہ کے دین سے روکنے والوں کیلئے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰه" طَاعَته "وَ" عَنِ "الْمَسْجِد الْحَرَام الَّذِي جَعَلْنَاهُ" مَنْسَكًا وَمُتَعَبَّدًا "لِلنَّاسِ سَوَاء الْعَاكِف" الْمُقِيم "فِيهِ وَالْبَادِي" الطَّارِء "وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ" الْبَاء زَائِدَة "بِظُلْمٍ" أَيْ بِسَبَبِهِ بِأَنْ ارْتَكَبَ مَنْهِيًّا وَلَوْ شَتَمَ الْخَادِمَ "نُذِقْهُ مِنْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم : أَيْ بَعْضه وَمِنْ هَذَا يُؤْخَذ خَبَر إِنَّ : أَيْ نُذِيقهُمْ مِنْ عَذَاب أَلِيم

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور وہ اللہ کے راستے یعنی اس کی اطاعت سے اور اس حرمت والی مسجد سے روکتے ہیں جسے ہم نے سب لوگوں کے لیے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں رہنے والے اور باہر سے آنے والے یعنی مقیم و مسافر برابر ہیں اور جو بھی اس میں کسی قسم کے ظلم کے ساتھ کسی کج روی کا ارادہ کرے گا۔ یعنی جس نے بے دینی کا ارادہ کیا یہاں پر بالحاد میں با زائدہ ہے اور بظلم میں باسببیہ ہے۔ یعنی جس منع کردہ کاموں میں سے کسی کا ارتکاب کیا اگرچہ خادم کے ساتھ بدتمیزی کی۔ ہم اسے دردناک عذاب سے مزہ چکھائیں گے۔ یعنی تکلیف دینے والا عذاب چکھائیں گے۔ یہاں پر نذقہ کے لفظ سے ان کی خبر کا ماخذ ہوگا۔ یعنی "نُذِيقهُمْ مِنْ عَذَاب أَلِيم"

## سورہ حج آیت ۲۵ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت سفیان بن حرب وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی جنھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ مسجد حرام سے یا خاص کعبہ معظمہ مراد ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ وہ تمام لوگوں کا قبلہ ہے، وہاں کے رہنے والے اور پردیسی سب برابر ہیں، سب کے لئے اس کی تعظیم و حرمت اور اس میں ادائے مناسکِ حج یکساں ہے اور طواف و نماز کی فضیلت میں شہری اور پردیسی کے درمیان کوئی فرق نہیں اور امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہاں مسجد حرام سے مکہ مکرمہ یعنی جمیع حرم مراد ہے، اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ حرم شریف شہری اور پردیسی سب کے لئے یکساں ہے، اس میں رہنے اور ٹھہرنے کا سب کسی کو حق ہے بجز اس کے کہ کوئی کسی کو نکالے نہیں اسی لئے امام صاحب مکہ مکرمہ کی

اراضی کی بیع اور اس کے کرایہ کو منع فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکہ مکرمہ حرام ہے اس کی اراضی فروخت نہ کی جائیں۔ (تفسیر احمدی، سورہ حج، لاہور)

ناحق زیادتی سے یا شرک و بت پرستی مراد ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ ہر ممنوع قول و فعل مراد ہے حتیٰ کہ خادم کو گالی دینا بھی۔ بعض نے کہا اس سے مراد ہے حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا یا ممنوعاتِ حرم کا ارتکاب کرنا مثل شکار مارنے اور درخت کاٹنے کے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مراد یہ ہے کہ جو تجھے نہ قتل کرے تو اسے قتل کرے یا جو تجھ پر ظلم نہ کرے تو اس پر ظلم کرے۔

## سورہ حج آیت ۲۵ کے دوسرے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن انیس کو دو آدمیوں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں ایک مہاجر تھا دوسرا انصاری، ان لوگوں نے اپنے اپنے مفاخرِ نسب بیان کیے تو عبداللہ بن انیس کو غصہ آیا اور اس نے انصاری کو قتل کر دیا اور خود مرتد ہو کر مکہ مکرمہ کی طرف بھاگ گیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

| |
|---|
| وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ |
| لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ٥ |
| اور جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے بیت اللہ کی جگہ کا تعین کر دیا کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر |
| کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک و صاف رکھنا۔ |

## قیام وطواف والوں کیلئے بیت اللہ کی صفائی کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ بَوَّاْنَا" بَيَّنَّا "لِاِبْرَاهِيم مَكَان الْبَيْت" لِيَبْنِيَهُ وَكَانَ قَدْ رُفِعَ زَمَن الطُّوفَان وَأَمَرْنَاهُ "أَنْ لَا تُشْرِك بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ" مِنْ الْأَوْثَان "لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ" الْمُقِيمِينَ بِهِ "وَالرُّكَّع السُّجُود" جَمْع رَاكِع وَسَاجِد : الْمُصَلِّينَ،

اور وہ وقت یاد کیجئے جب ہم نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر کی جگہ کا تعین کر دیا۔ کیونکہ طوفان کے زمانے میں اس کو اٹھا لیا گیا تھا۔ اور انہیں حکم فرمایا کہ میرے ساتھ کسی چیز یعنی بتوں کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو تعمیر کرنے کے بعد طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجود کرنے والوں کے لئے پاک وصاف رکھنا۔

حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ جس کے اب نشانات بھی زمین بوس ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آندھی چلائی جس سے اوپر کی مٹی اور ریت اڑ کر دور چلی گئی اور کعبہ کی بنیادی ننگی اور ظاہر ہو گئیں۔ انہی بنیادوں پر حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ساتھ ملا کر کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی۔ اور حضرت ابراہیم کو یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اس گھر کی بنیادیں خالص توحید پر

رکھو۔کوئی شخص یہاں آ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم بجانہ لائے۔لیکن مشرکین مکہ نے جو دین ابراہیمی کی پیروی کے مدعی تھے۔اس ہدیت کی ایسی نافرمانی کی کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لاکھڑے کیئے بالآخر فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اس گھر کو بتوں کی نجاست سے پاک فرمایا۔

| |
|---|
| وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ٥ |
| اورتم لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کروہ وہ تمہارے پاس پیدل اورتمام دبلے اونٹوں پر حاضر ہو جائیں گے |
| جو دوردراز کے راستوں سے آتے ہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ابی قبیس پہاڑ پر اعلان حج کا بیان

"وَأَذِّنْ" نَادِ "فِي النَّاس بِالْحَجّ" فَنَادَى عَلَى جَبَل أَبِي قُبَيْس : يَا أَيُّهَا النَّاس إنَّ رَبّكُمْ بَنَى بَيْتًا وَأَوْجَبَ عَلَيْكُمْ الْحَجّ إلَيْهِ فَأَجِيبُوا رَبّكُمْ وَالْتَفَتَ بِوَجْهِهِ يَمِينًا وَشِمَالًا وَشَرْقًا وَغَرْبًا فَأَجَابَهُ كُلّ مَنْ كُتِبَ لَهُ أَنْ يَحُجّ مِنْ أَصْلَاب الرِّجَال وَأَرْحَام الْأُمَّهَات : لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ وَجَوَاب الْأَمْر "يَأْتُوك رِجَالًا" مُشَاة جَمْع رَاجِل كَقَائِمٍ وَقِيَام "وَعَلَى كُلّ ضَامِر" رُكْبَانًا أَيْ بَعِير مَهْزُول وَهُوَ يُطْلَق عَلَى الذَّكَر وَالْأُنْثَى "يَأْتِينَ" أَيْ الضَّوَامِر حَمْلًا عَلَى الْمَعْنَى "مِنْ كُلّ فَجّ عَمِيق" طَرِيق بَعِيد

اور آپ لوگوں میں حج کا بلند آواز سے اعلان کرو۔تو آپ نے ابی قبیس پہاڑ پر آواز دی۔اے بے شک تمہارے رب گھر بنایا ہے اورتم پراس کا حج فرض کیا ہے لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر جواب دو۔آپ نے اپنے چہرے کو دائیں بائیں اور شمال وجنوب اور مشرق ومغرب کی طرف پھیرا تو ہر طرف سے جواب آیا ہے۔جن کیلئے حج لکھ دیا گیا تھا اگر چہ وہ اپنے باپوں کی پشتوں میں اور اپنی ماؤں کے رحموں میں تھے۔"لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ" اور یہ حکم کا جواب ہے۔وہ تمہارے پاس پیدل یعنی چل کر یہاں رجال یہ راجل کی جمع ہے جس طرح قائم کی جمع قیام ہے۔اورتمام دبلے اونٹوں پر سوا حاضر ہو جائیں گے۔یعنی اونٹوں سوار ہو کر جو دبلے پتلے ہیں۔اوراس کا اطلاق مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔یاتین کو ضامر کے معنی کی رعایت کیلئے لایا گیا ہے۔جو دوردراز کے راستوں سے آتے ہیں۔

## الفاظ کے معانی کا بیان

اذن۔فعل امر واحد مذکر حاضر۔تو پکار۔تو اعلان کر۔تاذین (تفعیل) سے۔الاذان ای الاعلام والاعلان ۔یاتوک۔مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع مذکر غائب ک واحد مذکر حاضر۔وہ تیرے پاس آئیں گے۔(یعنی اس گھر کی طرف آئیں گے جسے تو نے تعمیر کیا ہے یعنی بیت الحرام۔رجالا۔پاؤں چلتے ہوئے۔پاؤں پیادہ۔راجل کی جمع ہے جیسے راکب کی جمع رکاب۔رجل سے مشتق ہے جس کے معنی پاؤں کے ہیں۔اسی مناسبت سے پاؤں پیادہ کو راجل کہتے ہیں۔یاتوک

سے موضع حال میں ہے لہٰذا منصوب ہے۔

ضامر۔اسم فاعل واحد مذکر۔دبلا۔جس کی کمر پتلی ہو اور پیٹ بیٹھ گیا ہو۔ضمور سے یہاں مراد سواری کا وہ جانور (اونٹ یا گھوڑا) جو دیر تک یا دور تک سواری دینے کے سبب دبلا ہو گیا ہو۔مذکر و مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔یا تین۔مضارع جمع مونث غائب۔وہ آئیں گی۔ضامر کی صفت میں ہے یعنی جو دور دراز شاہراہوں سے آ رہی ہوں گی یاتین من کل فج عمیق) ۔فج ۔الفج دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو کہتے ہیں۔اس کے بعد وسیع راستہ کے معنی استعمال ہونے لگا۔اس کی جمع فجاج ہے۔قرآن مجید میں ہے فیھا فجاجا سبلا ،اس میں کشادہ راستے۔عمیق۔عمق سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے العمق کے معنی نیچے کی طرف دوری یعنی گہرائی کے ہیں۔اس لئے بہت گہرے کنویں کو بئر عمیق کہتے ہیں۔راستہ کی صفت ہو تو اس کے معنی دور دراز کے لئے جاتے ہیں۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز پر شجر و حجر کے لبیک کہنے کا بیان

اور یہ حکم ملا کہ اس گھر کے حج کی طرف تمام انسانوں کو بلا۔مذکور ہے کہ آپ نے اس وقت عرض کی کہ باری تعالیٰ میری آواز ان تک کیسے پہنچے گی؟ جواب ملا کہ آپ کے ذمہ صرف پکارنا ہے آواز پہنچانا میرے ذمہ ہے۔آپ نے مقام ابراہیم پر یا صفا پہاڑی پر ابوقبیس پہاڑ پر کھڑے ہو کر ندا کی کہ لوگو! تمہارے رب نے اپنا ایک گھر بنایا ہے پس تم اس کا حج کرو۔پہاڑ جھک گئے اور آپ کی آواز ساری دنیا میں گونج گئی۔یہاں تک کہ باپ کی پیٹھ میں اور ماں کے پیٹ میں جو تھے انہیں بھی سنائی دی۔ہر پتھر درخت اور ہر اس شخص نے جس کی قسمت میں حج کرنا لکھا تھا با آواز لبیک پکارا۔بہت سے سلف سے یہ منقول ہے، واللہ اعلم۔

پھر فرمایا پیدل لوگ بھی آئیں گے اور سواریوں پر سوار بھی آئیں گے۔اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ جسے طاقت ہو اس کے لئے پیدل حج کرنا سواری پر حج کرنے سے افضل ہے اس لئے کہ پہلے پیدل والوں کا ذکر ہے پھر سواروں کا۔تو ان کی طرف توجہ زیادہ ہوئی اور ان کی ہمت کی قدر دانی کی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری یہ تمنا رہ گئی کہ کاش کہ میں پیدل حج کرتا۔اس لئے کہ فرمان الٰہی میں پیدل والوں کا ذکر ہے۔لیکن اکثر بزرگوں کا قول ہے کہ سواری پر افضل ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کمال قدرت وقوت کے پاپیادہ حج نہیں کیا تو سواری پر حج کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اقتدا ہے پھر فرمایا دور دراز سے حج کے لئے آئیں گے خلیل اللہ علیہ السلام کی دعا بھی یہی تھی کہ آیت (فاجعل افئدة من الناس تھوی الیھم) لوگوں کے دلوں کو اے اللہ تو ان کی طرف متوجہ کر دے۔آج دیکھ لو وہ کونسا مسلمان ہے جس کا دل کعبے کی زیارت کا مشتاق نہ ہو؟ اور جس کے دل میں طواف کی تمنائیں تڑپ نہ رہی ہوں۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ حج، بیروت)

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیامت تک آباء کی پشتوں میں رہ کر سننے والوں کا بیان

بعض روایات میں ہے کہ آپ نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر یہ اعلان کیا، کانوں میں انگلیاں رکھ کر داہنے اور بائیں اور شرقاً و

غرباہر طرف یہ ندادی کہ اے لوگو تمہارے رب نے اپنا بیت بنایا ہے اور تم پر اس بیت کا حج فرض کیا ہے تو تم سب اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرو۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی یہ آواز اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں پہنچادی۔

اور صرف اس وقت کے زندہ انسانوں تک ہی نہیں بلکہ جو انسان آئندہ تا قیامت پیدا ہونے والے تھے بطور معجزہ ان سب تک یہ آواز پہنچادی گئی اور جس جس کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے حج کرنا لکھ دیا ہے ان میں سے ہر ایک نے اس آواز کے جواب میں لبیك اللّٰهم لبیك کہا یعنی حاضر ہونے کا اقرار کیا۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حج کے تلبیہ کی اصل بنیاد یہی ندا ابراہیمی کا جواب ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورج، بیروت)

| |
|---|
| لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ |
| مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ○ |
| تاکہ وہ اپنے فوائد پائیں اور مقررہ دنوں کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے ان کو بخشے ہیں ان پر اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں، |
| پس تم اس میں سے خود کھاؤ اور خستہ حال محتاج کو کھلاؤ۔ |

## حج میں دنیا وآخرت کے فوائد کا بیان

"لِيَشْهَدُوا" أَيْ يَحْضُرُوا "مَنَافِعَ لَهُمْ" فِي الدُّنْيَا بِالتِّجَارَةِ أَوْ فِي الْآخِرَة أَوْ فِيهِمَا أَقْوَال "وَيَذْكُرُوا اسْم اللّٰه فِي أَيَّام مَعْلُومَات" أَيْ عَشْر ذِي الْحِجَّة أَوْ يَوْم عَرَفَة أَوْ يَوْم النَّحْر إلَى آخِر أَيَّام التَّشْرِيق أَقْوَال "عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَة الْأَنْعَام" الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم الَّتِي تُنْحَر فِي يَوْم الْعِيد وَمَا بَعْده مِنْ الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا "فَكُلُوا مِنْهَا" إذَا كَانَتْ مُسْتَحَبَّة "وَأَطْعِمُوا الْبَائِس الْفَقِير" أَيْ الشَّدِيد الْفَقْر

تاکہ وہ اپنے فوائد بھی پائیں یعنی ان کیلئے دنیا میں تجارت کے فوائد ہیں۔ یا آخرت کے فوائد یا دونوں کے فوائد اس میں اقوال ہیں۔ اور قربانی کے مقررہ دنوں یعنی دس ذوالحج اور یوم عرفہ اور یوم نحر سے ایام تشریق تک جس میں اقوال ہیں۔ ایام معلومہ کے اندر اللہ نے جو مویشی چوپائے یعنی اونٹ گائے، اور بکری جن کو عید کے دن ذبح کرتے ہیں اور جو ان کے بعد ہدایا اور قربانی کے جانور آئیں۔ ان کو بخشے ہیں ان پر ذبح کے وقت اللہ کے نام کا ذکر بھی کریں، پس تم اس میں سے خود بھی کھاؤ اور خستہ حال یعنی شدید فقر والے محتاج کو بھی کھلاؤ۔

## افضل قربانی کے بارے میں مذاہب اربعہ

جن جانوروں کی قربانی کا ذکر نص میں ملتا ہے ان میں اونٹ، گائے، بھیڑ بکری شامل ہیں، اور علماء کرام کا کہنا ہے کہ سب سے افضل قربانی اونٹ کی ہے۔ اس کے بعد گائے، اور اس کے بعد بکری کی، اور اس کے بعد اونٹ یا گائے کی قربانی میں حصہ ڈالنا، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جمعہ کے بارہ میں مندرجہ ذیل فرمان ہے: (جو کوئی اول وقت میں جائے گویا کہ اس نے اونٹ کی قربانی

کی۔

حضرت امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی یہی کہا ہے، تو اس طرح بکرا و دنبہ، مینڈھے کی قربانی اونٹ یا گائے میں حصہ ڈالنے سے افضل ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: مینڈھے کی قربانی افضل ہے اور اس کے بعد گائے اور اس کے بعد اونٹ کی قربانی افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے ذبح کیے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل کام ہی کرتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی خیرخواہی کرتے ہوئے اولیٰ اختیار کرتے تھے اور امت کو مشقت میں ڈالنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ گائے اور اونٹ کے سات حصے ہوتے ہیں لھذا مندرجہ ذیل حدیث کی بنا پر اس میں سات اشخاص شریک ہو سکتے ہیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم نے حدیبیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات آدمیوں کی جانب سے اونٹ اور سات ہی کی جانب سے گائے ذبح کی تھی۔

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم اونٹ اور گائے میں سات سات افراد شریک ہو جائیں۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں: تو گائے سات اشخاص کی جانب سے ذبح کی جاتی تھی اور ہم اس میں شریک ہوتے۔ (صحیح مسلم، کتاب الاضحیہ)

## ایام معلومات سے مراد ہونے کا بیان

مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں کے عمل سے افضل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا جہاد بھی نہیں، بجز اس مجاہد کے عمل کے جس نے اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں قربان کر دیا ہو (صحیح بخاری) میں نے اس حدیث کو اس کی تمام سندوں کے ساتھ ایک مستقل کتاب میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کسی دن کا عمل اللہ کے نزدیک ان دنوں سے بڑا اور پیارا نہیں پس تم ان دس دنوں میں لا الٰـــــہ اللہ اور الحمدللہ بکثرت پڑھا کرو۔ انہی دنوں کی قسم آیت (ولیال عشر) کی آیت میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان دنوں بازار میں آتے اور تکبیر پکارتے، بازار والے بھی آپ کے ساتھ تکبیر پڑھنے لگتے۔ ان ہی دس دنوں میں عرفہ کا دن ہے جس دن کے روزے کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ گذشتہ اور آئندہ دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (صحیح مسلم شریف)

ان ہی دس دنوں میں قربانی کا دن یعنی بقرعید کا دن ہے جس کا نام اسلام میں حج اکبر کا دن ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ سب دنوں سے افضل ہے۔ الغرض سارے سال میں ایسی فضیلت کے دن اور نہیں جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔ یہ دس دن رمضان شریف کے آخری دس دنوں سے بھی افضل ہیں۔ کیونکہ نماز روزہ صدقہ وغیرہ جو رمضان کے اس آخری عشرے میں ہوتا ہے وہ سب ان دنوں میں بھی ہوتا ہے مزید برآں ان میں فریضہ حج ادا ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان شریف کے آخری دن افضل ہیں کیونکہ انہیں میں لیلۃ القدر ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ تیسرے قول درمیانہ ہے کہ دن تو یہ افضل اور راتیں

رمضان المبارک کے آخری دس دنوں کی افضل ہیں۔اس قول کے مان لینے سے مختلف دلائل میں جمع ہو جاتی ہیں واللہ اعلم۔ایام معلومات کی تفسیر میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قربانی کا دن اور اس کے بعد کے تین دن ہیں

حضرت ابن عمر اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت ہے اور ایک روایت سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔تیسرا قول یہ ہے کہ بقرہ عید اور اس کے بعد کے دو دن۔اور ایام معدودات سے بقرہ عید اور اس کے بعد کے تین دن۔اس کی اسناد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔سدی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور اس کی اور اس سے پہلے کے قول کی تائید فرمان باری آیت (عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ، الحج:28) سے ہوتی ہے کیونکہ اس سے مراد جانوروں کی قربانی کے وقت اللہ کا نام لینا ہے۔چوتھا قول یہ ہے کہ یہ عرفے کا دن بقرہ عید کا دن اور اس کے بعد کا ایک دن ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے۔حضرت اسلم سے روایت ہے کہ مراد یوم نحر اور ایام تشریق ہیں بهيمة الانعام سے مراد اونٹ گائے اور بکری ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ٥ |
| پس وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔ |

## بیت اللہ کا طواف کرنے کا بیان

"ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ" أَيْ يُزِيلُوا أَوْسَاخهمْ وَشَعَثهمْ كَطُولِ الظُّفُر "وَلْيُوفُوا" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "نُذُورهمْ" مِنْ الْهَدَايَا وَالضَّحَايَا "وَلْيَطَّوَّفُوا" طَوَاف الْإِفَاضَة "بِالْبَيْتِ الْعَتِيق" أَيْ الْقَدِيم لِأَنَّهُ أَوَّل بَيْت وُضِعَ لِلنَّاسِ

پس وہ اپنا میل کچیل دور کریں یعنی میل کچیل اور بڑھے ہوئے ناخنوں کو اتار کر اور اپنی نذریں پوری کریں۔ولیوفوا ہیں تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔اور نذور سے مراد ہدایا اور قربانیاں ہیں۔اور اس قدیم گھر کا خوب طواف یعنی طواف اضافہ کریں۔کیونکہ لوگوں کیلئے سب سے پہلے یہی گھر بنایا گیا ہے۔

## طواف زیارت کے ابتدائی وقت میں شوافع واحناف کا اختلاف:

امام ترمذی علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے بعض اہل علم نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی اجازت دی ہے بعض اہل علم کہتے ہیں کہ نحر کے دن طواف زیارت کرنا مستحب ہے بعض علماء نے منی میں قیام کے آخر تک بھی طواف زیارت کی اجازت دی ہے۔(جامع ترمذی، ابواب الحج)

حضرت عائشہ وحضرت ابن عباس راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارۃ میں قربانی کے دن رات تک

تاخیر کی۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے یا یہ کہ سب ہی کے لئے طواف زیارت میں قربانی کے دن رات تک تاخیر کو جائز قرار دیا۔ حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طواف زیارت میں رات تک تاخیر کی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ یں تو یہ صراحت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے وقت طواف زیارۃ کیا اور اس کے بعد مکہ میں یا منیٰ میں ظہر کی نماز پڑھی۔

علامہ طیبی شافعی کہتے ہیں کہ طواف زیارۃ کا وقت امام شافعی کے نزدیک بقرعید کی آدھی رات کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے جب کہ دیگر ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ اس کا وقت بقرعید کے دن طلوع فجر کے بعد شروع ہوتا ہے اور آخری وقت کا کوئی تعین نہیں ہے جب بھی کیا جائے گا جائز ہو جائے گا لیکن امام ابوحنیفہ کے ہاں طواف زیارت کی ادائیگی ایام نحر میں واجب ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اتنی تاخیر کرے کہ ایام نحر پورے گزر جائیں گے اور پھر وہ بعد میں طواف زیارۃ کرے تو اس پر دم یعنی بطور جزاء جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا |
| مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ |
| یہی ہے، اور جو شخص اللہ سے عزت یافتہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے تو وہ اس کے رب کے ہاں اس کے لئے بہتر ہے، |
| اور تمہارے لئے مویشی حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کی ممانعت تمہیں پڑھ کر سنائی گئی ہے سو تم بتوں |
| کی پلیدی سے بچا کرو اور جھوٹی بات سے پرہیز کیا کرو۔ |

## اللہ کی حرمات کی تعظیم کرنے والے کیلئے ثواب ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر : أَيْ الْأَمْر أَوْ الشَّأْن ذٰلِكَ الْمَذْكُور "وَمَنْ يُعَظِّم حُرُمَات اللّٰه" هِيَ مَا لَا يَحِلّ انْتِهَاكه "فَهُوَ" أَيْ تَعْظِيمهَا "خَيْر لَهُ عِنْد رَبّه" فِي الْآخِرَة "وَأُحِلَّتْ لَكُمْ الْأَنْعَام" أَكْلًا بَعْد الذَّبْح "إِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ" تَحْرِيمه فِي "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ الْمَيْتَة" الْآيَة فَالِاسْتِثْنَاء مُنْقَطِع وَيَجُوز أَنْ يَكُون مُتَّصِلًا وَالتَّحْرِيم لِمَا عَرَضَ مِنْ الْمَوْت وَنَحْوه "فَاجْتَنِبُوا الرِّجْس مِنْ الْأَوْثَان" مِنْ لِلْبَيَانِ أَيْ الَّذِي هُوَ الْأَوْثَان "وَاجْتَنِبُوا قَوْل الزُّور" أَيْ الشِّرْك بِاللّٰهِ فِي تَلْبِيَتكُمْ أَوْ شَهَادَة الزُّور

یہاں پر ذٰلک مبتداء مقدر الامر یا الشان کی خبر ہے۔ یعنی ذکر کردہ یہی حکم ہے، اور جو شخص اللہ کی بارگاہ سے عزت یافتہ چیزوں کی تعظیم کرتا ہے۔ یعنی جن کی توہین جائز نہیں ہے۔ تو وہ اس کے رب کے ہاں اس کے لئے آخرت میں بہتر ہے، اور تمہارے لئے سب مویشی چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں یعنی ذبح کے بعد ان کا کھانا حلال ہے۔ سوائے ان کے جن کی ممانعت یعنی حرمت تمہیں

پڑھ کر سنائی گئی ہے جس طرح آیت "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ "اور یہاں استثناء منقطع ہے۔اور استثناء متصل بھی جائز ہے۔اور مردہ وغیرہ کی حرمت بھی ہے لہٰذا تم بتوں کی پلیدی سے بچا کرو یہاں پر من بیانیہ ہے اور وہ بت ہیں۔اور جھوٹی بات سے پرہیز کیا کرو۔یعنی تم اپنے تلبیہ میں شرک باللہ سے پرہیز کرو۔یا جھوٹی گواہی سے پرہیز کرو۔

## مشرکین کا تلبیہ میں شرکیہ کلمات کو ملانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مشرک لوگ جب تلبیہ کہتے اور یہ کلمات ادا کرتے لبیک لاشریک لک (حاضر ہیں تیری خدمت میں، تیرا کوئی شریک نہیں) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے افسوس ہے تم پر! بس بس (یعنی بس اتنا ہی کہو اس سے زیادہ مت کہو، مگر مشرک کب ماننے والے تھے وہ پھر اس کے بعد یہ کہتے) الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک (یعنی تیرا کوئی شریک نہیں ہاں وہ بت تیرا شریک ہے جو تیری ملک میں ہے، تو اس کا مالک ہے وہ شریک تیرا مالک نہیں ہے۔مشرک لوگ تلبیہ کے یہ کلمات خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے کہا کرتے تھے۔(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1097)

مشرک بھی حج وعمرہ اور طواف وغیرہ کیا کرتے تھے نیز وہ خانہ کعبہ کی تعظیم بھی ہمیشہ کیا کرتے تھے اور اس کا احترام ملحوظ رکھتے مگر جب لبیک کہتے تو اپنے شریک کی وجہ سے اس طرح کہتے لبیک لاشریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک یعنی وہ حق تعالیٰ سے شرک کی نفی تو کرتے مگر بتوں کا استثناء کرتے اور یہ کہتے کہ وہ بت اللہ کے شریک ہیں لیکن اس کے مملوک ہیں اور اللہ ان بتوں کا مالک ہے، چنانچہ وہ جب تلبیہ کہنا شروع کرتے اور یہ کہتے لبیک لاشریک لک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہاں تک تو ٹھیک بس تم اتنا ہی کہو کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، اس سے آگے نہ کہو مگر مشرکین کی عقلوں پر تو پردے پڑے ہوئے تھے وہ ہدایت کو کیسے مان لیتے اس لئے وہ آگے کے الفاظ کہنے سے باز نہیں آتے تھے، حالانکہ ان کے یہ کلمات الا شریکا ہو لک الخ درحقیقت ان کی انتہائی حماقت اور بے وقوفی ہی کو ظاہر کرتے تھے کہ بتوں کو اللہ کی ملکیت بھی بتاتے تھے اور پھر انہیں شریک بھی کہتے تھے حالانکہ اگر انہیں عقل سلیم کی ذرا بھی رہنمائی حاصل ہوتی تو وہ خود یہ سمجھ سکتے تھے کہ بھلا مملوک اپنے مالک کا شریک کیوں کر ہو سکتا ہے؟

| |
|---|
| حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ |
| فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ |
| صرف اللہ کے ہو کر رہو۔اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوئے، اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا |
| وہ آسمان سے گر پڑے، پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اس کو کسی دور کی جگہ میں نیچے جا پھینکے۔ |

## دین حنیف کے سوا سب ادیان کے باطل ہونے کا بیان

"حُنَفَاءَ لِلّٰهِ " مُسْلِمِينَ عَادِلِينَ عَنْ كُلِّ دِينٍ سِوَى دِينه "غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ " تَأْكِيد لِمَا قَبْله وَهُمَا حَالَانِ مِنْ الْوَاو "وَمَنْ يُشْرِك بِاَللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ " سَقَطَ "مِنْ السَّمَاء فَتَخْطَفهُ الطَّيْر" أَيْ تَأْخُذهُ

بِسُرْعَةٍ "أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ" أَيْ تُسْقِطُهُ "فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ" بَعِيدٍ فَهُوَ لَا يُرْجَى خَلَاصُه

صرف اللہ یعنی اللہ کے دین کے سوا ہر دین سے عدول کر کے سچے مسلمان ہو کر رہو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوئے، یہ ماقبل کی تاکید ہے۔ اور یہ دونوں واؤ سے حال ہیں۔ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گر پڑے، پھر اس کو پرندے اچک لے جائیں یا ہوا اس کو کسی دور کی جگہ میں نیچے جا پھینکے۔ یعنی ایسے دور مقام پر جہاں سے اس کیلئے خلاصی نہ ہو۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی روایت ہے اللہ کے دین کو خلوص کے ساتھ تھام لو باطل سے ہٹ کر حق کی طرف آ جاؤ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والوں میں نہ بنو۔ پھر مشرک کی تباہی کی مثال بیان فرمائی کہ جیسے کوئی آسمان سے گر پڑے پس یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی ہلاکت کے دور دراز گڑھے میں پہنچا دے گی۔ چنانچہ کافر کی روح کو لے کر جب فرشتے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اس کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور وہیں سے وہ پھینک دی جاتی ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ○ |
| یہی ہے، اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے (یعنی ان جانداروں، یادگاروں، مقامات، احکام اور مناسک وغیرہ کی |
| تعظیم جو اللہ یا اللہ والوں کے ساتھ کسی اچھی نسبت یا تعلق کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے ہیں) تو یہ (تعظیم) دلوں کے |
| تقویٰ میں سے ہے (یہ تعظیم وہی لوگ بجالاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو) |

## اللہ کی نشانیوں کی تعظیم دلوں کا تقویٰ ہے

"ذٰلِكَ" يُقَدَّر قَبْلَه الْأَمْر مُبْتَدَأ "وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰه فَإِنَّهَا" أَيْ فَإِنَّ تَعْظِيمهَا وَهِيَ الْبُدْن الَّتِي تُهْدَى لِلْحَرَمِ بِأَنْ تُسْتَحْسَن وَتُسْتَسْمَن "مِنْ تَقْوَى الْقُلُوب" مِنْهُمْ وَسُمِّيَتْ شَعَائِر لِإِشْعَارِهَا بِمَا تُعْرَف بِهِ أَنَّهَا هَدْي كَطَعْنٍ حَدِيد بِسَنَامِهَا،

یہاں پر بھی ذلک سے پہلے الامر مبتداء مقدر ہے۔ یہی حکم ہے، اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے اور وہ قربانی کے جانور ہیں جو ہدی کے طور پر حرم میں بھیجے جاتے ہیں۔ لہٰذا ان کی اچھی دیکھ بھال کر کے انہیں اچھا کھلا کر موٹا تازہ کیا جائے۔ تو یہ تعظیم دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔ (یہ تعظیم وہی لوگ بجالاتے ہیں جن کے دلوں کو تقویٰ نصیب ہو گیا ہو) ان کو شعائر اس لئے کہتے ہیں کہ ان پر کوئی ایسی علامت لگا دی جائے جس وہ پہچانے جائیں جس طرح ان کی کوہان پر نیزے کے ساتھ زخم کا نشان بہ طور علامت لگا دینا ہے۔

اللہ کے شعائر کی جن میں قربانی کے جانور بھی شامل ہیں حرمت وعزت بیان ہو رہی ہے کہ احکام الٰہی پر عمل کرنا اللہ کے فرمان کی توقیر کرنا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یعنی قربانی کے جانوروں کو فربہ اور عمدہ کرنا۔ سہل کا بیان ہے کہ ہم قربانی کے جانوروں کو پال کر انہیں فربہ اور عمدہ کرتے تھے تمام مسلمانوں کا یہی دستور تھا (بخاری شریف) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دو سیاہ رنگ کے جانوروں کے خون سے ایک عمدہ سفید رنگ جانور کا خون اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔ (مسند احمد، ابن ماجہ)

## قرآن کے مطابق آثار وتبرکات کی تعظیم کے حکم کا بیان

(۱) بیشک سب میں پہلا گھر کہ لوگوں کے لئے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر۔ (البقرہ، ۹۷)

امام فخر الدین رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کعبہ معظمہ کی ایک فضیلت مقام ابراہم ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الٰہیہ ومعجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سختی پیدا کر دی کہ وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق سبحانہ نے مدتہا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر میں ظاہر فرمائے۔ (مفاتیح الغیب، ج۸، ص۱۵۵، عامریہ مصر)

(۲) وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ (البقرہ ۲۴۸)

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بیشک اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زراندود صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ کا اور عرض دو ہاتھ کا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی تصویریں تھیں ان کے مساکن ومکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضور بحالت نماز قیام میں ہیں اور گرد آپ کے آپ کے اصحاب حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا یہ صندوق وراثتاً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی، چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین شریفین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی عصا اور تھوڑا سا من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا حضرت موسی علیہ السلام جنگ کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث ہوتا چلا آیا جب انہیں کوئی

مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور کامیاب ہوتے دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اوران کی بدعملی بہت بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے اوراس کو نجس اور گندے مقامات میں رکھا اوراس کی بے حرمتی کی اوران گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض ومصائب میں مبتلا ہوئے ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اورانہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے توانہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑدیا اور فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اوراس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لئے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا بنی اسرائیل یہ دیکھ کراس کی بادشاہی کے مقرر ہوئے اور بے درنگ جہاد کے لئے آمادہ ہوگئے کیونکہ تابوت پاکرانہیں اپنی فتح کا یقین ہوگیا طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار جوان منتخب کئے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے۔ (جلالین وجمل وخازن ومدارک وغیرہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز واحترام لازم ہے ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی اور حاجتیں روا ہوتی ہیں اور تبرکات کی بے حرمتی گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے فائدہ تابوت میں انبیاء کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی نہ تھیں اللہ کی طرف سے آئی تھیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، البقرہ ۲۴۸)

## تابوت سکینہ اور جنگ طالوت وجالوت کا بیان

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ نبی علیہ السلام فرمارہے ہیں کہ طالوت کی بادشاہت کی پہلی علامت برکت یہ ہے کہ کھویا ہوا تابوت سکینہ انہیں پھر مل جائے گا، جس میں وقار وعزت دلجمعی اور جلالت رافت ورحمت ہے جس میں اللہ کی نشانیاں ہیں جنہیں تم بخوبی جانتے ہو، بعض کا قول ہے کہ سکینہ ایک سونے کا طشت تھا جس میں انبیاء کے دل دھوئے جاتے تھے جو حضرت موسیٰ کو ملا تھا اور جس میں آپ نے توراۃ کی تختیاں رکھی تھیں، کسی نے کہا ہے اس کا منہ بھی تھا جیسے انسان کا منہ ہوتا ہے اور روح بھی تھی، ہاتھ بھی تھا، دو سر تھے، دو پر تھے اور دُم بھی تھی، وہب کہتے ہیں مردہ بلی کا سر تھا جب وہ تابوت میں بولتا تو انہیں نصرت کا یقین ہوجاتا اور لڑائی فتح ہو جاتی، یہ قول بھی ہے کہ یہ ایک روح تھی اللہ کی طرف سے جب کبھی بنی اسرائیل میں کوئی اختلاف پڑتا یا کسی بات کی اطلاع نہ ہوتی تو وہ کہہ دیا کرتی تھی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ورثے کے باقی حصے سے مراد لکڑی اور توراۃ کی تختیاں اون اور کچھ ان کے کپڑے اور جوتی ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ فرشتے آسمان وزمین کے درمیان اس تابوت کو اٹھائے ہوئے سب لوگوں کے سامنے لائے اور حضرت طالوت بادشاہ کے سامنے لا رکھا، اس تابوت کو ان کے ہاں دیکھ کرانہیں نبی کی نبوت اور طالوت کی بادشاہت کا یقین ہوگیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ گائے کے اوپر لایا گیا، بعض کہتے ہیں کہ کفار نے جب یہودیوں پر غلبہ پایا تو تابوت سکینہ کو ان سے چھین لیا اور اریحا میں لے گئے اوراپنے بڑے بت کے نیچے رکھ دیا جب اللہ کو اسے واپس بنی اسرائیل تک پہنچانا تھا، تب وہ کفار صبح کو جب بت خانے میں گئے تو دیکھا بت نیچے ہے اور تابوت اوپر ہے،

انہں نے پھر بت کو اوپر کر دیا لیکن دوسری صبح دیکھا کہ پھر وہی معاملہ ہے انہوں نے پھر بت کو اوپر کر دیا، صبح جو گئے تو دیکھا بت ایک طرف ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے، تو یقین ہو گیا کہ یہ قدرت کے کرشمے ہیں چنانچہ انہوں نے تابوت کو یہاں سے لے جا کر کسی اور چھوٹی سی بستی میں رکھ دیا، وہاں ایک وبائی بیماری پھیلی، آخر بنی اسرائیل کی ایک عورت نے جو وہاں قید تھی، اس نے کہا کہ اسے واپس بنی اسرائیل پہنچادو تو تمہیں اس سے نجات ملے گی، ان لوگوں نے دو گائیوں پر تابوت کو رکھ کر بنی اسرائیل کے شہر کی طرف بھیج دیا، شہر کے قریب پہنچ کر گائیں تو رسیاں تڑوا کر بھاگ گئیں اور تابوت وہیں رہا جسے بنی اسرائیل لے آئے، بعض کہتے ہیں دونو جوان اسے پہنچا گئے واللہ اعلم، (لیکن الفاظ قرآن میں یہ موجود ہیں کہ اسے فرشتے اٹھالائیں گے (مترجم) یہ بھی کہا گیا کہ ہے کہ فلسطین کی بستیوں میں سے ایک بستی میں تھا جس کا نام ازدوہ تھا۔ پھر فرماتا ہے میری نبوت کی دلیل اور طالوت کی بادشاہت کی دلیل یہ بھی ہے کہ تابوت فرشتے پہنچا جائیں گے، اگر تمہیں اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۲۴۸)

## احادیث کے مطابق آثار و تبرکات کی تعظیم کا حکم:

(۱) امام مسلم علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مونڈنے کا حکم فرمایا۔

پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بلا کر وہ سب بال انہیں عطا فرمادئے پھر بائیں جانب کے بالوں کو حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دئے کہ انہیں لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (صحیح مسلم، ج ۱، ص ۴۲۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۲) امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے دو تسمے تھے ان کے شاگرد رشید ثابت بنانی نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعل مقدس ہے۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۳۸، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۳) حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے ہے انھوں نے ایک اُونی جبہ کسروانی ساخت نکالا، اس کی پلیٹ ریشمین تھی اور دونوں چاکوں پر ریشم کا کام تھا اور کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ ہے ام المومنین صدیقہ کے پاس تھا ان کے انتقال کے بعد میں نے لے لیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنا کرتے تھے تو ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے اور اس سے شفا چاہتے ہیں۔ (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

(۴) حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب سے ہے۔ میں حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی ہمیں زیارت کرائی اس پر خضاب کا اثر تھا۔

(صحیح بخاری، ج ۲، ص ۸۷۵، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اہل سنت و جماعت کی دیگر عمومی تصانیف میں کثیر دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرحمہ سے ہو جائے وہ چیز برکت والی ہے اور اس کی تعظیم کی جائے گی۔

## منکرین آثار وتبرکات کے دھوکے وفریب کا بیان

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں کہ اہل تشیع کا عقیدہ ہے۔ حضرت سیدہ کا وصال ہو گیا اپنے اسی جھوٹے اعتقاد کے مطابق وہ حضرت سیدہ کو مظلومہ اور شہیدہ بھی کہہ رہا تھا یہ حقیقت میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پر تبرا ہے صرف اسی ایک موقعہ پر نہیں بلکہ میں نے بارہا ایرانی رافضیوں کے منہ سے یہ تبرا سنا ہے۔

یہ ہے بخدی حکومت کی حق پرستی کہ رافضی علانیہ مسلسل تبرا بکیں تو ان سے کوئی پرشش نہیں لیکن اگر کوئی سُنّی وارفتہ شوق ہو کر جالیوں کو بوسہ دیدے یا منبر اقدس کو بوسہ دیدے تو اسے جھڑکتے بھی ہیں دھکے بھی دیتے ہیں اور مار بھی دیتے ہیں۔ میں نے حرمین طیبین جا کر یہ محسوس کیا کہ وہاں مآثر ومزارات کو ہاتھ لگانے اور بوسہ دینے کے سوا اور کوئی چیز جرم نہیں۔ داڑھی منڈاؤ، فلم دیکھو، گھروں میں ٹیلی ویژن لگاؤ، اس پر عریاں فحش مخرب اخلاق سین دیکھو، گانے سنو تصویریں کھنچواؤ، تصویریں بیچو، خریدو کوئی چیز جرم نہیں۔ میں نے معلمین کے آفسوں میں دیکھا کہ ٹیلی ویژن لگے ہوئے ہیں دن رات فلمیں چلتی رہتی ہیں۔ بازاروں میں علانیہ مصر کی مشہور مغنیہ ام کلثوم اور دنیا کے مشہور گانے والے گانے والیوں کے پاکستانی فلمی گانوں کے کیسٹ بکتے ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں۔ میں نجدی حکومت کے طرفداروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا یہ سب چیزیں جائز ہیں؟ قرآن مجید کی جو بے حرمتی میں نے وہاں آنکھوں سے دیکھی وہ کسی چیز کی نہیں دیکھی۔ حجاج بہترین سے بہترین قرآن مجید خرید کر دونوں حرم میں رکھدیتے ہیں جب ان کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے تو بعد عشاء کوڑا پھینکنے والے ٹرکوں میں دروازوں کے باہر پڑے ہوئے طرح بھرتے ہیں جیسے کوڑا بھرا جاتا ہے، قرآن مجید کی جلدوں کو بوروں میں کس کر گھسیٹ کر لے جاتے ہیں اور اٹھا کر ٹرک میں پھینک دیتے ہیں پھر انہیں قرآن مجید پر ٹرک میں بیٹھتے ہیں اور لے جا کر کہیں پھینک آتے ہیں۔

حجاج میں بھی ایسے ایسے گنواروں کو دیکھا کہ قرآن مجید کا تکیہ لگائے ہوئے سو رہے ہیں مگر کسی نجدی سپاہی یا مطوئی کو توفیق نہیں ہوئی کہ ان گنواروں کو ٹوکتا۔ حجاج بیٹھے تلاوت کر رہے ہیں اور گنوار قرآن کی طرف پاؤں کر کے سو رہے ہیں۔ مگر انہیں کوئی تنبیہ کرنے والا نہیں۔ میں نے کئی حاجیوں کو اس پر ٹوکا کچھ تو مان گئے کچھ جھگڑے پر آمادہ ہو گئے، غرض کہ نجدی حکومت میں یہ سب ناکردنیاں ہوتی ہیں مگر نجدیوں کے وظیفہ خوار اس پر چوں تک نہیں کرتے، مآثر ومزارات کے ہاتھ لگانے و بوسہ دینے پر نجدیوں کے بیجا تشدد کا خطبہ البتہ رات دن پڑھتے رہتے ہیں۔ بہر حال ایرانیوں کو کھلی چھٹی ہے کہ وہ جو چاہیں کریں حتیٰ کہ انہیں تبرا بکنے کی بھی اجازت ہے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے جالیوں میں دیکھنا شروع کیا کہ حظیرہ اقدس جالیوں سے کتنے فاصلے پر ہے اور اس کی ساخت کیسی ہے کہ مجھے نجدی سپاہی نے شرک شرک حرام حرام کہہ کے دھکا دیدیا حالانکہ میں نے جالیوں کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا اپنے اسلاف کی ہدایت کے مطابق اپنے ہاتھوں کو ہرگز اس لائق نہیں سمجھتا کہ ان مقدس جالیوں کو مس کریں۔ مجھے بہت ہی غصہ آیا، میں نے اس بدبخت سے کہا النظر الی داخل الشباک شرک حرام تو اس درندے نے دونوں ہاتھوں سے میرے مونڈھوں کو پوری طاقت

سے پکڑا اور اتنے زور سے دھکا دیا کہ اگر وہاں زرین کٹہرے نہ ہوتے تو میں گر پڑتا۔ جی میں تو آیا کہ اس ظالم سے دو دو ہاتھ کر لوں اگرچہ جانتا تھا کہ میرا کیا حال ہوگا مگر سرکار اپنے چشمان مبارک سے دیکھ تو لیتے کہ کفار قریش کے جانشین ان کے غلاموں کے ساتھ ان کے دربار عالی جاہ میں ان کے روبرو کتنا ستم ڈھاتے ہیں اور پھر میں جھوم جھوم کر یہ عرض کرتا ہے۔

بحرم عشق تو ام می کشند غوغائیست　　تو نیز برسر بام آکہ خوش تماشائیست

| لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○ |
|---|
| تمہارے لئے ان میں مقررہ مدت تک فوائد ہیں پھر انہیں قدیم گھر کی طرف پہنچنا ہے۔ |

## قربانی کے جانوروں میں فوائد ہونے کا بیان

"لَكُمْ فِيهَا مَنَافِع" كَرُكُوبِهَا وَالْحَمْل عَلَيْهَا مَا لَا يَضُرّهَا "إلَى أَجَل مُسَمًّى" وَقْت نَحْرهَا "ثُمَّ مَحِلّهَا" أَيْ مَكَان حِلّ نَحْرهَا "إلَى الْبَيْت الْعَتِيق" أَيْ عِنْده وَالْمُرَاد الْحَرَم جَمِيعه

تمہارے لئے ان قربانی کے جانوروں میں مقررہ مدت تک فوائد ہیں جس طرح ان پر سوار ہونا اور ان پر بوجھ لادنا جو ان کو نقصان نہ پہنچائے۔ پھر انہیں قدیم گھر خانہ کعبہ کی طرف ذبح کے لئے پہنچنا ہے۔ یہاں ذبح کے مقام سے مراد پورا حرم ہے۔

پھر فرماتا ہے ان جانوروں کے بالوں میں، اون میں تمہارے لئے فوائد ہیں ان پر تم سوار ہوتے ہو ان کی کھالیں تمہارے لئے کارآمد ہیں۔ یہ سب ایک مقررہ وقت تک۔ یعنی جب تک اسے راہ اللہ نامزد نہیں کیا۔ ان کا دودھ پیو ان سے نسلیں حاصل کرو جب قربانی کے لئے مقرر کر دیا پھر وہ اللہ کی چیز ہو گیا۔ بزرگ کہتے ہیں اگر ضرورت ہو تو اب بھی سواری کی اجازت ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک شخص کو اپنی قربانی کا جانور ہانکتے ہوئے دیکھ کر آپ نے فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے قربانی کی نیت کا کر چکا ہوں۔ آپ نے دوسری یا تیسری بار فرمایا افسوس بیٹھ کیوں نہیں جاتا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے جب ضرورت اور حاجت ہو تو سوار ہو جایا کرو۔ ایک شخص کی قربانی کی اونٹنی نے بچہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے حکم دیا کہ اس کو دودھ پیٹ بھر کر پی لینے دے پھر اگر بچ رہے تو خیر تو اپنے کام میں لا اور قربانی والے دن اسے اور اس بچے کو دونوں کو بنام اللہ ذبح کر دے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ |
|---|
| فَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْا ؕ وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ○ |
| اور ہم نے ہر امت کے لئے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں، سو تمہارا معبود ایک معبود ہے پس تم اسی کے فرمانبردار بن جاؤ، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں |

## ہر امت کیلئے منسک ہونے کا بیان

"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ" أَيْ جَمَاعَةٍ مُؤْمِنَةٍ سَلَفَتْ قَبْلَكُمْ "جَعَلْنَا مَنْسَكًا" بِفَتْحِ السِّينِ مَصْدَر وَبِكَسْرِهَا اسْم مَكَان أَيْ ذَبْحًا قُرْبَانًا أَوْ مَكَانه "لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ" عِنْدَ ذَبْحِهَا "فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِد فَلَهُ أَسْلِمُوا" انْقَادُوا "وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ" الْمُطِيعِينَ الْمُتَوَاضِعِينَ

اور ہم نے ہر امت یعنی مؤمن جماعت جو گزر چکی اس کے لئے ایک قربانی مقرر کردی ہے۔ یہاں پر لفظ منسک سین کے فتحہ کے ساتھ جب مصدر ہو اور سین کے کسرہ کے ساتھ جب اسم مکان ہو۔ یعنی قربانی کیلئے یا قربانی کی جگہ پر ذبح کرنا ہے۔ تا کہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں، ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں، پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس تم اسی کے فرمانبردار بن جاؤ، اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادیں۔

## قربانی کے حکم میں اشتراک امم کا بیان

لفظ منسک اور نسک، عربی زبان کے اعتبار سے کئی معنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ ایک معنی جانور کی قربانی کے دوسرے معنے تمام افعال حج کے اور تیسرے معنی مطلقاً عبادت کے ہیں۔ قرآن کریم میں مختلف مواقع پر یہ لفظ ان تین معنے میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں تینوں معنے مراد ہو سکتے ہیں اسی لئے ائمہ تفسیر میں سے مجاہد وغیرہ نے اس جگہ منسک کو قربانی کے معنے میں لیا ہے۔ اس پر معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ قربانی کا حکم جو اس امت کے لوگوں کو دیا گیا ہے کوئی نیا حکم نہیں۔ پچھلی سب امتوں کے بھی ذمہ قربانی کی عبادت لگائی گئی تھی۔ اور قتادہ نے دوسرے معنے میں لیا ہے جس پر مراد آیت کی یہ ہوگی کہ افعال حج جیسے اس امت پر عائد کئے گئے ہیں پچھلی امتوں پر بھی حج فرض کیا گیا تھا۔ ابن عرفہ نے تیسرے معنے لئے ہیں اس اعتبار سے مراد آیت کی یہ ہوگی کہ ہم نے اللہ کی عبادت گزاری سب پچھلی امتوں پر بھی فرض کی تھی طریقہ عبادت میں کچھ کچھ فرق سب امتوں میں رہا ہے مگر اصل عبادت سب میں مشترک رہی ہے۔ لفظ خبت عربی زبان میں پست زمین کے معنی میں آتا ہے اسی لئے خبیت اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنے آپ کو حقیر سمجھے۔ اسی لئے حضرت قتادہ و مجاہد نے مخبتین کا ترجمہ مواضعین سے کیا ہے۔ عمرو بن اوس فرماتے ہیں کہ مخبتین وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ظلم نہیں کرتے اور اگر کوئی ان پر ظلم کرے تو اس سے بدلہ نہیں لیتے۔ سفیان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی قضاء و تقدیر پر راحت و کلفت فراخی اور تنگی ہر حال میں راضی رہتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ |
| وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ |
| وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے |
| اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ |

## اللہ کے ذکر سے دلوں پر خوف طاری ہونے کا بیان

"اَلَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ" خَافَتْ "قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ" مِنْ الْبَلَايَا "وَالْمُقِيمِي الصَّلَاة" فِي أَوْقَاتهَا "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" يَتَصَدَّقُونَ

وہ لوگ کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور ان پر جو مصیبت آئے اس پر صبر کرنے والے اور نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرنے والے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی اس سے صدقہ کرتے ہیں۔

## ذکر کرنے والے کی مثال زندہ کی طرح ہونے کا بیان

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی سی ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، 784)

مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ ذاکر کے قلب کی حیات ہے اور اس سے غفلت قلب کی موت ہے اور جس طرح کہ زندہ شخص اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے اور جس طرح مرنے کے بعد کے مردہ کو اپنی زندگی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح ذکر اللہ سے غافل رہنے والا اپنے عمل سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰـهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا |
| وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰـهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ |
| اور قربانی کے بڑے جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے ان میں تمہارے لئے بھلائی ہے پس تم |
| قطار میں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب وہ اپنے پہلو کے بل گر جائیں تو تم خود اس میں سے کھاؤ اور قناعت سے بیٹھے |
| رہنے والوں کو اور سوال کرنے والے کو کھلاؤ۔ اس طرح ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے تا کہ تم شکر بجالاؤ۔ |

## قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرنے کا بیان

"وَالْبُدْن" جَمْع بَدَنَة : وَهِيَ الْإِبِل "جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِر اللّٰه" أَعْلَام دِينه "لَكُمْ فِيهَا خَيْر" نَفْع فِي الدُّنْيَا كَمَا تَقَدَّمَ وَأَجْر فِي الْعُقْبَى "فَاذْكُرُوا اسْم اللّٰه عَلَيْهَا" عِنْد نَحْرهَا "صَوَافّ" قَائِمَة عَلَى ثَلَاث مَعْقُولَة الْيَد الْيُسْرَى "فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبهَا" سَقَطَتْ إلَى الْأَرْض بَعْد النَّحْر وَهُوَ وَقْت الْأَكْل مِنْهَا "فَكُلُوا مِنْهَا" إنْ شِئْتُمْ "وَأَطْعِمُوا الْقَانِع" الَّذِي يَقْنَع بِمَا يُعْطَى وَلَا يَسْأَل وَلَا يَتَعَرَّض "وَالْمُعْتَرّ" وَالسَّائِل أَوْ الْمُتَعَرِّض "كَذٰلِكَ" أَيْ مِثْل ذَلِكَ التَّسْخِير "سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ" بِأَنْ تُنْحَر وَتُرْكَب وَإِلَّا لَمْ تُطِقْ "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" إنْعَامِي عَلَيْكُمْ

بدن یہ بدنہ کی جمع ہے اور وہ اونٹ ہے۔اور قربانی کے بڑے جانوروں (یعنی اونٹ اور گائے وغیرہ) کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں میں یعنی دین کی اعلام میں سے بنا دیا ہے۔ان میں تمہارے لئے دنیا میں بھلائی ہے جیسے پہلے گزر چکا ہے۔اور آخرت مین ثواب ہے۔پس تم انہیں قطار میں کھڑا کر کے یعنی وہ تین پاؤں پر کھڑے ہوں اور بایاں ہاتھ باندھا ہوا ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب وہ اپنے پہلو کے بل زمین گر جائیں۔یعنی نحر کے وقت کے بعد تو تم خود بھی اس میں سے کھاؤ اگر تم چاہو اور قناعت سے بیٹھے رہنے والوں کو یعنی اسی پر قناعت کرے جو اس کو دیا جائے اور وہ سوال نہ کرے اور نہ بھاگ کر لینے والا ہو اور سوال کرنے والے محتاجوں کو بھی کھلاؤ۔یعنی جو سوال کرو اور دور بھاگ کر کے حاصل کرے۔اس طرح یعنی اسی طرح کی تسخیر کو ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے کہ تم نحر کرو اور سواری کرو۔ورنہ تمہارے بس کا معاملہ نہیں ہے۔تا کہ تم میرے انعام پر شکر بجالاؤ۔

پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔اب تصریحاً بتلا دیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربانی کرنے میں تمہارے لیے بہت سی دنیاوی واخروی بھلائیاں ہیں تو عام ضابطہ کے موافق چاہیے کہ اللہ کا نام پاک لے کر ان کو ذبح کرو۔بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ داہنا یا بایاں باندھ کر سینہ پر زخم لگائیں جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کر لیں۔

## نحر کا لغوی مفہوم کا بیان

نحر کے اصل معنی اونٹ کے حلقوم میں چھری یا نیزہ مار کر اسے ذبح کرنا۔دوسرے جانوروں کو زمین پر لٹا کر ان کے گلوں پر چھری پھیری جاتی ہے اسے ذبح کرنا کہتے ہیں۔لیکن یہاں نحر سے مراد مطلق قربانی ہے، علاوہ ازیں اس میں بطور صدقہ وخیرات جانور قربان کرنا، حج کے موقعے پر منٰی میں اور عیدالاضحیٰ کے موقعے پر قربانی کرنا، سب شامل ہیں۔

| |
|---|
| لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰـكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا |
| لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ |
| ہرگز نہ اللہ کو ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے، اس طرح انہیں تمہارے تابع |
| کر دیا ہے تا کہ تم اللہ کی تکبیر کہو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی ہے، اور آپ نیکی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔ |

## اللہ کی بارگاہ میں تقویٰ حاضر کیے جانے کا بیان

"لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا" أَيْ لَا يُرْفَعَانِ إِلَيْهِ "وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ" أَيْ يُرْفَع إِلَيْهِ مِنْكُمْ الْعَمَل الصَّالِح الْخَالِص لَهُ مَعَ الْإِيمَان "كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ" أَرْشَدَكُمْ لِمَعَالِمِ دِينِهِ وَمَنَاسِك حَجّه "وَبَشِّرْ الْمُحْسِنِينَ" أَيْ الْمُوَحِّدِينَ

ہرگز نہ تو اللہ کو ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون یعنی یہ دونوں اس کی طرف نہیں جاتے مگر اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچتا ہے، یعنی وہ اللہ بارگاہ میں حاضر کیا جاتا ہے جو ایمان کے ساتھ نیک عمل ہو۔اس طرح االلہ نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے۔تاکہ تم (وقت ذبح) اللہ کی تکبیر کہو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی ہے، یعنی تمہاری معالم دینیہ کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔اور آپ نیکی کرنے والوں یعنی توحید والوں کو خوشخبری سنا دیں۔

## سورہ حج آیت ۳۷ کے شان نزول کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ قربانیوں کے وقت اللہ کا نام بڑائی سے لیا جائے۔اسی لئے قربانیاں مقرر ہوئی ہیں کہ خالق رازق اسے مانا جائے نہ کہ قربانیوں کے گوشت وخون سے اللہ کو کوئی نفع ہوتا ہو۔

اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے غنی اور کل بندوں سے بے نیاز ہے۔جاہلیت کی بیوقوفیوں میں ایک یہ بھی تھی کہ قربانی کے جانور کا گوشت اپنے بتوں کے سامنے رکھ دیتے تھے اور ان پر خون کا چھینٹا دیتے تھے۔یہ بھی دستور تھا کہ بیت اللہ شریف پر قربانی کے خون چھڑکتے، مسلمان ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کرنے کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت اتری کہ اللہ تو تقویٰ کو دیکھتا ہے اسی کو قبول فرماتا ہے اور اسی پر بدلہ عنایت فرماتا ہے۔(تفسیر زاد المسیر ،سورہ حج، بیروت)

## اللہ تعالیٰ صورتوں کو نہیں بلکہ اعمال کو دیکھتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال ومتاع کو نہیں دیکھتا (یعنی اس کی نظر رحمت وعنایت میں تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس کے نزدیک نہ تو اچھی یا بری صورت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ مال ومتاع کی کمی یا بیشی کی کوئی اہمیت ہے) بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے (یعنی اس کے ہاں تو بس اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ تمہارے دل میں یقین وصدق اور اخلاص وغیرہ، یا نفاق اور ریاء وسمعہ وغیرہ، اسی طرح اس کے نزدیک اچھے اور برے اعمال کا اعتبار جس کے مطابق وہ تمہیں جزا وسزا دیتا ہے۔

(مسلم ،مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1244)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝ |
| بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے، بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا |
| جو بڑا خائن، بہت ناشکرا ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

"اِنَّ اللّٰـهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ آمَنُوا" غَوَائِلَ الْمُشْرِكِيْنَ "اِنَّ اللّٰـهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ" فِي أَمَانَتِهِ "كَفُورٍ" لِنِعْمَتِهِ وَهُمُ الْمُشْرِكُونَ الْمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبُهُمْ

بے شک اللہ ان لوگوں کی طرف سے دفاع کرتا ہے جو ایمان لائے، یعنی جس انہیں مشرکین کی طرف سے مصائب پہنچتے ہیں بے شک اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اس کی امانت میں بڑا خائن، وہ مشرکین ہیں جو اس کی نعمت میں بہت ناشکرے ہیں۔ یعنی وہ ان کو سزا دے گا۔

## خیانت کرنے والے کیلئے جنت نہ ہونے کا بیان

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبیداللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ کی مرض وفات میں عیادت کے لئے گئے تو حضرت معقل نے کہا میں تجھ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اگر میں جانتا کہ میری زندگی باقی ہے تو میں بیان نہ کرتا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جس بندہ کو اللہ نے رعیت پر ذمہ دار بنایا ہو اور جس دن وہ مرے خیانت کرنے والا ہو اپنی رعایا کے ساتھ تو اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 232)

| |
|---|
| أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝ |
| ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ |
| ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔ |

## اہل ایمان کیلئے کفار سے لڑنے کی اباحت کا بیان

"أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ" أَيْ لِلْمُؤْمِنِينَ أَنْ يُقَاتِلُوا وَهَذِهِ أَوَّل آيَة نَزَلَتْ فِي الْجِهَاد "بِأَنَّهُمْ" أَيْ بِسَبَبِ أَنَّهُمْ "ظُلِمُوا" لِظُلْمِ الْكَافِرِينَ إيَّاهُمْ "وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ"

ان لوگوں کو یعنی اہل ایمان کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اجازت دے دی گئی ہے، یہ جہاد کے حکم میں نازل ہونے والی پہلی آیت ہے کیونکہ یقیناً ان پر کفار کی طرف سے ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔

## سورہ حج آیت ۳۹ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا گیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لوگوں نے اپنے نبی مکرم علیہ السلام کو نکال دیا ہے یہ ہلاک ہو جائیں گے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ، جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جان گیا تھا کہ اب باہم قتال ہوگا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ کئی راوی اس حدیث کو سفیان سے وہ اعمش سے وہ مسلم بطین سے وہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں اور اس میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت نہیں۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 1117)

## سورہ حج آیت ۳۹ کے شان نزول کا بیان

کفار مکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزمرہ ہاتھ اور زبان سے شدید ایذائیں دیتے اور آزار پہنچاتے رہتے تھے اور صحابہ حضور کے پاس اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹا ہے کسی کا ہاتھ ٹوٹا ہے کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے روزمرہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہ اقدس میں پہنچتی تھیں اور اصحاب کرام کفّار کے مظالم کی حضور کے دربار میں فریادیں کرتے حضور یہ فرمادیا کرتے کہ صبر کرو مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے جب حضور نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی تب یہ آیت نازل ہوئی اور یہ وہ پہلی آیت ہے جس میں کفار کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ |
| بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ |
| كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ |
| وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ اور اگر اللہ کا |
| لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا تو ضرور ڈھادیے جاتے جھونپڑے اور گرجے اور عبادت خانے |
| اور مسجدیں، جن میں اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرے گا، |
| بے شک اللہ یقیناً بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔ |

## بغیر حق کے نکالے جانے والوں کیلئے اللہ کی مدد کا بیان

هُمْ "الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارهمْ بِغَيْرِ حَقّ " فِي الْإِخْرَاج مَا أُخْرِجُوا : "إِلَّا أَنْ يَقُولُوا " أَيْ بِقَوْلِهِمْ "رَبّنَا اللَّه " وَحْده وَهَذَا الْقَوْل حَقّ فَالْإِخْرَاج بِهِ إِخْرَاج بِغَيْرِ حَقّ "وَلَوْلَا دَفْع اللَّه النَّاس بَعْضهمْ " بَدَل بَعْض مِنْ النَّاس "بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ " بِالتَّشْدِيدِ لِلتَّكْثِيرِ وَبِالتَّخْفِيف "صَوَامِع" لِلرُّهْبَانِ "وَبِيَع" كَنَائِس لِلنَّصَارَى "وَصَلَوَات" كَنَائِس لِلْيَهُودِ بِالْعِبرانِيّة "وَمَسَاجِد" لِلْمُسْلِمِينَ "يُذْكَر فِيهَا" أَيْ الْمَوَاضِع الْمَذْكُورَة "اسْم اللَّه كَثِيرًا" وَتَنْقَطِع الْعِبَادَات بِخَرَابِهَا "وَلَيَنْصُرَن اللَّه مَنْ يَنْصُرهُ " أَيْ يَنْصُر دِينه "إِنَّ اللَّه لَقَوِيّ" عَلَى خَلْقه "عَزِيز" مَنِيع فِي سُلْطَانه وَقُدْرَته

وہ جنھیں ان کے گھروں سے کسی حق کے بغیر نکالا گیا، صرف اس وجہ سے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ جو ایک ہے۔ اور ان کا یہ قول حق ہے لہٰذا اس پر ان کو نکالنا بغیر حق کے نکالنا ہوا۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے ذریعے ہٹانا نہ ہوتا۔

یہاں پر بعضہم بعض من الناس سے بدل ہے۔تو ضرور ڈھا دیے جاتے۔یہاں پر ہدمت تشدید کے ساتھ آیا ہے جب معنی تکثیر کیلئے ہو اور تخفیف کیلئے بھی آیا ہے۔راہبوں کے جھونپڑے اور عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں یعنی مذکورہ مقامات پر اللہ کا ذکر بہت زیادہ کیا جاتا ہے اور ان کی ویرانی کے سبب عبادات ختم کردی جاتیں۔اور یقیناً اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا۔جو اس کی یعنی اس کے دین کی مدد کرے گا، بے شک اللہ یقیناً اپنی مخلوق پر بہت قوت والا، اپنی بادشاہت اور قدرت میں سب پر غالب ہے۔

## حکم جہاد کا مقصد فساد کو ختم کر کے امن قائم کرنے کا بیان

جتنے دین و مذہب دنیا میں ایسے ہوئے ہیں کہ کسی زمانے میں ان کی اصل بنیاد اللہ کی طرف سے اور وحی کے ذریعہ سے قائم ہوئی تھی پھر وہ منسوخ ہوگئے اور ان میں تحریف ہو کر کفر و شرک میں تبدیل ہوگئے مگر اپنے اپنے وقت میں وہی حق تھے ان سب کی عبادت گاہوں کا اس آیت میں ذکر فرمایا ہے۔کیونکہ اپنے اپنے وقت میں ان کی عبادت گاہوں کا احترام اور حفاظت فرض تھی ان مذاہب کے عبادت خانوں کا ذکر نہیں فرمایا جن کی بنیاد کسی وقت بھی نبوت اور وحی الٰہی پر نہیں تھی جیسے آتش پرست مجوس یا بت پرست ہندو کیونکہ ان کے عبادت خانے کسی وقت بھی قابل احترام نہ تھے۔

آیت میں صَوَامِعُ، صومعہ کی جمع ہے جو نصاریٰ کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے اور بِیَع بیعہ کی جمع ہے جو نصاریٰ کے عام کنیسوں کا نام ہے اور صَلَوٰت صلوت کی جمع ہے جو یہود کے عبادت خانہ کا نام ہے اور مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کا نام ہے۔مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر کفار سے قتال و جہاد کے احکام نہ آتے تو کسی زمانے میں کسی مذہب و ملت کے لئے امن کی جگہ نہ ہوتی۔موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صلوت اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں صوامع اور بیع اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدیں ڈھا دی جاتیں۔(تفسیر قرطبی، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ |
| وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ |
| وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور بھلائی کا حکم کریں |
| اور برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ |

## زمین پر اقتدار ملنے والوں کیلئے امر بہ معروف اور نہی عن منکر کی ذمہ داری کا بیان

"اَلَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْض" بِنَصْرِهِمْ عَلَى عَدُوّهمْ "أَقَامُوا الصَّلَاة وَآتَوْا الزَّكَاة وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنْ الْمُنْكَر" جَوَاب الشَّرْط وَهُوَ وَجَوَابه صِلَة الْمَوْصُول وَيُقَدَّر قَبْله هُمْ مُبْتَدَأ "وَلِلَّهِ عَاقِبَة الْأُمُور" أَيْ إِلَيْهِ مَرْجِعهَا فِي الْآخِرَة

وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں یعنی ان کے دشمن کے خلاف اِن کی مدد کریں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روک دیں، یہ جواب شرط ہے اور اس کا جواب صلہ وموصول اور یہاں پر الذین سے پہلے ھم ضمیر مبتداء مقدر ہے۔ اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ یعنی آخرت میں اسی طرف لوٹائے جائیں گے۔

## حکمرانوں کیلئے امر بہ معروف کی پابندی کا بیان

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ ہم بے سبب خارج از وطن کئے گئے تھے، پھر ہمیں اللہ نے سلطنت دی، ہم نے نماز وروزہ کی پابندی کی بھلے احکام دیئے اور برائی سے روکنا جاری کیا۔ پس یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں۔ خلیفہ رسول حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا اس میں بادشاہوں کا بیان ہی نہیں بلکہ بادشاہ رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ہے کہ حقوق الٰہی تم سے برابر لے اللہ کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمہیں پکڑے اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے اور جہاں تک ممکن ہو تمہیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر و باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت گزاری کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ |
| اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے قوم نوح اور عاد وثمود نے بھی جھٹلایا تھا۔ |

## سابقہ اقوام کا اپنے زمانے کے انبیائے کرام کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَإِنْ يُكَذِّبُوك" إلَى آخِره فِيهِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبلهمْ قَوْم نُوح" تَأْنِيث قَوْم بِاعْتِبَارِ الْمَعْنَى "وَعَاد" قَوْم هُود "وَثَمُود" قَوْم صَالِح

اور اگر یہ کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ تو ان سے پہلے قوم نوح اور عاد وثمود نے بھی (اپنے رسولوں کو) جھٹلایا تھا۔ قوم کی تانیث معنی کے اعتبار سے ہے۔ اور عاد سے مراد قوم ھود اور ثمود سے مراد قوم صالح ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ منکروں کا انکار آپ کیساتھ کوئی نئی چیز نہیں۔ نوح علیہ السلام سے لے کر موسیٰ علیہ السلام تک کے کل انبیاء کا انکار کفار برابر کرتے چلے آئے ہیں۔ دلائل سامنے تھے، حق سامنے تھا لیکن منکروں نے مان کر نہ مانا۔ میں نے کافروں کو مہلت دی کہ یہ سوچ سمجھ لیں اپنے انجام پر غور کر لیں۔ لیکن جب وہ اپنی نمک حرامی سے باز نہ آئے تو آخرکار میرے عذابوں میں گرفتار ہوئے، دیکھ لے کہ میری پکڑ کیسی بے پناہ ثابت ہوئی کس قدر دردناک انجام ہوا۔ سلف سے منقول ہے کہ فرعون کے حکمرانی کے دعوے اور اللہ کی پکڑ کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ ہر ظالم کو ڈھیل دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھٹکارا نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ |
| ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ |
| اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے۔اور مدین والوں نے۔اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا تو میں نے |
| ان کافروں کو مہلت دی، پھر میں نے انہیں پکڑ لیا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ |

## سابقہ اقوام کی ہلاکت وتباہی کا بیان

وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ "وَأَصْحَاب مَدْيَنَ" قَوْم شُعَيْب "وَكُذِّبَ مُوسَى" كَذَّبَهُ الْقِبْط لَا قَوْمه بَنُو إسْرَائِيل : أَيْ كَذَّبَ هَؤُلَاءِ رُسُلهمْ فَلَكَ أُسْوَة بِهِمْ "فَأَمْلَيْت لِلْكَافِرِينَ" أَمْهَلْتهمْ بِتَأْخِيرِ الْعِقَاب لَهُمْ "ثُمَّ أَخَذْتهمْ" بِالْعَذَابِ "فَكَيْفَ كَانَ نَكِير" أَيْ إنْكَارِي عَلَيْهِمْ بِتَكْذِيبِهِمْ بِإِهْلَاكِهِمْ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ : أَيْ هُوَ وَاقِع مَوْقِعه

اور ابراہیم کی قوم نے اور لوط کی قوم نے اور مدین والوں یعنی قوم شعیب نے بھی تکذیب کی۔اور موسیٰ کو جھٹلایا گیا یعنی قبطیوں نے تکذیب کی نہ آپ کی قوم بنی اسرائیل نے یعنی انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب پس آپ کیلئے ان انبیائے کرام کا طریقہ بہ طور مثال ہے۔تو میں نے ان کافروں کو مہلت دی، یعنی ان کو عذاب دینے میں تاخیر کی۔پھر میں نے انہیں عذاب نے پکڑ لیا میرا عذاب کیسا تھا؟ یعنی ان کے انکار وتکذیب کے سبب ان کی ہلاکت ہوئی۔اور یہاں استفہام تقریری ہے۔یعنی میرا عذاب موقع کے مطابق واقع ہوا تھا۔

ان آیات میں ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہہ کر تسلی دی جارہی ہے کہ کفار ومشرکین کے انکار، ضد، ہٹ دھرمی اور مخالفت کا واقعہ صرف آپ سے ہی پیش نہیں آیا بلکہ سب سابقہ انبیاء ایسے ہی حالات سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔انہوں نے ایسے مصائب پر صبر کیا تھا۔لہٰذا آپ بھی صبر کیجئے۔اور دوسرے یہاں ایک قانون بیان کیا جارہا ہے جو یہ ہے کہ انبیاء اس وقت مبعوث کئے جاتے ہیں۔جب معاشرہ میں خاصا بگاڑ پیدا ہو چکا ہو۔لوگ اللہ وحدہ کو بھول چکے ہوں۔شرک کی وبا عام ہو۔غریبوں اور کمزوروں کو ظلم وتشدد دھورہا ہو۔حکومت اور قیادت بڑے بڑوں کے ہاتھ میں ہو۔ان حالات میں جب نبی آکر اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔تو جن بڑے بڑے لوگوں پر اس دعوت کی زد پڑتی ہے وہ سب اس نبی اور اس کی مختصر اور کمزور سی پیروکار جماعت کے مخالف ہوجاتے ہیں۔جس پر نبی انہیں اللہ کے عذاب اور اس کی گرفت سے ڈراتا ہے اور جب عذاب میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ بڑے بڑے فوراً یہ کہنے لگتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے کیوں نہیں آتے؟ گویا نبی کی تکذیب کے لئے انہیں ایک اور دلیل ہاتھ آجاتی ہے۔

فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ۝

لہٰذا کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا کہ وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں

اور کتنے ہی بیکار چھوڑے ہوئے کنویں ہیں اور چونہ گچ محل ہیں۔

## سابقہ لوگوں کی ہلاکت کی وجہ ویران محلات کا بیان

"فَكَأَيِّنْ" أَيْ كَمْ "مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا" وَفِي قِرَاءَةٍ أَهْلَكْتهَا "وَهِيَ ظَالِمَةٌ" أَيْ أَهْلهَا بِكُفْرِهِمْ "فَهِيَ خَاوِيَةٌ" سَاقِطَة "عَلَى عُرُوشهَا" سُقُوفهَا "وَ" كَمْ مِنْ "بِئْرٍ مُعَطَّلَة" مَتْرُوكَة بِمَوْتِ أَهْلهَا "وَقَصْر مَشِيد" رَفِيع خَالٍ بِمَوْتِ أَهْله،

لہٰذا کتنی ہی بستیاں ہیں جنھیں ہم نے اس حال میں ہلاک کیا، ایک قرأت میں اهلکتها ہے۔ کیونکہ اس کے رہنے والوں کے کفر کی وجہ سے وہ ظالم تھیں، پس وہ اپنی چھتوں پر گری ہوئی ہیں اور کتنے ہی بیکار چھوڑے ہوئے کنویں یعنی بستی والوں کی موت کے سبب چھوڑے ہوئے تھے۔ اور چونہ گچ اونچے محل بھی اپنے رہنے والوں کی موت کے سبب خالی پڑے تھے۔

یعنی رسولوں کی تکذیب کرنے والوں کا انجام یہ ہوا کہ ان کی پر رونق اور پر بہار آبادیاں اور شہر کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے۔ اس عذاب نے صرف آدمیوں کا ستیاناس نہیں کیا بلکہ ان کے تعمیر شدہ مکانات بھی زمین بوس ہو گئے۔ کنوئیں ویران ہو گئے۔ جن سے آسانی سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کبھی یہاں انسانوں کی کثیر تعداد آباد ہوگی۔

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۝

پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، یا کان ہوں جن کے ساتھ

وہ سنیں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

## زمین میں پھر کر ہلاک شدہ قوموں کے آثار دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کا بیان

"أَفَلَمْ يَسِيرُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "فِي الْأَرْض فَتَكُون لَهُمْ قُلُوب يَعْقِلُونَ بِهَا" مَا نَزَلَ بِالْمُكَذِّبِينَ قَبْلهمْ "أَوْ آذَان يَسْمَعُونَ بِهَا" أَخْبَارهمْ بِالْإِهْلَاكِ وَخَرَاب الدِّيَار فَيَعْتَبِرُوا "فَإِنَّهَا" أَيْ الْقِصَّة "لَا تَعْمَى الْأَبْصَار وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوب الَّتِي فِي الصُّدُور" تَأْكِيد

پھر کیا یہ لوگ یعنی کفار مکہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن کے ساتھ وہ سمجھیں، جو جھوٹوں کے بارے میں اس سے پہلے حکم نازل ہوا ہے۔ یا کان ہوں جن کے ساتھ وہ ان کی ہلاکت اور گھروں کی بربادی کی خبریں سنیں۔ تاکہ وہ عبرت

حاصل کریں۔ پس بے شک قصہ یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں اور لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ یہ تاکید ہے۔

یعنی ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور وفکر نہ کیا، ورنہ ان کو سچی بات کی سمجھ آجاتی اور کان کھل جاتے۔ آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھاپن وہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں۔

| |
|---|
| وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ |
| اور یہ آپ سے عذاب میں جلدی کے خواہش مند ہیں اور اللہ ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرے گا، اور تو ایک دن |
| آپ کے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی مانند ہے۔ جو تم شمار کرتے ہو۔ |

## آخرت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کی طرح ہونے کا بیان

"وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَه" بِاِنْزَالِ الْعَذَاب فَأَنْزَلَهٗ يَوْم بَدْر "وَاِنَّ يَوْمًا عِنْد رَبِّك" مِنْ أَيَّامِ الْآخِرَة بِسَبَبِ الْعَذَاب "كَأَلْفِ سَنَة مِمَّا تَعُدُّونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ فِي الدُّنْيَا

اور یہ آپ سے عذاب میں جلدی کے خواہش مند ہیں اور اللہ عذاب نازل کرنے میں ہرگز اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہ کرے گا، پس اس نے یوم بدر اس کو نازل کر دیا۔ اور تو (عذاب کا) ایک دن آپ کے رب کے ہاں ایک ہزار سال کی مانند ہے یعنی آخرت کے دنوں سے عذاب کے سبب جو تم دنیا میں شمار کرتے ہو۔ یہاں پر تعدون یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔

یعنی آپ کے رب کے پاس ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کی برابر ہوگا۔ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس دن سے مراد قیامت کا دن لیا جائے اور اس کا ایک ہزار سال کی برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس دن کے ہولناک واقعات اور ہیبت ناک حالات کی وجہ سے یہ دن اتنا دراز محسوس ہوگا جیسے ایک ہزار سال خلاصہ تفسیر مذکور میں اسی کو اشتداد کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، بہت سے حضرات مفسرین نے اس کے یہی معنے قرار دیئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ واقع میں عالم آخرت کا ایک دن ہمیشہ کے لئے دنیا کے ایک ہزار سال ہی کے برابر ہو بعض روایات حدیث سے اسی معنے کی شہادت ملتی ہے۔ مسند احمد، ترمذی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فقراء مہاجرین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو میں قیامت کے روز مکمل نور کی بشارت دیتا ہوں اور یہ کہ تم اغنیاء اور مالداروں سے آدھا دن پہلے جنت میں جاؤ گے اور اللہ کے یہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا اس لئے فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ (رواہ الترمذی وحسنہ۔ مظہری، سورہ حج، لاہور)

| |
|---|
| وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اور کتنی ہی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر میں نے انہیں گرفت میں لے لیا، |

اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

## ظالموں کی عذاب کے سبب ہلاکت کا بیان

"وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ أَخَذْتُهَا" الْمُرَاد أَهْلهَا "وَإِلَيَّ الْمَصِير" الْمَرْجِع

اور کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جن کو میں نے مہلت دی حالانکہ وہ ظالم تھیں مراد اس میں رہنے والے ہیں۔ پھر میں نے انہیں عذاب کی گرفت میں لے لیا، اور ہر کسی کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

یعنی اگر کسی ظالم قوم پر عذاب آنے میں تاخیر ہوئی یا سرے سے اس پر عذاب آیا ہی نہیں تو بھی وہ ہماری گرفت سے بچ کر کہیں جا نہیں سکتے اور اخروی زندگی میں انہیں ان کے اعمال کی پوری پوری سزا مل کے رہے گی۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَاۤ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

فرما دیجئے: اے لوگو! میں تو محض تمہارے لئے ڈر سنانے والا ہوں۔

## عذاب اور خوشخبری سنانے کا بیان

"قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاس" أَيْ أَهْل مَكَّة "إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِير مُبِين" بَيِّن الْإِنْذَار وَأَنَا بَشِير لِلْمُؤْمِنِينَ

فرما دیجئے: اے لوگو! یعنی اہل مکہ میں تو محض تمہارے لئے (عذاب الٰہی کا) ڈر سنانے والا ہوں۔ اور میں اہل ایمان کو خوشخبری سنانے والا ہوں۔

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف بشیر و نذیر ہونے کا بیان

بے شک ہم نے آپ کو شاہد بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ عبداللہ، عبدالعزیز بن ابی سلمہ، ہلال بن ابی بلال، عطاء بن یسار، عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت جو قرآن میں ہے کہ (يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا، الاحزاب: 45) تورات میں اس طرح ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو گواہی دینے اور خوشخبری دینے والا بھیجا ہے اور امیوں کی جائے پناہ بنا کر بھیجا ہے تم میرے بندے ہو اور میرے رسول ہو میں نے تمہارا نام متوکل رکھا ہے وہ نہ تو سخت خو اور نہ سخت قلب ہوگا اور نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا ہوگا۔

اور نہ برائی کو برائی سے دفع کرے گا بلکہ معاف اور درگزر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک نہ اٹھائے گا جب تک کہ دین کی کجی کو وہ سیدھا نہ کر لے گا اس طور پر کہ لوگ کہنے لگیں گے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے ذریعہ اندھی آنکھوں اور بہرے کانوں اور غلاف میں ڈھکے دلوں کو کھول دے گا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2047)

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے مغفرت ہے اور بزرگی والی عطا ہے۔

## ایمان و عمل صالح والوں کے گناہوں کی بخشش کا بیان

"فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَهُمْ مَغْفِرَة" مِنْ الذُّنُوب "وَرِزْق كَرِيم" هُوَ الْجَنَّة

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے گناہوں سے مغفرت ہے اور بزرگی والی عطا یعنی جنت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ جنت والوں سے فرمائے گا اے جنت والو! جنتی عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم حاضر ہیں اور نیک بختی اور بھلائی تیرے ہی قبضہ میں ہے پھر اللہ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے ہو جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ہم کیوں راضی نہ ہوں حالانکہ تو نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں وہ نعمتیں تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائیں پھر اللہ فرمائے گا کیا میں تمہیں ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر اور نعمت عطا نہ کروں جنتی عرض کریں گے اے پروردگار ان سے بڑھ کر اور کون سی نعمت ہوگی پھر اللہ فرمائے گا میں تم سے اپنی رضا اور خوشی کا اعلان کرتا ہوں اب اس کے بعد سے میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوں گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2639)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝ |
| اور جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشاں رہتے ہیں اس خیال سے کہ عاجز کر دیں گے وہی لوگ اہل دوزخ ہیں۔ |

## کفار کا اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکنے کا بیان

"وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتنَا " الْقُرْآن بِإِبْطَالِهَا "مُعَاجِزِينَ" مَنْ اتَّبَعَ النَّبِيّ أَيْ يَنْسُبُونَهُمْ إلَى الْعَجْز وَيُثَبِّطُونَهُمْ عَنْ الْإِيمَان أَوْ مُقَدِّرِينَ عَجْزنَا عَنْهُمْ وَفِي قِرَاءَة مُعَاجِزِينَ مُسَابِقِينَ لَنَا أَيْ يَظُنُّونَ أَنْ يَفُوتُونَا بِإِنْكَارِهِمْ الْبَعْث وَالْعِقَاب "أُولَئِكَ أَصْحَاب الْجَحِيم" النَّار

اور جو لوگ ہماری آیتوں یعنی قرآن کو مٹانے میں کوشاں رہتے ہیں اس خیال سے کہ ہمیں عاجز کر دیں گے۔ اور جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی اتباع کی ان کو عاجز کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ اور ان کو ایمان سے روکتے ہیں۔ یا ہمیں عاجز سمجھتے ہیں۔ اور ایک قرأت میں معاجزین بہ معنی مسابقین ہے۔ یعنی ان کا گمان ہے کہ بعث اور عذاب کا انکار کر کے ہم سے بھاگ جائیں گے۔ وہی لوگ اہل دوزخ ہیں۔

یعنی ہماری آیات کا انکار کر کے اور پھر اسلام کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر کے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ اسی طرح اسلام اور اہل اسلام کو دبا لیں گے تو یہ ان کی بھول ہے البتہ ان کی ان کرتوتوں کے عوض انہیں جہنم کا عذاب ضرور ہوگا۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ |
| فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ |

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا اور نہ کوئی نبی مگر جب اس نے پڑھا تو شیطان نے اس پڑھے ہوئے کلام میں ملا دیا، سو شیطان جوڑ ڈالتا ہے اللہ انہیں زائل فرما دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو نہایت مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

## شیطان کا کلام میں ملاوٹ کر دینے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلك مِنْ رَسُول " هُوَ نَبِيّ أُمِرَ بِالتَّبْلِيغِ "وَلَا نَبِيّ" أَيْ لَمْ يُؤْمَر بِالتَّبْلِيغِ "إلَّا إذَا تَمَنَّى " قَرَأَ "أَلْقَى الشَّيْطَان فِي أُمْنِيَّته " قِرَاءَته مَا لَيْسَ مِنْ الْقُرْآن مِمَّا يَرْضَاهُ الْمُرْسَل إلَيْهِمْ وَقَدْ قَرَأَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُورَة النَّجْم بِمَجْلِسٍ مِنْ قُرَيْش بَعْد : "أَفَرَأَيْتُمْ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاة الثَّالِثَة الْأُخْرَى" بِإِلْقَاءِ الشَّيْطَان عَلَى لِسَانه مِنْ غَيْر عِلْمه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ : تِلْكَ الْغَرَانِيق الْعُلَا وَإِنَّ شَفَاعَتهنَّ لَتُرْتَجَى فَفَرِحُوا بِذَلِكَ ثُمَّ أَخْبَرَهُ جِبْرِيل بِمَا أَلْقَاهُ الشَّيْطَان عَلَى لِسَانه مِنْ ذَلِكَ فَحَزِنَ فَسُلِّيَ بِهَذِهِ الْآيَة لِيَطْمَئِنّ "فَيَنْسَخ اللَّه" يُبْطِل "مَا يُلْقِي الشَّيْطَان ثُمَّ يُحْكِم اللَّه آيَاته" يُثَبِّتهَا "وَاَللَّه عَلِيم" بِإِلْقَاءِ الشَّيْطَان مَا ذُكِرَ "حَكِيم" فِي تَمْكِينه مِنْهُ بِفِعْلِ مَا يَشَاء ،

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول وہ نبی جس کو پیغام پہنچانے کا حکم دیا گیا ہو نہیں بھیجا اور نہ کوئی نبی یعنی جس کو پیغام پہنچانے کا حکم نہ دیا گیا ہو مگر جب اس رسول یا نبی نے لوگوں پر کلام الٰہی پڑھا تو شیطان نے لوگوں کے ذہنوں میں اس پڑھے ہوئے یعنی تلاوت شدہ کلام میں ملا دیا۔ یعنی اس کا چیز کا پڑھنا جو قرآن سے نہ ہو جس طرح رسولان گرامی خیال ہو جائے۔ اور جب نبی کریم ﷺ نے قریش کی مجلس میں سورہ نجم کی تلاوت کی تو آپ (آپ ﷺ کی آواز کے مشابہ آواز بنا کر شیطان نے پڑھا تھا) نے "" أَفَرَأَيْتُمْ اللَّاتَ وَالْعُزَّى وَمَنَاة الثَّالِثَة الْأُخْرَى "" کیونکہ شیطان کا القاء یعنی ملاوٹ ہوگئی تھی کہ جب 'تِلْكَ الْغَرَانِيق الْعُلَا وَإِنَّ شَفَاعَتهنَّ لَتُرْتَجَى' تو اس پر وہ قریش بہت خوش ہوئے۔ اس کے جبرائیل امین نے آپ کو شیطانی وسواس کے ملنے کی خبر دی۔ تو آپ غمزدہ ہوئے تو اس پر آپ ﷺ کی تسلی کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا شیطان جو (وسوسے سننے والوں کے ذہنوں میں) ڈالتا ہے اللہ انہیں زائل فرما دیتا ہے پھر اللہ اپنی آیتوں کو (اہل ایمان کے دلوں میں) نہایت مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ شیطان کے ذکر کردہ القاء کو خوب جاننے والا، یعنی اپنی جانب سے جو شیطان کو مہلت دی ہے جس قدر چاہے وہ بڑی حکمت والا ہے۔

## سورہ حج آیت ۵۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت نجم میں سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں جنوں اور سب آدمیوں نے بھی سجدہ کیا۔ (صحیح البخاری (مشکوۃ شریف، 988)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت نجم کی تلاوت کرتے ہوئے آیت سجدہ آیت ("فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا " 53 ۔ النجم : 62) سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو۔ پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی فرمانبرداری کی غرض سے سجدہ کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو تمام مسلمانوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سجدہ کیا، اسی طرح مشرکین نے

بھی جب بتوں یعنی لات ومنات اور عزی کے نام سنے تو انہوں نے بھی سجدہ کیا، یا پھر مشرکوں کے سجدہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مسجد الحرام کے اندر جب سورت نجم کی ان آیتوں۔ آیت (اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى 19 وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى 20 اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى 21) 53 . النجم : 19) "یعنی بھلا تم لوگوں نے لات وعزی کو دیکھا اور تیسرے منات کو (کہ یہ بت کہیں اللہ ہو سکتے ہیں مشرکو!) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ کو پڑھنے لگے تو شیطان ملعون نے اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہ بنا کر یہ پڑھا۔ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى ۔ یعنی: یہ بت بلند مرغابیاں ہیں اور بیشک ان کی شفاعت امید بخش ہے۔ مشرکین یہ سمجھے کہ (نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے اس سے وہ بہت زیادہ خوش ہوئے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی سجدہ کر ڈالا)۔

بعض مفسرین نے اس موقع پر یہ تفسیر کی ہے کہ یہ الفاظ شیطان نے ادا نہیں کئے تھے بلکہ نعوذ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سہوا نکل گئے تھے۔ یہ قول بالکل غلط اور محض ذہنی اختراع ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ شیطان ملعون نے اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہ بنا کر یہ الفاظ ادا کر دیئے جس سے مشرکین یہ سمجھ بیٹھے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ حدیث میں "مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور سب آدمیوں" سے مراد وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے۔ لفظ "اِنْسٌ" تعمیم بعد تخصیص ہے۔

## کلمات وحی کے مشابہ شیطان کا لوگوں میں کلمات القاء کرنے کا بیان

امام ابن ابی حاتم لکھتے ہیں کہ سورۃ نجم نازل ہوئی اور مشرکین کہہ رہے تھے کہ اگر یہ شخص ہمارے معبودوں کا اچھے لفظوں میں ذکر کرے تو ہم اسے اور اس کے ساتھیوں کو چھوڑیں مگر اس کا تو یہ حال ہے کہ یہود ونصاری اور جو لوگ اس کے مخالف ہیں اس سب سے زیادہ گالیوں اور برائی سے ہمارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کے اصحاب پر سخت مصائب توڑے جا رہے تھے۔ آپ کو ان کی ہدایت کی لالچ تھی جب سورۃ نجم کی تلاوت آپ نے شروع کی اور ولہ الانثی تک پڑھا تو شیطان نے بتوں کے ذکر کے وقت یہ کلمات ڈال دیئے عربی (وانهن لهن الغرانيق العلى وان شفاعتهن لهى التى ترتجى) یہ شیطان کی مقفی عبارت تھی۔ ہر مشرک کے دل میں یہ کلمے بیٹھ گئے اور ایک ایک کو یاد ہو گئے یہاں تک کہ یہ مشہور ہو گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ کے خاتمے پر سجدہ کیا تو سارے مسلمان اور مشرکین بھی سجدے میں گر پڑے، ہاں ولید بن مغیرہ چونکہ بہت ہی بوڑھا تھا اس لئے اس نے ایک مٹھی مٹی کی بھر کر اونچی لے جا کر اس کو اپنے ماتھے سے لگا لیا۔ اب ہر ایک کو تعجب معلوم ہونے لگا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں فریق سجدے میں شامل تھے۔ مسلمانوں کو تعجب تھا کہ یہ لوگ ایمان تو لائے نہیں، یقین نہیں، پھر ہمارے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدے پر سجدہ انہوں کیسے کیا؟ شیطان نے جو الفاظ مشرکوں کے کانوں میں پھونکے تھے وہ مسلمانوں نے سنے ہی نہ تھے ادھر ان کے دل خوش ہو رہے تھے کیونکہ شیطان نے اس طرح آواز میں آواز ملائی کہ مشرکین اس میں کوئی تمیز ہی نہ کر سکتے تھے۔ وہ تو سب کو اسی یقین پر پکا کر چکا تھا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی

سورت کی ان دونوں آیتوں کو تلاوت فرمایا ہے۔ پس دراصل مشرکین کا سجدہ اپنے کو تھا۔ شیطان نے اس واقعہ کو اتنا پھیلا دیا کہ مہاجرین حبشہ کے کانوں میں بھی یہ بات پہنچی۔

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے جب سنا کہ اہل مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بلکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور ولید بن مغیرہ سجدہ نہ کر سکا تو اس نے مٹی کی ایک مٹھی اٹھا کر اس پر سر لگالیا۔ مسلمان اب پورے امن اور اطمینان سے ہیں تو انہوں نے وہاں سے واپسی کی ٹھانی اور خوشی خوشی مکے پہنچے۔ ان کے پہنچنے سے پہلے شیطان کے ان الفاظ کی قلعی کھل چکی تھی اللہ نے ان الفاظ کو ہٹا دیا تھا اور اپنا کلام محفوظ کر دیا تھا یہاں مشرکین کی آتش عداوت اور بھڑک اٹھی تھی اور انہوں نے مسلمانوں پر نئے مصائب کے بادل برسانے شروع کر دئے تھے یہ روایت بھی مرسل ہے۔ بیہقی کی کتاب دلائل النبوۃ میں بھی یہ روایت ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ حج، بیروت)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں یہ سب کچھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ کے کلام سے اسی طرح کی روایتیں وارد کی ہیں۔ پھر خود ہی ایک سوال وارد کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچاؤ کا ذمہ دار محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے تو ایسی بات کیسے واقع ہوگئی۔ پھر بہت سے جواب دئے ہیں جن میں ایک لطیف جواب یہ بھی ہے کہ شیطان نے یہ الفاظ لوگوں کے کانوں میں ڈالے اور انہیں وہم ڈالا کہ یہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہیں حقیقت میں ایسا نہ تھا یہ صرف شیطانی حرکت تھی نہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز تھی۔ (تفسیر بغوی، سورہ حج، بیروت)

نوٹ: اس آیت کی تفسیر و ترجمہ میں مفسرین نے بڑی طویل ابحاث لکھی ہیں۔ اور جس حدیث میں اس کا بیان آیا ہے اس کی اسناد پر جرح و تعدیل کی بعض نے اس کو ضعیف، بعض نے موضوع بتایا ہے۔ ہم ان تمام تفاسیر و احادیث کی بحث اور ان پر جرح و تعدیل کے بعد صرف اسی کو اختصار کے ساتھ اپنایا ہے۔ جس کو اوپر ذکر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے تفسیر کرنے میں غلطی و خطاء سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔ (محمد لیاقت علی رضوی حنفی)

| |
|---|
| لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ |
| وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ |
| تاکہ وہ اس کو جو شیطان ڈالتا ہے، ان لوگوں کے لیے آزمائش بنائے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں |
| اور بے شک ظالم لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔ |

## شیطان کے خلل کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

"لِيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَان فِتْنَة" مِحْنَة "لِلَّذِينَ فِي قُلُوبهمْ مَرَض" شِقَاق وَنِفَاق "وَالْقَاسِيَة قُلُوبهمْ" أَيْ الْمُشْرِكِينَ عَنْ قَبُول الْحَقّ "وَإِنَّ الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "لَفِي شِقَاق بَعِيد" خِلَاف طَوِيل مَعَ النَّبِيّ صَلَّى

اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِینَ حَیْثُ جَرَیٰ عَلَیٰ لِسَانہ ذِکْر آلِھَتِھِمْ بِمَا یُرْضِیھِمْ ثُمَّ أُبْطِلَ ذٰلِکَ،

تا کہ وہ اس خلل کو جو شیطان ڈالتا ہے، ان لوگوں کے لیے آزمائش یعنی مشقت بنائے۔ جن کے دلوں میں نفاق وشک کی بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں یعنی وہ مشرکین ہیں جن کے دلوں حق کو قبول کرنے کی بہ جائے سخت ہو گئے۔ اور بے شک ظالم لوگ یعنی کافر لوگ یقیناً دور کی مخالفت میں ہیں۔ کیونکہ انہوں نے نبی کریم ﷺ اور آپ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ اتنی طویل معیت کو اپنایا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے ان کے معبودوں کا نام آ گیا جس کی وجہ سے وہ خوش ہو گئے۔ جبکہ آپ نے بعد ان کی تردید کر دی۔

چنانچہ مشرکین نے اسے اللہ کی طرف سے مان لیا حالانکہ وہ الفاظ شیطانی تھے۔ لہٰذا بیمار دل والوں سے مراد منافق ہیں اور سخت دل والوں سے مراد مشرک ہیں۔ یہ بھی قول ہے کہ مراد یہود ہیں۔ ظالم حق سے بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ سیدھے راستے سے گم ہو گئے ہیں اور جنہیں صحیح علم دیا گیا ہے جس سے وہ حق وباطل میں تمیز کر لیتے ہیں انہیں اس بات کے بالکل حق ہونے کا اور منجانب اللہ ہونے کا صحیح یقین ہو جائے اور وہ کامل الایمان بن جائیں اور سمجھ لیں کہ بیشک یہ اللہ کا کلام ہے جبھی تو اس قدر اس کی حفاظت دیانت اور نگہداشت ہے۔ کہ کسی جانب سے کسی طریق سے اس میں باطل کی آمیزش نہیں ہو سکتی۔ حکیم وحمید اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے پس انکے دل تصدیق سے پر ہو جاتے ہیں، جھک کر رغبت سے متوجہ ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایمان داروں کی رہبری دنیا میں حق اور ہدایت کی طرف کرتا ہے صراط مستقیم سجھا دیتا ہے اور آخرت میں عذابوں سے بچا کر بلند درجوں میں پہنچا تا ہے اور نعمتیں نصیب فرماتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ فرشتے بادل میں آتے ہیں اور اس کام کا ذکر کرتے ہیں۔

جس کا فیصلہ آسمان میں کیا گیا ہے پس اسے شیاطین چھپ کر سن لیتے ہیں اور کاہنوں کے پاس آ کر بیان کر دیتے ہیں تو کاہن اپنی طرف سے اس میں سو جھوٹ ملا لیتے ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 470)

| |
|---|
| وَّلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَیُؤْمِنُوْا بِہٖ فَتُخْبِتَ لَہٗ قُلُوْبُھُمْ ط |
| وَاِنَّ اللّٰہَ لَھَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ○ |
| اور تا کہ وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، |
| پس ان کے دل اس کے لیے عاجز ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے کی طرف |
| ہدایت دینے والا ہے۔ |

## قرآن وتوحید کو سمجھنے والوں کیلئے معرفت کا بیان

"وَلِیَعْلَم الَّذِینَ أُوتُوا الْعِلْم " التَّوْحِید وَالْقُرْآن "أَنَّہُ" أَیْ الْقُرْآن "الْحَقّ مِنْ رَبّک فَیُؤْمِنُوا بِہِ فَتُخْبِت" تَطْمَئِنّ "لَہُ قُلُوبھمْ وَإِنَّ اللّٰہ لَھَادِ الَّذِینَ آمَنُوا إِلَی صِرَاط" طَرِیق "مُسْتَقِیم" أَیْ دِین الْإِسْلَام

اور تا کہ وہ لوگ جنھیں توحید اور قرآن کا علم دیا گیا ہے، جان لیں کہ بے شک وہی قرآن تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو وہ اس پر ایمان لے آئیں، پس ان کے دل اس کے لیے مطمئن ہو جائیں اور بے شک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً سیدھے راستے یعنی دین اسلام کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہارے دلوں کو قرآن پر اتفاق ہو اس کی تلاوت کرتے رہو اور جب اختلاف ہو جائے تو اٹھ کھڑے ہو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم، 2277)

| |
|---|
| وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ○ |
| اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہمیشہ اس کے بارے میں کسی شک میں رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت |
| آ جائے، یا ان کے پاس اس دن کا عذاب آ جائے جو بانجھ (ہر خیر سے خالی) ہے۔ |

## کفار کا قرآن میں شک کرنے کا بیان

"وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي مِرْيَةٍ" شَكٍّ "مِنْهُ" أَيْ الْقُرْآن بِمَا أَلْقَاهُ الشَّيْطَان عَلَى لِسَان النَّبِيّ ثُمَّ أُبْطِلَ "حَتَّى تَأْتِيَهُمُ السَّاعَة بَغْتَة" أَيْ سَاعَة مَوْتهمْ أَوْ الْقِيَامَة فَجْأَةً "أَوْ يَأْتِيَهُمْ عَذَاب يَوْم عَقِيم" هُوَ يَوْم بَدْر لَا خَيْر فِيهِ لِلْكُفَّارِ كَالرِّيحِ الْعَقِيم الَّتِي لَا تَأْتِي بِخَيْرٍ أَوْ هُوَ يَوْم الْقِيَامَة لَا لَيْل بَعْده

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ہمیشہ اس قرآن کے بارے میں کسی شک میں رہیں گے، کیونکہ جو شیطان نے نبی مکرم علیہ السلام کی زبان کی طرف القاء کیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس اچانک قیامت آ جائے، یعنی ان کی موت کی گھڑی یا قیامت یا ان کے پاس اس دن یعنی یوم بدر کا عذاب آ جائے جس میں کفار کیلئے کوئی بھلائی نہیں ہے۔ جس طرح ریح عقیم جو کوئی بھلائی نہیں لاتی یا وہ قیامت کا دن ہے جس کے بعد کوئی رات نہیں۔

## کافروں کے دل سے شک وشبہ نہیں جائے گا

یعنی کافروں کو جو شک شبہ اللہ کی اس وحی یعنی قرآن میں ہے وہ ان کے دلوں سے نہیں جائے گا۔ شیطان یہ غلط گمان قیامت تک ان کے دلوں سے نہ نکلنے دے گا۔ قیامت اور اس کے عذاب ان کے پاس ناگہاں آ جائیں گے۔ اس وقت یہ محض بیشعور رہوں گے جو مہلت انہیں مل رہی ہے اس سے یہ مغرور ہو گئے۔ جس قوم کے پاس اللہ کے عذاب آئے اسی حالت میں آئے کہ وہ ان سے نڈر بلکہ بے پرواہ ہو گئے تھے اللہ کے عذابوں سے غافل وہی ہوتے ہیں جو پورے فاسق اور اعلانیہ مجرم ہوں۔ یا انہیں بیخبر دن عذاب پہنچے جو دن ان کے لئے منحوس ثابت ہو گا۔

بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے اور بعض نے کہا ہے مراد اس سے قیامت کا دن ہے یہی قول صحیح ہے گو بدر کا دن بھی ان کے لئے عذاب اللہ کا دن تھا۔ اس دن صرف اللہ کی بادشاہت ہو گی جیسے اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کا مالک

ہے۔اور آیت میں ہے اس دن رحمٰن کا ہی ملک ہوگا اور وہ دن کافروں پر نہایت ہی گراں گزرے گا۔فیصلے خود اللہ کرے گا۔جن کے دلوں میں اللہ پر ایمان رسول کی صداقت اور ایمان کے مطابق جن کے اعمال تھے جن کے دل اور عمل میں موافقت تھی۔جن کی زبانیں دل کے مانند تھیں وہ جنت کی نعمتوں میں مالا مال ہوں گے۔

جو نعمتیں نہ فنا ہوں نہ گھٹیں نہ بگڑیں نہ کم ہوں۔جن کے دلوں میں حقانیت سے کفر تھا، جو حق کو جھٹلاتے تھے، نبیوں کے خلاف کرتے تھے، اتباع حق سے تکبر کرتے تھے ان کے تکبر کے بدلے انہیں ذلیل کرنے والے عذاب ہوں گے۔جیسے فرمان ہے آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔غافر:60) جو لوگ میری عبادتوں سے سرکشی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ |
|---|
| تمام بادشاہی اس دن اللہ کی ہوگی، وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے گا، پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے |
| نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔ |

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا بیان

"اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ" أَيْ يَوْمِ الْقِيَامَة "لِلّٰهِ" وَحْده وَمَا تَضَمَّنَهُ مِنْ الِاسْتِقْرَار نَاصِب لِلظَّرْفِ "يَحْكُم بَيْنهمْ" بَيْن الْمُؤْمِنِينَ وَالْكَافِرِينَ بِمَا بَيَّنَ بَعْده "فَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فِي جَنَّات النَّعِيم" فَضْلًا مِنْ اللّٰه

تمام بادشاہی اس دن یعنی قیامت کے دن اللہ وحدہ کی ہوگی، یہاں پر جو لفظ استقرار کے معنی کو لازم ہے وہی ظرف یومئذ کا عامل ناصب ہے۔وہ ان کے درمیان یعنی مومنین و کفار کے فیصلہ کرے گا، جس کو بعد میں بیان کیا ہے۔پھر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وہ نعمت کے باغوں میں ہوں گے۔جو اللہ کے فضل سے ہیں۔

یعنی آج تو ہر شخص خواہ وہ ایماندار ہے یا کافر ہے یا منافق ہے یا مشرک ہے وہ یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ حق پر ہے اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اچھا کر رہا ہے۔لیکن قیامت کے دن سب کو روز روشن کی طرح علم ہو جائے گا کہ آج صرف اکیلے اللہ ہی کی حکمرانی ہے۔اور ان کے معبودوں یا دیوتاؤں کے کارساز نہ ہونے کا سارا فریب کھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ شہادات قائم کر کے یہ فیصلہ کر دے گا کہ حق پر کون تھا اور جھوٹا کون؟ یا فلاں شخص کتنا حصہ حق پر تھا اور کتنا باطل پر؟ پھر اسی فیصلہ کے مطابق لوگوں کو بدلہ دیا جائے گا۔اہل حق تو جنت کی نعمتوں سے محظوظ ہوں گے اور حق کو جھٹلانے کو رسوا کن عذاب کا مزا چکھنا ہوگا۔

| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ |
|---|
| اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو انہی لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہوگا۔ |

## آیات کی تکذیب کرنے والوں کیلئے عذاب مہین کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا فَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ" شَدِيد بِسَبَب كُفْرهمْ

اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو انہی لوگوں کے لئے ان کے کفر کے سبب سے ذلت آمیز عذاب ہوگا۔

اس آیت کریمہ سے اس حقیقت کی تصریح فرمادی گئی کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار، اور ان کی تکذیب کرتے ہیں، ان کیلئے بڑا ہی رسوا کن عذاب ہے۔ اور یہ اسلئے کہ انہوں نے استکبار اور اپنی بڑائی کے زعم و گھمنڈ میں حق سے منہ موڑا، اور اللہ کی آیتوں کے ساتھ کفر کیا، اور ان کو جھٹلایا۔ اس لئے ان کو اسکے نتیجے میں، رسوا کن عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ |
| رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ |
| اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی پھر قتل کر دیئے گئے یا مر گئے تو اللہ انہیں ضرور رزق حسن کی روزی بخشے گا، |
| اور بیشک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ |

## اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے کے رزق کا بیان

"وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي سَبِيل اللَّه " أَيْ طَاعَته مِنْ مَكَّة إلَى الْمَدِينَة "ثُمَّ قُتِلُوا أَوْ مَاتُوا لَيَرْزُقَنَّهُمْ اللَّه رِزْقًا حَسَنًا" هُوَ رِزْق الْجَنَّة "وَإِنَّ اللَّه لَهُوَ خَيْر الرَّازِقِينَ" أَفْضَل الْمُعْطِينَ

اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ یعنی اس کی اطاعت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر قتل کر دیئے گئے یا فوت ہوگئے تو اللہ انہیں ضرور رزق حسن یعنی جنت کی روزی بخشے گا، اور بیشک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ یعنی عطا کرنے والوں کو وہ بہتر عطا کرنے والا ہے۔

## سورہ حج آیت ۵۸ کے شان نزول کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے بعض اصحاب نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جو اصحاب شہید ہوگئے ہم جانتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی میں ان کے بڑے درجے ہیں اور ہم جہادوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گے لیکن اگر ہم آپ کے ساتھ رہے اور بے شہادت کے موت آئی تو آخرت میں ہمارے لئے کیا ہے، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (الحج:58)

(خازن، سورہ حج، بیروت)

## اللہ کی راہ ہجرت وشہادت کے سبب فضیلت کا بیان

جو شخص اپنے گھر اور دیس کو چھوڑ کر اللہ رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اسے اس کا اجر اللہ کے ذمے طے ہو چکا۔ ان پر اللہ کا فضل ہوگا، انہیں جنت کی روزیاں ملیں گی جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہترین

رازق ہے۔ انہیں پروردگار جنت میں پہنچائے گا۔ جہاں یہ خوش خوش ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ جو ہمارے مقربوں میں سے ہے اس کے لئے راحت اور خوشبودار پھول اور نعمتوں بھرے باغات ہیں ایسے لوگوں کو راحت ورزق اور جنت ملے گی۔ اپنی راہ کے سچے مہاجروں کو اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں کو اپنی نعمتوں کے مستحق لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وہ بڑے حکم والا ہے بندوں کے گناہ معاف فرماتا ہے ان کی خطاؤں سے درگزر فرماتا ہے ان کی ہجرت قبول کرتا ہے ان کے توکل کو خوب جانتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوں مہاجر ہوں یا نہ ہوں وہ رب کے پاس زندگی اور روزی پاتے ہیں۔ جیسے فرمان ہے آیت

( وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ، (آل عمران:169)

، خدا کی راہ کے شہیدوں کو مردہ نہ سمجھو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزیاں دیے جاتے ہیں۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں جو بیان ہو چکیں۔ پس فی سبیل اللہ شہید ہونے والوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ثابت ہے اس آیت سے اور اسی بارے کی احادیث سے بھی۔

حضرت شرجیل بن سمت فرماتے ہیں کہ روم کے ایک قلعے کے محاصرے پر ہمیں مدت گزر چکی اتفاق سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو شخص راہ اللہ کی تیاری میں مرجائے تو اس کا اجر اور رزق برابر اللہ کی طرف سے ہمیشہ اس پر جاری رہتا ہے اور وہ اتنے میں ڈالنے والوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت (وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا، الحج:58) پڑھ لو۔ حضرت ابوقبیل اور ربیع بن سیف مغافری کہتے ہیں ہم رودس کے جہاد میں تھے ہمارے ساتھ حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ دو جنازے ہمارے پاس سے گزرے جن میں ایک شہید تھا دوسرا اپنی موت مرا تھا لوگ شہید کے جنازے میں ٹوٹ پڑے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج، بیروت)

| لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ○ |
|---|
| یقیناً وہ انہیں ایسے مقام میں ضرور داخل کریگا جس پر وہ خوش ہوں گے اور بے شک اللہ ضرور سب کچھ جاننے والا، بے حد بردبار ہے۔ |

## اہل جنت کو ان کی رضامندی والی جگہ میں داخل کرنے کا بیان

"لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُدْخَلًا " بِضَمِّ الْمِيم وَفَتْحهَا أَيْ إِدْخَالًا أَوْ مَوْضِعًا "يَرْضَوْنَهُ" وَهُوَ الْجَنَّة "وَإِنَّ اللَّه لَعَلِيم" بِنِيَّاتِهِمْ "حَلِيم" عَنْ عِقَابهمْ

یقیناً وہ انہیں ایسے مقام میں ضرور داخل کرے گا۔ یہاں پر لفظ مدخلا کی میم ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی یعنی جب معنی ادخال یا موضعا ہو۔ جس پر وہ یعنی جنت پر خوش ہوں گے اور بے شک اللہ ضرور ان کی نیتوں کو کچھ جاننے والا، ان کی سزا سے بے حد بردبار ہے۔

## حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ کا صاحب قبر سے خطاب کرنے کا بیان

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت یہ شہید ہیں اور یہ دوسرے شہادت سے محروم ہیں

آپ نے فرمایا واللہ مجھے تو دونوں باتیں برابر ہیں۔ خواہ اس کی قبر میں سے اٹھوں خواہ اس کی میں سے۔ سنو کتاب اللہ میں ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ مرے ہوئے کی قبر پر ہی ٹھہرے رہے اور فرمایا تمہیں اور کیا چاہیے جنت، جگہ اور عمدہ روزی۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس وقت امیر تھے۔ یہ آخری آیت صحابہ رضی اللہ عنہ کے اس چھوٹے سے لشکر کے بارے میں اتری ہے جن سے مشرکین کے ایک لشکر نے باوجود ان کے رک جانے کی حرمت کے مہینے میں لڑائی کی اللہ نے مسلمانوں کی امداد فرمائی اور مخالفین کو نیچا دکھایا اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، حج، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ○ |
| یہ اور جو شخص اس کی مثل بدلہ لے جو اسے تکلیف دی گئی، پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور ہی اس کی مدد کرے گا، |
| یقیناً اللہ ضرور نہایت درگزر کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ |

## انتقام کی مقدار کا حسب مثل ہونے کا بیان

الْأَمْر "ذٰلِكَ" الَّذِي قَصَصْنَاهُ عَلَيْك "وَمَنْ عَاقَبَ" جَازَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ "بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ" ظُلْمًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ: أَيْ قَاتَلَهُمْ كَمَا قَاتَلُوهُ فِي الشَّهْر الْحَرَام "ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ" مِنْهُمْ أَيْ ظُلِمَ بِإِخْرَاجِهِ مِنْ مَنْزِله "لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰه إِنَّ اللّٰه لَعَفُوّ" عَنِ الْمُؤْمِنِينَ "غَفُور" لَهُمْ عَنْ قِتَالهمْ فِي الشَّهْر الْحَرَام

یہ اور جو شخص اس کی مثل بدلہ لے جو اسے تکلیف دی گئی، یعنی انتقام میں مومنین کیلئے جائز ہوا۔ پھر اس پر زیادتی کی جائے تو اللہ ضرور ہی اس کی مدد کرے گا، یعنی ان سے قتال کرنا جس طرح انہوں نے حرمت والے مہینے میں قتال کیا۔ اس کے زیادتی کی گئی یعنی ان کو اپنے گھر سے نکالا گیا۔ یقیناً اللہ مؤمنین پر نہایت درگزر کرنے والا، ان کے ماہ حرمت میں ہونے والے قتال کو بخشنے والا ہے۔

## سورہ حج آیت ۶۰ کے شان نزول کا بیان

مقاتل سے روایت ہے کہ یہ آیت ایک لشکر کے بارے میں نازل ہوئی جسے نبی نے بھیجا اور ابھی محرم کی دو راتیں باقی تھیں ان کا سامنا مشرکین سے ہوا مشرکین نے آپس میں کہا کہ محمد کے ساتھیوں کے ساتھ لڑائی کرو کیونکہ یہ شہر حرام مین لڑائی کو حرام سمجھتے ہیں صحابہ نے انہیں اللہ کی قسم دی اور ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا کہ تم ہمارے ساتھ لڑائی نہ کرو ہم شہر حرام میں لڑائی کو حلال نہیں سمجھتے لیکن مشرکین نے ان کی ایک نہ مانی اور ان سے لڑائی کی اور ان پر سرکشی کی پھر مسلمانوں نے بھی ان کا مقابلہ کیا اور ان پر غالب آگئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی، 188، قرطبی 12-90)

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ○ |
| یہ اس لیے کہ بے شک اللہ ذات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور بے شک اللہ |
| سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ |

## دن رات کے دخول کے سبب دلیل قدرت کا بیان

"ذَلِكَ" النَّصر "بِأَنَّ اللَّه يُولِج اللَّيْل فِي النَّهَار وَيُولِج النَّهَار فِي اللَّيْل " أَيْ يُدْخِل كُلًّا مِنْهُمَا فِي الْآخَر بِأَنْ يَزِيد بِهِ وَذَلِكَ مِنْ أَثَر قُدْرَته تَعَالَى الَّتِي بِهَا النَّصْر "وَأَنَّ اللَّه سَمِيع " دُعَاء الْمُؤْمِنِينَ "بَصِير" بِهِمْ حَيْثُ جَعَلَ فِيهِمْ الْإِيمَان فَأَجَابَ دُعَاءَهُمْ

یہ مدد اس لیے کہ بے شک اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو دوسرے میں داخل کرتا ہے۔ مزید کہ اضافہ کرتا ہے تا کہ یہ مدد اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہو۔ اور بے شک اللہ اہل ایمان کو دعا کو سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ کہ ان میں ایمان بنایا پس وہ ان کی پکاروں کا جواب دینے والا ہے۔

یعنی وہ اتنی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا الٹ پلٹ کر اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجہ سے نکال دے بلکہ ان پر غالب و مسلط کر دے۔ پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرما دیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ |
| یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور بیشک وہ اس کے سوا جو کچھ پوجتے ہیں وہ باطل ہے اور یقیناً اللہ ہی بہت بلند بہت بڑا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے حق ہونے کا بیان

"ذَلِكَ" النَّصر أَيْضًا "بِأَنَّ اللَّه هُوَ الْحَقّ" الثَّابِت "وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء يَعْبُدُونَ "مِنْ دُونه" وَهُوَ الْأَصْنَام "هُوَ الْبَاطِل" الزَّائِل "وَأَنَّ اللَّه هُوَ الْعَلِيّ" أَيْ الْعَالِي عَلَى كُلّ شَيْء بِقُدْرَتِهِ "الْكَبِير" الَّذِي يَصْغُر كُلّ شَيْء سِوَاهُ،

یہ مدد اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق یعنی ثابت ہے اور بیشک وہ کفار اس کے سوا جو کچھ بھی پوجتے ہیں اور وہ بت ہیں۔ وہ باطل ہے جو ختم ہونے والا ہے۔ اور یقیناً اللہ ہی بہت بلند بہت بڑا ہے۔ یعنی اسی کی قدرت ہر چیز پر ہے اور ہر چیز اس کی قدرت کے سامنے عاجز ہے۔ اس لئے اس کا دین حق ہے، اس کی عبادت حق ہے اس کے وعدے حق ہیں، اس کا اپنے اولیاء کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرنا حق ہے، وہ اللہ عزوجل اپنی ذات میں، اپنی صفات میں اور اپنے افعال میں حق ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان کی جانب سے پانی اتارتا ہے تو زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ |
| بیشک اللہ مہربان بڑا خبردار ہے۔ |

## بارش کے سبب زمین کا نباتات کو اگانے کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "اَنَّ اللّٰه اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاء مَاء " مَطَرًا "فَتُصْبِح الْاَرْض مُخْضَرَّة " بِالنَّبَاتِ وَهَذَا مِنْ اَثَر قُدْرَته "اِنَّ اللّٰه لَطِيف" بِعِبَادِهِ فِي اِخْرَاج النَّبَات بِالْمَاءِ "خَبِير" بِمَا فِي قُلُوبهمْ عِنْد تَأْخِير الْمَطَر،

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان کی جانب سے پانی یعنی بارش اتارتا ہے۔تو زمین نباتات سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسی کی قدرت کے اثر سے ہے۔ بیشک اللہ نباتات کو پانی سے نکالنے میں اپنے بندوں پر بڑا مہربان، بارش کی تاخیر کے سبب جو کچھ ان کے دلوں میں ہے وہ بڑا خبردار ہے۔

حضرت لقمان رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں ہے کہ اے بچے! اگرچہ کوئی چیز رائی کے دانے برابر ہو چاہے کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں یا زمین میں اللہ اسے ضرور لائے گا اللہ تعالیٰ پاکیزہ اور باخبر ہے۔ایک اور آیت میں ہے زمین وآسمان کی ہر چیز کو اللہ ظاہر کردے گا۔ایک آیت میں ہے، ہر پتے کے جھڑنے کا، ہر دانے کا جو زمین کے اندھیروں میں ہو ہر تر و خشک چیز کا اللہ کو علم ہے اور وہ کھلی کتاب میں ہے۔ایک اور آیت میں کوئی ذرہ آسمان وزمیں میں اللہ سے پوشیدہ نہیں، کوئی چھوٹی بڑی چیز ایسی نہیں جو ظاہر کتاب میں نہ ہو۔

| |
|---|
| لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝ |
| اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ ہی بے نیاز قابلِ ستائش ہے |

## زمین وآسمان کا سب کچھ اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"لَهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْاَرْض" عَلَى جِهَة الْمِلْك "وَاِنَّ اللّٰه لَهُوَ الْغَنِيّ" عَنْ عِبَاده "الْحَمِيد" لِاَوْلِيَائِهِ،

اسی کی بادشاہت میں ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک اللہ ہی اپنے بندوں سے بے نیاز، اپنے دوستوں کیلئے قابلِ ستائش ہے

چونکہ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا خالق ومالک ہے۔لہٰذا ہر چیز اپنی ہستی اور اس کی بقاء تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی محتاج ہوئی۔ جبکہ وہ خود کسی کا محتاج نہیں۔تمام کائنات کے وجود سے پہلے بھی اس کی ہستی قائم ودائم تھی اور وجود کے بعد بھی وہ اس سے بے نیاز ہے۔ لہٰذا کوئی اس کی حمد وثنا بیان کرے یا نہ کرے اس سے اسے کچھ فرق نہیں پڑتا (البتہ حمد وثنا بیان کرنے والے کی اپنی ذات کو ضرور فائدہ پہنچ جاتا ہے) کیونکہ وہ اپنی ذات میں خود ہی محمود ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ یُمْسِكُ |
| السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ |

| |
|---|
| کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمہاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین میں ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں |
| اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ یقیناً |
| لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## زمینی چیزوں کی تسخیر کا بیان

"أَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "أَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ" مِنَ الْبَهَائِم "وَالْفُلْكَ" السُّفُن "تَجْرِي فِي الْبَحْرِ" لِلرُّكُوبِ وَالْحَمْل "بِأَمْرِهِ" بِإِذْنِهِ "وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ" مِنْ "أَنْ" أَوْ لِئَلَّا "تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ" فَتَهْلِكُوا "إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ" فِي التَّسْخِير وَالْإِمْسَاك

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمہاری خاطر مسخر کر دیا ہے جو کچھ زمین حیوانات میں سے ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سواری اور بوجھ اٹھاتے ہوئے سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں۔ اور وہ آسمان کو تھامے رکھتا ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے کہ کہیں وہ ہلاک ہو جائیں مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ تسخیر اور امساک میں یقیناً لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

یعنی زمین کی سب چیزوں کو انسان کا مسخر بنا دیا۔ مسخر بنانے کے ظاہری اور عام معنے یہ سمجھے جاتے ہیں کہ وہ اس کے حکم کے تابع چلے۔ اس معنے کے لحاظ سے یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ زمین کے پہاڑ اور دریا اور درندے پرندے اور ہزاروں چیزیں انسان کے حکم کے تابع تو نہیں چلتے مگر کسی چیز کو کسی شخص کی خدمت میں لگا دینا جو ہر وقت یہ خدمت انجام دیتی رہے یہ بھی درحقیقت اس کے لئے تسخیر ہی ہے اگر چہ وہ اس کے حکم سے نہیں بلکہ مالک حقیقی کے حکم سے یہ خدمت انجام دے رہی ہے۔ اسی لئے یہاں ترجمہ تسخیر کا کام میں لگا دینے سے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بھی تھا کہ ان سب چیزوں کو انسان کا تابع حکم بھی بنا دیتے مگر اس کا نتیجہ خود انسان کے حق میں مضر پڑتا، کیونکہ انسانوں کی طبائع، خواہشات اور ضرورتیں مختلف ہوتی ہیں ایک انسان دریا کو اپنا رخ دوسری طرف موڑنے کا حکم دیتا اور دوسرا اس کے خلاف تو انجام بجز فساد کے کیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ان سب چیزوں کو تابع حکم تو اپنا ہی رکھا مگر تسخیر کا جو اصل فائدہ تھا وہ انسان کو پہنچا دیا۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِيٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُورٌ ۝ |
| اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی پھر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں زندگی دے گا۔ بیشک انسان ہی بڑا ناشکر گزار ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ہی زندگی موت دینے والا ہے

"وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ" بِالْإِنْشَاءِ "ثُمَّ يُمِيتُكُمْ" عِنْدَ انْتِهَاءِ آجَالِكُمْ "ثُمَّ يُحْيِيكُمْ" عِنْدَ الْبَعْث "إِنَّ الْإِنْسَان" أَيْ: الْمُشْرِك "لَكَفُور" لِنِعَمِ اللّٰهِ بِتَرْكِهِ تَوْحِيده،

اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی پھر عمر ختم ہو جانے پر تمہیں موت دیتا ہے پھر تمہیں بعث کے وقت دوبارہ زندگی دے گا۔

بیشک انسان یعنی مشرک ہی اللہ کی نعمتوں پر بڑا ناشکرگزار ہے۔ کیونکہ اس نے عقیدہ توحید چھوڑ رکھا ہے۔
انسان کو اللہ کا زندگی بخشنا ایسا احسان ہے جسے ہر شخص احسان سمجھتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا انسان کو موت دینا اس لحاظ سے احسان ہے کہ اگر آدم سے لے کر موجودہ دور تک تمام مخلوق زندہ رہتی۔ تو انسان کو زمین پر کھڑا ہونے کو بھی جگہ نہ ملتی۔ وسائل معاش اور ضروریات زندگی کا مہیا ہونا تو دور کی بات ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ساتھ ہی ساتھ پہلوں کو موت کی نیند سلا کر آنے والوں کے لئے جگہ اور ضروریات زندگی مہیا کر دیتا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد زندہ کرنا پھر ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دینا بھی اللہ تعالیٰ کا انسان پر احسان عظیم ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اس اخروی زندگی اور اس کی تفصیلات سے بذریعہ وحی مطلع کر کے انجام سے خبردار نہ کرتا تو طاقتور اور درندہ صفت انسان کمزور انسانوں کو کچا چبا ڈالتے اور انہیں کبھی جینے کا حق نہ دیتے۔ جس کا بالآخر نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا میں مسلسل جنگ اور بدامنی کی وجہ سے انسان کا وجود ہی صفحہ ہستی سے ختم ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے اتنے احسانات کے باوجود انسان کی حالت یہ ہے کہ وہ نہ کسی ایسے حقائق پر غور کرتا ہے اور نہ اللہ کے ان احسانات کے لئے اس کا شکرگزار ہوتا ہے۔

| |
|---|
| لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ؕ |
| اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
| ہر امت کے لیے ہی ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں، سو وہ تجھ سے |
| اس معاملے میں ہرگز جھگڑا نہ کریں اور تو اپنے رب کی طرف دعوت دے، بے شک تو یقیناً سیدھے راستے پر ہے۔ |

## ہر امت کیلئے عبادت کے طرق کا بیان

"لِكُلِّ أُمَّة جَعَلْنَا مَنْسَكًا" بِفَتْحِ السِّين وَكَسْرهَا شَرِيعَة "هُمْ نَاسِكُوهُ" عَامِلُونَ بِهِ "فَلَا يُنَازِعُنَّك" يُرَاد بِهِ لَا تُنَازِعهُمْ "فِي الْأَمْر" أَيْ أَمْر الذَّبِيحَة إذْ قَالُوا : مَا قَتَلَ اللَّه أَحَقّ أَنْ تَأْكُلُوهُ مِمَّا قَتَلْتُمْ "وَادْعُ إلَى رَبّك" إلَى دِينه "إنَّك لَعَلَى هُدًى" دِين

ہر امت کے لیے ہی ہم نے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے۔ لفظ منسک سین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس کا معنی شریعت ہے۔ جس کے مطابق وہ عبادت کرنے والے ہیں، یعنی عمل کرنے والے ہیں۔ لہٰذا وہ آپ سے اس معاملے یعنی ذبیحہ کے معاملہ میں ہرگز جھگڑا نہ کریں کیونکہ جب انہوں نے جس کو اللہ نے مارا ہے وہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس کو کھالیا جائے بہ نسبت اس کے جس کو تم نے ذبح کیا۔ اور آپ اپنے رب کی طرف یعنی اس کے دین کی طرف بلائیں۔ بے شک آپ یقیناً سیدھے راستے یعنی دین پر ہیں۔

## سورہ حج آیت ۶۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت بدیل ابن ورقاء اور بشر بن سفیان اور یزید ابن خنیس کے حق میں نازل ہوئی ان لوگوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کیا سبب ہے جس جانور کو تم خود قتل کرتے ہو اسے تو کھاتے ہو اور جس کو اللہ مارتا ہے اس کو نہیں کھاتے اس پر یہ

آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حج، لاہور)

منسک کا لفظ اگرچہ حج کے شعائر و احکام اور ادائیگی سے مختص ہو گیا ہے اور مناسک حج سے مراد اعمال اور ارکان حج ادا کرنے کے مقامات، قاعدے اور طریقے ہے اور نسک اس قربانی کو کہتے ہیں جو حج کے دوران کی جاتی ہے۔ تاہم اس لفظ کے معانی میں یہ وسعت ہے کہ اس کا اطلاق تمام عبادات کے طریق کار پر ہوتا ہے اور یہ لفظ منہاج سے اخص ہے۔ منہاج کے معنی میں تمام شرعی احکام کی ادائیگی کا طریق کار شامل ہے اور یہ طریق کار بھی اللہ ہی کی طرف سے بتلایا جاتا ہے اور منسک کا اطلاق صرف عبادات کے طریقے کار پر ہوتا ہے۔

عبادات کا طریق کار ہر نبی اور اس کی امت کے لئے مختلف رہا ہے اور اس میں وقت کے تقاضوں کو بھی ملحوظ رکھا جاتا رہا ہے۔ اور چونکہ یہ طریق کار بھی اللہ ہی طرف سے ہوتا ہے لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس بارے میں آپ سے بحث یا جھگڑا کرے۔ کیونکہ اس زمانہ میں یہی طریق کار درست اور برحق ہے۔ جو آپ کو بتلایا جارہا ہے۔

## اصول دین کے متفق ہونے کا بیان

تمام انبیاء اصولِ دین میں متفق رہے ہیں۔ البتہ ہر امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بندگی کی صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف مقرر کی ہیں۔ جن کے موافق وہ امتیں خدا کی عبادت بجالاتی رہیں۔ اس امت محمدی کے لیے بھی ایک خاص شریعت بھیجی گئی لیکن اصل دین ہمیشہ سے ایک ہی رہا۔ بجز اللہ کے کبھی کسی دوسری چیز کی عبادت مقرر نہیں کی گئی۔

| |
|---|
| وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| اگر وہ آپ سے جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے: اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن |
| ان تمام باتوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے تھے۔ |

## اہل ایمان اور کفار کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ ہو جانے کا بیان

"وَاِنْ جَادَلُوكَ" فِي أَمْرِ الدِّين "فَقُلْ اللّٰه أَعْلَم بِمَا تَعْمَلُونَ" فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ وَهٰذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ "اَللّٰه يَحْكُم بَيْنكُمْ" أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ وَالْكَافِرُونَ "يَوْم الْقِيَامَة فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ" بِأَنْ يَقُول كُلّ مِنْ الْفَرِيقَيْنِ خِلَاف قَوْل الْآخَر

اگر وہ آپ سے دین کے معاملہ میں جھگڑا کریں تو آپ فرما دیجئے: اللہ بہتر جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔ پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔ اور یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔ اے ایمان والو اور کافرو! اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن ان تمام باتوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے تھے۔ کیونکہ تم میں سے ہر ایک گروہ دوسرے کے خلاف کہا کرتا تھا۔

یعنی بیان اور اظہار حجت کے بعد بھی اگر یہ جھگڑے سے باز نہ آئیں تو ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیں کہ اللہ تعالیٰ ہی

تمہارے اختلافات کا فیصلہ قیامت والے دن فرمائے گا، پس اس دن واضح ہو جائے گا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے؟ کیونکہ وہ اس کے مطابق سب کو جزادے گا۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ فِىْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ |
| کیا تو نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بے شک یہ ایک کتاب میں درج ہے، |
| بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ |

## زمین وآسمان کی ہر چیز کا لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہونے کا بیان

"اَلَمْ تَعْلَمْ" اِلاسْتِفْهَام فِيهِ لِلتَّقْرِيرِ "اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَم مَا فِى السَّمٰوَات وَالْاَرْض اِنَّ ذٰلِكَ" أَىْ مَا ذُكِرَ "فِى كِتَاب" هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ "اِنَّ ذٰلِكَ" أَىْ عِلْم مَا ذُكِرَ "عَلَى اللّٰه يَسِير" سَهْل

کیا آپ نے نہیں جانا، یہ استفہام تقریری ہے کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یعنی کو ذکر کیا گیا ہے بے شک یہ ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ یعنی ایسا کرنا اللہ کیلئے آسان ہے۔

## ہر چیز کا علم الٰہی میں ہونے کا بیان

رب کے کمال علم کا بیان ہو رہا ہے کہ زمین وآسمان کی ہر چیز اس کے علم کے احاطہ میں ہے ایک ذرہ بھی اس سے باہر نہیں کائنات کے وجود سے پہلے ہی کائنات کا علم اسے تھا بلکہ اس نے لوح محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے جب کہ اس کا عرش پانی پر تھا مخلوق کی تقدیر لکھی۔ سنن کی حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے دریافت کیا کہ کیا لکھوں؟ فرمایا جو کچھ ہونے والا ہے پس قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اسے قلم نے قلم بند کر دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سو سال کی راہ میں اللہ نے لوح محفوظ کو پیدا کیا اور مخلوق کی پیدائش سے پہلے جب کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تھا قلم کو لکھنے کا حکم دیا اس نے پوچھا کیا لکھوں فرمایا میرا علم جو مخلوق کے متعلق قیامت کا ہے۔ پس قلم چل پڑا اور قیامت تک کے ہونے والے امور جو علم الٰہی میں ہے اس نے لکھ لئے۔ پس اسی کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت میں فرما رہا ہے کہ کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی ہر ایک چیز کا میں عالم ہوں۔ پس یہ اس کا کمال علم ہے کہ چیز کے وجود سے پہلے اسے معلوم ہے بلکہ لکھ بھی لیا ہے اور وہ سب یوں ہی واقع میں ہونے والا ہے۔ اللہ کو بندوں کے تمام اعمال کا علم ان کے عمل سے پہلے ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کرنے سے پہلے اللہ جانتا تھا، ہر فرماں بردار اور نافرمان اس کے علم میں تھا اور اس کی کتاب میں لکھا ہوا تھا اور ہر چیز اس کے علمی احاطے کے اندر ہی اندر اور یہ امر اللہ پر مشکل بھی نہ تھا سب کتاب میں تھا اور رب پر بہت ہی آسان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

| |
|---|
| وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ |

| |
|---|
| اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور جس کا انہیں کچھ علم نہیں |
| اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ |

## بتوں کی پوجا کرنے والوں کے پاس کوئی حجت نہ ہونے کا بیان

"وَيَعْبُدُونَ" أَيْ الْمُشْرِكُونَ "مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ" هُوَ الْأَصْنَام "سُلْطَانًا" حُجَّة "وَمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهِ عِلْم" أَنَّهَا آلِهَة "وَمَا لِلظَّالِمِينَ" بِالْإِشْرَاكِ "مِنْ نَصِير" يَمْنَع عَنْهُمْ عَذَاب اللّٰه

اور وہ یعنی مشرکین اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جس کی اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور وہ بت ہیں۔اور جس کا انہیں کچھ بھی علم نہیں اور ظالموں کا اشراک کی وجہ سے کوئی مددگار نہیں۔جوان سے اللہ کے عذاب کو روک لے۔

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ بحیرہ وہ جانور ہے کہ جس کا دودھ بتوں کے لئے وقف کر دیا جائے اور پھر لوگوں میں سے کوئی آدمی بھی اس جانور کا دودھ نہ دوھ سکے اور سائبہ وہ جانور ہے کہ جو مشرکین اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے تھے اور اس جانور پر کوئی بوجھ بھی نہیں لادتے تھے ابن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ وہ دوزخ میں اپنی انتڑیاں گھسیٹتے ہوئے پھر رہا ہے اور سب سے پہلے اس نے جانوروں کو سانڈھ بنایا تھا۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2692)

| |
|---|
| وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ؕ يَكَادُوْنَ |
| يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ اَلنَّارُ ؕ |
| وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات کی تلاوت کی جائے تو تو ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار |
| پہچان لے گا، قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کر دیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ کہہ دے تو کیا میں تمھیں |
| اس سے بری چیز بتاؤں؟ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جنھوں نے کفر کیا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ |

## قرآن کی تلاوت پر کفار کی ناپسندیدگی کے اظہار کا بیان

"وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتنَا" مِنْ الْقُرْآن "بَيِّنَات" ظَاهِرَات حَال "تَعْرِف فِي وُجُوه الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَر" أَيْ الْإِنْكَار لَهَا : أَيْ أَثَره مِنْ الْكَرَاهَة وَالْعُبُوس "يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتنَا" أَيْ يَقَعُونَ فِيهِمْ بِالْبَطْشِ "قُلْ أَفَأُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذَلِكُمْ" بِأَكْرَه إِلَيْكُمْ مِنْ الْقُرْآن الْمَتْلُوّ عَلَيْكُمْ هُوَ "النَّار وَعَدَهَا اللّٰه الَّذِينَ كَفَرُوا" بِأَنَّ مَصِيرهمْ إِلَيْهَا "وَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ

اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات یعنی قرآن کی تلاوت کی جائے۔ یہاں پر بینات یہ ظاہرات کے معنی میں حال ہے۔ آپ ان لوگوں کے چہروں میں جنھوں نے کفر کیا، صاف انکار پہچان لے گا، یعنی ان کے چہروں پر ناپسندیدگی وناگواری کے اثرات نظر آتے ہیں۔ قریب ہوں گے کہ ان لوگوں پر حملہ کردیں جو ان پر ہماری آیات کی تلاوت کریں۔ یعنی ان کو سختی سے پکڑ لیں فرمادیں تو کیا میں تمھیں اس سے بری چیز بتاؤں؟ یعنی اس قرآن سننے سے بھی تمہارے لئے وہ زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ وہ آگ ہے جس کا اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے، جنھوں نے کفر کیا کیونکہ تمہیں اس میں ڈالا جائے گا۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تتلی۔ مضارع مجہول واحد مونث غائب۔ بمعنی جمع مونث غائب تلاوۃ مصدر (جب) وہ پڑھی جاتی ہیں۔ یا اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ بینت۔ وضاحت کے ساتھ۔ کھول کھول کر۔ صاف صاف آیت سے حال ہے۔

تعرف۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے گا۔ تو پہچانا گا۔ بمعنی تو دیکھے گا، تو پہچان لیتا ہے۔ معرفۃ وعرفان مصدر۔ (باب ضرب)۔ المنکر۔ ناخوشی۔ ناخوشی ونفرت کے آثار۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وہ قول وفعل جس کو عقل سلیم برا جانتی ہو یا شریعت نے اسے برا قرار دیا ہو۔ یعنی جب ہماری آیات ان کو وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر سنائی جاتی ہیں تو تو ان کے چہرے پر ناپسندیدگی اور نفرت کے آثار دیکھے گا۔

یکادون۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کاد یکاد کود (باب سمع) کا داصل میں کود تھا۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اور افعال ناقصہ کی طرح عمل کرتا ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ کاد اگر بصورت اثبات ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا گو قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے کاد یزیغ قلوب فریق منهم ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کج ہونے کے قریب پہنچ ہی گئے تھے۔ لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے۔

اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فذبحوھا وما کادوا یفعلون ، پھر انہوں نے اسے ذبح کیا۔ گو وہ ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ (یعنی بہانے بنا چکے تھے) کبھی یہ زائد ہوتا ہے اور صرف وصل کلام کے لئے آتا ہے۔ جیسے اذا اخرج یدہ لم یکد یرھا۔ جب آدمی اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔ ای لم یرھا۔

یسطون۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سطوۃ مصدر۔ وہ حملہ کردیں۔ سطا یسطو، بہ وعلیہ۔ کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ سطو وسطوۃ مصدر۔ یکادون یسطون بالذین یتلون علیھم ایتنا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ (کافر لوگ) ان پر جو کافروں کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں جھپٹ ہی پڑیں گے (ایتنا جمع مونث سالم کا اعراب بحالت نصب وجر کسرہ کے ساتھ آتا ہے)۔

افانبئکم۔ ہمزہ استفہامیہ۔ ف زائد انبیء مضارع واحد متکلم تنبئۃ سے تفعیل مصدر، ک ضمیر ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاؤں۔ کیا میں تم کو خبر دوں۔

لشر۔ برائی۔ شر۔ شر وہ چیز ہے جس سے ہر ایک کراہت کرتا ہے۔ خیر کی ضد ہے یہاں بمعنی افعل آیا ہے یعنی بدتر۔ زیادہ نقصان دہ۔ مکروہ تر۔ اسی سے شریر وشرارۃ ہے کہ ہر دو میں کراہت ونقصان کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور اس سے شرر بمعنی چنگاری ہے۔ آگ کی چنگاری کو شرر اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے ترمی بشرر کالقصر، اس سے آگ کی (اتنی اتنی بڑی) چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔

النار۔ النار ھی النار۔ (کہ جس کا مبتدا محذوف ہے)۔ المصیر۔ ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرارگاہ۔ صار یصیر (ضرب) سے اسم ظرف مکان نیز مصدر بھی ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ |
| اے لوگو! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، خواہ وہ اس کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کمزور ہے مانگنے والا اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ |

## مکھی سے واپس اپنا حق نہ لے سکنے والوں کی عبادت کے عجب کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس" أَيْ أَهْل مَكَّة "ضُرِبَ مَثَل فَاسْتَمِعُوا لَهُ" وَهُوَ "إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُون اللَّه" أَيْ غَيْره وَهُمْ الْأَصْنَام "لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا" اسْم جِنْس وَاحِده ذُبَابَة يَقَع عَلَى الْمُذَكَّر وَالْمُؤَنَّث "وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ" لِخَلْقِهِ "وَإِنْ يَسْلُبهُمْ الذُّبَاب شَيْئًا" مِمَّا عَلَيْهِمْ مِنْ الطِّيب وَالزَّعْفَرَان الْمُلَطَّخِينَ بِهِ "لَا يَسْتَنْقِذُوهُ" لَا يَسْتَرِدُّوهُ "مِنْهُ" لِعَجْزِهِمْ فَكَيْفَ يَعْبُدُونَ شُرَكَاء اللَّه تَعَالَى؟ وَهَذَا أَمْر مُسْتَغْرَب عَبَّرَ عَنْهُ بِضَرْبِ مَثَل "ضَعُفَ الطَّالِب" الْعَابِد "وَالْمَطْلُوب" الْمَعْبُود

اے لوگو! اے اہل مکہ! ایک مثال بیان کی گئی ہے، سو اسے غور سے سنو! اور وہ یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، جو بت وغیرہ ہیں۔ ہرگز ایک مکھی پیدا نہیں کریں گے، یہاں پر ذباب اسم جنس ہے جس کی واحد ذبابہ ہے جس کا اطلاق مذکر ومؤنث دونوں پر ہوتا ہے۔ خواہ وہ اس کو بنانے کے لیے جمع ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے۔ خواہ وہ پاکیزہ اور زعفران ہو۔ وہ اسے اس سے چھڑا نہ پائیں گے۔ کیونکہ وہ کمزور ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ان معبودوں کو کیوں شریک بنایا ہوا ہے اور یہ معاملہ عجیب ہے اسی وجہ سے اس کو ضرب مثل سے بیان کیا گیا ہے۔ مانگنے والا یعنی عابد کمزور ہے اور وہ بھی جس سے مانگا گیا۔ یعنی جو معبود ہے وہ بھی کمزور ہے۔

ضرب مثل کا لفظ عام طور پر جو کسی خاص قصہ کی تمثیل کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں ضرب مثل سے یہ صورت مراد نہیں بلکہ

شرک وبت پرستی کی حماقت کو ایک واضح مثال سے بیان کرتا ہے کہ یہ بت جن کو تم لوگ اپنا کارساز سمجھتے ہو یہ تو ایسے بیکس بے بس ہیں کہ سب ملا کر ایک مکھی جیسی حقیر چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور پیدا کرنا تو بڑا کام ہے تم روز ان کے سامنے مٹھائی اور پھل وغیرہ کھانے کی چیزیں رکھتے ہو اور مکھیاں اس کو کھا جاتی ہیں، ان سے اتنا تو ہوتا نہیں کہ مکھیوں سے اپنی چیز ہی کو بچالیں یہ تمہیں کسی آفت سے کیا بچائیں گے اسی لئے آخر آیت میں ان کی جہالت اور بیوقوفی کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ یعنی جس کا معبود ہی ایسا بے بس ہو اس کا عابد اس سے بھی زیادہ کمزور ہوگا۔

| |
|---|
| مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ○ |
| ان نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنا چاہئے تھی۔ بیشک اللہ بڑی قوت والا، غالب ہے۔ |

## اللہ کی قدر کی جائے جیسا اس کا حق ہے

"مَا قَدَرُوا اللّٰه" عَظَّمُوهُ "حَقّ قَدْره" عَظَمَته إِذْ أَشْرَكُوا بِهِ مَا لَمْ يَمْتَنِع مِنْ الذُّبَاب وَلَا يَنْتَصِف مِنْهُ "إِنَّ اللّٰه لَقَوِيّ عَزِيز" غَالِب

ان (کافروں) نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنا چاہئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے ان چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جو مکھی سے بھی حفاظت نہیں کر سکتے اور نہ اس سے اپنا حق لے سکتے ہیں۔ بیشک اللہ بڑی قوت والا غالب ہے۔

اور اس کی عظمت نہ پہچانی جنہوں نے ایسوں کو خدا کا شریک کیا جو مکھی سے بھی کمزور ہیں معبود وہی ہے جو قدرت کاملہ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کی بیبس مخلوق کو اس کا ہمسر اور شریک قرار دے لیتے ہیں۔ اگر ان کو اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت، اس کی قدرت وطاقت اور اس کی بے پناہی کا صحیح صحیح اندازہ اور علم ہو تو وہ کبھی اس کی خدائی میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ○ |
| اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی، بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ نے رسولان گرامی کا انتخاب فرمالیا ہے

"اللّٰه يَصْطَفِي مِنْ الْمَلَائِكَة رُسُلًا وَمِنْ النَّاس" رُسُلًا وَنَزَلَ لَمَّا قَالَ الْمُشْرِكُونَ "أَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْر مِنْ بَيْننَا" "إِنَّ اللّٰه سَمِيع" لِمَقَالَتِهِمْ "بَصِير" بِمَنْ يَتَّخِذهُ رَسُولًا كَجِبْرِيل وَمِيكَائِيل وَإِبْرَاهِيم وَمُحَمَّد وَغَيْرهمْ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِمْ وَسَلَّمَ

اللہ فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے چنتا ہے اور لوگوں سے بھی رسولان گرامی کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے کہا کہ کیا ہم میں سے صرف انہی پر ذکر یعنی قرآن نازل کیا گیا ہے۔ بے شک اللہ ان کی باتوں کو سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ جس کو اس نے رسول بنایا ہے جس طرح حضرت جبرائیل ومیکائیل ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی

مکرم حضرت محمد ﷺ ہیں۔

## سورہ حج آیت ۷۵ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان کفار کے رد میں نازل ہوئی جنہوں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا تھا اور کہا تھا کہ بشر کیسے رسول ہوسکتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اللہ مالک ہے جسے چاہے اپنا رسول بنائے وہ انسانوں میں سے بھی رسول بناتا ہے اور ملائکہ میں سے بھی جنہیں چاہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حج، لاہور)

| |
|---|
| يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ |
| وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کا انسانوں کے نامہ اعمال سے واقف ہونے کا بیان

"يَعْلَم مَا بَيْن أَيْدِيهمْ وَمَا خَلْفهمْ" أَيْ مَا قَدَّمُوا وَمَا خَلَّفُوا وَمَا عَمِلُوا وَمَا هُمْ عَامِلُونَ بَعْد

وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے یعنی جو کچھ پہلے بھیج چکے ہو اور جو کچھ بعد میں بھیجتا ہے۔ اور وہ اس کے بعد کوئی عمل نہیں کرتے۔ اور اللہ ہی کی طرف سب کام لوٹائے جاتے ہیں۔

جب تمام معاملات کا مرجع اللہ ہی ہے تو پھر انسان اس کی نافرمانی کر کے کہاں جا سکتا ہے اور اس کے عذاب سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ کیا اس کے لئے یہ بہتر نہیں ہے کہ وہ اس کی اطاعت اور فرماں برداری کا راستہ اختیار کر کے اس کی رضا حاصل کرے؟ چنانچہ اگلی آیت میں اس کی صراحت کی جارہی ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! رکوع کرو اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا" أَيْ صَلُّوا "وَاعْبُدُوا رَبّكُمْ" وَحِّدُوهُ "وَافْعَلُوا الْخَيْر" كَصِلَةِ الرَّحِم وَمَكَارِم الْأَخْلَاق "لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" تَفُوزُونَ بِالْبَقَاءِ فِي الْجَنَّة

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو یعنی نماز پڑھو۔ اور اپنے رب کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو اور نیکی کرو، جس طرح صلہ رحمی اور اچھے اخلاق ہیں۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ یعنی بقاء کے ساتھ کامیاب ہو کر جنت کو حاصل کرسکو۔

## سورہ حج کی آیت ۷۷ کے سجدہ ہونے یا نہ ہونے میں فقہی مذاہب اربعہ

سورہ حج میں ایک آیت تو پہلے گزر چکی ہے جس پر سجدہ تلاوت کرنا باتفاق واجب ہے۔ اس آیت پر جو یہاں مذکور ہے سجدہ

تلاوت کے وجوب میں ائمہ کا اختلاف ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت پر سجدہ تلاوت واجب نہیں کیونکہ اس میں سجدہ کا ذکر رکوع وغیرہ کے ساتھ آیا ہے جس سے نماز کا سجدہ مراد ہونا ظاہر ہے جیسے وَاسْجُدِیْ وَارْکَعِیْ مَعَ الرّٰکِعِیْنَ میں سب کا اتفاق ہے کہ سجدہ نماز مراد ہے اس کی تلاوت کرنے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اسی طرح آیت مذکورہ پر بھی سجدہ تلاوت واجب نہیں۔امام شافعی، امام احمد وغیرہ کے نزدیک اس آیت پر بھی سجدہ تلاوت واجب ہے ان کی دلیل ایک حدیث ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ سورہ حج کو دوسری سورتوں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں دو سجدہ تلاوت ہیں۔امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک اس روایت کے ثبوت میں کلام ہے۔

| |
|---|
| وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ |
| مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَ فِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ |
| شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ |
| وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ |
| اور اللہ کے بارے میں جہاد کرو جیسا اس کے جہاد کا حق ہے۔اسی نے تمہیں چنا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، |
| اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق۔اسی نے تمہارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے اور اس (کتاب) میں بھی، تاکہ رسول |
| تم پر شہادت دینے والا بنے اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔سو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، |
| وہی تمہارا مالک ہے، سو اچھا مالک ہے اور اچھا مددگار ہے۔ |

## قیام دین کیلئے جہاد کرنے کا بیان

"وَجَاهَدُوا فِي اللّٰه" لِإِقَامَةِ دِينه "حَقّ جِهَاده" بِاسْتِفْرَاغِ الطَّاقَة فِيهِ وَنُصِبَ حَقّ عَلَى الْمَصْدَر "هُوَ اجْتَبَاكُمْ" اخْتَارَكُمْ لِدِينِهِ "وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّين مِنْ حَرَج" أَيْ ضِيق بِأَنْ سَهَّلَهُ عِنْد الضَّرُورَات كَالْقَصْرِ وَالتَّيَمُّم وَأَكْل الْمَيْتَة وَالْفِطْر لِلْمَرَضِ وَالسَّفَر "مِلَّة أَبِيكُمْ" مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِض الْكَاف "إِبْرَاهِيم" عَطْف بَيَان "هُوَ" أَيْ اللّٰه "سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل هَذَا الْكِتَاب "وَفِي هَذَا" أَيْ الْقُرْآن "لِيَكُونَ الرَّسُول شَهِيدًا عَلَيْكُمْ" يَوْم الْقِيَامَة أَنَّهُ بَلَّغَكُمْ "وَتَكُونُوا" أَنْتُمْ "شُهَدَاء عَلَى النَّاس" أَنَّ رُسُلهمْ بَلَّغُوهُمْ "فَأَقِيمُوا الصَّلَاة" دَاوِمُوا عَلَيْهَا "وَآتُوا الزَّكَاة وَاعْتَصِمُوا بِاللّٰهِ" ثِقُوا بِهِ "هُوَ مَوْلَاكُمْ" نَاصِركُمْ وَمُتَوَلِّي أُمُوركُمْ "فَنِعْمَ الْمَوْلَى" هُوَ "وَنِعْمَ النَّصِير" النَّاصِر لَكُمْ

اور اللہ کے بارے میں یعنی اس کے دین کو قائم کرنے کیلئے جہاد کرو جیسا اس کے جہاد کا حق ہے۔ یعنی اپنی طاقت کے مطابق کرو۔ یہاں پر حق کو نصب مصدر ہونے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔ اسی نے تمہیں چنا ہے یعنی تمہیں تمہارے دین کیلئے منتخب کیا ہے۔ اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی، بلکہ تنگی کے وقت تم پر آسانی کی ہے جس طرح ضرورت کے وقت نماز قصر، تیمم، مردار کا کھانا اور مریض و مسافر کیلئے روزے کا افطار ہے۔ اپنے باپ ابراہیم کی ملت کے مطابق۔ یہاں پر لفظ ملۃ یہ حرف جار کاف کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ابراہیم یہ ابیکم سے عطف بیان ہے۔ اسی نے تمہارا نام مسلمین رکھا، اس سے پہلے یعنی اس کتاب سے پہلے اور اس کتاب یعنی قرآن مجید میں بھی، تا کہ رسول مکرم ﷺ تم پر قیامت کے دن شہادت دینے والے ہوں۔ اور تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو۔ کہ ان کے رسولان گرامی نے کماحقہ پیغام پہنچا دیا ہے۔ لہٰذا نماز قائم کرو یعنی اس پر ہمیشگی اختیار کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو مضبوطی سے پکڑو، یعنی اسی پر مضبوط رہو۔ وہی تمہارا مالک ہے، یعنی تمہاری مدد کرنے والا ہے۔ اور تمہارے معاملات کا متولی ہے۔ اور وہ کتنا اچھا مالک ہے اور تمہارے لئے کتنا اچھا مددگار ہے۔

## مسلمان کے نام میں عظمت ہونے کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں کہ تمہارے دین میں کوئی تنگی و سختی نہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ملۃ کا نصب بہ نزع خفض ہے گویا اصل میں کملتہ ابیکم تھا۔ اور ہوسکتا ہے کہ الزموا کو محذوف مانا جائے اور ملۃ کو اس کا مفعول قرار دیا جائے۔ اس صورت میں یہ اسی آیت کی طرح ہو جائے گا دینا قیما الخ، اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے، ابراہیم علیہ السلام سے پہلے۔ کیونکہ ان کی دعا تھی کہ ہم دونوں باپ بیٹوں کو اور ہماری اولادیں سے بھی ایک گروہ کو مسلمان بنادے۔

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ قول کچھ جچتا نہیں کہ پہلے سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پہلے سے ہو اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت کا نام اس قرآن میں مسلم نہیں رکھا۔ "پہلے سے" کے لفظ کے معنی یہ ہیں کہ پہلی کتابوں میں ذکر میں اور اس پاک اور آخری کتاب میں۔ یہی قول حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے اس امت کی بزرگی اور فضیلت کا بیان ہے ان کے دین کے آسان ہونے کا ذکر ہے۔

## دین اسلام کے سبب نجات کا بیان

پھر انہیں دین کی مزید رغبت دلانے کے لئے بتایا جا رہا ہے کہ یہ دین وہ ہے جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام لے کر آئے تھے پھر اس امت کی بزرگی کے لئے اور انہیں مائل کرنے کے لئے فرمایا جا رہا ہے کہ تمہارا ذکر میری سابقہ کتابوں میں بھی ہے۔ مدتوں سے انبیاء کی آسمانی کتابوں میں تمہارے چرچے چلے آ رہے ہیں۔ سابقہ کتابوں کے پڑھنے والے تم سے خوب آگاہ ہیں پس اس قرآن سے پہلے اور اس قرآن میں تمہارا نام مسلم ہے اور خود اللہ کا رکھا ہوا ہے۔ نسائی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "جو شخص جاہلیت کے دعوے اب بھی کرے (یعنی باپ دادوں پر حسب نسب پر فخر کرے دوسرے مسلمانوں کو کمینہ اور ہلکا خیال کرے)

وہ جہنم کا ایندھن" ہے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چہ وہ روزے رکھتا ہو؟ اور نمازیں بھی پڑھتا ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اگر چہ وہ روزے دار اور نمازی ہو۔ یعنی مسلمین، مومنین اور عباد اللہ۔

ہم نے تمہیں عادل عمدہ بہتر امت اسلئے بنایا ہے اور اس لئے تمام امتوں میں تمہاری عدالت کی شہرت کردی ہے کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر شہادت دو۔ تمام اگلی امتیں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور فضیلت کا اقرار کریں گی۔ کہ اس امت کو اور تمام امتوں پر سرداری حاصل ہے اس لئے ان کی گواہی اس پر معتبر مانی جائے گی۔ اس بارے میں کہ اس کے رسولوں نے اللہ کا پیغام انہیں پہنچایا ہے، وہ تبلیغ کا فرض ادا کر چکے ہیں اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم امت پر شہادت دیں گے کہ آپ نے انہیں دین پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حج، بیروت)

امام ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں حضرت وہیب بن ورد سے روایت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم اپنے غصے کے وقت تو مجھے یاد کر لیا کر۔ میں بھی اپنے غضب کے وقت تجھے معاف فرما دیا کروں گا۔ اور جن پر میرا عذاب نازل ہوگا میں تجھے ان میں سے بچالونگا۔ برباد ہونے والوں کے ساتھ تجھے برباد نہ کروں گا۔ اے ابن آدم جب تجھ پر ظلم کیا جائے تو صبر وضبط سے کام لے، مجھ پر نگاہیں رکھ، میری مدد پر بھروسہ رکھ میری امداد پر راضی رہ، یاد رکھ میں تیری مدد کروں یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تو آپ اپنی مدد کرے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ حج، بیروت)

## سورہ الحج کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ الحج کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْن

## یہ قرآن مجید کی سورت مؤمنون ہے

## سورت مؤمنون کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ ( مَكِّيَّة وَ آيَاتُهَا 118 أَوْ 119 نَزَلَتْ بَعْدَ الْأَنْبِيَاء )

سورہ مؤمنون مکیہ ہے، اس میں چھ ۶ رکوع اور ایک سو اٹھارہ آیات ہیں اور ایک ہزار آٹھ سو چالیس کلمات اور چار ہزار آٹھ سو دو حروف ہیں۔ یہ سورت سورہ انبیاء کے بعد نازل ہوئی ہے۔

## سورہ مؤمنون کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کے شروع کی آیات میں اہل ایمان کے اوصاف اور اس کے بعد ان کے مقام آخرت کو بیان کیا گیا ہے پس اسی سبب سے اس سورت مبارکہ کا نام سورہ مؤمنون ہے۔

## سورہ مؤمنون کے شان نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کے پاس شہد کی مکھی کی طرح گنگناہٹ محسوس ہوئی۔ ایک مرتبہ وحی نازل ہوئی ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ دیر ٹھہرے۔ جب وہ حالت ختم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلے کی طرف رخ کیا اور دونوں ہاتھ بلند کئے اور یہ دعا کی اے اللہ! ہمیں اور زیادہ دے اور کم نہ کر۔ ہمیں عزت دے ذلیل نہ کر۔ ہمیں عطا کر محروم نہ کر۔ ہمیں غالب کر مغلوب نہ کر۔ ہمیں بھی راضی کر اور خود بھی ہم سے راضی ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی دس آیات نازل کی گئی ہیں کہ اگر کوئی ان پر عمل کرے گا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت مومنون کی پہلی دس آیات پڑھیں قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1119)

| |
|---|
| قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ |
| وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا |
| مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ |

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۝

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۝

بیشک ایمان والے مراد پا گئے۔ جو لوگ اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے (ہر وقت) کنارہ کش رہتے ہیں۔ اور جو (ہمیشہ) زکوٰۃ ادا (کر کے اپنی جان و مال کو پاک) کرتے رہتے ہیں۔ اور جو (دائما) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جو ان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں، بیشک (احکام شریعت کے مطابق ان کے پاس جانے سے) ان پر کوئی ملامت نہیں۔ پھر جو شخص ان (حلال عورتوں) کے سوا کسی اور کا خواہش مند ہوا تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے (سرکش) ہیں۔ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی (مداومت کے ساتھ) حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ (جنت کے) وارث ہیں۔ یہ لوگ جنت کے سب سے اعلیٰ باغات کی وراثت پائیں گے، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔

## سورہ مؤمنون کی ابتدائی آیات میں اہل جنت کے اوصاف کا بیان

"قَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "أَفْلَحَ" فَازَ، "الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ" مُتَوَاضِعُونَ "وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْو" مِنْ الْكَلَام وَغَيْره "وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ" مُؤَدُّونَ "وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ" عَنْ الْحَرَام "إلَّا عَلَى أَزْوَاجهمْ" أَيْ مِنْ زَوْجَاتهمْ "أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانهمْ" أَيْ السَّرَارِي "فَإِنَّهُمْ غَيْر مَلُومِينَ" فِي إتْيَانهنَّ

"فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِكَ" مِنْ الزَّوْجَات وَالسَّرَارِي كَالِاسْتِمْنَاءِ بِالْيَدِ فِي إتْيَانهنَّ "فَأُولَئِكَ هُمْ الْعَادُونَ" الْمُتَجَاوِزُونَ إلَى مَا لَا يَحِلّ لَهُمْ

"وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ" جَمْعًا وَمُفْرَدًا "وَعَهْدهمْ" فِيمَا بَيْنهمْ أَوْ فِيمَا بَيْنهمْ وَبَيْن اللَّه مِنْ صَلَاة وَغَيْرهَا "رَاعُونَ" حَافِظُونَ

"وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَوَاتهمْ" جَمْعًا وَمُفْرَدًا "يُحَافِظُونَ" يُقِيمُونَهَا فِي أَوْقَاتهَا "أُولَئِكَ هُمْ الْوَارِثُونَ" لَا غَيْرهمْ "الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْس" هُوَ جَنَّة أَعْلَى الْجِنَان "هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" فِي ذَلِكَ إشَارَة إلَى الْمَعَاد وَيُنَاسِبهُ ذِكْر الْمَبْدَأ بَعْده"

یہاں پر قد تحقیق کیلئے آیا ہے۔ بیشک ایمان والے مراد پا گئے۔ جو لوگ اپنی نماز میں عجز و نیاز کرتے ہیں۔ یعنی عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور جو بیہودہ باتوں سے ہر وقت کنارہ کش رہتے ہیں۔ اور جو ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حرام حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے یا ان باندیوں کے جو قید ہو کر ان کے ہاتھوں کی مملوک ہیں، بیشک (احکام

شریعت کے مطابق ان کے پاس جانے سے ) ان پر کوئی ملامت نہیں ۔ پھر جو شخص ان حلال عورتوں یعنی بیویوں اور باندیوں کے سوا کسی اور کا خواہش مند ہوا جس طرح استمناء بالید ہے تو ایسے لوگ ہی حد سے تجاوز کرنے والے سرکش ہیں ۔ یعنی جو ان کیلئے حلال نہیں ہے ۔ اور جو لوگ اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کی پاسداری کرنے والے ہیں ۔ امانات یہ جمع اور مفرد کیلئے بھی آتا ہے ۔ اور وعدے جو ان کے آپس میں اور جو ان کے درمیان اور اللہ کے درمیان جس طرح نماز وغیرہ ہے وہ رعایت کرتے ہیں یعنی حفاظت کرتے ہیں ۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔ یہاں پر صلوات کی دونوں قرأتیں جمع اور مفرد کی بھی ہے ۔ اور حفاظت سے مراد ان کے اوقات میں ان کو قائم کرتے ہیں ۔ یہی لوگ ( جنت کے ) وارث ہیں ۔ ان کے سوا نہیں ہیں ۔ یہ لوگ فردوس یعنی جنت کے سب سے اعلیٰ باغات کی وراثت بھی پائیں گے ، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ، اس میں معاد کی جانب اشارہ ہے اور اس کے بعد مبداء کا ذکر کرنا مناسب ہے ۔

## سورہ مؤمنوں کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ کی قریب شہد کی مکھی کی آواز کی مانند آواز سنی جاتی تھی چنانچہ ایک دن ( ہمارے سامنے ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی ہم تھوڑی دیر ٹھہرے رہے ( یعنی ہم اس انتظار میں رہے کہ نزول وحی کی جو سختی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہے وہ ختم ہو جائے ) جب سختی کی وہ کیفیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ قبلہ کی طرف کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض رساں ہوئے ۔ دعا ( اللّٰھم زدنا ولا تنقصنا واکرمنا ولا تھنا واعطنا ولا تحرمنا وأثرنا ولا توثر علینا وارضنا وارض عنا ) ۔ اے اللہ ! ہماری دنیاوی اور اخروی نعمتوں یا مسلمانوں کی تعداد میں زیادتی کر اور ان نعمتوں یا مسلمانوں میں کمی نہ کر ہمیں دنیا میں حاجت روائی کے ساتھ اور عقبیٰ میں بلندی درجات کے ذریعہ معزز بنا اور ہمیں ان چیزوں سے محروم رکھ کر ذلیل نہ کر ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرما اور ہمیں محروم نہ کر ! ہمیں اپنی رحمت وعنایت کے ذریعہ برگزیدہ بنا اور ہم پر غیروں اپنے لطف وکرم کے ذریعہ برگزیدہ نہ بنا یا کہ ہمارے دشمنوں کو ہم پر غالب نہ کر ہمیں اپنی قضاء قدر پر صبر و شکر کی توفیق عطا فرما کر راضی رکھ اور تو ہی ہماری تھوڑی سی بھی عبادت وطاعت پر ہم سے راضی ہو پھر آپ نے فرمایا ابھی مجھ پر دس آیتیں نازل ہوئی ہیں جو شخص ان پر عمل کرتا رہے وہ جنت میں نیکیوں کے ساتھ داخل ہوگا اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ( قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ) 23 ۔ المومنون : 1-10 ) دس آیتوں تک پڑھی ۔ ( احمد ، ترمذی ، مشکوٰۃ شریف : جلد دوم : حدیث نمبر 1025 )

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی نازل ہوتی تھی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کلام الٰہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے تو صحابہ حضرت جبرائیل کی آواز کو سنتے تو تھے مگر اسے سمجھ نہیں پاتے تھے جیسا کہ شہد کی مکھی کی آواز سنی تو جاتی ہے مگر سمجھ میں نہیں آتی اسی لئے حضرت جبرائیل کی اس آواز کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے شہد کی مکھی کی آواز سے مشابہت دی ۔ وہ دس آیتیں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھیں اور جن پر عمل کرنے والے کے لئے مذکورہ بالا حدیث میں آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے بشارت عطا فرمائی یہ ہیں۔

بے شک ایمان والے رستگار ہو گئے (یعنی انہوں نے فلاح پائی) جو نماز میں باطنی وظاہری طور پر عجز و نیاز کرتے ہیں اور جو بے ہودہ چیزوں سے خواہ وہ کہنے کی ہوں یا کرنے کی منہ موڑتے رہتے ہیں اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں اور جو حرام کاری سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی کنیزوں سے صحبت کرتے ہیں تو ان پر کوئی ملامت نہیں۔ہاں جو اس کے علاوہ کے طالب ہوں یعنی جو لوگ اپنی بیویوں سے اور کنیزوں کے علاوہ دوسرے افعال بد میں مبتلا ہوں۔مثلا اغلام بازی، جلق یا متعہ وغیرہ کریں تو وہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حد سے یعنی دائرہ حلال سے تجاوز کرنے والے اور حرام میں مبتلا ہونے والے ہیں اور جو امانتوں اور عہد و پیمان کی محافظت کرتے ہیں اور جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں یعنی شرائط و آداب کے ساتھ نمازیں پابندی سے ادا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو وارث ہیں کہ یہی فردوس کے مالک ہوں گے جو جنت کا اعلیٰ درجہ ہے وہ لوگ (یعنی یہ مومنین جن کی یہ صفات بیان کی گئی ہیں) اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ○ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ○ |
| اور بیشک ہم نے انسان کی تخلیق مٹی کے خلاصہ سے فرمائی۔پھر اسے نطفہ بنا کر ایک مضبوط جگہ میں رکھا۔ |

## انسان کی ابتدائی تخلیق کا بیان

وَ" اللّٰهُ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَان " آدم "مِنْ سُلَالَة" هِيَ مِنْ سَلَلْت الشَّيْء مِنْ الشَّيْء أَيْ اسْتَخْرَجْته مِنْهُ وَهُوَ خُلَاصَته "مِنْ طِين " مُتَعَلِّق بِسُلَالَةٍ "ثُمَّ جَعَلْنَاهُ " أَيْ الْاِنْسَان نَسْل آدم "نُطْفَة" مَنِيًّا "فِي قَرَار مَكِين" هُوَ الرَّحِم،

اور بیشک ہم نے انسان کی تخلیق کی ابتداء مٹی کے کیمیائی اجزاء کے خلاصہ سے فرمائی۔یہاں پر من طین یہ سلالہ کے متعلق ہے پھر اسے یعنی انسان جو نسل آدم سے ہے کو نطفہ (تولیدی قطرہ) بنا کر ایک مضبوط جگہ (رحمِ مادر) میں رکھا۔

## انسان کی تخلیق سے اُخروی مقام تک تقدیر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ صادق و مصدوق تھے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش ماں کے پیٹ میں پوری کی جاتی ہے چالیس دن تک (نطفہ رہتا ہے) پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ گوشت رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتوں کا حکم دے کر بھیجتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ (بھی لکھ دے) کہ وہ بد بخت (جہنمی) ہے یا نیک بخت (جنتی) پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے بیشک تم میں سے ایک آدمی ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان (صرف) ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اس کا نوشتہ (تقدیر) غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور (ایک آدمی) ایسے عمل کرتا ہے کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان (صرف) ایک

گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ اتنے میں تقدیر (الٰہی) اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ اہل جنت کے کام کرنے لگتا ہے۔

(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 468)

| |
|---|
| ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ |
| لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ط فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ |
| پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں |
| بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے |
| اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ |

## انسان کی ابتدائی تخلیق کے مختلف مراحل کا بیان

"ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً" دَمًا جَامِدًا "فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً" لَحْمَةً قَدْرَ مَا يُمْضَغ "فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَام لَحْمًا" وَفِي قِرَاءَة عَظْمًا فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَخَلَقْنَا فِي الْمَوَاضِع الثَّلَاث بِمَعْنَى صَيَّرْنَا "ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَر" بِنَفْخِ الرُّوح فِيهِ "فَتَبَارَكَ اللّٰه أَحْسَن الْخَالِقِينَ" أَيْ الْمُقَدِّرِينَ وَمُمَيِّز أَحْسَن مَحْذُوف لِلْعِلْمِ بِهِ : أَيْ خَلْقًا

پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، یعنی اتنی مقدار کا گوشت جس کو چبایا جا سکے۔ پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو کچھ گوشت پہنایا، ایک قرأت میں عظما دونوں مقامات پر آیا ہے۔ اور خلقنا تینوں مقامات پر صیر نا کے معنی میں آیا ہے۔ پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، یعنی اس میں روح پھونک دی۔ پس بہت برکت والا ہے اللہ جو پیدا کرنے والوں میں سب سے اچھا ہے۔ یہاں پر خالقین بہ معنی مقدرین ہے اور احسن ممیز محذوف ہے کیونکہ یہ معلوم ہے۔ جو خلقا ہے۔

## انسان کی پیدائش اور جسمانی اعضاء کی تخلیق کا بیان

اللہ تعالیٰ انسانی پیدائش کی ابتدا بیان کرتا ہے کہ اصل آدم مٹی سے ہیں، جو کیچڑ کی اور بجنے والی مٹی کی صورت میں تھی پھر حضرت آدم علیہ السلام کے پانی سے ان کی اولاد پیدا ہوئی۔ جیسے فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کر کے پھر انسان بنا کر زمین پر پھیلا دیا ہے۔ مسند میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک کی ایک مٹھی سے پیدا کیا، جسے تمام زمین پر سے لیا تھا۔ پس اسی اعتبار سے اولاد آدم کے رنگ روپ مختلف ہوئے، کوئی سرخ ہے، کوئی سفید ہے، کوئی سیاہ ہے، کوئی اور رنگ کا ہے۔ ان میں نیک ہیں اور بد بھی ہیں۔ آیت (ثم جعلنہ) میں ضمیر کا مرجع جنس انسان کی طرف ہے۔

پس انسان کے لئے ایک مدت معین تک اس کی ماں کا رحم ہی ٹھکانہ ہوتا ہے جہاں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور

ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے۔ پھر نطفے کی جو ایک اچھلنے والا پانی ہے جو مرد کی پیٹ سے عورت کے سینے سے نکلتا ہے شکل بدل کر سرخ رنگ کی بوٹی کی شکل میں بدل جاتا ہے پھر اسے گوشت کے ایک ٹکڑے کی صورت میں بدل دیا جاتا ہے جس میں کوئی شکل اور کوئی خط نہیں ہوتا۔ پھر ان میں ہڈیاں بنادیں سر ہاتھ پاؤں ہڈی رگ پٹھے وغیرہ بنائے اور پیٹھ کی ہڈی بنائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انسان کا تمام جسم سڑ گل جاتا ہے سوائے ریڑھ کی ہڈی کے۔ اسی سے پیدا کیا جاتا ہے اور اسی سے ترکیب دی جاتی ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو وہ گوشت پہناتا ہے تاکہ وہ پوشیدہ اور قوی رہیں۔ پھر اس میں روح پھونکتا ہے جس سے وہ ہلنے جلنے چلنے پھرنے کے قابل ہوجائے اور ایک جاندار انسان بن جائے۔ دیکھنے کی سننے کی سمجھنے کی اور حرکت وسکون کی قدرت عطا فرماتا ہے۔ وہ بابرکت اللہ سب سے اچھی پیدائش کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نطفے پر چار مہینے گزر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو تین تین اندھیریوں میں اس میں روح پھونکتا ہے یہی معنی ہے کہ ہم پھر اسے دوسری ہی پیدائش میں پیدا کرتے ہیں یعنی دوسری قسم کی اس پیدائش سے مراد روح کا پھونکا جانا ہے پس ایک حالت سے دوسری اور دوسری سے تیسری کی طرف ماں کے پیٹ میں ہی ہیر پھیر ہونے کے بعد بالکل ناسمجھ بچہ پیدا ہوتا ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جوان بن جاتا ہے پھر ادھیڑ پن آتا ہے پھر بوڑھا ہوجاتا ہے پھر بالکل ہی بڈھا ہوجاتا ہے الغرض روح کا پھونکا جانا پھر ان کے انقلابات کا آنا شروع ہوجاتا ہے۔

آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی ہے پھر چالیس دن تک خون بستہ کی صورت میں رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور بحکم الٰہی چار باتیں لکھ لی جاتی ہیں روزی، اجل، عمل، اور نیک یا بد، برا یا بھلا ہونا پس قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ ایک شخص جنتی عمل کرتا رہتا یہاں تک کہ جنت سے ایک ہاتھ دور رہ جاتا ہے لیکن تقدیر کا وہ لکھا غالب آجاتا ہے اور خاتمے کے وقت دوزخی کام کرنے لگتا ہے اور اسی پر مرتا ہے اور جہنم رسید ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک انسان برے کام کرتے کرتے دوزخ سے ہاتھ بھر کے فاصلے پر رہ جاتا ہے لیکن پھر تقدیر کا لکھا آگے بڑھ جاتا ہے اور جنت کے اعمال پر خاتمہ ہوکر داخل فردوس بریں ہوجاتا ہے۔ (بخاری ومسلم وغیرہ)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نطفہ جب رحم میں پڑتا ہے تو وہ ہر ہر بال اور ناخن کی جگہ پہنچ جاتا ہے پھر چالیس دن کے بعد اس کی شکل جمے ہوئے خون جیسی ہوجاتی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے باتیں بیان کر رہے تھے کہ ایک یہودی آگیا تو کفار قریش نے اس سے کہا یہ نبوت کے دعویدار ہیں اس نے کہا اچھا میں ان سے ایک سوال کرتا ہوں جسے نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ کی مجلس میں آکر بیٹھ کر پوچھتا ہے کہ بتاؤ انسان کی پیدائش کس چیز سے ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا مرد وعورت کے نطفے سے۔ مرد کا نطفہ غلیظ اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں اور عورت کا نطفہ رقیق اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ اس نے کہا۔ آپ سچے ہیں اگلے نبیوں کا بھی یہی قول ہے۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب نطفے کو رحم میں چالیس دن گزر جاتے ہیں تو ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کرتا ہے کہ اے اللہ یہ نیک ہوگا یا بد؟ مرد ہوگا یا عورت؟ جو جواب ملتا ہے وہ لکھ لیتا ہے اور عمل، عمر، اور نرمی گرمی سب کچھ لکھ لیتا ہے پھر دفتر لپیٹ لیا جاتا ہے اس میں پھر کسی کمی بیشی کی گنجائش نہیں رہتی بزار کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو عرض کرتا ہے اے اللہ اب نطفہ ہے، اے اللہ اب لوتھڑا ہے، اے اللہ اب گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب جناب باری تعالیٰ اسے پیدا کرنا چاہتا ہے وہ پوچھتا ہے اے اللہ مرد ہو یا عورت، شکی ہو یا سعید؟ رزق کیا ہے؟ اجل کیا ہے؟ اس کا جواب دیا جاتا ہے اور یہ سب چیزیں لکھ لی جاتی ہیں ان سب باتوں اور اتنی کامل قدرتوں کو بیان فرما کر فرمایا کہ سب سے اچھی پیدائش کرنے والا اللہ برکتوں والا ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے رب کی موافقت چار باتوں میں کی ہے جب یہ آیت اتری کہ ہم نے انسان کو بجتی مٹی سے پیدا کیا ہے تو بے ساختہ میری زبان سے فتبارك الله احسن الخالقين نکلا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ |
| سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ |
| پھر بیشک تم اس کے بعد ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بیشک تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ اور بلا شبہ یقیناً ہم نے |
| تمھارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم کبھی مخلوق سے غافل نہیں۔ |

## حساب وجزاء کیلئے قیامت کے دن اٹھائے جانے کا بیان

"ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَة تُبْعَثُونَ" لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاء "وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقكُمْ سَبْع طَرَائِق" أَيْ سَمَاوَات: جَمْع طَرِيقَة لِأَنَّهَا طُرُق الْمَلَائِكَة "وَمَا كُنَّا عَنْ الْخَلْق" الَّتِي تَحْتهَا "غَافِلِينَ" أَنْ تَسْقُط عَلَيْهِمْ فَتُهْلِكهُمْ بَلْ نُمْسِكهَا كَآيَةِ "وَيُمْسِك السَّمَاء أَنْ تَقَع عَلَى الْأَرْض"

پھر بیشک تم قیامت کے دن حساب اور جزاء کیلئے اٹھائے جاؤ گے۔ اور بلا شبہ یقیناً ہم نے تمھارے اوپر سات راستے بنائے یعنی آسمان۔ لفظ طرائق یہ طریقہ کی جمع ہے یعنی فرشتوں کے راستے۔ اور ہم کبھی بھی ماتحت مخلوق سے غافل نہیں۔ یہ ان کو ان پر گرادیں تو وہ ان کو ہلاک کردیں بلکہ ہم نے ان آسمانوں کو روک رکھا ہے۔ جس طرح دوسری آیت میں ہے۔ "وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْض"

## طرائق سبعہ کا بیان

طرائق، طریقہ کی جمع ہے مراد آسمان ہیں عرب، اوپر تلے چیز کو بھی کہتے ہیں آسمان بھی اوپر تلے ہیں اس لئے انہیں طرائق کہا۔ یا طریقہ بمعنی راستہ ہے، آسمان ملائکہ کے آنے جانے یا ستاروں کی گزرگاہ ہے، اس لئے انہیں طرائق قرار دیا۔ خَلَق سے

مراد مخلوق ہے۔ یعنی آسمانوں کو پیدا کر کے ہم اپنی زمینی مخلوق سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم نے آسمانوں کو زمین پر گرنے سے محفوظ رکھا ہے تا کہ مخلوق ہلاک نہ ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کی مصلحتوں اور ان کی ضروریات زندگی سے غافل نہیں ہو گئے بلکہ ہم اس کے انتظام کرتے ہیں۔ اور بعض نے یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ زمین سے جو کچھ نکلتا یا داخل ہوتا، اسی طرح آسمان سے جو اترتا اور چڑھتا ہے، سب اس کے علم میں ہے اور ہر چیز پر وہ نظر رکھتا ہے اور ہر جگہ وہ اپنے علم کے لحاظ سے تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ۝ |
| اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی |
| طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔ |

## مقدار کفایت کے مطابق آسمان سے پانی نازل کرنے کا بیان

"وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاء مَاء بِقَدَرٍ" مِنْ كِفَايَتهمْ "فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْض وَإِنَّا عَلَى ذَهَاب بِهِ لَقَادِرُونَ". فَيَمُوتُونَ مَعَ دَوَابّهمْ عَطَشًا

اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ کچھ پانی اتارا، جو ان کیلئے کافی ہو۔ پھر اسے زمین میں ٹھہرایا اور یقیناً ہم اسے کسی بھی طرح لے جانے پر ضرور قادر ہیں۔ پس وہ تو اپنے جانورں سمیت مر جاتے۔

اللہ تعالیٰ کی یوں تو بے شمار اور ان گنت نعمتیں ہیں۔ لیکن چند بڑی بڑی نعمتوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے کہ وہ آسمان سے بقدر حاجت وضرورت بارش برساتا ہے۔ نہ تو بہت زیادہ کہ زمین خراب ہو جائے اور پیداوار گل سڑ جائے۔ نہ بہت کم کہ پھل اناج وغیرہ پیدا ہی نہ ہو۔ بلکہ اس اندازے سے کہ کھیتی سرسبز رہے، باغات ہرے بھرے رہیں۔ حوض، تالاب، نہریں ندیاں، نالے، دریا بہہ نکلیں نہ پینے کی کمی ہو نہ پلانے کی۔ یہاں تک کہ جس جگہ زیادہ بارش کی ضرورت ہوتی ہے زیادہ ہوتی ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہوتی ہے کم ہوتی ہے اور جہاں کی زمین اس قابل ہی نہیں ہوتی وہاں پانی نہیں برستا۔

لیکن ندیوں اور نالوں کے ذریعہ وہاں قدرت برساتی پانی پہنچا کر وہاں کی زمین کو سیراب کر دیتی ہے۔ جیسے کہ مصر کے علاقہ کی زمین جو دریائے نیل کی تری سے سرسبز وشاداب ہو جاتی ہے۔ اسی پانی کے ساتھ سرخ مٹی کھینچ کر جاتی ہے جو حبشہ کے علاقہ میں ہوتی ہے وہاں کی بارش کے ساتھ مٹی بہہ کر پہنچتی ہے جو زمین پر ٹھہر جاتی ہے اور زمین قابل زراعت ہو جاتی ہے ورنہ وہاں کی شور زمین کھیتی باڑی کے قابل نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۝ |
| پھر ہم نے تمہارے لئے اس سے کھجور اور انگور کے باغات بنا دیئے۔ تمہارے لئے زمین میں بہت سے پھل |
| اور میوے اور تم ان میں سے کھاتے ہو۔ |

## زمین میں مختلف پھلوں کے ہونے کا بیان

"فَأَنْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنَّات مِنْ نَخِيل وَأَعْنَاب " هُمَا أَكْثَر فَوَاكِه الْعَرَب "لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِه كَثِيرَة وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ" صَيْفًا وَشِتَاء

پھر ہم نے تمہارے لئے اس سے کھجور اور انگور کے باغات بنا دیئے، کیونکہ یہ دونوں پھل اکثر عرب میں پائے جاتے تھے تمہارے لئے زمین میں اور بھی بہت سے پھل اور میوے پیدا کئے اور تم ان میں سے موسم سردی اور موسم گرمی میں کھاتے ہو۔

آسمانی بارش سے رب العالمین تمہارے لئے روزیاں اگاتا ہے، لہلہاتے ہوئے کھیت ہیں، کہیں سرسبز باغ ہیں جو خوش نما اور خوش منظر ہونے کے علاوہ مفید اور فیض والے ہیں۔ کھجور انگور جو اہل عرب کا دل پسند میوہ ہے۔ اور اسی طرح ہر ملک والوں کے لئے الگ الگ طرح طرح کے میوے اس نے پیدا کر دیئے ہیں۔ جن کے حصول کے عوض اللہ کے شکر گزاری بھی کسی کے بس کی نہیں۔ بہت میوے تمہیں اس نے دے رکھے ہیں جن کی خوبصورتی بھی تم دیکھتے ہو اور ان کے ذائقے سے بھی کھا کر فائدہ اٹھاتے ہو۔

| وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ٥ |
| --- |
| اور یہ درخت۔ جو طورِ سینا سے نکلتا ہے تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اگتا ہے۔ |

## زیتون کے فوائد کا بیان

"وَ" أَنْشَأْنَا "شَجَرَة تَخْرُج مِنْ طُور سَيْنَاء " جَبَل بِكَسْرِ السِّين وَفَتْحهَا وَمَنْع الصَّرْف لِلْعَلَمِيَّةِ وَالتَّأْنِيث لِلْبُقْعَةِ "تَنْبُت" مِنْ الرُّبَاعِيّ وَالثُّلَاثِيّ "بِالدُّهْنِ" الْبَاء زَائِدَة عَلَى الْأَوَّل وَمُعَدِّيَة عَلَى الثَّانِي وَهِيَ شَجَرَة الزَّيْتُون "وَصِبْغ لِلْآكِلِينَ" عَطْف عَلَى الدُّهْن أَيْ إِدَام يَصْبُغ اللُّقْمَة بِغَمْسِهَا فِيهِ وَهُوَ الزَّيْت،

اور یہ درخت (زیتون بھی ہم نے پیدا کیا ہے) جو طورِ سینا سے نکلتا ہے۔ طور پہاڑ ہے، جو سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور علمیت اور تانیث کے سبب یہ غیر منصرف ہے۔ جس کا معنی بقعہ ہے۔ اور تنبت یہ رباعی اور ثلاثی دونوں سے درست ہے۔ اور بالدہن میں باء پہلی صورت میں زائدہ ہے جبکہ دوسری دوسری صورت میں با برائے تعدیت ہے۔ اور وہ زیتون کا درخت ہے۔ تیل اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اگتا ہے۔ اس جملے کا عطف دہن پر ہے۔ یعنی جب اس سالن سے لقمہ لگایا جاتا ہے تو وہ زیتون کا تیل اس کو رنگ دیتا ہے۔

## زیتوں کے تیل وغیرہ کی تعریف کا بیان

طور سینا وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بات چیت کی تھی اور اس کے اردگرد کی پہاڑیاں طور اس پہاڑ کو کہتے ہیں جو ہرا اور درختوں والا ہو ورنہ اسے جبل کہیں گے طور نہیں کہیں گے۔ پس طور سینا میں جو درخت زیتوں پیدا ہوتا ہے

اس میں سے تیل نکلتا ہے جو کھانے والوں کو سالن کا کام دیتا ہے۔ حدیث میں ہے زیتوں کا تیل کھاؤ اور لگاؤ وہ مبارک درخت میں سے نکلتا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک صاحب عاشورہ کی شب کو مہمان بن کر آئے تو آپ نے انہیں اونٹ کی سری اور زیتون کھلایا اور فرمایا یہ اس مبارک درخت کا تیل ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ |
| وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝ |
| اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں میں سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں اس میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے اور تمہارے |
| لیے ان میں بہت فائدے ہیں۔ اور ان سے تمہاری خوراک ہے۔ اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔ |

## جانوروں میں فوائد ہونے کا بیان

"وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَام" الْاِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم "لَعِبْرَة" عِظَة تَعْتَبِرُونَ بِهَا "نُسْقِيكُمْ" بِفَتْحِ النُّون وَضَمّهَا "مِمَّا فِى بُطُونهَا" اللَّبَن "وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِع كَثِيرَة" مِنْ الْاَصْوَاف وَالْاَوْبَار وَالْاَشْعَار وَغَيْر ذَلِكَ، وَمِنْهَا تَاْكُلُونَ، "وَعَلَيْهَا" الْاِبِل "وَعَلَى الْفُلْك" السُّفُن،

اور بیشک تمہارے لیے چوپایوں یعنی اونٹ، گائے اور بکری میں عبرت یعنی سمجھنے کا مقام ہے، ہم تمہیں پلاتے ہیں۔ یہاں پر نسقی نون کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اس میں سے جو ان کے پیٹ میں دودھ ہے اور تمہارے لیے ان میں اون، بالوں وغیرہ میں بہت فائدے ہیں۔ اور ان سے تمہاری خوراک ہے۔ اور ان اونٹوں پر اور کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔

## جانوروں میں حیران کن صنعت کا بیان

چوپایوں میں عبرت یا حیران کن بات یہ ہے کہ گھاس پھوس کھانے والے اور چرنے والے مویشی (ماداؤں) کے جسم میں جب غذا جاتی ہے تو اس سے خون اور فضلہ یا گوبر کے علاوہ ایک تیسری چیز بھی بنتی ہے۔ جو اوصاف میں ان دونوں چیزوں سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ خون اور گوبر دونوں نجس اور حرام چیزیں ہیں۔ جبکہ دودھ نہایت پاکیزہ، حلال، طیب، انتہائی سفید رنگ، مزہ میں شیریں اور پینے میں خوشگوار ہوتا ہے اور مکمل غذا کا کام دیتا ہے۔ اس سے بھوک بھی دور ہو جاتی ہے اور پیاس بھی۔ اس میں اللہ تعالیٰ محیر العقول کارنامہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ماداؤں کے جسم میں ایسی مشینری فٹ کر دی ہے جو گھاس پھوس سی چیز کو ایک نہایت اعلیٰ اور قیمتی چیز میں تبدیل کر دیتی ہے اور اس سے بھی زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ یہ مشینری صرف اس وقت حرکت میں آتی ہے۔ جب حمل قرار پا جائے اور اس کا نتیجہ فوری طور پر نہیں نکلتا۔ بلکہ بچہ کے وضع ہونے کے وقت تک یہ مشینری خود کو دودھ میں تبدیل کر دینے

کے قابل بن جاتی ہے ادھر پیدا ہوتا ہے تو ادھر ماں کے پستان دودھ سے بھر جاتے ہیں اور بچہ پیدا ہوتے ہی جب ماں کے پستانوں کی طرف لپکتا ہے تو اسے فوراً یہ قدرتی غذا مہیا ہو جاتی ہے جبکہ وہ کوئی اور غذا کھانے کے قابل ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر ماں کو حمل قرار نہ پائے تو اس بات کے باوجود کہ دودھ بنانے والی یہی گوشت پوست اور رگ ریشہ پر مشتمل یہ مشینری اس کے اندر موجود ہے۔ کبھی اپنا کام نہ کرے گا اور نہ دودھ بے گانہ پستانوں میں اترے گا۔

مویشیوں کی ایک ایک چیز انسان کے کام کی چیز ہے۔ ان کی کھال، ان کے بال، ان کی ہڈیاں، غرضیکہ ہر چیز سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔ زندہ ہوں تو ان پر سواری بھی کرتا ہے اور یہ کھیتی باڑی اور بار برداری کے کام بھی آتے ہیں۔ پھر ان کا گوشت انسان بطور خوراک بھی استعمال کرتا ہے اور دودھ جو ان سے حاصل ہوتا ہے وہ ان سب فوائد سے بڑھ کر ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو |
| اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ |

## حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو پیغام توحید دینے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمه فَقَالَ يَا قَوْم اُعْبُدُوا اللَّه" أَطِيعُوا اللَّه وَوَحِّدُوهُ "مَا لَكُمْ مِنْ إلَه" وَهُوَ اسْم مَا وَمَا قَبْله الْخَبَر وَمِنْ زَائِدَة "أَفَلَا تَتَّقُونَ" تَخَافُونَ عُقُوبَته بِعِبَادَتِكُمْ غَيْره،

اور بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کی عبادت کیا کرو یعنی اس کی توحید کا اقرار کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے، یہاں پر لفظ الہ یہ ما کا اسم ہے اور لفظ الہ کا ماقبل یعنی لکم یہ ما کی خبر ہے اور من زائدہ ہے۔ تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ یعنی تم اپنے دوسرے معبودوں کی عبادت کر کے اس کے عذاب سے ڈرتے نہیں ہو؟

نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنا کر ان کی قوم کی طرف مبعوث فرمایا۔ آپ نے ان میں جا کر پیغام الٰہی پہنچایا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہاری عبادت کا حقدار کوئی نہیں۔ تم اللہ کے سوا اس کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہوئے اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟

| |
|---|
| فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ |
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ ۖ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ |
| تو ان کی قوم کے سردار جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، یہ تم پر فضیلت و برتری قائم کرنا |
| چاہتا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا، ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے آباء و اجداد میں نہیں سنی۔ |

## قوم نوح کا باپ دادا کی گمراہی پر اڑے رہنے کا بیان

"فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِه "لِأَتْبَاعِهِمْ "مَا هٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ "يَتَشَرَّف "عَلَيْكُمْ" بِأَنْ يَكُون مَتْبُوعًا وَأَنْتُمْ أَتْبَاعه "وَلَوْ شَاءَ اللّٰه" أَنْ لَا يُعْبَد غَيْره "لَأَنْزَلَ مَلَائِكَة" بِذٰلِكَ لَا بَشَرًا "مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا" الَّذِي دَعَا إِلَيْهِ نُوح مِنَ التَّوْحِيد "فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ" الْأُمَم الْمَاضِيَة

تو ان کی قوم کے سردار یعنی جن کی وہ اتباع کرتے تھے، جو کفر کر رہے تھے کہنے لگے: یہ شخص محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے اس کے سوا کچھ نہیں، یہ تم پر اپنی فضیلت و برتری قائم کرنا چاہتا ہے، اور اگر اللہ چاہتا کہ اس کے سوا کی عبادت نہ ہو تو فرشتوں کو اتار دیتا، نہ کہ کسی انسان کو، ہم نے تو یہ بات یعنی جس توحید کی طرف نوح علیہ السلام بلاتے ہیں، اپنے اگلے آباء و اجداد یعنی سابقہ قوموں میں کبھی نہیں سنی۔

قوم کے بڑوں نے اور سرداروں نے کہا یہ تو تم جیسا ہی ایک انسان ہے۔ نبوت کا دعویٰ کر کے تم سے بڑا بننا چاہتا ہے سرداری حاصل کرنے کی فکر میں ہے بھلا انسان کی طرف وحی کیسے آتی؟ اللہ کا ارادہ نبی بھیجنے کا ہوتا تو کسی آسمانی فرشتے کو بھیج دیتا۔ یہ تو ہم نے کیا، ہمارے باپ دادوں نے بھی نہیں سنا کہ انسان اللہ کا رسول بن جائے۔ یہ تو کوئی دیوانہ شخص ہے کہ ایسے دعوے کرتا ہے اور ڈینگیں مارتا ہے۔ اچھا خاموش رہو دیکھ لو ہلاک ہوگا۔

| |
|---|
| اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ ۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ○ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ○ |
| یہ نہیں ہے مگر ایک آدمی، جسے ایک جنون ہے، سو ایک وقت تک اس کے بارے میں انتظار کرو۔ اس نے کہا: اے میرے رب! |
| میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی گستاخی کرنے کے سبب ہلاکت کی دعا بیان

"إِنْ هُوَ" مَا نُوح "إِلَّا رَجُل بِهِ جِنَّة" حَالَة جُنُون "فَتَرَبَّصُوا بِهِ" انْتَظِرُوهُ "حَتّٰى حِين" إِلَى زَمَن مَوْته، "قَالَ" نُوح "رَبِّ انْصُرْنِي" عَلَيْهِمْ "بِمَا كَذَّبُونِ" بِسَبَبِ تَكْذِيبهمْ إِيَّايَ بِأَنْ تُهْلِكهُمْ قَالَ تَعَالٰى مُجِيبًا دُعَاءَهُ،

یہ یعنی نوح علیہ السلام نہیں ہیں مگر ایک آدمی، جسے ایک جنون ہے، یعنی جنون کی حالت میں ہیں۔ سو ایک وقت تک یعنی ان کے وصال تک ان کے بارے میں انتظار کرو۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! میری مدد کر، اس لیے کہ انھوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ یعنی میری تکذیب کر کے مجھے جھٹلایا ہے لہٰذا تو انہیں ہلاک کر دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے فرمایا۔

جب نوح علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے پروردگار میں لاچار ہو گیا ہوں میری

مدد فرما۔

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝

پھر ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بناؤ سو جب ہمارا حکم آ جائے اور تنور ابلنے لگے تو تم اس میں ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو جوڑے بٹھا لینا اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے ان میں سے اس شخص کے جس پر فرمان پہلے ہی صادر ہو چکا ہے، اور مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں کچھ عرض بھی نہ کرنا جنہوں نے ظلم کیا ہے، وہ ڈبو دیئے جائیں گے۔

## حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں اہل ایمان کیلئے نجات کا بیان

"فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنْ اصْنَعْ الْفُلْكَ" السَّفِينَة "بِأَعْيُنِنَا" بِمَرْأًى مِنَّا وَحِفْظنَا "وَوَحْيِنَا" أَمْرنَا "فَإِذَا جَاءَ أَمْرنَا" بِإِهْلَاكِهِمْ "وَفَارَ التَّنُّور" لِلْخَبَّازِ بِالْمَاءِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَامَة لِنُوحٍ "فَاسْلُكْ فِيهَا" أَيْ أَدْخِلْ فِي السَّفِينَة "مِنْ كُلّ زَوْجَيْنِ" ذَكَر وَأُنْثَى أَيْ مِنْ كُلّ أَنْوَاعهمَا "اثْنَيْنِ" ذَكَرًا وَأُنْثَى وَهُوَ مَفْعُول وَمِنْ مُتَعَلِّقَة بِاسْلُكْ وَفِي الْقِصَّة أَنَّ اللّٰه تَعَالَى حَشَرَ لِنُوحٍ السِّبَاع وَالطَّيْر وَغَيْرهمَا فَجَعَلَ يَضْرِب بِيَدَيْهِ فِي كُلّ نَوْع فَتَقَع يَده الْيُمْنَى عَلَى الذَّكَر وَالْيُسْرَى عَلَى الْأُنْثَى فَيَحْمِلهُمَا فِي السَّفِينَة وَفِي قِرَاءَة كُلّ بِالتَّنْوِينِ فَزَوْجَيْنِ مَفْعُول وَاثْنَيْنِ تَأْكِيد لَهُ "وَأَهْلَك" زَوْجَته وَأَوْلَاده "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْل مِنْهُمْ" بِالْإِهْلَاكِ وَهُوَ زَوْجَته وَوَلَده كَنْعَان بِخِلَافِ سَام وَحَام وَيَافِث فَحَمَلَهُمْ وَزَوْجَاتهمْ ثَلَاثَة وَفِي سُورَة هُود "وَمَنْ آمَنَ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيل" قِيلَ كَانُوا سِتَّة رِجَال وَنِسَاؤُهُمْ وَقِيلَ جَمِيع مَنْ كَانَ فِي السَّفِينَة ثَمَانِيَة وَسَبْعُونَ نِصْفهمْ رِجَال وَنِصْفهمْ نِسَاء "وَلَا تُخَاطِبنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا" كَفَرُوا بِتَرْكِ إِهْلَاكهمْ، "إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ"،

پھر ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ تم ہماری نگرانی یعنی ہماری حفاظت میں ہمارے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق ایک کشتی بناؤ سو جب ہمارا حکم ہلاکت آ جائے اور نان والے کا تنور بھر کر پانی ابلنے لگے۔ اور یہ حضرت نوح علیہ السلام کیلئے علامت تھی۔ تو تم اس میں ہر قسم کے جانوروں میں سے دو دو جوڑے نر و مادہ بٹھا لینا یہاں پر اثنین یہ اسلک کا مفعول ہے۔ اور من کل یہ اسلک کے متعلق ہے۔ اور قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کیلئے چرند و پرند وغیرہ جو جمع کر لیا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہر قسم پر اپنے دونوں ہاتھوں کو ڈالتے تو دایاں ہاتھ مذکر جنس پر جبکہ بایاں ہاتھ مؤنث جنس پر پڑتا تھا۔ تو آپ انہیں اپنی کشتی میں سوار کر لیتے۔ یہاں پر ایک قرأت کے مطابق کل یہ تنوین کے ساتھ آیا ہے۔ تو زوجین مفعول جبکہ اثنین اس کی تاکید ہے۔ اور اپنے گھر والوں یعنی زوجہ محترمہ

اور اولاد کو بھی اس میں سوار کر لینا سوائے ان میں سے اس شخص کے جس پر فرمان عذاب پہلے ہی صادر ہو چکا ہے، یعنی وہ بیوی اور بیٹا کنعان ہے جبکہ آپ نے سام، حام اور یافث اور تین ازواج کو آپ نے کشتی پر سوار کر لیا۔ اور سورہ ہود میں ہے کہ آپ پر بہت قلیل لوگ ایمان لائے۔ اور کہا گیا ہے وہ چھ مرد اور ان کی عورتیں تھیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی کشتی میں ۷۸ لوگ تھے جن میں نصف مرد اور نصف عورتیں تھیں۔ اور مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں کچھ عرض بھی نہ کرنا جنہوں نے تمہارے انکار و استہزاء کی صورت میں ظلم کیا ہے، وہ بہر طور ڈبو دیئے جائیں گے۔

جھٹلانے والوں پر مجھے غالب کر اسی وقت فرمان الٰہی آیا کہ کشتی بناؤ اور خوب مضبوط چوڑی چکلی۔ اس میں ہر قسم کا ایک ایک جوڑا رکھ لو حیوانات نباتات پھل وغیرہ وغیرہ اور اسی میں اپنے والوں کو بھی بٹھا لو مگر جس پر اللہ کی طرف سے ہلاکت سبقت کر چکی ہے جو ایمان نہیں لائے۔ جیسے آپ کی قوم کے کافر اور آپ کا لڑکا اور آپ کی بیوی۔ واللہ اعلم۔ اور جب تم عذاب آسمانی بصورت بارش اور پانی آتا دیکھ لو پھر مجھ سے ان ظالموں کی سفارش نہ کرنا۔ پھر ان پر رحم نہ کرنا نہ ان کے ایمان کی امید رکھنا۔ بس پھر تو یہ سب غرق ہو جائیں گے اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہوگا۔ اس کا پورا قصہ سورۃ ھود کی تفسیر میں گزر چکا ہے اس لئے ہم نہیں دہراتے۔

جب تو اور تیرے مومن ساتھی کشتی پر سوار ہو جاؤ تو کہنا کہ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی جیسے فرمان ہے کہ اللہ نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں اور چوپائے بنائے ہیں تاکہ تم سواری لے کر اپنے رب کی نعمت کو مانو اور سوار ہو کر کہو کہ وہ اللہ پاک ہے جس نے ان جانوروں کو ہمارے تابع بنا دیا ہے حالانکہ ہم میں خود اتنی طاقت نہ تھی بالیقین ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہی کہا اور فرمایا آؤ اس میں بیٹھ جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے پس شروع چلنے کے وقت بھی اللہ کو یاد کیا۔ اور جب وہ ٹھہرنے لگی تب بھی اللہ کو یاد کیا اور دعا کی کہ اے اللہ مجھے مبارک منزل پر اتارنا اور تو ہی سب سے بہتر اتارنے والا ہے اس میں یعنی مومنوں کی نجات اور کافروں کی ہلاکت میں انبیاء کی تصدیق کی نشانیاں ہیں اللہ کی الوہیت کی علامتیں ہیں اس کی قدرت اس کا علم اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یقیناً رسولوں کو بھیج کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش اور ان کا پورا امتحان کر لیتا ہے۔

| |
|---|
| فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ وَ |
| قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّ اِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ○ |
| پھر جب تم اور تمہاری سنگت والے کشتی میں ٹھیک طرح سے بیٹھ جائیں تو کہنا ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں |
| ظالم قوم سے نجات بخشی۔ اور عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے بابرکت منزل پر اتار اور تو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔ |
| "بیشک اس میں نشانیاں ہیں اور یقیناً ہم آزمائش کرنے والے ہیں۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ میں دلائل ہونے کا بیان

"فَإِذَا اسْتَوَيْتَ" اعْتَدَلْتَ "أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ " الْكَافِرِينَ وَإِهْلَاكِهِمْ، "وَقُلْ" عِنْدَ نُزُولِكَ مِنَ الْفُلْكِ "رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا" بِضَمِّ الْمِيمِ وَفَتْحِ الزَّايِ مَصْدَرًا وَاسْمِ مَكَانٍ وَبِفَتْحِ الْمِيمِ وَكَسْرِ الزَّايِ مَكَانِ النُّزُولِ "مُبَارَكًا" ذَلِكَ الْإِنْزَالُ أَوِ الْمَكَانُ "وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ " مَا ذُكِرَ، "إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُورِ مِنْ أَمْرِ نُوحٍ وَالسَّفِينَةِ وَإِهْلَاكِ الْكُفَّارِ "لَآيَاتٍ" دَلَالَاتٍ عَلَى قُدْرَةِ اللّٰهِ تَعَالَى "وَإِنْ" مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا ضَمِيرُ الشَّأْنِ "كُنَّا لَمُبْتَلِينَ" مُخْتَبِرِينَ قَوْمَ نُوحٍ بِإِرْسَالِهِ إِلَيْهِمْ وَوَعْظِهِ،

پھر جب تم اور تمہاری سنگت والے لوگ کشتی میں ٹھیک طرح سے بیٹھ جائیں تو کہنا کہ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالم قوم یعنی کفار اور ان کی طرح ہلاکت سے نجات بخشی۔ اور کشتی سے اترتے وقت عرض کرنا: اے میرے رب! مجھے با برکت منزل پر اتار۔ یہاں پر لفظ منزلا یہ میم کے ضمہ اور زاء کے فتحہ کے ساتھ مصدر ہے اور اسم مکان ہے اور میم کے فتحہ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ یہ ظرف مکان ہے۔ یعنی نزول کی جگہ ہے۔ اور تو سب سے بہتر جگہ کا مکان پر اتارنے والا ہے۔ جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ بیشک اس واقعہ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر اور کشتی اور کفار کی ہلاکت میں بہت سی نشانیاں یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں یہاں اِن مخففہ جو ثقل سے آیا ہے۔ اور اس کا اسم ضمیر شان ہے۔ جو محذوف ہے اور یقیناً ہم آزمائش کرنے والے ہیں۔ یعنی ان کی جانب نوح علیہ السلام کو پیغام حق نصیحت دیکر بھیجنے والے ہیں۔

## حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت کا بیان

| |
|---|
| ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ |
| مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ |
| پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قوم کو پیدا فرمایا۔ پھر ان میں انھی سے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، |
| اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ |

"ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا " قَوْمًا "آخَرِينَ" هُمْ عَادٌ "فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ " هُودًا "أَنْ" بِأَنْ "اُعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ" عِقَابَهُ فَتُؤْمِنُونَ

پھر ہم نے ان کے بعد دوسری قوم یعنی قوم عاد کو پیدا فرمایا۔ پھر ان میں انھی سے ایک رسول حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تو کیا تم ڈرتے نہیں؟ یعنی تم اس کے عذاب سے ڈرو تا کہ ایمان لے آؤ۔

## قوم عاد وثمود کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد بھی بہت سی امتیں آئیں جیسے عاد جوان کے بعد آئی یا ثمود قوم جن پر چیخ کا عذاب آیا تھا۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے ان میں بھی اللہ کے رسول علیہ السلام آئے اللہ کی عبادت اور اس کی توحید کی تعلیم دی لیکن انہوں نے جھٹلایا، مخالفت کی، اتباع سے انکار کیا۔ محض اس بنا پر کے یہ انسان ہیں۔ قیامت کو بھی نہ مانا، جسمانی حشر کے منکر بن گئے اور کہنے لگے کہ یہ بالکل دور از قیاس ہے۔ بعثت ونشر، حشر وقیامت کوئی چیز نہیں۔ اس شخص نے یہ سب باتیں از خود گھڑ لی ہیں ہم ایسی فضول باتوں کے ماننے والے نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اور ان پر مدد طلب کی۔ اسی وقت جواب ملا کہ تیری ناموافقت ابھی ابھی ان پر عذاب بن کر برسے گی اور یہ اُٹھ کر آنسو روئیں گے۔ آخر ایک زبردست چیخ اور بے پناہ چنگھاڑ کے ساتھ سب تلف کر دیئے گئے اور وہ مستحق بھی اسی کے تھے۔ تیز وتند آندھی اور پوری طاقتور ہوا کے ساتھ ہی فرشتے کی دل دہلانے والی خوف ناک آواز نے انہیں پارہ پارہ کر دیا وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ بھوسہ بن کر اڑ گئے۔ صرف مکانات کے کھنڈران گئے گزرے ہوئے لوگوں کی نشاندہی کے لئے رہ گئے وہ کوڑے کرکٹ کی طرح ناچیز محض ہو گئے۔ ایسے ظالموں کے لئے دوری ہے۔ ان پر رب نے ظلم نہیں کیا بلکہ انہی کا کیا ہوا تھا جوان کے سامنے آیا پس اے لوگو! تمہیں بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے ڈرنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا |
| مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ |
| اوران کی قوم کے سردار بول اٹھے جو کفر کر رہے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں آسودگی |
| دے رکھی تھی کہ یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔ |

## تعلیمات نبوت اور آخرت کی تکذیب کرنے والوں کا بیان

"وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ" بِالْمَصِيْرِ إِلَيْهَا "وَأَتْرَفْنَاهُمْ" نَعَّمْنَاهُمْ اوران کی قوم کے سردار بول اٹھے جو کفر کر رہے تھے اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے انہیں دنیوی زندگی میں مال ودولت کی کثرت کے باعث آسودگی بھی دے رکھی تھی (لوگوں سے کہنے لگے) کہ یہ شخص تو محض تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہے، وہی چیزیں کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی کچھ پیتا ہے جو تم پیتے ہو۔

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ |
| وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ |

اور بلاشبہ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کا کہنا مان لیا تو یقیناً تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گے۔ کیا یہ تم سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے۔

## کفار کے انکار بعث کا بیان

"وَ" اللّٰهِ "لَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ" فِيهِ قَسَم وَشَرْط وَالْجَوَاب لِأَوَّلِهِمَا وَهُوَ مُغْنٍ عَنْ جَوَاب الثَّانِي "إِنَّكُمْ إِذًا" أَيْ إِذَا أَطَعْتُمُوهُ "لَخَاسِرُونَ" أَيْ مَغْبُونُونَ، "أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ" هُوَ خَبَر أَنَّكُمْ الْأُولَى وَأَنَّكُمْ الثَّانِيَة تَأْكِيد لَهَا لَمَّا طَالَ الْفَصْل

اور بہ خدا! بلاشبہ اگر تم نے اپنے جیسے ایک بشر کا کہنا مان لیا، یہاں پر واؤ قسمیہ ہے اور شرط ہے اور ان دونوں کیلئے جواب شرط ہے جبکہ وہ دوسرے جواب کی ضرورت نہیں رکھتا۔ تو یقیناً تم اس وقت ضرور خسارہ اٹھانے والے ہو گے۔ یعنی نقصان اٹھانے والے بن جاؤ گے۔ کیا یہ شخص تم سے یہ وعدہ کر رہا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور تم مٹی اور بوسیدہ ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم دوبارہ زندہ ہو کر نکالے جاؤ گے۔ یہاں پر مخرجون پہلے اَن کی خبر ہے۔ جبکہ دوسرا اَن تاکید کیلئے آیا ہے تاکہ فصل کیا جائے۔

ایعدکم ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ یعد وعد سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا وہ تم سے (یہ) وعدہ کرتا ہے۔ متم ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ماجی بمعنی مستقبل (موت) مصدر (باب ضرب وسمع) (جب) تم مر جاؤ گے۔

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ○ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَ نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ○

کتنی دور ہے کتنی دور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ وہ نہیں ہماری زندگانی تو یہی دنیا ہے ہم مرتے اور جیتے ہیں اور، ہم نہیں اٹھائے جائیں گے۔

## کفار کا عقیدہ آخرت سے دور ہو جانے کا بیان

"هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ" اسْم فِعْل مَاضٍ بِمَعْنَى مَصْدَر : أَيْ بَعُدَ بَعُدَ "لِمَا تُوعَدُونَ" مِنْ الْإِخْرَاج مِنْ الْقُبُور وَاللَّام زَائِدَة لِلْبَيَانِ، "إِنْ هِيَ" أَيْ مَا الْحَيَاة "إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوت وَنَحْيَا" بِحَيَاةِ أَبْنَائِنَا

کتنی دور ہے کتنی دور ہے جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ یہاں پر ھیھات یہ اسم فعل ماضی بہ معنی مصدر ہے۔ یعنی دور ہوا جو تمہیں قبروں سے خروج کا وعدہ کیا گیا۔ یہاں پر لام زائدہ بیان کیلئے آیا ہے۔ وہ آخرت کی زندگی کچھ نہیں ہماری زندگانی تو یہی دنیا ہے ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور بس ختم، ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

اسم فعل ہے اور یہ اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جب کسی چیز کو نہایت مستبعد اور بعید از امکان قرار دیا جائے۔ اور پھر تکرار سے اس میں اور شدت اور تاکید پیدا کی جاتی ہے۔ اور یہی حال ہوتا ہے ایمان کی روشنی اور یقین کی دولت سے محروم انسان کا کہ وہ عالم غیب اور وحی خداوندی سے تعلق رکھنے والے اہم اور بنیادی امور کو حقیقت سے بہت دور اور امکان و وقوع سے بعید سمجھنے لگتا ہے۔

جس سے وہ اعراض و انکار میں مزید آگے بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ ظلمتِ کفر و انکار کی سیاہی کو اور گاڑھا و گہرا اور مزید پکا کرتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے آخری انجام کو پہنچ کر رہتا ہے۔

اس دنیا کی زندگی کے سوا اور کوئی زندگی نہیں۔ پس مرنا جینا اسی دنیا کا ہے اور پھر دوبارہ زندہ ہونا نہیں) یہی قول عام کفار کا ہے جو قیامت کے منکر ہیں۔ یہ انکار جو زبان سے کرتے ہیں وہ تو کھلے کافر ہیں ہی، لیکن افسوس اور بہت فکر کی چیز یہ ہے کہ اب بہت سے مسلمانوں میں بھی عملی طور پر یہ انکار ان کے ہر قول و فعل سے مترشح ہوتا ہے کہ آخرت اور قیامت کے حساب کی طرف کبھی دھیان بھی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔

| |
|---|
| اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ○ |
| یہ تو محض ایسا شخص ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے اور ہم بالکل اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ |
| عرض کی کہ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ |

## کفار اقوام کا موت کے بعد کی زندگی کے انکار کا بیان

"إِنْ هُوَ" مَا الرَّسُول "إِلَّا رَجُل افْتَرَى عَلَى وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ" مُصَدِّقِينَ بِالْبَعْثِ بَعْد الْمَوْت

یہ تو یعنی رسول مکرم علیہ السلام ہیں جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان لگایا ہے اور ہم بالکل اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

اسی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم عاد اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل تھے۔ اور ان کے نزدیک حضرت ہود کا اللہ پر جھوٹ باندھنا یہ تھا کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" یا یہ کہ "مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ضرور تمہیں دوبارہ پیدا کرے گا اور تم سے تمہارے اعمال کا مواخذہ کرے گا" اور یہ دونوں باتیں ہم ہرگز تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔

پیغمبر علیہ السلام جب ان کے ایمان سے مایوس ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ قوم انتہائی سرکشی پر ہے تو ان کے حق میں دعائے ضرر کی اور بارگاہ الٰہی میں کہا۔ اے میرے رب میری مدد فرما اس پر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔

| |
|---|
| قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ○ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| ارشاد ہوا: تھوڑی ہی دیر میں وہ پشیماں ہو کر رہ جائیں گے۔ پس سچے وعدہ کے مطابق انہیں خوفناک آواز نے آ پکڑا |
| سو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا، پس ظالم قوم کے لئے دوری و محرومی ہے۔ |

## جھوٹی قوم کا رحمت سے محروم رہ جانے کا بیان

"قَالَ عَمَّا قَلِيل" مِنْ الزَّمَان وَمَا زَائِدَة "لَيُصْبِحُنَّ" لَيَصِيرُنَّ "نَادِمِينَ" عَلَى كُفْرهمْ وَتَكْذِيبهمْ، "فَأَخَذَتْهُمْ الصَّيْحَة" صَيْحَة الْعَذَاب وَالْهَلَاك كَائِنَة " الْحَقّ " فَمَاتُوا "فَجَعَلْنَاهُمْ غُثَاء "

وَهُوَ نَبَت يَبِسَ أَيْ صَيَّرْنَاهُمْ مِثْله فِي الْيَبَس "فَبُعْدًا" مِنَ الرَّحْمَة "لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" الْمُكَذِّبِينَ

ارشاد ہوا: تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے کفر اور تکذیب کے سبب پشیمان ہو کر رہ جائیں گے۔ یہاں پر عما کے اندر لفظ ما ءزائدہ ہے۔ پس سچے وعدہ کے مطابق انہیں خوفناک آواز یعنی عذاب اور ہلاکت نے آ پکڑا سو ہم نے انہیں خس و خاشاک بنا دیا، خشک گھاس کو غثاء کہتے ہیں یعنی ویسا بنا دیا۔ پس ظالم قوم یعنی جھوٹی قوم کے لئے ہماری رحمت سے دوری و محرومی ہے۔

یعنی بالکل ٹھیک اسی وقت ان پر عذاب آیا جو وقت ان کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ یہاں ہیبت ناک چیخ کے عذاب سے بعض علماء نے یہ قیاس کیا ہے کہ یہ قصہ قوم عاد اولیٰ کا نہیں کیونکہ ان پر تند و تیز اور شدید سرد آندھی کا عذاب آیا تھا۔ بلکہ یہ قصہ عاد ثانی۔ یعنی ثمود) کی قوم کا ہے۔ اس آیت میں بالحق کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے جو انہیں سزا دی تو وہ ٹھیک ان کے گناہوں کی پاداش کے مطابق تھی۔ عدل و اصناف کا یہی تقاضا تھا اور اس سلسلہ میں ان پر ذرہ بھر ظلم نہیں ہوا۔ غثاء بمعنی کوڑا، کرکٹ، کچرا، خس و خاشاک۔ یعنی وہ ہمارے عذاب کی رو میں یوں بہہ گئے جیسے سیلاب خس و خاشاک کو بہا لے جاتا ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ۝ |
| پھر ان کے بعد ہم نے کئی اور زمانوں کے لوگ پیدا کیے۔ کوئی بھی امت اپنے وقت مقرر سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے |
| اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ |

## گذشتہ اقوام کے بعد دوسری اقوام کو پیدا کرنے کا بیان

"ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدهمْ قُرُونًا" أَقْوَامًا، "مَا تَسْبِق مِنْ أُمَّة أَجَلهَا" بِأَنْ تَمُوت قَبْله "وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ" عَنْهُ ذُكِرَ الضَّمِير بَعْد تَأْنِيثه رِعَايَة لِلْمَعْنَى،

پھر ان کے بعد ہم نے کئی اور زمانوں کے لوگ یعنی اقوام پیدا کیں۔ کوئی بھی امت اپنے وقت مقرر یعنی موت سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ یہاں پر معنی کی رعایت کے سبب مؤنث کی ضمیر کے بعد یستاخرون میں مذکر کی ضمیر لائے ہیں۔

اس سے مراد حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم السلام کی قومیں ہیں، کیونکہ سورہ اعراف اور سورہ ہود میں اسی ترتیب سے ان کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کے نزدیک بنو اسرائیل مراد ہیں۔ قرون، قرن کی جمع ہے اور یہاں بمعنی امت استعمال ہوا ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ؕ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا |
| وَّ جَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۝ |

| |
|---|
| پھر ہم نے پے در پے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا وہ اسے جھٹلا دیتے تو ہم ان میں سے بعض |
| کو بعض کے پیچھے کرتے چلے گئے اور ہم نے انہیں داستانیں بنا ڈالا، پس ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ایمان نہیں لاتے۔ |

## اقوام کی طرف مسلسل انبیائے کرام کی بعثت کا بیان

"ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى" بِالتَّنْوِينِ وَعَدَمه مُتَتَابِعِينَ بَيْن كُلّ اثْنَيْنِ زَمَان طَوِيل "كُلَّ مَا جَاءَ أُمَّة" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة بَيْنهَا وَبَيْن الْوَاو "رَسُولهَا كَذَّبُوهُ فَأَتْبَعْنَا بَعْضهمْ بَعْضًا" فِي الْهَلَاك، وَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ فَبُعْدًا لِقَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ،

پھر ہم نے پے در پے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ یہاں لفظ تتریٰ یہ تنوین اور بغیر تنوین کے بھی آیا ہے یعنی دونوں رسولان گرامی کے درمیان ایک طویل مدت تھی۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا، یہاں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ ثانی کی تسہیل کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ان دونوں درمیان واؤ ہے۔ وہ اسے یعنی رسولان گرامی کو جھٹلا دیتے۔ تو ہم بھی ان میں سے بعض کو بعض کے پیچھے ہلاک در ہلاک کرتے چلے گئے اور ہم نے انہیں داستانیں بنا ڈالا، پس ہلاکت ہو ان لوگوں کے لئے جو ایمان نہیں لاتے۔

قوم عاد اولیٰ اور عاد ثانی کے بعد، موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک درج ذیل انبیاء مبعوث ہوئے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت ایوب، اور حضرت شعیب علیہم السلام یہ تو وہ انبیاء ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے اور جن کا ذکر قرآن میں نہیں آیا وہ ان سے بہت زیادہ ہیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا میں مبعوث ہونے والے رسولوں کی تعداد پوچھی گئی تو آپ نے ۳۱۳ تا ۳۱۵ بتلائی اور انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی جبکہ قرآن میں صرف ۱۲۷ انبیاء ورسل کا ذکر ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝ |
| پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل دے کر بھیجا۔ فرعون اور |
| اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے بھی تکبر و رعونت سے کام لیا اور وہ بھی ظالم و سرکش لوگ تھے۔ |

## فرعون اور اس کے لشکر کی سرکشی کا بیان

"ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَى وَأَخَاهُ هَارُون بِآيَاتِنَا وَسُلْطَان مُبِين" حُجَّة بَيِّنَة وَهِيَ الْيَد وَالْعَصَا وَغَيْرهمَا مِنْ الْآيَات، "إِلَى فِرْعَوْن وَمَلَئِهِ فَاسْتَكْبَرُوا" عَنْ الْإِيمَان بِهَا وَبِاللّٰهِ "وَكَانُوا قَوْمًا عَالِينَ" قَاهِرِينَ بَنِي إِسْرَائِيل بِالظُّلْمِ

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنی نشانیاں اور روشن دلیل یعنی واضح حجت جو ید بیضاء اور عصا وغیرہ ہیں۔ دے کر بھیجا۔

فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف تو انہوں نے بھی آپ پر اور اللہ پر ایمان لانے کی بہ جائے تکبر ورعونت سے کام لیا اور وہ بھی بڑے ظالم وسرکش لوگ تھے۔ یعنی بنی اسرائیل پر ظلم کرتے تھے۔

## دریا میں ڈوبنے والے فرعون کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور قوم فرعون کے پاس پوری دلیلوں کے ساتھ اور زبردست معجزوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے بھی سابقہ کافروں کی طرح اپنے نبیوں کی تکذیب ومخالفت کی اور سابقہ کفار کی طرح یہی کہا کہ ہم اپنے جیسے انسانوں کی نبوت کے قائل نہیں ان کے دل بھی بالکل ان جیسے ہی ہو گئے بالآخر ایک ہی دن میں ایک ساتھ سب کو اللہ تعالیٰ نے دریا برد کر دیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لوگوں کی ہدایت کے لئے تورات ملی۔ دوبارہ مومنوں کے ہاتھوں کافر ہلاک کئے گئے جہاد کے احکام اترے اس طرح عام عذاب سے کوئی امت فرعون اور قوم فرعون یعنی قبطیوں کے بعد ہلاک نہیں ہوئی۔ ایک اور آیت میں فرمان ہے گذشتہ امتوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب عنائت فرمائی جو لوگوں کے لئے بصیرت ہدایت اور رحمت تھی۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

| |
|---|
| فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ |
| تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔ تو انھوں نے دونوں |
| کو جھٹلا دیا تو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔ |

## فرعونیوں کا ایمان لانے سے انکار کرنے کا بیان

فَقَالُوا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمهمَا لَنَا عَابِدُونَ" مُطِيعُونَ خَاضِعُونَ

تو انھوں نے کہا کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ ان کے لوگ ہمارے غلام ہیں۔ یعنی وہ ہماری حکمرانی کے تحت ہیں۔

یہاں بھی انکار کے لیے دلیل انہوں نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کی بشریت ہی پیش کی اور اسی بشریت کی تاکید کے لیے انہوں نے کہا کہ یہ دونوں اسی قوم کے افراد ہیں جو ہمارے غلام ہے۔ ان میں کے دو آدمیوں کو ہم اپنا سردار کس طرح بنا سکتے ہیں۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً |
| وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ |

| |
|---|
| اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی تا کہ وہ لوگ ہدایت پا جائیں۔اور ہم نے ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) |
| کو اوران کی ماں کو اپنی نشانی بنایا اور ہم نے ان دونوں کو ایک بلند زمین میں سکونت بخشی جو با آسائش وآرام رہنے کے |
| قابل تھی اور وہاں آنکھوں کے لئے بہتے پانی تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب" التَّوْرَاة "لَعَلَّهُمْ" قَوْمه بَنِي إسْرَائِيل "يَهْتَدُونَ" بِهِ مِنَ الضَّلَالَة وَأُوتِيهَا بَعْد هَلَاك فِرْعَوْن وَقَوْمه جُمْلَة وَاحِدَة، "وَجَعَلْنَا ابْن مَرْيَم" عِيسَى "وَأُمّه آيَة" لَمْ يَقُلْ آيَتَيْنِ لِأَنَّ الْآيَة فِيهِمَا وَاحِدَة : وِلَادَته مِنْ غَيْر فَحْل "وَآوَيْنَاهُمَا إلَى رَبْوَة" مَكَان مُرْتَفِع وَهُوَ بَيْت الْمَقْدِس أَوْ دِمَشْق أَوْ فِلَسْطِين أَقْوَال "ذَات قَرَار" أَيْ مُسْتَوِيَة يَسْتَقِرّ عَلَيْهَا سَاكِنُوهَا "وَمَعِين" وَمَاء جَارٍ ظَاهِر تَرَاهُ الْعُيُون،

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی تا کہ وہ لوگ یعنی بنی اسرائیل گمراہی سے ہدایت پا جائیں۔اور یہ کتاب انہیں ایک ہی دفعہ فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد دی گئی۔اور ہم نے ابن مریم عیسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی ماں کو اپنی زبردست نشانی بنایا یہاں پر دونشانیاں نہیں کہا کیونکہ ان دونوں میں ایک ہی نشانی ہے اور وہ بغیر مرد کے ولادت کا ہونا ہے۔اور ہم نے ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین میں سکونت بخشی جو با آسائش وآرام رہنے کے قابل بھی تھی اور وہ بیت المقدس ہے یا دمشق ہے یا فلسطین ہے۔اس میں کئی اقوال ہیں۔اور وہاں آنکھوں کے نظارے کے لئے بہتے پانی یعنی نہریں، آبشاریں اور چشمے بھی تھے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام ومریم رضی اللہ عنہا میں قدرت کی نشانی کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم کو اللہ نے اپنی قدرت کاملہ کے اظہار کی ایک زبردست نشانی بنایا آدم کو مرد وعورت کے بغیر پیدا کیا حوا کو صرف مرد سے بغیر عورت کے پیدا کیا عیسیٰ علیہ السلام کو صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کیا۔بقیہ تمام انسانوں کو مرد وعورت سے پیدا کیا۔ربوہ کہتے ہیں بلند زمین کو جو ہری اور پیداوار کے قابل ہو وہ جگہ گھاس پانی والی تر وتازہ اور ہری بھری تھی۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس غلام اور نبی کو اور انکی صدیقہ والدہ کو جو اللہ کی بندی اور لونڈی تھیں جگہ دی تھی۔وہ جاری پانی والی صاف ستھری ہموار زمین تھی۔کہتے ہیں یہ ٹکڑا مصر کا تھا یا دمشق کا یا فلسطین کا۔ربوۃ ریتلی زمین کو بھی کہتے ہیں۔چنانچہ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تیرا انتقال ربوہ میں ہوگا۔وہ ریتلی زمین میں فوت ہوئے۔ان تمام اقوال میں زیادہ قریب قول وہ ہے کہ مراد اس سے نہر ہے جیسے اور آیت میں اس طرح بیان فرمایا گیا ہے آیت (قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ، ۔مریم:24) تیرے رب نے تیرے قدموں تلے ایک جاری نہر بہادی ہے۔پس یہ مقام بیت

المقدس کا مقام ہے تو گویا اس آیت کی تفسیر یہ آیت ہے اور قرآن کی تفسیر اولاً قرآن سے پھر حدیث سے پھر آثار سے کرنی چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ |
| وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ |
| اے رُسُلِ (عظام!) تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک عمل کرتے رہو، بیشک میں جو عمل بھی تم کرتے ہو اس سے |
| خوب واقف ہوں۔ اور بیشک یہ تمہاری امت ہے ایک ہی امت اور میں تمہارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرا کرو۔ |

## ملت اسلامیہ پر ایک امت ہونے کا بیان

"یَاأَیُّهَا الرُّسُل كُلُوا مِنْ الطَّیِّبَات" الْحَلَالَاتِ "وَاعْمَلُوا صَالِحًا" مِنْ فَرْض وَنَفْل "إنِّی بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِیم" فَأُجَازِیكُمْ عَلَیْهِ، "وَ" اعْلَمُوا "إنَّ هَذِهِ" أَیْ مِلَّة الْإِسْلَام "أُمَّتكُمْ" دِینكُمْ أَیّهَا الْمُخَاطَبُونَ أَیْ یَجِب أَنْ تَكُونُوا عَلَیْهَا "أُمَّة وَاحِدَة" حَال لَازِمَة وَفِی قِرَاءَة بِتَخْفِیفِ النُّون وَفِی أُخْرَى بِكَسْرِهَا مُشَدَّدَة اسْتِئْنَافًا "وَأَنَا رَبّكُمْ فَاتَّقُونِ" فَاحْذَرُونِ،

اے رُسُلِ (عظام!) تم پاکیزہ یعنی حلال چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک عمل یعنی فرائض ونوافل میں سے کرتے رہو، بیشک میں جو عمل بھی تم کرتے ہو اس سے خوب واقف ہوں۔ لہٰذا اس پر میں تمہیں جزاء دوں گا۔ اور بیشک یہ ملت اسلام تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے۔ یعنی اے اہل خطاب! تم پر تمہارا دین لازم ہے۔ یہ حال لازمہ ہے اور ایک قرأت میں نون کی تخفیف جبکہ دوسری قرأت میں تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں سو مجھ سے ڈرا کرو۔

خطاب کا یہ انداز اس لحاظ سے نہیں کہ سارے رسول کسی ایک جگہ اکٹھے کئے گئے تھے تو انہیں اس طرح مخاطب کیا گیا ہے۔ بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ چونکہ سارے رسولوں کی اصولی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے۔ لہٰذا بطور اختصار یہاں خطاب کا مشترکہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔ نیز اس آیت میں اگرچہ خطاب رسولوں کو ہے تاہم اس کا حکم عام ہے۔ اور قرآن کریم نے بعض مقامات پر تو یَا اَیُّهَا النَّاسُ کہہ کر حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے اور بعض مقامات پر اس حکم کے مخاطب ایمان لانے والے ہیں۔

پاکیزہ چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا کھانا شریعت نے حلال قرار دیا ہو اور انہیں حلال ذرائع سے ہی حاصل کیا گیا ہو۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ مرغی بذات خود حلال چیز ہے مگر جب یہ چوری کی ہو تو حرام ہو جائے گی۔ اسی طرح سود یا دوسرے ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ حرام مال تصور ہوگا۔ کسب حلال اور حرام سے اجتناب اس قدر اہم حکم ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے نیک اعمال سے پہلے ذکر فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی کی کمائی حرام کی ہو تو اس کے نیک اعمال بھی قبول نہیں ہوتے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ○

پس انہوں نے اپنے امر کو آپس میں اختلاف کر کے فرقہ فرقہ کر ڈالا، ہر فرقہ والے اسی قدر سے جوان کے پاس ہے خوش ہیں۔

پس آپ ان کو ایک عرصہ تک ان کے نشہ جہالت وضلالت میں چھوڑے رکھئے۔

## موت تک کفار مکہ کو گمراہی و جہالت میں چھوڑ دینے کا بیان

"فَتَقَطَّعُوا" أَیْ الْأَتْبَاع "أَمْرهمْ" دِینهمْ "بَیْنهمْ زُبُرًا" حَال مِنْ فَاعِل تَقَطَّعُوا أَیْ أَحْزَابًا مُتَخَالِفِینَ كَالْیَهُودِ وَالنَّصَارَی وَغَیْرهمْ "كُلّ حِزْب بِمَا لَدَیْهِمْ" أَیْ عِنْدهمْ مِنْ الدِّین "فَرِحُونَ" مَسْرُورُونَ، "فَذَرْهُمْ" اُتْرُكْ كُفَّار مَكَّة "فِی غَمْرَتهمْ" ضَلَالَتهمْ "حَتَّی حِین" إلَی حِین مَوْتهمْ،

پس انہوں نے اپنے دین کے امر کو آپس میں اختلاف کر کے فرقہ فرقہ کر ڈالا، یہاں پر زبراً یہ تقطعوا کے فاعل سے حال ہے یعنی مخالف فرقے جس یہود ونصاریٰ وغیرہ ہیں۔ ہر فرقہ والے اسی قدر دین کے حصہ سے جوان کے پاس ہے خوش ہیں۔ پس آپ ان کفار مکہ کو ایک عرصہ تک یعنی ان کی موت تک ان کے نشہ جہالت وضلالت میں چھوڑے رکھئے۔

اُمّت سے مراد دین ہے، اور ایک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سب انبیاء نے ایک اللہ کی عبادت ہی کی دعوت پیش کی ہے۔ لیکن لوگ دین توحید چھوڑ کر الگ الگ فرقوں میں بٹ گئے اور ہر گروہ اپنے عقیدہ وعمل پر خوش ہے، چاہے وہ حق سے کتنا بھی دور ہو۔

زبر، زبور کی جمع ہے جو کتاب کے معنے میں آتا ہے اس معنے کے اعتبار سے مراد آیت کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو سب انبیاء اور ان کی امتوں کو اصول اور عقائد کے مسائل میں ایک ہی دین اور طریقہ پر چلنے کی ہدایت فرمائی تھی مگر امتوں نے اس کو نہ مانا اور آپس میں ٹکڑے مختلف ہو گئے ہر ایک نے اپنا اپنا طریقہ الگ اور اپنی کتاب الگ بنالی۔ اور زبر کبھی زبرہ کی جمع بھی آتی ہے جس کے معنے قطعہ اور فرقہ کے ہیں۔ یہی معنے اس جگہ زیادہ واضح ہیں اور مراد آیت کی یہ ہے کہ یہ لوگ عقائد اور اصول میں بھی مختلف فرقے بن گئے لیکن فروعی اختلاف ائمہ مجتہدین کا اس میں داخل نہیں۔ کیونکہ ان اختلافات سے دین وملت الگ نہیں ہو جاتا اور ایسا اختلاف رکھنے والے الگ الگ فرقے نہیں کہلاتے۔ اور اس اجتہادی اور فروعی اختلاف کو فرقہ واریت کا رنگ دینا خالص جہالت ہے جو کسی مجتہد کے نزدیک جائز نہیں۔

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ ○ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ○

کیا وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو مال واولاد کے ذریعہ ان کی مدد کر رہے ہیں۔ تو ہم ان کے لئے بھلائیوں میں

جلدی کر رہے ہیں، بلکہ انہیں شعور ہی نہیں ہے۔

## کفار کیلئے دنیا میں مہلت ملنے کا بیان

"أَیَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدّهُمْ بِهِ" نُعْطِیهِمْ "مِنْ مَال وَبَنِینَ" فِی الدُّنْیَا، "نُسَارِع" نُعَجِّل "لَهُمْ فِی الْخَیْرَات" لَا "بَلْ لَا یَشْعُرُونَ" أَنَّ ذَلِكَ اسْتِدْرَاج لَهُمْ،

کیا وہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم جو دنیا میں مال واولاد کے ذریعہ ان کی مدد کر رہے یعنی عطا کر رہے ہیں۔ تو ہم ان کے لئے بھلائیوں کی فراہمی میں جلدی کر رہے ہیں، ایسا نہیں بلکہ انہیں شعور ہی نہیں ہے۔ کہ اس میں ان کیلئے مہلت ہے۔

یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا، خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ یہ اپنی غفلت و جہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے جب ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ○ |
| بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ |

## اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے لوگوں کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ" خَوْفهمْ مِنْهُ "مُشْفِقُونَ" خَائِفُونَ مِنْ عَذَابه، "وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِ رَبّهمْ" الْقُرْآن "يُؤْمِنُونَ" يُصَدِّقُونَ

بے شک وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ یعنی اس کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جو اپنے رب کی آیات یعنی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

## ایمان والوں کی تعریف کا بیان

احسان اور ایمان کے ساتھ ہی ساتھ نیک اعمال اور پھر اللہ کی ہیبت سے تھرتھرانا اور کانپتے رہنا یہ ان کی صفت ہے۔ یہ ان کی صفت ہے حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مومن نیکی اور خوف الٰہی کا مجموعہ ہوتا ہے۔ منافق برائی کے ساتھ نڈر اور بیخوف ہوتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شرعی اور فطری آیات اور نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں جیسے حضرت مریم علیہا السلام کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کا یقین رکھتی تھیں اللہ کی قدرت قضا اور شرع کا انہیں کامل یقین تھا۔ اللہ کے ہر امر کو وہ محبوب رکھتے ہیں اللہ کے منع کردہ ہر کام کو وہ ناپسند رکھتے ہیں، ہر خبر کو وہ سچ مانتے ہیں وہ موحد ہوتے ہیں شرک سے بیزار رہتے ہیں، اللہ کو واحد اور بے نیاز جانتے ہیں اسے بے اولاد اور بیوی کے بغیر مانتے ہیں، بے نظیر اور بے کفو سمجھتے ہیں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اللہ کے نام پر خیراتیں کرتے ہیں لیکن خوف زدہ رہتے ہیں کہ ایسا نہ ہو قبول نہ ہوئی ہو۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِکُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ |
| اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں کہ ان کے |

دل ڈرنے والے ہوتے ہیں کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

## دلوں پر خوف طاری ہونے کی حالت میں نیک اعمال کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ" مَعَهُ غَيْره، "وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ" يُعْطُونَ "مَا آتَوْا" أَعْطَوْا مِنَ الصَّدَقَة وَالْأَعْمَال الصَّالِحَة "وَقُلُوبهمْ وَجِلَة" خَائِفَة أَنْ لَا تُقْبَل مِنْهُمْ "أَنَّهُمْ" يُقَدَّر قَبْله لَام الْجَرّ "إِلَى رَبّهمْ رَاجِعُونَ"،

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ اور وہ کہ انھوں نے جو کچھ دیا اس حال میں دیتے ہیں یعنی صدقہ اور نیک اعمال کرتے ہیں کہ ان کے دل ڈرنے والے ہوتے ہیں یعنی انہیں یہ خوف ہے شاید یہ قبول بھی نہ کیا جائے، یہاں پر انھم سے پر لام جر مقدر ہے۔ کہ یقیناً وہ اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

## سورہ مؤمنون آیت ۶۰ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا، وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ، اور جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اور عرض کیا کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی! نہیں، بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے نماز پڑھتے صدقہ دیتے اور اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سے قبول نہ کیا جائے۔ یہی لوگ اچھے اعمال میں جلدی کرتے اور سبقت لے جاتے ہیں۔ یہ حدیث عبدالرحمٰن بن سعید بھی ابوحازم سے وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1122)

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

یہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔ اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی وسعت کے مطابق اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔

## انسان کی طاقت کے مطابق مکلف کرنے کا بیان

أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَات "وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ" فِي عِلْم اللّه، "وَلَا نُكَلِّف نَفْسًا إِلَّا وُسْعهَا" طَاقَتهَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ قَائِمًا فَلْيُصَلِّ جَالِسًا وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَصُوم فَلْيَأْكُلْ "وَلَدَيْنَا" عِنْدنَا "كِتَاب يَنْطِق بِالْحَقِّ" بِمَا عَمِلَتْه وَهُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ تُسْطَر فِيهِ الْأَعْمَال "وَهُمْ" أَيْ

النُّفُوس الْعَامِلَة "لَا يُظْلَمُونَ" شَيْئًا مِنْهَا فَلَا يُنْقَص مِنْ ثَوَاب أَعْمَال الْخَيْرَات وَلَا يُزَاد فِي السَّيِّئَات،

وہ لوگ ہیں جو نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور یہی لوگ اللہ کے علم میں ان کی طرف آگے نکلنے والے ہیں۔ اور ہم کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی وسعت کے مطابق۔ پس جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور جب وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھے تو افطار کرلے۔ اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حق کے ساتھ بولتی ہے۔ جس میں اعمال لکھے جاتے ہیں اور وہ لوح محفوظ ہے۔ یعنی لوگ کا اعمال نامہ ہے۔ اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ یعنی خیرات کرنے والے کسی شخص کے ثواب میں کمی نہ کی جائے گی اور برائیوں والوں کے گناہوں میں اضافہ نہیں کیا جائے۔ (بلکہ وہی لکھا ہوا موجود ہو جو کسی نے عمل کیا تھا)

## نیک لوگوں کے اوصاف کا بیان

ان لوگوں کے مقابلہ میں اب اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی چند صفات بیان فرمائیں سب سے پہلی بات یہ کہ ان میں نیک کام کرتے رہنے کے باوجود ان میں نیکی کا غرور اور گھمنڈ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس بات سے اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں کہ ان کے یہ اعمال شاید اللہ کی بارگاہ میں قبول ہونے کے لائق تھے یا نہیں یا ان میں کچھ تقصیر تو نہیں ہوگئی۔ دوسری صفت یہ ہے کہ وہ منزل من اللہ آیات پر ہی ایمان لاتے ہیں اور کائنات میں ہر طرف اللہ کی بکھری ہوئی آیات میں غور کر کے ان سے معرفت حاصل کرتے ہیں جن سے ان دلوں میں اللہ کی عظمت اور جلال کا سکہ بیٹھتا ہے تیسری صفت یہ ہے کہ وہ شرک کی ہر چھوٹی بڑی قسم سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور چوتھی صفت یہ کہ اپنے اموال اور دوسری اللہ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے صدقہ وخیرات وغیرہ ادا کرنے کے باوجود اللہ کے حضور اعمال کی باز پرس سے ڈرتے بھی رہتے ہیں۔

## دین کے آسان ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین بہت آسان ہے اور جو شخص دین میں سختی کرے گا وہ اس پر غالب آجائے گا، پس تم لوگ میانہ روی کرو اور (اعتدال سے) قریب رہو اور خوش ہو جاؤ (کہ تمہیں ایسا دین ملا) اور صبح اور دوپہر کے بعد اور کچھ رات میں عبادت کرنے سے دینی قوت حاصل کرو۔
(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 38)

| |
|---|
| بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ○ |
| حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ○ |
| بلکہ ان کے دل اس سے غفلت میں ہیں اور اس کے سوا ان کے کئی اور اعمال ہیں جن پر وہ عمل پیرا ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم |
| ان کے امیر اور آسودہ حال لوگوں کو عذاب کی گرفت میں لیں گے تو اس وقت وہ چیخ اٹھیں گے۔ |

## کفار کو جہالت وغفلت میں چھوڑنے کے بعد عذاب کی گرفت کا بیان

"بَلْ قُلُوبهمْ" أَيْ الْكُفَّار "فِي غَمْرَة" جَهَالَة "مِنْ هَذَا" الْقُرْآن "وَلَهُمْ أَعْمَال مِنْ دُون ذَلِكَ" الْمَذْكُور لِلْمُؤْمِنِينَ "هُمْ لَهَا عَامِلُونَ" فَيُعَذَّبُونَ عَلَيْهَا، "حَتَّى" ابْتِدَائِيَّة "إِذَا أَخَذْنَا مُتْرَفِيهِمْ" أَغْنِيَاءَهُمْ وَرُؤَسَاءَهُمْ "بِالْعَذَابِ" أَيْ السَّيْف يَوْم بَدْر "إِذَا هُمْ يَجْأَرُونَ" يَضِجُّونَ يُقَال لَهُمْ،

بلکہ ان کفار کے دل اس قرآن کے پیغام سے غفلت و جہالت میں پڑے ہیں اور اس کے سوا بھی ان کے کئی اور اعمال ہیں جو مسلمانوں کے ذکر کردہ اعمال کے خلاف ہیں۔ جن پر وہ عمل پیرا ہیں۔ پس انہیں ان پر عذاب دیا جائے گا۔ یہاں پر حتیٰ یہ ابتدائے غایت کیلئے آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے امیر اور آسودہ حال لوگوں کو عذاب کی گرفت میں لیں گے۔ جس طرح بدر کے دن ان کے ساتھ عذاب نے کیا۔ تو اس وقت وہ چیخ اٹھیں گے۔ جبکہ انہیں کہا جائے اب مت چلاؤ۔

یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ غافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں جن سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل شک وتردد اور غفلت و جہالت کی تاریک موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا، باقی اس سے ورے اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایک دم کو ان سے جدا نہیں ہوتے، اور جدا بھی کیونکر ہوں، جو کام ان کی سوءِ استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور لامحالہ ان کا خمیازہ بھی اٹھانا پڑے گا۔

| |
|---|
| لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ |
| فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝ |
| تم آج مت چیخو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گے۔ بیشک میری آیتیں تم پر پڑھ پڑھ کر سنائی |
| جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل الٹے پلٹ جایا کرتے تھے۔ |

## قرآن کو سن کر کفار کے پلٹ جانے کا بیان

"لَا تَجْأَرُوا الْيَوْم إِنَّكُمْ مِنَّا لَا تُنْصَرُونَ" لَا تُمْنَعُونَ، "قَدْ كَانَتْ آيَاتِي" مِنْ الْقُرْآن "تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلَى أَعْقَابكُمْ تَنْكِصُونَ" تَرْجِعُونَ الْقَهْقَرَى،

ان سے کہا جائے گا تم آج مت چیخو، بیشک ہماری طرف سے تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گے۔ بیشک میری آیتیں یعنی قرآنی آیات تم پر پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم ایڑیوں کے بل الٹے پلٹ جایا کرتے تھے۔ یعنی قہر وعذاب کی طرف لوٹنے والے ہو۔

یعنی جب دنیاوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو چلائیں گے اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا

وہاں بچانے والا کون؟ حکم ہوگا کہ چلاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھلایا گیا جہاں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہوگئے۔ عورتیں مہینوں تک ان کا نوحہ کرتی رہیں، سر کے بال کٹوا کر ماتم کیے گئے، روئے پیٹے، چیخے چلائے، کچھ بن نہ پڑا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مظالم سے تنگ آ کر دعائے ضرر فرمائی تو سات سال کا قحط مسلط ہوا مردار کی ہڈیاں اور چمڑے کھانے اور خون پینے کی نوبت آ گئی، آخر رحمۃ للعالمین سے رحم کا واسطہ دے کر دعا کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب اٹھایا۔ اس وقت نہ "لات ومنات" کام آئے نہ ہبل ونائلہ۔

| |
|---|
| مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ○ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ |
| اس سے غرور وتکبّر کرتے ہوئے رات کے اندھیرے میں بیہودہ گوئی کرتے تھے۔ سو کیا انہوں نے اس فرمان میں غور وخوض |
| نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تصدیق کرنے والے قرآن کو چھوڑ دینے والوں کا بیان

"مُسْتَكْبِرِينَ" عَنْ الْإِيمَان "بِهِ" أَيْ بِالْبَيْتِ أَوْ الْحَرَم بِأَنَّهُمْ أَهْله فِي أَمْن بِخِلَافِ سَائِر النَّاس فِي مَوَاطِنهمْ "سَامِرًا" حَال أَيْ جَمَاعَة يَتَحَدَّثُونَ بِاللَّيْلِ حَوْل الْبَيْت "تَهْجُرُونَ" مِنْ الثُّلَاثِيّ تَتْرُكُونَ الْقُرْآن وَمِنْ الرُّبَاعِيّ أَيْ تَقُولُونَ غَيْر الْحَقّ فِي النَّبِيّ وَالْقُرْآن، "أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا" أَصْله يَتَدَبَّرُوا فَأُدْغِمَتْ التَّاء فِي الدَّال "الْقَوْل" أَيْ الْقُرْآن الدَّالّ عَلَى صِدْق النَّبِيّ، "أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمْ الْأَوَّلِينَ"،

اس سے یعنی ایمان کی وجہ سے یا حرم یا حرم کے اہل کی وجہ سے کیونکہ وہ امن میں جبکہ دوسرے وطنوں کے لوگ ایسے نہیں ہیں غرور وتکبّر کرتے ہوئے رات کے اندھیرے میں بیہودہ گوئی کرتے تھے۔ سامرا یہ حال ہے۔ یعنی ایک گروہ بیت اللہ کے اردگرد باتیں کرتی تھی۔ یہاں تہجرون یہ ثلاثی سے یعنی انہوں نے تم نے قرآن کو چھوڑ دیا اور رباعی سے یعنی قرآن اور نبی مکرم ﷺ کے بارے میں حق کے سوا کہتے ہو۔ کیا انہوں نے اس فرمان الٰہی میں غور وخوض نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے یہاں امیں تاء کا دال میں ادغام ہے۔ یعنی قول یعنی قرآن جو نبی کریم ﷺ کی صداقت پر دلیل ہے۔ جو ان کے اگلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی۔

## قریش مکہ کی بے ہودہ قصہ گوئی کا بیان

قریش مکہ کا اللہ کی آیتیں سن کر پچھلے پاؤں بھاگنے اور نہ ماننے کا سبب حرم مکہ کی نسبت اور اس کی خدمت پر ان کا تکبر اور ناز تھا۔ اور سامراً، سمر سے مشتق ہے جس کے اصل معنے چاندنی رات کے ہیں۔ عرب کی عادت تھی کہ چاندنی رات میں بیٹھ کر قصے

کہانیاں کہا کرتے تھے اس لئے لفظ سمر قصہ کہانی کے معنے میں استعمال ہونے لگا اور سامر قصہ گو کو کہا جاتا ہے یہ لفظ اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع کے لئے بھی بولا جاتا ہے اس جگہ سامر بمعنے سامرین جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مشرکین کا ایک حال جو آیات الٰہیہ سے انکار کا سبب بنا ہوا تھا حرم مکہ کی نسبت وخدمت پر ان کا ناز تھا۔ دوسرا حال یہ بیان فرمایا کہ یہ لوگ بے اصل اور بے بنیاد قصے کہانیوں میں مشغول رہنے کے عادی ہیں ان کو اللہ کی آیات سے دلچسپی نہیں۔ تھجرون، یہ لفظ ہجر بضم الہاء سے مشتق ہے جس کے معنے فضول بکواس اور گالی گلوچ کے ہیں یہ تیسرا حال ان مشرکین کا بیان کیا گیا کہ یہ لوگ فضول بکواس اور گالی گلوچ کے عادی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بعض ایسے ہی گستاخانہ کلمات کہتے رہتے ہیں۔

## عشاء کے بعد قصہ گوئی کی ممانعت کا بیان

رات کو افسانہ گوئی کا مشغلہ عرب وعجم میں قدیم سے چلا آتا ہے اور اس میں بہت سے مفاسد اور وقت کی اضاعت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کو مٹانے کے لئے عشاء سے پہلے سونے کو اور عشاء کے بعد فضول قصہ گوئی کو منع فرمایا۔ حکمت یہ تھی کہ عشاء کی نماز پر انسان کے اعمال یومیہ ختم ہو رہے ہیں جو دن بھر کے گناہوں کا بھی کفارہ ہو سکتا ہے۔ یہی اس کا آخری عمل اس دن کا ہو تو بہتر ہے اگر بعد عشاء فضول قصہ گوئی میں لگ گیا تو اولاً یہ خود فعل عبث اور مکروہ ہے اس کے علاوہ اس کے ضمن میں غیبت جھوٹ اور دوسرے طرح طرح کے گناہوں کا ارتکاب ہوتا ہے اور ایک برا انجام اس کا یہ ہے کہ رات کو دیر تک جاگے گا تو صبح کو سویرے نہیں اٹھ سکے گا اسی لئے حضرت فاروق اعظم جب کسی کو عشاء کے بعد فضول قصوں میں مشغول دیکھتے تو تنبیہ فرماتے تھے اور بعض کو سزا بھی دیتے تھے اور فرماتے کہ جلد سو جاؤ شاید آخر رات میں تہجد کی توفیق ہو جائے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مومنون، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ |
| بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ |
| یا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کو جنون |
| ہو گیا ہے، بلکہ وہ ان کے پاس حق لے کر تشریف لائے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے۔ |

## قرآن مجید کا نبی کریم ﷺ کی صداقت پر دلیل ہونے کا بیان

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ "اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ" اِلاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ بِالْحَقِّ مِنْ صِدْق النَّبِيّ وَمَجِيء الرُّسُل لِلْاُمَمِ الْمَاضِيَة وَمَعْرِفَة رَسُولهمْ بِالصِّدْقِ وَالْاَمَانَة وَاَنْ لَا جُنُون بِهٖ "بَلْ" لِلانْتِقَالِ "جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ" اَيْ الْقُرْآن الْمُشْتَمِل عَلَى التَّوْحِيد وَشَرَائِع الْاِسْلَام، وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كَارِهُوْنَ.

یا انھوں نے اپنے رسول کو نہیں پہچانا تو وہ اس کا انکار کرنے والے ہیں۔ یا یہ کہتے ہیں کہ اس کو جنون لاحق ہو گیا ہے، یہاں

استفہام تقریری ہے یعنی نبی کریم ﷺ کی صداقت اور سابقہ رسولان گرامی کی بعثت حق ہے۔ اور ان رسولان گرامی کی صداقت اور امانت اور یہ کہ آپ کی ذات کو کوئی جنون نہیں ہے۔ (ایسا ہرگز نہیں) یہاں پر لفظ بل انتقال کے معنی میں آیا ہے۔ بلکہ وہ ان کے پاس حق یعنی قرآن لے کر تشریف لائے ہیں جو توحید اور احکام اسلام پر مشتمل ہے۔ اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے۔

اور حضور ﷺ کی عمر شریف کے جملہ احوال کو نہ دیکھا اور آپ کے نسب عالی اور صدق و امانت اور وفورِ عقل و حسن اخلاق اور کمالِ حلم اور وفا و کرم و مروّت وغیرہ پاکیزہ اخلاق و محاسنِ صفات اور بغیر کسی سے سیکھے آپ کے علم میں کامل اور تمام جہان سے اعلم اور فائق ہونے کو نہ جانا کیا ایسا ہے؟ حقیقت میں یہ بات تو نہیں بلکہ وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اوصاف و کمالات کو خوب جانتے ہیں اور آپ کے برگزیدہ صفات شہرہ آفاق ہیں۔

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی نبوت سے انکار کرنے کا بیان

انکار ایک تیسری وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ اپنے رسول کو دیوانہ سمجھ کر اس کی باتوں کو درخورِ اعتناء نہ سمجھیں۔ اگر وہ اسے دیوانہ کہہ بھی دیں تو ان کے دل ہرگز اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ جب دعوت توحید کا چرچا عام ہونے لگا تو قریش سرداروں کو بہت فکر لاحق ہوگئی۔ وہ اس دعوت کو روکنے کے لئے مشورہ کی خاطر ولید بن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید بن مغیرہ ابوجہل کا چچا تھا اور حرب بن امیہ کی وفات کے بعد قریش کی سیادت اسی کے ہاتھ آئی تھی) ولید بن مغیرہ ایک سمجھدار آدمی تھا۔ کہنے لگا اس سلسلہ میں اپنی اپنی تجاویز پیش کرو انہیں پیش کردہ تجاویز میں سے ایک سردار نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ ہم لوگوں کو کہیں گے کہ "وہ تو ایک مجنون آدمی ہے" یہ سن کر ولید بن مغیرہ کہنے لگا: "اللہ کی قسم! وہ دیوانہ نہیں ہے۔ ہم نے دیوانوں کو بارہا دیکھا ہے۔ اس کے اندر نہ دیوانوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے، نہ الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ہی ان جیسی بہکی بہکی باتیں ہیں۔ (الرحیق المختوم ص ۱۲۱)

| |
|---|
| وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط |
| بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ٥ |
| اور اگر حق ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، بلکہ ہم ان کے پاس |
| ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔ |

## زمین و آسمان کا قیام ایمان کے سبب ہونے کا بیان

"وَلَوْ اتَّبَعَ الْحَقّ" أَيْ الْقُرْآن "أَهْوَاءَهُمْ" بِأَنْ جَاءَ بِمَا يَهْوَوْنَهُ مِنْ الشَّرِيك وَالْوَلَد لِلَّهِ تَعَالَى اللَّه عَنْ ذَلِكَ "لَفَسَدَتْ السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَمَنْ فِيهِنَّ" خَرَجَتْ عَنْ نِظَامهَا الْمُشَاهَد لِوُجُودِ التَّمَانُع فِي الشَّيْء عَادَة عِنْد تَعَدُّد الْحَاكِم "بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ" أَيْ الْقُرْآن الَّذِي فِيهِ ذِكْرهمْ وَشَرَفهمْ،

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ،

اور اگر حق یعنی قرآن ان کی خواہشوں کے پیچھے چلے یعنی وہ وہ اللہ کا شریک اور اس کیلئے اولاد وغیرہ بنالائیں تو یقیناً سب آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے، بگڑ جائیں، یعنی یہ نظام جو ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب درہم برہم ہو جائے کیونکہ تعدد حاکم کے سبب چیزوں میں عام طور اختلاف ہو جاتا ہے۔ بلکہ ہم ان کے پاس ان کی نصیحت لے کر آئے ہیں جس میں ان کا شرف وعزت ہے۔ تو وہ اپنی نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں۔

## خواہشات کو دین کے تابع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز (دین وشریعت) کی تابع نہیں ہوتیں جس کو میں (اللہ کی جانب سے لایا ہوں یہ حدیث شرح السنۃ میں روایت کی گئی ہے اور امام نووی نے اپنی "چہل حدیث" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جس کو ہم نے کتاب الحجہ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 164)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کامل اس آدمی کا ہوتا ہے جو دین وشریعت کا پوری طرح پیرو اور ان کی صداقت وحقانیت کا ایقان واعتقاد پورے رسوخ کے ساتھ رکھتا ہو، نیز اس کی زندگی کے ہر پہلو میں خواہ اعتقادات وعبادات ہوں یا اعمال وعادات سب میں کمال رضا ورغبت اور بخوشی دین وشریعت کارفرما ہوں اور ظاہر ہے کہ روحانی پاکیزگی ولطافت اور عرفانی عروج کا یہ مرتبہ اس آدمی کو حاصل ہو سکتا ہے جس کا قلب ودماغ خواہشات نفسانی کی تمام گندگی وثقالت سے پاک وصاف ہو کر نور الٰہی کی مقدس روشنی سے جگمگا اٹھے، چنانچہ اولیاء اللہ اور صالحین حقیقت ومعرفت کے اسی عظیم مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
| یا تو ان سے کسی آمدنی کا مطالبہ کرتا ہے تو تیرے رب کی آمدنی بہتر ہے اور وہ سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ |
| اور بیشک آپ تو انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاتے ہیں۔ |

## دعوت ایمان پر کسی اجرت کا مطالبہ نہ کرنے کا بیان

"أَمْ تَسْأَلهُمْ خَرْجًا" "أَجْرًا عَلَى مَا جِئْتهمْ بِهِ مِنْ الْإِيمَان "فَخَرَاج رَبّك خَيْر" "أَجْره وَثَوَابه وَرِزْقه وَفِي قِرَاءَة: خَرْجًا فِي الْمَوْضِعَيْنِ وَفِي أُخْرَى خَرَاجًا فِيهِمَا "وَهُوَ خَيْر الرَّازِقِينَ" "أَفْضَل مَنْ أَعْطَى وَآجَرَ، "وَإِنَّك لَتَدْعُوهُمْ إلَى صِرَاط" طَرِيق "مُسْتَقِيم" أَيْ دِين الْإِسْلَام

یا تو ان سے کسی آمدنی کا مطالبہ کرتا ہے یعنی ان کے ایمان لانے کی اجرت کا مطالبہ ہے تو تیرے رب کی آمدنی یعنی اس کا ثواب، اجر اور رزق بہتر ہے۔ ایک قرأت میں لفظ خرجا جبکہ دوسری قرأت کے مطابق خراجا آیا ہے۔ اور وہ سب رزق دینے والوں

سے بہتر یعنی افضل واعلیٰ ہے۔ اور بیشک آپ تو انہی کے بھلے کے لئے انہیں سیدھی راہ یعنی دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔

اور اس کا فضل آپ پر عظیم اور جو نعمتیں اس نے آپ کو عطا فرمائی وہ بہت کثیر اور اعلیٰ تو آپ کو ان کی کیا پرواہ پھر جب وہ آپ کے اوصاف وکمالات سے واقف بھی ہیں، قرآن پاک کا اعجاز بھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہے اور آپ ان سے ہدایت و ارشاد کا کوئی اجر وعوض بھی طلب نہیں فرماتے تو اب انہیں ایمان لانے میں کیا عذر رہا۔

| |
|---|
| وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ○ وَلَوْ رَحِمْنٰـهُمْ |
| وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ○ |
| اور بیشک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ضرور راہ سے کترائے رہتے ہیں۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمادیں اور جو |
| تکلیف انہیں ہے اسے دور کردیں تو وہ بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی میں مزید پکے ہوجائیں گے۔ |

## تکالیف دور کردینے کے باوجود کفار کا عقیدہ آخرت سے انکار کا بیان

"وَاِنَّ الَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ" بِالْبَعْثِ وَالثَّوَابِ وَالْعِقَابِ "عَنْ الصِّرَاط" أَيْ الطَّرِيق "لَنَاكِبُونَ" عَادِلُونَ، "وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرّ" أَيْ جُوع أَصَابَهُمْ بِمَكَّة سَبْع سِنِينَ "لَلَجُّوا" تَمَادَوْا "فِي طُغْيَانهمْ" ضَلَالَتهمْ "يَعْمَهُونَ" يَتَرَدَّدُونَ،

اور بیشک جو لوگ آخرت یعنی بعث، ثواب اور عذاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ ضرور سیدھی راہ سے کترائے رہتے ہیں۔ یعنی پھرنے والے ہیں۔ اور اگر ہم ان پر رحم فرمادیں اور جو تکلیف یعنی مکہ میں سات سال انہیں بھوک لاحق ہے اسے دور کردیں تو وہ بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی میں مزید پکے ہوجائیں گے۔ یعنی شک وشبہ میں پھرتے رہیں گے۔

## سورہ مؤمنون آیت ۷۵ کے شان نزول کا بیان

جب قریش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے سات برس کے قحط میں مبتلا ہوئے اور حالت بہت ابتر ہوگئی تو ابوسفیان ان کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اپنے خیال میں رحمۃ للعالمین بنا کر نہیں بھیجے گئے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک، ابوسفیان نے کہا کہ بڑوں کو تو آپ نے بدر میں تہ تیغ کردیا اولاد جو رہی وہ آپ کی بددعا سے اس حالت کو پہنچی کہ مصیبت قحط میں مبتلا ہوئی، فاقوں سے تنگ آگئی، لوگ بھوک کی بیتابی سے ہڈیاں چاپ گئے، مردار تک کھا گئے میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور قرابت کی، آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم سے اس قحط کو دور فرمائے۔ حضور نے دعا کی اور انہوں نے اس بلا سے رہائی پائی۔ اس واقعہ کے متعلق یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، مومنون)

وَلَقَدْ اَخَذْنٰـهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ○ حَتّٰى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ○

اور بیشک ہم نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا پھر انہوں نے اپنے رب کے لئے عاجزی اختیار نہ کی اور نہ وہ گڑگڑائے۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر نہایت سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے، اس وقت وہ اس میں انتہائی حیرت سے ساکت و مایوس رہیں گے۔

## ہر بھلائی سے مایوس ہونے والے کفار کا بیان

وَلَقَدْ أَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ" الْجُوع "فَمَا اسْتَكَانُوا " تَوَاضَعُوا "لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ " يَرْغَبُونَ إلَى اللَّه بِالدُّعَاءِ، "حَتَّى" اِبْتِدَائِيَّة "إذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا" صَاحِب "عَذَاب شَدِيد " هُوَ يَوْم بَدْر بِالْقَتْلِ "إذْ هُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ" آيِسُونَ مِنْ كُلّ خَيْر،

اور بیشک ہم نے انہیں عذاب یعنی بھوک میں پکڑ لیا پھر بھی انہوں نے اپنے رب کے لئے عاجزی اختیار نہ کی اور نہ وہ اس کے حضور گڑگڑائے۔ یعنی وہ اللہ بارگاہ میں دعا کیلئے راغب نہ ہوئے۔ یہاں پر حتیٰ ابتدائے غایت کیلئے آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہم ان پر نہایت سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے، جو بدر کے دن قتل کا عذاب تھا تو اس وقت وہ اس میں انتہائی حیرت سے ساکت و مایوس پڑے رہیں گے۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس ہوں گے۔

## رسول اللہ ﷺ کی دعا سے اہل مکہ سے قحط دور ہونے کا بیان

پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر قحط کا عذاب مسلط ہونے کی دعا کی تھی۔ اس کی وجہ سے یہ سخت قحط میں مبتلا ہوئے اور مردار وغیرہ کھانے پر مجبور ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور صلہ رحمی کی، کیا آپ نے یہ نہیں کہا کہ میں اہل عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، آپ نے فرمایا بیشک کہا ہے اور واقعہ بھی یوں ہی ہے۔ ابوسفیان نے کہا کہ آپ نے اپنی قوم کے بڑوں کو تو بدر کے معرکہ میں تلوار سے قتل کر دیا اور جواب رہ گئے ہیں ان کو بھوک سے قتل کر رہے ہیں اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے ہٹ جائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی یہ عذاب اسی وقت ختم ہو گیا اسی پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی:

وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ ۔

اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ عذاب میں مبتلا ہونے پھر اس سے نجات پانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنے رب کے سامنے نہیں جھکے چنانچہ واقعہ یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے قحط رفع بھی ہو گیا مگر مشرکین مکہ اپنے شرک و کفر پر اسی طرح جمے رہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ مومنون، لاہور)

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

وَهُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

اور وہی ہے جو تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل رفتہ رفتہ وجود میں لایا، تم لوگ بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔ اور وہی ہے

جس نے تمہیں روئے زمین پر پیدا کر کے پھیلا دیا اور تم اسی کے حضور جمع کئے جاؤ گے۔

## اللہ کا شکرادا نہ کرنے والوں کا بیان

"وَهُوَ الَّذِی أَنْشَأَ " خَلَقَ "لَكُمُ السَّمْع " بِـمَعْنَى الْأَسْمَاع الْقُلُوب "وَالْأَبْصَار وَالْأَفْئِدَة " الْقُلُوب "قَلِيلًا مَا" تَأْكِيد لِلْقِلَّةِ،"وَهُوَ الَّذِی ذَرَأَكُمْ" خَلَقَكُمْ "فِي الْأَرْض وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" تُبْعَثُونَ،

اور وہی ہے جو تمہارے لئے کان، بمعنی اسماع قلوب اور آنکھیں اور دل و دماغ رفتہ رفتہ وجود میں لایا، مگر تم لوگ بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔ یہاں پر قلیلا یہ قلت کیلئے تاکید ہے۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں روئے زمین پر پیدا کر کے پھیلا دیا اور تم اسی کے حضور جمع کئے جاؤ گے۔

تم نے ان نعمتوں کی قدر نہ جانی اور ان سے فائدہ نہ اٹھایا اور کانوں، آنکھوں اور دلوں سے آیات الٰہیہ کے سننے، دیکھنے، سمجھنے اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے اور مُنعمِ حقیقی کا حق پہچان کر شکر گزار بننے کا نفع نہ اٹھایا۔

## صبر و شکر پر ثواب کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مومن (کامل) کا عجب حال ہے اگر اسے راحت و بھلائی پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا شکرادا کرتا ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو جب بھی وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور صبر کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ لہٰذا مومن کو اس کے ہر کام میں ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ وہ جو لقمہ اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں دیتا ہے (اس پر بھی ثواب ملتا ہے) (بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 222)

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ○

اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور شب و روز کا گردش کرنا اسی کے اختیار میں ہے۔ سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

بلکہ یہ لوگ اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں جس طرح کی اگلے کرتے رہے ہیں۔

## دن رات میں غور و فکر کے ذریعے سمجھنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِی يُحْيِي " بِنَفْخِ الرُّوح فِي الْمُضْغَة "وَيُمِيت وَلَهُ اخْتِلَاف اللَّيْل وَالنَّهَار" بِالسَّوَادِ وَالْبَيَاض وَالزِّيَادَة وَالنُّقْصَان "أَفَلَا تَعْقِلُونَ" صُنْعه تَعَالَى فَتَعْتَبِرُونَ

اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے یعنی مضغہ کے اندر روح پھونکتا ہے۔اور موت دیتا ہے اور شب وروز کا گردش کرنا یعنی سیاہی وسفیدی اور زیادہ وکمی بھی اسی کے اختیار میں ہے۔پس کیا تم اللہ تعالیٰ کی صنعت کو سمجھتے نہیں ہو۔
ان میں سے ہر ایک کا دوسرے کے بعد آنا اور تاریکی وروشنی اور زیادتی وکمی میں ہر ایک کا دوسرے سے مختلف ہونا یہ سب اس کی قدرت کے نشان ہیں۔کہ ان سے عبرت حاصل کرو اور ان میں خدا کی قدرت کا مشاہدہ کر کے مرنے کے بعد زندہ کئے جانے کو تسلیم کرو اور ایمان لاؤ۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ٥ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا |
| هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ٥ |
| انھوں نے کہا کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ |
| بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ دیا گیا۔یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔ |

## کافر اقوام کا حق کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کہنے کا بیان

"قَالُوا" أَيْ الْأَوَّلُونَ "أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ" لَا وَفِي الْهَمْزَتَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيق وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ، "لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا هَذَا" أَيْ الْبَعْث بَعْد الْمَوْت "مِنْ قَبْل إنْ" مَا "هَذَا إلَّا أَسَاطِير" أَكَاذِيب "الْأَوَّلِينَ" كَالْأَضَاحِيكِ وَالْأَعَاجِيب جَمْع أُسْطُورَة بِالضَّمِّ،

انھوں یعنی پہلے لوگوں نے کہا کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا واقعی ہم ضرور اٹھائے جانے والے ہیں؟ ہرگز نہیں۔یہاں پر دونوں ہمزے دونوں مقامات پر تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ بھی آئے ہیں۔اور دونوں صورتوں میں ان دونوں کے درمیان الف کو داخل کیا گیا ہے۔بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہمیں اور ہمارے باپ دادا کو یہی وعدہ یعنی بعث وموت کا دعدہ دیا گیا۔یہ تو پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیوں کے سوا کچھ نہیں۔جس طرح مذاحیہ وعجیب کہانیاں ہوتی ہیں یہاں پر اساطیر یہ اسورہ کی جمع ہے اور یہ الف کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔
کفار مکہ سے جب بدوی لوگ پوچھتے کہ تم میں جو نبی پیدا ہوا ہے اس کی تعلیم کیا ہے؟ تو وہ کہہ دیتے کہ اس میں کوئی نئی بات تو ہے نہیں وہی پرانے لوگوں کی داستانیں اور قصے کہانیاں ہیں۔جو ہم پہلے بھی سنتے آئے ہیں۔اور یہ بات وہ اس لئے کہتے تھے کہ انبیاء کی بنیادی اور اصولی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے۔ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ خود بھی تو اپنے پیغمبر کو وہی بات کہہ رہے ہیں جو ان کے آباء واجداد انبیاء کی مخالفت میں کہتے چلے آئے ہیں کہ "جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا پھر ہمیں زندہ کر کے اٹھایا جائے گا؟" یہ خود بھی تو وہی پرانی گھسی پٹی بات دہرا رہے ہیں۔دلیل کے ساتھ انہیں کوئی نیا جواب

میسر نہیں آرہا۔ پھر کیا ان کا یہ قول ہی پرانے افسانے پر نہیں؟ جو محض تقلید آباؤ کے طور پر کہی جاتی ہے۔

| |
|---|
| قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ○ |
| تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے اگر تم جانتے ہو۔ وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ کا ہے، آپ فرمائیں: |
| پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟ |

## اللہ تعالیٰ قدرت کیلئے دلیل بتانے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "لِمَنْ الْأَرْض وَمَنْ فِيهَا" مِنْ الْخَلْق "إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" خَالِقهَا وَمَالِكهَا، "سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ" لَهُمْ "أَفَلَا تَذَّكَّرُونَ" بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الذَّال تَتَّعِظُونَ فَتَعْلَمُونَ أَنَّ الْقَادِر عَلَى الْخَلْق ابْتِدَاء قَادِر عَلَى الْإِحْيَاء بَعْد الْمَوْت،

تم فرماؤ کس کا مال ہے زمین اور جو کچھ اس میں مخلوق ہے اگر تم ان کے خالق و مالک کو جانتے ہو۔ وہ فوراً بول اٹھیں گے کہ سب کچھ اللہ کا ہے، تو آپ ان سے فرمائیں پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے؟ یہاں پر تذکرون میں تائے ثانیہ کا ذال میں ادغام ہے۔ یعنی تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے کہ جب وہ ابتدائی طور پر خلق کی تخلیق پر قادر ہے تو موت کے بعد کیونکر نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جل وعلا اپنے وحدانیت، خالقیت، تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ وہ واحد اور لاشریک ہے پس اپنے محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے دریافت فرمائیں تو وہ سات لفظوں میں اللہ کے رب ہونے کا اقرار کریں گے اور اس میں کسی کو شریک نہیں بتائیں گے۔ آپ انہیں کے جواب کو لے کر انہیں قائل کریں کہ جب خالق، مالک، صرف اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں پھر معبود بھی تنہا وہی کیوں نہ ہو؟ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادت کیوں کی جائے؟

| |
|---|
| قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ○ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○ |
| فرمائیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہیں گے: یہ اللہ کا ہے۔ آپ فرمائیں: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان اور عرش عظیم کا رب ہونے کا بیان

"قُلْ مَنْ رَبّ السَّمَوَات السَّبْع وَرَبّ الْعَرْش الْعَظِيم" الْكُرْسِيّ، "سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ قُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ" تَحْذَرُونَ عِبَادَة غَيْره،

ان سے دریافت فرمائیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم یعنی کرسی کا مالک کون ہے؟ وہ فوراً کہیں گے: یہ سب کچھ اللہ کا ہے تو آپ ان سے فرمائیں: پھر تم اس کے سوا کی پوجا کر کے ڈرتے کیوں نہیں ہو۔

پہلی آیت میں صرف زمین اور اس میں موجودات کی ملکیت کے متعلق سوال تھا۔ اس آیت میں پوری کائنات کی ملکیت کا

سوال ہے۔ کفار مکہ کو یہ بھی اعتراف تھا کہ اس پوری کائنات کا مالک ومختار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے معبودوں کے اس کائنات میں تصرف کے اختیار کہاں سے آگئے؟ انہیں اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ اللہ کے تصرف واختیار میں ایسی چیزوں کو شریک بنا رہے ہیں۔ جو دوسروں کے تو کیا، اپنے بھی نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ ایسے صریح ظلم اور اس کے انجام سے انہیں ڈر نہیں لگتا؟

| |
|---|
| قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ |
| سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۝ |
| آپ فرمایئے کہ وہ کون ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی کامل ملکیت ہے اور جو پناہ دیتا ہے اور جس کے خلاف پناہ نہیں دی |
| جاسکتی، اگر تم جانتے ہو۔ وہ فوراً کہیں گے: یہ اللہ ہی کے لئے ہیں، آپ فرمائیں: پھر تمہیں کہاں سے فریب دیا جا رہا ہے۔ |

## اللہ کی مدد جیسی کوئی مدد نہ ہونے کا بیان

"قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوت " مُلْك وَالتَّاء لِلْمُبَالَغَةِ "وَهُوَ یُجِیر وَلَا یُجَار عَلَیْهِ " یَحْمِی وَلَا یُحْمَی عَلَیْهِ، "سَیَقُولُونَ لِلّٰهِ" وَفِی قِرَاءَة لِلّٰهِ بِلَامِ الْجَرّ فِی الْمَوْضِعَیْنِ نَظَرًا إلَی أَنَّ الْمَعْنَی مَنْ لَهُ مَا ذُكِرَ "قُلْ فَأَنّٰی تُسْحَرُونَ " تُخْدَعُونَ وَتُصْرَفُونَ عَنْ الْحَقّ وَعِبَادَة اللّٰه وَحْده أَیْ كَیْفَ تَخَیَّلَ لَكُمْ أَنَّهُ بَاطِل،

آپ ان سے فرمایئے کہ وہ کون ہے جس کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی کامل ملکیت یعنی بادشاہت ہے یہاں ملکوت میں تاء مبالغہ کیلئے آئی ہے۔ اور جو پناہ دیتا ہے اور جس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دی جاسکتی، یعنی وہ حمایت کرتا ہے اور اس کے سوا کوئی ایسی حمایت کرنے والا نہیں ہے۔ اگر تم کچھ جانتے ہو۔ وہ فوراً کہیں گے: یہ سب شانیں اللہ ہی کے لئے ہیں، یہاں لفظ اللہ ایک قرأت کے مطابق دونوں مقامات پر بغیر لام جر کے آیا ہے اور یہاں پر اس کے ذکر کردہ معنیٰ کی رعایت کی گئی ہے۔ تو آپ فرمائیں: پھر تمہیں کہاں سے فریب دیا جا رہا ہے۔ یعنی تمہیں کیوں دھوکہ ہو رہا ہے اور تم حق سے اعراض کر رہے ہو اور اللہ کی عبادت وتوحید سے اعراض کر رہے ہو۔ تمہارا کیسا باطل خیال ہے؟

یعنی اللہ تعالیٰ جس کو چاہے عذاب اور مصیبت رنج وتکلیف سے پناہ دیدے اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے مقابلہ پر کسی کو پناہ دے کر اس کے عذاب وتکلیف سے بچالے۔ یہ بات دنیا کے اعتبار سے بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو کوئی نفع پہنچانا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس کو کوئی تکلیف وعذاب دینا چاہے اس سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

اور آخرت کے اعتبار سے بھی یہ مضمون صحیح ہے کہ جس کو وہ عذاب میں مبتلا کرے گا اس کو کوئی بچا نہ سکے گا اور جس کو جنت اور راحت دے گا اس کو کوئی روک نہ سکے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مومنون، بیروت)

بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّ مَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝

بلکہ ہم ان کے پاس حق لائے ہیں اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اللہ نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ورنہ ہر خدا اپنی اپنی مخلوق کو ضرور لے جاتا اور یقیناً وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرتے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

## حق بات کی تکذیب کرنے والے کفار کے نظریے کا بیان

"بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِالْحَقِّ" بِالصِّدْقِ "وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" فِي نَفْيِهِ وَهُوَ، "مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلٰهٍ إِذًا" أَيْ لَوْ كَانَ مَعَهُ إِلٰهٌ "لَذَهَبَ كُلُّ إِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ" انْفَرَدَ بِهِ وَمَنَعَ الْآخَرَ مِنَ الِاسْتِيلَاءِ عَلَيْهِ "وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ" مُغَالَبَةً كَفِعْلِ مُلُوكِ الدُّنْيَا "سُبْحَانَ اللّٰهِ" تَنْزِيهًا لَهُ "عَمَّا يَصِفُونَ" ـهُ بِهِ مِمَّا ذُكِرَ،

بلکہ ہم ان کے پاس سچائی کے ساتھ حق لائے ہیں اور بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ یعنی سچی بات کی نفی کر کے جھوٹے ہیں۔ اللہ نے اپنے لئے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ورنہ ہر خدا اپنی اپنی مخلوق کو ضرور الگ لے جاتا اور یقیناً وہ ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرتے جس طرح دنیا کے بادشاہوں کے کاموں میں غلبہ ہوتا ہے۔ اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی جن کو ذکر کیا گیا ہے۔

## وہ ہر شان میں بے مثال ہے

اللہ تعالیٰ اس سے اپنی برتری بیان فرما رہا ہے کہ اس کی اولاد ہو یا اس کا شریک ہو۔ ملک میں، تصرف میں، عبادت کا مستحق ہونے میں، وہ یکتا ہے، نہ اسکی اولاد ہے، نہ اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی ایک اللہ ہیں تو ہر ایک اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے، عالم علوی اور عالم سفلی، آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں۔ دستور سے ایک انچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق مالک اللہ ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک اور بہت سے اللہ مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک دوسرے کو پست و مغلوب کرنا اور خود غالب اور طاقتور ہونا چاہے گا۔ اگر غالب آ گیا تو مغلوب اللہ نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خود اللہ نہیں۔ پس یہ دونوں دلیلیں بتا رہی ہیں کہ اللہ ایک ہی ہے۔

متکلمین کے طور پر اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں۔ ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو اللہ مانے جائیں یا اس سے زیادہ پھر ایک تو ایک جسم کی حرکت کا ارادہ کرے اور دوسرا اس کے سکون کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے

اور جب عاجز ٹھہرے تو اللہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے۔ تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے۔ اور یہ محال لازم ہوا ہے اس وجہ سے کہ دو یا دو سے زیادہ اللہ فرض کئے گئے تھے پس یہ تعدد میں باطل ہو گیا۔ اب رہی تیسری صورت یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور ایک کی نہ ہو تو جس کی پوری ہوئی وہ تو غالب اور واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی اور مغلوب اور ممکن ہوا۔

کیونکہ واجب کی صفت یہ نہیں کہ وہ مغلوب ہو تو اس صورت میں بھی معبودوں کی کثرت تعداد باطل ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ ایک ہے وہ ظالم سرکش، حد سے گزر جانے والے، مشرک جو اللہ کی اولا دٹھراتے ہیں اور اس کے شریک بتاتے ہیں، ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات الٰہی بلند و بالا اور برتر و منزہ ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہے۔ اور اسے بھی جو مخلوق پر عیاں ہے۔ پس وہ ان تمام شرکا سے پاک ہے، جسے منکر اور مشرک شریک اللہ بتاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، مومنون، بیروت)

| |
|---|
| عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ○ |
| غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، پس وہ بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ اے میرے رب! |
| اگر تو مجھے وہ دکھانے لگے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ |

## کفار کیلئے اللہ تعالیٰ کے وعدہ عذاب کے سچ ہونے کا بیان

"عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ" مَا غَابَ وَمَا شُوهِدَ بِالْجَرِّ صِفَةٌ وَالرَّفْعِ خَبَر هُوَ مُقَدَّرًا "فَتَعَالَى" تَعَظَّمَ "عَمَّا يُشْرِكُونَ" ـهُ مَعَهُ، "قُلْ رَبِّ إِمَّا" فِيهِ إِدْغَام نُون إِنْ الشَّرْطِيَّة فِي مَا الزَّائِدَة "تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ" يُوعَدُونَهُ مِنْ الْعَذَاب هُوَ صَادِق بِالْقَتْلِ بِبَدْرٍ،

غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، یعنی جو غائب ہوا ہے اور جو موجود ہے۔ یہاں پر لفظ عالم یہ صفت کی وجہ سے مجرور ہے جبکہ ھو مقدر کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ پس وہ بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ آپ فرمائیے، یہاں پر ان شرطیہ کا ماء زائدہ میں ادغام ہے۔ کہ اے میرے رب! اگر تو مجھے وہ عذاب دکھانے لگے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اور وہ وعدہ بدر میں کفار کے قتل سے سچا ہوا۔

یعنی جس کی قدرت عامہ و تامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہوں گی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟

| |
|---|
| رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ○ |
| اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ○ |

| |
|---|
| تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ اور بے شک ہم اس بات پر کہ تجھے وہ دکھائیں جس کا ہم |
| ان سے وعدہ کرتے ہیں، ضرور قادر ہیں۔ آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دفع کیا کریں جو سب سے بہتر ہو، |
| ہم ان کو خوب جانتے ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔ |

## ظالم قوم کے شر وغیرہ سے بچنے کی دعا کا بیان

"رَبِّ فَلا تَجْعَلنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ" فَأَهْلِك بِإِهْلاكِهِمْ، "ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَن" أَيْ الْخَصْلَة مِنْ الصَّفْح وَالْإِعْرَاض عَنْهُمْ "السَّيِّئَة" أَذَاهُمْ إِيَّاكَ وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ "نَحْنُ أَعْلَم بِمَا يَصِفُونَ" يَكْذِبُونَ وَيَقُولُونَ فَنُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ

تو اے میرے رب! مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کرنا۔ یعنی ان کی ہلاکت کے ساتھ ہلاک نہ کرنا۔ آپ برائی کو ایسے طریقہ سے دفع کیا کریں جو سب سے بہتر ہو، یعنی درگذر کی خصلت کے ساتھ دور کریں۔ یہ حکم جہاد والے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ ہم ان باتوں کو خوب جانتے ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔ یعنی وہ جھوٹ کہتے ہیں پس انہیں اس پر ہم جزاء دیں گے۔

سختیوں کے اترنے کے وقت کی دعا تعلیم ہو رہی ہے کہ اگر تو ان بدکاروں پر عذاب لائے اور میں ان میں موجود ہوں۔ تو مجھے ان عذابوں سے بچا لینا۔ مسند احمد اور ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں یہ جملہ بھی ہوتا تھا کہ اے اللہ جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنے کا ارادہ کرے، تو مجھے فتنہ میں ڈالنے سے پہلے اٹھا لے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تعلیم دینے کے بعد فرماتا ہے کہ ہم ان عذابوں کو تجھے دکھا دینے پر قادر ہیں۔ جو ان کفار پر ہماری جانب سے اترنے والے ہیں۔ پھر وہ بات سکھائی جاتی ہے جو تمام مشکلوں کی دوا، اور رفع کرنے والی ہے اور وہ یہ کہ برائی کرنے والے سے بھلائی کی جائے۔ تا کہ اس کی عداوت محبت سے اور نفرت الفت سے بدل جائے۔ جیسے ایک اور آیت میں بھی ہے کہ بھلائی سے دفع کر تو جانی دشمن، دلی دوست بن جائے گا۔ لیکن یہ کام انہیں سے ہو سکتا ہے جو صبر کرنے والے ہوں۔ یعنی اس کے حکم کی تعمیل اور اس کی صفت کی تحصیل صرف ان لوگوں سے ہو سکتی ہے جو لوگوں کی تکلیف کو برداشت کر لینے کے عادی ہو جائیں۔ اور گو وہ برائی کریں لیکن یہ بھلائی کرتے جائیں۔ یہ وصف انہی لوگوں کا ہے جو بڑے نصیب دار ہوں۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی جن کی قسمت میں ہو۔

| |
|---|
| وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ۝ |
| اور آپ (دعا) فرمائیے: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! |
| میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آ موجود ہوں۔ |

## شیطانی وسواس سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

"وَقُلْ رَبّ أَعُوذ" أَعْتَصِم "بِك مِنْ هَمَزَات الشَّيَاطِين" نَزَغَاتهمْ بِمَا يُوَسْوِسُونَ بِهِ، "وَأَعُوذ بِك

رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ" فِي أُمُورِي لِأَنَّهُمْ إِنَّمَا يَحْضُرُونَ بِسُوءٍ؛

اور آپ دعا کے طور پر فرمایئے: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ یعنی اس کے وسواس سے محفوظ رکھ۔ اور اے میرے رب! میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس میری معاملات میں آموجود ہوں۔ کیونکہ وہ برائی کے ساتھ آتے ہیں۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ (حضرت شعیب) سے اور وہ اپنے دادا (یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص نیند میں ڈرے تو اسے چاہئے کہ یہ کلمات پڑھے۔ دعا (اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ وشر عبادہ ومن ھمزات الشیاطین وان یحضرون) ۔ میں اللہ کے پورے کلمات کے ذریعہ پناہ مانگتا ہوں اس کے غضب سے اس کے عذاب سے اس کے بندوں کی برائی سے شیطان کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ شیطان میرے پاس آئیں۔ لہٰذا ان کلمات کے کہنے والے کو شیطان ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچائے گا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ ان کلمات کو اپنی اولاد میں سے ہر اس شخص کو سکھاتے جو بالغ ہوتا اور ان کی اولاد میں جو نابالغ ہوتے ان کلمات کو کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر ان کے گلے میں ڈال دیتے۔ اس روایت کو ابوداؤد و ترمذی نے روایت کیا ہے لیکن الفاظ ترمذی کے ہیں) (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1008)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نیند میں ڈرنا شیطان کے تصرف اور اس کی شرارت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ نیز یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ گلے میں تعویذ ڈالنا اور لٹکانا جائز ہے۔

| حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ |
| --- |
| یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ |

## موت کے وقت واپس آنے کی تمنا کرنے کا بیان

"حَتّٰى" اِبْتِدَائِيَّة "إِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْت" وَرَأَى مَقْعَده مِنَ النَّار وَمَقْعَده مِنَ الْجَنَّة لَوْ آمَنَ "قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ" الْجَمْع لِلتَّعْظِيمِ

یہاں پر حتیٰ یہ ابتدائے غایت کیلئے آیا ہے۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آتی ہے اور جب وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں دیکھ لیتا ہے اور اگر اس کا ٹھکانہ جنت ہوتو امن پاتا ہے تو کہتا ہے اے میرے رب! مجھے واپس بھیجو۔ یہاں پر ارجعون کو بہ طور تعظیم جمع لایا گیا ہے۔

موت کے وقت کافر پر جب آخرت کا عذاب سامنے آنے لگتا ہے تو وہ تمنا کرتا ہے کہ کاش میں پھر دنیا میں لوٹ جاؤں اور نیک عمل کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کرلوں۔

ابن جریر نے بروایت ابن جریج نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت کے وقت مومن جب رحمت کے فرشتے اور رحمت کے سامان سامنے دیکھنے لگتا ہے تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم چاہتے ہو کہ پھر تمہیں دنیا میں واپس کر دیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ میں اس غموں اور تکلیفوں کے عالم میں جا کر کیا کروں گا مجھے تو اب اللہ کے پاس لے جاؤ اور کافر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ یعنی مجھے دنیا میں لوٹا دو۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مومنون، بیروت)

| |
|---|
| لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا ؕ اِنَّهَا کَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ○ |
| تا کہ میں اس میں کچھ نیک عمل کرلوں جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔ ہرگز نہیں، یہ وہ بات ہے جسے وہ کہہ رہا ہوگا اور |
| ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ ہے وہ اٹھائے جائیں گے۔ |

## موت کے بعد کسی کے بھی لوٹ کر نہ آنے کا بیان

"لَعَلِّی أَعْمَل صَالِحًا" بِأَنْ أَشْهَد أَنْ لَا إِلَه إِلَّا اللّٰه "فِیمَا تَرَکْت" ضَیَّعْت مِنْ عُمُرِی أَیْ فِی مُقَابَلَته "کَلَّا" أَیْ لَا رُجُوع "إِنَّهَا" أَیْ رَبّ ارْجِعُونِ "کَلِمَة هُوَ قَائِلهَا" وَلَا فَائِدَة لَهُ فِیهَا "وَمِنْ وَرَائِهِمْ" أَمَامهمْ "بَرْزَخ" حَاجِز یَصُدّهُمْ عَنْ الرُّجُوع "إِلَی یَوْم یُبْعَثُونَ" وَلَا رُجُوع بَعْده

تا کہ میں اس دنیا میں کچھ نیک عمل کرلوں یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دے دوں، جسے میں چھوڑ آیا ہوں۔یعنی میں نے اپنی عمر کو ضائع کر دیا ہے۔تا کہ یہ اس کے بدلے میں کچھ ہو جائے۔ ہرگز واپس نہیں آئے گا، یہ وہ بات ہے جسے وہ بطورِ حسرت کہہ رہا ہوگا اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔اور ان کے آگے اس دن تک ایک پردہ یعنی برزخ حائل ہے جو ان کو واپس آنے سے روکے ہوئے ہے۔جس دن وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔اس کے بعد کوئی لوٹ کر نہ آئے گا۔

## برزخ کے معنی و مفہوم کا بیان

جب انسان اس دنیا کی عارضی زندگی ختم کر کے دوسری دنیا میں پہنچتا ہے تو اس کی سب سے پہلی منزل قبر ہوتی ہے، جسے عالم برزخ بھی کہا جاتا ہے، مردہ کو قبر میں اتارنے کے بعد جب اس کے عزیز و اقارب واپس لوٹتے ہیں تو اس میں اللہ کی جانب سے وہ قوت سماعت دے دی جاتی ہے جس کے ذریعہ وہ ان لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز سنتا رہتا ہے اس کے بعد منکر نکیر قبر میں آتے ہیں اور اس سے دوسرے سوالات کے علاوہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں پوچھتے ہیں کہ ان کے متعلق تمہارا اعتقاد کیا ہے، اگر مرد مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صحیح جواب دے دیتا ہے اور اگر وہ کافر ہے تو جواب نہیں دے پاتا بعد میں نتیجہ سنا دیا جاتا ہے کہ صحیح جواب دینے والا اللہ کی رحمت اور اس کی نعمتوں کا مستحق قرار دے دیا گیا ہے چنانچہ اس کی آخری منزل جنت کی طرف اس کی راہنمائی کر دی جاتی ہے، غلط جواب دینے والا اللہ کے غضب کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے اور اسے اس کی آخری منزل دوزخ کی راہ دکھا دی جاتی ہے۔ برزخ کے لفظی معنے حاجز اور فاصل کے ہیں۔ دو حالتوں یا دو چیزوں کے درمیان جو چیز فاصل ہو اس کو برزخ

کہتے ہیں اسی لئے موت کے بعد قیامت اور حشر تک کے زمانے کو برزخ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیاوی حیات اور آخرت کی حیات کے درمیان حد فاصل ہے اور معنے آیت کے یہ ہیں کہ جب مرنے والا کافر، فرشتوں سے دوبارہ دنیا میں بھیجنے کو کہتا ہے تو یہ کلمہ تو اس کو کہنا ہی تھا کیونکہ اب عذاب سامنے آ چکا ہے مگر اس کلمہ کا اب کوئی فائدہ اس لئے نہیں کہ وہ اب برزخ میں پہنچ چکا ہے جس کا قانون یہ ہے کہ برزخ سے لوٹ کر کوئی دنیا میں نہیں آتا اور قیامت اور بعث ونشر سے پہلے دوسری زندگی نہیں ملتی۔

| |
|---|
| فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۝ |
| پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان کے درمیان اس دن نہ رشتے رہیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے۔ |

## صور پھونکنے کے بعد دنیاوی انساب کا خیال تک ختم ہو جانے کا بیان

"فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّور" اَلْقَرْن النَّفْخَة الْأُولَى أَوْ الثَّانِيَة "فَلَا أَنْسَاب بَيْنهمْ يَوْمئِذٍ" يَتَفَاخَرُونَ بِهَا "وَلَا يَتَسَاءَلُونَ" عَنْهَا خِلَاف حَالهمْ فِي الدُّنْيَا لِمَا يَشْغَلهُمْ مِنْ عِظَم الْأَمْر عَنْ ذَلِكَ فِي بَعْض مَوَاطِن الْقِيَامَة وَفِي بَعْضهَا يُفِيقُونَ وَفِي آيَة "فَأَقْبَلَ بَعْضهمْ عَلَى بَعْض يَتَسَاءَلُونَ"

پھر جب صور پھونکا جائے گا یعنی نفخہ اولیٰ یا ثانیہ ہوگا تو ان کے درمیان اس دن نہ رشتے باقی رہیں گے یعنی جن کی بناء پر فخر کرتے تھے۔ اور نہ وہ ایک دوسرے کا حال پوچھ سکیں گے۔ جس طرح دنیا میں پوچھا کرتے تھے۔ اور قیامت کے بعض مواقع میں وہ مشغول ہونے کی وجہ سے کچھ نہ پوچھ بتا سکیں گے۔ اور جب بعض مواقع پر کچھ افاقہ ہوگا تو جس دوسری آیت میں ہے کہ وہ ایک دوسرے سے کچھ پوچھ سکیں گے۔

"صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

| |
|---|
| فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ |
| فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۝ |
| پس جن کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب وکامران ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے |
| تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ |

## میزان میں اچھے یا برے اعمال ہونے کا بیان

"فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينه" بِالْحَسَنَاتِ "فَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" الْفَائِزُونَ، "وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينه" بِالسَّيِّئَاتِ "فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ" فَهُمْ "فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ"

پس جن کے پلڑے زیادہ نیک اعمال کے باعث بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب و کامران ہوں گے۔ اور جن کے پلڑے برے اعمال کا وزن ہونے کے باعث ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

## وزن اعمال کی کیفیت کا بیان

بعض روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود انسان مومن و کافر کو میزان عدل میں رکھ کر تولا جائے گا۔ کافر کا کوئی وزن نہ ہوگا خواہ وہ کتنا ہی فربہ اور موٹا ہو۔ (بخاری و مسلم من حدیث ابی ہریرۃ)

اور بعض روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔ اور بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے اعمال جو دنیا میں بے وزن بے جسم اعراض ہوتے ہیں محشر میں ان کو مجسم کر کے میزان عمل میں رکھا جائے گا وہ تولے جائیں گے۔ طبرانی وغیرہ نے یہ روایت ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ ان سب روایات حدیث کے الفاظ اور متن تفسیر مظہری میں مکمل موجود ہیں وہاں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی آخری قول کی تائید میں ایک حدیث عبدالرزاق نے فضل العلم میں ابراہیم نخعی سے نقل کی ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص کے اعمال وزن کے لئے لائے جائیں گے اور ترازو کے پلہ میں رکھے جائیں گے تو یہ پلہ ہلکا رہے گا پھر ایک چیز ایسی لائی جائے گی جو بادل کی طرح ہوگی اس کو بھی اس کے حسنات کے پلہ میں رکھ دیا جائے گا تو یہ پلہ بھاری ہو جائے گا اس وقت اس شخص سے کہا جائے گا کہ تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے (جس نے تمہاری نیکیوں کا پلہ بھاری کر دیا) وہ کہے گا مجھے کچھ معلوم نہیں۔ تو بتلایا جائے گا کہ یہ تیرا علم ہے جو تو لوگوں کو سکھایا کرتا تھا۔ اور ذہبی نے فضل علم میں حضرت عمران بن حصین سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز شہیدوں کا خون اور علماء کی روشنائی (جس سے انہوں نے علم دین کی کتابیں لکھی تھیں) باہم تولے جائیں گے تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون سے زیادہ نکلے گا۔

(تفسیر مظہری، مومنون)

| |
|---|
| تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ○ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ○ |
| ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔ کیا میری آیتیں تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، |
| تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟ |

## قرآنی آیات کو جھٹلانے والوں کے چہروں کو جلا دیا جائے گا

"تَلْفَح وُجُوههمْ النَّار" تُحْرِقهَا "وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ" شَمَّرَتْ شِفَاههمْ الْعُلْيَا وَالسُّفْلَى عَنْ أَسْنَانهمْ وَيُقَال لَهُمْ، "أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي" مِنْ الْقُرْآن "تُتْلَى عَلَيْكُمْ" تُخَوَّفُونَ بِهَا

ان کے چہروں کو آگ جھلسائے گی یعنی ان کو جلا دے گی۔ اور وہ اس میں تیوری چڑھانے والے ہوں گے۔ یعنی اوپر کے ہونٹ اوپر سکڑ جائیں گے جبکہ نیچے والے ہونٹ نیچے لٹک جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا۔ کیا میری آیتیں یعنی قرآنی آیات تم پر پڑھی نہ جاتی تھیں، یعنی ان کے ذریعے تمہیں ڈرایا جاتا تھا، تو تم انہیں جھٹلایا کرتے تھے؟

## سورہ مومنون آیت ۱۰۵ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وَهُمْ فِيهَا كٰلِحُوْن، اور وہ اس میں بدشکل ہو رہے ہوں گے۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ آگ اسے اس طرح بھون دے گی کہ اس کا اوپر کا ہونٹ سکڑ کر سر کے درمیان پہنچ جائے گا اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف کو چھونے لگے گا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1123)

| |
|---|
| قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ٥ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا |
| فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ٥ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ٥ |
| وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، |
| پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ فرمائے گا اس میں دور دفع رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔ |

## اہل جہنم کا دوزخ میں پکار پکار کر کے مایوس ہو جانے کا بیان

"قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتنَا" وَفِي قِرَاءَة شَقَاوَتنَا بِفَتْحِ أَوَّله وَأَلِف وَهُمَا مَصْدَرَانِ بِمَعْنًى "وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ" عَنْ الْهِدَايَة، "رَبّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا" إلَى الْمُخَالَفَة، "قَالَ" لَهُمْ بِلِسَانِ مَالِك بَعْد قَدْر الدُّنْيَا مَرَّتَيْنِ "اخْسَئُوا فِيهَا" ابْعُدُوا فِي النَّار أَذِلَّاء "وَلَا تُكَلِّمُونِ" فِي رَفْع الْعَذَاب عَنْكُمْ لِيَنْقَطِع رَجَاؤُهُمْ،

وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم پر ہماری بدبختی غالب آ گئی یہاں پر لفظ شقوتنا ایک قرأت کے مطابق شقاوتنا یعنی اول حرف اور الف کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور یہ ایک ہی معنی میں دونوں مصدر ہیں اور ہم ہدایت سے گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال لے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا یعنی مخالفت کریں تو یقیناً ہم ظالم ہوں گے۔ تو دنیا کی مقدار کے دوگنا مالک کی زبان سے انہیں کہا جائے گا اس میں دور دفع رہو یعنی اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور عذاب دور کرنے کے بارے میں مجھ سے کلام نہ کرو۔ لہٰذا ان کی امید ختم ہو جائے گی۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ دوزخی لوگ جہنم کے داروغہ مالک کو چالیس برس تک پکارتے رہیں گے اس کے بعد وہ کہے گا کہ تم جہنم ہی میں پڑے رہو گے پھر وہ پروردگار کو پکاریں گے اور کہیں گے اے رب ہمارے ہمیں دوزخ سے اور یہ پکار ان کی دنیا سے دونی عمر کی مدت تک جاری رہے گی، اس کے بعد انہیں یہ جواب دیا جائے گا جو اگلی آیت میں ہے (خازن) اور دنیا کی عمر کتنی ہے، اس میں کئی قول ہیں بعض نے کہا کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس ہے، بعض نے کہا بارہ ہزار برس، بعض نے کہا تین لاکھ ساٹھ برس۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تذکرہ قرطبی)

| |
|---|
| اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ |
| بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، |
| سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔ |

## مہاجرین کی مغفرت کے قابل رشک ہونے کا بیان

"اِنَّهٗ كَانَ فَرِيقٌ مِنْ عِبَادِي" هُمُ الْمُهَاجِرُوْنَ

بے شک حقیقت یہ ہے کہ میرے بندوں یعنی جو مہاجرین ہیں ان میں سے کچھ لوگ تھے جو کہتے تھے اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، سو تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! تو نے قریش کو ابتداء میں (غزوہ بدر اور غزوہ احزاب کے موقع پر شکست وتباہی کا) عذاب چکھایا (جب کہ انہوں نے دین حق کی مخالفت اور تیرے رسول کا راستہ اختیار کر رکھا تھا) پس اب (جب کہ انہوں نے اسلام قبول کر کے اور تیرے رسول کی اطاعت اختیار کر کے دین اور مسلمانوں کو تقویت ومدد پہنچائی ہے تو) آخر میں ان کو عطاء وبخشش سے نواز دے۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف 589)

| |
|---|
| فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ |
| تو تم نے انہیں مذاق بنالیا، یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔ |

## ہنسی مذاق میں رہ کر عبادت کو بھلا دینے کا بیان

"فاتخذتموهم سُخْرِيًّا" بِضَمِّ السِّين وَكَسْرهَا مَصْدَر بِمَعْنَى الْهُزْء مِنْهُمْ: بِلَال وَصُهَيْب وَعَمَّار وَسَلْمَان "حَتّٰى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِي" فَتَرَكْتُمُوهُ لِاشْتِغَالِكُمْ بِالِاسْتِهْزَاءِ بِهِمْ فَهُمْ سَبَب الْإِنْسَاء فَنُسِبَ إِلَيْهِمْ، وَكُنْتُمْ مِنْهُمْ تَضْحَكُونَ،

تو تم نے انہیں مذاق بنالیا، لفظ سخریہ سین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ مصدر آیا ہے جس کا معنی مذاق ہے۔ ان میں سے یعنی

حضرت بلال، صہیب، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہاں تک کہ انھوں نے تم کو میری یاد بھلا دی یعنی تم نے مذاق و استہزا میں معروف ہونے کی وجہ سے میرا ذکر چھوڑ دیا۔ کیونکہ بھلانے کا سبب لوگ ہیں اسی لئے ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اور تم ان سے ہنسا کرتے تھے۔

## سورہ مؤمنون آیت ۱۱۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیتیں کفار قریش کے حق میں نازل ہوئیں جو حضرت بلال وحضرت عمار وحضرت صہیب وحضرت خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم فقراء اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے تمسخر کرتے تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مؤمنون، لاہور)

کیونکہ دنیا میں تمہاری حالت یہ تھی کہ جب میرے مخلص بندے تیرے آگے دعاء استغفار کرتے تھے یا میری عبادت کرتے تھے تو تم ان پر ہنسا کرتے تھے۔ اس قدر ٹھٹھا کرتے اور ان کی نیک خصلتوں کی اتنا مذاق اڑاتے تھے کہ ان کے پیچھے پڑے رہنے کی وجہ سے تم نے میری یاد بھی بھلا دی۔ اور تمہیں اس بات کا احساس ہی نہ رہا تھا کہ تمہارے سر پر کوئی ایسی ہستی موجود ہے جو ہر وقت تمہارے اعمال کو دیکھ رہی ہے۔ اور وہ تمہیں شرارتوں کی سزا دینے پر قادر بھی ہے۔

| |
|---|
| اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَاصَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ٥ |
| بے شک میں نے انہیں آج اس کے بدلے جوانھوں نے صبر کیا، یہ جزادی ہے کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کرنے والوں کیلئے اجر کا بیان

"إِنِّي جَزَيْتهمْ الْيَوْم" النَّعِيم الْمُقِيم "بِمَا صَبَرُوا" عَلَى اسْتِهْزَائِكُمْ بِهِمْ وَأَذَاكُمْ إِيَّاهُمْ "إِنَّهُمْ" بِكَسْرِ الْهَمْزَة "هُمْ الْفَائِزُونَ" بِمَطْلُوبِهِمْ اسْتِئْنَاف وَبِفَتْحِهَا مَفْعُول ثَانٍ لِجَزَيْتُهُمْ

بے شک میں نے انہیں آج اس کے بدلے جوانھوں نے تمہارے استہزاء پر اور تمہاری طرف سے پہنچائی گئی تکالیف پر صبر کیا، یہ جزا یعنی دائمی نعمتیں دی ہیں۔ کہ بے شک وہی کامیاب ہیں۔ یہاں پر انہم ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ اس صورت میں نیا جملہ ہوگا اور ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ کی صورت میں یہ فعل جزیتهم کا مفعول ثانی ہوگا۔

## فتنہ کے وقت صبر کرنے والے کیلئے نیک بختی کا بیان

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو (گویا آپ نے بات کی اہمیت کو زیادہ موثر اور تاکیدی انداز میں بیان کرنے کے لئے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا) اور یقیناً نیک بخت وہ شخص بھی ہے جو فتنہ میں مبتلا کیا گیا لیکن اس نے صبر وضبط کا دامن پکڑے رکھا اور قابل افسوس وہ شخص ہے جو نہ فتنوں سے محفوظ رکھا گیا اور نہ اس نے صبر وضبط اختیار کیا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1341)

قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ○ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ○

فرمائے گا تم زمین میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے،
سو شمار کرنے والوں سے پوچھ لے۔

## آخرت میں دنیا کی زندگی ایک دن یا بعض دن محسوس ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالَى لَهُمْ بِلِسَانِ مَالِكٍ وَفِي قِرَاءَ ةٍ قُلْ "كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ" فِي الدُّنْيَا وَفِي قُبُورِكُمْ "عَدَدَ سِنِينَ" تَمْيِيز، "قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" شَكُّوا فِي ذَلِكَ وَاسْتَقْصَرُوهُ لِعِظَمِ مَا هُمْ فِيهِ مِنَ الْعَذَاب "فَاسْأَلْ الْعَادِّينَ" أَيْ الْمَلَائِكَة الْمُحْصِينَ أَعْمَال الْخَلْق

اللہ تعالیٰ زبان مالک سے فرمائے گا اور ایک قرأت میں قل آیا ہے۔تم زمین یعنی دنیا اور قبروں میں سالوں کی گنتی میں کتنی مدت رہے؟ یہاں پر عدد سنین یہ کم کی تمیز ہے۔سو کہیں گے ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ رہے، یعنی وہ اس مدت میں شک کریں گے اور عذاب کی سختی کی وجہ سے کم مدت سمجھیں گے۔سو شمار کرنے والوں یعنی مخلوق کے اعمال کا احاطہ کرنے والے فرشتوں سے پوچھ لے۔

## دنیا کی قلیل زندگی میں انسان دھوکے میں رہ جاتا ہے

بیان ہو رہا ہے کہ دنیا کی تھوڑی سے عمر میں یہ بدکاریوں میں مشغول ہو گئے اگر نیکیوں کا ر رہتے تو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ ان نیکیوں کا بڑا اجر پاتے آج ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس قدر رہے جواب دیں گے کہ بہت ہی کم ایک دن یا اس بھی کم حساب داں لوگوں سے دریافت کر لیا جائے جواب ملے گا کہ اتنی مدت ہو یا زیادہ لیکن واقع میں وہ آخرت کی مدت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے اگر تم اسی کو جانتے ہوتے تو اس فانی کو اس جاودانی پر ترجیح نہ دیتے اور برائی کر کے اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر اللہ کو ناراض نہ کر دیتے وہ ذرا سا وقت اگر صبر وضبط سے اطاعت الٰہی میں بسر کر دیتے تو آج راج تھا۔خوشی ہی خوشی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب جنتی دوزخی اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے تو جناب باری عزوجل مومنوں سے پوچھے گا کہ تم دنیا میں کتنی مدت رہے؟ وہ کہیں گے یہی کوئی ایک آدھ دن اللہ فرمائے گا پھر تو بہت ہی اچھے رہے کہ اتنی سی دیر کی نیکیوں کا یہ بدلہ پایا کہ میری رحمت رضا مندی اور جنت حاصل کر لی۔جہاں ہمیشگی ہے۔

## آخرت کیلئے نیک اعمال بجالانے کا بیان

خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ لوگو! تم بیکار اور عبث پیدا نہیں کئے گئے اور تم مہمل چھوڑ نہیں دیے گئے یاد رکھو کہ وعدے کا ایک دن ہے جس میں خود اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے اور حکم فرمانے کیلئے نازل ہوگا۔وہ نقصان میں پڑا اس نے خسارہ اٹھایا وہ بے نصیب اور بد بخت ہو گیا، وہ محروم اور خالی ہاتھ

رہا، جو اللہ کی رحمت سے دور ہو گیا اور جنت سے روک دیا گیا، جس کی چوڑائی مثل کل زمینوں اور آسمانوں کے ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہ بچ جائے گا، جس کے دل میں اس دن کا خوف آج ہے اور جو اس فانی دنیا کو اس باقی آخرت پر قربان کر رہا ہے، اس تھوڑے کو اس بہت کے حاصل کرنے کیلئے بے تکان خرچ کر رہا ہے اور اپنے اس خوف کو امن سے بدلنے کے اسباب مہیا کر رہا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے گزشتہ لوگ ہلاک ہوئے، جن کے قائم مقام اب تم ہو۔ اسی طرح تم بھی مٹا دیئے جاؤ گے اور تمہارے بدلے آئندہ آنے والے آئیں گے

یہاں تک کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا سمٹ کر اس خیر الوارثین کے دربار میں حاضری دے گی۔ لوگو خیال تو کرو کہ تم دن رات اپنی موت سے قریب ہو رہے ہو اور اپنے قدموں سے اپنی گور کی طرف جا رہے ہو، تمہارے پھل پک رہے ہیں، تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں، تمہاریں عمریں پوری ہو رہی ہیں۔ تمہاری اجل نزدیک آ گئی ہے، تم زمین کے گڑھوں میں دفن کر دیئے جاؤ گے، جہاں نہ کوئی بستر ہوگا، نہ تکیہ، دوست احباب چھوٹ جائیں گے، حساب کتاب شروع ہو جائے گا، اعمال سامنے آ جائیں گے، جو چھوڑ آئے وہ دوسروں کا ہو جائے گا۔ جو آگے بھیج چکے، اسے سامنے پاؤ گے، نیکیوں کے محتاج ہو گے، بدیوں کی سزائیں بھگتو گے۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو، اس کی باتیں سامنے آ جائیں اس سے پہلے موت تم کو اچک لے جائے۔ اس سے پہلے جواب دہی کیلئے تیار ہو جاؤ، اتنا کہا تھا کہ رونے کے غلبہ نے آواز بلند کر دی۔ منہ پر چادر کا کونہ ڈال کر رونے لگے اور حاضرین کی بھی آہ و زاری شروع ہو گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک بیمار شخص جسے کوئی جن ستا رہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو آپ نے افحسبتم سے سورت کے ختم تک کی آیتیں اس کے کان میں تلاوت فرمائیں وہ اچھا ہو گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عبداللہ رضی اللہ عنہ تم نے اس کے کان میں کیا پڑھا تھا؟" آپ نے بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم نے یہ آیتیں اس کے کان میں پڑھ کر اسے جلا دیا۔ واللہ ان آیتوں کو اگر کوئی باایمان اور بایقین شخص کسی پہاڑ پر پڑھے تو وہ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ |
| ارشاد ہوگا: تم نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ، کاش! تم جانتے ہوتے۔ تو کیا تم نے گمان کر لیا کہ ہم نے تمہیں |
| بے مقصد ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ |

## دنیا کی طویل ترین مدت بھی آخرت کے مقابلے میں قلیل ہے

"قَالَ" تَعَالَى بِلِسَانِ مَالِك وَفِي قِرَاءَة قُلْ "إِنْ" أَيْ مَا "لَبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَوْ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" مِقْدَار لُبْثكُمْ مِنَ الطُّول كَانَ قَلِيلًا بِالنِّسْبَةِ إِلَى لُبْثكُمْ فِي النَّار، "أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا" لَا لِحِكْمَةٍ

"وَاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُوْلِ؟ لَا بَلْ لِنَتَعَبَّدَكُمْ بِالْاَمْرِ وَالنَّهْيِ تُرْجَعُوْنَ اِلَيْنَا وَنُجَازِي عَلَى ذَلِكَ،

اللہ تعالیٰ زبان مالک سے فرمائے گا، ایک قرأت میں قل آیا ہے۔تم وہاں نہیں ٹھہرے مگر بہت ہی تھوڑا عرصہ، کاش! تم یہ بات وہیں جانتے ہوتے۔کہ تمہارے وہاں ٹھہرنے کی طویل کی مدت تمہارے جہنم میں ٹھہرے کی مدت کی نسبت واقعی تھوڑی تھی۔تو کیا تم نے گمان کرلیا کہ ہم نے تمہیں بے مقصد یعنی بغیر کسی حکمت کے ہی پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ یہاں پر ترجعون معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ ہرگز بیکار نہیں بلکہ تمہیں امر ونہی کا مکلف کیا لہٰذا تم ہماری جانب لوٹائے جاؤ گے۔اور ہم تمہیں اس پر جزاء دیں گے۔

ابونعیم نے روایت کی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر میں بھیجا اور حکم فرمایا کہ ہم صبح شام آیت ( اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ، المؤمنون:115) پڑھتے رہیں ہم نے برابراس کی تلاوت دونوں وقت جاری رکھی۔ الحمدللہ ہم سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "میری امت کا ڈوبنے سے بچاؤ کشتیوں میں سوار ہونے کے وقت یہ کہنا ہے۔دعاوآیت( بسم اللہ الملک الحق و ماقدرو واللہ حق قدره والارض جمعيا قبضته يوم القيامته والسموت مطويات بيمينه سبحانه و تعالىٰ عما يشركون بسم الله مجريها و مرسها ان ربی لغفور رحيم،

| فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ٥ |
|---|
| پس اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے بلند و برتر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بزرگی اور عزت والے عرش کا مالک ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ عرش عظیم کا رب ہے

"فَتَعَالَى اللّٰه" عَنِ الْعَبَثِ وَغَيْرِه مِمَّا لَا يَلِيقُ بِهِ "الْمَلِكُ الْحَقّ لَا إِلَه إِلَّا هُوَ رَبّ الْعَرْش الْكَرِيم" الْكُرْسِيّ : وَهُوَ السَّرِير الْحَسَن

پس اللہ جو بادشاہ حقیقی ہے جو عبث وغیرہ جو اس کی طرف ملایا جاتا ہے وہ اس سے بلند و برتر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بزرگی اور عزت والے عرش یعنی کرسی کا مالک ہے۔جو خوبصورت تخت ہے۔

پھر جہنمیوں سے یہ سوال ہوگا وہ بھی اتنی ہی مدت بتائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تمہاری تجارت بڑی گھاٹے والی ہوئی کہ اتنی سی مدت میں تم نے میری ناراضگی غصہ اور جہنم خرید لیا، جہاں تم ہمیشہ پڑے رہو گے کیا تم لوگ یہ سمجھے ہوئے ہو کہ تم بیکار بیقصد ارادہ پیدا کیئے گے ہو؟ کوئی حکمت تمہاری پیدائش میں نہیں؟ محض کھیل کے طور پر تمہیں پیدا کردیا گیا ہے؟ کہ مثل جانوروں کے تم اچھلتے کودتے پھرو ثواب عذاب کے مستحق ہو یہ گمان غلط ہے تم عبادت کے لئے اللہ کے حکموں کی بجاآوری کے لئے پیدا کیے گئے ہو۔کیا تم یہ خیال کر کے بے فکر ہو گئے ہو کہ تمہیں ہماری طرف لوٹنا ہی نہیں؟ یہ بھی غلط خیال ہے جیسے فرمایا آیت ( ایحسب

الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی 36)-75 القیامۃ:36) کیا لوگ یہ گماں کرتے ہیں کہ وہ مہمل چھوڑ دیئے جائیں گے اللہ کی بات اس سے بلند وبرتر ہے کہ وہ کوئی عبث کام کرے بیکار بنائے بگاڑے وہ سچا بادشاہ اس سے پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش عظیم کا مالک ہے جو تمام مخلوق پر مثل چھت کے چھایا ہوا ہے وہ بہت بھلا اور عمدہ ہے خوش شکل اور نیک منظر ہے جیسے فرمان ہے زمین میں ہم نے ہر جوڑا عمدہ پیدا کر دیا ہے

| |
|---|
| وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ |
| اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب |
| کے یہاں ہے، بیشک کافروں کیلئے نجات نہیں۔ |

## اللہ کے سوا دوسرے معبودان باطلہ کی پوجا کرنے والوں کا بیان

"وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّه إِلَهًا آخَر لَا بُرْهَان لَهُ بِهِ " صِفَة كَاشِفَة لَا مَفْهُوم لَهَا "فَإِنَّمَا حِسَابه" جَزَاؤُهُ "عِنْد رَبّه إِنَّهُ لَا يُفْلِح الْكَافِرُونَ" لَا يَسْعَدُونَ

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند یعنی کوئی دلیل نہیں، یعنی ایسی صفت کاشفہ جس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہے۔ تو اس کا حساب یعنی اس کی جزاء اس کے رب کے یہاں ہے، بیشک کافروں کیلئے نجات نہیں۔ یعنی وہ سعادت والے نہ ہوں گے۔

ایک شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو کس کس کو پوجتا ہے؟ اس نے کہا صرف اللہ تعالیٰ جل شانہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کام آنے والا وہی ہے تو پھر اس کے ساتھ ان دوسروں کی عبادت کی کیا ضرورت ہے؟ کیا تیرا خیال ہے کہ وہ اکیلا تجھے کافی نہ ہوگا؟ جب اس نے کہا یہ تو نہیں کہہ سکتا، البتہ ارادہ یہ ہے کہ اوروں کی عبادت کر کے اس کا پورا شکر بجا لاسکوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سبحان اللہ! علم کے ساتھ یہ بے علمی؟ جانتے ہو اور پھر انجان بنے جاتے ہو؟ اب کوئی جواب بن نہ پڑا۔ چنانچہ وہ مسلمان ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائل کر لیا۔ یہ حدیث مرسل ہے ترمذی میں سنداً بھی روایت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمنون، بیروت)

| |
|---|
| وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ |
| اور آپ عرض کیجئے: اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا خیر الراحمین ہونے کا بیان

"وَقُلْ رَبّ اغْفِرْ وَارْحَمْ" الْمُؤْمِنِينَ فِي الرَّحْمَة زِيَادَة عَنْ الْمَغْفِرَة "وَأَنْتَ خَيْر الرَّاحِمِينَ" أَفْضَل رَاحِم

اور آپ عرض کیجئے: اے میرے رب! تو اہل ایمان کو رحمت سے بخش دے اور رحم فرما، رحمت مغفرت کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔ یعنی سب سے افضل رحم فرمانے والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ کے لئے سو رحمتیں ہیں ان میں سے ایک جنات انسانوں چوپاؤں اور کیڑوں مکوڑوں کے لئے نازل کی جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت و مہربانی اور رحم کرتے ہیں اور اسی کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچہ پر شفقت کرتا ہے اور اللہ نے ننانوے رحمتیں بچا کر رکھی ہیں جن سے قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحمت فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2473)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب العزت سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا کسی بندے نے گناہ کیا پھر عرض کیا اے اللہ میرے گناہ کو معاف فرما دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر عرض کرتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو معاف فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے پھر وہ دوبارہ گناہ کر بیٹھتا ہے تو عرض کرتا ہے اے میرے رب میرے گناہ کو معاف فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے نے گناہ کیا پس وہ جانتا ہے کہ اس کا رب گناہ کو معاف بھی فرماتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے تو جو چاہے کر میں نے تجھے معاف کر دیا عبدالاعلی نے کہا میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا کہ جو چاہو عمل کرو۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2485)

## سورہ مؤمنون کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ مؤمنون کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے ،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

5

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

سورۃ النور تا سورۃ فاطر

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

نمبر 5

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| سُورَةُ النُّور | سُورَةُ الفُرقَان | سُورَةُ الشُّعَرَاء | سُورَةُ النَّمل | سُورَةُ القَصَص | سُورَةُ العَنكَبُوت |
| سُورَةُ الرُّوم | سُورَةُ لُقمٰن | سُورَةُ السَّجدَة | سُورَةُ الاحزَاب | سُورَةُ سَبَا | سُورَةُ فَاطِر |


تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز ®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر



نام کتاب ——— (نمبر 5) ——— تفسیر مصباحین فی تفسیر جلالین
تصنیف ——— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی
مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
باہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— مئی 2014ء
سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر، ومد 0322-7202212
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر، ۴۰، اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

# ترتیب

## سورۃ النور

# ترتیب

## سورۃ النور

## سورۃ الفرقان

## سورة الشعراء

## سُورَةُ النَّمْل

## سورة القصص

## سورۃ العنکبوت

## سورۃ الروم

## سُورَةُ السَّجْدَة

## سُوْرَةُ الْاَحْزَاب

## سورۃ سبأ

## سورۃ فاطر

# سُورَۃُ النُّور

## یہ قرآن مجید کی سورت نور ہے

### سورہ نور کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ النُّور ( مَدَنِیَّۃ وَھِیَ اثْنَتَانِ أَوْ أَرْبَع وَسِتُّونَ آیَۃ)

سورہ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی باسٹھ یا چونسٹھ آیات اور نو رکوع ہیں۔

### سورہ نور کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کے پانچویں رکوع میں اللہ نور السموات الخ ہے جس کے سبب یہ نور ہی کے نام سے معروف ہوئی۔

اس سورت میں پردے اور عورتوں سے متعلق احکام بیان کیے گئے ہیں۔ جو ہدایت ہے اور ہدایت کو بھی نور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

### عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دینے کا بیان

حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مردوں کو سورہ مائدہ سکھاؤ اور عورتوں کو سورہ نور اور حضرت حارث بن مضرب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہماری طرف لکھ بھیجا کہ اپنی عورتوں کو سورہ نساء، سورہ نور اور سورہ احزاب کی تعلیم دو۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| سُورَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا وَاَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ٥ |
| ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اسے فرض کیا اور ہم نے اس میں واضح آیات اتاری ہیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ |

### سورہ نور کے مقاصد نزول کا بیان

هٰذِهِ "سُورَۃٌ أَنْزَلْنَاهَا وَفَرَضْنَاهَا" مُخَفَّفَة وَمُشَدَّدَة لِكَثْرَةِ الْمَفْرُوض فِيهَا "وَأَنْزَلْنَا فِيهَا آيَات بَيِّنَات" وَاضِحَات الدَّلَالَات "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الذَّال تَتَّعِظُونَ

یہ ایک سورت ہے، ہم نے اسے نازل کیا اور ہم نے اسے فرض کیا یہاں پر لفظ فرض یہ مخفف آیا ہے اور اس میں کثرت فرائض کے سبب مشدد بھی آیا ہے۔ اور ہم نے اس میں واضح آیات یعنی واضح دلائل اتارے ہیں، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ یہاں پر تذکرون میں تائے ثانیہ کا دال میں ادغام ہے۔ تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

اس بیان سے کہ ہم نے اس سورت کو نازل فرمایا ہے اس سورت کی بزرگی اور ضرورت کو ظاہر کرتا ہے، لیکن اس سے یہ مقصود نہیں کہ اور سورتیں ضروری اور بزرگی والی نہیں۔ فرضنا ھا کے معنی مجاہد وقتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ حلال وحرام، امرو نہی اور حدود وغیرہ کا اس میں بیان ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسے ہم نے تم پر اور تمہارے بعد والوں پر مقرر کر دیا ہے۔ اس میں صاف صاف، کھلے کھلے، روشن احکام بیان فرمائے ہیں تاکہ تم نصیحت وعبرت حاصل کرو، احکام الٰہی کو یاد رکھو اور پھر ان پر عمل کرو۔

| |
|---|
| اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ |
| اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو (سو) کوڑے مارو اور تمہیں |
| ان دونوں پر اللہ کے دین میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہئے کہ |
| ان دونوں کی سزا پر مسلمانوں کی جماعت موجود ہو۔ |

## غیر شادی شدہ مرد وعورت کیلئے حد زنا کا بیان

"اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي" أَيْ غَيْرِ الْمُحْصَنَيْنِ لِرَجْمِهِمَا بِالسُّنَّةِ وَأَلْ فِيمَا ذُكِرَ مَوْصُولَة وَهُوَ مُبْتَدَأ وَلِشَبَهِهِ بِالشَّرْطِ دَخَلَتْ الْفَاء فِي خَبَره وَهُوَ "فَاجْلِدُوا كُلّ وَاحِد مِنْهُمَا مِائَة جَلْدَة" ضَرْبَة يُقَال جَلَدَهُ: ضَرَبَ جِلْده وَيُزَاد عَلَى ذَلِكَ بِالسُّنَّةِ تَغْرِيب عَام وَالرَّقِيق عَلَى النِّصْف مِمَّا ذُكِرَ "وَلَا تَأْخُذكُمْ بِهِمَا رَأْفَة فِي دِين اللَّه" أَيْ حُكْمه بِأَنْ تَتْرُكُوا شَيْئًا مِنْ حَدّهمَا "إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاَللَّهِ وَالْيَوْم الْآخِر" أَيْ يَوْم الْبَعْث فِي هَذَا تَحْرِيض عَلَى مَا قَبْل الشَّرْط وَهُوَ جَوَابه أَوْ دَالّ عَلَى جَوَابه "وَلْيَشْهَدْ عَذَابهمَا" الْجَلْد "طَائِفَة مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" قِيلَ ثَلَاثَة وَقِيلَ أَرْبَعَة عَدَد شُهُود الزِّنَا

بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں کیونکہ شادی کیلئے ان کا رجم کرنا سنت سے ثابت ہے) یہاں پر الف لام ان دونوں میں موصولہ ہے اور وہ مبتداء ہے۔ اور اس کے مشابہ بہ شرط ہونے کے سبب اس کی خبر میں فاء کو داخل کیا گیا ہے۔ اور وہ فاجلدوا ہے۔ تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو (سو) کوڑے مارو جلدہ کا معنی ضربہ ہے جس طرح جلدہ ضرب جلدہ کہا جاتا ہے اور سنت کے مطابق ایک سال کی جلاوطنی کو زیادہ کیا جائے گا۔ جبکہ یہی سزا غلام کیلئے نصف ہے۔ جس کو ذکر کیا گیا ہے۔ (جبکہ شادی شدہ مرد وعورت کی بدکاری پر سزا رجم ہے) اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین کے حکم کے اجراء میں ذرا ترس نہیں آنا چاہئے یعنی ان دونوں کی حد میں کسی چیز کو بھی چھوڑا نہ جائے۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن یعنی بعث کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ اس دن کیلئے آمادگی ہے اور یہ ماقبل شرط کا جواب ہے یا جواب شرط پر دلالت کرنے والا ہے۔ اور چاہئے کہ ان دونوں کی سزا کے موقع پر

مسلمانوں کی ایک اچھی خاصی جماعت موجود ہو۔ کہا گیا ہے کہ تین ہوں اور یہ بھی کہا گیا ہے زنا کی شہادت میں چار عدد گواہ ہوں۔

## حد کے فقہی مفہوم کا بیان

حد کی جمع حدود ہے۔ لغت میں حد دو چیزوں کے درمیان فصل کرنیوالی چیز کو کہتے ہیں۔ (محیط المحیط ج1 ص358) یا کسی چیز کے منتہی کو بھی حد کہتے ہیں (تاج العروس ج2 ص231)

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حد کی تعریف یوں کی گئی ہے: لغت میں حد منع کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت میں حد وہ سزا ہے جس کی مقدار معین ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر واجب کی گئی ہے تا کہ لوگوں کو ان جرائم سے باز رکھے۔ تعزیر بھی حد نہیں کیونکہ اسکی مقدار متعین نہیں اور قصاص بھی حد نہیں کیونکہ وہ مقتول کے وارث کا حق ہے۔ (درالمختار، کتاب الحدود، ص4 ج166) چنانچہ حد شرعاً اس سزا کو کہتے ہیں جو اللہ یا اسکے رسول کی جانب سے مقرر ہو۔

## رجم کی سزا کا فقہی بیان

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید ابن خالد کہتے ہیں ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی اپنا قضیہ لے کر آئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے دوسرے نے بھی عرض کیا کہ ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کتاب اللہ کے موافق حکم کیجئے اور مجھے اجازت دیجئے کہ میں بیان کروں کہ قضیہ کی صورت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو اس شخص نے بیان کیا کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں مزدور تھا اس نے اس کی بیوی اس کی بیوی سے زنا کیا، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارے بیٹے کی سزا سنگساری ہے لیکن میں نے اس کو سنگسار کرنے کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دیدی، پھر جب میں نے اس بارے میں علماء سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہارا بیٹا چونکہ محصن یعنی شادی شدہ نہیں ہے اسی لئے اس کو سزا سو کوڑے ہیں اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور اس شخص کی عورت کی سزا سنگساری ہے کیونکہ وہ شادی شدہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ آگاہ! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ یعنی قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارے درمیان کتاب اللہ ہی کے موافق فیصلہ کرونگا تو سنو کہ تمہاری بکریاں اور تمہاری لونڈی تمہیں واپس مل جائے گی اور اگر خود ملزم کے اقرار یا چار گواہوں کی شہادت سے زنا کا جرم ثابت ہے تو تمہارے بیٹے کو سو کوڑوں کی سزا دی جائے گی اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیس کو فرمایا تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ اگر وہ زنا کا اقرار کرلے تو اس کو سنگسار کر دو چنانچہ اس عورت نے زنا کا اقرار کرلیا اور حضرت انیس نے اس کو سنگسار کر دیا۔"

(بخاری و مسلم)

کتاب اللہ " سے مراد قرآن کریم نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم مراد ہے کیونکہ قرآن کریم میں رجم و سنگساری کا حکم مذکور نہیں ہے، لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ کتاب اللہ سے قرآن کریم ہی مراد ہو اس صورت میں کہا جائے گا کہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آیت رجم کے الفاظ قرآن کریم سے منسوخ التلاوت نہیں ہوئے تھے۔ ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا کے بارے میں

حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک سال کی جلاوطنی بھی حد میں داخل ہے یعنی ان کے نزدیک غیر شدہ زنا کار کی حد شرعی سزا یہ ہے کہ اس کو سو کوڑے بھی مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کر دیا جائے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک سال کی جلاوطنی کے حکم کو مصلحت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایک سال کی جلاوطنی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ بطور مصلحت ہے کہ اگر امام وقت اور حکومت کسی سیاسی اور حکومتی مصلحت کے پیش نظر ضروری سمجھے تو ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جاسکتا ہے، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں یہی حکم نافذ جاری تھا مگر جب یہ آیت کریمہ الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة (یعنی زانی اور زانیہ کو کوڑے مارے جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں) نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ فاعترفت فرجمها چنانچہ اس عورت نے اقرار کیا اور حضرت انیس نے اس کو سنگسار کر دیا اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد زنا کے جاری ہونے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے۔

جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چار مجلسوں میں چار بار اقرار کرنا ضروری ہے، یہاں حدیث میں جس "اقرار" کا ذکر کیا گیا ہے اس سے امام اعظم وہی اقرار یعنی چار مرتبہ مراد لیتے ہیں جو اس سلسلہ میں معتبر و مقرر ہے چنانچہ دوسری احادیث سے یہ صراحۃً ثابت ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری ہے۔

## چار مجالس پر شہادت کی مستدل حدیث

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف فرما تھے، اس شخص نے آواز دی "یا رسول اللہ ﷺ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیا وہ شخص پھر اس سمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جدھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ پھیرا تھا اور کہا کہ مجھ سے زنا کا ارتکاب ہو گیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا منہ اس کی طرف سے پھیر لیا، یہاں تک کہ جب اس نے اس طرح چار مرتبہ اپنے جرم کا اقرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا کہ کیا تو دیوانہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تو محصن ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں یا رسول اللہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس شخص کو لے جاؤ اور اس کو سنگسار کر دو۔ اس حدیث کے ایک راوی ابن شہاب کا بیان ہے کہ جس شخص نے اس حدیث کو حضرت جابر ابن عبداللہ سے سنا تھا، اس نے مجھے بتایا کہ حضرت جابر نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کے بعد اس شخص کو مدینہ میں سنگسار کیا چنانچہ جب ہم نے اس کو پتھر مارنے شروع کئے اور اس کو پتھر لگنے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا یہاں تک کہ ہم نے اس کو "حرہ" میں جا کر پکڑا مدینہ کا وہ مضافاتی علاقہ جو کالے پتھروں والا تھا حرہ کہلاتا تھا اور پھر اس کو سنگسار کیا تا آنکہ وہ مر گیا۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 717)

اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں جو حضرت جابر سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر کہ کیا تو محصن ہے؟ اس شخص کے جواب "ہاں" کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اس شخص کو سنگسار کئے جانے کا حکم دیا چنانچہ اس کو عید

گاہ میں سنگسار کیا گیا جب اس کو پتھر لگنے لگے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا مگر پھر پکڑ لیا گیا اور سنگسار کیا گیا یہاں تک کہ مر گیا اس کے مرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی بیان کی یعنی اس کی تعریف وتوصیف کی اور اس کی نماز جنازہ پڑھی یا (وصلی علیہ) کا مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے دعا کی۔

اور اس نے چار مرتبہ اقرار کیا یعنی اس شخص نے چاروں طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر اپنے جرم کا اقرار کر کے اور گویا ہر دفعہ میں تبدیل مجلس کر کے اس طرح چار مجلسوں میں چار مرتبہ اپنے جرم کا اقرار کیا۔ چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے چاروں طرف سے آ کر اقرار کرنے سے یہ استدلال کیا ہے کہ زنا کے ثبوت جرم کے لئے ملزم کا چار مجلسوں میں چار بار اقرار کرنا شرط ہے۔

"کیا تو دیوانہ ہے؟" یعنی کیا تم پر دیوانگی طاری ہے کہ تم اپنے گناہ کا خود افشاء کر رہے ہو اور سنگساری کے ذریعہ خود اپنی ہلاکت کا باعث بن رہے ہو حالانکہ چاہئے تو یہ کہ تم خدا سے توبہ استغفار کرو اور آئندہ کے لئے ہر برائی سے بچنے کا پختہ عہد وعزم کرو نووی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد اس شخص کے حال کی تحقیق تھا کیونکہ عام طور پر کوئی بھی انسان اپنے کسی بھی ایسے جرم وگناہ کے اقرار پر مصر نہیں ہوتا جس کی سزا میں اس کو موت کا منہ دیکھنا پڑے بلکہ وہ اسی میں اپنی راہ نجات دیکھتا ہے کہ اپنے جرم وگناہ پر شرمسار ونادم ہو کر خدا سے توبہ استغفار کرے اور اس کے ذریعہ اپنے گناہ کو ختم کرائے۔

حاصل یہ کہ یہ ارشاد جہاں اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ایسے معاملات میں مسلمان کی حالت کی تحقیق وتفتیش میں پوری پوری سعی کرنی چاہئے تا کہ فیصلہ میں کسی قسم کا کوئی اشتباہ نہ رہے وہیں اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کسی جرم کی سزا میں ایک مسلمان کی جان بچانے کے لئے اس کو جو بھی قانونی فائدہ پہنچایا جاسکتا ہو اس سے صرف نظر نہ کیا جائے، نیز یہ جملہ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر کوئی دیوانہ یہ کہے کہ میں نے زنا کیا ہے تو اس کا اقرار کا اعتبار نہیں ہوگا اور نہ اس پر حد جاری کی جائے گی۔

"کیا تو محصن ہے؟" امام نووی فرماتے ہیں کہ اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ امام وقت یا قاضی پر لازم ہے کہ وہ ان چیزوں کے بارے میں تحقیق کر لے جو سزائے رجم (سنگساری) کے نفاذ کے لئے شرط ہیں جیسے محصن ہونا وغیرہ، خواہ زنا کا جرم خود اس کے اقرار سے ثابت ہو چکا ہو یا گواہوں کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہو، نیز اس ارشاد سے کنایۃ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسا شخص اپنے اقرار سے رجوع کر لے تو اس کو معافی دے کر زنا کی حد ساقط کر دی جائے۔ "وہ بھاگ کھڑا ہوا۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کسی مرد کو کسی بھی حد یا تعزیر میں مارا جائے تو کھڑا کر کے مارا جائے لٹکا کر نہ مارا جائے اور عورت کو بٹھا کر مارا جائے بلکہ اگر کسی عورت کو رجم کی سزا دی جا رہی ہو تو بہتر ہے کہ ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کو (سینہ تک) گاڑ کر سنگسار کیا جائے کیونکہ اس میں اس کے ستر (پردہ پوشی) کی زیادہ رعایت ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ کے لئے گڑھا کھدوایا تھا۔

"یہاں تک کہ ہم نے اس کو حرہ میں جا کر پکڑا" اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر سنگسار کیا جانے والا سنگساری کے دوران

بھاگ کھڑا ہو تو اس کا پیچھا نہ کیا جائے بشرطیکہ اس کے جرم زنا خود اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور اگر اس کا جرم زنا گواہوں کے ذریعہ ثابت ہوا ہو تو پھر اس کا پیچھا کیا جائے اور اس کو سنگسار کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ اس کا بھاگنا دراصل اس کے رجوع (جرم سے انکار) کو ظاہر کرتا ہے اور یہ رجوع کار آمد نہیں ہوگا۔

علامہ نووی شافعی کہتے ہیں کہ علماء نے لکھا ہے کہ اس جملہ (فرجم بالمصلی) (چنانچہ اس کو عیدگاہ میں سنگسار کیا گیا) میں مصلی سے مراد وہ جگہ ہے جہاں جنازے کی نماز پڑھی جاتی تھی، چنانچہ ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

بخاری وغیرہ کہتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جس جگہ جنازے اور عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہو اگر اس کو مسجد قرار نہ دیا گیا ہو تو وہ جگہ مسجد کے حکم میں نہیں ہوتی کیونکہ جنازہ یا عیدین کی نماز پڑھنے کی جگہ کا وہی حکم ہوتا جو مسجد کا ہوتا ہم تو اس جگہ کو خون سے آلودہ ہونے سے بچانے کے لئے اور اس کی تقدیس واحترام کے پیش نظر وہاں زانی کو سنگسار نہ کیا جاتا۔

## احصان کی شرائط میں مذاہب اربعہ

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اہل علم کا اجماع ہے کہ رجم صرف محصن شادی شدہ کو ہی کیا جائیگا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: " جو شادی شدہ ہو اور زنا کرے اس کو رجم کرنا حق ہے " اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " کسی بھی مسلمان شخص کا خون بہانا جائز نہیں، مگر تین اسباب میں سے ایک کی بنا پر: یا پھر وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے۔ (المغنی)

## شہر بدری کی سزا میں فقہی مذاہب اربعہ

ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا کے بارے میں حضرت امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ ایک سال کی جلاوطنی بھی حد میں داخل ہے یعنی ان کے نزدیک غیر شدہ زنا کار کی حد شرعی سزا یہ ہے کہ اس کو سو کوڑے بھی مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن بھی کر دیا جائے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ایک سال کی جلاوطنی کے حکم کو مصلحت پر محمول فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ایک سال کی جلاوطنی حد کے طور پر نہیں ہے بلکہ بطور مصلحت ہے کہ اگر امام وقت اور حکومت کسی سیاسی اور حکومتی مصلحت کے پیش نظر ضروری سمجھے تو ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جا سکتا ہے، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں یہی حکم نافذ جاری تھا مگر جب یہ آیت کریمہ (اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) 24 ۔ النور : 2) (یعنی زانی اور زانیہ کو کوڑے مارے جائیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارے جائیں) نازل ہوئی تو یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(فاعترفت فرجمها) چنانچہ اس عورت نے اقرار کیا اور حضرت انیس نے اس کو سنگسار کر دیا اس سے بظاہر یہ ثابت ہوتا ہے کہ حد زنا کے جاری ہونے کے لئے ایک مرتبہ اقرار کرنا کافی ہے جیسا کہ امام شافعی کا مسلک ہے لیکن امام ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ چار مجلسوں میں چار بار اقرار کرنا ضروری ہے، یہاں حدیث میں جس "اقرار" کا ذکر کیا گیا ہے اس سے امام اعظم وہی اقرار یعنی چار مرتبہ مراد لیتے ہیں جو اس سلسلہ میں معتبر و مقرر ہے چنانچہ دوسری احادیث سے بہ صراحۃ ثابت ہے کہ چار مرتبہ اقرار کرنا ضروری

حضرت زید ابن خالد کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر محصن کے بارے میں یہ حکم دیتے ہوئے سنا ہے کہ اس کو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ (بخاری مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 714)

"محصن" اس عاقل بالغ مسلمان کو کہتے ہیں جس کی شادی ہو چکی ہو اور اپنی بیوی سے ہم بستری کر چکا ہو غیر محصن اگر زنا کا مرتکب ہو تو اس کی سزا اس حدیث کے مطابق سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے، جلاوطنی کے بارے میں جو تفصیل ہے وہ پہلے بیان ہو چکی۔ کوڑے مارنے کے سلسلہ میں یہ حکم ہے کہ سر، منہ، اور ستر پر کوڑے نہ مارے جائیں۔

حضرت ابوسعید، عبداللہ بن ادریس، ہم سے یہ حدیث ابوسعید اشج نے بحوالہ عبداللہ بن ادریس نقل کی ہے پھر یہ حدیث ان کے علاوہ بھی اسی طرح منقول ہے محمد بن اسحاق بھی نافع ہے اور وہ ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ ابوبکر نے کوڑے مارے اور جلاوطن بھی کیا۔ حضرت عمر نے بھی کوڑے مارے اور جلاوطن کی سزا بھی دی لیکن اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوڑے مارنے اور جلاوطن کرنے کا ذکر نہیں کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جلاوطن کرنا ثابت ہے۔

حضرت ابوہریرہ، زید بن خالد، عبادہ بن صامت اور دیگر صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا صحابہ کرام جن میں ابوبکر، عمر، علی، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود اور ابوذر وغیرہ شامل ہیں کا اسی پر عمل ہے متعدد فقہاء تابعین سے بھی اسی طرح منقول ہے سفیان ثوری، مالک بن انس، عبداللہ بن مبارک، شافعی، احمد اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1479، حدیث متواتر)

| |
|---|
| اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ج |
| وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ٥ |
| بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت سے سوائے بدکار مرد یا مشرک کے |
| کوئی نکاح نہیں کرتا، اور یہ مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔ |

## زانی کے نکاح کا بیان

"الزَّانِی لَا یَنْکِح" یَتَزَوَّج "إِلَّا زَانِیَة أَوْ مُشْرِکَة وَالزَّانِیَة لَا یَنْکِحهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِك" أَیْ الْمُنَاسِب لِکُلٍّ مِنْهُمَا مَا ذُکِرَ "وَحُرِّمَ ذَلِكَ" أَیْ نِکَاح الزَّوَانِی "عَلَی الْمُؤْمِنِینَ" الْأَخْیَار نَزَلَ ذَلِكَ لَمَّا هُمْ فُقَرَاء الْمُهَاجِرِینَ أَنْ یَتَزَوَّجُوا بَغَایَا الْمُشْرِکِینَ وَهُنَّ مُوسِرَات لِیُنْفِقْنَ عَلَیْهِمْ فَقِیلَ التَّحْرِیم خَاصّ بِهِمْ وَقِیلَ عَامّ وَنُسِخَ بِقَوْلِهِ تَعَالَی "وَأَنْکِحُوا الْأَیَامَی مِنْکُمْ"

بدکار مرد سوائے بدکار عورت یا مشرک عورت کے نکاح یعنی شادی نہیں کرتا اور بدکار عورت سے سوائے بدکار مرد یا مشرک کے کوئی نکاح نہیں کرتا، یعنی ان میں دونوں میں ہر ایک اس کیلئے مناسب ہے۔ اور یہ یعنی زانیوں کا نکاح مسلمانوں پر حرام کر دیا گیا

ہے۔

یہ آیت مبارکہ ان فقراء مہاجرین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے یہ ارادہ کرلیا کہ وہ زوانی مشرکات عورتوں سے نکاح کریں۔ کیونکہ وہ دولت مند تھیں تا کہ وہ ان پر خرچ کریں۔ پس کہا گیا ہے اس حکم کی حرمت انہی کے ساتھ خاص ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے اس کی حرمت عام ہے اور اس حکم کو اللہ تعالیٰ کے اس قول "وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ" سے منسوخ کر دیا گیا ہے۔

## سورہ نور آیت ۳ کے سبب نزول کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام مرثد بن ابی مرثد تھا وہ قیدیوں کو مکہ سے مدینہ پہنچایا کرتا تھا۔ مکہ میں ایک زانیہ عورت تھی جس کا نام عناق تھا وہ اس کی دوست تھی۔ مرثد نے مکہ کے قیدیوں میں سے ایک سے وعدہ کیا ہوا تھا کہ وہ اسے مدینہ پہنچائے گا۔ مرثد کہتے ہیں کہ میں (مکہ) آیا اور ایک دیوار کی اوٹ میں ہو گیا۔ چاندنی رات تھی کہ اتنے میں عناق آئی اور دیوار کے ساتھ میرے سائے کی سیاہی کو دیکھ لیا۔ جب میرے قریب پہنچی تو پہچان گئی اور کہنے لگی کہ تم مرثد ہو؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں۔ کہنے لگے اھلاً و سھلاً و مرحبا (خوش آمدید)۔ آج کی رات ہمارے یہاں قیام کرو۔ مرثد فرماتے ہیں کہ میں نے کہا عناق! اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اس نے زور سے کہا خیمے والو! یہ آدمی تمہارے قیدیوں کو لے جاتا ہے۔ چنانچہ آٹھ آدمی میرے پیچھے دوڑے۔ میں (خندمہ) ایک پہاڑ کی طرف بھاگا اور وہاں پہنچ کر ایک غار دیکھا اور اس میں گھس گیا۔ وہ لوگ آئے اور میرے سر پر کھڑے ہو گئے اور وہاں پیشاب بھی کیا جو میرے سر پر ٹھہرنے لگے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں مجھے دیکھنے سے اندھا کر دیا اور واپس چلے گئے۔ پھر میں بھی اپنے قیدی ساتھی کے پاس گیا اور اسے اٹھایا۔ وہ کافی بھاری تھا۔ میں اسے لے کر اذخر کے مقام تک پہنچا۔ پھر اس کی زنجیریں توڑیں اور اسے پیٹھ پر لاد لیا۔ وہ مجھے تھکا دیتا تھا یہاں تک کہ مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں عناق سے نکاح کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہاں تک یہ آیات نازل ہوئیں، اَلزَّانِي لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ، بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے نکاح نہ کرو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1124)

## زانی اور زانیہ اور اخلاقی مجرم

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ زانی سے زنا کاری پر رضامند وہی عورت ہوتی ہے جو بدکار ہو یا مشرکہ ہو کہ وہ اس برے کام کو عیب ہی نہیں سمجھتی۔ ایسی بدکار عورت سے وہی مرد ملتا ہے جو اسی جیسا بدچلن ہو یا مشرک ہو جو اس کی حرمت کا قائل ہی نہ ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ یہاں نکاح سے مراد جماع ہے یعنی زانیہ عورت سے زنا کار یا مشرک مرد ہی زنا کرتا ہے۔ یہی قول مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، عروہ بن زبیر، ضحاک، مکحول، مقاتل بن حیان اور بہت سے بزرگ مفسرین سے روایت ہے۔ مومنوں

پر یہ حرام ہے یعنی زنا کاری کرنا اور زانیہ عورتوں سے نکاح کرنا یا عفیفہ اور پاک دامن عورتوں کو ایسے زانیوں کے نکاح میں دینا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدکار عورتوں سے نکاح کرنا مسلمانوں پر حرام ہے جیسے اور آیت میں ہے (مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ، النسآء:25) یعنی مسلمانوں کو جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہئے ان میں یہ تینوں اوصاف ہونے چاہئیں وہ پاک دامن ہوں، وہ بدکار نہ ہوں، نہ چوری چھپے برے لوگوں سے میل ملاپ کرنے والی ہوں۔ یہی تینوں وصف مردوں میں بھی ہونے کا بیان کیا گیا ہے۔

اسی لئے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ نیک اور پاک دامن مسلمان کا نکاح بدکار عورت سے صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرلے ہاں بعد از توبہ عقد نکاح درست ہے۔ اسی طرح بھولی بھالی، پاک دامن، عفیفہ عورتوں کا نکاح زانی اور بدکار لوگوں سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ جب تک وہ سچے دل سے اپنے اس ناپاک فعل سے توبہ نہ کرلے کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ یہ مومنوں پر حرام کردیا گیا ہے۔ ایک شخص نے ام مہزول نامی ایک بدکار عورت سے نکاح کرلینے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ |
| جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ |
| اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو تم انہیں اسی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی |
| ان کی گواہی قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں۔ |

## حد قذف کے ثبوت و معیار شہادت کا بیان

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَات" الْعَفِيفَات بِالزِّنَا "ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء " عَلَى زِنَاهُنَّ بِرُؤْيَتِهِمْ "فَاجْلِدُوهُمْ" أَيْ كُلّ وَاحِد مِنْهُمْ "ثَمَانِينَ جَلْدَة وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَة " فِي شَيْء "أَبَدًا وَأُولَئِكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ" لِإِتْيَانِهِمْ كَبِيرَة،

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر بدکاری زنا کی تہمت لگائیں پھر ان کے زنا کو دیکھنے پر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو تم انہیں سزائے قذف کے طور پر اسّی کوڑے ان میں سے ہر ایک کو لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی کسی چیز میں قبول نہ کرو، اور یہی لوگ بدکردار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کبیرہ گناہ کیا ہے۔

جو لوگ کسی عورت پر یا کسی مرد پر زنا کاری کی تہمت لگائیں اور ثبوت نہ دے سکیں۔ تو انہیں اسی کوڑے لگائے جائیں گے، ہاں اگر شہادت پیش کردیں تو حد سے بچ جائیں گے اور جن پر جرم ثابت ہوا ہے ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اگر شہادت نہ پیش کرسکے تو اسی کوڑے بھی لگیں گے اور آئندہ کیلئے ہمیشہ ان کی شہادت غیر مقبول رہے گی اور وہ عادل نہیں بلکہ فاسق سمجھے جائیں گے۔ اس

آیت میں جن لوگوں کو مخصوص اور مستثنیٰ کر دیا ہے تو بعض تو کہتے ہیں کہ یہ استثنا صرف فاسق ہونے سے ہے یعنی بعد از توبہ وہ فاسق نہیں رہیں گے۔ بعض کہتے ہیں نہ فاسق رہیں گے نہ مردود الشہادۃ بلکہ پھر ان کی شہادت بھی لی جائے گی۔ ہاں حد جو ہے وہ توبہ سے کسی طرح ہٹ نہیں سکتی۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ |
| لیکن جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں اور اصلاح کر لیں تو یقیناً اللہ بے حد بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ |

## توبہ کے بعد قاذف کی گواہی کے قبول یا عدم قبول کا بیان

"اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوا " عَمَلَهُمْ "فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُور " لَهُمْ قَذْفَهُمْ "رَحِيم" بِهِمْ بِاِلْهَامِهِمُ التَّوْبَةَ فِيهَا يَنْتَهِي فِسْقهمْ وَتُقْبَل شَهَادَتهمْ وَقِيلَ لَا تُقْبَل رُجُوعًا بِالِاسْتِثْنَاءِ إلَى الْجُمْلَة الْأَخِيرَة،

لیکن جو لوگ اس کے بعد توبہ کریں اور اپنے عمل کی اصلاح کر لیں تو یقیناً اللہ ان کے قذف کو بخشنے والا، اس کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں توبہ کا الہام کر کے رحمت فرمانے والا ہے۔ لہٰذا ان کا فسق ختم ہو جائے گا اور ان کی شہادت قبول کی جائے گی اور یہ بھی ان کی شہادت قبول نہ کی جائے گی کیونکہ یہاں استثناء کو آخری جملہ کی طرف راجع کیا گیا ہے۔

## قاذف کی توبہ کے شہادت کے اعتبار میں مذاہب اربعہ

امام مالک، احمد اور شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہ ہے کہ توبہ سے شہادت کا مردود ہونا اور فسق ہٹ جائے گا۔ سید التابعین حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ اور سلف کی ایک جماعت کا یہی مذہب ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف فسق دور ہو جائے گا لیکن شہادت قبول نہیں ہو سکتی۔ بعض اور لوگ بھی یہی کہتے ہیں۔ شعبی اور ضحاک کہتے ہیں کہ اگر اس نے اس بات کا اقرار کر لیا کہ اسے بہتان باندھا تھا اور پھر توبہ بھی پوری کی تو اس کی شہادت اس کے بعد مقبول ہے۔

| |
|---|
| وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ |
| شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ |
| مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ○ وَیَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ |
| الْكٰذِبِیْنَ ○ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ○ |
| اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے |
| ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹوں سے |

| |
|---|
| ہو۔اور اس (عورت) سے سزا کو یہ بات ہٹائے گی کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں دے کہ بلاشبہ یقیناً وہ (مرد) جھوٹوں سے |
| ہے۔اور پانچویں مرتبہ یہ (کہے) کہ اس پر (یعنی مجھ پر) اللہ کا غضب ہو اگر یہ (مرد اس الزام لگانے میں) سچا ہو۔ |

## لعان کے ثبوت اور اس کے طریقہ شرعی کا بیان

"وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجهمْ" بِالزِّنَا "وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ شُهَدَاء" عَلَيْهِ "إلَّا أَنْفُسهمْ" وَقَعَ ذَلِكَ لِجَمَاعَةٍ مِنْ الصَّحَابَة "فَشَهَادَة أَحَدهمْ" مُبْتَدَأ "أَرْبَع شَهَادَات" نُصِبَ عَلَى الْمَصْدَر "بِاَللَّهِ إنَّهُ لَمِنْ الصَّادِقِينَ" فِيمَا رَمَى بِهِ زَوْجَته مِنْ الزِّنَا، "وَالْخَامِسَة أَنَّ لَعْنَة اللَّه عَلَيْهِ إنْ كَانَ مِنْ الْكَاذِبِينَ" فِي ذَلِكَ وَخَبَر الْمُبْتَدَأ : تَدْفَع عَنْهُ حَدّ الْقَذْف

"وَيَدْرَأ" أَيْ يَدْفَع "عَنْهَا الْعَذَاب" حَدّ الزِّنَا الَّذِي ثَبَتَ بِشَهَادَاتِهِ "أَنْ تَشْهَد أَرْبَع شَهَادَات بِاَللَّهِ إنَّهُ لَمِنْ الْكَاذِبِينَ" فِيمَا رَمَاهَا بِهِ مِنْ الزِّنَا "وَالْخَامِسَة أَنَّ غَضَب اللَّه عَلَيْهَا إنْ كَانَ مِنْ الصَّادِقِينَ" فِي ذَلِكَ

اور جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور ان کے پاس کوئی اس پر گواہ نہ ہوں مگر وہ خود ہی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو یہ مسئلہ درپیش آیا۔ یہاں پر فشهادة احدهم مبتداء ہے اور اربع شهادات یہ مصدر منصوب ہے۔ تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں ہیں کہ بلاشبہ یقیناً وہ سچوں سے ہے۔ اور پانچویں یہ کہ بے شک اس پر اللہ کی لعنت ہو، اگر وہ جھوٹوں سے ہو اور یہ مبتداء کی خبر، تدفع عنہ حد القذف ہے اور اس سے حد قذف کو دور کیا جائے۔ اور اس عورت سے وہ زنا سزا کو یہ بات ہٹائے گی جو شہادات کے ساتھ ثابت ہوئی تھی کہ وہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار شہادتیں دے کہ بلاشبہ یقیناً وہ مرد اس تہمت زنا میں جھوٹوں سے ہے۔ اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر یعنی مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر یہ (مرد اس الزام لگانے میں) سچا ہو۔

## لعان کے حکم کے نزول کا بیان

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصعب بن زبیر کی امارت کے زمانے میں مجھ سے کسی نے لعان کرنے والے مرد و عورت کا حکم پوچھا کہ کیا انہیں الگ کر دیا جائے؟ میں جواب نہ دے سکا تو اٹھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب اجازت چاہی تو کہا گیا کہ وہ قیلولہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے میری آواز سن لی تھ۔ فرمانے لگے ابن جبیر! آ جاؤ، تم کسی کام ہی سے آئے ہو گے۔ میں گھر میں داخل ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کجاوے کے نیچے بچھایا جانے والا ٹاٹ بچھا کر اس پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا ابو عبدالرحمٰن کیا لعان کرنے والوں درمیان تفریق کر دی جاتی ہے۔ وہ فرمانے لگے سُبْحَانَ اللّٰہِ! ہاں اور جس نے سب سے پہلے یہ مسئلہ پوچھا وہ فلاں بن فلاں ہیں۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو برائی (بے حیائی، زنا) کرتے ہوئے دیکھے تو کیا کرے؟ اگر وہ بولے

تو بھی یہ بہت بڑی بات ہے اور اگر خاموش رہے تو بھی بہت بڑی چیز پر خاموش رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے اور اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بعد (کچھ دنوں بعد) وہ دوبارہ حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جس چیز کے متعلق پوچھا تھا میں اس میں مبتلا ہو گیا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورت نور کی یہ آیات نازل فرمائیں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ الآیۃ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے اس شخص کو بلایا اور یہ آیات پڑھ کر سنانے کے بعد اسے نصیحت کی سمجھایا اور بتایا کہ دنیاوی سزا آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میں نے اس پر جھوٹی تہمت نہیں لگائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی طرف مڑے اور اسے بھی اسی طرح سمجھایا لیکن اس نے بھی یہی کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میرا شوہر سچا نہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد سے شروع کیا اور اس نے چار شہادتیں دیں کہ وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہا کہ اگر وہ جھوٹا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت۔ پھر عورت نے بھی چار شہادتیں دیں کہ وہ جھوٹا ہے اور اگر وہ سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ کا غضب ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1125)

## لعان کے طریقہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا تو گواہ پیش کرو یا پھر تم حد جاری کی جائے گی۔ ہلال نے عرض کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھے تو کیا گواہ تلاش کرتا پھرے؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے رہے کہ گواہ لاؤ یا پھر تمہاری پیٹھ پر حد لگائی جائے گی۔ ہلال نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا میں یقیناً سچا ہوں اور میرے متعلق ایسی آیات نازل ہوں گی جو میری پیٹھ کو حد سے نجات دلائیں گی، چنانچہ یہ آیات نازل ہوئیں وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ، اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں اور ان کے لئے سوائے اپنے اور کوئی گواہ نہیں تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹا ہے تو۔ عورت کی سزا کو یہ بات دور کر دے گی کہ اللہ کو گواہ کر کے چار مرتبہ یہ کہے کہ بے شک وہ سراسر جھوٹا اور پانچویں مرتبہ کہے کہ بے شک اس پر اللہ کا غضب پڑے اگر وہ سچا ہے)۔ تو لوگوں نے کہا کہ یہ گواہی اللہ کے غضب کو لازم کر دے گی۔ چنانچہ وہ ہچکچائی اور ذلت کی وجہ سے سر جھکا لیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگ سمجھے کہ یہ اپنی گواہی سے لوٹ کر (زنا کا اقرار کر لے گی) لیکن وہ کہنے لگی میں اپنی قوم کا سارا دن رسوا نہیں کروں گی۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اگر یہ ایسا بچہ پیدا کرے جس کی آنکھیں سیاہ کولہے موٹے اور رانیں موٹی ہوں تو وہ شریک بن سحماء کا نطفہ (ولد الزنا) ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعان کا حکم نازل ہو چکا ہوتا تو میرا اور اس کا معاملہ کچھ اور ہوتا

(یعنی حد جاری کی جاتی) یہ حدیث حسن غریب ہے۔عباد بن منصور یہ حدیث عکرمہ رضی اللہ عنہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ایوب بھی یہ حدیث عکرمہ سے نقل کرتے ہیں لیکن یہ مرسل ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1126)

| |
|---|
| وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## احکام شرعیہ کی تخفیف کرنے میں اللہ کی رحمت کا بیان

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّه عَلَيْكُمْ وَرَحْمَته" بِالسَّتْرِ فِي ذَلِكَ "وَأَنَّ اللَّه تَوَّاب" بِقَبُولِهِ التَّوْبَة فِي ذَلِكَ وَغَيْره "حَكِيم" فِيمَا حَكَمَ بِهِ فِي ذَلِكَ وَغَيْره لِيُبَيِّن الْحَقّ فِي ذَلِكَ وَعَاجَلَ بِالْعُقُوبَةِ مَنْ يَسْتَحِقّهَا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی یعنی اس معاملہ میں ستر پوشی کرنے میں، اور بیشک اللہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا یعنی اس معاملہ وغیرہ میں توبہ قبول کرنے والا، بڑی حکمت والا ہے۔جو اس معاملہ میں حکم دیا ہے تا کہ وہ اس میں حق کو واضح کردے اور اس میں سزا کے حقدار کیلئے سزا کو جلدی کردے۔

## مسلمانوں کے اعمال کی پردہ پوشی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتےہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔جو آدمی دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی کوئی سختی اور تنگی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہاں کی سختیاں اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندوں کی مدد کرتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو آدمی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی جماعت اللہ کے گھر (مسجد یا مدرسہ) میں قرآن پڑھتی پڑھاتی ہے تو اس پر (اللہ کی جانب سے) تسکین نازل ہوتی ہے۔رحمت الٰہی اس کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ اس جماعت کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس رہتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی آخرت میں اس کا نسب کام نہیں آئے گا۔" (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 199)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ |
| لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| بیشک جن لوگوں نے بہتان لگایا تھا تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، تم اس کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے |
| حق میں بہتر ہے ان میں سے ہر ایک کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا، اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) |

میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔

## واقعہ افک کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ" أَسْوَأُ الْكَذِبِ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ بِقَذْفِهَا "عُصْبَةٌ مِنْكُمْ" جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ : حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ أُبَيٍّ وَمِسْطَحٌ وَحَمْنَةُ بِنْتُ جَحْشٍ "لَا تَحْسَبُوهُ" أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ غَيْرُ الْعُصْبَةِ "شَرًّا لَكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَكُمْ" يَأْجُرُكُمُ اللّٰهُ بِهِ وَيُظْهِرُ بَرَاءَةَ عَائِشَةَ،

وَمَنْ جَاءَ مَعَهَا مِنْهُ وَهُوَ صَفْوَانُ فَإِنَّهَا قَالَتْ : "كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ بَعْدَمَا أُنْزِلَ الْحِجَابُ فَفَرَغَ مِنْهَا وَرَجَعَ وَدَنَا مِنَ الْمَدِينَةِ وَآذَنَ بِالرَّحِيلِ لَيْلَةً فَمَشَيْتُ وَقَضَيْتُ شَأْنِي وَأَقْبَلْتُ إِلَى الرَّحْلِ فَإِذَا عِقْدِي انْقَطَعَ - هُوَ بِكَسْرِ الْمُهْمَلَةِ : الْقِلَادَةُ - فَرَجَعْتُ أَلْتَمِسُهُ وَحَمَلُوا هَوْدَجِي - هُوَ مَا يُرْكَبُ فِيهِ - عَلَى بَعِيرِي يَحْسَبُونَنِي فِيهِ وَكَانَتِ النِّسَاءُ خِفَافًا إِنَّمَا يَأْكُلْنَ الْعُلْقَةَ - هُوَ بِضَمِّ الْمُهْمَلَةِ وَسُكُونِ اللَّامِ مِنَ الطَّعَامِ : أَيِ الْقَلِيلِ

- وَوَجَدْتُ عِقْدِي وَجِئْتُ بَعْدَمَا سَارُوا فَجَلَسْتُ فِي الْمَنْزِلِ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ وَظَنَنْتُ أَنَّ الْقَوْمَ سَيَفْقِدُونَنِي فَيَرْجِعُونَ إِلَيَّ فَغَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَنِمْتُ وَكَانَ صَفْوَانُ قَدْ عَرَّسَ مِنْ وَرَاءِ الْجَيْشِ فَادَّلَجَ - هُمَا بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ وَالدَّالِ أَيْ نَزَلَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ لِلِاسْتِرَاحَةِ - فَسَارَ مِنْهُ فَأَصْبَحَ فِي مَنْزِلِهِ فَرَأَى سَوَادَ إِنْسَانٍ نَائِمٍ - أَيْ شَخْصَهُ - فَعَرَفَنِي حِينَ رَآنِي وَكَانَ يَرَانِي قَبْلَ الْحِجَابِ فَاسْتَيْقَظْتُ بِاسْتِرْجَاعِهِ حِينَ عَرَفَنِي - أَيْ قَوْلِهِ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ - فَخَمَّرْتُ وَجْهِي بِجِلْبَابِي أَيْ غَطَّيْتُهُ بِالْمُلَاءَةِ وَاللّٰهِ مَا كَلَّمَنِي بِكَلِمَةٍ وَلَا سَمِعْتُ مِنْهُ كَلِمَةً غَيْرَ اسْتِرْجَاعِهِ حِينَ أَنَاخَ رَاحِلَتَهُ وَوَطِئَ عَلَى يَدِهَا فَرَكِبْتُهَا فَانْطَلَقَ يَقُودُ بِي الرَّاحِلَةَ حَتَّى أَتَيْنَا الْجَيْشَ بَعْدَمَا نَزَلُوا مُوغِرِينَ فِي نَحْرِ الظَّهِيرَةِ - أَيْ مِنْ أَوْغَرَ وَاقِفِينَ فِي مَكَانٍ وَغْرٍ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ - فَهَلَكَ مَنْ هَلَكَ وَكَانَ الَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ : عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيِّ بْنِ سَلُولٍ "۱ ۵ . قَوْلُهَا رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ" أَيْ عَلَيْهِ "مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ" فِي ذَلِكَ "وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ" أَيْ تَحَمَّلَ مُعْظَمَهُ فَبَدَأَ بِالْخَوْضِ فِيهِ وَأَشَاعَهُ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أُبَيٍّ "لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ" هُوَ النَّارُ فِي الْآخِرَةِ،

بیشک جن لوگوں نے (عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان لگایا تھا وہ بھی تم ہی میں سے ایک جماعت تھی، جن میں حسان بن ثابت، عبداللہ بن ابی، مسطح، حمنہ بنت جحش، تم اس بہتان کے واقعہ کو اپنے حق میں برا مت سمجھو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا کی شان کو برأت کے ساتھ ظاہر فرما دیا۔ ان میں

سے ہر ایک کے لئے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا، اور ان میں سے جس نے اس (بہتان) میں سب سے زیادہ حصہ لیا اس کے لئے زبردست عذاب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے ہمراہ لے گئے یہ وقت وہ تھا جب کہ پردہ کی آیات نازل ہو چکی تھیں چنانچہ میں پردہ کے ساتھ اونٹ کے ہودے میں سوار کرائی جاتی تھی اور اتاری جاتی تھی غرض کہ جب ہم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ سے فارغ ہو کر واپس لوٹے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے تو رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلنے کا حکم دیا تو میں رفع حاجت کی غرض سے گئی اور لشکر سے دور نکل گئی واپس آئی اور جب سوار ہونے کے لئے اپنی سواری کے قریب آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا ہار جو خزف یمنی کا تھا وہ کہیں ٹوٹ کر گر پڑا ہے میں فوراً واپس لوٹی اور ہار تلاش کرنے لگی اس میں مجھے دیر ہو گئی جن لوگوں کے سپرد مجھے ہودے پر سوار کرنے کا کام تھا انہوں نے ہودے کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا اور سمجھے کہ شاید میں اپنے ہودے میں بیٹھی ہوں اس زمانہ میں عورتیں ہلکی ہوتی تھیں کیونکہ غذا سادی اور غیر مرغن کھائی جاتی تھی اس لئے ہودہ اٹھانے والوں کو کچھ پتہ نہیں چلا دوسرے میں بہت کمسن بھی تھی اس کے بعد وہ سب اونٹ لے کر چل دیئے۔ مجھے ہار اس وقت ملا جب کہ لشکر اپنے مقام سے روانہ ہو چکا تھا میں اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اس خیال سے کہ جب لوگوں کو میرے رہ جانے کی خبر ہو گی تو وہ ضرور تلاش کرنے کی غرض سے واپس آئیں گے میں بیٹھے بیٹھے سو گئی۔ صفوان بن معطل سلمی جو بعد کو ذکوانی کے نام سے مشہور ہوئے وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہا کرتے تھے تا کہ گری پڑی چیزیں اٹھاتے ہوئے آئیں وہ صبح کو جب قریب پہنچے تو مجھے سوتا ہوا دیکھ کر پہچان لیا کیونکہ وہ پردہ سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے۔ اس نے زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا منہ چھپا لیا اللہ کی قسم! ہم دونوں نے کوئی بات نہیں کی اور نہ میں نے سوائے انا للہ کے کوئی بات اس سے سنی۔ صفوان نے اپنی سواری سے اتر کر اس کے دست و پا کو باندھ دیا اور میں اس پر بیٹھ گئی صفوان آگے آگے اونٹ کو کھینچتا ہوا چلا اور ہم دوپہر کے قریب شدت کی گرمی میں لشکر میں پہنچ گئے اور وہ سب ٹھہرے ہوئے تھے۔ پھر جسے تہمت لگا کر ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوا۔ اور جو سب سے زیادہ محرک اس حرکت بہتان کا ہوا وہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا عروہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کے پاس جب افک کا ذکر ہوتا تھا تو وہ اس کا اقرار کرتا تھا اور اس کو سنتا اور بیان کرتا تھا عروہ کہتے ہیں کہ بہتان لگانے والوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، مسطح بن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ کوئی بیان نہیں کیا گیا باقی کا مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ مگر ان کی ایک جماعت ہے جس کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب الیم یعنی جوان کا سرغنہ ہے اس کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان سب کا بڑا یہی (عبداللہ بن ابی بن سلول) ہے۔ ہر شخص کیلئے وہی گناہ ہے جو اس نے کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں جب میرے متعلق لوگوں میں تذکرہ ہونے لگا جس کی مجھے بالکل خبر نہ تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے متعلق خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور تشہد کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا لوگو! مجھے ان لوگوں کے متعلق مشورہ دو جنہوں نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی

میں کبھی کوئی برائی نہیں دیکھی۔ اور اس میں بھی کوئی برائی نہیں دیکھی جس کے ساتھ ان لوگوں نے اس کو متہم کیا وہ میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر میں داخل نہیں ہوا۔ پھر وہ ہر سفر میں میرے ساتھ شریک رہا ہے۔ اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کی گردنیں اتار دوں۔ قبیلہ خزرج کا ایک شخص کھڑا ہوا (حسان بن ثابت کی والدہ ان کی برادری سے تعلق رکھتی تھیں) اور (سعد سے) کہنے لگا اللہ کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو کیوں کہ اللہ کی قسم! اگر ان لوگوں کا تعلق قبیلہ اوس سے ہوتا تم کبھی یہ بات نہ کرتے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ مسجد ہی میں اوس وخزرج کے درمیان لڑائی کا خدشہ ہو گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے اس کا علم بھی نہ تھا۔ اس روز شام کے وقت ام مسطح کے ساتھ کسی کام کے لئے نکلی (چلتے ہوئے) ام مسطح کو ٹھوکر لگی تو کہنے لگی کہ مسطح ہلاک ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے کہا کیا بات آپ نے اپنے بیٹے کو کیوں کوس رہی ہیں وہ خاموش ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد کچھ ٹھوکر لگی اور مسطح کی ہلاکت کی بددعا کی۔ میں نے دوبارہ ان سے پوچھا لیکن اس مرتبہ بھی وہ خاموش رہیں۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو میں نے انہیں ڈانٹا اور کہا کہ آپ اپنے بیٹے کے لئے بددعا کرتی ہیں۔ ام مسطح کہنے لگیں اللہ کی قسم! میں اسے تمہاری وجہ سے ہی کوس رہی ہوں۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں)۔ میں نے پوچھا میرے متعلق کس وجہ سے؟ اس پر انہوں نے ساری حقیقت کھول کر بیان کر دی۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا واقعی یہی بات ہے؟ وہ کہنے لگیں ہاں اللہ کی قسم! میں واپس لوٹ گئی اور جس کام کیلئے نکلی تھی اس کی ذرا سی بھی حاجت باقی نہ رہی اور پھر مجھے بخار ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میرے والد کے گھر بھیج دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ایک غلام کو بھیج دیا۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ ام رومان رضی اللہ عنہا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ) نیچے ہیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اوپر قرآن کریم پڑھ رہے ہیں (والدہ) نے پوچھا بیٹی کیسے آئی ہو؟ میں نے ان کے سامنے پورا قصہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ اس کا لوگوں میں چرچا ہو چکا ہے۔ انہیں بھی اس سے اتنی تکلیف ہوئی جتنی مجھے ہوئی تھی۔ وہ مجھ سے کہنے لگیں۔ بیٹی گھبرانا نہیں اس لئے کہ اللہ کی قسم کوئی خوبصورت عورت ایسی جس سے اس کی سوکنوں کے ہوتے ہوئے اس کا شوہر محبت کرتا ہو اور وہ (سوکنیں) اس سے حسد نہ کریں اور اس کے متعلق باتیں نہ بنائی جائیں یعنی انہیں وہ اذیت نہیں پہنچی جو مجھے ہوئی تھی۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا میرے والد بھی یہ بات جانتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو بتایا کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ بات جانتے ہیں۔ اس پر میں اور زیادہ غمگین ہوئی اور رونے لگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے رونے کی آواز سنی تو نیچے تشریف لائے اور میری والدہ سے پوچھا کہ اسے کیا ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اسے اپنے متعلق پھیلنے والی بات کا علم ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹی میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اپنے گھر واپس لوٹ جاؤ۔ میں واپس گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور میری خادمہ سے میرے متعلق دریافت کیا تو اس نے کہا اللہ کی قسم! مجھے ان میں کسی عیب کا علم نہیں اتنا ضرور ہے کہ وہ (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سو جایا کرتی تھیں اور بکری اندر داخل ہو کر آٹا کھا جایا کرتی تھی۔ (راوی کو شک ہے کہ خمیر تھا کہا یا عجینتھا تھا) اس پر

بعض صحابہ نے اسے ڈانٹا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولو۔ یہاں تک کہ بعض نے اسے (یعنی خادمہ کو) برا بھلا کہا۔ وہ کہنے لگی سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اللہ کی قسم! میں ان کے (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے) متعلق اس طرح جانتی ہوں جس طرح سنار خالص اور سرخ سونے کو پہچانتا ہے۔ پھر اس شخص کو بھی یہ بات پتہ چل گئی۔ جس کے بارے میں واقعہ کہا گیا تھا۔ وہ بھی کہنے لے سُبْحَانَ اللّٰہِ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کسی عورت کا ستر نہیں کھولا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر وہ شخص اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا۔ اس کے بعد صبح کے وقت میرے والدین میرے پاس آئے۔ وہ ابھی میرے پاس ہی تھے کہ عصر کی نماز پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ میرے والدین میرے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا اے عائشہ اگر برائی کے قریب گئی ہو یا تم نے اپنے اوپر ظلم کیا تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرلو۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاری عورت آئی اور دروازے میں بیٹھ گئی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ اس عورت کی موجودگی میں اس بات کا ذکر کرتے ہوئے حیاء نہیں فرماتے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ ونصیحت کی تو میں اپنے والد کی طرف متوجہ ہوئی اور عرض کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیجئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ جب دونوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے تشہد پڑھ کر حمد وثناء بیان کرنے کے بعد کہا اللہ کی قسم! اگر میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر حضرات سے یہ کہوں کہ میں نے یہ کام نہی کیا تب بھی یہ بات مجھے فائدہ نہیں پہنچائے گی۔ اس لئے کہ بات تم لوگوں کے سامنے کہی جا چکی ہے اور تمہارے دلوں میں سرائیت کر گئی ہے اور اگر میں یہ کہوں کہ ہاں میں نے یہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ میں نے نہیں کیا تم لوگ کہو گے کہ اس نے اپنے جرم کا اقرار کرلیا۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے اور اپنے متعلق کوئی مثال نہیں جانتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر میں نے یعقوب علیہ السلام کا نام لینا چاہا تو میرے ذہن میں نہیں آیا۔ اتنا ہی آیا کہ وہ ابو یوسف علیہ السلام ہیں۔ (یعنی میرا قصہ بھی انہی کی طرح ہے جیسے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو کھونے کے بعد فرمایا فصبر جمیل یعنی صبر ہی بہتر ہے اور جس طرح تم بیان کررہے ہو اس پر اللہ تعالیٰ مددگار رہے گا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر اسی وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور ہم لوگ خاموش ہو گئے۔ جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی سے پسینہ پوچھتے ہوئے فرمانے لگے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا تمہیں بشارت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکیزگی اور برأت نازل فرمادی ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بہت غصہ میں تھی کہ میرے والدین نے مجھ سے کہا کہ اٹھو اور کھڑی ہو جاؤ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! نہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کروں گی اور نہ آپ (ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہ) دونوں کا بلکہ اللہ رب العالمین کا شکریہ ادا کرونگی اور اس کی ہی تعریف کروں گی جس نے میری برأت نازل کی۔

آپ لوگوں نے تو میرے متعلق یہ بات سن کر نہ اس کا انکار کیا اور نہ اسے روکنے کی کوشش کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ زینب بنت جحش کو اللہ تعالیٰ نے اس کی دینداری کی وجہ سے بچالیا اور اس نے اس موقع پر اچھی بات کہی لیکن ان کی بہن حمنہ برباد ہونے والوں کے ساتھ ہوگئیں۔ اس تہمت کو پھیلانے والوں میں مسطح، حسان بن ثابت اور عبداللہ بن ابی شامل تھے۔ عبداللہ بن ابی (منافق) ہی شوشے چھوڑتا اور خبریں جمع کرتا اور اس میں اسی کا زیادہ ہاتھ تھا۔ حمنہ بھی اس کے ساتھ شریک تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب مسطح کو کبھی فائدہ نہ پہنچائیں گے تو یہ آیات نازل ہوئیں (وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ النور:22)۔ (اہل فضل اور رزق میں کشادگی رکھنے والے قسم نہ کھائیں (مراد ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں) کہ رشتہ داروں، مساکین اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے) اس سے مراد مسطح ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ،النور:22) (کیا تم لوگ نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے اور وہ بہت معاف کرنے والا اور مہربان ہے)۔

اس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں نہیں اے اللہ! اللہ کی قسم ہم تیری مغفرت چاہتے ہیں اور پھر مسطح کو پہلے کی طرح دینے لگے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ یونس بن یزید، معمر اور کئی راوی یہ حدیث زہری سے وہ عروہ بن زبیر سے وہ سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص لیثی اور عبداللہ بن عبداللہ سے اور یہ سب حضرات عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہشام بن عروہ کی حدیث سے زیادہ مکمل اور لمبی حدیث نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1127)

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعض خصائص کا بیان

امام بغوی نے انہیں آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حضرت صدیقہ عائشہ کی چند خصوصیات ایسی ہیں جو ان کے علاوہ کسی دوسری عورت کو نصیب نہیں ہوئیں اور صدیقہ عائشہ بھی (بطور تحدیث بالنعمۃ) ان چیزوں کو فخر کے ساتھ بیان فرمایا کرتی تھیں۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے جبرائیل امین ایک ریشمی کپڑے میں میری تصویر لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ یہ تمہاری زوجہ ہے (رواہ الترمذی عن عائشۃ) اور بعض روایات میں ہے کہ جبرئیل امین اپنی ہتھیلی میں یہ صورت لے کر تشریف لائے تھے۔

دوسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سوا کسی کنواری لڑکی سے نکاح نہیں کیا۔ تیسری یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ان کی گود میں ہوئی۔ چوتھی یہ کہ بیت عائشہ ہی میں آپ مدفون ہوئے۔ پانچویں یہ کہ آپ پر اس وقت بھی وحی نازل ہوتی تھی جبکہ آپ حضرت صدیقہ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے تھے دوسری کسی بی بی کو یہ خصوصیت حاصل نہ تھی۔ چھٹی یہ کہ آسمان سے ان کی برات نازل ہوئی۔ ساتویں یہ کہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں اور صدیقہ ہیں اور ان میں سے ہیں جن سے دنیا ہی میں مغفرت کا اور رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمالیا ہے۔ حضرت صدیقہ کی فقیہانہ اور عالمانہ تحقیقات اور فاضلانہ

تقریر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ بن طلحہ نے فرمایا کہ میں نے صدیقہ عائشہ سے زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ (رواہ الترمذی)

تفسیر قرطبی میں نقل کیا ہے کہ یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کو گویائی دے کر اس کی شہادت سے ان کی برات ظاہر فرمائی اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فرزند عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے ان کو بری کیا اور حضرت صدیقہ عائشہ پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کر کے ان کی برات کا اعلان کیا، جس نے ان کے فضل وعزت کو اور بڑھا دیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ |

## اہل ایمان کا آپس میں اچھا گمان رکھنے کا بیان

"لَوْلَا" هَلَّا "إِذْ" حِين "سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَات بِأَنْفُسِهِمْ" أَيْ ظَنَّ بَعْضهمْ بِبَعْضٍ "خَيْرًا وَقَالُوا هَذَا إِفْك مُبِين" كَذِب بَيِّن فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب أَيْ ظَنَنْتُمْ أَيُّهَا الْعُصْبَة وَقُلْتُمْ

کیوں نہ جب تم نے اسے سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا یعنی ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان کیا۔ اور کہا کہ یہ صریح بہتان ہے۔ اس خطاب میں غیبت کی طرف التفات ہے یعنی اے جماعت تم نے گمان کیا اور کہہ دیا۔

جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اماں صاحبہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے آخری وقت آئے تو فرمانے لگے ام المومنین آپ خوش ہو جائیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم محبت سے پیش آتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ سے نکاح نہیں کیا اور آپ کی برات آسمان سے نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت زینب اپنے اوصاف حمیدہ کا ذکر کرنے لگیں تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا میرا نکاح آسمان سے اترا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میری پاکیزگی کی شہادت قرآن میں آسمان سے اتری جب کہ صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ مجھے اپنی سواری پر بٹھا لائے تھے۔ حضرت زینب نے پوچھا یہ تو بتاؤ جب تم اس اونٹ پر سوار ہوئی تھیں تو تم نے کیا کلمات کہے تھے؟ آپ نے فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل اس پر وہ بول اٹھیں کہ تم نے مومنوں کا کلمہ کہا تھا۔ پھر فرمایا جس جس نے پاک دامن صدیقہ پر تہمت لگائی ہے ہر ایک کو بڑا عذاب ہوگا۔ اور جس نے اس کی ابتدا اٹھائی ہے، جو اسے ادھر ادھر پھیلاتا رہا ہے اس کیلئے سخت تر عذاب ہیں۔ اس سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ملعون ہے۔ ٹھیک قول یہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، نور، بیروت)

| |
|---|
| لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ |
| یہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے، پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ |

## چار گواہوں کو طلب کرنے کا بیان

**"لَوْلَا" هَلَّا "جَاءُ وْا" أَيِ الْعُصْبَة "عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء " شَاهَدُوْهُ "فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَئِكَ عِنْدَ اللَّه" أَيْ فِي حُكْمِه "هُمُ الْكَاذِبُوْنَ" فِيهِ**

یہ افتراپرداز لوگ اس طوفان پر چار گواہ کیوں نہ لائے، جس اس واقعہ کی گواہی دیتے۔ پھر جب وہ گواہ نہیں لا سکے تو یہی لوگ اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ یعنی حکم کے مطابق یہی جھوٹے ہیں۔

اس آیت کے پہلے جملہ میں تو اس کی تلقین ہے کہ ایسی خبر مشہور کرنے والوں کے بارہ میں مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ ان کی بات کو چلتا کرنے کے بجائے ان سے مطالبہ دلیل کا کرتے اور چونکہ تہمت زنا کے معاملے میں دلیل شرعی چار گواہوں کے بغیر قائم نہیں ہوتی اس لئے ان سے مطالبہ یہ کرنا چاہئے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر چار گواہ پیش کرو یا زبان بند کرو۔ دوسرے جملے میں فرمایا کہ جب وہ چار گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹ ہیں۔

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ ایسا ہونا کچھ بعید نہیں کہ ایک شخص نے اپنی آنکھ سے ایک واقعہ دیکھا مگر اس کو اس پر دوسرے گواہ نہیں ملے تو اگر یہ شخص اپنے چشم دید واقعہ کو بیان کرتا ہے تو اس کو جھوٹا کیسے کہا جا سکتا ہے خصوصاً اللہ کے نزدیک جھوٹا کہنا تو کسی طرح سمجھ ہی میں نہیں آتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب واقعات کے حقائق معلوم ہیں اور یہ واقعہ وجود میں آنا بھی معلوم ہے تو وہ عند اللہ جھوٹ بولنے والا کیسے قرار پایا۔ اس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ یہاں عند اللہ سے مراد حکم اللہ اور قانون الٰہی ہے یعنی یہ شخص قانون الٰہی اور حکم خداوندی کی رو سے جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اس پر حد قذف جاری کی جائے گی کیونکہ حکم ربانی یہ تھا کہ جب چار گواہ نہ ہوں تو واقعہ دیکھنے کے باوجود اس کو بیان نہ کرو اور جو بغیر چار گواہوں کے بیان کرے گا وہ قانوناً اور حکماً جھوٹا قرار پا کر سزا پائے گا۔

مسلمان کی شان یہ ہے کہ کوئی کام فضول نہ کرے جس کا کوئی فائدہ نتیجہ نہ ہو خصوصاً ایسا کام جس میں دوسرے مسلمان پر کوئی الزام عائد ہوتا ہو تو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے خلاف کسی عیب و گناہ کی شہادت صرف اس نیت سے دے سکتا ہے کہ جرم و گناہ کا انسداد مقصود ہو کسی کو رسوا کرنا یا ایذا دینا مقصود نہ ہو تو جس شخص نے چار گواہوں کے بغیر اس قسم کی شہادت زبان سے نکالی گویا اس کا دعویٰ یہ ہے کہ میں یہ کلام اصلاح خلق اور معاشرہ کو برائی سے بچانے اور انسداد جرائم کی نیت سے کر رہا ہوں۔ مگر جب شریعت کا قانون اس کو معلوم ہے کہ بغیر چار گواہوں کے ایسی شہادت دینے سے نہ اس شخص پر کوئی حد و سزا جاری ہوگی اور نہ ثبوت بہم پہنچے گا بلکہ الٹی جھوٹ بولنے کی سزا کا میں مستحق ہو جاؤں گا تو اس وقت وہ عند اللہ اپنی اس نیت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے کہ میں اصلاح خلق اور انسداد جرائم کی نیت سے یہ شہادت دے رہا ہوں کیونکہ شرعی ضابطہ کے مطابق شہادت نہ ہونے کی صورت میں یہ نیت ہو ہی نہیں سکتی۔ (تفسیر مظہری، سورہ نور، لاہور)

**وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝**

اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑ گئے ہو اس پر تمہیں زبردست عذاب پہنچتا۔

## تہمت کے سبب سخت عذاب ہونے کا بیان

"وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَته فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَة لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ" أَيُّهَا الْعُصْبَة أَيْ خُضْتُمْ "فِيهِ عَذَاب عَظِيم" فِي الآخِرَة

اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جس تہمت کے چرچے میں تم پڑ گئے ہو، اے گروہ! اس پر تمہیں آخرت میں زبردست عذاب پہنچتا۔

فرمان ہے کہ اے وہ لوگوں جنہوں نے صدیقہ کی بابت اپنی زبانوں کو بری حرکت دی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم تم پر نہ ہوتا کہ وہ دنیا میں تمہاری توبہ کو قبول کر لے اور آخرت میں تمہیں تمہارے ایمان کی وجہ سے معاف فرما دے تو جس بہتان میں تم نے اپنی زبانیں ہلائیں اس میں تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جن کے دلوں میں ایمان تھا لیکن روا داری میں کچھ کہہ گئے تھے جیسے حضرت مسطح حضرت حسان، حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم۔ لیکن جن کے دل ایمان سے خالی تھے جو اس طوفان کے اٹھانے والے تھے جیسے عبداللہ بن ابی بن سلول وغیرہ منافقین یہ لوگ اس حکم میں نہیں تھے۔ کیونکہ نہ اس کے پاس ایمان تھا نہ عمل صالح۔ یہ بھی یاد رہے کہ جس بدی پر جو وعید ہے وہ اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب توبہ نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں اس جیسی یا اس سے بڑی نیکی نہ ہو۔ جب کہ تم اس بات کو پھیلا رہے تھے، اس سے سن کر اس سے کہی اور اس نے سن کر دوسرے سے کہی۔

| |
|---|
| اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ |
| هَيِّنًاۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ۝ |
| جب تم اس کو اپنی زبانوں پر لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا اور |
| اس کو معمولی بات خیال کر رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی تھی۔ |

## تہمت کے گناہ ہونے کا بیان

"إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ" أَيْ يَرْوِيه بَعْضكُمْ عَنْ بَعْض وَحُذِفَ مِنْ الْفِعْل إِحْدَى التَّاءَيْنِ وَإِذْ مَنْصُوب بِمَسَّكُمْ أَوْ بِأَفَضْتُمْ "وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْم وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا" لَا إِثْم فِيهِ "وَهُوَ عِنْد اللّٰه عَظِيم" فِي الْإِثْم

جب تم اس بات کو ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے رہے۔ یہاں پر فعل تلقونہ میں ایک تاء کو حذف کیا گیا۔ اور لفظ اذ یہ مسکم کی وجہ سے منصوب ہے۔ یا افضتم کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا خود تمہیں کوئی علم ہی نہ تھا اور اس چرچے کو معمولی بات خیال کر رہے تھے، جیسے اس میں گناہ ہی نہ ہوگا۔ حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑا گناہ تھا۔

حضرت عائشہ کی قرأت میں اذا تلقونہ ہے یعنی جب کہ تم اس جھوٹ کی اشاعت کررہے تھے۔ پہلی قرأت جمہور کی ہے۔ اور یہ قرأت ان کی ہے جنہیں اس آیت کا زیادہ علم تھا۔ اور تم وہ بات زبان سے نکالتے تھے، جس کا تمہیں علم نہ تھا۔ تم گو اس کلام کو ہلکا سمجھتے رہے، لیکن دراصل اللہ کے نزدیک وہ بڑا بھاری کلام تھا۔ کسی مسلمان عورت کی نسبت ایسی تہمت جرم عظیم ہے۔ پھر اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ کے اوپر ایسا کلمہ، سمجھ لو کہ کتنا بڑا کبیرا گناہ ہوا؟ اسی لئے رب کی غیرت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرما کر خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی پاکیزگی ثابت فرمائی۔ ہر نبی علیہ السلام کی بیوی کو اللہ تعالیٰ نے اس بے حیائی سے دور رکھا ہے پس کیسے ممکن تھا کہ تمام نبیوں کی بیویوں سے افضل اور ان کی سردار۔ تمام نبیوں سے افضل اور تمام اولاد آدم کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس میں آلودہ ہوں۔ حاشا وکلا۔

پس تم گو اس کلام کو بےوقعت سمجھو لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ انسان بعض مرتبہ اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ کہہ کر گزرتا ہے، جس کی کوئی وقعت اس کے نزدیک نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم کے اتنے نیچے طبقے میں پہنچ جاتا ہے کہ جتنی نیچی زمین آسمان سے ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ نیچا ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| اور جب تم نے یہ سنا تھا تو تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ نہیں کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں |
| تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ |

## سنی سنائی افواہ کو پھیلانے پر اظہار تعجب کا بیان

"وَلَوْلَا" هَلَّا "اِذْ" حِيْنَ "سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَا يَكُوْن " مَا يَنْبَغِي "بِهٰذَا" هُوَ لِلتَّعَجُّبِ هُنَا "هٰذَا بُهْتَان" كَذِب

اور جب تم نے یہ بہتان سنا تھا تو تم نے اسی وقت یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمارے لئے یہ جائز ہی نہیں یہاں پر سبحانک تعجب کیلئے آیا ہے کہ ہم اسے زبان پر لے آئیں (بلکہ تم یہ کہتے کہ اے اللہ!) تو پاک ہے (اس بات سے کہ ایسی عورت کو اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب زوجہ بنادے)، یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

## تحقیق کے بغیر بات کو بیان نہ کرنے کا بیان

یہاں دوسرا حکم دے رہا ہے کہ بھلے لوگوں کی شان میں کوئی برائی کا کلمہ بغیر تحقیق ہرگز نہ نکالنا چاہئے۔ برے خیالات، گندے الزامات اور شیطانی وسوسوں سے دور رہنا چاہئے۔ کبھی ایسے کلمات زبان سے نہ نکالنے چاہیں، گو دل میں کوئی ایسا وسوسہ شیطانی پیدا بھی ہو تو زبان قابو میں رکھنی چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے

وسوسوں سے درگزر فرمالیا ہے، جب تک وہ زبان سے نہ کہیں یا عمل میں نہ لائیں۔ (بخاری و مسلم)
تمہیں چاہئے تھا کہ ایسے بیہودہ کلام کو سنتے ہی کہہ دیتے کہ ہم ایسی لغویات سے اپنی زبان نہیں بگاڑتے۔ ہم سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی کہ اللہ کے خلیل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ کی نسبت کوئی ایسی لغویات کہیں، اللہ کی ذات پاک ہے دیکھو خبردار آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ ہو ورنہ ایمان کے ضبط ہونے کا اندیشہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص ایمان سے ہی کورا ہو تو وہ تو بے ادب، گستاخ اور بھلے لوگوں کی اہانت کرنے والا ہوتا ہی ہے۔ احکام شرعیہ کو اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے۔ اس کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ |
| اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات نہ کرنا اگر تم اہل ایمان ہو۔ اور اللہ تمہارے لئے آیتوں کو |
| واضح طور پر بیان فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان وعمل کا بیان

"يَعِظُكُمُ اللّٰه" يَنْهَاكُمْ "أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" تَتَّعِظُونَ بِذَلِكَ "وَيُبَيِّنُ اللّٰه لَكُمُ الْآيَات" فِي الْأَمْر وَالنَّهْي "وَاَللّٰه عَلِيم" بِمَا يَأْمُر بِهِ وَيَنْهَى عَنْهُ "حَكِيم" فِيهِ

اللہ تم کو نصیحت فرماتا ہے یعنی وہ تمہیں منع کرتا ہے کہ پھر کبھی بھی ایسی بات (عمر بھر) نہ کرنا اگر تم اہل ایمان ہو۔ تو اس سے نصیحت حاصل کرو۔ اور اللہ تمہارے لئے امر و نہی میں آیتوں کو واضح طور پر بیان فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا ہے جس کا تمہیں حکم دیا ہے اور منع کردہ کی حقیقت میں بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی اس جماعت کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھی ہوئی تھی (مخاطب کر کے) فرمایا۔ مجھ سے ان باتوں پر بیعت (عہد و اقرار) کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے (افلاس، بھوک یا غربت کے ڈر سے) اپنے بچوں کو قتل نہ کرو گے، جان بوجھ کر کسی پر بہتان تراشی نہ کرو گے اور شریعت کے مطابق تمہیں جو احکام دوں گا اس کی نافرمانی نہیں کرو گے پس تم میں سے جو آدمی اس عہد و اقرار کو پورا کرے گا اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے (کہ آخرت میں اپنے انعامات سے نوازے گا) اور جو آدمی (سوائے شرک کے) ان میں سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اور پھر دنیا میں اس کو اس گناہ کی سزا بھی مل جائے (جیسے حد وغیرہ جاری ہو) تو یہ سزا اس کے (گناہ) کے لئے کفارہ ہو جائے گی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنے والے کے گناہ کی ستر پوشی فرمائی (اور دنیا میں اسے سزا نہ ملی) تو اب یہ اللہ کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ چاہے تو وہ (از راہ کرم) آخرت میں بھی درگزر فرمائے اور چاہے اسے عذاب دے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔" (صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 17)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ لا |
| فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥ |
| بے شک جولوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، ان کے لیے دنیا |
| اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ |

## بے حیائی پھیلانے والوں کیلئے دنیاوآخرت میں عذاب ہونے کا بیان

"اِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ" بِاللِّسَانِ "فِي الَّذِينَ آمَنُوا" بِنِسْبَتِهَا إلَيْهِمْ وَهُمْ الْعُصْبَة "لَهُمْ عَذَاب أَلِيم فِي الدُّنْيَا" بِحَدِّ الْقَذْف "وَالْآخِرَة" بِالنَّارِ لِحَقِّ اللَّه "وَاَللَّه يَعْلَم" انْتِفَاءَهَا عَنْهُمْ "وَأَنْتُمْ" أَيُّهَا الْعُصْبَة بِمَا قُلْتُمْ مِنْ الْإِفْك "لَا تَعْلَمُونَ" وُجُودهَا فِيهِمْ

بے شک جولوگ پسند کرتے ہیں کہ ان لوگوں میں زبان کے ذریعے بے حیائی پھیلے جو ایمان لائے ہیں، اس ان کی جانب منسوب کیا گیا ہے کیونکہ وہ ایک چھوٹی سی جماعت ہیں۔ اِن کے لیے دنیا میں حدقذف اور آخرت میں دردناک عذاب یعنی جہنم کی آگ میں اللہ تعالیٰ ڈال دے گا اور اللہ بے حیائی کے ختم ہونے کو جانتا ہے اور تم یعنی اے گروہ جو بہتان کہا ہے اس کے وجود کو بھی نہیں جانتے۔

یہ تیسری تنبیہ ہے کہ جو شخص کوئی ایسی بات سنے، اسے اس کا پھیلانا حرام ہے جو ایسی بری خبروں کو اڑاتے پھیرتے ہیں۔ دنیوی سزا یعنی حد بھی لگے گی اور اخروی سزا یعنی عذاب جہنم بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عالم ہے، تم بے علم ہو، پس تمہیں اللہ کی طرف تمام امور لوٹانے چاہئیں۔ حدیث شریف میں ہے بندگان اللہ کو ایذاء نہ دو، انہیں عار نہ دلاؤ۔ ان کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں نہ لگے رہو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب ٹٹولے گا۔ اللہ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑ جائے گا اور اسے یہاں تک رسوا کرے گا کہ اس کے گھر والے بھی اسے بری نظر سے دیکھنے لگیں گے۔

| |
|---|
| وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ |
| اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو مگر اللہ بڑا شفیق بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ کے فضل ورحمت کے سبب عذاب سے بچنے کا بیان

"وَلَوْلَا فَضْل اللَّه عَلَيْكُمْ" أَيُّهَا الْعُصْبَة "وَرَحْمَته وَأَنَّ اللَّه رَءُوف رَحِيم" بِكُمْ لَعَاجَلَكُمْ بِالْعُقُوبَةِ

اور اگر تم پر (اس رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں) اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو (تم بھی پہلی امتوں کی طرح تباہ کردیے جاتے) مگر اللہ بڑا شفیق بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

پھر فرماتا ہے اگر اللہ کا فضل وکرم نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی اپنے آپ کو شرک وکفر، برائی اور بدی سے نہ بچا سکتا۔ یہ رب کا

احسان ہے کہ وہ تمہیں توبہ کی توفیق دیتا ہے پھر تم پر مہربانی سے رجوع کرتا ہے اور تمہیں پاک صاف بنا دیتا ہے۔اللہ جسے چاہے پاک کرتا ہے اور جسے چاہے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی باتیں سننے والا،ان کے احوال کو جاننے والا ہے۔ہدایت یاب اور گمراہ سب اس کی نگاہ میں ہیں اور اس میں بھی اس حکیم مطلق کی بے پایاں حکمت ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ |
| يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ |
| اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے تو وہ تو بے حیائی |
| اور برائی کا حکم دیتا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک نہ ہوتا اور |
| لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## شیطان کے قدموں کی پیروی کرنے سے ممانعت کا بیان

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ" أَيْ طُرُق تَزْيِينه "وَمَنْ يَتَّبِع خُطُوَات الشَّيْطَان فَإِنَّهُ" أَيْ الْمُتَّبَع "يَأْمُر بِالْفَحْشَاءِ" أَيْ الْقَبِيح "وَالْمُنْكَر" شَرْعًا بِاتِّبَاعِهَا "وَلَوْلَا فَضْل اللَّه عَلَيْكُمْ وَرَحْمَته مَا زَكَى مِنْكُمْ" أَيُّهَا الْعُصْبَة بِمَا قُلْتُمْ مِنْ الْإِفْك "مِنْ أَحَد أَبَدًا" أَيْ مَا صَلُحَ وَطَهُرَ مِنْ هَذَا الذَّنْب بِالتَّوْبَةِ مِنْهُ "وَلَكِنَّ اللَّه يُزَكِّي" يُطَهِّر "مَنْ يَشَاء" مِنْ الذَّنْب بِقَبُولِ تَوْبَته مِنْهُ "وَاَللَّه سَمِيع" بِمَا قُلْتُمْ "عَلِيم" بِمَا قَصَدْتُمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے قدموں کے پیچھے مت چلو یعنی اس کے فریب کے راستوں پر نہ چلو اور جو شیطان کے قدموں کے پیچھے چلے یعنی شیطان کی اتباع کرے تو وہ تو بے حیائی اور برائی کا حکم دیتا ہے یعنی شریعت کے مطابق جن کا اتباع برا ہے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی یعنی جس نے اصلاح نہیں کی اور نہ ہی توبہ کے ذریعے اس گناہ سے پاک ہوا،تو وہ کبھی پاک نہ ہوتا۔یعنی اے گروہ جو تم نے واقعہ افک میں کہا ہے اور لیکن اللہ جسے چاہتا ہے گناہ کی توبہ کو قبول کر کے پاک کرتا ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا ہے جو تم نے کہا ہے،سب کچھ جاننے والا ہے۔جس کا تم نے ارادہ کیا۔

## شیطانی راہوں پر مت چلو

اگر اللہ کا فضل وکرم،لطف ورحم نہ ہوتا تو اس وقت کوئی اور ہی بات ہو جاتی مگر اس نے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرمالی۔پاک ہونے والوں کو بذریعہ حد شرعی کے پاک کر دیا۔شیطانی طریقوں پر شیطانی راہوں میں نہ چلو،اس کی باتیں نہ مانو۔وہ تو برائی کا،بدی کا،بدکاری کا،بےحیائی کا حکم دیتا ہے۔پس تمہیں اس کی باتیں ماننے سے پرہیز کرنا چاہئے۔اس کے عمل سے بچنا چاہئے اس

کے وسوسوں سے دور رہنا چاہے۔ اللہ کی ہر نافرمانی میں قدم شیطان کی پیروی ہے۔

ایک شخص نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے فلاں چیز کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ شیطان کا بہکاوا ہے، اپنی قسم کا کفارہ دے دو اور اسے کھالو۔ ایک شخص نے حضرت شعبی سے کہا کہ میں نے اپنے بچے کو ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ نے فرمایا، یہ شیطانی حرکت ہے، ایسا نہ کرو، اس کے بدلے ایک بھیڑ ذبح کرو۔

ابورافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میرے اور میری بیوی کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ وہ بگڑ کر کہنے لگیں کہ ایک دن وہ یہودیہ ہے اور ایک دن نصرانیہ ہے اور اس کے تمام غلام آزاد ہیں، اگر تو اپنی بیوی کو طلاق نہ دے۔ میں نے آ کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ شیطانی حرکت ہے۔ زینب بن ام سلمہ جو اس وقت سب سے زیادہ دینی سمجھ رکھنے والی عورت تھیں، انہوں نے بھی یہی فتویٰ دیا اور عاصم بن عمرو کی بیوی نے بھی یہی بتایا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ |
| سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ |
| کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دیں اور لازم ہے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ |
| اللہ تمہیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ |

## قرابت والوں اور مہاجرین پر خرچ کرنے کا بیان

"وَلَا يَأْتَلِ يَحْلِف "أُولُوا الْفَضْل" أَصْحَاب الْغِنَى "مِنْكُمْ وَالسَّعَة أَنْ" لَا "يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَى وَالْمَسَاكِين وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيل اللَّه" نَزَلَتْ فِي أَبِي بَكْر حَلَفَ أَنْ لَا يُنْفِق عَلَى مِسْطَح وَهُوَ ابْن خَالَته مِسْكِين مُهَاجِر بَدْرِيّ لَمَّا خَاضَ فِي الْإِفْك بَعْد أَنْ كَانَ يُنْفِق عَلَيْهِ وَنَاس مِنْ الصَّحَابَة أَقْسَمُوا أَنْ لَا يَتَصَدَّقُوا عَلَى مَنْ تَكَلَّمَ بِشَيْءٍ مِنْ الْإِفْك "وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا" عَنْهُمْ فِي ذَلِكَ "أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِر اللَّه لَكُمْ وَاَللَّه غَفُور رَحِيم" لِلْمُؤْمِنِينَ قَالَ أَبُو بَكْر: بَلَى أَنَا أُحِبّ أَنْ يَغْفِر اللَّه لِي وَرَجَّعَ إلَى مِسْطَح مَا كَانَ يُنْفِقهُ عَلَيْهِ

اور تم میں سے فضیلت اور وسعت والے یعنی مال و ثروت والے اس بات سے قسم نہ کھالیں کہ قرابت والوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہ دیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حلف اٹھایا کہ وہ مسطح پر خرچ نہ کریں حالانکہ آپ کی خالہ کا بیٹا تھا۔ اور مسکین مہاجر بدری تھے۔ جب انہوں نے واقعہ افک میں حصہ لیا اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حلف اٹھالیا کہ وہ بھی ہر اس شخص پر کچھ خرچ نہ کریں

گے جنہوں نے واقعہ افک کے متعلق کلام کیا ہے۔تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اور لازم ہے کہ معاف کر دیں اور اس معاملہ میں درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں بخشے اور اللہ بے حد بخشنے والا، اہل ایمان کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔تو آپ مسطح کی طرف رجوع کیا اور اس پر اسی طرح خرچ کیا جس طرح خرچ کرتے تھے۔

## سورہ نور آیت ۲۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت ابوبکر صِدّیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ نے قسم کھائی تھی کہ مِسْطح کے ساتھ سلوک نہ کریں گے اور وہ آپ کی خالہ کے بیٹے تھے نادار تھے، مہاجر تھے، بدری تھے، آپ ہی ان کا خرچ اٹھاتے تھے مگر چونکہ اُم المؤمنین پر تہمت لگانے والوں کے ساتھ انہوں نے موافقت کی تھی اس لئے آپ نے یہ قسم کھائی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

جب یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک میری آرزو ہے کہ اللہ میری مغفرت کرے اور میں مِسطح کے ساتھ جو سلوک کرتا تھا اس کو کبھی موقوف نہ کروں گا چنانچہ آپ نے اس کو جاری فرما دیا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّـذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ص وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے |
| اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔ |

## پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کیلئے لعنت کی وعید کا بیان

"إنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ" بِالزِّنَا "الْمُحْصَنَات" الْعَفَائِف "الْغَافِلَات" عَنْ الْفَوَاحِش بِأَنْ لَا يَقَع فِي قُلُوبهنَّ فِعْلهَا "الْمُؤْمِنَات" بِاَللَّهِ وَرَسُوله،

بے شک وہ لوگ جو پاک دامن، بے حیائی سے بے خبر مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں یعنی ان کے دلوں میں بھی برائی کا خیال نہ آیا یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے والی ہیں۔تو ایسے لوگ دنیا اور آخرت میں لعنت کیے گئے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

## ام المومنین عائشہ صدیقہ کے گستاخ پر اللہ کی لعنت

جب کہ عام مسلمان عورتوں پر طوفان اٹھانے والوں کی سزا یہ ہے تو انبیاء کی بیویوں پر جو مسلمانوں کی مائیں ہیں، بہتان باندھنے والوں کی سزا کیا ہوگی؟ اور خصوصا اس بیوی پر جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں رضی اللہ عنہا۔علماء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ان آیتوں کے نزول کے بعد بھی جو شخص ام المومنین کو اس الزام سے یاد کرے، وہ کافر ہے کیونکہ اس نے قرآن پاک

کے خلاف کیا۔ آپ کی اور ازواج مطہرات کے بارے میں صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی مثل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| جس دن ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ اوران کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن زبان اور ہاتھ پاؤں کی گواہی کا بیان

"يَوْمَ" نَاصِبه الِاسْتِقْرَار الَّذِى تَعَلَّقَ بِهِ لَهُمْ "تَشْهَد" بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة "عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتهمْ وَأَيْدِيهمْ وَأَرْجُلهمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" مِنْ قَوْل وَفِعْل وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

یہاں لفظ یوم یہ استقر فعل کی وجہ سے منصوب ہے جس سے لہم متعلق ہے۔ اور تشہد یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔ جس دن ان کی زبانیں اوران کے ہاتھ اوران کے پاؤں ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ قول وفعل کے ذریعے کیا کرتے تھے۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔

## اعضاء کی گواہی کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جب مشرکین دیکھیں گے کہ جنت میں سوائے نمازوں کے اور کوئی نہیں بھیجا جاتا تو وہ کہیں گے آؤ ہم بھی انکار کردیں چنانچہ اپنے شرک کا یہ انکار کردیں گے۔ اسی وقت انکے منہ پر مہر لگ جائے گی اور ہاتھ پاؤں گواہی دینے لگیں گے اور اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کافروں کے سامنے جب ان کی بداعمالیاں پیش کی جائیں گی تو وہ انکار کر جائیں گے اور اپنی بیگناہی بیان کرنے لگیں گے تو کہا جائے گا یہ ہیں تمہارے پڑوسی یہ تمہارے خلاف شہادت دے رہے ہیں۔ یہ کہیں گے یہ سب جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا کہ اچھا خود تمہارے کنبے کے قبیلے کے لوگ موجود ہیں۔ یہ کہہ دیں گے یہ بھی جھوٹے ہیں تو کہا جائے گا۔ اچھا تم قسمیں کھاؤ، یہ قسمیں کھالیں گے پھر اللہ انہیں گونگا کردے گا اور خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کی بداعمالیوں کی گواہی دیں گے۔ پھر انہیں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ہنس دیئے اور فرمانے لگے۔ جانتے ہو میں کیوں ہنسا؟ ہم نے کہا اللہ ہی جانتا ہے آپ نے فرمایا بندہ قیامت کے دن اپنے رب سے جو حجت بازی کرے گا اس پر یہ کہے گا کہ اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں روکا تھا؟ اللہ فرمائے گا ہاں۔ تو یہ کہے گا، بس آج جو گواہ میں سچا مانوں، اسی کی شہادت میرے بارے میں معتبر مانی جائے۔ اور وہ گواہ سوا میرے اور کوئی نہیں۔ اللہ فرمائے گا، اچھا یونہی سہی تو ہی اپنا گواہ رہ۔ اب منہ پر مہر لگ جائے گی اور اعضاء سے سوال ہوگا تو وہ سارے عقدے کھول دیں گے۔ اس وقت بندہ کہے گا، تم غارت ہو جاؤ، تمہیں بربادی آئے تمہاری طرف سے ہی تو میں لڑ جھگڑ رہا تھا۔ (صحیح مسلم)

| |
|---|
| يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ٥ |
| اس دن اللہ انہیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔ |

## قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیئے جانے کا بیان

"يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِينَهُمُ الْحَقّ" يُجَازِيهِمْ جَزَاءَهُ الْوَاجِب عَلَيْهِمْ "وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقّ الْمُبِين" حَيْثُ حَقَّقَ لَهُمْ جَزَاءَهُ الَّذِي كَانُوا يَشُكُّونَ فِيهِ وَمِنْهُمْ عَبْد اللّٰه بْن أُبَيّ وَالْمُحْصَنَات هُنَا أَزْوَاج النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُذْكَر فِي قَذْفهنَّ تَوْبَة وَمَنْ ذُكِرَ فِي قَذْفهنَّ أَوَّل سُورَة التَّوْبَة غَيْرهنَّ،

اس دن اللہ انہیں ان کا صحیح بدلہ پورا پورا دے گا یعنی جو ان پر لازم تھا اس کی جزاء وہ ان کو دے گا اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی حق ہے، جو ظاہر کرنے والا ہے۔ یعنی جو جزاء کیلئے ثابت ہوئی ہے جس میں وہ شک کرتے تھے اور انہی میں سے عبداللہ بن ابی بھی تھا۔ اور یہاں محصنات سے مراد نبی کریم ﷺ کی ازواج ہیں۔ اور یہاں قذف سے توبہ کا ذکر نہیں کیا گیا کیونکہ اس کا ذکر سورہ کے شروع میں کر دیا گیا ہے۔ اور وہ ازواج مطہرات کے سوا ہیں۔

قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے تھے اے ابن آدم تو خود اپنی بداعمالیوں کا گواہ ہے، تیرے کل جسم کے اعضاء تیرے خلاف بولیں گے، ان کا خیال رکھ اللہ سے پوشیدگی اور ظاہری میں ڈرتا رہ۔ اس کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، اندھیرا اس کے سامنے روشنی کی مانند ہے۔ چھپا ہوا اس کے سامنے کھلا ہوا ہے۔ اللہ کے ساتھ نیک گمانی کی حالت میں مرو۔ اللہ ہی کے ساتھ ہماری قوتیں ہیں۔ یہاں دین سے مراد حساب ہے۔ جمہور کی قرأت میں حق کا زبر ہے کیونکہ وہ دین کی صفت ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حق پڑھا ہے اس بنا پر کہ یہ لغت جان لیں گے کہ اللہ کے وعدے وعید حق ہیں۔ اس کا حساب عدل والا ہے ظلم سے دور ہے۔

| |
|---|
| اَلْخَبِيثٰتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ |
| اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ٥ |
| ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں، اور پاک وطیب عورتیں پاکیزہ مردوں |
| کے لئے ہیں اور پاک وطیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں، یہ ان سے بری ہیں جو یہ (بدزبان) لوگ کہہ رہے ہیں، |
| ان کے لئے (تو) بخشائش اور عزت وبزرگی والی عطا (مقدر ہو چکی) ہے (تم ان کی شان میں زبان درازی کر کے |
| کیوں اپنا منہ کالا اور اپنی آخرت تباہ وبرباد کرتے ہو)۔ |

## مرد وعورتوں میں خبیث وپاکیزہ ہونے کا بیان

"الْخَبِيثَات" مِنْ النِّسَاء وَمِنْ الْكَلِمَات "لِلْخَبِيثِينَ" مِنْ النَّاس "وَالْخَبِيثُونَ" مِنْ النَّاس "لِلْخَبِيثَاتِ"

مِمَّا ذُكِرَ "وَالطَّيِّبَاتُ" مِمَّا ذُكِرَ "لِلطَّيِّبِينَ" مِنَ النَّاسِ "وَالطَّيِّبُونَ" مِنْهُمْ "لِلطَّيِّبَاتِ" مِمَّا ذُكِرَ أَيِ اللَّائِقُ بِالْخَبِيثِ مِثْلُهُ وَبِالطَّيِّبِ مِثْلُهُ "أُولَئِكَ" الطَّيِّبُونَ وَالطَّيِّبَاتُ مِنَ النِّسَاءِ وَمِنْهُمْ عَائِشَةُ وَصَفْوَانُ "مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ" أَيِ الْخَبِيثُونَ وَالْخَبِيثَاتُ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فِيهِمْ "لَهُمْ" لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبَاتِ "مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ" فِي الْجَنَّةِ وَقَدِ افْتَخَرَتْ عَائِشَةُ بِأَشْيَاءَ مِنْهَا أَنَّهَا خُلِقَتْ طَيِّبَةً وَوُعِدَتْ مَغْفِرَةً وَرِزْقًا كَرِيمًا

عورتوں میں سے ناپاک عورتیں، لوگوں میں سے ناپاک مردوں کے لئے مخصوص ہیں اور پلید مرد پلید عورتوں کے لئے ہیں، جن کو ذکر کیا گیا ہے اور اسی طرح پاک وطیب عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے مخصوص ہیں اور پاک وطیب مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔یعنی خبیث کیلئے خباثت لائق اور پاکیزہ کیلئے طیب لائق ہے۔ان پاکیزہ ہستیوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفوان ہیں۔(سوتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزگی وطہارت کو دیکھ کر خود سوچ لیتے کہ اللہ نے ان کے لئے زوجہ بھی کس قدر پاکیزہ وطیب بنائی ہوگی)، یہ پاکیزہ لوگ ان تہمتوں سے کلیتاً بری ہیں جو یہ (بدزبان) لوگ کہہ رہے ہیں، یعنی جو لوگوں میں سے خبیث مرد وعورتیں پاکیزہ لوگوں مرد وعورتوں کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔ان کے لئے تو بخشائش اور عزت وبزرگی والی عطا یعنی جنت ہے۔حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ عفیفہ رضی اللہ عنہا چند چیزوں کے بارے میں بہ طور فخر کہا کرتی تھیں کہ ان کو پاکیزہ پیدا کیا گیا اور مغفرت اور عزت والے رزق کا وعدہ کیا گیا ہے۔(تم ان کی شان میں زبان درازی کر کے کیوں اپنا منہ کالا اور اپنی آخرت تباہ وبرباد کرتے ہو)۔

## نیک لوگوں کیلئے اچھی بات کا بیان

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسی بری بات برے لوگوں کے لئے ہے۔بھلی بات کے حقدار بھلے لوگ ہوتے ہیں۔ یعنی اہل نفاق نے صدیقہ پر جو تہمت باندھی اور ان کی شان میں جو بدالفاظی کی اس کے لائق وہی ہیں اس لئے کہ وہی بد ہیں اور خبیث ہیں۔صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ پاک ہیں اس لئے وہ پاک کلموں کے لائق ہیں وہ ناپاک بہتان سے بری ہیں۔یہ آیت بھی حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر طرح سے طیب ہیں، ناممکن ہے کہ ان کے نکاح میں اللہ کسی ایسی عورت کو دے جو خبیثہ ہو۔خبیثہ عورتیں تو خبیث مردوں کے لئے ہوتی ہیں اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ ان تمام تہمتوں سے پاک ہیں جو دشمنان اللہ باندھ رہے ہیں۔انہیں ان کی بدکلامیوں سے جو رنج وایذاء پہنچی وہ بھی ان کے لئے باعث مغفرت گناہ بن جائے گی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا |
| عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور |

ان کے رہنے والوں کو سلام کہا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔

## گھروں میں داخل ہونے کیلئے اجازت لینے کا بیان

"یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوتًا غَیْر بُیُوتكُمْ حَتَّی تَسْتَأْنِسُوا " أَیْ تَسْتَأْذِنُوا "وَتُسَلِّمُوا عَلَی أَهْلهَا" فَیَقُول الْوَاحِد السَّلَام عَلَیْکُمْ أَأَدْخُلُ ؟ کَمَا وَرَدَ فِی حَدِیث "ذَلِکُمْ خَیْر لَکُمْ" مِنْ الدُّخُول بِغَیْرِ اسْتِئْذَان "لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ" بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِیَة فِی الذَّال خَیْرِیَّته فَتَعْمَلُونَ بِهِ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو داخل ہوتے ہی سلام کہا کرو، یعنی تم سے ہر ایک کہے السلام علیکم کیا میں داخل ہو سکتا ہوں۔ جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ یہ تمہارے لئے بغیر اجازت کے داخل ہونے سے بہتر نصیحت ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔ یہاں پر تذکرون میں تائے ثانیہ کا ذال میں ادغام ہے۔ یعنی بھلائی ہے لہٰذا تم اس پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

حضرت کلدہ ابن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دودھ، ہرن کا بچہ اور ککڑی بھیجی اور اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بالائی کنارہ پر جس کو معلّی کہتے ہیں قیام پذیر تھے کلدہ کہتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت میں یونہی چلا گیا تو میں نے آپ کی قیام گاہ میں داخل ہونے سے پہلے سلام کیا اور نہ اندر آنے کی اجازت چاہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا واپس جاؤ یعنی یہاں سے نکل کر دروازہ پر جاؤ اور وہاں کھڑے ہو کر کہو السلام علیکم کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 606)

| |
|---|
| فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰی یُؤْذَنَ لَکُمْ ۚ وَإِنْ قِیْلَ لَکُمُ ارْجِعُوْا |
| فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْکٰی لَکُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ |
| پھر اگر تم ان میں کسی شخص کو موجود نہ پاؤ تو تم ان کے اندر مت جایا کرو یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے |
| اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس پلٹ جایا کرو، یہ تمہارے حق میں بڑی پاکیزہ بات ہے، |
| اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔ |

## اجازت نہ ملنے پر گھروں میں داخل نہ ہونے کا بیان

"فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِیهَا أَحَدًا" یَأْذَن لَکُمْ "فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّی یُؤْذَن لَکُمْ وَإِنْ قِیلَ لَکُمْ" بَعْد الِاسْتِئْذَان "ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ" أَیْ الرُّجُوع "أَزْکَی" أَیْ خَیْر "لَکُمْ" مِنْ الْقُعُود عَلَی الْبَاب "وَاَللَّه بِمَا تَعْمَلُونَ" مِنْ الدُّخُول بِإِذْنٍ وَغَیْر إِذْن "عَلِیم" فَیُجَازِیکُمْ عَلَیْهِ

پھر اگر تم ان گھروں میں کسی شخص کو موجود نہ پاؤ کہ وہ تمہیں اجازت دے تو تم ان کے اندر مت جایا کرو یہاں تک کہ تمہیں اس

بات کی اجازت دی جائے اور اگر تم سے اجازت کے بعد کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس پلٹ جایا کرو، یہ تمہارے حق میں بڑی پاکیزہ بات ہے، یعنی دروازے پر بیٹھ رہنے سے بہتر ہے اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔ یعنی جو تم اجازت لے کر داخل ہوتے ہو یا بغیر اجازت کے داخل ہوتے ہو وہ جاننے والا ہے پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

## تین بار گھر والوں کو سلام کرنے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک شخص کو بھیج کر مجھے بلا بھیجا ہے جب میں حسب طلب ان کے دروازے پر پہنچا اور اندر آنے کی اجازت طلب کرنے کے لئے تین مرتبہ سلام کیا تو مجھ کو سلام کا جواب نہیں ملا چنانچہ میں واپس چلا آیا پھر بعد میں ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کہ میرے پاس آنے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس آیا تھا اور آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ سلام کیا لیکن آپ نے اس کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی آپ کے کسی خادم ہی نے جواب دیا لہذا میں واپس آ گیا کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی شخص تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ واپس چلا جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اس حدیث کے گواہ لاؤ یعنی اس حدیث کے صحیح ہونے پر گواہ پیش کرو کہ یہ نبی کا ارشاد گرامی ہے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلنے کے لئے کھڑا ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر گواہی دی۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 602)

حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے سامنے مذکورہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ یہ حدیث چونکہ آپ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اس لئے میرے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلیے اور ان کے سامنے گواہی دیجیے چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور یہ گواہی دی کہ حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان کی ہے وہ بالکل درست ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گواہ طلب کرنا محض احتیاط کے طور پر تھا کہ دوسرے لوگوں کو حدیث بیان کرنے کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے اور خاص طور پر وہ جھوٹے لوگ جو من گھڑ حدیثیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا چاہیں ان کو اس بات کی جرات نہ ہو سکے ورنہ متفقہ طور پر یہ بات ہے کہ خبر واحد مقبول ہے خاص طور پر اس صورت میں جب کہ راوی حضرت موسی اشعری رضی اللہ عنہ جیسا صحابی ہو جو کبار صحابہ میں سے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام اس لئے کرنا چاہیے کہ ایک سلام تو تعرف کے لئے ہوگا دوسرا سلام تامل کے لئے اور تیسرا سلام اجازت کے لئے ہوگا یعنی اہل خانہ پہلا سلام سن کر اس شخص کو پہچانیں گے کہ یہ کون شخص ہے اور دوسرا سلام سن کر وہ یہ سوچیں گے کہ آیا اس شخص کو اندر آنے کی اجازت دی جائے یا نہیں اور تیسرا سلام سننے کے بعد اندر آنے کی اجازت دیں گے۔

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ |
| وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ |
| اس میں تم پر گناہ نہیں کہ تم ان مکانات میں جو کسی کی مستقل رہائش گاہ نہیں ہیں چلے جاؤ ان میں تمہیں فائدہ اٹھانے کا |
| حق ہے، اور اللہ ان کو جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ |

## رہائشی مکانوں کے سوا سرائے وغیرہ میں بغیر اجازت داخل ہونے کا بیان

"لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْر مَسْكُونَة فِيهَا مَتَاع" أَيْ مَنْفَعَة "لَكُمْ" بِاسْتِكْنَانٍ وَغَيْره كَبُيُوتِ الرُّبُط وَالْخَانَات الْمُسَبَّلَة "وَاَللَّه يَعْلَم مَا تُبْدُونَ" تُظْهِرُونَ "وَمَا تَكْتُمُونَ" تُخْفُونَ فِي دُخُول غَيْر بُيُوتكُمْ مِنْ قَصْد صَلَاح أَوْ غَيْره وَسَيَأْتِي أَنَّهُمْ إذَا دَخَلُوا بُيُوتهمْ يُسَلِّمُونَ عَلَى أَنْفُسهمْ

اس میں تم پر گناہ نہیں کہ تم ان مکانات وعمارات میں جو کسی کی مستقل رہائش گاہ نہیں ہیں مثلاً ہوٹل، سرائے اور مسافر خانے وغیرہ میں بغیر اجازت کے چلے جاؤ کہ ان میں تمہیں فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے، اور اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔ یعنی تمہارا ان میں اصلاح کی نیت یا غیر اصلاح کی نیت سب کو وہ جانتا ہے۔ آئندہ یہ حکم بھی آ رہا ہے کہ جب وہ گھروں میں داخل ہوں تو وہ خود کو سلام کریں۔

## گھر والے نہ ہوں تو خود کو سلام کرنے کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گھر میں گھسو تو اپنے گھر والوں کو سلام کرو اور جب گھر سے باہر نکلو تو اپنے گھر والوں کو سلام کے ذریعہ رخصت کرو، اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں بطریق ارسال نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 585)

اگر گھر میں کوئی فرد نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس طرح کہے السلام علینا وعباد اللہ الصالحین تا کہ وہاں جو فرشتے ہوں ان کو سلام پہنچے۔ حدیث کے الفاظ فاودعواھلہ بسلام میں ایداع اصل میں تودیع کے معنی میں ہے جو وداع سے ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گھر سے باہر جاتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کے ذریعہ وداع کہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس رخصتی سلام کو جواب واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے کیوں کہ یہ سلام اصل میں دعا اور وداع ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی یہ فرماتے ہیں کہ لفظ اودعوا ایداع سے ہے بایں معنی کہ اپنے اہل وعیال کے پاس سلام کو ودیعت امانت رکھو۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تم نے رخصت ہوتے وقت اپنے اہل وعیال کو سلام کیا تو گویا تم نے سلام کی خیر و برکت کو اپنے اہل وعیال کے پاس امانت رکھا جس کو تم آخرت میں واپس لو گے جیسا کہ کوئی شخص اپنی کوئی چیز کسی کے پاس امانت رکھتا ہے اور پھر اس کو واپس لے لیتا ہے یحییٰ کے مطابق مطلب یہ ہے کہ تم سلام کو

اپنے گھر والوں کی ودیعت امانت وسپردگی میں دے دو تاکہ لوٹ کر ان کے پاس آ ؤ تو اپنی ودیعت امانت کو واپس لو جیسا کہ امانتیں واپس لی جاتیں ہیں یہ بات گویا اس امر کی نیک فال لینے کے مرادف ہے کہ گھر سے رخصت ہونے والا سلامتی کے ساتھ لوٹ کر آئے گا اسے دوبارہ سلام کرنے کا موقع نصیب ہوگا۔

| |
|---|
| قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ |
| آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لئے |
| بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بیشک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں۔ |

## اہل ایمان مردوں کیلئے نگاہوں کو نیچے رکھنے کا بیان

"قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارهمْ " عَمَّا لَا يَحِلّ لَهُمْ نَظَره وَمِنْ زَائِدَة "وَيَحْفَظُوا فُرُوجهمْ" عَمَّا لَا يَحِلّ لَهُمْ فِعْله بِهَا "ذَلِكَ أَزْكَى" أَيْ خَيْر "لَهُمْ إِنَّ اللَّه خَبِير بِمَا يَصْنَعُونَ" بِالْأَبْصَارِ وَالْفُرُوج فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ

آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں کیونکہ ان کا دیکھنا ان کیلئے حلال نہیں ہے اور یہاں پر من زائدہ ہے۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں، کیونکہ ان کے ساتھ فعل ان کیلئے حلال نہیں ہے۔ یہ ان کے لئے بڑی پاکیزہ بات ہے۔ بیشک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو کچھ یہ اپنی نظروں اور شرمگاہوں سے کر رہے ہیں۔ پس وہ انہیں اس پر جزاء دے گا۔

## غیر محرم عورتوں کو دیکھنے کی ممانعت کا بیان

طبرانی میں ہے کہ یا تو تم اپنی نگاہیں نیچی رکھو گے اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو گے اور اپنے منہ سیدھے رکھو گے یا اللہ تعالیٰ تمہاری صورتیں بدل دے گا (اعاذنا اللہ من کل عذابہ) فرماتے ہیں۔ نظر ابلیسی تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اللہ کے خوف سے اپنی نگاہ روک رکھے، اللہ اس کے دل کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم کے ذمے اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ لامحالہ پالے گا، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔ زبان کا زنا بولنا ہے۔ کانوں کا زنا سننا ہے۔ ہاتھوں کا زنا تھامنا ہے۔ پیروں کا زنا چلنا ہے۔ دل خواہش تمنا اور آرزو کرتا ہے۔ پھر شرمگاہ تو سب کو سچا کر دیتی ہے یا سب کو جھوٹا بنا دیتی ہے۔ (رواہ البخاری)

| |
|---|
| وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا |
| مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ |
| اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ |

بَنِیٓ اَخَوٰتِہِنَّ اَوْ نِسَآئِہِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْہَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں، یا (ان کے لیے) جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے جو شہوت والے نہیں، یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کی پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے اور اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں، تا کہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

## مؤمن عورتوں کا اپنی نگاہوں کو نیچے رکھنے کا بیان

"وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ یَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارھنَّ" عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُنَّ نَظَره "وَیَحْفَظْنَ فُرُوجهنَّ" عَمَّا لَا یَحِلّ لَهُنَّ فِعْله بِهَا "وَلَا یُبْدِینَ" یُظْهِرْنَ "زِینَتهنَّ إلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" وَهُوَ الْوَجْه وَالْکَفَّانِ فَیَجُوز نَظَره لِأَجْنَبِیّ إنْ لَمْ یَخَفْ فِتْنَة فِی أَحَد وَجْهَیْنِ وَالثَّانِی یَحْرُم لِأَنَّهُ مَظِنَّة الْفِتْنَة وَرُجِّحَ حَسْمًا لِلْبَابِ "وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَی جُیُوبهنَّ" أَیْ یَسْتُرْنَ الرُّءُوس وَالْأَعْنَاق وَالصُّدُور بِالْمَقَانِعِ "وَلَا یُبْدِینَ زِینَتهنَّ" الْخَفِیَّة وَهِیَ مَا عَدَا الْوَجْه وَالْکَفَّیْنِ "إلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ" جَمْع بَعْل: أَیْ زَوْج "أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتهنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتهنَّ أَوْ إخْوَانهنَّ أَوْ بَنِی إخْوَانهنَّ أَوْ بَنِی أَخَوَاتهنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانهنَّ" فَیَجُوز لَهُمْ نَظَره إلَّا مَا بَیْن السُّرَّة وَالرُّکْبَة فَیَحْرُم نَظَره لِغَیْرِ الْأَزْوَاج وَخَرَجَ بِنِسَائِهِنَّ الْکَافِرَات فَلَا یَجُوز لِلْمُسْلِمَاتِ الْکَشْف لَهُنَّ وَشَمَلَ مَا مَلَکَتْ أَیْمَانهنَّ الْعَبِید "أَوْ التَّابِعِینَ" فِی فُضُول الطَّعَام "غَیْر" بِالْجَرّ صِفَة وَالنَّصْب اسْتِثْنَاء "أُولِی الْإِرْبَة" أَصْحَاب الْحَاجَة إلَی النِّسَاء "مِنْ الرِّجَال" بِأَنْ لَمْ یَنْتَشِر ذَکَر کُلّ "أَوْ الطِّفْل" بِمَعْنَی الْأَطْفَال "الَّذِینَ لَمْ یَظْهَرُوا" یَطَّلِعُوا "عَلَی عَوْرَات النِّسَاء" لِلْجِمَاعِ فَیَجُوز أَنْ یُبْدِینَ لَهُمْ مَا عَدَا مَا بَیْن السُّرَّة وَالرُّکْبَة "وَلَا یَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَم مَا یُخْفِینَ مِنْ زِینَتهنَّ" مِنْ خَلْخَال یَتَقَعْقَع "وَتُوبُوا إلَی اللَّه جَمِیعًا أَیّهَا الْمُؤْمِنُونَ" مِمَّا وَقَعَ لَکُمْ مِنْ النَّظَر الْمَمْنُوع مِنْهُ وَمِنْ غَیْره "لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُونَ" تَنْجُونَ مِنْ ذَلِکَ لِقَبُولِ التَّوْبَة مِنْهُ وَفِی الْآیَة تَغْلِیب الذُّکُور عَلَی الْإِنَاث

اور مومن عورتوں سے کہہ دے اپنی کچھ نگاہیں نیچی رکھیں کیونکہ ان کیلئے دیکھنا حلال نہیں ہے۔اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں کیونکہ ان کے ساتھ کوئی فعل کرنا حلال نہیں ہے۔اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو اس میں سے ظاہر ہو جائے اور وہ چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں۔ایک قول یہ کا اجنبی کا ان کو دیکھنا تب جائز ہے جب فتنے کا خوف نہ ہو اور دوسرا قول یہ ہے گمان فتنہ کے سبب ان اعضاء کو دیکھنا حرام ہے کیونکہ یہ محل فتنہ ہے اور اسی دوسرے قول کو برائی کا راستہ بند کرنے کیلئے راجح قرار دیا گیا ہے۔اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں یعنی اپنے سروں، گردنوں، سینوں کو دوپٹے سے ڈھانپ رکھیں۔اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں جو چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا ہے۔مگر اپنے خاوندوں کے لیے، یا اپنے باپوں، یا اپنے خاوندوں کے باپوں، یا اپنے بیٹوں، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں، یا اپنے بھائیوں، یا اپنے بھتیجوں، یا اپنے بھانجوں، یا اپنی عورتوں کے لیے، یا ان کے لیے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ بنے ہیں، پس ان کیلئے ناف اور گھٹنے کا درمیانی حصہ کے سوا بدن کو دیکھا جا سکتا ہے جبکہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ خاوند کے بغیر کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں پر نسائہن کی قید سے کافر عورتیں خارج ہو گئی ہیں لہٰذا کافر عورتوں کے سامنے مسلمان عورتوں کا بے پردہ جانا جائز نہیں ہے۔اور ماملکت ایمانہم کا لفظ اپنے عموم کے سبب غلاموں کو بھی شامل ہے۔یا تابع رہنے والے مردوں کے لیے، جو بچے کھچے کھانے کیلئے پھرتے ہوں یہاں لفظ غیر مجرور جب تابعین کی صفت ہو اور استثناء کے طور پر منصوب ہوگا۔یعنی لڑکے جن کا شہوت سے کوئی مقصد نہ ہو۔جو شہوت والے نہیں، اور ہر ایسا شخص جس کے آلہ تناسل میں انتشار نہ ہو یا ان لڑکوں کے لیے جو عورتوں کے پردے یعنی جماع وغیرہ کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے، طفل بہ معنی اطفال ہے تو ایسے بچوں کے سامنے ناف و گھٹنے کے درمیانی حصہ کے سوا بدن ظاہر ہو بھی گیا تو حرج نہیں ہے۔اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں، کیونکہ ان میں پازیب بجنے والی ہے۔تا کہ ان کی وہ زینت معلوم ہو جو وہ چھپاتی ہیں اور تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اے مومنو! یعنی منع کردہ نظر سے بچتے ہوئے معافی طلب کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔یعنی منع کردہ نظر سے اپنے آپ کو بچا کر کامیاب کرو۔اس آیت میں مذکر کو مؤنث کی نسبت غلبہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

## مومن عورتوں کیلئے بھی دیکھنے کی ممانعت کا بیان

یہاں اللہ تعالیٰ مومنہ عورتوں کو چند حکم دیتا ہے تا کہ ان کے باغیرت مردوں کو تسکین ہو اور جاہلیت کی بری رسمیں نکل جائیں۔ روایت ہے کہ اسماء بنت مرثد رضی اللہ عنہا کا مکان بنو حارثہ کے محلے میں تھا۔ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور، سینے اور بال کھولے آیا کرتی تھیں۔حضرت اسماء نے کہا یہ کیسی بری بات ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔پس حکم ہوتا ہے کہ مسلمان عورتوں کو بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں۔سوا اپنے خاوند کے کسی کو بہ نظر شہوت نہ دیکھنا چاہئے۔اجنبی مردوں کی طرف تو دیکھنا ہی حرام ہے خواہ شہوت سے ہو خواہ بغیر شہوت کے۔ابوداؤد اور ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما بیٹھی تھیں کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ یہ واقعہ پردے کی آیتیں اترنے کے بعد کا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ پردہ کرلو۔انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ وہ تو نابینا ہیں، نہ ہمیں

دیکھیں گے، نہ پہچانیں گے۔آپ نے فرمایاتم تو نابینا نہیں ہو کہ اس کو نہ دیکھو؟ (جامع البیان،سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا |
| فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| اورتم اپنے مردوں اورعورتوں میں سے ان کا نکاح کردیا کرو جو بغیرازدواجی زندگی کے ہوں اوراپنے باصلاحیت غلاموں اور |
| باندیوں کا بھی، اگر وہ محتاج ہوں گے۔اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا،اوراللہ بڑی وسعت والا بڑے علم والا ہے۔ |

## نکاح کرنے کے سبب رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

"وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ " جَمْع أَيِّم : وَهِيَ مَنْ لَيْسَ لَهَا زَوْج بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثَيِّبًا وَمَنْ لَيْسَ لَهُ زَوْج وَهَذَا فِي الْأَحْرَار وَالْحَرَائِر "وَالصَّالِحِينَ" الْمُؤْمِنِينَ "مِنْ عِبَادكُمْ وَإِمَائِكُمْ " وَعِبَاد مِنْ جُمُوع عَبْد "إِنْ يَكُونُوا" أَيْ الْأَحْرَار "فُقَرَاء يُغْنِهِمْ اللَّه " بِالتَّزَوُّجِ "مِنْ فَضْله وَاَللَّه وَاسِع " لِخَلْقِهِ "عَلِيم" بِهِمْ

اورتم اپنے مردوں اورعورتوں میں سے ان کا نکاح کردیا کرو یہاں پرایامی یہ أیم کی جمع ہے اوروہ عورت ہے جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہواوروہ مرد جس کی بیوی نہ ہو یہ حکم آزادمردخواتین کے بارے میں ہے۔جو بغیرازدواجی زندگی کے رہ رہے ہوں اوراپنے باصلاحیت غلاموں یعنی مؤمن غلاموں اور باندیوں کا بھی نکاح کردیا کرو، یہاں پر عباد یہ عبد کی جمع ہے۔اگر وہ آزادمحتاج ہوں گے تو اللہ ان کی شادی کی وجہ سے اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا،اوراللہ اپنے خلقت میں بڑی وسعت والا،ان کے ساتھ بڑے علم والا ہے۔

## نوجوانوں کیلئے نکاح کے حکم کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جوانوں کے گروہ! تم میں سے جو شخص مجامعت کے لوازمات (یعنی بیوی بچوں کا نفقہ اورمہر ادا کرنے ) کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے کیونکہ نکاح کرنا نظر کو بہت چھپاتا ہے اورشرم گاہ کو بہت محفوظ رکھتا ہے (یعنی نکاح کر لینے سے اجنبی عورت کی طرف نظر مائل نہیں ہوتی اور انسان حرام کاری سے بچتا ہے )اورجو شخص جماع کے لوازمات کی استطاعت نہ رکھتا ہو، اسے چاہئے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ رکھنا اس کے لئے خصی کرنے کا فائدہ دے گا (یعنی جس طرح خصی ہوجانے سے جنسی ہیجان ختم ہوجاتا ہے اسی طرح روزہ رکھنے سے بھی جنسی ہیجان ختم ہوجاتا ہے۔(بخاری ومسلم،مشکوۃ شریف:جلدسوم:حدیث نمبر303)

اس خطاب عام کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوانوں کو نکاح کی ترغیب دلاتے ہوئے نکاح کے دو بڑے فائدے ظاہر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ انسان نکاح کرنے سے اجنبی عورتوں کی طرف نظر بازی سے بچتا ہے اور دوسری طرف حرام کاری سے

محفوظ رہتا ہے۔ جوانی کی حد انسان بالغ ہونے کے بعد جوان کہلاتا ہے لیکن جوانی کی یہ حد کہاں تک ہے؟ اس میں اختلاف ہے چنانچہ امام شافعی کے نزدیک جوانی کی حد تیس برس کی عمر تک ہے جبکہ امام اعظم ابوحنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ ایک انسان چالیس برس کی عمر تک جوان کہلانے کا مستحق رہتا ہے۔

| |
|---|
| وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ |
| الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ |
| اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ |
| الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| اورلازم ہے کہ حرام سے بہت بچیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے اور |
| وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، ان میں سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں تو ان سے مکاتبت |
| کرلو، اگر ان میں کچھ بھلائی معلوم کرو اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری |
| پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو اور جو انہیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ |
| ان کے مجبور کیے جانے کے بعد بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## نکاح نہ کر سکنے والوں کیلئے پاک دامن رہنے کا بیان

"وَلْيَسْتَعْفِفْ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا" مَا يَنْكِحُونَ بِهِ مِنْ مَهْر وَنَفَقَة عَنْ الزِّنَا "حَتَّى يُغْنِيَهُمْ اللَّه" يُوَسِّع عَلَيْهِمْ "مِنْ فَضْله" فَيَنْكِحُونَ "وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَاب" بِمَعْنَى الْمُكَاتَبَة "مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانكُمْ" مِنْ الْعَبِيد وَالْإِمَاء "فَكَاتِبُوهُمْ إنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا" أَيْ أَمَانَة وَقُدْرَة عَلَى الْكَسْب لِأَدَاءِ مَال الْكِتَابَة وَصِيغَتهَا مَثَلًا : كَاتَبْتُك عَلَى أَلْفَيْنِ فِي شَهْرَيْنِ كُلّ شَهْر أَلْف فَإِذَا أَدَّيْتهمَا فَأَنْتَ حُرّ فَيَقُول قَبِلْت "وَآتُوهُمْ" أَمْر لِلسَّادَةِ "مِنْ مَال اللَّه الَّذِي آتَاكُمْ" مَا يَسْتَعِينُونَ بِهِ فِي أَدَاء مَا الْتَزَمُوهُ لَكُمْ وَفِي مَعْنَى الْإِيتَاء حَطّ شَيْء مِمَّا الْتَزَمُوهُ "وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتكُمْ" إمَاءَكُمْ "عَلَى الْبِغَاء" الزِّنَا "إنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا" تَعَفُّفًا عَنْهُ وَهَذِهِ الْإِرَادَة مَحَلّ الْإِكْرَاه فَلَا مَفْهُوم لِلشَّرْطِ "لِتَبْتَغُوا" بِالْإِكْرَاهِ "عَرَض الْحَيَاة الدُّنْيَا" نَزَلَتْ فِي عَبْد اللَّه بْن أُبَيّ كَانَ يُكْرِه جَوَارِيَهُ عَلَى الْكَسْب بِالزِّنَا "وَمَنْ يُكْرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللَّه مِنْ بَعْد إكْرَاههنَّ غَفُور" لَهُنَّ "رَحِيم" بِهِنَّ

اور لازم ہے کہ حرام سے بہت بچیں وہ لوگ جو کوئی نکاح نہیں پاتے، یعنی جو مہر اور نفقہ کی وجہ سے نکاح نہ کرسکیں وہ زنا سے

بچیں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے یعنی ان پر رزق کی وسعت کردے۔تا کہ وہ نکاح کرسکیں۔اور وہ لوگ جو مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں، یہاں پر کتاب بہ معنی مکاتبت ہے۔ان میں سے جن غلاموں اور باندیوں کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں توان سے مکاتبت کرلو، اگران میں کچھ بھلائی معلوم کرو یعنی جب ان کے امانتدار اور مال کما کر کتابت ادا کرنے پر تمہیں اعتماد ہو۔مثال کے طور وہ یہ کہے کہ میں دو ہزار کے بدلے میں دو ماہ کیلئے اس طرح مکاتبت کرتا ہوں کہ ہر مہینے ایک ہزار دوں گا۔پس جب وہ ادا کردے تو یہ کہے گا تو کہ آزاد یا یہ معاوضہ کتابت قبول ہے۔اور انہیں اللہ کے مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے، یعنی جو تم کتابت کے طور پر تمہارے لئے اس پر لازم ہوا ہے۔اس پر مدد کرنے کیلئے انہیں کچھ مال دو۔اور اپنی لونڈیوں کو بدکاری یعنی زنا پر مجبور نہ کرو، اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں، یعنی زنا سے بچنا چاہیں۔یہ بیان محل اکراہ کیلئے جبکہ مفہوم شرط کے طور پر نہیں ہے۔تا کہ تم دنیا کی زندگی کا سامان طلب کرو۔یہ حکم عبداللہ بن ابی کے بارے میں نازل ہوا ہے کیونکہ وہ باندیوں کو زنا کی کمائی کیلئے مجبور کرتا تھا۔اور جو انہیں مجبور کرے گا تو یقیناً اللہ ان کے مجبور کیے جانے والی عورتوں اس کے بعد بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔

## سورہ نور آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت جو یطب بن عبدالعزی کے غلام صبیح کے بارے میں نازل ہوئی اس نے اپنے آقا سے درخواست کی کہ مجھ سے مکاتبت کرلو آقا نے انکار کر دیا تو اللہ نے یہ آیت نازل کی حویطب نے اس کا بدل کتابت سو دینار مقرر کیا جن میں سے بیس دینار اسے ہبہ کر دیے اور بقیہ اس نے ادا کر دیے یہ غزوہ حنین کے معرکہ میں شہید ہوا۔(زادالمسیر 6-37،درمنثور 5-45)

حضرت جابر سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق اپنی باندی سے کہتا جا اور ہمارے لیے کچھ روزی تلاش کر کے لا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ۔(مسلم 3029،نیسابوری 272،زادالمسیر 6-38)

مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی کی چھ لونڈیوں کے متعلق نازل ہوئی یہ انہیں زنا پر مجبور کرتا تھا اور ان سے اجرت طلب کرتا تھا وہ چھ لونڈیاں یہ ہیں۔معاذہ، مسیکہ، امیمہ، عمرہ، اروی، اور قتیلہ۔ایک دن ایک لونڈی ایک دینار لائی اور دوسری خالی ہاتھ آ گئی اس نے دونوں سے کہا کہ واپس جاؤ اور زنا کاری کرو انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے اللہ نے ہمیں اسلام سے شرف بخشا اور زنا کو حرام کر دیا ہے چنانچہ یہ رسول اللہ کے پاس آئیں آپ سے اس کی شکایت کی اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے تمہاری طرف واضح اور روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں اور کچھ ان لوگوں کی مثالیں جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں |
| اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔ |

## آیات بینہ کے ذریعے نصیحت کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ آيَاتٍ مُبَيِّنَاتٍ " بِفَتْحِ الْيَاءِ وَكَسْرِهَا فِي هَذِهِ السُّورَةِ بَيَّنَ فِيهَا مَا ذُكِرَ أَوْ بَيِّنَةٍ "وَمَثَلًا" خَبَرًا عَجِيبًا وَهُوَ خَبَرُ عَائِشَةَ "مِنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ " أَيْ مِنْ جِنْسِ أَمْثَالِهِمْ أَيْ أَخْبَارِهِمْ الْعَجِيبَةِ كَخَبَرِ يُوسُفَ وَمَرْيَمَ "وَمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِينَ" فِي قَوْله تَعَالَى "وَلَا تَأْخُذكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّه" "لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ " إلَخْ "وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ " إلَخْ "يَعِظُكُمْ اللَّه أَنْ تَعُودُوا" إلَخْ وَتَخْصِيصهَا بِالْمُتَّقِينَ لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا

اور بیشک ہم نے تمہاری طرف واضح اور روشن آیتیں نازل فرمائی ہیں یہاں پر لفظ مبینات یہ یاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اس سورت میں وہ احکام بیان ہوئے جن کو بیان یا ذکر کر دیا گیا ہے۔اور کچھ ان لوگوں کی مثالیں یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قصہ ہے اور وہ بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں یعنی اسی قصہ کی طرح عجیب قصہ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کا قصہ ہے۔اور یہ پرہیز گاروں کے لئے نصیحت ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کے اس قول میں "وَلَا تَأْخُذكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّه" "لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ " إلَخْ "وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ " إلَخْ "يَعِظُكُمْ اللَّه أَنْ تَعُودُوا" إلَخْ وَتَخْصِيصهَا بِالْمُتَّقِينَ لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا" نصیحت ہے۔(جن کا بیان سابقہ آیات میں گزر چکا ہے)

یعنی قرآن میں سب کچھ نصیحتیں،احکام اور گذشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کر دیے گئے ہیں تا کہ خدا کا ڈر رکھنے والے سن کر نصیحت وعبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوچیں۔یا مثلاً من الذین خلوا سے مراد یہ ہو کہ پہلی امتوں پر بھی اسی طرح کی حدود اور احکام جاری کیے گئے تھے جو اس سورت میں مذکور ہوئے۔اور بعض قصے بھی اسی قصہ "افک" کے مشابہ پیش آئے جو سورت ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے برأت ظاہر فرمائی،عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کی برأت اور بزرگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کر دی۔اور دشمنوں کا منہ کالا کیا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے،اس کے نور کی مثال (جو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں دنیا میں روشن ہے)اس طاق (نما سینۂ اقدس) جیسی ہے جس میں چراغ (نبوت روشن) ہے؛(وہ) چراغ،فانوس (قلب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم) میں رکھا ہے۔

(یہ) فانوس (نورِ الٰہی کے پرتو سے اس قدر منور ہے) گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے (یہ چراغ نبوت) جو زیتون کے مبارک درخت سے (یعنی عالم قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء ورسل ہی کے مبارک شجرہ نبوت سے) روشن ہوا ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی (بلکہ اپنے فیضِ نور کی وسعت میں عالم گیر ہے)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل (خود ہی) چمک رہا ہے اگرچہ ابھی اسے (وحی ربانی اور معجزات آسمانی کی) آگ نے چھوا بھی نہیں، (وہ) نور کے اوپر نور ہے (یعنی نور وجود پر نور نبوت گویا وہ ذات دوہرے نور کا پیکر ہے)، اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور (کی معرفت) تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔

## اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو نور سے منور کرنے والا ہے

"اللّٰہ نُور السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَیْ مُنَوِّرهمَا بِالشَّمْسِ وَالْقَمَر "مَثَل نُوره" أَیْ صِفَته فِی قَلْب الْمُؤْمِن "کَمِشْکَاةٍ فِیهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاح فِی زُجَاجَة" هِیَ الْقِنْدِیل وَالْمِصْبَاح السِّرَاج : أَیْ الْفَتِیلَة الْمَوْقُودَة وَالْمِشْکَاة الطَّاقَة غَیْر النَّافِذَة أَیْ الْأُنْبُوبَة فِی الْقِنْدِیل "الزُّجَاجَة کَأَنَّهَا" وَالنُّور فِیهَا "کَوْکَب دُرِّیّ" أَیْ مُضِیء بِکَسْرِ الدَّال وَضَمّهَا مِنْ الدَّرْء بِمَعْنَی الدَّفْع لِدَفْعِهَا الظَّلَام وَبِضَمِّهَا وَتَشْدِید الْیَاء مَنْسُوب إِلَی الدُّرّ : اللُّؤْلُؤ "تَوَقَّدَ" الْمِصْبَاح بِالْمَاضِی وَفِی قِرَاءَة بِمُضَارِعِ أُوقِدَ مَبْنِیًّا لِلْمَفْعُولِ بِالتَّحْتَانِیَّة وَفِی أُخْرَی تُوقَد بِالْفَوْقَانِیَّةِ أَیْ الزُّجَاجَة "مِنْ" زَیْت "شَجَرَة مُبَارَکَة زَیْتُونَة لَا شَرْقِیَّة وَلَا غَرْبِیَّة" بَلْ بَیْنهمَا فَلَا یَتَمَکَّن مِنْهَا حَرّ وَلَا بَرْد مُضِرَّانِ "یَکَاد زَیْتهَا یُضِیء وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَار" لِصَفَائِهِ "نُور" بِهِ "عَلَی نُور" بِالنَّارِ وَنُور اللّٰہ : أَیْ هُدَاهُ لِلْمُؤْمِنِ نُور عَلَی نُور الْإِیمَان "یَهْدِی اللّٰہ لِنُورِهِ" أَیْ دِین الْإِسْلَام "مَنْ یَشَاء وَیَضْرِب" یُبَیِّن "اللّٰہ الْأَمْثَال لِلنَّاسِ" تَقْرِیبًا لِأَفْهَامِهِمْ لِیَعْتَبِرُوا فَیُؤْمِنُوا "وَاللّٰہ بِکُلِّ شَیْء عَلِیم" وَمِنْهُ ضَرْب الْأَمْثَال

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، یعنی اللہ ان دونوں کو سورج اور چاند کے نور سے منور کرنے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال جو مؤمن کے دل میں ہے اس طاق نما سینہ جیسی ہے جس میں چراغ ہے؛ یہاں پر لفظ زجاجہ بہ معنی قندیل ہے جبکہ مصباح کا معنی چراغ ہے۔ وہ چراغ، فانوس میں رکھا ہے۔ وہ فانوس جو آر پار نہ ہو یعنی قندیل کی نلکی ہے۔ یہ فانوس گویا ایک درخشندہ ستارہ ہے جس میں نور ہے۔ لفظ دری جب دال کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ آئے تو اس کا معنی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہے۔ اور جب یہ ضمہ اور یا کی تشدید کے ساتھ آئے تو اس کا معنی در یعنی موتی ہے۔ یہاں پر لفظ ایک قرأت کے مطابق ماضی باب تفعل سے جبکہ دوسری قرأت کے مطابق یہ مضارع ہے۔ اور یہ اوقد بھی آیا ہے۔ اور یہ معروف ومجہول بھی آیا ہے۔ یعنی روشن کیا گیا ہے۔ جو زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ جو نہ فقط شرقی ہے اور نہ غربی بلکہ ان دونوں کے درمیان ہے جس پر گرمی سردی کا مضر کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تیل خود ہی چمک رہا ہے اگرچہ ابھی اسے آگ نے چھوا بھی نہیں، وہ نور کے اوپر نور ہے یعنی

مؤمن کیلئے ایمان نور پر نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور یعنی دین اسلام تک پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کی ہدایت کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے، جوان کی سمجھ کے قریب ہوں تا کہ وہ اس کو سمجھ کر ایمان لے آئیں۔ اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔ اور اسی سے ضرب الامثال ہیں۔

## نور سے مراد ہدایت ہونے کا بیان

نور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا معنی یہ ہیں کہ اللہ آسمان وزمین کا ہادی ہے تو اہل سمٰوت وارض اس کے نور سے حق کی راہ پاتے ہیں اور اس کی ہدایت سے گمراہی کی حیرت سے نجات حاصل کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا منور فرمانے والا ہے، اس نے آسمانوں کو ملائکہ سے اور زمین کو انبیاء سے منور کیا۔

اللہ کے نور سے یا تو قلب مؤمن کی وہ نورانیت مراد ہے جس سے وہ ہدایت پاتا اور راہ یاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کے اس نور کی مثال جو اس نے مؤمن کو عطا فرمایا۔ بعض مفسرین نے اس نور سے قرآن مراد لیا اور ایک تفسیر یہ ہے کہ اس نور سے مراد سید کائنات افضلِ موجودات حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## برکت والے درخت کا بیان

یہ درخت نہایت کثیر البرکت ہے کیونکہ اس کا روغن جس کو زیت کہتے ہیں نہایت صاف و پاکیزہ روشنی دیتا ہے سر میں بھی لگایا جاتا ہے، سالن اور نانخورش کی جگہ روٹی سے بھی کھایا جاتا ہے، دنیا کے اور کسی تیل میں یہ وصف نہیں اور درختِ زیتون کے پتے نہیں گرتے۔ (تفسیر خازن، سورہ نور، بیروت)

## نبی کریم ﷺ کے مبارک نور کا بیان

اس تمثیل کے معنی میں اہل علم کے کئی قول ہیں ایک یہ کہ نور سے مراد ہدایت ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت غایتِ ظہور میں ہے کہ عالمِ محسوسات میں اس کی تشبیہ ایسے روشن دان سے ہو سکتی ہے جس میں صاف شفاف فانوس ہو، اس فانوس میں ایسا چراغ ہو جو نہایت ہی بہتر اور مصفّٰی زیتون سے روشن ہو کہ اس کی روشنی نہایت اعلیٰ اور صاف ہو اور ایک قول یہ ہے کہ یہ تمثیل نور سید انبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کعب احبار سے فرمایا کہ اس آیت کے معنی بیان کرو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال بیان فرمائی روشندان (طاق) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ شریف ہے اور فانوس قلب مبارک اور چراغ نبوت کے شجر نبوت سے روشن ہے اور اس نور محمدی کی روشنی واضائت اس مرتبہ کمالِ ظہور پر ہے کہ اگر آپ اپنے نبی ہونے کا بیان بھی نہ فرمائیں جب بھی خلق پر ظاہر ہو جائے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ روشندان تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہے اور فانوس قلب اطہر اور چراغ وہ نور جو اللہ تعالیٰ نے اس میں رکھا کہ شرقی ہے نہ غربی، نہ یہودی و نصرانی، ایک شجرہ مبارکہ سے روشن ہے وہ شجر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نور قلب ابراہیم پر نور محمدی نور پر نور ہے۔

اور محمد بن کعب قرظی نے کہا کہ روشن دان و فانوس تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں اور چراغ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور شجرہ مبارکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہ اکثر انبیاء آپ کی نسل سے ہیں اور شرقی و غربی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھے نہ نصرانی کیونکہ یہود مغرب کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور نصاریٰ مشرق کی طرف، قریب ہے کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن وکمالات نُزولِ وحی سے قبل ہی خَلق پر ظاہر ہو جائیں۔ نور پر نور یہ کہ نبی ہیں نسلِ نبی سے، نور محمدی ہے نور ابراہیمی پر، اس کے علاوہ اور بھی بہت اقوال ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ |
| ایسے گھروں میں جن کے بلند کئے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے |
| ان میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ |

## اللہ کے ذکر وعبادت کا بیان

"فِي بُيُوت" مُتَعَلِّق بِيُسَبِّح الْآتِي "أَذِنَ اللَّه أَنْ تُرْفَع" تُعَظَّم "وَيُذْكَر فِيهَا اسْمه" بِتَوْحِيدِهِ "يُسَبِّح" بِفَتْحِ الْمُوَحَّدَة وَكَسْرهَا : أَيْ يُصَلِّي "لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوّ" مَصْدَر بِمَعْنَى الْغَدَوَات : أَيْ الْبُكَر "وَالْآصَال" الْعَشَايَا مِنْ بَعْد الزَّوَال

(اللہ کا یہ نور) ایسے گھروں میں میسر آتا ہے جن کی قدر ومنزلت کے بلند کئے جانے اور جن میں اللہ کے نام کا ذکر کئے جانے کا حکم اللہ نے دیا ہے یعنی اس کی توحید کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں پر لفظ یسبح جو فتحہ کے ساتھ توحید بیان کرنے کے معنی میں آیا ہے اور کسرہ کے ساتھ یعنی نماز کے معنی میں بھی آیا ہے۔ یہ وہ گھر ہیں کہ اللہ والے ان میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہاں پر لفظ غدو مصدر بہ معنی غدوات آیا ہے یعنی صبح وشام اور عشایا یعنی زوال کے بعد تسبیح کرتے ہیں۔

بعض علماء نے یہاں بیوت سے مراد مساجد لی ہیں اور ترفع سے مراد انہیں تعمیر کرنا لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا کیا ہوتا ہے اور وہ ہر وقت حق کے متلاشی رہتے ہیں۔ اور جب انہیں اللہ کی آیات سنائی جائیں تو وہ انہیں تسلیم کرنے کے لئے پہلے سے ہی تیار بیٹھے ہوتے ہیں ایسے لوگ مساجد میں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھنا ہو تو اللہ کی مساجد میں دیکھو جہاں ہر وقت اللہ کا ذکر بلند ہوتا رہتا ہے۔ اور صبح وشام وہاں ایسے لوگ نمازوں اور تسبیح وتہلیل میں مصروف رہتے ہیں۔

| |
|---|
| رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ |
| يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ |
| وہی مردان (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے |
| اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کامل مردوں کا بیان

"رِجَال" فَاعِل يُسَبِّح بِكَسْرِ الْبَاء وَعَلَى فَتْحهَا نَائِب الْفَاعِل لَهُ وَرِجَال فَاعِل فِعْل مُقَدَّر جَوَاب سُؤَال مُقَدَّر كَأَنَّهُ قِيلَ : مَنْ يُسَبِّحهُ "لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَة" شِرَاء "وَلَا بَيْع عَنْ ذِكْر اللّٰه وَإِقَام الصَّلَاة" حَذْف هَاء إِقَامَة تَخْفِيف "وَإِيتَاء الزَّكَاة يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّب" تَضْطَرِب "فِيهِ الْقُلُوب وَالْأَبْصَار" مِنَ الْخَوْف الْقُلُوب بَيْن النَّجَاة وَالْهَلَاك وَالْأَبْصَار بَيْن نَاحِيَتَيْ الْيَمِين وَالشِّمَال : هُوَ يَوْم الْقِيَامَة

یہاں پر لفظ رجال یہ یسبح کا فاعل ہے اور یسبح باء کے کسرہ کے ساتھ اور فتحہ کے ساتھ نائب فاعل ہے۔ اور رجال فعل مقدر کا فاعل ہے اور سوال مقدر کا جواب ہے گویا کہا گیا ہے کہ اس تسبیح کون کرتا ہے؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ وہی مردان (خدا) ہیں جنہیں تجارت اور خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے اور نہ نماز قائم کرنے سے۔ یہاں لفظ اقام میں تخفیف کے سبب تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اور نہ زکوٰۃ ادا کرنے سے وہ ہمہ وقت اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں خوف کے باعث دل اور آنکھیں سب الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ کیونکہ دل اور آنکھیں نجات وہلاکت کے درمیان پریشان ہوں گے۔

دلوں کا الٹ جانا یہ ہے کہ شدتِ خوف واضطراب سے الٹ کر گلے تک چڑھ جائیں گے نہ باہر نکلیں نہ نیچے اتریں اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی یا یہ معنی ہیں کفار کے دل کفر وشک سے ایمان ویقین کی طرف پلٹ جائیں گے اور آنکھوں سے پردے اٹھ جائیں گے یہ تو اس دن کا بیان ہے، آیت میں یہ ارشاد فرمایا گیا کہ وہ فرمانبردار بندے جو ذکر وطاعت میں نہایت مستعد رہتے ہیں اور عبادت کی ادا میں سرگرم رہتے ہیں باوجود اس حسن عمل کے اس روز سے خائف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہ ہو سکا۔

| |
|---|
| لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ |
| تا کہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ دے جو انھوں نے کیا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ |

## اچھی جزاء اور بے حساب رزق عطا ہونے کا بیان

"لِيَجْزِيَهُمْ اللّٰه أَحْسَن مَا عَمِلُوا" أَيْ ثَوَابه وَأَحْسَن بِمَعْنَى حَسَن "وَيَزِيدهُمْ مِنْ فَضْله وَاللّٰه يَرْزُق مَنْ يَشَاء بِغَيْرِ حِسَاب" يُقَال فُلَان يُنْفِق بِغَيْرِ حِسَاب : أَيْ يُوَسِّع كَأَنَّهُ لَا يَحْسُب مَا يُنْفِقهُ

تا کہ اللہ انہیں اس کا بہترین بدلہ یعنی اچھا ثواب دے اور یہاں پر احسن یہ معنی حسن ہے۔ جو انھوں نے کیا اور انہیں اپنے فضل

سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے کہ فلاں حساب کے بغیر خرچ کرتا ہے۔ یعنی وہ اتنا وسیع خرچ کرتا ہے کہ اس کا کوئی حساب بھی نہیں کرتا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نہ کسی قانون کا پابند ہے نہ اس کے خزانے میں کبھی کمی آتی ہے وہ جس کو چاہے بے حساب رزق دیدیتا ہے۔ یہاں تک مومنین صالحین جن کے سینے نور ہدایت کے مشکوٰۃ ہوتے ہیں اور جو نور ہدایت کو خاص طور سے قبول کرتے ہیں ان کا ذکر تھا۔ آگے ان کفار کا ذکر ہے جن کی فطرت میں تو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت کا مادہ رکھا تھا مگر جب اس مادہ کو روشن کرنے والی وحی الٰہی ان کو پہنچی تو اس سے روگردانی اور انکار کر کے نور سے محروم ہو گئے اور اندھیرے ہی اندھیرے میں رہ گئے اور ان میں چونکہ کافر و منکر دو قسم کے تھے اس لئے ان کی دو مثالیں بیان کی گئیں۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ |
| يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ |
| اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے |
| تو اسے کچھ نہیں پاتا اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اس کا پورا حساب چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ |

## روشنی کی تیز لہروں سے پانی سمجھنے کی مثال کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالهمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ" جَمْع قَاع : أَيْ فِي فَلَاة وَهُوَ شُعَاع يُرَى فِيهَا نِصْف النَّهَار فِي شِدَّة الْحَرّ يُشْبِه الْمَاء الْجَارِيَ "يَحْسَبهُ" يَظُنّهُ "الظَّمْآن" أَيْ الْعَطْشَان "مَاء حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدهُ شَيْئًا" مِمَّا حَسِبَهُ كَذَلِكَ الْكَافِر يَحْسَب أَنَّ عَمَله كَصِدْقِهِ يَنْفَعهُ حَتَّى إِذَا مَاتَ وَقَدِمَ عَلَى رَبّه لَمْ يَجِد عَمَله أَيْ لَمْ يَنْفَعهُ "وَوَجَدَ اللَّه عِنْده" أَيْ عِنْد عَمَله "فَوَفَّاهُ حِسَابه" أَيْ جَازَاهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا "وَاَللَّه سَرِيع الْحِسَاب" أَيْ الْمُجَازَاة

اور کافروں کے اعمال چٹیل میدان میں سراب کی مانند ہیں۔ یہاں پر قیعۃ یہ قاع کی جمع ہے۔ یعنی صحرا جو چٹیل میدان ہے اور ایسا میدان ہے جس میں دوپہر کے وقت سورج کی تیز شعاعیں پڑتی ہیں تو دیکھنے والا اس کو پانی سمجھ بیٹھتا ہے۔ جس کو پیاسا پانی سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اس کے پاس آتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا اسی طرح کافر کرے گا یعنی جو عمل اس نے صدقہ وغیرہ کر کے کیا یہاں تک کہ جب وہ مرجائے گا اور اپنے رب کے پاس آئے گا تو اس کے اس عمل کا کوئی نفع نہ پائے گا۔ اللہ کو اپنے پاس پایا مگر اللہ نے اس کا پورا حساب دنیا میں ہی چکا دیا تھا، اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یعنی عمل پر جزاء جلد عطا کرنے والا ہے۔

عربی زبان میں ہر مشروب یعنی پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور جو چیز بظاہر تو شراب نظر آئے مگر حقیقت اس کے برعکس ہو اسے سراب کہتے ہیں۔ پھر اس لفظ کا استعمال اس تودہ ریت پر ہونے لگا جو دور سے ایک خاص زاویہ سے سورج کی روشنی میں ٹھاٹھیں

مارتا پانی نظر آتا ہے مگر حقیقتاً وہاں پانی وانی کچھ نہیں ہوتا۔

یہ مثال ایسے کافروں اور منافقوں سے تعلق رکھتی ہے جو فی الجملہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ نیک اعمال بھی بجالاتے ہیں۔ خواہ وہ نمود ونمائش کے لئے ہوں پھر انہیں یہ توقع بھی ہوتی ہے کہ آخرت میں انہیں ان کا اجر ملے گا۔ اور چونکہ ان کے اکثر اعمال اللہ کی مرضی نہیں بلکہ ان کی اپنی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ جس طرح کسی ریگستان میں ایک پیاسا دور سے چمکتی ہوئی ریت کو پانی سمجھ کر اس کی طرف جاتا ہے تاکہ اس سے اپنی پیاس بجھائے۔ وہ پیاس کا مارا جب گرم ریت کا میدان طے کرکے دوڑتا ہوا وہاں پہنچتا ہے تو اسے وہاں کچھ نہیں ملتا۔ اور سخت مایوس اور درماندہ ہو جاتا ہے۔ یہی حال ایسے کافروں کا ہے۔ موت کا وقت ان کے لئے سراب ہے۔ اور وہ توقع لگائے بیٹھے ہیں کہ انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ ملے گا۔ مگر کفر نفاق اور شامت اعمال کی بنا پر انہیں وہاں کچھ بھی ان کے اعمال کا بدلہ نہ ملے گا۔ اور جس طرح پیاسے کو سراب تک پہنچنے میں تھکاوٹ اور گرمی کی شدت بھی جھیلنا پڑی تھی اس طرح ان لوگوں کو ان کے برے اعمال کا بدلہ جہنم کے عذاب کی صورت میں دیا جائے گا۔

| |
|---|
| اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا |
| فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۠ |
| یا ان اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، |
| جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب اپنا ہاتھ نکالے تو قریب |
| نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔ |

## گمراہی کے گہرے سمندروں میں بھٹکنے والے کافر کی مثال کا بیان

"أَوْ" الَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالهمْ السَّيِّئَة "كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْر لُجِّيّ" عَمِيق "يَغْشَاهُ مَوْج مِنْ فَوْقه" أَيْ الْمَوْج "مَوْج مِنْ فَوْقه" أَيْ الْمَوْج الثَّانِي "سَحَاب" أَيْ غَيْم هَذِهِ "ظُلُمَات بَعْضهَا فَوْق بَعْض" ظُلْمَة الْبَحْر وَظُلْمَة الْمَوْج الْأَوَّل وَظُلْمَة الثَّانِي وَظُلْمَة السَّحَاب "إِذَا أَخْرَجَ" النَّاظِر "يَده" فِي هَذِهِ الظُّلُمَات "لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا" أَيْ لَمْ يَقْرُب مِنْ رُؤْيَتهَا "وَمَنْ لَمْ يَجْعَل اللَّه لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُور" أَيْ مَنْ لَمْ يَهْدِهِ اللَّه لَمْ يَهْتَدِ

یا وہ کفار جن کے اعمال برے ہیں ان اندھیروں کی طرح جو نہایت گہرے سمندر میں ہوں، وہ گہرا سمندر جسے ایک موج ڈھانپ رہی ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، جس کے اوپر ایک بادل ہو، کئی اندھیرے ہوں، جن میں سے بعض بعض کے اوپر ہوں، جب دیکھنے والا اپنا ہاتھ ان تاریکیوں سے نکالے تو قریب نہیں کہ اسے دیکھے اور وہ شخص جس کے لیے اللہ کوئی نور نہ بنائے تو

اس کے لیے کوئی بھی نور نہیں۔ یعنی جس کو اللہ ہدایت نہ دے تو وہ ہدایت پانے والا نہیں ہے۔
اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص محض اسباب علم و بصیرت جمع ہونے سے عالم مبصر نہیں ہوتا بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے آدمی جو دنیا کے کاموں میں بالکل ناواقف بے خبر سمجھے جاتے ہیں آخرت کے معاملہ میں وہ بڑے مبصر عقلمند ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس کے برعکس بہت سے آدمی جو دنیا کے کاموں میں بڑے ماہر اور مبصر محقق مانے جاتے ہیں مگر آخرت کے معاملہ میں بڑے بے وقوف جاہل ثابت ہوتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ |
| كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ |
| کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں اور پرندے پر پھیلائے ہوئے، |
| ہر ایک اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔ |

## زمین وآسمان کی ہر مخلوق کی تسبیح کرنے کا بیان

"أَلَمْ تَرَى أَنَّ اللّٰه يُسَبِّح لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض " وَمِنْ التَّسْبِيح صَلَاة "وَالطَّيْر" جَمْع طَائِر بَيْن السَّمَاء وَالْأَرْض "صَافَّات" حَال بَاسِطَات أَجْنِحَتهنَّ "كُلّ قَدْ عَلِمَ " اللّٰه "صَلَاته وَتَسْبِيحه وَاللّٰه عَلِيم بِمَا يَفْعَلُونَ" فِيهِ تَغْلِيب الْعَاقِل

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کی تسبیح صلوۃ کرتے ہیں اور پرندے بھی فضاؤں میں پر پھیلائے ہوئے اسی کی تسبیح کرتے ہیں، طیر یہ طائر کی جمع ہے۔ یعنی جو اپنے پروں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک اللہ کے حضور اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو جانتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔ اس میں ذوالعقول کا غلبہ ہے۔

کافروں کی دو مثالیں بیان کرنے کے بعد اب اللہ تعالیٰ نے کائنات سے کچھ اپنی ایسی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ جن میں غور کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت یا نور ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔ ان نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پرندوں کو فطری طور پر ایسا طریقہ سکھلا دیا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان فضا میں اپنے پر کھولے ہوئے اور قافلہ کی صورت میں قطار در قطار اڑتے پھرتے ہیں۔ اور وہ زمین پر گر نہیں پڑتے۔ پھر بعض دفعہ وہ اڑتے اڑتے اپنے پروں کو سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ مگر گرتے پھر بھی نہیں۔ آخر ان پرندوں کو یہ طریقہ کس نے سکھلایا؟ زمین کی کشش ثقل جو کاغذ کے ایک ہلکے سے پرزے کو اپنی طرح کھینچ لیتی ہے انہیں کیوں نہیں کھینچتی؟

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ |
| اور سارے آسمانوں اور زمین کی حکمرانی اللہ ہی کی ہے، اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ |

## زمین وآسمانوں کے خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے

"وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْض" خَزَائِن الْمَطَر وَالرِّزْق وَالنَّبَات "وَإِلَى اللّٰه الْمَصِير" الْمَرْجِع

اور سارے آسمانوں اور زمین کی حکمرانی اللہ ہی کی ہے، یعنی بارش، رزق اور نباتات کے خزانوں پر اسی کی بادشاہت ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

یعنی جیسے اس کا علم سب کو محیط ہے، اس کی حکومت بھی تمام علویات وسفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے حاکمانہ اور قادرانہ تصرفات کو بیان فرماتے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ |
| مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ |
| وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ |
| کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ بنا دیتا ہے پھر تم |
| دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان خالی جگہوں سے بارش نکل کر برستی ہے، اور وہ اسی آسمان میں برفانی پہاڑوں کی طرح بادلوں |
| میں سے اولے برساتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے، یوں |
| لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اچک لے جائے گی۔ |

## بادلوں کے ذریعے بارش برسانے کے انداز حکمت کا بیان

"أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰه يُزْجِي سَحَابًا" يَسُوقهُ بِرِفْقٍ "ثُمَّ يُؤَلِّف بَيْنه" يَضُمّ بَعْضه إِلَى بَعْض فَيَجْعَل الْقِطَع الْمُتَفَرِّقَة قِطْعَة وَاحِدَة "ثُمَّ يَجْعَلهُ رُكَامًا" بَعْضه فَوْق بَعْض "فَتَرَى الْوَدْق" الْمَطَر "يَخْرُج مِنْ خِلَاله" مَخَارِجه "وَيُنَزِّل مِنْ السَّمَاء مِنْ" زَائِدَة "جِبَال فِيهَا" فِي السَّمَاء بَدَل بِإِعَادَةِ الْجَارّ "مِنْ بَرَد" أَيْ بَعْضه "فَيُصِيب بِهِ مَنْ يَشَاء وَيَصْرِفهُ عَنْ مَنْ يَشَاء يَكَاد" يَقْرُب "سَنَا بَرْقه" لَمَعَانه "يَذْهَب بِالْأَبْصَارِ" النَّاظِرَة لَهُ : أَيْ يَخْطَفهَا

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادل کو پہلے آہستہ آہستہ چلاتا ہے پھر اس کے مختلف ٹکڑوں کو آپس میں ملا دیتا ہے پھر اسے تہ بہ تہ بنا دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے درمیان خالی جگہوں سے بارش نکل کر برستی ہے، اور وہ اسی آسمان یعنی فضا میں برفانی پہاڑوں کی طرح دکھائی دینے والے بادلوں میں سے اولے برساتا ہے، یہاں پر من زائدہ ہے یہاں پر فیہا میں اعادہ جار سے السماء سے بدل ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے ان اولوں کو گراتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے (مزید یہ کہ انہی بادلوں سے

بجلی بھی پیدا کرتا ہے)، یوں لگتا ہے کہ اس بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر کے ان کی بینائی اچک لے جائے گی۔

دھوئیں جیسے بادل اول اول تو قدرت الٰہی سے اٹھتے ہیں پھر مل جل کر وہ جسیم ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے اوپر جم جاتے ہیں پھر ان میں سے بارش برستی ہے۔ ہوائیں چلتی ہیں، زمین کو قابل بناتی ہیں، پھر ابر کو اٹھاتی ہیں، پھر انہیں ملاتی ہیں، پھر وہ پانی سے بھر جاتے ہیں، پھر برس پڑتے ہیں۔ پھر آسمان سے اولوں کو برسانے کا ذکر ہے اس جملے میں پہلا من ابتداء غایت کا ہے۔ دوسرا تبعیض کا ہے۔ تیسرا بیان جنس کا ہے۔ یہ اس تفسیر کی بنا پر ہے کہ آیت کے معنی یہ کئے جائیں کہ اولوں کے پہاڑ آسمان پر ہیں۔ اور جن کے نزدیک یہاں پہاڑ کا لفظ ابر کے لئے بطور کنایہ ہے ان کے نزدیک من ثانیہ بھی ابتدا غایت کے لئے ہے لیکن وہ پہلے کا بدل ہے۔

اس کے بعد کے جملے کا یہ مطلب ہے کہ بارش اور اولے جہاں اللہ برسانا چاہے، وہاں اس کی رحمت سے برستے ہیں اور جہاں نہ چاہے نہیں برستے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اولوں سے جن کی چاہے، کھیتیاں اور باغات خراب کر دیتا ہے اور جن پر مہربانی فرمائے انہیں بچالیتا ہے۔ پھر بجلی کی چمک کی قوت بیان ہو رہی ہے کہ قریب ہے وہ آنکھوں کی روشنی کھو دے۔ (ابن کثیر)

| |
|---|
| يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَعِبۡرَةً لِّاُولِى الۡاَبۡصَارِ ۝ |
| اللہ رات اور دن کو ادل بدل کرتا ہے، بے شک اس میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔ |

## دن رات کی تبدیلی سے قدرت الٰہی پر دلیل ہونے کا بیان

"يُقَلِّبُ اللّٰه اللَّيْل وَالنَّهَار" أَيْ يَأْتِي بِكُلٍّ مِنْهُمَا بَدَل الْآخَر "إنَّ فِي ذَلِكَ" التَّقْلِيب "لَعِبْرَة" دَلَالَة "لِأُولِي الْأَبْصَار" لِأَصْحَابِ الْبَصَائِر عَلَى قُدْرَة اللّٰه تَعَالَى

اللہ رات اور دن کو ادل بدل کرتا ہے، یعنی ان میں سے ہر ایک کو بدل کر اس کی جگہ پر دوسرے کو لاتا ہے۔ بے شک اس تبدیلی میں آنکھوں والوں کے لیے یقیناً بڑی عبرت ہے۔ کیونکہ اہل بصیرت اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نظارہ کرتے ہیں۔

دن رات کا تصرف بھی اسی کے قبضے میں ہے، جب چاہتا ہے دن کو چھوٹا اور رات کو بڑی کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے رات کو بڑی کر کے دن کو چھوٹا کر دیتا ہے۔ یہ تمام نشانیاں ہیں جو قدرت قادر کو ظاہر کرتی ہیں، اللہ کی عظمت کو آشکارا کرتی ہیں۔ جیسے فرمان ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش، رات دن کے اختلاف میں عقلمندوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ‌ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى |
| رِجۡلَيۡنِ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ‌ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝ |
| اور اللہ نے ہر چلنے پھرنے والے کی پیدائش پانی سے فرمائی، پھر ان میں سے بعض وہ ہوئے جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں |
| اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں، |

اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا رہتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

## حیوانات کے رہنے سہنے کے مختلف انداز سے دلیل قدرت کا بیان

"وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ " أَيْ حَيَوَان "مِنْ مَاء " نُطْفَة "فَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى بَطْنِه " كَالْحَيَّاتِ وَالْهَوَامّ "وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى رِجْلَيْنِ " كَالْإِنْسَانِ وَالطَّيْر "وَمِنْهُمْ مَنْ يَمْشِي عَلَى أَرْبَع " كَالْبَهَائِمِ وَالْأَنْعَام،يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ،

اور اللہ نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کی پیدائش پانی یعنی نطفہ سے فرمائی، پھر ان میں سے بعض وہ ہوئے جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں جس طرح سانپ اور حشرات الارض ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، جس طرح انسان اور پرندے ہیں اور ان میں سے بعض وہ ہوئے جو چار پیروں پر چلتے ہیں، جس طرح درندے اور مویشی جانور ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا رہتا ہے، بیشک اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

## ایک ہی پانی اور مختلف اجناس کی پیدائش

اللہ تعالیٰ اپنی کامل قدرت اور زبردست سلطنت کا بیان فرماتا ہے کہ اس نے ایک ہی پانی سے طرح طرح کی مخلوق پیدا کر دی ہے۔ سانپ وغیرہ کو دیکھو جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ انسان اور پرند کو دیکھو ان کے دو پاؤں ہوتے ہیں۔ حیوانوں اور چوپاؤں کو دیکھو وہ چار پاؤں پر چلتے ہیں، وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہو سکتا، وہ قادر کل ہے۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَا آيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

یقیناً ہم نے واضح اور روشن بیان والی آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرما دیتا ہے۔

## قرآن کے ذریعے دین اسلام کی طرف ہدایت کا بیان

"لَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَات مُبَيِّنَات " أَيْ بَيِّنَات هِيَ الْقُرْآن "وَاللّٰه يَهْدِي مَنْ يَشَاء إِلَى صِرَاط " طَرِيق "مُسْتَقِيم " أَيْ دِين الْإِسْلَام

یقیناً ہم نے واضح اور روشن بیان والی قرآنی آیات نازل فرمائی ہیں، اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ یعنی دین اسلام کی طرف ہدایت فرما دیتا ہے۔

اور سیدھی راہ جس پر چلنے سے رضائے الٰہی و نعمتِ آخرت میسر ہو وہ اسلام ہے۔ آیات کا ذکر فرمانے کے بعد یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان تین فرقوں میں منقسم ہو گئے ایک وہ جنہوں نے ظاہر میں تصدیق حق کی اور باطن میں تکذیب کرتے رہے وہ منافق ہیں، دوسری وہ جنہوں نے ظاہر میں بھی تصدیق کی اور باطن میں بھی معتقد رہے یہ مخلصین ہیں، تیسرے وہ جنہوں نے ظاہر میں بھی تکذیب کی اور باطن میں بھی وہ کفار ہیں ان کا ذکر بالترتیب فرمایا جاتا ہے۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ |
| مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں |
| پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ رُوگردانی کرتا ہے، اور یہ لوگ مؤمن نہیں ہیں۔ |

## منافقین کے دلوں اور زبانوں میں اختلاف ہونے کا بیان

"وَيَقُوْلُوْنَ" الْمُنَافِقُوْنَ "آمَنَّا" صَدَّقْنَا "بِاللّٰهِ" بِتَوْحِيْدِهِ "وَبِالرَّسُوْلِ" مُحَمَّد "وَأَطَعْنَا" وَأَطَعْنَاهُمَا فِيْمَا حَكَمَا بِهِ "ثُمَّ يَتَوَلّٰى" يُعْرِض "فَرِيْق مِنْهُمْ مِنْ بَعْد ذٰلِكَ" عَنْهُ "وَمَا أُولٰئِكَ" الْمُعْرِضُوْنَ "بِالْمُؤْمِنِيْنَ" الْمَعْهُوْدِيْنَ الْمُوَافِق قُلُوْبهمْ لِأَلْسِنَتِهِمْ

اور وہ لوگ یعنی منافقین کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر یعنی اس کی توحید پر اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئے ہیں اور اطاعت کرتے ہیں جس کا ان دونوں نے ہمیں حکم دیا ہے۔ پھر اس قول کے بعد ان میں سے ایک گروہ اپنے اقرار سے رُوگردانی کرتا ہے، اور یہ لوگ یعنی اعراض کرنے والا گروہ حقیقت میں مومن نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ ایسا عہد کرنے والے نہیں جس سے ان کے دل اور زبانیں موافق ہوں۔

یعنی اپنے عمل سے اپنے قول کی خود ہی تردید کردیتے ہیں۔ ان کے دعوی کے دو جز تھے ایک اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، دوسرے اطاعت کرنا۔ اب چونکہ انہوں نے منہ پھیر کر اطاعت سے انکار کردیا ہے لہٰذا تو یہ اپنے دعویٰ کے پہلے جز یعنی ایمان لانے کے سلسلہ میں جھوٹے ہوئے۔ اگر سچے دل سے ایمان لائے ہوتے تو کبھی اطاعت سے منہ نہ پھیرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا بھی عمل اس کے قول یا زبانی دعویٰ کے خلاف ہو۔ حقیقتاً وہ اپنے دعوی میں جھوٹا ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ |
| اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان |
| فیصلہ فرمادے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ گریزاں ہوتا ہے۔ |

## بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر نہ ہونے والے گروہ کا بیان

"وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللّٰه وَرَسُوله" الْمُبَلِّغ عَنْهُ "لِيَحْكُم بَيْنهمْ إِذَا فَرِيق مِنْهُمْ مُعْرِضُوْنَ" عَنْ الْمَجِيء إِلَيْهِ

اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے کہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمادے تو اس وقت ان میں سے ایک گروہ (دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے) گریزاں ہوتا ہے۔

اس آیت سے کئی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ اللہ کے رسول ﷺ کی طرف بلانا دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلانا ہے۔ رسول ﷺ کی دعوت اور رسول ﷺ کی طرف دعوت دراصل اللہ کی دعوت اور اللہ کی طرف دعوت ہے۔ دوسرے یہ کہ رسول ﷺ کا فیصلہ حقیقتاً اللہ ہی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو شخص رسول ﷺ کی طرف جانے یا اس کا فیصلہ کروانے یا اس کا فیصلہ تسلیم کرنے سے اعراض کرے وہ مومن نہیں بلکہ منافق ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ○ |
| اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کے حق ہونے کا بیان

"وَاِنْ يَكُنْ لَهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ" مُسْرِعِيْنَ طَائِعِيْنَ

اور اگر وہ حق والے ہوتے تو وہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف مطیع ہو کر تیزی سے چلے آتے۔ یعنی جلدی سے چلے آتے ہیں۔

کفار و منافقین بارہا تجربہ کر چکے تھے اور انہیں کامل یقین تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سراسر حق و عدل ہوتا ہے اس لئے ان میں جو سچا ہوتا وہ تو خواہش کرتا تھا کہ حضور اس کا فیصلہ فرمائیں اور جو ناحق پر ہوتا وہ جانتا تھا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی عدالت سے وہ اپنی ناجائز مراد نہیں پا سکتا اس لئے وہ حضور کے فیصلہ سے ڈرتا اور گھبراتا تھا۔

## سورہ نور آیت ۵۰ کے شان نزول کا بیان

بشر نامی ایک منافق تھا ایک زمین کے معاملہ میں اس کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا یہودی جانتا تھا کہ اس معاملہ میں وہ سچا ہے اور اس کو یقین تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حق و عدل کا فیصلہ فرماتے ہیں اس لئے اس نے خواہش کی کہ یہ مقدمہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیصل کرایا جائے لیکن منافق بھی جانتا تھا کہ وہ باطل پر ہے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم عدل و انصاف میں کسی کی رو رعایت نہیں فرماتے اس لئے وہ حضور ﷺ کے فیصلہ پر تو راضی نہ ہوا اور کعب بن اشرف یہودی سے فیصلہ کرانے پر مصر ہوا اور حضور ﷺ کی نسبت کہنے لگا کہ وہ ہم پر ظلم کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نور، لاہور)

| |
|---|
| اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ |
| کیا ان کے دلوں میں (منافقت کی) بیماری ہے یا وہ (شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں) شک کرتے ہیں یا وہ اس بات |
| کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ان پر ظلم کریں گے، (نہیں) بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ |

## شان نبوت ﷺ میں شک کرنے والے منافقین کا بیان

"اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ" كُفْرٌ "اَمِ ارْتَابُوْا" اَيْ شَكُّوْا فِيْ نُبُوَّتِهٖ "اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

وَرَسُولُه" فِي الْحُكْمِ أَيْ فَيُظْلَمُوا فِيهِ ؟ لَا "بَلْ أُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ" بِالْإِعْرَاضِ عَنْهُ

کیا ان کے دلوں میں کفر کی بیماری ہے یا وہ شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں شک کرتے ہیں یا وہ اس بات کا اندیشہ رکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ظلم کریں گے، نہیں بلکہ وہی لوگ خود ظالم ہیں۔ کیونکہ وہ اس سے اعراض کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسے کافر جو ظاہر میں مسلمان تھے، بہت سے تھے، انہیں جب اپنا مطلب قرآن وحدیث میں نکلتا نظر آتا تو خدمت نبوی میں اپنے جھگڑے پیش کرتے اور جب انہیں دوسروں سے مطلب براری نظر آتی تو سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آنے سے صاف انکار کر جاتے۔ پس یہ آیت اتری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن دو شخصوں میں کوئی جھگڑا ہو اور وہ اسلامی حکم کے مطابق فیصلے کی طرف بلایا جائے اور وہ اس سے انکار کرے وہ ظالم ہے اور ناحق پر ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

| |
|---|
| اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا |
| سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ |
| ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے |
| درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں کہ ہم نے سن لیا، اور ہم (سراپا) اطاعت پیرا ہو گئے، اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ |

## دعوت اسلام پا کر کامیاب ہونے والے لوگوں کا بیان

"إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّه وَرَسُولِه لِيَحْكُم بَيْنهمْ" فَالْقَوْل اللَّائِق بِهِمْ "أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا" بِالْإِجَابَةِ "وَأُولَئِكَ" حِينَئِذٍ "هُمُ الْمُفْلِحُونَ" النَّاجُونَ

ایمان والوں کی بات تو فقط یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ فرمائے تو وہ یہی کچھ کہیں گے جس طرح اہل ایمان کے لائق ہے۔ کہ ہم نے سن لیا، اور ہم سراپا اطاعت پیرا ہو گئے، یہ جواب میں کہتے ہیں۔ اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر سچے مومنوں کی شان بیان ہوتی ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی تیسری چیز کو داخل دین نہیں سمجھتے۔ وہ تو قرآن وحدیث سنتے ہی، اس کی دعوت کی ندا کان میں پڑتے ہی صاف کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مانا یہ کامیاب، بامراد اور نجات یافتہ لوگ ہیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ |
| اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ |

اختیار کرتا ہے پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والوں کا بیان

"وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَه وَيَخْشَ اللّٰهَ" يَخَافُهُ "وَيَتَّقْهِ" بِسُكُونِ الْهَاء وَكَسْرِهَا بِأَنْ يُطِيعهُ "فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ" بِالْجَنَّةِ

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے یہاں پر یتقہ یہ ھاء کے سکون اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے وہ اطاعت کرے۔ پس ایسے ہی لوگ مراد پانے والے یعنی جنت والے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا "وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت و فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام و فرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

| |
|---|
| وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ |
| طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور وہ لوگ اللہ کی بڑی بھاری قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ ضرور نکلیں گے، آپ فرما دیں کہ تم قسمیں |
| مت کھاؤ۔ معروف طریقہ سے فرمانبرداری ہے، بیشک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## منافقین کی جھوٹی قسمیں اٹھانے کا بیان

"وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ" غَايَتهَا "لَئِنْ أَمَرْتهمْ" بِالْجِهَادِ "لَيَخْرُجُنَّ قُلْ" لَهُمْ "لَا تُقْسِمُوا طَاعَة مَعْرُوفَة" لِلنَّبِيِّ خَيْر مِنْ قَسَمكُمْ الَّذِي لَا تَصْدُقُونَ فِيهِ "إِنَّ اللّٰه خَبِير بِمَا تَعْمَلُونَ" مِنْ طَاعَتكُمْ بِالْقَوْلِ وَمُخَالَفَتكُمْ بِالْفِعْلِ

اور وہ لوگ اللہ کی بڑی بھاری تاکیدی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ جہاد کے لئے ضرور نکلیں گے، آپ فرما دیں کہ تم قسمیں مت کھاؤ بلکہ معروف طریقہ سے فرمانبرداری درکار ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کی سنت تمہاری قسموں سے بہتر ہے

جن قسموں میں تم سچے ہی نہیں ہو۔ بیشک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ یعنی جو تم قولی وفعلی طور پر اطاعت کرتے ہو۔

## منافقین کے فریب کاریوں کا بیان

اہل نفاق کا حال بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنی ایمانداری اور خیر خواہی جتاتے ہوئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے تھے کہ ہم جہاد کیلئے تیار بیٹھے ہیں بلکہ بیقرار ہیں، آپ کے حکم کی دیر ہے فرمان ہوتے ہی گھر بار بال بچے چھوڑ کر میدان جنگ میں پہنچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے ان سے کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ تمہاری اطاعت کی حقیقت تو روشن ہے، زبانی ڈینگیں بہت ہیں، عملی حصہ صفر ہے۔ تمہاری قسموں کی حقیقت بھی معلوم ہے، دل میں کچھ ہے، زبان پر کچھ ہے، جتنی زبان مومن ہے اتنا ہی دل کافر ہے۔ یہ قسمیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ہیں۔ ان قسموں کو تو یہ لوگ ڈھال بنائے ہوئے ہیں تم سے ہی نہیں بلکہ کافروں کے سامنے بھی ان کی موافقت اور ان کی امداد کی قسمیں کھاتے ہیں لیکن اتنے بزدل ہیں کہ ان کا ساتھ خاک بھی نہیں دے سکتے۔ اس جملے کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ تمہیں تو معقول اور پسندیدہ اطاعت کا شیوہ چاہے نہ کہ قسمیں کھانے اور ڈینگیں مارنے کا۔ تمہارے سامنے مسلمان موجود ہیں دیکھو نہ وہ قسمیں کھاتے ہیں نہ بڑھ بڑھ کر باتیں بناتے ہیں، ہاں کام کے وقت سب سے آگے نکل آتے ہیں اور فعلی حصہ بڑھ چڑھ کر لیتے ہیں۔ اللہ پر کسی کا کوئی عمل مخفی نہیں وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل سے باخبر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْكُمْ |
| مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِیْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○ |
| فرما دیجئے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے سے رُوگردانی کی تو، رسول |
| (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر |
| تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر صریحاً پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا دین اسلام کو حق کے ساتھ پہنچا دینے کا بیان

"قُلْ أَطِيعُوا اللّٰه وَأَطِيعُوا الرَّسُول فَإِنْ تَوَلَّوْا" عَنْ طَاعَته بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ خِطَاب لَهُمْ "فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ" مِنْ التَّبْلِيغ "وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ" مِنْ طَاعَته "وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا وَمَا عَلَى الرَّسُول إِلَّا الْبَلَاغ الْمُبِين" أَيْ التَّبْلِيغ الْبَيِّن

فرما دیجئے: تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے اطاعت سے رُوگردانی کی یہاں پر تولوا میں دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اس میں انہیں خطاب کیا گیا ہے کہ جان لو رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے ذمہ وہی کچھ ہے جو ان پر لازم کیا گیا اور تمہارے ذمہ وہ ہے جو تم پر لازم کیا گیا ہے، اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام کو صریحاً پہنچا دینے کے سوا کچھ لازم نہیں ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین وشریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں ننگا (یعنی بے غرض) ڈرانے والا ہوں، لہٰذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا صبح کو لشکر نے آ کر ان کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کر دیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی کی اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 145)

ننگا ڈرانے والے کی اصل یہ ہے کہ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی لشکر کو اپنی قوم پر حملہ کے لئے آتا ہوا دیکھتا تو کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور بالکل ننگا ہو کر چلاتا ہوا اپنی قوم کی طرف آتا تا کہ لوگ خبردار ہو جائیں اور دشمن کی اچانک آمد سے بچاؤ کی شکل پیدا کر سکیں۔ اسی کو ننگا ڈرانے والا کہا جاتا تھا، اس کے بعد سے یہ کسی ناگہانی اور خوفناک حادثہ کے پیش آنے میں صرف ایک ضرب المثل بن گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ مثال بالکل صحیح وصادق تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانبردار اور اطاعت گزار کو جنت اور رضاء مولیٰ کی خوشخبری اور نافرمان دار وسرکش جماعت کو اللہ کے عذاب وغضب کی خبر دینے میں بالکل سچے تھے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ ۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انہیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔

## اہل ایمان کیلئے دنیا میں وعدہ خلافت کا بیان

"وَعَدَ اللّٰه الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْض " بَدَلًا عَنْ الْكُفَّار "كَمَا اسْتَخْلَفَ " بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول "الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" مِنْ بَنِي إسْرَائِيل بَدَلًا عَنْ الْجَبَابِرَة "وَلَيُمَكِّنَن لَهُمْ دِينهمْ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ " وَهُوَ الْإِسْلَام بِأَنْ يُظْهِرهُ عَلَى جَمِيع الْأَدْيَان وَيُوَسِّع لَهُمْ فِي الْبِلَاد فَيَمْلِكُوهَا "وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "مِنْ بَعْد خَوْفهمْ" مِنْ الْكُفَّار "أَمْنًا" وَقَدْ أَنْجَزَ اللّٰه وَعْده لَهُمْ بِمَا ذُكِرَ وَأَثْنَى عَلَيْهِمْ "يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا" هُوَ مُسْتَأْنَف فِي حُكْم التَّعْلِيل "وَمَنْ كَفَرَ بَعْد ذَلِكَ" الْإِنْعَام مِنْهُمْ بِهِ "فَأُولَئِكَ هُمْ الْفَاسِقُونَ" وَأَوَّل مَنْ كَفَرَ بِهِ قَتَلَة عُثْمَان رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ فَصَارُوا يَقْتَتِلُونَ بَعْد أَنْ كَانُوا إخْوَانًا

اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ کافر کی بہ جائے انہیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، یہاں پر استخلف معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جوان سے پہلے تھے جو بنی اسرائیل تھے جن کو جابر حکمرانوں سے لیکر سلطنت دی گئی۔ اوران کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ دین اسلام ہے۔ جو تمام ادیان پر غالب آئے گا۔ اور انہیں کئی شہروں میں وسعت دے گا جن کے وہ مالک ہوں گے۔ اور ہر صورت انہیں ان کے یعنی کفار کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ یہاں لیبدلنھم تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ پس اللہ نے ذکر کردہ وعدہ کو پورا کردیا۔ اور اس پر اہل ایمان کی تعریف فرمائی کہ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور یہ جملہ مستانفہ علت کے حکم میں ہے۔ اور جس نے اس انعام کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔ اور وہ پہلا شخص جس نے اس حکم کا کفر کیا وہ ہے جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا پس اس طرح انہوں قتل وغارت شروع کردی اگرچہ وہ آپس میں بھائی تھے۔

## سورہ نور آیت ۵۵ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے دس سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب کے قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں پر جو شب و روز ہوتی رہتی تھیں صبر کیا پھر بحکم الٰہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے منازل کو اپنی سکونت سے سرفراز کیا مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے روز مرّہ ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت خطرہ میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے ایک روز ایک صحابی نے فرمایا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہو اور ہتھیاروں کے بار سے ہم سبکدوش ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، نور، لاہور)

## اہل اسلام کی خلافت وفتوحات کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرما رہا ہے کہ آپ کی امت کو زمین کا مالک بنادے گا، لوگوں کا سردار

بنادے گا، ملک ان کی وجہ سے آباد ہوگا، بندگان رب ان سے دل شاد ہوں گے۔ آج یہ لوگوں سے لرزاں وترساں ہیں کل یہ باامن واطمینان ہوں گے، حکومت ان کی ہوگی، سلطنت ان کے ہاتھوں میں ہوگی۔ الحمدللہ یہی ہوا بھی۔ مکہ، خیبر، بحرین، جزیرہ عرب اور یمن تو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں فتح ہو گیا۔ ہجر کے مجوسیوں نے جزیہ دے کر ماتحتی قبول کر لی، شام کے بعض حصوں کا بھی یہی حال ہوا۔

شاہ روم ہرقل نے تحفے تحائف روانہ کئے۔ مصر کے والی نے بھی خدمت اقدس میں تحفے بھیجے، اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے، عمان کے شاہوں نے بھی یہی کیا اور اس طرح اپنی اطاعت گزاری کا ثبوت دیا۔ حبشہ کے بادشاہ اصحمہ رحمۃ اللہ علیہ تو مسلمان ہی ہو گئے اور ان کے بعد جو والی حبشہ ہوا۔ اس نے بھی سرکار محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں عقیدت مندی کے ساتھ تحائف روانہ کئے۔ پھر جب کہ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنے محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مہمانداری میں بلوالیا، آپ کی خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنبھالی۔

جزیرہ عرب کی حکومت کو مضبوط اور مستقل بنایا اور ساتھ ہی ایک جرار لشکر سیف اللہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں بلاد فارس کی طرف بھیجا جس نے وہاں فتوحات کا سلسلہ شروع کیا، کفر کے درختوں کو چھانٹ دیا اور اسلامی پودے ہر طرف لگا دیئے۔

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ وغیرہ امراء کے ماتحت شام کے ملکوں کی طرف لشکر اسلام کے جاں بازوں کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے بھی یہاں محمدی جھنڈا بلند کیا اور صلیبی نشان اوندھے منہ گرائے، پھر مصر کی طرف مجاہدین کا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرداری میں روانہ فرمایا۔ بصری، دمشق، حران وغیرہ کی فتوحات کے بعد آپ بھی راہی ملک بقا ہوئے اور بہ الہام الٰہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فاروق کے زبردست زور آور ہاتھوں میں سلطنت اسلام کی باگیں دے گئے۔ سچ تو یہ ہے کہ آسمان تلے کسی نبی کے بعد ایسے پاک خلیفوں کا دور نہیں ہوا۔ آپ کی قوت، طبیعت، آپ کی نیکی، سیرت، آپ کے عدل کا کمال، آپ کی ترسی کی مثال دنیا میں آپ کے بعد تلاش کرنا محض بے سود اور بالکل لا حاصل ہے۔

تمام ملک شام، پورا علاقہ مصر، اکثر حصہ فارس آپ کی خلافت کے زمانے میں فتح ہوا۔ سلطنت کسریٰ کے ٹکڑے اڑ گئے، خود کسریٰ کو منہ چھپانے کے لئے کوئی جگہ نہ ملی۔ کامل ذلت واہانت کے ساتھ بھاگتا پھرا۔ قیصر کو فنا کر دیا۔ مٹا دیا۔ شام کی سلطنت سے دست بردار ہونا پڑا۔ قسطنطنیہ میں جا کر منہ چھپایا ان سلطنتوں کی صدیوں کی دولت اور جمع کئے ہوئے بیشمار خزانے ان بندگان رب نے اللہ کے نیک نفس اور مسکین خصلت بندوں پر خرچ کئے اور اللہ کے وعدے پورے ہوئے جو اس نے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوائے تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا دور آتا ہے اور مشرق ومغرب کی انتہا تک اللہ کا دین پھیل جاتا ہے۔ اللہ کا لشکر ایک طرف اقصی مشرق تک اور دوسری طرف انتہاء مغرب تک پہنچ کر دم لیتے ہیں۔ اور مجاہدین کی آب دار تلواریں اللہ کی توحید کو

دنیا کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں پہنچا دیتی ہیں۔ اندلس، قبرص، قیروان وسبتہ یہاں تک کہ چین تک آپ کے زمانے میں فتح ہوئے۔ کسریٰ قتل کر دیا گیا اس کا ملک تو ایک طرف نام ونشان تک کھود کر پھینک دیا گیا اور ہزار ہا برس کے آتش کدے بجھا دیئے گئے اور ہر او نچے ٹیلے سے صدائے اللہ اکبر آنے لگی۔

دوسری جانب مدائن، عراق، خراسان، اھواز سب فتح ہو گئے ترکوں سے جنگ عظیم ہوئی آخران کا بڑا بادشاہ خاقان خاک میں ملا ذلیل وخوار ہوا اور زمین کے مشرقی اور مغربی کونوں نے اپنے خراج بارگاہ خلافت عثانی میں پہنچوائے۔ حق تو یہ ہے کہ مجاہدین کی ان جانبازیوں میں جان ڈالنے والی چیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن کی برکت تھی۔ آپ کو قرآن سے کچھ ایسا شغف تھا جو بیان سے باہر ہے۔ قرآن کے جمع کرنے، اس کے حفظ کرنے، اس کی اشاعت کرنے، اس کے سنبھالنے میں جو نمایاں خدمتیں خلیفہ ثالث نے انجام دیں وہ یقیناً عدیم المثال ہیں۔ آپ کے زمانے کو دیکھو اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو دیکھو کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی یہاں تک کہ میں نے مشرق ومغرب دیکھ لی عنقریب میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچ جائے گی جہاں تک اس وقت مجھے دکھائی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نور، بیروت)

## تیس سالہ دور خلافت کا بیان

اس آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے بعد ہونے والے خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں فتوحاتِ عظیمہ ہوئے اور کسریٰ وغیرہ مُلوک کے خزائن مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور امن وتمکین اور دین کا غلبہ حاصل ہوا۔ ترمذی وابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خلافت میرے بعد تیس سال ہے پھر ملک ہوگا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت دو برس تین ماہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت دس سال چھ ماہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت بارہ سال اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت چار سال نو ماہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت چھ ماہ ہوئی۔ (تفسیر خازن، سورہ نور، بیروت)

| |
|---|
| وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ |
| اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ |

## نماز وزکوٰۃ اور رسول مکرم ﷺ کی اطاعت کا بیان

"وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُول لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" أَيْ رَجَاء الرَّحْمَة

اور نماز برپا رکھو اور زکوٰۃ دو اور رسول کی فرمانبرداری کرو اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ یعنی رحمت کے امیدوار بن جاؤ۔

اللہ تعالیٰ اپنے باایمان بندوں کو صرف اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے کہ اسی کے لئے نمازیں پڑھتے رہو۔ اور ساتھ ہی اس کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو۔ ضعیفوں، مسکینوں، فقیروں کی خبر گیری کرتے رہو۔ مال میں سے اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ نکالتے رہو۔ اور ہر امر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہو۔ جس بات کا وہ حکم فرمائے لاؤ جس امر سے وہ روکیں رک

جاؤ۔ یقین مانو کہ اللہ کی رحمت کے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

| |
|---|
| لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| تو ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کر کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے |
| اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔ |

## کفار اللہ قدرت کو عاجز کرنے والے نہیں

"لَا تَحْسَبَنَّ" بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْفَاعِل الرَّسُول "الَّذِيْنَ كَفَرُوا مُعْجِزِيْنَ" لَنَا "فِى الْاَرْض" بِاَنْ يَفُوْتُوْنَا "وَمَاْوَاهُمْ" مَرْجِعهمْ "النَّار وَلَبِئْسَ الْمَصِير" الْمَرْجِع هِيَ

آپ ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ہرگز گمان نہ کریں، یہاں پر لاتحسبن تائے فوقانیہ اور تحتانیہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس کا فعل کا فاعل رسول مکرم ﷺ کی ذات ہے۔ کہ وہ زمین میں عاجز کرنے والے ہیں یعنی وہ ہمیں شکست دیدیں گے حالانکہ ان کا ٹھکانا آگ ہے اور بلاشبہ وہ بری لوٹ کر جانے کی جگہ ہے۔ جو کتنی ہی بری جگہ ہے۔

کافر سے مراد یہاں سب غیر مسلم ہیں۔ یعنی کفار مکہ، عرب کے مشرک قبائل، مدینہ کے یہود و منافقین، یہ سب لوگ مل کر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگالیں تب بھی یہ لوگ اسلام کی راہ روک نہیں سکتے۔ اللہ کا دین تو یقیناً بلند ہو کے رہے گا۔ رہے یہ معاندین تو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی انہیں رسوا کرے گا اور آخرت میں بھی انہیں جہنم کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ |
| ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ |
| صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۚ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ |
| عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! چاہیے کہ تمہارے زیر دست (غلام اور باندیاں) اور تمہارے ہی وہ بچے جو (ابھی) جوان نہیں ہوئے (تمہارے |
| پاس آنے کے لئے) تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں: (ایک) نماز فجر سے پہلے اور (دوسرے) دوپہر کے وقت جب |
| تم (آرام کے لئے) کپڑے اتارتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد (جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو)، |
| (یہ) تین (وقت) تمہارے پردے کے ہیں، ان (اوقات) کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر، (کیونکہ بقیہ اوقات |
| میں وہ) تمہارے ہاں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، اسی طرح اللہ تمہارے لئے |
| آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے۔ |

## گھر میں داخل ہونے کی اجازت کے احکام کا بیان

"يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ " مِنَ الْعَبِيد وَالْإِمَاء "وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُم مِنْكُمْ " مِنَ الْأَحْرَار وَعَرَفُوا أَمْر النِّسَاء "ثَلَاث مَرَّات " فِي ثَلَاثَة أَوْقَات "مِنْ قَبْل صَلَاة الْفَجْر وَحِين تَضَعُونَ ثِيَابكُمْ مِنَ الظَّهِيرَة ".أَيْ وَقْت الظُّهْر "وَمِنْ بَعْد صَلَاة الْعِشَاء ثَلَاث عَوْرَات لَكُمْ " بِالرَّفْعِ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر بَعْده مُضَاف وَقَامَ الْمُضَاف إلَيْهِ مَقَامه : أَيْ هِيَ أَوْقَات وَبِالنَّصْبِ بِتَقْدِيرِ أَوْقَات مَنْصُوبًا بَدَلًا مِنْ مَحَلّ مَا قَبْله قَامَ الْمُضَاف إلَيْهِ مَقَامه وَهِيَ لِإِلْقَاءِ الثِّيَاب تَبْدُو فِيهَا الْعَوْرَات "لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ " أَيْ الْمَمَالِيك وَالصِّبْيَان "جُنَاح" فِي الدُّخُول عَلَيْكُمْ بِغَيْرِ اسْتِئْذَان "بَعْدهنَّ" أَيْ بَعْد الْأَوْقَات الثَّلَاثَة هُمْ "طَوَّافُونَ عَلَيْكُمْ" لِلْخِدْمَةِ "بَعْضكُمْ" طَائِف "عَلَى بَعْض" وَالْجُمْلَة مُؤَكِّدَة لِمَا قَبْلهَا "كَذَلِكَ" كَمَا بُيِّنَ مَا ذُكِرَ "يُبَيِّن اللَّه لَكُمْ الْآيَات" أَيْ الْأَحْكَام "وَاَللَّه عَلِيم " بِأُمُورِ خَلْقه "حَكِيم" بِمَا دَبَّرَهُ لَهُمْ وَآيَة الِاسْتِئْذَان قِيلَ مَنْسُوخَة وَقِيلَ لَا وَلَكِنْ تَهَاوَنَ النَّاس فِي تَرْك الِاسْتِئْذَان

اے ایمان والو! چاہئے کہ تمہارے زیردست غلام اور باندیاں اور تمہارے ہی وہ بچے جو ابھی جوان نہیں ہوئے، جو آزاد میں اور عورتوں کے معاملات کو جانتے ہیں۔تمہارے پاس آنے کے لئے تین مواقع پر تم سے اجازت لیا کریں، ایک نمازِ فجر سے پہلے اور دوسرے دوپہر کے وقت جب تم آرام کے لئے کپڑے اتارتے ہو اور تیسرے نمازِ عشاء کے بعد جب تم خواب گاہوں میں چلے جاتے ہو، یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں، یہاں پر ثلاث یہ مبتداء محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔جس کے بعد مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ مضاف کے قائم مقام ہے۔یعنی ھی اوقات، اور یہ ماقبل اوقات کے مقدر ہونے کی وجہ سے بدل محل ہونے کے سبب منصوب بھی آیا ہے۔کیونکہ مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہے۔کیونکہ ان تینوں اوقات میں کپڑے کھسکنے کی وجہ سے ستر کھل سکتا ہے۔ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی گناہ ہے اور نہ ان پر، یعنی تمہارے غلاموں پر بچوں پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ بغیر اجازت کے داخل ہو جایا کریں۔کیونکہ بقیہ اوقات میں وہ تمہارے ہاں خدمت کیلئے کثرت کے ساتھ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں، یہ جملہ ماقبل کی تاکید کے طور پر آیا ہے۔اسی طرح اللہ تمہارے لئے آیتیں واضح فرماتا ہے، اور اللہ تمہارے امورِ خلق کو خوب جاننے والا، جو اس نے تمہارے لئے تدبیر کیا اس میں حکمت والا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذن والی آیت کا حکم منسوخ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ منسوخ نہیں ہے کیونکہ ترک اجازت میں لوگ سستی کریں گے۔(یہاں شاید لفظ ترک سہو کے طور لکھنے میں آیا ہو۔)

## سورہ نور آیت ۵۸ کے شانِ نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری غلام مدلج بن عمرو کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بلانے کے لئے بھیجا وہ غلام ویسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان میں چلا گیا جب کہ حضرت عمر

رضی اللہ عنہما بے تکلف اپنے دولت سرائے میں تشریف رکھتے تھے غلام کے اچانک چلے آنے سے آپ کے دل میں خیال ہوا کہ کاش غلاموں کو اجازت لے کر مکانوں میں داخل ہونے کا حکم ہوتا۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر زاد المسیر، سورہ نور، بیروت)

## لوگوں کے گھروں میں جانے کے آداب کا بیان

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی گھر جانے کے لئے اس کے دروازہ پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے۔ بلکہ دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور پھر اجازت مانگنے کے لئے فرماتے، السلام علیکم، السلام علیکم اور دروازہ کے سامنے نہ کھڑے ہونے کی وجہ یہ ہوا کرتی تھی کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہ پڑے ہوئے تھے۔ اور انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قال علیہ الصلوٰۃ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ باب الضیافۃ میں نقل کی جا چکی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 608)

ایک سے زائد بار سلام کرنے کی وجہ یہ تھی تا کہ صاحب خانہ اچھی طرح سن لے اور اجازت دے سکے واضح رہے کہ یہاں السلام علیکم جو دو بار ذکر کیا گیا ہے تو اسے تعداد مراد ہے دو بار پر اقتصار مراد نہیں ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر تین بار سلام فرماتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ روایت کے آخری الفاظ دروازے کے سامنے نہ کھڑے ہونے کی وجہ سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر دروازے پر کواڑ ہوں یا اس پر پردے پڑے ہوئے ہوں تو اس صورت میں دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اصل سنت رعایت کے پیش نظر اولی یہی ہے کہ اس صورت میں بھی دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو اور اس لئے بھی کہ بعض اوقات کواڑ یا پردہ کھولتے ہوئے دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے شخص کی نظر اندر چلی جاتی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ |
| كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح اجازت طلب کریں جس طرح وہ لوگ اجازت طلب کرتے رہے جو ان |
| سے پہلے تھے۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ |

### بڑے بچوں کیلئے اپنے گھروں میں اجازت طلب کر کے جانا چاہیے

"وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَال مِنْكُمْ" أَيُّهَا الْاَحْرَار "الْحُلُم فَلْيَسْتَأْذِنُوا" فِي جَمِيع الْاَوْقَات "كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" أَيْ الْاَحْرَار الْكِبَار

اور اے آزاد انسانو! جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح تمام اوقات میں اجازت طلب کریں جس طرح وہ لوگ اجازت طلب کرتے رہے جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی جس طرح آزاد بڑے اجازت طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ

تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔

بلکہ ابھی قریب بلوغ ہیں۔ سنِ بلوغ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لڑکے کے لئے اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سترہ سال، عامہ علماء کے نزدیک لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے پندرہ سال ہے۔ (تفسیر احمدی، سورہ نور، لاہور)

| |
|---|
| وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ یَّضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ |
| غَیْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِیْنَةٍؕ وَاَنْ یَّسْتَعْفِفْنَ خَیْرٌ لَّهُنَّؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ٥ |
| اور وہ بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنہیں نکاح کی خواہش نہیں رہی ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (اوپر سے |
| ڈھانپنے والے اضافی) کپڑے اتار لیں بشرطیکہ وہ اپنی آرائش کو ظاہر کرنے والی نہ بنیں، اور اگر وہ پرہیزگاری اختیار کریں |
| تو ان کے لئے بہتر ہے، اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ |

## پردے کے احکام میں ضعیف خواتین کیلئے رخصت کا بیان

"وَالْقَوَاعِد مِنَ النِّسَاء " قَعَدْنَ عَنْ الْحَيْض وَالْوَلَد لِكِبَرِهِنَّ "اللَّاتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا" لِذَلِكَ "فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاح أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابهنَّ" مِنْ الْجِلْبَاب وَالرِّدَاء وَالْقِنَاع فَوْق الْخِمَار "غَيْر مُتَبَرِّجَات" مُظْهِرَات "بِزِينَةٍ" خَفِيَّة كَقِلَادَةٍ وَسِوَار وَخَلْخَال "وَأَنْ يَسْتَعْفِفْنَ" بِأَنْ لَا يَضَعْنَهَا "خَيْر لَهُنَّ وَاَللَّه سَمِيع" لِقَوْلِكُمْ "عَلِيم" بِمَا فِي قُلُوبكُمْ

اور وہ بوڑھی خانہ نشین عورتیں یعنی جو حیض اور بچے کی ولادت سے بڑھاپے کی وجہ سے رہ گئی ہیں۔ جنہیں اب نکاح کی خواہش نہیں رہی ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے اوپر سے ڈھانپنے والے اضافی کپڑے اتار لیں جس طرح برقع، چادر اور سینے بند یا دوپٹہ وغیرہ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہ بھی اپنی آرائش کو ظاہر کرنے والی نہ بنیں، جس طرح پازیب کنگن اور گلوبند ہے اور اگر وہ پرہیزگاری اختیار کریں یعنی زائد اوڑھنے والے کپڑے بھی نہ اتاریں تو ان کے لئے بہتر ہے، اور اللہ ان کی بات کو خوب سننے والا، ان کے دلوں کو جاننے والا ہے۔

## عورتوں کے احکام پردہ کی تاکید کا بیان

اس سے پہلے عورتوں کے حجاب اور پردہ کے احکام دو آیتوں میں مفصل آچکے ہیں اور ان میں دو استثناء بھی ذکر کئے گئے۔ ایک استثناء، ناظر یعنی دیکھنے والے کے اعتبار سے، دوسرا استثناء منظور یعنی جس کو دیکھا جائے اس کے اعتبار سے۔ ناظر کے اعتبار سے تو محارم کو اور اپنی مملوکہ کنیزوں نابالغ بچوں کو مستثنیٰ کیا گیا تھا اور منظور یعنی جس چیز کو نظروں سے چھپانا مقصود ہے اس کے اعتبار سے زینت ظاہرہ کو مستثنیٰ کیا گیا جس میں اوپر کے کپڑے برقع یا بڑی چادر باتفاق مراد ہیں اور بعض کے نزدیک عورت کا چہرہ اور ہتھیلیاں بھی اس استثناء میں داخل ہیں۔

| |
|---|
| لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا |
| عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ |
| اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ |
| اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا |
| جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً |
| طَيِّبَةً ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ |
| اندھے پر کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے کہ تم اپنے گھروں سے کھالو |
| یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے |
| چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن |
| گھروں کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سب کے سب |
| مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے پر سلام کہا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ |
| دعا ہے، اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو تمہارے لئے واضح فرماتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو۔ |

## کھانے پینے کے آداب معاشرت کا بیان

"لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَج وَلَا عَلَى الْأَعْرَج حَرَج وَلَا عَلَى الْمَرِيض حَرَج" فِي مُؤَاكَلَة مُقَابِلِيهِمْ "وَلَا" حَرَج "عَلَى أَنْفُسكُمْ أَنْ تَأْكُلُوا مِنْ بُيُوتكُمْ" بُيُوت أَوْلَادكُمْ "أَوْ بُيُوت آبَائِكُمْ أَوْ بُيُوت أُمَّهَاتكُمْ أَوْ بُيُوت إِخْوَانكُمْ أَوْ بُيُوت أَخَوَاتكُمْ أَوْ بُيُوت أَعْمَامكُمْ أَوْ بُيُوت عَمَّاتكُمْ أَوْ بُيُوت أَخْوَالكُمْ أَوْ بُيُوت خَالَاتكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحه" خَزَنْتُمُوهُ لِغَيْرِكُمْ "أَوْ صَدِيقكُمْ" وَهُوَ مَنْ صَدَقَكُمْ فِي مَوَدَّته الْمَعْنَى يَجُوز الْأَكْل مِنْ بُيُوت مَنْ ذُكِرَ وَإِنْ لَمْ يَحْضُرُوا إِذَا عَلِمَ رِضَاهُمْ بِهِ "لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح أَنْ تَأْكُلُوا جَمِيعًا" مُجْتَمِعِينَ "أَوْ أَشْتَاتًا" مُتَفَرِّقِينَ جَمْع شَتّ نَزَلَ فِيمَنْ تَحَرَّجَ أَنْ يَأْكُل وَحْده وَإِذَا لَمْ يَجِد مَنْ يُؤَاكِلهُ يَتْرُك الْأَكْل "فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا" لَكُمْ لَا أَهْل بِهَا "فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسكُمْ" قُولُوا السَّلَام عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَاد اللَّه الصَّالِحِينَ فَإِنَّ الْمَلَائِكَة تَرُدّ عَلَيْكُمْ وَإِنْ كَانَ بِهَا أَهْل فَسَلِّمُوا عَلَيْهِمْ "تَحِيَّة" مَصْدَر حَيَّا "مِنْ عِنْد اللَّه مُبَارَكَة طَيِّبَة" يُثَاب عَلَيْهَا "كَذَلِكَ يُبَيِّن اللَّه لَكُمْ الْآيَات" أَيْ يُفَصِّل لَكُمْ مَعَالِم دِينكُمْ "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" لِكَيْ تَفْهَمُوا ذَلِكَ

اندھے پر کوئی رکاوٹ نہیں اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور نہ خود تمہارے لئے کوئی مضائقہ ہے کہ تم اپنے گھروں سے کھانا کھالو یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا جن گھروں کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یعنی جن میں ان کے مالکوں کی طرف سے تمہیں ہر قسم کے تصرّف کی اجازت ہے یا اپنے دوستوں کے گھروں سے کھانا کھا لینے میں مضائقہ نہیں، اور وہ دوستی میں سچا ہو۔اس مذکورہ لوگوں کے گھروں میں ان کی عدم موجودگی میں بھی کھانا جائز ہے جبکہ ان کی رضامندی معلوم ہو،تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم سب کے سب مل کر کھاؤ، یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جو تنہا کھانا نہیں کھاتا جبکہ تک کوئی کھانے والا نہ پائے۔یا الگ الگ، اور یہاں پر اشتاتا یہ شت کی جمع ہے معنی الگ الگ ہے۔پھر جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے گھر والوں پر سلام کہا کرو اور اگر وہ نہ ہوں تو خود اپنے آپ کو سلام کرو اور یہ کہو کہ ہم پر سلامتی ہو اور اللہ کے نیک بندون پر سلام ہو پس تمہیں اس سلام کو جواب فرشتے تم پر لوٹا دیں گے۔اور اگر گھر والے ہیں تو انہیں سلام کرو۔یہاں تحیۃ یہ حیا کی مصدر ہے۔اللہ کی طرف سے بابرکت پاکیزہ دعا ہے، جس پر ثواب دیا جاتا ہے۔اس طرح اللہ اپنی آیتوں کو تمہارے لئے واضح فرماتا ہے یعنی تمہارے لئے دین کے احکام بیان کرتا ہے۔تاکہ تم (احکام شریعت اور آدابِ زندگی کو) سمجھ سکو۔

## دوسروں کے ہاں سے کھانے پینے کے احکام میں اجازت واعذار کا بیان

مجاہد فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نابینا،لنگڑے اور مریض کو اپنے والد، بھائی، بہن، پھوپھی، یا خالہ کے گھر لے جاتا تو یہ اپاہج لوگ اس سے بچتے اور کہتے کہ تم ہمیں دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہو اس پر ان کے لیے رخصت کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(یاایھا الذین آمنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل) (سورہ نساء،29 ترجمہ۔مومنو ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔تو مسلمانوں نے حرج محسوس کیا اور کھانا تو افضل ترین مال ہے لہٰذا ہم میں سے کسی کے لیے کسی کے ہاں کھانا جائز نہیں ہے پس لوگ اس سے رک گئے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ضحاک نقل کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نبی کی بعثت سے پہلے نابینا، مریض، اور لنگڑے لوگوں کے کھانے میں اپنا کھانا نہ ملاتے تھے کیونکہ نابینا عمدہ کھانا نہیں دیکھ سکتا، مریض، تندرست کی طرح کھانا نہیں کھا سکتا، اور لنگڑا کھانے میں مزاحمت کی طاقت نہیں رکھتا ان کے ساتھ کھانے میں رخصت دینے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔مقسم سے روایت ہے کہ وہ لوگ نابینا اور لنگڑے کے ساتھ کھانا کھانے سے بچتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس سے ہی ایک روایت میں ہے کہ حارث رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں نکلے تو اپنے گھر والوں کی محافظت کے لیے خالد بن ولید کو چھوڑ گئے انہوں نے حضرت حارث کے اناج میں سے کچھ کھانا گناہ سمجھا جبکہ یہ تنگ دست تھے اس پر اللہ نے

یہ فرمان نازل کیا۔(لیس علیکم جناح)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ مسلمان رسول اللہ کے ساتھ جہاد میں نکلنے میں رغبت کرتے تھے وہ اپنے گھروں کی چابیاں اپاہج کو دے دیتے اور کہتے ہم نے تمہارے لیے اپنا مال حلال کر دیا لہٰذا تم ہمارے مال مین سے جو چاہو کھاؤ لیکن یہ کہتے کہ ہمارے لیے یہ کھانا جائز نہیں ہے کیونکہ اھوں نے بغر دلی رضامندی کے اجازت دی ہے اس پر اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا۔(لیس علیکم جناح)

امام زہری سے روایت ہے کہ ان سے اللہ کے اس فرمان کے متعلق دریافت کیا گیا۔(لیس علیکم جناح)۔یہ کیا وجہ ہے کہ نابینا لنگڑے اور مریض لوگوں کا یہاں خاص طور پر تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا مجھے عبداللہ بن عبداللہ نے بتایا کہ مسلمان جب جہاد کیلیے نکلتے تو اپنے پیچھے اپاہج، مریض لوگوں کو دیکھ بھال کے لیے چھوڑ جاتے اور انہیں اپنے دروازوں کی چابیاں دے دیتے اور کہتے کہ ہم نے تمہارے لیے اپنے گھروں میں کھانا پینا حلال کر دیا لیکن یہ لوگ اس سے بچتے اور کہتے کہ ہم ان کی غیر موجودگی مین ان کے گھروں مین داخل نہیں ہو سکتے اس پر اللہ نے ان کی رخصت کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔

قتادہ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ یہ آیت عرب کے ایک خاص قبیلے کے متعلق نازل ہوئی ان کا کوئی شخص اکیلا کھانا نہ کھاتا اور اپنے کھانے کو اس وقت تک اپنے ساتھ اٹھائے پھرتا کہ اس کے ساتھ کھانا کھلانے والا مل جاتا۔عکرمہ اور ابو صالح سے روایت ہے کہ انصار کے ہاں جب کوئی مہمان آتا تو وہ لوگ جب تک مہمان نہ کھاتے کھانا نہ کھاتے ان کے لیے رخصت کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی۔(سیوطی 202،طبری 18۔128،قرطبی 12۔312)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل) (سورہ بقرہ 188) ترجمہ۔اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

تو مسلمان مریض، اپاہج اور لنگڑوں کے ساتھ کھانے سے بچتے اور کہتے کھانا افضل ترین مال ہے جبکہ اللہ نے کسی کا مال باطل طریقے سے کھانے سے منع فرمایا ہے اور نابینا عمدہ کھانے کی جگہ نہیں دیکھ سکتا، مریض پوری طرح کھانا کھا نہیں سکتا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(طبری 18۔128)

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ لنگڑے لوگ تندرست لوگوں کا کھانا کھانے سے گریز کرتے کیونکہ لوگ ان سے گھن محسوس کرتے اور ان کے ساتھ کھانے کو ناپسند کرتے اور اہل مدینہ اپنے کھانے میں نابینا، لنگڑے اور مریض کو کراہت کے سبب شامل نہ کرتے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(طبری 18۔128)

مجاہد فرماتے ہین کہ یہ آیت مریض اور اپاہج لوگوں کو ان لوگوں کے گھروں میں جن کا نام اللہ نے آیت کریمہ میں نازل فرمایا ہے کھانا کھانے کی رخصت دینے کے لیے نازل ہوئی معاملہ اس طرح تھا کہ اصحاب رسول جب اپنے ہاں کوئی کھانے کی چیز نہ پاتے تو ان حضرات کو اپنے آباء اور امہات یا جن کا اللہ نے ذکر فرمایا ہے ان میں سے کسی کے گھر لے جاتے اور یہ اپاہج لوگ وہ کھانا

کھانے سے پرہیز کرتے کیونکہ یہ کھلانے والے اس کے مالک نہ ہوتے اور کہتے یہ ہمیں دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 276، طبری 18-129)

| |
|---|
| اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى |
| يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ |
| لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ آپ کے ساتھ کسی |
| ایسے کام پر حاضر ہوں جو یکجا کرنے والا ہو تو وہاں سے چلے نہ جائیں جب تک کہ وہ آپ سے اجازت نہ لے لیں، (اے رسولِ |
| معظم!) بیشک جو لوگ آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے |
| والے ہیں، پھر جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے اجازت چاہیں تو آپ (حاکم ومختار ہیں) ان میں سے جسے چاہیں |
| اجازت مرحمت فرما دیں اور ان کے لئے اللہ سے بخشش مانگیں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کے آداب کا بیان

"اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْله وَاِذَا كَانُوْا مَعَهُ" أَیْ الرَّسُول "عَلٰى أَمْرٍ جَامِعٍ" كَخُطْبَةِ الْجُمُعَة "لَمْ يَذْهَبُوْا" لِعُرُوضِ عُذْرٍ لَهُمْ "حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوْهُ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَك أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْله فَإِذَا اسْتَأْذَنُوْك لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ" أَمْرهمْ "فَأْذَنْ لِمَنْ شِئْت مِنْهُمْ" بِالِانْصِرَافِ

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ آپ کے ساتھ کسی ایسے اجتماعی کام پر حاضر ہوں جس طرح جمعہ کا خطبہ ہے۔ جو لوگوں کو یکجا کرنے والا ہو تو وہاں سے چلے نہ جائیں جب تک کہ وہ کسی خاص عذر کے باعث آپ سے اجازت نہ لے لیں، (اے رسولِ معظم!) بیشک جو لوگ (آپ ہی کو حاکم اور مرجع سمجھ کر) آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے والے ہیں، پھر جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لئے جانے کی اجازت چاہیں تو آپ (حاکم ومختار ہیں) ان میں سے جسے چاہیں اجازت مرحمت فرما دیں اور ان کے لئے اپنی مجلس سے اجازت لے کر جانے پر بھی اللہ سے بخشش مانگیں (کہ کہیں اتنی بات پر بھی گرفت نہ ہو جائے)، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## سورہ نور آیت ۶۲ کے شان نزول کا بیان

عروہ بن محمد بن کعب قرظی اور دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب قریش غزوہ احد کے موقع پر مسلمانوں کی طرف بڑھے تو انہوں نے مدینہ میں بئر رومہ کے قریب مجمع اسیال کے مقام پر پڑاؤ ڈالا ان کا قائد ابوسفیان تھا اور غطفان نے احد کی جانب نعمی مقام پر پڑاؤ ڈالا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا جس میں آپ

نے بنفس نفیس بھرپور شرکت کی اور مسلمانوں نے بھی خوب محنت کی جبکہ منافقین نے سستی کا مظاہرہ کیا یہ تھوڑا سا کام کرتے اور پھر آپ کی لاعلمی میں بغیر اجازت کھسک جاتے۔

جب کسی مسلمان کو کوئی ضروری حاجت پیش آتی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کرتا اور آپ سے اپنی حاجت کے لیے اجازت طلب کرتا تو آپ اسے اجازت مرحمت فرمادیتے جب وہ اپنی حاجت پوری کر لیتا تو واپس آجاتا۔ اللہ نے مومنین کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔(اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ) ۔(قرطبی 12۔321)

| |
|---|
| لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ |
| لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ |
| (اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو جانتا ہے |
| جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں چپکے سے کھسک جاتے ہیں، پس وہ لوگ ڈریں جو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) |
| کے امر کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔ |

## نبی کریم ﷺ سے ادب کے ساتھ مخاطب ہونے کا بیان

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" بِأَنْ تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ بَلْ قُوْلُوْا : یَا نَبِیَّ اللّٰہِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فِیْ لِیْنٍ وَتَوَاضُعٍ وَخَفْضِ صَوْتٍ "قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا" أَیْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْمَسْجِدِ فِی الْخُطْبَةِ مِنْ غَیْرِ اسْتِئْذَانٍ خُفْیَةً مُسْتَتِرِیْنَ بِشَیْءٍ وَقَدْ لِلتَّحْقِیْقِ "فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖ" أَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ "أَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ" بَلَاءٌ "أَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِیْمٌ" فِی الْآخِرَةِ

(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو یعنی یا محمد ﷺ نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ ﷺ، یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر عرض کیا کرو۔ جو نرم ہلکی اور ادب والی آہستہ آواز کے ساتھ ہو۔ (جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تمہاری مثل کیسے ہو سکتی ہے)، بیشک اللہ ایسے لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو تم میں سے ایک دوسرے کی آڑ میں (دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے) چپکے سے کھسک جاتے ہیں، یعنی مسجد میں خطبہ کے وقت بغیر اجازت کے خفیہ اشارے کنائے سے نکل جاتے ہو۔ اور یہاں پر لفظ قد تحقیق کیلئے آیا ہے۔ پس وہ لوگ ڈریں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم یعنی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی خلاف ورزی کر رہے ہیں کہ انہیں کوئی آفت آپہنچے گی یا آخرت میں ان پر دردناک عذاب آن پڑے گا۔

## حالت نماز میں بھی رسول اللہ ﷺ کے بلانے پر حاضر ہو جانے کا بیان

حضرت سعید بن معلیٰ روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں مسجد نبوی میں ایک دن نماز ادا کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا: میں نماز سے فارغ ہو کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نماز میں تھا اس لئے حاضر ہونے میں تاخیر ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ جب تم کو اللہ کا رسول ﷺ بلائے تو فوراً اس کی خدمت میں پہنچو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قبل اس سے کہ میں مسجد سے جاؤں تم کو قرآن پاک کی ایک ایسی سورت بتاؤں گا جو کہ ثواب کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور باہر جانے لگے، میں نے یاد دہانی کرائی تو ارشاد ہوا کہ وہ الحمد کی سورت ہے اور اس میں سات آیات ہیں اس کو ہر رکعت میں پڑھتے ہیں ان آیات کو سبع مثانی کہتے ہیں اور یہی قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا فرمایا گیا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1653)

## نبی کریم ﷺ سے کلام وگفتگو کے وقت ادب کے فرض ہونے کا بیان

اس تفسیر کی بناء پر معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی ضرورت سے بلاؤ یا مخاطب کرو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لے کر یا محمد ﷺ نہ کہو کہ بے ادبی ہے بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یارسول اللہ ﷺ یا نبی اللہ ﷺ وغیرہ کہا کرو۔ اس کا حاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا اور ہر ایسی چیز سے بچنا ہے جو ادب کے خلاف ہو یا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے۔ یہ حکم ایسا ہوگا جیسے سورہ حجرات میں اسی طرح کے کئی حکم دیئے گئے ہیں مثلاً وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرو تو ادب کی رعایت رکھو، ضرورت سے زیادہ اونچی آواز سے باتیں نہ کرو جیسے لوگ آپس میں کیا کرتے ہیں اور مثلاً یہ کہ جب آپ گھر میں تشریف رکھتے ہوں تو باہر سے آواز دے کر نہ بلاؤ بلکہ آپ کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرو اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ میں اسی کا بیان ہے۔

| |
|---|
| اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ |
| اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ |
| سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے جس حال پر تم ہو اور اس دن کو بھی جب |
| وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان میں سب اسی کی بادشاہت ہے

"أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض " مِلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا "قَدْ يَعْلَم مَا أَنْتُمْ " أَيُّهَا الْمُكَلَّفُونَ "عَلَيْهِ" مِنْ الْإِيمَان وَالنِّفَاق "وَ" يَعْلَم "يَوْم يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ" فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب أَيْ مَتَى يَكُون "فَيُنَبِّئُهُمْ" فِيهِ "بِمَا عَمِلُوا" مِنْ الْخَيْر وَالشَّرّ "وَاَللَّه بِكُلِّ شَيْء " مِنْ أَعْمَالهمْ وَغَيْرهَا

سن لو! بے شک اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین بادشاہت، مخلوق اور غلام میں ہے، یقیناً وہ جانتا ہے اے اہل تکلف جس حال پر تم ہو خواہ ایمان کی ہے یا نفاق کی ہے۔ اور اس دن کو بھی جب وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے، اس میں خطاب کی طرف التفات ہے پھر وہ انہیں بتائے گا جو کچھ انھوں نے اچھے یا برے اعمال کیے۔ اور اللہ ہر چیز یعنی ان کے اعمال وغیرہ کو خوب جاننے والا ہے۔

وراد مغیرہ رضی اللہ عنہ کے منشی روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ایک خط میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھوایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔ یعنی کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے، ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کی ہے بادشاہت اور اسی کیلئے ہے تعریف اور وہ ہر بات پر قادر ہے، اے اللہ جو کچھ تو دے، اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو چیز تو روک لے اس کا کوئی دینے والا نہیں اور کوشش والے کی کوشش تیرے سامنے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور شعبہ نے بھی عبدالملک سے ایسی ہی روایت کی ہے اور حسن بصری نے کہا جدی کہتے ہیں مالداری کو اور شعبہ نے اس حدیث میں حکم بن عقبہ سے انہوں نے قاسم بن مخیمرۃ سے انہوں وراد سے یہی روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 814)

## سورہ نور کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ نور کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْفُرْقَان

## یہ قرآن مجید کی سورت فرقان ھے

### سورت فرقان کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ الْفُرْقَان ( مَکِّیَّۃ اِلَّا الْآیَات 68 و 69 و 70 فَمَدَنِیَّۃ وَ آیَاتُھَا 77 نَزَلَتْ بَعْد یس)

سورہ فرقان مکیہ ہے اس میں چھ رکوع اور ستتر آیات اور آٹھ سو بانوے کلمات اور تین ہزار سات سو تین حروف ہیں۔ یہ سورہ یٰسین کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ پوری سورت جمہور مفسرین کے نزدیک مکی ہے۔ حضرت ابن عباس وقتادہ نے تین آیتوں کے متعلق بیان فرمایا کہ یہ مکی نہیں مدنی ہیں۔ باقی سورت مکی ہے اور بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور اس میں کچھ آیات مکی ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

### سورہ فرقان کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا نام فرقان ہے جو قرآن مجید کا نام بھی ہے۔ جس کا معنی حق اور باطل کے درمیان فرق کر دینا ہے۔ اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ فرقان آیا ہے۔ اور یہ سورت اسی نام سے معروف ہے۔

### سورہ فرقان کے زمانہ نزول کا بیان

اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو سورہ مومنون وغیرہ کا ہے، یعنی زمانہ قیام مکہ کا دور متوسط۔ ابن جریر اور امام رازی نے ضحاک بن مزاحم اور مقاتل بن سلیمان کی یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ سورت سورہ نساء سے 8 سال پہلے اتری تھی۔ اس حساب سے بھی اس کا زمانہ نزول وہی دور متوسط قرار پاتا ہے۔ (ابن جریر، جلد 19، صفحہ 28-30۔ تفسیر کبیر، جلد 6، صفحہ 358)

| |
|---|
| تَبٰـرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۙ |
| بڑی برکت والا ہے جس نے فیصلہ کرنے والا (قرآن) اپنے خاص بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام |
| جہانوں کے لئے ڈر سنانے والا ہو جائے۔ |

### نبی کریم ﷺ پر قرآن نازل کرنے والے برکت والے رب کا بیان

"تَبَارَكَ" تَعَالَى "الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَان" الْقُرْآن لِأَنَّهُ فَرَّقَ بَيْن الْحَقّ وَالْبَاطِل "عَلَى عَبْده" مُحَمَّد

"لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ دُون الْمَلَائِكَة "نَذِيرًا" مُخَوِّفًا مِنْ عَذَاب اللّٰه

وہ اللہ بڑی برکت والا ہے جس نے حق و باطل میں فرق اور فیصلہ کرنے والا قرآن اپنے محبوب و مقرب بندے حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا تاکہ وہ تمام جہانوں یعنی عالم انس و جن سوائے عالم ملائکہ کے، انہیں اللہ کے عذاب سے ڈر سنانے والا ہو جائے۔

## نبی کریم ﷺ کی رسالت کے عموم کا بیان

اس میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومِ رسالت کا بیان ہے کہ آپ تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے جن ہوں یا بشر یا فرشتے یا دیگر مخلوقات سب آپ کے امتی ہیں کیونکہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں اس میں یہ سب داخل ہیں ملائکہ کو اس سے خارج کرنا جیسا کہ جلالین میں شیخ محلی سے اور کبیر میں امام رازی سے اور شعب الایمان میں بیہقی سے صادر ہوا بیدلیل ہے اور دعوی اجماع غیر ثابت چنانچہ امام سبکی و بازری و ابن حزم و سیوطی نے اس کا تعاقب کیا اور خود امام رازی کو تسلیم ہے کہ عالم ماسوی اللہ کو کہتے ہیں پس وہ تمام خلق کو شامل ہے ملائکہ کو اس سے خارج کرنے پر کوئی دلیل نہیں علاوہ بریں مسلم شریف کی حدیث ہے "اُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَآفَّةً" یعنی میں تمام خلق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔ علامہ علی قاری نے مرقات میں اس کی شرح میں فرمایا یعنی تمام موجودات کی طرف جن ہوں یا انسان یا فرشتے یا حیوانات یا جمادات۔ اس مسئلہ کی کامل تنقیح و تحقیق شرح وبسط کے ساتھ امام قسطلانی کی مواہب لدنیہ میں ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فرقان، لاہور)

| |
|---|
| الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ |
| فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ۝ |
| وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک |
| رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ۔ |

## اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک ہے

"الَّذِي لَهُ مُلْك السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَلَمْ يَتَّخِذ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيك فِي الْمُلْك وَخَلَقَ كُلّ شَيْء" مِنْ شَأْنه أَنْ يُخْلَق "فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا" سَوَّاهُ تَسْوِيَة

وہ ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، جس کی شان مخلوق ہونا تھا۔ پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا اندازہ کیا۔

حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تکلیف دہ کلمات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر و تحمل کرنے والا کوئی نہیں، لوگ اس کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہیں وہ اس پر بھی (ان سے انتقام نہیں لیتا بلکہ) ان کو عافیت بخشتا ہے اور

روزی پہنچاتا ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 21)

رب قدوس کی ذات اس سے پاک اور بالاتر ہے کہ کوئی انسان اگر اپنے قول وفعل سے اس کو تکلیف پہنچانا ہے چاہے، تو وہ کامیاب ہو جائے یا کوئی آدمی اس کو نقصان پہنچانا چاہے تو اسے نقصان پہنچ جائے اس لئے یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ واقعی اس کو انسان کے قول فعل سے تکلیف پہنچتی ہے اور وہ صبر وتحمل کرتا ہے اور نہ اس حدیث کا مقصد اس بات کو ظاہر کرتا ہے۔اصل منشاء انسانی دل ودماغ کو جھنجوڑنا اور عقل وشعور کو بیدار کرنا ہے کہ جب اللہ کی اپنی بنائی ہوئی مخلوق اسی کے پیدا کئے ہوئے انسان اسی کے خزانہ قدرت سے مستفید ہونے والے لوگ اپنے قول وفعل سے اللہ کو ایذاء پہنچانے کے سامان تیار کرتے ہیں اس کو تکلیف دینے کا ادارہ کرتے ہیں جیسے اس کی نافرمانی کرنا اس کے احکام وہدایات اور اس کے دین کا مذاق اڑانا اور اس کی طرف ان چیزوں کی نسبت کرنا جن سے اس کی ذات بالکل پاک اور منزہ ہے مثلاً کسی کو اس کا جوڑا قرار دینا تو یہ ایسی باتیں ہیں کہ جن پر اس کا غضب اگر بھڑک اٹھے تو نہ صرف ان لوگوں کا تمام نظام زندگی تباہ وبرباد کر کے رکھ دے بلکہ پوری کائنات کو ایک ہی لمحے میں نیست ونابود کر ڈالے۔ مگر اس کے برداشت وتحمل کو دیکھو کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے کے باوجود کوئی انتقامی کاروائی نہیں کرتا، کسی کی روٹی روزی بند نہیں کرتا، کسی کو زندگی کے وسائل وذرائع سے محروم نہیں کرتا، جس طرح اس کے نیک اور اطاعت گزار بندے اس کے فضل وکرم کے سایہ میں ہیں اسی طرح بدکار اور سرکش بندے بھی اس کے خزانہ رحمت سے پل رہے ہیں اس کی نعمتوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔

| |
|---|
| وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ |
| ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا۝ |
| اور انھوں نے اس کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ |
| کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ اٹھائے جانے کے۔ |

## کفار کے جھوٹے معبودان کے پاس زندگی موت کا اختیار نہ ہونے کا بیان

"وَاتَّخَذُوا" أَيْ الْكُفَّار "مِنْ دُونه" أَيْ اللّٰه : أَيْ غَيْره "آلِهَة" هِيَ الْأَصْنَام "لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا" أَيْ دَفْعه "وَلَا نَفْعًا" أَيْ جَرّه "وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاة" أَيْ إِمَاتَة لِأَحَدٍ وَإِحْيَاء لِأَحَدٍ "وَلَا نُشُورًا" أَيْ بَعْثًا لِلْأَمْوَاتِ

اور انھوں نے یعنی کفار نے اس کے سوا یعنی اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا لیے، جو بت ہیں۔ جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور اپنے لیے نہ کسی نقصان کے مالک ہیں اور نہ نفع کے اور نہ کسی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے یعنی نہ کسی کو مارنے کا اور نہ کسی کو زندہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اور نہ اٹھائے جانے کے۔ یعنی مردوں کو زندہ کرنے کا بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ خالق، مالک، قادر، مختار، بادشاہ کو چھوڑ کر ان کی عبادتیں کرتے ہیں جو ایک مچھر کا پر بھی نہیں بنا سکتے بلکہ وہ خود اللہ کے بنائے ہوئے اور اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو بھی کسی نفع نقصان کے پہنچانے کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسرے کا بھلا کریں یا دوسرے کا نقصان کریں۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨافْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ |
| فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ |
| اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ محض افتراء ہے جسے اس نے گھڑ لیا ہے اور اس پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے، |
| بیشک کافر ظلم اور جھوٹ پر آئے ہیں۔ |

## کفار کا قرآن پر جھوٹ کا بہتان باندھنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا" أَيْ مَا الْقُرْآن "إِلَّا إِفْك" كَذِب "افْتَرَاهُ" مُحَمَّد "وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْم آخَرُونَ" وَهُمْ مِنْ أَهْل الْكِتَاب "فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا" كُفْرًا وَكَذِبًا : أَيْ بِهِمَا

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ قرآن محض افتراء ہے جس کو حضرت محمد ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور اس کے گھڑنے پر دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے، اور وہ مدد کرنے والے اہل کتاب ہیں۔ بیشک کافر ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔

یہاں دوسری جہالت بیان ہو رہی ہے جو ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہم وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو تو اس نے اوروں کی مدد سے خود ہی جھوٹ موٹ گھڑ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ ان کا ظلم اور جھوٹ ہے جس کے باطل ہونے کا خود انہیں بھی علم ہے۔ جو کچھ کہتے ہیں وہ خود اپنی معلومات کے بھی خلاف کہتے ہیں۔ کبھی ہانک لگانے لگتے ہیں کہ اگلی کتابوں کے قصے اس نے لکھوا لئے ہیں وہی صبح شام اس کی مجلس میں پڑھے جا رہے ہیں۔ یہ جھوٹ بھی وہ ہے جس میں کسی کو شک نہ ہو سکے اس لئے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ دنیا جانتی ہے کہ ہمارے نبی امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا چالیس سال کی نبوت سے پہلے کی زندگی آپ کی انہی لوگوں میں گزر رہی تھی اور وہ اس طرح کہ اتنی مدت میں ایک واقعہ بھی آپ کی زندگی کا یا اک لحہ بھی ایسا نہ تھا جس پر انگلی اٹھا سکے ایک ایک وصف آپ کا وہ تھا جس پر زمانہ شیدا تھا جس پر اہل مکہ رشک کرتے تھے آپ کی عام مقبولیت اور محبوبیت بلند اخلاق اور خوش معاملگی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ہر ایک دل میں آپ کے لئے جگہ تھی۔ عام زبانیں آپ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم امین کے پیارے خطاب سے پکارتی تھیں دنیا آپ کے قدموں تلے آنکھیں بچھاتی تھی۔ کونسا دل تھا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر نہ ہو کون سی آنکھ تھی جس میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت نہ ہو؟ کون سا مجمع تھا جس کا ذکر خیر نہ ہو؟ کون وہ شخص تھا جو آپ کی بزرگی صداقت امانت نیکی اور بھلائی کا قائل نہ ہو؟ پھر جب کہ اللہ کی بلند ترین عزت سے آپ معزز کئے گئے آسمانی وحی کے آپ امین بنائے گئے تو صرف باپ دادوں کی روش کو پامال ہوتے ہوئے دیکھ کر یہ بیوقوف بے پیندے لوٹے کی طرح لڑھک گئے تھالی کے بینگن کی طرح

ادھر سے ادھر ہوگئے، لگے باتیں بنانے، اور عیب جوئی کرنے لیکن جھوٹ کے پاؤں کہاں؟ کبھی آپ کو شاعر کہتے، کبھی ساحر، کبھی مجنوں اور کبھی کذاب، حیران تھے کہ کیا کہیں اور کس طرح اپنی جاہلانہ روش کو باقی رکھیں اور اپنے معبودان باطل کے جھنڈے اوندھے نہ ہونے دیں اور کس طرح ظلم کدہ دنیا کو نور الٰہی سے نہ جگمگانے دیں؟ اب انہیں جواب ملتا ہے کہ قرآن کی سچی حقائق پہ مبنی اور سچی خبریں اللہ کی دی ہوئی ہیں جو عالم الغیب ہے، جس سے ایک ذرہ بھی پوشیدہ نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝ |
| اورانھوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جو اس نے لکھوالی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ |

## قرآن کو پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دینے والے کفار کا بیان

"وَقَالُوا" أَيْضًا هُوَ "أَسَاطِير الْأَوَّلِينَ" أَكَاذِيبهمْ : جَمْع أُسْطُورَة بِالضَّمِّ "اكْتَتَبَهَا" انْتَسَخَهَا مِنْ ذَلِكَ الْقَوْم بِغَيْرِهِ "فَهِيَ تُمْلَى" تُقْرَأ "عَلَيْهِ" لِيَحْفَظهَا "بُكْرَة وَأَصِيلًا" غُدْوَة وَعَشِيًّا قَالَ تَعَالَى رَدًّا عَلَيْهِمْ

اور انھوں نے قرآن کے بارے میں یہ بھی کہا یہ پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں، یہاں پر لفظ اساطیر یہ اسطورہ کی جمع ہے جو ضمہ کے ساتھ ہے۔ جو اس نے دوسری قوم وغیرہ سے لکھوالی ہیں، تو وہ پہلے اور پچھلے پہر اس پر پڑھی جاتی ہیں۔ تاکہ اس کو محفوظ کرلیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔

ان ظالموں کا قرآن حکیم کے بارے میں کہنا تھا کہ یہ کوئی خدائی کلام نہیں جیسا کہ محمد ﷺ کا دعویٰ ہے، بلکہ یہ پہلے لوگوں کے قصے اور ان کے افسانے ہیں، جو ان کی فرمائش پر کچھ لوگ ان کو لکھ کر دے دیتے ہیں، اور وہ صبح وشام ان پر پیش کئے جاتے ہیں، جن کو یہ شخص خدائی کلام کہہ کر آگے پیش کرتا ہے۔ اِكْتَتَبَ فَلَانٌ کے معنی اہل لغت اس طرح کرتے ہیں اَیْ سَالَہ، اَنْ یَّکْتُبَ لَہ، یعنی اس نے اس سے فرمائش اور درخواست کی کہ وہ اسکے لئے لکھ دے، سو ان بدبختوں کا قرآن حکیم کے بارے میں کہنا تھا کہ یہ شخص دوسروں سے لکھوائی گئی باتوں کو ہمارے سامنے وحی الٰہی کے نام سے پیش کرتا ہے، پس اسکی باتوں میں آنے کی اور اسکے پیش کردہ اس کلام اور اسکی تاثیر سے مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ |
| فرمادیجئے: اس (قرآن) کو اس نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین میں تمام رازوں کو جانتا ہے، بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ |

## زمین وآسمان کے پوشیدہ رازوں کو جاننے والے کا قرآن کو نازل کرنا

"قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَم السِّرّ" الْغَيْب "فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض إنَّهُ كَانَ غَفُورًا" لِلْمُؤْمِنِينَ "رَحِيمًا"

فرما دیجئے: اس قرآن کو اس اللہ نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین میں موجود تمام رازوں کو جانتا ہے، بیشک وہ بڑا بخشنے والا، ان کے ساتھ مہربان ہے۔

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ کلام خود اس کا شاہد ہے کہ اس کی نازل کرنے والی وہ ذات پاک حق تعالیٰ کی ہے جو آسمانوں اور زمین کے سب خفیہ رازوں سے واقف و باخبر ہے۔ اسی لئے قرآن کو ایک کلام معجز بنایا اور ساری دنیا کو چیلنج کیا کہ اگر اس کو تم خدا کا کلام نہیں مانتے کسی انسان کا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی انسان ہو اس جیسا کلام زیادہ نہیں تو ایک سورۃ بلکہ ایک آیت ہی بنا کر دکھلا دو۔ یہ چیلنج جس کا جواب دینا عرب کے فصیح و بلیغ لوگوں کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں مگر انہوں نے اس سے راہ فرار اختیار کی۔ کسی کو اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ قرآن کی ایک آیت کے مقابلہ میں اس جیسی دوسری آیت لکھ لائے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اپنا مال و متاع بلکہ اپنی اولاد اور اپنی جان تک خرچ کرنے کو تیار ہو گئے۔ یہ مختصری بات نہ کر سکے کہ قرآن کی مثل ایک سورت لکھ لاتے یہ دلیل واضح اس امر کی ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا نہیں، ورنہ دوسرے انسان بھی ایسا کلام لکھ سکتے، صرف اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہی کا ہے۔ علاوہ فصاحت و بلاغت کے اس کے تمام معانی و مضامین بھی ایسے علوم پر مشتمل ہیں جو اس ذات کی طرف سے ہو سکتے ہیں جو ہر ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ |
| اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ |
| اور وہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے، یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں |
| نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ ڈر سنانے والا ہوتا۔ ۝ |

## رسول مکرم ﷺ کو بشری تقاضوں میں دیکھ کر انکار کا بیان

"وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُول يَأْكُل الطَّعَام وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاق لَوْلَا" هَلَّا "أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَك فَيَكُون مَعَهُ نَذِيرًا" يُصَدِّقهُ

اور وہ کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا ہے، یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کی طرف کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا کہ وہ اس کے ساتھ مل کر ڈر سنانے والا ہوتا۔ جو آپ کی تصدیق کرتا۔

## انکار رسالت میں کفار کے اجتماعی نظریے کا بیان

کفار کے اس نظریے کو بیان کیا جا رہا ہے کہ رسول کی رسالت کی انکار کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ اور بازاروں میں تجارت اور لین دین کے لئے آتا جاتا کیوں ہے؟ اس کے ساتھ ہی کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا؟ کہ وہ اس کے دعوے کی تصدیق کرتا اور لوگوں کو اس کے دین کی طرف بلاتا اور عذاب الٰہی سے آگاہ کرتا۔ فرعون نے بھی یہی کہا تھا کہ

آیت (فَلَوْلَا اُلْقِیَ عَلَیْہِ اَسْوِرَۃٌ مِّنْ ذَھَبٍ اَوْ جَاءَ مَعَہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ مُقْتَرِنِیْنَ، الزخرف:53)، اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا اس کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے۔ چونکہ دل ان تمام کافروں کے یکساں ہیں۔

| |
|---|
| اَوْ یُلْقٰٓی اِلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ تَکُوْنُ لَہٗ جَنَّۃٌ یَّاْکُلُ مِنْھَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○ |
| یا اس کی طرف کوئی خزانہ اتار دیا جاتا یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا اور ظالم لوگ سے کہتے ہیں کہ |
| تم تو محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔ |

## کفار کا انبیائے کرام کی تعلیمات کو جادو کہہ کر انکار کر دینے کا بیان

"اَوْ یُلْقٰی اِلَیْہِ کَنْز" مِنَ السَّمَاء یُنْفِقهُ وَلَا یَحْتَاج اِلَی الْمَشْی فِی الْاَسْوَاق لِطَلَبِ الْمَعَاش "اَوْ تَکُون لَهٗ جَنَّة" بُسْتَان "یَاْکُل مِنْهَا" اَیْ مِنْ ثِمَارهَا فَیَکْتَفِی بِهَا وَفِی قِرَاءَة نَاْکُل بِالنُّونِ : اَیْ نَحْنُ فَیَکُون لَهٗ مَزِیَّة عَلَیْنَا بِهَا "وَقَالَ الظَّالِمُونَ" اَیْ الْکَافِرُونَ لِلْمُؤْمِنِینَ "اِنْ" مَا "تَتَّبِعُونَ اِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا" مَخْدُوعًا مَغْلُوبًا عَلَی عَقْله

یا اس کی طرف کوئی خزانہ آسمان سے اتار دیا جاتا جس کو وہ خرچ کرتا اور طلب معاش کیلئے بازاروں میں جانے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس کے پھلوں سے وہ کھایا کرتا پس وہ اس کے لئے کافی ہوتا۔ یہاں پر ایک قرأت میں ناکل نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس کی وجہ ہم انہیں اپنے اوپر فوقیت دیتے۔ اور ظالم لوگ یعنی کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کر رہے ہو۔ یعنی ان کی عقل پر فریب کا غلبہ ہے۔ (نعوذ باللہ)

یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مفتریات ہیں۔ کبھی دعوے کرتے ہیں کہ نہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسحور بتلاتے ہیں کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنوں، یہ اضطراب خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لیے کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور الزام لگانے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔

| |
|---|
| اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَبِیْلًا ○ |
| (اے حبیب مکرّم!) ملاحظہ فرمایئے یہ لوگ آپ کے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں پس یہ گمراہ ہو چکے ہیں |
| سو یہ کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔ |

## گمراہ لوگوں کی بیان کردہ مثالوں کا بیان

"اُنْظُرْ کَیْفَ ضَرَبُوا لَکَ الْاَمْثَال" بِالْمَسْحُورِ وَالْمُحْتَاج اِلَی مَا یُنْفِقهُ وَاِلَی مَلَک یَقُوم مَعَهُ بِالْاَمْرِ "فَضَلُّوا" بِذٰلِکَ عَنِ الْهُدٰی "فَلَا یَسْتَطِیعُونَ سَبِیلًا" طَرِیقًا اِلَیْهِ

(اے حبیب مکرم!) ملاحظہ فرمایئے یہ لوگ آپ کے لئے کیسی کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں یعنی مسحور اور خرچ کی طرف محتاج ہونے کی اور آپ کے ساتھ فرشتہ ہونے کی مثال ہے۔ پس یہ ہدایت سے گمراہ ہو چکے ہیں پس یہ ہدایت کا کوئی راستہ نہیں پا سکتے۔

یعنی کبھی کہتے ہیں کہ اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے جو کہتا ہے کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے کبھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن اس نے خود ہی تصنیف کر ڈالا ہے۔ البتہ اس سلسلہ میں دوسروں سے بھی مدد لیتا ہے۔ کبھی آپ کو کاہن کہتے ہیں، کبھی شاعر، کبھی ساحر، جادوگر اور کبھی مسحور۔ پھر کہیں یہ کہتے ہیں کہ اسے فرشتہ ہونا چاہئے تھا۔ کبھی کہتے ہیں کہ اگر بشر ہی تھا تو کم از کم اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی رہا کرتا۔ کبھی یہ اس نبی کے پاس مال و دولت کی کثرت ہونا چاہئے تھی۔ یہ سب باتیں دراصل ان کے دعوت حق کو قبول نہ کرنے کے بہانے ہیں۔ ہٹ دھرمی اور تعصب نے ان کو اندھا کر رکھا ہے اور ایسی بے تکی باتیں بنانے پر مجبور کر رکھا ہے۔ ان کی ان باتوں کی حیثیت "خوئے بدرا بہانہ بسیار" سے زیادہ کچھ نہیں۔ البتہ ان کی ایسی ہٹ دھرمی کی باتوں سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ دعوت حق کو کسی قیمت پر قبول نہیں کریں گے۔ اور ان کے یہ مطالبات اور اعتراضات محض شرارت اور تنگ کرنے کی بنا پر ہیں۔

| |
|---|
| تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَیَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ |
| بہت برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو تیرے لیے اس سے بھی بہتر بنا دے ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں |
| چلتی ہیں اور تیرے لیے کئی محل بنا دے۔ |

## اللہ چاہے تو دنیا میں جنتی نہروں کو جاری کر دے

"تَبَارَكَ" تَكَاثَرَ خَيْر "الَّذِي إِنْ شَاءَ جَعَلَ لَك خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ" الَّذِي قَالُوهُ مِنْ الْكَنْز وَالْبُسْتَان "جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار" أَيْ فِي الدُّنْيَا لِأَنَّهُ شَاءَ أَنْ يُعْطِيَهُ إِيَّاهَا فِي الْآخِرَة "وَيَجْعَل" بِالْجَزْمِ "لَك قُصُورًا" أَيْضًا وَفِي قِرَاءَة بِالرَّفْعِ اسْتِئْنَافًا

یہاں پر لفظ تبارک کا معنی کثرت برکت والا ہونا ہے۔ بہت برکت والا ہے وہ کہ اگر چاہے تو آپ کیلیے اس سے بھی بہتر بنا دے۔ یعنی جو انہوں نے خزانہ اور باغات کا کہا ہے۔ ایسے باغات جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں یعنی وہ چاہے تو دنیا میں ہی ایسا کر دے لیکن وہ یہ چیزیں آخرت میں عطا فرمائے گا۔ اور آپ کے لیے کئی محل بنا دے۔ یہاں پر لفظ یجعل لام کلمہ کے جزم کے ساتھ آیا ہے اور جملہ مستانفہ ہونے کی صورت میں مرفوع بھی آیا ہے۔

یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

ابھی دنیا میں عطا کر دے۔لیکن حکمت الٰہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں۔اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق وصداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔باقی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت ثابت کرنے کے لیے جو دلائل ومعجزات پیش کیے جاچکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔

| |
|---|
| بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ |
| مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ |
| بلکہ انھوں نے قیامت کو جھٹلا دیا اور ہم نے اس کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے ،ایک بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ |
| جب وہ دور کی جگہ سے ان کے سامنے ہوگی یہ اس کے جوش مارنے اور چنگھاڑنے کی آواز کو سنیں گے۔ |

## قیامت کے دن کفار کیلئے سخت آگ ہونے کا بیان

"بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ" الْقِيَامَة "وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا" نَارًا مُسَعَّرَة : أَيْ مُشْتَدَّة، "إِذَا رَأَتْهُمْ مِنْ مَكَان بَعِيد سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا" غَلَيَانًا كَالْغَضْبَانِ إِذَا غَلَى صَدْره مِنْ الْغَضَب "وَزَفِيرًا" صَوْتًا شَدِيدًا أَوْ سَمَاع التَّغَيُّظ رُؤْيَته وَعِلْمه،

بلکہ انھوں نے قیامت کو جھٹلا دیا اور ہم نے اس کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے ،ایک بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔یعنی سخت آگ تیار کر رکھی ہے۔جب وہ آتشِ دوزخ جو دور کی جگہ سے ہی ان کے سامنے ہوگی یہ اس کے جوش مارنے یعنی تب وہ جوش مارے گی جب اس کے سینے میں غضب ہوگا۔اور چنگھاڑنے کی آواز کو سنیں گے۔اور زفیر اس آواز کو کہتے ہیں جو غصے کے وقت سن کر غصہ دیکھا اور معلوم کیا جائے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن (یعنی قیامت کے دن) دوزخ کو (اس جگہ سے کہ جہاں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے) لایا جائے گا اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے متعین ہوں گے جو اس کو کھینچے ہوئے لائیں گے۔(رواہ مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 231)

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کو لاکھوں فرشتے اس کی جگہ سے کھینچ کر محشر والوں کے سامنے لائیں گے اور ایسی جگہ رکھ دینگے کہ وہ اہل محشر اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی اور جنت تک جانے کے لئے اس پل صراط کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہوگا جو دوزخ کی پیٹھ پر رکھا ہوگا دوزخ جو ستر ہزار باگیں ہوں گی ان کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ جب لائی جائے گی تو اہل دوزخ پر اپنی غضب ناکی کا اظہار کر رہی ہوگی اور چاہے گی سب وہ نگل لے اور ہڑپ کر جائے پس نگہبان فرشتے اس کو انہیں باگوں کے ذریعہ روکیں گے اگر اس کی باگیں چھوڑ دی جائیں اور اس کو حملہ آور ہونے سے باز نہ رکھا جائے تو وہ مومن اور کافر سب کو چٹ کر جائے۔

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝

اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ سے زنجیروں کے ساتھ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے اس وقت وہ ہلاکت کو پکاریں گے۔

آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت زیادہ ہلاکتوں کو پکارو۔

## قیامت کے دن کفار کا ہلاکت کو پکارنے کا بیان

"وَإِذَا أُلْقُوا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف بِأَنْ يُضَيَّق عَلَيْهِمْ وَمِنْهَا حَال مِنْ مَكَانًا لِأَنَّهُ فِي الْأَصْل صِفَة لَهُ "مُقَرَّنِينَ" مُصَفَّدِينَ قَدْ قُرِنَتْ : أَيْ جُمِعَتْ أَيْدِيهِمْ إلَى أَعْنَاقهمْ فِي الْأَغْلَال وَالتَّشْدِيد لِلتَّكْثِيرِ "دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُورًا" هَلَاكًا فَيُقَال لَهُمْ "لَا تَدْعُوا الْيَوْم ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا" كَعَذَابِكُمْ،

اور جب وہ اس میں کسی تنگ جگہ سے زنجیروں کے ساتھ جکڑے ہوئے ہوں گے یہاں پر لفظ ضیقا یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔اور یہ کہ مکانا سے حال ہے کیونکہ یہ اصل میں اسی کی صفت ہے۔مقرنین یعنی ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھا ہوا ہوگا۔اور تشدید کی صورت میں کثرت کا معنی ہے۔جہنم میں ڈالے جائیں گے اس وقت وہ اپنی ہلاکت کو پکاریں گے۔تو انہیں کہا جائے گا آج ایک ہلاکت کو مت پکارو، بلکہ بہت زیادہ ہلاکتوں کو پکارو۔جس طرح تمہارا عذاب ہے۔

مسند احمد میں ہے سب سے پہلے ابلیس کو جہنمی لباس پہنایا جائے گا یہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا ہوا اپنی ذریت کو پیچھے لگائے ہوئے موت و ہلاکت کو پکارتا ہوا دوڑتا پھرے گا۔اس کے ساتھ ہی اس کی اولاد بھی سب حسرت وافسوس، موت وغارت کو پکار رہی ہوگی۔اس وقت ان سے یہ کہا جائے گا۔ثبور سے مراد موت، ویل، حسرت، خسارہ، بربادی وغیرہ ہے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ۝

فرما دیجئے: کیا یہ بہتر ہے یا دائمی جنت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ان کی جزا اور ٹھکانا ہے۔

## اہل تقویٰ کیلئے جنت خلد کے وعدے کا بیان

"قُلْ أَذَلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ الْوَعِيد وَصِفَة النَّار "خَيْر أَمْ جَنَّة الْخُلْد الَّتِي وُعِدَ" وُعِدَهَا "الْمُتَّقُونَ" كَانَتْ لَهُمْ" فِي عِلْمه تَعَالَى "جَزَاء" ثَوَابًا "وَمَصِيرًا" مَرْجِعًا

فرما دیجئے: کیا یہ ذکر کردہ وعید اور جہنم کی آگ والی حالت بہتر ہے یا دائمی جنت کی زندگی جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یعنی ان کی جزاء وعدہ اللہ کے علم میں ہے۔یہ ان کے اعمال کی جزا اور ٹھکانا ہے۔

پھر فرماتا ہے بتلاؤ یہ اچھے ہیں یا وہ؟ جو دنیا میں گناہوں سے بچتے رہے اللہ کا ڈر دل میں رکھتے رہے اور آج اس کے بدلے اپنے اصلی ٹھکانے پہنچ گئے یعنی جنت میں جہاں من مانی نعمتیں ابدی لذتیں دائمی مسرتیں ان کے لئے موجود ہیں عمدہ کھانے، اچھے بچھونے، بہترین سواریاں، پرتکلف لباس بہتر بہتر مکانات، بنی سنوری پاکیزہ حوریں، راحت افزا منظر، ان کے لئے مہیا ہیں جہاں تک کسی کی نگاہیں تو کہاں خیالات بھی نہیں پہنچ سکتے۔ نہ ان راحتوں کے بیانات کسی کان میں پہنچے۔ پھر ان کے کم ہو جانے، خراب ہو جانے، ٹوٹ جانے، ختم ہو جانے، کا بھی کوئی خطرہ نہیں اور نہ ہی وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں کم ہوں۔ لازوال، بہترین زندگی، ابدی رحمت، دوامی کی دولت انہیں مل گئی اور ان کی ہوگئی۔ یہ رب کا احسان وانعام ہے جو ان پر ہوا اور جس کے یہ مستحق تھے۔ رب کا وعدہ ہے جو اس نے اپنے ذمے کرلیا ہے جو ہو کر رہنے والا ہے جس کا عدم ایفا ناممکن ہے، جس کا غلط ہونا محال ہے۔

| |
|---|
| لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَآؤُونَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْؤُوْلًا ○ |
| ان کے لیے اس میں جو چاہیں گے ہوگا، ہمیشہ رہنے والے، یہ تیرے رب کے ذمے ہو چکا، ایسا وعدہ جو قابل طلب ہے۔ |

### اہل جنت جو چاہیں گے وہی ملے گا

"لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ خَالِدِينَ" حَال لَازِمَة "كَانَ" وَعْدهمْ مَا ذُكِرَ "عَلَى رَبّك وَعْدًا مَسْئُولًا" يَسْأَلهُ مَنْ وُعِدَ بِهِ "رَبّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتنَا عَلَى رُسُلك" أَوْ تَسْأَلهُ لَهُمْ الْمَلَائِكَة "رَبّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّات عَدْن الَّتِي وَعَدْتهمْ"

ان کے لیے اس میں جو چاہیں گے ہوگا، ہمیشہ رہنے والے، یہاں پر خالدین یہ حال لازمہ ہے۔ یہ تیرے رب کے ذمے ہو چکا، ایسا وعدہ جو قابل طلب ہے۔ یعنی اس نے جو وعدہ کیا اس سے طلب کیا جائے۔ جس طرح یہ دعائیں ہیں۔ "رَبّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتنَا عَلَى رُسُلك" أَوْ تَسْأَلهُ لَهُمْ الْمَلَائِكَة "رَبّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّات عَدْن الَّتِي وَعَدْتهمْ"

اس سے اس کے وعدے کے پورا کرنے کا سوال کرو، اس سے جنت طلب کرو، اسے اس کا وعدہ یاد دلاؤ۔ یہ بھی اس کا فضل ہے کہ اس کے فرشتے اس سے دعائیں کرتے رہتے ہیں کہ رب العالمین مومن بندوں سے جو تیرا وعدہ ہے اسے پورا کر اور انہیں جنت عدن میں لے جا۔

یعنی ایمانداروں اور پرہیزگاروں سے اللہ کا یہ حتمی وعدہ ہے کہ وہ انہیں جنت عطا فرمائے گا۔ اس جنت میں وہ جو کچھ بھی خواہش کریں گے انہیں مہیا کی جائے گی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اس جنت میں قیام پذیر رہیں گے۔ یہ ایک ہی وعدہ کے تین اجزاء ہوئے اور اس وعدہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ وہ اس کے لئے اللہ سے دعا مانگتے رہا کریں اور جنت کا مطالبہ کرتے رہا کریں۔ جیسا کہ مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی گئی۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ |
| عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝ |
| اور جس دن وہ انہیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، |
| یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ |

## قیامت کے دن پوجا کرنے والوں کو ان کے معبودوں سمیت لائے جانے کا بیان

"وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ" بِالنُّونِ وَالتَّحْتَانِيَّة "وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰه" أَيْ غَيْره مِنْ الْمَلَائِكَة وَعِيسَى وَعُزَيْر وَالْجِنّ "فَيَقُول" تَعَالَى بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَالنُّون لِلْمَعْبُودِينَ إِثْبَاتًا لِلْحُجَّةِ عَلَى الْعَابِدِينَ "أَأَنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه "أَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ" أَوْقَعْتُمُوهُمْ فِي الضَّلَال بِأَمْرِكُمْ إِيَّاهُمْ بِعِبَادَتِكُمْ "أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيل" طَرِيق الْحَقّ بِأَنْفُسِهِمْ

یہاں پر یحشر یہ نون اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور جس دن وہ انہیں اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے، یعنی جو فرشتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام ہیں یا جو جنات تھے۔ اکٹھا کرے گا، پھر کہے گا، یہاں یقول نون کے ساتھ اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ان کے معبودوں کو اس لئے لایا جائے گا تا کہ ان پوجا کرنے والوں پر حجت کو مکمل کیا جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا، یا وہ خود راستے سے بھٹک گئے تھے؟ یعنی انہوں نے خود حق کا راستہ چھوڑا تھا؟ یہاں پر أأنتم میں دونوں ہمزوں کے تحقق اور دوسرے کو الف سے بدل گیا اور دونوں کی تسہیل کے ساتھ اور ان دونوں کے درمیان الف تسہیلیہ کا داخل کیا گیا اور داخل نہیں بھی کیا گیا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ہم نے عرض نے کیا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم لوگ اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھیں گے، آپ نے فرمایا کیا تمہیں آفتاب و ماہتاب کے دیکھنے میں جب کہ آسمان صاف ہو کوئی تکلیف ہوتی ہے، ہم نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کہ اس دن تمہیں اپنے پروردگار کے دیکھنے میں اتنی ہی تکلیف ہوگی جتنی کہ ان دنوں آفتاب و ماہتاب کے دیکھنے میں ہوتی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ ایک پکارنے والا پکارے گا کہ ہر جماعت کے لوگ ان کی طرف چلے جائیں، جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے، صلیب والے اپنی صلیب کے ساتھ اور بتوں کے پوجنے والے اپنے بتوں کے ساتھ اور ہر معبود والے اپنے اپنے معبودوں کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ وہ لوگ رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ وہ نیکوکار ہوں یا بدکار اور اہل کتاب کے بھی کچھ لوگ باقی ماندہ لوگ ہونگے، پھر وہ دوزخ ان کے سامنے پیش کی جائے گی جو سراب کی طرح نظر آئے گی، یہود سے پوچھا جائے گا کہ تم کس چیز کی عبادت کرتے تھے، وہ کہیں گے عزیر ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے، انہیں کہا جائے گا کہ تم نے

جھوٹ کہا اللہ کی نہ کوئی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد، اب تم کیا چاہتے ہو، وہ کہیں گے کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں پانی پلادیں، کہا جائے گا کہ پی لو، پھر وہ دوزخ میں گر جائینگے، پھر نصاریٰ سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے جواب دیں گے کہ مسیح ابن اللہ کی عبادت کرتے تھے، کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا، اللہ کی نہ تو بیوی ہے نہ اولاد، اچھا اب کیا چاہتے ہو جواب دیں گے کہ ہم پانی پینا چاہتے ہیں، کہا جائے گے کہا پی لو، پھر وہ دوزخ میں گر جائیں گے، الی آخرہ۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2333)

| |
|---|
| قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ |
| وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ○ |
| وہ کہیں گے تو پاک ہے، ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے اور لیکن تو نے انہیں |
| اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یہاں تک کہ وہ یاد کو بھول گئے اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ |

## قیامت کے دن معبودان باطلہ کا اپنی برأت کا اظہار کر دینے کا بیان

"قَالُوا سُبْحَانك" تَنْزِيهًا لَك عَمَّا لَا يَلِيق بِك "مَا كَانَ يَنْبَغِي" يَسْتَقِيم "لَنَا أَنْ نَتَّخِذ مِنْ دُونك" أَيْ غَيْرك "مِنْ أَوْلِيَاء" مَفْعُول أَوَّل وَمِنْ زَائِدَة لِتَأْكِيدِ النَّفْي وَمَا قَبْله الثَّانِي فَكَيْفَ نَأْمُر بِعِبَادَتِنَا ؟ "وَلَكِنْ مَتَّعْتهمْ وَآبَاءَهُمْ" مِنْ قَبْلهمْ بِإِطَالَةِ الْعُمُر وَسَعَة الرِّزْق "حَتَّى نَسُوا الذِّكْر" تَرَكُوا الْمَوْعِظَة وَالْإِيمَان بِالْقُرْآنِ "وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا" هَلْكَى

وہ کہیں گے تو پاک ہے، یعنی تو ہر اس چیز سے پاک ہے جو تیری شان کے لائق نہیں۔ ہمارے لائق نہ تھا کہ ہم تیرے سوا کسی بھی طرح کے دوست بناتے، یہاں لفظ اولیاء یہ مفعول اول ہے اور من ماقبل کی تاکید نفی کے طور رزائدہ ہے۔ یعنی ہم کیسے اپنی عبادت کا حکم دے سکتے ہیں؟ اور لیکن تو نے انہیں اور ان کے باپ دادا کو سامان دیا، یعنی لمبی عمر اور رزق میں وسعت دی۔ یہاں تک کہ وہ تیری یاد کو بھول گئے لہٰذا انہوں نے ایمان بہ قرآن اور نصیحت کو چھوڑ دیا۔ اور وہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

یہاں تک کہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو اللہ کی عبادت کرتے تھے خواہ وہ نیکوکار ہوں یا بدکار، ان سے کہا جائے گا کہ اور لوگ تو جا چکے تم کو کس چیز نے روک رکھا ہے؟ وہ کہیں گے ہم اس وقت جدا ہو گئے تھے جب کہ ہمیں ان کی زیادہ ضرورت تھی اور ہم نے ایک منادی کو پکارتے ہوئے سنا کہ ہر جماعت کے لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے جن کی وہ عبادت کرتے تھے اور ہم اپنے رب کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ ان کے سامنے اس صورت کے علاوہ آئے گا جس میں پہلی بار انہوں نے دیکھ ہو گا، اللہ فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، وہ کہیں گے کہ تو ہمارا رب ہے اس دن انبیاء کے علاوہ کوئی بات نہ کر سکے گا، اللہ فرمائے گا کیا تم کو اس کی کوئی نشانی معلوم ہے جس تم اسے پہچان سکو وہ کہیں گے وہ پنڈلی ہے اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھول دے گا، اس کو دیکھ کر ہر مومن سجدہ میں گر پڑے گا وہ لوگ رہ جائیں جو ریا و شہرت کی غرض سے اللہ کو سجدہ کیا کرتے تھے، وہ چاہیں گے کہ سجدہ کریں لیکن ان کی پیٹھ

ایک تختہ کی طرح ہو جائی گی، پھر پل صراط لایا جائے گا۔ الی آخرہ۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2333)

| |
|---|
| فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ بِمَا تَقُولُونَ فَمَا تَسْتَطِيعُونَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا ○ |
| پس انہوں نے ان باتوں میں تمہیں جھٹلا دیا ہے جو تم کہتے تھے پس تم نہ تو عذاب پھیرنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ مدد کی، |
| اور تم میں سے جو شخص ظلم کرتا ہے ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ |

## معبودان باطلہ کا اپنے عابدین کو جھٹلا دینے کا بیان

"فَقَدْ كَذَّبُوكُمْ" أَيْ كَذَّبَ الْمَعْبُودُونَ الْعَابِدِينَ "بِمَا تَقُولُونَ" بِالْفَوْقَانِيَّةِ أَنَّهُمْ آلِهَة "فَمَا يَسْتَطِيعُونَ" بِالتَّحْتَانِيَّةِ وَالْفَوْقَانِيَّة : أَيْ لَا هُمْ وَلَا أَنْتُمْ "صَرْفًا" دَفْعًا لِلْعَذَابِ عَنْكُمْ "وَلَا نَصْرًا" مَنْعًا لَكُمْ مِنْهُ "وَمَنْ يَظْلِم" يُشْرِك "مِنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيرًا" شَدِيدًا فِي الْآخِرَة

پس انہوں نے یعنی معبودان باطلہ اوران کے عابدین نے ان باتوں میں تمہیں جھٹلا دیا ہے جو تم کہتے تھے یہاں تقولون تائے فوقانیہ کے ساتھ آیا ہے کہ وہ معبود ہیں۔ پس اب تم نہ تو عذاب پھیرنے کی طاقت رکھتے ہو یہاں پر یستطیعون یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی نہ وہ اور نہ تم، اور نہ ہی عذاب روکنے میں اپنی مدد کی، اور سن لو! تم میں سے جو شخص بھی ظلم یعنی شرک کرتا ہے ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ جو آخرت میں سخت ہوگا۔

یعنی آج تم یہ کہتے ہو کہ اگر قیامت ہوئی بھی تو تمہارے یہ معبود وہاں بھی تمہارے کام آئیں گے اور اگر عذاب کی کوئی بات ہوئی تو یہ چھڑا لیں گے۔ مگر اس دن تمہارے یہی معبود جن کی اعانت پر تمہیں بھروسا تھا۔ تم سے علانیہ بیزاری کا اظہار کریں گے۔ اور یہ کہہ کر تمہیں جھٹلا دیں گے کہ ہم نے کب ان سے کہا تھا کہ تم ہماری عبادت کیا کرنا۔ اس طرح معبود تو بری الذمہ ہو جائیں گے اور سارا بوجھ ان کے عبادت کرنے والوں پر پڑ جائے گا۔ جن کی عذاب سے رہائی کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ |
| وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ |
| اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ کھانا یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے |
| تم کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے، کیا تم صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## انبیائے کرام کے بشری تقاضوں کو آڑ بنا کر ان پر ایمان نہ لانے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلك مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَام وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاق" فَأَنْتَ مِثْلهمْ فِي ذَلِكَ وَقَدْ قِيلَ لَهُمْ مِثْل مَا قِيلَ لَك "وَجَعَلْنَا بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَة" بَلِيَّة ابْتُلِيَ الْغَنِيّ بِالْفَقِيرِ

وَالصَّحِيحِ بِالْمَرِيضِ وَالشَّرِيفِ بِالْوَضِيعِ يَقُولُ الثَّانِي فِي كُلِّ : مَا لِي لَا أَكُونُ كَالْأَوَّلِ فِي كُلِّ "أَتَصْبِرُونَ" عَلَى مَا تَسْمَعُونَ مِمَّنْ ابْتُلِيتُمْ بِهِمْ اسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر : أَيْ اصْبِرُوا "وَكَانَ رَبُّك بَصِيرًا" بِمَنْ يَصْبِر وَبِمَنْ يَجْزَع

اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر یہ کہ وہ کھانا بھی یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی حسب ضرورت چلتے پھرتے تھے پس آپ انہی کی طرح ہیں۔اور آپ سے وہی کچھ کہا جارہا جوان سے کہا گیا تھا۔اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے، یعنی غنی کو فقیر سے اور تندرست کو مریض اور شریف کو خبیث سے ان میں سے دوسرا ہر بات میں یہی کہے گا کہ کیا بات میں پہلے شخص کی طرح نہیں ہوں۔کیا تم آزمائش پر صبر کرو گے؟ یعنی آزمائش کے متعلق تم جو کچھ سنو گے اور یہاں استفہام امر کے معنی میں ہے۔یعنی صبر کرو۔اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔کہ کون صبر کرتا ہے اور کون صبر سے کام نہیں لیتا۔

## سورہ فرقان آیت ۲۰ کے شان نزول کا بیان

شُرَفا جب اسلام لانے کا قصد کرتے تھے تو غُرَبا کو دیکھ کر یہ خیال کرتے کہ یہ ہم سے پہلے اسلام لا چکے ان کو ہم پر ایک فضیلت رہے گی باین خیال وہ اسلام سے باز رہتے اور شُرَفا کے لئے غُرَبا آزمائش بن جاتے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابوجہل و ولید بن عقبہ اور عاص بن وائل سہمی اور نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی ان لوگوں نے حضرت ابوذر و ابن مسعود و عمار ابن یاسر و بلال وصہیب و عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ پہلے سے اسلام لائے ہیں تو غرور سے کہا کہ ہم بھی اسلام لے آئیں تو انہیں جیسے ہو جائیں گے تو ہم میں اور ان میں فرق کیا رہ جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت فُقَراء مسلمین کی آزمائش میں نازل ہوئی جن کا کفار قریش استہزاء کرتے تھے اور کہتے تھے کہ سید عالم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنے والے یہ لوگ ہیں جو ہمارے غلام اور ارذل ہیں۔اللہ تعالٰی نے یہ آیت نازل کی اور ان مؤمنین سے فرمایا۔(تفسیر خازن، سورہ فرقان، بیروت)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو محتاجی کا عار دلایا اور کہا اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں طلب معاش کے لیے پھرتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کو اس سے بے حد صدمہ ہوا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ)

(سیوطی 205،طبری 18-145)

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ |
| لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ |
| اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو |
| (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے (تو پھر ضرور ایمان لے آتے)، حقیقت میں یہ لوگ اپنے دلوں میں (اپنے آپ کو) |

بہت بڑا سمجھنے لگے ہیں اور حد سے بڑھ کر سرکشی کر رہے ہیں۔

## آخرت کی ملاقات کی امید نہ رکھنے والے کفار کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَا" لَا يَخَافُونَ الْبَعْث "لَوْلَا" هَلَّا "أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَة" فَكَانُوا رُسُلًا إلَيْنَا "أَوْ نَرَى رَبَّنَا" فَنُخْبَر بِأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوله "لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا" تَكَبَّرُوا "فِي" شَأْن "أَنْفُسهمْ وَعَتَوْا" طَغَوْا "عُتُوًّا كَبِيرًا" بِطَلَبِهِمْ رُؤْيَة اللَّه تَعَالَى فِي الدُّنْيَا وَعَتَوْا بِالْوَاوِ عَلَى أَصْلِهِ بِخِلَافِ عِتِيّ بِالْإِبْدَالِ فِي مَرْيَم

اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں یعنی وہ بعث سے نہیں ڈرتے۔ کہ ہمارے اوپر فرشتے کیوں نہیں اتارے گئے یا ہم اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے جو ہمیں حضرت محمد ﷺ کے رسول ہونے کی خبر دیتا۔ (تو پھر ضرور ایمان لے آتے)، حقیقت میں یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے ہیں اور حد سے بڑھ کر سرکشی کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا مطالبہ کر دیا ہے۔ اور یہاں پر لفظ عتوا یہ واؤ کے ساتھ اپنی اصل کے ساتھ بہ خلاف عتی کے آیا ہے۔ کیونکہ سورہ مریم ابدال کے ساتھ آیا ہے۔ بعض نے کہا مراد اس سے قیامت کے دن فرشتوں کا دیکھنا ہو سکتا ہے کہ دونوں موقعوں پر فرشتوں کا دیکھنا مراد ہو اس میں ایک قول کی دوسرے قول سے نفی نہیں کیونکہ دونوں ہر نیک و بد فرشتوں کو دیکھیں گے مومنوں کو رحمت و رضوان کی خوشخبری کے ساتھ فرشتوں کا دیدار ہوگا اور کافروں کو لعنت و پھٹکار اور عذابوں کی خبروں کے ساتھ فرشتے اس وقت ان کافروں سے صاف کہہ دیں گے کہ اب فلاح و بہبود تم پر حرام ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کی چاہت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں کرتا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے فرمایا یہ بات نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن جب کافر کو اللہ کے عذاب اور اس کے غصے کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی ملاقات سے گریز کرتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1065)

| |
|---|
| يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ |
| جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی اور کہیں گے ایک مضبوط آڑ ہو۔ |

## قیامت کے دن کفار کا پناہ طلب کرنے کا بیان

"يَوْم يَرَوْنَ الْمَلَائِكَة" فِي جُمْلَة الْخَلَائِق هُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَنَصَبه بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا "لَا بُشْرَى يَوْمئِذٍ

لِلْمُجْرِمِينَ " أَيْ الْكَافِرِينَ بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ فَلَهُمْ الْبُشْرَى بِالْجَنَّةِ "وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَحْجُورًا" عَلَى عَادَتهمْ فِي الدُّنْيَا إِذَا نَزَلَتْ بِهِمْ شِدَّة : أَيْ عَوْذًا مَعَاذًا يَسْتَعِيذُونَ مِنْ الْمَلَائِكَة

جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے یعنی تمام مخلوقات میں اور وہ قیامت کا دن ہوگا اور لفظ یوم یہ اذکر مقدر کے سبب منصوب ہے اس دن مجرموں یعنی کفار کے لیے خوشی کی کوئی خبر نہ ہوگی جبکہ اہل ایمان کیلئے جنت کی خوشخبری ہوگی۔ اور کہیں گے کاش! ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ ہو۔ جس طرح دنیا میں ان کی عادت تھی لہٰذا جب ان پر کوئی سختی آئے گی تو پناہ پناہ کہیں گے اور ہو فرشتوں سے پناہ مانگیں گے۔

یہ محاورہ ہے۔ مجارہ ابمعنی پتھر اور حجر ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو پتھر کی طرح سخت بھی ہو اور روک یا آڑ کا کام بھی دے۔ اہل عرب کی عادت تھی کہ جب اپنے کسی دشمن کو، جس سے انہیں تکلیف پہنچنے کا خطرہ ہوتا، دیکھ کر، یا کسی دوسری آفت کو دیکھ کر حجرا محجورا کہنے لگتے۔ جیسے ہم کہتے ہیں "اس سے اللہ کی پناہ" یا "اللہ اس سے ہمیں بچائیو" تو سننے والا عموماً یہ قول سن کر تکلیف نہیں پہنچاتا تھا۔ ایسے مجرمین بھی جس دن فرشتوں کو دیکھیں گے تو یہی الفاظ بول کر ان سے پناہ مانگیں گے لیکن اس دن انہیں کوئی پناہ نہ ملے سکے گی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○ |
| اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار، کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا |
| کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ |

## کفار کیلئے آخرت میں کسی عمل کے کام نہ آنے کا بیان

"وَقَدِمْنَا" عَمَدْنَا "إِلَى مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَل " مِنْ الْخَيْر كَصَدَقَةٍ وَصِلَة رَحِم وَقِرَى ضَيْف وَإِغَاثَة مَلْهُوف فِي الدُّنْيَا "فَجَعَلْنَاهُ هَبَاء مَنْثُورًا" هُوَ مَا يُرَى فِي الْكُوَى الَّتِي عَلَيْهَا الشَّمْس كَالْغُبَارِ الْمُفَرَّق : أَيْ مِثْله فِي عَدَم النَّفْع بِهِ إِذْ لَا ثَوَاب فِيهِ لِعَدَمِ شَرْطه وَيُجَازَوْنَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا

اور جو کچھ انہوں نے اچھے کام کیے تھے جس طرح دنیا میں صدقہ، صلہ رحمی اور مہمان نوازی اور مظلوم کی مدد ہے۔ ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار، کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا ھباءً منثورا ان ذروں کو کہتے ہیں جو اس سوراخ میں نظر آتے ہیں جن پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں۔ کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ لہٰذا عدم شرط کے سبب عدم ثواب ہوگا کیونکہ دنیا میں انہیں اس کی جزاء مل چکی ہوگی۔

قیامت کے دن اعمال کے حساب کے وقت ان کے اعمال غارت و اکارت ہو جائیں گے۔ یہ جنہیں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے وہ بیکار ہو جائیں گے کیونکہ یا تو وہ خلوص والے نہ تھے یا سنت کے مطابق نہ تھے۔ اور جو عمل ان دونوں سے یا ان میں سے

ایک چیز سے خالی ہو وہ اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ اس لیے کافروں کے نیک اعمال بھی مردود ہیں۔ ہم نے ان کے اعمال کا ملاحظہ کیا اور ان کو مثل بکھرے ہوئے ذروں کے مثل کر دیا کہ وہ سورج کی شعاعیں جو کسی سوراخ سے آ رہی ہوں ان میں نظر تو آتے ہیں لیکن کوئی انہیں پکڑنا چاہئے تو ہاتھ نہیں آتے۔ جس طرح پانی جو زمین پر بہا دیا جائے وہ پھر ہاتھ نہیں آ سکتا۔ یا غبار جو ہاتھ نہیں لگ سکتا۔ یا درختوں کے پتوں کا چورا جو ہوا میں بکھر گیا ہو یا راکھ اور خاک جو اڑتی پھرتی ہو۔ اسی طرح ان کے اعمال ہیں جو محض بیکار ہو گئے ان کا کوئی ثواب ان کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ اس لئے کہ یا تو ان میں خلوص نہ تھا یا شریعت کے مطابقت نہ تھی یا دونوں وصف نہ تھے۔ پس جب یہ عالم وعادل حاکم حقیقی کے سامنے پیش ہوئے تو محض نکمے ثابت ہوئے اسی لئے اسے ردی اور نہ ہاتھ لگنے والی شے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ |
| بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ |
| اس دن جنت والے ٹھکانے کے اعتبار سے نہایت بہتر اور آرام گاہ کے اعتبار سے کہیں اچھے ہوں گے۔ اور اس دن آسمان |
| پھٹ کر بادل (کی طرح دھوئیں) میں بدل جائے گا اور فرشتے گروہ در گروہ اتارے جائیں گے۔ |

## اہل جنت کے جنت میں اعلیٰ مقام وجائے سکون کا بیان

"أَصْحَاب الْجَنَّة يَوْمَئِذٍ" يَوْم الْقِيَامَة "خَيْر مُسْتَقَرًّا" مِنْ الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا "وَأَحْسَن مَقِيلًا" مِنْهُمْ: أَيْ مَوْضِع قَائِلَة فِيهَا وَهِيَ الِاسْتِرَاحَة نِصْف النَّهَار فِي الْحَرّ وَأُخِذَ مِنْ ذَلِكَ انْقِضَاء الْحِسَاب فِي نِصْف نَهَار كَمَا وَرَدَ فِي حَدِيث، "وَيَوْم تَشَقَّق السَّمَاء" أَيْ كُلّ سَمَاء "بِالْغَمَامِ" أَيْ مَعَهُ وَهُوَ غَيْم أَبْيَض "وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَة" مِنْ كُلّ سَمَاء "تَنْزِيلًا" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَنَصْبه بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا وَفِي قِرَاءَة بِتَشْدِيدِ شِين تَشَّقَّق بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِيهَا وَفِي أُخْرَى: نُنْزِل بِنُونَيْنِ الثَّانِيَة سَاكِنَة وَضَمّ اللَّام وَنَصْب الْمَلَائِكَة،

اس دن یعنی قیامت کے دن جنت والے ٹھکانے کے اعتبار سے نہایت بہتر اور آرام گاہ کے اعتبار سے کہیں اچھے ہوں گے۔ یعنی دنیا میں کفار کی نسبت کہیں زیادہ اہل جنت کا مقام ہوگا۔ یعنی وہ قیلولہ کریں اور قیلولہ دوپہر کے سونے کو کہتے ہیں کیونکہ اہل جنت کا حساب نصف دن میں ہو جائے گا جس طرح حدیث میں آیا ہے۔ اور اس دن ہر آسمان پھٹ کر بادل کی طرح دھوئیں میں بدل جائے گا اور وہ اس کے ساتھ سفید بادلوں کی طرح ہوگا۔ اور آسمان سے فرشتے گروہ در گروہ اتارے جائیں گے۔ اور وہ قیامت کا دن ہوگا یہاں پر لفظ یوم یہ اذکر مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور ایک قرأت میں شین کی شد کے ساتھ آیا ہے تشقق میں اصل میں تائے ثانیہ کا ادغام ہے اور دوسری قرأت میں ننزل نون ثانی کے سکون کے ساتھ اور لام کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے جبکہ ملائکہ منصوب ہے۔

## اہل جنت کے قیلولہ کرنے کا بیان

قیامت کا دن ہمارے موجودہ حساب سے پچاس ہزار سال کا دن ہے۔اس دن کی بھی، دو پہر اور شام ہوگی۔حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دو پہر سے پہلے پہلے لوگوں کے حساب کتاب سے فارغ ہو جائیں گے۔اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں چلے جائیں گے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت دو پہر کے بعد جنت میں ہی جا کر سوئیں گے۔کیونکہ قیولہ دو پہر کے بعد سونے کو اور مقیلاً دو پہر کے بعد سونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔نیز حدیث میں آیا ہے کہ مومنوں یا اہل جنت کو یہ پچاس ہزار سال کا دن ایسا ہلکا محسوس ہوگا جیسے کسی فریضہ نماز کا وقت ہوتا ہے۔(بیہقی۔بحوالہ مشکوٰۃ۔کتاب الفتن)

## قیامت کے دن آسمان کے پھٹنے اور نزول ملائکہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا آسمان دنیا پھٹے گا اور وہاں کے رہنے والے (فرشتے) اتریں گے اور وہ تمام اہل زمین سے زیادہ ہیں جن وانس سب سے پھر دوسرا آسمان پھٹے گا وہاں کے رہنے والے اتریں گے وہ آسمان دنیا کے رہنے والوں سے اور جن وانس سب سے زیادہ ہیں اسی طرح آسمان پھٹتے جائیں گے اور ہر آسمان والوں کی تعداد اپنے ماتحتوں سے زیادہ ہے یہاں تک کہ ساتواں آسمان پھٹے گا پھر کرّ وبی اتریں گے پھر حاملینِ عرش اور یہ روز قیامت ہوگا۔(خزائن العرفان،فرقان)

| |
|---|
| اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ط وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ وَيَوْمَ |
| يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ |
| اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔"اور اس دن ہر ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ |
| کھائے گا کہے گا: کاش! میں نے رسول (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی معیت میں راستہ اختیار کرلیا ہوتا۔ |

## قیامت کے دن کفار کی ندامت وحسرت کا بیان

"اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقّ لِلرَّحْمٰنِ " لَا يَشْرَكهُ فِيهِ أَحَد "وَكَانَ" الْيَوْم "يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا " بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ،وَيَوْم يَعَضّ الظَّالِم" الْمُشْرِك : عُقْبَة بْن أَبِي مُعَيْط كَانَ نَطَقَ بِالشَّهَادَتَيْنِ ثُمَّ رَجَعَ إرْضَاء لِأُبَيِّ بْن خَلَف "عَلَى يَدَيْهِ " نَدَمًا وَتَحَسُّرًا فِي يَوْم الْقِيَامَة "يَقُول يَا " لِلتَّنْبِيهِ "لَيْتَنِي اتَّخَذْت مَعَ الرَّسُول" مُحَمَّد "سَبِيلًا" طَرِيقًا إلَى الْهُدَى

اس دن حقیقی بادشاہی رحمان کی ہوگی یعنی اس میں اس کوئی شریک نہ ہوگا۔اور کافروں پر وہ بہت مشکل دن ہوگا۔جبکہ اہل ایمان پر وہ دن آسان ہوگا۔اور اس دن ہر ظالم یعنی مشرک اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کھائے گا یعنی جس طرح عقبہ بن ابی معیط جس نے شہادتین کے بعد ابی بن خلف کے ہاتھوں پر رجوع کرلیا۔وہ ندامت اور حسرت سے قیامت کے دن انگلیاں کاٹے گا۔اور کہے گا: کاش! یہاں پر یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں آ کر ہدایت کا راستہ اختیار کرلیا ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچاس ہزار سال کا دن تو بہت ہی دراز ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن پر تو وہ ایک وقت کی فرض نماز سے بھی ہلکا اور آسان ہوگا۔ پیغمبر علیہ السلام کے طریقے اور آپ اور آپ کے لائے ہوئی کھلے حق سے ہٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ کے سوا دوسری راہوں پہ چلنے والے اس دن بڑے ہی نادم ہوں گے اور حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھ چبائیں گے۔ گو اس کا نزول عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں ہو یا کسی اور کے بارے میں لیکن حکم کے اعتبار سے یہ ہر ایسے ظالم کو شامل ہے۔

## سورہ فرقان آیت ۲۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابی بن خلف نبی کے پاس آتا آپ کی مجلس میں بیٹھتا اور آپ کا کلام سنتا مگر آپ پر ایمان نہ لاتا عقبہ بن ابی معیط نے اسے ڈانٹا تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر طبری 19۔6، زاد المسیر 6۔85، درمنثور 5۔68)

شعبی کہتے ہیں کہ عقبہ، امیہ بن خلف کا دوست تھا عقبہ اسلام لے آیا تو امیہ نے کہا اگر تو نے محمد کی اتباع کی تو میرا چہرہ تیرے چہرے پر حرام ہے چنانچہ یہ امیہ کی رضا کی خاطر مردود ہوگیا اور دوبارہ کافر ہوگیا اس کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(قرطبی 13۔25)

دوسرے مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ابی بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط دونوں باہم حلیف تھے اور عقبہ کی عادت تھی کہ جب بھی سفر سے آتا تو کھانا تیار کرتا اور اپنی قوم کے شرفاء کو مدعو کرتا چونکہ یہ نبی کے ساتھ بھی کثرت سے بیٹھتا تھا اس لیے ایک مرتبہ سفر سے آیا اور اس نے کھانا تیار کیا لوگوں کو دعوت دی آپ کو دعوت بھی دی جب کھانا قریب لایا گیا تو آپ نے فرمای امی ہرگز تیرا کھانا نہ کھاؤں گا تاوقتیکہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں عقبہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے کھانا کھالیا ابی بن خلف اس وقت موجود نہ تھا جب اس نے اپنے قصہ کی خبر دی تو اس نے کہا اے عقبہ تو نے اپنا دین چھوڑ دیا تو عقبہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا بلکہ یہ شخص میرے گھر آیا اور کہا کہ میں ان کے لیے گواہی دوں اس کے بغیر میرا کھانا نہ کھائے گا تو مجھے اس بات سے حیاء آئی کہ یہ میرے گھر سے بغیر کچھ کھائے چلا جائے لہٰذا میں نے اس کے لیے گواہی دے دی اور اس نے کھانا کھالیا۔

ابی بن خلف نے کہا جب تک تو اس کے منہ پر تھوک نہ دے اور اس کی گردن کو روندھ نہ ڈالے میں تجھ سے راضی نہ ہوگا عقبہ بد بخت نے ایسا ہی کیا چنانچہ (مونث) جانور کا رحم لے کر آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تجھے مکہ سے باہر جب بھی ملوں گا تجھے تلوار سے قتل کروں گا چنانچہ عقبہ کو بدر کے دن قید کر کے قتل کیا گیا جبکہ ابی بن خلف کو آپ نے غزوہ احد میں مبارزہ میں قتل کیا ان دونوں کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ضحاک کہتے ہیں کہ جب عقبہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے پر تھوکا اس کی تھوک واپس اسی کے چہرے کی طرف لوٹ آئی اور وہ نالیوں کی صورت اختیار کر گئی جس سے اس کے گال جل گئے اور اس کے چہرے میں اس کا اثر موت تک رہا۔ (نیسابوری 279، درمنثور 5۔69)

يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۝ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا۝

ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ بیشک اس نے میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد مجھے اس

سے بہکا دیا، اور شیطان انسان کو (مصیبت کے وقت) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے۔

## قیامت کے دن برے دوستوں پر حسرت کرنے کا بیان

"يَا وَيْلَتَى" أَلِفه عِوَض عَنْ يَاء الْإِضَافَة أَيْ وَيْلَتِي وَمَعْنَاهُ هَلَكَتِي "لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذ فُلَانًا" أَيْ أُبَيًّا، "لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنْ الذِّكْر" أَيْ الْقُرْآن "بَعْد إِذْ جَاءَنِي" بِأَنْ رَدَّنِي عَنْ الْإِيمَان بِهِ "وَكَانَ الشَّيْطَان لِلْإِنْسَانِ" الْكَافِر "خَذُولًا" بِأَنْ يَتْرُكهُ وَيَتَبَرَّأ مِنْهُ عِنْد الْبَلَاء

یہاں پر یائے اضافت کے بدلے میں الف لایا گیا ہے یعنی یاویلتی اصل میں ویلتی تھا جس کا معنی میری ہلاکت ہے۔ ہائے افسوس! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا بیشک اس نے میرے پاس نصیحت آ جانے کے بعد مجھے اس سے یعنی قرآن سے بہکا دیا، اور ایمان لانے سے روک لیا۔ اور شیطان انسان یعنی کافر کو مصیبت کے وقت بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے۔ اور وہ اس سے بری الذمہ ہو جاتا ہے۔

یہ آیت ایک خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہے مگر حکم عام ہے واقعہ یہ تھا کہ عقبہ ابن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتا تو شہر کے معزز لوگوں کی دعوت کرتا تھا اور اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ملا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حسب عادت اس نے معززین شہر کی دعوت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلایا۔ جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک تم اس کی گواہی نہ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک عبادت میں نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ عقبہ نے یہ کلمہ پڑھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔

عقبہ کا ایک گہرا دوست ابی بن خلف تھا جب اس کو خبر لگی کہ عقبہ مسلمان ہو گیا تو یہ بہت برہم ہوا۔ عقبہ نے عذر کیا کہ قریش کے معزز مہمان محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے گھر پر آئے ہوئے تھے اگر وہ بغیر کھانا کھائے میرے گھر سے چلے جاتے تو میرے لئے بڑی رسوائی تھی اس لئے میں نے ان کی خاطر سے یہ کلمہ کہہ لیا۔ ابی بن خلف نے کہا کہ میں تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھوکے۔ یہ کمبخت بدنصیب دوست کے کہنے سے اس گستاخی پر آمادہ ہو گیا اور کر گزرا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا کہ غزوہ بدر میں دونوں مارے گئے۔ (تفسیر بغوی، سورہ فرقان، بیروت)

اور آخرت میں ان کے عذاب کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ جب آخرت کا عذاب سامنے دیکھے گا تو اس وقت ندامت و

افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا کاش میں فلاں یعنی ابی بن خلف کو دوست نہ بناتا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○ |
| اور رسول (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) عرض کریں گے: اے رب! بیشک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ رکھا تھا۔ |

## کفار قریش کا قرآن کو چھوڑ رکھنے کا بیان

"وَقَالَ الرَّسُول" مُحَمَّد "يَا رَبّ إنَّ قَوْمِي" قُرَيْشًا "اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآن مَهْجُورًا" مَتْرُوكًا

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے: اے رب! بیشک میری قوم یعنی قریش نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ رکھا تھا۔

قیامت والے دن اللہ کے سچے رسول آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے بارے جناب باری تعالیٰ میں کریں گے کہ نہ یہ لوگ قرآن کی طرف مائل تھے نہ رغبت سے قبولیت کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اوروں کو بھی اس کے سننے سے روکتے تھے جیسے کہ کفار کا مقولہ خود قرآن میں ہے کہ وہ کہتے تھے آیت (وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ، فصلت:26) اس قرآن کو نہ سنو اور اسکے پڑھے جانے کے وقت شور وغل کرو۔ یہی اس کا چھوڑ رکھنا تھا۔ نہ اس پر ایمان لاتے تھے، نہ اسے سچا جانتے تھے نہ اس پر غور وفکر کرتے تھے، نہ اسے سمجھنے کی کوشش کرتے تھے نہ اس پر عمل تھا، نہ اس کے احکام کو بجالاتے تھے، نہ اس کے منع کردہ کاموں سے رکتے تھے بلکہ اسکے سوا اور کاموں سے دلچسپی لیتے تھے اور ان پر عامل تھے، یہی اسے چھوڑ دینا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ومنان جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کے ناپسندیدہ کاموں سے دست بردار ہو جائیں اور اس کے پسندیدہ کاموں کی طرف جھک جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص قرآن پڑھا مگر پھر اس کو بند کر کے گھر میں معلق کر دیا نہ اس کی تلاوت کی پابندی کی نہ اس کے احکام میں غور کیا، قیامت کے روز قرآن اس کے گلے میں پڑا ہوا آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکایت کرے گا کہ آپ کے اس بندہ نے مجھے چھوڑ دیا تھا اب آپ میرے اور اس کے معاملہ کا فیصلہ فرمادیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ○ |
| اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔ |

## ہر نبی کیلئے قوم میں سے عداوت کرنے والے ہونے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" كَمَا جَعَلْنَا لَكَ عَدُوًّا مِنْ مُشْرِكِي قَوْمك "جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيّ" قَبْلك "عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ" الْمُشْرِكِينَ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا "وَكَفَى بِرَبِّك هَادِيًا" لَك "وَنَصِيرًا" نَاصِر لَك عَلَى

أَعْدَائِكَ

اور اسی طرح یعنی جس طرح ہم نے تمہاری قوم کے مشرکین کو تمہارا دشمن بنا دیا ہے ہم نے ہر نبی کے لیے مجرموں یعنی مشرکین میں سے کوئی نہ کوئی دشمن بنایا پس آپ صبر کریں جس طرح انہوں نے صبر کیا۔ اور تیرا رب ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔ یعنی آپ کیلئے آپ کے دشمنوں کے خلاف مدد ہے۔

یعنی جس طرح اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیری قوم میں سے وہ لوگ تیرے دشمن ہیں جنہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، اسی طرح گزشتہ امتوں میں بھی تھا، یعنی ہر نبی کے دشمن وہ لوگ ہوتے تھے جو گناہگار تھے، وہ لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے تھے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ |
| لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ |
| اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ اسی طرح تا کہ ہم اس کے ساتھ |
| تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔ |

## کفار کا مطالبہ قرآن کو ایک مرتبہ میں نازل کرنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا" هَلَّا "نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآن جُمْلَة وَاحِدَة" كَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيل وَالزَّبُور قَالَ تَعَالَى: نَزَّلْنَاهُ "كَذَلِكَ" مُتَفَرِّقًا "لِنُثَبِّت بِهِ فُؤَادك" نُقَوِّي قَلْبك "وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا" أَيْ أَتَيْنَا بِهِ شَيْئًا بَعْد شَيْء بِتَمَهُّلٍ وَتُؤَدَة لِتَيْسِيرِ فَهْمه وَحِفْظه

اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، یہ قرآن اس پر ایک ہی بار کیوں نہ نازل کر دیا گیا؟ جس طرح تورات، انجیل اور زبور اتری ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسی طرح ہم نے درجہ بہ درجہ اتارا تا کہ ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا، خوب ٹھہر کر پڑھنا۔ یعنی ایک حکم کے بعد دوسرا حکم نازل کیا تا کہ آپ کو سمجھنے اور یاد رکھنے میں آسانی ہو۔

جس طرح توریت وانجیل وزبور میں سے ہر ایک کتاب ایک ساتھ اتری تھی۔ کفار کا یہ اعتراض بالکل فضول اور مہمل ہے کیونکہ قرآن کریم کا معجزہ ونحج بہ ہونا ہر حال میں یکساں ہے چاہے یکبارگی نازل ہو یا بتدریج بلکہ بتدریج نازل فرمانے میں اس کے اعجاز کا اور بھی کامل اظہار ہے کہ جب ایک آیت نازل ہوئی اور تحدّی کی گئی اور خلق کا اس کے مثل بنانے سے عاجز ہونا ظاہر ہوا پھر دوسری اتری اسی طرح اس کا اعجاز ظاہر ہوا اس طرح برابر آیت آیت ہو کر قرآن پاک نازل ہوتا رہا اور ہر ہر دم اس کی بےمثالی اور خلق کی عاجزی ظاہر ہوتی رہی غرض کفار کا اعتراض محض لغو و بے معنی ہے، آیت میں اللہ تعالیٰ بتدریج نازل فرمانے کی حکمت ظاہر فرماتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ |
| اور وہ تیرے پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔ |

## کفار کے خدشات دور کرنے کیلئے اچھی تفسیر آنے کا بیان

"وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ" فِي إِبْطَال أَمْرك "إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ" الدَّافِع لَهُ "وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا" بَيَانًا

اور وہ آپ کا حکم باطل کرنے کیلئے آپ پاس کوئی مثال نہیں لاتے مگر ہم تیرے پاس حق یعنی اس کے سوال کو دور کرنے والا اور بہترین تفسیر بھیج دیتے ہیں۔ جو اچھا بیان ہے۔

## قرآن اور حدیث دونوں سے احکام کے ثبوت کا بیان

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار، عنقریب اپنے چھپر کھٹ پر پڑا ایک پیٹ بھرا آدمی کہے گا کہ بس اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی کو سمجھو اور اس پر عمل کرو) اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ اس کے مانند ہے جسے اللہ نے حرام کیا، خبردار تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا۔

اور نہ کچلی رکھنے والے درندے اور نہ تمہارے لئے معاہد یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو کا لقطہ حلال کیا ہے جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند اس سے حاصل کرے۔ (ابوداؤد) دارمی نے بھی ایسی روایت نقل کی ہے اور اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت سے عطا ہوئی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 160)

قرآن کا مثل" حدیث ہے یعنی جس طرح قرآن مجید مجھ پر نازل کیا گیا ہے اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت ہی سے عطا ہوئی ہے لیکن فرق یہی ہے کہ قرآن وحی ظاہر ہے اور حدیث وحی پوشیدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی سب اچھی تفسیر حدیث ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا٥ |
| وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔ |

## چہروں کے بل اہل جہنم کے جمع ہونے کا بیان

هُمْ "الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوههمْ" أَيْ يُسَاقُونَ "إِلَى جَهَنَّم أُولَئِكَ شَرّ مَكَانًا" هُوَ جَهَنَّم "وَأَضَلّ سَبِيلًا" أَخْطَأ طَرِيقًا مِنْ غَيْرهمْ وَهُوَ كُفْرهمْ

وہ لوگ جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے وہی ٹھکانے میں بدترین اور راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہیں۔ اور وہ ٹھکانہ جہنم ہے۔ جو دوسرے سے بھی زیادہ برا راستہ ہے اور وہ ان کا کفر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا نبی اللہ ﷺ قیامت کے دن کافر اپنے منہ کے بل حشر کیے جائیں گے؟" آپ نے فرمایا: "جس پروردگار نے انسان کو دو پاؤں پر چلایا ہے کیا وہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل نہیں چلا سکتا۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ |
| اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝ |
| اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو وزیر |
| بنایا۔ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے تو ہم نے انہیں بالکل ہی ہلاک کر ڈالا۔ |

## حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو فرعون کو پیغام حق دینے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ" التَّوْرَاة "وَجَعَلْنَا مَعَهُ أَخَاهُ هَارُون وَزِيرًا" مُعِينًا، "فَقُلْنَا اذْهَبَا إِلَى الْقَوْم الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا" أَيْ الْقِبْط فِرْعَوْن وَقَوْمه فَذَهَبَا إِلَيْهِمْ بِالرِّسَالَةِ فَكَذَّبُوهُمَا "فَدَمَّرْنَاهُمْ تَدْمِيرًا" أَهْلَكْنَاهُمْ إِهْلَاكًا،

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تورات عطا فرمائی اور ہم نے ان کے ساتھ ان کی معاونت کے لئے ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وزیر بنایا۔ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم یعنی قبطیوں کے فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے پس وہ دونوں رسالت کے ساتھ گئے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی۔ (جب وہ ہماری تکذیب سے پھر بھی باز نہ آئے) تو ہم نے انہیں بالکل ہی ہلاک کر ڈالا۔ یعنی نیست و نابود کر دیا۔

یہاں آیات سے مراد غالباً وہ وحی تھی جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام پر نازل ہوئی تھی کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام نے تو ان فرعونیوں کو ابھی اپنی طرف نازل شدہ کوئی وحی سنائی ہی نہ تھی۔ یا پھر آیت اللہ سے مراد کائنات میں ہر سو اللہ کی بکھری ہوئی نشانیاں ہیں جن سے غور و فکر کرنے والے اللہ کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ اور فرعون ایسی نشانیوں سے عبرت حاصل کرنے کے بجائے خود ہی خدائی کا دعویدار بن بیٹھا تھا۔

| |
|---|
| وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| اور نوح (علیہ السلام) کی قوم کو، جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا ہم نے انہیں غرق کر ڈالا اور ہم نے انہیں لوگوں کے لئے |
| نشان عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## قوم نوح کی ہلاکت کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "قَوْم نُوح لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُل" بِتَكْذِيبِهِمْ نُوحًا لِطُولِ لُبْثه فِيهِمْ فَكَأَنَّهُ رُسُل أَوْ لِأَنَّ

تَكْذِيبه تَكْذِيب لِبَاقِي الرُّسُل لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَجِيء بِالتَّوْحِيدِ "أَغْرَقْنَاهُمْ" جَوَاب لَمَّا "وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ" بَعْدهمْ "آيَة" عِبْرَة "وَأَعْتَدْنَا" فِي الْآخِرَة "لِلظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "عَذَابًا أَلِيمًا" مُؤْلِمًا سِوَى مَا يَحِلّ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا

اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو بھی یاد کریں، جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا یعنی نوح علیہ السلام کا ان میں طویل عرصہ رہنے کے باوجود انہوں نے آپ کی تکذیب کی یہاں پر رسل جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی آپ کی تکذیب گویا بقیہ رسولان گرامی کی تکذیب ہوئی۔ کیونکہ تمام رسولان گرامی توحید کا پیغام لے کر آنے میں مشترک ہیں۔ تو ہم نے انہیں غرق کر ڈالا، یہ لما کا جواب ہے۔ اور ہم نے انہیں دوسرے لوگوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں یعنی کافروں کے لئے آخرت میں دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہ عذاب اس عذاب کے سوا ہے جو دنیا میں ان کو دیا گیا۔

یعنی حضرت نوح اور حضرت ادریس کو اور حضرت شیث کو یا یہ بات ہے کہ ایک رسول کی تکذیب تمام رسولوں کی تکذیب ہے تو جب انہوں نے حضرت نوح کو جھٹلایا تو سب رسولوں کو جھٹلایا۔ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا کہ بعد والوں کے لئے عبرت ہوں۔

| |
|---|
| وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا ۢ بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ○ وَكُلًّا ضَرَبْنَا |
| لَهُ الْاَمْثَالَ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ○ |
| اور عاد اور ثمود کو اور کنویں والوں کو اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی۔ اور ہم نے ہر ایک کے لئے مثالیں |
| بیان کیں اور ہم نے ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔ |

## قوم عاد، ثمود اور کنوئیں والی قوم کی ہلاکت کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "عَادًا" قَوْم هُود "وَثَمُودَا" قَوْم صَالِح "وَأَصْحَاب الرَّسّ" اسْم بِئْر وَنَبِيّهمْ قِيلَ شُعَيْب وَقِيلَ غَيْره كَانُوا قُعُودًا حَوْلهَا فَانْهَارَتْ بِهِمْ وَبِمَنَازِلِهِمْ "وَقُرُونًا" أَقْوَامًا "بَيْن ذَلِكَ كَثِيرًا" أَيْ بَيْن عَاد وَأَصْحَاب الرَّسّ

"وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْأَمْثَال" فِي إِقَامَة الْحُجَّة عَلَيْهِمْ فَلَمْ نُهْلِكهُمْ إِلَّا بَعْد الْإِنْذَار "وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا" أَهْلَكْنَا إِهْلَاكًا بِتَكْذِيبِهِمْ أَنْبِيَاءَهُمْ

اور عاد وہ ہود علیہ السلام کی قوم ہے اور ثمود جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ہے ان کو اور کنویں والوں یعنی رس ایک کنوئیں کا نام ہے ان کے نبی سے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام ہیں اور ان کے سوا بھی کہا گیا ہے۔ اور وہ لوگ کے گردو نواح میں رہائش پذیر تھے۔ پس ان کے مکانات اس کنوئیں سمیت زمین میں دھنس گئے۔ ان کو یاد کریں اور اس کے درمیان یعنی اصحاب الرس اور قوم عاد کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کی نصیحت کے

لئے مثالیں بیان کیں تا کہ ان پر دلیل قائم کردی جائے کہ ہم عذاب کا ڈر سنانے کے بعد ہلاک کیا کرتے ہیں۔ اور (جب وہ سرکشی سے باز نہ آئے تو) ہم نے ان سب کو نیست و نابود کر دیا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے زمانے کے انبیائے کرام کی تکذیب کی تھی۔

یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جو بت پرستی کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے سرکشی کی حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ کو ایذا دی، ان لوگوں کے مکان کنوئیں کے گرد تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کیا اور یہ تمام قوم مع اپنے مکانوں کے اس کنوئیں کے ساتھ زمین میں دھنس گئی۔ اس کے علاوہ اور اقوال بھی ہیں۔ یعنی قوم عاد و ثمود اور کنوئیں والوں کے درمیان میں بہت سی امتیں ہیں جن کو انبیاء کی تکذیب کرنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا۔ (تفسیر خازن، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِىْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ |
| بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر آ چکے، جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، تو کیا وہ اِسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ |
| بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ |

## پتھروں کی بارش سے ہلاک ہونے والی قوم لوط کا بیان

"وَلَقَدْ أَتَوْا" أَيْ مَرَّ كُفَّار مَكَّة "عَلَى الْقَرْيَة الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَر السَّوْء" مَصْدَر سَاءَ أَيْ بِالْحِجَارَةِ وَهِيَ عُظْمَى قُرَى قَوْم لُوط فَأَهْلَكَ اللَّه أَهْلهَا لِفِعْلِهِمْ الْفَاحِشَة "أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا" فِي سَفَرهمْ إلَى الشَّام فَيَعْتَبِرُونَ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ "بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ" يَخَافُونَ "نُشُورًا" بَعْثًا فَلَا يُؤْمِنُونَ

اور بلاشبہ یقیناً یہ لوگ یعنی کفار مکہ اس بستی پر آ چکے ہیں۔ جس پر بارش برسائی گئی، بری بارش، یہاں پر لفظ السوء یہ ساء کا مصدر ہے یعنی پتھروں کی بارش قوم لوط پر ہوئی پس اللہ نے ان کو بدکاری کرنے کے سبب ہلاک کر دیا۔ تو کیا وہ اپنے شام کے اسفار میں اسے دیکھا نہ کرتے تھے؟ تا کہ نصیحت حاصل کرتے اور یہ استفہام تقریری ہے۔ بلکہ وہ کسی طرح اٹھائے جانے کی امید نہ رکھتے تھے۔ یعنی وہ دوبارہ زندہ ہونے سے ڈرتے نہیں ہیں لہٰذا وہ ایمان بھی نہیں لاتے۔

اس بستی سے مراد سدوم ہے جو قوم لوط کی پانچ بستیوں میں سب سے بڑی بستی تھی ان بستیوں میں ایک سب سے چھوٹی بستی کے لوگ تو اس خبیث بدکاری کے عامل نہ تھے، جس میں باقی چار بستیوں کے لوگ مبتلا تھے اسی لئے انہوں نے نجات پائی اور وہ چار بستیاں اپنی بدعملی کے باعث آسمان سے پتھر برسا کر ہلاک کر دی گئیں۔ ان کفار مکہ کے جو تجارتی قافلے شام کی طرف جاتے اور واپس آتے ہیں تو یہ علاقہ ان کے راستہ میں پڑتا ہے اس علاقہ کی ویرانی اور خستہ حالی یہ کئی بار بچشم خود دیکھ چکے ہیں مگر یہ لوگ اس علاقہ کو محض ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھ کر آگے چلے جاتے ہیں۔ اس سے کچھ بھی عبرت حاصل نہیں کرتے۔

| |
|---|
| وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝ |
| اور (اے حبیب مکرّم!) جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں آپ کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے کیا یہی وہ ہے |
| جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ کی رسالت سے استہزاء کرنے کا بیان

"وَاِذَا رَأَوْك اِنْ" مَا "يَتَّخِذُونَكَ اِلَّا هُزُوًا" مَهْزُوءًا بِهِ يَقُولُونَ "أَهٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللّٰه رَسُولًا" فِي دَعْوَاهُ مُحْتَقِرِينَ لَهُ عَنْ الرِّسَالَة

اور (اے حبیب مکرّم!) جب بھی وہ آپ کو دیکھتے ہیں آپ کا مذاق اڑانے کے سوا کچھ نہیں کرتے اور یعنی بہ طور مذاق کہتے ہیں کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی آپ کو مقام رسالت سے کم جانتے ہیں۔

کیا یہ وہ شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر کرتا ہے؟ یعنی ان کی بابت کہتا ہے کہ وہ کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ اس حقیقت کا اظہار ہی مشرکین کے نزدیک ان کے معبودوں کی توہین تھی۔

| |
|---|
| اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ |
| يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ |
| بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔ اور عنقریب |
| وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔ |

## آخرت میں اپنی آنکھوں سے کفار کا عذاب دیکھ کر گمراہی کو سمجھ جانے کا بیان

"إِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف: أَيْ إِنَّهُ "كَادَ لَيُضِلّنَا" يَصْرِفنَا "عَنْ آلِهَتنَا لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا" لَصَرَفَنَا عَنْهَا "وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِين يَرَوْنَ الْعَذَاب" عِيَانًا فِي الْآخِرَة "مَنْ أَضَلّ سَبِيلًا" أَخْطَأ طَرِيقًا أَهُمْ أَمْ الْمُؤْمِنُونَ

یہاں پر ان مخففہ من مثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ ہے۔ بے شک یہ تو قریب تھا کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ ہی کر دیتا، یعنی ان سے پھیر دیتا اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم ان پر جمے رہے۔ تو ہم بھی ان سے پھر جاتے۔ اور عنقریب وہ جان لیں گے جب عذاب دیکھیں گے، یعنی آخرت میں جب اپنی آنکھوں سے عذاب سے دیکھیں گے، کون راستے کے اعتبار سے زیادہ گمراہ ہے۔ یعنی ان کا راستہ غلط ہے یا اہل ایمان کا راستہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور آپ کے اظہار معجزات نے کفار پر اتنا اثر کیا تھا اور دین حق کو اس

قدر واضح کر دیا تھا کہ خود کفار کو اقرار ہے کہ اگر وہ اپنی ہٹ پر جمے نہ رہتے تو قریب تھا کہ بت پرستی چھوڑ دیں اور دین اسلام اختیار کریں یعنی دین اسلام کی حقانیت ان پر خوب واضح ہو چکی تھی اور شکوک وشبہات مٹا ڈالے گئے تھے لیکن وہ اپنی ہٹ اور ضد کی وجہ سے محروم رہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فرقان، لاہور)

| |
|---|
| اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۝ |
| کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے۔ |

## خواہش نفس کو معبود بنا لینے کا بیان

"أَرَأَيْت" أَخْبِرْنِي "مَنْ اتَّخَذَ إلَهه هَوَاهُ" أَيْ مَهْوِيّه قُدِّمَ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَنَّهُ أَهَمّ وَجُمْلَة مَنْ اتَّخَذَ مَفْعُول أَوَّل لِرَأَيْت وَالثَّانِي "أَفَأَنْتَ تَكُون عَلَيْهِ وَكِيلًا" حَافِظًا تَحْفَظهُ عَنْ اتِّبَاع هَوَاهُ ؟ لَا

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟ یہاں پر مفعول ثانی کو اہمیت کے سبب مقدم ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ من اتخذ یہ جملہ رأیت کا مفعول اول ہے۔ اور وکیلا یہ مفعول ثانی ہے۔ تو کیا آپ اس پر نگہبان بنیں گے۔ کیا آپ ایسے شخص جو ہوائے نفس کی اتباع کرتا ہے اس کی اتباع سے اپنی حفاظت کریں گے یا نہیں؟

اصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے خواہش پرستی شروع کر رکھی ہے نفس و شیطان جس چیز کو اچھا ظاہر کرتا ہے یہ بھی اسے اچھی سمجھنے لگتے ہیں۔ بھلا ان کا ذمہ دار تو کیسے ٹھہر سکتا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جاہلیت میں عرب کی یہ حالت تھی کہ جہاں کسی سفید گول مول پتھر کو دیکھا اسی کے سامنے جھکنے اور سجدے کرنے لگے۔ اس سے اچھا کوئی نظر پڑ گیا تو اس کے سامنے جھک گئے۔ اور اول کو چھوڑ دیا۔ (جامع البیان، سورہ فرقان، بیروت)

حضرت ابوامامہ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آسمان کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو۔ (طبرانی)

| |
|---|
| اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ |
| کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) وہ تو چوپایوں کی مانند ہیں |
| بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔ |

## دین حق کو نہ سمجھنے والوں کا جانوروں سے بدتر ہونے کا بیان

"أَمْ تَحْسَب أَنَّ أَكْثَرهمْ يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَفَهُّم "أَوْ يَعْقِلُونَ" مَا تَقُول لَهُمْ "إنْ" مَا "هُمْ إلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلّ سَبِيلًا" أَخْطَأ طَرِيقًا مِنْهَا لِأَنَّهَا تَنْقَاد لِمَنْ يَتَعَهَّدهَا وَهُمْ لَا يُطِيعُونَ مَوْلَاهُمْ الْمُنْعِم عَلَيْهِمْ

کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یعنی جو آپ ان کیلئے کہتے ہیں۔ نہیں وہ تو چوپایوں کی مانند ہو چکے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں۔ یعنی ان کا طریقہ جانوروں سے بھی بدتر ہے کیونکہ جانوروں کی جو بندہ نگرانی کرتا ہے وہ اپنے مالک کی اطاعت کرتے ہیں جبکہ یہ اپنے منعم حقیقی کی اطاعت نہیں کرتا۔

کیونکہ چوپائے بھی اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور جو انہیں کھانے کو دے اس کے مطیع رہتے ہیں اور احسان کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور تکلیف دینے والے سے گھبراتے ہیں، نافع کی طلب کرتے ہیں، مُضر سے بچتے ہیں، چراگاہوں کی راہیں جانتے ہیں، یہ کفاران سے بھی بدتر ہیں کہ نہ رب کی اطاعت کرتے ہیں نہ اس کے احسان کو پہچانتے ہیں، نہ شیطان جیسے دشمن کی ضرررسانی کو سمجھتے ہیں، نہ ثواب جیسی عظیم المنفعت چیز کے طالب ہیں، نہ عذاب جیسے سخت مُضر مہلکہ سے بچتے ہیں۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَ لَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۝ |
| ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ |
| کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا، پھر ہم نے |
| سورج کو اس پر دلالت کرنے والا بنایا۔ پھر ہم آہستہ آہستہ اس کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹ لیتے ہیں۔ |

## اشیاء کے سائے سے دلیل قدرت کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَنْظُر "إِلَى" فِعْل "رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلّ" مِنْ وَقْت الْإِسْفَار إِلَى وَقْت طُلُوع الشَّمْس "وَلَوْ شَاءَ" رَبّك "لَجَعَلَهُ سَاكِنًا" مُقِيمًا لَا يَزُول بِطُلُوعِ الشَّمْس "ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْس عَلَيْهِ" أَيْ الظِّلّ "دَلِيلًا" فَلَوْلَا الشَّمْس مَا عُرِفَ الظِّلّ، "ثُمَّ قَبَضْنَاهُ" أَيْ الظِّلّ الْمَمْدُود "إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا" خَفِيًّا بِطُلُوعِ الشَّمْس

کیا تو نے اپنے رب کو نہیں دیکھا، اس نے کس طرح سائے کو پھیلا دیا یعنی اسفار سے طلوع آفتاب اور اگر وہ چاہتا تو اسے ضرور ساکن کر دیتا، یعنی جو طلوع آفتاب سے زائل نہ ہوتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلالت کرنے والا بنایا۔ کیونکہ اگر سورج نہ ہوتا تو سایہ پہچانا نہ جاتا۔ پھر ہم آہستہ آہستہ اس سایہ کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹ لیتے ہیں۔ یعنی طلوع آفتاب کے سبب بہ تدریج اس کو سمیٹ لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت پر دلیلیں بیان ہو رہی ہے کہ مختلف اور متضاد چیزوں کو وہ پیدا کر رہا ہے۔ سائے کو وہ بڑھاتا ہے کہتے ہیں کہ یہ وقت صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا ہے اگر وہ چاہتا تو اسے ایک ہی حالت پر رکھ دیتا۔ جیسے فرمان ہے کہ اگر وہ رات ہی رات رکھے تو کوئی دن نہیں کر سکتا اور اگر دن ہی دن رکھے تو کوئی رات نہیں لا سکتا۔ اگر سورج نہ نکلتا تو سائے کا حال ہی معلوم نہ ہوتا۔ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے سائے کے پیچھے دھوپ دھوپ کے پیچھے سایہ بھی قدرت کا انتظام ہے۔ پھر

سہج سہج ہم اسے یعنی سائے کو یا سورج کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ایک گھٹتا جاتا ہے تو دوسرا بڑھتا جاتا ہے اور یہ انقلاب سرعت سے عمل میں آتا ہے کوئی جگہ سایہ دار باقی نہیں رہتی صرف گھروں کے چھپڑوں کے اور درختوں کے نیچے سایہ رہ جاتا ہے اور ان کے بھی اوپر دھوپ کھلی ہوئی ہوتی ہے۔آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کر کے ہم اسے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّوْمَ سُبَاتًا وَّ جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ |
| اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پوشاک بنایا اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔ |

## دن رات کا انسان کیلئے نعمت ہونے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا" سَاتِرًا كَاللِّبَاسِ "وَالنَّوْمَ سُبَاتًا" رَاحَةً لِلْأَبْدَانِ بِقَطْعِ الْأَعْمَال "وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا" مَنْشُورًا فِيهِ لِابْتِغَاءِ الرِّزْق وَغَيْره

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پوشاک کی طرح ڈھانک لینے والا بنایا اور نیند کو تمہارے جسموں کے لئے آرام کا باعث بنایا کیونکہ اس میں کام ختم کر دیئے جاتے ہیں۔اور دن کو کام کاج کے لئے یعنی تلاش معاش وغیرہ کیلئے اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

اسی نے رات کو تمہارے لیے لباس بنایا ہے کہ وہ تمہارے وجود پر چھا جاتی ہے اور اسے ڈھانپ لیتی ہے جیسے فرمان ہے قسم ہے رات کی جب کہ ڈھانپ لے،اسی نے نیند کو سبب راحت وسکون بنایا کہ اس وقت حرکت موقوف ہو جاتی ہے۔اور دن بھر کے کام کاج سے جو تھکن چڑھ گئی تھی وہ اس آرام سے اتر جاتی ہے۔بدن کو اور روح کو راحت حاصل ہو جاتی ہے۔پھر دن کو اٹھ کھڑے ہوتے ہو پھیل جاتے ہو۔اور روزی کی تلاش میں لگ جاتے ہو۔جیسے فرمان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے رات دن مقرر کر دیا ہے کہ تم سکون وآرام بھی حاصل کرلو اور اپنی روزیاں بھی تلاش کرو۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ |
| اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔ |

## بارش سے پہلے خوشخبری دینے والی ہواؤں کا بیان

"وَهُوَ الَّذِی أَرْسَلَ الرِّيَاح " وَفِي قِرَاءَة الرِّيح "بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَته " مُتَفَرِّقَة قُدَّام الْمَطَر وَفِي قِرَاءَة بِسُكُونِ الشِّين تَخْفِيفًا وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَنُون مَفْتُوحَة مَصْدَر وَفِي أُخْرَى بِسُكُونِهَا وَضَمّ الْمُوَحَّدَة بَدَل النُّون : أَيْ مُبَشِّرَات وَمُفْرَد الْأُولَى نَشُور كَرَسُولٍ وَالْأَخِيرَة بَشِير "وَأَنْزَلْنَا مِنْ السَّمَاء مَاء طَهُورًا" مُطَهِّرًا،

یہاں پر ایک قرأت میں ریاح یہ ریح آیا ہے۔اور وہی ہے جس نے ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے لیے بھیجا یعنی

جو بارش سے پہلے پھیلتی ہوئی ہوائیں ہیں۔ یہاں پر لفظ بشرا، ایک قرأت میں شین کے سکون تخفیف کے ساتھ آیا ہے جبکہ دوسری قرأت میں نون مفتوحہ کے ساتھ مصدر ہے اور جبکہ ایک اور قرأت کے مطابق شین کے سکون اور نون کی بہ جائے باء کو ضمہ کے ساتھ یعنی بشرا لائے ہیں یعنی خوشخبری دینے والی ہیں۔ اور پہلی قرأت کے مطابق نشرا جس کا مفرد نشور ہے جس طرح رسل کا مفرد رسول ہے۔ جبکہ آخری قرأت میں بشرا کا مفرد بشیر ہے۔ اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی اتارا۔

ریاح کا لفظ ریح کی جمع ہے۔ جس کا معنی محض ہوا ہے خواہ وہ چل رہی ہو یا ساکن ہو اور اگر وہ حرکت میں ہو یعنی چل رہی ہو تو عربی زبان میں ہر سمت سے چلنے والی ہوا کے لئے الگ الگ لغت ہے۔ جو ہوا شمال سے جنوب کی طرف چل رہی ہو اس ہوا کو بھی شمال ہی کہتے ہیں اور یہ عموماً بارش ہوتی ہے اور جو جنوب سے شمال کو چلے اسے جنوب کہتے ہیں اور یہ عموماً بادلوں کو اڑا لے جانے والا ہوتی ہے جو مشرق سے مغرب کو عموماً صبح کے وقت چلتی ہے اسے صبا کہتے ہیں اور یہ دل کو فرحت بخشنے والی ہوتی ہے اور جو مغرب سے مشرق کو چلے اسے دبور کہتے ہیں۔ اسے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ عاد کی قوم اسی ہوا سے ہلاک ہوئی تھی۔

| |
|---|
| لِّنُحْيِ ۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّ نُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ٥ |
| تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں اور اسے اس میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے |
| جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ |

## مردہ شہروں کو زندہ کرنے کا بیان

"لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا" بِالتَّخْفِيفِ يَسْتَوِي فِيهِ الْمُذَكَّر وَالْمُؤَنَّث ذَكَّرَهُ بِاعْتِبَارِ الْمَكَان "وَنُسْقِيَهُ" أَيْ الْمَاء "مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا" إِبِلًا وَبَقَرًا وَغَنَمًا "وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا" جَمْع إِنْسَان وَأَصْله أَنَاسِين فَأُبْدِلَتْ النُّون يَاء وَأُدْغِمَتْ فِيهَا الْيَاء أَوْ جَمْع إِنْسِيّ

تاکہ ہم اس کے ذریعے ایک مردہ شہر کو زندہ کریں یہاں پر لفظ میتا یہ تخفیف کے ساتھ آیا ہے جس مین جگہ کے اعتبار سے مردوخواتین برابر ہیں۔ یعنی بلدۃ کی صفت کو مذکر اس لئے لایا گیا کہ بلدۃ کے مقام کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اور اسے اس مخلوق میں سے جو ہم نے پیدا کی ہے، بہت سے جانوروں اور انسانوں کو پینے کے لیے مہیا کریں۔ جن میں اونٹ، گائے اور بکریاں ہیں۔ اور اناسی یہ انسان کی جمع ہے۔ اس کی اصل اناسین ہے۔ پس نون کو یاء بدلہ اور پھر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا یا یہ انسی کی جمع ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بلدۃ میتا۔ موصوف، صفت، مردہ بستی۔ غیر آباد شہر، جہاں کوئی نباتات نہ ہو۔ بلدۃ بمعنی البلد ہے اور اسی وجہ سے میتا مذکر لایا گیا ہے۔ اناسی۔ یہ یا انسی کی جمع ہے جیسے کرسی کی جمع کراسی ہے یا یہ انسان کی جمع ہے اور اصل میں اناسین تھا جیسے سرحان کی جمع سراحین اور بستان کی جمع بساتین ہے نون کو ی سے بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا۔

آیت میں یہ بتلایا ہے کہ آسمان سے نازل کردہ پانی سے اللہ تعالیٰ زمین کو بھی سیراب کرتا ہے اور جانوروں کو بھی اور بہت سے انسانوں کو بھی۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جس طرح جانور سب کے سب اس پانی سے سیراب ہوتے ہیں اسی طرح انسان بھی سبھی اس پانی سے فائدہ اٹھاتے اور سیراب ہوتے ہیں۔ پھر ان میں یہ تخصیص کہ بہت سے انسانوں کو سیراب کیا اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ بہت سے انسان اس سیرابی سے محروم اور الگ ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں بہت سے انسانوں سے وہ جنگل کے رہنے والے لوگ مراد ہیں جن کا عموماً گزارہ بارش کے پانی پر ہوتا ہے۔ شہری آبادی والے تو نہروں کے کناروں پر کنوؤں کے قریب آباد ہوتے ہیں بارش کے منتظر نہیں رہتے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۚ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ○ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری |
| کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں ایک ڈرسنانے والا بھیج دیتے۔ |

## مختلف انداز میں نصیحت کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ" أَيْ الْمَاء "بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا" أَصْلُه يَتَذَكَّرُوا أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الذَّال وَفِي قِرَاءَة لِيَذْكُرُوا بِسُكُونِ الذَّال وَضَمّ الْكَاف : أَيْ نِعْمَةَ اللّٰه بِهِ "فَأَبَى أَكْثَر النَّاس إِلَّا كُفُورًا" جُحُودًا لِلنِّعْمَةِ حَيْثُ قَالُوا : مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا، "وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلّ قَرْيَة نَذِيرًا" يُخَوِّف أَهْلهَا وَلٰكِنْ بَعَثْنَاكَ إِلَى أَهْل الْقُرَى كُلّهَا نَذِيرًا لِيَعْظُم أَجْرك،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ان کے درمیان پھیر پھیر کر بیان کیا، تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں، یہاں پر یذکروا اصل میں یتذکروا تھا تو تاء کا ذال میں ادغام کیا گیا ہے۔ اور ایک قرأت میں لیذکروا سکون ذال کے اور کاف کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی اللہ کی نعمتوں کے ساتھ نصیحت حاصل کریں، مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کرنے کے سوا کچھ نہیں مانا۔ اور کہا کہ فلاں ستارے کے طلوع ہونے سے بارش ہوئی ہے۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں ایک ڈرسنانے والا بھیج دیتے۔ جو وہاں کی بستی والوں کو ڈراتا لیکن ہم نے تمام بستیوں کی طرف آپ کو ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تا کہ آپ کیلئے ثواب دیا ہو۔

یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں جلد کہیں بدیر، جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پہنچتا رہتا ہے۔ تا کہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار وحکیم کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ الٹے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنے استعداد اور ظرف کے موافق جتنا حصہ ملنا تھا مل گیا اور بہت سے اس نعمت عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے۔

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۝

پس تو کافروں کا کہنا نہ مان اور تو اس کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کر۔

## کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا بیان

"فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ" فِي هَوَاهُمْ "وَجَاهِدْهُمْ بِهِ" أَيْ الْقُرْآن

پس (اے مردِ مومن!) تو کافروں کی خواہشات میں ان کا کہنا نہ مان اور تو اس قرآن کی دعوت اور دلائل کے ذریعے ان کے ساتھ بڑا جہاد کریں۔

یہ آیت مکی ہے جبکہ احکام کفار سے قتال و جنگ کے نازل نہیں ہوئے تھے اسی لئے یہاں جہاد کو بہ کے ساتھ مقید کیا گیا، بہ کی ضمیر تو قرآن کی طرف راجع ہے معنی آیت کے یہ ہیں کہ قرآن کے ذریعہ مخالفین اسلام سے جہاد کرو بڑا جہاد، قرآن کے ذریعہ اس جہاد کا حاصل اس کے احکام کی تبلیغ اور خلق خدا کو اس کی طرف توجہ دینے کی ہر کوشش ہے خواہ زبان سے ہو یا قلم سے دوسرے طریقوں سے اس سب کو یہاں جہاد کبیر فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا۝

اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا۔ یہ میٹھا نہایت شیریں ہے اور یہ کھاری نہایت تلخ ہے۔ اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط رکاوٹ بنا دی۔

## پانی میں مٹھاس وکڑواہٹ کا بیان

"وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ" أَرْسَلَهُمَا مُتَجَاوِرَيْنِ "هَذَا عَذْب فُرَات" شَدِيد الْعُذُوبَة "وَهَذَا مِلْح أُجَاج" شَدِيد الْمُلُوحَة "وَجَعَلَ بَيْنهمَا بَرْزَخًا" حَاجِزًا لَا يَخْتَلِط أَحَدهمَا بِالْآخَرِ "وَحِجْرًا مَحْجُورًا" سِتْرًا مَمْنُوعًا بِهِ اخْتِلَاطهمَا

اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا کر جاری کر دیا ہے۔ یہ ایک میٹھا نہایت شیریں ہے یعنی میٹھا لذت والا ہے اور یہ دوسرا کھاری نہایت تلخ ہے۔ یعنی نمکین کڑوا ہے۔ اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط رکاوٹ بنا دی۔ تاکہ ان میں سے ایک دوسرے میں مکس نہ ہو۔ یعنی ایسا مضبوط مانع رکھا ہے جس کے سبب ان کا مکس ہونا رک گیا ہے۔

اسی رب نے پانی کو دو طرح کا کر دیا ہے۔ میٹھا اور کھاری۔ نہروں چشموں اور کنوؤں کا پانی عموماً شیریں صاف اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔ بعض ٹھہرے ہوئے سمندروں کا پانی کھاری اور بدمزہ ہوتا ہے۔ اللہ کی اس نعمت پر بھی شکر کرنا چاہیے کہ اس نے میٹھے پانی کی چاروں طرف ریل پیل کر دی تا کہ لوگوں کو نہانے دھونے پینے اور کھیت اور باغات کو پانی دینے میں آسانی رہے۔ مشرقوں اور

مغربوں میں محیط سمندر کھاری پانی کے اس نے بہا دیئے جو ٹھہرے ہوئے ہیں، ادھر ادھر بہتے نہیں لیکن موجیں مار رہے ہیں، تلاطم پیدا کر رہے ہیں، بعض میں مدو جزر ہے، ہر مہینے کی ابتدائی تاریخوں میں تو ان میں زیادتی اور بہاؤ ہوتا ہے پھر چاند کے گھٹنے کے ساتھ وہ گھٹتا جاتا ہے یہاں تک آخر میں اپنی حالت پر آ جاتا ہے پھر جہاں چاند چڑھا یہ بھی چڑھنے لگا چودہ تاریخ تک برابر چاند کیساتھ چڑھتا رہا پھر اترنا شروع ہوا ان تمام سمندروں کو اسی اللہ نے پیدا کیا ہے وہ پوری اور زبردست قدرت والا ہے۔ کھاری اور گرم پانی گو پینے کے کام نہیں آتا لیکن ہواؤں کو صاف کر دیتا ہے جس سے انسانی زندگی ہلاکت میں نہ پڑے اس میں جو جانور مر جاتے ہیں ان کی بدبو دنیا والوں کو ستا نہیں سکتی اور کھاری پانی کے سبب سے اس کی ہوا صحت بخش اور اسکا مردہ پاک طیب ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب سمندر کے پانی کی نسبت سوال ہوا کہ کیا ہم اس سے وضو کر لیں؟ تو آپ نے فرمایا اسکا پانی پاک ہے اور اسکا مردہ حلال ہے۔ مالک شافعی اور اہل سنن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے روایت کی ہے اور اسناد بھی صحیح ہے پھر اسکی قدرت دیکھو کہ محض اپنی طاقت سے اور اپنے حکم سے ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے نہ کھاری میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کھاری میں مل سکے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا۝ |
| اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، پھر اسے خاندان اور سسرال بنا دیا اور تیرا رب بے حد قدرت والا ہے۔ |

## انسان کی تخلیق اور نسل انسانی کی بقاء کا بیان

"وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنْ الْمَاء بَشَرًا" مِنْ الْمَنِيّ إنْسَانًا "فَجَعَلَهُ نَسَبًا" ذَا نَسَب "وَصِهْرًا" ذَا صِهْر بِأَنْ يَتَزَوَّج ذَكَرًا كَانَ أَوْ أُنْثَى طَلَبًا لِلتَّنَاسُلِ "وَكَانَ رَبّك قَدِيرًا" قَادِرًا عَلَى مَا يَشَاء

اور وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر کو پیدا کیا، یعنی منی سے انسان بنایا پھر اسے خاندان والا اور سسرال والا بنا دیا یعنی کہ وہ شادی کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہوتا کہ نسل حاصل کرے۔ اور تیرا رب بے حد قدرت والا ہے۔ یعنی وہ جسے چاہے اس پر قادر ہے۔

دیکھ لو! کس طرح اپنی قدرت کاملہ سے ایک قطرہ آب کو عاقل و کامل آدمی بنا دیا۔ پھر آگے اس سے نسلیں چلائیں اور دامادی اور سسرال کے تعلقات قائم کیے۔ ایک ناچیز قطرہ کو کیا سے کیا کر دیا اور کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ لیکن یہ حضرت تھوڑی ہی دیر میں اپنی اصل کو بھول گئے۔

## نسب کی حفاظت کرنے کا بیان

حضرت امام مالک کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک حیض کے ذریعہ لونڈیوں کے استبراء کا حکم فرماتے تھے بشرطیکہ ان لونڈیوں کو حیض آتا ہو اور اگر کوئی لونڈی ایسی ہوتی تھی جس کو حیض نہیں آتا تھا تو اس کے لئے تین مہینہ مدت کے ذریعہ استبراء کا حکم دیتے تھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم جاری فرمایا تھا کہ جن لونڈیوں کو حیض آتا ہے ان

سے ان کے نئے مالک اس وقت تک جماع نہ کریں جب تک تین مہینہ کی مدت نہ گزر جائے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر کو اپنا پانی پلانے سے منع کیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 533)

حدیث کے آخری جملہ میں حاملہ لونڈی کے استبراء کا حکم ہے کہ اگر کوئی لونڈی حمل کی حالت میں اپنی ملکیت میں آئے تو اس سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک کہ وہ ولادت سے فارغ نہ ہو جائے تا کہ اس لونڈی کے رحم میں جو ایک دوسرے شخص کے نطفہ کا حمل ہے اس سے اپنے نطفہ و نسب کا اختلاط نہ ہو۔ غیر حائضہ لونڈی کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جس لونڈی کو حیض نہ آتا ہو اس کا استبراء یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس وقت جماع کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر پورا ایک یا اس سے زائد عرصہ گزر جائے اور بعض حضرات نے اس حدیث کے پیش نظر یہ کہا ہے کہ غیر حائضہ کا استبراء یہ ہے کہ اس سے اس وقت جماع کیا جائے جب کہ اپنی ملکیت میں آنے کے بعد اس پر تین مہینے یا اس سے زائد عرصہ گزر جائے۔

| |
|---|
| وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَ لَا يَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ |
| اور وہ اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نفع دیتی ہے اور نہ انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور |
| کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔ |

## کفار شیطان کی اتباع کرنے والے ہیں

"وَيَعْبُدُونَ" أَيْ الْكُفَّار "مِنْ دُونِ اللّٰه مَا لَا يَنْفَعهُمْ" بِعِبَادَتِهِ "وَلَا يَضُرّهُمْ" بِتَرْكِهَا وَهُوَ الْأَصْنَام "وَكَانَ الْكَافِر عَلَى رَبّه ظَهِيرًا" مُعِينًا لِلشَّيْطَانِ بِطَاعَتِهِ

اور وہ کفار اللہ کے سوا اس چیز کی عبادت کرتے ہیں جو عبادت کرنے پر نہ انہیں نفع دیتی ہے اور عبادت چھوڑ دینے پر نہ انہیں نقصان پہنچاتی ہے اور وہ بت ہیں۔ اور کافر ہمیشہ اپنے رب کے خلاف مدد کرنے والا ہے۔ یعنی شیطان کی اتباع کر کے اس کی مدد کرنے والا ہے۔

مشرکوں کی جہالت بیان ہو رہی ہے کہ وہ بت پرستی کرتے ہیں اور بلا دلیل و حجت ان کی پوجا کرتے ہیں جو نہ نفع کے مالک نہ نقصان کے۔ صرف باپ دادوں کی دیکھا دیکھی نفسانی خواہشات سے انکی محبت و عظمت اپنے دل میں جمائے ہوئے ہیں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ شیطانی لشکر میں شامل ہو گئے ہیں اور رحمانی لشکر کے مخالف ہو گئے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ انجام کار غلبہ اللہ والوں کو ہی ہوگا۔ یہ خواہ مخواہ ان کی طرف سے سینہ سپر ہو رہے ہیں انجام کار مومنوں کے ہی ہاتھ رہے گا۔ دنیا اور آخرت میں ان کا پروردگار انکی امداد کرے گا۔ ان کفار کو تو شیطان صرف اللہ کی مخالفت پر ابھار دیتا ہے اور کچھ نہیں۔ سچے اللہ کی عداوت انکے دل میں ڈال دیتا ہے شرک کی محبت بٹھا دیتا ہے یہ اللہ کے احکام سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۝ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۝

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس پر کچھ بھی معاوضہ نہیں مانگتا مگر جو شخص اپنے رب تک راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے (کر لے)۔

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف بشیر و نذیر ہونے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا" بِالْجَنَّةِ "وَنَذِيرًا" مُخَوِّفًا مِنَ النَّارِ، "قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ" أَيْ عَلَى تَبْلِيغِ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ "مِنْ أَجْرٍ إِلَّا" لَكِنْ "مَنْ شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلًا" طَرِيقًا بِإِنْفَاقِ مَالِهِ فِي مَرْضَاتِهِ تَعَالَى فَلَا أَمْنَعُهُ مِنْ ذَلِكَ،

اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر جنت کی خوشخبری سنانے والا اور آگ سے ڈر سنانے والا بنا کر۔ آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ بھی معاوضہ نہیں مانگتا جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے مگر جو شخص اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے یعنی اپنا مال خرچ کر کے اس کی رضا حاصل چاہے تو میں اس کو روکنے والا نہیں ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں مومنوں کو خوشخبری سنانے والا اور کفار کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اطاعت گزاروں کو جنت کی بشارت دیجئے اور نافرمانوں کو جہنم کے عذابوں سے مطلع فرما دیجئے۔ لوگوں میں عام طور پر اعلان کر دیجئے کہ میں اپنی تبلیغ کا بدلہ اپنے وعظ کا معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ارادہ سوائے اللہ کی رضامندی کی تلاش کے اور کچھ نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میں سے جو راہ راست پر آنا چاہے اس کے سامنے صحیح راستہ نمایاں کر دوں۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا۝

اور آپ اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجئے جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے، اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونا کافی ہے۔

## اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے کا بیان

"وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوت وَسَبِّحْ" مُتَلَبِّسًا "بِحَمْدِهِ" أَيْ قُلْ: سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ "وَكَفَى بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا" عَالِمًا تَعَلَّقَ بِهِ بِذُنُوب

اور آپ اس ہمیشہ زندہ رہنے والے رب پر بھروسہ کیجئے جو کبھی نہیں مرے گا اور اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے، سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ، اور اس کا اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونا کافی ہے۔ یہاں ذنوب یہ خبیرا کے متعلق ہے۔

اے پیغمبر اپنے تمام کاموں میں اس اللہ پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشہ اور دوام والا ہے جو موت وفوت سے پاک ہے جو اول وآخر ظاہر و باطن اور ہر چیز کا عالم ہے جو دائم باقی سرمدی ابدی حی وقیوم ہے جو ہر چیز کا مالک اور رب ہے اسکو اپنا ماویٰ وملجا ٹھہرا لے۔اسی کی ذات ایسی ہے کہ اس پر توکل کیا جائے ہر گھبراہٹ میں اسی کی طرف جھکا جائے۔وہ کافی ہے وہی ناصر ہے۔

| |
|---|
| الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی |
| عَلَی الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝ |
| وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر عرش پر بلند ہوا، |
| بے حد رحم والا ہے، سو اس کے متعلق کسی پورے باخبر |

## زمین وآسمان کی چھ دن میں تخلیق ہونے کا بیان

هُوَ "الَّذِی خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَمَا بَیْنهمَا فِی سِتَّة أَیَّام" مِنْ أَیَّام الدُّنْیَا : أَیْ فِی قَدْرهَا لِأَنَّهُ لَمْ یَکُنْ ثَمَّ شَمْس وَلَوْ شَاءَ لَخَلَقَهُنَّ فِی لَمْحَة وَالْعُدُول عَنْهُ لِتَعْلِیمِ خَلْقه التَّثَبُّت "ثُمَّ اسْتَوَی عَلَی الْعَرْش" هُوَ فِی اللُّغَة سَرِیر الْمُلْك "الرَّحْمَن" بَدَل مِنْ ضَمِیر اسْتَوَی : أَیْ اسْتِوَاء یَلِیق بِهِ "فَاسْأَلْ" أَیّهَا الْإِنْسَان "بِهِ" بِالرَّحْمَنِ "خَبِیرًا" یُخْبِرك بِصِفَاتِهِ

وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، دنیا کے دنوں کے حساب چھ دنوں میں پیدا کیا، یعنی اتنی مقدار کیونکہ اس اس وقت سورج نہ تھا۔اور اگر اللہ چاہتا تو ایک لحہ میں پیدا کر دیتا لیکن مخلوق کو تعلیم دینے سے عدول ہو جانا تھا۔پھر عرش پر بلند ہوا، اور عرش لغت میں بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں۔بے حد رحم والا ہے، یہاں پر الرحمٰن یہ استویٰ کی ضمیر سے بدل ہے، اے انسان! اس کے متعلق کسی پورے باخبر سے پوچھیں جو اس کی صفات کی تجھے بتائے۔

یعنی اتنی مقدار میں کیونکہ لیل ونہار اور آفتاب تو تھے ہی نہیں اور اتنی مقدار میں پیدا کرنا اپنی مخلوق کو آہستگی اور اطمینان کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ وہ ایک لحہ میں سب کچھ پیدا کر دینے پر قادر ہے۔

سلف کا مذہب یہ ہے کہ استواء اور اس کے امثال جو وارد ہوئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی کیفیت کے درپے نہیں ہوتے اس کو اللہ جانے۔بعض مفسرین استواء کو بلندی اور برتری کے معنی میں لیتے ہیں اور بعض استیلا کے معنی میں لیکن قول اول ہی اسلم واقوی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟ کیا ہم اسی کو سجدہ کرنے لگ جائیں |
| جس کا آپ ہمیں حکم دے دیں اور اس نے انہیں نفرت میں اور بڑھا دیا۔ |

## کفار مکہ کا رحمان کو سجدہ نہ کرنے کا بیان

"وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ" لِكُفَّارِ مَكَّة "اُسْجُدُوا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمٰن اَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرنَا" بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة وَالْآمِر مُحَمَّد وَلَا نَعْرِفهُ ؟ لَا "وَزَادَهُمْ" هَذَا الْقَوْل لَهُمْ "نُفُورًا" عَنْ الْإِيمَان

اور جب ان کفار مکہ سے کہا جاتا ہے کہ تم رحمان کو سجدہ کرو تو وہ (منکرینِ حق) کہتے ہیں کہ رحمان کیا (چیز) ہے؟ یہاں پر تأمر یاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے کیا ہم اسی کو سجدہ کرنے لگ جائیں جس کا آپ ہمیں حکم دے دیں یعنی جس کا حکم نبی کریم ﷺ دیں جبکہ ہم اس کو پہچانتے ہی نہیں؟ اور اس قول نے انہیں ایمان سے نفرت میں اور بڑھا دیا۔

اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ رحمٰن کو جانتے نہیں اور یہ باطل ہے جو انہوں نے براہِ عناد کہا کیونکہ لغتِ عرب کا جاننے والا خوب جانتا ہے کہ رحمٰن کے معنی نہایت رحمت والا ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔

| تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ○ |
| --- |
| بہت برکت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور ایک روشنی کرنے والا چاند بنایا۔ |

## آسمان میں بروج بنانے کا بیان

"تَبَارَكَ" تَعَاظَمَ "الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاء بُرُوجًا" اثْنَيْ عَشَر : الْحَمَل وَالثَّوْر وَالْجَوْزَاء وَالسَّرَطَان وَالْأَسَد وَالسُّنْبُلَة وَالْمِيزَان وَالْعَقْرَب وَالْقَوْس وَالْجَدْي وَالدَّلْو وَالْحُوت وَهِيَ مَنَازِل الْكَوَاكِب السَّبْعَة السَّيَّارَة الْمِرِّيخ وَلَهُ الْحَمَل وَالْعَقْرَب وَالزُّهَرَة وَلَهَا الثَّوْر وَالْمِيزَان وَعُطَارِد وَلَهُ الْجَوْزَاء وَالسُّنْبُلَة وَالْقَمَر وَلَهُ السَّرَطَان وَالشَّمْس وَلَهَا الْأَسَد وَالْمُشْتَرِي وَلَهُ الْقَوْس وَالْحُوت وَزُحَل وَلَهُ الْجَدْي وَالدَّلْو "وَجَعَلَ فِيهَا" أَيْضًا "سِرَاجًا" هُوَ الشَّمْس "وَقَمَرًا مُنِيرًا" وَفِي قِرَاءَة سُرُجًا بِالْجَمْعِ : أَيْ نَيِّرَات وَخُصَّ الْقَمَر مِنْهَا بِالذِّكْرِ لِنَوْعِ فَضِيلَة

بہت برکت یعنی عظمت والا ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے جو بارہ ہیں۔ جن کی تعداد بارہ ہے (۱) حمل (۲) ثور (۳) جوزہ (۴) سرطان (۵) اسد (۶) سنبلہ (۷) میزان (۸) عقرب (۹) قوس (۱۰) جدی (۱۱) دلو (۱۲) حوت۔

(۱) حمل کیلئے عقرب اور زہرہ ہیں۔ (۲) ثور کیلئے میزان اور عطارد ہیں (۳) جوزہ کیلئے سنبلہ اور قمر ہیں (۴) سرطان کیلئے سورج ہے (۵) اسد کیلئے مشتری ہے (۶) سنبلہ (۷) میزان (۸) عقرب (۹) قوس (۱۰) جدی (۱۱) دلو (۱۲) حوت

یہ برج سات بڑے سیاروں کی منزلیں ہیں جن کے نام ہیں مریخ، زہرہ، عطارد، قمر، شمس، مشتری اور زحل۔ اور ایک قرأت سرجا جمع کے ساتھ آیا ہے۔ روشن کواکب بنائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بروج سے کواکب سبعہ سیارہ کے منازل مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بڑائی، قدرت، رفعت کو دیکھو کہ اس نے آسمان میں برج بنائے اس سے مراد یا تو بڑے بڑے ستارے ہیں یا چوکیداری کے برج ہیں۔ پہلا قول زیادہ ظاہر ہے اور ہوسکتا ہے کہ بڑے بڑے ستاروں سے مراد بھی یہی برج ہوں۔ اور آیت میں ہے آسمان دنیا کو ہم نے ستاروں کیساتھ مزین بنایا۔ سراج سے مراد سورج ہے جو چمکتا رہتا ہے اور مثل چراغ کے ہے۔ اسی طرح چاند ستارے وغیرہ دوسری خوبصورت روشنی والی اشیاء ہیں۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۝ |
| اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یا کچھ شکر کرنا چاہے۔ |

## دن رات میں نیکی کرنے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِی جَعَلَ اللَّیْلَ وَالنَّهَار خِلْفَة" أَیْ یَخْلُف كُلّ مِنْهُمَا الْآخَر "لِمَنْ أَرَادَ أَنْ یَذَّكَّر" بِالتَّشْدِیدِ وَالتَّخْفِیف كَمَا تَقَدَّمَ: مَا فَاتَهُ فِی أَحَدهمَا مِنْ خَیْر فَیَفْعَلهُ فِی الْآخَر "أَوْ أَرَادَ شُكُورًا" أَیْ شُكْرًا لِنِعْمَةِ رَبّه عَلَیْهِ فِیهِمَا

اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا، یعنی ہر ایک دوسرے کے بعد آتا ہے۔ اس کے لیے جو چاہے کہ نصیحت حاصل کرے، یہاں پر یذکر تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یعنی ان دونوں یہ رات دن میں سے کسی ایک میں اگر کوئی نیکی کرنا رہ جائے تو وہ دوسرے میں کرے یا کچھ شکر کرنا چاہے۔ یعنی اپنے رب کی نعمتوں پر ان دونوں میں شکر ادا کرے۔

اس نے تمہارے لئے سورج چاند پے درپے آنے جانے والے بنائے ہیں۔ اور جگہ ہے رات دن کو ڈھانپ لیتی ہے اور جلدی جلدی اسے طلب کرتی آتی ہے۔ نہ سورج چاند سے آگے بڑھ سکے نہ رات دن سے سبقت لے سکے۔ اسی سے اس کے بندوں کو اسکی عبادتوں کے وقت معلوم ہوتے ہیں رات کا فوت شدہ عمل دن میں پورا کرلیں۔ دن کا رہ گیا ہوا عمل رات کو ادا کرلیں۔ صحیح حدیث شریف میں ہے اللہ تعالیٰ رات کو اپنے ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن ضحیٰ کی نماز میں بڑی دیر لگادی۔ سوال پر فرمایا کہ رات کا میرا وظیفہ کچھ باقی رہ گیا تھا تو میں نے چاہا کہ اسے پورا یا قضا کرلوں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی خلفۃ کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مختلف یعنی دن روشن رات تاریک اس میں اجالا اس میں اندھیرا یہ نورانی اور وہ ظلماتی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا۝ |
| اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ |

## اللہ کے نیک بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ" مُبْتَدَأ وَمَا بَعْده صِفَات لَهُ إِلَى أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ غَيْر الْمُعْتَرِض فِيهِ "الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْض هَوْنًا" أَيْ بِسَكِينَةٍ وَتَوَاضُع "وَإِذَا خَاطَبَهُمْ الْجَاهِلُونَ" بِمَا يَكْرَهُونَهُ "قَالُوا سَلَامًا" أَيْ قَوْلًا يَسْلَمُونَ فِيهِ مِنْ الْإِثْم

یہاں پر عباد الرحمٰن مبتداء ہے اور اس کے بعد اولئک تک اس کی صفات ہیں۔ اور جملہ معترضہ ہے۔ اور رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں یعنی سکون اور عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے بات کرتے ہیں جس کو وہ پسند نہ کرتے ہوں تو وہ کہتے ہیں سلام ہے۔ یعنی ایسا قول کہہ دیتے ہیں جس میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں۔

یہ سلامِ متارکت ہے یعنی جاہلوں کے ساتھ مجادلہ کرنے سے اعراض کرتے ہیں یا یہ معنی ہیں کہ ایسی بات کہتے ہیں جو درست ہو اور اس میں ایذا اور گناہ سے سالم رہیں۔ حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تو ان بندوں کے دن کا حال ہے اور ان کی رات کا بیان آگے آتا ہے، مراد یہ ہے کہ ان کی مجلسی زندگی اور خَلق کے ساتھ معاملہ ایسا پاکیزہ ہے اور ان کی خلوت کی زندگانی اور حق کے ساتھ رابطہ یہ ہے جو آگے بیان فرمایا جاتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے موطا کے حاشیہ میں لکھا ہے اور عبدالبر سے نقل کیا ہے انہوں نے کہا علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر میں فلاں آدمی سے سلام کروں اور اس سے ملنا جلنا رکھوں تو اس کی وجہ سے مجھے دینی یا دنیاوی نقصان برداشت کرنا پڑے گا اور میرا قیمتی وقت ضائع ہوگا وہ شخص اس سے کنارہ کشی کر لے اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا٥ |
| اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ |

## قیام وسجود میں رات بسر کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا" جَمْع سَاجِد "وَقِيَامًا" بِمَعْنَى قَائِمِينَ يُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ

اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے رات گزارتے ہیں۔ یہاں سجدا یہ ساجد کی جمع ہے اور قیام بہ معنی قیام کرنے والے یعنی وہ رات کو نماز پڑھنے والے ہیں۔

یعنی نماز اور عبادت میں شب بیداری کرتے ہیں اور رات اپنے رب کی عبادت میں گزارتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے کرم سے تھوڑی عبادت والوں کو بھی شب بیداری کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس کسی نے بعد عشاء دو رکعت یا زیادہ نفل پڑھے وہ شب بیداری کرنے والوں میں داخل ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس نے عشاء کی نماز بجماعت ادا کی اس نے نصف شب کے قیام کا ثواب پایا اور جس نے فجر بھی با جماعت ادا کی

وہ تمام شب کے عبادت کرنے والے کی مثل ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ اپنے سایہ میں سایہ عطا کرے گا۔ جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا ایک عادل بادشاہ، دوسرا وہ جوان جس کی پرورش اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو، تیسرا وہ آدمی جس کا دل مساجد میں اٹکا ہوا ہو، چوتھے وہ دو آدمی جن کی دوستی اللہ کے لئے ہو اسی پر جمع ہوں اور اسی پر جدا ہوں پانچواں وہ آدمی جس کو کوئی نسب و جمال والی عورت بلائے (برائی کی طرف) تو وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ آدمی جو صدقہ اس طرح چھپا کر دیتا ہے کہ اس کے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے دینے کی خبر نہ ہو۔ ساتواں وہ آدمی جو خلوت میں اللہ کا ذکر کرے تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2373)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا۝ |
| اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝ |
| اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ |
| بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔ |

## اہل جہنم کا دوزخ کے مقام سے نکلنے کی پکار کا بیان

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا" أَيْ لَازِمًا، "اِنَّهَا سَاءَتْ" بِئْسَ "مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا" هِيَ: أَيْ مَوْضِع اسْتِقْرَار وَإِقَامَة

اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے۔ بے شک اس کا عذاب ہمیشہ چمٹ جانے والا ہے۔ بے شک وہ بری ٹھہرنے کی جگہ اور اقامت کی جگہ ہے۔ یعنی جو جگہ ان کے ٹھہرنے اور قیام کی ہے۔

حضرت مالک بن حارث کا بیان ہے کہ جب دوزخی دوزخ میں پھینک دیا جائے گا تو اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اسکے بعد جہنم کے ایک دروازے پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا تم بہت پیاسے ہو رہے ہو گے لو ایک جام تو نوش کرلو۔ یہ کہہ کر انہیں کالے ناگ اور زہریلے بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی بال الگ ہو جائیں گے رگیں الگ جا پڑیں گی ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہنم میں گڑھے ہیں کنویں ہیں ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں سے نکل کر آتے اور انہیں لپٹ جاتے ہیں، ہونٹوں پر سروں پر اور جسم کے اور حصوں پر ڈستے اور ڈنک مارتے ہیں جس سے ان کے سارے بدن میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں سارے سر کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ فرقان، بیروت)

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝

اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔

## اعتدال کے ساتھ خرچ کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا" عَلَى عِيَالهمْ "لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا" بِفَتْحِ أَوَّله وَضَمّه : أَيْ يُضَيِّقُوا "وَكَانَ" إِنْفَاقهمْ "بَيْن ذَلِكَ" الْإِسْرَاف وَالْإِقْتَار "قَوَامًا" وَسَطًا

اور وہ جب اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں، یہاں پر یقترو اپہلے کلمہ کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی وہ تنگی نہیں کرتے اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اخراجات میں میانہ روی اختیار کرنا نصف معیشت ہے انسانوں سے دوستی نصف عقل ہے اور خوبی کے ساتھ سوال کرنا آدھا علم ہے اس روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 996)

حدیث کے پہلے جزء کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اور اپنے متعلقین کی ضروریات زندگی خرچ کرنے میں نہ تو اسراف کرنا اور نہ تنگی کرنا بلکہ میانہ روای اختیار کرنا زندگی کا آدھا سرمایہ ہے بایں طور کہ انسان کی معاشی زندگی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک تو آمدنی دوسری خرچ اور ان دونوں کے درمیان توازن خوشحالی کی علامت ہے اور معیشت کے مستحکم ہونے کا ذریعہ بھی ہے لہذا جس طرح آمدنی کے توازن کا بگڑنا، خوش حالی کے منافی اور معشت کے عدم استحکام کا سبب ہے اسی طرح اگر اخراجات کا توازن بگڑ جائے تو نہ صرف خوش حالی مفقود ہوگی بلکہ معیشت کا سارا ڈھانچہ درہم برہم ہو جائے گا لہذا مصارف میں اعتدال کرنا میانہ روی اختیار کرنا معیشت کا نصف حصہ ہوا۔ حدیث کے دوسرے جزء کا مطلب یہ ہے کہ

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اولاد آدم! جو مال تمہاری حاجت و ضرورت سے زائد ہوا سے اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرنا تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بہتر ہے۔

اور اسے روکے رکھنا یعنی خرچ نہ کرنا اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کے نزدیک بھی تمہارے لئے برا ہے! بقدر کفایت مال پر کوئی ملامت نہیں ہے اور جو مال تمہاری حاجت سے زائد ہوا سے خرچ کرنے کے سلسلے میں اپنے اہل وعیال سے ابتداء کرو۔

(مسلم بمشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 361)

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝

اور وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیر حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ بدکاری کرتے ہیں، اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزائے گناہ پائے گا۔

## شرک، قتل اور زنا کا بڑے گناہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ" قَتْلَهَا "اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ" أَيْ وَاحِدًا مِنَ الثَّلَاثَةِ "يَلْقَ أَثَامًا" أَيْ عُقُوْبَةً،

اور یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایسی جان کو قتل کرتے ہیں جسے بغیرِ حق مارنا اللہ نے حرام فرمایا ہے اور نہ ہی بدکاری یعنی زنا کرتے ہیں، اور جو شخص یہ کام کرے گا یعنی تینوں کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی کرے تو وہ سزائے گناہ پائے گا۔ یعنی جو گناہ اس نے کیا ہے۔

## سورہ فرقان آیت ۶۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ سب سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کا شریک ٹھہراؤ حالانکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اپنی اولاد کو اس لئے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا نہ کھانے لگے یا تمہارے کھانے میں سے نہ کھانے لگے اور یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی

(وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا 68 يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا) 25۔ الفرقان : 68)

اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور کو معبود کو نہیں پکارتے اور اس شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے اور زنا نہیں کرتے اور جس شخص نے یہ کیا وہ گناہ میں جا پڑا، قیامت کے دن اسے دگنا عذاب ہوگا اور اس میں ذلیل ہو کر پڑا رہے گا۔ سفیان کی منصور اور اعمش سے منقول حدیث شعبہ کی واصل سے روایت حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔ اس لئے کہ واصل کی سند میں ایک شخص زیادہ مذکور ہے۔ محمد بن مثنی محمد بن جعفر سے وہ شعبہ سے وہ واصل سے وہ ابو وائل سے اور وہ عبداللہ سے نقل کرتے ہوئے عمرو بن شرحبیل کا ذکر نہیں کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1131)

| |
|---|
| يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا |
| صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کر لی اور |
| ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## کبائر گناہ کرنے والے کیلئے دوگنا عذاب کا بیان

"يُضَاعَفْ" وَفِيْ قِرَاءَةٍ يُضَعَّفْ بِالتَّشْدِيْدِ "لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيُخَلَّدْ فِيْهِ" بِجَزْمِ الْفِعْلَيْنِ بَدَلًا

وَبِرَفْعِهِمَا اسْتِئْنَافًا "مُهَانًا" حَال، "اِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا" مِنْهُمْ "فَأُولٰئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ" الْمَذْكُورَةَ "حَسَنَاتٍ" فِي الْآخِرَةِ "وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا" أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

یہاں پرایک قرأت کے مطابق یضعف شد کے ساتھ آیا ہے۔اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دوگنا کردیا جائے گا اور وہ اس میں ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں پر دونوں افعال یعنی یضاعف اور یخلد بدل ہونے کے سبب جزم کے ساتھ بھی آئے ہیں اور بہ وطور استیناف کے مرفوع بھی آئے ہیں۔اور مہانا یہ حال ہے۔مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ جن کی برائیوں یعنی مذکورہ برائیوں کو آخرت میں نیکیوں سے بدل دے گا، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔یعنی یہ ان صفات سے اس کا متصف رہنا دائمی ہے۔یعنی جو لوگ ایسے جرائم میں مبتلا ہیں۔ایک تو انہیں ان کی سزا مل کے رہے گی۔دوسرے ان کے عذاب میں کبھی وقفہ نہیں آئے گا۔اور تیسرے یہ کہ ان کے عذاب میں دم بدم اضافہ ہی کیا جاتا رہے گا۔پھر اس جہنم سے نکلنے کی بھی کوئی صورت اس کے لئے ممکن نہ ہوگی۔

## توبہ کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

یعنی بدی کرنے کے بعد نیکی کی توفیق دے کر یا یہ معنی کہ بدیوں کو توبہ سے مٹادے گا اور ان کی جگہ ایمان وطاعت وغیرہ نیکیاں ثبت فرمائے گا۔(مدارک) مسلم کی حدیث میں ہے کہ روز قیامت ایک شخص حاضر کیا جائے گا ملائکہ بحکم الٰہی اس کے صغیرہ گناہ ایک ایک کرکے اس کو یاد دلاتے جائیں گے وہ اقرار کرتا جائے گا اور اپنے بڑے گناہوں کے پیش ہونے سے ڈرتا ہوگا اس کے بعد کہا جائے گا کہ ہر ایک بدی کے عوض تجھ کو نیکی دی گئی، یہ بیان فرماتے ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی بندہ نوازی اور اس کی شان کرم پر خوشی ہوئی اور چہرہ اقدس پر سرور سے تبسم کے آثار نمایاں ہوئے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ فرقان، لاہور)

| |
|---|
| وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ۙ |
| وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ |
| اور جس نے توبہ کرلی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف (وہ) رجوع کیا جو رجوع کا حق تھا۔اور وہ جو جھوٹ میں شریک |
| نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔ |

## توبہ اور نیک عمل کے سبب گناہ معاف ہونے کا بیان

"وَمَنْ تَابَ" مِنْ ذُنُوبِهِ غَيْرَ مَنْ ذُكِرَ "وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا" أَيْ يَرْجِع إِلَيْهِ رُجُوعًا فَيُجَازِيهِ خَيْرًا، "وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ" أَيْ الْكَذِب وَالْبَاطِل "وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ" مِنْ الْكَلَام الْقَبِيح وَغَيْره "مَرُّوا كِرَامًا" مُعْرِضِينَ عَنْهُ،

اور جس نے اپنے گناہوں سے توبہ کرلی اور نیک عمل کیا تو اس نے اللہ کی طرف وہ رجوع کیا جو رجوع کا حق تھا۔یعنی وہ اسی

بارگاہ کی طرف لوٹ آیا ہے لہٰذا اس کو بھلائی کی جزاء دی جائے گی۔ اور وہ جو جھوٹ یعنی کذب اور باطل میں شریک نہیں ہوتے اور جب بے ہودہ کام یعنی برے کلام وغیرہ کرنے والوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو باعزت گزر جاتے ہیں۔ یعنی اس سے اعراض کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یارسول اللہ! ہم نے جو گناہ جاہلیت کے زمانہ میں کئے ہیں کیا ہم سے ان کا مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا: "جو شخص اسلام لایا پھر نیک عمل کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ (بخاری۔ کتاب استتابہ المرتدین)

## جھوٹ اور فضول چیزوں سے پرہیز کرنے والوں کا بیان

عباد الرحمٰن کے اور نیک اوصاف بیان ہو رہے ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے یعنی شرک نہیں کرتے، بت پرستی سے بچتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے فسق وفجور نہیں کرتے کفر سے الگ رہتے ہیں لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں گانا نہیں سنتے مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے خیانت نہیں کرتے بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے شرابیں نہیں پیتے شراب خانوں میں نہیں جاتے اس کی رغبت نہیں کرتے حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہئے کہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

بخاری ومسلم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتادوں؟ تین دفعہ یہی فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ماں باپ کی نافرمانی کرنا اس وقت تک آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا سنو اور جھوٹی گواہی دینا اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جاتے۔ زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے۔ اللہ کے ان بزرگ بندوں کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ قرآن کی آیتیں سن کر ان کے دل ہل جاتے ہیں ان کے ایمان اور توکل بڑھ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا۝ |
| اور وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے |
| ہو کر نہیں گر پڑتے (بلکہ غور وفکر بھی کرتے ہیں)۔ |

## قرآن کی آیات میں غور وفکر کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا" وُعِظُوا "بِآيَاتِ رَبِّهِمْ" أَيْ الْقُرْآن "لَمْ يَخِرُّوْا" يَسْقُطُوا "عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا" بَلْ خَرُّوْا سَامِعِيْنَ نَاظِرِيْنَ مُنْتَفِعِيْنَ

اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتوں یعنی قرآن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہوکر نہیں گر پڑتے بلکہ غور وفکر بھی کرتے ہیں تا کہ ان کو دیکھنے سننے والے فائدہ حاصل کریں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 621)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن سیکھے جیسا کہ سیکھنے کا حق ہے اور پھر دوسروں کو سکھائے تو وہ سب سے بہتر ہے کیونکہ جس طرح قرآن اور اس کے علوم دنیا کی تمام کتابوں اور علوم سے افضل اور اعلیٰ وارفع ہیں اسی طرح قرآنی علوم کو جاننے والا بھی دنیا کے افراد میں سب سے ممتاز اور کسی بھی علم کے جاننے والے سے افضل اور اعلیٰ ہے۔ سیکھنے کا حق، سے مراد یہ ہے کہ قرآنی علوم میں غور وفکر کرے اور اس کے احکام ومعنی اور اس کے حقائق ودقائق کو پوری توجہ اور ذہنی وقلبی بیداری کے ساتھ سیکھے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۝ |
| اور وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں |
| کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ |

## اپنی ازواج واولاد کیلئے بھلائی کی دعا مانگنے کا بیان

"وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجنَا وَذُرِّيَّاتنَا " بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَاد "قُرَّة أَعْيُن " لَنَا بِأَنْ نَرَاهُمْ مُطِيعِينَ لَك "وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إمَامًا" فِي الْخَيْر

اور وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، تا کہ ہم انہیں تیری اطاعت کرنے والا دیکھیں۔ اور ہمیں بھلائی میں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ یہاں پر لفظ ذریات جو جمع وافراد دونوں کیلئے آیا ہے۔

حضرت حسن بصری کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ ان کو اللہ کی اطاعت میں مشغول دیکھے یہی ایک انسان کے لئے آنکھوں کی اصلی ٹھنڈک ہے اور اگر اولاد وازواج کی ظاہری صحت وعافیت اور خوش حالی بھی اس میں شامل کی جائے تو وہ بھی درست ہے۔

یہاں اس دعا سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ کے مقبول بندے صرف اپنے نفس کی اصلاح اور اعمال صالحہ پر قناعت نہیں کر لیتے بلکہ اپنی اولاد اور بیبیوں کی بھی اصلاح اعمال واخلاق کی فکر کرتے ہیں اور اس کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اسی کوشش میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کی صالحیت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فرقان، بیروت)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۝ |
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا۝ |

انہی لوگوں کو بلند ترین محلات ان کے صبر کرنے کی جزا کے طور پر بخشے جائیں گے اور وہاں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔

## اہل جنت کے بلند مقام و استقبال کا بیان

"أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَة" الدَّرَجَة الْعُلْيَا فِي الْجَنَّة "بِمَا صَبَرُوا" عَلَى طَاعَة اللَّه "وَيُلَقَّوْنَ" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف مَعَ فَتْح الْيَاء "فِيهَا" فِي الْغُرْفَة "تَحِيَّة وَسَلَامًا" مِنْ الْمَلَائِكَة. "خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا" مَوْضِع إقَامَة لَهُمْ وَأُولَئِكَ وَمَا بَعْده خَبَر عِبَاد الرَّحْمَن الْمُبْتَدَأ

انہی لوگوں کو جنت میں بلند ترین محلات ان کے اللہ کی اطاعت پر صبر کرنے کی جزا کے طور پر بخشے جائیں گے اور وہاں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔ یہاں پر لفظ یلقون تشدید اور یاء کی فتحہ کے ساتھ تخفیف میں بھی آیا ہے۔ یعنی ایسا مقام جہاں ان کیلئے سلامتی کی دعا کی جائے گی۔ ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ وہ ٹھہرنے اور رہنے کی اچھی جگہ ہے۔ یعنی ان کے ٹھہرنے کا مقام کتنا اچھا ہوگا۔ یہاں پر اولئک اور اس کا مابعد یہ عباد الرحمٰن مبتداء کی خبر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایسے کمرے ہوں گے جن کا اندرونی منظر باہر سے اور بیرونی منظر اندر سے نظر آئے گا۔

ایک دیہاتی کھڑا ہوا اور عرض کیا وہ کس کے لئے ہوں گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اس کے لئے ہیں جس نے اچھی گفتگو کی، کھانا کھلایا ہمیشہ روزہ رکھا اور رات کے وقت جب لوگ سوئے ہوئے ہوں اللہ کے لئے نماز پڑھی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 427)

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

فرما دیجئے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم عبادت نہ کرو، پس واقعی تم نے جھٹلایا ہے تو اب یہ دائمی عذاب بنا رہے گا۔

## اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی عبادت کا محتاج نہ ہونے کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّد لِأَهْلِ مَكَّة "مَا" نَافِيَة "يَعْبَأ" يَكْتَرِث "بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ" إيَّاهُ فِي الشَّدَائِد فَيَكْشِفهَا "فَقَدْ" أَيْ فَكَيْفَ يَعْبَأ بِكُمْ وَقَدْ "كَذَّبْتُمْ" الرَّسُول وَالْقُرْآن "فَسَوْفَ يَكُون" الْعَذَاب "لِزَامًا" مُلَازِمًا لَكُمْ فِي الْآخِرَة بَعْد مَا يَحِلّ بِكُمْ فِي الدُّنْيَا فَقُتِلَ مِنْهُمْ يَوْم بَدْر سَبْعُونَ وَجَوَاب لَوْلَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلهَا،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل مکہ سے فرما دیجئے: میرے رب کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں۔ یہاں ما نافیہ ہے۔ اگر تم اس کی عبادت نہ کرو، یعنی اگر تم مصائب میں اس کو نہ پکارو تو وہ کیسے تم سے تکالیف کو دور کرے۔ لہٰذا اس کو تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے۔ پس واقعی تم نے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کو جھٹلایا ہے تو اب یہ جھٹلانا تمہارے لئے آخرت میں دائمی عذاب بنا رہے گا۔ جبکہ تم پر دنیا میں بھی عذاب

آیا جب یوم بدر تمہارے ستر آدمیوں کو قتل کیا گیا۔ اور یہ لولا کا جواب ہے جو اپنے ماقبل پر دلالت کرنے والا ہے۔

## اولین وآخرین جمع ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کو نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے اللہ عزوجل نے فرمایا اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام قرار دیا ہے اور میں نے تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام قرار دیا ہے تو تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو اے میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے کہ جسے میں ہدایت دوں تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا اے میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھانا کھلاؤں گا اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو سوائے اس کے کہ جسے میں پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو تو میں تمہیں لباس پہناؤں گا اے میرے بندو تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا اے میرے بندو تم مجھے ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ہرگز مجھے نفع پہنچا سکتے ہو۔

اے میرے بندو! اگر تم سب اولین وآخرین اور جن وانس اس آدمی کے دل کی طرح ہو جاؤ جو سب سے زیادہ تقویٰ والا ہو تو بھی تم میری سلطنت میں کچھ بھی اضافہ نہیں کر سکتے اور اگر سب اولین اور آخرین اور جن وانس اس ایک آدمی کی طرح ہو جاؤ کہ جو سب سے زیادہ بدکار ہے تو پھر بھی تم میری سلطنت میں کچھ کمی نہیں کر سکتے اے میرے بندو اگر تم سب اولین اور آخرین اور جن اور انس ایک صاف چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگو اور میں ہر انسان کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں اس قدر بھی کمی نہیں ہوگی جتنی کہ سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے۔ اے میرے بندو یہ تمہارے اعمال ہیں کہ جنہیں میں تمہارے لئے اکٹھا کر رہا ہوں پھر میں تمہیں ان کا پورا پورا بدلہ دوں گا تو جو آدمی بہتر بدلہ پائے وہ اللہ کا شکر ادا کرے اور جو بہتر بدلہ نہ پائے تو وہ اپنے نفس ہی کو ملامت کرے حضرت سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو اپنے گھٹنوں کے بل جھک جاتے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2071)

## سورہ فرقان کی تفسیر مصباحین جلد چہارم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ فرقان کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الشُّعَرَآءِ

## یہ قرآن مجید کی سورت الشعراء ہے

### سورت شعراء کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ الشُّعَرَاء ( مَكِّيَّة إِلَّا آيَة 197 و 224 إِلَى آخِر السُّورَة فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا 227 آيَة نَزَلَتْ بَعْد الْوَاقِعَة)

سورہ شعراء مکیہ ہے سوائے آخر کی چار آیتوں کے جو( وَالشُّعَرَاء يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ، سے شروع ہوتی ہیں اس سورت میں گیارہ رکوع اور دوسوستائیس آیات اور ایک ہزار دوسواناسی کلمات اور پانچ ہزار پانچ سو چالیس حروف ہیں۔ یہ سورہ واقعہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت الشعراء کے زمانہ نزول کا بیان

اور روایات اس کی تائید کرتی ہیں کہ اس سورے کا زمانہ نزول مکہ کا دور متوسط ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پہلے سورہ طٰہٰ نازل ہوئی پھر واقعہ اور اس کے بعد الشعراء۔ اور سورہ طٰہٰ کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ (روح المعانی جلد 19 صفحہ 64)

(1) طسم (2) تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ

| |
|---|
| طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ |
| طٰس م کی مراد کو اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ |

### قرآن مجید کا حق کو باطل سے ظاہر کر دینے کا بیان

طسم " اللَّه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ "تِلْكَ" أَيْ هَذِهِ الْآيَات "آيَات الْكِتَاب " الْقُرْآن وَالْإِضَافَة بِمَعْنَى مِنْ "الْمُبِين" الْمُظْهِر الْحَق مِنْ الْبَاطِل،

طٰس م کی مراد کو اللہ بہتر جاننے والا ہے۔ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ یعنی اس کتاب جو قرآن ہے اس کی آیات واضح ہیں اور یہاں پر اضافت لفظ من کے معنی میں ہے۔ اور مبین سے مراد جو باطل سے حق کو ظاہر کرنے والی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تلک۔اسم اشارہ بعید ہے واحد مونث۔مشارالیہ السورۃ ہے۔یہ سورۃ۔ایت الکتب المبین: الکتب المبین موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ ایات مضاف۔واضح کتاب کی آیات، یہ سورۃ واضح کتاب کی آیات (پر مشتمل) ہے یا یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔الکتب سے مراد القران ہے۔مبین اسم فاعل واحد مذکر بمعنی کھولنے والا۔ظاہر کرنے والا۔ابانۃ (افعال) سے بین مادہ باب تفعیل (تبیین) باب تفعل تبیین لازم بھی آتے ہیں متعدی بھی۔ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا۔لہٰذا مبین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی۔(انوار البیان، سورہ شعراء)

کتاب سے مراد یہی خاص سورہ شعراء بھی ہوسکتی ہے اور پورا قرآن بھی۔کیونکہ قرآن کی ہر سورہ اپنی ذات میں جامع ہے، مکمل ہے اور مفصل کتاب ہے۔جیسا کہ پہلے اس کی وضاحت کی جاچکی ہے اور مبین سے مراد یہ ہے کہ یہ کتاب اپنا مدعا صاف صاف بیان کررہی ہے اس میں کچھ ابہام نہیں جس کی کسی کو سمجھ نہ آسکے۔اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان آیات سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب کی آیات ہیں۔کسی انسان سے یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسی آیات پیش کرسکے۔

## نبی کریم ﷺ کا حق وباطل میں فرق کردینے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ) فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہا۔تمہارے اس دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا، وہ سوئے ہوئے ہیں (لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں بعض نے کہا، بے شک آنکھیں سورہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لئے دسترخوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لہٰذا جس نے بلانے والی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا، اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تاکہ یہ اسے سمجھ لیں، بعض فرشتوں نے کہا بیان کرنے سے کیا فائدہ کیونکہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔دوسروں نے کہا، بے شک آنکھیں سورہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا، گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔" (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 141)

اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دسترخوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دسترخوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہورہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

فرق کرنے والے ہیں۔ تشریح: اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر ملفہوم ہو رہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کی درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔

| |
|---|
| لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ |
| اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ۝ |
| کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں |
| کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی رہ جائیں۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر شفقت فرمانے کا بیان

"لَعَلَّكَ" يَا مُحَمَّد "بَاخِع نَفْسك" قَاتِلهَا غَمًّا مِنْ أَجْل "أَلَّا يَكُونُوا" أَيْ أَهْل مَكَّة "مُؤْمِنِينَ" وَلَعَلَّ هُنَا لِلْإِشْفَاقِ أَيْ أَشْفَقَ عَلَيْهَا بِتَخْفِيفِ هَذَا الْغَمّ "إنْ نَشَأْ نُنَزِّل عَلَيْهِمْ مِنْ السَّمَاء آيَة فَظَلَّتْ" بِمَعْنَى الْمُضَارِع: أَيْ تَظَلّ, أَيْ تَدُوم "أَعْنَاقهمْ لَهَا خَاضِعِينَ" فَيُؤْمِنُونَ, وَلِمَا وَصَفَتْ الْأَعْنَاق بِالْخُضُوعِ الَّذِي هُوَ لِأَرْبَابِهَا جُمِعَتْ الصِّفَة مِنْهُ جَمْع الْعُقَلَاء،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔ یعنی اہل مکہ کے ایمان نہ لانے کے سبب آپ تقاضہ رحمت کے سبب شدید غمزدہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہاں پر لفظ لعل یہ اشفاق کے معنی میں ہے یعنی آپ اس غم میں اپنے اوپر شفقت فرمائیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسی نشانی اتار دیں، یہاں پر ظلت یہ تظل کے معنی میں ہے یعنی تدوم جو مضارع ہیں۔ کہ ان کی گردنیں اس کے آگے جھکی رہ جائیں۔ تاکہ وہ ایمان لائیں۔ یہاں پر وصف خضوع کی نسبت اعناق کی طرف کی گئی ہے۔ جو اہل اعناق کا وصف ہے۔ لہٰذا اسی لئے ذوالعقول کیلئے یہ طور جمع لائی گئی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لعلک۔ لعل حرف مشبہ بالفعل۔ ک اس کا اسم۔ شاید تو۔ شاید کر تو۔ ہوسکتا ہے۔ کہ تو۔ باخع: بخع یبخع (فتح) بخع سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ غم یا غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ شاعر نے کہا ہے:۔

الا الھا الباخع الوجد نفسہ ۔ اے غم کی وجہ سے خود کو ہلاک کرنے والے۔ اور جگہ قرآن میں آیا ہے: فلعلک باخع نفسک علی آثارھم ان لم یومنوا بھذا الحدیث اسفا، اگر وہ اس قرآن حکیم پر ایمان نہ لائے تو شاید آپ اس غم میں ان کے پیچھے اپنی جان دیدیں گے۔

جو گدی ریڑھ کی ہڈی میں سے گزرتی ہوئی گردن تک پہنچتی ہے اسے بخاع کہتے ہیں جب ذبح کرتے وقت چھری یہاں تک پہنچ جائے تو ذبح مکمل ہو جاتی ہے اسی سے باخع ماخوذ ہے یعنی ایسا ذبح کرنے والا جس نے چھری بخاع تک پہنچادی ہو۔

الا یکونوا مومنین: لا یکونوا مضارع منفی مجزوم مومنین اسم فاعل جمع مذکر منصوب یکونوا کی خبر۔ یہ ہلاکت کی وجہ ہے الا اصل میں ان لا ہے۔ای خیفۃ ان لا یومنوا بذلک الکتب المبین یہ اندیشہ کرتے ہوئے کہ وہ اس واضح کتاب پر ایمان نہ لائیں گے۔(انوار البیان، سورہ شعراء)

نشاء۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل ان جمع متکلم۔ شاء یشاء (باب فتح) شیء مشیئۃ مصدر (اگر) ہم چاہیں۔ ننزل۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ جمع متکلم۔ ہم اتاردیں۔ ہم نازل کردیں۔

پہلی صورت میں ترجمہ یوں ہوگا: ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں۔ پھر ان کی گردنیں اس کے آگے بالکل جھک جائیں۔

دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔ ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں پھر ان کے اکابر عاجز و درماندہ ہو کر اس کے سامنے جھک جائیں۔

## اللہ تعالیٰ کے نور سے ایمان نصیب ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (جن وانس) کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنے نور کا پرتو ڈالا، لہٰذا جس کو اس نور کی روشنی میسر آ گئی وہ راہ راست پر لگ گیا اور جو اس کی مقدس شعاعوں سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہا، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ تقدیر الٰہی پر قلم خشک ہو چکا ہے، کہ اب تقدیر میں تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ (مسند احمد بن حنبل جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 97)

اندھیرے سے مراد نفس امارہ کی ظلمت ہے کہ انسان کی جبلت میں خواہشات نفسانی اور غفلت کا مادہ رکھا تھا لہٰذا جس کا قلب و دماغ ایمان و احسان کی روشنی سے منور ہو گیا اور اس نے طاعت الٰہی سے اللہ کی ذات کا عرفان حاصل کر لیا تو وہ نفس امارہ کے مکر و فریب اور اس کی ظلمت سے نکل کر اللہ پرستی و نیکوکاری کے لالہ زار میں آ گیا اور جو اپنے نفس کے مکر و فریب میں پھنس کر طاعت الٰہی کے نور سے محروم رہا وہ گمراہی میں پڑا رہ گیا۔

## نشانی دیکھ کر اتباع کرنے کا بیان

علامہ زمخشری نے فرمایا کہ اصل کلام فظلوا لھا خاضعین ہے یعنی کفار اس بڑی نشانی کو دیکھ کر تابع ہو جاویں اور جھک جائیں لیکن یہاں اعناق کا لفظ یہ ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ موضوع خضوع ظاہر ہو جائے کیونکہ جھکنا وغیرہ اور عاجزی کرنا سب سے پہلے گردن پر ظاہر ہوتا ہے۔

مضمون اس آیت کا یہ ہے کہ ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اپنی توحید اور قدرت کاملہ کی کوئی نشانی ظاہر کر دیں جس سے احکام

شرعیہ اور حقائق الٰہیہ بدیہی ہوکر سامنے آ جائیں اور کسی کو مجال انکار نہ رہے مگر حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ یہ احکام و معارف بدیہی نہ ہوں بلکہ نظری رہیں کہ غور وفکر پر موقف رہیں اور یہی غور وفکر انسان کی آزمائش ہے اسی پر ثواب وعذاب مرتب ہے۔ بدیہی چیزوں کا اقرار تو ایک طبعی اور ضروری امر ہے اس میں تعبد اور اطاعت کی شان نہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ٥ |
| فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ٥ |
| اوران کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جونئی ہو،مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ |
| سو بیشک وہ جھٹلا چکے پس عنقریب انھیں اس امر کی خبریں پہنچ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ |

## حق کا مذاق کرنے والوں کیلئے انجام قریب ہونے کا بیان

"وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ" قُرْآن "مِنَ الرَّحْمَن مُحْدَث" صِفَة كَاشِفَة "فَقَدْ كَذَّبُوا" بِهِ "فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاء" عَوَاقِب "مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ"

اوران کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت یعنی قرآن سے نہیں آتی جونئی ہو، یہاں پر محدث یہ ذکر کی صفت کاشفہ ہے مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔ سو بیشک وہ حق کو جھٹلا چکے پس عنقریب انھیں اس امر کی خبریں پہنچ جائیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ما یاتیھم میں ما نافیہ ہے۔ یاتی مضارع واحد مذکر غائب اتیان مصدر (باب ضرب) ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کے پاس آتی ہے یا آجائے گی۔ ما یاتیھم نہیں آتی ان کے پاس۔

من ذکر میں من زائدہ ہے محض تاکید کے لئے اور نفی کو زوردار بنانے کے لئے لایا گیا ہے یا یہ تبعیضیہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔ ذکر ای موعظۃ وتذکیر۔ یعنی پند ونصیحت یا تنبیہ کی کوئی بات۔ یا قرآن مجید کی کوئی آیت۔

محدث۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ احداث (افعال) مصدر۔ تازہ۔ نو بنو، نئی۔ محدث ومحدثۃ۔ نئی چیز جو اجنبی معلوم ہو۔ محدث صفت ہے ذکر کی۔ تازہ موعظت، تازہ فہمائش۔

معرضین۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اعراض (افعال) مصدر۔ منہ موڑنے والے۔ اعراض کرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ عنہ میں ہ ضمیر واحد غائب ذکر کی طرف سے راجع ہے۔

عنقریب انھیں ایسی بھی خبریں ملتی رہیں گی۔ جس سے ان کو واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ جن باتوں کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ وہی باتیں برحق اور درست تھیں۔ اس کی ایک شکل تو یہ تھی کہ ان کی تمام تر معاندانہ کوششوں کے باوجود اسلام کو غلبہ نصیب ہوتا

چلا گا اور یہ ہر ہر میدان میں مات کھاتے رہے اور ان کے لواحقین ایسی خبریں سنتے اور غم کے گھونٹ پیتے رہے اور پیتے رہیں گے اور دوسری صورت کی آخری منزل ان کی موت ہے۔ دنیا میں ہی جب یہ لوگ موت کی سرحد پر آن کھڑے ہوں گے تو ان پر ساری حقیقتیں منکشف ہوتی چلی جائیں گی۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً |
| وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۝ |
| اور کیا انہوں نے زمین کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس میں کتنی ہی نفیس چیزیں اگائی ہیں۔ بے شک اس میں یقیناً ایک |
| نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور یقیناً آپ کا رب ہی تو غالب، مہربان ہے۔ |

## زمین کی نشانیوں کا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا" يَنْظُرُوا "إِلَى الْأَرْض كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا" أَيْ كَثِيرًا "مِنْ كُلّ زَوْج كَرِيم" نَوْع حَسَن "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَة" دَلَالَة عَلَى كَمَال قُدْرَته تَعَالَى "وَمَا كَانَ أَكْثَرهمْ مُؤْمِنِينَ" فِي عِلْم اللّٰه , وَكَانَ قَالَ سِيبَوَيْهِ : زَائِدَة"وَإِنَّ رَبّك لَهُوَ الْعَزِيز" ذُو الْعِزَّة يَنْتَقِم مِنْ الْكَافِرِينَ "الرَّحِيم" يَرْحَم الْمُؤْمِنِينَ

اور کیا انہوں نے زمین کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس میں کتنی یعنی کتنی ہی زیادہ نفیس چیزیں اگائی ہیں۔ یعنی جو اچھی ہیں بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کمال پر دلالت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔

امام سیبویہ کے نزدیک یہاں پر کان زائدہ ہے۔ اور یقیناً آپ کا رب ہی تو غالب، یعنی عزت والا ہے جو کفار سے بدلہ لینے والا ہے۔ جبکہ اہل ایمان پر مہربان ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فقد کذبوا۔ منجملہ دیگر خواص کے قد ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے اور کبھی تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ فقد کذبوا تحقیق یہ لوگ (پیام حق اور پیام برحق دونوں کو) جھٹلا چکے ہیں یا انہوں نے جھٹلا دیا ہے۔ یہاں حق سے انکار کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ اولاً:۔ حق سے اعراض روگردانی۔ کبھی حق کو جادو کہہ کر۔ کبھی اس کو اساطیر الاولین گردان کر اور کبھی اس کو شعر گوئی بیان کر کے۔ پھر اس اعراض اور روگردانی کو آگے بڑھایا۔ اور کہہ دیا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ پھر اس پر ہی اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ خفیۃ واعلانا خلوت میں اور جلوت میں قولاً فعلاً اس کے استہزاء میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

فسیاتیھم: ف تعقیب کا ہے۔ س مضارع کو مستقبل قریب کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے بمعنی اب۔ ابھی۔ قریب۔ عنقریب۔ یاتی فعل مضارع واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس وہ جلد ان پر آجائے گا۔ پس وہ عنقریب ان کو آلے گا۔ پس وہ

جلد ان کے پاس آ جائے گا۔

انبوا۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نبا کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہوا سے نبا کہتے ہیں۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبا نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر نبا کہلانے کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہو۔

انبوا مضاف ہے اور اگلا جملہ ما کانوا بہ یستھزء ون ۵ مضاف الیہ ہے اس امر کی خبریں جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ انبوا بصیغہ جمع آیا ہے جس طرح اعراض و تکذیب و استہزاء کی مختلف صورتیں تھیں اسی طرح آخر کار ان کی حقیقت بھی بہت سی مختلف شکلوں میں انہیں معلوم ہوگی۔

ماموصولہ بمعنی الذی جس امر کا۔ جس بات کا۔ کانوا یستھزء ون ۵ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ وہ استہزا کیا کرتے تھے یا اڑاتے رہے ہیں۔

ترجمہ پس عنقریب ان کو اس چیز کی حقیقت (مختلف طریقوں سے) معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

بعض کے نزدیک انبوا مراد عقوبات ہیں یعنی عنقریب ان کو اس استہزاء کی سزا مل جائے گی خواہ وہ شکست سے دو ہزیمت کی صورت میں ہو جیسے جنگ بدر وغیرہ میں خواہ ان کی توقعات کی موت کی شکل میں ہو کہ ان کی خواہشات و توقعات کے علی الرغم کا رحق کا غلبہ۔ (انوار البیان، سورہ شعراء)

## نباتات میں اختلاف انواع سے استدلال قدرت کا بیان

اگر کسی معجزہ کی بات ہے تو یہ کیا کم معجزہ ہے کہ ایک ہی زمین میں، ایک ہی جیسا آسمان سے پانی برستا ہے۔ ایک ہی سورج سے نباتات کی نشوونما ہوتی ہے۔ لیکن نباتات ساری ایک جیسی نہیں ہوتی۔ ہزار ہا قسم کی نباتات ہوتی ہے۔ کہیں رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں، کہیں لہلہاتی کھیتیاں ہیں۔ ان کی خوشبوؤں سے زمین مہک اٹھتی ہے۔ پھر اس نباتات اور وہاں کے باشندوں کی ضروریات میں ایک خاص مناسبت ہے۔ نباتات کی بے شمار انواع و اقسام کے باوجود یہ بھی اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کے تحت ہی اگتی، بڑھتی اور پھلتی پھولتی ہے اور اس میں ایک خاص نظم وضبط پایا جاتا ہے۔ غرضیکہ نباتات میں غور و فکر کا اتنا وسیع میدان موجود ہے کہ یہ علم کی ایک شاخ بن چکا ہے۔ اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے قدرت کے نئے سے نئے عجائبات پیش کرتا رہتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ان عجائبات کی طرف توجہ ہی نہ کرے تو اسے اللہ کی کوئی نشانی نظر بھی کیسے آ سکتی ہے؟

| |
|---|
| وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ |
| قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ |
| اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں |

موسیٰ (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور سے نداء آنے کا بیان

"وَ" وَاذْكُرْ "إِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى" لَيْلَةَ رَأَى النَّارَ وَالشَّجَرَةَ "أَنْ" أَيْ: بِأَنْ "ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ" رَسُولًا

"قَوْمَ فِرْعَوْنَ" مَعَهُ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ بِالْكُفْرِ بِاللَّهِ وَبَنِي إِسْرَائِيلَ بِاسْتِعْبَادِهِمْ "أَلَا" الْهَمْزَةُ لِلِاسْتِفْهَامِ الْإِنْكَارِيِّ "يَتَّقُونَ" اللَّهَ بِطَاعَتِهِ فَيُوَحِّدُونَهُ "قَالَ" مُوسَى، رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ،

اور یاد کرو جب تمہارے رب نے موسیٰ کو ندا فرمائی یعنی جس رات انہوں نے آگ اور درخت کو دیکھا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔ جو فرعون کی قوم ہے۔ فرعون کی قوم کے پاس، کیونکہ فرعون نے اللہ کا انکار کر کے اور بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر ظلم کر رکھا تھا کیا وہ ڈرتے نہیں، یہاں پر ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی وہ اللہ کی اطاعت اختیار کرتے پس اس کی توحید بیان کرتے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وواو حرف عطف ہے معطوف علیہ کلام ماقبل ہے اور معطوف وہ کلام ہے جو آگے آ رہی ہے یہ عطف القصہ علی القصہ کی مثال ہیاذ نادی: ای واذ کراذ نادی اور یاد کر جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو) یا واذ کر لقومک اذ نادی یاد دلا اپنی قوم کو جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو)۔ اذ۔ جب۔ نادی بمعنی پکارا۔ یا بمعنی امر۔ (حکم دیا)۔ ان۔ کہ۔ یہ کہ۔ یہ۔ یا تو مصدر یہ ہے اور اس کا مابعد بمنزلہ مصدر ہے یا یہ مفرہ ہے اور بمعنی ای ہے: کہائت۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو آ۔ تو پہنچ۔ اتیان (ضرب) سے جانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ ملاحظہ ہو، ائتیا تم دونوں جاو۔ القوم الظلمین۔ موصوف وصفت۔ ظالم قوم۔ ظالم لوگ۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور اپنے رسول اور اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جو حکم دیا تھا اسے بیان فرما رہے ہیں کہ طور کے دائیں طرف سے آپ کو آواز دی آپ سے سرگوشیاں کیں آپ کو اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور برگزیدہ بنایا اور آپ کو فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جو ظلم پر کمر بستہ تھے۔ اور اللہ کا ڈر اور پرہیزگاری نام کو بھی ان میں نہیں رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی چند کمزوریاں جناب باری تعالیٰ کے سامنے بیان کی جو عنایت الٰہی سے دور کر دی گئیں جیسے سورۃ طہٰ میں آپ کے سوالات پورے کر دیئے گئے۔ یہاں آپ کے عذر یہ بیان ہوئے کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے۔ میرا سینہ تنگ ہے میری زبان لکنت والی ہے، ہارون کو بھی میرے ساتھ نبی بنا دیا جائے۔ اور میں نے ان ہی میں سے ایک قبطی کو بلا قصور مار ڈالا تھا جس وجہ سے

میں نے مصر چھوڑا اب جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ مجھ سے بدلہ نہ لے لیں۔ جناب باری تعالیٰ نے جواب دیا کہ کسی بات کا کھٹکا نہ رکھو۔ ہم تیرے بھائی کو تیرا ساتھی بنا دیتے ہیں۔ اور تمہیں روشن دلیل دیتے ہیں وہ لوگ تمہیں کوئی ایذاء نہ پہنچا سکیں گے میرا وعدہ ہے کہ تم کو غالب کرونگا۔ تم میری آیتیں لے کر جاؤ تو سہی میری مدد تمہارے ساتھ رہے گی۔ میں تمہاری ان کی سب باتیں سنتا رہونگا۔ جیسے فرمان ہے میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں دیکھتا رہونگا۔ میری حفاظت میری مدد میری نصرت وتائید تمہارے ساتھ ہے۔ تم فرعون کے پاس جاؤ اور اس پر اپنی رسالت کا اظہار کرو۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کہ اس سے کہو کہ ہم دونوں میں سے ہر ایک اللہ کا فرستادہ ہے۔ فرعون سے کہا کہ تو ہمارے ساتھ بنو اسرائیل کو بھیج دے وہ اللہ کے مومن بندے ہیں تو نے انہیں اپنا غلام بنا رکھا ہے اور ان کی حالت زبوں کر رکھی ہے۔ ذلت کے ساتھ ان سے اپنا کام لیتا ہے اور انہیں عذابوں میں جکڑ رکھا ہے اب انہیں آزاد کر دے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس پیغام کو فرعون نے نہایت حقارت سے سنا۔ اور آپ کو ڈانٹ کر کہنے لگا کہ کیا تو وہی نہیں کہ ہم نے تجھے اپنے ہاں پالا؟ مدتوں تک تیری خبر گیری کرتے رہے اس احسان کا بدلہ تو نے یہ دیا کہ ہم میں سے ایک شخص کو مار ڈالا اور ہماری ناشکری کی۔ جس کے جواب میں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا یہ سب باتیں نبوت سے پہلے کی ہیں جب کہ میں خود بے خبر تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرائت میں بجائے من الظالمین کے من الجاھلین ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی فرمایا کہ پھر وہ پہلا حال جاتا رہا دوسرا دور آیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنا کر تیری طرف بھیجا اب اگر تو میرا کہا مانے گا تو سلامتی پائے گا اور میری نافرمانی کرے گا تو ہلاک ہوگا۔ اس خطا کے بعد جب کہ میں تم میں سے بھاگ گیا اس کے بعد اللہ کا یہ فضل مجھ پر ہوا اب پرانے قصہ یاد نہ کر۔ میری آواز پر لبیک کہہ۔ سن اگر ایک مجھ پر تو نے احسان کیا ہے تو میری قوم کی قوم پر تو نے ظلم وتعدی کی ہے۔ ان کو بری طرح غلام بنا رکھا ہے کیا میرے ساتھ کا سلوک اور انکے ساتھ کی یہ سنگدلی اور بدسلوکی برابر برابر ہو جائیگی؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَيَضِيقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَأَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ○ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ○ |
| اور میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی سو ہارون (علیہ السلام) کی طرف بھیج دے اور ان کا |
| میرے اوپر ایک الزام بھی ہے سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت ہارون علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کا بیان

"وَيَضِيقُ صَدْرِی" مِنْ تَكْذِيبِهِمْ لِي "وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي" بِأَدَاءِ الرِّسَالَةِ لِلْعُقْدَةِ الَّتِي فِيهِ "فَأَرْسِلْ إِلَى" أَخِي "هَارُونَ" مَعِي "وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْب" بِقَتْلِ الْقِبْطِيّ مِنْهُمْ "فَأَخَاف أَنْ يَقْتُلُونِي" بِهِ

اور میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے۔ اور میری زبان پیغام حق پہنچانے کیلئے روانی سے نہیں چلتی

کیونکہ اس میں لکنت ہے۔لہٰذا میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کی طرف میرے ساتھ بھیج دے اور ان کا میرے اوپر قبطی کو مار ڈالنے کا ایک الزام بھی ہے سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

یعنی گفتگو کرنے میں کسی قدر تکلّف ہوتا ہے اس عقدہ کی وجہ سے جو زبان میں بایّامِ صغرسنی منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لینے سے ہو گیا ہے۔تا کہ وہ تبلیغِ رسالت میں میری مدد کریں۔جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شام میں نبوّت عطا کی گئی اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام مصر میں تھے۔

## حضرت ہارون علیہ السلام کے فصیح اللسان ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو مدین سے واپسی پر نبوت عطا فرمائی تو ساتھ ہی حکم دیا کہ تمہیں فرعون اور قوم فرعون کے پاس جو اپنے ظلم کی وجہ سے مشہور ہو چکی ہے۔جا کر دعوت کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سابقہ زندگی کے کئی واقعات آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔اور کئی قسم کے خطرات سامنے آنے لگے۔جن میں سرفہرست یہ تھا کہ وہ میری دعوت الی الحق کو کیا اہمیت دے گا۔جبکہ میں اس قوم کا ایک فرد ہوں۔جسے اس نے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔اور خوب دبا کر رکھتا ہے۔پھر میں اس کا پروردہ بھی ہوں۔علاوہ ازیں میں ان کا مجرم بھی ہوں۔ان سب باتوں کو ذہن میں رکھ کر جب اسے اللہ کا پیغام سنانے کا تصور کیا تو سینہ میں گھٹن سی محسوس ہوئی۔چنانچہ اللہ کے حضور یہ خطرات بیان بھی کر دیئے۔مگر انکار کی مجال نہ تھی۔اور یہی اولوالعزم انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے ایسے فرمانبردار بندے ہوتے ہیں کہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر بھی اللہ کا پیغام پہنچانے سے دریغ نہیں کرتے۔البتہ اتنی گزارش ضرور کی کہ میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا فرما کر میرے ہمراہ کر دیجئے۔جو اس کام میں میرا معاون و مددگار ہو اور ہم کم از کم ایک کے بجائے دو تو ہو جائیں گے جو ایک دوسرے کے غمگسار اور ہمدرد ہوں۔علاوہ ازیں میری زبان بھی روانی سے نہیں چلتی۔جبکہ میرا بھائی ہارون فصیح اللسان ہے۔

| |
|---|
| قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| ارشاد ہوا: ہرگز نہیں، پس تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ بیشک ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔پس تم دونوں فرعون |
| کے پاس جاؤ اور کہو: ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں۔ |

## فرعون کے پاس اپنی رسالت کا اعلان کرنے کے حکم کا بیان

"قَالَ" تَعَالَى "كَلَّا" لَا يَقْتُلُونَكَ "فَاذْهَبَا" أَيْ أَنْتَ وَأَخُوكَ , فَفِيهِ تَغْلِيب الْحَاضِر عَلَى الْغَائِب "بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ" مَا تَقُولُونَ وَمَا يُقَال لَكُمْ , أُجْرِيَا مَجْرَى الْجَمَاعَة "فَأْتِيَا فِرْعَوْن فَقُولَا إِنَّا" كُلًّا مِنَّا "رَسُول رَبّ الْعَالَمِينَ" إِلَيْك،

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ آپ کو قتل ہرگز نہیں کرے گا، پس تم دونوں یعنی آپ اور آپ کا بھائی۔یہاں پر غائب سے حاضر پر

تغلیب ہے۔ہماری نشانیاں لے کر جاؤ بیشک ہم تمہارے ساتھ ہر بات سننے والے ہیں۔یعنی جو تم کہتے ہو اور جو تم پر کیا جائے گا یہاں پر اس کا اطلاق جماعت پر کیا گیا ہے۔پس تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو: ہم سارے جہانوں کے پروردگار کے بھیجے ہوئے تیری طرف رسول ہیں۔

## اندیشہ قتل ختم ہو جانے کا بیان

تمہیں قتل نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی درخواست منظور فرما کر حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی نبی کر دیا اور دونوں کو حکم دیا۔

## فرعون کے محل تک پیغام رسالت پہنچانے کا بیان

تا کہ ہم انھیں سرزمین شام میں لے جائیں۔فرعون نے چار سو برس تک بنی اسرائیل کو غلام بنائے رکھا تھا اور اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد چھ لاکھ تیس ہزار تھی اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر کی طرف روانہ ہوئے، آپ پشمینہ کا جبہ پہنے ہوئے تھے، دستِ مبارک میں عصا تھا، عصا کے سرے میں زنبیل لٹکی تھی جس میں سفر کا توشہ تھا، اس شان سے آپ مصر میں پہنچ کر اپنے مکان میں داخل ہوئے، حضرت ہارون علیہ السلام وہیں تھے آپ نے انھیں خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر فرعون کی طرف بھیجا ہے اور آپ کو بھی رسول بنایا ہے کہ فرعون کو خدا کی طرف دعوت دو یہ سن کر آپ کی والدہ صاحبہ گھبرائیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگیں کہ فرعون تمہیں قتل کرنے کے لئے تمہاری تلاش میں ہے جب تم اس کے پاس جاؤ گے تو تمہیں قتل کرے گا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے یہ فرمانے سے نہ رُکے اور حضرت ہارون کو ساتھ لے کر شب کے وقت فرعون کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا آپ کون ہیں؟ حضرت نے فرمایا میں ہوں موسیٰ رب العالمین کا رسول فرعون کو خبر دی گئی اور صبح کے وقت آپ بلائے گئے آپ نے پہنچ کر اللہ تعالیٰ کی رسالت ادا کی اور فرعون کے پاس جو حکم پہنچانے پر آپ مامور کئے گئے تھے وہ پہنچایا فرعون نے آپ کو پہچانا۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

| |
|---|
| اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ۝ |
| یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں بچپن کی حالت میں پالا نہیں تھا اور |
| تم نے اپنی عمر کے کتنے ہی سال ہمارے اندر بسر کئے تھے۔ |

## فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو احسانات یاد دلانے کا بیان

"اَنْ" اَیْ : بِاَنْ "اَرْسِلْ مَعَنَا" اِلَى الشَّام "بَنِی اِسْرَائِیل" فَاَتَیَاهُ فَقَالَا لَهُ مَا ذُكِرَ "قَالَ" فِرْعَوْن لِمُوسَى "اَلَمْ نُرَبِّكَ فِینَا" فِی مَنَازِلنَا "وَلِیدًا" صَغِیرًا قَرِیبًا مِنْ الْوِلَادَة بَعْد فِطَامه "وَلَبِثْت فِینَا مِنْ عُمُرك سِنِینَ" ثَلَاثِینَ سَنَة یَلْبَس مِنْ مَلَابِس فِرْعَوْن وَیَرْكَب مِنْ مَرَاكِبه وَكَانَ یُسَمَّى ابْنه

یہاں پر لفظ اَن اصل میں بان تھا۔ یہ کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ شام کی طرف بھیج دے۔پس وہ دونوں ہستیاں آئیں اورانہوں نے وہی کہا جو ذکر کیا گیا ہے۔تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کیا ہم نے تمہیں اپنے یہاں یعنی اپنے محل میں بچپن کی حالت میں پالانہیں تھا یعنی وہ بچپن کی حالت جو ولادت کے بعد کی ہوتی ہے۔اور تم نے اپنی عمر کے کتنے ہی سال ہمارے اندر بسر کیے تھے۔یعنی تیس سال فرعون کے پہناؤوں سے لباس پہنا اوراس کی سواریوں پر سواری کی اور تمہیں جو ابن فرعون بھی کہا جاتا تھا۔

بنی اسرائیل " کا وطن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے ملک شام تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام کے سبب سے مصر میں آرہے،وہاں ایک مدت گزری۔اب ان کو حق تعالیٰ نے ملک شام دینا چاہا۔فرعون ان کو نہ چھوڑتا تھا کیونکہ ان سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی آزادی کا مطالبہ فرمایا۔

| |
|---|
| وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ○ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ○ |
| اورتم نے اپنا وہ کام کرڈالا جوتم نے کیا تھااورتم ناشکر گزاروں میں سے ہو(ہماری پرورش اوراحسانات کو بھول گئے ہو۔ |
| (موسیٰ علیہ السلام نے )فرمایا: جب میں نے وہ کام کیا میں بے خبر تھا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کواحسانات کے جواب دینے کا بیان

"وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ " هِيَ قَتْله الْقِبْطِيّ "وَأَنْتَ مِنْ الْكَافِرِينَ" الْجَاحِدِينَ لِنِعْمَتِي عَلَيْك بِالتَّرْبِيَةِ وَعَدَم الِاسْتِعْبَاد

"قَالَ" مُوسَى "فَعَلْتهَا إذًا" أَيْ حِينَئِذٍ "وَأَنَا مِنْ الضَّالِّينَ" عَمَّا آتَانِي اللّٰه بَعْدهَا مِنْ الْعِلْم وَالرِّسَالَة

اور پھر تم نے اپنا وہ کام کرڈالا جوتم نے کیا تھا یعنی ایک قبطی کوقتل کر دیااورتم ناشکر گزاروں میں سے ہو ہماری پرورش اور احسانات کو بھول گئے ہو۔موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: جب میں نے وہ کام کیا میں بے خبر تھا(کہ کیا ایک گھونسے سے اس کی موت بھی واقع ہوسکتی ہے)یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد مجھے علم اور رسالت عطا فرمائی۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کی باتوں کا جواب دینے کا بیان

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے جب فرعون جیسے جبار خدائی کے مدعی کواس کے دربار میں دعوت حق پہنچائی تو اس نے مخالفانہ بحث کا آغاز اول دوایسی باتوں سے کیا جن کا تعلق حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے تھا۔جیسا ہوشیار مخالف عموماً جب اصل بات کے جواب پر قادر نہیں ہوتا تو مخاطب کی ذاتی کمزوریاں ڈھونڈا اور بیان کیا کرتا ہے تاکہ وہ کچھ شرمندہ ہو جائے اور لوگوں میں اس کی ہوا اکھڑ جائے،یہاں بھی فرعون نے دو باتیں کہیں۔اول تو یہ کہ تم ہمارے پروردہ ہمارے گھر میں پل کر جوان ہوئے ہو۔ہم نے تم پر احسانات کیے ہیں۔تمہاری کیا مجال ہے کہ ہمارے سامنے بولو۔دوسری بات یہ ہے کہ تم نے ایک قبطی شخص کو بلاوجہ قتل کرڈالا ہے جوعلاوہ ظلم کے حق ناشناسی اورناشکری بھی ہے کہ جس قوم میں پلے اور جوان ہوئے اسی کے آدمی کو مار ڈالا۔اس کے

بالمقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیغمبرانہ جواب دیکھئے کہ اول تو جواب میں سوال کی ترتیب کو بدلا یعنی قبطی کے قتل کا قصہ جو فرعون نے بعد میں بیان کیا تھا اس کا جواب پہلے آیا اور خانہ پروردہ ہونے کے احسان کا ذکر جو پہلے کیا تھا اس کا جواب بعد میں۔ اس ترتیب بدلنے میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ واقعہ قبطی میں ایک اپنی کمزوری ضرور واقع ہوئی تھی آج کل کے مناظروں کے طرز پر تو ایسی چیز کے ذکر ہی کو رلا ملا دیا جاتا ہے اور دوسری باتوں کی طرف توجہ پھیرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے رسول نے اسی کے جواب کو اولیت دی۔ اور جواب بھی فی الجملہ اعتراف کمزوری کے ساتھ دیا۔ اس کی قطعاً پروانہ کی کہ مخالف لوگ کہیں گے کہ انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے ہار مان لی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں اس کا تو اعتراف کر لیا کہ اس قتل میں مجھ سے غلطی اور خطا ہوگئی مگر ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ یہ غلطی قصداً نہیں تھی ایک صحیح اقدام تھا جو اتفاقاً غلط انجام پر پہنچ گیا کہ مقصد تو قبطی کو اسرائیلی شخص پر ظلم سے روکنا تھا اسی قصد سے اس کو ایک ضرب لگائی تھی اتفاقاً وہ اسی سے مر گیا اس لئے یہ فعل خطا ہونے کے باوجود ہمارے اصل معاملہ یعنی نبوت کے دعوے اور اس کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ مجھے اس غلطی پر تنبہ ہوا اور قانونی گرفت کے خوف سے شہر سے نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پھر کرم فرمایا اور نبوت و رسالت سے سرفراز فرما دیا۔ غور کیجئے کہ اس وقت دشمن کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام کا سیدھا صاف جواب یہ تھا کہ مقتول قبطی کو واجب القتل ثابت کرتے، اس پر ایسے الزامات لگاتے جس سے اس کا واجب القتل ہونا ثابت ہوتا۔ کوئی دوسرا آدمی تکذیب کرنے والا بھی وہاں موجود نہ تھا جس سے تردید کا اندیشہ ہوتا اور اس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو اس کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہوتا مگر وہاں تو اللہ تعالیٰ کا ایک اولوالعزم رسول صدق مجسم تھا جو حق و صدق اور حقیت کے اظہار ہی کو اپنی فتح سمجھتا تھا۔ دشمن کے بھرے دربار میں اپنی خطا کا اعتراف بھی کر لیا اور اس سے جو نبوت و رسالت پر شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب بھی دیدیا۔

اس کے بعد پہلی بات یعنی خانہ پروردہ ہونے کے احسان جتلانے کے جواب کی طرف توجہ فرمائی تو اس کے اس ظاہری احسان کی اصل حقیقت کی طرف توجہ دلادی کہ ذرا سوچو، میں کہاں اور دربار فرعون کہاں؟ میری پرورش تمہارے گھر میں ہونے کے سبب پر غور کرو تو یہ حقیقت کھل جائے گی کہ تم جو پوری قوم بنی اسرائیل پر یہ خلاف انسانیت ظلم توڑ رہے تھے کہ ان کے بے گناہ معصوم لڑکوں کو قتل کر دیتے تھے، بظاہر تو تمہارے اس ظلم و ستم سے بچنے کے لئے میری والدہ نے مجھے دریا میں ڈالا اور تم نے اتفاقی طور پر میرا تابوت دریا سے نکال کر گھر میں رکھ لیا اور حقیقۃً یہ اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ انتظام اور تمہارے ظلم کی غیبی سزا تھی کہ جس بچے کے خطرہ سے بچنے کے لئے تم نے ہزاروں بچے قتل کر ڈالے تھے قدرت نے اس بچے کو تمہارے ہی ہاتھوں پلوایا۔

اب سوچو کہ یہ میری پرورش تمہارا کیا احسان تھا۔ اسی پیغمبرانہ طرز جواب کا یہ اثر تو طبعی اور عقلی طور پر حاضرین پر ہونا ہی تھا کہ یہ بزرگ کوئی بات بنانے والے نہیں، سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے، اس کے بعد جب معجزات دیکھے تو اور زیادہ اس کی تصدیق ہوگئی اور گو اقرار نہیں کیا مگر مرعوب اتنا ہو گیا کہ یہ صرف دو آدمی جن کے آگے پیچھے کوئی تیسرا مددگار نہیں، دربار سارا اس کا، شہر اور ملک اس کا، مگر

یہ خوف اس پر طاری ہے کہ یہ دو آدمی ہمیں اپنے اس ملک و مملکت سے نکال دیں گے۔ یہ ہوتا ہے خداداد رعب اور صدق وحق اور سچائی کی ہیبت حضرات انبیاء علیہم السلام کے مجادلات ومناظرات بھی صدق وسچائی اور مخاطب کی دینی خیر خواہی کے جذبات سے پر ہوتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شعراء، بیروت)

مفسّرین نے کہا تیس برس اس زمانہ میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرعون کے لباس پہنتے تھے اور اس کی سواریوں میں سوار ہوتے تھے اور اس کے فرزند مشہور تھے۔

فرعون کے اس سوال پر کہ تم نے اے موسیٰ ایک قبطی کو قتل کیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا کہ ہاں میں نے قتل ضرور کیا تھا لیکن وہ قتل ارادۃ اور قصد سے نہ تھا بلکہ اس قبطی کو اس کی خطا پر متنبہ کرنے کے لئے گھونسہ مارا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ خلاصہ یہ کہ نبوت کے منافی قتل عمد ہے اور یہ قتل بلا ارادہ ہوا تھا جو منافی نبوت نہیں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہاں "ضلال" کا مطلب "بے خبری" ہے اور اس سے مراد قبطی کا بلا ارادہ قتل ہو جانا ہے۔ اس معنی کی تائید حضرت قتادہ اور ابن زید کی روایات سے بھی ہوتی ہے کہ دراصل عربی میں ضلال کے کئی معنی آتے ہیں اور ہر جگہ اس کا مطلب گمراہی نہیں ہوتا۔ یہاں بھی اس کا ترجمہ "گمراہ" کرنا درست نہیں۔

| |
|---|
| فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۝ |
| وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۝ |
| پھر میں تمہارے سے نکل گیا جب میں تمہارے سے خوفزدہ ہوا پھر میرے رب نے مجھے حکم بخشا اور مجھے رسولوں میں |
| شامل فرمادیا۔ اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو بنی اسرائیل کی غلامی یاد دلانے کا بیان

"فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا " عِلْمًا "وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ، وَتِلْكَ نِعْمَة تَمُنّهَا عَلَيَّ " أَصْله تَمُنّ بِهَا عَلَيَّ "أَنْ عَبَّدْت بَنِي إِسْرَائِيل " بَيَان لِتِلْكَ أَيْ اتَّخَذْتهمْ عَبِيدًا وَلَمْ تَسْتَعْبِدنِي لَا نِعْمَة لَك بِذَلِكَ لِظُلْمِك بِاسْتِعْبَادِهِمْ وَقَدَّرَ بَعْضهمْ أَوَّل الْكَلَام هَمْزَة اسْتِفْهَام لِلْإِنْكَارِ

پھر میں اس وقت تمہارے دائرہ اختیار سے نکل گیا جب میں تمہارے ارادوں سے خوفزدہ ہوا پھر میرے رب نے مجھے حکم یعنی علم بخشا اور (بالآخر) مجھے رسولوں میں شامل فرمادیا۔ اور یہ کوئی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے، یہاں پر لفظ تمنہا اصل میں تمن بہا تھا۔ کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ یہ جملہ ماقبل جملہ تلک نعمۃ کا بیان ہے۔ یعنی انہیں تو نے غلام بنا رکھا ہے جبکہ مجھے غلام نہیں بنایا یہ تیرا کوئی احسان نہیں ہے۔ بعض مفسرین نے یہاں کلام کے شروع میں ہمزہ استفہام انکاری کو مقدر مانا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تمنها: من بمعنی منا (نصر) سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے علی کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی کو کوئی احسان جتلانا ھا ضمیر واحد مونث غائب نعمۃ کی طرف راجع ہے۔

ان بمعنی لان ہے۔ ای انما صارت نعمة علی لان عبدت بنی اسرائیل لو لم تفعل ذلك لكفلنی اهلی ولم یلقونی فی الیم یہ جو احسان تم مجھے جتلاتے ہو یہ سبب اس امر کے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اگر تو ایسا نہ کرتا تو میرے اہل خانہ میری کفالت خود کرتے اور مجھے دریا میں نہ ڈالتے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ جو تو مجھ پر احسان جتلا رہا ہے یہ سب بوجہ تمہارے بنی اسرائیل کو غلامی کی سخت بندھنوں میں جکڑنے اور ان پر مظالم ڈھانے کے ہے اگر تو اسرائیل کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا سفاکانہ قانون نافذ کرتا تو میری ماں مجھے دریا میں کیوں ڈالتی اور مجھے تیرے گھر میں پرورش پانے کی ضرورت کہاں آتی اور پھر تیرے اس بزعم خود احسان کا کیا موقع تھا۔

فائدہ: پچھلی آیت میں ففررت منکم اور لما خفتکم میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے کیونکہ فرار اور خوف صرف فرعون ہی سے نہ تھا بلکہ اس سے اور اس کے سرداروں سے تھا جس کے متعلق خبر دینے والے نے بتایا تھا قال یموسی ان الملا یاتمرون بل لیقتلون، اس نے بتایا اے موسیٰ سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں۔ آیت 22 میں تمنھا اور عبدت کا عمل فرعون کی ذات سے مختص ہے اس لئے یہاں واحد مذکر حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ |
| فرعون نے کہا اور رب العالمین کیا چیز ہے؟ کہا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے، |
| اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ |

## فرعون کا اللہ تعالیٰ کی معرفت بارے سوال کرنے کا بیان

"قَالَ فِرْعَوْنُ" لِمُوْسَى "وَمَا رَبُّ الْعَالَمِيْنَ" الَّذِي قُلْتَ إِنَّكَ رَسُوْلُهُ أَيْ: أَيُّ شَيْءٍ هُوَ وَلَمَّا لَمْ يَكُنْ سَبِيْلٌ لِلْخَلْقِ إِلَى مَعْرِفَةِ حَقِيْقَتِهِ تَعَالَى وَإِنَّمَا يَعْرِفُوْنَهُ بِصِفَاتِهِ أَجَابَهُ مُوْسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِبَعْضِهَا:

"قَالَ رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا" أَيْ خَالِقُ ذَلِكَ "إِنْ كُنْتُمْ مُوْقِنِيْنَ" بِأَنَّهُ تَعَالَى خَالِقُهُ. فَآمِنُوْا بِهِ وَحْدَهُ،

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا اور رب العالمین کیا چیز ہے؟ یعنی جس کا تو نے اپنے آپ کو رسول کہا ہے۔ یعنی اس کی حقیقت کیا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو پہچاننے کا راستہ مخلوق کیلئے کوئی نہیں۔ لہٰذا اس ذات کو صفات سے ہی پہچانا جاتا ہے تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعض صفات کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جوان دونوں کے درمیان ہے، ان کا خالق ہے۔ اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ یعنی اگر تم اس کے خالق ہونے کا یقین رکھتے ہو تو اس کی توحید پر ایمان لاؤ۔

## فرعون کا اپنی قوم کے سامنے جھوٹی خدائی کے بے تکے استدلال کا بیان

فرعون نے اپنی رعیت کو بہکا رکھا تھا اور انہیں یقین دلایا تھا کہ معبود اور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں اس لیے ان سب کا عقیدہ یہ تھا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو اس نے کہا کہ رب العالمین ہے کیا چیز؟ مقصد یہی تھا کہ میرے سوا کوئی رب ہے ہی نہیں تو جو کہہ رہا ہے محض غلط ہے۔ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ اس نے پوچھا آیت (فمن ربکما یا موسیٰ) موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے؟ اس کے جواب میں کلیم اللہ نے فرمایا جس نے ہر ایک کی پیدائش کی ہے اور جو سب کا ہادی ہے۔ یہاں پر یہ یاد رہے کہ بعض منطقیوں نے یہاں ٹھوکر کھائی ہے اور کہا ہے کہ فرعون کا سوال اللہ کی ماہیت سے تھا یہ محض غلط ہے اس لئے کہ ماہیت کو تو جب پوچھتا جب کہ پہلے وجود کا قائل ہوتا۔ وہ تو سرے سے اللہ کے وجود کا منکر تھا۔ اپنے اسی عقیدے کو ظاہر کرتا تھا اور ہر ایک ایک کو یہ عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا گو اس کے خلاف دلائل و براہین اس کے سامنے کھل گئے تھیں۔ پس اس کے اس سوال پر کہ رب العالمین کون ہے؟ حضرت کلیم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ جو سب کا خالق ہے، سب کا مالک ہے، سب پر قادر ہے یکتا ہے اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق عالم سفلی زمین اور اسکی کائنات اب اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ ان کے درمیان کی چیزیں ہوا پرندہ وغیرہ سب اس کے سامنے ہیں اور اس کے عبادت گزار ہین۔ اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے محروم نہیں اگر تمہاری نگاہیں روشن ہیں تو رب العالمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کے ماننے کے لئے کافی ہیں۔ یہ سن کر فرعون سے چونکہ کوئی جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لیے لوگوں کو اپنے سکھائے بتائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لیے انکی طرف دیکھ کر کہنے لگا لو اور سنو یہ میرے سوا کسی اور کو ہی اللہ مانتا ہے؟ تعجب کی بات ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسکی اس بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجود اللہ کے دلائل بیان کرنے شروع کر دیئے کہ وہ تم سب کا اور تمہارے اگلوں کا مالک اور پروردگار ہے۔ آج اگر تم فرعون کو اللہ مانتے ہو تو ذرا اسے تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا اللہ کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے آسمان و زمین کا وجود تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے وہی تمام جہانوں کا رب ہے اسی کا بھیجا ہوا ہوں میں۔ فرعون دلائل کی تاب نہ لا سکا کوئی جواب بن نہ پڑا تو کہنے لگا اسے چھوڑ و یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے سوا کسی اور کو رب کیوں مانتا۔ کلیم اللہ نے پھر بھی اپنی دلیلوں کو جاری رکھا۔ اس کے لغو کلام سے بےتعلق ہو کر فرمانے لگے کہ سنو میرا اللہ مشرق و مغرب کا مالک ہے اور وہی میرا رب ہے۔ وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے۔ مغرب کی طرف اتارتا ہے اگر فرعون اپنی الوہیت کے دعوے میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کا خلاف کر کے دکھا دے یعنی انہیں مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے یہ بات خلیل علیہ السلام نے اپنے زمانے کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی

پہلے تو اللہ کا وصف بیان کیا کہ وہ جلاتا مارتا ہے لیکن اس بیوتوف نے جب کہ اس وصف کا اللہ کیساتھ مختص ہونے سے انکار کردیا اور کہنے لگا یہ تو میں بھی کرسکتا ہوں آپ نے باوجود اسی دلیل میں بہت سی گنجائش ہونے کے اس سے بھی واضح دلیل اس کے سامنے رکھی کہ اچھا میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے تو اسے مغرب سے نکال اب تو اسکے حواس گم ہوگئے ۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تابڑتوڑ ایسی واضح اور روشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہوگئے وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا؟ یہ واضح دلیلیں ان سب لوگوں پر اثر کر جائیں گی اس لئے اب اپنی قوت کو کام میں لانے کا ارادہ کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ڈرانے دھمکانے لگا جیسے آگے آرہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ○ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ○ |
|---|
| اس نے ان لوگوں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے، کیا تم سنتے نہیں؟ کہا جو تمھارا رب اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ |

## فرعون کا اپنے حواریوں کو متوجہ کرنے کا بیان

"قَالَ" فِرْعَوْن "لِمَنْ حَوْله" مِنْ أَشْرَاف قَوْمه "أَلَا تَسْتَمِعُونَ" جَوَابه الَّذِي لَمْ يُطَابِق السُّؤَال "قَالَ" مُوسَى "رَبّكُمْ وَرَبّ آبَائِكُمْ الْأَوَّلِينَ" وَهٰذَا وَإِنْ كَانَ دَاخِلًا فِيمَا قَبْله يَغِيظ فِرْعَوْن وَلِذٰلِكَ

اس نے یعنی فرعون نے ان لوگوں سے کہا جو اس کی قوم کے سرکردہ لوگ اس کے اردگرد تھے، کیا تم سنتے نہیں؟ کہ اس کا جواب سوال کے مطابق نہیں ہے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو تمھارا رب اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ یہ تعریف بھی اگرچہ پہلے جملے میں داخل ہے لیکن یہ فرعون کو غصہ دلانے والی تھی اسی لئے اس نے غصے میں آکر کہہ دیا۔

اس وقت اس کے گرد اس کی قوم کے اشراف میں سے پانچ سو شخص زیوروں سے آراستہ زریں کرسیوں پر بیٹھے تھے ان سے فرعون کا یہ کہنا کیا تم غور سے نہیں سنتے بایں معنی تھا کہ وہ آسمان اور زمین کو قدیم سمجھتے تھے اور ان کے حدوث کے منکر تھے مطلب یہ تھا کہ جب یہ چیزیں قدیم ہیں تو ان کے لئے رب کی کیا حاجت اب حضرت موسیٰ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان چیزوں سے استدلال پیش کرنا چاہا جن کا حدوث اور جن کی فنا مشاہدہ میں آچکی ہے۔

یعنی اگر تم دوسری چیزوں سے استدلال نہیں کرسکتے تو خود تمہارے نفوس سے استدلال پیش کیا جاتا ہے، اپنے آپ کو جانتے ہو، پیدا ہوئے ہو، اپنے باپ دادا کو جانتے ہو کہ وہ فنا ہوگئے تو اپنی پیدائش سے اور ان کی فنا سے پیدا کرنے اور فنا کردینے والے کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

## فرعون کا حق کو سمجھنے کی بجائے دیوانہ کہہ کر انکار کردینے کا بیان

| قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ○ |
|---|
| (فرعون نے) کہا: بیشک تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ |

فرعون پھر موسیٰ علیہ السلام کے بجائے درباریوں کی طرف ہی متوجہ ہو کر کہنے لگا۔اس شخص کی حقیقت دیکھو اور اس کا مطالبہ دیکھو۔اگر یہ رسول ہے بھی تب بھی اس کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہے۔اسے یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا کہ وہ کس ہستی سے مخاطب ہے اور کیا مطالبہ کر رہا ہے؟

| |
|---|
| قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ |
| قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰـهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ |
| اس نے کہا جو مشرق ومغرب کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے،اگر تم سمجھتے ہو۔کہا یقیناً |
| اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور ہی قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔ |

## فرعون کا انکار کرتے ہوئے قید کی سزا سنانے کا بیان

"قَالَ" مُوسَى "رَبّ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب وَمَا بَيْنهمَا إنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ" أَنَّهُ كَذٰلِكَ فَآمِنُوا بِهِ وَحْده "قَالَ" فِرْعَوْن لِمُوسَى "لَئِنْ اتَّخَذْت إلٰهًا غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّك مِنْ الْمَسْجُونِينَ" كَانَ سِجْنه شَدِيدًا يَحْبِس الشَّخْص فِي مَكَان تَحْت الْأَرْض وَحْده لَا يُبْصِر وَلَا يَسْمَع فِيهِ أَحَدًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو مشرق ومغرب کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے،اگر تم سمجھتے ہو۔لہٰذا تم اس کی توحید پر ایمان لاؤ۔تو اس پر فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا یقیناً اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور ہی قید کیے ہوئے لوگوں میں شامل کر دوں گا۔یعنی جو سخت قید ہے۔کیونکہ وہ بندے کی زمین کے نیچے تنہائی میں قید کر دیتا جہاں سے وہ کچھ نہ دیکھ سکے اور کچھ بھی نہ سن سکے۔

## فرعون کو زمینی بادشاہت سے عاد دلا کر دلیل توحید قائم کرنے کا بیان

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جب یوں بوکھلایا ہوا دیکھا تو پھر سے اپنے دعویٰ پر زور دیتے ہوئے اور رب العالمین کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ روئے زمین پر جتنی بھی مخلوق آباد ہے۔خواہ اس کا تعلق اس ملک مصر سے ہو یا مشرق سے ہو یا مغرب سے ہو یا کہیں سے بھی ہو ساری مخلوق کا پروردگار وہی رب العالمین ہے اب امید ہے تم لوگوں کو سمجھ آ ہی گئی ہوگی کہ رب العالمین کون ہے؟ اور میں کون ہوں؟ تم تو صرف زمین کے ایک چپہ بھر ملک کے فرمانروا ہو اور میں اس رب العالمین کا رسول ہوں جس کی فرمانروائی اس پوری زمین پر ہی نہیں پوری کائنات پر بھی ہے۔لہٰذا تمہارے حق میں بہتری اسی بات میں ہے کہ تم فرمانروائے کائنات کے رسول کی بات مان لو۔

فرعون نے یہ اس لئے کہا کہ وہ اپنے سوا کسی معبود کے وجود کا قائل نہ تھا اور جو اس کے معبود ہونے کا اعتقاد نہ رکھے اس کو خارج از عقل کہتا تھا اور حقیقتہً اس طرح کی گفتگو عجز کے وقت آدمی کی زبان پر آتی ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرضِ ہدایت وارشاد کو علیٰ وجہِ الکمال ادا کیا اور اس کی اس تمام لایعنی گفتگو کے باوجود پھر مزید بیان کی طرف متوجہ ہوئے۔

| |
|---|
| قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ۝ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ |
| (موسیٰ علیہ السلام نے) فرمایا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح چیز لے آؤں۔ کہا: تم اسے لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ |

## فرعون کو حق سمجھانے کیلئے اظہار معجزہ کا بیان

"قَالَ" لَهٗ مُوْسَی "أَوَلَوْ" أَيْ : أَتَفْعَلُ ذٰلِكَ وَلَوْ "جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُبِين" بُرْهَان بَيِّن عَلَى رِسَالَتِي "قَالَ" فِرْعَوْن لَهُ "فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِينَ" فِيهِ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح چیز بطور معجزہ بھی لے آؤں۔ یعنی ایسی برہان جو میری رسالت پر دلالت کرے۔ فرعون نے آپ سے کہا: تم اسے لے آؤ اگر تم اس بات میں سچے ہو۔

فرعون کی پہلی بحث تو اس امر میں تھی کہ رب تو میں خود ہوں یہ رب العالمین کیا ہوتا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے بار بار کے تکرار سے اسے یہ بات ذہین نشین کرادی کہ رب العالمین ہی وہ بالاتر ہستی ہے جو پوری کائنات کی خالق، مالک اور پرورش کنندہ ہے۔ حتیٰ کہ خود تمہارا بھی وہی پروردگار ہے۔ لہٰذا اسے ہی یہ حق سزاوار ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ہر حکم کو بجالایا جائے۔ اب بحث اس بات میں رہ گئی تھی کہ آیا موسیٰ علیہ السلام اس بالاتر ہستی کے رسول ہیں بھی یا نہیں؟ اس بحث کا آغاز بھی خود موسیٰ علیہ السلام نے کیا اور کہا کہ اس ہستی نے مجھے اپنے دعویٰ رسالت کی تائید میں کچھ نشانیاں بھی دی ہیں اور میں وہ نشانیاں پیش کرسکتا ہوں۔ جس کے جواب میں فرعون نے کہا ہاں اگر تم اپنے دعویٰ کی صداقت میں کوئی نشانی پیش کر سکتے ہو تو کرو۔

| |
|---|
| فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ۝ |
| قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ۝ |
| پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ واضح اژدہا تھی۔ اور اپنا ہاتھ نکالا تو اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید تھا۔ |
| اس نے ان سرداروں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے، یقیناً یہ تو ایک بہت ماہرفن جادوگر ہے۔ |

## فرعون کا معجزات کو جادو قرار دینے کا بیان

"فَأَلْقَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَان مُبِين" حَيَّة عَظِيمَة "وَنَزَعَ يَده" أَخْرَجَهَا مِنْ جَيْبه "فَإِذَا هِيَ بَيْضَاء" ذَات شُعَاع "لِلنَّاظِرِينَ" خِلَاف مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنْ الْأُدْمَة "قَالَ" فِرْعَوْن "لِلْمَلَإِ حَوْله إِنَّ هٰذَا لَسَاحِر عَلِيم" فَائِق فِي عِلْم السِّحْر

پس موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی تو اچانک وہ واضح اژدہا تھی۔ یعنی بہت بڑا سانپ بن گئی۔ اور اپنا ہاتھ اپنی آستین سے نکالا تو

اچانک وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید چمکدار تھا۔ یعنی سابقہ آدمیوں والے رنگ کے خلاف تھا۔ تو فرعون نے ان سرداروں سے کہا جو اس کے اردگرد تھے، یقیناً یہ تو ایک بہت ماہر فن جادوگر ہے۔ یعنی جو سحر میں فائق ہے۔

## فرعون کا اپنے وزراء سے مشورہ طلب کرنے کا بیان

| |
|---|
| یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ |
| یہ چاہتا ہے کہ تمہیں اپنے جادو سے تمہارے ملک سے باہر نکال دے پس تم کیا رائے دیتے ہو۔ |

## فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا مباحثہ

جب مباحثے میں فرعون ہار دلیل وبیان میں غالب نہ آ سکا تو قوت وطاقت کا مظاہرہ کرنے لگا اور سطوت وشوکت سے حق کو دبانے کا ارادہ کیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ علیہ السلام میرے سوا کسی اور کو معبود بنائے گا تو جیل میں سڑا سڑا کر تیری جان لے لونگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی چونکہ وعظ ونصیحت کر ہی چکے تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں تو فرمانے لگے کیوں جی میں اگر اپنی سچائی پر کسی ایسے معجزے کا اظہار کروں کہ تمہیں بھی قائل ہونا پڑے تب؟ فرعون سو اس کے کیا کرسکتا تھا کہ کہا اچھا اگر سچا ہے تو پیش کر۔ آپ نے سنتے ہی اپنی لکڑی جو آپ کے ہاتھ میں تھی، ہی اسے زمین پر ڈال دیا۔ بس اس کا زمین پر گرنا تھا کہ وہ ایک اژدہے کی شکل بن گئی۔ اور اژدہا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا ہیبت ناک ڈراؤنی اور خوفناک شکل والا منہ پھاڑے ہوئے پھنکارتا ہوا۔ ساتھ ہی اپنے گریبان میں اپنا ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔ فرعون کی قسمت چونکہ ایمان سے خالی تھی ایسے واضح معجزے دیکھ کر بھی اپنی بدبختی پر اڑا رہا اور تو کچھ بن نہ پڑا اپنے ساتھیوں اور درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ تو جادو کے کرشمے ہیں۔ بیشک اتنا تو میں بھی مان گیا کہ یہ اپنے فن جادوگری میں استاد کامل ہے۔ پھر انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دشمنی پر آمادہ کرنے کے لئے ایک اور بات بنائی کہ یہ ایسے ہی شعبدے دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لے گا۔ اور جب کچھ لوگ اس کے ساتھی ہو جائیں گے تو یہ علم بغاوت بلند کر دے گا پھر تمہیں مغلوب کر کے اس ملک میں قبضہ کر لے گا تو اس کے استحصال کی کوشش ابھی سے کرنی چاہئے۔ بتلاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ اللہ کی قدرت دیکھو کہ فرعونیوں سے اللہ نے وہ بات کہلوائی جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عام تبلیغ کا موقعہ ملے اور لوگوں پر حق واضح ہو جائے۔ یعنی جادوگروں کو مقابلہ کے لئے بلوانا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝ |
| وہ بولے کہ تو اسے اور اس کے بھائی کو مؤخر کر دے اور شہروں میں ہرکارے بھیج دے۔ وہ تیرے پاس ہر بڑے ماہر فن جادوگر کو لے آئیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں جادوگروں کو لانے کا فیصلہ

"قَالُوا أَرْجِهِ وَأَخَاهُ" أَخِّرْ أَمْرَهُمَا "وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ" جَامِعِينَ "يَأْتُوك بِكُلِّ سَحَّار

عَلِيم" يَفْضُل مُوسَى فِي عِلْم السِّحْر

وہ بولے کہ تو اسے اور اس کے بھائی ہارون کے حکم سزا سنانے کو مؤخر کردے اور تمام شہروں میں جادوگروں کو بلانے کے لئے ہرکارے بھیج دے۔ وہ تیرے پاس ہر بڑے ماہر فن جادوگر کو لے آئیں۔ یعنی علم سحر میں موسیٰ علیہ السلام پر برتری رکھتے ہوں

درباری حضرات عموماً جی حضور کہنے اور بڑی سرکار کی ہاں میں ہاں ملانے کے عادی تھے۔ اور اسی میں ان کی عافیت ہوتی ہے۔ فوراً کہنے لگے۔ واقعی یہ بہت بڑا جادوگر ہے اور ہمیں جادو کا مقابلہ جادو ہی سے کرنا چاہئے۔ آپ یوں کیجئے کہ جلدی میں کچھ فیصلہ نہ کیجئے۔ بلکہ ملک بھر کے چوٹی کے جادوگروں کو اپنے ہاں بلا لیجئے۔ جو اس کا مقابلہ کرسکیں۔ فرعون اپنے درباریوں سے ایسا ہی جواب سننا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ خود اپنے درباریوں اور اپنی رعایا کو اسی چکر میں ڈالنا اور یہی کچھ ذہن نشین کرانا چاہتا تھا کہ موسیٰ اور اس کا بھائی اللہ کے رسول نہیں بلکہ محض جادوگر ہیں۔ چنانچہ فرعون نے اپنے درباریوں سے مشورہ کے بعد تمام شہروں کے نامور جادوگروں کو اپنے ہاں طلب کرلیا۔

جو علم سحر میں بقول ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑھ کر ہو اور وہ لوگ اپنے جادو سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا مقابلہ کریں تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حجت باقی نہ رہے اور فرعونیوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ یہ کام جادو سے ہوجاتے ہیں لہٰذا نبوت کی دلیل نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

| |
|---|
| فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ○ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ○ |
| لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ○ |
| تو جادوگر ایک مقرر دن کے طے شدہ وقت کے لیے جمع کرلیے گئے۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہونے والے ہو؟ |
| شاید ہم ان جادوگروں کے پیروکار بن جائیں، اگر وہی غالب رہیں۔ |

## فرعون کا یوم عید کو لوگوں کو جمع کرنے کا بیان

"فَجُمِعَ السَّحَرَة لِمِيقَاتِ يَوْم مَعْلُوم" وَهُوَ وَقْت الضُّحَى مِنْ يَوْم الزِّينَة "وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُجْتَمِعُونَ" الِاسْتِفْهَام لِلْحَثِّ عَلَى الِاجْتِمَاع وَالتَّرَجِّي عَلَى تَقْدِير غَلَبَتهمْ لِيَسْتَمِرُّوا عَلَى دِينهمْ فَلَا يَتَّبِعُوا مُوسَى

تو جادوگر ایک مقرر دن کے طے شدہ وقت کے لیے جمع کرلیے گئے۔ اور وہ یوم زینت میں چاشت کا وقت تھا۔ اور لوگوں سے کہا گیا کیا تم جمع ہونے والے ہو؟ یہاں پر استفہام لوگوں کی جمع کرنے کی ترغیب کیلئے جبکہ ترجی اس لئے ہے کہ جادوگر اپنے مذہب پر قائم رہیں اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع نہ کریں۔ شاید ہم ان جادوگروں کے پیروکار بن جائیں، اگر وہی غالب رہیں۔

## عیدگاہ میں حق و باطل کے مقابلے کا بیان

مناظرہ زبانی ہو چکا۔اب مناظرہ عملاً ہو رہا ہے اس مناظرہ کا ذکر سورۃ اعراف سورۃ طٰہٰ اور اس سورت میں ہے۔قبطیوں کا ارادہ اللہ کے نور کے بجھانے کا تھا اور اللہ کا ارادہ اس کی نورانیت کے پھیلانے کا تھا۔پس اللہ کا ارادہ غالب رہا۔ایمان و کفر کا مقابلہ جب کبھی ہوا ایمان کفر پر غالب رہا۔اللہ تعالیٰ حق کو غالب کرتا ہے باطل کا سر پھٹ جاتا ہے اور لوگوں کے باطل ارادے ہوا میں اڑ جاتے ہیں۔حق آ جاتا ہے باطل بھاگ کھڑا ہوتا ہے۔یہاں بھی یہ ہوا ہر ایک شہر میں سپاہی بھیجے گئے۔چاروں طرف سے بڑے بڑے نامی گرامی جادوگر جمع کیے گئے جو اپنے فن میں کامل اور استاد زمانہ تھے کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد بارہ یا پندرہ یا سترہ یا انیس یا کچھ اوپر تیس یا اسی ہزار کی یا اس سے کم و بیش تھی۔صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے ان تمام کے استاد اور سردار چار شخص تھے۔سابور عاذور حطحط اور مصفی۔چونکہ سارے ملک میں شور مچ چکا تھا چاروں طرف سے لوگوں کے غول کے غول وقت مقررہ سے پہلے مصر میں جمع ہو گئے۔چونکہ یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ رعیت اپنے بادشاہ کے مذہب پر ہوتی ہے۔سب کی زبان سے یہی نکلتا تھا کہ جادوگروں کے غلبہ کے بعد ہم تو ان کی راہ لگ جائیں گے۔یہ کسی زبان سے نہ نکلا کہ جس طرف حق ہوگا ہم اسی طرف ہو جائیں گے اب موقعہ پر فرعون مع اپنے جاہ چشم کے نکال تمام امراء ورؤسا ساتھ تھے لشکر فوج پلٹن ہمراہ تھی جادوگروں کو اپنے دربار میں اپنے سامنے بلوایا۔جادوگروں نے بادشاہ سے عہد لینا چاہا اس لئے کہا کہ جب ہم غالب آ جائیں تو بادشاہ ہمیں انعامات سے محروم نہیں رکھیں گے؟ فرعون نے جواب دیا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے نہ صرف انعام بلکہ میں تو تمہیں اپنے خاص رؤسا میں شامل کرونگا اور تم ہمیشہ میرے پاس اور میرے ساتھ ہی رہا کرو گے۔تم میرے مقرب بن جاؤ گے میری تمام تر توجہ تمہاری ہی طرف ہوگی۔وہ خوشی خوشی میدان کی طرف چل دیئے۔وہاں جا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔بولو تم پہلے اپنی استادی دکھاتے ہو؟ یا ہم دکھائیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا نہیں تم ہی پہلے اپنی بھڑاس نکال لو تا کہ تمہارے دل میں کوئی ارمان نہ رہ جائے یہ جواب پاتے ہی انہوں نے اپنی چھڑیاں اور رسیاں میدان میں ڈال دیں اور کہنے لگے فرعون کی عزت سے ہمارا غلبہ رہے گا۔

سورۃ اعراف میں ہے جادوگروں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔انہیں ہیبت میں ڈال دیا اور بڑا بھاری جادو ظاہر کیا۔سورۃ طٰہٰ میں ہے کہ ان کی لاٹھیاں اور رسیاں ان کے جادو سے ہلتی جلتی معلوم ہونے لگیں۔اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ میں جو لکڑی تھی اسے میدان میں ڈال دیا جس نے سارے میدان میں ان کی جو کچھ نظر بندیوں کی چیزیں تھیں،سب کو ہضم کر لیا۔پس حق ظاہر ہو گیا اور باطل دب گیا اور ان کا کیا کرایا سب غارت ہو گیا۔یہ کوئی ہلکی سی بات اور تھوڑی سی دلیل نہ تھی جادوگر تو اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گئے کہ ایک شخص اپنے استاد فن کے مقابلے میں آتا ہے اس کا حال جادوگروں کا سا نہیں۔وہ کوئی بات نہیں کرتا یقیناً ہمارا جادو صرف نگاہوں کا فریب ہے اور اس کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے وہ تو اسی وقت وہیں کے وہیں اللہ کے سامنے سجدے میں گر گئے۔اور اسی مجمع میں سب کے سامنے اپنے ایمان لانے کا اعلان کیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لا چکے۔پھر اپنا قول

اور واضح کرنے کے لئے یہ بھی ساتھ ہی کہہ دیا کہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ رب ہے جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اپنا رب کہتے ہیں۔ اتنا بڑا معجزہ اس قدر انقلاب فرعون نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ملعون کی قسمت میں ایمان نہ تھا۔ پھر بھی آنکھیں نہ کھلی۔ اور دشمن جاں ہو گیا۔ اور اپنی طاقت سے حق کو کچلنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ ہاں میں جان گیا موسیٰ تم سب کے استاد تھے اسے تم نے پہلے سے بھیج دیا پھر تم بظاہر مقابلہ کرنے کے لئے آئے اور باطنی مشورے کے مطابق میدان ہار گئے اور اس کی بات مان گئے پس تمہارا یہ مکر کھل گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ○ |
| قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ |
| پھر جب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا واقعی ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے؟ |
| کہا ہاں اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقرب لوگوں سے ہوگے۔ |

## جادوگروں کا غلبہ کی صورت میں انعام کا مطالبہ کرنے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ وَإِدْخَالِ أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ "قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا" أَيْ حِينَئِذٍ،

پھر جب جادوگر آ گئے تو انھوں نے فرعون سے کہا کیا واقعی ہمارے لیے ضرور کچھ صلہ ہوگا، اگر ہم ہی غالب ہوئے؟ یہاں پر اَ اَن میں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورت میں ان دونوں کے درمیان اُلف بھی داخل کیا گیا ہے۔ کہا ہاں اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقرب لوگوں سے ہوگے۔

تمہیں درباری بنایا جائے گا، تمہیں خاص اعزاز دیئے جائیں گے، سب سے پہلے داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی، سب سے بعد تک دربار میں رہوگے۔ اس کے بعد جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا حضرت پہلے اپنا عصا ڈالیں گے یا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اپنا سامان سحر ڈالیں۔

| |
|---|
| قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ○ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ |
| فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ○ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ○ |
| موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا: تم وہ چیزیں ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو۔ تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں |
| اور انھوں نے کہا فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم، یقیناً ہم ہی غالب آنے والے ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی |
| تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگل رہی تھی جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا جادوگروں کی شعبدہ باز چیزوں کو نگل جانے کا بیان

"قَالَ لَهُمْ مُوسَى " بَعْدَمَا قَالُوا لَهُ "إِمَّا أَنْ تُلْقِي وَإِمَّا أَنْ نَكُون نَحْنُ الْمُلْقِينَ " "أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ "
فَالْأَمْر فِيهِ لِلْإِذْنِ بِتَقْدِيمِ إِلْقَائِهِمْ تَوَسُّلًا بِهِ إِلَى إِظْهَار الْحَقّ
"فَأَلْقَى مُوسَى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَف" بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ الْأَصْل تَبْتَلِع "مَا يَأْفِكُونَ "
يَقْلِبُونَهُ بِتَمْوِيهِهِمْ فَيُخَيِّلُونَ حِبَالهمْ وَعِصِيّهمْ أَنَّهَا حَيَّات تَسْعَى

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان جادوگروں سے فرمایا: تم وہ جادو کی چیزیں ڈال دو جو تم ڈالنے والے ہو۔ تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں یہاں پر امر پہلے اجازت دینے کے بیان میں ہے۔ کیونکہ ان کا پھینکنا یہ اظہار حق کا وسیلہ بن رہا تھا۔ اور انھوں نے کہا فرعون کی عزت کی قسم! بے شک ہم، یقیناً ہم ہی غالب آنے والے ہیں۔ پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی، یہاں پر تلقف یہ دو تاؤں کے ساتھ آیا ہے اور ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ تو اچانک وہ ان چیزوں کو نگل رہی تھی جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے۔ یعنی وہ نظر بندی کر کے لوگوں کو دھوکہ دے رہے تھے کیونکہ لوگوں کو وہ رسیاں اور لاٹھیاں زندہ چلتے پھرتے سانپ معلوم ہو رہے تھے۔
جو انہوں نے جادو کے ذریعہ سے بنائیں تھیں یعنی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں جو جادو سے اژدھے بن کر دوڑتے نظر آ رہے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدھا بن کر ان سب کو نگل گیا پھر اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دستِ مبارک میں لیا تو وہ مثلِ سابق عصا تھا جب جادوگروں نے یہ دیکھا تو انھیں یقین ہو گیا کہ یہ جادو نہیں ہے۔

| |
|---|
| فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ |
| پس سارے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ انھوں نے کہا ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ |
| (جو) موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ |

## جادوگروں کے ایمان کے اعلان کا بیان

"رَبّ مُوسَى وَهَارُونَ" لِعِلْمِهِمْ بِأَنَّ مَا شَاهَدُوهُ مِنْ الْعَصَا لَا يَتَأَتَّى بِالسِّحْرِ

پس سارے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ انھوں نے کہا ہم تمام جہانوں کے رب پر ایمان لے آئے۔ (جو) موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا رب ہے۔ کیونکہ انہوں نے عصا کا مشاہدہ کر لیا تھا کہ وہ جادو والا نہیں ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فالقی السحرۃ سجدین ۔ سو جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔ یہاں صیغہ فعل مجہول لایا گیا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:
(1) جب جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں یہ معجزہ دیکھا تو ان کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ رہا سوائے سر تسلیم خم کر لینے کے اور وہ سجدہ کے لئے مجبور ہو گئے۔

(2) معجزہ کو دیکھ کر جب حقیقت ان پر عیاں ہوگئی اور ان کے دلوں پر سے جہالت وضلالت کے پردے ہٹ گئے تو فورشوق سے وہ جھٹ سجدہ میں گر پڑے۔ان کی اندرونی کیفیت کی شدت کے اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے اس کی مثال سورۃ ھود میں ہے وجاء ہ قومہ یھرعون الیہ اوراس کے پاس اس کی قوم کے لوگ کھچے چلے آئے۔

فرعون کے جے پکارنے والے جادوگروں نے جب دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بنا ہوا سانپ ان کے سانپ کو ہڑپ کر رہا ہے تو انھیں یقین ہوگیا تھا کہ یہ جادو کے فن سے ماورا کوئی اور چیز ہے۔وہ کوئی معمولی قسم کے جادوگر نہ تھے۔ بلکہ ملک بھر کے چوٹی کے ماہر اور نامور جادوگر تھے۔لہٰذا جب ان کے بنائے ہوئے سب سانپ میدان مقابلہ سے ختم ہوگئے تو انہوں نے اپنی شکست کا برملا اعتراف کرلیا پھر اسی پر اکتفانہ کیا۔ بلکہ اسی بھرے مجمع میں رب العالمین پر ایمان لانے کا اقرار کیا اور یہ بھی ساتھ ہی وضاحت کردی کہ رب سے مراد ہماری مراد فرعون نہیں بلکہ رب العالمین سے ہماری مراد وہ پروردگار ہے جو ہر چیز کا پرورش کنندہ ہے اور جس کی طرف موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام دعوت دے رہے ہیں۔

| |
|---|
| قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ |
| لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ |
| کہا تم اس پر ایمان لے آئے، اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بلاشبہ یہ ضرور تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، |
| سو یقیناً تم جلدی جان لوگے، میں ضرور ہر صورت تمھارے ہاتھ اور تمھارے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا |
| اور یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔ |

## فرعون کا جادوگروں کو سولی پر چڑھانے کی سزا سنانے کا بیان

"قَالَ" فِرْعَوْن "آمَنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا "لَهُ" لِمُوسَى "قَبْل أَنْ آذَن" أَنَا "لَكُمْ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمْ الَّذِي عَلَّمَكُمْ السِّحْر" فَعَلَّمَكُمْ شَيْئًا مِنْهُ وَغَلَبَكُمْ بِآخَر "فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ" مَا يَنَالكُمْ مِنِّي "لَأُقَطِّعَن أَيْدِيكُمْ وَأَرْجُلكُمْ مِنْ خِلَاف" أَيْ يَد كُلّ وَاحِد الْيُمْنَى وَرِجْله الْيُسْرَى

فرعون نے کہا تم اس پر یعنی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے، یہاں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کو الف سے بدلہ بھی گیا ہے۔اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں، بلاشبہ یہ ضرور تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، اور تم پر غالب آ گیا، سو یقیناً تم جلدی جان لوگے، جو میری طرف تمہیں سزا ملے گی۔ میں ضرور ہر صورت تم میں سے ہر ایک کے ہاتھ اور تمہارے پاؤں یعنی ہر ایک کے پاؤں مخالف سمت سے بری طرح کاٹوں گا اور یقیناً تم سب کو ضرور بری طرح سولی دوں گا۔

## جرأت وہمت والے کامل الایمان لوگوں کا بیان

سبحان اللہ کیسے کامل الایمان لوگ تھے حالانکہ ابھی ہی ایمان میں آئے تھے لیکن ان کی صبر وثبات کا کیا کہنا؟ فرعون جیسا ظالم

وجابر حاکم پاس کھڑا ڈرا دھمکا رہا ہے اور وہ نڈر بیخوف ہو کر اس کی منشا کے خلاف جواب دے رہے ہیں۔حجاب کفر دل سے دور ہو گئے ہیں اس وجہ سے سینہ ٹھونک کر مقابلہ پر آ گئے ہیں اور مادی طاقتوں سے بالکل مرعوب نہیں ہوتے۔ان کے دلوں میں یہ بات جم گئی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس اللہ کا دیا ہوا معجزہ ہے کسب کیا ہوا جادو نہیں۔اسی وقت حق کو قبول کیا۔فرعون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے مجھے کوئی چیز ہی نہ سمجھا۔مجھ سے باغی ہو گئے مجھ سے پوچھا ہی نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی مان لی؟ یہ کہہ کر پھر اس خیال سے کہ کہیں حاضرین مجلس پر ان کے ھار جانے بلکہ پھر مسلمان ہو جانے کا اثر نہ پڑے اس نے انہیں ذلیل سمجھا۔ایک بات بنائی اور کہنے لگا کہ ہاں تم سب اس کے شاگرد ہو اور یہ تمہارا استاد ہے تم سب خورد ہو اور یہ تمہار بزرگ ہے۔تم سب کو اسی نے جادو سکھایا ہے اس مکابرہ کو دیکھو یہ صرف فرعون کی بے ایمانی اور دغا بازی تھی ورنہ اس سے پہلے نہ تو جادوگروں نے حضرت موسیٰ کلیم اللہ کو دیکھا تھا اور نہ ہی اللہ کے رسول ان کی صورت سے آشنا تھے۔رسول اللہ تو جادو جانتے ہی نہ تھے کسی کو کیا سکھاتے؟ عقلمندی کے خلاف یہ بات کہہ کر پھر دھمکانا شروع کر دیا اور اپنی ظالمانہ روش پر اتر آیا کہنے لگا میں تمہارے سب کے ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹ دوں گا اور تمہیں ٹنڈے منڈے بنا کر پھر سولی دونگا کسی اور ایک کو بھی اس سزا سے نہ چھوڑونگا سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ راجاجی اس میں حرج ہی کیا ہے؟ جو تم سے ہو سکے کر گزرو۔ہمیں مطلق پرواہ نہیں ہمیں تو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے ہمیں اسی سے صلہ لینا ہے جتنی تکلیف تو ہمیں دے گا اتنا اجر وثواب ہمارا رب ہمیں عطا فرمائے گا۔حق پر مصیبت سہنا بالکل معمولی بات ہے جس کا ہمیں مطلق خوف نہیں۔ ہماری تو اب یہی ایک آرزو ہے کہ ہمارا رب ہمارے اگلے گناہوں پر ہماری پکڑ نہ کرے جو مقابلہ تو نے ہم سے کروایا ہے۔اس کا وبال ہم پر سے ہٹ جائے اور اسکے لئے ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی وسیلہ نہیں کہ ہم سب سے پہلے اللہ والے بن جائیں ایمان میں سبقت کریں اس جواب پر وہ اور بھی بگڑا اور ان سب کو اس نے قتل کرا دیا۔رضی اللہ عنہم اجمعین۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ٥ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥ |
| انہوں نے کہا کوئی نقصان نہیں، بیشک ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ہم قوی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب |
| ہماری خطائیں معاف فرمادے گا، اس وجہ سے کہ ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ |

## فرعون کے سامنے جادوگروں کی استقامت کا بیان

"قَالُوا لَا ضَيْر" لَا ضَرَر عَلَيْنَا فِي ذٰلِكَ "إِنَّا إِلَى رَبِّنَا" بَعْد مَوْتنَا بِأَيِّ وَجْه كَانَ "مُنْقَلِبُونَ" رَاجِعُونَ فِي الْآخِرَة "إِنَّا نَطْمَع" نَرْجُو "أَنْ يَغْفِر لَنَا رَبّنَا خَطَايَانَا أَنْ" أَيْ بِأَنْ "كُنَّا أَوَّل الْمُؤْمِنِينَ" فِي زَمَانِنَا

انہوں نے کہا اس میں ہم پر کوئی نقصان نہیں، بیشک ہم اپنی موت کے بعد اپنے رب کی طرف پلٹنے والے ہیں۔یعنی آخرت کی طرف جانے والے ہیں۔ہم قوی امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں جو ہماری عمر میں ہوئی تھیں معاف فرمادے گا، اس وجہ سے کہ اب ہم ہی سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

جب فرعون نے جادوگروں کو قبول ایمان پر قتل کی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے اور سولی چڑھانے کی دھمکی دی تو جادوگروں نے بڑی

بے پروائی سے یہ جواب دیا کہ تم جو کچھ کر سکتے ہو کر لو۔ ہمارا کوئی نقصان نہیں، ہم قتل بھی ہوں گے تو اپنے رب کے پاس چلے جائیں گے جہاں آرام ہی آرام ہے۔

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ جادوگر جو عمر بھر جادوگری کے کفر میں مبتلا، اس پر مزید فرعون کے دعویٔ خدائی کو ماننے والے اور اس کی پرستش کرنے والے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر اپنی پوری قوم کے خلاف، فرعون جیسے ظالم جابر بادشاہ کے خلاف ایمان کا اعلان کر دیں یہی ایک حیرت انگیز چیز تھی مگر یہاں تو صرف ایمان کا اعلان ہی نہیں بلکہ ایمان کا وہ گہرا رنگ چڑھ جانے کا مظاہرہ ہے کہ قیامت و آخرت گویا ان کے سامنے نظر آنے لگی۔ آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہونے لگا ہے، جس کے مقابلے میں دنیا کی ہر سزا اور مصیبت سے بے نیاز ہو کر (فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ) کہہ دیا یعنی جو تیرا جی چاہے کر لے ہم تو ایمان سے پھرنے والے نہیں۔ یہ بھی درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کا معجزہ ہے جو معجزہ عصا اور ید بیضاء سے کم نہیں، اسی طرح کے بہت سے واقعات ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ظاہر ہوئے ہیں کہ ایک منٹ میں ستر برس کے کافر میں ایسا انقلاب آ گیا کہ صرف مومن ہی نہیں ہو گیا بلکہ غازی بن کر شہید ہونے کی تمنا کرنے لگا۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ○

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ تم میرے بندوں کو راتوں رات لے جاؤ بیشک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو راتوں رات بحر قلزم کی طرف لے جانے کا بیان

"وَأَوْحَيْنَا إِلَى مُوسَى" بَعْد سِنِينَ أَقَامَهَا بَيْنهمْ يَدْعُوهُمْ بِآيَاتِ اللّٰه إِلَى الْحَقّ فَلَمْ يَزِيدُوا إِلَّا عُتُوًّا "أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي" بَنِي إِسْرَائِيل وَفِي قِرَاءَة بِكَسْرِ النُّون وَوَصْل هَمْزَة أَسْرِ مِنْ سَرَى لُغَة فِي أَسْرَى أَيْ سِرْ بِهِمْ لَيْلًا إِلَى الْبَحْر "إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ" يَتْبَعكُمْ فِرْعَوْن وَجُنُوده فَيَلِجُونَ وَرَاءَكُمْ الْبَحْر فَأُنْجِيكُمْ وَأُغْرِقهُمْ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی یعنی جب آپ نے ان میں کئی سال قیام کیا آپ ان کو اللہ کی آیات کے ذریعے حق کی دعوت دیتے رہے مگر ان کی سرکشی میں اضافہ ہوتا رہا کہ تم میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات یہاں سے لے جاؤ۔ یہاں پر ایک قرأت کے مطابق نون کے کسرہ اور اسریٰ کو ہمزہ وصلی کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اور ایک لغت میں سریٰ ہے یعنی ان کو راتوں رات بحر قلزم کی طرف لے جاؤ۔ بیشک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ یعنی فرعون اور اس کا لشکر تمہارا پیچھا کریں گے۔ پس وہ تمہارے پیچھے سمندر میں داخل ہو جائیں گے۔ پس ہم تمہیں نجات دیں گے جبکہ ان کو غرق کر دیں گے۔

## فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کرنے کا بیان

موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت کا بہت سارا زمانہ ان میں گزارا۔ اللہ کی آیتیں ان پر واضح کر دیں لیکن ان کا سر نیچا نہ ہوا ان کا

تکبر نہ ٹوٹا ان کی بد دماغی میں کوئی فرق نہ آیا۔ تو اب سوا اس کے کے کوئی چیز باقی نہ رہی کہ ان پر عذاب الٰہی آ جائے اور یہ غارت ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی وحی آئی کہ راتوں رات بنی اسرائیلیوں کو لے کر میرے حکم کے مطابق چل دو۔ بنو اسرائیل نے اس موقع پر قبطیوں سے بہت سے زیور بطور عاریت کے لئے اور چاند چڑھنے کے وقت چپ چاپ چل دیئے۔ مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس رات چاند گہن تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستے میں دریافت فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کہاں ہے؟ بنو اسرائیل کی ایک بڑھیا نے قبر بتلا دی۔ آپ نے تابوت یوسف اپنے ساتھ اٹھالیا۔ کہا گیا کہ خود آپ نے ہی اسے اٹھایا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وصیت تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے جانے لگیں تو آپ کا تابوت اپنے ہمراہ لیتے جائیں۔

## حضرت یوسف علیہ السلام کی تربت مبارک کی نشاندہی کرنے والی خاتون کا بیان

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے اس نے آپ کی بڑی خاطر تواضع کی واپسی میں آپ نے فرمایا کبھی ہم سے مدینے میں بھی مل لینا کچھ دنوں بعد اعرابی آپ کے پاس آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ چاہئے؟ اس نے کہاں ہاں ایک تو اونٹنی دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری دیجئے جو دودھ دیتی ہو آپ نے فرمایا افسوس تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسا سوال نہ کیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا۔ وہ واقعہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جب حضرت کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو راستہ بھول گئے ہزار کوشش کی لیکن راہ نہیں ملتی۔ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے پوچھا یہ کیا اندھیر ہے؟ تو علمائے بنی اسرائیل نے کہا بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی یہاں سے اپنے ساتھ لیتے جائیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کی تربت کہاں ہے؟ سب نے انکار کر دیا ہم نہیں جانتے ہم میں سوائے ایک بڑھیا کے اور کوئی بھی آپ کی قبر سے واقف نہیں آپ نے اس بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ مجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر دکھا۔ بڑھیا نے کہا ہاں دکھاؤں گی لیکن پہلے اپنے حق لے لوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنت میں آپ کا ساتھ مجھے میسر ہو۔ آپ پر اس کا یہ سوال بھاری پڑا اسی وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو اور اسکی شرط منظور کر لو اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ بھی متغیر ہو گیا تھا کہا کہ اس کا پانی نکال ڈالو جب پانی نکال ڈالا اور زمین نظر آنے لگی تو کہا اب یہاں کھودو۔ کھودنا شروع ہوا تو قبر ظاہر ہو گئی اسے ساتھ رکھ لیا اب جو چلنے لگے تو راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے۔ لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے بلکہ زیادہ قریب تو یہ ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں۔ واللہ اعلم۔ یہ لوگ تو اپنے راستے لگ گئے ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کے وقت جو آنکھ کھلتی ہے تو چوکیدار غلام وغیرہ کوئی نہیں۔ سخت پیچ و تاب کھانے لگے اور مارے غصے کے سرخ ہو گئے جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سناٹا چھا گیا۔ اسی وقت اپنے لشکر جمع کرنے لگا۔ سب کو جمع کر کے ان سے کہنے لگا۔ کہ یہ بنی اسرائیل کا ایک چھوٹا سا گروہ ہے محض ذلیل کمین اور قلیل لوگ ہیں ہر وقت ان سے ہمیں کوفت ہوتی رہتی ہے تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔ اور پھر ہر وقت ہمیں ان کی

طرف سے دغدغہ ہی لگا رہتا ہے یہ معنی حاذرون کی قرأت پر ہیں سلف کی ایک جماعت نے اسے حذرون بھی پڑھا ہے یعنی ہم ہتھیار بند ہیں میں ارادہ کر چکا ہوں کہ اب انہیں ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دوں۔ ان سب کو ایک ساتھ گھیر گھار کر گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈال دوں۔ اللہ کی شان یہی بات اسی پر لوٹ پڑی اور وہ مع اپنی قوم اور لاؤ لشکر کے یہ یک وقت ہلاک ہوا۔ لعنۃ اللہ علیہ وعلی من تبعہ۔ جناب باری کا ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی طاقت اور اکثریت کے گھمنڈ پر بنی اسرائیل کے تعاقب میں انہیں نیست و نابود کرنے کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اس بہانے ہم نے انہیں ان کے باغات چشموں نہروں خزانوں اور بارونق مکانوں سے خارج کیا اور جہنم واصل کیا۔ وہ اپنے بلند و بالا شوکت و شان والے محلات ہرے بھرے باغات جاری نہریں خزانے سلطنت ملک تخت و تاج جاہ و مال سے چھوڑ کر بنی اسرائیل کے پیچھے مصر سے نکلے۔ اور ہم نے ان کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کو دلوا دیں جو آج تک پست حال تھے ذلیل و نادار تھے۔ چونکہ ہمارا ارادہ ہو چکا تھا کہ ہم ان کمزوروں کو ابھاریں اور ان گرے پڑے لوگوں کو برسر ترقی لائیں اور انہیں پیشوا اور وارث بنا دیں اور ارادہ ہم نے پورا کیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝

تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیے۔ بیشک یہ تھوڑی سی جماعت ہے۔ اور بلاشبہ یہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں۔

## بنی اسرائیل کے تعاقب کی تیاریوں کا بیان

"فَأَرْسَلَ فِرْعَوْن" حِينَ أُخْبِرَ بِسَيْرِهِمْ "فِي الْمَدَائِن" قِيلَ كَانَ لَهُ أَلْف مَدِينَة وَاثْنَا عَشَر أَلْف قَرْيَة "حَاشِرِينَ" جَامِعِينَ الْجَيْش قَائِلًا

"إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَة" طَائِفَة "قَلِيلُونَ" قِيلَ كَانُوا سِتّمِائَة أَلْف وَسَبْعِينَ أَلْفًا وَمُقَدَّمَة جَيْشه سَبْعمِائَة أَلْف فَقَلَّلَهُمْ بِالنَّظَرِ إِلَى كَثْرَة جَيْشه "وَإِنَّهُمْ لَنَا لَغَائِظُونَ" فَاعِلُونَ مَا يَغِيظنَا

تو فرعون نے شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دیے۔ کہا گیا ہے اس کے شہروں کی تعداد ایک ہزار جبکہ بستیوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ اور کہا کہ بیشک یہ یعنی بنی اسرائیل تھوڑی سی جماعت ہے۔ کہا گیا ہے کہ ان کی تعداد چھ لاکھ اور ستر ہزار افراد پر مشتمل تھی جبکہ اس کے مقدمہ جیش کی تعداد سات لاکھ تھی۔ لہٰذا اسی لئے اس نے اپنے لشکر کے مقابلے میں بنی اسرائیل کو قلیل قرار دیا اور بلاشبہ یہ ہمیں یقیناً غصہ دلانے والے ہیں۔ یعنی ایسا کام کرنے والے ہیں جس کے سبب ہمیں غصہ آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لغائظون۔ میں لام تاکید کا ہے۔ غائظون۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غائظ واحد غیظ مادہ۔ الغیظ کے معنی سخت غصہ کے ہیں الغائظ غصہ دلانے والا۔ غضب پیدا کرانے والا۔ غیظ۔ انتہائی غضب کو کہتے ہیں: انھم لنا لغائظون۔ انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے۔

یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے تم کو تنگ کر رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ میں عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لیے کہیں۔

| |
|---|
| وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۞ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۞ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۞ |
| اور یقیناً ہم سب مستعد اور چوکس ہیں۔ پس ہم نے ان کو باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔ |
| اور خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۔ |

## فرعون اور قوم فرعون کو آرامگاہوں سے باہر نکال لانے کا بیان

"وَإِنَّا لَجَمِيع حَاذِرُونَ" مُسْتَعِدُّونَ وَفِي قِرَاءَة حَاذِرُونَ مُتَيَقِّظُونَ "فَأَخْرَجْنَاهُمْ" أَيْ فِرْعَوْن وَقَوْمه مِنْ مِصْر لِيَلْحَقُوا مُوسَى وَقَوْمه "مِنْ جَنَّات" بَسَاتِين كَانَتْ عَلَى جَانِبَيْ النِّيل "وَعُيُون" أَنْهَار جَارِيَة فِي الدُّور مِنْ النِّيل "وَكُنُوز" أَمْوَال ظَاهِرَة مِنْ الذَّهَب وَالْفِضَّة ، وَسُمِّيَتْ كُنُوزًا لِأَنَّهُ لَمْ يُعْطِ حَقّ اللَّه تَعَالَى مِنْهَا "وَمَقَام كَرِيم" مَجْلِس حَسَن لِلْأُمَرَاءِ وَالْوُزَرَاء يَحُفّهُ أَتْبَاعهمْ

اور یقیناً ہم سب بھی مستعد اور چوکس ہیں۔ یہاں پر ایک قرأت کے مطابق حاذرون متیقظون ہے۔ پس ہم نے اس فرعون اور فرعونیوں کو مصر کے باغوں یعنی ایسے باغات جو نیل کے دونوں کنارے تھے۔ اور چشموں یعنی جو نیل سے ان کے گھروں کی جانب جاری تھیں وہاں سے نکال باہر کیا۔ تاکہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے جا ملیں۔ اور خزانوں یعنی جو سونے چاندی کے ظاہری اموال تھے۔ اور ان کا نام کنوز اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کرتے تھے۔ اور بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے۔ یعنی ان کے اعلیٰ رہنے کے وہ مقامات جن کو ان کے نوکر چاکر سجایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ وہاں آرام فرما ہوں۔

چند دنوں میں فرعون نے بنی اسرائیل کے تعاقب اور ان سے نپٹنے کے لئے ایک لشکر جرار اکٹھا کر لیا اور ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہو گئے۔ ان کا تو یہی خیال تھا کہ چند دنوں میں ہم انھیں گرفتار کر کے واپس لے آئیں گے اور جو مقابلہ پر آئیں گے انھیں قتل کر ڈالیں گے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ جن محلوں اور باغوں سے نکل کر وہ ان کے تعاقب میں جا رہے ہیں ان محلوں اور باغوں کو دوبارہ دیکھنا بھی ان کے نصیب میں نہ ہوگا۔ اور بنی اسرائیل کا شکار کرنے والا یہ لشکر خود موت کے ہاتھوں شکار بن جائے گا۔

| |
|---|
| كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۞ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۞ |
| ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ تو انھوں نے سورج نکلتے ان کا پیچھا کیا۔ |

## آرامگاہوں سے نکل کر ڈوبنے والے فرعونیوں کا بیان

"كَذَلِكَ" أَيْ إِخْرَاجنَا كَمَا وَصَفْنَا "وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيل" بَعْد إِغْرَاق فِرْعَوْن وَقَوْمه :

"فَاَتْبَعُوهُمْ" لَحِقُوهُمْ "مُشْرِقِينَ" وَقْتَ شُرُوقِ الشَّمْسِ

ایسے ہی ہوا یعنی اسی طرح ہم نے نکال دیا جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ یعنی فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے کے بعد بنی اسرائیل کو وارث بنایا۔ تو انھوں نے سورج نکلتے ان کا پیچھا کیا۔ یعنی جس وقت سورج کی روشنی ہوتی ہے۔

## مصر میں بنی اسرائیل کے وارث ہونے کا بیان

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ مصر میں بھی رہ گئے تھے سارے کے سارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ روانہ نہیں ہوئے تھے۔ جب فرعون اور اس کے جملہ اعیان سلطنت غرق ہو کر ہلاک ہو گئے تھے۔ تو ساتھ ہی آل فرعون کا اقتدار بھی ختم ہو گیا تھا اور یہی پیچھے رہنے والے بنی اسرائیل ان کے محلوں اور باغات پر قابض ہو گئے تھے۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ بنی اسرائیل مصر کے کچھ حصہ پر قابض ہوئے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس آیت میں اس عہد کی طرف اشارہ ہو۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت مصر تک پھیل گئی اور بنی اسرائیل ہی فرعونیوں کے محلات اور باغات پر قابض ہو گئے تھے۔

اس آیت میں بظاہر یہ تصریح ہے کہ قوم فرعون کی چھوڑی ہوئی املاک اور جائیداد، باغات وخزائن امالک غرق فرعون کے بعد بنی اسرائیل کو بنا دیا گیا، لیکن اس میں ایک تاریخی اشکال یہ ہے کہ خود قرآن کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں کہ قوم فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف نہیں لوٹے بلکہ اپنے اصلی وطن ارض مقدس شام کی طرف روانہ ہوئی، وہیں ان کو ایک کافر قوم سے جہاد کر کے ان کے شہر کو فتح کرنے کا حکم ملا، جس کی تعمیل سے بنی اسرائیل نے انکار کر دیا اس پر بطور عذاب کے اس کھلے میدان میں جس میں بنی اسرائیل موجود تھے ایک قدرتی جیل خانہ بنا دیا گیا کہ وہ اس میدان سے نکل نہیں سکتے تھے اسی حالت میں چالیس سال گذرے اور اسی وادی تیہ میں ان کے دونوں پیغمبروں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی وفات ہو گئی۔ اس کے بعد بھی کتب تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کسی وقت بنی اسرائیل اجتماعی اور قومی صورت سے مصر میں داخل ہوئی ہوں کہ قوم فرعون کی جائیداد وخزائن پر ان کا قبضہ ہوا ہو۔

تفسیر روح المعانی میں سورہ شعراء کی اسی آیت کے تحت اس کے دو جواب ائمہ تفسیر حضرت حسن وقتادہ کے حوالہ سے نقل کئے ہیں حضرت حسن کا ارشاد ہے کہ آیت مذکورہ میں بنی اسرائیل کو فرعونی متروکہ جائیداد کا وارث بنانے کا ذکر ہے مگر یہ کہیں مذکور نہیں کہ یہ واقعہ ہلاک فرعون کے فوراً بعد ہو جائے گا، وادی تیہ کے واقعہ اور چالیس پچاس سال کے بعد بھی اگر وہ مصر میں داخل ہوئی ہوں تو آیت کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں آتا۔ رہا یہ امر کہ تاریخ سے ان کا اجتماعی داخلہ مصر ثابت نہیں، تو یہ اعتراض اس لئے قابل التفات نہیں ہے کہ اس زمانہ کی تاریخ یہود ونصاریٰ کی لکھی ہوئی اکاذیب سے بھرپور ہے جو کسی طرح قابل اعتماد نہیں، اس کی وجہ سے آیت قرآن میں کوئی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں۔

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اس واقعہ کے مطابق جتنی آیات قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں آئی ہیں مثلاً سورہ اعراف آیت

نمبر 128 و نمبر 137 اور سورہ قصص آیت نمبر 5 اور سورہ دخان کی آیات 25 تا 28 اور سورۃ شعرا کی آیت مذکورہ نمبر 59 ان سب کے ظاہر سے اگرچہ ذہن اس طرف جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کو خاص انہیں باغات اور جائیدادوں کا مالک بنایا گیا تھا جو قوم فرعون نے ارض مصر میں چھوڑی تھیں جس کے لئے بنی اسرائیل کا مصر کی طرف لوٹنا ضروری ہے لیکن ان سب آیتوں کے الفاظ میں اس کی بھی واضح گنجائش موجود ہے کہ مراد ان سے یہ ہو کہ بنی اسرائیل کو اسی طرح کے خزائن اور باغات وغیرہ کا مالک بنا دیا گیا جس طرح کے باغات قوم فرعون کے پاس تھے۔ جس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ارض مصر ہی میں پہنچ کر حاصل ہوں بلکہ ارض شام میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔

اور سورہ اعراف کی آیت میں اَلَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا کے الفاظ سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ارض شام مراد ہے کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں بارکنا وغیرہ کے الفاظ اکثر ارض شام ہی کے بارے میں آئی ہیں۔

اس لئے حضرت قتادہ کا قول یہ ہے کہ بلا ضرورت آیات قرآن کو ایسے محمل پر محمول کرنا جو تاریخ عالم سے متصادم ہو درست نہیں خلاصہ یہ ہے کہ اگر واقعات سے یہ ثابت ہو جائے کہ ہلاک فرعون کے بعد کسی وقت بھی بنی اسرائیل اجتماعی صورت سے مصر پر قابض نہیں ہوئے تو حضرت قتادہ کی تفسیر کے مطابق ان تمام آیات میں ارض شام اور اس کے باغات و خزائن کا وارث ہونا مراد لیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی، وغیرہ بہ تصرف، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ۝ |
| پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا بے شک ہم یقیناً پکڑے جانے والے ہیں |
| کہا ہرگز نہیں! بے شک میرے ساتھ میرا رب ہے، وہ مجھے ضرور راستہ بتائے گا۔ |

## بحر قلزم کے کنارے فرعونیوں کا بنی اسرائیل تک پہنچ جانے کا بیان

"فَلَمَّا تَرَاءَی الْجَمْعَانِ" رَأَی كُلٌّ مِنْهُمَا الْآخَر "قَالَ أَصْحَاب مُوسَى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ" يُدْرِكنَا جَمْع فِرْعَوْن وَلَا طَاقَة لَنَا بِهِ "قَالَ" مُوسَى "كَلَّا" أَيْ لَنْ يُدْرِكُونَا "إِنَّ مَعِيَ رَبِّي" بِنَصْرِهِ "سَيَهْدِينِ" طَرِيق النَّجَاة

پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا بے شک ہم یقیناً پکڑے جانے والے ہیں یہاں پر مدرکون جمع آیا ہے۔ کیونکہ ہمارے پاس کوئی طاقت نہیں ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ ہمیں ہرگز نہیں پکڑ سکیں گے کیونکہ میرے ساتھ میرا رب یعنی اس کی مدد ہے، وہ مجھے ضرور نجات کا راستہ بتائے گا۔

## بنی اسرائیل اور فرعونیوں کا ایک دوسرے کو دیکھ لینے کا بیان

فرعون اپنے تمام لاؤ لشکر اور تمام رعایا کو مصر اور بیرون کے لوگوں کو اپنے والوں کو اور اپنی قوم کے لوگوں کو لے کر بڑے طمطراق اور

ٹھاٹھ سے بنی اسرائیل کو تہس نہس کرنے کے ارادے سے چلا بعض کہتے ہیں ان کی تعداد لاکھوں سے تجاوز کر گئی تھی۔ان میں سے ایک لاکھ تو صرف سیاہ رنگ کے گھوڑوں پر سوار تھے لیکن یہ خبر اہل کتاب کی ہے جو تامل طلب ہے۔کعب سے تو مروی ہے کہ آٹھ لاکھ تو ایسے گھوڑوں پر سوار تھے۔ہمارا تو خیال ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کی مبالغہ آمیز روایتیں ہیں۔اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ فرعون اپنی کل جماعت کو لے کر چلا مگر قرآن نے ان کی تعداد بیان نہیں فرمائی نہ اس کو علم ہمیں کچھ نفع دینے والا ہے طلوع آفتاب کے وقت یہ ان کے پاس پہنچ گیا۔کافروں نے مومنوں اور مومنوں نے کافروں کو دیکھ لیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے منہ سے بیساختہ نکل گیا کہ موسیٰ اب بتاؤ کیا کریں۔پکڑا لیے گئے آگے بحر قلزم ہے پیچھے فرعون کا ٹڈی دل لشکر ہے۔نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ظاہر ہے کہ نبی اور غیر نبی کا ایمان یکساں نہیں ہوتا حضرت موسیٰ علیہ السلام نہایت ٹھنڈے دل سے جواب دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں تمہیں کوئی ایذاء نہیں پہنچا سکتی میں اپنی رائے سے تمہیں لے کر نہیں نکلا بلکہ احکم الحکمین کے حکم سے تمہیں لے کر چلا ہوں۔وہ وعدہ خلاف نہیں ہے ان کے اگلے حصے پر حضرت ہارون علیہ السلام تھے انہی کے ساتھ حضرت یوشع بن نون تھے یہ آل فرعون کا مومن شخص تھا۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لشکر کے اگلے حصے میں تھے۔گھبراہٹ کے مارے اور راہ نہ ملنے کی وجہ سے سارے بنو اسرئیل ہکا بکا ہو کر ٹھہر گئے اور اضطراب کے ساتھ جناب کلیم اللہ سے دریافت فرمانے لگے کہ اسی راہ پر چلنے کا اللہ کا حکم تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں۔اتنی دیر میں تو فرعون کا لشکر سر پر آ پہنچا۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ |
| كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ |
| پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، پس دریا پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا زبردست پہاڑ کی |
| مانند ہو گیا۔اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔ |

## فرعون اور قوم فرعون کا غرق ہونے کے قریب آجانے کا بیان

"فَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْر" فَضَرَبَهُ "فَانْفَلَقَ" فَانْشَقَّ اثْنَيْ عَشَر فِرْقًا "فَكَانَ كُلّ فِرْق كَالطَّوْدِ الْعَظِيْم" اِلْجَبَل الضَّخْم بَيْنهمَا مَسَالِك سَلَكُوهَا لَمْ يَبْتَلّ مِنْهَا سُرُج الرَّاكِب وَلَا لِبْده "وَاَزْلَفْنَا" قَرَّبْنَا "ثَمَّ" هُنَاكَ "الْاٰخَرِيْنَ" فِرْعَوْن وَقَوْمه حَتّٰى سَلَكُوا مَسَالِكهمْ

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اپنا عصا دریا پر مارو، تو آپ نے اپنا عصا دریا پر مارا پس دریا بارہ حصوں میں پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا زبردست پہاڑ کی مانند ہو گیا۔یعنی مضبوط پہاڑ جن کے درمیان ان کے چلنے کے راستے تھے۔اور اس دوران کسی گھوڑے کی زین یا نمدہ تک تر نہ ہوا۔اور وہیں ہم دوسروں کو قریب لے آئے۔یعنی فرعون اور اس کی قوم کو قریب لائے یہاں تک کہ وہ بھی انہی راستوں پر چلنے لگے۔

## بنی اسرائیل کیلئے بحر قلزم سے بارہ راستے بن جانے کا بیان

اسی وقت پروردگار کی وحی آئی کہ اے نبی! اس دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ اور پھر میری قدرت کا کرشمہ دیکھو، آپ نے لکڑی ماری جس کے لگتے ہی بحکم اللہ پانی پھٹ گیا اس پریشانی کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی۔ وہ ابن ابی حاتم میں ان الفاظ سے مروی ہے۔ دعا (یا من کان قبل کل شئی المکون لکل شئی والکائن بعد کل شئی اجعل لنا مخرجا) یہ دعا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منہ سے نکلی ہی تھی کہ اللہ کی وحی آئی کہ دریا پر اپنی لکڑی مارو۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس رات اللہ تعالیٰ نے دریا کی طرف پہلے ہی سے وحی بھیج دی تھی کہ جب میرے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام آئیں اور تجھے لکڑی ماریں تو تو ان کی بات سننا اور ماننا پس سمندر میں رات بھر تلاطم رہا اس کی موجیں ادھر ادھر سر ٹکراتی پھیریں کہ نہ معلوم حضرت علیہ السلام کب اور کدھر سے آ جائیں اور مجھے لکڑی ماردیں ایسا نہ ہو کہ مجھے خبر نہ لگے اور میں ان کے حکم کی بجا آوری نہ کر سکوں جب بالکل کنارے پہنچ گئے تو آپ کے ساتھی حضرت یوشع بن نون رحمۃ اللہ نے فرمایا اے اللہ کے نبی! اللہ کا آپ کو کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا یہی کہ میں سمندر میں لکڑی ماروں۔ انہوں نے کہا پھر دیر کیا ہے؟ چنانچہ آپ نے لکڑی مار کر فرمایا اللہ کے حکم سے تو پھٹ اور مجھے چلنے کا راستہ دے دے۔ اسی وقت وہ پھٹ گیا راستے بیچ میں صاف نظر آنے لگے اور اس کے آس پاس پانی بطور پہاڑ کے کھڑا ہو گیا۔ اس میں بارہ راستے نکل آئے بنو اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ پھر قدرت الٰہی سے ہر دو فریق کے درمیان جو پہاڑ حائل تھا اسمیں طاق سے بن گئے تا کہ ہر ایک دوسرے کو سلامت روی سے آتا ہوا دیکھے۔ پانی مثل دیواروں کے ہو گیا۔ اور ہوا کو حکم ہوا کہ اس نے درمیان سے پانی کو اور زمین کو خشک کر کے راستے صاف کر دیئے پس اس خشک راستے سے آپ مع اپنی قوم کے بیکھٹکے جانے لگے۔ پھر فرعونیوں کو اللہ تعالیٰ نے دریا سے قریب کر دیا پھر موسیٰ اور بنو اسرائیل اور سب کو تو نجات مل گئی۔ اور باقی سب کافروں کو ہم نے ڈبو دیا نہ ان میں سے کوئی بچا۔ نہ ان میں سے کوئی ڈوبا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ فرعون کو جب بنو اسرائیل کے بھاگ جانے کی خبر ملی تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کہا اس کی کھال اترنے سے پہلے چھ لاکھ کا لشکر جمع ہو جانا چاہئے۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام بھاگم بھاگ دریا کے کنارے جب پہنچ گئے تو دریا سے فرمانے لگے تو پھٹ جا کہیں ہٹ جا اور ہمیں جگہ دے دے اس نے کہا یہ کیا تکبر کی باتیں کر رہے ہو؟ کیا میں اس سے پہلے بھی کبھی پھٹا ہوں؟ اور ہٹ کر کسی انسان کو جگہ دی ہے جو تجھے دوں گا؟ آپ کے ساتھ جو بزرگ شخص تھے انہوں نے کہا اے نبی کیا یہی راستہ اور یہی جگہ اللہ کی بتلائی ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہی انہوں نے کہا پھر نہ تو آپ جھوٹے ہیں نہ آپ سے غلط فرمایا گیا ہے۔ آپ نے دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی کچھ نہ ہوا۔ اس بزرگ شخص نے دوبارہ یہی سوال کیا اسی وقت وحی اتری کہ سمندر پر اپنی لکڑی مار۔ اب آپ کو خیال آیا اور لکڑی ماری لگتے ہی سمندر نے راستہ دے دیا۔ بارہ راہیں ظاہر ہو گئیں ہر فرقہ اپنے راستے کو پہچان گیا اور اپنی راہ پر چل دیا اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے بہ اطمینان تمام چل دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو بنی اسرائیل کو لے کر پار نکل گئے اور فرعونی ان کے تعاقب میں سمندر میں آ گئے کہ اللہ کے حکم سے سمندر کا پانی جیسا تھا ویسا ہو گیا اور سب کو ڈبو دیا۔ جب سب سے آخری بنی اسرائیلی نکلا اور سب سے

آخری قبطی سمندر میں آ گیا اسی وقت جناب باری تعالیٰ کے حکم سے سمندر کا پانی ایک ہو گیا اور سارے کے سارے قبطی ایک ایک کر کے ڈبو دیئے گئے۔ اس میں بڑی عبرتناک نشانی ہے کہ کس طرح گنہگار برباد ہوتے ہیں اور نیک کردار شاد ہوتے ہیں لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان جیسی دولت سے محروم ہیں۔ بیشک تیرا رب عزیز ورحیم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

وَاَنۡجَیۡنَا مُوۡسٰی وَمَنۡ مَّعَهٗۤ اَجۡمَعِیۡنَ ۝ ثُمَّ اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ ۝

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات بخشی اور ان سب لوگوں کو جو ان کے ساتھ تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

## فرعون اور قوم فرعون کے غرق ہو جانے کا بیان

"وَأَنْجَيْنَا مُوسَى وَمَنْ مَعَهُ أَجْمَعِينَ" بِإِخْرَاجِهِمْ مِنْ الْبَحْر عَلَى هَيْئَته الْمَذْكُورَة "ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ" فِرْعَوْن وَقَوْمه بِإِطْبَاقِ الْبَحْر عَلَيْهِمْ لَمَّا تَمَّ دُخُولهمْ فِي الْبَحْر وَخُرُوج بَنِي إِسْرَائِيل مِنْهُ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی نجات بخشی اور ان سب لوگوں کو بھی جو ان کے ساتھ تھے۔ یعنی ان کو اسی ذکر کردہ حالت میں سمندر سے باہر نکال لیا۔ پھر ہم نے دوسروں یعنی فرعون اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔ کیونکہ جب وہ سارے سارے سمندر میں داخل ہوئے تو بنی اسرائیل کے وہاں سے نکل کے جانے کے بعد پانی آپس میں مل گیا۔

یعنی فرعون اور اس کی قوم کو اس طرح کہ جب بنی اسرائیل کل کے کل دریا سے باہر ہو گئے اور تمام فرعونی دریا کے اندر آ گئے تو دریا بحکم الٰہی مل گیا اور مثلِ سابق ہو گیا اور فرعون مع اپنی قوم کے ڈوب گیا۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا کَانَ اَکۡثَرُهُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ۝

بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب رحمت والا ہے۔

## کفار کیلئے ہلاکت جبکہ اہل ایمان کیلئے نجات کا بیان

"إِنَّ فِي ذَلِكَ" إغْرَاق فِرْعَوْن وَقَوْمه "لَآيَة" عِبْرَة لِمَنْ بَعْدهمْ "وَمَا كَانَ أَكْثَرهمْ مُؤْمِنِينَ" بِاَللَّهِ لَمْ يُؤْمِن مِنْهُمْ غَيْر آسِيَة امْرَأَة فِرْعَوْن وحزقيل مُؤْمِن آل فِرْعَوْن وَمَرْيَم بِنْت ناموصى الَّتِي دَلَّتْ عَلَى عِظَام يُوسُف عَلَيْهِ السَّلَام

"وَإِنَّ رَبّك لَهُوَ الْعَزِيز" فَانْتَقَمَ مِنْ الْكَافِرِينَ بِإِغْرَاقِهِمْ "الرَّحِيم" بِالْمُؤْمِنِينَ فَأَنْجَاهُمْ مِنْ الْغَرَق

بے شک اس میں یعنی فرعون اور اس کی قوم کو غرق کرنے میں یقیناً ایک نشانی ہے جو ان کے بعد والوں کیلئے عبرت ہے۔ اور ان کے اکثر اللہ پر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ سوائے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کے جو فرعون کی زوجہ تھیں اور حزقیل کے فرعون کی قوم سے مومن تھے۔ اور مریم بنت ناموصی جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد مبارک کی طرف رہنمائی کی تھی۔ اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب یعنی کفار کو غرق کر کے ان سے انتقام لینے والا ہے۔ جبکہ اہل ایمان کو غرق ہونے سے بچا کر رحمت کرنے

والا ہے۔

یعنی اہل مصر میں صرف آسیہ فرعون کی بی بی اور حزقیل جن کو مؤمنِ آلِ فرعون کہتے ہیں وہ اپنا ایمان چھپائے رہتے تھے اور فرعون کے چچازاد تھے اور مریم جس نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کا نشان بتایا تھا جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے تابوت کو دریا سے نکالا۔

لہٰذا مسلمانوں کو بتادیں کہ جس طرح فرعون مصر بنی اسرائیل کے تعاقب میں گیا اور بحر قلزم میں غرق ہو گیا اسی طرح کفار مکہ بھی مسلمانوں کے تعاقب میں آئیں گے اور میدان بدر میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

(69) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ(71) قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ(72) قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ(73) أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ○ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ○ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ○ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ○ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ○

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیم کا قصہ بیان کیجئے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ (چچا آزر) سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں اور ہم انہی کے لئے جمے رہنے والے ہیں۔ فرمایا: کیا وہ تمہیں سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو۔ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں یا نقصان پہنچاتے ہیں۔

## بتوں کے نفع ونقصان سے متعلق ان کی پرستش کی تردید کا بیان

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "نَبَأ" خَبَر "إِبْرَاهِيم" وَيُبْدَل مِنْهُ "قَالُوا نَعْبُد أَصْنَامًا" صَرَّحُوا بِالْفِعْلِ لِيَعْطِفُوا عَلَيْهِ "فَنَظَلّ لَهَا عَاكِفِينَ" نُقِيم نَهَارًا عَلَى عِبَادَتهَا زَادُوهُ فِي الْجَوَاب افْتِخَارًا بِهِ "قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ" حِين "أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ" إِنْ عَبَدْتُمُوهُمْ "أَوْ يَضُرُّونَ" كُمْ إِنْ لَمْ تَعْبُدُوهُمْ

اور آپ ﷺ ان لوگوں یعنی کفار مکہ کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیجئے۔ یہاں پر اذ قال لابیہ یہ نبأ ابراہیم سے بدل ہے۔ جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا: ہم بتوں کی پرستش کرتے ہیں، یہاں پر فعل کو صراحت سے ذکر کیا ہے تا کہ اس پر " فَنَظَلّ لَهَا عَاكِفِينَ " کا عطف ڈالا جائے۔ کہ ہم دن کو ان کی عبادت میں بسر کرتے ہیں اور اس پر نظل کا اضافہ یہ جواب میں زیادتی ہے کہ انہوں نے بتوں کی پوجا کیلئے فخر کیا ہے اور ہم انہی کی عبادت وخدمت کے لئے جمے رہنے والے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیا وہ تمہیں سنتے ہیں جب تم ان کو پکارتے ہو۔ یا وہ تمہیں نفع پہنچاتے ہیں جب تم ان کی عبادت کرتے ہو یا نقصان پہنچاتے ہیں۔ جب تم ان کی عبادت نہیں کرتے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دعوت توحید کا بیان

تمام موحدوں کے باپ اللہ کے بندے اور رسول اور خلیل حضرت ابراہیم علیہ افضل التحیۃ والتسلیم کا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ اپنی امت کو یہ واقعہ سنا دیں۔ تا کہ وہ اخلاص توکل اور اللہ واحد کی عبادت اور شرک اور مشرکین سے بیزاری میں آپ کی اقتدا کریں۔ آپ اول دن سے اللہ کی توحید پر قائم تھے اور آخر دن تک اسی توحید پر جمے رہے۔ اپنی قوم سے اور اپنے چچا سے فرمایا کہ یہ بت پرستی کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پرانے وقت سے ان بتوں کی مجاوری اور عبادت کرتے چلے آتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انکی اس غلطی کو ان پر وضح کر کے ان کی غلط روش بےنقاب کرنے کے لئے ایک بات اور بھی بیان فرمائی کہ تم جو ان سے دعائیں کرتے ہو اور دور نزدیک سے انہیں پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری پکار سنتے ہیں؟ یا جس نفع کے حاصل کرنے کے لئے تم انہیں بلاتے ہو وہ نفع تمہیں وہ پہنچا سکتے ہیں؟ یا اگر تم انکی عبادت چھوڑ دو تو کیا وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ اس کا جواب جو قوم کی جانب سے ملا وہ صاف ظاہر ہے کہ انکے معبودان کاموں میں سے کسی کام کو نہیں کر سکتے۔ انہوں نے صاف کہا کہ ہم تو اپنے بڑوں کی وجہ سے بت پرستی پر جمے ہوئے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے ان سے اور ان کے معبودان باطلہ سے اپنی برات اور بیزاری کا اعلان کر دیا۔ صاف فرما دیا کہ تم اور تمہارے معبود سے میں بیزار ہوں، جن کی تم اور تمہارے باپ دادا پرستش کرتے رہے۔ ان سب سے میں بیزار ہوں وہ سب میرے دشمن ہیں میں صرف سچے رب العلمین کا پرستار ہوں۔ میں موحد مخلص ہوں۔ جاؤ تم سے اور تمہارے معبودوں سے جو ہو سکے کر لو۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا تم اور تمہارے سارے معبود مل کر اگر میرا کچھ بگاڑ سکتے ہوں تو کمی نہ کرو۔

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا میں تم سے اور تمہارے اللہ کے سوا باقی معبودوں سے بیزار ہوں تم سب اگر مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو تو جاؤ پہنچا لو۔ میرا بھروسہ اپنے رب کی ذات پر ہے تمام جاندار اسکے ماتحت ہیں وہ سیدھی راہ والا ہے اسی طرح خلیل الرحمٰن علیہ صلوات الرحمٰن نے فرمایا کہ میں تمہارے معبودوں سے بالکل نہیں ڈرتا۔ ڈر تو تمہیں میرے رب سے رکھنا چاہئے۔ جو سچا ہے آپ نے اعلان کر دیا تھا کہ جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ مجھ میں تم میں عداوت ہے۔ میں اے باپ تجھ سے اور تیری قوم سے اور تیرے معبودوں سے بری ہوں۔ صرف اپنے رب سے میری آرزو ہے کہ وہ مجھے راہ راست دکھلائے اسی کو یعنی لا الہ الا اللہ کو انہوں نے کلمہ بنالیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَ نَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اَفَرَءَ يْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ |
| انہوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسے ہی کرتے تھے۔ کہا تو کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے۔ |
| تم اور تمہارے اگلے آباء واجداد (الغرض کسی نے بھی سوچا) |

## شرک میں باپ دادا کی تقلید کرنے کا بیان

"قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَ نَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ" أَيْ مِثْلَ فِعْلِنَا

انھوں نے کہا بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا کہ وہ ایسے ہی کرتے تھے۔

حضرت ابراہیم کی قوم آپ کے سوالوں کا تو کوئی جواب دے نہیں سکتی تھی۔ لے کے ان کے پاس جو جواب ہوسکتا تھا یہ تھا کہ چونکہ ہمارے آباء واجداد ایسا کرتے آئے ہیں اور مدتوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے لہٰذا ہم بھی یہ کام چھوڑ نہیں سکتے۔ ہمارے آباء و اجداد ہم سے زیادہ سمجھدار زیادہ بزرگ اور زیادہ نیک تھے۔ آخر انہوں نے ان بتوں کی پرستش میں کچھ فائدہ دیکھا ہوگا۔ تبھی تو انہوں نے یہ کام شروع کیا تھا آخر ان کے پاس بھی کوئی دلیل تو ہوگی؟

| |
|---|
| فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيٓ إِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِينَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ |
| وہ سب میرے دشمن ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے ہدایت فرماتا ہے۔ |

## وصف تخلیق کے ذریعے استدلال عبادت کا بیان

"فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي" لَا أَعْبُدهُمْ "إِلَّا" لَكِنْ "رَبَّ الْعَالَمِينَ" فَإِنِّي أَعْبُدهُ، "الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ" إِلَى الدِّين

وہ سب میرے دشمن ہیں کیونکہ میں ان کی عبادت نہیں کرتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔ پس میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔ وہ جس نے مجھے پیدا کیا سو وہی مجھے دین کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

حضرت ابراہیم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ بت تمہارے دشمن ہیں بلکہ یوں فرمایا کہ یہ میرے دشمن ہیں۔ تاکہ قوم کے لوگ چڑ نہ جائیں اور ضد بازی پر نہ اتر آئیں۔ اوران کے دشمن ہونے کا ذکر سورہ مریم کی آیت نمبر ۸۲ میں موجود ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو اور ان کے معبودوں کو آمنے سامنے لا حاضر کرے گا تو یہی معبود خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان، اپنے عبادت کرنے والوں کے دشمن بن جائیں گے اور کہیں گے کہ احمقو! تمہیں ہم کب نے کب کہا تھا کہ اللہ کو چھوڑ کر ہماری عبادت کیا کرو۔ یہ تو آخرت میں دشمنی ہوئی اور آج یہ میرے دشمن ہیں۔ لہٰذا یہ میرا جو کچھ بگاڑ سکتے ہیں میں حاضر ہوں، میں دیکھوں گا کہ میرا یہ کیا نقصان کرسکتے ہیں اوران کے دشمن ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ میں بھی ان کا دشمن ہوں۔ یعنی جہاں تک مجھ سے بن پڑا میں بھی ان سے دودو ہاتھ کروں گا۔

## رزق وشفاء اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہونے کا بیان

| |
|---|
| وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ○ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ |
| اور وہی ہے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہی مجھے موت دے گا |

پھر وہی مجھے (دوبارہ) زندہ فرمائے گا۔

انبیاء معصوم ہیں، گناہ ان سے صادر نہیں ہوتے، ان کا استغفار اپنے رب کے حضور تواضع ہے اور امت کے لئے طلب مغفرت کی تعلیم ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ان صفاتِ الٰہیہ کو بیان کرنا اپنی قوم پر اقامتِ حجت ہے کہ معبود وہی ہوسکتا ہے جس کی یہ صفات ہوں۔

## قرآن مجید میں آیات شفاء کا بیان

حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا، ایک مرتبہ میرا بچہ سخت بیمار ہوا یہاں تک کہ ہم سب اس کی زندگی سے مایوس ہوگئے اسی دوران میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بچے کی بیماری کے بارے میں عرض کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم آیات شفا سے بے خبر کیوں ہو؟ پھر جب میں بیدار ہوا اور قرآن کریم سے آیات شفا کی تلاش شروع کی یہاں تک کہ میں نے قرآن میں چھ جگہوں پر آیات شفا پائیں جو یہ ہیں۔

آیت (1)(وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ) 9 ۔التوبہ : 14) آیت (2)(وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ) 10 ۔یونس : 57) ایت 3)) (شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُه فِيْهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ) 16 ۔النحل : 69) ایت (4)(وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ) 17 ۔الاسراء : 82) آیت 5)) (وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ) 26 ۔الشعرا : 80) آیت (6)(قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ) 41 ۔فصلت : 44) (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 461)

چنانچہ میں نے ان آیات کو لکھا اور پانی میں دھو کر بچے کو پلا دیا جس سے وہ اتنی جلدی اچھا ہوگیا کہ جیسے ان کے پیروں کا بند کھول دیا گیا ہے۔ قاضی بیضاوی نے بھی اپنی تفسیر میں ان آیات شفا کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح سعد حلبی نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں ان آیات شفا کا تعین کرتے ہوئے ابوالقاسم قشیری کی مذکورہ بالا حکایات کو نقل کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھنے، ان آیات کو پڑھ کر مریض پر دم کرنے اور ان کو چینی کے برتن پر لکھ کر اور اس کو دھو کر مریض کو پلانے کا ذکر کیا ہے

نیز حضرت شیخ تاج الدین سبکی سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا کہ وہ بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کے لئے ان آیات کو لکھا کرتے تھے۔ رہی یہ بات کہ حصول شفا کے لئے ان آیات کے صرف مذکورہ بالا اجزاء کو لکھا جائے یا پوری آیتیں لکھی جائیں تو اس سلسلہ میں نقل کرنے والوں نے اکابر و مشائخ کا جو عمل دیکھا ہے وہ صرف ان ہی مذکورہ اجزاء کو لکھا جانا ہے۔

وَالَّذِيْۤ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـئَتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؕ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۙ

اور اسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ روزِ قیامت وہ میری خطائیں معاف فرمادے گا۔ اے میرے رب! مجھے علم و عمل میں کمال عطا فرما اور مجھے اپنے قربِ خاص کے سزاواروں میں شامل فرمالے۔

## نیک لوگوں کی معیت طلب کرنے کا بیان

"وَالَّذِی أَطْمَع " أَرْجُو "أَنْ یَغْفِر لِی خَطِیئَتِی یَوْم الدِّین " الْجَزَاء "رَبّ هَبْ لِی حُکْمًا" عِلْمًا "وَأَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِینَ" النَّبِیِّینَ

اوراسی سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت وہ میری خطائیں معاف فرمادے گا۔اے میرے رب! مجھے علم وعمل میں کمال عطافرمااور مجھے اپنے قرب خاص کے سزاواروں یعنی انبیائے کرام میں شامل فرمالے۔

حکم سے مراد علم عقل الوہیت کتاب اور نبوت ہے۔آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مجھے یہ چیزیں عطافرما کر دنیا اور آخرت میں نیک لوگوں میں شامل رکھ۔چنانچہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری وقت میں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ اعلیٰ رفیقوں میں ملادے تین بار یہی دعا کی۔ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا بھی مروی ہے۔(اللھم احینا مسلمین وامتنا مسلمین والحقنابالصالحین غیر خزایا ولامبدلین) ۔ یعنی اے اللہ! ہمیں اسلام پر زندہ رکھ اور مسلمانی کی حالت میں ہی موت دے اور نیکوں میں ملادے۔درآنحالیکہ نہ رسوائی ہو نہ تبدیلی۔پھر اور دعا کرتے ہیں کہ میرے بعد بھی میرا ذکر خیر لوگوں میں جاری رہے۔لوگ نیک باتوں میں میری اقتدا کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی ان کا ذکر پچھلی نسلوں میں باقی رکھا۔ہر ایک آپ پر سلام بھیجتا ہے اللہ کسی نیک بندے کی نیکی اکارت نہیں کرتا۔ایک جہان ہے جن کی زبانیں آپ کی تعریف وتوصیف سے تر ہیں۔دنیا میں بھی اللہ نے انہیں اونچائی اور بھلائی دی۔عموماً ہر مذہب وملت کے لوگوں خلیل اللہ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔اور دعا کرتے ہیں کہ میرا ذکر جمیل جہاں میں باقی رہے وہاں آخرت میں بھی جنتی بنایا جاؤں۔

## نماز میں صالحین کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ہم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتے تو (قعدہ میں التحیات کی بجائے) یہ پڑھا کرتے تھے۔"السلام علی اللہ قبل عبادہ السلام علی جبرائیل السلام علی میکائیل السلام علی فلان "اللہ پر سلام ہے، میکائیل پر سلام ہے اس کے بندوں پر سلام بھیجے سے پہلے جبرائیل پر سلام ہے اور فلاں (یعنی فرشتوں میں سے کسی فرشتے پر یا انبیاء میں سے کسی نبی پر سلام ہے۔" چنانچہ (ایک دن) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز پڑھ کر) فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "اللہ پر سلام" نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ (تو خود) سلام ہے یعنی پروردگار کی ذات تمام آفات ونقصانات سے محفوظ وسالم ہے وہ بندوں کو تمام ظاہری وباطنی آفات ونقصانات سے سلامتی دیتا ہے اور چونکہ اس کے لئے اور اس کی طرف سے سلامتی ثابت ہے اس لئے سلامتی کے لئے دعا تو اس کے لئے کرنی چاہئے جس کو نقصانات وآفات کا خوف ہو اور جو اس کی سلامتی کا محتاج ہو لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز (کے قعدہ) میں بیٹھے تو یہ کہے "التحیات للہ والصلوات والطیبات اسلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین " سب تعریفیں اور بدنی عبادتیں (یعنی نماز وغیرہ اور مالی عبادتیں (یعنی زکوۃ وغیرہ) اللہ ہی کے لئے ہے۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام اور اللہ کی برکتیں ہوں۔

ہم پر بھی سلام اور اللہ کے سب نیک بندوں پر سلام ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ان کلمات کو کہتا ہے تو اس کی برکت زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو پہنچتی ہے۔ (اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات کو شہادتین پر ختم فرمایا جو تمام اعمال کی اصل اور خلاصہ ہے۔ چنانچہ فرمایا۔" اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ " میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر فرمایا اس کے بعد بندے کو جو دعا اچھی لگے اسے اختیار کرے اور اللہ کے سامنے دست سوال دراز کرے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 873)

ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حاصل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں باریاب ہوئے تو اللہ جل شانہ کی تعریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زبان سے ادا فرمائے: التحیات اللہ والصلوات والطیبات ۔ " تمام تعریفیں اور مالی وبدنی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔" اس کے جواب میں بارگاہ الوہیت سے فرمایا گیا۔ السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی برکتیں و رحمتیں!۔" اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علینا و علی عباد اللّٰہ الصالحین ۔ ہم پر بھی سلام اور اللہ کے نیک بندوں پر بھی سلام۔" تب جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ ۔ "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" بہر حال السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین میں "نیک بندوں" کی قید لگا کر اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے کہ بد بخت و بدکار بندوں پر سلام بھیجنا یا ان کو سلام کہنا مناسب نہیں ہے۔ اس کی سعادت کے حقدار اور لائق تو وہی بندے ہیں جو اپنے عقیدہ وفکر اور اعمال و کردار کے اعتبار سے اللہ اور اللہ کے رسول کی نظر میں پسندیدہ ہیں جنہیں " صالح" کہا جاتا ہے اور "بندہ صالح" وہی ہے جو حقوق اللہ وحقوق العباد دونوں کی رعایت کو مد نظر رکھتا ہے اور دونوں کو پورا کرتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ " صالح" دراصل اس حالت کا نام ہے جس میں بندے کے ذاتی ونفسانی ارادے وخواہشات موت کے گھاٹ اتر جائیں اور اللہ تعالیٰ کی مراد ومقصد پر قائم رہے (جس کی وجہ سے وہ بند صالح کہلانے کا مستحق ہو) لہٰذا بندے کو چاہئے کہ وہ پروردگار کی رضا وخواہش پر اس کیفیت کے ساتھ راضی اور اپنے تمام امور کو خداوند عالم کی طرف اس طرح سونپنے والا ہو جائے جیسا کہ نومولود بچہ دایہ کے ہاتھ میں یا میت نہلانے والوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ "جب بندہ اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے اور اس کا جذبہ بندگی واطاعت اس قدر لطیف و پاکیزہ ہو جاتا ہے تو وہ یقینی طور پر تمام دنیاوی وجسمانی اور نفسانی آفات اور بلاؤں سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔ آخر میں۔ اتنی بات اور سمجھتے چلے کہ التحیات کو دونوں قعدوں میں پڑھنا چاہئے اور یہ کہ درمیان کا قعدہ (یعنی جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے ہیں) واجب ہے اور آخری قعدہ (جس میں سلام پھیرا جاتا ہے) فرض ہے۔

وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ ۝ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ ۝

وَاغْفِرْ لِاَبِیْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ ۝

اور میرے لئے بعد میں آنے والوں میں ذکرِ خیر اور قبولیت جاری فرما۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔

اور میرے باپ کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے تھا۔ اور مجھے رسوانہ کرنا جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قیامت تک باقی رہ جانے کا بیان

"وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ" ثَنَاءً حَسَنًا "فِي الْآخِرِينَ" الَّذِينَ يَأْتُونَ بَعْدِي إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة "وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَة جَنَّة النَّعِيم" مِمَّنْ يُعْطَاهَا

"وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنْ الضَّالِّينَ" بِأَنْ تَتُوب عَلَيْهِ فَتَغْفِر لَهُ وَهَذَا قَبْل أَنْ يَتَبَيَّن لَهُ أَنَّهُ عَدُوّ لِلَّهِ كَمَا ذُكِرَ فِي سُورَة بَرَاءَة "وَلَا تُخْزِنِي" تَفْضَحنِي "يَوْم يُبْعَثُونَ" النَّاس

اور میرے لئے بعد میں آنے والوں میں یعنی جو میرے بعد قیامت تک آنے والے ہیں، ان بھی ذکرِ خیر یعنی اچھی تعریف اور قبولیت جاری فرما۔ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں میں سے بنادے۔ یعنی جن کو تو جنت عطا کرے گا۔ اور میرے باپ (چچا آزر) کو بخش دے بیشک وہ گمراہوں میں سے تھا۔ یعنی تو اس کو توبہ کی توفیق عطا فرما اور ان کی بخشش کردے اور یہ حکم اس سے پہلے سے تھا کہ جب ان پر واضح ہوگیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ جس طرح سورۃ برأت میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اور مجھے اس دن رسوانہ کرنا جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔

## نیک عمل میں دوام اختیار کرنے کا بیان

ابن عربی نے فرمایا کہ آیتِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جس نیک عمل سے لوگوں میں تعریف ہوتی ہو اس نیک عمل کی طلب و خواہش جائز ہے اور امام غزالی نے فرمایا کہ دنیا میں عزت وجاہ کی محبت تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ اول یہ ہے کہ اس سے مقصود اپنے آپ کو بڑا اور اس کے بالمقابل دوسرے کو چھوٹا یا حقیر قرار دینا نہ ہو بلکہ آخرت کے فائدہ کے لئے ہو کہ لوگ میرے معتقد ہو کر نیک اعمال میں میرا اتباع کریں۔ دوسرے یہ کہ جھوٹی ثناء خوانی مقصود نہ ہو کہ جو صفت اپنے اندر نہیں ہے لوگوں سے اس کی خواہش رکھے کہ وہ اس صفت میں اس کی تعریف کریں۔ تیسرے یہ کہ اس کے حاصل کرنے کے لئے کسی گناہ یا دین کے معاملے میں مداہنت اختیار نہ کرنی پڑے۔ (تفسیر ابن عربی، کیمیائے سعادت، لاہور)

یعنی جو لوگ میرے بعد قیامت تک آئیں گے، وہ میرا ذکر اچھے لفظوں میں کرتے رہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کی جزا اللہ تعالیٰ دنیا میں ذکرِ جمیل اور ثنائے حسن کی صورت میں بھی عطا فرماتا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر ہر مذہب کے لوگ کرتے ہیں، کسی کو بھی ان کی عظمت وتکریم سے انکار نہیں ہے۔

تمام مخلوق کے سامنے میرا مؤاخذہ کر کے یا عذاب سے دوچار کر کے حدیث میں آتا ہے کہ قیامت والے دن، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد (چچا آزر) کو برے حال میں دیکھیں گے، تو ایک مرتبہ پھر اللہ کی بارگاہ میں ان کے لئے مغفرت کی درخواست کریں گے اور فرمائیں گے یا اللہ! اس سے زیادہ میرے لئے رسوائی اور کیا ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام کر دی ہے۔ پھر ان کے باپ (چچا آزر) کو نجاست میں لتھڑے ہوئے بجو کی شکل میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری)

| |
|---|
| يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ |
| جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔ مگر وہی شخص، جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔ |

## اللہ کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہونے کا بیان

قَالَ تَعَالَى فِيهِ "يَوْم لَا يَنْفَع مَال وَلَا بَنُونَ" أَحَدًا "إِلَّا" لَكِنْ "مَنْ أَتَى اللَّه بِقَلْبٍ سَلِيم" مِنْ الشِّرْك وَالنِّفَاق وَهُوَ قَلْب الْمُؤْمِن فَإِنَّهُ يَنْفَعهُ ذَلِكَ

جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔ مگر وہی شخص نفع مند ہوگا۔ جو اللہ کی بارگاہ میں سلامتی والے بے عیب دل کے ساتھ حاضر ہوا۔ یعنی شرک و منافقت سے جو پاک ہوا اور وہ مومن کا دل ہے کیونکہ وہ اس کو فائدہ دینے والا ہے۔

## قیامت کے دن اہل ایمان کے اموال و اولاد کے کام آنے کا بیان

صرف اپنا ایمان اور عمل صالح آئے گا جس کو قلب سلیم سے تعبیر کر دیا گیا ہے اور مشہور تفسیر اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ استثناء متصل ہے اور معنے یہ ہیں کہ مال اور اولاد قیامت کے روز کسی شخص کے کام نہ آئیں گے بجز اس شخص کے جس کا قلب سلیم ہے یعنی وہ مومن ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ سب چیزیں قیامت میں بھی مفید و نافع ہو سکتی ہیں مگر صرف مومن کے لئے نفع بخش ہوں گی کافر کو کچھ نفع نہ دیں گی۔ یہاں ایک بات یہ قابل نظر ہے کہ اس جگہ قرآن کریم نے وَلَا بَنُوْنَ فرمایا جس کے معنے نرینہ اولاد کے ہیں عام اولاد کا ذکر غالباً اس لئے نہیں کیا کہ آڑے وقت میں کام آنے کی توقع دنیا میں بھی نرینہ اولاد یعنی لڑکوں ہی سے ہو سکتی ہے لڑکیوں سے کسی مصیبت کے وقت امداد ملنے کا تو یہاں بھی احتمال شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اس لئے قیامت میں بالتخصیص لڑکوں کے غیر نافع ہونے کا ذکر کیا گیا جن سے دنیا میں توقع نفع کی رکھی جاتی تھی۔ مال و اولاد اور خاندانی تعلقات آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع پہنچا سکتے ہیں۔ آیت مذکورہ کی مشہور تفسیر کے مطابق معلوم ہوا کہ انسان کا مال قیامت کے روز بھی اس کے کام آ سکتا ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں اپنا مال اللہ کی راہ اور نیک کاموں میں خرچ کیا تھا یا کوئی صدقہ جاریہ کر کے چھوڑا تھا۔ اگر اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا محشر میں مومنین کی فہرست میں داخل ہوا تو یہاں کا خرچ کیا ہوا مال اور صدقہ جاریہ کا ثواب اس کو میدان حشر اور میزان حساب میں بھی کام آوے گا اور اگر یہ شخص مسلمان نہیں تھا یا خدانخواستہ مرنے سے پہلے ایمان سے

نکل گیا تو اب دنیا میں کیا ہوا کوئی نیک عمل اس کے کام نہ آوے گا اور اولاد کا بھی یہی معاملہ ہے کہ اگر یہ شخص مسلمان ہے تو آخرت میں بھی اس کو اولاد کا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

اس طرح سے کہ اس کے بعد اس کی اولاد اس کے لئے دعائے مغفرت کرے یا ایصال ثواب کرے، اور اس طرح بھی کہ اس نے اولاد کو نیک بنانے کی کوشش کی تھی اس لئے ان کے نیک عمل کا ثواب اس کو بھی خود بخود ملتا رہا اور اس کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہا اور اس طرح بھی کہ اولاد محشر میں اس کی شفاعت کر کے بخشوالے جیسا کہ بعض روایات حدیث میں ایسی شفاعت کرنا اور اس کا قبول ہونا ثابت ہے خصوصاً نابالغ اولاد کا۔ اسی طرح اولاد کو ماں باپ سے بھی آخرت میں بشرط ایمان یہ نفع پہنچے گا کہ اگر یہ مسلمان ہوئے مگر ان کے اعمال صالحہ ماں باپ کے درجے کو نہیں پہنچے تو اللہ تعالیٰ ان کے باپ دادا کی رعایت کر کے ان کو بھی اسی مقام بلند میں پہنچا دیں گے جو ان کے باپ دادا کا مقام ہے۔

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں (تشہد کے بعد) یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ **اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْاَلُكَ الثَّبَاتَ فِی الْاَمْرِ وَ الْعَزِیْمَةَ عَلَی الرُّشْدِ وَاَسْاَلُكَ شُكْرَ نِعْمَتِكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ وَاَسْاَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَلِسَانًا صَادِقًا وَاَسْاَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَاتَعْلَمُ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّمَا تَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ،** اے پروردگار! میں تجھ سے دین میں ثابت قدمی اور راہ راست کے قصد کا سوال کرتا ہوں اور میں تجھ سے تیری نعمت کے شکر اور تیری عبادت کے حسن کی درخواست کرتا ہوں اور تجھ سے قلب سلیم اور سچی زبان مانگتا ہوں اور تجھ سے وہ بھلائی چاہتا ہوں جس کو تو جانتا ہے اور اس برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کو تو جانتا ہے اور معافی چاہتا ہوں ان گناہوں سے جن کو تو جانتا ہے۔

(سنن نسائی، مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 920)

یہ دعا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان مقدس سے تعلیم امت کے پیش نظر ارشاد ہوئی ہے کہ امت کے لوگ اس طرح دعا مانگا کریں۔ ورنہ تو جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا تعلق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تمام بھلائیاں اور سعادتیں حاصل تھیں جن کی طرف اس دعا میں اشارہ کیا گیا ہے اور تمام گناہوں سے آپ محفوظ تھے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ بخشے جا چکے تھے۔ "راہ راست کے قصد" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! مجھے اس بات کی توفیق عنایت فرما کہ تو نے ہدایت کا جو راستہ دکھلایا ہے اس پر ہمیشہ ثابت قدمی کے ساتھ قائم رہوں اور ہدایت کو اپنی زندگی کے لئے لازم پکڑوں۔ "تجھ سے تیری نعمت کے شکر اور تیری عبادت کے حسن کی درخواست کرتا ہوں" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ مجھے اس بات کی توفیق عنایت فرما کہ تیری ان نعمتوں کو جن سے تو نے مجھے سرفراز فرمایا ہے تیری اطاعت و فرمانبرداری میں اس طرح صرف کروں کہ تیرے احکام و فرمان کا پابند رہوں اور جن چیزوں سے تو نے منع کیا ہے ان سے بچتا رہوں اور تیری عبادت کو اس کی پوری شرائط و آداب اور پورے ارکان کے ساتھ ادا کروں۔

## قلب سلیم کے مفہوم کا بیان

" قلب سلیم " اس دل کو کہتے ہیں جو برے عقائد، کمزور خیالات اور غلط اعتقادات ونظریات سے پاک وصاف ہو اور خواہشات نفسانی کی طرف اس کا میلان نہ ہو نیز یہ کہ وہ ماسوی اللہ سے خالی ہو۔ دعا کے جملے وَاَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ میں لفظ ما موصولہ ہے یا موصوفہ اور عائد محذوف ہے۔ اسی طرح اس جملہ میں لفظ من زائد ہے یا بیانیہ اور مبین محذوف ہے۔ گویا اصل میں یہ عبارت اس طرح ہے اسالك شيئا هو خير ما تعلم یعنی میں تجھ سے اس اچھی چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وہ اچھی ہے یعنی میں ایسی چیز کی درخواست نہیں کرتا جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ اچھی چیز ہے کیونکہ بندہ تو کسی چیز کو اچھی سمجھ لیتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے میں وہی چیز مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک اچھی ہے۔ اسی طرح (واعوذبك من شر ما تعلم) کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں اس بری چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک بری اور جس کے بارے میں تیرا فیصلہ ہے کہ یہ بندے کے حق میں برائی کا باعث ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قلب سلیم کے لفظی معنے تندرست دل کے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ قلب ہے جو کلمہ توحید کی گواہی دے اور شرک سے پاک ہو، یہی مضمون مجاہد حسن بصری سعید بن مسیب سے بعنوان مختلف منقول ہے۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ تندرست دل صرف مومن کا ہو سکتا ہے۔ کافر کا دل بیمار ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کا ارشاد ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

| |
|---|
| وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ٥ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ٥ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ٥ |
| اور جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی۔ اور دوزخ گمراہوں کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔ |
| اور ان سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جنہیں تم پوجتے تھے۔ |

## قیامت کے دن جنت ودوزخ کے قریب ہو جانے کا بیان

"وَاُزْلِفَتْ الْجَنَّة" قُرِّبَتْ "لِلْمُتَّقِينَ" فَيَرَوْنَهَا "وَبُرِّزَتْ الْجَحِيم" أُظْهِرَتْ "لِلْغَاوِينَ" الْكَافِرِينَ

اور اس دن جنت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی۔ لہٰذا وہ اس کو دیکھیں گے۔ اور دوزخ گمراہوں یعنی کافر کے سامنے ظاہر کر دی جائے گی۔ اور ان سے کہا جائے گا: وہ (بت) کہاں ہیں جنہیں تم پوجتے تھے۔

## نیک لوگ کیلئے جنت کے سج کر قریب ہونے کا بیان

جن لوگوں نے نیکیاں کی تھیں برائیوں سے بچے تھے جنت اس دن ان کے پاس ہی ان کے سامنے ہی زیب وزینت کے ساتھ موجود ہوگی۔ اور سرکشوں کے لئے اسی طرح جہنم ظاہر ہوگی اس میں سے ایک گردن نکل کھڑی ہوگی جو گنہگاروں کی طرف غضبناک تیوروں سے نظر ڈالے گی اور اس طرح شور مچائے گی کہ دل اڑ جائیں گے اور مشرکوں سے ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ فرمایا جائے گا کہ تمہارے معبودان باطل جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہاں ہیں۔ کیا وہ تمہاری کچھ مدد کرتے ہیں؟ یا خود اپنی مدد کر سکتے

ہیں؟ نہیں نہیں بلکہ عابد و معبود سب دوزخ میں الٹے لٹک رہے ہیں اور جل بھن رہے ہیں۔ تابع و متبوع سب اوپر تلے جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے ساتھ ہی ابلیس کے کل لشکری بھی اول سے لے کر آخر تک۔ وہاں سفلے لوگ بڑے لوگوں سے جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے زندگی بھر تمہاری مانی۔ آج تم ہمیں عذابوں سے کیوں نہیں چھڑاتے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم ہی بالکل گمراہ تھے راہ سے دور ہو گئے تھے کہ تمہارے احکام کو اللہ کے احکام کے مثل سمجھ بیٹھے تھے اور رب العلمین کے ساتھ ہی تمہاری بھی عبادت کرتے رہے گویا کہ تمہیں رب کے برابر سمجھے ہوئے تھے۔ افسوس ہمیں اس غلط اور خطرناک راہ پر مجرموں نے لگائے رکھا۔ اب تو ہماری کوئی سفارشی بھی نہیں رہا۔ آپس میں پوچھیں گے کہ کیا کوئی ہمارا شفیع ہے جو ہماری شفاعت کرے؟ یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم دوبارہ دنیا کی طرف لوٹائے جائیں اور وہاں جا کر اب تک کئے ہوئے اعمال کے خلاف عمل کریں؟ جہاں ہمارا کوئی سفارشی ہمیں نظر نہیں آتا وہاں کوئی قریبی سچا دوست بھی نہیں دکھائی دیتا کہ وہی ہماری ہمدردی و غم خواری کرے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر کسی صالح شخص سے ہماری دوستی ہوتی تو وہ آج ضرور ہمیں نفع دیتا اور اگر کوئی ہمارا دلی محب ہوتا تو وہ ضرور ہماری شفاعت کے لئے آگے بڑھتا اور اگر ہمیں پھر سے دنیا میں جانا ملتا تو ہم آپ اپنے ان بد اعمال کا تدارک کر لیتے اپنے رب کی ہی مانتے اور اسی کی عبادتیں کرتے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ یہ بدبخت ازلی اگر دوبارہ بھی لائیں جائیں تو وہی بد اعمالیاں پھر سے شروع کر دیں۔ سورۃ ص میں بھی ان دوزخیوں کے جھگڑے کا بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کا یہ جھگڑا یقیناً ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو کچھ فرمایا اور جو دلیلیں انہیں دیں اور ان پر توحید کی وضاحت کی اس میں یقیناً اللہ کی الوہیت پر اور اس کی یکتائی پر صاف برہان موجود ہے لیکن پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تیرا پالنہار پروردگار پورے غلبے اور قوت والا ساتھ ہی بخشش و رحم والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ یَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ یَنْتَصِرُوْنَ ؕ فَكُبْكِبُوْا فِیْهَا هُمْ وَ الْغَاوٗنَ ۙ

اللہ کے سوا، کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائینگے۔

## کفار کا جہنم میں اوندھے منہ ڈال دیئے جانے کا بیان

"مِنْ دُونِ اللَّه" أَیْ غَیْرِه مِنَ الْأَصْنَام "هَلْ یَنْصُرُونَكُمْ" بِدَفْعِ الْعَذَاب عَنْكُمْ "أَوْ یَنْتَصِرُونَ" بِدَفْعِهِ عَنْ أَنْفُسهمْ , لَا "فَكُبْكِبُوا" أُلْقُوا

اللہ کے سوا یعنی بت وغیرہ کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں کہ وہ تم سے عذاب کو دور کر دیں یا خود اپنی مدد کر سکتے ہیں؟ یعنی اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکیں۔ پھر وہ اور تمام گمراہ لوگ اس میں اوندھے منہ پھینک دیے جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فکبکبوا: ف تعقیب کا ہے کبکبوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب الکب کے معنی کسی کو منہ کے بل گرانے کے ہیں جیسے کہ دوسری

جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فکبت وجوھھم فی النار، تو ان کو منہ کے بل اوندھا آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ الکبکبۃ کسی چیز کو اوپر سے لڑھکا کر گڑھے میں پھینک دینا۔ کب ثلاثی مجرد۔ کبکب رباعی مجرد۔ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں لیکن رباعی مجرد میں آکر معانی میں مبالغہ کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کبکبوا فیھا ۔ ای القوافی الجحیم علی وجوھھم مرۃ بعد اخری الی ان یستقروا فیھا کے معنی ہوئے کہ ان کو بار بار منہ کے بل دوزخ میں گرایا جائے گا۔ تا آنکہ اس کی گہرائی میں جا ٹکیں گے۔ فیہا میں ھا ضمیر واحد مونث غائب الجحیم کی طرف راجع ہے۔

ھم: ای الاصنام۔ بت۔ جھوٹے معبود (ما کنتم تعبدون من دون اللہ۔ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے تھے)۔ الغاوون۔ گمراہ۔ کج رو۔ (انوار البیان، سورہ شعراء)

## اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جانے کے مفہوم کا بیان

حضرت جندب قسری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ (دنیا و آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے عہد و امان میں ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے عہد میں کچھ مواخذہ کرے کیونکہ جس سے اس نے عہد و امان میں مواخذہ کیا تو (اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ) کہ اسے پکڑ کر دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں قسری کے بجائے قشیری ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 592)

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کے عہد و امان میں ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس آدمی سے بدسلوکی نہ کریں، اس کو قتل نہ کریں۔ اس کا مال نہ چھینیں، اس کی غیبت نہ کریں اور اس کو بے آبروئی نہ کریں۔ اگر کسی آدمی نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی یا اس کے ساتھ کوئی ایسا رویہ اختیار کیا جو اس کی جان و مال اور اس کی آبرو کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد و امان میں خلل ڈالا لہٰذا اللہ تعالیٰ ایسے آدمی سے سخت مواخذہ کرے گا اور جس بدنصیب سے اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کیا اس کے لئے نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔ یا پھر "عہد و امان" سے مراد نماز ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں امن دینے کا وعدہ کر لیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صبح کی نماز ہرگز قضا نہ کریں ورنہ ان کے اور پروردگار کے درمیان جو عہد ہے وہ ٹوٹ جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا اور اس کے مواخذے سے بچانے کی کوئی ہمت بھی نہیں کر سکتا۔

| |
|---|
| وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| اور ابلیس کی ساری فوجیں وہ اس میں باہم جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ |

## ابلیس اور اس کے متبعین کو جہنم میں ڈال دینے کا بیان

"وَجُنُود إِبْلِيس" أَتْبَاعه , وَمَنْ أَطَاعَهُ مِنَ الْجِنّ وَالْإِنْس "قَالُوا" أَيْ الْغَاوُونَ "وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ"

مَعَ مَعْبُودِيهِمْ "تَاللّٰهِ إِنْ" مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ وَاسْمُهَا مَحْذُوفٌ أَيْ إِنَّهُ "كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ" بَيِّنٍ،

اور ابلیس کی ساری فوجیں جو انسان وجن اس کی اتباع کرتے تھے وہ بھی واصل جہنم ہوں گی۔ وہ گمراہ لوگ اس دوزخ میں باہم اپنے معبودوں سے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے کہیں گے۔ اللہ کی قسم! ہم کھلی گمراہی میں تھے۔ یہاں پر لفظ ان یہ ثقل سے مخففہ ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی یہ انہ ہے۔ کہ یقینا ہم کھلی گمراہی میں تھے۔

اہل دوزخ کو دوزخ میں پھینکنے کا طریقہ یہ ہوگا پہلے ایک دوزخ کو اوندھے منہ دوزخ میں پھینکا جائے گا، اوپر سے دوسرے کو، پھر اوپر سے تیسرے کو، گویا ان کو دوزخ میں اس بیدردی سے پھینکا جائے جیسے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر کو پھینکا جاتا ہے۔ اور دوزخ میں یوں پھینکے جانے والے لوگ تین طرح کے ہوں گے ایک مشرک لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے والے، دوسرے ان کے معبود، خواہ وہ جاندار ہوں یا بے جان تاکہ مشرکوں کی حسرت میں مزید اضافہ ہو۔ اور۔۔۔ ابلیس کے لشکر جو ان کی گمراہیوں کا اصل سبب بنے تھے۔

## اہل جہنم کے باہمی جھگڑے کا بیان

**وھم فیھا یختصمون** ۔ میں واو حالیہ ہے فیہا میں ھا ضمیر جحیم کی طرف راجع ہے اور ہم ضمیر جمع مذکر غائب گمراہ پجاریوں اور شیاطین کی طرف راجع ہے۔ یا گمراہ پجاریوں اور معبوان باطل کی طرف راجع ہے۔ یا ان تینوں گروہوں کے لئے ہے۔ یختصمون مضارع جمع مذکر غائب وہ جھگڑا کرتے ہوں گے اختصام (افتعال) سے یہ جملہ حالیہ ہے یعنی جب یہ اصنام اور ان کے پجاری اور شیاطین دوزخ اوندھے بل گرادیئے جائیں گے تو وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔

| |
|---|
| اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ۝ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ۝ |
| جب ہم تمہیں سب جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہم کو مجرموں کے سوا کسی نے گمراہ نہیں کیا۔ |
| لہٰذا نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے۔ اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے۔ |

## قیامت کے دن کفار کیلئے کوئی سفارش نہ ہونے کا بیان

"إِذْ" حَيْثُ "نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ" فِي الْعِبَادَةِ "وَمَا أَضَلَّنَا" عَنِ الْهُدَى "إِلَّا الْمُجْرِمُونَ" أَيِ الشَّيَاطِينُ أَوْ أَوَّلُونَا الَّذِينَ اقْتَدَيْنَا بِهِمْ "فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ" كَمَا لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ وَالنَّبِيِّينَ وَالْمُؤْمِنِينَ "وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ" يُهِمُّهُ أَمْرُنَا

جب ہم تمہیں عبادت میں سب جہانوں کے رب کے برابر ٹھہراتے تھے۔ اور ہم کو ان مجرموں کے سوا کسی نے ہدایت سے گمراہ نہیں کیا۔ یعنی شیاطین نے یا ان پہلے لوگوں نے جنہوں نے ہماری اقتداء کی ہے۔ لہٰذا آج نہ کوئی ہماری سفارش کرنے والا ہے۔ جس طرح اہل ایمان کیلئے فرشتے اور انبیائے کرام علیہم السلام اور مؤمنین ہیں۔ اور نہ کوئی گرم جوش دوست ہے۔ جس کو ہماری

حالت کا احساس ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

حمیم: الحمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے وسقوا ماء حمیما اوران کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ گہرے اور قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ اپنے دوست کی حمایت میں بھڑک اٹھتا ہے اور گرم جوشی دکھاتا ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ولا یسئل حمیم حمیما اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا۔ صدیق حمیم۔ گہرا دوست، گرم جوش دوست۔

| |
|---|
| فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ |
| وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ○ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ○ |
| پس کاش ہمیں ایک بار پلٹنا ہو جاتا تو ہم مومن ہو جاتے۔ بیشک اس میں بڑی نشانی ہے، اوران کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔ |
| اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب رحمت والا ہے۔ نوح (علیہ السلام) کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ |

## کفار کا دنیا میں لحہ بھر کیلئے آنے کی تمنا کرنے کا بیان

"فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً" رَجْعَةً إلَى الدُّنْيَا "فَنَكُون مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" لَوْ هُنَا لِلتَّمَنِّي وَنَكُون جَوَابه "إنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ قِصَّة إبْرَاهِيم وَقَوْمه

"كَذَّبَتْ قَوْم نُوح الْمُرْسَلِينَ" بِتَكْذِيبِهِمْ لَهُ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْمَجِيء بِالتَّوْحِيدِ , أَوْ لِأَنَّهُ لِطُولِ لُبْثه فِيهِمْ كَأَنَّهُ رُسُل وَتَأْنِيث قَوْم بِاعْتِبَارِ مَعْنَاهُ وَتَذْكِيره بِاعْتِبَارِ لَفْظه

پس کاش ہمیں ایک بار دنیا میں پلٹنا نصیب ہو جاتا تو ہم مومن ہو جاتے۔ یہاں پر لفظ لو یہ تمنا کیلئے آیا ہے اور نکون سے اس کا جواب ہے۔ بیشک اس ذکر کردہ واقعہ ابراہیم علیہ السلام میں قدرت الٰہیہ کی بڑی نشانی ہے، اوران کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب رحمت والا ہے۔ نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ کیونکہ وہ ان کیلئے توحید لیکر آئے جبکہ انہوں نے اس میں شریک ٹھہرانے شروع کر دیئے۔ یا آپ ان میں طویل مدت رہے کہ آپ کوئی رسولان گرامی کے قائم مقام تھے۔ یہاں پر لفظ قوم یہ معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے جبکہ لفظ کے اعتبار سے مذکر ہے۔

اہل کفر و شرک، قیامت کے روز دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو کریں گے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر کے اللہ کو خوش کر لیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ اگر انہیں دوبارہ بھی دنیا میں بھیج دیا جائے تو وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے تھے۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ o اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ o فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ o

جب ان سے ان کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

## حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو توحید کی دعوت دینے کا بیان

"اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ" نَسَبًا "نُوْح اَلَا تَتَّقُوْنَ" اللّٰه "اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْل اَمِیْن" عَلٰی تَبْلِیغ مَا اُرْسِلْت بِهٖ "فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ" فِیْمَا آمُرُكُمْ بِهٖ مِنْ تَوْحِید اللّٰه وَطَاعَته

جب ان سے ان کے قومی بھائی نوح علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول بن کر آیا ہوں۔ یعنی جس رسالت کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے اس کا امانتدار ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ یعنی اس چیز میں جس میں تمہیں اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

## بت پرستی کے آغاز کا بیان

زمین پر سب سے پہلے جو بت پرستی شروع ہوئی اور لوگ شیطانی راہوں پر چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم رسولوں کے سلسلے کو حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کیا جنہوں نے آکر لوگوں کو اللہ کے عذابوں سے ڈرایا اور اسکی سزاؤں سے انہیں آگاہ کیا لیکن وہ اپنے ناپاک کرتوتوں سے باز نہ آئے غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑی بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھوٹا کہا ان کے دشمن بن گئے اور ایذاء رسانی کے درپے ہو گئے حضرت نوح علیہ السلام کا جھٹلانا گویا تمام پیغمبروں سے انکار کرنا تھا اس لئے آیت میں فرمایا گیا کہ قوم نوح نے نبیوں کو جھٹلایا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے تو انہیں اللہ کا خوف کرنے کی نصیحت کی کہ تم جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو اللہ کے عذاب کا تمہیں ڈر نہیں؟ اس طرح توحید کی تعلیم کے بعد اپنی رسالت کی تلقین کی اور فرمایا میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں اور میں امانت دار بھی ہوں اس کا پیغام ہو بہو وہی ہے جو تمہیں سنا رہا ہوں۔ پس تمہیں اپنے دلوں کو اللہ کے ڈر سے پر رکھنا چاہئے اور میری تمام باتوں کو بلا چوں و چرا مان لینا چاہیئے۔ اور سنو میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ میرا رب مجھے اس کا بدلہ اور ثواب عطا فرمائے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو میری سچائی میری خیر خواہی تم پر خوب روشن ہے۔ ساتھ ہی میری دیانت داری اور امانت داری بھی تم پر واضح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ o

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ o

اور میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف سب جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ وہ بولے: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں حالانکہ تمہاری پیروی انتہائی نچلے اور حقیر لوگ کر رہے ہیں۔

## قوم نوح کا اہل ایمان کو حقیر جاننے کا بیان

"وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ" عَلَى تَبلِيغه "مِنْ أَجْر إنْ" مَا "أَجْرِيَ" أَيْ ثَوَابِي "فَاتَّقُوا اللّٰه وَأَطِيعُونِ" كَرَّرَهُ تَأْكِيدًا

"قَالُوا أَنُؤْمِنُ" نُصَدِّق "لَكَ" لِقَوْلِك "وَاتَّبَعَكَ" وَفِي قِرَاءَة وَأَتْبَاعك جَمْع تَابِع مُبْتَدَأ "الْأَرْذَلُونَ" السَّفَلَة كَالْحَاكَةِ وَالْأَسَاكِفَة

اور میں تم سے اس تبلیغ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر یعنی ثواب تو صرف سب جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔ اس کو بہ طور تاکید مکرر لایا گیا ہے۔ وہ بولے: کیا ہم تم پر ایمان لے آئیں یعنی تمہاری تصدیق کریں حالانکہ تمہاری پیروی معاشرے کے انتہائی نچلے اور حقیر طبقات کے لوگ کر رہے ہیں۔ ایک قرأت میں اُتباعک آیا ہے جو تابع کی جمع ہے اور مبتداء ہے۔ اور ارزلون سے کمتر جس طرح جولاہے اور موچی ہوتے ہیں۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ میں بالکل مخلص اور بے غرض ہو کر تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ نہ اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد ہے اور نہ ہی تم سے کسی معاوضہ کا، اجرت کا مطالبہ کرتا ہوں۔ میں جو بات کہتا ہوں بالکل بے لوث ہو کر اور تمہاری بھلائی کی خاطر کہتا ہوں۔ پھر بھی تم میرے درپے آزار بنے ہوئے ہو۔ اس معاملہ میں بھی تمہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ کیونکہ ظلم وزیادتی کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوا کرتا۔

قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ○

وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○

فرمایا: میرے علم کو ان کے کاموں سے کیا سروکار، ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، اگر تم سمجھو۔ اور میں مومنوں کو نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں تو فقط کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔

## حضرت نوح علیہ السلام کا غریب اہل ایمان کی حوصلہ افزائی کرنے کا بیان

"قَالَ وَمَا عِلْمِي" أَيْ عِلْم لِي "إنْ" مَا "حِسَابهمْ إلَّا عَلَى رَبِّي" فَيُجَازِيهِمْ "لَوْ تَشْعُرُونَ" تَعْلَمُونَ ذَلِكَ مَا عَبْتُمُوهُمْ "إنْ" مَا "أَنَا إلَّا نَذِير مُبِين" بَيِّن الْإِنْذَار

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: میرے علم کو ان کے پیشہ وارانہ کاموں سے کیا سروکار، ان کا حساب تو میرے رب ہی کے ذمے ہے، جس پر انہیں جزاء دی جائے گی۔ اگر تم سمجھو یعنی جان لیتے تو کبھی ان بتوں کی عبادت نہ کرتے۔ اور میں ایمان والوں کو

نکال دینے والا نہیں ہوں۔ میں تو فقط کھلا ڈرسنانے والا ہوں۔

اس آیت میں اول مشرکین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے سے انکار کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ کے ماننے والے سارے رذیل لوگ ہیں ہم عزت دار شریف ان میں کیسے مل جائیں؟ نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ مجھے ان کے اعمال کا حال معلوم نہیں۔ اس میں اشارہ فرمادیا کہ تم لوگ جو خاندانی شرافت یا مال و دولت اور عزت و جاہ کو شرافت کی بنیاد سمجھتے ہو یہ غلط ہے بلکہ مدار عزت و ذلت یا شرافت و رذالت کا دراصل اعمال و اخلاق پر ہے۔ تم نے جن پر یہ حکم لگا دیا کہ یہ سب رذیل ہیں، یہ تمہاری جہالت ہے چونکہ ہم ہر شخص کے اعمال و اخلاق کی حقیقت سے واقف نہیں، اس لئے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے کہ حقیقۃً کون رذیل ہے کون شریف۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شعراء، بیروت)

## مؤمن کو رذیل کہنے کی ممانعت کا بیان

یہ بات انہوں نے غرور سے کہی غُرَباء کے پاس بیٹھنا انھیں گوارا نہ تھا اس میں وہ اپنی کسرِ شان سمجھتے تھے اس لئے ایمان جیسی نعمت سے محروم رہے۔ کمینے سے مراد ان کی غُرَباء اور پیشہ ور لوگ تھے اور ان کو رذیل اور کمین کہنا یہ کفار کا متکبرانہ فعل تھا ورنہ درحقیقت صنعت اور پیشہ حیثیت دین سے آدمی کو ذلیل نہیں کرتا۔ غنا اصل میں دینی غنا ہے اور نسب تقوٰی کا نسب۔ مؤمن کو رذیل کہنا جائز نہیں خواہ وہ کتنا ہی محتاج و نادار ہو یا وہ کسی نسب کا ہو۔ (تفسیر مدارک تنزیل، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ○ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ○ |
| وہ بولے: اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں یقیناً سنگسار کر دیا جائے گا۔ عرض کیا: اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ |

## قوم نوح کا اپنے نبی مکرم علیہ السلام کو برا بھلا کہنے کا بیان

"قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوح" عَمَّا تَقُول لَنَا "لَتَكُونَن مِنْ الْمَرْجُومِينَ" بِالْحِجَارَةِ أَوْ بِالشَّتْمِ "قَالَ" نُوح

وہ بولے: اے نوح! اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے جو تم کہتے ہو تو تمہیں یقیناً سنگسار کر دیا جائے گا۔ یا گالی گلوچ کی جائے گی۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔

لمبی مدت تک جناب نوح علیہ السلام ان میں رہے دن رات چھپے کھلے انہیں اللہ کی راہ کی دعوت دیتے رہے لیکن جوں جوں آپ علیہ السلام اپنی نیکی میں بڑھتے گئے وہ اپنی بدی میں سوار ہوتے گئے بالآخر زور باندھتے باندھتے صاف کہہ دیا کہ اگر اب ہمیں اپنے دین کی دعوت دی تو ہم تجھ پر پتھراؤ کر کے تیری جان لے لیں گے۔ آپ کے ہاتھ بھی جناب باری میں اٹھ گئے قوم کی تکذیب کی شکایت آسمان کی طرف بلند ہوئی۔ اور آپ نے فتح کی دعا کی فرمایا کہ اے اللہ! میں مغلوب اور عاجز ہوں میری مدد کر میرے ساتھ میرے ساتھیوں کو بھی بچا لے۔ پس جناب باری عزوجل نے آپ کی دعا قبول کی۔ انسانوں جانوروں اور سامان اسباب سے

کھچا کھچ بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو جانے کا حکم دے دیا۔ یقیناً یہ واقعہ بھی عبرت آموز ہے لیکن اکثر لوگ بے یقین ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رب بڑے غلبے والا لیکن وہ مہربان بھی بہت ہے۔

| |
|---|
| فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَ بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّ نَجِّنِىْ وَمَنْ مَّعِىَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥ |
| فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ٥ |
| پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے اور ان مومنوں کو جو میرے ساتھ ہیں نجات دے دے۔ |
| پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دے دی۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے والوں کیلئے نجات کا بیان

"فَافْتَحْ بَيْنِىْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا" أَىْ اُحْكُمْ "فَاَنْجَيْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْن" الْمَمْلُوْءِ مِنَ النَّاسِ وَالْحَيَوَانِ وَالطَّيْرِ

پس تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما دے اور مجھے اور ان مومنوں کو جو میرے ساتھ ہیں نجات دے دے۔ پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں لوگ، حیوانات اور پرندے سوار تھے نجات دے دی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

افتح۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو فیصلہ کر دے۔ الفتح کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں خواہ اس ازالہ کا ادراک ظاہری آنکھ سے ہو سکے یا اس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً ولما فتحوا متاعھم، اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔ یا لفتحنا علیھم برکات من السماء والارض، تو ہم نے ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ان کو ہر طرح آسودگی اور فارغ البالی کی نعمت سے نوازتے۔

افتح القضیة فتاحا یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔ اور اس سے مشکل اور پیدگی کو دور کر دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق، اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے اسی سے الفتاح العلیم ہے یعنی خوب فیصلہ کرنے والا اور جاننے والا۔

الفاتحہ ہر چیز کے مبداء کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے افتتح فلان کذا فلاں نے یہ کام شروع کیا۔ نجنی۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے نجات دے۔

ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ٥ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ٥ كَذَّبَتْ عَادُ نِالْمُرْسَلِيْنَ٥ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ٥ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ٥ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ٥

## قوم نوح کی طوفان نوح میں ہلاکت کا بیان

"ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ" بَعْدَ إِنْجَائِهِمْ "الْبَاقِيْنَ" مِنْ قَوْمِه

پھر اس کے بعد ہم نے ان کی قوم کے باقی ماندہ لوگوں کو غرق کر دیا۔ بیشک اس میں بڑی نشانی ہے اور ان کے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب رحمت والا ہے۔ عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

یہ تفصیلات کچھ پہلے بھی گزر چکی ہیں اور کچھ آئندہ بھی آئیں گی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی ساڑھے نوسو سالہ تبلیغ کے باوجود ان کی قوم کے لوگ بداخلاقی اور اعراض پر قائم رہے، بالآخر حضرت نوح علیہ السلام نے دعائے ضرر کی، اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا اور اس میں مومن انسانوں، جانوروں اور ضروری ساز وسامان رکھنے کا حکم دیا اور یوں اہل ایمان کو بچالیا گیا اور باقی سب لوگوں کو حتی کہ بیوی اور بیٹے کو بھی، جو ایمان نہیں لائے تھے، غرق کر دیا گیا۔

## حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان

حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے عادیوں کو جو احقاف کے رہنے والے تھے اللہ کی طرف بلایا۔ احقاف ملک یمن میں حضر موت کے پاس ریتلی پہاڑیوں کے قریب ہے ان کا زمانہ نوح علیہ السلام کے بعد کا ہے۔ سورۃ اعراف میں بھی ان کا ذکر گزر چکا ہے کہ انہیں قوم نوح کا جانشین بنایا گیا اور انہیں بہت کچھ کشادگی اور وسعت دی گئی۔ ڈیل ڈول دیا بڑی قوت طاقت دی پورے مال اولاد کھیت باغات پھل اور اناج دیا۔ بکثرت دولت اور زر بہت سی نہریں اور چشمے جا بجا دیئے۔ الغرض ہر طرح کی آسائش اور آسانی مہیا کی لیکن رب کی تمام نعمتوں کی ناقدری کرنے والے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والوں نے اپنے نبی کو جھٹلایا۔ یہ انہی میں سے تھے نبی نے انہیں سمجھایا بجھایا ڈرایا دھمکایا اپنا رسول ہونا ظاہر فرمایا۔ اپنی اطاعت اور اللہ کی عبادت ووحدانیت کی دعوت دی جیسے کہ نوح علیہ السلام نے دی تھی۔ اپنا بیلاگ ہونا طالب دنیا نہ ہونا بیان فرمایا۔ اپنے خواص کا بھی ذکر کیا یہ جو فخر وریا کے طور پر اپنے مال برباد کرتے تھے اور اونچے اونچے مشہور ٹیلوں پر اپنی قوت کے اور مال کے اظہار کے لئے بلند وبالا علامتیں بناتے تھے اس فعل عبث سے انہیں ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام نے روکا کیونکہ اس میں بیکار دولت کا کھونا وقت کا برباد کرنا اور مشقت اٹھانا ہے جس سے دین دنیا کا کوئی فائدہ نہ مقصود ہوتا ہے نہ متصور۔ بڑے بڑے پختہ اور بلند برج اور مینار بناتے تھے جس کے بارے میں ان کے نبی نے نصیحت کی کہ کیا تم یہ سمجھے بیٹھے ہو کہ یہیں ہمیشہ رہو گے محبت دنیا نے تمہیں آخرت بھلادی ہے لیکن یاد رکھو تمہاری یہ چاہت بیسود ہے۔ دنیا زائل ہونے والی ہے تم خود فنا ہونے والے ہو۔ ایک قرأت میں کانکم خالدون ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب مسلمانوں نے غوطہ میں محلات اور باغات کی تعمیر اعلی پیمانے پر ضرورت سے زیادہ شروع کر دی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے دمشق کے رہنے والو سنو! لوگ سب جمع ہو گئے تو آپ نے

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی تم خیال نہیں کرتے کہ تم نے وہ جمع کرنا شروع کر دیا جسے تم کھا نہیں سکتے۔ تم نے وہ مکانات بنانے شروع کر دیئے جو تمہارے رہنے سہنے کے کام نہیں آتے تم نے وہ دور دراز کی آرزوئیں کرنی شروع کر دیں جو پوری ہونی محال ہیں۔ کیا تم بھول گئے تم سے اگلے لوگوں نے بھی جمع جتھا کر کے سنبھال سنبھال کر رکھا تھا۔ بڑے اونچے اونچے پختہ اور مضبوط محلات تعمیر کئے تھے بڑی بڑی آرزوئیں باندھی تھیں لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں رہ گئے ان کی پونجی برباد ہوگئی ان کے مکانات اور بستیاں اجڑ گئیں۔

عادیوں کو دیکھو کہ عدن سے لے کر عمان تک ان کے گھوڑے اور اونٹ تھے لیکن آج وہ کہاں ہیں؟ ہے کوئی ایسا بیوقوف کہ قوم عاد کی میراث کو دو درہموں کے بدلے بھی خریدے انکے مال ومکانات کا بیان فرما کر ان کی قوت وطاقت کا بیان فرمایا کہ بڑے سرکش، بتکبر اور سخت لوگ تھے۔ نبی علیہ صلوات اللہ نے انہیں اللہ سے ڈرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا کہ عبادت رب کی کرو اطاعت اس کے رسول کی کرو پھر وہ نعمتیں یاد دلائیں جو اللہ نے ان پر انعام کی تھیں جنہیں وہ خود جانتے تھے۔ مثلاً چوپائے جانور اور اولاد باغات اور دریا پھر اپنا اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم نے میری تکذیب کی اور میری مخالفت پر جمے رہے تو تم پر عذاب اللہ برس پڑے گا لالچ اور ڈر دونوں دکھائے مگر بیسود رہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اور میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو فقط تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ |

## پیغام حق پہنچانے میں کسی معاوضہ کا سوال نہ کرنے کا بیان

"وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ" مَا،

اور میں تم سے اس تبلیغِ حق پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا، میرا اجر تو فقط تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔

| |
|---|
| اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ |
| کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار تعمیر کرتے ہو تفاخر اور فضول مشغلوں کے لئے۔ اور تم مضبوط محلات بناتے ہو اس امید پر کہ |
| تم ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم کسی کی گرفت کرتے ہو تو سخت ظالم وجابر بن کر گرفت کرتے ہو۔ |

## دنیا میں لمبے چوڑے محلات بنانے والوں کیلئے نصیحت کا بیان

"أَتَبْنُونَ بِكُلِّ رِيع" مَكَان مُرْتَفِع "آيَة" بِنَاء عَلَمًا لِلْمَارَّةِ "تَعْبَثُونَ" بِمَنْ يَمُرّ بِكُمْ وَتَسْخَرُونَ مِنْهُمْ وَالْجُمْلَة حَال مِنْ ضَمِير تَبْنُونَ

"وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِع" لِلْمَاءِ تَحْت الْأَرْض "لَعَلَّكُمْ" كَأَنَّكُمْ "تَخْلُدُونَ" فِيهَا لَا تَمُوتُونَ "وَإِذَا بَطَشْتُمْ" بِضَرْبٍ أَوْ قَتْل "بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ" مِنْ غَيْر رَأْفَة

کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک یادگار تعمیر کرتے ہو جو مسافروں کیلئے بطور علم ہو محض تفاخر اور فضول مشغلوں کے لئے۔ یعنی جو وہاں سے گزرے ان کا مذاق اڑاتے ہو۔ یہاں پر تعبثون یہ جملہ ہو کر تبنون کی ضمیر سے حال ہے۔ اور تم زمین کے نیچے تالابوں والے مضبوط محلات بناتے ہو اس امید پر کہ تم دنیا میں ہمیشہ رہو گے۔ اور جب تم مارنے یا قتل سے کسی کی گرفت کرتے ہو تو بغیر کسی نرمی کے سخت ظالم و جابر بن کر گرفت کرتے ہو۔

## محض کھیل کود اور بے فائدہ عمارت بنانے کا بیان

ریع، ریعۃ، کی جمع ہے۔ ٹیلہ، بلند جگہ، پہاڑ، درہ یا گھاٹی یہ ان گزرگاہوں پر کوئی عمارت تعمیر کرتے جو بلندی پر ایک نشانی مشہور ہوتی۔ لیکن اس کا مقصد اس میں رہنا نہیں ہوتا بلکہ صرف کھیل کود ہوتا تھا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے منع فرمایا کہ یہ تم ایسا کام کرتے ہو، جس میں وقت اور وسائل کا بھی ضیاع ہے اور اس کا مقصد بھی ایسا ہے جس سے دین اور دنیا کا کوئی مفاد وابستہ نہیں بلکہ صرف کھیل کود ہوتا ہے بیکار محض بے فائدہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ ان کی ضرورت بھی تھی۔ ان کے قد بھی بہت لمبے ہوتے تھے اور عمریں بھی بہت دراز ہوتی تھیں اور اگر وہ معمولی قسم کا میٹریل عمارتوں میں استعمال کرتے وہ میٹریل ان کی زندگی میں ساتھ نہیں دیتا تھا اس صورت میں ہر شخص کو اپنی زندگی میں کئی بار مکان بنانے کی ضرورت پیش آ سکتی تھی۔ قرآن نے ان کی اس عادت پر سخت۔۔۔ فرمائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مکانوں کی تعمیر میں مضبوطی اور بلندی میں بہت مبالغہ سے کام لیتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ شاندار تا ابد انھیں ان مکانات میں رہتا ہے۔ جب یہ قوم اللہ کے عذاب سے تباہ ہوئی تو بعد میں ان کی یہ مضبوط عمارتیں بھی کھنڈرات میں تبدیل ہو گئیں اور آج وہ کھنڈرات بھی معدوم ہو چکے ہیں۔

ان لوگوں کی آسودہ حالی، عالیشان عمارات، اور جسمانی مضبوطی اور توانائی نے انتہائی متکبر بنا دیا تھا۔ انسان اور نرمی کا برتاؤ ان کی سرشت سے معدوم ہو چکا تھا۔ وہ دوسروں کے حقوق غصب کرنے میں بہت دلیر اور جری تھے۔ اپنے معاشرہ کے بھی کمزور اور ضعیف طبقہ پر بھی ظلم و ستم ڈھاتے تھے اور آس پاس کے علاقوں میں بھی ان کا رویہ جابرانہ اور تاپرانہ ہوتا تھا۔

| |
|---|
| فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ۝ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ |
| پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جو تم جانتے ہو۔ |
| اس نے چوپاؤں اور بیٹوں کے ساتھ تمھاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی۔ |

## تقویٰ و اطاعت اختیار کرنے کا بیان

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ" فِي ذٰلِكَ "وَأَطِيعُونِ" فِيمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ "وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُمْ" أَنْعَمَ عَلَيْكُمْ

"وَجَنَّات" بَسَاتِين "وَعُيُون" أَنْهَار،

پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔ جس کے ساتھ میں تمہیں حکم دوں اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی یعنی تم نعمتوں کا انعام کیا۔ جو تم جانتے ہو۔ اس نے چوپاؤں اور بیٹوں کے ساتھ تمہاری مدد کی۔ اور باغوں اور چشموں یعنی نہروں سے تمہاری امداد کی۔

حضرت ہود علیہ السلام نے شرک کے انجام سے ڈرایا اور ان تینوں قسم کے کاموں کی قباحت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گزارنے کا طرز عمل سیکھو اور خوب سمجھ لو کہ تمہیں یہاں ہمیشہ رہنا کبھی میسر نہ آئے گا۔ مرنے کے بعد تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور تمہارے ان تمام افعال و اعمال کی تم سے باز پرس بھی ہوگی۔ لہٰذا تمہارے لئے بہترین راستہ یہ ہے کہ میری بات مان لو اور جس طرح میں کہہ رہا ہوں اسی طرح کرتے جاؤ۔

| |
|---|
| اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝ قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ |
| اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ۝ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ |
| بیشک میں تم پر ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔ وہ بولے: ہمارے حق میں برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو |
| یا نصیحت کرنے والوں میں نہ بنو۔ یہ تو بس پہلے لوگوں کی ایک عادت ہے۔ |

## کفار کا عقیدہ آخرت کو جھٹلانے کا بیان

"إِنِّي أَخَاف عَلَيْكُمْ عَذَاب يَوْم عَظِيم" فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة إِنْ عَصَيْتُمُونِي "قَالُوا سَوَاء عَلَيْنَا" مُسْتَوٍ عِنْدنَا "أَوَعَظْت أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنْ الْوَاعِظِينَ" أَصْلًا أَيْ لَا نَرْعَوِي لِوَعْظِك

"إِنْ" مَا "هَذَا" الَّذِي خَوَّفْتنَا بِهِ "إِلَّا خُلُق الْأَوَّلِينَ" اخْتِلَاقهمْ وَكَذِبهمْ وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْخَاء وَاللَّام أَيْ مَا هَذَا الَّذِي نَحْنُ عَلَيْهِ مِنْ إِنْكَار لِلْبَعْثِ إِلَّا خَلْق الْأَوَّلِينَ أَيْ طَبِيعَتهمْ وَعَادَتهمْ

اگر تم نے میری نافرمانی کی تو بیشک میں تم پر دنیا اور آخرت میں ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔ وہ بولے: ہمارے حق میں برابر ہے خواہ تم نصیحت کرو یا نصیحت کرنے والوں میں نہ بنو۔ یعنی ہمیں تمہارے وعظ کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ یہ ڈرانا دھمکانا تو بس پہلے لوگوں کی ایک عادت ہے۔ یعنی ان کا کذب ہے۔ یہاں لفظ خلق ایک قرأت میں خاء اور لام کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی یہ بات ہم پر کچھ نہیں ہے۔ کہ ہم بعث کا انکار نہ کریں۔ بلکہ یہ تو پہلے لوگوں کی طبیعت و عادت تھی۔ کہ وہ ایسی باتیں کرتے تھے۔

## قوم عاد پر ہوا کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

حضرت ہود علیہ السلام کے موثر بیانات نے اور آپ کے رغبت اور ڈر بھرے خطبوں نے قوم پر کوئی اثر نہیں کیا اور انہوں نے

صاف کہہ دیا کہ آپ ہمیں وعظ سنائیں یا نہ سنائیں نصیحت کریں یا نہ کریں ہم تو اپنی روش کو نہیں چھوڑ سکتے۔ہم آپ کی بات مان کر اپنے معبودوں سے دست بردار ہو جائیں یہ یقیناً محال ہے ہمارے ایمان سے آپ مایوس ہو جائیں ہم آپ کی نہیں مانیں گے۔فی الوقع کافروں کا یہی حال ہے کہ انہیں سمجھانا بیسود رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخرالزماں ﷺ سے بھی یہی فرمایا کہا ان ازلی کفار پر آپ کی نصیحت مطلق اثر نہیں کرے گی یہ نصیحت کرنے اور ہوشیار کر دینے کے بعد بھی ویسے ہی رہیں گے جیسے پہلے تھے۔یہ تو قدرتی طور پر ایمان سے محروم کر دیے گئے ہیں۔جن پر تیرے رب کی بات صادق آنے والی ہے انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے والا۔خُلُقُ الاولین کی دوسری قرأت خَلقُ الاولین بھی ہے یعنی جو باتیں تو ہمیں کہتا ہے یہ تو اگلوں کی کہی ہوئی ہیں جیسے قریشیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں جو صبح شام تمہارے سامنے پڑھی جاتی ہیں۔یہ ایک بہتان ہے جسے تو نے گھڑ لیا ہے اور کچھ لوگ اپنے طرفدار کر لئے ہیں۔

مشہور قراء کی بنا پر معنی یہی ہوئے کہ جس پر ہم ہیں وہی ہمارے پرانے باپ دادوں کا مذہب ہے ہم تو انہیں کی راہ چلیں گے اور اسی روش پر رہیں گے جئیں گے پھر مر جائیں گے جیسے وہ مر گئے۔یہ محض لاف ہے کہ پھر ہم اللہ کے ہاں زندہ کئے جائیں گے۔یہ بھی غلط ہے کہ ہمیں عذاب کیا جائے گا آخر شان کی تکذیب اور مخالفت کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا گیا۔سخت تیز و تند آندھی ان پر بھیجی گئی اور یہ برباد کر دیئے گئے یہ عاد اولی تھے۔جنہیں آیت (اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ)-89 الفجر:7) بھی کہا گیا۔

یہ ارم سام بن نوح علیہ السلام کی نسل میں سے تھے۔عمد میں یہ رہتے تھے ارم حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے کا نام ہے نہ کہ کسی شہر کا۔گو بعض لوگوں سے یہ بھی مروی ہے لیکن اس کے قائل بنی اسرائیل ہیں۔ان سے سن سنا کر اوروں نے بھی یہ کہہ دیا حقیقت میں اسکی کوئی مضبوط دلیل نہیں۔اسی لئے قرآن نے ارم کا ذکر کرتے ہی فرمایا کہ آیت (لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ) -89 الفجر:8)۔ان جیسا اور کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔اگر اس سے مراد شہر ارم ہوتا تو یوں فرمایا جاتا کہ اس جیسا اور کوئی شہر بنایا نہیں گیا۔قرآن کریم کی اور آیت میں ہے آیت (فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً 15)-41 فصلت:15)عادیوں نے زمین میں تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے بڑھ کر قوت والا کون ہے؟ کیا وہ اسے بھی بھول گئے ان کا پیدا کرنے والا ان سے زیادہ قوی ہے دراصل انہیں ہماری آیتوں سے انکار تھا یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ان پر صرف بیل کے نتھنے کے برابر ہوا چھوڑی گئی تھی۔

جس نے ان کو ان کے شہروں کا ان کے مکانات کا نام ونشان مٹا دیا جہاں سے گزر گئی صفایا کر دیا شائیں شائیں کرتی تمام چیزوں کا ستیاناس کرتی چلی تھی۔تمام قوم کے سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ ہو گئے۔عذاب الٰہی کو ہوا کی صورت آتا دیکھ کر قلعوں میں محلات میں محفوظ مکانات میں گھس گئے تھے۔زمین میں گڑھے کھود کھود کر آدھے آدھے جسم ان میں ڈال کر محفوظ ہوئے تھے لیکن بھلا عذاب اللہ کو کوئی چیز روک سکتی ہے؟ وہ ایک منٹ کے لئے بھی کسی کو مہلت اور دم لینے دیتا ہے؟ سب چٹ پٹ کر دیئے گئے اور اس واقعہ کو بعد میں آنے والوں کے لئے نشان عبرت بنا دیا گیا۔ان میں سے پھر بھی اکثر لوگ بے ایمان ہی رہے اللہ کا غلبہ اور رحم

دونوں مسلم تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

## قوم ہود کی ہلاکت کا بیان

| |
|---|
| وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○ |
| اور ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گا۔ سوانہوں نے اس کو (یعنی ھود علیہ السلام کو) جھٹلا دیا پس ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا، |
| بیشک اس میں بڑی نشانی ہے، اوران میں سے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔ |

## آٹھ دن رات تک ہوا کے عذاب کے جاری رہنے کا بیان

جب انہوں نے اس امر کا اظہار کیا کہ ہم تو اپنا آبائی دین نہیں چھوڑیں گے، تو اس میں عقیدہ آخرت کا انکار بھی تھا۔ اس لئے انہوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کا بھی انکار کیا۔ کیونکہ عذاب الٰہی کا اندیشہ تو اسے ہوتا ہے جو اللہ کو مانتا اور روز جزا کو تسلیم کرتا ہے۔

جب ان لوگوں نے حضرت ھود علیہ السلام کو اور وعدہ عذاب کو جھٹلانے میں حد کر دی اور ان پر حجت تمام ہوگئی تو ان پر اللہ کا عذاب آ گیا۔ یہ عذاب قہر الٰہی بن کر نازل ہوا۔ تند و تیز آندھی چلی جو آٹھ دن اور سات راتیں مسلسل چلتی رہی۔ آندھی اتنی تیز تھی کہ کھڑے آدمیوں کو ان کے پاؤں سے اکھاڑ اکھاڑ کر ایک دوسرے پر پھینک رہی تھی۔ یہ آندھی ان کے مضبوط اور عالی شان گھروں میں گھس گھس کر ان کے ایک ایک فرد کو تباہ کر رہی تھی۔ اس عذاب کے وقت ان کے یہ مضبوط اور عالی شان مکان کسی بھی کام نہ آ سکے۔ اور یہ سرکش اور متکبر قوم پوری کی پوری تباہ و برباد کر دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس عذاب سے پہلے ہی ھود علیہ السلام کو وحی کر دی تھی۔ چنانچہ وہ عذاب سے پہلے اپنے پیروکاروں کو ساتھ لے کر وہاں سے ہجرت کر کے نکل گئے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ○ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ○ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ |
| صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ○ |
| اور بیشک آپ کا رب ہی یقیناً غالب رحمت والا ہے۔ ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جبکہ ان سے ان کے ہم قوم صالح نے فرمایا |
| کیا ڈرتے نہیں۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ کا امانتدار رسول ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ |

## قوم ثمود کا رسولان گرامی کی تکذیب کرنے کا بیان

"فَكَذَّبُوْهُ" بِالْعَذَابِ "فَاَهْلَكْنَاهُمْ" فِي الدُّنْيَا بِالرِّيحِ

پس جب انہوں نے عذاب کی تکذیب کی تو ہم نے ہوا کے ذریعے انہیں دنیا میں ہلاک کر دیا۔ قوم عاد اولیٰ کے بعد یہی قوم ثمود، جسے عاد ثانیہ بھی کہتے ہیں، نامور ہوئی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ قوم موسیٰ کا ذکر فرمایا، پھر قوم ابراہیم کا، پھر قوم نوح کا، پھر قوم عاد اولیٰ کا اور پانچویں نمبر پر قوم عاد ثانیہ کا ذکر ہے۔ اس قوم کے مسکن کو الحجر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ تین چار سو کلومیٹر لمبا اور تقریباً سو

کلومیٹر چوڑا علاقہ حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اور اس راستہ پر واقع ہے جو مدینہ سے تبوک جاتا ہے۔ اس قوم کے رنگ ڈھنگ تقریباً وہی تھے جو عاد اولیٰ کے تھے۔ اسی طرح کے تنومند اور قد آور اور مضبوط جسموں کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے قائل ضرور تھے مگر شرک کی امراض میں بری طرح بتلا تھے۔

بڑی متکبر اور سرکش قوم تھی۔ ان کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اعلیٰ درجہ کے انجینئر اور بہترین قسم کے سنگ تراش تھے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ یوں کرتے کہ پہاڑوں میں پتھر تراش تراش کر اپنے عالی شان مکان بنا لیتے تھے۔ اسی طرح پہاڑوں کے اندر ہی اندر انہوں نے بستیوں کی بستیاں آباد کر رکھی تھیں۔

| |
|---|
| وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَتُتْرَكُوْنَ فِىْ مَا |
| هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ○ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ○ |
| اور میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف سارے جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں جو |
| یہاں ہیں، بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک ہوتے ہیں۔ |

## نعمتوں پر بے خوف چھوڑ دیئے جانے کا بیان

"وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ" مَا "أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا" مِنَ الْخَيْرَاتِ "وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ" لَطِيفٌ لَيِّن

اور میں تم سے اس تبلیغ حق پر کچھ معاوضہ طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف سارے جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔ کیا تم ان چیزوں میں جو یہاں ہیں، بے خوف چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں۔ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ○ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ○ |
| اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ |
| اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو۔ |

## پہاڑوں سے تراش کر مہارت سے گھر بنانے والوں کا بیان

"وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ" بَطِرِينَ وَفِي قِرَاءَة فَارِهِينَ حَاذِقِينَ "فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ" فِيمَا أَمَرْتُكُمْ بِهِ

اور تم پہاڑوں سے تراش کر گھر بناتے ہو، یعنی مہارت سے گھر بناتے ہو اس حال میں کہ خوب ماہر ہو۔ ایک قرأت میں

فارھین حاذقین آیا ہے۔تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔جس چیز کا میں تمہیں حکم دوں۔اور حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مُسرفین سے مراد مشرکین۔بعض مفسرین نے کہا کہ مُسرفین سے مراد وہ نو شخص ہیں جنہوں نے ناقہ کو قتل کیا تھا۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

## قوم ثمود کی برباد بستیوں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام حجر سے گزرے تو (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا کہ " تم ان لوگوں کے مکانات (کے کھنڈرات) میں نہ گھسنا جنہوں نے (کفر اختیار کر کے اور اپنی طرف بھیجے گئے اللہ کے پیغمبر علیہم السلام کو جھٹلا کر) خود اپنے آپ پر ظلم کیا ہے الا یہ کہ تم رونے والے ہو (یعنی اگر تم ان کھنڈرات کی صورت میں اس بدنصیب قوم کا المناک انجام دیکھ کر اور ان لوگوں کے سیاہ کارناموں کو یاد کر کے عبرت حاصل کرنا چاہو۔تو اس جگہ کو دیکھ سکتے ہو نیز تم اس جگہ سے غفلت ولاپرواہی کے ساتھ نہ گزرو) کہ مبادا تم پر بھی وہی مصیبت نازل ہو جائے جو ان پر نازل ہوئی تھی (کیونکہ ایسی جگہوں سے غفلت و بے پروائی کے ساتھ گزرنا اور عبرت نہ پکڑنا قساوت قلبی اور خوف اللہ کے فقدان کی علامت ہے اور یہ چیز عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا باعث بن سکتی ہے،

یا یہ مراد ہے کہ تم یہاں اللہ کا خوف کھاؤ اور اور عبرت پکڑو کہ مبادا تم سے بھی وہی اعمال صادر ہونے لگیں جو اس قوم کے لوگوں کا شیوہ تھے اور پھر تمہیں بھی سزا بھگتنی پڑے) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادر سے اپنا سر ڈھانک لیا اور تیز تیز چل کر اس علاقہ سے گزر گئے۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1049)

حجر اس جگہ کا نام ہے جو مشہور پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود کا مسکن تھی! حجاز کے شمالی علاقہ میں، جس کا نام مدین ہے، ایک تاریخی وادی ہے جس کا نام وادی قری ہے اسی وادی میں تبوک سے تقریبا چار میل کے فاصلہ پر یہ جگہ واقع ہے یہاں قوم ثمود کی بستیاں تھیں، اس قوم نے جب طغیانی وسرکشی میں حد سے تجاوز کیا اور اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کے بنائے ہوئے راستہ پر چلنے کے بجائے ان کو جھٹلایا، ان کو سخت تکلیفیں پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کر دیا تو اس قوم پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کی ساری بستیاں تباہ کر دی گئیں، ان بستیوں کے آثار وکھنڈرات اب بھی موجود ہیں اور زبان حال سے عبرت پذیر لوگوں کو قوموں کے عروج وزوال کی داستان سناتے ہیں۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ کے لئے تبوک جا رہے تھے یا غزوہ سے فارغ ہو کر وہاں سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر اسی علاقہ سے ہوا۔

چنانچہ اس حدیث کا تعلق اسی وقت سے ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے سر پر چادر ڈال کر اس جگہ سے جلدی گزرنا جیسا کہ کسی جگہ سے کوئی خوفزدہ شخص جلد سے جلد گزر جاتا ہے، اس وجہ سے تھا تاکہ آپ کی نظر مبارک اس تباہ شدہ قوم کے مکانات کھنڈرات پر نہ پڑے۔اور حقیقت میں آپ کا یہ عمل مسلمانوں کی تعلیم کے واسطے تھا تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی پیروی کریں، چنانچہ آپ نے پہلے تو قول کے ذریعہ لوگوں کو اس امر کی طرف متوجہ کیا اور پھر از راہ تاکید اپنے فعل کے ذریعہ بھی توجہ دلائی۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہاں سے اس طرح گزرنا اس بناء پر تھا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوف اللہ کا نہایت غلبہ رہتا تھا اور عذاب الہی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ لرزاں کر دیا کرتے تھے جیسا کہ ایک ارشاد میں فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ و اخشاکم ۔ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا علم رکھتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں۔

ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا تھا کہ وہ اس جگہ نہ تو کچھ کھائیں اور نہ وہاں کا پانی پئیں۔ بہر حال حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ کے سرکش بندوں اور ظالموں کے مکانات اور ان کی جگہوں میں نہ تو رہائش اختیار کی جائے اور نہ ان کے علاقوں کو اپنا وطن بنایا جائے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ٥ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ٥ |
| وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔ وہ بولے کہ تم تو فقط جادو زدہ لوگوں میں سے ہو۔ |

## گناہوں کے ذریعے زمین میں فساد کرنے والوں کا بیان

"الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْض" بِالْمَعَاصِي "وَلَا يُصْلِحُونَ" بِطَاعَةِ اللَّه "قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنْ الْمُسَحَّرِينَ" الَّذِينَ سُحِرُوا كَثِيرًا حَتَّى غَلَبَ عَلَى عَقْلهمْ

وہ جو گناہوں کے ذریعے زمین میں فساد کرتے ہیں جبکہ اللہ کی اطاعت کے ذریعے اصلاح نہیں کرتے۔ وہ بولے کہ تم تو فقط جادو زدہ لوگوں میں سے ہو۔ یعنی ان لوگوں میں سے جو بہت زیادہ جادو کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ جادو ان کی عقلوں پر غالب آ جاتا ہے۔

ایمان لا کر اور عدل قائم کر کے اور اللہ کے مطیع ہو کر۔ معنی یہ ہیں کہ ان کا فساد ٹھوس ہے جس میں کسی طرح نیکی کا شائبہ بھی نہیں اور بعض مفسدین ایسے بھی ہوتے ہیں کہ کچھ فساد بھی کرتے ہیں کچھ نیکی بھی ان میں ہوتی ہے مگر یہ ایسے نہیں۔

| |
|---|
| مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ٥ |
| تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو، پس تم کوئی نشانی لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ |

## رسالت کی صداقت پر دلیل طلب کرنے کا بیان

"مَا أَنْتَ" أَيْضًا "إِلَّا بَشَر مِثْلنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِينَ" فِي رِسَالَتك

تم تو محض ہمارے جیسے بشر ہو، پس تم کوئی نشانی لے آؤ اگر تم اپنی رسالت میں سچے ہو۔

یعنی اگر نبی ہے اور ہم سے ممتاز درجہ رکھتا ہے تو اللہ سے کہہ کر کوئی ایسا نشان دکھلا جسے ہم بھی تسلیم کر لیں پھر فرمائش کی کہ اچھا پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دے جو ایسی اور ایسی ہو۔ حضرت صالح نے دعا فرمائی، حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے

یہ نشان دکھلا دیا۔

| |
|---|
| قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ |
| وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ |
| فرمایا: یہ اونٹنی ہے پانی کا ایک وقت اس کے لئے ہے اور ایک مقررہ دن تمہارے پانی کی باری ہے۔ اور اسے کسی برائی سے |
| ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ |

## معجزہ کے طور پر پیدا ہونے والی اونٹنی کے ادب کا بیان

"قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْب " نَصِيب مِنْ الْمَاء "وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذكُمْ عَذَاب يَوْم عَظِيم " بِعِظَمِ الْعَذَاب

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: وہ نشانی یہ اونٹنی ہے پانی کا ایک وقت اس کے لئے مقرر ہے یعنی پانی کا حصہ مقرر ہے۔ اور ایک مقررہ دن تمہارے پانی کی باری ہے۔ اور اسے کسی برائی سے ہاتھ نہ لگانا، ورنہ تمہیں ایک بڑے دن کا عذاب پکڑ لے گا۔ یعنی بڑا عذاب پکڑ لے گا۔

صالح علیہ السلام نے ان سے پوچھا: کونسی نشانی چاہتے ہو؟ وہ کہنے لگے ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ سامنے والا پہاڑ پھٹے اور اس میں سے ایک حاملہ اونٹنی برآمد ہو۔ پھر وہ حاملہ اونٹنی ہمارے سامنے بچہ جنے تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ صالح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا۔ پہاڑ پھٹا جس سے ایک عظیم الجثہ اور دیو ہیکل اونٹنی پیدا ہوئی۔ جس نے ان لوگوں کے سامنے بچہ جنا۔ جب قوم کا مطلوبہ معجزہ ظہور میں آ گیا۔ تو یہ ان لوگوں کے لئے ایک مصیبت بن گیا۔ کیونکہ اونٹنی اگر کسی کنوئیں یا چشمے پر پانی پینے جاتی تو قوم کے دوسرے جانور اس اونٹنی کے قد و قامت اور ڈیل ڈول سے ڈر کر بھاگ جاتے تھے۔

اس میں اس سے مزاحمت نہ کرو۔ یہ ایک اونٹنی تھی جوان کے معجزہ طلب کرنے پر ان کے حسب خواہش بد دعائے حضرت صالح علیہ السلام پتھر سے نکلی تھی اس کا سینہ ساٹھ گز کا تھا جب اس کے پینے کا دن ہوتا تو وہ وہاں کا تمام پانی پی جاتی اور جب لوگوں کے پینے کا دن ہوتا تو اس دن نہ پیتی۔ (تفسیر مدارک تنزیل، سورہ شعراء، بیروت)

دوسری بات انھیں یہ کہی گئی کہ اس اونٹنی کو کوئی بری نیت سے ہاتھ نہ لگائے، نہ اسے نقصان پہنچایا جائے۔ چنانچہ یہ اونٹنی اسی طرح ان کے درمیان رہی۔ گھاٹ سے پانی پیتی اور گھاس چارہ کھا کر گزارہ کرتی۔ کہا جاتا ہے کہ قوم ثمود اس کا دودھ دوہتی اور اس سے فائدہ اٹھاتی۔ لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد انہوں نے اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔

| |
|---|
| فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ |
| تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، پھر پشیمان ہو گئے۔ لہٰذا انھیں عذاب نے آ پکڑا، بیشک اس میں بڑی نشانی ہے، |

اوران میں سے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔

## اونٹنی کو ہلاک کرنے کے سبب عذاب آنے کا بیان

**"فَعَقَرُوهَا" عَقَرَهَا بَعْضهمْ بِرِضَاهُمْ "فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ" عَلَى عَقْرهَا "فَأَخَذَهُمْ الْعَذَاب" الْمَوْعُود بِهِ فَهَلَكُوا،**

تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں، یعنی ان میں بعض نے ان کی رضا مندی کے مطابق اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا پھر پشیمان ہو گئے۔ سو انھیں عذاب نے آ پکڑا، جس کے سبب وہ ہلاک ہو گئے۔ بیشک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے، اوران میں سے اکثر لوگ مومن نہ تھے۔

عبداللہ بن زمعہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا تو آپ نے اونٹنی کا اور اس شخص کا ذکر کیا۔ جس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اس قوم کا بدبخت شخص اٹھا اس کے لئے وہ شخص اٹھا جو اپنے قبیلہ میں مفسد اور ابوزمعہ کی طرح قوی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑا مارنے کا قصد کرتا ہے اور پھر اسی دن شام کو اس کے ساتھ ہم بستر ہوتا ہے پھر گوز سے ہنسنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کی اور فرمایا کہ کیوں تم میں سے ایک شخص اس چیز پر ہنستا ہے جو خود کرتا ہے اور ابو معاویہ نے کہا کہ ہم سے ہشام نے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے عبداللہ بن زمعہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوزمعہ کی طرح جو زبیر بن العوام کے چچا تھے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2168)

اس بدبخت نے اونٹنی کی کونچیں) پاؤں کی رگیں (تلوار وغیرہ کے حملہ کر کے کاٹ ڈالیں۔ اونٹنی نے ایک زور کی چیخ ماری اور اسی پہاڑ میں جا کر غائب ہو گئی۔ اسی طرح اس کا بچہ بھی اسی پہاڑ میں جا کر غائب ہو گیا۔ اب ان لوگوں کو عذاب کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ جب حالات تشویشناک ہو جائیں تو عموماً انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ اور وہ الٹا سوچنے لگتی ہے۔ چنانچہ ان بدبختوں نے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی ٹھکانے لگانے کے لئے خفیہ مشورے شروع کر دیئے۔ ان کی عقل نے یہی کام کیا کہ اگر صالح بھی نہ رہے تو شائد عذاب نہیں آئے گا ان حالات کا صالح علیہ السلام کو علم ہو گیا تو آپ نے انھیں بحکم الٰہی تین دن کا الٹی میٹم دے دیا کہ تین دن مزے اڑا لو۔ اعد میں تم پر عذاب آ جائے گا۔

حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی کل تعداد ایک سو بیس تھی۔ آپ انھیں ساتھ لے کر۔۔۔ کی طرف ہجرت کر گئے اور رملہ کے قریب جا کر آباد ہو گئے۔ اسی مقام پر حضرت صالح علیہ السلام نے وفات پائی۔

اس قوم پر زبردست زلزلے کا عذاب آیا۔ جس نے پہاڑوں تک جڑیں ہلا دیں۔ ان میں شگاف پڑ گئے اور پتھر پر پتھر گرنے لگے جس سے ان کے بیشتر مکانات کھنڈرات میں تبدیل ہو گئے اس دوران بڑی خوفناک اور کانوں کو پھاڑنے والی آوازیں بھی نکلتی تھیں۔ چنانچہ اس دوہرے عذاب سے یہ بدبخت قوم صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دی گئی۔

قوم ثمود کی تباہی بھی اللہ کی سنت کے عین مطابق واقع ہوئی۔ اور اس میں بھی عبرت کے کئی اسباب پوشیدہ ہیں۔ کاش! یہ لوگ اس واقعہ سے ہی سبق حاصل کریں۔ مگر ان لوگوں کی اکثریت ایسی ہی ہے جو ایمان لانے کی طرف نہیں آتی۔

## قوم لوط کا رسولان گرامی کی تکذیب کرنے کا بیان

| |
|---|
| وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ نِالْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ |
| لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ |
| اور بیشک آپ کا رب ہی بڑا غالب رحمت والا ہے۔ قوم لوط علیہ السلام نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے |
| ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔ |
| پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت اختیار کرو۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان

اب اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرما رہا ہے۔ ان کا نام لوط بن ہاران بن آزر تھا۔ یہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات میں بہت بڑی امت کی طرف بھیجا تھا۔ یہ لوگ سدوم اور اس کے پاس بستے تھے بالآخر یہ بھی اللہ کے عذابوں میں پکڑے گئے سب کے سب ہلاک ہوئے اور ان کی بستیوں کی جگہ ایک جھیل سڑے ہوئے گندے کھاری پانی کی باقی رہ گئی۔ یہ اب تک بھی بلاد غور میں مشہور ہے جو کہ بیت المقدس اور کرک وشوبک کے درمیان ہے ان لوگوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔ آپ نے انہیں اللہ کی معصیت چھوڑنے اور اپنی تابعداری کرنے کی ہدایت کی۔ اپنا رسول ہو کر آنا ظاہر کیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے ڈرایا اللہ کی باتیں مان لینے کو فرمایا۔ اعلان کر دیا کہ میں تمہارے پیسے ٹکے کا محتاج نہیں۔ میں صرف اللہ کے واسطے تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں، تم اپنے اس خبیث فعل سے باز آ ؤ یعنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے حاجت روائی کرنے سے رک جاؤ لیکن انہیں نے اللہ کے رسول علیہ السلام کی نہ مانی بلکہ ایذائیں پہنچانے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ |
| کیا تم سارے جہان والوں میں سے صرف مردوں ہی کے پاس آتے ہو۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کو برائی سے منع کرنے کا بیان

"وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ" مَا "الْعَالَمِينَ" النَّاس

اور میں تم یعنی لوگوں سے اس تبلیغ حق پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو صرف تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ کیا تم سارے جہان والوں میں سے صرف مردوں ہی کے پاس (اپنی شہوانی خواہشات پوری کرنے کے لئے) آتے ہو۔

| |
|---|
| وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ۝ |
| قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ۝ |
| اور اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں، بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ |
| وہ بولے: اے لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم ضرور شہر بدر کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ |

## قوم لوط کی برائی کا بیان

"وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ" أَيْ أَقْبَالهنَّ "بَلْ أَنْتُمْ قَوْم عَادُونَ" مُتَجَاوِزُونَ الْحَلَال إِلَى الْحَرَام "قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوط" عَنْ إِنْكَارك عَلَيْنَا "لَتَكُونَن مِنْ الْمُخْرَجِينَ" مِنْ بَلْدَتنَا

اور اپنی بیویوں کو چھوڑ دیتے ہو جو تمہارے رب نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں، یعنی ان کی اَقبال کو تمہارے لئے حلال کیا بلکہ تم سرکشی میں حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ یعنی حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے ہو۔ وہ بولے: اے لوط! اگر تم ان باتوں سے باز نہ آئے یعنی ہمیں منع کرنے سے باز نہ آئے۔ تو تم ضرور شہر بدر کئے جانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ یعنی ہمارے شہر سے نکل جاؤ گے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو انکی خاص بدکاری سے روکا کہ تم مردوں کے پاس شہوت سے نہ آؤ۔ ہاں اپنی حلال بیویوں سے اپنی خواہش پوری کر جنہیں اللہ نے تمہارے لئے جوڑا بنا دیا ہے۔ رب کی مقرر حدوں کا ادب واحترام کرو۔ اس کا جواب ان کے پاس یہی تھا کہ اے لوط علیہ السلام اگر تو باز نہ آیا تو ہم تجھے جلاوطن کر دیں گے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ان پاکبازوں لوگوں کو تو الگ کر دو۔ یہ دیکھ کر آپ نے ان سے بیزاری اور دست برداری کا اعلان کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں تمہارے اس برے کام سے ناراض ہوں میں اسے پسند نہیں کرتا میں اللہ کے سامنے اپنی برات کا اظہار کرتا ہوں۔ پھر اللہ سے ان کی لئے بددعا کی اور اپنی اور اپنے گھرانے کی نجات طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو نجات دی مگر آپ کی بیوی نے اپنی قوم کا ساتھ دیا اور انہی کے ساتھ تباہ ہوئی جیسے کہ سورۃ اعراف، سورۃ ہود اور سورۃ حجر میں بالتفصیل بیان گزر چکا ہے۔ آپ اپنے والوں کو لے کر اللہ کے فرمان کے مطابق اس بستی سے چل کھڑے ہوئے حکم تھا کہ آپ کے نکلتے ہی ان پر عذاب آئے گا اس وقت پلٹ کر ان کی طرف دیکھنا بھی نہیں۔ پھر ان سب پر عذاب برسا اور سب برباد کر دیئے گئے۔ ان پر آسمان سے سنگ باری ہوئی۔ اور انکا انجام بد ہوا۔ یہ بھی عبرتناک واقعہ ہے ان میں سے بھی اکثر بے ایمان تھے۔ رب کے غلبے میں اس کے رحم میں کوئی شک نہیں۔

## لواطت کی سزا میں بعض فقہی مذاہب اربعہ کا بیان

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم کسی شخص کو قوم لوط کا سا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو مار ڈالو۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 731)

شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اغلام کی حد کے بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں، چنانچہ حضرت امام شافعی کے دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول اور صاحبین حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد کا قول یہ ہے کہ فاعل اغلام کرنے والے کی حد وہی ہے جو زانی کی حد ہے یعنی اگر وہ محصن ہو تو اس کو سنگسار کیا جائے اور اگر غیر محصن ہو تو سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کر دیا جائے خواہ وہ مرد ہو یا عورت جب کہ ایک جماعت کا رجحان اس طرف ہے کہ اغلام کرنے والے کو بہر صورت سنگسار کیا جائے خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کا قول بھی یہی ہے حضرت امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل و مفعول اغلام کرنے والے اور اغلام کرانے والے دونوں ہی کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ ان کے قتل کا طریقہ کیا ہو تو بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں پر مکان گرا دیا جائے تا کہ وہ اس کے نیچے دب کر مر جائیں اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان کو پہاڑ کے اوپر لے جا کر وہاں سے نیچے پھینک دیا جائے۔ اس بارے میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اغلام کی سزا کے تعین کا اختیار حاکم وقت کے سپرد ہے کہ اگر وہ چاہے تو اغلام کرنے والے کو قتل کر دے جب کہ یہ برائی اس کی عادت بن چکی ہو، نیز چاہے اس کو مارے اور چاہے قید خانہ میں ڈال دے۔

| قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ ۝ رَبِّ نَجِّنِیْ وَ اَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ۝ |
|---|
| لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو |
| اس سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔ |

## قوم لوط کے عمل سے سخت نفرت ہونے کا بیان

"قَالَ" لُوط "اِنِّی لِعَمَلِکُمْ مِنَ الْقَالِینَ" الْمُبْغِضِینَ "رَبِّ نَجِّنِی وَأَهْلِی مِمَّا یَعْمَلُونَ" أَیْ مِنْ عَذَابه

لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ یعنی میں اس پر غضب ناک ہوں اے میرے رب! مجھے اور میرے گھر والوں کو اس سے یعنی عذاب سے نجات دے جو یہ کرتے ہیں۔

اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے۔ سورہ تحریم میں حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت لوط کی بیویوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ کَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا، یہ دونوں عورتیں ہمارے دو صالح بندوں کے گھر میں تھیں مگر انہوں نے ان کے ساتھ خیانت کی"۔ یعنی دونوں ایمان سے خالی تھیں اور اپنے نیک شوہروں کا ساتھ دینے کے بجائے ان

دونوں نے اپنی کافر قوم کا ساتھ دیا۔اسی بنا پر جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط علیہ السلام پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے اہل و عیال کو لے کر اس علاقے سے نکل جائیں تو ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمادی کہ اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جاؤ، فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ (ھود آیت 81)۔"پس تو کچھ رات رہے اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکل جا اور تم میں سے کوئی پیچھے پلٹ کر نہ دیکھے۔مگر اپنی بیوی کو ساتھ نہ لے جا،اس پر وہی کچھ گزرنی ہے جو ان لوگوں پر گزرنی ہے۔

| |
|---|
| فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ |
| پس ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات عطا فرمادی۔سوائے ایک بوڑھی عورت کے جو پیچھے |
| رہ جانے والوں میں تھی۔پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔ |

## قوم لوط کی طرف ہلاکت والے عذاب کے آنے کا بیان

"اِلَّا عَجُوْزًا" امْرَأَته "فِي الْغَابِرِينَ" الْبَاقِينَ أَهْلَكْنَاهَا "ثُمَّ دَمَّرْنَا الْآخَرِينَ" أَهْلَكْنَاهُمْ

پس ہم نے ان کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات عطا فرمادی۔سوائے ایک بوڑھی عورت کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا۔یعنی ہم نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔

| |
|---|
| وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ |
| وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ |
| اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔بے شک اس میں یقیناً |
| ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔اور بیشک آپ کا رب ہی بڑا غالب رحمت والا ہے۔ |

## قوم لوط پر پتھروں کی بارش ہونے کا بیان

"وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا" حِجَارَة مِنْ جُمْلَة الْإِهْلَاك "فَسَاءَ مَطَر الْمُنْذَرِينَ" مَطَرهمْ

اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش۔یعنی پتھروں کی بارش کے ذریعے ان کو ہلاک کر دیا۔پس ان لوگوں کی بارش بری تھی جنھیں ڈرایا گیا تھا۔بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔اور بیشک آپ کا رب ہی بڑا غالب رحمت والا ہے۔

## آج کے ایٹم بم اس وقت کے پتھروں کی بارش

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہوگئی۔عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک

لیا۔ آسمان سے پکی مٹی کے پتھران پر برسنے لگے۔ جو سخت، وزنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سجین سجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مراد پے بہ پے تہ بہ تہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور پران لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا۔ وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا، کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مویشیوں سمیت اونچا اٹھالیا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں۔ آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پران کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا۔ ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے اکے دکے جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بینام ونشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں۔ ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آکر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے کسی اگر تم لواطت کرتا ہوا پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ہود، بیروت)

| |
|---|
| كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ |
| باشندگان ایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا۔ جب ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا: کیا تم ڈرتے نہیں ہو۔ |

## اصحاب ایکہ کا رسولان گرامی کی تکذیب کرنے کا بیان

"كَذَّبَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ" وَفِي قِرَاءَةٍ بِحَذْفِ الْهَمْزَةِ وَإِلْقَاءِ حَرَكَتِهَا عَلَى اللَّامِ وَفَتْحِ الْهَاءِ : هِيَ غَيْضَةُ شَجَرٍ قُرْبَ مَدْيَنَ "إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ" لَمْ يَقُلْ أَخُوهُمْ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ

باشندگان ایکہ یعنی جنگل کے رہنے والوں نے بھی رسولان گرامی کو جھٹلایا۔ ایک قرأت کے مطابق ایکہ حذف ہمزہ اور اس کی حرکت نقل کر کے لام کلمہ کو دی اور ۃ کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور یہ مدین کے قریب درختوں کی جھاڑی تھی۔ جب ان سے شعیب علیہ السلام نے فرمایا: یہاں پر اخوہم کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا کیونکہ آپ ان میں سے نہیں تھے۔ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو۔

## حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان

یہ لوگ مدین کے رہنے والے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بھی ان ہی میں تھے آپ کو ان کا بھائی صرف اس لئے نہیں کہا گیا کہ اس آیت میں ان لوگوں کی نسبت ایکہ کی طرف کی ہے۔ جسے یہ لوگ پوجتے تھے۔ ایکہ ایک درخت تھا یہی وجہ ہے کہ جیسے اور نبیوں کی ان کی امتوں کا بھائی فرمایا گیا انہیں ان کا بھائی نہیں کہا گیا ورنہ یہ لوگ بھی انہی کی قوم میں سے تھے۔ بعض لوگ جن کے

ذہن کی رسائی اس نکتے تک نہیں ہوئی وہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کی قوم میں سے نہ تھے۔اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام کو انکا بھائی فرمایا گیا یہ اور ہی قوم تھی۔شعیب علیہ السلام اپنی قوم کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور ان لوگوں کی طرف بھی۔بعض کہتے ہیں کہ ایک تیسری امت کی طرف بھی آپ کی بعثت ہوئی تھی۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ نہیں بھیجا سوائے حضرت شعیب علیہ السلام کے کہ ایک مرتبہ انہیں مدین والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ سے انہیں ایک چنگھاڑ کے ساتھ ہلاک کر دیا۔اور دوبارہ انہیں ایکہ والوں کی طرف بھیجا اور ان کی تکذیب کی وجہ ان پر سائے والے دن کا عذاب آیا اور وہ برباد ہوئے۔لیکن یاد رہے کہ اس کے راویوں میں ایک راوی اسحاق بن بشر کاہلی ہے جو ضعیف ہے۔قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اصحاب رس اور اصحاب ایکہ قوم شعیب ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہیں اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین ایک ہی ہے۔

ابن عساکر میں ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب مدین اور اصحاب ایکہ دو قومیں ہیں ان دونوں نے امتوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تھا لیکن یہ حدیث غریب ہے اور اسکے مرفوع ہونے میں کلام ہے بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف ہی ہو۔صحیح امر یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی امت ہے۔دونوں جگہ ان کے وصف الگ الگ بیان ہوئے ہیں مگر وہ ایک ہی ہے۔اس کی ایک بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ دونوں قصوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کا وعظ ایک ہی ہے دونوں کو ناپ تول صحیح کرنے کا حکم دیا ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

## منصب رسالت کی امانت کا بیان

| |
|---|
| اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ٥فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْنِ٥ |
| بیشک میں تمہارے لئے امانت دار رسول ہوں۔پس تم اللہ سے ڈرو اور میری فرمانبرداری اختیار کرو۔ |

## دلوں کو اطاعت کی جانب پھیرنے کی دعا کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تمام انسانوں کے دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کی درمیان اس طرح ہیں جیسے ایک انسان کا دل ہے اور وہ (اپنی انگلیوں سے) جس طرح چاہتا ہے قلوب کو گردش میں لاتا ہے" اس کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے طور پر یہ فرمایا۔"اے دلوں کو گردش میں لانے والے خدا! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 86)

اس حدیث سے اللہ کے کمال قدرت کا اظہار مقصود ہے کہ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے اور سب پر متصرف ہے یہاں تک کہ قلوب کے رخ اور دل کی دھڑکنیں تک بھی اسی کے اختیار میں ہیں۔اللہ تعالیٰ کے لئے انگلیوں کا استعمال یہاں مجازا ہوا ہے کیونکہ اس کی پاک وصاف ذات مادیات اور اجسام کی ثقالت سے پاک ہے۔حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام قلوب اللہ کے قبضہ وتصرف

میں ہیں، وہ جس طرف چاہتا ہے دلوں کو پھیر دیتا ہے کسی قلب کو گناہ و معصیت اور بدکاری کی طرف مائل کر دینا بھی اسی کی صفت ہے اور کسی قلب کو عصیان و سرکشی کے جال سے نکال کر اطاعت و فرمانبرداری اور نیکوکاری کے راستہ پر بھی اسی کا کام ہے وہ جس طرح چاہتا ہے گمراہی و ضلالت کے اندھیرے میں پھینک دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، ہدایت و راستی کے مرغزاروں میں چھوڑ دیتا ہے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَوْفُوا الْكَيْلَ |
| وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۝ |
| اور میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ تم پیمانہ پورا بھرا کرو |
| اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ |

## ناپ تول میں کمی و خیانت کی ممانعت کا بیان

"وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ" مَا "أَوْفُوا الْكَيْلَ" أَتِمُّوهُ "وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ" النَّاقِصِينَ "وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ" الْمِيزَان السَّوِيّ

اور میں تم سے اس تبلیغِ حق پر کوئی اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو صرف تمام جہانوں کے رب کے ذمہ ہے۔ تم پیمانہ پورا بھرا کرو یعنی پورا تول کر دیا کرو اور لوگوں کے حقوق کو نقصان پہنچانے والے نہ بنو۔ اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یعنی جو ترازو برابر ہو۔

حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو ناپ تول درست کرنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔ ڈنڈی مارنے اور ناپ تول میں کمی کرنے سے روکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب کسی کو کوئی شے ناپ کر دو تو پورا پیمانہ بھر کر دو اس کے حق سے کم نہ کرو۔ اسی طرح دوسرے سے جب لو تو زیادہ لینے کی کوشش اور تدبیر نہ کرو۔ یہ کیا کہ لینے کے وقت پورا لو اور دینے کے وقت کم دو؟ لین دین دونوں صاف اور پورا رکھو۔ ترازو اچھی رکھو جس میں تول صحیح آئے۔ بٹے بھی پورے رکھو تول میں عدل کرو ڈنڈی نہ مارو کم نہ تولو کسی کو اسکی چیز کم نہ دو۔ کسی کی راہ نہ مارو چوری چکاری لوٹ مار غارتگری رہزنی سے بچو لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خوفزدہ کر کے ان سے مال نہ لوٹو۔ اس اللہ کے عذابوں کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور سب اگلوں کو پیدا کیا ہے۔ جو تمہارے اور تمہارے بڑوں کا رب ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ |
| وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ |
| اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد مت مچایا کرو۔ |
| اور اس سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی امتوں کو پیدا فرمایا۔ |

## زمین میں فساد سے ممانعت کا بیان

"وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ" لَا تُنْقِصُوهُمْ مِنْ حَقِّهِمْ شَيْئًا "وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ" بِالْقَتْلِ وَغَيْرِهِ مِنْ عَثِيَ بِكَسْرِ الْمُثَلَّثَةِ أَفْسَدَ وَمُفْسِدِينَ حَال مُؤَكِّدَة لِمَعْنَى عَامِلِهَا "وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ" الْخَلِيقَة

اورلوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو یعنی چیزوں کو ان کے حق سے کم نہ دیا کرو اور اور قتل وغیرہ کے ذریعے زمین میں فساد مت مچایا کرو۔ یہاں تعثوا یہ عثی کسر مثلثہ کے ساتھ آیا ہے۔ جو افسد کے معنی میں ہے۔ اور مفسدین یہ اپنے عامل معنا سے حال تاکیدی ہے اور اس اللہ سے ڈرو جس نے تم کو اور پہلی امتوں کو پیدا فرمایا۔

یہ لوگ صرف ناپ اور تول میں ہی کمی بیشی نہ کرتے تھے۔ بلکہ تجارتی بددیانتوں کے سارے سر اور رموز سے اور فریب کاریوں سے واقف تھے۔ عیب دار مال کا عیب چھپا کر فروخت کرنا، جھوٹ بول کر اور جھوٹی قسمیں کھا کر مال بیچنا، ایسا ماحول پیدا کر دینا کہ چیز کا مالک کم سے کم قیمت پر اپنی چیز فروخت کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اسی طرح اپنی چیز فروخت کرنے کے لئے ایسا ماحول بنا دینا کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقم دینے پر مجبور ہو جائے۔ غرض ہر طریقہ جس سے دوسروں کے حقوق غصب کئے جا سکتے ہوں وہ جانتے تھے۔ اور یہی وہ فساد فی الارض یا شریفانہ قسم کے ڈاکہ زنی ہے۔ جس سے شعیب علیہ السلام نے انھیں منع کیا تھا۔ اور انھیں یہ نصیحت فرمائی تھی کہ میرے خیال کے مطابق تو تم سب اچھے بھلے کھاتے پیتے لوگ ہو۔ لہٰذا اگر ایسی بددیانتیاں چھوڑ دو اور حلال طریقے سے روزی کماؤ تو تمہارے گزارے کے لئے حلال کا رزق بھی بہت کافی ہو سکتا۔ لہٰذا اللہ سے ڈر جاؤ اور لوگوں کے حقوق غصب کرنا چھوڑ دو۔

| |
|---|
| قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ |
| فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ |
| وہ کہنے لگے: (اے شعیب!) تم تو محض جادو زدہ لوگوں میں سے ہو۔ اور تم فقط ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور ہم تمہیں یقیناً |
| جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ پس تم ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو اگر تم سچے ہو۔ |

## آسمان گرانے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَر مِثْلنَا وَإِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ إِنَّهُ "فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا" بِسُكُونِ السِّين وَفَتْحهَا قِطَعًا "مِنْ السَّمَاء إِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِينَ" فِي رِسَالَتك

وہ کہنے لگے اے شعیب علیہ السلام تم تو محض جادو زدہ لوگوں میں سے ہو۔ اور تم فقط ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو یہاں پر لفظ ان یہ ثقل سے مخففہ ہے جس کا اسم محذوف ہے یعنی اصل میں انہ ہے۔ اور ہم تمہیں یقیناً جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ پس تم

ہمارے اوپر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادو، یہاں پرلفظ کسفا یہ سین کے سکون اوراس کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جس کا معنی ٹکڑا ہے۔ اگر تم اپنی رسالت میں سچے ہو۔

اس کے جواب میں قوم نے کہا۔ تمہاری عقل ٹھیک کام نہیں کرتی۔ تم تجارت کے گراور راز کیا جانو۔ اگر ہم تمہاری باتوں پر لگ جائیں تو چند ہی دنوں میں اس میدان میں مات کھا جائیں اور سرمایہ بھی ہاتھ سے گنوا بیٹھیں کیونکہ مقابلہ بڑا سخت ہے۔ اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تمہارا یہ نبوت کا دعویٰ بھی بس ایک فریب ہی ہے۔ تم ہی ہمارے جیسے ایک محتاج انسان ہی ہو۔ تم میں ہم سے زائد کونسی خصوصیت ہے کہ ہم تمہیں ہی سمجھ لیں۔ اور تم اپنے آپ کو اپنے اس دعویٰ نبوت میں سچا سمجھتے ہو کہ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے دھمکاتے رہتے ہو وہ عذاب ہم پر لے آؤ۔ اور آسمان کا کوئی ٹکڑا ہی ہم پر گرادو۔

واضح رہے کہ قریش مکہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی قسم کے عذاب کا مطالبہ کیا تھا جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۹۲ میں گزر چکا ہے۔ اور کفار مکہ کو بتلایا جارہا ہے کہ تم سے پہلے بھی ایک قوم ایسے عذاب کا مطالبہ کر چکی ہے۔ پھر جو حشر اس قوم کا ہوا تھا وہی یا اس سے ملتا جلتا تمہارا بھی ہونے والا ہے۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّةِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ○ |
| فرمایا: میرا رب ان کو خوب جاننے والا ہے جو تم انجام دے رہے ہو۔ سو انہوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلا دیا |
| پس انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے آ پکڑا، بیشک وہ زبردست دن کا عذاب تھا۔ |

## آسمانی بدلی سے آگ برسنے کے عذاب کا بیان

"قَالَ رَبِّی أَعْلَم بِمَا تَعْمَلُونَ " فَيُجَازِيكُمْ بِهِ "فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَاب يَوْم الظُّلَّة " هِيَ سَحَابَة أَظَلَّتْهُمْ بَعْد حَرّ شَدِيد أَصَابَهُمْ فَأَمْطَرَتْ عَلَيْهِمْ نَارًا فَاحْتَرَقُوا

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا میرا رب ان کارستانیوں کو خوب جاننے والا ہے پس وہ تمہیں اس کی جزاء دے گا۔ جو تم انجام دے رہے ہو۔ سو انہوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلا دیا پس انہیں سائبان کے دن کے عذاب نے آ پکڑا، یعنی وہ ایک بدلی تھی جس سخت گرمی کے بعد ان پر سایہ کرتے ہوئے آئی تو اس نے ان پر آگ کی بارش کردی جس سے وہ سارے جل کر خاک ہو گئے۔ بیشک وہ زبردست دن کا عذاب تھا۔

انہوں نے بھی کفار مکہ کی طرح آسمانی عذاب مانگا تھا، اللہ نے اس کے مطابق ان پر عذاب نازل فرمادیا اور وہ اس طرح کے بعض روایات کے مطابق سات دن تک ان پر سخت گرمی اور دھوپ مسلط کردی، اس کے بعد بادلوں کا ایک سایہ آیا اور یہ سب گرمی اور دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے اس سائے تلے جمع ہو گئے اور کچھ سکھ کا سانس لیا لیکن چند لمحے بعد ہی آسمان سے آگ کے شعلے برسنے شروع ہو گئے، زمین زلزلے سے لرز اٹھی اور ایک سخت چنگھاڑ نے انہیں ہمیشہ کے لئے موت کی نیند سلادیا یوں تین قسم کا

عذاب ان پر آیا اور یہ اس دن آیا جس دن ان پر بادل سایہ فگن ہوا، اس لئے فرمایا کہ سائے والے دن کے عذاب نے انھیں پکڑ لیا۔

## واقعات عذاب میں اہل ایمان کیلئے نشانیاں ہونے کا بیان

| |
|---|
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ۝ |
| بے شک اس میں یقیناً ایک نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان والے نہیں تھے۔ اور بیشک آپ کا رب ہی بڑا غالب رحمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں غور وفکر میں معیار علم کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے (یعنی قیامت کی علامتیں، قدرت کی کرشمہ سازیوں کی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ وجلالیہ جس طرح میرے سامنے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اس طرح نہ تمہارے سامنے ہیں اور نہ تم انہیں دیکھتے ہو، نیز احوال آخرت کے اسرار واخبار، قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کی شدت وسختی کی باتوں کو جس طرح میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے) آسمان میں سے آواز نکلتی ہے اور اس میں سے آواز کا نکلنا بجا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگشت کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے اللہ کے حضور اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں، اللہ کی قسم اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو۔

اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم اللہ سے نالہ وفریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور غموں سے تنگ آ جانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور صحرا صحرا جنگل جنگل گھومتے پھرتے ہیں تا کہ زمین کا بوجھ کم ہو اور دل کچھ ٹھکانے لگے۔ حضرت ابوذر نے یہ حدیث بیان کر کے ارادہ حسرت ودرد نا کی کہا کہ کاش میں درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1277)

| |
|---|
| وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ۝ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ۝ |
| بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ۝ |
| اور بے شک یہ یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔ آپ کے قلب پر تا کہ آپ ڈر |
| سنانے والوں میں سے ہو جائیں۔ صاف عربی زبان میں ہے۔ اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا تذکرہ ہے۔ |

## نزول قرآن کے مقصد انذار کا بیان

"وَاِنَّهٗ" اَیْ الْقُرْآن "نَزَلَ بِهِ الرُّوح الْاَمِین" جِبْرِیل "بِلِسَانٍ عَرَبِیّ مُبِین" بَیِّن وَفِی قِرَاءَة بِتَشْدِیدِ نَزَّلَ وَنَصْب الرُّوح وَالْفَاعِل اللّٰه

"وَاِنَّهٗ" ذِكر القُرآن المُنَزَّل عَلٰى مُحَمَّد "لَفِي زُبُر" كُتُب "الْاَوَّلِيْنَ" كَالتَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِيل

اور بے شک یہ قرآن یقیناً رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔اسے روح الامین جبرائیل علیہ السلام لے کر اترا ہے۔آپ کے قلب انور پر تا کہ آپ نافرمانوں کو ڈرسنانے والوں میں سے ہو جائیں۔صاف عربی زبان میں ہے۔یہاں پر ایک قرأت کے مطابق نزل تشدید اور لفظ روح منصوب آیا ہے جس کا فاعل لفظ اللہ ہے۔اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا تذکرہ ہے۔جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔پہلی کتابوں سے مراد تورات وانجیل ہیں۔

## نزول قرآن کی نسبت نبی کریم ﷺ کے قلب انور کی طرف کرنے کا بیان

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ابوسلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رمضان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کیسی تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رمضان میں اور دوسرے مہینوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعتوں سے زیادہ کبھی نہ پڑھتے تھے، چار رکعت ایسی پڑھتے کہ ان کی اچھائی اور درازی سے تو پوچھو نہیں کہ کیسی عمدہ اور طویل نماز ہوتی تھی، پھر چار رکعتیں پڑھتے اور یہ نہ پوچھو کہ کیسی عمدہ اور طویل رکعتیں ہوتی تھیں، پھر تین رکعت نماز پڑھتے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا قلب نہیں سوتا۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1099)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے ہم سے رات کی کیفیت بیان کی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی وحی نازل ہونے سے پیشتر تین شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے (اس وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں سو رہے تھے تو ان تین شخصوں میں سے ایک نے کہا کہ وہ کون شخص ہیں دوسرے نے کہا جو درمیان میں ہیں وہی سب سے بہتر ہیں اور تیسرے نے کہا جوان سب میں بہتر ہو۔اسی کو لو پس اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ وہ غائب ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو نہیں دیکھا پھر دوسری رات کو وہ آئے اس حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب جاگ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری آنکھیں سو جاتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب نہیں سوتا تھا تمام انبیاء کا یہی حال ہے کہ ان کی آنکھیں سو جاتی ہیں اور ان کے قلب نہیں سوتے پھر جبرائیل علیہ السلام نے پورا انتظام واہتمام اپنے ذمہ لیا اس کے بعد وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمان کی طرف چڑھا لے گئے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 824)

## نبی کریم ﷺ کی فصاحت وبلاغت کی تعریف کا بیان

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس سے روح الامین بولے اسے زمین نہیں کھاتی۔اس بزرگ بامرتبہ فرشتے نے جو فرشتوں کا سردار ہے تیرے دل پر اس پاک اور بہتر کلام اللہ کو نازل فرمایا ہے جو ہر طرح کے میل کچیل سے کمی زیادتی سے نقصان اور کجی سے پاک ہے۔تا کہ تو اللہ کے مخالفین کو گنہگاروں کو اللہ کی سزا سے بچاؤ کرنے کی رہبری کر سکے۔اور تابع فرمان لوگوں کو اللہ کی

مغفرت ورضوان کی خوشخبری پہنچاسکے۔ یہ کھلی فصیح عربی زبان میں ہے۔ تا کہ ہر شخص سمجھ سکے پڑھ سکے۔ کسی کا عذر باقی نہ رہے اور ہر ایک پر قرآن کریم اللہ کی حجت بن جائے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے نہایت فصاحت سے ابر کے اوصاف بیان کئے جسے سن کر صحابہ کہہ اٹھے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو کمال درجے کے فصیح وبلیغ زبان بولتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھلا میری زبان ایسی پاکیزہ کیوں نہ ہوگی، قرآن بھی تو میری زبان میں اترا ہے فرمان ہے آیت (بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ)

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وحی عربی میں اتری ہے یہ اور بات ہے کہ ہر نبی نے اپنی قوم کے لئے ان کی زبان میں ترجمہ کر دیا۔ قیامت کے دن سریانی زبان ہوگی ہاں جنتیوں کی زبان عربی ہوگی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ |
| اور کیا ان کیلئے یہ دلیل نہیں ہے کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اسے غیر عربی لوگوں میں سے کسی پر نازل کرتے۔ |

## قرآن ونبوت کی صداقت کا علم بنی اسرائیل کے علماء کو ہونے کا بیان

"أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ" لِكُفَّارِ مَكَّة "آيَة" عَلَى ذَلِكَ وَيَكُنْ بالتحتانية وَنَصْب آيَة وبالفوقانية وَرَفْع آيَة "أَنْ يَعْلَمهُ عُلَمَاء بَنِي إسْرَائِيل" كَعَبْدِ اللَّه بْن سَلَام وَأَصْحَابه مِنْ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْبِرُونَ بِذَلِكَ، "وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْض الْأَعْجَمِينَ" جَمْع أَعْجَم،

اور کیا ان کے لئے یعنی کفار مکہ کیلئے صداقتِ قرآن اور صداقتِ نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ یہاں پر لفظ یکن یاء اور تاء دونوں طرح اور آیۃ یہ بھی نصب اور رفع دونوں طرح آیا ہے۔ اور علمائے بنی اسرائیل جس طرح حضرت عبد اللہ بن سلام اور ان کے اصحاب ہیں۔ جو ایمان والوں کو بتایا کرتے تھے۔ اور اگر ہم اسے غیر عربی لوگوں یعنی عجمیوں میں سے کسی پر نازل کرتے۔ یہ لفظ اعجم کی جمع ہے۔

اپنی کتابوں سے اور لوگوں کو خبریں دیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اہل مکہ نے یہودِ مدینہ کے پاس اپنے معتمدین کو یہ دریافت کرنے بھیجا کہ کیا نبی آخر الزمان سید کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت ان کی کتابوں میں کوئی خبر ہے؟ اس کا جواب علماء یہود نے یہ دیا کہ یہی ان کا زمانہ ہے اور ان کی نعت وصفت توریت میں موجود ہے۔ علماء یہود میں سے حضرت عبد اللہ ابن سلام اور ابن یامین اور ثعلبہ اور اسد اور اُسید یہ حضرات جنہوں نے توریت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پڑھے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

| |
|---|
| فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ |
| پس وہ اسے ان پر پڑھتا تو بھی وہ اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتے۔ اسی طرح ہم نے یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دی۔ |

## کفار مکہ کا قرآن مجید کی تکذیب کرنے کا بیان

"فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ" كُفَّار مَكَّة "مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ" أَنَفَة مِنْ اتِّبَاعه "كَذَلِكَ" أَيْ مِثْل إِدْخَالنَا التَّكْذِيب بِهِ بِقِرَاءَةِ الْأَعْجَمِيّ "سَلَكْنَاهُ" أَدْخَلْنَا التَّكْذِيب بِهِ "فِي قُلُوب الْمُجْرِمِينَ" كُفَّار مَكَّة بِقِرَاءَةِ النَّبِيّ

پس آپ اسے ان پر یعنی کفار مکہ پر پڑھتے تو بھی وہ تکبر کرتے ہوئے اس پر ایمان لانے والے نہ ہوتے۔اسی طرح ہم نے یہ بات مجرموں کے دلوں میں داخل کر دی۔یعنی جس طرح عجمی کے پڑھنے کو انہوں نے جھٹلانا تھا اسی طرح طرح یہ صاحب عربی سے پڑھے ہوئے کی بھی تکذیب کرتے ہیں۔لہٰذا کفار مکہ بھی اسی طرح نبی کریم ﷺ کی قرأت کی تکذیب کرتے ہیں۔

## قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت سے استدلالت تصدیق کا بیان

معنی یہ ہیں کہ ہم نے یہ قرآن کریم ایک فصیح بلیغ عربی نبی پر اتارا جس کی فصاحت اہل عرب کو مسلم ہے اور وہ جانتے ہیں کہ قرآن کریم معجز ہے اور اس کی مثل ایک سورت بنانے سے بھی تمام دنیا عاجز ہے علاوہ بریں علماء اہل کتاب کا اتفاق ہے کہ اس کے نزول سے قبل اس کے نازل ہونے کی بشارت اور اس نبی کی صفت ان کی کتابوں میں انھیں مل چکی ہے، اس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ نبی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں اور یہ کتاب اس کی نازل فرمائی ہوئی ہے اور کفار جو طرح طرح کی بیہودہ باتیں اس کتاب کے متعلق کہتے ہیں سب باطل ہیں اور خود کفار بھی متحیر ہیں کہ اس کے خلاف کیا بات کہیں، اس لئے کبھی اس کو پہلوں کی داستانیں کہتے ہیں، کبھی شعر، کبھی سحر اور کبھی یہ کہ معاذ اللہ اس کو خود سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی غلط نسبت کر دی ہے اس طرح کے بیہودہ اعتراض معاند ہر حال میں کر سکتا ہے حتی کہ اگر بالفرض یہ قرآن کسی غیر عربی شخص پر نازل کیا جاتا جو عربی کی مہارت نہ رکھتا اور باوجود اس کے وہ ایسا معجز قرآن پڑھ کر سناتا جب بھی لوگ اسی طرح کفر کرتے جس طرح انہوں نے اب کفر و انکار کیا کیونکہ ان کے کفر و انکار کا باعث عناد ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ شعراء، لاہور)

| |
|---|
| لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ |
| فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ |
| وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔پس وہ ان پر اچانک آ پڑے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں |
| تو وہ کہیں کیا ہم مہلت دیے جانے والے ہیں۔ |

## ایمان کیلئے مہلت مانگنے والوں کا بیان

"فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ" لِنُؤْمِن فَيُقَال لَهُمْ : لَا , قَالُوا : مَتَى هَذَا الْعَذَاب

وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔پس وہ ان پر اچانک آ پڑے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں

تو وہ کہیں کیا ہم مہلت دیے جانے والے ہیں۔ تا کہ ہم ایمان لے آئیں۔ تو ان کیلئے کہا جائے گا نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ عذاب کب آئے گا۔

## نزول عذاب کے بعد کوئی مہلت نہ ہونے کا بیان

تکذیب وکفر انکار وعدم تسلیم کو ان مجرموں کے دل میں بٹھا دیا ہے۔ یہ جب تک عذاب اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ اس وقت اگر ایمان لائے بھی تو محض بیسود ہوگا ان پر لعنت برس چکی ہوگی۔ برائی مل چکی ہوگی۔ نہ پچھتانا کام آئے نہ معذرت نفع دے۔ عذاب اللہ آئیں گے اور اچانک ان کی بیخبری میں ہی آجائیں گے اس وقت ان کی تمنائیں اگر ذرا سی بھی مہلت پائیں تو نیک بن جائیں بیسود ہونگی۔ ایک انہی پر کیا موقوف ہے ہر ظالم، فاجر، فاسق، کافر بدکار عذاب کو دیکھتے ہی سیدھا ہو جاتا ہے، نادم ہوتا ہے توبہ تلافی کرتا ہے مگر سب لاحاصل۔ فرعون ہی کو دیکھئے حضرت موسیٰ نے اس کے لئے دعائے ضرر کی جو قبول ہوئی عذاب کو دیکھ کر ڈوبتے ہوئے کہنے لگا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں لیکن جواب ملا کہ یہ ایمان بیسود ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے کہ ہمارا عذاب دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا۔ پھر ان کی ایک اور بدبختی بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے کہتے تھے اگر سچے ہو تو عذاب اللہ لاؤ۔ اگرچہ ہم انہیں مہلت دیں اور کچھ دنوں تک کچھ مدت تک انہیں عذاب سے بچائے رکھیں۔ پھر ان کے پاس ہمارا مقررہ عذاب آجائے۔ ان کا حال ان کی نعمتیں ان کی جاہ وحشمت غرض کوئی چیز انہیں ذرا سا بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ اس وقت تک یہی معلوم ہوگا کہ شاید ایک صبح یا ایک شام ہی دنیا میں رہے۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے آیت (يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ 96)-2البقرۃ:96) ان میں سے ہر ایک کی چاہت ہے کہ وہ ہزار ہزار سال جئے لیکن اتنی عمر بھی اللہ کے عذاب ہٹا نہیں سکتی۔ یہی یہاں بھی فرمایا کہ اسباب ان کے کچھ کام نہ آئیں گے الٹا عذاب میں مبتلا ہوتے وقت ان کی تمام طاقتیں اور اسباب یونہی رکھے رکھے رہ جائیں گے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ کافر کو قیامت کے دن لایا جائے گا، پھر آگ میں ایک غوطہ دلا کر پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی راحت بھی اٹھائی ہے تو کہے گا کہ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی راحت نہیں دیکھی اور ایک اس شخص کو لایا جائے گا جس نے پوری عمر واقعی کوئی راحت چکھی ہی نہ ہو۔ اسے جنت کی ہوا کھلا کر لایا جائے گا اور سوال ہوگا کہ کیا تو نے عمر بھر کبھی کوئی برائی دیکھی ہے؟ تو وہ کہے گا اے اللہ تیری ذات پاک کی قسم میں نے کبھی کوئی زحمت نہیں اٹھائی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عموماً یہ شعر پڑھا کرتے تھے کہ جب تو اپنی مراد کو پہنچ گیا تو گویا تو نے کبھی کسی تکلیف کا نام بھی نہیں سنا۔ اللہ عزوجل اس کے بعد اپنے عدل کی خبر دیتا ہے کہ کبھی اس نے حجت ختم ہونے سے پہلے کبھی کسی امت کو ختم نہیں کیا۔ رسولوں کو بھیجتا کتابیں اتارتا ہے خبریں دیتا ہے ہوشیار کرتا ہے پھر نہ ماننے والوں پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پس فرمایا کہ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انبیائے کے بھیجنے سے پہلے ہی ہم نے کسی امت پر عذاب بھیج دئے ہوں۔ ڈرانے والے بھیج کر نصیحت کر کے عذر ہٹا کر پھر نہ ماننے پر عذاب ہوتا ہے جیسے فرمایا تیرا رب کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کہ ان کی بستیوں کی صدر بستی

میں کسی رسول نہ بھیج دے جوانہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ٥ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ٥ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ٥ |
| مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ٥ |
| کیا یہ ہمارے عذاب میں جلدی کے طلب گار ہیں۔ بھلا بتایئے اگر ہم انھیں برسوں فائدہ پہنچاتے رہیں۔ پھر ان کے پاس |
| وہ آپہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ وہ چیزیں کیا کام آئیں گی جن سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے تھے۔ |

## برسوں نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود عذاب آجانے کا بیان

"أَفَرَأَيْتَ" أَخْبِرْنِي "ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ" مِنَ الْعَذَابِ "مَا" اسْتِفْهَامِيَّة بِمَعْنَى : أَيّ شَيْء "أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ" فِي دَفْع الْعَذَاب أَوْ تَخْفِيفه أَيْ : لَمْ يُغْنِ

کیا یہ ہمارے عذاب میں جلدی کے طلب گار ہیں۔ بھلا بتایئے اگر ہم انھیں برسوں فائدہ پہنچاتے رہیں۔ پھر ان کے پاس وہ عذاب آپہنچے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ تو وہ چیزیں ان سے عذاب کو دفع کرنے میں کیا کام آئیں گی، یہاں پر لفظ ما استفہامیہ ہے۔ جن سے وہ فائدہ اٹھاتے رہے تھے۔ یعنی وہ نفع اٹھانا ان سے عذاب کو دور کرنے یا اس میں کمی کرنے کے کیا وہ کام آئے گا؟

یعنی آج انھیں مہلت ملی ہوئی ہے تو عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔ پھر جب عذاب دیکھ لیں گے تو اس وقت مہلت کا مطالبہ کریں گے۔ حالانکہ نہ ان کا پہلا مطالبہ درست تھا اور نہ دوسرا درست ہوگا اس لئے کہ عذاب الٰہی کے لئے بھی ایک ضابطہ مقرر ہے اس کا دارومدار کسی کے مطالبہ کرنے یا نہ کرنے پر نہیں ہے۔ پھر جب معین وقت پر عذاب آجاتا ہے تو پھر اس میں تاخیر نہیں ہوسکتی۔ نہ کسی کے مطالبہ پر مزید مہلت مل سکتی ہے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ٥ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ٥ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ٥ |
| اور ہم نے سوائے ان بستیوں کے جن کے لئے ڈرانے والے آچکے تھے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا۔ نصیحت کے لئے |
| اور ہم ظالم نہ تھے۔ اور شیطان اس کو لے کر نہیں اترے۔ |

## عذاب کی وعید کے بعد عذاب کے نازل ہونے کا بیان

"وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَة إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ" رُسُل تُنْذِر أَهْلهَا "ذِكْرَى" عِظَة لَهُمْ "وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ" فِي إهْلَاكهمْ بَعْد إنْذَارهمْ وَنَزَلَ رَدًّا لِقَوْلِ الْمُشْرِكِينَ "وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ" بِالْقُرْآنِ "الشَّيَاطِين"

اور ہم نے سوائے ان بستیوں کے جن کے لئے انہیں ڈرسنانے والے رسولان گرامی آچکے تھے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا۔ اور

یہ بھی نصیحت کے لئے ہے اور ہم ظالم نہ تھے۔یعنی ہم نے انہیں عذاب سے ڈرانے کے بعد ہلاک کیا اور یہ حکم مشرکین کے قول کی تردید کیلئے نازل ہوا ہے۔اور شیطان اس قرآن کو لے کر نہیں اترے۔

## قرآن مجید کا روح الامین کے ذریعے نزول کا بیان

یہ کتاب عزیز جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا جو اللہ کی طرف سے اتری ہے۔جس کو روح الامین جو قوت وطاقت والے ہیں لے کر آئیں ہیں اسے شیاطین نہیں لائے پھر ان کے نہ لانے پر تین وجوہات بیان کی گئیں۔ایک تو یہ کہ وہ اس کے لائق نہیں۔ان کا کام مخلوق کو بہکانا ہے نہ کہ راہ راست پر لانا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو اس کتاب کی شان ہے اس کے سراسر خلاف ہے۔یہ نور یہ ہدایت ہے یہ برہان ہے اور شیاطین ان تینوں چیزوں سے چڑتے ہیں وہ ظلمت کے دلدادہ اور ضلالت کے ہیرو ہیں۔وہ جہالت کے شیدا ہیں پس اس کتاب میں اور ان میں تو تباین اور اختلاف ہے۔کہاں وہ کہاں یہ؟ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ جہاں اس کے اہل نہیں وہاں ان میں اس کو اٹھانے اور لانے کی طاقت بھی نہیں۔یہ تو وہ ذی عزت والا کام ہے کہ اگر کسی بڑے سے بڑے پہاڑ بھی اترے تو اس کو بھی چکنا چور کردے۔پھر تیسری وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ تو اس کے نزول کے وقت ہٹا دیئے گئے تھے انہیں تو سننا بھی نہیں ملا۔تمام آسمان پر سخت پہرہ چوکی تھی یہ سننے کے لئے چڑھتے تھے تو ان پر آگ برسائی جاتی تھیں۔اس کا ایک حرف سن لینا بھی ان کی طاقت سے باہر تھا۔تاکہ اللہ کا کلام محفوظ طریقے پر اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچے اور آپ کی وساطت سے مخلوق الٰہی کو پہنچے۔جیسے سورہ جن میں خود جنات کا مقولہ بیان ہوا ہے کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے سخت پہرچوکی سے بھرپور پایا اور جگہ جگہ شعلے متعین پائے پہلے تو ہم بیٹھ کر اکا دکا بات اڑا لایا کرتے تھے لیکن اب تو کان لگاتے ہی شعلہ لپکتا ہے اور جلا کر بھسم کر دیتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يَنۢبَغِى لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُوْنَ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۝ |
| فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ۝ |
| اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔بیشک وہ سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔پس تو اللہ کے ساتھ |
| کسی دوسرے معبود کو نہ پوجا کر ورنہ تو عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ |

## غیر اللہ کی پوجا کے سبب عذاب کا بیان

"وَمَا يَنْبَغِي" يَصْلُح "لَهُمْ" أَنْ يَنْزِلُوا بِهِ "وَمَا يَسْتَطِيعُونَ" ذَلِكَ "إِنَّهُمْ عَنْ السَّمْع" لِكَلَامِ الْمَلَائِكَة "لَمَعْزُولُونَ" بِالشُّهُبِ "فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّه إِلَهًا آخَر فَتَكُون مِنْ الْمُعَذَّبِينَ" إِنْ فَعَلْت ذَلِكَ الَّذِي دَعَوْك إِلَيْهِ

اور نہ یہ ان کے لائق یعنی مناسب ہے اور نہ وہ یہ کر سکتے ہیں۔کہ وہ اس کو لیکر نازل ہوں بیشک وہ اس کلام کو ملائکہ کے ذریعے

سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔ کیونکہ ان کو آگ کے شعلوں نے روک دیا۔ پس تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پوجا کرو، ورنہ تو عذاب یافتہ لوگوں میں سے ہو جائے گا۔ یعنی اگر ایسا کیا جس کی طرف تجھے بلایا گیا۔

| |
|---|
| وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ٥ |
| اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔ |

## بنو ہاشم و بنو مطلب کو عذاب الٰہی سے ڈر سنانے کا بیان

"وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ " وَهُمْ بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ "وَقَدْ أَنْذَرَهُمْ جِهَارًا " رَوَاهُ الْبُخَارِيّ وَمُسْلِم،

اور (اے حبیب مکرم ﷺ) آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ہمارے عذاب سے ڈرایئے۔ اور وہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ہیں جنہیں عام طور پر ڈرایا گیا۔ اور اس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب آیت (وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ) ، اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا)۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صفیہ بنت عبدالمطلب اے فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے بنو عبدالمطلب! میں (از خود) تم لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ ہاں میرے مال میں سے جو تم چاہو طلب کر سکتے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ وکیع اور کئی راوی بھی یہ حدیث ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

بعض حضرات اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں، اس سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہیں اور اس باب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1132)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ، الآیہ۔ نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو جمع کیا۔ نیز خصوصی اور عمومی طور پر سب کو نصیحت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے قریش کے لوگو! اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ، میں تم لوگوں کے لئے اللہ کی بارگاہ میں از خود نفع یا تکلیف کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے بنو عبد مناف! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، میں تم لوگوں کے لئے اللہ کے سامنے کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قصی بنو عبدالمطلب اور فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکارا اور فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ، میں (از خود) تمہارے لئے اللہ کے سامنے کسی نفع یا نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ (اے فاطمہ!) بے شک تمہاری قرابت کا مجھ پر حق ہے اور میں اس حق دنیا ہی میں پورا کروں گا۔ باقی رہی آخرت تو اس میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ یہ حدیث شعیب سے وہ عبدالملک سے وہ موسیٰ بن طلحہ سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی نقل کرتے

ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1133)

## نبی کریم ﷺ کا قریش کو دعوت اسلام دینے کا بیان

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت اتری تو آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے جس کی چوٹی پر پتھر تھے وہاں پہنچ کر آپ نے فرمایا اے بنی عبد مناف میں تو صرف چوکنا کر دینے والا ہوں میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے دشمن کو دیکھا اور دوڑ کر اپنے عزیزوں کو ہوشیار کرنے کے لئے آیا تا کہ وہ بچاؤ کر لیں دور سے ہی اس نے غل مچانا شروع کر دیا کہ پہلے ہی خبردار ہو جائیں۔(مسلم نسائی وغیرہ)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل بیت کو جمع کر لیا یہ تیس شخص تھے جب یہ کھا پی چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو میرا قرض اپنے ذمے لے۔اور میرے بعد میرے وعدے پورے کرے وہ جنت میں بھی مرا ساتھی اور میری اہل میں خلیفہ ہوگا۔تو ایک شخص نے کہا آپ تو سمندر ہیں آپ کے ساتھ کون کھڑا ہو سکتا ہے؟ تین دفعہ آپ نے فرمایا لیکن کوئی تیار نہ ہوا تو میں نے کہا یا رسول اللہ میں اس کے لئے تیار ہوں۔(مسند احمد)

ایک اور سند میں اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا یہ ایک جماعت کی جماعت تھی اور بڑے کھاؤ تھے ایک شخص ایک ایک بکری کا بچہ کھا جاتا تھا اور ایک بڑا بدھنا دودھ کا پی جاتا تھا آپ نے ان سب کے کھانے کے لئے صرف تین پاؤ کے قریب کھانا پکوایا لیکن اللہ نے اسی میں اتنی برکت دی کہ سب پیٹ بھر کر کھا چکے اور خوب آسودہ ہو کر پی چکے لیکن نہ تو کھانے میں کمی نظر آئی تھی نہ پینے کی چیز گھٹی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا اے اولاد عبد المطلب میں تمہاری طرف خصوصا اور تمام لوگوں کی طرف عموما نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔اس وقت تم ایک معجزہ بھی میرا دیکھ چکے ہو۔اب تم میں سے کون تیار ہے کہ مجھ سے بیعت کرے وہ میرا بھائی اور میرا ساتھی ہوگا لیکن ایک شخص بھی مجمع سے کھڑا نہ ہوا سوائے میرے اور میں اس وقت عمر کے لحاظ سے ان سب سے چھوٹا تھا آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ تین مرتبہ آپ نے یہی فرمایا اور تینوں مرتبہ بجز میرے اور کوئی کھڑا نہ ہوا۔تیسری مرتبہ آپ نے میری بیعت لی۔

امام بیہقی دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو آپ نے فرمایا اگر میں اپنی قوم کے سامنے ابھی ہی اسے پیش کروں گا تو وہ نہ مانیں گے۔اور ایسا جواب دیں گے جو مجھ پر گراں گزرے پس آپ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور فرمانے لگے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے تعمیل ارشاد میں تاخیر کی تو ڈر ہے کہ آپ کو سزا ہوگی اسی وقت آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں میں نے یہ خیال کر کے اگر پہلے ہی سے ان سے کہا گیا تو یہ مجھے ایسا جواب دیں گے جس سے مجھے ایذاء پہنچے میں خاموش رہا لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تجھے عذاب ہوگا تو اب اے علی تم ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکالو۔اور کوئی تین سیر اناج بھی تیار کر لو اور ایک بدھنا دودھ کا بھی بھر لو۔اور اولاد عبد المطلب کو بھی جمع کر لو میں نے ایسا ہی کیا اور سب کو دعوت دے دی چالیس

آدمی جمع ہوئے یا ایک آدھ کم یا ایک آدھ زیادہ ان میں آپ کے چچا بھی تھے۔ ابوطالب، حمزہ، عباس، اور ابولہب کافر خبیث۔ میں نے سالن پیش کیا تو آپ نے اس میں سے ایک بوٹی لے کر کچھ کھائی پھر اسے ہنڈیا میں ڈال دیا اور فرمایا لو اللہ کا نام لو اور کھانا شروع کرو سب نے کھانا شروع کیا یہاں تک کہ پیٹ بھر گئے لیکن اللہ کی قسم گوشت اتنا ہی تھا جتنا رکھتے وقت رکھا تھا صرف ان کی انگلیوں کے نشانات تو تھے مگر گوشت کچھ بھی نہ گھٹا تھا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا گوشت تو کھالیتا تھا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے علی انہیں پلاؤ۔ میں وہ بدھنا لایا سب نے باری باری شکم سیر ہو کر پیا اور خوب آسودہ ہو گئے لیکن دودھ بالکل کم نہ ہوا۔ حالانکہ ان میں سے ایک ایک اتنا دودھ پی لیا کرتا تھا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فرمانا چاہا لیکن ابولہب جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا لو صاحب اب معلوم ہوا کہ یہ تمام جادوگری محض اس لئے تھی۔ چنانچہ مجمع اسی وقت اکھڑ گیا اور ہر ایک اپنی راہ لگ گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت و تبلیغ کو موقعہ نہ ملا دوسرے روز آپ نے حضرت علی سے فرمایا آج پھر اسی طرح ان سب کی دعوت کرو کیونکہ کل اس نے مجھے کچھ کہنے کا وقت ہی نہیں دیا۔ میں نے پھر اسی طرح کا انتظام کیا سب کو دعوت دی آئے کھایا پیا پھر کل کی طرح آج بھی ابولہب نے کھڑے ہو کر وہی بات کہی اور اسی طرح سب تتر بتر ہو گئے۔ تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے یہی فرمایا آج جب سب کھا پی چکے تو حضور نے جلدی سے اپنی گفتگو شروع کر دی اور فرمایا اے بنوعبدالمطلب واللہ کوئی نوجوان شخص اپنی قوم کے پاس اس سے بہتر بھلائی نہیں لایا، جو میں تمہارے پاس لایا ہوں میں دنیا اور آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اب بتاؤ تم میں سے کون میرے ساتھ اتفاق کرتا ہے اور کون مرا ساتھ دیتا ہے؟ مجھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا ہے کہ پہلے میں تمہیں اسکی دعوت دوں جو آج میری مان لے گا وہ میرا بھائی ہوگا اور یہ درجے ملیں گے۔ لوگ سب خاموش ہو گئے لیکن حضرت علی جو اس وقت اس مجمع میں سب سے کم عمر تھے اور دکھتی آنکھوں والے اور موٹے پیٹ والے اور بھری پنڈلیوں والے تھے، بول اٹھے یارسول اللہ ﷺ اس امر میں آپ کی وزارت میں قبول کرتا ہوں آپ نے میری گردن پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ میرا بھائی ہے اور ایسی فضیلتوں والا ہے تم اس کی سنو اور مانو۔ یہ سن کر وہ سب لوگ ہنستے ہوتے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوطالب سے کہنے لگے لے اب تو اپنے بچے کی سن اور مان لے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور آپ اپنا بازو ئے ان مومنوں کے لئے بچھا دیجئے جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں |
| تو آپ فرما دیجئے کہ میں ان اعمال سے بیزار ہوں جو تم انجام دے رہے ہو۔ |

## اتباع کرنے والے اہل ایمان کیلئے رحمت ہونے کا بیان

"وَاخْفِضْ جَنَاحَك " أَلِنْ جَانِبك "لِمَنْ اتَّبَعَك مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" الْمُوَحِّدِينَ "فَإِنْ عَصَوْك " عَشِيرَتك "فَقُلْ" لَهُمْ "إنِّي بَرِيء مِمَّا تَعْمَلُونَ" مِنْ عِبَادَة غَيْر اللَّه

اور آپ اپنا بازوئے رحمت وشفقت ان مومنوں کے لئے بچھا دیجئے جنہوں نے آپ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔یعنی جنہوں نے توحید کا اقرار کیا ہے۔پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں یعنی آپ کا خاندان آپ کی نافرمانی کرے،تو آپ ان سے فرما دیجئے کہ میں ان اعمال سے بیزار ہوں جو تم انجام دے رہے ہو۔یعنی جو تم غیر اللہ کی عبادت کرر ہے ہو۔

## اسلام کی ابتداء وانتہاء غرباء کی جانب ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا لہٰذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 156)

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور آخر میں بھی اسلام غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔یعنی ابتداء اسلام میں مسلمان غریب اور کم تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنی پڑی،اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ آئے گا،لہٰذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان واسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے خوش بختی وسعادت ہے۔اس لئے کہ آخر زمانہ میں یہی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب وسنت کے علوم ومعارف سے اپنی زندگیوں کو منور کریں گے۔

| |
|---|
| وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ○ الَّذِي يَرٰكَ حِينَ تَقُومُ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِينَ○ |
| اور بڑے غالب مہربان پر بھروسہ رکھیے۔جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں۔اور سجدہ گزاروں میں آپ کا پلٹنا دیکھتا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی شان نماز کا بیان

"وَتَوَكَّلْ" بِالْوَاوِ وَالْفَاء "عَلَى الْعَزِيز الرَّحِيم" اللّٰه أَيْ فَوِّضْ إِلَيْهِ جَمِيع أُمُورك "الَّذِي يَرَاك حِين تَقُوم" إِلَى الصَّلَاة

"وَتَقَلُّبك" فِي أَرْكَان الصَّلَاة قَائِمًا وَقَاعِدًا وَرَاكِعًا وَسَاجِدًا "فِي السَّاجِدِينَ" الْمُصَلِّينَ

اور بڑے غالب مہربان پر بھروسہ رکھیے۔یہاں پر لفظ وتوکل یہ واؤ اور فاء دونوں طرح آیا ہے۔رحیم یعنی جس نے تمام امور آپ کے حوالے کر دیئے ہیں۔جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ نماز کیلئے قیام کرتے ہیں۔اور سجدہ گزاروں میں آپ کا پلٹنا دیکھتا ہے۔یعنی جب ارکان نماز میں قیام وقعود اور رکوع سجود کرتے ہیں۔

جب تم اپنے تہجد پڑھنے والے اصحاب کے احوال ملاحظہ فرمانے کے لئے شب کو دورہ کرتے ہو۔بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ جب تم امام ہو کر نماز پڑھاتے ہو اور قیام ورکوع وسجود وقعود میں گزرتے ہو۔بعض مفسرین نے کہا معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کی گردشِ چشم کو دیکھتا ہے نمازوں میں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس وپیش یکساں ملاحظہ فرماتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے بخدا مجھ پر تمہارا خشوع ورکوع مخفی نہیں میں تمہیں اپنے پس پشت دیکھتا ہوں۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ

اس آیت میں ساجدین سے مؤمنین مراد ہیں اور معنی یہ ہیں کہ زمانہ حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لے کر حضرت عبداللہ وآمنہ خاتون تک مؤمنین کی اصلاب وارحام میں آپ کے دورے کو ملاحظہ فرماتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے تمام اصول آباء و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک سب کے سب مؤمن ہیں۔(تفسیر مدارک وجمل، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ۝ |
| بیشک وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔وہ ہر زبردست |
| جھوٹے،سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔ |

## کاہنوں پر شیاطین کے وسواس کے نزول کا بیان

"هَلْ أُنَبِّئُكُمْ" يَا كُفَّار مَكَّة "عَلَى مَنْ تَنَزَّل الشَّيَاطِين" بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ الْأَصْل "تَنَزَّل عَلَى كُلّ أَفَّاك" كَذَّاب "أَثِيم" فَاجِر مِثْل مُسَيْلِمَة وَغَيْره مِنْ الْكَهَنَة

بیشک وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔اے کفار مکہ! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں۔یہاں پر تنزل میں اصل میں ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔وہ ہر زبردست جھوٹے،سخت گنہگار پر اترتے ہیں۔یعنی فاجر جس طرح مسلیمہ کذاب وغیرہ جیسے کاہنوں سے ہیں۔

## شیاطین اور جادوگروں کے کارناموں کا بیان

مشرکین کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا یہ قرآن برحق نہیں۔اس نے اسکو خود گھڑ لیا ہے یا اس کے پاس جنوں کا کوئی سردار آتا ہے جو اسے یہ سکھا جاتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس اعتراض سے پاک کیا اور ثابت کیا کہ آپ جس قرآن کو لائے ہیں وہ اللہ کا کلام ہے اسی کا اتارا ہوا ہے۔بزرگ امین طاقتور فرشتہ اسے لایا ہے۔یہ کسی شیطان یا جن کی طرف سے نہیں شیاطین تو تعلیم قرآن سے چڑتے ہیں اس کی تعلیمات ان کے یکسر خلاف ہیں۔انہیں کیا پڑی کہ ایسا پاکیزہ اور راہ راست پر لگانے والا قرآن وہ لائیں اور لوگوں کو نیک راہ بتائیں وہ تو اپنے جیسے انسانی شیطانوں کے پاس آتے ہیں جو پیٹ بھر کر جھوٹ بولنے والے ہوں۔بدکردار اور گناہگار ہوں۔ایسے کاہنوں اور بدکرداروں اور جھوٹے لوگوں کے پاس جنات اور شیاطین پہنچتے ہیں کیونکہ وہ بھی جھوٹے اور بداعمال ہیں۔اچٹتی ہوئی کوئی ایک آدھ بات سنی سنائی پہنچاتے ہیں اور وہ ایک جو آسمان سے چھپے چھپائے سن لی تو سو جھوٹ اس میں ملا کر کاہنوں کے کان میں ڈال دی۔انہوں نے اپنی طرف سے پھر بہت سی باتیں شامل کر کے لوگوں میں ڈینگیں ماردیں۔اب ایک آدھ بات تو سچی نکلی لیکن لوگوں نے ان کی اور سو جھوٹی باتیں بھی سچی مان لیں اور تباہ ہوئے۔بخاری شریف میں ہے کہ لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔لوگوں نے کہا حضور کبھی کبھی تو ان کی کوئی بات کھری بھی نکل آتی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں یہ وہی بات ہوتی ہے جو جنات

آسمان سے اڑا لاتے ہیں اور ان کے کان میں کہہ کر جاتے ہیں پھر اسکے ساتھ جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر کہہ دیتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کام کا فیصلہ آسمان پر کرتا ہے تو فرشتے با ادب اپنے پر جھکا دیتے ہیں۔ ایسی آواز آتی ہے جیسے کسی چٹان پر زنجیر بجائی جاتی ہو جب وہ گھبراہٹ ان کے دلوں سے دور ہوتی ہے تو آپس میں دریافت کرتے ہیں کہ رب کا کیا حکم صادر ہوا ہے؟ دوسرے جواب دیتے ہیں کہ رب نے یہ فرمایا اور وہ عالی شان اور بہت بڑی کبرائی والا ہے۔ کبھی کبھی امر الٰہی سے چوری چھپے سننے والے کسی جن کے کان میں بھنک پڑ جاتی ہے۔

جو اس طرح ایک پر ایک پر ہو کر وہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت سفیان نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں پھیلا کر اس پر دوسرا ہاتھ اس طرح رکھ کر انہیں ہلا کر بتایا کہ اس طرح اب اوپر والا نیچے والے کو اور وہ اپنے سے نیچے والے کو وہ بات بتلا دیتا ہے یہاں تک کہ جادوگر اور کاہن کو وہ پہنچا دیتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بات پہنچاتے اس سے پہلے شعلہ پہنچ جاتا ہے اور کبھی اس کے پہلے ہی وہ پہنچا دیتے ہیں اس میں کاہن و جادوگر اپنے سو جھوٹ شامل کر کے مشہور کرتا ہے چونکہ وہ ایک بات سچی نکلتی ہے لوگ سب باتوں کو ہی سچا سمجھنے لگتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| يُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ ط |
| وہ سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔ اور شاعروں کی پیروی بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔ |

## گمراہ کن شاعری کی مذمت کا بیان

"يُلْقُونَ" الشَّيَاطِين "السَّمْع" مَا سَمِعُوهُ مِنْ الْمَلَائِكَة إلَى الْكَهَنَة "وَأَكْثَرهمْ كَاذِبُونَ" يَضُمُّونَ إلَى الْمَسْمُوع كَذِبًا كَثِيرًا وَكَانَ هَذَا قَبْل أَنْ حُجِبَتْ الشَّيَاطِين عَنْ السَّمَاء

"وَالشُّعَرَاء يَتَّبِعهُمْ الْغَاوُونَ" فِي شِعْرهمْ فَيَقُولُونَ بِهِ وَيَرْوُونَهُ عَنْهُمْ فَهُمْ مَذْمُومُونَ

وہ شیاطین سنی ہوئی بات لا ڈالتے ہیں یعنی جس بات کو فرشتوں سے سن لیتے ہیں وہ کاہنوں کو بتا دیتے ہیں۔ اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں۔ کیونکہ وہ سنی ہوئی باتوں میں ملاوٹ کر دیتے ہیں۔ اور یہ بیان واقعہ شیاطین کے آسمانوں پر چڑھنے سے روک دیے جانے سے پہلے کا ہے۔ اور شاعروں کی پیروی ان کے شعروں میں بہکے ہوئے لوگ ہی کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور نقل کر دیتے ہیں اور پس وہ اسی معاملہ میں برے ہیں۔

## سورہ شعراء آیت ۲۲۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت شعراءِ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور ان کی قوم کے گمراہ لوگ ان سے ان اشعار کو نقل کرتے تھے۔ ان لوگوں کی آیت میں مذمت فرمائی گئی۔

## شیطانی شاعری کی مذمت و برائی کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کے دوران عرج میں تھے کہ اچانک ایک شاعر سامنے سے نمودار ہوا جو اشعار پڑھنے میں مشغول تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس شیطان کو پکڑلو یا یہ فرمایا کہ اس شیطان کو جانے دو یعنی اس کو شعر پڑھنے سے روک دیا، یاد رکھو! انسان کا اپنے پیٹ کو پیپ سے بھرنا اس میں اشعار بھرنے سے بہتر ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 745)

عرج، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان راستہ میں پڑنے والی ایک گھاٹی کا نام ہے جہاں ایک چھوٹی سی بستی بھی ہے اس راستے پر چلنے والے قافلے یہاں منزل کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی سفر ہجرت اور حجۃ الوداع میں اس جگہ سے گزرے تھے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ حجۃ الوداع کے سفر کے دوران کا ہے۔ بہر حال جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ شعر پڑھنے میں بری طرح مشغول ہے یہاں تک کہ اس کو وہاں موجود مسلمانوں کی طرف بھی کوئی التفات نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں سے صرف نظر کئے ہوئے بے محابا چلا جا رہا ہے۔ اور اس کو شوق شعر و شاعری نے اس درجہ بے باک بنا دیا ہے کہ وہ انسانی اور اخلاقی تقاضوں اور آداب زندگی کو فراموش کر بیٹھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے رگ و پے میں صرف شعر و شاعری ہی سرایت کئے ہوئے اور وہ پرلے درجے کا بے حیاء و بے ادب بن گیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شیطان فرمایا جس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ یہ شخص رحمت الٰہی اور قرب الٰہی سے بعد اختیار کئے ہوئے اور ظاہر ہے کہ اس سے صورت حال کا صدور محض اس لئے ہوا کہ وہ اپنی شعر و شاعری کے غرور نخوت میں مبتلا تھا اس لئے آپ نے شعر کی مذمت کی۔

## گمراکن شاعری اور شیطانی وسواس کا بیان

کافر شاعروں کی اتباع گمراہ لوگ کرتے ہیں۔ عرب کے شاعروں کا دستور تھا کسی کی مذمت اور ہجو میں کچھ کہہ ڈالتے تھے لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو جاتی تھی اور اسکی ہاں میں ہاں ملانے لگتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کیساتھ عرج میں جا رہے تھے راستے میں ایک شاعر شعر خوانی کرتے ہوئے ملا۔ آپ نے فرمایا اس شیطان کو پکڑلو یا فرمایا روکو۔ تم میں سے کوئی شخص خون اور پیپ سے اپنا پیٹ بھر لے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ شعروں سے اپنا پیٹ بھرے۔ انہیں ہر جنگل کی ٹھوکریں کھاتے کسی نے نہیں دیکھا؟ ہر لغو میں یہ گھس جاتے ہیں۔ کلام کے ہر فن میں بولتے ہیں۔ کبھی کسی کی تعریف میں زمین اور آسمان کے قلابے ملاتے ہیں۔ کبھی کسی کی مذمت میں آسمان و زمین سر پر اٹھاتے ہیں جھوٹی خوشامد جھوٹی برائیاں گھڑی ہوئی بدیاں ان کے حصے میں آئی ہیں۔ یہ زبان کے بھانڈ ہوتے ہیں لیکن کام کے کاہل ایک انصاری اور ایک دوسری قوم کے شخص نے ہجو کا مقابلہ کیا جس میں دنوں کے قوم کے بڑے بڑے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ پس اس آیت میں یہی ہے کہ ان کا ساتھ دینے والے گمراہ لوگ ہیں۔ وہ وہ باتیں بکا کرتے ہیں جنہیں کسی نے کبھی کیا نہ ہو۔ اسی لئے علماء نے اس بات میں اختلاف کیا ہے کہ اگر

کسی شاعر نے اپنے شعر میں کسی ایسے گناہ کا اقرار کیا ہو جس پر حد شرع واجب ہوتی ہو تو آیا وہ حد اس پر جاری کی جائے گی یا نہیں؟ دونوں طرف علماء گئے۔ واقعی وہ فخر و غرور کے ساتھ ایسی باتیں بک دیتے ہیں کہ میں نے یہ کیا اور وہ کیا حالانکہ نہ کچھ کیا ہوا اور نہ ہی کر سکتے ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ۝ |
| کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ |

## تخیلات کی وادیوں میں حیران پھرنے والے شعراء کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "اَنَّهُمْ فِی كُلِّ وَادٍ" مِنْ اَوْدِيَةِ الْكَلَام وَفُنُونه "يَهِيمُونَ" يَمْضُونَ فَيُجَاوِزُونَ الْحَدّ مَدْحًا وَهِجَاء "وَاَنَّهُمْ يَقُولُونَ" فَعَلْنَا "مَا لَا يَفْعَلُونَ" يَكْذِبُونَ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں۔ یعنی یہی لوگ کلام اور اس فنون کی وادیوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ اور وہ تضمین ملاتے ہیں اور تعریف و ہجو میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک وہ کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ یعنی وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں حضرت نعمان بن عدی بن فضلہ کو بصرے کے شہر بیسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ وہ شاعر تھے ایک مرتبہ اپنے شعروں میں کہا کہ کیا حسینوں کو یہ اطلاع نہیں ہوئی کہ ان کا محبوب بیسان میں ہے جہاں ہر وقت شیشے کے گلاسوں میں دور شراب چل رہا ہے اور گاؤں کی بھولی لڑکیوں نے گانے اور ان کے رقص و سرور مہیا ہیں ہاں اگر میرے کسی دوست سے ہو سکے تو اس بڑے اور بھرے ہوئے جام مجھے پلائے لیکن ان سے چھوٹے جام مجھے سخت ناپسند ہیں۔ اللہ کرے امیر المومنین کو یہ خبر نہ پہنچے ورنہ برا مانیں گے اور سزا دیں گے۔ یہ اشعار سچ مچ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچ گئے آپ سخت ناراض ہوئے اور اسی وقت آدمی بھیجا کہ میں نے تجھے تیرے عہدے سے معزول کیا۔ اور آپ نے ایک خط بھیجا جس میں بسم اللہ کے بعد حم کی تین آیتیں (الیه المصیر) تک لکھ کر پھر تحریر فرمایا کہ تیرے اشعار سے مجھے سخت رنج ہوا۔ میں تجھے تیرے عہدے سے معزول کرتا ہوں۔ چنانچہ اس خط کو پڑھتے ہی حضرت نعمان دربار خلافت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کیا کہ امیر المومنین واللہ نہ میں نے کبھی شراب پی نہ ناچ رنگ و گانا بجانا دیکھا، نہ سنا۔ یہ تو صرف شاعرانہ ترنگ تھی۔ آپ نے فرمایا یہی میرا خیال ہے لیکن میری تو ہمت نہیں پڑتی کہ ایسے فحش گو شاعر کو کوئی عہدہ دو۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بھی شاعر اپنے شعروں میں کسی جرم کے اعلان پر اگرچہ وہ قابل حد ہو تو حد نہیں لگائی جائے گی اس لئے کہ وہ جو کہتے ہیں سو کرتے نہیں ہاں وہ قابل ملامت اور لائق سرزنش ضرور ہیں۔

چنانچہ حدیث میں ہے کہ پیٹ کو لہو پیپ سے بھر لینا اشعار سے بھر لینے سے بدتر ہے۔ مطلب یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نہ تو شاعر ہیں، نہ ساحر، نہ کاہن، نہ مفتری ہیں۔ آپ کا ظاہر حال ہی آپ کے ان عیوب سے براءت کا بہت بڑا عادل گواہ ہے جیسے فرمان ہے کہ تو ہم نے انہیں شعر گوئی سکھائی ہے نہ اس کے لائق ہے یہ تو صرف نصیحت اور قرآن مبین ہے۔ اور آیت میں ہے یہ رسول کریم کا قول ہے کسی شاعر کا نہیں تم میں ایمان کی کمی ہے یہ کسی کاہن کا قول نہیں۔ تم میں نصیحت ماننے کا مادہ کم ہے یہ تو رب العلمین کی اتاری ہوئی کتاب ہے اس سورت میں بھی یہی فرمایا گیا کہ یہ رب العلمین کی طرف سے اتری ہے۔ روح الامین نے تیرے دل پر نازل فرمائی ہے عربی زبان میں ہے اس لیے کہ تو لوگوں کو آگاہ کر دے اسے شیاطین لے کر نہیں آئے نہ یہ ان کے لائق ہے نہ ان کی بس کی بات ہے وہ تو اس کے سننے سے بھی الگ کر دیئے گئے ہیں۔ جو جھوٹے مفتری اور بدکردار ہوتے ہیں ان کے پاس شیاطین آتے ہیں جو اچٹتی باتیں سن سنا کر ان کے کانوں میں آکر ڈال جاتے ہیں۔ محض جھوٹ بولنے والے یہ خود ہوتے ہیں شاعروں کی پشت پناہی اوباشوں کا کام ہے وہ تو ہر وادی میں سرگرداں ہوتے ہیں زبانی باتیں بناتیں ہیں عمل سے کورے رہتے ہیں اس کے بعد جو فرمان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا |
| مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ |
| سوائے ان (شعراء) کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے اور اپنے اوپر ظلم ہونے |
| کے بعد انتقام لیا، اور وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔ |

## ایمان وصالح عمل والے اہل ایمان کی شاعری کا وعید سے مستثنیٰ ہونے کا بیان

"إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" "مِنْ الشُّعَرَاء" "وَذَكَرُوا اللَّه كَثِيرًا" "لَمْ يَشْغَلهُمْ الشِّعْر عَنْ الذِّكْر" "وَانْتَصَرُوا" بِهَجْوِهِمْ الْكُفَّار "مِنْ بَعْد مَا ظُلِمُوا" بِهَجْوِ الْكُفَّار لَهُمْ فِي جُمْلَة الْمُؤْمِنِينَ فَلَيْسُوا مَذْمُومِينَ قَالَ اللَّه تَعَالَى: "لَا يُحِبّ اللَّه الْجَهْر بِالسُّوءِ مِنْ الْقَوْل إِلَّا مَنْ ظُلِمَ" وَقَالَ تَعَالَى: "فَمَنْ اعْتَدَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدَى عَلَيْكُمْ" "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا" "مِنْ الشُّعَرَاء وَغَيْرهمْ "أَيّ مُنْقَلَب" مَرْجِع "يَنْقَلِبُونَ" يَرْجِعُونَ بَعْد الْمَوْت،

سوائے ان شعراء کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہے۔ یعنی شاعری نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کیا۔ (یعنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدح خواں بن گئے) اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد ظالموں سے بزبان شعر کفار کی ہجو کر کے انتقام لیا اور ان کفار کا جملہ اہل ایمان کی ہجو کرنے کے سبب ان سے انتقام لینے والے مؤمنین کیلئے یہ بات کوئی قابل ندامت نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وہ برائی کے ساتھ بلند آواز کو پسند نہیں کرتا ہاں البتہ جس پر ظلم کیا گیا اس کو اجازت ہے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو شخص تم پر زیادتی کرے تم بھی اسی مثل پر زیادتی کر سکتے

ہو۔اور وہ لوگ جنہوں نے شاعری وغیرہ سے ظلم کیا عنقریب جان لیں گے کہ وہ مرنے کے بعد کونسی پلٹنے کی جگہ پلٹ کر جاتے ہیں۔

## سورہ شعراء آیت ۲۲۷ کے سبب نزول کا بیان

جب اللہ نے قرآن کریم کی یہ آیت (وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ) 26 ۔ الشعراء:224)، نازل فرمائی اور اس کے ذریعہ شعروشاعری کی برائی اور اپنے احوال کے ذریعہ ان پر ظاہر فرمایا کہ شعروشاعری بذات خود کوئی بری چیز نہیں ہے بلکہ اس میں برائی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس کو غیر شرعی باتوں اور نامناسب مضامین کے اظہار کا ذریعہ بنایا جائے اور چونکہ عام طور پر شعراء فکروخیال کی گمراہی اور زبان کلام کی بے اعتدالیوں کا شکار ہوتے ہیں اس لئے اللہ نے اس کی مذمت میں مذکورہ آیت نازل فرمائی ورنہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ کوئی شخص اپنے اشعار کو حق وصداقت کے اظہار باطل وناحق کی تردید کا ذریعہ بنائے تو اس کی شعروشاعری اس آیت کا محمول نہیں ہوگی بلکہ جو شعراء اپنے اشعار کے ذریعہ اللہ اور اللہ کے رسول کی خاطر کفار کا شعری مقابلہ کرتے ہیں اور ان کی ہجو کا جواب ہجو دے کر گویا دین اسلام کی تائید کرتے ہیں وہ دراصل جہاد کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں لہذا تمہیں اطمینان رکھنا چاہیے کہ نہ تمہارے اشعار اس آیت کی روشنی میں قابل مذمت ہیں اور نہ تم ان شعراء میں داخل ہو جن کی برائی ظاہر کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی گئی ہے کیونکہ خود اللہ نے تم جیسے شعراء کو اپنے اس قول کے ذریعہ مذکورہ آیت کے حکم سے باہر رکھا ہے کہ۔آیت (اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا،

اسکا شان نزول یہ ہے کہ اس سے اگلی آیت جس میں شاعروں کی مذمت ہے جب اتری تو دربار رسول کے شعراء حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہم روتے ہوئے دربار نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاعروں کی تو یہ گت بنی اور ہم بھی شاعر ہیں اسی وقت آپ نے یہ دوسری آیت تلاوت فرمائی کہ ایمان لانے والے اور نیک عمل کرنے والے تم ہو ذکر اللہ بکثرت کرنے والے تم ہو مظلوم ہو کر بدلہ لینے والے تم ہو پس تم ان سے مستثنیٰ ہو۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

صحیح مسلم میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوسفیان صخر بن حرب جب مسلمان ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا مجھے تین چیزیں عطا فرمائیے ایک تو یہ کہ میرے لڑکے معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجیے۔ دوسرے مجھے کافروں سے جہاد کے لئے بھیجئے اور میرے ساتھ کوئی لشکر دیجیے تاکہ جس طرح کفر میں مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اب اسلام میں کافروں کی خبر لوں۔آپ نے دونوں باتیں قبول فرمائیں ایک تیسری درخواست بھی کی جو قبول کی گئی۔پس ایسے لوگ اس آیت کے حکم سے اس دوسری آیت سے الگ کر لئے گئے۔ذکر اللہ خواہ وہ اپنے شعروں میں بکثرت کریں خواہ اور طرح اپنے کلام میں یقیناً وہ اگلے گناہوں کا بدلہ اور کفارہ ہے۔ اپنی مظلومی کا بدلہ لیتے ہیں۔یعنی کافروں کی ہجو کا جواب دیتے ہیں۔خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان سے فرمایا تھا ان کفار کی ہجو کرو جبرائیل تمہارے ساتھ ہیں۔

حضرت کعب بن مالک شاعر نے جب شعراء کی برائی قرآن میں سنی تو حضور سے عرض کیا آپ نے فرمایا تم ان میں نہیں ہو

مومن تو جس طرح اپنی جان سے جہاد کرتا ہے اپنی زبان سے بھی جہاد کرتا ہے۔ واللہ تم لوگوں کے اشعار تو انہیں مجاہدین کے تیروں کی طرح چھید ڈالتے ہیں۔ پھر فرمایا ظالموں کو اپنا انجام ابھی معلوم ہو جائے گا۔ انہیں عذر معذرت بھی کچھ کام نہ آئیگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ظالم سے بچو اس سے میدان قیامت میں اندھیروں میں رہ جاؤ گے۔ آیت عام ہے خواہ شاعر ہوں خواہ شاعر نہ ہوں سب شامل ہیں۔ حضرت حسن نے ایک نصرانی کے جنازے کو جاتے ہوئے دیکھ کر یہی آیت تلاوت فرمائی تھی۔ آپ جب اس آیت کی تلاوت کرتے تو اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔ روم میں جب حضرت فضالہ بن عبید تشریف لے گئے اس وقت ایک صاحب نماز پڑھ رہے تھے جب انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد بیت اللہ کی بربادی کرنے والے ہیں کہا گیا کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں، یہ بھی مروی ہے کہ مراد مشرک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آیت عام ہے سب پر مشتمل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنی وصیت صرف دوسطروں میں لکھی۔

جو یہ تھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ ہے وصیت ابوبکر بن ابی قحافہ کی۔ اس وقت کی جب کہ وہ دنیا چھوڑ رہے تھے۔ جس وقت کافر بھی مومن ہو جاتا، فاجر بھی توبہ کر لیتا تب کاذب کو بھی سچا سمجھتا ہے میں تم پر اپنا خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنا رہا ہوں۔ اگر وہ عدل کرے تو بہت اچھا اور میرا گمان بھی ان کے ساتھ یہی ہے اور اگر وہ ظلم کرے اور کوئی تبدیلی کر دے تو میں غیب نہیں جانتا۔ ظالموں کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شعراء، بیروت)

## سورہ الشعراء کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ الشعراء کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ اَلنَّمَلُ

## یہ قرآن مجید کی سورت نمل ھے

### سورت نمل کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ النَّمل ( مَكِّيَّة وَ آيَاتهَا 93 أو 94 أو 95 آيَة نَزَلَتْ بَعْد سُورَة الشُّعَرَاء)

سورہ نمل مکیہ ہے اس میں سات رکوع اور ترانوے آیات اور ایک ہزار تین سو سترہ کلمات اور چار ہزار سات سو ننانوے حروف ہیں۔ یہ سورت شعراء کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورہ نمل کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے مشاہدہ نمل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ نے تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کا اپنے چیونٹیوں سے خطاب کرتے ہوئے اس کی بات کو سن لیا۔ تو اسی واقعہ کی مناسبت سے اس سورت کو سورہ نمل کہا جاتا ہے۔

### چیونٹی کو مارنے کے بارے میں حکم کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اللہ کے جو) انبیاء (پہلے گزر چکے ہیں ان میں سے کسی نبی ( کا واقعہ ہے کہ ایک دن ان کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا، انہوں نے چیونٹیوں کے بل کے بارے میں حکم دیا کہ اس کو جلا دیا جائے، چنانچہ بل کو جلا دیا گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وحی نازل کی کہ تمہیں ایک چیونٹی نے کاٹا تھا اور تم نے جماعتوں میں سے ایک جماعت کو جلا ڈالا جو تسبیح میں مشغول رہتی تھی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 60)

چنانچہ بل کو جلا دیا گیا" کے بارے میں بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی نے اس درخت کو جلانے کا حکم دیا تھا جس میں چیونٹیوں کا بل تھا، چنانچہ اس درخت کو جلا ڈالا گیا۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ان نبی علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا تھا کہ (پروردگار! تو کسی آبادی کو اس کے باشندوں کے گناہوں کے سبب عذاب میں مبتلا کرتا ہے اور وہ پوری آبادی تہس نہس ہو جاتی ہے، درآنحالیکہ اس آبادی میں مطیع وفرمانبردار لوگوں کی بھی کچھ تعداد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کرلیا کہ ان کی عبرت کے لئے کوئی مثال پیش ہونی چاہئے۔ چنانچہ ان نبی علیہ السلام پر سخت ترین گرمی مسلط کردی گئی، یہاں تک کہ وہ اس گرمی سے نجات پانے کے لئے ایک سایہ دار درخت کے نیچے چلے گئے، وہاں ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور وہ سو رہے تھے تو

ایک چیونٹی نے ان کو کاٹ لیا، انہوں نے حکم دیا کہ ساری چیونٹیوں کو جلا دیا جائے، کیونکہ ان کے لئے یہ آسان نہیں تھا کہ وہ اس خاص چیونٹی کو پہچان کر جلواتے جس نے ان کو کاٹا تھا یا یہ کہ ان کے نزدیک ساری چیونٹیاں موذی تھیں اور موذی کی پوری جنس کو مار ڈالنا جائز ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ قریۃ نمل " سے چیونٹیوں کا بل مراد ہے۔ " اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی نازل کی الخ " یہ گویا ان نبی پر حق تعالیٰ کی طرف سے عتاب ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ اس بات پر محمول ہے کہ نبی علیہ السلام کی شریعت میں چیونٹیوں کو مار ڈالنا یا جلا ڈالنا جائز تھا اور عتاب اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے ایک چیونٹی سے زیادہ کو جلایا۔ لیکن واضح رہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی بھی حیوان و جانور کو جلانا جائز نہیں ہے اگرچہ جوئیں اور کھٹمل وغیرہ ہی کیوں نہ ہوں، نیز موذی جانوروں کے علاوہ دوسرے جانوروں کو مار ڈالنا بھی جائز نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھی جاندار کو مار ڈالنے سے منع فرمایا ہے الاّ یہ کہ وہ ایذاء پہنچانے والا ہو۔ مطالب المؤمنین میں محمد بن مسلم سے چیونٹی کا مار ڈالنے کے بارے میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ اگر چیونٹی نے تمہیں ایذاء پہنچائی ہے تو اس کو مار ڈالو اور اگر اس نے کوئی ایذاء نہیں پہنچائی ہے تو مت مارو، چنانچہ فقہاء نے کہا ہے کہ ہم اسی قول پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اسی طرح چیونٹی کو پانی میں ڈالنا بھی مکروہ ہے۔ نیز کسی ایک چیونٹی کو (جس نے ایذاء پہنچائی ہو) مار ڈالنے کے لئے ساری چیونٹیوں کے بل کو نہ جلایا جائے اور نہ تباہ کیا جائے۔

| |
|---|
| طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۝ |
| طا، سین (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، یہ قرآن اور روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔ |
| ہدایت ہے اور ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ |

## قرآن کی تصدیق کرنے والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"طس" اللّٰہ أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذٰلِكَ "تِلْكَ" هٰذِهِ الْآيَات "آيَات الْقُرْآن" آيَات مِنْهُ "وَكِتَاب مُبِين" مُظْهِر لِلْحَقِّ مِنَ الْبَاطِل عَطْف بِزِيَادَةِ صِفَةٍ هُوَ "هُدًى" هَادٍ مِنَ الضَّلَالَة "وَبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ" الْمُصَدِّقِينَ بِهِ بِالْجَنَّةِ

طا، سین (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، یہ قرآن یعنی قرآن کی آیات اور روشن کتاب کی آیات ہیں۔ جو باطل سے حق کو ظاہر کر دینے والی ہیں۔ صفت کی زیادتی کے ساتھ قرآن پر عطف ہے۔ جو گمراہی سے ہدایت ہے اور ایسے ایمان والوں کے لئے خوشخبری ہے۔ یعنی اس کی تصدیق کرنے والوں کیلئے جنت ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی کلام اللہ کے ذریعہ کتنے لوگوں کو بلند کرتا ہے اور اس کے ذریعہ کتنے لوگوں کو پست کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ، حدیث نمبر 627)

مطلب یہ ہے کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کا درجہ بلند کرتا ہے بایں طور کہ دنیا میں تو اسے عزت و وقار کی زندگی عطا فرماتا ہے اور عقبیٰ میں ان لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے جن پر اس نے اپنا انعام کیا ہے اس طرح جو شخص نہ قرآن پڑھتا ہے اور نہ اس پر عمل کرتا ہے اس کا درجہ پست کر دیتا ہے۔

| |
|---|
| اَلَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ○ |
| وہ جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ |

## نماز و زکوٰۃ اور عقیدہ آخرت کا بیان

"اَلَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة " يَأْتُونَ بِهَا عَلَى وَجْهِهَا "وَيُؤْتُونَ" يُعْطُونَ "الزَّكَاة وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" يَعْلَمُونَهَا بِالِاسْتِدْلَالِ وَأُعِيدهُمْ لَمَّا فَصَلَ بَيْنه وَبَيْن الْخَبَر

وہ جو نماز قائم کرتے یعنی اس کے ارکانوں کے ساتھ اس کو ادا کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین بھی وہی رکھتے ہیں۔ یہاں پر لفظ ھم یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر یوقنون کے درمیان فصل کرنے کیلئے ھم کو دوبارہ لایا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اول اس بات کا دل سے اقرار کرنا اور گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ دوم پابندی کے ساتھ نماز پڑھنا، سوم زکوۃ دینا، چہارم حج کرنا، پنجم رمضان کے روزے رکھنا۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 3)

اسلام" کی تشبیہ "عمارت" سے دی جاسکتی ہے کہ جس طرح کوئی بلند بالا اور خوشنما عمارت اس وقت تک قائم نہیں رہ سکتی جب تک کہ اس کے نیچے بنیادی ستون نہ ہوں، اسی طرح اسلام کے بھی پانچ بنیادی ستون ہیں جن کے بغیر کوئی آدمی اپنے اسلام کو وجود و بقا نہیں دے سکتا، ان ہی پانچ ستونوں کو اس حدیث میں ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور وہ ہیں: عقیدہ توحید و رسالت، نماز، زکوۃ، حج اور روزہ۔ جو آدمی خود کو مومن و مسلمان بنانا اور قائم رکھنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی اعتقادی و فکری اور عملی و اخلاقی زندگی کی اساس ان پانچوں ستونوں کو قرار دے۔ پھر جس طرح کسی عمارت کی شان و شوکت اور دیدہ زیبی و خوشنمائی در و دیوار کے نقش و نگار اور طاق و محراب کی آرائش و زیبائش پر منحصر ہوتی ہے اسی طرح اسلام کے حسن و کمال کا انحصار بھی ان اعمال پر ہے جن کو واجبات و مستحبات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہاں حدیث میں چونکہ اسلام کی بنیادی چیزوں کا ذکر مقصود تھا اس لئے اس موقع پر ان واجبات و مستحبات کا ذکر نہیں کیا گیا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ زَیَّنَّا لَھُمْ اَعْمَالَھُمْ فَھُمْ یَعْمَھُوْنَ○ |
| اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ھُمُ الْاَخْسَرُوْنَ○ |

| |
|---|
| بے شک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، پس وہ حیران پھرتے ہیں |
| یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ |

## کفار کیلئے دنیا میں برے کاموں کے مزین ہونے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ " الْقَبِيحَة بِتَرْكِيبِ الشَّهْوَة حَتَّى رَأَوْهَا حَسَنَة "فَهُمْ يَعْمَهُونَ" يَتَحَيَّرُونَ فِيهَا لِقُبْحِهَا عِنْدنَا،

"أُولَئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ سُوء الْعَذَاب" أَشَدّه فِي الدُّنْيَا الْقَتْل وَالْأَسْر "وَهُمْ فِي الْآخِرَة هُمْ الْأَخْسَرُونَ" لِمَصِيرِهِمْ إِلَى النَّار الْمُؤَبَّدَة عَلَيْهِمْ،

بے شک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کر دیے ہیں، یعنی خواہش نفس کے سبب وہ برے کاموں کا اچھا سمجھتے ہیں۔ پس وہ حیران پھرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے نزدیک برے کام ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے دنیا میں برا عذاب ہے جو قتل وقید ہے۔ اور یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔ کیونکہ ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا جو ان کا دائمی ٹھکانہ ہے۔

## مردار دنیا کا کفار کیلئے مزین ہونے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار سے گزرتے ہوئے کسی بلندی سے مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے دونوں طرف تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیڑ کا ایک بچہ جو چھوٹے کانوں والا تھا اسے مرا ہوا دیکھا آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا تم میں سے کون اسے ایک درہم میں لینا پسند کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ہم میں سے کوئی بھی اسے کسی چیز کے بدلے میں لینا پسند نہیں کرتا اور ہم اسے لے کر کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ یہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ کی قسم اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا کان چھوٹا ہے حالانکہ اب تو یہ مردار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم اللہ کے ہاں یہ دنیا اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے جس طرح تمہارے نزدیک یہ مردار ذلیل ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2917)

| |
|---|
| وَإِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْآنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ○ |
| اور بیشک آپ کو قرآن بڑے حکمت والے، علم والے کی طرف سے سکھایا جا رہا ہے۔ |

## قرآن اور علوم قرآن کا نبی کریم ﷺ کو دیئے جانے کا بیان

"وَإِنَّكَ" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَتُلَقَّى الْقُرْآن" يُلْقَى عَلَيْك بِشِدَّةٍ "مِنْ لَدُنْ" مِنْ عِنْد "حَكِيم عَلِيم" فِي ذَلِكَ

اور بیشک آپ یعنی نبی کریم ﷺ کو یہ قرآن بڑے حکمت والے، علم والے رب کی طرف سے سکھایا جارہا ہے۔ یعنی مشقت کے ساتھ آپ کو یہ قرآن دیا جارہا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت وشریعت کی مثال کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین وشریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں بغیر کسی غرض کے ڈرسنانے والا ہوں، للہذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا صبح کو لشکر نے آکر ان کو پکڑلیا اور ہلاک کرڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کردیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی کی اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 145)

ننگا ڈرانے والے کی اصل یہ ہے کہ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی لشکر کو اپنی قوم پر حملہ کے لئے آتا ہوا دیکھتا تو کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور بالکل ننگا ہو کر چلاتا ہوا اپنی قوم کی طرف آتا تاکہ لوگ خبردار ہوجائیں اور دشمن کی اچانک آمد سے بچاؤ کی شکل پیدا کرسکیں۔ اسی کو ننگا ڈرانے والا کہا جاتا تھا، اس کے بعد سے یہ کسی ناگہانی اور خوفناک حادثہ کے پیش آنے میں صرف ایک ضرب المثل بن گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ مثال بالکل صحیح وصادق تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانبردار اور اطاعت گزار کو جنت اور رضاء مولیٰ کی خوشخبری اور نافرمانبردار وسرکش جماعت کو اللہ کے عذاب وغضب کی خبر دینے میں بالکل سچے تھے۔

| |
|---|
| اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖۤ اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ |
| جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے، عنقریب میں تمہارے پاس |
| اس میں سے کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہیں کوئی چمکتا ہوا انگارا لا دیتا ہوں تاکہ تم تپ اٹھو۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ لینے کیلئے جانے کا بیان

اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖ" زَوْجَته عِنْد مَسِيره مِنْ مَدْيَن إلَى مِصْر "اِنِّیْ آنَسْت" أَبْصَرْت مِنْ بَعِيد "نَارًا سَآتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ" عَنْ حَال الطَّرِيق وَكَانَ قَدْ ضَلَّهَا "أَوْ آتِيكُمْ بِشِهَابِ قَبَس" بِالْإِضَافَةِ لِلْبَيَانِ وَتَرْكهَا أَيْ شُعْلَة نَار فِي رَأْس فَتِيلَة أَوْ عُود "لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ" وَالطَّاء بَدَل مِنْ تَاء

اِلافْتِعَال مِنْ صَلِیَ بِالنَّارِ بِکَسْرِ اللَّامِ وَفَتْحِهَا : تَسْتَدْفِئُونَ مِنَ الْبَرْدِ

وہ واقعہ یاد کریں جب موسیٰ (علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے فرمایا جب وہ مدین سے مصر کے جانب جارہے تھے کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے یعنی میں نے دور سے آگ دیکھی ہے۔عنقریب میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی خبر لاتا ہوں جو راستے سے متعلق ہو کیونکہ راستہ ان سے دور ہو گیا تھا۔یا تمہیں بھی اس میں سے کوئی چمکتا ہوا انگارالا دیتا ہوں۔یہاں پر شہاب قبس یہ اضافت بیانیہ اور عدم اضافت کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی رسی یا لکڑی کے سرے پر آگ لگا کر لے آؤں۔تاکہ تم بھی اس کی حرارت سے تپ اٹھو۔لفظ تصطلون میں تائے افتعال کو طاء سے بدلہ ہوا ہے۔جو صلی بالنار لام کے کسرہ اور فتحہ سے مشتق ہے تاکہ تم سردی سے بچاؤ کرسکو۔

## سبز درخت میں آگ نظر آنے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ یاد دلا رہا ہے کہ اللہ نے انہیں کس طرح بزرگ بنایا اور ان سے کلام کیا اور انہیں زبردست معجزے عطا فرمائے اور فرعون اور فرعونیوں کے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا لیکن کفار نے آپ کا انکار کیا اپنے کفر وتکبر سے نہ ہٹے آپ کی اتباع اور پیروی نہ کی۔فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اپنی اہل کو لے کر چلے اور راستہ بھول گئے رات آگئی اور وہ بھی سخت اندھیرے والی۔تو آپ نے دیکھا کہ ایک جانب سے آگ کا شعلہ سا دکھائی دیتا ہے آپ نے اپنی اہل سے فرمایا کہ تم تو یہیں ٹھہرو۔میں اس روشنی کے پاس جاتا ہوں کیا عجب کہ وہاں سے جو ہو اس سے راستہ معلوم ہو جائے یا میں وہاں کچھ آگ لے آؤں کہ تم اسے ذرا سینک تاپ کرلو۔ایسا ہی ہوا کہ آپ وہاں سے ایک بڑی خبر لائے اور بہت بڑا نور حاصل کیا فرماتا ہے کہ جب وہاں پہنچے اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے دیکھتے ہیں کہ سرسبز درخت ہے اس پر آگ لپٹی رہی شعلے تیز ہو رہے ہیں اور درخت کی سرسبزی اور بڑھ رہی ہے۔اونچی نگاہ کی تو دیکھا کہ وہ نور آسمان تک پہنچا ہوا ہے۔فی الواقع وہ آگ نہ تھی بلکہ نور تھا اور نور بھی وحدہ لاشریک کا۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی،سورہ نمل،بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَاؕ |
| وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝یٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝ |
| پھر جب وہ اس کے پاس آپہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے جو اس آگ میں ہے اور وہ جو اس کے آس پاس ہے، |
| اور اللہ پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔اے موسیٰ! بیشک وہ میں ہی اللہ ہوں جو نہایت غالب حکمت والا ہے۔ |

## آگ سے آنے والی آواز کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِیَ أَنْ" أَیْ بِأَنْ "بُورِكَ" أَیْ بَارَكَ اللّٰه "مَنْ فِی النَّار" أَیْ مُوسَى "وَمَنْ حَوْلهَا" أَیْ الْمَلَائِكَة أَوْ الْعَكْس وَبَارَكَ يَتَعَدَّى بِنَفْسِهِ وَبِالْحَرْفِ وَيُقَدَّر بَعْد فِی مَكَان "وَسُبْحَان اللّٰه رَبّ

الْعَالَمِينَ" مِنْ جُمْلَةِ مَا نُودِيَ وَمَعْنَاهُ تَنْزِيهُ اللّٰهِ مِنَ السُّوءِ "يَا مُوسَى إِنَّهُ" أَيْ الشَّأْنُ

پھر جب وہ اس کے پاس آپہنچے تو آواز دی گئی کہ بابرکت ہے جو اس آگ میں ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام اور وہ بھی جو اس کے آس پاس فرشتے یا اس کا عکس ہے، یہاں پر لفظ بارک یہ متعدی بہ نفسہ ہے یا متعدی بہ حرف ہے اور فی کے ظرف مکان مقدر ہے اور اللہ (ہر قسم کے جسم و مثال سے) پاک ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ یعنی وہ تمام جملے جو بیان کیے گئے ہیں جس کا معنی یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بے عیب ہے۔ اے موسیٰ! بیشک وہ (جلوہ فرمانے والا) میں ہی اللہ ہوں جو نہایت غالب حکمت والا ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ پر تعجب کرنے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام متعجب تھے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ کہ یکا یک ایک آواز آتی ہے کہ اس نور میں جو کچھ ہے وہ پاکی والا اور بزرگی والا ہے اور اس کے پاس جو فرشتے ہیں وہ بھی مقدس ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ سوتا نہیں اور نہ اسے سونا لائق ہے وہ ترازو کو پست کرتا ہے اور اونچی کرتا ہے رات کے کام اس کی طرف دن سے پہلے اور دن کے کام رات سے پہلے چڑھ جاتے ہیں۔ اسکا حجاب نور یا آگ ہے اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے چہرے کی تجلی ہر چیز کو جلا دیں جس پر اسکی نگاہ پہنچ رہی ہے یعنی کل کائنات کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ راوی حدیث نے یہ حدیث بیان فرما کر یہی آیت تلاوت کی۔

یہ الفاظ ابن ابی حاتم کے ہیں اور اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔ پاک ہے وہ اللہ جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں۔ اس کی مصنوعات میں سے کوئی چیز کسی کے احاطے میں نہیں۔ وہ بلند و بالا ہے ساری مخلوق سے الگ ہے زمین و آسمان اسے گھیر نہیں سکتے وہ احد و صمد ہے وہ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے پھر خبر دی کہ خود اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرما رہا ہے وہی اسی وقت سرگوشیاں کر رہا ہے جو سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت اور زیر حکم ہیں۔ وہ اپنے اقوال و افعال میں حکمت والا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ |
| يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۗ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ |
| اور اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب اسے دیکھا کہ سانپ کی مانند تیز حرکت کر رہی ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور |
| پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، اے موسیٰ! خوف نہ کرو بیشک پیغمبر میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانے کا بیان

"وَأَلْقِ عَصَاكَ" فَأَلْقَاهَا "فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ" تَتَحَرَّكُ "كَأَنَّهَا جَانٌّ" حَيَّةٌ خَفِيفَةٌ "وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ" يَرْجِعُ "يَا مُوسَى لَا تَخَفْ" مِنْهَا "إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ" عِنْدِي "الْمُرْسَلُونَ" مِنْ حَيَّةٍ وَغَيْرِهَا،

اور اے موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو، پھر جب موسیٰ نے لاٹھی کو زمین پر ڈالنے کے بعد اسے دیکھا کہ سانپ کی

مانند تیز حرکت کر رہی ہے گویا وہ زندہ سانپ ہو تو فطری ردِّ عمل کے طور پر پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا، ارشاد ہوا اے موسیٰ! خوف نہ کرو بیشک پیغمبر میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ خواہ کوئی سانپ ہو یا اس کے سوا کوئی چیز ہو۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا بیان

اس کے بعد جناب باری عزوجل نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اپنی لکڑی کو زمین پر ڈال دو تا کہ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد سنتے ہی لکڑی کو زمین پر گرایا۔ اسی وقت وہ ایک پھن اٹھائے پھنکارتا ہوا سانپ بن گئی اور بہت بڑے جسم کا سانپ بڑی ڈراؤنی صورت اس موٹاپے پر تیز تیز چلنے والا۔ ایسا جیتا جاگتا چلتا پھرتا زبردست اژدہا دیکھ کر حضرت موسیٰ خوف زدہ ہو گئے جان کا لفظ قرآن کریم میں ہے یہ ایک قسم کے سانپ ہیں جو بہت تیزی سے حرکت کرنے والے اور کنڈی لگانے والے ہوتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں رہنے والے ایسے سانپوں کے قتل سے ممانعت فرمائی ہے۔ الغرض جناب موسیٰ اسے دیکھ کر ڈر ے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے اور منہ موڑ کر پیٹھ پھر کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے ایسے دہشت زدہ تھے کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ موسیٰ ڈرو نہیں۔ میں تو تمہیں اپنا برگزیدہ رسول اور ذی عزت پیغمبر بنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اس آیت میں انسان کے لیے بہت بڑی بشارت ہے کہ جس نے بھی کوئی برائی کا کام کیا ہو پھر وہ اس پر نادم ہو جائے اس کام کو چھوڑ دے تو بہ کر لے اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جائے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے (وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی 82-20طہ:82) جو بھی توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور راہ راست پر چلے میں اس کے گناہوں کو بخشنے والا ہوں اور فرمان ہے آیت (وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۱۱۰ -4النسآء:110) جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو جائے یا کوئی گناہ کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کو غفور و رحیم پائے گا۔

اس مضمون کی آیتیں کلام الٰہی میں اور بھی بہت ساری ہیں۔ لکڑی کے سانپ بن جانے کے معجزے کے ساتھ ہی کلیم اللہ کو اور معجزہ دیا جاتا ہے کہ آپ جب بھی اپنے گریبان میں ہاتھ ڈال کر نکالیں گے تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہو کر نکلے گا یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں سے ہے کہ جن سے میں تیری وقتاً فوقتاً تائید کرتا رہونگا۔ تا کہ فاسق فرعون اور اس کی فاسق قوم کے دلوں میں تیری نبوت کا ثبوت جگہ پکڑ جائے یہ نو معجزے وہ تھے جن کا ذکر آیت (وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۢ بَیِّنٰتٍ فَسْــَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَاۗءِیْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا، الإسراء:101) میں ہے جس کی پوری تفسیر بھی اس آیت کے تحت میں گزر چکی ہے جب یہ واضح ظاہر صاف اور کھلے معجزے فرعونیوں کو دکھائے گئے تو وہ اپنی ضد میں آ کر کہنے لگے یہ تو جادو ہے لو ہم اپنے جادوگروں کو بلا لیتے ہیں مقابلہ کر لو اس مقابلہ میں اللہ نے حق کو غالب کیا اور سب لوگ زیر ہو گئے مگر پھر بھی نہ مانے۔

گو دلوں میں اس کی حقانیت جم چکی تھی۔ لیکن ظاہر مقابلہ سے ہٹے۔ صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر حق کو جھٹلاتے رہے اب تو دیکھ لے کہ ان مفسدوں کا انجام کس طرح حیرتناک اور کیسا کچھ عبرت ناک ہوا؟ ایک ہی مرتبہ ایک ہی ساتھ سارے کے سارے دریا برد کر دئے گئے۔ پس اے آخری نبی الزمان ﷺ کے جھٹلانے والو تم اس نبی کو جھٹلا کر مطمئن نہ بیٹھو۔ کیونکہ یہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اشرف وافضل ہیں ان کی دلیلیں اور معجزے بھی ان کی دلیلوں اور معجزوں سے بڑے ہیں خود آپ کا وجود آپ کے عادات واخلاق اور اگلی کتابوں کی اور اگلے نبیوں کی آپ کی نسبت بشارتیں اور ان سے اللہ کا عہد پیمان یہ سب چیزیں آپ میں ہیں پس تمہیں نہ مان کر نڈر اور بے خوف نہ رہنا چاہئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شعراء، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ |
| مگر جس نے ظلم کیا پھر برائی کے بعد نیکی سے بدل دیا تو بیشک میں بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں۔ |

## توبہ کے سبب معافی ہو جانے کا بیان

"اِلَّا" لٰكِنْ "مَنْ ظَلَمَ" نَفْسه "ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا" أَتَاهُ "بَعْد سُوء" أَيْ تَابَ "فَاِنِّي غَفُور رَحِيم" أَقْبَل التَّوْبَة وَأَغْفِر لَهُ،

مگر جس نے اپنی جان پر ظلم کیا پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا یعنی اس نے توبہ کی تو بیشک میں بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہوں۔ یعنی میں اس کی توبہ قبول کروں گا اور میں اس کو معاف کر دوں گا۔

حضرت ابوسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ قسم ہے تیری عزت کی اے میرے پروردگار! میں تیرے بندوں کو ہمیشہ گمراہ کرتا رہوں گا جب تک کہ ان کی روحیں ان کے جسم میں ہیں! پروردگار عزوجل نے فرمایا قسم ہے اپنی عزت اور بزرگی کی اور اپنے مرتبہ کی بلندی کی، میرے بندے جب تک مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں بھی ہمیشہ ان کو بخشتا رہوں گا۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 876)

| |
|---|
| وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ |
| اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکدار نکلے گا، نو نشانیوں میں ہیں فرعون اور اس کی قوم کے پاس |
| جاؤ۔ بیشک وہ نافرمان قوم ہیں۔ پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں واضح اور روشن ہو کر پہنچ گئیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ کھلا جادو ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ ید بیضاء کا بیان

"وَأَدْخِلْ يَدك فِي جَيْبك" طَوْق قَمِيصك "تَخْرُج" خِلَاف لَوْنهَا مِنْ الْأُدْمَة "بَيْضَاء مِنْ غَيْر سُوء" —

بَرَص لَهَا شُعَاع يُغْشِي الْبَصَر آيَة "فِي تِسْع آيَات" مُرْسَلًا بِهَا "فَلَمَّا جَاء تْهُمْ آيَتنَا مُبْصِرَة" مُضِيئَة وَاضِحَة "قَالُوا هَذَا سِحْر مُبِين" بَيِّن ظَاهِر،

اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان یعنی قمیص کے گریبان کے اندر ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے یعنی اپنی آدمی رنگ کے سفید چمک دار ہو کر نکلے گا، یعنی برص وغیرہ کے بغیر اس میں ایسی شعاع ہوگی جو آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی ہوگی۔ نو نشانیوں میں سے ہیں انہیں لے کر فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ۔ بیشک وہ نافرمان قوم ہیں۔ پھر جب ان کے پاس ہماری نشانیاں واضح اور روشن ہو کر پہنچ گئیں تو وہ کہنے لگے کہ یہ کھلا جادو ہے۔

سورہ اعراف میں ان نو معجزوں کی تفصیل یہ بیان کی گئی ہے: (۱) لاٹھی جو اژدھا بن جاتی تھی۔ (۲) ہاتھ بغل سے سورج کی طرح چمکتا ہوا نکلتا تھا۔ (۳) جادوگروں کو برسرعام شکست دینا۔ (۴) موسیٰ علیہ السلام کے پیشگی اعلان کے مطابق سارے ملک میں قحط سالی۔ (۵) طوفان۔ (۶) ٹڈی دل۔ (۷) تمام غلے کے ذخیروں میں سرسریاں اور انسان و حیوان میں جوئیں۔ (۸) مینڈکوں کا طوفان۔ (۹) پانی کا لہو ہو جانا۔

| |
|---|
| وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ |
| اور انہوں نے ظلم اور تکبر کے طور پر ان کا سراسر انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل ان کا یقین کر چکے تھے۔ |
| پس آپ دیکھئے کہ فساد بپا کرنے والوں کا کیسا انجام ہوا۔ |

## ظلم و تکبر کے سبب ایمان نہ لانے کا بیان

"وَجَحَدُوا بِهَا" لَمْ يُقِرُّوا "وَ" قَدْ "اسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسهمْ" أَيْ تَيَقَّنُوا أَنَّهَا مِنْ عِنْد اللّٰه "ظُلْمًا وَعُلُوًّا" تَكَبُّرًا عَنْ الْإِيمَان بِمَا جَاءَ بِهِ مُوسَى رَاجِع إِلَى الْجَحْد "فَانْظُرْ" يَا مُحَمَّد "كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُفْسِدِينَ" الَّتِي عَلِمْتهَا مِنْ إِهْلَاكهمْ،

اور انہوں نے ظلم اور تکبر کے طور پر ان کا سراسر انکار کر دیا کیونکہ انہوں نے اقرار نہیں کیا حالانکہ ان کے دل ان نشانیوں کے حق ہونے کا یقین کر چکے تھے۔ کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں۔ یہاں پر جملہ بما جاء الخ یہ جحد کی طرف لوٹنے والا ہے، پس آپ یعنی یا محمد ﷺ دیکھئے کہ فساد بپا کرنے والوں کا کیسا بُرا انجام ہوا۔ یعنی ان کی ہلاکت آپ کے علم میں ہے۔

جب وقتاً فوقتاً ان کی آنکھیں کھولنے کے لیے وہ نشانیاں دکھلائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشانیاں دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں۔ جادو، شعبدہ اور نظر بندی نہیں مگر محض بے انصافی اور غرور تکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کر رہے تھے، پھر کیا ہوا چند روز بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے ہٹ دھرم مفسدوں کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھا لیا، کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور بیشک ہم نے داؤد اور سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا، اور دونوں نے کہا کہ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت بخشی ہے۔

## حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے علم کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُد وَسُلَيْمَان" ابنه "عِلْمًا" بِالْقَضَاءِ بَيْن النَّاس وَمَنْطِق الطَّيْر وَغَيْر ذَلِكَ "وَقَالَا" شُكْرًا لِلَّهِ "الْحَمْد لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا" بِالنُّبُوَّةِ وَتَسْخِير الْجِنّ وَالْإِنْس وَالشَّيَاطِين

اور بیشک ہم نے داؤد اور ان کے بیٹے سلیمان (علیہما السلام) کو علم عطا کیا، جس سے وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے اور پرندوں وغیرہ کی زبان جانتے تھے۔ اور دونوں نے کہا کہ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے ہمیں نبوت اور جن وانس اور شیاطین کو ہمارے لئے مسخر کیا، اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت بخشی ہے۔

## حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام پر خصوصی انعامات کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان نعمتوں کی خبر دے رہا ہے جو اس نے اپنے بندے اور نبی حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہ السلام پر فرمائی تھیں کہ کس طرح دونوں جہان کی دولت سے انہیں مالا مال فرمایا۔ ان نعمتوں کے ساتھ ہی اپنے شکریئے کی بھی توفیق دی تھی۔ دونوں باپ بیٹے ہر وقت اللہ کی نعمتوں پر اس کی شکر گزاری کیا کرتے تھے اور اس کی تعریفیں بیان کرتے رہتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس بندے کو اللہ تعالیٰ جو نعمتیں دے اور ان پر وہ اللہ کی حمد کرے تو اس کی حمد ان نعمتوں سے بہت افضل ہے دیکھو خود کتاب اللہ میں یہ نکتہ موجود ہے پھر آپ نے یہی آیت لکھ کر لکھا کہ ان دونوں پیغمبروں کو جو نعمت دی گئی تھی اس سے افضل نعمت کیا ہوگی۔

بعض جاہلوں نے کہا ہے کہ اس وقت پرند بھی انسانی زبان بولتے تھے۔ یہ محض ان کی بے علمی ہے بھلا سمجھو تو سہی اگر واقعی یہی بات ہوتی تو پھر اس میں حضرت سلیمان کی خصوصیت ہی کیا تھی جسے آپ اس فخر سے بیان فرماتے کہ ہمیں پرندوں کی زبان سکھا دی گئی پھر تو ہر شخص پرند کی بولی سمجھتا اور حضرت سلیمان کی خصوصیت جاتی رہتی۔ یہ محض غلط ہے پرند اور حیوانات ہمیشہ سے ہی ایسے ہی رہے ان کی بولیاں بھی ایسی ہی رہیں۔ یہ خاص اللہ کا فضل تھا کہ حضرت سلیمان ہر چرند پرند کی زبان سمجھتے تھے۔ ساتھ ہی یہ نعمت بھی حاصل ہوئی تھی۔ کہ ایک بادشاہت میں جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے سب حضرت سلیمان علیہ السلام کو قدرت نے مہیا کر دی تھیں۔ یہ تھا اللہ کا کھلا احسان آپ پر۔

مسند امام احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازے بند کر جاتے پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی ایک مرتبہ آپ اسی طرح باہر تشریف لے گئے۔ تھوڑی

دیر بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی ہیں کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں حیران ہوگئیں اور دوسروں کو دکھایا۔ آپس میں سب کہنے لگیں یہ کہاں سے آ گئے؟ دروازے بند ہیں یہ کہاں سے آ گئے؟ اس نے جواب دیا وہ جسے کوئی روک اور دروازہ روک نہ سکے وہ کسی بڑے سے بڑے کی مطلق پرواہ نہ کرے۔ حضرت داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے مرحبا مرحبا آپ ملک الموت ہیں اسی وقت ملک الموت نے آپ کی روح قبض کی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا |
| مِنْ كُلِّ شَيْءٍؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ۝ |
| اور سلیمان (علیہ السلام)، داؤد (علیہ السلام) کے جانشین ہوئے اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی |
| سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ بیشک یہ واضح فضل ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے منطق طیر کا علم ہونے کا بیان

"وَوَرِثَ سُلَيْمَان دَاوُود" النُّبُوَّة وَالْعِلْم دُون بَاقِي أَوْلَاده "وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاس عُلِّمْنَا مَنْطِق الطَّيْر" أَيْ: فَهْم أَصْوَاته "وَأُوتِينَا مِنْ كُلّ شَيْء" تُؤْتَاهُ الْأَنْبِيَاء وَالْمُلُوك "إِنَّ هَذَا" الْمُؤْتَى "لَهُوَ الْفَضْل الْمُبِين" الْبَيِّن الظَّاهِر،

اور حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے نبوت وعلم میں جانشین ہوئے جبکہ باقی اولاد نہیں۔ اور انہوں نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے یعنی ان کی آوازوں کو سمجھ لیتے ہیں۔ اور ہمیں ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ یعنی انبیائے کرام اور بادشاہوں کو عطا کی جاتی ہے۔ بیشک یہ اللہ کا بہت ہی واضح عطا کردہ فضل ہے۔

## انبیائے کرام کی وراثت سے مراد وراثت علم ہونے کا بیان

حضرت ابوالدرداء سے ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے۔ علماء انبیاء کے وارث ہیں، لیکن انبیاء میں وراثت علم اور نبوت کی ہوتی ہے مال کی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوعبداللہ جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت اس مسئلہ کو اور زیادہ واضح کر دیتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔

عقلی طور پر بھی یہاں وراثت مال مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی اولاد میں انیس بیٹوں کا ذکر آتا ہے اگر وراثت مال مراد ہو تو یہ بیٹے سب کے سب وارث ٹھہریں گے پھر وراثت میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخصیص کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ وراثت وہ مراد ہے جس میں بھائی شریک نہ تھے بلکہ صرف حضرت سلیمان علیہ السلام وارث بنے اور وہ صرف علم اور نبوت کی وراثت ہی ہو سکتی ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا ملک و

سلطنت بھی حضرت سلیمان کو عطا فرما دیا اور اس میں مزید اضافہ اس کا کر دیا کہ آپ کی حکمت جنات اور وحوش وطیور تک عام کر دی، ہوا کو آپ کے لئے مسخر کر دیا۔ ان دلائل کے بعد طبرسی کی وہ روایت غلط ہو جائے گی جس میں انہوں نے بعض ائمہ اہل بیت کے حوالے سے مال کی وراثت مراد لی ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ نمل، بیروت)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے درمیان ایک ہزار سات سو سال کا فاصلہ ہے اور یہود یہ فاصلہ ایک ہزار چار سو سال کا بتلاتے ہیں۔ سلیمان علیہ السلام کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر ہوئی ہے۔ حضرت داؤد کے وارث حضرت سلیمان ہوئے اس سے مراد مال کی وراثت نہیں بلکہ ملک ونبوت کی وراثت ہے۔ اگر مالی میراث مراد ہوتی تو اس میں صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا نام نہ آتا کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں۔ انبیاء کی مال کی میراث نہیں بٹتی۔ چنانچہ سید الانبیاء علیہ السلام کا ارشاد ہے ہم جماعت انبیاء ہیں ہمارے ورثے تقسیم نہیں ہوا کرتے ہم جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہے حضرت سلیمان اللہ کی نعمتیں یاد کرتے فرماتے ہیں یہ پورا ملک اور یہ زبردست طاقت کہ انسان جن پرند سب تابع فرمان ہیں پرندوں کی زبان بھی سمجھ لیتے ہیں یہ خاص اللہ کا فضل وکرم ہے۔ جو کسی انسان پر نہیں ہوا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۝ |
| اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔ |

## جن وانس اور پرندوں کو سفر کیلئے جمع کرنے کا بیان

"وَحُشِرَ" جُمِعَ "لِسُلَيْمَان جُنُوده مِنْ الْجِنّ وَالْإِنْس وَالطَّيْر" فِي مَسِير لَهُ "فَهُمْ يُوزَعُونَ" يُجْمَعُونَ ثُمَّ يُسَاقُونَ

اور سلیمان کے لیے اس کے لشکر جمع کیے گئے، جو جنوں اور انسانوں اور پرندوں سے تھے، جو سفر میں آپ کے ساتھ ہوں پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے۔

سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داؤد پر سایہ کریں انہوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کر دی کہ زمین پر اندھیرا سا چھا گیا پھر حکم دیا کہ ایک ایک کر کے اپنے سب پروں کو سمیٹ لو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرندوں نے پھر پر کیسے سمیٹے؟ آپ نے فرمایا اپنا ہاتھ سمیٹ کر بتلایا کہ اس طرح۔ اس پر اس دن سرخ رنگ گدھ غالب آ گئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان جن پرند سب تھے۔ آپ سے قریب انسان تھے پھر جن تھے پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے۔ سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہ وہیں رہتا۔ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے۔ ایک جنگل پر گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ لشکر سلیمان کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے

سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔

| |
|---|
| حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ل |
| ا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۝ |
| یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، |
| کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ |

## ایک چیونٹی کا اپنی چیونٹیوں سے خطاب کرنے کا بیان

"حَتَّى إِذَا أَتَوْا عَلَى وَادِي النَّمْل " هُوَ بِالطَّائِفِ أَوْ بِالشَّامِ نَمْلَة صِغَار أَوْ كِبَار "قَالَتْ نَمْلَة " مَلِكَة النَّمْل وَقَدْ رَأَتْ جُنْد سُلَيْمَان "يَا أَيُّهَا النَّمْل اُدْخُلُوا مَسَاكِنكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ " يَكْسِرَنكُمْ "سُلَيْمَان وَجُنُوده وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" نَزَّلَ النَّمْل مَنْزِلَة الْعُقَلَاء فِي الْخِطَاب بِخِطَابِهِمْ

یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر آئے۔ وہ طائف تھا یا شام تھا اور نملہ چھوٹی یا بڑی چیونٹی کو کہتے ہیں۔ تو ایک چیونٹی نے کہا جو چیونٹیوں کی ملکہ تھی۔ کیونکہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کو دیکھ لیا تھا۔ اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل نہ دیں یعنی کہیں تمہیں توڑ نہ دیں۔ اور وہ شعور نہ رکھتے ہوں۔ یہاں پر لفظ نمل کو ذوالعقول کے حکم میں لاتے ہوئے خطاب کیا گیا ہے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں اس چیونٹی کا نام حرس تھا یہ بنوشعبان کے قبیلے سے تھی۔ تھی بھی لنگڑی بقدر بھیڑیئے کے اسے خوف ہوا کہیں سب روندی جائیں گی اور پس جائینگی یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو تبسم بلکہ ہنسی آ گئی اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اپنی ان نعمتوں کا شکر یہ ادا کرنا الہام کر جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں مثلاً پرندوں اور حیوانوں کی زبان سکھا دینا وغیرہ۔ نیز جو نعمتیں تو نے میرے والدین پر انعام کی ہیں کہ وہ مسلمان مومن ہوئے وغیرہ۔ اور مجھے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جن سے تو خوش ہوا اور جب میری موت آ جائے تو مجھے اپنے نیک بندوں اور بلند رفقاء میں ملا دے جو تیے دوست ہیں۔

مفسین کا قول ہے کہ یہ وادی شام میں تھی۔ بعض اور جگہ بتاتے ہیں۔ یہ چیونٹی مثل مکھوں کے پر دار تھی۔ اور بھی اقوال ہیں نوف بکالی کہتے ہیں یہ بھیڑیئے کے برابر تھی۔ ممکن ہے اصل میں لفظ ذباب ہو یعنی مکھی کے برابر اور کاتب کی غلطی وہ ذیاب لکھ دیا گیا ہو یعنی بھیڑیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس کی بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام بن داؤد علیہ السلام استسقاء کے لئے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دعا کر رہی ہے کہ اے اللہ ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے۔ اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گے یہ دعا اس چیونٹی کی سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا لوٹ چلو کسی اور ہی کی دعا

سے تم پانی پلائے گئے۔ حضور فرماتے ہیں نبیوں میں سے کسی نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا انہوں نے چیونٹیوں کے سوراخ میں آگ لگانے کا حکم دے دیا اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ اے پیغمبر محض ایک چونٹی کے کاٹنے پر تو نے ایک گروہ کے گروہ کو جو ہماری تسبیح خواں تھا۔ ہلاک کر دیا۔ تجھے بدلہ لینا تھا تو اسی سے لیتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نمل، بیروت)

## تین میل کے فاصلے سے چیونٹی کی بات کو سن لینے کا بیان

جب حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ میں داخل ہوئے اور وہاں کی خلق آپ کی گرویدہ ہوئی تو آپ نے لوگوں سے کہا جو چاہو دریافت کرو؟ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت نوجوان تھے آپ نے دریافت فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی مادہ تھی یا نر؟ حضرت قتادہ ساکت ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ وہ مادہ تھی آپ سے دریافت کیا گیا کہ یہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟ آپ نے فرمایا قرآن کریم میں ارشاد ہوا "قَالَت نَملَةٌ" اگر نر ہوتی تو قرآن شریف میں "قَالَ نَملَةٌ" وارد ہوتا (سبحان اللہ اس سے حضرت امام کی شان علم معلوم ہوتی ہے) غرض جب اس چیونٹی کی ملکہ نے حضرت سلیمان کے لشکر کو دیکھا تو کہنے لگی۔ یہ اس نے اس لئے کہا کہ وہ جانتی تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں صاحب عدل ہیں جبر اور زیادتی آپ کی شان نہیں ہے اس لئے اگر آپ کے لشکر سے چیونٹیاں کچل جائیں گی تو بے خبری ہی میں کچل جائیں گی کہ وہ گزرتے ہوں اور اس طرف التفات نہ کریں چیونٹی کی یہ بات حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل سے سُن لی۔

اور ہوا ہر شخص کا کلام آپ کے سمع مبارک تک پہنچاتی تھی جب آپ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو آپ نے اپنے لشکروں کو ٹھہرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں سیر حضرت سلیمان علیہ السلام کی اگرچہ ہوا پر تھی مگر بعید نہیں ہے کہ یہ مقام آپ کا جائے نزول ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل، لاہور)

| |
|---|
| فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ |
| وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ٥ |
| تو وہ اس کی بات سے ہنسی کے ساتھ مسکرائے اور عرض کیا: اے پروردگار! مجھے اپنی توفیق سے اس بات پر قائم رکھ کہ میں |
| تیری اس نعمت کا شکر بجالاتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں |
| جن سے تو راضی ہوتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے خاص قرب والے نیکوکار بندوں میں داخل فرمالے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کا چیونٹیوں کی وادیوں میں رک جانے کا بیان

"فَتَبَسَّمَ" سُلَيْمَان ابْتِدَاء "ضَاحِكًا" انْتِهَاء "مِنْ قَوْلهَا" وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْ ثَلَاثَة أَمْيَال حَمَلَتْهُ إلَيْهِ الرِّيح فَحَبَسَ جُنْده حِين أَشْرَفَ عَلَى وَادِيهمْ حَتَّى دَخَلُوا بُيُوتهمْ وَكَانَ جُنْده رُكْبَانًا وَمُشَاة فِي هَذَا السَّيْر "وَقَالَ رَبّ أَوْزِعْنِي" أَلْهِمْنِي "أَنْ أَشْكُر نِعْمَتك الَّتِي أَنْعَمْت" بِهَا "عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ

أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ" الْأَنْبِيَاءِ وَالْأَوْلِيَاءِ

تو وہ یعنی سلیمان علیہ السلام اس چیونٹی کی بات سے ہنسی کے ساتھ مسکرائے یعنی پہلے تبسم فرمایا پھر آخر میں آپ مسکرا دیئے۔ کیونکہ آپ نے تین میل کے فاصلے سے دور اس چیونٹی کی آواز کو سن لیا تھا جو ہوا نے اس کی آواز کو آپ تک پہنچا دیا تھا۔ تو آپ نے اپنے لشکر کو رکنے کا حکم دیا جب آپ اس وادی میں آئے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ اس سفر میں آپ کا لشکر سوار اور پیدل تھا۔ اور عرض کیا: اے پروردگار! مجھے اپنی توفیق سے اس بات پر قائم رکھ یعنی مجھے الہام کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجالاتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کرتا رہوں جن سے تو راضی ہوتا ہے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے خاص قرب والے نیکوکار بندوں یعنی انبیائے کرام اور اولیاء میں داخل فرمالے۔

عمل صالح اور اس کے قبول ہونے کے باوجود جنت میں داخل ہونا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم ہی سے ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے اعمال کے بھروسہ پر جنت میں داخل نہیں ہوگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں میں بھی لیکن مجھے میرے خدا کی رحمت اور فضل گھیرے ہوئے ہے۔ (روح المعانی، سورہ نمل، بیروت)

| وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ○ |
|---|
| اور سلیمان (علیہ السلام) نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگے: مجھے کیا ہوا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ پا رہا یا وہ غائب ہو گیا ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہدہد کو لشکر سے غائب جاننے کا بیان

"وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ" لِيَرَى الْهُدْهُدَ الَّذِي يَرَى الْمَاءَ تَحْتَ الْأَرْضِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ بِنَقْرِهِ فِيهَا فَتَسْتَخْرِجُهُ الشَّيَاطِينُ لِاحْتِيَاجِ سُلَيْمَانَ إِلَيْهِ لِلصَّلَاةِ فَلَمْ يَرَهُ "فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ" أَيْ أَعَرَضَ لِي مَا مَنَعَنِي مِنْ رُؤْيَتِهِ ؟ "أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ" فَلَمْ أَرَهُ لِغَيْبَتِهِ فَلَمَّا تَحَقَّقَهَا

اور سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تا کہ ہدہد کو دیکھیں کیونکہ وہ زمین کے نیچے پانی کو دیکھ لیتا ہے۔ اور اپنی جونچ زمین پر مار کر اس کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو نماز کیلئے ضرورت ہوتی تو شیاطین پانی کو نکال لاتے پس جب آپ نے اس کو نہ دیکھا تو کہنے لگے مجھے کیا ہوا ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ پا رہا یعنی کونسی چیز مانع ہو گئی کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا یا وہ واقعی غائب ہو گیا ہے۔ پس میں نے اس کو نہیں دیکھا کیونکہ وہ غائب ہو چکا ہے۔ پس جب اس کا غائب ہونا ثابت ہو گیا۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہدہد کی ذمہ داری کا بیان

ہدہد فوج سلیمان میں مہندس کا کام کرتا تھا وہ بتلاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ زمین کے اندر کا پانی اس کو اسطرح نظر آتا تھا جیسے کہ

زمین کے اوپر کی چیز لوگوں کو نظر آتی ہے۔ جب سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے؟ یہ بتا دیتا کہ فلاں جگہ ہے۔ اتنا نیچا ہے اتنا اونچا ہے وغیرہ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا پانی کی تلاش کا حکم دیا اتفاق سے وہ موجود نہ تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا آج ہدہد نظر نہیں آتا کیا پرندوں میں کہیں وہ چھپ گیا جو مجھے نظر نہ آیا۔ یا واقع میں وہ حاضر نہیں؟

## زمین کے نیچے چیزوں کا مشاہدہ اور ہدہد کا بیان

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تفسیر سن کر نافع بن ارزق خارجی نے اعتراض کیا تھا یہ بکواسی ہر وقت حضرت عبداللہ کی باتوں پر بیجا اعتراض کیا کرتا تھا کہنے لگا آج تو تم ہار گئے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا آپ جو یہ فرماتے ہو کہ ہدہد زمین کے تلے کا پانی دیکھ لیتا تھا یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے ایک بچہ جال بچھا کر اسے مٹی سے ڈھک کر دانہ ڈال کر ہدہد کا شکار کر لیتا ہے اگر وہ زمین کے اندر کا پانی دیکھتا ہے تو زمین کے اوپر کا جال اسے کیوں نظر نہیں آتا؟

آپ نے فرمایا اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تو یہ سمجھ جائے گا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ لاجواب ہوگیا تو مجھے جواب کی ضرورت نہ تھی سن جس وقت قضا آجاتی ہے آنکھیں اندھی ہوجاتی ہیں اور عقل جاتی رہتی ہے۔ نافع لاجواب ہوگیا اور کہا واللہ اب میں آپ پر اعتراض نہ کرونگا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

## حضرت عبداللہ برزی اور ان کی آنکھ جانے کے واقعہ کا بیان

حضرت عبداللہ برزی ایک ولی کامل شخص تھے پیر جمعرات کا روزہ پابندی سے رکھا کرتے تھے۔ اسی سال کی عمر تھی ایک آنکھ سے کانے تھے۔ سلیمان بن زید نے ان سے آنکھ کے جانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے اس کے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ بھی پیچھے پڑ گئے مہینوں گذر گئے نہ وہ بتاتے نہ یہ سوال چھوڑتے آخر تنگ آ کر فرمایا لو سن لو میرے پاس لولو خراسانی برزہ میں (جو دمشق کے پاس ایک شہر ہے) آئے اور مجھ سے کہا کہ میں انہیں برزہ کی وادی میں لے جاؤں میں انہیں وہاں لے گیا۔ انہوں نے انگیٹھیاں نکالیں بخور نکالے اور جلانے شروع کیے یہاں تک کہ تمام وادی خوشبو سے مہکنے لگی۔ اور ہر طرف سے سانپوں کی آمد شروع ہوگئی۔ لیکن بے پرواہی سے بیٹھے رہے کسی سانپ کی طرف التفات نہ کرتے تھے۔ تھوڑی دیر میں ایک سانپ آیا جو ہاتھ بھر کا تھا اور اسکی آنکھیں سونے کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ بہت ہی خوش ہوئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے ہماری سال بھر محنت ٹھکانے لگی۔ انہوں نے اس سانپ کو لے کر اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر اپنی آنکھوں میں وہ سلائی پھیر لی میں نے ان سے کہا کہ میری آنکھوں میں بھی یہ سلائی پھیر دو۔ انہوں نے انکار کر دیا میں نے ان سے منت سماجت کی بہ مشکل وہ راضی ہوئے اور میری داہنی آنکھ میں وہ سلائی پھیر دی اب جو میں دیکھتا ہوں تو زمین مجھے ایک شیشے کی طرح معلوم ہونے لگی جیسی اوپر کی چیزیں نظر آتی تھیں ایسی ہی زمین کے اندر کی چیزیں بھی دیکھ رہا تھا انہوں نے مجھے کہا چل اب آپ ہمارے ساتھ ہی کچھ دور چلے میں نے منظور کر لیا وہ باتیں کرتے ہوئے مجھے ساتھ لئے ہوئے چلے جب میں بستی سے بہت دور نکل گیا تو دونوں نے مجھے دونوں طرف سے پکڑ لیا اور

ایک نے اپنی انگلی ڈال کر میری آنکھ نکالی اور اسے پھینک دیا۔ اور مجھے یونہی بندھا ہوا وہیں چھوڑ کر دونوں کہیں چل دیئے۔ اتفاقاً وہاں سے ایک قافلہ گذرا اور انہوں نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر رحم کھایا قید و بند سے مجھے آزاد کر دیا اور میں چلا آیا یہ قصہ ہے میری آنکھ کے جانے کا۔ (تاریخ ابن عساکر، بیروت)

## چار جانوروں کو مارنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان) چار جانوروں کو مارنے سے منع فرمایا ہے چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور کلچڑی۔ (ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 82)

چیونٹی کو مارنے سے منع کرنے کی مراد یہ ہے کہ اس کو اس وقت تک نہ مارا جائے جب تک کہ وہ نا کاٹے، اگر وہ کاٹے تو پھر اس کو مارنا جائز ہوگا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جس چیونٹی کو مارنے سے منع فرمایا گیا ہے اس سے وہ بڑی چیونٹی مراد ہے جس کے پیر لمبے لمبے ہوتے ہیں اور اس کو مارنا ممنوع اس لئے ہے کہ اس کے کاٹنے سے ضرر نہیں پہنچتا۔ شہد کی مکھی کو مارنا اس لئے ممنوع ہے کہ اس سے انسان کو بہت زیادہ فوائد پہنچتے ہیں بایں طور کہ شہد اور موم اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ "ہدہد" ایک پرندہ ہے جس کو کھٹ بڑھئی کہتے ہیں، صرد" بھی ایک پرندہ ہے جو بڑے سر، بڑی چونچ اور بڑے بڑے پروالا ہوتا ہے، وہ آدھا سیاہ ہوتا ہے اور آدھا سفید اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ شکاری پرندہ ہوتا ہے جو چڑیوں کا شکار کرتا ہے، ان دونوں پرندوں کو مارنے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے کہ ان کا گوشت کھانا حرام ہے اور جو جانور و پرندہ کھایا نہ جاتا ہو اس کو مارنا ممنوع قرار دیا گیا ہے اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہدہد میں بدبو ہوتی ہے اس لئے وہ جلالہ کے حکم میں ہوگا۔ اہل عرب ہدہد اور صرد کے آوازوں کو منحوس اور بدفالی سمجھتے تھے، اس لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مارنے سے منع فرمایا کہ لوگوں کے دلوں سے ان کی نحوست کا اعتقاد نکل جائے

| |
|---|
| لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ٥ |
| میں اسے ضرور سخت سزا دوں گا یا اسے ضرور ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس واضح دلیل لائے گا۔ |

## ہدہد کی غیر حاضری پر اس کیلئے سخت سزا کا بیان

قَالَ "لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا " تَعْذِيبًا "شَدِيدًا" بِنَتْفِ رِيشه وَذَنَبه وَرَمْيه فِي الشَّمْس فَلَا يَمْتَنِع مِنْ الْهَوَامّ "أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ" بِقَطْعِ حُلْقُومه "أَوْ لَيَأْتِيَنِّي" بِنُونٍ مُشَدَّدَة مَكْسُورَة أَوْ مَفْتُوحَة يَلِيهَا نُون مَكْسُورَة "بِسُلْطَانٍ مُبِين" بِبُرْهَانٍ بَيِّن ظَاهِر عَلَى عُذْره

میں اسے بغیر اجازت غائب ہونے پر ضرور سخت سزا دوں گا یعنی اس کے پروں نوچتے ہوئے دم کو اکھاڑتے ہوئے اس کو دھوپ میں ڈال دوں گا جس کی وجہ سے وہ کیڑے مکوڑوں سے بچ نہیں سکے گا یا اس کا گلہ کاٹ کر ضرور ذبح کر ڈالوں گا یا وہ میرے پاس اپنے بے قصور ہونے کی واضح دلیل لائے گا۔ یہاں پر لفظ لیاتینی نون مشددہ مکسورہ یا مفتوحہ جو نون مکسورہ سے ملا ہوا ہو اس کے

ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ایسی دلیل جو اس کے عذر کو ظاہر کرنے والی ہو۔

حضرت سلیمان کے اس ہدہد کا نام عنبر تھا، آپ فرماتے ہیں اگر فی الواقع وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا اس کے پر نچوا دوں گا اور اس کو پھینک دوں گا کہ کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا میں اسے حلال کر دونگا۔ یا یہ کہ وہ اپنے غیر حاضر ہونے کی کوئی معقول وجہ پیش کر دے۔ اتنے میں ہدہد آ گیا جانوروں نے اسے خبر دی کہ آج تیری خیر نہیں۔ بادشاہ سلامت عہد کر چکے ہیں کہ وہ تجھے مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا یہ بیان کرو کہ آپ کے الفاظ کیا تھے؟ انہوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا پھر تو میں بچ جاؤں گا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس کے بچاؤ کی وجہ اس کا اپنی ماں کے ساتھ سلوک تھا۔

| |
|---|
| فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ٥ |
| پس وہ کچھ دیر ٹھہرا، جو زیادہ نہ تھی، پھر اس نے کہا میں نے اس بات کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ تو نے نہیں کیا |
| اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ہدہد کا خبر لانے کا بیان

"فَمَكَثَ" بِضَمِّ الْكَاف وَفَتْحهَا "غَيْر بَعِيد" يَسِيرًا مِنْ الزَّمَن وَحَضَرَ لِسُلَيْمَان مُتَوَاضِعًا بِرَفْعِ رَأْسه وَإِرْخَاء ذَنَبه وَجَنَاحَيْهِ فَعَفَا عَنْهُ وَسَأَلَهُ عَمَّا لَقِيَ فِي غَيْبَته "فَقَالَ أَحَطْت بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ" أَيْ: اطَّلَعْت عَلَى مَا لَمْ تَطَّلِع عَلَيْهِ "وَجِئْتُك مِنْ سَبَإٍ" بِالصَّرْفِ وَتَرْكه قَبِيلَة بِالْيَمَنِ سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدّ لَهُمْ بِاعْتِبَارِهِ صُرِفَ "بِنَبَإٍ" خَبَر

پس وہ کچھ دیر ٹھہرا، یہاں پر لفظ مکث یہ میم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جو زیادہ نہ تھی، یعنی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ہدہد عاجزی کے ساتھ بازو اور دم لٹکائے ہوئے اور بہ طور عجز سر اٹھائے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو معاف کر دیا تو غیر حاضر رہنے کا سبب پوچھا، پھر اس نے کہا میں نے اس بات کا احاطہ کیا ہے جس کا احاطہ تو نے نہیں کیا یعنی خبر لایا ہوں جس کی آپ کو اطلاع نہیں ہوئی۔ اور میں تیرے پاس سبا سے ایک یقینی خبر لایا ہوں۔ یہاں پر لفظ سبأ یہ منصرف وغیر منصرف دونوں طرح آیا ہے۔ اور سبأ ایک قبیلے کا نام ہے جو ان کے بڑے دادا کے نام سے رکھا گیا ہے اور اسی سبب سے یہ منصرف ہے۔ اور نبأ کا معنی خبر ہے۔

## ہدہد کی غیر حاضری کے سبب کا بیان

ہدہد کی غیر حاضری کی تھوڑی سی دیر گزری تھی جو وہ آ گیا۔ اس نے کہا کہ اے نبی اللہ جس بات کی آپ کو خبر بھی نہیں میں اس کی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں۔ ان کے سبا حمیر تھے اور یہ یمن کے بادشاہ تھے۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے اس کا نام بلقیس بنت شرجیل تھا یہ سب کی ملکہ تھی۔ قتادہ کہتے ہیں۔ اس کی ماں

جنیہ عورت تھی اس کے قدم کا پچھلا حصہ چوپائے کے کھر جیسا تھا اور روایت میں ہے اس کی ماں کا نام رفاعہ تھا ابن جریج کہتے ہیں ان کے باپ کا نام ذی سرخ تھا اور ماں کا نام بلتعہ تھا لاکھوں کا اس کا لشکر تھا۔ اس کی بادشاہی ایک عورت کے ہاتھ میں ہے اسکے مشیر وزیر تین سو بارہ شخص ہیں ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے اس کی زمین کا نام مارب ہے یہ صنعاء سے تین میل کے فاصلہ پر ہے یہی قول قرین قیاس ہے اس کا اکثر حصہ مملکت یمن ہے۔

ہر قسم کا دنیوی ضروری اسباب اسے مہیا ہے اس کا نہایت ہی شاندار تخت ہے جس پر وہ جلوس کرتی ہے۔ سونے سے منڈھا ہوا ہے اور جڑاؤ اور مروارید کی کاریگری اس پر ہوئی ہے۔ یہ اسی ہاتھ اونچا اور چالیس ہاتھ چوڑا تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھیں اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھے بہت بڑا محل تھا بلند و بالا کشادہ اور فراخ پختہ مضبوط اور صاف جس کے مشرقی حصہ میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔ اسے اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی کے مقابلہ کے طاق سے غروب ہوتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ ○ |
| میں نے ایک ایسی عورت کو پایا ہے جو ان پر حکومت کرتی ہے اور اسے ہر ایک چیز بخشی گئی ہے اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔ |

## ہدہد کا ملکہ بلقیس کی حکومت و تخت کے بارے میں اطلاع دینے کا بیان

"اِنِّیْ وَجَدْتُ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ" اَیْ: هِیَ مَلِكَةٌ لَهُمْ اسْمُهَا بِلْقِیس "وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْء" یَحْتَاج اِلَیْهِ الْمُلُوك مِنْ الْآلَة وَالْعُدَّة "وَلَهَا عَرْش" سَرِیر "عَظِیم" طُوله ثَمَانُونَ ذِرَاعًا وَعَرْضه اَرْبَعُونَ ذِرَاعًا وَارْتِفَاعه ثَلَاثُونَ ذِرَاعًا مَضْرُوب مِنْ الذَّهَب وَالْفِضَّة مُكَلَّل بِالدُّرّ وَالْیَاقُوت الْاَحْمَر وَالزَّبَرْجَد الْاَخْضَر وَالزُّمُرُّد وَقَوَائِمه مِنْ الْیَاقُوت الْاَحْمَر وَالزَّبَرْجَد الْاَخْضَر وَالزُّمُرُّد عَلَیْهِ سَبْعَة اَبْوَاب عَلَی كُلّ بَیْت بَاب مُغْلَق.

میں نے وہاں ایک ایسی عورت کو پایا ہے جو ان یعنی ملکِ سبا کے باشندوں پر حکومت کرتی ہے اور ان کی اس ملکہ کا نام بلقیس ہے۔ اور اسے ملکیت و اقتدار میں ہر ایک چیز بخشی گئی ہے جن آلات و ساز و سامان کی بادشاہوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس کے پاس بہت بڑا تخت ہے۔ جس کی لمبائی اسی گز ہے اور اس کی چوڑائی چالیس گز ہے اور اس کی بلندی تیس گز ہے۔ اور جو سونے چاندی سے جڑا ہوا ہے اور موتیوں، یاقوت، زبرجد اور زمرد وغیرہ سے سجایا ہوا ہے اور اس کے پائے یاقوت اور زمرجد اخضر سے بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازہ مقفل ہے۔

عرش کے لفظی معنے تخت سلطنت کے ہیں۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ عرش بلقیس کا طول اسی ہاتھ اور عرض چالیس ہاتھ اور بلندی تیس ہاتھ تھی جس پر موتی اور یاقوت احمر، زبرجد، اخضر کا کام تھا اور اس کے پائے موتیوں اور جواہرات

کے تھے اور پردے ریشم اور حریر کے، اندر باہر یکے بعد دیگر سات مقفل عمارتوں میں محفوظ تھا۔

| |
|---|
| وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ |
| اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ |
| میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین |
| کردیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت نہیں پاتے۔ |

## قوم سبأ کی سورج پرستی کا بیان

"وَجَدْتهَا وَقَوْمهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُون اللّٰه وَزَيَّنَ لَهُمْ الشَّيْطَان أَعْمَالهمْ فَصَدَّهُمْ عَنْ السَّبِيل" طَرِيق الْحَق

میں نے اسے اور اس کی قوم کو پایا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال مزین کردیے ہیں، پس انھیں اصل راستے سے روک دیا ہے، پس وہ ہدایت یعنی حق نہیں پاتے۔

اہل دربار صبح وشام اس کو سجدہ کرتے۔ راجا پرجا سب آفتاب پرست تھے اللہ کا عابد ان میں ایک بھی نہ تھا شیطان نے برائیاں انہیں اچھی کر دکھائی تھیں اور ان پر حق کا راستہ بند کر رکھا تھا وہ راہ راست پر آتے ہی نہ تھے۔ راہ راست یہ ہے کہ سورج چاند اور ستاروں کی بجائے صرف اللہ ہی کی ذات کو سجدے کے لائق مانا جائے۔ جیسے فرمان قرآن ہے کہ رات دن سورج چاند سب قدرت اللہ کی نشانیاں ہیں۔ تمہیں سورج چاند کو سجدہ نہ کرنا چاہئے سجدہ صرف اسی اللہ کو کرنا چاہیے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ |
| کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو جو نکالتا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور ظاہر کرتے ہو۔ |

## اللہ تعالی کیلئے سجدہ کرنے کا بیان

"أَلَّا يَسْجُدُوا لِلّٰهِ" أَيْ : أَنْ يَسْجُدُوا لَهُ فَزِيدَتْ لَا وَأُدْغِمَ فِيهَا نُون أَنْ كَمَا فِي قَوْله تَعَالَى : "لِئَلَّا يَعْلَم أَهْل الْكِتَاب" وَالْجُمْلَة فِي مَحَلّ مَفْعُول يَهْتَدُونَ بِإِسْقَاطِ إلَى "الَّذِي يُخْرِج الْخَبْء" مَصْدَر بِمَعْنَى الْمَخْبُوء مِنْ الْمَطَر وَالنَّبَات "فِي السَّمَوَات وَالْأَرْض وَيَعْلَم مَا تُخْفُونَ" فِي قُلُوبهمْ "وَمَا تُعْلِنُونَ" بِأَلْسِنَتِهِمْ

کیوں نہیں سجدہ کرتے اللہ کو، یہاں پر حرف اَن پر لام کو زیادہ کیا گیا ہے۔ اور اس میں نون کا ادغام کیا گیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالی کا یہ قول ہے "لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ" یہاں پر جملہ حرف الی کو حذف کرکے یہتدون کی جگہ مفعول پر ہے۔ جو نکالتا ہے

آسمانوں اورزمین کی چھپی چیزیں، لفظ الخباء المخبوء مصدر کے معنی میں ہے یعنی بارش ونباتات نکالتا ہے۔اور جانتا ہے جو کچھ تم اپنے دلوں میں چھپاتے ہواور جو اپنی زبانوں پر ظاہر کرتے ہو۔

## عطائے رزق سے استدلال سجدہ کا بیان

خب معنی پوشیدہ اور مخفی خزانہ (مفردات القرآن) اوراس سے مراد ایسا پوشیدہ اور مخفی خزانہ ہے جس کا پہلے سے کسی کو علم نہ ہواور خبا بمعنی کسی چیز کو چھپا رکھنا اور خابا بمعنی کسی سے چیستان، پہیلی یا معمہ پوچھنا اور خب الارض بمعنی زمین کی نباتات جو ابھی ظہور میں نہ آئی ہو۔قوت روئیدگی اور خب السماء بمعنی بارش اور آ کر حب السماء خب الارض بمعنی آسمان کی بارش نے زمین پر روئیدگی پیدا کی اور پودوں کو اگایا۔اسی طرح زمین میں سے اگر کہیں سے تیل یا جلنے والی گیسیں یا معدنیات وغیرہ نکل آئیں تو یہ سب چیزیں خب الارض میں شمار ہوں گی۔

اوراس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سجدہ کرنے کے لائق تو وہ ذات ہے جو زمین وآسمان سے ان کی پوشیدہ چیزوں اور مخفی قوتوں کو روئے کارلاکران کی روزی کا سامان مہیا کرتا ہے۔نہ کہ سورج اوراس جیسی دوسری بے جان یا مخلوق ومحتاج اشیاء نیز سجدہ کے لائق وہ ذات ہے جس کا علم اتنا وسیع ہو جو صرف زمین وآسمان ہی کی پوشیدہ قوتوں اوراشیاء کو جانتا ہے بلکہ وہ تمہارے بھی سب ظاہری اور پوشیدہ اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۝ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ۝ |
| اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے۔(سلیمان علیہ السلام نے) فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کیا |
| تو سچ کہہ رہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملکہ بلقیس کو اسلام کی دعوت کا خط لکھنے کا بیان

"اللَّه لَا إِلَه إِلَّا هُوَ رَبّ الْعَرْش الْعَظِيم" اسْتِئْنَاف جُمْلَة ثَنَاء مُشْتَمِل عَلَى عَرْش الرَّحْمَن فِي مُقَابَلَة عَرْش بِلْقِيس وَبَيْنهمَا بَوْن عَظِيم

"قَالَ" سُلَيْمَان لِلْهُدْهُدِ "سَنَنْظُرُ أَصَدَقْت" فِيمَا أَخْبَرْتنَا بِهِ "أَمْ كُنْت مِنْ الْكَاذِبِينَ" أَيْ مِنْ هَذَا النَّوْع فَهُوَ أَبْلَغ مِنْ أَمْ كَذَبْت فِيهِ ثُمَّ دَلَّهُمْ عَلَى الْمَاء فَاسْتُخْرِجَ وَارْتَوَوْا وَتَوَضَّئُوا وَصَلَّوْا ثُمَّ كَتَبَ سُلَيْمَان كِتَابًا صُورَته (مِنْ عَبْد اللَّه سُلَيْمَان بْن دَاوُد إلَى بِلْقِيس مَلِكَة سَبَأ بِسْمِ اللَّه الرَّحْمَن الرَّحِيم السَّلَام عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْد فَلَا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ثُمَّ طَبَعَهُ بِالْمِسْكِ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِهِ ثُمَّ قَالَ لِلْهُدْهُدِ

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش عظیم کا رب ہے۔یہ جملہ مستانفہ ہے یہاں پر رحمٰن کے تخت کی تعریف کی گئی ہے

جو بلقیس کے تخت کے مقابلہ میں ہے حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے فرمایا: ہم ابھی دیکھتے ہیں کیا تو سچ کہہ رہا ہے جو تو نے خبر دی ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں سے ہے۔ یعنی اسی جھوٹ کی قسم سے ہے، جس طرح یہاں پر ام کذبت فیہ یہ جملہ زیادہ بلیغ ہے۔ اس کے بعد اس نے پانی کی نشاندہی کی تو آپ نے وہ پانی نکلوایا جس سے سب سیراب ہوئے اور انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے۔

مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ سُلَيْمَان بْنِ دَاوُد إِلَى بِلْقِيس مَلِكَة سَبَأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ السَّلَام عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَّا بَعْد فَلَا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ثُمَّ طَبَعَهُ بِالْمِسْكِ وَخَتَمَهُ بِخَاتَمِهِ ثُمَّ قَالَ لِلْهُدْهُدِ

یہ خط اللہ کے بندے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی جانب سے قوم سبأ کی ملکہ بلقیس کے نام ہے۔ اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ اما بعد پس تم مجھ پر سرکشی نہ کرنا بلکہ مسلمان ہو آجاؤ اس کے بعد آپ نے اس پر مہر لگائی اور مسک کے ساتھ بند کر کے ہدہد کو دیتے ہوئے کہا۔

## ہدہد کے قول کی صداقت اور بلقیس کیلئے خط کا بیان

ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔ اسی سے فرمایا کہ میرا یہ خط بلقیس کو جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہدہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اسکے سامنے رکھا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب معلوم ہوا حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت بھی ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے امراء وزراء سردار اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے۔ سامنے باادب رکھ کر ایک طرف ہو جاتا ہے تو جان گئی تھی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی باعزت شخص کا بھیجا ہوا ہے۔ پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ کر سنایا کہ یہ خط حضرت سلیمان کا ہے اور اس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا ہے ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں انکے مقابلے کی تاب و طاقت نہیں۔ پھر خط کی بلاغت اختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا یہ مختصر سی عبارت بہت سی باتوں سے سوا ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے علماء کرام کا مقولہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں لکھی۔

ایک غریب اور ضعیف حدیث ابن ابی حاتم میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا میں ایک ایسی آیت جانتا ہوں جو مجھ سے پہلے سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے بعد کسی نبی پر نہیں اتری میں نے کہا حضور وہ کونسی آیت ہے؟ آپ نے فرمایا مسجد سے جانے سے پہلے ہی میں تجھے بتا دوں گا اب آپ نکلنے لگے

ایک پاؤں مسجد سے باہر رکھ بھی دیا میرے جی میں آیا شاید آپ بھول گئے۔ اتنے میں آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور روایت میں ہے کہ جب تک یہ آیت نہیں اتری تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا (باسمك اللهم) تحریر فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ آیت اتری آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنا شروع کیا خط کا مضمون صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو مجھے مجبور نہ کرو میری بات مان لو تکبر سے کام نہ لو موحد مخلص مطیع بن کر میرے پاس چلی آؤ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اِذْهَبْ بِّكِتٰبِیْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَیْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ ○ |
| میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ پھر دیکھ وہ کس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ |

## خط دیکھ کر ملکہ بلقیس کے پریشان ہو جانے کا بیان

"اذْهَبْ بِكِتَابِي هَذَا فَأَلْقِهِ إِلَيْهِمْ" أَيْ بِلْقِيس وَقَوْمهَا "ثُمَّ تَوَلَّ" انْصَرِفْ "عَنْهُمْ" وَقِفْ قَرِيبًا مِنْهُمْ "فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ" يَرُدُّونَ مِنْ الْجَوَاب فَأَخَذَهُ وَأَتَاهَا وَحَوْلهَا جُنْدهَا وَأَلْقَاهَا فِي حِجْرهَا فَلَمَّا رَأَتْهُ ارْتَعَدَتْ وَخَضَعَتْ خَوْفًا ثُمَّ وَقَفَتْ عَلَى مَا فِيهِ

میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی یعنی ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے ہٹ آ اور قریب ہی ٹھہر کر دیکھ وہ کس بات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی جو وہ جواب دے اس کو لے آنا۔ چنانچہ ہدہد وہ خط لیکر گیا جبکہ اس کے اردگرد فوج تھی۔ تبھی اس نے اس کی گود میں ڈال دیا جب اس نے دیکھا تو وہ پریشان ہو گئی۔ اور خوف زدہ ہو کر اٹھی بیٹھی جس میں وہ تھی۔

چنانچہ ہُدہُد وہ مکتوب گرامی لے کر بلقیس کے پاس پہنچا اس وقت بلقیس کے گرد اس کے اعیان و وزراء کا مجمع تھا ہُدہُد نے وہ مکتوب بلقیس کی گود میں ڈال دیا اور وہ اس کو دیکھ کر خوف سے لرز گئی اور پھر اس پر مہر دیکھ کر۔

| |
|---|
| قَالَتْ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّیْۤ اُلْقِیَ اِلَیَّ كِتٰبٌ كَرِیْمٌ ○ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ |
| کہا: اے سردارو! میری طرف ایک نامہ بزرگ ڈالا گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے |
| اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔ |

## ملکہ بلقیس کا خط کی اطلاع شرفائے قوم کو دینے کا بیان

ثُمَّ "قَالَتْ" لِأَشْرَافِ قَوْمهَا "يَا أَيُّهَا الْمَلَأ إِنِّي" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة بِقَلْبِهَا وَاوًا مَكْسُورَة "كَرِيم" مَخْتُوم "إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَان وَإِنَّهُ" أَيْ مَضْمُونه،

ملکہ نے کہا: اے میری قوم کے سردارو! میری طرف ایک نامہ بزرگ ڈالا گیا ہے۔ یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل کے ساتھ بھی جس کو واؤ مکسورہ کے ساتھ بدلہ گیا ہے۔ بے شک وہ سلیمان کی طرف سے ہے جس کا مضمون یہ ہے

اور بے شک وہ اللہ کے نام سے ہے، جو بے حد رحم والا، نہایت مہربان ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام گو عربی نہ تھے لیکن عربی زبان جاننا اور سمجھنا آپ سے کوئی بعید بھی نہیں۔ جبکہ آپ پرندوں تک کی زبان جانتے تھے اور عربی زبان تو تمام زبانوں سے افضل واشرف ہے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط عربی زبان میں لکھا ہو کیونکہ مکتوب الیہ (بلقیس) عربی النسل تھی اس نے خط کو پڑھا بھی اور سمجھا بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے خط اپنی ہی زبان میں تحریر فرمایا ہو اور بلقیس کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی زبان کا ترجمان ہو جس نے پڑھ کر خط سنایا اور سمجھایا ہو۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ نمل، بیروت)

جس وقت نامہ بر ہدہد نے یہ خط دربار میں ملکہ سبا کے سامنے پھینکا اس وقت وہ سورج کی عبادت کے لئے تیار کر رہی تھی۔ اس خط نے اسے عجیب قسم کی کشمکش میں مبتلا کر دیا۔ کیونکہ یہ خط کئی پہلوؤں سے بہت اہم تھا۔ مثلاً ایک یہ کہ یہ خط اسے غیر معمولی طریقہ سے ملا۔ یعنی یہ خط کسی ملک کے سفارت خانہ کی معرفت نہیں بلکہ ایک نامہ بر پرندہ کے ذریعہ ملا تھا۔ دوسرے یہ کہ یہ خط کسی معمولی درجہ کے حاکم سے نہیں بلکہ شام وفلسطین کے عظیم فرمانروا کی طرف سے موصول ہوا تھا۔ تیسرا یہ کہ یہ خط رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع کیا گیا تھا کہ ان ناموں سے یہ لوگ قطعاً متعارف نہ تھے۔ اور چوتھے یہ کہ اس انتہائی مختصر سے خط میں ملکہ سے مکمل اطاعت کا اور پھر اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اور یہ بھی بتلا دیا گیا تھا کہ میرے مقابلہ میں سرکشی کا راہ اختیار نہ کرنا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ پانچویں یہ کہ انداز خطاب ایسا تھا جس میں کسی قسم کی کوئی لچک نہ پائی جاتی تھی۔

| |
|---|
| اَلَّا تَعْلُوْا عَلَیَّ وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۝ |
| یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور فرماں بردار بن کر میرے پاس آ جاؤ۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا دعوت اسلام دینے کا بیان

اس آیت میں واتونی مسلمین کے الفاظ آئے ہیں۔ مسلمین کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ میرے فرمانبردار بن کر میرے ہاں آؤ۔ اور یہ حکم آپ کی فرمانروائی سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اسلام لا کر یا مسلمان ہو کر میرے ہاں آؤ اور سورج پرستی چھوڑ دو۔ اور یہ حکم آپ کی نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور آپ چونکہ بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اپنے سرکاری امیروں، وزیروں سے مشورہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ اس نے سب کو اکٹھا کر کے اس خط کے وصول ہونے اور اس کی مختلف پہلوؤں سے اہمیت سے آگاہ کیا پھر اسے پوچھا کہ تم لوگ مجھے اس خط کے جواب کے بارے میں کیا مشورہ دیتے ہو؟ اور یہ تو جانتے ہی ہو کہ میں سلطنت کے ایسے اہم کاموں میں پہلے بھی تم سے مشورہ کرتی رہی ہوں۔ اور از خود میں نے کبھی مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہیں کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ○

قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ○

(اس کا مضمون یہ ہے) کہ تم لوگ مجھ پر سر بلندی مت کرواور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ کہا: اے دربار والو! تم مجھے میرے معاملہ میں مشورہ دو، میں کسی کام کا قطعی فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو کر گواہی دو۔

انہوں نے کہا: ہم طاقتور اور سخت جنگجو ہیں مگر حکم آپ کے اختیار میں ہے سو آپ غور کرلیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔

## ملکہ بلقیس کا رؤسائے مملکت سے مشورہ کرنے کا بیان

"قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي " بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة بِقَلْبِهَا وَاوًا أَيْ أَشِيرُوا عَلَيَّ "فِي أَمْرِي مَا كُنْت قَاطِعَة أَمْرًا" قَاضِيَته "حَتَّى تَشْهَدُونَ" تَحْضُرُونَ،

"قَالُوا نَحْنُ أُولُوا قُوَّة وَأُولُوا بَأْس شَدِيد " أَيْ : أَصْحَاب شِدَّة فِي الْحَرْب "وَالْأَمْر إلَيْك فَانْظُرِي مَاذَا تَأْمُرِينَ" تَأْمُرِينَنَا نُطِعْك،

اس کا مضمون یہ ہے کہ تم لوگ مجھ پر سر بلندی کی کوشش مت کرواور فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ ملکہ نے کہا: اے دربار والو! یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل کے ساتھ بھی جس کو واؤ مکسورہ کے ساتھ بدلہ گیا ہے۔ تم مجھے میرے اس معاملہ میں مشورہ دو، میں کسی کام کا قطعی فیصلہ کرنے والی نہیں ہوں یہاں تک کہ تم میرے پاس حاضر ہو کر (اس اَمر کے موافق یا مخالف) گواہی دو۔ انہوں نے کہا: ہم طاقتور اور سخت جنگجو ہیں یعنی جنگ بڑی کرنے والے ہیں مگر حکم آپ کے اختیار میں ہے سو آپ خود ہی غور کرلیں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں۔ لہٰذا جو حکم آپ نے دینا ہے ہم اسی کی اطاعت کریں گے۔

## رؤسائے مملکت سے تجویز کر کے تحائف بھیجنے کا بیان

بلقیس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط انہیں سنا کر ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ تم جانتے ہو جب تک تم سے میں مشورہ نہ کرلوں، تم موجود نہ ہوتو میں چونکہ کسی امر کا فیصلہ تنہا نہیں کرتی اس بارے میں بھی تم سے مشورہ طلب کرتی ہوں بتاؤ کیا رائے ہے؟ سب نے متفقہ طور پر جواب دیا کہ ہماری جنگی طاقت بہت کچھ ہے اور ہماری طاقت مسلم ہے۔ اس طرف سے تو اطمینان ہے آگے جو آپ کا حکم ہو۔ ہم تابعدراری کے لئے موجود ہیں۔ اسمیں ایک حد تک سرداران لشکر نے لڑائی کی طرف اور مقابلے کی طرف رغبت دی تھی لیکن بلقیس چونکہ سمجھدار عاقبت اندیش تھی اور ہدہد کے ہاتھوں خط کے ملنے کا ایک کھلا معجزہ دیکھ چکی تھی یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ حضرت سلیمان کی طاقت کے مقابلے میں، میں میرا لاؤ لشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی اس لئے اس نے اپنے وزیروں اور مشیروں سے کہا بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی ملک کو فتح کرتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں اجاڑ دیتے ہیں۔ وہاں کے ذی عزت لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں۔ سرداران لشکر اور حکمران

شہر خصوصی طور پر انکی نگاہوں میں پڑھ جاتے ہیں۔ جناب فاری نے اسکی تصدیق فرمائی کہ فی الواقع یہ صحیح ہے وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ اس کی بعد اسنے جوترکیب سوچی کہ ایک چال چلے اور حضرت سلیمان سے موافقت کر لے صلح کر لے وہ اس نے انکے سامنے پیش کی کہا کہ اس وقت تو میں ایک گراں بہا تحفہ انہیں بھیجتی ہوں دیکھتی ہوں اس کے بعد وہ میرے قاصدوں سے کیا فرماتے ہیں۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اسے قبول فرمالیں اور ہم آئندہ بھی انہیں یہ رقم بطور جزیے کے بھیجتے رہیں اور انہیں ہم پر چڑھائی کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اسلام کی قبولیت میں اسی طرح اس نے ہدیے بھیجنے میں نہایت دانائی سے کام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ روپیہ پیسہ وہ چیز ہے فولاد کو بھی نرم کر دیتا ہے۔ نیز اسے یہ بھی آزمانا تھا کہ دیکھیں وہ ہمارے اس مال کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔؟ اگر قبول کر لیا تو سمجھ لو کہ وہ ایک بادشاہ ہیں پھر ان سے مقابلہ کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر واپس کر دیا تو انکی نبوت میں کوئی شک نہیں پھر مقابلہ سراسر بیسود بلکہ مضر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ |
| کہا: بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو |
| ذلیل و رسوا کر ڈالتے ہیں اور یہ اسی طرح کریں گے۔ |

## بادشاہوں کا بستیوں کو ہلاک کر دینے کا بیان

"قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوك إِذَا دَخَلُوا قَرْيَة أَفْسَدُوهَا " بِالتَّخْرِيبِ "وَجَعَلُوا أَعِزَّة أَهْلهَا أَذِلَّة وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ" أَيْ : مُرْسِلُو الْكِتَاب

ملکہ نے کہا: بیشک جب بادشاہ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تخریب کاری سے تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے باعزت لوگوں کو ذلیل و رسوا کر ڈالتے ہیں اور یہ لوگ بھی یعنی خط لکھنے والے بھی اسی طرح کریں گے۔

خط کے انداز خطاب سے ملکہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ سلیمان عام فرمانرواؤں کی طرح نہیں بلکہ ان کی پشت پر کوئی غیر معمول طاقت ہے اور یہ بھی معلوم ہو رہا تھا کہ اگر ملکہ اور اس کے کارپرداز مطیع فرمان بن کر سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر نہ ہوئے تو حضرت سلیمان ان کی سرکوبی کے لئے ضرور ان پر چڑھائی کریں گے۔ حضرت سلیمان یہ تو گوارا کر سکتے تھے کہ یہ لوگ سورج پرستی چھوڑ کر راہ راست پر آ جائیں تو ان سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ مگر یہ گوارا نہ کر سکتے تھے کہ ان کے پاس اسباب و وسائل موجود ہونے کے باوجود ان کے قرب و جوار میں اس طرح علانیہ ملکی سطح پر شرک اور سورج پرستی ہوتی رہے۔ لہٰذا ملکہ کے خطرات کچھ موہوم خطرات نہ تھے۔ اس نے ٹھیک اندازہ کر لیا تھا کہ ایک تو حضرت سلیمان ان کی سرتابی کی صورت میں ضرور ان پر چڑھائی کریں گے اور دوسرے اس نے یہ بھی اندازہ کر لیا تھا کہ حضرت سلیمان کے لشکروں کے مقابلہ میں ان میں مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ لہٰذا اس نے ستر ہ بی یا خاموشی کے انجام سے اپنے مشریوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں اکثر یوں ہی ہوتا آیا ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسی

ملک کو فتح کرتا ہے تو سب سے پہلے اس ملک کے وسائل معاش پر قبضہ کر کے اس ملک کو مفلس وقلاش بنادیتا ہے۔ پھر وہاں کے سرکردہ لوگوں کو کچل کر ان کا زور ختم کر دیتا ہے تا کہ وہ دوبارہ کبھی اس کے مقابلہ کی بات بھی نہ سوچ سکے۔ اس طرح وہ اس مفتوحہ ملک کے تمام سیاسی، تمدنی اور معاشی وسائل پر قبضہ کر کے اس ملک کی طاقت کو عملاً ختم کر کے اپنی طاقت میں اضافہ کر لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اکابرین مملکت یا تو موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں یا پھر انھیں ذلیل ورسوا ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ لوٹ گھسوٹ اور قتل وغارت عام ہوتا ہے اور بسا اوقات شہروں کو آگ لگادی جاتی ہے اور عام حالات میں ایسے ہی نتائج متوقع ہیں۔

| |
|---|
| وَاِنِّیْ مُرْسِلَةٌ اِلَیْهِمْ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۝ |
| اور بیشک میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا جواب لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے محل کے قریب سونے چاندی کی دیواروں کا بیان

"وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَة بِمَ يَرْجِع الْمُرْسَلُونَ" مِنْ قَبُول الْهَدِيَّة أَوْ رَدّهَا إِنْ كَانَ مَلِكًا قَبِلَهَا أَوْ نَبِيًّا لَمْ يَقْبَلهَا فَأَرْسَلَتْ خَدَمًا ذُكُورًا وَإِنَاثًا أَلْفًا بِالسَّوِيَّةِ وَخَمْسمِائَة لَبِنَة مِنْ الذَّهَب وَتَاجًا مُكَلَّلًا بِالْجَوَاهِرِ وَمِسْكًا وَعَنْبَرًا وَغَيْر ذَلِكَ مَعَ رَسُول بِكِتَابٍ فَأَسْرَعَ الْهُدْهُد إِلَى سُلَيْمَان يُخْبِرهُ الْخَبَر فَأَمَرَ أَنْ تُضْرَب لَبِنَات الذَّهَب وَالْفِضَّة وَأَنْ تُبْسَط مِنْ مَوْضِعه إِلَى تِسْعَة فَرَاسِخ مَيْدَانًا وَأَنْ يَبْنُوا حَوْله حَائِطًا مُشْرَفًا مِنْ الذَّهَب وَالْفِضَّة وَأَنْ يُؤْتَى بِأَحْسَن دَوَابّ الْبَرّ وَالْبَحْر مَعَ أَوْلَاد الْجِنّ عَنْ يَمِين الْمَيْدَان وَشِمَاله

اور بیشک میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجنے والی ہوں پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا جواب لے کر واپس لوٹتے ہیں۔ یعنی وہ ہدیہ قبول کرتے ہیں یا نہیں اگر بادشاہ ہے تو وہ ہدیہ قبول کرے گا اور اگر وہ نبی ہیں تو وہ ہدیہ قبول نہیں کریں گے۔ پس اس نے ایک ہزار خدمت کیلئے جن میں پانچ سولڑکے اور پانچ سولڑکیاں تھیں۔ اور سونے کی پانچ سو اینٹیں بھیجیں۔ ان کو سونے کا ایک تاج جو جواہر اور مسک اور عنبر وغیرہ کے ساتھ قاصد کو بھیجا تو وہ ہدہد جلدی سے یہ خبر لیکر حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آیا اور اس کی خبر دی تو آپ نے حکم دیا۔ کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنائی جائیں۔ جن کو آپ کے محل سے نوفرسخ تک میدان کے طور پر بچھا دیا جائے۔ اور ان کے اردگرد سونے چاندی کی دیوار بنائی جائے۔ اور خشکی وتری کے بہترین جانور اور ان کے بچوں کو اور بعض جنات کے بچوں کو دائیں بائیں بہ طور خدمت گار کھڑا کیا جائے۔

## ملکہ بلقیس کا تحائف کے ذریعے آزمائش کا بیان

اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بادشاہ ہیں یا نبی کیونکہ بادشاہ عزت واحترام کے ساتھ ہدیہ قبول کرتے ہیں اگر وہ بادشاہ ہیں تو ہدیہ قبول کر لیں گے اور اگر نبی ہیں تو ہدیہ قبول نہ کریں گے اور سوا اس کے کہ ہم ان کے دین کا اتباع کریں وہ اور کسی بات سے راضی

نہ ہوں گے تو اس نے پانچ سو غلام اور پانچ سو باندیاں بہترین لباس اور زیوروں کے ساتھ آراستہ کر کے زرنگار زینوں پر سوار کر کے بھیجے اور پانچ سو اینٹیں سونے کی اور جواہر سے مرصع تاج اور مشک و عنبر وغیرہ مع ایک خط کے اپنے قاصد کے ساتھ روانہ کئے ہُدہُد یہ دیکھ کر چل دیا اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس سب خبر پہنچائی آپ نے حکم دیا کہ سونے چاندی کی اینٹیں بنا کر نوفرسنگ کے میدان میں بچھادی جائیں اور اس کے گرد سونے چاندی سے احاطہ کی بلند دیوار بنادی جائے اور برو بحر کے خوبصورت جانور اور جنات کے بچے میدان کے دائیں بائیں حاضر کئے جائیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل، لاہور)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ٥ |
| تو جب وہ سلیمان کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرتے ہو؟ تو جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے |
| وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ |

## حکمرانوں کا دنیاوی زیب و زینت پر فخر کرنے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَ" الرَّسُول بِالْهَدِيَّةِ وَمَعَهُ أَتْبَاعه "سُلَيْمَان قَالَ أَتُمِدُّونَنِ بِمَالٍ فَمَا آتَانِي اللَّه" مِنْ النُّبُوَّة وَالْمُلْك "خَيْر مِمَّا آتَاكُمْ" مِنْ الدُّنْيَا "بَلْ أَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ" لِفَخْرِكُمْ بِزَخَارِف الدُّنْيَا

تو جب وہ سلیمان کے پاس ہدیہ اور دوسری چیزیں لے کر آیا تو اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرتے ہو؟ تو جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے یعنی جو نبوت و بادشاہت دی ہے وہ اس سے بہتر ہے جو اس نے تمھیں دنیا میں دیا ہے، بلکہ تم ہی اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ یعنی تم دنیاوی سجاوٹوں پر فخر کرنے والے ہو۔

## لڑکے اور لڑکیوں کے منہ دھونے سے پہچان کا بیان

بلقیس نے بہت ہی گراں قدر تحفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ سونا موتی جواہر وغیرہ سونے کی کثیر مقدار اینٹیں سونے کے برتن وغیرہ۔ بعض کے مطابق کچھ بچے عورتوں کے لباس میں اور کچھ عورتیں لڑکوں کے لباس میں بھیجیں اور کہا کہ اگر وہ انہیں پہچان لیں تو اسے نبی مان لینا چاہیے۔ جب یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ نے سب کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ لڑکیوں نے برتن سے پانی بہا کر اپنے ہاتھ دھوئے اور لڑکوں نے برتن میں ہی ہاتھ ڈال کر پانی لیا۔ اس سے آپ نے دونوں کو الگ الگ پہچان کر علیحدہ کر دیا کہ یہ لڑکیاں ہیں اور یہ لڑکے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اس طرح پہچانا کہ لڑکیوں نے تو پہلے اپنے ہاتھ کے اندرونی حصہ کو دھویا اور لڑکوں نے انکے برخلاف بیرونی حصے کو پہلے دھویا یہ بھی مروی ہے کہ ان میں سے ایک جماعت نے اس کے برخلاف ہاتھ کی انگلیوں سے شروع کر کے کہنی تک لے گئے۔ ان میں سے کسی میں نفی کا امکان نہیں، واللہ اعلم۔ یہ بھی مذکور ہے کہ بلقیس نے ایک برتن بھیجا تھا کہا اسے ایسے پانی سے پر کردو جو نہ زمین کا ہو نہ آسمان کا تو آپ نے گھوڑے دوڑائے اور ان کے پسینوں سے وہ برتن بھر دیا۔ اسنے کچھ خرمہرے اور ایک لڑی بھیجی تھی آپ نے انہیں لڑی میں پرو دیا۔ یہ سب اقوال عموماً بنی اسرائیل

کی روایتوں سے لئے جاتے ہیں۔

البتہ بظاہر الفاظ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس رانی کیے تحفے کی طرف مطلقاً التفات ہی نہیں کیا۔ اور اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم مجھے مالی رشوت دے کر شرک پر باقی رہنا چاہتے ہو؟ یہ محض ناممکن ہے مجھے رب نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ ملک، مال، لاؤ لشکر سب میرے پاس موجود ہے۔ تم سے ہر طرح بہتر حالت میں میں ہوں فالحمد للہ۔ تم ہی اپنے اس ہدیے سے خوش رہو یہ کام تم ہی کو سونپا کہ مال سے راضی ہو جاؤ اور تحفہ تمہیں جھکا دے یہاں تو دو ہی چیزیں ہیں یا شرک چھوڑ دیا تلوار روکو۔ یہ بھی کہا گیا ہے اس سے پہلے کہ اسکے قاصد پہنچیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کو حکم دیا اور انہوں نے سونے چاندی کے ایک ہزار محل تیار کردئے۔ جس وقت قاصد پائے تخت میں پہنچے ان محلات کو دیکھ کر ہوش جاتے رہے اور کہنے لگے یہ بادشاہ تو ہمارے اس تحفے کو اپنی حقارت سمجھے گا۔ یہاں تو سونا مٹی کی وقعت بھی نہیں رکھتا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ بادشاہوں کو یہ جائز ہے کہ بیرونی لوگوں کے لیے کچھ تکلفات کرے اور قاصدوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

پھر آپ نے قاصدوں سے فرمایا کہ یہ ہدیے انہیں کو واپس کردو اور ان سے کہد و مقابلے کی تیاری کرلیں یاد رکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکتے۔ انہیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انہیں انکی سلطنت سے بیک بینی و دو گوش ذلت و حقارت کے ساتھ نکال دیں گے ان کے تخت و تاج کو روند دیں گے۔ جب قاصد اس تحفے کو واپس لے پہنچے اور شاہی پیغام بھی سنا دیا۔ بلقیس کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا فوراً خود بھی اور تمام لشکر اور رعایا مسلمان ہو گئے اور اپنے لشکروں سمیت وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گئے جب آپ نے اس کا قصد معلوم کیا تو بہت خوش ہوئے اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

| |
|---|
| اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَ لَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَا اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝ |
| ان کے پاس واپس جا، اب ہر صورت ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کے مقابلے کی ان میں کوئی طاقت نہیں |
| اور ہر صورت انھیں اس سے اس حال میں ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ حقیر ہوں گے۔ |

## ملکہ بلقیس کا بارہ ہزار سرداروں کے ساتھ روانہ ہونے کا بیان

"ارْجِعْ إِلَيْهِمْ" بِمَا أَتَيْت مِنْ الْهَدِيَّة "فَلَنَأْتِيَنهمْ بِجُنُودٍ لَا قِبَل" لَا طَاقَة "لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِنْهَا" مِنْ بَلَد سَبَأ سُمِّيَتْ بِاسْمِ أَبِي قَبِيلَتهمْ "أَذِلَّة وَهُمْ صَاغِرُونَ" إنْ لَمْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ فَلَمَّا رَجَعَ إلَيْهَا الرَّسُول بِالْهَدِيَّةِ جَعَلَتْ سَرِيرهَا دَاخِل سَبْعَة أَبْوَاب دَاخِل قَصْرهَا وَقَصْرهَا دَاخِل سَبْعَة قُصُور وَغَلَّقَتْ الْأَبْوَاب وَجَعَلَتْ عَلَيْهَا حَرَسًا وَتَجَهَّزَتْ لِلْمَسِيرِ إلَى سُلَيْمَان لِتَنْظُر مَا يَأْمُرهَا بِهِ فَارْتَحَلَتْ فِي اثْنَيْ عَشَر أَلْف قِيل مَعَ كُلّ قِيل أُلُوف كَثِيرَة إلَى أَنْ قَرُبَتْ مِنْهُ عَلَى فَرْسَخ شَعَرَ بِهَا

ان کے پاس واپس جا، یعنی ہدیہ بھیجنے والوں کے پاس ہدیہ واپس لے جاؤ۔ اب ہر صورت ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کے مقابلے کی ان میں کوئی طاقت نہیں اور ہر صورت انھیں اس سے اس حال میں ذلیل کر کے نکالیں گے کہ وہ حقیر ہوں گے۔ یعنی شہر سبأ سے نکال دیں گے جو ابو قبیلہ کے نام پر شہر کا نام سبأ رکھا گیا ہے۔ پس جب وہ قاصد ہدیہ کے ساتھ واپس لوٹ آیا تو بلقیس نے اپنے تخت کو اپنے محل کے اندر رکھوایا جس کے سات دروازے تھے۔ اور سات کمروں کے اندر اس کو بند کروایا اور ان کو مکفل کیا۔ اور ان پر پہرے داروں کو بٹھایا اور وہ خود وہ سلیمان علیہ السلام کی طرف چلی یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اس کو کیا حکم دیتے ہیں وہ ملکہ بلقیس بارہ ہزار سرداروں کے ساتھ روانہ ہوئی اور ایک سردار کے ساتھ ہزاروں لوگ تھے۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے قریب پہنچ گئی حتیٰ کہ ایک فرسخ کا فاصلہ باقی رہ گیا۔

یعنی اگر وہ میرے پاس مسلمان ہو کر حاضر نہ ہوئے تو یہ انجام ہوگا، جب قاصد ہدیئے لے کر بلقیس کے پاس واپس گئے اور تمام واقعات سنائے تو اس نے کہا بیشک وہ نبی ہیں اور ہمیں ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں اور اس نے اپنا تخت اپنے سات محلوں میں سے سب سے پچھلے محل میں محفوظ کر کے تمام دروازے مقفل کر دیئے اور ان پر پہرہ دار مقرر کر دیئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا انتظام کیا تا کہ دیکھے کہ آپ اس کو کیا حکم فرماتے ہیں اور وہ ایک لشکرِ گراں لے کر آپ کی طرف روانہ ہوئی جس میں بارہ ہزار نواب تھے اور ہر نواب کے ساتھ ہزاروں لشکری جب اتنے قریب پہنچ گئی کہ حضرت سے صرف ایک فرسنگ کا فاصلہ رہ گیا۔ (تفسیر خازن، سورہ نمل، بیروت)

| قَالَ يَـٰٓأَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ٥ |
|---|
| فرمایا: اے درباروالو! تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جائیں۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا ملکہ بلقیس کے تخت کو طلب کرنے کا بیان

"قَالَ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ " فِي الْهَمْزَتَيْنِ مَا تَقَدَّمَ "يَـأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَنْ يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ " مُنْقَادِينَ طَائِعِينَ فَلِي أَخْذه قَبْل ذَلِكَ لَا بَعْده

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اے درباروالو! یہاں پر دونوں ہمزے وہی ہیں جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ تم میں سے کون اس ملکہ کا تخت میرے پاس لاسکتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ فرمانبردار ہو کر میرے پاس آ جائیں۔ یعنی ان کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس پہنچا دے کیونکہ پہلے اس کا معائنہ مناسب ہوگا جبکہ بعد میں نہیں۔

اس سے آپ کا مدعا یہ تھا کہ اس کا تخت حاضر کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کے قدرت اور اپنی نبوت پر دلالت کرنے والا معجزہ دکھاویں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ آپ نے چاہا کہ اس کے آنے سے قبل اس کی وضع بدل دیں اور اس سے اس کی عقل کا امتحان فرمائیں کہ پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

| |
|---|
| قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ○ |
| ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں |
| اور بیشک میں اس پر طاقتور امانت دار ہوں۔ |

## عفریت جن کا تخت کو لانے پر تیار ہو جانے کا بیان

"قَالَ عِفْرِيت مِنْ الْجِنّ " هُوَ الْقَوِيّ الشَّدِيد "أَنَا آتِيك بِهِ قَبْل أَنْ تَقُوم مِنْ مَقَامك " الَّذِي تَجْلِس فِيهِ لِلْقَضَاءِ وَهُوَ مِنْ الْغَدَاة إلَى نِصْف النَّهَار "وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيّ" أَيْ عَلَى حَمْله "أَمِين" عَلَى مَا فِيهِ مِنْ الْجَوَاهِر وَغَيْرهَا قَالَ سُلَيْمَان أُرِيد أَسْرَع مِنْ ذَلِكَ

ایک قوی ہیکل جن جو بڑی قوت والا تھا اس نے عرض کیا: میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں یعنی آپ مجلس قضاء کے برخاست ہونے سے پہلے جس کا وقت صبح سے لیکر نصف دن تک ہے اور بیشک میں اس کے لانے یعنی اس کو اٹھانے پر طاقتور اور امانت دار ہوں۔ یعنی جو اس میں جواہر وغیرہ ہیں۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مجھے اس سے بھی پہلے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ وہ یقیناً جن ہی تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے مقابلے میں غیر معمولی قوتوں سے نوازا ہے کیونکہ کسی انسان کے لیے چاہے وہ کتنا ہی زور آور ہو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ بیت المقدس سے مآرب یمن جائے اور پھر وہاں سے تخت شاہی اٹھا لائے اور ڈیڑھ ہزار میل کا یہ فاصلہ جسے شمار کیا جائے تو تین ہزار میل بنتا ہے۔ تین یا چار گھنٹے میں طے کر لے ایک طاقتور سے طاقتور انسان بھی اول تو اتنے بڑے تخت کو اٹھا نہیں سکتا اور اگر وہ مختلف لوگوں یا چیزوں کا سہارا لے کر اٹھوا بھی لے تو اتنی قلیل مدت میں اتنا سفر کیوں کر ممکن ہے۔

| |
|---|
| قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ |
| فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ |
| وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ○ |
| ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی |
| آپ کی طرف پلٹے، پھر جب اس کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا (تو) کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا |
| میں شکر گزاری کرتا ہوں یا ناشکری، اور جس نے شکر ادا کیا سو وہ محض اپنی ہی ذات کے فائدہ کے لئے شکر مندی کرتا ہے |
| اور جس نے ناشکری کی تو بیشک میرا رب بے نیاز، کرم فرمانے والا ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے تخت کے آجانے کا بیان

"قَالَ الَّذِی عِنْدہ عِلْم مِنْ الْکِتَاب" الْمُنَزَّل وَهُوَ آصف ابْن برخيا كَانَ صِدِّيقًا يَعْلَم اسْم اللَّه الْأَعْظَم الَّذِی إذَا دَعَا بِهِ أُجِيبَ "أَنَا آتِيك بِهِ قَبْل أَنْ يَرْتَدّ إلَيْك طَرْفك" إذَا نَظَرْت بِهِ إلَى شَیْء فَقَالَ لَهُ اُنْظُرْ إلَى السَّمَاء فَنَظَرَ إلَيْهَا ثُمَّ رَدَّ بِطَرْفِهِ فَوَجَدَهُ مَوْضُوعًا بَيْن يَدَيْهِ فَفِی نَظَره إلَى السَّمَاء دَعَا آصف بِالِاسْمِ الْأَعْظَم أَنْ يَأْتِی اللَّه بِهِ فَحَصَلَ بِأَنْ جَرَى تَحْت الْأَرْض حَتَّى نَبَعَ تَحْت كُرْسِیّ سُلَيْمَان "فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا" سَاكِنًا "عِنْده قَالَ هَذَا" أَیْ الْإِتْيَان لِی بِهِ "مِنْ فَضْل رَبِّی لِيَبْلُوَنِی" لِيَخْتَبِرنِی "أَأَشْكُرُ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة الْأُخْرَى وَتَرْكه "أَمْ أَكْفُر" النِّعْمَة "وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُر لِنَفْسِهِ" أَیْ لِأَجْلِهَا لِأَنَّ ثَوَاب شُكْره لَهُ "وَمَنْ كَفَرَ" النِّعْمَة "فَإِنَّ رَبِّی غَنِیّ" عَنْ شُكْره "كَرِيم" بِالْإِفْضَالِ عَلَى مَنْ يَكْفُرهَا

پھر ایک ایسے شخص نے عرض کیا جس کے پاس آسمانی کتاب کا کچھ علم تھا۔ اور وہ آصف بن برخیا تھا جو صدیق تھا اور اللہ کے اسم اعظم کو جانتا تھا اور جب وہ اسم اعظم کے ذریعے دعا مانگتا تھا وہ قبول ہوتی تھی۔ کہ میں اسے آپ کے پاس لاسکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی نگاہ آپ کی طرف پلٹے یعنی پلک جھپکنے سے بھی پہلے لے آؤں گا۔ جب کسی چیز کی طرف نظر کریں گے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر اس کو واپس لائے تو دیکھا کہ تخت سامنے موجود ہے کیونکہ آپ کے نظر اٹھانے کے دوران آصف بن برخیا نے اسم اعظم کے ذریعے اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کی پس وہ تخت زمین کے نیچے نیچے چلتا ہوا آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی کے نیچے آکر سامنے ہوا۔ پھر جب سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر گزاری کرتا ہوں، یہاں پر بھی دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کو الف سے بدلہ گیا اور دونوں ہمزوں کی تسہیل جبکہ دوسرے سہلیہ کے درمیان الف داخل کیا گیا۔ اور اسی طرح ترک کے ساتھ بھی قرأت میں آیا ہے۔ یا نعمت کی ناشکری کی، اور جس نے اللہ کا شکر ادا کیا سو وہ محض اپنی ہی ذات کے فائدہ کے لئے شکر مندی کرتا ہے کیونکہ اس کے شکر کرنے کا ثواب اسی کیلئے ہے۔ اور جس نے نعمت کی ناشکری کی تو بیشک میرا رب اس کے شکریے سے بے نیاز، کرم فرمانے والا ہے۔ یعنی اس کو بھی عطا فرمانے والا ہے جس نے اس کی نعمتوں کی ناشکری کی۔

## آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کو پلک بھر میں لانے کا بیان

جب قاصد پہنچتا ہے اور بلقیس کو دوبارہ پیغام نبوت پہنچاتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی ہے واللہ یہ سچے پیغمبر ہیں ایک پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی پنپ نہیں سکتا۔ اسی وقت دوبارہ قاصد بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں تا کہ خود آپ سے مل کر دینی معلومات حاصل کروں اور آپ سے اپنی تشفی کرلوں یہ کہلوا کر یہاں اپنا نائب ایک کو بنایا۔ سلطنت کے انتظامات اس کے سپرد کئے اپنالا جواب بیش قیمت جڑاؤ تخت جو سونے کا تھا سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے نائب کو اسکی حفاظت کی خاص

تاکید کی اور بارہ ہزار سردار جن میں سے ہر ایک کے تحت ہزاروں آدمی تھے۔ اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمان کی طرف چل دی۔ جنات قدم قدم اور دم دم کی خبریں آپ کو پہنچاتے رہتے تھے۔ جب آپکو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے دربار میں جس میں جن وانس سب موجود تھے فرمایا کوئی ہے جو اسکے تخت کو اسکے پہنچنے سے پہلے یہاں پہنچادے؟

کیونکہ جب وہ یہاں آجائیں گی اور اسلام میں داخل ہو جائیں پھر اس کا مال ہم پر حرام ہوگا۔ یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام کوزن تھا اور جو مثل ایک بڑے پہاڑ کے تھا بول پڑا کہ اگر آپ مجھے حکم دیں تو آپ دربار برخواست کریں اس سے پہلے میں لادیتا ہوں۔ آپ لوگوں کے فیصلے کرنے اور جھگڑے چکانے اور انصاف دینے کو صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اس نے کہا میں اس تخت کے اٹھالانے کی طاقت رکھتا ہوں اور ہوں بھی امانت دار۔ اس میں کوئی چیز نہیں چراؤں گا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں چاہتا ہوں اس سے بھی پہلے میرے پاس وہ پہنچ جائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اللہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی تخت کے منگوانے سے عرض یہ تھی کہ اپنے ایک زبردست معجزے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے سات مقفل مکانوں میں رکھا تھا وہ اس کے آنے سے پہلے دربار سلیمانی میں موجود ہے۔

حضرت سلیمان کے اس جلدی کے تقاضے کو سن کر جس کے پاس کتابی علم تھا وہ بولا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ آصف تھے حضرت سلیمان کے کاتب تھے ان کے باپ کا نام برخیا تھا یہ ولی اللہ تھے اسم اعظم جانتے تھے۔ پکے مسلمان تھے بنو اسرائیل میں سے تھے مجاہد کہتے ہیں ان کا نام اسطوم تھا۔ بلیخ بھی مروی ہے ان کا لقب ذوالنور تھا۔ عبداللہ لھیعہ کا قول ہے یہ خضر تھے لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ اپنی نگاہ دوڑایئے جہاں تک پہنچے نظر کیجئے ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں اسے لادوں گا۔ پس حضرت سلیمان نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی ادھر یہ کھڑے ہو کر وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا دعا (یا ذالجلال والاکرام یا فرمایا یا الھنا واله کل شی الھا واحدا لا اله الاانت ائتنی بعرشھا) اسی وقت تخت بلقیس سامنے آگیا۔ اتنی ذراسی دیر میں یمن سے بیت المقدس میں وہ تخت پہنچ گیا اور لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا۔

جب سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے موجود دیکھ لیا تو فرمایا یہ صرف میرے رب کا فضل ہے کہ وہ مجھے آزمالے کہ میں شکرگزاری کرتا ہوں یا ناشکری؟ جو شکر کرے وہ اپنا ہی نفع کرتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ اپنا نقصان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی بندگی سے بے نیاز ہے اور خود بندوں سے بھی اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں۔ جیسے فرمان ہے آیت (من عمل صالحا فلنفسه الخ)، جو نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے لئے اور جو برائی کرتا ہے وہ اپنے لئے۔ اور جگہ ہے جو نیکی کرتے ہیں وہ اپنے لئے ہی اچھائی جمع کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا تم اور روئے زمین کے سب انسان بھی اگر اللہ سے کفر کرنے لگو تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑو گے۔ وہ غنی ہے اور حمید ہے صحیح مسلم شریف میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو اگر تمہارے سب اگلے

پچھلے انسان جنات بہتر سے بہتر اور نیک بخت سے نیک بخت ہو جائیں تو میرا ملک بڑھ نہیں جائے گا اور اگر سب کے سب بد بخت اور برے بن جائیں تو میرا ملک گھٹ نہیں جائے گا یہ تو صرف تمہارے اعمال ہیں جو جمع ہونگے اور تم کو ہی ملیں گے جو بھلائی پائے تو اللہ کا شکر کرے اور جو برائی پائے تو صرف اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ |
| فرمایا: اس کے لئے اس کے تخت کی صورت اور ہیئت بدل دو ہم دیکھیں گے کہ آیا وہ راہ پاتی ہے یا |
| ان میں سے ہوتی ہے جو سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ |

## تخت بلقیس میں آزمائش کیلئے تبدیلی کرنے کا بیان

"قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشهَا" أَيْ غَيِّرُوهُ إلَى حَال تَنْكُره إذَا رَأَتْهُ "نَنْظُر أَتَهْتَدِي" إلَى مَعْرِفَته "أَمْ تَكُون مِنْ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ" إلَى مَعْرِفَة مَا يُغَيَّر عَلَيْهِمْ قَصَدَ بِذَلِكَ اخْتِبَار عَقْلهَا لَمَّا قِيلَ إنَّ فِيهِ شَيْئًا فَغَيَّرُوهُ بِزِيَادَةٍ أَوْ نَقْص وَغَيْر ذَلِكَ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اس ملکہ کے امتحان کے لئے اس کے تخت کی صورت اور ہیئت بدل دو تا کہ وہ دیکھے تو اس کا انکار کر دے ہم دیکھیں گے کہ آیا وہ پہچان کی راہ پاتی ہے یا ان میں سے ہوتی ہے جو سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ یعنی اس کی عقل کی آزمائش کیلئے اس تخت میں تغیر و تبدل کر دو اور جب کہ یہ بھی کہا گیا کہ اس میں کمی و بیشی وغیرہ کے ساتھ تبدیلی کر دو۔

یہاں نکروا کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ نکر میں جو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں (۱) اجنبیت اور (۲) ناگواری، اور تنکیر کی ضد تعریف ہے۔ تعریف کے معنی کسی کو پہچان لینا اور تنکیر کے معنی کسی کو نہ پہچاننا اور اجنبیت محسوس کرنا۔ گویا نکرو کا معنی اس تحت میں ایسی تبدیلی لانا ہے جس سے وہ پوری طرح پہچانا نہ جا سکے اور اس سے حضرت سلیمان بلقیس کی عقل کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ اس کی عقل کہاں تک کام کرتی ہے پھر اس سے وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کرنا چاہتے تھے کہ آیا وہ اتنی عقلمند ہے کہ شرک اور توحید میں تمیز کر سکے؟ چنانچہ آپ کے کاریگروں نے اس کے تخت میں اتنی تبدیلی کی ایک جگہ کے جواہر وہاں سے اکھاڑ کر کسی دوسرے جگہ فٹ کر دیئے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝ |
| پھر جب وہ آئی تو اس سے کہا گیا کیا تمہارا تخت اسی طرح کا ہے، وہ کہنے لگی، گویا یہ وہی ہے اور ہمیں اس سے پہلے |
| ہی علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔ |

## ملکہ بلقیس کا اپنے تخت کو پہچان لینے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ" لَهَا "أَهَكَذَا عَرْشك" أَيْ أَمِثْل هَذَا عَرْشك "قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ" فَعَرَفَتْهُ وَشَبَّهَتْ عَلَيْهِمْ كَمَا شَبَّهُوا عَلَيْهَا إذْ لَمْ يَقُلْ أَهَذَا عَرْشك وَلَوْ قِيلَ هَذَا قَالَتْ : نَعَمْ قَالَ سُلَيْمَان : لَمَّا رَأَى

لَهَا مَعْرِفَةً وَعِلْمًا،

پھر جب وہ ملکہ آئی تو اس سے کہا گیا: کیا تمہارا تخت اسی طرح کا ہے، یعنی اس کی مثل تخت ہے؟ وہ کہنے لگی: گویا یہ وہی ہے یعنی اس نے اس کو پہچان لیا۔ اور یہ تخت ان پر مشابہ ہوگا جس طرح اس ملکہ پر مشابہ ہوا تھا کیونکہ یہ نہیں کہا گیا کہ کیا یہ تیرا تخت ہے کیونکہ اگر اس طرح کہا جاتا تو وہ ہاں کہہ دیتی۔ لہٰذا جب حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی معرفت اور علم کا پتہ چل چکا اور ہمیں اس سے پہلے ہی (نبوت سلیمان کے حق ہونے کا) علم ہو چکا تھا اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔

## بلقیس کا تخت آنے کے بعد

اس تخت کے آجانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ اس میں قدرے تغیر وتبدل کر ڈالو۔ پس کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے۔ رنگ وروغن میں بھی تبدیلی کر دی گئی نیچے اور اوپر سے بھی کچھ بدل دیا گیا۔ کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تاکہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان لیتی ہے یا نہیں؟ جب وہ پہنچی تو اس سے کہا گیا کہ کیا تیرا تخت یہی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہو بہو اسی جیسا ہے۔ اس جواب سے اس کی دور بینی عقلمندی زیرکی دانائی ظاہر ہے کہ دونوں پہلو سامنے رکھے دیکھا کہ تخت بالکل میرے تخت جیسا ہے مگر بظاہر اس کا یہاں پہنچنا ناممکن ہے تو اس نے بیچ کی بات کہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس سے پہلے ہی ہمیں علم دیا گیا تھا اور ہم مسلمان تھے بلقیس کو اللہ کے سوا اوروں کی عبادت نے اور اس کے کفر نے توحید اللہ سے روک دیا تھا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا اس سے پہلے کافروں میں سے تھے۔ لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ ملکہ نے قبول اسلام کا اعلان محل میں داخل ہونے کے بعد کیا ہے۔ جیسے عنقریب بیان ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنات کے ہاتھوں ایک محل بنوایا تھا جو صرف شیشے اور کانچ کا تھا اور اس کے نیچے پانی سے لبالب حوض تھا شیشہ بہت ہی صاف شفاف تھا۔ آنے والا شیشے کا امتیاز نہیں کر سکتا تھا بلکہ اسے یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ پانی ہی پانی ہے۔ حالانکہ اس کے اوپر شیشے کا فرش تھا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس صنعت سے غرض حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ تھی کہ آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ سنا تھا کہ اس کی پنڈلیاں بہت خراب ہیں اور اس کے ٹخنے چوپایوں کے کھروں جیسے ہیں اس کی تحقیق کے لئے آپ نے ایسا کیا تھا۔ جب وہ یہاں آنے لگی تو پانی کے حوض کو دیکھ کر اپنے پائنچے اٹھائے آپ نے دیکھ لیا کہ جو بات مجھے پہنچائی گئی ہے غلط ہے۔ اس کی پنڈلیاں اور پیر بالکل انسانوں جیسے ہی ہیں۔ کوئی ن عہات یا بدصورتی نہیں ہے چونکہ بینکاح تھی پنڈلیوں پر بال بڑے بڑے تھے۔ آپ نے استرے سے منڈوا ڈالنے کا مشورہ دیا لیکن اس نے کہا اس کی برداشت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ آپ نے جنوں سے کہا کہ کوئی اور چیز بناؤ جس سے یہ بال جاتے رہیں۔ پس انہوں نے ہڑتال پیش کی یہ دوا سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے ہی تلاش کی گئی۔

محل میں بلانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ملک سے اپنے دربار سے اپنی رونق سے اپنے ساز وسامان سے اپنے لطف وعیش سے

خود اپنے سے بڑی ہستی دیکھ لے اور اپنا جاہ حشم نظروں سے گر جائے جس کے ساتھ ہی تکبر تجبر کا خاتمہ بھی یقینی تھا۔ یہ جب اندر آنے لگی اور حوض کی حد پر پہنچی تو اسے لہلاتا ہوا دریا سمجھ کر پائچے اٹھائے۔ اس وقت کہا گیا کہ آپ کو غلطی لگی یہ تو شیشہ منڈھا ہوا ہے۔ آپ اسی کے اوپر سے بغیر قدم تر کئے آ سکتی ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہی اس کے کان میں آپ نے صدائے توحید ڈالی اور سورج پرستی کی مذمت سنائی۔ اس محل کو دیکھتے ہی اس حقیقت پر نظر ڈالتے ہی دربار کے ٹھاٹھ دیکھتے ہی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ میرا ملک تو اسکے پاسنگ میں بھی نہیں۔ نیچے پانی ہے اور اوپر شیشہ ہے بیچ میں تخت سلیمانی ہے اور اوپر سے پرندوں کا سایہ ہے جن وانس سب حاضر ہیں اور تابع فرمان۔ جب اسے توحید کی دعوت دی گئی تو بیدینوں کی طرح اس نے بھی زندیقانہ جواب دیا جس سے اللہ کی جناب میں گستاخی لازم آتی تھی۔ اسے سنتے ہی سلیمان علیہ السلام اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اور آپ کو دیکھ کر آپ کا سارا لشکر بھی۔ اب وہ بہت ہی نادم ہوگئی ادھر سے حضرت نے ڈانٹا کہ کیا کہہ دیا؟ اسنے کہا مجھ سے غلطی ہوئی۔ اور اسی وقت رب کی طرف جھک گئی اور کہنے لگی اے اللہ میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اب میں حضرت سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئی۔ چنانچہ سچے دل سے مسلمان ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

## واقعہ ہدہد سے متعلق ایک اثر کا بیان

ابن ابی شیبہ میں یہاں پر ایک غریب اثر ابن عباس سے وارد کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام جب تخت پر متمکن ہوتے تو اس کے پاس کی کرسیوں پر انسان بیٹھتے اور اس کے پاس والی کرسیوں پر جن بیٹھتے پھر ان کے بعد شیاطین بیٹھتے پھر ہوا اس تخت کو لے اڑتی اور معلق تھا دیتی پھر پرندآ کر اپنے پروں سے سایہ کر لیتے پھر آپ ہوا کو حکم دیتے اور وہ پرواز کر کے صبح صبح مہینے بھر کے فاصلے پر پہنچا دیتی اسی طرح شام کو مہینے بھر کی دوری طے ہوتی ایک مرتبہ اسی طرح آپ جا رہے تھے پرندوں کی دیکھ بھال جو کی تو ہدہد کو غائب پایا بڑے ناراض ہوئے اور فرمایا کیا وہ جگمگٹے میں مجھے نظر نہیں پڑتا یا سچ مچ غیر حاضر ہے؟ اگر واقعی وہ غیر حاضر ہے تو میں اسے سخت سزا دونگا بلکہ ذبح کر دونگا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بیان کر دے ایسے موقعہ پر آپ پرندوں کے پر نچوا کر آپ زمین پر ڈلوا دیتے تھے کیڑے مکوڑے کھا جاتے تھے اس کے بعد تھوڑی دیر میں خود حاضر ہوتا ہے اپنا سبا جانا اور وہ انکی خبر لانا بیان کرتا ہے۔ اپنی معلومات کی تفصیل سے آگاہ کرتا ہے حضرت سلیمان اس کی صداقت کی آزمائش کے لئے اسے ملکہ سبا کے نام ایک چھٹی دے کر اسے دوبارہ بھیجتے ہیں جس میں ملکہ کو ہدایت ہوتی ہے کہ میری نافرمانی نہ کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس آ جاؤ۔ اس خط کو دیکھتے ہی ملکہ کے دل میں خط کی اور اس کے لکھنے والے کی عزت سما جاتی ہے۔ وہ اپنے درباریوں سے مشورہ کرتی ہے وہ اپنی قوت وطاقت فوج کی ٹھاٹھ بیان کر کے کہہ دیتے ہیں کہ ہم تیار ہیں صرف اشارے کی دیر ہے لیکن یہ برے وقت اور اپنے شکست کے انجام کو دیکھ کر اس ارادے سے باز رہتی ہے۔ اور دوستی کا سلسلہ اس طرح شروع کرتی ہے کہ تحفے اور ہدیے حضرت سلیمان کے پاس بھیجتی ہے۔ جسے حضرت سلیمان علیہ السلام واپس کر دیتے ہیں اور چڑھائی کی دھمکی دیتے ہیں اب یہ اپنے ہاں سے چلتی ہے جب قریب پہنچ جاتی ہے اور اس کے لشکر کی گرد کو حضرت سلیمان علیہ السلام دیکھ لیتے ہیں تب فرماتے ہیں

کہ اس کا تختہ اٹھا لاؤ۔ ایک جن کہتا ہے کہ بہتر میں ابھی لاتا ہوں آپ یہاں سے اٹھیں اس سے پہلے ہی اسے دیکھ لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے بھی جلد ممکن ہے؟ اس پر تو یہ خاموش ہو گیا لیکن اللہ کے علم والے نے کہا ابھی ایک آنکھ جھپکتے ہی۔ اتنے میں تو دیکھا کہ جس کرسی پر پاؤں رکھ کر حضرت سلیمان اپنے تخت پر چڑھتے ہیں وہاں بلقیس کا تخت نمایا ہوا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور لوگوں کو نصیحت کی اور اس میں کچھ تبدیلی کا حکم دیا اس کے آتے ہی اس سے اس تخت کے بابت پوچھا تو اس نے کہا کہ گویا یہ وہی ہے۔ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے دو چیزیں طلب کیں ایک تو ایسا پانی جو نہ زمین سے نکلا ہو اور نہ آسمان سے برسا ہو۔ آپ کی عادت تھی کہ جب کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو اول انسانوں سے پھر جنوں سے پھر شیطانوں سے دریافت فرماتے اس سوال کے جواب میں شیطانوں نے کہا کہ یہ کوئی مشکل چیز نہیں ہے۔

گھوڑے دوڑائیے اور ان کے پسینے سے اس کو پیالہ بھر دیجئے اس سوال کے پورا ہونے کے بعد اس نے دوسرا سوال کیا کہ اللہ کا رنگ کیسا ہے؟ اسے سن کر آپ اچھل پڑے اور اسی وقت سجدے میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ باری تعالیٰ اس نے ایسا سوال کیا کہ میں اسے تجھ سے دریافت ہی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ بیفکر ہو جاؤ میں نے کفایت کر دیا آپ سجدے سے اٹھے اور فرمایا تو نے کیا پوچھا تھا اس نے کہا پانی کے بارے میں میرا سوال تھا جو آپ نے پورا کیا اور تو میں نے کچھ نہیں پوچھا یہ خود اور اس کا لشکر اس دوسرے سوال ہی کو بھول گئے۔ آپ نے لشکریوں سے بھی پوچھا کہ اس نے دوسرا سوال کیا کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا بجز پانی کے اس نے اور کوئی سوال نہیں کیا۔ شیطانوں کے دل میں خیال آیا کہ اگر سلیمان علیہ السلام نے اسے پسند کر لیا اور اسے اپنی نکاح میں لے لیا اور اولاد بھی ہو گئی تو یہ ہم سے ہمشہ کے لئے گئے اس لئے انہوں نے حوض بنایا پانی سے پر کیا۔ اور اوپر سے بلور کا فرش بنا دیا اس صفت سے کہ دیکھنے والے کو وہ معلوم ہی نہ دے وہ تو پانی ہی سمجھے جب بلقیس دربار میں آئی اور وہاں سے گزرنا چاہا تو پانی جان کر اپنے پائچے اٹھا لئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۝ |
| اور اسے اس چیز نے روکے رکھا جس کی عبادت وہ اللہ کے سوا کرتی تھی، بلاشبہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔ |

## غیر اللہ کی عبادت کے سبب کفر کا بیان

"وَصَدَّهَا" عَنْ عِبَادَة اللّٰه "مَا كَانَتْ تَعْبُد مِنْ دُون اللّٰه" أَيْ غَيْره

اور اسے اللہ کی عبادت سے اس چیز نے روکے رکھا جس کی عبادت وہ اللہ کے سوا کرتی تھی، بلاشبہ وہ کافر لوگوں میں سے تھی۔

(۴۱) اس آیت کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سمجھا یا جائے۔ جیسا کہ ترجمہ میں بیان ہوا ہے اس لحاظ سے اس کا معنی یہ ہوگا کہ چونکہ اسے ماحول کافرانہ اور مشرکانہ ملا تھا۔ لہٰذا وہ بھی قوم کی دیکھا دیکھی سورج کی پرستش کرنے لگی تھی۔ ورنہ اگر وہ کچھ بھی عقل سے کام لیتی تو ایسے شرک میں مبتلا نہ ہوتی۔ اور دوسرا مطلب ہے کہ اس جملہ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کا فعل تسلیم کیا جائے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو ان تمام چیزوں کی پرستش سے روک دیا جن

کی وہ اپنے زمانہ کفر میں پرستش کیا کرتی تھی۔

| |
|---|
| قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۭ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ |
| مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۭ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اس سے کہا گیا: اس محل کے صحن میں داخل ہو جا، پھر جب ملکہ نے اس کو دیکھا تو اسے گہرے پانی کا تالاب سمجھا اور اس نے اپنی دونوں |
| پنڈلیاں کھول دیں، سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا: یہ تو محل کا شیشوں جڑا صحن ہے، اس نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! بیشک میں |
| نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں سلیمان (علیہ السلام) کی معیت میں اس اللہ کی فرمانبردار ہو گئی ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ |

## ملکہ بلقیس کا اسلام کو قبول کر لینے کا بیان

"قِيلَ لَهَا" أَيْضًا "ادْخُلِي الصَّرْح" هُوَ سَطْح مِنْ زُجَاج أَبْيَض شَفَّاف تَحْته مَاء عَذْب جَارٍ فِيهِ سَمَك اصْطَنَعَهُ سُلَيْمَان لَمَّا قِيلَ لَهُ إِنَّ سَاقَيْهَا وَقَدَمَيْهَا كَقَدَمَيْ الْحِمَار "فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّة" مِنْ الْمَاء "وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا" لِتَخُوضَهُ وَكَانَ سُلَيْمَان عَلَى سَرِيره فِي صَدْر الصَّرْح فَرَأَى سَاقَيْهَا وَقَدَمَيْهَا حِسَانًا "قَالَ" لَهَا "إِنَّهُ صَرْح مُمَرَّد" مُمَلَّس "مِنْ قَوَارِير" مِنْ زُجَاج وَدَعَاهَا إِلَى الْإِسْلَام "قَالَتْ رَبّ إِنِّي ظَلَمْت نَفْسِي" بِعِبَادَةِ غَيْرك "وَأَسْلَمْت" كَائِنَة "مَعَ سُلَيْمَان لِلَّهِ رَبّ الْعَالَمِينَ" وَأَرَادَ تَزَوُّجهَا فَكَرِهَ شَعْر سَاقَيْهَا فَعَمِلَتْ لَهُ الشَّيَاطِين النُّورَة فَأَزَالَتْهُ بِهَا فَتَزَوَّجَهَا وَأَحَبَّهَا وَأَقَرَّهَا عَلَى مُلْكهَا وَكَانَ يَزُورهَا فِي كُلّ شَهْر مَرَّة وَيُقِيم عِنْدهَا ثَلَاثَة أَيَّام وَانْقَضَى مُلْكهَا بِانْقِضَاءِ مُلْك سُلَيْمَان رُوِيَ أَنَّهُ مَلَكَ وَهُوَ ابْن ثَلَاث عَشْرَة سَنَة وَمَاتَ وَهُوَ ابْن ثَلَاث وَخَمْسِينَ سَنَة فَسُبْحَان مَنْ لَا انْقِضَاء لِدَوَامِ مُلْكه

اس ملکہ سے کہا گیا: اس محل کے صحن میں داخل ہو جا جس کے نیچے نیلگوں پانی کی لہریں چلتی تھیں اس میں مچھلیاں بھی تھیں اور یہ شیشے کا محل یا حوض تھا۔ یہ اس وجہ بنوایا گیا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اس کی دونوں پنڈلیاں اور پاؤں گدھے جیسے ہیں۔ پھر جب ملکہ نے اس مزیّن بلوریں فرش کو دیکھا تو اسے گہرے پانی کا تالاب سمجھا اور اس نے پائینچے اٹھا کر اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں، تا کہ وہ اس میں داخل ہو جائے جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سامنے تخت پر جلوہ فرماتے اور آپ نے اس کی دونوں پنڈلیوں اور قدموں کو خوبصورتی میں دیکھا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: یہ تو محل کا شیشوں جڑا صحن ہے، اور اس کو اسلام کی دعوت دی۔ اس ملکہ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! (میں اسی طرح فریب نظر میں مبتلا تھی) بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور اب میں سلیمان علیہ السلام کی معیت میں اس اللہ کی فرمانبردار ہو گئی ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس سے نکاح کا ارادہ کیا تو اس کی پنڈلیوں کے بالوں کے سبب ناپسند کیا تو شیاطین نورہ کے ذریعے کام کیا جس ان ملکہ

نے بالوں کو صاف کیا تو آپ نے اس سے نکاح کیا اور اس کو پسند کیا اور اس کے ملک کو برقرار رکھا۔اور آپ مہینے میں ایک بار اس سے ملاقات کرتے تھے۔اور اس کے ہاں تین دن قیام کرتے اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت مکمل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی اس کی بادشاہت بھی مکمل ہوگئی روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ بنے تو اس وقت آپ کی عمر مبارک تیرہ سال تھی اور جب آپ کا وصال ہوا تو آپ کی عمر مبارک ۵۳ سال تھی۔پس پاک ہے وہ ذات جس کی بادشاہت کو زوال نہیں بلکہ دوام ہی ہے۔

حضرت سلیمان نے پنڈلیوں کے بال دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ اسے زائل کرنے کی کوشش کرو تو کہا گیا کہ استرے سے مونڈ سکتے ہیں آپ نے فرمایا اس کا نشان مجھے ناپسند ہے کوئی اور ترکیب بتاؤ پس شیاطین نے طلا بنایا جس کے لگاتے ہی بال اڑ گئے۔پس اول اول بال صفا طلا حضرت سلیمان کے حکم سے ہی تیار ہوا ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اس قصے کو نقل کر کے لکھا ہے یہ کتنا اچھا قصہ ہے۔اور ہر بلند عمارت کو صرح کہتے ہیں۔چنانچہ فرعون ملعون نے بھی اپنے وزیر ہامان سے یہی کہا تھا۔آیت (یا ھامان ابن لی صرحا)۔

یمن کے ایک خاص اور بلند محل کا نام بھی صرح تھا۔اس سے مراد ہر وہ بنا ہے جو محکم مضبوط استوار اور قوی ہو۔یہ بنا بلور اور صاف شفاف شیشے سے بنائی گئی تھی۔دومۃ الجندل میں ایک قلعہ ہے اسکا نام بھی مادر ہے۔مقصد صرف اتنا ہے کہ جب اس ملکہ نے حضرت سلیمان کی یہ رفعت، یہ عظمت، یہ شوکت، یہ سلطنت دیکھی اور اس میں غور و فکر کے ساتھ ہی حضرت سلیمان کی سیرت ان کی نیکی اور ان کی دعوت سنی تو یقین آ گیا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اسی وقت مسلمان ہوگئی اپنے اگلے شرک و کفر سے توبہ کر لی اور دین سلیمان کی مطیع بن گئی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ٥ |
| اور بیشک ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے (قومی) بھائی صالح (علیہ السلام) کو بھیجا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو |
| تو اس وقت وہ دو فرقے ہو گئے جو آپس میں جھگڑتے تھے۔ |

## حضرت صالح علیہ السلام کا قوم کو عقیدہ توحید کی دعوت دینے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى ثَمُود أَخَاهُمْ" مِنْ الْقَبِيلَة "صَالِحًا أَنْ" أَيْ بِأَنْ "اُعْبُدُوا اللّٰه" وَحِّدُوهُ "فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ" فِي الدِّين فَرِيق مُؤْمِنُونَ مِنْ حِين إِرْسَاله إِلَيْهِمْ وَفَرِيق كَافِرُونَ

اور بیشک ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کے قومی بھائی صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو یعنی اس کی توحید پر ایمان لے آؤ۔تو اس وقت وہ دو فرقے ہو گئے جو آپس میں جھگڑتے تھے۔یعنی دین میں ایک فرقہ اہل ایمان کا تھا جو حضرت صالح علیہ السلام کی ان کی جانب بعثت کے وقت سے تھا۔جبکہ دوسرا فرقہ کفار کا تھا۔

## صالح علیہ السلام کی ضدی قوم کا بیان

حضرت صالح علیہ السلام جب اپنی قوم ثمود کے پاس آئے اور اللہ کی رسالت ادا کرتے ہوئے انہیں دعوت توحید دی تو ان میں دو فریق بن گئے ایک جماعت مومنوں کی دوسرا گروہ کافروں کا۔ یہ آپس میں گتھ گئے جیسے اور جگہ ہے کہ متکبروں نے عاجزوں سے کہا کہ کیا تم صالح کو رسول اللہ مانتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم کھلم کھلا ایمان لا چکے ہیں انہوں نے کہا بس تو ہم ایسے ہی کھلم کھلا کافر ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوگیا بجائے رحمت کے عذاب مانگ رہے ہو؟ تم استغفار کرو تا کہ نزول رحمت ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا تو یقین ہے کہ ہماری تمام مصیبتوں کا باعث تو ہے اور تیرے ماننے والے۔ یہی فرعونیوں نے کلیم اللہ سے کہا تھا کہ جو بھلائیاں ہمیں ملتی ہیں ان کے لائق تو ہم ہیں لیکن جو برائیاں پہنچتی ہیں وہ سب تیری اور تیرے ساتھیوں کی وجہ سے ہیں

ہم تو آپ سے بدشگونی لیتے ہیں اگر تم لوگ باز نہ رہے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے اور سخت دیں گے۔ نبیوں نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو ہر وقت تمہارے وجود میں موجود ہے۔ یہاں ہے کہ حضرت صالح نے جواب دیا کہ تمہاری بدشگونی تو اللہ کے پاس ہے یعنی وہی تمہیں اس کا بدلہ دے گا۔ بلکہ تم تو فتنے میں ڈالے ہوئے لوگ ہو تمہیں آزمایا جارہا ہے اطاعت سے بھی اور معصیت سے بھی اور باوجود تمہاری معصیت کے تمہیں ڈھیل دی جارہی ہے یہ اللہ کی طرف سے مہلت ہے اس کے بعد پکڑے جاؤ گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ یٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّیِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ |
| فرمایا: اے میری قوم! تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی میں کیوں جلدی چاہتے ہو؟ |
| تم اللہ سے بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## مطالبہ عذاب میں جلدی کرنے والوں کا بیان

"قَالَ" لِلْمُكَذِّبِينَ "يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ" أَيْ بِالْعَذَابِ قَبْلَ الرَّحْمَةِ حَيْثُ قُلْتُمْ إنْ كَانَ مَا أَتَيْتنَا بِهِ حَقًّا فَأْتِنَا بِالْعَذَابِ "لَوْلَا" هَلَّا "تَسْتَغْفِرُونَ اللَّه" مِنْ الشِّرْك "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" فَلَا تُعَذَّبُونَ

حضرت صالح علیہ السلام نے تکذیب کرنے والوں سے فرمایا: اے میری قوم! تم لوگ بھلائی یعنی رحمت سے پہلے برائی یعنی عذاب میں کیوں جلدی چاہتے ہو؟ کیونکہ تم نے کہا کہ اگر عذاب برحق ہے تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔ تم شرک سے بچنے کیلئے اللہ سے بخشش کیوں طلب نہیں کرتے تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ پس تمہیں عذاب نہ دیا جائے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا۔ ہر طرح فرمائش کی اور آخر میں عذاب کی دھمکی دی۔ جس پر وہ کہنے لگے اگر تو

سچا ہے تو عذاب الٰہی ہم پر لے آ، دیر کس بات کی ہے۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ کم بختو! ایمان و توبہ اور بھلائی کی راہ تو اختیار نہیں کرتے جو دنیا و آخرت میں کام آئے۔ الٹے برائی طلب کرنے میں جلدی مچا رہے ہو۔ برا وقت آ پڑے گا تو ساری طمطراق ختم ہو جائے گی۔ ابھی موقع ہے کہ گناہوں سے توبہ کر کے محفوظ ہو جاؤ۔ کیوں توبہ و استغفار نہیں کرتے جو حق تعالیٰ عذاب کی جگہ اپنی رحمتیں تم پر نازل فرمائے۔

| |
|---|
| قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۚ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ○ |
| وہ کہنے لگے: ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے اور ان لوگوں سے جو تمہارے ساتھ ہیں۔ |
| فرمایا: تمہاری نحوست اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا کئے گئے ہو۔ |

## خیر اور شر کے ذریعے آزمائش کا بیان

"قَالُوا اطَّيَّرْنَا" أَصْلُهُ تَطَيَّرْنَا أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الطَّاء وَاجْتُلِبَتْ هَمْزَة الْوَصْل أَيْ تَشَاءمْنَا "بِكَ وَبِمَنْ مَعَكَ" الْمُؤْمِنِينَ حَيْثُ قَحَطُوا الْمَطَر وَجَاعُوا "قَالَ طَائِركُمْ" شُؤْمكُمْ "عِنْد اللّٰه" أَتَاكُمْ بِهِ "بَلْ أَنْتُمْ قَوْم تُفْتَنُونَ" تُخْتَبَرُونَ بِالْخَيْرِ وَالشَّرّ

وہ کہنے لگے: ہمیں تم سے بھی نحوست پہنچی ہے یہاں پر لفظ اطیرنا اصل میں تطیرنا تھا۔ اور تاء کا طاء میں ادغام کیا گیا ہے۔ ابتداء بہ سکون کے التزام کے سبب شروع میں ہمزہ وصلی لے کر آئے۔ اور ان لوگوں سے بھی جو تمہارے ساتھ ہیں۔ کیونکہ قوم قحط اور بھوک کا شکار ہو چکی ہے۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری نحوست کا سبب اللہ کے پاس لکھا ہوا ہے بلکہ تم لوگ فتنہ میں مبتلا کئے گئے ہو۔ یعنی تمہیں خیر اور شر کے ذریعے آزمایا گیا ہے۔

## کفر و سرکشی کے سبب وقوع قحط کا بیان

حضرت صالح علیہ السلام جب مبعوث ہوئے اور قوم نے تکذیب کی اس کے باعث بارش رک گئی قحط ہو گیا، لوگ بھوکے مرنے لگے اس کو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تشریف آوری کی طرف نسبت کیا اور آپ کی آمد کو بدشگونی سمجھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بدشگونی جو تمہارے پاس آئی یہ تمہارے کفر کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی۔ عرب جب کسی کام کا یا سفر کا ارادہ کرتے تو پرندے کو اڑاتے اگر وہ دائیں جانب اڑتا تو اسے نیک شگون سمجھتے اور وہ کام کر گزرتے یا سفر پر روانہ ہو جاتے اور اگر بائیں جانب اڑتا تو بدشگونی سمجھتے اور اس کام یا سفر سے رک جاتے۔ اسلام میں یہ بدشگونی اور نیک شگونی جائز نہیں ہے البتہ فال نکالنا جائز ہے اہل ایمان نحوست کا باعث نہیں ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو بلکہ اس کا اصل سبب اللہ ہی کے پاس ہے کیونکہ قضا و تقدیر اسی کے اختیار میں ہے مطلب یہ ہے کہ تمہیں جو نحوست پہنچی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور اس کا سبب تمہارا کفر ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ نمل، بیروت)

وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ○

اور شہر میں نوسر کردہ آدمی تھے ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے۔

## قوم ثمود کے ۹ فسادی افراد کا بیان

"وَكَانَ فِي الْمَدِينَة" مَدِينَة ثَمُود "تِسْعَة رَهْط" أَيْ رِجَال "يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْض" بِالْمَعَاصِي مِنْهَا قَرْضهمْ الدَّنَانِير وَالدَّرَاهِم "وَلَا يُصْلِحُونَ" بِالطَّاعَةِ

اور قوم ثمود کے شہر میں نوسر کردہ آدمی تھے جو گناہوں کے ذریعے ملک میں فساد پھیلاتے تھے اور اسی فساد میں سے دراہم ودنانیر کو کاٹنا بھی آتا ہے جبکہ وہ اطاعت کے ذریعے اصلاح نہیں کرتے تھے۔

رھط بمعنی ایک ہی خاندان کے لوگوں کی مختصر سی جماعت جن کی تعداد دس سے کم ہو اور ان میں کوئی عورت نہ ہو۔ نیز اس کے جماعت کے سردار یا سرغنہ کو بھی رھط کہتے ہیں۔) مفردات (اور یہ لفظ عموماً بڑے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ اور رھط کی۔۔۔ کسی عدد کی طرف ہو تو اس سے اشخاص مراد لئے جاتے ہیں۔) منجد (اسی لئے ہم نے رھط کا ترجمہ سرغنہ کیا ہے یعنی کسی اوباش اور بدکردار چھوٹی سی جماعت کا لیڈر۔ قوم ثمود کی معروف بستی کا نام حجر ہے۔ اور اسے ام القریٰ بھی کہتے ہیں یہ مکہ سے شام جاتے ہوئے راستہ میں پڑتی ہے اسی شہر میں ایسے نو سرغنے تھے یا بدمعاش تھے اور ان سب میں سرکردہ قدار تھا یعنی سب سے بڑا بدبخت یہی قدار ہی تھا جس نے اللہ کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالی تھیں۔ اور باقی آٹھ سرغنے اسی قدار کے مددومعاون ساتھی تھے۔

قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ○

انھوں نے کہا آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور ہی اس پر اور اس کے گھر والوں پر رات حملہ کریں گے، پھر ضرور ہی اس کے وارث سے کہہ دیں گے ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔

## فسادیوں کا رات کے وقت خفیہ حملہ کرنے کی سازش کا بیان

"قَالُوا" أَيْ قَالَ بَعْضهمْ لِبَعْضٍ "تَقَاسَمُوا" أَيْ احْلِفُوا "بِاَللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ" بِالنُّونِ وَالتَّاء وَضَمّ التَّاء الثَّانِيَة "وَأَهْله" أَيْ مَنْ آمَنَ بِهِ أَيْ نَقْتُلهُمْ لَيْلًا "ثُمَّ لَنَقُولَنَّ" بِالنُّونِ وَالتَّاء وَضَمّ اللَّام الثَّانِيَة "لِوَلِيِّهِ" لِوَلِيّ دَمه "مَا شَهِدْنَا" حَضَرْنَا "مَهْلِك أَهْله" بِضَمِّ الْمِيم وَفَتْحهَا أَيْ إِهْلَاكهمْ أَوْ هَلَاكهمْ فَلَا نَدْرِي مَنْ قَتَلَهُمْ

انھوں نے ایک دوسرے سے کہا آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور ہی اس پر اور اس کے گھر والوں پر رات حملہ کریں گے، یہاں پر لفظ نبیتنہ، نون اور تاء اور تائے ثانیہ کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اہل سے مراد جو آپ پر ایمان لائے ہیں ان کو قتل کر دیں گے۔ پھر ضرور ہی اس کے وارث سے کہہ دیں گے، یہاں پر نقولن یہ نون اور تاء اور لام ثانیہ کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے ہم

اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے، یہاں پر لفظ مہلک یہ میم کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی ان کے ہلاک ہونے یا انہیں ہلاک کرنے کے وقت کا ہمیں نہیں معلوم کہ انہیں کس نے قتل کیا ہے۔اور بلاشبہ ہم ضرور سچے ہیں۔

## اونٹنی کے قتل اور وقوع عذاب کا بیان

ثمود کے شہر میں نو فسادی شخص تھے جن کی طبیعت میں اصلاح تھی ہی نہیں یہی ان کے رؤسا اور سردار تھے انہی کے مشورے اور حکم سے اونٹنی کو مار ڈالا ان کے نام یہ ہیں رعی، رغم، ہرم، ہریم، داب، صواب، مطع، قدار بن سالف یہ آخری شخص وہ ہے جس نے اپنے ہاتھ سے اونٹنی کی کوچیں کاٹی تھیں۔

یہی وہ لوگ تھے جو درہم کے سکے کو تھوڑا سا کتر لیتے تھے اور اسے چلاتے تھے۔ سکے کو کاٹنا بھی ایک طرح فساد ہے چنانچہ ابو داؤد وغیرہ میں حدیث ہے جس میں بلاضرورت سکے کو جو مسلمانوں میں رائج ہو کاٹنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے الغرض ان کا یہ فساد بھی تھا اور دیگر فساد بھی بہت سارے تھے۔اس ناپاک گروہ نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آج رات کو صالح کو اور اسکے گھرانے کو قتل کر ڈالو اس پر سب نے حلف اٹھائے اور مضبوط عہد و پیمان کئے۔لیکن یہ لوگ حضرت صالح تک پہنچیں اس سے پہلے عذاب الٰہی ان تک پہنچ گیا اور ان کا ستیاناس کر دیا۔اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی اور ان سب سرداروں کے سر پھوٹ گئے سارے ہی ایک ساتھ مر گئے ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے تھے خصوصاً جب انہوں نے حضرت صالح کی اونٹنی کو قتل کیا۔اور دیکھا کہ کوئی عذاب نہیں آیا تو اب نبی اللہ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوئے۔مشورے کئے کہ چپ چاپ اچانک اسے اور اسے کے بال بچوں اور اس کے والی وارثوں کو ہلاک کر دو اور قوم سے کہہ دو کہ ہمیں کیا خبر؟ اگر صالح نبی ہے تو ہمارے ہاتھ لگنے کا نہیں ورنہ اسے بھی اس کی اونٹنی کے ساتھ سلا دو اس ارادے سے چلے راہ ہی میں تھے جو فرشتے نے پتھر سے ان سب کے دماغ پاش پاش کر دیئے ان کے مشوروں میں جو اور جماعت شریک تھی انہوں نے جب دیکھا کہ انہیں گئے ہوئے عرصہ ہو گیا اور واپس نہیں آئے تو یہ خبر لینے چلے دیکھا کہ سب کے سر پھٹے ہوئے ہیں بھیجے نکلے پڑے ہیں اور سب مردہ ہیں۔

انہوں نے حضرت صالح پر ان کے قتل کی تہمت رکھی اور انہیں مار ڈالنے کے لئے نکلے لیکن ان کی قوم ہتھیار لگا کر آ گئی اور کہنے لگے دیکھو اس نے تم سے کہا کہ تین دن میں عذاب اللہ تم پر آئے گا تم یہ تین دن گذر نے دو۔اگر یہ سچا ہے تو اس کے قتل سے اللہ کو اور ناراض کرو گے اور زیادہ سخت عذاب آئیں گے اور اگر یہ جھوٹا ہے تو پھر تمہارے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا؟ چنانچہ وہ لوگ چلے گئے۔فی الواقع ان سے نبی اللہ حضرت صالح علیہ السلام نے صاف فرما دیا تھا کہ تم نے اللہ کی اونٹنی کو قتل کیا ہے تو تم اب تین دن تک مزے اڑا لو پھر اللہ کا سچا وعدہ ہو کر رہے گا۔یہ لوگ حضرت صالح کی زبانی یہ سب سن کر کہنے لگے یہ تو اتنی مدت سے کہہ رہا ہے آؤ ہم آج ہی اس سے فارغ ہو جائیں جس پتھر سے اونٹنی نکلی تھی۔

اسی پہاڑی پر حضرت صالح علیہ السلام کی ایک مسجد تھی جہاں آپ نماز پڑھا کرتے تھے انہوں نے مشورہ کیا کہ جب وہ نماز کو آئے اسی وقت راہ میں ہی اس کا کام تمام کر دو۔جب پہاڑی پر چڑھنے لگے تو دیکھا کہ اوپر سے ایک چٹان لڑھکتی ہوئی آ رہی ہے

اس سے بچنے کے لئے ایک غار میں گھس گئے چٹان آ کر غار کے منہ میں اس طرح ٹھہر گیا کہ غار کا منہ بالکل بند ہو گیا۔ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور کسی کو پتہ بھی نہ چلا کہ کہاں گئے؟ انہیں یہاں عذاب آیا وہاں باقی والے وہیں ہلاک کر دیئے گئے نہ ان کی خبر انہیں ہوئی اور نہ ان کی انہیں۔ حضرت صالح اور باایمان لوگوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے اور اپنی جانیں اللہ کے عذابوں میں گنوادیں۔ انہوں نے مکر کیا اور ہم نے ان کی چال بازی کا مزہ انہیں چکھا دیا۔ اور انہیں اس سے ذرا پہلے بھی مطلق علم نہ ہو سکا۔ انجام کار ان کی فریب بازیوں کا یہ ہوا کہ سب کے سب تباہ و برباد ہوئے۔ یہ ہیں ان کی بستیاں جو سنسان پڑی ہیں انکے ظلم کی وجہ سے یہ ہلاک ہو گئے ان کے بارونق شہر تباہ کر دئے گئے ذی علم لوگ ان نشانوں سے عبرت حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم نے ایمان دار متقیوں کو بال بال بچا لیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| وَ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ٥ |
|---|
| اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے خفیہ تدبیر فرمائی اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔ |

## فسادی کفار کی خفیہ سازش پر عذاب آجانے کا بیان

"وَمَكَرُوا" فِي ذَلِكَ "مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا" أَيْ جَازَيْنَاهُمْ بِتَعْجِيلِ عُقُوبَتِهِمْ

اور انہوں نے خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی اس کے توڑ کے لئے خفیہ تدبیر فرمائی یعنی جلد عذاب کی پکڑ میں لا کر سزا دے دی اور انہیں خبر بھی نہ ہوئی۔

ان کا مکر یہی تھا کہ انہوں نے باہم حلف اٹھایا کہ رات کی تاریکی میں اس منصوبہ قتل کو بروئے کار لائیں اور تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی ہم صالح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو ٹھکانے لگا دیں۔

| فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَ قَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ |
|---|
| تو آپ دیکھئے کہ ان کی سازش کا انجام کیسا ہوا، بیشک ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ |

## پتھروں کی بارش کے سبب قوم ثمود کی ہلاکت کا بیان

"فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَة مَكْرهمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ" أَهْلَكْنَاهُمْ "وَقَوْمهمْ أَجْمَعِينَ" بِصَيْحَةِ جِبْرِيل أَوْ بِرَمْيِ الْمَلَائِكَة بِحِجَارَةٍ يَرَوْنَهَا وَلَا يَرَوْنَهُمْ

تو آپ دیکھئے کہ ان کی مکارانہ سازش کا انجام کیسا ہوا، بیشک ہم نے ان سرداروں کو اور ان کی ساری قوم کو تباہ و برباد کر دیا۔ یعنی جبرائیل کی چیخ یا فرشتوں کے پتھر مارنے سے ان کو ہلاک کر دیا وہ پتھروں کو دیکھتے تھے جبکہ فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔

| |
|---|
| فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْاؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝ |
| وَ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝ |
| تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، اس کے باعث جو انھوں نے ظلم کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً |
| ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔ اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی۔ |

## قوم ثمود کی تباہ شدہ بستیوں کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"فَتِلْكَ بُيُوتهمْ خَاوِيَة" أَيْ خَالِيَة وَنَصْبه عَلَى الْحَال وَالْعَامِل فِيهَا مَعْنَى الْإِشَارَة "بِمَا ظَلَمُوا" بِظُلْمِهِمْ أَيْ كُفْرهمْ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَة" لَعِبْرَة "لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ" قُدْرَتنَا فَيَتَّعِظُونَ، وَأَنْجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا" بِصَالِحٍ وَهُمْ أَرْبَعَة آلَاف "وَكَانُوا يَتَّقُونَ" الشِّرْك

تو یہ ہیں ان کے گھر گرے ہوئے، یہاں پر لفظ خاویہ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور عامل اس میں معنی اشارہ یعنی اشیر ہے۔ اس کے باعث جو انھوں نے ظلم یعنی کفر کیا۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً ایک نشانی ہے جو جانتے ہیں۔ یعنی ہماری قدرت کی نشانی ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں اور ہم نے حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو نجات دی۔ جن کی تعداد چار ہزار تھی۔ اور شرک سے بچنے والوں کو نجات دی۔

جب یہ لوگ اس منصوبہ پر قسمیں کھا رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو وحی کر دی کہ وہ اپنے خاندان اور ایمان والوں کو لے کر فوراً اس بستی سے ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آپ چار ہزار افراد کو اپنے ہمراہ لے کر فلسطین کی طرف چلے گوے اور رملہ کے قریب آ گئے۔ آپ کے اس بستی سے نکلنے کی دیر تھی کہ اس شہر بلکہ قوم ثمود کے پورے علاقہ میں شدید زلزلہ کا عذاب آیا اور اس سے دل دہلانے والی آوازیں اور چیخیں بھی پیدا ہوتی تھیں۔ زلزلہ اتنا شدید تھا جس نے ان کے پہاڑوں میں بنے ہوئے مکانوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور خود بھی یہ قوم اسی عذاب سے ہلاک ہوگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شب حضرت صالح علیہ السلام کے مکان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھیجے تو وہ نو شخص ہتھیار باندھ کر تلواریں کھینچ کر حضرت صالح علیہ السلام کے دروازے پر آئے فرشتوں نے ان کے پتھر مارے وہ پتھر لگتے تھے اور مارنے والے نظر نہ آتے تھے اس طرح ان نو کو ہلاک کیا۔ (تفسیر خازن، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۝ اَئِنَّكُمْ |
| لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ۝ |
| اور لوط (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے ہو۔ کیا بے شک |

تم واقعی عورتوں کو چھوڑ کر شہوت سے مردوں کے پاس آتے ہو، بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔

## حضرت لوط علیہ السلام کا قوم کو برائی سے منع کرنے کا بیان

"وَلُوطًا" مَنْصُوب بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا قَبْله وَيُبْدَل مِنْهُ "إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَة" أَيْ اللِّوَاط "وَأَنْتُمْ تُبْصِرُونَ" أَيْ يُبْصِر بَعْضكُمْ بَعْضًا انْهِمَاكًا فِي الْمَعْصِيَة

"أَإِنَّكُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ "لَتَأْتُونَ الرِّجَال شَهْوَة مِنْ دُون النِّسَاء بَلْ أَنْتُمْ قَوْم تَجْهَلُونَ" عَاقِبَة فِعْلكُمْ

یہاں پر لفظ لوط یہ اذکر مقدر ماقبل کے سبب منصوب ہے۔ اور اذ قال لقومہ الخ اس سے بدل ہے۔ اور لوط (علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا: کیا تم بے حیائی یعنی لواطت کا ارتکاب کرتے ہو حالانکہ تم دیکھتے بھی ہو۔ یعنی ایک دوسرے کو گناہ میں منہمک بھی دیکھتے ہو۔ کیا بے شک تم واقعی عورتوں کو چھوڑ کر شہوت سے مردوں کے پاس آتے ہو، یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ جبکہ دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں دونوں کے درمیان الف کو داخل کیا گیا ہے۔ بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔ یعنی اپنے فعل کے انجام سے بے خبر ہو۔

## قوم لوط کی برائی اور ہلاکت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ بیان فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی امت یعنی اپنی قوم کو اس کے نالائق فعل پر جس کا فاعل ان سے پہلے کوئی نہ ہوا تھا۔ یعنی اغلام بازی پر ڈرایا۔ تمام قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد مردوں سے عورت عورتوں سے شہوت رانی کر لیا کرتی تھیں۔ ساتھ ہی اتنے بے حیا ہو گئے تھے کہ اس پاجی فعل کو پوشیدہ کرنا بھی کچھ ضروری نہیں جانتے تھے۔ اپنے مجمعوں میں واہی فعل کرتے تھے۔ عورتوں کو چھوڑ مردوں کے پاس آتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اپنی اس جہالت سے باز آ جاؤ تم تو ایسے گئے گزرے اور اتنے نادان ہوئے کہ شرعی پاکیزگی کے ساتھ ہی تم سے طبعی بھی جاتی رہی۔ جیسے دوسری آیت میں ہے کیا تم مردوں کے پاس آتے ہو اور عورتوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑ بنائے ہیں چھوڑتے ہو؟ بلکہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ جب لوط اور لوط والے تمہارے اس فعل سے بیزار ہیں اور نہ وہ تمہاری مانتے ہیں نہ تم ان کی۔ تو پھر ہمیشہ کی اس بحث و تکرار کو ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ لوط علیہ السلام کے گھرانے کو دیس نکالا دے کر ان کے روزمرہ کے کچوکوں سے نجات حاصل کر لو۔ جب کافروں نے پختہ ارادہ کر لیا اور اس پر جم گئے اور اجماع ہو گیا تو اللہ نے انہیں کو ہلاک کر دیا اور اپنے پاک بندے حضرت لوط کو اور ان کی اہل کو ان سے جو عذاب ان پر آئے ان سے بچا لیا۔ ہاں آپ کی بیوی جو قوم کے ساتھ ہی تھی وہ پہلے سے ہی ان ہلاک ہونے والوں میں لکھی جا چکی تھی وہ یہاں باقی رہ گئی اور عذاب کے ساتھ تباہ ہوئی کیونکہ یہ انہیں ان کے دین اور ان کے طریقوں میں مدد دیتی تھی انکی بداعمالیوں کو پسند کرتی تھی۔ اسی نے حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی خبر قوم کو دی تھی۔ لیکن یہ خیال رہے کہ معاذ اللہ ان کی اس فحش کاری میں یہ شریک نہ تھی۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کی بزرگی

کے خلاف ہے کہ ان کی بیوی بدکار ہو۔ اس قوم پر آسمان سے پتھر برسائے گئے جن پر ان کے نام کندہ تھے ہر ایک پر اسی کے نام پتھر آیا اور ایک بھی ان میں سے بچ نہ سکا۔ ظالموں سے اللہ کی سزا دور نہیں۔ ان پر حجت ربانی قائم ہو چکی تھی۔ انہیں ڈرایا اور دھمکایا جا چکا تھا۔ تبلیغ رسالت کافی طور پر ہو چکی تھی۔ لیکن انہوں نے مخالفت میں جھٹلانے میں اور اپنی بے ایمانی پر اڑنے میں کمی نہیں کی۔ نبی اللہ علیہ السلام کو تکلیفیں پہنچائیں بلکہ انہیں نکال دینے کا ارادہ کیا اس وقت اس بدترین بارش نے یعنی سنگ باری نے انہیں فنا کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ |
| تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ |

## قوم لوط کا لوط علیہ السلام کے اہل کو بستی سے نکلوانے کا بیان

"فَمَا كَانَ جَوَاب قَوْمه إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آل لُوط " أَهْله "مِنْ قَرْيَتكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاس يَتَطَهَّرُونَ " مِنْ أَدْبَار الرِّجَال

تو ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔ یعنی ادبار سے متعلق بڑے نیک بنے پھرتے ہیں۔

بجائے اس کے کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت پر کچھ اپنی اصلاح کرتے وہ اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے۔ لوط علیہ السلام اور ان کے متبعین کو از راہ تمسخر پاکبازی کا طعنہ دیں۔ پھر انھیں اپنے شہر سے نکال دینے کی دھمکی بھی دینے لگے کہ تم جیسے پاکباز ہم گندے لوگوں میں کیونکر رہ سکتے ہیں لہٰذا تمہاری عافیت اسی میں ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔

| |
|---|
| فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ |
| تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیا مگر اس کی بیوی۔ ہم نے اسے پیچھے رہنے والوں میں طے کر دیا تھا۔ |

## حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے اہل کی نجات کا بیان

"فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْله إِلَّا امْرَأَته قَدَّرْنَاهَا" جَعَلْنَاهَا بِتَقْدِيرِنَا "مِنْ الْغَابِرِينَ" الْبَاقِينَ فِي الْعَذَاب

تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیا مگر اس کی بیوی۔ یعنی ہم نے اپنی تقدیر کے مطابق اس کو عذاب میں رہنے دیا۔ ہم نے اسے پیچھے رہنے والوں یعنی عذاب میں رہنے والوں میں طے کر دیا تھا۔

| |
|---|
| وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ |
| اور ہم نے ان پر بارش برسائی، زبردست بارش، سو بری بارش تھی ان لوگوں کی جو ڈرائے گئے تھے۔ |

## پتھروں کی بارش سے قوم لوط کی ہلاکت کا بیان

"وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا" هُوَ حِجَارَة السِّجِّيل فَأَهْلَكَتْهُمْ "فَسَاء" بِئْسَ "مَطَر الْمُنْذَرِينَ" بِالْعَذَابِ مَطَرهمْ

اور ہم نے ان پر بارش برسائی، یعنی کنکریوں والے پتھر تھے جنہوں نے ان کو ہلاک کر دیا۔ زبردست بارش، سو بری بارش تھی ان لوگوں کیلئے تھی جو عذاب سے ڈرائے گئے تھے۔

اس سورہ میں تین انبیاء حضرت سلیمان، حضرت صالح اور حضرت لوط علیہم السلام کے حالات کا ذکر ہوا ہے۔ اور ان کے حالات میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں کوئی نہ کوئی مشابہت کا پہلو ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ سبا کو یہ چیلنج کیا تھا کہ اگر تم مطیع فرمان بن کر حاضر ہو جاؤ تو بہتر ورنہ ہم ایسے لشکر سے تم پر حملہ کریں گے جس کے مقابلہ کی تم تاب نہ لاسکو گے۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشرکین مکہ پر ایسا ہی لشکر لائے تھے۔ جس کے مقابلہ کی ان میں تاب نہ تھی۔ حضرت صالح کو ان کی قوم نے بلوا کی صورت میں شبخون مار کر قتل کرنا چاہا تھا۔ لیکن اللہ نے انھیں نجات دی۔ قریش مکہ نے بھی آپ سے یہی سلوک کرنا چاہا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی اس سازش سے بال بال بچالیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے شہر سے نکال دینے کی دھمکیاں دیں۔ جبکہ قریش مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عملاً شہر مکہ سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

| |
|---|
| قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؀ |
| فرمادیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے منتخب بندوں پر سلامتی ہو، کیا اللہ ہی بہتر ہے |
| یا وہ جنہیں یہ لوگ شریک ٹھہراتے ہیں۔ |

## اللہ کے مصطفیٰ بندوں پر سلام ہونے کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّد "الْحَمْد لِلَّهِ" عَلَى هَلَاك الْكُفَّار مِنْ الْأُمَم الْخَالِيَة "وَسَلَام عَلَى عِبَاده الَّذِينَ اصْطَفَى" هُمْ "آللَّه" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه "خَيْر" لِمَنْ يَعْبُدهُ "أَمَّا يُشْرِكُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء أَيْ أَهْل مَكَّة بِهِ الْآلِهَة خَيْر لِعَابِدِيهَا

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرمادیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں یعنی جس نے سابقہ قوموں کو ہلاک کر دیا اور اس کے منتخب برگزیدہ بندوں پر سلامتی ہو، جن اللہ نے چن لیا ہے۔ یہاں لفظ اللہ دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے ہمزے کو الف سے تبدیل کیا گیا اور ان دونوں کی تسہیل جبکہ ان کے درمیان الف کو داخل کیا جائے اور دونوں کو عدم تسہیل کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ کیا اللہ ہی

بہتر ہے یا وہ معبودان باطلہ جنہیں یہ لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ یشرکون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے یعنی اے اہل مکہ عابدین کیلئے اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ بہتر ہیں۔

## انبیائے کرام علیہم السلام پر سلام بھیجنے کا بیان

انبیاء سابقین اوران کی امتوں کے کچھ حالات اوران پر عذاب آنے کے واقعات کا ذکر کرنے کے بعد یہ جملہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ آپ اللہ تعالی کا شکرادا کریں کہ آپ کی امت کو دنیا کے عذاب عام سے مامون کر دیا گیا ہے اور انبیاء سابقین اور اللہ کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیجئے۔ جمہور مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے اور بعض نے اس کا مخاطب بھی حضرت لوط علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ اس آیت میں الَّذِیْنَ اصْطَفٰی کے الفاظ سے ظاہر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ،

حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام امور حضرت ابن عباس سے ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہیں سفیان ثوری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اس آیت سے خطبہ کے آداب بھی ثابت ہوئے کہ وہ اللہ تعالی کی حمد اور انبیاء علیہم السلام پر درود وسلام سے شروع ہونا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تمام خطبات میں یہی معمول رہا ہے بلکہ ہر اہم کام کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام مسنون ومستحب ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ |
| بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝ |
| بلکہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمانی فضا سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے |
| تازہ اور خوش نما باغات اُگائے؟ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کہ تم ان کے درخت اُگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ |
| بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو پرے ہٹ رہے ہیں۔ |

## اللہ تعالی کے معبود برحق ہونے پر دلائل کا بیان

"اَمَّنْ خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنْ السَّمَاء مَاء فَأَنْبَتْنَا " فِيهِ الْتِفَات مِنْ الْغَيْبَة إلَى التَّكَلُّم "بِهِ حَدَائِق " جَمْع حَدِيقَة وَهُوَ الْبُسْتَان الْمَحُوط "ذَات بَهْجَة" حُسْن "مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرهَا " لِعَدَمِ قُدْرَتكُمْ عَلَيْهِ "أَإِلَه" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي مَوَاضِعه السَّبْعَة "مَعَ اللَّه" أَعَانَهُ عَلَى ذَلِكَ أَيْ لَيْسَ مَعَهُ إلَه "بَلْ هُمْ قَوْم يَعْدِلُونَ" يُشْرِكُونَ بِاَللَّهِ غَيْره

بلکہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور تمہارے لئے آسمانی فضا سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس پانی سے تازہ اور خوش نما باغات اُگائے؟ یہاں پر غیبت سے تکلم کی طرف التفات کیا گیا ہے لفظ حدائق یہ حدیقہ کی جمع ہے۔ اور وہ باغ ہے جس کے چاروں طرف دیوار کی گئی ہو۔ اور وہ تمہارے لئے ممکن نہ تھا کیونکہ تمہیں اس پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ کہ تم ان باغات کے درخت اُگا سکتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ یہاں پر أالہ یہ دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں ان دونوں کے درمیان الف کو داخل کر کے ساتوں مقامات پر ایسا ہی کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ وہ لوگ ہیں یعنی اس پر اعانت کرتے ہیں حالانکہ اس کے ساتھ کوئی معبود نہیں ہے۔ جو راہِ حق سے پرے ہٹ رہے ہیں۔ یعنی اللہ کے ساتھ شریک وغیرہ ٹھہراتے ہیں۔

## تخلیق خلائق سے استدلال قدرت وتوحید کا بیان

بیان کیا جارہا ہے کہ کل کائنات کا رچلانے والا، سب کا پیدا کرنے والا، سب کو روزیاں دینے والا، سب کی حفاظتیں کرنے والا، تمام جہان کی تدبیر کرنے والا، صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ان بلند آسمانوں کو چمکتے ستاروں کو اسی نے پیدا کیا ہے اس بھاری بوجھل زمین کو ان بلند چوٹیوں والے پہاڑوں کو ان پھیلے ہوئے میدانوں کو اسی نے پیدا کیا ہے۔ کھیتیاں، باغات، پھل، پھول، دریا، سمندر، حیوانات، جنات، انسان، خشکی اور تری کے عام جاندار اسی ایک کے بنائے ہوئے ہیں۔ آسمانوں سے پانی اتارنے والا وہی ہے۔ اسے اپنی مخلوق کو روزی دینے کا ذریعہ اسی نے بنایا، باغات کھیت سب وہی اگاتا ہے۔ جو خوش منظر ہونے کے علاوہ بہت مفید ہیں۔ خوش ذائقہ ہونے کے علاوہ زندگی کو قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ تم میں سے یا تمہارے معبودان باطل میں سے کوئی بھی نہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے نہ کسی درخت اگانے کی۔ بس وہی خالق ورازق ہے اللہ کی خالقیت اور اس کی روزی پہنچانے کی صفت کو مشرکین بھی مانتے تھے۔

| |
|---|
| اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ |
| بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؈ |
| بلکہ وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لئے بھاری پہاڑ بنائے۔ |
| اور دوسمندروں کے درمیان آڑ بنائی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ بے علم ہیں۔ ۵ |

## دوسمندروں کے پانی کا باہم اختلاط نہ ہونے کا بیان

"أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْض قَرَارًا" لَا تَمِيد بِأَهْلِهَا "وَجَعَلَ خِلَالهَا" فِيمَا بَيْنهَا "أَنْهَار وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِي" جِبَالًا أَثْبَتَ بِهَا الْأَرْض "وَجَعَلَ بَيْن الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا" بَيْن الْعَذْب وَالْمِلْح لَا يَخْتَلِط أَحَدهمَا بِالْآخَرِ "أَإِلَه مَعَ اللَّه بَلْ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ" تَوْحِيده

بلکہ وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا ہے جو اپنے اہل کو لیکر ڈگمگانے والی نہیں ہے۔ اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے ٹھہراؤ کیلئے بھاری پہاڑ بنائے۔ اور کھاری اور شیریں دو سمندروں کے درمیان آڑ بنائی؟ کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے میں اختلاط (مکسنگ) نہیں کرتا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ اس کی توحید سے بے علم ہیں۔

## کائنات کے مظاہر سے استدلال قدرت وتوحید کا بیان

زمین کو اللہ تعالیٰ نے ٹھہری ہوئی اور ساکن بنایا تا کہ دنیا آرام سے اپنی زندگی بسر کر سکے اور اس پھیلے ہوئے فرش پر راحت پا سکے۔ جیسے اور آیت میں ہے آیت (اللہ الذی جعل لکم الأرض قرارا الخ)، اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لئے ٹھہری ہوئی ساکن بنایا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اس نے زمین پر پانی کے دریا بہادیئے جو ادھر ادھر بہتے رہتے ہیں اور ملک ملک پہنچ کر زمین کو سیراب کرتے ہیں تا کہ زمین سے کھیت باغ وغیرہ اگیں۔ اس نے زمین کی مضبوطی کے لئے اس پر پہاڑوں کی میخیں گاڑھ دیں تا کہ وہ تمہیں متزلزل نہ کر سکے ٹھہری رہے۔ اسکی قدرت دیکھو کہ ایک کھاری سمندر ہے اور دوسرا میٹھا ہے۔ دونوں بہہ رہے ہیں بیچ میں کوئی روک آڑ پردہ حجاب نہیں لیکن قدرت نے ایک کو ایک سے الگ کر رکھا ہے اور نہ کڑوا میٹھے میں مل سکے نہ میٹھا کڑوے میں۔ کھاری اپنے فوائد پہنچاتا رہے میٹھا اپنے فوائد دیتا رہے اس کا نتھرا ہوا خوش ذائقہ مسرور کن خوش ہضم پانی لوگ پئیں اپنے جانوروں کو پلائیں کھیتیاں باڑیاں باغات وغیرہ میں یہ پانی پہنچائیں نہائیں دھوئیں وغیرہ۔ کھاری پانی اپنی فوائد سے لوگوں کو سودمند کرے یہ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے تا کہ ہوا خراب نہ ہو۔ اور اس آیت میں بھی ہے ان دونوں کا بیان موجود ہے آیت (وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ، الفرقان:53) یعنی ان دونوں سمندروں کا جاری کرنے والا اللہ ہی ہے اور اسی لئے ان دونوں کے درمیان حد فاصل قائم کر رکھی ہے۔ یہاں یہ قدرتیں اپنی جتا کر۔ پھر سوال کرتا ہے کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی ایسا ہے جس نے یہ کام کئے ہوں یا کر سکتا ہو؟ تا کہ وہ بھی لائق عبادت سمجھا جائے۔ اکثر لوگ محض بے علمی سے غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ عبادتوں کے لائق صرف وہی ایک ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ |
| ءَاِلٰـهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ |
| بلکہ وہ کون ہے جو بیقرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور فرماتا ہے اور تمہیں زمین میں |
| وارث وجانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ |

## مجبور و پریشان شخص سے مصائب کو دور کرنے کا بیان

"اَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ" الْمَكْرُوبُ الَّذِي مَسَّهُ الضُّرُّ "اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ" عَنْهُ وَعَنْ غَيْرِهِ

"وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ " الْإِضَافَة بِمَعْنَى فِي أَيْ يَخْلُف كُلّ قَرْن الْقَرْن الَّذِي قَبْله "أَإِلَه مَعَ اللَّه قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ" تَتَّعِظُونَ بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة وَفِيهِ إِدْغَام التَّاء فِي الذَّال وَمَا زَائِدَة لِتَقْلِيلِ الْقَلِيل

بلکہ وہ کون ہے جو بیقرار شخص کی دعا قبول فرماتا ہے یعنی وہ مجبور شخص جو پریشانی میں گھرا ہوا ہو۔ جب وہ اسے پکارے اور وہ اس سے اور اس کے غیر سے تکلیف کو دور فرماتا ہے۔ اور تمہیں زمین میں پہلے لوگوں کا وارث و جانشین بناتا ہے؟ یہاں پر اضافت بہ معنی لفظ فی ہے۔ یعنی ہر زمانے کے زمانے میں جو ان سے پہلے تھا وہ جانشین بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی معبود ہے؟ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہاں پر تذکرون کا تاء اور یاء دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور اس میں تاء کا ذال میں ادغام ہے اور ماء زائدہ ہے۔ جو قلیل کی بھی قلت کو بیان کر رہا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کو اخلاص سے پکارنے والے کا بیان

امام قرطبی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مضطر کی دعا قبول کرنے کا ذمہ لے لیا ہے اور اس آیت میں اس کا اعلان بھی فرمادیا ہے جس کی اصل وجہ یہ ہے کہ دنیا کے سب سہاروں سے مایوس اور علائق سے منقطع ہو کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو کارساز سمجھ کر دعا کرنا سرمایہ اخلاص ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اخلاص کا بڑا درجہ ہے وہ جس کسی بندہ سے پایا جائے وہ مومن ہو یا کافر اور متقی ہو یا فاسق فاجر اس کے اخلاص کی برکت سے اس کی طرف رحمت حق متوجہ ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے کفار کا حال ذکر فرمایا ہے کہ جب یہ لوگ دریا میں ہوتے ہیں اور کشتی سب طرف سے موجوں کی لپیٹ میں آجاتی ہے اور یہ گویا آنکھوں کے سامنے اپنی موت کھڑا دیکھ لیتے ہیں اس وقت یہ لوگ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں کہ اگر ہمیں اس مصیبت سے آپ نجات دیدیں تو ہم شکر گزار ہوں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کر کے خشکی پر لے آتے ہیں تو یہ پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، ایک مظلوم کی دعا، دوسرے مسافر کی دعا، تیسرے باپ جو اپنی اولاد کے لئے بددعا کرے۔ قرطبی نے اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا کہ ان تینوں دعاؤں میں بھی وہی صورت ہے جو دعائے مضطر میں اوپر لکھی گئی ہے کہ جب کوئی مظلوم دنیا کے سہاروں اور مددگاروں سے مایوس ہو کر دفع ظلم کے لئے اللہ کو پکارتا ہے وہ بھی مضطر ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح مسافر حالت سفر میں اپنے خویش و عزیز اور ہمدردوں غمگساروں سے الگ بے سہارا ہوتا ہے۔ اس طرح باپ اولاد کے لئے اپنی فطرت اور پدری شفقت کی بنا پر کبھی بددعا نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اس کا دل بالکل ٹوٹ جائے اور اپنے آپ کو مصیبت سے بچانے کے لئے اللہ کو پکارے۔ امام حدیث آجری نے حضرت ابوذر کی روایت سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ میں مظلوم کی دعا کو کبھی رد نہیں کروں گا اگرچہ وہ کسی کافر کے منہ سے ہو۔ (تفسیر قرطبی، معارف، سورہ نمل، بیروت)

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

## خشکی وسمندروں میں رہنمائی کا توحید باری پر دلیل ہونے کا بیان

"اَمَّنْ يَهْدِيكُمْ" يُرْشِدُكُمْ إِلَى مَقَاصِدِكُمْ "فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ" بِالنُّجُومِ لَيْلًا وَبِعَلَامَاتِ الْأَرْض نَهَارًا "وَمَنْ يُرْسِل الرِّيَاح بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَته" قُدَّام الْمَطَر "أَإِلَه مَعَ اللَّه تَعَالَى اللَّه عَمَّا يُشْرِكُونَ" بِهِ غَيْره

یا وہ جو تمھیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے یعنی تمہارے مقاصد کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ جو رات ستاروں کے ذریعے جبکہ دن کو زمین کے معروف مقامات کے ذریعے راہ دیکھاتا ہے۔ اور وہ جو ہواؤں کو اپنی رحمت سے بارش سے پہلے خوشخبری دینے کے لیے بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت بلند ہے اللہ اس سے جو وہ اس کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

رات کی تاریکیوں میں راہ معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند اور ستارے بنا دیئے۔ جن کی گردش کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ضابطے مقرر فرما دیئے ہیں کہ وہ سیارے ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔ اور اس قدرتی نظام کو انسان کو یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ وہ ان سے یہ بھی معلوم کر سکتا ہے کہ رات کا کتنا حصہ گزر چکا ہے اور یہ بھی اس وقت وہ کون سی سمت میں سفر کر رہا ہے۔ علاوہ ازیں اسے ان سیاروں کی روشنی سے راستے نظر بھی آنے لگتے ہیں۔ اور آج کل جو قطب نما کا آلہ ایجاد ہوا تو یہ بھی سیاروں ہی کا مرہون منت ہے۔ اگر یہ ستارے اللہ تعالیٰ پیدا نہ کرتا، یا ان کے نظام گردش میں باقاعدگی نہ ہوتی یا یہ بے نور ہوتے تو انسان رات کی تاریکیوں میں سفر کر ہی نہ سکتا تھا۔ خواہ یہ سفر خشکی کا ہوتا یا سمندر کا اور سمندر کا سفر تو اس کے لئے موت کا باعث بن سکتا تھا۔ یہ سارا نظام تو اللہ نے بنایا جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ لیکن اللہ کی عبادت کے وقت تو تم اسے بھول جاتے ہو۔ یا دوسروں کو بھی اس کا ہمسر قرار دے کر انھیں بھی مستحق عبادت سمجھنے لگتے ہو۔

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

یا وہ جو پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے؟ فرما دیجئے کہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔

## ابتدائے خلق سے توحید باری پر دلیل ہونے کا بیان

"أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ" فِي الْأَرْحَامِ مِنْ نُطْفَةٍ "ثُمَّ يُعِيدُهُ" بَعْدَ الْمَوْتِ وَإِنْ لَمْ تَعْتَرِفُوا بِالْإِعَادَةِ لِقِيَامِ الْبَرَاهِين عَلَيْهَا "وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ" يَرْزُقُكُمْ بِالْمَطَرِ "وَالْأَرْضِ" بِالنَّبَاتِ "أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ" أَيْ لَا يَفْعَلُ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا إِلَهَ مَعَهُ "قُلْ" يَا مُحَمَّد "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ" حُجَّتَكُمْ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" أَنَّ مَعِي إِلَهًا فَعَلَ شَيْئًا مِمَّا ذُكِرَ وَسَأَلُوهُ عَنْ وَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ فَنَزَلَ،

یا وہ جو رحموں میں نطفہ کے ذریعے پیدائش کی ابتدا کرتا ہے، پھر موت کے بعد اسے دہراتا ہے اگرچہ تمہیں اس کے لوٹانے کا اعتراف نہ تھا لیکن اس پر قطعی دلائل قائم ہو گئے۔ اور جو تمہیں بارش کے ذریعے آسمان سے اور زمین سے نباتات کے ذریعے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ یعنی کوئی چیز نہیں ہے جس کو اللہ کے سوا ذکر کیا جائے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی معبود ہے۔ یا محمد ﷺ آپ فرما دیں کہ لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔ یعنی اس بات پر دلیل لاؤ کہ میرے ساتھ کوئی معبود ہے جس نے مذکورہ کاموں میں سے کوئی کام کیا ہو؟ اور جب انہوں نے قیام قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آئندہ آیت نازل ہوئی۔

## کمالات قدرت سے استدلال وجود باری تعالیٰ کا بیان

اس کی موت کے بعد اگرچہ موت کے بعد زندہ کئے جانے کے کفار مقر و معترف نہ تھے لیکن جب کہ اس پر براہین قائم ہیں تو ان کا اقرار نہ کرنا کچھ قابلِ لحاظ نہیں بلکہ جب وہ ابتدائی پیدائش کے قائل ہیں تو انھیں اعادے کا قائل ہونا پڑے گا کیونکہ ابتداء اعادے پر دلالت قویہ کرتی ہے تو اب ان کے لئے کوئی جائے عذر و انکار باقی نہیں رہی۔ اپنے اس دعویٰ میں کہ اللہ کے سوا اور بھی معبود ہیں تو بتاؤ جو صفات و کمالات اُوپر ذکر کئے گئے وہ کس میں ہیں اور جب اللہ کے سوا ایسا کوئی نہیں تو پھر کسی دوسرے کو کس طرح معبود ٹھہراتے ہو یہاں هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فرما کر ان کے عجز و بطلان کا اظہار منظور ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ |
| فرما دیجئے کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں (از خود) غیب کا علم نہیں رکھتے سوائے اللہ کے (وہ عالم بالذات ہے) |
| اور نہ ہی وہ یہ خبر رکھتے ہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔ |

## قیام قیامت کے علم کو علوم غیبیہ میں شمار کرنے کا بیان

"قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" مِنَ الْمَلَائِكَة وَالنَّاس "الْغَيْب" أَيْ مَا غَابَ عَنْهُمْ "إِلَّا" لَكِنَّ "اللَّه" يَعْلَمهُ "وَمَا يَشْعُرُونَ" أَيْ كُفَّار مَكَّة كَغَيْرِهِمْ "أَيَّانَ" وَقْت

فرما دیجئے کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں فرشتے اور انسان ہیں (از خود) غیب کا علم نہیں رکھتے سوائے اللہ کے (وہ عالم بالذات ہے) اور نہ ہی وہ یعنی کفار مکہ یہ خبر رکھتے ہیں کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے کب اٹھائے جائیں گے۔

## سورہ نمل آیت ۶۵ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کیا تھا۔

## اللہ تعالیٰ کی عطاء سے انبیائے کرام کے پاس علم غیب ہونے کا بیان

وہی جاننے والا ہے غیب کا اس کو اختیار ہے جسے چاہے بتائے چنانچہ اپنے پیارے انبیاء کو بتاتا ہے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے۔(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ، آل عمران:179) یعنی اللہ کی شان نہیں کہ تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے اور بکثرت آیات میں اپنے پیارے رسولوں کو غیبی علوم عطا فرمانے کا ذکر فرمایا گیا اور خود اسی پارے میں اس سے اگلے رکوع میں وارد ہے( وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ، النمل:75) یعنی جتنے غیب ہیں آسمان اور زمین کے سب ایک بتانے والی کتاب میں ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل لاہور)

| بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ○ |
|---|
| بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہو گیا ہے، بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔ |

## قیام قیامت کے بارے میں شک کرنے والے کفار کا بیان

"بَلْ" بِمَعْنَى هَلْ "ادّٰرَكَ" بِوَزْنِ أَكْرَمَ وَفِي قِرَاءَة أُخْرَى ادَّارَكَ بِتَشْدِيدِ الدَّال وَأَصْله تَدَارَكَ أُبْدِلَتْ التَّاء دَالًا وَأُدْغِمَتْ فِي الدَّال وَاجْتُلِبَتْ هَمْزَة الْوَصْل أَيْ بَلَغَ وَلَحِقَ أَوْ تَتَابَعَ وَتَلَاحَقَ "عِلْمهمْ فِي الْآخِرَة" أَيْ بِهَا حَتَّى سَأَلُوا عَنْ وَقْت مَجِيئِهَا لَيْسَ الْأَمْر كَذَلِكَ "بَلْ هُمْ فِي شَكّ مِنْهَا بَلْ هُمْ مِنْهَا عَمُونَ" مِنْ عَمَى الْقَلْب وَهُوَ أَبْلَغ مِمَّا قَبْله وَالْأَصْل عَمِيُونَ اُسْتُثْقِلَتْ الضَّمَّة عَلَى الْيَاء فَنُقِلَتْ إلَى الْمِيم بَعْد حَذْف كَسْرَتهَا

یہاں پر لفظ بل بہ معنی ھل ہے۔اور ادرک اکرم کے وزن اور ایک دوسری قرأت میں ادارک دال کی تشدید اور اس کی اصل تدارک ہے تو تاء کو دال سے بدلہ گیا ہے۔اور دال کا دال میں ادغام کیا گیا ہے۔اور ابتدائے ساکن کے التزام کے سبب شروع میں ہمزہ وصلی لایا گیا ہے۔پہلی قرأت کے مطابق بلغ ولحق کے معنی میں ہے جبکہ دوسری قرأت کے مطابق تتابع اور تلاحق کے معنی میں ہے۔بلکہ ان کا علم آخرت کے بارے میں ختم ہو گیا ہے، کیونکہ اس کے آنے کے وقت کے بارے میں سوال کیا حالانکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔بلکہ وہ اس کے بارے میں شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔یعنی ان کے دل اندھے ہیں یہ ماقبل سے زیادہ بلیغ ہے۔اور اس کی اصل عمیون ہے یاء پر ضمہ کے ثقیل ہونے کی وجہ سے اس کو حذف کسرہ کے بعد میم کی طرف نقل کر دیا گیا ہے۔

لفظ ادّٰرَکَ میں قرائتیں بھی مختلف ہیں اور اس کے معنی میں بھی کئی قول ہیں۔اہل علم اس کی تفصیل تفاسیر میں دیکھ سکتے ہیں، یہاں صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ ادّٰرَکَ کے معنے بعض مفسرین نے تکامل کے کیئے ہیں اور فی الاخرہ کو ادّٰرَکَ سے متعلق کر کے معنی یہ قرار دیئے ہیں کہ آخرت میں ان کا علم اس معاملہ میں مکمل ہو جائے گا کیونکہ اس وقت ہر چیز کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی مگر اس وقت علم ہونا ان کے کچھ کام نہ آئے گا کیونکہ دنیا میں وہ آخرت کی تکذیب کرتے رہے تھے اور بعض مفسرین نے لفظ ادّٰرَکَ کے معنے ضل وغاب کے لئے اور فی الاخرہ کو علمہم سے متعلق کیا کہ آخرت کے معاملہ میں ان کا علم غائب ہو گیا اس کو نہ سمجھ سکے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ○ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ |
| وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○ |
| اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور نکالے جانے والے |
| ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں۔ |

## کفار کا دوبارہ زندہ ہونے پر انکار کرنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا" أَيْضًا فِي إِنْكَارِ الْبَعْث "أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا وَآبَاؤُنَا أَإِنَّا لَمُخْرَجُونَ" مِنْ الْقُبُور "لَقَدْ وُعِدْنَا هَذَا نَحْنُ وَآبَاؤُنَا مِنْ قَبْل إِنْ" مَا "هَذَا إِلَّا أَسَاطِير الْأَوَّلِينَ" جَمْع أُسْطُورَة بِالضَّمِّ أَيْ مَا سُطِرَ مِنْ الْكَذِب

اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے بعث کا انکار کیا، کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے اور ہمارے باپ دادا بھی تو کیا واقعی ہم ضرور قبروں سے نکالے جانے والے ہیں؟ بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے ہم سے یہ وعدہ کیا گیا اور ہمارے باپ دادا سے بھی، یہ نہیں ہیں مگر پہلے لوگوں کی فرضی کہانیاں ہیں۔ یہاں پر لفظ اساطیر یہ اسطورہ کی جمع ہے اور ہمزہ کے ضمہ کے ساتھ یعنی جو جھوٹ سے لکھا ہے۔

## حیات ثانی کے منکرین کے باطل نظریات کا بیان

یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ منکرین قیامت کی سمجھ میں اب تک بھی نہیں آیا کہ مرنے اور سڑ گل جانے کے بعد مٹی اور راکھ ہو جانے کے بعد ہم دوبارہ کیسے پیدا کیئے جائیں گے؟ وہ اس پر سخت متعجب ہیں۔ کہتے ہیں مدتوں سے اگلے زمانوں سے یہ سنتے چلے آتے ہیں لیکن ہم نے تو کسی کو مرنے کے بعد جیتا ہوا دیکھا نہیں۔ سنی سنائی باتیں ہیں انہوں نے اپنے اگلوں سے انہوں نے اپنے سے پہلے والوں سے سنیں ہم تک پہنچیں لیکن سب عقل سے دور ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو جواب بتاتا ہے کہ ان سے کہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ رسولوں کو جھوٹا جاننے والوں اور قیامت کو نہ ماننے والوں کا کیسا دردناک حسرت ناک انجام ہوا؟ ہلاک اور تباہ ہو گئے اور نبیوں اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ یہ نبیوں کی سچائی کی دلیل ہے۔ پھر اپنے نبی کو تسلی دیتے ہیں کہ یہ تجھے

اور میرے کلام کو جھٹلاتے ہیں لیکن تو ان پر افسوس اور رنج نہ کر۔ ان کے پیچھے اپنی جان کو روگ نہ لگا۔ یہ تیرے ساتھ جوروباہ بازیاں کررہے ہیں اور جو چالیں چل رہے ہیں ہمیں خوب علم ہے تو بےفکر رہ۔ تجھے اور تیرے دن کو ہم عروج دینے والے ہیں۔ دنیا جہاں پر تجھے ہم بلندی دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○ |
| فرمادیجئے: تم زمین میں سیر وسیاحت کرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## زمین میں عبرت کیلئے سیر وسیاحت کرنے کا بیان

"قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ" بِإِنْكَارِهِمْ وَهِيَ هَلَاكُهُمْ بِالْعَذَابِ

فرمادیجئے: تم زمین میں سیر وسیاحت کرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ یعنی ان کے انکار کے سبب انہیں عذاب کے ساتھ ہلاک کردیا گیا۔

ان دو آیات میں کافروں کا قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ مر کر مٹی ہوجانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کا وعدہ تو ہمارے آباء واجداد کو بھی دیا گیا تھا پہلے لوگ بھی ایسی باتیں کرتے رہے اور آج بھی ایسی ہی باتیں ہو رہی ہیں حالانکہ جو مرگیا ان میں کوئی شخص بھی آج تک زندہ ہو کر نہیں آیا۔ یہ تو بس ایک افسانوی سی بات ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں۔ اور کافروں کے اس قول کا جواب یہ دیا جارہا ہے کہ زمین میں ذرا چل پھر کر تو دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہوا تھا؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کافروں کے اس قول اور اس کے جواب میں کوئی ربط نہیں۔ حالانکہ اس قول اور اس کے جواب میں گہرا ربط ہے اور ایک بہت بڑی حقیقت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جو قومیں بھی اللہ کے عذاب سے تباہ ہوئیں سب کی سب قیامت اور بعث بعد الموت کی منکر تھیں۔ اور جو شخص یا جو قوم بھی آخرت کے دن اور اللہ کے حضور اپنے اعمال کی باز پرس کی منکر ہوتی ہے۔ اس کی زندگی کبھی راہ راست پر نہیں رہ سکتی۔ اور وہ دنیا میں شتر بے مہار کی طرح زندگی گزارتا ہے کہ جس کام میں اس نے اپنا فائدہ دیکھا اسی کو اپنا لیا۔ خواہ اس سے دوسروں کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو رہا ہو۔ ایسے ہی لوگ فساد فی الارض کے مرتکب ہو کر مجرمانہ زندگی بسر کرنے کے عادی ہوجاتے ہیں اور ایسے مجرموں کو تباہ کردینا ہی اللہ کی سنت جاریہ ہے تاکہ باقی لوگ ایسے لوگ کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

| |
|---|
| وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ○ |
| اور آپ ان پر غم زدہ نہ ہوا کریں اور نہ اس مکر وفریب کے باعث جو وہ کررہے ہیں تنگ دلی میں ہوں۔ |

## نبی کریم ﷺ کے خلاف سازش کی سزا اللہ کی طرف سے آنے کا بیان

"وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ" تَسْلِيَةٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ لَا تَهْتَمَّ بِمَكْرِهِمْ عَلَيْكَ فَإِنَّا نَاصِرُوكَ عَلَيْهِمْ

اور (اے حبیب مکرم ﷺ) آپ ان کی باتوں پر غم زدہ نہ ہوا کریں اور نہ اس مکر و فریب کے باعث جو وہ کر رہے ہیں تنگ دلی میں (مبتلاء) ہوں۔ اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔ یعنی آپ ان کے فریب پر غمزدہ نہ ہوں جو وہ آپ کے خلاف کرتے ہیں کیونکہ ہم آپ کی مدد کرنے والے ہیں۔

یعنی جو کافر آپ پر ایمان لانے کے بجائے آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ہیں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا جال بچھانے میں مصروف ہیں ان کی ایسی سرگرمیوں سے آپ پریشان اور غمزدہ نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کسی چال کو کامیاب نہ ہونے دے گا۔

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ○ |
| اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ فرما دیجئے: کچھ بعید نہیں کہ اس کا کچھ حصہ تمہارے |
| نزدیک ہی آ پہنچا ہو جسے تم بہت جلد طلب کر رہے ہو۔ |

## کفار و منکرین آخرت کا جلدی عذاب طلب کرنے کا بیان

"وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْد" بِالْعَذَابِ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِيهِ "قُلْ عَسَى أَنْ يَكُون رَدِفَ" قَرُبَ "لَكُمْ بَعْض الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ" فَحَصَلَ لَهُمْ الْقَتْل بِبَدْرٍ وَبَاقِي الْعَذَاب يَأْتِيهِمْ بَعْد الْمَوْت

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم اس بات میں سچے ہو تو بتاؤ یہ عذاب آخرت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ فرما دیجئے: کچھ بعید نہیں کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تمہارے نزدیک ہی آ پہنچا ہو جسے تم بہت جلد طلب کر رہے ہو۔ پس انہوں غزوہ بدر میں قتل کی صورت میں آیا جبکہ بقیہ عذاب موت کے بعد ان پر آئے گا۔

## قیامت کے منکرین کے مطالبہ عذاب کا بیان

مشرک چونکہ قیامت کے آنے کے قائل ہی نہیں۔ جرات سے اسے جلدی طلب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر سچے ہو تو بتاؤ وہ کب آئے گی۔ جناب باری کی طرف سے بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جواب مل رہا ہے کہ ممکن ہے وہ بالکل ہی قریب آگئی ہو۔ جیسے اور آیت میں ہے (عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا، الاسراء: 51) اور جگہ ہے یہ عذابوں کو جلدی طلب کر رہے ہیں اور جہنم تو کافروں کو گھیرے ہوئے ہیں۔ لکم کا لام ردف کے عجل کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے ہے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ○ |
| وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ○ |
| اور بیشک آپ کا رب لوگوں پر فضل والا ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ اور بیشک آپ کا رب ان کو |

ضرور جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو یہ آشکار کرتے ہیں۔

## لوگوں پر اللہ کا فضل ہونے کا بیان

"وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاس " وَمِنْهُ تَأْخِير الْعَذَاب عَنْ الْكُفَّار "وَلَكِنَّ أَكْثَرهمْ لَا يَشْكُرُونَ " فَالْكُفَّار لَا يَشْكُرُونَ تَأْخِير الْعَذَاب لِإِنْكَارِهِمْ وُقُوعه "وَإِنَّ رَبّك لَيَعْلَم مَا تُكِنّ صُدُورهمْ " تُخْفِيه "وَمَا يُعْلِنُونَ" بِأَلْسِنَتِهِمْ

اور بیشک آپ کا رب لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے اور کفار سے عذاب کی تاخیر بھی اسی میں سے ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یعنی عذاب کے مؤخر ہونے پر شکر ادا نہیں کرتے کیونکہ وہ اس عذاب کے وقوع کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور بیشک آپ کا رب ان باتوں کو ضرور جانتا ہے جو ان کے سینے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور ان باتوں کو بھی جو یہ اپنی زبانوں سے ظاہر کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد سے مروی ہے پھر فرمایا کہ اللہ کے تو انسانوں پر بہت ہی فضل وکرم ہیں۔ ان کی بیشمار نعمتیں ان کے پاس ہیں تاہم ان میں کے اکثر ناشکرے ہیں۔ جس طرح تمام ظاہر امور اس پر آشکارا ہیں اسی طرح تمام باطنی امور بھی اس پر ظاہر ہیں۔

اور اسی طرح اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عداوت رکھنا اور آپ کی مخالفت میں مکاریاں کرنا سب کچھ اللہ تعالی کو معلوم ہے وہ اس کی سزا دے گا۔

وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ٥ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ٥ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ٥

اور آسمان وزمین میں کوئی غائب چیز نہیں مگر وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ اور بیشک یہ ہدایت ہے اور مومنوں کے لئے رحمت ہے۔

## اللہ تعالی کے علم سے کسی چیز کے بھی مخفی نہ ہونے کا بیان

"وَمَا مِنْ غَائِبَة فِي السَّمَاء وَالْأَرْض " الْهَاء لِلْمُبَالَغَةِ : أَيّ شَيْء فِي غَايَة الْخَفَاء عَلَى النَّاس "إلَّا فِي كِتَاب مُبِين" بَيِّن هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ وَمَكْنُون عِلْمه تَعَالَى وَمِنْهُ تَعْذِيب الْكُفَّار

"إنَّ هَذَا الْقُرْآن يَقُصّ عَلَى بَنِي إسْرَائِيل " الْمَوْجُودِينَ فِي زَمَان نَبِيّنَا "أَكْثَر الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ" أَيْ بِبَيَانِ مَا ذُكِرَ عَلَى وَجْهه الرَّافِع لِلِاخْتِلَافِ بَيْنهمْ لَوْ أَخَذُوا بِهِ وَأَسْلَمُوا

"وَإِنَّهُ لَهُدًى" مِنْ الضَّلَالَة "وَرَحْمَة لِلْمُؤْمِنِينَ" مِنْ الْعَذَاب

اور آسمان وزمین میں کوئی غائب چیز نہیں، یہاں لفظ غائبہ میں ۃ مبالغہ کی ہے۔ یعنی وہ چیز جو لوگوں سے انتہائی پوشیدہ ہے مگر

وہ ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔جس کا بیان لوح محفوظ میں ہے اور اس کا ہونا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی علم میں کفار کو عذاب دینے کا علم بھی ہے۔بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جو ہمارے زمانے میں موجود ہیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔یعنی ان میں مذکور اختلاف کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ اگر یہ تسلیم کرلیں اور اس کا تھام لیں تو ان کے باہمی اختلاف دور ہو جائیں۔اور بیشک یہ گمراہی سے ہدایت ہے اور مومنوں کو عذاب سے بچانے کے لئے رحمت ہے۔

## حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی کتاب کا بیان

قرآن پاک کی ہدایت بیان ہو رہی ہے۔کہ اس میں جہاں رحمت ہے وہاں فرقان بھی ہے اور بنی اسرائیل حاملان تورات وانجیل کے اختلافات کا فیصلہ بھی ہے۔جیسے حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہودیوں نے منہ پھٹ بات اور نری تہمت رکھ دی تھی اور عیسائیوں نے انہیں ان کی حد سے آگے بڑھا دیا تھا۔قرآن نے فیصلہ کیا اور افراط وتفریط کو چھوڑ کر حق بات بتادی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں ان کی والدہ نہایت پاکدامن تھی۔صحیح اور بیشک وشبہ بات یہی ہے۔اور یہ قرآن مومنوں کے دل کی ہدایت ہے۔اور ان کے لیے سراسر رحمت ہے۔قیامت کے دن انکے فیصلے کرے گا جو بدلہ لینے میں غالب ہے اور بندہ کے اقوال وافعال کا عالم ہے۔تجھے اسی پر کام بھروسہ رکھنا چاہئے۔اپنے رب کی رسالت کی تبلیغ میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔تو تو سراسر حق پر ہے مخالفین شقی ازلی ہیں۔ان پر تیرے رب کی بات صادق آچکی ہے کہ انہیں ایمان نصیب نہیں ہونے کا۔گوتو انہیں تمام معجزے دکھادے۔تو مردوں کو نفع دینے والی سماعت نہیں دے سکتا۔اسی طرح یہ کفار ہیں کہ ان کے دلوں پر پردے ہیں ان کے کانوں میں بوجھ ہیں۔یہ بھی قبولیت کا سننا نہیں سنیں گے۔اور نہ تو بہروں کو اپنی آواز سنا سکتا ہے جب کہ وہ پیٹھ موڑے منہ پھیرے جارہے ہوں۔اور تو اندھوں کو انکی گمراہی میں بھی رہنمائی نہیں کرسکتا تو صرف انہیں کو سنا سکتا ہے۔یعنی قبول صرف وہی کریں گے جو کان لگا کر سنیں اور دل لگا کر سمجھیں ساتھ ہی ایمان واسلام بھی ان میں ہو۔اللہ کے رسول کے ماننے والے ہوں دین اللہ کے قائل وحامل ہوں۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نمل، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ○ |
| اور بیشک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ فرمائے گا، اور وہ غالب ہے بہت جاننے والا ہے۔ |
| پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں بیشک آپ صریح حق پر ہیں۔ |

## قیامت کے دن فیصلہ ہوجانے کا بیان

"اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ" كَغَيْرِهِمْ يَوْم الْقِيَامَة "بِحُكْمِهِ" أَيْ عَدْله "وَهُوَ الْعَزِيز" الْغَالِب "الْعَلِيم" بِمَا يَحْكُم بِهِ فَلَا يُمْكِن أَحَدًا مُخَالَفَته كَمَا خَالَفَ الْكُفَّار فِي الدُّنْيَا أَنْبِيَاءَهُ
"فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّه" ثِقْ بِهِ "إِنَّك عَلَى الْحَقّ الْمُبِين" الدِّين الْبَيِّن فَالْعَاقِبَة لَك بِالنَّصْرِ عَلَى الْكُفَّار ثُمَّ

ضَرَبَ أَمْثَالًا لَهُمْ بِالْمَوْتَى وَالصُّمِّ وَبِالْعُمْيِ

اور بیشک آپ کا رب ان دوسروں کی طرح ان کے درمیان اپنے حکم یعنی عدل سے فیصلہ فرمائے گا، اور وہ غالب ہے بہت جاننے والا ہے۔ وہ ایسا فیصلہ فرمائے گا جس میں کسی کو بھی مخالفت کرنا ممکن نہ ہوگی جس طرح یہ کفار دنیا میں انبیائے کرام کی مخالفت کرتے تھے۔ پس آپ اللہ پر بھروسہ کریں بیشک آپ صریح حق پر ہیں۔ یعنی آپ واضح دین پر ہیں بالآخر کفار پر فتح وکامیابی آپ ہی کی ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کفار کی مردوں، بہروں اور اندھوں کے ساتھ مثالوں کو بیان کرتا ہے۔

یعنی قیامت میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کرکے حق کو باطل سے ممتاز کردے گا اور اس کے مطابق جزا وسزا کا اہتمام فرمائے گا یا انہوں نے اپنی کتابوں میں جو تعریفیں کی ہیں، دنیا میں ہی ان کا پردہ چاک کرکے ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔

| |
|---|
| اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ○ |
| بیشک آپ نہ تو ان مردوں (یعنی حیات ایمانی سے محروم کافروں) کو اپنی پکار سناتے ہیں اور نہ ہی بہروں کو، |
| جب کہ وہ پیٹھ پھیرے جارہے ہوں۔ |

## حیات ایمانی سے محروم کفار کا دنیا وموت کے بعد بھی حق کو نہ سن سکنے کا بیان

"إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَةِ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْيَاءِ

بیشک آپ نہ تو ان مردوں (یعنی حیات ایمانی سے محروم کافروں) کو اپنی پکار سناتے ہیں اور نہ ہی بہروں کو، جب کہ وہ آپ ہی سے پیٹھ پھیرے جارہے ہوں۔ یہاں اذا کی دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل بھی جبکہ ان دونوں کے درمیان یاء کو داخل کیا جائے۔

## کفار کے اندھا، بہرہ اور نابینا ہونے کا بیان

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ پھر فرمایا اے مشرکو! تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا بے شک تم نے وہ پالیا پھر فرمایا یہ لوگ اس وقت میرا کہنا سن رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ اب معلوم ہوگیا جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا پھر انہوں نے سورت نمل کی یہ آیت پڑھی (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَاتُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ، النمل) آخر تک یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1210)

مُردوں سے مراد یہاں کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں چنانچہ اسی آیت میں ان کے مقابل اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ (اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ، الروم:53) جو لوگ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں ان کا استدلال غلط ہے چونکہ یہاں مردہ کفار کو فرمایا گیا اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ پندو موعظت اور کلام ہدایت کے بسمعِ قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت کے معنی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل، لاہور)

حضرت عبداللہ بن عمر جو سماعِ اموات کے قائل ہیں ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے۔

ما من احد یمر بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیلسم علیه الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام (ذکره ابن کثیر فی تفسیره مصححا عن ابن عمر)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تا کہ وہ سلام کا جواب دے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ |
| اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے ہدایت دینے والے ہیں، آپ تو انہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیتوں پر |
| ایمان لے آتے ہیں سو وہی لوگ مسلمان ہیں (اور وہی زندہ کہلانے کے حق دار ہیں)۔ |

## مردہ دل کفار کا حق کو نہ سمجھ سکنے کا بیان

"وَمَا أَنْتَ بِهَادِی الْعُمْی عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ" مَا "تُسْمِع" سَمَاع إِفْهَام وَقَبُول "إِلَّا مَنْ یُؤْمِن بِآیَاتِنَا" الْقُرْآن "فَهُمْ مُسْلِمُونَ" مُخْلِصُونَ بِتَوْحِیدِ اللّٰه

اور نہ ہی آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر ہدایت دینے والے ہیں، یعنی سننے سے مراد اس کو سمجھنا اور قبول کرنا ہے آپ تو فی الحقیقت انہی کو سناتے ہیں جو آپ کی دعوت قبول کر کے ہماری آیتوں پر ایمان لے آتے ہیں سو وہی لوگ مسلمان ہیں (اور وہی زندہ کہلانے کے حق دار ہیں)۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی توحید کے ساتھ مخلص ہیں۔

جن کے پاس سمجھنے والے دل ہیں اور جو علم الٰہی میں سعادت ایمان سے بہرہ اندوز ہونے والے ہیں۔

(بیضاوی و کبیر و ابو السعود و مدارک، سورہ نمل)

| |
|---|
| وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ ۝ |
| اور جب ان پر فرمان پورا ہونے کا وقت آ جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے |

گفتگو کرے گا کیونکہ لوگ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔

## جانور کا خروج کے بعد لوگوں سے عربی میں کلام کرنے کا بیان

"وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ " حَقّ الْعَذَاب أَنْ يَنْزِل بِهِمْ فِي جُمْلَة الْكُفَّار "أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّة مِنْ الْأَرْض تُكَلِّمهُمْ " أَيْ تُكَلِّم الْمَوْجُودِينَ حِين خُرُوجهَا بِالْعَرَبِيَّةِ تَقُول لَهُمْ مِنْ جُمْلَة كَلَامهَا عَنَّا "إنَّ النَّاس " كُفَّار مَكَّة وَعَلَى قِرَاءَة فَتْح هَمْزَة إنْ تُقَدَّر الْبَاء بَعْد تُكَلِّمهُمْ "كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ " لَا يُؤْمِنُونَ بِالْقُرْآنِ الْمُشْتَمِل عَلَى الْبَعْث وَالْحِسَاب وَالْعِقَاب وَبِخُرُوجِهَا يَنْقَطِع الْأَمْر بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْي عَنْ الْمُنْكَر وَلَا يُؤْمِن كَافِر كَمَا أَوْحَى اللّٰه إلَى نُوح "أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِن مِنْ قَوْمك إلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ"

اور جب ان پر عذاب کا فرمان پورا ہونے کا وقت آ جائے گا جو سب کفار پر نزال کیا جائے گا۔ تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے گفتگو کرے گا یعنی وہ زمین میں موجودہ لوگوں سے عربی میں کلام کرے گا اور وہ ان سے ہماری طرف یہ حکایت کلام کرتے ہوئے کہے گا۔ یہاں پر ایک قرأت کے مطابق اَن فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جب اس سے پہلے باء مقدر ہو۔ کیونکہ لوگ یعنی کفار مکہ ہماری نشانیوں پر یقین نہیں کرتے تھے۔ یعنی وہ قرآن پر ایمان نہیں لاتے جو بعث وحساب اور عذاب کے احکام پر مشتمل ہے اور اس جانور کے خروج کے بعد امر بہ معروف اور نہی عن منکر کا وقت ختم ہو جائے گا۔ اور کوئی کافر ایمان نہ لائے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ آپ کی قوم سے کوئی کافر ایمان نہ لائے گا مگر وہی جو ایمان لا چکا ہے۔

دابۃ الارض" سے مراد ایک عجیب الخلقت اور نادر شکل کا جانور ہے، جو مسجد حرام میں کوہ صفا و مروہ کے درمیان سے برآمد ہوگا اور جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ان الفاظ واخرجنا لھم دابۃ من الارض کے ذریعہ کیا گیا ہے! علماء نے لکھا ہے کہ وہ جانور چوپایہ کی صورت میں ہوگا جس کی درازی ساٹھ گز کی ہوگی اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس عجیب الخلقت جانور کی شکل یہ ہوگی کہ چہرہ انسانوں کی طرح پاؤں اونٹ کی طرح گردن گھوڑے کی طرح سرین ہرن کی طرح سینگ بارہ سنگے کی طرح اور ہاتھ بندر کی طرح ہوں گے! نیز اس کے نمودار ہونے کی صورت یہ ہوگی کہ کوہ صفا جو کعبہ کی مشرقی جانب واقع ہے، یکا یک زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس میں سے یہ جانور نکلے گا، اس کے ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان کی انگشتری ہوگی تمام شہروں اور علاقوں میں اتنی تیزی کے ساتھ دورہ کرے گا کہ کوئی فرد بشر اس کا پیچھا نہ کر سکے گا اور دوڑ میں اس کا مقابلہ کر کے اس سے چھٹکارا نہ پا سکے گا جہاں جہاں جائے گا ہر شخص پر نشان لگاتا جائے گا جو صاحب ایمان ہوگا اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء سے چھوئے گا اور اس کی پیشانی پر " مومن " لکھ دے گا اور جو کافر ہوگا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری سے سیاہ مہر لگا دے گا اور اس کے منہ پر کافر لکھ دے گا! بعض حضرات نے کہا ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا

## قرب قیامت دابہ الارض کے خروج کا بیان

صحابہ کرام ایک مرتبہ بیٹھے قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرفات سے آئے۔ ہمیں ذکر میں مشغول دیکھ کر فرمانے لگے کہ قیامت قائم نہ ہوگی کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھواں، دابۃ الارض، یاجوج ماجوج، عیسیٰ بن مریم کا ظہور، اور دجال کا نکلنا اور مغرب، مشرق اور جزیرہ عرب میں تین خسف ہونا، اور ایک آگ کا عدن سے نکلنا جو لوگوں کا حشر کرے گی۔ انہی کے ساتھ رات گزارے گی اور انہی کے ساتھ دوپہر کا سونا سوئے گی۔ (مسلم وغیرہ)

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ نکلے گا دور دراز کے جنگل سے ظاہر ہوگا اور اس کا ذکر شہر یعنی مکہ تک نہ پہنچے گا پھر ایک لمبے زمانے کے بعد دوبارہ ظاہر ہوگا اور لوگوں کی زبانوں پر اس کا قصہ چڑھ جائے گا یہاں تک کہ مکہ میں بھی اس کی شہرت پہنچے گی۔ پھر جب لوگ اللہ کی سب سے زیادہ حرمت وعظمت والی مسجد مسجد حرام میں ہوں گے اسی وقت اچانک دفعتاً دابۃ الارض انہیں وہی دکھائی دے گا کہ رکن مقام کے درمیان اپنے سر سے مٹی جھاڑ رہا ہوگا۔ لوگ اس کو دیکھ کر ادھر ادھر ہونے لگیں گے یہ مومنوں کی جماعت کے پاس جائے گا اور ان کے منہ کو مثل روشن ستارے کے منور کر دے گا اس سے بھاگ کر نہ کوئی بچ سکتا ہے اور نہ چھپ سکتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک شخص اس کو دیکھ کر نماز کو کھڑا ہو جائے گا یہ اس کو کہے گا اب نماز کو کھڑا ہوا ہے؟ پھر اس کے پیشانی پر نشان کر دے گا اور چلا جائے گا اس کے ان نشانات کے بعد کافر مومن کا صاف طور امتیاز ہو جائے گا یہاں تک کہ مومن کافر سے کہے گا کہ اے کافر! میرا حق ادا کر اور کافر مومن سے کہے گا اے مومن! میرا حق ادا کر یہ روایت حذیفہ بن اسید سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا جب کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہے ہونگے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ سب سے پہلے جو نشانی ظاہر ہوگی وہ سورج کا مغرب سے نکلنا اور دابۃ الارض کا ضحیٰ کے وقت آ جانا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہوگا اس کے بعد ہی دوسرا ہوگا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے آپ نے فرمایا چھ چیزوں کی آمد سے پہلے نیک اعمال کر لو۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دھویں کا آنا، دجال کا آنا، اور دابۃ الارض کا آنا تم میں سے ہر ایک کا خاص امر اور عام امر۔ یہ حدیث اور سندوں سے دوسری کتابوں میں بھی ہے۔

ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ دابۃ الارض کے ساتھ حضرت عیسیٰ کی لکڑی اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ کافروں کی ناک پر لکڑی سے مہر لگائے گا اور مومنوں کے منہ انگوٹھی سے منور کر دے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان بیٹھے ہوئے مومن کافر سب ظاہر ہونگے۔ ایک اور حدیث میں جو مسند احمد میں ہے، مروی ہے کہ کافروں کے ناک پر انگوٹھی سے مہر کرے گا اور مومنوں کے چہرے لکڑی سے چمکا دے گا۔

ابن ماجہ میں حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر مکہ کے پاس ایک جنگل میں گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک خشک زمین ہے جس کے ارد گرد ریت ہے۔ فرمانے لگے یہیں سے دابۃ الارض نکلے گا۔ ابن بریدہ کہتے ہیں اس

کے کئی سال بعد میں حج کے لئے نکلا تو مجھے لکڑی دکھائی دی جو میری اس لکڑی کے برابر تھی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس کے چار پیر ہونگے صفا کے کھڈ سے نکلے گا بہت تیزی سے خروج کرے گا جیسے کہ کوئی تیز رفتار گھوڑا ہو لیکن تاہم تین دن میں اس کے جسم کا تیسرا حصہ بھی نہ نکلا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے جب اس کی بابت پوچھا گیا تو فرمانے لگے جیاد میں ایک چٹان ہے اس کے نیچے سے نکلے گا میں اگر وہاں ہوتا تو تمہیں وہ چٹان دکھا دیتا۔ یہ سیدھا مشرق کی طرف جائے گا اور اس شور سے جائے گا کہ ہر طرف اس کی آواز پہنچ جائے گی۔ پھر شام کی طرف جائے گا وہاں بھی چیخ لگا کر، پھر یمن کی طرف متوجہ ہوگا یہاں بھی آواز لگا کر شام کے وقت مکہ سے چل کر صبح کو عسفان پہنچ جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا پھر کیا ہوگا؟ فرمایا پھر مجھے معلوم نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ مزدلفہ کی رات کو نکلے گا۔

حضرت عزیر کے ایک کلام کی حکایت ہے کہ سدوم کے نیچے سے یہ نکلے گا۔ اس کے کلام کو سب سنیں گے حاملہ کے حمل وقت سے پہلے گر جائیں گے، میٹھا پانی کڑوا ہو جائے گا دوست دشمن ہو جائیں گے حکمت جل جائی گی علم اٹھ جائے گا نیچے کی زمین باتیں کرے گی انسان کی وہ تمنائیں ہونگی کہ جو کبھی پوری نہ ہوں، ان چیزوں کی کوشش ہوگی جو کبھی حاصل نہ ہو۔ اس بارے میں کام کریں گے جسے کھائیں گے نہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے اس کے جسم پر سب رنگ ہونگے۔ اس کے دو سینگوں کے درمیان سوار کے لئے ایک فرسخ کی راہ ہوگی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ موٹے نیزے کی اور بھالے کی طرح کا ہوگا۔ حضرت علی فرماتے ہیں اس کے بال ہونگے کھر ہونگے ڈاڑھی ہوگی دم نہ ہوگی۔ تین دن میں بمشکل ایک تہائی باہر آئے گا حالانکہ تیز گھوڑے کی چال چلتا ہوگا۔ ابو زبیر کا قول ہے کہ اس کا سر بیل کے سر کے مشابہ ہوگا آنکھیں خنزیر کی آنکھوں کے مشابہ ہونگی، کان ہاتھی جیسے ہوں گے، سینگ کی جگہ اونٹ کی طرح ہوگی، شتر مرغ جیسی گردن ہوگی، شیر جیسا سینہ ہوگا، چیتے جیسا رنگ ہوگا بلی جیسی کمر ہوگی مینڈے جیسی دم ہوگی اونٹ جیسے پاؤں ہونگے ہر دو جوڑ کے درمیان بارہ گز کا فاصلہ ہوگا۔

حضرت موسیٰ کی لکڑی اور حضرت سلیمان کی انگوٹھی ساتھ ہوگی ہر مومن کے چہرے پر اپنے عصائے موسوی سے نشان کرے گا جو پھیل جائے گا اور چہرہ منور ہو جائے گا اور ہر کافر کے چہرے پر خاتم سلیمانی سے نشانی لگا دے گا جو پھیل جائے گا اور اس کا سارا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اب تو اس طرح مومن کافر ظاہر ہو جائیں گے کہ خرید و فروخت کے وقت کھانے پینے کے وقت لوگ ایک دوسروں کو اے مومن اور اے کافر کہہ کر بلائیں گے۔ دابۃ الارض ایک ایک کا نام لے کر ان کو جنت کی خوشخبری یا جہنم کی بدخبری سنائے گا۔ یہی معنی و مطلب اس آیت کا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نمل، بیروت)

وَ يَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے،

پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔

## قیامت کے دن جھوٹے رہنماؤں کے ساتھ گمراہ لوگوں کو جمع کرنے کا بیان

"وَ" اُذْکُرْ "یَوْمَ نَحْشُرِ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ فَوْجًا" جَمَاعَۃً "مِمَّنْ یُکَذِّبُ بِآیَاتِنَا" وَھُمْ رُؤَسَاؤُھُمُ الْمُتَّبِعُوْنَ "فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ" اَیْ یُجْمَعُوْنَ بِرَدِّ آخِرِھِمْ اِلٰی اَوَّلِھِمْ ثُمَّ یُسَاقُوْنَ

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک جماعت اکٹھی کریں گے، ان لوگوں سے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، اور ان کے امیر لوگ انہی کے پیشوا ہوں گے۔ پھر ان کی قسمیں بنائی جائیں گی۔ یعنی ان کے دوسروں کو پہلوں کی طرف جمع کیا جائے اور پھر انہیں ہانک دیا جائے گا۔

اس آیت میں میدان محشر کا ایک منظر پیش کیا گیا ہے۔ مجرموں کی ان کے جرائم کے لحاظ سے الگ الگ جماعتیں بنا دی جائیں گی۔ جیسے مثلاً مشرکوں کی الگ جماعت ہوگی۔ کافروں کی الگ، منافقوں کی الگ، اور بعض مفسرین نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ مکذبین کو محشر کی طرف لے چلیں گے اور وہ اتنی کثرت سے ہوں گے کہ پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روک دیا جائے گا۔ جیسا کہ انبوہ کثیر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ وزع کا بنیادی معنی صرف روک دینا یا روکے رکھنا ہے۔ لہٰذا اس کے معنی میں دونوں طرح مطالب کی گنجائش موجود ہے۔

| |
|---|
| حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِھَا عِلْمًا اَمَّا ذَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو فرمائے گا کیا تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ |
| کیا تھا، یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ |

## علمی احاطہ کیے بغیر کفار کا انبیائے کرام و آیات کی تکذیب کرنے کا بیان

"حَتّٰی اِذَا جَاءُوْا" مَکَانَ الْحِسَابِ "قَالَ" تَعَالٰی لَھُمْ "اَکَذَّبْتُمْ" اَنْبِیَائِیْ "بِآیَاتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا" مِنْ جِھَۃِ تَکْذِیْبِکُمْ "بِھَا عِلْمًا اَمَّا" فِیْہِ اِدْغَامُ مَا الِاسْتِفْھَامِیَّۃِ "ذَا" مَوْصُوْلٌ اَیْ مَا الَّذِیْ "کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" مِمَّا اُمِرْتُمْ بِہٖ

یہاں تک کہ جب وہ مقام حساب پر آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کیا تم نے میرے انبیاء کو میری آیات کے ساتھ جھٹلا دیا، حالانکہ تم نے ان کا پورا علم حاصل نہ کیا تھا، یعنی تمہاری تکذیب کی جہت کا احاطہ بھی نہیں کیا، یہاں پر لفظ اَمَّا میں لفظ ام کو ماء استفہامیہ میں ادغام کیا گیا ہے۔ اور ذا موصولہ ہے یعنی اصل میں ماالذی ہے۔ یا کیا تھا جو تم کیا کرتے تھے؟ یعنی جن کاموں کا تمہیں حکم دیا کرتے تھے۔

میری آیات کے انکار کے سلسلہ میں تمہارے پاس کوئی معقول وجہ یا دلیل موجود نہیں تھی۔ الا یہ کہ وہ باتیں تمہارے علم کی

گرفت یا سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ پھر بجائے اس کے کہ تم غور وفکر کر کے ان کو سمجھنے کی کوشش کرتے تم نے سرے سے انکار ہی کر دیا تھا۔ تمہارا معمول ہی یہ بن گیا تھا کہ بلا سوچے سمجھے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا جائے۔ اگر یہ بات نہیں تو بتلاؤ اور تم کیا کام کرتے رہے ہو؟ کیا تم یہ ثابت کر سکتے ہو کہ تم نے تحقیق کے بعد ان آیات کو جھوٹا ہی پایا تھا۔ اور تم میں یہ قطعی علم حاصل ہو گیا تھا کہ جو کچھ ان آیات میں مذکور ہے وہ درست نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ○ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ |
| لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ○ |
| اور ان پر بات واقع ہو جائے گی، اس کے بدلے جو انھوں نے ظلم کیا، پس وہ نہیں بولیں گے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے |
| رات بنائی تا کہ وہ اس میں آرام کر سکیں اور دن کو روشن بنایا، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

## اہل ظلم وشرک کیلئے وقوع عذاب کے برحق ہونے کا بیان

"وَوَقَعَ الْقَوْل" حَقَّ الْعَذَاب "عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا" أَيْ أَشْرَكُوا "فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ" إِذْ لَا حُجَّة لَهُمْ "أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا" خَلَقْنَا "اللَّيْل لِيَسْكُنُوا فِيهِ" كَغَيْرِهِمْ "وَالنَّهَار مُبْصِرًا" بِمَعْنَى يُبْصِر فِيهِ لِيَتَصَرَّفُوا فِيهِ "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات" دَلَالَات عَلَى قُدْرَته تَعَالَى "لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِانْتِفَاعِهِمْ بِهَا فِي الْإِيمَان بِخِلَافِ الْكَافِرِينَ

اور ان پر بات یعنی عذاب کا وقوع ثابت ہو جائے گا، اس کے بدلے جو انھوں نے ظلم یعنی شرک کیا، پس وہ نہیں بولیں گے۔ کیونکہ ان کے پاس دلیل کوئی نہیں ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات بنائی تا کہ وہ اس میں دوسروں کی طرح آرام کر سکیں اور دن کو روشن (یعنی اشیاء کو دکھانے اور سجھانے والا) بنایا، یہاں پر مبصر بہ معنی یبصر فیہ ہے تا کہ وہ اس میں کام کاج کر سکیں بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یعنی اللہ کی قدرت پر دلائل ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں اہل ایمان کے ذکر کو خاص اس لئے کیا ہے کیونکہ وہ ایمان کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جبکہ کفار ایسا نہیں کرتے۔

کہ ان کے لئے کوئی حجت اور کوئی گفتگو باقی نہیں ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عذاب ان پر اس طرح چھا جائے گا کہ وہ بول نہ سکیں گے۔

یعنی کیسے کھلے کھلے نشان اللہ تعالیٰ نے دنیا میں دکھلائے، پر ذرا بھی غور نہ کیا۔ ایک رات دن کے روزانہ اول بدل ہی میں غور کر لیتے تو اللہ کی توحید پیغمبروں کی ضرورت اور بعث بعد الموت، سب کچھ سمجھ سکتے تھے۔ آخر وہ کون ہستی ہے جو ایسے مضبوط ومحکم انتظام کے ساتھ برابر دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کو نمودار کرتا ہے اور جس نے ہماری ظاہری بصارت کے لیے شب کی تاریکی کے بعد دن کا اجالا کیا، کیا وہ ہماری باطنی بصیرت کے لیے اوہام واہواء کی تاریکیوں میں معرفت وہدایت کی روشنی نہ بھیجتا۔ پھر رات

کیا ہے؟ نیند کا وقت ہے جسے ہم موت کا ایک نمونہ قرار دے سکتے ہیں۔اس کے بعد دن آیا پھر آنکھیں کھول کر ادھر ادھر پھرنے لگے۔اسی طرح اگر حق تعالیٰ ہم پر موت طاری کرے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھا لے تو اس میں کیا استحالہ ہے۔غرض یقین کرنے والوں کے لیے اسی ایک نشان میں تمام ضروری چیزوں کا حل موجود ہے۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ |
| اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ○ |
| اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا مگر جسے اللہ نے چاہا |
| اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔ |

## صور پھونکنے کے سبب گھبراہٹ پیدا ہو جانے کا بیان

"وَيَوْم يُنْفَخ فِي الصُّور " الْقَرْن النَّفْخَة الْأُولَى مِنْ إسْرَافِيل "فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَمَنْ فِي الْأَرْض" خَافُوا الْخَوْف الْمُفْضِي إلَى الْمَوْت كَمَا فِي آيَة أُخْرَى فَصَعِقَ وَالتَّعْبِير فِيهِ بِالْمَاضِي لِتَحَقُّقِ وُقُوعه "إلَّا مَنْ شَاءَ اللَّه" أَيْ جِبْرِيل وَمِيكَائِيلَ وَإِسْرَافِيل وَمَلَك الْمَوْت وَعَنْ ابْن عَبَّاس هُمْ الشُّهَدَاء إذْ هُمْ أَحْيَاء عِنْد رَبّهمْ يُرْزَقُونَ "وَكُلّ" تَنْوِينه عِوَض عَنْ الْمُضَاف إلَيْهِ أَيْ وَكُلّهمْ بَعْد إحْيَائِهِمْ يَوْم الْقِيَامَة "أَتَوْهُ" بِصِيغَةِ الْفِعْل وَاسْم الْفَاعِل "دَاخِرِينَ" صَاغِرِينَ وَالتَّعْبِير فِي الْإِتْيَان بِالْمَاضِي لِتَحَقُّقِ وُقُوعه

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا یعنی جب پہلی بار اسرافیل صور پھونکیں گے۔تو جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، گھبرا جائے گا یعنی موت کی جانب چلے جانے کے سبب خوف زدہ ہو جائیں گے اور ایک دوسری آیت میں صعق کو ماضی کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ماضی وقوع میں متحقق ہوتی ہے۔مگر جسے اللہ نے چاہا یعنی وہ جبرائیل ومکائیل، اسرافیل اور ملک الموت ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ وہ شہداء ہیں جو اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور وہ رزق کھاتے ہیں۔ یہاں پر لفظ کل کی تنوین مضاف الیہ کے بدلے میں آئی ہے یعنی وہ سارے زندہ ہونے کے بعد قیامت کے دن آئیں گے۔یہاں پر لفظ اتوہ میں فعل اور اسم فاعل دونوں درست ہیں۔داخرین کا معنی صاغرین یعنی اور وہ سب اس کے پاس ذلیل ہو کر آئیں گے۔اور آنے کو ماضی کے ساتھ لانے کا سبب اس کے وقوع کے متحقق ہونے کی وجہ سے ہے۔

## نفخ صور کی درمیانی مدت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے

لئے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا چالیس دن مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم۔

اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی سے لوگ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں کہ جیسے سبزہ اگتا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انسان کے جسم و بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 93)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملاً سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہر حال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔ "عجب الذنب" اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم" کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جا سکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

| |
|---|
| وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ط |
| صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ط اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ○ |

اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے،

اس اللہ کی کاری گری سے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ یقیناً وہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

## قیامت کے دن بادلوں کی طرح اڑتے ہوئے پہاڑوں کا گرد وغبار بن جانے کا بیان

"وَتَرَى الْجِبَال " تُبْصِرهَا وَقْت النَّفْخَة "تَحْسَبهَا" تَظُنّهَا "جَامِدَة" وَاقِفَة مَكَانهَا لِعِظَمِهَا "وَهِيَ تَمُرّ مَرّ السَّحَاب" الْمَطَر إذَا ضَرَبَتْهُ الرِّيح أَيْ تَسِير سَيْره حَتَّى تَقَع عَلَى الْأَرْض فَتَسْتَوِي بِهَا مَبْثُوثَة ثُمَّ تَصِير كَالْعِهْنِ ثُمَّ تَصِير هَبَاء مَنْثُورًا "صُنْع اللَّه" مَصْدَر مُؤَكِّد لِمَضْمُونِ الْجُمْلَة قَبْله أُضِيفَ إلَى فَاعِله بَعْد حَذْف عَامِله أَيْ صَنَعَ اللَّه ذَلِكَ صُنْعًا "الَّذِي أَتْقَنَ" أَحْكَمَ "كُلّ شَيْء" صَنَعَهُ "إنَّهُ خَبِير بِمَا تَفْعَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء أَيْ أَعْدَاؤُهُ مِنْ الْمَعْصِيَة وَأَوْلِيَاؤُهُ مِنْ الطَّاعَة

اور تو پہاڑوں کو دیکھے گا، یعنی صورت کے وقت آپ انہیں دیکھیں گے انھیں گمان کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں، یعنی اپنی جگہ پر مضبوطی کے ساتھ کھڑے ہیں۔ حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے، یعنی جب بارش کیلئے ہوا بادلوں کو چلاتی ہے یہ پہاڑ اسی طرح چلیں گے یہاں تک زمین پر گر جائیں گے اور اس کے برابر ہو جائیں گے اس کے بعد وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ہو جائیں گے اور اس کے بعد گرد وغبار کی طرح ہو جائیں گے۔ اس اللہ کی کاری گری سے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ یہاں پر لفظ صنع یہ ماقبل جملہ کے مضمون کی تاکید کیلئے آیا ہے جس کی اضافت حذف عامل کے بعد فاعل کی طرف کی گئی ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو کمال حکمت صنعت کے ساتھ بنایا ہے۔ یقیناً وہ اس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ یہاں پر تفعلون کو یاء اور تاء دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی وہ اپنے دشمنوں جو معصیت کرتے ہیں اور اپنے اولیاء کو جو اطاعت کرتے ہیں ان کو خوب جانتا ہے۔

معنی یہ ہیں کہ نفخہ کے وقت پہاڑ دیکھنے میں تو اپنی جگہ ثابت وقائم معلوم ہوں گے اور حقیقت میں وہ مثل بادلوں کے نہایت تیز چلتے ہوں گے جیسے کہ بادل وغیرہ بڑے جسم چلتے ہیں متحرک نہیں معلوم ہوتے یہاں تک کہ وہ پہاڑ زمین پر گر کر اس کے برابر ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ○

جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ ہے اور وہ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔

## قیامت کے دن نیکی لانے والے کیلئے اچھا بدلہ ہونے کا بیان

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ" أَيْ لَا إلَه إلَّا اللَّه يَوْم الْقِيَامَة "فَلَهُ خَيْر" ثَوَاب "مِنْهَا" أَيْ بِسَبَبِهَا وَلَيْسَ لِلتَّفْضِيلِ إذْ لَا فِعْل خَيْر مِنْهَا وَفِي آيَة أُخْرَى "عَشْر أَمْثَالهَا" "وَهُمْ" الْجَاءُونَ بِهَا "مِنْ فَزَع يَوْمئِذٍ" بِالْإِضَافَةِ وَكَسْر الْمِيم وَفَتْحهَا وَفَزَع مُنَوَّنًا وَفَتْح الْمِيم،

جو شخص نیکی لے کر آئے گا یعنی قیامت کے دن "لَا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـه" کے ساتھ آئے گا۔ تو اس کے لیے اس سے بہتر بدلہ یعنی ثواب ہے یہاں پر لفظ خیر یہ اسم تفضیل کے معنی میں نہیں ہے۔ جبکہ دوسری آیت میں آیا ہے کہ اسے دس گنا ثواب ہوگا۔ اور وہ اس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔ یعنی اس دن کے خوف سے مأمون ہوں گے۔ یہاں پر لفظ یومئذ میں اضافت کے ساتھ جو میم کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور ایک قرأت کے مطابق فزع یہ تنوین اور میم کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

یہ حشر ونشر اور حساب کتاب کے بعد پیش آنے والے انجام کا ذکر ہے اور حسنہ سے مراد کلمہ لا الہ الا اللہ ہے (کما قال ابراہیم) یا اخلاص ہے۔ اور بعض حضرات نے مطلق اطاعت کو اس میں داخل قرار دیا ہے۔ معنے یہ ہیں کہ جو شخص نیک عمل کرے گا اور نیک عمل اسی وقت نیک کہلانے کے قابل ہوتا ہے جبکہ اس کی پہلی شرط ایمان موجود ہو تو اس کو اپنے عمل سے بہتر چیز ملے گی مراد اس سے جنت کی لازوال نعمتیں اور عذاب اور ہر تکلیف سے دائمی نجات ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ خیر سے مراد یہ ہے کہ ایک نیکی کی جزاء دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک ملے گی۔ (تفسیر مظہری، سورہ نمل، لاہور)

| |
|---|
| وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ط هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ان کے منہ آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ بس تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن اہل شرک کے چہروں کو آگ کے حوالے کر دینے کا بیان

"وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ" أَيْ الشِّرْك "فَكُبَّتْ وُجُوههمْ فِي النَّار" بِأَنْ وَلِيَتْهَا وَذُكِرَتْ الْوُجُوه لِأَنَّهَا مَوْضِع الشَّرَف مِنْ الْحَوَاسّ فَغَيْرهَا مِنْ بَاب أَوْلَى وَيُقَال لَهُمْ تَبْكِيتًا "هَلْ" مَا "تُجْزَوْنَ إِلَّا" جَزَاء "مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" مِنْ الشِّرْك وَالْمَعَاصِي قُلْ لَهُمْ

اور جو شخص برائی یعنی شرک لے کر آئے گا تو ان کے منہ دوزخ کی آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ یعنی چہروں کو آگ کے سپرد کر دیا جائے گا کیونکہ بقیہ حواس میں یہی چہرہ سب سے زیادہ معزز مقام ہے۔ لہٰذا دوسرے اعضاء بہ درجہ اولیٰ اس کے حقدار ہوں گے۔ اور ایسا نہیں لاجواب کرنے کی غرض سے کیا جائے گا۔ بس تمہیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ یعنی جو تم شرک ومعصیت وغیرہ کرتے تھے۔ لہٰذا ان کیلئے کہا جائے گا۔

## دوزخ میں اوندھے منہ گرا دینے کا بیان

حضرت جندب قسری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے صبح کی نماز پڑھی وہ (دنیا و آخرت میں) اللہ تعالیٰ کے عہد وامان میں ہے لہٰذا ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنے عہد میں کچھ مواخذہ کرے کیونکہ جس سے اس نے عہد و امان میں مواخذہ کیا تو کہ اسے پکڑ کر دوزخ کی آگ میں اوندھے منہ ڈال دے گا۔ (صحیح مسلم) اور مصابیح کے بعض نسخوں میں قسری کے بجائے قشیری ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 592)

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ اللہ تعالیٰ کے عہد وامان میں ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس آدمی سے بدسلوکی نہ کریں، اس کو قتل نہ کریں۔ اس کا مال نہ چھینیں، اس کی غیبت نہ کریں اور اس کو بے آبروئی نہ کریں۔ اگر کسی آدمی نے اس کے ساتھ بدسلوکی کی یا اس کے ساتھ کوئی ایسا رویہ اختیار کیا جو اس کی جان و مال اور اس کی آبرو کے لئے نقصان دہ ہو تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے عہد وامان میں خلل ڈالا لہٰذا اللہ تعالیٰ ایسے آدمی سے سخت مواخذہ کرے گا اور جس بدنصیب سے اللہ تعالیٰ نے مواخذہ کیا اس کے لئے نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا۔ یا پھر "عہد وامان" سے مراد نماز ہے کہ صبح کی نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت میں امن دینے کا وعدہ کرلیا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صبح کی نماز ہرگز قضا نہ کریں ورنہ ان کے اور پروردگار کے درمیان جو عہد ہے وہ ٹوٹ جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا اور اس کے مواخذے سے بچانے کی کوئی ہمت بھی نہیں کرسکتا۔

| |
|---|
| اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ٘ وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ |
| مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور اسی کے لیے ہر چیز ہے |
| اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔ |

## حرم شریف کا باعث برکت ونعمت ہونے کا بیان

"إِنَّمَا أُمِرت أَنْ أَعْبُد رَبّ هَذِهِ الْبَلْدَة" أَيْ مَكَّة "الَّذِي حَرَّمَهَا" جَعَلَهَا حَرَمًا آمِنًا لَا يُسْفَك فِيهَا دَم إِنْسَان وَلَا يُظْلَم فِيهَا أَحَد وَلَا يُصَاد صَيْدهَا وَلَا يُخْتَلَى خَلَاهَا وَذَلِكَ مِنْ النِّعَم عَلَى قُرَيْش أَهْلهَا فِي رَفْع اللَّه عَنْ بَلَدهمْ الْعَذَاب وَالْفِتَن الشَّائِعَة فِي جَمِيع بِلَاد الْعَرَب "وَلَهُ" تَعَالَى "كُلّ شَيْء" فَهُوَ رَبّه وَخَالِقه وَمَالِكه "وَأُمِرْت أَنْ أَكُون مِنْ الْمُسْلِمِينَ" لِلَّهِ بِتَوْحِيدِهِ

مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر یعنی مکہ کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی یعنی امن والا حرم بنایا ہے جس میں کیس انسان کا خون نہیں بہایا جاتا اور نہ اس پر ظلم کیا جاتا ہے اور نہ ہی حرم کا شکار کیا جاتا ہے اور نہ وہاں کی گھاس کو کاٹا جاتا ہے اور یہ قریش کیلئے انعامات ہیں جو وہاں رہنے والے ہیں۔ اللہ نے ان کے شہروں سے عذاب کو دور کردیا ہے۔ پھیلنے والے فتنوں کو دور کردیا ہے۔ اور اسی اللہ کے لیے ہر چیز ہے وہی اس کا رب، اس کا خالق و مالک ہے۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اسی کی توحید کے ساتھ فرماں برداروں میں سے ہو جاؤں۔

یعنی مکہ مکرمہ کے اور اپنی عبادت اس رب کے ساتھ خاص کروں مکّہ مکرمہ کا ذکر اس لئے ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وطن اور وحی کا جائے نزول ہے۔ کہ وہاں نہ کسی انسان کا خون بہایا جائے نہ کوئی شکار مارا جائے نہ وہاں کی گھانس کاٹی جائے۔

| |
|---|
| وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ٥ |
| نیز یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناتا رہوں سو جس شخص نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے راہِ راست اختیار کی، |
| اور جو بھکا رہا تو آپ فرما دیں کہ میں تو صرف ڈر سنانے والوں میں سے ہوں۔ |

## تلاوت قرآن کے ذریعے دعوت ایمان دینے کا بیان

"وَأَنْ أَتْلُو الْقُرْآن" عَلَيْكُمْ تِلَاوَة الدَّعْوَى إلَى الْإِيمَان "فَمَنْ اهْتَدَى" لَهُ "فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ" أَيْ لِأَجْلِهَا فَإِنَّ ثَوَاب اهْتِدَائِهِ لَهُ "وَمَنْ ضَلَّ" عَنْ الْإِيمَان وَأَخْطَأَ طَرِيق الْهُدَى "فَقُلْ" لَهُ "إنَّمَا أَنَا مِنْ الْمُنْذِرِينَ" الْمُخَوِّفِينَ فَلَيْسَ عَلَيَّ إلَّا التَّبْلِيغ وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْقِتَالِ

نیز یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناتا رہوں یعنی تمہیں تلاوت کے ذریعے ایمان کی طرف بلاتا رہوں سو جس شخص نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدہ کے لئے راہِ راست اختیار کی، کیونکہ اس ہدایت کی وجہ سے ثواب اسی کیلئے ہوا ہے۔ اور جو ایمان سے بھکا رہا اور راہ ہدایت سے بھٹک گیا۔ تو آپ اس کیلئے فرما دیں کہ میں تو صرف ڈر سنانے والوں میں سے ہوں۔ یعنی اس کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور مجھ پر صرف حق کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور یہ حکم، جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے وصف نذیر کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور اس چیز کی مثال جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے (یعنی دین و شریعت) اس آدمی کی سی ہے جو ایک قوم کے پاس آیا اور کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک لشکر دیکھا ہے اور میں بغیر کسی غرض کے ڈر سنانے والا ہوں، لہٰذا تم اپنی نجات کو تلاش کرو، چنانچہ اس کی قوم کی ایک جماعت نے اس کی فرمانبرداری کی اور راتوں رات آہستہ آہستہ نکل گئی اور نجات پالی ان میں سے ایک گروہ نے اس کو جھٹلایا اور صبح تک اپنے گھروں میں رہا صبح کو لشکر نے آ کر ان کو پکڑ لیا اور ہلاک کر ڈالا (یہاں تک کہ) ان کی جڑیں کھود ڈالیں یعنی ان کی نسل تک کا خاتمہ کر دیا، چنانچہ یہی مثال ہے اس آدمی کی جس نے میری فرمانبرداری کی اور جو (احکام) میں لایا ہوں ان کی پیروی کی اور اس آدمی کی بھی یہی مثال ہے جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق بات (یعنی دین و شریعت میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 145)

ننگا ڈرانے والے کی اصل یہ ہے کہ عرب میں قاعدہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی لشکر کو اپنی قوم پر حملہ کے لئے آتا ہوا دیکھتا تو کپڑے اتار کر سر پر رکھ لیتا اور بالکل ننگا ہو کر چلاتا ہوا اپنی قوم کی طرف آتا تاکہ لوگ خبردار ہو جائیں اور دشمن کی اچانک آمد سے بچاؤ کی شکل پیدا کر سکیں۔ اسی کو ننگا ڈرانے والا کہا جاتا تھا، اس کے بعد سے یہ کسی ناگہانی اور خوفناک حادثہ کے پیش آنے میں صرف ایک ضرب المثل بن گیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ مثال بالکل صحیح و صادق تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانبردار اور

اطاعت گزار کو جنت اور رضاء مولیٰ کی خوشخبری اور نافرمانبردار و سرکش جماعت کو اللہ کے عذاب و غضب کی خبر دینے میں بالکل سچے تھے۔

| |
|---|
| وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا سو تم انہیں پہچان لو گے، |
| اور آپ کا رب ان کاموں سے بیخبر نہیں جو تم انجام دیتے ہو۔ |

## کفار کی دنیا و آخرت میں رسوائی پر اللہ کیلئے حمد ہونے کا بیان

"وَقُلْ الْحَمْد لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ آيَاته فَتَعْرِفُونَهَا" فَأَرَاهُمْ اللّٰه يَوْم بَدْر الْقَتْل وَالسَّبْي وَضَرْب الْمَلَائِكَة وُجُوههمْ وَأَدْبَارهمْ وَعَجَّلَهُمْ اللّٰه إلَى النَّار "وَمَا رَبّك بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء وَإِنَّمَا يُمْهِلهُمْ لِوَقْتِهِمْ

اور آپ فرما دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں وہ عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں دکھا دے گا سو تم انہیں پہچان لو گے، پس اللہ نے انہیں بدر کے دن قتل و قید اور فرشتوں کا ان کے چہروں اور ادبار پر مارنا دیکھایا اور اللہ انہیں جلدی آگ میں لے گیا۔ اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم انجام دیتے ہو۔ یہاں پر لفظ تعملون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور یقیناً وہ انہیں ایک وقت تک کیلئے مہلت دیتا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس چیز کی مثال جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت کثیر بارش کی مانند سے جو زمین پر بوئی چنانچہ زمین کے اچھے ٹکڑے نے اسے قبول کر لیا یعنی اپنے اندر جذب کر لیا، اس سے بہت زیادہ خشک و ہری گھاس پیدا ہوئی اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہو گیا اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور یہ (بارش کا پانی) زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی (پہنچا) جو چٹیل سخت میدان تھا نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا لہٰذا یہ سب (مذکورہ مثالیں) اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے بھیجی تھی اس نے اس سے نفع اٹھایا پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لئے تکبر کی وجہ سے سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 147)

اس میں دو قسم کے آدمی ذکر کیے گئے ہیں ایک تو دین سے فائدہ اٹھانے والے اور دوسرے دین سے فائدہ نہ اٹھانے والے،

اسی طرح مثال مذکورہ میں زمین دو قسم کی بیان کی گئی ہے، زمین کی ایک قسم تو وہ ہے جو پانی سے فائدہ اٹھاتی ہے، دوسرے وہ جو پانی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتی پھر فائدہ اٹھانے والی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اگانے والی اور دوسری نہ اگانے والی۔ ٹھیک اسی طرح علم دین سے بھی فائدہ اٹھانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، پہلا وہ آدمی جو عالم بھی ہو اور عابد و فقیہ اور معلم بھی۔ اس پر زمین کے اس ٹکڑے کی مثال صادق آتی ہے جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا نیز گھاس بھی اگائی۔ اسی طرح اس آدمی نے علم دین سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی اپنے علم سے مستفیض کیا۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو عالم و معلم ہو مگر عابد و فقیہ نہ ہو، نہ تو وہ نوافل وغیرہ میں مشغول ہوا اور نہ اس نے اپنے علم میں تفقہ یعنی سمجھ بوجھ پیدا کی، اس کی مثال زمین کے اس حصہ کی مانند ہے جس میں پانی جمع ہو گیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ یا پھر زمین کا وہ حصہ جس نے پانی کو جذب بھی کیا اور گھاس بھی اگائی وہ مجتہدین کی مثال ہے کہ جنہوں نے علم حاصل کیا، پھر بہت سے مسائل کا استنباط کیا اس سے خود بھی منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ اور زمین کے اس حصہ کی مثال جس میں پانی جمع ہوا، محدثین ہیں کہ انہوں نے علم حدیث حاصل کیا اور اس علم کو بعینہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا آدمی وہ ہے جس نے از راہ غرور و تکبر اللہ کے دین کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی، نہ اس نے علم دین کی طرف کوئی توجہ و التفات کی اور نہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے پیغام کو سنا اور نہ اس پر عمل کیا اور نہ علم کی روشنی دوسروں تک پہنچائی، اب چاہے یہ دین محمدی میں داخل ہو یا نہ ہو اور یا کافر ہو، اس کی مثال زمین شور کی ہے کہ جس نے نہ پانی کو قبول کر کے اپنے اندر جذب کیا، نہ پانی کو جمع کیا اور نہ کچھ اگایا۔

## دین اسلام کے احکام کے واضح ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم یہود کی حدیثیں سنتے ہیں اور وہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہوتی ہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان میں سے بعض کو لکھ لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بھی اسی طرح حیران ہو جس طرح یہود اور نصاریٰ حیران ہیں۔ (جان لو کہ) بلاشبہ میں تمہارے پاس صاف و روشن شریعت لایا ہوں، اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی پر مجبور ہوتے۔ (مسند احمد بن حنبل، بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 172)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہود و نصاریٰ حیران ہیں کہ انہوں نے اللہ کی کتاب کو اور اپنے پیغمبر کی حقیقی تعلیم کو چھوڑ دیا ہے اور اپنے خود غرض و لالچی علماء کی خواہشات کے مطیع ہو گئے ہیں، کیا اسی طرح تم بھی متحیر ہو کہ اپنے دین کو ناقص و نامکمل سمجھ کر دوسروں کے دین و شریعت کے محتاج ہو رہے ہو، حالانکہ میری لائی ہوئی شریعت اتنی مکمل اور واضح ہے کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی میری شریعت کے پابند اور میرے احکام کے مطیع ہوتے۔

## سورہ نمل کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالی کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ نمل کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَۃُ الْقَصَصِ

## یہ قرآن مجید کی سورت قصص ھے

سُورَۃُ الْقَصَص (مَکِّیَّۃ إِلَّا مِنْ آیۃ 52 إِلَی آیۃ 55 فَمَدَنِیَّۃ وَآیۃ 85 فَبِالْجُحْفَۃِ نَزَلَتْ أَثْنَاءَ الْھِجْرَۃ وَآیَاتُھَا 88) نَزَلَتْ بَعْدَ النَّمْل

(ف 1) سورہ قصص مکیہ ہے۔ سوائے چار آیتوں کے جو (اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِہٖ ھُمْ بِہٖ یُؤْمِنُوْنَ سے شروع ہو کر (لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ، القصص:55) پر ختم ہوتی ہیں اور اس سورت میں ایک آیت (اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْھُدٰی وَمَنْ ھُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ، القصص:85) ایسی ہے جو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی اس سورت میں نو رکوع اٹھاسی آیات چار سو اکتالیس ۴۴۱ کلمے اور پانچ ہزار آٹھ سو حروف ہیں۔ اور یہ سورہ نمل کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورہ قصص کی وجہ تسمیہ کا بیان

وَقَصَّ عَلیہ القَصَصَ، یعنی وہ سورۃ جس میں القصص کا لفظ آیا ہے۔ لغت کے اعتبار سے قصص کے معنی ترتیب وار واقعات بیان کرنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ لفظ باعتبار معنی بھی اس سورۃ کا عنوان ہو سکتا ہے، کیونکہ اس میں حضرت موسیٰ کا مفصل قصہ بیان ہوا ہے۔

| |
|---|
| طٰسٓمّٓ○ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ○ نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ○ |
| طا، سین، میم کے معانی کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ یہ روشن کتاب کی آیات ہیں۔ (اے حبیب مکرم!) ہم آپ |
| پر موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے حقیقت پر مبنی حال میں سے ان لوگوں کے لئے کچھ پڑھ کر سناتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

### قصص انبیاء علیہم السلام سے ایمان والوں کا فائدہ حاصل کرنے کا بیان

"طسٓم" اللّٰہ أَعْلَم بِمُرَادِہِ بِذَلِکَ "تِلْکَ" أَیْ ھٰذِہِ الْآیَات "آیَات الْکِتَاب" الْإِضَافَۃ بِمَعْنَی مِنْ "الْمُبِین" الْمُظْھِر الْحَقّ مِنْ الْبَاطِل "نَتْلُو" نَقُصّ "عَلَیْک مِنْ نَبَإِ" خَبَر "مُوسَی وَفِرْعَوْن بِالْحَقِّ" الصِّدْق "لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ" لِأَجْلِھِمْ لِأَنَّھُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِہِ

طا،سین، میم کے معانی کو اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ یہ یعنی یہ آیات روشن کتاب کی آیات ہیں۔ یہاں پر اضافت بہ معنی من ہے۔ جو باطل سے حق کو ظاہر کرنے والی ہے۔ (اے حبیب مکرم ﷺ) ہم آپ پر موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کے حقیقت پر مبنی حال میں سے ان لوگوں کے لئے کچھ پڑھ کر سناتے ہیں یعنی صداقت وحق کے ساتھ بیان کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان قصص سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ |
| اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۝ |
| بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور |
| کر رہا تھا، ان کے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فساد کرنے والوں سے تھا۔ |

## فرعون کا مصر میں بچوں کو قتل کرنے کا بیان

"إِنَّ فِرْعَوْن عَلَا" تَعَظَّمَ "فِي الْأَرْض" أَرْض مِصْر "وَجَعَلَ أَهْلهَا شِيَعًا" فِرَقًا فِي خِدْمَته "يَسْتَضْعِف طَائِفَة مِنْهُمْ" هُمْ بَنُو إِسْرَائِيل "يُذَبِّح أَبْنَاءَهُمْ" الْمَوْلُودِينَ "وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ" يَسْتَبْقِيهِنَّ أَحْيَاء لِقَوْلِ بَعْض الْكَهَنَة لَهُ : إِنَّ مَوْلُودًا يُولَد فِي بَنِي إِسْرَائِيل يَكُون سَبَب زَوَال مُلْكك "إِنَّهُ كَانَ مِنْ الْمُفْسِدِينَ" بِالْقَتْلِ وَغَيْره

بے شک فرعون نے زمین یعنی مصر میں سرکشی وتکبر کیا اور اس کے رہنے والوں کو کئی گروہ بنا دیا، یعنی خدمت کیلئے فرقے بنائے جن میں سے ایک گروہ کو وہ نہایت کمزور کر رہا تھا، جو بنی اسرائیل تھے۔ ان کے پیدا ہونے والے بیٹوں کو بری طرح ذبح کرتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ یعنی ان کی بچیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا کیونکہ اس کو کاہنوں نے یہ بتلا دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری مملکت کے زوال کا سبب بنے گا۔ بلاشبہ وہ قتل وغیرہ کی وجہ سے فساد کرنے والوں سے تھا۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں کیونکہ وحی الٰہی کے بغیر صدیوں قبل کے واقعات بالکل اس طریقے سے بیان کر دینا جس طرح پیش آتے ناممکن ہے، تاہم اس کے باوجود اس سے فائدہ اہل ایمان ہی کو ہوگا کیونکہ وہی آپ کی باتوں کی تصدیق کریں گے۔

| |
|---|
| وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ۝ |
| اور ہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھی کو وارث بنائیں۔ |

## بنی اسرائیل کیلئے مصر کا وارث ہونے کا بیان

"وَنُرِيد أَنْ نَمُنّ عَلَى الَّذِينَ اُسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْض وَنَجْعَلهُمْ أَئِمَّة" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال

**الثَّانِيَة يَاء : يُقْتَدَى بِهِمْ فِي الْخَيْرِ "وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ" مِلْكَ فِرْعَوْن**

اورہم چاہتے تھے کہ ہم ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں نہایت کمزور کر دیا گیا اور انھیں پیشوا بنائیں یہاں پر لفظ ائمہ یہ دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کو یاء سے تبدیل کیا گیا ہے۔یعنی بھلائی میں انہیں وارث بنایا گیا ہے۔اور انھی کو فرعون کی مملکت کا وارث بنائیں۔

یعنی اس ملعون کے انتظامات تو وہ تھے،اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے۔جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا ان ہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرا کر اس مظلوم وستم رسیدہ قوم سے زمین کو آباد کریں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیاوی حکومت بھی اس مظلوم ومقہور قوم کے حوالے کی جائے۔

یعنی جس خطرہ کی وجہ سے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزار ہا بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کر لیے کہ کسی طرح اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے۔جس کے ہاتھ پر اس کی تباہی مقدر تھی،لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے بستر پر اسی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز ونعم سے پرورش کرایا۔اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے،کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

## فرعون اور اس کی ہلاکت کے واقعہ کا بیان

یہ آیتیں ہیں واضح جلی روشن صاف اور کھلے قرآن کی تمام کاموں کی اصلیت اب گذشتہ اور آئندہ کی خبریں اس میں ہیں اور سب سچی اور کھلی۔ہم تیرے سامنے موسیٰ اور فرعون کا سچا واقعہ بیان کرتے ہیں۔جیسے اور آیت میں ہے ہم تیرے سامنے بہترین واقعہ بیان کرتے ہیں۔اس طرح کہ گویا تو اس کے ہونے کے وقت وہیں موجود تھا۔فرعون ایک متکبر سرکش اور بد دماغ انسان تھا۔اس نے لوگوں پر بری طرح قبضہ جما رکھا تھا اور انہیں آپس میں لڑوا لڑوا کر ان میں پھوٹ اور اختلاف ڈلوا کر انہیں کمزور کر کے خود ان پر جبر وتعدی کے ساتھ سلطنت کر رہا تھا۔خصوصاً بنی اسرائیل کو تو اس ظالم نے نیست ونابود کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔اور دن رات یہ بیچارے بیکار میں گھسیٹے جاتے تھے۔اس پر بھی اس کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا یہ ان کی نرینہ اولاد کو قتل کروا ڈالتا تھا۔تا کہ یہ افرادی قوت سے محروم رہیں قوت والے نہ ہو جائیں اور اس لئے بھی کہ یہ ذلیل وخوار رہیں اور اس لئے بھی کہ اسے ڈر تھا کہ ان میں سے ایک بچے کے ہاتھوں میری سلطنت تباہ ہونے والی ہے۔بات یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام مصر کی حکومت میں سے مع اپنی بیوی صاحبہ حضرت سارہ کے جا رہے تھے اور یہاں کے سرکش بادشاہ نے حضرت سارہ کو لونڈی بنانے کے لئے آپ سے چھین لیا جنہیں اللہ نے اس کافر سے محفوظ رکھا اور اسے آپ پر دست درازی کرنے کی قدرت ہی حاصل نہ ہوئی تو اس وقت حضرت ابراہیم نے بطور پیش گوئی فرمایا تھا کہ تیری اولاد میں سے ایک کی اولاد کے لڑکے کے ہاتھوں ملک مصر اس قوم سے جاتا رہے گا اور ان کا بادشاہ اس کے سامنے ذلت کے ساتھ ہلاک ہوگا۔چونکہ یہ روایت چلی آ رہی تھی اور ان کے درس میں ذکر ہوتا رہتا تھا جسے

قبطی بھی سنتے تھے جو فرعون کی قوم تھی، انہوں نے دربار میں مخبری کی جب سے فرعون نے یہ ظالمانہ اور سفاکانہ قانون بنادیا کہ بنو اسرائیل کے بچے قتل کردیئے جائیں اوران کی بچیاں چھوڑ دی جائیں۔لیکن رب کو جو منظور ہوتا ہے وہ اپنے وقت پر ہو کر ہی رہتا ہے حضرت موسیٰ زندہ رہ گئے اور اللہ نے آپ کے ہاتھوں اس عاری سرکش کو ذلیل وخوار کیا، فالحمد للہ چنانچہ فرمان ہے کہ ہم نے ان ضعیفوں اور کمزوروں پر رحم کرنا چاہا۔ظاہر ہے کہ اللہ کی چاہت کا پورا ہونا یقینی ہے۔جیسے فرمایا آیت ( وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۱۳۷)۔7الاعراف:137) آپ نے اس گری پڑی قوم کو ان کی تمام چیزوں کا مالک بنادیا۔فرعون نے اپنی تمام تر طاقت کا مظاہرہ کیا لیکن اسے اللہ کی طاقت کا اندازہ ہی نہ تھا۔آخر اللہ کا ارادہ غالب رہا اور جس ایک بچے کی خاطر ہزاروں بیگناہ بچوں کا خون ناحق بہایا تھا۔اس بچے کو قدرت نے اسی کی گود میں پلوایا، پروان چڑھایا، اور اسی کے ہاتھوں اسکا اسکے لشکر کا اور اسکے ملک ومال کا خاتمہ کرایا تا کہ وہ جان لے اور مان لے کہ وہ اللہ کا ذلیل مسکین بیدست وپا غلام تھا اور رب کی چاہت پر کسی کی چاہت غالب نہیں آسکتی۔حضرت موسیٰ اوران کی قوم کو اللہ نے مصر کی سلطنت دی اور فرعون جس سے خائف تھا وہ سامنے آگیا اور تباہ وبرباد ہوا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ |
| اور ہم انھیں ملک میں حکومت واقتدار بخشیں اور فرعون اور ہامان اوران دونوں کی فوجوں کو وہ (انقلاب) |
| دکھادیں جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔ |

## مصر اور شام میں اقتدار دیئے جانے کا بیان

"وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْض" أَرْض مِصْر وَالشَّام "وَنُرِيَ فِرْعَوْن وَهَامَان وَجُنُودهمَا" وَفِي قِرَاءَة وَيَرَى بِفَتْحِ التَّحْتَانِيَّة وَالرَّاء وَرَفْع الْأَسْمَاء الثَّلَاثَة "مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ" يَخَافُونَ مِنْ الْمَوْلُود الَّذِي يَذْهَب مُلْكهمْ عَلَى يَدَيْهِ

اور ہم انھیں ملک یعنی مصر اور شام میں حکومت واقتدار بخشیں اور فرعون اور ہامان اوران دونوں کی فوجوں کو وہ دکھادیں۔یہاں پر لفظ نری ایک قرأت کے مطابق یری ہے۔یعنی یاء اور راء کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے تا کہ تینوں اسماء یعنی فرعون، ہامان اور جنود کو رفع دینے والا ہے۔جس سے وہ ڈرا کرتے تھے۔یعنی وہ اس بچے سے خوف زدہ تھے جس کے ہاتھوں ان کی مملکت کو زوال پذیر ہونا تھا۔

| |
|---|
| وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ |
| وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَاۗدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس پر ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور |

نہ غم کر، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس لانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف الہام کا بیان

"وَأَوْحَيْنَا" وَحْي إلْهَام أَوْ مَنَام "إلَى أُمّ مُوسَى" وَهُوَ الْمَوْلُود الْمَذْكُور وَلَمْ يَشْعُر بِوِلَادَتِهِ غَيْر أُخْته "أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْت عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمّ" الْبَحْر أَيْ النِّيل "وَلَا تَخَافِي" غَرَقه "وَلَا تَحْزَنِي" لِفِرَاقِهِ "إنَّا رَادُّوهُ إلَيْك وَجَاعِلُوهُ مِنْ الْمُرْسَلِينَ" فَأَرْضَعَتْهُ ثَلَاثَة أَشْهُر لَا يَبْكِي وَخَافَتْ عَلَيْهِ فَوَضَعَتْهُ فِي تَابُوت مَطْلِيّ بِالْقَارِ مِنْ الدَّاخِل مُمَهَّد لَهُ فِيهِ وَأَغْلَقَتْهُ وَأَلْقَتْهُ فِي بَحْر النِّيل لَيْلًا

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی یعنی الہام کیا یا حالت نیند میں بتایا اور ذکر کردہ بچہ سے مراد موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ابھی تک ان کی بہن کے سوا کسی کو ان کے میلاد کا پتہ نہیں تھا۔ کہ اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس پر ڈرے تو اسے دریائے نیل میں ڈال دے اور اس کے ڈوبنے سے نہ ڈر اور اس کے فراق کا غم نہ کرنا، بے شک ہم اسے تیرے پاس واپس لانے والے ہیں اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔ پس آپ کی والدہ نے تین ماہ آپ کو دودھ پلایا اس حال میں کہ آپ کبھی بھی رویا نہیں کرتے تھے اور جب انہیں اندیشہ ہوا کہ تو انہوں نے آپ ایک تابوت جو اندر سے روغن تارکول والا تھا اس بچھے ہوئے پنگھوڑے میں رکھ دیا اور اس کو مکفل کر کے دریائے نیل میں رات کے وقت ڈال دیا۔

## بچوں کا قتل اور بنی اسرائیل کا بیان

مروی ہے کہ جب بنی اسرائیل کے ہزارہا بچے قتل ہو چکے تو قبطیوں کو اندیشہ ہوا کہ اگر بنو اسرائیل ختم ہو گئے تو جتنے ذلیل کام اور بیہودہ خدمتیں حکومت ان سے لے رہی ہیں کہیں ہم سے نہ لینے لگیں۔ تو دربار میں میٹنگ ہوئی اور یہ رائے قرار پائی کہ ایک سال مار ڈالے جائیں اور دوسرے سال قتل نہ کئے جائیں۔ حضرت ہارون اس سال تولد ہوئے جس سال بچوں کو قتل نہ کیا جاتا تھا لیکن حضرت موسیٰ اس سال پیدا ہوئے جس سال بنی اسرائیل کے لڑکے عام طور پر تہ تیغ ہو رہے تھے۔ عورتیں گشت کرتی رہتی تھی اور حاملہ عورتوں کا خیال رکھتی تھی۔ ان کے نام لکھ لیے جاتے تھے۔ وضع حمل کے وقت یہ عورتیں پہنچ جاتی تھی اگر لڑکی ہوئی تو واپس چلی جاتی تھی اور اگر لڑکا ہوا تو فوراً جلادوں کو خبر کر دیتی تھی۔ یہ لوگ تیز چھرے لئے اسی وقت آ جاتے تھے اور ماں باپ کے سامنے اسی وقت ان کے بچوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے چلے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کا جب حمل ہوا تو عام حمل کی طرح اس کا پتا نہ چلا اور جو عورتیں اس کام پر مامور تھی اور جتنی دائیاں آتی تھی کسی کو حمل کا پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ حضرت موسیٰ تولد بھی ہو گئے آپ کی والدہ سخت پریشان ہونے لگی اور ہر وقت خوفزدہ رہنے لگیں اور اپنے بچے سے محبت بھی اتنی تھی کہ کسی ماں کو اپنے بچے سے اتنی نہ ہوگی۔ ایک ماں پر ہی کیا موقوف اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کا چہرہ ہی ایسا بنایا تھا۔ کہ جس کی نظر پڑ جاتی تھی اس کے دل میں ان کی محبت بیٹھ جاتی تھی۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ولادت کے بعد مکفل دریا میں ڈال دینے کا بیان

پس جب کہ والدہ موسیٰ ہر وقت کبیدہ خاطر، خوفزدہ اور رنجیدہ رہنے لگیں تو اللہ نے ان کے دل میں خیال ڈالا کہ اسے دودھ پلاتی رہے اور خوف کے موقعہ پر انہیں دریائے نیل میں بہادے جس کے کنارے پر ہی آپ کا مکان تھا۔ چنانچہ یہی کیا کہ ایک پیٹی کی وضع کا صندوق بنالیا اس میں حضرت موسیٰ کو رکھ دیا دودھ پلا دیا کرتیں اور اس میں سلا دیا کرتیں۔ جہاں کوئی ایسا ڈراؤنا موقعہ آیا تو اس صندوق کو دریا میں بہادیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف ٹل جانے کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔

ایک مرتبہ ایک ایسا شخص گھر میں آنے لگا جس سے آپ کی والدہ صاحبہ کو بہت دہشت ہوئی دوڑ کر بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں بہادیا اور جلدی اور گھبراہٹ میں ڈوری باندھنی بھول گئیں صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا اور فرعون کے محل کے پاس گزرا تو لونڈیوں نے اسے اٹھالیا اور فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں راستے میں انہوں نے اسے ڈر کے مارے کھولا نہ تھا کہ کہیں تہمت ان پر نہ لگ جائے جب فرعون کی بیوی کے پاس اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں تو ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا صحیح سالم بچہ لیٹا ہوا ہے جسے دیکھتے ہی ان کا دل مہر محبت سے بھر گیا اور اس بچہ کی پیاری شکل دل میں گھر کر گئی۔ اس میں بھی رب کی مصلحت تھی کہ فرعون کی بیوی کو راہ راست دکھائے اور فرعون کے سامنے اس کا ڈر لائے اور اسے اور اس کے غرور کو ڈھائے تو فرماتا ہے کہ آل فرعون نے اس صندوق کو اٹھالیا اور انجام کار وہ ان کی دشمنی اور ان کے رنج وملال کا باعث ہوا۔

محمد بن اسحاق وغیرہ فرماتے ہیں لیکون کا لام لام عاقبت ہے لام تعلیل نہیں۔ اس لئے کہ ان کا ارادہ نہ تھا بظاہر یہ ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے لیکن معنی کو دیکھتے ہوئے لام کو لام تعلیل سمجھنے میں بھی کوئی حرج نہیں اتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس صندوقچے کا اٹھا نے والا اس لئے بنایا تھا کہ اللہ اسے ان کے لئے دشمن بنا دے اور ان کے رنج وغم کا باعث بنائے بلکہ اس میں ایک لطف یہ بھی ہے کہ جس سے وہ بچنا چاہتے تھے وہ ان کے سر چڑھ گیا۔ اس لئے اس کے بعد ہی فرمایا گیا کہ فرعون ہامان اور ان کے ساتھی خطا کار تھے۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۝ |
| پھر فرعون کے گھر والوں نے انہیں اٹھالیا تا کہ وہ ان کے لئے دشمن اور غم ثابت ہوں، بیشک فرعون اور |
| ہامان اور ان دونوں کی فوجیں سب خطا کار تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دینے کا بیان

"فَالْتَقَطَهُ" بِالتَّابُوتِ صَبِيحَةَ اللَّيْلِ "آل" أَعْوَان "فِرْعَوْن" فَوَضَعُوهُ بَيْنَ يَدَيْهِ وَفُتِحَ وَأُخْرِجَ مُوسَى مِنْهُ وَهُوَ يَمُصّ مِنْ إِبْهَامه لَبَنًا "لِيَكُونَ لَهُمْ" فِي عَاقِبَة الْأَمْر "عَدُوًّا" يَقْتُل رِجَالهمْ "وَحَزَنًا" يَسْتَعْبِد نِسَاءَهُمْ وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْحَاء وَسُكُون الزَّاي لُغَتَانِ فِي الْمَصْدَر وَهُوَ هُنَا بِمَعْنَى اسْم الْفَاعِل

مِنْ حَزَّنَهٗ كَاَحْزَنَهٗ "اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ" وَزِيْرَه "وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِيْنَ" مِنَ الْخَطِيْئَةِ اَىْ عَاصِيْنَ فَعُوْقِبُوا عَلٰى يَدَيْهِ

پھر فرعون کے گھر والوں یعنی اس کے خدمتگاروں نے انھیں تابوت سمیت اسی رات کی صبح کو دریا سے اٹھالیا اور فرعون کے سامنے لائے اور اس کو کھولا تو موسیٰ علیہ السلام کو باہر نکالا جبکہ آپ اس وقت اپنے مبارک انگشت سے دودھ پی رہے تھے۔ تا کہ وہ مشیّتِ الٰہی سے ان کے لئے دشمن یعنی ان کے مردوں کے قتل کے سبب اور باعثِ غم ثابت ہوں، یعنی ان کی عورتوں کو باندیاں بنا کر باعث غم ثابت ہو۔ یہاں پر لفظ حزنا یہ حاء کے ضمہ اور زاء کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اس لفظ میں دو لغات ہیں۔ ایک یہ مصدر ہے اور مصدر بمعنی یا اسم فاعل ہے۔ اور دوسرا یہ مصدر حزنہ ہے جیسے احزنہ آتا ہے۔ بیشک فرعون اور ہامان جو اس کا وزیر تھا اور ان دونوں کی فوجیں سب خطا کار تھے۔ یہاں پر لفظ خاطئین یہ خطیئہ سے مشتق ہے جس کا معنی غلطی و نافرمانی کرنا ہے۔ اسی وجہ سے ان کو آپ کے ہاتھوں سزا دی گئی۔

چنانچہ ام موسیٰ نے وحی کے مطابق اس بچہ کو کسی تابوت یا ٹوکرے میں رکھ کر دریائے نیل کی موجوں کے سپرد کر دیا۔ یہ تابوت موجوں پر سفر کرتے کرتے جب اس مقام پر پہنچا جہاں فرعون کے محلات تھے تو فرعون کے اہل کاروں نے اسے دیکھ لیا اور اسے پکڑ کر فرعون اور اس کی بیوی کے پیش کر دیا۔ یا ممکن ہے کہ فرعون اور اس کی بیوی سیر و تفریح کی غرض سے محل سے نکل کر دریا کے کنارے آئے ہوئے ہوں اور انہوں نے خود یہ تابوت دیکھ کر اسے نکال لانے کا حکم دیا ہو۔ چنانچہ فرعون اور اس کی بیوی اس بچہ کو اپنے ہاں لے آئے۔ جو ان کا دشمن اور ان کی تباہی کا باعث بننے والا تھا۔

| |
|---|
| وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ |
| اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ |
| اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ میری اور تیری آنکھ کے لئے ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے |
| یا ہم اس کو بیٹا بنالیں اور وہ بے خبر تھے۔ |

## فرعون کے ارادہ قتل کے باوجود قتل نہ ہو سکنے کا بیان

"وَقَالَتْ امْرَاَةُ فِرْعَوْنَ" وَقَدْ هَمَّ مَعَ اَعْوَانِه بِقَتْلِهٖ هُوَ "قُرَّةُ عَيْنٍ لِيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى اَنْ يَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا" فَاَطَاعُوْهَا "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِعَاقِبَةِ اَمْرِهِمْ مَعَهٗ،

اور فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر) کہا جبکہ فرعون اپنی حواریوں کے ہمراہ آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا اس وقت کہا یہ بچہ میری اور تیری آنکھ کے لئے ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اس کو بیٹا بنالیں تا کہ وہ ان کی اطاعت کرے۔ اور وہ بے خبر تھے۔ یعنی وہ اپنے ساتھ ہونے والے معاملہ کے انجام سے بے خبر تھے۔

حضرت آسیہ فرماتی ہے شاید ہمیں نفع پہنچائے۔ان کی امید اللہ نے پوری کی دنیا میں حضرت موسیٰ ان کی ہدایت کا ذریعہ بنے اور آخرت میں جنت میں جانے کا۔اور کہتی ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم اسے اپنا بچہ بنالیں۔ان کی کوئی اولاد نہ تھی تو چاہا کہ حضرت موسیٰ کو متبنی بنالیں۔ان میں سے کسی کو شعور نہ تھا کہ قدرت کس طرح پوشیدہ اپنا ارادہ پورا کر رہی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے قدریہ کو جو لوگ کہ تقدیر کے منکر ہیں ایک خط میں لکھا کہ موسیٰ کے سابق علم میں فرعون کے دشمن اور اس کے لئے باعث رنج وغم تھے جیسے قرآن کی اس آیت سے ثابت ہے لیکن تم کہتے ہو کہ فرعون چاہتا تو موسیٰ اس کے مددگار اور دوست ہوتے۔پھر فرماتا ہے کہ اس بچے کو دیکھتے ہی فرعون بدکا کہ ایسا نہ ہو کسی اسرائیلی عورت نے اسے پھینک دیا ہو اور کہیں یہ وہی نہ ہو جس کے قتل کرنے کے لئے ہزاروں بچوں کو فنا کر چکا ہوں۔یہ سوچ کر اس نے انہیں بھی قتل کرنا چاہا لیکن اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی سفارش کی۔فرعون کو اس کے ارادے سے روکا اور کہا اسے قتل نہ کیجئے بہت ممکن ہے کہ یہ آپ کی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہو مگر فرعون نے جواب دیا کہ تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو لیکن مجھے تو آنکھوں کی ٹھنڈک کی ضرورت نہیں۔اللہ کی شان دیکھئے کہ یہی ہوا کہ حضرت آسیہ کو اللہ نے اپنا دین نصیب فرمایا اور حضرت موسیٰ کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی اور اس متکبر کو اللہ نے اپنے نبی کے ہاتھوں ہلاک کیا۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| اور موسیٰ کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کر ہی دیتی، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے اس کے دل پر |
| بند باندھ دیا تھا، تاکہ وہ ایمان والوں میں سے ہو۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے صبر کا بیان

"وَأَصْبَحَ فُؤَاد أُمّ مُوسَى " لَمَّا عَلِمَتْ بِالْتِقَاطِهِ "فَارِغًا" مِمَّا سِوَاهُ "إِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ إِنَّهَا "كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ" أَيْ بِأَنَّهُ ابْنهَا "لَوْلَا أَنْ رَبَطْنَا عَلَى قَلْبهَا" بِالصَّبْرِ أَيْ سَكَّنَّاهُ "لِتَكُونَ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" الْمُصَدِّقِينَ بِوَعْدِ اللَّه وَجَوَاب لَوْلَا دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلهَا،

اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل خالی ہو گیا۔یعنی جب ان کو معلوم ہوا کہ فرعون نے اٹھالیا ہے۔یہاں پر لفظ اِن یہ ثقل سے مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہا ہے۔یقیناً وہ قریب تھی کہ اسے ظاہر کر ہی دیتی، کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے اس کے دل پر صبر کا بند باندھ دیا تھا، لہٰذا وہ خاموش ہو گئیں۔تاکہ وہ ایمان والوں میں سے ہو۔تاکہ وہ اللہ کے وعدہ کی تصدیق کریں۔یہ جملہ لولا کا جواب ہے جس پر اس کے ماقبل کی دلالت ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والدہ پر الہامی تسلی کا بیان

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے جب ان کو صندوقچہ میں ڈال کر دریا میں بہادیا تو بہت پریشان ہوئیں اور سوائے اللہ کے سچے

رسول اور اپنے لخت جگر حضرت موسیٰ کے آپ کو کسی اور چیز کا خیال ہی نہ رہا۔ صبر و سکون جاتا رہا دل میں بجز حضرت موسیٰ کی یاد کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر اللہ کی طرف سے ان کی دلجمعی نہ کردی جاتی تو وہ تو بے صبری میں راز فاش کر دیتیں لوگوں سے کہہ دیتیں کہ اس طرح میرا بچہ ضائع ہو گیا۔ لیکن اللہ نے اس کا دل ٹھہرا دیا ڈھارس دی اور تسکین دے دی کہ تیرا بچہ تجھے ضرور ملے گا۔

| |
|---|
| وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۡ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ |
| اور اس نے اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا۔ پس وہ اسے ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا بہ طور حفاظت نگرانی کرنے کا بیان

"وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ" مَرْيَم "قُصِّيْهِ" اتَّبِعِي أَثَرهُ حَتَّى تَعْلَمِي خَبَره "فَبَصُرَتْ بِهٖ" أَبْصَرَتْهُ "عَنْ جُنُب" مِنْ مَكَان بَعِيد اخْتِلَاسًا "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" أَنَّهَا أُخْته وَأَنَّهَا تَرْقُبهُ

اور اس نے اس کی بہن مریم سے کہا اس کے پیچھے پیچھے جا۔ یہاں تک اس کے بارے میں معلوم رکھے۔ پس وہ دور جگہ سے اسے ایک طرف سے دیکھتی رہی اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ اس بچے کی بہن ہے۔

والدہ موسیٰ نے اپنی بڑی بچی سے جو ذرا سمجھ دار تھیں فرمایا کہ بیٹی تم اس صندوق پر نظر جما کر کنارے کنارے چلی جاؤ دیکھو کیا انجام ہوتا ہے؟ مجھے بھی خبر کرنا تو یہ دور سے اسے دیکھتی ہوئی چلیں لیکن اس انجان پن سے کہ کوئی اور نہ سمجھ سکے کہ یہ اس کا خیال رکھتی ہوئی اس کے ساتھ جا رہی ہے۔ فرعون کے محل تک پہنچتے ہوئے اور وہاں اس کی لونڈیوں کو اٹھاتے ہوئے تو آپ کی ہمشیرہ نے دیکھا پھر وہیں باہر کھڑی رہ گئیں کہ شاید کچھ معلوم ہو سکے کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔ وہاں یہ ہوا کہ جب حضرت آسیہ نے فرعون کو اس کے خونی ارادے سے باز رکھا اور بچے کو اپنی پرورش میں لے لیا تو شاہی محل میں جتنی دایاں تھیں سب کو بچہ دیا گیا۔ ہر ایک نے بشری محبت و پیار سے انہیں دودھ پلانا چاہا لیکن بحکم الٰہی حضرت موسیٰ نے کسی کے دودھ کا ایک گھونٹ بھی نہ پیا۔ آخر اپنی لونڈیوں کے ہاتھوں اسے باہر بھیجا کہ کسی دایہ کو تلاش کرو جس کا دودھ یہ پیے اس کو لے آؤ۔ چونکہ رب العلمین کو یہ منظور نہ تھا کہ اس کا اپنی والدہ کے سوا کسی اور کا دودھ پیے اور اس میں سب سے بڑی مصلحت یہ تھی کہ اس بہانے حضرت موسیٰ اپنی ماں تک پہنچ جائیں۔ لونڈیاں آپ کو لے کر جب باہر نکلیں تو آپ کی بہن نے آپ کو پہچان لیا لیکن ان پر ظاہر نہ کیا اور نہ خود انہیں کوئی پتہ چل سکا آپ کی بہن تو پہلے بہت پریشان تھی لیکن اس کے بعد اللہ نے انہیں صبر و سکون دے دیا اور وہ خاموش اور مطمئن تھیں۔

| |
|---|
| وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ○ |
| اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ (علیہ السلام) پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا سو (موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے) کہا: |
| کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کر دیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا محل فرعون سے واپس گھر آنے کا بیان

"وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ " أَيْ قَبْلَ رَدِّهِ إِلَى أُمِّهِ أَيْ مَنَعْنَاهُ مِنْ قَبُولِ ثَدْيِ مُرْضِعَةٍ غَيْرِ أُمِّهِ فَلَمْ يَقْبَلْ ثَدْيَ وَاحِدَةٍ مِنَ الْمَرَاضِعِ الْمُحْضَرَةِ لَهُ "فَقَالَتْ" أُخْته "هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ بَيْت " لَمَّا رَأَتْ حُنُوَّهُمْ عَلَيْهِ "يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ " بِالْإِرْضَاعِ وَغَيْره "وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ " وَفَسَّرَتْ ضَمِير لَهُ بِالْمَلِكِ جَوَابًا لَهُمْ فَأُجِيبَتْ فَجَاءَتْ بِأُمِّهِ فَقَبِلَ ثَدْيهَا وَأَجَابَتْهُمْ عَنْ قَبُوله بِأَنَّهَا طَيِّبَة الرِّيح طَيِّبَة اللَّبَن فَأُذِنَ لَهَا فِي إرْضَاعه فِي بَيْتهَا فَرَجَعَتْ بِهِ كَمَا قَالَ تَعَالَى :

اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ علیہ السلام پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا یعنی آپ کو اپنی والدہ کی طرف لوٹانے سے پہلے یعنی آپ نے اپنی والدہ کے سوا کسی عورت کے پستان سے دودھ پینا پسند نہیں کیا۔لہٰذا جتنی دایاں تھیں کسی سے بھی دودھ کو پینا پسند نہیں کیا، پس موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے کہا: کیا میں تمہیں ایسے گھر والوں کی نشاندہی کروں۔ جو تمہارے لئے اس بچے کی پرورش کر دیں جب انہوں نے اس پر شفقت کو دیکھا کہ وہ رضاعت وکفالت وغیرہ کریں گے اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔ یہاں پر لہ ضمیر کو بادشاہ کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ جو ان کیلئے جواب ہے۔لہٰذا اس کی بات کو قبول کیا گیا۔تو وہ اپنی والدہ کو لے آئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے دودھ پینا قبول کرلیا۔اور آپ کی والدہ نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ عمدہ خوشبو پاکیزہ دودھ والی ہیں۔لہٰذا ان کو گھر میں لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ آپ کو لیکر گھر لوٹ آئیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

بہن نے انکو کہا کہ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟ انہوں نے کہا یہ بچہ کسی دائیہ کا دودھ نہیں پیتا اور ہم اس کے لئے دایہ کی تلاش میں ہیں۔ یہ سن کر ہمشیرہ موسیٰ نے فرمایا اگر تم کہو تو تمہیں ایک دائی کا پتہ دوں؟ ممکن ہے بچہ ان کا دودھ پی لے اور اسکی پرورش کریں اور اس کی خیر خواہی کریں۔ یہ سن کر انہیں کچھ شک گزرا کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی اصلیت ہے اور اس کے ماں باپ سے واقف ہے اسے گرفتار کرلیا اور پوچھا تمہیں کیا معلوم کہ وہ عورت اسکی کفالت اور خیر خواہی کرے گی؟ اس نے فوراً جواب دیا سبحان اللہ۔کون نہ چاہے گا کہ شاہی دربار میں اس کی عزت ہو۔ انعام واکرام کی خاطر کون اس سے ہمدردی نہ کریگا۔ان کی سمجھ میں بھی آ گیا کہ ہمارا پہلا گمان غلط تھا یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہے اسے چھوڑ دیا اور کہا اچھا چل اس کا مکان دکھا یہ انہیں لیکر اپنے گھر لے آئیں اور اپنی والدہ کی طرف اشارہ کرکے کہا انہیں دیجئے۔ سرکاری آدمیوں نے انہیں دیا تو بچہ دودھ پینے لگا۔فوراً یہ خبر حضرت آسیہ کو دی گئی وہ یہ سن کر بہت خوش ہوئیں اور انہیں اپنے محل میں بلوایا اور بہت کچھ انعام واکرام کیا لیکن یہ علم نہ تھا کہ فی الواقع یہی اس بچے کی والدہ ہیں۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت موسیٰ نے ان کا دودھ پیا تھا وہ ان سے بہت خوش ہوئیں۔ کچھ دنوں تک تو یونہی کام چلتا رہا۔ آخر کار ایک روز حضرت آسیہ نے فرمایا میری خوشی ہے کہ تم محل میں آ جاؤ یہیں رہو سہو اور اسے دودھ پلاتی رہو۔ ام موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو مجھ سے نہیں ہوسکتا میں بال بچوں والی ہوں میرے میاں بھی ہیں میں انہیں دودھ پلا دیا کرونگی پھر آپ کے ہاں بھیج دیا کرونگی۔ یہ طے

ہوا اور اس پر فرعون کی بیوی بھی رضامند ہو گئیں ام موسیٰ کا خوف امن سے، فقیری امیری سے، بھوک آسودگی سے، دولت عزت میں بدل گئی۔ روزانہ انعام و اکرام پاتیں۔ کھانا، کپڑا، شاہی طریق پر ملتا اور اپنے پیارے بچے کو اپنی گود میں پالتیں۔ ایک ہی رات یا ایک ہی دن یا ایک دن ایک رات کے بعد ہی اللہ نے اس کی مصیبت کو راحت سے بدل دیا۔

| |
|---|
| فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ |
| پس ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہوں |
| اور تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدت رضاعت تک والدہ کے پاس رہنے کا بیان

"فَرَدَدْنَاهُ إِلَى أُمِّه كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا" بِلِقَائِهِ "وَلَا تَحْزَنَ" حِینَئِذٍ "وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْد اللّٰه" بِرَدِّهِ إِلَيْهَا "حَق وَلٰكِنَّ أَكْثَرهمْ" أَیْ النَّاس "لَا یَعْلَمُونَ" بِهٰذَا الْوَعْد وَلَا بِأَنَّ هٰذِهِ أُخْته وَهٰذِهِ أُمّه فَمَكَثَ عِنْدهَا إِلَى أَنْ فُطِمَ وَأُجْرِیَ عَلَیْهَا أُجْرَتهَا لِكُلِّ یَوْم دِینَار وَأَخَذَتْهَا لِأَنَّهَا مَال حَرْبِیّ فَأَتَتْ بِهِ فِرْعَوْن فَتَرَبَّى عِنْده كَمَا قَالَ تَعَالَى حِكَایَة عَنْهُ فِی سُورَة الشُّعَرَاء "أَلَمْ نُرَبِّك فِینَا وَلِیدًا وَلَبِثْت فِینَا مِنْ عُمُرك سِنِینَ"

پس ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ان کی والدہ کے پاس لوٹا دیا تا کہ ان کی آنکھ ٹھنڈی رہے اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کیونکہ اس نے آپ کی طرف آپ کے بیٹے کو لوٹا دیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس وعدے کو نہیں جانتے۔ کیونکہ انہیں نہیں پتہ کہ یہ آپ کی بہن ہے اور یہ آپ کی ماں ہے۔ پس آپ اپنی والدہ کے ہاں دودھ چھڑوانے کی مدت تک رہے۔ اس دوران فرعون کی جانب سے آپ کو روزانہ کا ایک دینار بہ طور اجرت دیا جاتا تھا۔ آپ نے اس کو وصول کیا کیونکہ وہ حربی کا مال تھا۔ اس کے بعد آپ کو فرعون کے پاس لایا گیا اور اسی کے ہاں آپ کی تربیت کی گئی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بہ طور حکایت سورہ شعراء میں بیان کیا ہے۔ "أَلَمْ نُرَبِّكَ فِینَا وَلِیدًا وَلَبِثْتَ فِینَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِینَ"

حدیث شریف میں ہے جو شخص اپنا کام دھندا کرے اور اسمیں اللہ کا خوف اور میری سنتوں کا لحاظ کرے اسکی مثال ام موسیٰ کی مثال ہے کہ اپنے ہی بچے کو دودھ پلائے اور اجرت بھی لے۔ اللہ کی ذات پاک ہے اسی کے ہاتھ میں تمام کام ہے اسی کا چاہا ہوا ہوتا ہے اور جس کام کو وہ نہ چاہے ہرگز نہیں ہوتا۔ یقیناً وہ ہر اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اس پر توکل کرے۔ اس کی فرمانبرداری کرنے والے کا دستگیر وہی ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کے آڑے وقت کام آتا ہے اور ان کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے اور ان کی تنگی کو فراخی سے بدلتا ہے۔ اور ہر رنج کے بعد راحت عطا فرماتا ہے۔ فسبحانہ ما اعظم شانہ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اسے اسکی ماں کی طرف واپس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور اسے اپنے بچے کا صدمہ نہ رہے۔ اور وہ اللہ کے وعدوں کو بھی سچا سمجھے اور یقین مان لے کہ وہ ضرور نبی اور رسول بھی ہونے والا ہے، اب آپ کی والدہ اطمینان سے آپ کی پرورش میں مشغول ہو گئیں اور اسی طرح پرورش

کی جس طرح ایک بلند درجہ نبی کی ہونی چاہیے۔ ہاں رب کی حکمتیں بیعلموں کی نگاہ سے اوجھل رہتی ہیں۔ وہ اللہ کے احکام کی غایت کو اور فرمانبرداری کے نیک انجام کو نہیں سوچتے۔ ظاہری نفع نقصان کے پابند رہتے ہیں۔ اور دنیا پر ریجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ انہیں یہ نہیں سوجھتا کہ ممکن ہے جسے وہ برا سمجھ رہے ہیں اچھا ہو اور بہت ممکن ہے کہ جسے وہ اچھا سمجھ رہے ہیں وہ برا ہو یعنی ایک کام برا جانتے ہوں مگر کیا خبر کہ اس میں قدرت نے کیا فوائد پوشیدہ رکھیں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ اسْتَوٰۤی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ○ |
| اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچا اور پورا طاقتور ہو گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا |
| اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم عطاء ہونے کا بیان

"وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ" وَهُوَ ثَلَاثُونَ سَنَة أَوْ وَثَلَاث "وَاسْتَوَىٰ" أَيْ بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَة "آتَيْنَاهُ حُكْمًا" حِكْمَة "وَعِلْمًا" فِقْهًا فِي الدِّين قَبْل أَنْ يُبْعَث نَبِيًّا "وَكَذَلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُ "نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ" لِأَنْفُسِهِمْ

اور جب وہ اپنی جوانی کی عمر یعنی ۳۰ یا ۳۳ سال کی عمر کو پہنچے اور پورا ۴۰ سال میں پورے طاقتور ہو گئے تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا یعنی بعثت نبوت سے پہلے دین میں فقہ عطا کی اور اسی طرح نیکی کرنے والوں کو ان کیلئے ہم بدلہ دیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس اور مجاہد سے بروایت عبد ابن حمید یہ منقول ہے کہ اشد عمر کے تینتیس سال میں ہوتا ہے اسی کو سن کمال یا سن وقوف کہا جاتا ہے جس میں بدن کا نشو ونما ایک حد پر پہنچ کر رک جاتا ہے اس کے بعد چالیس کی عمر تک وقوف کا زمانہ ہے اسی کو استویٰ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے چالیس سال کے بعد انحطاط اور کمزوری شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عمر کا اشد تینتیس سال کی عمر سے شروع ہو کر چالیس سال تک رہتا ہے۔ حکم سے مراد نبوت و رسالت ہے اور علم سے مراد احکام الٰہیہ شرعیہ کا علم ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰى حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ٘ هٰذَا |
| مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَى الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ |
| فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَیْهِ ٘ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ○ |
| اور وہ شہر میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم |
| سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں میں سے ہے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی جو اس کے دشمنوں |
| سے تھا، تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ کہا یہ شیطان کے کام سے ہے، یقیناً وہ کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھونسہ سے قبطی کے قتل ہوجانے کا بیان

"وَدَخَلَ" مُوسَى "الْمَدِينَة" مَدِينَة فِرْعَوْن وَهِيَ مَنْف بَعْد أَنْ غَابَ عَنْهُ مُدَّة "عَلَى حِين غَفْلَة مِنْ أَهْلهَا" وَقْت الْقَيْلُولَة "فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَته" أَيْ إِسْرَائِيلِيّ "وَهَذَا مِنْ عَدُوّه" أَيْ قِبْطِيّ يُسَخِّر إِسْرَائِيلِيًّا لِيَحْمِل حَطَبًا إِلَى مَطْبَخ فِرْعَوْن "فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَته عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوّه" فَقَالَ لَهُ مُوسَى خَلِّ سَبِيله فَقِيلَ إِنَّهُ قَالَ لِمُوسَى لَقَدْ هَمَمْت أَنْ أَحْمِلهُ عَلَيْك "فَوَكَزَهُ مُوسَى" أَيْ ضَرَبَهُ بِجَمْعِ كَفّه وَكَانَ شَدِيد الْقُوَّة وَالْبَطْش "فَقَضَى عَلَيْهِ" قَتَلَهُ وَلَمْ يَكُنْ قَصَدَ قَتْله وَدَفَنَهُ فِي الرَّمْل "قَالَ هَذَا" قَتْله "مِنْ عَمَل الشَّيْطَان" الْمُهَيِّج غَضَبِي "إِنَّهُ عَدُوّ" لِابْنِ آدَم "مُضِلّ" لَهُ "مُبِين" بَيِّن الْإِضْلَال

اور وہ شہر یعنی فرعون کے شہر جس کا نام منف تھا ایک مدت دور رہنے کے بعد اس میں اس کے رہنے والوں کی کسی قدر غفلت کے وقت داخل ہوا، کیونکہ وہ اس وقت قیلولہ کرر ہے تھے۔ تو اس میں دو آدمیوں کو پایا کہ لڑ رہے ہیں، یہ اس کی قوم یعنی بنی اسرائیل سے ہے اور یہ اس کے دشمنوں یعنی قبطیوں میں سے ہے۔ تو قبطی اسرائیلی کو مجبور کررہا تھا کہ وہ لکڑیوں کو فرعون کے باورچی خانے تک لے جائے۔ تو جو اس کی قوم سے تھا اس نے اس سے اس کے خلاف مدد مانگی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی سے کہا کہ اسے چھوڑ دو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے جو اس کے دشمنوں سے تھا، کہا میں اس سے لکڑیاں اٹھوانے کا ارادہ کر چکا ہوں تو موسیٰ نے اسے گھونسا مارا یعنی اپنے ہاتھ کی پوری ہتھیلی سے جو بڑی طاقت سے ہتھیلی سے مارا جاتا ہے۔ مارا تو اس کا کام تمام کر دیا۔ یعنی وہ قتل ہوگیا حالانکہ آپ نے اس کے قتل کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ اور اس کو ریت میں دفن کر دیا کہا یہ قتل ہوجانا شیطان کے کام سے ہے، جو میرے غصے کو بھڑکانے والا ہے۔ یقیناً وہ اولاد آدم کو کھلم کھلا گمراہ کرنے والا دشمن ہے۔

المدینہ سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک شہر مصر ہے۔ اس میں داخل ہونے کے لفظ سے معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام مصر سے باہر کہیں گئے ہوئے تھے پھر ایک روز اس شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جو عام لوگوں کی غفلت کا وقت تھا۔ آگے قتل قبطی کے قصہ میں اس کا بھی تذکرہ ہے کہ یہ وہ زمانہ تھا جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نبوت ورسالت کا اور دین حق کا اظہار شروع کر دیا تھا اسی کے نتیجہ میں کچھ لوگ ان کے مطیع وفرمانبردار ہوگئے تھے جو ان کے متبعین کہلاتے تھے مِنْ شِيعَتِهٖ کا لفظ اس پر شاہد ہے۔ ان تمام قرائن سے اس روایت کی تائید ہوتی ہے جو ابن اسحٰق اور ابن زید سے منقول ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ہوش سنبھالا اور دین حق کی کچھ باتیں لوگوں سے کہنے لگے تو فرعون ان کا مخالف ہوگیا اور قتل کا ارادہ کیا مگر فرعون کی بیوی حضرت آسیہ کی درخواست پر ان کے قتل سے باز آیا مگر ان کو شہر سے نکالنے کا حکم دیدیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر میں کسی جگہ رہنے لگے اور کبھی کبھی چھپ کر مصر شہر میں آتے تھے اور عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک دوپہر کا وقت ہے جبکہ لوگ قیلولہ میں تھے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَغَفَرَلَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ |
| (موسیٰ علیہ السلام) عرض کرنے لگے: اے میرے رب! بیشک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا سو تو مجھے معاف فرمادے |
| پس اس نے انھیں معاف فرمادیا، بیشک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائے بخشش مانگنے کا بیان

"قَالَ" نَادِمًا "رَبّ إِنِّی ظَلَمْت نَفْسِی" بِقَتْلِهِ "فَاغْفِرْ لِی فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُور الرَّحِيم" أَیْ الْمُتَّصِف بِهِمَا أَزَلًا وَأَبَدًا

حضرت موسیٰ علیہ السلام ندامت سے عرض کرنے لگے: اے میرے رب! بیشک میں نے اس کے قتل کی وجہ سے اپنی جان پر ظلم کیا ہے لہٰذا تو مجھے معاف فرمادے پس اس نے انھیں معاف فرمادیا، بیشک وہ بڑا ہی بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔یعنی تو ان دونوں صفات سے ازلی وابدی متصف ہے۔

یہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بطریق تواضع ہے کیونکہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہیں ہوئی اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ نہیں ہوتے۔ قبطی کا مارنا آپ کا دفعِ ظلم اور امدادِ مظلوم تھی یہ کسی ملت میں بھی گناہ نہیں پھر بھی اپنی طرف تقصیر کی نسبت کرنا اور استغفار چاہنا یہ مقربین کا دستور ہی ہے۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس میں تاخیر اولیٰ تھی اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ترک اولیٰ کو زیادتی فرمایا اور اس پر حق تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قصص، لاہور)

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ○ |
| موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں |
| سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنے کا بیان

"قَالَ رَبّ بِمَا أَنْعَمْت" بِحَقِّ إنْعَامك "عَلَیَّ" بِالْمَغْفِرَةِ اعْصِمْنِی "فَلَنْ أَكُون ظَهِيرًا" عَوْنًا "لِلْمُجْرِمِينَ" الْكَافِرِينَ بَعْد هَذِهِ إنْ عَصَمْتنِی،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں یعنی تیرے انعامات کا مجھ پر برحق ہیں۔لہٰذا معافی کے ساتھ تو مجھے بچالے سو کبھی میں مجرموں یعنی کفار کی مدد نہ کروں گا۔یعنی اگر تو نے مجھے اس واقعہ سے بچالیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس لغزش کو جب حق تعالیٰ نے معاف فرمادیا تو آپ نے اس نعمت کے شکر میں یہ عرض کیا کہ میں آئندہ کسی مجرم کی مدد نہ کروں گا۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس اسرائیلی کی مدد کے لئے یہ اقدام کیا تھا

دوسرے واقعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی تھی کہ وہ خود ہی جھگڑالو ہے، جھگڑا لڑائی اس کی عادت ہے اس لئے اس کو مجرم قرار دے کر آئندہ کسی ایسے شخص کی مدد نہ کرنے کا عہد فرمایا اور حضرت ابن عباس سے اس جگہ مجرمین کی تفسیر کافرین کے ساتھ منقول ہے اور قتادہ نے بھی تقریباً ایسا ہی فرمایا ہے اس تفسیر کی بنا پر واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسرائیلی جس کی امداد موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی یہ بھی مسلمان نہ تھا مگر اس کو مظلوم سمجھ کر امداد فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد سے دو مسئلے ثابت ہوئے۔

اول یہ کہ مظلوم اگرچہ کافر یا فاسق ہی ہو اس کی امداد کرنا چاہئے۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کسی مجرم ظالم کی مدد کرنا جائز نہیں۔ علماء نے اس آیت سے استدلال فرما کر ظالم حکام کی ملازمت کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کہ وہ بھی ان کے ظلم کے شریک سمجھے جائیں گے اور اس پر سلف صالحین سے متعدد روایات نقل کی ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ |
| قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ○ |
| پس موسیٰ (علیہ السلام) نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی اس انتظار میں کی کہ دفعتہً وہی شخص جس نے آپ سے گزشتہ روز |
| مدد طلب کی تھی آپ کو امداد کے لئے پکار رہا ہے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اس سے کہا: بیشک تو صریح گمراہ ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرے روز قبطی کے خلاف مدد نہ کرنے کا بیان

"فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِینَة خَائِفًا یَتَرَقَّب" یَنْتَظِر مَا یَنَالهُ مِنْ جِهَة الْقَتِیل "فَإِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ یَسْتَصْرِخهُ" یَسْتَغِیث بِهِ عَلَی قِبْطِیّ آخَر "قَالَ لَهُ مُوسَی إِنَّك لَغَوِیّ مُبِین" بَیِّن الْغَوَایَة لِمَا فَعَلْته بِالْأَمْسِ وَالْیَوْم

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شہر میں ڈرتے ہوئے صبح کی اس انتظار میں کہ اب کیا ہوگا؟ کیونکہ آپ کو انتظار تھا کہ اس قتل کے بدلے میں کیا ہونے والا ہے۔ تو دفعتہً وہی شخص جس نے آپ سے گزشتہ روز مدد طلب کی تھی آپ کو دوبارہ قبطی کے خلاف امداد کے لئے پکار رہا ہے۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا: بیشک تو صریح گمراہ ہے۔ یعنی گمراہی میں کیونکہ جو تو نے کل کیا ہے آج بھی وہی ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ فرعون کی قوم کے لوگوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ کسی بنی اسرائیل نے ہمارے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے اس پر فرعون نے کہا کہ قاتل اور گواہوں کو تلاش کرو فرعونی گشت کرتے پھرتے تھے اور انھیں کوئی ثبوت نہیں ملتا تھا دوسرے روز جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پھر ایسا اتفاق پیش آیا کہ وہی بنی اسرائیل جس نے ایک روز پہلے ان سے مدد چاہی تھی آج پھر ایک فرعونی سے لڑ رہا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر ان سے فریاد کرنے لگا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ روز لوگوں سے لڑتا ہے اپنے آپ کو بھی مصیبت و پریشانی میں ڈالتا ہے اور اپنے مددگاروں کو بھی کیوں ایسے

موقعوں سے نہیں بچتا اور کیوں احتیاط نہیں کرتا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رحم آیا اور آپ نے چاہا کہ اس کو فرعونی کے پنجہ ظلم سے رہائی دلائیں۔ (تفسیر خازن، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِىْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِىْ كَمَا قَتَلْتَ |
| نَفْسًا ۢ بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِى الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ |
| پس جب انہوں نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑیں جو ان دونوں کا دشمن ہے تو وہ بول اٹھا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے (بھی) |
| قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ تم نے کل ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ تم صرف یہی چاہتے ہو کہ ملک میں بڑے جابر بن جاؤ |
| اور تم یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے بنو۔ |

## موسیٰ علیہ السلام کے فعل قتل کی اطلاع فرعون کو ہو جانے کا بیان

"فَلَمَّا أَنْ" زَائِدَة "أَرَادَ أَنْ يَبْطِش بِالَّذِي هُوَ عَدُوّ لَهُمَا" لِمُوسَى وَالْمُسْتَغِيث بِهِ "قَالَ" الْمُسْتَغِيث ظَانًّا أَنَّهُ يَبْطِش بِهِ لَمَّا قَالَ لَهُ "يَا مُوسَى أَتُرِيدُ أَنْ تَقْتُلنِي كَمَا قَتَلْت نَفْسًا بِالْأَمْسِ إنْ" مَا "تُرِيد إلَّا أَنْ تَكُون جَبَّارًا فِي الْأَرْض وَمَا تُرِيد أَنْ تَكُون مِنْ الْمُصْلِحِينَ" فَسَمِعَ الْقِبْطِيّ ذَلِكَ فَعَلِمَ أَنَّ الْقَاتِل مُوسَى فَانْطَلَقَ إلَى فِرْعَوْن فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ فَأَمَرَ فِرْعَوْن الذَّبَّاحِينَ بِقَتْلِ مُوسَى فَأَخَذُوا فِي الطَّرِيق إلَيْهِ،

پس جب انہوں نے ارادہ کیا یہاں پر لفظ اَن زائدہ ہے کہ اس شخص کو پکڑیں جو ان دونوں یعنی موسیٰ علیہ السلام اور اسرائیلی کا دشمن ہے تو وہ مدد طلب کرنے والا بول اٹھا: اے موسیٰ! کیا تم مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ تم نے کل ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا۔ کیونکہ اس نے گمان کیا شاید آج موسیٰ علیہ السلام مجھے پکڑنا چاہتے ہیں۔ تم صرف یہی چاہتے ہو کہ ملک میں بڑے جابر بن جاؤ اور تم یہ نہیں چاہتے کہ اصلاح کرنے والوں میں سے بنو۔ پس اس بات کو قبطی نے سن لیا اور کہ کل والے آدمی کا قاتل موسیٰ ہے۔ تو اس نے یہ خبر فرعون کو بتائی تو فرعون نے جلادوں کو موسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے اور قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ تو انہوں نے آپ کو تلاش کرنے کا راستہ اختیار کیا۔

تفسیر مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سبطی کو اس طرح ملامت کرنے کے بعد موسیٰ نے ارادہ کیا کہ قبطی کو پکڑ کر اس سبطی کو اس سے نجات دلائیں۔ مگر سبطی یہ سمجھا کہ موسیٰ نے چونکہ آج مجھے ہی ملامت کی ہے۔ لہٰذا مجھی پر ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا وہ فوراً بک اٹھا اور کہنے لگا کہ موسیٰ کیا تم مجھے اسی طرح موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے ہو جس طرح کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان جھگڑے کی صورت میں کسی نہ کسی کو مار ڈالنا ہی جانتے ہو۔ ان کا مقدمہ سن کر ان میں صلح یا سمجھوتہ کرانا نہیں جانتے۔ قبطی نے جب سبطی کے منہ سے یہ بات سنی تو اس نے لڑائی جھگڑا تو وہیں چھوڑا اور ایک دم بھاگ کر فرعون اور اس کے

اہلکاروں کو یہ اطلاع دے دی کہ کل جو قبطی قتل ہوا ہے اس کا قاتل موسیٰ ہے۔ گویا جس راز پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے۔ اسے اسی احمق سبطی نے فاش کرڈالا جس کی حمایت میں آپ نے قبطی کو مارا تھا۔ جب فرعون کے اہلکاروں کو قتل کے مجرم کا پتا چل گیا تو موسیٰ کی گرفتاری کا حکم صادر ہو گیا۔

| |
|---|
| وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ |
| لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ۝ |
| اور ایک آدمی شہر کے سب سے دور کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک سردار تیرے بارے میں |
| مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، پس نکل جا، یقیناً میں تیرے لیے خیر خواہوں سے ہوں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے خروج کے متعلق اطلاع دینے والے مؤمن آدمی کا بیان

"وَجَاءَ رَجُل" هُوَ مُؤْمِن آل فِرْعَوْن "مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَة" آخِرهَا "يَسْعَى" يُسْرِع فِي مَشْيه مِنْ طَرِيق أَقْرَب مِنْ طَرِيقهمْ "قَالَ يَا مُوسَى إِنَّ الْمَلَأ" مِنْ قَوْم فِرْعَوْن "يَأْتَمِرُونَ بِك" يَتَشَاوَرُونَ فِيك "لِيَقْتُلُوك فَاخْرُجْ" مِنْ الْمَدِينَة "إِنِّي لَك مِنْ النَّاصِحِينَ" فِي الْأَمْر بِالْخُرُوجِ

اور ایک آدمی شہر کے سب سے دور کنارے سے دوڑتا ہوا آیا، جو فرعون کے قوم سے مؤمن تھا۔ جو فرعونی جلادوں کی بہ نسبت مختصر راستے سے دوڑتا ہوا آیا اور اس نے کہا اے موسیٰ! بے شک قوم فرعون کے سردار تیرے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر دیں، پس آپ شہر سے نکل جائیں یقیناً میں اس خروج کے مشورہ میں تیرے لیے خیر خواہوں سے ہوں۔

فرعون کے درباریوں کو اب اس امر میں کچھ شبہ نہ رہا تھا کہ موسیٰ شاہی خاندان کا فرد ہونے کے باوجود بنی اسرائیل کا ساتھ دیتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے باہمی مشورے کے بعد یہی طے کیا کہ موسیٰ کو قتل کر دیا جائے۔ درباریوں میں سے ہی ایک آدمی حضرت موسیٰ کا دل سے خیر خواہ تھا۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھا اور دوڑتا ہوا موسیٰ کے پاس پہنچا اور کہا: جتنی جلدی ہو سکے اس شہر سے نکل جاؤ کیونکہ تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں اور میں صرف اس خیال سے بھاگ کر یہاں پہنچا ہوں کہ تمہیں بروقت صحیح صورت حال سے مطلع کر دوں۔ لہٰذا دیر نہ کرو اور فوراً یہاں سے کہیں دور چلے جاؤ۔

| |
|---|
| فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝ |
| پس موسیٰ علیہ السلام وہاں سے خوف زدہ ہو کر انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے، عرض کیا: اے رب! |
| مجھے ظالم قوم سے نجات عطا فرما۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قوم فرعون سے نجات پانے کی دعا کا بیان

"فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّب" لُحُوق طَالِب أَوْ غَوْث اللّٰه إِيَّاهُ "قَالَ رَبّ نَجِّنِي مِنْ الْقَوْم الظَّالِمِينَ"

قَوْمِ فِرْعَوْن

پس حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے تلاش کرنے والوں کے اندیشہ سے خوف زدہ ہو کر مددِ الٰہی کا انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے، عرض کیا: اے رب! مجھے ظالم قوم یعنی قوم فرعون سے نجات عطا فرما۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت مصر کا بیان

فرعون اور فرعونیوں کے ارادے جب اس شخص کی زبانی آپ کو معلوم ہو گئے تو آپ وہاں سے تن تنہا چپ چاپ نکل کھڑے ہوئے۔ چونکہ اس سے پہلے کی زندگی کے ایام آپ کے شہزادوں کی طرح گزر رہے تھے سفر بہت کڑا معلوم ہوا لیکن خوف و ہراس کے ساتھ ادھر ادھر دیکھتے سیدھے چلے جارہے تھے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے جارہے تھے کہ اے اللہ! ان ظالموں سے یعنی فرعون اور فرعونیوں سے نجات دے۔ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہبری کے واسطے ایک فرشتہ بھیجا تھا جو گھوڑے پر آپ کے پاس آیا اور آپ کو راستہ دکھا گیا واللہ اعلم۔ تھوڑی دیر میں آپ جنگلوں اور بیابانوں سے نکل کر مدین کے راستے پر پہنچ گئے تو خوش ہوئے اور فرمانے لگے مجھے ذات باری سے امید ہے کہ وہ راہ راست پر ہی لے جائے گا۔ اللہ نے آپ کی امید بھی پوری کی۔ اور آخرت کی سیدھی راہ نہ صرف بتائی بلکہ اوروں کو بھی سیدھی راہ بتانے والا بنایا۔

| |
|---|
| وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یَّهْدِیَنِیْ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ○ |
| اور جب وہ مَدیَن کی طرف رخ کر کے چلے، کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھادے گا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر کرنے کا بیان

"وَلَمَّا تَوَجَّهَ" قَصَدَ بِوَجْهِهِ "تِلْقَاءَ مَدْيَن" جِهَتهَا وَهِيَ قَرْيَة شُعَيْب مَسِيرَة ثَمَانِيَة أَيَّام مِنْ مِصْر سُمِّيَتْ بِمَدْيَن بْن إبْرَاهِيم وَلَمْ يَكُنْ يَعْرِف طَرِيقهَا "قَالَ عَسَى رَبِّي أَنْ يَهْدِينِي سَوَاء السَّبِيل" أَيْ قَصْد الطَّرِيق أَيْ الطَّرِيق الْوَسَط إلَيْهَا فَأَرْسَلَ اللّٰه مَلَكًا بِيَدِهِ عَنَزَة فَانْطَلَقَ بِهِ إلَيْهَا

اور جب وہ مَدیَن کی طرف رخ کر کے یعنی ارادہ کر کے چلے۔ اسی جہت حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی مدین ہے جو مصر سے آٹھ دن کی مسافت پر واقع ہے جس کا نام مدین اس لئے رکھا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا نام مدین تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام اس کا راستہ نہ جانتے تھے۔ تو کہنے لگے: امید ہے میرا رب مجھے منزلِ مقصود تک پہنچانے کے لئے سیدھی راہ دکھا دے گا۔ یعنی درمیانی راستے کو قصد کیا۔ پس اللہ نے آپ کی طرف فرشتے کو بھیجا جس کے ہاتھ میں نیزہ تھا تو اس نے آپ کو مدین کی راہ چلایا۔

مدیَن وہ مقام ہے جہاں حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف رکھتے تھے اس کو مدیَن ابن ابراہیم کہتے ہیں مصر سے یہاں تک آٹھ روز کی مسافت ہے یہ شہر فرعون کے حدود قلمرو سے باہر تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کا رستہ بھی نہ دیکھا تھا، نہ

کوئی سواری ساتھ تھی، نہ توشہ، نہ کوئی ہمراہی، راہ میں درختوں کے پتوں اور زمین کے سبزے کے سوا خوراک کی اور کوئی چیز نہ ملتی تھی

| |
|---|
| وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۥ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ |
| قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۝ |
| اور جب وہ مَدْیَنَ کے پانی پر پہنچے تو انہوں نے اس پر لوگوں کا ایک ہجوم پایا جو پانی پلا رہے تھے اور ان سے الگ ایک |
| جانب دو عورتیں دیکھیں جو روکے ہوئے تھیں فرمایا: تم دونوں اس حال میں کیوں ہو؟ دونوں بولیں کہ ہم (اپنی بکریوں کو) |
| پانی نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ چرواہے واپس لے جائیں، اور ہمارے والد عمر رسیدہ بزرگ ہیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین کے کنوئیں پر پہنچ جانے کا بیان

"وَلَمَّا وَرَدَ مَاء مَدْيَنَ" بِئْر فِيهَا أَيْ وَصَلَ إِلَيْهَا "وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّة" جَمَاعَة "مِنْ النَّاس يَسْقُونَ" مَوَاشِيهمْ "وَوَجَدَ مِنْ دُونهمْ" سِوَاهُمْ "امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ" تَمْنَعَانِ أَغْنَامهمَا عَنْ الْمَاء "قَالَ" مُوسَى لَهُمَا "مَا خَطْبُكُمَا" مَا شَأْنُكُمَا لَا تَسْقِيَانِ "قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِر الرِّعَاء" جَمْع رَاعٍ أَيْ يَرْجِعُونَ مِنْ سَقْيهمْ خَوْف الزِّحَام فَنَسْقِي وَفِي قِرَاءَة يُصْدَر مِنْ الرُّبَاعِيّ أَيْ يَصْرِفُوا مَوَاشِيهمْ عَنْ الْمَاء "وَأَبُونَا شَيْخ كَبِير" لَا يَقْدِر أَنْ يَسْقِي

اور جب وہ مَدْیَنَ کے پانی کے کنویں پر پہنچے تو انہوں نے اس پر لوگوں کا ایک ہجوم پایا جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور ان سے الگ ایک جانب دو عورتیں دیکھیں جو اپنی بکریوں کو پانی پلانے سے روکے ہوئے تھیں موسیٰ علیہ السلام نے ان دونوں سے فرمایا: تم دونوں اس حال میں کیوں کھڑی ہو؟ یعنی تم دونوں پانی کیوں نہیں پلاتیں، دونوں بولیں کہ ہم اپنی بکریوں کو پانی نہیں پلا سکتیں یہاں تک کہ چرواہے اپنے مویشیوں کو واپس لے جائیں، یہاں پر لفظ رعاء یہ راع کی جمع ہے۔ یعنی جب وہ پانی پلا کر لوٹ آئیں کیونکہ ہمیں ہجوم کا اندیشہ ہے۔ تو پھر ہم پانی پلاتی ہیں۔ یہاں پر لفظ نسقی ایک قرأت کے مطابق رباعی سے یعنی جانوروں سے پانی سے پھیر لیں۔ اور ہمارے والد عمر رسیدہ بزرگ ہیں۔ جو پانی پلانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

مدین کے پاس کے کنویں پر آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں۔ وہیں آپ نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں تو آپ کو ان بکریوں پر اور ان عورتوں کی اس حالت پر کہ بیچاریاں پانی نکال کر پلا نہیں سکتیں اور ان چرواہوں میں سے کوئی اس کا روادار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے تو آپ کو رحم آیا ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتیں جب یہ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔ ہمارے والد صاحب ہیں لیکن وہ بہت ہی بوڑھے ہیں۔

فَسَقٰی لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤی اِلَی الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ۝

پس انہوں نے دونوں (کے ریوڑ) کو پانی پلادیا پھر سایہ کی طرف پلٹ گئے اور عرض کیا: اے رب!

میں ہر اس بھلائی کا جو تو میری طرف اتارے محتاج ہوں۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وزنی پتھر کو تنہا اٹھا پھینکنے کا بیان

"فَسَقٰی لَهُمَا" مِنْ بِئْرٍ أُخْرَی بِقُرْبِهِمَا رَفَعَ حَجَرًا عَنْهَا لَا يَرْفَعُهُ إِلَّا عَشَرَةُ أَنْفُس "ثُمَّ تَوَلّٰی" انْصَرَفَ "إِلَى الظِّلّ" لِسَمُرَةٍ مِنْ شِدَّة حَرّ الشَّمْس وَهُوَ جَائِع "فَقَالَ رَبّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْت إِلَيَّ مِنْ خَيْر" طَعَام "فَقِير" مُحْتَاج فَرَجَعَتَا إِلَى أَبِيهِمَا فِي زَمَن أَقَلّ مِمَّا كَانَتَا تَرْجِعَانِ فِيهِ فَسَأَلَهُمَا عَنْ ذٰلِكَ فَأَخْبَرَتَاهُ بِمَنْ سَقَى لَهُمَا فَقَالَ لِإِحْدَاهُمَا : اُدْعِيهِ لِي،

لہٰذا انہوں نے دونوں کے ریوڑ کو پانی پلا دیا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس کنوئیں کے قریبی ایک اور کنوئیں سے ان کی بکریوں کو پانی پلایا اور آپ نے تنہا وہاں سے پتھر کو اٹھایا جس کو دس آدمی بھی مشکل سے اٹھا سکتے تھے۔ پھر سایہ کی طرف پلٹ گئے کیونکہ سورج کی دھوپ بڑی تیز تھی اور آپ کو بھوک بھی تھی۔ اور عرض کیا: اے رب! میں ہر اس بھلائی کا جو تو میری طرف اتارے محتاج ہوں۔ یعنی کھانے کی ضرورت ہے۔ پس وہ دونوں بچیاں اسی وقت اپنے والد گرامی کی طرف لوٹ گئیں جوان کے پہلے لوٹ کر جانے والے وقت سے بہت کم وقت تھا۔ تو والد گرامی نے ان بچیوں سے جلدی آنے کا سبب پوچھا تو ان دونوں نے پانی پلانے کے واقعہ کی خبر دی۔ تو شعیب علیہ السلام نے ان میں سے ایک حکم دیا کہ وہ اس کو بلا کر لائے۔

## بکریوں کو پانی پلانے کا بیان

آپ نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کنوئیں کے منہ کو ان چرواہوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا۔ جس چٹان کو دو آدمی مل کر سرکا سکتے تھے آپ نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹا دیا اور ایک ڈول نکالا تھا جس میں اللہ نے برکت دی اور ان دونوں لڑکیوں کی بکریاں شکم سیر ہو گئیں۔ اب آپ تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے۔ مصر سے مدین تک پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے۔ پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے کھانے کو کچھ پاس نہیں تھا درختوں کے پتے اور گھاس پھونس کھاتے رہے تھے۔ پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔ آدھی کھجور سے بھی اس وقت آپ ترسے ہوئے تھے حالانکہ اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ برگزیدہ اللہ کے نزدیک آپ تھے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دورات کا سفر کر کے میں مدین گیا اور وہاں کے لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے اللہ کے کلیم نے سہارا لیا تھا۔ لوگوں ایک درخت کی طرف اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے۔ میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا پتے منہ میں لے کر بڑی دیر تک بدقت چباتا رہا لیکن آخر اس

نے نکال ڈالے۔ میں نے کلیم اللہ کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ اس درخت کو دیکھنے کے لئے گئے تھے جس سے اللہ نے آپ سے باتیں کی تھیں جیسے کہ آگے آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ سدی فرماتے ہیں یہ ببول کا درخت تھا۔ الغرض اس درخت تلے بیٹھ کر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب میں تیرے احسانوں کا محتاج ہوں۔ عطاء کا قول ہے کہ اس عورت نے بھی آپ کی دعا سنی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

## حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بھوک کے امتحان کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھانا ملاحظہ فرمائے پورا ہفتہ گزر چکا تھا اس درمیان میں ایک لقمہ نہ کھایا تھا شکمِ مبارک پشتِ اقدس سے مل گیا تھا اس حالت میں اپنے رب سے غذا طلب کی اور باوجود یکہ بارگاہ الٰہی میں نہایت قرب و منزلت رکھتے ہیں اس عجز و انکسار کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا طلب کیا اور جب وہ دونوں صاحب زادیاں اس روز بہت جلد اپنے مکان واپس ہو گئیں تو ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ آج اس قدر جلد واپس آ جانے کا کیا سبب ہوا؟ عرض کیا کہ ہم نے ایک نیک مرد پایا اس نے ہم پر رحم کیا اور ہمارے جانوروں کو سیراب کر دیا اس پر ان کے والد صاحب نے ایک صاحبزادی سے فرمایا کہ جاؤ اور اس مردِ صالح کو میرے پاس بلا لاؤ۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قصص، لاہور)

| |
|---|
| فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰىهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا ؕ |
| فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ۗ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ○ |
| پھر ان کے پاس ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) آئی جو شرم و حیاء (کے انداز) سے چل رہی تھی۔ اس نے کہا: |
| میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو اس کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے (بکریوں کو) پانی پلایا ہے۔ |
| سو جب موسیٰ (علیہ السلام) ان (لڑکیوں کے والد شعیب علیہ السلام) کے پاس آئے اور ان سے واقعات بیان کئے |
| تو انہوں نے کہا: آپ خوف نہ کریں آپ نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت شعیب علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنے کا بیان

"فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاء " أَيْ وَاضِعَة كُمّ دِرْعهَا عَلَى وَجْههَا حَيَاء مِنْهُ "قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوك لِيَجْزِيَك أَجْر مَا سَقَيْت لَنَا " فَأَجَابَهَا مُنْكِرًا فِي نَفْسه أَخْذ الْأُجْرَة كَأَنَّهَا قَصَدَتْ الْمُكَافَأَة إِنْ كَانَ مِمَّنْ يُرِيدهَا فَمَشَتْ بَيْن يَدَيْهِ فَجَعَلَتْ الرِّيح تَضْرِب ثَوْبهَا فَتَكْشِف سَاقَيْهَا فَقَالَ لَهَا : امْشِي خَلْفِي وَدُلِّينِي عَلَى الطَّرِيق فَفَعَلَتْ إِلَى أَنْ جَاءَ أَبَاهَا وَهُوَ شُعَيْب عَلَيْهِ السَّلَام وَعِنْده عَشَاء فَقَالَ : اجْلِسْ فَتَعَشَّ وَقَالَ : أَخَاف أَنْ يَكُون عِوَضًا مِمَّا سَقَيْت لَهُمَا وَإِنَّا أَهْل بَيْت لَا نَطْلُب عَلَى عَمَل خَيْر عِوَضًا قَالَ : لَا عَادَتِي وَعَادَة آبَائِي نَقْرِي الضَّيْف وَنُطْعِم الطَّعَام فَأَكَلَ

وَأَخْبَرَهُ بِحَالِهِ "فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَص" مَصْدَر بِمَعْنَى الْمَقْصُوص مِنْ قَتْله الْقِبْطِيّ وَقَصْدهمْ قَتْله وَخَوْفه مِنْ فِرْعَوْن "قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْت مِنْ الْقَوْم الظَّالِمِينَ" إذْ لَا سُلْطَان لِفِرْعَوْن عَلَى أَهْل مَدْيَن

پھر تھوڑی دیر بعد ان کے پاس ان دونوں میں سے ایک لڑکی آئی جو شرم وحیاء کے انداز سے چل رہی تھی۔یعنی کرتے کی آستین کو اپنے چہرے پر رکھتے ہوئے اس نے کہا: میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں تا کہ وہ آپ کو اس محنت کا معاوضہ دیں جو آپ نے ہمارے لئے بکریوں کو پانی پلایا ہے۔تو موسیٰ علیہ السلام نے دل میں اجرت کو پسند نہ کرتے ہوئے بھی ان کی بات کو قبول کیا گویا اس بچی کا مقصد اجرت کو بدلے میں دینا تھا یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام اجرت لینا چاہیں پس وہ آپ سے آگے آگے چلنے لگی تو ہوا اس کے کپڑے کو اڑانے لگی جس سے ان کی پنڈلی ظاہر ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم میرے پیچھے چلو اور مجھے راستہ بتاؤ۔تو اس بچی نے ایسا ہی کیا یہاں تک وہ اپنے والد گرامی شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی۔اور وہ شعیب علیہ السلام تھے اور ان کے پاس شام کا کھانا تیار تھا فرمایا بیٹھیے اور کھانا تناول فرمائیں۔تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے فعل بکریوں کو پانی پلانے کی اجرت میں نہ ہو جبکہ میرا تعلق ایسے خاندان سے ہے جو عمل خیر پر بدلہ طلب نہیں کرتے تو شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں ایسا معاملہ نہیں ہے۔بلکہ میرے آباؤ واجداد کا طریقہ یہ ہے کہ ہم مہمان نوازی کرتے ہیں اور کھانا بھی کھلاتے ہیں تو آپ نے کھانا کھلایا۔جب موسیٰ علیہ السلام ان لڑکیوں کے والد شعیب علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے پچھلے واقعات بیان کئے یہاں پر لفظ قصص یہ مصدر مبنی بہ مفعول بہ معنی مقصوص ہے یعنی قبطی کا قتل اور ان فرعونیوں کے قتل کا ارادہ اور فرعون کا خوف، تو انہوں نے کہا: آپ خوف نہ کریں آپ نے ظالم قوم سے نجات پالی ہے۔کیونکہ اہل مدین پر فرعون کی کوئی بادشاہت نہیں ہے۔

| |
|---|
| قَالَتْ اِحْدٰهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ز اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ○ |
| دونوں میں سے ایک نے کہا اے میرے باپ! اسے اجرت پر رکھ لے، کیونکہ سب سے بہتر شخص |
| جسے تو اجرت پر رکھے طاقتور، امانت دار ہی ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قوی وامین ہونے کا بیان

"قَالَتْ إحْدَاهُمَا" وَهِيَ الْمُرْسَلَة الْكُبْرَى أَوْ الصُّغْرَى "يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ" اتَّخِذْهُ أَجِيرًا يَرْعَى غَنَمنَا بَدَلنَا "إنَّ خَيْر مَنْ اسْتَأْجَرْت الْقَوِيّ الْأَمِين" أَيْ اسْتَأْجِرْهُ لِقُوَّتِهِ وَأَمَانَته فَسَأَلَهَا عَنْهُ فَأَخْبَرَتْهُ بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ رَفْعه حَجَر الْبِئْر وَمِنْ قَوْله لَهَا : امْشِي خَلْفِي وَزِيَادَة أَنَّهَا لَمَّا جَاءَتْهُ وَعَلِمَ بِهَا صَوَّبَ رَأْسه فَلَمْ يَرْفَعهُ فَرَغِبَ فِي إنْكَاحه

ان دونوں میں سے ایک نے کہا اور وہ تھی جس کو بھیجا تھا خواہ بڑی تھی یا چھوٹی تھی، اے میرے باپ! اسے اجرت پر رکھ لے، لہٰذا ہماری جگہ پر یہی بکریوں کو چرائے گا۔کیونکہ سب سے بہتر شخص جسے تو اجرت پر رکھے طاقتور، امانت دار ہی ہے۔یعنی قوت

وامانتداری کے سبب اس کو اجرت پر رکھ لیں۔تو شعیب علیہ السلام نے پوچھا تو اس بچی نے ماقبل بیان کردہ واقعات بتائے جو کنوئیں سے پتھر کو نکالنا تھا اور آپ کا یہ قول کہ تم میرے پیچھے چلو اور نیز یہ بھی تھا کہ جب میں ان کو میرے آنے کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے سر جھکا لیا اور اپنے سر کو اٹھایا نہیں۔پس شعیب علیہ السلام نے نکاح میں رغبت جانی۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے صاحبزادی سے دریافت کیا کہ تمہیں ان کی قوت وامانت کا کیا علم؟ انہوں نے عرض کیا کہ قوت تو اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے تنہا کنوئیں پر سے وہ پتھر اٹھالیا جس کو دس سے کم آدمی نہیں اٹھا سکتے اور امانت اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ہمیں دیکھ کر سر جھکا لیا اور نظر نہ اٹھائی اور ہم سے کہا کہ تم پیچھے چلو ایسا نہ ہو کہ ہوا سے تمہارا کپڑا اڑے اور بدن کا کوئی حصہ نمودار ہو یہ سُن کر حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

| |
|---|
| قَالَ اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَی ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰٓی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ |
| عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ○ |
| اس نے کہا بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں، اس پر کہ تو آٹھ سال |
| میری مزدوری کرے گا، پھر اگر تو دس پورے کردے تو وہ تیری طرف سے ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر |
| مشقت ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آٹھ سال بکریوں کو چرانے کا بیان

"قَالَ إنِّي أُرِيد أَنْ أُنْكِحك إحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ" وَهِيَ الْكُبْرَى أَوْ الصُّغْرَى "عَلَى أَنْ تَأْجُرنِي" تَكُون أَجِيرًا لِي فِي رَعْي غَنَمِي "ثَمَانِيَة حِجَج" أَيْ سِنِينَ "فَإِنْ أَتْمَمْت عَشْرًا" أَيْ رَعْي عَشْر سِنِينَ "فَمِنْ عِنْدك" التَّمَام "وَمَا أُرِيد أَنْ أَشُقّ عَلَيْك" بِاشْتِرَاطِ الْعَشْر "سَتَجِدُنِي إنْ شَاءَ اللَّه" لِلتَّبَرُّكِ "مِنْ الصَّالِحِينَ" الْوَافِينَ بِالْعَهْدِ

اس نے کہا بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے کردوں، اور وہ چھوٹی تھی یا بڑی تھی اس شرط پر کہ تو آٹھ سال میری مزدوری کرے گا، یعنی آٹھ سال میرے ہاں بکریوں کو چرائے گا۔ پھر اگر تو دس پورے کردے تو وہ تیری طرف سے مکمل ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر دس سال کی مشقت ڈالوں، اگر اللہ نے چاہا یہ کلمہ بہ طور تبرک کہا تو یقیناً تو مجھے نیک لوگوں سے پائے گا۔ یعنی عہد کو پورا کرنے والوں سے پائے گا۔

| |
|---|
| قَالَ ذٰلِكَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ○ |
| کہا یہ بات میرے درمیان اور تیرے درمیان ہے، ان دونوں میں سے جو مدت میں پوری کردوں تو مجھ پر |
| کوئی زیادتی نہ ہوگی اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔ |

22

## حضرت شعیب علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کو عصا دینے کا بیان

"قَالَ" مُوسَى "ذَلِكَ" الَّذِى قُلْته "بَيْنِى وَبَيْنك أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ" الثَّمَان أَوْ الْعَشْر وَمَا زَائِدَة أَىْ رَعِيَّة "قَضَيْت" بِهِ أَىْ فَرَغْت مِنْهُ "فَلَا عُدْوَان عَلَىَّ" بِطَلَبِ الزِّيَادَة عَلَيْهِ "وَاللَّه عَلَى مَا نَقُول" أَنَا وَأَنْتَ "وَكِيل" حَفِيظ أَوْ شَهِيد فَتَمَّ الْعَقْد بِذَلِكَ وَأَمَرَ شُعَيْب ابْنَته أَنْ تُعْطِي مُوسَى عَصَا يَدْفَع بِهَا السِّبَاع عَنْ غَنَمه وَكَانَتْ عِصِيّ الْأَنْبِيَاء عِنْده فَوَقَعَ فِي يَدهَا عَصَا آدَم مِنْ آس الْجَنَّة فَأَخَذَهَا مُوسَى بِعِلْمِ شُعَيْب

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ بات میرے درمیان اور تیرے درمیان طے ہے، یعنی جو آپ نے کہا ہے ان دونوں میں سے جو مدت میں پوری کردوں یعنی آٹھ یا دس، اور یہاں لفظ ما زائدہ ہے۔ تب میں اس ذمہ داری سے فارغ ہو جاؤں گا تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی یعنی اس سے زیادہ طلب نہ کیا جائے گا اور ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔ پس اس طرح عقد مکمل ہو گیا۔ تو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی سے کہا کہ موسیٰ کو کوئی عصا دے دو جس وہ بکریوں کی درندوں سے حفاظت کرے اور شعیب علیہ السلام کے پاس انبیائے کرام علیہم السلام کے عصاء تھے۔ تو بچی کے ہاتھ میں حضرت آدم علیہ السلام کا عصا آیا جو جنت کے درخت مورد کا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے شعیب علیہ السلام کو بتلا کر وہ عصا لے لیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس انبیاء علیہم السلام کے کئی عصاء تھے صاحبزادی صاحبہ کا ہاتھ حضرت آدم علیہ السلام کے عصاء پر پڑا جو آپ جنت سے لائے تھے اور انبیاء اس کے وارث ہوتے چلے آئے تھے اور وہ حضرت شعیب علیہ السلام کو پہنچا تھا حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ عصاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا۔

| |
|---|
| فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ |
| اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ○ |
| پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مقررہ مدت پوری کر لی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے۔ انہوں نے طور کی جانب سے |
| ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے |
| اس سے کچھ خبر لاؤں یا آتش کی کوئی چنگاری تاکہ تم بھی تپ اٹھو۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آگ لینے کیلئے جانب طور جانے کا بیان

"فَلَمَّا قَضَى مُوسَى الْأَجَل" أَىْ رَعْيه وَهِيَ ثَمَان أَوْ عَشْر سِنِينَ وَهُوَ الْمَظْنُون بِهِ "وَسَارَ بِأَهْلِهِ" زَوْجَته بِإِذْنِ أَبِيهَا نَحْو مِصْر "آنَسَ" أَبْصَرَ مِنْ بَعِيد "مِنْ جَانِب الطُّور" اسْم جَبَل "نَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا" هُنَا "إِنِّي آنَسْت نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ" عَنْ الطَّرِيق وَكَانَ قَدْ أَخْطَأَهَا "أَوْ جَذْوَة"

بِتَثْلِيثِ الْجِيمِ قِطْعَة وَشُعْلَة "مِنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ" تَسْتَدْفِئُونَ وَالطَّاء بَدَل مِنْ تَاء الِافْتِعَال مِنْ صَلِيَ بِالنَّارِ بِكَسْرِ اللَّام وَفَتْحهَا،

پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے مقررہ مدت پوری کر لی یعنی بکریوں کو چرانے کے آٹھ یا دس سال پورے ہو گئے۔ جبکہ غالب گمان دس سال کا ہے۔ اور اپنی اہلیہ کو ان کے والد گرامی حضرت شعیب علیہ السلام کی اجازت سے مصر لے کر چلے تو انہوں نے طور پہاڑ کی جانب دور سے ایک آگ دیکھی، انہوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا: تم یہیں ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔ شاید میں تمہارے لئے اس آگ سے کچھ راستے کی خبر لاؤں کیونکہ راستہ آپ سے دور ہو چکا تھا۔ یا آتش کی کوئی چنگاری لا دوں، یہاں پر لفظ جذوہ پر تینوں اعراب جائز ہیں۔ جس کا معنی آگ کا شعلہ ہے۔ تا کہ تم بھی تپ اٹھو۔ یعنی تم سردی کو دور کرو۔ یہاں تصطلون میں طاء یہ تائے افتعال سے بدلی ہوئی ہے۔ اور یہ من صلی سے مشتق ہے جو لام کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مدین سے مصر جانے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کئے تھے۔ قرآن کے اس لفظ الاجل سے بھی اس کی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم۔ بلکہ حضرت مجاہد کا تو قول ہے کہ دس سال یہ اور دس سال اور بھی گزرے۔ اس قول میں یہ صرف تنہا ہے۔ واللہ اعلم۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خیال اور شوق پیدا ہوا کہ چپ چاپ وطن میں جاؤں اور اپنے والوں سے مل آؤں چنانچہ آپ اپنی بیوی صاحبہ کو اور اپنی بکریوں کو لے کر وہاں سے چلے رات کو بارش ہونے لگی اور سرد ہوائیں چلنے لگیں اور سخت اندھیرا ہو گیا۔ آپ ہر چند چراغ جلاتے تھے مگر روشنی نہیں ہوتی تھی۔ سخت متعجب اور حیران تھے اتنے میں دیکھتے ہیں کہ کچھ دور آگ روشن ہے تو اپنی اہلیہ صاحبہ سے فرمایا کہ تم یہاں ٹھہرو وہاں کچھ روشنی دکھائی دیتی ہے میں وہاں جاتا ہوں اگر کوئی وہاں ہوا تو اس سے راستہ بھی دریافت کر لونگا اس لئے کہ ہم راہ بھولے ہوئے ہیں۔ یا میں وہاں سے کچھ آگ لے آؤنگا جس سے تم تاپ لو اور جاڑے کا علاج ہو جائے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو اس وادی کے دائیں جانب کے مغربی پہاڑ سے آواز سنائی دی۔ جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے (وما کنت بجانب الغربی) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ آگ کے قصد سے قبلہ کی طرف چلے تھے اور مغربی پہاڑ آپ کے دائیں طرف تھا اور ایک سرسبز ہرے بھرے درخت میں آگ نظر آ رہی تھی جو پہاڑ کے دامن میں میدان کے متصل تھی۔ یہ وہاں جا کر اس حالت کو دیکھ کر حیران و ششدرہ رہ گئے کہ ہرے اور سبز درخت میں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن آگ کسی چیز میں جلتی ہوئی دکھائی نہیں دیتی، اسی وقت اللہ کی طرف سے آواز آئی۔

کلیم اللہ نے سنا کہ آواز آ رہی ہے کہ اے موسیٰ میں ہوں رب العالمین۔ جو اس وقت تجھ سے کلام کر رہا ہوں۔ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں نہ میرے سوا کوئی رب ہے میں اس سے پاک ہو کہ کوئی مجھ جیسا ہو مخلوق میں سے کوئی بھی میرا شریک نہیں میں یکتا اور بے مثل ہوں اور وحدہ لاشریک ہوں۔ میری ذات، میری صفات، میرے افعال میرے اقوال میں میرا کوئی شریک ساجھی ساتھی نہیں۔ میں ہر طرح پاک اور نقصان سے دور ہوں۔ اسی ضمن میں فرمان ہوا کہ اپنی لکڑی

زمین پر گرا دو اور میری قدرت اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَتٰـهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیِٔ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ |
| اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝ |
| توجب وہ اس کے پاس آیا تو اسے اس بابرکت قطعہ میں وادی کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے آواز دی گئی |
| کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا کلام سننے والی جگہ کا بقعہ مبارکہ ہونے کا بیان

"فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِیَ مِنْ شَاطِیٔ " جَانِب "الْوَادِی الْأَیْمَن "لِمُوسَی "فِی الْبُقْعَة الْمُبَارَكَة "لِمُوسَی لِسَمَاعِهِ كَلَام اللّٰه فِیهَا "مِنْ الشَّجَرَة" بَدَل مِنْ شَاطِیء بِإِعَادَةِ الْجَار لِنَبَاتِهَا فِیهِ وَهِیَ شَجَرَة عُنَّاب أَوْ عَلِیق أَوْ عَوْسَج "أَنْ" مُفَسِّرَة لَا مُخَفَّفَة

توجب وہ اس کے پاس آیا تو اسے اس بابرکت قطعہ میں وادی کے دائیں کنارے سے ایک درخت سے آواز دی گئی، یہ میدان بقعہ مبارکہ اس لئے ہوا کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنا تھا، یہاں پر من الشجرۃ یہ اعادہ جار کے سبب وادی سے بدل ہے۔ کیونکہ اس میدان میں درخت کے اگنے کا سبب ہے اور وہ عناب یا امر بیل یا جھاڑی کا درخت تھا اور یہاں پر لفظ اَن مخففہ نہیں ہے بلکہ مفسرہ ہے۔ کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں ہی اللہ ہوں، جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس درخت کو جس میں سے حضرت موسیٰ کو آواز آئی تھی دیکھا ہے وہ سرسبز وشاداب ہرا بھرا درخت ہے جو چمک رہا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ علیق کا درخت تھا اور بعض کہتے ہیں یہ عوسج کا درخت تھا اور آپ کی لکڑی بھی اسی درخت کی تھی۔

| |
|---|
| وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدْبِرًا وَّلَمْ یُعَقِّبْ ؕ |
| یٰمُوْسٰۤی اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۟ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ۝ |
| اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو، پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے دیکھا کہ وہ تیز لہراتی تڑپتی ہوئی حرکت کر رہی ہے گویا وہ سانپ |
| ہو، تو پیٹھ پھیر کر چل پڑے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، اے موسیٰ! سامنے آؤ اور خوف نہ کرو، بیشک تم امان یافتہ لوگوں میں سے ہو۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانے کا بیان

"وَأَنْ أَلْقِ عَصَاك" فَأَلْقَاهَا "فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزّ" تَتَحَرَّك "كَأَنَّهَا جَانّ" وَهِیَ الْحَیَّة الصَّغِیرَة مِنْ سُرْعَة حَرَكَتهَا "وَلَّی مُدْبِرًا" هَارِبًا مِنْهَا "وَلَمْ یُعَقِّب" أَیْ یَرْجِع فَنُودِیَ

اور یہ کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو، تو آپ نے عصا کو زمین پر ڈال دیا پھر جب موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھا کہ وہ تیز لہراتی تڑپتی ہوئی حرکت کر رہی ہے، جس طرح کہ اس میں جان ہے گویا وہ چھوٹا سانپ ہو، تو پیٹھ پھیر کر چل پڑے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، یعنی واپس نہیں لوٹے تو ندا آئی اے موسیٰ! سامنے آؤ اور خوف نہ کرو، بیشک تم امان یافتہ لوگوں میں سے ہو۔

اس خوفناک سانپ کو جو باوجود بہت بڑا اور بہت موٹا ہونے کے تیر کی طرح ادھر ادھر جا رہا تھا منہ کھولتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ ابھی نگل جائے گا۔ جہاں سے گزرتا تھا پتھر ٹوٹ جاتے تھے اسے دیکھ کر حضرت موسیٰ سہم گئے اور دہشت کے مارے ٹھہر نہ سکے الٹے پیروں بھاگے اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ وہیں اللہ کی طرف سے آواز آئی موسیٰ ادھر آ ڈر نہیں تو میرے امن میں ہے۔ اب حضرت موسیٰ کا دل ٹھہر گیا۔ اطمینان سے بیخوف ہو کر وہیں اپنی جگہ آ کر باادب کھڑے ہو گئے۔

| |
|---|
| اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ |
| فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۝ |
| اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے سفید چمکدار ہو کر نکلے گا اور خوف سے اپنا بازو اپنے طرف سکیڑ لو، |
| پس تمہارے رب کی جانب سے یہ دو دلیلیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہیں، بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ ید بیضاء کا بیان

"اُسْلُكْ" أَدْخِلْ "يَدَكَ" الْيُمْنَى بِمَعْنَى الْكَفِّ "فِي جَيْبِكَ" هُوَ طَوْقُ الْقَمِيصِ وَأَخْرِجْهَا "تَخْرُجْ" خِلَافَ مَا كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْأُدْمَةِ "بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ" أَيْ بَرَصٍ فَأَدْخَلَهَا وَأَخْرَجَهَا تُضِيءُ كَشُعَاعِ الشَّمْسِ تُغْشِي الْبَصَرَ "وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ" بِفَتْحِ الْحَرْفَيْنِ وَسُكُونِ الثَّانِي مَعَ فَتْحِ الْأَوَّلِ وَضَمِّهِ أَيِ الْخَوْفِ الْحَاصِلِ مِنْ إِضَاءَةِ الْيَدِ بِأَنْ تُدْخِلَهَا فِي جَيْبِكَ فَتَعُودَ إِلَى حَالَتِهَا الْأُولَى وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْجَنَاحِ لِأَنَّهَا لِلْإِنْسَانِ كَالْجَنَاحِ لِلطَّائِرِ "فَذَانِكَ" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ أَيِ الْعَصَا وَالْيَدِ وَهُمَا مُؤَنَّثَانِ وَإِنَّمَا ذُكِّرَ الْمُشَارُ بِهِ إِلَيْهِمَا الْمُبْتَدَأُ لِتَذْكِيرِ خَبَرِهِ "بُرْهَانَانِ" مُرْسَلَانِ

اپنا دایاں ہاتھ یہاں پر ہاتھ بہ معنی ہتھیلی ہے اپنے گریبان میں ڈالو، وہ قمیص کا طوق ہے۔ یعنی ہاتھ کو نکالیے جو اپنی حالت آدمیت کے خلاف نکلے گا، وہ بغیر کسی عیب یعنی برص کے سفید چمکدار ہو کر نکلے گا پس آپ نے ہاتھ کو سکیڑ لیا اور جب اس کو نکالا تو اس سے شعاع نکلی جس طرح سورج سے شعاع نکلتی ہے۔ جو بصارت کو ڈھانپ لینے والی تھی۔ اور خوف دور کرنے کی غرض سے اپنا بازو اپنے سینے کی طرف سکیڑ لو، یہاں پر لفظ رھب دونوں حروف کی فتحہ کے ساتھ اور دوسرے کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اور پہلے کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی خوف یعنی جو ہاتھ کی روشنی ہے جب اس کو آستین میں داخل کرو گے تو وہ اپنی پہلی حالت کی

طرح لوٹ جائے گا۔ اور اس کو جناح سے تعبیر کیا کیونکہ جس طرح انسان کے جناح ہوتے ہیں اسی طرح پرندے کے جناح بھی ہوتے ہیں۔ یہاں پر لفظ ذانک یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ پس تمہارے رب کی جانب سے یہ دو دلیلیں فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف ہیں، یہاں پر عصا اور یدہ دونوں مؤنث ہیں اور جن کی طرف ان دونوں کا اشارہ ہے وہ مذکر ہے۔ وہ مبتداء ہے اور خبر کی رعایت کے اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ بیشک وہ نافرمان لوگ ہیں۔

یہ معجزہ عطا فرما کر پھر دوسرا معجزہ یہ دیا کہ حضرت موسیٰ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال کر نکالتے تو وہ چاند کی طرح چمکنے لگتا اور بہت بھلا معلوم ہوتا یہ نہیں کہ کوڑھ کے داغ کی طرح سفید ہو جائے۔ یہ بھی بحکم الٰہی آپ نے وہی کیا اور اپنے ہاتھ کو مثل چاند منور دیکھ لیا۔ پھر حکم دیا کہ تمہیں اس سانپ سے یا کسی گھبراہٹ ڈر خوف رعب سے دہشت معلوم ہو تو اپنے بازو اپنے بدن سے ملالو ڈر خوف جاتا رہے گا۔ اور یہ بھی ہے کہ جو شخص ڈر اور دہشت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے دل پر اللہ کے اس فرمان کے ماتحت رکھ لے تو انشاء اللہ اس کا خوف ڈر جاتا رہے گا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ ابتدا میں حضرت موسیٰ کے دل پر فرعون کا بہت خوف تھا آپ جب اسے دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے۔ دعا (اللھم انی ادرا بک فی نحرہ واعوذ بک من شرہ)۔ اے اللہ میں تجھے اس کے مقابلہ میں کرتا ہوں۔ اور اس کی برائی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل سے رعب وخوف ہٹالیا اور فرعون کے دل میں ڈال دیا پھر تو اسکا یہ حال ہو گیا تھا کہ حضرت موسیٰ کو دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا ہو جاتا تھا۔ یہ دونوں معجزے یعنی عصائے موسیٰ اور ید بیضاء دے کر اللہ نے فرمایا کہ اب فرعون اور فرعونیوں کے پاس رسالت لے کر جاؤ اور بطور دلیل یہ معجزہ پیش کرو اور ان فاسقوں کو اللہ کی راہ دکھاؤ۔

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ○ |
| عرض کیا: اے پروردگار! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس جانے سے قبل عذر عرض کرنے کا بیان

"قَالَ رَبّ إِنِّي قَتَلْت مِنْهُمْ نَفْسًا" هُوَ الْقِبْطِيّ السَّابِق "فَأَخَاف أَنْ يَقْتُلُونِي" بِهِ،

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! میں نے ان میں سے ایک شخص کو قتل کر ڈالا تھا یعنی وہی سابقہ قبطی ہے سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے اس کے بدلے میں قتل کر ڈالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب فرعون سے اندیشہ کے سبب جب ہجرت کر گئے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے وہیں اسی کے پاس نبی بن کر جانے کو فرمایا تو آپ کو وہ سب یاد آ گیا اور عرض کرنے لگے اے اللہ ان کے ایک آدمی کی جان میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی تو ایسا نہ ہو کہ وہ بدلے کا نام رکھ کر میرے قتل کے درپے ہو جائیں۔

| |
|---|
| وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ○ |
| اور میرے بھائی ہارون (علیہ السلام)، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہیں سو انہیں میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج |

دے کہ وہ میری تصدیق کر سکیں میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

## حضرت ہارون علیہ السلام کا فصیح اللسان ہونے کا بیان

"وَأَخِي هَارُونَ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا" أَبْيَنَ "فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا" مُعِينًا وَفِي قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ الدَّالِ بِلَا هَمْزَةٍ "يُصَدِّقُنِي" بِالْجَزْمِ جَوَابُ الدُّعَاءِ وَفِي قِرَاءَةٍ بِالرَّفْعِ وَجُمْلَتُهُ صِفَةُ رِدْءًا

اور میرے بھائی ہارون علیہ السلام، وہ زبان میں مجھ سے زیادہ فصیح ہیں یعنی ان کا بیان واضح ہے۔ پس انھیں میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے یہاں پر لفظ رداء یہ ایک قرأت کے مطابق دال کے فتحہ کے ساتھ ہمزہ کے بغیر ہے۔ کہ وہ میری تصدیق کر سکیں، یہاں پر یصدقنی یہ لفظ جزم کے ساتھ آیا کیونکہ یہ دعا کا جواب ہے۔ اور ایک قرأت کے مطابق مرفوع آیا ہے۔ جو رداء کی صفت ہو کر جملہ ہوا ہے۔ میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

حضرت موسیٰ نے بچپن کے زمانے میں جب کہ آپ کے سامنے بطور تجربہ کے ایک آگ اور ایک کھجور یا یک موتی رکھا تھا تو آپ نے انگارہ پکڑ لیا تھا اور منہ میں ڈال لیا تھا اس واسطے آپ کی زبان میں کچھ کسر رہ گئی تھی اور اسی لیے آپ نے اپنی زبان کی بابت اللہ سے دعا مانگی تھی کہ میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اس سے میرا بازو مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر تاکہ نبوت و رسالت کا فریضہ ادا ہو اور تیرے بندوں کو تیری کبریائی کی دعوت دے سکیں۔ یہاں بھی آپ کی دعا منقول ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بھائی ہارون کو میرے ساتھ ہی اپنا رسول بنا کر بھیجیں وہ میرا معین و وزیر ہو جائے۔ وہ میری باتوں کو باور کرے تاکہ میرا بازو مضبوط رہے دل بڑھا ہوا رہے۔ اور یہ بھی بات ہے کہ دو آوازیں بہ نسبت ایک آواز کے زیادہ مضبوط اور بااثر ہوتی ہیں۔ میں اکیلا رہا تو ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے جھٹلا نہ دیں اور ہارون ساتھ ہوا تو میری باتیں بھی لوگوں کو سمجھا دیا کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ |
| بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ○ |
| ارشاد فرمایا: ہم تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ذریعے مضبوط کر دیں گے۔ اور ہم تم دونوں کے لئے ہیبت و غلبہ پیدا کیے دیتے ہیں۔ |
| سو وہ ہماری نشانیوں کے سبب سے تم تک نہیں پہنچ سکیں گے، تم دونوں اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے غالب رہیں گے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہارون علیہ السلام کے ذریعے مدد کرنے کا بیان

"قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ" نُقَوِّيك "بِأَخِيك وَنَجْعَل لَكُمَا سُلْطَانًا" غَلَبَة "فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا" بِسُوءٍ اذْهَبَا "بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنْ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ" لَهُمْ

ارشاد فرمایا: ہم تمہارا بازو تمہارے بھائی کے ذریعے مضبوط کر دیں گے یعنی طاقت دیتے ہیں۔ اور ہم تم دونوں کے لئے

(لوگوں کے دلوں میں اور تمہاری کاوشوں میں) ہیبت وغلبہ پیدا کئے دیتے ہیں۔ سو وہ ہماری نشانیوں کے سبب سے تم تک گزند پہنچانے کے لئے نہیں پہنچ سکیں گے، تم دونوں اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے وہ ان پر غالب آنے والے ہیں۔

جناب باری ارحم الراحمین نے جواب دیا کہ تیری مانگ منظور ہے ہم تیرے بھائی کو تجھ کو سہارا دیں گے اور اسے بھی تیرے ساتھ نبی بنا دیں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے (قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی، موسیٰ تیرا سوال پورا کر دیا گیا۔ اور آیت میں ہے ہم نے اپنی رحمت سے اسے اس کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ اسی لئے بعض اسلاف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون پر کیا کہ اللہ سے دعا کر کے انہیں نبی بنوا دیا۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی بڑی بزرگی کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایسی دعا بھی رد نہ کی۔ واقعی آپ اللہ کے نزدیک بڑے ہی مرتبہ والے تھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم تم دونوں کو زبردست دلیلیں اور کامل حجتیں دیں گے فرعونی تمہیں کوئی ایذاء نہیں دے سکتے۔ کیونکہ تم میرا پیغام میرے بندوں کے نام پہنچانے والے ہو۔ ایسوں کو میں خود دشمنوں سے سنبھالتا ہوں۔ ان کا مددگار اور مؤید میں خود بن جاتا ہوں۔ انجام کار تم اور تمہارے ماننے والے ہی غالب آئیں گے۔ جیسے فرمان ہے اللہ لکھ چکا ہے میں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے اللہ تعالیٰ قوت والا عزت والا ہے۔

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝ |
| پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری واضح اور روشن نشانیاں لے کر آئے تو وہ لوگ کہنے لگے کہ |
| یہ تو من گھڑت جادو کے سوا نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے آباء واجداد میں نہیں سنی تھیں۔ |

## کفار کا آیات حق کو جادو قرار دینے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَى بِآيَاتِنَا بَيِّنَات" وَاضِحَات حَال "قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْر مُفْتَرًى" مُخْتَلِق "وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا" كَائِنًا "فِي" أَيَّام

پھر جب موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری واضح اور روشن نشانیاں لے کر آئے، یہاں پر لفظ بینات یہ حال ہے۔ تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو من گھڑت جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور ہم نے یہ باتیں اپنے پہلے آباء واجداد کے دنوں میں کبھی نہیں سنی تھیں۔

## فرعونی قوم کا پیغام توحید کو سن کر جادو کہہ دینے کا بیان

حضرت موسیٰ علیہ السلام خلعت نبوت سے اور کلام الٰہی سے ممتاز ہو کر بحکم اللہ مصر میں پہنچے اور فرعون اور فرعونیوں کو اللہ کی وحدت اور اپنی رسالت کی تلقین کے ساتھ ہی جو معجزے اللہ نے دیئے تھے انہیں دکھایا۔ سب کو مع فرعون کے یقین کامل ہو گیا کہ بیشک حضرت موسیٰ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن مدتوں کا غرور اور پرانا کفر سر اٹھائے بغیر نہ رہا اور زبانیں دل کے خلاف کر کے کہنے لگے یہ تو صرف مصنوعی جادو ہے۔ اب فرعونی اپنے دبدبے اور قوت وطاقت سے حق کے مقابلے پر جم گئے اور اللہ کے نبیوں کا سامنا

کرنے پر تل گئے اور کہنے لگے کبھی ہم نے تو نہیں سنا کہ اللہ ایک ہے اور ہم تو کیا ہمارے اگلے باپ دادوں کے کان بھی آشنا نہیں تھے۔ہم سب کے سب مع اپنے بڑے چھوٹوں کے بہت سے معبودوں کو پوجتے رہے۔یہ نئی باتیں لے کر کہاں سے آ گیا؟ کلیم اللہ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ مجھے اور تم کو اللہ خوب جانتا ہے وہی ہم تم میں فیصلہ کرے گا ہم میں سے ہدایت پر کون ہے؟ اور کون نیک انجام پر ہے؟ اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے وہ فیصلہ کر دے گا اور تم عنقریب دیکھ لو گے کہ اللہ کی تائید کس کا ساتھ دیتی ہے؟ ظالم یعنی مشرک کبھی خوش انجام اور شاد کام نہیں ہوئے وہ نجات سے محروم ہیں۔(جامع البیان، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَ قَالَ مُوْسٰى رَبِّيْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ |
| عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ○ |
| اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے اور |
| اس کو جس کے لئے آخرت کے گھر کا انجام ہوگا، بیشک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہدایت کے ساتھ مبعوث ہونے کا بیان

"وَقَالَ" بِوَاوٍ وَبِدُونِهَا "مُوسَى رَبِّي أَعْلَم" عَالِم "بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَى مِنْ عِنْده" الضَّمِير لِلرَّبِّ "وَمَنْ" عَطْف عَلَى مَنْ قَبْلهَا "تَكُون" بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة "لَهُ عَاقِبَة الدَّار" أَيْ الْعَاقِبَة الْمَحْمُودَة فِي الدَّار الْآخِرَة أَيْ هُوَ أَنَا فِي الشِّقَّيْنِ فَأَنَا مُحِقّ فِيمَا جِئْت بِهِ "إِنَّهُ لَا يُفْلِح الظَّالِمُونَ" الْكَافِرُونَ

یہاں پر لفظ قال واؤ اور بغیر واؤ کے بھی آیا ہے۔اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے۔یہاں پر لفظ عندہ کی ضمیر رب کی طرف لوٹنے والی ہے۔اور "وَمَنْ" عَطْف عَلَى مَنْ قَبْلهَا "اور اس کو بھی جس کے لئے آخرت کے گھر کا انجام بہتر ہوگا، یہاں پر لفظ تکون یہ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔یعنی آخرت میں انجام بہتر ہوگا اور وہ دونوں احوال میں میرے لئے بہتر ہے پس جو میں لایا ہوں وہی حق ہے۔بیشک ظالم یعنی کفار فلاح نہیں پائیں گے۔

یعنی تم نے مجھے ایک جادوگر سمجھا ہے حالانکہ میرا پروردگار میرے حال سے خوب واقف ہے کہ ہر شخص کے کاموں کے انجام کا فیصلہ بھی اسی کے ہاتھ میں ہے بہر حال ایک بات تو یقینی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظالم اور بے انصاف لوگ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔اگر میں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا الزام لگا دیا ہے تو میرا انجام کبھی بخیر نہیں ہو سکتا۔اسی طرح اگر میں اللہ کی طرف سچا رسول ہوں اور تم مجھے جادوگر کہہ کر دوسرے حیلے بہانوں سے مجھے جھٹلاؤ گے تو تمہارا بھی کبھی انجام بخیر نہ ہوگا۔

| |
|---|
| وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ |
| فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ |

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان! میرے لئے گارے کو آگ لگا دے، پھر میرے لئے ایک اونچی عمارت تیار کر، شاید میں موسیٰ کے خدا تک رسائی پا سکوں، اور میں تو اس کو جھوٹ بولنے والوں میں گمان کرتا ہوں۔

## فرعون کا ہامان کو اونچی دیوار بنانے کا حکم دینے کا بیان

"وَقَالَ فِرْعَوْن يَا أَيُّهَا الْمَلَأ مَا عَلِمْت لَكُمْ مِنْ إلَه غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَان عَلَى الطِّين" فَاطْبُخْ لِي الْآجُرّ "فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا" قَصْرًا عَالِيًا "لَعَلِّي أَطَّلِع إلَى إلَه مُوسَى" أَنْظُر إلَيْهِ وَأَقِف عَلَيْهِ "وَإِنِّي لَأَظُنّهُ مِنْ الْكَاذِبِينَ" فِي ادِّعَائِهِ إلَهًا آخَر وَأَنَّهُ رَسُوله

اور فرعون نے کہا: اے درباریو! میں تمہارے لئے اپنے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جانتا۔ اے ہامان! میرے لئے گارے کو آگ لگا کر کچھ اینٹیں پکا دے، پھر میرے لئے ان سے ایک اونچی عمارت تیار کر، شاید میں اس پر چڑھ کر موسیٰ کے خدا تک رسائی پا سکوں، اور میں تو اس کو جھوٹ بولنے والوں میں گمان کرتا ہوں۔ یعنی جو اس نے دوسرے معبود اور اپنے رسول ہونے کا دعویٰ کر رکھا ہے۔

## جبرائیل امین نے فرعون کی اونچی عمارت کو گرا دیا

فرعون نے بہت اونچا بلند محل تیار کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے وزیر ہامان کو اس کی تیاری کے لئے پہلے یہ حکم دیا کہ مٹی کی اینٹوں کو پکا کر پختہ کیا جائے کیونکہ کچی اینٹوں پر کوئی بڑی اور اونچی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ فرعون کے اس واقعہ سے پہلے پختہ اینٹوں کی تعمیر کا رواج نہ تھا سب سے پہلے فرعون نے یہ ایجاد کرائی۔ تاریخی روایات میں ہے کہ ہامان نے اس محل کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار معمار جمع کئے مزدور اور لکڑی لوہے کا کام کرنے والے ان کے علاوہ تھے اور محل کو اتنا اونچا بنایا کہ اس زمانے میں اس سے زیادہ بلند کوئی تعمیر نہیں تھی۔ پھر جب یہ تیاری مکمل ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا، انہوں نے ایک ضرب میں اس محل کے تین ٹکڑے کر کے گرا دیا جس میں فرعونی فوج کے ہزاروں آدمی دب کر مر گئے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قصص، بیروت)

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ○

اور اس نے خود اور اس کی فوجوں نے ملک میں ناحق تکبر و سرکشی کی اور یہ گمان کر بیٹھے کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔

## فرعون اور اس کے لشکر کا زمین مصر میں سرکشی کرنے کا بیان

"وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوده فِي الْأَرْض" أَرْض مِصْر "بِغَيْرِ الْحَقّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إلَيْنَا لَا يَرْجِعُونَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ

اور اس فرعون نے خود اور اس کی فوجوں نے ملک یعنی زمین مصر میں ناحق تکبر و سرکشی کی اور یہ گمان کر بیٹھے کہ وہ ہماری طرف

نہیں لوٹائے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ یرجعون معروف و مجہول دونوں طرح آیا ہے۔

انھیں اللہ نے زمین کے تھوڑے سے حصہ میں چند دن کے لئے اقتدار بخشا تو وہ یہ سمجھنے لگے کہ ان سے اوپر کوئی ہستی ہے نہیں جو ان سے یہ اقتدار چھین بھی سکتی ہے۔ نہ ہی انھیں کبھی یہ خیال آیا تھا کہ مرنے کے بعد ہمیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اور ہمارے ایک ایک کام سے متعلق ہم سے باز پرس ہونے والی ہے۔

| |
|---|
| فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ○ |
| پس ہم نے اس کو اور اس کی فوجوں کو پکڑ لیا اور ان کو دریا میں پھینک دیا، تو آپ دیکھئے کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## فرعون اور اس کے لشکر کے غرق ہونے کا بیان

"فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُودهُ فَنَبَذْنَاهُمْ " طَرَحْنَاهُمْ "فِي الْيَمّ" الْبَحْر الْمَالِح فَغَرِقُوا "فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الظَّالِمِينَ" حِين صَارُوا إلَى الْهَلَاك

پس ہم نے اس کو اور اس کی فوجوں کو عذاب میں پکڑ لیا اور ان کو دریائے شور میں پھینک دیا، تو وہ ڈوب گئے تو آپ دیکھئے کہ ظالموں کا انجام کیسا عبرت ناک ہوا۔ یعنی جس وقت وہ ہلاکت کی جانب گئے۔

یعنی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے یہ نہ سمجھا کہ کوئی ان کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا کہ یادگار رہے کہ بد بخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے واقعات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

| |
|---|
| وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ○ |
| اور ہم نے انھیں پیشوا بنا دیا کہ وہ دوزخ کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ |

## دوزخ کی جانب بلانے والے گمراہ رہنماؤں کا بیان

"وَجَعَلْنَاهُمْ" فِي الدُّنْيَا "أَئِمَّة" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة يَاء رُؤَسَاء فِي الشِّرْك "يَدْعُونَ إلَى النَّار" بِدُعَائِهِمْ إلَى الشِّرْك "وَيَوْم الْقِيَامَة لَا يُنْصَرُونَ" بِدَفْعِ الْعَذَاب عَنْهُمْ

اور ہم نے انھیں دنیا میں دوزخیوں کا پیشوا بنا دیا یہاں پر لفظ أئمہ یہ دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ابدال ثانی کیلئے آیا ہے یعنی جو شرک میں ان کے پیشوا تھے۔ کہ وہ لوگوں کو دوزخ یعنی شرک کی طرف بلاتے تھے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ کہ ان سے عذاب دور ہو سکے۔

## گمراہ کرنے والے سکالروں سے بچنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری امت کے اخیر زمانے میں ایسے

لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کیا کریں گے جن کو نہ تم اور نہ ہی تمہارے آباؤاجداد نے اس سے پہلے سنا ہوگا لہٰذا ان لوگوں سے جس قدر ہو سکے دور رہنا۔ (صحیح مسلم: جلداول: حدیث نمبر 17)

| |
|---|
| وَاَتْبَعْنٰـهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً ۚ وَیَوْمَ الْقِیٰـمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ۝ |
| اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ دور دفع کیے گئے لوگوں سے ہوں گے۔ |

## گمراہ لوگوں کیلئے دنیا و آخرت میں رسوائی کا بیان

"وَاَتْبَعْنَاهُمْ فِی هَذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَة" خِزْیًا "وَیَوْم الْقِیَامَة هُمْ مِنْ الْمَقْبُوحِینَ" الْمُبْعَدِینَ

اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت یعنی رسوائی لگا دی ہے اور قیامت کے دن وہ دور دفع کیے گئے لوگوں سے ہوں گے۔ یعنی بارگاہ سے نکالے ہوئے لوگوں سے ہوں گے۔

یعنی فرعون اور آل فرعون پر بعد میں آنے والی دنیا لعنت ہی بھیجتی رہے گی اور انھیں برے لفظوں میں یاد کیا جاتا رہا گا۔ اور قیامت کے دن تو ان کی بڑی درگت بنائی جائے گی اور ان کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ |
| وَهُدًی وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے اس کے بعد کہ ہم پہلی قوموں کو ہلاک کر چکے تھے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا کی جو |
| لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت و رحمت تھی، تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَیْنَا مُوسَی الْكِتَاب" التَّوْرَاة "مِنْ بَعْد مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُون الْأُولَی" قَوْم نُوح وَعَادٍ وَثَمُود وَغَیْرهمْ "بَصَائِر لِلنَّاسِ" حَال مِنْ الْكِتَاب جَمْع بَصِیرَة وَهِیَ نُور الْقَلْب أَیْ أَنْوَارًا لِلْقُلُوبِ "وَهُدًی" مِنْ الضَّلَالَة لِمَنْ عَمِلَ بِهِ "وَرَحْمَة" لِمَنْ آمَنَ بِهِ "لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُونَ" یَتَّعِظُونَ بِمَا فِیهِ مِنْ الْمَوَاعِظ

اور بیشک ہم نے اس کے بعد کہ ہم پہلی نافرمان قوموں یعنی قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ کو ہلاک کر چکے تھے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی تو ارت عطا کی جو لوگوں کے لئے خزانہ بصیرت اور ہدایت و رحمت تھی، یہاں پر لفظ بصائر للناس یہ الکتاب سے حال ہے جو بصیرت کی جمع ہے۔ اور دلوں کے نور میں سے ایک نور ہے۔ اور گمراہی سے ہدایت ہے جس نے اس کتاب پر عمل کیا اور جو ایمان لایا اس کیلئے رحمت ہے۔ تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ یعنی اس میں وعظ حاصل کرنے والوں کیلئے وعظ ہے۔

## پہلی اقوام کی ہلاکتوں کا بیان

پہلی نسلوں سے مراد اقوام سابقہ ہیں۔ مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب اور قوم فرعون وغیرہ۔ یہ سب لوگ اللہ کے نافرمان اور سرکش لوگ تھے ان سب اقوام نے دنیا کی تکذیب کا نتیجہ بھگت لیا اور فرعون اور ان کے ساتھیوں کا جو انجام ہوا وہ بھی سب کے سامنے ہے۔ اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو تورات عطا کی جس میں انہی تباہ شدہ اقوام سے متعلق بصیرت افروز دلائل بھی تھے اور آئندہ کے لئے بھی انسانیت کی ہدایت کے واضح ہدایات دی گئیں۔ اور یہ لوگوں پر اللہ کی خاص مہربانی تھی اور ان سب باتوں کا مقصد یہ تھا کہ انسانیت آئندہ صحیح راہ پر گامزن ہو جائے اور اس کا نیا دور شروع ہو۔ اس صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نے تورات نازل کر[illegible] بعد پھر کسی قوم کو آسمان کے عذاب سے تباہ نہیں کیا البتہ ایک بستی کے لوگ (اصحاب السبت) بندر بنائے گئے تھے۔

| |
|---|
| وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشَّٰهِدِينَ ۝ |
| اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی طرف حکم بھیجا تھا، اور نہ آپ گواہی دینے والوں میں سے تھے۔ |

## نبی کریم ﷺ کو واقعہ موسیٰ علیہ السلام کی اطلاع دینے کا بیان

"وَمَا كُنْت" يَا مُحَمَّد "بِجَانِبِ" الْجَبَل أَوْ الْوَادِي أَوْ الْمَكَان "الْغَرْبِيّ" مِنْ مُوسَى حِين الْمُنَاجَاة "إِذْ قَضَيْنَا" أَوْحَيْنَا "إِلَى مُوسَى الْأَمْر" بِالرِّسَالَةِ إِلَى فِرْعَوْن وَقَوْمه "وَمَا كُنْت مِنْ الشَّاهِدِينَ" لِذَلِكَ فَتَعْلَمهُ فَتُخْبِر بِهِ

اور یا محمد ﷺ آپ اس وقت طور پہاڑ یا وادی یا اس جگہ کے مغربی جانب تو موجود نہیں تھے جس وقت موسیٰ علیہ السلام مناجات کرتے۔ جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف حکم رسالت بھیجا تھا، کہ وہ فرعون کو اور اس کی قوم کو میرا پیغام پہنچا دیں۔ اور نہ ہی آپ گواہی دینے والوں میں سے تھے۔ اسی لیے ہم نے یہ سب کچھ غائب کا علم آپ کو دیا ہے تا کہ آپ اس کو بیان کر دیں۔

## سابقہ اقوام کے واقعات اور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل دیتا ہے کہ ایک وہ شخص جو امی ہو جس نے ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو جو اگلی کتابوں سے محض ناآشنا ہو جس کی قوم علمی مشاغل سے اور گذشتہ تاریخ سے بالکل بے خبر ہو وہ تفصیل اور وضاحت کے ساتھ کام فصاحت وبلاغت کے ساتھ بالکل سچے ٹھیک اور صحیح گذشتہ واقعات کو اس طرح بیان کرے جیسے کہ اس کے اپنے چشم دید ہوا اور جیسے کہ وہ ان کے ہونے کے وقت وہیں موجود ہو کیا یہ اس امر کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے تلقین کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود اپنی وحی کے ذریعہ سے انہیں وہ تمام باتیں بتاتا ہے۔ حضرت مریم صدیقہ کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے بھی قرآن نے اس چیز کو پیش کیا ہے اور فرمایا ہے آیت ( ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَھُمْ اَيُّھُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ 44-3 آل عمران: 44) جب کہ وہ حضرت مریم کے پالنے کے

لیے قلمیں ڈال کر فیصلے کر رہے تھے اس وقت تو ان کے پاس موجود نہ تھا اور نہ تو اس وقت تھا جب کہ وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے پس باوجود عدم موجودگی اور بیخبری کے آپ کی نبوت کی کھری دلیل ہے اور صاف نشانی ہے اس امر پر کہ وحی الٰہی سے یہ کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح نوح نبی کا واقعہ بیان فرما کر فرمایا ہے آیت (تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ 49)-11ھود:49) یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تم تک پہنچا رہے ہیں تو اور تیری ساری قوم اس وحی سے پہلے ان واقعات سے محض بیخبر تھی۔ اب صبر کے ساتھ دیکھتا رہ اور یقین مان کہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے ہی نیک انجام ہوتے ہیں۔

سورۃ یوسف کے آخر میں بھی ارشاد ہوا ہے کہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم بذریعہ وحی کے تیرے پاس بھیج رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھا جب کہ برادران یوسف نے اپنا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور اپنی تدبیروں میں لگ گئے تھے۔ سورۃ طٰہ میں عام طور پر فرمایا آیت (كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا 99) -20طه:99) اسی طرح ہم تیرے سامنے پہلے کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔

پس یہاں بھی موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ان کی نبوت کی ابتداء وغیرہ اول سے آخر تک بیان فرما کر فرمایا کہ تم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مغربی پہاڑ کی جانب جہاں کے مشرقی درخت میں سے جو وادی کے کنارے تھے اللہ نے اپنے کلیم سے باتیں کیں موجود نہ تھے بلکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعے آپ کو یہ سب معلومات کرائیں۔ تاکہ یہ آپ کی نبوت کی ایک دلیل ہو جائے ان زمانوں پر جو مدتوں سے چلے آ رہے ہیں اور اللہ کی باتوں کو وہ بھول بھال چکے ہیں۔ اگلے نبیوں کی وحی ان کے ہاتھوں سے گم ہو چکی ہے اور نہ تو مدین میں رہتا تھا کہ وہاں کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام کی حالت بیان کرتا جو ان میں اور ان کے قوم میں واقع ہوئے تھے۔ بلکہ ہم نے بذریعہ وحی یہ خبریں تمہیں پہنچائیں اور تمام جہان کی طرف تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا۔ اور نہ تو طور کے پاس تھا جب کہ ہم نے آواز دی۔ نسائی شریف میں حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ یہ آواز دی گئی کہ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم اس سے پہلے مجھ سے مانگو میں نے تمہیں دے دیا اور اس سے پہلے تم مجھ سے دعا کرو میں قبول کر چکا۔

مقاتل کہتے ہیں کہ ہم نے تیری امت کو جو ابھی باپ دادوں کی پیٹھ میں تھی آواز دی کہ جب تو نبی بنا کر بھیجا جائے تو وہ تیری اتباع کریں۔ قتادہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی یہی زیادہ مشابہ اور مطابق ہے کیونکہ اوپر بھی یہی ذکر ہے۔ اوپر عام طور بیان تھا یہاں خاص طور سے ذکر کیا جیسے اور آیت میں ہے (وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ، الشعراء:10) کو آواز دی اور آیت میں ہے کہ وادی مقدس میں اللہ نے اپنے کلیم کو پکارا۔ اور آیت میں ہے کہ طور ایمن کی طرف سے ہم نے اسے پکارا اور سرگوشیاں کرتے ہوئے اسے اپنا قرب عطا فرمایا۔

پھر فرماتا ہے کہ ان میں سے ایک واقعہ بھی نہ تیری حاضری کا ہے نہ تیرا چشم دید ہے بلکہ یہ اللہ کی وحی ہے جو وہ اپنی رحمت سے تجھ پر فرما رہے ہیں اور یہ بھی اس کی رحمت ہے کہ اس نے تجھے اپنے بندوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ کہ تو ان لوگوں کو آگاہ اور ہوشیار

کردے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا تا کہ نصیحت حاصل کریں اور ہدایت پائیں۔اور اس لیے بھی کہ ان کی دلیل باقی نہ رہ جائے اور کوئی عذر ان کے ہاتھ میں نہ رہے اور یہ اپنے کفر کی وجہ سے عذابوں کو آتا دیکھ کر یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہی نہ تھا جو انہیں راہ راست کی تعلیم دیتا اور جیسے کہ اپنی مبارک کتاب قرآن کریم کے نزول کو بیان فرما کر فرمایا کہ یہ اس لئے ہے کہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کی دونوں جماعت پر اتر تی تھی لیکن ہم تو اس کی درس وتدریس سے بالکل غافل تھے اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو یقیناً ہم ان سے زیادہ راہ راست پر آجاتے۔اب بتاؤ کہ خود تمہارے پاس بھی تمہارے رب کی دلیل اور ہدایت ورحمت آچکی۔اور آیت میں ہے رسول ہیں خوشخبریاں دینے والے ڈرانے والے تا کہ ان رسولوں کے بعد کسی کی کوئی حجت اللہ پر باقی نہ رہ جائے۔اور آیت میں فرمایا( يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ 19)-5- المآئدہ:19)اے اہل کتاب اس زمانہ میں جو رسولوں کی عدم موجودگی کا چلا آرہا تھا ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا اب تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پاس کوئی بشیر ونذیر نہیں پہنچا لو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے آپہنچا۔اور آیتیں بھی اس مضمون کی بہت ہیں غرض رسول آچکے اور تمہارا یہ عذر کٹ گیا کہ اگر رسول آتے تو ہم اس کی مانتے اور مومن ہو جاتے۔

(تفسیر ابن کثیر،سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ |
| تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ۝ |
| لیکن ہم نے کئی قومیں پیدا فرمائیں پھر ان پر طویل مدت گزر گئی،اور نہ آپ اہل مدین میں مقیم تھے کہ |
| آپ ان پر ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں لیکن ہم ہی مبعوث فرمانے والے ہیں۔ |

## سابقہ امتوں کے واقعات کی وحی آنے کا بیان

"وَلٰكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا" أُمَمًا مِنْ بَعْد مُوسَى "فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمْ الْعُمُر" طَالَتْ أَعْمَارهمْ فَنَسُوا الْعُهُود. وَانْدَرَسَتْ الْعُلُوم وَانْقَطَعَ الْوَحْي فَجِئْنَا بِك رَسُولًا وَأَوْحَيْنَا إلَيْك خَبَر مُوسَى وَغَيْره "وَمَا كُنْت ثَاوِيًا" مُقِيمًا "فِي أَهْل مَدْيَن تَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتنَا" خَبَر ثَانٍ فَتَعْرِف قِصَّتهمْ فَتُخْبِر بِهَا "وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسَلِينَ" لَك وَإِلَيْك بِأَخْبَارِ الْمُتَقَدِّمِينَ

لیکن ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد یکے بعد دیگرے کئی قومیں پیدا فرمائیں پھر ان پر طویل مدت گزر گئی،اور وہ کیے عہدوں کو بھی بھول گئے۔اور علم ختم ہو گئے اور وحی منقطع ہو چکی۔پس ہم نے آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور ہم نے آپ کی طرف موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی وحی کی ہے۔اور نہ ہی آپ اہل مدین میں مقیم تھے کہ آپ ان پر ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں یہاں پر تتلو علیہم یہ ماکنت کی خبر ثانی ہے۔تا کہ آپ ان کے واقعہ کو جانیں اور اس کو بیان کریں۔لیکن ہم ہی (آپ کو اخبار غیب سے سرفراز

فرما کر) مبعوث فرمانے والے ہیں۔ یعنی پہلے لوگوں کی خبروں کو آپ کی جانب بھیجنے والے ہیں۔

تو وہ اللہ کا عہد بھول گئے اور انہوں نے اس کی فرمانبرداری ترک کی اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے سید عالم حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اور آپ پر ایمان لانے کے متعلق عہد لئے تھے جب دراز زمانہ گزرا اور اُمتوں کے بعد اُمتیں گزرتی چلی گئیں تو وہ لوگ ان عہدوں کو بھول گئے اور اس کی وفا ترک کر دی۔ تو ہم نے آپ کو علم دیا اور پہلوں کے حالات پر مطلع کیا۔ (تفسیر خازن، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ |
| قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اور نہ تو پہاڑ کے کنارے پر تھا جب ہم نے آواز دی اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ تو ان لوگوں کو |
| ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ |

## اہل مکہ کیلئے نصیحت کرنے کا بیان

"وَمَا كُنْت بِجَانِبِ الطُّور " الْجَبَل "إِذْ" حِين "نَادَيْنَا" مُوسَى أَنْ خُذْ الْكِتَاب بِقُوَّةٍ "وَلَكِنْ" أَرْسَلْنَاك "رَحْمَة مِنْ رَبّك لِتُنْذِر قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِير مِنْ قَبْلك" وَهُمْ أَهْل مَكَّة "لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ

اور نہ تو آپ طور پہاڑ کے کنارے پر تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی کہ اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لیں اور لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈر سنائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا، اور وہ اہل مکہ ہیں۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

گویا ان تین واقعات کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے آپ کی نبوت کی صداقت کے طور پر پیش فرمایا۔ ایک وہ وقت جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو معجزات عطا کر کے انھیں فرعون اور اس کی قوم کے پاس بھیجا اور امر رسالت تفویض کیا تھا۔ دوسرے مدین کے حالات کے تفصیل اور تیسرے وہ وقت جب موسیٰ رستہ بھول کر آگ لینے کی غرض سے آئے تھے۔ تو ہم نے خود انھیں پکار کر رسالت بھی عطا کی تھی اور ہم کلامی کا شرف بھی بخشا تھا۔ اور یہ واقعات آپ کی نبوت پر دلیل اس طرح ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ کہ آپ نے کسی کتاب سے پڑھ کر یہ حالات معلوم کر لئے ہوں اور لوگوں کو سنا دیا ہو۔ دوسرے یہ کہ آپ کا کوئی استاد ہی نہ تھا جس کے آگے آپ نے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو اور اس نے آپ کو ان واقعات سے مطلع کر دیا ہو۔ اب تیسری صورت یہی باقی رہ جاتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہوں اور اللہ نے بذریعہ وحی آپ کو ان حالات سے مطلع کر دیا ہو۔ پھر ان سابقہ کتب میں یا موجودہ میں انہی واقعات سے متعلق بے شمار جزوی اختلاف موجود تھے۔ اللہ نے جو حالات آپ کو وحی کے ذریعہ

بتلائے یہ حالات اصل حقائق کے ٹھیک مطابق ہیں۔

یعنی اہل حجاز کے لئے اس دو ہزار سال میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا تھا ان لوگوں کا ان واقعات سے متعلق ذریعہ معلومات بس وہی خبریں تھیں جو ادھر ادھر سے وہ سن لیتے تھے اور ان خبروں میں بھی کافی اختلافات تھے۔ اب ہم نے ان لوگوں میں آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ انھیں صحیح حالات کا علم ہو جائے۔ اور وہ امم سابقہ کے انجام سے متنبہ ہو کر سبق حاصل کریں۔ اور اللہ سے شرک اور سرکشی کی راہ چھوڑ کر راہ راست پر آ جائیں تا کہ ان کا انجام بھی ویسا ہی نہ ہو جیسا کہ مذکور امتوں کا ہوا تھا۔

| |
|---|
| وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْ لَآ اَرْسَلْتَ |
| اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٠ |
| اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب انھیں کوئی مصیبت پہنچے ان کے اعمال بد کے باعث جو انہوں نے خود انجام دیئے |
| تو وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی |
| کرتے اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ |

## عذاب میں جلدی و تاخیر کی حکمت کا بیان

"وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَة" عُقُوبَة "بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ" مِنْ الْكُفْر وَغَيْره "فَيَقُولُوا رَبّنَا لَوْلَا" هَلَّا "أَرْسَلْت إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِع آيَاتك" الْمُرْسَل بِهَا "وَنَكُون مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" وَجَوَاب لَوْلَا مَحْذُوف وَمَا بَعْده مُبْتَدَأ وَالْمَعْنَى لَوْلَا الْإِصَابَة الْمُسَبَّب عَنْهَا قَوْلهمْ أَوْ لَوْلَا قَوْلهمْ الْمُسَبَّب عَنْهَا لَعَاجَلْنَاهُمْ بِالْعُقُوبَةِ وَلَمَّا أَرْسَلْنَاك إِلَيْهِمْ رَسُولًا

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ جب انھیں کوئی مصیبت یعنی سزا پہنچے ان کے اعمال بد یعنی کفر وغیرہ کے باعث جو انہوں نے خود انجام دیئے تو وہ یہ نہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے جو ہماری طرف بھیجی جاتیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جاتے۔ یہ جملہ لولا محذوف کا جواب ہے اور اس کا مابعد مبتداء ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مصیبت کا پہنچنا جو کہ کفار کے قول "لولا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا" سبب ہے یہ نہ ہوتا تو ہم ان کو عذاب دینے میں جلدی کرتے یا پھر ان کو قول "لولا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا، الخ" جو مسبب ہے یہ نہ ہوتا تو ہم آپ کو ان کی طرف رسول بنا کر مبعوث نہ کرتے۔

معنی آیت کے یہ ہیں کہ رسولوں کا بھیجنا ہی الزام حجت کے لئے ہے کہ انھیں یہ عذر کرنے کی گنجائش نہ ملے کہ ہمارے پاس رسول نہیں بھیجے گئے اس لئے گمراہ ہو گئے اگر رسول آتے تو ہم ضرور مطیع ہوتے اور ایمان لاتے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْ لَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی ؕ اَوَلَمْ یَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ٙ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ۝

پھر جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق آ گیا تو انھوں نے کہا اسے اس جیسی چیزیں کیوں نہ دی گئیں جو موسیٰ کو دی گئیں؟ تو کیا انھوں نے اس سے پہلے ان چیزوں کا انکار نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ انھوں نے کہا یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور کہنے لگے ہم تو ان سب سے منکر ہیں۔

## کفار کا انبیائے کرام کی ہدایت کو جادو قرار دینے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقّ" مُحَمَّد "مِنْ عِنْدنَا قَالُوا لَوْلَا" هَلَّا "أُوتِيَ مِثْل مَا أُوتِيَ مُوسَى" مِنْ الْآيَات كَالْيَدِ الْبَيْضَاء وَالْعَصَا وَغَيْرهمَا أَوْ الْكِتَاب جُمْلَة وَاحِدَة "أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْل" حَيْثُ "قَالُوا" فِيهِ وَفِي مُحَمَّد "سَاحِرَانِ" وَفِي قِرَاءَة سِحْرَانِ أَيْ الْقُرْآن وَالتَّوْرَاة "تَظَاهَرَا" تَعَاوَنَا "وَقَالُوا إنَّا بِكُلٍّ" مِنْ النَّبِيَّيْنِ وَالْكِتَابَيْنِ

پھر جب ان کے پاس ہمارے ہاں سے حق یعنی حضرت محمد ﷺ آ گئے تو انھوں نے کہا اسے اس جیسی چیزیں کیوں نہ دی گئیں جو موسیٰ کو دی گئیں؟ جس طرح ید بیضاء اور عصا وغیرہ اور ایک بار کتاب دینا ہے۔ تو کیا انھوں نے اس سے پہلے ان چیزوں کا انکار نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھیں۔ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہا یہ دونوں مجسم جادو ہیں، یہاں ایک قرأت کے مطابق یہ لفظ سحران آیا ہے یعنی قرآن اور تورات، جو ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور کہنے لگے ہم تو ان سب یعنی انبیائے کرام اور کتابوں سے منکر ہیں۔

یعنی انھیں قرآن کریم یکبارگی کیوں نہیں دیا گیا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری توریت ایک ہی بار میں عطا کی گئی تھی یا یہ معنی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عصا اور ید بیضا جیسے معجزات کیوں نہ دیئے گئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

یہود نے قریش کو پیغام بھیجا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سے معجزات طلب کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ جن یہود نے یہ سوال کیا ہے کیا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور جو انھیں اللہ کی طرف سے دیا گیا ہے اس کے منکر نہ ہوئے۔

یعنی توریت کے بھی اور قرآن کے بھی ان دونوں کو انھوں نے جادو کہا اور ایک قراءت میں ساحران ہے اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ دونوں جادوگر ہیں یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ۔ (تفسیر خزائن العرفان، قصص)

## سورہ قصص آیت ۴۸ کے شان نزول کا بیان

مشرکینِ مکہ نے یہود مدینہ کے سرداروں کے پاس قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کتب

سابقہ میں کوئی خبر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں حضور ﷺ کی نعت وصفت ان کی کتاب توریت میں موجود ہے جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام وسید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کہنے لگے کہ وہ دونوں جادوگر ہیں ان میں ایک دوسرے کا معین ومددگار ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (تفسیر مدارک، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ |
| آپ فرمادیں کہ تم اللہ کے حضور سے کوئی کتاب لے آؤ جوان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم سچے ہو۔ |

## کفار کو کتاب ہدایت لانے میں چیلنج کرنے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّه هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا" مِنْ الْكِتَابَيْنِ "أَتَّبِعهُ إنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِي قَوْلكُمْ،

آپ ان سے فرمادیں کہ تم اللہ کے حضور سے کوئی اور کتاب لے آؤ جوان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو تو میں اس کی پیروی کروں گا اگر تم اپنے قول میں سچے ہو۔

آپ ان کفار مکہ کو یہ جواب دیجئے کہ میں تو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہدایت کی کتاب کی پیروی کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تمہارے پاس تورات اور قرآن سے بہتر کوئی ہدایت کی کتاب موجود ہے تو اسے چھپا کیوں رکھا ہے؟ وہ لاؤ سب سے پہلے میں اس کی پیروی کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جواب اس لئے بتلایا کہ وہ تورات اور قرآن دونوں کو جادو کہتے ہیں اور جادو ایسی چیز ہے جس کا مقابلہ بھی کیا جاسکتا ہے اور اس سے بہتر قسم کا جادو لایا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ کتابیں جادو ہیں تو تم اس سے بہتر چیز کیوں پیش نہیں کرتے۔

| |
|---|
| فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ |
| بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝ |
| پھر اگر وہ آپ کا ارشاد قبول نہ کریں تو آپ جان لیں وہ محض اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون |
| ہوسکتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## کفار کا اپنے کفر کی پیروی کرنے کا بیان

"فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَك" دُعَاءَك بِالْإِتْيَانِ بِكِتَابٍ "فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ" فِي كُفْرهمْ "وَمَنْ أَضَلّ مِمَّنْ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنْ اللَّه" أَيْ لَا أَضَلّ مِنْهُ "إنَّ اللَّه لَا يَهْدِي الْقَوْم الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ

پھر اگر وہ آپ کا ارشاد یعنی کتاب لانے کے دعوٰی میں قبول نہ کریں تو آپ جان لیں وہ محض اپنی خواہشات یعنی اپنے کفر کی پیروی کرتے ہیں، اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی جانب سے ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ یعنی اس جیسا تو گمراہ ہی کوئی نہیں ہے۔ بیشک اللہ ظالم قوم یعنی کفار کو ہدایت نہیں فرماتا۔

یعنی ان کی باتوں اور ان کے اعتراضات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ لوگ قطعاً ہدایت کے طالب نہیں ہیں بلکہ یہ صرف ایسی کتاب کی پیروی کر سکتے ہیں جو ان کے مشرکانہ مذہب اور ان کی خواہشات کے مطابق ہو۔ گویا یہ لوگ اپنی ہی خواہشات کے پیرو اور پرستار ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو ہدایت کیسے نصیب ہوسکتی ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ٥ |
| اور در حقیقت ہم ان کے لئے پے در پے فرمان بھیجتے رہے تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ |

## قرآن مجید کے فرامین کا بہ طور نصیحت ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ وَصَّلْنَا" بَيَّنَّا "لَهُمُ الْقَوْل" الْقُرْآن "لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ فَيُؤْمِنُونَ

اور در حقیقت ہم ان کے لئے پے در پے قرآن کے فرمان بھیجتے رہے تا کہ وہ نصیحت قبول کریں۔ یعنی نصیحت حاصل کر کے ایمان لے آئیں۔

## تبلیغ و دعوت کے بعض آداب کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا اہم پہلو یہ تھا کہ وہ حق بات کو مسلسل کہتے اور پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ لوگوں کا انکار و تکذیب ان کے اپنے عمل اور اپنی لگن میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا تھا بلکہ وہ حق کو اگر ایک مرتبہ نہ مانا گیا تو دوسری مرتبہ، پھر بھی نہ مانا گیا تو تیسری چوتھی مرتبہ برابر پیش کرتے ہی رہتے تھے کسی کے دل میں ڈال دینا تو کسی ناصح ہمدرد کے بس میں نہیں مگر اپنی کوشش کو بغیر کسی تکان اور اکتاہٹ کے جاری رکھنا جو ان کے قبضہ میں تھا اس کو مسلسل انجام دیتے۔ آج بھی تبلیغ و دعوت کے کام کرنے والوں کو اس سے سبق لینا چاہئے۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰـهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ٥ |
| وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ |

## انصاف پسند علمائے یہود و نصارٰی کے اسلام قبول کرنے کا بیان

"اَلَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِه " أَيِ الْقُرْآن "هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ " أَيْضًا نَزَلَتْ فِي جَمَاعَة أَسْلَمُوا مِنَ الْيَهُود كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَّام وَغَيْره وَمِنَ النَّصَارَى قَدِمُوا مِنَ الْحَبَشَة وَمِنَ الشَّام

وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب یعنی قرآن دیا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ آیت یہود کے ان علماء کے بارے میں

نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں۔ اور ان نصاریٰ کے بارے میں جو حبشہ اور شام سے آئے تھے۔

## سورہ قصص آیت ۵۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مؤمنینِ اہل کتاب حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ یہ ان اہل انجیل کے حق میں نازل ہوئی جو حبشہ سے آ کر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے یہ چالیس حضرات تھے جو حضرت جعفر بن ابی طالب کے ساتھ آئے جب انہوں نے مسلمانوں کی حاجت اور تنگی معاش دیکھی تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ ہمارے پاس مال ہیں حضور اجازت دیں تو ہم واپس جا کر اپنے مال لے آئیں اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کریں حضور نے اجازت دی اور وہ جا کر اپنے مال لے آئے اور ان سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان کے حق میں یہ آیات (وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ، البقرة:3) تک نازل ہوئیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیتیں اسی ۸۰ اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئیں جن میں چالیس نجران کے اور بتیس حبشہ کے اور آٹھ شام کے تھے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قصص، لاہور)

## یہود میں نبی کریم ﷺ کی معرفت کا بیان

حضرت صفوان بن عسال (صفوان بن عسال مرادی کی نسبت سے مشہور ہیں حضرت علی المرتضی کے دور خلافت میں آپ کا انتقال ہوا)۔ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ایک یہودی نے اپنے ایک (یہودی) ساتھی سے کہا کہ آؤ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں! اس کے ساتھی نے کہا! انہیں نبی نہ کہو، کیونکہ اگر انہوں نے سن یا (کہ یہودی بھی مجھے نبی فرماتے ہیں) تو ان کی چار آنکھیں ہو جائیں گی (یعنی خوشی سے پھولے نہیں سمائیں گے) بہر حال وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو واضح احکام کے بارہ میں سوال کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراؤ، چوری نہ کرو، جس جان کو مار ڈالنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کا ناحق قتل نہ کرو، کسی بے گناہ کو قتل کرانے کے لئے (اس پر غلط الزام عائد کر کے) حاکم کے پاس مت لے جاؤ، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ پاک دامن عورت کو (زنا کی) تہمت نہ لگاؤ، میدان جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھاؤ اور اے یہودیو! تمہارے لئے خاص طور پر واجب ہے۔ کہ یوم شنبہ کے معاملہ میں (حکم الٰہی سے) تجاوز نہ کرو، راوی فرماتے ہیں کہ (یہ سن کر) دونوں یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پیر چوم لئے اور بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی نبی ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب تمہیں میری رسالت پر یقین ہے تو) میری اتباع سے تم کو کون سا امر مانع ہے؟ انہوں نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ نبی ہوا کرے لہٰذا ہم ڈرتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں تو یہودی ہمیں مار ڈالیں گے۔

(جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 53)

| |
|---|
| وَ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِیْنَ۝ |
| اور جب ان پر پڑھ کرسنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ ہمارے رب کی جانب سے حق ہے، |
| حقیقت میں تو ہم اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ |

## نزول قرآن سے قبل لوگوں کا اپنے آپ کو مسلمان کہنے کا بیان

"وَإِذَا يُتْلَى عَلَيْهِمْ" الْقُرْآن "قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقّ مِنْ رَبّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْله مُسْلِمِينَ" مُوَحِّدِينَ

اور جب ان پر قرآن پڑھ کرسنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے بیشک یہ ہمارے رب کی جانب سے حق ہے، حقیقت میں تو ہم اس سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے۔ یعنی اہل توحید ہیں۔

یعنی نزول قرآن سے قبل ہی ہم حبیب خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے تھے کہ وہ نبی برحق ہیں کیونکہ توریت وانجیل میں ان کا ذکر ہے۔

| |
|---|
| اُولٰٓىِٕكَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۝ |
| یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دوبار دیا جائے گا اس وجہ سے کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے |
| دفع کرتے ہیں اور اس عطا میں سے جو ہم نے انہیں بخشی خرچ کرتے ہیں۔ |

## اہل کتاب کا اسلام قبول کرنے کی صورت میں دوگنا ثواب ہونے کا بیان

"أُولَئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرهمْ مَرَّتَيْنِ" بِإِيمَانِهِمْ بِالْكِتَابَيْنِ "بِمَا صَبَرُوا" بِصَبْرِهِمْ عَلَى الْعَمَل بِهِمَا. "وَيَدْرَءُونَ" يَدْفَعُونَ "بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَة" أَيْ يَدْفَعُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَة مِنْهُمْ "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" يَتَصَدَّقُونَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر دو بار دیا جائے گا کیونکہ وہ دو کتابوں پر ایمان لائے ہیں۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے ان دونوں پر عمل کرنے پر صبر کیا اور وہ برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں یعنی نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں۔ اور اس عطا میں سے جو ہم نے انہیں بخشی خرچ کرتے ہیں۔ یعنی وہ صدقہ کرتے ہیں۔

## تین قسم کے اہل ایمان کیلئے دوہرا ثواب ہونے کا بیان

شعبی ابوبردہ سے روایت کرتے ہیں ابوبردہ نے اپنے والد سے سنا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو دوگنا ثواب ملے گا ایک وہ جو اپنی لونڈی کو اچھی طرح تعلیم دے اور اس کو ادب سکھائے اور پھر اسے آزاد کر کے اس سے خود نکاح کر لے اس کو دوہرا ثواب ملے گا اور ایک وہ مومن اہل کتاب جو پہلے سے مومن تو تھا لیکن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا اس کو بھی دوہرا ثواب ملے گا اور ایک وہ غلام جو اللہ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے آقا کی بھی خیر خواہی کرتا ہے پھر

شعبی نے کہا یہ حدیث میں نے تم کو تم سے کچھ لئے بغیر سنائی ہے۔ حالانکہ اس سے کم مضمون کی حدیث سننے کے لئے آدمی مدینہ منورہ جاتا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 279)

| |
|---|
| وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز |
| سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ○ |
| اور جب وہ لغوبات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور |
| تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ |

## سلام متارکت کا بیان

"وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْو " الشَّتم وَالْأَذَى مِنْ الْكُفَّار "أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالنَا وَلَكُمْ أَعْمَالكُمْ سَلَام عَلَيْكُمْ" سَلَام مُتَارَكَة : أَيْ سَلِمْتُمْ مِنَّا مِنْ الشَّتم وَغَيْره "لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ" لَا نَصْحَبهُمْ

اور جب وہ لغوبات یعنی کفار کی طرف سے تکلیف دہ بات سنتے ہیں تو اس سے کنارہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال۔ سلام ہے تم پر، یہ سلام متارکہ ہے یعنی ہماری طرف سے گالی سے سلامتی میں رہو۔ ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔ یعنی ہم ناسمجھ لوگوں کی مصاحبت سے بچنا چاہتے ہیں۔

یعنی ان لوگوں کی ایک عمدہ خصلت یہ ہے کہ جب یہ کسی جاہل دشمن سے لغویات سنتے ہیں تو اس کا جواب دینے کے بجائے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا سلام لو ہم جاہل لوگوں سے الجھنا پسند نہیں کرتے۔ امام جصاص نے فرمایا کہ سلام کی دو قسمیں ہیں، ایک سلام تحیہ جو مسلمان باہم ایک دوسرے کو کرتے ہیں، دوسرا سلام مسالمت و متارکت یعنی اپنے حریف کو یہ کہہ دینا کہ ہم تمہاری لغوبات کا کوئی انتقام تم سے نہیں لیتے، یہاں سلام سے یہی دوسرے معنے مراد ہیں۔ (احکام القرآن، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ |
| حقیقت یہ ہے کہ جسے آپ چاہتے ہیں اسے راہ ہدایت پر آپ خود نہیں لاتے بلکہ جسے اللہ چاہتا ہے راہ ہدایت پر چلا دیتا ہے، |
| اور وہ راہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے۔ |

## ہدایت کی حقیقی نسبت کا بیان

"إِنَّك لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْت " هِدَايَته وَنَزَلَ فِي حِرْصه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِيمَان عَمّه أَبِي طَالِب "وَلَكِنَّ اللَّه يَهْدِي مَنْ يَشَاء وَهُوَ أَعْلَم" عَالِم،

حقیقت یہ ہے کہ جسے آپ چاہتے ہیں اسے راہ ہدایت پر آپ خود نہیں لاتے، یہ آیت اس وقت نازل ہوا جب نبی کریم ﷺ ابو طالب کے ایمان لانے پر حریص تھے۔ بلکہ جسے اللہ چاہتا ہے (آپ کے ذریعے) راہ ہدایت پر چلا دیتا ہے، اور وہ راہ ہدایت

پانے والوں سے خوب واقف ہے۔یعنی وہ زیادہ جاننے والا ہے۔

## سورہ قصص آیت ۵۶ کے سبب نزول کا بیان

سعید بن مسیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو ابوجہل اور عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ کو ان کے پاس موجود پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے چچا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کا کلمہ کہہ دو میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی گواہی دوں گا ابوجہل اور ابن امیہ کہنے لگے کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر رہے ہو؟ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار کلمہ توحید اپنے چچا ابوطالب کے سامنے پیش کرتے رہے اور یہی بات دھراتے رہے بالآخر ابوطالب نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے انکار کر دیا اور آخری الفاظ یہ کہے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تک مجھے روکا نہیں جائے گا میں تو برابر دعائے مغفرت کرتا رہوں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت (مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ، التوبہ:113) نازل فرمائی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں کے لئے یہ بات مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں اگر چہ وہ رشتہ دار ہوں جبکہ ان پر یہ ظاہر ہو گیا ہو کہ وہ دوزخی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابوطالب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرماتے ہوئے یہ آیت نازل فرمائی (اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ، القصص:56) یعنی بے شک تو ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو چاہے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے جسے چاہے اور وہ ہدایت والوں کو خوب جانتا ہے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 135)

## نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کے بیان میں

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطالب کو بھی کچھ فائدہ پہنچایا کیونکہ وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے لوگوں پر غضبناک ہو جاتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں وہ دوزخ کے اوپر کے حصہ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا یعنی ان کے لئے دعا نہ کرتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے حصے میں ہوتے۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 510)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوطالب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لوگوں پر غصے ہوتے تھے تو کیا ان باتوں کی وجہ سے ان کو کوئی فائدہ ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے انہیں آگ کی شدت میں پایا تو میں انہیں ہلکی آگ میں نکال کر لے آیا۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 511)

## نبی کریم ﷺ ہدایت عطاء کا بیان

بعض خارجی عناصر نبی کریم ﷺ کی ہدایت کا ہی انکار کر بیٹھتے ہیں اور مذکورہ آیت سے استدلال کرنے کی بیکار کوشش کرتے

ہیں۔ جبکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ بعض سارے اختیار کی حقیقی ومجازی نسبت کا خیال رکھنا لازم ہے۔ کہیں یہ اختیارات بہ طور حقیقت استعمال ہوتے ہیں اور کہیں بہ طور مجاز یعنی عطاء کے استعمال ہوتے ہیں۔ تمام اختیار کی حقیقت صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہے کیونکہ اس کی جانب عطاء کی نسبت کرنا ہی باطل ہے ورنہ الوہیت کا مفہوم باطل ہو جائے گا۔ جبکہ مخلوق کے اختیارات سب عطائی ہوتے ہیں۔ یہاں نبی کریم ﷺ سے نفی ہدایت حقیقی پر محمول ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کو سراپا ہدایت بنا کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل حدیث میں تصریح موجود ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس چیز کی مثال جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت کثیر بارش کی مانند سے جو زمین پر بوئی چنانچہ زمین کے اچھے ٹکڑے نے اسے قبول کر لیا یعنی اپنے اندر جذب کر لیا، اس سے بہت زیادہ خشک و ہری گھاس پیدا ہوئی اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہو گیا اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور یہ (بارش کا پانی) زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی (پہنچا) جو چٹیل سخت میدان تھا نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا لہٰذا یہ سب (مذکورہ مثالیں) اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے بھیجی تھی اس نے اس سے نفع اٹھایا پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لئے تکبر کی وجہ سے سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔" (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 147)

اس میں دو قسم کے آدمی ذکر کیے گئے ہیں ایک تو دین سے فائدہ اٹھانے والے اور دوسرے دین سے فائدہ نہ اٹھانے والے، اسی طرح مثال مذکورہ میں زمین دو قسم کی بیان کی گئی ہے، زمین کی ایک قسم تو وہ ہے جو پانی سے فائدہ اٹھاتی ہے، دوسرے وہ جو پانی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتی پھر فائدہ اٹھانے والی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اگانے والی اور دوسری نہ اگانے والی۔ ٹھیک اسی طرح علم دین سے بھی فائدہ اٹھانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں، پہلا وہ آدمی جو عالم بھی ہو اور عابد وفقیہ اور معلم بھی۔ اس پر زمین کے اس ٹکڑے کی مثال صادق آتی ہے جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا نیز گھاس بھی اگائی۔ اسی طرح اس آدمی نے علم دین سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی اپنے علم سے مستفیض کیا۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو عالم و معلم ہو مگر عابد وفقیہ نہ ہو، نہ تو وہ نوافل وغیرہ میں مشغول ہوا اور نہ اس نے اپنے علم میں تفقہ یعنی سمجھ بوجھ پیدا کی، اس کی مثال زمین کے اس حصہ کی مانند ہے جس میں پانی جمع ہو گیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ یا پھر زمین کا وہ حصہ جس نے پانی کو جذب بھی کیا اور گھاس بھی اگائی وہ مجتہدین کی مثال ہے کہ جنہوں نے علم حاصل کیا، پھر بہت سے مسائل کا استنباط کیا اس سے خود بھی منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ اور زمین کے اس حصہ کی مثال جس میں پانی جمع ہوا، محدثین ہیں کہ انہوں نے علم حدیث حاصل کیا اور اس علم کو بعینہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا آدمی وہ ہے جس نے ازراہ غرور وتکبر اللہ کے دین کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی، نہ اس نے علم دین کی طرف کوئی توجہ والتفات کی اور نہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیغام کو سنا اور نہ اس پر عمل کیا اور نہ علم کی روشنی دوسروں تک پہنچائی، اب چاہے یہ دین محمدی میں داخل ہو یا نہ ہو اور یا کافر

ہو، اس کی مثال زمین شور کی ہے کہ جس نے نہ پانی کو قبول کر کے اپنے اندر جذب کیا، نہ پانی کو جمع کیا اور نہ کچھ اگایا۔

| |
|---|
| وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى |
| اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور انھوں نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ |
| اور کیا ہم نے انھیں ایک باامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، |
| ہماری طرف سے روزی کے لیے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ |

## حرم شریف کے باعث امن ہونے کا بیان

"وَقَالُوا" قَوْمه "إِنْ نَتَّبِع الْهُدَى مَعَك نُتَخَطَّف مِنْ أَرْضنَا " نُنْتَزَع مِنْهَا بِسُرْعَةٍ "أَوَلَمْ نُمَكِّن لَهُمْ حَرَمًا آمِنًا" يَأْمَنُونَ فِيهِ مِنْ الْإِغَارَة وَالْقَتْل الْوَاقِعِينَ مِنْ بَعْض الْعَرَب عَلَى بَعْض "تُجْبَى" بِالْفَوْقَانِيَّة وَالتَّحْتَانِيَّة "إِلَيْهِ ثَمَرَات كُلّ شَيْء " أَيْ مِنْ كُلّ أَوْب "رِزْقًا" لَهُمْ "مِنْ لَدُنَّا" عِنْدنَا "وَلَكِنَّ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ" أَنَّ مَا نَقُولهُ حَقّ

اور انھوں نے یعنی آپ کی قوم نے کہا اگر ہم تیرے ہمراہ اس ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی زمین سے اچک لیے جائیں گے۔ یعنی جلدی سے ہم کو ہمارے ملک سے نکال باہر کیا جائے گا۔ اور کیا ہم نے انھیں ایک باامن حرم میں جگہ نہیں دی؟ جس میں وہ قتل وغارت سے امن میں ہیں جو قتل وغارت اہل عرب کی ایک دوسرے کے بارے میں تھی۔ جس کی طرف ہر چیز کے پھل کھینچ کر لائے جاتے ہیں، یہاں پر لفظ تجبیٰ تاء اور یا دونوں طرح آیا ہے۔ ہماری طرف سے روزی ان کے لیے ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ کہ جو ہم کہتے ہیں وہی حق ہے۔

## سورہ قصص آیت ۵۷ کے شان نزول کا بیان

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ یہ آیت حارث بن عثمان بن نوفل بن عبد مناف کے حق میں نازل ہوئی اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ تو ہم یقین سے جانتے ہیں کہ جو آپ فرماتے ہیں وہ حق ہے لیکن اگر ہم آپ کے دین کا اتباع کریں تو ہمیں ڈر ہے کہ عرب کے لوگ ہمیں شہر بدر کر دیں گے اور ہمارے وطن میں نہ رہنے دیں گے۔ اس آیت میں ان کے اس وہم کا جواب دیا گیا ہے۔ (زاد المسیر، سورہ قصص، بیروت)

قیصر کا قاصد جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور قیصر کا خط خدمت نبوی میں پیش کیا تو آپ نے اسے اپنی گود میں رکھ کر فرمایا تو کس قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا تیرج قبیلے کا آدمی ہوں آپ نے فرمایا کہ تیرا قصد ہے کہ تو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر آ جائے؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس قوم کا قاصد ہوں جب تک ان کے پیغام کا جواب انہیں نہ پہنچا

دوں ان کے مذہب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو آپ نے مسکرا کر اپنے صحابہ کی طرف دیکھ کر یہی آیت پڑھی۔ مشرکین اپنے ایمان نہ لانے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ہم آپ کی لائی ہوئی ہدایت کو مان لیں تو ہمیں ڈر لگتا ہے کہ اس دین کے مخالف جو ہمارے چاروں طرف ہیں اور تعداد میں مال میں ہم سے زیادہ ہیں۔ وہ ہمارے دشمن بن جائیں گے اور ہمیں تکلیفیں پہنچائیں گی اور ہمیں برباد کردیں گے۔ اللہ فرماتا ہے کہ یہ حیلہ بھی ان کا غلط ہے اللہ نے انہیں حرم محترم میں رکھا ہے جہاں شروع دنیا سے اب تک امن وامان رہا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حالت کفر میں تو یہاں امن سے رہیں اور جب اللہ کے سچے دین کو قبول کریں تو امن اٹھ جائے؟ یہی تو وہ شہر ہے کہ طائف وغیرہ مختلف مقامات سے پھل فروٹ سامان اسباب مال تجارت وغیرہ کی آمد ورفت بکثرت رہتی ہے۔ تمام چیزیں یہاں کھنچی چلی آتی ہیں اور ہم انہیں بیٹھے بیٹھائے روزیاں پہنچا رہے ہیں لیکن ان میں اکثر بے علم ہیں۔ اسی لیے ایسے رکیک حیلے اور بیجا عذر پیش کرتے ہیں مروی ہے کہ یہ کہنے والا حارث بن عامر بن نوفل تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ |
| مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ○ |
| اور ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کر ڈالا جو اپنی خوشحال معیشت پر غرور وناشکری کر رہی تھیں، تو یہ ان کے مکانات ہیں |
| جو ان کے بعد کبھی آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم، اور ہم ہی وارث ومالک ہیں۔ |

## سابقہ اقوام کی تباہ شدہ بستیوں کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا" عَيْشَهَا وَأُرِيدَ بِالْقَرْيَةِ أَهْلُهَا "فَتِلْكَ مَسَاكِنهمْ لَمْ تُسْكَن مِنْ بَعْدهمْ إِلَّا قَلِيلًا" لِلْمَارَّةِ يَوْمًا أَوْ بَعْضه "وَكُنَّا نَحْنُ الْوَارِثِينَ" مِنْهُمْ

اور ہم نے کتنی ہی ایسی بستیوں کو برباد کر ڈالا جو اپنی خوشحال معیشت پر غرور وناشکری کر رہی تھیں، یہاں پر لفظ قریہ سے مراد اس میں رہنے والے ہیں۔ تو یہ ان کے تباہ شدہ مکانات ہیں جو ان کے بعد کبھی آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم، جو مسافروں کیلئے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہیں اور آخر کار ہم ہی وارث ومالک ہیں۔

یعنی پچھلی قوموں کی جن بستیوں کو عذاب الہی سے برباد کیا گیا تھا اب تک بھی ان میں آبادی نہیں ہوئی بجز قدر قلیل کے۔ اس قدر قلیل سے مراد اگر مساکن اور مقامات قلیلہ لئے جاویں جیسا کہ زجاج کا قول ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان تباہ شدہ بستیوں میں کوئی مقام اور کوئی مکان پھر آباد نہیں ہوسکا بجز عدد قلیل کے کہ وہ آباد ہوئے مگر حضرت ابن عباس سے آیت کی یہ تفسیر منقول ہے کہ قدر قلیل سے مقامات اور مکانات قلیلہ کا استثناء نہیں بلکہ زمان سکونت کا استثناء مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان بستیوں میں کوئی رہتا بھی ہے تو بہت تھوڑی دیر کے لئے جیسے کوئی راہ گیر مسافر تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جائے جس کو بستیوں کی آبادی نہیں کہا جاسکتا۔

(جامع البیان، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ |
| وَمَا كُنَّا مُهْلِكِى الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ۝ |
| اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے |
| ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔ |

## رسولان گرامی کی تکذیب کے سبب قوموں کی ہلاکت کا بیان

"وَمَا كَانَ رَبّك مُهْلِك الْقُرَى" بِظُلْمٍ مِنْهَا "حَتَّى يَبْعَث فِي أُمّهَا" أَيْ أَعْظَمهَا "رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتنَا وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرَى إلَّا وَأَهْلهَا ظَالِمُونَ" بِتَكْذِيبِ الرُّسُل

اور تیرا رب کبھی بستیوں کو ظلم کے سبب ہلاک کرنے والا نہیں، یہاں تک کہ ان کے مرکز میں ایک رسول بھیجے جو ان کے سامنے ہماری آیات پڑھے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر جب کہ اس کے رہنے والے ظالم ہوں۔ کیونکہ وہ رسولان گرامی کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لیے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم وعقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔ (لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا، الشوریٰ:7) اسی لیے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔

| |
|---|
| وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ |
| اور جو چیز بھی تمہیں عطا کی گئی ہے سو دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی رونق وزینت ہے۔ مگر جو چیز اللہ کے پاس ہے |
| وہ زیادہ بہتر اور دائمی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ |

## فانی دنیا سے اخروی ثواب کے بہتر ہونے کا بیان

"وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْء فَمَتَاع الْحَيَاة الدُّنْيَا وَزِينَتهَا" تَتَمَتَّعُونَ وَتَتَزَيَّنُونَ بِهِ أَيَّام حَيَاتكُمْ ثُمَّ يَفْنَى "وَمَا عِنْد اللَّه" أَيْ ثَوَابه "خَيْر وَأَبْقَى أَفَلَا تَعْقِلُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء أَنَّ الْبَاقِي خَيْر مِنْ الْفَانِي

اور جو چیز بھی تمہیں عطا کی گئی ہے سو وہ دنیاوی زندگی کا سامان اور اس کی رونق وزینت ہے۔ جس کو تم اپنی زندگی میں سجاتے ہو اور نفع حاصل کرتے ہو اس کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو چیز بھی اللہ کے پاس یعنی ثواب ہے وہ اس سے زیادہ بہتر اور دائمی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔ تعقلون یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے کہ باقی فانی سے بہتر ہے۔

## انسان کے ساتھ عمل کے باقی رہ جانے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو واپس آ جاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کے عمل جاتے ہیں اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آ جاتا ہے اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 2923)

| |
|---|
| اَفَمَنْ وَّعَدْنٰـهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰـهُ مَتَاعَ الْحَيٰـوةِ الدُّنْيَا |
| ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰـمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ○ |
| تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، |
| دنیا کی زندگی کا سامان، پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں سے ہے۔ |

## مؤمن و کافر کی مثال کا بیان

"أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيه" وَهُوَ مُصِيبه وَهُوَ الْجَنَّة "كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاع الْحَيَاة الدُّنْيَا" فَيَزُول عَنْ قَرِيب "ثُمَّ هُوَ يَوْم الْقِيَامَة مِنْ الْمُحْضَرِينَ" أَيْ إلَى النَّار الْأَوَّل الْمُؤْمِن وَالثَّانِي الْكَافِر أَيْ لَا تَسَاوِي بَيْنهمَا

تو کیا وہ شخص جسے ہم نے وعدہ دیا اچھا وعدہ، پس وہ اسے ملنے والا ہے، اور وہ اس کو حاصل کر رہے گا جو جنت ہے۔ اس شخص کی طرح ہے جسے ہم نے سامان دیا، دنیا کی زندگی کا سامان، جو عنقریب ختم ہو جائے گا۔ پھر قیامت کے دن وہ حاضر کیے جانے والوں یعنی اہل نار سے ہے۔ پہلی مثال مؤمن کی ہے جبکہ دوسری مثال کافر ہے یعنی وہ دونوں برابر نہیں ہیں۔

## سورہ قصص آیت ٦١ کے شان نزول کا بیان

جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا اور اس نے اسے حاصل کیا تو وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرمندہ کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں حاضر کیا جائے گا۔

مجاہد سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت علی، حمزہ اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی۔ سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمار اور ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی۔

(زاد المسیر 6۔234، طبری 20۔97، قرطبی 13۔303، در منثور 5۔135)

| |
|---|
| وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ○ |
| اور جس دن وہ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ |

## قیامت کے دن مشرکین سے جھوٹے معبودوں کے بارے میں پوچھا جانے کا بیان

"وَ" اُذْکُرْ "یَوْمَ یُنَادِیھِمْ" اللّٰہ "فَیَقُوْلُ اَیْنَ شُرَکَائِیَ الَّذِیْنَ کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ" تَزْعُمُوْنَھُمْ شُرَکَائِی

اور اس دن کو یاد کریں جس دن وہ یعنی اللہ تعالیٰ انھیں آواز دے گا، پس کہے گا کہاں ہیں میرے وہ شریک جو تم گمان کرتے تھے؟ یعنی جو تمہارے گمان میں میرے شریک تھے۔

یہ آیت بھی مشرکین مکہ ہی سے متعلق ہے جو دنیوی مفادات کی خاطر شرک اور بت سے چمٹے رہنا چاہتے تھے۔ انھیں ان کی کرتوت کے نتیجہ سے آگاہ کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے مشرکوں سے پوچھے گا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ یہ دنیوی مفادات تمہیں میرے شریکوں کی وجہ سے مل رہے ہیں۔ اب بتلاؤ آج وہ کہاں ہیں تاکہ آج بھی تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکیں۔ اگر آج وہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکے تو سمجھ لینا کہ دنیا میں بھی وہی فائدہ پہنچا رہے تھے اور اگر کچھ فائدہ نہ دے سکیں تو حقیقت تم پر خود واضح ہو جائے گی۔

| |
|---|
| قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا ھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰـھُمْ کَمَا غَوَیْنَا ۚ |
| تَبَرَّاْنَآ اِلَیْکَ ۡ مَا کَانُوْٓا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ○ |
| وہ لوگ کہیں گے جن پر بات ثابت ہوچکی، اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں اسی طرح |
| گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔ |

## معبودان باطلہ کا قیامت کے دن عبادت سے بیزار ہونے کا بیان

"قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ" بِدُخُوْلِ النَّارِ وَھُمْ رُؤَسَاءُ الضَّلَالَۃِ "رَبَّنَا ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا" مُبْتَدَأ وَصِفَۃ "اَغْوَیْنَاھُمْ" خَبَرہ فَغَوَوْا "کَمَا غَوَیْنَا" لَمْ نُکْرِھھُمْ عَلَی الْغَیِّ "تَبَرَّاْنَا اِلَیْکَ" تَبَرَّاْنَا اِلَیْکَ مِنْھُمْ "مَا کَانُوْا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ" مَا نَافِیَۃ وَقُدِّمَ الْمَفْعُوْل لِلْفَاصِلَۃِ

وہ لوگ کہیں گے جن پر دخول دوزخ کی بات ثابت ہوچکی ہے۔ وہ گمراہوں کے سربراہ ہیں۔ اے ہمارے رب! یہ ہیں وہ لوگ جنھیں ہم نے گمراہ کیا، یہ مبتداء اور صفت ہے جبکہ اغوینا ہم اس کی خبر ہے۔ ہم نے انھیں اسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم گمراہ ہوئے، یعنی ہم نے انہیں گمراہی پر مجبور نہیں کیا تھا۔ ہم تیرے سامنے بری ہونے کا اعلان کرتے ہیں، یہ ہماری تو عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہاں پر ما، نافیہ ہے اور فاصلہ کی غرض سے مفعول کو مقدم کیا گیا ہے۔

یعنی سوال تو مشرکین سے تھا، مگر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ڈانٹ بتلائی گئی ہے۔ اس لیے سبقت کر کے جواب دیں گے کہ خداوندا! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے۔ یعنی جو ٹھوکر بہکنے کے وقت کھائی تھی اسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بہکنے کی انتہائی منزل ہے۔ پس اس جرم اغواء کا تو ہمیں اعتراف ہے۔ لیکن

ان مشرکین پر کوئی جبر واکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبرستی اپنی بات منوا لیتے فی الحقیقت ان کی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہواء وظنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَ قِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُوْنَ ○ |
| اور کہا جائے گا اپنے شریکوں کو پکارو۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ |
| کاش کہ واقعی وہ ہدایت قبول کرتے ہوتے۔ |

## قیامت کا عذاب دیکھ کر ایمان کی تمنا کرنے والوں کا بیان

"وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ" أَيِ الْأَصْنَام الَّذِينَ تَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ شُرَكَاء اللّٰه "فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ" أَيْ لِدُعَائِهِمْ "وَرَأَوْا" هُمْ "الْعَذَاب" أَبْصَرُوهُ "لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ" فِي الدُّنْيَا لِمَا رَأَوْهُ فِي الْآخِرَة

اور کہا جائے گا اپنے شریکوں یعنی بتوں کو پکارو۔ جو تمہارے خیال میں اللہ کے شریک ہیں۔ سو وہ انھیں پکاریں گے تو وہ انھیں ان کی پکار کا جواب نہ دیں گے اور وہ عذاب کو دیکھ لیں گے۔ کاش کہ واقعی وہ دنیا میں ہدایت قبول کرتے ہوتے۔ کیونکہ وہ آخرت میں عذاب کو دیکھ لیں گے۔

ان معبود حضرات کی اس معذرت کے بعد اللہ تعالیٰ پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ آج بھی اپنے معبودوں کو اپنی مدد کے لئے پکار و تو سہی۔ لیکن وہ معبود جو پہلے ہی ان سے بیزاری کا اعلان کر چکے تھے۔ وہ انھیں کچھ جواب نہ دے سکیں گے اور اس کی اصل وجہ یہ ہوگی کہ کیا عابد اور کیا معبود سب کو ہی اپنا انجام نظر آ رہا ہوگا۔ اس وقت یہ سب حضرات نہایت حسرت کے ساتھ بول اٹھیں گے۔ کاش! ہم نے دنیا میں ہدایت کا راستہ اختیار کیا ہوتا۔

| |
|---|
| وَ يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ○ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ○ |
| اور جس دن انھیں پکارے گا تو وہ فرمائے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ تو ان پر اس دن خبریں پوشیدہ |
| ہو جائیں گی سو وہ ایک دوسرے سے پوچھ نہ سکیں گے۔ |

## قیامت کے دن انبیائے کرام کی بعثت سے متعلق پوچھا جانے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "يَوْم يُنَادِيهِمْ فَيَقُول مَاذَا أَجَبْتُمْ الْمُرْسَلِينَ" إِلَيْكُمْ "فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَاء" الْأَخْبَار الْمُنْجِيَة فِي الْجَوَاب "يَوْمَئِذٍ" لَمْ يَجِدُوا خَبَرًا لَهُمْ فِيهِ نَجَاة "فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ" فَهُمْ لَا يَتَسَاءَلُونَ عَنْهُ فَيَسْكُتُونَ.

اور یاد کریں جس دن اللہ انھیں پکارے گا تو وہ فرمائے گا: تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ جن کی بعثت تمہاری طرف ہوئی تھی۔ تو ان پر اس دن خبریں پوشیدہ ہو جائیں گی یعنی نجات دینے والا جواب ان سے غائب ہو جائے گا۔ سو وہ ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے۔ جس میں ان کیلئے نجات ہو پس وہ خاموش ہو جائیں گے۔

مشرکوں سے پہلا سوال تو توحید سے متعلق تھا۔ اب یہ سوال پیغام رسالت سے متعلق ہوگا۔ یعنی بات اتنی ہی نہیں تھی کہ عابد و معبود دونوں اپنی خواہشات کے پیچھے لگ کر گمراہ ہو رہے تھے۔ بلکہ رسولوں نے بروقت انھیں ہدایت اور ضلالت کا فرق واضح طور پر بتلا دیا تھا۔ تو پھر تم لوگوں نے ان رسولوں کی بات مان لی تھی؟

انھیں اس بات کی سمجھ ہی نہ آسکے گی کہ اللہ تعالیٰ کے اس سوال کا کیا جواب دیں۔ نہ ہی ان سے یہ بن آئے گا کہ کسی دوسرے سے پوچھ کر ہی اس سوال کا جواب دے سکیں۔ اس دن کی دہشت اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بات پوچھ ہی نہ سکیں گے۔

| |
|---|
| فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۝ |
| لیکن جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیا تو یقیناً وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔ |

## شرک سے توبہ کرنے والے کیلئے نجات ہونے کا بیان

"فَأَمَّا مَنْ تَابَ" مِنْ الشِّرْك "وَآمَنَ" صَدَّقَ بِتَوْحِيدِ اللّٰه "وَعَمِلَ صَالِحًا" أَدَّى الْفَرَائِض "فَعَسَى أَنْ يَكُون مِنْ الْمُفْلِحِينَ" النَّاجِينَ بِوَعْدِ اللّٰه

لیکن جس نے شرک سے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا یعنی اللہ کی توحید کی تصدیق کی اور نیک عمل کیا یعنی فرائض کو ادا کیا، تو یقیناً وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔ یعنی اللہ کے وعدے کے مطابق نجات پانے والوں سے ہوگا۔

یہ شاہانہ انداز کلام ہے۔ یعنی اس دن وہ شخص ضرور فلاح پالے گا جس نے خواہش نفس کی پیروی اور اللہ کی نافرمانی سے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا۔ پھر اس کے بعد اعمال بھی صالح بجالاتا رہا۔ گویا دوزخ کے لئے صرف توبہ اور ایمان لانے کا اقرار ہی کافی نہیں بلکہ اس ایمان کا عملی اظہار بھی ضروری ہے جو صرف نیک اعمال بجالانے کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَ رَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان کے لیے کبھی بھی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے |
| اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔ |

## خلق و اختیار کا اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَرَبّك يَخْلُق مَا يَشَاء وَيَخْتَار" مَا يَشَاء "مَا كَانَ لَهُمْ" لِلْمُشْرِكِينَ "الْخِيَرَة" الِاخْتِيَار فِي شَيْء

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا يُشْرِكُوْنَ" عَنْ إِشْرَاكِهِمْ

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور چن لیتا ہے، ان یعنی مشرکین کے لیے کبھی بھی کسی چیز میں اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور بہت بلند ہے، اس سے جو وہ اس کے ساتھ شراکت کے شریک بناتے ہیں۔

## سورہ قصص آیت ۶۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے لئے کیوں برگزیدہ کیا۔ یہ قرآن مکہ وطائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اتارا اس کلام کا قائل ولید بن مغیرہ تھا اور بڑے آدمی سے وہ اپنے آپ کو اور عروہ بن مسعود ثقفی کو مراد لیتا تھا۔

اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور فرمایا گیا کہ رسولوں کا بھیجنا ان لوگوں کے اختیار سے نہیں ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے اپنی حکمت وہی جانتا ہے، انھیں اس کی مرضی میں دخل کی کیا مجال ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ○وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ؕ |
| لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ |
| اور آپ کا رب ان کو جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ آشکار کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی |
| معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اور حکم وفرمانروائی اسی کی ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## سینوں کے رازوں کا بھی اللہ کے علم میں ہونے کا بیان

"وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ" تُسِرُّ قُلُوبُهُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَغَيْرِهِ "وَمَا يُعْلِنُونَ" بِأَلْسِنَتِهِمْ مِنْ ذٰلِكَ، "وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى" الدُّنْيَا "وَالْآخِرَةِ" الْجَنَّةِ "وَلَهُ الْحُكْمُ" الْقَضَاءُ النَّافِذُ فِي كُلِّ شَيْءٍ "وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" بِالنُّشُورِ،

اور آپ کا رب ان تمام باتوں کو جانتا ہے جو ان کے سینے اپنے اندر کفر وغیرہ چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ اپنی زبانوں سے آشکار کرتے ہیں۔ اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت یعنی جنت میں ساری تعریفیں اسی کے لئے ہیں، اور ہر چیز میں حقیقی حکم وفرمانروائی بھی اسی کی ہے اور تم اسی کی طرف زندہ کر کے لوٹائے جاؤ گے۔

یعنی جس طرح تخلیق واختیار اور علم محیط میں وہ متفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اسی کی ذات منبع الکمالات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کی جائے حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اسی کے فضل وانعام سے ہیں

بلکہ خود رات اور دن کا ادل بدل کرنا بھی اس کا مستقل احسان ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰـهٌ |
| غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ |
| فرما دیجئے: ذرا اتنا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے اوپر روز قیامت تک ہمیشہ رات طاری فرما دے، اللہ کے سوا |
| کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے۔ کیا تم سنتے نہیں ہو۔ |

## قیامت تک رات طاری کرنے سے استدلال قدرت کا بیان

"قُلْ" لِأَهْلِ مَكَّة "أَرَأَيْتُمْ" أَيْ أَخْبِرُونِي "إِنْ جَعَلَ اللّٰه عَلَيْكُمْ اللَّيْل سَرْمَدًا" دَائِمًا "إِلَى يَوْم الْقِيَامَة مَنْ إِلَه غَيْر اللّٰه" أَيْ بِزَعْمِكُمْ "يَأْتِيكُمْ بِضِيَاءٍ" نَهَار تَطْلُبُونَ فِيهِ الْمَعِيشَة "أَفَلَا تَسْمَعُونَ" ذٰلِكَ سَمَاع تَفَهُّم فَتَرْجِعُونَ عَنْ الْإِشْرَاك

آپ ﷺ اہل مکہ سے فرما دیجئے: ذرا اتنا بتاؤ یعنی مجھے خبر دو کہ اگر اللہ تمہارے اوپر روز قیامت تک ہمیشہ رات طاری فرما دے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے یعنی جو تمہارے خیال میں معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے۔ یعنی دن لا دے جس میں تم رزق تلاش کرتے ہو کیا تم یہ باتیں سنتے نہیں ہو۔ تا کہ تم ان کو سمجھ کر تم شرک سے باز آ جاؤ۔

اللہ کا احسان دیکھو کہ بغیر تمہاری کوشش اور تدبیر کے دن اور رات برابر آگے پیچھے آ رہے ہیں اگر رات ہی رات رہے تو تم عاجز آ جاؤ تمہارے کام رک جائیں تم پر زندگی وبال ہو جائے تم تھک جاؤ اکتا جاؤ کسی کو نہ پاؤ جو تمہارے لئے دن نکال سکے کہ تم اس کی روشنی میں چلو پھرو، دیکھو بھالو اپنے کام کاج کرلو۔ افسوس تم سنا کر بھی بہرا کر دیتے ہو۔ اسی طرح اگر وہ تم پر دن ہی دن کو روک دے رات آئے ہی نہیں تو بھی تمہاری زندگی تلخ ہو جائے۔ بدن کا نظام الٹ پلٹ ہو جائے تھک جاؤ تنگ ہو جاؤ کوئی نہیں جسے قدرت ہو کہ وہ رات لا سکے جس میں تم راحت و آرام حاصل کر سکو لیکن تم آنکھیں رکھتے ہوئے اللہ کی ان نشانیوں اور مہربانیوں کو دیکھتے ہی نہیں ہو۔ یہ بھی اس کا احسان ہے کہ اس نے دن رات دونوں پیدا کر دیئے ہیں کہ رات کو تمہیں سکون و آرام حاصل ہو اور دن کو تم کام کاج تجارت زراعت سفر شغل کر سکو۔ تمہیں چاہئے کہ تم اس مالک حقیقی اس قادر مطلق کا شکر ادا کرو رات کو اس کی عبادتیں کرو رات کے قصور کی تلافی دن میں اور دن کے قصور کی تلافی رات میں کر لیا کرو۔ یہ مختلف چیزیں قدرت کے نمونے ہیں اور اس لئے ہیں کہ تم نصیحت و عبرت سیکھو اور رب کا شکر کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰـهٌ |
| غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ |

فرمادیجئے: ذرا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے اوپر روز قیامت تک ہمیشہ دن طاری فرمادے، اللہ کے سوا کون معبود ہے
جو تمہیں رات لادے کہ تم اس میں آرام کرسکو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔

## قیامت تک دن طاری کرنے سے استدلال قدرت کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ" أَيْ بِزَعْمِكُمْ "يَأْتِيكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُونَ" "تَسْتَرِيحُونَ "فِيهِ" مِنَ التَّعَب "أَفَلَا تُبْصِرُونَ" مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْخَطَإِ فِي الْإِشْرَاكِ فَتَرْجِعُونَ عَنْهُ

آپ ﷺ ان سے فرمادیجئے: ذرا یہ بھی بتاؤ کہ اگر اللہ تمہارے اوپر روز قیامت تک ہمیشہ دن طاری فرمادے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے یعنی جو تمہارے خیال میں معبود ہے جو تمہیں رات لادے جس میں تم راحت حاصل کرتے ہو کہ تم اس میں کھیل سے آرام کرسکو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ کہ تم غلطی میں ہو لہٰذا تم شرک سے باز آجاؤ۔

یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت وسکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کون سی طاقت کرسکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اور اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور اس کا فضل تلاش کرسکو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔

## دن رات دونوں کا مخلوق کیلئے نعمت ہونے کا بیان

"وَمِنْ رَحْمَته" تَعَالَى "جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ" أَيْ فِي اللَّيْل "وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْله" فِي النَّهَارِ لِلْكَسْبِ "وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" النِّعْمَة فِيهِمَا

اور اس نے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل یعنی روزی تلاش کرسکو اور تا کہ تم شکر گزار بنو۔ کیونکہ ان دونوں میں تمہارے لئے نعمت ہے۔

یہ اللہ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے دن رات کا نظام ایسا بنا دیا جس میں تمام مخلوق کے لئے فائدے ہی فائدے ہیں۔ کوئی جاندار مسلسل کام نہیں کرسکتا۔ لہٰذا اللہ نے رات بنادی جو تاریک بھی ہوتی ہے اور ٹھنڈی بھی اور آرام یا نیند کے لئے یہی دو باتیں ضروری ہیں۔ ان دونوں کی موجودگی میں انسان گہری نیند سو کر دن بھر کی تھکاوٹ دور کرسکتا ہے۔ اور کام کاج کے لئے روشنی ضروری تھی لہٰذا دن اس غرض کے لئے دن بنا دیا۔ اب چاہئے تو یہ تھا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا مگر اس اوندھی عقل کے انسان نے اللہ کا شکر ادا کرنے کے بجائے الٹا اس کے شریک بنانا شروع کر دیئے۔ اور کئی ہستیوں میں اللہ کے اختیارات کو بانٹنا شروع کر دیا جس کا اسے کوئی حق نہ تھا۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ٥ |
| اور جس دن وہ انھیں پکارے گا تو ارشاد فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم خیال کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن معبودان باطلہ کے عجز کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُوْلُ أَيْنَ شُرَكَائِي الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ" ذَكَرَ ثَانِيًا لِيَبْنِيَ عَلَيْهِ

اور یاد کرو جس دن وہ انھیں پکارے گا تو ارشاد فرمائے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جنہیں تم معبود خیال کرتے تھے۔اس کا فرمان کو دوبارہ بیان کیا ہے تا کہ آئندہ بیان کی اس پر بناء کی جائے۔

مشرکوں کو دوسری دفعہ توبیخ کی جائے گی اور فرمایا جائے گا کہ دنیا میں جنہیں میرا شریک ٹھہرا رہے تھے وہ آج کہاں ہیں؟ ہر امت میں سے ایک گواہ یعنی اس امت کا پیغمبر ممتاز کر لیا جائے گا۔مشرکوں سے کہا جائے گا اپنے شرک کی کوئی دلیل پیش کرو۔اس وقت یہ یقین کر لیں گے کہ فی الواقع عبادتوں کے لائق اللہ کے سوا اور کوئی نہیں۔کوئی جواب نہ دے سکیں گے حیران رہ جائیں گے اور تمام افترا بھول جائیں گے۔

| |
|---|
| وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ٥ |
| اور ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے پھر ہم کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لاؤ تو وہ جان لیں گے کہ سچ بات اللہ ہی کی ہے |
| اور ان سے وہ سب جاتی رہیں گی جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن انبیائے کرام کی گواہی کا بیان

"وَنَزَعْنَا" أَخْرَجْنَا "مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا" وَهُوَ نَبِيُّهُمْ يَشْهَد عَلَيْهِمْ بِمَا قَالُوا "فَقُلْنَا" لَهُمْ "هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ" عَلَى مَا قُلْتُمْ مِنَ الْإِشْرَاك "فَعَلِمُوا أَنَّ الْحَق" فِي الْإِلَهِيَّة لِلَّهِ "لِلَّهِ" لَا يُشَارِكهُ فِيهِ أَحَد "وَضَلَّ" غَابَ "عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ" وَغَابَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ فِي الدُّنْيَا مِنْ أَنَّ مَعَهُ شَرِيكًا تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ

اور ہم ہر امت سے ایک گواہ نکالیں گے اور وہ ان کا نبی ہوگا جو ان پر گواہی دے گا جو انہوں نے کہا ہوگا۔پھر ہم ان سے کہیں گے کہ تم اپنی دلیل لاؤ جو کچھ تم نے شرک کے بارے میں کہا تو وہ جان لیں گے کہ سچ بات اللہ ہی کی ہے یعنی اللہ کو الوہیت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔اور ان سے وہ سب باتیں جاتی رہیں گی یعنی غائب ہو جائیں گی جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔یعنی دنیا میں باندھے ہوئے شرکیہ افتراء سب غائب ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ |
| بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ ۚ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ○ |
| بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، پس اس نے ان پر سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ بلاشبہ ان کی چابیاں یقیناً ایک |
| طاقتور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں۔ جب اس کی قوم نے اس سے کہا مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ |

## قارون کے کثیر خزانوں کا بیان

"اِنَّ قَارُون كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى" ابْن عَمّه وَابْن خَالَته وَآمَنَ بِهِ "فَبَغَى عَلَيْهِمْ" بِالْكِبْرِ وَالْعُلُوّ وَكَثْرَة الْمَال "وَآتَيْنَاهُ مِنْ الْكُنُوز مَا إنَّ مَفَاتِحه لَتَنُوء" تَثْقُل "بِالْعُصْبَةِ" الْجَمَاعَة "أُولِي" أَصْحَاب "الْقُوَّة" أَيْ تُثْقِلهُمْ فَالْبَاء لِلتَّعْدِيَةِ وَعِدَّتهمْ قِيلَ سَبْعُونَ وَقِيلَ أَرْبَعُونَ وَقِيلَ عَشَرَة وَقِيلَ غَيْر ذَلِكَ اُذْكُرْ "إذْ قَالَ لَهُ قَوْمه" الْمُؤْمِنُونَ مِنْ بَنِي إسْرَائِيل "لَا تَفْرَح" بِكَثْرَةِ الْمَال فَرَح بَطَر "إنَّ اللّٰه لَا يُحِبّ الْفَرِحِينَ" بِذَلِكَ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا، یعنی اس کے چچا یا خالہ کا بیٹا تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا۔ پس اس نے ان پر تکبر، بلندی اور کثرت مال کے سبب سرکشی کی اور ہم نے اسے اتنے خزانے دیئے کہ بلاشبہ ان کی چابیاں یقیناً ایک طاقتور جماعت پر بھاری ہوتی تھیں۔ یعنی ان کا اٹھانا بوجھ تھا یہاں پر باء متعدی ہے۔ کیونکہ اٹھانے والی جماعت کہا گیا ہے اور کہا گیا ہے وہ ستر یا چالیس اور دس بھی کہا گیا ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی اقوال ہیں۔ اور اس وقت کو یاد کریں جب اس کی قوم بنی اسرائیل سے اہل ایمان نے اس سے کہا مال کی کثرت کے سبب مت پھول، بے شک اللہ پھولنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

## قارون کی منافقت کا بیان

مروی ہے کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا لڑکا تھا۔ اس کا نسب یہ ہے قارون بن یصہر بن قاہیث اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب یہ ہے موسیٰ بن عمران بن قاہیث۔ ابن اسحٰق کی تحقیق یہ کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا تھا۔ لیکن اکثر علماء چچا کا لڑکا بتاتے ہیں۔ یہ بہت خوش آواز تھا، تورات بڑی خوش الحانی سے پڑھتا تھا اس لئے اسے لوگ منور کہتے تھے۔ لیکن جس طرح سامری نے منافق پنا کیا تھا یہ اللہ کا دشمن بھی منافق ہو گیا تھا۔ چونکہ بہت مال دار تھا اس لئے بھول گیا تھا اور اللہ کو بھول بیٹھا تھا۔ قوم میں عام طور پر جس لباس کا دستور تھا اس نے اس سے بالشت بھر نیچا لباس بنوایا تھا جس سے اس کا غرور اور اس کی دولت ظاہر ہو۔ اس کے پاس اس قدر مال تھا کہ اس خزانے کی کنجیاں اٹھانے پر قوی مردوں کی ایک جماعت مقرر تھی۔ اس کے بہت خزانے تھے۔ ہر خزانے کی کنجی الگ تھی جو بالشت بھر کی تھی۔ جب یہ کنجیاں اس کی سواری کے ساتھ خچروں پر لادی جاتیں تو اس کے لئے ساٹھ پنج کلیاں خچر مقرر ہوتے، واللہ اعلم۔ قوم کے بزرگ اور نیک لوگوں اور عالموں نے جب اس کے سرکشی اور تکبر کو حد سے بڑھتے ہوتے دیکھا تو

اسے نصیحت کی کہ اتنا اکڑ نہیں اس قدر غرور نہ کر اللہ کا ناشکرانہ ہو، ورنہ اللہ کی محبت سے دور ہو جاؤ گے۔قوم کے واعظوں نے کہا کہ یہ جو اللہ کی نعمتیں تیرے پاس ہیں انہیں اللہ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ کرتا کہ آخرت میں بھی تیرا حصہ ہو جائے۔ یہ ہم نہیں کہتے کہ دنیا میں کچھ عیش وعشرت کر ہی نہیں۔نہیں اچھا کھا، پی، پہن اوڑھ جائز نعمتوں سے فائدہ اٹھا نکاح سے راحت اٹھا حلال چیزیں برت لیکن جہاں اپنا خیال رکھ وہاں مسکینوں کا بھی خیال رکھ جہاں اپنے نفس کو نہ بھول وہاں اللہ کے حق بھی فراموش نہ کر۔ تیرے نفس کا بھی حق ہے تیرے مہمان کا بھی تجھ پر حق ہے تیرے بال بچوں کا بھی تجھ پر حق ہے۔مسکین غریب کا بھی تیرے مال میں ساجھا ہے۔ہر حق دار کا حق ادا کر اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا تو اوروں کے ساتھ سلوک واحسان کر اپنے اس مفسدانہ رویہ کو بدل ڈال اللہ کی مخلوق کی ایذ رسانی سے باز آجا۔اللہ فسادیوں سے محبت نہیں رکھتا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

| |
|---|
| وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰـكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ |
| اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○ |
| اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول اور احسان کر جیسے اللہ نے |
| تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔ |

## دولتمندی کے ذریعے تکبر کرتے ہوئے فساد کی ممانعت کا بیان

"وَابْتَغِ" اُطْلُبْ "فِيمَا آتَاك اللّٰه" مِنْ الْمَال "الدَّار الْآخِرَة" بِأَنْ تُنْفِقهُ فِي طَاعَة اللّٰه . "وَلَا تَنْسَ" تَتْرُك "نَصِيبك مِنْ الدُّنْيَا" أَيْ أَنْ تَعْمَل فِيهَا لِلْآخِرَةِ "وَأَحْسِنْ" لِلنَّاسِ بِالصَّدَقَةِ "كَمَا أَحْسَنَ اللّٰه إلَيْك وَلَا تَبْغِ" تَطْلُب "الْفَسَاد فِي الْأَرْض" بِعَمَلِ الْمَعَاصِي "إنَّ اللّٰه لَا يُحِبّ الْمُفْسِدِينَ" بِمَعْنَى أَنَّهُ يُعَاقِبهُمْ

اور جو کچھ اللہ نے تجھے مال دیا ہے اس میں آخرت کا گھر تلاش کر یعنی اس کو اللہ کی اطاعت میں خرچ کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول یعنی دنیا میں آخرت کیلئے عمل کرتا رہ اور صدقہ کرتے ہوئے لوگوں کیلئے احسان کر جیسے اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے اور نافرمانی کے ذریعے زمین میں فساد مت ڈھونڈ، بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔یعنی وہ ان کو سزا دیتا ہے۔

یعنی دنیا میں آخرت کے لئے عمل کر کہ عذاب سے نجات پائے اس لئے کہ دنیا میں انسان کا حقیقی حصہ یہ ہے کہ آخرت کے لئے عمل کرے، صدقہ دے کر، صلہ رحمی کر کے اور اعمال خیر کے ساتھ اور اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اپنی صحت وقوت وجوانی و دولت کو نہ بھول اس سے کہ ان کے ساتھ آخرت طلب کرے۔حدیث میں ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، ثروت کو ناداری سے پہلے، فراغت کو شغل سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ

مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًاؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ۝

وہ کہنے لگا: مجھے تو یہ مال صرف اس علم و ہنر کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔کیا اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے واقعۃً اس سے پہلے بہت سی ایسی قوموں کو ہلاک کر دیا تھا جو طاقت میں اس سے کہیں زیادہ سخت تھیں اور جمع کرنے میں کہیں زیادہ تھیں، اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔

## قارون کا مال و دولت کو اپنی ذاتی کاوش قرار دینے کا بیان

"قَالَ اِنَّمَا اُوتِیته " اَیْ الْمَال "عَلَی عِلْم عِنْدِی " اَیْ فِی مُقَابَلَته وَکَانَ اَعْلَم بَنِی اِسْرَائِیل بِالتَّوْرَاۃِ بَعْد مُوسَی وَهَارُونَ "اَوَلَمْ یَعْلَم اَنَّ اللّٰه قَدْ اَهْلَكَ مَنْ قَبْله مِنْ الْقُرُون " الْاُمَم "مَنْ هُوَ اَشَدّ مِنْهُ قُوَّة وَاَكْثَر جَمْعًا" لِلْمَالِ : اَیْ هُوَ عَالِم بِذَلِكَ وَیُهْلِكهُمْ اللّٰه "وَلَا یَسْاَل عَنْ ذُنُوبهمْ الْمُجْرِمُونَ" لِعِلْمِهِ تَعَالَی بِهَا فَیَدْخُلُونَ النَّار بِلَا حِسَاب ۔

وہ کہنے لگا: مجھے تو یہ مال صرف اس کسبی علم و ہنر کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں تورات میں سب سے زیادہ جانتا ہوں۔کیا اسے یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے واقعۃً اس سے پہلے بہت سی ایسی قوموں یعنی امم کو ہلاک کر دیا تھا جو طاقت میں اس سے کہیں زیادہ سخت تھیں اور مال و دولت جمع کرنے میں کہیں زیادہ آگے تھیں، یعنی وہ جانتا ہے کہ اللہ نے انہیں ہلاک کیا۔اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا۔کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لہٰذا انہیں بغیر حساب کے دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

قارون کے اس قول کا کہ میرا مال و دولت میرے ذاتی علم و ہنر سے حاصل کردہ ہے اصل جواب تو وہ تھا جو اوپر لکھا گیا ہے کہ اگر یہی تسلیم کر لیا جائے کہ اس کا سبب کوئی خاص علم و ہنر تھا تو بھی اللہ تعالیٰ کے احسان سے کیسے بری ہوا کیونکہ یہ علم و ہنر اور قوت کسب بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی بخشی ہوئی ہے مگر اس کا جواب بوجہ غایت ظہور کے نظر انداز فرما کر قرآن نے یہ بتلایا کہ یہ مال و دولت فرض کرو کہ اس کو اپنے ہی ذاتی کمال سے حاصل ہوا ہو مگر خود اس مال و دولت کی کوئی حقیقت نہیں، مال کی فراوانی کسی انسان کے لئے نہ کوئی کمال اور فضیلت ہے اور نہ وہ ہر حال میں اس کے کام آتا ہے اس کے ثبوت میں پچھلی امتوں کے بڑے سرمایہ داروں کی مثال پیش فرمائی کہ جب انہوں نے سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے ان کو اچانک پکڑ لیا مال و دولت ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔

فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِهٖ فِیْ زِیْنَتِهٖؕ قَالَ الَّذِیْنَ یُرِیْدُوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یٰلَیْتَ لَنَا

مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ قَارُوْنُۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ۝

| |
|---|
| پس وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے،اے کاش! ہمارے لیے |
| اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑے نصیب والا ہے۔ |

## قارون کے مال کا دنیاداروں کی نظر میں بڑا نصیب ہونے کا بیان

"فَخَرَجَ" قَارُونَ "عَلَى قَوْمه فِي زِينَته" بِأَتْبَاعِهِ الْكَثِيرِينَ رُكْبَانًا مُتَحَلِّينَ بِمَلَابِس الذَّهَب وَالْحَرِير عَلَى خُيُول وَبِغَال مُتَحَلِّيَة "يَا" لِلتَّنْبِيهِ "لَيْتَ لَنَا مِثْل مَا أُوتِيَ قَارُون " فِي الدُّنْيَا "إِنَّهُ لَذُو حَظّ " نَصِيب "عَظِيم" وَافٍ فِيهَا

پس وہ قارون اپنی قوم کے سامنے اپنی زینت میں نکلا۔اور اس کی اتباع میں زری اور ریشم کے لباس پہنے ہوئے گھوڑوں اور خچروں پر سوار لوگ نکلے یہاں لفظ یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔ان لوگوں نے کہا جو دنیا کی زندگی چاہتے تھے،اے کاش! ہمارے لیے بھی دنیا میں اس جیسا ہوتا جو قارون کو دنیا میں دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ یقیناً بہت بڑے نصیب والا ہے۔

## قارون کے دنیاوی جاہ وجلال کا بیان

قارون ایک دن نہایت قیمتی پوشاک پہن کر زرق برق عمدہ سواری پر سوار ہو کر اپنے غلاموں کو آگے پیچھے بیش بہا پوشاکیں پہنائے ہوئے لے کر بڑے ٹھاٹھ سے اتراتا ہوا اکڑتا ہوا نکلا اسکا یہ ٹھاٹھ اور یہ زینت وتجمل دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کاش کہ ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔ یہ تو بڑا خوش نصیب ہے اور بڑی قسمت والا ہے۔علماء کرام نے ان کی یہ بات سن کر انہیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انہیں سمجھانے لگے کہ دیکھو اللہ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے وہ اس سے کروڑہا درجہ بارونق دیرپا اور عمدہ ہے۔تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے کے لئے اس دو روزہ زندگی کو صبر وبرداشت سے گزارنا چاہئے جنت صابروں کا حصہ ہے یہ مطلب بھی ہے کہ ایسے پاک کلمے صبر کرنے والوں کی زبان ہی سے نکلتے ہیں جو دنیا کی محبت سے دور اور دار آخرت کی محبت میں چور ہوتے ہیں اس صورت میں ممکن ہے کہ یہ کلام ان واعظوں کا نہ ہو بلکہ ان کے کام کی اور ان کی تعریف میں یہ جملہ اللہ کی طرف سے خبر ہو۔

| |
|---|
| وَ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ○ |
| اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا تھا بول اٹھے: تم پر افسوس ہے اللہ کا ثواب اس شخص کے لئے بہتر ہے جو ایمان لایا ہو |
| اور نیک عمل کرتا ہو، مگر یہ صبر کرنے والوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کیلئے ثواب میں جنت ہونے کا بیان

"وَقَالَ" لَهُمْ "الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم " بِمَا وَعَدَ اللَّه فِي الْآخِرَة "وَيْلكُمْ" كَلِمَة زَجْر "ثَوَاب اللَّه " فِي الْآخِرَة بِالْجَنَّةِ "خَيْر لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا " مِمَّا أُوتِيَ قَارُون فِي الدُّنْيَا "وَلَا يُلَقَّاهَا " أَيْ الْجَنَّة

الْمُثَاب بِهَا "إِلَّا الصَّابِرُونَ" عَلَى الطَّاعَة وَعَنْ الْمَعْصِيَة

اور وہ لوگ جنہیں علم دیا گیا تھا بہ سبب اس کے اللہ نے آخرت میں وعدہ کیا ہے۔اس کیلئے بول اٹھے: تم پر افسوس ہے، یہ کلمہ زجر ہے۔اللہ کا ثواب یعنی آخرت میں جنت اس شخص کے لئے بہتر ہے جو ایمان لایا ہو اور نیک عمل کرتا ہو، یعنی اس سے بہتر ہے جو قارون کو دنیا میں دیا گیا ہے۔مگر یہ جنت اور اس کا ثواب اطاعت پر صبر کرنے والوں اور نافرمانی سے بچ کر صبر کرنے والوں کے سوا کسی کو عطا نہیں کیا جائے گا۔

علم سے مراد علم شریعت ہے۔یعنی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی کے مقابلہ میں دنیا کا ساز وسامان جتنا بھی ہو وہ کچھ حقیقت رکھا۔ایسے عالم لوگوں نے قارون اور اس کے ٹھاٹھ باٹھ پر رہنے والوں سے کہا، تمہاری دنیا سے یہ محبت تمہاری خطرناک بھول غلطی ہے۔اصل کامیابی دنیا کی نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی اور وہ اجر ہے جو ایماندار نیک لوگوں کو ملے گا۔

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رشک صرف دو آدمیوں پر جائز ہے ایک وہ جس کو اللہ نے مال عطا فرمایا اور وہ دن رات اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتا ہے۔دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور وہ اس کے حق کو ادا کرتا ہے رات میں اور دن کے وقتوں میں۔یہ حدیث حسن صحیح ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کے ہم معنی حدیث مروی ہے۔(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 2020)

| |
|---|
| فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ○ |
| پھر ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، سو اللہ کے سوا اس کے لئے کوئی بھی جماعت نہ تھی |
| جو اس کی مدد کر سکتی اور نہ وہ خود ہی عذاب کو روک سکا۔ |

## قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھنس جانے کا بیان

"فَخَسَفْنَا بِهِ " بِقَارُون "وَبِدَارِهِ الْأَرْض فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَة يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُون اللَّه " أَيْ غَيْره بِأَنْ يَمْنَعُوا عَنْهُ الْهَلَاك "وَمَا كَانَ مِنْ الْمُنْتَصِرِينَ" مِنْهُ

پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، سو اللہ کے سوا اس کے لئے کوئی بھی جماعت ایسی نہ تھی جو ہلاکت سے بچانے میں اس کی مدد کر سکتی اور نہ وہ خود ہی عذاب کو روک سکا۔

## متکبرین کا جاہ و حشم سمیت زمین میں دھنس جانے کا بیان

اوپر قارون کی سرکشی بے ایمانی کا ذکر ہو چکا یہاں اس کے انجام کا بیان ہو رہا ہے۔ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص اپنا تہبند لٹکائے فخر سے جا رہا تھا کہ اللہ نے زمین کو حکم دیا کہ اسے نگل جا۔کتاب العجائب میں نوفل بن ماحق کہتے ہیں کہ نجران کی مسجد میں میں نے ایک نوجوان کو دیکھا بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشہ میں چور گٹھے ہوئے بدن والا بانکا ترچھا اچھے

رنگ وروغن، والا خوبصورت، شکیل۔ میں نگاہیں جما کر اس کے جمال وکمال کو دیکھنے لگا تو اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا آپ کے حسن وجمال کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور تعجب معلوم ہو رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تو ہی کیا خود اللہ تعالیٰ کو بھی تعجب ہے۔ نوفل کہتے ہیں کہ اس کلمہ کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اور اس کا رنگ روپ اڑنے لگا اور قد پست ہونے لگا یہاں تک کہ بقدر ایک بالشت کے رہ گیا۔ آخر کار اس کا کوئی قریبی رشتہ دار اپنی آستین میں ڈال کر لے گیا۔

یہ بھی مذکور ہے کہ قارون کی ہلاکت حضرت موسیٰ کی دعائے خضر رسے ہوئی تھی اور اس کے سبب میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ ایک سبب تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ قارون ملعون نے ایک فاحشہ عورت کو بہت کچھ مال ومتاع دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عین اس وقت جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ بنی اسرائیل میں کھڑے خطبہ کہہ رہے ہوں وہ آئے اور آپ سے کہے کہ تو وہی ہے نا جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ اس عورت نے یہی کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور اسی وقت نماز کی نیت باندھ لی اور دو رکعت ادا کر کے اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے تجھے اس اللہ کی قسم جس نے سمندر میں سے راستہ دیا اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی اور بھی بہت سے احسانات کیے تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر۔ یہ سن کر اس عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ سب کے سامنے بیان کر دیا اور اللہ سے استغفار کیا اور سچے دل سے توبہ کر لی۔ حضرت موسیٰ پھر سجدہ میں گر گئے اور قارون کی سزا چاہی۔ اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی کہ میں نے زمین کو تیرے تابع کر دیا ہے۔ آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور زمین سے کہا کہ تو اسے اور اس کے محل کو نگل لے۔ زمین نے یہی کیا۔

دوسرا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب قارون کی سواری اس طمطراق سے نکلی سفید قیمتی خچر پر بیٹھ بہا پوشاک پہنے سوار تھا، اس کے غلام بھی سب کے سب ریشمی لباسوں میں تھے۔ ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ پڑھ رہے تھے بنو اسرائیل کا مجمع تھا۔ یہ جب وہاں سے نکلا تو سب کی نگاہیں اس پر اور اس کی دھوم دھام پر لگ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے دیکھ کر پوچھا آج اس طرح کیسے نکلے؟ اس نے کہا بات یہ ہے کہ ایک بات اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اور ایک فضیلت مجھے دے رکھی ہے اگر تمہارے پاس نبوت ہے تو میرے پاس یہ جاہ وحشم ہے اور اگر آپ کو میری فضیلت پر شک ہو تو میں تیار ہوں کہ آپ اور میں چلیں اور اللہ سے دعا کریں۔ دیکھ لیجئے کہ اللہ کس کی دعا قبول فرماتا ہے آپ اس بات پر آمادہ ہو گئے اور اسکو لے کر چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پہلے تو دعا کرتا ہے یا میں کروں؟ اس نے کہا نہیں میں کرونگا اب اس نے دعا مانگنی شروع کر دی اور ختم ہو گئی لیکن دعا قبول نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ نے کہا اب دعا میں کرتا ہوں اس نے کہا ہاں کیجئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ زمین کو حکم دے کہ جو میں کہوں مان لے اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور وحی آئی کہ میں نے زمین کو تیری اطاعت کا حکم دے دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر زمین سے فرمایا اے زمین! اسے اور اس کے لوگوں کو پکڑ لے وہیں یہ لوگ اپنے قدموں تک زمین میں دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ نے لے۔ یہ اپنے گھٹنوں تک دھنس گئے۔ آپ نے فرمایا اور پکڑ یہ مونڈھوں تک زمین میں دھنس گئے۔ پھر فرمایا ان کے خزانے اور مال بھی یہیں لے آ۔ اسی وقت ان کے کل خزانے اور مال وہاں آ گئے اور انہوں

نے اپنی آنکھوں سے ان سب کو دیکھ لیا پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ان کو ان کے خزانوں سمیت اپنے اندر کر لے اسی وقت یہ سب غارت ہو گئے اور زمین جیسی تھی ویسی ہو گئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قصص، بیروت)

مروی ہے کہ ساتوں زمین تک یہ لوگ بقدر انسان دھنستے جا رہے ہیں قیامت تک اسی عذاب میں رہیں گے۔ یہاں پر بنی اسرائیل کی اور بہت سی روایتیں ہیں لیکن ہم نے ان کا ذکر یہاں چھوڑ دیا ہے۔ نہ تو مال ان کے کام آیا نہ جاہ وحشم نہ دولت وتمکنت نہ کوئی ان کی مدد کے لئے اٹھا نہ یہ خود اپنا کوئی بچاؤ کر سکے۔ تباہ ہو گئے بےنشان ہو گئے مٹ گئے اور مٹا دیئے گئے (اعاذنا اللہ)

| |
|---|
| وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ |
| عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ |
| اور جن لوگوں نے کل اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی انھوں نے اس حال میں صبح کی کہ کہہ رہے تھے افسوس! اب معلوم ہوتا ہے کہ |
| اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہم پر |
| احسان کیا تو وہ ضرور ہمیں دھنسا دیتا، افسوس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔ |

## قارون جیسے مال کی تمنا رکھنے والوں کیلئے عبرت کا بیان

"وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَه بِالْأَمْسِ " أَيْ مِنْ قَرِيب "يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّه يَبْسُط" يُوَسِّع "الرِّزْق لِمَنْ يَشَاء مِنْ عِبَاده وَيَقْدِر " يُضَيِّق عَلَى مَا يَشَاء "وَي" اسْم فِعْل بِمَعْنَى : أَعْجَب أَيْ أَنَا وَالْكَاف بِمَعْنَى اللَّام "لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّه عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا " بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول "وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِح الْكَافِرُونَ" لِنِعْمَةِ اللَّه كَقَارُون

اور جن لوگوں نے کل قریب ہی وقت اس کے مرتبے کی تمنا کی تھی انھوں نے اس حال میں صبح کی کہ کہہ رہے تھے افسوس! اب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، یہاں پر لفظ وی یہ اسم فعل بہ معنی اعجب یعنی اَنا ہے اور کاف بہ معنی لام ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اللہ نے ہم پر احسان کیا تو وہ ضرور ہمیں دھنسا دیتا، یہاں پر لفظ خسف معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ افسوس! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پاتے۔ گویا ان کیلئے اللہ کی نعمتیں ایسے ہیں جیسے قارون کیلئے ہیں۔

اس وقت تو ان لوگوں کی بھی آنکھیں کھل گئی جو قارون کی دولت کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتے تھے۔ اور اسے نصیب دار سمجھ کر لمبے سانس لیا کرتے تھے اور رشک کیا کرتے تھے کہ کاش ہم ایسے دولت مند ہوتے۔ وہ کہنے لگے اب دیکھ لیا کہ واقعی سچ ہے دولت مند ہونا کچھ اللہ کی رضامندی کا سبب نہیں۔ یہ اللہ کی حکمت ہے جسے چاہے زیادہ دے جسے چاہے کم دے۔ جس پر چاہے وسعت کرے جس پر چاہے تنگ کرے۔

اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے ایک حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں اخلاق کی بھی اسی طرح تقسیم کی ہے جس طرح روزی کی۔ مال تو اللہ کی طرف سے اس کے دوستوں کو بھی ملتا ہے اور اس کے دشمنوں کو بھی۔ البتہ ایمان اللہ کی طرف سے اسی کو ملتا ہے جسے اللہ چاہتا ہو۔ قارون کے اس دھنسائے جانے کو دیکھ کر وہ جو اس جیسا بننے کی امیدیں کر رہے تھے کہنے لگے اگر اللہ کا لطف واحسان ہم پر نہ ہوتا تو ہماری اس تمنا کے بدلے جو ہمارے دل میں تھی کہ کاش ہم بھی ایسے ہی ہوتے۔ آج اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے ساتھ دھنسا دیتا۔ وہ کافر تھا اور کافر اللہ کے ہاں فلاح کے لائق نہیں ہوتے۔ نہ انہیں دنیا میں کامیابی ملے نہ آخرت میں ہی وہ چھٹکارا پائیں۔

نحوی کہتے ہیں ویکان کے معنی ویلک اعلم ان ہیں لیکن مخفف کر کے ویک رہ گیا اور ان کے فتح نے اعلم کے محذوف ہونے پر دلالت کر دی۔ لیکن اس قول کو امام ابن جریر نے ضعیف بتایا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں یہ ضعیف کہنا ٹھیک نہیں۔ قرآن کریم میں اس کی کتابت کا ایک ساتھ ہونا اس کے ضعیف ہونے کی وجہ نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ کتابت کا طریقہ تو اختراعی امر ہے جو رواج پا گیا وہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ اس سے معنی پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ دوسرے معنی اس کے الم تر ان کے لئے گئے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس طرح یہ دو لفظ ہیں وی اور کان۔ حرف وی تعجب کے لیے ہیں اور یا تنبیہ کے لئے اور کان معنی میں اظن کے ہے۔ ان تمام اقوال میں قوی قول یہ ہے کہ یہ معنی میں الم تر کے ہے یعنی کیا نہ دیکھا تو نے جیسے کہ حضرت قتادہ کا قول ہے اور یہی معنی عربی شعر میں بھی مراد لئے گئے ہیں۔

| |
|---|
| تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| وہ آخرت کا گھر ہے جسے ہم نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو نہ زمین میں سرکشی وتکبر چاہتے ہیں اور نہ فساد انگیزی، |
| اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ |

## اہل جنت کیلئے اچھا انجام ہونے کا بیان

"تِلْكَ الدَّار الْآخِرَة " أَيْ الْجَنَّة "نَجْعَلهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْض " بِالْبَغْيِ "وَلَا فَسَادًا" بِعَمَلِ الْمَعَاصِي "وَالْعَاقِبَة" الْمَحْمُودَة "لِلْمُتَّقِينَ" عِقَاب اللّٰه بِعَمَلِ الطَّاعَات

یہ وہ آخرت کا گھر ہے یعنی جنت ہے جسے ہم نے ایسے لوگوں کے لئے بنایا ہے جو نہ تو زمین میں بغاوت کے ساتھ سرکشی اور نہ نافرمانی سے تکبر چاہتے ہیں اور نہ فساد انگیزی، اور نیک انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ یعنی جو طاعات کے عمل کے سبب اللہ کی سزا سے بچنے والے ہیں۔

فرماتا ہے کہ جنت اور آخرت کی نعمت صرف انہی کو ملے گی جن کے دل خوف الٰہی سے بھرے ہوئے ہوں اور دنیا کی زندگی تواضع فروتنی عاجزی اور اخلاق کے ساتھ گزار دیں۔ کسی پر اپنے آپ کو اونچا اور بڑا نہ سمجھیں ادھر ادھر فساد نہ پھیلائیں سرکشی اور

برائی نہ کریں۔ کسی کا مال ناحق نہ ماریں اللہ کی زمین پر اللہ کی نافرمانیاں نہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جسے یہ بات اچھی لگے کہ اس کی جوتی کا تسمہ اپنے ساتھی کی جوتی کے تسمے سے اچھا ہو تو وہ بھی اسی آیت میں داخل ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب وہ فخر غرور کرے۔ اگر صرف بطور زیبائش کے چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ جیسے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میری تو یہ چاہت ہے کہ میری چادر بھی اچھی ہو میری جوتی بھی اچھی ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں یہ تو خوبصورتی ہے اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ پھر فرمایا جو ہمارے پاس نیکی لائے گا وہ بہت سی نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ یہ مقام فضل ہے اور برائی کا بدلہ صرف اسی کے مطابق سزا ہے۔ یہ مقام عدل ہے

| |
|---|
| مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ |
| عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر ہے اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو برے کام |
| کرنے والوں کو کوئی بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی قدر جو وہ کرتے رہے تھے۔ |

## نیکیوں کے ثواب میں اضافہ ہونے کا بیان

"مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا" ثَوَاب بِسَبَبِهَا وَهُوَ عَشْر أَمْثَالهَا "وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَات إِلَّا" جَزَاء "مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" أَيْ : مِثْله

جو شخص نیکی لے کر آئے گا اس کے لئے اس سے بہتر صلہ ہے یعنی اس کے سبب اس کو دس گنا ثواب ملے گا اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو برے کام کرنے والوں کو کوئی بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اسی قدر جو وہ کرتے رہے تھے۔ یعنی گناہ کی مقدار کے برابر ہی سزا ہوگی۔

## ایک نیکی کا ثواب دس گنا بڑھا دینے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جمعہ (کی نماز) میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں ایک وہ آدمی جو لغو کلام اور بیکار کام کے ساتھ آتا ہے (یعنی وہ خطبے کے وقت لغو بیہودہ کلام اور بیکار کام میں مشغول ہوتا ہے) چنانچہ جمعے کی حاضری میں اس کا یہی حصہ ہے (یعنی وہ جمعے کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور لغو کلام وفعل کا وبال اس کے حصے میں آتا ہے) دوسرا وہ آدمی ہے جو جمعے میں دعا کے لئے آتا ہے (چنانچہ وہ خطبے کے وقت دعا میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی دعا اسے خطبے سننے یا خطبہ کے کمال ثواب سے باز رکھتی ہے) پس وہ دعا مانگتا ہے خواہ اللہ تعالیٰ (اپنے فضل وکرم کے صدقہ میں) اس کی دعا کو قبول فرمائے یا نہ قبول فرمائے۔

تیسرا وہ آدمی جمعہ میں آتا ہے تو (اگر خطبہ کے وقت امام کے قریب ہوتا ہے تو خطبے سننے کے لئے) خاموش رہتا ہے اور (اگر

امام سے دور ہوتا ہے اور خطبے کی آواز اس تک نہیں پہنچتی تب بھی خطبے کے احترام میں وہ) سکوت اختیار کرتا ہے نیز نہ تو وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہے اور نہ کسی کو ایذاء پہنچاتا ہے لہٰذا اس کے واسطے یہ جمعہ اس (یعنی پہلے) جمعے تک جو اس سے ملا ہوا بلکہ اور تین دن زیادہ تک کا کفارہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا یعنی جو ایک نیکی کرے گا۔ اس کو نیکی کا دس گناہ ثواب دیا جائے گا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1367)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ |
| بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ |
| بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے۔یقیناً وہ آپ کو لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لے جانے والا ہے۔ فرمادیجئے: |
| میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے جو صریح گمراہی میں ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی بعثت کا ہدایت کے ساتھ ہونے کا بیان

"اِنَّ الَّذِی فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآن" اَنْزَلَهٗ "لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَاد" اِلٰی مَكَّة وَكَانَ قَدْ اشْتَاقَهَا "قُلْ رَبِّی أَعْلَم مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِی ضَلَال مُبِین" نَزَلَ جَوَابًا لِقَوْلِ كُفَّار مَكَّة لَهٗ : اِنَّكَ فِی ضَلَال أَیْ فَهُوَ الْجَائِی بِالْهُدٰی وَهُمْ فِی ضَلَال وَأَعْلَم بِمَعْنَی : عَالِم

بیشک جس نے آپ پر قرآن فرض یعنی نازل کیا ہے یقیناً وہ آپ کو آپ کی چاہت کے مطابق لوٹنے کی جگہ مکہ کی طرف (فتح و کامیابی کے ساتھ) واپس لے جانے والا ہے۔ فرمادیجئے: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو صریح گمراہی میں ہے۔ یہ کفار مکہ کے اس قول کے جواب میں نازل ہوا ہے جو انہوں نے آپ کیلئے کہا "اِنَّكَ فِی ضَلَال" حالانکہ آپ ﷺ ہدایت لیکر آنے والے ہیں جبکہ وہ کفار گمراہی میں ہیں۔ اور یہاں پر اَعلم یہ بہ معنی عالم ہے۔

آخر سورت میں یہ آیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور اپنے فریضہ رسالت و نبوت پر پوری طرح قائم رہنے کی تاکید کے لئے ہیں اور مناسبت اس کی سابقہ آیات سورت سے یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی قصہ فرعون اور اس کی قوم کی دشمنی اور اس سے خوف کا پھر اپنے فضل سے ان کو قوم فرعون پر غالب کرنے کا ذکر فرمایا تو آخر سورت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے ہی حالات کا خلاصہ بیان فرمایا کہ کفار مکہ نے آپ کو پریشان کیا، قتل کے منصوبے بنائے، مسلمانوں کی زندگی مکہ میں اجیرن کر دی مگر حق تعالیٰ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق آپ کو سب پر فتح اور غلبہ نصیب فرمایا اور مکہ مکرمہ جہاں سے کفار نے آپ کو نکالا تھا وہ پھر مکمل طور پر آپ کے قبضہ میں آیا۔ اَلَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ جس ذات پاک نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے یعنی اس کی تلاوت اور تبلیغ اور اس پر عمل آپ پر فرض فرمایا ہے وہ ہی ذات آپ کو پھر معاد پر لوٹائے گی۔ معاد سے مراد مکہ مکرمہ ہے۔

جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباس سے معاد کی یہ تفسیر منقول ہے مطلب یہ ہے کہ اگر چند روز کے لئے آپ کو اپنا وطن عزیز خصوصاً حرم اور بیت اللہ چھوڑنا پڑا مگر قرآن کا نازل کرنے والا اور اس پر عمل کو فرض کرنے والا اللہ تعالیٰ آخر کار آپ کو پھر مکہ میں لوٹا کر لائے گا۔ ائمہ تفسیر میں سے مقاتل کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت غار ثور سے رات کے وقت نکلے اور مکہ سے مدینہ جانے والے معروف راستہ کو چھوڑ کر دوسرے راستوں سے سفر کیا کیونکہ دشمن تعاقب میں تھے۔ جب مقام جحفہ پر پہنچے جو مدینہ طیبہ کے راستہ کی مشہور منزل رابغ کے قریب ہے اور وہاں سے وہ مکہ سے مدینہ کا معروف راستہ مل جاتا ہے اس وقت مکہ مکرمہ کے راستہ پر نظر پڑی تو بیت اللہ اور وطن یاد آیا، اسی وقت جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے جس میں آپ کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ مکرمہ سے جدائی چند روزہ ہے اور بالآخر آپ کو پھر مکہ مکرمہ پہنچا دیا جائے گا جو فتح مکہ کی بشارت تھی۔ اسی لئے حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت جحفہ میں نازل ہوئی ہے نہ مکی ہی نہ مدنی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قصص، بیروت)

| وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَٰفِرِينَ ۝ |
|---|
| اور تم اس بات کی امید نہ رکھتے تھے کہ تم پر کتاب اتاری جائے گی مگر تمہارے رب کی رحمت ہے، پس تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ بننا۔ |

## قرآن مجید کا کتاب رحمت ہونے کا بیان

"وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَى إِلَيْك الْكِتَاب" الْقُرْآن "إِلَّا" لَكِنْ أُلْقِيَ إِلَيْك "رَحْمَة مِنْ رَبّك فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا" مُعِينًا "لِلْكَافِرِينَ" عَلَى دِينهمْ الَّذِي دَعَوْك إِلَيْهِ،

اور تم (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے اُمتِ محمدی کو خطاب ہے) اس بات کی امید نہ رکھتے تھے کہ تم پر یہ کتاب یعنی قرآن اتارا جائے گا مگر یہ تمہارے رب کی رحمت سے اتری ہے، پس اس مذہب میں جس کی وہ آپ کو بلائیں۔ تم ہرگز کافروں کے مددگار نہ بننا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے (جو یہودیوں کی زبان ہے اور مسلمانوں کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کیا کرتے تھے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا)۔ تم اہل کتاب کو نہ تو سچا جانو اور نہ ان کو جھٹلاؤ (صرف) یہ کہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی، ایمان لائے (آخر آیت تک)۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 152)

پوری آیت یہ ہے آیت (قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ، البقرۃ:"(136) (مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوئیں

ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے اہل کتاب (یعنی یہودی) تورات کی کسی عبارت کا ترجمہ وتفسیر کریں تو ان کو نہ جھٹلاؤ اور نہ ان کو سچ جانو بلکہ یہ آیت کریمہ پڑھو اور ان کو سچا اس لئے نہ جانو کہ یہ لوگ کتاب الٰہی میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ تمہارے سامنے جس عبارت کا ترجمہ وتفسیر کر رہے ہیں، اس کو انہوں نے بدل دیا ہو اور ان کو جھٹلاؤ اس لئے نہیں کہ اگرچہ انہوں نے تورات میں تغیر و تبدل کر رکھا ہے لیکن پھر بھی وہ کتاب ہے الٰہی ہے اور حق ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ شاید وہ سچ اور صحیح عبارت نقل کر رہے ہوں۔

| |
|---|
| وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ٥ |
| اور یہ لوگ تجھے اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، اس کے بعد کہ وہ تیری طرف اتاری گئیں |
| اور اپنے رب کی طرف بلا اور ہرگز مشرکوں سے نہ ہونا۔ |

## نزول آیات کے بعد حق کی راہوں سے نہ روکنے کا بیان

"وَلَا يَصُدّنك" أَصْلُهُ يَصُدُّونَنَكَ حُذِفَتْ نُون الرَّفْع لِلْجَازِمِ وَالْوَاو لِلْفَاعِلِ لِالْتِقَائِهَا مَعَ النُّون السَّاكِنَة "عَنْ آيَات اللَّه بَعْد إذْ أُنْزِلَتْ إلَيْك" أَيْ لَا تَرْجِع إلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ "وَادْعُ" النَّاس "إلَى رَبّك" بِتَوْحِيدِهِ وَعِبَادَته "وَلَا تَكُونَن مِنْ الْمُشْرِكِينَ" بِإِعَانَتِهِمْ وَلَمْ يُؤَثِّر الْجَازِم فِي الْفِعْل لِبِنَائِهِ

اور یہ لوگ آپ کو اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، یہاں پر لفظ یصدونک اصل میں یصدوننک تھا یہاں جازم کے سبب نون رافع کو حذف کردیا اور واؤ فاعل کو بھی نون کے ساتھ التقائے ساکنین کے سبب حذف کردیا۔ اس کے بعد کہ وہ اللہ کی آیات آپ کی طرف اتاری گئیں لہٰذا آپ ان کی طرف توجہ نہ کیجئے گا اور اپنے رب کی طرف بلائیں یعنی لوگوں کو اس کی توحید اور عبادت کی طرف بلائیں اور ہرگز مشرکوں کی مدد کرکے ان سے نہ ہونا۔ یہاں پر فعل کے مبنی ہونے کی وجہ سے لفظ لاء جزم نہیں دیا۔ یعنی لائے جازمہ نے کوئی لفظی عمل نہیں کیا۔

## ایمان کی سلامتی کی علامت کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ) ایمان کی سلامتی کی علامت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جب تمہاری نیکی تمہیں بھلی لگے۔ اور تمہاری برائی تمہیں بری لگے تو (سمجھو کہ) تم (پکے) مومن ہو، پھر اس آدمی نے پوچھا، یارسول اللہ ﷺ! گناہ (کی علامت) کیا ہے؟ آنحضور صلی اللہ عنہ نے فرمایا! جب کوئی بات تمہارے دل میں کھٹک اور تردد پیدا کرے (تو سمجھو کہ وہ گناہ ہے) لہٰذا اس کو چھوڑ دو۔

(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 41)

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۟ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پوجا کرو، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، حکم اسی کا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

## اللہ تعالیٰ کے سوا سب چیزوں کی فناء کا بیان

"وَلَا تَدْعُ" تَعْبُد "مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه" اِلَّا اِيَّاهُ "لَهُ الْحُكْمُ" الْقَضَاء النَّافِذ "وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ" بِالنُّشُوْرِ مِنْ قُبُوْرِكُمْ

اور تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پوجا کرو، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، حکم اسی کا ہے یعنی اسی کا فیصلہ نافذ ہونے والا ہے اور قبور سے زندہ ہونے کے ساتھ تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا" یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز پڑھو فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کر روزے رکھو" یہ سن کر دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نہ تو اس پر کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا، جب وہ دیہاتی چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو آدمی کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی سعادت اور مسرت حاصل کرنا چاہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 13)

## سورہ قصص کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ قصص کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْعَنْكَبُوت

## یہ قرآن مجید کی سورت عنکبوت ہے

### سورہ عنکبوت کی آیات وتعداد کلمات کا بیان

سُورَةُ الْعَنْكَبُوت ( مَكِّيَّة إِلَّا مِنْ آيَة 1 لِغَايَةِ 11 فَمَدَنِيَّة) ( وَآيَاتهَا تِسْع وَسِتُّونَ نَزَلَتْ بَعْد الرُّوْم)

سورہ عنکبوت مکیہ ہے اس میں سات رکوع انہتر آیات نوسواسی کلمات، چار ہزار ایک سو پینسٹھ حروف ہیں۔اور یہ سورت سورہ روم کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورہ عنکبوت کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں مشرکین کے احوال اوران کے وہمی نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔اوران کے نظریے کو کمزوری کو سمجھانے کیلئے عنکبوت یعنی مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی گئی ہے۔کہ مشرکین کے باطل نظریات مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں لہٰذا اسی سبب سے یہ سورت عنکبوت کے نام سے معروف ہے۔

| |
|---|
| الٓمّٓ ۝ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ |
| مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝ |
| الف،لام،میم ،حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ |
| دیے جائیں گے کہ کہہ دیں ہم ایمان لائے اوران کی آزمائش نہ کی جائے گی۔اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو آزمایا تھا |
| جو ان سے پہلے تھے سو یقیناً اللہ ان لوگوں کو ضرور نمایاں فرما دے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو ضرور ظاہر کردے گا۔ |

### لوگوں کی آزمائش کے ذریعے اہل ایمان وجھوٹوں کے درمیان فرق کردینے کا بیان

"الم" اللَّه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِذَلِكَ "أَحَسِبَ النَّاس أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا " أَيْ : بِقَوْلِهِمْ "آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ" يُخْتَبَرُونَ بِمَا يَتَبَيَّن بِهِ حَقِيقَة إِيمَانهمْ نَزَلَ فِي جَمَاعَة آمَنُوا فَآذَاهُمْ الْمُشْرِكُونَ "وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ فَلَيَعْلَمَن اللَّه الَّذِينَ صَدَقُوا " فِي إِيمَانهمْ عِلْم مُشَاهَدَة "وَلَيَعْلَمَن الْكَاذِبِينَ" فِيهِ

الف، لام، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ کیا لوگوں نے گمان کیا ہے کہ وہ اسی پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ کہہ دیں یعنی ان کے قول ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ یعنی ان کو ایسے چیز کے ذریعے ایمان میں آزمایا جائے گا جس سے ان کے ایمان کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور یہ ایک ایسی جماعت کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب وہ ایمان لائے تو مشرکین نے انہیں تکالیف پہنچائیں۔ اور بیشک ہم نے ان لوگوں کو بھی آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے سو یقیناً اللہ ان لوگوں کو ضرور نمایاں فرما دے گا جو علم مشاہدہ کے مطابق دعوٰی ایمان میں سچے ہیں اور اس میں جھوٹوں کو بھی ضرور ظاہر کر دے گا۔

## سورہ عنکبوت آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ان حضرات کے حق میں نازل ہوئی جو مکہ مکرمہ میں تھے اور انہوں نے اسلام کا اقرار کیا تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں لکھا کہ محض اقرار کافی نہیں جب تک ہجرت نہ کرو ان صاحبوں نے ہجرت کی اور بقصد مدینہ روانہ ہوئے، مشرکین ان کے درپے ہوئے اور ان سے قتال کیا بعض حضرات ان میں سے شہید ہو گئے بعض بچ آئے ان کے حق میں یہ دو آیتیں نازل ہوئیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد ان لوگوں سے سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور عمار بن یاسر وغیرہ ہیں جو مکہ مکرمہ میں ایمان لائے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عمار کے حق میں نازل ہوئی جو خدا پرستی کی وجہ سے ستائے جاتے تھے اور کفار انھیں سخت ایذائیں پہنچاتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیتیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام حضرت مہجع بن عبداللہ کے حق میں نازل ہوئیں جو بدر میں سب سے پہلے شہید ہونے والے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نسبت فرمایا کہ مہجع سید الشہداء ہیں اور اس امت میں باب جنت کی طرف پہلے وہ پکارے جائیں گے ان کے والدین اور ان کی بی بی کو ان کا بہت صدمہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی پھر ان کی تسلی فرمائی۔ (زاد المسیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

## ایمان اور کفر کے درمیان فرق کیئے جانے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ) فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہا۔ تمہارے اس دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا، وہ سوئے ہوئے ہیں (لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں بعض نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لہٰذا جس نے بلانے والی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہو گا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر میں داخل ہو گا اور نہ کھانا کھائے گا یہ سن کر فرشتوں نے آپس میں کہا، اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں، بعض فرشتوں نے کہا بیان کرنے سے کیا

فائدہ کیونکہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسروں نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا، گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 141)

اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہو رہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔ تشریح: اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہو رہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کی درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔

## امتحان دین کیلئے سروں پر آرے چلا دیئے جانے کا بیان

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت بطور شکایت کے عرض کیا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر اوڑھے ہوئے کعبہ کے سایہ میں تکیہ لگائے بیٹھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے مدد کیوں نہیں مانگتے ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا تم سے پہلے بعض لوگ ایسے ہوتے تھے کہ ان کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا وہ اس میں کھڑے کر دیئے جاتے پھر آرا چلایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور یہ عمل ان کو ان کے دین سے نہ روکتا تھا نیز لوہے کی کنگھیاں ان کے گوشت کے نیچے اور پٹھوں پر کی جاتی تھیں اور یہ بات ان کو ان کے دین سے نہ روکتی تھی اللہ کی قسم! یہ دین (اسلام) کامل نہ ہوگا حتی کہ اگر ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک چلا جائے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا اور نہ کوئی شخص اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خوف کرے گا لیکن اس معاملہ میں تم عجلت چاہتے ہو۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 863)

| |
|---|
| اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝ |
| یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ |

## مشرکین کا عذاب الٰہی سے بچ نکلنے کے وہم و گمان کا بیان

"اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّئَات" الشِّرْک وَالْمَعَاصِی "اَنْ یَّسْبِقُوْنَا" یَفُوتُونَا فَلَا نَنْتَقِم مِنْهُمْ

"سَاءَ" بِئْسَ "مَا" الَّذِی "یَحْکُمُوْنَ" یَحْکُمُوْنَهٗ حُکْمُهُمْ هٰذَا

یا ان لوگوں نے جو برے کام یعنی شرک ونافرمانی کرتے ہیں، یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے، کہ ہم ان سے انتقام نہ لیں گے۔ برا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں۔ یعنی ان کا فیصلہ اس حکم کے بارے میں کتنا برا ہے۔

اس جملہ کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگر ہم ان پر گرفت کرنا چاہیں تو یہ لوگ ہماری گرفت سے بچ کر کہیں جانہیں سکتے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی سرتوڑ مخالفانہ کوششوں اور سازشوں کے باوجود خود ہی ناکام رہیں گے اور غلبہ اسلام کی راہ روکنے میں کبھی کامیاب نہ ہوسکیں گے، اور اگر وہ ایسا گمان کرتے ہیں کہ وہ یقیناً کامیاب ہوجائیں گے تو یہ ان کی زبردست بھول اور غلط قسم کا فیصلہ ہے۔ واضح رہے کہ اس آیت میں روئے سخن صرف کافروں کی طرف ہے۔

| |
|---|
| مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ |
| جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی امید رکھنے والے کا بیان

"مَنْ کَانَ یَرْجُو" یَخَاف "لِقَاء اللّٰه فَإِنَّ أَجَل اللّٰه" بِهِ "لَآتٍ" فَلْیَسْتَعِدَّ لَهٗ "وَهُوَ السَّمِیع" لِأَقْوَالِ الْعِبَاد "الْعَلِیم" بِأَفْعَالِهِمْ

جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو تو بے شک اللہ کا مقرر وقت ضرور آنے والا ہے۔ لہٰذا اس وقت کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا، ان کے کاموں کو جاننے والا ہے۔

## اچھے اجر کیلئے نیک کاموں میں کوشش جاری رکھنے کا بیان

جنہیں آخرت کے بدلوں کی امید ہے اور اسے سامنے رکھ کر وہ نیکیاں کرتے ہیں۔ ان کی امیدیں پوری ہونگی اور انہیں نہ ختم ہونے والے ثواب ملیں گے۔ اللہ دعاؤں کا سننے والا اور کل کائنات کا جاننے والا ہے اللہ کا ٹھہرایا ہوا وقت ٹلتا نہیں۔ پھر فرماتا ہے ہر نیک عمل کرنے والا اپنا ہی نفع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال سے بے پرواہ ہے۔ اگر سارے انسان متقی بن جائیں تو اللہ کی سلطنت میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جہاد تلوار چلانے کا ہی نام نہیں۔ انسان نیکیوں کی کوشش میں لگا ہے یہ بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہاری نیکیاں اللہ کے کسی کام نہیں آتیں لیکن بہرحال اس کی یہ مہربانی کہ وہ تمہیں نیکیوں پر بدلے دیتا ہے۔ انکی وجہ سے تمہاری برائیں معاف فرمادیتا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی نیکی کی قدر کرتا ہے اور اس پر بڑے سے بڑا اجر دیتا ہے ایک ایک نیکی کا سات سات سو گنا بدلہ عنایت فرماتا ہے اور بدی کو یا تو بالکل ہی معاف فرمادیتا ہے یا اسی کے برابر سزا دیتا ہے۔ وہ ظلم سے پاک ہے، گناہوں سے درگزر کرلیتا ہے اور ان کے اچھے اعمال کا بدل عطا فرماتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ○

اور جو جہاد کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، یقیناً اللہ تو سارے جہانوں سے بہت بے پرواہ ہے۔

## مجاہد کیلئے جہاد کے ثواب کا بیان

"وَمَنْ جَاهَدَ" جِهَاد حَرْب أَوْ نَفْس "فَإِنَّمَا يُجَاهِد لِنَفْسِهِ" فَإِنَّ مَنْفَعَة جِهَاده لَهُ لَا لِلَّهِ "إِنَّ اللَّه لَغَنِيّ عَنْ الْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ وَالْمَلَائِكَة وَعَنْ عِبَادَتهمْ،

اور جو جہاد یعنی جنگی جہاد یا جہاد نفس کرتا ہے تو وہ اپنے ہی لیے جہاد کرتا ہے، کیونکہ اس کے جہاد کا فائدہ اسی کیلئے ہے۔ یقیناً اللہ تو سارے جہانوں خواہ وہ عالم انس ہو یا جن ہو یا ملائکہ ہو وہ ان کی عبادت سے بہت بے پرواہ ہے۔

## جہاد بہ نفس اور جہاد بہ حرب کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" (کامل اور سچا) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان (کی ایذاء سے) مسلمان محفوظ رہیں اور (پکا و صادق) مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان و اپنے مال کو مامون سمجھیں" (جامع ترمذی و سنن نسائی) اور شعب الایمان میں بیہقی نے فضالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں اور (حقیقی) مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی اطاعت و عبادت میں اپنے نفس سے جہاد کیا اور (اصل) مہاجر وہ ہے جس نے تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو ترک کر دیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 30)

صحیح معنی میں مومن وہی ہے جس کا وجود اللہ کی مخلوق کے لئے باعث اطمینان و راحت ہو، لوگوں کو اس پر پورا پورا اعتماد بھروسہ ہو۔ اس کی امانت و دیانت، عدالت و صداقت اور اخلاق و پاکیزگی اس طرح نمایاں ہو کہ نہ تو کسی کو اپنے مال کے ہڑپ کر لئے جانے کا خوف ہو اور نہ کسی کو اس کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے نقصان کا خدشہ اور نہ کسی کے دل میں اس کی جانب سے کسی اور طرح کا خوف و ہراس ہو۔ حقیقی مجاہد بھی وہ نہیں ہے جو دشمنوں سے جنگ کرتا ہے بلکہ مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس امارہ سے جہاد کرتا ہے اور اللہ کی راہ میں بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی خاطر نفس کی تمام خواہشات کو موت کے گھاٹ اتا دیتا ہے۔ ایسے ہی حقیقی مہاجر بھی وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو ترک کر دیا ہے جن سے اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر رکھا ہو اس لئے کہ ہجرت کی حکمت یہی ہے کہ مومن طاعت الٰہی میں بغیر کسی رکاوٹ کے مصروف رہے اور اللہ نے جن چیزوں سے منع کر دیا ہے ان سے بچتا رہے۔ مہاجر کی حقیقی شان یہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ

اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ○

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم ان کی ساری خطائیں ان سے مٹا دیں گے اور ہم یقیناً انھیں اس سے بہتر جزاء عطا فرمادیں گے جو عمل وہ کرتے رہے تھے۔

## نیک اعمال کے سبب گناہوں کو مٹا دینے کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتهمْ" بِعَمَلِ الصَّالِحَات "وَلَنَجْزِيَنَّهُم أَحْسَن" بِمَعْنَى : حَسَن وَنَصَبَهُ بِنَزْعِ الْخَافِض الْبَاء "الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ" وَهُوَ الصَّالِحَات

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم ان کی ساری خطائیں ان کے نیک اعمال کی وجہ سے مٹا دیں گے اور ہم یقیناً انھیں اس سے بہتر جزاء عطا فرمادیں گے، یہاں پر احسن بہ معنی حسن ہے۔ اور باء جارہ کے سقوط کے سبب اس کا نصب ہے۔ جو عمل وہ کرتے رہے تھے۔ اور وہ نیک اعمال ہیں۔

## قبول اسلام کے سبب گناہوں کے مٹ جانے کا بیان

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں (جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی سے میرے قلب و دماغ کو منور کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! لائیے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں، آپ نے (یہ سن کر) اپنا ہاتھ (جب) بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حیرت سے) فرمایا عمرو یہ کیا؟ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کچھ شرط لگانی چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا (میں چاہتا ہوں) کہ میرے (ان) تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے (جو میں نے اسلام سے پہلے کئے تھے) آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو قبول اسلام سے پہلے کئے گئے ہوں، ہجرت ان تمام گناہوں کو دور کر دیتی ہے جو اس (ہجرت) سے پہلے کئے گئے ہوں اور حج ان تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے جو اس حج سے پہلے کئے گئے ہوں۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 26)

## صدقہ و اعمال خیر کے سبب گناہوں کے مٹ جانے کا بیان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے کوئی عمل ایسا بتا دیجئے جو مجھ کو جنت میں لے جائے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے ایک بہت بڑی چیز کا سوال کیا ہے لیکن جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لئے یہ بہت آسان بھی ہے "پھر فرمایا" اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور خانہ کعبہ کا حج کرو، پھر اس کے بعد فرمایا اے معاذ! کیا تمہیں خیر و بھلائی کے دروازوں تک نہ پہنچا دوں (تو سنو) روزہ (ایک ایسی) ڈھال ہے (جو گناہ سے بچاتی ہے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھتی ہے) اور اللہ کی راہ میں کرچ کرنا گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے (اور اسی طرح)

رات (تہجد) میں مومن کا نماز پڑھنا (گناہ کو ختم کر دیتا ہے) پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جس میں تہجد گزاروں اور رات میں اللہ کی عبادت کرنے والوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس پوری آیت کا ترجمہ ہے): ان (مومنین صالحین) کے پہلو (رات میں) بستروں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف وامید سے پکارتے اور جو (مال) ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان (مومنین صالحین) کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے یہ ان کے اعمال کا صلہ (انعام) ہے جو وہ کرتے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس چیز (یعنی دین) کا سر اور اس کے ستون اور اس کے کوہان کی بلندی نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ضرور بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس چیز (دین) کا سر اسلام ہے، اس کے ستون نماز ہے اور اس کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہیں ان تمام چیزوں کی جڑ نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں اللہ کے نبی ضرور بتایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور (اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا: اس کو بند رکھو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی ہم اپنی زبان سے جو بھی لفظ نکالتے ہیں ان سب پر مواخذہ ہوگا، آپ نے فرمایا معاذ! (دعا ثکلتک امک) (تمہاری ماں تمہیں گم کر دے اچھی طرح جان لو کہ) (یہ ایک محاورہ ہے جو عربی زبان میں اظہار تعجب کے لئے بولا جاتا ہے)۔ لوگوں کو ان کے منہ کے بل یا پیشانی کے بل دوزخ میں گرانے والی اسی زبان کی (بری) باتیں ہوں گی۔

(مسند احمد بن حنبل، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 27)

| |
|---|
| وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ |
| فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو |
| میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان، |
| تمھیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کا بیان

"وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَسَنًا" أَيْ إِيصَاء ذَا حُسْن بِأَنْ يَبَرّهُمَا "وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ" بِإِشْرَاكِهِ "عِلْم" مُوَافَقَة لِلْوَاقِعِ فَلَا مَفْهُوم لَهُ "فَلَا تُطِعْهُمَا" فِي الْإِشْرَاك "إِلَيَّ مَرْجِعكُمْ فَأُنَبِّئكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" فَأُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کی ہے جو یہ ہے کہ وہ ان دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اگر وہ تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس شرک کے بارے میں تجھے کوئی علم نہیں۔ یہاں پر

موافقت واقع کا مفہوم مخالف ہے۔تو شرک میں ان کا کہنا مت مان، تمھیں میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جوتم کیا کرتے تھے۔پس میں تمہیں اس پر جزاء دوں گا۔

## سورہ عنکبوت آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اور سورہ لقمان اور سورہ احقاف کی آیتیں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں و بقول ابن اسحٰق سعد بن مالک زہری کے حق میں نازل ہوئیں ان کی ماں حمنہ بنتِ ابی سفیان بن امیہ بن عبدِ شمس تھی حضرت سعد سابقین اوّلین میں سے تھے اور اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے جب آپ اسلام لائے تو آپ کی والدہ نے کہا کہ تو نے یہ کیا نیا کام کیا خدا کی قسم اگر تو اس سے باز نہ آیا تو نہ میں کھاؤں نہ پیوں یہاں تک کہ مر جاؤں اور تیری ہمیشہ کے لئے بدنامی ہو اور تجھے ماں کا قاتل کہا جائے پھر اس بڑھیا نے فاقہ کیا اور ایک شبانہ روز نہ کھایا، نہ پیا، نہ سایہ میں بیٹھی اس سے ضعیف ہوگئی پھر ایک رات دن اور اسی طرح رہی تب حضرت سعد اس کے پاس آئے اور آپ نے اس سے فرمایا کہ اے ماں اگر تیری سو۱۰۰ جانیں ہوں اور ایک ایک کر کے سب ہی نکل جائیں تو بھی میں اپنا دین چھوڑنے والا نہیں تو چاہے کھا چاہے مت کھا، جب وہ حضرت سعد کی طرف سے مایوس ہوگئی کہ یہ اپنا دین چھوڑنے والے نہیں تو کھانے پینے لگی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے اور اگر وہ کفر و شرک کا حکم دیں تو نہ مانا جائے۔(تفسیر قرطبی، سورہ عنکبوت، بیروت)

| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ۝ |
| --- |
| اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ہم انھیں ضرور ہی نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔ |

## ایمان اور عمل صالح والوں کو نیک لوگوں کی معیت نصیب ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ" الْأَنْبِيَاء وَالْأَوْلِيَاء بِأَنْ نَحْشُرهُمْ مَعَهُمْ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کیے ہم انھیں ضرور ہی نیک لوگوں میں داخل کریں گے یعنی ہم ان کو انبیائے کرام اور اولیائے کرام کی معیت میں جمع کریں گے۔

یعنی ایسے نامساعد اور پریشان کن حالات میں جو شخص ایمان لائے اور نیکی کی راہ پر قائم رہے۔جبکہ ان کے والدین یہی کافر تھے تو اللہ ایسے لوگوں کو صالحین کے زمرہ میں شامل فرمادے گا۔نیز اللہ کا دستور یہ ہے کہ اگر والدین بھی مسلمان ہوں اور اولاد بھی تو اللہ تعالیٰ اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ ملا دے گا۔اگر چہ والاد کے نیک اعمال اپنے والد کے اعمال کے پایہ کے نہ ہوں۔اگر والدین کافر تھے تو اللہ ان کی اولاد کو صالحین کے زمرہ میں شامل فرمادے گا۔

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ |
| جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اورلوگوں میں ایسے شخص ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ، پھر جب انھیں اللہ کی راہ میں تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو |
| وہ لوگوں کی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی جانب سے کوئی مدد آ پہنچتی ہے تو وہ |
| یقیناً یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہی تھے، کیا اللہ ان کو نہیں جانتا جو جہان والوں کے سینوں میں ہیں۔ |

## دکھ سکھ ہر حالت میں ایمان پر برقرار رہنے کا بیان

"وَمِنَ النَّاس مَنْ يَقُول آمَنَّا بِاَللّٰهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللّٰه جَعَلَ فِتْنَة النَّاس " أَيْ أَذَاهُمْ لَهُ "كَعَذَابِ اللّٰه" فِي الْخَوْف مِنْهُ فَيُطِيعهُمْ فَيُنَافِق "وَلَئِنْ" لَام قَسَم "جَاء نَصْر" لِلْمُؤْمِنِينَ "مِنْ رَبّك" فَغَنِمُوا "لَيَقُولَن" حُذِفَتْ مِنْهُ نُون الرَّفْع لِتَوَالِي النُّونَات وَالْوَاو ضَمِير الْجَمْع لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ" فِي الْإِيمَان فَأَشْرِكُونَا فِي الْغَنِيمَة "أَوَلَيْسَ اللّٰه بِأَعْلَم" أَيْ بِعَالِمٍ "بِمَا فِي صُدُور الْعَالَمِينَ" بِقُلُوبِهِمْ مِنْ الْإِيمَان وَالنِّفَاق ؟ بَلَى

اورلوگوں میں ایسے شخص بھی ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ، پھر جب انھیں اللہ کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی آزمائش کو اللہ کے عذاب کی مانند قرار دیتے ہیں، یعنی ان سے خوف زدہ ہو کر ان کی اطاعت اور نفاق کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں۔اور یہاں پر لام قسمیہ ہے۔اور اگر آپ کے رب کی جانب سے مؤمنین کیلئے کوئی مدد آ پہنچتی ہے یعنی انہیں غنیمت حاصل ہوتی ہے تو وہ یقیناً یہ کہنے لگتے ہیں، یہاں لفظ لیقولن میں مسلسل نونات آنے کے سبب نون رفع کو حذف کیا گیا ہے اور واؤ ضمیر جمع کو بھی التقائے ساکنین کے سبب سے حذف کیا گیا ہے۔کہ ہم تو ایمان میں تمہارے ساتھ ہی تھے، لہٰذا غنیمت میں بھی ہمیں شامل کرلیں۔کیا اللہ ان باتوں کو نہیں جانتا جو جہان والوں کے سینوں میں پوشیدہ ہیں۔یعنی ان کے دلوں میں ایمان اور منافقت ہے کیوں نہیں وہ ضرور جانتا ہے۔

اگر چہ کہنے والا ایک شخص ہے، مگر "میں ایمان لایا" کہنے کے بجائے کہہ رہا ہے " ہم ایمان لائے " امام رازی نے اس میں ایک لطیف نکتے کی نشاندہی کی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ منافق اپنے آپ کو ہمیشہ زمرہ اہل ایمان میں شامل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے ایمان کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ گویا وہ بھی ویسا ہی مومن ہے جیسے دوسرے ہیں۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بزدل اگر کسی فوج کے ساتھ گیا ہے اور اس فوج کے بہادر سپاہیوں نے لڑ کر دشمنوں کو مار بھگایا ہے، تو چاہے اس نے خود کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ہو، مگر وہ آ کر یوں کہے گا کہ ہم گئے اور ہم خوب لڑے اور ہم نے دشمن کو شکست فاش دے دی، گویا آپ بھی انہی بہادروں میں سے ہیں جنہوں نے داد شجاعت دی ہے۔(تفسیر کبیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

وَ لَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

اور اللہ ضرور ایسے لوگوں کو ممتاز فرمادے گا جو ایمان لائے ہیں اور منافقوں کو ضرور ظاہر کردے گا۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے کہ تم ہمارے راستے پر چلو اور لازم ہے کہ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں، حالانکہ وہ ہرگز ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، بے شک وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور منافقین کو الگ کردے گا

"وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا " بِقُلُوبِهِمْ "وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ " فَيُجَازِي الْفَرِيقَيْنِ وَاللَّامُ فِي الْفِعْلَيْنِ لَامُ قَسَمٍ، "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا " دِينَنَا "وَلْنَحْمِلْ خَطَايَاكُمْ " فِي اتِّبَاعِنَا إِنْ كَانَتْ وَالْأَمْرُ بِمَعْنَى الْخَبَرِ "وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاهُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" فِي ذَلِكَ

اور اللہ ضرور ایسے لوگوں کو ممتاز فرمادے گا جو سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کردے گا۔ پس دونوں گروہوں کو جزاء دے گا۔ یہاں پر دونوں افعال میں لام قسم ہے۔

اور جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے کہ تم ہمارے راستے یعنی دین پر چلو اور لازم ہے کہ ہم تمہارے گناہ اٹھالیں، اگر بہ فرض گناہ ہوا تو۔ یہاں امر بہ معنی خبر ہے تو فرمایا حالانکہ وہ ہرگز ان کے گناہوں میں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں، بے شک وہ یقیناً اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔

اسکا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ خوشی اور تکلیف دے کر آزمائے گا تا کہ منافق اور مومن کی تمیز ہو جائے جو دونوں حالتوں میں اللہ کی اطاعت کرے گا، وہ مومن ہے اور جو صرف خوشی اور راحت میں اطاعت کرے گا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ صرف اپنے حظ نفس کا مطیع ہے، اللہ کا نہیں۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا۔ (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ، محمد: 31) ہم تمہیں ضرور آزمائینگے، تا کہ ہم جان لیں تم میں مجاہد اور صابر کون ہیں اور تمہارے دیگر حالات بھی جانچیں گے۔ جنگ احد کے بعد، جس میں مسلمان اختیار و امتحان کی بھٹی سے گزارے گئے تھے، فرمایا (مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ، آل عمران: 179) نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ وہ چھوڑ دے مومنوں کو، اس حالت پر جس پر کہ تم ہو، یہاں تک کہ وہ جدا کردے ناپاک کو پاک سے۔

## کفار کا دوسروں کے گناہوں کو اٹھانے پر دھوکہ دینے کا بیان

اسی طرح کا ایک شخص کا واقعہ سورہ نجم کے آخری رکوع میں ذکر کیا گیا ہے اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص کو اس کے کافر ساتھیوں نے یہ کہہ کر دھوکا دیا کہ تم ہمیں کچھ مال یہاں دیدو تو ہم قیامت اور آخرت

کے دن تمہارے عذاب کو اپنے ذمہ لے کر تمہیں بچا دیں گے، اس نے کچھ دینا بھی شروع کر دیا پھر بند کر دیا۔ اس کی بے وقوفی اور اس کے عمل کے لغو ہونے کا بیان ہے۔

| |
|---|
| وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ |
| اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی۔ اور یقیناً وہ قیامت کے دن |
| اس کے متعلق ضرور پوچھے جائیں گے جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ |

## گمراہ لوگوں پر ان کے متبعین کے گناہوں کے بوجھ ہونے کا بیان

"وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالهمْ " أَوْزَارهمْ "وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالهمْ " بِقَوْلِهِمْ لِلْمُؤْمِنِينَ "اتَّبِعُوا سَبِيلنَا " وَإِضْلَالهمْ مُقَلِّدِيهِمْ "وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْم الْقِيَامَة عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ " يَكْذِبُونَ عَلَى اللّٰه سُؤَال تَوْبِيخ وَاللَّام فِي الْفِعْلَيْنِ لَام قَسَم وَحُذِفَ فَاعِلهمَا الْوَاو وَنُون الرَّفْع

اور یقیناً وہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ کئی اور بوجھ بھی۔ جن کا انہوں نے مؤمنین کے ساتھ قول کیا تھا۔ کہ ہمارے راستے کی اتباع کریں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے متبعین کو گمراہ کیا۔ اور یقیناً وہ قیامت کے دن اس کے متعلق ضرور پوچھے جائیں گے جو وہ جھوٹ باندھا کرتے تھے۔ یعنی جو اللہ کے بارے میں جھوٹ بولتے تھے۔ یہ سوال بہ طور توبیخ ہوگا اور یہاں بھی دونوں افعال میں لام، لام قسم ہے۔ ان دونوں کے فاعل واؤ اور نون رفع کو بھی حذف کیا گیا ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی دوسرے کو گناہ میں مبتلا کرنے کی تحریک کرے یا گناہ میں اس کی مدد کرے وہ بھی ایسا ہی مجرم ہے جیسا یہ گناہ کرنے والا۔ ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرہ اور انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دے تو جتنے لوگ اس کی دعوت کی وجہ سے ہدایت پر عمل کریں گے ان سب کے عمل کا ثواب اس داعی کے نامہ اعمال میں بھی لکھا جائے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے اجر وثواب میں کوئی کمی کی جائے اور جو شخص کسی گمراہی اور گناہ کی طرف دعوت دے تو جتنے لوگ اس کے کہنے سے اس گمراہی میں مبتلا ہوں گے ان سب کا گناہ اور وبال اس شخص پر بھی پڑے گا بغیر اس کے کہ ان لوگوں کے وبال وعذاب میں کوئی کمی ہو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ عنکبوت، بیروت)

## قیامت تک ناحق قتل ہونے والوں کے گناہ میں قابیل کے شریک ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو آدمی ظلم کے طریقہ پر قتل کیا جاتا ہے تو اس کے خون کا ایک حصہ آدم کے پہلے بیٹے قابیل پر ہوتا ہے اس لئے کہ وہ پہلا آدمی ہے جس نے قتل کا طریقہ نکالا۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 206)

انسانی ظلم وستم کی تاریخ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے قابیل کی زندگی سے شروع ہوتی ہے جس نے اپنی ایک انتہائی

معمولی نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور انسانی تاریخ کا یہ سب سے پہلا خونی واقعہ تھا جس نے ناحق خون بہانے کی بنیاد ڈالی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جب کوئی نیک طریقہ رائج کرتا ہے تو اسے اس نیک کام کا ثواب بھی ملتا ہے، اسی طرح برا طریقہ رائج کرنے والے کو خود اس عمل کا اور اس طریقہ پر عمل کرنے والے کا بھی گناہ ملتا ہے۔ اسی لئے یہاں فرمایا جا رہا ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ظلم کے طریقہ پر قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کے خون کا ایک حصہ قابیل پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ ناحق خون بہانے اور ظلم وستم کے ساتھ قتل کا اول موجد وہی ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ |
| فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو وہ ان میں پچاس برس کم ایک ہزار سال رہے، |
| پھر ان لوگوں کو طوفان نے آ پکڑا اس حال میں کہ وہ ظالم تھے۔ |

## قوم نوح کا طوفان نوح میں ہلاک ہو جانے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمه " وَعُمْره أَرْبَعُونَ سَنَة أَوْ أَكْثَر "فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْف سَنَة إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا " يَدْعُوهُمْ إِلَى تَوْحِيد اللّٰه فَكَذَّبُوهُ "فَأَخَذَهُمْ الطُّوفَان " أَيْ الْمَاء الْكَثِير طَافَ بِهِمْ وَعَلَاهُمْ فَغَرِقُوا "وَهُمْ ظَالِمُونَ" مُشْرِكُونَ،

اور بیشک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی آپ ان میں پچاس برس کم ایک ہزار سال رہے، ان کو اللہ کی توحید کی طرف بلایا تو انہوں نے آپ کی تکذیب کی پھر ان لوگوں کو طوفان نے آ پکڑا۔ جو بہت زیادہ پانی تھا۔ جس نے انہیں گھیر لیا اور ان کے اوپر چڑھ گیا۔ پس وہ ڈوب گئے۔ اس حال میں کہ وہ ظالم مشرک تھے۔

اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے بہت سختیاں کی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام پچاس کم ہزار برس دعوت فرماتے رہے اور اس طویل مدت میں ان کی قوم کے بہت قلیل لوگ ایمان لائے تو آپ کچھ غم نہ کریں کیونکہ بفضلہ تعالیٰ آپ کی قلیل مدت کی دعوت سے خلق کثیر مشرف بہ ایمان ہو چکی ہے۔

| |
|---|
| فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَ جَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| پھر ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور کشتی والوں کو نجات بخشی اور ہم نے اس کو تمام جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی معیت میں اہل ایمان کی نجات کا بیان

"فَأَنْجَيْنَاهُ" أَيْ نُوحًا "وَأَصْحَاب السَّفِينَة" الَّذِينَ كَانُوا مَعَهُ فِيهَا "وَجَعَلْنَاهَا آيَة" عِبْرَة "لِلْعَالَمِينَ"

لِمَنْ بَعْدهمْ مِنْ النَّاس إنْ عَصَوْا رُسُلهمْ وَعَاشَ نُوح بَعْد الطُّوفَان سِتِّينَ سَنَة أَوْ أَكْثَر حَتَّى كَثُرَ النَّاس

پھر ہم نے نوح علیہ السلام کو اوران کے ہمراہ کشتی والوں کو نجات بخشی جو آپ کے ساتھ تھے۔ اور ہم نے اس (کشتی اور واقعہ) کو تمام جہان والوں کے لئے نشانی بنا دیا۔ یعنی جو لوگ ان کے بعد آئیں گے۔ کہ اگر انہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی۔ اور حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے بعد ساٹھ سال یا اس سے زیادہ لوگوں میں ظاہری حیات کے ساتھ رہے۔

یہاں پر لفظ وَجَعَلْنٰهَا میں "ھا" کی ضمیر کشتی کی طرف بھی رجع ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کشتی اس طوفان کے بعد طویل مدت جودی پہاڑ پر ہی ٹکی رہی۔ لوگ اسے دیکھتے رہے اور اس سے طوفان نوح اور مجرم قوم کے انجام کی یاد تازہ ہوتی رہی۔ اور "ھا" کی ضمیر اس پورے قصہ قوام نوح کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس قوم کی سرکشی پھر ان کی سرکشی کے اس دردناک انجام کو ہم نے بعد میں آنے والے سب لوگوں کے کے لیے ایک مثالی بنا دیا کہ لوگ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں۔

| |
|---|
| وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور ابراہیم (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو، |
| یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کو عبادت کا حکم دینے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "إبْرَاهِيم إذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اُعْبُدُوا اللَّه وَاتَّقُوهُ" خَافُوا عِقَابه "ذَلِكُمْ خَيْر لَكُمْ" مِمَّا أَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ عِبَادَة الْأَصْنَام "إنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" الْخَيْر مِنْ غَيْره

اور ابراہیم (علیہ السلام) کو یاد کریں جب انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے عذاب سے ڈرو، یہی تمہارے حق میں اس سے بہتر ہے جو تم بتوں کی پوجا میں ہو اگر تم بھلائی کو اس کے غیر سے جانتے ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو توحید اللہ کی دعوت دی ریا کاری سے بچنے اور دل میں پرہیزگاری قائم کرنے کا حکم دیا اس کی نعمتوں پر شکر گزاری کرنے کو فرمایا۔ اور اس کا نفع بھی بتایا کہ دنیا اور آخرت کی برائیاں اس سے دور ہو جائیں گی اور دونوں جہان کی نعمتیں اس سے مل جائیں گی۔ ساتھ ہی انہیں بتایا کہ جن بتوں کی تم پرستش کر رہے ہو۔ یہ تو بے ضرر اور بے نفع ہے تم نے خود ہی ان کے نام اور ان کے اجسام تراش لئے ہیں۔ وہ تو تمہاری طرح مخلوق ہیں بلکہ تم سے بھی کمزور ہیں۔ یہ تمہاری روزیوں کے بھی مختار نہیں۔ اللہ ہی سے روزیاں طلب کرو۔ اسی حصہ کے ساتھ آیت (ایاک نعبد وایاک نستعین) بھی ہے کہ ہم سب تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ یہی حضرت آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دعا میں ہے آیت

(رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَکَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ 11) -66 التحریم: 11) اے اللہ میرے لئے اپنے پاس ہی جنت میں مکان بنا۔ چونکہ اس کے سوا کوئی رزق نہیں دے سکتا اس لئے تم اسی سے روزیاں طلب کرو اور جب اس کی روزیاں کھاؤ تو اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ اس کی نعمتوں کا شکر بجالاؤ تم میں سے ہر ایک اسی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ وہ ہر عامل کو اسکے عمل کا بدلہ دے گا۔ دیکھو مجھے جھوٹا کہہ کر خوش نہ ہو نظریں ڈالو کہ تم سے پہلے جنہوں نے نبیوں کو جھوٹ کی طرف منسوب کیا تھا ان کی کیسی درگت ہوئی؟ یاد رکھنا نبیوں کا کام صرف پیغام پہنچادینا ہے۔ ہدایت عدم ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے۔ اپنے آپ کو سعادت مندوں میں بناؤ بدبختوں میں شامل نہ کرو۔ حضرت قتادہ تو فرماتے ہیں اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مزید تشفی کی گئی ہے اس مطلب کا تقاضا تو یہ ہے کہ پہلا کام ختم ہوا۔ اور یہاں سے لے کر آیت (فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوۡمِہٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوا اقۡتُلُوۡہُ اَوۡ حَرِّقُوۡہُ فَاَنۡجٰىہُ اللّٰہُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ 24) -29 العنکبوت: 24) تک یہ سب عبارت بطور جملہ معترضہ کے ہے۔ ابن جریر نے تو کھلے لفظوں میں یہی کہا ہے۔ لیکن الفاظ قرآن سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا ہے آپ قیامت کے قائم ہونے کی دلیلیں پیش کر رہے ہیں کیونکہ اس تمام کلام کے بعد آپ کی قوم کا جواب ذکر ہوا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡثَانًا وَّ تَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ وَ اعۡبُدُوۡہُ وَ اشۡکُرُوۡا لَہٗ ؕ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝ |
| تم تو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو، بیشک تم اللہ کے سوا جن کی پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا شکر بجالایا کرو، تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ |

## رزق کی قدرت بھی نہ رکھنے والے معبودان باطلہ کا بیان

"اِنَّمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ" أَیْ غَیْرِہٖ "اَوۡثَانًا وَّتَخۡلُقُوۡنَ اِفۡکًا" تَقُوۡلُوۡنَ کَذِبًا اِنَّ الْاَوْثَانَ شُرَکَاءُ اللّٰہِ "اِنَّ الَّذِیۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَا یَمۡلِکُوۡنَ لَکُمۡ رِزۡقًا" لَا یَقۡدِرُوۡنَ اَنۡ یَرۡزُقُوۡکُمۡ "فَابۡتَغُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ الرِّزۡقَ" اُطۡلُبُوۡہُ مِنۡہُ

تم تو اللہ کے سوا بتوں کی پوجا کرتے ہو اور محض جھوٹ گھڑتے ہو، یعنی جھوٹ بولتے ہو کہ بت اللہ کے شریک ہیں۔ بیشک تم اللہ کے سوا جن کی پوجا کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کے مالک نہیں ہیں پس تم اللہ کی بارگاہ سے رزق طلب کیا کرو اور اسی کی عبادت کیا کرو اور اسی کا شکر بجالایا کرو، تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

قرآن میں بتوں کے لئے تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں (۱) صنم (ج الاصنام) کے معنی وہ بت ہیں جو قابل انتقال اور قابل

فروخت ہوں خواہ یہ پیتل یا لوہے یا چاندی کے ہوں یا لکڑی کے یا پتھر کے اور صناعہ الاصنام بمعنی بت تراشی کا فن جیسے حضرت ابراہیم کا باپ آذر بت تراش بھی تھا اور بت فروش بھی۔ (۲) نصب ایسے بتوں یا مجسموں کو کہتے ہیں جنہیں کسی جگہ پوجا پاٹ کے لئے نصب کر دیا گیا ہو۔ جیسے مشرکین مکہ کے بت لات ومنات، عزیٰ اور ھبل وغیرہ تھے (۳) اوثان (وثن کی جمع) وثن کا تعلق زیادہ تر انہی مقامات سے ہوتا ہے۔

وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○

اور اگر تم جھٹلاؤ تو تم سے پہلے کئی امتیں جھٹلا چکی ہیں اور رسول کے ذمے تو کھلم کھلا پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔

## کفار اقوام کا احکامات الٰہی کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَاِنْ تُكَذِّبُوْا" أَيْ تُكَذِّبُونِي يَا أَهْل مَكَّة "فَقَدْ كَذَّبَ أُمَم مِنْ قَبْلكُمْ" مِنْ قَبْلِي "وَمَا عَلَى الرَّسُول إِلَّا الْبَلَاغ الْمُبِين" إِلَّا الْبَلَاغ الْبَيِّن فِي هَاتَيْنِ الْقِصَّتَيْنِ تَسْلِيَة لِلنَّبِيِّ

اور اے اہل مکہ اگر تم نے میری تکذیب کی تو تم سے پہلے کئی امتیں جھٹلا چکی ہیں جو مجھ سے پہلے تھیں۔ اور رسول کے ذمے تو کھلم کھلا پہنچا دینے کے سوا کچھ نہیں۔ ان دونوں واقعات یعنی حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیان کرنے میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔

## انبیائے کرام کی اتباع اور مخالفت کرنے والوں کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں جو اسی (نبی) کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان (دوست و مددگار) کے بعد ایسے نا خلف (نالائق) لوگ پیدا ہوتے جو لوگوں سے ایسی بات کہتے جس کو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ملا تھا (جیسا کہ علماء سوء اور امراء و سرداروں کا طریقہ ہے) لہٰذا (تم سے) جو خاص لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو آدمی ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے اس) میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 154)

ہاتھ سے جہاد کا مطلب تو ظاہر ہے زبان سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے غلط عقائد و اعمال کی بنا پر ان کو تنبیہ کرے اور ان کو اس سے منع کرے اور ان کی برائی بیان کرتا رہے اسی طرح دل سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ ایسی غلط چیزوں کو برا جانے جو دین و شریعت کے خلاف ہوں اور دل میں ان کے کرنے والوں سے بغض و نفرت رکھے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کا احساس اتنا مردہ ہو جائے کہ وہ غلط چیزوں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی روشنی بھی

موجود نہیں ہے اس لئے کہ کسی غلط عقیدہ و عمل کو برا نہ جاننا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ وہ اس بری بات سے راضی اور خوش ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر کا خاصہ ہے۔

اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ ۝

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اسے دہرائے گا، بے شک یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

## مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر دلیل کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا" بِالْيَاءِ وَالتَّاء يَنْظُرُوا "كَيْفَ يُبْدِء اللّٰه الْخَلْق" هُوَ بِضَمِّ أَوَّله وَقُرِءَ بِفَتْحِهِ مِنْ بَدَأَ وَأَبْدَأَ بِمَعْنَى أَيْ يَخْلُقهُمْ اِبْتِدَاء "ثُمَّ" هُوَ "يُعِيدهُ" أَيْ الْخَلْق كَمَا بَدَأَهُمْ "إِنَّ ذَلِكَ" الْمَذْكُور مِنْ الْخَلْق الْأَوَّل وَالثَّانِي "عَلَى اللّٰه يَسِير" فَكَيْفَ يُنْكِرُونَ الثَّانِي،

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا یہاں پر لفظ یروا یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ کہ کس طرح اللہ خلق کی ابتدا کرتا ہے، یہاں پر لفظ یبدی یہ اول کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور بداء اور ابدء دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ یعنی وہ ابتدائی طور پر پیدا کرتا ہے پھر اسے دہرائے گا، یعنی دوبارہ پیدا کرے گا جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا۔ بے شک یہ یعنی جس میں خلق اول اور ثانی کو ذکر کیا گیا ہے یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ لہٰذا تم اس دوبارہ والی حیات کا انکار کیسے کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کارنامے لاتعداد ہیں۔ زمین پر بسنے والے جانداروں کی دس لاکھ انواع کا تا حال پتہ چل چکا ہے۔ آئندہ کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ ان میں سے ہر نوع کی تخلیق جداگانہ ہے۔ اب مثلاً ہم ایک نوع انسان ہی کو لیتے ہیں اس لئے کہ اس کے متعلق زیادہ معلومات حاصل ہیں۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے اس کا پتلا اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اس وقت وہ مردہ تھا۔ اس میں روح پھونکی تو زندہ ہو گیا۔ پھر اس کی نسلی توالد و تناسل سے چلی۔ انسان نے زمین سے حاصل ہونے والی غذائیں کھائیں یہ غذائیں مردہ اور بے جان تھیں۔ انھیں سے مرد میں منی بن گئی جس میں لاتعداد جرثومے ہوتے ہیں۔ یہی منی مادہ کے رحم میں پہنچتی تو اس کے مادہ سے مل کر نطفہ بنی، نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا بنی۔ اب تک یہ سب کچھ مردہ اور بے حرکت تھا۔ بعد میں اللہ نے اس لوتھڑے کو روح عطا کی تو یہ لوتھڑا جاندار اور متحرک بن گیا۔ اب انسان کی شکل و صورت کی باری آئی۔ رحم مادر میں اتنے خلیے ہوتے ہیں جن کی تعداد صرف اللہ کو معلوم ہے۔ ان میں سے ہر ایک خلیہ اپنے ہی کام لگا ہوتا ہے نہ یہ اپنے راستے سے ہٹتا ہے کہ راستہ بھولتا ہے نہ کسی دوسرے خلیے کے کام میں دخل دیتا ہے۔ ناک کا خلیہ اسی جگہ پہنچے گا جہاں ناک کی جگہ ہے، آنکھ کا آنکھ کی جگہ، کان کا کان کی جگہ اور ایڑی کا ایڑی کی جگہ پر پہنچے گا۔ اور یہ خلیے براہ راست اپنے اپنے مقام پر پہنچ کر اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ تا آنکہ انسان کی ایک خاص شکل و صورت بن جاتی ہے اور رحم مادر میں یہ ایسا منضبط اور مضبوط نظام ہے جس میں خلف نہیں ہوتا۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کسی انسان کی ناک کا ایک نتھنا چھوٹا ہو، دوسرا بڑا ہو، یا ایک نتھنا لمبوترا ہو تو دوسرا چپٹا ہو۔ یہی حال دوسرے اعضا کا ہے۔ پھر ایک مقررہ مدت کے بعد انسان زندہ اور شکل و صورت والا بن کر رحم مادر سے باہر آ جاتا ہے۔ گویا

مردہ غذاؤں سے اللہ نے زندہ چیز بنا دی۔ اور یہ عمل حیوانات اور نباتات اور انسان غرضیکہ تمام انواع میں ہمہ وقت جاری وساری ہے۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ توالد وتناسل کے ذریعہ پیدائش ہر نوع کے ابتدائی جاندار کی نسبت اللہ کے لئے زیادہ آسان ہے۔

اب اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسان زندہ تھا وہ مر گیا۔ اور مٹی میں مل گیا۔ اور قیامت کو وہی انسان دوبارہ اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ مٹی کے اندر جو تغیرات ہوں گے اور جس طرح انسان دوبارہ پیدا ہوگا یہ باتیں انسان کی تحقیق سے باہر ہیں۔ تاہم یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس کے لئے ضرورت نہیں کہ نقش ثانی کا نقش اول کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے۔ اور دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ جو ہستی رحم مادر میں اس قدر منضبط اور مربوط نظام قائم کرکے مردہ اشیاء سے زندہ انسان نما کھڑا سکتی ہے وہ یقیناً مٹی میں بھی ملے ہوئے اجزا سے بھی ہر انسان کو دوبارہ پیدا کرسکتی ہے۔ اور یہ دوسری بار کی پیدائش اس کے لئے یہ نسبتاً آسان چیز ہے۔

| |
|---|
| قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| فرما دیجئے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے مخلوق کی ابتداء کیسے فرمائی پھر وہ دوسری زندگی کو کس طرح اٹھا کر |
| نشوونما دیتا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ |

## زمین کی سیر سے دوبارہ زندگی پر غور وفکر کرنے کا بیان

"قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْض فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْق " لِمَنْ كَانَ قَبْلكُمْ وَأَمَاتَهُمْ "ثُمَّ اللَّه يُنْشِء النَّشْأَة الْآخِرَة" مَدًّا وَقَصْرًا مَعَ سُكُون الشِّين "إنَّ اللَّه عَلَى كُلّ شَيْء قَدِير" وَمِنْهُ الْبَدْء وَالْإِعَادَة

فرما دیجئے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو (یعنی غور وتحقیق کرو) کہ اس نے مخلوق کی ابتداء کیسے فرمائی جو تم سے پہلے اور تمہارے سامنے موجود ہے۔ پھر وہ دوسری زندگی کو کس طرح اٹھا کر نشوونما دیتا ہے۔ یہاں پر لفظ نشأۃ یہ مد اور قصر دونوں کے ساتھ بمع سکون آیا ہے۔ بیشک اللہ ہر شے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اسی سے ابتداء واعادہ ہے۔

یعنی جب یہ یقین سے جان لیا کہ پہلی مرتبہ اللہ ہی نے پیدا کیا تو معلوم ہو گیا کہ اس خالق کا مخلوق کو موت دینے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کچھ بھی متعذر نہیں۔

| |
|---|
| يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ |
| فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ |
| وہ عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اور تم زمین اور |
| آسمان میں عاجز نہیں کرسکتے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔ |

## زمین وآسمان میں رہنے والوں کیلئے قدرت الہی کے احاطہ میں ہونے کا بیان

"يُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ " تَعْذِيبه "وَيَرْحَمُ مَنْ يَشَاءُ " رَحْمَته "وَإِلَيْهِ تُقْلَبُونَ" تُرَدُّونَ"وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ" رَبّكُمْ عَنْ إِدْرَاككُمْ "فِي الْأَرْض وَلَا فِي السَّمَاء "لَوْ كُنْتُمْ فِيهَا : أَيْ لَا تَفُوتُونَهُ "وَمَا لَكُمْ مِنْ دُون اللَّه" أَيْ غَيْره "مِنْ وَلِيّ" يَمْنَعكُمْ مِنْهُ "وَلَا نَصِير" يَنْصُركُمْ مِنْ عَذَابه

وہ اپنے عذاب سے عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اپنی رحمت سے رحم کرتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔اور تم زمین اور آسمان میں عاجز نہیں کر سکتے یعنی جب تم زمین وآسمان میں ہو تو اللہ کی پکڑ سے بچ کر نکلنے والے نہیں ہو۔اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست نہیں جو تمہیں اس سے بچا سکے اور مددگار بھی نہیں ہے۔جو تمہیں اس کے عذاب سے بچا سکے۔

یعنی نہ تم میں اتنا زور ہے کہ زمین کی حدود سے باہر نکل جاؤ اور نہ اتنی طاقت ہے کہ آسمانوں تک پہنچ جاؤ۔یہ غالباً اس لئے فرمایا کہ انسان اس زمین کے علاوہ کسی دوسری جگہ زندہ رہ ہی نہیں سکتا کیونکہ اس کی تمام غذائی اور جسمانی ضروریات اس زمین سے وابستہ ہیں الا یہ کہ چند دنوں کے لئے کوئی عارضی سا بندوبست کر لے اور جب اللہ کی گرفت آ جائے تو نہ تم میں اتنا زور ہے کہ اس کی گرفت سے بچ سکو اور نہ کوئی دوسری ہستی اتنی طاقتور ہے کہ وہ اس کے عذاب سے تمہیں پناہ دے سکے یا اس کے عذاب کو روک سکے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ |
| اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کا انکار کیا وہ میری رحمت سے ناامید ہو چکے اور یہی لوگ ہیں |
| جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ |

## قرآن وآخرت کی تکذیب والوں کیلئے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّه وَلِقَائِهِ " أَيْ الْقُرْآن وَالْبَعْث "أُولَئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي " أَيْ جَنَّتِي "وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم

اور جن لوگوں نے اللہ کی آیات یعنی قرآن اور اس کی ملاقات یعنی بعث کا انکار کیا وہ میری رحمت یعنی جنت سے ناامید ہو چکے اور یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اللہ کی آیات سے انکاری درحقیقت اللہ کی رحمت سے دوری کا سب سے بڑا سبب ہے۔یعنی جو لوگ عقیدہ آخرت، اللہ سے ملاقات اور بعث بعد الموت کے منکر ہیں انھیں رحمت الہی کی امید کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس بات کے قائل ہی نہیں۔لہٰذا وہ آخرت میں اللہ کی رحمت سے محروم اور مایوس ہی رہیں گے پہلے یہ بتلایا جا چکا ہے کہ جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتے ہیں تو انھیں یقین رکھنا چاہئے کہ ان کی موت جلد ہی آنے والی ہے (۲۹:۵) یعنی موت کے فوراً بعد اللہ کی رحمت اسے اپنی آغوش میں لے لے گی۔یہ

دونوں طرح کی آیات ایک دوسری کا عکس ہیں۔

| |
|---|
| فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ |
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۝ |
| پس قوم ابراہیم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم اسے قتل کر ڈالو یا اسے جلا دو، پھر اللہ نے اسے آگ سے |
| نجات بخشی، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے آگ کے گلزار ہونے میں نشانیوں کا بیان

"فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِه إِلَّا أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللّٰهُ مِنَ النَّار " الَّتِي قَذَفُوهُ فِيهَا بِأَنْ جَعَلَهَا عَلَيْهِ بَرْدًا وَسَلَامًا "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ" أَيْ إِنْجَائِهِ مِنْهَا "لَآيَات" هِيَ عَدَم تَأْثِيرهَا فِيهِ مَعَ عِظَمهَا وَإِخْمَادهَا وَإِنْشَاء رَوْض مَكَانهَا فِي زَمَن يَسِير "لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" يُصَدِّقُونَ بِتَوْحِيدِ اللّٰه وَقُدْرَته لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا

پس قوم ابراہیم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کہنے لگے: تم اسے قتل کر ڈالو یا اسے جلا دو، پھر اللہ نے اسے آگ سے نجات بخشی، یعنی وہ آگ جس میں آپ کو ڈال دیا گیا تو وہ آپ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوگئی تھی۔ بیشک اس واقعہ جس میں آپ کی نجات ہوئی اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ آگ کے اتنے بڑے آلاؤ ہونے کے باوجود اثر نہ کرنا اور اس کا ٹھنڈا ہو جانا اور وہاں ایک مدت تک کیلئے بوستان بن جانا یہ نشانیاں ان کیلئے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ کیونکہ وہی اللہ کی توحید وقدرت کی تصدیق کرنے والے ہیں اور وہی ان نشانیوں سے فائدہ حاصل کرنے والے ہیں۔

## نار نمرود کے ٹھنڈا ہو جانے کا بیان

حضرت ابراہیم کا یہ عقلی اور نقلی دلائل کا وعظ بھی ان لوگوں کے دلوں پر اثر نہ کر سکا اور انہوں نے یہاں بھی اپنی اس شقاوت کا مظاہرہ کیا جواب تو دلیلوں کا دے نہیں سکتے تھے لہٰذا اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے اور اپنی طاقت سے سچ کو روکنے لگے کہنے لگے ایک گڑھا کھودو اس میں آگ بھڑکاؤ اور اس آگ میں اسے ڈال دو کہ جل جائے۔ لیکن اللہ نے ان کے اس مکر کو انہی پر لوٹا دیا مدتوں تک لکڑیاں جمع کرتے رہیں اور ایک گڑھا کھود کر اس کے اردگرد احاطے کی دیواریں کھڑی کر کے لکڑیوں میں آگ لگا دی جب اس کے شعلے آسمان تک پہنچنے لگے اور اتنی زور کی آگ روشن ہوئی کہ زمین پر کہیں اتنی آگ نہیں دیکھی گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکڑ کر باندھ کر منجنیق میں ڈال کر جلا کر اس آگ میں ڈال دیا لیکن اللہ نے اسے اپنے خلیل علیہ السلام پر باغ و بہار بنا دیا آپ کئی دن کے بعد صحیح سلامت اس میں سے نکل آئے۔ یہ اور اس جیسی قربانیاں تھیں جن کے باعث آپ کو امامت کا منصب عطا ہوا۔ اپنا نفس آپ نے رحمان کے لئے اپنا جسم آپ نے میزان کے لئے اپنی اولاد آپ نے قربان کے لئے اپنا مال آپ نے

فیضان کے لئے کردیا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کل ادیان والے آپ سے محبت رکھتے ہیں۔ اللہ نے آگ کو آپ کے لئے باغ بنادیا اس واقعہ میں ایمانداروں کے لئے قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ جن بتوں کو تم نے معبود بنا رکھا ہے یہ تمہارا ایکا اور اتفاق دنیا تک ہی ہے۔ مودۃ زبر کے ساتھ مفعول لہ ہے۔ ایک قرأت میں پیش کے ساتھ بھی ہے یعنی تمہاری یہ بت پرستی تمہاری لئے گو دنیا کی محبت حاصل کرادے۔ لیکن قیامت کے دن معاملہ برعکس ہوجائے گا مودۃ کی جگہ نفرت اور اتفاق کے بدلے اختلاف ہوجائے گا۔ ایک دوسرے سے جھگڑو گے ایک دوسرے پر الزام رکھو گے ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجو گے۔ ہر گروہ دوسرے گروپ پر پھٹکار برسائے گا۔ سب دوست دشمن بن جائیں گے ہاں پرہیزگار نیک کار آج بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست رہیں گے۔ کفار سب کے سب میدان قیامت کی ٹھوکریں کھا کھا کر بالآخر جہنم میں جائیں گے۔ گو اتنا بھی نہ ہوگا کہ ان کی کسی طرح مدد کرسکے۔ حدیث میں ہے تمام اگلے پچھلوں کو اللہ تعالیٰ ایک میدان میں جمع کرے گا۔ کون جان سکتا ہے کہ دونوں سمت میں کس طرف؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہمشیرہ ہیں جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ علم والا ہے۔ پھر ایک منادی عرش تلے سے آواز دے گا کہ اے موحدو! بت توحید والے اپنا سر اٹھائیں گے پھر یہی آواز لگائے گا پھر سہ بارہ یہی پکارے گا اور کہے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تمام لغزشوں سے درگزر فرمالیا۔ اب لوگ کھڑے ہونگے اور آپ کی ناچاقیوں اور لین دین کا مطالبہ کرنے لگیں گے تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف سے آواز دی جائے گی کہ اے اہل توحید تم تو آپس میں ایک دوسرے کو معاف کردو تمہیں اللہ بدل دے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ |
| يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ |
| اور ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا بس تم نے تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا ہے محض دنیوی زندگی میں آپس کی دوستی |
| کی خاطر پھر روز قیامت تم میں سے ایک دوسرے کا انکار کردے گا اور تم میں سے ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا، |
| تو تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ |

## بتوں کی پوجا کے سبب عذاب جہنم ہونے کا بیان

"وَقَالَ" اِبْرَاهِيم "اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُون اللّٰه أَوْثَانًا" تَعْبُدُونَهَا وَمَا مَصْدَرِيَّة "مَوَدَّة بَيْنكُمْ" خَبَر إِنَّ وَعَلَى قِرَاءَة النَّصْب مَفْعُول لَهُ وَمَا كَافَّة الْمَعْنَى: تَوَادَدْتُمْ عَلَى عِبَادَتهَا "فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْم الْقِيَامَة يَكْفُر بَعْضكُمْ بِبَعْضٍ" يَتَبَرَّأ الْقَادَة مِنْ الْأَتْبَاع "وَيَلْعَن بَعْضكُمْ بَعْضًا" يَلْعَن الْأَتْبَاع الْقَادَة "وَمَأْوَاكُمْ" مَصِيركُمْ جَمِيعًا "النَّار وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ" مَانِعِينَ مِنْهَا

اور ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ بس تم نے تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو معبود بنالیا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو اور یہاں پر لفظ ما،

مصدر یہ ہے۔ محض دنیوی زندگی میں آپس کی دوستی کی خاطر، یہاں پر مودۃ یہ ان کی خبر ہے اور ایک قرأت میں نصب مفعول لہ ہونے کے سبب سے ہے اور ما کافہ ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ تمہاری باہمی دوستی بتوں کی عبادت کی وجہ سے ہے۔ جو دنیا کی زندگی میں ہے پھر روز قیامت تم میں سے ہر ایک دوسرے کی دوستی کا انکار کر دے گا یعنی قائدا اپنے ماتحت سے برأت کا اظہار کرے گا۔ اور تم میں سے ہر ایک دوسرے پر لعنت بھیجے گا یعنی اتباع والا قائد پر لعنت بھیجے گا۔ تو تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ یعنی تمہیں اس سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

یعنی قیامت کے دن معبود حضرات خود اپے پرستاروں کی عبادت کی انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ کم بختو! ہم نے تمہیں کب کہا تھا کہ ہمارے بعد ہماری پوجا شروع کر دینا اور اس بات کا بھی اقرار کریں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ ان لوگوں نے ہمیں اپنا معبود بنالیا تھا۔ جب معبودوں کا یہ حال ہوگا تو عبادت گزاروں پر، جنہوں نے ان سے کئی طرح کی توقعات وابستہ کر رکھیں ہوں گی، جو گزرے گی اس کا بہ آسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا عابد، معبود دونوں ایک دوسرے پر لعنتیں بھیجنے لگیں گے اور آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ جتنی آج یہ اپنے معبودوں اور اپنے ساتھیوں سے دوستی جتلا رہے ہیں۔ اتنے ہی زیادہ اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔

| |
|---|
| فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ |
| پھر لوط (علیہ السلام) ان پر ایمان لے آئے اور انہوں نے کہا: میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ |
| بیشک وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شام کی طرف ہجرت فرمانے کا بیان

"فَاٰمَنَ لَهٗ" صَدَّقَ بِإِبْرَاهِيم "لُوط" وَهُوَ ابْن أَخِيهِ هَارَان "وَقَالَ" إبْرَاهِيم "إنِّي مُهَاجِر" مِنْ قَوْمِي "إلَى رَبِّي" إلَى حَيْثُ أَمَرَنِي رَبِّي وَهَجَرَ قَوْمه وَهَاجَرَ مِنْ سَوَاد الْعِرَاق إلَى الشَّام "إنَّهُ هُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه

پھر لوط علیہ السلام ان پر یعنی ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لے آئے اور وہ آپ کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔ اور حضرت ابراہیم نے کہا: میں اپنے رب کی طرف یعنی قوم کو چھوڑ کر ہجرت کرنے والا ہوں۔ یہاں ہجرت کا حکم مجھے میرے رب نے دیا ہے۔ تو آپ نے عراق سے شام کی جانب ہجرت فرمائی۔ بیشک وہ اپنے ملک میں غالب ہے اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔

یعنی حضرت لوط علیہ السلام نے یہ معجزہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے تصدیق کرنے والے ہیں۔ ایمان سے تصدیق رسالت ہی مراد ہے کیونکہ اصل توحید کا اعتقاد تو ان کو ہمیشہ سے حاصل ہے اس لئے انبیاء ہمیشہ ہی مومن ہوتے ہیں اور کفران سے کسی حال میں متصور نہیں۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کی ہجرت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین بار توریہ کے اور ان میں سے بھی وہ جھوٹ اللہ کے لئے بولے تھے۔ ان میں ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج علیل سا ہوں۔ دوسرا یہ کہنا تھا کہ "بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا توریہ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم کے شہر سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین وجمیل عورت ہے، اس حاکم نے یہ سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کر ان کو اس جابر حاکم کے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو لہٰذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہوگی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔ لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن وجمال دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کی عفت وعصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔

ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید غط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال وہ عتاب الٰہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹخنے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس ظالم کی خلاصی ہو گئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الٰہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا

کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہوگئی۔اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کونہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پاسکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود الٹا مصیبت میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تونے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔

کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے پنجہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت وعافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھا تو نماز ہی میں اپنے ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا بیتی؟ حضرت سارہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدنیتی کا اظہار کیا وہ الٹے اس کے گلے پڑگئی، مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الٰہی میں ضرور پھنس گیا تھا اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

| |
|---|
| وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ |
| فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ |
| اور ہم نے انھیں اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب مقرر فرمادی |
| اور ہم نے انھیں دنیا میں ان کا صلہ عطا فرمادیا، اور بیشک وہ آخرت میں نیکوکاروں میں سے ہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر جمیل کو مختلف شرائع میں ہونے کا بیان

"وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاق " بَعْد إِسْمَاعِيل "وَيَعْقُوب" بَعْد إِسْحَاق "وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّته النُّبُوَّة " فَكُلّ الْأَنْبِيَاء بَعْد إِبْرَاهِيم مِنْ ذُرِّيَّته "وَالْكِتَاب" بِمَعْنَى الْكُتُب : أَيْ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل وَالزَّبُور وَالْفُرْقَان "وَآتَيْنَاهُ أَجْره فِي الدُّنْيَا" وَهُوَ الثَّنَاء الْحَسَن فِي كُلّ أَهْل الْأَدْيَان إِنَّ اسْتِعْمَال عِبَارَة الشَّرَائِع بَدَل الْأَدْيَان أَدَق وَأَوْفَق لِأَنَّهُ لَا دِين صَحِيح إِلَّا الْإِسْلَام وَدِين كُلّ نَبِيّ مِنْ الْأَنْبِيَاء هُوَ الْإِسْلَام إِنَّمَا الشَّرَائِع أَيْ الْأَحْكَام هِيَ الَّتِي تَخْتَلِف "وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَة لَمِنْ الصَّالِحِينَ" الَّذِينَ لَهُمْ الدَّرَجَات الْعُلَى،

اور ہم نے انھیں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد اسحاق اور اور اسحاق علیہ السلام کے بعد یعقوب علیہ السلام عطا فرمائے اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ سب آپ کی اولاد سے نبی ہوئے۔اور کتاب مقرر

فرمادی، یہاں پر کتاب بہ معنی کتب ہے۔یعنی تورات، انجیل، زبور اور فرقان ہے۔اور ہم نے انھیں دنیا میں ہی ان کا صلہ عطا فرما دیا، اور وہ ان کی اچھی تعریف ہے جو سارے اہل ادیان اپنی شریعت کے مطابق عبارات میں استعمال کرتے ہیں۔یہاں لفظ شرائع کو ادیان کے بدل میں لائے کیونکہ یہ زیادہ دقیق واوفق ہے۔کیونکہ دین صرف اسلام درست ہے۔اور ہر نبی کا دین، دین اسلام ہے جبکہ شرائع یعنی احکام میں اختلاف رہا ہے۔اور بیشک وہ آخرت میں بھی نیکوکاروں میں سے ہیں۔یعنی آپ بلند درجات میں ہوں گے۔

حضرت ابراہیم پر جتنے بھی ابتلاء کے دور آئے ان سب میں آپ کامیاب رہے جب ہجرت کی تو اس وقت تک آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔گھر بار اور وطن اور عزیز واقارب چھوڑنے پر اللہ نے آپ کو اولاد عطا فرمادی کہ دل بہلا رہے۔مزید یہ انعام فرمایا کہ نبوت آپ ہی خاندان سے مختص فرمادی۔آپ کے بعد جتنے بھی نبی آئے آپ ہی نسل سے آئے۔اسی لئے آپ کو ابوالانبیاء بھی کہا جاتا ہے۔ان میں سے صرف آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل کی اولاد سے مبعوث ہوئے باقی سب حضرت اسحاق بلکہ ان کے بیٹے حضرت یعقوب کی اولاد سے تھے۔جنہیں اسرائیل بھی کہا جاتا ہے۔

دنیا میں ایک تو یہ اجر دیا کہ نبوت کو ان کے خاندان سے مختص کردیا اور دوسرا اجر یہ دیا کہ آپ کو تمام لوگوں کا امام اور پیشوا بنادیا۔یہی وجہ ہے کہ آپ یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں بلکہ اور بھی کئی مذاہب کے ہاں یکساں محترم ہیں حتیٰ کہ مکہ کے مشرکین بھی اپنے آپ کو انہی سے منسوب کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر مزید مہربانی یہ تھی کہ رہتی دنیا تک آپ کا ذکر خیر ان میں چھوڑ دیا۔امت محمدیہ میں اس ذکر خیر کی صورت یہ ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی ہر نماز میں آپ پر درود پڑھے۔اور آخرت میں آپ کو اعلیٰ درجہ کے صالحین (جو انبیائے اولوالعزم کی جماعت ہے) میں شامل کیا۔

| |
|---|
| وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| اور لوط (علیہ السلام) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بیشک تم بڑی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو، |
| اقوام عالم میں سے کسی ایک نے اس میں تم سے پہل نہیں کی۔ |

## قوم لوط کا برائی میں سب سے پہلے پہل کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَإِنَّكُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ "لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَة" أَيْ: أَدْبَار الرِّجَال "مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَد مِنْ الْعَالَمِينَ" الْإِنْس وَالْجِنّ

اور لوط علیہ السلام کو یاد کریں جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: بیشک تم بڑی بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو، یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں دونوں مقامات پر الف درمیان داخل کیا گیا ہے۔یعنی مردوں سے

لواطت کرتے ہو اقوامِ عالم یعنی جن وانس کے عالم میں سے کسی ایک قوم نے بھی اس بے حیائی میں تم سے پہل نہیں کی۔

## سب سے خراب عادت کا بیان

لوطیوں کی مشہور بدکرداری سے حضرت لوط انہیں روکتے ہیں کہ تم جیسی خباثت تم سے پہلے تو کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ کفر، تکذیب رسول، اللہ کے حکم کی مخالفت تو خیر اور بھی کرتے رہے مگر مردوں سے حاجت روائی تو کسی نے بھی نہیں کی۔ دوسری بدخلصت ان میں یہ بھی تھی کہ راستے روکتے تھے ڈاکے ڈالتے تھے قتل وفساد کرتے تھے مال لوٹ لیتے تھے مجلسوں میں علی الاعلان بری باتیں اور لغو حرکتیں کرتے تھے۔ کوئی کسی کو نہیں روکتا تھا یہاں تک کہ بعض کا قول ہے کہ وہ لواطت بھی علی الاعلان کرتے تھے گویا سوسائٹی کا ایک مشغلہ یہ بھی تھا ہوائیں نکال کر ہنستے تھے مینڈھے لڑواتے اور بدترین برائیاں کرتے تھے اور علی الاعلان مزے لے لے کر گناہ کرتے تھے۔ حدیث میں ہے رہ چلتوں پر آوازہ کشی کرتے تھے۔ اور کنکر پتھر پھینکتے رہتے تھے۔ سیٹیاں بجاتے تھے کبوتر بازی کرتے تھے ننگے ہو جاتے تھے۔ کفر عناد سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ نبی کے سمجھانے پر کہنے لگے جا جا پس نصیحت چھوڑ جن عذابوں سے ڈرا رہا ہے انہیں تو لے آ۔ ہم بھی تیری سچائی دیکھیں۔ عاجز آ کر حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اللہ کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے کہ اے اللہ! ان مفسدوں پر مجھے غلبہ دے میری مدد کر۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ |
| قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ○ |
| کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور ڈاکہ زنی کرتے ہو اور اپنی مجلس میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو، تو ان کی قوم کا |
| جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے: تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ |

## قوم لوط کا سرعام بے حیائی کرنے کا بیان

"أَإِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَال وَتَقْطَعُونَ السَّبِيل" طَرِيق الْمَارَّة بِفِعْلِكُمْ الْفَاحِشَة بِمَنْ يَمُرّ بِكُمْ فَتَرَكَ النَّاس الْمَمَرّ بِكُمْ "وَتَأْتُونَ فِي نَادِيكُمْ" أَيْ مُتَحَدَّثكُمْ "الْمُنْكَر" فِعْل الْفَاحِشَة بَعْضكُمْ بِبَعْضٍ "فَمَا كَانَ جَوَاب قَوْمه إِلَّا أَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّه إِنْ كُنْت مِنْ الصَّادِقِينَ" فِي اسْتِقْبَاح ذَلِكَ وَأَنَّ الْعَذَاب نَازِل بِفَاعِلِيهِ

کیا تم مردوں کے پاس جاتے ہو اور ڈاکہ زنی کرتے ہو یعنی راستے سے گزرنے والے سے بے حیائی کرتے ہو جس کی وجہ سے لوگوں نے تمہارے پاس سے گزرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنی بھری مجلس میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو، یعنی ایک دوسرے کے ساتھ بے حیائی کرتے ہو۔ تو ان کی قوم کا جواب بھی اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ کہنے لگے: تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آؤ اگر تم سچے ہو۔ یعنی اس برے کام پر اگر عذاب نازل ہونا ہے تو تم لے آؤ۔

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ۝

لوط (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے رب! تو فساد انگیزی کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد فرما۔

## حضرت لوط علیہ السلام کی دعا کے قبول ہو جانے کا بیان

"قَالَ رَبِّ انْصُرْنِی" بِتَحْقِیقِ قَوْلِی فِی إِنْزَال الْعَذَاب "عَلَی الْقَوْم الْمُفْسِدِینَ" الْعَاصِینَ بِإِتْیَانِ الرِّجَال فَاسْتَجَابَ اللّٰہ دُعَاءَہٗ

حضرت لوط علیہ السلام نے عرض کیا اے رب! تو فساد انگیزی کرنے والی قوم کے خلاف میری مدد فرما۔ یعنی میرے قول نزول عذاب کو ثابت کر دے۔ کیونکہ لوگوں نافرمانی پر اتر آئے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کی دعا کو قبول کر لیا۔

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُھْلِکُوْٓا اَھْلِ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ ۚ اِنَّ اَھْلَھَا کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ۝

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا یقیناً ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے رہنے والے ظالم چلے آئے ہیں۔

## قوم لوط کی بستی کی ہلاکت کیلئے فرشتوں کے آنے کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلنَا إِبْرَاهِیم بِالْبُشْرَی" بِإِسْحَاق وَیَعْقُوب بَعْدہ "قَالُوا إِنَّا مُهْلِکُو أَهْل هٰذِهِ الْقَرْیَة" أَیْ قَرْیَة لُوط "إِنَّ أَهْلهَا کَانُوا ظَالِمِینَ" کَافِرِینَ

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس حضرت اسحاق و یعقوب علیہما السلام کی خوش خبری لے کر آئے تو انھوں نے کہا یقیناً ہم اس بستی یعنی لوط علیہ السلام کی بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، بے شک اس کے رہنے والے ظالم یعنی کافر چلے آئے ہیں۔

## فرشتوں کی آمد کا بیان

حضرت لوط علیہ السلام کی جب نہ مانی گئی بلکہ سنی بھی نہ گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جس پر فرشتے بھیجے گئے۔ یہ فرشتے بشکل انسان پہلے بطور مہمان کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر آئے۔ آپ نے ضیافت کا سامان تیار کیا اور سامنے لا رکھا۔ جب دیکھا کہ انہوں نے اس کی رغبت نہ کی تو دل ہی دل میں خوفزدہ ہو گئے تو فرشتوں نے ان کی دلجوئی شروع کی اور خبر دی کہ ایک نیک بچہ ان کے ہاں پیدا ہوگا۔ حضرت سارہ جو وہاں موجود تھیں یہ سن کر تعجب کرنے لگیں جیسے سورۃ ہود اور سورۃ حجر میں مفصل تفسیر گذر چکی ہے۔ اب فرشتوں نے اپنا اصلی ارادہ ظاہر کیا۔ جسے سن کر خلیل الرحمٰن کو خیال آیا کہ اگر وہ لوگ کچھ اور ڈھیل دے دیئے جائیں تو کیا عجب کہ راہ راست پر آ جائیں۔ اس لئے آپ فرمانے لگے کہ وہاں تو لوط نبی علیہ السلام ہیں۔ فرشتوں نے جواب دیا ہم ان سے غافل نہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ انہیں اور ان کے خاندان کو بچالیں۔ ہاں ان کی بیوی تو بیشک ہلاک ہوگی۔ کیونکہ وہ

اپنی قوم کے کفر میں ان کا ساتھ دیتی رہی ہے۔ یہاں سے رخصت ہو کر خوبصورت قریب البلوغ بچوں کی صورتوں میں یہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی لوط شش و پنج میں پڑ گئے کہ اگر انہیں ٹھہراتے ہیں تو ان کی خبر پاتے ہی کفار بھڑ بھڑا کر آ جائیں گے اور مجھے تنگ کریں گے اور انہیں بھی پریشان کریں گے۔ اگر نہیں ٹھہراتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے قوم کی خصلت سے واقف تھے اس لئے ناخوش اور سنجیدہ ہو گئے۔ لیکن فرشتوں نے ان کی یہ گھبراہٹ دور کر دی کہ آپ گھبرایئے نہیں رنجیدہ نہ ہوں ہم تو اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں انہیں تباہ و برباد کرنے کے لئے آئیں ہیں۔ آپ اور آپ کا خاندان سوائے آپ کی اہلیہ کے بچ جائے گا۔ باقی ان سب پر آسمانی عذاب آئے گا اور انہیں ان کی بدکاری کا نتیجہ دکھایا جائے گا۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو زمین سے اٹھایا اور آسمان تک لے گئے اور وہاں سے الٹ دیں پھر ان پر ان کے نام کے نشاندار پتھر برسائے گئے اور جس عذاب الٰہی کو وہ دور سمجھ رہے تھے وہ قریب ہی نکل آیا۔ ان کی بستیوں کی جگہ ایک کڑوے گندے اور بدبودار پانی کی جھیل رہ گئی۔ جو لوگوں کے لئے عبرت حاصل کرنے کا ذریعہ بنے۔ اور عقلمند لوگ اس ظاہری نشان کو دیکھ کر ان کی بری طرح ہلاکت کو یاد کر کے اللہ کی نافرمانیوں پر دلیری نہ کریں۔ عرب کے سفر میں رات دن یہ منظر ان کے پیش نظر تھا۔ (ابن کثیر، سورہ عنکبوت)

| |
|---|
| قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ۫ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ |
| ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا: اس میں تو لوط (علیہ السلام بھی) ہیں، انہوں نے کہا ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو اس میں ہیں |
| ہم لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی عورت کے ضرور بچالیں گے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عذاب سے فرشتوں سے صالحین کی نجات سے متعلق بتانے کا بیان

"قَالَ" اِبْرَاهِيم "اِنَّ فِيهَا لُوطًا قَالُوا" أَيْ الرُّسُل "نَحْنُ أَعْلَم بِمَنْ فِيهَا لَنُنَجِّيَنَّهُ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "وَأَهْله إلَّا امْرَأَته كَانَتْ مِنْ الْغَابِرِينَ" الْبَاقِينَ فِي الْعَذَاب

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا اس بستی میں تو لوط علیہ السلام بھی ہیں، انہوں نے کہا: ہم ان لوگوں کو خوب جانتے ہیں جن کو ہم نے نجات دینی ہے یہاں پر لفظ نجی تخفیف و تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ جو جو اس میں رہتے ہیں ہم لوط علیہ السلام کو اور ان کے گھر والوں کو سوائے ان کی عورت کے ضرور بچالیں گے، وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔ یعنی وہ عذاب والوں میں رہ جانے والی ہے۔

اس خوشخبری کے بعد فرشتوں نے حضرت ابراہیم کو بتلایا کہ دراصل ایک اور مہم پر بھیجے گئے ہیں۔ وہ جو سامنے بستی نظر آ رہی ہے۔ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اسے تباہ و برباد کر دیں۔ کیونکہ اس بستی کے باشندے اللہ کے نافرمان سرکش لوگ ہیں۔ فرشتوں نے جس طرف اشارہ کیا وہ وہی سدوم کا علاقہ تھا۔ جہاں خود حضرت ابراہیم نے حضرت لوط کو تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ لہٰذا وہ فوراً بول اٹھے۔ وہاں تو لوط بھی موجود ہیں۔ کیا تم اس کے وہاں ہوتے ہوئے اس بستی کو تباہ و برباد کر دو گے۔ اس آیت میں تو اتنی ہی بات

مذکور ہے۔لیکن ایک دوسرے مقام پر (یُجَادِلُنَا ۔۔۔ 74،ہود:74) کے الفاظ آئے ہیں۔یعنی حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے پوری طرح بحث کی تھی کہ لوط کے علاوہ فلاں ایمان دار بھی وہاں موجود ہے۔اور فلاں بھی۔تو ان لوگوں کے ہوتے ہوئے تم کیونکر اس بستی کو ہلاک کردو گے؟ فرشتوں نے اس کا جواب یہ دیا کہ ہمیں پوری طرح معلوم ہے کہ وہاں کون کون ایماندار موجود ہے۔ہم پہلے ان کو بچانے کی صورت بنائیں گے۔تب ہی اس بستی کو غارت کریں گے۔البتہ لوط کے گھر والوں میں سے حضرت لوط کی بیوی بھی اس عذاب سے تباہ ہوگی۔کیونکہ وہ اپنے خاوند کی وفادار نہیں بلکہ خائن ہے۔فرشتوں کے اس جواب سے حضرت ابراہیم سمجھ گئے کہ اب اس بستی کی شامت آ کے ہی رہے گی۔دراصل وہ اپنی طبیعت کی نرمی کی وجہ سے چاہتے یہ تھے کہ اس ظالم قوم کو سنبھلنے کے لیے کچھ مزید مہلت مل جائے۔مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ عذاب الہی کا نزول طے ہو چکا تھا۔

وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِیْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالُوْا لَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَ اَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ○

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو وہ ان سے رنجیدہ ہوئے اور ان کے باعث نڈھال سے ہو گئے اور کہا: آپ نہ خوفزدہ ہوں اور نہ غم زدہ ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں سوائے آپ کی عورت کے وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔

## مہمانوں کی صورت میں عذاب کے فرشتوں کے آنے کا بیان

"وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ " حَزِنَ بِسَبَبِهِمْ "وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا " صَدْرًا لِأَنَّهُمْ حِسَان الْوُجُوه فِي صُورَة أَضْيَاف فَخَافَ عَلَيْهِمْ قَوْمه فَأَعْلَمُوهُ أَنَّهُمْ رُسُل رَبّه "وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَن إنَّا مُنَجُّوك " بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "وَأَهْلك إلَّا امْرَأَتك كَانَتْ مِنْ الْغَابِرِينَ " وَنَصْب أَهْلك عَطْف عَلَى مَحَلّ الْكَاف،

اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان کے آنے سے رنجیدہ ہوئے اور ان کے ارادہ عذاب کے باعث نڈھال سے ہو گیا اور دل میں تنگی محسوس کی کیونکہ وہ مہمانوں کی صورت میں نہایت خوبصورت تھے جبکہ انہیں اپنی قوم کا اندیشہ بھی تھا تو انہوں نے آپ کو بتا دیا کہ ہم آپ کے رب کی طرف سے فرشتے ہیں۔اور فرشتوں نے کہا: آپ نہ خوفزدہ ہوں اور نہ غم زدہ ہوں، بیشک ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچانے والے ہیں یہاں پر لفظ منجوک یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔سوائے آپ کی عورت کے وہ عذاب کے لئے پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے۔یہاں پر اہلک کا نصب محل کاف پر عطف ہونے کے سبب سے ہے۔

فرشتے وہاں حضرت ابراہیم سے رخصت ہو کر سیدھے حضرت لوط کے گھر آ پہنچے۔اب صرف انسانی شکل میں نہیں بلکہ بے

ریش خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آئے تھے۔ جو قوم لوط کے اوباش لوگوں کے لئے اپنے اندر کشش رکھتے تھے۔ ان کو دیکھ کر حضرت لوط کے دل میں سخت اضطراب پیدا ہوا۔ کہ اب یہ اوباش ان سے بھی وہی سلوک کرے گی جو مسافروں، مہمانوں اور راہ گیروں سے کیا کرتی ہے۔ فرشتوں نے حضرت لوط کے اس خوف اور خطرہ کو فوراً بھانپ لیا اور کہنے لگے۔ تمہارے ڈرنے اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم انسان نہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔

| |
|---|
| اِنَّا مُنۡزِلُوۡنَ عَلٰۤى اَهۡلِ هٰذِهِ الۡقَرۡيَةِ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ٥ |
| وَلَقَدْ تَّرَكۡنَا مِنۡهَاۤ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ٥ |
| بیشک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی جو عقل رکھتے ہیں۔ |

## فسق و فجور کے سبب عذاب آنے کا بیان

"إِنَّا مُنۡزِلُونَ" بِالتَّخۡفِيفِ وَالتَّشۡدِيد "عَلَى أَهۡل هٰذِهِ الۡقَرۡيَة رِجۡزًا" عَذَابًا "مِنَ السَّمَاء بِمَا" بِالۡفِعۡلِ الَّذِي "كَانُوا يَفۡسُقُونَ" بِهِ أَيۡ بِسَبَبِ فِسۡقهمۡ، "وَلَقَدۡ تَرَكۡنَا مِنۡهَا آيَة بَيِّنَة" ظَاهِرَة هِيَ آثَار خَرَابهَا "لِقَوۡمٍ يَعۡقِلُونَ" يَتَدَبَّرُونَ،

بیشک ہم اس بستی کے باشندوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ یہاں پر لفظ منزلون یہ تخفیف و تشدید دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے فسق کیا تھا۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس سے ان لوگوں کے لیے ایک کھلی نشانی چھوڑ دی۔ یعنی ان کی بربادی کے آثار ظاہر تھے۔ جو عقل رکھنے والوں کیلئے ہیں۔ تا کہ وہ غور و فکر کریں۔

اس بدبخت قوم پر سب قوموں سے سخت عذاب آیا تھا۔ پہلے فرشتوں نے اس پورے خطہ زمین کو اپنے پروں پر اٹھایا۔ پھر بلند پر لے جا کر اسے الٹا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اور اس زور سے زمین پر دے مارا کہ سارا خطہ زمین کی سطح سے کافی نیچے دھنس گیا۔ پھر اس بدبخت قوم پر پتھر برسائے گئے۔ اور اب یہ سارا علاقہ زیر آب آ چکا ہے۔ اور اس سمندر کا نام بحر مردار ہے۔ یا بحیرہ مردار ہے۔ جس کی گہرائیوں میں یہ بدمعاش قوم دفن کر دی گئی تھی۔ اور یہ واقعہ نشانی اس لحاظ سے ہے کہ یہ علاقہ اس تجارتی شاہراہ پر واقع ہے جو مکہ سے شام کو جاتی ہے اور کفار مکہ اسے اپنے تجارتی سفروں میں آتے ہوئے بھی اور جاتے ہوئے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے تھے کہ اس نافرمان اور بدمعاش اور سرکش قوم کا کیا حشر ہوا تھا۔

| |
|---|
| وَاِلٰى مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَارۡجُوا الۡيَوۡمَ الۡاٰخِرَ |
| وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ٥ |

اور مدین کی طرف ان کے (قومی) بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (بھیجا)، سوانہوں نے کہا: اے میری قوم

!اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کی امید رکھو اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔

## حضرت شعیب علیہ السلام کی مدین کی جانب بعثت کا بیان

"وَ" أَرْسَلْنَا "إِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْم اُعْبُدُوا اللّٰه وَارْجُوا الْيَوْم الْآخِر" اخْشَوْهُ هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْض مُفْسِدِينَ" حَال مُؤَكِّدَة لِعَامِلِهَا مِنْ عَثِيَ بِكَسْرِ الْمُثَلَّثَة أَفْسَدَ

اور مدین کی طرف ان کے قومی بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا، سوانہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کی امید رکھو یعنی اس دن سے ڈرو جو قیامت کا دن ہے۔ اور زمین میں فساد انگیزی نہ کرتے پھرو۔ یہاں پر مفسدین یہ حال مؤکدہ ہے جو اپنے عامل عثی جو ثاء کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور عثی بہ معنی افسد ہے۔

## مدین والوں کے فساد وعذاب کا بیان

اللہ کے بندے اور اس کے سچے رسول حضرت شعیب علیہ السلام نے مدین میں اپنی قوم کو وعظ کیا۔ انہیں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیا۔ انہیں اللہ کے عذابوں سے اور اس کی سزاؤں سے ڈرایا انہیں قیامت کے ہونے کا یقین دلا کر فرمایا کہ اس دن کے لئے کچھ تیاریاں کرلو اس دن کا خیال رکھو لوگوں پر ظلم وزیادتی نہ کرو اللہ کی زمین میں فساد نہ کرو برائیوں سے الگ رہو۔ ان میں ایک عیب یہ بھی تھا کہ ناپ تول میں کمی کرتے تھے لوگوں کے حق مارتے تھے ڈاکے ڈالتے تھے راستے بند کرتے تھے ساتھ ہی اللہ اور اس کے رسول سے کفر کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر کی نصیحتوں پر کان تک نہ دھرا بلکہ انہیں جھوٹا کہا اس بنا پر ان پر عذاب الٰہی برس پڑا سخت بھونچال آیا اور ساتھ ہی اتنی تیز وتند آواز آئی کہ دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں اور گھڑی کی گھڑی میں سب کا سب ڈھیر ہو گیا۔ ان کا پورا قصہ سورۃ اعراف سورۃ ہود اور سورۃ شعراء میں گزر چکا ہے۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝

تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس انھیں زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔

## اصحاب مدین پر نازل ہونے والے عذاب کا بیان

"فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَة" الزَّلْزَلَة الشَّدِيدَة "فَأَصْبَحُوا فِي دَارهمْ جَاثِمِينَ" بَارِكِينَ عَلَى الرُّكَب مَيِّتِينَ

تو انھوں نے اسے جھٹلا دیا، پس انھیں سخت زلزلے نے پکڑ لیا تو وہ صبح کو اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔ یعنی وہ گھٹنوں کے بل اپنے گھروں میں مردہ پڑے رہ گئے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الرجفۃ۔ بھونچال۔ زلزلہ۔ لرزش۔ صدمہ۔ رجف یرجف (باب نصر) رجف رجوف ورجیف۔ روز سے حرکت دینا۔ الرجل سخت بے چین ہونا۔ الارض زمین کا زلزلہ میں آنا۔ قرآن مجید میں ہے یوم ترجف الارض والجبال، جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔ فاصبحوا۔ ف تعقیب کا ہے اصبحوا ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ہو گئے۔ انہوں نے صبح کی۔ اصبح افعال ناقصہ میں سے ہے جثمین۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ جاثم واحد۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانو کے بل گرنے والے۔ جثم یجثم (ضرب) وجثم یجثم (نصر) جثم وجثوم۔ مصدر۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ استعارہ کے طور پر انسان کا سینہ کے بل گرنا۔ یا اوندھے پڑتا ہے۔ فاصبحوا فی دارھم جثمین۔ پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے یا پس صبح ہوئی تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔

| |
|---|
| وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۛ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ |
| فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ۝ |
| اور عاد اور ثمود کو اور بیشک ان کے کچھ مکانات تمہارے لیئے ظاہر ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے اَعمالِ بد، |
| ان کے لئے خوش نما بنا دیئے تھے اور انھیں راہ سے پھیر دیا تھا حالانکہ وہ بینا و دانا تھے۔ |

## قوم عاد و ثمود کی ہلاکت کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

"وَ" أَهْلَكْنَا "عَادَ وَثَمُود" بِالصَّرْفِ وَتَرْكِهِ بِمَعْنَى الْحَيّ وَالْقَبِيلَة "وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ" إهْلَاكهمْ "مِنْ مَسَاكِنهمْ" بِالْحَجَرِ وَالْيَمَن "وَزَيَّنَ لَهُمْ الشَّيْطَان أَعْمَالهمْ" مِنْ الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "فَصَدَّهُمْ عَنْ السَّبِيل" سَبِيل الْحَقّ "وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ" ذَوِي بَصَائِر

اور عاد اور ثمود کو بھی ہم نے ہلاک کیا یہاں پر لفظ ثمود یہ منصرف اور غیر منصرف دونوں ہو سکتا ہے یعنی الحی کے معنی میں ہو تو منصرف اور القبیلہ کے معنی میں ہو تو غیر منصرف ہے۔ اور بیشک ان کے کچھ تباہ شدہ مکانات جو حجر و یمن میں ہیں تمہارے لیئے بطورِ عبرت ظاہر ہو چکے ہیں اور شیطان نے ان کے اَعمالِ بد یعنی کفر و نافرمانی، ان کے لئے خوش نما بنا دیئے تھے اور انھیں حق کی راہ سے پھیر دیا تھا حالانکہ وہ بینا و دانا تھے۔ جبکہ وہ دیکھنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔

## احقاف کے لوگوں کی ہلاکت کا بیان

عادی حضرت ہود علیہ السلام کی قوم تھے۔ احقاف میں رہتے تھے جو یمن کے شہروں میں حضر موت کے قریب ہے۔ ثمودی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے لوگ تھے۔ یہ حجر میں بستے تھے جو وادی القریٰ کے قریب ہے۔ عرب کے راستے میں ان کی بستی آتی تھی جسے یہ بخوبی جانتے تھے۔

عادیوں پر ہوائیں بھیجیں۔ انہیں اپنی قوت وطاقت کا بڑا گھمنڈ تھا کسی کو اپنے مقابلے کا نہ جانتے تھے۔ ان پر ہوا بھیجی جو بڑی تیز وتند تھی جوان پر زمین کے پتھر اڑا اڑا کر برسانے لگی۔ بالآخر زور پکڑتے پکڑتے یہاں تک بڑھ گئی کہ انہیں اچک لے جاتی اور آسمان کے قریب لے جا کر پھر گرا دیتی۔ سر کے بل گرتے اور سر الگ ہو جاتا دھڑ الگ ہو جاتا اور ایسے ہو جاتے جیسے کھجور کے درخت جس کے تنے الگ ہوں اور شاخیں جدا ہوں۔

ثمودیوں پر حجت الٰہی پوری ہوئی دلائل دے دیئے گئے ان کی طلب کے موافق پتھر میں سے ان کے دیکھتے ہوئے اونٹنی نکلی لیکن تاہم انہیں ایمان نصیب نہ ہوا بلکہ طغیانی میں بڑھتے رہے۔ اللہ کے نبی کو دھمکانے اور ڈرانے لگے اور ایمانداروں سے بھی کہنے لگے کہ ہمارے شہر چھوڑ دو ورنہ ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔ انہیں ایک چیخ سے پارہ پارہ کردیا۔ دل ہل گئے کلیجے اڑ گئے اور سب کی روحیں نکل گئیں۔

| |
|---|
| وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۗ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا |
| فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ۝ |
| اور قارون اور فرعون اور ہامان کو، اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا، تو وہ زمین میں |
| بڑے بن بیٹھے اور وہ بچ نکلنے والے نہ تھے۔ |

## قارون، فرعون اور ہامان کی ہلاکت کا بیان

"وَ" اَهْلَكْنَا "قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ" مِنْ قَبْل "مُوسَى بِالْبَيِّنَاتِ" الْحِجَج الظَّاهِرَات "فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْض وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ" فَائِتِينَ عَذَابنَا

اور قارون اور فرعون اور ہامان کو ہم نے ہلاک کردیا، اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں یعنی ظاہری دلائل لے کر آیا، تو وہ زمین میں بڑے بن بیٹھے اور وہ ہمارے عذاب سے بچ نکلنے والے نہ تھے۔

قارون ایک دولت مند شخص تھا جس کے بھرپور خزانوں کی کنجیاں ایک جماعت کی جماعت اٹھاتی تھی۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا اور ہامان اسکا وزیراعظم تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نبی ہو کر اس کی طرف بھیجے گئے۔ یہ دونوں قبطی کافر تھے جب ان کی سرکشی حد سے گذر گئی اللہ کی توحید کے منکر ہو گئے رسولوں کو ایذائیں دیں اور ان کی نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ قارون نے سرکشی اور تکبر کیا۔ طغیانی اور بڑائی کی رب الاعلیٰ کی نافرمانی کی زمین میں فساد مچا دیا۔ اکڑ اکڑ کر چلنے لگا اپنے ڈنٹر بل دیکھنے لگا اترانے لگا اور پھولنے لگا۔ پس اللہ نے اسے مع اس کے محلات کے زمین دوز کردیا جو آج تک دھنستا چلا جا رہا ہے۔ فرعون ہامان اور ان کے لشکروں کو صبح ہی صبح ایک ساتھ ایک ہی ساعت میں دریا برد کردیا۔ ان میں سے ایک بھی نہ بچا جوان کا نام تو کبھی لیتا۔ اللہ نے یہ جو کچھ کیا کچھ ان پر ظلم نہ تھا بلکہ ان کے ظلم کا بدلہ تھا۔ ان کے کرتوت کا پھل تھا

ان کی کرنی کی بھرنی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ |
| خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ |
| پس ہم نے ہر ایک کو اس کے گناہ کے باعث پکڑ لیا، اور ان میں سے وہ تھا جس پر ہم نے پتھر برسانے والی آندھی بھیجی |
| اور ان میں سے وہ تھا جسے دہشت ناک آواز نے آ پکڑا اور ان میں سے وہ تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور |
| ان میں سے وہ تھا جسے ہم نے غرق کر دیا اور ہرگز ایسا نہ تھا کہ اللہ ان پر ظلم کرے بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ |

## سابقہ مختلف اقوام کے عذابوں کا بیان

"فَكُلًّا" مِنَ الْمَذْكُورِينَ "أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا" رِيحًا عَاصِفَةً فِيهَا حَصْبَاء كَقَوْمِ لُوط "وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَة " كَثَمُود "وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْض " كَقَارُون "وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا" كَقَوْمِ نُوح وَفِرْعَوْن وَقَوْمه "وَمَا كَانَ اللّٰه لِيَظْلِمهُمْ" فَيُعَذِّبهُمْ بِغَيْرِ ذَنْب "وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسهمْ يَظْلِمُونَ" بِارْتِكَابِ الذَّنْب

پس ہم نے ان ذکر کردہ میں سے ہر ایک کو اس کے گناہ کے باعث پکڑ لیا، اور ان میں سے وہ طبقہ بھی تھا جس پر ہم نے پتھر برسانے والی آندھی بھیجی جس طرح قوم لوط تھی۔ اور ان میں سے وہ طبقہ بھی تھا جسے دہشت ناک آواز نے آ پکڑا جس طرح قوم ثمود تھی اور ان میں سے وہ طبقہ بھی تھا جسے ہم نے زمین میں دھنسا دیا جس طرح قارون تھا اور ان میں سے ایک وہ طبقہ بھی تھا جسے ہم نے غرق کر دیا جس طرح قوم نوح، فرعون اور اس کی قوم تھی۔ اور ہرگز ایسا نہ تھا کہ اللہ ان پر بغیر گناہوں کے ظلم کرے بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر گناہوں کے ارتکاب کی وجہ سے ظلم کرتے تھے۔

ان سب قوموں کی طرف ہم نے نبی بھیجے تاکہ وہ انھیں ان کی گمراہیوں سے مطلع کریں۔ لیکن ان لوگوں نے نبیوں کو جھوٹا سمجھا۔ اور انھیں گمراہیوں پر اور بھی زیادہ ڈٹ گئے۔ اللہ کی فرمانبرداری کے بجائے انبیاء کے دشمن بن گئے اور انھیں طرح طرح تکلیفیں دینا شروع کر دیں۔ پھر جب ہماری طرف سے پوری طرح حجت قائم ہو گئی تو اس وقت ہم نے انھیں تباہ کیا اور اس تباہی کے ذمہ دار وہ خود تھے، ہم نہیں تھے۔

| |
|---|
| مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ؕ |
| وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| ایسے لوگوں کی مثال جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں (یعنی بتوں) کو کارساز بنا لیا ہے مکڑی کی داستان جیسی ہے |
| جس نے گھر بنایا، اور بیشک سب گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے، کاش! وہ لوگ جانتے ہوتے۔ |

## بتوں کے پجاریوں کی مثال عنکبوت کے گھر سے دینے کا بیان

"مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ " أَيْ أَصْنَامًا يَرْجُونَ نَفْعَهَا "كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا" لِنَفْسِهَا تَأْوِي إِلَيْهِ "وَإِنَّ أَوْهَنَ" أَضْعَفَ "الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوتِ" لَا يَدْفَعُ عَنْهَا حَرًّا وَلَا بَرْدًا كَذَلِكَ الْأَصْنَام لَا تَنْفَع عَابِدِيهَا "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ مَا عَبَدُوهَا

ایسے لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں یعنی بتوں کو کارساز بنالیا ہے ان سے نفع کی امید رکھتے ہیں۔ مکڑی کی داستان جیسی ہے جس نے اپنے لئے جالے کا گھر بنایا، اور بیشک سب گھروں سے زیادہ کمزور مکڑی کا گھر ہے، کیونکہ وہ گرمی سردی کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ اسی طرح بت بھی اپنے عابدین کو نفع دینے والے نہیں ہیں۔ کاش! وہ لوگ یہ بات جانتے ہوتے۔ تو وہ ان بتوں کی پوجا نہ کرتے۔

## مکڑی کے گھر کی کمزوری کا بیان

عنکبوت مکڑی کو کہا جاتا ہے، اس کی مختلف قسمیں ہیں۔ بعض ان میں سے زمین میں گھر بناتی ہیں، بظاہر وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ مراد وہ مکڑی ہے جو جالا تانتی ہے اور اس میں معلق رہتی ہے اس جالے کے ذریعہ مکھی کو شکار کرتی ہے، یہ ظاہر ہے کہ جانوروں کی جتنی قسم کے گھونسلے اور گھر معروف ہیں، یہ جالے کے تار ان سب سے زیادہ کمزور ہیں کہ معمولی ہوا سے بھی ٹوٹ سکتے ہیں۔ اس آیت میں غیر اللہ کی پرستش کرنے والوں اور ان پر اعتماد کرنے والوں کی مثال مکڑی کے اس جالے سے دی ہے جو کہ نہایت کمزور ہے۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کے سوا بتوں پر یا کسی انسان وغیرہ پر بھروسہ کرتے ہیں ان کا بھروسہ ایسا ہی ہے جیسا یہ مکڑی اپنے جالے کے تاروں پر بھروسہ کرتی ہے۔ اپنے رہنے کے لئے نہ اس سے گرمی دور ہو نہ سردی، نہ گرد و غبار و بارش کسی چیز سے حفاظت ایسے ہی بت ہیں کہ اپنے پوجاریوں کو نہ دنیا میں نفع پہنچا سکیں نہ آخرت میں کوئی ضرر پہنچا سکیں۔ ایسے ہی سب دینوں میں کمزور اور نکما دین بت پرستوں کا دین ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ عنکبوت، لاہور)

## مکڑی کو مارنے کے بارے میں حکم کا بیان

مکڑی کو مارنے اور اس کے جالے صاف کر دینے کے متعلق علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض حضرات اس کو پسند نہیں کرتے، کیونکہ یہ جانور بوقت ہجرت غار ثور کے دہانے پر جالا تان دینے کی وجہ سے قابل احترام ہو گیا، جیسا کہ خطیب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس کے قتل کی ممانعت نقل کی ہے۔ مگر ثعلبی نے اور ابن عطیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے طهروا بیوتکم من نسج العنکبوت فان ترکه یورث الفقر، یعنی مکڑی کے جالوں سے اپنے مکانات کو صاف رکھا کرو، کیونکہ اس کے چھوڑ دینے سے فقر و فاقہ پیدا ہوتا ہے، سند ان دونوں روایتوں کی قابل اعتماد نہیں اور دوسری روایت کی دوسری احادیث سے تائید ہوتی ہے جن میں مکانات اور فناء دار کو صاف رکھنے کا حکم ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ عنکبوت، بیروت)

## غار ثور اور مکڑی کے جالے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ قریش مکہ نے ایک روز رات کے وقت (دارالندوہ) میں اپنی مجلس مشاورت منعقد کی (جس میں ابلیس شیطان بھی ایک نجدی شیخ کی صورت میں شریک ہوا) چنانچہ بعض نے یہ مشورہ دیا کہ صبح ہوتے ہی اس شخص کی مشکیں کس لو (یعنی رسیوں سے باندھ کر قید میں ڈال دو) "اس شخص" سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی، بعض نے یہ رائے دی کہ (نہیں بلکہ اس کو قتل کر ڈالو اور بعض نے (حقارت کے ساتھ) یہ کہا کہ اس کو اپنی سرزمین سے نکال کر باہر کرو یعنی جلاوطن کر دو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو (قریش مکہ کے مشورہ و فیصلہ سے) آگاہ کر دیا (اور حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج کی رات اپنے بستر پر حضرت علی کو سلادیں اور (ابوبکر کو ساتھ لے کر) مکہ سے نکلے اور غار ثور میں جا چھپے، ادھر قریش مکہ نے یہ سمجھ کر پوری رات علی کی نگرانی میں رات گزار دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (یعنی گھر کے اندر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تو حضرت علی سوئے ہوئے تھے اور قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سویا ہوا سمجھ کر پوری رات گھر کی نگرانی کرتے رہے) یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو انہوں نے (یعنی قریش مکہ نے) اس (بستر) پر (کہ حضرت علی سوئے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گمان کر کے) دھاوا بول دیا لیکن جب انہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے) حضرت علی کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدخواہی کو انہی پر لٹا دیا تو (وہ بڑے سٹپٹائے اور) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھنے لگے کہ تمہارا یہ دوست (جس کا یہ بستر ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں گیا؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ مجھ کو نہیں معلوم۔ قریش مکہ (صورت حال کو سمجھ کر فوراً حرکت میں آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھ کر پکڑ لانے کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نشان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں نکل پڑے، یہاں تک کہ جبل ثور تک پہنچ گئے مگر وہاں قدموں کے نشان مشتبہ ہو گئے تھے (جس کی وجہ سے ان کو آگے رہنمائی نہیں مل سکی) پھر وہ پہاڑ کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چھپے ہوں گے) لیکن انہوں نے غار کے اوپر گئے اور ادھر ادھر ٹوہ لگاتے ہوئے) غار کے منہ پر پہنچ گئے (ان کا گمان تھا کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں ہوں گے) لیکن انہوں نے غار کے منہ پر مکڑی کا جالا دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں داخل ہوئے ہوتے تو اس کے منہ پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا (اس طرح وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر واپس ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین رات دن اسی غار میں رہے۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 522)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ۝ خَلَقَ اللّٰهُ |
| السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |

| |
|---|
| بیشک اللہ ان کو جانتا ہے جن کی بھی وہ اس کے سوا پوجا کرتے ہیں، اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔اور یہ مثالیں ہیں |
| جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف اہل علم ہی سمجھتے ہیں۔اللہ نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر |
| کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، بیشک اس میں اہل ایمان کے لئے نشانی ہے۔ |

## اہل علم کیلئے قرآن میں سمجھنے کیلئے مثالوں کا بیان

"إِنَّ اللَّه يَعْلَم مَا" بِمَعْنَى الَّذِي "يَدْعُونَ" يَعْبُدُونَ بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مِنْ دُونه" غَيْره "مِنْ شَيْء وَهُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

"وَتِلْكَ الْأَمْثَال" فِي الْقُرْآن "نَضْرِبهَا" نَجْعَلهَا "لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلهَا" أَيْ يَفْهَمهَا "إِلَّا الْعَالِمُونَ" الْمُتَدَبِّرُونَ،

"خَلَقَ اللَّه السَّمَاوَات وَالْأَرْض بِالْحَقِّ" أَيْ مُحِقًّا "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَة" دَالَّة عَلَى قُدْرَته تَعَالَى "لِلْمُؤْمِنِينَ" خُصُّوا بِالذِّكْرِ لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِهَا فِي الْإِيمَان بِخِلَافِ الْكَافِرِينَ،

بیشک اللہ ان بتوں کی حقیقت کو جانتا ہے جن کی بھی وہ اس کے سوا پوجا کرتے ہیں، یہاں پر لفظ یعبدون یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔اور وہی اپنے ملک میں غالب ہے اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔اور یہ مثالیں قرآن میں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف اہل علم سمجھتے ہیں۔اللہ نے آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر کے ساتھ پیدا فرمایا ہے، بیشک اس تخلیق میں اہل ایمان کے لئے اس کی وحدانیت اور قدرت کی نشانی ہے۔یہاں اہل ایمان کے ذکر کو اس لئے خاص کیا ہے کیونکہ ایمان میں وہ ان کے ساتھ نفع حاصل کرتے ہیں جبکہ کفار ایسا نفع حاصل نہیں کرتے۔

## مواقع کے مناسب مثالیں بیان کرنے کا بیان

مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ " مکڑی" اور " مکھی" وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اس کی عظمت کے منافی ہیں اس کا جواب دیا، کہ مثالیں اپنے مواقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور ممثل لہ پر پوری منطبق ہیں۔مگر سمجھدار ہی اس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔جاہل بیوقوف کیا جانیں۔مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہیے۔بلکہ جس کی مثال ہے ان کی حیثیت کو دیکھو، اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔

| |
|---|
| اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ |
| وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ۝ |
| آپ وہ کتاب پڑھ کر سنایئے جو آپ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے، اور نماز قائم کیجئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے |
| روکتی ہے، اور واقعی اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے، اور اللہ ان کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## نماز کا برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکنے کا بیان

"اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ " اَلْقُرْآن "وَاَقِمِ الصَّلَاۃَ اِنَّ الصَّلَاۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ " شَرْعًا : أَیْ مِنْ شَأْنِهَا ذٰلِکَ مَا دَامَ الْمَرْءُ فِیهَا "وَلَذِکْرُ اللّٰهِ أَکْبَرُ" مِنْ غَیْرِهِ مِنَ الطَّاعَاتِ فَسَّرَ الْآیَۃَ بِأَنَّ ذِکْرَ اللّٰهِ أَکْبَرُ مِنْ غَیْرِهِ مِنَ الطَّاعَاتِ وَالَّذِی فَسَّرَهُ الْعُلَمَاءُ : أَنَّ ذِکْرَ اللّٰهِ بِالصَّلَاۃِ أَکْبَرُ مِنْ ذِکْرِهِ فِی غَیْرِهَا "وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ" فَیُجَازِیکُمْ بِهِ

(اے حبیب مکرّم ﷺ) آپ وہ کتاب یعنی قرآن پڑھ کر سنایئے جو آپ کی طرف وحی بھیجی گئی ہے، اور نماز قائم کیجئے، بیشک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے، یعنی شرعی طور پر برے کاموں سے روکتی ہے۔ کیونکہ جب تک وہ نماز ہے تب تک گناہوں سے محفوظ رہا۔ اور واقعی اللہ کا ذکر بقیہ اطاعات میں سے سب سے بڑا ہے، اس آیت کی تفسیر علماء نے دیگر طاعات سے کی ہے کیونکہ اللہ کا ذکر نماز کے ساتھ دیگر طاعات سے بڑا ہے۔ اور اللہ ان کاموں کو جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

## نماز کے سبب گناہوں سے بچنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ فلاں آدمی رات کو تو نماز پڑھتا ہے مگر صبح اٹھ کر چوری کرتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب اس کی نماز اسے اس چیز سے روک دے گی جو تم کہہ رہے ہو۔" (مسند احمد بن حنبل، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1211)

نماز کی خاصیت ہے کہ وہ انسان کو برائی کے راستے سے روکتی ہے اور نیکی کے راستے پر گامزن کرتی ہے جیسا کہ آیت میں آیا ہے کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔" چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا گیا جو رات کو تو عبادت الٰہی یعنی نماز تہجد میں مشغول رہتا اور صبح اٹھ کر چوری جیسے برے فعل کا مرتکب ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اگر وہ خلوص نیت اور جذبہ خالص کے تحت رات کی نماز پر مداومت کرتا ہے تو انشاء اللہ جلد ہی اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اسے اس فعل قبیح سے توبہ کی توفیق عطا فرمادے گا اور اپنے قلب و دماغ میں نماز کی برکت و نورانیت کے اثر کی وجہ سے وہ چوری سے باز رہے گا۔

حضرت عمارہ ابن رویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے سورج نکلنے اور چھپنے سے پہلے (دو نمازیں) یعنی فجر اور عصر کی پڑھیں تو وہ دوزخ میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔"

(رواہ صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 589)

مطلب یہ ہے کہ جو آدمی ان دونوں نمازوں کو پابندی سے پڑھتا رہے تو وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ بظاہر یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو آدمی ان دونوں نمازوں پر مداومت کرے گا، وہ دوسری نمازوں کو چھوڑنے یا دوسرے گناہوں کے صدور کے سبب دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا حالانکہ جمہور علماء کرام کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ نمازیں صغیرہ گناہوں کا

کفارہ تو ہو جاتی ہیں۔ کبیرہ گناہوں کا نہیں ہوتیں۔ چنانچہ علامہ طیبی نے اس حدیث کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ صبح کا وقت عام طور پر آرام کا ہوتا ہے اسی طرح شام کا تجارہ وغیرہ کی مشغولیت کا ہوتا ہے لہٰذا جو آدمی ان دونوں موانع کے باوجود ان دونوں نمازوں کی محافظت کرتا ہے تو وہ بزبان حال اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ دوسرے اعمال میں بھی کمی زیادتی کرنے والا نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ آیت (اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ، العنکبوت:45) (بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے) لہٰذا اس بناء پر وہ بخشش کی سعادت سے نوازا جائے گا اور دوزخ میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس حدیث سے ان دونوں نمازوں کی فضیلت وعظمت کے بیان میں مبالغہ مراد ہے کہ ان دونوں نمازوں کی فضیلت وعظمت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان کی محافظت کرنے والا آدمی دوزخ میں داخل نہ کیا جائے گا اور باوجودیکہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ہر عمل پر جزاء وسزا کا ترتب کرتا ہے مگر وہ چاہے تو ان دونوں نمازوں کے ادا کرنے کے سبب وہ گناہ جو اس کے بندوں سے سرزد ہوئے ہوں بخش سکتا ہے

| |
|---|
| وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ |
| اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝ |
| اور اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، |
| اور کہہ دو کہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف اتاری گئی ہے اور جو تمہاری طرف اتاری گئی تھی، |
| اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ |

## اہل کتاب سے مجادلہ کرنے کا بیان

"وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي" أَيْ : الْمُجَادَلَة الَّتِي "هِيَ أَحْسَن" كَالدُّعَاءِ إلَى اللّٰه بِآيَاتِهِ وَالتَّنْبِيه عَلَى حُجَجه "إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ" بِأَنْ حَارَبُوا وَأَبَوْا أَنْ يُقِرُّوا بِالْجِزْيَةِ فَجَادِلُوهُمْ بِالسَّيْفِ حَتَّى يُسْلِمُوا أَوْ يُعْطُوا الْجِزْيَة "وَقُولُوا" لِمَنْ قَبِلَ الْإِقْرَار بِالْجِزْيَةِ إذَا أَخْبَرُوكُمْ بِشَيْءٍ مِمَّا فِي كُتُبهمْ "آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إلَيْنَا وَأُنْزِلَ إلَيْكُمْ" وَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ فِي ذَلِكَ "وَإِلَهنَا وَإِلَهكُمْ وَاحِد وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ" مُطِيعُونَ

اور اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو۔ جس طرح اللہ کی طرف اس کی آیات کے ذریعے بلانا ہے اور اس کے دلائل پر انتباہ کرنا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا، یعنی جو جنگ کریں اور انکار جزیہ کریں پس تم ان سے تلوار کے ساتھ جہاد کرو حتیٰ کہ وہ اسلام کو قبول کرلیں یا جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں۔ اور ان سے کہہ دو یعنی جزیہ کے اقرار سے پہلے جب انہیں کسی چیز کی خبر ہو جو ان کی کتابوں میں ہے۔ کہ ہم اس کتاب پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف اتاری گئی ہے

اور جو تمہاری طرف اتاری گئی تھی، اور اس میں تم ان کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو۔ اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار و اطاعت کرنے والے ہیں۔

حضرت قتادہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ یہ آیت تو جہاد کے حکم کے ساتھ منسوخ ہے اب تو یہی ہے کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو یا لڑائی لڑیں۔ لیکن اور بزرگ مفسرین کا قول ہے کہ یہ حکم باقی ہے جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اور اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے۔ کیا عجیب ہے کہ وہ راہ راست اختیار کرے۔ جیسے اور آیت میں عام حکم موجود ہے۔

## اہل کتاب کی تکذیب وتصدیق پر کف لسان کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل کتاب تورات کو عبرانی زبان میں پڑھا کرتے تھے (جو یہودیوں کی زبان ہے اور مسلمانوں کے لئے اس کی تفسیر عربی زبان میں کیا کرتے تھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ عمل دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے فرمایا)۔ تم اہل کتاب کو نہ تو سچا جانو اور نہ ان کو جھٹلاؤ (صرف) یہ کہ کہو کہ ہم اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم پر نازل کی گئی، ایمان لائے (آخر آیت تک)۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 152

پوری آیت یہ ہے آیت (قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ: 136" (مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو (کتاب) ہم پر اتری اس پر اور جو (صحیفے) ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر نازل ہوئے ان پر اور جو کتابیں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوئیں ان پر اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں ان (سب پر ایمان لائے) ہم ان پیغمبروں میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ واحد) کے فرمانبردار ہیں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے سامنے اہل کتاب (یعنی یہودی) تورات کی کسی عبارت کا ترجمہ وتفسیر کریں تو ان کو نہ جھٹلاؤ اور نہ ان کو سچ جانو بلکہ یہ آیت کریمہ پڑھو اور ان کو سچا اس لئے نہ جانو کہ یہ لوگ کتاب الٰہی میں تحریف کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ تمہارے سامنے جس عبارت کا ترجمہ وتفسیر کر رہے ہیں، اس کو انہوں نے بدل دیا ہو اور ان کو جھٹلاؤ اس لئے نہیں کہ اگرچہ انہوں نے تورات میں تغیر وتبدل کر رکھا ہے لیکن پھر بھی وہ کتاب ہے الٰہی ہے اور حق ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ شاید وہ سچ اور صحیح عبارت نقل کر رہے ہوں۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ |
| وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ○ |
| اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب اتاری، تو جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کر رکھی تھی وہ اس پر ایمان لاتے ہیں، |
| اور ان میں سے ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ |

## انصاف پسند اہل کتاب واہل مکہ میں سے لوگوں کے ایمان لانے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ" الْقُرْآن كَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمْ التَّوْرَاة وَغَيْرهَا "فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمْ الْكِتَابَ" التَّوْرَاة كَعَبْدِ اللّٰه بْن سَلَام وَغَيْره "يُؤْمِنُونَ بِهِ" بِالْقُرْآنِ "وَمِنْ هٰؤُلَاءِ" أَهْل مَكَّة "مَنْ يُؤْمِن بِهِ وَمَا يَجْحَد بِآيَاتِنَا" بَعْد ظُهُورهَا "إِلَّا الْكَافِرُونَ" أَيْ الْيَهُود وَظَهَرَ لَهُمْ أَنَّ الْقُرْآن حَقّ وَالْجَائِي بِهِ مُحِقّ وَجَحَدُوا ذٰلِكَ

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف کتاب یعنی قرآن اتارا جس طرح ان لوگوں کی طرف تورات کو اتارا تو جن لوگوں کو ہم نے کتاب یعنی تورات عطا کر رکھی تھی جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اہل مکہ میں سے بھی ایسے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ہماری آیتوں کے ظہور کے بعد ان کا انکار کافروں کے سوا کوئی نہیں کرتا۔ جو یہود ہیں جن پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ بے شک قرآن حق ہے۔ اور اس کو لانے والا بھی حق پر ہے اور انہوں نے اسی کا انکار کیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کو دو دو اجر ملیں گے۔ ایک اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جو (پہلے) اپنے نبی پر ایمان رکھتا اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔ اس غلام کو جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے حق کو بھی ادا کرتا رہے۔ اس آدمی کو جسکی کوئی لونڈی تھی اور وہ اس سے محبت کرتا تھا۔ پہلے اس کو اچھا ہنر مند بنایا پھر اس کو خوب اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو یہ بھی دوہرے اجر کا حقدار ہوگا۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 10)

| |
|---|
| وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّا رْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ٥ |
| اور اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی آپ اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے |
| ورنہ اہل باطل اسی وقت ضرور شک میں پڑ جاتے۔ |

## قرآن مجید کو سابقہ کتب کا ماخذ قرار نہ دینے کا بیان

"وَمَا كُنْت تَتْلُو مِنْ قَبْله" أَيْ الْقُرْآن "مِنْ كِتَاب وَلَا تَخُطّهُ بِيَمِينِك إِذًا" أَيْ : لَوْ كُنْت قَارِئًا كَاتِبًا "لَارْتَابَ" شَكَّ "الْمُبْطِلُونَ" الْيَهُود فِيك وَقَالُوا : الَّذِي فِي التَّوْرَاة أَنَّهُ أُمِّيّ لَا يَقْرَأ وَلَا يَكْتُب

اور اس قرآن سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھا کرتے تھے اور نہ ہی آپ اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اور اگر آپ پڑھتے لکھتے تو یہ اہل باطل پرست یہود اسی وقت ضرور شک میں پڑ جاتے۔ اور انہوں نے کہنا تھا کہ آپ کے بارے میں تورات میں وصف امی بیان ہوا ہے کہ آپ پڑھتے نہیں اور لکھتے بھی نہیں۔

## نبی کریم ﷺ کے پڑھنے لکھنے کا شان اُمی ہونے کے خلاف نہ ہونے کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صلح حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان ہونے والا معاہدہ صلح لکھا تو اس میں یہ لکھا کہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے تو مشرکین نے کہا آپ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ لکھیں کیونکہ اگر ہم جانتے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جنگ نہ کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اسے مٹادو انہوں نے عرض کیا میں تو نہیں مٹاؤں گا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ مبارک سے مٹادیا اس معاہدہ کی ایک شرط یہ تھی کہ مسلمان مکہ میں داخل ہوں تو صرف تین دن قیام کرسکیں گے اور مکہ میں اسلحہ کے بغیر آئیں گے ہاں اگر اسلحہ نیام میں ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 132)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ادب سے مجبور ہوکر ایسا کرنے سے انکار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ خود اپنے ہاتھ میں لیا اور یہ لفظ مٹا کر یہ لکھ دیا، من محمد بن عبداللہ۔ اس روایت میں لکھنے کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے جس سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ آپ لکھنا جانتے تھے۔

| |
|---|
| بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ۝ |
| بلکہ یہ تو واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو ظالم ہیں۔ |

## اہل علم کے سینوں میں آیات کے علم کا بیان

"بَلْ هُوَ" أَیْ الْقُرْآن الَّذِی جِئْت بِهِ "آيَات بَيِّنَات فِي صُدُور الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم" أَیْ الْمُؤْمِنُونَ يَحْفَظُونَهُ "وَمَا يَجْحَد بِآيَاتِنَا إلَّا الظَّالِمُونَ" أَیْ الْيَهُود وَجَحَدُوهَا بَعْد ظُهُورهَا لَهُمْ،

بلکہ یہ قرآن تو واضح آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جنھیں علم دیا گیا ہے یعنی وہ ایمان لاتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتے مگر جو ظالم یہود ہیں۔ انہوں نے ان کے ظہور کے بعد ان کا انکار کیا۔

اس آیت کے دو مطلب ہیں اگر ھُوَ کی ضمیر کو قرآن کی طرف راجع قرار دیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قرآن کی آیات بڑے واضح دلائل پر مشتمل ہیں۔ اور یہ آیات اہل علم کے سینوں میں محفوظ ہیں۔ یعنی ان اہل علم ان آیات کو حفظ یا ازبر کرلیا ہے۔ اور یہ قرآن اسی طرح سینہ بہ سینہ اہل علم میں منتقل ہوتا جائے گا۔ اور یہ قرآن کی ایسی ناقابل تردید صفت ہے جو ابتدائے اسلام سے آج تک اور آئندہ بھی تا قیامت ہر شخص مشاہدہ کرسکتا ہے اور کرتا رہے گا۔ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد حافظ قرآن رہی ہے۔ اور یہی قرآن کی اعجازی حیثیت اور اس کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ قرآن کی حفاظت کا دوسرا ذریعہ کتابت قرآن ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ حفاظت قرآن کے پہلے ذریعہ حفظ پر ہی نسبتاً زیادہ توجہ مبذول فرمائی تھی۔ اکثر مفسرین نے اسی تفسیر کو ترجیح دی ہے اب قرآن کے مقابلہ میں دوسری الہامی کتابوں کو دیکھوے ان کا شاذ و نادر ہی آپ کو کوئی حافظ نظر آئے گا جیسے حضرت عزیر

کے متعلق منقول ہے کہ وہ تورات کے حافظ تھے۔

اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ھو کی ضمیر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف راجع قرار دیا جائے اور یہ تفسیر اس لحاظ سے راجح ہے کہ ربط مضمون اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل علم اور اہل دانش و بینش کے لئے رسول اللہ کی رسالت کے ثبوت میں ایک نہیں بلکہ بہت سے نشانیاں موجود ہیں۔ وہ اس طرح کہ دنیا میں جتنے بھی نامور شخص گزرے ہیں۔ ان کی شخصیت بنانے والے عوامل کا تاریخ سے پتہ لگایا جاسکتا ہے مگر یہاں یہ بات یکسر مفقود نظر آتی ہے۔ مثلاً تمام مخالفین اسلام یعنی قریش مکہ جانتے تھے کہ آپ لکھنا پڑھنا تک نہیں جانتے تھے۔ علم ادب عربی سے یا تاریخ امم سے واقف ہونا تو دور کی بات ہے۔ لیکن آپ نے جو کلام پیش کیا۔ بار بار کے چیلنج کے باوجود عرب بھر کے فصحاء اور بلغاء اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز رہ گئے تھے۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ آپ فن حرب وضرب سے قطعاً نابلد تھے۔ نہ ہی آپ کسی جرنیل کے یا فوجی کے حتیٰ کہ سپاہی کے گھر بھی پیدا ہوئے تھے لیکن جب میدان جہاد میں فوجی لشکر کی قیادت آپ نے سنبھالی تو آپ نے ایسی جنگی تدابیر اختیار کیں کہ تمام جہانوں کے جرنیلوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو ایسے ہی حیران کن کمالات کا مجموعہ ہے۔ اور جن کے اسباب و عوامل تلاش کرنے پر دور تک کہیں نظر آتے۔ یہی وہ واضح نشانیاں ہیں جو آپ کی رسالت کا بین ثبوت ہیں۔ اور ان کا انکار کوئی کٹر متعصب ہی کرسکتا ہے۔ جبکہ اہل علم آپ کی ان خوبیوں کے دل و جان سے معترف ہوتے ہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| اور کفار کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں |
| تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو محض صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ سے من پسند معجزات کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَقَالُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَوْلَا" هَلَّا "أُنْزِلَ عَلَيْهِ" أَيْ مُحَمَّد "آيَة مِنْ رَبّه" وَفِي قِرَاءَة: آيَات كَنَاقَةِ صَالِح وَعَصَا مُوسَى وَمَائِدَة عِيسَى "قُلْ" لَهُمْ "إِنَّمَا الْآيَات عِنْد اللَّه" يُنْزِلهَا كَيْفَ يَشَاء "وَإِنَّمَا أَنَا نَذِير مُبِين" مُظْهِر إِنْذَارِي بِالنَّارِ أَهْل الْمَعْصِيَة

اور کفار مکہ کہتے ہیں کہ ان پر یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں، ایک قرأت میں لفظ آیات آیا ہے۔ جس طرح حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ ہے۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں جیسے وہ چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔ اور میں تو محض صریح ڈر سنانے والا ہوں۔ یعنی اہل معصیت کو جہنم کی آگ سے خوف دلانے والا ہوں۔

معجزات کا اتارنا اللہ کا کام ہے اور میرا الوہیت کا کوئی دعویٰ نہیں کہ تمہارے معجزہ کے مطالبہ تمہیں تمہارے حسب پسند معجزہ دکھلا سکوں۔ میرا کام صرف تمہیں اللہ کا پیغام پہنچانا اور تمہیں برے انجام سے بچانا ہے۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا کہ بے شک ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔

بے شک اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

## ایمان والوں کیلئے قرآن میں رحمت و نصیحت ہونے کا بیان

"اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ" فِيمَا طَلَبُوا "اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَاب" الْقُرْآن "يُتْلٰى عَلَيْهِمْ" فَهِيَ آيَة مُسْتَمِرَّة لَا انْقِضَاء لَهَا بِخِلَافِ مَا ذُكِرَ مِنَ الْآيَات "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ" الْكِتَاب "لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى" عِظَة،

اور کیا انھیں یہ کافی نہیں ہوا جس میں انہوں نے طلب کیا کہ بے شک ہم نے آپ پر کتاب یعنی قرآن نازل کیا جو ان کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ یعنی ایسا کتاب جو ہمیشہ رہنے والی ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ جبکہ ذکر کردہ آیات میں ایسا نہیں ہے بے شک اس کتاب میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ایمان لاتے ہیں۔

## سورہ عنکبوت آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت یحییٰ بن جعدہ سے روایت ہے کہ کچھ مسلمان ایسے خطوط لائے جن میں انہوں نے یہود سے سنی ہوئی کچھ باتیں لکھی تھیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی قوم کی گمراہی کے لیے اتنی ہی بات کافی ہے کہ وہ اس کتاب کو جو ان کا نبی مکرم علیہ السلام ان کی طرف لایا ہے چھوڑ کر اس کتاب کی طرف رغبت کریں جسے کوئی اور نبی کسی اور قوم کے لیے لایا ہوں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(سیوطی 214، طبری 21۔6، زادالمسیر 6۔279)

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

آپ فرما دیجئے: میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جانتا ہے،

اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور اللہ کا انکار کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کی صداقت نبوت پر اللہ کی گواہی کا بیان

"قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا" بِصِدْقِي "يَعْلَم مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" وَمِنْهُ حَالِي وَحَالكُمْ "وَالَّذِيْنَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ" وَهُوَ مَا يُعْبَد مِنْ دُون اللّٰه "وَكَفَرُوا بِاللّٰهِ" مِنْكُمْ "اُولٰٓئِكَ هُمْ الْخَاسِرُونَ" فِي صَفْقَتهمْ حَيْثُ اشْتَرَوْا الْكُفْر بِالْإِيمَانِ

آپ فرما دیجئے: میرے اور تمہارے درمیان میری صداقت پر اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ وہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا

حال جانتا ہے، اور اسی سے میرا حال اور تمہارا حال ہے۔ اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے اور وہ اللہ کے سوا کی عبادت کرتے ہیں اور تم میں سے جنہوں نے اللہ کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یعنی اس سودے میں کیونکہ انہوں نے ایمان کے بدلے میں کفر خریدا ہے۔

یعنی خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے میں اعلانیہ دعویٰ رسالت کر رہا ہوں جسے وہ سنتا اور دیکھتا ہے پھر روز بروز مجھے اور میرے ساتھیوں کو غیر معمولی طریقہ سے بڑھا رہا ہے۔ برابر میرے دعوے کی فعلی تصدیق کرتا ہے۔ میری زبان پر اور ہاتھوں پر قدرت کے وہ خارق عادت نشان ظاہر کئے جاتے ہیں جن کی نظیر پیش کرنے سے تمام جن وانس عاجز ہیں۔ کیا میری صداقت پر اللہ کی گواہی کافی نہیں۔ آدمی کی بڑی شقاوت اور خسران یہ ہے کہ جھوٹی بات کو خواہ کتنی ہی بدیہی البطلان ہو فوراً قبول کرلے اور سچی بات سے گو کتنی ہی صاف روشن ہو انکار کرتا رہے۔

| |
|---|
| وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ |
| لَا يَشْعُرُوْنَ ○ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ |
| اور یہ لوگ آپ سے عذاب میں جلدی چاہتے ہیں، اور اگر وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا، اور وہ ضرور انہیں اچانک |
| آ پہنچے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہوگی۔ یہ لوگ آپ سے عذاب جلد طلب کرتے ہیں، اور بیشک دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ |

## عذاب میں جلدی کا مطالبہ کرنے والے کفار کا بیان

"وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَل مُسَمًّى " لَهُ "لَجَاءَهُمُ الْعَذَاب " عَاجِلًا "وَلَيَأْتِيَنهم بَغْتَة وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" بِوَقْتِ إِتْيَانه، "يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ" فِي الدُّنْيَا،

اور یہ لوگ آپ سے عذاب میں جلدی چاہتے ہیں، اور اگر عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر جلدی عذاب آ چکا ہوتا، اور وہ عذاب یا وقت عذاب ضرور انہیں اچانک آ پہنچے گا اور انہیں اس کے آنے کے وقت کی خبر بھی نہ ہوگی۔ یہ لوگ آپ سے دنیا میں ہی عذاب جلد طلب کرتے ہیں، اور بیشک دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔

یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کرائیے۔

مشرکوں کا اپنی جہالت سے عذاب الٰہی طلب کرنا بیان ہو رہا ہے یہ اللہ کے نبی مکرم ﷺ سے بھی یہی کہتے تھے اور خود اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعائیں کرتے تھے کی جناب باری اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہمیں اور کوئی دردناک عذاب کر۔ یہاں انہیں جواب ملتا ہے کہ رب العلمین یہ بات مقرر کر چکا ہے کہ ان کفار کو قیامت کے دن عذاب ہونگے اگر یہ نہ ہوتا تو انکے مانگتے ہی عذاب کے مہیب بادل ان پر برس پڑتے۔ اب بھی یہ یقین مانیں کہ یہ عذاب آئیں گے اور ضرور آئیں گے بلکہ انکی بیخبری میں اچانک اور یک بہ یک آ پڑیں گے۔ یہ عذاب کی جلدی مچا رہے ہیں اور جہنم بھی انہیں چاروں طرف سے گھیرے

ہوئے ہیں یعنی یقیناً انہیں عذاب ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جہنم یہی بحر اخضر ہے ستارے اسی میں جھڑیں گے اور سورج چاند اس میں بینور کر کے ڈال دیئے جائیں گے اور یہ بھڑک اٹھے گا اور جہنم بن جائے گا۔ مسند احمد میں مرفوع حدیث ہے کہ سمندر ہی جہنم ہے راوی حدیث حضرت یعلی سے لوگوں نے کہا کہ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آیت (نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا، الکھف:29) یعنی وہ آگ جسے قناتیں گھیرے ہوئے ہیں تو فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں یعلی کی جان ہے کہ میں اس میں ہرگز داخل نہ ہونگا جب تک اللہ کے سامنے پیش نہ کیا جاؤنگا اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی نہ پہنچے گا یہاں تک کہ میں اللہ کے سامنے پیش کیا جاؤں۔ یہ تفسیر بھی بہت غریب ہے اور یہ حدیث بھی بہت ہی غریب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |
| جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اوران کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا تو ارشاد ہوگا: |
| تم ان کاموں کا مزہ چکھو جو تم کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن اوپر نیچے سے عذاب آنے کا بیان

"يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَنَقُول " فِيهِ بِالنُّونِ أَيْ : نَأْمُر بِالْقَوْلِ وَبِالْيَاءِ يَقُول : أَيْ : الْمُوَكَّل بِالْعَذَابِ "ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" أَيْ : جَزَاءَهُ فَلَا تَفُوتُونَنَا،

جس دن عذاب انھیں ان کے اوپر سے اوران کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانپ لے گا یہاں لفظ یقول یہ نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ہم قول کا حکم دیں گے اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی مؤکل بہ عذاب تو ارشاد ہوگا تم ان کاموں کا مزہ چکھو جو تم کرتے تھے۔ یعنی ان کے بدلے سے بچ نکلنے والے نہیں ہو۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چیونٹیوں کی طرح مردوں کی صورت میں جمع کیا جائے گا یعنی ان کی شکل مردوں کی سی ہوگی لیکن جسم وجثہ چیونٹیوں کی مانند ہوگا۔

اور ہر طرف سے ذلت وخواری کو پوری طرح گھیرے گی پھر ان کو جہنم کے ایک قید خانہ کی طرف کہ جس کا نام بولس ہے ہانکا جائے گا وہاں آگوں کی آگ ان پر چھا جائیگی۔ اور دوزخیوں کا نچوڑ یعنی دوزخیوں کے بدن سے بہنے والا خون، پیپ اور کچ لہو ان کو پلایا جائے گا۔ جس کا نام طینت الخبال ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1036)

| |
|---|
| يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ○ |
| اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے ہو بیشک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔ |

## عبادت کی غرض سے ہجرت کر جانے کا بیان

"يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ" فِي أَيِّ أَرْضٍ تَيَسَّرَتْ فِيهَا الْعِبَادَة بِأَنْ تُهَاجِرُوا إِلَيْهَا مِنْ أَرْض لَمْ تَتَيَسَّر فِيهَا نَزَلَ فِي ضُعَفَاء مُسْلِمِي أَهْل مَكَّة كَانُوا فِي ضِيق مِنْ إظْهَار الْإِسْلَام بِهَا

اے میرے بندو! جو ایمان لے آئے ہو بیشک میری زمین کشادہ ہے سو تم میری ہی عبادت کرو۔ یعنی میری زمین میں جہاں تمہیں آسانی ہو عبادت کرو۔ اور اس زمین سے ہجرت کر جاؤ جہاں عبادت آسان نہ ہو۔ یہ آیت ان کمزور اہل مکہ مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اظہار اسلام کے بعد تنگی میں مبتلاء تھے۔

## سورہ عنکبوت آیت ۵۶ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ضعفاءِ مسلمینِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی جنہیں وہاں رہ کر اسلام کے اظہار میں خطرے اور تکلیفیں تھیں اور نہایت ضیق میں تھے انہیں حکم دیا گیا کہ میری بندگی تو ضرور ہے یہاں رہ کر نہ کر سکو تو مدینہ شریف کو ہجرت کر جاؤ وہ وسیع ہے وہاں امن ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ عنکبوت، لاہور)

## بدترین لوگوں سے ہجرت کر کے پر امن مقامات پر عبادت کرنے کا بیان

شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ جب ہمیں یزید بن معاویہ کی بیعت کی اطلاع ملی تو میں شام آیا مجھے ایک ایسی جگہ کا پتہ معلوم ہوا جہاں نوف کھڑے ہو کر بیان کرتے تھے میں ان کے پاس پہنچا اسی اثناء میں ایک آدمی کے آنے پر لوگوں میں ہلچل مچ گئی جس نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی دیکھا تو وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے نوف نے انہیں دیکھ کر ان کے احترام میں حدیث بیان کرنا چھوڑ دی اور حضرت عبداللہ کہنے لگے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب اس ہجرت کے بعد ایک اور ہجرت ہوگی جس میں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت گاہ میں جمع ہو جائیں گے زمین میں صرف بدترین لوگ رہ جائیں گے ان کی زمین انہیں پھینک دے گی اور اللہ کی ذات انہیں پسند نہیں کرے گی آگ انہیں بندروں اور خنزیروں کے ساتھ جمع کر لے گی جہاں وہ رات گذاریں گے وہ آگ بھی ان کے ساتھ وہیں رات گذارے گی اور جہاں وہ قیلولہ کریں گے وہ بھی وہیں قیلولہ کرے گی اور جو پیچھے رہ جائے گا اسے کھا جائے گی۔ (مسند احمد: جلد سوم: حدیث نمبر 2360)

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تمام شہر اللہ کے شہر ہیں اور کل بندے اللہ کے غلام ہیں جہاں تو بھلائی پا سکتا ہو وہیں قیام کر چنانچہ صحابہ اکرام پر جب مکہ شریف کی رہائش مشکل ہوگئی تو وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تا کہ امن وامان کے ساتھ اللہ کے دین پر قیام کر سکیں۔

امام ابن جریر طبری علیہ الرحمہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جس شہر میں معاصی اور فواحش عام ہوں اس کو چھوڑ دو اور امام تفسیر حضرت عطاء نے فرمایا کہ جب تمہیں کسی شہر میں معاصی کے لئے مجبور کیا جائے

تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہو۔(جامع البیان،سورہ عنکبوت،بیروت)

| |
|---|
| كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ٥ |
| ہر جان موت کو چکھنے والی ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے

"كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ بَعْدَ الْبَعْث

ہر جان موت کو چکھنے والی ہے، پھر تم دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یہاں پر لفظ یرجعون یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو پسند نہیں کرتا ہے" (یہ سن کر) ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کسی اور زوجہ مطہرہ نے عرض کیا کہ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (یہ مراد) نہیں بلکہ (مراد یہ ہے کہ) جب مؤمن کی موت آتی ہے تو اس بات کی خوشخبری دی جاتی ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے اور اسے بزرگ رکھتا ہے چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی اللہ کے ہاں اپنے اس فضیلت ومرتبہ سے) زیادہ کسی چیز (یعنی دنیا اور دنیا کی چمک دمک) کو محبوب نہیں رکھتا، اس لئے بندہ مؤمن اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ اور جب کافر کو موت آتی ہے تو اسے (قبر میں) اللہ کے عذاب اور (دوزخ کی سخت ترین) سزا کی خبر دی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ اس چیز سے جو اس کے آگے آنے والی ہے (یعنی عذاب وسزا) سے زیادہ کسی اور چیز کو ناپسند نہیں کرتا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے (یعنی اسے اپنی رحمت اور مزید نعمت سے دور رکھتا ہے) اس روایت کو بخاری اور مسلم نے نقل کیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں منقول ہے کہ "موت اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے پہلے ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 80)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ٥ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ٥ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ہم انہیں ضرور جنت کے بالائی محلات میں جگہ دیں گے |
| جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ |
| جنھوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ |

## ایمان و نیک اعمال والوں کیلئے جنت میں اعلیٰ محلات ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَنُبَوِّئَنَّهُمْ" نُنْزِلَنَّهُمْ وَفِي قِرَاءَة بِالْمُثَلَّثَةِ بَعْد النُّون مِنْ الثَّوَاء : الْإِقَامَة وَتَعْدِيَته إِلَى غُرَفًا بِحَذْفِ فِي "مِنْ الْجَنَّة غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار خَالِدِينَ" مُقَدَّرِينَ الْخُلُود "فِيهَا نِعْمَ أَجْر الْعَامِلِينَ" هَذَا الْأَجْر، "الَّذِينَ صَبَرُوا" أَيْ عَلَى أَذَى الْمُشْرِكِينَ وَالْهِجْرَة لِإِظْهَارِ الدِّين "وَعَلَى رَبّهمْ يَتَوَكَّلُونَ" فَيَرْزُقهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُونَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے ہم انھیں ضرور جنت کے بالائی محلات میں جگہ دیں گے۔ یعنی وہاں ان کو اتار دیں گے۔ یہاں پر لفظ نبوئنهم ایک قرأت میں نون کے ساتھ ثواء سے مشتق ہے جس کا معنی مقیم ہونا ہے اور لفظ غرف کی طرف متعدی ہوگا جبکہ یہ تقدیری فی کے ذریعے ہو جو جنت کے کمرے ہیں۔ جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ عمل صالح کرنے والوں کا کیا ہی اچھا اجر ہے۔ جنھوں نے مشرکین کی تکالیف پر صبر کیا اور اظہار دین کیلئے ہجرت کی۔ اور اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ انہیں وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لنبوئنهم ۔ لام تاکید کا۔ نبوئن مضارع تاکید با نون ثقیلہ جمع متکلم بوا یبوا تبونه (باب تفعیل) بوء مادہ ۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔ البواء کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی۔ ہموار۔ (اور سازگار و موافق) ہونے کے ہیں۔ تبوا (باب تفعل) المکان۔ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ جیسے نتبوا من الجنة حیث نشاء، ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں۔ الباء ۃ ۔ البیئة ۔ المبوا گھر، مکان۔ سرائے۔

غرفا۔ بالاخانے۔ اونچے محل۔ منصوب بوجہ مفعول ثانی نبوئنهم کا۔ مفعول اول ہم ضمیر جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو بہشت میں بالاخانوں پر جگہ دیں گے۔ تجری من تحتها الانهر: غرف کی صفت۔

نعم۔ کلمہ مدح ہے۔ نحویوں کے نزدیک نعم فعل ہے لیکن قرآن مجید میں بطور فعل نہیں آیا۔ بمعنی بہت اچھا۔ بہت خوب۔ عمدہ۔

## ایمان اور صبر کا بیان

حضرت عمرو بن عبسہ بیان کرتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! دعوت اسلام کے آغاز میں، اس دین (اسلام) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آزاد (ابوبکر) اور ایک غلام (بلال) میں نے عرض کیا اسلام کی علامت کیا ہے؟ فرمایا پاکیزہ کلامی اور (مساکین کو) کھانا کھلانا، میں نے عرض کیا ایمان کی باتیں کیا ہیں؟ فرمایا! "صبر اور سخاوت" (یعنی بری باتوں سے باز رہنا اور طاعت فرمانبرداری پر مستعد ہونا) میں نے کہا کون سا مسلمان بہتر ہے؟ فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ (کی ایذاء) سے مسلمان محفوظ رہیں، میں نے کہا: ایمان میں بہتر کیا چیز ہے؟ فرمایا "یہ کہ تم اس چیز کو چھوڑ دو جس سے تمہارا پروردگار ناخوش ہوتا ہے میں نے کہا جہاد میں افضل کون ہے! فرمایا وہ

آدمی افضل ہے جس کا گھوڑا مارا جائے اور خود بھی شہید ہو جائے۔ میں نے کہا: سب سے افضل کون سا وقت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نصف شب کا آخری حصہ۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 42)

| |
|---|
| وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ٥ |
| اور کتنے ہی چلنے والے ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی |
| اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## ناقص وکمزور مخلوق تک اللہ کی جانب سے رزق پہنچ جانے کا بیان

"وَكَاَيِّنْ" كَمْ "مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا" لِضَعْفِهَا "اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ" اَيُّهَا الْمُهَاجِرُوْنَ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَكُمْ زَاد وَلَا نَفَقَة "وَهُوَ السَّمِيعُ" لِأَقْوَالِكُمْ "الْعَلِيم" بِضَمَائِرِكُمْ

اور کتنے ہی چلنے والے جاندار ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، کیونکہ وہ کمزور ہیں اللہ انھیں رزق دیتا ہے اور تمھیں بھی دیتا ہے اے ہجرت کرنے والو اگرچہ تمہارے پاس اگرچہ زادراہ اور نفقہ نہیں ہے۔ اور وہی تمہارے اقوال کو سننے والا، تمہارے دلوں میں موجود باتوں کو جاننے والا ہے۔

ہجرت کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ اپنے ذریعہ معاش کی فکر ہوتی ہے۔ مہاجر ایک تو اپنے وطن سے اپنا ذریعہ معاش چھوڑ کر جاتا ہے دوسرے اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ جہاں وہ ہجرت کر کے جا رہا ہے وہاں اس کے ذریعہ معاش کی کیا صورت ہوگی؟ ایسے خطرات کو اللہ کے وعدہ پر یقین کرتے ہوئے یقین کر لینے کا نام ہی توکل ہے۔ اور بتلایا یہ جا رہا ہے کہ بے شمار جاندار ایسے ہیں۔ ہر روز نئی روزی ملتی ہے اور جو اللہ جانوروں تک کو روزی پہنچاتا ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کو کیوں نہ پہنچائے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ پر ایسا توکل کرتے جیسا کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی اسی طرح رزق دیا جاتا ہے جس طرح پرندوں کو دیا جاتا ہے۔ وہ صبح بھوکے جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔ (جامع ترمذی۔ ابواب الزہد)

یعنی اس پر غور کرو کہ زمین پر چلنے والے کتنے ہزاروں قسم کے جانور ہیں جو اپنے رزق جمع کرنے اور رکھنے کا کوئی انتظام نہیں کرتے نہ تحصیل رزق کے اسباب جمع کرنے کی کوئی فکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالی ان کو روزانہ اپنے فضل سے رزق مہیا کرتے ہیں، علماء نے فرمایا ہے کہ عام جانور ایسے ہی ہیں ان میں صرف چیونٹی اور چوہا تو ایسے جانور ہیں جو اپنی غذا کے لئے اپنے بلوں میں جمع کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ چیونٹی سردی کے موسم میں باہر نہیں آتی، اس لئے گرمی کے ایام میں کھانے کا سامان اپنی بل میں جمع کرتی ہے اور مشہور ہے کہ پرندہ جانوروں میں سے عقعق (کوا) بھی اپنی غذا اپنے گھونسلہ میں جمع کرتا ہے مگر وہ رکھ کر بھول جاتا ہے۔ بہرحال دنیا کے تمام جانور جن کی انواع واصناف کا شمار بھی انسان سے مشکل ہے، وہ بیشتر وہی ہیں جو آج اپنی غذا حاصل کرنے کے بعد کل کے لئے نہ غذا مہیا کرتے ہیں نہ اس کے اسباب ان کے پاس ہوتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ یہ پرندے جانور صبح کو اپنے گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے واپس ہوتے ہیں نہ ان کی کوئی کھیتی باڑی ہے نہ کوئی جائیداد وزمین، نہ یہ کسی کارخانے یا

دفتر کے ملازم ہیں جہاں سے اپنا رزق حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ کی کھلی زمین میں نکلتے ہیں اور سب کو پیٹ بھرائی رزق ملتا ہے اور یہ ایک دن کا معاملہ نہیں جب تک وہ زندہ ہیں یہی سلسلہ جاری ہے۔

| |
|---|
| وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ |
| وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ |
| اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے تابع فرمان بنا دیا، |
| تو وہ ضرور کہہ دیں گے اللہ نے، پھر وہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق سے دلیل قدرت کا بیان

"وَلَئِنْ" لام قسم "سَاَلْتهم" أي الكفار "مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَسَخَّرَ الشَّمْس وَالْقَمَر لَيَقُولُنَّ اللّٰه فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ" يُصْرَفُونَ عَنْ تَوْحِيده بَعْد إِقْرَارهمْ بِذٰلِكَ.

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر آپ ان کفار سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے تابع فرمان بنا دیا، تو وہ ضرور کہہ دیں گے: اللہ نے، پھر وہ کدھر الٹے جارہے ہیں۔ یعنی اس اقرار کر لینے کے بعد پھر وہ اس کی توحید سے کیوں پھرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ثابت کرتا ہے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ خود مشرکین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا سورج کو مسخر کرنے والا دن رات کو پے در پے لانے والا خالق رازق موت وحیات پر قادر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ غنا کے لائق کون ہے اور فقر کے لائق کون ہے؟ اپنے بندوں کی مصلحتیں اس کو پوری طرح معلوم ہیں۔ پس جبکہ مشرکین خود مانتے ہیں کہ تمام چیزوں کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے سب پر قابض صرف وہی ہے پھر اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ اور اس کے سوا دوسروں پر توکل کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ ملک کا مالک وہ تنہا ہے تو عبادتوں کے لائق بھی وہ اکیلا ہے۔

توحید ربوبیت کو مان کر پھر توحید الوہیت سے انحراف عجیب چیز ہے قرآن کریم میں توحید ربوبیت کے ساتھ ہی توحید الوہیت کا ذکر بکثرت سے اس لئے ہے کہ توحید ربوبیت کے قائل مشرکین مکہ تو تھے ہی انہیں قائل معقول کر کے پھر توحید الوہیت کی طرف دعوت دی جاتی ہے۔ مشرکین حج وعمرے میں لبیک پکارتے ہوئے بھی اللہ کے لاشریک ہونے کا اقرار کرتے تھے لبیک لاشریک لک الا شریکا ھولک تملکہ وماملک یعنی یا اللہ ہم حاضر ہوئے تیرا کوئی شریک نہیں مگر ایسے شریک کہ جن کا مالک اور جن کے ملک کا مالک بھی تو ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عنکبوت، بیروت)

| |
|---|
| اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے، اور جس کے لئے تنگ کر دیتا ہے، |

بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## رزق میں وسعت وتنگی کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

"اللّٰه يَبْسُطُ الرِّزْقَ " يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَشَاء مِنْ عِبَاده " امْتِحَانًا "وَيَقْدِر" يُضَيِّق "لَهُ" بَعْد الْبَسْط أَيْ لِمَنْ يَشَاء ابْتِلَاء ة "إِنَّ اللّٰه بِكُلِّ شَيْء عَلِيم" وَمِنْهُ مَحَلّ الْبَسْط وَالتَّضْيِيق،

اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے، تاکہ اس کو آزمائے اور جس کے لئے چاہتا ہے وسعت کے بعد تنگی کر دیتا ہے، تاکہ اس کو آزمائے۔ بیشک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اور اسی سے رزق کا وسیع وتنگ ہونا ہے۔

حسن، عمرو بن تغلب سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ مال آیا تو آپ نے کچھ لوگوں کو دیا اور کچھ لوگوں کو نہیں دیا، آپ کو یہ خبر ملی کہ لوگ ناراض ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا میں کسی کو دیتا ہوں اور کسی کو نہیں دیتا حالانکہ جسے میں نہیں دیتا ہوں وہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے جس کو دیتا ہوں میں ان لوگوں کو اس لئے دیتا ہوں کہ ان کے دلوں میں گھبراہٹ اور بے چینی ہوتی ہے (اور جنہیں نہیں دیتا) ان کو اس بے نیازی اور بھلائی کے حوالے کر دیتا ہوں جو اللہ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے۔ عمرو بن تغلب انہیں میں سے ہے عمرو نے کہا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس کلمے کے بجائے میرے پاس سرخ اونٹ ہو۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2429)

| |
|---|
| وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ |
| قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ |
| اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے اتارا پھر اس سے زمین کو اس کی مردنی کے بعد حیات بخشی، |
| تو وہ ضرور کہہ دیں گے: اللہ نے، آپ فرما دیں: ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ |

## نزول بارش سے دلیل قدرت کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "سَأَلْتهمْ مَنْ نَزَّلَ مِنْ السَّمَاء مَاء فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْض مِنْ بَعْد مَوْتهَا لَيَقُولُنَّ اللّٰه " فَكَيْفَ يُشْرِكُونَ بِهِ "قُلْ" لَهُمْ "الْحَمْد لِلّٰهِ " عَلَى ثُبُوت الْحُجَّة عَلَيْكُمْ "بَلْ أَكْثَرهمْ لَا يَعْقِلُونَ" تَنَاقُضهمْ فِي ذَلِكَ

یہاں پر بھی لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے اتارا پھر اس سے زمین کو اس کی مردنی کے بعد حیات بخشی، تو وہ ضرور کہہ دیں گے: اللہ نے، تو پھر شریک کیوں کرتے ہیں۔ آپ فرما دیں ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، کہ تم پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ عقل نہیں رکھتے۔ کیونکہ ان میں اس بات میں تناقض ہے۔

جو ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔

زمین پر آسمان سے بارش برسنے، پھر زمین سے نباتات برآمد ہونے میں اللہ نے اپنی جس قدر مخلوق کو لگا رکھا ہے۔ پھر اس بارش سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ان پر غور کرنے سے بے اختیار انسان کی زبان سے اللہ کی تعریف جاری ہو جاتی ہے۔ اور الحمد للہ کا عربی زبان میں دوسرا استعمال یہ ہے کہ جب فریق مخالف پر کوئی ایسی دلیل پیش کی جاوے جو اس کے ہاں مسلم ہو اور وہ اس کے برعکس کام کر رہا ہو تو اس وقت اتمام حجت کے طور پر الحمد للہ کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں الحمد للہ کا لفظ اپنے دونوں مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

| |
|---|
| وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ؕ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۝ |
| اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، اگر وہ جانتے ہوتے۔ |

## دنیا کے کھیل تماشوں کا محض بیکار و بے فائدہ ہونے کا بیان

"وَمَا هَذِهِ الْحَيَاة الدُّنْيَا إِلَّا لَهْو وَلَعِب " وَأَمَّا الْقُرَب فَمِنْ أُمُور الْآخِرَة لِظُهُورِ ثَمَرَتهَا فِيهَا "وَإِنَّ الدَّار الْآخِرَة لَهِيَ الْحَيَوَان" بِمَعْنَى الْحَيَاة "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ مَا آثَرُوا الدُّنْيَا عَلَيْهَا،

اور دنیا کی یہ زندگی نہیں ہے مگر ایک دل لگی اور کھیل، جبکہ عبادات جو امور آخرت میں سے ہیں کیونکہ ان کا ثواب آخرت میں ظاہر ہونے والا ہے۔ اور بے شک آخری گھر، یقیناً وہی اصل زندگی ہے، یہاں پر لفظ حیوان یہ بہ معنی حیات ہے۔ اگر وہ جانتے ہوتے۔ کہ انہوں نے دنیا میں اس پر کیا چھوڑا ہے۔

## دنیاداری سے پرہیز کرنے کا بیان

حضرت جبیر بن نفیر (تابعی) رحمہ اللہ بطریق ارسال روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر یہ وحی نازل نہیں ہوئی ہے کہ میں مال و دولت جمع کروں اور تاجر بنوں بلکہ مجھ پر یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پروردگار کی حمد و تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کیجئے اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں سے بنیں۔ نیز اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہیے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیاوی زندگی کا آخری وقت آ جائے۔ اس حدیث کو بغوی نے شرح السنہ میں اور ابونعیم نے کتاب حلیہ میں ابومسلم سے نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1132)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کے فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے۔

اور (اس خوفزدہ یا فریاد رس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا

گمان ہو (یعنی جب وہ کسی کی خوفزدہ چیخ وپکار یا فریاد و مدد چاہنے والے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ چل پڑے اور اس آواز کو تلاش کرتا پھرے تاکہ موقع پر پہنچ کر فریاد کرنے والے کی مدد کرے اور اس بات سے نہ ڈرے کہ کہیں میری جان پر نہ بن جائے اور مجھے اپنی سی زندگی سے ہاتھ نہ دھونا پڑے یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑ کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے اور "اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں تو ان کی زکوۃ ادا کرتا ہے اور پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کی موت آ جائے اور یہ شخص انسانوں کا شریک نہیں ہے بلکہ صرف بھلائی کے درمیان زندگی بسر کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 916)

حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دنیا والوں سے الگ تھلگ رہ کر ان کی برائیوں اور ان کے فتنہ وشر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور اپنے فتنہ وشر سے دنیا والوں کو بچاتا ہے۔ اس حدیث کا حاصل دراصل دشمنان دین کے مقابلہ پر جہاد اپنے نفس و شیطان سے مجاہدہ اور دنیا کی فانی لذتوں اور نفس کی باطل خواہشات و شہوات سے اجتناب کی طرف راغب کرتا ہے نیز اس بات کی آگاہی دیتا ہے کہ اگر دین کی تائید اور شریعت کی تقویت کے لئے لوگوں کے درمیان رہن سہن اختیار کرے تو بہتر ہے ورنہ (اگر دنیا والوں کے درمیان رہنے سہنے سے دین و شریعت کو نقصان پہنچنے اور ایمان کے کمزور ہو جانے کا خوف ہو) تو گوشہ عافیت اختیار کرے۔

| |
|---|
| فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا |
| هُمْ يُشْرِكُونَ ○ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ ۚ وَلِيَتَمَتَّعُوا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ○ |
| پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے |
| ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ |
| ہم نے انھیں دیا اس کی ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں۔ سو عنقریب وہ جان لیں گے۔ |

## مشکل میں اللہ پکارنے کے بعد شرک میں مبتلاء ہونے والے مشرکین کا بیان

"فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّين" أَيْ الدُّعَاء أَيْ : لَا يَدْعُونَ مَعَهُ غَيْره لِأَنَّهُمْ فِي شِدَّة لَا يَكْشِفهَا إِلَّا هُوَ "فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ" بِهِ، "لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ" مِنْ النِّعْمَة "وَلِيَتَمَتَّعُوا" بِاجْتِمَاعِهِمْ عَلَى عِبَادَة الْأَصْنَام وَفِي قِرَاءَة بِسُكُونِ اللَّام أَمْر تَهْدِيد "فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ" عَاقِبَة ذَلِكَ،

پھر جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پکارتے ہیں، یعنی اسی سے دعا کرتے ہیں۔ اس حال میں کہ اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے والے ہوتے ہیں، اور اس کے ساتھ کسی اور کو نہیں پکارتے کیونکہ اس وقت وہ سختی میں مبتلاء ہوتے ہیں جو اسی ذات

کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ پھر جب وہ انہیں خشکی کی طرف نجات دے دیتا ہے تو اچانک وہ اس کے ساتھ شریک بنا رہے ہوتے ہیں۔ تاکہ جو کچھ ہم نے انہیں نعمت دی اس کی ناشکری کریں اور تاکہ فائدہ اٹھالیں۔ یعنی بتوں کی عبادت کر کے اور ایک قرأت کے مطابق لام کے سکون کے ساتھ اور یہاں امر تہدید کیلئے آیا ہے۔ پس عنقریب وہ اس کے انجام وسزا کو جان لیں گے۔

## حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان

ابن اسحاق میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو عکرمہ ابن ابی جہل یہاں سے بھاگ نکلا اور حبشہ جانے کے ارادے سے کشتی میں بیٹھ گیا اتفاقا سخت طوفان آیا اور کشتی ادھر ادھر ہونے لگی۔ جتنے مشرکین کشتی میں تھے سب کہنے لگے یہ موقعہ صرف اللہ کو پکارنے کا ہے اٹھو اور خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اس وقت نجات اسی کے ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی عکرمہ نے کہا سنو اللہ کی قسم اگر سمندر کی اس بلا سے سوائے اللہ کے کوئی نجات نہیں دے سکتا تو خشکی کی مصیبتوں کا ٹالنے والا بھی وہی ہے۔ اللہ میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر میں یہاں سے بچ گیا تو سیدھا جا کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ رکھ دونگا اور آپ کا کلمہ پڑھ لونگا۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری خطاؤں سے درگذر فرمالیں گے اور مجھ پر رحم وکرم فرمائیں گے چنانچہ یہی ہوا۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ط اَفَبِالْبَاطِلِ |
| يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ O |
| اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کو جائے امان بنا دیا ہے اور ان کے اِرد گرِد کے لوگ اُچک لئے جاتے ہیں، |
| تو کیا وہ باطل پر ایمان رکھتے اور اللہ کے احسان کی ناشکری کرتے رہیں گے۔ |

## شہر مکہ میں حرم ہونے کی سعادت کا بیان

"اَوَلَمْ يَرَوْا" يَعْلَمُوا "اَنَّا جَعَلْنَا" بَلَدهمْ مَكَّة "حَرَمًا آمِنًا وَيُتَخَطَّف النَّاس مِنْ حَوْلهمْ" قَتْلًا وَسَبْيًا دُونهمْ "اَفَبِالْبَاطِلِ" الصَّنَم "يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰه يَكْفُرُونَ" بِإِشْرَاكِهِمْ

اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے حرم کعبہ ان کے شہر مکہ کو جائے امان بنا دیا ہے اور ان کے اِرد گرِد کے لوگ قتل وقید کے سبب اُچک لئے جاتے ہیں، تو کیا پھر بھی وہ باطل یعنی بت پر ایمان رکھتے اور شرک کر کے اللہ کے احسان کی ناشکری کرتے رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ قریش کو اپنا احسان جتاتا ہے کہ اس نے اپنے حرم میں انہیں جگہ دی۔ جو شخص اس میں آجائے امن میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کے آس پاس جدال وقتال لوٹ مار ہوتی رہتی ہے اور یہاں والے امن وامان سے اپنے دن گزارتے ہیں۔ جیسے سورۃ لایلاف قریش الخ میں بیان فرمایا تو کیا اس اتنی بڑی نعمت کا شکر یہ یہی ہے کہ یہ اللہ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کریں؟ بجائے ایمان

لانے کے شرک کریں اور خود تباہ ہو کر دوسروں کو بھی اسی ہلاکت والی راہ لے چلیں۔لیکن انہوں نے اس کے برعکس اللہ کے ساتھ شرک وکفر کرنا اور نبی کو جھٹلانا اور ایذاء پہنچانا شروع کر رکھا ہے۔اپنی سرکشی میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اللہ کے پیغمبر کو مکے سے نکال دیا۔بالآخر اللہ کی نعمتیں ان سے چھنی شروع ہو گئیں۔بدر کے دن ان کے بڑے بڑے بری طرح قتل ہوئے۔پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں مکہ کو فتح کیا اور انہیں ذلیل و پست کیا۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ عنکبوت،بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ |
| اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ۝ |
| اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا حق کو جھٹلا دے جب وہ اس کے پاس آئے۔ |
| کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے؟ |

## اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے والوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ" أَیْ لَا أَحَد "أَظْلَم مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِأَنْ أَشْرَكَ بِهِ "أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ" النَّبِیّ أَوْ الْكِتَاب "لَمَّا جَاءَهُ أَلَیْسَ فِی جَهَنَّم مَثْوًى" مَأْوًى "لِلْكَافِرِینَ" أَیْ فِیهَا ذٰلِكَ وَهُوَ مِنْهُمْ

اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اس پر جھوٹ باندھے، یا حق یعنی نبی کریم ﷺ یا کتاب کو جھٹلا دے جب وہ اس کے پاس آئے۔کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے؟ یعنی ایسا شخص ایسے ہی دوزخیوں میں سے ہے۔

اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔وحی آتی نہ ہو اور کہدے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ کی سچی وحی کو جھٹلائے اور باوجود حق پہنچنے کے تکذیب پر کمر بستہ رہے۔ایسے مفتری اور مکذب لوگ کافر ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

| |
|---|
| وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۝ |
| اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد کرتے ہیں تو ہم یقیناً انھیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں، |
| اور بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے حق میں جہاد کرنے والوں پر اللہ کے احسان کا بیان

"وَالَّذِینَ جَاهَدُوا فِینَا" فِی حَقّنَا "لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلنَا" أَیْ طُرُق السَّیْر إِلَیْنَا "وَإِنَّ اللّٰه لَمَعَ الْمُحْسِنِینَ" الْمُؤْمِنِینَ بِالنَّصْرِ وَالْعَوْن

اور جو لوگ ہمارے حق میں جہاد کرتے ہیں تو ہم یقیناً انھیں اپنی طرف سَیر اور وصول کی راہیں دکھا دیتے ہیں، اور بیشک اللہ صاحبانِ احسان کو اپنی معیت سے نوازتا ہے۔ یعنی اہل ایمان کی نصرت و مدد کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم انھیں ثواب کی راہ دیں گے۔ حضرت جنید نے فرمایا جو توبہ میں کوشش کریں گے انھیں اخلاص کی راہ دیں گے۔ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا جو طلبِ علم میں کوشش کریں گے انھیں ہم عمل کی راہ دیں گے۔ حضرت سعد بن عبداللہ نے فرمایا جو اقامتِ سنّت میں کوشش کریں گے ہم انھیں جنت کی راہ دکھا دیں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ عنکبوت، لاہور)

## اللہ کی رضا کیلئے جہاد کرنے والے کیلئے فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں بھیجی (یعنی شریعت پر) ایمان لایا اور نماز قائم کی اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر (از راہ فضل و کرم بحسب اپنے وعدے کے) واجب ہے کہ وہ اس شخص کو جنت میں داخل کرے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے (اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ اور خواہ ہجرت کرے) اور خواہ اپنے وطن و گھر میں جہاں پیدا ہوا بیٹھا رہے (یعنی نہ جہاد کرے اور نہ ہجرت کرے)" صحابہ "نے سن کر" عرض کیا کہ " کیا لوگوں کو ہم یہ خوشخبری نہ سنا دیں؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "(لیکن جہاد کرنے والے کی یہ فضیلت بھی سن لو کہ) جنت میں سو درجے ہیں۔

جن کو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے تیار کیا ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور ان کے دو درجوں کا درمیانی فاصلہ اتنا ہے جتنا آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ لہٰذا جب تم اللہ سے (جہاد پر درجہ عالی) مانگو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ (فردوس) اوسط جنت ہے (یعنی جنت کے تمام درجات میں سب سے بہتر و افضل ہے) اور سب سے بلند جنت ہے اور اس کے اوپر عرش ہے (گویا وہ عرش الٰہی کے سایہ میں ہے) اور وہیں سے جنت کی نہریں بہتی ہیں (یعنی چار چیزیں جنت کی اصل ہیں جیسے پانی، دودھ، شراب اور شہد وہ جنت الفردوس ہی سے جاری ہوتی ہیں۔" (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 910)

اس حدیث میں نماز اور روزے کا تو ذکر کیا گیا ہے لیکن حج اور زکوۃ کا ذکر نہیں ہے اس کی وجہ اس بات سے آگاہ کرنا ہے کہ یہ دو عبادتیں یعنی نماز اور روزہ دیگر عبادتوں کی نسبت اپنی امتیازی اور برتری شان رکھتی ہیں دوسرے یہ کہ ان دونوں عبادات کا تعلق ہر مسلمان سے ہے کہ وہ سب ہی مسلمانوں پر واجب ہیں جب کہ حج اور زکوۃ ایسی عبادتیں ہیں جو ہر مسلمان پر واجب نہیں ہیں بلکہ اسی مسلمان پر واجب ہیں جو مالدار صاحب استطاعت ہو۔ خواہ اپنے گھر و وطن میں بیٹھا رہے۔" اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فتح مکہ کے دن ارشاد فرمائی تھی کیونکہ فتح مکہ کے دن سے پہلے ہجرت ہر مؤمن پر فرض تھی۔

اور حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ روزہ رکھنے والا (نماز اور طاعت و عبادات میں) منہمک رہنے والا اور اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والا جو روزہ رکھنے اور نماز

پڑھنے (یعنی عبادات میں منہمک رہنے) سے کبھی نہیں تھکتا، یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اپنے گھر واپس آ جائے۔ (بخاری، ومسلم)

جب مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے اور پھر جہاد کر کے گھر واپس آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس دوران میں وہ ہمہ وقت جہاد میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اس کے اوقات کا کچھ حصہ جہاد میں گزرتا ہے کہ جن میں وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا لیٹتا بھی ہے اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں بھی وقت گذارتا ہے مگر اس کے باوجود اس کو یہ درجہ عطا کیا گیا ہے کہ گویا وہ کبھی بھی اور کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ ہر حرکت وسکون پر اور ہر عیش وآرام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب ہی لکھا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) جو شخص اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے نکلا اللہ تعالیٰ اس کا ضامن ہو گیا، اس کو مجھ پر اس کے ایمان اور میرے رسولوں کی تصدیق کے علاوہ اور کسی نے نہیں نکالا یعنی اس کا جہاد میں جانا دکھاوے سنانے کے لئے نہ ہو۔

اور دنیا میں کسی طلب وخواہش کے پیش نظر نہیں بلکہ وہ محض میری رضا وخوشنودی طلب کرنے کے لئے نکلا ہے۔ تو میں اس کو آخرت کے اجر وثواب کے ساتھ یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کروں گا اور یا (اگر شہید ہو گیا تو) میں اس کو (بغیر حساب وعذاب کے سب سے پہلے جنت میں جانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل کروں گا (یا اس کی موت کے بعد ہی قیامت کے دن سے بھی پہلے جنت میں داخل کروں گا جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 910)

## سورہ عنکبوت کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ عنکبوت کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الرُّوْمِ

## یہ قرآن مجید کی سورت الروم ہے

### سورہ الروم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الرُّوْم ( مَكِّيَّةٌ إِلَّا آيَة 17 فَمَدَنِيَّةٌ وَآيَاتهَا سِتُّونَ)

سورہ روم مکّیہ ہے اس میں چھ رکوع ساٹھ آیتیں آٹھ سو انیس کلمے تین ہزار پانچ سو چونتیس حروف ہیں۔

### سورت کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی دوسری آیت میں لفظ الروم استعمال ہوا ہے۔ جس میں اہل روم کیلئے غلبہ کی پیش بیان ہوئی جو قرآن کے بیان کردہ حکم کے مطابق عین سچ ثابت ہوئی۔ لہٰذا اسی پیش گوئی کے سبب یہ سورت اپنے نام الروم سے معروف ہے۔

### سورہ الروم کے شان نزول کا بیان

فارس اور روم کے درمیان جنگ تھی اور چونکہ اہل فارس مجوسی تھے اس لئے مشرکینِ عرب ان کا غلبہ پسند کرتے تھے، رومی اہل کتاب تھے اس لئے مسلمانوں کو ان کا غلبہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ خسرو پرویز بادشاہ فارس نے رومیوں پر لشکر بھیجا اور قیصرِ روم نے بھی لشکر بھیجا یہ لشکر سرزمین شام کے قریب مقابل ہوئے اہل فارس غالب ہوئے، مسلمانوں کو یہ خبر گراں گزری، کفار مکہ اس سے خوش ہو کر مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم بھی اہل کتاب اور نصاریٰ بھی اہل کتاب اور ہم بھی اُمّی اور اہل فارس بھی اُمّی ہمارے بھائی اہل فارس تمہارے بھائیوں رومیوں پر غالب ہوئے ہماری تمہاری جنگ ہوئی تو ہم بھی تم پر غالب ہوں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان میں خبر دی گئی کہ چند سال میں پھر رومی اہل فارس پر غالب آ جائیں گے، یہ آیتیں سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفار مکہ میں جا کر اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم رومی ضرور اہل فارس پر غلبہ پائیں گے اے اہل مکہ تم اس وقت کے نتیجہ جنگ سے خوش مت ہو ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے، اُبَی بن خلف کافر آپ کے مقابل کھڑا ہو گیا اور آپ کے اور اس کے درمیان سو سو اونٹ کی شرط ہو گئی اگر نو سال میں اہل فارس غالب آ جائیں تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُبَی کو سو اونٹ دیں گے اور اگر رومی غالب آ جائیں تو اُبَی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دے گا۔ اس وقت تک قمار کی حرمت نازل نہ ہوئی تھی۔ القصہ سات سال کے بعد اس خبر کا صدق ظاہر ہوا اور جنگ حُدیبیہ یا بدر کے دن رومی اہل فارس پر غالب آئے اور رُومیوں

نے مدائن میں اپنے گھوڑے باندھے اور عراق میں رومیہ نامی ایک شہر کی بنا رکھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شرط کے اونٹ اُبَی کی اولاد سے وصول کر لیئے کیونکہ وہ اس درمیان میں مر چکا تھا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ شرط کے مال کو صدقہ کر دیں۔ یہ غیبی خبر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحتِ نبوت اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ الروم، بیروت)

## سورہ الروم کی نماز میں تلاوت کا بیان

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھاتے ہوئے اسی سورت کی قرأت کی۔ اثناء قرأت میں آپ کو وہم سا ہو گیا فارغ ہو کر فرمانے لگے۔

تم میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہوتے ہیں لیکن باقاعدہ ٹھیک ٹھاک وضو نہیں کرتے۔ تم میں سے جو بھی ہمارے ساتھ نماز میں شامل ہو اسے اچھی طرح وضو کرنا چاہئے۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| الٓمّٓ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ○ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ○ |
| فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ۬ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ وَیَوْمَىِٕذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ○ |
| اہل روم مغلوب ہو گئے۔ سب سے قریب زمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ |
| چند ہی سال میں، اَمر تو اللہ ہی کا ہے پہلے بھی اور بعد بھی، اور اس وقت اہل ایمان خوش ہوں گے۔ |

## اہل روم کے غلبہ کی پیش گوئی کا بیان

"الم" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ فِي ذَلِكَ "غُلِبَتْ الرُّوم" وَهُمْ أَهْل الْكِتَاب غَلَبَتْهَا فَارِس وَلَيْسُوا أَهْل كِتَاب بَلْ يَعْبُدُونَ الْأَوْثَان فَفَرِحَ كُفَّار مَكَّة بِذَلِكَ وَقَالُوا لِلْمُسْلِمِينَ : نَحْنُ نَغْلِبكُمْ كَمَا غَلَبَتْ فَارِس الرُّوم "فِي أَدْنَى الْأَرْض " أَيْ أَقْرَب أَرْض الرُّوم إلَى فَارِس بِالْجَزِيرَةِ الْتَقَى فِيهَا الْجَيْشَانِ وَالْبَادِي بِالْغَزْوِ الْفُرْس "وَهُمْ" أَيْ الرُّوم "مِنْ بَعْد غَلَبهمْ" أُضِيفَ الْمَصْدَر إلَى الْمَفْعُول : أَيْ غَلَبَة فَارِس إيَّاهُمْ "سَيَغْلِبُونَ" فَارِس

"فِي بِضْع سِنِينَ " هُوَ مَا بَيْن الثَّلَاث إلَى التِّسْع أَوْ الْعَشْر فَالْتَقَى الْجَيْشَانِ فِي السَّنَة السَّابِعَة مِنْ الِالْتِقَاء الْأَوَّل وَغَلَبَتْ الرُّوم فَارِس "لِلَّهِ الْأَمْر مِنْ قَبْل وَمِنْ بَعْد" أَيْ مِنْ قَبْل غَلَب الرُّوم وَمِنْ بَعْده الْمَعْنَى أَنَّ غَلَبَة فَارِس أَوَّلًا وَغَلَبَة الرُّوم ثَانِيًا بِأَمْرِ اللَّه : أَيْ إرَادَته "وَيَوْمئِذٍ" أَيْ يَوْم تُغْلَب الرُّوم،

اہل روم جو اہل کتاب تھے وہ فارس سے مغلوب ہو گئے۔ کیونکہ فارس اہل کتاب نہیں تھے۔ بلکہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے تو

اس پر کفار مکہ خوش ہوئے اور وہ مسلمانوں سے اسی طرح کہنے لگے کہ جس طرح فارس والے اہل روم پر غالب آئے ہیں ہم بھی اسی طرح تم پر غلبہ پائیں گے۔ جو سب سے قریب زمین میں یعنی روم وہ زمین جو فارس کے قریب تھی جس جزیرہ میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تھا۔ جس لڑائی کی ابتداء فارسیوں نے کی تھی۔ اور وہ یعنی اہل روم اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آئیں گے۔ یہاں مصدر کی اضافت مفعول کی طرف ہے۔ چند ہی سال میں یعنی تین سال سے نو سال یا دس سال عرصہ میں تو اب ان کا پہلا مقابلہ سات سال کے بعد ہوا جس میں اہل روم فارسیوں پر غالب آئے۔ اَمر تو اللہ ہی کا ہے پہلے غلبہ فارس میں بھی اور بعد کے غلبہ روم میں بھی، معنی یہ ہے پہلے اہل فارس کو غلبہ حاصل ہوا جبکہ دوبارہ اہل روم کا غلبہ حاصل ہوا۔ یہ اللہ کے حکم اور اس کے ارادہ سے ہوا ہے۔ اور اس وقت یعنی اہل روم کے غلبہ کے وقت اہل ایمان خوش ہوں گے۔

## غلبہ روم کیلئے تعین مدت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہ تعالیٰ کے اس فرمان الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ الْاٰیَةَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ دونوں طرح پڑھا گیا غلبت اور غلبت مشرکین اہل فارس کی رومیوں پر برتری سے خوش ہوتے تھے کیونکہ وہ دونوں بت پرست تھے جبکہ مسلمان چاہتے تھے کہ رومی غالب ہو جائیں کیونکہ اہل کتاب تھے۔ لوگوں نے اس کا تذکرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عنقریب رومی غالب ہو جائیں گے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے اس کا ذکر کیا تو کہنے لگے ہمارے اور اپنے درمیان ایک مدت مقرر کرلو اور اگر اس مدت میں ہم غالب ہو گئے تو تم ہمیں اتنا اتنا دو گے اور اگر تم لوگ (اہل روم) پر غالب ہو گئے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔

چنانچہ پانچ برس کی مدت متعین کر دی گئی۔ لیکن اس مدت میں روم غالب نہ ہوئے۔ جب اس کا تذکرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم نے زیادہ مدت کیوں مقرر نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس کے قریب کہا۔ سعید کہتے ہیں کہ بضع دس سے کم کو کہتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد روم، اہل فارس پر غالب آ گئے الم غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۔ الْاٰیَةَ سے یہی مراد ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ اہل روم غزوہ بدر کے دن غالب ہوئے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1140)

حضرت نیار بن مکرم اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں جب (الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِيْنَ) ، نازل ہوئی تو اہل فارس، اہل روم پر غالب تھے اور مسلمان اہل فارس کو مغلوب دیکھنے کے خواہش مند تھے اس لئے کہ رومی اہل کتاب تھے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ، اور اس دن خوش ہونگے مسلمان اللہ کی مدد پر وہ جسکی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ ہے زبردست رحم والا)۔ جبکہ قریش کی چاہت تھی کہ اہل فارس ہی غالب رہیں کیونکہ وہ قریش دونوں نہ اہل کتاب تھے اور نہ کسی نبوت پر ایمان

رکھنے والے۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ آیات زور زور سے پڑھتے ہوئے گھومنے لگے۔ مشرکین میں سے کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان شرط ہے۔ تمہارے دوست محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کہنا ہے کہ چند سال میں رومی اہل فارس پر غالب آ جائیں گے کیا ہم تم سے اس پر شرط نہ لگائیں۔ اور یہ شرط حرام ہونے سے پہلے کا قصہ ہے۔ اس طرح ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مشرکین کے درمیان شرط لگ گئی اور دونوں نے اپنا اپنا شرط کا مال کسی جگہ رکھوا دیا۔ پھر انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ بضع تین سے نو تک کے عدد کو کہتے ہیں لہٰذا ایک درمیانی مدت مقرر کر لو۔ چنانچہ چھ سال کی مدت میں روم غالب نہ آ سکے۔

اس پر مشرکین نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ نے چھ سال کی مدت کیوں طے کی تھی۔ انہوں نے فرمایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بضع سنین فرمایا راوی کہتے ہیں کہ اس موقع پر بہت لوگ مسلمان ہوئے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عبدالرحمٰن بن ابی زناد کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1142)

## معرکہ روم اور فارس سے متعلق تفسیری بیان

یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جبکہ نیشاپور کا شاہ فارس بلاد شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آ گیا اور روم کا بادشاہ ہرقل تنگ آ کر قسطنطیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہرقل کی فتح ہو گئی۔ مفصل بیان آ گے آ رہا ہے۔

مسند احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے کہ جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی فارس والے بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کم از کم وہ اہل کتاب تو تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا رومی عنقریب پھر غالب آ جائیں گے۔ صدیق اکبر نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط بد لو اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینار دینا اور اگر تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی وہ مدت پوری ہو گئی اور رومی غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت نبوی میں یہ خبر پہنچائی آپ نے فرمایا تم نے دس سال کی مدت مقرر کیوں نہ کی۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں قرآن میں مدت کے لئے لفظ بضع استعمال ہوا ہے اور یہ دس سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آ گئے۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہے۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی کے بعد رومی بھی فارسیوں پر غالب آ گئے۔

حضرت عبداللہ کا فرمان ہے کہ پانچ چیزیں گذر چکی ہیں دخان اور لزام اور بطشہ اور شق قمر کا معجزہ اور رومیوں کا غالب آنا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر کی شرط سات سال کی تھی۔ حضور نے ان سے پوچھا کہ بضع کے کیا معنی تم میں ہوتے ہیں؟ جواب دیا کہ دس سے کم۔ فرمایا پھر جاؤ مدت میں دو سال بڑھا دو چنانچہ اسی مدت کے اندر اندر رومیوں کے غالب آ جانے کی خبریں عرب میں

پہنچ گئی۔ اور مسلمان خوشیاں منانے لگے۔ اسی کا بیان ان آیتوں میں ہے۔ اور روایت میں ہے کہ مشرکوں نے حضرت صدیق اکبر سے یہ آیت سن کر کہا کہ کیا تم اس میں بھی اپنے نبی کو سچا مانتے ہو؟ آپ نے فرمایا ہاں اس پر شرط ٹھہری اور مدت گذر چکی اور رومی غالب نہ آئے۔ حضور ﷺ کو جب اس شرط کا علم ہوا تو آپ رنجیدہ ہوئے اور جناب صدیق اکبر سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب ملا کہ اللہ اور اس کے رسول کی سچائی پر بھروسہ کر کے آپ نے فرمایا پھر جاؤ اور مدت میں دس سال مقرر کرلو خواہ چیز بھی بڑھانی پڑے۔ آپ گئے مشرکین نے دوبارہ یہ مدت بڑھا کر شرط منظور کر لی۔ ابھی دس سال پورے نہیں ہوئے تھے کہ رومی فارس پر غالب آ گئے اور مدائن میں ان کے لشکر پہنچ گئے۔ اور رومیہ کی بنا انہوں نے ڈال لی۔ حضرت صدیق نے قریش سے شرط کا مال لیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا اسے صدقہ کر دو۔

اور روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ایسی شرط بدنے کے حرام ہونے سے پہلے کا ہے۔ اس میں ہے کہ مدت چھ سال مقرر ہوئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ پیشن گوئی پوری ہوئی اور رومی غالب ہوئے تو بہت سے مشرکین ایمان بھی لے آئے۔ (ترمذی)

ایک بہت عجیب وغریب قصہ امام جنید ابن داؤد نے اپنی تفسیر میں وارد کیا ہے کہ عکرمہ فرماتے ہیں فارس میں ایک عورت تھی جس کے بچے زبردست پہلوان اور بادشاہ ہی ہوتے تھے۔ کسریٰ نے ایک مرتبہ اسے بلوایا اور اس سے کہا کہ میں رومیوں پر ایک لشکر بھیجنا چاہتا ہوں اور تیری اولاد میں سے کسی کو اس لشکر کا سردار بنانا چاہتا ہوں۔ اب تم مشورہ کرلو کہ کسے سردار بناؤ؟ اس نے کہا کہ میرا فلاں لڑکا تو لومڑی سے زیادہ مکار اور شکرے سے زیادہ ہوشیار ہے۔ دوسرا لڑکا فرخان تیر جیسا ہے۔ تیسرا لڑکا شہر براز سب سے زیادہ حلیم الطبع ہے۔ اب تم جسے چاہو سرداری دو۔ بادشاہ نے سوچ سمجھ کر شہر براز کو سردار بنایا۔ یہ لشکروں کو لے کر چلا رومیوں سے لڑا بھڑا اور ان پر غالب آ گیا۔ ان کے لشکر کاٹ ڈالے ان کے شہر اجاڑ دیئے۔ ان کے باغات برباد کر دیئے اس سرسبز وشاداب ملک کو ویران وغارت کر دیا۔ اور اذرعات اور بصرہ میں جو عرب کی حدود سے ملتے ہیں ایک زبردست معرکہ ہوا۔ اور وہاں فارسی رومیوں پر غالب آ گئے۔ جس سے قریش خوشیاں منانے لگے اور مسلمان ناخوش ہوئے۔ کفار قریش مسلمانوں کو طعنے دینے لگے کہ دیکھو تم اور نصرانی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی ان پڑھ ہیں ہمارے والے تمہارے والوں پر غالب آ گئے۔ اسی طرح ہم بھی تم پر غالب آئیں گے اور اگر لڑائی ہوئی تم ہم بتلادیں گے کہ تم ان اہل کتاب کی طرح ہمارے ہاتھوں شکست اٹھاؤ گے۔ اس پر قرآن کی یہ آیتیں اتریں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان آیتوں کو سن کر مشرکین کے پاس آئے اور فرمانے لگے اپنی اس فتح پر نہ اتراؤ یہ عنقریب شکست سے بدل جائے گی اور ہمارے بھائی اہل کتاب تمہارے بھائیوں پر غالب آئیں گے۔ اس بات کا یقین کرلو اس لئے کہ یہ میری بات نہیں بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی ہے۔ یہ سن کر ابی بن خلف کھڑا ہو کر کہنے لگا اے ابوالفضل تم جھوٹ کہتے ہو۔ آپ نے فرمایا اے اللہ کے دشمن تو جھوٹا ہے۔ اس نے کہا اچھا میں دس دس اونٹنیوں کی شرط بدتا ہوں۔ اگر تین سال تک رومی فارسیوں پر غالب آ گئے تو میں تمہیں دس اونٹنیاں دونگا ورنہ تم مجھے دینا۔ حضرت صدیق اکبر نے یہ شرط قبول کر لی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر اس کا ذکر کیا تو آپ نے کہا میں نے تم سے تین سال کا نہیں کہا تھا بضع کا لفظ قرآن میں ہے اور

تین سے نو تک بولا جاتا ہے۔ جاؤ اونٹنیاں بھی بڑھا دو اور مدت بھی بڑھا دو۔ حضرت ابوبکر چلے جب ابی کے پاس پہنچے تو وہ کہنے لگا شاید تمہیں پچھتاوا ہوا؟ آپ نے فرمایا سنو میں تو پہلے سے بھی زیادہ تیار ہو کر آیا ہوں۔ آؤ مدت بھی بڑھاؤ اور شرط کا مال بھی زیادہ کرو۔ چنانچہ ایک سو اونٹ مقرر ہوئے اور نو سال کی مدت ٹھہری اسی مدت میں رومی فارس پر غالب آ گئے اور مسلمان قریش پر چھا گئے۔ رومیوں کے غلبے کا واقعہ یوں ہوا کہ جب فارس غالب آ گئے تو شہر براز کا بھائی فرخان شراب نوشی کرتے ہوئے کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ گویا میں کسریٰ کے تخت پر آ گیا ہوں اور فارس کا بادشاہ بن گیا ہوں۔ یہ خبر کسریٰ کو بھی پہنچ گئی۔ کسریٰ نے شہر براز کو لکھا کہ میرا یہ خط پاتے ہی اپنے اس بھائی کو قتل کر کے اسکا سر میرے پاس بھیج دو۔ شہر براز نے لکھا کہ اے بادشاہ تم اتنی جلدی نہ کرو۔ فرخان جیسا بہادر شیر اور جرات کے ساتھ دشمنوں کے جمگھٹے میں گھسنے والا کسی کو تم نہ پاؤ گے بادشاہ نے پھر جواب لکھا کہ اس سے بہت زیادہ اور شیر دل پہلوان میرے دربار میں ایک سے بہتر ایک موجود ہیں تم اس کا غم نہ کرو اور میرے حکم کی فوراً تعمیل کرو شہر براز نے پھر اس کا جواب لکھا اور دوبارہ بادشاہ کسریٰ کو سمجھایا اس پر بادشاہ آگ بگولا ہو گیا اس نے اعلان کر دیا کہ شہر براز سے میں نے سرداری چھین لی اور اس کی جگہ اس کے بھائی فرخان کو اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کر دیا۔ اسی مضمون کا ایک خط لکھ کر قاصد کے ہمراہ شہر بزار کو بھیج دیا کہ تم آج سے معزول ہو اور تم اپنا عہدہ فرخان کو دے دو۔ ساتھ ہی قاصد کو ایک پوشیدہ خط دیا کہ شہر براز جب اپنے عہدے سے اتر جائے اور فرخان اس عہدے پر آ جائے تو تم اسے میرا یہ فرمان دے دینا۔ قاصد جب وہاں پہنچا تو شہر براز نے خط پڑھتے ہی کہا کہ مجھے بادشاہ کا حکم منظور ہے، میں بخوشی اپنا عہدہ فرخان کو دے رہا ہوں۔ فرخان جب تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور لشکر نے اس کی اطاعت قبول کر لی تو قاصد نے وہ دوسرا خط فرخان کے سامنے پیش کیا جس میں شہر براز کے قتل کا اور اس کا سر دربار شاہی میں بھیجنے کا فرمان تھا۔ فرخان نے اسے پڑھ کر شہر براز کو بلایا اور اس کی گردن مارنے کا حکم دے دیا شہر براز نے کہا بادشاہ جلدی نہ کر مجھے وصیت تو لکھ لینے دے۔ اس نے منظور کر لیا تو شہر براز نے اپنا دفتر منگوایا اور اس میں وہ کاغذات جو شاہ کسریٰ نے فرخان کے قتل کے لئے اسے لکھے تھے وہ سب نکالے اور فرخان کے سامنے پیش کئے اور کہا دیکھ اتنے سوال و جواب میرے اور بادشاہ کے درمیان تیرے بارے میں ہوئے۔ لیکن میں نے اپنی عقلمندی سے کام لیا اور عجلت نہ کی تو ایک خط دیکھتے ہی میرے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ ذرا سوچ لے ان خطوط کو دیکھ کر فرخان کی آنکھیں کھل گئیں وہ فوراً تخت سے نیچے اتر گیا اور اپنے بھائی شہر براز کو پھر سے مالک کل بنا دیا۔ شہر براز نے اسی وقت شاہ روم ہرقل کو خط لکھا کہ مجھے تم سے خفیہ ملاقات کرنی ہے اور ایک ضروری امر میں مشورہ کرنا ہے اسے میں نہ تو کسی قاصد کی معرفت آپ کو کہلوا سکتا ہوں نہ خط میں لکھ سکتا ہوں۔ بلکہ میں خود ہی آمنے سامنے پیش کرونگا۔ پچاس آدمی اپنے ساتھ لے کر خود آ جائے اور پچاس ہی میرے ساتھ ہونگے قیصر کو جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اس سے ملاقات کے لئے چل پڑا۔ لیکن احتیاطاً اپنے ساتھ پانچ ہزار سوار لے لئے۔ اور آگے آگے جاسوسوں کو بھیج دیا تاکہ کوئی مکر یا فریب ہو تو کھل جائے جاسوسوں نے آ کر خبر دی کہ کوئی بات نہیں اور شہر براز تنہا اپنے ساتھ صرف پچاس سواروں کو لے کر آیا ہے اس کے ساتھ کوئی اور نہیں۔ چنانچہ قیصر نے بھی مطمئن ہو کر اپنے سواروں کو لوٹا دیا اور اپنے ساتھ صرف پچاس آدمی رکھ لئے۔ جو جگہ ملاقات کی مقرر ہوئی تھی وہاں پہنچ

گئے۔ وہاں ایک ریشمی قبہ تھا اس میں جا کر دونوں تنہا بیٹھ گئے پچاس پچاس آدمی الگ چھوڑ دیئے گئے دونوں وہاں بےہتھیار تھے صرف چھریاں پاس تھیں اور دونوں کی طرف سے ایک ترجمان ساتھ تھا۔ خیمہ میں پہنچ کر شہر براز نے کہا اے بادشاہ روم بات یہ ہے کہ تمہارے ملک کو ویران کرنے والے اور تمہارے لشکروں کو شکست دینے والے ہم دونوں بھائی ہیں ہم نے اپنی چالاکیوں اور شجاعت سے یہ ملک اپنے قبضہ میں کرلیا ہے۔ لیکن اب ہمارا بادشاہ کسریٰ ہمارا حسد کرتا ہے اور ہمارا مخالف بن بیٹھا ہے مجھے اس نے میرے بھائی کو قتل کرنے کا فرمان بھیجا میں نے فرمان کو نہ مانا تو اس نے اب یہ طے کرلیا ہے کہ ہم آپ کے لشکر میں آ جائیں اور کسریٰ کے لشکروں سے آپ کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ قیصر نے یہ بات بڑی خوشی سے منظور کرلی۔ پھر ان دونوں میں آپس میں اشاروں کنایوں سے باتیں ہوئی جن کا مطلب یہ تھا کہ یہ دونوں ترجمان قتل کر دیئے جائیں ایسا نہ ہو کہ یہ راز ان کی وجہ سے کھل جائے کیونکہ جہاں دو کے سوا تیسرے کے کان میں کوئی بات پہنچی تو پھر وہ پھیل جاتی ہے۔ دونوں اس پر اتفاق کر کے کھڑے ہو گئے اور ہر ایک نے اپنے ترجمان کا کام تمام کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کسریٰ کو ہلاک کر دیا اور حدیبیہ والے دن اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہت خوش ہوئے۔ یہ سیاق عجیب ہے اور یہ خبر غریب ہے۔

رومی سب کے سب عیص بن اسحاق بن ابراہیم کی نسل سے ہیں بنو اسرائیل کے چچازاد بھائی ہیں۔ رومیوں کو بنو اصفر بھی کہتے ہیں یہ یونانیوں کے مذہب پر تھے یونانی یافث بن نوح کی اولاد میں ہیں ترکوں کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں یہ ستارہ پرست تھے ساتوں ستاروں کو مانتے اور پوجتے تھے۔ انہیں متحیرہ بھی کہا جاتا ہے یہ قطب شمالی کو قبلہ مانتے تھے۔ دمشق کی بنا انہی کے ہاتھوں پڑی وہیں انہوں نے اپنی عبادت گاہ بنائی جس کے محراب شمال کی طرف ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے بعد بھی تین سو سال تک رومی اپنے پرانے خیالات پر ہی رہے ان میں سے جو کوئی شام کا اور جزیرے کا بادشاہ ہو جاتا اسے قیصر کہا جاتا تھا۔ سب سے پہلے رومیوں کا بادشاہ قسطنطین بن قسطس نے نصرانی مذہب قبول کیا۔ اس کی ماں کا نام مریم تھا۔ ہیلانیہ غندقانیہ تھی حران کی رہنے والی۔ پہلے اسی نے نصرانیت قبول کی تھی پھر اس کے کہنے سننے سے اس کے بیٹے نے بھی یہی مذہب اختیار کرلیا۔ یہ بڑا فلسفی عقلمند اور مکار آدمی تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دراصل دل سے اس مذہب کو نہیں مانا تھا۔ اس کے زمانے میں نصرانی جمع ہو گئے۔ ان میں آپس میں مذہبی چھیڑ چھاڑ اور اختلاف اور مناظرے چھڑ گئے۔ عبداللہ بن اویوس سے بڑے بڑے مناظرے ہوئے اور اس قدر انتشار اور تفریق ہوئی کہ بیان سے باہر ہے۔ تین سو اٹھارہ پادریوں نے مل کر ایک کتاب لکھی جو بادشاہ کو دی گئی اور وہ شاہی عقیدہ تسلیم کی گئی۔ اسی کو امانت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ جو درحقیقت خیانت صغریٰ ہے۔ یہیں فقہی کتابیں اسی کے زمانے میں لکھی گئی۔ ان میں حلال حرام کے مسائل بیان کئے گئے اور ان کے علماء نے دل کھول کر جو چاہا ان میں لکھا۔ جس قدر جی میں آئی کمی یا زیادتی اصل دین مسیح میں کی۔ اور اصل مذہب محرف و مبدل ہو گیا مشرق کی جانب نمازیں پڑھنے لگے۔ بجائے ہفتہ کے اتوار کو بڑا دن بنایا۔ صلیب کی پرستش شروع ہو گئی۔ خنزیر کو حلال کرلیا گیا اور بہت سے تہوار ایجاد کر لئے جیسے عید صلیب عید قداس عید غطاس وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان علماء کے سلسلے قائم کئے گئے ایک تو بڑا پادری ہوتا تھا

پھر اس کے نیچے درجہ بدرجہ اور گرجے ہوتے تھے۔ رہبانیت اور ترک دنیا کی بدعت بھی ایجاد کرلی۔
کلیسا اور گرجے بہت سارے بنالئے گئے اور شہر قسطنطنیہ کی بنا رکھی گئی۔ اور اس بڑے شہر کو اسی بادشاہ کے نام پر نامزد کیا گیا۔
اس بادشاہ نے بارہ ہزار گرجے بنادیئے۔ تین محرابوں سے بیت لحم بنا۔ اس کی ماں نے بھی قمامہ بنایا۔ ان لوگوں کو ملکیہ کہتے ہیں اس لئے کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ کے دین پر تھے۔ ان کے بعد یعقوبیہ پھر سطوریہ۔ یہ سب سطور کے مقلد تھے۔ پھر ان کے بہت سے گروہ تھے جیسے حدیث میں ہے کہ انکے بہتر (۷۲) فرقے ہوگئے۔ ان کی سلطنت برابر چلی آتی تھی ایک کے بعد ایک قیصر ہوتا آتا تھا یہاں تک کہ آخر میں قیصر ہرقل ہوا۔ یہ تمام بادشاہوں سے زیادہ عقلمند تھا بہت بڑا عالم تھا دانائی زیرکی دوراندیشی اور دوربینی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس نے سلطنت بہت وسیع کرلی اور مملکت دور دراز تک پھیلادی اس کے مقابلے میں فارس کا بادشاہ کسریٰ کھڑا ہوا اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اس کی سلطنت قیصر سے بھی زیادہ بڑی تھی۔ یہ مجوسی لوگ تھے آگ کو پوجتے تھے۔ مندرجہ بالا روایت میں تو ہے کہ اس کا سپہ سالار مقابلہ پر گیا لیکن مشہور بات یہ ہے کہ خود کسریٰ اس کے مقابلے پر گیا۔ قیصر کو شکست ہوئی یہاں تک کہ وہ قسطنطنیہ میں گھر گیا۔ نصرانی اس کی بڑی عزت اور تعظیم کرتے تھے گو کسریٰ لمبی مدت تک محاصرہ کئے پڑا رہا لیکن دارالسلطنت کو فتح نہ کرسکا۔
ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس کا ملک نصف سمندر کی طرف تھا اور نصف خشکی کی طرف تھا۔ تو شاہ قیصر کو کمک اور رسد تری کے راستے سے برابر پہنچتی رہی آخر میں قیصر نے ایک چال چلی اس نے کسریٰ کو کہلوا بھیجا کہ آپ جو چاہیں مجھ سے تسلی لے لیجئے اور جن شرائط پر چاہیں مجھ سے صلح کرلیجئے۔ کسریٰ اس پر راضی ہوگیا اور اتنا مال طلب کیا کہ وہ اور یہ مل کر بھی جمع کرنا چاہے تو ناممکن تھا۔ قیصر نے اسے قبول کرلیا کیونکہ اس نے اس سے کسریٰ کی بیوقوفی کا پتہ چلالیا کہ یہ وہ چیز مانگتا ہے جس کا جمع کرنا دنیا کے اختیار سے باہر ہے بلکہ ساری دنیا مل کر اس کا دسواں حصہ بھی جمع نہیں کرسکتی۔ قیصر نے کسریٰ سے کہلوا بھیجا کہ مجھے اجازت دے کہ میں اپنے ملک سے باہر چل پھر کر اس دولت کو جمع کرلوں اور آپ کو سونپ دوں۔ اس نے یہ درخواست منظور کرلی اب شاہ روم نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور ان سے کہا میں ایک ضروری اور اہم کام کے لئے اپنے مخصوص احباب کے ساتھ جارہا ہوں۔ اگر ایک سال کے اندر اندر آجاؤں تو یہ ملک میرا ہے ورنہ تمہیں اختیار ہے جسے چاہو اپنا بادشاہ تسلیم کرلینا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے بادشاہ تو آپ ہی ہیں خواہ دس سال تک بھی آپ نہ لوٹے تو کیا ہوا۔
یہ یہاں سے مختصر سی جانباز جماعت لے کر چپ چاپ چل کھڑا ہوا۔ پوشیدہ راستوں سے نہایت ہوشیاری احتیاط اور چالاکی سے بہت جلد فارس کے شہروں تک پہنچ گیا اور یکا یک دھاوا بول دیا چونکہ یہاں کی فوجیں تو روم پہنچ چکی تھیں عوام کہاں تک مقابلہ کرتے۔ اس نے قتل عام شروع کیا۔ جو سامنے آیا تلوار کے کام آیا یونہی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ مدائن پہنچ گیا جو کسریٰ کی سلطنت کی کرسی تھی وہاں کی محافظ فوج پر بھی غالب آیا انہیں بھی قتل کردیا اور چاروں طرف سے مال جمع کیا۔ ان کی تمام عورتوں کو قید کرلیا اور تمام لڑنے والوں کو قتل کرڈالا۔ کسریٰ کے لڑکے کو زندہ گرفتار کیا اس محل سرائے کی عورتوں کو زندہ گرفتار کیا۔ اس کی درباری عورتیں

وغیرہ بھی پکڑی گئیں اسکے لشکر کا سر منڈوا کر گدھے پر بٹھا کر عورتوں سمیت کسریٰ کی طرف بھیجا کہ لیجئے جو مال اور عورتیں اور غلام تو نے مانگے تھے وہ سب حاضر ہیں۔

جب یہ قافلہ کسریٰ کے پاس پہنچا کسریٰ کو سخت صدمہ ہوا یہ ابھی تک قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا اور قیصر کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ اس کے پاس ان کا کل خاندان اور ساری حرم سرا اس ذلت کی حالت میں پہنچی۔ یہ سخت غضبناک ہوا اور شہر پر بہت سخت حملہ کر دیا لیکن اس میں کوئی کامیابی نہ ہوئی اب یہ نہر جیحون کی طرف چلا کہ قیصر کو وہاں روک لے کیونکہ قیصر کا فارس سے قسطنطنیہ آنے کا راستہ یہی تھا۔ قیصر نے اسے سن کر پہلے سے بھی زبردست حملہ کیا یعنی اس نے اپنے لشکر کو تو دریا کے اس دہانے چھوڑا اور خود تھوڑے سے آدمی لے کر سوار ہو کر پانی کے بہاؤ کی طرف چل دیا کوئی ایک دن رات کا راستہ چلنے کے بعد اپنے ساتھ جو کچھ چارہ لید گوبر وغیرہ لے گیا تھا اسے پانی میں بہا دیا۔ یہ چیزیں پانی میں بہتی ہوئی کسرا کے لشکر کے پاس سے گذریں تو وہ سمجھ گئے کہ قیصر یہاں سے گذر گیا ہے۔ یہ اس کے لشکروں کے جانوروں کے آثار ہیں۔ اب قیصر واپس اپنے لشکر میں پہنچ گیا ادھر کسریٰ اس کی تلاش میں آگے چلا گیا۔ قیصر اپنے لشکروں سمیت جیحون کا دہانہ عبور کر کے راستہ بدل کر قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ جس دن یہ اپنے دارالسلطنت میں پہنچا نصرانیوں میں بڑی خوشیاں منائی گئیں۔

کسریٰ کو جب یہ اطلاع ہوئی تو اس کا عجب حال ہوا کہ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن نہ تو روم ہی فتح ہوا اور نہ فارس ہی رہا رومی غالب آ گئے فارس کی عورتیں اور وہاں کے مال ان کے قبضے میں آئے۔ یہ کل امور نو سال میں ہوئے اور رومیوں نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت فارسیوں سے دوبارہ لے لی اور مغلوب ہو کر غالب آ گئے۔ اذرعات اور بصرہ کے معرکے میں اہل فارس غالب آ گئے تھے اور یہ ملک شام کا وہ حصہ تھا جو حجاز سے ملتا تھا یہ بھی قول ہے کہ یہ ہزیمت جزیرہ میں ہوئی تھی جو رومیوں کی سرحد کا مقام ہے اور فارس سے ملتا ہے۔

پھر نو سال کے اندر اندر رومی فارسیوں پر غالب آ گئے قرآن کریم میں لفظ بضع کا ہے اور اس کا اطلاق بھی نو تک ہوتا ہے اور یہی تفسیر اس لفظ کی ترمذی اور ابن جریر والی حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر سے فرمایا تھا کہ تمہیں احتیاطا دس سال تک رکھنے چاہئے تھے کیونکہ بضع کے لفظ اطلاق تین سے نو تک ہوتا ہے اس کے بعد قبل اور بعد پر پیش اضافت ہٹا دینے کی وجہ ہے کہ اس کے بعد حکم اللہ ہی کا ہے اس دن جب کہ روم فارس پر غالب آ جائے گا تو مسلمان خوشیاں منائیں گے اکثر علماء کا قول ہے کہ بدر کی لڑائی والے دن رومی فارسیوں پر غالب آ گئے۔ ابن عباس سدی ثوری اور ابو سعید یہی فرماتے ہیں ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ غلبہ حدیبیہ والے سال ہوا تھا۔

عکرمہ زہری اور قتادہ وغیرہ کا یہی قول ہے بعض نے اس کی توجیہہ یہ بیان کی کہ قیصر روم نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے فارس پر غالب کرے گا تو وہ اس کے شکر میں پیادہ بیت المقدس تک جائے گا چنانچہ اس نے اپنی نذر پوری کی اور بیت المقدس پہنچا۔ یہ یہیں تھا۔ اور اس کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پہنچا جو آپ نے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرفت

بصریٰ کے گورنر کو بھیجا تھا اور اس نے ہرقل کو پہنچایا تھا ہرقل نے نامہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاتے ہی شام میں جو حجازی عرب تھے انہیں اپنے پاس بلایا ان میں ابوسفیان صخر بن حرب اموی بھی تھا اور دوسرے بھی قریش کے ذی عزت بڑے بڑے لوگ تھے اس نے ان سب کو اپنے سامنے بٹھا کر ان سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا سب زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ابو سفیان نے کہا میں ہوں۔ بادشاہ نے انہیں آگے بٹھالیا اور ان کے ساتھیوں کو پیچھے بٹھالیا اور ان سے کہا کہ دیکھو میں اس شخص سے چند سوالات کرونگا اگر یہ کسی سوال کا غلط جواب دے تو تم اس کو جھٹلا دینا۔

ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ اگر میں جھوٹ بولوں گا تو لوگ اس کو ظاہر کر دیں گے اور پھر اس جھوٹ کو میری طرف نسبت کریں گے تو یقیناً میں جھوٹ بولتا۔ اب ہرقل نے بہت سے سوالات کیے۔ مثلاً حضور کے حسب نسب کہ نسبت آپ کے اوصاف وعادات کے متعلق وغیرہ وغیرہ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا وہ غداری کرتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ آج تک تو کبھی بدعہدی وعدہ شکنی اور غداری کی نہیں۔ اس وقت ہم میں اس میں ایک معاہدہ ہے نہ جانے اس میں وہ کیا کرے؟ ابوسفیان کے اس قول سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان یہ بات ٹھہری تھی کہ آپس میں دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی۔

یہ واقعہ اس قول کی پوری دلیل بن سکتا ہے کہ رومی فارس پر حدیبیہ والے سال غالب آئے تھے۔ اس لیے کہ قیصر نے اپنی نذر حدیبیہ کے بعد پوری کی تھی واللہ اعلم۔ لیکن اس کا جواب وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ غلبہ روم فارس پر بدر والے سال ہوا تھا یہ دے سکتے ہیں کہ چونکہ ملک کی اقتصادی اور مالی حالت خراب ہو چکی تھی ویرانی غیر آبادی وتنگ حالی بہت بڑھ گئی تھی اس لئے چار سال تک ہرقل نے اپنی پوری توجہ ملک کی خوشحالی اور آبادی پر رکھی۔ اس کے بعد اس طرف سے اطمینان حاصل کر کے نذر کو پوری کرنے کے لئے روانہ ہوا واللہ اعلم۔ یہ اختلاف کوئی ایسا اہم امر نہیں۔ ہاں مسلمان رومیوں کے غلبہ سے خوش ہوئے اس لئے کہ وہ کیسے ہی ہوں تاہم تھے اہل کتاب۔ اور ان کے مقابلے مجوسیوں کی جماعت تھی جنہیں کتاب سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ تو لازمی امر تھا کہ مسلمان ان کے غلبے سے ناخوش ہوں اور رومیوں کے غلبے سے خوش ہوں۔ خود قرآن میں موجود ہے کہ ایمان والوں کے سب سے زیادہ دشمن یہود اور مشرک ہیں اور ان سے دوستیاں رکھنے میں سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لئے کہ ان میں علماء اور درویش لوگ ہیں اور یہ متکبر نہیں قرآن سن کر یہ رو دیتے ہیں کیونکہ حق کو جان لیتے ہیں پھر اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی ماننے والوں میں کر لے۔

پس یہاں بھی یہی فرمایا کہ مسلمان اس دن خوش ہونگے جس دن اللہ تعالیٰ رومیوں کی مدد کرے گا وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ بڑا غالب اور بہت مہربان ہے۔

حضرت زبیر کلامی فرماتے ہیں میں نے فارسیوں کا رومیوں پر غالب آنا پھر رومیوں کا فارسیوں پر غالب آنا پھر روم اور فارس دونوں پر مسلمانوں کا غالب آنا اپنی آنکھوں سے پندرہ سال کے اندر دیکھ لیا آخر آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں سے بدلہ اور

انتقام لینے پر قادر اور اپنے دوستوں کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگذر فرمانے والا ہے۔ جو خبر تمہیں دی ہے کہ رومی عنقریب فارسیوں پر غالب آجائیں گے یہ اللہ کی خبر ہے رب کا وعدہ ہے پرودگار کا فیصلہ ہے۔ ناممکن ہے کہ غلط نکلے ٹل جائے یا خلاف ہو جائے۔ جو حق کے قریب ہوا سے بھی رب حق سے بہت دور والوں پر غالب رکھتے ہیں ہاں اللہ کی حکمتوں کو کم علم نہیں جان سکتے۔ اکثر لوگ دنیا کا علم تو خوب رکھتے ہیں اس کی گھتیاں منٹوں میں سلجھا دیتے ہیں اس میں خوب دماغ دوڑاتے ہیں۔ اس کے برے بھلے نقصان کو پہچان لیتے ہیں بہ یک نگاہ اس کی اونچ نیچ دیکھ لیتے ہیں۔ دنیا کمانے کا پیسے جوڑنے کا خوب سلیقہ رکھتے ہیں لیکن امور دین میں اخروی کاموں میں محض جاہل غبی اور کم فہم ہوتے ہیں۔ یہاں نہ ذہن کام کرے نہ سمجھ پہنچ سکے نہ غور و فکر کی عادت۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ نماز تک تو ٹھیک پڑھ نہیں سکتے لیکن درہم چٹکی میں لیتے ہی وزن بتادیا کرتے ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں دنیا کی آبادی اور رونق کی تو بیسیوں صورتیں ان کا ذہن گھڑ لیتا ہے۔ لیکن دین میں محض جاہل اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الروم، بیروت)

| |
|---|
| بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ |
| وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ غالب ہے مہربان ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ |
| اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## اہل روم کی مدد سے اہل ایمان کی مدد کی پیش گوئی کا بیان

"بِنَصْرِ اللّٰه" إِيَّاهُمْ عَلَى فَارِس وَقَدْ فَرِحُوا بِذَلِكَ وَعَلِمُوا بِهِ يَوْم وُقُوعه أَيْ يَوْم بَدْر بِنُزُولِ جِبْرِيل بِذَلِكَ مَعَ فَرَحهمْ بِنَصْرِهِمْ عَلَى الْمُشْرِكِينَ فِيهِ "يَنْصُر مَنْ يَشَاء وَهُوَ الْعَزِيز" الْغَالِب "الرَّحِيم" بِالْمُؤْمِنِينَ،

"وَعْد اللّٰه" مَصْدَر بَدَل مِنَ اللَّفْظ بِفِعْلِهِ وَالْأَصْل وَعَدَهُمْ اللّٰه النَّصْر "لَا يُخْلِف اللّٰه وَعْده" بِهِ "وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاس" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" وَعْده تَعَالَى بِنَصْرِهِمْ

اللہ کی مدد سے، یعنی جو اہل فارس پر ہوئی وہ اس پر خوش ہوئے اور جب اس کا وقوع یوم بدر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خوش خبری لیکر آنے کے ساتھ ہوئی تو مشرکین کے خلاف مدد پر مسلمان خوش ہوئے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد فرماتا ہے، اور وہ غالب ہے اہل ایمان کے ساتھ مہربان ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے۔ یہاں پر لفظ وعد کو تلفظ میں اپنے فعل سے بدل دیا گیا یعنی اصل میں '' وَعَدَهُمُ اللّٰهُ النَّصْرَ '' اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور لیکن اکثر لوگ یعنی کفار مکہ نہیں جانتے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ اہل ایمان کیلئے ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر رومی اہل فارس پر غلب ہو گئے تو مومنوں کو یہ چیز اچھی لگی۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی (الٓمّٓ،غُلِبَتِ الرُّوْمُ ، الم،مغلوب ہو گئے رومی، ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہونگے چند برسوں میں اللہ کے ہاتھ میں ہیں سب کام پہلے اور پچھلے اور اس دن خوش ہونگے مسلمان اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ چنانچہ کو مومن اہل روم کے فارس پر غالب ہو جانے پر خوش ہو گئے۔نصر بن علی غلبت الروم ہی پڑھتے تھے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1139)

| |
|---|
| يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ○ |
| وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں اور وہ آخرت سے، وہی غافل ہیں۔ |

## دنیاداروں کا دنیاوی ظاہر بینی کا بیان

"يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا" أَيْ مَعَايِشهَا مِنَ التِّجَارَة وَالزِّرَاعَة وَالْبِنَاء وَالْغَرْس وَغَيْر ذٰلِكَ "وَهُمْ عَنِ الْآخِرَة هُمْ غَافِلُوْنَ" إِعَادَة هُمْ تَأْكِيد

وہ دنیا کی زندگی میں سے ظاہر کو جانتے ہیں یعنی اس کی معیشت، تجارت، زراعت، مکانات و باغات وغیرہ کو جانتے ہیں۔اور وہ آخرت سے، وہی غافل ہیں۔اس کو بہ طور تاکید دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔

یعنی یہ لوگ دنیاوی زندگی کی ظاہری سطح کو جانتے ہیں۔ یہاں کی آسائش و آرائش، کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، بونا جوتنا، پیسہ کمانا، مزے اڑانا بس یہ ہی ان کے علم و تحقیق کی انتہائی جولان گاہ ہے۔اس کی خبر ہی نہیں کہ اس زندگی کی تہ میں ایک دوسری زندگی کا راز چھپا ہوا ہے جہاں پہنچ کر اس دنیاوی زندگی کے بھلے برے نتائج سامنے آئیں گے۔ضروری نہیں کہ جو شخص یہاں خوشحال نظر آتا ہے وہاں بھی خوشحال رہے۔ بھلا آخرت کا معاملہ تو دور ہے، یہیں دیکھ لو کہ ایک شخص یا ایک قوم کبھی دنیا میں عروج حاصل کر لیتی ہے لیکن اس کا آخری انجام ذلت و ناکامی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ |
| وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○ |
| اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اُسے پیدا نہیں کیا |
| مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ اور بے شک بہت سے لوگ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔ |

## زمین و آسمان کی تخلیق سے دلیل بعث کا بیان

"أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْ أَنْفُسهمْ" لِيَرْجِعُوْا عَنْ غَفْلَتهمْ "مَا خَلَقَ اللّٰه السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا إِلَّا

بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُسَمًّی "لِذَلِكَ تَفْنَى عِنْدَ انْتِهَائِهِ وَبَعْدَهُ الْبَعْث "وَاِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ لَكَافِرُونَ" أَيْ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْت

اور کیا انھوں نے اپنے دلوں میں غور نہیں کیا تا کہ وہ غفلت سے لوٹ آئیں کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اسے پیدا نہیں کیا مگر حق اور ایک مقرر وقت کے ساتھ پیدا کیا ہے لہٰذا یہ اپنی مدت ختم ہو جانے کے ساتھ ہی فناء ہو جائیں گے۔اور اس کے بعد بعث ہے۔اور بے شک بہت سے لوگ یعنی کفار مکہ یقیناً اپنے رب سے ملنے ہی کے منکر ہیں۔یعنی وہ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر ایمان نہیں رکھتے۔

یعنی ایک مقصد اور حق کے ساتھ پیدا کیا ہے بے مقصد اور بیکار نہیں۔اور وہ مقصد ہے کہ نیکوں کو ان کی نیکیوں کی جزا اور بدوں کو ان کی بدی کی سزا دی جائے۔یعنی کیا وہ اپنے وجود پر غور نہیں کرتے کہ کس طرح انھیں نیست سے ہست کیا اور پانی کے ایک حقیر قطرے سے ان کی تخلیق کی۔پھر آسمان و زمین کا ایک خاص مقصد کے لیے وسیع وعریض سلسلہ قائم کیا نیز ان سب کے لیے ایک خاص وقت مقرر کیا یعنی قیامت کا دن۔جس دن یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ ان باتوں پر غور کرتے تو یقیناً اللہ کے وجود اس کی ربوبیت والوہیت اور اس کی قدرت مطلقہ کا انھیں ادراک واحساس ہو جاتا اور اس پر ایمان لے آتے۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا |
| اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ |
| بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ؔ |
| کیا ان لوگوں نے زمین میں سیر وسیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو ان سے پہلے تھے، |
| وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے،اور انہوں نے زمین میں زراعت کی تھی اور اسے آباد کیا تھا،اس سے کہیں بڑھ کر |
| جس قدر انہوں نے زمین کو آباد کیا ہے، پھر ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح نشانیاں لے کر آئے تھے،سو اللہ ایسا نہ |
| تھا کہ ان پر ظلم کرتا،لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ |

## رسولان گرامی کی تکذیب کے سبب سابقہ اقوام کی ہلاکتوں کا بیان

"أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْض فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" مِنَ الْأُمَم وَهِيَ إهْلَاكهمْ بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلهمْ "كَانُوا أَشَدّ مِنْهُمْ قُوَّة" كَعَادٍ وَثَمُود "وَأَثَارُوا الْأَرْض" حَرَثُوهَا وَقَلَّبُوهَا لِلزَّرْعِ وَالْغَرْس "وَعَمَرُوهَا أَكْثَر مِمَّا عَمَرُوهَا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "وَجَاءَتْهُمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْحُجَجِ الظَّاهِرَات "فَمَا كَانَ اللّٰه لِيَظْلِمَهُمْ" بِإِهْلَاكِهِمْ بِغَيْرِ جُرْم "وَلٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسهمْ يَظْلِمُونَ"

بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلَهُمْ

کیاان لوگوں نے زمین میں سَیر وسیاحت نہیں کی تا کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جوان سے پہلے امم تھیں اور وہ اپنے زمانے کے رسولان گرامی کی تکذیب کے سبب ہلاک ہوگئیں، وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے، جس طرح قوم عاد وثمود ہے اورانہوں نے زمین میں زراعت کی تھی اوراسے آباد کیا تھا، اس سے کہیں بڑھ کر جس قدر انہوں نے زمین کو آباد کیا ہے، اوران کی عمریں ان کفار مکہ سے کہیں زیادی تھیں۔ پھران کے پاس ان کے پیغمبرواضح نشانیاں یعنی ظاہری دلائل لے کرآئے تھے، سواللہ ایسا نہ تھا کہ ان پرظلم کرتا، یعنی ان کو بغیر جرم کے ہلاک کردیتا۔ لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پرظلم کررہے تھے۔ کیونکہ انہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی تھی۔

اس کے بعد نبیوں کی صداقت کواس طرح ظاہر فرماتا ہے کہ دیکھ لوان کے مخالفین کا کس قدر عبرتناک انجام ہوا؟ اوران کے ماننے والوں کوکس طرح دونوں جہاں کی عزت ملی؟ تم چل پھر کر اگلے واقعات معلوم کرو کہ گذشتہ امتیں جوتم سے زیادہ زورآور تھیں تم سے زیادہ مال وزروالی تھیں تم سے زیادہ آبادیاں انہوں نے کیں تم سے زیادہ کھیتیاں اور باغات ان کے تھے اس کے باوجود جب ان کے پاس اس زمانے کے رسول آئے انہوں نے دلیلیں اور معجزے دکھائے اور پھر بھی اس زمانے کے ان بدنصیبوں نے ان کی نہ مانی اوراپنے خیالات میں مستغرق رہے اور سیاہ کاریوں میں مشغول رہے تو بالآخر عذاب اللہ ان پر برس پڑے۔ اس وقت کوئی نہ تھا جوانہیں بچا سکے یا کسی عذاب کوان پر سے ہٹا سکے۔ اللہ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے بندوں پرظلم کرے۔ یہ عذاب توانکے اپنے کرتوتوں کا وبال تھا۔ یہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے رب کی باتوں کا مذاق اڑاتے تھے۔ جیسے اورآیت میں ہے کہ ان کی بے ایمانی کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں کوانکی نگاہوں کو پھیر دیا اورانہیں ان کی سرکشی میں حیران چھوڑ دیا ہے۔

اورآیت میں ہے ان کی کجی کی وجہ سے اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کردیئے اوراس آیت میں ہے کہ اگر اب بھی منہ موڑیں تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض گناہوں پران کی پکڑ کرنے کاارادہ کرچکا ہے۔ اس بناپر السوای منصوب ہوگا اساوا کا مفعول ہوکر۔ اور یہ بھی قول ہے کہ سوای یہاں پراس طرح واقع ہے کہ برائی ان کا انجام ہوئی۔ اس لئے کہ وہ آیات اللہ کے جھٹلانے والے اوران کا مذاق اڑانے والے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓآٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ٥ |
| پھران لوگوں کاانجام بہت براہوا جنہوں نے برائی کی اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے اوران کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ |

## قرآن کی تکذیب کرنے والوں کیلئے برے انجام کا بیان

"ثُمَّ كَانَ عَاقِبَة الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوأَى" تَأْنِيث الْأَسْوَأ : الْأَقْبَح خَبَر كَانَ عَلَى رَفْع عَاقِبَة وَاسْم كَانَ عَلَى نَصْب عَاقِبَة وَالْمُرَاد بِهَا جَهَنَّم وَإِسَاءَتهمْ "أَنْ" أَيْ : بِأَنْ "كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّه" الْقُرْآن

پھران لوگوں کا انجام بہت برا ہوا۔یہاں پر لفظ السوای یہ الاسواء کی مؤنث ہے۔جس کا معنی اقبح ہے۔جو کان کی خبر ہے اور اور عاقبت پر نصب کی صورت میں وہ کان کا اسم ہے۔اس سے مراد جہنم ہے جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔جنہوں نے برائی کی اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کو جھٹلاتے اور ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اساءوا۔ماضی جمع مذکر غائب۔انہوں نے برا کیا۔اساءۃ (افعال) مصدر۔السواے برافعل۔اسوء کی تانیث ہے بروزن احسن حسنی۔ثم کان عاقبۃ الذین اساء والسوایء : عاقبۃ (تاء کی فتح کے ساتھ) کان کی خبر مقدم ہے اور السوء اس کا اسم۔ عبارت یوں ہوگی: کانت السوای عاقبۃ الذین اساء وا جنہوں نے برا کیا ان کا انجام برا ہوا۔اور بعض نے عاقبۃ کی تاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔اس صورت میں عاقبۃ کان کا اسم ہوگا اور السوء یا اس کی خبر،ان لوگوں کی عاقبت جنہوں نے برا کیا بہت بری ہوئی اس صورت میں کان کا صیغہ مونث ہونا چاہئے تھا یعنی کانت عاقبۃ،لیکن عاقبۃ مونث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے کان کی تذکیر جائز ہے۔

یہ ان کے ظلم اور زیادتی کی آخری حد تھی۔نہ انہوں نے اپنے اندر کی شہادت پر غور کیا،نہ نظام کائنات میں غور کیا اور رسولوں نے انھیں جب اصل حقائق سے آگاہ کیا تو انھیں صرف جھٹلایا ہی نہیں بلکہ ان کا اور اللہ کی آیات کا مذاق بھی اڑانے لگے۔جب ان کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی اور عملی طور پر اس ظلم اور زیادتی میں آگے ہی بڑھتے چلے گئے تو انھیں ان کی بداعمالیوں کی سزا بھی اتنی ہی بری ملی جس حد تک ان کے اعمال برے تھے۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ٥ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ٥ |
| اللہ مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا،پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |
| اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم لوگ مایوس ہو جائیں گے۔ |

## اول تخلیق سے اعادہ مخلوق کی دلیل کا بیان

"اَللّٰهُ يَبْدَاُ الْخَلْقَ" أَيْ : يُنْشِء خَلْقَ النَّاس "ثُمَّ يُعِيدُهُ" أَيْ خَلْقَهُمْ بَعْد مَوْتهمْ "ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "وَيَوْم تَقُوم السَّاعَة يُبْلِس الْمُجْرِمُونَ" يَسْكُت الْمُشْرِكُونَ لِانْقِطَاعِ حُجَّتهمْ

اللہ مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر وہی اسے دوبارہ پیدا فرمائے گا،یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔یہاں پر لفظ ترجعون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم لوگ مایوس ہو جائیں گے۔لہٰذا مشرکین کی دلیل ختم ہو جانے کی وجہ سے وہ خاموش ہو جائیں گے۔

فرمان باری ہے کہ سب سے پہلے مخلوقات کو اسی اللہ نے بنایا اور جس طرح وہ اس کے پیدا کرنے پر اس وقت قادر تھا اب فنا کر

کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی وہ اتنا ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ قادر ہے تم سب قیامت کے دن اسی کے سامنے حاضر کئے جانے والے ہو۔وہاں وہ ہر ایک کو اسکے اعمال کا بدلہ دے گا۔قیامت کے دن گنہگار نا امید رسوا اور خاموش ہو جائیں گے۔اللہ کے سوا جن جن کی دنیا میں عبادت کرتے رہے ان میں سے ایک بھی ان کی سفارش کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔اور یہ انکے پوری طرح محتاج ہونگے لیکن وہ ان سے بالکل آنکھیں پھیر لیں گے اور خود ان کے معبودان باطلہ بھی ان سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور صاف کہدیں گے کہ ہم میں انمیں کوئی دوستی نہیں۔قیامت قائم ہوتے ہی اس طرح الگ الگ ہو جائیں گے جس کے بعد ملاپ ہی نہیں۔

| |
|---|
| وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآءِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآءِهِمْ كٰفِرِيْنَ○ |
| وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ○ |
| اوران کے شریکوں میں سے ان کے لئے سفارشی نہیں ہوں گے اور وہ اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔ |
| اور جس دن قیامت برپا ہوگی اس دن لوگ الگ الگ ہو جائیں گے۔ |

## معبودان باطلہ کا قیامت کے دن عابدین سے اظہار برأت کا بیان

"وَلَمْ يَكُنْ" أَيْ لَا يَكُون "لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ" مِمَّنْ أَشْرَكُوهُمْ بِاَللّٰهِ وَهُمْ الْأَصْنَام لِيَشْفَعُوا لَهُمْ "شُفَعَاء وَكَانُوا" أَيْ : يَكُونُونَ "بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِينَ" أَيْ مُتَبَرِّئِينَ مِنْهُمْ "وَيَوْم تَقُوم السَّاعَة يَوْمَئِذٍ" تَأْكِيد "يَتَفَرَّقُونَ" الْمُؤْمِنُونَ وَالْكَافِرُونَ

اوران کے خودساختہ شریکوں میں سے ان کے لئے سفارشی نہیں ہوں گے یعنی جن بتوں کو انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تا کہ وہ ان کیلئے سفارش کریں گے۔اور وہ بالآ خرا پنے شریکوں کے ہی منکر ہو جائیں گے۔یعنی ان سے برأت کا اظہار کریں گے۔اور جس دن قیامت برپا ہوگی یہ تاکید ہے۔اس دن لوگ یعنی اہل ایمان و کفار الگ الگ ہو جائیں گے۔

یعنی بے جان معبودوں سے تو سفارش کی توقع ہی عبث ہے۔البتہ ان پتھروں اور شجر حجر کو بھی مشرکوں کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا تا کہ ایسے نعمتوں کی حسرت میں اضافہ ہو نیز یہ اشیاء جہنم کی آگ کو مزید بھڑکا کر ان کے لئے مزید عذاب کا باعث بنجائے۔ دوسری قسم کے معبود اللہ کے حضور صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو ان کمبختوں کو شرک سے منع ہی کرتے رہے ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ بد بخت ہماری ہی عبادت شروع کر دی گے۔لہٰذا یہ لوگ بھی اپنے عابدوں سے سخت بیزار ہوں گے۔وہ ان کی سفارش کیا کریں گے۔تیسری قسم کے لوگ جو فی الواقعہ مجرم ہوں گے۔وہ تو خود گرفتار بلا اور عذاب میں ماخوذ ہوں گے۔وہ اس بات کو غنیمت سمجھیں گے کہ اپنے عابدوں کے گناہوں کا کچھ حصہ ان پر نہ ضالا جائے گا لہٰذا وہ ایسے دلائل دینا شروع کر دیں گے جن سے یہ ثابت کر سکیں کہ یہ عابد حضرات اپنے جرائم کے خود ہی ذمہ دار تھے۔اور اس طرح ان کے دشمن بن جائیں گے اور اپنے آپ کو ان سے چھڑانا چاہیں گے۔ اس حال میں بھلا وہ کیا سفارش کر سکیں گے۔غرضیکہ مشرکوں کے شریکوں میں سے کوئی بھی اللہ کے ہاں ان کی سفارش نہ کرے گا یا

کرنے کے قابل ہی نہ ہوگا۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِیْ رَوْضَةٍ یُّحْبَرُوْنَ○

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو وہ باغات جنت میں خوش حال ومسرور کردیئے جائیں گے۔

## ایمان ونیک اعمال والوں کیلئے جنت میں خوشی ومسرت ہونے کا بیان

"فَاَمَّا الَّذِیْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَهُمْ فِیْ رَوْضَة" جَنَّة "یُحْبَرُوْنَ" یُسَرُّوْنَ

پس جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو وہ باغات جنت میں خوش حال ومسرور کردیئے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیز تیار کر رکھی ہے کہ (آج تک) نہ کسی آنکھ نے اس (جیسی کسی چیز) کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے (اس جیسی خوبیوں کا) سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں (اس کی ماہیت کا تصور تک آیا ہے اگر تم اس بات کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھو: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ، السجدہ،(بخاری ومسلم)

کوئی بھی شخص نہیں جانتا ہے جو بندے شب بیداری کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں) ان کے لئے کیا چیز چھپا رکھی گئی ہے جو آنکھ کی ٹھنڈک کا سبب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 179)

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ○

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

## قرآن کی تکذیب کر کے کفر کرنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآیَاتِنَا" الْقُرْآن "وَلِقَاء الْآخِرَة" الْبَعْث وَغَیْره،

اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں یعنی قرآن کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

## قیامت کے دن تین طرح کے لوگوں کو لائے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن میدان حشر میں لوگوں کو تین طرح سے لایا جائے گا ایک قسم کے لوگ تو وہ ہوں گے جو پیدل چل کر آئیں گے، ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو سواریوں پر آئیں گے اور ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو منہ کے بل چلتے ہوئے آئیں کے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (پاؤں کے بل چلنے کی عادت کے بالکل خلاف) لوگ منہ کے بل چل کر کس طرح آئیں گے؟ فرمایا۔ "حقیقت یہ ہے کہ جس ذات نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ ان کو منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے اور جان لو کہ وہ لوگ منہ کے بل چلنے میں اپنے منہ کو بلندی

اور کانٹوں سے بچائیں گے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 119)

پہلی قسم کے لوگ وہ اہل ایمان ہوں گے جن کے ذخیرہ اعمال میں نیک اور برے دونوں طرح کے عمل ہیں اور وہ خوف ورجاء کے درمیان تردد کی حالت میں رہتے ہوئے حق تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں دوسری قسم کے لوگ وہ کامل الایمان ہوں گے جو نیک اعمال میں سبقت و پیش قدمی اختیار کرتے ہیں اور تیسری قسم اہل کفر وشرک پر مشتمل ہوگی۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان اپنے پاؤں کے بل چلتا ہے تو وہ راستہ کی روکاٹوں اور ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے ہاتھ اور پاؤں کے ذریعہ بچتا ہے اسی طرح وہ تیسری قسم کے لوگ) قیامت کے دن جب منہ کے بل چل کر آئیں گے تو ان کے منہ وہی انجام دیں گے جو ہاتھ پاؤں انجام دیتے ہیں اور بغیر کسی فرق کے اپنے منہ کے ذریعہ راستہ نشیب وفراز، کانٹوں اور دوسری ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے اپنا بچاؤ کریں گے اور اس دن ان کو منہ کے بل چلانا اس امر کا اعلان ہوگا کہ ان لوگوں نے چونکہ دنیا میں سجدہ اطاعت نہیں کیا اور اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی گردن کو نہیں جھکایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو منہ کے بل چلا کر ذلیل وخوار کیا ہے۔

| |
|---|
| فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ○ وَلَهُ الْحَمْدُ |
| فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ○ |
| پس اللہ کی تسبیح ہے، جب تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے |
| آسمانوں اور زمین میں اور پچھلے پہر اور جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔ |

## پانچوں نمازوں کے اوقات میں عبادت کرنے کا بیان

"فَسُبْحَان اللّٰه" أَيْ : سَبِّحُوا اللّٰه بِمَعْنَى صَلُّوا "حِين تُمْسُونَ" أَيْ تَدْخُلُونَ فِي الْمَسَاء وَفِيهِ صَلَاتَانِ : الْمَغْرِب وَالْعِشَاء "وَحِين تُصْبِحُونَ" تَدْخُلُونَ فِي الصَّبَاح وَفِيهِ صَلَاة الصُّبْح "وَلَهُ الْحَمْد فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" اعْتِرَاض وَمَعْنَاهُ يَحْمَدهُ أَهْلهمَا "وَعَشِيًّا" عَطْف عَلَى حِين وَفِيهِ صَلَاة الْعَصْر "وَحِين تُظْهِرُونَ" تَدْخُلُونَ فِي الظَّهِيرَة وَفِيهِ صَلَاة الظُّهْر

پس اللہ کی تسبیح ہے، یہاں پر لفظ سبحوا بہ معنی صلوا ہے یعنی نماز پڑھو۔ جب تم شام کرتے ہو یعنی اس شام کے وقت میں اس میں دو نمازیں ہیں۔ نماز مغرب اور نماز عشاء ہے۔ اور جب صبح کرتے ہو۔ یعنی جب وہ صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہیں اور اس میں نماز فجر ہے۔ اور اسی کے لیے سب تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں ہے یہ جملہ معترضہ ہے، جس کا معنی یہ ہے ان دونوں یعنی زمین وآسمان والے حمد اسی کیلئے کرتے ہیں اور عشیا کا عطف حین پر ہے جس میں نماز عصر ہے۔ اور پچھلے پہر اور جب تم ظہر کے وقت میں داخل ہوتے ہو۔ اور اس میں نماز ظہر ہے۔

## حمد اور تسبیح کو پڑھنے کی فضیلت کا بیان

پاکی بولنے سے یا تو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وثناء مراد ہے اور اس کی احادیث میں بہت فضیلتیں وارد ہیں یا اس سے نماز مراد ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا پنجگانہ نمازوں کا بیان قرآن پاک میں ہے؟ فرمایا ہاں اور یہ آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ ان میں پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات مذکور ہیں۔

اس رب تعالیٰ کا کمال قدرت اور عظمت سلطنت پر دلالت اس کی تسبیح اور اس کی حمد سے ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہبری کرتا ہے اور اپنا پاک ہونا اور قابل حمد ہونا بھی بیان فرما رہا ہے۔ شام کے وقت جبکہ رات اپنے اندھیروں کو لے آتی ہے اور صبح کے وقت جبکہ دن اپنی روشنیوں کو لے آتا ہے۔ اتنا بیان فرما کر اس کے بعد کا جملہ بیان فرمانے سے پہلے ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ زمین وآسمان میں قابل حمد وثنا وہی ہے ان کی پیدائش خود اس کی بزرگی پر دلیل ہے۔ پھر صبح شام کے وقتوں کی تسبیح کا بیان جو پہلے گذرا تھا اس کے ساتھ عشاء اور ظہر کا وقت ملا لیا۔ جو پوری اندھیرے اور کامل اجالے کا وقت ہوتا ہے۔ بیشک تمام پاکیزگی اسی کو سزاوار ہے جو رات کے اندھیروں کو اور دن کے اجالوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ صبح کا ظاہر کرنے والا رات کو سکون والی بنانے والا وہی ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ |
| وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ○ |
| وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم |
| نکالے جاؤ گے۔ اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، پھر اچانک تم بشر ہو، جو پھیل رہے ہو۔ |

## مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالنے کا بیان

"يُخْرِجِ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ" كَالْإِنْسَانِ مِنَ النُّطْفَةِ وَالطَّائِرِ مِنَ الْبَيْضَةِ "وَيُخْرِجِ الْمَيِّتَ" النُّطْفَةَ وَالْبَيْضَةَ "مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ" بِالنَّبَاتِ "بَعْدَ مَوْتِهَا" أَيْ يُبْسِهَا "وَكَذٰلِكَ" الْإِخْرَاج "تُخْرَجُونَ" مِنَ الْقُبُورِ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُول

"وَمِنْ آيَاته" تَعَالَى الدَّالَّةِ عَلَى قُدْرَته "أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَاب" أَيْ : أَصْلكُمْ آدَم "ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَر" مِنْ دَم وَلَحْم "تَنْتَشِرُونَ" فِي الْأَرْض

وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے جس طرح انسان کو نطفہ سے اور پرندے کو انڈے سے نکالتا ہے۔ اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے جس طرح نطفہ اور انڈہ ہے۔ اور زمین کو اس کے مردہ یعنی خشک ہونے کے بعد نبات سے زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے۔ یہاں پر لفظ تخرجون یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور اس کی یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے جو

اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں کہ اس نے تمھیں حقیر مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمہاری اصل آدم ہیں۔ پھر اچانک تم خون اور گوشت کے بشر ہو، جو زمین میں پھیل رہے ہو۔

## حیوانات ونباتات کی افزائش نسل سے استدلال بعث کا بیان

رحم مادر میں استقرار حمل کے بعد اس مخلوط نطفہ کی تربیت حیض کے گندے اور سیاہ رنگ کے خون سے ہوتی ہے جو اس مخلوط مادہ منویہ پر حاوی ہو کر اسے منجمد اور لبوترے سے منجمد خون کی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے اور مخلوط مادہ منویہ کا وجود اس میں باقی نہیں رہتا بلکہ وہ اس میں مدغم ہو جاتا ہے۔ پھر یہی جما ہوا خون گوشت کے لوتھڑے کی شکل اختیار کرتا ہے۔ یعنی اس جمے ہوئے خون میں سختی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ پھر اسی گوشت کے لوتھڑے سے بچہ کی صورت کے نقش ونگار بننا شروع ہو جاتے ہیں۔ رحم مادر میں ایسے سات قسم کے تطورات ہوتے ہیں۔ جنہیں انسان خود بھی آلات کے ذریعہ مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ ان کا علم حاصل کر سکتا ہے۔ وہ ان چیزوں کا مشاہدہ اور علم تو حاصل کر سکتا ہے جو وقوع پذیر ہو رہی ہوتی ہیں لیکن وہ یہ نہیں جان سکتا کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوتا ہے۔

بالکل یہی صورت کسی غلے یا درخت یا پودے کے بیج کی ہوتی ہے جو دراصل مرد یا کسی بھی نر کے نطفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ زمین اس کے لئے رحم مادر کا درجہ رکھتی ہے۔ تو جس طرح مرد کے نطفہ کا کسی عورت کے رحم میں جا پڑنے سے استقرار حمل ضروری نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہر بیج میں جو زمین پر گر پڑے اس سے درخت بننا ضروری نہیں ہوتا۔ پھر جب ایسی زمین جس میں بیج پڑا ہو۔ بارش کے پانی سے سیراب ہو جاتی ہے۔ اور موسم سازگار ہوتا ہے تو یہ گویا اس بیج کے استقرار حمل کا وقت ہوتا ہے۔ پانی سے زمین کے ذرات میں حرکت پیدا ہونے لگتی ہے، وہ پھول جاتے ہیں اور زمین میں دفن شدہ بیج سے مل جاتے ہیں اور اسے اپنے اندر ڈھانپ لیتے ہیں۔ اس طرح بیج اپنا وجود ختم کر کے ایک ملغوبہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر کسی ملغوبہ سے نرم ونازک کونپل نکلتی ہے۔ زمین کے اندر بیج پر بعینہ اس قسم تطورات آتے ہیں جس طرح انسان کے نطفہ پر رحم مادر میں آتے ہیں۔ تا آنکہ یہی نرم ونازک کونپل چند دن بعد زمین کا سینہ چیر کر زمین سے باہر نکل آتی پھر زمین ہی سے اپنی خوراک حاصل کرنا شروع کر دیتی ہے۔ یہ باتیں ہم مشاہدہ تو کر سکتے ہیں لیکن یہ نہیں جان سکتے کہ کیوں اور کیسے ہوتا ہے۔

پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ مرے ہوئے انسان کے جسم کے ذرات بالآخر زمین میں پہنچ جاتے ہیں۔ خواہ کسی کی معیت زمین میں دفن کی گئی ہو۔ یا جلا دی گئی ہو یا دریا برد ہوئی ہو یا اسے درندوں نے پھاڑ کر کھایا ہو۔ بالآخر اس کے ذرات بلا واسطہ یا بالواسطہ زمین میں پہنچ جاتے ہیں اور یہی زمین انسان کی دوسری پیدائش کے لئے رحم مادر کا کام دیتی ہے۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ انسان کی ریڑھ کی ہڈی کی دم جس کا نام عجب الذنب ہے۔ اس کے ذرات کبھی فنا نہیں ہوتے، انھیں ذرات میں سے ایک ذرہ انسان کے بیج یا نطفہ کا کام دیتا ہے، لیکن یہ زمین میں اس وقت تک بیکار پڑا رہے گا جب تک اسے مناسب موسم میسر نہ آئے۔ اور اس کا مناسب موسم وہ بارش ہے جو قیام قیامت کے بعد نفخہ صور یا حشر کے دن سے پہلے اسی زمین پر برسے گی اور یہ چیز بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ پھر اس بارش کے پانی سے زمین کے ذرات پھول کر انسان کے بیج کو ڈھانپ لیں گے پھر اس ملغوبہ پر

وہی تطورات شروع ہو جائیں گے جو حیض کی صورت میں ماں کے پیٹ میں اور بیج کی صورت میں زمین کے پیٹ میں واقع ہوتے ہیں پھر معینہ مدت کے بعد تمام کے تمام انسان زمین میں سے اس طرح اگ آئیں گے جس طرح زمین کو پھاڑ کر نباتات اگ آتی ہے اور جس طرح یہ تطورات ماں کے یا زمین کے پیٹ میں طبعی طور پر واقع ہوتے ہیں جس میں انسان کا یا بیج کا اپنا عمل دخل کچھ نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہی تطورات دوسری پیدائش کی صورت میں انسان پر طبعی طور پر واقع ہوں گے۔ جس میں اس کے اپنے ارادہ واختیار کو کچھ دخل نہ ہوگا اور معینہ مدت کے بعد وہ زمین سے باہر نکل آنے پر مجبور ہوگا۔ (كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ) اور (كَذٰلِكَ الْمَخْرُوْجُ) سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تطورات بالکل ویسے ہی طبیعی طور پر واقع ہونے والے امور ہونگے جیسا کہ ماں کے یا زمین کے پیٹ میں واقع ہوتے ہیں اور یہ تو واضح بات ہے کہ یہ دوسری بار کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے لئے پہلی بار کی پیدائش سے آسان تر ہوگی۔

اس آیت میں تُخْرَجُوْنَ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ یعنی تم زمین سے نکال لئے جاؤ گے۔ اور تمہارا یہ نکالا جانا ایک اضطراری عمل ہوگا جس میں تمہاری مرضی کو کچھ عمل دخل نہ ہوگا جیسے تم جب اس دنیا میں آئے یا اس دنیا سے رخصت ہوئے تو اس میں تمہاری اپنی مرضی کا کچھ عمل دخل نہ تھا۔ اسی طرح تمہاری دوبارہ جی اٹھنا بھی ایک قہری اور اضطراری امر ہوگا۔ اس سلسلہ میں تمہاری رائے نہیں لی جائے گی۔ نہ تمہارا کچھ عمل دخل ہوگا۔ (تفسیر تیسیر القرآن)

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ |
| مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ؀ |
| اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے تا کہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور |
| اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ |

## انسانی تخلیق میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہونے کا بیان

"وَمِنْ آيَاته أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسكُمْ أَزْوَاجًا" فَخُلِقَتْ حَوَّاء مِنْ ضِلَع آدَم وَسَائِر النَّاس مِنْ نُطَف الرِّجَال وَالنِّسَاء "لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا" وَتَأْلَفُوهَا "وَجَعَلَ بَيْنكُمْ" جَمِيعًا "مَوَدَّة وَرَحْمَة إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور "لَآيَات لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" فِي صُنْع اللّٰه تَعَالَى،

اور یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور تمام لوگوں کو مردوں اور عورتوں کو نطفوں سے پیدا کیا۔ تا کہ تم ان کی طرف سکون پاؤ یعنی الفت پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی، بیشک اس مذکورہ نظام تخلیق میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اللہ کی صنعت میں غور وفکر کرتے ہیں۔

## ازدواجی زندگی کو بہ طور سکون بنانے کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کے تمام کاروبار کا خلاصہ سکون وراحت قلب ہے جس گھر میں یہ موجود ہے وہ اپنی تخلیق کے مقصد میں کامیاب ہے جہاں قلبی سکون نہ ہو اور چاہے سب کچھ ہو وہ ازدواجی زندگی کے لحاظ سے ناکام ونامراد ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ باہمی سکون قلب صرف اسی صورت سے ممکن ہے کہ مرد وعورت کے تعلق کی بنیاد شرعی نکاح اور ازدواجی پر ہو، جن ممالک اور جن لوگوں نے اس کے خلاف کی حرام صورتوں کو رواج دیا اگر تفتیش کی جائے تو ان کی زندگی کو کہیں پرسکون نہ پائیں گے، جانوروں کی طرح وقتی خواہش پوری کر لینے کا نام سکون نہیں ہوسکتا۔

حضرت معقل بن یسار کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنیوالی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

(ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 313)

منکوحہ عورت میں مذکورہ بالا دو صفتوں کو ساتھ ساتھ اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کے ہاں بچے تو بہت پیدا ہوتے ہوں مگر وہ اپنے خاوند سے محبت کم کرتی ہو تو اس صورت میں خاوند کو اس کی طرف رغبت کم ہوگی اور اگر کوئی عورت خاوند سے محبت تو بہت کرے مگر اس کے یہاں بچے زیادہ نہ ہوں تو اس صورت میں مطلوب حاصل نہیں ہوگا اور مطلوب امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے جو ظاہر ہے کہ زیادہ بچے ہونے کی صورت میں ممکن ہے اگر مسلمان عورتوں کے ہاں زیادہ بچے ہوں گے تو امت میں کثرت ہوگی جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ اور مطلوب ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نکاح سے پہلے یہ کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ کون سی عورت اپنی آئندہ زندگی میں ان اوصاف کی حامل ثابت ہوسکتی ہے تو اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ کسی خاندان و کنبہ کا عام مشاہدہ اس کی کسی عورت کے لئے ان صفتوں کا معیار بن سکتا ہے چنانچہ ان اکثر لڑکیوں میں یہ صفتیں موجود ہوسکتی ہیں جن کے خاندان وقرابت داروں میں ان صفتوں کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے عام طور پر چونکہ اقرباء کے طبعی اوصاف ایک دوسرے میں سرایت کئے ہوتے ہیں اور عادت ومزاج میں کسی خاندان وکنبہ کا ہر فرد ایک دوسرے کے ساتھ یکسانیت رکھتا ہے اس لئے کسی خاندان کی لڑکی کے بارے میں اس کے خاندان کے عام مشاہدہ کے پیش نظر ان اوصاف کا اندازہ لگا لینا کوئی مشکل نہیں ہے۔ بہرکیف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر سے بہت زیادہ محبت کرنیوالی اور بچے پیدا کرنیوالی عورت سے نکاح کرنا مستحب ہے نیز یہ کہ زیادہ بچے ہونا بہتر اور پسندیدہ ہے کیونکہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یعنی امت کی زیادتی وکثرت کا فخر حاصل ہوتا ہے ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں نکاح کرنے سے مراد یہ تعلیم دینا ہے کہ تمہاری جن بیویوں میں یہ اوصاف موجود ہوں ان کے ساتھ زوجیت کے تعلق کو ہمیشہ قائم رکھو اور اس بات کی کوشش کرو کہ آپس میں کبھی کوئی تفرقہ اور جدائی نہ ہو۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ○

اوراس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اورزمین کو پیدا کرنا اورتمھاری زبانوں اورتمھارے رنگوں کاالگ الگ ہونا ہے۔

بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔

## زبان ورنگ کے اختلاف سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاته خَلْق السَّمَوَات وَالْأَرْض وَاخْتِلَاف أَلْسِنَتِكُمْ" أَيْ لُغَاتكُمْ مِنْ عَرَبِيَّة وَعَجَمِيَّة وَغَيْرهَا "وَأَلْوَانكُمْ" مِنْ بَيَاض وَسَوَاد وَغَيْرهمَا وَأَنْتُمْ أَوْلَاد رَجُل وَاحِد وَامْرَأَة وَاحِدَة "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات" دَلَالَات عَلَى قُدْرَته تَعَالَى "لِلْعَالَمِينَ" بِفَتْحِ اللَّام وَكَسْرهَا أَيْ : ذَوِي الْعُقُول وَأُولِي الْعِلْم

اوراس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اورزمین کو پیدا کرنا اورتمھاری زبانوں یعنی عربی عجمی وغیرہ اورتمھارے رنگوں یعنی سفید وسیاہ وغیرہ کا الگ الگ ہونا ہے۔ حالانکہ تم ایک مرداورعورت کی اولاد ہو۔ بے شک اس میں جاننے والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ جواللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل ہیں۔ یہاں پر لفظ للعالمین یہ لام کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اہل علم ذوالعقول کیلئے آیا ہے۔

آسمان وزمین کی تخلیق اورانسانوں کے مختلف طبقات کی زبانیں اورلب ولہجہ کا مختلف ہونا اورمختلف طبقات کے رنگوں میں امتیاز ہونا ہے کہ بعض سفید ہیں بعض سیاہ بعض سرخ بعض زرد، اس میں آسمان وزمین کی تخلیق تو قدرت کا عظیم شاہکار ہے ہی، انسانوں کی زبانیں مختلف ہونا بھی ایک عجیب کرشمہ قدرت ہے۔ زبانوں کے اختلاف میں لغات کا اختلاف بھی داخل ہے، عربی، فارسی، ہندی، ترکی، انگریزی وغیرہ کتنی مختلف زبانیں ہیں، جومختلف خطوں میں رائج ہیں اورایک دوسرے سے بعض تو ایسی مختلف ہیں کہ کوئی باہمی ربط ومناسبت بھی معلوم نہیں ہوتی اوراس اختلاف السنہ میں لب ولہجہ کا اختلاف بھی شامل ہے کہ قدرت حق نے ہر فردانسان مرد، عورت، بچے، بوڑھے کی آواز میں ایسا امتیاز پیدا فرمایا ہے کہ ایک فرد کی آواز کسی دوسرے فرد سے ایک صنف کی آواز دوسری صنف سے پوری طرح نہیں ملتی، کچھ نہ کچھ امتیاز ضرور رہتا ہے۔ حالانکہ اس آواز کے آلات زبان، ہونٹ، تالو، حلق، سب میں مشترک اوریکساں ہیں۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ○

اوراس کی نشانیوں میں سے تمھارا دن اوررات میں سونا اورتمھارا اس کے فضل سے تلاش کرنا ہے۔

بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔

## دن رات کے اختلاف سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاته مَنَامكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَار" بِإِرَادَتِهِ رَاحَة لَكُمْ "وَابْتِغَاؤُكُمْ" بِالنَّهَارِ "مِنْ فَضْله" أَيْ

تَصَرُّفكُمْ فِي طَلَب الْمَعِيشَة بِإِرَادَتِهِ "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَات لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَدَبُّر وَاعْتِبَار

اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا دن اور رات میں سونا تا کہ تمہیں اس میں راحت ملے اور تمہارا اس کے فضل یعنی رزق سے حصہ تلاش کرنا ہے۔ یعنی تم اپنے ارادے معیشت طلب کرتے ہو۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں۔ یعنی سننے اور سمجھنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سونے کے وقت سونا اور جاگنے کے وقت تلاش معاش انسان کی فطرت بنائی گئی ہے اور ان دونوں چیزوں کا حاصل کرنا انسانی اسباب و کمالات کے تابع نہیں، بلکہ درحقیقت یہ دونوں چیزیں خالص عطاء حق ہیں۔ جیسا کہ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ بعض اوقات نیند اور آرام کے سارے بہتر سے بہتر سامان جمع ہونے کے باوجود نیند نہیں آتی، بعض اوقات ڈاکٹری گولیاں بھی نیند لانے میں فیل ہو جاتی ہیں اور جس کو مالک چاہتا ہے کھلی زمین پر دھوپ اور گرمی میں نیند عطا فرما دیتا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ |
| بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ۝ |
| اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے پانی اتارتا ہے پھر اس |
| سے زمین کو اس کی مردنی کے بعد زندہ و شاداب کر دیتا ہے، بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ |

## آسمانی بجلی و بارش سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاته يُرِيكُمْ" "أَيْ إِرَاءَتكُمْ" "الْبَرْق خَوْفًا" "لِلْمُسَافِرِ مِنْ الصَّوَاعِق" "وَطَمَعًا" "لِلْمُقِيمِ فِي الْمَطَر" "وَيُنَزِّل مِنْ السَّمَاء مَاء فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْض بَعْد مَوْتهَا" "أَيْ: يُبْسِطهَا بِأَنْ تُنْبِت" "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ" الْمَذْكُور "لَآيَات لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" يَتَدَبَّرُونَ

اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تمہیں یعنی مسافروں کو ڈرانے اور مقیم لوگوں کو بارش کی امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے بارش کا پانی اتارتا ہے پھر اس سے زمین کو اس کی مردنی کے بعد زندہ و شاداب کر دیتا ہے، یعنی اس کی خشکی کے بعد نباتات اگتی ہیں۔ بیشک اس میں یعنی مذکورہ ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ اور تدبر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت پر دلالت کرنے والی ایک اور نشانی بیان کی جارہی ہے کہ آسمانوں پر اس کے حکم سے بجلی کوندتی ہے جسے دیکھ کر کبھی تمہیں دہشت لگنے لگتی ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کڑک کسی کو ہلاک کر دے کہیں بجلی گرے وغیرہ اور کبھی تمہیں امید بندھتی ہے کہ اچھا ہوا اب بارش برسے گی پانی کی ریل پیل ہوگی ترسالی ہو جائے گی وغیرہ۔ وہی ہے جو آسمان سے پانی اتارتا ہے اور اس زمین کو جو خشک پڑی ہوئی تھی جس پر نام نشان کی کوئی ہریاول نہ تھی مثل مردے کے بیکار تھی اس بارش سے وہ زندہ کر دینے پر قادر ہے۔ اس کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ زمین و آسمان اسی کے حکم سے قائم ہیں وہ آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا اور آسمان کو تھامے

ہوئے ہے اور انہیں زوال سے بچائے ہوئے ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ○ |
| اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، پھر جب وہ تمہیں زمین سے |
| ایک ہی دفعہ پکارے گا تو اچانک تم نکل آؤ گے۔ |

## آسمانوں کا بغیر ستونوں کے قیام سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاتـه أَنْ تَقُوم السَّمَاء وَالْأَرْض بِأَمْرِهِ " بِإِرَادَتِـهِ مِنْ غَيْر عَمَد "ثُـمَّ إِذَا دَعَـاكُمْ دَعْوَة مِنْ الْأَرْض " بِـأَنْ يَـنْـفُـخ إِسْـرَافِيـل فِـي الصُّور لِلْبَعْثِ مِنْ الْقُبُور "إِذَا أَنْتُمْ تَـخْـرُجُونَ" مِـنْهَـا أَحْيَاء فَخُرُوجكُمْ مِنْهَا بِدَعْوَةٍ مِنْ آيَاته تَعَالَى،

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں، یعنی اسی کے ارادے سے بغیر کسی ستون کے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تمہیں زمین سے ایک ہی دفعہ پکارے گا یعنی جب اسرافیل قبروں سے اٹھانے کیلئے صور پھونکیں گے۔ تو اچانک تم نکل آؤ گے۔ لہٰذا تمہارا قبروں سے خروج جو بلانے کے ساتھ ہوا ہے یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی تاکیدی قسم کھانا چاہتے تو فرماتے اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین وآسمان ٹھہرے ہوئے ہیں۔ پھر قیامت کے دن وہ زمین وآسمان کو بدل دے گا مردے اپنی قبروں سے زندہ کر کے نکالے جائینگے۔ خود اللہ انہیں آواز دے گا اور یہ صرف ایک آواز پر زندہ ہو کر اپنی قبروں سے نکل کھڑے ہونگے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی حمد کرتے ہوئے اسے جواب دو گے اور یقین کر لو گے کہ تم بہت ہی کم رہے۔ اور آیت میں ہے (فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ، النازعات:13) صرف ایک ہی آواز سے ساری مخلوق میدان حشر میں جمع ہو جائے گی اور آیت میں ہے (اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ، یس:53) یعنی وہ تو صرف ایک آواز ہوگی جسے سنتے ہی سب کے سب ہمارے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ |
| اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ اور وہی ہے جو پہلی بار تخلیق کرتا ہے پھر اس کا اعادہ |
| فرمائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ |

## زمین وآسمان اور سب اسی کیلئے ہونے کا بیان

"وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض " مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا "كُلّ لَهُ قَانِتُونَ " مُطِيعُونَ "وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأ

اَلْخَلْق " لِلنَّاسِ "ثُمَّ يُعِيدهُ" بَعْد هَلَاكهمْ "وَهُوَ أَهْوَن عَلَيْهِ" مِنْ الْبَدْء بِالنَّظَرِ إلَى مَا عِنْد الْمُخَاطَبِينَ مِنْ أَنَّ إعَادَة الشَّيْء أَسْهَل مِنْ ابْتِدَائِهِ وَإِلَّا فَهُمَا عِنْد اللّه تَعَالَى سَوَاء فِي السُّهُولَة "وَلَهُ الْمَثَل الْأَعْلَى فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض " أَيْ الصِّفَة الْعُلْيَا وَهِيَ أَنَّهُ لَا إلَه إلَّا اللّه "وَهُوَ الْعَزِيز " فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي خَلْقه،

اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی فرشتے مخلوق اور غلام ہیں اسی کا ہے، سب اسی کے فرماں بردار ہیں۔ یعنی اس کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ اور وہی ہے جو پہلی بار تخلیق کرتا ہے پھر ہلاک ہو جانے کے بعد اس کا اعادہ فرمائے گا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس پر بہت آسان ہے۔ یہ جملہ مخاطبین کو سمجھانے کی غرض سے ہے ورنہ اللہ تعالی کیلئے ابتداء میں اور اعادہ میں جو تخلیق کی آسانی ہے وہ برابر ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں سب سے اونچی شان اسی کی ہے، یعنی بلند صفت اسی کی ہے کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ اپنے ملک میں غالب ہے اپنی مخلوق میں حکمت والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایاں نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔ اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے " اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 19)

| |
|---|
| ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ |
| فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ |
| اس نے تمہارے لئے تمہاری ذاتی زندگیوں سے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ کیا جو تمہاری مِلک میں ہیں اس مال میں |
| جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے شراکت دار ہیں، کہ تم اس میں برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح |
| تمہیں اپنوں کا خوف ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ |

## اہل شرک کو مثال شراکت سے سمجھانے کا بیان

"ضَرَبَ" جَعَلَ "لَكُمْ" أَيُّهَا الْمُشْرِكُونَ "مَثَلًا" كَائِنًا "مِنْ أَنْفُسكُمْ" وَهُوَ "هَلْ لَكُمْ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانكُمْ" أَيْ مِنْ مَمَالِيككُمْ "مِنْ شُرَكَاء" لَكُمْ "فِي مَا رَزَقْنَاكُمْ" مِنْ الْأَمْوَال وَغَيْرهَا "فَأَنْتُمْ"

وَهُمْ "فِيهِ سَوَاء تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنْفُسكُمْ " أَيْ أَمْثَالكُمْ مِنْ الْأَحْرَار وَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي الْمَعْنَى : لَيْسَ مَمَالِيككُمْ شُرَكَاء لَكُمْ إلَى آخِره عِنْدكُمْ فَكَيْفَ تَجْعَلُونَ بَعْض مَمَالِيك اللَّه شُرَكَاء لَهُ "كَذَلِكَ نُفَصِّل الْآيَات" نُبَيِّنهَا مِثْل ذَلِكَ التَّفْصِيل "لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" يَتَدَبَّرُونَ

اے مشرکین! اس نے تمہارے لئے تمہاری ذاتی زندگیوں سے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ کیا جو (لونڈی، غلام) تمہاری مِلک میں ہیں اس مال میں جو ہم نے تمہیں مال وغیرہ عطا کیا ہے شراکت دار ہیں، کہ تم سب اس کی ملکیت میں برابر ہو جاؤ۔ تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح تمہیں اپنوں کا خوف ہوتا ہے یعنی تمہاری مثال آزاد بندوں کی طرح ہے۔ یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے۔ لہٰذا تمہارے مملوک تمہارے ساتھ شریک نہیں ہیں۔ جو تمہارے پاس ہیں۔ تو تم بعض غلاموں کو اللہ کے ساتھ کیسے شریک ٹھہرا سکتے ہو۔ اسی طرح ہم عقل رکھنے والوں کے لئے نشانیاں کھول کر بیان کرتے ہیں۔ تا کہ وہ غور وفکر کریں۔

یعنی یہ مثال تمہارے حسب حال ہے جس سے بات باسانی تمہاری سمجھ میں آسکتی ہے۔ مثال یہ ہے کہ فرض کرو تمہارے کچھ غلام ہیں۔ کیا تم ان غلاموں میں اپنا مال ودولت تقسیم کر سکتے ہو کہ وہ تمہارے ہمسر بن جائیں۔ تم تو اس بات سے اس طرح خائف ہو جاؤ گے جیسے تم اپنے ان بھائی بندوں سے ڈرتے ہو جو تمہاری جائیداد میں پہلے سے شریک ہیں۔ اگر تم اس مشترکہ جائیداد میں کچھ تصرف کرنے لگو تو وہ تمہیں روک بھی سکتے ہیں۔ تمہارا محاسبہ بھی کر سکتے ہیں اور مشترکہ جائداد کو تقسیم کرنے کا مطالبہ بھی کر سکتے ہیں۔ اب اگر تم اپنے غلاموں کو اپنی جائیداد میں برابر کا شریک بنالو۔ تو ان کے تمہارا غلام ہونے کے باوجود تمہیں ضرور ان سے ایسے ہی خطرات لاحق ہو جائیں گے اور تم یہ کام کبھی گوارا نہ کرو گے۔ حالانکہ تمہارے یہ غلام انسانیت کے لحاظ سے تمہارے بھائی بند اور برابر درجہ کے لوگ ہیں۔ اب جو بات تم اپنے لئے گوارا نہیں کر سکتے وہ اللہ کے لئے کیسے گوارا کر لیتے ہو کہ اللہ کی مخلوق کو جو نوع کے لحاظ سے بھی اس کے مساوی نہیں بلکہ اس کی مخلوق اور مملوک ہے، اللہ کے اختیارات میں شریک قرار دے دیا جائے؟ یہ کیسی دھاندلی کی تقسیم ہے۔

| |
|---|
| بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ |
| بلکہ جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہ بغیر علم کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، پس اس شخص کو کون ہدایت |
| دے سکتا ہے جسے اللہ نے گمراہ ٹھہرا دیا ہو اور ان لوگوں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ |

## گمراہوں کیلئے کوئی مدد نہ ہونے کا بیان

"بَلْ اتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا " بِالْإِشْرَاكِ "أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْم فَمَنْ يَهْدِي مَنْ أَضَلَّ اللَّه" أَيْ لَا هَادِي لَهُ "وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ" مَانِعِينَ مِنْ عَذَاب اللَّه،

بلکہ جن لوگوں نے ظلم یعنی شرک کیا ہے وہ بغیر علم کے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں، پس اس شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ نے گمراہ ٹھہرا دیا ہو لہٰذا اس کیلئے کوئی ہدایت نہیں ہے۔ اور ان لوگوں کے لئے کوئی مددگار نہیں ہے۔ یعنی ان کو

اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

## خواہشات کو دین کے تابع کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس چیز (دین وشریعت) کی تابع نہیں ہوتیں جس کو میں (اللہ کی جانب سے لایا ہوں یہ حدیث شرح السنۃ میں روایت کی گئی ہے اور امام نووی نے اپنی "چہل حدیث" میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے جس کو ہم نے کتاب الحجۃ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 164)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کامل اس آدمی کا ہوتا ہے جو دین وشریعت کا پوری طرح پیری اور ان کی صداقت وحقانیت کا ایقان واعتقاد پورے رسوخ کے ساتھ رکھتا ہو، نیز اس کی زندگی کے ہر پہلو میں خواہ اعتقادات وعبادات ہوں یا اعمال وعادات سب میں کمال رضا ورغبت اور بخوشی دین وشریعت کارفرما ہوں اور ظاہر ہے کہ روحانی پاکیزگی ولطافت اور عرفانی عروج کا یہ مرتبہ اس آدمی کو حاصل ہوسکتا ہے جس کا قلب ودماغ خواہشات نفسانی کی تمام گندگی وثقالت سے پاک وصاف ہوکر نور الٰہی کی مقدس روشنی سے جگمگا اٹھے، چنانچہ اولیاء اللہ اور صالحین حقیقت ومعرفت کے اسی عظیم مرتبے پر فائز ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ |
| لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰـكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ |
| پس آپ اپنا رخ اللہ کی اطاعت کے لئے کامل یکسوئی کے ساتھ قائم رکھیں۔ اللہ کی فطرت ہے جس پر |
| اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے، اللہ کی پیدا کردہ میں تبدیلی نہیں ہوگی، یہ دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |
| اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ |

## دین حنیف پر استقامت اختیار کرنے کا بیان

"فَأَقِمْ" يَا مُحَمَّد "وَجْهك لِلدِّينِ حَنِيفًا" مَائِلًا إلَيْهِ : أَيْ أَخْلِصْ دِينك لِلَّهِ أَنْتَ وَمَنْ تَبِعَك "فِطْرَة اللَّه" خَلْقَتَهُ "الَّتِي فَطَرَ النَّاس عَلَيْهَا" وَهِيَ دِينه أَيْ : الْزَمُوهَا "لَا تَبْدِيل لِخَلْقِ اللَّه" لِدِينِهِ أَيْ : لَا تُبَدِّلُوهُ بِأَنْ تُشْرِكُوا "ذَلِكَ الدِّين الْقَيِّم" الْمُسْتَقِيم تَوْحِيد اللَّه "وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاس" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" تَوْحِيد اللَّه، "مُنِيبِينَ" رَاجِعِينَ "إلَيْهِ" تَعَالَى فِيمَا أَمَرَ بِهِ وَنَهَى عَنْهُ حَال مِنْ فَاعِل أَقِمْ وَمَا أُرِيد بِهِ أَيْ أَقِيمُوا "وَاتَّقُوهُ" خَافُوهُ،

یا محمد ﷺ پس آپ اپنا رخ اللہ کی اطاعت کے لئے کامل یک سُوئی کے ساتھ قائم رکھیں۔یعنی اپنے آپ کو دین کیلئے خاص کرلیں۔اللہ کی بنائی ہوئی فطرت دین ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے اسے اختیار کرلو، اللہ کی پیدا کردہ سرشت میں تبدیلی نہیں ہوگی، یعنی شرک کرکے اس میں تبدیلی نہ کرو۔یہ دین اللہ کی توحید سے مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ یعنی کفار مکہ اللہ کی توحید کو نہیں جانتے۔اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے یعنی جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن چیزوں سے منع کیا ہے یہاں پر لفظ اقم سے مراد اقیموا ہے جو منیبین سے حال ہے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور شرک کرنے والوں سے نہ ہوجاؤ۔

## دین حنیف کے دین فطرت ہونے کا بیان

حضرت ابوامامہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک لشکر میں نکلے تو دوران سفر جب ہم میں سے ایک شخص ایک ایسی غار (وادی) کے درمیان سے گزرا جس میں کچھ پانی اور سبزہ تھا تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ وہ اسی غار میں رہ جائے اور دنیا سے کنارہ کشی کرلے۔چنانچہ اس نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو! نہ تو میں دین یہودیت دے کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہوں اور نہ دین عیسائیت دے کر کہ میں تم لوگوں کو رہبانیت کی تعلیم دوں، بیجا مشقت وتکلیف میں مبتلا کروں اور لوگوں کے ساتھ رہن سہن اور لذات دنیا سے مطلقاً کنارہ کشی کی اجازت دوں بلکہ میں تو دین حنیفہ دے کر بھیجا گیا ہوں جو ایک آسان دین ہے۔

جس میں نہ تو انسانیت عامہ کے لئے بیجا تکلیف وحرج ہے اور نہ زائد از ضرورت مشقت ومحنت ہے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے دن کے صرف ابتدائی یا آخری حصے میں یعنی صبح وشام کو اللہ کی راہ جہاد میں چلے جانا دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور تم سے کسی کا میدان جنگ کی جماعت نماز کی صف میں کھڑا ہونا اس کی ساٹھ سال کی تنہا پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے۔(احمد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 963)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے (یعنی امر حق کو قبول کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں جس طرح ایک چارپایہ جانور پورا چارپایہ بچہ دیتا ہے، کیا تم اس میں کوئی کمی پاتے ہو" پھر آپ نے یہ آیت تلاوتی فرمائی (ترجمہ) یہ اللہ تعالیٰ کی اس بنائی کے موافق ہے جس پر اللہ نے آدمیوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں تغیر وتبدل نہیں ہوتا یہ دین مستحکم ہے۔(صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 87)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق فطرت پر کی ہے اور فطرت صرف امر حق یعنی ایمان واسلام کو قبول کرسکتی ہے۔لہٰذا جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔تو وہ اس فطرت پر ہوتا ہے لیکن خارجی اثر سے وہ فطرت کے تقاضوں سے دور ہوجاتا ہے اور خلاف اصول وفطرت طریقوں پر چلنے لگتا ہے یعنی اگر اس کے ماں باپ مجوسی ہوتے ہیں تو وہ بھی ان کے مذہب میں رنگ جاتا ہے۔چنانچہ مثال کے طور پر فرمایا کہ جس طرح کسی جانور کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی اصلی حالت میں پیدا ہوتا ہے اس کے اندر کسی قسم کی کوئی کمی یا کوئی

نقصان نہیں ہوتا، ہاں اگر خارجی طور پر کوئی اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا اس کے جسم میں کوئی عیب پیدا کر دے تو وہ اپنی اصلی اور تخلیقی حالت کھو دیتا ہے، اسی طرح انسان پیدا کے وقت اپنی اصلی فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا ماحول، اس کی سوسائٹی یعنی ماں باپ وغیرہ اس کے احساسات وشعور اور اس کے عقائد پر اپنے مذہب کا رنگ چڑھا کر اس کے ذہن وفکر اور قلب ودماغ کو غلط راستہ پر موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی اصلی اور تخلیقی فطرت پر قائم نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے، ہاں اگر ایسا نہیں ہوتا اور اس کے ماں باپ مسلمان ہوتے ہیں تو وہ بھی مسلمان رہتا ہے۔

| مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ |
|---|
| ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔ |

## دین کو ٹکڑے کرنے والوں کا بیان

"مِنَ الَّذِيْنَ" بَدَل بِإِعَادَةِ الْجَارِّ "فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ" بِاخْتِلَافِهِمْ فِيمَا يَعْبُدُوْنَهُ "وَكَانُوْا شِيَعًا" فِرَقًا فِي ذَلِكَ "كُلّ حِزْب" مِنْهُمْ "بِمَا لَدَيْهِمْ" عِنْدهمْ "فَرِحُوْنَ" مَسْرُوْرُوْنَ وَفِي قِرَاءَة فَارَقُوْا: أَيْ تَرَكُوْا دِيْنهمْ الَّذِي أُمِرُوْا بِهِ،

یہاں پر من الذین یہ اعادہ جار کے سبب مشرکین سے بدل ہے۔ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے معبودوں کی عبادت میں اختلاف کرتے ہوئے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ یعنی فرقے ہو گئے، ہر گروہ اسی دین پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔ یعنی مسرت رکھنے والے ہیں۔ایک قرأت میں فارقوا آیا ہے یعنی جس دین کا انہیں حکم دیا گیا تھا اس کو انہوں نے چھوڑ دیا۔

یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین فطرت اور دین حق میں تفریق پیدا کر دی، یا یہ کہ دین فطرت سے مفارق اور الگ ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے۔شیعاً شیعہ کی جمع ہے، ایسی جماعت جو کسی مقتداء کی پیرو ہو، اس کو شیعہ کہتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ دین فطرت تو توحید تھا جس کا اثر یہ ہونا چاہئے تھا کہ سب انسان اس کو اختیار کر کے ایک ہی قوم ایک ہی جماعت بنتے مگر انہوں نے اس توحید کو چھوڑا اور مختلف لوگوں کے خیالات کے تابع ہو گئی اور انسانی خیالات اور رایوں میں اختلاف ایک طبعی امر ہے، اس لئے ہر ایک نے اپنا اپنا ایک مذہب بنا لیا، عوام ان کے سبب مختلف پارٹیوں میں بٹ گئے اور شیطان نے ان کو اپنے اپنے خیالات ومعتقدات کو حق قرار دینے میں ایسا لگا دیا کہ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ، یعنی ان کی ہر پارٹی اپنے اپنے اعتقادات وخیالات پر مگن اور خوش ہے اور دوسروں کو غلطی پر بتاتی ہے حالانکہ یہ سب کے سب گمراہی کے غلط راستوں پر پڑے ہوئے ہیں۔

## جمہور مسلمان اہل سنت وجماعت کے حق ہونے پر ہونے کا بیان

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے باقی ستر دوزخی ہیں اور نصرانی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے پس ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر دوزخ میں ہوں گے۔اور مجھے

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی پس ایک فرقہ جنتی ہے جبکہ ۷۲ فرقے دوزخ میں ہوں گے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا؟ فرمایا: وہ جماعت ہے۔
(سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۷، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ نے فرمایا: کہ میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ پس اگر تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم کو لازم پکڑو۔ (سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث میں سواد اعظم سے مراد اہل سنت و جماعت ہے اور یہ حدیث اہل سنت و جماعت والوں کیلئے معیار عظمت ہے نیز اس حدیث سے اہل سنت و جماعت مراد لینا کسی دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ اہل سنت و جماعت کے سوا باقی بہتر فرقے اکٹھے کر لئے جائیں تو وہ اس کا دسواں حصہ بھی نہیں بنتے۔ امام المحدثین امام جلال الدین علیہ الرحمہ "اتمام الدرایہ" میں فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنھم اور تمام ائمہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ عقائد اور دوسرے مسائل میں بھی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ امام ابوالحسن اشعری رضی اللہ عنہ اہل سنت کے امام ہیں اور طریقت میں سید الطائفہ حضرت جنید علیہ الرحمہ امام ہیں۔ (انجاح الحاجہ، ج ۲، ص ۲۸۳، قدیمی کتب خانہ کراچی)

امام سخاوی علیہ الرحمہ نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سُنی ہونے کی)۔ (فضائل اعمال، ص ۷۶۷، مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

| |
|---|
| وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً |
| اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ ان کو اپنی |
| جانب سے رحمت سے لطف اندوز فرماتا ہے تو پھر فوراً ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ |

## تکلیف دور ہو جانے کے بعد شرک میں مبتلاء ہو جانے والوں کا بیان

"وَاِذَا مَسَّ النَّاس " أَيْ كُفَّار مَكَّة "ضُرّ" شِدَّة "دَعَوْا رَبّهمْ مُنِيبِينَ " رَاجِعِينَ "إِلَيْهِ" دُون غَيْره "ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَة" بِالْمَطَرِ،

اور جب لوگوں یعنی کفار مکہ کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتے ہیں، پھر جب وہ ان کو اپنی جانب سے رحمت یعنی بارش سے لطف اندوز فرماتا ہے تو پھر فوراً ان میں سے کچھ لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

جب انسان کو موت سامنے کھڑی نظر آتی ہے یا کوئی اور سخت مشکل پیش آتی ہے تو اس وقت وہ صرف اکیلے اللہ کو پکارتا ہے بلکہ

بعض دفعہ وہ بلا ادارہ اور بے اختیار اللہ کو پکارنے لگتا ہے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ توحید کی پکار انسان کا فطری داعیہ ہے۔ اور اس کے دل کی گہرائیوں میں توحید کی شہادت موجود ہے۔

| |
|---|
| لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰـهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۥ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ |
| سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ۝ |
| تا کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، سو فائدہ اٹھالو کہ جلد ہی جان لو گے۔ کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل اتاری |
| ہے جو ان کے حق میں شہادۃً کلام کرتی ہو جنہیں وہ اللہ کا شریک بنا رہے ہیں۔ |

## اللہ تعالی کی نعمتوں کی ناشکری کرنے والوں کا بیان

"لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ " أُرِيد بِهِ التَّهْدِيد "فَتَمَتَّعُوا فَسَوْف تَعْلَمُونَ " عَاقِبَة تَمَتُّعكُمْ فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْغِيبَة

"أَمْ" بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار "أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا" حُجَّة وَكِتَابًا "فَهُوَ يَتَكَلَّم" تَكَلُّم دَلَالَة "بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ" أَيْ يَأْمُرهُمْ بِالْإِشْرَاكِ ! لَا

تا کہ جو کچھ ہم نے انھیں دیا ہے اس کی ناشکری کریں، یہاں پر ان کی تہدید کا ارادہ کیا گیا ہے۔ سو فائدہ اٹھالو کہ جلد ہی جان لو گے۔ یہاں تمہارے انجام میں غائب کی جانب التفات ہے۔ یہاں پر اَم بہ معنی ہمزہ انکاری ہے۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل اور کتاب اتاری ہے جو ان (بتوں) کے حق میں شہادۃً یعنی بہ طور دلالت کلام کرتی ہو جنہیں وہ اللہ کا شریک بنا رہے ہیں۔ یعنی وہ انہیں شرک کا حکم دے، ایسا بالکل نہیں۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی یہ جن کو اللہ کا شریک گردانتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، یہ بلا دلیل ہے، اللہ نے اس کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ بھلا اللہ تعالیٰ شرک کے اثبات و جواز کے لئے کس طرح کوئی دلیل اتار سکتا تھا۔ جب کہ اس نے سارے پیغمبر بھیجے ہی اس لئے تھے کہ وہ شرک کی تردید اور توحید کا اثبات کریں۔ چنانچہ ہر پیغمبر نے آ کر سب سے پہلے اپنی قوم کو توحید ہی کا وعظ کیا۔

| |
|---|
| وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ۝ |
| اور جب ہم لوگوں کو رحمت سے لطف اندوز کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں، اور جب انھیں کوئی تکلیف |
| پہنچتی ہے ان (گناہوں) کے باعث جو وہ پہلے سے کر چکے ہیں تو وہ فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔ |

## کفار مکہ کا مصیبت کے وقت مایوس ہو جانے کا بیان

"وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاس " كُفَّار مَكَّة وَغَيْرهمْ "رَحْمَة" نِعْمَة "فَرِحُوا بِهَا "فَرَح بَطَر "وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَة"

شِدَّة "بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ " يَيْأَسُونَ مِنَ الرَّحْمَة وَمِنْ شَأْن الْمُؤْمِن أَنْ يَشْكُر عِنْد النِّعْمَة وَيَرْجُو رَبّه عِنْد الشِّدَّة،

اور جب ہم لوگوں یعنی کفار مکہ وغیرہ کو رحمت یعنی نعمت سے لطف اندوز کرتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں، اور اترانے لگتے ہیں۔ اور جب انھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے ان گناہوں کے باعث جو وہ پہلے سے کر چکے ہیں تو وہ فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔ یعنی رحمت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ جبکہ مؤمن کی شان یہ ہے کہ وہ نعمت کے وقت شکر ادا کرتا ہے۔ جبکہ سختی کے وقت اسی کی بارگاہ میں امید لگائے رکھتا ہے۔

اس آیت میں انسان کی ناشکری، تنگ ظرفی اور چھچھورے پن کا ذکر ہے۔ انسان کی عادت ہے کہ جب اس پر خوشحالی کے دن آتے ہیں تو پھولا نہیں سماتا۔ اس کی وضع قطع چال ڈھال اور گفتگو سے ہی اس کی نخوت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اس وقت وہ نہ اپنے خالق کو خاطر میں لاتا ہے اور نہ خلق خدا کو اور یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اسے ہی سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے جو اسے یہ عیش و آرام میسر ہے۔ پھر جب کسی وقت اس پر برے دن آ جاتے ہیں۔ تو بھی اللہ ناشکری ہی کرنے لگتا ہے اور اللہ کی رحمت سے مایوسی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔ اس کے برعکس مومن کی حالت اس کے بالکل الٹ ہوتی ہے۔ اس پر خوشحالی کے دن آئیں تو وہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور اس کے آگے پہلے سے زیادہ جھک جاتا ہے۔ اور جب سختی کے دن آئیں تو نہایت صبر و تحمل سے یہ زمانہ گزارتا ہے اور اللہ کا شکر ہر حال میں ادا کرتا ہے۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ |
| کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ |
| بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

## رزق میں وسعت و تنگی کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا " يَعْلَمُوا "أَنَّ اللَّه يَبْسُط الرِّزْق" يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَشَاء " امْتِحَانًا "وَيَقْدِر" يُضَيِّقهُ لِمَنْ يَشَاء ابْتِلَاء "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" بِهَا

، کیا انہوں نے نہیں دیکھا یعنی نہیں جانا کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے بہ طور آزمائش رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے بہ طور آزمائش تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔

یعنی ایمان و یقین والے سمجھتے ہیں کہ دنیا کی سختی نرمی اور روزی کا بڑھانا گھٹانا سب اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا جو حال آئے بندہ کو صبر و شکر سے رضا بالقضاء رہنا چاہئے۔ نعمت کے وقت شکر گزار رہے، اور ڈرتا رہے کہیں چھن نہ جائے اور سختی کے وقت صبر کرے اور امید رکھے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے سختیوں کو دور فرما دے گا۔

| |
|---|
| فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ |
| وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ |
| پس آپ قرابت دار کو اس کا حق ادا کرتے رہیں اور محتاج اور مسافر کو، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے |
| جو اللہ کی رضامندی کے طالب ہیں، اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ |

## قریبی رشتہ داروں ومساکین کو ان کا حق دینے کا بیان

"فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى" اَلْقَرَابَة "حَقَّه" مِنْ الْبِرّ وَالصِّلَة "وَالْمِسْكِين وَابْن السَّبِيل" الْمُسَافِر مِنْ الصَّدَقَة وَأُمَّة النَّبِيّ تَبَع لَهُ فِي ذَلِكَ "ذَلِكَ خَيْر لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْه اللّٰه" أَيْ ثَوَابه بِمَا يَعْمَلُونَ "وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" الْفَائِزُونَ

پس آپ قرابت دار کو بہ طور نیکی وصلہ رحمی کے اس کا حق ادا کرتے رہیں اور محتاج اور مسافر کو ان کا حق صدقہ اور نبی کریم ﷺ کی امت بھی اس حکم میں آپ ﷺ کے تابع ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضامندی کے طالب ہیں، یعنی اعمال کا ثواب چاہتے ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔

اس مضمون کی مناسبت سے آیت مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور بقول حسن بصری ہر مخاطب انسان کو جس کو اللہ نے مال میں وسعت دی ہو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جو مال اللہ نے آپ کو دیا ہے اس میں بخل نہ کرو بلکہ اس کو ان کے مصارف میں خوش دلی کے ساتھ خرچ کرو اس سے تمہارے مال اور رزق میں کمی نہیں آئے گی۔ اور اس حکم کے ساتھ اس آیت میں مال کے چند مصارف بھی بیان کر دیئے، اول ذوی القربی، دوسرے مساکین، تیسرے مسافر کہ اللہ تعالی کے عطا کئے ہوئے مال میں سے ان لوگوں کو دو اور ان پر خرچ کرو اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو اللہ نے تمہارے مال میں شامل کر دیا ہے اس لئے ان کو دینے کے وقت ان پر کوئی احسان نہ جتلاؤ کیونکہ حق والے کا حق ادا کرنا مقتضائے عدل وانصاف ہے کوئی احسان وانعام نہیں ہے۔

اور ذوی القربی سے مراد ظاہر یہ ہے کہ عام رشتہ دار ہیں، خواہ ذورحم محرم ہوں یا دوسرے (کما ہو قول الجمہور من المفسرین) اور حق سے مراد بھی عام ہے خواہ حقوق واجبہ ہوں جیسے ماں باپ، اولاد اور دوسرے ذوی الارحام کے حقوق یا محض تبرع واحسان ہو جو رشتہ داروں کے ساتھ بہ نسبت دوسروں کے بہت زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ امام تفسیر مجاہد نے فرمایا کہ جس شخص کے ذوی الارحام رشتہ دار محتاج ہوں وہ ان کو چھوڑ کر دوسروں پر صدقہ کرے تو اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور ذوی القربی کا حق صرف مالی امداد ہی نہیں ان کی خبر گیری، جسمانی خدمت اور کچھ نہ کر سکے تو کم از کم زبانی ہمدردی اور تسلی وغیرہ جیسا کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ ذوی القربی کا حق اس شخص کے لئے جس کو مالی وسعت حاصل ہو یہ ہے کہ مال سے ان کی امداد کرے اور جس کو یہ وسعت حاصل نہ ہو اس کے لئے جسمانی خدمت اور زبانی ہمدردی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ روم، بیروت)

## صدقہ اور صلہ رحمی کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے انصار میں کھجوروں کے اعتبار سے بہت زیادہ مال دار تھے اپنے مال میں انہوں سب سے زیادہ پسند اپنا باغ بیر حاء (نامی) تھا جو مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کا پانی پیتے تھے جو بہت اچھا (یعنی شیریں یا یہ کہ بلا کسی شک وشبہ کے حلال وپاک تھا) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی " نیکی (یعنی جنت) کو اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تم وہ چیز (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نیکی یعنی جنت تک نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ اپنی اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہارے نزدیک پسندیدہ ہے لہٰذا بیر حاء جو تمام مال میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے میں اسے اللہ کے واسطے صدقہ کرتا ہوں اور اس سے نیکی کی امید رکھتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ اللہ کے نزدیک میرے لئے ذخیر آخرت ہوگا۔ پس یا رسول اللہ! اسے قبول فرمایئے (اور) جہاں اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے (یعنی جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مناسب سمجھیں اسے خرچ فرمایئے) رول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شاباش! شاباش! یہ باغ نفع پہنچانے والا مال ہے جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے سن لیا ہے میرے نزدیک مناسب ہے کہ تم اس باغ کو اپنے (محتاج) اقرباء میں تقسیم کردو (تاکہ صدقہ کے ثواب کے ساتھ صلہ رحمی کا ثواب بھی مل جائے) ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے ارشاد کے مطابق ہی عمل کروں گا، چنانچہ ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس باغ کو اپنے اقرباء اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 444)

| |
|---|
| وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ |
| تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝ |
| اور جو مال تم سود پر دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال میں مل کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گا اور جو مال تم |
| زکوٰۃ میں دیتے ہو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو وہی لوگ کثرت سے بڑھانے والے ہیں۔ |

## اللہ کی رضا کیلئے خرچ کردہ مال کے سبب مال میں اضافہ ہونے کا بیان

"وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا" بِأَنْ يُعْطَى شَيْء هِبَة أَوْ هَدِيَّة لِيَطْلُب أَكْثَر مِنْهُ فَسُمِّيَ بِاسْمِ الْمَطْلُوب مِنْ الزِّيَادَة فِي الْمُعَامَلَة "لِيَرْبُوا فِي أَمْوَال النَّاس" الْمُعْطِينَ أَيْ يَزِيد "فَلَا يَرْبُوا" يَزْكُو "عِنْد اللَّه" لَا ثَوَاب فِيهِ لِلْمُعْطِينَ "وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكَاة" صَدَقَة "تُرِيدُونَ" بِهَا "وَجْه اللَّه فَأُولَئِكَ هُمْ الْمُضْعِفُونَ" ثَوَابهمْ بِمَا أَرَادُوهُ فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب

اور جو مال تم سود پر دیتے ہو یعنی کوئی چیز بہ طور ہبہ یا ہدیہ دینا تا کہ اس سے زیادہ طلب کیا جائے اور اس معاملہ میں مطلوب زیادتی ہے اسی وجہ سے اس کا نام ربو رکھا گیا ہے۔ تا کہ تمہارا اثاثہ لوگوں یعنی مال گئے لوگوں کے مال میں مل کر بڑھتا رہے تو وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھے گا اور نہ دینے والوں کو اس میں ثواب ہوگا۔ اور جو مال تم زکوٰۃ و خیرات میں دیتے ہو فقط اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو وہی لوگ اپنا مال عنداللہ کثرت سے بڑھانے والے ہیں۔ یعنی ان کا ثواب جس کا انہوں نے اس میں ارادہ کیا ہے یہاں خطاب سے التفات ہے۔

## ربٰو کے لغوی مفہوم کا بیان

لغت کے اعتبار سے رباکے معنی زیادتی بڑھوتری بلندی کے آتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو کسی مالی معاوضہ کے بغیر حاصل ہو۔

## سود لینے دینے والے کی مذمت کا بیان

حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے پر سود دینے والے پر سودی لین دین کا کاغذ لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر سب ہی پر لعنت فرمائی ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سب (اصل گناہ میں) برابر ہیں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے مختلف ہوں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 48)

سودی لین دین کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت اس لئے فرمائی کہ ایک غیر مشروع اور حرام کام میں یہ معاون ہوتے ہیں اس سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوئی کہ سود و بیاج کا تمسک لکھنا اور اس کا گواہ بننا حرام ہے۔

آج کل سود کا کاروبار عام ہے چپہ چپہ پر سودخوروں کا لین دین جاری ہے ان کے یہاں ظاہری طور پر مال و دولت کی ریل پیل نظر آتی ہے اسباب عیش و عشرت کی فراوانی ہر طرف رقصاں دیکھی جاتی ہے اسی لئے عام سطح میں لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ آج کل تو سودخوروں کو بڑی سے بڑی راحت حاصل ہے وہ کوٹھیوں بنگلوں اور عالیشان عمارتوں کے مالک ہیں نوکر چاکر اور شان و شوکت کے تمام سامان موجود ہیں اس لئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ سودخوروں کو دنیا میں بھی راحت حاصل نہیں ہوتی اور ان کا مال وزر ان کا ساتھ نہیں دیتا حالانکہ غور کیا جائے تو یہ بات بالکل واضح نظر آئے گی کہ سامان راحت اور راحت میں بڑا فرق ہے سامان راحت تو آپ کارخانوں اور فیکٹریوں اور بازاروں سے حاصل کر سکتے ہیں وہ سونے چاندی اور سکون کے عوض مل سکتا ہے لیکن جس چیز کا نام راحت ہے وہ نہ کسی فیکٹری میں بنتی ہے اور نہ کسی بازار سے دستیاب ہوتی ہے بلکہ وہ ایک ایسے روحانی اطمینان اور قلب و دماغ کے ایسے سکون کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی صورت میں براہ راست انسان کو عطا ہوتا ہے جو بعض اوقات بالکل بے سروسامان انسان اور جانوروں تک کو میسر آ جاتا ہے اور بعض اوقات ہزاروں اسباب عیش و عشرت اور سامان راحت رکھنے کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتا ایک نیند کو لے لیجئے یہ نیند کیا ہے ایک راحت وسکون کا نام ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ ایک اعلیٰ قسم کی خواب گاہ بنوالیں جس میں ہوا روشنی کا پورا انتظام ہو عمدہ قسم کے اور آرام دہ پلنگ ہوں دلفریب و دل کش گدیلے بستر اور

ملائم تکیے ہوں لیکن آپ خود بتائیے کیا ان سامانوں کے مہیا ہو جانے پر نیند کا آ جانا لازمی ہے اگر آپ کو خود اس کا تجربہ نہیں ہے تو وہ ہزاروں آدمی اس کا جواب نفی میں دیں گے جنہیں کسی عارضے کی وجہ سے نیند نہیں آتی ان کے لئے یہ سامان دھرے رہ جاتے ہیں یہاں تک کہ خواب آور دوائیاں بھی جواب دے دیتی ہیں چنانچہ نیند کے سامان تو بازار سے آ گئے لیکن نیند کسی بازار سے کسی بھی قیمت پر نہیں لائی جاسکتی اسی طرح دوسری لذتوں اور راحتوں کا حال ہے ان کے اسباب تو روپیہ پیسہ کے ذریعے حاصل ہو سکتے ہیں مگر ان راحتوں اور لذتوں کا حاصل ہونا ان اسباب کے باوجود بھی ضروری نہیں ہے یہ بات سمجھ لینے کے بعد سود خوروں کے حالات کا جائزہ لیجئے تو ان کے پاس آپ کو سب کچھ ملے گا مگر راحت اور اطمینان کا نام نہ پائیں گے وہ اپنی حرص و ہوس میں اپنی تجوریوں کو بھرنے اور اپنے ایک کروڑ کو ڈیڑھ کروڑ دو کروڑ بنانے میں ایسے مست نظر آتے ہیں کہ نہ ان کو اپنے کھانے پینے کا ہوش رہتا ہے نہ اپنی بیوی بچوں کا خیال ایمانداری سے بتائیے کیا اطمینان وراحت اسی طرح حاصل ہوتا ہے صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مال و دولت کو بڑھانے کی ادھیڑ بن میں اپنے آپ کو فنا کر دینے کا نام راحت ہے؟ کتنے بے وقوف ہیں وہ لوگ جنہوں نے اسباب راحت کا نام راحت رکھ لیا ہے اور جو حقیقی راحت ہے اس سے کوسوں دور ہیں۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآىٕكُمْ |
| مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۠ |
| اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی |
| کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ |

## خلق، رزق اور موت وحیات سے دلیل قدرت کا بیان

"اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ" مِمَّنْ أَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ "مَنْ یَفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِنْ شَیْءٍ" لَا "سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ" بِهِ

اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا کیا تمہارے شریکوں یعنی جن کو تم نے اللہ کا شریک بنایا ہے ان میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ بالکل نہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔

یعنی جب تمہارے بنائے ہوئے معبودوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے تمہیں پیدا کیا ہو یا تمہارے رزق کا ذمہ دار ہو یا تمہیں مار سکتا ہو یا تمہیں دوبارہ زندگی بخش سکتا ہو تو پھر آخر یہ ہیں کس کام کے؟ اور کس لحاظ سے تم انھیں اللہ کے شریک بناتے ہو؟ واضح رہے کہ مشرکین مکہ ان چار باتوں میں سے پہلی تین باتوں کے قائل تھے کہ جو امور اس آیت میں مذکور ہوئے ہیں۔ یہ صرف اللہ ہی کے کارنامے ہیں اور ان میں ان کے معبودوں کا کوئی حصہ نہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ
بَعْضَ الَّذِى عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ٥

خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، اس کی وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا، تا کہ وہ انھیں اس کا کچھ
مزہ چکھائے جو انھوں نے کیا ہے، تا کہ وہ باز آ جائیں۔

## قحط سالی وخشک سالی کے سبب التفات توبہ کا بیان

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ" أَيِ الْقِفَارِ بِقَحْطِ الْمَطَرِ وَقِلَّةِ النَّبَاتِ "وَالْبَحْرِ" أَيِ الْبِلَادِ الَّتِي عَلَى الْأَنْهَارِ بِقِلَّةِ مَائِهَا "بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى النَّاسِ" مِنَ الْمَعَاصِي "لِيُذِيقَهُمْ" بِالْيَاءِ وَالنُّونِ "بَعْضَ الَّذِى عَمِلُوا" أَىْ عُقُوبَتَه "لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" يَتُوبُونَ،

خشکی اور سمندر میں فساد ظاہر ہو گیا، یعنی قحط سالی اور نباتات کی قلت کے سبب اور سمندر یعنی ایسے شہر جو نہروں کے کنارے واقع ہیں وہاں پانی کی قلت کے سبب اس وجہ سے جو لوگوں کے ہاتھوں نے گناہوں سے کمایا، تا کہ وہ انھیں اس کا کچھ مزہ چکھائے یہاں پر لفظ یذیق یہ یاء اور نون کے ساتھ آیا ہے۔ جو انھوں نے کیا ہے، اسی کی سزا ہے تا کہ وہ باز آ جائیں۔ یعنی وہ توبہ کر لیں۔

## زمین کی اصلاح اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مضمر ہے

ممکن ہے بر یعنی خشکی سے مراد میدان اور جنگل ہوں اور بحر یعنی تری سے مراد شہر اور دیہات ہوں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بر کہتے ہیں خشکی کو اور بحر کہتے ہیں تری کو خشکی کے فساد سے مراد بارش کا نہ ہونا پیداوار کا نہ ہونا قحط سالیوں کا آنا۔ تری کے فساد سے مراد بارش کا رک جانا جس سے پانی کے جانور اندھے ہو جاتے ہیں۔ انسان کا قتل اور کشتیوں کا جبر چھین جھپٹ لینا یہ خشکی تری کا فساد ہے۔ بحر سے مراد جزیرے اور بر سے مراد شہر اور بستیاں ہیں۔ لیکن اول قول زیادہ ظاہر ہے اور اسی کی تائید محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضور نے ایلہ کے بادشاہ سے صلح کی اور اس کا بحر یعنی شہر اسی کے نام کر دیا پھلوں کا اناج کا نقصان دراصل انسان کے گناہوں کی وجہ سے ہے اللہ کے نافرمان زمین کے بگاڑنے والے ہیں۔ آسمان وزمین کی اصلاح اللہ کی عبادت واطاعت سے ہے۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ زمین پر ایک حد کا قائم ہونا زمین والوں کے حق میں چالیس دن کی بارش سے بہتر ہے۔ یہ اس لیے کہ حد قائم ہونے سے مجرم گناہوں سے باز رہیں گے۔ اور جب گناہ نہ ہونگے تو آسمانی اور زمینی برکتیں لوگوں کو حاصل ہونگی۔ چنانچہ آخر زمانے میں جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے اور اس پاک شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے مثلاً خنزیر کا قتل صلیب کی شکست جزیئے کا ترک یعنی اسلام کی قبولیت یا جنگ پھر جب آپ کے زمانے میں دجال اور اس کے مرید ہلاک ہو جائیں گے یاجوج ماجوج تباہ ہو جائیں گے تو زمین سے کہا جایئے گا کہ اپنی برکتیں لوٹا دے اس دن ایک انار لوگوں کی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوگا اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے چھلکے تلے یہ سب لوگ سایہ حاصل کر لیں۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے کو کفایت

کرے گا۔ یہ ساری برکتیں صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے جاری کرنے کی وجہ سے ہونگی جیسے جیسے عدل وانصاف مطابق شرع شریف بڑھے گا ویسے ویسے خیر وبرکت بڑھتی چلی جائے گی۔ اس کے برخلاف فاجر شخص کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر بندے شہر درخت اور جانور سب راحت پالیتے ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ زیاد کے زمانے میں ایک تھیلی پائی گئی جس میں کھجور کی بڑی گٹھلی جیسے گیہوں کے دانے تھے اور اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ اس زمانے میں اگتے تھے جس میں عدل وانصاف کو کام میں لایا جاتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ○ |
| آپ فرما دیجئے کہ تم زمین میں سیر وسیاحت کیا کرو پھر دیکھو پہلے لوگوں کا کیسا انجام ہوا، ان میں زیادہ تر مشرک تھے۔ |

## زمین کی سیر وسیاحت کا مقصد عبرت حاصل کرنے کا بیان

"قُلْ" لِكُفَّارِ مَكَّةَ "سِيرُوا فِي الْأَرْض فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الَّذِينَ مِنْ قَبْل كَانَ أَكْثَرهمْ مُشْرِكِينَ" فَأُهْلِكُوا بِإِشْرَاكِهِمْ وَمَسَاكِنهمْ وَمَنَازِلهمْ خَاوِيَة،

آپ کفار سے فرما دیجئے کہ تم زمین میں سیر وسیاحت کیا کرو پھر دیکھو پہلے لوگوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا، جو تم سے پہلے تھے ان میں زیادہ تر مشرک تھے۔ لہٰذا ان کو ان کے شرک کے سبب مکانوں سمیت ہلاک کر دیا گیا اور ان کے مکان گرے ہوئے پڑے ہیں۔

یعنی سابقہ اقوام کی تباہی کا اصل سبب شرک تھا۔ اب مشرکین میں سے اکثر تو ایسے ہوتے ہیں جو روز آخرت کے منکر ہوتے ہیں۔ جب کہ مشرکین مکہ کا حال تھا اور اگر ان کا آخرت پر عقیدہ ہو بھی تو پھر وہ اس عقیدہ میں کچھ ایسے اضافے کر لیتے ہیں تو عقیدہ آخرت کے اصل مقصد کو بیکار کر کے رکھ دیتے ہیں۔

| |
|---|
| فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ○ |
| پس آپ اپنا رُخ سیدھے دین کے لئے قائم رکھیئے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جسے اللہ کی طرف سے |
| نہیں پھرنا ہے۔ اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ |

## دین قیم اسلام پر استقامت اختیار کرنے کا بیان

"فَأَقِمْ وَجْهك لِلدِّينِ الْقَيِّم" دِين الْإِسْلَام "مِنْ قَبْل أَنْ يَأْتِي يَوْم لَا مَرَدّ لَهُ مِنْ اللَّه" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "يَوْمئِذٍ يَصَّدَّعُونَ" فِيهِ إدْغَام التَّاء فِي الْأَصْل فِي الصَّاد : يَتَفَرَّقُونَ بَعْد الْحِسَاب إلَى الْجَنَّة وَالنَّار

سو آپ اپنا رُخ انور سیدھے دین یعنی اسلام کے لئے قائم رکھیئے قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جسے اللہ کی طرف سے قطعاً نہیں پھرنا ہے۔ جو قیامت کا دن ہے۔ اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔ یہاں پر لفظ یصدعون کا اصل میں تاء کا صاد میں

ادغام ہے۔ یعنی وہ حساب کے بعد جنت ودوزخ کی طرف الگ الگ بکھر جائیں گے۔

## اللہ کے دین میں مستحکم ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دین پر جم جانے کی اور چستی سے اللہ کی فرمانبرداری کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ مضبوط دین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے پہلے کہ قیامت کا دن آئے۔ جب اس کے آنے کا اللہ کا حکم ہو چکے گا پھر اس حکم کو یا اس آنے والی جماعت کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس دن نیک بد علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ ایک جماعت جنت میں ایک جماعت بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ کافر اپنے کفر کے بوجھ تلے دب رہے ہونگے۔ لوگ اپنے کئے ہوئے نیک اعمال بہترین آرام دہ ذخیرے پر خوش وخرم ہونگے۔ رب انہیں ان کی نیکیوں کا اجر بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر کئی کئی گناہ کر کے دے رہا ہوگا۔ ایک ایک نیکی دس دس بلکہ سات سات سو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کر کے انہیں ملے گی۔ کفار اللہ کے دوست نہیں لیکن تاہم ان پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

| |
|---|
| مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں۔ تا کہ اللہ |
| اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ |

## کفر کرنے والے کیلئے وبال دوزخ ہونے کا بیان

"مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْره" وَبَال كُفْره وَهُوَ النَّار "وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُونَ" يُوطِئُونَ مَنَازِلهمْ فِي الْجَنَّة،

"لِيَجْزِيَ" مُتَعَلِّق بِيَصَّدَّعُونَ "الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات مِنْ فَضْله" يُثِيبهُمْ "إِنَّهُ لَا يُحِبّ الْكَافِرِينَ" أَيْ يُعَاقِبهُمْ،

جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا یعنی اس کا وبال جو جہنم ہے۔ اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لیے سامان کر رہے ہیں۔ یعنی جنت کے مکانات بن رہے ہیں۔ یہاں لفظ لیجزی یہ یصدعون کے متعلق ہے۔ تا کہ اللہ اپنے فضل سے ان لوگوں کو بدلہ دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یعنی وہ ان کو ثواب دے۔ بیشک وہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ انہیں سزا دیتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت عطاء ہونے کا بیان

ایمان والوں اور نیک لوگوں کو بھی جنت میں داخلہ کسی استحقاق کی بناء پر نہیں ملے گا بلکہ محض اللہ کے فضل یعنی اصل بدلہ سے زائد اجر کے طور پر ملے گا۔ کیونکہ دنیا میں انسان نے اگر اللہ کا شکر ادا کیا یا اس کا فرمانبردار بن کر رہا تو اس سے تو اللہ کے سابقہ احسانات کا

بدلہ پورا نہیں ہوتا اب مزید کیسا؟ یہ اجر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیں گے تو محض اس لئے کہ انہوں نے جو بھی کام کئے تھے اللہ کی رضا کی خاطر کئے تھے اور اللہ ان سے راضی ہو کر زائد بدلہ خاص اپنی مہربانی سے جنت کی صورت میں عطا کرے گا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" کسی شخص کو اس کا عمل بہشت میں نہیں لے جائے گا" صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ بھی؟ فرمایا:"ہاں میرے اعمال بھی مجھے جنت میں نہیں لے جائیں گے، الا یہ کہ اللہ اپنے فضل اور اپنی رحمت سے مجھے ڈھانپ لے"(بخاری۔کتاب المرضی)

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّ لِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ لِتَجْرِيَ |
| الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ |
| اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے اور تا کہ تمھیں اپنی کچھ رحمت چکھائے |
| اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ |

## ہواؤں کے چلنے سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاته" تَعَالَى "أَنْ يُرْسِل الرِّيَاح مُبَشِّرَات" بِمَعْنَى لِتُبَشِّركُمْ بِالْمَطَرِ "وَلِيُذِيقَكُمْ" بِهَا "مِنْ رَحْمَته" الْمَطَر وَالْخِصْب "وَلِتَجْرِيَ الْفُلْك" السُّفُن بِهَا "بِأَمْرِهِ" بِإِرَادَتِهِ "وَلِتَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا "مِنْ فَضْله" الرِّزْق بِالتِّجَارَةِ فِي الْبَحْر "وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ" هَذِهِ النِّعَم يَا أَهْل مَكَّة فَتُوَحِّدُوهُ

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے تا کہ وہ تمہیں بارش کی خوشخبری دیں اور تا کہ تمھیں اپنی کچھ رحمت یعنی بارش اور خوشحالی چکھائے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں یعنی اس کے ارادے سے چلیں۔ اور تا کہ تم اس کا کچھ فضل یعنی سمندری تجارت کے ذریعے رزق تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اے اہل مکہ یہ نعمتیں ہیں لہٰذا تم اس کی توحید کا اقرار کرو۔

قرآن میں جہاں بھی ارسال الریاح کے الفاظ مذکور ہوں (یعنی ریح کا لفظ جمع کے صیغہ میں ہو) تو اس سے مراد خوشگوار ہوائیں ہوتی ہیں اس آیت میں دو قسم کی خوشگوار ہواؤں اور ان کے فوائد کا ذکر کیا۔ ایک باران رحمت سے پہلے دلوں کو فرحت بخشنے والی اور بارش کی بشارت دینے والی ہوائیں، جس سے زمین سیراب ہوتی ہے۔ اور اس بارش میں طرح طرح کے فائدے ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ موافق ہوائیں جو کشتیوں اور جہازوں کے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ پہلے زمانہ میں تو رواج ہی بادبانی کشتیوں کا تھا جن کے چلنے کا زیادہ تر انحصار باد موافق پر ہی ہوتا ہے۔ آج دخانی کشتیوں اور جہازوں کا دور ہے۔ پھر بھی باد موافق اور باد مخالف کا دن دخانی کشتیوں اور جہازوں پر خاصا اثر پڑتا ہے یہ کشتیاں جو باد موافق کے سہارے چلتی ہیں ان میں تم سفر ہی نہیں کرتے بلکہ اپنا تجارتی سامان بھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں لے جا کر خوب نفع کماتے ہو۔ یہ

ہوائیں تو اللہ ہی بھیجتا ہے۔ پھر کیا تم اس کی اس نعمت کا شکر بھی ادا کرتے ہو" اللہ کی ان مہربانیوں کا تقاضا تو یہی ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ |
| اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور درحقیقت ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے |
| پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لے لیا، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر تھا۔ |

## رسولان گرامی کی تکذیب کے سبب اقوام کی ہلاکتوں کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْحُجَجِ الْوَاضِحَات عَلَى صِدْقِهِمْ فِي رِسَالَتِهِمْ إِلَيْهِمْ فَكَذَّبُوهُمْ "فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا" أَهْلَكْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوهُمْ "وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْر الْمُؤْمِنِينَ" عَلَى الْكَافِرِينَ بِإِهْلَاكِهِمْ وَإِنْجَاء الْمُؤْمِنِينَ،

اور درحقیقت ہم نے آپ سے پہلے رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا اور وہ ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے یعنی ان کی رسالت کی صداقت پر واضح دلائل تھے۔ پس انہوں نے تکذیب کی پھر ہم نے تکذیب کرنے والے مجرموں سے بدلہ لے لیا، یعنی ان کی تکذیب کے سبب انہیں ہلاک کر دیا۔ اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ کرم پر تھا اور ہے۔ یعنی کفار کی ہلاکت اور اہل ایمان کی نجات یہ ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔

## اہل ایمان کیلئے کفار کی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس طرح ہم نے آپ کو رسول بنا کر آپ کی قوم کی طرف بھیجا اسی طرح آپ سے پہلے بھی رسول ان کی قوموں کی طرف بھیجے، ان کے ساتھ دلائل اور معجزات بھی تھے، لیکن قوموں نے ان کی تکذیب کی، ان پر ایمان نہیں لائے بالآخر ان کے اس جرم تکذیب اور ارتکاب معصیت پر ہم نے انھیں اپنی سزا کا نشانہ بنایا اور اہل ایمان کی تائید و نصرت کی جو ہم پر لازم ہے یہ گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کفار و مشرکین کی روش تکذیب سے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہر نبی کے ساتھ اس کی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے۔ نیز کفار کو تنبیہ ہے کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کا حشر بھی وہی ہوگا جو گذشتہ قوموں کا ہو چکا ہے۔ کیونکہ اللہ کی مدد تو بالآخر مومنوں ہی کو حاصل ہوگی، جس میں پیغمبر اور اس پر ایمان لانے والے سب شامل ہیں۔ حقا کان کی خبر ہے جو مقدم ہے نصر المومنین اس کا اسم ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ۝

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر وہ اس کو فضائے آسمانی میں جس طرح چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے پھر اسے ٹکڑے کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے درمیان سے نکلتی ہے، پھر جب اس کو اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان پر بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ لوگ مایوس ہو رہے تھے۔

## ہواؤں، بادلوں اور بارش سے دلائل قدرت کا بیان

"اللّٰهُ الَّذِی یُرْسِلُ الرِّیَاحَ فَتُثِیرُ سَحَابًا" تُزْعِجهُ "فَیَبْسُطهُ فِی السَّمَاء كَیْفَ یَشَاء" مِنْ قِلَّة وَكَثْرَة "وَیَجْعَلهُ كِسَفًا" بِفَتْحِ السِّین وَسُكُونهَا قِطَعًا مُتَفَرِّقَة "فَتَرَى الْوَدْق" الْمَطَر "یَخْرُج مِنْ خِلَاله" أَیْ وَسَطه "فَإِذَا أَصَابَ بِهِ" بِالْوَدْقِ "مَنْ یَشَاء مِنْ عِبَاده إِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُونَ" یَفْرَحُونَ بِالْمَطَرِ، "وَإِنْ" وَقَدْ "كَانُوا مِنْ قَبْل أَنْ یُنَزَّل عَلَیْهِمْ مِنْ قَبْله" تَأْكِید "لَمُبْلِسِینَ" آیِسِینَ مِنْ إنْزَاله،

اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں پھر وہ اس بادل کو فضائے آسمانی میں جس طرح چاہتا ہے قلت وکثرت میں پھیلا دیتا ہے پھر اسے متفرق ٹکڑے کر کے تہ بہ تہ کر دیتا ہے، یہاں لفظ کسفا سین کے فتحہ اور اس کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے جس کا معنی ٹکڑا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے درمیان سے نکلتی ہے، یعنی اس کے وسط سے نکلتی ہے۔ پھر جب اس بارش کو اپنے بندوں میں سے جنہیں چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے تو وہ اس بارش کی وجہ سے فوراً خوش ہو جاتے ہیں۔

اگرچہ ان پر بارش کے اتارے جانے سے پہلے وہ لوگ مایوس ہو رہے تھے۔ یعنی بارش کے نازل ہونے سے مایوس ہو رہے تھے۔ یہ تاکید ہے۔

## ہواؤں کو بارشوں کا سبب بنانے کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں یا تو سمندر پر سے یا جس طرح اور جہاں سے اللہ کا حکم ہو۔ پھر رب العالمین ابر کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے اسے بڑھا دیتا ہے تھوڑے کو زیادہ کر دیتا ہے تم نے اکثر دیکھا ہوگا کہ بالشت دو بالشت کا ابر اٹھا پھر جو وہ پھیلا تو آسمان کے کنارے ڈھانپ لئے۔ اور کبھی یہ بھی دیکھا ہوگا کہ سمندروں سے پانی کے بھرے ابر اٹھتے ہیں۔ اسی مضمون کو آیت (وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ، الاعراف:57) میں بیان فرمایا ہے پھر اسے ٹکڑے ٹکڑے اور تہہ بتہہ کر دیتا ہے۔ وہ پانی سے سیاہ ہو جاتے ہیں۔ زمین کے قریب ہو جاتے ہیں۔ پھر بارش ان بادلوں کے

درمیان سے برسنے لگتی ہے جہاں برسی وہیں کے لوگوں کی باچھیں کھل گئیں۔

پھر فرماتا ہے یہی لوگ بارش سے ناامید ہو چکے تھے اور پوری ناامیدی کے وقت بلکہ ناامیدی کے بعد ان پر بارشیں برسیں اور جل تھل ہو گئے۔ دو دفعہ من قبل کا لفظ لانا تاکید کے لئے ہے۔ ہ کی ضمیر کا مرجع انزال ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ تاسیسی دلالت ہو یعنی بارش ہونے سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے یہ اس کے محتاج تھے اور وہ حاجت پوری ہو اس سے پہلے وقت کے ختم ہو جانے کے قریب بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہ مایوس ہو چکے تھے۔ پھر اس ناامیدی کے بعد دفعۃً ابر اٹھتا ہے اور برس جاتا ہے اور ریل پیل کر دیتا ہے۔ اور ان کی خشک زمین تر ہو جاتی ہے قحط سالی تر سالی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو زمین صاف چٹیل میدان تھی یا ہر طرف ہریاول دکھائی دینے لگتی ہے۔ دیکھ لو کہ پروردگار عالم بارش سے کس طرح مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے یاد رکھو جس رب کی یہ قدرت تم دیکھ رہے ہو وہ ایک دن مردوں کو ان قبروں سے بھی نکالنے والا ہے حالانکہ ان کے جسم گل سڑ گئے ہونگے۔ سمجھ لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر فرماتا ہے اگر ہم بادتند چلائیں اگر آندھیاں آ جائیں اور ان کی لہلاتی ہوئی کھیتیاں پژمردہ ہو جائیں تو وہ پھر سے کفر کرنے لگ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ |
| لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| پس آپ اللہ کی رحمت کے اثرات کی طرف دیکھئے کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی مردنی کے بعد زندہ فرما دیتا ہے، |
| بیشک وہ مردوں کو ضرور زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ |

## زمین کی حیات سے مردوں کو زندہ کرنے پر استدلال کا بیان

"فَانْظُرْ إِلَى آثَارِ" وَفِي قِرَاءَة أَثَر "رَحْمَة اللّه" أَيْ نِعْمَته بِالْمَطَرِ "كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْض بَعْد مَوْتهَا" أَيْ يُبْسهَا بِأَنْ تُنْبِت،

پس آپ اللہ کی رحمت یعنی نعمت بارش کے اثرات کی طرف دیکھئے، ایک قرأت کے مطابق اُثر ہے۔ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کی مردنی کے بعد زندہ فرما دیتا ہے، کہ وہ نباتات اگاتی ہے۔ بیشک وہ مردوں کو ضرور زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔

یعنی چند گھنٹے پہلے ہر طرف خاک اڑ رہی تھی اور زمین خشک، بیرونق اور مردہ پڑی تھی ناگہاں اللہ کی مہربانی سے زندہ ہو کر لہلہانے لگی۔ بارش نے اس کی پوشیدہ قوتوں کو کتنی جلد ابھار دیا۔ یہ ہی حال روحانی بارش کا سمجھو، اس سے مردہ دلوں میں جان پڑ یگی اور خدا کی زمین "ظہر الفساد فی البر والبحر" والی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو جائیگی۔ ہر طرف رحمت الٰہی کے نشان اور دین کے آثار نظر آئینگے جو قابلیت مدت سے مٹی میں مل رہی تھیں، باران رحمت کا ایک چھینٹا ان کو ابھار کر نمایاں کر دیگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے بعثت

محمدی ﷺ کے ذریعہ سے یہ جلوہ دنیا کو دکھلا دیا۔

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ۝ |
| اور یقیناً اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں، پھر وہ اس کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو یقیناً اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ |

## کھیتوں کے زرد ہونے پر نعمتوں کی ناشکری کرنے کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام الْقَسَم "أَرْسَلْنَا رِيحًا" مُضِرَّة عَلَى نَبَات "فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا لَظَلُّوا" صَارُوا جَوَاب الْقَسَم "مِنْ بَعْده" أَيْ بَعْد اصْفِرَاره "يَكْفُرُونَ" يَجْحَدُونَ النِّعْمَة بِالْمَطَرِ،

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور یقیناً اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں، جو نباتات پر نقصان دہ ہو پھر وہ اس کھیتی کو زرد پڑی ہوئی دیکھیں تو یقیناً اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ یہ جواب قسم ہے یعنی کھیتی زرد ہو جانے کے بعد وہ بارش والی نعمت کا انکار کر دیتے ہیں۔

یعنی کھیتی زرد ہونے کے بعد ناشکری کرنے لگیں اور پہلی نعمت سے بھی مُکر جائیں۔ معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب انھیں رحمت پہنچتی ہے رزق ملتا ہے خوش ہو جاتے ہیں اور جب کوئی سختی آتی ہے کھیتی خراب ہوتی ہے تو پہلی نعمتوں سے بھی مُکر جاتے ہیں، چاہئے تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے اور جب نعمت پہنچتی شکر بجالاتے اور جب بَلا آتی صبر کرتے اور دعاء واستغفار میں مشغول ہوتے۔ اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی فرماتا ہے کہ آپ ان لوگوں کی محرومی اور ان کے ایمان نہ لانے پر رنجیدہ نہ ہوں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ روم، لاہور)

| |
|---|
| فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ۝ |
| پس بیشک آپ نہ تو ان مردوں (یعنی حیاتِ ایمانی سے محروم کافروں) کو اپنی پکار سناتے ہیں اور نہ ہی بہروں کو، |
| جب کہ وہ پیٹھ پھیرے جارہے ہوں۔ |

## کفار کا حق کو نہ سن سکنے کا بیان

"فَإِنَّك لَا تُسْمِع الْمَوْتَى وَلَا تُسْمِع الصُّمّ الدُّعَاء إِذَا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة بَيْنهَا وَبَيْن الْيَاء

پس بیشک آپ نہ تو ان مردوں (یعنی حیاتِ ایمانی سے محروم کافروں) کو اپنی پکار سناتے ہیں یہاں پر اذا میں دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ جبکہ ان کے درمیان یاء کو داخل کیا جائے۔ اور نہ ہی (صدائے حق کی سماعت سے محروم) بہروں کو، جب کہ وہ (آپ ہی سے) پیٹھ پھیرے جارہے ہوں۔

## کفار کے اندھا، بہرہ اور نابینا ہونے کا بیان

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟ پھر فرمایا اے مشرکو! تمہارے رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا بے شک تم نے وہ پالیا پھر فرمایا یہ لوگ اس وقت میرا کہنا سن رہے ہیں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے بیان کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا تھا کہ اب معلوم ہو گیا جو میں ان سے کہتا تھا وہ سچ تھا پھر انہوں نے سورت نمل کی یہ آیت پڑھی (اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ، النمل) آخر تک یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو نہیں سنا سکتے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1210)

مُردوں سے مراد یہاں کفار ہیں جن کے دل مردہ ہیں چنانچہ اسی آیت میں ان کے مقابل اہل ایمان کا ذکر فرمایا۔ (اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ، الروم:53) جو لوگ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرتے ہیں ان کا استدلال غلط ہے چونکہ یہاں مردہ کفار کو فرمایا گیا اور ان سے بھی مطلقاً ہر کلام کے سننے کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ پند و موعظت اور کلام ہدایت کے بسمع قبول سننے کی نفی ہے اور مراد یہ ہے کہ کافر مردہ دل ہیں کہ نصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت کے معنی یہ بتانا کہ مردے نہیں سنتے بالکل غلط ہے صحیح احادیث سے مردوں کا سننا ثابت ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نمل، لاہور)

حضرت عبداللہ بن عمر جو سماع اموات کے قائل ہیں ان کا یہ قول بھی ایک صحیح حدیث کی بنا پر ہے جو حضرت عبداللہ بن عمر سے اسناد صحیح کے ساتھ منقول ہے وہ یہ ہے۔

ما من احد یمر بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیلسم علیه الا رد الله علیه روحه حتی یرد علیه السلام (ذکره ابن کثیر فی تفسیره مصححا عن ابن عمر)

جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور وہ اس کو سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی روح اس میں واپس بھیج دیتے ہیں تاکہ وہ سلام کا جواب دے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝ |
| اور نہ ہی آپ اندھوں کو گمراہی سے راہِ ہدایت پر لانے والے ہیں، آپ تو صرف انہی لوگوں کو سناتے ہیں |
| جو ہماری آیتوں پر ایمان لے آتے ہیں، سو وہی مسلمان ہیں۔ |

## محروم بصیرت کفار کیلئے ہدایت نہ ہونے کا بیان

"وَمَا أَنْتَ بِهَادِي الْعُمْي عَنْ ضَلَالَتهمْ إنْ" مَا "تُسْمِع" سَمَاع إفْهَام وَقَبُول "إلَّا مَنْ يُؤْمِن بِآيَاتِنَا"

الْقُرْآن "فَهُمْ مُسْلِمُونَ" مُخْلِصُونَ بِتَوْحِيدِ اللّٰه

اور نہ ہی آپ ان اندھوں کو (جو محروم بصیرت ہیں) گمراہی سے راہ ہدایت پر لانے والے ہیں، کیونکہ وہ سمجھنے اور قبول کرنے سے عاجز ہیں۔ آپ تو صرف انہی لوگوں کو (فہم اور قبولیت کی توفیق کے ساتھ) سناتے ہیں جو ہماری آیتوں یعنی قرآن پر ایمان لے آتے ہیں، پس وہی مسلمان ہیں۔ یعنی اللہ کی توحید کے ساتھ مخلص ہیں۔

یہاں اندھوں سے بھی دل کے اندھے مراد ہیں۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے مگر یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہاں مردوں سے مراد کفار ہیں جو دنیوی زندگی تو رکھتے ہیں مگر پندو موعظت سے منتفع نہیں ہوتے اس لئے انھیں اموات سے تشبیہ دی گئی جو دار العمل سے گزر گئے اور وہ پند و نصیحت سے منتفع نہیں ہو سکتے لہٰذا آیت سے مردوں کے نہ سننے پر سندلانا درست نہیں اور بکثرت احادیث سے مردوں کا سننا اور اپنی قبروں پر زیارت کے لئے آنے والوں کو پہچاننا ثابت ہے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ روم، لاہور)

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ |
| ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ○ |
| اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور چیز سے پیدا فرمایا پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت کو پیدا کیا، پھر اس نے قوت کے بعد |
| کمزوری اور بڑھاپا پیدا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور وہ خوب جاننے والا، بڑی قدرت والا ہے۔ |

## انسانی زندگی میں مختلف احوال سے استدلال قدرت کا بیان

"اللّٰه الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْف " مَاء مَهِين "ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْد ضَعْف " آخَر وَهُوَ ضَعْف الطُّفُولَة "قُوَّة" أَيْ قُوَّة الشَّبَاب "ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْد قُوَّة ضَعْفًا وَشَيْبَة" ضَعْف الْكِبَر وَشَيْب الْهَرَم وَالضُّعْف فِي الثَّلَاثَة بِضَمِّ أَوَّله وَفَتْحه "يَخْلُق مَا يَشَاء " مِنْ الضُّعْف وَالْقُوَّة وَالشَّبَاب وَالشَّيْبَة "وَهُوَ الْعَلِيم" بِتَدْبِيرِ خَلْقه "الْقَدِير" عَلَى مَا يَشَاء،

اللہ ہی ہے جس نے تمہیں کمزور چیز یعنی حقیر پانی سے پیدا فرمایا پھر اس نے کمزوری یعنی طفلیت کے بعد قوت یعنی توانائی کو پیدا کیا، پھر اس نے قوت یعنی جوانی کے بعد کمزوری یعنی ضعف اور بڑھاپا پیدا کر دیا، یعنی جوانی سے بڑھاپے کی طرف لے آیا یہاں پر لفظ ضعف تینوں احوال میں پہلے حرف کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے وہ جو چاہتا ہے یعنی ضعف، قوت، جوانی اور بڑھاپا پیدا فرماتا ہے اور وہ اپنی مخلوق کی تدبیر کو خوب جاننے والا، جس پر چاہتا ہے بڑی قدرت والا ہے۔

یہاں پر انسان کو یہی سبق دیا گیا کہ اپنی اصل بنیاد کو دیکھ کس قدر ضعیف بلکہ عین ضعف ہے کہ ایک قطرہ بے جان، بے شعور،

ناپاک، گھناؤنی چیز ہے۔ اس میں غور کر کہ کس کی قدرت وحکمت نے اس گھناؤنے قطرہ کو ایک خون منجمد کی صورت میں پھر خون کو گوشت کی صورت میں پھر اس گوشت کے اندر ہڈیاں پیوست کرنے میں تبدیلیاں کیں۔ پھر اس کے اعضاء وجوارح کی نازک نازک مشینیں بنائیں کہ یہ ایک چھوٹا سا وجود ایک چلتی پھرتی فیکٹری بن گیا، جس میں سینکڑوں عجیب وغریب خودکار مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ اور زیادہ غور سے کام لو تو ایک فیکٹری نہیں بلکہ ایک عالم اصغر ہے کہ پورے جہان کے نمونے اس کے وجود میں شامل ہیں۔ اس کی تخلیق وتکوین بھی کسی بڑے ورکشاپ میں نہیں، بلکہ بطن مادر کی تین اندھیریوں میں ہوئی اور نو مہینیا سی تنگ وتاریک جگہ میں بطن مادر کے خون اور آلائشوں سے غذا پاتے ہوئے حضرت انسان کا وجود تیار ہوا۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَالَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ○ |
| اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ |

## قیامت کے دن کفار کا دنیا میں ٹھہرنے سے متعلق قسم اٹھانے کا بیان

"وَيَوْم تَقُوم السَّاعَة يُقْسِم" يَحْلِف "الْمُجْرِمُونَ" الْكَافِرُونَ "مَا لَبِثُوا" فِي الْقُبُور "كَذٰلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ" يُصْرَفُونَ عَنْ الْحَقّ : الْبَعْث كَمَا صُرِفُوا عَنْ الْحَقّ الصِّدْق فِي مُدَّة اللُّبْث،

اور جس دن قیامت قائم ہوگی مجرم یعنی کفار قسمیں یعنی حلف کھائیں گے کہ وہ ایک گھڑی کے سوا قبروں میں نہیں ٹھہرے۔ اسی طرح وہ بہکائے جاتے تھے۔ یعنی حق سے پھرنے والے تھے۔ یعنی جس طرح حق سے پھرنے والے ہیں اسی طرح دوبارہ زندہ ہونے سے پھریں گے اور جس طرح وہ اس میں ٹھہرنے کی مدت کی سچائی سے پھر رہے ہیں۔

یعنی ایسے ہی دنیا میں غلط اور باطل باتوں پر جمتے اور حق سے پھرتے تھے اور بعث کا انکار کرتے تھے جیسے کہ اب قبر یا دنیا میں ٹھہرنے کی مدت کو قسم کھا کر ایک گھڑی بتا رہے ہیں ان کی اس قسم سے اللہ تعالیٰ انھیں تمام اہل محشر کے سامنے رسوا کرے گا اور سب دیکھیں گے کہ ایسے مجمع عام میں قسم کھا کر ایسا صریح جھوٹ بول رہے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ روم، لاہور)

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ز |
| فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور وہ لوگ جنھیں علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک |
| ٹھہرے رہے، سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے اور لیکن تم نہیں جانتے تھے۔ |

## علم وایمان والوں کا دنیا میں ٹھہرنے پر گواہی کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَان" مِنَ الْمَلَائِكَة وَغَيْرهم "لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِي كِتَاب اللَّه" فِيمَا كَتَبَهُ فِي سَابِق عِلْمه "إِلَى يَوْم الْبَعْث فَهَذَا يَوْم الْبَعْث" الَّذِي أَنْكَرْتُمُوهُ "وَلَكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" وُقُوعه

اور وہ لوگ جنھیں یعنی فرشتے وغیرہ علم اور ایمان دیا گیا کہیں گے کہ بلاشبہ یقیناً تم اللہ کی کتاب میں اٹھائے جانے کے دن تک ٹھہرے رہے، جو اس کی کتب میں لکھا ہوا ہے۔ اور بعث سو یہ اٹھائے جانے کا دن ہے جس کا تم نے انکار کیا اور لیکن تم اس کے وقوع کو نہیں جانتے تھے۔

یعنی مومنین اور ملائکہ اس وقت ان کی تردید کرینگے کہ تم جھوٹ بکتے ہو یا دھوکہ میں پڑے ہو جو کہتے ہو کہ قبر میں یا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرنا نہیں ہوا۔ تم ٹھیک اللہ کے علم اور اس کی خبر اور لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق قیامت کے دن تک ٹھہرے، ایک منٹ کی بھی کمی نہیں ہوئی۔ آج عین وعدہ کے موافق وہ دن آ پہنچا۔ اب وہ دیکھ لو جسے تم جانتے اور مانتے نہ تھے۔ اگر پہلے سے اس دن کا یقین کرتے تو تیار ہو کر آتے اور یہاں کی مسرتیں دیکھ کر کہتے کہ اس دن کے آنے میں بہت دیر لگی۔ بڑے انتظار واشتیاق کے بعد آیا۔ جیسا کہ مومنین سمجھتے ہیں۔

| |
|---|
| فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ |
| تو اس دن ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا ان کا عذر کرنا فائدہ نہ دے گا اور نہ انھیں معافی مانگنے کا موقع دیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن توبہ ومعافی مانگنے کا موقع نہ ملنے کا بیان

"فَيَوْمَئِذٍ لَا يَنْفَع" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "الَّذِينَ ظَلَمُوا مَعْذِرَتهمْ" فِي إِنْكَارهمْ لَهُ "وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ" لَا يُطْلَب مِنْهُمْ الْعُتْبَى : أَيْ الرُّجُوع إِلَى مَا يُرْضِي اللَّه

یہاں پر لفظ ینفع یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ تو اس دن ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا تھا ان کا عذر کرنا یعنی ان کا انکار کرنا فائدہ نہ دے گا اور نہ انھیں معافی مانگنے کا موقع دیا جائے گا۔ نہ ان سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا یعنی وہ رجوع کر کے اللہ کو راضی کرلیں۔

قیامت کا دن دنیا میں کیئے ہوئے اعمال کے بدلہ کا دن ہوگا، عذر معذرت کا دن نہیں ہوگا۔ دنیا میں تو انھیں کہا جاتا تھا کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو۔ توبہ استغفار کرلو اور اپنے پروردگار کو راضی اور خوش کرلو۔ لیکن اس دن ان ظالموں کو یہ بات بھی کوئی نہ کہے گا۔ کیونکہ عذر معذرت اور توبہ تائب کا وقت صرف دنیا میں ہے اور موت تک ہے۔

| |
|---|
| وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ |
| كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ○ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |

بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی لائیں یہ کافر تو یہی کہیں گے کہ تم بالکل جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر لگا دیتا ہے۔

## قرآن میں کل مثالوں کو بیان کر دینے کا بیان

"وَلَقَدْ ضَرَبْنَا" جَعَلْنَا "لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآن مِنْ كُلّ مَثَل" تَنْبِيهًا لَهُمْ "وَلَئِنْ" لَام قَسَم "جِئْتهمْ" يَا مُحَمَّد "بِآيَةٍ" مِثْل الْعَصَا وَالْيَد لِمُوسَى "لَيَقُولَنَّ" حُذِفَ مِنْهُ نُون الرَّفْع لِتَوَالِي النُّونَات وَالْوَاو ضَمِير الْجَمْع لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "الَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْهُمْ "إنْ" مَا "أَنْتُمْ" أَيْ مُحَمَّد وَأَصْحَابه "إلَّا مُبْطِلُونَ" أَصْحَاب أَبَاطِيل، "كَذَلِكَ يَطْبَع اللَّه عَلَى قُلُوب الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" التَّوْحِيد كَمَا طَبَعَ عَلَى قُلُوب هَؤُلَاءِ،

بیشک ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے سامنے کل مثالیں بیان کر دی ہیں تا کہ ان کو انتباہ کر دیں اور یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ یا محمد ﷺ آپ ان کے پاس کوئی بھی نشانی جیسے عصائے موسیٰ علیہ السلام اور ید بیضاء لائیں یہ کافر تو یہی کہیں گے، یہاں پر لفظ لیقولن نون رفع کو مسلسل نونات کے سبب حذف کیا گیا اور واؤ ضمیر جمع کو بھی التقائے ساکنین کے سبب حذف کیا گیا ہے۔ کہ تم یعنی یا محمد ﷺ آپ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم بالکل جھوٹے ہیں۔ یہاں پر لفظ مبطلون سے اصحاب باطل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو توحید کی سمجھ نہیں رکھتے یوں ہی مہر لگا دیتا ہے۔ جیسے ان لوگوں کے دلوں پر مہریں لگا دیں۔

## معجزات اور قرآن کے ذریعے کفار پر اتمام حجت کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ حق کو ہم نے اس کلام پاک میں پوری طرح واضح کر دیا ہے اور مثالیں دے دے کر سمجھا دیا ہے کہ لوگوں پر حق کھل جائے اور اس کی تابعداری میں لگ جائیں۔ انکے پاس تو کوئی بھی معجزہ آ جائے کیسا ہی نشان حق دیکھ لیں لیکن یہ جھٹ سے بلا غور علی الفور کہیں گے کہ یہ جادو ہے باطل ہے جھوٹ ہے۔ دیکھئے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ خود قرآن کریم کی آیت (اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ، یونس:96) میں ہے کہ جن پر تیرے رب کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے گو ان کے پاس تمام نشانیاں آ جائیں یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب کا معائنہ کر لیں۔ پس یہاں بھی فرماتا ہے کہ بے علم لوگوں کے دلوں پر اسی طرح اللہ کی مہر لگ جاتی ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر کیجئے ان کی مخالفت اور دشمنی پر درگزر کئے چلے جایئے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ ضرور تمہیں ایک دن ان پر غالب کرے گا اور تمہاری امداد فرمائے گا۔ اور دنیا اور آخرت میں تجھے اور تیرے تابعداروں کو مخالفین پر غلبہ دے گا۔ تمہیں چاہیے کہ اپنے کام پر لگے رہو حق پر جم جاؤ اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ ہٹو اسی میں ساری ہدایت ہے باقی سب باطل کے ڈھیر ہیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں تھے کہ ایک خارجی نے آپ کا نام لے کر زور سے اس آیت کی تلاوت کی۔ ( وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَاِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ، الزمر:65)

آپ نے خاموشی سے اس آیت کو سنا سمجھا اور نماز ہی میں اس کے جواب میں آیت ( فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ،-30الروم:60) تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر ابن ابی حاتم رازی، سورہ روم، بیروت)

| |
|---|
| فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ○ |
| پس آپ صبر فرمائیں کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور کہیں بے یقین لوگ آپ کو پھسلا نہ دیں۔ |

## صبر اپنانے والوں کیلئے اللہ کی مدد آنے کا بیان

"فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْد اللّٰه" بِنَصْرِك عَلَيْهِمْ "حَقّ وَلَا يَسْتَخِفَّنك الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ " بِالْبَعْثِ : أَيْ لَا يَحْمِلَنك عَلَى الْخِفَّة وَالطَّيْش بِتَرْكِ الصَّبْر : أَيْ لَا تَتْرُكهُ،

پس آپ صبر فرمائیں کہ اللہ کا یعنی ان کے خلاف آپ کی مدد کا وعدہ برحق ہے اور کہیں بے یقین لوگ آپ کو عقیدہ بعث سے پھسلا نہ دیں۔ یعنی کہیں آپ کو جلدی اور جوش دلا کر ترک صبر کو چھڑوا نہ دیں لہٰذا آپ صبر کو نہ چھوڑیے گا۔

صبر ایک ایسا عظیم اور اعلیٰ فضیلت والا عمل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں علیہم الصلاۃ والسلام کی صفات میں تعریف کرتے ہوئے بیان فرمایا وَاِسْمَاعِیلَ وَاِدْرِیسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِینَ، اور اِسماعیل اور اِدریس اور ذاالکِفل سب ہی صبر کرنے والوں میں سے تھے۔

اور اس صبر کو ایک نیک عمل قرار فرماتے ہوئے اُس کا پھل یہ بتایا وَاَدْخَلْنَاهُم فِی رَحمَتِنَا اِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِینَ، اور ہم نے (اُن کے صبر کرنے کے نتیجے میں) اُن سب کو اپنی رحمت میں داخل فرما لیا کہ وہ (یہ) نیک عمل کرنے والے تھے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ بتایا کہ یہ عظیم کام بہت بُلند حوصلہ رسولوں کی صفات میں رہا ہے اور اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو اُس کام کا حکم فرمایا فَاصبِر کَمَا صَبَرَ اُولُوا العَزمِ مِنَ الرُّسُلِ، اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم) آپ بھی اُسی طرح صبر فرمایے جس طرح (آپ سے پہلے) حوصلہ مند رسولوں نے فرمایا۔

## حقیقی صبر کے مفہوم کا بیان

حقیقی صبر وہ ہے جو کسی صدمے کی ابتداء میں ہی اختیار کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم اُن پر میرا سب کچھ قُربان ہو، ہمیں یہ عظیم حقیقت بھی بتائی کہ اِنَّمَا الصَّبرِ عِندَ الصَّدمَةِ الاُولیٰ، بے شک صبر تو وہ ہے جو کسی صدمے کی ابتداء میں

کیا جائے۔

## سورہ روم کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔انہی کے تصدق سے سورہ روم کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ لُقْمٰن

## یہ قرآن مجید کی سورت لقمان ہے

### سورہ لقمان کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃ لُقْمَان ( مَکِّیَّة إِلَّا الْآيَات 27 و 28 و 29 فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا 34 نَزَلَتْ بَعْد الصَّافَّات)

سورہ لقمان مکی ہے سوائے دوآیتوں کے جو( وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ، لقمان:27) سے شروع ہوتی ہیں،اس سورت میں چار ۴ رکوع، چونتیس آیات، پانچ سواڑتالیس کلمے، دو ہزار ایک سودس حروف ہیں۔اور یہ سورت صافات کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورہ لقمان کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو وصیت کرنے کا بیان آیا ہے۔اسی بیان کے موجود ہونے کے سبب اس سورہ مبارکہ کا نام سورت لقمان ہے۔

| |
|---|
| الٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ○ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ |
| الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ |
| یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں۔نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں |
| اور وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ |

### حکمت والی کتاب قرآن مجید کی آیات کا بیان

"الم" اللّٰہ أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "تِلْكَ" أَيْ هٰذِهِ الْآيَات "آيَات الْكِتَاب" "الْقُرْآن "الْحَكِيم" ذِي الْحِكْمَة وَالْإِضَافَة بِمَعْنَى مِنْ "هُدًى وَرَحْمَة" بِالرَّفْعِ وَفِي قِرَاءَة الْعَامَّة بِالنَّصْبِ حَالًا مِنْ الْآيَات الْعَامِل فِيهَا مَا فِي "تِلْكَ" مِنْ مَعْنَى الْإِشَارَة،

"الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاة " بَيَان لِلْمُحْسِنِينَ "وَيُؤْتُونَ الزَّكَاة وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ" هُمْ الثَّانِي

تاکید "اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" الفائزون،

الف، لام، میم حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں یہ حکمت والی کتاب یعنی قرآن حکیم کی آیات ہیں۔ جو حکمت والی ہیں۔ یہاں پر اضافت بہ معنی من ہے۔ نیکی کرنے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں۔ یہاں پر لفظ ھدی اور رحمۃ کو مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔ اور عام قرأت میں نصب پڑھا گیا ہے کیونکہ یہ آیات سے حال ہے اور اس میں عامل وہی جو تلک اسم اشارہ سے معنی اشارہ ہے۔ جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں یہاں پر احسان کرنے والوں کا بیان ہے۔ اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ لوگ جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ دوسرے کی تاکید کیلئے ہے۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ یعنی کامیاب ہونے والے ہیں۔

## ایمان، نماز اور مقام احسان کا بیان

حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن (ہم صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرے اور سفید کپڑوں پر مشتمل تھا اور جس کے بال نہایت سیاہ (چمکدار) تھے، اس آدمی پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی (کہ اس کو کہیں سے سفر کر کے آیا ہوا کوئی اجنبی آدمی سمجھا جاتا) اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی مقامی آدمی ہو یا کسی کا مہمان بھی نہیں تھا) بہر حال وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب آ کر بیٹھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لئے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لئے (جیسے ایک سعادت مند شاگرد اپنے جلیل القدر استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے اور استاد کی باتیں سننے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے) اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس حقیقت کا اعتراف کرو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم پابندی سے نماز پڑھو (اگر صاحب نصاب ہو تو) زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور زادراہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس آدمی نے یہ سن کر کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (تضاد) پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ آدمی (ایک لاعلم آدمی کی طرح پہلے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے (جیسے اس کو ان باتوں کا پہلے سے علم ہو) پھر وہ آدمی بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم (اب ایمان کی حقیقت بیان فرمایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور اس بات پر یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے۔

اس آدمی نے (یہ سن کر) کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر بولا اچھا اب مجھے یہ بتایئے کہ احسان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو (یعنی اتنا

حضور قلب میسر نہ ہو سکے) تو پھر (یہ دھیان میں رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس آدمی نے عرض کیا قیامت کے بارے میں مجھے بتایئے (کہ کب آئے گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا، سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی قیامت کے متعلق کہ کب آئے گی، میرا علم تم سے زیادہ نہیں جتنا تم جانتے ہو اتنا ہی مجھ کو معلوم ہے) اس کے بعد اس آدمی نے کہا اچھا اس (قیامت) کی کچھ نشانیاں ہی مجھے بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی اپنے آقا کو مالک کو جنے گی اور برہنہ پا، برہنہ جسم مفلس وفقیر اور بکریاں چرانے والوں کو تم عالی شان مکانات وعمارت میں فخر وغرور کی زندگی بسر کرتے دیکھو گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا اور میں نے (اس کے بارہ میں آپ سے فوراً دریافت نہیں کیا بلکہ) کچھ دیر توقف کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مجھ سے پوچھا عمر! جانتے ہو سوالات کرنے والا آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھے جو (اس طریقہ سے) تم لوگوں کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 2)

محسنین محسن کی جمع ہے اس کے ایک معنی تو یہ ہیں احسان کرنے والا والدین کے ساتھ رشتے داروں کے ساتھ، مستحقین اور ضرورت مندوں کے ساتھ، دوسرے معنی ہیں، نیکیاں کرنے والا، یعنی برائیوں سے مجتنب اور نیکوکار، تیسرے معنی ہیں اللہ کی عبادت نہایت اخلاص اور خشوع وخضوع کے ساتھ کرنے والا۔ جس طرح حدیث جبرائیل میں ہے ان تعبد الله كانك تراه۔ قرآن ویسے تو سارے جہان کے لئے ہدایت اور رحمت کا ذریعہ ہے لیکن اس سے اصل فائدہ چونکہ صرف محسنین اور متقین ہی اٹھاتے ہیں، اس لئے یہاں اس طرح فرمایا۔

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّخِذَهَا |
| هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ○ |
| اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، تا کہ جانے بغیر اللہ کے راستے سے گمراہ کرے |
| اور اسے مذاق بنائے۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ |

## دین اسلام کا مذاق کرنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"وَمِنَ النَّاس مَنْ يَشْتَرِي لَهْو الْحَدِيث" أَيْ مَا يُلْهِي مِنْهُ عَمَّا يَعْنِي "لِيُضِلّ" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمّهَا "عَنْ سَبِيل اللَّه" طَرِيق الْإِسْلَام "بِغَيْرِ عِلْم وَيَتَّخِذهَا" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى يُضِلّ وَبِالرَّفْعِ عَلَى يَشْتَرِي "هُزُوًا" مَهْزُوءًا بِهَا "أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَاب مُهِين" ذُو إهَانَة،

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہے جو غافل کرنے والی بات خریدتا ہے، یہاں پر یسلھی معروف مجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور لفظ لیضل یاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ تا کہ جانے بغیر اللہ کے راستے یعنی دین اسلام سے گمراہ کرے اور اسے مذاق

بنائے۔یتخذ ھا یہ منصوب اس لئے آیا ہے کیونکہ اس کا عطف یضل پر ہے۔اور مرفوع بھی آیا ہے کہ جب اس کا عطف یشتری پر ہو یہی لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔یعنی اہانت کرنے والا عذاب ہے۔

## سورہ لقمان آیت ۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا گانے والی باندیوں کی خرید وفروخت نہ کیا کرو۔اور نہ انہیں گانا سکھایا کرو اور یہ بھی جان لو کہ ان کی تجارت میں بہتری نہیں پھر ان کی قیمت بھی حرام ہے اور یہ آیت اسی کے متعلق نازل ہوئی (وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)، (اور بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کھیل کی باتوں کے خریدار ہیں تاکہ بن سمجھے اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اس کی ہنسی اڑائیں ایسے لوگوں کیلئے ذلت کا عذاب ہے)۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1143)

یہ آیت نضر بن حارث بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی جو تجارت کے سلسلہ میں دوسرے ملکوں میں سفر کیا کرتا تھا، اس نے عجمیوں کی کتابیں خریدیں جن میں قصے کہانیاں تھیں وہ قریش کو سناتا اور کہتا کہ سید کائنات (محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں عاد وثمود کے واقعات سناتے ہیں اور میں رستم واسفندیار اور شاہان فارس کی کہانیاں سناتا ہوں، کچھ لوگ ان کہانیوں میں مشغول ہو گئے اور قرآن پاک سننے سے رہ گئے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(جامع البیان، سورہ لقمان، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ |
| اور جب اس پر ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں، |
| جیسے اس کے کانوں میں گرانی ہے، سو آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔ |

## اللہ کی آیات کو سننے کی بہ جائے تکبر کرنے کا بیان

"وَاِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتنَا " أَيْ الْقُرْآن "وَلَّى مُسْتَكْبِرًا" مُتَكَبِّرًا "كَأَنْ لَمْ يَسْمَعهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا " صَمَمًا وَجُمْلَتَا التَّشْبِيه حَالَانِ مِنْ ضَمِير وَلَّى أَوْ الثَّانِيَة بَيَان لِلْأُولَى "فَبَشِّرْهُ" أَعْلِمْهُ "بِعَذَابٍ أَلِيم" مُؤْلِم وَذِكْر الْبِشَارَة تَهَكُّم بِهِ وَهُوَ النَّضْر بْن الْحَارِث كَانَ يَأْتِي الْحِيرَة يَتَّجِر فَيَشْتَرِي كُتُب أَخْبَار الْأَعَاجِم وَيُحَدِّث بِهَا أَهْل مَكَّة وَيَقُول : إِنَّ مُحَمَّدًا يُحَدِّثكُمْ أَحَادِيث عَاد وَثَمُود وَأَنَا أُحَدِّثكُمْ أَحَادِيث فَارِس وَالرُّوم فَيَسْتَمْلِحُونَ حَدِيثه وَيَتْرُكُونَ اسْتِمَاع الْقُرْآن

اور جب اس پر ہماری آیتیں یعنی قرآن پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے انھیں سنا ہی نہیں، جیسے اس کے کانوں میں بہرے پن کی گرانی ہے، اور یہ دونوں جملہ تشبیہ ولی کی ضمیر سے حال ہیں۔اور دوسرا جملہ پہلے جملے کیلئے بیان ہے۔پس آپ اسے دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔یہاں پر بشارت کا ذکر اس کیلئے بہ طور مذاق ہے۔اور وہ نضر بن

حارث ہے۔ جو تجارت کیلئے حیرہ جایا کرتا تھا۔ وہاں سے وہ عجمیوں کے اخبار کی کتابیں لایا کرتا تھا۔ اور وہ کتابیں اہل مکہ کو سنایا کرتا تھا۔ اور کہتا کہ محمد ﷺ تمہیں عاد اور ثمود کے واقعات سناتے ہیں جبکہ میں تمہیں فارس اور اہل روم کے واقعات سناتا ہوں۔ تو وہ لوگ اس کی بات کو پسند کرتے تھے اور قرآن کو سننا چھوڑ دیتے تھے۔

یہ اس شخص کا حال ہے جو مذکورہ لہو ولعب کی چیزوں میں مگن رہتا ہے، وہ آیات قرآنیہ اور اللہ اور رسول ﷺ کی باتیں سن کر بہرا بن جاتا ہے حالانکہ وہ بہرا نہیں ہوتا اور اس طرح منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں، کیونکہ اس کے سننے سے وہ ایذاء محسوس کرتا ہے۔ اس لیے اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، وقرا کے معنی ہیں کانوں میں ایسا بوجھ جو اسے سننے سے محروم کردے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا |
| وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کے لیے نعمت کے باغات ہیں۔ ان میں ہمیشہ |
| رہیں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور وہ غالب ہے حکمت والا ہے۔ |

## ایمان وعمل صالح والوں کیلئے جنت نعیم ہونے کا بیان

"خَالِدِينَ فِيهَا" حَال مُقَدَّرَة أَيْ : مُقَدَّرًا خُلُودهمْ فِيهَا إِذَا دَخَلُوهَا "وَعْد اللَّه حَقًّا" أَيْ وَعَدَهُمْ اللَّه ذَلِكَ وَحَقّه حَقًّا "وَهُوَ الْعَزِيز" الَّذِي لَا يَغْلِبهُ شَيْء فَيَمْنَعهُ مِنْ إِنْجَاز وَعْده وَوَعِيده "الْحَكِيم" الَّذِي لَا يَضَع شَيْئًا إِلَّا فِي مَحِلّه،

وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہاں پر خالدین حال مقدرہ ہے۔ یعنی ان کا رہنا ہمیشہ جنت میں ہوگا۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے، یعنی اللہ نے جو ان سے وعدہ کیا ہے اور وہ حق ہے۔ اور وہ غالب ہے جس پر کوئی چیز غالب نہ آئے۔ یعنی جس کے وعد اور وعید کو کوئی روکنے والا نہیں۔ حکمت والا ہے۔ یعنی وہ ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جنت میں ایک کوڑے کے برابر بھی جگہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 180)

سفر کا قاعدہ ہوتا تھا کہ جب سوار کسی جگہ اترنا چاہتا تو اپنا کوڑا وہاں ڈال دیتا تا کہ دوسرا شخص وہاں نہ اترے اور وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص ہو جائے پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کی اتنی تھوڑی سی جگہ اور وہاں کا چھوٹا سا مکان بھی کہ جہاں مسافر سفر میں ٹھہرتا ہے اس پوری دنیا اور یہاں کی تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی اور زیادہ اچھا ہے کیونکہ جنت اور جنت کی تمام نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں جب کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں فنا ہو جانے والی ہیں۔

| |
|---|
| خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ بَثَّ فِيْهَا |
| مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ط وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ |
| اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بنایا تم انھیں دیکھ رہے ہو اور اس نے زمین میں اونچے مضبوط پہاڑ رکھ دیئے |
| تا کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس نے اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا |
| اور ہم نے اس میں ہر قسم کی عمدہ ومفید نباتات اگا دیں۔ |

## ستونوں کے بغیر آسمانوں کے قیام کا بیان

"خَلَقَ السَّمَوَات بِغَيْرِ عَمَد تَرَوْنَهَا" أَيْ الْعُمُد جَمْع عِمَاد وَهُوَ الْأُسْطُوَانَة وَهُوَ صَادِق بِأَنْ لَا عُمُد أَصْلًا "وَأَلْقَى فِي الْأَرْض رَوَاسِي" جِبَالًا مُرْتَفِعَة "أَنْ" لَا "تَمِيد" تَتَحَرَّك "بِكُمْ وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلّ دَابَّة وَأَنْزَلْنَا" فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "مِنْ السَّمَاء مَاء فَأَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلّ زَوْج كَرِيم" صِنْف حَسَن،

اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بنایا جیسا کہ تم انھیں دیکھ رہے ہو یہاں لفظ عمد یہ عماد کی جمع ہے۔اور وہ اسطوانہ ہے اور وہ اس صورت میں بھی صادق آتی ہے کہ ستون بالکل نہ ہوں۔اور اس نے زمین میں اونچے مضبوط پہاڑ رکھ دیئے تا کہ تمہیں لے کر دوران گردش میں نہ کانپے اور اس نے اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا اور اس میں غائب کی طرف التفات ہے اور ہم نے اس میں ہر قسم کی عمدہ ومفید نباتات اگا دیں۔یعنی اچھی قسم کی اگائی ہیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے کہ زمین وآسمان اور ساری مخلوق کا خالق صرف وہی ہے۔آسمان کو اس نے بےستون اونچا رکھا ہے۔واقع ہی میں کوئی ستون نہیں۔گو مجاہد کا یہ قول بھی ہے کہ ستون ہمیں نظر نہیں آتے۔اس مسئلہ کا پورا فیصلہ میں سورۃ رعد کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں اس لئے یہاں دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔زمین کو مضبوط کرنے کے لئے اور ہلے جلنے سے بچانے کے لئے اس نے اس میں پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں تا کہ وہ تمہیں زلزلے اور جنبش سے بچالے۔اس قدر قسم قسم کے بھانت بھانت کے جاندار اس خالق حقیقی نے پیدا کئے کہ آج تک ان کا کوئی حصر نہیں کر سکا۔اپنا خالق اور راخلق ہونا بیان فرما کر اب رازق اور رزاق ہونا بیان فرما رہا ہے کہ آسمان سے بارش اتار کر زمین میں سے طرح طرح کی پیداوار اگا دی جو دیکھنے میں خوش منظر کھانے میں بےضرر۔نفع میں بہت بہتر۔شعبی کا قول ہے کہ انسان بھی زمین کی پیداوار ہے جنتی کریم ہیں اور دوزخی لئیم ہیں۔اللہ کی یہ ساری مخلوق تو تمہارے سامنے ہے اب جنہیں تم اس کے سوا پوجتے ہو ذرا بتاؤ تو ان کی مخلوق کہاں ہے؟ جب نہیں تو وہ خالق نہیں اور جب خالق نہیں تو معبود نہیں پھر ان کی عبادت نرا ظلم اور سخت ناانصافی ہے فی الواقع اللہ کے ساتھ شرک کرنے والوں سے زیادہ اندھا بہرا بےعقل بےعلم بےسمجھ بیوقوف اور کون ہوگا؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ لقمان، بیروت)

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

یہ ہے اللہ کی مخلوق، تو تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

## معبودان باطلہ کا مخلوق کو پیدا نہ کر سکنے کا بیان

"هٰذَا خَلْقُ اللّٰه " أَیْ مَخْلُوقه "فَأَرُونِی" أَخْبِرُونِی یَا أَهْل مَکَّة "مَاذَا خَلَقَ الَّذِینَ مِنْ دُونه" غَیْره : أَیْ آلِهَتکُمْ حَتّٰی أَشْرَکْتُمُوهَا بِهِ تَعَالٰی وَمَا اسْتِفْهَام إِنْکَار مُبْتَدَأ وَذَا بِمَعْنَی الَّذِی بِصِلَتِهِ خَبَره وَأَرُونِی مُعَلَّق عَنْ الْعَمَل وَمَا بَعْده سَدَّ مَسَدّ الْمَفْعُولَیْنِ "بَلْ" لِلِانْتِقَالِ "الظَّالِمُونَ فِی ضَلَال مُبِین" بَیِّن بِإِشْرَاکِهِمْ وَأَنْتُمْ مِنْهُمْ،

یہ ہے اللہ کی مخلوق، اے اہل مکہ! تم مجھے دکھاؤ کہ ان لوگوں نے جو اس کے سوا ہیں کیا پیدا کیا ہے؟ یعنی غیر اللہ نے کیا پیدا کیا؟ یعنی تمہارے معبود جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔ اور یہاں پر ما، استفہامیہ انکاری ہے جو مبتداء ہے اور ذا بہ معنی الذی ہے صلہ کے خبر ہے۔ ارونی نے عمل سے روک دیا ہے۔ اور اس کا مابعد دو مفعولوں کے قائم مقام ہے۔ اور لفظ بل انتقال کیلئے آیا ہے۔ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ یعنی ان کے شرک کرنے کی وجہ سے اور تم بھی انہی میں سے ہو۔

یعنی جن کی تم عبادت کرتے ہو اور انھیں مدد کے لیے پکارتے ہو، انہوں نے آسمان و زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ کوئی ایک چیز تو بتلاؤ؟ مطلب یہ ہے کہ جب ہر چیز کا خالق صرف اور صرف اللہ ہے، تو عبادت کا مستحق بھی صرف وہی ہے اس کے سوا کائنات میں کوئی ہستی اس لائق نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے اور اسے مدد کے لیے پکارا جائے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَةَ اَنِ اشْکُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ

وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۝

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی کہ اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے

اور جو ناشکری کرے تو یقیناً اللہ بہت بے پرواہ، بہت تعریفوں والا ہے۔

## حضرت لقمان کو حکمت عطاء ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَیْنَا لُقْمَان الْحِکْمَة " مِنْهَا الْعِلْم وَالدِّیَانَة وَالْإِصَابَة فِی الْقَوْل وَحِکَمه کَثِیرَة مَأْثُورَة کَانَ یُفْتِی قَبْل بَعْثَة دَاوُد وَأَدْرَکَ بَعْثه وَأَخَذَ عَنْهُ الْعِلْم وَتَرَکَ الْفُتْیَا وَقَالَ فِی ذٰلِکَ : أَلَا أَکْتَفِی إِذَا کُفِیت وَقِیلَ لَهُ أَیّ النَّاس شَرّ ؟ قَالَ : الَّذِی لَا یُبَالِی إِنْ رَآهُ النَّاس مُسِیئًا "أَنْ" أَیْ وَقُلْنَا لَهُ أَنْ "اُشْکُرْ لِلّٰهِ" عَلٰی مَا أَعْطَاکَ مِنْ الْحِکْمَة "وَمَنْ یَشْکُر فَإِنَّمَا یَشْکُر لِنَفْسِهِ" لِأَنَّ ثَوَاب شُکْره لَهُ "وَمَنْ کَفَرَ" النِّعْمَة "فَإِنَّ اللّٰه غَنِیّ" عَنْ خَلْقه "حَمِید" مَحْمُود فِی صُنْعه،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی اس سے علم، دیانت، بات میں سچائی اور ان سے بہت ساری حکمت کی باتیں نقل کی گئی ہیں۔ کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آپ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور جب حضرت لقمان نے داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا تو ان سے علم حاصل کیا۔ اور فتویٰ دینا چھوڑ دیا اور ترک فتویٰ کے بارے میں فرمایا کیا میں اسی پر اکتفاء نہ کروں جب میں اکتفاء کیا جاؤں، جب آپ سے کہا گیا کہ لوگوں میں سے بدتر کون ہے؟ فرمایا کہ وہ شخص جو اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ لوگ اس کو برائی کرتے دیکھیں۔ یعنی یہ بات ہم نے اس سے کہی کہ اللہ کا شکر کر جو اس نے تمہیں حکمت عطا فرمائی ہے۔ اور جو شکر کرے تو وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے کیونکہ اس کا ثواب شکر کرنے والے کو ملتا ہے۔ اور جو نعمت کی ناشکری کرے تو یقیناً اللہ اپنی مخلوق سے بے پرواہ، اپنی صنعت میں تعریف والا ہے۔

## حضرت لقمان کے نسب کا بیان

محمد بن اسحٰق نے کہا کہ لقمان کا نسب یہ ہے لقمان بن باعور بن ناحور بن تارخ۔ وہب کا قول ہے کہ حضرت لقمان حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے۔ مقاتل نے کہا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کی خالہ کے فرزند تھے۔ واقدی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ہزار سال زندہ رہے اور حضرت داؤد علیہ السلام کا زمانہ پایا اور ان سے علم اخذ کیا اور ان کے زمانہ میں فتوی دینا ترک کر دیا اگر چہ پہلے سے فتوی دیتے تھے، آپ کی نبوت میں اختلاف ہے اکثر علماء اسی طرف ہیں کہ آپ حکیم تھے نبی نہ تھے، حکمت عقل وفہم کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ حکمت وہ علم ہے جس کے مطابق عمل کیا جائے۔ بعض نے کہا کہ حکمت معرفت اور اصابت فی الامور کو کہتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکمت ایسی شیء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جس کے دل میں رکھتا ہے اس کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ لقمان، لاہور)

## حضرت لقمان کے نبی ہونے یا نہ ہونے کی بحث کا بیان

اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ حضرت لقمان نبی تھے یا نہ تھے؟ اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ آپ نبی نہ تھے پرہیزگار ولی اللہ اور اللہ کے پیارے بزرگ بندے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ حبشی غلام تھے اور بڑھئی تھے۔ حضرت جابر سے جب سوال ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت لقمان پستہ قد اونچی ناک والے موٹے ہونٹ والے نبی تھے۔ سعد بن مسیب فرماتے ہیں آپ مصر کے رہنے والے حبشی تھے۔ آپ کو حکمت عطا ہوئی تھی لیکن نبوت نہیں ملی تھی آپ نے ایک مرتبہ ایک سیاہ رنگ غلام حبشی سے فرمایا اپنی رنگت کی وجہ سے اپنے تئیں حقیر نہ سمجھ تین شخص جو تمام لوگوں سے اچھے تھے تینوں سیاہ رنگ تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور رسالت پناہ کے غلام تھے۔

حضرت مجع جو جناب فاروق اعظم کے غلام تھے اور حضرت لقمان حکیم جو حبشہ کے نوبہ تھے۔ حضرت خالد ربعی کا قول ہے کہ حضرت لقمان جو حبشی غلام بڑھی تھے ان سے ایک روز ان کے مالک نے کہا بکری ذبح کرو اور اس کے دو بہترین اور نفیس ٹکڑے گوشت کے میرے پاس لاؤ۔ وہ دل اور زبان لے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان کے مالک نے کہا کہ بکری ذبح کرو اور دو بدترین گوشت

کے ٹکڑے میرے پاس لاؤ آپ آج بھی یہی دو چیزیں لے گئے مالک نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ بہترین مانگے تو بھی یہی لائے گئے اور بدترین مانگے گئے تو بھی یہی لائے گئے یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا جب یہ اچھے رہے تو ان سے بہترین جسم کا کوئی عضو نہیں اور جب یہ برے بن جائے تو پھر سب سے بدتر بھی یہی ہیں۔ حضرت مجاہد کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے نیک بندے تھے۔ سیاہ فام غلام تھے موٹے ہونٹوں والے اور بھرے قدموں والے اور بزرگ سے بھی یہ مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں قاضی تھے۔

ایک اور قول ہے کہ آپ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک چرواہے نے آپ کو دیکھ کر کہا کیا تو وہی نہیں ہے جو میرے ساتھ فلاں فلاں جگہ بکریاں چرایا کرتا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا پھر تجھے یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا سچ بولنے اور بیکار کلام نہ کرنے سے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنی بلندی کی وجہ یہ بیان کی کہ اللہ کا فضل اور امانت ادائیگی اور کلام کی سچائی اور بے نفع کاموں کو چھوڑ دینا۔ الغرض ایسے ہی آثار صاف ہیں کہ آپ نبی نہ تھے۔ بعض روایتیں اور بھی ہیں جن میں گو صراحت نہیں کہ آپ نبی نہ تھے لیکن ان میں بھی آپ کا غلام ہونا بیان کیا گیا ہے جو ثبوت ہے اس امر کا کہ آپ نبی نہ تھے کیونکہ غلامی نبوت کے منافی ہے۔ انبیاء کرام عالی نسب اور عالی خاندان کے ہوا کرتے تھے۔

اسی لئے جمہور سلف کا قول ہے کہ حضرت لقمان نبی نہ تھے۔ ہاں حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ آپ نبی تھے لیکن یہ بھی جب کہ سند صحیح ثابت ہو جائے لیکن اسکی سند میں جابر بن یزید جعفی ہیں جو ضعیف ہیں۔

کہتے ہیں کہ حضرت لقمان حکیم سے ایک شخص نے کہا کیا تو بنی حسحاس کا غلام نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔ اس نے کہا تو بکریوں کا چرواہا نہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں ہوں۔ کہا گیا تو سیاہ رنگ نہیں؟ آپ نے فرمایا ظاہر ہے میں سیاہ رنگ ہوں تم یہ بتاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یہی کہ پھر وہ کیا ہے؟ کہ تیری مجلس پر رہتی ہے؟ لوگ تیرے دروازے پر آتے ہیں تری باتیں شوق سے سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو بھائی جو باتیں میں تمہیں کہتا ہوں ان پر عمل کر لو تو تم بھی مجھ جیسے ہو جاؤ گے۔ آنکھیں حرام چیزوں سے بند کر لو۔ زبان بیہودہ باتوں سے روک لو۔ مال حلال کھایا کرو۔ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔ زبان سے سچ بات بولا کرو۔ وعدے کو پورا کیا کرو۔ مہمان کی عزت کرو۔ پڑوسی کا خیال رکھو۔ بیفائدہ کاموں کو چھوڑ دو۔ انہی عادتوں کی وجہ سے میں نے بزرگی پائی ہے۔

ابو داؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت لقمان حکیم کسی بڑے گھرانے کے امیر اور بہت زیادہ کنبے قبیلے والے نہ تھے۔ ہاں ان میں بہت سی بھلی عادتیں تھیں۔ وہ خوش اخلاق خاموش غور و فکر کرنے والے گہری نظر والے دن کو نہ سونے والے تھے۔ لوگوں کے سامنے تھوکتے نہ تھے نہ پاخانہ پیشاب اور غسل کرتے تھے لغو کاموں سے دور رہتے ہنستے نہ تھے جو کلام کرتے تھے حکمت سے خالی نہ ہوتا تھا جس دن ان کی اولاد فوت ہوئی یہ بالکل نہیں روئے۔ وہ بادشاہوں امیروں کے پاس اس لئے جاتے تھے کہ غور و فکر اور

عبرت ونصیحت حاصل کریں۔اسی وجہ سے انہیں بزرگی ملی۔

حضرت قتادہ سے ایک عجیب اثر وارد ہے کہ حضرت لقمان کو حکمت ونبوت کے قبول کرنے میں اختیار دیا گیا تو آپ نے حکمت قبول فرمائی راتوں رات ان پُر حکمت برسادی گئی اور رگ وپے میں حکمت بھر دی گئی۔صبح کو ان کی سب باتیں اور عادتیں حکیمانہ ہوگئیں۔آپ سے سوال ہوا کہ آپ نے نبوت کے مقابلے میں حکمت کیسے اختیار کی؟ تو جواب دیا کہ اگر اللہ مجھے نبی بنادیتا تو اور بات تھی ممکن تھا کہ منصب نبوت کو میں نبھا جاتا۔لیکن جب مجھے اختیار دیا گیا تو مجھے ڈر لگا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں نبوت کا بوجھ نہ سہار سکوں۔اس لئے میں نے حکمت ہی کو پسند کیا۔اس روایت کے ایک راوی سعید بن بشیر ہیں۔

حضرت قتادہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مراد حکمت سے اسلام کی سمجھ ہے۔حضرت لقمان نہ نبی تھے نہ ان پر وحی آئی تھی پس سمجھ علم اور عبرت مراد ہے۔ہم نے انہیں اپنا شکر بجالانے کا حکم فرمایا تھا کہ میں نے تجھے جو علم وعقل دی ہے اور دوسروں پر جو بزرگی عطا فرمائی ہے۔اس پر تو میری شکر گزاری کر۔شکر گذار کچھ مجھ پر احسان نہیں کرتا وہ اپنا ہی بھلا کرتا ہے۔جیسے اور آیت میں ہے(وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ، الروم:44)نیکی والے اپنے لئے بھی بھلا توشہ تیار کرتے ہیں۔یہاں فرمان ہے کہ اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ کو اسکی ناشکری ضرر نہیں پہنچاسکتی وہ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے ساری زمین والے بھی اگر کافر ہو جائیں تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ سب سے غنی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ہم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ لقمان، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○ |
| اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! |
| اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔ |

## حضرت لقمان کا اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے کی نصیحت کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ قَالَ لُقْمَان لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظهُ يَا بُنَيّ" تَصْغِير اِشْفَاق "لَا تُشْرِك بِاَللّٰهِ اِنَّ الشِّرْك" بِاَللّٰهِ "لَظُلْم عَظِيم" فَرَجَعَ اِلَيْهِ وَاَسْلَمَ

اور یاد کریں جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا، جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا اے میرے چھوٹے بیٹے! یہاں پر لفظ بنی یہ چھوٹے بچے کے طور پر تصغیر ہے۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا، بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔لہٰذا اس نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور اسلام لے آیا۔

ایک دفعہ حضرت لقمان نے چند نصیحتیں اپنے بیٹے کو فرمائیں کہ وہ اتنی اہم تھیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا۔دنیا میں اولاد ہی ایک ایسا رشتہ ہے جس کے متعلق انسان انتہائی خلوص برتتا ہے اور نفاق نہیں کرسکتا۔اور اولاد ہی کے متعلق اس کی آرزو

ہوسکتی ہے کہ وہ ہر بھلائی کی بات میں اس سے آگے نکل جائے۔ حتیٰ کہ ایسی آرزو انسان اپنے حقیقی بہن بھائیوں اور دوستوں تک سے بھی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ پہلی نصیحت جو حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وہ یہ تھی کہ اللہ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ بنانا۔ کیونکہ دنیا میں سب سے بڑی ناانصافی اور اندھیر کی بات یہی شرک ہی ہے۔ شرک مجسم ظلم اور سب سے بڑا ظلم ہے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری۔(اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔الانعام:82) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہت شاق گزری۔ وہ کہنے لگے "ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے ایمان کے ساتھ ظلم (یعنی کوئی گناہ) نہ کیا ہو۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتلایا کہ اس آیت میں ظلم سے ہر گناہ مراد نہیں ہے (بلکہ شرک مراد ہے) کیا ہم نے لقمان کا قول نہیں سنا۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا تھا۔ ان الشرك لظلم عظیم ۔(بخاری۔کتاب التفسیر)

| |
|---|
| وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ |
| اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْكَ ؕ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ۝ |
| اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے |
| اٹھائے رکھا اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ |

## انسان کیلئے والدین کے ساتھ نیکی کی وصیت کا بیان

"وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ " أَمَرْنَاهُ أَنْ یَبَرَّهُمَا "حَمَلَتْهُ أُمّه " فَوَهَنَتْ "وَهْنًا عَلَى وَهْن " أَيْ ضَعُفَتْ لِلْحَمْلِ وَضَعُفَتْ لِلطَّلْقِ وَضَعُفَتْ لِلْوِلَادَةِ "وَفِصَاله" أَيْ فِطَامه "فِي عَامَیْنِ" وَقُلْنَا لَهُ "أَنْ اُشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَیْكَ إِلَيَّ الْمَصِیر " أَيْ الْمَرْجِع،

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے یعنی ہم نے اس کو ان دونوں سے نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری کی حالت میں اسے اٹھائے رکھا یعنی حمل کے سبب درد زہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے کمزوری ہوئی اور ولادت کے سبب ضعف بھی ہوا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

یعنی اس کا ضعف دم بدم ترقی پر ہوتا ہے جتنا حمل بڑھتا جاتا ہے بار زیادہ ہوتا ہے اور ضعف ترقی کرتا ہے، عورت کو حاملہ ہونے کے بعد ضعف اور تعب اور مشقتیں پہنچتی رہتی ہیں، حمل خود ضعیف کرنے والا ہے درد زہ ضعف پر ضعف ہے اور وضع اس پر اور مزید شدت ہے، دودھ پلانا ان سب پر مزید برآں ہے۔ یہ وہ تاکید ہے جس کا ذکر اوپر فرمایا تھا۔ سفیان بن عیینہ نے اس آیت کی

تفسیر میں فرمایا کہ جس نے پنج گانہ نمازیں ادا کیں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجالایا اور جس نے پنجگانہ نمازوں کے بعد والدین کے لئے دعائیں کیں اس نے والدین کی شکر گزاری کی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ لقمان، لاہور)

صدر الافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی حنفی بریلوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ دودھ کے رشتے شیر خواری کی مدت میں قلیل دودھ پیا جائے یا کثیر اس کے ساتھ حرمت متعلق ہوتی ہے شیر خواری کی مدت حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک تیس ماہ اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہیں شیر خواری کی مدّت کے بعد دودھ پیا جائے اس سے حرمت متعلق نہیں ہوتی اللہ نے رضاعت (شیر خواری) کو نسب کے قائم مقام کیا ہے اور دودھ پلانے والی کو شیر خوار کی ماں اور اس کی لڑکی کو شیر خوار کی بہن فرمایا اسی طرح دودھ پلائی کا شوہر شیر خوار کا باپ اور اس کا باپ شیر خوار کا دادا اور اس کی بہن اس کی پھوپھی اور اس کا ہر بچہ جو دودھ پلائی کے سوا اور کسی عورت سے بھی ہو خواہ وہ قبل شیر خواری کے پیدا ہوا یا اس کے بعد وہ سب اس کے سوتیلے بھائی بہن ہیں۔

## مدت رضاعت میں فقہی مذاہب اربعہ

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ بچوں والیوں کو اشاد فرماتا ہے کہ پوری پوری مدت دودھ پلانے کی دو سال ہے۔ اس کے بعد دودھ پلانے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس سے دودھ بھائی پنا ثابت نہیں ہوتا اور نہ حرمت ہوتی ہے۔

اکثر ائمہ کرام کا یہی مذہب ہے۔ ترمذی میں باب ہے کہ رضاعت جو حرمت ثابت کرتی ہے وہ وہی ہے جو دو سال پہلے کی ہو۔ پھر حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہی رضاعت حرام کرتی ہے جو آنتوں کو پُر کردے اور دودھ چھوٹنے سے پہلے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اکثر اہل علم صحابہ وغیرہ کا اسی پر عمل ہے کہ دو سال سے پہلے کی رضاعت تو معتبر ہے، اس کے بعد کی نہیں۔ اس حدیث کے راوی شرط بخاری و مسلم پر ہیں۔ حدیث میں فی الثدی کا جو لفظ ہے اس کے معنی بھی محل رضاعت کے یعنی دو سال سے پہلے کے ہیں، یہی لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی فرمایا تھا جب آپ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا کہ وہ دودھ پلائی کی مدت میں انتقال کر گئے ہیں اور انہیں دودھ پلانے والی جنت میں مقرر ہے۔ حضرت ابراہیم کی عمر اس وقت ایک سال اور دس مہینے کی تھی۔

دار قطنی میں بھی ایک حدیث دو سال کی مدت کے بعد کی رضاعت کے معتبر نہ ہونے کی ہے۔ ابن عباس بھی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی چیز نہیں۔ ابوداؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ دودھ چھوٹ جانے کے بعد رضاعت نہیں اور بلوغت کے بعد یتیمی کا حکم نہیں۔ خود قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وفصالہ فی عامین) الخ، دودھ چھٹنے کی مدت دو سال میں ہے۔ اور جگہ ہے آیت (وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا) یعنی حمل اور دودھ (دونوں کی مدت) تین ماہ ہیں۔ یہ قول کہ دو سال کے بعد دودھ پلانے اور پینے سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی، ان تمام حضرات کا ہے۔

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر، حضرت اُم سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرت سعید بن المسیب، حضرت عطاء اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

امام شافعی، امام احمد، امام اسحٰق، امام ثوری، امام ابو یوسف، امام محمد، امام مالک رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ گو ایک روایت میں امام مالک سے دو سال دو ماہ بھی مروی ہیں اور ایک روایت میں دو سال تین ماہ بھی مروی ہیں۔

امام ابوحنیفہ ڈھائی سال کی مدت بتلاتے ہیں۔ زفر کہتے ہیں جب تک دودھ نہیں چھٹا تو تین سالوں تک کی مدت ہے، امام اوزاعی سے بھی یہ روایت ہے۔ اگر کسی بچہ کا دو سال سے پہلے دودھ چھڑوالیا جائے پھر اس کے بعد کسی عورت کا دودھ وہ پئے تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اس لئے کہ اب قائم مقام خوراک کے ہوگیا۔

امام اوزاعی سے ایک روایت ہی بھی ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی سے مروی ہے کہ دودھ چھڑوا لینے کے بعد رضاعت نہیں۔ اس قول کے دونوں مطلب ہو سکتے ہیں یعنی یا تو یہ کہ دو سال کے بعد یا یہ کہ جب بھی اس سے پہلے دودھ چھٹ گیا۔ اس کے بعد جیسے امام مالک کا فرمان ہے، واللہ اعلم، ہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ وہ اس کے بعد کہ، بلکہ بڑے آدمی کی رضاعت کو حرمت میں مؤثر جانتی ہیں۔

عطاء اور لیث کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت عائشہ جس شخص کا کسی کے گھر زیادہ آنا جانا جانتیں تو وہاں حکم دیتیں کہ وہ عورتیں اسے اپنا دودھ پلائیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتی تھیں کہ حضرت سالم کو جو حضرت ابو حذیفہ کے مولیٰ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ وہ ان کی بیوی صاحبہ کا دودھ پی لیں، حالانکہ وہ بڑی عمر کے تھے اور اس رضاعت کی وجہ سے پھر وہ برابر آتے جاتے رہتے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواج مطہرات اس کا انکار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ یہ واقعہ خاص ان ہی کیلئے تھا ہر شخص کیلئے یہ حکم نہیں۔

یہی مذہب جمہور کا ہے یعنی چاروں اماموں، ساتوں فقیہوں، کل کے کل بڑے صحابہ کرام اور تمام امہات المومنین کا سوائے حضرت عائشہ کے اور ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں، رضاعت اس وقت ہے جب دودھ بھوک مٹا سکتا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، البقرہ، ۲۳۳)

| |
|---|
| وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا |
| مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کچھ علم نہیں ہے تو ان کی |
| اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کا اچھے طریقے سے ساتھ دینا، اور اس شخص کی پیروی کرنا جس نے میری طرف توبہ وطاعت کا |
| سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کردوں گا جو تم کرتے رہے تھے۔ |

## والدین کی اطاعت کا نیک کاموں میں ہونے کا بیان

"وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ" مُوَافَقَةً لِلْوَاقِعِ "فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى

الدُّنیَا مَعْرُوفًا " أَیْ بِالْمَعْرُوفِ : الْبِرّ وَالصِّلَة "وَاتَّبِعْ سَبِیل" طَرِیق "مَنْ أَنَابَ" رَجَعَ "إلَیَّ" بِالطَّاعَةِ "ثُمَّ إلَیَّ مَرْجِعکُمْ فَأُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" فَأُجَازِیکُمْ عَلَیْهِ وَجُمْلَة الْوَصِیَّة وَمَا بَعْدهَا اعْتِرَاض

اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کی کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی حقیقت کا تجھے واقع میں کچھ علم نہیں ہے۔ تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا کے کاموں میں ان کا اچھے طریقے یعنی نیکی اور صلہ رحمی سے ساتھ دینا، اور اس شخص کی پیروی کرنا جس نے میری طرف توبہ وطاعت کا سلوک اختیار کیا۔ پھر میری ہی طرف تمہیں پلٹ کر آنا ہے تو میں تمہیں ان کاموں سے باخبر کر دوں گا جو تم کرتے رہے تھے۔ پس میں تمہیں اس پر جزاء دوں گا۔ یہاں پر وصیت اور اس کے بعد کا جملہ یہ معترضہ جملہ ہے۔

## شرک میں والدین کی اطاعت نہ کرنے کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے متعلق چار آیتیں نازل ہوئیں پھر قصہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نیکی کا حکم نہیں کیا۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک مر نہ جاؤں یا پھر تم دوبارہ کفر نہ کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب انہیں کچھ کھلانا ہوتا تو منہ کھول کر کھلایا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (وَوَصَّیْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِی مَا لَیْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا) 29۔ العنکبوت: 8) (اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ اسے شریک بنائے جسے تو جانتا بھی نہیں تو ان کا کہنا نہ مان)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1137)

## دس معروف نصائح کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی، چنانچہ فرمایا: (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے (۲) اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے اہل اور مال چھوڑ دینے کا حکم دیں (۳) جان بوجھ کر کوئی فرض نماز نہ چھوڑو کیونکہ جو آدمی عمداً نماز چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہو جاتے ہیں (۴) شراب مت پیو کیونکہ شراب تمام برائیوں کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی اور گناہ سے بچو کیونکہ نافرمانی کرنے سے اللہ کا غصہ اتر آتا ہے۔ (۶) جہاد میں دشمنوں کو ہرگز پیٹھ نہ دکھلاؤ اگرچہ تمہارے ساتھ کے تمام لوگ ہلاک ہو جائیں۔ (۷) جب لوگوں میں موت (وباء کی صورت میں) پھیل جائے اور تم ان میں موجود ہو تو ثابت قدم رہو یعنی ان کے درمیان سے بھاگو مت (۸) اپنے اہل وعیال پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرتے رہو۔ (۹) تادیباً اپنا ڈنڈا ان سے نہ ہٹاؤ (۱۰) اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انہیں ڈراتے رہو یعنی اہل وعیال میں سے کسی کو سزا یا تادیباً کچھ مارنا پیٹنا ضروری ہو تو اس سے پہلو تہی نہ کرو اور ان کو اچھی اچھی باتوں کی نصیحت وتلقین کرتے رہا کرو اور دین کے احکام ومسائل کی تعلیم دیا کرو اور ان کو بری باتوں سے بچانے کی کوشش کرو۔ (مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 56)

| |
|---|
| يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ |
| اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ |
| اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، |
| یا زمین میں تو اسے اللہ لے آئے گا، بلاشبہ اللہ بڑا باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔ |

## ذرہ بھر چیزوں کا بھی قیامت کے دن حساب ہونے کا بیان

"يَا بُنَيَّ إِنَّهَا" أَيِ الْخَصْلَةَ السَّيِّئَةَ "إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ" أَيْ فِي أَخْفَى مَكَانٍ مِنْ ذَلِكَ "يَأْتِ بِهَا اللَّهُ" فَيُحَاسِبُ عَلَيْهَا "إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ" بِاسْتِخْرَاجِهَا "خَبِيرٌ" بِمَكَانِهَا

اے میرے چھوٹے بیٹے! بے شک بری خصلت کی کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں، یا زمین میں ہو یا ان کے علاوہ کسی جگہ پوشیدہ ہو تو بھی اسے اللہ لے آئے گا پس وہ اس پر حساب کرے گا، بلاشبہ اللہ اس کو نکالنے میں بڑا باریک بین، اس کی جگہ کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔

اس کا اعتقاد جازم رکھا جائے کہ آسمان وزمین اوران کے اندر جو کچھ ہے اس کا ایک ایک ذرہ پر اللہ تعالیٰ کا علم بھی محیط اور وسیع ہے اور سب پر اس کی قدرت بھی کامل ہے۔ کوئی چیز کتنی ہی چھوٹی سے چھوٹی ہو جو عام نظروں میں نہ آسکتی ہو اس طرح کوئی چیز کتنی ہی دور دراز پر ہو اس طرح کوئی چیز کتنے ہی اندھیروں اور پردوں میں ہو اللہ تعالیٰ کے علم ونظر سے نہیں چھپ سکتی، اور وہ جس کو جب چاہیں جہاں چاہیں حاضر کر سکتے ہیں۔ (آیت) یبنی انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل الایۃ کا یہی مطلب ہے۔ اور حق تعالیٰ کے علم وقدرت کا ہر چیز پر محیط ہونا خود بھی اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے، اور عقیدہ توحید کی بہت بڑی دلیل ہے۔

| |
|---|
| يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ |
| اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝ |
| اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس (مصیبت) |
| پر صبر کر جو تجھے پہنچے، یقیناً یہ ہمت کے کاموں سے ہے۔ |

## امر بہ معروف اور نہی عن منکر کے سبب پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرنے کا بیان

"يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا أَصَابَكَ" بِسَبَبِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ "إِنَّ ذَلِكَ" الْمَذْكُورَ "مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ" أَيْ مَعْزُومَاتِهَا الَّتِي يُعْزَمُ عَلَيْهَا لِوُجُوبِهَا

اے میرے چھوٹے بیٹے! نماز قائم کر اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کر اور اس مصیبت پر صبر کر جو تجھے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی وجہ سے پہنچے، یقیناً یہ ذکر کردہ ہمت کے کاموں سے ہے۔ کیونکہ ان کے وجوب کی تاکید اسی لئے کی گئی ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابن آدم کا ہر کلام اس کے لئے وبال ہے علاوہ اس کلام کے جو امر بالمعروف (نیکی کی تاکید وتعلیم کرنے) نہی عن المنکر (برائی سے بچنے کی تلقین) یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے ہو۔ اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 796)

اس حدیث سے بظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انسانی کلام اور بات چیت میں کوئی قسم مباح نہیں ہے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی شرعی طور پر ناپسندیدہ اور غیر درست کلام اور گفتگو سے روکنے کے لئے تاکید اور مبالغہ پر محمول ہے اور ویسے بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ مباح کلام عقبیٰ وآخرت کے اعتبار سے نہ تو نافع ہوتا ہے نہ اس کا کوئی اثر مرتب ہوتا ہے۔ آخرت میں تو وہی کلام نافع اور سود مند ہوگا جو محض دینی تقاضا کے پیش نظر ہو مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ذکر اللہ یا پھر اس طرح کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی مفہوم کے اعتبار سے یوں ہے کہ ابن آدم کا ہر کلام اس کے لئے باعث حسرت ہے کہ اس کے لئے اس میں کوئی منفعت نہیں علاوہ اس کلام کے جس کا تعلق امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ذکر اللہ اور انہیں کی دوسری باتوں سے ہو۔ اس تاویل سے نہ صرف یہ کہ تمام مذکورہ احادیث میں مطابقت پیدا ہو جائے گی بلکہ وہ اشکال اور اضطراب بھی باقی نہیں رہے گا جو مباح کلام کے سلسلہ میں پیدا ہو سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ؀ |
| اور لوگوں سے اپنا رخ نہ پھیر، اور زمین پر اکڑ کر مت چل، بیشک اللہ ہر متکبر، اترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔ |

## تکبر وغرور کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَلَا تُصَعِّرْ" وَفِي قِرَاءَة تُصَاعِر "خَدّك لِلنَّاسِ" لَا تَمِلْ وَجْهك عَنْهُمْ تَكَبُّرًا "وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْض مَرَحًا" أَيْ خُيَلَاء "إنَّ اللَّه يُحِبّ كُلّ مُخْتَال" مُتَبَخْتِر فِي مَشْيه "فَخُور" عَلَى النَّاس

اور لوگوں سے غرور کے ساتھ اپنا رخ نہ پھیر، ایک قرأت میں تصاعر ہے اور زمین پر اکڑ کر یعنی تکبر سے مت چل، بیشک اللہ ہر متکبر، اترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے۔ یعنی چلنے میں لوگوں پر فخر کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہوگا اور وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1031)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذاتی بزرگی میری چادر ہے اور صفاتی عظمت گویا تمہارے اعتبار سے میرا تہمند ہے پس جو ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ جھگڑا کرے گا

یعنی جو تکبر کرے گا اس طرح وہ گویا میری ذات وصفات میں شرک کا ارتکاب کرے گا تو میں اس کو عذاب دینے والی آگ میں داخل کروں گا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تو میں اس کو آگ میں پھینک دوں گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 1034)

میری چادر اور میرا تہبند ہے جیسے الفاظ حق تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمائے ہیں اور اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ دونوں صفتیں یعنی کبرائی اور عظمت صرف میری ذات سے تعلق رکھتی ہیں جن میں کوئی بھی میرا ساجھی شریک نہیں ہوسکتا جیسے کسی کے لباس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا چنانچہ حق تعالیٰ کی کچھ صفات تو ایسی ہیں کہ جن میں کچھ حصہ بندوں کو بھی دیا گیا ہے جو صرف حق تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہیں اور جن کے ساتھ کوئی بندہ اپنے آپ کو بطریق مجاز بھی موصوف نہیں کرسکتا۔ اسی حقیقت کو مثال کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص ان کپڑوں کو نہیں پہن سکتا جو کسی دوسرے شخص کے جسم پر ہوں اسی طرح کبریائی اور حقیقی عظمت بڑائی کا بھی کوئی بندہ دعویٰ نہیں کرسکتا کیونکہ یہ دونوں صفتیں صرف میری ذات کے لئے موزوں ہیں اور مخصوص ہیں۔

کبریاء اور عظمہ، یہ دونوں لفظ لغت میں ایک ہی معنی کے حامل ہیں یعنی بزرگی اور بڑا ہونا لیکن حدیث کے ظاہری اسلوب سے ان دونوں کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے کہ ایک کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور دوسرے کو تہبند کے ساتھ لہٰذا اس فرق کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ کبریا تو صفت ذاتی ہے یعنی اللہ کی ذات کبیر و متکبر ہے خواہ دوسری اس حقیقت کو جانے یا نہ جانے اور عظمت کا لفظ حق تعالیٰ کی اس برائی کو بیان کرتا ہے جس کا ظہور اس کے غیر پر بھی ہوتا ہے کہ ساری مخلوق جانتی ہے کہ وہ ایسا رب ہے پس یہ حق تعالیٰ کی صفت اضافی ہوئی اور ذاتی صفت کا اضافی صفت سے اعلیٰ ہونا ضروری ہوتا ہے لہٰذا کبریائی کو چادر کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ چادر تہبند سے اعلیٰ ہوتی ہے اور عظمت کو تہبند کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

| |
|---|
| وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ؀ |
| اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ |

## چلنے میں میانہ روی اختیار کرنے کا بیان

"وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ" تَوَسَّطْ فِيهِ بَيْنَ الدَّبِيب وَالْإِسْرَاع وَعَلَيْك السَّكِينَة وَالْوَقَار "وَاغْضُضْ" اخْفِضْ "مِنْ صَوْتك إنَّ أَنْكَر الْأَصْوَات" أَقْبَحهَا "لَصَوْت الْحَمِير" أَوَّله زَفِير وَآخِره شَهِيق

اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر، یعنی تیز چلنے اور آہستہ چلنے کے درمیان میانہ روی اختیار کر اور سکون اور وقار کو لازم پکڑ۔ اور اپنی آواز کو کچھ پست رکھا کر، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ یعنی گدھے کی آواز بہت بری ہے۔ جس شروع میں زفیر جبکہ آخر میں شہیق ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو یہود کی طرح دوڑنے سے بھی منع کیا جاتا تھا اور نصاریٰ کی طرح بہت آہستہ چلنے سے بھی۔ اور حکم یہ تھا کہ ان دونوں چالوں کی درمیانی چال اختیار کرو۔

حضرت عائشہ نے کسی شخص کو بہت آہستہ چلتے دیکھا جیسے ابھی مرجائے گا تو لوگوں سے پوچھا کہ یہ ایسے کیوں چلتا ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ قراء میں سے ہے۔ قراء قاری کی جمع ہے، اس زمانے میں قاری اس کو بھی کہا جاتا تھا جو تلاوت قرآن کی صحت وآداب کے ساتھ قرآن کا عالم بھی ہو۔ مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی بڑا قاری عالم ہے، اس لئے ایسا چلتا ہے۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا کہ عمر بن خطاب اس سے زیادہ قاری تھے، مگر ان کی عادت یہ تھی کہ جب چلتے تو تیز چلتے تھے (مراد تیزی نہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے بلکہ اس کے بالمقابل تیزی ہے) اور جب وہ کلام کرتے تھے تو اس طرح کہ لوگ اچھی طرح سن لیں (ایسی پست آواز نہ ہوتی تھی کہ سننے والوں کو پوچھنا پڑے کہ کیا فرمایا)۔

واغضض من صوتک، یعنی آواز کو پست کرو مراد پست کرنے سے یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ بلند آواز نہ نکالو، اور شور نہ کرو۔ جیسا کہ ابھی حضرت فاروق اعظم کے متعلق گزرا کہ کلام ایسا کرتے تھے کہ حاضرین سن لیں، انہیں سننے میں تکلیف نہ ہو۔

## گدھے کی آواز سن کر پناہ مانگنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ سے اس کے رحمت وفضل کی دعا مانگو کیونکہ اس مرغ نے فرشتہ دیکھا ہے اور جب تم گدھے کی آوز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 559)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً |
| وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ○ |
| کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے تمہاری خاطر مسخر کر دیا |
| اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں، اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم |
| اور بغیر کسی ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی بہت سی چیزوں کے مسخر ہونے کا بیان

"اَلَمْ تَرَوْا" تَعْلَمُوا يَا مُخَاطَبِينَ "اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَات" مِنْ الشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم لِتَنْتَفِعُوا بِهَا "وَمَا فِي الْاَرْض" مِنْ الثِّمَار وَالْاَنْهَار وَالدَّوَابّ "وَاَسْبَغَ" اَوْسَعَ وَاَتَمَّ "عَلَيْكُمْ نِعَمه ظَاهِرَة" وَهِيَ حُسْن الصُّورَة وَتَسْوِيَة الْاَعْضَاء وَغَيْر ذٰلِكَ "وَبَاطِنَة" هِيَ الْمَعْرِفَة وَغَيْرهَا "وَمِنْ النَّاس" اَيْ اَهْل مَكَّة "مَنْ يُجَادِل فِي اللّٰه بِغَيْرِ عِلْم وَلَا هُدًى" مِنْ رَسُول "وَلَا كِتَاب مُنِير" اَنْزَلَهُ اللّٰه بَلْ بِالتَّقْلِيدِ،

کیا تم نے نہیں دیکھا یعنی اے مخاطبین کیا تم نہیں جانتے کہ بے شک اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں جو سورج وچاند اور ستارے

ہیں تا کہ تم ان سے نفع حاصل کرو۔اور جو زمین میں پھل، نہریں اور جانور جو حسن صورت و رنگ میں ہیں تمہاری خاطر مسخر کر دیا اور تم پر اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں پوری کر دیں، اور وہ حسن صورت اور اعضاء وغیرہ میں برابری ہے۔اور باطنی نعمتوں سے مراد معرفت وغیرہ ہے۔اور لوگوں یعنی اہل مکہ میں سے کوئی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر کسی علم اور بغیر کسی ہدایت یعنی رسول مکرم علیہ السلام کی ہدایت کے اور بغیر کسی روشن کتاب جس کو اللہ نے نازل کیا ہے بلکہ تقلید کی وجہ سے جھگڑا کرتا ہے۔

## سورہ لقمان آیت ۲۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت نضر بن حارث واُبَی بن خلف وغیرہ کفار کے حق میں نازل ہوئی جو باوجود بےعلم و جاہل ہونے کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق جھگڑے کیا کرتے تھے۔

آسمانوں میں مثل سورج، چاند، تاروں کے جن سے تم نفع اٹھاتے ہو اور زمینوں میں دریا، نہریں، کانیں، پہاڑ، درخت، پھل، چوپائے وغیرہ جن سے تم فائدے حاصل کرتے ہو۔

ظاہری نعمتوں سے درستی اعضاء وحواسِ خمسہ ظاہرہ اور حسن وشکل وصورت مراد ہیں اور باطنی نعمتوں سے علم معرفت وملکات فاضلہ وغیرہ۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ تو اسلام وقرآن ہے اور نعمتِ باطنہ یہ ہے کہ تمہارے گناہوں پر پردے ڈال دیئے، تمہارا افشاءِ حال نہ کیا، سزا میں جلدی نہ فرمائی۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ نعمتِ ظاہرہ درستی اعضاء اور حسن صورت ہے اور نعمتِ باطنہ اعتقادِ قلبی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رزق ہے اور باطنہ حسن خُلق۔ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ احکام شرعیہ کا ہلکا ہونا ہے اور نعمتِ باطنہ شفاعت۔ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ اسلام کا غلبہ اور دشمنوں پر فتح یاب ہونا ہے اور نعمتِ باطنہ ملائکہ کا امداد کے لئے آنا۔ایک قول یہ ہے کہ نعمتِ ظاہرہ رسول کا اتباع ہے اور نعمتِ باطنہ ان کی محبت۔رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ اِتِّبَاعَہٗ وَ مَحَبَّتَہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔(تفسیر خزائن العرفان)

| |
|---|
| وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ |
| اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے |
| جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟ |

## گمراہ آباؤ اجداد کی پیروی کی ممانعت کا بیان

"وَلَوْ كَانَ الشَّيْطَان يَدْعُوهُمْ إِلَى عَذَاب السَّعِير" أَيْ مُوجِبَاته ؟ لَا

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں بلکہ ہم اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، اور کیا اگرچہ شیطان انہیں بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو؟ یعنی اس کی طرف لے جانے

والے کاموں کی طرف بلاتا رہا ہو۔نہیں۔

تقلید آباء کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ بزرگوں میں سے کسی ایک نے کوئی غلطی کی۔کوئی غلط عقیدہ اپنایا یا کوئی بدعی کام شروع کر دیا۔پھر بعد کی نسلوں نے بزرگوں سے عقیدت کی بنا پر اس غلطی کو درست تسلیم کرتے ہوئے رائج کرلیا۔اور اس کی تحقیق کی کسی نے ضرورت ہی نہ سمجھی۔اس آیت میں دو باتوں کی صراحت کی گئی ہے۔ایک یہ کہ تقلید آباء بلا تحقیق اور شیطان کی پیروی کی ایک ہی چیز ہے۔اور دوسرے یہ کہ شیطان کی پیروی کا لازمی نتیجہ جہنم کا عذاب ہے۔گویا ان سے سوال یہ کیا جارہا ہے کہ اگر شیطان تمہارے آباء اجداد کو جہنم کی طرف لے جارہا ہو تو بھی تم اپنے آباء واجداد کی پیروی کرو گے؟

| |
|---|
| وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ |
| جو شخص اپنا رخ اطاعت اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ صاحب احسان بھی ہو تو اس نے مضبوط حلقہ کو پختگی سے |
| تھام لیا،اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں لگ جانے والے کا بیان

"وَمَنْ يُسْلِم وَجْهه إِلَى اللّٰه " أَيْ يُقْبِل عَلَى طَاعَته "وَهُوَ مُحْسِن" مُوَحِّد "فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى" بِالطَّرَفِ الْأَوْثَق الَّذِي لَا يَخَاف انْقِطَاعه "وَإِلَى اللّٰه عَاقِبَة الْأُمُور" مَرْجِعهَا،

جو شخص اپنا رخِ اطاعت اللہ کی طرف جھکا دے یعنی اس کی اطاعت میں لگ گیا اور وہ صاحب احسان بھی ہو یعنی توحید پرست ہو تو اس نے مضبوط حلقہ کو پختگی سے تھام لیا،یعنی ایسی مضبوط طرف جس کے ٹوٹنے کا کوئی اندیشہ نہ ہو اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔یعنی اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد دوسروں سے احسان کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔جو شخص تم سے بواسطہ اللہ پناہ مانگے اسے پناہ دو۔جو شخص تم سے اللہ کے نام پر کچھ مانگے اس کا سوال پورا کرو۔جو شخص تمہیں کھانے کے لئے بلائے یعنی تمہاری دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرو(بشرطیکہ کوئی حسی یا شرعی مانع نہ ہو)جو شخص تمہارے ساتھ(قولی یا فعلی)احسان کرے تو تم بھی اس کا بدلہ دو(یعنی تم بھی اس کے ساتھ ویسا ہی احسان کرو)اور اگر تم مال وزر نہ پاؤ کہ اس کا بدلہ چکا سکو تو اپنے محسن کے کے لئے دعا کرو جب تک کہ تم یہ جان لو کہ تم نے اس کا بدلہ چکا دیا ہے۔(احمد،ابوداؤد،نسائی،مشکوۃ شریف:جلد دوم:حدیث نمبر 442)

جو شخص تم سے بواسطہ اللہ پناہ مانگے،کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود تمہاری ذات کی وجہ سے یا کسی دوسرے کی طرف سے کسی حادثے وشر میں مبتلا ہو اور وہ اس وقت اللہ کا واسطہ دے کر تم سے پناہ مانگے یعنی اس وقت یوں کہے کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ تو تمہیں چاہئے تو کہ تم اس کی درخواست قبول کرو۔اور اللہ تعالیٰ کے نام

کی تعظیم کے پیش نظر اس کو اس آفت و مصیبت سے بچاؤ۔ من استعاذ منکم باللہ میں باللہ کے حرف با کے بارے میں بھی یہ احتمال ہے کہ لفظ استعاذ کا صلہ واقع ہو رہا ہو اس صورت میں اس جملے کے یہ معنی ہوں گے کہ جو شخص کسی آفت و مصیبت کے وقت اللہ سے پناہ مانگ رہا ہو تم اس سے تعرض نہ کرو بلکہ اسے پناہ دو اور اس کو آفت و مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو۔ حدیث کے آخری الفاظ حتی تروا انہ جب تک تم یہ نہ جان لو، کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے لئے اس وقت تک مکرر سہ کرر دعا کرتے رہو جب تک کہ تمہیں یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ ایک دوسری روایت میں ارشاد گرامی منقول ہے کہ جس شخص کے ساتھ احسان کیا گیا اور اس نے احسان کرنے والے سے کہا جزاک اللہ خیرا تو اس نے اپنے محسن کی تعریف اور اس کے احسان کے بدلے میں مبالغہ کیا۔ لہٰذا یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جس شخص نے اپنے کسی محسن کے لئے ایک مرتبہ جزاک اللہ خیرا کہا تو اس نے اس کے احسان کا بدلہ چکا دیا بلکہ حق سے بھی زیادہ بدلہ دیا، کیونکہ یہ جملہ کہہ کر گویا اس نے اپنے نفس کو بدلہ چکانے میں عاجز جانا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا کہ سب سے بہتر اجر اور بدلہ وہی دے سکتا ہے، لہٰذا یہ جملہ ایک بار کہنا مکرر سہ کرر دعا کرنے کے برابر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معمول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معمول تھا کہ جب کوئی سائل ان کے لئے دعا کرتا تو وہ بھی پہلے اسی طرح اس کے لئے دعا کرتیں پھر اسے صدقہ دیتیں، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اس کے لئے دعا نہ کروں تو اس کا حق اور میرا حق برابر ہو جائے گا کیونکہ جب اس نے میرے لئے دعا کی اور میں نے اسے صرف صدقہ دے دیا (تو اس طرح دونوں کے حسنات برابر ہو گئے) لہٰذا میں بھی اس کے لئے دعا کر دیتی ہوں تا کہ میری دعا تو اس کی دعا کا بدلہ ہو جائے اور جو صدقہ میں نے دیا ہے وہ خالص رہے۔

| |
|---|
| وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ ۚ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ |
| بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ |
| اور جو کفر کرتا ہے اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کر دے، انھیں ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے، ہم انھیں ان اعمال سے |
| آگاہ کر دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں، بیشک اللہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ ہم انھیں تھوڑا سا |
| سامان دیں گے، پھر انھیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔ |

## دنیا کے قلیل نفع کے بعد کفار کیلئے جہنم کی آگ ہونے کا بیان

"وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ" يَا مُحَمَّد "كُفْره" لَا تَهْتَمّ بِكُفْرِهِ "إِلَيْنَا مَرْجِعهمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا إِنَّ اللَّه عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" أَيْ بِمَا فِيهَا كَغَيْرِهِ فَمُجَازٍ عَلَيْهِ "نُمَتِّعهُمْ" فِي الدُّنْيَا "قَلِيلًا" أَيَّام حَيَاتهمْ "ثُمَّ نَضْطَرّهُمْ" فِي الْآخِرَة "إِلَى عَذَاب غَلِيظ" وَهُوَ عَذَاب النَّار لَا يَجِدُونَ عَنْهُ مَحِيصًا

اور جو کفر کرتا ہے۔ یا محمد ﷺ اس کا کفر آپ کو غمگین نہ کر دے، یعنی اس کے کفر کی وجہ سے آپ غمزدہ نہ ہوں انھیں بھی ہماری

ہی طرف پلٹ کر آنا ہے، ہم انھیں ان اعمال سے آگاہ کر دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں، بیشک اللہ سینوں کی مخفی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔یعنی جو کچھ سینوں میں ہے ان سے اسی طرح واقف ہوں جس طرح دوسرے احوال سے واقف ہوں لہٰذا اس کا تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔ہم انھیں تھوڑا سا سامان دنیا کی زندگی والے دنوں میں دیں گے، پھر انھیں آخرت میں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔اور وہ جہنم کی آگ ہے جہاں سے ان کیلئے کوئی نجات نہ ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2916)

حضرت مطرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آیا آپ پڑھ رہے تھے،

آپ نے فرمایا ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، میرا مال اے ابن آدم تیرا کیا مال ہے تیرا مال تو صرف وہی ہے جو تو نے کھالیا اور ختم کر لیا یا جو تو نے پہن لیا اور پرانا کر لیا یا جو تو نے صدقہ کیا پھر تو ختم ہو گیا۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2919)

| |
|---|
| وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ |
| لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ |
| اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔تو وہ ضرور کہہ دیں گے کہ اللہ نے، آپ فرما دیجئے: |
| تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور |
| زمین میں ہے، بے شک اللہ ہی سب سے بے پروا، بے حد خوبیوں والا ہے۔ |

## زمین و آسمان کی تخلیق سے عقیدہ توحید پر دلائل ہونے کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "سَأَلْتهمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض لَيَقُولُنَّ اللَّه " حُذِفَ مِنْهُ نُون الرَّفْع لِتَوَالِي الْأَمْثَال وَوَاو الضَّمِير لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "قُلْ الْحَمْد لِلَّهِ" عَلَى ظُهُور الْحُجَّة عَلَيْهِمْ بِالتَّوْحِيدِ "بَلْ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ " وُجُوبه عَلَيْهِمْ، "لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض " مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا فَلَا يَسْتَحِقّ الْعِبَادَة فِيهِمَا غَيْره "إِنَّ اللَّه هُوَ الْغَنِيّ" عَنْ خَلْقه "الْحَمِيد" الْمَحْمُود فِي صُنْعه،

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔تو وہ ضرور کہہ دیں گے کہ اللہ نے، یہاں پر لفظ لیقولن نون علامت رفع کو مسلسل نونات کے سبب حذف کیا گیا ہے اور واؤ ضمیر کو علامت جمع کو التقائے ساکنین کے سبب حذف کر دیا گیا ہے۔آپ فرما دیجئے: تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں کیونکہ ان پر توحید کی دلیل مکمل ظاہر ہو چکی ہے۔بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔جن پر عقیدہ توحید کا وجوب ہے۔اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور

زمین میں فرشتے مخلوق اور غلام ہیں، لہٰذا ان دونوں میں اس کے سوا کوئی ذات عبادت کا حق نہیں رکھتی۔ بے شک اللہ ہی اپنی مخلوق سے بے پرواہ، اپنی صنعت میں خوبیوں والا ہے۔

## حاکم اعلیٰ وہ اللہ ہے

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ یہ مشرک اس بات کو مانتے ہوئے سب کا خالق اکیلا اللہ ہی ہے پھر بھی دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ انکی نسبت خود جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے پیدا کئے ہوئے اور اس کے ماتحت ہیں۔ ان سے اگر پوچھا جائے کہ خالق کون ہے؟ تو انکا جواب بالکل سچا ہوتا ہے کہ اللہ! تو کہہ کہ اللہ کا شکر ہے اتنا تو تمہیں اقرار ہے۔ بات یہ ہے کہ اکثر مشرک بےعلم ہوتے ہیں۔ زمین وآسمان کی ہر چھوٹی بڑی چھپی کھلی چیز اللہ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے وہ سب سے بےنیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں وہی سزاوار حمد ہے وہی خوبیوں والا ہے۔ پیدا کرنے میں بھی احکام مقرر کرنے میں بھی وہی قابل تعریف ہے۔

یعنی جس طرح آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اللہ ہے ایسے ہی آسمان وزمین میں جو چیزیں موجود ہیں سب بلا شرکت غیرے اسی کی مخلوق ومملوک اور اسی کی طرف محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کیونکہ وجود اور توابع وجود یعنی جملہ صفات کمالیہ کا مخزن ومنبع اسی کی ذات ہے۔ اس کا کوئی کمال دوسرے سے مستفاد نہیں۔ وہ بالذات سب عزتوں اور خوبیوں کا مالک ہے۔ پھر اسے کسی کی کیا پرواہ ہوتی؟

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ |
| اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝ |
| اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، جس کے بعد سات سمندر |
| اور ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یقیناً اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے کلمات کے غیر متناہی ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَام وَالْبَحْر" عَطْف عَلَى اسْم أَنَّ "يَمُدُّهُ مِنْ بَعْده سَبْعَة أَبْحُر" مِدَادًا "مَا نَفِدَتْ كَلِمَات اللّٰه" الْمُعَبَّر بِهَا عَنْ مَعْلُومَاته بِكَتْبِهَا بِتِلْكَ الْأَقْلَام بِذَٰلِكَ الْمِدَاد وَلَا بِأَكْثَر مِنْ ذَلِكَ لِأَنَّ مَعْلُومَاته تَعَالَى غَيْر مُتَنَاهِيَة "إِنَّ اللّٰه عَزِيز" لَا يُعْجِزهُ شَيْء "حَكِيم" لَا يَخْرُج شَيْء عَنْ عِلْمه وَحِكْمَته

اور اگر واقعی ایسا ہو کہ زمین میں جو بھی درخت ہیں قلمیں ہوں اور سمندر اس کی سیاہی ہو، یہاں پر ان کے اسم پر عطف کیا گیا ہے۔ جس کے بعد سات سمندر اور ہوں تو بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی، یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کلمات کو تعبیر کیا گیا ہے یعنی مذکورہ اقلام سے لکھیں تو سیاہی ختم ہو جائے اور اقلام ختم ہو جائیں لیکن اس کی معلومات مکمل نہ ہوں گی کیونکہ وہ غیر متناہی ہیں۔ یقیناً اللہ

سب پر غالب ہے لہٰذا اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں۔کمال حکمت والا ہے۔لہٰذا اس کی حکمت اور علم سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔

## سورہ لقمان آیت ۲۷ کے شان نزول کا بیان

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہود کے علماء واحبار نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں (وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا، الاسراء:85) یعنی تمہیں تھوڑا علم دیا گیا تو اس سے آپ کی مراد ہم لوگ ہیں یا صرف اپنی قوم؟ فرمایا سب مراد ہیں، انہوں نے کہا کیا آپ کی کتاب میں یہ نہیں ہے کہ ہمیں توریت دی گئی ہے اس میں ہر شیء کا علم ہے؟ حضور نے فرمایا کہ ہر شیء کا علم بھی علم الٰہی کے حضور قلیل ہے اور تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے اتنا علم دیا ہے کہ اس پر عمل کرو تو نفع پاؤ، انہوں نے کہا آپ کیسے یہ خیال فرماتے ہیں آپ کا قول تو یہ ہے کہ جسے حکمت دی گئی اسے خیرِ کثیر دی گئی تو علم قلیل اور خیرِ کثیر کیسے جمع ہو۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، اس تقدیر پر یہ آیت مدنی ہوگی۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود نے قریش سے کہا تھا کہ مکہ میں جا کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کا کلام کریں۔ایک قول یہ ہے کہ مشرکین نے یہ کہا تھا کہ قرآن اور جو کچھ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لاتے ہیں یہ عنقریب تمام ہو جائے گا پھر قصہ ختم۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(تفسیر جامع البیان، سورہ لقمان، بیروت)

## کما حقہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا انسانی قوت سے زیادہ ہونے کا بیان

اللہ رب العلمین اپنی عزت کبریائی بڑائی جلالت اور شان بیان فرما رہا ہے اپنی پاک صفتیں اپنے بلند ترین نام اور اپنے بیشمار کلمات کا ذکر فرما رہا ہے جنہیں نہ کوئی گن سکے نہ شمار کر سکے نہ ان پر کسی کا احاطہ ہو نہ ان کی حقیقت کو کوئی پا سکے۔سید البشر ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے (لا احصی ثناء علیك كما اثنیت علی نفسك) اے اللہ میں تیری تعریفوں کا اتنا شمار بھی نہیں کر سکتا جتنی ثناء تو نے اپنے آپ فرمائی ہے۔پس یہاں جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اگر روئے زمین کے تمام تر درخت قلمیں بن جائیں اور تمام سمندر کے پانی سیاہی بن جائیں اور ان کیساتھ ہی سات سمندر اور بھی ملالئے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وصفات جلالت وبزرگی کے کلمات لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ تمام قلمیں گھس جائیں ختم ہو جائیں سب سیاہیاں پوری ہو جائیں ختم ہو جائیں لیکن اللہ وحدہ لاشریک لہ کی تعریفیں ختم نہ ہوں۔یہ نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر ہوں تو پھر اللہ کے پورے کلمات لکھنے کے لئے کافی ہو جائیں۔نہیں یہ گنتی تو زیادتی دکھانے کے لئے ہے۔اور یہ بھی نہ سمجھا جائے کہ سات سمندر موجود ہیں اور وہ عالم کو گھیرے ہوئے ہیں البتہ بنو اسرائیل کی ان سات سمندروں کی بات ایسی روایتیں ہیں لیکن نہ تو انہیں سچ کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی جھٹلایا جا سکتا ہے۔ہاں جو تفسیر ہم نے کہ ہے اسکی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے (قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا، الکھف:109) یعنی اگر سمندر سیاہی بن جائیں اور رب کے کلمات کا لکھنا شروع ہو تو کلمات اللہ کے ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر ختم ہو جائیں اگرچہ ایسا ہی اور سمندر اس کی مدد میں لائیں۔پس یہاں بھی مراد صرف اسی جیسا ایک ہی سمندر لانا نہیں بلکہ ویسا ایک پھر ایک اور بھی ویسا ہی پھر ویسا ہی الغرض خواہ کتنے ہی آ جائیں

لیکن اللہ کی باتیں ختم نہیں ہو سکتی۔

حسن بصری فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ لکھوانا شروع کرے کہ میرا یہ امر اور یہ امر تو تمام قلمیں ٹوٹ جائیں اور تمام سمندروں کے پانی ختم ہو جائیں۔ مشرکین کہتے تھے کہ یہ کلام اب ختم ہو جائے گا جس کی تردید اس آیت میں ہو رہی ہے کہ نہ رب کے عجائبات ختم ہوں نہ اس کی حکمت کی انتہا نہ اس کی صفت اور اس کے علم کا آخر۔ تمام بندوں کے علم اللہ کے علم کے مقابلے میں ایسے ہیں جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ۔ اللہ کی باتیں فنا نہیں ہوتیں نہ اسے کوئی ادراک کر سکتا ہے۔ ہم جو کچھ اس کی تعریفیں کریں وہ ان سے سوا ہے۔ یہود کے علماء نے مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یہ جو آپ قرآن میں پڑھتے ہیں آیت (وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا، الاسراء:85) یعنی تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے ہم یا آپ کی قوم؟ آپ نے فرمایا ہاں سب۔ انہوں نے کہا پھر آپ کلام اللہ شریف کی اس آیت کو کیا کریں گے جہاں فرمان ہے کہ توراۃ میں ہر چیز کا بیان ہے۔ آپ نے فرمایا سنو وہ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کے کلمات کے مقابلہ میں بہت کم ہے تمہیں کفایت ہو اتنا اللہ تعالیٰ نے نازل فرما دیا ہے۔ اس پر آیت اتری۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہونی چاہئے حالانکہ مشہور یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ لقمان، بیروت)

| |
|---|
| مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ |
| تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو اٹھانا صرف ایک شخص کی طرح ہے۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔ |

## تخلیق مخلوق و بعث مخلوق سے دلائل قدرت کا بیان

"مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَة" خَلْقًا وَبَعْثًا لِأَنَّهُ بِكَلِمَةِ كُنْ فَيَكُون "اِنَّ اللّٰهَ سَمِيع" يَسْمَع كُلّ مَسْمُوع "بَصِير" يُبْصِر كُلّ مُبْصِر لَا يَشْغَلهُ شَيْء عَنْ شَيْء،

تم سب کو پیدا کرنا اور تم سب کو مرنے کے بعد اٹھانا یعنی زندہ کرنا صرف ایک شخص کو پیدا کرنے اور اٹھانے کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ اس کے کلمہ کن فیکون سے ہے۔ بیشک اللہ ہر سنی جانے والی بات کو سننے والا ہے۔ ہر دیکھی جانے والی چیز کو دیکھنے والا ہے۔ لہٰذا اس کو دیکھنے سے مانع کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ اربوں انسانوں کی پکار بیک وقت سن لیتا ہے۔ ایک انسان کی دعا سننا اسے دوسروں کی دعا سننے سے غافل یا قاصر نہیں بنا سکتا۔ اس کے لئے ایک انسان کی ایک وقت میں دعا سننا اور اربوں انسانوں کی اسی وقت میں دعا سننا برابر ہے۔ پھر اس کی مخلوق صرف انسان ہی نہیں۔ لاکھوں انواع میں اور اربوں کھربوں کی تعداد میں ہیں۔ وہ ان سب کی وہ دعا و فریاد سنتا ہے۔ اور ایک چیونٹی کی بھی فریاد اسی طرح سنتا ہے جیسے ایک انسان کی۔ پھر معاملہ صرف سننے تک محدود نہیں۔ بلکہ انہی کمالات کے ساتھ وہ اپنی ساری مخلوق کو دیکھ بھی رہا ہے۔ ان کے ظاہری اور باطنی حالات سے واقف بھی ہے۔ انھیں رزق بھی پہنچا رہا ہے اور ان کی جملہ ضروریات بھی پوری کر رہا ہے۔ یہی حال اس کی تخلیق کا بھی ہے۔ اس کا ایک انسان کو پیدا کرنا بھی ایسے ہی ہے

جیسے سب انسانوں کا پیدا کرنا۔ وہ ایک ہی وقت میں لاکھوں انسانوں اور اربوں دوسری مخلوق کو اس وقت بھی پیدا کر رہا ہے اور قیامت کو مرنے کے بعد دوبارہ بھی انسانوں کو ایسے ہی بیک وقت اٹھا کھڑا کرے گا اور اس کے لئے ایک انسان کے دوبارہ پیدا کرنے اور سب انسانوں کے دوبارہ پیدا کرنے میں کوئی فرق نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر غالب ہے تمام اشیاء اس کے سامنے پست و عاجز ہیں کوئی اس کے ارادے کے خلاف نہیں جا سکتا اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کی منشاء کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ وہ اپنے افعال اقوال شریعت حکمت اور تمام صفتوں میں سب سے اعلیٰ غالب وقہار ہے۔ پھر فرماتا ہے تمام لوگوں کا پیدا کرنا اور انہیں مار ڈالنے کے بعد زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی آسان ہے جیسے کہ ایک شخص کو مارنا اور پیدا کرنا۔ اس کا تو کسی بات کو حکم فرما دینا کافی ہے۔ ایک آنکھ جھپکانے جتنی دیر بھی نہیں لگتی۔ نہ دوبارہ کہنا پڑے نہ اسباب اور مادے کی ضرورت۔ ایک فرمان میں قیامت قائم ہو جائے گی ایک ہی آواز کیساتھ سب جی اٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام باتوں کا سننے والا ہے سب کے کاموں کا جاننے والا ہے۔ ایک شخص کی باتیں اور اس کے کام جیسے اس پر مخفی نہیں اسی طرح تمام جہان کے معاملات اس سے پوشیدہ نہیں۔ (تفسیر خازن بتصرف، سورہ لقمان، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ |
| كُلٌّ يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر |
| کر رکھا ہے، ہر کوئی ایک مقرر میعاد تک چل رہا ہے، اور یہ کہ اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔ |

## دن رات اور سورج و چاند سے دلائل قدرت کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَعْلَم يَا مُخَاطَب "اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ" يُدْخِل "اللَّيْل فِي النَّهَار وَيُوْلِج النَّهَار" يُدْخِلهُ "فِي اللَّيْل" فَيَزِيد كُلّ مِنْهُمَا بِمَا نَقَصَ مِنْ الْآخَر "وَسَخَّرَ الشَّمْس وَالْقَمَر كُلّ" مِنْهُمَا "يَجْرِي" فِي فَلَكه "اِلٰى اَجَل مُسَمًّى" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے پس ان میں ہر ایک میں اتنا اضافہ ہوتا ہے جس قدر دوسرے میں کمی آئے۔ اور اسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر کوئی ایک مقرر میعاد تک آسمان پر چل رہا ہے، مدت مسمّیٰ سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اور یہ کہ اللہ ان تمام کاموں سے جو تم کرتے ہو خبردار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا ذکر فرمایا تو ساتھ ہی سورج اور چاند کا بھی ذکر فرما دیا۔ سورج کا تعلق دن کے اوقات سے ہے اور چاند کا رات کے اوقات سے اور یہی دو سیرے ہیں جو اہل زمین کو سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور اکثر ادوار میں ان دونوں کی ہی پوجا اور عبادت کی جاتی رہی ہے۔ اور ان دونوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے کام پر لگا دیا ہے جس سے وہ سر مو سرتابی نہیں کر سکتے۔

قابل غور و فکر بات یہ ہے کہ اللہ کی جو مخلوق اپنے کام میں اس طرح جکڑی ہوئی ہو۔ کیا وہ معبود ہونے کی اہلیت رکھتی ہے؟ جو چیز اپنے اختیار سے نہ ایک لمحہ آگے پیچھے رہ سکتی ہے اور نہ ایک انچ ادھر ادھر سرک سکتی ہے، ایسی بے اختیار مخلوق معبود سمجھ لینا حماقت نہیں تو کیا ہے؟

یعنی اس مقررہ وقت کے بعد ان کی حرکت یا ان کی گردش ختم ہو جائے گی۔ بالفاظ دیگر یہ نظام لیل ونہار ختم کر دیا جائے گا۔ اور اس سورج اور چاند کا وجود فنا ہو جائے گا۔ کیونکہ یہ چیزیں ایک مقررہ وقت تک ہیں ابدی نہیں ہیں۔ اور اگر ابدی نہیں تو ازلی بھی نہیں ہوسکتیں۔ گویا یہ چیزیں حادث ہیں اور فنا ہونے والی ہیں۔ گویا اس آیت میں دہریوں کا رد بھی موجود ہے جو اس کائنات کو ازلی ابدی سمجھتے ہیں اور مشرکوں کا بھی رد ہے جو ان فانی چیزوں کو معبود سمجھے بیٹھے ہیں۔

دہریہ حضرات تو سرے سے روز آخرت کے منکر ہوتے ہیں اور مشرکین میں سے اکثر تو آخرت کے منکر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ دور نبوی میں مشرکین مکہ اور ایران کے آتش پرست دونوں آخرت کے منکر تھے اور بعض مشرک عقیدہ آخرت کے منکر تو نہیں ہوتے مگر اس عقیدہ کو کچھ مزید ایسے عقیدے شامل کر لیتے ہیں۔ جو عقیدہ آخرت کے اصل مقصد کو فنا کر دیتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے سب لوگوں کی طرز زندگی اس دنیا میں شتر بے مہار کی طرح گزرتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ وعید سنا دی کہ اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے اور ان کی تمہیں سزا دانے پر بھی قادر ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝ |
| یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، وہ باطل ہیں اور یہ کہ اللہ ہی بلند وبالا، بڑائی والا ہے۔ |

## عبادت کا حق صرف اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْمَذْكُور "بِـاَنَّ اللّٰه هُوَ الْحَقّ" الثَّابِت "وَاَنَّ مَا يَدْعُونَ" بِـالْيَاءِ وَالتَّاء يَعْبُدُونَ "مِنْ دُونه الْبَاطِل" الزَّائِل "وَاَنَّ اللّٰه هُوَ الْعَلِيّ" عَلَى خَلْقه بِالْقَهْرِ "الْكَبِير" الْعَظِيم،

یہ یعنی ذکر کردہ اس لئے ہے کہ اللہ ہی حق ہے یعنی ثابت ہے اور جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں، یہاں پر لفظ یدعون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے وہ باطل ہیں یعنی مٹ جانے والے ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی اپنے مخلوق پر قہر کے ساتھ بلند وبالا، بڑائی والا ہے۔

یعنی حق تعالیٰ کی یہ شؤون عظیمہ اور صفات قاہرہ اس لئے ذکر کی گئیں کہ سننے والے سمجھ لیں کہ ایک خدا کو ماننا اور صرف اس کی عبادت کرنا ہی ٹھیک راستہ ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ کہا جائے یا کیا جائے باطل اور جھوٹ ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ اللہ تعالیٰ کا موجود بالذات اور واجب الوجود ہونا جو "بان اللہ ھو الحق" سے سمجھ میں آتا ہے اور دوسروں کا باطل و ہالک الذات ہونا اس کو مستلزم ہے کہ اسکیلئے اسی خدا کے واسطے یہ شؤون وصفات ثابت ہوں پھر جس کے لئے یہ شؤن وصفات ثابت ہوں گی وہ ہی معبود بننے کا مستحق ہوگا۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِیُرِیَكُمْ مِّنْ اٰیٰتِهٖؕ |
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ۝ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھادے۔ |
| بیشک اس میں ہر بڑے صابر و شاکر کے لئے نشانیاں ہیں۔ |

## سمندر میں چلتی ہوئی کشتی سے دلائل قدرت کا بیان

"أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْفُلْك" السُّفُن "تَجْرِي فِي الْبَحْر بِنِعْمَةِ اللَّه لِيُرِيَكُمْ" يَا مُخَاطَبِينَ بِذَلِكَ "مِنْ آيَاته فِي ذَلِكَ لَآيَات" عِبَرًا "لِكُلِّ صَبَّار" عَنْ مَعَاصِي اللَّه "شَكُور" لِنِعْمَتِهِ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ کی نعمت سے چلتی ہیں تا کہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھادے۔اے مخاطبین اس میں اس کی نشانیاں ہیں۔بیشک اس میں ہر بڑے صابر یعنی جو معصیت سے بچنے والا وشاکر یعنی اس کی نعمتوں کا شکر کرنے والا ہواس کے لئے نشانیاں ہیں۔

## طوفان میں کون یاد آتا ہے؟

اللہ کے حکم سے سمندروں میں جہاز رانی ہورہی ہے اگر وہ پانی میں کشتی کو تھامنے کی اور کشتی میں پانی کو کاٹنے کی قوت نہ رکھتا تو پانی میں کشتیاں کیسے چلتیں؟ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا رہا ہے مصیبت میں صبر اور راحت میں شکر کرنے والے ان سے بہت کچھ عبرتیں حاصل کر سکتے ہیں۔جب ان کفار کو سمندروں میں موجیں گھیر لیتی ہیں اور ان کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہیں اور موجیں پہاڑوں کی طرح ادھر سے ادھر ادھر سے ادھر کشتیوں کے ساتھ اٹھکیلیاں کرنے لگتی ہیں تو اپنا شرک کفر سب بھول جاتے ہیں اور گریہ وزاری سے ایک اللہ کو پکارنے لگتے ہیں جیسے اور جگہ ہے آیت (وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِیَّاهُ، الاسراء:67)، دریا میں جب تمہیں ضرر پہنچتا ہے تو بجز اللہ کے سب کو کھو بیٹھتے ہو۔اور آیت میں ہے (فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ یُشْرِكُوْنَ، العنکبوت:65) ان کی اس وقت کی لجاجت پر اگر ہمیں رحم آ گیا ہو اور جب انہیں سمندر سے پار کر دیا تو تھوڑے سے کافر ہو جاتے ہیں۔

مجاہد نے یہی تفسیر کی ہے جیسے فرمان ہے آیت (اذاھم یشرکون) لفظی معنی یہ ہیں کہ ان میں سے بعض متوسط درجے کے ہوتے ہیں ابن زید یہی کہتے ہیں جیسے فرمان ہے آیت (فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ، فاطر:32) ان میں سے بعض ظالم ہیں بعض میانہ رو ہیں۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں ہی مراد ہوں تو مطلب یہ ہوگا کہ جس نے ایسی حالت دیکھی ہو جو اس مصیبت سے نکلا ہوا ہے تو چاہیے کہ نیکیوں میں پوری طرح کوشش کرے لیکن تاہم یہ بیچ میں ہی رہ جاتے ہیں اور کچھ تو پھر کفر پر چلے جاتے ہیں۔ختار کہتے ہیں غدار کو جو عہد شکن ہو۔ختر کے معنی پوری عہد شکنی کے ہیں۔کفور کہتے ہیں منکر کو جو نعمتوں سے نٹ جائے منکر ہو جائے شکر تو ایک

طرف بھول جائے اور ذکر بھی نہ کرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ لقمان، بیروت)

| |
|---|
| وَإِذَا غَشِيَهُمْ مَوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ |
| إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُورٍ ○ |
| اور جب انھیں سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص |
| کرنے والے ہوتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے |
| والے ہیں، اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، بے حد ناشکرا ہو۔ |

## مشکل وقت میں کفار کا بھی اللہ تعالیٰ سے نجات طلب کرنے کا بیان

"وَإِذَا غَشِيَهُمْ" أَيْ عَلَا الْكُفَّار "مَوْج كَالظُّلَلِ" كَالْجِبَالِ الَّتِي تُظِلّ مَنْ تَحْتهَا "دَعَوُا اللَّه مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّين" أَيْ الدُّعَاء بِأَنْ يُنْجِيهِمْ أَيْ لَا يَدْعُونَ مَعَهُ غَيْره "فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرّ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِد" مُتَوَسِّط بَيْن الْكُفْر وَالْإِيمَان وَمِنْهُمْ بَاقٍ عَلَى كُفْره "وَمَا يَجْحَد بِآيَاتِنَا" وَمِنْهَا الْإِنْجَاء عَنْ الْمَوْج "إِلَّا كُلّ خَتَّار" غَدَّار "كَفُور" لِنِعَمِ اللَّه تَعَالَى

اور جب انھیں یعنی کفار کو سائبانوں جیسی کوئی موج ڈھانپ لیتی ہے، جس طرح کہ ان پر پہاڑ نے سایہ کر دیا ہو ایسے ہر اس چیز کو جو سایہ میں آجائے ڈھانپ لینے والی ہیں۔ تو اللہ کو پکارتے ہیں، اس حال میں کہ دین کو اس کے لیے خالص کرنے والے ہوتے ہیں، یعنی ایسی دعا کے ساتھ کہ وہ انہیں نجات دے پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ اسی وقت کفر اور ایمان کے درمیان ہو جاتے ہیں۔ تو ان میں سے کچھ ہی سیدھی راہ پر قائم رہنے والے ہیں، جبکہ بقیہ کفر پر باقی رہتے ہیں۔ اور ہماری آیات کا انکار نہیں کرتا اور اسی سے موج سے نجات ہے مگر ہر وہ شخص جو نہایت عہد توڑنے والا، اللہ کی نعمتوں کا بے حد ناشکرا ہو۔

## سورہ لقمان آیت ۳۲ کے شان نزول کا بیان

کہا گیا ہے کہ یہ آیت عکرمہ بن ابی جہل کے حق میں نازل ہوئی جس سال مکہ مکرمہ کی فتح ہوئی تو وہ سمندر کی طرف بھاگ گئے، وہاں بادِ مخالف نے گھیرا اور خطرے میں پڑ گئے تو عکرمہ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں اس خطرے سے نجات دے تو میں ضرور سید عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا یعنی اطاعت کروں گا، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا ہوا ٹھہر گئی اور عکرمہ مکہ مکرمہ کی طرف آگئے اور اسلام لائے اور بڑا مخلصانہ اسلام لائے اور بعض ان میں ایسے تھے جنہوں نے عہد وفا نہ کیا، ان کی نسبت اگلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ لقمان، لاہور)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی ایسا فرزند ہوگا جو اپنے والد کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز دھوکہ میں نہ ڈال دے، اور نہ ہی فریب دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ میں ڈال دے۔

## دنیاوی زندگی اور شیطان کے دھوکہ سے بچنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس" أَيْ أَهْل مَكَّة "اتَّقُوا رَبّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَا يَجْزِي" يُغْنِي "وَالِد عَنْ وَلَده" فِيهِ شَيْئًا "وَلَا مَوْلُود هُوَ جَازٍ عَنْ وَالِده" فِيهِ "شَيْئًا إنَّ وَعْد اللّٰه حَقّ" بِالْبَعْثِ "فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ الْحَيَاة الدُّنْيَا" عَنْ الْإِسْلَام "وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاَللّٰهِ" فِي حِلْمه وَإِمْهَاله "الْغَرُور" الشَّيْطَان،

اے لوگو! یعنی اہل مکہ! اپنے رب سے ڈرو، اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہیں دے سکے گا اور نہ کوئی ایسا فرزند ہوگا جو اپنے والد کی طرف سے کچھ بھی بدلہ دینے والا ہو، بیشک اللہ کا وعدہ یعنی دوبارہ زندہ کرنے کا سچا ہے سو دنیا کی زندگی تمہیں اسلام قبول کرنے سے ہرگز دھوکہ میں نہ ڈال دے، اور شیطان فریب دینے والا تمہیں اللہ کے بارے میں یعنی اس کے حلم و مہلت کے بارے میں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

## قیامت کے دن دنیاوی رشتہ داریوں کے احوال کا بیان

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن سے ڈرا رہا ہے اور اپنے تقوے کا حکم فرما رہا ہے۔ ارشاد ہے اس دن باپ اپنے بچے کو یا بچہ اپنے باپ کو کچھ کام نہ آئے گا ایک دوسرے کا فدیہ نہ ہو سکے گا۔ تم دنیا پر اعتماد کرنے والو آخرت کو فراموش نہ کر جاؤ شیطان کے فریب میں نہ آ جاؤ وہ تو صرف پردہ کی آڑ میں شکار کھیلنا جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عزیر علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی تکلیف ملاحظہ کی اور غم و رنج بہت بڑھ گیا نیند اچاٹ ہوگئی تو اپنے رب کی طرف جھکے۔ فرماتے ہیں میں نے نہایت تضرع و زاری کی، خوب رویا گڑگڑایا نمازیں پڑھیں روزے رکھے دعائیں مانگیں۔ ایک مرتبہ رو رو کر تضرع کر رہا تھا کہ میرے سامنے ایک فرشتہ آ گیا میں نے اس سے پوچھا کیا نیک لوگ بروں کی شفاعت کریں گے؟ یا باپ بیٹوں کے کام آئیں گے؟ اس نے فرمایا کہ قیامت کا دن جھگڑوں کے فیصلوں کا دن ہے اس دن اللہ خود سامنے ہوگا کوئی بغیر اس کی اجازت کے لب نہ ہلا سکے گا کسی کو دوسرے کے بدلے نہ پکڑا جائے گا نہ باپ بیٹے کے بدلے نہ بیٹا باپ کے بدلے نہ بھائی بھائی کے بدلے نہ غلام آقا کے بدلے نہ کوئی کسی کا غم و رنج کرے گا نہ کسی کی طرف سے کسی کو خیال ہوگا نہ کسی پر رحم کرے گا نہ کسی کو کسی سے شفقت و محبت ہوگی۔ نہ ایک دوسرے کی طرف پکڑا جائے گا۔ ہر شخص نفسا نفسی میں ہوگا ہر ایک اپنی فکر میں ہوگا ہر ایک کو اپنا رونا پڑا ہوگا ہر ایک اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوگا کسی اور کا

نہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ لقمان، بیروت)

## دنیا کی محبت کا لذت ایمان سے محروم کردینے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" جس آدمی میں یہ تین چیزیں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہوگا، اول یہ کہ اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ کسی بندہ سے اس کی محبت محض اللہ کے لئے ہو۔ تیسرے یہ کہ جب اسے اللہ نے کفر کے اندھیرے سے نکال کر ایمان واسلام کی روشنی سے نواز دیا ہے تو اب وہ اسلام سے پھر جانے کو اتنا ہی برا جانے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو"۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 7)

کمال ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ رچ بس جائے کہ ان کے ماسوا تمام دنیا اس کے سامنے کم تر ہو۔ اس طرح یہ شان بھی مومن کامل ہی کی ہوسکتی ہے کہ اگر وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو محض اللہ کی خوشنودی اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور اگر کسی سے بغض وعداوت رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ کی راہ میں غرض کہ اس کا جو بھی عمل ہو صرف اللہ کے لئے ہو اور اس کے حکم کی تکمیل میں ہو۔ ایسے ہی ایمان کا پختگی کے ساتھ دل میں بیٹھ جانا اور اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا اور کفر وشرک سے اس درجہ بیزاری ونفرت رکھنا کہ اس کے تصور وخیال کی گندگی سے بھی دل پاک وصاف رہے، ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہے۔ اسی لئے اس حدیث میں فرمایا گیا کہ ایمان کی حقیقی دولت کا مالک اور اس پر جزاء وانعام کا مستحق تو وہی آدمی ہے جو ان تینوں اوصاف سے پوری طرح متصف ہو اور ایمان کی حقیقی لذت کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جس کا دل ان چیزوں کی روشنی سے منور ہو۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ |
| مَّا ذَاتَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ ۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ |
| بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور وہی بارش اتارتا ہے، اور جو کچھ رحموں میں ہے وہ جانتا ہے، اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا |
| کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا، بیشک اللہ خوب جاننے والا ہے، خبر رکھنے والا |
| ہے (یعنی علیم بالذات ہے اور خبیر للغیر ہے، از خود ہر شے کا علم رکھتا ہے اور جسے پسند فرمائے باخبر بھی کر دیتا ہے) |

## قیامت، بارش اور مافی الارحام کے علم کا بیان

"إِنَّ اللَّه عِنْده عِلْم السَّاعَة" مَتَى تَقُوم "وَيُنْزِل" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "الْغَيْث" يُنْزِل الْمَطَر بِوَقْتٍ يَعْلَمهُ "وَيَعْلَم مَا فِي الْأَرْحَام" أَذَكَر أَمْ أُنْثَى وَلَا يَعْلَم وَاحِدًا مِنْ الثَّلَاثَة غَيْر اللَّه تَعَالَى "وَمَا تَدْرِي نَفْس مَاذَا تَكْسِب غَدًا" مِنْ خَيْر أَوْ شَرّ وَيَعْلَمهُ اللَّه تَعَالَى "وَمَا تَدْرِي نَفْس بِأَيِّ أَرْض تَمُوت"

وَيَعْلَمُهُ اللّٰهُ تَعَالٰى "اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ" بِكُلِّ شَيْءٍ "خَبِيرٌ" بِبَاطِنِهِ كَظَاهِرِهِ رَوَى الْبُخَارِيّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ حَدِيث "مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ خَمْسَةٌ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ اِلٰى آخِرِ السُّوْرَةِ"

بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، یعنی قیامت کب آئے گی، اور وہی بارش اتارتا ہے، یہاں پر لفظ ینزل یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی وہ جانتا ہے کس وقت بارش کو نازل کرنا ہے۔ اور جو کچھ رحموں میں ہے وہ جانتا ہے، خواہ وہ مذکر ہو یا مؤنث ہو لہٰذا ان تینوں چیزوں کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل خیر یا شر کمائے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے۔ بیشک اللہ خوب جاننے والا ہے، خبر رکھنے والا ہے یعنی باطن کو اسی طرح جانتا ہے جس طرح وہ ظاہر کو جانتا ہے۔

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث کو روایت کیا ہے کہ علوم خمسہ اور انہی میں سے قیامت کا علم ہے۔ جس طرح سورہ مبارکہ کے آخر تک آیا ہے۔ (یعنی علیم بالذات ہے اور خبیر للغیر ہے، اَز خود ہر شے کا علم رکھتا ہے اور جسے پسند فرمائے باخبر بھی کر دیتا ہے)

## سورہ لقمان آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حارث بن عمرو کے حق میں نازل ہوئی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر قیامت کا وقت دریافت کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ میں نے کھیتی بوئی ہے خبر دیجئے مینہ کب آئے گا اور میری عورت حاملہ ہے مجھے بتایئے کہ اس کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی، یہ تو مجھے معلوم ہے کہ کل میں نے کیا کیا، یہ مجھے بتایئے کہ آئندہ کل کو کیا کروں گا، یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کہاں پیدا ہوا مجھے یہ بتایئے کہ کہاں مروں گا۔ اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

## علم غیب کی عطاء کا بیان

جس کو چاہے اپنے اولیا اور اپنے محبوبوں میں سے انھیں خبردار کرے۔ اس آیت میں جن پانچ چیزوں کے علم کی خصوصیّت اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ بیان فرمائی گئی انھیں کی نسبت سورہ جن میں ارشاد ہوا (عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا، الجن: 26) غرض یہ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ان چیزوں کا علم کسی کو نہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں میں سے جسے چاہے بتائے اور اپنے پسندیدہ رسولوں کو بتانے کی خبر خود اس نے سورہ جن میں دی ہے۔

خلاصہ یہ کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور انبیاء و اولیاء کو غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے بطریق معجزہ و کرامت عطا ہوتا ہے، یہ اس اختصاص کے منافی نہیں اور کثیر آیتیں اور حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بارش کا وقت اور حمل میں کیا ہے اور کل کو کیا کرے اور کہاں مَرے گا ان امور کی خبریں بکثرت اولیاء و انبیاء نے دی ہیں اور قرآن و حدیث سے ثابت ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خبریں دیں تو ان فرشتوں کو بھی پہلے سے معلوم تھا کہ ان حملوں

میں کیا ہے اوران حضرات کوبھی جنہیں فرشتوں نے اطلاعیں دیں تھی اوران سب کا جاننا قرآن کریم سے ثابت ہےتو آیت کے معنی قطعاً یہی ہیں کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔اس کے یہ معنی لینا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بھی کوئی نہیں جانتا محض باطل اور صدہا آیات واحادیث کے خلاف ہے۔(خازن،بیضاوی،احمدی،روح البیان،خزائن العرفان،سورہ لقمان)

## سورہ لقمان کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔انہی کے تصدق سے سورہ لقمان کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی،ہدایت کی پختگی،تیری نعمت کا شکرادا کرنے کی توفیق اوراچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اورقلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یااللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما،امین،بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَةُ السَّجۡدَة

## یہ قرآن مجید کی سورت سجدہ ہے

### سورہ سجدہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوۡرَةُ السَّجۡدَة (مَكِّيَّة وَآيَاتُهَا ثَلَاثُونَ)

سورہ سجدہ مکیہ ہے سوائے تین آیتوں کے جو (اَفَمَنۡ كَانَ مُؤۡمِنًا كَمَنۡ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسۡتَوٗنَ، السجدۃ:18) سے شروع ہوتی ہیں، اس سورت میں تیس آیتیں اور تین سو اسّی کلمے اور ایک ہزار پانچ سو اٹھارہ حروف ہیں۔

### سورہ سجدہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں سجدہ کرنے والوں کے خلوص واطاعت کا بیان ہے۔ جو آیت ۱۵ میں ہے۔ کہ پس ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں ان کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبّر نہیں کرتے۔ اسی لئے یہ سورتسجدہ کے نام معروف ہے۔

### سورہ سجدہ کی تلاوت کا بیان

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن فجر نماز میں الٓمّٓ السَّجۡدَة (اور دوسری رکعت میں) (هَلۡ اَتٰى عَلَى الۡاِنۡسَانِ) (سُوۡرَة دھر) پڑھا کرتے تھے (صحیح بخاری) اسی طرح یہ بھی سند سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سونے سے قبل سورۃ الم السجدہ اور سورہ ملک پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی ۸۹۲، مسند احمد ۳۴۰)

### سورت سجدہ پڑھنے کی فضیلت کا بیان

خالد بن معدان فرماتے ہیں بے شک سورت سجدہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں بحث کرے گی، اور یوں کہے گی کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب کا حصہ ہوں تو اس شخص کے بارے میں میری شفاعت کو قبول کر۔

اور اگر میں تیری کتاب کا حصہ نہیں ہوں تو اس شخص کے ذریعے مجھے مٹا دے یہ سورت ایک پرندہ کی مانند ہوگی جو اپنے پر اس شخص پر پھیلا دے گی اور اس کے لئے شفاعت کرے گی اور اسے قبر کے عذاب سے بچائے گی۔ خالد بن معدان نے سورت ملک کے بارے میں بھی یہی روایت بیان کی ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں خالد بن معدان روزانہ رات کے وقت یہ دونوں سورتیں پڑھا

کرتے تھے۔ (سنن داری: جلد دوم: حدیث نمبر 1234)

خالد بن معدان فرماتے ہیں نجات دینے والی سورتوں کو پڑھا کرو اور وہ سورت سجدہ ہے کیونکہ مجھے یہ پتا چلا ہے ایک شخص جو یہ سورت پڑھتا تھا اس کے علاوہ کوئی اور سورت نہیں پڑھتا تھا وہ بہت گناہ گار تھا اس سورت نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے تھے اور یہ کہا تھا کہ اے میرے رب اس شخص کو بخش دے کیونکہ یہ میری بکثرت قرات کیا کرتا تھا۔

تو اللہ نے اس شخص کے بارے میں اس سورت کی شفاعت قبول کی اور اس شخص کے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی لکھ دی اور اس کا ایک درجہ بلند کر دیا۔ (سنن داری: جلد دوم: حدیث نمبر 1232)

| |
|---|
| الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ |
| مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ |
| الف، لام، میم (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں) اس کتاب کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، |
| سب جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ کیا کفار و مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اسے اس (رسول) نے گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہ آپ کے رب |
| کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تاکہ وہ ہدایت پائیں۔ |

## قرآن مجید کی حقانیت کی دلیل کا بیان

"الم" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "تَنْزِيل الْكِتَاب" الْقُرْآن مُبْتَدَأ "لَا رَيْب" شَكّ "فِيهِ" خَبَر أَوَّل "مِنْ رَبّ الْعَالَمِينَ" خَبَر ثَانٍ "أَمْ" بَلْ "يَقُولُونَ افْتَرَاهُ" مُحَمَّد ؟ لَا "بَلْ هُوَ الْحَقّ مِنْ رَبّك لِتُنْذِر" بِهِ "قَوْمًا مَا" نَافِيَة "أَتَاهُمْ مِنْ نَذِير مِنْ قَبْلك لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ" بِإِنْذَارِك،

الف، لام، میم حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کتاب یعنی قرآن کا نازل کرنا جس میں کوئی شک نہیں، یہاں پر لفظ تنزیل الکتاب یہ مبتداء ہے اور لاریب شک فیہ یہ خبر اول ہے جبکہ رب العالمین یہ خبر ثانی ہے۔ سب جہانوں کے رب کی طرف سے ہے۔ یا محمد ﷺ کیا کفار و مشرکین یہ کہتے ہیں کہ اسے اس رسول نے گھڑ لیا ہے۔ بلکہ وہ آپ کے رب کی طرف سے حق ہے تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا یہاں پر لفظ ما یہ نافیہ ہے۔ تاکہ وہ آپ ﷺ کے انذار سے ہدایت پائیں۔

یہ کتاب قرآن حکیم بیشک وشبہ اللہ رب العلمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ مشرکین کا یہ قول غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اسے گھڑ لیا ہے۔ نہیں یہ تو یقیناً اللہ کی طرف سے ہے اس لئے اترا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم کو ڈراوے کے ساتھ آگاہ کر دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی اور پیغمبر نہیں آیا۔ تاکہ وہ حق کی اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں۔

## زمانہ فطرت کے لوگوں کیلئے توحید کا بیان

ایسے لوگوں سے مراد زمانہ فطرت کے لوگ ہیں، وہ زمانہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد سے سید انبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک تھا کہ اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہیں آیا۔ اور ابوداؤد طیالسی نے زید بن عمرو بن نفیل کے صاحبزادے حضرت سعید بن زید بن عمرو سے جو صحابہ میں عشرہ مبشرہ میں داخل ہیں۔ یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے والد کا جو کچھ حال تھا وہ آپ کو معلوم ہے کہ توحید پر قائم، بت پرستی کے منکر تھے، تو کیا میں ان کے لئے دعائے مغفرت کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ان کے لئے دعائے مغفرت جائز ہے، وہ قیامت کے روز ایک مستقل امت ہو کر اٹھیں گے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ سجدہ، بیروت)

اسی طرح ورقہ بن نوفل جو آپ کے زمانہ نبوت شروع ہونے اور نزول قرآن کی ابتداء کے وقت موجود تھے توحید پر قائم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے کا اپنا عزم ظاہر کیا تھا، مگر فوراً بعد ہی ان کی وفات ہوگئی۔ یہ واقعات ثابت کرتے ہیں کہ اقوام عرب بھی دعوت الٰہیہ اور دعوت ایمان وت وحید سے محروم تو نہیں تھیں، مگر خود ان کے اندر کوئی نبی نہیں آیا تھا۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ |
| مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ |
| اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، |
| اس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ |

## زمین وآسمان کی ایام ستہ میں تخلیق کا بیان

"اللّٰه الَّذِی خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا فِي سِتَّة أَيَّام " أَوَّلهَا الْأَحَد وَآخِرهَا الْجُمُعَة "ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْش " هُوَ فِي اللُّغَة سَرِير الْمُلْك اسْتِوَاء يَلِيق بِهِ "مَا لَكُمْ" يَا كُفَّار مَكَّة "مِنْ دُونه" أَيْ : غَيْره "مِنْ وَلِيّ" اسْم مَا بِزِيَادَةِ مِنْ أَيْ : نَاصِر "وَلَا شَفِيع "يَدْفَع عَذَابه عَنْكُمْ "أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ" هَذَا فَتُؤْمِنُونَ

اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر چیز کو چھ دنوں میں پیدا کیا، جس کا پہلا دن اتوار تھا جبکہ آخری دن جمعہ تھا۔ پھر وہ عرش پر بلند ہوا، عرش لغت میں بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں جس پر وہ جلوہ فرما ہوتا ہے۔ اے کفار مکہ! اس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا۔ یہاں پر اسم ماء کے اضافہ کے سبب من کو زیادہ کیا گیا ہے۔ یعنی جو تم سے عذاب کو دور کرے۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ تاکہ تم ایمان لے آؤ۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت سے استدلال توحید کا بیان

تمام چیزوں کا خالق اللہ ہے۔ اس نے چھ دن میں زمین وآسمان بنائے پھر عرش پر قرار پکڑا۔ اس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ مالک وخالق وہی ہے ہر چیز کی تکمیل اسی کے ہاتھ میں ہے۔ تدبیریں سب کاموں کی وہی کرتا ہے ہر چیز پر غلبہ اسی کا ہے۔ اس کے سوا مخلوق کا نہ کوئی والی نہ اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارشی۔ اے وہ لوگو جو اس کے سوا اوروں کی عبادت کرتے ہو۔ دوسروں پر بھروسہ کرتے ہو کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی قدرتوں والا کیوں کسی کو اپنا شریک کار بنانے لگا؟ وہ برابری سے، وزیر ومشیر سے شریک وسہیم سے پاک منزہ اور مبرا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اسکے علاوہ کوئی پالنہار ہے۔ نسائی میں ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں ہیں میرا ہاتھ تھام کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی تمام چیزیں پیدا کر کے ساتویں دن عرش پر قیام کیا۔ مٹی ہفتے کے دن بنی۔ پہاڑ اتوار کے دن درخت سوموار کے دن برائیاں منگل کے دن نور بدھ کے دن جانور جمعرات کے دن آدم جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں اسے تمام روئے زمین کی مٹی سے پیدا کیا جس میں سفید وسیاہ اچھی بری ہر طرح کی تھی اسی باعث اولاد آدم بھی بھلی بری ہوئی۔ امام بخاری اسے معلل بتلاتے ہیں فرماتے ہیں اور سند سے مروری ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے اسے کعب احبار سے بیان کیا ہے اور حضرات محدثین نے بھی اسے معلل بتلایا ہے۔ اس کا حکم ساتوں آسمانوں کے اوپر سے اترتا ہے اور ساتوں زمینوں کے نیچے تک پہنچتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سجدہ، بیروت)

| |
|---|
| يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ |
| وہ آسمان سے زمین تک نظام اقتدار کی تدبیر فرماتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف ایک دن میں چڑھتا ہے |
| جس کی مقدار ایک ہزار سال ہے اس سے جو تم شمار کرتے ہو۔ |

## آسمان سے زمین تک دنیا کی تدبیر کا بیان

"يُدَبِّر الْأَمْر مِنْ السَّمَاء إِلَى الْأَرْض " مُدَّة الدُّنْيَا "ثُمَّ يَعْرُج " يَرْجِع الْأَمْر وَالتَّدْبِير "إِلَيْهِ فِي يَوْم كَانَ مِقْدَاره أَلْف سَنَة مِمَّا تَعُدُّونَ" فِي الدُّنْيَا وَفِي سُورَة "سَأَلَ" خَمْسِينَ أَلْف سَنَة وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة لِشِدَّةِ أَهْوَاله بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْكَافِر وَأَمَّا الْمُؤْمِن فَيَكُون أَخَفّ عَلَيْهِ مِنْ صَلَاة مَكْتُوبَة يُصَلِّيهَا فِي الدُّنْيَا كَمَا جَاءَ فِي الْحَدِيث

وہ آسمان سے زمین تک مدت دنیا کی تدبیر فرماتا ہے پھر وہ امر اس کی طرف ایک دن میں چڑھتا ہے اور چڑھے گا یعنی امر وتدبیر اسی کی جانب لوٹتا ہے جس کی مقدار دنیا میں ایک ہزار سال ہے اس حساب سے جو تم شمار کرتے ہو۔ اور ایک سورہ میں قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا کیونکہ کافر کی نسبت کرتے ہوئے اس کی شدت کو بیان کیا ہے جبکہ مومن کیلئے آسانی ہے کیونکہ اس کیلئے دنیا کے حساب سے پانچ نمازوں کو پڑھنے کی مقدار کا ہوگا جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

## قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کا ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "فقراء جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے جو آدھے دن کے برابر ہے۔ (رواہ البخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1168)

آدھے دن" سے مراد قیامت کا آدھا دن ہے مطلب یہ ہے کہ وہ پانچ سو سال قیامت کے آدھے دن کے برابر ہوں گے۔ اور قیامت کے دن کی مدت طوالت، دنیاوی شب وروز کے اعتبار سے ایک ہزار سال کے برابر ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ آیت (وان یوما عندربک کالف سنۃ مما تعدون)، رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک اور جگہ یہ فرمایا ہے کہ آیت (فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ، المعارج:4) اور جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، تو جاننا چاہئے کہ پہلی آیت کہ جس سے قیامت کے دن کا ایک ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) عمومیت کی حامل ہے۔ جب کہ یہ دوسری آیت (کہ جس سے قیامت کے دن کا پچاس ہزار سال کے برابر ہونا ثابت ہوتا ہے) ایک خاص نوعیت کی طرف اشارہ کرتی ہے! یعنی اصل بات تو یہی ہے کہ دنیاوی حساب کے اعتبار سے قیامت کا دن ایک ہزار سال کے برابر ہوگا اور اسی کو پہلی آیت کے ذریعہ واضح فرمایا گیا ہے۔ لیکن وہ قیامت کے دن چونکہ سختیوں اور شدت کا دن ہوگا اور جو شخص دنیا میں دین وہدایت سے جتنا دور ہوگا اس کو اس دن کی سختیاں اسی قدر زیادہ محسوس ہوگی اس لئے کفار کے حق میں اس دن کی سختیاں اس قدر زیادہ ہوں گی کہ اپنی درازی وسختی کے اعتبار سے وہ دن ان کو پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا! یہ دوسری آیت یہی مفہوم بیان کرتی ہے کہ قیامت کا دن (اگرچہ ایک ہزار سال کے برابر ہوگا مگر سختیوں اور شدائد کی بناپر) کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا جیسا کہ مومنین اور نیک کاروں کے حق میں وہ دن گویا لپیٹ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے برابر اس دن کی طوالت ان کو ایک ساعت کے بقدر معلوم ہوگی۔

اس کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ آیت (فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ، المدثر:8) اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال یہ بھی پیدا ہوسکتا ہے کہ یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے معارض ہے جو جنت میں فقراء کے پہلے داخل ہونے کی مدت کو چالیس سال ظاہر کرتی ہے؟ لہٰذا شارحین نے ان دونوں حدیثوں میں مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ بیان کیا ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ پچھلی حدیث میں "اغنیاء سے" مراد "اغنیاء مہاجرین" ہوں (جیسا کہ اس حدیث کی تشریح میں بھی اس طرف اشارہ کیا جا چکا ہے) اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ فقراء ان اغنیاء سے کہ ان کا تعلق مہاجر صحابہ سے ہے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، جب یہاں اس حدیث میں اغنیاء سے مراد وہ اغنیاء ہیں جو مہاجرین میں سے ہوں گے۔

اس وضاحت سے دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تعارض وتضاد باقی نہیں رہتا۔ لیکن جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے درمیان مذکورہ تعارض کو ختم کرنے کے لئے یہ وضاحت زیادہ مناسب وموزوں ہے کہ دونوں عدد، یعنی

چالیس اور پانچ سو سے مراد تحدید نہیں ہے۔ بلکہ مطلقا اس زمانی فرق کو بیان کرنا مقصود ہے جو جنت میں داخل ہونے کے سلسلہ میں فقراء اور اغنیاء کے درمیان ہوگا۔ چنانچہ اس فرق کو ظاہر کرنے کے لئے کہ فقراء جنت میں اغنیاء سے پہلے جائیں گے ازراہ تفنن کسی موقع پر تو چالیس سال فرمایا گیا ہے۔ اور کسی موقع پر پانچ سو سال کے الفاظ ذکر فرمائے گئے ہیں جب کہ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے یا یہ کہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعہ وحی یہی معلوم ہوا ہوگا کہ جنت میں فقراء کے اغنیاء سے پہلے جانے کی مدت چالیس سال ہوگی، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کے مطابق چالیس سال کا ذکر فرمایا: لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے فقراء کے حال پر خصوصی فضل فرماتے ہوئے اور ان کی مزید تسلی کے لئے یہ خبر دی کہ فقراء کو جنت میں اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے داخل کیا جائے گا۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دوسری مرتبہ اس بات کا ذکر کیا تو اس میں پانچ سو سال کا ذکر فرمایا۔ یا یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں کے مفہوم میں جو اختلاف نظر آتا ہے اس کا تعلق دراصل خود فقراء کی ذات وشخصیت کی غیر یکسانیت سے ہے یعنی ظاہر ہے کہ ہر غریب و نادار اور ہر فقیر مسلمان ایک ہی حالت نہیں رکھتا، بعض فقراء تو ایسے ہوتے ہیں جو صبر و رضا اور شکر کے درجہ کمال پر ہوتے ہیں اور بعض فقراء وہ ہیں جن میں صبر و رضا اور شکر کا مادہ کم ہوتا ہے لہٰذا "پانچ سو سال" والی حدیث کا تعلق اول الذکر فقراء سے اور چالیس سال والی حدیث کا تعلق موخر الذکر فقراء سے۔ یہ تاویل زیادہ مناسب اور موزوں بھی ہے اور اس کی تائید جامع الاصول کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے جس میں ان دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کے لئے یہ کہا گیا ہے کہ جس حدیث میں چالیس سال کا ذکر ہے اس کی مراد یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کی خواہش رکھنے والا فقیر، حریص غنی سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوگا اور جس حدیث میں پانچ سو سال کا ذکر ہے اس کی مراد یہ ہے کہ دنیاوی لذتوں و نعمتوں سے بالکل بے نیاز اور زاہد فقیر دنیا دار غنی سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

**ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝**

وہی غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، غالب ومہربان ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی اور انسان کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو حقیر پانی کے نچوڑ (یعنی نطفہ) سے چلایا۔

## ظاہری و باطنی احوال کا علم الٰہی میں ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" الْخَالِق الْمُدَبِّر "عَالِم الْغَيْب وَالشَّهَادَة" أَيْ مَا غَابَ عَنْ الْخَلْق وَمَا حَضَرَ "الْعَزِيز" الْمَنِيع فِي مُلْكه "الرَّحِيم" بِأَهْلِ طَاعَته

"الَّذِي أَحْسَنَ كُلّ شَيْء خَلَقَهُ" بِفَتْحِ اللَّام فِعْلًا مَاضِيًا صِفَة وَبِسُكُونِهَا بَدَل اشْتِمَال "وَبَدَأَ خَلْق

الْإِنْسَان" آدم "ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَه" ذُرِّيَّته "مِنْ سُلَالَة" عَلَقَة "مِنْ مَاء مَهِين" ضَعِيف هُوَ النُّطْفَة

وہی یعنی خالق تدبیر ہے۔غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے، یعنی جو مخلوق سے غائب یا حاضر ہے۔ جو اپنے ملک میں غالب و اہل طاعت کے ساتھ مہربان ہے۔ جس نے اچھا بنایا ہر چیز کو جو اس نے پیدا کی، یہاں پر لفظ خلق لام کے فتحہ کے ساتھ فعل ماضی آیا ہے اور سکون کے ساتھ بدل اشتمال اور صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔اور انسان یعنی آدم علیہ السلام کی پیدائش تھوڑی سی مٹی سے شروع کی۔ پھر اس کی نسل کو حقیر پانی کے نچوڑ یعنی نطفہ سے چلایا۔ جو بہت ہی کمزور نطفہ ہے۔

فرماتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کو قرینے سے بہترین طور سے ترکیب پر خوبصورت بنائی ہے۔ ہر چیز کی پیدائش کتنی عمدہ کیسی مستحکم اور مضبوط ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش کیساتھ ہی خود انسان کی پیدائش پر غور کرو۔اس کا شروع دیکھو کہ مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ئے ہوئے۔ پر ان کی نسل نطفے سے جاری رکھی جو مرد کی پیٹھ اور عورت کے سینے سے نکلتا ہے۔ پھر اسے یعنی آدم کو مٹی سے پیدا کرنے کے بعد ٹھیک ٹھاک اور درست کیا اور اس میں اپنے پاس کی روح پھونکی۔ تمہیں کان آنکھ سمجھ عطا فرمائی۔ افسوس کہ پھر بھی تم شکر گزاری میں کثرت نہیں کرتے۔ نیک انجام اور خوش نصیب وہ شخص ہے جو اللہ کی دی ہوئی طاقتوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

**ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝**

پھر اسے درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی اور تمھارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو

## انسان کی ابتدائی تخلیق کا بیان

"ثُمَّ سَوَّاهُ" أَيْ خَلْق آدَم "وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحه" أَيْ جَعَلَهُ حَيًّا حَسَّاسًا بَعْد أَنْ كَانَ جَمَادًا "وَجَعَلَ لَكُمْ" أَيْ لِذُرِّيَّتِهِ "السَّمْع" بِمَعْنَى الْأَسْمَاع "وَالْأَبْصَار وَالْأَفْئِدَة" الْقُلُوب "قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ" مَا زَائِدَة مُؤَكِّدَة لِلْقِلَّةِ

پھر اسے یعنی آدم علیہ السلام کی خلقت کو درست کیا اور اس میں اپنی ایک روح پھونکی جس سے آپ میں زندگی آئی جس کو جامد ہونے کے بعد محسوس کیا۔اور تمھارے لیے یعنی آپ کی اولاد کیلئے سنن کیلئے کان اور دیکھنے کیلئے آنکھیں اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔ یہاں پر ما زائدہ اور تاکید کیلئے آیا ہے جو معنی قلت کو بیان کر رہا ہے۔

پھر اسی انتہائی چھوٹے سے جرثومہ کو رحم مادر میں پیوست کیا تو اس کے بالکل ویسے ہی اعضاء بننے لگے اور ان پر گوشت پوست چڑھنے لگا جس چیز کا وہ جرثومہ تھا اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی انفرادی توجہ سے اس میں چند نمایاں اختلاف بھی رکھ دیئے۔ لیکن اعضاء کے توازن وتناسب میں کچھ فرق نہ آنے دیا۔ پھر یہ سب کچھ درست کرنے اور آنکھ، ناک، کان، دل وغیرہ سب اعضاء کو درست اور ٹھیک ٹھاک کر دینے کے بعد اس میں اپنے ہاں سے روح پھونک دی اور مقررہ وقت کے بعد وہ ایک تندرست اور جیتا جاگتا انسان بن کر رحم مادر سے باہر نکل آیا۔ یہ سب باتیں ایسے بدیہی امور ہیں جو سب انسانوں کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ پھر بھی انسانوں

کی اکثریت ایسی ہے جو نہ ان قدرتوں کا اعتراف کرتی ہے اور نہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر بجالاتی ہے۔

| |
|---|
| وَقَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ط بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ○ |
| اور انھوں نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ |
| بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔ |

## منکرین بعث کا مٹی میں مرکرمل جانے سے انکار بعث کا بیان

"وَقَالُوا" أَیْ مُنْكِرُو الْبَعْث "أَإِذَا ضَلَلْنَا فِی الْأَرْض" غِبْنَا فِیهَا بِأَنْ صِرْنَا تُرَابًا مُخْتَلِطًا بِتُرَابِهَا "أَإِنَّا لَفِی خَلْق جَدِید" اسْتِفْهَام إِنْكَار بِتَحْقِیقِ الْهَمْزَتَیْنِ وَتَسْهِیل الثَّانِیَة وَإِدْخَال أَلِف بَیْنهمَا عَلَی الْوَجْهَیْنِ فِی الْمَوْضِعَیْنِ "بَلْ هُمْ بِلِقَاءِ رَبّهمْ" بِالْبَعْثِ

اور انھوں یعنی منکرین بعث نے کہا کیا جب ہم زمین میں گم ہو گئے، یعنی مٹی میں غائب ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے کیا واقعی ہم ضرور نئی پیدائش میں ہوں گے؟ یہاں پر استفہام انکاری ہے۔ جو دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل کے ساتھ بھی جبکہ ان دونوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف داخل کیا جائے۔ بلکہ وہ اپنے رب کی ملاقات سے منکر ہیں۔

کفار کا عقیدہ بیان ہو رہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد جینے کے قائل نہیں۔ اور اسے وہ محال جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب ہمارے ریزے ریزے جدا ہو جائیں گے اور مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے پھر بھی کیا ہم نئے سرے سے بنائے جا سکتے ہیں۔ افسوس یہ لوگ اپنے اوپر اللہ کو بھی قیاس کرتے ہیں اور اپنی محدود قدرت پر اللہ کی نامعلوم قدرت کا اندازہ کرتے ہیں۔ مانتے ہیں جانتے ہیں کہ اللہ نے اول بار پیدا کیا ہے۔ تعجب ہے پھر دوبارہ پیدا کرنے پر اسے قدرت کیوں نہیں مانتے؟ حالانکہ اس کا تو صرف فرمان چلتا ہے۔ جہاں کہا یوں ہو جا وہیں ہو گیا۔ اسی لئے فرمادیا کہ انہیں اپنے پروردگار کی ملاقات سے انکار ہے۔

| |
|---|
| قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ○ |
| آپ فرمادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## ملک الموت کا ارواح کو قبض کرنے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "یَتَوَفَّاكُمْ مَلَك الْمَوْت الَّذِی وُكِّلَ بِكُمْ" أَیْ یَقْبِض أَرْوَاحكُمْ "ثُمَّ إِلَی رَبّكُمْ تُرْجَعُونَ" أَحْیَاء فَیُجَازِیكُمْ بِأَعْمَالِكُمْ

آپ ان سے فرمادیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روح قبض کرتا ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ یعنی تمہیں زندہ کیا جائے گا۔ پس تمہیں تمہارے اعمال کی جزاء دی جائے گی۔

اس فرشتہ کا نام عزرائیل ہے علیہ السلام اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روحیں قبض کرنے پر مقرر ہیں، اپنے کام میں کچھ غفلت

نہیں کرتے جس کا وقت آ جاتا ہے بیدرنگ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ مروی ہے کہ مَلَکُ الموت کے لئے دنیا مثلِ کفِ دست کر دی گئی ہے تو وہ مشارق و مغارب کی مخلوق کی روحیں بے مشقت اٹھا لیتے ہیں اور رحمت و عذاب کے بہت فرشتے ان کے ماتحت ہیں۔

## روزانہ انسانوں کے گھروں میں ملک الموت کے آنے کا بیان

اس کے بعد فرمایا کہ ملک الموت جو تمہاری روح قبض کرنے پر مقرر ہیں تمہیں فوت کر دیں گے۔ اس آیت میں بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک فرشتہ کا لقب ہے۔ حضرت برا کی وہ حدیث جس کا بیان سورۃ ابراہیم میں گذر چکا ہے اس سے بھی پہلی بات سمجھ میں آتی ہے اور بعض آثار میں ان کا نام عزرائیل بھی آیا ہے اور یہی مشہور ہے۔ ہاں ان کے ساتھی اور ان کے ساتھ کام کرنے والے فرشتے بھی ہیں جو جسم سے روح نکالتے ہیں اور نرخرے تک پہنچ جانے کے بعد ملک الموت اسے لے لیتے ہیں۔ ان کے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہیں اور ایسی ہی ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی طشتری رکھی ہوئی ہو۔ کہ جو چاہا اٹھالیا۔ ایک مرسل حدیث بھی اس مضمون کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ کا مقولہ بھی ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک انصاری کے سرہانے ملک الموت کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملک الموت میرے صحابی کے ساتھ آسانی کیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اے اللہ کے نبی تسکین خاطر رکھئے اور دل خوش کیجئے واللہ میں خود با ایمان اور نہایت نرمی کرنے والا ہوں۔ سنو! یارسول صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اللہ کی تمام دنیا کے ہر کچے پکے گھر میں خواہ وہ خشکی میں ہو یا تری میں ہر دن میں میرے پانچ پھیرے ہوتے ہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کو میں اس سے بھی زیادہ جانتا ہوں جتنا وہ اپنے آپ کو جانتا ہے۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقین مانئے اللہ کی قسم میں تو ایک مچھر کی جان قبض کرنے کی بھی قدرت نہیں رکھتا جب تک مجھے اللہ کا حکم نہ ہو۔

حضرت جعفر کا بیان ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کا دن میں پانچ وقت ایک ایک شخص کو ڈھونڈ بھال کرنا یہی ہے کہ آپ پانچوں نمازوں کے وقت دیکھ لیا کرتے ہیں اگر وہ نمازوں کی حفاظت کرنے والا ہو تو فرشتے اس کے قریب رہتے ہیں اور شیطان اس سے دور رہتا ہے اور اس کے آخری وقت فرشتہ اسے لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتا ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں ہر دن ہر گھر پر ملک الموت دو دفعہ آتے ہیں۔ کعب احبار اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہر دروازے پر ٹھہر کر دن بھر میں سات مرتبہ نظر مارتے ہیں کہ اس میں کوئی وہ تو نہیں جس کی روح نکالنے کا حکم ہو چکا ہو۔ پھر قیامت کے دن سب کا لوٹنا اللہ کی طرف ہے قبروں سے نکل کر میدان محشر میں اللہ کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اپنے کئے کا پھل پانا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ سجدہ، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا |
| فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ○ |

اور اگر آپ دیکھیں کہ جب مُجرم لوگ اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوں گے اور اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا

اور ہم نے سُن لیا، پس ہمیں واپس لوٹا دے کہ ہم نیک عمل کرلیں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں۔

## قیامت کے دن منکرین بعث کا ندامت سے سر جھکائے ہونے کا بیان

"وَلَوْ تَرَى إِذِ الْمُجْرِمُونَ" الْكَافِرُونَ "نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ" مُطَأْطِئُوهَا حَيَاء يَقُولُونَ "رَبّنَا أَبْصَرْنَا" مَا أَنْكَرْنَا مِنْ الْبَعْث "وَسَمِعْنَا" مِنْك تَصْدِيق الرُّسُل فِيمَا كَذَّبْنَاهُمْ فِيهِ "فَارْجِعْنَا" إِلَى الدُّنْيَا "نَعْمَل صَالِحًا" فِيهَا "إِنَّا مُوقِنُونَ" الْآن فَمَا يَنْفَعهُمْ ذَلِكَ وَلَا يَرْجِعُونَ وَجَوَاب لَوْ: لَرَأَيْت أَمْرًا فَظِيعًا،

اور اگر آپ دیکھیں (تو ان پر تعجب کریں) کہ جب مُجرم لوگ یعنی کفار اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوں گے یعنی ندامت کے باعث سر جھکائے ہوں گے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے دیکھ لیا جو ہم نے زندہ ہونے کا انکار کیا تھا۔ اور ہم نے سُن لیا، یعنی ہم نے اس چیز کی تصدیق کو سن لیا ہے جس میں ہم نے ان کی تکذیب کی تھی۔ پس اب ہمیں دنیا میں واپس لوٹا دے کہ ہم نیک عمل کرلیں بیشک اب ہم یقین کرنے والے ہیں۔ پس ان کیلئے اب کوئی فائدہ نہ ہوگا اور نہ ہی وہ دوبارہ دنیا میں لوٹائے جائیں گے۔ اور جواب ہے "لَرَأَيْت أَمْرًا فَظِيعًا" یہ محذوف ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب یہ گنہگار اپنا دوبارہ جینا خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور نہایت ذلت وحقارت کے ساتھ نادم ہوکر گردنیں جھکائے سر ڈالے اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے۔ اس وقت کہیں گے کہ اے اللہ ہماری آنکھیں روشن ہوگئیں کان کھل گئے۔ اب ہم تیرے احکام کی بجا آوری کے لئے ہر طرح تیار ہیں اس دن خوب سوچ سمجھ والے دانا بینا ہو جائیں گے۔ سب اندھا و بہرا پن جاتا رہے گا خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگیں گے اور جہنم میں جاتے ہوئے کہیں گے ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو ہم نیک اعمال کر آئیں ہمیں اب یقین ہوگیا ہے کہ تیری ملاقات سچ ہے تیرا کلام حق ہے۔ لیکن اللہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ اگر دوبارہ بھی بھیجے جائیں تو یہی حرکت کریں گے۔ پھر سے اللہ کی آیتوں کو جھٹلائیں گے دوبارہ نبیوں کو ستائیں گے۔ جیسے کہ خود قرآن کریم کی آیت (وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ، الانعام: 27) میں ہے۔ اسی لئے یہاں فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے جیسے فرمان ہے۔ اگر تیرا رب چاہتا تو زمین کا ایک ایک رہنے والا مومن بن جاتا۔ لیکن اللہ کا یہ فیصلہ صادر ہو چکا ہے کہ انسان اور جنات سے جہنم پر ہونا ہے۔ اللہ کی ذات اور اس کے پورے پورے کلمات کا یہ اٹل امر ہے۔ ہم اس کے تمام عذابوں سے پناہ چاہتے ہیں۔ دوزخیوں سے بطور سرزنش کے کہا جائے گا کہ اس دن کی ملاقات کی فراموشی کا مزہ چکھو۔ اور اس کے جھٹلانے کا خمیازہ بھگتو۔ اسے محال سمجھ کر تم نے وہ معاملہ کیا کہ جو ہر ایک بھولنے والا کیا کرتا ہے۔ اب ہم بھی تمہارے ساتھ یہی سلوک کریں گے۔ اللہ کی ذات حقیقی نسیان اور بھول سے پاک ہے۔ یہ تو صرف بدلے کے طور پر فرمایا گیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سجدہ، بیروت)

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔ پس تم مزہ چکھو کہ تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا رکھا تھا، بیشک ہم نے تم کو بھلا دیا ہے اور اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے تھے دائمی عذاب چکھتے رہو۔

## ہدایت کا اللہ کی حکمت کے مطابق سب کیلئے عام نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا" فَتَهْتَدِي بِالْإِيمَانِ وَالطَّاعَة بِاخْتِيَارٍ مِنْهَا "وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْل مِنِّي" وَهُوَ "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّم مِنْ الْجِنَّة" الْجِنّ "وَالنَّاس أَجْمَعِينَ" وَتَقُول لَهُمْ الْخَزَنَة إذَا دَخَلُوهَا: "فَذُوقُوا" الْعَذَاب "بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاء يَوْمكُمْ هَذَا" أَيْ بِتَرْكِكُمْ الْإِيمَان بِهِ "إنَّا نَسِينَاكُمْ" تَرَكْنَاكُمْ فِي الْعَذَاب "وَذُوقُوا عَذَاب الْخُلْد" الدَّائِم "بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" مِنْ الْكُفْر وَالتَّكْذِيب

اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ایمان وطاعت کی ہدایت اختیار کے ساتھ دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات پکی ہو چکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔ اور جب وہ دوزخ میں داخل ہوں گے جو جہنمی فرشتے ان سے کہیں گے۔

پس اب تم مزہ چکھو کہ تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا رکھا تھا، کیونکہ تم نے اس پر ایمان لانا چھوڑ رکھا تھا۔ بیشک ہم نے تم کو بھلا دیا ہے یعنی ہم نے تمہیں عذاب میں چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کفر اور تکذیب وغیرہ کرتے تھے دائمی عذاب چکھتے رہو۔

یعنی ہم چاہتے تو دنیا میں ہر شخص کو جبراً ہدایت پر قائم رکھتے اور وہ کوئی گناہ نہ کرتا۔ لیکن اس طرح کی جبری ہدایت ہماری اسکیم میں نہ تھی۔ ہم نے تو تمہیں پیدا ہی امتحان کے لئے کیا تھا کہ حقیقت کا مشاہدہ کئے بغیر کائنات میں اور خود اپنے نفس میں اس کی علامات دیکھ کر اپنی عقل سے اسے پہچانتے ہو یا نہیں اور انبیاء اور کتب الٰہی کے ذریعے سے جو اس حقیقت شناسی میں تمہاری مدد کرتے ہیں فائدہ اٹھاتے ہو یا نہیں۔ اس امتحان میں تم ناکام ہو چکے ہو۔ اب اگر دوبارہ امتحان کے لئے تمہیں دنیا میں بھیجا جائے اور تمہیں وہ سب کچھ یاد ہو جو تم نے یہاں دیکھا اور سنا ہے تو یہ کوئی امتحان نہ ہوگا۔ اور اگر تمہیں خالی الذہن کر کے دنیا میں بھیجا جائے اور پہلے کی طرح امتحان لیا جائے تو تم پھر وہی کچھ کرو گے جو پہلی زندگی میں کیا تھا۔

## اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو پسند کرنے یا نہ کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی

اس سے ملنے کی چاہت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں کرتا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے فرمایا یہ بات نہیں۔

بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن جب کافر کو اللہ کے عذاب اور اس کے غصے کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی ملاقات سے گریز کرتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1065)

| |
|---|
| اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ۩ ۝ |
| پس ہماری آیتوں پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں ان کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں |
| اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ |

## قرآنی آیات سن کر سجدہ ریز ہو جانے والوں کا بیان

"اِنَّمَا یُؤْمِن بِآیَاتِنَا" الْقُرْآن "الَّذِینَ إِذَا ذُكِّرُوا " وُعِظُوا "بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا " مُتَلَبِّسِینَ "بِحَمْدِ رَبِّهِمْ" أَیْ قَالُوا : سُبْحَان اللّٰه وَبِحَمْدِهِ "وَهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُونَ" عَنْ الْإِیمَان وَالطَّاعَة،

پس ہماری آیتوں یعنی قرآن پر وہی لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں ان آیتوں کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" اور وہ ایمان وطاعت سے تکبر نہیں کرتے۔

## سبحان اللہ وبحمدہ پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل سے بہتر کوئی عمل نہیں لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند یا اس سے زیادہ کہا۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 827)

اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے حدیث کی ظاہری عبارت سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے پہلے شخص کی مانند کیا یعنی اس نے پہلے شخص کی طرح صبح وشام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو وہ قیامت کے دن اس عمل سے افضل لائے گا جو یہ پہلا لائے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسرے شخص نے اگر پہلے شخص کی طرح سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام سو سو مرتبہ کہا تو وہ قیامت کے دن پہلے ہی شخص کی طرح عمل لے کر حاضر ہوگا نہ کہ اس سے افضل عمل لائے گا۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت حقیقت ومعنی کے اعتبار سے یوں ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل کے برابر کوئی عمل نہیں لائے گا جو یہ شخص لائے گا اور نہ اس

کے عمل سے افضل کوئی عمل لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند (سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام کے وقت سو سو مرتبہ سے زیادہ کہا) تو وہ اس پہلے شخص کے عمل سے افضل عمل لائے گا۔ یا پھر کہا جائے گا کہ کہ مثل ما قال اوزادعلیہ میں حرف او معنی کے اعتبار سے حرف واؤ کی جگہ استعمال کیا گیا ہے۔

| تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنفِقُوْنَ٥ |
|---|
| ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں |
| اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ |

## آرامگاہوں سے بستر چھوڑ کر عبادت کرنے والوں کا بیان

"تَتَجَافٰى جُنُوبهمْ" تَرْتَفِع "عَنْ الْمَضَاجِع" مَوَاضِع الِاضْطِجَاع بِفُرُشِهَا لِصَلَاتِهِمْ بِاللَّيْلِ تَهَجُّدًا "يَدْعُوْنَ رَبّهمْ خَوْفًا" مِنْ عِقَابه "وَطَمَعًا" فِي رَحْمَته "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ" يَتَصَدَّقُوْنَ،

ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، یعنی رات کو نماز تہجد پڑھنے کی وجہ سے اپنے لئے بچھے ہوئے بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے رب کو عذاب سے ڈرتے ہوئے اور رحمت کا طمع کرتے ہوئے پکارتے ہیں اور ہم نے انھیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یعنی صدقہ کرتے ہیں۔

## سورہ سجدہ آیت ۱۶ کے شان نزول کا بیان

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا یارسول اللہ کے کچھ صحابہ مغرب سے عشاء تک نماز میں مصروف رہتے ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل ہوئی۔ (درمنثور 5۔ 175، زادالمسیر 6۔ (337)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ) ترجمہ۔ ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔ ہم مغرب کی نماز پڑھتے اور جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز نہ پڑھ لیتے اپنی قیام گاہوں تک واپس نہ لوٹتے۔ (نیسابوری 291۔ سیوطی 220۔ ابن کثیر 3۔ (459)

حسن اور مجاہد رحمہما اللہ فرماتے ہیں یہ آیت تہجد گزاروں کے متعلق نازل ہوئی جو رات سے صبح کی نماز تک تک نماز میں کھڑے رہتے۔ اس کی صحت پر معاذ بن جبل یہ روایت بھی دلالت کرتی ہے فرماتے ہیں کہ جب ہم غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، گرمی زوروں پر تھی اور لوگ بکھرے ہوئے تھے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی نسبت مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہیں تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ایسا عمل بتلایئے جو مجھے جنت میں داخل کر دیا ور جہنم سے دور کر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے بہت بڑی چیز کے متعلق سوال کیا ہے البتہ یہ اس پر آسان ہے جس پر اللہ تعالی

آسان فرمادیں تو اللہ کی عبادت کر، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا نماز قائم کر، فرض زکوۃ ادا کر اور رمضان کے روزے رکھ اور اگر تو چاہے تو میں تجھے خیر کے دروازوں کے متعلق بھی بتلا دوں۔

میں نے عرض کیا ضرور یا رسول اللہ ﷺ، آپ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے، صدقہ برائی کو مٹا دیتا ہے اور درمیان رات میں آدمی قیام اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔(تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ، ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (نیسابوری، 292۔ مستدرک حاکم 2۔412)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ (تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (جدا رہتی ہیں ان کی کروٹیں اپنے سونے کی جگہ سے)۔ اس نماز کے انتظار میں نازل ہوئی جسے عتمہ (یعنی عشاء کی نماز) کہا جاتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1144)

## نیک لوگوں کی عبادات کا بیان

ان سچے ایمانداروں کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں۔ مغرب عشاء کے درمیان کی نماز بھی بعض نے مراد لی ہیں۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار ہے۔ اور قول ہے کہ عشاء کی اور صبح کی نمازیں با جماعت اس سے مراد ہے۔ وہ اللہ سے دعائیں کرتے ہیں اس کے عذابوں سے نجات کے لئے اور اس کی نعمتیں حاصل کرنے کے لئے ساتھ ہی صدقہ خیرات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق راہ اللہ میں دیتے رہتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے ہیں جن کا تعلق انہی کی ذات سے ہے۔ اور وہ نیکیاں بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جن کا تعلق دوسروں سے ہے۔ ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں۔ یعنی سید اولاد آدم فخر دو جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شعروں میں ہے۔

(وفینا رسول اللّٰہ یتلو کتابہ اذانشق معروف من الصبح ساطع یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ اذاستثقلت بالمشرکین المضاجع)

یعنی ہم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو صبح ہوتے ہی اللہ کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔ راتوں کو جبکہ مشرکین گہری نیند میں سوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کروٹ آپ کے بستر سے الگ ہوتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ دو شخصوں سے بہت ہی خوش ہوتا ہے ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سویا ہوا ہے لیکن دفعۃً اپنے رب کی نعمتیں اور اسکی سزائیں یاد کر کے اٹھ بیٹھتا ہے اپنے نرم و گرم بستر کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑا ہو کر نماز شروع کر دیتا ہے۔ دوسرا شخص وہ ہے جو ایک غزوے میں ہے کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور پڑ جاتا ہے لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں اللہ کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب کی رضامندی ہے میداں کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو اسے دکھاتا ہے اور

اس کے سامنے اس کے عمل کی تعریف کرتا ہے۔

مسند احمد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا صبح کے وقت میں آپ کے قریب ہی چل رہا تھا میں نے پوچھا اے اللہ کے نبی مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے آپ نے فرمایا تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا ہے لیکن اللہ جس پر آسان کر دے اس پر بڑا سہل ہے۔ سن تو اللہ کی عبادت کرتا رہ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر نمازوں کی پابندی کر رمضان کے روزے رکھ بیت اللہ کا حج کر زکوٰۃ ادا کرتا رہ۔ آ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلاؤں۔ روزہ ڈھال ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز، صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے۔ پھر آپ نے آیت (تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ، السجدۃ:16) کی تلاوت فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا آ اب میں تجھے اس امر کے سر اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی بتاؤں۔ اس تمام کا سر تو اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اب میں تجھے تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں؟ پھر آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک رکھ میں نے کہا کیا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اے معاذ افسوس تجھے معلوم نہیں انسان کو جہنم میں اوندھے منہ ڈالنے والی چیز تو اس کے زبان کے کنارے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سجدہ، بیروت)

## اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سبب حصول قرب کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارہ میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے۔

تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

انا عند ظن عبدی بی (میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں) کا مطلب یہ ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان و خیال رکھتا ہے میں اس کے لئے ویسا ہی ہوں اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے اگر وہ مجھ سے عفو معافی کی امید رکھتا ہے تو اس کو معافی دیتا ہوں اور اگر وہ میرے عذاب کا گمان رکھتا ہے تو پھر عذاب دیتا ہوں۔ اس ارشاد کے ذریعہ گویا ترغیب دلائی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم کی امید اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہئے اور اس کے بارہ میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں بخشش اور لامحدود رحمت سے نوازے گا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ ایک شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کرے گا جب اسے کنارہ دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے

میرے رب تیرے بارے میں میرا گمان اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو واپس لے آؤ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے۔ امید کا مطلب اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور پھر بخشش کا امیدوار رہے بغیر عمل صرف امید ہی پر تکیہ کر لینا ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے یعنی ایسی امید کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو شخص میری یاد میں مشغول رہتا ہے تو میں اسے مزید نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہوں اور اس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور اس کی مدد و حفاظت کرتا ہوں۔

| |
|---|
| فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ ۝ |
| لہٰذا کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے، یہ ان کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے تھے۔ |
| کیا مومن ایسے ہی ہوتا ہے جیسے فاسق ہے، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ |

## نیک اعمال والوں کے لئے مخفی ثواب کا بیان

"فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ" خُبِئَ وَفِي قِرَاءَة بِسُكُونِ الْيَاء مُضَارِع "لَهُمْ مِنْ قُرَّة أَعْيُن" مَا تُقِرّ بِهِ أَعْيُنهمْ، "أَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوُونَ" أَيْ الْمُؤْمِنُونَ وَالْفَاسِقُونَ،

پس کسی کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے، ایک قرأت کے مطابق اخفی سکون یاء کے ساتھ فعل مضارع کا صیغہ ہے۔ یہ ان اعمالِ صالحہ کا بدلہ ہوگا جو وہ کرتے رہے تھے۔ کیا مومن ایسے ہی ہوتا ہے جیسے فاسق ہے، یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی مؤمن اور فاسق برابر نہیں ہو سکتے۔

## سورہ سجدہ آیت ۱۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کیلئے ایسا انعام (جنت) تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے ان نعمتوں کے متعلق سنا اور نہ کسی دل میں ان چیزوں کا خیال آیا۔ اس کی تصدیق اللہ کی کتاب میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پھر کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کے عمل کے بدلے میں ان کی آنکھوں کی کیا ٹھنڈک چھپا رکھی ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1145)

## سورہ سجدہ آیت ۱۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کسی بات میں جھگڑ رہا تھا، دوران گفتگو میں کہنے لگا خاموش ہو جاؤ تم لڑکے ہو میں بوڑھا ہوں، میں بہت زبان دراز ہوں، میری نوک سنان تم سے زیادہ تیز ہے، میں تم سے زیادہ بہادر

ہوں، میں بڑا جتھے دار ہوں، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا چپ تو فاسق ہے، مراد یہ تھی کہ جن باتوں پر تو ناز کرتا ہے انسان کے لئے ان میں سے کوئی قابلِ مدح نہیں، انسان کا فضل وشرف ایمان وتقوٰی میں ہے جسے یہ دولت نصیب نہیں وہ انتہا کا رذیل ہے، کافر مومن کے برابر نہیں ہوسکتا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ سجدہ، بیروت)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فاسق کو مومن کی عین ضد کے طور پر بیان فرمایا، یعنی مومن اور فاسق برابر کیا ہوں گے یہ تو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جیسے دن کے مقابلہ میں رات ہوتی ہے، یعنی مومن اگر ایماندار ہے تو فاسق بے ایمان ہوگا۔ مومن اگر اللہ کا مطیع فرمان ہے تو فاسق اللہ کا باغی ہوگا۔ تو جس طرح یہ اپنے اعمال کے لحاظ سے ایک دوسرے کی عین ضد ہیں۔ اس طرح اخروی اجر کے لحاظ سے بھی ان کا معاملہ ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ اگلی دو آیات میں انہی دونوں قسم کے لوگوں کا انجام اور ان کو ملنے والی جزاء وسزا کا ذکر کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى ۡ نُزُلًاۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ان کے لئے دائمی سکونت کے باغات ہیں، |
| ضیافت واکرام میں ان کے بدلے جو وہ کرتے رہے تھے۔ |

## ایمان ونیک اعمال والوں کیلئے اللہ کی طرف سے ضیافت کا بیان

"اَمَّا الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَلَهُمْ جَنَّات الْمَأْوَى نُزُلًا" هُوَ مَا يُعَدّ لِلضَّيْفِ

چنانچہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے تو ان کے لئے دائمی سکونت کے باغات ہیں، اللہ کی طرف سے ان کی ضیافت واکرام میں ان اعمال کے بدلے جو وہ کرتے رہے تھے۔

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے رب جنتیوں میں سے سب سے کم درجہ والا کون ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ شخص جو جنتیوں کے جنت میں داخل ہونے کے بعد آئے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا کہ کیسے داخل ہو جاؤں سب لوگوں نے اپنے لئے گھر اور اپنی لینے کی چیزیں لے لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ کیا تم اس پر راضی ہو کہ تمہیں وہ کچھ عطا کر دیا جائے جو دنیا میں ایک بادشاہ کے پاس ہوا کرتا تھا؟ وہ کہے گا۔ ہاں میں راضی ہوں۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے یہ اور اس کی مثل اور اس کی مثل اور اس کی مثل ہے۔ وہ کہے گا اے رب میں راضی ہوگیا۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تمہارے لئے یہ سب کچھ اور اس سے دس گنا زیادہ ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ اس کے ساتھ ساتھ ہر وہ چیز بھی جو تیرا جی چاہے اور جس سے تیری آنکھوں کو لذت حاصل ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ بعض راوی یہ حدیث شعبی سے اور وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا مقل کرتے

ہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1148)

| |
|---|
| وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰهُمُ النَّارُ ؕ كُلَّمَاۤ اَرَادُوْۤا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَاۤ اُعِیْدُوْا فِیْهَا |
| وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ○ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ |
| الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ |
| اور جولوگ نافرمان ہوئے سوان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔وہ جب بھی اس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیئے |
| جائیں گے اوران سے کہا جائے گا کہ اس آتش دوزخ کا عذاب چکھتے رہو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔اور یقیناً ہم انھیں |
| قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے، تا کہ وہ باز آ جائیں۔ |

## دنیا میں کفار کیلئے ادنیٰ عذاب انتباہ اہل الایمان کیلئے ہونے کا بیان

"وَاَمَّا الَّذِینَ فَسَقُوا" بِالْكُفْرِ وَالتَّكْذِيب "وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنْ الْعَذَاب الْأَدْنَى" عَذَاب الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْأَسْر وَالْجَدْب سِنِينَ وَالْأَمْرَاض "دُون" قَبْل "الْعَذَاب الْأَكْبَر" عَذَاب الْآخِرَة "لَعَلَّهُمْ" أَيْ مَنْ بَقِيَ مِنْهُمْ "يَرْجِعُونَ" إلَى الْإِيمَان،

اور جولوگ کفر اوت تکذیب کے سبب نافرمان ہوئے سوان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔وہ جب بھی اس سے نکل بھاگنے کا ارادہ کریں گے تو اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اوران سے کہا جائے گا کہ اس آتش دوزخ کا عذاب چکھتے رہو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔اور یقیناً ہم انھیں قریب ترین عذاب کا کچھ حصہ سب سے بڑے عذاب سے پہلے ضرور چکھائیں گے،یعنی دنیا کا کم عذاب جو قتل،قید جو قحط سالی وامراض وغیرہ ہیں۔اس کے بعد آخرت میں ان کیلئے بڑا عذاب ہوگا۔یہ اس لئے ہوگا تا کہ وہ باز آجائیں۔اور ایمان لے آئیں۔

دنیا ہی میں قتل اور گرفتاری اور قحط وامراض وغیرہ میں مبتلا کر کے چنانچہ ایسا ہی پیش آیا کہ حضور کی ہجرت سے قبل قریش امراض ومصائب میں گرفتار ہوئے اور بعد ہجرت بدر میں مقتول ہوئے، گرفتار ہوئے اور سات برس قحط کی ایسی سخت مصیبت میں مبتلا رہے کہ ہڈیاں اور مردار اور کتے تک کھا گئے۔

بڑے عذاب سے مراد قیامت کے دن جہنم کا عذاب ہے اور عذاب الادنی سے مراد دنیا میں پہنچنے والے مصائب ہیں۔جو انفرادی طور پر بھی ہر انسان کو دیکھنا پڑے ہیں۔مثلاً بیماریاں، مالی نقصان،عزیز واقرباء کی موت یا کئی دوسرے حادثے اور اجتماعی زندگی کے مصائب الگ نوعیت کے ہوتے ہیں۔مثلاً قحط، زلزلے، وبا،فسادات اور لڑائیاں جن سے بیک وقت ہزاروں انسان لقمہ اجل بن جاتے ہیں۔اللہ کی طرف سے ہلکے ہلکے عذاب ہیں نہیں بلکہ تنبیہات بھی ہیں کہ وہ بروقت سنبھل جائیں اور انھیں معلوم ہو جائے کہ ان سے بالاتر کوئی ہستی موجود ہے جو ان کی بداعمالیوں پر ان پر گرفت کرسکتی ہے۔اور اس سے انھیں اپنا عقیدہ اور عمل

درست کرنے میں مدد ملے۔اس طرح شاید وہ بداعمالیوں سے اور آخرت میں ان کے برے انجام سے بچ جائیں۔

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۭ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۝ |
| اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ |
| یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔ |

## آیات قرآنی سے اعراض کرنے والے کے ظلم کا بیان

"وَمَنْ أَظْلَم مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبّه " الْقُرْآن "ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا" أَيْ لَا أَحَد أَظْلَم مِنْهُ "إِنَّا مِنْ الْمُجْرِمِينَ" الْمُشْرِكِينَ

اور اس سے بڑا ظالم کون ہے یعنی اس سے بڑھ کر کوئی بھی ظالم نہیں ہے۔ جسے اس کے رب کی آیات یعنی قرآن کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا۔ یقیناً ہم مجرموں یعنی مشرکین سے انتقام لینے والے ہیں۔

استفہام یہاں پر انکاری ہے، یعنی ایسے لوگوں سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جن کو ان کے رب کی آیتوں کے ذریعے تذکیر و یاد دہانی کرائی جائے لیکن وہ اس کے باوجود ان سے اعراض و روگردانی برتیں، کیونکہ اپنے رب کی آیتوں سے منہ موڑنا بڑی بیقدری و ناشکری بھی ہے۔اور محرومیوں کی محرومی بھی اس لئے اس کے مرتکب لوگ مجرم ہیں۔اور مجرموں سے ان کے جرم کا انتقام اور بدلہ لینا رب کے عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔اس لئے وہ ایسے مجرموں سے آخر کار اور بہر حال انتقام لے گا۔اور ان کو اپنے کئے کرائے کا بھگتان بہر حال بھگتنا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗىِٕهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب عطا فرمائی تو آپ ان کی ملاقات کی نسبت شک میں نہ رہیں |
| اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کیلئے ذریعہ ہدایت کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَاب " التَّوْرَاة "فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَة" شَكّ "مِنْ لِقَائِهِ " وَقَدْ الْتَقَيَا لَيْلَة الْإِسْرَاء "وَجَعَلْنَاهُ" أَيْ مُوسَى أَوْ الْكِتَاب "هُدًى" هَادِيًا

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورات عطا فرمائی تو آپ ان کی ملاقات کی نسبت شک میں نہ رہیں وہ ملاقات آپ سے عنقریب شب معراج ہونے والی ہے اور ہم نے اسے یعنی موسیٰ علیہ السلام یا کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا۔

حضرت ابن عباس اور قتادہ سے اس کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ لقاہ کی ضمیر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے، اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔اور فرمایا ہے کہ آپ

اس میں شک نہ کریں کہ آپ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوگی۔ چنانچہ ایک ملاقات شب معراج میں ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، پھر قیامت میں ملاقات ہونا بھی ثابت ہے۔

اور حضرت حسن بصری نے اس کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی اور لوگوں نے اس کی تکذیب کی اور ان کو ستایا۔ آپ بھی یقین رکھیں کہ یہ سب چیزیں آپ کو بھی پیش آئیں گی۔ اس لئے آپ کفار کی ایذاؤں سے دلگیر نہ ہوں بلکہ اس کو سنت انبیاء سمجھ کر برداشت کریں۔

## شب معراج اور نبی اکرم ﷺ کی موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات

فرماتا ہے ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات دی تو اس کی ملاقات کے بارے میں شک وشبہ میں نہ رہ۔ قتادہ فرماتے ہیں یعنی معراج والی رات میں۔ حدیث میں ہے میں نے معراج والی رات حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ گندم گوں رنگ کے لانبے قد کے گھونگریالے بالوں والے تھے ایسے جیسے قبیلہ شنوءہ کے آدمی ہوتے ہیں۔ اسی رات میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا وہ درمیانہ قد کے سرخ وسفید تھے سیدھے بال تھے۔ میں نے اسی رات حضرت مالک کو دیکھا جو جہنم کے داروغہ ہیں اور دجال کو دیکھا یہ سب ان نشانیوں میں سے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھائیں پس اس کی ملاقات میں شک وشبہ نہ کر۔ آپ نے یقیناً حضرت موسیٰ کو دیکھا اور ان سے ملے جس رات آپ کو معراج کرائی گئی۔ حضرت موسیٰ کو ہم نے بنی اسرائیل کا ہادی بنا دیا۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ ہم نے اسرائیلیوں کو ہدایت دی۔ جیسے سورۃ بنی اسرائیل میں ہے آیت (وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا، الاسراء:2) یعنی ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور بنی اسرائیل کے لیے ہادی بنا دیا کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھو۔

| |
|---|
| وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ○ |
| اور ہم نے ان میں سے جب وہ صبر کرتے رہے کچھ امام وپیشوا بنا دیئے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے |
| اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ |

## ایمان پر استقامت کا درس دینے والے ائمہ کا بیان

"وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّة " بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة يَاء : قَادَة "يَهْدُونَ" النَّاس "بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا" عَلَى دِينهمْ وَعَلَى الْبَلَاء مِنْ عَدُوّهمْ وَفِي قِرَاءَة بِكَسْرِ اللَّام وَتَخْفِيف الْمِيم "وَكَانُوا بِآيَاتِنَا" الدَّالَّة عَلَى قُدْرَتنَا وَوَحْدَانِيّتنَا،

اور ہم نے ان میں سے جب وہ صبر کرتے رہے یعنی دین پر رہنے کے سبب مصائب ودشمنوں کی عداوت پر صبر کرتے رہے کچھ امام وپیشوا بنا دیئے، یہاں پر لفظ ائمہ میں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ ابدال ثانی کے ساتھ جب اس کو یاء سے تبدیل کیا ہو۔ جو

ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے، یہاں پر لفظ لما ایک قرأت کے مطابق لام کے کسرہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ یعنی جو ہماری قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اس کی نافرمانیوں کے ترک اس کی باتوں کی تصدیق اور اس کے رسولوں کی اتباع وصبر میں جمے رہے ہم نے ان میں سے بعض کو ہدایت کے پیشوا بنا دیا جو اللہ کے احکام لوگوں کو پہنچاتے ہیں بھلائی کی طرف بلاتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں۔ لیکن جب ان کی حالت بدل گئی انہوں نے کلام اللہ میں تبدیلی تحریف تاویل شروع کر دی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہ منصب چھین لیا ان کے دل سخت کر دیئے عمل صالح اور اعتقاد صحیح ان سے دور ہو گیا۔ پہلے تو یہ دنیا سے بچے ہوئے تھے حضرت سفیان فرماتے ہیں یہ لوگ پہلے ایسے ہی تھے لہٰذا انسان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کوئی پیشوا ہو جس کی یہ اقتدا کرکے دنیا سے بچا ہوا رہے آپ فرماتے ہیں دین کے لئے علم ضروری ہے جیسے جسم کے لئے غذا ضروری ہے۔ حضرت سفیان سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے بارے میں سوال ہوا کہ صبر کی وجہ سے ان کو ایسا پیشوا بنا دیا کہ وہ ہمارے حکم کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے تمام کاموں کو اپنے ذمہ لے لیا اللہ نے بھی انہیں پیشوا بنا دیا۔ چنانچہ فرمان ہے ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب حکمت اور نبوت دی اور پاکیزہ روزیاں عنایت فرمائیں اور جہاں والوں پر فضیلت دی۔ یہاں بھی آیت کے آخر میں فرمایا کہ جن عقائد واعمال میں ان کا اختلاف ہے ان کا فیصلہ قیامت کے دن خود اللہ کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سجدہ، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| بیشک آپ کا رب ہی ان لوگوں کے درمیان قیامت کے دن ان کا فیصلہ فرمادے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن اختلاف کا فیصلہ ہونے کا بیان

"اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَة فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ" مِنْ أَمْرِ الدِّين

بیشک آپ کا رب ہی ان لوگوں کے درمیان قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ فرمادے گا جن میں یعنی جس دین کے معاملہ میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

## قیامت کے دن تین گروہوں کی صورت میں لوگوں کے جمع ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "حشر میں لوگوں کو تین قسموں میں جمع کیا جائے گا ایک قسم کے لوگ تو وہ ہوں گے جو بہشت کے خواہشمند ہیں، دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو دوزخ سے ڈرنے والے ہیں اور ان دونوں قسموں میں سے جو لوگ سواری پر ہوں گے ان کی صورت یہ ہوگی کہ) دو ایک اونٹ پر سوار ہوں گے۔ یعنی جس شخص کا مرتبہ جتنا زیادہ بلند ہوگا وہ اتنے ہی کم آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور نہایت آرام وکشادگی کے ساتھ بیٹھا ہوا ہوگا اور جس کا

مرتبہ جتنا ادنیٰ ہوگا وہ اتنے ہی زیادہ آدمیوں کے ساتھ سواری پر ہوگا اور تنگی کے ساتھ بیٹھا ہوگا) اور تیسری قسم باقی تمام لوگوں پر مشتمل ہوگی جن کو آگ جمع کرے گی اور وہ آگ ہر وقت ان لوگوں کے ساتھ رہے گی اور کسی وقت بھی ان سے الگ نہیں ہوگی یہاں تک کہ، جہاں وہ لوگ قیلولہ کریں گے (یعنی استراحت کے لئے رکیں گے، آگ بھی وہیں قیلولہ کرے گی، جہاں وہ لوگ رات گزرایں گے وہیں ان کے ساتھ ہی رات گزارے گی، جہاں وہ لوگ صبح کریں گے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ صبح کرے گی اور جہاں وہ لوگ شام کریں گے وہیں آگ بھی ان کے ساتھ شام کرے گی۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ، جلد پنجم: حدیث نمبر 107)

ملا علی قاری کے مطابق "تین قسموں" میں سے ایک یعنی پہلی قسم کے لوگ تو سوار ہوں گے اور باقی دونوں قسموں کے لوگ پیدل اور منہ کے بل چلنے والے ہوں گے جیسا کہ آگے دوسری فصل میں آنے والی حدیث سے واضح ہوگا! لیکن بعض شارحین نے کہا ہے کہ پہلی دونوں قسموں کے لوگ سواریوں پر ہوں گے اور باقی تمام لوگ پیدل چلتے ہوئے آئیں گے، نیز انہوں نے کہا ہے کہ اونٹ سواریوں کی مذکورہ تعدادوں کا ذکر دراصل ان دونوں قسموں کے لوگ کے فرقی مراتب کی تفصیل کو بطور کنایہ وتمثیل بیان کرنے کے لئے ہے کہ جو شخص جتنا زیادہ عالی مرتبہ ہوگا وہ اتنی ہی زیادہ راحت وسہولت اور سرعت وسبقت کے ساتھ میدان حشر میں پہنچے گا۔ پہلی دونوں قسموں کا تعلق اہل ایمان سے ہے جن میں سے ایک تو وہ لوگ ہوں گے جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے امیدوار رہتے ہیں اور اس نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت اور وہاں کی نعمتوں کا جو وعدہ کیا ہے اس کا اشتیاق ان پر غالب رہتا ہے اور یہ وہ بندگان خاص ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے **لا خوف علیهم ولا هم یحزنون** اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس کے اشتیاق میں کی جانے والی طاعت وعبادت اس طاعت وعبادت سے افضل ہے جو اللہ تعالیٰ کے ڈر اور خوف سے کی جائے۔ "چار ایک اونٹ پر اور دس ایک اونٹ پر ہوں گے۔" چار اور دس کے درمیان کے دوسرے اعداد کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا ہے کہ ان کو ذکر کردہ اعداد پر قیاس کر کے مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے! اسی طرح "ایک اونٹ پر ایک آدمی کا سوار ہونا" ذکر نہیں کیا گیا ہے جب کہ یقینی طور پر محشر میں آنے والوں میں ایسے افراد بھی ہوں گے جو اپنے اپنے اونٹ پر تنہا ہوں گے اور ان کی سواری میں ان کا کوئی شریک نہیں ہوگا! تو اصل بات یہ ہے کہ وہ انبیاء اور رسولوں کا مرتبہ ہے اور یہاں انبیاء اور رسولوں کے حشر کا نہیں بلکہ "لوگوں" کے حشر کا ذکر کرنا مقصود ہے! ایک بات یہ بھی بتادینا ضروری ہے کہ ایک ایک اونٹ پر دو اور دو سے زائد لوگوں کے سوار ہونے کی دونوں صورتیں محتمل ہوسکتی ہیں یا تو یہ ہوگا کہ ایک اونٹ جتنے لوگوں کی سواری کے لئے متعین ہوگا وہ سب لوگ اس پر ایک ساتھ بیٹھیں گے اور یا یہ ہوگا کہ تناوب (باری متعین کرنے) کے طور پر بیٹھیں گے، کہ ہر شخص باری باری سے سوار ہوتا رہے گا۔ اب آخر میں یہ بات جان لیجئے کہ اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ یہاں حدیث میں لوگوں کو محشر میں جمع کئے جانے کا جو ذکر ہے اس کا تعلق کس وقت سے ہے؟ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ اس حشر کا ذکر ہے جو قیامت کے دن آخرت میں برپا ہوگا اور ہر شخص کو دوبارہ زندہ کر کے محشر میں لایا جائے گا، جب کہ بعض دوسرے حضرات کا کہنا ہے کہ یہ آخرت کے حشر کا ذکر نہیں ہے بلکہ وہ "حشر" مراد ہے جو قیامت کے قریب واقع ہوگا کہ لوگوں کو تمام علاقوں سے اکٹھا کر کے ملک شام کے علاقہ میں ایک جگہ کہ جس کو "محشر" ہی

سے تعبیر کیا گیا ہے جمع کیا جائے گا اور جس کو قیامت کی علامت میں سے کہا گیا ہے، ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ آخرت میں جو حشر ہوگا اس میں تمام لوگ پا پیادہ ہوں گے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا گیا ہے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آخرت میں کئی حشر ہوں گے ایک تو قبر سے نکلتے وقت اور تمام لوگوں کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے فورا بعد اور دوسرا حشر اس کے بعد ہوگا! اس میں بعضوں کو سواریاں ملیں گی اور بعض پیدل اور بعض منہ کے بل چل کر آئیں گے! بہرحال زیادہ صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ آخرت کا حشر مراد ہے۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ |
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝ |
| اور کیا اس بات نے ان کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، جن کے رہنے کی |
| جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے؟ |

## سابقہ اقوام کفر کی ہلاکت کے سبب عبرت حاصل کرنے کا بیان

"أَوَ لَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلهمْ " أَيْ يَتَبَيَّن لِكُفَّارِ مَكَّة إهْلَاكنَا كَثِيرًا "مِنْ الْقُرُون " الْأُمَم بِكُفْرِهِمْ "يَمْشُونَ" حَال مِنْ ضَمِير لَهُمْ "فِي مَسَاكِنهمْ" فِي أَسْفَارهمْ إلَى الشَّام وَغَيْرهَا فَيَعْتَبِرُوا "إنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات" دَلَالَات عَلَى قُدْرَتنَا "أَفَلَا يَسْمَعُونَ" سَمَاع تَدَبُّر وَاتِّعَاظ،

اور کیا اس بات نے ان کفار مکہ کی رہنمائی نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں، یعنی کتنی کثیر اقوام کو ان کے کفر کے سبب ہلاک کر دیا ہے۔ جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ چلتے پھرتے ہیں۔ یہاں پر یمشون لہم ضمیر سے حال ہے۔ یعنی جب وہ اپنے سفروں میں شام وغیرہ کی طرف جاتے ہیں پس وہ عبرت حاصل کریں۔ بلاشبہ اس میں یقیناً بہت سی نشانیاں ہماری قدرت پر ہیں، تو کیا یہ نہیں سنتے؟ تا کہ سن کو غور وفکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔

## دریائے نیل کے نام عمر بن خطاب رضی اللہ کا خط

کیا یہ اس کے ملاحظہ کے بعد بھی راہ راست پر نہیں چلتے کہ ان سے پہلے کے گمراہوں کو ہم نے تہہ وبالا کر دیا ہے۔ آج ان کے نشانات مٹ گئے۔ انہوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا اللہ کی باتوں سے بے پرواہی کی۔ اب یہ جھٹلانے والے بھی ان ہی کے مکانوں میں رہتے سہتے ہیں۔ ان کی ویرانی ان کے اگلے مالکوں کی ہلاکت ان کے سامنے ہے۔ لیکن تاہم یہ عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اسی بات کو قرآن حکیم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ یہ غیر آباد کھنڈر یہ اجڑے ہوئے محلات تو تمہاری آنکھوں کو اور تمہارے کانوں کو کھولنے کے لئے اپنے اندر بہت سی نشانیاں رکھتے ہیں۔ دیکھ لو کہ اللہ کی باتیں نہ ماننے کا رسولوں کی تحقیر کرنے کا کتنا بدانجام ہوا؟ کیا تمہارے کان ان کی خبروں سے ناآشنا ہیں۔ پھر جناب باری تعالیٰ اپنے لطف وکرم کو احسان وانعام کو بیان فرما رہا ہے کہ آسمان

سے پانی اتارتا ہے پہاڑوں سے اونچی جگہوں سے سمٹ کر ندی نالوں اور دریاؤں کے ذریعہ ادھر ادھر پھیل جاتا ہے۔ بنجر غیر آباد زمین میں اس سے ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ خشکی تری سے موت زیست سے بدل جاتی ہے۔ گو مفسرین کا قول یہ بھی ہے کہ جزر مصر کی زمین ہے لیکن یہ ٹھیک ہے۔ ہاں مصر میں بھی ایسی زمین ہو تو ہو آیت میں مراد تمام وہ حصے ہیں جو سوکھ گئے ہوں جو پانی کے محتاج ہوں سخت ہو گئے ہوں زمین یبوست (خشکی) کے مارے پھٹنے لگی ہو۔ بیشک مصر کی زمین بھی ایسی ہے دریائے نیل سے وہ سیراب کی جاتی ہے۔ حبش کی بارشوں کا پانی اپنے ساتھ سرخ رنگ کی مٹی کو بھی گھسیٹتا جاتا ہے اور مصر کی زمین جو شور اور ریتلی ہے وہ اس پانی اور اس مٹی سے کھیتی کے قابل بن جاتی ہے۔

اور ہر سال پر فصل کا غلہ تازہ پانی سے انہیں میسر آتا ہے جو ادھر ادھر کا ہوتا ہے۔ اس حکیم و کریم منان و رحیم کی یہ سب مہربانیاں ہیں۔ اسی کی ذات قابل تعریف ہے روایت ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو مصر والے بوائی کے مہینے میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری قدیمی عادت ہے کہ اس مہینے میں کسی کو دریائے نیل کی بھینٹ چڑھاتے ہیں اور اگر نہ چڑھائیں تو دریا میں پانی نہیں آتا۔ ہم ایسا کرتے ہیں کہ اس مہینے کی بارھویں تاریخ کو ایک باکرہ لڑکی کو جو اپنے ماں باپ کی اکلوتی ہو اس کے والدین کو دے دلا کر رضامند کر لیتے ہیں اور اسے بہت عمدہ کپڑے اور بہت قیمتی زیور پہنا کر بنا سنوار کر اس نیل میں ڈال دیتے ہیں تو اسکا بہاؤ چڑھتا ہے ورنہ پانی چڑھتا ہی نہیں۔ سپہ سالار اسلام حضرت عمرو بن عاص فاتح مصر نے جواب دیا کہ یہ ایک جاہلانہ اور احمقانہ رسم ہے۔

اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو ایسی عادتوں کو مٹانے کے لیے آیا ہے تم اب ایسا نہیں کر سکتے۔ وہ باز رہے لیکن دریائے نیل کا پانی نہ چڑھا مہینہ پورا نکل گیا لیکن دریا خشک رہا۔ لوگ تنگ آ کر ارادہ کرنے لگے کہ مصر کو چھوڑ دیں۔ یہاں کی بود و باش ترک کر دیں اب فاتح مصر کو خیال گذرتا ہے اور دربار خلافت کو اس سے مطلع فرماتے ہیں۔ اسی وقت خلیفۃ المسلمین امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ آپ نے جو کیا اچھا کیا اب میں اپنے اس خط میں ایک پرچہ دریائے نیل کے نام بھیج رہا ہوں تم اسے لے کر نیل کے دریا میں ڈال دو۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ نے اس پرچے کو نکال کر پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل مصر کے دریائے نیل کی طرف۔ بعد حمد و صلوۃ کے مطلب یہ ہے کہ اگر تو اپنی طرف سے اور اپنی مرضی سے چل رہا ہے تب تو خیر نہ چل اگر اللہ تعالیٰ واحد و قہار تجھے جاری رکھتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہیں کہ وہ تجھے رواں کر دے۔

یہ پرچہ لے کر حضرت امیر عسکر نے دریائے نیل میں ڈال دیا۔ ابھی ایک رات بھی گذرنے نہیں پائی تھی جو دریائے نیل میں سولہ ہاتھ گہرا پانی چلنے لگا اور اسی وقت مصر کی خشک سالی تر سالی سے گرانی ارزانی سے بدل گئی۔ خط کے ساتھ ہی خطہ کا خطہ سرسبز ہو گیا اور دریا پوری روانی سے بہتا رہا۔ اس کے بعد سے ہر سال جو جان چڑھائی جاتی تھی وہ بچ گئی اور مصر سے اس ناپاک رسم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوا۔ (کتاب السنہ، تفسیر ابن کثیر، سورہ سجدہ، بیروت)

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا
تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا یُبْصِرُوْنَ ○

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم پانی کو چٹیل زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس کے ذریعے
کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، تو کیا یہ نہیں دیکھتے؟

## زمینی احوال ونباتات سے دلائل قدرت کا بیان

"أَوَلَمْ یَرَوْا أَنَّا نَسُوق الْمَاء إِلَى الْأَرْض الْجُرُز " الْیَابِسَة الَّتِی لَا نَبَات فِیهَا "فَنُخْرِج بِهِ زَرْعًا تَأْكُل مِنْهُ أَنْعَامهم وَأَنْفُسهم أَفَلَا یُبْصِرُونَ" هَذَا فَیَعْلَمُونَ أَنَّا نَقْدِر عَلَى إعَادَتهمْ

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم پانی کو چٹیل زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، یعنی ایسا خشک کر دیتے ہیں جس میں کوئی نباتات نہیں ہوتی۔ پھر اس کے ذریعے یعنی پانی کے ذریعے کھیتی نکالتے ہیں جس میں سے وہ خود اور ان کے چوپائے کھاتے ہیں، تو کیا یہ نہیں دیکھتے؟ یعنی وہ یہ کیوں نہیں جانتے۔ کہ ہم ان کو لوٹانے پر قادر ہیں۔

یعنی بارش کا ریلا یا نہروں کا پانی جب بنجر زمین کو سیراب کرتا ہے تو بے آب وگیاہ اور بنجر زمین بھی لہلہانے لگتی ہے۔ اس پر بہار آ جاتی ہے۔ جس سے ہر قسم کے جانداروں کو رزق مہیا ہوتا ہے۔ بعینہ یہی صورت وحی الٰہی کی بارش کی بھی ہوتی ہے۔ خطہ عرب جس میں توحید کی آواز نکالنا بھی اپنے لئے مصائب کو دعوت دینے کے مترادف ہیں۔ اور لوگوں کے دل حق کی دعوت کو قبول کرنے کے سلسلہ میں بالکل مردہ ہو چکے ہیں۔ اگر بارش کا ریلا بنجر زمین کو لہلہاتے کھیت میں تبدیل کر سکتا ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطہ وحی کی بارش سے توحید کی اواز سے لہلہانے لگے مردہ لوگوں میں زندگی عود کر آئے۔ لوگ سمجھنے سوچنے لگ جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اسلام کو اتنا فروغ بخشے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جائیں۔ پھر اسلام کی برکات سے صرف انسان ہی نہیں اللہ کی ساری مخلوق مستفید اور سرشار ہو جائے۔

وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا
اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ○ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ○

اور وہ کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیں: فیصلہ کے دن نہ کافروں کو ان کا ایمان فائدہ دے گا
اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی۔ سو آپ ان سے اعراض کیجئے اور انتظار کیجئے، وہ بھی یقیناً انتظار کر رہے ہیں۔

## قیامت کے دن کفار کے ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہونے کا بیان

"وَیَقُولُونَ" لِلْمُؤْمِنِینَ "مَتَى هَذَا الْفَتْح" بَیْننَا وَبَیْنكُمْ "قُلْ یَوْم الْفَتْح" بِإِنْزَالِ الْعَذَاب بِهِمْ "لَا یَنْفَع

الَّذِينَ كَفَرُوا اِيمَانهمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ" يُمْهِلُونَ لِتَوْبَةٍ أَوْ مَعْذِرَة،

"فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ" اِنْزَال الْعَذَاب بِهِمْ "اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ" بِك حَادِث مَوْت أَوْ قَتْل فَيَسْتَرِيحُونَ مِنْك وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِقِتَالِهِمْ،

اور وہ اہل ایمان سے کہتے ہیں یہ فیصلہ کب ہوگا، جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہے اگر تم سچے ہو؟ آپ فرما دیں: فیصلہ کے دن یعنی جس میں ان پر عذاب آنا ہے نہ کافروں کو ان کا ایمان فائدہ دے گا اور نہ ہی انھیں توبہ و معذرت کی مہلت دی جائے گی۔ پس آپ ان سے اعراض کیجئے اور ان پر عذاب نازل ہونے کا انتظار کیجئے، وہ بھی یقیناً انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی آپ کے وصال یا قتل کا انتظار کر رہے ہیں تا کہ وہ آپ سے راحت پائیں۔ اور یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔

توبہ و معذرت کی فیصلہ کے دن سے یا روز قیامت مراد ہے یا روز فتح مکہ یا روز بدر بر تقدیر اوّل اگر روز قیامت مراد ہو تو ایمان کا نافع نہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ ایمان وہی مقبول ہے جو دنیا میں ہو اور دنیا سے نکلنے کے بعد نہ ایمان متبول ہوگا نہ ایمان لانے کے لئے دنیا میں واپس آنا میسر آئے گا اور اگر فیصلہ کے دن سے روز بدر یا روز فتح مکہ مراد ہو تو معنی یہ ہیں کہ جبکہ عذاب آ جائے اور وہ لوگ قتل ہونے لگیں تو حالت قتل میں ان کا ایمان لانا قبول نہ کیا جائے گا اور نہ عذاب مؤخر کر کے انھیں مہلت دی جائے چنانچہ جب مکہ مکرمہ فتح ہوا تو قوم بنی کنانہ بھاگی حضرت خالد بن ولید نے جب انھیں گھیرا اور انہوں نے دیکھا کہ اب قتل سر پر آ گیا کوئی امید جاں بَری کی نہیں تو انہوں نے اسلام کا اظہار کیا، حضرت خالد نے قبول نہ فرمایا اور انھیں قتل کر دیا۔ (جمل، سورہ سجدہ، بیروت)

## سورہ سجدہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ سجدہ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الاَحزاب

# یہ قرآن مجید کی سورت الاحزاب ہے

## سورہ احزاب کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیانؒ

**سُورَةُ الْأَحْزَاب ( مَدَنِيَّة وَآيَاتهَا 73 نَزَلَتْ بَعْد آل عِمْرَان)**

سورہ احزاب مدنیہ ہے، اس میں نو رکوع، تہتر آیتیں اور ایک ہزار دو سواسّی کلمے اور پانچ ہزار سات سو نوّے حروف ہیں۔اور یہ سورت آل عمران کے بعد نازل ہوئی ہے۔

زر سے بحوالہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگ سورت احزاب کی کتنی آیتیں پڑھتے ہو؟ زر نے جواب دیا کہ ستر سے کچھ زائد آیتیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سورت جب پڑھی تھی تو یہ سورت بقرہ کے برابر یا اس سے بھی زیادہ تھی اور اس میں آیت رجم بھی تھی (کہ اگر کوئی شادی شدہ مرد وعورت بدکاری کا ارتکاب کریں تو انہیں لازماً رجم کردو یہ سزا ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے)۔

(مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 1334)

## سورہ احزاب کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں غزوہ احزاب کا ذکر آیا ہے جس کے سبب یہ سورت احزاب کے نام سے معروف ہوئی ہے۔احزاب، حزب کی جمع ہے، جس کے معنی پارٹی یا جماعت کے آتے ہیں۔اس غزوہ میں کفار کی مختلف جماعتیں متحد ہو کر مسلمانوں کو ختم کردینے کا معاہدہ کر کے مدینہ پر چڑھ آئی تھیں، اسی لئے اس غزوہ کا نام غزوہ احزاب رکھا گیا ہے۔

## غزوہ احزاب میں نبی کریم ﷺ کی شرکت کا بیان

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھودے جانے کے دن خود بنفس نفیس مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے یعنی غزوہ احزاب کے موقع پر جب خندق کھودی جارہی تھی تو سرکار دوعالم بنفس نفیس سارے کام میں شریک تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ بھی بڑے بڑے پتھر اٹھاتے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینکتے جاتے تھے یہاں تک کہ آپ کا شکم مبارک غبار آلود ہو گیا تھا اور اس موقع پر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ رجزیہ کلام پڑھتے جاتے تھے جس کا ترجمہ یہ ہے۔خدا کی قسم اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی تو ہم راہ راست نہیں پاسکتے تھے نہ ہم صدقہ دے سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے تھے۔پس اے اللہ ہم پر وقار اور اطمینان

نازل فرما اور جب دشمنان دین سے ہماری مڈ بھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔ بے شک کفار مکہ نے ہم پر اس لئے زیادتی کی ہے جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنے یعنی کفر کی طرف واپس لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو ہم انکار کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اشعار کو بلند آواز سے پڑھتے تھے خصوصا ابینا ابینا پر آواز بلند ہو جاتی تھی۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 730)

یرفع بھا صوتہ میں بھا کی ضمیر لفظ ابینا کی طرف راجع ہے اور ابینا ابینا سے پہلے لفظ قائلا مقدر ہے مطلب یہ ہے کہ آپ ان اشعار کو پڑھتے تو آخر میں لفظ ابینا کو بار بار دہراتے اور اس وقت آپ کی آواز کو زیادہ بلند کرتے اور اس سے مقصد اس لفظ کے مفہوم کو مؤکد کرنا، تلذذ و حظ حاصل کرنا اور زیادہ سے زیادہ مسلمانوں اور کافروں کے کانوں تک پہنچانا تھا۔ طیبی نے یہ لکھا ہے کہ بھا کی ضمیر ان اشعار کی طرف راجع ہے اور ابینا ابینا اس جملہ میں حال واقع ہو رہا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ آپ تمام اشعار کو با آواز بلند پڑھتے تھے اور لفظ ابینا پر پہنچ کر آواز کو خصوصیت سے بلند کر دیتے تھے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ |
| اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی مکرم ﷺ) اللہ کا یوں ہی خوف رکھنا اور کافروں |
| اور منافقوں کی نہ سننا، بیشک اللہ علم و حکمت والا ہے۔ |

## کفار و منافقین کی اتباع سے ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ اتَّقِ اللَّه " دُمْ عَلَى تَقْوَاهُ "وَلَا تُطِعْ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ " فِيمَا يُخَالِف شَرِيعَتك "إِنَّ اللَّه كَانَ عَلِيمًا" بِمَا يَكُون قَبْل كَوْنه "حَكِيمًا" فِيمَا يَخْلُقهُ

اے نبی ﷺ! اللہ سے ڈرتے رہو یعنی اس کے تقویٰ پر برقرار رہو اور کافروں اور منافقین کی پیروی نہ کرو، اس چیز کے بارے میں جو وہ تمہاری شریعت کی مخالفت میں کرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہوگی اس کے ہونے سے پہلے علم رکھتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی تخلیق حکمت کا علم رکھنے والا ہے۔

## سورہ احزاب کے شان نزول کا بیان

ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی جنگ اُحد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبَی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انہوں نے یہ کہا کہ آپ لات، عزّیٰ، منات وغیرہ بتوں کو جنہیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمائیے اور یہ فرما دیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انھیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو، مدینہ شریف سے نکال دو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکال دیا۔ اس پر یہ آیت

کریمہ نازل ہوئی اس میں خطاب تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی امت سے فرمانا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقضِ عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانو۔

یعنی ہماری طرف سے خبریں دینے والے، ہمارے اسرار کے امین، ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ" کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے یہ معنی ہیں جو ذکر کیے گئے نامِ پاک کے ساتھ، یَا مُحَمَّدُ ذکر فرما کر خطاب نہ کیا جیسا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو خطاب فرمایا ہے اس سے مقصود آپ کی تکریم اور آپ کا احترام اور آپ کی فضیلت کا ظاہر کرنا ہے۔ (مدارک، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۙ |
| وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۝ |
| اور آپ اس کی پیروی جاری رکھیئے جو آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے وحی کیا جاتا ہے، بیشک اللہ ان کاموں |
| سے خبردار ہے جو تم انجام دیتے ہو۔ اور آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کافی کارساز ہے۔ |

## وحی کی اتباع اور توکل کرنے کا بیان

"وَاتَّبِعْ مَا یُوحَی إِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ" أَیْ الْقُرْآن "إِنَّ اللّٰه کَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیرًا" وَفِی قِرَاءَة بِالتَّحْتَانِیَّة

"وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰه" فِی أَمْرك "وَکَفَی بِاللّٰهِ وَکِیلًا" حَافِظًا لَك وَأُمَّته تَبَع لَهُ فِی ذٰلِكَ کُلّه

اور تم پیروی کرو اس چیز کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف وحی کی گئی ہے یعنی قرآن بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے عمل سے باخبر ہے، ایک قرأت کے مطابق اسے "تحتانیہ" کے طور پر یَعْمَلُوْنَ (یعنی جمع مذکر حاضر کی بجائے جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر پڑھا جائے گا)

اور تم اللہ پر توکل کرو اپنے معاملے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کارساز ہونے کے حوالے سے کافی ہے، یعنی تمہاری حفاظت کرنے کے حوالے سے اس تمام معاملے میں نبی اکرم کی امت آپ کی تابع شمار ہوگی۔

## قرآن وسنت کی اتباع کرنے کا بیان

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ رہو! مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل، خبردار، عنقریب اپنے چھپرکھٹ پر پڑا ایک پیٹ بھرا آدمی کہے گا کہ بس اس قرآن کو اپنے اوپر لازم جانو (یعنی فقط قرآن ہی کو سمجھو اور اس پر عمل کرو) اور جو چیز تم قرآن میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جس چیز کو تم قرآن میں حرام پاؤ اسے حرام جانو حالانکہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام فرمایا ہے وہ اس کے مانند ہے جسے اللہ نے حرام کیا،

خبردار تمہارے لئے نہ اہلی (گھریلو) گدھا حلال کیا اور نہ کچلی رکھنے والے درندے اور نہ تمہارے لئے معاہد یعنی وہ قوم جس سے معاہدہ کیا گیا ہو کا لقطہ حلال کیا ہے جس کی پرواہ اس کے مالک کو نہ ہو۔

اور جو شخص کسی قوم کا مہمان ہو اس قوم پر لازم ہے کہ اس کی مہمانی کریں۔ اگر وہ مہمانی نہ کریں تو اس آدمی کے لئے جائز ہے کہ وہ مہمانی کے مانند اس سے حاصل کرے۔ (ابوداؤد) دارمی نے بھی ایسی روایت نقل کی ہے اور اسی طرح حدیث بھی مجھے بارگاہ الوہیت سے عطا ہوئی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 160)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے اور جب میں اسے یاد کر لیتا ہوں جو اس نے کہا تو وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے اسے میں یاد کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھا پھر جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2)

| |
|---|
| مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا |
| جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ۝ |
| اللہ نے کسی آدمی کے لئے اس کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے، اور اس نے تمہاری بیویوں کو جنہیں تم ظہار کرتے ہوئے |
| ماں کہہ دیتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنایا، اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے (حقیقی) بیٹے بنایا، یہ سب تمہارے |
| منہ کی اپنی باتیں ہیں، اور اللہ حق بات فرماتا ہے، اور وہی (سیدھا) راستہ دکھاتا ہے۔ |

## کسی بھی سینے میں دو دل نہ ہونے کا بیان

"مَا جَعَلَ اللّٰه لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفه" رَدًّا عَلَى مَنْ قَالَ مِنْ الْكُفَّار إنَّ لَهُ قَلْبَيْنِ بِعَقْلٍ بِكُلٍّ مِنْهُمَا أَفْضَل مِنْ عَقْل مُحَمَّد "وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجكُمْ اللَّائِي" بِهَمْزَةٍ وَيَاء وَبِلَا يَاء "تُظَاهِرُونَ" بِلَا أَلِف قَبْل الْهَاء وَبِهَا وَالتَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل مُدْغَمَة فِي الظَّاء "مِنْهُنَّ" يَقُول الْوَاحِد مَثَلًا لِزَوْجَتِهِ أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي "أُمَّهَاتكُمْ" أَيْ كَالْأُمَّهَاتِ فِي تَحْرِيمهَا بِذَلِكَ الْمُعَدّ فِي الْجَاهِلِيَّة طَلَاقًا وَإِنَّمَا تَجِب بِهِ الْكَفَّارَة بِشَرْطِهِ كَمَا ذُكِرَ فِي سُورَة الْمُجَادَلَة "وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ" جَمْع دَعِيّ وَهُوَ مَنْ يُدَّعَى لِغَيْرِ أَبِيهِ ابْنًا لَهُ "أَبْنَاءَكُمْ" حَقِيقَة "ذَلِكُمْ قَوْلكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ" أَيْ الْيَهُود وَالْمُنَافِقِينَ قَالُوا لَمَّا تَزَوَّجَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيْنَب بِنْت جَحْش الَّتِي كَانَتْ امْرَأَة زَيْد بْن حَارِثَة الَّذِي تَبَنَّاهُ

النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا : تَزَوَّجَ مُحَمَّد امْرَأَة ابْنه فَأَكْذَبَهُمْ اللّٰه تَعَالَى فِي ذَلِكَ "وَاللّٰه يَقُول الْحَقّ" فِي ذَلِكَ "وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيل" سَبِيل الْحَقّ،

اللہ تعالیٰ نے کسی بھی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ یہ ان کفار کی تردید ہے جو یہ کہتے تھے کہ ان کے دو دل ہیں۔ جن میں سے ہر ایک سمجھ بوجھ رکھتا ہے اور اس حوالے سے وہ عقل میں نبی اکرم سے بہتر ہیں اور اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) تمہاری بیویوں کو نہیں بنایا یہاں پر لفظ "اللائی" ہمزہ اور "ی" کے ساتھ بھی ہے اور اس کے بغیر بھی۔ جن کے ساتھ تم ظہار کرتے ہو اس میں "ہ" سے پہلے "ا" ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی اور اصل میں دوسری "ت" کو "ظ" میں مدغم کیا گیا ہے، ان میں سے ایک شخص اپنی بیوی سے یہ کہتا ہے کہ تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح قابل احترام ہو، (اپنی ماؤں کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے) یعنی وہ حرمت میں ماؤں کی طرح ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگ اسے طلاق شمار کرتے تھے لیکن اس کے ذریعے صرف کفارہ لازم ہوتا ہے جو شرائط کے ہمراہ ہے جس کا ذکر سورۃ "مجادلہ" میں کیا گیا ہے۔

اور اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) نہیں بنایا ہے جن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے یہ لفظ "دعی" کی جمع ہے یہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اس کے حقیقی باپ کی بجائے کوئی دوسرا شخص اپنے بیٹے کے طور پر بلائے، تمہارے بیٹے یعنی حقیقت کے اعتبار سے یہ تمہاری بات ہے جو تمہارے منہ سے تعلق رکھتی ہے یعنی یہودیوں اور منافقین (کی بات) جب انہوں نے یہ کہا جس وقت نبی اکرم نے سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی کی تھی جو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ اہلیہ تھیں جنہیں نبی اکرم نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا، انہوں نے یہ کہا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی (سابقہ) بیوی کے ساتھ شادی کر لی ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کو غلط قرار دیا اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے یعنی اس بارے میں اور وہ راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے یعنی حق کے راستے کی طرف۔

## سورہ احزاب آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز نماز کے لئے کھڑے تھے کہ آپ کو کوئی امر پیش آیا تو ان منافقین نے جو آپ کے ساتھ نماز میں شریک تھے کہا کیا تم دیکھتے نہیں ان کے دو دل ہیں ایک تمہارے ساتھ اور ایک اس کے ساتھ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ) خدا نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔ (سنن ترمذی رقم (3199)

سعید بن جبیر، مجاہد اور عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک شخص دو دل والا مشہور تھا اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ نے حسن سے اسی کے مثل روایت ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ نقل کی ہے۔ وہ شخص کہا کرتا تھا کہ ایک دل مجھے حکم کرتا ہے اور ایک روکتا ہے۔

اور حضرت مجاہد سے ایک روایت اس طرح ہے کہ یہ آیت بنوفہم کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی وہ کہتا تھا کہ میرے سینے میں دو دل ہیں ان میں سے ہر ایک کے ذریعے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے زیادہ سمجھتا ہوں۔

سدی سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ قریش میں سے بنوجمح کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جس کا نام جمیل بن معمر تھا۔ (سیوطی 222۔طبری 21۔75۔زادالمسیر 6۔(348)

نیساپوری کہتے ہیں کہ یہ آیت جمیل بن معمر فہری کے متعلق نازل ہوئی یہ شخص بہت عقل مند تھا جو چیز سنتا اسے یاد ہو جاتی۔ قریش نے کہا اس نے یہ سب چیزیں اس لئے یاد کرلی ہیں کہ اس کے دو دل ہیں اور وہ خود بھی یہی دعویٰ کرتا کہ میرے دو دل ہیں جن میں سے ہر ایک ذریعے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر سمجھتا ہوں۔

جب غزوہ بدر ہوا اور مشرکین کو شکست ہوئی اور ان میں جمیل بن معمر بھی تھا تو ابوسفیان نے اسے اس حالت میں پایا کہ اس کا ایک جوتا اس کے ہاتھ میں اور ایک پاؤں میں تھا تو اس نے اس سے کہا اے ابو معمر لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا انہیں شکست ہوگئی۔ اس نے کہا تجھے کیا ہوا کہ تیرا ایک جوتا تیرے ہاتھ میں اور دوسرا پاؤں میں ہے؟ تو اس نے کہا میں تو یہی سمجھتا رہا کہ دونوں پاؤں میں ہیں اس دن لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس کے دو دل ہوتے تو اپنے ہاتھ میں جوتا نہ بھولتا۔

(قرطبی 14۔116، ابن کثیر 3۔(466)

**قولہ تعالیٰ : وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ،** اور نہ تمہارے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ آیت زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی یہ رسول اللہ کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وحی کے نزول سے قبل آزاد کر کے متبنیٰ بنالیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا جبکہ وہ اس سے پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں تو یہود اور منافقین نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا حالانکہ خود لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 292، سیوطی 223، درمنثور 5۔181، قرطبی 14۔(118)

## سورہ احزاب آیت ۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

ابوظبیان کہتے ہیں کہ ہم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ، (اللہ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے۔ الاحزاب۔ آیت) انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ کوئی چیز بھول گئے چنانچہ منافقین جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہنے لگے تم لوگ دیکھ رہے ہو کہ ان کے دو دل ہیں۔ ایک تمہارے ساتھ اور ایک کسی اور کے ساتھ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ، الآیہ عبد بن حمید بھی احمد بن یونس سے ساور وہ زہیر سے اسی کی مثل حدیث نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1147)

| |
|---|
| اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَمَوَالِيْكُمْ ؕ |
| وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| انھیں ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو، یہ اللہ کے ہاں زیادہ انصاف کی بات ہے، پھر اگر تم ان کے باپ نہ جانو |
| تو وہ دین میں تمھارے بھائی اور تمھارے دوست ہیں اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں جس میں تم نے خطا کی اور لیکن |
| جو تمھارے دلوں نے ارادے سے کیا اور اللہ ہمیشہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## منہ بولے بیٹوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارنے کا بیان

"اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ" أَعْدَل "عِنْد اللّٰه فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانكُمْ فِي الدِّين وَمَوَالِيكُمْ" بَنُو عَمّكُمْ "وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاح فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ" فِي ذَٰلِكَ "وَلَكِنْ" فِي "مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبكُمْ" فِيهِ أَيْ بَعْد النَّهْي "وَكَانَ اللّٰه غَفُورًا" لِمَا كَانَ مِنْ قَوْلكُمْ قَبْل النَّهْي "رَحِيمًا" بِكُمْ فِي ذَٰلِكَ

تم انہیں ان کے (حقیقی) باپوں کے حوالے سے بلاؤ یہ انصاف یعنی عدل کے زیادہ مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اگر تمہیں ان کے (حقیقی) باپوں کا پتہ نہ ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور آزاد کردہ غلام ہیں۔ (مصنف کہتے ہیں یہاں لفظ "مَوَالِيكُمْ" کا مطلب) چچازاد ہے اور تم پر کوئی حرج نہیں اس چیز کے بارے میں جو تم غلطی سے کرلو اس حوالے سے، لیکن اس چیز کے بارے میں (حرج ہے) جو تم جان بوجھ کر کرو اس بارے میں یعنی اس کی ممانعت کے حکم کے بعد اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے، ممانعت سے پہلے تمہاری کہی ہوئی باتوں کی اور رحم کرنے والا ہے اس بارے میں تم پر۔

## سورہ احزاب آیت ۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضرت عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد ﷺ کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ) (سورۃ الاحـــــزاب، الآیۃ ۔ (5) مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے ناموں سے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی درست بات ہے۔ (بخاری رقم 4504، نیسابوری 293، ابن کثیر 3۔(466)

قولہ تعالیٰ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ) اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ آیت زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی یہ رسول اللہ کے پاس تھے آپ نے انہیں وحی کے نزول سے قبل آزاد کر کے متبنیٰ بنالیا جب نبی نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا جبکہ وہ اس سے پہلے زید بن حارثہ کے نکاح میں تھیں تو یہود اور منافقین نے کہا محمد نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا حالانکہ خود لوگوں کو اس سے منع کرتے ہیں اور اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(نیسابوری 292، سیوطی 223، در منثور 8۔181، قرطبی 14۔(118)

حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ حضرت عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد کہہ کر پکارا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ، لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ خدا کے نزدیک یہی درست بات ہے۔ (بخاری 4504، نیسابوری 293)

## قیامت کے دن باپ کے نام سے پکارا جائے گا

عَنْ أَبِى الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ .(ابو داؤد، قَالَ أَبُو دَاوُد ابْنُ أَبِى زَكَرِيَّا لَمْ يُدْرِكْ أَبَا الدَّرْدَاءِ، بَاب فِي تَغْيِيرِ الْأَسْمَاءِ، حدیث نمبر ۴۲۹۷)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم قیامت کے روز اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے نام کے ساتھ بلائے جاؤ گے؛ لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اس معاملہ میں فیصلہ کرنا چاہا جو بچہ اپنے باپ کے مرجانے کے بعد اس سے ملایا جائے یعنی اس باپ سے جس کے نام سے پکارا جاتا ہے اور باپ کے وارث اس کو ملانا چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فیصلہ فرمایا اگر وہ بچہ اس باندی سے ہے جس کا بوقت جماع اس کا باپ مالک تھا تو اس کا نسب ملانے والے سے مل جائے گا لیکن جو ترکہ اس کے ملائے جانے سے پہلے تقسیم ہو چکا ہے اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہوگا البتہ جو ترکہ ابھی تک تقسیم نہیں ہوا اس میں اس کا حصہ ہوگا مگر جب وہ باپ جس سے اس کا نسب ملایا جا رہا ہے اپنی زندگی میں اس کے نسب سے انکار کرتا رہا ہو تو وارثوں کے ملانے سے اس کا نسب نہیں ملے گا اور اگر وہ بچہ ایسی باندی سے ہو جس کا مالک اس کا باپ نہ تھا یا وہ بچی آزاد عورت کے پیٹ سے پیدا ہو جس سے اس کے باپ نے زنا کیا تھا تو اس کا نسب نہ ملے گا اور نہ وہ اس کا وارث ہوگا اگرچہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اس کا دعویٰ کیا ہو کہ یہ بچہ میرا ہے کیونکہ وہ ولد الزنا ہے خواہ آزاد عورت کے پیٹ سے ہو یا باندی کے پیٹ سے۔ (سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 499)

نیز سنن ابوداؤد میں پانچ مقام پر یہ حدیث انہی اسناد اور روایوں کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ درست یہ ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے باپوں ہی کے نام سے بلایا جائے گا، ماؤں کے نام سے نہیں جیسا کہ عام لوگوں میں مشہور ہے بلکہ بعض علماء بھی اس طرف گئے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الادب میں ایک باب یوں قائم کیا ہے: باب ما يدعى الناس بآبائهم یعنی یہ بیان کہ لوگوں کو ان کے آباء کے ناموں سے بلایا جائے گا۔ اس باب کے تحت وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی درج ذیل حدیث لائے ہیں: ان الغادر ينصب له لواء يوم القيامة فيقال : هذه غدرة فلان بن فلان.

(شرح البخاری لابن بطال: 9/354 وایضا فتح الباری 10/56)

خائن کے لیے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا، سو کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی خیانت ہے۔

## قیامت کے ماں یا باپ کے نام سے پکارنے میں بحث ونظر

علامہ ابن بطال اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان **هذه غدرة فلان بن فلان** میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ پوشی ہے اور یہ حدیث ان کے اس قول کے خلاف ہے۔

اس حدیث کی بنا پر دیگر علماء نے بھی اس قول کے قائلین کا رد کیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک صریح حدیث بھی ہے مگر وہ اسنادی اعتبار سے ضعیف ہے اور وہ حدیث ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ مروی ہے: **انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم و اسماء آبائكم فاحسنوا اسمائكم**۔ یقیناً تم قیامت کے دن اپنے اور اپنے آباء کے نام سے بلائے جاؤ گے چنانچہ تم اپنے اچھے اچھے نام رکھو (اس حدیث کو امام احمد 5/194) ابوداؤد 4948) ابن حبان 7/528) اور بغوی (شرح السنۃ: 12/32) نے عبداللہ بن ابی زکریا کی سند سے ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اس کی سند ضعیف اس لیے ہے کہ ابن زکریا نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا ہے جیسا کہ امام ابوداؤد اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری 10/577) میں کہا ہے اور حافظ منذری نے مختصر السنن 7/571) میں کہا ہے کہ ان کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔

جن بعض علماء نے کہا ہے کہ قیامت کے دن آدمی کو اس کی ماں کے ناموں سے بلایا جائے گا باپ کے نام سے نہیں۔ ان کے درج ذیل دلائل ہیں۔

پہلی دلیل: **قوله سبحانه و تعالى، يوم ندعو كل اناس بامامهم** (الاسراء: 7) جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ محمد بن کعب نے (**بامامهم**) کی تفسیر میں کہا ہے: قیل یعنی: **بامهاتهم** کہا گیا ہے یعنی ان کی ماؤں کے ناموں سے۔ ان کے اس قول کو امام بغوی اور امام قرطبی نے ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس میں تین حکمتیں ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے، حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے شرف کی بنا پر، اولاد زنا کی عدم رسوائی کی وجہ سے۔

(معالم التنزیل للبغوی: 1105/ اور الجامع لاحکام القرآن للقرطبی 5/628)

یہ قول بلا شک باطل ہے۔ صحیح میں ابن عمر کی حدیث سے ثابت ہے اس کے بعد انہوں نے ابن عمر کی مذکورہ حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح زمخشری نے بھی امام کی تفسیر امہات سے کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: **و من بدع التفسير ان الامام جمع الام، وان الناس يدعون بامهاتهم** ۔ ۔ ۔ ۔ (تفسیر الکشاف: 2/369) انوکھی تفسیروں میں سے ایک تفسیر یہ ہے کہ امام ام کی جمع ہے اور لوگوں کو قیامت کے دن ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا۔

زمخشری کی اس انوکھی تفسیر کا رد نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

**و لقد استبدع بدعا لفظا و معنى، فان جمع الام المعروف الامهات، اما رعاية عيسى (عليه السلام) بذكر امهات الخلائق ليذكر بامه فيستدعي ان خلق عيسى (عليه السلام) من غير اب**

غمیزة فی منصبه، وذلك عكس الحقيقة، فان خلقه من غير اب كان له آية، و شرفا فی حقه والله اعلم (الانتصاب فیما تضمنہ الکشاف من الاعتزال:2/369 بحاشیہ الکشاف)۔

زمخشری نے لفظی اور معنوی بدعت ایجاد کی ہے، کیوں کہ ام کی معروف جمع امہات ہے۔رہا عیسیٰ (علیہ السلام) کی رعایت کی خاطر لوگوں کو ان کی ماؤں کے ساتھ ذکر کرنا تا کہ ان کی (عیسیٰ علیہ السلام) کی ماں کا ذکر کیا جائے تو یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) کی بغیر باپ کے خلقت سے ان کے منصب پر حرف آتا ہے اور یہ حقیقت کے برعکس ہے کیوں کہ ان کا بغیر باپ کے پیدا کیا جانا، ان کے لیے معجزہ اور ان کے حق میں شرف ہے۔بعض دیگر علماء نے مذکورہ تمام حکمتوں کا رد کیا ہے اور بعض نے اس رد کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

(تفسیر روح المعانی للآلوسی، ج۱۵، ۲۲۱)

واضح رہے کہ امام کی معتبر مفسرین نے چار تفسیریں کی ہیں مگر ان میں سے سب سے معتبر تفسیر یہ ہے۔کہ امام سے مراد آدمی کا اعمال نامہ ہے کیوں کہ (یوم ندعو کل اناس بامامهم) کے بعد اللہ عز وجل نے فرمایا ہے۔(فمن اوتی کتابہ بیمینہ) حافظ ابن کثیر نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے اور علامہ شنقیطی نے ان کی تائید کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:5/127 واضواء البیان:(2/322

فائدہ: امام کی تفسیر نبی اور پیشوا سے بھی کی گئی ہے۔حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: قال بعض السلف: هذا اكبر شرف لاصحاب الحديث لان امامهم الانبياء ( تفسیر ابن کثیر:-(5/126 بعض سلف نے کہا ہے کہ یہ اصحاب حدیث کے لیے بہت بڑا شرف ہے کیوں کہ ان کے امام انبیاء ہیں۔

دوسری دلیل: بعض واہی، سخت ضعیف قسم کی روایات ہیں جو درج ذیل ہیں۔

1۔حدیث انس ؓ جس کے الفاظ یہ ہیں: يدعى الناس يوم القيامة بامهاتهم سترا من الله عز وجل عليهم (ابن عدی: 1/336 اور ان سے ابن جوزی نے الموضوعات 3/248) میں روایت کیا ہے اور اس کو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال 1/177) میں ابن عدی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور اس میں بامهاتهم کی بجائے باسماء امهاتهم ہے)

روز قیامت لوگوں کو اللہ عز وجل کی طرف سے ان پر پردہ پوشی کی وجہ سے ان کی ماؤں کے ساتھ بلایا جائے گا۔مگر اس حدیث کی سند ضعیف ہے (اس حدیث کی سند اسحاق بن ابراہیم کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

امام جلال الدین سیوطی کا اس حدیث کی تقویت کی طرف رجحان ہے چنانچہ انہوں نے اس حدیث پر ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے لکھا ہے۔قلت : صرح ابن عدى بان الحديث منكر فليس بموضوع، وله شاهد من حديث ابن عباس رضى الله عنه اخرجه الطبرانى (التعقبات على الموضوعات (51)

میں کہتا ہوں ابن عدی نے صراحت کی ہے کہ یہ حدیث منکر ہے۔چنانچہ یہ موضوع نہیں اور اس کا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ایک شاہد ہے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے۔قلت: اس حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں: ان الله تعالى يدعو

**الناس یوم القیامة باسمائهم سترا منه علی عباده** (طبرانی نے المعجم الکبیر 11/122)) میں روایت کیا ہے)

یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کوان پر پردہ پوشی کی خاطر ان کے ناموں سے بلائے گا مگر یہ حدیث درج ذیل دو وجوہ کی بنا پر شاہد بننے کے قابل نہیں: اس میں لوگوں کو ان کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر ہے ماؤں کے ناموں سے بلائے جانے کا ذکر نہیں۔ اس کی سند سخت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔ (کیوں کہ اس کی سند میں اسحاق بن بشیر ابو حذیفہ بخاری ہے جو متروک بلکہ کذاب ہے۔ البانی نے اس کو الضعیفہ 434)) میں موضوع کہا ہے)

تنبیہ: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (10/563) میں ابن بطال کا یہ قول: **فی هذا الحدیث رد لقول من زعم انهم لا یدعون یوم القیامة الا بامهاتهم سترا علی ابائهم** ۔(شرح البخاری لابن بطال:9/354)

اس حدیث میں ان لوگوں کے قول کا رد ہے جن کا خیال ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے بلایا جائے گا کیوں کہ اس میں ان کے باپوں پر پردہ پوشی ہے۔ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: **قلت : هو حدیث اخرجه الطبرانی من حدیث ابن عباس وسنده ضعیف جدا، واخرج ابن عدی من حدیث انس مثله، وقال : منکر اورده فی ترجمة اسحاق بن ابراهیم الطبری** ۔(فتح الباری (10/563))

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ ابن عدی نے اس جیسی حدیث انس سے بھی روایت کی ہے اور اسے منکر غیر صحیح کہا ہے۔ انہوں نے اس کو اسحاق بن ابراہیم طالقانی طبری کے ترجمے میں روایت کیا ہے۔۔

قلت: حدیث ابن عباس میں **باسمائهم** ہے **بامهاتهم** نہیں۔ اسی طرح ان کا حدیث انس مثلہ بھی کہنا درست نہیں کیوں کہ اس حدیث میں بامھاتھم ہے۔ یہی وہم علامہ ابو الطیب عظیم آبادی سے بھی ہوا ہے کہ انہوں نے حدیث ابن عباس کو لفظ **بامهاتهم** سے ذکر کیا ہے۔ نیز ان سے ایک غلطی یہ بھی ہوئی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے جیسا کہ ابن قیم نے حاشیۃ السنن میں کہا ہے جبکہ ابن قیم نے حدیث ابن عباس کا ذکر تک نہیں کیا بلکہ انہوں نے حدیث ابو امامہ کا ذکر کیا ہے جو عنقریب آ رہی ہے۔ (عون المعبود:8/283 اور تہذیب السنن، ج ۷، ص ۲۵۰)

2۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما: اس حدیث کا ابھی حدیث انس کے ضمن میں ذکر ہوا اور یہ بھی بیان ہوا کہ دو وجوہ کی بنا پر اس حدیث سے حجت لینا درست نہیں۔

3۔ حدیث ابو امامہ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ یہ ایک طویل حدیث ہے جس میں میت کو دفن کر دینے کے بعد اسے تلقین کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: **اذا مات احدکم من اخوانکم فسویتم التراب علی قبره فلیقم احدکم علی راس قبره ثم لیقل : یا فلان بن فلانة فانه یسمعه، ولا یجیب ثم یقول : یا فلان بن فلانة . وفی آخره . فقال رجل : یا رسول الله فان لم یعرف امه قال : فینسبه الی حواء، یا فلان بن حواء** (طبرانی نے المعجم

الکبیر/8/298) حدیث نمبر:8989) میں روایت کیا ہے اور اس کی سند سخت ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے۔

جب تمہارے بھائیوں میں سے کوئی مر جائے اور تم اس کی قبر پر مٹی کو برابر کر لو تو تم میں سے کوئی ایک اس کی قبر کے سر پر کھڑا ہو، پھر کہے، اے فلاں، فلاں عورت کے بیٹے، سو یقیناً وہ اس کی بات کو سنتا ہے لیکن جواب نہیں دے پاتا۔ پھر کہے اے فلاں، فلاں عورت کے بیٹے،، (اور اس حدیث کے آخر میں ہے) ایک آدمی نے سوال کیا! یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ اس کی ماں کو نہ جانتا ہو؟ فرمایا، وہ اس کو حواء کی طرف منسوب کرے کہے، اے فلاں حواء کے بیٹے مگر اس حدیث سے حجت لینا درست نہیں کیوں کہ یہ سخت ضعیف ہے (طبرانی نے سعید بن عبداللہ الاودی کی سند سے ابوامامہ سے روایت کیا ہے اور حافظ ہیثمی نے کہا ہے وفی اسنادہ جماعة لم اعرفه (مجمع الزوائد:/483) اس کی سند میں ایک جماعت ایسی ہے جن کو پہچان نہیں سکا۔ یعنی ان کو ان کے تراجم نہیں ملے)

ابن القیم نے اس حدیث کو اس لیے بھی رد کیا ہے کہ صحیح احادیث کے خلاف ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ولكن هذا الحديث متفق علی ضعفه، فلا تقوم به حجة فضلا عن ان يعارض به ما هو اصح منه (تہذیب السنن:7/250) لیکن اس حدیث کے ضعف پر اتفاق ہے لہٰذا اس سے حجت قائم نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ اس کو صحیح حدیث کے مقابلے میں لایا جائے۔

قلت: اس حدیث کا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی رد ہوتا ہے۔ جس میں ہے کہ رسول اللہ جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو فرماتے: استغفروا لاخيكم وسلوا له التثبيت، فانه الآن يسال (ابوداؤد: 3221 الحاکم:/1 370 اس کی سند حسن درجے کی ہے اور امام حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذھبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کا سوال کرو کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔ اس حدیث معلوم ہوا کہ اس موقع پر میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کا سوال کیا جائے گا نہ کہ اس کو تلقین کی جائے گی۔ ابن علان نے اس حدیث کو حدیث ابی امامہ کے شواہد میں ذکر کیا ہے۔ (الفتوحات الربانیہ (4/196)

اور کس قدر عجیب بات ہے کیوں کہ استغفار، ثابت قدمی اور تلقین میں بہت فرق ہے اور صحیح احادیث سے جو تلقین ثابت ہے وہ قریب الموت آدمی کے بارے میں ہے۔ چنانچہ رسول اللہ نے فرمایا: لقنوا موتاكم لا اله الا الله (صحیح مسلم 6/219 230) اپنے مردوں کو (قریب المرگ لوگوں کو) لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ کوئی بھی قابل اعتماد حدیث ایسی نہیں ہے کہ جس کی بنا پر یہ کہا جا سکے کہ روز قیامت آدمی کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا بلکہ عبداللہ بن عمرؓ کی صحیح حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی کو اس کے باپ کے نام سے بلایا جائے گا۔ بعض علماء نے ان روایات میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے وہ یوں کہ جس حدیث میں باپ کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے وہ صحیح النسب آدمی کے بارے میں ہو اور جس میں ماں کے نام سے بلائے جانے کا ذکر ہے وہ دوسرے آدمی کے بارے میں ہے۔ یا یہ کہ کچھ آدمی لوگوں کو ان کے باپ کے نام سے اور کچھ لوگوں کو ان کے ماں کے نام سے بلایا جائے گا۔ اس جمع یا تطبیق کو عظیم آبادی

نے علقمی سے نقل کیا ہے۔(عون المعبود:8/283)

بعض نے ایک دوسرے طریقے سے تطبیق دی ہے، وہ یہ کہ خائن کو اس کے باپ کے نام سے اور غیر خائن کو اس کی ماں کے نام سے بلایا جائے گا اور اس کی جمع کو ابن علان نے شیخ زکریا سے نقل کیا ہے۔(الفتوحات الربانیہ:6/104)

بعض نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر محمول کیا ہے کہ یہ اس آدمی کے بارے میں ہے۔ جو ولد الزنا نہ ہو یا لعان سے اس کی نفی نہ کی گئی ہو۔(الفتوحات الربانیہ:6/104)

مگر یہ سب تکلفات ہیں کیوں کہ جمع اور تطبیق کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب دونوں طرف کی روایات صحیح ہوتیں جب کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف جو روایات ہیں وہ انتہائی ضعیف قسم کی ہیں۔ نیز اصل یہ ہے کہ آدمی کو اس کے باپ ہی کے نام سے پکارا جائے گا، ابن بطال لکھتے ہیں:

والدعاء بالآباء اشد في التعريف وابلغ في التميز وبذلك نطق القرآن و السنة ۔(شرح البخاری لابن بطال:9/354) باپوں کے نام سے بلانا پہچان میں زیادہ واضح اور تمیز میں زیادہ بلیغ ہے اور قرآن وسنت بھی اسی پر شاہد ہے۔

| |
|---|
| اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ |
| بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ اِلَّاۤ اَنْ تَفْعَلُوْۤا |
| اِلٰۤی اَوْلِیٰٓئِکُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ کَانَ ذٰلِکَ فِی الْکِتٰبِ مَسْطُوْرًا ○ |
| یہ نبی (مکرم ﷺ) مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی اَزواج (مطہرات) ان کی مائیں |
| ہیں، اور خونی رشتہ دار اللہ کی کتاب میں (دیگر) مومنین اور مہاجرین کی نسبت (تقسیم وراثت میں) ایک دوسرے کے زیادہ |
| حق دار ہیں سوائے اس کے کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرنا چاہو، یہ حکم کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا اہل ایمان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہونے کا بیان

"النَّبِیّ أَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ أَنْفُسهمْ" فِیمَا دَعَاهُمْ إلَیْهِ وَدَعَتْهُمْ أَنْفُسهمْ إلَی خِلَافه "وَأَزْوَاجه أُمَّهَاتهمْ" فِی حُرْمَة نِکَاحهنَّ عَلَیْهِمْ "وَأُولُو الْأَرْحَام" ذَوُو الْقَرَابَات "بَعْضهمْ أَوْلَی بِبَعْضٍ" فِی الْإِرْث "فِی کِتَاب اللّٰه مِنْ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُهَاجِرِینَ" أَیْ مِنْ الْإِرْث بِالْإِیمَانِ وَالْهِجْرَة الَّذِی کَانَ أَوَّل الْإِسْلَام فَنُسِخَ "إلَّا" لٰکِنْ "أَنْ تَفْعَلُوا إلَی أَوْلِیَائِکُمْ مَعْرُوفًا" بِوَصِیَّةٍ فَجَائِز "کَانَ ذٰلِکَ" أَیْ نَسْخ الْإِرْث بِالْإِیمَانِ وَالْهِجْرَة بِإِرْثِ ذَوِی الْأَرْحَام "فِی الْکِتَاب مَسْطُورًا" وَأُرِیدَ بِالْکِتَابِ فِی الْمَوْضِعَیْنِ اللَّوْح الْمَحْفُوظ۔

"نبی مکرم ﷺ مومنین کے نزدیک ان کی جان سے زیادہ قریب ہیں اس بارے میں جس کی طرف انہوں نے ان لوگوں کو

دعوت دی اور ان کے نفس نے اس کے خلاف کی طرف بلایا اور اس (نبی) کی ازواج ان (مومنین) کی مائیں ہیں یعنی ان کے ساتھ شادی کرنے کے حرام ہونے کے اعتبار سے اور وہ رشتے دار ہیں یعنی قرابت دار ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوگا یعنی وراثت میں۔ اللہ کی کتاب میں (یہ حکم موجود ہے) مومنین کے لئے اور ہجرت کرنے والوں کے لئے یعنی وراثت کے حکم کا تعلق ایمان اور ہجرت کے ساتھ ہے۔ جو ابتداء اسلام میں تھا پھر اسے منسوخ کر دیا گیا البتہ اگر تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کرو یعنی وصیت کرو تو یہ جائز ہے' وہ تھا یعنی ایمان اور ہجرت کی وجہ سے وراثت کا حکم (منسوخ ہوگیا) قریبی رشتے داروں کو وارث قرار دینے (کے حکم کے ذریعے) کتاب میں لکھا ہوا، یہاں دونوں جگہ پر کتاب سے مراد "لوح محفوظ" ہے۔

## تمام لوگوں سے بڑھ کر نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 6)

محبت "ایک تو طبعی ہوتی ہے جیسے اولاد کو باپ کی یا باپ کو اولاد کی محبت۔ اس محبت کی بنیاد طبعی وابستگی و پسند اور فطری تقاضہ ہوتا ہے۔ اس میں عقلی یا خارجی ضرورت اور دباؤ کا دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف ایک محبت عقلی ہوتی ہے جو کسی طبعی و فطری وابستگی اور تقاضے کے تحت نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی عقلی ضرورت و مناسبت اور خارجی وابستگی کے تحت کی جاتی ہے۔ اس کی مثال مریض اور دوا ہے یعنی بیمار آدمی دوا کو اس لئے پسند نہیں کرتا کہ دوا لینا اس کا طبعی اور فطری تقاضہ ہے بلکہ یہ دراصل عقل کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بیماری کو ختم کرنا ہے اور صحت عزیز ہے تو دوا استعمال کرنی ہوگی خواہ اس دوا کی تلخی اور کڑواہٹ کا طبیعت پر کتنا ہی بار کیوں نہ ہو، اسی طرح اگر کسی آدمی کے جسم کا کوئی حصہ پھوڑے پھنسی کے فاسد مادہ سے بھر گیا ہو تو وہ آپریشن کے لئے اپنے آپ کو کسی ماہر جراح اور سرجن کے حوالہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کی نظر میں آلات جراحی کی چمک دمک اچھی لگتی ہے یا اس کی طبیعت اپنے جسم کے اس حصہ پر نشتر زنی کو پسند کرتی ہے، بلکہ یہ عقل و دانائی کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر جسم کو فاسد مادہ سے صاف کرنا ہے تو خود کو اس جراح یا سرجن کے حوالے کر دینا ضروری ہے۔ کسی چیز کو عقلی طور پر چاہنے اور پسند کرنے کی وہ کیفیت جس کو "عقلی محبت" سے تعبیر کرتے ہیں، بعض حالات میں اتنی شدید، اتنی گہری اور اتنی اہم بن جاتی ہے کہ بڑی سے بڑی طبعی محبت اور بڑے سے بڑے فطری تقاضے پر بھی غالب آجاتی ہے۔ پس یہ حدیث ذات رسالت سے جس محبت اور وابستگی کا مطالبہ کر رہی ہے وہ علماء و محدثین کے نزدیک یہی "عقلی محبت" ہے لیکن کمال ایمان و یقین کی بنا پر یہ "عقلی محبت" اتنی پر اثر، اتنی بھرپور اور اس قدر جذباتی وابستگی کے ساتھ ہو کہ "طبعی محبت" پر غالب آجائے۔ اس کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ہدایت اور کسی شرعی حکم کی تعمیل میں کوئی خونی رشتہ جیسے باپ کی محبت، اولاد کا پیار یا کوئی بھی اور طبعی تعلق رکاوٹ ڈالے تو اس ہدایت رسول اور شرعی حکم کو پورا کرنے کے لئے اس خون کے رشتے اور طبعی تقاضا و محبت کو بالکل نظر انداز کر دینا چاہیے، ایمانیات اور شریعت کے نقطہ نظر سے بہت بڑا مقام ہے اور یہ

مقام اسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جب ایمان و اسلام اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی کرنے والا اپنے نفس کو احکام شریعت اور ذات رسالت میں فنا کردے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے علاوہ اس کا اور کوئی مقصد حیات نہ ہو۔

مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جاری ہوتا ہے کہ اہل ایمان جہاد کے لئے نکلیں، اس حکم کی تعمیل میں اہل ایمان، دشمنان دین سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچتے ہیں۔ جب دونوں طرف سے صف آرائی ہوتی ہے اور حریف فوجیں آمنے سامنے آتی ہیں تو کسی مسلمان کو اپنا لڑکا دشمن کی صف میں نظر آتا ہے اور کسی کو اپنا باپ۔ اب ایک طرف تو وہ طبعی محبت ہے، جو کیسے گوارا کرلے کہ اس کی تلوار اپنے باپ یا اپنی ہی اولاد کے خون سے رنگی جائے، دوسری طرف حکم رسول ہے کہ دشمن کا کوئی بھی فرد تلوار کی زد سے امان نہ پائے چاہے وہ اپنا باپ یا بیٹا کیوں نہ ہو، تاریخ کی ناقابل تردید صداقت گواہی دیتی ہے کہ ایسے نازک موقع پر اہل ایمان پل بھر کے لئے بھی ذہنی کشمکش میں مبتلا نہیں ہوتے، ان کو یہ فیصلہ کرلینے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ باپ کی محبت کوئی معنی رکھتی ہے نہ اولاد کی۔ اور پھر میدان جنگ میں باپ کی تلوار بے دریغ اپنی اولاد کا خون بہاتی نظر آتی ہے اور بیٹا اپنے باپ کو موقع نہیں دیتا کہ بچ کر نکل جائے۔ بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تکمیل ایمان کا مدار حب رسول پر ہے۔ جس آدمی میں ذات رسالت سے اس درجہ کی محبت نہ ہو کہ اس کے مقابلہ پر دنیا کے بڑے سے بڑے رشتے، بڑے سے بڑے تعلق اور بڑی سے بڑی چیز کی محبت و چاہت بھی بے معنی ہو، وہ کامل مسلمان نہیں ہوسکتا، اگرچہ زبان اور قول سے وہ اپنے ایمان و اسلام کا کتنا ہی بڑا دعوی کرے۔

حضرت عمر فاروق کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا "یارسول اللہ! دنیا میں صرف اپنی جان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں" یعنی دنیا کے اور تمام رشتوں اور چیزوں سے زیادہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میری جان ہے تم اب بھی کامل مومن نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں"۔ ان الفاظ نبوت نے جیسے آن واحد میں حضرت عمر فاروق کے دل و دماغ کی دنیا تبدیل کردی ہو، وہ بے اختیار بولے۔ "یارسول اللہ ﷺ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو خوشخبری سنائی کہ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا اور تم پکے مومن ہو گئے۔" اور صرف عمر فاروق ہی نہیں، تمام صحابہ اسی کیفیت سے معمور اور حب رسول سے سرشار تھے، ان کی زندگیوں کا مقصد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی جانوں کو نچھاور کردینا تھا، بلا شبہ دنیا کا کوئی مذہب اپنے راہنما اور پیرووں کے باہمی تعلق اور محبت کی ایسی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بلاشک صحابہ کے لئے شمع کی سی تھی جس پر وہ پروانہ وار نچھاور ہونا ہی اپنی سعادت و خوش بختی تصور کیا کرتے تھے۔ اسلام کے اس دور کی شاندار تاریخ اپنے دامن میں بے شمار ایسے واقعات چھپائے

ہوئے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام اجمعین کی جذباتی وابستگی اور والہانہ محبت وتعلق کی شاندار غمازی کرتے ہیں۔

غزوہ احد کا واقعہ ہے۔ میدان جنگ میں جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور حق کی مٹھی بھر جماعت پر باطل کے لشکر جرار نے پوری قوت اور طاقت سے حملہ کیا تو دیکھا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت کے شوہر، باپ اور بھائی تینوں نے جام شہادت پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دیوانہ وار فدا ہو گئے، یہ دل دہلا دینے والی خبر اس عورت کو بھی پہنچائی گئی مگر اللہ پر ایمان کی پختگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اثر کہ بجائے اس کے کہ وہ عورت اپنے لواحقین کی شہادت پر نالہ وشیون اور ماتم وفریاد کرتی اس نے سب سے پہلے سوال کیا: "خدارا مجھے یہ بتاؤ کہ میرے آقا اور سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان) تو بخیر ہیں؟"۔ "لوگوں نے کہا۔ ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں" مگر اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی اور بے تابانہ کہنے لگی: "اچھا چلو! میں اپنی آنکھوں سے دیدار کرلوں تو یقین ہوگا" اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے چہرہ انور کی زیارت کرلی تو بولی: کل مصیبۃ بعدک جلل۔ جب آپ زندہ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔" ایک مرتبہ ایک آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے تو صبر نہیں آتا جب تک کہ یہاں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی نہیں کر لیتا۔ مگر اب تو یہی غم کھائے جاتا ہے کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے، وہاں میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیسے کرسکیں گی۔

جب ہی یہ آیت نازل ہوئی: وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ (النساء ۶۹) " جو لوگ اللہ ورسول کا کہنا مانتے ہیں وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام ہیں یعنی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی صحبت بڑی غنیمت ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو یہ خوشخبری سنادی۔ عبداللہ بن زید بن عبدربہ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ اسی حالت میں ان کے صاحبزادہ نے آکر پریشانی والی خبر سنائی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔ عشق نبوی سے سرشار اور محبت رسول سے سرمست، یہ صحابی اس جان گداز خبر کی تاب ضبط نہ لاسکے، بے تابانہ ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرت ناک الفاظ نکلے: خداوندا اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ومنور ہوا کرتی تھیں اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں (ترجمۃ السنۃ)۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وتعلق کا وہی مقام حاصل تھا جو اس حدیث کا منشاء ہے اس لئے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ ایمان کی سلامتی اور اپنے اسلام میں مضبوطی پیدا کرنا چاہتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت سے اپنے دل کو معمور کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل پیرا

ہونے ہی کو مدار نجات جانے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا معیار اتباع شریعت اور اتباع رسول ہے جو آدمی شریعت پر عمل نہیں کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر نہیں چلتا، وہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ نعوذ باللہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ |
| وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| اور (اے حبیب! یاد کیجئے) جب ہم نے انبیاء سے ان (کی تبلیغ رسالت) کا عہد لیا اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے |
| اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے اور ہم نے ان سے نہایت پختہ عہد لیا، تاکہ (اللہ) سچوں سے |
| ان کے سچ کے بارے میں دریافت فرمائے، اور اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## انبیائے کرام کے میثاق کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "إِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقهمْ" حِين أُخْرِجُوا مِنْ صُلْب آدَم كَالذَّرِّ جَمْع ذَرَّة وَهِيَ أَصْغَر النَّمْل "وَمِنْك وَمِنْ نُوح وَإِبْرَاهِيم وَمُوسَى وَعِيسَى ابْن مَرْيَم" بِأَنْ يَعْبُدُوا اللَّه وَيَدْعُوا إِلَى عِبَادَته وَذِكْر الْخَمْسَة مِنْ عَطْف الْخَاصّ عَلَى الْعَامّ "وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا" شَدِيدًا بِالْوَفَاءِ بِمَا حَمَلُوهُ وَهُوَ الْيَمِين بِاَللَّهِ تَعَالَى ثُمَّ أَخَذَ الْمِيثَاق "لِيَسْأَل" اللَّه "الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقهمْ" فِي تَبْلِيغ الرِّسَالَة تَبْكِيتًا لِلْكَافِرِينَ بِهِمْ "وَأَعَدَّ" تَعَالَى "لِلْكَافِرِينَ" بِهِمْ "عَذَابًا أَلِيمًا" مُؤْلِمًا هُوَ عَطْف عَلَى أَخَذْنَا

اور یاد کرو جب ہم نے انبیاء سے پختہ عہد لیا اس وقت جب انہیں آدم کی پشت میں سے چیونٹیوں کی طرح نکالا گیا، یہ لفظ "ذر" لفظ "ذرہ" کی جمع ہے جو چھوٹی چونٹی کو کہتے ہیں اور تم سے بھی (عہد لیا) اور نوح سے ابراہیم سے، موسیٰ سے، عیسیٰ بن مریم سے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کی عبادت کی طرف دعوت دیں گے ان پانچ حضرات کا تذکرہ خاص کا عطف عام پر ہے اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا یعنی جسے پورا کرنے میں شدت اختیار کی جائے یعنی انہیں اس کا پابند کیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم تھی۔

پھر اس نے عہد لیا تاکہ وہ سوال کرے یعنی اللہ تعالیٰ سچے لوگوں سے ان کے سچ کے بارے میں یعنی رسالت کی تبلیغ کے حوالے سے تاکہ اس کے ذریعے کافروں کو خاموش کیا جا سکے اور اس نے تیار کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کے لئے اس وجہ سے دردناک عذاب یعنی الم دینے والا، اس کا عطف لفظ "اخذنا" پر ہے۔

## لوگوں سے عہد لیے جانے کا بیان

حضرت ابی بن کعب اس آیت (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ ،الاعراف:172)(جب تمہارے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی)۔کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے (اولادِ آدم کو) جمع کیا اور ان کو طرح طرح کا قرار دیا (یعنی کسی کو مالدار کسی کو غریب کرنے کا ارادہ کیا پھر ان کو شکل وصورت عطا کی اور پھر گویائی بخشی اور انہوں نے باتیں کیں پھر ان سے عہد و پیان کیا اور پھر ان کو اپنے اوپر گواہ قرار دے کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اولادِ آدم نے کہا، بے شک! (آپ ہمارے رب ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سات آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تمہارے سامنے گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی شاہد قرار دیتا ہوں اس لئے کہ قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم اس سے ناواقف تھے (اس وقت) تم اچھی طرح جان لو کہ نہ تو میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ میرے سوا کوئی پروردگار ہے، (اور خبردار) کسی کو میرا شریک قرار نہ دینا، میں تمہارے پاس عنقریب اپنے رسول بھیجوں گا، جو تمہیں میرا عہد و پیاں یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا (یہ سن کر) اولادِ آدم نے کہا، ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے اور تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا نہ تو ہمارا کوئی پروردگار ہے اور نہ تیرے علاوہ ہمارا کوئی معبود ہے، چنانچہ آدم کی ساری اولاد نے اس کا اقرار کیا اور حضرت آدم کو ان کے اوپر بلند کر دیا گیا وہ (اپنی نگاہیں بلند کئے ہوئے) اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی اولاد امیر بھی ہیں اور فقیر بھی اور خوبصورت بھی ہیں اور بدصورت بھی (یہ دیکھ کر انہوں نے عرض کیا، پروردگار اپنے تمام بندوں کو تو نے یکساں کیوں نہیں بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" میں اسے پسند کرتا ہوں کہ میرے بندے میرا شکر ادا کرتے ہیں۔پھر آدم نے انبیاء کو دیکھا جو چراغ کی مانند روشن تھے اور نور ان کے اوپر جلوہ گر تھا ان سے خصوصیت کے ساتھ رسالت ونبوت کے لئے عہد و پیاں لئے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: آیت (واذ اخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح و ابراهيم وموسى وعيسى بن مريم) اور جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد و پیان لیا اور آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور نوح اور ابراہیم سے اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے (بھی) عہد و پیان لیا، ان روحوں کے درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے چنانچہ ان کی روح کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیج دیا۔حضرت ابی بیان کرتے ہیں کہ یہ روح حضرت مریم علیہا السلام کے منہ کی طرف سے ان کے جسم میں داخل ہوگئی۔(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 118)

حضرت آدم علیہ السلام نے جب ان ارواح میں فرق دیکھا کہ انہیں کی اولاد میں سے کوئی تو سرمایہ دار اور صاحب دولت ہے اور کوئی غریب و مفلس تو انہیں حیرت ہوئی اور انہوں نے بارگاہ الوہیت میں عرض کیا کہ الہ العلمین! سب میری اولاد میں سے ہیں اور یہ سبھی تیرے بندے ہیں پھر ان میں یہ فرق کیوں؟ کوئی صاحب حیثیت ہے او کوئی لاچار، کسی کو عزت و دولت دے رکھی ہے اور کسی کو غربت و مفلسی۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان میں فرق پیدا کرنے کی ایک حکمت ہے اور اس میں ایک مصلحت ہے اور وہ یہ کہ اگر میں سب کو یکساں پیدا کر دیتا تو یہ شکر ادا نہ کرتے اور جب ایک انسان میں وہ صفات وخصائل پیدا کر دیئے جائیں گے جو

دوسرے انسانوں میں نہیں ہوں گے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر شکر ادا کیا کریں گے مثلاً تنگدست اور مفلس میں تقویٰ، اطاعت الٰہی کا مادہ، سکون قلب و دماغ اور دنیا سے بے فکری ہوتی ہے، جو کسی غنی اور مالدار میں نہیں ہوتی اسی طرح غنی و مالدار کو دولت کی فراوانی اور اسباب معیشت کی آسانیاں حاصل ہوتی ہیں جو غریب و محتاج کو میسر نہیں۔ لہٰذا! جس کے اندر جو خصائل ہوں گے اور وہ ان کی لذت سے نا آشنا ہوگا، دوسرے کے اندر اس کا فقدان دیکھ کر اس نعمت پر شکر گزار ہوگا جس کی بناء پر اللہ کی رحمت کا مستحق قرار دیا جائے گا۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ |
| رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۟ |
| اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ کا احسان یاد کرو جب فوجیں تم پر آ پہنچیں، تو ہم نے ان پر ہوا اور لشکروں کو بھیجا |
| جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## غزوہ احزاب میں لشکر کی صورت میں مدد آنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اُذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُود" مِنَ الْكُفَّار مُتَحَزِّبُونَ أَيَّام حَفْر الْخَنْدَق "فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا" مِنَ الْمَلَائِكَة "وَكَانَ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُونَ" بِالتَّاءِ مِنْ حَفْر الْخَنْدَق وَبِالْيَاءِ مِنْ تَحْزِيب الْمُشْرِكِينَ،

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب تمہارے پاس لشکر آ گئے یعنی کفار جو مختلف لشکروں کی شکل میں تھے خندق کھودنے کے موقع پر، پس ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر بھیجے جنہیں تم نہیں دیکھ سکتے یعنی فرشتے اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل کو ملاحظہ فرما رہا تھا، اگر اس لفظ "تعملون" کو "ت" کے ساتھ پڑھا جائے (یعنی جمع مذکر حاضر کے صیغے کے طور پر) تو اس سے مراد خندق کھودنے والے لوگ ہونگے اور اگر اسے "ی" کے ساتھ پڑھا جائے (جمع مذکر غائب کے صیغے کے طور پر) تو اس سے مراد مشرکین کے لشکر (کے افراد) ہوں گے۔

## غزوۂ خندق اور اس کی روئیداد کا بیان

جنگ خندق میں جو سنہ ۵ ہجری ماہ شوال میں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جو اپنا فضل و احسان کیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے۔ جبکہ مشرکین نے پوری طاقت سے اور پورے اتحاد سے مسلمانوں کو مٹا دینے کے ارادے سے زبردست لشکر لے کر حملہ کیا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جنگ خندق سنہ ۴ ہجری میں ہوئی تھی۔ اس لڑائی کا قصہ یہ ہے کہ بنونضیر کے یہودی سرداروں نے جن میں سلام بن ابو حقیق، سلام بن مشکم، کنانہ بن ربیع وغیرہ تھے مکے میں آ کر قریشیوں کو جو اول ہی سے تیار تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے پر آمادہ کیا اور ان سے عہد کیا کہ ہم اپنے زیر اثر لوگوں کے ساتھ آپ کی جماعت میں شامل ہیں۔ انہیں آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ

غطفان کے پاس گئے ان سے بھی ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا قریشیوں نے بھی ادھر ادھر پھر کر تمام عرب میں آگ لگا کر سب گرے پڑے لوگوں کو بھی ساتھ ملا لیا۔ ان سب کا سردار ابوسفیان صخر بن حرب بنا اور غطفان کا سردار عینیہ بن حصن بن بدر مقرر ہوا۔ ان لوگوں نے کوشش کر کے دس ہزار کا لشکر اکٹھا کر لیا اور مدینے کی طرف چڑھ دوڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس لشکر کشی کی خبریں پہنچیں تو آپ نے بہ مشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے شریف کی مشرقی سمت میں خندق یعنی کھائی کھدوائی اس خندق کے کھودنے میں تمام صحابہ مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے اور خود آپ بھی بہ نفس نفیس اس کے کھودنے اور مٹی ڈھونے میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مشرکین کا لشکر بلا مزاحمت مدینے شریف تک پہنچ گیا اور مدینے کے مشرقی حصے میں احد پہاڑ کے متصل اپنا پڑاؤ جمایا یہ تھا مدینے کا نیچا حصہ اوپر کے حصے میں انہوں نے اپنی ایک بڑی بھاری جمعیت بھیج دی جس نے اعالی مدینہ میں لشکر کا پڑاؤ ڈالا اور نیچے اوپر سے مسلمانوں کو محصور کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ کے صحابہ کو جو تین ہزار سے نیچے تھے۔

اور بعض روایات میں ہے کہ صرف سات سو تھے لے کر ان کے مقابلے پر آئے۔ سلع پہاڑی کو آپ نے اپنی پشت پر کیا اور دشمنوں کی طرف متوجہ ہو کر فوج کو ترتیب دیا۔ خندق جو آپ نے کھودی اور کھدوائی تھی اس میں پانی وغیرہ نہ تھا وہ صرف ایک گڑھا تھا جو مشرکین کے ریلے کو بیروک آنے نہیں دیتا تھا آپ نے بچوں اور عورتوں کو مدینے کے ایک محلے میں کر دیا تھا۔ یہودیوں کی ایک جماعت بنو قریظہ مدینے میں تھی مشرقی جانب ان کا محلہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا معاہدہ مضبوط تھا ان کا بھی بڑا گروہ تھا تقریباً آٹھ سو جنگجو لڑنے کے قابل میدان میں موجود تھے مشرکین اور یہود نے ان کے پاس حی بن اخطب نضری کو بھیجا اس نے انہیں بھی شیشے میں اتار کر سبز باغ دکھلا کر اپنی طرف کر لیا اور انہوں نے بھی ٹھیک موقعہ پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی۔ اور اعلانیہ طور پر صلح توڑ دی۔ باہر سے دس ہزار کا وہ لشکر جو گھیرا ڈالے پڑا ہے اندر سے ان یہودیوں کی بغاوت جو بغلی پھوڑے کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمان بتیس دانتوں میں زبان یا آٹے میں نمک کی طرح ہو گئے۔ یہ کل سات سو آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ یہ وقت تھا جس کا نقشہ قرآن کریم نے کھینچا ہے کہ آنکھیں پتھرا گئیں دل الٹ گئے طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ جھنجھوڑ دیئے گئے اور سخت امتحان میں مبتلا ہو گئے۔ مہینے بھر تک محاصرہ کی یہی تلخ صورت قائم رہی گو مشرکین کی یہ جرات تو نہیں ہوئی کہ خندق سے پار ہو کر دستی لڑائی لڑتے لیکن ہاں گھیرا ڈالے پڑے رہے اور مسلمانوں کو تنگ کر دیا۔

البتہ عمرو بن عبدود عامری جو عرب کا مشہور شجاع پہلوان کو لے کر خندق سے اپنے گھوڑوں کو کدا لایا۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سواروں کی طرف اشارہ کیا لیکن کہا جاتا ہے کہ انہیں تیار نہ پا کر آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ تم اس کے مقابلے پر جاؤ آپ گئے تھوڑی دیر تک تو دونوں بہادروں میں تلوار چلتی رہی لیکن بالآخر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے کفر کے اس دیو کو تہ تیغ کیا جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ فتح ہماری ہے۔ پھر پروردگار نے وہ تند و تیز آندھی بھیجی کہ مشرکین کے تمام خیمے اکھڑ گئے کوئی چیز قرینے سے نہ رہی آگ کا جلانا مشکل ہو گیا۔ کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی

بالآخر تنگ آ کر نامرادی سے واپس ہوئے۔ جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ جس ہوا کا اس آیت میں ذکر ہے بقول مجاہد رحمۃ اللہ یہ صبا ہواؤں سے ہلاک کئے گئے تھے۔

عکرمہ فرماتے ہیں جنوبی ہوا نے شمالی ہوا سے اس جنگ احزاب میں کہا کہ چل ہم تم جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کریں تو شمالی ہوا نے کہا کہ گہکری رات کو نہیں چلاتی۔ پھر ان پر صبا ہوا بھیجی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں مجھے میرے ماموں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق والی رات سخت جاڑے اور تیز ہوا میں مدینہ شریف بھیجا کہ کھانا اور لحاف لے آؤں۔ میں نے حضور سے اجازت چاہی تو آپ نے اجازت مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میرے جو صحابی تمہیں ملے انہیں کہنا کہ میرے پاس چلے آئیں۔ اب میں چلا ہوائیں زناٹے کی شائیں شائیں چل رہی تھیں۔ مجھے جو مسلمان ملا میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا اور جس نے سنا الٹے پاؤں فوراً حضور کی طرف چل دیا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ ہوا میری ڈھال کو دھکے دے رہی تھی اور وہ مجھے لگ رہی تھی یہاں تک کہ اس کا لوہا میرے پاؤں پر گر پڑا جسے میں نے پھینک دیا۔ اس ہوا کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھی نازل فرمائے تھے جنہوں نے مشرکین کے دل اور سینے خوف اور رعب سے بھر دیئے۔ یہاں تک کہ جتنے سرداران لشکر تھے اپنے ماتحت سپاہیوں کو اپنے پاس بلا بلا کر کہنے لگے نجات کی صورت تلاش کرو۔ بچاؤ کا انتظام کرو۔ یہ تھا فرشتوں کا ڈالا ہوا رعب اور یہی وہ لشکر ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس لشکر کو تم نے نہیں دیکھا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک نوجوان شخص نے جو کوفے کے رہنے والے تھے کہا کہ اے ابوعبداللہ تم بڑے خوش نصیب ہو کہ تم نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ کی مجلس میں بیٹھے بتاؤ تم کیا کرتے تھے؟ حضرت حذیفہ نے فرمایا واللہ ہم جان نثاریاں کرتے تھے۔ نوجوان فرمانے لگے سنئے چچا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پاتے تو واللہ آپ کو قدم بھی زمین پر نہ رکھنے دیتے اپنی گردنوں پر اٹھا کر لیجاتے۔

آپ نے فرمایا بھتیجے لو ایک واقعہ سنو جنگ خندق کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی رات تک نماز پڑھتے رہے۔ فارغ ہو کر دریافت فرمایا کہ کوئی ہے جو جا کر لشکر کفار کی خبر لائے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے شرط کرتے ہیں کہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کوئی کھڑا نہ ہوا کیونکہ خوف کی بھوک کی اور سردی کی انتہا تھی۔ پر آپ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر فرمایا کوئی ہے جو جا کر یہ خبر لا دے کہ مخالفین نے کیا کیا؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے مطمئن کرتے ہیں کہ وہ ضرور واپس آئے گا اور میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میرا رفیق کرے۔ اب کے بھی کوئی کھڑا نہ ہوا اور کھڑا ہوتا کیسے؟ بھوک کے مارے پیٹ کمر سے لگ رہا تھا سردی کے مارے دانت بج رہے تھے، خوف کے مارے پتے پانی ہو رہے تھے۔ بالآخر میرا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی اب تو بے کھڑے ہوئے چارہ نہیں تھا۔ فرمانے لگے حذیفہ تو جا اور دیکھ کہ وہ اس وقت کیا کر رہے ہیں دیکھ جب تک میرے پاس واپس نہ پہنچ جائے کوئی نیا کام نہ کرنا میں نے بہت خوب کہہ کر اپنی راہ لی اور جرات کے ساتھ مشرکوں میں گھس گیا وہاں

جا کر عجیب حال دیکھا کہ دکھائی نہ دینے والے اللہ کے لشکر اپنا کام پھرتی سے کرر ہے ہیں۔ چولہوں پر سے دیگیں ہوا نے الٹ دی ہیں۔خیموں کی چوبیں اکھڑ گئی ہیں، آگ جلا نہیں سکتے۔کوئی چیز اپنی ٹھکانے نہیں رہی اسی وقت ابوسفیان کھڑا ہوا اور با آواز بلند منادی کی کہ اے قریشیوں اپنے اپنے ساتھی سے ہوشیار ہو جاؤ۔اپنے ساتھی کو دیکھ بھال لو ایسا نہ ہو کوئی غیر کھڑا ہو۔میں نے یہ سنتے ہی میرے پاس جو ایک قریشی جوان تھا اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں۔میں نے کہا اب ہوشیار رہنا۔پھر ابوسفیان نے کہا اللہ گواہ ہے ہم اس وقت کسی ٹھہرنے کی جگہ پر نہیں ہیں۔ہمارے مویشی ہمارے اونٹ ہلاک ہو رہے ہیں۔

بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی اس نے ہمیں بڑی تکلیف پہنچائی پھر اس ہوا نے تو ہمیں پریشان کر رکھا ہے ہم کھانا نہیں پکا سکتے آگ تک نہیں جلا سکتے خیمے ڈیرے ٹھہر نہیں سکتے۔میں تو تنگ آ گیا ہوں اور میں نے تو ارادہ کر لیا ہے کہ واپس ہو جاؤں پس میں تم سب کو حکم دیتا ہوں کہ واپس چلو۔اتنا کہتے ہی اپنے اونٹ پر جو زانوں بندھا ہوا بیٹھا تھا چڑھ گیا اور اسے مار ادہ تین پاؤں سے ہی کھڑا ہو گیا پھر اس کا پاؤں کھولا۔اس وقت ایسا اچھا موقعہ تھا کہ اگر میں چاہتا ایک تیر میں ہی ابوسفیان کا کام تمام کر دیتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرما دیا تھا کہ کوئی نیا کام نہ کرنا اس لئے میں نے اپنے دل کو روک لیا۔اب میں واپسی لوٹا اور اپنے لشکر میں آ گیا جب میں پہنچا ہوں تو میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر کو لپیٹے ہوئے جو آپ کی کسی بیوی صاحبہ کی تھی نماز میں مشغول ہیں۔آپ نے مجھے دیکھ کر دونوں پیروں کے درمیان بٹھا لیا اور چادر مجھے بھی اڑھا دی۔پھر رکوع اور سجدہ کیا اور میں وہیں وہی چادر اوڑھے بیٹھا رہا جب آپ فارغ ہوئے تو میں نے سارا واقعہ بیان کیا۔قریشیوں کے واپس لوٹ جانے کی خبر جب قبیلہ غطفان کو پہنچی تو انہوں نے بھی سامان باندھا اور واپس لوٹ گئے۔

اور روایت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب میں چلا تو باوجود کڑاکے کی سخت سردی کے قسم اللہ کی مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا میں کسی گرم حمام میں ہوں۔اس میں یہ بھی ہے کہ جب میں لشکر کفار میں پہنچا ہوں اس وقت ابوسفیان آگ سلگائے ہوئے تاپ رہا تھا میں نے اسے دیکھ کر پہچان کر اپنا تیر کمان میں چڑھا لیا اور چاہتا تھا کہ چلا دوں اور بالکل زد میں تھا ممکن تھا کہ میرا نشانہ خالی جائے لیکن مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد آ گیا کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرنا کہ وہ چوکنے ہو کر بھڑک جائیں تو میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔جب میں واپس آیا اس وقت بھی مجھے کوئی سردی محسوس نہ ہوئی بلکہ یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا میں حمام میں چل رہا ہوں۔ہاں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا بڑے زور کی سردی لگنے لگی اور میں کپکپانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مجھ کو اوڑھا دی۔میں جو اوڑھ کر لیٹا تو مجھے نیند آ گئی اور صبح تک پڑا سوتا رہا صبح خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھے یہ کہہ کر جگایا کہ اے سونے والے بیدار ہو جا۔

اور روایت میں ہے کہ جب اس تابعی نے کہا کہ کاش ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور آپ کے زمانے کو پاتے تو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کاش کہ تم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہوتا کہ باوجود نہ دیکھنے کے پورا اور پختہ عقیدہ رکھتے ہو۔برادر

زادے جو تمنا کرتے ہو یہ تمنا ہی ہے نہ جانے تم ہوتے تو کیا کرتے؟ ہم پر تو ایسے کٹھن وقت آئے ہیں۔ یہ کہہ کہ پھر آپ نے مندرجہ بالا خندق کی رات کا واقعہ بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ہوا جھڑی آندھی کے ساتھ بارش بھی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کے واقعات کو بیان فرما رہے تھے جو اہل مجلس نے کہا کہ اگر ہم اس وقت موجود ہوتے تو یوں اور یوں کرتے اس پر آپ نے یہ واقعہ بیان فرما دیا کہ باہر سے تو دس ہزار کا لشکر گھیرے ہوئے ہے اندر سے بنو قریظہ کے آٹھ سو یہودی بگڑے ہوئے ہیں بال بچے اور عورتیں مدینے میں ہیں خطرہ لگا ہوا ہے اگر بنو قریظہ نے اس طرف کا رخ کیا تو ایک ساعت میں ہی عورتوں بچوں کا فیصلہ کر دیں گے۔ واللہ اس رات جیسی خوف وہراس کی حالت کبھی ہم پر نہیں گذری۔ پھر وہ ہوائیں چلتی ہیں، آندھیاں اٹھتی ہیں، اندھیرا چھا جاتا ہے، کڑک گرج اور بجلی ہوتی ہے کہ العظمۃ اللہ۔ ساتھی کو دیکھنا تو کہاں اپنی انگلیاں بھی نظر نہ آتی تھی۔ جو منافق ہمارے ساتھ تھے وہ ایک ایک ہو کر یہ بہانا بنا کر ہمارے بال بچے اور عورتیں وہاں ہیں اور گھر کا نگہبان کوئی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر اجازت چاہنے لگے اور آپ نے بھی کسی ایک کو نہ روکا جس نے کہا کہ میں جاؤں؟ آپ نے فرمایا شوق سے جاؤ۔ وہ ایک ایک ہو کر سرکنے لگے اور ہم صرف تین سو کے قریب رہ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اب تشریف لائے ایک ایک کو دیکھا میری عجیب حالت تھی نہ میرے پاس دشمن سے بچنے کے لئے کوئی آلہ تھا نہ سردی سے محفوظ رہنے کے لئے کوئی کپڑا تھا۔ صرف میری بیوی کی ایک چھوٹی سی چادر تھی جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچے اس وقت میں اپنے گھٹنوں میں سر ڈالے ہوئے دبک کر بیٹھا ہوا کپکپا رہا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کون ہیں؟ میں نے کہا حذیفہ۔ فرمایا حذیفہ سن! واللہ مجھ پر تو زمین تنگ آ گئی کہ کہیں حضور مجھے کھڑا نہ کریں میری تو درگت ہو رہی ہے لیکن کرتا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان تھا میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن رہا ہوں ارشاد؟ آپ نے فرمایا دشمنوں میں ایک نئی بات ہونے والی ہے جاؤ ان کی خبر لاؤ۔ واللہ اس وقت مجھ سے زیادہ نہ تو کسی کو خوف تھا نہ گھبراہٹ تھی نہ سردی تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا تو میں نے سنا کہ آپ میرے لئے دعا کر رہے ہیں کہ اے اللہ اس کے آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر سے نیچے سے اس کی حفاظت کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ کسی قسم کا خوف ڈر دہشت میرے دل میں تھی ہی نہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آواز دے کر فرمایا دیکھو حذیفہ وہاں جا کر میرے پاس واپس آنے تک کوئی نئی بات نہ کرنا۔

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ میں ابوسفیان کو اس سے پہلے پہچانتا نہ تھا میں گیا تو وہاں یہی آوازیں لگ رہی تھیں کہ چلو کوچ کرو واپس چلو۔ ایک عجیب بات میں نے یہ بھی دیکھی کہ وہ خطرناک ہوا جو دیگیں الٹ دیتی تھی وہ صرف ان کے لشکر کے احاطہ تک ہی تھی واللہ اس سے ایک بالشت بھر باہر نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ پتھر اڑ اڑ کر ان پر گرتے تھے۔ جب میں واپس چلا ہوں تو میں نے دیکھا کہ تقریباً بیس سوار ہیں جو عمامے باندھے ہوئے ہیں انہوں نے مجھ سے فرمایا جاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دو کہ اللہ تعالیٰ

نے آپ کو کفایت کر دی اور آپ کے دشمنوں کو مات دی۔ اس میں یہ بھی بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت میں داخل تھا کہ جب بھی کوئی گھبراہٹ اور دقت کا وقت ہوتا تو آپ نماز شروع کر دیتے۔

جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی اسی وقت یہ آیت اتری۔ پس آیت میں نیچے کی طرف سے آنے والوں سے مراد بنو قریظہ ہیں۔ شدت خوف اور سخت گھبراہٹ سے آنکھیں الٹ گئیں اور دل حلقوم تک پہنچ گئے تھے اور طرح طرح کے گمان ہو رہے تھے یہاں تک کہ بعض منافقوں نے سمجھ لیا تھا کہ اب کی لڑائی میں کافر غالب آ جائیں گے عام منافقوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے؟ معتب بن قشیر کہنے لگا کہ آنحضرت ﷺ تو ہمیں کہہ رہے تھے کہ ہم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنیں گے اور یہاں حالت یہ ہے کہ پاخانے کو جانا بھی دوبھر ہو رہا ہے۔ یہ مختلف گمان مختلف لوگوں کے تھے مسلمان تو یقین کرتے تھے کہ غلبہ ہمارا ہی ہے جیسا کہ فرمان ہے آیت (وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا، الاحزاب:22) لیکن منافقین کہتے تھے کہ اب کی مرتبہ سارے مسلمان مع آنحضرت گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیئے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عین اس گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہمیں اس سے بچاؤ کی کوئی تلقین کریں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا مانگو (اللھم استر عوراتنا وامن روعاتنا) اللہ ہماری پردہ پوشی کر اللہ ہمارے خوف ڈر کو امن وامان سے بدل دے۔ ادھر مسلمانوں کی یہ دعا بلند ہوئیں ادھر اللہ کا لشکر ہواؤں کی شکل میں آیا اور کافروں کا تیاپانچا کر دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ |
| الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا۠ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا |
| جب کہ (دشمن) تمہارے پاس اوپر اور نیچے سے چڑھ آئے۔ اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے |
| اور اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح گمان کرنے لگے۔ یہیں مومن آزمائے گئے اور پوری طرح جھنجھوڑ دیئے گئے۔ |

## دشمن کی ہر جانب سے مڈبھیڑ ہو جانے کا بیان

"إذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقكُمْ وَمِنْ أَسْفَل مِنْكُمْ" مِنْ أَعْلَى الْوَادِي وَأَسْفَله مِنْ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب "وَإِذْ زَاغَتْ الْأَبْصَار" مَالَتْ عَنْ كُلّ شَيْء إلَى عَدُوّهَا مِنْ كُلّ جَانِب "وَبَلَغَتْ الْقُلُوب الْحَنَاجِر" جَمْع حَنْجَرَة وَهِيَ مُنْتَهَى الْحُلْقُوم مِنْ شِدَّة الْخَوْف "وَتَظُنُّونَ بِاَللَّهِ الظُّنُونَا" الْمُخْتَلِفَة بِالنَّصْرِ وَالْيَأْس "هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُونَ" اُخْتُبِرُوا لِيَتَبَيَّن الْمُخْلِص مِنْ غَيْره "وَزُلْزِلُوا" حُرِّكُوا "زِلْزَالًا شَدِيدًا" مِنْ شِدَّة الْفَزَع،

جب وہ تمہارے پاس آئے تمہارے اوپر کی طرف سے تمہارے نیچے کی طرف سے یعنی وادی کے بالائی حصے کی طرف

سے اور زیریں حصے کی طرف سے جو مشرق اور مغرب کی سمت میں ہے اور جب آنکھیں ٹیڑھی ہو گئیں یعنی ہر طرف سے ہٹ کر دشمن کی طرف لگ گئیں اور دل حلق تک پہنچ گئے یہ لفظ ''حناجر'' لفظ ''حنجرۃ'' کی جمع ہے جو حلقوم کے آخری حصے کو کہتے ہیں یعنی خوف کی شدت کی وجہ سے ایسا ہوا اور تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں مخصوص گمان کیا یعنی مدد اور مایوسی کے حوالے سے اختلاف (والا گمان تھا)

(هُنَالِكَ ابتلى المؤمنون) اختبروا ليتبين المخلص من غيره (وَزُلْزِلُوْا) حُرِّكوا (زِلْزَالًا شَدِيدًا) من شدة الخوف و الفزع .

اس مقام پر اہل ایمان کو آزمائش میں مبتلا کیا گیا تا کہ پتہ چلایا جا سکے کہ اخلاص والا اور اخلاص کے بغیر کون ہے اور انہیں ہلایا گیا یعنی حرکت دی گئی تیزی سے ہلا کر یعنی خوف اور اندیشے کی شدت (کی شکل میں)۔

یعنی وادی کی بالائی جانب مشرق سے قبیلہ اسد و غطفان کے لوگ مالک بن عوف نصری و عُیَینہ بن حسن فزاری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جمعیت لے کر اور ان کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کر اور حُیَی بن اخطب، یہودِ بنی قریظہ کی جمعیت لے کر اور وادی کی زیریں جانب مغرب سے قریش اور کنانہ بسر کردگی ابوسفیان بن حرب۔

## غزوہ خندق کے موقع پر نصرت الٰہی کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد یا حج یا عمرہ سے واپس میں سفر میں ہوتے ہر بلند جگہ (ٹیلا وغیرہ) پر چڑھتے ہوئے پہلے تین مرتبہ تکبیر اللہ اکبر کہتے اور پھر یہ کلمات فرماتے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك و لہ الحمد وهو على كل شيء قدير ائبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدقه الله وعده و نصر عبده وهزم الاحزاب وحده .

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ہم اپنے وطن کی طرف واپس ہونے والے ہیں، توبہ کرنے والے ہیں اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اللہ ہی کے آگے سر جھکانے والے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے ہیں اللہ نے دین کو پھیلانے کا وعدہ پورا کیا اپنے بندہ محمد کی مدد کی اور کفار کے گروہوں کو تنہا شکست دی۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 957)

ونصر عبدہ وہزم الاحزاب وحدہ سے غزوہ خندق کے موقع پر تائید و نصرت الٰہی کی طرف اشارہ ہے کہ علاوہ یہود قریظہ و نضیر کے تقریباً دس یا بارہ ہزار کفار مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کا ارادہ رکھتے تھے مگر اللہ نے ہوا اور ملائکہ کی جماعت کو کفار کے لشکر پر مسلط کر دیا۔ جس کی وجہ سے جنگ کے بغیر ہی وہ ہلاک و خراب ہو گئے۔

| |
|---|
| وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ |
| اور جب منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے، کہتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے |
| ہم سے محض دھوکا دینے کے لیے وعدہ کیا تھا۔ |

## منافقین کا اللہ کی مدد کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَ" اُذْكُرْ "اِذْ يَقُول الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبهمْ مَرَض " ضَعْف اعْتِقَاد "مَا وَعَدَنَا اللّٰه وَرَسُوله " بِالنَّصْرِ "اِلَّا غُرُورًا" بَاطِلًا،

اور یاد کرو جب منافقین نے اور جن کے دلوں میں بیماری تھی یعنی کمزور عقیدہ انہوں نے یہ کہا اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا یعنی مدد کا وہ صرف غرور یعنی باطل (جھوٹا) تھا۔

## منافقین کے فرار ہونے کا بیان

اس گھبراہٹ اور پریشانی کا حال بیان ہو رہا ہے جو جنگ احزاب کے موقعہ پر مسلمانوں کی تھی کہ باہر سے دشمن اپنی پوری قوت اور کافی لشکر سے گھیرا ڈالے کھڑا ہے۔ اندرون شہر میں بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی ہے یہودیوں نے دفعۃً صلح توڑ کر بیچینی کی باتیں بنا رہے ہیں کہہ رہے ہیں کہ بس اللہ کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے دیکھ لئے۔ کچھ لوگ ہیں جو ایک دوسرے کے کان میں صور پھونک رہے ہیں کہ میاں پاگل ہوئے ہو؟ دیکھ نہیں رہے دو گھڑی میں نقشہ پلٹنے والا ہے۔ بھاگ چلو لوٹو لوٹو واپس چلو۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ |
| يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۝ |
| اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے یثرب والو! تمہارے لیے ٹھہرنے کی کوئی صورت نہیں، پس لوٹ چلو، |
| اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اجازت مانگتا تھا، کہتے تھے ہمارے گھر تو غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ |
| کسی طرح غیر محفوظ نہیں، وہ بھاگنے کے سوا کچھ چاہتے ہی نہیں۔ |

## منافقین کا مدینہ منورہ کو یثرب کہنے کا بیان

"وَاِذْ قَالَتْ طَائِفَة مِنْهُمْ" اَيْ الْمُنَافِقُونَ "يَا اَهْل يَثْرِب " هِيَ اَرْض الْمَدِينَة وَلَمْ تُصْرَف لِلْعَلَمِيَّةِ وَوَزْن الْفِعْل "لَا مُقَام لَكُمْ" بِضَمِّ الْمِيم وَفَتْحهَا : اَيْ لَا اِقَامَة وَلَا مَكَانَة "فَارْجِعُوا" اِلَى مَنَازِلكُمْ مِنْ الْمَدِينَة وَكَانُوا خَرَجُوا مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى سَلْع جَبَل خَارِج الْمَدِينَة لِلْقِتَالِ "وَيَسْتَاْذِن فَرِيق مِنْهُمْ النَّبِيّ " فِي الرُّجُوع "يَقُولُونَ اِنَّ بُيُوتنَا عَوْرَة " غَيْر حَصِينَة يُخْشَى عَلَيْهَا

"وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنْ" مَا "يُرِيدُونَ إِلَّا فِرَارًا" مِنَ الْقِتَالِ،

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے یعنی منافقین نے یہ کہا اے یثرب والو! اس سے مراد مدینے کی سرزمین ہے اسے منصرف کے طور پر نہیں پڑھا جا سکتا کیونکہ یہ علم بھی ہے اور فعل کے وزن پر بھی ہے، تمہارے لئے کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہے اس میں "م" پر پیش اور زبر دونوں پڑھے جا سکتے ہیں یعنی نہ ٹھہرنا ہے اور نہ ہی جگہ ہے تو تم لوٹ جاؤ مدینے میں اپنے گھروں کی طرف، یہ لوگ نبی اکرم کے ہمراہ جنگ کرنے کے لئے "سلع" پہاڑ تک آئے تھے جو مدینہ منورہ سے باہر ہے، تو ان میں سے ایک گروہ نے نبی سے اجازت مانگی یعنی واپس جانے کی، انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہیں ان (پر حملہ ہونے) کا اندیشہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ گھر "عورت" (یعنی غیر محفوظ) نہیں ہیں وہ لوگ صرف فرار اختیار کرنا چاہتے ہیں یعنی جنگ سے۔

یثرب سے مراد مدینہ ہے۔ جیسے صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے خواب میں تمہاری ہجرت کی جگہ دکھائی گئی ہے۔ جو دو سنگلاخ میدانوں کے درمیان ہے پہلے تو میرا خیال ہوا تھا کہ یہ ہجر ہے لیکن نہیں وہ جگہ یثرب ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جگہ مدینہ ہے۔ البتہ یہ خیال رہے کہ ایک ضعیف حدیث میں ہے جو مدینے کو یثرب کہے وہ استغفار کر لے۔ مدینہ تو طابہ ہے وہ طابہ ہے یہ حدیث صرف مسند احمد میں ہے اور اس کی اسناد میں ضعف ہے۔ کہا گیا ہے کہ عمالیق میں سے جو شخص یہاں آ کر ٹھہرا تھا چنانکہ اسکا نام یثرب بن عبید بن مہلا بیل بن عوص بن عملاق بن لاد بن آدم بن سام بن نوح تھا اس لئے اس شہر کو بھی اسی کے نام سے مشہور کیا گیا۔

## مدینہ منورہ کے تورات میں گیارہ نام ہونے کا بیان

یہ بھی قول ہے کہ تورات شریف میں اس کے گیارہ نام آئے ہیں۔ مدینہ، طابہ، جلیلہ، جابرہ، محبہ، محبوبہ، قاصمہ، مجبورہ، عدراء، مرحومہ۔ کعب احبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تورات میں یہ عبادت پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ شریف سے فرمایا اے طیبہ اور اے طابہ اور اے مسکینہ خزانوں میں مبتلا نہ ہو تمام بستیوں پر تیرا درجہ بلند ہوگا۔ کچھ لوگ تو اس موقعہ خندق پر کہنے لگے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرنے کی جگہ نہیں اپنے گھروں کو لوٹ چلو۔

بنو حارثہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں میں چوری ہونے کا خطرہ ہے وہ خالی پڑے ہیں ہمیں واپس جانے کی اجازت ملنی چاہیے۔ اوس بن قیظی نے بھی یہی کہا تھا کہ ہمارے گھروں میں دشمن کے گھس جانے کا اندیشہ ہے ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی بات بتلا دی کہ یہ تو ڈھونگ رچایا ہے حقیقت میں عذر کچھ بھی نہیں نامردی سے بھگوڑا پن دکھاتے ہیں۔ لڑائی سے جی چرا کر سرکنا چاہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِم مِّنْ أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَآتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا بِهَا إِلَّا يَسِيرًا ○

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْأَدْبَارَ ۚ وَكَانَ عَهْدُ اللَّهِ مَسْئُولًا ○

اور اگر ان پر مدینہ کے اَطراف و اَکناف سے فوجیں داخل کر دی جاتیں پھر ان (نفاق کا عقیدہ رکھنے والوں) سے فتنہ (کفر

شرک) کا سوال کیا جاتا تو وہ اس (مطالبہ) کو بھی پورا کر دیتے، اور تھوڑے سے توقف کے سوا اس میں تاخیر نہ کرتے۔ حالانکہ

بلاشبہ یقیناً اس سے پہلے انھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا عہد ہمیشہ پوچھا جانے والا ہے۔

## خندق میں اطراف سے افواج کے دخول کا بیان

"وَلَوْ دُخِلَتْ" أَیْ الْمَدِینَة "عَلَیْهِمْ مِنْ أَقْطَارِهَا" نَوَاحِیهَا "ثُمَّ سُئِلُوا" أَیْ سَأَلَهُمْ الدَّاخِلُونَ "الْفِتْنَة" الشِّرْك "لَآتَوْهَا" بِالْمَدِّ وَالْقَصْر أَیْ أَعْطُوْهَا وَفَعَلُوْهَا

"وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللَّه مِنْ قَبْل لَا یُوَلُّونَ الْأَدْبَار وَكَانَ عَهْد اللَّه مَسْئُولًا" عَنْ الْوَفَاء بِهِ

اور اگر داخل ہو جاتے یعنی مدینہ منورہ میں ان پر اس کے کناروں کی طرف سے یعنی نواحی علاقے کی طرف سے پھر ان سے پوچھا جاتا یعنی داخل ہونے والے ان سے مطالبہ کرتے فتنے کا یعنی شرک کا تو وہ ضرور اس تک آتے اس کو "مد" کے ہمراہ اور قصر کے طور پر پڑھا جا سکتا ہے یعنی وہ اسے دیتے (جب مد کے ساتھ ہو) یا وہ ایسا کرتے (جب وہ قصر کے طور پر ہو) انہوں نے اس کا صرف ذرا سی دیر کے لئے انتظار کرنا تھا۔

اور اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کے بارے میں سوال کیا جائے گا یعنی اسے پورا کرنے کے حوالے سے حساب لیا جائے گا۔

## جہاد سے پیٹھ پھیرنے والوں سے باز پرس ہوگی

جو لوگ یہ عذر کر کے جہاد سے بھاگ رہے تھے کہ ہمارے گھر اکیلے پڑے ہیں جن کا بیان اوپر گذرا۔ ان کی نسبت جناب باری فرماتا ہے کہ اگر ان پر دشمن مدینے کے چوطرف سے اور ہر ہر رخ سے آ جائے پھر ان سے کفر میں داخل ہونے کا سوال کیا جائے تو یہ بیتامل کفر کو قبول کر لیں گے لیکن تھوڑے خوف اور خیالی دہشت کی بنا پر ایمان سے دست برداری کر رہے ہیں۔ یہ ان کی مذمت بیان ہوئی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہی تو ہیں جو اس سے پہلے لمبی لمبی ڈینگیں مارتے تھے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے ہم میدان جنگ سے پیٹھ پھیرنے والے نہیں۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ یہ جو وعدے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے تھے اللہ تعالیٰ ان کی باز پرس کرے گا۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ موت وفوت سے بھاگنا لڑائی سے منہ چھپانا میدان میں پیٹھ دکھانا جان نہیں بچا سکتا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ کے جلد آ جانے کا باعث ہو جائے اور دنیا کا تھوڑا سا نفع بھی حاصل نہ ہو سکے۔ حالانکہ دنیا تو آخرت جیسی باقی چیز کے مقابلے پر کل کی کل حقیر اور محض ناچیز ہے۔ پھر فرمایا کہ بجز اللہ کے کوئی نہ دے سکے نہ دلا سکے نہ مددگاری کر سکے نہ حمایت پر آ سکے۔ اللہ اپنے ارادوں کو پورا کر کے ہی رہتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ احزاب، بیروت)

## غزوہ خندق اور نبی کریم ﷺ کے معجزے کا بیان

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ (یعنی صحابہ) خندق کے دن (یعنی غزوہ احزاب کے موقع پر دشمنوں سے بچاؤ کے

لئے مدینہ کے گرد) خندق کھود رہے تھے کہ سخت پتھر نکل آیا (جو کسی طرح ٹوٹ نہیں رہا تھا) صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ کھدائی کی جگہ ایک سخت پتھر نکل آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خود (خندق میں) اتر کر دیکھوں گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ کھڑے ہوائے اس وقت (شدت بھوک سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ اور ہم سبھی لوگ تین دن سے اس حال میں تھے کہ ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا کوئی چیز چکھی تک نہیں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کدال ہاتھ میں لیا اور (خندق میں اتر) کر پتھر پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ سخت پتھر ریت کی مانند (ذرہ ذرہ ہوگیا) بکھر گیا۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں وہاں سے اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی (سہیلہ بنت معود انصاری سے) پوچھا کہ کیا تمہارے پاس (کھانے کی کوئی) چیز ہے؟ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا شدید اثر دیکھا ہے (یہ سن کر) میری بیوی نے تھیلا نکال کر دیا جس میں تقریباً سیر جو تھے اور ہمارے ہاں بکری کا (دنبہ اور یا گھر کی پلی ہوئی بھیڑ کا) ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میں نے اس بچہ کو ذبح کیا اور میری بیوی نے آٹا پیسا اور پھر ہم نے گوت کو ہانڈی میں ڈال کر (چولہے پر) چڑھا دیا پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چپکے سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے تقریباً ساڑھے تین سیر جو پیسے ہیں (اس طرح کچھ لوگوں کے لئے میں نے کھانا تیار کرالیا ہے) اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند لوگوں کے ساتھ تشریف لے چلے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند اعلان کیا کہ خندق والو! چلو، جابر نے تمہاری ضیافت کے لئے کھانا تیار کیا ہے، جلدی چلو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم جا کر کھانے کا انتظام کرو لیکن، اپنی ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور نہ آٹا پکانا جب تک میں نہ آجاؤں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے تمام ساتھیوں سمیت میرے ہاں، تشریف لائے، میں نے گندھا ہوا آٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔

پھر ہانڈی کی طرف بڑھے اور اس میں لعاب ڈال کر برکت کی دعا فرمائی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری بیوی کے بارے میں) فرمایا کہ روٹی پکانے والی کو بلاؤ تا کہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکا کر دیتی رہے اور چمچے سے ہانڈی میں سالن نکالتے رہو لیکن ہانڈی کو چولہے پر رہنے دینا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس وقت خندق والے ایک ہزار آدمی تھے (جو تین دن سے بھوکے تھے) اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان سب نے (اس کھانے میں سے خوب شکم سیر ہو کر) کھایا لیکن کھانا (جوں کا توں) بچا رہا، جب وہ سب لوگ واپس ہوئے تو ہانڈی اسی طرح چولہے پر پک رہی تھی جیسی کہ پہلے تھی اور آٹا اسی طرح پکایا جا رہا تھا جیسا کہ وہ شروع میں تھا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 464)

حدیث میں لفظ "سور" جس کا ترجمہ ضیافت کا کھانا، کیا گیا ہے، دراصل فارسی کا لفظ ہے، جو آنحضرت کی زبان مبارک پر جاری ہوا، یہ لفظ اہل فارس کی اصطلاح میں "شادی کے کھانے کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ اس لفظ کے علاوہ فارسی کے اور بھی کئی

الفاظ مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ کھانے کی اس مقدار نے جو چند ہی آدمیوں کے لئے کافی ہوسکتی تھی نہ صرف یہ کہ ایک ہزار آدمیوں کا شکم سیر کرا دیا بلکہ جوں کا توں بچ بھی گیا دراصل اس ذات گرامی کی برکت کا طفیل تھا جو تمام برکتوں کی منبع ومخزن ہے اور تمام ذات کائنات بلکہ زمین وآسمان ان ہی کی برکتوں سے معمور ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس طرح کے بے شمار معجزات یعنی کھانے کی قلیل مقدار کا بڑھ جانا انگلیوں سے پانی کا ابل پڑنا اور ذرا سے پانی کا بہت ہو جانا، کھانے سے تسبیح کی آواز آنا، کھجور کے درخت کے تنہ کا آہ وزاری کرنا، وغیرہ وغیرہ ایسے واقعات ہیں جو احادیث اور تاریخ وسیر کی کتابوں میں کثرت سے مذکور ہیں اور ان سے متعلق روایتیں حد تواتر کو پہنچتی ہوئی ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے، ان معجزات کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی دلیل ہیں، مختلف محقق علماء نے بڑی کاوش ومحنت کر کے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے، اس سلسلہ میں زیادہ عمدہ کتاب امام بیہقی کی دلائل النبوۃ کو مانا گیا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ لَّنْ يَّنفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| فرما دیجئے: تمہیں فرار ہرگز کوئی نفع نہ دے گا، اگر تم موت یا قتل سے (ڈر کر) بھاگے ہو تو تم تھوڑی سی |
| مدت کے سوا (زندگانی کا) کوئی فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ |

## موت سے فرار ہونے کا کوئی فائدہ نہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَنْ يَنفَعكُمْ الْفِرَار إنْ فَرَرْتُم مِنْ الْمَوْت أَوْ الْقَتْل وَإِذًا " إنْ فَرَرْتُمْ "لَا تُمَتَّعُونَ" فِي الدُّنْيَا بَعْد فِرَاركُمْ "إلَّا قَلِيلًا" بَقِيَّة آجَالكُمْ،

تم فرما دو فرار اختیار کرنا تمہیں فائدہ نہیں دے گا اگر تم موت یا قتل سے راہ فرار اختیار کرتے ہو اس صورت میں یعنی اگر تم فرار ہو جاؤ تو تمہیں تمہارے فرار ہونے کے بعد دنیا میں صرف تھوڑا سا فائدہ ملے گا جو تمہاری بقیہ زندگی ( کی صورت میں ہوگا)

یعنی جس کی قسمت میں موت ہے وہ کہیں بھاگ کر جان نہیں بچا سکتا۔ قضائے الٰہی ہر جگہ پہنچ کر رہے گی اور اگر ابھی موت مقدر نہیں تو میدان سے بھاگنا بیسود ہے۔ کیا میدان جنگ میں سب مارے جاتے ہیں اور فرض کرو بھاگنے سے بچاؤ ہی ہو گیا تو کتنے دن؟ آخر موت آنی ہے اب نہیں چند روز کے بعد آئے گی اور نہ معلوم کس سختی اور ذلت سے آئے۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ |
| وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ |
| فرما دیجئے: کون ایسا شخص ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہے اگر وہ تمہیں تکلیف دینا چاہے یا تم پر رحمت کا ارادہ فرمائے، |
| اور وہ لوگ اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مدد کے سوا کوئی جائے پناہ نہ ہونے کا بیان

"قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ " يُجِيرُكُمْ "مِنْ اللَّه إنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا " هَلَاكًا وَهَزِيمَة "أَوْ" يُصِيبكُمْ بِسُوءٍ إنْ "أَرَادَ" اللَّه "بِكُمْ" خَيْرًا "وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُون اللَّه" أَيْ غَيْره "وَلِيًّا" يَنْفَعهُمْ "وَلَا نَصِيرًا" يَدْفَع الضُّرّ عَنْهُمْ

تم فرمادو تمہیں کون بچائے گا یعنی تمہیں کون پناہ دے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر وہ تمہارے لئے برائی کا ارادہ کرے یعنی ہلاکت اور شکست کا یا پھر (کون) تمہیں برائی پہنچائے گا اگر وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) تمہارے لئے رحمت یعنی بھلائی کا ارادہ کرے وہ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ، یعنی کسی اور کو نگران نہیں پائیں گے جو انہیں نفع دے اور مددگار نہیں پائیں گے جو ان سے تکلیف کو دور کرے۔

یعنی اللہ کے ارادے کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ نہ کوئی تدبیر اور حیلہ اس کے مقابلہ میں کام دے سکتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اسی پر توکل کرے اور ہر حالت میں اسی کی مرضی کا طلبگار رہے۔ ورنہ دنیا کی برائی بھلائی یا سختی نرمی تو یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ پھر اس کے راستہ میں بزدلی کیوں دکھائے اور وقت پر جان کیوں چرائے جو عاقبت خراب ہو اور دنیا کی تکلیف ہٹ نہ سکے۔

| |
|---|
| قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| یقیناً اللہ تم میں سے رکاوٹیں ڈالنے والوں کو جانتا ہے اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو بھی کہ ہماری طرف آجاؤ |
| اور وہ لڑائی میں نہیں آتے مگر بہت کم۔ (یعنی بہت کم آتے ہیں)۔ |

## جہاد میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کا بیان

"قَدْ يَعْلَم اللَّه الْمُعَوِّقِينَ" الْمُثَبِّطِينَ "مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ" تَعَالَوْا "إلَيْنَا وَلَا يَأْتُونَ الْبَأْس" الْقِتَال "إلَّا قَلِيلًا" رِيَاء وَسُمْعَة،

بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم میں سے روکنے والے ہیں یعنی منع کرنے والے ہیں اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والے آؤ! یعنی ہماری طرف آجاؤ اور تکلیف یعنی جنگ کی طرف بہت تھوڑے لوگ جاتے ہیں جو دکھاوے اور ریاکاری کے طور پر اس طرح کرتے ہیں۔

## سورہ احزاب آیت ۱۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ان کے پاس یہود نے پیام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو، اس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمہیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے، ہمیں تمہارا اندیشہ ہے تم ہمارے بھائی اور ہمسایہ ہو ہمارے پاس آجاؤ۔

یہ خبر پا کر عبداللہ بن اُبی بن سلول منافق اور اس کے ساتھی مومنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انہوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انہوں نے کوشش کی مومنین کا ثباتِ استقلال اور بڑھتا گیا۔ (تفسیر خازن، سورہ احزاب، بیروت)

## جہاد سے منہ موڑنے والے ایمان سے خالی لوگ

اللہ تعالیٰ اپنے محیط علم سے انہیں خوب جانتا ہے جو دوسروں کو بھی جہاد سے روکتے ہیں۔ اپنے ہم صحبتوں سے یار دوستوں سے کنبے قبیلے والوں سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی ہمارے ساتھ رہو اپنے گھروں کو اپنے آرام کو اپنی زمین کو اپنے بیوی بچوں کو نہ چھوڑو۔ خود بھی جہاد میں آتے نہیں یہ اور بات ہے کہ کسی کسی وقت منہ دکھا جائیں اور نام لکھوا جائیں۔ یہ بڑے بخیل ہیں نہ ان سے تمہیں کوئی مدد پہنچے نہ ان کے دل میں تمہاری ہمدردی نہ مال غنیمت میں تمہارے حصے پر یہ خوش۔ خوف کے وقت تو ان نامردوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے ہیں۔ آنکھیں چھاچھ پانی ہو جاتی ہے مایوسانہ نگاہوں سے تکنے لگتے ہیں۔ لیکن خوف دور ہوا کہ انہوں نے لمبی لمبی زبانیں نکال ڈالیں اور بڑھے چڑھے دعوے کرنے لگے اور شجاعت و مردی کا دم بھرنے لگے۔ اور مال غنیمت پر بیطرح گرنے لگے۔ ہمیں دو ہمیں دو کا غل مچا دیتے ہیں۔ ہم آپ کے ساتھی ہیں۔ ہم نے جنگی خدمات انجام دی ہیں ہمارا حصہ ہے۔ اور جنگ کے وقت صورتیں بھی نہیں دکھاتے بھاگتوں کے آگے اور لڑتوں کے پیچھے رہا کرتے ہیں دونوں عیب جس میں جمع ہوں اس جیسا بےخیر انسان اور کون ہوگا؟ امن کے وقت عیاری بدخلقی بدزبانی اور لڑائی کے وقت نامردی روباہ بازی اور زنانہ پن۔ لڑائی کے وقت حائضہ عورتوں کی طرح الگ اور یکسو اور مال لینے کے وقت گدھوں کی طرح ڈھینچو ڈھینچو۔ اللہ فرماتا ہے بات یہ ہے کہ ان کے دل شروع سے ہی ایمان سے خالی ہیں۔ اس لئے ان کے اعمال بھی اکارت ہیں۔ اللہ پر یہ آسان ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، احزاب، بیروت)

اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝

تمہارے بارے میں سخت بخیل ہیں، پس جب خوف آ پہنچے تو تو انہیں دیکھے گا کہ تیری طرف ایسے دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح گھومتی ہیں جس پر موت کی غشی طاری کی جارہی ہو، پھر جب خوف جاتا رہے تو تمہیں تیز زبانوں کے ساتھ تکلیف دیں گے، اس حال میں کہ مال کے سخت حریص ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیے اور یہ ہمیشہ سے اللہ پر بہت آسان ہے۔

## غنائم کو دیکھ کر نظریات کو پھیرنے والے لوگوں کا بیان

"أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ " بِالْمُعَاوَنَةِ جَمْع شَحِيح وَهُوَ حَال مِنْ ضَمِير يَأْتُونَ "فَإِذَا جَاءَ الْخَوْف رَأَيْتهمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْك تَدُور أَعْيُنهمْ كَالَّذِي" كَنَظَرِ أَوْ كَدَوَرَانِ الَّذِي "يُغْشَى عَلَيْهِ مِنْ الْمَوْت" أَيْ سَكَرَاته "فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْف " وَحِيزَتْ الْغَنَائِم "سَلَقُوكُمْ" آذَوْكُمْ أَوْ ضَرَبُوكُمْ "بِأَلْسِنَةٍ حِدَاد أَشِحَّة عَلَى الْخَيْر " أَيْ الْغَنِيمَة يَطْلُبُونَهَا "أُولَئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا " حَقِيقَة "فَأَحْبَطَ اللَّه أَعْمَالهمْ وَكَانَ ذَلِكَ" الْإِحْبَاط "عَلَى اللَّه يَسِيرًا" بِإِرَادَتِهِ،

وہ تمہارے ساتھ بخل سے کام لیتے ہیں یعنی تعاون کرنے میں (اُشحّۃً) یہ لفظ''شحیح'' کی جمع ہے اور یہ لفظ''یَأتُونَ'' کی ضمیر کا حال واقع ہورہا ہے پھر جب خوف آجائے تو تم انہیں دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف دیکھیں گے ان کی آنکھیں ادھر ادھر گھوم رہی ہونگی وہ اس طرح دیکھیں گے یا وہ گھومنا اس طرح ہوگا جس پر موت آجائے یعنی موت کی سختیاں آجائیں اور جب وہ خوف چلا جائے اور مال غنیمت اکٹھا ہوجائے تو وہ تمہیں طعنے دیں یعنی اذیت پہنچائیں اور مثالیں دیں۔ تیز زبانوں کے ذریعے گویا وہ بھلائی کے لالچی ہیں یعنی مال غنیمت طلب کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے یعنی حقیقت میں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عمل کو ضائع کردیا اور وہ یعنی ضائع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے یعنی اس کے ارادے کے ہمراہ۔

## مال غنائم پر منافقین کے حرص کا بیان

اشحۃ (مادہ ش ح ح) شحیح ایسے شخص کو کہتے ہیں جو مال سمیٹنے میں تو انتہا درجہ کا حریص ہو مگر خرچ کرنے میں سخت بخیل ہو۔ یعنی جب جنگ میں تمہارا ساتھ دینے کا معاملہ ہو تو اس معاملہ میں وہ انتہائی بخل سے کام لیتے ہیں۔ مگر جب جنگ ختم ہوجائے میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہے' اموال غنیمت کی تقسیم کا موقعہ ہو تو پھر یہ لوگ مال پر مرے جاتے ہیں اور چاہتے یہ ہیں کہ یہ سارا مال ہمارے ہی ہاتھ آجائے پھر وہ طرح طرح کی اپنی وفاداریاں اور ہمدردیاں جتلانے لگتے ہیں تاکہ اموال غنیمت میں اپنا استحقاق ثابت کرسکیں۔

| |
|---|
| يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ |
| يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ۖ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| یہ لوگ (ابھی تک یہ) گمان کرتے ہیں کہ کافروں کے لشکر (واپس) نہیں گئے اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آجائیں |
| تو یہ چاہیں گے کہ کاش وہ دیہاتیوں میں جا کر بادیہ نشین ہوجائیں (اور) تمہاری خبریں دریافت کرتے رہیں، |
| اور اگر وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو بھی بہت ہی کم لوگوں کے سوا وہ جنگ نہیں کریں گے۔ |

## منافقین کی کمزوریوں کا بیان

"یَحْسَبُونَ الْأَحْزَاب" مِنْ الْكُفَّار "لَمْ يَذْهَبُوا" إلَى مَكَّة لِخَوْفِهِمْ مِنْهُمْ "وَإِنْ يَأْتِ الْأَحْزَاب" كَرَّة أُخْرَى "يَوَدُّوا" يَتَمَنَّوْا "لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَاب" أَيْ كَائِنُونَ فِي الْبَادِيَة "يَسْأَلُونَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ" أَخْبَاركُمْ مَعَ الْكُفَّار "وَلَوْ كَانُوا فِيكُمْ" هَذِهِ الْكَرَّة "مَا قَاتَلُوا إلَّا قَلِيلًا" رِيَاء وَخَوْفًا مِنْ التَّعْيِير،

وہ گروہوں کے بارے میں یہ گمان کرتے ہیں یعنی کفار کے بارے میں کہ وہ لوگ نہیں گئے مکہ کی طرف ایسا ان کے خوف کی وجہ سے ہے اور اگر وہ گروہ آجائیں یعنی دوسری مرتبہ تو وہ یہ پسند کریں گے یعنی یہ آرزو کریں گے کاش وہ لوگ دیہات میں رہ رہے ہوتے یعنی دیہاتی زندگی بسر کرتے، وہ تم سے ہماری خبریں دریافت کریں گے یعنی کفار کے ساتھ ہارے (جنگ کے نتائج) اور اگر وہ تمہارے درمیان ہوتے اس مرتبہ بھی تو انہوں نے جنگ میں تھوڑا سا حصہ لینا تھا (وہ بھی) دکھاوے کے طور پر یا شرمندگی کے خوف سے۔

## منافقوں کی بزدلی کا بیان

بزدل اور ڈرپوک اتنے ہیں کہ اتحادی فوجیں کب کی واپس جا بھی چکی ہیں لیکن انھیں اب تک یقین نہیں آرہا کہ دشمن جاچکا ہے اور ممکن ہے منافق یہ سمجھ رہے ہوں کہ مسلمانوں نے پروپیگنڈا کے طور پر ایسی خبر مشہور کر دی ہے۔ انھیں یہ بھی فکر لاحق ہے کہ موسم کی خرابی سے اگر دشمن چلا گیا ہے تو موسم درست ہونے پر پھر دوبارہ نہ چڑھائی کر دے۔ اندریں صورت وہ یہ سوچ رہے ہیں کہ کیا اچھا ہوتا کہ وہ مدینہ کے باشندے نہ ہوتے بلکہ کسی گاؤں کے رہنے والے ہوتے۔ جہاں دشمن کی چڑھائی کا خطرہ ہی نہ ہوتا تو انھیں ایسی پریشانیاں لاحق نہ ہوتیں۔ بس ادھر ادھر سے ہی مسلمانوں کے حالات پوچھ پاچھ لیتے یا ان تک ان کی کچھ خبریں پہنچ جاتیں۔ اور اگر انھیں حالات امید افزا نظر آتے اور مسلمانوں کی کامیابی یقینی دکھائی دینے لگتی تو وہ بھی اموال غنیمت میں حصہ بٹانے کی خاطر لڑائی میں آشامل ہوتے۔

| |
|---|
| لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ٥ |
| بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ اس کے لیے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ |

## سیرت مبارکہ کا تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہونے کا بیان

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُول اللّٰه إسْوَة" بِكَسْرِ الْهَمْزَة وَضَمّهَا "حَسَنَة" اقْتِدَاء بِهِ فِي الْقِتَال وَالثَّبَات فِي مَوَاطِنه "لِمَنْ" بَدَل مِنْ لَكُمْ "كَانَ يَرْجُو اللّٰه" يَخَافهُ "وَالْيَوْم الْآخِر وَذَكَرَ اللّٰه كَثِيرًا" بِخِلَافِ مَنْ لَيْسَ كَذٰلِكَ،

تمہارے لئے اللہ کے رسول (کی سیرت) میں نمونہ ہے اس لفظ (اسوہ) کو "ء" پر زبر اور پیش دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے،

بہترین (نمونہ) یعنی جنگ کرنے میں ان کی پیروی کرنا اور اپنی جگہ پر ثابت قدم رہنا یہ اس شخص کے لئے ہے یہ لفظ "من" کا بدل ہے جو اللہ تعالیٰ کی امید رکھتا ہو یعنی اس کا خوف رکھتا ہو اور آخرت کے دن کا بھی اور وہ اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو اس کے برعکس وہ شخص جو ایسا نہیں کرتا۔

## نبی کریم ﷺ کی اتباع کے حکم کا بیان

یہ آیت بہت بڑی دلیل ہے اس امر پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال افعال احوال اقتدا پیروی اور تابعداری کے لائق ہیں۔ جنگ احزاب میں جو صبر و تحمل اور عدیم المثال شجاعت کی مثال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی۔ مثلاً راہ الہ کی تیاری شوق جہاد اور سختی کے وقت بھی رب سے آسانی کی امید اس وقت آپ نے دکھائی یقیناً یہ تمام چیزیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں اپنی زندگی کا جزوِ اعظم بنالیں اور اپنے پیارے پیغمبر اللہ کے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے بہترین نمونہ بنالیں اور ان اوصاف سے اپنے تئیں بھی موصوف کریں۔ اسی لیے قرآن کریم ان لوگوں کو جو اس وقت سٹ پٹا رہے تھے اور گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار کرتے تھے فرماتا ہے کہ تم نے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کیوں نہ کی؟ میرے رسول تو تم میں موجود تھے ان کا نمونہ تمہارے سامنے تھا تمہیں صبر و استقلال کی نہ صرف تلقین تھی بلکہ ثابت قدمی استقلال اور اطمینان کا پہاڑ تمہاری نگاہوں کے سامنے تھا۔ تم جبکہ اللہ پر قیامت پر ایمان رکھتے ہو پھر کوئی وجہ نہ تھی کہ تم اپنے رسول کو اپنے لئے نمونہ اور نظیر نہ قائم کرتے؟ پھر اللہ کی فوج کے سچے مومنوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ساتھیوں کے ایمان کی پختگی بیان ہو رہی ہے کہ انہوں نے جب ٹڈی دل لشکر کفار کو دیکھا تو پہلی نگاہ میں ہی بول اٹھے کہ انہی پر فتح پانے کی ہمیں خوشخبری دی گئی ہے۔ ان ہی کی شکست کا ہم سے وعدہ ہوا ہے اور وعدہ بھی کس کا اللہ کا اور اس کے رسول کا۔ اور یہ ناممکن محض ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ غلط ہو یقیناً ہمارا سر اور اس جنگ کی فتح کا سہرا ہوگا۔ ان کے اس کامل یقین اور سچے ایمان کو رب نے بھی دیکھ لیا اور دنیا آخرت میں انجام کی بہتری انہیں عطا فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ؗ |
| وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ |
| اور جب اہل ایمان نے (کافروں کے) لشکر دیکھے تو بول اٹھے کہ یہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا |
| اور اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے، سو اس (منظر) سے ان کے ایمان اور اطاعت گزاری میں اضافہ ہی ہوا۔ |

## احزاب کو دیکھ کر ایمان و اطاعت میں اضافہ ہونے کا بیان

"وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَاب" مِنْ الْكُفَّار "قَالُوا هَذَا مَا وَعَدَنَا . اللَّه وَرَسُوله " مِنْ الِابْتِلَاء وَالنَّصْر "وَصَدَقَ اللَّه وَرَسُوله " فِي الْوَعْد "وَمَا زَادَهُمْ " ذَلِكَ "إلَّا إيمَانًا" تَصْدِيقًا بِوَعْدِ اللَّه

"وَتَسْلِيمًا" لِأَمْرِهِ،

جب اہل ایمان نے (دشمن کے) لشکروں کو دیکھا یعنی کفار کے، تو انہوں نے یہ کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ وعدہ کیا تھا یعنی اس آزمائش اور مدد کا تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول سچے ہیں اپنے وعدے میں اور اس بات نے ان لوگوں کے ایمان میں یعنی اللہ کے وعدے کی تصدیق میں اضافہ ہی کیا اور اس کے حکم کی فرمانبرداری میں بھی (اضافہ ہی کیا) تمہیں شدت وبلا پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے اور انجام کار تم غالب ہو گے اور تمہاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ، البقرة:214)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمہاری طرف آنے والے ہیں، جب انہوں نے دیکھا کہ اس میعاد پر لشکر آ گئے تو کہا یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے وعدہ دیا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

## ہوا کے ذریعے دشمنان اسلام کی شکست ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ خندق کے دن ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی ذکر و دعا ہے جسے ہم پڑھیں اور کامیاب ہوں کیونکہ ہمارے دل گردن کو پہنچ گئے ہیں (یعنی انتہائی دشواریوں اور مشقتوں نے ہمیں گھیر لیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! اور وہ یہ ہے۔ دعا (اللهم استر عوراتنا وامن روعاتنا)۔ یعنی اے اللہ ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرما اور ہمیں خوف سے امن میں رکھ! حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے منہ پر ہوا کے تھپیڑے مارے اور ہوا ہی کے ذریعہ انہیں شکست دی۔ (احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 986)

خندق کے دن سے مراد غزوہ خندق ہے جسے غزوہ احزاب بھی کہتے ہیں اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بایں طور اپنی مدد ونصرت سے نوازا کہ ہوا کے تیز وتند تھپیڑے دشمنان دین پر مسلط کر دیئے جنہوں نے ان کی ہانڈیاں الٹ دیں، ان کے خیمے اکھاڑ ڈالے اور انہیں طرح طرح کی تکلیفوں اور مصیبتوں میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کر دیا۔

| |
|---|
| مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ |
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝ |
| مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انھوں نے اللہ سے عہد کیا، پھر ان میں سے کوئی |
| تو وہ ہے جو اپنی نذر پوری کر چکا اور کوئی وہ ہے جو انتظار کر رہا ہے اور انھوں نے نہیں بدلا، کچھ بھی بدلنا۔ |

## اللہ تعالیٰ کے عہد کے پورا ہو جانے کا بیان

"مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَال صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰه عَلَيْهِ" مِنَ الثَّبَات مَعَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبه" مَاتَ أَوْ قُتِلَ فِي سَبِيل اللّٰه "وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِر" ذَلِكَ "وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا" فِي الْعَهْد وَهُمْ بِخِلَافِ حَال الْمُنَافِقِينَ،

اہل ایمان میں سے بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو سچ ثابت کر دکھایا یعنی وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے اور ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی منت کو پورا کیا یعنی وہ فوت ہو گئے یا اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے گئے اور بعض ان میں سے وہ لوگ ہیں جو اس کا انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی یعنی اس عہد میں اور یہ منافقین کی حالت کے برعکس ہیں۔

## احد میں جنت کی خوشبو پانے والوں کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے چچا انس بن نضر جن کے نام پر میرا نام رکھا گیا وہ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے اور یہ بات ان پر بہت گراں گزری۔ وہ کہنے لگے کہ پہلی جنگ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے میں نہ جا سکا۔ اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ آئندہ مجھے کسی جنگ میں شریک کریں تو دیکھیں کہ میں کیا کرتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ اس سے زیادہ کہنے سے ڈر گئے۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں شریک ہوئے جو ایک سال بعد ہوا۔ وہاں راستے میں انہیں سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے تو انہوں نے فرمایا اے ابو عمرو (انس) کہاں جا رہے ہو۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا واہ واہ میں احد میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں پھر انہوں نے جنگ کی یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے جسم پر چوٹ، نیزے اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ نشان تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری پھوپی ربیع بنت نضر کہتی ہیں کہ میں اپنے بھائی کی لاش صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچان سکی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی (مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَه وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا، ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھلایا جس بات کا عہد کیا تھا اللہ سے پھر کوئی تو ان سے پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھ رہا ہے اور بدلا نہیں ایک ذرہ)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1148)

## دشمنان اسلام کے بھاگ جانے کا بیان

- حضرت سلیمان ابن صرد کہتے ہیں کہ جب غزوہ احزاب سے دشمنوں کا لشکر بھاگ گیا (اور مدینہ کا محاصرہ ہٹ گیا) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب دشمن ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے، ہاں ہم ان سے جہاد کریں گے اور ان پر لشکر کشی کریں گے۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 468)

یہ غزوہ خندق کا ذکر ہے جب تمام کفار بشمول یہود ہزار ہا کی تعداد میں مدینہ پر چڑھ آئے تھے اور مدینہ کی حفاظت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر شہر کے گرد خندق کھودی تھی، قریش کے لشکر کے سردار ابوسفیان تھے، اسی طرح مشرکین و کفار کے دوسرے گروہوں کے بھی اپنے الگ الگ سردار تھے، دشمن نے مسلسل ایک مہینہ تک مدینہ کا محاصرہ رکھا اور خندق کے اس پار ڈٹے رہے اس عرصہ میں کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی، کبھی کبھار تیر اندازی اور پتھراؤ کا سلسلہ کچھ دیر کے لئے شروع ہو جاتا تھا، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی مدد ظاہر فرمائی، ملائکہ نازل ہوئے دشمن کی نگاہوں میں ظاہر نہ ہونے کے باوجود اس کے قلع قمع میں لگ گئے، ہوا اور آندھی کا ایسا سخت طوفان آیا جس نے کفار کے لشکر میں سخت ابتری پھیلا دی اور اس طرح ان کے دلوں میں ایسا خوف اور رعب بیٹھ گیا کہ پورا لشکر تتر بتر ہو کر بھاگ کھڑا ہوا، اسی مناسبت سے اس کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے، اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، پیش گوئی فرمائی تھی کہ آج مشرکوں کی ہمت بالکل ٹوٹ گئی ہے، اب کبھی بھی ہمارے دشمن کو ہم پر حملہ آور ہونے کی جرأت نہیں ہوگی، تو اب ہم ہی ان پر لشکر کشی کریں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس غزوہ کے بعد کفار کا لشکر مدینہ پر حملہ آور نہیں ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور دوسرے مقامات پر لشکر کشی فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ہر موقع پر مسلمانوں کو فتح دی۔

| |
|---|
| لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ |
| تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقوں کو عذاب دے اگر چاہے، یا ان کی توبہ قبول فرمائے۔ |
| بلاشبہ اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## سچے لوگوں کیلئے سچائی کا بدلہ ہونے کا بیان

"لِيَجْزِيَ اللّٰه الصَّادِقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّب الْمُنَافِقِينَ إنْ شَاء" بِأَنْ يُمِيتهُمْ عَلَى نِفَاقهمْ "أَوْ يَتُوب عَلَيْهِمْ إنَّ اللّٰه كَانَ غَفُورًا" لِمَنْ تَابَ "رَحِيمًا" بِهِ،

یہ اس لئے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سچے لوگوں کو ان کے سچ کا بدلہ دے اور منافقین کو عذاب دے اگر وہ چاہے یعنی انہیں ان کے نفاق پر موت دے یا ان کو توبہ کی توفیق دے بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے اس شخص کے لئے جو توبہ کرے رحم کرنے والا ہے۔

## اچھے اعمال کیلئے اچھا بدلہ ہونے کا بیان

حضرت طلحہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک اعرابی سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کہ جو لوگ اپنا کام کر چکے ہیں وہ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سوال پوچھنے کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کرتے اور آپ سے ڈرتے تھے۔ جب اعرابی نے آپ سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ پھر اس نے دوبارہ یہی سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ یہی پوچھا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد کے دروازے سے داخل ہوا، میرے بدن پر سبز کپڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سوال کرنے والا کون ہے؟ اعرابی نے عرض کیا میں ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا یہ (یعنی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان لوگوں میں سے ہے جو اپنا کام کر چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف یونس بن بکیر کی روایت سے جانتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1151)

| |
|---|
| وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ |
| وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝ |
| اور اللہ نے کافروں کو ان کے غصہ کی جلن کے ساتھ واپس لوٹا دیا کہ وہ کوئی کامیابی نہ پا سکے، اور اللہ ایمان والوں |
| کے لئے جنگ (احزاب) میں کافی ہو گیا، اور اللہ بڑی قوت والا عزت والا ہے۔ |

## کفار کا غزوہ احزاب سے نامراد لوٹ آنے کا بیان

"وَرَدَّ اللّٰه الَّذِينَ كَفَرُوا" أَيْ الْأَحْزَاب "بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا" مُرَادهمْ مِنْ الظَّفَر بِالْمُؤْمِنِينَ "وَكَفَى اللّٰه الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَال" بِالرِّيحِ وَالْمَلَائِكَة "وَكَانَ اللّٰه قَوِيًّا" عَلَى إيجَاد مَا يُرِيدهُ "عَزِيزًا" غَالِبًا عَلَى أَمْره،

اور اللہ تعالیٰ نے واپس کر دیا ان کفار کو یا ان کے لشکروں کو ان کی جلن کے ہمراہ وہ کسی بھلائی تک نہیں پہنچ سکے یعنی اپنی مراد کو نہیں پا سکے جو کامیابی کی شکل میں ہوتی' مومنین کے مقابلے میں اور اللہ تعالیٰ جنگ میں مومنین کی مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ میں مومنین کی کفایت کی' ہوا اور فرشتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوی ہے اس چیز کو نافذ کرنے میں جس کا وہ ارادہ کرے اور عزیز ہے یعنی غالب ہے اپنے فیصلے میں۔

## کفار کا غزوہ احزاب سے رسوا ہو کر واپس لوٹنے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے طوفان باد و باراں بھیج کر اور اپنے نہ نظر آنے والے لشکر اتار کر کافروں کی کمر توڑ دی اور انہیں سخت مایوسی اور نامرادی کیساتھ محاصرہ ہٹانا پڑا۔ بلکہ اگر رحمۃ اللعالمین کی امت میں یہ نہ ہوتے تو یہ ہوائیں ان کے ساتھ وہی کرتیں جو عادیوں کے ساتھ اس بے برکت ہوا نے کیا تھا۔ چونکہ رب العالمین کا فرمان ہے کہ تو جب تک ان میں ہے اللہ انہیں عام عذاب نہیں کرے گا لہٰذا انہیں صرف ان کی شرارت کا مزہ چکھا دیا۔ ان کے مجمع کو منتشر کر کے ان پر سے اپنا عذاب مٹا لیا۔

چونکہ ان کا یہ اجتماع محض ہوائے نفسانی تھا اس لئے ہوا نے ہی انہیں پراگندہ کر دیا جو سوچ سمجھ کر آئے تھے سب خاک میں مل گیا کہاں کی غنیمت؟ کہاں کی فتح؟ جان کے لالے پڑے گئے اور ہاتھ ملتے دانت پیستے پیچ وتاب کھاتے ذلت و رسوائی کے ساتھ نامرادی اور ناکامی سے واپس ہوئے۔ دنیا کا خسارہ الگ ہوا اور آخرت کا وبال الگ۔ کیونکہ جو کوئی شخص کسی کام کا قصد کرتا ہے اور وہ اپنے کام کو عملی صورت بھی دے دے پھر وہ اس میں کامیاب نہ ہو تو گنہگار تو وہ ہو ہی گیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل اور آپ کے دین کو فنا کرنے کی آرزو پھر اہتمام پھر اقدام سب کچھ انہوں نے کرلیا۔ لیکن قدرت نے دونوں جہان کا بوجھ ان پر لادھ کر انہیں جلے دل سے واپس کیا اللہ تعالیٰ نے خود ہی مومنوں کی طرف سے ان کا مقابلہ کیا۔ نہ مسلمان ان سے لڑے نہ انہیں ہٹایا۔ بلکہ مسلمان اپنی جگہ رہے اور وہ بھاگتے رہے۔ اللہ نے اپنے لشکر کی لاج رکھ لی اور اپنے بندے کی مدد کی اور خود ہی کافی ہو گیا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اپنے لشکر کی عزت کی تمام دشمنوں سے آپ ہی نمٹ لیا اور سب کو شکست دے دی۔ اس کے بعد اور کوئی بھی نہیں۔ (بخاری مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے موقعہ پر جناب باری تعالیٰ سے جو دعا کی تھی وہ بھی بخاری مسلم میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا دعا (**اللھم منزل الکتاب سرع الحساب اھزم الا حزاب وزلزلھم**) اے اللہ اے کتاب کے اتارنے والے جلد حساب لینے والے ان لشکروں کو شکست دے اور انہیں ہلا ڈال۔ اس فرمان آیت (**وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا 25**) -33الاحزاب:25) یعنی اللہ نے مومنوں کی کفایت جنگ سے کر دی۔ اس میں نہایت لطیف بات یہ ہے کہ نہ صرف اس جنگ سے ہی مسلمان چھوٹ گئے بلکہ آئندہ ہمیشہ ہی صحابہ اس سے بچ گئے کہ مشرکین ان پر چڑھ دوڑیں چنانچہ آپ تاریخ دیکھ لیں جنگ خندق کے بعد کافروں کی ہمت نہیں پڑی کہ وہ مدینے پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی جگہ خود چڑھائی کرتے۔ ان کے منحوس قدموں سے اللہ نے اپنے نبی مکرم ﷺ کے مسکن و آرام گاہ کو محفوظ کرلیا۔ بلکہ برخلاف اس کے مسلمان ان پر چڑھ چڑھ گئے یہاں تک کہ عرب کی سرزمین سے اللہ نے شرک وکفر ختم کر دیا۔

جب اس جنگ سے کافر لوٹے اسی وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشن گوئی فرما دیا تھا کہ اس سال کے بعد قریش تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ تم ان سے جنگ کرو گے چنانچہ یہی ہوا۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہو گیا۔ اللہ کی قوت کا مقابلہ بندے کے بس کا نہیں۔ اللہ کو کوئی مغلوب نہیں کرسکتا۔ اسی نے اپنی مدد وقوت سے ان بپھرے ہوئے اور بکھرے ہوئے لشکروں کو پسپا کیا۔ انہیں برائے نام بھی کوئی نفع نہ پہنچا۔ اس نے اسلام اور اہل اسلام کو غالب کیا اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے عبد و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ |
| فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَ تَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝ |

| |
|---|
| اوراس نے ان اہل کتاب کو، جنھوں نے ان کی مدد کی تھی، ان کے قلعوں سے اتار دیا اوران کے دلوں میں رعب ڈال دیا، |
| ایک گروہ کو تم قتل کرتے تھے اور دوسرے گروہ کو قید کرتے تھے۔ |

## اہل کتاب کے دلوں میں رعب جاری ہو جانے کا بیان

"وَأَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ" أَيْ قُرَيْظَة "مِنْ صَيَاصِيهِمْ" حُصُونهمْ جَمْع صِيصَة وَهُوَ مَا يُتَحَصَّن بِهِ "وَقَذَفَ فِي قُلُوبهمْ الرُّعْب" الْخَوْف "فَرِيقًا تَقْتُلُونَ" مِنْهُمْ وَهُمْ الْمُقَاتِلَة "وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا" مِنْهُمْ أَيْ الذَّرَارِيّ،

اوراس نے نازل کیا ان لوگوں پر جنہوں نے (اہل کتاب نے) ان کی مدد کی یعنی قبیلہ قریظہ کے لوگوں نے اپنے قلعوں کے ذریعے یہ لفظ صیصۃ کی جمع ہے اس سے مراد وہ چیز ہے جس کی پناہ میں آیا جائے اوراس نے ڈال دیا ان لوگوں کے دلوں میں خوف، ان میں سے ایک فریق کو تم نے قتل کیا اور یہ جنگجو لوگ تھے اور ایک فریق کو تم نے قیدی بنالیا اس سے مراد ان کے بچے ہیں۔

## بنو قریظہ کی قلعوں میں حصار بندی کا بیان

اس میں غزوہ بنی قُریظہ کا بیان ہے، یہ آخرِ ذی قعدہ ۴ھ یا ۵ھ میں ہوا جب غزوہ خندق میں شب کو مخالفین کے لشکر بھاگ گئے جس کا اوپر کی آیات میں ذکر ہو چکا ہے اس شب کی صبح کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور ہتھیار اتار دیئے، اس روز ظہر کے وقت جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک دھویا جارہا تھا، جبریلِ امین حاضر ہوئے اورانہوں نے عرض کیا کہ حضور نے ہتھیار رکھ دیئے، فرشتوں نے چالیس روز سے ہتھیار نہیں رکھے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو بنی قُریظہ کی طرف جانے کا حکم فرماتا ہے، حضور نے حکم فرمایا کہ ندا کردی جائے کہ جو فرمانبردار ہو وہ عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قُریظہ میں جا کر حضور یہ فرما کر روانہ ہوگئے اور مسلمان چلنے شروع ہوئے اور یکے بعد دیگرے حضور کی خدمت میں پہنچتے رہے یہاں تک کہ بعضے حضرات نمازِ عشا کے بعد پہنچے لیکن انہوں نے اس وقت تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی کیونکہ حضور نے بنی قُریظہ میں پہنچ کر عصر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اس لئے اس روز انہوں نے عصر بعد عشا پڑھی اوراس پر نہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گرفت فرمائی نہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، لشکرِ اسلام نے پچیس روز تک بنی قُریظہ کا محاصرہ رکھا اس سے وہ تنگ آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈالا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم میرے حکم پر قلعوں سے اترو گے؟ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا کیا قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ کے حکم پر اترو گے؟ اس پر وہ راضی ہوئے اور سعد بن معاذ کو ان کے بارے میں حکم دینے پر مامور فرمایا، حضرت سعد نے حکم دیا کہ مرد قتل کردیئے جائیں، عورتیں اور بچے قید کئے جائیں پھر بازارِ مدینہ میں خندق کھودی گئی اور وہاں لا کر ان سب کی گردنیں ماری گئیں، ان لوگوں میں قبیلہ بنی نُضیر کا سردار حُیی بن اخطب اور بنی قُریظہ کا سردار کعب بن اسد بھی تھا اور یہ لوگ چھ سو یا سات سو جوان تھے جو گردنیں کاٹ کر خندق میں ڈال دیئے گئے۔ (تفسیر مدارک وجمل، سورہ احزاب، بیروت)

## بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلے کا بیان

اتنا ہم پہلے لکھ چکے ہیں جب مشرکین و یہود کے لشکر مدینے پر آئے اور انہوں نے گھیرا ڈالا تو بنو قریظہ کے یہودی جو مدینے میں تھے اور جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیان ہو چکا تھا انہوں نے بھی عین موقعہ پر بیوفائی کی اور عہد توڑ کر آنکھیں دکھانے لگے ان کا سردار کعب بن اسد باتوں میں آ گیا اور حی بن اخطب خبیث نے اسے بدعہدی پر آمادہ کر دیا پہلے تو یہ نہ مانا اور اپنے عہد پر قائم رہا حی نے کہا کہ دیکھ تو سہی میں تو تجھے عزت کا تاج پہنانے آیا ہوں۔ قریش اور انکے ساتھی غطفان اور ان کے ساتھی اور ہم سب ایک ساتھ ہیں۔ ہم نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک ایک ایک مسلمان کا قیمہ نہ کر لیں یہاں سے نہیں ہٹنے کے کعب چونکہ جہاندیدہ شخص تھا اس نے جواب دیا کہ محض غلط ہے۔ یہ تمہارے بس کے نہیں تو ہمیں ذلت کا طوق پہنانے آیا ہے۔ تو بڑا منحوس شخص ہے میرے سامنے سے ہٹ جا اور مجھے اپنی مکاری کا شکار نہ بنا لیکن حی پھر بھی نہ ٹلا اور اسے سمجھاتا بجھاتا رہا۔ آخر میں کہا سن اگر بالفرض قریش اور غطفان بھاگ بھی جائیں تو میں مع اپنی جماعت کے تیری گڑھی میں آ جاؤں گا اور جو کچھ تیرا اور تیری قوم کا حال ہوگا۔ وہی میرا اور میری قوم کا حال ہوگا۔ بالآخر کعب پر حی کا جادو چل گیا اور بنو قریظہ نے صلح توڑ دی جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صحابہ کو سخت صدمہ ہوا اور بہت ہی بھاری پڑا پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے غلاموں کی مدد کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے مظفر و منصور مدینے شریف کو واپس آئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہتھیار کھول دئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہتھیار اتا کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں گرد و غبار سے پاک صاف ہونے کے لئے غسل کرنے کو بیٹھے ہی تھے جو حضرت جبرائیل ظاہر ہوئے آپ کے سر پر ریشمی عمامہ تھا خچر پر سوار تھے جس پر ریشمی گدی تھی فرمانے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے کمر کھول لی؟ آپ نے فرمایا ہاں حضرت جبرائیل نے فرمایا لیکن فرشتوں نے اب تک اپنے ہتھیار الگ نہیں کئے۔ میں کافروں کے تعاقب سے ابھی ابھی آ رہا ہوں سنئے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلئے اور ان کی پوری گوشمالی کیجئے۔ مجھے بھی اللہ کا حکم مل چکا ہے کہ میں انہیں تھرا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے تیار ہو کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حکم دیا اور فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک عصر کی نماز بنو قریظہ میں ہی پڑھے۔ ظہر کے بعد یہ حکم ملا تھا بنو قریظہ کا قلعہ یہاں سے کئی میل پر تھا۔ نماز کا وقت صحابہ کو راستہ میں آ گیا۔ تو بعض نے تو نماز ادا کر لی اور کہا کہ حضور کا فرمان اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم تیز چلیں۔ اور بعض نے کہا ہم تو وہاں پہنچے بغیر نماز نہیں پڑھیں گے جب آپ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے دونوں میں سے کسی کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ آپ نے مدینہ پر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بنایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ لشکر کا جھنڈا دیا اور آپ بھی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے پیچھے پیچھے بنو قریظہ کی طرف چلے اور جا کر ان کے قلعہ کو گھیر لیا۔ یہ محاصرہ پچیس روز تک رہا۔ جب یہودیوں کے ناک میں دم آ گیا اور تنگ حال ہو گئے تو انہوں نے اپنا حاکم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا جو قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ بنو قریظہ میں اور قبیلہ اوس میں زمانہ جاہلیت میں اتفاق و یگانگت تھی ایک دوسرے کے حلیف تھے اس لئے ان یہودیوں کو یہ خیال رہا کہ حضرت سعد ہمارا الحاظ اور پاس کریں گے جیسے کہ عبداللہ بن ابی سلول نے بنو قینقاع

کو چھڑوایا تھا ادھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جنگ خندق میں انہیں اکحل کی رگ میں ایک تیر لگا تھا جس سے خون جاری تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر داغ لگوایا تھا اور مسجد کے خیمے میں ہی انہیں رکھا تھا کہ پاس ہی پاس عیادت اور بیمار پرسی کرلیا کریں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو دعائیں کیں ان میں ایک دعا یہ تھی کہ اے پروردگار اگر اب بھی کوئی ایسی لڑائی باقی ہے جس میں کفار قریش تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ آئیں تو تو مجھے زندہ رکھ کہ میں اس میں شرکت کرسکوں اور اگر تو نے کوئی ایک لڑائی بھی ایسی باقی نہیں رکھی تو خیر میرا زخم خوب بہاتا رہے لیکن اے میرے رب جب تک میں بنو قریظہ قبیلے کی سرکشی کی سزا سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کرلوں تو میری موت کو موخر فرمانا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے مستجاب الدعوات کی دعا کی قبولیت کی شان دیکھئے کہ آپ دعا کرتے ہیں ادھر یہودان بنو قریظہ آپ کے فیصلے پر اظہار رضامندی کرکے قلعے کو مسلمانوں کے سپرد کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی بھیج کر آپ کو مدینہ سے بلواتے ہیں کہ آپ آ کر ان کے بارے میں اپنا فیصلہ سنادیں۔ یہ گدھے پر سوار کرالئے گیے اور سارا قبیلہ ان ؓ سے لپٹ گیا کہ دیکھئے حضرت خیال رکھئے گا بنو قریظہ آپ کے آدمی ہیں انہوں نے آپ پر بھروسہ کیا ہے وہ آپ کے حلیف ہیں آپ کے قوم کے دکھ کے ساتھی ہیں۔ آپ ان پر رحم فرمائیے گا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آئیے گا۔ دیکھئے اس وقت ان کا کوئی نہیں وہ آپ کے بس میں ہیں وغیرہ لیکن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ محض خاموش تھے کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔ ان لوگوں نے مجبور کیا کہ جواب دیں پیچھا ہی نہ چھوڑا۔ آخر آپ نے فرمایا وقت آگیا ہے کہ سعد رضی اللہ اس بات کا ثبوت دے کہ اسے اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں۔ یہ سنتے ہی ان لوگوں کے تو دل ڈوب گئے اور سمجھ لیا کہ بنو قریظہ کی خیر نہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سواری اس خیمے کے قریب پہنچ گئی جس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو آپ نے فرمایا لوگو اپنے سردار کے استقبال کے لئے اٹھو چنانچہ مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کو عزت واکرام وقعت واحترام سے سواری سے اتارا یہ اس لئے تھا کہ اس وقت آپ حاکم کی حیثیت میں تھے ان کے فیصلے پورے ناطق ونافذ سمجھے جائیں۔ آپ کے بیٹھتے ہی حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر رضامند ہو کر قلعے سے نکل آئیں ہیں اب آپ ان کے بارے میں جو چاہیں حکم دیجئے۔ آپ نے کہا جو میں ان پر حکم کروں وہ پورا ہوگا؟ حضور نے فرمایا ہاں کیوں نہیں؟ کہا اور اس خیمے والوں پر بھی اس کی تعمیل ضروری ہوگی؟ آپ نے فرمایا یقیناً پوچھا اور اس طرف والوں پر بھی؟ اور اشارہ اس طرف کیا جس طرف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لیکن آپ کی طرف نہیں دیکھا آپ کی بزرگی اور عزت وعظمت کی وجہ سے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں اس طرف والوں پر بھی۔ آپ نے فرمایا اب میرا فیصلہ سنئے میں کہتا ہوں بنو قریظہ میں جتنے لوگ لڑنے والے ہیں انہیں قتل کردیا جائے اور ان کی اولاد کو قید کرلیا جائے ان کے مال قبضے میں لائے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد رضی اللہ تم نے ان کے بارے میں وہی حکم کیا جو اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے سچے مالک اللہ تعالیٰ کا جو حکم تھا وہی سنایا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خندقیں کھدوا کر انہیں بندھا ہوا بلوا کر ان کی گردنیں ماری گئیں۔ یہ گنتی میں سات آٹھ سو تھے ان کی عورتیں نابالغ بچے اور مال لے

لئے گئے۔

پس فرماتا ہے کہ جن اہل کتاب یعنی یہودیوں نے کافروں کے لشکروں کی ہمت افزائی کی تھی اوران کا ساتھ دیا تھا ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے قلعے خالی کرادیئے۔ اس قوم قریظہ کے بڑے سردار جن سے ان کی نسل جاری ہوئی تھی اگلے زمانے میں آ کر حجاز میں اسی طمع میں بسے تھے کہ نبی آخرالزمان کی پیش گوئی ہماری کتابوں میں ہے وہ چونکہ یہیں ہونے والے ہیں تو ہم سب پہلے آپ کی اتباع کی سعادت سے مسعود ہونگے۔ لیکن ان ناخلقوں نے جب اللہ کی وہ نبی آئے ان کی تکذیب کی جس کی وجہ سے اللہ کی لعنت ان پر نازل ہوئی۔ "صیاصی" سے مراد قلعے ہیں اسی معنی کے لحاظ سے سینگوں کو بھی صیاصی کہتے ہیں اس لئے کہ جانور کے سارے جسم کے اوپر اور سب سے بلند یہی ہوتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ نے رعب ڈال دیا انہوں نے ہی مشرکین کو بھڑکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھائی کرائی تھی۔ عالم جاہل برابر نہیں ہوتے۔ یہی تھے جنہوں نے مسلمانوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینا چاہا تھا لیکن معاملہ برعکس ہوگیا پانسہ پلٹ گیا قوت کمزوری سے اور مراد نامرادی سے بدل گئی۔ نقشہ بگڑ گیا حمایتی بھاگ کھڑے ہوئے۔ یہ بیدست و پارہ گئے۔ عزت کی خواہش نے ذلت دکھائی مسلمانوں کے برباد کرنے اور پیس ڈالنے کی خواہش نے اپنے تئیں پسوا دیا۔ اور ابھی آخرت کی محرومی باقی ہے۔ کچھ قتل کردیئے گئے باقی قیدی کردیئے گئے۔ عطیہ قرظی کا بیان ہے کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تو میرے بارے میں حضور کو کچھ تردد ہوا۔ فرمایا اسے الگ لے جاؤ دیکھو اگر اس کے ناف کے نیچے بال ہوں تو قتل کردو ورنہ قیدیوں میں بٹھادو دیکھا تو میں بچہ ہی تھا زندہ چھوڑ دیا گیا۔ ان کی زمین گھر ان کے مال کے مالک مسلمان بن گئے بلکہ اس زمین کے بھی جواب تک پڑی تھی اور جہاں مسلمان کے نشان قدم بھی نہ پڑے تھے یعنی خیبر کی زمین یا مکہ شریف کی زمین۔ یا فارس یا روم کی زمین اور ممکن ہے کہ یہ کل خطے مراد ہوں اللہ بڑی قدرتوں والا ہے۔

مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ خندق والے دن میں لشکر کا کچھ حال معلوم کرنے نکلی۔ مجھے اپنے پیچھے سے کسی کے بہت تیز آنے کی آہٹ اور اس کے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی میں راستے سے ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گئی دیکھا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر کی طرف جارہے ہیں اور ان کے ساتھ ان کے بھائی حارث بن اوس تھے جن کے ہاتھ میں ان کی ڈھال تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوہے کی زرہ پہنے ہوئے تھے لیکن بڑے لانبے چوڑے تھے زرہ پورے بدن پر نہیں آئی تھی ہاتھ کھلے تھے اشعار رجز پڑھتے ہوئے جھومتے جھامتے چلے جارہے تھے میں یہاں سے اور آگے بڑھی اور ایک باغیچے میں چلی گئی وہاں کچھ مسلمان موجود تھے جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور ایک اور صاحب جو خود اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھ لیا پس پھر کیا تھا؟ بڑے ہی بگڑے اور مجھ سے فرمانے لگے یہ دلیری؟ تم نہیں جانتیں لڑائی ہورہی ہے؟ اللہ جانے کیا نتیجہ ہو؟ تم کیسے یہاں چلی آئیں وغیرہ وغیرہ۔ جو صاحب مغفر سے اپنا منہ چھپائے ہوئے تھے انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ باتیں سن کر اپنے سر سے لوہے کا ٹوپ اتار دیکھا اب میں پہچان گئی کہ وہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش کیا کہ کیا ملامت شروع کر رکھی ہے نتیجے کا کیا ڈر

ہے؟ کیوں تمہیں اتنی گھبراہٹ ہے؟ کوئی بھاگ کے جائے گا کہاں؟ سب کچھ اللہ کے ہاتھ ہے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک قریشی نے تاک کر تیر لگایا اور کہا لے میں ابن عرقہ ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رگ اکحل پر وہ تیر پڑا اور پیوست ہو گیا۔ خون کے فوارے چھوٹ گئے اسی وقت آپ نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے موت نہ دینا جب تک بنو قریظہ کی تباہی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو۔ اللہ کی شان سے اسی وقت خون تھم گیا۔ مشرکین کو ہواؤں نے بھگا دیا اور اللہ نے مومنوں کی کفایت کر دی ابو سفیان اور اسکے ساتھی تو بھاگ کر تہامہ میں چلے گئے عینیہ بن بدر اس کے ساتھی نجد میں چلے گئے۔ بنو قریظہ اپنے قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے۔ میدان خالی دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں واپس تشریف لے آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں ہی چمڑے کا ایک خیمہ نصب کیا گیا اسی وقت حضرت جبرائیل آئے آپ کا چہرہ گرد آلود تھا فرمانے لگے آپ نے ہتھیار کھول دیئے؟ حالانکہ فرشتے اب تک ہتھیار بند ہیں۔ اٹھئے بنو قریظہ سے بھی فیصلہ کر لیجئے ان پر چڑھائی کیجئے حضور نے فوراً ہتھیار لگا لئے اور صحابہ میں بھی کوچ کی منادی کرا دی۔ بنو تمیم کے مکانات مسجد نبوی سے متصل ہی تھے راہ میں آپ نے ان سے پوچھا کیوں بھئی؟ کسی کو جاتے ہوئے دیکھا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ابھی ابھی حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے ہیں۔ حالانکہ تھے تو وہ حضرت جبرائیل لیکن آپ کی ڈاڑھی چہرہ وغیرہ بالکل حضرت دحیہ کلبی سے ملتا جلتا تھا۔ اب آپ نے جا کر بنو قریظہ کے قلعہ کا محاصرہ کیا پچیس روز تک یہ محاصرہ جاری رہا۔ جب وہ گھبرائے اور تنگ آ گئے تو ان سے کہا گیا کہ قلعہ ہمیں سونپ دو اور تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرما دیں گے۔ انہوں نے حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا اس صورت میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھولینا ہے۔ انہوں نے یہ معلوم کر کے اسے تو نامنظور کر دیا اور کہنے لگے ہم قلعہ خالی کر دیتے ہیں آپ کی فوج کو قبضہ دیتے ہیں ہمارے بارے کا فیصلہ ہم حضرت سعد بن معاذ کو دیتے ہیں۔ آپ نے اسے بھی منظور فرما لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا آپ تشریف لے آئے گدھے پر سوار تھے جس پر کھجور کے درخت کی چھال کی گدی تھی آپ اس پر بمشکل سوار کرا دیئے گئے تھے آپ کی قوم آپ کو گھیرے ہوئے تھی اور سمجھا رہی تھی کہ دیکھو بنو قریظہ ہمارے حلیف ہیں ہمارے دوست ہیں ہماری موت زیست کے شریک ہیں اور ان کے تعلقات جو ہم سے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہیں۔ آپ خاموشی سے سب کی باتیں سنتے جاتے تھے جب ان کے محلہ میں پہنچے تو ان کی طرف نظر ڈالی اور کہا وقت آ گیا کہ میں اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی مطلقاً پرواہ نہ کروں۔ جب حضور کے خیمے کے پاس ان کی سواری پہنچی تو حضور نے فرمایا اپنے سید کی طرف اٹھو اور انہیں اتارو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہمارا سید تو اللہ ہی ہے۔ آپ نے فرمایا اتارو۔ لوگوں نے مل جل کر انہیں سواری سے اتارا حضور نے فرمایا سعد رضی اللہ ان کے بارے میں جو حکم کرنا چاہو کر دو۔ آپ نے فرمایا ان کے بڑے قتل کر دیئے جائیں اور ان کے چھوٹے غلام بنا دیئے جائیں ان کا مال تقسیم کر لیا جائے۔

آپ نے فرمایا سعد رضی اللہ تم نے اس حکم میں اللہ اور اس کے رسول کی پوری موافقت کی۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا مانگی کہ اے اللہ اگر تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قریش کی کوئی اور چڑھائی ابھی باقی ہو تو مجھے اس کی شمولیت کے لئے زندہ

رکھ ورنہ اپنی طرف بلا لے۔ اسی وقت زخم سے خون بہنے لگا حالانکہ وہ پورا بھر چکا تھا یونہی سا باقی تھا چنانچہ انہیں پھر اسی خیمے میں پہنچا دیا گیا اور آپ وہیں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی عنہ وغیرہ بھی آئے سب رو رہے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آواز عمر رضی اللہ کی آواز میں پہچان بھی ہو رہی تھی میں اس وقت اپنے حجرے میں تھی۔ فی الواقع اصحاب رسول اللہ ﷺ ایسے ہی تھے جیسے اللہ نے فرمایا آیت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ 29)-48الفتح:29) آپس میں ایک دوسرے کی پوری محبت اور ایک دوسرے سے الفت رکھنے والے تھے۔ حضرت علقمہ رضی اللہ نے پوچھا ام المومنین یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح رویا کرتے تھے؟ فرمایا آپ کی آنکھیں کسی پر آنسو نہیں بہاتی تھیں ہاں غم و رنج کے موقعہ پر آپ داڑھی مبارک اپنی مٹھی میں لے لیتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ۝ |
| اور ہم نے تمہارے ہاتھ لگائے ان کی زمین اور ان کی زمین اور ان کے مکان اور ان کے مال اور وہ زمین |
| جس پر تم نے ابھی قدم نہیں رکھا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ |

## خیبر کی زمینوں کی ملکیت حاصل ہونے کا بیان

"وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَئُوهَا" بَعْد وَهِيَ خَيْبَر أُخِذَتْ بَعْد قُرَيْظَة

اور اس نے تمہیں زمین کا بستیوں کا اور اموال کا وارث بنایا اور اس زمین کا جسے تم نے روندا نہیں ہے (یعنی جنگ نہیں کی) اس کے بعد اس سے مراد یہ خیبر کی زمین ہے جو قریظہ کے بعد قبضے میں لی گئی اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

اس زمین سے مراد خیبر ہے جو فتح قُریظہ کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا یا وہ ہر زمین مراد ہے جو قیامت تک فتح ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آنے والی ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا |
| فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ |
| اے نبی (مکرم ﷺ) اپنی ازواج سے فرمادیں کہ اگر تم دنیا اور اس کی زینت و آرائش کی خواہش مند ہو تو آؤ |
| میں تمہیں مال و متاع دے دوں اور تمہیں حسن سلوک کے ساتھ رخصت کر دوں۔ |

## ازواج مطہرات کے طلب نفقہ میں اضافہ کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ قُلْ لِأَزْوَاجِك" وَهُنَّ تِسْع وَطَلَبْنَ مِنْهُ مِنْ زِينَة الدُّنْيَا مَا لَيْسَ عِنْده "إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاة الدُّنْيَا وَزِينَتهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعكُنَّ" أَيْ مُتْعَة الطَّلَاق "وَأُسَرِّحكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا" أُطَلِّقكُنَّ مِنْ

غَیْرِ ضِرَار

اے نبی! تم اپنی بیویوں سے کہہ دو یہ نو خواتین تھیں انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے دنیاوی آسائشوں سے متعلق ان چیزوں کا مطالبہ کیا جو (بظاہر) آپ کے پاس نہیں تھیں اگر تم دنیاوی زندگی چاہتی ہو اور اس کی آسائشیں چاہتی ہو تو آگے آؤ میں تمہیں متاع دیتا ہوں یعنی وہ جو طلاق کے وقت ساز و سامان دیا جاتا ہے اور میں تمہیں اچھے طریقے سے الگ کر دیتا ہوں یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر تمہیں الگ کر دیتا ہوں۔

## دنیا کی آسائشوں کی بہ جائے اخروی آسائشوں کو اہمیت کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں سے ایک مہینہ کی علیحدگی اختیار کئے ہوئے مکان میں گوشہ نشین تھے تو ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت کے طلب گار ہوئے انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازہ پر لوگ جمع ہیں۔اور کسی کو حاضر ہونے کی اجازت نہیں مل رہی مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت مل گئی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلے گئے پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے حاضر ہونے کی اجازت مانگی ان کو بھی اجازت مل گئی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اردگرد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت غمگین اور خاموش تھے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ صورت حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ اس وقت مجھے کوئی ایسی بات کہنی چاہئے۔جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑیں، چنانچہ انہوں کہا کہ "یا رسول اللہ! اگر آپ دیکھیں کہ خارجہ کی بیٹی یعنی میری بیوی مجھ سے روٹی پانی کا خرچ معمول سے زیادہ طلب کرے تو میں کھڑا ہو کر اس کی گردن پر مار لگاؤں۔حضرت عمر نے یہ بات کچھ اس انداز سے کہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑے اور پھر فرمایا کہ یہ میری عورتیں جنہیں تم میرے اردگرد بیٹھی دیکھ رہے مجھ سے معمول سے زیادہ خرچ مانگ رہی ہیں یہ سنتے ہی حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ کی گردن پر مارنے لگے، اسی طرح حضرت عمر بھی کھڑے ہوئے اور وہ بھی اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کی گردن پر مارنے لگے اور پھر ان دونوں یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کیا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کا مطالبہ کر رہی ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود نہیں ہے یعنی یہ بات کتنی غیر مناسب ہے کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مالی حالت جانتی ہو اور اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنے خرچ کا مطالبہ کرتی ہو جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا کرنے پر قادر نہیں ہیں کیا تمہارا یہ مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے مترادف نہیں ہے ان عورتوں نے کہا کہ بے شک ہم نے بے جا مطالبہ کیا تھا جس پر ہم نادم ہیں اور آئندہ کے لئے ہم عہد کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم اب ہم کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہ ہو۔لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ علیحدگی کی قسم کھائی تھی اس لئے اس قسم کو پورا کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مہینہ تک یا انتیس دن تک اپنی بیویوں سے علیحدہ رہے (اس جگہ حدیث کے کسی راوی کو شک ہوا کہ حضرت جابر نے یہاں ایک مہینہ کہا تھا یا انتیس دن کہا تھا) پھر یہ آیات۔(یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا 28 وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا 29)33۔الاحزاب:28۔29)۔تک نازل ہوئی حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رابطہ قائم کیا کیونکہ تمام ازواج مطہرات میں وہی سب سے زیادہ عقل منداور افضل تھیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ عائشہ میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرنا چاہتا ہوں لیکن ساتھ ہی میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تم اس کا جواب دینے میں جلدی نہ کرو بلکہ اس کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کرلو۔حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فرمایئے وہ کیا بات ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سامنے مذکورہ بالا آیت پڑھی، حضرت عائشہ نے یہ آیت سن کر کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ لوں یعنی مشورہ تو اس معاملہ میں کیا جاتا ہے جس میں کوئی تردد ہو جب کہ اس معاملہ میں مجھے کوئی تردد نہیں ہے۔بلکہ میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ اور آخرت کے گھر کو اختیار کرلیا یعنی میں اس معاملہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی وخواہش کے سامنے سرتسلیم خم کرتی ہوں کہ اسی میں میرے لئے دنیا کی بھی بھلائی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی ہے مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ درخواست کرتی ہوں کہ اس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ عرض کیا ہے اس کا ذکر اپنی کسی اور بیوی سے نہ کریں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بات ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی بیوی مجھ سے یہ پوچھے گی تو میں اس کے سامنے ضرور ذکر کروں گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے کہ میں کسی کو رنج پہنچاؤں یا کسی کو خواہ مخواہ تکلیف میں مبتلا کروں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ میں مخلوق اللہ کو دین کے احکام سکھاؤں اور آسانی (یعنی دینی دنیوی راحت) سے ہمکنار کروں۔(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 451)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں پایا الخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ پردہ واجب ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ اگر پردہ واجب ہو چکا ہوتا تو نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرح زنانہ خانہ میں عورتوں کے سامنے جاتے اور نہ عورتیں ان کے سامنے ہوتیں۔"جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس پڑیں" اس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ میں کوئی دلچسپ بات کہہ دوں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم وملال زائل ہو جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو جائیں اس سے معلوم ہوا کہ یہ مستحب ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی دوست وعزیز کو غمگین دیکھے تو وہ اس کے سامنے کوئی بات ذکر کرے جس سے وہ ہنس پڑے اور خوش ہو جائے اور خود بھی اس بات میں شریک ہو کر اپنا رنج وغم بھول جائے

چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے کسی صحابی کو غمگین دیکھتے تو اس کو خوش طبعی اور ہنسی مذاق کے ذریعہ خوش کر دیتے تھے۔ حدیث میں جس آیت کا ذکر کیا گیا ہے وہ پوری یوں ہے ایت (یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا 28 وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا 29) 33۔ الاحزاب: 28-29)۔ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ (میں نے تو فقر کو اختیار کیا ہے) اگر تم میرے فقر پر راضی نہیں ہو بلکہ دنیا کی آرام دہ زندگی اور اس کی زینت و آرائش کی خواستگار ہو تو مجھے بتا دو اور آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح رخصت کر دوں (یعنی ہمیشہ کے لئے تم سے علیحدگی اختیار کرلوں) اور اگر تم میرے فقر پر راضی ہو اور یہ چاہتی ہو کہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا مندی حاصل ہو اور جنت تمہارا ٹھکانا بنے تو سن لو کہ تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں ان کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے (یعنی تمہاری اس مشقت کے عوض جو تمہیں میری فقر و فاقہ کی زندگی کی رفیق بننے میں اٹھانی پڑے گی اللہ تعالیٰ تمہیں بے اندازہ اجر و ثواب عطا کرے گا۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رابطہ قائم کیا اور ان کے سامنے اس آسمانی ہدایت کو رکھنے سے پہلے ان پر واضح کر دیا کہ میں تمہارے سامنے جو ہدایت و ضابطہ رکھنے والا ہوں میں چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اپنے والدین سے مشورہ کا حکم اس لئے دیا کہ حضرت عائشہ اگرچہ سب سے زیادہ سمجھدار اور عقل مند تھیں مگر بہر حال صغیر السن تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ کہیں عائشہ کم عمری کے جذبات میں نہ بہہ جائیں اور وہ دنیا کی عیش و عشرت کی خاطر مجھے چھوڑ کر آخرت کی ابدی سعادتوں سے منہ نہ موڑ لیں جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے صرف عائشہ ہی کو نقصان اور تباہی سے دوچار ہونا نہیں پڑے گا، بلکہ ان کے والدین کو بھی سخت اذیت اور تکلیف پہنچے گی لیکن اگر اس معاملہ میں اپنے والدین سے مشورہ کریں تو وہ انہیں وہی صلاح دیں گے جو ان کی دنیا اور ان کے دین کی بھلائی اور بہتری کے مطابق ہوگی۔ مگر یہ حضرت عائشہ کی فطری سعادت کی بات تھی کہ انہوں نے اپنے والدین کے مشورہ کے بغیر اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ میں دنیا کی آرام دہ زندگی پر آخرت کی ابدی سعادتوں کو ترجیح دیتی ہوں اور اللہ اور اس کے رسول کی مرضی و منشا ہی کو اختیار کرتی ہوں۔

حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ جو درخواست کی کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو کچھ جواب دیا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی اور بیوی سے ذکر نہ کریں تو ان کا یہ خیال تھا کہ شاید اس موقعہ پر کوئی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فقر پر راضی نہ ہو کہ دنیا کی آرام دہ زندگی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ ہو جائے اس لئے انہوں نے سوچا کہ اگر کسی بیوی کو میرے اس ایمان و یقین سے بھرپور فیصلہ کا علم ہوا تو شاید اسے بھی راہنمائی مل جائے اور وہ بھی ایسا ہی فیصلہ کرے لیکن اگر میرے اس فیصلہ سے لاعلمی رہے گی تو بہت ممکن ہے کہ کوئی بیوی دنیا کے عیش و آرام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پر مشقت رفاقت پر ترجیح دے اس لئے اچھا ہی ہوگا اگر کوئی بیوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح سے نکل

جائے گویا حضرت عائشہ کی اس خواہش کا محرک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی وہ بے پناہ محبت تھی جس میں وہ کسی دوسری عورت کو شریک دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھیں۔لیکن بہر حال رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں تمام بیویوں کی بھلائی و برائی یکساں حیثیت رکھتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ ایک بیوی تو آخرت کی سعادتوں سے نوازی جائے اور دوسری بیوی دنیا کو اختیار کر کے تباہی کے راستہ پر لگ جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ کی اس درخواست کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور ان پر واضح کر دیا، کہ مجھ سے جو بھی بیوی پوچھے گی میں اس کو بتا دوں گا کیونکہ اس کی بھلائی اسی میں پوشیدہ ہے اگر میں کسی کو نہ بتاؤں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے اس تئیں شفقت کا رویہ نہیں اپنایا اور اس کو وہ راستہ نہیں دکھایا جو اس کی راحت، اس کی بھلائی اور اس کی آخروی فلاح کے لئے ضروری ہے حالانکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس لئے مبعوث نہیں کیا ہے کہ میں لوگوں کے حق میں بدخواہی کروں یا کسی کو تکلیف و مصیبت اور رنج وغم میں مبتلا کروں اس دنیا میں اس لئے آیا ہوں کہ کائنات انسانی کے ہر فرد کو دنیا وآخرت کی بھلائی کی تعلیم دوں اور ہر انسان کو اس کے دینی دنیاوی معاملات میں آسانی وسہولت کی راہ دکھاؤں۔

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخرت کو ترجیح دینے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بیویوں کو اختیار دینے کا حکم کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تم سے ایک بات کہتا ہوں تم اس کے جواب میں جلدی نہ کرنا یہاں تک کہ اپنے والدین سے مشورہ کر لو۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ میرے ماں باپ کبھی مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدگی کا حکم نہیں دیں گے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ (یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا، اے نبی مکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے فرما دیجئے، اگر تمہیں دنیا کی زندگی اور اس کی آرائش منظور ہے تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھی طرح رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک بختوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے)۔میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں کس چیز کے متعلق اپنے والدین سے مشورہ کروں میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آخرت کو اختیار کرتی ہوں۔پھر دوسری ازواج نے بھی اسی طرح کیا جس طرح میں نے کیا تھا۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔زہری بھی اس حدیث کو عروہ سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1152)

| |
|---|
| وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا۝ |
| اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور دار آخرت کی طلب گار ہو تو بیشک اللہ نے تم میں نیکوکار بیبیوں کے لئے بہت بڑا اجر تیار فرما رکھا ہے۔ |

## محسنات کیلئے اجر عظیم ہونے کا بیان

"وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰه وَرَسُولَه وَالدَّار الْآخِرَة" أَيْ الْجَنَّة "فَإِنَّ اللّٰه أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ" بِإِرَادَةِ الْآخِرَة "أَجْرًا عَظِيمًا" أَيْ الْجَنَّة فَاخْتَرْنَ الْآخِرَة عَلَى الدُّنْيَا،

اور اگر تم اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور آخرت کے گھر کا ارادہ کرتی ہو یعنی جنت کا تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والی خواتین کے لئے تیار کیا ہے' آخرت کے ارادے کے تحت 'عظیم اجر یعنی جنت، تو ان ازواج نے دنیا کے مقابلے میں آخرت کو اختیار کیا۔

## سورہ احزاب آیت ۲۹ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نے آپ سے دنیوی سامان طلب کئے اور نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی یہاں تو کمالِ زہد تھا سامان دنیا اور اس کا جمع کرنا گوارا ہی نہ تھا، اس لئے یہ خاطرِ اقدس پر گراں ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی اور ازواجِ مطہرات کو تخییر دی گئی، اس وقت حضور کی نو بیبیاں تھیں، پانچ قریشیہ (۱) حضرت عائشہ بنتِ ابی بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) (۲) حفصہ بنتِ فاروق (۳) اُمِّ حبیبہ بنتِ ابی سفیان (۴) اُمِّ سلمٰی بنتِ امیہ (۵) سودہ بنتِ زَمْعَہ اور چار غیر قریشیہ (۶) زینب بنتِ جحش اسدیہ (۷) میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ (۸) صفیہ بنتِ حُیَی بن اخطب خیبریہ (۹) جویریہ بنتِ حارث مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ آیت سنا کر اختیار دیا اور فرمایا کہ جلدی نہ کرو اپنے والدین سے مشورہ کر کے جو رائے ہو اس پر عمل کرو، انھوں نے عرض کیا حضور کے معاملہ میں مشورہ کیسا، میں اللہ کو اور اس کے رسول کو اور دارِ آخرت کو چاہتی ہوں اور باقی ازواج نے بھی یہی جواب دیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط |
| وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ |
| اے اَزواجِ نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کوئی ظاہری معصیت کی مرتکب ہو تو اس کے لئے عذاب دوگنا |
| کر دیا جائے گا، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ |

## ازواج مطہرات کیلئے تقویٰ و پرہیز گاری کے حکم کا بیان

"يَا نِسَاء النَّبِيّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَة" بِفَتْحِ الْيَاء وَكَسْرهَا أَيْ بُيِّنَتْ أَوْ هِيَ بَيِّنَة "يُضَاعِف" وَفِي قِرَاءَة يُضَعَّف بِالتَّشْدِيدِ وَفِي أُخْرَى نُضَعِّف بِالنُّونِ مَعَهُ وَنَصْب الْعَذَاب "لَهَا الْعَذَاب ضِعْفَيْنِ" ضِعْفَيْ عَذَاب غَيْرهنَّ أَيْ مِثْلَيْهِ،

اے نبی مکرم ﷺ کی ازواج! تم میں سے جو کوئی واضح فحاشی کا ارتکاب کرے اس میں ''ی'' کے اوپر ''زبر'' بھی پڑھی جاسکتی ہے اور ''زیر'' بھی پڑھی جاسکتی ہے یعنی وہ چیز جسے واضح کر دیا گیا ہے یا جو واضح ہو تو اس کے لئے دوگنا ہوگا ایک قرأت کے مطابق اس کو یُضَعَّفُ یعنی شد کے ہمراہ پڑھا جائے گا اور ایک قرأت میں اس کو نُضَعِّفُ پڑھا جائے گا یعنی ''ن'' کے ہمراہ اس صورت میں لفظ عذاب پر ''زبر'' آئے گی اس کے لئے عذاب دوگنا یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا یعنی دو کی مانند اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

لفظِ فاحشہ جب معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا ولواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ غیرِ موصوفہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہو کر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فسادِ معشرت مراد ہوتا ہے، اس آیت میں نکرہ موصوفہ ہے اسی لئے اس سے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خُلقی مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (تفسیر جمل، سورہ احزاب، لاہور)

## امہات المومنین سب سے معزز قرار دے دی گئیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے یعنی مومنوں کی ماؤں نے جب اللہ کو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آخرت کے پہلے گھر کو پسند کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں وہ ہمیشہ کے لئے مقرر ہو چکیں۔ تو اب جناب باری عزاسمہ اس آیت میں انہیں وعظ فرما رہا ہے اور بتلا دیا ہے کہ تمہارا معاملہ عام عورتوں جیسا نہیں ہے۔ اگر بالفرض تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے سرتابی اور بدخلقی سرزد ہوئی تو تمہیں دنیا اور آخرت میں عتاب ہوگا چونکہ تمہارے بڑے رتبے ہیں تمہیں گناہوں سے بالکل دور رہنا چاہئے۔ ورنہ رتبے کے مطابق مشکل بھی بڑھ جائے گی۔ اللہ پر سب باتیں سہل اور آسان ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ فرمان بطور شرط کے ہے اور شرط کا ہونا ضروری نہیں ہوتا جیسے فرمان ہے آیت (لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ، الزمر:65) اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم شرک کرو گے تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے۔ نبیوں کا ذکر کر کے فرمایا آیت (وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، الانعام:88) اگر یہ شرک کریں تو ان کی نیکیاں بیکار ہو جائیں اور آیت میں ہے (قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ،الزخرف: 81) اگر رحمان کے اولاد ہو تو میں تو سب سے پہلے عابد ہوں اور آیت میں ارشاد ہو رہا ہے (لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ، الزمر:4) یعنی اگر اللہ کو اولاد منظور ہوتی تو وہ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا پسند فرما لیتا وہ پاک ہے وہ یکتا اور ایک ہے وہ غالب اور سب پر حکمران ہے پس ان پانچوں آیتوں میں شرط کے ساتھ بیان ہے لیکن ایسا ہوا نہیں۔ نہ نبیوں سے شرک ہونا ممکن نہ سردار رسولاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن۔ نہ اللہ کی اولاد۔ اسی طرح امہات المومنین کی نسبت بھی جو فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی کھلی لغو حرکت کرے تو اسے دگنی سزا ہوگی اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ واقعی ان میں سے کسی نے کوئی ایسی نافرمانی اور بدخلقی کی ہو۔ نعوذ باللہ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَتَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِهَاۤ اَجۡرَهَا مَرَّتَيۡنِ ۙ وَاَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِيۡمًا ۝

اورتم میں سے جواللہ اوراس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت گزار رہیں اور نیک اعمال کرتی رہیں

تو ہم ان کا ثواب (بھی) انھیں دوگنا دیں گے اور ہم نے ان کے لئے (جنت میں) باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔

## اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے سبب رزق کریم ہونے کا بیان

"وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ" يُطِعۡ "مِنۡكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوۡله وَتَعۡمَل صَالِحًا نُّؤۡتِهَا أَجۡرهَا مَرَّتَيۡنِ " أَيۡ مِثۡلَيۡ ثَوَاب غَيۡرهنَّ مِنۡ النِّسَاء وَفِي قِرَاءَة بِالتَّحۡتَانِيَّةِ فِي تَعۡمَل وَنُؤۡتِهَا "وَأَعۡتَدۡنَا لَهَا رِزۡقًا كَرِيمًا" فِي الۡجَنَّة زِيَادَة

اور جو قنوت کرے یعنی فرمانبردار ہو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اور وہ نیک عمل کرے تو ہم اسے دو مرتبہ اجر دیں گے یعنی دیگر خواتین کے مقابلے میں دوگنا اجر اور ثواب، ایک قرأت کے مطابق لفظ تعمل اور نؤتھا میں قرأت تحتانیہ ہوگی اور ہم نے اس کے لئے تیار کیا ہے معزز رزق یعنی جنت اس کے علاوہ بھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے عدل وفضل کا بیان فرما رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تمہاری اطاعت گذاری اور نیک کاری پر تمہیں دگنا اجر ہے اور تمہارے لئے جنت میں باعزت روزی ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی منزل میں ہوں گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل اعلیٰ علیین میں ہے جو تمام لوگوں سے بالاتر ہے۔ اسی کا نام وسیلہ ہے۔ یہ جنت کی سب سے اعلیٰ اور سب سے اونچی منزل ہے جس کی چھت عرش اللہ ہے۔

## اطاعت کا سبب بنانے والی چیزوں کی طلب کا بیان

حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دعا میں یہ فرمایا کرتے تھے۔ (اللهم ارزقني حبك وحب من ينفعني حبه عندك اللهم ما رزقتني مما احب فاجعله قوة لي فيما تحب اللهم ما زويت عني مما احب فاجعله فراغالي مما تحب) ۔ اے اللہ! مجھے نصیب کر اپنی محبت اور اس شخص کی محبت جس کی محبت تیرے نزدیک مجھے نفع دے اے اللہ تو نے مجھے اس چیز میں سے جسے میں پسند کرتا ہوں جو کچھ بھی عطا کیا ہے اس کو میرے لئے اس چیز میں قوت کا سبب بنا جسے تو پسند کرتا ہے۔ (یعنی تو نے مال وزر، عافیت واطمینان اور دوسری دنیاوی نعمتوں میں سے جو کچھ بھی عطا فرمایا ہے اور ان کو شکر گزاری اور اپنی طاعت کا سبب بنا کہ میں اسے تیری راہ میں اور تیری خوشنودی کے لئے خرچ کروں۔ اے اللہ! تو نے مجھے اس چیز میں سے جسے میں پسند کرتا ہوں جو کچھ نہیں دیا ہے اس کو میرے لئے اس میں فراغت کا سبب بنا جسے تو پسند کرتا ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1022)

دعا کے آخری جز کا مطلب یہ ہے کہ تو نے مجھے مال وزر میں سے جو کچھ نہیں دیا ہے اس کو میرے لئے اپنی عبادت میں مشغولیت کا سبب بنا کہ مجھے قناعت وتوکل کی دولت حاصل رہے اور وہ مال وزر جو مجھے حاصل نہیں ہوا ہے اس سے بے پرواہ ہو کر

بغیر مانع کے تیری عبادت میں مشغول رہوں اور حاصل دعا کے آخری دونوں جملوں کا یہ ہے کہ اگر تو مجھے دنیا کی نعمتیں عطا کرے تو پھر ان کا شکر ادا کرنے کی توفیق بھی عطا فرما تا کہ میرا شمار شکر کرنے والے اغنیا کے زمرہ میں ہو اور اگر مجھے وہ نعمتیں حاصل نہ ہوتو میرے دل کو فارغ رکھ بایں طور کہ میں ان سے بے پرواہ ہو جاؤں میرا دل ان میں نہ لگا رہے۔ میں پورے اطمینان کے ساتھ تیری عبادت میں مشغول رہوں اور جزع فزع، شکوہ وشکایت نہ کروں تا کہ میرا شمار صبر کرنے والے فقراء میں ہو۔

| |
|---|
| یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ |
| فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ |
| اے اَزواجِ پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (مردوں سے حسب |
| ضرورت) بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے (کہیں) وہ لالچ |
| کرنے لگے اور (ہمیشہ) شک اور لچک سے محفوظ بات کرنا۔ |

## ازواجِ مطہرات کی عظمت وشان کا بیان

"يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ" كَجَمَاعَةٍ "مِنَ النِّسَاءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ" اللّٰهَ فَاِنَّكُنَّ اَعْظَم "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" لِلرِّجَالِ "فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ" نِفَاق "وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا" مِنْ غَيْرِ خُضُوع

اے نبی مکرم ﷺ کی ازواج! تم عام خواتین کی طرح نہیں ہو یعنی دیگر خواتین کے گروہ کی طرح نہیں ہو اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو کیونکہ تم زیادہ عظمت کی مالک ہو لہٰذا تم مردوں سے بات کرتے ہوئے نرمی سے بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بیماری یا نفاق ہو وہ کوئی لالچ کرے اور تم مناسب طریقے سے بات کرو یعنی کسی نرمی کے بغیر۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو آداب سکھاتا ہے اور چونکہ تمام عورتیں انہی کے ماتحت ہیں۔ اس لئے یہ احکام سب مسلمان عورتوں کے لئے ہیں پس فرمایا کہ تم میں سے جو پرہیزگاری کریں وہ بہت بڑی فضیلت اور مرتبے والی ہیں۔ مردوں سے جب تمہیں کوئی بات کرنی پڑے تو آواز بنا کر بات نہ کرو کہ جن کے دلوں میں روگ ہے انہیں طمع پیدا ہو۔ بلکہ بات اچھی اور مطابق دستور کرو۔ پس عورتوں کو غیر مردوں سے نزاکت کے ساتھ خوش آوازی سے باتیں کرنی منع ہیں۔ گھل مل کر وہ صرف اپنے خاوندوں سے ہی کلام کر سکتی ہیں۔

## ازواج مطہرات کی عمر وغیرہ سے متعلق بعض تفاصیل کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نکاح مکہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد سے کیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۴۰ سال کی تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی اور ان کے بعد مکہ ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پچاس سالہ خاتون حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا، اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھی تقریباً ۵۰ سال ہی کی تھی، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سن وفات ۵۴ھ یا ایک قول کے مطابق ۴۱ھ ہے حضرت عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مکہ میں ۱۰ نبوی میں ہوا جب کہ وہ چھ برس کی تھیں اور جب ۱ھ میں وہ رخصت کرا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئیں اس وقت ان کی عمر ۹ سال کی تھی ان کا سن وفات ۵۵ھ یا ۵۸ھ ہے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ۲ھ یا ۳ھ میں ہوا اور انہوں نے ۴۱ھ یا ۴۵ھ میں وفات پائی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۳ھ میں آپ کے نکاح میں آئیں اور نکاح سے کچھ ہی ماہ بعد ۴ھ میں (اور ایک روایت کے مطابق ۳ھ ہی میں) انتقال کر گئیں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت امیہ مخزومی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ھ یا ۴ھ میں نکاح کیا اور ان کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا اور ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ہوا۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا ۵ھ میں آپ کی زوجیت میں آئیں اور ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں انتقال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد سب سے پہلے جس زوجہ مطہرہ نے انتقال کیا وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی ہیں۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو ابوسفیان کی بیٹی اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں پہلے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھی، دونوں میاں بیوی مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، وہاں عبداللہ بن جحش نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا اور وہیں مر گیا تھا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے مذہب (اسلام) پر قائم رہیں، ۶ھ میں نجاشی بادشاہ حبشہ نے ان کا نکاح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور اپنے پاس سے ان کا مہر جو چار ہزار درہم مقرر ہوا تھا ادا کیا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۴۴ھ میں انتقال کیا، حضرت جویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غزوہ مریسیع میں جس کو غزوہ بنی المصطلق بھی کہتے ہیں اور جو ۶ھ میں ہوا تھا اسیر ہو کر آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے نکاح کر لیا ان کا انتقال ۵۶ھ میں ہوا۔

حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں ۷ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے سرفراز ہوئیں ان کا انتقال ۶۱ھ یا ۵۱ھ میں ہوا، حضرت صفیہ بنت حی ابن اخطب ۷ھ میں جنگ خیبر میں اسیر بنائی گئیں اس وقت ان کی عمر ۱۷ سال کی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرمایا اور پھر ان سے نکاح کر لیا، انہوں نے ۵۰ھ یا ایک روایت کے مطابق ۵۲ھ میں وفات پائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ ازواج مطہرات کی یہ وہ تعداد ہے جس پر روایات کا اتفاق ہے بارہویں زوجہ مطہرہ یعنی حضرت ریحانہ کے بارے میں اختلاف ہے، بعض حضرات نے ان کو حرم (کنیز) قرار دیا ہے، لیکن بعض دوسری روایتوں میں ہے کہ ریحانہ جو ایک یہودی خاندان کی خاتون تھیں جنگی اسیر ہو کر آئی تھیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کیا اور ۶ھ میں ان سے نکاح کر لیا بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام خواتین سے، جو امت کی مائیں ہیں، نکاح کیا اور سب کے ساتھ دخول بھی فرمایا۔ بیس یا بیس سے زائد خواتین بھی تھیں جن سے نکاح کی بات چیت چلی لیکن ان سے نکاح نہیں کیا اسی طرح بعض روایتوں میں ایسی عورتوں کا بھی ذکر آتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

نکاح میں تھیں اور جب یہ آیت کریمہ (یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ، الاحزاب:59) نازل ہوئی تو انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی اور آپ سے جدائی اختیار کر لی۔ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرموں (کنیزوں) کا تعلق ہے تو ان کی تعداد چار بیان کی جاتی ہے جن میں سے مشہور ماریہ قبطیہ ہیں جن کے بطن سے ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے ان کا انتقال ۱۰ھ میں ہوا دوسری وہی حضرت ریحانہ بنت شمعون یا بنت زید ہیں جن کے بارے میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہیں تھیں "حرم" تھی ان کو آپ نے آزاد نہیں کیا تھا اور بسبب ملک یمین ان سے مجامعت فرمائی، باقی دو میں سے ایک تو وہ کنیز تھیں جو ام المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بطور ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کی تھی اور ایک کنیز وہ تھیں جو کسی غزوہ میں اسیر ہو کر آئی تھیں۔ مذکورہ بالا تفصیل شیخ عبدالحق دہلوی کی شرح مشکوٰۃ سے ماخوذ ہے، جو انہوں نے جامع الاصول کے حوالہ سے جمع کی ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد، ان کے نکاح کی ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انتقال کرنے والی ازواج مطہرات کے سنین وفات، جن ازواج کے ساتھ دخول نہیں کیا یا جن خواتین کے ہاں پیغام دیا مگر ان کے ساتھ نکاح نہیں ہوا ان سب کی تعداد کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں اور عام روایتوں میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف مع اشعۃ اللمعات، شرح مشکوٰۃ)

| |
|---|
| وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ |
| اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ |
| اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور پہلی جاہلیت کے زینت ظاہر کرنے کی طرح زینت ظاہر نہ کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور |
| اس کے رسول کا حکم مانو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے گندگی دور کر دے اے گھر والو! اور تمہیں پاک کر دے، خوب پاک کرنا۔ |

## عورتوں کو جاہلیت کے رسم و رواج سے منع کرنے کا بیان

"وَقَرْنَ" بِكَسْرِ الْقَاف وَفَتْحهَا "فِی بُیُوتكُنَّ" مِنْ الْقَرَار وَأَصْله: أَقْرِرْنَ بِكَسْرِ الرَّاء وَفَتْحهَا مِنْ قَرَرْت بِفَتْحِ الرَّاء وَكَسْرهَا نُقِلَتْ حَرَكَة الرَّاء إلَی الْقَاف وَحُذِفَتْ مَعَ هَمْزَة الْوَصْل "وَلَا تَبَرَّجْنَ" بِتَرْكِ إحْدَی التَّاءَیْنِ مِنْ أَصْله "تَبَرُّج الْجَاهِلِیَّة الْأُولَی" أَیْ مَا قَبْل الْإِسْلَام مِنْ إظْهَار النِّسَاء مَحَاسِنهنَّ لِلرِّجَالِ وَالْإِظْهَار بَعْد الْإِسْلَام مَذْكُور فِی آیَة "وَلَا یُبْدِینَ زِینَتهنَّ إلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" "وَأَقِمْنَ الصَّلَاة وَآتِینَ الزَّكَاة وَأَطِعْنَ اللّٰه وَرَسُوله إنَّمَا یُرِید اللّٰه لِیُذْهِب عَنْكُمْ الرِّجْس" الْإِثْم یَا "أَهْل الْبَیْت" أَیْ نِسَاء النَّبِیّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "وَیُطَهِّركُمْ" مِنْهُ

''اور ٹھہری رہو' اس میں قرن کے قاف پر زبر اور زیر دونوں طرح سے ہے۔ ''اپنے گھروں میں' یہ لفظ قرار سے ماخوذ ہے اور اصل میں یہ اقررن تھا یعنی ق پر زیر اور زبر دونوں طرح سے اور قررت سے بنا' اس میں راء کی حرکت ''ق'' کو دے

دی اور ہمزہ وصل کے ساتھ اسے بھی حذف کر دیا گیا۔
''اور تم بے پردہ نہ ہو'' اس میں دراصل تاء دو تھیں۔ ان میں سے ایک کو حذف کر دیا۔'' پہلی جاہلیت کی بے پردگی کی طرح'' اس سے مراد یہ ہے کہ اسلام سے قبل عورتیں مردوں کے سامنے اپنے حسن کا اظہار کیا کرتی تھیں لیکن اسلام نے اس سے روک دیا اور یہ حکم دیا کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں اور نماز قائم کریں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کر دے۔ اے اہل بیت یعنی اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور تمہیں اس سے خوب اچھی طرح پاک کر دے۔

## عورتوں کیلئے گھروں سے باہر پھرنے کی ممانعت کا بیان

فرمایا بغیر کسی ضروری کام کے گھر سے باہر نہ نکلو۔ مسجد میں نماز کے لئے آنا بھی شرعی ضرورت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔ لیکن انہیں چاہئے کہ سادگی سے جس طرح گھروں میں رہتی ہیں اسی طرح آئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے لئے ان کے گھر بہتر ہیں۔

بزار میں ہے کہ عورتوں نے حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جہاد وغیرہ کی کل فضیلتیں مرد ہی لے گئے۔ اب آپ ہمیں کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے ہم مجاہدین کی فضیلت کو پا سکیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو اپنے گھر میں پردے اور عصمت کے ساتھ بیٹھی رہے وہ جہاد کی فضیلت پالے گی۔

ترمذی وغیرہ میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے۔ یہ جب گھر سے باہر قدم نکالتی ہے تو شیطان جھانکنے لگتا ہے۔ یہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب اس وقت ہوتی ہے جب یہ اپنے گھر کے اندرونی حجرے میں ہو۔

ابوداؤد وغیرہ میں ہے عورت کی اپنے گھر کی اندرونی کوٹھڑی کی نماز گھر کی نماز سے افضل ہے اور گھر کی نماز صحن کی نماز سے بہتر ہے۔ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرا کرتی تھیں اب اسلام بے پردگی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ناز سے اٹھلا کر چلنا ممنوع ہے۔ دوپٹہ گلے میں ڈال لیا لیکن اسے لپیٹا نہیں جس سے گردن اور کانوں کے زیور دوسروں کو نظر آئیں، یہ جاہلیت کا بناؤ سنگھار تھا جس سے اس آیت میں روکا گیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت ادریس کی دو نسلیں آباد تھیں۔ ایک تو پہاڑ پر دوسرے نرم زمین پر۔ پہاڑیوں کے مرد خوش شکل تھے عورتیں سیاہ فام تھیں اور زمین والوں کی عورتیں خوبصورت تھیں اور مردوں کے رنگ سانولے تھے۔ ابلیس انسانی صورت اختیار کر کے انہیں بہکانے کے لئے نرم زمین والوں کے پاس آیا اور ایک شخص کا غلام بن کر رہنے لگا۔ پھر اس نے بانسری وضع کی ایک چیز بنائی اور اسے بجانے لگا اس کی آواز پر لوگ لٹو ہو گئے اور پھر بھیڑ لگنے لگی اور ایک دن میلے کا مقرر ہو گیا جس میں ہزار ہا مرد وعورت جمع ہونے لگے۔ اتفاقاً ایک دن ایک پہاڑی آدمی بھی آ گیا اور ان کی عورتوں کو دیکھ کر واپس جا کر اپنے قبیلے والوں میں اس کے حسن کا چرچا کرنے لگا۔ اب وہ لوگ بکثرت آنے لگے اور آہستہ آہستہ ان عورتوں مردوں

میں اختلاط بڑھ گیا اور بدکاری اور زناکاری کا عام رواج ہو گیا۔ یہی جاہلیت کا بناؤ ہے جس سے یہ آیت روک رہی ہے۔ ان کاموں سے روکنے کے بعد اب کچھ احکام بیان ہو رہے ہیں کہ اللہ کی عبادت میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے اس کی پابندی کرو اور بہت اچھی طرح سے اسے ادا کرتی رہو۔ اسی طرح مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو۔ یعنی زکوٰۃ نکالتی رہو۔ ان خاص احکام کی بجا آوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرنے کا حکم دیا۔

## اہل بیت میں ازواج مطہرات کے شامل ہونے کا بیان

پھر فرمایا اس اہل بیت سے ہر قسم کے میل کچیل کو دور کرنے کا ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہو چکا ہے وہ تمہیں بالکل پاک صاف کر دے گا۔ یہ آیت اس بات پر نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ان آیتوں میں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ آیت انہی کے بارے میں اتری ہے۔

آیت کا شان نزول تو آیت کے حکم میں داخل ہوتا ہی ہے گو بعض کہتے ہیں کہ صرف وہی داخل ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں وہ بھی اور اس کے سوا بھی۔ اور یہ دوسرا قول ہی زیادہ صحیح ہے۔ حضرت عکرمہ رحمتہ اللہ علیہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کے بارے میں خالصتاً نازل ہوئی ہے۔ (جامع البیان، سورہ احزاب، بیروت)

## اہل بیت رضی اللہ عنہم کی طہارت کا بیان

حضرت عمر بن ابوسلمہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب ہیں فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ، اللہ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے نبی کے گھر والو اور تمہیں پاک کرے)۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امہ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور ان سب پر ایک چادر ڈال دی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے تھے پھر ان پر بھی چادر ڈال دی اور عرض کیا یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں، ان سے گناہ کی نجاست دور کر دے اور ان کو بخوبی پاک کر دے۔

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں (یعنی چادر میں آنے کا ارادہ کیا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی جگہ رہو تم خیر پر ہو۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ علماء اس حدیث کو عمر بن ابوسلمہ سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1153)

## اہل بیت کے مصداق کے مفہوم کا بیان

اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اطلاق کن کن پر ہوتا ہم: "اہل بیت" یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں" سے کون کون لوگ مراد ہیں؟ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ اہل بیت کا اطلاق ان لوگوں پر بھی آیا ہے جن کو زکوٰۃ کا مال لینا حرام

ہے یعنی بنو ہاشم اور ان میں آل عباس، آل جعفر اور آل عقیل شامل ہیں۔ بعض روایتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال کو "اہل بیت" کہا گیا ہے جن میں ازواج مطہرات یقینی طور پر شامل ہیں، لہٰذا جو لوگ ازواج مطہرات کو اہل بیت سے خارج قرار دیتے ہیں وہ مکابرہ کا شکار ہیں اور قرآن کریم کی اس آیت (لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا) 33۔ الاحزاب:23)۔ سے اپنا اختلاف ظاہر کرتے ہیں کیونکہ جب اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ازواج مطہرات ہی کو مخاطب تو پھر ان کو (یعنی ازواج مطہرات کو) درمیان آیت کے مضمون (اہل البیت) اور اس کے مصداق میں شامل نہ کرنا آیت کو اس کے عبارتی تسلسل اور معنوی سیاق وسباق سے الگ کر دینا ہے۔

امام محمد فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ "یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو شامل ہے کیونکہ آیت کا سیاق وسباق پوری شدت سے اس کا مقاضی ہے پس ازواج مطہرات کو اہل بیت کے مصداق سے خارج کرنا اور ان کے علاوہ دوسروں کو اس مصداق کے ساتھ مختص کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ امام رازی آگے لکھتے ہیں۔ یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولی ہے کہ "اہل بیت" کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور ازواج مطہرات ہیں اور ان میں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین بھی شامل ہیں، نیز حضرت علی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی نسبت وتعلق اور خانگی قرب رکھنے کے سبب اہل بیت میں سے ہیں، تاہم بعض مواقع پر اہل بیت کا اطلاق اس طرح بھی آیا ہے کہ جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق صرف فاطمہ زہرا، علی مرتضی، حسن اور حسین ہیں جیسے حضرت انس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر کے لئے مسجد میں آتے تو راستہ میں حضرت فاطمہ کے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے یوں فرماتے **الصلوة يااهل البيت، انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهر كم تطهيرا** ۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ اسی طرح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ روایت کرتی ہیں کہ (ایک دن) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (گھر میں) بیٹھی ہوئی تھی کہ خادم نے آکر بتایا کہ علی اور فاطمہ باہر کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) مجھ سے فرمایا کہ تم کنارے ہو جاؤ چنانچہ میں گھر کے گوشہ میں چلی گئی۔ علی اور فاطمہ اندر آگئے اور ان کے ساتھ حسن وحسین بھی تھے جو اس وقت ننھے منے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین کو آغوش مبارک میں بٹھالیا اور ایک ہاتھ سے علی کو اور دوسرے ہاتھ سے فاطمہ کو پکڑ کر اپنے بدن سے چمٹایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کالی کملی اس سب پر لپیٹی جو جو اس وقت جسم مبارک پر تھی اور فرمایا: خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں، مجھ کو اور میرے اہل بیت کو اپنی طرف بلا نہ کہ آگ کی طرف" اور حضرت ام سلمہ ہی سے یہ بھی منقول ہم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: میری یہ مسجد ہر حائضہ عورت اور ہر جنبی مرد پر حرام ہے (جو عورت حیض کی حالت میں ہو یا جو مرد ناپاکی کی حالت میں ہو وہ میری مسجد میں ہر گز داخل نہ ہو) ہاں محمد اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اہل بیت پر کہ وہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں، حرام نہیں ہے" اس روایت کو بیہقی نم نقل کیا ہے اور اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ بہر حال ایک طرف تو وہ روایتیں ہیں، جن سے بنو ہاشم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال پر "اہل بیت" کا اطلاق ثابت ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ روایتیں ہیں جن سے اہل بیت کا مصداق

صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین معلوم ہوتے ہیں بلکہ ان ہی چہارتن پاک پر اہل بیت کا اطلاق شائع اور مشہور بھی ہے لہٰذا علماء نے ان تمام روایتوں میں تطبیق اور ان کے اطلاقات کی توجیہہ میں یہ کہا ہے کہ "بیت" کی تین نوعیتیں ہیں (١) بیت نسب (٢) بیت سکنی (٣) ولادت۔ پس بنو ہاشم یعنی عبدالمطلب کی اولاد کو تو نسب اور خاندان کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت (اہل خاندان) کہا جائے گا۔

دراصل عرب میں جد قریب کی اولاد کو بیت (یعنی خاندان یا گھرانہ) یا خاندان سے اس شخص کے باپ اور دادا کی اولاد مراد ہوتی ھم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سکنی (اہل خانہ) کہا جائے گا چنانچہ عرف عام میں کسی شخص کی بیویوں کو اس کے اہل بیت یا" گھروالی" سے تعبیر کیا جانا مشہور ہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد (ماجد کو اہل بیت ولادت کہا جائے گا اور اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ہی اولاد پر اہل بیت ولادت کا اطلاق کیا جانا چاہئے لیکن تمام اولاد میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسنین کو جو خاص فضل وشرف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قرب وتعلق حاصل تھا اور یہ کہ ان کے فضائل ومناقب جس کثرت سے احادیث میں وارد ہیں اس کی بناء پر اہل بیت ولادت کا خصوصی وامتیازی مصداق صرف یہی چارتن مانے جائیں گے۔

## آیت مباہلہ سے استدلال اہل بیت کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت: (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ، آل عمران: 61) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلوایا اور کہا خداوندا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ، حدیث نمبر 768)

پس جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس (قرآن یا دین) کے بارے میں (اب بھی) حجت کرے بعد اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم قطعی آچکا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کہے کہ آجاؤ ہم اور تم بلالیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور خود اپنے تنوں کو اور تمہارے تنوں کو، پھر ہم (سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں بایں صورت کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (بارے میں) ناحق پر ہوں اس آیت کو "آیت مباہلہ" کہا جاتا ہے۔ مباہل کا لفظ بھل یا بھلۃ سے بنا ہے جس کے معنی لعنت بھیجنے اور لعنت کے ہیں مباہلہ کا مطلب ہوتا ہے: ایک دوسرے پر لعنت بھیجنا اور ملعون ہوجانے لگا۔ جس میں تضرع، خشوع وخضوع اور عاجزی وفروتنی کی صورت بہت زیادہ اختیار کی گئی ہو بہر حال، عربوں کی یہ عادت تھی کہ جب کسی معاملہ میں دو فریق آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت وتکذیب کرتے اور ایک دوسرے پر ظلم وزیادتی کا الزام عائد کرتے تو آخر میں اپنے اپنے گھروں سے باہر نکل کر کسی خاص جگہ پر جمع ہوتے اور ایک دوسرے کے خلاف بددعا کرتے ایک دوسرے پر لعنت بھیجتے اور یوں دعا مانگتے: یا اللہ! ہم میں سے جو شخص ناحق پر ہو یا ظالم ہو اس پر لعنت بھیج پس جب نصاری (مسیحوں) نے دین اسلام یا قرآن کی حقانیت وصداقت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث مباحثہ کا دروازہ کھولا اور پیغمبر اسلام کی مخالفت وتکذیب کی تو

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذکورہ بالا آیت کے ذریعہ حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میسحیوں کو مباہلہ کو دعوت دیجئے اور ان سے کہے کہ آؤ بر سر عام اپنا فیصلہ کرالیں کہ ہم میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر چنانچہ روایتوں میں آتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عزیز ترین اور قریب ترین اہل بیت کو لے کر مباہلہ کے لئے اس طرح نکلے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کو جو اس وقت بہت چھوٹے چھوٹے تھے آپ نے گود میں اٹھا رکھا تھا، حضرت فاطمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھیں اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے پیچھے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ میں جب مباہلہ میں دعا کروں تو تم سب مل کر آمین کہنا میسحیوں کے پیشوا کی نظر ان نورانی چہروں پر پڑی تو اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اٹھا: تم پر افسوس ہے میں نے تو ان نورانی چہروں کو ایسا دیکھ رہا ہوں کہ یہ لوگ اللہ سے یوں درخواست کریں کہ پہاڑ کو اس کی جگہ سے اکھیڑ دے تو بالیقین اللہ (ان کی درخواست قبول کر کے) پہاڑ کو اس کی جگہ سے اکھیڑ دے گا پھر اس نے پر زور انداز میں اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ (ان لوگوں کے ساتھ مباہلہ ہرگز نہ کرنا ورنہ جڑ سے اکھاڑ دیئے جاؤ گے۔ آخر کار ان میسحیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مباہلہ نہیں کیا اور جزیہ قبول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی اطاعت پر مجبور ہوئے، لیکن ان کے اندر چونکہ اسلام اور پیغمبر اسلام سے قلبی وابستگی اور مناسبت نہیں تھی اس لئے اسلام میں داخل ہونے سے محروم رہے ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ بعد میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر وہ لوگ مباہلہ کرتے تو نتیجہ کے طور پر ان کی صورتیں مسخ ہو کر بندروں اور سوروں کی سی ہو جاتیں، تمام بیابان وجنگل آگ ہی آگ ہو جاتا اور وہ آگ نہ صرف ان کو بھسم کر کے سرے سے نیست ونابود کر دیتی بلکہ درختوں پر پرندوں تک کو جلا دیتی۔

## حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کا بیان

حضرت مسور ابن مخرمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو خفا کیا اس نے مجھے خفا کیا اور ایک روایت میں یہ لفظ (بھی) ہیں: جو چیز فاطمہ کو بری معلوم ہوتی ہے وہ مجھ کو بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز فاطمہ کو دکھ دیتی ہے وہ مجھ کو بھی دکھ دیتی ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 774)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت فاطمہ تمام عورتوں سے افضل ہیں یہاں تک حضرت مریم علیہ السلام حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ پر بھی ان کو خاص شخصیت حاصل ہے۔

چنانچہ سیوطی نے یہی لکھا ہے رہی اس حدیث کی بات جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاطمہ زہرا) حضرت مریم بن عمران علیہ السلام کے علاوہ باقی تمام عورتوں پر فضیلت رکھتی ہیں یا ایک وہ حدیث ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ اس امت میں فاطمہ کا وہی مرتبہ ہے جو مریم علیہ السلام کو اپنی قوم میں حاصل ہے یعنی جس طرح حضرت مریم علیہ السلام اپنی قوم کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اسی طرح اس امت کی تمام عورتوں میں سب سے افضل فاطمہ ہیں تو روایتوں کا اختلاف شاید اس سبب سے نظر آتا ہے کہ حضرت فاطمہ کا رتبہ تدریجی طور پر بڑھتا رہا ہوگا اور اسی تدریج کے ساتھ ان کی افضلیت کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور اس کے فرشتہ کے

ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتی رہی ہوگی جس کا اظہار مختلف احادیث کے ذریعہ ہوتا رہا اور پھر جب آخر میں حضرت فاطمہ کا رتبہ آخری درجہ تک بڑھ گیا تو بلا استثناء عالم کی تمام عورتوں پر ان کی افضلیت ثابت ہوگئی۔

بعض علماء نے حضرت عائشہ کو حضرت فاطمہ سے افضل قرار دیا ہے اور دلیل میں یہ بات پیش کی ہے کہ جنت میں حضرت عائشہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں گی جب کہ حضرت فاطمہ، حضرت علی کے ساتھ ہوں گی اور یہ ظاہر ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور محل حضرت علی کے درجہ اور محل سے اعلی واشرف ہوگا۔ لیکن یہ دلیل ان حدیثوں کے سامنے بے معنی ہو جاتی ہے جن میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو خطاب کر کے فرمایا: میں تم، علی، حسن اور حسین جنت میں ایک درجہ اور ایک ہی محل میں ہوں گے۔ حضرت عائشہ کی افضلیت کے قائلین کی طرف سے ایک دلیل یہ بھی دیجاتی ہے کہ ان کو اجتہاد کا مقام حاصل تھا، مجتہد تسلیم کی جاتی تھیں اور خلفاء اربعہ کے زمانہ میں فتوی دیا کرتی تھیں سیوطی نے فتاوی میں لکھا ہے کہ! اس مسئلہ میں (فاطمہ افضل ہیں یا عائشہ) تین مسلک ہیں اور ان تینوں مسلکوں میں سب سے صحیح مسلک یہ ہے کہ فاطمہ عائشہ سے افضل ہیں۔ بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ فاطمہ اور عائشہ دونوں کا رتبہ یکساں ہے جب کہ کچھ حضرات اس بارہ میں خاموش رہنے ہی کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں ان میں بعض حنفی اور بعض شافعی علماء خصوصیت سے اس طرف مائل ہیں۔

حضرت امام مالک کے متعلق منقول ہے کہ جس ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت فاطمہ کو افضل سمجھتے ہیں یا حضرت عائشہ کو؟ تو انہوں نے جواب دیا: فاطمہ پیغمبر کے گوشت کا ٹکڑا ہیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کے ٹکڑے پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا امام سبکی نے لکھا ہے کہ! ہمارے نزدیک اور ہمارے مسلک کے اعتبار سے جو بات زیادہ معتبر اور زیادہ صحیح ہے وہ یہ ہے کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ ہیں، ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ اور ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ ویسے حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے بارے میں بھی علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ بعض نے حضرت خدیجہ کو افضل کہا ہے اور بعض نے حضرت عائشہ کو بہر حال ان مذکورہ جلیل القدر خواتین اسلام کی الگ الگ حیثیتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کی اپنی حیثیت وخصوصیت کے اعتبار سے فضیلت و برتری حاصل ہے۔

تاہم بعض حضرات نے کثرت ثواب کو افضلیت کی بنیاد بنایا ہے جس کا علماء کے ہاں اعتبار بھی ہے اور اس حیثیت سے حضرت فاطمہ چاہے سب سے افضل نہ ہوں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ شرف ذات پاکیزگی طینت اور تقدس جوہر کے اعتبار سے کوئی بھی حضرت فاطمہ، حضرت حسن، افضل و برتر نہیں ہو سکتا۔

| |
|---|
| وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ؀ |
| اور تمہارے گھروں میں اللہ کی جن آیات اور دانائی کی باتوں کی تلاوت کی جاتی ہے انھیں یاد کرو۔ |
| بے شک اللہ ہمیشہ سے نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔ |

## گھروں میں تلاوت قرآن کا بیان

"وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ" الْقُرْآن "وَالْحِكْمَةِ" السُّنَّة "إِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيفًا" بِأَوْلِيَائِهِ "خَبِيرًا" بِجَمِيعِ خَلْقِهِ،

اور جو تمہارے گھروں میں اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اسے یاد کرو یعنی قرآن پاک اور حکمت یعنی سنت اور بے شک اللہ تعالیٰ مہربان ہے اور خبر رکھنے والا ہے اپنی تمام مخلوق کی۔

## گھر میں تلاوت قرآن کے سبب فرشتوں کی سماعت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارہ میں روایت کرتے تھے کہ ایک دن جب کہ وہ (یعنی اسید) رات میں سورت بقرہ پڑھ رہے تھے ان کا گھوڑا جو ان کے قریب ہی بندھا تھا اچانک اچھلنے کودنے لگا چنانچہ انہوں نے پڑھنا بند کر دیا (تاکہ دیکھیں کیوں اچھل کود رہا ہے) گھوڑے نے بھی اچھل کود بند کر دی۔ (اسید نے یہ سوچ کر کہ یونہی اچھل کود رہا ہوگا) پھر پڑھنا شروع کر دیا گھوڑا بھی پھر اچھلنے کودنے لگا وہ پھر رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا، پھر جب انہوں نے پڑھنا شروع کیا تو گھوڑے نے اچھل کود شروع کی (اب انہیں احساس ہوا کہ گھوڑے کی اچھل کود یوں ہی نہیں ہے بلکہ اس کی خاص وجہ ہے) چنانچہ انہوں نے پڑھنا موقوف کر دیا (اتفاق سے) ان کا بچہ جس کا نام یحییٰ تھا گھوڑے کے قریب ہی تھا انہیں خوف ہوا کہ کہیں گھوڑا (اس اچھل کود میں) اس بچہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے اس لئے وہ اٹھ کر گھوڑے کے پاس گئے تاکہ بچہ کو وہاں سے ہٹا دیں جب انہوں نے بچہ کو وہاں سے ہٹایا اور ان کی نظر آسمان کی طرف اٹھی تو اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ بادل کی مانند کوئی چیز ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں۔ جب صبح ہوئی تو اسید نے یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابن حضیر تم پڑھتے رہتے۔ اسید نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو کچل نہ ڈالے کیونکہ یحییٰ گھوڑے کے قریب ہی تھا۔

چنانچہ جب میں یحییٰ کی طرف پھرا اور اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی چیز بادل کی مانند ہے جس میں چراغ سے جل رہے ہیں پھر میں تحقیق حال کے لئے اپنے گھر سے باہر نکلا مگر وہ چراغاں مجھے پھر نظر نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو وہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں! فرمایا وہ فرشتے تھے جو تمہاری قرات کی آواز سننے کے لئے قریب آ گئے تھے اگر تم اسی طرح پڑھتے رہتے تو اسی طرح صبح ہو جاتی اور لوگ فرشتوں کو دیکھتے اور وہ فرشتے لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوتے۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے مگر الفاظ بخاری کے ہیں۔ مسلم کی روایت میں فخرجت کے بجائے عرجت فی الجو (یعنی وہ چیز جو زمین و آسمان کے درمیان ہوا میں چڑھ گئی) کے الفاظ ہیں۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 628)

گھوڑے کی اچھل کود کی وجہ یہ تھی کہ جب حضرت اسید قرآن کریم پڑھ رہے تھے تو قرات سننے کے لئے فرشتے نیچے آئے تھے اور ان کو دیکھ کر گھوڑا بدکتا اور اچھلتا کودتا تھا اسی وجہ سے جب حضرت اسید تلاوت بند کر دیتے تھے اور فرشتے اوپر چلے جاتے تھے تو

گھوڑا بھی اچھل کود سے رک جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی اقرأ یا ابن حضیر (ابن حضیر تم پڑھتے رہتے) میں لفظ اقرأ کے معنی ابن حجر نے یہ لکھے ہیں کہ اس سورت کو ہمیشہ پڑھتے رہو جو ایسی عجیب وغریب حالت کے پیش آنے کا سبب ہے اگر آئندہ بھی کبھی اس سورت کو پڑھنے کے دوران ایسی صورت پیش آئے تو چھوڑنا مت بلکہ پڑھتے رہنا۔ علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ اس لفظ کا مقصد زمانہ ماضی میں طلب زیادتی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد گویا یہ تھا کہ تم نے اس وقت پڑھنا کیوں چھوڑ دیا بلکہ پڑھنے میں اور زیادتی کیوں نہ کی تمہیں چاہئے تھا کہ تم اس صورت میں زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہتے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کے جواب میں حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کچھ کہا (یعنی یا رسول اللہ میں اس بات سے ڈرا الخ) اس سے بھی یہی مفہوم واضح ہوتا ہے چنانچہ یہاں ترجمہ علامہ طیبی کی وضاحت کے تحت ہی کیا گیا ہے۔ بادل کی مانند کوئی چیز ہے، وجہ تشبیہ ہے کہ ملائکہ قرآن سننے کے لئے اتنا اژدحام کرتے ہیں کہ کوئی اگر انہیں دیکھے تو ایسا محسوس ہو کہ پردہ کی مانند کوئی چیز ہے جو دیکھنے والے اور آسمان کے درمیان حائل ہوگئی ہے حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی چیز کو بادسے تعبیر کیا اور اس میں جو چراغ سے جل رہے تھے وہ دراصل ان فرشتوں کے منہ تھے جو چراغ کی مانند روشن ومنور تھے۔

## گھروں میں قرآن پڑھنے کے سبب شیطان کے بھاگنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں کو مقبرے نہ بناؤ (یاد رکھو) شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 631)

مقبرے نہ بناؤ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مقبرے ذکر اللہ عبادت اور تلاوت قرآن سے خالی ہوتے ہیں اس طرح اپنے گھروں کو ان چیزوں سے خالی نہ رکھو کہ ان میں مردوں کی مانند پڑے رہو اور ذکر اللہ وغیرہ نہ کرو بلکہ اپنے گھروں میں نماز بھی پڑھو اور ذکر اللہ میں بھی مشغول رہو اور تلاوت قرآن بھی کرتے رہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کی طرف بھی راہنمائی فرمائی جو ذکر وشغل میں افضل اور گھر وگھر والوں کے لئے بہت فائدہ مند ہے کہ وہ تلاوت قرآن کریم ہے۔ فرمایا شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورت بقرہ پڑھی جاتی ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ تلاوت قرآن کریم خصوصا سورت بقرہ کی تلاوت نہ صرف یہ کہ گھر میں رحمت وبرکت کے دروازے کھلنے کا باعث ہے بلکہ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایسا گھر شیطان کی نحوست اور اس کے مکر وفریب کے سایہ سے محفوظ رہتا ہے ویسے تو عمومی طور پر تلاوت قرآن کریم باعث رحمت وبرکت ہے، مگر اس موقع پر سورت بقرہ کو بطور خاص اس لئے ذکر فرمایا کہ اس سورت میں اللہ رب العزت کے اسماء اور احکام بہت مذکور ہیں۔

## قرآن اور حدیث کا بہترین ہدایت ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں جاننا چاہئے کہ بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 138)

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ

وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ

وَ الصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا○

بیشک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، اور مومن مرد اور مومن عورتیں، اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، اور صدق والے مرد اور صدق والی عورتیں، اور صبر والے مرد اور صبر والی عورتیں، اور عاجزی والے مرد اور عاجزی والی عورتیں، اور صدقہ وخیرات کرنے والے مرد اور صدقہ وخیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے بخشش اور عظیم اجر تیار فرما رکھا ہے۔

## اہل ایمان مرد وخواتین کے اوصاف کا بیان

"إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَات وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَات " الْمُطِيعَات "وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَات" فِي الْإِيمَان "وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَات" عَلَى الطَّاعَات "وَالْخَاشِعِينَ" الْمُتَوَاضِعِينَ "وَالْخَاشِعَات وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَات وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَات وَالْحَافِظِينَ فُرُوجهمْ وَالْحَافِظَات " عَنْ الْحَرَام "وَالذَّاكِرِينَ اللَّه كَثِيرًا وَالذَّاكِرَات أَعَدَّ اللَّه لَهُمْ مَغْفِرَة" لِلْمَعَاصِي "وَأَجْرًا عَظِيمًا" عَلَى الطَّاعَات

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومنہ عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اطاعت کرنے والے' سچے مرد اور سچی عورتیں یعنی ایمان میں سچے' اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں یہ اطاعت پر صبر سے کاربند رہنا ہے' اور خشوع یعنی تواضع کرنے والے مرد' خشوع یعنی تواضع کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں' روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں یعنی حرام سے بچنے والے۔ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ اللہ نے ان کے لئے بخشش تیار کر رکھی ہے ان کے گناہوں سے اور ان کے لئے بہت بڑا اجر بھی ہے ان کی عبادت کے عوض۔

## سورہ احزاب آیت ۳۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عمارہ انصاریہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس ائیں اور عرض کیا کیا مجھے ہر چیز آدمیوں کے لیے ہی نظر آتی ہے عورتوں کے لیے کچھ نظر نہیں آتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ) حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عورتوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ اللہ مومنین کا ذکر فرماتے ہیں اور مومنات کا کوئی تذکرہ نہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ام سلمہ کی حدیث میں سورہ آل عمران کے آخر میں گزر چکی ہے۔

حضرت قتادہ سے منقول ہے کہ جب نبی کی ازواج مطہرات کا ذکر (قرآن کریم میں) ہوا تو عورتوں نے کہا کہ اگر ہم میں کوئی بھلائی ہوتی تو ہمارا بھی ذکر ہو جاتا اس پر اللہ نے یہ فرمان نازل فرمایا۔ مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب اسماء بنت عمیس حبشہ سے واپس لوٹیں ان کے خاوند جعفر بن ابی طالب بھی ان کے ساتھ تھے تو نبی کی ازواج کے پاس گئیں اور ان سے پوچھا کیا ہمارے متعلق بھی قرآن میں کچھ نازل ہوا ہے انہوں نے جواب دیا نہیں یہ نبی کے پاس آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بلاشبہ تو گھاٹے اور نقصان میں ہیں آپ نے فرمایا وہ کس طرح؟ تو انہوں نے کہا بھلائی میں جس طرح مردوں کا ذکر کیا جاتا ہے ان کا نہیں کیا جاتا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ) قتادہ کہتے ہیں کہ جب اللہ نے حضور کی ازواج مطہرات کا قرآن کریم میں ذکر فرمایا تو مسلمان عورتیں ان کے پاس آئیں اور کہا تمہارا ذکر کیا گیا ہمارا نہیں کیا گیا اگر ہم میں کوئی خیر ہوتی تو ہمارا بھی ذکر کر دیا جاتا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ)۔ (نیسابوری 297 تفسیر قرطبی 22-8)

## عبادت و نیک اعمال میں عورتوں کے ذکر کا بیان

حضرت ام عمارہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وجہ ہے کہ سب چیزیں مردوں کیلئے ہیں اور قرآن میں عورتوں کا کہیں ذکر نہیں؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنیوالے مرد اور صبر کرنیوالی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1159)

## ذکر کرنے والی جماعت پر سایۂ رحمت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب بھی کوئی جماعت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے تو ان کو وہ فرشتے گھیر لیتے ہیں (جو راستوں پر اہل ذکر کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں) ان کو رحمت اپنی آغوش میں لے لیتی ہے (وہ خاص رحمت جو آیت (وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا

وَّالذّٰكِرٰتِ ،الاحزاب:35) کے لئے مخصوص ہے )ان پر سکینہ کا نزول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان ذکر کرنے والوں کا تذکرہ اپنے پاس والوں یعنی ملائکہ مقربین اور ارواح انبیاء میں کرتا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 782)

سکینہ دل کے سکون واطمینان اور خاطر جمعی کا نام ہے جس کے باعث دنیا کی لذتوں کی خواہش اور ماسوا اللہ کی لذت وطلب دل سے نکل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات میں استغراق واستحضار اور اس کی طرف توجہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے سکینہ کا نازل ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہے۔ آیت (اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (13۔الرعد:28)۔ آگاہ رہو! اللہ کے ذکر کے ذریعہ قلوب کو اطمینان وسکون حاصل ہوتا ہے۔

## نیک مرد وخواتین کے دس معروف اوصاف کا بیان

ان کے دس مراتب مردوں کے ساتھ ذکر کئے گئے اور ان کے ساتھ ان کی مدح فرمائی گئی اور مراتب میں سے پہلا مرتبہ اسلام ہے جو خدا اور رسول کی فرمانبرداری ہے، دوسرا ایمان کہ وہ اعتقاد صحیح اور ظاہر و باطن کا موافق ہونا ہے، تیسرا مرتبہ قنوت یعنی طاعت ہے۔ اس میں چوتھے مرتبہ کا بیان ہے کہ وہ صدق نیات وصدق اقوال وافعال ہے، اس کے بعد پانچویں مرتبہ صبر کا بیان ہے کہ طاعتوں کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے احتراز رکھنا خواہ نفس پر کتنا ہی شاق اور گراں ہو رضائے الٰہی کے لئے اختیار کیا جائے، اس کے بعد پھر چھٹے مرتبہ خشوع کا بیان ہے جو طاعتوں اور عبادتوں میں قلوب وجوارح کے ساتھ متواضع ہونا ہے، اس کے بعد ساتویں مرتبہ صدقہ کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے مال میں سے اس کی راہ میں بطریق فرض ونفل دینا ہے پھر آٹھویں مرتبہ صوم کا بیان ہے یہ بھی فرض ونفل دونوں کو شامل ہے۔

منقول ہے کہ جس نے ہر ہفتہ ایک درم صدقہ کیا وہ متصدقین میں اور جس نے ہر مہینہ ایام بیض کے تین روزے رکھے وہ صائمین میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد نویں مرتبہ عفت کا بیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی پارسائی کو محفوظ رکھے اور جو حلال نہیں ہے اس سے بچے، سب سے آخر میں دسویں مرتبہ کثرت ذکر کا بیان ہے ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، قراءت قرآن، علم دین کا پڑھنا پڑھانا، نماز، وعظ، نصیحت، میلاد شریف، نعت شریف پڑھنا سب داخل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بندہ ذاکرین میں جب شمار ہوتا ہے جب کہ وہ کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ |
| مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ؕ |
| اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ) |
| کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرمادیں تو ان کے لئے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، |
| اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا۔ |

## ہر مؤمن کیلئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ کو ماننے اور عمل کرنے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "لَهُمُ الْخِيَرَةُ" أَيِ الاخْتِيَارُ "مِنْ أَمْرِهِمْ" بِخِلَافِ أَمْرِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ نَزَلَتْ فِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ وَأُخْتِهِ زَيْنَبَ خَطَبَهَا النَّبِيُّ لِزَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ فَكَرِهَا ذَلِكَ حِينَ عَلِمَا لِظَنِّهِمَا قَبْلُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَهَا لِنَفْسِهِ ثُمَّ رَضِيَا لِلْآيَةِ "وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا" بَيِّنًا فَزَوَّجَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْدٍ ثُمَّ وَقَعَ بَصَرُهُ عَلَيْهَا بَعْدَ حِينٍ فَوَقَعَ فِي نَفْسِهِ حُبُّهَا وَفِي نَفْسِ زَيْدٍ كَرَاهَتُهَا ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ فِرَاقَهَا فَقَالَ: "أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ"

اور کسی مومن مرد اور عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ فرما دیں تو انہیں پھر اختیار ہو (ان یکون) میں تاء بھی ہو سکتا ہے اور یاء بھی۔ اور خیرۃ سے مراد ہے اختیار یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کیخلاف کوئی اختیار۔ یہ آیت عبداللہ بن جحش اور ان کی بہن زینب بنت جحش کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ جب انہیں زید بن حارثہ کا پتہ چلا تو انہوں نے اس بات کو پسند نہ کیا کیونکہ انہیں یہ خیال گزرا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید اپنے لئے پیغام بھیجا ہے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ زید سے شادی کے لئے رضامند ہو گئے۔

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تو وہ راہ سے بھٹک گیا صریح گمراہی۔ مبین کا مطلب ہے بین واضح۔

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت زید سے کروا دیا۔ پھر جب ایک عرصہ بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو دیکھا تو آپ کے دل میں ان کی محبت جاگ اٹھی اور (اس دوران) حضرت زید کے دل میں (سیدہ زینب کے لیے) ناپسندیدگی پیدا ہو گئی۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں زینب کو چھوڑنا چاہتا ہوں لیکن آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کو روکے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔

## سورہ احزاب آیت ۳۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب کو نکاح کا پیغام بھیجا ان کا نکاح حضرت زید سے کرنا چاہتے تھے جبکہ وہ گمان کرتی تھی کہ آپ نے اپنے لیے پیغام نکاح بھیجا ہے جب انہیں اس بات کا علم ہوا کہ آپ کا ارادہ زید کا ہے تو انہوں نے انکار کر دیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تو آپ راضی ہو گئیں اور قبول کر لیا۔ (زاد المسیر 6۔(385)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو

انہوں نے عار محسوس کی اور کہا کہ میں حسب کے اعتبار سے ان سے بہتر ہوں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن جریر عوفی کے طریق سے حضرت ابن عباس سے اسی کے مثل منقول ہے۔

ابو حاتم، حضرت زید سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی یہ وہ عورت تھیں جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے ہجرت کی انہوں نے اپنے نفس کو آپ کو ہبہ کر دیا تو آپ نے ان کا نکاح زید بن حارثہ سے کر دیا اس سے یہ اور ان کا بھائی ناراض ہوئے اور کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کا ارادہ کیا تھا اور آپ نے ہمارا نکاح اپنے غلام سے کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 227، طبری 22۔9، قرطبی 14۔186)

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو رد کرنا گناہ عظیم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کا پیغام لے کر حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا" میں اس سے نکاح نہیں کروں گی آپ نے فرمایا! ایسا نہ کہو اور ان سے نکاح کر لو۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ اچھا پھر کچھ مہلت دیجئے میں سوچ لوں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت اتری۔ اسے سن کر حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ اس نکاح سے رضامند ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ بس پھر مجھے کوئی انکار نہیں، میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہیں کروں گی۔ میں نے اپنا نفس ان کے نکاح میں دے دیا اور روایت میں ہے کہ وجہ انکار یہ تھی کہ نسب کے اعتبار سے یہ بہ نسبت حضرت زید کے زیادہ شریف تھیں۔ حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت عقبہ بن ابو معیط کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد سب سے پہلے مہاجر عورت یہی تھی۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا نفس آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے قبول ہے۔ پھر حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کرا دیا۔ غالبًا یہ نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہ کی علیحدگی کے بعد ہوا ہوگا۔ اس سے حضرت ام کلثوم ناراض ہوئیں اور ان کے بھائی بھی بگڑ بیٹھے کہ ہمارا اپنا ارادہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کا تھا نہ کہ آپ کے غلام سے نکاح کرنے کا، اس پر یہ آیت اتری بلکہ اس سے بھی زیادہ معاملہ صاف کر دیا گیا اور فرما دیا گیا کہ (اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰۗىِٕكُمْ مَّعْرُوْفًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا، الاحزاب:6) نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ اولیٰ ہیں۔ پس آیت (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِـيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا، الاحزاب:36) خاص ہے اور اس سے بھی جامع آیت یہ ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک انصاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی لڑکی کا نکاح جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دو

انہوں نے جواب دیا کہ اچھی بات ہے۔ میں اس کی ماں سے بھی مشورہ کرلوں۔ جا کر ان سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا یہ نہیں ہوسکتا، ہم نے فلاں فلاں ان سے بڑے بڑے آدمیوں کے پیغام کو رد کردیا اور اب جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کردیں۔ انصاری اپنی بیوی کا یہ جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتے ہی تھے کہ لڑکی جو پردے کے پیچھے سے یہ تمام گفتگو سن رہی تھی بول پڑی کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرتے ہو؟ جب حضور اس سے خوش ہیں تو تمہیں انکار نہ کرنا چاہیے۔ اب دونوں نے کہا کہ بچی ٹھیک کہہ رہی ہے۔ بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نکاح سے انکار کرنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام اور خواہش کو رد کرنا ہے، یہ ٹھیک نہیں۔ چنانچہ انصاری سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اس بات سے خوش ہیں؟ آپ نے فرمایا! ہاں میں تو اس سے رضامند ہوں۔ کہا پھر آپ کو اختیار ہے آپ نکاح کردیجئے، چنانچہ نکاح ہوگیا۔ ایک مرتبہ اہل اسلام مدینہ والے دشمنوں کے مقابلے کے لئے نکلے، لڑائی ہوئی جس میں حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے انہوں نے بھی بہت سے کافروں کو قتل کیا تھا جن کی لاشیں ان کے آس پاس پڑی ہوئی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خود دیکھا ان کا گھر بڑا آسودہ حال تھا۔ تمام مدینے میں ان سے زیادہ خرچیلا کوئی نہ تھا۔ ایک اور روایت میں حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کی طبیعت خوش مذاق تھی اس لئے میں نے اپنے گھر میں کہہ دیا تھا کہ یہ تمہارے پاس نہ آئیں۔ انصاریوں کی عادت تھی کہ وہ کسی عورت کا نکاح نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ یہ معلوم کرلیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بابت کچھ نہیں فرماتے۔ پھر وہ واقعہ بیان فرمایا جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات کافروں کو اس غزوے میں قتل کیا تھا۔ پھر کافروں نے یک مشت ہوکر آپ کو شہید کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو تلاش کرتے ہوئے جب ان کی نعش کے پاس آئے تو فرمایا سات کو مار کر پھر شہید ہوئے ہیں۔ یہ میرے ہیں اور میں ان کا ہوں۔ دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا پھر قبر کھدوا کر اپنے ہاتھوں پر انہیں اٹھا کر قبر میں اتارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ہی ان کا جنازہ تھا اور کوئی چارپائی وغیرہ نہ تھی۔ یہ بھی مذکور نہیں کہ انہیں غسل دیا گیا ہو۔ اس نیک بخت انصاریہ عورت کے لئے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی عزت رکھ کر اپنے ماں باپ کو سمجھایا تھا کہ انکار نہ کرو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ اللہ اس پر اپنی رحمتوں کی بارش برسا اور اسے زندگی کے پورے لطف عطا فرما۔ تمام انصار میں ان سے زیادہ خرچ کرنے والی عورت نہ تھی۔ انہوں نے جب پردے کے پیچھے سے اپنے والدین سے کہا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات رد نہ کرو اس وقت یہ آیت (وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا، الاحزاب:36) نازل ہوئی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت طاؤس نے پوچھا کہ عصر کے بعد دو رکعت پڑھ سکتے ہیں؟ آپ نے منع فرمایا اور اسی آیت کی تلاوت کی پس یہ آیت گو شان نزول کے اعتبار سے مخصوص ہے لیکن حکم کے اعتبار سے عام ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے ہوتے ہوئے نہ تو کوئی مخالفت کرسکتا ہے نہ اسے ماننے نہ ماننے کا اختیار کسی کو باقی رہتا ہے۔ نہ رائے اور قیاس

کرنے کا حق، نہ کسی اور بات کا۔ جیسے فرمایا (فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، النسآء:65)، یعنی قسم ہے تیرے رب کی لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک کہ وہ آپس کے تمام اختلافات میں تجھے حاکم نہ مان لیں۔ پھر تیرے فرمان سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی نہ رکھیں بلکہ کھلے دل سے تسلیم کرلیا۔ صحیح حدیث میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کی تابعدار نہ بن جائے جسے میں لایا ہوں۔ اسی لئے یہاں بھی اس کی نافرمانی کی برائی بیان فرمادی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا کھلا گمراہ ہے۔ جیسے فرمان ہے (فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ، النور:63) یعنی جو لوگ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلاف کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ ایسا نہ ہو ان پر کوئی فتنہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ |
| وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ۭ فَلَمَّا |
| قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ |
| اَدْعِيَاۗىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ○ |
| اور (اے حبیب!) یاد کیجئے جب آپ نے اس شخص سے فرمایا جس پر اللہ نے انعام فرمایا تھا اور اس پر آپ نے (بھی) انعام فرمایا |
| تھا کہ تو اپنی بیوی (زینب) کو اپنی زوجیت میں روکے رکھ اور اللہ سے ڈر، اور آپ اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ رکھ رہے تھے جسے |
| اللہ ظاہر فرمانے والا تھا اور آپ (دل میں حیاء) لوگوں (کی طعنہ زنی) کا خوف رکھتے تھے۔ (اے حبیب! لوگوں کو خاطر میں لانے |
| کی کوئی ضرورت نہ تھی) اور فقط اللہ ہی زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس کا خوف رکھیں (اور وہ آپ سے بڑھ کر کس میں ہے؟)، پھر |
| جب (آپ کے متبنٰی) زید نے اسے طلاق دینے کی غرض پوری کرلی، تو ہم نے اس سے آپ کا نکاح کردیا تاکہ مومنوں پر ان کے |
| منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح) کے بارے میں کوئی حرج نہ رہے جبکہ (طلاق دے کر) وہ ان سے |
| بے غرض ہوگئے ہوں، اور اللہ کا حکم تو پورا کیا جانے والا ہی تھا۔ |

## نبی کریم ﷺ کی عطاء سے انعام کا بیان

"وَاِذْ" مَنْصُوب بِاذْكُرْ "تَقُول لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰه عَلَيْهِ" بِالْإِسْلَامِ "وَأَنْعَمْت عَلَيْهِ" بِالْإِعْتَاقِ وَهُوَ زَيْد بْن حَارِثَة كَانَ مِنْ سَبْي الْجَاهِلِيَّة اشْتَرَاهُ رَسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْل الْبَعْثَة وَأَعْتَقَهُ وَتَبَنَّاهُ "أَمْسِكْ عَلَيْك زَوْجك وَاتَّقِ اللّٰه" فِي أَمْر طَلَاقهَا "وَتُخْفِي فِي نَفْسك مَا اللّٰه مُبْدِيه" مُظْهِره

مِنْ مَحَبَّتِهَا وَأَنْ لَوْ فَارَقَهَا زَيْد تَزَوَّجْتَهَا "وَتَخْشَى النَّاس" أَنْ يَقُولُوا تَزَوَّجَ زَوْجَة ابْنه "وَاَللَّه أَحَقّ أَنْ تَخْشَاهُ" فِي كُلّ شَيْء وَتَزَوَّجْهَا وَلَا عَلَيْك مِنْ قَوْل النَّاس ثُمَّ طَلَّقَهَا زَيْد وَانْقَضَتْ عِدَّتهَا "فَلَمَّا قَضَى زَيْد مِنْهَا وَطَرًا" حَاجَة "زَوَّجْنَاكَهَا" فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَيْرِ إذْن وَأَشْبَعَ الْمُسْلِمِينَ خُبْزًا وَلَحْمًا "لِكَيْ لَا يَكُون عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَج فِي أَزْوَاج أَدْعِيَائِهِمْ إذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْر اللَّه" مَقْضِيّه

واذ یہ اُذْكُرْ کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کہا' جس پر اللہ نے انعام کیا اسلام سے اسے نواز کر۔ اور تم نے اس پر نعمت کی' غلامی سے آزادی کی۔ یعنی زید بن حارث پر۔ وہ زمانہ جاہلیت میں قید ہو گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت سے پہلے انہیں خرید لیا اور انہیں آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید سے فرما رہے تھے کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس روکے رکھو اور اس کے معاملے میں اللہ سے ڈرو۔ یعنی اس کی طلاق کے معاملے میں۔ اور آپ کے دل میں جو بات چھپی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔ یعنی ان کے لئے جو آپ کے دل میں محبت تھی اسے اور یہ بات تھی کہ اگر ان کی حضرت زید سے علیحدگی ہو گئی تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان سے نکاح کر لیں گے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ محسوس ہوا کہ لوگ کہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لے پالک بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کر لیا اور اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔ ہر معاملے میں اور تم اس سے نکاح کر لو لوگوں کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر۔

چنانچہ حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور ان کی عدت ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: پس جب پورا کیا زید نے ان سے اپنی حاجت کو (یہاں "وطر" سے مراد ہے حاجت پوری کرنا) تو ہم نے اس کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اجازت طلب کئے بغیر ان کے پاس چلے آئے اور پھر تمام لوگوں کی روٹی اور گوشت سے ضیافت کی تاکہ اہل ایمان کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی (سابقہ) بیویوں کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہ ہو جبکہ وہ (بیٹے) اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں (یعنی انہیں طلاق دے چکے ہوں) اور اللہ تعالیٰ کا امر یعنی اس کا فیصلہ جیسے وہ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔

## سورہ احزاب آیت ۳۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت زینب بنت جحش اور زید بن حارثہ کے متعلق نازل ہوئی۔ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ۔ (بخاری (4787)

حاکم نے حضرت انس سے اس طرح روایت کیا ہے کہ زید بن حارثہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زینب بنت جحش کی شکایت

لائے تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو اپنے ہاں روکے رکھو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ)
(مستدرک حاکم 2۔417)

اور مسلم، احمد اور نسائی نے اس طرح نقل کی ہے کہ جب زینب رضی اللہ عنہا کی عدت ختم ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید سے کہا جاؤ اور ان سے میرے بارے میں بات کرو چنانچہ یہ حضرت زینب کے پاس گئے اور انہیں خبر دی تو انہوں نے کہا جب تک میں اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں کچھ بھی نہ کروں گی اور یہ کہہ کر مسجد کی طرف چلی گئی قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ان سے اجازت لیے بغیر ان کی طرف تشریف لے گئے (کیونکہ اللہ نے خود ان کا نکاح آپ سے کردیا تھا) حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں (ولیمے) پر روٹی اور گوشت کھلایا دوروالے تو چلے گئے البتہ کچھ لوگ کھانے کے بعد بھی دیر تک بیٹھے رہے رسول اللہ وہاں سے تشریف لے آئے میں بھی آپ کے پیچھے ہولیا اور آپ اپنی ازواج کے حجروں میں چکر لگانے لگے پھر میں نے آپ کو خبر دی کہ سب لوگ چلے گئے تو آپ گھر واپس تشریف لائے میں نے آپ کے ساتھ اندر آنے کا ارادہ کیا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ گرادیا اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور قوم کو جو نصیحت کی گئی سو کی گئی۔(لاتدخلوا بیوت النبی الا ان یوذن لکم) ۔ (سورہ احزاب 53، مومنو پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے اور اس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں ہیں) لیکن خدا سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا۔(مسلم 1428، مسند 3۔195)

## نبی کریم ﷺ کے احسان کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی میں سے کچھ چھپاتے ہوتے تو یہ آیت ضرور چھپاتے (وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، اور جب تو نے اس شخص سے کہا جس پر اللہ نے احسان کیا اور تو نے احسان کیا۔ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر۔ اور تو اپنے دل میں ایک چیز چھپاتا تھا جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے درتا تھا حالانکہ اللہ زیادہ حق رکھتا ہے کہ تو اس سے ڈرے۔ پھر جب زید اسے حاجت پوری کر چکا تو ہم نے تجھ سے اس کا نکاح کردیا تا کہ مسلمانوں پر ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں کوئی گناہ نہ ہو جبکہ وہ ان سے حاجت پوری کرلیں اور اللہ کا حکم ہو کر رہنے والا ہے۔ الاحزاب۔ آیت) اللہ کے انعام سے مراد اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انعام سے مراد انہیں آزاد کرنا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کی بیوی سے (ان کی طلاق کے بعد) نکاح کیا تو لوگوں کہنے لگے کہ دیکھو اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سب نبیوں کے خاتمے پر ہیں اور اللہ ہر بات جانتا ہے)۔ جب زید چھوٹے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بنایا تھا

پھر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے پاس رہے۔ یہاں تک کہ جوان ہوگئے اور لوگ انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْكُمْ ، یعنی انہیں اسطرح پکارا کرو فلاں شخص فلاں شخص کا دوست ہے اور فلاں ، فلاں کا بھائی ہے) اواقسط عند اللہ سے مراد یہی ہے کہ اللہ کے نزدیک یہی عدل کی بات ہے۔ یہ حدیث داؤد بن ابی ہندہ سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1155)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (فَلَمَّا قَضٰى زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا ، پھر جب زید تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض۔ ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا)۔ تو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوسری ازواج مطہرات پر فخر کرتے ہوئے کہا کرتی تھیں کہ تم لوگوں کا نکاح تو تمہارے عزیزوں جبکہ میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان سے کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1160)

## نبی کریم ﷺ کے تقویٰ کا بیان

آپ پر یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ زینب سے تمہارا نباہ نہیں ہو سکے گا اور طلاق ضرور واقع ہو گی اور اللہ تعالیٰ انہیں ازواج مطہرات میں داخل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کو اس کا ظاہر کرنا منظور تھا۔ جب حضرت زید نے زینب کو طلاق دے دی تو آپ کو لوگوں کے طعن کا اندیشہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کرنے کا اور ایسا کرنے سے لوگ طعنہ دیں گے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کر لیا جو ان کے منہ بولے بیٹے کے نکاح میں رہی تھی۔ مقصود یہ ہے کہ امرِ مباح میں بیجا طعن کرنے والوں کا کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہئے۔

اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والے اور سب سے زیادہ تقوٰی والے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اور حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدّت گزر گئی۔ حضرت زینب کی عدّت گزرنے کے بعد ان کے پاس حضرت زید رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیام لے کر گئے اور انہوں نے سر جھکا کر کمالِ شرم و ادب سے انہیں یہ پیام پہنچایا، انہوں نے کہا کہ اس معاملہ میں اپنی رائے کو کچھ بھی دخل نہیں دیتی جو میرے رب کو منظور ہو اس پر راضی ہوں یہ کہہ کر وہ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئیں اور انہوں نے نماز شروع کر دی اور یہ آیت نازل ہوئی حضرت زینب کو اس نکاح سے بہت خوشی اور فخر ہوا، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شادی کا ولیمہ بہت وسعت کے ساتھ کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

| |
|---|
| مَا كَانَ عَلَى النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ |
| خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ |
| اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اس کام (کی انجام دہی) میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے ان کے لئے فرض فرما دیا ہے، |
| اللہ کا یہی طریقہ و دستور ان لوگوں میں (بھی رہا) ہے جو پہلے گزر چکے، اور اللہ کا حکم فیصلہ ہے جو پورا ہو چکا۔ |

## اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ میں وسعت کا بیان

"مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ " أَحَلَّ "اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ " أَيْ كَسُنَّةِ اللَّهِ فَنُصِبَ بِنَزْعِ الْخَافِضِ "فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ " مِنْ الْأَنْبِيَاء أَنْ لَا حَرَجَ عَلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ تَوْسِعَة لَهُمْ فِي النِّكَاح "وَكَانَ أَمْرُ اللَّه" فِعْله "قَدَرًا مَقْدُورًا" مَقْضِيًّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حوالے سے کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے یعنی حلال قرار دیا ہے۔اس کے لئے (یہ) اللہ تعالیٰ کی سنت ہے یعنی اس کی سنت کی مانند ہے۔یہاں پر اس لفظ کو زیر دینے والے حرف کی غیر موجودگی کی وجہ سے منصوب پڑھا گیا ہے۔ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے گزر چکے ہیں یعنی جو انبیاء (پہلے گزر چکے ہیں) یعنی ان کے لئے اس حوالے سے کوئی حرج نہیں تھا کیونکہ ان کے لئے (اس طرح کے) نکاح کی گنجائش تھی اور اللہ تعالیٰ کا امر یعنی اس کا فعل طے شدہ ہے جو مقدور ہے یعنی اس کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

## نکاح کے احکام میں انبیائے کرام کیلئے وسعت کا بیان

انبیاء کرام علیہم السلام کو بابِ نکاح میں وسعتیں دی گئیں کہ دوسروں سے زیادہ عورتیں ان کے لئے حلال فرمائیں جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیبیاں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیبیاں تھیں یہ ان کے خاص احکام ہیں ان کے سوا دوسروں کو روا نہیں، نہ کوئی اس پر معترض ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کے لئے جو حکم فرمائے اس پر کسی کو اعتراض کی کیا مجال اس میں یہود کا رد ہے جنہوں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر چار سے زیادہ نکاح کرنے پر طعن کیا تھا اس میں انھیں بتایا گیا کہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے جیسا کہ پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کے لئے تعدادِ ازواج میں خاص احکام تھے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

| |
|---|
| ۣالَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝ |
| وہ لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے تھے اور اس کا خوف رکھتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے، اور اللہ حساب لینے والا کافی ہے۔ |

## سب سے زیادہ تقویٰ انبیائے کرام کیلئے ہونے کا بیان

"الَّذِينَ" نَعْت لِلَّذِينَ قَبْله "يُبَلِّغُونَ رِسَالَات اللَّه وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إلَّا اللَّه" فَلَا يَخْشَوْنَ مَقَالَة النَّاس فِيمَا أَحَلَّ اللَّه لَهُمْ "وَكَفَى بِاَللَّهِ حَسِيبًا" حَافِظًا لِأَعْمَالِ خَلْقه وَمُحَاسَبَتهمْ

وہ لوگ یہ پہلے والے لوگوں کی صفت ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغامات کی تبلیغ کی اور اس سے ڈرتے رہے۔وہ کسی سے نہیں ڈرے صرف اللہ سے ڈرے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز ان کے لئے حلال قرار دی تھی اس کے بارے میں وہ لوگوں کی باتوں سے نہیں ڈرے اور اللہ تعالیٰ حسیب ہونے کے اعتبار سے کافی ہے یعنی اپنی مخلوق کے اعمال کی حفاظت

کرنے اوران سے حساب لینے کے حوالے سے۔

صفت انبیاء علیہم السلام کی یہ بیان کی گئی کہ (آیت) ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ، یعنی یہ حضرات اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اس میں یہ بھی داخل ہے کہ بمصالح دینیہ اگر ان کو کسی کام کی عملی تبلیغ کا مامور کیا جاتا ہے وہ اس میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے، اگر کچھ لوگ اس پر طعنہ کریں تو اس سے نہیں ڈرتے۔

ان کی تعریف ہو رہی ہے جو اللہ کی مخلوق کو اللہ کے پیغام پہنچاتے ہیں اور امانت اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں اور اس سے ڈرتے رہتے ہیں اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں کرتے، کسی کی سطوت وشان سے مرعوب ہو کر پیغام اللہ کا پہنچانے میں خوف نہیں کھاتے۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد کافی ہے۔ اس منصب کی ادائیگی میں سب کے پیشوا بلکہ ہر اک امر میں سب کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خیال فرمائیے کہ مشرق ومغرب کے ہر ایک بنی آدم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کی تبلیغ کی۔ اور جب تک اللہ کا دین چار دانگ عالم میں پھیل نہ گیا، آپ مسلسل مشقت کے ساتھ اللہ کے دین کی اشاعت میں مصروف رہے۔ آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوم ہی کی طرف آتے رہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری دنیا کی طرف اللہ کے رسول بن کر آئے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

## بے خوف ہو کر برائی سے منع کرنے کا بیان

مسند احمد میں ہے تم میں سے کوئی اپنا آپ ذلیل نہ کرے۔ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے! فرمایا خلاف شرع کام دیکھ کر، لوگوں کے خوف کے مارے خاموش ہو رہے۔ قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ تو کیوں خاموش رہا؟ یہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈر سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے زیادہ خوف رکھنے کے قابل تو میری ذات تھی۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ |
| وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ |
| محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیاء |
| کے آخر میں (سلسلہ نبوت ختم کرنے والے) ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا بیان

"مَا كَانَ مُحَمَّد أَبَا أَحَد مِنْ رِجَالكُمْ" فَلَيْسَ أَبَا زَيْد : أَيْ وَالِده فَلَا يَحْرُم عَلَيْهِ التَّزَوُّج بِزَوْجَتِهِ زَيْنَب "وَلَكِنْ" كَانَ "رَسُول اللَّه وَخَاتَم النَّبِيِّينَ" فَلَا يَكُون لَهُ ابْن رَجُل بَعْده يَكُون نَبِيًّا وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ التَّاء كَآلَةِ الْخَتْم : أَيْ بِهِ خُتِمُوا "وَكَانَ اللَّه بِكُلِّ شَيْء عَلِيمًا" مِنْهُ بِأَنْ لَا نَبِيّ بَعْده وَإِذَا نَزَلَ السَّيِّد عِيسَى يَحْكُم بِشَرِيعَتِهِ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی ایک کے والد نہیں ہیں یعنی زید کے ابو نہیں ہیں یعنی اس کے والد نہیں ہیں اس لئے ان کے لئے اس کی اہلیہ زینب کے ساتھ شادی کرنا حرام نہیں ہے لیکن وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور نبیوں (کے سلسلے) کو ختم کرنے والے ہیں لہٰذا ان کے بعد ان کا کوئی بیٹا نہیں ہوگا جو نبی ہو سکے۔ایک قرات کے مطابق ت پر زبر پڑھی جائے گی یعنی وہ آلہ (یعنی مہر) جس کے ذریعے مہر لگائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کے بارے میں علم رکھتا ہے اس میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حضرت عیسیٰ بھی جب نازل ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق فیصلے کریں گے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زید کے والد نہیں ۔یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی نرینہ اولاد بلوغت کو پہنچی ہی نہیں۔قاسم، طیب اور طاہر تین بچے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے، حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ایک بچہ ہوا جس کا نام حضرت ابراہیم لیکن یہ بھی دودھ پلانے کے زمانے میں ہی انتقال کر گئے۔آپ کی لڑکیاں حضرت خدیجہ سے چار تھیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین ان میں سے تین تو آپ کی زندگی میں ہی رحلت فرما گئیں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آپ کے چھ ماہ بعد ہوا۔تو حضرت زید کے بھی آپ حقیقت میں باپ نہیں کہ ان کی منکوحہ آپ کے لئے حلال نہ ہوتی، قاسم وطیّب وطاہر وابراہیم حضور کے فرزند تھے مگر وہ اس عمر کو نہ پہنچے کہ انھیں مرد کہا جائے، انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

## ختم نبوت پر احادیث سے دلائل کا بیان

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میری مثال اور ان پیغمبروں کی مثال جو مجھ سے پہلے گزر گئے ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور خوشنما بنایا اس کے ایک گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ جب اس مکان میں جاتے تو تعجب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 789)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اور دوسرے تمام انبیاء کی مثال اس محل کی سی ہے جس کے در و دیوار نہایت شاندار اور عمدہ ہوں، لیکن اس دیوار میں اینٹ کی جگہ خالی رہ گئی ہو اور جب لوگ اس محل کے گرد پھر کر عمارت کو دیکھیں تو عمارت کی شان وشوکت اور در و دیوار کی خوشنمائی انہیں حیرت میں ڈال مگر ایک اینٹ کے بقدر اس خالی جگہ کو دیکھ کر انہیں سخت تعجب ہو پس میں اس اینٹ کی جگہ بھرنے والا ہوں، اس عمارت کی تکمیل میری ذات سے ہے اور انبیاء و رسل کے سلسلہ کا اختتام مجھ پر ہو گیا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "پس میں ہی وہ اینٹ ہوں (جس کی جگہ خالی رکھی گئی تھی) اور میں ہی نبیوں کے سلسلہ کو پایہ اختتام تک پہنچانے والا ہوں۔(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 309)

یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی واضح دلیل ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے دنیا میں اپنے رسول اور نبی بھیجنے کا جو سلسلہ انسان اول حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا وہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی اور رسول اس دنیا میں آیا ہے اور نہ آئندہ کبھی آئے گا۔ اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے نفسیاتی طریقہ سے ایک مثال کے ذریعہ فرمایا کہ مجھ سے پہلے دنیا میں جتنے اور رسول آئے وہ اللہ کی طرف سے جو شریعت، آئین ہدایت، علم و دین اور پیغام و احکام لائے ان کا مجموعہ کو ایک ایسا محل تصور کرو جو نہایت شاندار، مضبوط و پختہ اور دیدہ زیب ہو، لیکن اس کی دیوار میں ایک اینٹ کے برابر جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو اور وہ خالی جگہ کسی ایسے شخص کی منتظر ہو جو آ کر اس کو پر کر دے اور اس خالی جگہ کے نقص کو پورا کر کے محل کی تعمیر کا سلسلہ ختم کر دے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آنے والے انبیاء کی بعثت، ان کی لائی ہوئی شریعت و ہدایت اور ان کے تبلیغ و ارشاد کے ذریعہ دین کا محل گویا تیار ہو چکا تھا، لیکن کچھ کسر باقی رہ گئی تھی، وہ کسر ہمارے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے پوری ہو گئی، اب نہ اللہ کا دین ناقص ہے، نہ شریعت حقہ غیر مکمل ہے اور نہ کسی نبی کے آنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔

(۳) حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اسی وقت سے خاتم النبیین لکھا ہوا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام اپنی گندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں میرا پہلا امر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے حضرت عیسی علیہ السلام کی بشارت ہے اور میری ماں کا خواب ہے جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا، حقیقت یہ ہے کہ میری ماں کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا تھا جس نے ان پر شام کے محلات کو روشن کر دیا تھا۔ اس روایت کو بغوی نے (اپنی اسناد کے ساتھ) شرح السنۃ میں نقل کیا ہے۔ نیز امام احمد نے بھی اس روایت کو ساخبرکم سے آخر تک ابوامامہ سے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 321)

(۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گوشت لایا گیا تو آپ کو ایک دست اٹھا کر دی گئی کیونکہ دست کا گوشت آپ کو بہت مرغوب تھا آپ نے اس کو تناول فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن سب کا سردار ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ روز قیامت تمام اولین و آخرین ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے وہ میدان ایسا ہموار اور وسیع ہوگا کہ ایک پکارنے والے کی آواز سب سن سکیں گے اور دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے گا سورج بہت قریب آ جائے گا لوگوں کو ایسی تکلیف ہوگی کہ برداشت نہ کر سکیں گے وہ کہیں گے دیکھو! کتنی بڑی تکلیف ہو رہی ہے کسی سفارشی کو تلاش کرو بعض کی رائے ہوگی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو لہٰذا سب ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح آپ میں پھونکی ہے اور ملائکہ سے آپ کو سجدہ کرایا ہے ہماری سفارش فرمایئے دیکھئے ہم کیسی تکلیف میں مبتلا ہیں حضرت آدم جواب دیں گے کہ آج میرا رب بہت غصہ میں ہے اس نے مجھے ایک درخت کے قریب جانے سے روکا تھا تو میں اس سے شرمندہ ہوں اور وہ نفسی نفسی کہیں گے اور

فرمائیں گے کہ تم سب حضرت نوح کے پاس جاؤ وہ سب حضرت نوح کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ پہلے نبی ہیں اور اللہ نے آپ کو اپنے شکر گزار بندے کے نام سے یاد فرمایا ہے لہٰذا آپ ہماری سفارش کیجئے کیونکہ ہماری حالت بہت خراب ہو رہی ہے حضرت نوح فرمائیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غصہ میں ہے میں نے ایسا غصہ کبھی نہیں دیکھا اور اس نے تو مجھے ایک دعا دی تھی وہ میں اپنی امت کے لئے مانگ چکا ہوں پھر وہ بھی نفسی نفسی فرمائیں گے اور لوگوں سے کہیں گے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ خلیل اللہ ہیں اور اللہ کے پیغمبر ہیں آپ ہمارے لئے شفاعت کیجئے وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ بہت غصہ میں ہے غصہ جو نہ پہلے آیا اور نہ پھر آئے گا اور میں نے دنیا میں یہ خطا کی تھی کہ تین جھوٹ بولے تھے ابوحیان نے ان تینوں جھوٹوں کا بھی بیان کیا ہے پھر وہ بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور لوگوں سے فرمائیں گے کہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ تمام لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اللہ نے آپ سے باتیں کیں اور آپ کو لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی ہے آپ ہماری شفاعت فرمایئے دیکھیے ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے آج تو میرا رب بہت خفا ہے اس سے پہلے اتنے غصہ میں نہیں آیا اور نہ آئندہ آئے گا میں نے دنیا میں ایک خطا کی تھی ایک آدمی کو مار ڈالا تھا جس کے مارنے کا حکم نہیں تھا آج مجھے نفسی نفسی پڑی ہے۔ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے اور عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم پر ڈالا تھا آپ اللہ کی روح ہیں آپ نے بچپن میں لوگوں سے باتیں کی ہیں لہٰذا ہماری سفارش کیجئے دیکھئے ہم کیسی مصیبت میں مبتلا ہیں وہ فرمائیں گے آج میرا رب بہت غصہ میں ہے نہ پہلے ایسا غصہ آیا نہ آئندہ آئے گا پھر وہ دنیا کا کوئی گناہ بیان نہیں کریں گے اور صرف نفسی نفسی فرمائیں گے اور کہیں گے آج تو تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے آپ ہماری شفاعت فرمایئے دیکھئے! ہم کیسی تکلیف میں ہیں اس وقت میں عرش کے نیچے سجدہ میں گر جاؤں گا اللہ تعالیٰ اپنی حمد و تعریف کا ایسا طریقہ مجھ پر منکشف فرمائے گا جو اس سے قبل کسی کو نہیں بتایا گیا لہٰذا میں اس طرح اس کی حمد بجالاؤں گا پھر حکم باری ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے سر کو اٹھایئے اور مانگئے جو آپ مانگنا چاہتے ہیں جو شفاعت آپ کریں گے قبول کی جائے گی میں سجدے سے سر کو اٹھا کر امتی امتی کہوں گا حکم ہوگا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت میں ان ستر ہزار لوگوں کو جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا داہنے دروازے سے جنت میں داخل کر دیجئے اور ان کو بھی اختیار ہے جس دروازے سے چاہیں داخل ہو جائیں اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ جنت کے ایک دروازہ کی چوڑائی اتنی ہے جیسا مکہ اور حمیر کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصری کے درمیان کی مسافت۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1905)

(۵) ام خالد بنت سعید کہتی ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور میں ازار و قمیص پہنے

ہوئے تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنہ سنہ (عبداللہ کا بیان ہے کہ سنہ حبشی زبان میں عمدہ چیز کو کہتے ہیں) ام خالد کا بیان ہے کہ میں خاتم نبوت سے کھیلنے لگی، میرے والد نے مجھے اٹھالیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے کھیلنے دو، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلی واخلقی تین بار فرمایا یہ کپڑا پرانا ہو اور پھٹ جائے (مراد دیر تک رہے) عبداللہ کا بیان ہے کہ وہ کپڑا بہت دنوں تک رہا۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 951)

(۶) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے چھ وجوہ سے انبیاء کرام علیہ السلام پر فضیلت دی گئی ہے مجھے جوامع الکلم عطا فرمائے گئے، رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی، میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا اور میرے لئے تمام روئے زمین پاک کرنے والی اور نماز کی جگہ بنادی گئی اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1162)

(۷) معاویہ بن قرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں بنومزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا پس ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور بیشک آپ کی قمیص کا گریبان کھلا ہوا تھا پس میں نے بیعت کی آپ سے پھر اپنا ہاتھ آپ کی قمیص میں ڈال دیا تو میں نے خاتم نبوت (جو آپ کی گردن سے ذرا نیچے تھی) کو ہاتھ سے مس کیا۔ عروہ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) کہ پس میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا سوائے گریبان کھلا، سردی، گرمی، ہر موسم میں اور نہ ہی وہ دونوں (گریبان بند کرنے کے لئے) گھنڈیاں لگایا کرتے تھے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 691)

(۸) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو آزاد کردہ غلام ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا یا یوں فرمایا کہ میرے پروردگار نے میرے لئے زمین کو سکیڑ دیا پس مجھے زمین کے مشارق ومغارب دکھائے گئے اور بیشک میری امت کی سلطنت عنقریب وہاں تک پہنچی گی جہاں تک میرے لئے زمین کو سمیٹا گیا اور مجھے دو خزانے سرخ وسفید دیئے گئے اور بیشک میں نے اپنی پروردگار سے اپنی امت کے لئے یہ سوال کیا کہ انہیں کسی عام قحط سے ہلاک نہ کیجیے اور نہ ان کے اوپر ان کے علاوہ کوئی غیر دشمن مسلط کر دے کہ وہ ان کو جڑ سے ختم کر دے۔ اور بیشک میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد۔ بیشک میں جب فیصلہ کرتا ہوں تو پھر وہ رد نہیں ہوتا اور میں انہیں کسی عام قحط سے ہلاک نہیں کروں اور نہ ہی ان پر کوئی غیر دشمن مسلط کروں گا اگرچہ سارا کرہ ارض سے ان پر دشمن جمع ہو کر حملہ آور ہو جائیں یہاں تک کہ مسلمانوں میں سے آپس میں ہی بعض بعض کو ہلاک کر دیں گے اور بعض بعض کو قید کر دیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مجھے اپنی امت پر گمراہ کرنے والے اماموں (مذہبی رہنماؤں) کا ڈر ہے اور جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی تو قیامت تک نہیں اٹھائی جائے گی اور قیامت اس دن تک قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ میری امت کے بعض قبائل مشرکین سے جاملیں گے اور یہاں تک کہ میری امت کے بعض قبائل بتوں کی عبادت کریں اور بیشک میری امت میں تیس کذاب ہوں گے

جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت میں سے ایک طائفہ ہمیشہ حق پر رہے گی ابن عیسیٰ کہتے ہیں کہ حق پر غالب رہے گی اور ان کے مخالفین انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر آ جائے۔ (سنن ابوداؤد: جلد سوم: حدیث نمبر 859)

(۹) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک میری امت کے کئی قبائل مشرکین کے ساتھ الحاق نہیں کریں گے اور بتوں کی پوجا نہیں کریں گے پھر فرمایا میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا یہ حدیث صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 101)

(۱۰) حضرت ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لمبے تھے نہ بہت پست قد تھے بلکہ میانہ قد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ بہت گھنگریالے تھے اور نہ بلکل سیدھے بلکہ تھوڑے تھوڑے گھنگریالے تھے۔ بہت موٹے بھی نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بلکل گول تھا بلکہ چہرے میں قدرے گولائی تھی۔ رنگ سرخ وسفید، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، جوڑ بڑے اور شانہ چوڑا تھا اور دونوں شانوں کے درمیان گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر بال نہیں تھے۔ بس سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر سی تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے بھرے بھرے تھے۔ جب چلتے تو پیر زمین پر گاڑ کر چلتے گویا کہ نیچے اتر رہے ہوں۔ اگر کسی کی طرف دیکھتے تو پورے گھوم کر دیکھتے آنکھیں پھیر کر نہیں۔ آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی وہ خاتم النبیین اور سب سے اچھے سینے والے (حسد سے پاک) سب سے بہترین لہجے والے، سب سے نرم طبیعت والے اور بہترین معاشرت والے تھے۔ جو اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا وہ ڈر جاتا اور جو ملتا محبت کرنے لگتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا کوئی نہیں دیکھا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1604)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا جب تم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجو تو عمدہ اور احسن طریقے سے درود بھیجو اس لئے کہ تمہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے تمہارا درود رسول اللہ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ روای کہتے ہیں کہ لوگوں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کہ پھر ہمیں (درود بھیجنے کا احسن طریق) سکھا دیجئے، فرمایا کہو اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ وَقَائِدِ الْخَيْرِ وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ اللَّهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا يَغْبِطُهُ بِهِ الْأَوَّلُونَ وَالْآخِرُونَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اے اللہ! اپنی عنایات اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرما دیجئے

رسولوں کے سردار اہل تقویٰ کے پیشوا خاتم الانبیاء اپنے بندے اور رسول بھلائی کے امام اور بھلائی کی طرف لے جانے والے اور رسول رحمت محمد پر، اے اللہ! ان کو مقام محمود عطا فرما جس پر اولین و آخرین سب رشک کریں اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر اسی طرح رحمت نازل فرمایئے جس طرح آپ نے ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت نازل فرمائی بلاشبہ آپ خوبیوں والے اور بزرگی والے ہیں۔ اے اللہ! محمد پر اور ان کی آل پر اسی طرح برکت نازل فرمایئے جس طرح آپ نے ابراہیم اور ان کی آل پر نازل فرمائی بلاشبہ آپ خوبیوں والے اور بزرگی والے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 906)

(۱۲) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکورہ سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ (شمائل ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 18)

(۱۳) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے کئی نام ہیں، میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں، میں حاشر ﷺ ہوں، میں ماحی ﷺ ہوں، میں خاتم ﷺ ہوں اور میں عاقب ﷺ ہوں۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 2553)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ |
| عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کرو۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہی ہے جو تم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی، |
| تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ مومنوں پر بڑی مہربانی فرمانے والا ہے۔ |

## صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا بیان

"وَسَبِّحُوهُ بُكْرَة وَأَصِيلًا" أَوَّل النَّهَار وَآخِره "هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ" أَيْ يَرْحَمكُمْ "وَمَلَائِكَته" يَسْتَغْفِرُونَ لَكُمْ "لِيُخْرِجكُمْ" لِيُدِيمَ إخْرَاجه إيَّاكُمْ "مِنْ الظُّلُمَات" أَيْ الْكُفْر "إلَى النُّور" أَيْ الْإِيمَان،

اور صبح یعنی دن کے اول حصے میں اور شام یعنی دن کے آخری حصے میں اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہی ہے وہ ذات جو تم پر رحمت نازل کرتی ہے یعنی تم پر رحم کرتی ہے اور اس کے فرشتے بھی یعنی وہ تمہارے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں تاکہ وہ تمہیں نکال دے یعنی وہ تمہیں ہمیشہ کے لئے دور کر دے تاریکیوں سے یعنی کفر سے۔ نور کی طرف (لے آئے) یعنی ایمان کی طرف اور وہ (اللہ تعالیٰ) اہل ایمان کے لئے (بطور خاص) رحم کرنے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے ذکر کی فضیلت کا بیان

ہمیں اس کا بکثرت ذکر کرنا چاہئے اور اس پر بھی ہمیں نعمتوں اور بڑے اجر وثواب کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ایک مرتبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھارے بہتر عمل اور بہت ہی زیادہ پاکیزہ کام اور سب سے بڑے درجے کی نیکی اور سونے چاندی کو راہ اللہ خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد سے بھی افضل کام نہ بتاؤں؟ لوگوں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ فرمایا اللہ عزوجل کا ذکر ہے۔(ترمذی ابن ماجہ وغیرہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی ہے جسے میں کسی وقت ترک نہیں کرتا۔دعا یہ ہے( اللھم اجعلنی اعظم شکرك واتبع نصیحتك واکثر ذکرك واحفظ وصیتك) یعنی اے اللہ تو مجھے اپنا بہت بڑا شکر گزار، فرماں بردار، بکثرت ذکر کرنے والا اور تیرے احکام کی حفاظت کرنے والا بنا دے۔(ترمذی وغیرہ)

دو اعرابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ایک نے پوچھا سب سے اچھا شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو لمبی عمر پائے، اور نیک اعمال کرے۔دوسرے نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام اسلام تو بہت سارے ہیں مجھے کوئی چوٹی کا حکم بتا دیجئے کہ اس میں چمٹ جاؤں آپ نے فرمایا ذکر اللہ میں ہر وقت اپنی زبان کو تر رکھ۔(ترمذی)

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر میں ہر وقت مشغول رہو یہاں تک کہ لوگ تمھیں مجنوں کہنے لگیں (مسند احمد) فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا بہ کثرت ذکر کرو یہاں تک کہ منافق تمھیں ریاکار کہنے لگیں۔(طبرانی)

فرماتے ہیں جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہاں اللہ کا ذکر نہ کریں وہ مجلس قیامت کے دن ان پر حسرت افسوس کا باعث بنے گی۔(مسند)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر فرض کام کی کوئی حد ہے۔پھر عذر کی حالت میں وہ معاف بھی ہے لیکن ذکر اللہ کی کوئی حد نہیں نہ وہ کسی وقت ٹلتا ہے۔ہاں کوئی دیوانہ ہو تو اور بات ہے۔کھڑے بیٹھے لیٹے رات کو دن کو خشکی میں تری میں سفر میں حضر میں غنا میں فقر میں صحت میں بیماری پوشیدگی میں ظاہر میں غرض ہر حال میں ذکر اللہ کرنا چاہیے۔صبح شام اللہ کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔تم جب یہ کرو گے تو اللہ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا اور فرشتے تمھارے لئے ہر وقت دعا گو رہیں گے۔اس بارے میں اور بھی بہت سی احادیث و آثار ہیں۔اس آیت میں بھی بکثرت ذکر اللہ کرنے کی ہدایت ہو رہی ہے۔

ان سب میں بہترین کتاب اس موضوع پر حضرت امام نووی رحمتہ اللہ علیہ کی ہے، صبح شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو جیسے فرمایا( فسبحان اللہ حین ( فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ، الروم: 17) اللہ کے لئے پاکی

ہے۔ جب تم شام کرو اور جب تم صبح کرو، اسی کے لئے حمد ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور بعد از زوال اور ظہر کے وقت، پھر اس کی فضیلت بیان کرنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے فرماتا ہے وہ خود تم پر رحمت بھیج رہا ہے۔ یعنی جب وہ تمھاری یاد رکھتا ہے تو پھر کیا وجہ کہ تم اس کے ذکر سے غفلت کرو؟ جیسے فرمایا (كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ١٥١) -2 البقرة: 151) جس طرح ہم نے تم میں خود تمہی میں سے رسول بھیجا جو تم پر ہماری کتاب پڑھتا ہے اور وہ سکھاتا ہے جسے تم جانتے ہی نہ تھے۔ پس تم میرا ذکر کرو میں تمھاری یاد کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے میں بھی اسے جماعت میں یاد کرتا ہوں۔

• جو اس کی جماعت سے بہتر ہوتی ہے۔ صلوۃ جب اللہ کی طرف مضاف ہو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بھلائی اپنے فرشتوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

## نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تسبیح کرنے کا بیان

حق تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان فرمایا کہ ایسے عظیم الشان پیغمبر اور پیغمبروں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا۔ اس پر اس کا شکر ادا کرو۔ اور منعم حقیقی کو کبھی نہ بھولو، اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، رات، دن صبح و شام، ہمہ اوقات اس کو یاد رکھو۔

## سورہ احزاب آیت ۴۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب آیت (اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، الأحزاب:56) نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب آپ کو اللہ تعالیٰ کوئی فضل و شرف عطا فرماتا ہے تو ہم نیازمندوں کو بھی آپ کے طفیل میں نوازتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ احزاب، بیروت)

یصلی کا صلہ علیٰ اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی اللہ کا بندے پر اپنی مہربانی اور رحمت نازل کرنا ہوتا ہے اور اگر یہ نسبت فرشتوں کی طرف ہو تو دعائے رحمت کرنا اور اگر بندے کی طرف ہو تو اس کے معنی دعائے رحمت بھی، دعائے جنازہ بھی اور نماز جنازہ بھی اور درود پڑھنا اور بھیجنا بھی ہوتا ہے۔

آیت مذکورہ میں لفظ صلوۃ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور فرشتوں کے لئے بھی، لیکن مصداق صلوٰۃ کا الگ الگ ہے۔ اللہ کی صلوٰۃ تو یہ ہے کہ وہ رحمت نازل فرمائے، اور فرشتے خود تو کسی کام پر قادر نہیں ان کی صلوٰۃ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے نزول رحمت کی دعا مانگیں۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ۚ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ۝

ان کی دعا، جس دن وہ اس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اس نے ان کے لیے با عزت اجر تیار کر رکھا ہے۔

## اہل ایمان کیلئے اللہ کی طرف سے بہ طورِ اعزاز سلام کا بیان

"تَحِيَّتُهُمْ" مِنْهُ تَعَالٰى "يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَام" بِلِسَانِ الْمَلَائِكَة "وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا" هُوَ الْجَنَّة

سلام اس کی طرف سے جو برتر ہے اس دن جب وہ اس سے ملاقات کریں گے۔لفظ سلام کے ذریعے یعنی فرشتوں کی زبانی اور اس نے ان کے لئے عزت والا اجر تیار کیا ہے۔یعنی جنت۔

سلام، یہ اسی صلوٰۃ کی توضیح وتفسیر ہے جو اللہ کی طرف سے مومن بندوں پر ہوتی ہے، یعنی جس روز یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے تو اس کی طرف سے ان کا اعزازی خطاب سلام سے کیا جائے گا یعنی السلام علیکم کہا جائے گا۔ اللہ سے ملنے کا دن کون سا ہوگا؟ امام راغب وغیرہ نے فرمایا کہ مراد اس سے روز قیامت ہے، اور بعض آئمہ تفسیر نے فرمایا کہ جنت میں داخلہ کا وقت مراد ہے، جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی سلام پہنچے گا اور سب فرشتے بھی سلام کریں گے۔اور بعض حضرات مفسرین نے اللہ سے ملنے کا دن موت کا دن قرار دیا ہے کہ وہ دن سارے عالم سے چھوٹ کر صرف ایک اللہ کے سامنے حاضری کا دن ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ملک الموت جب کسی مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتا ہے تو اول اس کو یہ پیام پہنچاتا ہے کہ تیرے رب نے تجھے سلام کہا ہے۔اور لفظ بقاء ان تینوں حالات پر صادق ہے اس لئے ان اقوال میں کوئی تضاد وتعارض نہیں ہوسکتا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سلام تینوں حالات میں ہوتا ہے۔(تفسیر روح المعانی، سورہ احزاب، بیروت)

ملنے وقت سے مراد یا موت کا وقت ہے یا قبروں سے نکلنے کا یا جنت میں داخل ہونے کا۔مروی ہے کہ حضرت مَلَکُ الموت علیہ السلام کسی مومن کی روح اس کو سلام کئے بغیر قبض نہیں فرماتے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب مَلَکُ الموت مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تیرا رب تجھے سلام فرماتا ہے اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ مومنین جب قبروں سے نکلیں گے تو ملائکہ سلامتی کی بشارت کے طور پر انھیں سلام کریں گے۔(جمل وخازن، سورہ احزاب، بیروت)

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ۝ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔

اور اس کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منور کرنے والا آفتاب بنا کر بھیجا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف شاہد، مبشر وغیرہ کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ إِنَّا أَرْسَلْنَاك شَاهِدًا" عَلَى مَنْ أُرْسِلْت إِلَيْهِمْ "وَمُبَشِّرًا" مِنْ صِدْقك بِالْجَنَّةِ "وَنَذِيرًا" مُنْذِرًا مَنْ كَذَّبَك بِالنَّارِ،

"وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ" إِلٰى طَاعَتِهٖ "بِإِذْنِهٖ" بِأَمْرِهٖ "وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا" أَيْ مِثْلَهٗ فِي الْاِهْتِدَاءِ بِهٖ،

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے یعنی ان لوگوں پر جن کی طرف تمہیں نازل کیا گیا ہے اور خوشخبری دینے والا یعنی انہیں جنت کی خوشخبری دینے والا جو تمہاری تصدیق کرے اور ڈرانے والا یعنی انہیں جہنم سے ڈرانے والا جو تمہاری تکذیب کرے۔

اور دعوت دینے والا اللہ کی طرف یعنی اس کی فرمانبرداری کی طرف اس کے اذن کے تحت یعنی اس کے امر کے تحت اور روشنی دینے والا سورج (یا چراغ) یعنی اس کی مانند اس حوالے سے کہ اس کے ذریعے رہنمائی حاصل کی جائے۔

## نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان

شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر بہت بہترین ترجمہ ہے، مفردات راغب میں ہے "اَلشُّهُوْدُ وَ الشَّهَادَةُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ "یعنی شہود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں، آپ کی رسالت عامّہ ہے جیسا کہ سورہ فرقان کی پہلی آیت میں بیان ہوا تو حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت تک ہونے والی ساری خلق کے شاہد ہیں اور ان کے اعمال و افعال و احوال، تصدیق، تکذیب، ہدایت، ضلال سب کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ (ابوالسعود و جمل، سورہ احزاب، بیروت)

## کتب سابقہ میں نبی کریم ﷺ کے اوصاف کا بیان

عطا بن یسار فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفتیں تورات میں کیا ہیں؟ فرمایا جو صفتیں آپ کی قرآن میں ہیں انہی میں بعض اوصاف آپ کے تورات میں بھی ہیں۔ تورات میں ہے اے نبی ہم نے تجھے گواہ اور خوشی سنانے والا، ڈرانے والا امتیوں کو بچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے تو بدگو اور فحش کلام نہیں ہے، نہ بازاروں میں شور مچانے والا۔ وہ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتا بلکہ درگذر کرتا ہے۔ اور معاف فرماتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ قبض نہیں کرے گا۔ جب تک لوگوں کو ٹیڑھا کر دیئے ہوئے دین کو اس کی ذات سے بالکل سیدھا نہ کر دے اور وہ لا الہ الا اللہ کے قائل نہ ہو جائیں۔ جس سے اندھی آنکھیں روشن ہو جائیں۔ اور بہرے کان سننے والے بن جائیں۔ اور پردوں والے دلوں کے زنگ چھوٹ جائیں۔ (بخاری)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت وہب بن منبہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نبی حضرت شعیب علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی کہ اپنی قوم بنی اسرائیل میں کھڑے ہو جاؤ، میں تمہاری زبان سے اپنی باتیں کہلواؤں گا۔ میں امیوں میں سے ایک نبی امی کو بھیجنے والا ہوں جو نہ بدخلق ہے نہ بدگو۔ نہ بازاروں میں شور وغل کرنے والا۔ اس قدر سکون و امن کا حامل ہے کہ اگر چراغ کے پاس سے بھی گذر جائے تو وہ نہ بجھے اور اگر بانسوں پر بھی چلے تو پیر کی چاپ نہ معلوم ہو۔ میں اسے خوشخبریاں سنانے والا اور

ڈرانے والا بنا کر بھیجوں گا۔ جو حق گو ہوگا اور میں اس کی وجہ سے اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا اور بہرے کانوں کو سننے والا کروں گا اور زنگ آلود دلوں کو صاف کر دوں گا۔ ہر بھلائی کی طرف اس کی ضمیر ہوگی۔ حکمت اس کی گویائی ہوگی۔ صدق و وفا اس کی عادت ہو گی۔ عفو در گذر اس کا خلق ہوگا۔ حق اس کی شریعت ہوگی۔ عدل اس کی سیرت ہوگی۔ ہدایت اس کی امام ہوگی اسلام اس کا دین ہوگا۔ احمد اس کا نام ہوگا۔ گمراہوں کو میں اس کی وجہ سے ہدایت دوں گا۔ جاہلوں کو اس کی بدولت علماء بنا دوں گا۔ تنزل والوں کو ترقی پر پہنچا دوں گا۔ انجانوں کو مشہور و معروف کر دوں گا۔ مختلف اور متضاد دلوں کو متفق اور متحد کر دوں گا۔ جداگانہ خواہشوں کو یکسو کر دوں گا۔ دنیا کو اس کی وجہ سے ہلاکت سے بچالوں گا۔ تمام امتوں سے اس کی امت کو اعلیٰ اور افضل بنا دوں گا۔ وہ لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے دنیا میں پیدا کئے جائیں گے۔ ہر ایک کو نیکی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے۔ وہ موحد ہوں گے، مومن ہوں گے، اخلاص والے ہوں گے، رسولوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے سب کو سچ ماننے والے ہوں گے۔ وہ اپنی مسجدوں مجلسوں اور بستروں پر چلتے پھرتے بیٹھے اٹھتے میری تسبیح حمد و ثنا بزرگی اور بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔ کھڑے اور بیٹھے نمازیں ادا کرتے رہیں گے۔ دشمنان اللہ سے صفیں باندھ کر حملہ کر کے جہاد کریں گے۔ ان میں سے ہزار ہا لوگ میری رضامندی کی جستجو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل کھڑے ہوں گے۔ منہ ہاتھ وضو میں دھویا کریں گے۔ تہبند آدھی پنڈلی تک باندھیں گے۔ میری راہ میں قربانیاں دیں گے۔ میری کتاب ان کے سینوں میں ہوگی۔ راتوں کو عابد اور دنوں کو مجاہد ہوں گے۔ میں اس نبی کی اہل بیت اور اولاد میں سبقت کرنے والے صدیق شہید اور صالح لوگ پیدا کر دوں گا۔ اس کی امت اس کے بعد دنیا کو حق کی ہدایت کرے گی، اور حق کے ساتھ عدل و انصاف کرے گی۔ ان کی امداد کرنے والوں کو میں عزت والا کروں گا۔ اور ان کو بلانے والوں کی مدد کروں گا۔ ان کے مخالفین اور ان کے باغی اور ان کے بدخواہوں پر بُرے دن لاؤں گا۔ میں انہیں ان کے نبی کے وارث کر دوں گا۔ جو اپنے رب کی طرف لوگوں کو دعوت دیں گے۔ نیکیوں کی باتیں بتائیں گے، برائیوں سے روکیں گے، نماز ادا کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، وعدے پورے کریں گے، اس خیر کو میں ان کے ہاتھوں پوری کروں گا جو ان سے شروع ہوئی تھی۔ یہ ہے میرا فضل جسے چاہوں دوں۔ اور میں بہت بڑے فضل و کرم کا مالک ہوں۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے جب یہ آیت اتری تو آپ نے انہیں فرمایا جاؤ خوشخبریاں سنانا نفرت نہ دلانا، آسانی کرنا سختی نہ کرنا، دیکھو مجھ پر یہ آیت اتری ہے۔ طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھ پر یہ اترا ہے کہ اے نبی ہم نے تجھے تیری امت پر گواہ بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا بنا کر جہنم سے ڈرانے والا بنا کر اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت کی طرف لوگوں کو بلانے والا بنا کر اور روشن چراغ قرآن کے ساتھ بنا کر بھیجا پس آپ اللہ کی وحدانیت پر کہ اس کے ساتھ اور کوئی معبود نہیں گواہ ہیں۔ اور قیامت کے دن آپ لوگوں کے اعمال پر گواہ ہوں گے۔ جیسے ارشاد ہے (وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا، النسآء: 41) یعنی ہم تجھے ان پر گواہ بنا کر لائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور تم پر یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورۃ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ○ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ |
| وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ○ |
| اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اور آپ کافروں اور منافقوں کا (یہ) کہنا (کہ ہمارے |
| ساتھ مذہبی سمجھوتہ کرلیں ہرگز) نہ مانیں اور ان کی ایذاء رسانی سے درگزر فرمائیں، اور اللہ پر بھروسہ (جاری) رکھیں، |
| اور اللہ ہی (حق و باطل کی معرکہ آرائی میں) کافی کارساز ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا اہل ایمان کو خوشخبری دینے کا بیان

"وَبَشِّرْ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُمْ مِنْ اللَّه فَضْلًا كَبِيرًا" هُوَ الْجَنَّة "وَلَا تُطِعْ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ" فِيمَا يُخَالِف شَرِيعَتك "وَدَعْ" اُتْرُكْ "أَذَاهُمْ" لَا تُجَازِهِمْ عَلَيْهِ إلَى أَنْ تُؤْمَر فِيهِمْ بِأَمْرٍ "وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّه" فَهُوَ كَافِيك "وَكَفَى بِاَللَّهِ وَكِيلًا" مُفَوَّضًا إلَيْهِ

اور تم بشارت دو اہل ایمان کو کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہے اور وہ جنت ہے۔ اور تم کافروں اور منافقوں کی پیروی نہ کرو اس چیز کے بارے میں جو وہ تمہاری شریعت کی مخالفت کرتے ہیں اور تم چھوڑ دو یعنی ترک کردو ان کی تکلیف دہ باتوں کو یعنی انہیں اس کا بدلہ نہ دو اس وقت تک جب تک تمہیں ان کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا جاتا اور اللہ پر توکل کرو۔ وہ تمہارے لئے کافی ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے کے حوالے سے کافی ہے یعنی جب معاملہ اس کے سپرد کر دیا جائے۔

آپ مومنوں کو بہترین اجر کی بشارت سنانے والے اور کافروں کو بدترین عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔ اور چونکہ اللہ کا حکم ہے اس کی بجا آوری کے ماتحت آپ مخلوق کو خالق کی عبادت کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ کی سچائی اس طرح ظاہر ہے جیسے سورج کی روشنی۔ ہاں کوئی ضدی اڑ جائے تو اور بات ہے، اے نبی! کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو نہ ان کی طرف کان لگاؤ اور ان سے درگذر کرو۔ یہ جو ایذائیں پہنچاتے ہیں انہیں خیال میں بھی نہ لاؤ اور اللہ پر پورا بھروسہ کرو وہ کافی ہے۔

## امت مسلمہ پر بعض انعامات کا بیان

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گذشتہ قوموں (یہود و نصاری) کے مقابلہ میں تمہارا رہنا ایسا ہے جیسے عصر سے سورج غروب ہونے کا وقت۔ اہل تورات کو تورات دی گئی انہوں نے (صبح سے) دوپہر تک مزدوری کی پھر تھک گئے تو انھیں ایک ایک قیراط ملا۔ اہل انجیل کو انجیل دی گئی انہوں نے (دوپہر سے) عصر کی نماز تک مزدوری کی پھر تھک گئے۔ انھیں بھی ایک قیراط ملا۔ پھر ہم مسلمانوں کو قرآن دیا گیا ہم نے سورج غروب ہونے تک مزدوری کی (اور کام پورا کر دیا) تو ہمیں دو قیراط دیئے گئے۔ اب اہل کتاب کہنے لگے: پروردگار! تو نے انھیں دو قیراط دیئے اور ہمیں ایک ایک حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ

کام کیا ہے؟" اللہ عزوجل نے انھیں جواب دیا: "میں نے تمہاری مزدوری سے (جو تم سے طے کی تھی) کچھ دبایا تو نہیں؟" وہ کہنے لگے: "نہیں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر یہ میرا فضل ہے جسے جو کچھ چاہوں دوں" (بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمیں دوسری امتوں پر تین باتوں میں فضیلت ملی۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں اور ہمارے لئے ساری زمین نماز کی جگہ ہے اور زمین کی خاک ہمیں پاک کرنے والی ہے جب پانی نہ ملے۔ ایک بات اور بیان کی۔ (مسلم۔ کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ |
| عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝ |
| اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر تم انھیں طلاق دے دو قبل اس کے کہ تم انھیں مَس کرو |
| (یعنی خلوتِ صحیحہ کرو) تو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں ہے کہ تم اسے شمار کرنے لگو، |
| پس انھیں کچھ مال و متاع دو اور انھیں اچھی طرح حسن سلوک کے ساتھ رخصت کرو۔ |

## خلوت صحیحہ سے پہلے طلاق دینے کی صورت میں متاع دینے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمْ الْمُؤْمِنَات ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْل أَنْ تَمَسُّوهُنَّ" وَفِي قِرَاءَة تُمَاسُّوهُنَّ أَيْ تُجَامِعُوهُنَّ "فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّة تَعْتَدُّونَهَا" تُحْصُونَهَا بِالْأَقْرَاءِ وَغَيْرهَا "فَمَتِّعُوهُنَّ" أَعْطُوهُنَّ مَا يَسْتَمْتِعْنَ بِهِ أَيْ إِنْ لَمْ يُسَمّ لَهُنَّ صَدَقَة وَإِلَّا فَلَهُنَّ نِصْف الْمُسَمَّى فَقَطْ قَالَهُ ابْن عَبَّاس وَعَلَيْهِ الشَّافِعِيّ "وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا" خَلُّوا سَبِيلهنَّ مِنْ غَيْر إِضْرَار

اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کرو اور پھر انہیں چھونے سے پہلے انہیں طلاق دے دو۔ ایک قرات کے مطابق لفظ "تما سو ھن" ہے یعنی تمہارا ان کے ساتھ صحبت کرنا (یعنی اس سے پہلے) تو تمہارے حوالے سے ان پر کوئی عدت لازم نہیں ہوگی جس کی تم گنتی کرو یعنی "قروء" وغیرہ کے حساب سے اسے شمار کرلو۔ تو تم انہیں متاع دو یعنی انہیں وہ چیزیں دو جسے وہ استعمال کرسکیں یعنی اس صورت میں اگر ان کے لئے مہر مقرر نہ کیا گیا ہو ورنہ انہیں صرف طے شدہ مہر کا نصف ملے گا۔ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی رائے ہے اور تم انہیں آرام سے الگ کردو یعنی کوئی نقصان پہنچائے بغیر ان کا راستہ چھوڑ دو۔

## خلوت صحیحہ کا فقہی مفہوم

امام احمد رضا بریلوی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زن و شوہر تنہائی کے مکان؛ میں جہاں کسی کے آنے جانے یا نظر پڑنے سے اطمینان ہو، یوں متفق ہوں کہ اُن کے ساتھ کوئی تیسرا ایسا نہ ہو جو ان کے افعال کو سمجھ سکے، نہ اُن میں کسی کو مقاربت

مانع شرعی یا حسی ہو مثلاً مرد یا عورت کی ایسی کم سنی جس میں صلاحیت قربت وقابلیت صحبت نہ ہو یا شوہر کی ناسازی طبع یا عورت کا حیض یا نفاس یا ایسے مرض میں ہونا جس کے سبب وقت وقوع فعل قربت سے اسے مضرت پہنچے یا ان میں کسی کا نماز میں فرض یا ماہ رمضان میں روزہ فرض سے مشغول ہونا ہے۔

اور خلوت صحیحہ وجوب مہر کی شرط نہیں، وجوب مہر تو منعقد نکاح سے ہوتا ہے، ہاں خلوت سے مہر متاکد ہو جاتا ہے بایں معنی کہ اگر پیش از وطی وخلوت صحیحہ طلاق تو نصف مہر لازم آتا، اب کہ خلوت واقع ہوگئی کل لازم آئے گا۔(فتاویٰ رضویہ، کتاب النکاح، باب مہر)

خلوت صحیحہ یہ ہے کہ زوج زوجہ ایک مکان میں جمع ہوں اور کوئی چیز مانع جماع نہ ہو یہ خلوت جماع ہی کے حکم میں ہے اور موانع تین ہیں۔(۱)حسی (۲)شرعی (۳)طبعی

## خلوت صحیحہ کے موانع کا فقہی بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔(۱) مانع حسی جیسے مرض کہ شوہر بیمار ہے تو مطلقاً خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور زوجہ بیمار ہو تو اس حد کی بیمار ہو کہ وطی سے ضرر کا اندیشہ صحیح ہو اور ایسی بیماری نہ ہو تو خلوت صحیحہ ہو جائے گی۔

(۲) مانع طبعی جیسے وہاں کسی تیسرے کا ہونا، اگرچہ وہ سوتا ہو یا نابینا ہو، یا اس کی دوسری بی بی ہو یا دونوں میں کسی کی باندی ہو، ہاں اگر اتنا چھوٹا بچہ ہو کہ کسی کے سامنے بیان نہ کر سکے گا تو اس کا ہونا مانع نہیں یعنی خلوت صحیحہ ہو جائے گی۔ مجنون ومعتوہ بچہ کے حکم میں ہیں اگر عقل کچھ رکھتے ہیں تو خلوت نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر وہ شخص بے ہوشی میں ہے تو خلوت ہو جائے گی۔ اگر وہاں عورت کا کتا ہے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر مرد کا ہے اور اندیشہ ہے جب بھی نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی۔

(۳) مانع شرعی مثلاً عورت حیض یا نفاس میں ہے یا دونوں میں کوئی مُحرم ہو، احرام فرض کا ہو یا نفل کا، حج کا ہو یا عمرہ کا، یا ان میں کسی کا رمضان کا روزہ ادا ہو یا نماز فرض میں ہو، ان سب صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوگی اور اگر نفل یا نذر یا کفارہ یا قضا کا روزہ ہو یا نفلی نماز ہو تو یہ چیزیں خلوت صحیحہ سے مانع نہیں اور اگر دونوں ایک جگہ تنہائی میں جمع ہوئے مگر کوئی مانع شرعی یا طبعی یا حسی پایا جاتا ہے تو خلوت فاسدہ ہے۔

اور وہ لڑکا جو اس قابل نہیں کہ صحبت کر سکے مگر اپنی عورت کے ساتھ تنہائی میں رہا یا زوجہ اتنی چھوٹی لڑکی ہے کہ اس قابل نہیں اس کے ساتھ اس کا شوہر رہا تو دونوں صورتوں میں خلوت صحیحہ نہ ہوئی۔

اور اگر عورت کے اندام نہانی میں کوئی ایسی چیز پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے وطی نہیں ہو سکتی، مثلاً وہاں گوشت آ گیا یا مقام جڑ گیا یا ہڈی پیدا ہوگئی یا غدود ہو گیا تو ان صورتوں میں خلوت صحیحہ نہیں ہو سکتی۔(درمختار، کتاب النکاح، ج ۴، ص ۲۴۵، بیروت)

علامہ علی بن محمد زبیدی حنفی علیہا الرحمہ لکھتے ہیں۔

اور جب عورت مرد کے پاس تنہائی میں گئی مرد نے اسے نہ پہچانا، تھوڑی دیر ٹھہر کر چلی آئی یا مرد عورت کے پاس گیا اور اسے نہیں پہچانا، چلا آیا تو خلوت صحیحہ نہ ہوئی، لہٰذا اگر عورت خلوت صحیحہ کا دعویٰ کرے اور مرد یہ عذر پیش کرے تو مان لیا جائے گا اور اگر مرد

نے پہچان لیا اور عورت نے نہ پہچانا تو خلوت صحیحہ ہوگئی۔

اور جس جگہ اجتماع ہوا وہ جگہ اس قابل نہیں کہ وہاں وطی کی جائے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی، مثلاً مسجد اگرچہ اندر سے بند ہو اور راستہ اور میدان اور حمام میں جب کہ اس میں کوئی ہو یا اس کا دروازہ کھلا ہو اور اگر بند ہو تو ہو جائے گی اور جس چھت پر پردہ کی دیوار نہ ہو یا ٹاٹ وغیرہ موٹی چیز کا پردہ نہ ہو یا ہے مگر اتنا نیچا ہے کہ اگر کوئی کھڑا ہو تو ان دونوں کو دیکھ لے تو اس پر بھی نہ ہوگی ورنہ ہو جائے گی اور اگر مکان ایسا ہے جس کا دروازہ کھلا ہوا ہے کہ اگر کوئی باہر کھڑا ہو تو ان دونوں کو دیکھ سکے یا یہ اندیشہ ہے کہ کوئی آ جائے تو خلوت صحیحہ نہ ہوگی۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب النکاح، ج ۲، ص ۱۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اور اگر اس نے طلاق دی تو عورت پر عدّت واجب، بلکہ عدّت میں نان ونفقہ اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب ہے۔ بلکہ نکاح صحیح میں عدت تو مطلقاً خلوت سے واجب ہوتی ہے صحیحہ ہو یا فاسدہ البتہ نکاح فاسد ہو تو بغیر وطی کے عدّت واجب نہیں۔ خلوت کا یہ حکم بھی ہے کہ جب تک عدت میں ہے اس کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔

اور اس کے علاوہ چار عورتیں نکاح میں نہیں ہوسکتیں۔ اگر وہ آزاد ہے تو اس کی عدّت میں باندی سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اور اس عورت کو جس سے خلوت صحیحہ ہوئی اس زمانہ میں طلاق دے جو موطؤہ کے طلاق کا زمانہ ہے۔ اور عدّت میں اسے طلاق بائن دے سکتا ہے مگر اس سے رجعت نہیں کرسکتا، نہ طلاق رجعی دینے کے بعد فقط خلوت صحیحہ سے رجعت ہوسکتی ہے۔ اور اس کی عدّت کے زمانہ میں شوہر مر گیا تو وارث نہ ہوگی۔ خلوت سے جب مہر موکد ہو چکا تو اب ساقط نہ ہوگا اگرچہ جدائی عورت کی جانب سے ہو۔ (جوہرہ نیرہ، کتاب النکاح، ج ۲، ص ۱۹، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

## خلوت صحیحہ میں عورت کے قول کا اعتبار کیا جائے گا

اگر میاں بی بی میں تفریق ہوگئی، مرد کہتا ہے کہ خلوت صحیحہ نہ ہوئی، عورت کہتی ہے ہوگئی تو عورت کا قول معتبر ہے۔

## مطلق خلوت ہونے کے بعد مہر دینے میں مذاہب اربعہ

جمہور کے ہاں یہی ہے کہ کامل مہر واجب ہو جاتا ہے، چنانچہ جس نے بھی اپنی بیوی سے صحیح خلوت کر لی، یعنی وہ بغیر کسی بڑے یا چھوٹے یا امتیاز کرنے والے بچے کے بغیر صرف دونوں ہی خلوت کرلیں اور پھر عورت کو طلاق ہو جائے تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجمل یہ کہ جب مرد اپنی بیوی سے صحیح عقد نکاح کے بعد خلوت کرلے تو اس کا مہر دینا ہوگا اور وہ عدت بھی پوری کریگی چاہے اس نے اس سے جماع نہ بھی کیا ہو، خلفاء راشدین سے یہی مروی ہے۔

امام احمد اور اثرم نے زرارۃ بن اوفی سے روایت کیا ہے کہ: خلفاء راشدین نے یہ فیصلہ کیا: جس نے دروازہ بند کرلیا یا پردہ گرا کر اندر چلا گیا تو اس پر پورا مہر واجب ہوگا، اور عدت بھی واجب ہوگی.

اور اثرم نے احنف سے یہ بھی روایت کیا ہے کہ: عمر اور علی اور سعید بن مسیب اور زید بن ثابت سب کے ہاں اس پر عدّت ہو گی اور اسے پورا مہر دیا جائیگا، اور یہ معاملہ جات مشہور ہیں اور اس میں ان کے دور میں کسی نے بھی مخالفت نہیں کی تو اس طرح یہ

اجماع ہوا۔ (المغنی (191/7)

"امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ذکر کی جاتی ہے جو ایک قاعدہ اور اصول ہونی چاہیے وہ کہتے ہیں: کیونکہ اس نے عورت سے وہ کچھ حلال کر لیا جو کسی اور کے لیے حلال نہ تھا، اس لیے ان کا کہنا ہے: اگر مرد نے اس کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کا کوئی حصہ جو خاوند کے علاوہ کوئی اور نہیں دیکھتا مثلاً شرمگاہ تو وہ عورت پورے مہر کی مستحق ہوگی، کیونکہ اس نے وہ کچھ حلال کر لیا جو اس کے علاوہ کسی اور کے لیے حلال نہیں تھا۔

اس بنا پر اگر تو آپ نے بیوی سے وہ کچھ فائدہ حاصل کر لیا ہے تو اس کے لیے پورا مہر واجب ہوگا، اور اس کو عدت بھی پوری کرنا ہوگی۔

دوم: مطلقہ عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ اگر بالغ اور عقلمند ہو تو اپنے مہر میں سے کچھ حصہ معاف کر دے؛ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں. ? اور اسی طرح جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے وہ بھی اسی طرح معاف کر سکتا ہے، اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس سے مراد خاوند ہے یا کہ عورت کا ولی؟

ابو حنیفہ اور احمد اور شافعی کے نئے قول میں اس سے خاوند مراد ہے، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ وہ نصف مہر معاف کر دے اور اسے مطلقہ عورت کے لیے چھوڑ دے۔

اور امام مالک اور امام شافعی قدیم قول میں اس سے ولی مراد لیتے ہیں، چنانچہ اسے حق حاصل ہے کہ اپنی ولایت میں عورت کا نصف مہر چھوڑ سکتا ہے۔

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اہل علم کا اختلاف ہے کہ نکاح کی گرہ کس کے ہاتھ میں ہے امام احمد کا ظاہر مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد خاوند ہے، اور امام مالک اور علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے.. کیونکہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے: اور یہ کہ تم معاف کر دو یہ تقوی کے زیادہ قریب ہے. اور وہ معافی جو تقوی کے زیادہ قریب ہے وہ خاوند اپنا حق معاف کر دے، رہا یہ کہ ولی عورت کا مال معاف کر دے یہ تقوی کے زیادہ قریب نہیں، اور اس لیے بھی کہ مہر تو بیوی کا مال ہے، اس لیے ولی نہ تو اسے ہبہ کرنے اور نہ ہی معاف کرنے کا مالک ہے جس طرح عورت کا دوسرا مال اور اس کے حقوق معاف نہیں کر سکتا، اور اسی طرح سارے ولی بھی۔ (المغنی ابن قدامہ (195/1)

## دخول سے قبل طلاق دینے پر مہر میں فقہی مذاہب

حافظ عماد الدین شافعی لکھتے ہیں۔ اے ایمان والو تم جب ایمان والی عورت سے نکاح کر لو پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر تمہاری طرف سے کوئی عدت نہیں جو عدت وہ گزاریں تم انہیں کچھ مال اسباب دے دو اور حسن کردار سے چھوڑ دو،

سعید بن مسیتب کا قول ہے کہ سورۃ احزاب کی یہ آیت سورۃ بقرہ کی آیت سے منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت سہل بن سعد اور

ابو اسید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیہ بنت شرجیل سے نکاح کیا جب وہ رخصت ہو کر آئیں اور آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو گویا اس نے برا مانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو اسید سے فرمایا اسے دو رنگین کپڑے دے کر رخصت کرو،

تیسرا قول یہ ہے کہ صرف اسی صورت میں بطور فائدہ کے اسباب و متاع کا دینا ضروری ہے جبکہ عورت کی وداع نہ ہوئی ہو اور مہر بھی مقرر نہ ہوا ہو اور اگر دخول ہو گیا ہو تو مہر مثل یعنی خاندان کے دستور کے مطابق دینا پڑے گا اگر مقرر نہ ہوا ہو اور اگر مقرر ہو چکا ہو اور رخصت سے پہلے طلاق دے دے تو آدھا مہر دینا پڑے گا اور اگر رخصتی بھی ہو چکی ہے تو پورا مہر دینا پڑے گا اور یہی متعہ کا عوض ہوگا۔ ہاں اس مصیبت زدہ عورت کیلئے متعہ ہے جس سے نہ ملاپ ہوا نہ مہر مقرر ہوا اور طلاق مل گئی۔

حضرت ابن عمر اور مجاہد کا یہی قول ہے، گو بعض علماء اسی کو مستحب بتلاتے ہیں کہ ہر طلاق والی عورت کو کچھ نہ کچھ دے دینا چاہئے ان کے سوا جو مہر مقرر کئے ہوئے نہ ہوں اور نہ خاوند بیوی کا میل ہوا ہو، یہی مطلب سورۃ احزاب کی اس آیت تخییر کا ہے جو اس سے پہلے اسی آیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے اور اسی لئے یہاں اس خاص صورت کیلئے فرمایا گیا ہے کہ امیر اپنی وسعت کے مطابق دیں اور غریب اپنی طاقت کے مطابق۔

حضرت شعبی سے سوال ہوتا ہے کہ یہ اسباب نہ دینے والا کیا گرفتار کیا جائے گا؟ تو آپ فرماتے ہیں اپنی طاقت کے برابر دے دے، اللہ کی قسم اس بارے میں کسی کو گرفتار نہیں کیا گیا اگر یہ واجب ہوتا تو قاضی لوگ ضرور ایسے شخص کو قید کر لیتے۔

امام احمد کا مسلک ہے کہ ہر قسم کی مطلقہ کے لئے یہ حق ہے اور یہ ہر ایک کے لئے واجب ہے یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ، حسن بصری، سعید بن جبیر، ابو قلابہ زہری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ہے، اُن کی دلیل یہ آیت ہے:

وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ O القرآن، البقرہ، 241:2

اور طلاق یافتہ عورتوں کو بھی مناسب طریقے سے خرچہ دیا جائے یہ پرہیز گاروں پر واجب ہے۔

## نکاح سے پہلے اطلاق طلاق میں فقہی مذاہب کا بیان

اس آیت میں بہت سے احکام ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کے ثبوت میں اس سے زیادہ صراحت والی آیت اور نہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ لفظ نکاح حقیقت میں صرف ایجاب و قبول کے لئے ہے؟ یا صرف جماع کے لئے ہے؟ یا ان دونوں کے مجموعے کے لئے؟ قرآن کریم میں اس کا اطلاق عقد و وطی دونوں پر ہی ہوا ہے۔ لیکن اس آیت میں صرف عقد پر ہی اطلاق ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دخول سے پہلے ہی خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ مومنات کا ذکر یہاں پر بوجہ غلبہ کے ہے ورنہ حکم کتابیہ عورت کا بھی یہی ہے۔ سلف کی ایک بڑی جماعت نے اس آیت سے استدلال کر کے کہا ہے کہ طلاق اسی وقت واقع ہوتی ہے جب اس سے پہلے نکاح ہو گیا ہو اس آیت میں نکاح کے بعد طلاق کو فرمایا ہے پس معلوم ہوا ہے کہ نکاح سے پہلے نہ طلاق صحیح ہے نہ وہ واقع ہوتی ہے۔

امام شافعی اور امام احمد اور بہت بڑی جماعت سلف وخلف کا یہی مذہب ہے۔ مالک اور ابوحنیفہ کا خیال ہے کہ نکاح سے پہلے بھی طلاق درست ہو جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کہا کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اس پر طلاق ہے۔ تو اب جب بھی اس سے نکاح کرے گا طلاق پڑ جائے گی۔ پھر مالک اور ابوحنیفہ میں اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو کہے کہ جس عورت سے میں نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو امام ابوحنیفہ کہتے ہیں پس وہ جس سے نکاح کرے گا اس پر طلاق پڑ جائے گی اور امام مالک کا قول ہے کہ نہیں پڑے گی کیونکہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص نے نکاح سے پہلے یہ کہا ہو کہ میں جس عورت سے نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو کیا حکم ہے؟ آپ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا اس عورت کو طلاق نہیں ہوگی۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق کو نکاح کے بعد فرمایا ہے۔ پس نکاح سے پہلے کی طلاق کوئی چیز نہیں۔

مسند احمد ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ میں ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ابن آدم جس کا مالک نہ ہو اس میں طلاق نہیں۔ اور حدیث میں ہے جو طلاق نکاح سے پہلے کی ہو وہ کسی شمار میں نہیں۔ (ابن ماجہ) پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم عورتوں کو نکاح کے بعد ہاتھ لگانے سے پہلے ہی طلاق دے دو تو ان پر کوئی عدت نہیں بلکہ وہ جس سے چاہیں اسی وقت نکاح کر سکتی ہیں۔ ہاں اگر ایسی حالت میں ان کا خاوند فوت ہو گیا ہو تو یہ حکم نہیں اسے چار ماہ دس دن کی عدت گذارنی پڑے گی۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ پس نکاح کے بعد ہی میاں نے بیوی کو اس سے پہلے ہی اگر طلاق دے دی ہے تو اگر مہر مقرر ہو چکا ہے تو اس کا آدھا دینا پڑے گا۔ ورنہ تھوڑا بہت دے دینا کافی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

## نکاح سے قبل طلاق میں مذاہب فقہاء کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی مالک ہونے سے پہلے غلام کو آزاد نہیں کیا جاسکتا اور پے در پے کے روزے یعنی رات کو افطار کئے بغیر مسلسل و پیہم روزے رکھے چلے جانا) جائز نہیں ہے (یہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے تھا اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے جائز تھا) بالغ ہونے کے بعد کوئی یتیم نہیں رہتا یعنی جس کے ماں باپ نہ ہوں اور وہ بالغ ہو جائے تو اسے یتیم نہیں کہیں گے) دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں (یعنی دودھ پینے کی مدت دو سال یا ڈھائی سال ہے اور دودھ پینے کے سبب جو حرمت نکاح ہوتی ہے وہ اس مدت کے بعد دودھ پینے سے ثابت نہیں ہوتی) اور دن بھر چپ رہنا جائز نہیں ہے (یا یہ کہ اس کا کوئی ثواب نہیں ہے) شرح السنۃ۔

اس روایت میں چند اصولی باتوں کو ذکر کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے ہی طلاق دے تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی کیونکہ طلاق دراصل نکاح کا جزء ہے کہ اگر نکاح کا وجود پایا جائے گا تو اس پر طلاق کا اثر بھی مرتب ہوگا اور جب سرے سے نکاح ہی نہیں ہوگا تو طلاق کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہوگی۔

اسی طرح فرمایا گیا کہ غلام جب تک اپنی ملکیت میں نہ آجائے اس کو آزاد کرنے کے کوئی معنی نہیں ہوں گے، اگر کوئی شخص کسی

ایسے غلام کو آزاد کردے جس کا وہ ابھی تک مالک نہیں بنا ہے تو وہ غلام آزاد نہیں ہوگا اس اعتبار سے یہ حدیث حضرت امام شافعی اور امام احمد کے مسلک کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے طلاق کی اضافت سبب ملک کی طرف کرے تو درست ہے مثلاً زید کسی اجنبی عورت سے یوں کہے کہ اگر میں تم سے نکاح کروں تو تم پر طلاق ہے یا یہ کہے کہ میں جس عورت سے بھی) نکاح کروں اس پر طلاق ہے تو اس صورت میں اگر زید اس عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کے وقت اس پر طلاق پڑ جائیگی۔

اسی طرح اگر کوئی شخص آزادی کی اضافت ملک کی طرف کرے مثلاً یوں کہے کہ اگر میں اس غلام کا مالک بنوں تو یہ آزاد ہے یا یہ کہے کہ میں جس غلام کا مالک بنوں وہ آزاد ہے تو اس صورت میں وہ غلام اس شخص کی ملکیت میں آتے ہی آزاد ہو جائےگا۔

لہٰذا یہ حدیث حنفیہ کے نزدیک نفی تنجیز پر محمول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس طلاق کا کبھی بھی کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ جس لمحہ اس نے طلاق دی ہے اس لمحہ طلاق نہیں پڑتی اس طرح اس حدیث سے طلاق کی تعلیق کی نفی نہیں ہوتی۔

ایک بات یہ فرمائی گئی ہے کہ دن بھر چپ رہنا ناجائز یا لاحاصل ہے اس ممانعت کی دلیل یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں چپ رہنا عبادت کے زمرہ میں آتا تھا۔ اور دن بھر چپ رہنا تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ ہماری امت میں یہ درست نہیں ہے کہ اس کی دلیل سے کچھ ثواب حاصل نہیں ہوتا ہاں اپنی زبان کو لایعنی کلام اور بری باتوں میں مشغولیت کے بجائے یقیناً یہ زیادہ بہتر ہے کہ اپنی زبان کو ہر وقت خاموش رکھا جائے۔

امام ابوالحسن فرغانی حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اور جس شخص نے کسی عورت سے یہ کہا: جس دن میں تمہارے ساتھ شادی کروں گا تو تمہیں طلاق ہے' پھر اس نے اسی رات اس عورت کے ساتھ شادی کر لی تو عورت کو طلاق ہو جائے گی' کیونکہ بعض اوقات لفظ ''یوم'' ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد دن کی سفیدی ہوتی ہے اور لفظ یوم کو اسی مفہوم پر محمول کیا جاتا ہے' اگر اس کا تعلق کسی ایسے فعل کے ساتھ ہو جو پھیلا ہوا ہو' جیسے روزہ رکھنا ہے یا کسی کے سپرد معاملہ کرنا ہے' کیونکہ عام طور پر اس سے مراد معیار ہوتا ہے اور یہ اس کے زیادہ لائق بھی ہے۔ بعض اوقات اس لفظ کو ذکر کیا جاتا ہے اور اس سے مراد ''مطلق وقت'' ہوتا ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور جو شخص اس دن پیٹھ پھیر کر بھاگے گا''۔ اس سے مراد ''مطلق وقت'' ہے' تو اسے اس پر محمول کیا جائے گا جب یہ کسی ایسے فعل کے ساتھ متصل ہو جو پھیلا ہوا نہ ہو۔ کیونکہ طلاق بھی اسی قسم سے تعلق رکھتی ہے اس لیے یہ لفظ رات اور دن دونوں کو شامل ہوگا۔ اگر مرد یہ کہے: میں نے اس لفظ کے ذریعے دن کی سفیدی ہی مراد لی تھی' تو قضاء میں اس کی بات کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ اس نے اپنے کلام کی حقیقت مراد لی ہے' اور رات صرف سیاہی کو شامل ہوتی ہے اور دن صرف سفیدی کو شامل ہوتا ہے' تو یہ بات لغت کے اعتبار سے ہے۔ (ہدایہ اولین، کتاب، طلاق، لاہور)

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۡ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۤ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اے نبی! بیشک ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال فرمادی ہیں جن کا مہر آپ نے ادا فرمادیا ہے اور جو (احکام الٰہی کے مطابق) آپ کی مملوک ہیں، جو اللہ نے آپ کو مال غنیمت میں عطا فرمائی ہیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں، اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے اور کوئی بھی مؤمنہ عورت بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح) کے لئے دے دے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی) اسے اپنے نکاح میں لینے کا ارادہ فرمائیں (تو یہ سب آپ کے لئے حلال ہیں)، (یہ حکم) صرف آپ کے لئے خاص ہے (امت کے) مومنوں کے لئے نہیں، واقعی ہمیں معلوم ہے جو کچھ ہم نے ان (مسلمانوں) پر ان کی بیویوں اور ان کی مملوکہ باندیوں کے بارے میں فرض کیا ہے، (مگر آپ کے حق میں تعددِ ازواج کی حِلّت کا خصوصی حکم اس لئے ہے) تا کہ آپ پر (امت میں تعلیم و تربیتِ نسواں کے وسیع انتظام میں) کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

## نکاح کیلئے اپنے آپ کو ہبہ کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَك أَزْوَاجك اللَّاتِي آتَيْت أُجُورهنَّ" مُهُورهنَّ "وَمَا مَلَكَتْ يَمِينك مِمَّا أَفَاءَ اللَّه عَلَيْك" مِنْ الْكُفَّار بِالسَّبْيِ كَصَفِيَّة وَجُوَيْرِيَة "وَبَنَات عَمّك وَبَنَات عَمَّاتك وَبَنَات خَالك وَبَنَات خَالَاتك اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَك" بِخِلَافِ مَنْ لَمْ يُهَاجِرْنَ "وَامْرَأَة مُؤْمِنَة إنْ وَهَبَتْ نَفْسهَا لِلنَّبِيِّ إنْ أَرَادَ النَّبِيّ أَنْ يَسْتَنْكِحهَا" يَطْلُب نِكَاحهَا بِغَيْرِ صَدَاق "خَالِصَة لَك مِنْ دُون الْمُؤْمِنِينَ" النِّكَاح بِلَفْظِ الْهِبَة مِنْ غَيْر صَدَاق "قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ "فِي أَزْوَاجهمْ" مِنْ الْأَحْكَام بِأَنْ لَا يَزِيدُوا عَلَى أَرْبَع نِسْوَة وَلَا يَتَزَوَّجُوا إلَّا بِوَلِيٍّ وَشُهُود وَمَهْر "وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانهمْ" مِنْ الْإِمَاء بِشِرَاءٍ وَغَيْره بِأَنْ تَكُون الْأَمَة مِمَّنْ تَحِلّ لِمَالِكِهَا كَالْكِتَابِيَّةِ بِخِلَافِ الْمَجُوسِيَّة وَالْوَثَنِيَّة وَأَنْ تُسْتَبْرَأ قَبْل الْوَطْء "لِكَيْلَا" مُتَعَلِّق بِمَا قَبْل ذَلِكَ "يَكُون عَلَيْك حَرَج" ضِيق فِي النِّكَاح "وَكَانَ اللَّه غَفُورًا" فِيمَا يَعْسُر التَّحَرُّز عَنْهُ "رَحِيمًا" بِالتَّوْسِعَةِ فِي ذَلِكَ.

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تمہارے لئے حلال قرار دی ہیں، تمہاری وہ بیویاں جنہیں تم ان کا اجر یعنی مہر دے دیتے ہو اور تمہاری زیر ملکیت (وہ عورتیں) جو اللہ تعالیٰ نے مال فے کے طور پر تمہیں دی ہیں یعنی جو کفار قیدی ہو کر آئے تھے جیسے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سیّدہ جویریہ رضی اللہ عنہا اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھی کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی (یعنی) جنہوں نے ہجرت نہیں کی ان کا حکم مختلف ہے اور مومن عورت اگر اپنے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہبہ کر دیتی ہے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ نکاح کرنے کا ارادہ کرے یعنی وہ مہر کے بغیر اس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہے۔ (یہ اجازت) صرف تمہارے لئے ہے۔ دیگر اہل ایمان کے لئے نہیں ہے یعنی کسی مہر کے بغیر لفظ ہبہ کے ذریعے نکاح کرنا۔ ہم جانتے ہیں جو ہم نے مقرر کیا ہے۔ ان پر یعنی اہل ایمان پر ان کی بیویوں کے بارے میں یعنی جو احکام (لازم کئے ہیں) یعنی وہ چار سے زیادہ خواتین کے ساتھ (بیک وقت) شادی نہیں کر سکتے اور سرپرست، گواہوں اور مہر کے بغیر بھی شادی نہیں کر سکتے۔

اور اس کے بارے میں جس کے تمہارے ہاتھ مالک ہوتے ہیں یعنی جو کنیزیں خرید کر یا کسی اور طریقے سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ وہ کنیز ہو جو (یعنی جس کے ساتھ صحبت کرنا) اس کے مالک کے لئے حلال ہو جیسے کتابیہ عورت جبکہ مجوسی اور بت پرست عورت کا حکم مختلف ہے۔ اسی طرح صحبت سے پہلے کنیز کا استبراء کروالیا جائے تاکہ تم پر کوئی حرج نہ ہو، یہ لفظ متعلق ہے۔

اس سے پہلے کے پورے جملے کے اور (حرج سے مراد) نکاح کے معاملے میں تنگی ہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے۔ اس کی جس سے بچنا مشکل ہے اور رحم کرنے والا ہے یعنی اس معاملے میں کشادگی کے حوالے سے۔

## سورہ احزاب آیت ۵۰ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے پیغام نکاح بھیجا تو میں نے معذوری ظاہر کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا عذر قبول کر لیا اور پھر یہ آیت نازل ہوئی (اِنَّآ اَحۡلَلۡنَا لَكَ اَزۡوَاجَكَ الّٰتِیۡۤ اٰتَیۡتَ اُجُوۡرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتۡ یَمِیۡنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیۡكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیۡ هَاجَرۡنَ مَعَكَ وَامۡرَاَةً مُّؤۡمِنَةً اِنۡ وَّهَبَتۡ نَفۡسَهَا لِلنَّبِیِّ، اے نبی ہم نے حلال رکھیں تجھ پر تیری عورتیں جن کے مہر تو دے چکا ہے اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا، جو ہاتھ لگا دے تیرے اللہ (یعنی لونڈیاں) اور تیرے چچا کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور تیری خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھ)۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتی ہیں کہ اسطرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے حلال نہیں رہی کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہجرت نہیں کی تھی اور ان لوگوں میں سے تھی جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اس حدیث کو سدی کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1161)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں ان عورتوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھی جو اپنے نفس کو رسول اللہ ﷺ کے

لئے ہبہ کر دیتی تھیں چنانچہ میں کہا کرتی تھی کہ کوئی عورت اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے؟ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اے محمد ﷺ ان عورتوں میں سے جس کو آپ چاہیں علیحدہ کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے پاس جگہ دیں اور جن عورتوں کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہے اگر ان میں سے کسی کو آپ بلائیں تو کوئی گناہ نہیں۔ تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی وخواہش کو جلد پورا کر دیتا ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 452)

جو عورتیں اپنا نفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کر دیتی تھیں ان کو حضرت عائشہ اس لئے اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھیں کہ کسی عورت کا اپنے نفس کو کسی غیر مرد کو ہبہ کر دینا گویا عورت کی عزت وشرف کے منافی ہے اور اس کی حرص وقلت حیاء پر دلالت کرتا ہے اگرچہ جو عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا نفس ہبہ کر دیتی تھیں ان عورتوں کے نقطہ نظر سے اور واقعۃً بھی ان کا یہ ہبہ ان کے لئے باعث عزت ہوتا تھا جسے وہ اپنی خوش قسمتی تصور کرتی تھیں۔ " کوئی عورت اپنا نفس ہبہ کر سکتی ہے " حضرت عائشہ یہ بات ان عورتوں کے ہبہ کی مخالفت میں کہا کرتی تھیں جس سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ کسی عورت کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنا نفس کسی غیر مرد کو ہبہ کر دے۔

اور ایک روایت میں حضرت عائشہ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ کیا عورت اپنا نفس ہبہ کرتے ہوئے کوئی شرم وحیاء محسوس نہیں کرتی؟ مذکورہ آیت کا مطلب یا تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اپنا ہم بستر بنائیں اور جس کو چاہیں اپنے سے الگ رکھیں یا یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواج میں سے جس کو چاہیں اپنے نکاح میں باقی رکھیں اور جس کو چاہیں اپنے نکاح سے الگ کر دیں یعنی طلاق دے دیں اور یا یہ مطلب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی عورتوں میں جس سے چاہیں نکاح کر لیں اور جس سے چاہیں نکاح نہ کریں۔

اور امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت دراصل اس آیت (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ، الاحزاب:52) کی ناسخ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ازواج مطہرات کے علاوہ اور بھی عورتیں مباح رکھی تھیں۔

مشہور مفسر امام بغوی یہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ آیت کے بارے میں سب سے زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کی باری کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے لئے باری مقرر کرنا پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی واجب تھا لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو یہ وجوب آپ کے حق میں ساقط ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار مل گیا کہ اپنی بیویوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باری سے الگ کر دیا ہے اور ان میں سے بھی کسی کو اپنے پاس بلانا اور ہم بستر ہونا چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کر سکتے ہیں اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے امت کے دوسرے مردوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت وبرتری ظاہر کرتے ہوئے اپنی بیویوں

کے لئے باری مقرر کرنے کے حکم پر عمل نہ کرنا آپ کے لئے مباح کر دیا کہ جس بیوی کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواہش ہوا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی باری کے وعلاوہ بھی اپنا ہم بستر بنا سکتے ہیں اور اگر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی کسی بیوی کو اس باری میں بھی اپنے پاس سلانا نہ چاہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اس کی بھی اجازت ہے۔(ما اری ربک) الخ کے معنی یہ ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس چیز کی خواہش کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروردگار اسے جلد پورا کر دیتا ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں اس بات سے حضرت عائشہ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ بعض احکام کی پابندی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نرم کر دیتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس پر عمل نہ کرنے کی آسانی فرما دیتا ہے اسی لئے مذکورہ بالا معاملہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مرضی وخواہش کے مطابق عمل کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون خاتون تھیں جنہوں نے اپنا نفس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہبہ کیا تھا؟ چنانچہ بعض علماء کے قول کے مطابق حضرت میمونہ تھیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت ام شریک تھیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ حضرت زینب بنت خزیمہ تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ خولہ بنت حکیم تھیں لیکن اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایک خاتون نہیں تھیں بلکہ وہ کئی عورتیں تھیں۔وحدیث جابر (اتقوا اللہ فی النساء ذکر فی قصۃ حجۃ الوداع)۔اور حضرت جابر کی حدیث (اتقو اللہ فی النساء) الخ حجۃ الوداع کے بیان میں نقل کی جا چکی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ نے اپنی جن بیویوں کو مہر ادا کیا ہے وہ سب آپ پر حلال ہیں۔ آپ کی تمام ازواج مطہرات کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں۔ہاں ام المومنین حضرت حبیبہ بنت ابی سفیان عنہا کا مہر حضرت نجاشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پاس سے چار سو دینار دیا تھا۔اور اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہر صرف ان کی آزادی تھی۔خیبر کے قیدیوں میں آپ بھی تھیں پھر آپ نے انہیں آزاد کر دیا اور اور اسی آزادی کو مہر قرار دیا اور نکاح کر لیا۔اور حضرت جویریہ بنت حارث مصطلقیہ نے جتنی رقم پر مکاتبہ کیا تھا وہ پوری رقم آپ نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کو ادا کر کے ان سے عقد باندھا تھا۔اللہ تعالیٰ آپ کی تمام ازواج مطہرات پر اپنی رضا مندی نازل فرمائے۔اسی طرح جو لونڈیاں غنیمت میں آپ کے قبضے میں آئیں وہ بھی آپ پر حلال ہیں۔صفیہ اور جویریہ کے مالک آپ ہو گئے تھے پھر آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ریحانہ بنت شمعون نصریہ اور ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کی ملکیت میں آئی تھیں۔ حضرت ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کو فرزند بھی ہوا۔جن کا نام حضرت ابراہیم تھا۔

چونکہ نکاح کے بارے میں نصرانیوں نے افراط اور یہودیوں نے تفریط سے کام لیا تھا اس لئے اس عدل وانصاف والی سہل اور صاف شریعت نے درمیانہ راہ حق کو ظاہر کر دیا۔نصرانی تو سات پشتوں تک جس عورت مرد کا نسب نہ ملتا ہو۔ان کا نکاح جائز جانتے تھے اور یہودی بہن اور بھائی کی لڑکی سے بھی نکاح کر لیتے تھے۔پس اسلام نے بھانجی بھتیجی سے نکاح کرنے کو روکا۔اور چچا

کی لڑکی پھوپھی کی لڑکی ماموں کی لڑکی اور خالہ کی لڑکی سے نکاح کو مباح قرار دیا۔ اس آیت کے الفاظ کی خوبی پر نظر ڈالئے کہ عم اور خال چچا اور ماموں کے لفظ کو تو واحد لائے اور عمات اور خلات یعنی پھوپھی اور خالہ کے لفظ کو جمع لائے۔ جس میں مردوں کی ایک قسم کی فضیلت عورتوں پر ثابت ہو رہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| تُرْجِیْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُئْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ |
| عَلَیْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓی اَنْ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ وَلَا یَحْزَنَّ وَیَرْضَیْنَ بِمَآ اٰتَیْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ |
| وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَلِیْمًا ۝ |
| (اے حبیب! آپ کو اختیار ہے) ان میں سے جس (زوجہ) کو چاہیں (باری میں) مؤخر رکھیں اور جسے چاہیں اپنے پاس |
| (پہلے) جگہ دیں، اور جن سے آپ نے (عارضی) کنارہ کشی اختیار فرما رکھی تھی آپ انھیں (اپنی قربت کے لئے) طلب |
| فرمالیں تو آپ پر کچھ مضائقہ نہیں، یہ اس کے قریب تر ہے کہ ان کی آنکھیں (آپ کے دیدار سے) ٹھنڈی ہوں گی |
| اور وہ غمگین نہیں رہیں گی اور وہ سب اس سے راضی رہیں گی جو کچھ آپ نے انھیں عطا فرما دیا ہے، اور اللہ جانتا ہے |
| جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑا حلم والا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کیلئے اختیار کا بیان

"تُرْجِی" بِالْهَمْزَةِ وَالْیَاء بَدَله : تُؤَخِّر "مَنْ تَشَاء مِنْهُنَّ" أَیْ أَزْوَاجك عَنْ نَوْبَتهَا "وَتُؤْوِی" تَضُمّ "إِلَیْك مَنْ تَشَاء" مِنْهُنَّ فَتَأْتِیهَا "وَمَنْ ابْتَغَیْت" طَلَبْت "مِمَّنْ عَزَلْت" مِنْ الْقِسْمَة "فَلَا جُنَاح عَلَیْك" فِی طَلَبهَا وَضَمّهَا إِلَیْك خَیَّرَ فِی ذَلِكَ بَعْد أَنْ كَانَ الْقَسْم وَاجِبًا عَلَیْهِ "ذَلِكَ" التَّخْیِیر "أَدْنَی" أَقْرَب إِلَی "أَنْ تَقَرّ أَعْیُنهنَّ وَلَا یَحْزَن وَیَرْضَوْنَ بِمَا آتَیْتهنَّ" مَا ذَكَرَ الْمُخَیَّر فِیهِ "كُلّهنَّ" تَأْكِید لِلْفَاعِلِ فِی یَرْضَیْنَ "وَاَللَّه یَعْلَم مَا فِی قُلُوبكُمْ" مِنْ أَمْر النِّسَاء وَالْمَیْل إِلَی بَعْضهنَّ وَإِنَّمَا خَیَّرْنَاك فِیهِنَّ تَیْسِیرًا عَلَیْك فِی كُلّ مَا أَرَدْت "وَكَانَ اللَّه عَلِیمًا" بِخَلْقِهِ "حَلِیمًا" عَنْ عِقَابهم

تم پیچھے کر دو، یہ ہمزہ کے ساتھ ہے اور ''ی'' اس کے بدل کے طور پر ہے یعنی تم مؤخر کر دو ان میں سے جسے چاہو یعنی اپنی ازواج میں سے کسی کی باری کو اور تم ملا لو یعنی ضم کر دو اپنے ساتھ جسے تم چاہو یعنی ان میں سے تو تم اس کے پاس چلے جاؤ اور جسے تم تلاش کرو یعنی طلب کرو ان میں سے جنہیں تم نے الگ کیا ہے تقسیم کے حوالے سے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے یعنی اسے طلب کرنے کے حوالے سے اور اپنے ساتھ چلانے کے حوالے سے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار بعد میں دیا گیا۔ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تقسیم واجب تھی یہ یعنی اختیار دینا ادنی ہے یعنی زیادہ قریب ہے اس کے کہ ان کی آنکھیں

ٹھنڈی ہوں اور وہ غمگین نہ ہوں اور وہ راضی رہیں اس پر جو تم نے انہیں دیا ہے یعنی جس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا ہے اس کا جو تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب یہ لفظ ''یرضین'' میں موجود فاعل کی تاکید کے لئے ہے اور تمہارے دلوں میں جو ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے یعنی خواتین کے بارے میں اور ان میں سے کسی ایک کی طرف میلان کے حوالے سے (جو کچھ ہے) یعنی ہم نے تمہیں تمہاری مراد کے مطابق آسانی دینے کے لئے تمہیں ان کے بارے میں اختیار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا ہے اپنی مخلوق کے بارے میں اور بردبار ہے انہیں سزا دینے کے حوالے سے۔

## سورہ احزاب آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی بعض ازواج نے آپ پر غیرت کی اور اس کی آپ کو خبر بھی دے دی اور نفقہ میں زیادتی کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک ماہ تک چھوڑے رکھا تا آنکہ آیت تخییر نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو انہیں دنیا و آخرت کے درمیان اختیار دینے کا حکم دیا کہ آپ دنیا کو اختیار کرنے والی کو چھوڑ دیں اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اختیار کرے اسے روکے رکھیں اس شرط پر کہ وہ مومنین کی مائیں ہوں گی اور کبھی نکاح نہیں کرسکتیں اور جسے آپ چاہیں دوبارہ اپنی طرف بلالیں۔

اور جسے چاہیں دور کر دیں وہ آپ سے بہر حال راضی رہیں گے انہیں کچھ تقسیم فرمائیں یا نہ فرمائیں یا بعض ازواج کو بعض ازواج پر نفقہ باری اور مصاحبت میں ترجیح دے دیں اور اس بارے میں تمام اختیار آپ کے پاس ہوگا آپ جو چاہیں کریں چنانچہ سب ازواج مطہرات اس پر راضی ہوگئیں اور رسول اللہ ﷺ کو اگرچہ اللہ نے وسعت عطا فرمائی لیکن پھر بھی آپ ان کے درمیان باری کی رعایت فرماتے۔ (زاد المسیر 6۔407، قرطبی 14۔214، ابن کثیر 3۔501)

حضرت معاذہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ مِنۡهُنَّ) تو رسول اللہ ﷺ جب ہم میں سے کسی عورت کے دن میں ہوتے ہم سے اجازت طلب کرتے معاذہ نے پوچھا کہ آپ کیا جواب دیا کرتی تھیں تو حضرت عائشہ نے فرمایا میں تو کہا کرتی تھی کہ اگر اختیار میرے پاس ہے تو میں کسی کو بھی اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتی۔ (نیسابوری 297، بخاری 4789، مسلم (1476)

ایک جماعت کہتی ہے کہ جب آیت تخییر (یعنی سورہ احزاب کی آیت 28،29) نازل ہوئی تو آپ کی بیویوں کو ڈر ہوا کہ کہیں انہیں طلاق نہ دے دی جائے لہٰذا انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی آپ اپنے مال اور اپنی ذات میں سے جو چاہیں ہمارے لیے مقرر فرمادیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی دوسری بیویوں سے کہا کرتی تھی کہ کیا اس عورت کو جو رسول اللہ ﷺ کو اپنے آپ کو ہبہ کردے حیاء نہیں آتی ؟ اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تُرۡجِیۡ مَنۡ تَشَآءُ

مِنْهُنَّ) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں دیکھتی ہوں کہ آپ کا رب آپ کی خواہش کی تکمیل میں بہت جلدی فرماتا ہے۔ (بخاری 4501،قرطبی 14۔208)

## ازواج کے درمیان تقرر باری میں فقہ حنفی کے مطابق عدل کا بیان

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان باری مقرر فرماتے اور عدل سے کام لیتے (یعنی ان کے پاس رات رہنے کے سلسلہ میں برابری کا خیال رکھتے) اور پھر اس احتیاط وعدل کے باوجود یہ دعا مانگا کرتے کہ اے اللہ جس چیز کا میں مالک ہوں اس میں باری مقرر کر دی ہے لہٰذا جس کا تو مالک ہے میں مالک نہیں ہوں اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے!

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ دارمی، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 436)

دعا کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی باری مقرر کرنے اور ان کے نان نفقہ کا میں مالک ہوں لہٰذا ان چیزوں میں عدل و برابری کرنا میری ذمہ داری ہے جسے میں پورا کرتا ہوں اور کسی بھی بیوی کے ساتھ نا انصافی یا اس کی حق تلفی نہیں کرتا ہاں پیار ومحبت کا معاملہ دل سے متعلق ہے جس پر میرا کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں اس میں برابری نہیں کر سکتا اس لئے اگر مجھے کسی بیوی سے زیادہ محبت اور کسی سے کم محبت ہو تو چونکہ میرے قصد وارادہ کو دخل نہیں ہوگا لہٰذا اس پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کیجئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر یہ لازم ہے کہ وہ ان بیویوں کے پاس جائے ان کے ہاں شب گزارے اور ان کے نان ونفقہ میں پورا پورا عدل کرے اور ان چیزوں میں ان کے درمیان اس طرح برابری کرے کہ کسی بھی بیوی کو فرق وامتیاز کی شکایت نہ ہو ہاں پیار ومحبت مباشرت و جماع اور جنسی لطف حاصل کرنے کے بارے میں عدل و برابری لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ چیزیں دل وطبیعت سے متعلق ہیں جس پر کسی انسان کا اختیار نہیں ہوتا۔

## ازواج کے حقوق میں عدل وانصاف کا بیان

(وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔(النساء،۱۲۹)

تم سے ہرگز نہ ہو سکے گا کہ عورتوں کو برابر رکھو، اگر چہ حرص کرو تو یہ تو نہ ہو کہ ایک طرف پورا جھک جاؤ اور دوسری کو لٹکتی چھوڑ دو اور اگر نیکی اور پرہیزگاری کرو تو بے شک اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ گو تم چاہو کہ اپنی کئی ایک بیویوں کے درمیان ہر طرح بالکل پورا عدل وانصاف اور برابری کرو تو بھی تم کر نہیں سکتے۔ اس لئے کہ گو ایک ایک رات کی باری باندھ لو لیکن محبت چاہت شہوت جماع وغیرہ میں برابری کیسے کر سکتے ہو؟

ابن ملکیہ فرماتے ہیں یہ بات حضرت عائشہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بہت چاہتے تھے، اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان صحیح طور پر مساوات رکھتے تھے لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے فرماتے تھے الٰہی یہ وہ تقسیم ہے جو میرے بس میں تھی اب جو چیز میرے قبضہ سے باہر ہے یعنی دلی تعلق اس میں تو مجھے

ملامت نہ کرنا (ابوداؤد) اس کی اسناد صحیح ہے۔

لیکن امام ترمذی فرماتے ہیں دوسری سند سے یہ مرسلا مروی ہے اور وہ زیادہ صحیح ہے۔ پھر فرمایا بالکل ہی ایک جانب جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو لٹکا دو وہ نہ بے خاوند کی رہے نہ خاوند والی وہ تمہاری زوجیت میں ہو اور تم اس سے بیرخی برتو نہ تو اسے طلاق ہی دو کہ اپنا دوسرا نکاح کر لے نہ اس کے وہ حقوق ادا کرو جو ہر بیوی کے لئے اس کے میاں پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی دو بیویاں ہوں پھر وہ بالکل ہی ایک کی طرف جھک جائے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا جسم ساقط ہوگا (احمد وغیرہ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث مرفوع طریق سے سوائے ہمام کی حدیث کے پہچانی نہیں جاتی۔ پھر فرماتا ہے اگر تم اپنے کاموں کی اصلاح کر لو اور جہاں تک تمہارے اختیار میں ہو عورتوں کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات برتو ہر حال میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو، اس کے باوجود اگر تم کسی وقت کسی ایک کی طرف کچھ مائل ہو گئے ہوا سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔ پھر تیسری حالت بیان فرماتا ہے کہ اگر کوئی صورت بھی نباہ کی نہ ہو اور دونوں الگ ہو جائیں تو اللہ ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا، اسے اس سے اچھا شوہر اور اسے اس سے اچھی بیوی دے دے گا۔ اللہ کا فضل بہت وسیع ہے وہ بڑے احسانوں والا ہے اور ساتھ ہی وہ حکیم ہے تمام افعال ساری تقدیریں اور پوری شریعت حکمت سے سراسر بھرپور ہے۔

## مقررہ باری میں دوسری بیوی کے پاس جانے کی اباحت کا بیان

علامہ ابن قدامہ حنبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں: "بیوی کی باری کے وقت میں اس کی سوکن کے پاس جانے کا مسئلہ: اگر تو رات کے وقت ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں لیکن ضرورت کی حالت میں جائز ہوگا مثلاً بیوی موت وحیات کی کشمکش میں ہو اور خاونداس کے پاس جانا چاہتا ہو، یا پھر بیوی نے اس کی وصیت کی ہو، یا اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اگر وہ ایسا کرے اور وہاں دیر دیر ٹھہرے بغیر واپس آ جائے تو قضا نہیں، لیکن اگر وہ وہیں رہے حتی کہ وہ تندرست ہو جائے تو دوسری بیوی کی باری میں اتنی دیر ہی رات کو اس بیوی کے پاس رہے گا۔

اور اگر وہ بغیر کسی ضرورت کے جاتا ہے تو گنہگار ہوگا اور قضا میں حکم یہ ہے جیسا کہ اگر ضرورت کی بنا پر جاتا ہے تو تھوڑے سے وقت کی قضا کا کوئی فائدہ نہیں. لیکن اگر کسی دوسری بیوی کی باری میں دن کے وقت اور بیوی کے پاس جائے تو ضرورت کی بنا پر جائز ہے، مثلاً اخراجات دینے یا بیمار پرسی کرنے یا کسی کام کے متعلق دریافت کرنے، یا پھر زیادہ دیر ہوگئی ہو تو ملنے جاسکتا ہے۔

اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتی ہیں: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری باری کے علاوہ دن میرے پاس آیا کرتے تھے اور جماع کے علاوہ سب کچھ حاصل کرتے اور جب وہ باری کے علاوہ دوسری باری کے پاس جائے تو اس سے جماع مت کرے، اور نہ ہی اس کے پاس زیادہ دیر رہے کیونکہ اس سے رہنا حاصل ہوتا ہے اور وہ اس کی مستحق نہیں کیونکہ باری کسی اور کی ہے، اور اگر وہ زیادہ دیر رہے تو قضاء کرے گا۔ (المغنی، ج ۷، ص ۲۳۴، بیروت)

## کثیر ازواج کے درمیان باری تقسیم کرنے میں فقہی تصریحات

اگر کسی شخص کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے ساتھ شب باشی کے لئے نوبت باری مقرر کرنا واجب ہے یعنی ان بیویوں کے پاس باری باری سے جانا چاہئے۔ اس سلسلہ میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

1- جب باری مقرر ہو جائے تو ایک بیوی کی باری میں دوسری بیوی کے ہاں شب باشی جائز نہیں ہے مثلاً جس رات میں پہلی بیوی کے ہاں جانا ہو اس رات میں دوسری بیوی کے ہاں نہ جائے۔

2- ایک رات میں بیک وقت دو بیویوں کے ساتھ شب باشی جائز نہیں ہے اگر وہ دونوں بیویاں اس کی اجازت دے دیں اور وہ خود بھی اس کے لئے تیار ہوں تو جائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو یہ منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات میں ایک سے زائد بیویوں سے جماع کیا ہے تو یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کے باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا یا یہ کہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان بیویوں کی اجازت حاصل تھی اس کے علاوہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ باری مقرر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب نہیں تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض اپنے کرم اور اپنی عنایت سے اپنی ہر زوجہ مطہرہ کے ہاں رہنے کی باری مقرر کر دی تھی۔

3- سفر کی حالت میں بیویوں کو باری کا حق حاصل نہیں ہوتا اور نہ کسی بیوی کی باری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے بلکہ اس کا انحصار خاوند کی مرضی پر ہے کہ وہ جس بیوی کو چاہے اپنے ساتھ سفر میں لے جائے اگرچہ بہتر اولی یہی ہے کہ خاوند اپنی بیویوں کے درمیان قرعہ ڈال لے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو سفر میں ساتھ رکھے۔

4- مقیم کے حق میں اصلی باری کا تعلق رات سے ہے دن رات کا تابع ہے ہاں جو شخص رات میں اپنے کام کاج میں مشغول رہتا ہو مثلاً چوکیداری وغیرہ کرتا ہو اور اس کی وجہ سے وہ رات اپنے گھر میں بسر نہ کر سکتا ہو تو اس کے حق میں اصل باری کا تعلق دن سے ہوگا۔

درمختار میں یہ لکھا ہے کہ جس شخص کے ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اس پر ان بیویوں کے پاس رات میں رہنے اور ان کے کھلانے پلانے میں برابری کرنا واجب ہے ان کے ساتھ جماع کرنے یا جماع نہ کرنے اور پیار ومحبت میں برابری کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

کسی عورت کا جماع سے متعلق اس کے شوہر پر حق ہوتا ہے اور وہ ایک بار جماع کرنے سے ساقط ہو جاتا ہے۔ جماع کرنے کے بارے میں شوہر خود مختار ہے کہ جب چاہے کرے لیکن کبھی کبھی جماع کر لینا اس پر دیانۃً واجب ہے اور مدت ایلاء کے بقدر یعنی چار چار مہینہ تک جماع نہ کرنا خاوند کے لئے مناسب نہیں ہے ہاں اگر بیوی کی مرضی سے اتنے دنوں جماع نہ کرے تو پھر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ہر بیوی کے ہاں ایک ایک رات اور ایک ایک دن رہنا چاہئے لیکن برابری کرنا رات ہی میں ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی شخص ایک بیوی کے ہاں مغرب کے فوراً بعد چلا گیا۔

اور دوسری بیوی کے ہاں عشاء کے بعد گیا تو اس کا یہ فعل برابری کے منافی ہوگا اور اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس نے باری کے حکم کو ترک کیا کسی بیوی سے اس کی باری کے علاوہ یعنی کسی دوسری بیوی کی باری میں) جماع نہ کرے اسی طرح کسی بیوی کے پاس اس کی باری کے علاوہ کسی رات میں نہ جائے ہاں اگر وہ بیوی بیمار ہو تو اس کی عیادت کے لئے جاسکتا ہے بلکہ اگر اس کا مرض شدید ہو تو اس کی باری کے علاوہ بھی اس کے پاس اس وقت تک رہنا جائز جب تک کہ وہ شفایاب نہ ہو یا اس کا انتقال ہو جائے لیکن یہ اس صورت میں جائز ہے جب کہ اس کے پاس کوئی اور تیمارداری اور غم خواری کے لئے نہ ہو اور اگر خاوند اپنے گھر میں بیماری کی حالت میں ہو تو وہ اپنی ہر بیوی کو اس کی باری میں بلاتا رہے۔ (فتاویٰ ہندیہ، کتاب نکاح، بیروت)

| |
|---|
| لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ |
| اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ۝ |
| اس کے بعد (کہ انہوں نے دنیوی منفعتوں پر آپ کی رضا وخدمت کو ترجیح دے دی ہے) آپ کے لئے بھی اور عورتیں (نکاح میں |
| لینا) حلال نہیں (تاکہ یہی ازواج اپنے شرف میں ممتاز رہیں) اور یہ بھی جائز نہیں کہ (بعض کی طلاق کی صورت میں اس عدد کو ہمارا |
| حکم سمجھ کر برقرار رکھنے کے لئے) آپ ان کے بدلے دیگر ازواج (عقد میں) لے لیں اگرچہ آپ کو ان کا حسن (سیرت واخلاق اور |
| اشاعتِ دین کا سلیقہ) کتنا ہی عمدہ لگے مگر جو کنیز (ہمارے حکم سے) آپ کی مِلک میں ہو (جائز ہے)، اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کیلئے نو ازواج ایک وقت میں ہونے کا بیان

"لَا تَحِلُّ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ "لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ" بَعْدَ التِّسْعِ الَّتِي اخْتَرْنَكَ "وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ" بِتَرْكِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْأَصْلِ "بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ" بِأَنْ تُطَلِّقَهُنَّ أَوْ بَعْضَهُنَّ وَتَنْكِحَ بَدَلَ مَنْ طَلَّقْتَ "وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ" مِنَ الْإِمَاءِ فَتَحِلُّ لَكَ وَقَدْ مَلَكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُنَّ مَارِيَةَ وَوَلَدَتْ لَهُ إِبْرَاهِيمَ وَمَاتَ فِي حَيَاتِهِ "وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ رَقِيبًا" حَفِيظًا

اور تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ یعنی اس کے بعد جب آپ نے نو کو اختیار کرلیا ہے۔ اس لفظ کو "ی" اور "ت" (یعنی غائب اور حاضر دونوں صیغوں) کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ خواتین اس کے بعد یعنی ان نو خواتین کے بعد جنہوں نے تمہیں اختیار کرلیا اور نہ ہی یہ کہ تم تبدیل کرو یہاں اصل میں دو میں سے ایک "ت" کو حذف کردیا گیا ہے ان بیویوں کو یعنی انہیں یا ان میں سے کسی ایک کو طلاق دے کر جسے طلاق دی ہو اس کی جگہ کسی اور سے شادی کرلو۔ اگرچہ ان کی خوبصورتی تمہیں پسند آئے البتہ جو تمہاری زیر ملکیت ہیں (ان کا حکم مختلف ہے) یعنی کنیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد سیدہ ماریہ قبطیہ کے مالک بنے تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو جنم دیا تھا جن کا وصال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی میں ہو گیا اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا نگہبان یعنی حفاظت کرنے والا ہے۔

## سورہ احزاب آیت ۵۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے والی اور مومن عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کر دیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَأَحَلَّ اللَّهُ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ۔ (حلال نہیں تجھ کو عورتیں اس کے بعد اور نہ یہ کہ ان کے بدلے اور عورتوں۔ اگرچہ خوش لگے تجھ کو ان کی صورت مگر جو مال ہو تیرے ہاتھ کا اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان۔

اور مومن جوان عورتیں حلال کیں اور وہ ایمان والی عورت جس نے خود کو آپ صلی اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ پھر اسلام کے علاوہ کسی بھی دین سے تعلق رکھنے والی عورت کو حرام کیا اور پھر فرمایا کہ جو شخص (ایمان لانے سے) انکار کرے گا اس کا عمل برباد ہو گیا۔ اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔ نیز فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ)۔ یہ حسن ہے ہم اس حدیث کو صرف عبدالحمید بن بہرام کی روایت ہیں کہ عبدالحمید بن بہرام کی شہر بن حوشب سے منقول احادیث میں کوئی حرج نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1163)

پہلی آیتوں میں گذر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں رہیں اور اگر چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن امہات المومنین نے دامن رسول کو چھوڑنا پسند نہ فرمایا۔ اس پر انہیں اللہ کی طرف سے ایک دنیاوی بدلہ یہ بھی ملا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں حکم ہوا کہ اب اس کے سوا کسی اور عورت سے نکاح نہیں کر سکتے نہ آپ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر اس کے بدلے دوسری لا سکتے ہیں گو وہ کتنی ہی خوش شکل کیوں نہ ہو؟ ہاں لونڈیوں اور کنیزوں کی اور بات ہے اس کے بعد پھر رب العالمین نے یہ تنگی آپ پر سے اٹھالی اور نکاح کی اجازت دے دی لیکن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سے کوئی اور نکاح کیا ہی نہیں۔ اس حرج کے اٹھانے میں اور پھر عمل کے نہ ہونے میں بہت بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان اپنی بیویوں پر رہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آپ کے انتقال سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور عورتیں بھی حلال کر دی تھیں۔ (ترمذی نسائی وغیرہ)

حضرت ام سلمہ سے بھی مروی ہے۔ حلال کرنے والی آیت (تُرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ذَلِكَ أَدْنَى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا، الأحزاب: 51)، ہے جو اس آیت سے پہلے گذر چکی ہے بیان میں وہ پہلے ہے اور اترنے میں وہ پیچھے ہے۔ سورہ بقرہ میں بھی اس طرح عدت وفات کی پچھلی آیت منسوخ ہے اور پہلی آیت اس کی ناسخ ہے۔ اس آیت کے ایک اور معنی بھی بہت سے حضرات سے مروی ہیں۔ وہ کہتے ہیں مطلب اس سے یہ ہے کہ جن عورتوں کا ذکر اس سے پہلے ہے ان کے سوا اور حلال نہیں جن میں یہ صفتیں ہوں وہ ان کے علاوہ بھی حلال ہیں۔

چنانچہ حضرت ابی بن کعب سے سوال ہوا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بیویاں تھیں اگر وہ آپ کی موجودگی میں انتقال کر جائیں تو آپ اور عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ تو سائل نے لایحل والی آیت پڑھی۔ یہ سن کر حضرت ابی نے فرمایا اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ عورتوں کی جو قسمیں اس سے پہلے بیان ہوئی ہیں یعنی نکاحا بیویاں، لونڈیاں، چچا کی، پھوپیوں کی، ماموا ور خالاؤں کی بیٹیاں ہبہ کرنے والی عورتیں۔ ان کے سوا جو اور قسم کی ہوں جن میں یہ اوصاف نہ ہوں وہ آپ پر حلال نہیں ہیں۔ (جامع البیان، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ ۙ |
| وَ لٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَ لَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ |
| یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ۫ وَ اللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ |
| مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَ قُلُوْبِهِنَّ ؕ وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ |
| وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا ۝ |
| اے ایمان والو! نبیِ (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کے لئے |
| اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بنا کرو، ہاں جب تم بلائے جاؤ تو |
| (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو (وہاں سے اٹھ کر) فوراً منتشر ہو جایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگا کر |
| بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔ یقیناً تمہارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبیِ (اکرم) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے |
| کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا، اور جب تم ان (اَزواجِ مطہرات) سے کوئی سامان |
| مانگو تو ان سے پسِ پردہ پوچھا کرو، یہ (ادب) تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے بڑی طہارت کا سبب ہے، |
| اور تمہارے لئے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ (جائز) ہے کہ تم ان کے بعد |
| ابد تک ان کی اَزواجِ (مطہرات) سے نکاح کرو، بیشک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔ |

## بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہونے کے آداب کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُیُوت النَّبِیّ إِلَّا أَنْ یُؤْذَن لَكُمْ " فِی الدُّخُول بِالدُّعَاءِ "إِلَی طَعَام " فَتَدْخُلُوا "غَیْر نَاظِرِینَ " مُنْتَظِرِینَ "إِنَاهُ" نُضْجه مَصْدَر أَنَیَ یَأْنِی "وَلَكِنْ إِذَا دُعِیتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا" تَمْكُثُوا "مُسْتَأْنِسِینَ لِحَدِیثٍ" مِنْ بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ "إِنَّ ذَلِكُمْ" الْمُكْث "كَانَ یُؤْذِی النَّبِیّ فَیَسْتَحْیِی مِنْكُمْ "أَنْ یُخْرِجكُمْ "وَاَللَّه لَا یَسْتَحْیِی مِنْ الْحَقّ " أَنْ یُخْرِجكُمْ أَیْ لَا یَتْرُك

بِحَيَائِهِ وَقُرِئَ يَسْتَحْيِي بِيَاءٍ وَاحِدَةٍ "وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ" أَيْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" سِتْرٍ "ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ" مِنَ الْخَوَاطِرِ الْمُرِيبَةِ "وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ" بِشَيْءٍ "وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ" ذَنْبًا

اے ایمان والو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں صرف اسی وقت داخل ہو جب تمہیں اجازت دی جائے یعنی اندر آنے کے لئے بلایا جائے کھانے کے لئے تو تم آ جاؤ (اس حال میں کہ) تم نظر کرنے والے نہ ہو یعنی انتظار ظاہر کرنے والے نہ ہو اس کے پکنے یعنی تیار ہونے کا۔ یہ لفظ "انی یانی" کا مصدر ہے لیکن جب تمہیں بلایا جائے تو تم اندر آ جاؤ اور جب تم کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ یعنی ٹھہرو نہیں آپس میں بات چیت کرنے کے لئے یعنی ایک دوسرے کے ساتھ۔

بے شک یہ یعنی ٹھہرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتا ہے وہ تم سے حیا کرتے ہیں کہ تمہیں نکال دیں لیکن اللہ تعالیٰ حق بات سے حیا نہیں کرتا انہیں باہر نکالنے کے حوالے سے یعنی وہ اس کے بیان کو ترک نہیں کرتا۔ اس لفظ کو "یستحی" یعنی ایک "ی" کے ہمراہ بھی پڑھا گیا ہے اور جب تم خواتین سے سوال کرو یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سے کسی چیز کا تو تم حجاب یعنی پردے کے پیچھے سے ان سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ شک میں مبتلا کرنے والے خیالات کے حوالے سے۔ اور تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاؤ کسی بھی چیز کے ذریعے اور نہ ہی یہ کہ تم ان کے بعد کبھی بھی ان کی ازواج کے ساتھ نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک عظیم یعنی گناہ ہے۔

## سورہ احزاب آیت ۵۳ کے شان نزول کا بیان

اکثر مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت زینب بن جحش کے پاس گئے تو آپ نے کھجور اور ستو ولیمہ کیا اور بکری ذبح کی۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میری والدہ ام سلیم نے آپ کی طرف پتھر کے چھوٹے برتن میں (کھجور، ستو اور گھی سے تیار کردہ) حلوہ بھیجا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صحابہ کو کھانے کے لئے بلانے کا حکم دیا چنانچہ لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے پھر اور لوگ آتے اور کھا کر چلے جاتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے سب کو بلا لیا اب اور کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ نے فرمایا اچھا اب کھانا اٹھا دو، چنانچہ کھانا اٹھا دیا گیا اور بجز تین افراد کے سب چلے گئے جو بہت دیر تک بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت تنگی ہوئی اور آپ بہت حیادار تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا۔ (ابن کثیر 3۔504، قرطبی 14۔(224)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح کیا تو قوم کو بلایا انہوں نے کھانا کھایا اور پھر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، آپ ایسے بیٹھ گئے جیسے ابھی کھڑے ہوتے ہیں لیکن لوگ پھر بھی کھڑے نہ ہوئے۔ جب آپ نے یہ دیکھا تو آپ کھڑے ہو گئے اور آپ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی کھڑے ہو گئے البتہ تین افراد بیٹھے رہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو وہ لوگ بیٹھے ہوتے جب وہ چلے گئے تو میں نے آپ کے پاس آ کر ان کے جانے کی خبر دی پھر آپ اندر تشریف لے گئے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے بھی اندر داخل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ لٹکا دیا اور اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

(یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ) الی قولہ (اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا)۔ (بخاری رقم 4513، مسلم رقم 1428، زاد المسیر 6-37، درمنثور 5-(213)

(وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ) الایۃ اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو بیشک یہ خدا کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت اس شخص کے متعلق نازل ہوئی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی کسی زوجہ سے نکاح کا ارادہ کیا۔ سفیان کہتے ہیں ذکر کیا گیا کہ وہ زوجہ حضرت عائشہ تھیں۔

سدی سے روایت ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ طلحہ بن عبید اللہ نے کہا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری چچازاد کو ہم سے پردے میں رکھتے ہیں اور ہماری عورتوں سے نکاح کر لیتے ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آیا تو ہم بھی ان کے بعد ان کی بیویوں سے نکاح کریں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ یہ آیت طلحہ بن عبید اللہ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اس نے کہا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں گے میں عائشہ سے نکاح کر لوں گا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ جو اس کی چچازاد تھیں کے پاس آیا اور ان سے بات چیت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج کے دن کے بعد اس جگہ دوبارہ کھڑے نہ ہونا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ یہ میری چچا کی بیٹی ہے اللہ کی قسم میں نے اس سے کوئی بری بات نہیں کی اور نہ ہی اس نے مجھ سے کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جانتا ہے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں (اس کے بعد) مجھ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں چنانچہ وہ چلا گیا پھر اس نے کہا یہ مجھے میرے چچا کی بیٹی سے گفتگو کرنے سے منع کرتے ہیں میں ان کے بعد اس سے ضرور نکاح کروں گا۔ اس موقع پر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر اس شخص نے اپنی اس بات سے توبہ کے طور پر ایک غلام آزاد کیا، اللہ کے راستے میں دس سواری کے اونٹ دیئے اور پیدل حج کیا۔ (سیوطی 232، درمنثور 6-416، طبری 22-26،)

## نبی کریم ﷺ کی برکت کا کھانے میں ظاہر ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک بیوی سے نکاح کیا اور ان کے پاس تشریف لے گئے تو میری والدہ نے حیس (کھجور اور ستو کا کھانا) تیار کیا اور اسے کسی پتھر کے پیالہ میں ڈال کر مجھے دیا اور کہا کہ اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ میری ماں نے بھیجا ہے۔ وہ آپ کو سلام کہتی ہے اور عرض کرتی ہیں کہ ہماری

طرف سے یہ آپ کے لئے بہت تھوڑا ہے یا رسول اللہ ﷺ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اسے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور والدہ کا سلام پہنچایا اور وہ بات بھی عرض کر دی جو انہوں نے کہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے رکھ دو۔ پھر مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا کر لاؤ۔ میں گیا اور جن جن کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا انہیں بھی اور جو مجھے مل گئے انہیں بھی بلا کر لے آیا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کتنے آدمی ہوں گے۔ انہوں نے فرمایا تین سو کے قریب ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ وہ برتن لاؤ۔ اتنے میں وہ سب لوگ داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ چبوترہ اور حجرہ مبارک بھر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ دس دس آدمیوں کا حلقہ بنالیں اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سب نے کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر ایک جماعت نکل گئی اور دوسری آ گئی یہاں تک کہ سب نے کھالیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ انس (برتن) اٹھاؤ۔ میں نے اٹھایا تو میں نہیں جانتا کہ جس وقت لایا تھا اس وقت زیادہ تھا یا اٹھاتے وقت زیادہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر کئی لوگ وہیں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بھی دیوار کی طرف رخ کئے ہوئے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا اس طرح بیٹھے رہنا گراں گذرا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور تمام ازواج مطہرات کے حجروں پر گئے اور سلام کرے واپس تشریف لے آئے۔ جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا گراں گذرا ہے۔ لہٰذا جلدی سے سب (لوگ) دروازے سے باہر چلے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پردہ ڈال کر اندر داخل ہو گئے۔ (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) میں بھی حجرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس میرے پاس آئے اور یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر جا کر لوگوں کو یہ آیات سنائیں (یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ، اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں اس وقت تک مت جایا کرو جب تک تمہیں کھانے کی دعوت نہ دی جائے (وہ بھی) اس طرح کہ تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تمہیں بلایا جائے تب جاؤ اور کھالینے کے بعد اٹھ کر چلے جاؤ اور باتوں میں دل لگا کر بیٹھے نہ رہا کرو کیوں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ناگوار گذرتا ہے وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کو پاک رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ پھر تمہارے لئے جائز نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے کبھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات ہے)۔ جعد کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آیات سب سے پہلے مجھے پہنچیں اور ازواج مطہرات اسی دن سے پردہ کرنے لگیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور جعد عثمان کے بیٹے ہیں۔ انہیں ابن

دینار بھی کہتے ہیں۔ان کی کنیت ابوعثمان بصری ہے۔ یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ یونس بن عبید شعبہ اور حماد بن زید ان سے احادیث روایت کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1167)

## پردہ کرنے کے حکم کا بیان

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب کو دوسروں پر چار باتوں کے سبب خصوصی فضیلت حاصل ہے۔ایک بات تو جنگ بدر کے قیدیوں کے بابت ان کی رائے تھی، یہ کہنا تھا کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: (لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ، الانفال:68) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا (کہ خطاء اجتہادی کا مرتکب مستوجب عذاب نہیں ہوگا) یا کوئی بری سزا واقع ہوتی۔دوسری بات پردہ کی بابت ان کا مشورہ دینا تھا۔انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو پردہ کی طرف متوجہ کیا تھا اور (ان کے توجہ دلانے پر) ام المؤمنین حضرت زینب نے ان سے کہا تھا کہ اے عمر ابن خطاب! پردہ میں رہنے کی بات ہم سے تم کہہ رہے ہو حالانکہ وحی ہمارے گھروں میں اترتی ہے؟ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل فرمائی: (فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ) 33۔الاحزاب:53) (یعنی اور جب تم ان (ازواج النبی) سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو) تیسری بات وہ دعا ہے تھی جو ان کے حق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی تھی کہ الٰہی: عمر کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما۔اور چوتھی بات ابوبکر کے حق میں ان کی رائے تھی کہ انہوں نے (حضرت ابوبکر کو خلیفہ اول بنانے کی تجویز پیش کر کے بڑے نازک وقت میں تمام مسلمانوں کی بروقت راہنمائی کی اور اپنی زبردست قوت اجتہاد کے ذریعہ انہی کو خلافت اول کا اہل و مستحق جان کر) سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر بیعت کی (اور پھر ان کی پیروی میں اور سب لوگوں نے خلافت صدیق پر بیعت کی) (احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 659)

| اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۝ |
|---|
| اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو، یا اسے چھپاؤ تو بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ہر ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والا ہے

"اِنْ تُبْدُوا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوهُ" مِنْ نِكَاحِهِنَّ بَعْدَه "فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا" فَيُجَازِيكُمْ عَلَيْهِ

اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اسے پوشیدہ رکھو یعنی بعد میں ان کے ساتھ نکاح کرنے کے حوالے سے تو بے شک اللہ ہر شے کے بارے میں علم رکھنے والا ہے تو وہ تمہیں اس کی جزا (یعنی سزا) دے گا۔

ان تبدوا شیئاً او تخفوہ فان اللہ کان بکل شئی علیماً، آخر آیت میں پھر اس مضمون کو دہرایا گیا، کہ اللہ تعالیٰ دلوں کے ارادوں اور خیالات سے بھی واقف ہے، تم کسی چیز کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ تعالیٰ کے سامنے سب ظاہر ہی ہے۔اس میں تاکید ہے کہ مذکور الصدر احکام میں کسی قسم کا شک وشبہ یا وسوسہ دل میں پیدا نہ ہونے دیں، اور احکام مذکورہ کی مخالفت سے بچنے کا پورا اہتمام

کریں۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝

ان پر (پردہ نہ کرنے میں) کوئی گناہ نہیں اپنے (حقیقی) آباء سے، اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے،

اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے اور نہ اپنی (مسلم) عورتوں اور نہ اپنی مملوک باندیوں سے،

تم اللہ کا تقوٰی (برقرار) رکھو، بیشک اللہ ہر چیز پر گواہ ونگہبان ہے۔

## محارم سے پردے کی رخصت کا بیان

"لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ" أَيْ الْمُؤْمِنَات "وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانهنَّ" مِنْ الْإِمَاء وَالْعَبِيد أَنْ يَرَوْهُنَّ وَيُكَلِّمُوهُنَّ مِنْ غَيْر حِجَاب "وَاتَّقِينَ اللّٰه" فِيمَا أُمِرْتُنَّ بِهِ "إِنَّ اللّٰه كَانَ عَلَى كُلّ شَيْء شَهِيدًا" لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء

ان (ازواج) کے لئے کوئی حرج نہیں ہے ان کے آباء ان کے بیٹوں ان کے بھائیوں ان کے بھتیجوں ان کے بھانجوں ان کی خواتین یعنی مومن خواتین اور ان کی زیر ملکیت کے حوالے سے خواہ وہ کنیزیں ہوں یا غلام ہوں۔ یہ لوگ انہیں دیکھ سکتے ہیں اور حجاب کے بغیر ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ (اے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ سے ڈرتی رہو اس بارے میں جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے سے واقف ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

## سورہ احزاب آیت ۵۵ کے شان نزول کا بیان

جب پردہ کا حکم نازل ہوا تو عورتوں کے باپ بیٹوں اور قریب کے رشتہ داروں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا ہم اپنی ماؤں بیٹیوں کے ساتھ پردہ کے باہر سے گفتگو کریں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس سلسلے میں علامہ آلوسی کی یہ تشریح بھی قابل ذکر ہے کہ بھائیوں، بھانجوں، اور بھتیجوں کے حکم میں وہ سب رشتہ دار آ جاتے ہیں جو ایک عورت کے لیے حرام ہوں، خواہ وہ نسبی رشتہ دار ہوں یا رضاعی۔ اس فہرست میں چچا اور ماموں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ عورت کے لیے بمنزلۂ والدین ہیں۔ یا پھر ان کے ذکر کو اس لیے ساقط کر دیا گیا کہ بھانجوں اور بھتیجوں کا ذکر آ جانے کے بعد ان کے ذکر کی حاجت نہیں ہے، کیونکہ بھانجے اور بھتیجے سے پردہ نہ ہونے کی جو وجہ ہے وہی چچا اور ماموں سے پردہ نہ ہونے کی وجہ بھی ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ احزاب، بیروت)

## محارم رضاعیہ کے لئے پردہ سے اباحت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے رضاعی چچا میرے یہاں آئے اور میرے پاس آنے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت نہیں دی اور کہا کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں گی (اجازت نہیں دے سکتی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی، فرمایا وہ تمہارے چچا ہیں، انہیں اندر بلا لیا ہوتا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو تمہارے چچا ہیں، انہیں تمہارے پاس آنے میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا یہ پردہ کی آیت کے نزول کے بعد کا واقعہ ہے، حضرت عائشہ کا قول ہے کہ نسب سے جو لوگ حرام ہیں وہی لوگ دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 227)

## پردہ کے بعض احکام کا بیان

چونکہ اوپر کی آیتوں میں اجنبیوں سے پردے کا حکم ہوا تھا اس لئے جن قریبی رشتہ داروں سے پردہ نہ تھا ان کا بیان اس آیت میں کر دیا۔ سورہ نور میں بھی اسی طرح فرمایا کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں، باپوں، سسروں، لڑکوں، خاوند کے لڑکوں، بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں، عورتوں اور ملکیت جن کی ان کے ہاتھوں میں ہو۔ ان کے سامنے یا کام کاج کرنے والے غیر خواہشمند مردوں یا کمسن بچوں کے سامنے۔ اس کی پوری تفسیر اس آیت کے تحت میں گزر چکی ہے۔ چچا اور ماموں کا ذکر یہاں اس لئے نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے وہ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے اوصاف بیان کریں۔

حضرت شعبی اور حضرت عکرمہ تو ان دونوں کے سامنے عورت کا دوپٹہ اتارنا مکروہ جانتے تھے۔ نسائھن سے مراد مومن عورتیں ہیں۔ ماتحت سے مراد لونڈی غلام ہیں۔ جیسے کہ پہلے ان کا بیان گزر چکا ہے اور حدیث بھی ہم وہیں وارد کر چکے ہیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں اس سے مراد صرف لونڈیاں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو۔ اللہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ چھپا کھلا سب اسے معلوم ہے۔ اس موجود اور حاضر کا خوف رکھو اور اس کا لحاظ کرتی رہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ |
| بیشک اللہ اور اس کے (سب) فرشتے نبیِ (مکرمّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود بھیجتے رہتے ہیں، اے ایمان والو! |
| تم (بھی) ان پر درود بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ |

## نبی کریم ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کا بیان

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلَائِکَتَہ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ" مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" اَیْ قُوْلُوْا: اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل کرتے ہیں اے ایمان والو! تم ان پر درود بھیجو اور اہتمام کے ساتھ سلام بھیجو یعنی تم یہ پڑھو۔

**اللھم صل علیٰ محمد وسلم**

''اے اللہ! تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام نازل کر!''

## لفظ صلوٰۃ وسلام کے معانی کا بیان

لغوی طور پر "صلوۃ" کے معنی دعا، رحمت اور استغفار کے ہیں اور درود کا مطلب ہے بندوں کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ جل شانہ کی ایسی رحمت کو طلب کرنا جو دنیا وآخرت کی بھلائی کو شامل ہو۔ االلہ تعالیٰ نے بندوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام یعنی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ارشاد بانی ہے۔ آیت (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، الاحزاب:56) "اے ایمان والو تم آپ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام اور رحمت بھیجو۔" علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم وجوب کے لئے ہے چنانچہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جتنی مرتبہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنا جائے ہر ہر بار درود بھیجا جائے۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح پوری زندگی میں صرف ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دینی فرض ہے اسی طرح پوری عمر میں صرف ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا فرض ہے۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ درود بھیجنا مستحب ومسنون اور شعار اسلام میں ہے جس پر بیحد وحساب اجر وثواب کا وعدہ ہے۔ حضرت قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ تو فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے مومنین پر فرض کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجا جائے اور چونکہ اس سلسلے میں کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا اس لئے واجب ہے کہ درود وسلام زیادہ سے زیادہ بھیجا جائے اور اس میں غفلت نہ برتی جائے" لیکن بعض حضرات نے حضرت قاضی ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کے مقابلے میں پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔

## التحیات میں درود پڑھنا فرض ہے یا سنت

حضرت امام اشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے التحیات میں درود پڑھنے کو فرض کہا ہے لیکن علماء نے صراحت کی ہے کہ امام اشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول شاذ ہے اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا موافق کوئی عالم نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا معتمد ومفتی بہ قول یہ ہے کہ کوئی آدمی اگر ایک ہی مجلس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک کئی مرتبہ سنے تو اس پر صرف ایک مرتبہ درود بھیجنا واجب ہے اور ہر مرتبہ بھیجنا مستحب ہے اور التحیات میں درود پڑھنا سنت ہے۔ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ کا استعمال غیر انبیاء کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ علماء کے ہاں اس بات پر اختلاف ہے کہ انبیاء کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ناموں سے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے انبیاء کے اسماء کے ساتھ علیہ السلام کے الفاظ بولے اور لکھے جاتے ہیں تو اس طرح انبیاء کے علاوہ کسی دوسری آدمی کے نام

کے ساتھ ان الفاظ کا استعمال جائز ہوگا یا نہیں؟ چنانچہ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ "ان الفاظ کا استعمال صرف انبیاء کے لئے مخصوص ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کے لئے ان الفاظ کو استعمال کرنا جائز نہیں ہے البتہ دوسرے لوگوں کے اسماء کے ساتھ غفر اللہ، رحمہ اللہ اور رضی اللہ وغیرہ کے الفاظ استعمال کیئے جائیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا واجب ہے ہر ایک مجلس میں آپ کا ذکر کرنے والے پر بھی اور سننے والے پر بھی ایک مرتبہ اور اس سے زیادہ مستحب ہے، یہی قول معتمد ہے اور اس پر جمہور ہیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد درود شریف پڑھنا سنّت ہے اور آپ کے تابع کر کے آپ کے آل واصحاب و دوسرے مومنین پر بھی درود بھیجا جا سکتا ہے یعنی درود شریف میں آپ کے نامِ اقدس کے بعد ان کو شامل کیا جا سکتا ہے اور مستقل طور پر حضور کے سوا ان میں سے کسی پر درود بھیجنا مکروہ ہے۔ مسئلہ: درود شریف میں آل واصحاب کا ذکر متوارث ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آل کے ذکر کے بغیر مقبول نہیں۔ درود شریف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکریم ہے علماء نے اللھم صل علیٰ محمد کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یارب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظمت عطا فرما، دنیا میں ان کا دین بلند ان کی دعوت غالب فرما کر اور ان کی شریعت کو بقا عنایت کر کے اور آخرت میں ان کی شفاعت قبول فرما کر اور ان کا ثواب زیادہ کر کے اور اوّلین و آخرین پر ان کی فضیلت کا اظہار فرما کر اور انبیاء، مرسلین وملائکہ اور تمام خَلق پر ان کی شان بلند کر کے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

## اذان سن کر صلوۃ وسلام پڑھنے کا بیان

دیکھئے مسند کی حدیث میں ہے جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہو تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو ایک کے بدلے دس درود اللہ تم پر بھیجے گا پھر میرے لئے وسیلہ مانگو جو جنت کی ایک منزل ہے اور ایک ہی بندہ اس کا مستحق ہے مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں سنو جو میرے لئے وسیلہ کی دعا کرتا ہے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔ پہلے درود کے زکوٰۃ ہونے کی حدیث میں بھی اس کا بیان گذر چکا ہے۔ فرمان ہے کہ جو شخص درود بھیجے اور کہے اللھم انزله المقعد المقرب عندك يوم القيامته اس کے لئے میری شفاعت قیامت کے دن واجب ہو جائے گی۔ (مسند) ابن عباس سے یہ دعا منقول ہے

## مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کے وقت صلوۃ وسلام پڑھنے کا بیان

حضرت فاطمہ بنت حسین ابن علی المرتضٰی اپنی دادی فاطمہ کبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (زہرا) سے روایت کرتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتے، یعنی یہ الفاظ فرماتے صلی اللہ علی محمد یا فرماتے اَللّٰهُمَّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَسَلِّمْ اور پھر یہ دعا پڑھتے رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ یعنی اے میرے پروردگار، میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ اور جب مسجد سے باہر آتے تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج کر یہ دعا پڑھتے۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ یعنی اے میرے پروردگار! میرے گناہ بخش دے اور میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے۔ یہ روایت ترمذی، احمد، ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور احمد بن حنبل

وابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ (حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے اور اسی طرح جب باہر نکلتے تو صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ کے بجائے یہ الفاظ فرماتے بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ یعنی میں اللہ کے نام کے ساتھ داخل ہوتا ہوں اور نکلتا ہوں اور سلامتی ہو رسول پر۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 693)

## نماز کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک روز) میں نماز پڑھ رہا تھا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم (بھی وہیں) تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حاضر تھے، چنانچہ نماز کے بعد جب میں بیٹھا تو اللہ جل شانہ، کی تعریف بیان کرنا شروع کی اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا، اس کے بعد میں اپنے (دینی و دنیاوی مقاصد کے) لئے مانگنے لگا (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مانگو! دیئے جاؤ گے۔ مانگو دیئے جاؤ گے (یعنی دعا مانگو ضرور قبول ہوگی)۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 896)

## نماز کے آخری قعدہ میں التحیات کا دورد

اس کی بحث پہلی گذر چکی۔ ہاں اول تشہد میں اسے کسی نے واجب نہیں کہا۔ البتہ مستحب ہونے کا ایک قول شافعی کا ہے۔ گو دوسرا قول اس کے خلاف بھی انہی سے مروی ہے۔

## جنازے کی نماز میں درود پڑھنے کا بیان

چنانچہ سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلی تکبیر میں سورہ فاتحہ پڑھے۔ دوسری میں درود پڑھ۔ تیسری میں میت کے لئے دعا کرے چوتھی میں اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ الخ، پڑھے۔ ایک صحابی کا قول ہے کہ مسنون نماز جنازہ یوں ہے کہ امام تکبیر کہہ کر آہستہ سلام پھیر دے۔ (نسائی)

## عید کی نماز میں درود پڑھنے کا بیان

حضرت ابن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اور حضرت حذیفہ کے پاس آ کر ولید بن عقبہ کہتا ہے عید کا دن ہے بتلاؤ تکبیروں کی کیا کیفیت ہے؟ عبداللہ نے فرمایا تکبیر تحریمہ کہہ کر اللہ کی حمد کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دود بھیج دعا مانگ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر۔ پھر تکبیر کہہ کر یہی کر پھر قرأت کر پھر تکبیر کہہ کر رکوع کر پھر کھڑا ہو کر پڑھ اور اپنے رب کی حمد بیان کر اور حضور پر صلوۃ پڑھ اور دعا کر اور تکبیر کہہ اور اسی طرح کر پھر رکوع میں جا۔ حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ نے بھی اس کی تصدیق کی۔

## دعا کے خاتمے پر صلوۃ وسلام پڑھنے کا بیان

ترمذی میں حضرت عمر کا قول ہے کہ دعا آسمان و زمین میں معلق رہتی ہے یہاں تک کہ تو درود پڑھے تب چڑھتی ہے۔ ایک

روایت مرفوع بھی اسی طرح کی آئی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ دعا کے اول میں، درمیان میں اور آخر میں درود پڑھ لیا کرو۔ ایک غریب اور ضعیف حدیث میں ہے کہ مجھے سوار کے پیالے کی طرح نہ کرلو کہ جب وہ اپنی تمام ضروری چیزیں لے لیتا ہے تو پانی کا کٹورہ بھی بھر لیتا ہے اگر وضو کی ضرورت پڑی تو وضو کر لیا، پیاس لگی تو پانی پی لیا ورنہ پانی بہا دیا۔ دعا کی ابتداء میں دعا کے درمیان میں اور دعا کے آخر میں مجھ پر درود پڑھا کرو۔ خصوصاً دعائے قنوت میں درود کی زیادہ تاکید ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کلمات سکھائے جنہیں میں وتروں میں پڑھا کرتا ہوں۔

**اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنیفیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ماقضیت فانك تقضی ولا یقضی علیك انه لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت**

(السنن) نسائی کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ **وصل اللّٰه علی النبی** ﷺ۔

## جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

مسند احمد میں ہے سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے، اسی میں حضرت آدم پیدا کئے گئے، اسی میں قبض کئے گئے، اسی میں نفخہ ہے، اسی میں بیہوشی ہے۔ پس تم اس دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو۔ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا آپ تو زمین میں دفنا دیئے گئے ہوں گے پھر ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا۔ ابوداؤد نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ابن ماجہ میں ہے جمعہ کے دن بکثرت درود پڑھو اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ فارغ ہو پوچھا گیا موت کے بعد بھی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کے جسموں کا گلانا سڑانا حرام کر دیا ہے نبی اللہ زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں ایک روایت میں ہے اس کا جسم زمین نہیں کھاتی جس سے روح القدس نے کلام کیا ہو۔ لیکن یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی جمعہ کے دن اور رات میں درود کی کثرت کا حکم ہے۔

## جمعہ کے خطبات میں صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

اسی طرح خطیب پر بھی دونوں خطبوں میں درود واجب ہے اس کے بغیر صحیح نہ ہوں گے اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور اس میں ذکر اللہ واجب ہے پس ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب ہوگا۔ جیسے اذان ونماز شافعی اور احمد کا یہی مذہب ہے۔

## روضہ رسول ﷺ کے پاس صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

آپ کی قبر شریف کی زیارت کے وقت ابوداؤد میں ہے جو مسلمان مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ اللہ میری روح کو لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ ابوداؤد میں ہے اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ میری قبر پر عرس میلہ نہ لگاؤ۔ ہاں مجھ پر درود پڑھو گو تم کہیں بھی ہو لیکن تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے۔ قاضی اسماعیل بن اسحاق اپنی کتاب فضل الصلوٰۃ میں ایک روایت لائے ہیں کہ ایک شخص ہر صبح روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آتا تھا اور درود وسلام پڑھتا تھا۔ ایک دن اس سے حضرت علی بن حسین بن علی نے

کہا تم روز ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرنا مجھے بہت مرغوب ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں ایک حدیث سناؤں میں نے اپنے باپ سے انہوں نے میرے دادا سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ نہ اپنے گھروں کو قبریں بناؤ جہاں کہیں تم ہو وہیں سے مجھ پر درود وسلام بھیجو وہ مجھے پہنچ جاتے ہیں۔

یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پے در پے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ تو اور جو شخص اندلس میں ہے جہاں کہیں تم ہو وہیں سے سلام بھیجو تمہارے سلام مجھے پہنچا دیئے جاتے ہیں۔

طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ یہ خاص راز ہے اگر تم مجھ سے نہ پوچھتے تو میں بھی نہ بتاتا۔ سنو میرے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جب میرا ذکر کسی مسلمان کے سامنے کیا جاتا ہے اور وہ مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتے کہتے ہیں اللہ تجھے بخشے۔ اور خود اللہ اور اس کے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہیں جو زمین میں چلتے پھرتے رہتے ہیں میری امت کے سلام مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ نسائی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو میری قبر کے پاس سے مجھ پر سلام پڑھتا ہے اسے میں سنتا ہوں اور جو دور سے سلام بھیجتا ہے اسے میں پہنچایا جاتا ہوں۔

## احرام والے کیلئے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا بیان

ہمارے ساتھیوں کا قول ہے کہ احرام والا جب لبیک پکارے تو اسے بھی درود پڑھنا چاہئے۔ دارقطنی وغیرہ میں قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق کا فرمان مروی ہے کہ لوگوں کو اس بات کا حکم کیا جاتا تھا۔ صحیح سند سے حضرت فاروق اعظم کا قول مروی ہے کہ جب تم مکہ پہنچو تو سات مرتبہ طواف کرو، مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر صفا پر چڑھو اتنا کہ وہاں سے بیت اللہ نظر آئے وہاں کھڑے رہ کر سات تکبیریں کہو ان کے درمیان اللہ کی حمد وثناء بیان کرو اور درود پڑھو۔ اور اپنے لئے دعا کرو پھر مروہ پر بھی اسی طرح کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

## صلوٰۃ وسلام نہ پڑھنے والوں کیلئے وعید کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" خاک آلود ہو اس آدمی کی ناک کہ اس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا، خاک آلود ہو اس آدمی کی ناک کہ اس پر رمضان آیا اور اس کی بخشش سے پہلے گذر گیا اور خاک آلود ہو اس آدمی کی ناک کہ اس کے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک نے اس کے سامنے بڑھاپا پایا اور انہوں نے اسے جنت میں داخل نہیں کیا۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 892)

اس حدیث سے ان خارجیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ لوگوں کو درود وسلام پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ اوقات کیلئے دلائل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جبکہ خود عقل سے عاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ جہلاء کے شر سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔ اور ہمیں اپنی عبادات سے قبل اور بعد میں کثرت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

## صلوٰۃ وسلام کی کثرت کیلئے سارا وقت مقرر کر لینے کا بیان

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتا ہوں (یعنی کثرت سے درود بھیجنا چاہتا ہوں اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتلا دیجئے کہ) اپنے لئے دعا کے واسطے جو وقت میں نے مقرر کیا ہے اس میں سے کتنا وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے لئے مخصوص کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس قدر تمہارا جی چاہے!" میں نے عرض کیا" کیا چوتھائی (وقت مقرر کر دوں (؟ فرمایا "جتنا تمہارا جی چاہے اور اگر زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے" میں نے عرض کیا" تو پھر دو تہائی مقرر کر دوں"؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس قدر تمہارا جی چاہے اور اگر زیادہ مقرر کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے، میں نے عرض کیا اچھا تو پھر میں اپنی دعا کا سارا وقت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درود کے واسطے مقرر کئے دیتا ہوں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہیں کفایت کرے گا، تمہارے دین ودنیا کے مقاصد کو پورا کرے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 894)

## صلوٰۃ وسلام نہ بھیجنے والے کی بدبختی کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بخیل وہ آدمی ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا (یعنی میرا نام لیا گیا) اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 898)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝ |
| بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں |
| لعنت بھیجتا ہے اور اس نے ان کے لئے ذلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچانے والوں پر لعنت ہونے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَه" وَهُمُ الْكُفَّار يَصِفُونَ اللَّه بِمَا هُوَ مُنَزَّه عَنْهُ مِنَ الْوَلَد وَالشَّرِيك وَيُكَذِّبُونَ رَسُوله "لَعَنَهُمُ اللَّه فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة" أَبْعَدَهُمْ "وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا" ذَا إِهَانَة وَهُوَ النَّار،

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دیتے ہیں اس سے مراد کفار ہیں جو اللہ تعالیٰ کو اولاد اور شریک وغیرہ سے موصوف کرتے ہیں جن سے وہ پاک ہے اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کرے گا یعنی انہیں (اپنی رحمت سے) دور کر دے گا اور اس نے ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے یعنی اہانت والا یعنی جہنم۔

## سورہ احزاب آیت ۵۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ کے اس فرمان کے متعلق روایت ہے۔فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صفیہ بنت حی کو اپنے لیے منتخب کرنے پر کچھ لوگوں نے آپ کی ذات اقدس پر طعن و تشنیع کی ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں کے متعلق نازل ہوئی جنھوں نے حضرت عائشہ پر جھوٹی تہمت لگائی نبی نے خطبہ پڑھا اور ارشاد فرمایا کون اس شخص کے مقابلے میں میری مدد کرے گا جو مجھے تکلیف دیتا ہے اور اپنے گھر میں مجھے ایذاء پہنچانے والوں کو جمع کرتا ہے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(سیوطی 233،طبری 22۔45،زادالمیسر 6۔240،ابن کثیر 3۔517،در منثور 5۔220 قرطبی 14۔237)

## کفار کا اللہ تعالی کیلئے شریک ٹھہرانے کا بیان

حضرت عبداللہ مسعود فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ کہ جس اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔تم کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ پھر اس آدمی نے پوچھا! اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خیال سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔پھر اس نے پوچھا، اس کے بعد سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ کہ تم اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرو (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ) سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی (جس کا ترجمہ ہے) وہی بندگان خاص ہیں جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کو معبود نہیں ٹھہراتے اور جس جاندار کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اس کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ زنا کرتے ہیں (جو کوئی ایسا کرے گا وہ گناہ کے وبال میں پڑے گا)۔(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 46)

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل میں مذاہب اربعہ

حضور ﷺ کے گستاخ کی سزا یہی ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔اس کی توبہ قبول نہیں، چاروں مسالک یہی ہیں۔علامہ زین الدین ابن نجیم البحر الرائق میں ارشاد فرماتے ہیں۔حضور ﷺ کو سب وشتم کرنے والے کی سزا قتل ہے۔اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام اعظم امام اعظم رضی اللہ عنہ علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابن ہمام حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔" جس نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں دل میں بغض رکھا وہ مرتد ہوگیا، اور شاتم رسول تو اس سے بھی بدتر ہے، ہمارے نزدیک وہ واجب القتل ہے! اور اس کی توبہ سے سزائے موت موقوف نہیں ہوگی۔یہ مذہب اہل کوفہ اور امام مالک کا بھی ہے۔اور یہ حکم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔علماء نے یہاں تک فرمایا کہ گالی دینے

والا نشے میں ہو تب بھی قتل کیا جائے گا اور معاف نہیں ہو گا۔ (فتح القدیر شرح الہدایہ، کتاب الردۃ)

علامہ خیر الدین رملی حنفی فتاویٰ بزازیہ میں لکھتے ہیں: شاتمِ رسول کو بہر طور حداً قتل کرنا ضروری ہے۔ اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی، خواہ یہ توبہ گرفت کے بعد ہو یا اپنے طور پر تائب ہو جائے کیونکہ ایسا شخص زندیق کی طرح ہوتا ہے، جس کی توبہ قابلِ تسوب ہی نہیں اور اس میں کسی مسلمان کے اختلاف کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یہ صرف توبہ سے ساقط نہیں ہو سکتا، جس طرح دیگر حقوق (چوری، زنا) توبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور جس طرح حدِ تہمت توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ یہی سیّدنا ابو بکر علیہ الرحمہ، امام اعظم علیہ الرحمہ، اہل کوفہ اور امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب ہے۔ (تنبیہ الولاۃ والحکام)

امام ابن عابدین شامی حنفی علیہ الرحمہ امت کی رائے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ تمام اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل واجب ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ، امام ابولیث علیہ الرحمہ، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ، امام اسحاق علیہ الرحمہ اور امام شافعی علیہ الرحمہ، حتیٰ کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ان تمام کا مسلک یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ (فتاویٰ شامی)

علامہ طاہر بخاری اپنی کتاب خلاصہ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ محیط میں ہے کہ جو نبی کریم ﷺ کو گالی دے، آپ ﷺ کی اہانت کرے، آپ ﷺ کے دینی معاملات یا آپ ﷺ کی شخصیت یا آپ ﷺ کے اوصاف میں سے کسی وصف کے بارے میں عیب جوئی کرے چاہے گالی دینے والا آپ ﷺ کی امت میں سے ہو خواہ اہل کتاب وغیرہ میں سے ہو ذمی یا حربی، خواہ یہ گالی اہانت اور عیب جوئی جان بوجھ کر ہو یا سہواً اور غفلت کی بناء پر نیز سنجیدگی کے ساتھ ہو یا مذاق سے، ہر صورت میں ہمیشہ کے لئے یہ شخص کافر ہو گا اس طرح کہ اگر توبہ کرے گا تو بھی اس کی توبہ نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ عند الناس اور تمام متقدمین اور تمام متاخرین و مجتہدین کے نزدیک شریعت مطہرہ میں اس کی قطعی سزا قتل ہے۔ حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ ایسے شخص کے قتل کے بارے میں ذرا سی نرمی سے بھی کام نہ لے۔ (خلاصہ الفتاویٰ)

علامہ خطابی علیہ الرحمہ کا قول ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے بدگو کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو اور اگر یہ بدگوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو تو ایسے شخص کی توبہ سے اس کا قتل معاف ہو جائے گا۔ (فتح القدیر)

علامہ بزازی علیہ الرحمہ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حق العبد توبہ سے معاف نہیں ہوتا جس طرح تمام حقوق العباد اور جیسا کہ حدِ قذف (تہمت کی سزا) توبہ سے ختم نہیں ہوتی۔ بزاز علیہ الرحمہ نے اس کی بھی تصریح کی ہے کہ انبیاء میں سے کسی ایک کو برا کہنے کا یہی حکم ہے۔

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام مالک علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابنِ قاسم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ امام مالک علیہ الرحمہ سے مصر سے ایک فتویٰ طلب کیا گیا، جس میں میرے فتویٰ کے بارے میں، جس میں کہ میں نے شاتمِ رسول علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا تھا، تصدیق چاہی گئی تھی۔ اس فتویٰ کے جواب میں امام مالک علیہ الرحمہ نے مجھ ہی کو اس فتویٰ کا جواب لکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ میں نے یہ جواب لکھا کہ ایسے شخص کو عبرتناک سزا دی جائے اور

اس کی گردن اُڑا دی جائے۔ یہ کلمات کہہ کر میں نے امام مالک علیہ الرحمہ سے عرض کی کہ اے ابوعبداللہ! (کنیت امام مالک علیہ الرحمہ) اگر اجازت ہو تو یہ بھی لکھ دیا جائے کہ قتل کے بعد اس لاش کو جلا دیا جائے۔ یہ سن کر امام مالک علیہ الرحمہ نے فرمایا، یقیناً وہ گستاخ اسی بات کا مستحق ہے اور یہ سزا اس کے لیے مناسب ہے۔ چنانچہ یہ کلمات میں نے امام موصوف کے سامنے ان کی ایماء پر لکھ دیے اور اس سلسلے میں امام صاحب نے کسی مخالفت کا اظہار نہ کیا۔ چنانچہ یہ کلمات لکھ کر میں نے فتویٰ روانہ کر دیا اور اس فتویٰ کی روشنی میں اس گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو جلا دیا گیا۔ (الشفاء)

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں ابنِ کنانہ کا حکام کا فتویٰ

مبسوط میں ابنِ کنانہ علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی یہودی یا نصرانی بارگاہِ رسالت میں گستاخی کا مرتکب ہو تو میں حاکمِ وقت کو مشورہ دیتا ہوں اور ہدایت کرتا ہوں کہ ایسے گستاخ کو قتل کر کے اس کی لاش کو پھونک دیا جائے یا براہ راست آگ میں جھونک دیا جائے۔ (الشفاء، ج،ص، از قاضی عیاض مالکیعلیہ الرحمہ)

## حکمِ قتل پر علمائے مالکیہ کی دلیل کا بیان

حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور تمام اہلِ مدینہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم ذمّی نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کرے اور توہین رسالت کا مرتکب ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ "اگر گالی دینے والا ذمّی ہو تو اسے بھی امام مالک اور اہل مدینہ کے مذہب میں قتل کیا جائے گا۔" علامہ ابن سحنون سے یہ بھی نقل کیا ہے۔

"اگر گالی دینے والا مسلمان ہے تو کافر ہو جائے گا، اور بلا اختلاف اس کو قتل کر دیا جائے گا، اور یہ آئمہ اربعہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ (الصارم المسلول، ص۵)

امام ابوعبید القاسم بن سلام فرماتے ہیں۔ کہ جس نے نبی ﷺ کی ذات میں کیے گئے ہجو کے ابیات میں سے ایک سطر بھی حفظ کی؛ اس انسان نے کفر کیا۔ اور بعض سلف نے کہا ہے کہ: جو انسان نبی کریم ﷺ کی ہجو کی روایات نقل کرتا ہو اس سے حدیث لینا بالاجماع حرام ہے۔ (شفاء: امتاع الاسماع۔ احکام القرآن ۸۶/۳)

علامہ احمد بن دردیر مالکی علیہ الرحمہ اقرب المسالک کی شرح "الصغیر" میں لکھتے ہیں: من سب نبیا مجمعا علی نبوته، او عرض بسب نبی، بان قال عند ذکره، اما انا فلست بزان او سارق فقد کفر .و کذا ن الحق بنبی نقصاً، ون بیدنه کعرج، وشلل، او وفور علمه، ذ کل نبی اعلم اهل زمانه وسیدهم اعلم الخلق .

"جس نے کسی ایسے نبی کو گالی دی جس کی نبوت پر سب کا اتفاق ہے' یا اس کام کیا جو گالی سے مشابہ ہے' (یعنی عیب نکالا) اس طرح کہ اس کے تذکرہ کے وقت کہا: اے پر میں نہ ہی زانی ہوں' اور نہ ہی چور ہوں۔ اس سے وہ کافر ہو جائے گا"۔ اور ایسے ہی اگر اس نے کسی نبی پر کوئی نقص (کوتاہی) لگایا؛ (مثلاً اس نے کہا بیشک اس کے بدن میں لنگڑا پن ہے' یا شل ہے' یا ان کے علم وافر ہونے پر نقص لگایا' (اس سے بھی وہ کافر ہو جائے گا) اس لیے کہ ہر نبی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے' اور ان کا سردار

اور تمام مخلوق سے بڑھ کر عالم ہوتا ہے۔ (شرح الصغیر ۴/۱۳۲)

قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے علمائے مالکیہ نے ایسے گستاخ ذمی کے قتل کے حکم پر قرآنِ کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: اور اگر وہ اپنی قسموں کو توڑیں اور عہد شکنی کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بارے میں بدگوئیاں کریں، تو ان کفر کے سرغنوں سے لڑو۔ (التوبہ)

اس آیتِ قرآنی کے علاوہ علمائے مالکیہ نے سرکارِ دوعالم ﷺ کے عمل سے بھی استدلال کیا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن اشرف کو اس کی گستاخیوں کی سبب سے قتل کروایا تھا۔ اس گستاخ کے علاوہ اور دوسرے گستاخ بھی تعمیلِ حکمِ نبوی ﷺ میں قتل کیے گئے تھے۔ (الشفاء)

ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جو شخص بھی رسول کریم ﷺ کو گالی دے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات یا دین یا آپ ﷺ کی عادت میں نقص و عیب نکالے یا اسے ایسا شبہ لاحق ہو، جس سے آپ ﷺ کو گالی دینے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیصِ شان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و عداوت اور نقص و عیب کا پہلو نکلتا ہو، وہ دشنام دہندہ ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو گالی دینے والے کا ہے اور وہ یہ کہ اسے قتل کیا جائے۔ اس مسئلہ کی کسی شاخ کو نہ مستثنٰی کیا جائے اور نہ اس میں شک و شبہ روا رکھا جائے خواہ گالی صراحتًا دی جائے یا اشارۃً۔ وہ شخص بھی اسی طرح ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لعنت کرے یا آپ ﷺ کو نقصان پہنچانا چاہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بددعا کرے یا آپ ﷺ کی شان کے لائق نہ ہو یا آپ ﷺ کی کسی چیز کے بارے میں رکیک، بے ہودہ اور جھوٹی بات کرے یا جن مصائب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے ان کی سبب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگائے یا بعض بشری عوارض کی سبب سے، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے، آپ ﷺ کی تنقیصِ شان کرے، اس بات پر تمام علماء اور ائمہ الفتوٰی کا عہدِ صحابہ سے لے کر اگلے تاریخی ادوار تک اجماع چلا آ رہا ہے۔ (الصارم المسلول)

امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں: مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں کہا کہ کعب بن اشرف کو بدعہدی کر کے قتل کیا گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اس کہنے والے کی گردن ماردی جائے۔ (کیونکہ کعب بن اشرف کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا بلکہ وہ مسلسل بدگوئی اور ایذاءرسانی کی سبب سے مباح الدم بن گیا تھا)۔

اسی طرح کا جملہ ایک اور شخص ابن یامین کے منہ سے نکلا تو کعب بن اشرف کو مارنے والے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوگئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کی مجلس میں یہ بات کہی جارہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ خدا کی قسم! اب آپ کے پاس کسی عمارت کی چھت تلے نہ آؤں گا اور اگر مجھے یہ شخص باہر مل گیا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔ علماء نے فرمایا ایسے شخص سے توبہ کے لیے بھی نہ کہا جائے گا بلکہ قتل کردیا جائے گا جو نبی ﷺ کی طرف بدعہدی کو منسوب کرے۔ یہی وہ بات ہے، جس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ علیہ الرحمہ نے سمجھا، اس لیے کہ یہ تو زندقہ ہے۔ (تفسیر قرطبی)

اسلام (کافر ساب) کے قتل کو ساقط نہ کرے گا۔ کیونکہ یہ قتل نبی علیہ السلام کے حق کی سبب سے واجب ہو چکا ہے، کیونکہ اس

نے آپ اکی بے عزتی کی ہے، آپ پر نقص وعیب لگانے کا ارادہ کیا ہے، اس لئے اسلام لانے کی سبب سے بھی اس کا قتل معاف نہ ہوگا اور نہ یہ کافر مسلمان سے بہتر ہوگا، بلکہ بدگوئی کی سبب سے باوجود توبہ کے دونوں کو چاہے کافر ہو یا مسلم قتل کر دیا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی)

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابوبکر فارسی لکھتے ہیں۔ کہ قاضی شوکانی نے آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "آئمہ شافعیہ میں سے ابوبکر فارسی انے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو گالی دی اور صریحا قذف وتہمت لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیونکہ اس کے نبی a پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ (نیل الاوطار ۲۱۴/۷)

حافظ ابن کثیر أ لکھتے ہیں: ,, نبی علیہ السلام پر طعن کرنے کا معنیٰ یہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ پر عیب لگایا اور تنقیص وتحقیر کی اور اسی سے نبی علیہ السلام کو گالی دینے والے کے قتل کی سزا اخذ کی گئی ہے۔ اسی طرح جس نے دین اسلام میں طعن کیا اور اسے تحقیر و تنقیص کے ساتھ ذکر کیا اس کی سزا بھی قتل ہے۔ (ابن کثیر ۴۴۷/۲)

علامہ شربینی شافعی علیہ الرحمہ مغنی المحتاج میں لکھتے ہیں: "جو کسی رسول کی تکذیب کرے 'یا اسے گالی دے 'یا ان کی ذات میں یا نام میں حقارت آمیز رویہ رکھے سو وہ کافر ہو جائے گا'۔ (مغنی المحتاج 134/4)

باقی آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے کے بارے میں ابن تیمیہ لکھتے ہیں: "مسائل اختلافیہ پر مشتمل کتب میں جس رائے کی تائید و نصرت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ نبی a کو گالی دینا عہد ومعاہدہ کو توڑ دیتا ہے اور یہ فعل اس کے قتل کو واجب کر دیتا ہے جس طرح ہم نے خود امام شافعی سے ذکر کیا ہے۔ (توہین رسالت کی شرعی سزا، ۱۷)

علامہ ابوبکر فارسی لکھتے ہیں کہ قاضی شوکانی نے آئمہ وفقہاء شافعیہ کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: "آئمہ شافعیہ میں سے ابو بکر فارسی نے کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جس نے نبی علیہ السلام کو گالی دی اور صریحا قذف وتہمت لگائی وہ تمام علماء کے اتفاق سے کافر قرار دیا جائے گا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس سے سزائے قتل زائل نہیں ہوگی کیوں کہ اس کے نبی علیہ السلام پر تہمت لگانے کی سزا قتل ہے اور تہمت کی سزا توبہ کرنے سے ساقط نہیں ہوتی۔ (نیل الاوطار ۲۱۴/۷)

امام شافعی علیہ الرحمہ سے صراحتاً منقول ہے کہ نبی کریم اکو گالی دینے سے عہد ٹوٹ جاتا ہے اور ایسے شخص کو قتل کر دینا چاہیے۔ ابن المنذر، الخطابیعلیہ الرحمہ اور دیگر علماء نے ان سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام شافعیعلیہ الرحمہ اپنی کتاب الام میں فرماتے ہیں: جب حاکم وقت جزیہ کا عہد نامہ لکھنا چاہے تو اس میں مشروط کا ذکر کرے۔ عہد نامے میں تحریر کیا جائے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا کتاب اللہ یا دین اسلام کا تذکرہ نازیبا الفاظ میں کرے گا تو اس سے اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری اٹھ جائے گی، جو امان اس کو دی گئی تھی، ختم ہو جائے گی اور اس کا خون اور مال امیر المومنین کے لیے اس طرح مباح ہو جائے گا

جس طرح حربی کافروں کے اموال اور خون مباح ہیں۔ (الصارم المسلول)

امام محمد علیہ الرحمہ بن سحنون بھی اجماع نقل کرتے ہیں۔ اس بات پر علماء کا اجماع منعقد ہوا ہے کہ نبی کریم اکو گالی دینے والا اور آپ اکی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے بارے میں عذاب خداوندی کی وعید آئی ہے۔ امت کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور جو شخص اس کے کفر اور اس کی سزا میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (درمختار، نسیم الریاض، شرح الشفاء)

صحیح بخاری کے مشہور شارح جلیل القدر محدث ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں: ابن المنذ ر نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا کہ جو نبی اکو گالی دے، اسے قتل کرنا واجب ہے۔ ائمہ شوافع کے معروف امام ابوبکر الفارسیعلیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی علیہ السلام کو تہمت کے ساتھ برا کہے، اس کے کافر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے، وہ توبہ کرے تو بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور تہمت کی سزا توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔

## گستاخ رسول ﷺ کی سزا میں امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا مذہب

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "المغنی" میں کہا ہے۔ "بیشک جو کوئی نبی کریم ﷺ کی والدہ پر بہتان لگائے 'اسے قتل کیا جائے گا' اگرچہ وہ توبہ ہی کیوں نہ کرلے' خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ بس اگر وہ اخلاص کے ساتھ توبہ کرے گا تو اس کی توبہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔ اور اس توبہ کی سبب سے اس سے حد ساقط نہیں ہوگی۔ مزید برآں وہ لکھتے ہیں: ''اور آپ ﷺ پر بہتان تراشی کرنا اس کا وہی حکم ہے جو آپ کی والدہ پر بہتان تراشی کا ہے۔ بیشک آپ ﷺ کی والدہ پر بہتان کی سزا قتل اس لیے ہے کہ اصل میں یہ نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی ہے؛ اور آپ ﷺ کے نسب میں طعن ہے۔ (المغنی ۱۲/۵۱۲)

علامہ خرقی حنبلی علیہ الرحمہ کہتے ہیں۔ "جو کوئی نبی کریم ﷺ پر بہتان تراشی کرے، اسے قتل کیا جائے گا خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر۔ (الکافی: ۱۵۹۴)

علامہ ابن عقیل حنبلی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی نبی کو گالی دے تو اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی 'اس لیے کہ یہ آدمی کا حق ہے' جو ساقط نہیں ہوتا"۔ (لوامع النوار البهية ۱/۳۹۷)

جو شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا آپ اکی توہین کرے، خواہ وہ مسلم ہو یا کافر، تو وہ واجب القتل ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ہر آدمی جو ایسی بات کرے جس سے اللہ تعالیٰ کی تنقیص شان کا پہلو نکلتا ہو، وہ واجب القتل ہے؛ خواہ مسلم ہو یا کافر، یہ اہل مدینہ کا مذہب ہے۔ ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول اکی طرف گالی کا اشارہ کرنا ارتداد ہے، جو موجب قتل ہے۔ یہ اسی طرح جس طرح صراحتاً گالی دی جائے۔

ابوطالب سے مروی ہے کہ امام احمد علیہ الرحمہ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہو۔ فرمایا: اسے قتل کیا جائے، کیونکہ اس نے رسول کریم اکو گالیاں دے کر اپنا عہد توڑ دیا۔

حرب علیہ الرحمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد علیہ الرحمہ سے ایک ذمی کے بارے میں سوال کیا کہ جس نے رسول کریم اکو

گالی دی تھی۔ آپ نے جواب دیا کہ اسے قتل کیا جائے۔

امام احمد علیہ الرحمہ نے جملہ اقوال میں ایسے شخص کے واجب القتل ہونے کی تصریح ہے، اس لیے کہ اس نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا۔ اس مسئلہ میں ان سے کوئی اختلاف منقول نہیں۔ (الصارم المسلول)

خلاصہ یہ ہے کہ رسول کریم کو گالی دینے والے، آپ کی توہین کرنے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ چاروں ائمہ (امام اعظم رضی اللہ عنہ، امام مالک علیہ الرحمہ، امام شافعی علیہ الرحمہ، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ) سے یہی منقول ہے۔ (فتاویٰ شامی)

ائمہ اربعہ کی تصریحات کے بعد چاروں مذاہب کے جید اور محقق علمائے کرام نے اس خاص مسئلہ پر چار انمول کتب تصنیف فرما کر اتمام حجت کر دیا ہے اور ان میں گستاخ رسول کی سزا اپنے اپنے زاویہ نظر سے حد اقتل قرار دی گئی ہے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۝ |
| اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیف دیتے ہیں، بغیر کسی گناہ کے جو انھوں نے کمایا ہو تو |
| یقیناً انھوں نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔ |

## اہل ایمان کو تکلیف پہنچانے والوں کیلئے گناہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا" يَرْمُونَهُمْ بِغَيْرِ مَا عَمِلُوا "فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا" تَحَمَّلُوا كَذِبًا "وَإِثْمًا مُبِينًا" بَيِّنًا،

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دیتے ہیں ان کے کسی جرم کے بغیر یعنی ان پر وہ الزام لگاتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا تو وہ بہتان کا بوجھ اٹھاتے ہیں یعنی جھوٹ کا وزن اٹھاتے ہیں اور واضح یعنی بین گناہ کا بھی۔

## سورہ احزاب آیت ۵۸ کے شان نزول کا بیان

قرطبی کہتے ہیں کہ مومنین اور مومنات کو اذیت پہنچانا افعال کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے اور اقوال کے ذریعے بھی جیسے بہتان اور جھوٹا گھڑا ہوا الزام اور، یہ بھی اذیت ہی میں داخل ہے کہ کسی کو مذموم حسب، حرف سے عار دلانا یا کسی ایسی چیز سے جسے وہ سنے تو اسے ناگوار گزرے کیونکہ مومن کو ایذا دینا ہر صورت میں حرام ہے۔ (قرطبی 14۔(240)

ضحاک، سدی اور کلبی کہتے ہیں کہ یہ آیت ان زانی لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مدینے کے راستوں میں عورتوں کی تلاش میں پھرتے جبکہ وہ رات کے وقت اپنی قضائے حاجت کے لیے نکلتیں یہ عورت کو دیکھتے اور اس کے قریب جا کر اسے اشارے کرتے اگر وہ خاموش رہتی تو اس کا پیچھا کرتے اور اگر انہیں ڈانٹی اور جھڑکتی تو وہ اس سے تعرض کرنے سے رک جاتے اور یہ لوگ صرف باندیوں کو تلاش کرتے تھے لیکن ان دنوں آزاد اور باندی کا امتیاز نہ ہوتا تھا کیونکہ یہ آزاد عورتیں قمیص اور دوپٹے میں نکلتی تھیں

لہٰذا انہوں نے اپنے خاوند سے شکایت کی اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔
(زادالمسیر 6۔(421)

اس روایت کی صحت پر اللہ کا یہ فرمان دلیل ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ۔

اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونھوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔

ابو مالک سے روایت ہے کہ مومنین کی بیویاں رات میں اپنی حاجت کے لیے نکلتیں منافقین ان کا تعاقب کرتے اور انہیں تکلیف پہنچاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ سدی کہتے ہیں کہ مدینہ میں گھر تنگ تنگ تھے عورتیں رات میں قضائے حاجت کے لیے نکلتیں تو مدینہ کے فساق بھی نکلتے اور جب وہ دیکھتے کہ عورت نے دوپٹہ اوڑھا ہوا ہے تو اسے یہ کہہ کر کہ یہ آزاد ہے چھوڑ دیتے اور جب کسی عورت کو بغیر دوپٹے کے دیکھتے تو کہتے کہ یہ باندی ہے اور اس کو بہکانے کی کوشش کرتے اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (نیسابوری303، درمنثور5۔222)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ |
| ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ |
| اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر |
| اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں |
| (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ |

## پردے سے متعلق احکام شرعیہ کا بیان

"یَا أَیُّهَا النَّبِیّ قُلْ لِأَزْوَاجك وَبَنَاتك وَنِسَاء الْمُؤْمِنِینَ یُدْنِینَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیبهنَّ" جَمْع جِلْبَاب وَهِیَ الْمُلَاءَة الَّتِی تَشْتَمِل بِهَا الْمَرْأَة أَیْ یُرْخِینَ بَعْضهَا عَلَى الْوُجُوه إِذَا خَرَجْنَ لِحَاجَتِهِنَّ إِلَّا عَیْنًا وَاحِدَة "ذَلِكَ أَدْنَى" أَقْرَب إِلَى "أَنْ یُعْرَفْنَ" بِأَنَّهُنَّ حَرَائِر "فَلَا یُؤْذَیْنَ" بِالتَّعَرُّضِ لَهُنَّ بِخِلَافِ الْإِمَاء فَلَا یُغَطِّینَ وُجُوههنَّ فَكَانَ الْمُنَافِقُونَ یَتَعَرَّضُونَ لَهُنَّ "وَكَانَ اللَّه غَفُورًا" لِمَا سَلَفَ مِنْهُنَّ مِنْ تَرْك السَّتْر "رَحِیمًا" بِهِنَّ إِذْ سَتَرَهُنَّ،

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی ازواج' بیٹیوں اور مومن خواتین سے کہہ دو کہ وہ اپنی بڑی چادریں اپنے اوپر ڈالے رکھیں۔ یہ لفظ ''جلباب'' کی جمع ہے یعنی وہ چادر جسے عورت اوڑھتی ہے یعنی وہ خواتین جب کسی کام سے باہر نکلیں تو اس چادر

کا کچھ حصہ اپنے چہرے پر بھی ڈال دیں البتہ ایک آنکھ کی جگہ چھوڑ دیں۔ یہ ادنیٰ ہے یعنی اس کے زیادہ قریب ہے کہ انہیں پہچان لیا جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں اور انہیں اذیت نہ پہنچائی جائے یعنی ان سے تعرض نہ کیا جائے، کنیزوں کا حکم اس سے مختلف ہے وہ اپنے چہروں کو نہیں ڈھانپتی تھیں اور منافقین ان سے تعرض کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے یعنی اس کی جو پردہ ترک کرنے کے حوالے سے ان خواتین سے پہلے سرزد ہوا اور رحم کرنے والا ہے یعنی ان خواتین پر جب وہ پردہ کرلیں۔

## سورہ احزاب آیت ۵۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ پردے کا حکم فرض ہونے کے بعد ایک مرتبہ اپنی حاجت کے لیے نکلیں یہ چونکہ بھاری جسم کی تھیں اس لیے جو شخص انہیں پہچانتا اس پر مخفی نہ رہتی تھیں چنانچہ عمر نے انہیں دیکھ لیا اور کہا سودہ اللہ کی قسم تم ہم پر مخفی نہیں رہی ہو دیکھو تو تم کس طرح نکلتی ہو وہ کہتی ہیں میں فوراً واپس ہو جاتی رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں تشریف فرما تھے آپ ٹہل رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں گوشت سے خالی ہڈی تھی میں نے داخل ہوتے ہی عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں حاجت کے لیے باہر نکلی تھی اور مجھ سے عمر نے یوں کہا آپ کہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی کہ اللہ نے آپ پر وحی نازل فرمائی یہاں تک کہ وحی کی کیفیت کو دور فرمادیا درآنحالیکہ آہڈی اب بھی آ کیہ اتھ ہی میں تھی پھر آپ نے فرمایا اللہ نے تمہیں حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت دے دی ہے۔ (بخاری 4795)

ابو مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ کی ازواج مطہرات رات میں حاجت کے لیے نکلتیں کچھ منافق لوگ ان کا پیچھا کرتے اور ان کو ایذاء پہنچاتے انہوں نے اس بات کی آپ سے شکایت کی منافقین سے یہ کہا گیا تو انہوں نے کہا ہم تو ایسا صرف باندیوں کے ساتھ کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ يَـٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ (سیوطی 233، زادالمسیر 6-422، قرطبی 14-243، ابن کثیر 3-518)

## تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل کون؟

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کو فرماتا ہے کہ آپ مومن عورتوں سے فرمادیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیونکہ وہ تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں کہ وہ اپنی چادریں قدریں لٹکالیا کریں تا کہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں اسی طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔ جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو عورتیں اپنی دوپٹیا کے اوپر ڈالتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مسلمان عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کاج کیلئے باہر نکلیں تو جو چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں، صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا چہرہ اور سر ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر بتادیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلا تک ڈھانپ لے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آیت کے اترنے کے بعد انصار کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لکی چھپی چلتی تھیں گویا ان کے سروں پر پرند ہیں سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال لیا کرتی تھیں۔ حضرت زہری سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟ خواہ خاوندوں والیاں ہوں یا بےخاوند کی ہوں؟ فرمایا دوپٹیا تو ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والیاں ہوں اور چادر نہ اوڑھیں تاکہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے کہ ذمی کافروں کی عورتوں کی زینت کا دیکھنا صرف خوف زنا کی وجہ سے ممنوع ہے نہ کہ ان کی حرمت وعزت کی وجہ سے کیونکہ آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ چادر کا لٹکانا چونکہ علامت ہے آزاد پاک دامن عورتوں کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہوگیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔

پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بےپردگی کی رسم تھی جب تم اللہ کے اس حکم کے عامل بن جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمام اگلی خطاؤں سے درگزر فرمالے گا اور تم پر مہر وکرم کرے گا، پھر فرماتا ہے کہ اگر منافق لوگ اور بدکار اور جھوٹی افواہیں دشمنوں کی چڑھائی وغیرہ کی اڑانے والے اب بھی باز نہ آئے اور حق کے طرفدار نہ ہوئے تو ہم اے نبی تجھے ان پر غالب اور مسلط کردیں گے۔ پھر تو وہ مدینے میں ٹھہر ہی نہیں سکیں گے۔ بہت جلد تباہ کردیے جائیں گے اور جو کچھ دن ان کے مدینے کی اقامت سے گزریں گے وہ بھی لعنت وپھٹکار میں ذلت اور مار میں گزریں گے۔ ہر طرف سے دھتکارے جائیں گے، راندہ درگاہ ہوجائیں گے، جہاں جائیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور بری طرح قتل کئے جائیں گے۔ ایسے کفار ومنافقین پر جبکہ وہ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں مسلمانوں کو غلبہ دینا ہماری قدیمی سنت ہے جس میں نہ کبھی تغیر وتبدل ہوا نہ اب ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ |
| بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| یقیناً اگر یہ منافق لوگ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانے والے لوگ باز نہ آئے |
| تو ہم تجھے ضرور ہی ان پر مسلط کردیں گے، پھر وہ اس میں تیرے پڑوس میں نہیں رہیں گے مگر کم۔ |

## جھوٹی خبریں پھیلانے والے منافقین کا بیان

"لَئِنْ" لَام قَسَم "لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ" عَنْ نِفَاقِهِمْ "وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَض" بِالزِّنَا "وَالْمُرْجِفُوْنَ

فِی الْمَدِینَۃِ " الْمُؤْمِنِینَ بِقَوْلِھِمْ قَدْ اَتَاکُمُ الْعَدُوّ وَسَرَایَاکُمْ قُتِلُوا اَوْ ھُزِمُوا "لَنُغْرِیَنَّکَ بِھِمْ " لَنُسَلِّطَنَّکَ عَلَیْھِمْ "ثُمَّ لَا یُجَاوِرُونَکَ" یُسَاکِنُونَکَ "فِیھَا اِلَّا قَلِیلًا" ثُمَّ یَخْرُجُونَ،

قسم سے اگر یہاں پر''ل''قسم کے لئے ہے منافقین باز نہیں آتے یعنی اپنے نفاق سے اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یعنی زنا کا اور مدینہ میں جو جھوٹ پھیلاتے ہیں یعنی اہل ایمان کے درمیان یہ کہہ کر کہ دشمن تم تک پہنچنے والا ہے یا جو مہم تم نے بھیجی تھی وہ سب مارے گئے یا شکست کھا گئے تو ہم تمہیں ان پر قابو دیں گے یعنی ہم تمہیں ان پر مسلط کر دیں گے پھر وہ تمہارے پڑوس میں نہیں رہ سکیں گے یعنی تمہارے ساتھ نہیں رہ سکیں گے' اس میں مگر یہ کہ تھوڑے دن۔

جو اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑایا کرتے تھے اور یہ مشہور کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں کو ہزیمت ہوگئی وہ قتل کر ڈالے گئے، دشمن چڑھا چلا آرہا ہے اور اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کا پریشانی میں ڈالنا ہوتا تھا، ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ اگر وہ ان حرکات سے باز نہ آئے۔

| |
|---|
| مَّلْعُوْنِیْنَ ۚ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا ۝ |
| لعنت کئے ہوئے لوگ جہاں کہیں پائے جائیں، پکڑ لئے جائیں اور چن چن کر بری طرح قتل کر دیئے جائیں۔ |

## ملعون منافقین کو قتل کر دینے کا بیان

"مَلْعُونِینَ" مُبْعَدِینَ عَنِ الرَّحْمَۃِ "اَیْنَمَا ثُقِفُوا" وُجِدُوا "اُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِیلًا" اَیِ الْحُکْمُ فِیھِمْ ھٰذَا عَلٰی جِھَۃِ الْاَمْرِ بِہٖ،

پھر انہیں نکالا جائے گا ملعون کر کے یعنی رحمت سے دور کر کے وہ جہاں کہیں ملیں یعنی پائے جائیں انہیں پکڑا جائے۔ اور سختی سے قتل کیا جائے یعنی ان کے بارے میں یہ حکم امر کے طور پر ہے (جس پر عمل لازم ہے)

آیت مذکورہ میں منافقین کی دو شرارتوں کا ذکر کر کے ان سے باز نہ آنے کی صورت میں جس سزا کا ذکر کیا گیا ہے کہ (آیت) ملعونین اینما اخذوا وقتلوا تقتیلا، یعنی یہ لوگ جہاں رہیں گے لعنت اور پھٹکار ان کے ساتھ ہوگی، اور جہاں ملیں گے گرفتار کئے جائیں گے اور قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سزا عام کفار کی نہیں، بے شمار نصوص قرآن وسنت اس پر شاہد ہیں کہ عام کفار کے لئے شریعت اسلام میں یہ قانون نہیں ہے، بلکہ قانون یہ ہے کہ اول ان کو دعوت اسلام دی جائے، ان کے شبہات دور کرنے کی کوشش کی جائے اس پر بھی وہ اسلام نہ لائیں تو مسلمانوں کے تابع ذمی بن کر رہنے کا حکم دیا جائے، اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کی جان و مال اور آبرو کی حفاظت مسلمانوں پر مسلمانوں ہی کی طرح فرض ہو جاتی ہے، ہاں جو اس کو بھی قبول نہ کریں اور جنگ پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کا حکم ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کو مطلقاً قید و قتل کی سزا سنائی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملہ منافقین کا تھا جو اپنے آپ کو مسلمان

کہتے تھے۔اور جب کوئی مسلمان احکام اسلام کی کھلی مخالفت اور انکار کرنے لگے تو وہ اصطلاح شرع میں مرتد کہلاتا ہے،اس کے ساتھ شریعت اسلام میں کوئی مصالحت نہیں، بجز اس کے کہ وہ تائب ہوکر پھر مسلمان ہو جائے،اور احکام اسلام کو قولاً وعملاً تسلیم کر لے ورنہ پھر اس کو قتل کیا جائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات اور صحابہ کرام کے اجماعی تعامل سے ثابت ہے۔مسیلمہ کذاب اور اس کی جماعت کے خلاف باجماع صحابہ جنگ وجہاد اور مسیلمہ کا قتل اس کی کافی شہادت ہے،اور آخر آیت میں اس کو اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ودستور قرار دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین کی شرائع میں بھی مرتد کی سزا قتل ہی تھی۔

| |
|---|
| سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۝ |
| اللہ کی سنت ان لوگوں میں ہے جو پہلے گزر چکے ہیں،اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پائیں گے۔ |

## منافقین کی رسوائی میں قانون کا بیان

"سُنَّةَ اللَّه" أَیْ سَنَّ اللَّه ذَلِكَ "فِی الَّذِینَ خَلَوْا مِنْ قَبْل" مِنْ الْأُمَم الْمَاضِیَة فِی مُنَافِقِیهِمْ الْمُرْجِفِینَ الْمُؤْمِنِینَ "وَلَنْ تَجِد لِسُنَّةِ اللَّه تَبْدِیلًا" مِنْهُ،

یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے جاری کیا ہے ان لوگوں میں جو پہلے گزر چکے ہیں' یعنی سابقہ امتوں پر ان کے منافقین کے بارے میں' جو اہل ایمان کے درمیان جھوٹی باتیں پھیلایا کرتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے' یعنی اس کی طرف سے۔

یعنی پہلی اُمتوں کے منافقین جو ایسے حرکات کرتے تھے،ان کے لئے بھی سنتِ الٰہیہ یہی رہی کہ جہاں پائے جائیں مار ڈالے جائیں۔

یعنی اللہ کی سنت جاریہ یہی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں کے خلاف شرارتیں کیں اور فتنے فساد پھیلائے انھیں اسی طرح ذلیل وخوار اور ہلاک کر دیا گیا۔

| |
|---|
| یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا۝ |
| لوگ آپ سے قیامت کے (وقت کے) بارے میں دریافت کرتے ہیں۔فرما دیجئے:اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، |
| اور آپ کو کس نے آگاہ کیا شاید قیامت قریب ہی آ چکی ہو۔ |

## قیامت کے بارے میں سوال کرنے کا بیان

"یَسْأَلك النَّاس" أَهْل مَكَّة "عَنْ السَّاعَة" مَتَی تَكُون "قُلْ إِنَّمَا عِلْمهَا عِنْد اللَّه وَمَا یُدْرِیك" یُعْلِمك بِهَا : أَیْ أَنْتَ لَا تَعْلَمهَا "لَعَلَّ السَّاعَة تَكُون" تُوجَد،

لوگ تم سے سوال کرتے ہیں یعنی اہل مکہ قیامت کے بارے میں کہ وہ کب واقع ہوگی تم فرما دو اس کا علم اللہ کے پاس

ہے اور تمہیں کیا پتہ؟ یعنی کیسے علم ہو سکتا ہے؟ اس کا یعنی تمہیں اس کا علم نہیں ہے شاید وہ ہو یعنی پائی جائے' قریب۔

## سورہ احزاب آیت ٦٣ کے شان نزول کا بیان

مشرکین تو تمسخر و استہزاء کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کا وقت دریافت کیا کرتے تھے گویا کہ ان کو بہت جلدی ہے اور یہود اس کو امتحاناً پوچھتے تھے کیونکہ توریت میں اس کا علم مخفی رکھا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احزاب، لاہور)

ور قیامت کو قریب فرمانے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قیامت ہر روز قریب ہی ہوتی جا رہی ہے، اور جو چیز سامنے سے آ رہی ہو اس کو قریب ہی سمجھنا دانشمندی ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی قیامت کو قریب کہا جا سکتا ہے کہ قیامت کے ہولناک واقعات اور اشند اد کے پیش نظر یہ ساری دنیا کی عمر بھی قلیل نظر آوے گی، اور ہزاروں سال کی یہ مدت چند روز کے برابر محسوس ہوگی) بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے، اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے، جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے (یعنی چہروں کے بل گھسیٹے جائیں گے کبھی چہرے کی اس کروٹ پر کبھی دوسری کروٹ پر، اور اس وقت غایت حسرت سے) یوں کہیں گے اے کاش! ہم نے (دنیا میں) اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی (تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے) اور (حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غصہ آئے گا تو) یوں کہیں گے کہ ہمارے رب ہم اپنے سرداروں کا، (یعنی اہل حکومت کا) اور اپنے بڑوں کا (جن میں کسی دوسری وجہ سے یہ صفت پائی جاتی تھی کہ ان کی بات ماننا اور اتباع کرنا ہمارے ذمے داری تھی) کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) رستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ۝ |
| بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہمیشہ، |
| نہ کوئی دوست پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ |

## کفار پر اللہ کی لعنت ہونے کا بیان

"اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ" "اَبْعَدَهُمْ" "وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا" نَارًا شَدِيْدَةً يَدْخُلُوْنَهَا "خٰلِدِيْنَ" مُقَدَّرًا خُلُوْدهمْ "فِيْهَا اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا" يَحْفَظهُمْ عَنْهَا "وَلَا نَصِيْرًا" يَدْفَعهَا عَنْهُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے کافروں پر یعنی انہیں دور کر دیا ہے اور اس نے ان کے لئے "سعیر" تیار کیا ہے یعنی شدید آگ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ وہ ہمیشہ رہیں گے یعنی ان کا ہمیشہ رہنا طے شدہ ہے' اس میں ابد تک' اور وہ نہیں پائیں گے کوئی مددگار جو اس (آگ) سے ان کی حفاظت کرے اور نہ ہی نصیر جو اس (آگ) کو ان سے دور کر دے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس دن جہنم کو اس طرح لایا جائے کہ اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو اس کو کھینچ رہے ہوں گے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن اور ثوری کہتے ہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے مرفوع نہیں کرتے۔ عبد بن حمید، عبدالملک بن عمرو ابوعامر عقدی، سفیان، علاء بن خالد سے وہ سفیان سے اور وہ علاء سے اسی سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں یہ بھی مرفوع نہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 477)

| |
|---|
| يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۞ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا |
| سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۞ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ۞ |
| جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے، کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ کا کہنا مانا ہوتا اور ہم نے رسول |
| کا کہنا مانا ہوتا۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! بے شک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تو انھوں نے ہمیں |
| اصل راہ سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! انھیں دوگنا عذاب دے اور ان پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔ |

## جہنم کی آگ میں چہروں کے الٹ پلٹ ہونے کا بیان

"يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّار يَقُولُونَ يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَقَالُوا" أَيْ الْأَتْبَاع مِنْهُمْ "رَبّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتنَا" وَفِي قِرَاءَة سَادَاتنَا جَمْع الْجَمْع "وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا" طَرِيق الْهُدَى،

"رَبّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنْ الْعَذَاب" أَيْ مِثْلَيْ عَذَابنَا "وَالْعَنْهُمْ" عَذِّبْهُمْ "لَعْنًا كَبِيرًا" عَدَده وَفِي قِرَاءَة بِالْمُوَحَّدَةِ أَيْ عَظِيمًا،

جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ ہوں گے اور وہ کہیں گے' اے کاش! یہ تنبیہ کے لئے ہے۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ہوتی اور ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی ہوتی۔

اور وہ کہیں گے یعنی ان میں سے جو پیروکار ہیں وہ کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں کی اطاعت کی۔ ایک قرات کے مطابق اس لفظ کو ''سادا تنا'' پڑھا جائے گا یعنی ''جمع الجمع'' کے طور پر۔ اور اپنے بڑوں کی تو انہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکا دیا یعنی ہدایت کے راستے سے۔

اے ہمارے پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے یعنی ہمارے عذاب کا دو مثل اور تو ان پر لعنت کر یعنی عذاب دے ایسی لعنت جو بکثرت ہو یعنی تعداد کے اعتبار سے اور ایک قرات کے مطابق اسے ایک نکتے کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی عظیم ہو۔

## جہنم کی آگ کی سختی کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کالمھل کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ یہ تیل

کی تلچھٹ کی طرح ہے۔ جب وہ دوزخی کے قریب کی جائے گی تو اس کے چہرے کی کھال اس میں گر پڑے گی۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 488)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کو بھوک میں مبتلا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ دوسرا عذاب اور بھوک برابر ہو جائیں گے۔ تو وہ لوگ فریاد کریں گے۔ چنانچہ انہیں ضریع (کانٹے دار نباتات) کھانے کے لئے دیا جائے گا جو نہ موٹا کرے گا اور نہ ہی بھوک کو ختم کرے گا۔ وہ دوبارہ کھانے کے لئے کچھ مانگیں گے تو انہیں ایسا کھانا دیا جائے جو گلے میں اٹکنے والا ہوگا۔ وہ لوگ یاد کریں گے کہ دنیا میں اٹکے ہوئے نوالے پر پانی پیا کرتے تھے اور پانی مانگیں گے تو لوہے کے کانٹوں کے ساتھ گرم پانی ان کی طرف پھینکا جائے گا۔ جب وہ ان کے منہ کے قریب کیا جائے گا تو وہ انہیں بھون دے گا اور جب پیٹ میں داخل ہوگا تو سب کچھ کاٹ کر رکھ دے گا۔ وہ کہیں گے کہ جہنم کے دربانوں کو بلاؤ۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں! دربان کہیں گے تو پھر پکارو اور کافروں کی پکار صرف گمراہی میں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں پھر وہ کہیں گے کہ مالک (داروغہ جہنم) کو پکارو۔ پھر وہ پکاریں گے اے مالک! تمہارے رب کو چاہئے کہ ہمارا فیصلہ کردے۔ مالک ان کو جواب دے گا کہ تمہارا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اعمش کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ ان کی پکار اور مالک کے جواب کے درمیان ایک ہزار سال کی مدت ہوگی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ کہیں گے کہ اپنے رب کو بلاؤ اس لئے کہ اس سے کوئی جبر نہیں۔ پس وہ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدقسمتی غالب آ گئی اور ہم گمراہ ہو گئے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نجات دے۔ اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو بے شک ظالم ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا دور ہو جاؤ اور اسی میں ذلت کے ساتھ رہو اور مجھ سے بات مت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت وہ ہر بھلائی سے ناامید ہو جائیں گے۔ چیخیں گے اور حسرت وافسوس کریں گے عبداللہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ لوگوں نے اس حدیث کو مرفوع نہیں بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اعمش سے بواسطہ شمر بن عطیہ، شمر بن حوشب اور ام درداء و حضرت ابو درداء کا قول منقول ہے اور مرفوع نہیں ہے۔ قطبہ بن عبدالعزیز محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 492)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ؕ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ |
| اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (گستاخانہ کلمات کے ذریعے) |
| اذیت پہنچائی، پس اللہ نے انھیں ان باتوں سے بے عیب ثابت کر دیا جو وہ کہتے تھے، اور وہ (موسیٰ علیہ السلام) |
| اللہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت والے تھے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گستاخی کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا" مَعَ نَبِيِّكُمْ "كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَى" بِقَوْلِهِمْ مَثَلًا : مَا يَمْنَعهُ أَنْ يَغْتَسِل

مَعَنَا إِلَّا أَنَّهُ آدَر "فَبَرَّأَهُ اللَّه مِمَّا قَالُوا" بِأَنْ وَضَعَ ثَوْبه عَلَى حَجَر لِيَغْتَسِل فَفَرَّ الْحَجَر بِهِ حَتَّى وَقَفَ بَيْن مَلَأ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيل فَأَدْرَكَهُ مُوسَى فَأَخَذَ ثَوْبه فَاسْتَتَرَ بِهِ فَرَأَوْهُ وَلَا أُدْرَة بِهِ وَهِيَ نَفْخَة فِي الْخُصْيَة "وَكَانَ عِنْد اللَّه وَجِيهًا " ذَا جَاه : وَمِمَّا أُوذِيَ بِهِ نَبِيّنَا صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَسَم قَسْمًا فَقَالَ رَجُل هَذِهِ قِسْمَة مَا أُرِيد بِهَا وَجْه اللَّه تَعَالَى فَغَضِبَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ : ( يَرْحَم اللَّه مُوسَى لَقَدْ أُوذِيَ بِأَكْثَر مِنْ هَذَا فَصَبَرَ) رَوَاهُ الْبُخَارِيّ

اے ایمان والو! تم نہ ہو جانا یعنی اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان لوگوں کی مانند جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیت دی مثلاً یہ کہہ کر یہ ہمارے ساتھ غسل اس لئے نہیں کرتے کیونکہ ان کے خصیوں میں عیب ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے بری ظاہر کر دیا جو انہوں نے کہی یعنی انہوں نے اپنے کپڑے غسل کرنے سے پہلے ایک پتھر پر رکھے تو وہ پتھر انہیں لے کر دوڑ پڑا اور بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے درمیان آ کر ٹھہر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس تک پہنچے اور اپنے کپڑے پکڑ کر اپنی پردہ پوشی کی۔ اس دوران ان لوگوں نے انہیں دیکھ لیا کہ انہیں "ادرت" کی بیماری نہیں ہے۔ یہ خصیے پھولنے کو کہتے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجیہہ ہیں یعنی وقار کے مالک ہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اذیت پہنچائی گئی ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص بولا: اس تقسیم کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے انہیں اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

## سورہ احزاب کی آیت ۶۹ تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ وسلم نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام بہت حیاء والے اور پردہ پوش (یعنی پردہ کرنے والے) تھے ان کی شرم کی وجہ سے ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا تھا۔ انہیں بنو اسرائیل کے کچھ لوگوں نے تکلیف پہنچائی۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ اپنے بدن کو اس لئے ڈھانپے رکھتے ہیں کہ ان کی جلد میں کوئی عیب ہے۔ یا تو برص کے ہیں یا ان کے خصیے بڑے ہیں، یا پھر کوئی اور عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس عیب سے بری کریں۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ایک مرتبہ غسل کرنے لگے اور اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر غسل کرنے لگے۔ جب غسل کر کے فارغ ہوئے تو کپڑے لینے کے لئے پتھر ان کے کپڑے لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا لیا اور اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے کہنے لگے اے پتھر میرے کپڑے! یہاں تک کہ وہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے پاس پہنچ گیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھ لیا کہ وہ صورت و شکل میں سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا اور پتھر بھی رک

گیا۔ پھر انہوں نے اپنے کپڑے لئے اور پہن کر عصا سے اسے مارنے لگے، اللہ قسم! ان کی مار سے پتھر پر تین یا چار نشان پڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِیْنَ آذَوْا مُوسَى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيهًا لآيه، اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بری کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے۔ الاحزاب،) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے واسطے سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1169)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ |
| اے ایمان والو! اللہ سے ڈرا کرو اور صحیح اور سیدھی بات کہا کرو۔ |

## تقویٰ اور سیدھی بات اختیار کرنے کا بیان

"یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا" صَوَابًا

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سیدھی یعنی درست بات کرو۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنے تقویٰ کی ہدایت کرتا ہے ان سے فرماتا ہے کہ اس طرح وہ اس کی عبادت کریں کہ گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور بات بالکل صاف، سیدھی، سچی، اچھی بولا کریں، جب وہ دل میں تقویٰ، زبان پر سچائی اختیار کرلیں گے تو اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ انہیں اعمال صالحہ کی توفیق دے گا اور ان کے تمام اگلے گناہ معاف فرما دے گا بلکہ آئندہ کیلئے بھی انہیں استغفار کی توفیق دے گا تا کہ گناہ باقی نہ رہیں۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانبردار اور سچے کامیاب ہیں جہنم سے دور اور جنت سے سرفراز ہیں۔ ایک دن ظہر کی نماز کے بعد مردوں کی طرف متوجہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اللہ کا حکم ہوا ہے کہ میں تمہیں اللہ سے ڈرتے رہنے اور سیدھی بات بولنے کا حکم دوں۔ پھر عورتوں کی طرف متوجہ ہو کر بھی یہی فرمایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ احزاب، بیروت)

| |
|---|
| یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ |
| وہ تمہارے لیے تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول |
| کی فرماں برداری کرے تو یقیناً اس نے کامیابی حاصل کر لی، بہت بڑی کامیابی۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بیان

"یُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ" یَتَقَبَّلُهَا "وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ یُطِعْ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا" نَالَ غَایَةَ مَطْلُوبَهٗ

وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست کر دے گا یعنی انہیں قبول کر لے گا اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کر دے گا

اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے تو اس نے بڑی کامیابی کو حاصل کر لیا یعنی مطلوب کی انتہا تک پہنچ گیا۔

## اعمال کی اصلاح کرنے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم امعہ نہ ہو یعنی یہ نہ کہو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ ظلم کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس امر پر قائم رکھو کہ اگر لوگ بھلائی کریں تو تم بھی بھلائی کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1053)

اِمَّعَہ اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنی کوئی رائے اور عقل نہ رکھتا ہو اور بے سمجھے بوجھے دوسروں کی رائے اور دوسروں کے کہنے پر چلتا ہو۔ یہاں حدیث میں اس لفظ سے وہ شخص مراد ہے جو یہ کہے کہ لوگ جیسا سلوک میرے ساتھ کریں گے ویسا ہی سلوک میں بھی ان کے ساتھ کروں گا، اگر وہ میرے ساتھ بھلائی کریں گے تو میں بھی ان کے ساتھ بھلائی کروں گا اور اگر وہ میرے ساتھ برائی کریں گے تو میں بھی ان کے ساتھ برائی کروں گا، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایسے آدمی مت بنو، کیونکہ یہ دین ودانش کے خلاف بات ہے بھلائی کا بدلہ بھلائی تو ہے ہی لیکن برائی کا بادلہ بھی بھلائی ہی کو قرار دو۔ جو شخص تمہارے ساتھ برائی کرے تم اس کے ساتھ بھلائی کر کے گویا اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو کیونکہ انتقاما بھی ظلم اور برائی کی راہ کو ترک کرنا احسان ہے۔ لیکن یہ احتمال بھی ہے کہ "اگر لوگ برائی کریں تو تم ان کے ساتھ ظلم نہ کرو" سے مراد یہ ہو کہ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کے مقابلہ میں حد سے تجاوز نہ کرو بلکہ اعتدال کی حد میں رہتے ہوئے اس سے بدلہ لو، جیسا کہ مشروع ہے۔ یا برائی کرنے والوں سے بدلہ لینے ہی پر اپنے آپ کو پابند نہ بناؤ بلکہ ان کے ساتھ عفو درگزر کا معاملہ بھی کرو۔ اور یا برائی کا بادلہ بھلائی کو قرار دے کہ برائی کرنے والے کے ساتھ احسان کرو۔ واضح رہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت وہ ہے جس کو عام مسلمانوں کے مطابق قرار دیا جا سکتا ہے دوسری صورت کا تعلق ان مسلمانوں سے ہے جن کا شمار خواص میں ہوتا ہے اور تیسری صورت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے، ان مسلمانوں سے متعلق ہے جن کو اخص الخواص کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ میں بڑی عارفانہ بات کہی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی محبت کو پہچاننے کا معیار یہ چار چیزیں ہیں: ۱۔ جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوتی ہے وہ لوگوں کو بلاوجہ ایذاء پہنچاتا اور بغیر کسی پیش آمدہ معاملہ کے ان کے ساتھ برائی کرتا ہے۔ ۲۔ جو شخص دنیا کی محبت میں اس درجہ مبتلا نہیں ہوتا وہ کسی کو ایذاء پہنچانے میں ابتداء نہیں کرتا، البتہ جب کوئی شخص اس کو ایذاء پہنچاتا ہے تو وہ حد سے تجاوز کئے بغیر اس کو اسی قدر ایذاء پہنچاتا ہے جس کو شریعت نے بدلہ کے طور جائز رکھا ہے۔ ۳۔ جس کی آخرت کی محبت قوی ہوتی ہے اور دنیا کی محبت ضعف تو وہ اس شخص کے ساتھ عفو درگزر کرتا ہے جو اس پر ظلم کرتا ہے۔ ۴۔ جس شخص کی آخرت کی محبت زیادہ قوی ہوتی ہے وہ ظلم کے مقابلہ پر احسان کرتا ہے۔ اور یہ وہ درجہ ہے جو صدیقین اور مقربین کو حاصل ہوتا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ |
| مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۙ |
| بیشک ہم نے (اطاعت کی) امانت آسمانوں اورزمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس (بوجھ) کے اٹھانے |
| سے انکار کردیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، بیشک وہ (اپنی جان پر) بڑی زیادتی کرنے والا |
| (ادائیگی امانت میں کوتاہی کے انجام سے) بڑا بے خبر و نادان ہے۔ |

## احکام تکلیفیہ کی امانت کا پہاڑوں پر پیش کیے جانے کا بیان

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ" الصَّلَوَات وَغَيْرهَا مِمَّا فِي فِعْلهَا مِنْ الثَّوَاب وَتَرْكهَا مِنْ الْعِقَاب "عَلَى السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَالْجِبَال" بِأَنْ خَلَقَ فِيهِمَا فَهْمًا وَنُطْقًا "فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ" خِفْنَ "مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَان" آدَم بَعْد عَرْضهَا عَلَيْهِ "إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا" لِنَفْسِهِ بِمَا حَمَلَهُ "جَهُولًا" بِهِ،

بے شک ہم نے اس امانت کو یعنی نمازوں اور ان کے علاوہ دیگر اعمال کو جنہیں کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک کرنے پر عذاب ہوتا ہے آسمانوں زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا یعنی ان میں شعور اور گویائی پیدا کی تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کردیا اور وہ ڈر گئے یعنی خوف زدہ ہوگئے اس سے اور انسان سے اسے اٹھالیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام نے جب اسے ان کے سامنے پیش کیا گیا بے شک وہ (یعنی انسان) ظالم ہے یعنی اپنے آپ کے لئے اسے اٹھانے کے حوالے سے اور واقف ہے اس حوالے سے۔

## زمین وآسمان اور پہاڑوں کا احکام تکلیفیہ کی امانت کو نہ اٹھاسکنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ امانت سے مراد یہاں اطاعت ہے۔ اسے حضرت آدم علیہ السلام پر پیش کرنے سے پہلے زمین وآسمان اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا لیکن وہ بار امانت نہ اٹھاسکے اور اپنی مجبوری اور معذوری کا اظہار کیا۔ جناب باری عزاسمہ نے اسے اب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کیا کہ یہ سب تو انکار کر رہے ہیں۔ تم کہو آپ نے پوچھا اللہ اس میں بات کیا ہے؟ فرمایا اگر بجالاؤ گے ثواب پاؤ گے اور برائی کی سزا پاؤ گے۔ آپ نے فرمایا میں تیار ہوں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ امانت سے مراد فرائض ہیں دوسروں پر جو پیش کیا تھا یہ بطور حکم کے نہ تھا بلکہ جواب طلب کیا تھا تو ان کا انکار اور اظہار مجبوری گناہ نہ تھا بلکہ اس میں ایک قسم کی تعظیم تھی کہ باوجود پوری طاقت کے اللہ کے خوف سے تھرا اٹھے کہ کہیں پوری ادائیگی نہ ہوسکے اور مارے نہ جائیں۔ لیکن انسان جو کہ بھولا تھا اس نے اس بار امانت کو خوشی خوشی اٹھالیا۔ آپ ہی سے یہ بھی مروی ہے کہ عصر کے قریب یہ امانت اٹھائی تھی اور مغرب سے پہلے ہی خطا سرزد ہوگئی۔

حضرت ابی کا بیان ہے کہ عورت کی پاکدامنی بھی اللہ کی امانت ہے۔ قتادہ کا قول ہے دین فرائض حدود سب اللہ کی امانت ہیں

جنابت کا غسل بھی بقول بعض امانت ہے۔ زید بن اسلام فرماتے ہیں تین چیزیں اللہ کی امانت ہیں غسل جنابت، روزہ اور نماز۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چیزیں سب کی سب امانت میں داخل ہیں۔ تمام احکام بجالانے تمام ممنوعات سے پرہیز کرنے کا انسان مکلف ہے۔ جو بجالائے گا ثواب پائے گا جہاں گناہ کرے گا سزا پائے گا۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں خیال کرو آسمان باوجود اس پختگی، زینت اور نیک فرشتوں کا مسکن ہونے کے اللہ کی امانت برداشت نہ کرسکا جب اس نے یہ معلوم کرلیا کہ بجاآوری اگر نہ ہوئی تو عذاب ہوگا۔ زمین صلاحیت کے باوجود اور سختی کے لمبائی اور چوڑائی کے ڈرگئی اور اپنی عاجزی ظاہر کرنے لگی۔ پہاڑ باوجود اپنی بلندی اور طاقت اور سختی کے اس سے کانپ گئے۔ اور اپنی لاچاری ظاہر کرنے لگے۔

مقاتل فرماتے ہیں پہلے آسمانوں نے جواب دیا اور کہا یوں تو ہم مطیع ہیں لیکن ہاں ہمارے بس کی یہ بات نہیں کیونکہ عدم بجا آوری کی صورت میں بہت بڑا خطرہ ہے۔ پھر زمین سے کہا گیا کہ اگر پوری اتری تو فضل وکرم سے نواز دوں گا۔ لیکن اس نے کہا یوں تو ہر طرح طابع فرمان ہو جو فرمایا جائے عمل کروں لیکن میری وسعت سے تو یہ باہر ہے۔ پھر پہاڑوں سے کہا گیا انہوں نے بھی جواب دیا کہ نافرمانی تو ہم کرنے کے نہیں امانت ڈال دی جائے تو اٹھالیں گے لیکن یہ بس کی بات نہیں ہمیں معاف فرمایا جائے۔

پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا انہوں نے کہا اے اللہ اگر پورا اتروں تو کیا ملے گا؟ فرمایا بڑی بزرگی ہوگی جنت ملے گی رحم وکرم ہوگا اور اگر اطاعت نہ کی نافرمانی کی تو پھر سخت سزا ہوگی اور آگ میں ڈال دیئے جاؤ گے انہوں نے کہا یا اللہ منظور ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں آسمان نے کہا میں نے ستاروں کو جگہ دی فرشتوں کو اٹھالیا لیکن یہ نہیں اٹھاسکوں گا یہ تو فرائض کا بوجھ ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں۔ زمین نے کہا مجھ میں تو نے درخت بوئے دریا جاری کئے۔ لوگوں کو بسائے گا لیکن یہ امانت تو میرے بس کی نہیں۔ میں فرض کی پابند ہوکر ثواب کی امید پر عذاب کے احتمال کو نہیں اٹھاسکتی۔ پہاڑوں نے بھی یہی کہا لیکن انسان نے لپک کر اسے اٹھالیا۔

بعض روایات میں ہے کہ تین دن تک وہ گریہ زاری کرتے رہے اور اپنی بے بسی کا اظہار کرتے رہے لیکن انسان نے اسے اپنے ذمے لے لیا۔ اللہ نے اسے فرمایا اب سن اگر تو نیک نیت رہا تو میری اعانت ہمیشہ تیرے شامل حال رہے گی تیری آنکھوں پر میں دو پلکیں کردیتا ہوں کہ میری ناراضگی کی چیزوں سے تو انہیں بند کرلے۔ میں تیری زبان پر دو ہونٹ بنادیتا ہوں کہ جب وہ مرضی کے خلاف بولنا چاہے تو تو اسے بند کرلے۔ تیری شرمگاہ کی حفاظت کیلئے میں لباس اتارتا ہوں کہ میری مرضی کے خلاف تو اسے نہ کھولے۔ زمین وآسمان نے ثواب وعذاب سے انکار کردیا اور فرمانبرداری میں مسخر رہے لیکن انسانوں نے اسے اٹھالیا۔

ایک حدیث میں ہے کہ امانت اور وفا انسانوں پر نبیوں کی معرفت نازل ہوئیں۔ اللہ کا کلام ان کی زبانوں میں اترا نبیوں کی سنتوں سے انہوں نے ہر بھلائی برائی معلوم کرلی۔ ہر شخص نیکی بدی کو جان گیا۔ یاد رکھو سب سے پہلے لوگوں میں امانت داری تھی

پھر وفا اور عہد کی نگہبانی اور ذمہ داری کو پورا کرتا تھا۔ امانت داری کے دھندلے سے نشان لوگوں کے دلوں پر رہ گئے۔ کتابیں ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ عالم عمل کرتے ہیں جاہل جانتے ہیں لیکن انجان بن رہے ہیں اب یہ امانت وفا مجھ تک اور میری امت تک پہنچی۔ یاد رکھو اللہ اسی کو ہلاک کرتا ہے جو اپنے آپ کو ہلاک کرلے۔ اسے چھوڑ کر غفلت میں پڑ جائے۔ لوگو! ہوشیار رہو اپنے آپ پر نظر رکھو۔ شیطانی وسوسوں سے بچو۔ اللہ تمہیں آزما رہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل کرنے والا کون ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ایمان کے ساتھ ان چیزوں کو لائے گا جنت میں جائے گا۔ پانچوں وقتوں کی نماز کی حفاظت کرتا ہو، وضو، رکوع، سجدہ اور وقت سجدہ اور وقت سمیت زکوٰۃ ادا کرتا ہو۔ دل کی خوشی کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم نکالتا ہو۔ سنو واللہ یہ بغیر ایمان کے ہو ہی نہیں سکتا اور امانت کو ادا کرے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کہ امانت کی ادائیگی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا جنابت کا فرضی غسل۔ پس اللہ تعالیٰ نے ابن آدم پر اپنے دین میں سے کسی چیز کی اس کے سوا امانت نہیں دی۔

تفسیر ابن جریر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی راہ کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر امانت کی خیانت کو نہیں مٹاتا ان خائنوں سے قیامت کے دن کہا جائے گا جاؤ ان کی امانتیں ادا کرو یہ جواب دیں گے اللہ کہاں سے ادا کریں؟ دنیا تو جاتی رہی تین مرتبہ یہی سوال جواب ہوگا پھر حکم ہوگا کہ انہیں ان کی ماں ہاویہ میں لے جاؤ۔ فرشتے دھکے دیتے ہوئے گرا دیں گے۔ یہاں تک کہ اس کی تہہ تک پہنچ جائیں گے تو انہیں اسی امانت کی ہم شکل جہنم کی آگ کی چیز نظر پڑے گی۔ یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھیں گے جب کنارے تک پہنچیں گے تو وہاں پاؤں پھسل جائے گا۔ پھر گر پڑیں گے اور جہنم کے نیچے تک گرتے چلے جائیں گے۔ پھر لائیں گے پھر گریں گے ہمیشہ اسی عذاب میں رہیں گے۔ امانت وضو میں بھی ہے۔ نماز میں بھی امانت بات چیت میں بھی ہے اور ان سب سے زیادہ امانت ان چیزوں میں ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائیں۔

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا حدیث بیان فرما رہے ہیں؟ تو آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہا ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے دو حدیثیں سنی ہیں۔ ایک کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور دوسری کے ظہور کا مجھے انتظار ہے ایک تو یہ کہ آپ نے فرمایا امانت لوگوں کی جبلت میں اتاری گئی پھر قرآن اترا احادیثیں بیان ہوئیں۔ پھر آپ نے امانت کے اٹھ جانے کی بابت فرمایا انسان سوئے گا جو اس کے دل سے امانت اٹھ جائے گی اور ایسا نشان رہ جائے گا جیسے کسی کے پیر پر کوئی انگارہ لڑھک کر آ گیا ہو اور پھپھولا پڑ گیا ہو کہ ابھرا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن اندر کچھ بھی نہیں۔ پھر آپ نے ایک کنکر لے کر اسے اپنے پیر پر لڑھکا کر دکھا دیا کہ اس طرح لوگ لین دین خرید و فروخت کیا کریں گے۔ لیکن تقریباً ایک بھی ایماندار نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ مشہور ہو جائے گا کہ فلاں قبیلے میں کوئی امانت دار ہے۔ اور یہاں تک کہ کہا جائے گا یہ شخص کیسا عقلمند، کس قدر زیرک، دانا اور فراست والا ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دیکھو اس سے پہلے تو میں ہر ایک سے ادھار سدھار کر لیا کرتا تھا کیونکہ اگر وہ مسلمان ہے تو وہ خود میرا حق مجھے دے جائے گا اور اگر یہودی یا نصرانی ہے تو حکومت اسلام مجھے اس سے دلوا دے گی۔ لیکن اب تو صرف فلاں فلاں کو ہی ادھار دیتا ہوں باقی بند کر دیا ہے۔ (مسلم وغیرہ)

مسند احمد میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ چار باتیں تجھ میں ہوں پھر اگر ساری دنیا بھی فوت ہو جائے تو تجھے نقصان نہیں۔ امانت کی حفاظت، بات چیت کی صداقت، حسن اخلاق اور وجہ حلال کی روزی۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کی کتاب الزہد میں ہے کہ جبلہ بن سحیم حضرت زیاد کے ساتھ تھے اتفاق سے ان کے منہ سے باتوں ہی باتوں میں نکل گیا قسم ہے امانت کی۔ اس پر حضرت زیاد رونے لگے اور بہت روئے۔ میں ڈر گیا کہ مجھ سے کوئی سخت گناہ سرزد ہوا۔ میں نے کہا کیا وہ اسے مکروہ جانتے تھے فرمایا ہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے بہت مکروہ جانتے تھے اور اس سے منع فرماتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں جو امانت کی قسم کھائے، امانتداری جو حضرت آدم علیہ السلام نے کی اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ منافق مرد و عورت اور مشرک مرد و عورت یعنی وہ جو ظاہر میں مسلمان اور باطن میں کافر تھے اور وہ جو اندر باہر یکساں کافر تھے انہیں تو سخت سزا ملے اور مومن مرد و عورت پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ جو اللہ کو اس کے فرشتوں کو اس کے رسولوں کو مانتے تھے اور اللہ کے سچے فرمانبردار رہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ احزاب، بیروت)

## حضرت علی المرتضیٰ کا وقت نماز رنگ متغیر ہو جانے کا بیان

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ اثر منقول ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کہ امیر المومنین! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ فرماتے ہیں کہ اب اس امانت (یہ اشارہ ہے اس آیت قرآنی کی طرف: آیت (اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا، الاحزاب:72) کا وقت آ گیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، پہاڑوں اور زمین پر پیش فرمایا تھا اور وہ سب اس امانت کے لینے سے ڈر گئے اور انکار کر دیا۔ (احیاء العلوم)

| |
|---|
| لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ |
| عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا |
| تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مومن مردوں |
| اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## منافق و مشرک مرد و خواتین کو عذاب دیئے جانے کا بیان

"لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ" اللَّام مُتَعَلِّقَة بِعَرَضْنَا الْمُتَرَتِّب عَلَيْهِ حَمْل آدَم "الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَات وَالْمُشْرِكِينَ

وَالْمُشْرِكَاتِ" الْمُضَيِّعِينَ الْأَمَانَةَ "وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" الْمُؤَدِّينَ الْأَمَانَةَ "وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا" لِلْمُؤْمِنِينَ "رَحِيمًا" بِهِمْ،

تاکہ اللہ تعالیٰ عذاب دے، یہاں پر ''ل'' لفظ ''عرضنا'' سے متعلق ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام کا (اس بوجھ کو) اٹھانا مترتب ہے۔ منافق مردوں، منافق عورتوں، مشرک مردوں، مشرک عورتوں کو (عذاب دے) جنہوں نے اس امانت کو ضائع کیا اور وہ کرم کرے مومن مردوں اور مومن عورتوں پر جنہوں نے امانت کو ادا کیا اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے یعنی مومنین کی اور رحم کرنے والا ہے یعنی ان پر۔

کہا گیا کہ معنی یہ ہیں کہ ہم نے امانت پیش کی تا کہ منافقین کا نفاق اور مشرکین کا شرک ظاہر ہو اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب فرمائے اور مومنین جو امانت کے ادا کرنے والے ہیں ان کے ایمان کا اظہار ہو اور تبارک وتعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے اور ان پر رحمت ومغفرت کرے اگرچہ ان سے بعض طاعات میں کچھ تقصیر بھی ہوئی ہو۔ (تفسیر خازن، سورہ احزاب، بیروت)

## سورہ الاحزاب کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ الاحزاب کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَة سَبَا

## یہ قرآن مجید کی سورت سبأ ھے

### سورہ سبا کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ سَبَا ( مَكِّيَّة إِلَّا آيَة 2 فَمَدَنِيَّة وَآيَاتُهَا 54 أَوْ 55 آيَة نَزَلَتْ بَعْدَ لُقْمَان)

سورہ سبامکیہ ہے سوائے آیت (وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ اس میں چھ ۶ رکوع ۵۴ آیات اور آٹھ سو تینتیس کلمے، ایک ہزار پانچ سو بارہ حروف ہیں۔اور یہ سورت لقمان کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورہ سبأ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں قوم سبا کا بیان آیا ہے کہ انہیں نعمتوں سے مالا مال کیا گیا تو انہوں نے ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے کے بجائے تکبر وغرور اور سرکشی کی جس کی وجہ سے ان سے نعمتوں کو سلب کر لیا گیا۔اسی قوم کے واقعات کے سبب اس سورت کا نام سبا معروف ہے۔

### عرب کے ایک آدمی کا نام سبأ ہونے کا بیان

حضرت عروہ بن مسیک مرادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ کیا میں اپنی قوم کے اسلام قبول کرنے والے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے جنگ نہ کروں جو اسلام سے منہ موڑیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی اجازت دے دی اور مجھے اپنی قوم کا امیر بنا دیا۔پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ غطیفی نے کیا کہا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ وہ چلا گیا ہے۔راوی فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے واپس بلوایا۔جب آپ صلی اللہ کے پاس پہنچا تو کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بیٹھے ہوئے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دو۔جو لوگ اسلام لے آئیں انہیں قبول کر لو اور جو نہ لائیں ان کے متعلق جلدی نہ کرو، یہاں تک کہ میں دوسرا حکم دوں۔راوی کہتے ہیں کہ سباء کی کیفیت اس وقت نازل ہو چکی تھی۔ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہ سبا کیا چیز ہے؟ عورت یا کوئی زمین؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ زمین اور نہ عورت بلکہ یہ

عرب کا ایک آدمی ہے جس کے دس بیٹے تھے جن میں سے چھ کو (اس نے) مبارک جانا اور چار کو منحوس، جنہیں منحوس جانا وہ یہ ہیں ازد، اشعری، حمیم، کندہ، مذحج اور انمار۔ ایک شخص نے پوچھا انمار کون سا قبیلہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے خثعم اور بجیلہ ہیں۔ یہ حدیث غریب حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1170)

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ |
| فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ○ |
| سب خوبیاں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی |
| سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہی کمال حکمت والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔ |

## دنیا وآخرت میں حمد کا اللہ تعالیٰ کیلئے ہونے کا بیان

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" حَمِدَ تَعَالٰی نَفْسه بِذٰلِكَ وَالْمُرَاد بِهِ الثَّنَاء بِمَضْمُوْنِهٖ مِنْ ثُبُوت الْحَمْد وَهُوَ الْوَصْف بِالْجَمِيلِ لِلّٰهِ تَعَالٰی "الَّذِی لَهُ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْاَرْض" مُلْكًا وَخَلْقًا "وَلَهُ الْحَمْد فِی الْاٰخِرَة" كَالدُّنْيَا يَحْمَدهُ اَوْلِيَاؤُهُ اِذَا دَخَلُوا الْجَنَّة "وَهُوَ الْحَكِيم" فِی فِعْله "الْخَبِير" فِی خَلْقه

سب خوبیاں اس اللہ کے لیے ہیں اس کلام سے اللہ تعالیٰ نے حمد فرمائی ہے جبکہ مراد ثناء ہے جو ثبوت حمد کے مضامین میں سے ہے اور وہ وصف جمیل ہے جو اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں بادشاہت اور مخلوق ہے اسی کا ہے اور آخرت میں بھی سب تعریف اسی کے لیے ہے جس طرح دنیا میں اس کے اولیاء اس کی تعریف کرتے ہیں جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تب بھی ویسے ہی تعریف کریں گے۔ اور وہی اپنے فعل میں کمال حکمت والا، اپنی مخلوق کی خبر رکھنے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حمد (خدا کی تعریف) شکر کا سر ہے جس بندہ نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ کا کامل شکر ادا نہیں کیا۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 837)

حمد یعنی اللہ کی تعریف زبان سے ہوتی ہے اور شکر زبان و دل اور اعضاء سے ہوتا ہے لہٰذا اللہ کی تعریف اللہ کے شکر کی ایک شاخ ہے۔ حمد کو شکر کا سر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ زبان کا فعل ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کی تعریف زبان ہی سے خوب بیان ہوتی ہے اور پھر یہ کہ زبان چونکہ تمام اعضاء کی نائب ہے اس لئے حمد بھی گویا اجمالاً شکر ہے اور مفصل شکر کا جزو اعظم ہے اسی واسطے فرمایا گیا ہے کہ جس بندہ نے اللہ کی حمد نہیں کی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا بھی ادا نہیں کیا اس بات میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنے باطن کی صفائی وتزکیہ کے ساتھ ساتھ اپنے ظاہری احوال کی محافظت بھی کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ بندے کی اس بات سے

راضی وخوش ہوتا ہے کہ وہ ایک لقمہ کھائے اور اس پر اللہ کی حمد ثنا کرے یا ایک مرتبہ پئے اور اس پر اللہ کی حمد وثنا کرے۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 136)

حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ جب کوئی شخص کھانا کھا کر فارغ ہو جاتا ہے یا کوئی چیز پیتا ہے اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتا ہے اور اس کی حمد وثنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل سے بہت خوش ہوتا ہے۔

| |
|---|
| يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ |
| وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ |
| وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے |
| اور وہی نہایت رحم والا، بے حد بخشنے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان سے خروج ودخول والی چیزوں کے علم کا بیان

"يَعْلَم مَا يَلِج" يَدْخُل "فِي الْأَرْض" كَمَاءٍ وَغَيْره "وَمَا يَنْزِل مِنْ السَّمَاء" مِنْ رِزْق وَغَيْره "وَمَا يَعْرُج" يَصْعَد "فِيهَا" مِنْ عَمَل وَغَيْره "وَهُوَ الرَّحِيم" بِأَوْلِيَائِهِ "الْغَفُور" لَهُمْ،

وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے جس طرح پانی وغیرہ ہے۔ اور جو آسمان سے اترتا ہے جو رزق وغیرہ ہے۔ اور جو اس میں چڑھتا ہے جس طرح عمل وغیرہ ہے۔ اور وہ اپنے اولیاء کے ساتھ نہایت رحم والا، انہیں بخشنے والا ہے۔

یعنی آسمان وزمین کی کوئی چھوٹی بڑی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ جو چیز زمین کے اندر چلی جاتی ہے۔ مثلاً جانور کیڑے مکوڑے نباتات کا بیج، بارش کا پانی، مردہ کی لاش، اور جو اس کے اندر سے نکلتی ہے مثلاً کھیتی، سبزہ، معدنیات وغیرہ اور جو اوپر چڑھتی ہے مثلاً روح، دعاء، عمل اور ملائکہ وغیرہ ان سب انواع وجزئیات پر اللہ کا علم محیط ہے۔

زمین میں داخل ہونے والی چیزیں یہ ہیں: ہر قسم کی نباتات کے بیج، بارش کا پانی، تمام جانوروں کے مردہ اجسام۔ اور حشرات الارض وغیرہ اور زمین سے نکلنے والی چیزیں مثلاً کھیتی، پودے، درخت، معدنیات۔ کئی قسم کے تیل اور گیسیں وغیرہ اور آسمان سے اترنے والی چیزیں مثلاً بارش اللہ کی رحمت وبرکت، وحی الٰہی، فرشتے وغیرہ اور جو آسمان کی طرف چڑھنے والی چیزیں مثلاً دعاء، فرشتے، انسانوں کے اعمال وغیرہ ان سب انواع اور ان کی جزئیات سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَ رَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ |
| مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ |

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ فرمادیں: کیوں نہیں؟ میرے عالم الغیب رب کی قسم!
وہ تم پر ضرور آئے گی، اس سے نہ آسمانوں میں ذرّہ بھر کوئی چیز غائب ہو سکتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے
کوئی چھوٹی اور نہ بڑی مگر روشن کتاب میں ہے۔

## قیامت کے دن کا انکار کرنے والے کفار کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ " الْقِيَامَة "قُلْ" لَهُمْ "بَلَى وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ" بِالْجَرِّ صِفَةٌ وَالرَّفْع خَبَر مُبْتَدَأ وَعَلَّام بِالْجَرِّ "لَا يَعْزُب" يَغِيب "عَنْهُ مِثْقَال" وَزْن "ذَرَّة" أَصْغَر نَمْلَة "فِي السَّمَوَات وَلَا فِي الْأَرْض وَلَا أَصْغَر مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَر إِلَّا فِي كِتَاب مُبِين" بَيِّن هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ حَسَن فِي الْجَنَّة،

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، آپ ان سے فرمادیں: کیوں نہیں؟ میرے عالم الغیب رب کی قسم! وہ تم پر ضرور آئے گی، یہاں پر لفظ عالم جر کے ساتھ بھی آیا ہے جب صفت ہو اور مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع بھی آیا ہے۔ اور یہ لفظ علام جر کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اس سے نہ آسمانوں میں ذرّہ (ذرہ چھوٹی چیونٹی کو کہتے ہیں) بھر کوئی چیز غائب ہو سکتی ہے اور نہ زمین میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ کہ اچھا صلہ جنت ہے۔

## قیامت کی بعض نشانیوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جب مال غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے اور جب زکوۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور جب علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض سے سکھایا جانے لگے اور جب مرد بیوی کی اطاعت کرنے لگے اور جب ماں کی نافرمانی کی جانے لگے اور جب دوستوں کو تو قریب اور باپ کو دور کیا جانے لگے اور جب مسجد میں شور وغل مچایا جانے لگے اور جب قوم و جماعت کی سرداری، اس قوم و جماعت کے فاسق شخص کرنے لگیں اور جب قوم و جماعت کے زعیم و سربراہ اس قوم و جماعت کے کمینہ اور رذیل شخص ہونے لگیں۔

اور جب آدمی کی تعظیم اس کے شر اور فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے اور جب لوگوں میں گانے والیوں اور ساز و باجوں کا دور دورہ ہو جائے اور جب شرابیں پی جانی لگیں اور جب اس امت کے پچھلے لوگ اگلے لوگوں کو برا کہنے لگیں اور ان پر لعنت بھیجنے لگیں تو اس وقت تم ان چیزوں کے جلدی ظاہر ہونے کا انتظار کرو سرخ یعنی تیز و تند اور شدید ترین طوفانی آندھی کا زلزلہ کا، زمین میں دھنس جانے کا، صورتوں کے مسخ و تبدیل ہو جانے کا اور پتھروں کے برسنے کا، نیز ان چیزوں کے علاوہ قیامت اور تمام نشانیوں اور علامتوں کا انتظار کرو، جو اس طرح پے در پے وقوع پذیر ہوں گی جیسے (مثلاً موتیوں کی) لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرنے لگیں۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 15)

لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ○

تا کہ اللہ ان لوگوں کو پورا بدلہ عطا فرمائے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بخشش اور بزرگی والا رزق ہے۔ اور جنہوں نے ہماری آیتوں میں کوشش کی عاجز کرنے کے زعم میں انہی لوگوں کے لئے سخت دردناک عذاب کی سزا ہے۔

## ایمان و نیک اعمال والوں کیلئے رزق کریم ہونے کا بیان

"لِيَجْزِيَ" فِيهَا "الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات أُولَئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَة وَرِزْق كَرِيم" حَسَن فِي الْجَنَّة،

"وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي" إبْطَال "آيَاتنَا" الْقُرْآن "مُعْجِزِينَ" وَفِي قِرَاءَة هُنَا وَفِيمَا يَأْتِي مُعَاجِزِينَ أَيْ مُقَدِّرِينَ عَجْزنَا أَوْ مُسَابِقِينَ لَنَا فَيَفُوتُونَا لِظَنِّهِمْ أَنْ لَا بَعْث وَلَا عِقَاب "أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَاب مِنْ رِجْز" سَيِّء الْعَذَاب "أَلِيم" مُؤْلِم بِالْجَرِّ وَالرَّفْع صِفَة لِرِجْزٍ أَوْ عَذَاب،

تا کہ اللہ ان لوگوں کو پورا بدلہ عطا فرمائے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے بخشش اور بزرگی والا اخروی رزق ہے۔ جو جنت میں ہے۔ اور جنہوں نے ہماری آیات یعنی قرآن کو مٹانے کی کوشش کی، ہمیں عاجز کرنے کے زعم میں، یہاں ایک قرأت کے مطابق معاجزین آیا ہے یعنی وہ ہمیں عاجز کرنے کا گمان کرتے ہوئے یا یہ گمان کرتے ہوئے کہ وہ ہم سے بچ نکلیں گے کہ کوئی بعث و عذاب نہیں ہوگا۔ انہی لوگوں کے لئے سخت دردناک عذاب یعنی بدتر عذاب کی سزا ہے۔ یہاں پر لفظ الیم یہ مجرور اور مرفوع بھی آیا ہے یعنی یا تو رجز کی صفت ہے یا عذاب کی صفت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے کسی بندہ کے عزیز و محبوب کو جو اہل دنیا سے اٹھالیتا ہوں اور وہ بندہ اس پر ثواب کا طلبگار رہتا ہے (یعنی صبر کرتا ہے) تو میرے پاس اس کے لئے جنت سے بہتر کوئی جزاء نہیں ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 220)

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا اہل دنیا میں سے کوئی عزیز محبوب جیسے اولاد یا باپ ماں یا ان کے علاوہ کوئی بھی ایسا شخص جسے وہ عزیز و محبوب رکھتا تھا انتقال کر جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے اس صبر کی بناء پر اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ اہل دنیا، کی قید سے معلوم ہوا کہ اگر اہل آخرت میں سے کوئی عزیز و محبوب مر جائے اور اس پر صبر کیا جائے تو اس سے بھی بڑی سعادت ملتی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کا راضی ہو جانا اس کے حق میں دنیا و آخرت کی سب سے بڑی سعادت اور سب سے بڑی فضیلت ہے۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ○

اور وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، دیکھتے ہیں کہ جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے

اور وہ اس کا راستہ دکھاتا ہے جو سب پر غالب ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔

## اہل علم کا حق کو قبول کر لینے کا بیان

"وَيَرَى" يَعْلَم "الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم" مُؤْمِنُو أَهْل الْكِتَاب كَعَبْدِ اللَّه بْن سَلَّام وَأَصْحَابه "الَّذِي أُنْزِلَ إلَيْك مِنْ رَبّك" أَيْ الْقُرْآن "هُوَ" ضَمِير فَصْل "الْحَقّ وَيَهْدِي إلَى صِرَاط" طَرِيق "الْعَزِيز الْحَمِيد" أَيْ اللَّه ذِي الْعِزَّة الْمَحْمُود،

اور وہ لوگ جنھیں علم دیا گیا ہے، یعنی اہل کتاب میں سے ایمان لانے والے جس طرح حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اوران کے اصحاب تھے۔ دیکھتے ہیں کہ جو آپ طرف آپ رب کی جانب سے قرآن نازل کیا گیا ہے۔ یہاں پر ھو ضمیر برائے فصل ہے۔ وہی حق ہے اور وہ اس کا راستہ دکھاتا ہے جو سب پر غالب ہے، تمام خوبیوں والا ہے۔ یعنی اللہ عزت محمود والا ہے۔

## ہدایت وعلم کی بارش کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس چیز کی مثال جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت کثیر بارش کی مانند ہے جو زمین پر بوئی چنانچہ زمین کے اچھے ٹکڑے نے اسے قبول کر لیا یعنی اپنے اندر جذب کر لیا، اس سے بہت زیادہ خشک وہری گھاس پیدا ہوئی اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہو گیا اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور یہ (بارش کا پانی) زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی (پہنچا) جو چٹیل سخت میدان تھا نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا لہٰذا یہ سب (مذکورہ مثالیں) اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے بھیجی تھی اس نے اس سے نفع اٹھایا پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لئے تکبر کی وجہ سے سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 147)

اس میں دو قسم کے آدمی ذکر کیے گئے ہیں ایک تو دین سے فائدہ اٹھانے والے اور دوسرے دین سے فائدہ نہ اٹھانے والے، اسی طرح مثال مذکورہ میں زمین دو قسم کی بیان کی گئی ہے، زمین کی ایک قسم تو وہ ہے جو پانی سے فائدہ اٹھاتی ہے، دوسرے وہ جو پانی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتی پھر فائدہ اٹھانے والی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اگانے والی اور دوسری نہ اگانے والی۔ ٹھیک اسی طرح علم دین سے بھی فائدہ اٹھانے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ پہلا وہ آدمی جو عالم بھی ہو اور عابد و فقیہ اور معلم بھی۔ اس پر زمین کے اس ٹکڑے کی مثال صادق آتی ہے جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا، خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی نفع پہنچایا نیز گھاس بھی اگائی۔ اسی طرح اس آدمی نے علم دین سے خود بھی فائدہ اٹھایا اور دوسروں کو بھی اپنے علم سے مستفیض کیا۔ دوسرا وہ آدمی ہے جو عالم و معلم ہو مگر عابد و فقیہ نہ ہو، نہ تو وہ نوافل وغیرہ میں مشغول ہوا اور نہ اس نے اپنے علم میں تفقہ یعنی سمجھ بوجھ پیدا کی، اس کی مثال زمین

کے اس حصہ کی مانند ہے جس میں پانی جمع ہو گیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ یا پھر زمین کا وہ حصہ جس نے پانی کو جذب بھی کیا اور گھاس بھی اگائی وہ مجتہدین کی مثال ہے کہ جنہوں نے علم حاصل کیا، پھر بہت سے مسائل کا استنباط کیا اس سے خود بھی منتفع ہوئے اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا۔ اور زمین کے اس حصہ کی مثال جس میں پانی جمع ہوا، محدثین ہیں کہ انہوں نے علم حدیث حاصل کیا اور اس علم کو بعینہ دوسرے لوگوں تک پہنچا دیا، ان دونوں کے مقابلہ میں تیسرا آدمی وہ ہے جس نے از راہ غرور و تکبر اللہ کے دین کے سامنے اپنی گردن نہیں جھکائی، نہ اس نے علم دین کی طرف کوئی توجہ والتفات کی اور نہ اس نے اللہ اور اللہ کے رسول کے پیغام کو سنا اور نہ اس پر عمل کیا اور نہ علم کی روشنی دوسروں تک پہنچائی، اب چاہے یہ دین محمدی میں داخل ہو یا نہ ہو اور یا کافر ہو، اس کی مثال زمین شور کی ہے کہ جس نے نہ پانی کو قبول کر کے اپنے اندر جذب کیا، نہ پانی کو جمع کیا اور نہ کچھ اگایا۔

یقین کے تین درجے ہیں ۱۔ علم الیقین ۲۔ عین الیقین ۳۔ حق الیقین

## علم الیقین کی تعریف

کسی خبر کو سن کر یا دلائل میں غور و فکر کرنے سے جو یقین حاصل ہو، اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ جیسے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین ہے۔

## عین الیقین کی تعریف

کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو، اسے عین الیقین کہتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین تھا۔

## حق الیقین کی تعریف

وہ یقین جو تجربہ سے حاصل ہو، اسے حق الیقین کہتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین تھا۔

## علم کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دو آدمیوں کے بارے میں حسد کرنا ٹھیک ہے ایک تو وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا اور پھر اسے راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم دیا چنانچہ وہ اس علم کے مطابق حکم کرتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 197)

حسد اسے فرماتے ہیں کہ کسی دوسرے کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو کی جائے کہ یہ نعمت میرے پاس آ جائے اور اس کے پاس سے ختم ہو جائے۔" ظاہر ہے کہ یہ ایک بہت بری خصلت اور انتہائی ذلت نفس کی بات ہے۔ اسلام جو اخلاق، پاکیزگی کا سب سے بڑا علمبردار ہے اس غیر اخلاقی اور ذلیل خصلت کو پسند نہیں کرتا اور اس سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ حسد کے مقابلہ میں غبطہ ہے۔

غبطہ اسے فرماتے ہیں کہ کسی کے پاس کوئی نعمت دیکھ کر یہ آرزو کی جائے کہ جیسی نعمت اس کے پاس ہے اللہ اس نعمت سے مجھے بھی سر فراز فرمائے۔ شریعت اس کو جائز قرار دیتی ہے مگر یہ بھی اچھی باتوں مثلاً نیک اخلاق وعادات، بہترین خصائل اور فضل وکمال کے بارے میں جائز ہے چنانچہ اس حدیث میں جس حسد کے بارے میں فرمایا گیا ہے وہ غبطہ ہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ |
| اوران لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا کیا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ٹکڑے |
| کردیے جاؤ گے، پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا، تو بلاشبہ تم یقیناً بالکل نئی پیدائش میں ہو گے۔ |

## کفار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کے باوجود دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا" أَيْ قَالَ بَعْضُهُمْ عَلَى جِهَةِ التَّعَجُّبِ لِبَعْضٍ "هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ" هُوَ مُحَمَّد "يُنَبِّئُكُمْ" يُخْبِرُكُمْ أَنَّكُمْ "إِذَا مُزِّقْتُمْ" قُطِّعْتُمْ "كُلَّ مُمَزَّقٍ" بِمَعْنَى تَمْزِيقٍ،

اوران لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا یعنی انہوں نے ایک دوسرے سے ازراہ تعجب کہا کیا ہم تمھیں وہ آدمی بتائیں وہ حضرت محمد ﷺ ہیں جو تمھیں خبر دیتا ہے کہ جب تم ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جاؤ گے، پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جانا، تو بلاشبہ تم یقیناً بالکل نئی پیدائش میں ہو گے۔ یہاں پر لفظ ممزق بہ معنی تمزیق ہے یعنی ٹکڑے ٹکڑے ہونا ہے۔

یہ کفار منکرین قیامت کا قول نقل کیا گیا ہے، جو بطور تحقیر واستہزاء کے یوں کہا کرتے تھے کہ آؤ ہم تمہیں ایک ایسے عجیب شخص کا پتہ دیں جو یوں کہتا ہے کہ جب تم پوری طرح ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد پھر تمہیں نئی پیدائش دی جائے گی، اور پھر تم اسی شکل وصورت میں تیار ہو کر زندہ کر دیے جاؤ گے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ اس شخص سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو قیامت اور اس میں سب مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی خبر دیتے اور لوگوں کو اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتے تھے، اور یہ سب لوگ آپ کو پوری طرح جانتے تھے، مگر یہاں اس انداز سے ذکر کیا کہ گویا یہ آپ کے متعلق اور کچھ نہیں جانتے، بجز اس کے کہ آپ قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے کی خبر دیتے ہیں۔ یہ طرز کلام استہزاء وتحقیر کے لئے اختیار کیا تھا۔ اور مزقتم مزق سے مشتق ہے، جس کے معنی چیز نے پھاڑنے اور ٹکڑے کرنے ہیں اور کل ممزق سے مراد بدن انسانی کا ریزہ ریزہ ہو کر الگ ہو جانا ہے، آگے آپ کے قول اور ذکر قیامت کے متعلق اپنے خیال کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ (تفسیر مدارک معیول، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| أَفْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝ |
| کیا اس نے اللہ پر ایک جھوٹ باندھا ہے، یا اسے کچھ جنون ہے؟ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے |
| وہ عذاب اور بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ |

## کفار کا نبی کریم ﷺ کی طرف افتریٰ کی نسبت کرنے کا بیان

"أَفْتَرَى" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ لِلِاسْتِفْهَامِ وَاسْتُغْنِيَ بِهَا عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ "عَلَى اللَّه كَذِبًا" فِي الْقُرْآن "أَمْ بِهِ جِنَّة" جُنُون تَخَيَّلَ بِهِ ذَلِكَ "بَلْ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ" الْمُشْتَمِلَة عَلَى الْبَعْث وَالْعَذَاب "فِي الْعَذَاب" فِي الْعَذَاب فِي الْآخِرَة "وَالضَّلَال الْبَعِيد" عَنْ الْحَقّ فِي الدُّنْيَا،

یہاں پر لفظ اَفتریٰ یہ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ استفہام کیلئے آیا ہے۔ لہٰذا اسی وجہ سے یہ ہمزہ وصلی سے بے پرواہ ہو گیا۔ کیا اس نے قرآن میں اللہ پر ایک جھوٹ باندھا ہے، یا اسے کچھ جنون ہے؟ یعنی جنونی خیالات آپ کے ساتھ ہیں۔ بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیونکہ آخرت بعث وعذاب پر مشتمل ہے۔ وہ عذاب اور بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔ یعنی دنیا میں حق سے بہت دور ہو چکے ہیں۔

کفار مکہ آپ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے تھے۔ کیونکہ یہ بات ان کے زندگی بھر کے تجربہ کے خلاف تھی۔ لیکن وہ آپ کی دعوت کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ رسول اللہ کی دعوت میں تین باتیں تھیں جو انھیں ناگوار تھیں یا جن پر وہ ایمان نہیں رکھتے تھے۔ (۱) وہ اس زمین وآسمان یا کائنات کے فنا ہونے کا یقین نہیں رکھتے تھے۔ بالفاظ دیگر وہ قیامت کے قائم ہونے کے قائل نہیں تھے۔ (۲) وہ بعث بعد الموت کے بھی قائل نہیں تھے۔ یعنی جب انسان مر کر مٹی میں مل کر مٹی بن جائے تو اس کا دوبارہ جی اٹھنا ان کے خیال کے مطابق ناممکنات سے تھا۔ اور (۳) اسی کے نتیجہ میں وہ آخرت کے ثواب وعذاب کے بھی قائل تھے۔ لہٰذا وہ اپنی دنیوی زندگی میں احکام الٰہی کا پابند بن جانے کے بجائے آزاد رہنا ہی پسند کرتے تھے۔ جب بھی ان لوگوں نے مذاق اڑایا تو انھیں باتوں کا اور ان میں سے بھی پہلی دو باتیں تو وہ اکثر مختلف پرایوں میں دہراتے رہتے تھے۔ اس آیت میں انؔ کے سوال کا انداز تمسخر کا ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس نبی کی یہ دعوت دو ہاتھوں سے خالی نہیں ہو سکتی۔ یا تو وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے یا پھر اس کی عقل جواب دے گئی ہے۔

جو وہ ایسی عجیب وغریب باتیں کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس مقولہ کا رد فرمایا کہ یہ دونوں باتیں نہیں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں سے مبرّا ہیں۔ (تفسیر مدارک ہیول، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| اَفَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اِنۡ نَّشَاۡ نَخۡسِفۡ بِهِمُ الۡاَرۡضَ |
| اَوۡ نُسۡقِطۡ عَلَيۡهِمۡ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّـكُلِّ عَبۡدٍ مُّنِيۡبٍ ٥ |
| تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان وزمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، اگر ہم چاہیں انھیں زمین |
| میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یقیناً اس میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔ |

## زمین میں دھنسا دینے پر کفار میں عقل آجانے کا بیان

"أَفَلَمْ يَرَوْا" يَنْظُرُوا "إِلَى مَا بَيْن أَيْدِيهمْ وَمَا خَلْفهمْ" مَا فَوْقهمْ وَمَا تَحْتهمْ "مِنْ السَّمَاء وَالْأَرْض

اِنْ نَشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا" بِسُكُوْنِ السِّيْنِ وَفَتْحِهَا قِطَعًا وَفِي قِرَاءَةٍ فِي الْاَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ بِالْيَاءِ "اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ" الْمَرْئِيِّ "لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ" رَاجِعٍ اِلٰى رَبِّهٖ تَدُلُّ عَلٰى قُدْرَةِ اللّٰهِ عَلَى الْبَعْثِ وَمَا يَشَاءُ

تو کیا انھوں نے اس کی طرف نہیں دیکھا جو آسمان وزمین میں سے ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے، جو ان کے اوپر ہے اور جو ان کے نیچے ہے۔ اگر ہم چاہیں انھیں زمین میں دھنسا دیں، یا ان پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دیں۔ یہاں پر لفظ کسفا یہ سین کے سکون اور اس کی فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور ایک قرأت میں تینوں افعال یاء کے ساتھ آئے ہیں۔ یقیناً اس میں دیکھنے والے ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہے۔ یعنی جو اپنے رب کی طرف رجوع کرے کیونکہ اس کی دلالت اللہ تعالیٰ کی قدرت علی البعث پر ہے اور جیسے وہ چاہے۔

یعنی کیا وہ اندھے ہیں کہ انہوں نے آسمان وزمین کی طرف نظر ہی نہیں ڈالی اور اپنے آگے پیچھے دیکھا ہی نہیں جو انھیں معلوم ہوتا کہ وہ ہر طرف سے احاطہ میں ہیں اور زمین وآسمان کے اقطار سے باہر نہیں جا سکتے اور ملک خدا سے نہیں نکل سکتے اور انھیں بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں، انہوں نے آیات اور رسول کی تکذیب وانکار کے دہشت انگیز جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے خوف نہ کھایا اور اپنی اس حالت کا خیال کر کے نہ ڈرے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ سبا، لاہور)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑا فضل عطا کیا، اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ |
| اور پرندے بھی اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ |

## حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے لوہے کو نرم کر دینے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا" نُبُوَّةً وَكِتَابًا وَقُلْنَا "يَا جِبَالُ أَوِّبِي" رَجِّعِي "مَعَهُ" بِالتَّسْبِيحِ "وَالطَّيْرَ" بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى مَحَلِّ الْجِبَالِ أَيْ وَدَعَوْنَاهَا تُسَبِّحُ مَعَهُ "وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ" فَكَانَ فِي يَدِهِ كَالْعَجِينِ،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے داؤد علیہ السلام کو اپنی طرف سے بڑا فضل یعنی نبوت اور کتاب عطا کی، اور ہم نے کہا کہ اے پہاڑو! اس کے ساتھ تسبیح کو دہراؤ اور پرندے بھی، یہاں پر لفظ طیر منصوب ہے کیونکہ محل جبال پر عطف کیا گیا ہے۔ یعنی ہم نے انہیں اس لئے بلایا کہ وہ آپ کے ساتھ تسبیح کریں۔ اور ہم نے اس کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔ یعنی وہ آپ کے ہاتھ میں گوندھے ہوئے آٹے کی طرح ہو جاتا ہے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام پر انعامات الٰہی کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت داؤد علیہ السلام پر دنیوی اور اخروی رحمت نازل فرمائی۔ نبوت بھی دی بادشاہت بھی دی لاؤ لشکر بھی دیئے طاقت وقوت بھی دی۔ پھر ایک پاکیزہ معجزہ یہ عطا فرمایا کہ ادھر نغمہ داؤدی ہوا میں گونجا، ادھر پہاڑوں اور پرندوں کو بھی وجد آ گیا۔ پہاڑوں نے آواز میں آواز ملا کر اللہ کی حمد وثناء شروع کی پرندوں نے پر ہلانے چھوڑ دیئے اور اپنی قسم قسم کی پیاری پیاری بولیوں میں رب کی وحدانیت کے گیت گانے لگے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ رات کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے جسے سن کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے دیر تک سنتے رہے پھر فرمانے لگے انہیں نغمہ داؤدی کا کچھ حصہ مل گیا ہے۔ ابوعثمان نہدی کا بیان ہے کہ واللہ ہم نے حضرت ابوموسیٰ سے زیادہ پیاری آواز کسی باجے کی بھی نہیں سنی۔ اوبی کے معنی حبشی زبان میں یہ ہیں کہ تسبیح بیان کرو۔ لیکن ہمارے نزدیک اس میں مزید غور کی ضرورت ہے لغت عرب میں یہ لفظ ترجیع کے معنی میں موجود ہے۔ پس پہاڑوں کو اور پرندوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ حضرت داؤد کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بھی ملا لیا کریں۔ تاویب کے ایک معنی دن کو چلنے کے بھی آتے ہیں۔ جیسے سری کے معنی رات کو چلنے کے ہیں لیکن یہ معنی بھی یہاں کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتا یہاں تو یہی مطلب ہے کہ داؤد کی تسبیح کی آواز میں تم بھی آواز ملا کر خوش آوازی سے رب کی حمد بیان کرو۔ اور فضل ان پر یہ ہوا کہ ان کیلئے لوہا نرم کر دیا گیا نہ انہیں لوہے کی بھٹی میں ڈالنے کی ضرورت نہ ہتھوڑے مارنے کی حاجت ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا تھا جیسے دھاگے، اب اس لوہے سے بفرمان اللہ آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے۔ ہر روز صرف ایک زرہ بناتے اس کی قیمت چھ ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔ زرہ بنانے کی ترکیب خود اللہ کی سکھائی ہوئی تھی کہ کڑیاں ٹھیک ٹھیک رکھیں حلقے چھوٹے نہ ہوں کہ ٹھیک نہ بیٹھیں بہت بڑے نہ ہوں کہ ڈھیلا پن رہ جائے بلکہ ناپ تول اور صحیح انداز سے حلقے اور کڑیاں ہوں۔

ابن عساکر میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور رعایا کے لوگوں سے مل کر ان سے اور باہر کے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے؟ لیکن ہر شخص کو تعریفیں کرتا ہوا ہی پاتے۔ کسی سے کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی صورت میں نازل فرمایا۔ حضرت داؤد کی ان سے بھی ملاقات ہوئی تو جیسے اوروں سے پوچھتے تھے ان سے بھی سوال کیا انہوں نے کہا کہ داؤد ہے تو اچھا آدمی اگر ایک کمی اس میں نہ ہوتی تو کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا؟ فرمایا وہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہیں خود بھی اسی میں سے لیتا ہے اور اپنی اہل وعیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے اسی وقت جناب باری کی طرف جھک پڑے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعائیں کرنے لگے کہ اللہ مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھا دے جس سے میرا پیٹ بھر جایا کرے۔ کوئی صنعت اور کاریگری مجھے بتا دے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں کہ وہ مجھے اور

میرے بال بچوں کو کافی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زرہیں بنانا سکھائیں اور پھر اپنی رحمت سے لوہے کو ان کیلئے بالکل نرم کر دیا۔ سب سے پہلے زرہیں آپ نے ہی بنائی ہیں۔

ایک زرہ بنا کر فروخت فرماتے اور اس کی قیمت کے تین حصے کر لیتے ایک اپنے کھانے پینے وغیرہ کیلئے ایک صدقے کیلئے ایک رکھ چھوڑنے کیلئے تاکہ دوسری زرہ بنانے تک اللہ کے بندوں کو دیتے رہیں۔ حضرت داؤد کو جو نغمہ دیا گیا تھا وہ تو محض بینظیر تھا اللہ کی کتاب زبور پڑھنے کو بیٹھتے۔ آواز نکلتے ہی چرند پرند صبر و سکون کے ساتھ محویت کے عالم میں آپ کی آواز سے متاثر ہو کر کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول ہو جاتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| یہ کہ کشادہ زرہیں بنا اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔ |

## زرہ بنانے کے فن کا بیان

وَقُلْنَا "أَنْ اعْمَلْ" مِنْهُ "سَابِغَات" دُرُوعًا كَوَامِلَ يَجُرّهَا لَابِسهَا عَلَى الْأَرْض "وَقَدِّرْ فِي السَّرْد" أَيْ نَسْج الدُّرُوع قِيلَ لِصَانِعِهَا سَرَّاد أَيْ اجْعَلْهُ بِحَيْثُ تَتَنَاسَب حِلَقه "وَاعْمَلُوا" أَيْ آل دَاوُد مَعَهُ "صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِير" بَصِير بِمَا تَعْمَلُونَ فَأُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور ہم نے کہا کہ کشادہ زرہیں بنائیں یعنی ان کے بنانے میں برابری رکھو اور ان کو پہننے والا زمین پر ان کو گھسیٹے اور زرہیں بنانے والے کو سراد کہتے ہیں۔ یعنی ان کو ایسے بنائیں ان کے حلقے مناسب ہوں۔ اور کڑیاں جوڑنے میں اندازہ رکھ اور اے آل داؤد نیک عمل کرو، یقیناً میں اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہوں۔ یعنی میں دیکھنے والا ہوں جو تم عمل کرتے ہو۔ لہٰذا تمہیں اس پر جزاء دی جائے گی۔

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کے حق میں ہم نے لوہے کو موم کی طرح نرم کر دیا۔ بدون آگ اور آلات صناعیہ کے لوہے کو جس طرح چاہتے ہاتھ سے توڑ موڑ لیتے تھے اور اس کی زرہیں تیار کر کے فروخت کرتے تاکہ قوت بازو سے کما کر کھائیں۔ بیت المال پر اپنا بار نہ ڈالیں۔ کہتے ہیں کہ کڑیوں کی زرہ پہلے ان ہی سے نکلی کہ کشادہ رہے۔ حق تعالیٰ نے ان کو ہدایت فرمائی کہ فراخ و کشادہ زرہیں تیار کرو اور اس کے حلقے اور کڑیاں ٹھیک اندازہ سے جوڑو جو بڑی چھوٹی اور پتلی موٹی ہونے کے اعتبار سے متناسب ہوں۔

| |
|---|
| وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ○ |
| اور سلیمان کے لیے ہوا کو، اس کا صبح کا چلنا ایک ماہ کا اور شام کا چلنا ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہایا، اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے اور ان میں سے |

جو ہمارے حکم سے کجی کرتا ہم اسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے تھے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا وغیرہ کی تسخیر کا بیان

"وَ" "لِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ" وَقِرَاءَةُ الرَّفْعِ بِتَقْدِيرِ تَسْخِير "غُدُوُّهَا" مَسِيرُهَا مِنَ الْغُدْوَةِ بِمَعْنَى الصَّبَاحِ إِلَى الزَّوَالِ "شَهْرٌ وَرَوَاحُهَا" سَيْرُهَا مِنَ الزَّوَالِ إِلَى الْغُرُوبِ "شَهْرٌ" أَيْ مَسِيرَتُهُ "وَأَسَلْنَا" أَذَبْنَا "لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ" أَيْ النُّحَاسِ فَأُجْرِيَتْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهِنَّ كَجَرْيِ الْمَاءِ وَعَمَلُ النَّاسِ إِلَى الْيَوْمِ مِمَّا أُعْطِيَ سُلَيْمَانُ "وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ" بِأَمْرِ "رَبِّهِ وَمَنْ يَزِغْ" يَعْدِلُ "مِنْهُمْ عَنْ أَمْرِنَا" لَهُ بِطَاعَتِهِ "نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيرِ" النَّارِ فِي الْآخِرَةِ وَقِيلَ فِي الدُّنْيَا بِأَنْ يَضْرِبَهُ مَلَكٌ بِسَوْطٍ مِنْهَا ضَرْبَةً تُحْرِقُهُ،

اور سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو تابع کر دیا یہاں پر لفظ ریح ایک قرأت کے مطابق مرفوع ہے کیونکہ اس سے پہلے تسخیر مقدر ہے، اس کا صبح کا چلنا، یہاں پر غدوۃ بہ معنی صبح ہے جس کا وقت زوال تک ہے۔ جو ایک ماہ کا سفر تھا۔ اور زوال سے شام کے وقت تک اس کا سفر ایک ماہ کا تھا۔ اور شام کا چلنا ایک ماہ کا تھا اور ہم نے اس کے لیے تانبے کا چشمہ بہایا، جو تین دن رات تک پانی کی طرح جاری رہا۔ اور جو چشمہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیا گیا تھا لوگ آج تک اس کو استعال کر رہے ہیں۔ اور جنوں میں سے کچھ وہ تھے جو اس کے سامنے اس کے رب کے اذن سے کام کرتے تھے اور ان میں سے جو ہمارے حکم یعنی ہماری اطاعت سے کجی کرتا ہم اسے بھڑکتی آگ کا کچھ عذاب چکھاتے تھے۔ یعنی آخرت میں دوزخ میں ڈال دیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں فرشتہ اس کو ایک کوڑا مارے گا جس کی آگ اس کو جلا دے گی۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام پر انعامات الٰہی کا بیان

حضرت داؤد علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کو بیان کر کے پھر آپ کے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام پر جو نعمتیں نازل فرمائی تھیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کیلئے ہوا کو تابع فرمان بنا دیا۔ مہینے بھر کی راہ صبح ہی صبح ہو جاتی اور اتنی ہی مسافت کا سفر شام کو ہو جاتا۔ مثلاً دمشق سے تخت مع فوج و اسباب کے اڑایا اور تھوڑی دیر میں اصطخر پہنچا دیا جو تیز سوار کیلئے بھی مہینے بھر کا سفر تھا۔ اسی طرح شام کو وہاں سے تخت اڑا اور شام ہی کو کابل پہنچ گیا۔ تانبے کو بطور پانی کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کے چشمے بہا دیئے تھے کہ جس کام میں جس طرح جس وقت لانا چاہیں تو بلا وقت لے لیا کریں۔ یہ تانبا انہیں کے وقت سے کام میں آ رہا ہے۔

سدی کا قول ہے کہ تین دن تک یہ بہتا رہا۔ جنات کو ان کی ماتحتی میں کر دیا جو وہ چاہتے اپنے سامنے ان سے کام لیتے۔ ان میں سے جو جن احکام سلیمان کی تعمیل سے جی چراتا فوراً آگ سے جلا دیا جاتا۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنات کی تین قسمیں ہیں ایک تو پر دار ہے۔ دوسری قسم سانپ اور کتے ہیں تیسری قسم وہ ہے جو سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اترتے ہیں وغیرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے۔

ابن نعم سے روایت ہے کہ جنات کی تین قسمیں ہیں ایک کیلئے تو عذاب ثواب ہے ایک آسمان وزمین میں اڑتے رہتے ہیں ایک سانپ کتے ہیں۔ انسانوں کی بھی تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے عرش تلے سایہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوائے اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اور ایک قسم مثل چوپایوں کے ہے بلکہ ان سے بھی بدتر۔ اور تیسری قسم انسانی صورت میں شیطانی دل رکھنے والے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں جن ابلیس کی اولاد میں سے ہیں اور انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں دونوں میں مومن بھی ہیں اور کافر بھی۔ عذاب وثواب میں دونوں شریک ہیں دونوں کے ایماندار ولی اللہ ہیں اور دونوں کے بے ایمان شیطان ہیں، محاریب کہتے ہیں بہترین عمارتوں کو گھر کے بہترین حصے کو مجلس کی صدارت کی جگہ کو۔ بقول مجاہد ان عمارتوں کو جو محلات سے کم درجے کی ہوں۔ ضحاک فرماتے ہیں مسجدوں کو۔

قتادہ کہتے ہیں بڑے بڑے محل اور مسجدوں کو۔ ابن زید کہتے ہیں گھروں کو۔ تماثیل تصویروں کو کہتے ہیں یہ تانبے کی تھیں۔ بقول قتادہ وہ مٹی اور شیشے کی تھیں۔ جواب جمع ہے جابیہ کی۔ جابیہ اس حوض کو کہتے ہیں جس میں پانی آتا رہتا ہو۔ یہ مثل تالاب کے تھیں بہت بڑے بڑے لگن تھے تا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی بہت بڑی فوج کیلئے بہت سا کھانا بیک وقت تیار ہو سکے اور ان کے سامنے لایا جا سکے۔ اور جمی ہوئی دیگیں جو بوجہ اپنی بڑائی کے اور بھاری پن کے ادھر سے ادھر نہیں کی جاسکتی تھیں۔ ان سے اللہ نے فرمادیا تھا کہ دین ودنیا کی جو نعمتیں میں نے تمہیں دے رکھی ہیں ان پر میرا شکر کرو۔ شکر مصدر ہے بغیر فعل کے یا مفعول لہ ہے اور دونوں تقدیروں پر اس میں دلالت ہے کہ شکر جس طرح قول اور ارادہ سے ہوتا ہے فعل سے بھی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے

افادتکم النعماء منی ثلاثہ یدی ولسانی الضمیر المحجبا

اس میں بھی شاعر نعمتوں کا شکر تینوں طرح مانتا ہے فعل سے، زبان سے اور دل سے۔ حضرت عبدالرحمٰن سلمی سے مروی ہے کہ نماز بھی شکر ہے اور روزہ بھی شکر ہے اور بھلا عمل جسے تو اللہ کیلئے کرے، شکر ہے اور سب سے افضل شکر حمد ہے۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں شکر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور نیک عمل ہے۔ آل داؤد دونوں طرح کا شکر ادا کرتے تھے قولاً بھی اور فعلاً بھی۔ ثابت بنانی فرماتے ہیں" حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی اہل وعیال اولاد اور عورتوں پر اس طرح اوقات کی پابندی کے ساتھ نفل نماز تقسیم کی تھی کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی نماز میں مشغول نظر آتا۔

بخاری ومسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز تھی۔ آپ آدھی رات سوتے تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ سو رہتے۔ اسی طرح سب روزوں سے زیادہ محبوب روزے بھی اللہ تعالیٰ کو آپ ہی کے تھے آپ ایک دن روزے سے رہتے اور ایک دن بیروزہ ایک خوبی آپ میں یہ تھی کہ دشمن سے جہاد کے وقت منہ نہ پھیرتے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی والدہ ماجدہ نے آپ سے فرمایا کہ پیارے بچے رات کو بہت نہ سویا کرو۔ رات کی زیادہ نیند انسان کو قیامت کے دن فقیر بنا دیتی ہے۔

ابن ابی حاتم میں اس موقعہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک مطول حدیث مروی ہے۔اسی کتاب میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہ العالمین تیرا شکر کیسے ادا ہوگا؟ شکر گزاری خود تیری ایک نعمت ہے جواب ملا داؤد اب تو نے میری شکر گزاری ادا کر لی جبکہ تو نے اسے جان لیا کہ کل نعمتیں میری ہی طرف سے ہیں۔پھر ایک واقعے کی خبر دی جاتی ہے کہ بندوں میں سے شکر گزار بندے بہت ہی کم ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ |
| اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ○ |
| وہ ان کے لئے جو وہ چاہتے تھے بنا دیتے تھے۔ان میں بلند و بالا قلعے اور مجسمے اور بڑے بڑے لگن تھے جو تالاب اور لنگر انداز |
| دیگوں کی مانند تھے۔اے آلِ داؤد! شکر بجالاتے رہو، اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوئے ہیں۔ |

## نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بیان

"يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاء مِنْ مَحَارِيب" أَبْنِيَة مُرْتَفِعَة يُصْعَد إلَيْهَا بِدَرَج "وَتَمَاثِيل" جَمْع تِمْثَال وَهُوَ كُلّ شَيْء مَثَّلْته بِشَيْءٍ أَيْ صُوَر مِنْ نُحَاس وَزُجَاج وَرُخَام وَلَمْ يَكُنْ اتِّخَاذ الصُّوَر حَرَامًا فِي شَرِيعَته "وَجِفَان" جَمْع جَفْنَة "كَالْجَوَابِ" كَالْجَوَابِي جَمْع جَابِيَة وَهُوَ حَوْض كَبِير يَجْتَمِع عَلَى الْجَفْنَة أَلْف رَجُل يَأْكُلُونَ مِنْهَا "وَقُدُور رَاسِيَات" ثَابِتَات لَهَا قَوَائِم لَا تَتَحَرَّك عَنْ أَمَاكِنهَا تُتَّخَذ مِنْ الْجِبَال بِالْيَمَنِ يُصْعَد إلَيْهَا بِالسَّلَالِمِ وَقُلْنَا "اعْمَلُوا" يَا "آل دَاوُد" بِطَاعَةِ اللَّه "شُكْرًا" لَهُ عَلَى مَا آتَاكُمْ "وَقَلِيل مِنْ عِبَادِي الشَّكُور" الْعَامِل بِطَاعَتِي شُكْرًا لِنِعْمَتِي،

وہ جنات ان کے لئے جو وہ چاہتے تھے بنا دیتے تھے۔ان میں بلند و بالا قلعے اور مجسمے اور بڑے بڑے لگن تھے یعنی بڑی بڑی عمارتیں جن پر سیڑھی لگا کر چڑھا جائے۔یہاں پر لفظ تماثیل یہ تمثال کی جمع ہے۔اور اس سے مراد ہر وہ چیز جس کی مثل بنائی جائے جس طرح تانبے یا سنگ مرمر یا سیسہ کی مورتیاں ہیں۔کیونکہ ان کی شریعت میں مورتیاں ان کی شریعت میں حرام نہیں تھیں۔جو تالاب اور لنگر انداز دیگوں کی مانند تھے۔یہاں پر لفظ جفان یہ جفنہ کی جمع ہے۔اور لفظ جوابی یہ جابیہ کی جمع ہے۔اور یہ اس بڑے حوض کو کہتے ہیں۔جس سے بہ یک وقت ایک ہزار آدمی کھا سکیں۔اور ایک جگہ پر جمی رہنے والی دیگیں بناتے تھے جو ایک پائے ہونے کے سبب ایک جگہ پر رہتی تھیں۔ان کو یمن میں پہاڑوں سے بنایا جاتا تھا اور سیڑھیوں کے ذریعے ان پر چڑھا جاتا تھا۔اور ہم نے کہا کہ اے آلِ داؤد! اللہ کا شکر بجالاتے رہو، جو اس نے تمہیں عطا کیا ہے۔اور میرے بندوں میں شکر گزار کم ہی ہوئے ہیں۔یعنی جو میری اطاعت کر کے میری نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوں۔

اس آیت میں ان کاموں کی کچھ تفصیل ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام جنات سے لیتے تھے۔محاریب، محراب کی جمع ہے جو

مکان کے اشرف واعلیٰ حصہ کے لئے بولا جاتا ہے، بادشاہ اور بڑے لوگ جو اپنے لئے حکومت کا کمرہ بنائیں اس کو بھی محراب کہا جاتا ہے۔ اور لفظ محراب حرب بمعنی جنگ سے مشتق ہے، کوئی آدمی جو اپنا حکومت کدہ خاص بناتا ہے اس کو دوسروں کی رسائی سے محفوظ رکھتا ہے، اس میں کوئی دست اندازی کرے تو اس کے خلاف لڑائی کرتا ہے۔

اس مناسبت سے مکان کے مخصوص حصہ کو محراب کہتے ہیں۔ مساجد میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو بھی اسی امتیاز کی بنا پر محراب کہتے ہیں، اور کبھی خود مساجد کو محاریب کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قدیم زمانے میں محاریب بنی اسرائیل اور اسلام میں محاریب صحابہ سے ان کی مساجد مراد ہوتی ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ سبا، بیروت)

حکیم ترمذی اور امام ابوبکر جصاص نے حضرت عطاء بن یسار سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اعملوا آل داؤد شکراً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور اس آیت کو تلاوت فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو پورا کرلے تو جو فضیلت آل داؤد کو عطا کی گئی تھی وہ اس کو بھی مل جائے گی۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ وہ تین کام کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ رضا اور غضب کی دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا، اور غنا اور فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا، اور خفیہ اور علانیہ دونوں حالتوں میں اللہ سے ڈرنا۔ (قرطبی احکام القرآن جصاص، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا |
| خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝ |
| پھر جب ہم نے سلیمان (علیہ السلام) پر موت کا حکم صادر فرمادیا تو ان کو ان کی موت پر کسی نے آگاہی نہ کی سوائے |
| زمین کی دیمک کے جو ان کے عصا کو کھاتی رہی، پھر جب آپ کا جسم زمین پر آ گیا تو جنات پر ظاہر ہو گیا کہ |
| اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت انگیز عذاب میں نہ پڑے رہتے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال سے جنات کی عدم اطلاع کا بیان

"فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ" عَلٰى سُلَيْمَان أَيْ مَاتَ وَمَكَثَ قَائِمًا عَلَى عَصَاهُ حَوْلًا مَيِّتًا وَالْجِنّ تَعْمَل تِلْكَ الْأَعْمَال الشَّاقَّة عَلَى عَادَتهَا لَا تَشْعُر بِمَوْتِهِ حَتَّى أَكَلَتْ الْأَرَضَة عَصَاهُ فَخَرَّ مَيِّتًا "مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْته إِلَّا دَابَّة الْأَرْض" مَصْدَر أَرِضَتْ الْخَشَبَة بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَكَلَتْهَا الْأَرَضَة "تَأْكُل مِنْسَأَته" بِالْهَمْزِ وَتَرْكه بِأَلِفٍ عَصَاهُ لِأَنَّهَا يُنْسَأ يُطْرَد وَيُزْجَر بِهَا "فَلَمَّا خَرَّ" مَيِّتًا "تَبَيَّنَتْ الْجِنّ" انْكَشَفَ لَهُمْ "أَنْ" مُخَفَّفَة: أَيْ أَنَّهُمْ "لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْب" وَمِنْهُ مَا غَابَ عَنْهُمْ مِنْ مَوْت سُلَيْمَان "مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَاب الْمُهِين" الْعَمَل الشَّاقّ لَهُمْ لِظَنِّهِمْ حَيَاته خِلَاف ظَنّهمْ عِلْم الْغَيْب وَعِلْم كَوْنه سَنَة بِحِسَابِ مَا أَكَلَتْهُ الْأَرَضَة مِنْ الْعَصَا بَعْد مَوْته يَوْمًا وَلَيْلَة مَثَلًا

پھر جب ہم نے سلیمان علیہ السلام پر موت کا حکم صادر فرما دیا تو آپ اپنا عصا لے کر حالت وصال میں کھڑے رہے۔اور جنت حسب عادت وہ مشکل کام بھی کرتے رہے۔تو ان جنات کو ان کی موت پر کسی نے آگاہی نہ کی سوائے زمین کی دیمک کے جو ان کے عصا کو کھاتی رہی، پھر جب آپ کا جسم زمین پر آگیا جس کی دلالت آپ کے وصال پر ہوئی۔جو زمینی جانور کے سبب ہوئی یہاں پر لفظ الارض یہ مصدر ہے یعنی ارضت الخشبة مصدر مجہول ہے۔یعنی اس کو زمین نے کھالیا۔یعنی دیمک نے کھایا۔اور یہاں لفظ منساۃ یہ ہمزہ اور بغیر ہمزہ کے بھی آیا ہے۔اور الف کے بغیر بھی آیا ہے۔یعنی دور کر دیا جاتا ہے۔یعنی جب سلیمان علیہ السلام زمین پر آئے ،تو جنات پر ظاہر ہو گیا یہاں پر اَن مخففہ ہے۔کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے ،اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال بھی ان کیلئے امور غیبیہ میں سے ہے۔تو اس ذلت انگیز عذاب میں نہ پڑے رہتے۔یعنی مشکل کام جو ان کی ظاہری حیات میں وہ کرتے تھے۔لہٰذا جنات کو غائب کا علم حاصل نہیں تھا۔اور یہ ایک سال کی مدت کا علم تھا جس میں عصا کو دیمک نے ایک دن رات کی مقدار میں کھایا تھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

قضينا عليه ۔ قضى على کسی کے خلاف فیصلہ کرنا۔ قضينا عليه الموت ہم نے اس کے خلاف موت کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی (جب) ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا۔ما دلهم على موته (کسی چیز نے) ان کو پتہ نہ بتایا اس کی موت کا،

دابۃ الارض۔زمین پر چلنے والا۔پاؤں پر چلنے والا، یا رینگ کر چلنے والا جانور، مراد یہاں دیمک ہے۔منساتہ۔منساۃ۔اسم آلہ۔نسی مصدر سے باب فتح۔بروزن (مفعلۃ) آواز دینا۔ہنکانا۔مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔اس کا ڈنڈا۔اس کی لاٹھی اشارہ حضرت سلیمان کی طرف ہے)۔

خر۔ماضی واحد مذکر غائب۔وہ گر پڑا۔خر مصدر۔جس کے معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ نیچے گرنے کے ہیں۔یہاں ضمیر فاعل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے) اور جگہ قرآن مجید میں ہے فخر عليهم السقف من فوقهم اور چھت ان پر ان کے اوپر سے گر پڑی۔تبینت ۔ماضی واحد مونث غائب۔اس نے جانا۔تبین (تفعل) مصدر سے یہاں واحد مونث کا صیغہ جنوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔یعنی تب جنات نے جانا۔تب جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی۔مالبثوا۔ماضی منفی جمع مذکر غائب۔وہ نہ رہے۔وہ نہ رہتے۔العذاب المهين۔موصوف وصفت۔رسوا کن عذاب۔ذلت آمیز عذاب۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا نماز کیلئے تکیہ لگا کر قیام کرنے کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ان کی وفات کا حال جنات پر ظاہر نہ ہوتا کہ انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے پھر آپ محراب میں داخل ہوئے اور حسب عادت نماز کے لئے اپنے عصا پر تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے، جنات حسب دستور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے اور یہ سمجھتے رہے کہ حضرت زندہ ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا عرصہ دراز تک اسی حال پر رہنا ان کے لئے کچھ حیرت کا باعث نہیں ہوا کیونکہ وہ بارہا دیکھتے تھے کہ آپ ایک ماہ، دو دو ماہ اور اس سے زیادہ عرصہ تک

عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور آپ کی نماز بہت دراز ہوتی ہے حتی کہ آپ کی وفات کے پورے ایک سال بعد تک جنات آپ کی وفات پر مطلع نہ ہوئے اور اپنی خدمتوں میں مشغول رہے یہاں تک کہ بحکم الٰہی دیمک نے آپ کا عصا کھالیا اور آپ کا جسم مبارک جولاٹھی کے سہارے سے قائم تھا زمین پر آیا، اس وقت جنات کو آپ کی وفات کا علم ہوا۔

اور ایک سال تک عمارت کے کاموں میں تکلیفِ شاقہ اٹھاتے نہ رہتے۔ مروی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس کی بنا اس مقام پر رکھی تھی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیمہ نصب کیا گیا تھا، اس عمارت کے پورا ہونے سے قبل حضرت داؤد علیہ السلام کی وفات کا وقت آ گیا۔ تو آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس کی تکمیل کی وصیت فرمائی چنانچہ آپ نے شیاطین کو اس کی تکمیل کا حکم دیا جب آپ کی وفات کا وقت قریب پہنچا۔

تو آپ نے دعا کی کہ آپ کی وفات شیاطین پر ظاہر نہ ہوتا کہ وہ عمارت کی تکمیل تک مصروفِ عمل رہیں اور انہیں جو علم غیب کا دعوٰی ہے وہ باطل ہو جائے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر شریف ترپن سال کی ہوئی تیرہ سال کی عمر شریف میں آپ سریر آرائے سلطنت ہوئے چالیس سال حکمرانی فرمائی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ سبا، لاہور)

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصال کی کیفیت کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت کی کیفیت بیان ہو رہی ہے اور یہ بھی کہ جو جنات ان کے فرمان کے تحت کام کاج میں مصروف تھے ان پر ان کی موت کیسے نامعلوم رہی وہ انتقال کے بعد بھی لکڑی کے ٹیکے پر کھڑے ہی رہے اور یہ انہیں زندہ سمجھتے ہوئے سر جھکائے اپنے سخت سخت کاموں میں مشغول رہے۔

مجاہد وغیرہ فرماتے ہی تقریباً سال بھر اسی طرح گزر گیا۔ جس لکڑی کے سہارے آپ کھڑے تھے جب اسے دیمک چاٹ گئی اور وہ کھوکھلی ہوگئی تو آپ گر پڑے۔ اب جنات اور انسانوں کو آپ کی موت کا پتہ چلا۔ تب تو نہ صرف انسانوں بلکہ خود جنات کو بھی یقین ہو گیا کہ ان میں سے کوئی بھی غیب داں نہیں۔ ایک مرفوع منکر اور غریب حدیث میں ہے کہ لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس کا مرفوع ہونا ٹھیک نہیں فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب نماز پڑھتے تو ایک درخت اپنے سامنے دیکھتے اس سے پوچھتے کہ تو کیسا درخت ہے تیرا نام کیا ہے۔ وہ بتا دیتا آپ اسے اسی استعمال میں لاتے۔

ایک مرتبہ جب نماز کو کھڑے ہوئے اور اسی طرح ایک درخت دیکھا تو پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا ضروب۔ پوچھا تو کس لئے ہے؟ کہا اس گھر کو اجاڑنے کیلئے تب آپ نے دعا مانگی کہ اللہ میری موت کی خبر جنات پر ظاہر نہ ہونے دے تا کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ جن غیب نہیں جانتے۔ اب آپ ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور جنات کو مشکل مشکل کام سونپ دیئے آپ کا انتقال ہو گیا لیکن لکڑی کے سہارے آپ ویسے ہی کھڑے رہے جنات دیکھتے رہے اور سمجھتے رہے کہ آپ زندہ ہیں اپنے اپنے کام میں مشغول رہے ایک سال کامل ہو گیا۔ چونکہ دیمک آپ کی لکڑی کو چاٹ رہی تھی سال بھر گزرنے پر وہ اسے کھا گئی اور اب حضرت سلیمان گر پڑے اور انسانوں نے جان لیا کہ جنات غیب نہیں جانتے ورنہ سال بھر تک اس مصیبت میں نہ رہتے۔ لیکن

اس کے ایک راوی عطا ابن مسلم خراسانی کی بعض احادیث میں نکارت ہوتی ہے۔

بعض صحابہ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی عادت تھی آپ سال سال دو دو سال یا کم وبیش مدت کیلئے مسجد قدس میں اعتکاف میں بیٹھ جاتے آخری مرتبہ انتقال کے وقت بھی آپ مسجد بیت المقدس میں تھے ہر صبح ایک درخت آپ کے سامنے نمودار ہوتا۔ آپ اس سے نام پوچھتے فائدہ پوچھتے وہ بتاتا آپ اسی کام میں اسے لاتے بالآخر ایک درخت ظاہر ہوا جس نے اپنا نام ضروبہ بتایا کہا تو کس مطلب کا ہے کہا اس مسجد کے اجاڑنے کیلئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام سمجھ گئے فرمانے لگے میری زندگی میں تو یہ مسجد ویران ہوگی نہیں البتہ تو میری موت اور اس شہر کی ویرانی کیلئے ہے۔

چنانچہ آپ نے اسے اپنے باغ میں لگا دیا مسجد کی بیچ کی جگہ میں کھڑے ہو کر ایک لکڑی کے سہارے نماز شروع کر دی۔ وہیں انتقال ہو گیا لیکن کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔ شیاطین سب کے سب اپنی نوکری بجا لاتے رہے کہ ایسا نہ ہو ہم ڈھیل کریں اور اللہ کے رسول آ جائیں تو ہمیں سزا دیں۔ یہ محراب کے آگے پیچھے آئے ان میں جو ایک بہت بڑا پاجی شیطان تھا اس نے کہا دیکھو جی اس میں آگے اور پیچھے سوراخ ہیں اگر میں یہاں سے جا کر وہاں سے نکل آؤں تو میری طاقت کو مانو گے یا نہیں؟ چنانچہ وہ گیا اور نکل آیا لیکن اسے حضرت سلیمان کی آواز نہ آئی۔ دیکھ تو سکتے نہ تھے کیونکہ حضرت سلیمان کی طرف نگاہ بھر کر دیکھتے ہی وہ مر جاتے تھے لیکن اس کے دل میں کچھ خیال سا گزرا اس نے پھر اور جرأت کی اور مسجد میں چلا گیا دیکھتا کہ وہاں جانے کے بعد وہ نہ جلا تو اس کی ہمت اور بڑھ گئی اور اس نے نگاہ بھر کر آپ کو دیکھا تو دیکھا کہ وہ گرے پڑے ہیں اور انتقال فرما چکے ہیں اب آ کر سب کو خبر کی لوگ آئے محراب کو کھولا تو واقعی اللہ کے رسول کو زندہ نہ پایا۔ آپ کو مسجد سے نکال لائے۔ مدت انتقال کا علم حاصل کرنے کیلئے انہوں نے لکڑی کو دیمک کے سامنے ڈال دیا ایک دن رات تک جس قدر دیمک نے اسے کھایا اسے دیکھ کر اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کے انتقال کو پورا سال گزر چکا۔ تمام لوگوں کو اس وقت کامل یقین ہو گیا کہ جنات جو بنتے تھے کہ ہم غیب کی خبریں جانتے ہیں یہ محض ان کی ڈھونس تھی ورنہ سال بھر تک کیوں مصیبت جھیلتے رہتے۔

حضرت زید بن اسلم سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملک الموت سے کہہ رکھا تھا کہ میری موت کا وقت مجھے کچھ پہلے بتا دینا حضرت ملک الموت نے یہی کیا تو آپ نے جنات کو بغیر دروازے کے ایک شیشے کا مکان بنانے کا حکم دیا اور اس میں ایک لکڑی پر ٹیک لگا کر نماز شروع کی یہ موت کے ڈر کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت ملک الموت اپنے وقت پر آئے اور روح قبض کر کے گئے۔ پھر لکڑی کے سہارے آپ سال بھر تک اسی طرح کھڑے رہے جنات ادھر ادھر سے دیکھ کر آپ کو زندہ سمجھ کر اپنے کاموں میں آپ کی ہیبت کی وجہ سے مشغول رہے لیکن جو کیڑا آپ کی لکڑی کو کھا رہا تھا جب وہ آدھی کھا چکا تو اب لکڑی بوجھ نہ اٹھا سکی اور آپ گر پڑے جنات کو آپ کی موت کا یقین ہو گیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھی بہت سے اقوال سلف سے یہ مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ۝

درحقیقت سبا کے لئے ان کے وطن ہی میں نشانی موجود تھی ۔ دو باغ تھے، دائیں طرف اور بائیں طرف ۔ تم اپنے رب کے رزق سے کھایا کرو اور اس کا شکر بجالایا کرو ۔ شہر پاکیزہ ہے اور رب بڑا بخشنے والا ہے ۔

## قوم سبأ کے شہر کی صاف آب وہوا کا بیان

"لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ" بِالصَّرْفِ وَعَدَمه قَبِيلَة سُمِّيَتْ بِاسْمِ جَدّ لَهُمْ مِنَ الْعَرَب "فِي مَسْكَنهمْ" بِالْيَمَنِ "آيَة" دَالَّة عَلَى قُدْرَة اللّٰه تَعَالَى "جَنَّتَانِ" بَدَل "عَنْ يَمِين وَشِمَال" عَنْ يَمِين وَادِيهمْ وَشِمَاله "كُلُوا مِنْ رِزْق رَبّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ" عَلَى مَا رَزَقَكُمْ مِنَ النِّعْمَة فِي أَرْض سَبَأ "بَلْدَة طَيِّبَة" لَيْسَ فِيهَا سِبَاخ وَلَا بَعُوضَة وَلَا ذُبَابَة وَلَا بُرْغُوث وَلَا عَقْرَب وَلَا حَيَّة وَيَمُرّ الْغَرِيب فِيهَا وَفِي ثِيَابه قَمْل فَيَمُوت لِطِيبِ هَوَائِهَا "وَ" اللّٰه "رَبّ غَفُور"

درحقیقت قوم سبا کے لئے ان کے وطن ہی میں نشانی موجود تھی ۔ یہاں پر لفظ سبأ یہ منصرف اور غیر منصرف دونوں طرح پڑھا گیا ہے ۔ کیونکہ سبأ ان کے پردادا جو عرب میں سے تھے ان کے نام پر رکھا تھا ۔ نشانی سے مراد کہ وہ اللہ تعالی کی قدرت پر دلیل ہے ۔ اور لفظ جنتان یہ آیۃ سے بدل ہے ۔ وہ دو باغ تھے، دائیں طرف اور بائیں طرف ۔ اُن سے ارشاد ہوا تم اپنے رب کے رزق سے کھایا کرو اور اس کا شکر بجالایا کرو ۔ جو اس نے تمہیں سبأ کی دھرتی پر نعمتیں عطا کی ہیں ۔ تمہارا شہر کتنا پاکیزہ ہے کہ اس میں شور والی زمیں نہیں ہے اور نہ کوئی مچھر، نہ مکھی، نہ سانپ، نہ بچھو ہے اور اگر کوئی ایسا مسافر وہاں سے گزرتا کہ جس میں جوئیں ہوتیں تو وہاں کی صاف ہوا کے ذریعے مر جاتیں ۔ اور رب بڑا بخشنے والا ہے ۔

## قوم سبا اور ان کی دی گئی نعمتوں کا بیان

قوم سبا یمن میں رہتی تھی ۔ تبع بھی ان میں سے ہی تھے ۔ بلقیس بھی انہی میں سے تھیں ۔ یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے ۔ چین آرام سے زندگی گذار رہے تھے ۔ اللہ کے رسول ان کے پاس آئے انہیں شکر کرنے کی تلقین کی ۔ رب کی وحدانیت کی طرف بلایا اس کی عبادت کا طریقہ سمجھایا ۔ کچھ زمانے تک وہ یونہی رہے لیکن پھر جبکہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی احکام اللہ بپروا ہی سے ٹال دیئے تو ان پر زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک، باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت وتاراج ہو گئیں ۔ جس کی تفصیلی یہ ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سبا کسی عورت کا نام ہے ۔ یا مرد کا یا جگہ کا؟ تو آپ نے فرمایا یہ ایک مرد تھا جس کے دس لڑکے تھے جن میں سے چھ تو یمن میں جا بسے تھے اور چار شام میں ۔ مذحج، کندہ، ازد، اشعری، انمار، حمیر یہ چھ قبیلے یمن میں ۔ لخم، جذام، عاملہ اور غسان یہ چار قبیلے شام میں ۔ (مسند احمد)

فردہ بن مسیک فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اپنی قوم میں سے ماننے والوں اور آگے بڑھنے والوں کو لے کر نہ ماننے اور پیچھے ہٹنے والوں سے لڑوں؟ آپ نے فرمایاہاں۔ جب میں جانے لگا تو آپ نے مجھے بلا کر فرمایا دیکھو پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا نہ مانیں تب جہاد کی تیاری کرنا۔ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سبا کس کا نام ہے؟ تو آپ کا جواب تقریباً وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ قبیلہ انمار میں سے بجیلہ اور خثعم بھی ہیں۔

ایک اور مطول روایت میں اس آیت کے شان نزول کے متعلق اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت فردہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاہلیت کے زمانے میں قوم سبا کی عزت تھی مجھے اب ان کے ارتداد کا خوف ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے جہاد کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے بارے میں مجھے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ پس یہ آیت اتری۔ لیکن اس میں غرابت ہے اس سے تو یہ پایا جاتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے، حالانکہ سورت مکیہ ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی بشارت کا بیان

محمد بن اسحاق سبا کا نسب نامہ اس طرح بیان کرتے ہیں عبد شمس بن العرب بن قحطان اسے سبا اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے سب سے پہلے عرب میں دشمن کو قید کرنے کا رواج ڈالا۔ اس وجہ سے اسے رائش بھی کہتے ہیں۔ مال کو ریش اور ریاش بھی عربی میں کہتے ہیں۔ یہ بھی مذکور ہے کہ اس بادشاہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے ہی آپ کی پیشن گوئی کی تھی کہ ملک کا مالک ہمارے بعد ایک نبی ہوگا جو حرم کی عزت کرے گا۔ اس کے بعد اس کے خلیفہ ہوں گے، جن کے سامنے دنیا کے بادشاہ سرنگوں ہو جائیں گے پھر ہم میں بھی بادشاہت آئے گی اور بنو قحطان کے ایک نبی بھی ہوں گے اس نبی کا نام احمد ہوگا (صلی اللہ علیہ وسلم) کاش کے میں بھی ان کی نبوت کے زمانے کو پالیتا تو ہر طرح کی خدمت کو غنیمت سمجھتا۔ لوگو جب بھی اللہ کے وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوں تو تم پر فرض ہے کہ ان کا ساتھ دو اور ان کے مددگار بن جاؤ اور جو بھی آپ سے ملے اس پر میری جانب سے فرض ہے کہ وہ آپ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچادے۔ (اکیل ہمدانی) قحطان کے بارے میں تین قول ہیں ایک یہ کہ وہ ارم بن سام بن نوح کی نسل میں سے ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ عابر یعنی حضرت ہود علیہ السلام کی نسل میں سے ہے۔ تیسرا یہ کہ حضرت اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی نسل سے ہے۔ اس سب کو تفصیل کے ساتھ حافظ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الانباہ میں ذکر کیا ہے۔ بعض روایتوں میں جو آیا ہے کہ سبا عرب میں سے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے جن کی نسل سے عرب ہوئے۔ ان کا نسل ابراہیمی میں سے ہونا مشہور نہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ قبیلہ اسلم جب تیروں سے نشانہ بازی کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس نکلے تو آپ نے فرمایا اے اولاد اسماعیل تیر اندازی کئے جاؤ تمہارے والد بھی پورے تیرانداز تھے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سبا کا سلسلہ نسب خلیل الرحمٰن علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔ اسلم انصار کا ایک قبیلہ تھا اور انصار سارے کے سارے غسان میں سے ہیں اور یہ سب یمنی تھے، سبا کی اولاد ہیں۔ یہ لوگ مدینے میں اس وقت آئے جب سیلاب سے ان کا وطن تباہ ہو گیا۔ ایک جماعت یہیں آ کر بسی تھی

دوسری شام چلی گئی۔انہیں غسانی اس لئے کہتے ہیں کہ اس نام کی پانی والی ایک جگہ پر یہ ٹھہرے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مثال کے قریب ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے شعر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک پانی والی جگہ یا اس کنویں کا نام غسان تھا۔ یہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی دس اولادیں تھیں اس سے مراد صلبی اولادیں نہیں کیونکہ بعض بعض دو دو تین تین نسلوں بعد کے بھی ہیں۔ جیسے کہ کتب انساب میں موجود ہے۔ جو شام اور یمن میں جا کر آباد ہوئے یہ بھی سیلاب کے آنے تک کے بعد کا ذکر ہے۔ بعض وہیں رہے بعض ادھر ادھر چلے گئے۔ دیوار کا قصہ یہ ہے کہ ان کے دونوں جانب پہاڑ تھے۔ جہاں سے نہریں اور چشمے بہ بہ کر ان کے شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے ان کے قدیمی بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا جس دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا اور بصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب باغات اور کھیتیاں لگا دی تھی۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ کوئی عورت اپنے سر پر جھلی رکھ کر چلتی تھی۔ کچھ دور جانے تک پھلوں سے وہ جھلی بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے پھل خود بخود جو جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی صنعاء سے تین مراحل پر تھی اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی، صحت، مزاج اور اعتدال عنایت الٰہیہ سے اس طرح تھا کہ ان کے ہاں مکھی، مچھر اور زہریلے جانور بھی نہیں ہوتے تھے یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ اللہ کی توحید کو مانیں اور دل و جان اس کی خلوص کے ساتھ عبادت کریں۔ یہ تھی وہ نشانی قدرت جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آبادبستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھل دار باغات اور سرسبز کھیتیاں اور ان سے جناب باری نے فرما دیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کے شکر میں لگے رہو، لیکن انہوں نے اللہ کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے لگے۔ جیسے کہ ہدہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ (وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَقِيْنٍ، النمل:22)، یعنی میں تمہارے پاس سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں عظیم الشان تخت سلطنت پر وہ متمکن ہے۔ رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں۔ شیطان نے ان کو گمراہ کر کھا ہے۔ بیراہ ہو رہے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ |
| خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ٥ |
| پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر زوردار سیلاب بھیج دیا اور ہم نے ان کے دونوں باغوں کو دو باغوں سے بدل دیا |
| جن میں بدمزہ پھل اور کچھ جھاؤ اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے تھے۔ |

## ناشکری کے سبب قوم سبأ کے دو باغوں کے تبدیل ہو جانے کا بیان

"فَأَعْرَضُوا" عَنْ شُكْرِه وَكَفَرُوا "فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ" جَمْع عَرِمَة وَهُوَ مَا يُمْسِك الْمَاء مِنْ بِنَاء وَغَيْره إِلَى وَقْت حَاجَته أَيْ سَيْل وَادِيهمْ الْمَمْسُوك بِمَا ذُكِرَ فَأَغْرَقَ جَنَّتَيْهِمْ وَأَمْوَالهمْ "وَبَدَّلْنَاهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ" تَثْنِيَة ذَوَات مُفْرَد عَلَى الْأَصْل "أُكُل خَمْط" مُرّ بَشِع بِإِضَافَةِ أُكُل بِمَعْنَى مَأْكُول وَتَرْكهَا وَيُعْطَف عَلَيْهِ،

پھرانہوں نے شکر کرنے سے منہ پھیر لیا اور کفر کیا۔تو ہم نے ان پر زوردار سیلاب بھیج دیا یہاں پر لفظ عرم یہ عرمہ کی جمع ہے اور عرمہ اُس عمارت کو کہتے ہیں جس میں ضرورت کیلئے پانی کو ذخیرہ کرلیا جائے۔یعنی ان کی وادی میں جمع شدہ پانی انہی پر چھوڑ دیا گیا جس سے ان کے دونوں باغ اوران کے اموال ڈوب ہو گئے۔اور ہم نے ان کے دونوں باغوں کو دو ایسے باغوں سے بدل دیا جن میں بدمزہ پھل اور کچھ جھاؤ اور کچھ تھوڑے سے بیری کے درخت رہ گئے تھے۔یہاں پر لفظ ذواتی یہ ذوات مفرد کا تثنیہ ہے اور اصل میں اکل کے ساتھ آیا۔اور اکل اضافت کے ساتھ آیا ہے اور اکل بہ ماٗ کول ہے۔اور اکل اضافت کے بغیر بھی آیا ہے۔اور اس کا اُثل پر عطف کیا گیا ہے۔

## انبیائے کرام کی تکذیب کے سبب قوم سبا سے نعمتوں کے سلب ہو جانے کا بیان

مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبران کے پاس آئے تھے۔بالاخر شامت اعمال رنگ لائی جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی وہ چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دی اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئے پانی کی ریل پیل ہوگئی ان دریاؤں کے، چشموں کے، بارش کے نالوں کے، سب پانی آگئے ان کی بستیاں ان کے محلات ان کے باغات اوران کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہوگئیں۔ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔پیلو، جھاؤ، کیکر، ببول اور ایسے ہی بمیوہ بدمزہ بیکار درخت اگتے تھے۔ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اگ آئے تھے جو نسبتاً اور درختوں سے کار آمد تھے۔لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھل دار تھے۔یہ تھا ان کے کفر و شرک کی سرکشی اور تکبر کا بدلہ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحموں میں مبتلا ہوگئے کافروں کو یہی اور اس جیسی ہی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔حضرت ابو خیرہ فرماتے ہیں گناہ کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آجائے روزگار میں تنگی واقع ہو لذتوں میں تلخی آجائے یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا فوراً کوئی زحمت آپڑی اور مزہ مٹی ہو گیا۔

وہب کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف تیرہ نبی بھیجے جنہوں نے ان کو حق کی دعوتیں دیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے عذاب سے ڈرایا مگر وہ ایمان نہ لائے اور انہوں نے انبیاء کو جھٹلا دیا اور کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم پر خدا کی کوئی بھی نعمت ہو تم اپنے رب سے کہہ دو کہ اس سے ہو سکے تو وہ ان نعمتوں کو روک لے۔(تفسیر مدارک، سورہ سباء، بیروت)

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْاؕ وَ هَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ۝

یہ ہم نے انھیں ان کے کفر و ناشکری کا بدلہ دیا، اور ہم بڑے ناشکر گزار کے سوا سزا نہیں دیتے۔

## کفار کیلئے سخت محاسبہ ہونے کا بیان

"ذٰلِكَ" التَّبْدِيل "جَزَيْنَاهُمْ بِمَا كَفَرُوا" بِكُفْرِهِمْ "وَهَلْ يُجَازِي إلَّا الْكَفُور" بِالْيَاءِ وَالنُّون مَعَ كَسْر الزَّاي وَنَصْب الْكَفُور أَيْ مَا يُنَاقَش إلَّا هُوَ،

یہ یعنی تبدیل کرنا کہ ہم نے انھیں ان کے کفر و ناشکری کا بدلہ دیا، اور ہم بڑے ناشکر گزار کے سوا کسی کو ایسی سزا نہیں دیتے۔ یہاں پر لفظ نجازی یہ یاء اور نون کے ساتھ زاء کے کسرہ اور کفور کے نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی سختی سے محاسبہ کافر کا ہی کیا جاتا ہے۔

روح المعانی میں بحوالہ کشف اس آیت کے مفہوم کی توجیہ یہ کی ہے کہ کلام اپنی حقیقت پر ہے کہ سزا بطور سزا کے تو صرف کافر کو دی جاتی ہے اور مومن گناہگار کو جو تکلیف آگ وغیرہ کی دی جاتی ہے وہ صرف صورت سزا کی ہوتی ہے۔

درحقیقت اس کو گناہ سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسے سونے کو بھٹی میں ڈال کر تپانے سے اس کا میل دور کرنا مقصود ہوتا ہے اسی طرح مومن کو بھی اگر کسی گناہ کی پاداش میں جہنم میں ڈالا گیا تو اس لئے کہ اس کے بدن کے وہ اجزاء جل جائیں جو حرام سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور جب یہ ہو چکتا ہے تو وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاتا ہے، اس وقت جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ سبا، بیروت)

وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَؕ

سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ۝

اور ہم نے ان باشندوں کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی، نمایاں، متصل بستیاں آباد کر دی تھیں،

اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی منزلیں مقرر کر رکھی تھیں کہ تم لوگ ان میں راتوں کو اور دنوں کو بے خوف ہو کر چلتے پھرتے رہو۔

## قوم سبأ کیلئے دنیاوی سہولیات کا بیان

"وَجَعَلْنَا بَيْنهمْ" بَيْن سَبَأ وَهُمْ بِالْيَمَنِ "وَبَيْن الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا" بِالْمَاءِ وَالشَّجَر وَهِيَ قُرَى الشَّام الَّتِي يَسِيرُونَ إلَيْهَا لِلتِّجَارَةِ "قُرًى ظَاهِرَة" مُتَوَاصِلَة مِنْ الْيَمَن إلَى الشَّام "وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْر" بِحَيْثُ يَقِيلُونَ فِي وَاحِدَة وَيَبِيتُونَ فِي أُخْرَى إلَى انْتِهَاء سَفَرهمْ وَلَا يَحْتَاجُونَ فِيهِ إلَى حَمْل زَاد وَمَاء أَيْ وَقُلْنَا "سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ" لَا تَخَافُونَ فِي لَيْل وَلَا فِي نَهَار،

اور ہم نے ان باشندوں کے اور ان بستیوں کے درمیان یعنی سبأ کے درمیان اور وہ یمن میں ہیں جن میں ہم نے برکت دے

رکھی تھی، جہاں پر پانی اور درخت تھے۔ اور یہ شام کی بستیاں تھیں جن وہ تجارت کیلئے جاتے تھے۔ یمن سے شام تک نمایاں اور متصل بستیاں آباد کردی تھیں، اور ان کے درمیان ایک خاص مسافت تھی۔ اور ہم نے ان میں آمد و رفت کے دوران آرام کرنے کی منزلیں مقرر کر رکھی تھیں یعنی وہ ایک بستی میں قیلولہ کرتے تھے اور دوسری بستی میں رات گزارتے تھے اس طرح ان کا سفر مکمل ہو جایا کرتا تھا۔ اس سفر میں انہیں زادراہ کے طور پر پانی اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ تو ہم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ ان میں راتوں کو بھی اور دنوں کو بھی بے خوف ہو کر چلتے پھرتے رہو۔ لہٰذا تم دن رات میں کوئی خوف نہ رکھو۔

## قوم سبا کے جغرافیائی محل وقوع کا بیان

یمن " ان شہروں اور بستیوں کو کہتے تھے جن کا محل وقوع خانہ کعبہ کے دائیں سمت پڑتا تھا، اب ایک مشہور تاریخی ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے جو جزیرہ نمائے عرب کے جنوب مغربی گوشہ پر واقع ہے۔ گو موجود عہد میں یمن ان تمام خطوں پر مشتمل نہیں ہے، جن پر عہد سابق میں مشتمل تھا، تاہم اس وقت کے مرکزی اور بڑے حصے اب بھی یمن ہی میں شامل ہیں۔ جو چیز یا جو شخص یمن کی طرف منسوب ہو اس کو " یمنی " بھی کہتے ہیں، "یمان " بھی کہتے ہیں اور " یمانی " بھی بعض حضرات اس لفظ (یمانی) کو ئی کی تشدید کے ساتھ "یمانّی " بھی بیان کرتے ہیں۔

شام " ان شہروں اور بستیوں کو کہا جاتا تھا جن کو محل وقوع خانہ کعبہ کے بائیں سمت پڑتا تھا کیونکہ عربی میں شام بائیں جانب کو کہتے ہیں جیسا کہ دائیں طرف یمین یا ایمن کہا جاتا ہے، شام اور مشام کا لفظ ہمزہ کے ساتھ بھی آتا ہے اور ہمزہ کے بغیر بھی، شام اب بھی ایک مشہور ملک کی حیثیت سے جانا جاتا ہے " قرن " (ق اور ر کے زبر کے ساتھ) ایک بستی کا نام ہم جو یمن میں واقع ہے، یہ ایک شخص قرن بن رومان بن نامیہ بن مراد کے نام منسوب تھی، جو حضرت اویس قرنی کے اجداد میں سے تھا۔ ایک قرن اور ہے (جس کو اب قرن المنازل کہا جاتا ہے) لیکن یہ " قرن " ر کے جزم کے ساتھ " قرن " ہے، یہ دراصل ایک پہاڑی کا نام ہے جو مکہ سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر مشرقی جانب نجد جانے والے راستہ پر واقع ہے۔

## قوم سبا کیلئے عطاء ہونے والی نعمتوں کا بیان

ان پر جو نعمتیں تھیں ان کا ذکر ہو رہا ہے کہ قریب قریب آبادیاں تھیں۔ کسی مسافر کو اپنے سفر میں توشہ یا پانی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔ ہر ہر منزل پر پختہ مزے دار تازے میوے خوشگوار میٹھا پانی موجود ہر رات کو کسی بستی میں گذار لیں اور راحت و آرام امن وامان سے جائیں آئیں کہتے ہیں کہ یہ بستیاں صنعا کے قرب و جوار میں تھیں، باعد کی دوسری قرأت بعدہ۔ اس راحت و آرام سے وہ پھول گئے اور جس طرح بنو اسرائیل نے من سلویٰ کے بدلے لہسن پیاز وغیرہ طلب کیا تھا انہوں نے بھی دور دراز کے سفر طے کرنے کی چاہت کی تا کہ درمیان میں جنگل بھی آئیں غیر آباد جگہیں بھی آئیں کھانے پینے کا لطف بھی آئے۔ قوم موسیٰ کی اس طلب نے ان پر ذلت و مسکنت ڈالی۔ اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے۔ اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا بگاڑا اب ان کی کہانیاں رہ گئیں۔ لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔ تتر بتر

ہو گئے۔ یہاں تک کہ جو قوم تین تیرہ ہو جائے تو عرب میں انہیں سبائیوں کی مثل سناتے ہیں۔

## قوم سبا کے کاہن کے واقعہ کا بیان

عکرمہ ان کا قصہ بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان میں ایک کاہنہ اور ایک کاہن تھا جن کے پاس جنات ادھر ادھر کی خبریں لایا کرتے تھے اس کاہن کو کہیں پتہ چل گیا کہ اس بستی کی ویرانی کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور یہاں کے لوگ ہلاک ہونے والے ہیں تھا یہ بڑا مالدار خصوصاً جائیداد بہت ساری تھی اس نے سوچا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور ان حویلیوں اور مکانات اور باغات کی نسبت کیا انتظام کرنا چاہئے آخر ایک بات اس کی سمجھ میں آ گئی اس کے سسرال کے لوگ بہت سارے تھے اور وہ قبیلہ بھی جری ہونے کے علاوہ مالدار تھا۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا سنو کل لوگ میرے پاس جمع ہو جائیں گے میں تجھے کسی کام کو کہوں گا تو انکار کر دینا میں تجھے برا بھلا کہوں گا تو بھی مجھے میری گالیوں کا جواب دینا میں اٹھ کر تجھے تھپڑ ماروں گا تو بھی اس کے جواب میں مجھے تھپڑ مارنا اس نے کہا ابا جی مجھ سے یہ کیسے ہو سکے گا؟ کاہن نے کہا تم نہیں سمجھتے ایک ایسا ہی اہم معاملہ درپیش ہے اور تمہیں میرا حکم مان لینا چاہئے۔ اس نے اقرار کیا دوسرے دن جبکہ اس کے پاس اس کے ملنے جلنے والے سب جمع ہو گئے اس نے اپنے اس لڑکے سے کسی کام کو کہا اس نے صاف انکار کر دیا اس نے اسے گالیاں دیں تو اس نے بھی سامنے گالیاں دیں۔ یہ غصے میں اٹھا اور اسے مارا لڑکے نے بھی پلٹ کر اسے پیٹا یہ اور غضبناک ہوا اور کہنے لگا چھری لاؤ میں تو اسے ذبح کروں گا تمام لوگ گھبرا گئے ہر چند سمجھایا لیکن یہ یہی کہتا رہا کہ میں تو اسے ذبح کروں گا لوگ دوڑے بھاگے گئے اور لڑکے کے ننھیال والوں کو خبر کی وہ سب آ گئے اول تو منت سماجت کی منوانا چاہا لیکن یہ کب ماننا تھا انہوں نے کہا آپ اسے کوئی اور سزا دیجئے اس کے بدلے ہمیں جو جی چاہے سزا دیجئے لیکن اس نے کہا میں تو اسے لٹا کر باقاعدہ اپنے ہاتھ سے ذبح کروں گا انہوں نے کہا ایسا آپ نہیں کر سکتے اس سے پہلے ہم آپ کو مار ڈالیں گے۔ اس نے کہا اچھا جب یہاں تک بات پہنچ گئی ہے تو میں ایسے شہر میں نہیں رہنا چاہتا جہاں میرے اور میری اولاد کے درمیان اور لوگ پڑیں مجھ سے میرے مکانات جائیدادیں اور زمینیں خرید لو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاتا ہوں چنانچہ اس نے سب کچھ بیچ ڈالا اور قیمت نقد وصول کر لی جب اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو خبر کر دی سنو عذاب اللہ کا آ رہا ہے زوال کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اب تم میں سے جو محنت کر کے لمبا سفر کر کے نئے گھروں کا آرزومند ہو وہ تو عمان چلا جائے اور جو کھانے پینے کا شوقین ہو وہ بصرہ چلا جائے اور جو مزیدار کھجوریں باغات میں بیٹھ کر آزادی سے کھانا چاہتا ہو وہ مدینے چلا جائے۔ قوم کو اس کی باتوں کا یقین تھا جسے جو جگہ اور جو چیز پسند آئی وہ اسی طرف منہ اٹھائے بھاگا۔ بعض عمان کی طرف بعض بصرہ کی طرف۔ بعض مدینے کی طرف۔ اس طرف تین قبیلے چلے تھے اوس اور خزرج اور بنو عثمان جب یہ لوگ بطن مر میں پہنچے تو بنو عثمان نے کہا ہمیں تو یہ جگہ بہت پسند ہے اب ہم آگے نہیں جائیں گے۔ چنانچہ یہ یہیں بس گئے اور اسی وجہ سے انہیں خزاعہ کہا گیا۔ کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ گئے۔ اوس و خزرج برابر مدینے پہنچے اور یہاں آ کر قیام کیا۔ یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے۔ جس کاہن کا اس میں ذکر ہے اس کا نام عمرہ بن عامر ہے یہ یمن کا ایک سردار تھا اور سبا کے بڑے لوگوں میں سے تھا اور ان کا کاہن تھا۔

سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ سب سے پہلے یہی یمن سے نکلا تھا اس لئے کہ سد مارب کو کھوکھلا کرتے ہوئے اس نے چوہوں کو دیکھ لیا تھا اور سمجھ گیا تھا کہ اب یمن کی خیر نہیں یہ دیوار گری اور سیلاب سب کچھ تہ و بالا کرے گا تو اس نے اپنے سب سے چھوٹے لڑکے کو وہ مکر سکھایا جس کا ذکر اوپر گذرا اس وقت اس نے غصے میں کہا کہ میں ایسے شہر میں رہنا پسند نہیں کرتا میں اپنی جائیدادیں اور زمینیں اسی وقت بیچتا ہوں لوگوں نے کہا عمرو کے اس غصے کو غنیمت جانو چنانچہ سستا مہنگا سب کچھ بیچ ڈالا اور فارغ ہو کر چل پڑا قبیلہ اسد بھی اس کے ساتھ ہولیا راستے میں عکہ ان سے لڑے برابر برابر کی لڑائی رہی۔ جس کا ذکر عباس بن مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ کے شعروں میں بھی ہے۔ پھر یہ یہاں سے چل کر مختلف شہروں میں پہنچ گئے۔ آل جفنۃ بن عمرو بن عامر شام میں گئے۔ اوس وخزرج مدینے میں، خزاعہ مر میں ازمراۃ سراۃ میں، ازدعمان عمان میں۔ یہاں سیلاب آیا جس نے مارب کے بند کو توڑ دیا۔ سدی نے اس قصے میں بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے مقابلے کے لئے اپنے بیٹے کو نہیں بلکہ بھتیجے کو کہا تھا۔

بعض اہل علم کا بیان ہے کہ اس کی عورت جس کا نام طریقہ تھا اس نے اپنی کہانت سے یہ بات معلوم کر کے سب کو بتائی تھی اور روایت میں ہے کہ عمان میں غسانی اور ازدبھی ہلاک کر دیئے گئے۔ میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل پھلوں اور کھیتوں کی بیشمار روزی کے باوجود سیل عرم سے یہ حالت ہوگئی کہ ایک ایک لقمے کو اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے یہ پکڑ اور عذاب یہ تنگی اور سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں عافیت کو ہٹا کر آفت کو لے آتی ہیں۔ مصیبتوں پر صبر نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائل قدرت پائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ |
| كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ |
| تو وہ کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہماری منازلِ سفر کے درمیان فاصلے پیدا کر دے، اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا |
| تو ہم نے انھیں باتیں بنا دیا اور ہم نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے منتشر کر دیا۔ بیشک اس میں بہت صابر اور |
| نہایت شکر گزار شخص کے لئے نشانیاں ہیں۔ |

## اقوام سابقہ کے زوال کا باعث عبرت ہونے کا بیان

"فَقَالُوا رَبَّنَا بَعِّدْ" وَفِي قِرَاءَة بَاعِدْ "بَيْنَ أَسْفَارنَا" إِلَى الشَّام اجْعَلْهَا مَفَاوِز لِيَتَطَاوَلُوا عَلَى الْفُقَرَاء بِرُكُوبِ الرَّوَاحِل وَحَمْل الزَّاد وَالْمَاء فَبَطِرُوا النِّعْمَة "وَظَلَمُوا أَنْفُسهمْ" بِالْكُفْرِ "فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيث" لِمَنْ بَعْدهمْ فِي ذَلِكَ "وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلّ مُمَزَّق" فَرَّقْنَاهُمْ فِي الْبِلَاد كُلّ التَّفْرِيق "إِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور "لَآيَات" عِبَرًا "لِكُلِّ صَبَّار" عَنْ الْمَعَاصِي "شَكُور" عَلَى النِّعَم

تو وہ کہنے لگے: اے ہمارے رب! ہماری منازلِ سفر کے درمیان فاصلے پیدا کر دے، یہاں پر لفظ ایک قرأت کے مطابق باعد

آیا ہے یعنی ملک شام تک فاصلے کردے تا کہ وہ سواریوں پر سوار ہو کر اور زادراہ میں پانی وغیرہ لیکر وہ فقراء اور غریب لوگوں پر فخر کریں۔ پس وہ نعمتوں پر تکبر کرنے لگے۔ اور انہوں نے اپنی جانوں پر کفر کے سبب ظلم کیا تو ہم نے انھیں عبرت کے باتیں بنادیا جوان کے بعد والوں کیلئے ہوں اور ہم نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے منتشر کردیا۔ یعنی ہم نے انہیں ہر شہر میں الگ فرقوں میں تقسیم کردیا بیشک اس مذکورہ بیان میں بہت نشانیاں وعبر ہیں۔ جو ہر گناہ سے بچ کر صبر کرنے والے، نعمتوں پر شکر کرنے والوں کیلئے ہیں۔

## قوم سبا کا خود نعمتوں کے چلے جانے کی دعا مانگنے کا بیان

ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی کہ سفر کی تکلیف ہی نہ رہے ناقدری اور ناشکری کر کے خود یہ دعا مانگی کہ ہمارے سفر میں بعد پیدا کردے، قریب قریب کے گاؤں نہ رہیں، جنگل بیابان آئے، جس میں کچھ محنت مشقت بھی اٹھانی پڑے۔ ان کی مثال وہی ہے جو بنی اسرائیل کی تھی کہ بے محنت بہترین رزق من وسلویٰ ان کو ملتا تھا، اس سے اکتا کر اللہ سے یہ مانگا کہ اس کے بجائے ہمیں سبزی ترکاری دے دیجئے، حق تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور نعمت کی بے قدری پر وہ سزا جاری فرمائی جو اوپر سیل عرم کے عنوان سے مذکور ہوئی ہے۔ اسی کا آخری نتیجہ اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ان کو ایسا تباہ و برباد کیا کہ دنیا میں ان کی عیش وعشرت اور دولت و نعمت کے قصے ہی رہ گئے، اور یہ لوگ افسانہ بن گئے۔

**مزقنهم، تمزیق** سے مشق ہے، جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ کرنے کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اس مقام شہر مآرب کے بسنے والے کچھ ہلاک ہو گئے، کچھ ایسے منتشر ہو گئے کہ ان کے ٹکڑے مختلف ملکوں میں پھیل گئے۔ عرب میں قوم سبا کی تباہی اور منتشر ہونا ایک ضرب المثل بن گیا، ایسے مواقع میں عرب کا محاورہ ہے تفرقوا ایادی سباء، یعنی یہ لوگ ایسے منتشر ہوئے جیسے قوم سبا کے نعمت پروردہ لوگ منتشر ہو گئے تھے۔

## مؤمن کی شان ہر حالت میں شکر ادا کرنے کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب ناک فیصلہ کیا ہے اگر اسے راحت ملے اور یہ شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے۔ غرض مومن کو ہر حالت پر اجر وثواب ملتا ہے اس کا ہر کام نیک ہے۔ یہاں تک کہ محبت کے ساتھ جو لقمہ اٹھا کر یہ اپنی بیوی کے منہ میں دے اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے (مسند احمد)

بخاری ومسلم میں ہے آپ فرماتے ہیں تعجب ہے کہ مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہر قضا بھلائی کے لئے ہی ہوتی ہے۔ اگر اسے راحت اور خوشی پہنچتی ہے تو شکر کر کے بھلائی حاصل کرتا ہے اور اگر برائی اور غم پہنچتا ہے تو یہ صبر کرتا ہے اور بدلہ حاصل کرتا ہے۔ یہ نعمت تو صرف مومن کو ہی حاصل ہے کہ جس کی ہر حالت بہتری اور بھلائی والی ہے۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں صبر وشکر انے والا بندہ کتنا ہی اچھا ہے کہ جب اسے نعمت ملے تو شکر کرے اور جب زحمت پہنچے تو صبر کرے۔ (تفسیر ابن حاتم، سبا، بیروت)

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ٥

بیشک ابلیس نے ان کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا تو ان لوگوں نے اس کی پیروی کی بجز ایک گروہ کے جو مومنین کا تھا۔

## کفار نے شیطان کی پیروی کر کے اس کے گمان کو سچا کر دیکھایا

"وَلَقَدْ صَدَقَ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "عَلَيْهِمْ" أَيْ الْكُفَّار مِنْهُمْ سَبَأ "إِبْلِيس ظَنّه" أَنَّهُمْ بِإِغْوَائِهِ يَتَّبِعُونَهُ "فَاتَّبَعُوهُ" فَاتَّبَعُوهُ فَصَدَقَ بِالتَّخْفِيفِ فِي ظَنّه أَوْ صَدَّقَ بِالتَّشْدِيدِ ظَنّه أَيْ وَجَدَهُ صَادِقًا "إِلَّا" بِمَعْنَى لَكِنْ "فَرِيقًا مِنْ الْمُؤْمِنِينَ" لِلْبَيَانِ : أَيْ هُمْ الْمُؤْمِنُونَ لَمْ يَتَّبِعُوهُ،

بیشک ابلیس نے ان یعنی کفار کے بارے میں اپنا خیال سچ کر دکھایا، یہاں پر لفظ صدق یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے اور ان کفار میں سے قوم سبأ ہے تو ان لوگوں نے اس کی پیروی کی، یہاں پر اگر لفظ صدق تخفیف کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہے کہ انہوں نے شیطان کی پیروی کی جو اس کا گمان تھا اور لفظ صدق تشدید کے ساتھ آئے تو اس کا معنی یہ شیطان نے اپنا گمان سچا پایا جیسا اس نے کیا تھا۔ بجز ایک گروہ کے، یعنی ہاں البتہ جو صحیح مومنین کا تھا۔ یہ بیان ہے اس لئے کہ وہ اہل ایمان تھے جنہوں نے شیطان کی اتباع نہیں کی۔

## شیطان نے قوم سبا کے ذریعے دعویٰ گمراہی کو سچا کر دیا

ابلیس جو گمان رکھتا تھا کہ بنی آدم کو وہ شہوت و حرص اور غضب کے ذریعہ گمراہ کر دے گا۔ یہ گمان اس نے اہل سبا پر بلکہ تمام کافروں پر سچا کر دکھایا کہ وہ اس کے متبع ہو گئے اور اس کی اطاعت کرنے لگے۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ شیطان نے نہ کسی پر تلوار کھینچی، نہ کسی پر کوڑے مارے جھوٹے، وعدوں اور باطل امیدوں سے اہل باطل کو گمراہ کر دیا۔

سبا کے قصے کے بیان کے بعد شیطان کے اور مریدوں کا عام طور پر ذکر فرماتا ہے کہ وہ ہدایت کے بدلے ضلالت بھلائی کے بدلے برائی لے لیتے ہیں۔ ابلیس نے راندہ درگاہ ہو کر جو کہا تھا کہ میں ان کی اولاد کو ہر طرح برباد کرنے کی کوشش کروں گا اور تھوڑی سی جماعت کے سوا باقی سب لوگوں کو تیری سیدھی راہ سے بھٹکا دوں گا۔ اس نے یہ کر دکھایا اور اولاد آدم کو اپنے پنجے میں پھانس لیا۔ جب حضرت آدم وحوا اپنی خطا کی وجہ سے جنت سے اتار دیئے گئے اور ابلیس لعین بھی ان کے ساتھ اترا اس وقت وہ بہت خوش تھا اور جی میں اترا رہا تھا کہ جب انہیں میں نے بہکا لیا تو ان کی اولاد کو تباہ کر دینا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اس خبیث کا قول تھا کہ میں ابن آدم کو سبز باغ دکھاتا رہوں گا غفلت میں رکھوں گا۔ طرح طرح سے دھوکے دوں گا اور اپنے جال میں پھنسائے رکھوں گا۔ جس کے جواب میں جناب باری جل جلالہ نے فرمایا تھا مجھے بھی اپنی عزت کی قسم موت کے غرغرے سے پہلے جب کبھی وہ توبہ کرے گا میں فوراً قبول کر لوں گا۔ وہ مجھے جب پکارے گا میں اس کی طرف متوجہ ہو جاؤں گا۔ مجھ سے جب کبھی جو کچھ مانگے گا میں اسے دوں گا۔ مجھ سے جب وہ بخشش طلب کرے گا میں اسے بخش دوں گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا |
| فِيْ شَكٍّ ؕ وَ رَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝ |
| اور شیطان کا ان پر کچھ زور نہ تھا مگر یہ اس لئے کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے ممتاز کر دیں |
| جو اس کے بارے میں شک میں ہیں، اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |

## شیطان کے تسلط کا ہونا اہل ایمان و کفار کے درمیان فرق کرنے کیلئے ہونے کا بیان

"وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِنْ سُلْطَان" تَسْلِيط "اِلَّا لِنَعْلَمَ" عِلْم ظُهُور "مَنْ يُؤْمِن بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكّ" فَنُجَازِي كُلًّا مِنْهُمَا "وَرَبّك عَلَى كُلّ شَيْء حَفِيظ" رَقِيب

اور شیطان کا ان پر کچھ زور و تسلط نہ تھا مگر یہ اس لئے ہوا کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے ممتاز کر دیں یعنی ظاہر کر دیں جو اس کے بارے میں شک میں ہیں، تا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو جزاء دیں اور آپ کا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

یعنی شیطان کو یہ قدرت نہ تھی کہ لاٹھی لے کر ان کو زبردستی راہ حق سے روک دیتا۔ ہاں بہکاتا پھسلاتا ہے اور اتنی قدرت بھی اس لیے دی گئی کہ بندوں کا امتحان و ابتلاء منظور تھا۔ دیکھیں کون آخرت پر یقین کر کے خدا کو یاد رکھتا ہے اور کون دنیا میں پھنس کر انجام سے غافل ہو جاتا ہے اور بیوقوف بن کر شک یا دھوکہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ کی حکمت کا مقتضاء یہی یہ تھا کہ دنیا میں انسان کے لیے دونوں طرف جانے کے راستے کشادہ رکھیں۔ جیسا کہ پہلے کئی جگہ اس کی تقریر ہو چکی ہے ایسا نہیں کہ (معاذ اللہ) خدا کو خبر نہ ہو۔ بےخبری میں شیطان کسی بندے کو اچک لے جائے۔ خوب سمجھ لو کہ ہر چیز اللہ کی نگاہ میں ہے اور تمام احوال و شئون کی دیکھ بھال وہ ہی ہمہ وقت کرتا ہے۔ جس کو جتنی آزادی دے رکھی ہے وہ عجز و سفہ سے نہیں، حکمت و مصلحت کی بناء پر ہے۔

| |
|---|
| قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ |
| وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ |
| فرما دیجئے: تم انہیں بلالو جنہیں تم اللہ کے سوا سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں ذرہ بھر کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں، |
| اور نہ ان کی دونوں میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ |

## مشرکین کے معبودان باطلہ کی کچھ ملکیت نہ ہونے کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّد لِكُفَّارِ مَكَّة "اُدْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ" أَيْ زَعَمْتُمُوهُمْ آلِهَة "مِنْ دُون اللّٰه" أَيْ غَيْره لِيَنْفَعُوكُمْ بِزَعْمِكُمْ قَالَ تَعَالَى فِيهِمْ "لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَال" وَزْن "ذَرَّة" مِنْ خَيْر أَوْ شَرّ "فِي

السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِیْهِمَا مِنْ شِرْكٍ "شَرِكَة" "وَمَا لَهٗ" تَعَالٰی "مِنْهُمْ" مِنَ الْاٰلِهَةِ "مِنْ ظَهِیْرٍ" مُعِیْنٍ،

یا محمد ﷺ آپ کفار مکہ سے فرما دیجئے: تم انھیں بلالو جنھیں تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو، تاکہ وہ تمہیں فائدہ دیں جس طرح تمہارا گمان ہے۔ تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آسمانوں میں ذرہ بھر خیر وشر کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں، اور نہ ان کی دونوں زمین وآسمان میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ یعنی دوست ومدد کرنے والا نہیں ہے۔

یعنی ان کفار مکہ سے کہئے کہ میرا پروردگار وہ ہے جو کائنات کی ہر چیز کا خالق ہے جو اس کا شکر ادا کرتا ہے اسے وہ نعمتوں سے نوازتا ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اللہ کے شاکر بندے تھے تو اللہ نے انھیں بے شمار نعمتوں سے نوازا تھا۔ اور قوم "سبا" نے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا تھا۔ اب تم بتلاؤ کہ جن معبودوں کو تم پکارتے ہو ان میں سے کوئی ایسا کام کرسکتا ہے؟ اگر تمہیں کچھ شک ہے تو انھیں پکار کے دیکھ لو کہ کیا وہ آڑے وقت کسی کے کام آسکتے ہیں؟ اس بات کو اس پہلو سے بھی سمجھو کہ کائنات میں کسی بھی چیز پر ان کا کچھ اختیار ہے؟ نہ انہوں نے کسی چیز کو بنایا ہے، نہ ہی کسی چیز کی تخلیق میں ان کی شرکت ہے۔ نہ ہی ان کا ظاہری اور باطنی اسباب پر کچھ کنٹرول ہے پھر وہ تمہاری بگڑی کو سنوار کیسے سکتے ہیں اور فائدہ کیا پہنچا سکتے ہیں؟ فائدہ یا نقصان تو وہی ہستی پہنچا سکتی ہے جس کے پاس کچھ ایسے اختیارات بھی ہوں۔ اور جو چیز خود بے اختیار اور مجبور محض ہے اس سے نفع یا نقصان کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے؟

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابن عباس کسی صحابی سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا رب تبارک اسمہ جب کوئی حکم دیتا ہے تو عرش کے اٹھانے والے فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں، ان کی تسبیح کو سن کر ان کے قریب والے آسمان کے فرشتے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں، پھر ان کی تسبیح کو سن کر اس سے نیچے والے آسمان کے فرشتے تسبیح پڑھنے لگتے ہیں، یہاں تک کہ یہ نوبت سماءِ دنیا (نیچے کے آسمان) تک پہنچ جاتی ہے (اور سب آسمانوں کے فرشتے تسبیح میں مشغول ہو جاتے ہیں) پھر وہ فرشتے جو حملہ عرش کے قریب ہیں ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے رب نے کیا فرمایا وہ بتلا دیتے ہیں۔

پھر اسی طرح ان سے نیچے کے آسمان والے اوپر والوں سے یہی سوال کرتے ہیں، یہاں تک کہ سوال وجواب کا یہ سلسلہ سماء دنیا تک پہنچ جاتا ہے۔ الحدیث (تفسیر مظہری، سورہ سبا، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ |
| قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ ۝ |
| اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور |
| کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق اور وہی سب سے بلند، بہت بڑا ہے۔ |

## قیامت کے دن صرف اہل ایمان کیلئے سفارش ہونے کا بیان

"وَلَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ" وَهٰذَا يَرُدُّ قَوْلَهُمْ إِنَّ آلِهَتَهُمْ تَشْفَعُ عِنْدَهُ "إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ وَضَمِّهَا "لَهُ" فِي الشَّفَاعَةِ "حَتَّى إِذَا فُزِّعَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ "عَنْ قُلُوبِهِمْ" كُشِفَ عَنْهَا الْفَزَعُ بِالْإِذْنِ فِيهَا "قَالُوا" قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اسْتِبْشَارًا "مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ" فِيهَا "قَالُوا" الْقَوْلَ "الْحَقَّ" أَيْ قَدْ أَذِنَ فِيهَا "وَهُوَ الْعَلِيُّ" فَوْقَ خَلْقِهِ بِالْقَهْرِ "الْكَبِيرُ" الْعَظِيمُ

اور نہ سفارش اس کے ہاں نفع دیتی ہے، اور یہ ان کے اس قول کی تردید ہے کہ ان کے معبودان باطلہ ان کی سفارش کریں گے مگر جس کے لیے وہ اجازت دے، یہاں پر لفظ اُذن ہمزہ کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اس کیلئے سفارش ہوگی۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کی جاتی ہے۔ یہاں پر لفظ فزع یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی اس کے حکم سے ان کے دلوں سے خوف ختم ہو جائے گا۔ تو وہ ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے کہتے ہیں تمھارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ کہتے ہیں حق فرمایا یعنی اس نے سفارش کی اجازت دی ہے۔ اور وہی اپنی مخلوق پر قہر کے ساتھ بلند، بہت بڑا ہے۔

## آسمانوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں کوئی حکم سناتا ہے تو فرشتے گھبراہٹ کی وجہ سے اپنے پر مارتے ہیں جس سے ایک زنجیر پتھر پر کھڑکانے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا حکم فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور سب سے بڑا اور عالیشان ہے تیز شیطان اوپر نیچے جمع ہو جاتے ہیں (تا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم سن سکیں)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1171)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک ستارہ ٹوٹا جس سے روشنی ہوگئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ زمانہ جاہلیت میں اگر ایسا ہوتا تھا تو کیا کہتے تھے؟ عرض کیا گیا ہم کہتے تھے کہ یا تو کوئی بڑا آدمی مرے گا یا کوئی بڑا آدمی پیدا ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کی موت وحیات کی وجہ سے نہیں ٹوٹتا بلکہ ہمارا رب اگر کوئی حکم دیتا ہے تو حاملین عرش (فرشتے) تسبیح کرتے ہیں پھر اس آسمان والے فرشتے جو اس کے قریب ہے۔ پھر جو اس کے قریب ہیں۔ یہاں تک کہ تسبیح کا شور اس آسمان تک پہنچتا ہے۔ پھر چھٹے آسمان والے فرشتے ساتوں آسمان والوں سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ وہ انہیں بتاتے ہیں اور پھر ہر نیچے والے اوپر والوں سے پوچھتے ہیں یہاں تک کہ وہ خبر آسمان دنیا والوں تک پہنچ جاتی ہے اور شیاطین کان لگا کر سنتے ہیں تو اس ستارے سے انہیں مارا جاتا ہے، پھر یہ اپنے دوستوں (یعنی غیب کی خبروں کے دعویداروں) کو آکر بتاتے ہیں۔ پھر وہ جو بات اسی طرح بتاتے ہیں تو وہ صحیح ہوتی ہے لیکن وہ تحریف بھی کرتے ہیں اور اس میں اضافہ بھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور زہری سے بھی

منقول ہے وہ علی بن حسین سے وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ کئی انصاری حضرات سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1172)

محدثین اس حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں اس لئے لائے ہیں کہ اہل عرب میں سے ایک گروہ فرشتوں کو کارگاہ عالم میں متصرف سمجھ کر ان کی پوجا کرتا تھا اور جو لوگ ان میں سے آخرت کے کسی حد تک قائل تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر قیامت کو باز پرس ہوئی بھی تو یہ فرشتے اللہ کے ہاں ہماری سفارش کرکے ہمیں چھڑالیں گے۔

| |
|---|
| قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| آپ فرمایئے: تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون دیتا ہے، آپ فرمادیجئے کہ اللہ، اور بیشک ہم یا تم |
| ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں۔ |

## زمین وآسمان میں ذرائع رزق سے استدلال قدرت کا بیان

"قُلْ مَنْ يَرْزُقكُمْ مِنْ السَّمَاوَات" الْمَطَر "وَالْأَرْض" النَّبَات "قُلْ اللَّه" إنْ لَمْ يَقُولُوهُ لَا جَوَاب غَيْره "وَإِنَّا أَوْ إيَّاكُمْ" أَيْ أَحَد الْفَرِيقَيْنِ "لَعَلَى هُدًى أَوْ فِي ضَلَال مُبِين" بَيِّن فِي الْإِبْهَام تَلَطُّف بِهِمْ دَاعٍ إلَى الْإِيمَان إذَا وُفِّقُوا لَهُ،

آپ فرمایئے، تمہیں آسمانوں اور زمین سے روزی کون دیتا ہے، یعنی رزق کے ذرائع بارش ونباتات کون دیتا ہے۔ آپ خود ہی فرمادیجئے کہ اللہ دیتا ہے، اگر وہ کچھ نہ کہیں کیونکہ اس کا جواب اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اور بیشک ہم یا تم یعنی فریقین میں سے کوئی ایک ضرور ہدایت پر ہے یا کھلی گمراہی میں ہے۔ یہاں حق کو مبہم رکھنے میں ان کے ساتھ نرمی ہے کیونکہ وہ ایمان کی طرف داعی ہے۔ تاکہ ان کو ایمان کی توفیق نصیب ہوجائے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفت رزاق وغیرہ سے استدلال الوہیت کا بیان

اللہ تعالیٰ اس بات کو ثابت کررہا ہے کہ صرف وہی خالق ورازق ہے اور صرف وہی الوہیت والا ہے۔ جیسے ان لوگوں کو اس کا اقرار ہے کہ آسمان سے بارشیں برسانے والا اور زمینوں سے اناج اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ایسے ہی انہیں یہ بھی مان لینا چاہئے کہ عبادت کے لائق بھی فقط وہی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب ہم تم میں اتنا بڑا اختلاف ہے تو لامحالہ ایک ہدایت پر اور دوسرا ضلالت پر ہے نہیں ہوسکتا کہ دونوں فریق ہدایت پر ہوں یا دونوں ضلالت پر ہوں۔ ہم موحد ہیں اور توحید کے دلائل کھلم کھلا ہیں اور واضح ہم بیان کرچکے ہیں اور تم شرک پر ہو جس کی کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں۔ پس یقیناً ہم ہدایت پر اور یقیناً تم ضلالت پر ہو۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے یہی کہا تھا کہ ہم فریقین میں سے ایک ضرور سچا ہے۔ کیونکہ اس قدر تضاد وتباین کے بعد دونوں کا سچا ہونا تو عقلاً محال ہے۔

قُلْ لَّا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْئَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝

فرمادیجئے: تم سے اس جرم کی باز پرس نہ ہوگی جو ہم سے سرزد ہوا اور نہ ہم سے اس کا پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔ فرمادیجئے: ہم سب کو ہمارا رب جمع فرمائے گا پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، اور وہ خوب فیصلہ فرمانے والا خوب جاننے والا ہے۔

## قیامت کے دن اہل حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہونے کا بیان

"قُلْ لَا تُسْأَلُونَ عَمَّا أَجْرَمْنَا" أَذْنَبْنَا "وَلَا نُسْأَل عَمَّا تَعْمَلُونَ" لِأَنَّا بَرِيئُونَ مِنكُمْ، "قُلْ يَجْمَع بَيْننَا رَبّنَا" يَوْم الْقِيَامَة "ثُمَّ يَفْتَح" يَحْكُم "بَيْننَا بِالْحَقِّ" فَيُدْخِل الْمُحِقِّينَ الْجَنَّة وَالْمُبْطِلِينَ النَّار "وَهُوَ الْفَتَّاح" الْحَاكِم "الْعَلِيم" بِمَا يَحْكُم بِهِ،

فرمادیجئے: تم سے اس جرم کی باز پرس نہ ہوگی جو تمہارے گمان میں ہم سے خطائیں سرزد ہوئیں اور نہ ہم سے اس کا پوچھا جائے گا جو تم کرتے ہو۔ یعنی ہم تم سے بری الذمہ ہیں۔

فرمادیجئے: ہم سب کو ہمارا رب روز قیامت جمع فرمائے گا پھر ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا، پس وہ اہل حق کو جنت میں داخل فرمائے گا جبکہ اہل باطل کو جہنم میں داخل کرے گا۔ اور وہ خوب فیصلہ فرمانے والا خوب جاننے والا ہے۔ جس کے ساتھ وہ فیصلہ فرماتا ہے۔

اس آیت کے ایک معنی یہ بھی بیان کئے گئے ہیں کہ ہم ہی ہدایت پر اور تم ضلالت پر ہو، ہمارا تمہارا بالکل کوئی تعلق نہیں۔ ہم تم سے اور تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہیں۔ ہاں جس راہ ہم چل رہے ہیں اسی راہ پر تم بھی آ جاؤ تو بیشک تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں ورنہ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں اور ایک آیت میں بھی ہے کہ اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو کہہ دے کہ میرا عمل میرے ساتھ ہے اور تمہارا عمل تمہارے ساتھ ہے، تم میرے اعمال سے چڑتے ہو اور میں تمہارے کرتوت سے بیزار ہوں۔ سورہ (قل یا ایہا الکفرون) الخ، میں بھی اسی بے تعلقی اور برات کا ذکر ہے، رب العالمین تمام عالم کو میدان قیامت میں اکٹھا کر کے سچے فیصلے کر دے گا۔ نیکوں کو ان کی جزا اور بدوں کو ان کی سزا دے گا۔ اس دن تمہیں ہماری حقانیت وصداقت معلوم ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہے (وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ 14) -30الروم:14) قیامت کے دن سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ ایماندار جنت کے پاک باغوں میں خوش وقت وفرحاں ہوں گے اور ہماری آیتوں اور آخرت کے دن کو جھٹلانے والے، کفر کرنے والے، دوزخ کے گڑھوں میں حیران و پریشان ہوں گے۔ وہ حاکم وعادل ہے، حقیقت حال کا پورا عالم ہے، تم اپنے ان معبودوں کو ذرا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ لیکن کہاں سے ثبوت دے سکو گے۔ جبکہ میرا رب لانظیر، بے شریک اور عدیم المثیل ہے، وہ اکیلا ہے، وہ ذی عزت ہے جس نے سب کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور ہر ایک پر غالب آ گیا ہے۔ حکیم ہے اپنے اقوال وافعال میں۔ اس طرح شریعت اور تقدیر

میں بھی برکتوں والا بلندیوں والا پاک منزہ اور مشرکوں کی تمام تہمتوں سے الگ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| فرمادیجئے: مجھے وہ شریک دکھاؤ جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے، ہرگز نہیں ہے! بلکہ وہی اللہ بڑی عزت والا، بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا شرک سے پاک ہونے کا بیان

"قُلْ أَرُونِی" أَعْلِمُونِی "الَّذِينَ أَلْحَقْتُمْ بِهِ شُرَكَاء" فِي الْعِبَادَة "كَلَّا" رَدْع لَهُمْ عَنْ اعْتِقَاد شَرِيك لَهُ "بَلْ هُوَ اللَّه الْعَزِيز" الْغَالِب عَلَى أَمْره "الْحَكِيم" فِي تَدْبِيره لِخَلْقِهِ فَلَا يَكُون لَهُ شَرِيك فِي مُلْكه،

فرمادیجئے: مجھے وہ شریک دکھاؤ یعنی مجھے بتاؤ جنہیں تم نے اللہ کے ساتھ عبادت میں ملا رکھا ہے، ہرگز کوئی شریک نہیں ہے! جس طرح تمہارا عقیدہ شرکیہ ہے۔ بلکہ وہی اللہ بڑی عزت والا، یعنی اپنے حکم پر غالب ہے۔ اپنی مخلوق کی تدبیر میں بڑی حکمت والا ہے۔ لہٰذا اس کی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

یعنی جن بتوں کو تم نے عبادت میں شریک کیا ہے مجھے دکھاؤ تو کس قابل ہیں، کیا وہ کچھ پیدا کرتے ہیں، روزی دیتے ہیں اور جب یہ کچھ نہیں تو ان کو خدا کا شریک بنانا اور ان کی عبادت کرنا کیسی عظیم خطا ہے اس سے باز آؤ۔

یہ کفار مکہ سے دوسرا سوال ہے۔ پہلا سوال اللہ کی رزاقیت سے متعلق تھا۔ دوسرا اس کی خالقیت سے متعلق ہے کہ اللہ نے تو اس تمام کائنات کو اور ہمیں بھی اور تمہیں بھی پیدا کیا ہے۔ لہٰذا مخلوق کا یہی حق ہے کہ اپنے خالق کی عبادت کرے اور حمد و ثنا بیان کرے۔ اب یا تو یہ نشان دہی کرو کہ تمہارے ان معبودوں نے بھی اس کائنات کی فلاں یا فلاں چیز بنائی ہے اور ہمیں عدم سے وجود میں لانے والے تمہارے یہ معبود ہیں۔ آخر کچھ تو ان کا تخلیقی کارنامہ دکھلاؤ۔ اور اگر تم ان کا کوئی تخلیقی کارنامہ نہیں دکھلا سکتے تو پھر آخر تم نے کس دلیل کی بنا پر کس خوشی میں ان معبودوں کو اللہ کا شریک بنا دیا ہے۔ علاوہ ازیں جب یہ واضح ہو گیا کہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو ہر چیز کا مالک اور ہر چیز پر غالب بھی ہوا جس نے حکمتوں سے لبریز یہ نظام کائنات تخلیق کیا ہے۔ لہٰذا تمہارے معبود مخلوق بھی ہیں، مملوک بھی ہیں اور مقہور بھی۔ پھر یہ عبادت کے لائق کیسے بن گئے؟

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ آپ پوری انسانیت کے لئے خوشخبری سنانے والے |
| اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام انسانیت کی طرف ہونے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّة" حَال مِنْ النَّاس قُدِّمَ لِلِاهْتِمَامِ "لِلنَّاسِ بَشِيرًا" مُبَشِّرًا لِلْمُؤْمِنِينَ بِالْجَنَّةِ

"وَنَذِيرًا" مُنْذِرًا لِلْكَافِرِينَ بِالْعَذَابِ "وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" ذٰلِكَ،

اور (اے حبیب مکرم ﷺ) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ آپ اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنانے والے اور کفار کو عذاب کا ڈر سنانے والے ہیں۔ یہاں پر لفظ کافہ یہ للناس سے حال ہے اور اس کی تقدیم کا سبب اس کا اہتمام ہے۔ لیکن اکثر لوگ یعنی کفار مکہ اس بیان کو نہیں جانتے۔

## نبی کریم ﷺ کی رسالت کے عموم کا بیان

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت عامّہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے اُمّتی۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ دی گئیں (۱) ایک ماہ کی مسافت کے رعب سے میری مدد کی گئی (۲) تمام زمین میرے لئے مسجد اور پاک کی گئی کہ جہاں میرے اُمّتی کو نماز کا وقت ہو نماز پڑھے (۳) اور میرے لئے غنائم حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھیں (۴) اور مجھے مرتبہ شفاعت عطا کیا گیا (۵) اور انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔ حدیث میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائلِ مخصوصہ کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ کی رسالت عامّہ ہے جو تمام جن وانس کو شامل ہے خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام خَلق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے سورہ فرقان کی ابتداء میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ سبا، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان والوں اور نبیوں پر غرض سب پر فضیلت دی ہے۔ لوگوں نے اس کی دلیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا دیکھو قرآن فرماتا ہے کہ ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ وہ اس میں کھلم کھلا تبلیغ کر دے اور آنحضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتا ہے کہ ہم نے تجھے عام لوگوں کی طرف اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ |
| عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ |
| اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا، اگر تم سچے ہو؟ فرما دیجئے: تمہارے لئے وعدہ کا دن مقرر ہے نہ |
| تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔ |

## قیامت کا لحہ بھر مقدم یا موخر نہ ہونے کا بیان

"وَيَقُولُونَ مَتَى هٰذَا الْوَعْد" بِالْعَذَابِ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِيهِ "قُلْ لَكُمْ مِيعَاد يَوْم لَا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ

سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ" عَلَيْهِ وَهُوَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ،

اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ عذاب کب پورا ہوگا، اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو؟ فرما دیجئے: تمہارے لئے وعدہ کا دن مقرر ہے نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہو گے اور نہ آگے بڑھ سکو گے۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔

یعنی یہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے کہ ابھی اس نے کتنے انسان اور پیدا کرنے ہیں۔ جن کا اسی دنیا اور اس نظام کائنات کے تحت امتحان لیا جانے والا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کے پہلے سے طے شدہ سکیم کے مطابق ہو رہا ہے۔ وہ ہو کے رہے گا۔ تمہاری طلب کرنے یا جلدی مچانے سے یا پوچھتے رہنے سے وہ وقت سے پہلے نہیں آ سکتا ہاں جب اس کا وقت آ گیا تو پھر اس میں تاخیر ناممکن ہے۔ لہٰذا کرنے کا کام یہ ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے پہلے جو بہتر سے بہتر کام تم اپنے لئے کر سکتے ہو کر لو۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى |
| اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ۨالْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ |
| الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ○ |
| اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! تو دیکھے |
| جب یہ ظالم اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے |
| گئے تھے ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لانے والے ہوتے۔ |

## کفار کا اپنے متبعین کے ہمراہ قیامت کے دن حاضر کیے جانے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا" مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ "لَنْ نُؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ" أَيْ تَقَدَّمَهُ كَالتَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ الدَّالَّيْنَ عَلَى الْبَعْثِ لِإِنْكَارِهِمْ لَهُ "وَلَوْ تَرَى" يَا مُحَمَّد "إِذْ الظَّالِمُونَ" الْكَافِرُونَ "مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِع بَعْضهمْ إِلَى بَعْض الْقَوْل يَقُول الَّذِينَ اُسْتُضْعِفُوا" الْأَتْبَاع "لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا" الرُّؤَسَاء "لَوْلَا أَنْتُمْ" صَدَدْتُمُونَا عَنْ الْإِيمَان "لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ" بِالنَّبِيِّ،

اور ان لوگوں یعنی اہل مکہ نے کہا جنھوں نے کفر کیا ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس پر جو اس سے پہلے ہے، یعنی جو تورات اور انجیل ہیں جن کی دلیل بعثت ہے جبکہ یہ انکار کرنے والے ہیں۔ اور یا محمد ﷺ کاش! آپ دیکھیں جب یہ ظالم یعنی کفار اپنے رب کے پاس کھڑے کیے ہوئے ہوں گے، ان میں سے ایک دوسرے کی بات رد کر رہا ہوگا، جو لوگ کمزور سمجھے گئے تھے جو اتباع کرتے تھے۔ ان لوگوں سے جو بڑے بنے تھے، کہہ رہے ہوں گے یعنی جو ان کے رہنما تھے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور نبی کریم ﷺ پر اہل ایمان کی طرح ایمان لانے والے ہوتے۔

## کافروں کی سرکشی اوران کے عذاب کا بیان

کافروں کی سرکشی اور باطل کی ضد کا بیان ہورہا ہے کہ انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ وہ قرآن کی حقانیت کی ہزار ہا دلیلیں بھی دیکھ لیں لیکن نہیں مانیں گے۔ بلکہ اس سے اگلی کتاب پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ انہیں اپنے اس قول کا مزہ اس وقت آئے گا جب اللہ کے سامنے جہنم کے کنارے کھڑے چھوٹے بڑوں کو، بڑے چھوٹوں کو الزام دیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہرائے گا۔ تابعدار اپنے سرداروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں نہ روکتے تو ہم ضرور ایمان لائے ہوئے ہوتے، ان کے بزرگ انہیں جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا؟ ہم نے ایک بات کہی تم جانتے تھے کہ یہ سب بیدلیل ہے دوسری جانب سے دلیلیوں کی برستی ہوئی بارش تمہاری آنکھوں کے سامنے تھی پھر تم نے اس کی پیروی چھوڑ کر ہماری کیوں مان لی؟ یہ تو تمہاری اپنی بے عقلی تھی، تم خود شہوت پرست تھے، تمہارے اپنے دل اللہ کی باتوں سے بھاگتے تھے، رسولوں کی تابعداری خود تمہاری طبیعتوں پر شاق گذرتی تھی۔ سارا قصور تمہارا اپنا ہی ہے ہمیں کیا الزام دے رہے ہو؟ اپنے بزرگوں کی مان لینے والے یہ بیدلیل انہیں پھر جواب دیں گے کہ تمہاری دن رات کی دھوکے بازیاں، جعل سازیاں، فریب کاریاں ہمیں اطمینان دلاتیں کہ ہمارے افعال اور عقائد ٹھیک ہیں، ہم سے بار بار شرک وکفر کے نہ چھوڑنے، پرانے دین کے نہ بدلنے، باپ دادوں کی روش پر قائم رہنے کو کہنا، ہماری کمر تھپکنا۔ ہمارے ایمان سے رک جانے کا یہی سبب ہوا۔ تم ہی آ آ کر ہمیں عقلی ڈھکوسلے سنا کر اسلام سے روگرداں کرتے تھے۔ دونوں الزام بھی دیں گے۔ برات بھی کریں گے۔ لیکن دل میں اپنے کئے پر پچھتا رہے ہوں گے۔ ان سب کے ہاتھوں کو گردن سے ملا کر طوق وزنجیر سے جکڑ دیا جائے گا۔ اب ہر ایک کو اس کے اعمال کے مطابق بدلہ ملے گا۔ گمراہ کرنے والوں کو بھی اور گمراہ ہونے والوں کو بھی۔ ہر ایک کو پورا پورا عذاب ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جہنمی جب ہنکا کر جہنم کے پاس پہنچائے جائیں گے تو جہنم کے ایک شعلے کی لپیٹ سے سارے جسم کا گوشت جھلس کر پیروں پر آ پڑے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ سبا، بیروت)

حسن بن یحییٰ خشنی فرماتے ہیں کہ جہنم کے ہر قید خانے، ہر غار، ہر زنجیر، ہر قید پر جہنمی کا نام لکھا ہوا ہے جب حضرت سلیمان دارانی کے سامنے یہ بیان ہوا تو آپ بہت روئے اور فرمانے لگے ہائے ہائے پھر کیا حال ہوگا اس کا جس پر یہ سب عذاب جمع ہو جائیں۔ پیروں میں بیڑیاں ہوں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں، گردن میں طوق ہوں پھر جہنم کے غار میں دھکیل دیا جائے۔ اللہ تو بچانا پروردگار تو ہمیں سلامت رکھنا۔ اللھم سلم اللھم سلم (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ |
| بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ٥ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ |
| اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ |
| وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |

| |
|---|
| متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے، کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی، بلکہ تم خود ہی |
| مجرم تھے۔ پھر کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: بلکہ رات دن کے مکر ہی نے (ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ |
| ہم اللہ سے کفر کریں اور ہم اس کے لئے شریک ٹھہرائیں، اور وہ ندامت چھپائیں گے جب وہ عذاب دیکھ لیں گے اور |
| ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے، اور انھیں ان کے کئے کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن گمراہ تابع ومتبوع کی باہمی ندامت کا بیان

"بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ" فِي أَنْفُسِكُمْ،

"وَقَالَ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ" أَيْ مَكْرٌ فِيهِمَا مِنْكُمْ بِنَا "إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَنْدَادًا" شُرَكَاءَ "وَأَسَرُّوا" أَيْ الْفَرِيقَانِ "النَّدَامَةَ" عَلَى تَرْكِ الْإِيمَانِ بِهِ "لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ" أَيْ أَخْفَاهَا كُلٌّ عَنْ رَفِيقِهِ مَخَافَةَ التَّعْيِيرِ "وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا" فِي النَّارِ "هَلْ" مَا "يُجْزَوْنَ إِلَّا" جَزَاءَ "مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ" فِي الدُّنْيَا،

متکبر لوگ کمزوروں سے کہیں گے: کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آ چکی تھی، بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔ پھر کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے: بلکہ تمہارے رات دن کے مکر ہی نے ہمیں روکا تھا۔ جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کریں اور ہم اس کے لئے شریک ٹھہرائیں، اور وہ ایک دوسرے سے ندامت چھپائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے ایمان ترک کیا تھا۔ جب وہ عذاب دیکھ لیں گے یعنی ہر فریق اپنے ساتھی سے شرم دلانے کی وجہ سے ندامت کو چھپائے گا۔ اور ہم کافروں کی گردنوں میں جہنم کے طوق ڈال دیں گے، اور انھیں ان کے دنیا میں کئے ہوئے اعمال کا ہی بدلہ دیا جائے گا۔

یعنی بیشک تم نے زبردستی مجبور تو نہ کیا تھا۔ مگر رات دن مکر وفریب اور مغویانہ تدبیر سے ہم کو بہکاتے پھسلاتے رہتے تھے۔ جب ملے یہ تلقین کی کہ ہم پیغمبروں کے ارشاد کے موافق خدا کو ایک نہ مانیں۔ بلکہ بعض مخلوقات کو بھی اس کا مماثل اور برابر کا شریک سمجھیں۔ آخر تمہاری شب وروز کی ترغیب وترہیب کا کہاں تک اثر نہ ہوتا۔

یعنی جس وقت ہولناک عذاب سامنے آئے گا تابعین اور متبوعین دونوں اپنے اپنے دل میں پچھتائیں گے۔ ہر ایک محسوس کرے گا کہ واقعی میں مجرم اور قصوروار ہوں۔ لیکن شرم کے مارے ایک دوسرے پر ظاہر نہ کریں گے اور شدید اضطراب وخوف سے شاید بولنے کی قدرت بھی نہ ہو۔

| |
|---|
| وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ |
| وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○ |
| اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ تم جو دے کر بھیجے گئے ہو |

ہم اس کے منکر ہیں۔اور انہوں نے کہا کہ ہم مال واولاد میں بہت زیادہ ہیں اور ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گا۔

## مال ودولت کے سبب کفار کا اپنے آپ کو عذاب سے بچانے کا بیان

"وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِنْ نَذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا" رُؤَسَاؤُهَا الْمُتَنَعِّمُونَ "وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَر أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا" مِمَّنْ آمَنَ،

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر یہ کہ وہاں کے خوشحال امراء نے ہمیشہ یہی کہا کہ تم جو ہدایت دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔اور انہوں نے کہا کہ ہم اہل ایمان کی بہ نسبت مال واولاد میں بہت زیادہ ہیں اور ہم پر عذاب نہیں کیا جائے گا۔

## سورہ سبا آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

عاصم بن رزین سے روایت ہے کہ دو آدمی آپس میں شریک تھے ان میں سے ایک شام کی طرف چلا گیا اور دوسرا وہیں رہا جب نبی مبعوث ہوئے تو اس شام والے نے اپنے ساتھی سے حضور کے متعلق پوچھا تو اس نے اسے لکھا کہ قریش میں سوائے رذیل اور مسکین لوگوں کے کسی نے اس کی پیروی نہیں کی اس نے اپنی تجارت چھوڑی اور اپنے ساتھی سے کہا کہ مجھے نبی کے گھر کی نشان دہی کرو بعض آسمانی کتابیں پڑھا کرتا تھا یہ نبی کی خدمت میں آیا اور پوچھا آپ کس چیز کی طرف بلاتے ہیں آپ نے فرمایا اس اس چیز کی طرف اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے پوچھا تمہیں کس نے بتلایا ہے اس نے کہا کوئی بھی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر شروع شروع میں رذیل اور مسکین لوگوں نے ہی اس کی پیروی اختیار کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِه كٰفِرُوْنَ ) تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے تیری بات کی تصدیق نازل کر دی۔(سیوطی 235،ابن کثیر 3-540)

## کفار کا نسب ودولت کے سبب اپنے آپ کو برتر جاننے کا بیان

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سفیان بن حرب نے بیان کیا کہ ہرقل نے ان کے پاس ایک شخص کو بھیجا (اور وہ اس وقت قریش کے چند سرداروں میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لوگ شام میں تاجر کی حیثیت سے گئے تھے (یہ واقعہ اس زمانے میں ہوا) جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوسفیان اور دیگر کفار قریش سے ایک محدود عہد کیا تھا، غرض! سب قریش ہرقل کے پاس آئے، یہ لوگ اس وقت ایلیا میں تھے، تو ہرقل نے ان کو اپنے پاس دربار میں طلب کیا اور اس کے گرد سرداران روم (بیٹھے ہوئے) تھے، پھر ان (سب قریشیوں) کو اس نے (اپنے قریب بلایا) اپنے ترجمان کو طلب کیا قریشیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سب سے زیادہ اس شخص کا قریب النسب کون ہے، جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں، میں نے کہا میں ان سب سے زیادہ ان کا قریبی رشتہ دار ہوں۔

یہ سن کر ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو بھی اس کے قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کی پس پشت کھڑا کر دو، پھر ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کا حال پوچھتا ہوں (جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے اگر مجھ سے جھوٹ بیان کرے، تو تم فوراً اس کی تکذیب کر دینا (ابوسفیان کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم اگر مجھے اس بات کی غیرت نہ ہوتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ کی نسبت غلط باتیں بیان کر دیتا، غرض سب سے پہلے جو ہرقل نے مجھ سے پوچھا، وہ یہ تھا کہ اس نے کہا کہ اس کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ ہم میں بڑے نسب والے ہیں۔

پھر ہرقل نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے بھی اس بات (نبوت) کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں (پھر ہرقل نے) کہا، کہ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے؟ میں نے کہا نہیں

(پھر ہرقل نے) کہا کہ امیر لوگ ان کی پیروی کر رہے ہیں یا کمزور؟ میں نے کہا نہیں، بلکہ کمزور (پھر) ہرقل بولا آیا ان کے پیروکار (روز بروز) بڑھتے جاتے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں، میں نے کہا (کم نہیں ہوتے بلکہ) زیادہ ہوتے جاتے ہیں، ہرقل بولا، آیا ان میں سے کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد دین کی شدت کے باعث اس دین سے خارج بھی ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں۔

(پھر ہرقل نے) کہا کہ کیا وہ کبھی وعدہ خلافی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں اور اب ہم ان کی مہلت میں ہیں ہم نہیں جانتے کہ وہ اس (مہلت کے زمانہ) میں کیا کریں گے (وعدہ خلافی یا ایفائے عہد)، ابوسفیان کہتے ہیں کہ سوائے اس کلمہ کے مجھے اور کوئی موقع نہ ملا کہ میں کوئی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں داخل کر دیتا، ہرقل نے کہا آیا تم نے (کبھی) اس سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا ہاں، تو بولا تمہاری جنگ ان سے کیسی رہتی ہے، میں نے کہا کہ لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول (کے مثل) رہتی ہے، کہ کبھی وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے لے لیتے ہیں (کبھی ہم فتح پاتے ہیں اور کبھی وہ) ہرقل نے پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور شرک کی باتیں جو تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑ دو اور ہمیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پرہیزگاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

اس کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے ان کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے درمیان میں اعلیٰ نسب والے ہیں اور تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح (عالی نسب) مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا یہ بات (اپنی نبوت کا دعویٰ) تم میں سے کسی اور نے بھی کیا تھا، تو تم نے بیان کیا کہ نہیں میں نے (اپنے دل میں) سمجھ لیا کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کوئی کہہ چکا ہوتو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہے جو اس قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا، تو تم نے بیان کیا کہ نہیں، پس میں نے (اپنے دل میں) سمجھ لیا کہ ان کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا، تو میں کہہ دوں گا کہ وہ ایک شخص ہیں جو اپنے باپ دادا کا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا اس سے پہلے کہ انہوں نے یہ بات کہی ہے ان پر کبھی جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہے، تو

تم نے کہا کہ نہیں۔

پس (اب) میں یقیناً جانتا ہوں کہ (کوئی شخص) ایسا نہیں ہوسکتا کہ لوگوں پر جھوٹ نہ بولے اور اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا بڑے لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے، تو تم نے کہا کہ کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے، (دراصل) تمام پیغمبروں کے پیرو یہی لوگ (ہوتے رہے) ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جاتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں، تو تم نے بیان کیا کہ وہ زیادہ ہوتے جاتے ہیں (درحقیقت) ایمان کا کمال کو پہنچنے تک یہی حال ہوتا ہے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص اس کے بعد ان کے دین میں داخل ہوجائے ان کے دین سے ناخوش ہوکر (دین سے) پھر بھی جاتا ہے؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں اور ایمان کی یہی صورت ہے، جب کہ اس کی بشاشت دلوں میں بیٹھ جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں (بات یہ ہے کہ) اسی طرح تمام پیغمبر وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کی شریک نہ کرو اور تمہیں بتوں کی پرستش سے منع کرتے ہیں اور تمہیں نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔

پس اگر تمہاری کہی ہوئی بات سچ ہے تو عنقریب وہ میرے ان قدموں کی جگہ کے مالک ہوجائیں گے اور بے شک میں (کتب سابقہ سے) جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں، مگر میں یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے، پس اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا، تو یقیناً میں ان سے ملنے کا بڑا اہتمام کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو یقیناً میں ان کے پیروں کو دھوتا، پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (مقدس) خط جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دحیہ کلبی کے ہمراہ امیر بصری کے پاس بھیجا تھا اور امیر بصری نے اس کو ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا، منگوایا اور اس کو پڑھوایا، تو اس میں یہ مضمون تھا اللہ نہایت مہربان رحم کرنے والے کے نام سے (یہ خط ہے) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بادشاہ روم کی طرف، اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے، اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی) سے بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں تمہارا دوگنا ثواب دے گا اگر تم (میری دعوت سے) منہ پھیرو گے تو بلاشبہ تم پر (تمہاری) تمام رعیت (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا پروردگار بنائے، اللہ فرماتا ہے کہ پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہہ دینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل نے جو کچھ کہا کہہ چکا اور (آپکا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں شور زیادہ ہوا، آوازیں بلند ہوئیں اور ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیئے گئے، تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ (دیکھو تو) ابوکبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا کام ایسا بڑھ گیا کہ اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف رکھتا ہے، پس اس وقت سے مجھے ہمیشہ کے لئے اس کا یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور غالب ہوجائیں گے، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام میں داخل فرمایا

اور ابن ناطور ایلیا کا حاکم تھا اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا سردار تھا، بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا، تو اس کے بعض خواص نے کہا کہ ہم (اس وقت) آپ کی حالت خراب پاتے ہیں؟

ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا، نجوم میں مہارت رکھتا تھا اس نے اپنے خواص سے جب کہ انہوں نے پوچھا، یہ کہا کہ میں نے رات کو جب نجوم میں نظر کی، تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا تو (دیکھو کہ) اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سوائے یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا، سو یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں لکھ بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں، پس وہ لوگ اپنی اس تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر بیان کی، جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی، تو کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کئے ہوئے ہے کہ نہیں، لوگوں نے اس کو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنے کئے ہوئے ہیں اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا، تو اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔

تب ہرقل نے کہا کہ یہی (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس زمانہ کے لوگوں کا بادشاہ ہے، جو روم پر غالب آئے گا، پھر ہرقل نے اپنے دوست کو رومیہ (یہ حال) لکھ کر بھیجا اور وہ علم (نجوم) میں اسی کا ہم پایہ تھا اور (یہ لکھ کر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا، پھر حمص سے باہر نہیں جانے پایا کہ اس کے دوست کا خط (اسکے جواب میں) آ گیا وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کرتا تھا اور یہ (اس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں اس کے بعد ہرقل نے سرداران روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا، طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر لئے جائیں تو وہ بند کر دیئے گئے۔

اور ہرقل (اپنے گھر سے) باہر آیا تو کہا کہ اے روم والو کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصہ) تمہارا بھی ہے اور (تمہیں) یہ منظور ہے کہ تمہاری سلطنت قائم رہے (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی کی بیعت کر لو، تو (اسکے سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے، تو کواڑوں کو بند پایا بالآخر جب ہرقل نے اس درجے ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے مایوس ہو گیا، تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ (جب وہ آئے تو ان سے) کہا میں نے یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لینا تھا وہ مجھے معلوم ہو گئی تب لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے، ہرقل کی آخری حالت یہی رہی ابوعبداللہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو (شعیب کے علاوہ) صالح بن کیسان اور یونس اور معمر نے (بھی) زہری سے روایت کیا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 6)

| |
|---|
| قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ |
| فرما دیجئے: میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## رزق میں وسعت وکمی کی حکمت کا بیان

"قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ" یُوَسِّعُهُ "لِمَنْ یَّشَآءُ" امْتِحَانًا "وَیَقْدِرُ" یُضَیِّقُهُ لِمَنْ یَّشَاءُ ابْتِلَاءً "وَلٰکِنَّ

أَكْثَرَ النَّاسِ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ،

فرما دیجئے: میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے بہ طور امتحان رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے بہ طور آزمائش تنگ کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ یعنی کفار مکہ اس حکمت کو نہیں جانتے۔

یعنی روزی کی فراخی یا تنگی اللہ کے خوش یا ناخوش ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھتے نہیں۔ دنیا میں کتنے بدمعاش، شریر، دہریے ملحد (ناستک) مزے اڑاتے ہیں حالانکہ ان کو کوئی مذہب بھی اچھا نہیں کہتا۔ اور بہت سے خدا پرست پرہیزگار اور نیک بندے بظاہر فاقے کھینچتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دولت وافلاس یا تنگی وفراخی کسی کے محبوب ومقبول عنداللہ ہونے کی دلیل نہیں۔ یہ معاملات تو دوسری مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہیں جن کو اللہ ہی جانتا ہے مگر بہت لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔

| |
|---|
| وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ز |
| فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ○ |
| اور نہ تمہارے مال اس قابل ہیں اور نہ تمہاری اولاد کہ تمہیں ہمارے حضور قرب اور نزدیکی دلا سکیں مگر جو ایمان لایا اور اس نے نیک |
| عمل کیے، پس ایسے ہی لوگوں کے لئے دوگنا اجر ہے ان کے عمل کے بدلے میں اور وہ بالا خانوں میں امن وامان سے ہوں گے۔ |

## مال واولاد کا وسیلہ قرب نہ بن سکنے کا بیان

"وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفَى" قُرْبَى أَيْ تَقْرِيبًا "إِلَّا" لَكِنْ "مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَئِكَ لَهُمْ جَزَاء الضِّعْف بِمَا عَمِلُوا" أَيْ جَزَاء الْعَمَل : الْحَسَنَة مَثَلًا بِعَشْرٍ فَأَكْثَر "وَهُمْ فِي الْغُرُفَات" مِنْ الْجَنَّة وَفِي قِرَاءَة الْغُرْفَة بِمَعْنَى الْجَمْع "آمِنُونَ" مِنْ الْمَوْت وَغَيْره،

اور نہ تمہارے مال اس قابل ہیں اور نہ تمہاری اولاد کہ تمہیں ہمارے حضور قرب اور نزدیکی دلا سکیں مگر جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، پس ایسے ہی لوگوں کے لئے دوگنا اجر ہے یعنی ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکوں کا ثواب ہے۔ ان کے عمل کے بدلے میں اور وہ جنت کے بالا خانوں میں امن وامان سے ہوں گے۔ ایک قرأت میں لفظ غرفہ آیا ہے جو جمع کے معنی میں ہے۔ اور وہ موت سے امن پانے والے ہیں۔

یعنی مال واولاد کی کثرت نہ قرب الٰہی کی علامت ہے جیسا کہ اوپر کی آیت میں گزرا ہے۔ اور نہ قرب حاصل کرنے کا سبب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس کافر کے حق میں زیادت بعد کا سبب بن جاتا ہے۔ ہاں مومن اگر مال ودولت اور شائستہ بنائے، ایسا مال و اولاد ایک درجہ میں قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے۔ بہرحال وہاں مال واولاد کی پوچھ نہیں۔ محض ایمان وعمل صالح کی پرسش ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں کو اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا، وہ تو تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (رواہ احمد)

## ایمان اور نیک عمل والوں کیلئے حصول قرب کا بیان

یہ ایمان و عمل صالح والوں کا حال بتلایا گیا ہے، کہ اللہ کے نزدیک مقبول یہی لوگ ہیں، دنیا میں کوئی ان کی قدر پہچانے یا نہ پہچانے، آخرت میں ان کو جزائے ضعف ملے گی۔ ضعف بکسر ضاد مصدر ہے جس کے معنی ایک شے کے مثل یا امثال کے آتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں دولت والے اپنی دولت کو بڑھانے میں لگے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کی جزاء کو آخرت میں بڑھا دیں گے، کہ ایک عمل کی جزاء اس کے دس امثال ہوں گے اور اس میں بھی منحصر نہیں، اس کے اخلاص عمل اور دوسرے اسباب سے ایک عمل کی جزا اس کے سات سو گنا تک ملنا بھی احادیث صحیحہ میں ثابت ہے۔ اور اس میں بھی حصر نہیں، اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے اور یہ لوگ جنت کے غرفوں میں مامون اور ہمیشہ کے لئے ہر رنج و غم سے محفوظ رہیں گے۔ غرفات غرفہ کی جمع ہے، مکان کا جو حصہ دوسرے حصوں سے ممتاز اور اعلیٰ سمجھا جائے اس کو غرفہ کہتے ہیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ سبا، لاہور)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ○ |
| اور جو لوگ ہماری آیتوں میں کوشش کرتے ہیں۔ عاجز کرنے کے گمان میں، وہی لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ |

## قرآن مجید کو مٹانے کی کوشش کرنے والے کفار کا بیان

"وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا " الَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي الْقُرْآن بِالْإِبْطَالِ "مُعَاجِزِينَ" لَنَا مُقَدِّرِينَ عَجْزنَا وَأَنَّهُمْ يَفُوتُونَنَا،

اور جو لوگ ہماری آیتوں یعنی قرآن کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں عاجز کرنے کے گمان میں، وہی لوگ عذاب میں حاضر کئے جائیں گے۔ اور ان کا گمان یہ ہے کہ ہمیں عاجز کر کے وہ عذاب سے بچ نکلیں گے۔

یعنی قرآن کریم پر زبان طعن کھولتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اپنی ان باطل کاریوں سے وہ لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیں گے اور ان کا یہ مکر اسلام کے حق میں چل جائے گا اور وہ ہمارے عذاب سے بچ رہیں گے کیونکہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہی نہیں ہے تو عذاب ثواب کیسا۔ اور ان کی یہ مکاریاں انہیں کچھ کام نہ آئیں گی۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ |
| فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○ |
| فرما دیجئے: بیشک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے تنگ کر دیتا ہے، |
| اور تم جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو وہ اس کے بدلہ میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ |

## رزق میں وسعت و تنگی کا بیان

"قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُط الرِّزْق" يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَشَاء مِنْ عِبَاده" امْتِحَانًا "وَيَقْدِر" يُضَيِّقهُ "لَهُ" بَعْد الْبَسْط

أَوْ لِمَنْ يَشَاء ابْتِلَاء "وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْء " فِي الْخَيْر "فَهُوَ يُخْلِفهُ وَهُوَ خَيْر الرَّازِقِينَ" يُقَال كُلّ إنْسَان يَرْزُق عَائِلَته أَيْ مِنْ رِزْق اللَّه

فرما دیجئے: بیشک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے بہ طور امتحان رزق کشادہ فرما دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے۔ بہ طور آزمائش تنگ کر دیتا ہے، اور تم بھلائی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے تو وہ اس کے بدلہ میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہر انسان سے وہ اللہ کے رزق سے اپنے اہل و عیال کو دیتا ہے۔

## مال خرچ کرنے فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتا تو مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ تین راتیں گزر جاتیں اور وہ تمام سونا یا اس کا کچھ حصہ علاوہ بقدر ادائے قرض کے میرے پاس موجود رہتا۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 357)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بددعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو تلف (نقصان) دے اور یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس جگہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی ہو وہاں اپنا مال خرچ کرو اور یہ شمار نہ کرو کہ کتنا خرچ کروں اور کیا خرچ کروں نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے بارے میں شمار کرے گا (یعنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت ختم کر کے تمہارا رزق کم کر دے گا بایں طور کہ اسے ایک معدود و محدود چیز کی مانند کر دے گا یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے مال و زر کے بارے میں تم سے محاسبہ کرے گا اور جو مال تمہاری حاجت و ضرورت سے زائد ہو اسے حاجت مندوں سے روک کر نہ رکھو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں اپنی زائد عطاء و بخشش روک لے گا، نیز یہ کہ تم سے جو کچھ بھی ہو سکے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہو۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 359)

لفظ لا تحصی (اور یہ شمار نہ کرو الخ) کے ایک معنی تو وہی ہیں جو اوپر ترجمے میں مذکور ہوئے ہیں اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ مال کو جمع کرنے کے لئے نہ شمار کرو اور اس مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ترک نہ کرو۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے تم اپنی حیثیت و قدرت کے مطابق جو کچھ بھی خرچ کر سکو اسے اللہ کی راہ میں ضرور خرچ کرو خواہ وہ مقدار تعداد کتنا ہی کم کیوں نہ ہو بلکہ اسے حقیق بھی نہ سمجھو کیونکہ خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا ایک ذرہ بھی اللہ کے نزدیک بہت وقیع اور میزان عمل میں بہت وزنی ہے۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ |
| اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ |

## قیامت کے دن تمام مشرکین کے جمع ہونے کا بیان

"وَ" "يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا" أَيْ الْمُشْرِكِينَ "ثُمَّ نَقُول لِلْمَلَائِكَةِ أَهَؤُلَاءِ إيَّاكُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الْأُولَى يَاء وَإِسْقَاطهَا،

اور جس دن وہ ان سب یعنی مشرکین کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے کہے گا کیا یہ لوگ تمھاری ہی عبادت کیا کرتے تھے؟ یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ جبکہ پہلے کو یاء کے ساتھ تبدیل بھی کیا گیا اور اس کو ساقط کرنا بھی آیا ہے۔

## قیامت کے دن مشرکین کی ندامت وشرمندگی کا بیان

مشرکین کو شرمندہ لاجواب اور بے عذر کرنے کیلئے ان کے سامنے فرشتوں سے سوال ہوگا۔ جن کی مصنوعی شکلیں بنا کر یہ مشرک دنیا میں پوجتے رہے کہ وہ انہیں اللہ سے ملا دیں۔ سوال ہوگا کہ کیا تم نے انہیں اپنی عبادت کرنے کو کہا تھا؟ جیسے سورہ فرقان میں ہے (ءَ اَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِىْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ، الفرقان: 17) یعنی کیا تم نے انہیں گمراہ کیا تھا؟ یہ خود ہی بہکے ہوئے تھے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہی سوال ہوگا کہ کیا تم لوگوں سے کہہ آئے تھے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری اور میری ماں کی عبادت کرنا؟ آپ جواب دیں گے کہ اللہ تیری ذات پاک ہے جو کہنا مجھے سزاوار نہ تھا، اسے میں کیسے کہہ دیتا؟

اسی طرح فرشتے بھی اپنی برات ظاہر کریں گے اور کہیں گے تو اس سے بہت بلند اور پاک ہے تیرا کوئی شریک ہو۔ ہم تو خود تیرے بندے تھے ہم ان سے بیزار رہے اور اب بھی ان سے الگ ہیں۔ یہ شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ شیطانوں نے ہی ان کے لئے بتوں کی پوجا کو مزین کر رکھا تھا اور انہیں گمراہ کر دیا تھا ان میں سے اکثر کا شیطان پر ہی اعتقاد تھا۔ جیسے فرمان باری ہے (اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا، النسآء: 117) یعنی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرتے ہیں اور سرکش شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ جس پر اللہ کی پھٹکار ہے، پس جن جن سے تم مشرکو! لو (امید) لگائے ہوئے تھے، ان میں سے ایک بھی آج تمہیں کوئی نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس شدت وکرب کے وقت یہ سارے جھوٹے معبود تم سے یک سو ہو جائیں گے کیونکہ انہیں کسی کے کسی طرح کے نفع وضرر کا اختیار تھا ہی نہیں۔ آج ہم خود مشرکوں سے فرما دیں گے کہ لو جس عذاب جہنم کو جھٹلا رہے تھے آج اس کا مزہ چکھو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ۝ |
| وہ عرض کریں گے: تو پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ لوگ، بلکہ یہ لوگ جنات کی پوجا کیا کرتے تھے، |
| ان میں سے اکثر انہی پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ |

## جنات کی عبادت کرنے والے مشرکین کا بیان

"قَالُوا سُبْحَانَكَ" تَنْزِيهًا لَكَ عَنِ الشَّرِيكِ "أَنتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُونِهِمْ" أَيْ لَا مُوَالَاةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ مِنْ جِهَتِنَا "بَلْ" لِلِانْتِقَالِ "كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ" الشَّيَاطِينَ أَيْ يُطِيعُونَهُمْ فِي عِبَادَتِهِمْ إِيَّانَا "أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ" مُصَدِّقُونَ فِيمَا يَقُولُونَ لَهُمْ،

وہ عرض کریں گے: تو شریک سے پاک ہے تو ہی ہمارا دوست ہے نہ کہ یہ لوگ، یعنی ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ہماری جانب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں پر لفظ بل یہ انتقال کیلئے آیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ جنات یعنی شیاطین کی پوجا کیا کرتے تھے، یعنی جان بوجھ کر عبادت میں ان کی اتباع کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر انہی پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یعنی یہ ان کیلئے کہتے ہیں یہی ان کی تصدیق کرنے والے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ولینا۔ ولی۔ صفت مشبہ (ولایۃ سے بروزن فعیل) مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارا حامی۔ ہمارا محافظ۔ ہمارا کارساز۔ ہمارا دوست۔ انت ولینا۔ ہمارا مالک تو تو ہی ہے۔

من دونھم ای بغیرھم یعنی ہمارا مالک تو تو ہے وہ نہیں۔ ای انت الذی نوالیہ من دونھم لاموالاۃ بیننا و بینھم۔ تو ہی ہے جس سے ہماری موانست ہے ان کے اور ہمارے درمیان کوئی دوستانہ نہیں ہے۔ دون مضاف، ہم جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے بغیر۔ ان کے سوائے ان کے ورے۔

بل۔ حرف اضراب ہے۔ ماقبل سے اعراض اور مابعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ یعنی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اکثرھم بھم مومنون۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع المشرکین ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور ہم ضمیر کا مرجع الجن ہے۔

یعنی فرشتے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کر کے اظہار صفائی کریں گے اور کہیں گے کہ ہم تو تیرے بندے ہیں اور تو ہمارا ولی ہے۔ ہمارا ان سے کیا تعلق؟ یعنی ہماری ان سے کوئی دوستی نہیں تو ہم کس طرح ان کے پوجنے سے راضی ہو سکتے تھے ہم اس سے بَری ہیں۔

| |
|---|
| فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا |
| عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ٥ |
| پس آج تمہارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم کیا |
| چکھو اس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ |

## معبودان باطلہ کا نفع ونقصان کا مالک نہ ہونے کا بیان

"فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ " أَيْ بَعْض الْمَعْبُودِينَ لِبَعْضِ الْعَابِدِينَ "نَفْعًا" شَفَاعَة "وَلَا ضَرًّا" تَعْذِيبًا "وَنَقُول لِلَّذِينَ ظَلَمُوا" كَفَرُوا،

پس آج تمہارا کوئی کسی کے لیے نہ نفع کا مالک ہے اور نہ نقصان کا یعنی معبودان باطلہ ایک دوسرے کے عابدین کیلئے کسی قسم کے نفع یعنی سفارش ونقصان یعنی عذاب کے مالک نہیں۔اور ہم ان لوگوں سے کہیں گے جنھوں نے ظلم یعنی کفر کیا چکھواس آگ کا عذاب جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

اس وقت اللہ کے حضور فرشتے بھی موجود ہوں گے، مشرکین بھی اور شیاطین بھی۔اور یہ سب کے اللہ کے سامنے محکوم اور بے بس ہوں گے۔فرشتے بھی مشرکوں سے بیزار اور شیاطین بھی اور مشرک فرشتوں کے جواب کی وجہ سے ان سے بھی بیزار اور شیطانوں سے بھی جنھوں نے انہیں شرک کی راہ پر ڈالا تھا۔گویا ہر ایک کو دوسرے سے بیزاری بھی ہوگی اور ہر ایک بے بس بھی ہوگا تو اس صورت میں دوسرے کو کیا فائدہ پہنچا سکے گا اور کیوں فائدہ پہنچائے گا؟

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَاهٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ج |
| وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ط وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ○ |
| اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں: یہ تو ایک ایسا شخص ہے جو تمہیں صرف ان سے |
| روکنا چاہتا ہے جن کی تمہارے باپ دادا پوجا کیا کرتے تھے، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ محض من گھڑت بہتان ہے، |
| اور کافر لوگ اس حق سے متعلق جبکہ وہ ان کے پاس آچکا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا جادو ہے۔ |

## کفار کا قرآن مجید کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتنَا" الْقُرْآن "بَيِّنَات" وَاضِحَات بِلِسَانِ نَبِيّنَا مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُل يُرِيد أَنْ يَصُدّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُد آبَاؤُكُمْ" مِنْ الْأَصْنَام "وَقَالُوا مَا هَذَا" الْقُرْآن "إِلَّا إِفْك" كَذِب "مُفْتَرًى" عَلَى اللّٰه "وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ" الْقُرْآن "لَمَّا جَاءَهُمْ إِنْ" مَا "هَذَا إِلَّا سِحْر مُبِين" بَيِّن،

اور جب ان پر ہماری روشن آیات یعنی قرآن آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں جو نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے واضح ہیں۔تو وہ کہتے ہیں یہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو ایک ایسا شخص ہے جو تمہیں صرف ان بتوں سے روکنا چاہتا ہے جن کی تمہارے باپ دادا پوجا کیا کرتے تھے، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قرآن محض من گھڑت بہتان ہے، اور کافر لوگ اس حق یعنی قرآن سے متعلق جبکہ وہ ان کے پاس آچکا ہے، یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو محض کھلا جادو ہے۔

## کافر عذاب الٰہی کے مستحق کیوں ٹھہرے؟

کافروں کی وہ شرارت بیان ہو رہی ہے جس کے باعث وہ اللہ کے عذابوں کے مستحق ہوئے ہیں کہ اللہ کا کلام تازہ بتازہ اس کے افضل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنتے ہیں، قبول کرنا، ماننا اس کے مطابق عمل کرنا تو ایک طرف، کہتے ہیں کہ دیکھو یہ شخص تمہیں تمہارے پرانے اچھے اور سچے دین سے روک رہا ہے اور اپنے باطل خیالات کی طرف تمہیں بلا رہا ہے یہ قرآن تو اس کا خود تراشیدہ ہے آپ ہی گھڑ لیتا ہے اور یہ تو جادو ہے اور اس کا جادو ہونا کچھ ڈھکا چھپا نہیں، بالکل ظاہر ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان عربوں کی طرف نہ تو اس سے پہلے کوئی کتاب بھیجی گئی ہے نہ آپ سے پہلے ان میں کوئی رسول آیا ہے۔ اس لئے انہیں مدتوں سے تمنا تھی کہ اگر اللہ کا رسول ہم میں آتا اگر کتاب اللہ ہم میں اترتی تو ہم سب سے زیادہ مطیع اور پابند ہو جاتے۔

لیکن جب اللہ نے ان کی یہ دیرینہ آرزو پوری کی تو جھٹلانے اور انکار کرنے لگے، ان سے اگلی امتوں کے نتیجے ان کے سامنے ہیں۔ وہ قوت و طاقت، مال و متاع، اسباب دنیوی ان لوگوں سے بہت زیادہ رکھتے تھے۔ یہ تو ابھی ان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے لیکن میرے عذاب کے بعد نہ مال کام آئے، نہ اولاد اور کنبے قبیلے کام آئے۔ نہ قوت و طاقت نے کوئی فائدہ دیا۔ برباد کر دیئے گئے جیسے فرمایا (وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً، الاحقاف:26) یعنی ہم نے انہیں قوت و طاقت دے رکھی تھی۔ آنکھیں اور کان بھی رکھتے تھے، دل بھی تھے لیکن میری آیتوں کے انکار پر جب عذاب آیا اس وقت کسی چیز نے کچھ فائدہ نہ دیا اور جس کے ساتھ مذاق اڑاتے تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔ کیا یہ لوگ زمین میں چل پھر کر اپنے سے پہلے لوگوں کا انجام نہیں دیکھتے جو ان سے تعداد میں زیادہ طاقت میں بڑھے ہوئے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ رسولوں کے جھٹلانے کے باعث پیس دیئے گئے، جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیئے گئے۔ تم غور کر لو! دیکھ لو کہ میں نے کس طرح اپنے رسولوں کی نصرت کی اور کس طرح جھٹلانے والوں پر اپنا عذاب اتارا؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ۝ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ |
| مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ |
| اور ہم نے ان کو نہ آسمانی کتابیں عطا کی تھیں جنہیں یہ لوگ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈر |
| سنانے والا بھیجا تھا۔ اور ان لوگوں نے جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے جو ہم نے |
| انہیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب کیسا تھا؟ |

## رسولان گرامی اور کتب سماویہ کی تکذیب کے نزول عذاب کا بیان

"وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كُتُب يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إلَيْهِمْ قَبْلك مِنْ نَذِير" فَمِنْ أَيْنَ كَذَّبُوك "وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ وَمَا بَلَغُوا" أَيْ هَؤُلَاءِ "مِعْشَار مَا آتَيْنَاهُمْ" مِنْ الْقُوَّة وَطُول الْعُمُر وَكَثْرَة الْمَال

"فَكَذَّبُوا رُسُلِي" إلَيهِمُ "فَكَيفَ كَانَ نَكِير" إنْكَارِي عَلَيهِمُ الْعُقُوبَة وَالْإهْلَاك أَيْ هُوَ وَاقِع مَوْقِعه

اور ہم نے ان (اہل مکہ) کو نہ آسمانی کتابیں عطا کی تھیں جنہیں یہ لوگ پڑھتے ہوں اور نہ ہی آپ سے پہلے ان کی طرف کوئی ڈرسانے والا بھیجا تھا۔لہٰذا وہ آپ کی تکذیب کیوں کرتے ہیں؟ اور ان لوگوں نے بھی جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے اور یہ اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے یعنی یہ لوگ ان لوگوں کے اموال کی کثرت اور عمروں میں طوالت اور طاقت کے حساب سے عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ جو ہم نے انہیں دیا تھا، پس انھوں نے میرے رسولوں کو جھٹلایا تو ان انکار کرنے والوں پر میرا عذاب کیسا تھا؟ یعنی ان پر ہلاکت عین موقع کے مطابق واقع ہوئی تھی۔

یعنی جو قوت و کثرت مال واولاد وطولِ عمر پہلوں کو دی گئی تھی مشرکینِ قریش کے پاس تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں، ان کے پہلے تو ان سے طاقت وقوت مال ودولت میں دس گنے سے زیادہ تھے۔

یعنی ان کو ناپسند رکھنا اور عذاب دینا اور ہلاک فرمانا یعنی پہلے مکذّبین نے جب میرے رسولوں کو جھٹلایا تو میں نے اپنے عذاب سے انہیں ہلاک کیا اور انؔ کی طاقت وقوت اور مال ودولت کوئی چیز بھی کام نہ آئی ان لوگوں کی کیا حقیقت ہے انہیں ڈرنا چاہیے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ سبا، لاہور)

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ |
| مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝ |
| فرمادیجئے: میں تمہیں بس ایک ہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے قیام کرو، دو دو اور ایک ایک، پھر تفکر کرو کہ تمہیں |
| شرفِ صحبت سے نوازنے والے، ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب سے پہلے تمہیں ڈرسانے والے ہیں۔ |

## عبادت اور حق میں غور وفکر کرنے کا بیان

"قُلْ إنَّمَا أَعِظكُمْ بِوَاحِدَةٍ" هِيَ "أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ" أَيْ لِأَجْلِهِ "مَثْنَى" أَيْ اثْنَيْنِ اثْنَيْنِ "وَفُرَادَى" وَاحِدًا وَاحِدًا "ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا" فَتَعْلَمُوا "مَا بِصَاحِبِكُمْ" مُحَمَّد "مِنْ جِنَّة" جُنُون "إنْ" مَا "هُوَ إلَّا نَذِير لَكُمْ بَيْن يَدَيْ" أَيْ قَبْل "عَذَاب شَدِيد" فِي الْآخِرَة إنْ عَصَيْتُمُوهُ،

فرمادیجئے: میں تمہیں بس ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لئے قیام کرو، دو دو اور ایک ایک، یعنی الگ الگ کر کرو۔ پھر تفکر کرو (یعنی حقیقت کا معاینہ اور مراقبہ کرو تو تمہیں مشاہدہ ہو جائے گا) کہ تمہیں شرفِ صحبت سے نوازنے والے (رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہرگز جنون زدہ نہیں ہیں وہ تو سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں بروقت ڈرسانے والے ہیں۔ تاکہ تم نافرمانی سے بچ کر آخرت کے عذاب سے اپنے آپ کو بچا سکو۔

## ضد اور ہٹ دھرمی کفار کا شیوہ ہونے کا بیان

حکم ہوتا ہے کہ یہ کافر جو تجھے مجنوں بتارہے ہیں، ان سے کہہ کہ ایک کام تو کرو خلوص کے ساتھ تعصب اور ضد کو چھوڑ کر ذرا سی دیر سوچو تو آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرو کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنوں ہیں؟ اور ایمانداری سے ایک دوسرے کو جواب دو ہر شخص تنہا تنہا بھی غور کرے اور دوسروں سے بھی پوچھے لیکن یہ شرط ہے کہ ضد اور ہٹ کو دماغ سے نکال کر تعصب اور ہٹ دھرمی چھوڑ کر غور کرے۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا، تمہارے دل سے آواز اٹھے گی کہ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنون نہیں۔ بلکہ وہ تم سب کے خیر خواہ ہیں دردمند ہیں۔ ایک آنے والے خطرے سے جس سے تم بیخبر ہو وہ تمہیں آگاہ کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے کا مطلب سمجھا ہے اور اس کے ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش کرتے ہیں لیکن وہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تین چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی یہ میں فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا مجھ سے پہلے کسی کے لئے وہ حلال نہیں ہوا وہ مال غنیمت کو جمع کر کے جلا دیتے تھے اور میں ہر سرخ و سیاہ کی طرف بھیجا گیا ہوں اور ہر نبی صرف اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو کی چیز بنادی گئی ہے۔ تاکہ میں اس کی مٹی سے تیمم کرلوں اور جہاں بھی ہوں اور نماز کا وقت آجائے نماز ادا کرلوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ کے سامنے باادب کھڑے ہو جایا کرو دو دو اور ایک ایک اور ایک مہینہ کی راہ تک میری مدد صرف رعب سے کی گئی ہے۔

آپ لوگوں کو اس عذاب سے ڈرانے والے ہیں جو ان کے آگے ہے اور جس سے یہ بالکل بیخبر بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور عرب کے دستور کے مطابق یا صباحاہ کہہ کر بلند آواز کی جو علامت تھی کہ کوئی شخص کسی اہم بات کے لئے بلارہا ہے۔ عادت کے مطابق اسے سنتے ہی لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ دشمن تمہاری طرف چڑھائی کر کے چلا آرہا ہے اور عجب نہیں کہ صبح شام ہی تم پر حملہ کردے تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بیک زبان جواب دیا کہ ہاں بیشک ہم آپ کو سچا جانیں گے۔ آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں اس عذاب سے ڈرارہا ہوں جو تمہارے آگے ہے۔ یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا تیرے ہاتھ ٹوٹیں کیا اسی کے لئے تو نے ہم سب کو جمع کیا تھا؟ اس پر سورہ تبت اتری۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکلے اور ہمارے پاس آکر تین مرتبہ آواز دی۔ فرمایا لوگو! میری اور اپنی مثال جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا علم ہے۔ آپ نے فرمایا میری اور تمہاری مثال اس قوم جیسی ہے جن پر دشمن حملہ کرنے والا تھا۔ انہوں نے اپنا آدمی بھیجا کہ جا کر دیکھے اور دشمن کی نقل و حرکت سے انہیں مطلع کرے۔ اس نے جب دیکھا کہ دشمن ان کی طرف چلا آرہا ہے اور قریب پہنچ چکا ہے تو وہ لپکتا ہوا قوم کی طرف بڑھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے اطلاع پہنچانے سے پہلے ہی دشمن حملہ نہ کردے۔ اس لئے اس نے راستے میں سے ہی اپنا کپڑا ہلانا شروع کیا کہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن

آ پہنچا، ہوشیار ہو جاؤ دشمن آ پہنچا، تین مرتبہ یہی کہا ایک اور حدیث میں ہے میں اور قیامت ایک ساتھ ہی بھیجے گئے قریب تھا کہ قیامت مجھ سے پہلے ہی آ جاتی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ مَاسَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ قُلْ |
| اِنَّ رَبِّىْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ ○ |
| فرمادیجئے: میں نے جو صلہ تم سے مانگا ہو وہ بھی تم ہی کو دے دیا، میرا اجر صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ |
| فرمادیجئے: میرا رب حق کا القاء فرماتا ہے سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ فرمادیجئے: حق آ گیا ہے اور باطل نہ |
| پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پلٹا سکتا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے پیغام حق کا ثواب اخروی ہونے کا بیان

"قُلْ" لَهُمْ "مَا سَاَلْتُكُمْ" عَلَى الْإِنْذَار وَالتَّبْلِيغ "مِنْ أَجْر فَهُوَ لَكُمْ" أَيْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا "إِنْ أَجْرِي" مَا ثَوَابِي "إِلَّا عَلَى اللّٰه وَهُوَ عَلَى كُلّ شَيْء شَهِيد" مُطَّلِع يَعْلَم صِدْقِي،

"قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِف بِالْحَقِّ" يُلْقِيه إِلَى أَنْبِيَائِهِ . "عَلَّام الْغُيُوب" مَا غَابَ عَنْ خَلْقه فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض، "قُلْ جَاءَ الْحَقّ" الْإِسْلَام "وَمَا يُبْدِء الْبَاطِل" الْكُفْر "وَمَا يُعِيد" أَيْ لَمْ يَبْقَ لَهُ أَثَر

فرمادیجئے: میں نے اس انذار و تبلیغ پر جو صلہ تم سے مانگا ہو وہ بھی تم ہی کو دے دیا، میرا اجر یعنی میرا ثواب صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ یعنی وہ میری صداقت کو جاننے والا ہے۔ فرمادیجئے: میرا رب انبیاء کی طرف حق کا القاء فرماتا ہے وہ سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو زمین و آسمان میں مخلوق سے غائب ہیں۔ فرمادیجئے: حق یعنی اسلام آ گیا ہے اور باطل یعنی کفر نہ کچھ پہلی بار پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ پلٹا سکتا ہے۔ یعنی اس کا بعد میں کوئی اثر باقی نہیں۔

## مشرکین کیلئے دعوت و اصلاح کا بیان

حکم ہو رہا ہے کہ مشرکوں سے فرمادیجئے کہ میں جو تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں تمہیں احکام دینی پہنچا رہا ہوں وعظ و نصیحت کرتا ہوں اس پر میں تم سے کسی بدلے کا طالب نہیں ہوں۔ بدلہ تو اللہ ہی دے گا جو تمام چیزوں کی حقیقت سے مطلع ہے میری تمہاری حالت اس پر خوب روشن ہے۔ پھر جو فرمایا اسی طرح کی آیت (رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ، غافر: 15)، ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرمان سے حضرت جبرائیل کو جس پر چاہتا ہے اپنی وحی کے ساتھ بھیجتا ہے۔ جو حق کے ساتھ فرشتہ اتارتا ہے۔ وہ علام الغیوب ہے اس پر آسمان و زمین کی کوئی چیز مخفی نہیں، اللہ کی طرف سے حق اور مبارک شریعت آ چکی۔ باطل پراگندہ بودا ہو کر برباد ہو گیا۔ جیسے فرمان ہے (بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ، الأنبیاء: 18) ہم باطل پر حق کو نازل فرما کر باطل کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں اور وہ

چکنا چور ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ والے دن جب بیت اللہ میں داخل ہوئے تو وہاں کے بتوں کو اپنی کمان کی لکڑی سے گراتے جاتے تھے اور زبان سے فرماتے جاتے تھے (وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا، الاسراء: 81) حق آ گیا باطل مٹ گیا وہ تھا ہی مٹنے والا۔ (بخاری۔ مسلم)

باطل کا اور ناحق کا دباؤ سب ختم ہو گیا۔ بعض مفسرین سے مروی ہے کہ مراد یہاں باطل سے ابلیس ہے۔ یعنی نہ اس نے کسی کو پہلے پیدا کیا نہ آئندہ کر سکے، نہ مردے کو زندہ کر سکے، نہ اسے کوئی اور ایسی قدرت حاصل ہے۔ بات تو یہ بھی سچی ہے لیکن یہاں یہ مراد نہیں۔ واللہ اعلم، پھر جو فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی وحی میں ہے۔ وہی سراسر حق ہے اور ہدایت و بیان و رشد ہے۔ گمراہ ہونے والے آپ ہی بگڑ رہے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

وہ اللہ اپنے بندوں کی باتوں کا سننے والا ہے اور قریب ہے۔ پکارنے والے کی ہر پکار کو ہر وقت سنتا اور قبول فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے اصحاب سے فرمایا تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے۔ جسے تم پکار رہے ہو وہ سمیع و قریب و مجیب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ۝ |
| فرما دیجئے: اگر میں بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا گناہ میری اپنی ہی ذات پر ہے، اور اگر میں نے ہدایت پالی ہے |
| تو اس وجہ سے کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بیشک وہ سننے والا ہے قریب ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی صداقت پر وحی ہونے کا بیان

"قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ" عَنِ الْحَقِّ "فَاِنَّمَا اَضِلُّ عَلَى نَفْسِي" اَيْ اِثْمُ ضَلَالِي عَلَيْهَا "وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي اِلَيَّ رَبِّي" مِنَ الْقُرْآنِ وَالْحِكْمَةِ "اِنَّهُ سَمِيعٌ" لِلدُّعَاءِ،

فرما دیجئے: اگر میں حق سے بہک جاؤں تو میرے بہکنے کا گناہ میری اپنی ہی ذات پر ہے، اور اگر میں نے ہدایت پالی ہے تو اس وجہ سے پائی ہے کہ میرا رب میری طرف وحی یعنی قرآن اور حکمت بھیجتا ہے۔ بیشک وہ دعا کو سننے والا ہے قریب ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اظہار حق کا بیان

کفار مکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ گمراہ ہو گئے۔ (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے فرما دیں کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ میں بہکا تو اس کا وبال میرے نفس پر ہے۔

حکمت و بیان کی کیونکہ راہ یاب ہونا اسی کی توفیق و ہدایت پر ہے۔، انبیاء سب معصوم ہوتے ہیں گناہ ان سے نہیں ہو سکتا اور حضور تو سید الانبیاء ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلق کو نیکیوں کی راہیں آپ کے اتباع سے ملتی ہیں باوجود جلالت منزلت و رفعت مرتبت کے آپ کو حکم دیا گیا کہ ضلالت کی نسبت علیٰ سبیل الفرض اپنے نفس کی طرف فرمائیں تا کہ خلق کو معلوم ہو کہ ضلالت کا منشاء

انسان کا نفس ہے، جب اس کو اس پر چھوڑ دیا جاتا ہے اس سے ضلالت پیدا ہوتی ہے اور ہدایت حضرت حق عز وعلا کی رحمت و موہبت سے حاصل ہوتی ہے نفس اس کا منشاء نہیں۔ ہر راہ یاب اور گمراہ کو جانتا ہے اور ان کے عمل و کردار سے باخبر ہے کوئی کتنا ہی چھپائے کسی کا حال اس سے چھپ نہیں سکتا۔ عرب کے ایک مایہ ناز شاعر اسلام لائے تو کفار نے ان سے کہا کہ کیا تم اپنے دین سے پھر گئے اور اپنے بڑے شاعر اور زبان کے ماہر ہو کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے؟ انہوں نے کہا ہاں وہ مجھ پر غالب آ گئے، قرآن کریم کی تین آیتیں میں نے سنیں اور چاہا کہ ان کے قافیہ پر تین شعر کہوں ہر چند کوشش کی، محنت اٹھائی، اپنی قوت صرف کر دی مگر یہ ممکن نہ ہو سکا تب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بشر کا کلام نہیں وہ آیتیں (قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، سبأ:48)۔ (تفسیر روح البیان، سورہ سبا، بیروت)

انتباہ: یاد رہے کبھی کلام کو پختگی کے سبب اور سامع کی توجہ کو زیادہ کرنے کیلئے اور اس کی سمجھ میں راسخ کرنے کیلئے کلام کو بہ طور شرط بیان کر دیا جاتا ہے حالانکہ شرط کو صرف فرض کیا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں پر کلام میں جب وجود شرط معدوم ہوا تو وجود مشروط بھی معدوم ہوا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ کی جانب سے کسی قسم کی گمراہی کی نسبت نہ ہوئی۔

## وحی کی کتابت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے سورت انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورت برائۃ کے ساتھ جو کہ مئین میں سے ہے ملانے پر کس چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو مجبور پایا اور آپ نے ان کے درمیان ایک سطر کی بسم اللہ تک نہیں لکھی اور ان دونوں کو سبع طوال میں شمار کر لیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی کا نزول ہو رہا تھا تو بعض اوقات کئی کئی سورتیں اکٹھی نازل ہو جاتی تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کسی کاتب وحی کو بلا کر اسے لکھواتے اور فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو، بعض اوقات کئی آیتیں نازل ہوئیں اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیتے کہ ان آیات کو اس سورت میں رکھو اور بعض اوقات ایک ہی آیت نازل ہوتی لیکن اس کی جگہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بتا دیا کرتے تھے۔ سورت انفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی۔

جبکہ سورت برائۃ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کا آخری حصہ ہے اور دونوں کے واقعات واحکام ایک دوسرے سے حد درجہ مشابہت رکھتے تھے، ادھر نبی صلی اللہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم پر یہ واضح نہ فرما سکے کہ یہ اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ میرا گمان یہ ہوا کہ سورت برائۃ، سورت انفال ہی کا جزو ہے اس لئے میں نے ان دونوں کو ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان، بسم اللہ، والی سطر بھی نہیں لکھی اور اسے سبع طوال میں شمار کر لیا۔ (مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 468)

| |
|---|
| وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ○ وَّقَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ |
| وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ○ |
| اور اگر آپ دیکھیں جب یہ لوگ بڑے مضطرب ہوں گے، پھر بچ نہ سکیں گے اور نزدیکی جگہ سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ |
| اور وہ کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔ |

## آخرت میں کفار کیلئے محل ایمان سے دور ہو جانے کا بیان

"وَلَوْ تَرَى" يَا مُحَمَّد "إِذْ فَزِعُوا" عِنْد الْبَعْث لَرَأَيْت أَمْرًا عَظِيمًا "فَلَا فَوْت" لَهُمْ مِنَّا أَيْ لَا يَفُوتُونَنَا "وَأُخِذُوا مِنْ مَكَان قَرِيب" أَيْ الْقُبُور "وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ" بِمُحَمَّدٍ أَوْ الْقُرْآن "وَأَنَّى لَهُمْ التَّنَاوُش" بِوَاوٍ وَبِالْهَمْزَةِ بَدَلهَا أَيْ تَنَاوُل الْإِيمَان "مِنْ مَكَان بَعِيد" بَعِيد عَنْ مَحَلّه إِذْ هُمْ فِي الْآخِرَة وَمَحَلّ الْإِيمَان الدُّنْيَا،

اور یا محمد ﷺ اگر آپ ان کا حال دیکھیں جب یہ لوگ بعث کے وقت بڑے مضطرب ہوں گے، تو آپ بڑا معاملہ دیکھیں گے پھر ان میں سے کوئی بھی ہم سے بچ نہ سکیں گا اور نزدیکی جگہ یعنی قبروں سے ہی پکڑ لئے جائیں گے۔ اور وہ کہیں گے ہم اس پر یعنی حضرت محمد ﷺ یا قرآن پر ایمان لے آئے، اور ان کے لیے دور جگہ سے ایمان کو حاصل کرنا کیسے ممکن ہے۔ یہاں پر لفظ تناوش یہ واؤ اور ہمزہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ ان سے محل ایمان کے دور ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ اس وقت آخرت میں ہوں گے جبکہ محل ایمان دنیا ہے۔ لہٰذا دور رہوا۔

## عذاب قیامت اور کافر کے احوال کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمارہا ہے اے نبی کاش کہ آپ ان کافروں کی قیامت کے دن کی گھبراہٹ دیکھتے۔ کہ ہر چند عذاب سے چھٹکارا چاہیں گے۔ لیکن بچاؤ کی کوئی صورت نہیں پائیں گے۔ نہ بھاگ کر، نہ چھپ کر، نہ کسی کی حمایت سے، نہ کسی کی پناہ سے۔ بلکہ فوراً ہی قریب سے پکڑ لئے جائیں گے۔ ادھر قبروں سے نکلے ادھر پھانس لئے گئے۔ ادھر کھڑے ہوئے ادھر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ قتل واسیر ہوئے۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ مراد قیامت کے دن کے عذاب ہیں۔ بعض کہتے ہیں بنوعباس کی خلافت کے زمانے میں مکے مدینے کے درمیان ان لشکروں کا زمین میں دھنسایا جانا مراد ہے۔

ابن جریر نے اسے بیان کر کے اس کی دلیل میں ایک حدیث وارد کی ہے جو بالکل ہی موضوع اور گھڑی ہوئی ہے۔ لیکن تعجب سا تعجب ہے کہ امام صاحب نے اس کا موضوع ہونا بیان نہیں کیا، قیامت کے دن کہیں گے کہ ہم ایمان قبول کرتے ہیں اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ جیسے اور آیت میں ہے (وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ، السجدۃ:12)، کاش کے تو دیکھتا جبکہ

گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں کھڑے ہوں گے اور شرمندگی سے کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ نے دیکھ سن لیا، ہمیں یقین آ گیا۔اب تو ہمیں پھر سے دنیا میں بھیج دے تو ہم دل سے مانیں گے۔لیکن کوئی شخص جس طرح بہت دور کی چیز کو لینے کے لئے دور سے ہی ہاتھ بڑھائے اور اس کے ہاتھ نہیں آ سکتی۔اسی طرح یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ آخرت میں وہ کام کرتے ہیں جو دنیا میں کرنا چاہیے تھا۔تو آخرت میں ایمان لانا بیسود ہے۔اب نہ دنیا میں لوٹائے جائیں نہ اس وقت کی گریہ وزاری، توبہ وفریاد، ایمان و اسلام کچھ کام آئے گا۔اس سے پہلے دنیا میں تو منکر رہے۔نہ اللہ کو مانا نہ رسول پر ایمان لائے نہ قیامت کے قائل ہوئے یونہی جیسے کوئی بن دیکھے اندازے سے ہی نشانے پر تیر بازی کر رہا ہو اسی طرح اللہ کی باتوں کو اپنے گمان سے ہی رد کرتے رہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن کہہ دیا کبھی شاعر بتا دیا۔کبھی جادوگر کہا اور کبھی مجنون۔صرف اٹکل پچو کے ساتھ قیامت کو جھٹلاتے رہے اور بیدلیل اداروں کی عبادت کرتے رہے، جنت دوزخ کا مذاق اڑاتے رہے، اب ایمان اور ان میں حجاب آ گیا۔توبہ میں اور ان میں پردہ پڑ گیا۔دنیا ان سے چھوٹ گئی۔یہ دنیا سے الگ ہو گئے۔ابن ابی حاتم میں یہاں پر ایک عجیب وغریب اثر نقل کیا ہے جسے ہم پورا ہی نقل کرتے ہیں۔(تفسیر جامع البیان، سورہ سبا، بیروت)

| |
|---|
| وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ ۝ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ |
| مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ۝ |
| حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے اس سے انکار کر چکے ہیں اور وہ بہت دور جگہ سے بن دیکھے پھینکتے رہے ہیں۔اور ان کے |
| درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، رکاوٹ ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے |
| ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔یقیناً وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جو بے چین رکھنے والا تھا۔ |

## دنیا میں ایمان سے بھاگنے والے کفار کا آخرت میں ایمان کو ترس جانے کا بیان

"وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْل" فِي الدُّنْيَا "وَيَقْذِفُونَ" يَرْمُونَ "بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَان بَعِيد" أَيْ بِمَا غَابَ عِلْمه عَنْهُمْ غَيْبَة بَعِيدَة حَيْثُ قَالُوا فِي النَّبِيّ : سَاحِر شَاعِر كَاهِن وَفِي الْقُرْآن : سِحْر شِعْر كِهَانَة "وَحِيلَ بَيْنهمْ وَبَيْن مَا يَشْتَهُونَ" مِنْ الْإِيمَان أَيْ قَبُوله "كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ" أَشْبَاههمْ فِي الْكُفْر "مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْلهمْ "إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكّ مُرِيب" مُوقِع فِي الرِّيبَة لَهُمْ فِيمَا آمَنُوا بِهِ الْآن وَلَمْ يَعْتَدُّوا بِدَلَائِلِهِ فِي الدُّنْيَا،

حالانکہ بلاشبہ وہ اس سے پہلے دنیا میں اس سے انکار کر چکے ہیں اور وہ بہت دور جگہ سے بن دیکھے نشانے پر پھینکتے رہے ہیں یعنی بغیر علم کے دور سے اندازے اور وہم میں اس طرح پھرتے رہے۔کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو ساحر کاہن اور قرآن میں جادو کے شعر اور کہانت کہتے رہے۔اور ان کے درمیان اور ان چیزوں کے درمیان جن کی وہ خواہش کریں گے، ایمان لانے سے رکاوٹ

ڈال دی جائے گی، جیسا کہ اس سے پہلے ان جیسے لوگوں کے ساتھ کیا گیا۔یعنی جوان سے پہلے کفر میں ان کے مشابہ تھے۔یقیناً وہ ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جو بے چین رکھنے والا تھا۔یعنی اب جس پر ایمان لانے والے ہیں دنیا میں اس کے دلائل کو نہ سمجھا اور شک میں مبتلاء رہے۔

## انسان کی زندگی کے بارے میں نادر نصیحت اور واقعہ کا بیان

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک فاتح شخص تھا جس کے پاس مال بہت تھا۔جب وہ مر گیا اور اس کا لڑکا اس کا وارث ہوا تو بری طرح نافرمانیوں میں مال لٹانے لگا۔اس کے چچاؤں نے اسے ملامت کی اور سمجھایا اس نے غصے میں آ کر سب چیزیں بیچ کر روپیہ لے کر عین شجاجہ کے پاس آ کر ایک محل تعمیر کرا کر یہاں رہنے لگا۔ایک روز زور کی آندھی اٹھی جس میں ایک بہت خوبصورت خوشبودار عورت اس کے پاس آ گری۔اس نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟اس نے کہا بنی اسرائیلی شخص ہوں کہا یہ محل اور مال آپ کا ہے؟اس نے کہا ہاں۔پوچھا آپ کی بیوی بھی ہے؟ کہا نہیں۔کہا پھر تم اپنی زندگی کا لطف کیا اٹھاتے ہو؟اب اس نے پوچھا کہ کیا تمہارا خاوند ہے؟اس نے کہا نہیں۔کہا پھر مجھے قبول کرو اس نے جواب دیا میں یہاں سے میل بھر دور رہتی ہوں کل تم یہاں سے اپنے ساتھ دن بھر کا کھانا پینا لے کر چلو اور میرے ہاں آ ؤ۔راستے میں کچھ عجائبات دیکھو تو گھبرانا نہیں۔اس نے قبول کیا اور دوسرے دن توشہ لے کر چلا۔میل بھر دور جا کر ایک نہایت عالی شان محل دیکھا دستک دینے سے ایک خوبصورت نوجوان شخص آیا پوچھا آپ کون ہیں؟ جواب دیا کہ میں بنی اسرائیلی ہوں کہا کیسے آئے ہیں؟ کہا اس مکان کی مالکہ نے بلوایا ہے پوچھا راستے میں کچھ ہولناک چیزیں بھی دیکھیں جواب دیا ہاں اور اگر مجھے یہ کہا ہوا نہ ہوتا کہ گھبرانا مت تو میں ہول و دہشت سے ہلاک ہو گیا ہوتا۔

میں چلا ایک چوڑے راستے پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک کتیا منہ پھاڑے بیٹھی ہوئی ہے میں گھبرا کر دوڑا تو دیکھا کہ مجھ سے آگے آگے وہ ہے اور اس کے پلے (بچے) اس کے پیٹ میں ہیں اور بھونک رہے ہیں۔اس نوجوان نے کہا تو اسے نہیں پائے گا یہ تو آخر زمانے میں ہونے والی ایک بات کی مثال تجھے دکھائی گئی ہے کہ ایک نوجوان بوڑھے بڑوں کی مجلس میں بیٹھے گا اور ان سے اپنے راز کی پوشیدہ باتیں کرے گا۔

میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک سو بکریاں ہیں جن کے تھن دودھ سے پر ہیں ایک بچہ ہے جو دودھ پی رہا ہے جب دودھ ختم ہو جاتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اور کچھ باقی نہیں رہا تو وہ منہ کھول دیتا ہے گویا اور مانگ رہا ہے۔اس نوجوان دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا یہ مثال تجھے بتائی گئی ہے ان بادشاہوں کی جو آخر زمانے میں آئیں گے لوگوں سے سونا چاندی گھسیٹیں گے یہاں تک کہ سمجھ لیں گے کہ اب کسی کے پاس کچھ نہیں بچا تو بھی وہ ظلم و زیادتی کر کے منہ پھیلائے رہیں گے۔

اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے ایک درخت نہایت تر و تازہ خوش رنگ اور خوش وضع دیکھا میں نے اس کی ایک ٹہنی توڑنی چاہی تو دوسرے درخت سے آواز آئی کہ اے بندہ الٰہی! میری ڈالی توڑ جا پھر تو ہر ایک درخت سے یہی آواز آنے لگی دربان

نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی یہاں تک کہ جب ایک مرد کی طرف سے کسی عورت کو پیغام جائے گا تو دس بیس عورتیں اسے اپنی طرف بلانے لگیں گی۔

اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک دریا کے کنارے ایک شخص کھڑا ہوا ہے اور لوگوں کو پانی بھر بھر کر دے رہا ہے پھر اپنی مشک میں ڈالتا ہے لیکن اس میں ایک قطرہ بھی نہیں ٹھہرتا۔ دربان نے کہا تو اسے بھی نہیں پائے گا۔ اس میں اشارہ ہے کہ آخر زمانے میں ایسے علماء اور واعظ ہوں گے جو لوگوں کو علم سکھائیں گے۔ بھلی باتیں بتائیں گے۔ لیکن خود عامل نہیں ہوں گے۔ بلکہ خود گناہوں میں مبتلا رہے گے۔

پھر جو میں آگے بڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک بکری کو بعض لوگوں نے تو اس کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں، بعض نے دم تھام رکھی ہے، بعض نے سینگ پکڑ رکھے ہیں، بعض اس پر سوار ہیں اور بعض اس کا دودھ دھو رہے ہیں۔ اس نے کہا یہ مثال ہے دنیا کی جو اس کے پیر تھامے ہوئے ہیں۔ یہ تو وہ ہیں جو دنیا سے گر گئے جنہیں یہ نہ ملی جس نے سینگ تھام رکھے ہیں یہ وہ ہے جو اپنا گذارہ کر لیتا ہے لیکن تنگی ترشی سے دم پکڑنے والے وہ ہیں جن سے دنیا بھاگ چکی ہے۔ سوار وہ ہیں جو از خود تارک دنیا میں ہو گئے ہیں۔ ہاں دنیا سے صحیح فائدہ اٹھانے والے وہ ہیں جنہیں تم نے اس بکری کا دودھ نکالتے ہوئے دیکھا۔ انہیں خوشی ہو یہ مستحق مبارک باد ہیں۔

اس نے کہا میں اور آگے چلا تو دیکھا کہ ایک شخص ایک کنویں میں سے پانی کھینچ رہا ہے اور ایک حوض میں ڈال رہا ہے جس حوض میں سے پانی پھر کنوئیں میں چلا جاتا ہے۔ اس نے کہا یہ وہ شخص ہے جو نیک عمل کرتا ہے لیکن قبول نہیں ہوتے۔

اس نے کہا پھر میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص نے دانے زمین میں بوئے اسی وقت کھیتی تیار ہو گئی اور بہت اچھے نفیس گیہوں نکل آئے۔ کہا یہ وہ شخص ہے جس کی نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

اس نے کہا میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا پڑا ہے۔ مجھ سے کہنے لگا بھائی میرا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا دو، واللہ جب سے پیدا ہوا ہوں، بیٹھا ہی نہیں۔ میرے ہاتھ پکڑتے ہی وہ کھڑا ہو کر تیز دوڑا یہاں تک کہ میری نظروں سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس دربان نے کہا یہ تیری عمر تھی جو جا چکی اور ختم ہو گئی میں ملک الموت ہوں اور جس عورت سے تو ملنے آیا ہے اس کی صورت میں بھی میں ہی تھا اللہ کے حکم سے تیرے پاس آیا تھا کہ تیری روح اس جگہ قبض کروں پھر تجھے جہنم رسید کروں۔

اس کے بارے میں یہ آیت ( وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلُ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ 54)-34سبا:54)، نازل ہوئی۔ یہ اثر غریب ہے اور اس کی صحت میں بھی نظر ہے۔ آیت کا مطلب ظاہر ہے کہ کافروں کی جب موت آتی ہے ان کی روح حیات دنیا کی لذتوں میں اٹکی رہتی ہے۔ لیکن موت مہلت نہیں دیتی اور ان کی خواہش اور ان کے درمیان وہ حائل ہو جاتا ہے۔ جیسے اس مغرور و مفتون شخص کا حال ہوا کہ گیا تو عورت ڈھونڈھنے کو اور ملاقات ہوئی ملک الموت سے۔ امید پوری ہونے سے پہلے روح پرواز کر گئی۔

پھر فرماتا ہے ان سے پہلے کی امتوں کے ساتھ بھی یہی کیا گیا وہ بھی موت کے وقت زندگی اور ایمان کی آرزو کرتے رہے۔ جو

محض بیسود تھی۔ جیسے فرمان عالی شان ہے (فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ، غافر:84) جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس جس کو ہم شریک اللہ بناتے تھے ان سب سے ہم انکار کرتے ہیں لیکن اس وقت ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا ان سے پہلوؤں میں بھی یہی طریقہ جاری رہا کفار نفع سے محروم ہی ہیں۔ یہاں فرمایا کہ دنیا میں تو زندگی بھر شک شبہ میں اور تردد میں ہی رہے۔ اسی وجہ سے عذاب کے دیکھنے کے بعد کا ایمان بیکار رہا۔

حضرت قتادہ کا یہ قول آب زر سے لکھنے کے لائق ہے آپ فرماتے ہیں کہ شبہات اور شکوک سے بچو۔ اس پر جس کی موت آئی وہ قیامت کے دن بھی اسی پر اٹھایا جائے گا اور جو یقین پر مرا ہے اسے یقین پر ہی اٹھایا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سبا، بیروت)

## سورہ سباً کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالی کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ سباً کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکرادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ فَاطِر

## یہ قرآن مجید کی سورت فاطر ہے

### سورت فاطر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُورَۃ فَاطِر ( مَكِّيَّة وَ آيَاتهَا 45 أَوْ 46 نَزَلَتْ بَعْد الْفُرْقَان)**

سورہ فاطر مکیہ ہے، اس میں پانچ رکوع، پینتالیس آیات، نوسوستر کلمات، تین ہزار ایک سوتیس حروف ہیں۔ اور یہ سورت فرقان کے نازل ہوئی ہے۔

### سورت فاطر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں زمین وآسمان اور فرشتوں کی تخلیق کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے لفظ فاطر استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو پہلی مرتبہ اس طرح تخلیق کرنا کہ اس میں کچھ کرنے کی استعداد موجود ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت کے سبب یہ سورت فاطر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فاطر کی بالکل ٹھیک معنی میں نے سب سے پہلے ایک اعرابی کی زبان سے سن کر معلوم کیے۔ وہ اپنے ایک ساتھی اعرابی سے جھگڑتا ہوا آیا ایک کنویں کے بارے میں ان کا اختلاف تھا تو اعرابی نے کہا انا فطرتھا یعنی پہلے پہل میں نے ہی اسے بنایا ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ابتداء بے نمونہ صرف اپنی قدرت کاملہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔

(مفردات القرآن)

| |
|---|
| اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ |
| وَ رُبٰعَ ؕ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝ |
| سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے جو دو دو اور تین تین اور |
| چار چار پروں والے ہیں، وہ بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ |

### مخلوق کے انداز تخلیق سے استدلال حمد باری تعالیٰ کا بیان

"اَلْحَمْد لِلّٰهِ" حَمِدَ تَعَالَى نَفْسه بِذَلِكَ كَمَا بَيَّنَ فِي أَوَّل سُورَة سَبَأ "فَاطِر السَّمَاوَات وَالْأَرْض"

خَالِقهمَا عَلَى غَيرِ مِثَال سَبَقَ "جَاعِلِ الْمَلَائِكَة رُسُلًا" إِلَى الْأَنْبِيَاء "أُولِي أَجْنِحَة مَثْنَى وَثُلَاث وَرُبَاع يَزِيد فِي الْخَلْق" فِي الْمَلَائِكَة وَغَيرهَا،إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْء قَدِير،

سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں یہاں پر اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف بیان کی ہے۔جس طرح سورہ سبأ کے شروع میں ہم بیان کر آئے ہیں۔جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے،یعنی ان دونوں کو اس نے بغیر کسی نمونے کے خلق کیا ہے۔فرشتوں کو انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب قاصد بنانے والا ہے جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں،وہ مخلوق یعنی ملائکہ وغیرہ کی بناوٹ میں جو چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے۔بے شک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فاطر السموت والارض ۔ فاطر ۔ اسم فاعل واحد مذکر فطر مصدر (باب نصر،ضرب) مضاف السموت والارض۔ مضاف الیہ۔الفطر کے اصل معنی کسی چیز کو (پہلی دفعہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ کر وجود میں لایا ہے اس لئے فاطر ہے۔اہل تفسیر نے اس کے معنی مبدع لئے ہیں یعنی بغیر نظیر و مثال کے عدم محض سے عالم وجود میں لانے والا۔

راغب فرماتے ہیں کہ هو ايجاده تعالى الشىء و ابداعه على هيئة مترشحة بفعل من الافعال ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو پہلی مرتبہ اس طرح تخلیق کرنا کہ اس میں کچھ کرنے کی استعداد موجود ہے۔

آیۂ کریمہ فاقم وجهك للذين حنيفا ۔ فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله،تو تم یکسو ہو کر دین (حق) کی طرف اپنا رخ رکھو اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔میں اس معرفت الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے لہٰذا فطرۃ اللہ سے مراد معرفت الٰہی کی استعداد مراد ہے جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے۔

یہ پھاڑنا کبھی کبھی کسی چیز کو بگاڑنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً السماء منفطر به ،اور جس سے آسمان پھٹ جاوے گا۔یعنی یوم قیامت کی سختی سے۔

جاعل۔بنانے والا۔کرنے والا۔جعل سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔جاعل الملئکۃ۔مضاف مضاف الیہ فرشتوں (پیام رساں) بنانے والا۔فاطر اور جاعل ہر دو اللہ کی صفت ہیں اور اس کی متابعت میں مجرور ہیں۔

رسلا۔رسل رسول کی جمع ہے جو فعول کے وزن پر (اسم مفعول بروزن مفعل) کا مبالغہ ہے (فعول کا استعمال اس طرح نادر ہے)۔رسل اسم مفعول جمع مذکر رسلا بحالت نصب بوجہ مفعول۔پیغمبر،پیام رساں۔بھیجے گئے۔

رسول۔ملائکہ اور انسان دونوں میں سے ہوسکتے ہیں۔جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللّٰه يصطفى من الملئكة رسلا ومن الناس ۔ 22):75) اللہ تعالیٰ انتخاب کرلیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بھی۔اصطلاح

میں نبی یا رسول بنی نوع انسان میں سے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام نوع انسانی کو پہنچاتے ہیں۔فرشتوں کی رسالت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں!

(1) یہ فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیا علیہم السلام کے درمیان پیغام رسانی کی خدمات انجام دیتے ہیں (وحی کی صورت میں)۔(2) تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام لے جاتے ہیں اور ان کو نافذ کرتے ہیں۔

اولی اجنحة ۔ اولوا (بحالت رفع) اولی (بحالت نصب وجر) جمع ہے بمعنی والے۔صاحب، مالک، بعض ذو کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔اجنحۃ جناح کی جمع۔پر۔بازو۔اولی اجنحۃ بازوں والے۔پروں والے۔رسلا کی نعت ہے یا اس کا بدل۔

مثنی وثلاث وربع ۔ یہ اثنان اثنان وثلثة ثلثة اور اربعة اربعة سے معدول ہے (نحویوں کی اصطلاح میں ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔جیسے ثلثۃ ثلثۃ سے ثلث کہ اصل کے مطابق ثلث کے معنی تین تین ہوں گے۔مثنی وثلث وربع۔اجنحۃ کی صفت ہیں۔لہٰذا بوجہ صفت وعدل (دو اسباب منجملہ نو اسباب منع صرف) غیر منصرف ہیں۔یزید فی الخلق ما یشاء ۔ وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے یعنی فرشتوں کے پروں کی تعداد۔دو۔دو۔تین تین۔چار چار تک ہی محدود نہیں وہ جسے چاہے جتنے چاہے بازو عطا کر دے۔یا کسی ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر کسی قسم کی بزرگی و برتری عطا کر دے وہ ہر شے پر قادر ہے۔

ضحاک سے مروی ہے کہ فاطر کے معنی خالق کے ہیں۔اپنے اور اپنے نبیوں کے درمیان قاصد اس نے اپنے فرشتوں کو بنایا ہے۔جو پر والے ہیں اڑتے ہیں تا کہ جلدی سے اللہ کا پیغام اس کے رسولوں تک پہنچا دیں۔اس میں سے بعض دو پروں والے ہیں بعض کے تین تین ہیں بعض کے چار چار پر ہیں۔بعض ان سے بھی زیادہ ہیں۔چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل کو دیکھا ان کے چھ سو پر تھے اور ہر دو پر کے درمیان مشرق و مغرب جتنا فاصلہ تھا۔یہاں بھی فرماتا ہے رب جو چاہے اپنی مخلوق میں زیادتی کرے۔جس سے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ پر کر دیتا ہے اور کائنات میں جو چاہے رچاتا ہے۔اس سے مراد اچھی آواز بھی لی گئی۔

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح وحمد کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو چیزیں ایسی ہیں جنہیں جو بھی مرد مسلمان مداومت کے ساتھ اختیار کرتا ہے وہ جنت میں داخل ہوتا ہے (یعنی وہ شخص جنت میں نجات پانے والوں کے ساتھ ہوگا) اور جان لو وہ دونوں چیزیں آسان تو بہت ہیں (بایں طور کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں پر عمل کرنا جن لوگوں کے لئے آسان کر دے ان کے لئے وہ کوئی مشکل نہیں ہین) مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق نہ ہونے کے سبب ان پر مداومت کے ساتھ عمل کرنے میں شاذ و نادر ہی ہیں) ان میں سے ایک چیز تو یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد اللہ کو پاکی کے ساتھ یاد کیا جائے یعنی سبحان اللہ پڑھا جائے دس مرتبہ اللہ کی حمد کی یعنی الحمد للہ کہا جائے اور دس مرتبہ اللہ اکبر کہا جائے۔ابن عمرو رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کیا اور فرمایا پس (پانچوں نمازوں کی مجموعی تعداد کے اعتبار سے) یہ زبان سے کہنے میں تو ڈیڑھ سو ہیں لیکن اعمال کے ترازو میں ان کی تعداد ڈیڑھ ہزار ہوگی (بایں طور کہ ہر نیکی پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری چیز یہ ہے کہ اپنے بستر پر آ کر (یعنی سونے کے وقت) سبحان اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ سو مرتبہ کہے (یعنی سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار کہا جائے ان کی مجموع تعداد سو ہوتی ہے اور یہ زبان میں کہنے سے تو سو بار ہیں لیکن میزان اعمال میں ایک ہزار ہوں گی۔ پس تم میں سے وہ کون ہے جو دن رات میں اڑھائی ہزار برائیاں کرتا ہوگا؟ صحابہ نے عرض کیا (جب یہ ہے تو پھر) ہم ان چیزوں کی بھلا کیونکر محافظت نہ کریں گے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہوا آتا ہے تو اس کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو فلاں بات یاد کرو (یعنی اسے نماز کی حالت میں دنیا کی باتیں یا آخرت کی باتیں ایسی کہ جن کا تعلق نماز سے ہوتا نہیں ہے یاد دلاتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ نماز پڑھ کر فارغ ہوتا ہے پس ہو سکتا ہے کہ وہ ان کلمات پر محافظت نہ کرے اور اسی طرح شیطان اس کی خوابگاہ میں آتا ہے اس کو سلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ سو جاتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 937)

| |
|---|
| مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ |
| مِنْ ۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ |
| جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے بعد |
| اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## رزق و بارش کے دینے نہ دینے سے استدلال قدرت کا بیان

"مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَة " كَرِزْقٍ وَمَطَر "فَلَا مُمْسِك لَهَا وَمَا يُمْسِك " مِنْ ذٰلِكَ "فَلَا مُرْسِل لَهٗ مِنْ بَعْده" أَيْ بَعْد إِمْسَاكه "وَهُوَ الْعَزِيز" الْغَالِب عَلَى أَمْره "الْحَكِيم" فِي فِعْله،

جو کچھ اللہ لوگوں کے لیے رحمت میں سے کھول دے، جس طرح رزق اور بارش ہے۔ تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو اس کے روکنے کے بعد اسے کوئی کھولنے والا نہیں اور وہی اپنے حکم پر غالب، اپنے فعل میں حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا چاہا ہوا سب کچھ ہو کر رہتا ہے بغیر اس کی چاہت کے کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جو وہ دے اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ اور جسے وہ روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ نماز فرض کے سلام کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ یہ کلمات پڑھتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فضول گوئی اور کثرت سوال اور مال کی بربادی سے منع فرماتے تھے اور آپ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے اور ماؤں کی نافرنیاں کرنے اور خود لینے اور دوسروں کو نہ دینے سے بھی روکتے تھے (بخاری۔ مسلم وغیرہ) صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے اسی آیت جیسی آیت (وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ

اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، الانعام:17) ہے۔اور بھی اس کی نظیر کی آیتیں بہت سی ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بارش برستی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہم پر آیت فتح سے بارش برسائی گئی۔ پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فاطر، بیروت)

جس چیز کو اللہ تعالیٰ روکتا ہے اس کو کوئی کھول نہیں سکتا۔اس میں دنیا کے مصائب وآلام بھی داخل ہیں کہ جب اللہ ان کو اپنے کسی بندے سے روکنا چاہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ ان کو کوئی گزند ومصیبت پہنچا سکے۔

اوراس میں رحمت بھی داخل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنی کسی حکمت سے کسی شخص کو رحمت سے محروم کرنا چاہیں تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کو دے سکے۔ (تفسیر ابوحیان اندلسی، سورہ فاطر، بیروت)

حضرت مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ کہتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔اے اللہ! جو چیز تو نے عطا کی ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں۔اور جس چیز کو تو نے روک دیا ہے اس کو کوئی دینے والا نہیں ہے اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔(صحیح البخاری، صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 928)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ |
| مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ |
| اے لوگو! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ |
| اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم کہاں بہکائے جاتے ہو؟ |

## شان تخلیق ورزق سے استدلال معبود برحق ہونے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس " أَيْ أَهْل مَكَّة "اُذْكُرُوا نِعْمَة اللّٰه عَلَيْكُمْ " بِإِسْكَانِكُمْ الْحَرَم وَمَنْع الْغَارَات عَنْكُمْ "هَلْ مِنْ خَالِق " مِنْ زَائِدَة وَخَالِق مُبْتَدَأ "غَيْر اللّٰه " بِالرَّفْعِ وَالْجَرّ نَعْت لِخَالِقٍ لَفْظًا وَمَحَلًّا وَخَبَر الْمُبْتَدَأ "يَرْزُقكُمْ مِنْ السَّمَاء " الْمَطَر "وَالْأَرْض" النَّبَات وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ أَيْ لَا خَالِق رَازِق غَيْره "لَا إِلٰه إِلَّا هُوَ فَأَنّٰى تُؤْفَكُونَ" مِنْ أَيْنَ تُصْرَفُونَ عَنْ تَوْحِيده مَعَ إِقْرَاركُمْ بِأَنَّهُ الْخَالِق الرَّازِق

اے لوگو یعنی اہل مکہ! اللہ کی نعمت یاد کرو جو تم پر ہے، کہ تمہیں حرم میں ٹھہرایا اور تم سے غارت گری کو روک لیا۔ کیا اللہ کے سوا کوئی پیدا کرنے والا ہے، یہاں پر لفظ من زائدہ ہے اور لفظ خالق مبتداء ہے۔لفظ غیر اللہ مرفوع بھی آیا ہے اور خالق کی صفت ہونے

کی وجہ سے لفظی ومحلی طور پر مجرور بھی آیا ہے۔اور مبتداء کی خبر بھی ہے۔ جو تمھیں آسمان سے بارش اور زمین سے رزق یعنی نباتات دیتا ہو؟ یہ استفہام تقریری ہے۔یعنی اس کے سوا کوئی رزق دینے والا نہیں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، تو تم اس کے خالق ہونے کے اقرار کے باوجود اس کی توحید سے کہاں بہکائے جاتے ہو؟

## بارش سب جانداروں کے رزق کا ذریعہ ہے

آسمانوں سے جو بارش نازل ہوتی ہے۔وہ زمین میں جذب ہو کر سب جانوروں کی روزی اور ان کی زندگی کی بقا کا ذریعہ بنتی ہے۔اب اگر اس بارش برسنے کے نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے عوامل وعناصر ہیں جنہیں اللہ نے اس خدمت پر مامور کر رکھا ہے۔تب جا کر بارش برستی ہے اور یہ سب عناصر وعوامل خالصتاً اللہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔اور ان میں مشرکوں کے معبودوں کا کوئی عمل دخل نہیں۔جس سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی ہستی عبادت کا استحقاق نہیں رکھتی۔پھر یہ کس قدر ناقدر شناسی کی بات ہے کہ روزی تو اللہ کی دی ہوئی کھائیں اور عبادت کریں اللہ کے سوا دوسروں کی۔یا دوسروں کو بھی اس عبادت میں شریک بنالیں؟ لہٰذا اے مشرکین مکہ! کچھ بتاؤ تو سہی کہ تمہاری عقلوں کو یہ پھیر کہاں سے لگ جاتا ہے؟

اس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، آسمان کو بغیر کسی ستون کے قائم کیا، اپنی راہ بتانے اور حق کی دعوت دینے کے لئے رسولوں کو بھیجا، رزق کے دروازے کھولے۔اور یہ جانتے ہوئے کہ وہی خالق ورازق ہے ایمان وتوحید سے کیوں پھرتے ہو۔اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلّی کے لئے فرمایا جاتا ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ فاطر، لاہور)

| |
|---|
| وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ |
| اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، اور تمام کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ |

## انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"وَإِنْ يُكَذِّبُوك" يَا مُحَمَّد فِي مَجِيئِك بِالتَّوْحِيدِ وَالْبَعْث وَالْحِسَاب وَالْعِقَاب "فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُل مِنْ قَبْلك" فِي ذَلِكَ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا "وَإِلَى اللَّه تُرْجَع الْأُمُور" فِي الْآخِرَة فَيُجَازِي الْمُكَذِّبِينَ وَيَنْصُر الْمُرْسَلِينَ،

اور یا محمد ﷺ اگر وہ آپ کو عقیدہ توحید، بعث اور حساب عذاب میں جھٹلائیں تو آپ سے پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے، لہٰذا آپ اس میں اسی طرح صبر اپنائیں جس طرح انہوں نے صبر کیا۔اور تمام کام آخرت میں اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔لہٰذا جھٹلانے والوں کو سزا دی جائے گی جبکہ رسولان گرامی کی مدد کی جائے گی۔

## انبیائے کرام کی اتباع اور مخالفت کرنے والوں کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔مجھ سے پہلے کسی قوم

میں اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں جو اس (نبی) کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان (دوست و مددگار) کے بعد ایسے ناخلف (نالائق) لوگ پیدا ہوتے جو لوگوں سے ایسی بات کہتے جس کو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ملا تھا (جیسا کہ علماء سوء اور امراء و سرداروں کا طریقہ ہے) لہٰذا (تم سے) جو خاص لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو آدمی ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے اس) میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 154)

ہاتھ سے جہاد کا مطلب تو ظاہر ہے زبان سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے غلط عقائد و اعمال کی بنا پر ان کو تنبیہ کرے اور ان کو اس سے منع کرے اور ان کی برائی بیان کرتا رہے اسی طرح دل سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ ایسی غلط چیزوں کو برا جانے جو دین و شریعت کے خلاف ہوں اور دل میں ان کے کرنے والوں سے بغض و نفرت رکھے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کا احساس اتنا مردہ ہو جائے کہ وہ غلط چیزوں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی روشنی بھی موجود نہیں ہے اس لئے کہ کسی غلط عقیدہ و عمل کو برا نہ جاننا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ وہ اس بری بات سے راضی اور خوش ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر کا خاصہ ہے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۥ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○ |
| اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز فریب نہ دے دے، اور نہ وہ دغا باز شیطان تمہیں اللہ سے دھوکہ دے۔ |

## عذاب میں مہلت کے سبب شیطان کے دھوکہ دینے کا بیان

"يَاأَيُّهَا النَّاس إِنَّ وَعْد اللَّه" بِالْبَعْثِ وَغَيْره "حَقّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمْ الْحَيَاة الدُّنْيَا" عَنْ الْإِيمَان بِذَلِكَ "وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللَّهِ" فِي حِلْمه وَإِمْهَاله "الْغَرُور" الشَّيْطَان،

اے لوگو! بیشک اللہ کا وعدہ بعث وغیرہ سچا ہے سو دنیا کی زندگی تمہیں ہرگز ایمان لانے سے فریب نہ دے دے، اور نہ وہ دغا باز شیطان تمہیں اللہ کے حلم اور مہلت دینے سے دھوکہ دے۔

مراد اس سے شیطان ہے کہ اس کا کام ہی لوگوں کو دھوکہ میں ڈال کر کفر و معصیت میں مبتلا کرنا ہے اور یغرنکم باللہ یعنی وہ تمہیں اللہ کے معاملہ میں دھوکہ نہ دیدے، اس دھوکہ سے مطلب یہ ہے کہ شیطان برے کاموں کو اچھا ثابت کر کے تمہیں اس میں مبتلا نہ کر دے اور تمہارا حال یہ ہو جائے کہ گناہ کرتے رہو اور ساتھ ہی یہ سمجھتے رہو کہ ہم اللہ کے نزدیک مقبول ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ فاطر، بیروت)

یعنی شیطان تمہارے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال کر کہ گناہوں سے مزہ اٹھا لو اللہ تعالیٰ حلم فرمانے والا ہے وہ درگذر کرے گا، اللہ

تعالیٰ بیشک حلم والا ہے لیکن شیطان کی فریب کاری یہ ہے کہ وہ بندوں کو اس طرح توبہ و عمل صالح سے روکتا ہے اور گناہ و معصیت پر جری کرتا ہے اس کے فریب سے ہوشیار رہو۔

| |
|---|
| اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْ حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؇ |
| بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اسے دشمن ہی بنائے رکھو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ |
| وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ |

## شیطان کی انسانیت کے ساتھ عداوت کا بیان

"إِنَّ الشَّيْطَان لَكُمْ عَدُوّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا " بِطَاعَةِ اللّٰه وَلَا تُطِيعُوهُ "إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبه " أَتْبَاعه فِي الْكُفْر "لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَاب السَّعِير " النَّار الشَّدِيدَة،

بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے سو تم بھی اللہ کی اطاعت کر کے اور شیطان کی نافرمانی کر کے اسے دشمن ہی بنائے رکھو، وہ تو اپنے گروہ یعنی کفر میں اتباع کرنے والوں کو صرف اس لئے بلاتا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔ جو سخت آگ والی ہے۔

## شیطانی وسواس کا بیان

" وسوسہ " گناہ یا کفر سے متعلق اس خیال کو کہتے ہیں جو دل میں گزرے یا شیطان دل و دماغ میں ڈالے اس کے مقابلہ پر " الہام " اس اچھے اور نیک خیال کو فرماتے ہیں جو اللہ کی طرف سے دل و دماغ میں ڈالا جاتا ہے۔ وسوسہ کی قسمیں وسوسہ کی مختلف صورتیں اور نوعیتیں ہوتی ہیں اور اسی اعتبار سے علماء نے اس کی الگ الگ قسمیں متعین کی ہیں چنانچہ وسوسہ کی ایک قسم تو " ضروری یعنی اضطراری " ہے۔

اور دوسری قسم " اختیاری " ہے۔ ضروری یا اضطراری وسوسہ اس کو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کا یا ایمان و یقین کے منافی کسی بات کا خیال اچانک اور بے اختیار دل و دماغ میں گزر جائے اس کو اصطلاحی طور پر " ہاجس " سے تعبیر کیا جاتا ہے اس (ہاجس) کی معافی گزشتہ امتوں میں بھی رہی ہے اور اس امت میں بھی ہے اور اگر وہی برا خیال دل و دماغ میں ٹھہر جائے اور خلجانی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کو " خاطر " سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ (خاطر) بھی امت سے معاف ہے۔ " اختیاری وسوسہ " اس کو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ یا ایمان و یقین کے منافی کسی بات کا خیال دل و دماغ میں پیدا ہو، ٹھہرا رہے، لگاتار رہے۔ مستقل خلجان کرتا رہے، طبیعت کی خواہش بھی اس کے کرنے کی ہو اور ایک گونہ لذت و محبت بھی اس کے تئیں محسوس ہو۔

اختیاری وسوسہ کی یہ صورت " ہم " کہلاتی ہے اور یہ بھی صرف اس امت سے معاف ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور جب تک یہ عملی صورت اختیار نہ کرے اس پر کوئی گناہ نامہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اگر عمل کا قصد ہو جائے اور پھر اپنے آپ کو عمل سے باز رکھے تو اس کے عوض نیکی لکھی جاتی ہے۔ " ہم " کے مقابلہ پر اختیاری وسوسہ کی دوسری صورت کا نام عزم ہے یعنی انسانی

طبیعت اور نفس کا کسی برے خیال اور بری بات کو اپنے اندر کرنا اور جمالینا اور نہ صرف یہ کہ اس خیال سے نفرت وکراہیت نہ ہو بلکہ اس پر عمل کرنے کا ایسا پختہ ارادہ کر لینا کہ اگر کوئی خارجی مانع نہ ہو اور اسباب وذرائع مہیا ہوں تو وہ یقینی طور پر عملی صورت اختیار کر لے وسوسہ کی یہ صورت ایسی ہے جو قابل مواخذہ ہے لیکن اس مواخذہ کی نوعیت عملی طور پر ہونے والے مواخذہ سے ہلکی ہوگی، مطلب یہ کہ وسوسہ جب تک اندر رہے گا اس پر کم گناہ ہوگا اور جب اندر سے نکل کر عملی صورت اختیار کرے گا تو گناہ زیادہ ہوگا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وسوسہ کی مذکورہ بالا تقسیم ان افعال واعمال کی نسبت سے ہے جن کے وقوع اور صدور کا تعلق ظاہری اعضاء جسم سے جیسے زنا اور چوری وغیرہ وغیرہ جو باتیں دل ودماغ کا فعل کہلاتی ہیں جیسے برا عقیدہ اور حسد وغیرہ وغیرہ تو وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں ان کے ہمیشہ استمرار پر بھی مواخذہ ہوتا ہے

## شیطانی شر سے بچنے کیلئے پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور اس چیز کو کس نے پیدا کیا؟ تا آنکہ پھر وہ یوں کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب نوبت یہاں تک آجائے تو اس کو چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس سلسلہ کو ختم کردے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 61)

شیطان انسان کے روحانی ارتقاء کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کا بنیادی نصب العین ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو، جو اللہ کی ذات وصفات پر ایمان ویقین رکھتے ہیں، ورغلانے اور بہکانے میں لگا رہے ہیں، یہی نہیں کہ وہ فریب کاری کے ذریعہ انسان کے نیک عمل اور اچھے کاموں میں رکاوٹ اور تعطل پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے بلکہ اس زبردست قدرت کے بل پر کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے تکوینی مصلحت کے تحت اِس کو دی ہے۔ وسوسہ اندازی کے ذریعہ انسان کی سوچ فکر اور خیالات کی دنیا میں مختلف انداز کے شبہات اور برائی بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جن لوگوں کی سوچ' فکر اور خیالات کے سرچشموں پر ایمان ویقین کی مضبوط گرفت ہوتی ہے وہ اپنے ایمان کی فکری اور شعوری طاقت سے شیطان کے وسوسوں کو ناکارہ بنادیتے ہیں، چنانچہ اس حدیث میں جہاں بعض شیطانی وسوسوں کی نشان دہی کی گئی ہے وہیں اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو ان وسوسوں کو غیر موثر اور ناکارہ بنانے سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ پہلے تو شیطان اللہ کی مخلوقات اور موجودات کے بارہ میں وسوسہ اندازی کرتا ہے، مثلاً فکر وخیال میں یہ بات ڈالتا ہے کہ انسان کو وجود کس نے بنایا، یہ زمین وآسمان کی تخلیق کس کا کارنامہ ہے۔

چونکہ اللہ کی ذات وصفات پر ایمان رکھنے والوں کی عقل سلیم کائنات کی تمام مخلوقات وموجودات کی تخلیقی وتکوینی نوعیت کا بدیہی شعور وادراک رکھتی ہے اس لئے مخلوقات کی حد تک شیطان کی وسوسہ اندازی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن معاملہ وہاں نازک ہوجاتا ہے جب یہ سلسلہ نازک ہوکر ذات باری تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وسوسہ شیطانی دل ودماغ سے سوال کرے جب یہ زمین وآسمان اور ساری مخلوقات اللہ کی پیدا کردہ ہیں تو پھر خود اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا گیا کہ جوں ہی یہ وسوسہ پیدا ہوا اپنے اللہ سے پناہ مانگو اور

اپنے ذہن سے اس فاسد خیال کو فوراً جھٹک دو تا کہ وسوسہ شیطانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اللہ کی پناہ چاہنے کا مطلب محض زبان سے چند الفاظ ادا کر لینا نہیں ہے بلکہ یہ کہ ایک طرف تو اپنے فکر و خیال کو یکسو کر کے اس عقیدہ یقین کی گرفت میں دے دو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، وہ واجب الوجود ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اور دوسری طرف ریاضیت و مجاہدہ اور ذات باری تعالیٰ کے ذکر و استغراق کے ذریعہ اپنے نفس کے تزکیہ اور ذہن و فکر کے تحفظ اور سلامتی کی طرف متوجہ رہو۔ وسوسہ کی راہ روکنے کا ایک فوری موثر طریقہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجلس بدل دی جائے۔ یعنی جس جگہ بیٹھے یا لیٹے ہوئے اس طرح کا وسوسہ پیدا ہو وہاں سے فوراً ہٹ جائے اور کسی دوسری جگہ جا کر کسی کام اور مشغلہ میں لگ جائے اس طرح دھیان فوری طور پر ہٹ جائے گا اور وسوسہ کی راہ ماری جائے گی۔

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ○ |
| وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے |
| عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ |

## شیطان کے موافقین ومخالفین کا بیان

"اَلَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيد وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَهُمْ مَغْفِرَة وَأَجْر كَبِير" هَذَا بَيَان مَا لِمُوَافِقِي الشَّيْطَان وَمَا لِمُخَالِفِيهِ،

وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے بہت سخت عذاب ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر ہے۔ یہ بیان ہے اس بات کا کہ شیطان کے موافق کون ہیں اور اس کے مخالف کون ہیں۔

اوپر بیان گذرا تھا کہ شیطان کے تابعداروں کی جگہ جہنم ہے۔ اس لئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ کفار کے لئے سخت عذاب ہے۔ اس لئے کہ یہ شیطان کے تابع اور رحمان کے نافرمان ہیں۔ مومنوں سے جو گناہ بھی ہو جائیں بہت ممکن ہے کہ اللہ انہیں معاف فرما دے اور جو نیکیاں ان کی ہیں ان پر انہیں بڑا بھاری اجر و ثواب ملے گا، کافر اور بدکار لوگ اپنی بداعمالیوں کو نیکیاں سمجھ بیٹھے ہیں تو ایسے گمراہ لوگوں پر تیرا کیا بس ہے؟ ہدایت و گمراہی اللہ کے ہاتھ ہے۔ پس تجھے ان پر غمگین نہ ہونا چاہئے۔ مقدرات اللہ جاری ہو چکے ہیں۔ مصلحت مالک الملوک کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہدایت وضلالت میں بھی اس کی حکمت ہے کوئی کام اس سچے حکیم کا حکمت سے خالی نہیں۔ لوگوں کے تمام افعال اس پر واضح ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر ان پر اپنا نور ڈالا پس جس پر وہ نور پڑ گیا وہ دنیا میں آ کر سیدھی راہ چلا اور جسے اس دن وہ نور نہ ملا وہ دنیا میں آ کر بھی ہدایت سے بہرہ ور نہ ہو سکا اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم چل کر خشک ہو گیا۔ (ابن ابی حاتم رازی، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۡ |
| فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ |
| تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا (اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟) |
| پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، سو تیری جان ان پر حسرتوں کی وجہ |
| سے نہ جاتی رہے۔ بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ |

## کفار کیلئے دنیا کو مزین کر دیئے جانے کا بیان

وَنَزَلَ فِي أَبِي جَهْل وَغَيْره "أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوء عَمَله" بِالتَّمْوِيهِ "فَرَآهُ حَسَنًا" مِنْ مُبْتَدَأ خَبَره : كَمَنْ هَدَاهُ اللَّه ؟ لَا دَلَّ عَلَيْهِ "فَإِنَّ اللَّه يُضِلّ مَنْ يَشَاء وَيَهْدِي مَنْ يَشَاء فَلَا تَذْهَب نَفْسك عَلَيْهِمْ" عَلَى الْمُزَيَّن لَهُمْ "حَسَرَات" بِاغْتِمَامِك أَنْ لَا يُؤْمِنُوا "إِنَّ اللَّه عَلِيم بِمَا يَصْنَعُونَ" فَيُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ

یہ آیت ابوجہل وغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا تو اس نے اسے اچھا سمجھا اس شخص کی طرح ہے جو ایسا نہیں؟ یہاں پر لفظ من مبتداء ہے یعنی کمن ہداہ اللہ ہے۔اور ہداہ اللہ یہ اس خبر ہے۔پس بے شک اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے، پس آپ کی جان ان پر حسرتوں کی وجہ سے نہ جاتی رہے۔کہ وہ ایمان کیوں نہیں لائے۔جن کیلئے تزئین ہوئی ہے۔بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔لہٰذا انہیں اس پر جزاء دی جائے گی۔

## سورہ فاطر آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب حضور نے دعا فرمائی اے اللہ تو اپنے دین کو عمر بن خطاب یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعے عزت عطا فرما تو اللہ نے عمر کو ہدایت دی اور ابوجہل کو گمراہ کر دیا پس ان دونوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(سیوطی 236)

یہ آیت ابوجہل وغیرہ مشرکینِ مکہ کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے شرک و کفر جیسے قبیح افعال کو شیطان کے بہکانے اور بھلا سمجھانے سے اچھا سمجھتے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت اصحاب بدعت وہوا کے حق میں نازل ہوئی۔

جن میں روافض وخوارج وغیرہ داخل ہیں جو اپنی بدمذہبیوں کو اچھا جانتے ہیں اور انہیں کے زُمرہ میں داخل ہیں، تمام بدمذہب خواہ وہابی ہوں یا غیرِ مقلِد یا مرزائی یا چکڑالی اور کبیرہ گناہ والے جو اپنے گناہوں کو برا جانتے ہیں اور حلال نہیں سمجھتے۔اس میں داخل نہیں۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ فاطر، لاہور)

امام بغوی نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا

کی تھی کہ یا اللہ اسلام کو عزت وقوت عطا کر دے، عمر بن خطاب کے ذریعہ یا ابوجہل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے عمر بن خطاب کو ہدایت دے کر اسلام کی عزت وقوت کا سبب بنا دیا اور ابوجہل اپنی گمراہی میں رہا۔ (تفسیر بغوی، سورہ فاطر، بیروت)

یعنی شیطان نے جس کی نگاہ میں برے کام کو بھلا کر دکھایا۔ کیا وہ شخص اس کے برابر ہو سکتا ہے جو خدا کے فضل سے بھلے برے کی تمیز رکھتا ہے۔ نیکی کو نیکی اور بدی کو بدی سمجھتا ہے۔ جب دونوں برابر نہیں ہو سکتے تو انجام دونوں کا یکساں کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور یہ خیال نہ کرو کہ کوئی آدمی دیکھتی آنکھوں برائی کو بھلائی کیونکر سمجھ لے گا۔ اللہ جس کو سوء استعداد اور سوء اختیار کی بناء پر بھٹکانا چاہے اس کی عقل اسی طرح اوندھی ہو جاتی ہے اور جس کو حسن استعداد اور حسن اختیار کی وجہ سے ہدایت پر لانا چاہے تب کسی شیطان کی طاقت نہیں جو اسے غلط راستے پر ڈال سکے یا الٹی بات سمجھا دے۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ |
| بَعْدَ مَوْتِهَاؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ |
| اور اللہ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا، پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں، پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، |
| پھر ہم اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، اسی طرح اٹھایا جانا ہے۔ |

## زرعی پیداوار سے استدلال بعث کا بیان

"وَاللّٰهُ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ" وَفِیْ قِرَاءَةٍ : الرِّیْحَ "فَتُثِیْرُ سَحَابًا" اَلْمُضَارِعُ لِحِکَایَةِ الْحَالِ الْمَاضِیَةِ اَیْ تُزْعِجُهُ "فَسُقْنَاهُ" فِیْهِ اِلْتِفَاتٌ عَنِ الْغَیْبَةِ "اِلٰی بَلَدٍ مَیِّتٍ" بِالتَّشْدِیْدِ وَالتَّخْفِیْفِ لَا نَبَاتَ بِهَا "فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ" مِنَ الْبَلَدِ "بَعْدَ مَوْتِهَا" یُبْسِهَا اَیْ اَنْبَتْنَا بِهِ الزَّرْعَ وَالْكَلَأَ "كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ" اَیِ الْبَعْثُ وَالْاِحْیَاءُ،

اور اللہ ہی ہے جس نے ہواؤں کو بھیجا، یہاں پر لفظ ریاح ایک قرأت میں ریح آیا ہے۔ پھر وہ بادل کو ابھارتی ہیں، یہاں پر مضارع حکایت ماضی کیلئے آیا ہے۔ یعنی وہ ہوائیں بادلوں کو حرکت دیتی ہیں۔ پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف ہانک کر لے جاتے ہیں، اس میں غائب کی طرف التفات ہے۔ اور لفظ میت یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی میں زراعت نہیں ہوتی۔ پھر ہم اس کے ساتھ یعنی قریبی شہر کی زمین کو اس کی موت یعنی خشک ہونے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں، یعنی اس میں زرعی جڑی بوٹیاں اگتی ہیں۔ اسی طرح مرنے کے زندہ کر کے اٹھایا جاتا ہے۔

## موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

قرآن کریم میں موت کے بعد کی زندگی پر عموماً خشک زمین کے ہرا ہونے سے استدلال کیا گیا ہے۔ جیسے سورہ حج وغیرہ میں ہے۔ بندوں کے لئے اس میں پوری عبرت اور مردوں کے زندہ ہونے کی پوری دلیل اس میں موجود ہے کہ زمین بالکل سوکھی پڑی

ہے، کوئی تر و تازگی اس میں نظر نہیں آتی لیکن بادل اٹھتے ہیں، پانی برستا ہے کہ اس کی خشکی تازگی سے اور اس کی موت زندگی سے بدل جاتی ہے۔ یا تو ایک تنکا نظر نہ آتا تھا یا کوسوں تک ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بنو آدم کے اجزاء قبروں میں بکھرے پڑے ہوں گے ایک سے ایک الگ ہوگا۔ لیکن عرش کے نیچے سے پانی برستے ہی تمام جسم قبروں میں سے اگنے لگیں گے۔ جیسے زمین سے دانے الگ آتے ہیں۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے ابن آدم تمام کا تمام گل سڑ جاتا ہے لیکن ریڑھ کی ہڈی نہیں سڑتی اسی سے پیدا کیا گیا ہے اور اس سے ترکیب دیا جائے گا۔ یہاں بھی نشان بتا کر فرمایا کہ اسی طرح موت کے بعد کی زیست ہے۔ سورہ حج کی تفسیر میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ ابورزین رضی اللہ عالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا؟ اور اس کی مخلوق میں اس بات کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابورزین کیا تم اپنی بستی کے آس پاس کی زمین کے پاس سے اس حالت میں نہیں گذرے کہ وہ خشک بنجر پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ تم گذرتے ہو تو دیکھتے ہو کہ وہ سبزہ زار بنی ہوئی ہے اور تازگی کے ساتھ لہرا رہی ہے۔

حضرت ابوزرین نے جواب دیا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو اکثر دیکھنے میں آیا ہے۔ آپ نے فرمایا بس اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دے گا، جو شخص دنیا اور آخرت میں باعزت رہنا چاہتا ہو اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت گذاری کرنی چاہئے وہی اس مقصد کا پورا کرنے والا ہے، دنیا اور آخرت کا مالک وہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ |
| وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ |
| جو شخص عزت چاہتا ہے تو اللہ ہی کے لئے ساری عزت ہے، پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور وہی نیک عمل کو بلند فرماتا |
| ہے، اور جو لوگ بری چالوں میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر و فریب نیست و نابود ہو جائے گا۔ |

## پاکیزہ کلمات کا اس کی بارگاہ میں چڑھنے کا بیان

"مَنْ كَانَ يُرِيد الْعِزَّة فَلِلَّهِ الْعِزَّة جَمِيعًا" أَيْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة فَلَا تُنَال مِنْهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ فَلْيُطِعْهُ "إِلَيْهِ يَصْعَد الْكَلِم الطَّيِّب" يَعْلَمهُ وَهُوَ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه وَنَحْوهَا "وَالْعَمَل الصَّالِح يَرْفَعهُ" يَقْبَلهُ "وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ" الْمَكَرَات "السَّيِّئَات" بِالنَّبِيِّ فِي دَار النَّدْوَة مِنْ تَقْيِيده أَوْ قَتْله أَوْ إِخْرَاجه كَمَا ذُكِرَ فِي الْأَنْفَال "لَهُمْ عَذَاب شَدِيد وَمَكْر أُولَئِكَ هُوَ يَبُور" يَهْلِك،

جو شخص عزت چاہتا ہے تو اللہ ہی کے لئے دنیا و آخرت میں ساری عزت ہے، جو صرف اس کو ملتی ہے جو اس کی اطاعت کرتا ہے پاکیزہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں یعنی وہ جانتا ہے کہ اچھا کلام "لَا إِلَه إِلَّا اللَّه" اور اسی جیسا کلام ہے۔ اور وہی نیک عمل کے

مدارج کو بلند فرماتا ہے، یعنی وہی قبول کرتا ہے۔ اور جو لوگ بری چالوں میں لگے رہتے ہیں یعنی دارندوہ میں آپ ﷺ کے قتل وقید یا جلاوطنی کی سازش کرتے ہیں۔ جس طرح سورہ انفال میں اس کو بیان کیا گیا ہے۔ ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکروفریب نیست ونابود ہو جائے گا۔ یعنی وہ ہلاک ہو جائے گا۔

تمام تر عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور آیت میں اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے یعنی عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور ایمان والوں کے لئے لیکن منافق بے علم ہیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں بتوں کی پرستش میں عزت نہیں عزت والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس بقول قتادہ آیت کا یہ مطلب ہے کہ طالب عزت کو احکام اللہ کی تعمیل میں مشغول رہنا چاہئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو یہ جاننا چاہتا ہو کہ کس کے لئے عزت ہے وہ جان لے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ ذکر تلاوت دعا وغیرہ پاک کلمے اسی کی طرف چڑھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جتنی حدیثیں تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ سب کی تصدیق کتاب اللہ سے پیش کر سکتے ہیں۔ سنو! مسلمان بندہ جب پڑھتا ہے تو ان کلمات کو فرشتہ اپنے پر تلے لے کر آسمان پر چڑھ جاتا ہے۔ فرشتوں کے جس مجمع کے پاس سے گذرتا ہے وہ مجمع ان کلمات کے کہنے والے کے لئے استغفار کرتا ہے۔ یہاں تک کہ رب العالمین عزوجل کے سامنے یہ کلمات پیش کئے جاتے ہیں۔ پھر آپ نے (اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُه، فاطر:10) یرفعہ کی تلاوت کی۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ فاطر، بیروت)

## کلمات طیبہ سے مراد کے مفہوم کا بیان

حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر عرش کے اردگرد آہستہ آہستہ آواز نکالتے رہتے ہیں۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اپنے کہنے والے کا ذکر اللہ کے سامنے کرتے رہتے ہیں اور نیک اعمال خزانوں میں محفوظ رہتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو لوگ اللہ کا جلال اس کی تسبیح اس کی حمد اس کی بڑائی اس کی وحدانیت کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے یہ کلمات عرش کے آس پاس اللہ کے سامنے ان کا ذکر کرتے رہتے ہیں کیا تم نہیں چاہتے کہ کوئی نہ کوئی تمہارا ذکر تمہارے رب کے سامنے کرتا رہے؟

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ پاک کلموں سے مراد ذکر اللہ ہے اور عمل صالح سے مراد فرائض کی ادائیگی ہے۔ پس جو شخص ذکر اللہ اور ادائے فریضہ کرے اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھاتا ہے۔ اور جو ذکر کرے لیکن فریضہ ادا نہ کرے اس کا کلام اس کے عمل پر لوٹا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ کلمہ طیب کو عمل صالح لے جاتا ہے اور بزرگوں سے بھی یہی منقول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا |
| بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ |
| اور اللہ ہی نے تمہیں تھوڑی سی مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر اس نے تمہیں جوڑے بنا دیا اور کوئی مادہ نہ |
| حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر میں کمی |
| کی جاتی ہے مگر ایک کتاب میں ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ |

## انسان تخلیق اور اس کے احوال عمر کا بیان

"وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَاب" بِخَلْقِ أَبِيكُمْ آدَم مِنْهُ "ثُمَّ مِنْ نُطْفَة" أَيْ مَنِيّ بِخَلْقِ ذُرِّيَّته مِنْهَا "ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا" ذُكُورًا وَإِنَاثًا "وَمَا تَحْمِل مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَع إِلَّا بِعِلْمِهِ" حَال أَيْ مَعْلُومَة لَهُ "وَمَا يُعَمَّر مِنْ مُعَمَّر" أَيْ مَا يُزَاد فِي عُمْر طَوِيل الْعُمْر "وَلَا يُنْقَص مِنْ عُمُره" أَيْ ذَلِكَ الْمُعَمَّر أَوْ مُعَمَّر آخَر "إِلَّا فِي كِتَاب" هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ "إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللّٰه يَسِير" هَيِّن،

اور اللہ ہی نے تمہیں تھوڑی سی مٹی سے پیدا کیا، یعنی اس ست تمہارے والد گرامی آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ پھر ایک قطرے سے، یعنی قطرہ منی سے ان کی اولاد کی تخلیق کی۔ پھر اس نے تمہیں جوڑے بنا دیا یعنی مرد اور عورتوں کو بنایا اور کوئی مادہ نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے یعنی اس کو اس کا علم ہوتا ہے۔ اور نہ کسی عمر پانے والے کی عمر بڑھائی جاتی ہے یعنی اس کی عمر طویل نہیں کی جاتی۔ اور نہ اس کی عمر میں کمی کی جاتی ہے یعنی اس کی اپنی عمر یا کسی دوسرے کی عمر سے کمی نہیں کی جاتی مگر ایک کتاب یعنی لوح محفوظ میں درج ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

## عمر زیادہ اور اچھے اعمال کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پوچھا، کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا آدمی بہتر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور عمل اچھے ہوں۔ پھر اس شخص نے پوچھا اور کون سا آدمی برا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ وہ شخص جس کی عمر زیادہ ہو اور برے عمل ہوں۔

(احمد، ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1211)

حدیث کے ظاہری اسلوب سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ حکم اغلب کے اعتبار سے ہے یعنی اچھے یا برے عمل زیادہ ہوں گے تو وہ شخص یا برا قرار پائے گا اور اگر اچھے اور برے عمل دونوں برابر ہوں گے تو پھر وہ ایک وجہ سے تو اچھا کہلائے گا اور ایک وجہ سے برا، اگرچہ اس بات کا ثابت ہونا نادر ہے۔

امام نسائی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت انس بن مالک سے یہ روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔من سرہ ان یبسط لہ فی رزقہ وینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ،

بخاری، مسلم، ابوداؤد نے بھی یہ حدیث یونس بن یزید ایلی کی روایت سے نقل کی ہے۔ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت اور عمر میں زیادتی ہو تو اس کو چاہئے کو صلہ رحمی کرے یعنی اپنی ذی رحم رشتہ داروں سے اچھا سلوک کرے۔ بظاہر اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلہ رحمی سے عمر بڑھ جاتی ہے، مگر اس کا مطلب ایک دوسری حدیث نے خود واضح کر دیا ہے وہ یہ ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالدردا سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس (مضمون کا ذکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا تو آپ نے فرمایا کہ (عمر تو اللہ کے نزدیک ایک ہی مقرر اور مقدر ہے جب مقررہ مدت پوری ہو جاتی ہے تو کسی شخص کو ذرا بھی مہلت نہیں دی جاتی۔ بلکہ زیادتی عمر سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اولاد صالح عطا فرما دیتا ہے وہ اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ یہ شخص نہیں ہوتا ہے اور ان لوگوں کی دعائیں اس کو قبر میں ملتی رہتی ہیں (یعنی مرنے کے بعد بھی ان کو وہ فائدہ پہنچتا رہتا ہے، جو خود زندہ رہنے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح گویا اس کی عمر بڑھ گئی۔ یہ دونوں روایتیں ابن کثیر نے نقل کی ہیں) خلاصہ یہ ہے کہ جن احادیث میں بعض اعمال کے متعلق یہ آیا ہے کہ ان سے عمر بڑھ جاتی ہے، اس سے مراد عمر میں برکت کا بڑھ جانا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ط |
| وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ |
| فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ |
| اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے |
| کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے |
| پانی کو چیرتی ہوئی چلنے والی ہیں، تاکہ تم اس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔ |

## پانی کے کڑوا و میٹھا ہونے سے دلیل قدرت کا بیان

"وَمَا يَسْتَوِى الْبَحْرَانِ هَذَا عَذَاب فُرَات" شَدِيد الْعُذُوبَة "سَائِغ شَرَابه" شُرْبه "وَهَذَا مِلْح أُجَاج" شَدِيد الْمُلُوحَة "وَمِنْ كُلّ" مِنْهُمَا "تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا" هُوَ السَّمَك "وَتَسْتَخْرِجُونَ" مِنْ الْمِلْح وَقِيلَ مِنْهُمَا "حِلْيَة تَلْبَسُونَهَا" هِيَ اللُّؤْلُؤ وَالْمَرْجَان "وَتَرَى" تُبْصِر "الْفُلْك" السُّفُن "فِيهِ" فِي كُلّ مِنْهُمَا "مَوَاخِر" تَمْخُر الْمَاء أَيْ تَشُقّهُ بِجَرْيِهَا فِيهِ مُقْبِلَة وَمُدْبِرَة بِرِيحٍ وَاحِدَة "لِتَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا

"مِنْ فَضْلِهٖ" تَعَالٰی بِالتِّجَارَةِ "وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ" اللّٰهَ عَلٰی ذٰلِكَ،

اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جو پینے والے کیلئے نہایت لذیز ہے۔ جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے کڑوا جو دریائے شور ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو وہ مچھلی ہے اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور یہ کہا گیا ہے کہ وہ لؤلؤ اور مرجان ہیں۔ اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے جو اپنے چلنے کی وجہ سے پانی کو چیرتی ہوئی چلنے والی ہیں، یعنی وہ آگے پیچھے ایک ہی ہوا سے چلتی ہیں۔ تاکہ تم اس کے فضل یعنی تجارت میں سے حصہ تلاش کرو اور تاکہ تم اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔

## انسانوں کیلئے میٹھے پانی کی نعمت کا بیان

مختلف قسم کی چیزوں کی پیدائش کو بیان فرما کر اپنی زبردست قدرت کو ثابت کر رہا ہے۔ دو قسم کے دریا پیدا کر دیئے ایک کا تو صاف ستھرا میٹھا اور عمدہ پانی جو آبادیوں میں جنگلوں میں برابر بہہ رہا ہے اور دوسرا ساکن دریا جس کا پانی کھاری اور کڑوا ہے جس میں بڑی بڑی کشتیاں اور جہاز چل رہے ہیں اور دونوں قسم کے دریا میں سے قسم قسم کی مچھلیاں تم نکالتے ہو۔

اور تر و تازہ گوشت کھاتے رہتے ہیں۔ پھر ان میں سے زیور نکالتے ہو یعنی لولو اور مرجان۔ یہ کشتیاں برابر پانی کو کاٹتی رہتی ہیں۔ ہواؤں کا مقابلہ کر کے چلتی رہتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرلو تجارتی سفر ان پر طے کرو۔ ایک ملک سے دوسرے ملک میں پہنچ سکو تاکہ تم اپنے رب کا شکر کرو کہ اس نے یہ سب چیزیں تمہاری تابع فرمان بنا دیں۔ تم سمندر سے، دریاؤں سے، کشتیوں سے نفع حاصل کرتے ہو، جہاں جانا چاہو پہنچ جاتے ہو۔ اس قدرت والے اللہ نے زمین و آسمان کی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے یہ صرف اس کا ہی فضل و کرم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ |
| مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ |
| وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر فرما رکھا ہے، |
| ہر کوئی ایک مقرر میعاد کے مطابق حرکت پذیر ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہت ہے، اور اس کے سوا |
| تم جن بتوں کو پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے کے مالک نہیں ہیں۔ |

## دن رات کے آنے جانے سے دلیل قدرت کا بیان

"يُوْلِجُ" يُدْخِلُ اللّٰهُ "الَّيْلَ فِي النَّهَارِ" فَيَزِيْدُ "وَيُوْلِجُ النَّهَارَ" يُدْخِلُهُ "فِي الَّيْلِ" فَيَزِيْدُ "وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ" مِنْهُمَا "يَجْرِيْ" فِي فَلَكِهٖ "لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" يَوْمَ الْقِيَامَةِ "ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ" تَعْبُدُوْنَ "مِنْ دُوْنِهٖ" أَيْ غَيْرِهٖ وَهُمُ الْأَصْنَامُ "مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ" لِفَافَةِ

النَّوَاة،

وہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے لہٰذا اس کو زیادہ کر دیتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل فرماتا ہے تو وہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور اس نے سورج اور چاند کو اپنے آسمان میں ایک نظام کے تحت مسخر فرما رکھا ہے، ہر کوئی ایک مقرر میعاد یعنی قیامت کے دن تک کے لئے حرکت پذیر ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی ساری بادشاہت ہے، اور اس کے سوا تم جن بتوں وغیرہ کو پوجتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ یعنی کھجور کا جو لفافہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرما رہا ہے کہ اس نے رات کو اندھیرے والی اور دن کو روشنی والا بنایا ہے۔ کبھی کی راتیں بڑی کبھی کے دن بڑے۔ کبھی دونوں یکساں۔ کبھی جاڑے ہیں کبھی گرمیاں ہیں۔ اسی نے سورج اور چاند کو تھمے ہوئے اور چلتے پھرتے ستاروں کو مطیع کر رکھا ہے۔ مقدار معین پر اللہ کی طرف سے مقرر شدہ چال پر چلتے رہتے ہیں۔ پوری قدرتوں والے اور کامل علم والے اللہ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے جو برابر چل رہا ہے اور وقت مقررہ یعنی قیامت تک یونہی جاری رہے گا۔ جس اللہ نے یہ سب کیا ہے وہی دراصل لائق عبادت ہے اور وہی سب کا پالنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں۔ جن بتوں کو اور اللہ کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں خواہ وہ فرشتے ہی کیوں نہ ہوں اور اللہ کے پاس بڑے درجے رکھنے والے ہی کیوں نہ ہوں لیکن سب کے سب اس کے سامنے محض مجبور اور بالکل بے بس ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کے باریک چھلکے جیسی چیز کا بھی انہیں اختیار نہیں۔ آسمان و زمین کی حقیر سے حقیر چیز کے بھی وہ مالک نہیں، جن جن کو تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ تمہارے یہ بت وغیرہ بے جان چیزیں کان والی نہیں جو سن سکیں۔ بے جان چیزیں بھی کہیں کسی کی سن سکتی ہیں اور بالفرض تمہاری پکار سن بھی لیں تو چونکہ ان کے قبضے میں کوئی چیز نہیں اسلئے وہ تمہاری حاجت برآری کر نہیں سکتے۔ قیامت کے دن تمہارے اس شرک سے وہ انکاری ہو جائیں گے۔ تم سے بیزار نظر آئیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۗ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ |
| يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۗ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ |
| اگر تم انہیں پکارو تو وہ (بت ہیں) تمہاری پکار نہیں سُن سکتے اور اگر وہ سُن لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے، اور قیامت کے |
| دن وہ تمہارے شرک کا بالکل انکار کر دیں گے، اور تجھے خدائے باخبر جیسا کوئی خبردار نہ کرے گا۔ |

بتوں کا پکار و دعا اور احوال سے بے خبر ہونے کا بیان

"اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا" فَرْضًا "مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ" مَا أَجَابُوكُمْ "وَيَوْم الْقِيَامَة يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ" بِإِشْرَاكِكُمْ إِيَّاهُمْ مَعَ اللّٰه أَيْ يَتَبَرَّءُونَ مِنْكُمْ وَمِنْ عِبَادَتكُمْ إِيَّاهُمْ "وَلَا يُنَبِّئك" بِأَحْوَالِ الدَّارَيْنِ "مِثْل خَبِير" عَالِم هُوَ اللّٰه تَعَالَى،

اگر تم انہیں پکارو تو وہ (بت ہیں) تمہاری پکار نہیں سُن سکتے اور اگر بالفرض وہ سُن لیں تو تمہیں جواب نہیں دے سکتے، اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک کا بالکل انکار کر دیں گے، یعنی جو تم نے اللہ کی عبادت کے ساتھ ان کو شریک کر رکھا ہے وہ تمہارے اس شرک اور عبادت سے براءت کا اظہار کریں گے۔ اور تجھے خدائے باخبر جیسا کوئی خبردار نہ کرے گا۔ یعنی وہ دونوں جہانوں کے احوال سے مطلع فرمائے گا۔ کیونکہ وہ خبیر ہے۔ (جبکہ بت تو کچھ بھی نہیں بتا سکتے)۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ما استجابوا لکم ۔ مانفی کے لئے ہے۔ استجابوا ماضی جمع مذکر غائب۔ استجابۃ مصدر باب استفعال سے بمعنی ماننا۔ قبول کرنا۔ یعنی وہ تمہارا کہنا قبول نہ کر پائیں گے۔ تمہاری التجا قبول نہ کر سکیں گے۔

یکفرون بشرککم ۔ وہ (خود) تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ یعنی تم جو ان کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے ما کنتم ایانا تعبدون، تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے (بلکہ اپنی ہوا و ہوس اور باطل خیالات کی پوجا کرتے تھے)۔ لا ینبئك ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تنبئۃ مصدر باب تفعیل بمعنی خبر دینا۔ بتا دینا۔ آگاہ کرنا۔ ک ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تمہیں (کوئی) نہیں بتائے گا۔ مثل خبیر۔ مثل اسم مفرد۔ طرح۔ مضاف، خبیر مضاف الیہ۔ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خبردار۔ خبر رکھنے والا۔ دانا۔ خبر رکھنے والے کی طرح۔ خبر رکھنے والے کے برابر۔ خبیر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں خبیر ذات باری تعالیٰ کے لئے ہی استعمال ہوا ہے۔ (انوار البیان، سورہ فاطر)

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ |
| وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ |
| اے لوگو! تم ہی اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ ہی سب سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ اگر وہ چاہے |
| تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے۔ |

## لوگوں کا ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس أَنْتُمْ الْفُقَرَاء إِلَى اللَّه" بِكُلِّ حَال "وَاَللَّه هُوَ الْغَنِيّ" عَنْ خَلْقه "الْحَمِيد" الْمَحْمُود فِي صُنْعه بِهِمْ "إنْ يَشَأْ يُذْهِبكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيد" بَدَلكُمْ "وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللَّه بِعَزِيزٍ" شَدِيد

اے لوگو! تم ہر حالت میں اللہ کی طرف محتاج ہو اور اللہ اپنی سب مخلوق سے بے پروا، تمام تعریفوں کے لائق ہے یعنی ان کی صنعت میں تعریف کیا گیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہارے بدلے میں نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ پر کچھ مشکل نہیں ہے۔

یہ خطاب تمام جہان کے انسانوں سے ہے کہ تم اپنی صحت کے لئے، اپنے رزق کے لئے، اپنی زندگی کی بقاء غرض ایک ایک چیز

کے لئے اللہ کے محتاج ہو تمہارے رزق اور بقائے حیات کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن جن اشیائے کائنات کو کام پر لگا رکھا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو ہٹا لے تو تم زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ دوسری ضرورتوں کی احتیاج بعد کی چیز ہے اور اللہ کی شان یہ ہے کہ اسے کسی انسان بلکہ کائنات کی کسی بھی چیز کی احتیاج نہیں۔ وہ بذاتِ خود ازل سے لے کر ابد تک قائم و دائم ہے۔ اور کوئی اس کی حمد و ثنا نہ بھی کرے تو بھی وہ اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

اس کے فضل واحسان کے حاجت مند ہو اور تمام خلق اس کی محتاج ہے۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ خلق ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کیوں نہ ہو گی ان کی ہستی اور ان کی بقا سب اس کے کرم سے ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فاطر، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰی حِمْلِهَا لَا یُحْمَلْ مِنْهُ شَیْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰی ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰی فَاِنَّمَا یَتَزَكّٰی لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ ۝ |
| اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بار نہ اٹھا سکے گا، اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا، اپنا بوجھ بٹانے کے لئے بلائے گا تو اس سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جا سکے گا خواہ قریبی رشتہ دار ہی ہو، آپ ان ہی لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کوئی پاکیزگی حاصل کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے پاک ہوتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ |

## آخرت میں کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی

"وَلَا تَزِر" نَفْس "وَازِرَة" آثِمَة أَیْ لَا تَحْمِل "وِزْر" نَفْس "أُخْرَی وَإِنْ تَدْعُ" نَفْس "مُثْقَلَة" بِالْوِزْرِ "إِلَی حِمْلهَا" مِنْهُ أَحَدًا لِیَحْمِل بَعْضه "لَا یُحْمَل مِنْهُ شَیْء وَلَوْ كَانَ" الْمَدْعُوّ "ذَا قُرْبَی" قَرَابَة كَالْأَبِ وَالِابْن وَعَدَم الْحَمْل فِی الشِّقَّیْنِ حُكْم مِنْ اللّٰه "إِنَّمَا تُنْذِر الَّذِینَ یَخْشَوْنَ رَبّهمْ بِالْغَیْبِ" أَیْ یَخَافُونَهُ وَمَا رَأَوْهُ لِأَنَّهُمْ الْمُنْتَفِعُونَ بِالْإِنْذَارِ "وَأَقَامُوا الصَّلَاة" أَدَامُوهَا "وَمَنْ تَزَكَّی" تَطَهَّرَ مِنْ الشِّرْك وَغَیْره "فَإِنَّمَا یَتَزَكَّی لِنَفْسِهِ" فَصَلَاحه مُخْتَصّ بِهِ "وَإِلَی اللّٰه الْمَصِیر" الْمَرْجِع فَیَجْزِی بِالْعَمَلِ فِی الْآخِرَة،

اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے شخص کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا، اور کوئی بوجھ میں دبا ہوا دوسرے کو اپنا بوجھ بٹانے کے لئے بلائے گا تا کہ وہ بھی کچھ بوجھ اٹھا لے تو اس سے کچھ بھی بوجھ نہ اٹھایا جا سکے گا۔ خواہ وہ بلایا گیا قریبی رشتہ دار ہی ہو، قرابت میں جیسے باپ اور بیٹا ہے۔ دونوں حالتوں میں بوجھ نہ اٹھا سکنے کا حکم اللہ کی طرف سے ہے۔ (اے حبیب ﷺ) آپ ان ہی لوگوں کو ڈر سناتے ہیں جو اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں یعنی انہوں نے دیکھا بھی نہیں لیکن وہ ڈرتے ہیں اور انذار سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور نماز کو دائمی طور پر قائم کرتے ہیں، اور جو کوئی پاکیزگی حاصل کرتا ہے یعنی شرک وغیرہ سے پاک ہوتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ

کے لئے پاک ہوتا ہے، یعنی اس کا فائدہ اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ لہٰذا وہی آخرت میں عمل کی جزاء دے گا۔

## قیامت کے دن دوہرا بوجھ اٹھانے والوں کا بیان

قیامت کے روز کوئی آدمی دوسرے آدمی کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھا سکے گا، ہر ایک کو اپنا بوجھ خود ہی اٹھانا پڑے گا۔ اور سورہ عنکبوت میں جو آیا ہے کہ ولیحملن اثقالهم واثقالاً مع اثقالهم، یعنی گمراہ کرنے والے لوگ اپنے گمراہ ہونے کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور اتنا ہی دوسرا بوجھ اس کا اٹھائیں گے کہ انہوں نے دوسروں کو گمراہ کیا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جن کو گمراہ کیا تھا ان کا بوجھ یہ لوگ کچھ ہلکا کر دینگے، بلکہ ان کا بوجھ اپنی جگہ پر ان پر پورا ہوگا، اور گمراہ کرنے والوں کا جرم دوہرا ہونے کی وجہ سے ان کا بوجھ بھی دوہرا ہو جائے گا۔ ایک گمراہ ہونے کا دوسرا دوسروں کو گمراہ کرنے کا۔ اس لئے ان دونوں آیتوں میں کوئی تعارض نہیں۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ فاطر، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ماں باپ بیٹے کو لپٹیں گے اور کہیں گے اے ہمارے بیٹے ہمارے کچھ گناہ اٹھالے، وہ کہے گا میرے امکان میں نہیں میرا اپنا بار کیا کم ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۝ وَ لَا الظُّلُمٰتُ وَ لَا النُّوْرُ ۝ وَ لَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۝ |
| اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ اندھیرے اور نہ روشنی۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ |

## مؤمن اور کافر میں عدم برابری کا بیان

"وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَالْبَصِير" الْكَافِر وَالْمُؤْمِن "وَلَا الظُّلُمَات" الْكُفْر "وَلَا النُّور" الْإِيمَان "وَلَا الظِّلّ وَلَا الْحَرُور" الْجَنَّة وَالنَّار

اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے۔ یعنی مؤمن اور کافر برابر نہیں۔ اور نہ اندھیرے یعنی کفر اور نہ روشنی یعنی ایمان۔ اور نہ سایہ اور نہ دھوپ۔ برابر ہو سکتے ہیں۔

یعنی ان لوگوں سے کیا توقع رکھی جائے کہ ان کا ادراک مثل ادراک مومنین کی طرح یہ بھی حق کو قبول کر لیں۔ اور قبول حق کے ثمرات دینی میں بھی یہ لوگ شریک ہو جاویں، کیونکہ مومنین کی مثلاً ادراک حق میں بصیر کی سی ہے، اور ان کی مثال عدم ادراک حق میں اعمیٰ کی سی ہے، اور اسی طرح مومن نے ادراک حق کے ذریعہ سے جس طریق ہدایت کو اختیار کیا ہے اس طریق حق کی مثال نور کی سی ہے اور کافر نے عدم ادراک حق سے جس طریقہ کو اختیار کیا ہے اس کی مثال ظلمت کی سی ہے، اور اسی طرح جو ثمرہ جنت وغیرہ اس طریق حق پر مرتب ہوگا، اس کی مثال ظل بارد کی سی ہے، اور جو ثمرہ جہنم وغیرہ طریق باطل پر مرتب ہوگا اس کی مثال جلتی دھوپ کی سی ہے۔ پس نہ ان کا اور مومنین کا ادراک برابر ہوا اور نہ ان کا طریقہ اور نہ اس طریقہ کا ثمرہ برابر ہوگا۔

| |
|---|
| وَمَا يَسْتَوِى الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ ○ |
| اور نہ زندہ لوگ اور نہ مردے برابر ہو سکتے ہیں، بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے، اور آپ کے ذِمّے ان کو سنانا نہیں |
| جو قبروں میں ہیں (یعنی آپ کافروں سے اپنی بات قبول کروانے کے ذمّہ دار نہیں ہیں)۔ |

## کفار کا مردوں کی طرح ہونے کا بیان

"وَمَـا يَسْتَوِى الْاَحْيَاء وَلَا الْاَمْوَات" الْـمُـؤْمِـنُونَ وَلَا الْكُفَّار وَزِيَادَة لَا فِى الثَّلَاثَة تَأْكِيد "إِنَّ اللَّه يَسْمَع مَنْ يَشَاء" هِـدَايَته فَيُجِيبهُ بِالْإِيمَانِ "وَمَـا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِى الْقُبُور" أَىْ الْكُفَّار شَبَّهَهُمْ بِالْمَوْتَى فَيُجِيبُونَ،

اور نہ زندہ لوگ اور نہ مردے برابر ہو سکتے ہیں، یعنی اہل ایمان اور کفار برابر نہیں۔ یہاں پر تینوں مقامات پر لفظ لاء زائدہ اور تاکید کیلئے آیا ہے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سنا دیتا ہے، یعنی ہدایت دیتا ہے پس وہ ایمان قبول کر لیتا ہے۔ اور آپ کے ذِمّے ان کو سنانا نہیں جو قبروں میں کفار ہیں۔ یہاں پر کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس آیت میں کفار کو مردوں سے تشبیہ دی گئی کہ جس طرح مردے سنی ہوئی بات سے نفع نہیں اٹھا سکتے اور پند پذیر نہیں ہوتے، بدانجام کفار کا بھی یہی حال ہے کہ وہ ہدایت ونصیحت سے منتفع نہیں ہوتے۔ اس آیت سے مردوں کے نہ سننے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت میں قبر والوں سے مراد کفار ہیں نہ کہ مردے اور سننے سے مراد وہ سننا ہے جس پر راہ یابی کا نفع مرتب ہو، رہا مردوں کا سننا وہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ اس مسئلہ کا بیان بیسویں پارے کے دوسرے رکوع میں گزرا۔

| |
|---|
| اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ○ اِنَّـآ اَرْسَلْنٰـكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَـلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ○ |
| آپ تو فقط ڈر سنانے والے ہیں۔ بیشک ہم نے آپ کو حق وہدایت کے ساتھ، خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا |
| بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت نہیں مگر اس میں کوئی ڈر سنانے والا گزرا ہے۔ |

## ہر امت کیلئے نبی مکرم علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"إِنْ" مَا "أَنْتَ إِلَّا نَذِير" مُنْذِر لَهُمْ "إِنَّا أَرْسَلْنَاك بِالْحَقّ" بِالْهُدَى "بَشِيرًا" مَنْ أَجَابَ إِلَيْهِ "وَنَذِيرًا" مَنْ لَمْ يَجِب إِلَيْهِ "وَإِنْ" مَا "مِنْ أُمَّة إِلَّا خَلَا" سَلَفَ "فِيهَا نَذِير" نَبِيّ يُنْذِرهَا،

آپ تو فقط انہیں ڈر سنانے والے ہیں۔ بیشک ہم نے آپ کو حق وہدایت کے ساتھ، خوشخبری سنانے والا یعنی جو ہدایت کو قبول کرے اور آخرت کا ڈر سنانے والا یعنی جو ہدایت کو قبول نہ کرے، بنا کر بھیجا ہے۔ اور کوئی امت ایسی نہیں مگر اس میں کوئی نہ کوئی ڈر سنانے والا نبی مکرم علیہ السلام ضرور گزرا ہے۔ جو ان کو ڈر سنائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلا دی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں آکر آگ میں گرنے لگے آگ روشن کرنے والے آدمی نے ان کو روکنا شروع کیا تیکن وہ (نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر) غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گرتے ہو۔ یہ روایت صحیح البخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی ہی روایت ہے البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے میں تمہاری کمریں پکڑے ہوں کہ تمہیں آگ سے بچاؤں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو میری طرف آؤ، دوزخ سے بچو میری طرف آؤ لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 146)

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے حرام اور ممنوع چیزوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن جس طرح کوئی آدمی آگ جلائے اور اس آدمی کے روکنے کے باوجود پروانے آگ میں گرتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح باوجودیکہ میں تمہیں برے راستہ سے ہٹاتا ہوں اور برے کام سے روکتا ہوں لیکن تم اس ممنوع اور غیر پسندیدہ چیزوں کو کرتے ہو! اسی طرح دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

| |
|---|
| وَاِنْ یُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ |
| وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِیْرِ ○ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ○ |
| اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو بیشک ان سے پہلے لوگ جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں اور صحیفے |
| اور روشن کرنے والی کتاب لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، تو میرا عذاب کیسا تھا؟ |

## انبیائے کرام علیہم السلام کی تکذیب کے سبب کفار اقوام کی ہلاکت کا بیان

"وَإِنْ يُكَذِّبُوك" أَيْ أَهْل مَكَّة "فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَات "وَبِالزُّبُرِ" كَصُحُفِ إِبْرَاهِيم "وَبِالْكِتَابِ الْمُنِير" هُوَ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرُوا، "ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا" بِتَكْذِيبِهِمْ "فَكَيْفَ كَانَ نَكِير" إِنْكَارِي عَلَيْهِمْ بِالْعُقُوبَةِ وَالْإِهْلَاك أَيْ هُوَ وَاقِع مَوْقِعه

اور اگر یہ لوگ یعنی اہل مکہ آپ کو جھٹلائیں تو بیشک ان سے پہلے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں، ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح نشانیاں یعنی معجزات اور صحیفے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیفہ اور روشن کرنے والی کتاب لے کر آئے تھے۔ پس آپ بھی ان ہستیوں کی طرح صبر فرمائیں۔ پھر میں نے ان لوگوں کو پکڑ لیا جنھوں نے کفر کیا، تو میرا عذاب کیسا تھا؟ یعنی میرا عذاب، سزا اور

ہلاک کرنا کیسا یعنی وہ بالکل موقع کے مطابق دیا گیا۔

## انبیائے کرام کی اتباع اور مخالفت کرنے والوں کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں جو اس (نبی) کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان (دوست و مددگار) کے بعد ایسے ناخلف (نالائق) لوگ پیدا ہوتے جو لوگوں سے ایسی بات کہتے جس کو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ملا تھا (جیسا کہ علماء سوء اور امراء وسرداروں کا طریقہ ہے) لہٰذا (تم سے) جو خاص لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو آدمی ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے اس) میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 154)

ہاتھ سے جہاد کا مطلب تو ظاہر ہے زبان سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے غلط عقائد و اعمال کی بنا پر ان کو تنبیہ کرے اور ان کو اس سے منع کرے اور ان کی برائی بیان کرتا رہے اسی طرح دل سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ ایسی غلط چیزوں کو برا جانے جو دین و شریعت کے خلاف ہوں اور دل میں ان کے کرنے والوں سے بغض و نفرت رکھے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کا احساس اتنا مردہ ہو جائے کہ وہ غلط چیزوں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی روشنی بھی موجود نہیں ہے اس لئے کہ کسی غلط عقیدہ و عمل کو برا نہ جاننا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ وہ اس بری حالت سے راضی اور خوش ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر کا خاصہ ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ |
| وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ ۝ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے پھل نکالے جن کے رنگ جدا گانہ ہیں، |
| اور پہاڑوں میں بھی سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں ان کے رنگ مختلف ہیں اور بہت گہری سیاہ بھی ہیں۔ |

## پھلوں میں رنگوں کے مختلف ہونے سے استدلال قدرت کا بیان

"أَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "أَنَّ اللّٰه أَنْزَلَ مِنْ السَّمَاء فَأَخْرَجْنَا" فِيهِ اِلْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة "بِهِ ثَمَرَات مُخْتَلِفًا أَلْوَانهَا" كَأَخْضَر وَأَحْمَر وَأَصْفَر وَغَيْرهَا "وَمِنْ الْجِبَال جُدَد" جَمْع جُدَّة طَرِيق فِي الْجَبَل وَغَيْره "بِيض حُمْر" وَصُفْر "مُخْتَلِف أَلْوَانهَا" بِالشِّدَّةِ وَالضَّعْف "وَغَرَابِيب سُود" عَطْف عَلَى جُدَد أَيْ صُخُور شَدِيدَة السَّوَاد يُقَال كَثِيرًا: أَسْوَد غِرْبِيب وَقَلِيلًا: غِرْبِيب أَسْوَد،

کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی نہیں جانتا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا، اس میں غائب کی جانب التفات ہے۔ پھر ہم نے اس سے پھل نکالے جن کے رنگ جداگانہ ہیں، جس طرح سبز، سرخ اور زرد وغیرہ ہیں۔ اور اسی طرح پہاڑوں میں بھی سفید اور سرخ گھاٹیاں ہیں۔ یہاں پر لفظ جدد یہ جدۃ کی جمع ہے مراد پہاڑی راستے وغیرہ ہیں۔ یعنی سرخ وسفید وغیرہ میں ہلکے ہونے میں بھی مختلف ہیں۔ ان کے رنگ بھی مختلف ہیں اور بہت گہری سیاہ گھاٹیاں بھی ہیں۔ اس کا عطف جدد پر ہے۔ سخت سیاہ رنگ کو کہا جاتا ہے۔ اور اسود غربیب اس کا استعمال کثیر ہے جبکہ غربیب اسود کا استعمال قلیل ہے۔

## ہر قسم کی مخلوق میں تنوع بھی ہے فوائد بھی اور خوبصورتی ہونے کا بیان

یہ آیات اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی طرف ہر انسان کی توجہ مبذول کراتی ہیں۔ یعنی زمین ایک ہے پانی ایک ہے، ہوا ایک ہے۔ لیکن نباتات جو اگتی ہے ان کی شکلیں مختلف رنگ مختلف اور پھول ہیں تو خوشبوئیں مختلف ہوتی ہیں۔ گلاب کے پھول کی رنگت، ساخت اور خوشبو، لالہ کے پھول سے مختلف ہے اسی طرح چنبیلی کے پھول' نیلوفر اور سورج مکھی کے پھول بھی آپس میں مختلف ہیں۔ پھر ایک ہی پھول میں کئی رنگوں کی آمیزش کچھ ایسی خوبصورتی سے ترکیب دی گئی ہے جو فوراً دل کو موہ لیتی ہے اور اگر پھل پیدا ہوتے ہیں تو انگور کی شکل، رنگ، ذائقہ، اور خواص اور ہوں گے۔ سیب کے اور کھجور کے اور آم کے اور۔ پھر مثلاً آم ہی کو یا کھجور کو لیجئے۔ اس جنس کی آگے بے شمار انواع ہیں۔ اور ہر نوع میں ایسی امتیازی خصوصیات موجود ہیں کہ انسان یہ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ کھجور یا آم فلاں قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر یہ تنوع صرف پھولوں، پھلوں اور سبزیوں میں نہیں بلکہ جمادات کی طرف دیکھو تو وہاں بھی اللہ کی یہ قدرت کارفرما نظر آئے گی کہیں خشک کالے مٹیالے اور سیاہ پہاڑ ہیں۔ کہیں پہاڑوں پر بلند و بالا درخت اور سبزہ اگ کر نہایت خوشنما منظر پیش کر رہا ہے۔ کہیں نمک کا پہاڑ ہے کہیں سنگ مرمر کا پہاڑ ہے۔ پھر ایک ہی پہاڑ میں کہیں سیاہ دھاریاں دور تک چلی گئی ہیں۔ کہیں سپید ہیں اور کہیں سرخ۔ اب جانداروں کی طرف آیئے تو یہاں بھی ہم یہی منظر دیکھتے ہیں۔ مویشیوں میں سے ایک جنس کے کئی کئی رنگ ہیں انسانوں کا بھی یہی حال ہے کچھ گورے ہیں کچھ سفید ہیں کچھ سرخ ہیں کچھ کالے اور کچھ سانولے ہیں۔ حالانکہ ان کی پیدائش اور ترکیب کے اجزاء وعناصر پر غور کیا جائے تو وہ سب یکساں ہی ہوتے ہیں اس کے باوجود ہر جنس میں اللہ تعالیٰ نے اتنے لاتعداد نئے سے نئے ڈیزائن تیار کر دیئے ہیں جنہیں دیکھ کر ہی عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ یکسانیت میں اختلافات اور اختلافات میں یکسانیت، یہ مختلف رنگ اور ان رنگوں کا حسین امتزاج ان میں توازن وتناسب اور ان سب باتوں کے باوجود ان سب چیزوں میں انسان کے لئے خوشنمائی اور دلفریبی پھر ان میں سے ہر چیز کا انسان کیلئے مفید اور کارآمد ہونا کیا یہ سب چیزیں کسی عظیم مدبر اور حکیم صناع کی طرف رہنمائی نہیں کرتیں؟ کیا یہ سب باتیں اتفاقات کا نتیجہ قرار دی جاسکتی ہیں؟

| |
|---|
| وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ |
| مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ ۝ |

| |
|---|
| اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، بس اللہ کے بندوں میں سے اہل سے وہی |
| ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں، یقیناً اللہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے۔ |

## علماء میں خشیت الٰہی ہونے کا بیان

"وَمِنْ النَّاس وَالدَّوَابّ وَالْأَنْعَام مُخْتَلِف أَلْوَانه كَذَلِكَ " كَاخْتِلَافِ الثِّمَار وَالْجِبَال "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّه مِنْ عِبَاده الْعُلَمَاء " بِخِلَافِ الْجُهَّال كَكُفَّارِ مَكَّة "إِنَّ اللَّه عَزِيز "فِي مُلْكه "غَفُور "لِذُنُوبِ عِبَاده الْمُؤْمِنِينَ،

اور انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی اسی طرح مختلف رنگ ہیں، جس طرح پھلوں اور پہاڑوں کے رنگ مختلف ہیں بس اللہ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو (ان حقائق کا بصیرت کے ساتھ) علم رکھنے والے ہیں، جبکہ کفار مکہ کی طرح جاہل نہیں۔ یقیناً اللہ اپنے ملک میں غالب ہے اہل ایمان کے گناہوں کو بڑا بخشنے والا ہے۔

اور اس کے صفات جانتے اور اس کی عظمت کو پہچانتے ہیں، جتنا علم زیادہ اتنا خوف زیادہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو ہے جو اللہ تعالیٰ کے جبروت اور اس کی عزت وشان سے باخبر ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم اللہ عزّ وجلّ کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فاطر، لاہور)

## علماء کی عابدین پر فضیلت کا بیان

حضرت ابی امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ ان دونوں میں افضل کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عالم کو عابد پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور آسمانوں وزمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں اس آدمی کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (یعنی علم دین) سکھاتا ہے جامع ترمذی اور دارمی نے اس روایت کو مکحول سے مرسل طریقہ پر نقل کیا ہے جس میں لفظ رجلان کا ذکر نہیں ہے اور کہا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسی مجھے تم میں سے ادنیٰ آدمی پر ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت (اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا، فاطر: 28) اللہ کے بندوں میں علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔" اور پھر پوری حدیث آخر تک اسی طرح بیان کی ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 208)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عالم کو بہت زیادہ عظمت وفضیلت حاصل ہوتی ہے اور اسے عابد پر فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عابد اور عالم دونوں میں یہ فرق ظاہر کیا ہے کہ جس طرح میں تم میں سے اس آدمی پر فضیلت رکھتا ہوں

جوتم میں سے سب سے ادنیٰ درجہ کا ہو اسی طرح ایک عالم بھی عابد پر فضیلت رکھتا ہے۔ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ادنیٰ آدمی پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اب اس کا اندازہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک عالم کو عابد پر فضیلت کس مرتبہ اور درجہ کی ہوگی۔ آخر حدیث میں کہا گیا ہے کہ اسی حدیث کو دارمی نے مکحول سے طریق مرسل نقل کیا ہے اور اس میں اس حدیث کے ابتدائی الفاظ رجلان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے یعنی ان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جس میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم بلکہ ان کی روایت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰـهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ |
| تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ۝ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ |
| بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے |
| پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد نہ ہوگی۔تاکہ اللہ ان کا اجر انہیں پورا پورا عطا فرمائے |
| اور اپنے فضل سے انہیں مزید نوازے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا، بڑا ہی شکر قبول فرمانے والا ہے۔ |

## تلاوت، نماز اور زکوٰۃ دینے والوں کی فضیلت وثواب کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ يَتْلُونَ" يَقْرَءُ وْنَ "كِتَابَ اللَّه وَأَقَامُوا الصَّلَاة" أَدَامُوهَا "وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَة" زَكَاة وَغَيْرهَا "يَرْجُونَ تِجَارَة لَنْ تَبُور" تَهْلِك،

"لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورهمْ" ثَوَاب أَعْمَالهمْ الْمَذْكُورَة "وَيَزِيدهُمْ مِنْ فَضْله إِنَّهُ غَفُور" لِذُنُوبِهِمْ "شَكُور" لِطَاعَتِهِمْ،

بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور انھوں نے نماز دائمی طور پر قائم کی اور جو کچھ ہم نے انھیں دیا اس میں سے انھوں نے پوشیدہ اور ظاہر زکوٰۃ وغیرہ کو خرچ کیا، وہ ایسی تجارت کی امید رکھتے ہیں جو کبھی برباد یعنی ہلاک نہ ہوگی۔تاکہ اللہ ان کا اجر یعنی ان کے اعمال کا ثواب مذکورہ انہیں پورا پورا عطا فرمائے اور اپنے فضل سے انہیں مزید نوازے، بیشک اللہ ان کے گناہوں کو بڑا بخشنے والا، ان کی اطاعت کی وجہ سے بڑا ہی شکر قبول فرمانے والا ہے۔

## کتاب اللہ کی تلاوت کے فضائل کا بیان

مومن بندوں کی نیک صفتیں بیان ہو رہی ہیں کہ وہ کتاب اللہ کی تلاوت میں مشغول رہا کرتے ہیں۔ایمان کے ساتھ پڑھتے رہتے ہیں عمل بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔نماز کے پابند زکوٰۃ خیرات کے عادی ظاہر و باطن اللہ کے بندوں کے ساتھ سلوک کرنے والے ہوتے اور وہ اپنے اعمال کے ثواب کے امیدوار اللہ سے ہوتے ہیں۔جس کا ملنا یقینی ہے۔کلام اللہ شریف اپنے ساتھی سے کہے گا کہ ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہے اور تو تو سب کی سب تجارتوں کے پیچھے ہے۔انہیں ان کے پورے ثواب ملیں

گے بلکہ بہت بڑھا چڑھا کر لیں گے جس کا خیال بھی نہیں۔اللہ گناہوں کا بخشنے والا اور چھوٹے اور تھوڑے عمل کا بھی قدردان ہے۔
حضرت مطرف رحمتہ اللہ علیہ تو اس آیت کو قاریوں کی آیت کہتے تھے۔مسند کی ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے راضی ہوتا ہے تو اس پر بھلائیوں کی ثناء کرتا ہے جو اس نے کی نہ ہوں اور جب کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسی طرح برائیوں کی۔لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ○ |
| اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، وہی حق ہے اور اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، |
| بیشک اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## قرآن کتب سماویہ کی تصدیق کرنے والا ہے

"وَالَّذِیْ أَوْحَیْنَا إِلَیْكَ مِنْ الْكُتُب" الْقُرْآن "هُوَ الْحَقّ مُصَدِّقًا لِمَا بَیْنَ یَدَیْهِ" تَقَدَّمَهُ مِنْ الْكُتُب "إِنَّ اللّٰه بِعِبَادِهِ لَخَبِیر بَصِیر" عَالِم بِالْبَوَاطِنِ وَالظَّوَاهِر،

اور جو کتاب قرآن ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے، وہی حق ہے اور اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے، بیشک اللہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر ہے خوب دیکھنے والا ہے۔یعنی ان کے ظاہر و باطن کا عالم ہے۔
قرآن اللہ کا حق کلام ہے اور جس طرح اگلی کتابیں اس کی خبر دیتی رہی ہیں یہ بھی ان اگلی کچی کتابوں کی سچائی ثابت کر رہا ہے۔رب خبیر و بصیر ہے۔ہر مستحق فضیلت کو بخوبی جانتا ہے۔انبیاء کو انسانوں پر اس نے اپنے وسیع علم سے فضیلت دی ہے۔پھر انبیاء میں بھی آپس میں مرتبے مقرر کر دیئے ہیں اور علی الاطلاق حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ سب سے بڑا کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے تمام انبیاء پر درود و سلام بھیجے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ |
| وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِیْرُ ○ |
| پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، سو ان میں سے اپنی جان پر |
| ظلم کرنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے درمیان میں رہنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں |
| آگے بڑھ جانے والے بھی ہیں، یہی بڑا فضل ہے۔ |

## قرآن مجید کے سبب امت مسلمہ کی فضیلت کا بیان

"ثُمَّ أَوْرَثْنَا" أَعْطَیْنَا "الْكِتَاب" الْقُرْآن "الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادنَا" وَهُمْ أُمَّتك "فَمِنْهُمْ ظَالِم لِنَفْسِهِ

بِالتَّقْصِيرِ فِي الْعَمَلِ بِهِ "وَمِنْهُمْ مُقْتَصِد" يَعْمَل بِهِ أَغْلَب الْأَوْقَات "وَمِنْهُمْ سَابِق بِالْخَيْرَاتِ" يَضُمّ إلَى الْعِلْم التَّعْلِيم وَالْإِرْشَاد إلَى الْعَمَل "بِإِذْنِ اللَّه" بِإِرَادَتِهِ "ذَلِكَ" أَيْ إيرَاثهمْ الْكِتَاب،

پھر ہم نے اس کتاب قرآن کا وارث ایسے لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا یعنی امت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، سوان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنے والے بھی ہیں، یعنی جو عمل میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اوران میں سے درمیان میں رہنے والے بھی ہیں، جو اکثر اوقات میں اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ اوران میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والے بھی ہیں، یعنی قرآن مجید پر عمل کے ساتھ ساتھ تعلیم ورہنمائی کو بھی ملانے والے ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے۔ یعنی ان کا اس کتاب کا وارث ہونا بڑا فضل ہے۔

## سورہ فاطر آیت ۳۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِه وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ، پھر ہمیں اپنی کتاب کا ان کو وراث بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا، پس بعض ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے اور بعض ان میں سے میانہ رو ہیں اور بعض ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ سب برابر ہیں اور سب جنتی ہیں۔ یہ حدیث غریب حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1173)

## اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور نیک لوگوں کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پسندیدہ بندوں سے مراد امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو اللہ کی ہر کتاب کی وارث بنائی گئی ہے۔ ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں انہیں بخشا جائے گا اوران میں جو درمیانہ لوگ ہیں ان سے آسانی سے حساب لیا جائے گا اوران میں جو نیکیوں میں بڑھ جانے والے ہیں انہیں بے حساب جنت میں پہنچایا جائے گا۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں سابق لوگ تو بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے اور میانہ رو رحمت رب سے داخل جنت ہوں گے اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے اور اصحاب اعراف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں آئیں گے۔ الغرض اس امت کے ہلکے پھلکے گنہگار بھی اللہ کے پسندیدہ بندوں میں داخل ہیں۔

اکثر سلف کا قول یہی ہے۔ لیکن بعض سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ لوگ نہ تو اس امت میں داخل ہیں نہ چیدہ اور پسندیدہ ہیں نہ وارثین کتاب ہیں۔ بلکہ مراد اس سے کافر منافق اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والے ہیں پس یہ تین قسمیں وہی ہیں جن کا بیان سورہ واقعہ کے اول وآخر میں ہے۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ اسی امت میں ہیں۔ امام ابن جریر بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور آیت کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔ احادیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ یہ تینوں گویا ایک

ہیں اور تینوں ہی جنتی ہیں۔ (مسند احمد)

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا سابقین تو بحساب جنت میں جائیں گے۔ اور درمیانہ لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے طول محشر میں روکے جائیں گے۔ پھر اللہ کی رحمتوں سے تلافی ہو جائے گی اور یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا ہمارا رب بڑا ہی غفور و شکور ہے۔ جس نے ہمیں اپنے فضل و کرم سے رہائش کی ایسی جگہ عطا فرمائی جہاں ہمیں کوئی درد دکھ نہیں۔ (مسند احمد)

ابن ابی حاتم کی اس روایت میں الفاظ کی کچھ کمی بیشی ہے۔ ابن جریر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت ابو ثابت مسجد میں آتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ! میری وحشت کا انیس میرے لئے مہیا کر دے اور میری غربت پر رحم کر اور مجھے کوئی اچھا رفیق عطا فرما۔ یہ سن کر صحابی ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں میں تیرا ساتھی ہوں سن میں آج تجھے وہ حدیث رسول ﷺ سناتا ہوں جسے میں نے آج تک کسی کو نہیں سنائی پھر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابق بالخیرات تو جنت میں بحساب جائیں گے اور مقتصد لوگوں سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا اور ظالم لنفسہ کو اس مکان میں غم و رنج پہنچے گا۔ جس سے نجات پا کر وہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم و رنج دور کر دیا۔

تیسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کی نسبت فرمایا کہ یہ سب اسی امت میں سے ہیں۔ چوتھی حدیث: میری امت کے تین حصے ہیں ایک بحساب و بیعذاب جنت میں جانے والا۔ دوسرا آسانی سے حساب لیا جانے والا اور پھر بہشت نشیں ہونے والا۔

تیسری وہ جماعت ہوگی جن سے تفتیش و تلاش ہوگی لیکن پھر فرشتے حاضر ہو کر کہیں گے کہ ہم نے انہیں لا الہ الا اللہ وحدہ کہتے ہوئے پایا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا سچ ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں اچھا انہیں میں نے ان کے اس قول کی وجہ سے چھوڑا جاؤ انہیں جنت میں لے جاؤ اور ان کی خطائیں دوزخیوں پر لاد دو اسی کا ذکر آیت (وَلَيَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَلَيُسْأَلُنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ، العنکبوت:13) میں ہے یعنی وہ ان کے بوجھ اپنے بوجھ کے ساتھ اٹھائیں گے اس کی تصدیق اس میں ہے، جس میں فرشتوں کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے جنہیں وارثین کتاب بنایا ہے ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کی تین قسمیں بتائی ہیں پس ان میں جو اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں وہ باز پرس کئے جائیں گے۔

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ اس امت کی قیامت کے دن تین جماعتیں ہوں گی۔ ایک بحساب جنت میں جانے والی ایک آسانی سے حساب لئے جانے والی ایک گنہگار جن کی نسبت اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ کون ہیں؟ فرشتے کہیں گے اللہ ان کے پاس بڑے بڑے گناہ ہیں لیکن انہوں نے کبھی بھی تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ رب عز و جل فرمائے گا انہیں میری وسیع رحمت میں داخل کر دو پھر حضرت عبداللہ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو آپ فرماتی ہیں بیٹا یہ سب جنتی لوگ ہیں سابق بالخیرات تو وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے جنہیں خود آپ نے جنت کی بشارت دی۔ مقتصد وہ ہیں جنہوں نے آپ کے نقش قدم کی پیروی کی یہاں تک کہ ان سے مل گئے۔ اور ظالم لنفسہ مجھ تجھ جیسے ہیں۔ (ابوداؤد طیالسی)

خیال فرمائیے کہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجودیکہ سابق بالخیرات میں سے بلکہ ان میں سے بھی بہترین درجے والوں میں سے ہیں لیکن کس طرح اپنے تئیں متواضع بناتی ہیں حالانکہ حدیث میں آ چکا ہے کہ تمام عورتوں پر حضرت عائشہ کو وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو ہر قسم کے طعام پر ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ظالم لنفسہ تو ہمارے بدوی لوگ ہیں اور مقتصد ہمارے شہری لوگ ہیں اور سابق ہمارے مجاہد ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فاطر، بیروت)

## آخری زمانہ میں لوگوں کے ایمانوں کے احوال کا بیان

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میری امت کو آخری زمانہ میں اپنے حکمرانوں کی طرف سے (دینی یا دنیاوی) سختیاں اور بلائیں جھیلنا پڑیں گی اور اس وقت ان بلاؤں اور سختیوں سے نجات کی راہ پانے والا ایک شخص تو وہ ہوگا جو اللہ کے دین کو سمجھے گا (یعنی اپنے اندر علم وعمل کو یکجا کرے گا، معرفت ویقین کی دولت کے ذریعہ خود بھی کمال کے درجہ کو پہنچے گا اور دوسروں کو بھی کامل کرے گا اور اس طرح پہلے تو وہ اللہ کے دین سے بھی تفصیل اصول جزئیات اچھی طرح واقف وآگاہ ہوگا اور پھر اس علم کے مطابق اپنے نفس کو عمل کے سانچے میں ڈھالے گا اور صرف مشروع چیزوں کو اختیار کرے گا جس کی وجہ سے اس کے اندر ظلم وناانصافی کے خلاف سعی اور جدوجہد کرنے کا عزم وحوصلہ پیدا ہوگا) چنانچہ وہ شخص اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے اپنی زبان اپنے ہاتھ اور اپنے دل کے ذریعہ جہاد کرے گا (یعنی بطریق وعظ ونصیحت زبان کے ذریعہ بھی ظلم وبرائی کے خلاف جدوجہد کرے گا اور اگر اس کو طاقت وقوت میسر نہیں ہوگی تو مجبوراً دل میں اس ظلم وبرائی کے خلاف نفرت وعداوت رکھنے پر اکتفا کرلے گا) پس یہ وہ شخص ہوگا جو کمال ایمان، ثواب اور دنیا وآخرت کی سعادتوں تک پہلے پہنچے گا اور ایک شخص وہ ہوگا جو اللہ کے دین کو سمجھے گا (مگر پہلے شخص سے ایک درجہ کم) چنانچہ وہ شخص دین کی تصدیق کرے گا اور اس کو اچھا جانے گا (یعنی وہ شخص ظلم وبرائی کے خلاف صرف دل اور زبان کے ذریعہ جہاد کرے گا، ہاتھ کی قوت سے کام نہ لے گا، یہ مطلب اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کے بارہ میں تصدیق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تصدیق کا تعلق دل سے ہوتا ہے جس کی ترجمانی زبان کرتی ہے) اور ایک شخص وہ ہوگا جو اللہ کے دین کو (تھوڑا) بہت سمجھے گا چنانچہ وہ شخص سکونت اختیار کرے گا (اور صرف قلب کے ذریعہ جہاد کرے گا یعنی ظلم وبرائی کو محض دل سے برا سمجھنے پر اکتفا کرے گا) چنانچہ اس شخص کی حالت یہ ہوگی کہ وہ جب کسی کو نیک کام کرتے دیکھے تو اس کو دوست رکھے گا اور کسی کو غلط کام کرتے دیکھے گا تو اس سے نفرت کرے گا اور وہ شخص بھی پوشیدہ طور پر نیکی بھلائی کے تئیں محبت اور گناہ وبرائی کے تئیں نفرت رکھنے کے سبب نجات پائے گا۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1076)

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طرف تو اس زمانہ کے بارے میں پیشگوئی فرمائی ہے جب امت مرحومہ پر ظالم اور بدکار حکمرانوں کی حکومت ہو اوران سخت حالات سے نجات کی راہ کو بھی واضح فرمادیا گیا ہے اور وہ راہ ہے اللہ کے دین کا علم حاصل کرنا یقین ومعرفت اور عزم واستقامت اختیار کرنا، بھلائی کو پھیلانا اور برائی کو ختم کرنے کی جدوجہد کرنا، چنانچہ اس راہ کو اختیار کرنے والے لوگوں کو تین قسموں میں بیان فرمایا گیا ہے، پہلی قسم تو گویا ان لوگوں کی ہوئی جو اللہ کے دین کو پوری طرح جانیں گے اور سمجھیں گے اور دین کے بارے میں نہایت سختی اور پختگی کا رویہ اختیار کریں گے، ایسے لوگ نہ صرف برائی کو دل سے برا جانیں گے اور زبان کے ذریعہ تلقین ونصیحت کا فریضہ انجام دیں گے بلکہ طاقت وقوت میسر ہونے پر ہاتھ کے ذریعہ بھی جہاد کریں گے اور ظلم وبرائی کو مٹانے کے لئے کما حقہ جدوجہد کریں گے، دوسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو دین کو جاننے اور سمجھنے اور معرفت ویقین کے مرتبہ کے اعتبار سے پہلی قسم کے لوگوں سے کچھ کم تر ہوں گے ایسے لوگ بھلائی کو پھیلانے اور برائی کو ختم کرنے کے لئے محض زبان اور دل کو ذریعہ بنانے پر اکتفا کریں گے۔

اور تیسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو دین کا علم بہت معمولی سا رکھیں گے اور برائیوں کے خلاف زبان کو بھی خاموش رکھیں گے اور خلاف شرع امور کو صرف دل میں برا سمجھنے پر اکتفا کریں گے بلکہ وہ قلبی نفرت وعداوت کے معاملہ میں بھی اس قدر سخت اور حساس نہیں ہوں گے جتنا ان کے ایمان کا تقاضا ہوگا، اسی لئے ان لوگوں کو ایک دوسری حدیث کے الفاظ، ذالک اضعف الایمان، کے ذریعہ سب سے کمزور ایمان کا حامل بتایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا تین قسمیں ان لوگوں کی ہیں جن کو عارف اور دیندار کہا جاسکتا ہے البتہ ان قسموں کے لوگ اپنے اپنے مرتبہ اور اپنی اپنی حیثیت کے اعتبار سے ایک دوسرے پر فضیلت وبرتری رکھتے ہیں اور ان کے درجات میں تفاوت ہے۔

چنانچہ قرآن کریم کی ایک آیت کی روشنی میں ان کے درجات کو اس طرح متعین کیا گیا ہے کہ پہلی قسم سے تعلق رکھنے والے شخص کو "سابق" دوسری قسم سے تعلق رکھنے والے شخص کو "مقتصد" یعنی متوسط اور تیسری قسم سے تعلق رکھنے والے شخص کو "ظالم" سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ آیت یہ ہے۔(ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ، فاطر:"(32 پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھ میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے تمام دنیا کے بندوں میں سے پسند فرمایا پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں سے نیکیوں کے ساتھ آگے نکل جانے والے ہیں"۔ واضح رہے کہ تیسری قسم سے تعلق رکھنے والے شخص کو "ظالم" اس اعتبار سے فرمایا گیا ہے کہ وہ دین کی زیادہ معرفت نہ رکھنے اور دین کے تئیں زیادہ محتاط وحساس نہ ہونے کی وجہ سے تقصیرات اور لغزشوں کا شکار ہو جاتا ہے اور اس طرح اپنی تقصیرات کے ذریعہ گویا اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے، نیز مذکورہ آیت کے ابتدائی الفاظ سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ان تینوں قسموں کے لوگ اگرچہ اپنے مراتب ودرجات میں تفاوت رکھتے ہیں مگر ایک بات میں سب کے سب مشترک ہیں کہ ان سب کو بارگاہ رب العزت میں برگزیدہ بندہ قرار دیا گیا ہے۔

لفظ "سوابق" اصل میں سابق کی جمع ہے اور سابقہ اس خصلت کو کہتے ہیں جو اولیت اور امتیازی حیثیت رکھتی ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے، لہ سابقۃ فی ہذا الامر یعنی اس کو اس معاملہ میں اولیت حاصل ہے، یا وہ شخص اس معاملہ میں لوگوں پر سبقت لے گیا ہے، للہذا حدیث کے اس جملہ وذالک الذی سبقت لہ اسوابق کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ شخص سابقین بالخیرات میں سے ہوگا بایں طور کہ وہ دین ودنیا کی سعادتوں، اجر وثواب کی بشارتوں اور طاعات وعبادات کی توفیق کے حصول میں دوسرے لوگوں پر سبقت لے جائے گا۔ گویا اس جملہ میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد السابقون السابقون کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کمال وتکمیل کے مراتب، علم وعمل کے درجات اور تعلیم وتعلم کی خصوصیات کو اپنے اندر جمع کرلیا ہے اور اس اعتبار سے ان کے حق میں یہ بشارت ہے کہ اولئک المقربون یعنی یہی لوگ بارگاہ الٰہی میں مقرب ومقبول ہیں۔

| |
|---|
| جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝ |
| وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ |
| ہیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان کا |
| لباس ان میں ریشم ہوگا۔ اور وہ کہیں گے سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے غم دور کردیا، بے شک ہمارا رب |
| یقیناً بے حد بخشنے والا، نہایت قدر دان ہے۔ |

## اہل جنت کے لباس و پہناؤوں کا بیان

"جَنَّات عَدْن" أَيْ إِقَامَة "يَدْخُلُونَهَا" الثَّلَاثَة بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ خَبَر جَنَّات الْمُبْتَدَأ "يُحَلَّوْنَ" خَبَر ثَانٍ "فِيهَا مِنْ" بَعْض "أَسَاوِر مِنْ ذَهَب وَلُؤْلُؤًا" مُرَصَّع بِالذَّهَبِ "وَقَالُوا الْحَمْد لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَن" جَمِيعه "إِنَّ رَبّنَا لَغَفُور" لِلذُّنُوبِ "شَكُور" لِلطَّاعَةِ،

ہیشگی کے باغات، جن میں وہ داخل ہوں گے، یہاں پر لفظ یدخلونہا یہ معروف مجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور جنات یہ مبتداء یدخلونہا کی خبر ہے۔ اور یحلون یہ خبر ثانی ہے۔ ان میں انھیں سونے کے کنگن اور موتی جو سنے کے بنے ہوں گے وہ پہنائے جائیں گے اور ان کا لباس ان میں ریشم ہوگا۔ اور وہ کہیں گے سب تعریف اس اللہ کی ہے جس نے ہم سے سارے غم دور کردیئے، بے شک ہمارا رب یقیناً گناہوں کو بخشنے والا، اطاعت کی وجہ شکر قبول کرنے والا ہے۔

## اللہ کی کتاب کے وارث لوگوں کا بیان

فرماتا ہے جن برگزیدہ لوگوں کو ہم نے اللہ کی کتاب کا وارث بنایا ہے انہیں قیامت کے دن ہمیشہ والی ابدی نعمتوں والی جنتوں میں لے جائیں گے۔ جہاں انہیں سونے کے اور موتیوں کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا ہے۔ ان کا لباس وہاں پر خاص ریشمی ہوگا۔ جس سے دنیا میں وہ ممانعت کردیئے گئے تھے۔

حدیث میں ہے جو شخص یہاں دنیا میں حریر وریشم پہنے گا وہ اسے آخرت میں نہیں پہنایا جائے گا اور حدیث میں ہے یہ ریشم کافروں کے لئے دنیا میں ہے اور تم مومنوں کے لئے آخرت میں ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے زیوروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا انہیں سونے چاندی کے زیور پہنائے جائیں گے جو موتیوں سے جڑاؤ کئے ہوئے ہوں گے۔ ان پر موتی اور یاقوت کے تاج ہوں گے۔ جو بالکل شاہانہ ہوں گے۔ وہ نوجوان ہوں گے بغیر بالوں کے سرمیلی آنکھوں والے، وہ جناب باری عزوجل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہیں گے کہ اللہ کا احسان ہے جس نے ہم سے خوف ڈر زائل کر دیا اور دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور پشمانیوں سے ہمیں نجات دے دی حدیث شریف میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں پر قبروں میں میدان محشر میں کوئی دہشت ووحشت نہیں۔ میں تو گویا انہیں اب دیکھ رہا ہوں کہ وہ اپنے سروں پر سے مٹی جھاڑتے ہوئے کہہ رہے ہیں اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے غم ورنج دور کر دیا۔ (ابن ابی حاتم) طبرانی میں ہے موت کے وقت بھی انہیں کوئی گھبراہٹ نہیں ہوگی۔ حضرت ابن عباس کا فرمان ہے ان کی بڑی بڑی اور بہت سی خطائیں معاف کر دی گئیں اور چھوٹی چھوٹی اور کم مقدار نیکیاں قدردانی کے ساتھ قبول فرمائی گئیں، یہ کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل وکرم لطف ورحم سے یہ پاکیزہ بلند ترین مقامات عطا فرمائے ہمارے اعمال تو اس قابل تھے ہی نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے تم میں سے کسی کو اس کے اعمال جنت میں نہیں لے جاسکتے لوگوں نے پوچھا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا ہاں مجھے بھی اسی صورت اللہ کی رحمت ساتھ دے گی۔ وہ کہیں گے یہاں تو ہمیں نہ کسی طرح کی شفقت ومحنت ہے نہ تھکان اور کلفت ہے۔ روح الگ خوش ہے جسم الگ راضی راضی ہے۔ یہ اس کا بدلہ ہے جو دنیا میں اللہ کی راہ میں تکلیفیں انہیں اٹھانی پڑی تھیں آج راحت ہی راحت ہے۔ ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ پسند اور دل پسند کھاتے پیتے رہو اور اس کے بدلے جو دنیا میں تم نے میری فرماں برداریاں کیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۝ |
| جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں |
| اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔ |

## جنت میں کسی قسم کی تکلیف وتھکاوٹ نہ ہونے کا بیان

"الَّذِیْ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَة" الْإِقَامَة "مِنْ فَضْله لَا یَمَسّنَا فِیْهَا نَصَب" تَعَب "وَلَا یَمَسّنَا فِیْهَا لُغُوب" إعْیَاء مِنْ التَّعَب لِعَدَمِ التَّکْلِیف فِیْهَا وَذَکَرَ الثَّانِی التَّابِع لِلْأَوَّلِ لِلتَّصْرِیحِ بِنَفْیِهِ،

جس نے ہمیں اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے گھر میں اتارا، نہ ہمیں اس میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے اور نہ ہمیں اس میں کوئی تھکاوٹ پہنچتی ہے۔ یعنی ہمیں کوئی سستی نہ چھوئے گی اور تکلیف نہ ہونے کے سبب کچھ بھی تھکاوٹ نہ ہوگی۔ یہاں پر لغوب کا ذکر اس لئے کیا جو اول یعنی نصب کے تابع ہے۔ لہٰذا بہ طور صراحت تھکاوٹ کی نفی کر دی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گی پھر جو گروہ ان کے بعد جنت میں داخل ہوگا ان کی صورتیں انتہائی چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح ہوں گی پھر ان کے بعد درجہ بدرجہ مراتب ہوں گے وہ نہ پاخانہ کریں گے اور نہ پیشاب کریں گے اور نہ ناک صاف کریں گے اور نہ تھوکیں گے اور ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور ان کی انگیٹھیوں میں عود سلگ رہا ہوگا اور ان کا پسینہ مشک ہوگا ان سب کے اخلاق ایک جیسے ہوں گے وہ اپنے قد میں اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ساٹھ ہاتھ لمبے ہوں گے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2649)

اس آیت میں جنت کی چند خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ وہ دار المقامۃ ہے، اس کے زوال یا وہاں سے نکالے جانے کا کسی وقت خطرہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ وہاں کسی کو کوئی غم پیش نہ آئے گا، تیسرے یہ کہ وہاں کسی کو تھکان بھی محسوس نہیں ہوگا جیسے دنیا میں آدمی کو تھکان ہوتا ہے، کام چھوڑ کر نیند کی ضرورت محسوس کرتا ہے، جنت اس سے بھی پاک ہوگی۔ بعض روایات حدیث میں بھی یہ مضمون مذکور ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ فاطر، لاہور)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ |
| مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ |
| اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ |
| ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ |

## اہل جہنم پر عذاب کی تخفیف نہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ نَار جَهَنَّم لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ " بِالْمَوْتِ "فَيَمُوتُوا" يَسْتَرِيحُوا "وَلَا يُخَفَّف عَنْهُمْ مِنْ عَذَابهَا" طَرْفَةَ عَيْن "كَذَلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُمْ "نَجْزِي كُلّ كَفُور" كَافِرٍ بِالْيَاءِ وَالنُّون الْمَفْتُوحَة مَعَ كَسْر الزَّاي وَنَصْب كُلّ،

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے جہنم کی آگ ہے، نہ موت کے ذریعے ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر جائیں اور نہ ہی پلک جھپکنے کے برابر ان سے اس کا کچھ عذاب ہی ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ایسے ہی ہر ناشکرے یعنی کافر کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہاں پر لفظ نجزی یہ یاء اور نون مفتوحہ زاء کے کسرہ کے ساتھ اور لفظ کل نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جو ابدی جہنمی ہیں انہیں وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ اچھائی کی زندگی ملے گی۔ وہ تو کہیں گے کہ اے داروغہ جہنم تم ہی اللہ سے دعا کرو کہ اللہ ہمیں موت دے دے لیکن جواب ملے گا کہ تم تو یہیں پڑے رہو گے۔ پس وہ موت کو اپنے لئے رحمت سمجھیں گے لیکن وہ آئے گی ہی نہیں۔ نہ مریں نہ عذابوں میں کمی دیکھیں۔

جیسے اور آیت میں ہے (اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ، الزخرف:74) یعنی کفار دائماً عذاب جہنم میں رہیں گے جو عذاب کبھی بھی نہ ہٹیں گے نہ کم ہوں گے۔ یہ تمام بھلائی سے محض مایوس ہوں گے اور جگہ فرمان ہے (كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا، الاسراء:97) آگ جہنم ہمیشہ تیز ہوتی رہے گی۔ فرماتا ہے (فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا، النبأ:30) لو اب مزے چکھو، عذاب ہی عذاب تمہارے لئے بڑھتے رہیں گے۔ کافروں کا یہی بدلہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ |
| مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ |
| اور وہ اس میں چلائیں گے، اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ |
| اور کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس خاص ڈرانے |
| والا بھی آیا۔ پس چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ |

## اہل دوزخ کا جہنم میں چیخ وپکار کرنے کا بیان

"وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا" يَسْتَغِيثُونَ بِشِدَّةٍ وَعَوِيل يَقُولُونَ "رَبَّنَا أَخْرِجْنَا" مِنْهَا "نَعْمَل صَالِحًا غَيْر الَّذِي كُنَّا نَعْمَل" فَيُقَال لَهُمْ "أَوَلَمْ نُعَمِّركُمْ مَا" وَقْتًا "يَتَذَكَّر فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمْ النَّذِير" الرَّسُول فَمَا أَجَبْتُمْ "فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "مِنْ نَصِير" يَدْفَع الْعَذَاب عَنْهُمْ،

اور وہ اس میں چلائیں گے، یعنی سختی سے مدد طلب کریں گے اور ہائے ہائے کہیں گے۔ اے ہمارے رب! ہمیں نکال لے، ہم نیک عمل کریں گے، اس کے خلاف جو ہم کیا کرتے تھے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر یعنی اتنا وقت نہیں دیا کہ اس میں جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس خاص ڈر سنانے والا رسول مکرم علیہ السلام بھی آیا۔ تو تم نے ان کے حکم کو قبول کیوں نہ کیا۔ پس چکھو کہ ظالموں یعنی کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ جو ان سے عذاب کو دور کر دے۔

## اہل جہنم کا دوزخ سے باہر نکلنے کیلئے چیخ وپکار کرنے کا بیان

وہ چیخ وپکار کریں گے ہائے وائے کریں گے دنیا کی طرف لوٹنا چاہیں گے اقرار کریں گے کہ ہم گناہ نہیں کریں گے نیکیاں کریں گے۔ لیکن رب العالمین خوب جانتا ہے کہ اگر یہ واپس بھی جائیں گے تو وہی سرکشی کریں گے اسی لئے ان کا یہ ارمان پورا نہ ہو گا۔ جیسے اور جگہ فرمایا کہ انہیں ان کے اس سوال پر جواب ملے گا کہ تم تو وہی ہو کہ جب اللہ کی وحدانیت کا بیان ہوتا تھا تو تم کفر کرنے لگتے تھے وہاں اس کے ساتھ شرک کرنے میں تمہیں مزہ آتا تھا۔ پس اب بھی اگر تمہیں لوٹا دیا گیا تو وہی کرو گے جس سے ممانعت کئے جاتے ہو۔ پس فرمایا انہیں کہا جائے گا کہ دنیا میں تو تم بہت جئے، تم اس لمبی مدت میں بہت کچھ کر سکتے تھے مثلاً سترہ سال جئے۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ لمبی عمر میں بھی اللہ کی طرف سے حجت پوری کرنا ہے۔ اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ عمر کے بڑھنے

کے ساتھ ہی انسان برائیوں میں بڑھتا چلا جائے دیکھو تو یہ آیت جب اتری ہے اس وقت بعض لوگ صرف اٹھارہ سال کی عمر کے ہی تھے۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں مراد بیس سال کی عمر ہے۔

حسن فرماتے ہیں چالیس سال۔ مسروق فرماتے ہیں چالیس سال کی عمر میں انسان کو ہوشیار ہو جانا چاہئے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس عمر تک پہنچنا اللہ کی طرف سے عذر بندی ہو جاتا ہے۔ آپ ہی سے ساٹھ سال بھی مروی ہیں اور یہی زیادہ صحیح بھی ہے۔

حضرت علی سے بھی ساٹھ سال ہی مروی ہیں۔ ابن عباس فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک منادی یہ بھی ہوگی کہ ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ جانے والے کہاں ہیں؟

مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ساٹھ ستر برس کی عمر کو پہنچا دیا اس کا کوئی عذر پھر اللہ کے ہاں نہیں چلے گا۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق میں ہے اس شخص کا عذر اللہ نے کاٹ دیا جسے ساٹھ سال تک دنیا میں رکھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں اطباء کے نزدیک طبعی عمر ایک سو بیس برس کی ہے ساٹھ سال تک تو انسان بڑھوتری میں رہتا ہے۔ پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس آیت میں بھی اسی عمر کو مراد لینا اچھا ہے اور یہی اس امت کی غالب عمر ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے میری امت کی عمریں ساٹھ سے ستر سال تک ہیں اور اس سے تجاوز کرنے والے کم ہیں۔ (ترمذی، تفسیر ابن کثیر، سورہ فاطر، بیروت)

(38) إِنَّ اللَّـهَ عَالِمُ غَيْبِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ (39) هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِلَّا مَقْتًا وَلَا يَزِيدُ الْكَافِرِينَ كُفْرُهُمْ إِلَّا خَسَارًا،

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ |
| خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ |
| اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ |
| بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جاننے والا ہے، بے شک، وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ وہی ہے جس |
| نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا، پس جس نے کفر کیا سو اس کا وبالِ کفر اسی پر ہوگا، اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے رب |
| کے حضور سوائے ناراضگی کے اور کچھ نہیں بڑھاتا، اور کافروں کے حق میں ان کا کفر سوائے نقصان کے کسی اور چیز کا اضافہ نہیں کرتا۔ |

## دنیا میں بعض لوگوں کو بعض پر جانشین بنانے کا بیان

"إِنَّ اللَّـه عَالِم السَّمَوَات وَالْأَرْض إِنَّهُ عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِي الْقُلُوب فَعِلْمه بِغَيْرِهِ أَوْلَى بِالنَّظَرِ إِلَى حَال النَّاس،

"هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ" . جَمْع خَلِيفَة أَيْ يَخْلُف بَعْضكُمْ بَعْضًا "فَمَنْ كَفَرَ" مِنْكُمْ "فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ" أَيْ وَبَال كُفْره "وَلَا يَزِيد الْكَافِرِينَ كُفْرهمْ عِنْد رَبّهمْ إِلَّا مَقْتًا" غَضَبًا "وَلَا يَزِيد الْكَافِرِينَ كُفْرهمْ إِلَّا خَسَارًا" لِلْآخِرَة

بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں جاننے والا ہے، بے شک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے وہ لوگوں کے حالات کی طرف نظر کیے بغیر جاننے والا ہے۔

وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں جانشین بنایا، یہاں پر لفظ خلائف یہ خلیفہ کی جمع ہے یعنی بعض کو بعض کا جانشین بنایا۔ پس جس نے کفر کیا سو اس کا وبالِ کفر اسی پر ہوگا، اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے رب کے حضور سوائے ناراضگی کے اور کچھ نہیں بڑھاتا، اور کافروں کے حق میں ان کا کفر سوائے آخرت میں نقصان کے کسی بھی اور چیز کا اضافہ نہیں کرتا۔

## اللہ تعالیٰ کے وسیع علم کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے وسیع اور بے پایاں علم کا بیان فرما رہا ہے کہ وہ آسمان و زمین کی ہر چیز کا عالم ہے دلوں کے بھید سینوں کی باتیں اس پر عیاں ہیں۔ ہر عامل کو اس کے عمل کا بدلہ وہ دے گا، اس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا خلیفہ بنایا ہے۔ کافروں کے کفر کا وبال خود ان پر ہے۔ وہ جیسے جیسے اپنے کفر میں بڑھتے ہیں ویسے ہی اللہ کی ناراضگی ان پر بڑھتی ہے اور ان کا نقصان اور زیاں ہوتا جاتا ہے۔ برخلاف مومن کے کہ اس کی عمر جس قدر بڑھتی ہے نیکیاں بڑھتی ہیں اور درجے پاتا ہے اور اللہ کے ہاں مقبول ہوتا جاتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا |
| مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى |
| بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ |
| فرما دیجئے، کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا چیز |
| پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی کوئی شراکت ہے، یا ہم نے انہیں کوئی کتاب عطا کر رکھی ہے کہ وہ اس کی دلیل پر |
| قائم ہیں؟ بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے فریب کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔ |

## بتوں کی پوجا کرنے والوں کا فریب میں مبتلاء ہونے کا بیان

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمْ الَّذِينَ تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُون اللّٰه" أَيْ غَيْره وَهُمْ الْأَصْنَام الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ شُرَكَاء اللّٰه تَعَالَى "أَرُونِي" أَخْبِرُونِي "مَاذَا خَلَقُوا مِنْ الْأَرْض أَمْ لَهُمْ شِرْك" شِرْكَة مَعَ اللّٰه "فِي" خَلْق "السَّمَاوَات أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَة" حُجَّة "مِنْهُ" بِأَنَّ لَهُمْ مَعِي شَرِكَة ؟

لَا شَیْء مِنْ ذٰلِکَ "بَلْ اِنْ" مَا "یَعِدُ الظّٰلِمُوْنَ" الْکَافِرُوْنَ "بَعْضُھُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا" بَاطِلًا بِقَوْلِھِمْ الْاَصْنَام تَشْفَع لَھُمْ،

فرما دیجئے: کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا ہے جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، یعنی جن کی عبادت کرتے ہو۔ جو بت وغیرہ ہیں مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کیا چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کوئی شراکت ہے، یعنی آسمانوں میں اللہ کے ساتھ کوئی شرکت ہے۔ یا ہم نے انہیں کوئی کتاب عطا کر رکھی ہے کہ وہ اس کی دلیل پر قائم ہیں؟ یعنی ان کی شرکت ساتھ ہو، کچھ بھی نہیں ہے بلکہ ظالم لوگ یعنی کافر لوگ ایک دوسرے سے فریب کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔ یعنی ان کا قول کہ بت ان کی سفارش کریں گے یہ سب باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ آپ مشرکوں سے فرمائیے کہ اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارا کرتے ہو تم مجھے بھی تو ذرا دکھاؤ کہ انہوں نے کس چیز کو پیدا کیا ہے؟ یا یہی ثابت کر دو کہ آسمانوں میں ان کا کونسا حصہ ہے؟ جب کہ نہ وہ خالق نہ ساجھی پھر تم مجھے چھوڑ کر انہیں کیوں پکارو؟ وہ تو ایک ذرے کے بھی مالک نہیں۔ اچھا یہ بھی نہیں تو کم از کم اپنے کفر وشرک کی کوئی کتابی دلیل ہی پیش کر دو۔ لیکن تم یہ بھی نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ تم صرف اپنی نفسانی خواہشوں اور اپنی رائے کے پیچھے لگ گئے ہو دلیل کچھ بھی نہیں۔ باطل جھوٹ اور دھوکے بازی میں مبتلا ہو۔ ایک دوسرے کو فریب دے رہے ہو، اپنے ان جھوٹے معبودوں کی کمزوری اپنے سامنے رکھ کر اللہ تعالیٰ کی جو سچا معبود ہے قدرت وطاقت دیکھو کہ آسمان وزمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا |
| مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ۝ |
| بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو اس بات سے روکے ہوئے ہے کہ وہ ہٹ سکیں، اور اگر وہ دونوں ہٹنے لگیں تو اس کے بعد |
| کوئی بھی ان دونوں کو روک نہیں سکتا، بیشک وہ بڑا بردبار، بڑا بخشنے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کو زائل ہونے سے بچانے سے دلیل قدرت کا بیان

"اِنَّ اللّٰه یُمْسِك السَّمٰوَات وَالْاَرْض اَنْ تَزُوْلَا" اَیْ یَمْنَعھُمَا مِنَ الزَّوَال "وَلَئِنْ" لَام الْقَسَم "زَالَتَا اِنْ" مَا "اَمْسَکَھُمَا" یُمْسِکھُمَا "مِنْ اَحَد مِنْ بَعْده" اَیْ سِوَاهُ "اِنَّهٗ کَانَ حَلِیمًا غَفُوْرًا" فِیْ تَاْخِیْر عِقَاب الْکُفَّار،

بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو اس بات یعنی زوال پذیر ہونے سے روکے ہوئے ہے یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی جگہوں اور راستوں سے ہٹ سکیں، اور اگر وہ دونوں ہٹنے لگیں تو اس کے بعد کوئی بھی ان دونوں کو روک نہیں سکتا، بیشک وہ بڑا بردبار، بڑا بخشنے والا ہے۔ یعنی کفار کے عذاب میں تاخیر کرنے والا ہے۔

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دو بوتلوں کو تھام رکھنے کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر بیان فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خیال گذرا کہ اللہ تعالیٰ کبھی سوتا بھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں تین دن تک سونے نہ دیا۔ پھر ان کے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک بوتل دے دی اور حکم دیا کہ ان کی حفاظت کرو یہ گریں نہیں ٹوٹیں نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں ہاتھوں میں لے کر حفاظت کرنے لگے لیکن نیند کا غلبہ ہونے لگا اونگھ آنے لگی۔ کچھ جھکولے تو ایسے آئے کہ آپ ہوشیار ہو گئے اور بوتل گرنے نہ دی لیکن آخر نیند غالب آ گئی اور بوتلیں ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر گئیں اور چورا چور ہو گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ سونے والا دو بوتلیں بھی تھام نہیں سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں فرما چکا ہے کہ اسے نہ تو اونگھ آئے نہ نیند۔ زمین وآسمان کی کل چیزوں کا مالک صرف وہی ہے۔ بخاری ومسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ تو سوتا ہے نہ سونا اس کی شایان شان ہے۔ وہ ترازو کو اونچا نیچا کرتا رہتا ہے۔ دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے اس کی طرف چڑھ جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے۔ یا آگ ہے۔ اگر اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی تجلیاں جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے سب مخلوق کو جلا دیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ |
| فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۝ |
| اور یہ لوگ اللہ کے ساتھ بڑی پختہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے والا آ جائے تو یہ ضرور ہر |
| ایک امت سے بڑھ کر راہ راست پر ہوں گے، پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والے تشریف لے آئے تو اس سے |
| ان کی حق سے بیزاری میں اضافہ ہی ہوا۔ |

## کفار مکہ اور یہود ونصاریٰ کا بعثت نبوی ﷺ سے آپ کے وسیلہ سے دعائیں مانگنے کا بیان

"وَاَقْسَمُوا" أَىْ كُفَّار مَكَّة "بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ" غَايَة اجْتِهَادهمْ فِيهَا "لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِير" رَسُول "لَيَكُونُنَّ أَهْدَى مِنْ إِحْدَى الْأُمَم" الْيَهُود وَالنَّصَارَى وَغَيْرهمْ أَىْ أَىّ وَاحِدَة مِنْهَا لِمَا رَأَوْا مِنْ تَكْذِيب بَعْضهمْ بَعْضًا إِذْ قَالَتْ الْيَهُود : لَيْسَتْ النَّصَارَى عَلَى شَىْء وَقَالَتْ النَّصَارَى : لَيْسَتْ الْيَهُود عَلَى شَىْء "فَلَمَّا جَاءَهُمْ نَذِير" مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَا زَادَهُمْ" مَجِيئُهُ "إِلَّا نُفُورًا" تَبَاعُدًا عَنْ الْهُدَى،

اور یہ لوگ یعنی کفار مکہ اللہ کے ساتھ بڑی پختہ قسمیں کھایا کرتے تھے یعنی قسمیں اٹھانے میں انتہاء کر دیتے ہیں۔ کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈر سنانے رسول مکرم ﷺ والا آ جائے تو یہ ضرور ہر ایک امت سے بڑھ کر راہ راست پر ہوں گے، یعنی یہود نصاریٰ وغیرہ

سے زیادہ ہدایت کو قبول کریں گے۔ کیونکہ جب انہوں نے دیکھا ہے کہ یہود نے کہا کہ نصاریٰ حق پر نہیں ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ یہود حق پر نہیں ہیں ۔ اس طرح انہوں نے ایک دوسرے کی تکذیب کی ہے۔ پھر جب ان کے پاس ڈر سنانے والے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو اس سے ان کی حق سے بیزاری میں اضافہ ہی ہوا۔ یعنی وہ ہدایت سے دور ہو گئے۔

## سورہ فاطر آیت ۴۲ کے شان نزول کا بیان

ابن ابی ہلال سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ قریش کہا کرتے تھے اگر اللہ ہم میں نبی بھیجتا تو کوئی امت بھی ہم سے بڑھ کر اپنے خالق کی فرمانبرداری اپنے نبی کی اطاعت گزار اور اپنی کتاب کو مضبوطی سے تھامنے والی نہ ہوتی اس پر اللہ نے یہ آیت نازل ہوئی۔(وان کانوا لیقولون لو ان عندنا ذکرا من الاولین) (سورہ صافات 167، 168)

اور یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس اگلوں کی کوئی نصیحت (کی کتاب) ہوتی اور یہ آیت نازل فرمائی(لو انا انزل علینا الکتاب لکنا اھدی منھم) (سورہ انعام 157)

اگر ہم پر بی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کو نسبت کہیں سیدھے راستے پر ہوتے اور یہ آیت نازل فرمائی ۔وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۔ اور یہود و نصاری پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عنقریب ایک نبی ظاہر ہوں گے۔(سیوطی 237، قرطبی 14۔358)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے قریش نے یہود و نصاریٰ کے اپنے رسولوں کو نہ ماننے اور ان کو جھٹلانے کی نسبت کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئے اور انہوں نے انہیں جھٹلایا اور نہ مانا، خدا کی قسم اگر ہمارے پاس کوئی رسول آئے تو ہم ان سے زیادہ راہ پر ہوں گے اور اس رسول کو ماننے میں ان کے بہتر گروہ پر سبقت لے جائیں گے۔

| |
|---|
| ۨاسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۭ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۭ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ |
| اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ڬ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ؀ |
| زمین میں تکبر کی وجہ سے اور بری تدبیر کی وجہ سے اور بری تدبیر اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔ |
| اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو |
| بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔ |

## دنیاوی تکبر و فریب کے سبب دولت ایمان سے محروم ہو جانے والوں کا بیان

"اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْض " عَنْ الْإِيمَان مَفْعُول لَهُ "وَمَكْر" الْعَمَل "السَّيِّء" مِنْ الشِّرْك وَغَيْره "وَلَا يَحِيق" يُحِيط "الْمَكْر السَّيِّء إلَّا بِأَهْلِهِ" وَهُوَ الْمَاكِر وَوَصْف الْمَكْر بِالسَّيِّءِ أَصْل وَإِضَافَته إلَيْهِ

قِيلَ : اسْتِعْمَال آخَر قُدِّرَ فِيهِ مُضَاف حَذَرًا مِنَ الْإِضَافَة إِلَى الصِّفَة "فَهَلْ يَنْظُرُونَ" يَنْتَظِرُونَ "إِلَّا سُنَّةَ الْأَوَّلِينَ" سُنَّةَ اللَّه فِيهِمْ مِنْ تَعْذِيبهمْ بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلهمْ "فَلَنْ تَجِد لِسُنَّةِ اللَّه تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِد لِسُنَّةِ اللَّه تَحْوِيلًا" أَيْ لَا يُبَدَّل بِالْعَذَابِ غَيْره وَلَا يُحَوَّل إِلَى غَيْر مُسْتَحِقّه،

زمین میں تکبر کی وجہ سے ایمان نہ لائے یہ مفعول لہ ہے۔اور شرک وغیرہ کی بری تدبیر کی وجہ سے اور بری تدبیر اپنے کرنے والے کے سوا کسی کو نہیں گھیرتی۔لہٰذا فریب کا نقصان فریب کرنے والے پر ہی ہوتا ہے۔کیونکہ وہی مکر کرنے والا ہے۔اور مکر کا وصف اصل میں سئی ہی ہے جبکہ اس کی اضافت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ استعمال آخر کے طور پر ہے کیونکہ موصوف کی صفت کی جانب اضافت سے بچنے کیلئے مضاف کو مقدر مانا گیا ہے۔اب یہ پہلے لوگوں سے ہونے والے طریقے کے سوا کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ پس تو نہ کبھی اللہ کے طریقے کو بدل دینے کی کوئی صورت پائے گا اور نہ کبھی اللہ کے طریقے کو پھیر دینے کی کوئی صورت پائے گا۔یعنی وہ عذاب کو کسی دوسری چیز میں تبدیل نہ کرے گا۔اور نہ ہی غیر مستحق کو عذاب دے گا۔

حضرت محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ تین کاموں کا کرنے والا انجات نہیں پا سکتا،ان کاموں کا وبال ان پر یقیناً آئے گا،مکر، بغاوت اور وعدوں کو توڑ دینا پھر آپ نے یہی آیت پڑھی،انہیں صرف اسی کا انتظار ہے جو ان جیسے ان پہلے گزرنے والوں کا حال ہوا کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے اللہ کے دائمی عذب ان پر آ گئے۔پس یہ تو اللہ تعالیٰ کی عادت ہی ہے اور تو غور کر۔رب کی عادت بدلتی نہیں نہ پلٹتی ہے۔جس قوم پر عذاب کا ارادہ ہو چکا پھر اس ارادے کے بدلنے پر کوئی قدرت نہیں رکھتا کہ ان پر سے عذاب ہٹیں نہ وہ ان سے بچیں۔نہ کوئی انہیں بچا سکے۔(تفسیر ابن کثیر،فاطر،بیروت)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ |
| وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ○ |
| کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ |
| وہ ان سے کہیں زیادہ زورآور تھے،اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں میں کوئی بھی چیز اسے عاجز کر سکے اور نہ ہی |
| زمین میں،بیشک وہ بہت علم والا بڑی قدرت والا ہے |

## زمین وآسمان کی سیاحت سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

"أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْض فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَة الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ وَكَانُوا أَشَدّ مِنْهُمْ قُوَّة" فَأَهْلَكَهُمْ اللَّه بِتَكْذِيبِهِمْ رُسُلهمْ "وَمَا كَانَ اللَّه لِيُعْجِزهُ مِنْ شَيْء" يَسْبِقهُ وَيَفُوتهُ "فِي السَّمَوَات وَلَا فِي الْأَرْض إنَّهُ كَانَ عَلِيمًا" أَيْ بِالْأَشْيَاءِ كُلّهَا "قَدِيرًا" عَلَيْهَا،

کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں ہیں کہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے حالانکہ وہ ان سے

کہیں زیادہ زورآور تھے، پس اللہ نے انہیں رسولان گرامی کی تکذیب کے سبب ہلاک کر دیا۔اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں میں کوئی بھی چیز اسے عاجز کر سکے یعنی اس سے بڑھ جائے اور اس سے بچ نکلے اور نہ ہی زمین میں ایسی کوئی چیز ہے بیشک وہ اشیاء کے ساتھ بہت علم والا، ان پر بڑی قدرت والا ہے۔

## کفار کیلئے دنیا میں مقامات عبرت کا بیان

اگر قریش مکہ نے پہلی قوموں کے کھنڈرات کو پہلے اس نظر سے نہیں دیکھا تو اب جا کر دیکھ لیں۔ان کے کھنڈرات سے بھی یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ اپنے اپنے وقتوں میں شان وشوکت، قوت ودبدبہ اور عیش وعشرت میں ان قریش مکہ سے کہیں بڑھ کر تھے۔ پھر جب انہوں نے یہ سرکشی کی روش اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں کچل کے رکھ دیا۔اس وقت اللہ کے مقابلہ میں نہ ان کی شان وشوکت کسی کام آئی اور نہ قوت ودبدبہ۔ پھر کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اپنی اس معاندانہ روش اور خفیہ سازشوں سے اللہ کے دین کی راہ روک سکو گے؟ تم اس کی گرفت سے کیسے بچ سکو گے جب کہ وہ تمہاری ایک ایک حرکت کو جانتا بھی ہے اور تمہیں سزا دینے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

یعنی کیا انہوں نے شام اور عراق اور یمن کے سفروں میں انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کرنے والوں کی ہلاکت وبربادی اور ان کے عذاب اور تباہی کے نشانات نہیں دیکھے کہ ان سے عبرت حاصل کرتے۔

یعنی وہ تباہ شدہ قومیں ان اہل مکہ سے زور وقوت میں زیادہ تھیں باوجود اس کے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ وہ عذاب سے بھاگ کر کہیں پناہ لے سکتیں۔(تفسیر خازن، سورہ فاطر، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰـكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ |
| اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۝ |
| اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انھوں نے کمایا تو اس کی پشت پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑے اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر |
| مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## مؤاخذہ قدرت کے سبب زمین سے جاندار تک کو اچک لینے کا بیان

"وَلَوْ يُؤَاخِذ اللّٰه النَّاس بِمَا كَسَبُوا " مِنْ الْمَعَاصِي "مَا تَرَكَ عَلَى ظَهْرهَا" أَيْ الْأَرْض "مِنْ دَابَّة" نَسَمَة تَدِبّ عَلَيْهَا "وَلَكِنْ يُؤَخِّرهُمْ إلَى أَجَل مُسَمًّى" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة "فَإِذَا جَاءَ أَجَلهمْ فَإِنَّ اللّٰه كَانَ بِعِبَادِهِ بَصِيرًا" فَيُجَازِيهِمْ عَلَى أَعْمَالهمْ بِإِثَابَةِ الْمُؤْمِنِينَ وَعِقَاب الْكَافِرِينَ،

اور اگر اللہ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑے جو انہوں نے برے کام کیے تو اس کی پشت یعنی زمین کی پشت پر کوئی چلنے والا جانور بھی نہ چھوڑے کہ وہ زمین پر چلے پھرے۔اور لیکن وہ انھیں ایک مقرر مدت یعنی قیامت کے دن تک مہلت دیتا ہے، پھر جب ان کا

مقرر وقت آ جائے تو بے شک اللہ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ تو وہ ان کے اعمال کے مطابق جزاء دے گا یعنی اہل ایمان کو ثواب دے گا اور کفار کو عذاب دے گا۔

انسانوں کے جرم کی پاداش میں اگر اللہ تعالیٰ بارش روک دے تو دوسرے جاندار بھی بے چارے پانی کی نایابی کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔ اسی طرح اگر سیلاب آ جائے یا زلزلہ آ جائے تو متاثرہ علاقہ کے جاندار بھی متاثر ہوں گے اور مر جائیں گے۔ مجرم انسانوں کو فوری طور پر گرفت نہ کرنے اور انہیں ڈھیل دینے میں اللہ ہی جانتا ہے کہ اس کی کیا مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ بے زبان جانوروں کی فریاد کی وجہ سے ہی مجرموں پر عذاب نہ بھیج رہا ہو۔ بہر حال یہ مہلت بھی ایک مقررہ وقت تک ہی ہے۔ انفرادی لحاظ سے یہ مہلت ہر انسان کی موت کا وقت ہے۔ اور اجتماعی لحاظ سے کسی قوم پر اللہ کے عذاب کا یا قیامت کا وقت ہے۔ اس مقررہ وقت کے بعد محاسبہ کا وقت ہے۔ کوئی مجرم نہ اس سے چھپ سکے گا نہ بھاگ سکے گا۔ اور اس کا یہ محاسبہ حق وانصاف پر مبنی ہوگا کیونکہ وہ اپنے بندوں کے ایک ایک عمل اور ان کی ایک ایک حرکت کو خود دیکھ رہا ہے۔

## سورہ فاطر کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ فاطر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

6

قرآن وحدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی

شبیر برادرز

اردو بازار لاہور

سورۃ یٰسٓ تا سورۃ النجم

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

نمبر 6

سُورَةُ يٰسٓ | سُورَةُ الصّٰفّٰت | سُورَةُ صٓ | سُورَةُ الزُّمَر | سُورَةُ الْمُؤْمِن | سُورَةُ الشُّوْرٰی | سُورَةُ الزُّخْرُف

سُورَةُ الدُّخَان | سُورَةُ الْجَاثِيَة | سُورَةُ الْاَحْقَاف | سُورَةُ مُحَمَّد | سُورَةُ الْفَتْح | سُورَةُ الْحُجُرَات | سُورَةُ قٓ

سُورَةُ الذّٰرِيٰت | سُورَةُ الطُّوْر

حٰمٓ السَّجْدَة | سُورَةُ النَّجْم


تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی



شبیر برادرز®

زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر



نام کتاب ——— (نمبر 6) ——— تفسیر مصباحین تفسیر جلالین
تصنیف ——— امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی
مترجم ——— علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ ——— ورڈز میکر
باہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— جون 2014ء
سرورق ——— اے ایف ایس ایڈورٹائزر لاہور 0322-7202212
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ ——— روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

# ترتیب

## سُورَةُ الصَّافَّات

## سُوْرَةُ صٓ

## سورة الزمر

## سُورَةُ غَافِر أَوِ الْمُؤْمِن

## سورة فصلت

## سُورَةُ الشُّورىٰ

## سورۃ الزخرف

## سورة الدخان

## سورة الجاثية

## سورۃ الأحقاف

## سورة محمد

## سُوْرَةُ الْفَتْح

## سُورَةُ الْحُجُرَاتِ

## سُورَة ق

## سُوْرَةُ الذّٰرِيٰت



## سُوْرَةُ الطُّوْر

## سُورَةُ النَّجْم

# مقدمہ تفسیر مصباحین

## قرآن مجید کی اتباع کے سبب دنیاوآخرت کی گمراہی سے بچنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کتاب اللہ کا علم حاصل کیا اور پھر اس چیز کی پیروی کی جو اس (کتاب اللہ) کے اندر ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں گمراہی سے ہٹا کر راہ ہدایت پر لگائے (یعنی اس کو ہدایت کے راستہ پر ثابت قدم رکھے گا اور گمراہی سے بچالے گا) اور قیامت کے دن اس کو برے حساب سے بچالے گا (یعنی اس سے مواخذہ نہیں ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے کتاب اللہ کی پیروی کی تو نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ آخرت میں بد بخت ہوگا (یعنی اسے عذاب نہیں دیا جائے گا) اس کے بعد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت تلاوت فرمائی آیت (فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی، طٰہٰ:123) جس آدمی نے میری ہدایت (یعنی قرآن) کی پیروی کی نہ وہ دنیا میں گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) بدبخت ہوگا۔ (رزین، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 185)

چونکہ قرآن کریم کا پڑھنا باعث سعادت اور اس پر عمل کرنا ذریعہ نجات ہے اس لئے جو آدمی قرآن کریم کو سمجھ کر پڑھے اور قرآن کو سمجھنے کی جو شرائط ہیں ان کے مطابق اس کے علوم و معارف کو حاصل کرے اور پھر قرآن کریم نے جو احکام بتائے ہیں ان پر عمل کرے اور ہدایت کا جو راستہ متعین کر دیا ہے اس پر چلتا رہے تو اس کے لئے دین و دنیا دونوں جگہ سعادت و رحمت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ دنیا میں اس پر اللہ کی جانب سے رحمت ہوگی کہ وہ چونکہ قرآن کو اپنا راہبر بنا رکھے گا اس لئے گناہ و معصیت سے بچتا رہے گا برائی کے راستے کو چھوڑ دے گا جس کا نتیجہ آخرت میں یہ ہوگا کہ وہاں اس پر اللہ کی بے شمار رحمتوں کا سایہ ہوگا نہ تو حساب و کتاب کی سختی ہوگی اور نہ عذاب میں مبتلا ہوگا اور یہی بندہ کے حق میں سب سے بڑی فلاح و سعادت ہے۔

## قرآن وسنت کو تھام لینے والوں کیلئے ہدایت کا بیان

حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں، جب تک تم انہیں پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے۔ وہ کتاب اللہ (قرآن مجید) اور سنت رسول اللہ ﷺ (احادیث) ہیں۔ (موطا، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 181)

محمد لیاقت علی رضوی

# سُورَةُ یٰسٓ

## یہ قرآن مجید کی سورت یٰسین ہے

### سورہ یٰسین کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُورَۃ یس (مَکِّیَّۃ اِلَّا آیۃ 45 فَمَدَنِیَّۃ وَآیَاتُھَا 83) "نَزَلَتْ بَعْدَ سُورَۃ الْجِنّ"**

سورہ یٰسین مکّیہ ہے، اس میں پانچ رکوع، تراسی آیات، سات سوانتیس کلمات، تین ہزار حروف ہیں۔ اور یہ سورت جن کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت یٰسین کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کے شروع میں لفظ یٰسین آیا ہے جس کی وجہ سے یہ سورت اسی نام سے معروف ہوئی ہے۔ اور اس سورت مبارکہ کے کثیر فضائل ہیں۔ جس طرح احادیث میں ان کا بیان آیا ہے۔

### سورت یٰسین کو قرآن کا دل کہنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر چیز کا دل ہوتا ہے اور قرآن کا دل سورت یٰسین ہے جو شخص یٰس پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے پڑھنے کی وجہ سے (اس کے نامہ اعمال میں) دس مرتبہ قرآن پڑھنے کا ثواب لکھتا ہے۔ (ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 658)

قرآن کا دل سورت یٰسین ہے یعنی قرآن کے علوم ومعارف کا خلاصہ اور اس کا حاصل سورت یٰس ہے بایں طور کہ اس سورت میں قیامت کے احوال اور قرآن کے مقاصد اعلیٰ مذکور ہیں۔

### سورت یٰسین کا زمین وآسمان کی تخلیق سے پہلے پڑھے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے سورت طٰہٰ اور سورت یٰس پڑھی جب فرشتوں نے قرآن (یعنی ان دونوں سورتوں کا پڑھنا) سنا تو کہنے لگے کہ خوش بختی ہو اس امت کے لئے جس پر یہ قرآن (یعنی دونوں سورتیں) اتاری جائیں گی خوش بختی ہو ان دلوں کے لئے جو انہیں قبول کریں گے (یعنی ان کو یاد کریں گے اور ان کی محافظت کریں گے) اور خوش بختی ہو ان زبانوں کے لئے جو انہیں پڑھیں گی۔ (دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 659)

اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں کو پڑھا کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سورتوں کو فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا اور ان کے سامنے ان سورتوں کی تلاوت کا ثواب بھی بیان کیا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو یہ سورتیں سکھائیں اور سمجھائیں نیز مذکورہ سورتوں کے معانی و مطالب ان کو الہام کئے۔ علامہ ابن حجر کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ باقی تمام فرشتوں کے سامنے ان سورتوں اور ان کی فضیلت و عظمت جانیں۔ فلما سمعت الملائکہ القرآن میں قرآن سے مراد قرات ہے یعنی ان فرشتوں نے ان سورتوں کا پڑھنا سنا یا کہ قرآن سے مراد بھی سورت طٰہٰ اور سورت یٰس ہیں کیونکہ جس طرح کلام اللہ کے پورے مجموعہ کا نام قرآن ہے اسی طرح اس کے کسی جزء و حصہ کو بھی قرآن ہی کہا جاتا ہے لہٰذا قرآن جز اور کل دونوں کا نام ہے۔

## سورت یٰسین کے سبب بخشش ہونے کا بیان

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ رب العزت کی رضا و خوشنودی کی طلب میں سورت یٰسین پڑھتا ہے تو اس کے وہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں جو اس نے پہلے کئے ہیں لہٰذا اس سورت کو اپنے مردوں کے سامنے پڑھو۔ (بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 688)

گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں کہ وہ اس سورت کی برکت سے بخش دیئے جاتے ہیں اسی طرح کبیرہ گناہ بھی بخشے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور اس کی بے پایاں رحمت شامل حال ہو۔ مردوں سے مراد قریب المرگ ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص قریب المرگ ہو اس کے سامنے سورت یٰسین پڑھنی چاہئے تاکہ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اس کو سنے اور اس کے معانی کی طرف اس کی توجہ ہو اس طرح اس کا سننا اس کے پڑھنے کے حکم میں ہو جائے گا جو اس کی مغفرت و بخشش کا سبب ہوگا۔ یا پھر مردوں سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سورت کو اپنی میت کی مغفرت و بخشش کی زیادہ احتیاج ہوتی ہے۔

## قبر پر جا کر سورت یٰسین پڑھنے کا بیان

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اپنے مردوں کے سامنے سورت یٰسین پڑھو۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 100)

مردوں سے مراد قریب المرگ ہیں۔ اس صورت میں سورت یٰسین پڑھنے کی حکمت بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ قریب المرگ اس سورت میں مذکورہ مضامین مثلاً ذکر اللہ، احوال قیامت، بعث اور اسی قسم کے دوسرے عجیب و بدیع مضامین سے لطف اندوز ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ حدیث میں لفظ "مردوں" سے مراد قریب المرگ نہ ہوں بلکہ حقیقی مردے مراد ہوں اس صورت میں اس کلمہ کا مطلب یہ ہوگا کہ سورت یٰسین مردہ کے پاس اس کے گھر میں دفن سے پہلے دفن کے بعد اس کی قبر کے سرہانے پڑھی جائے۔

ابن مردویہ رحمہ اللہ وغیرہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس میت (یعنی قریب المرگ یا حقیقی میت) کے سر کے پاس سورت یٰسین پڑھی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرماتا ہے۔

ابن عدی رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ "جو شخص اپنے والدین کی یا ان میں سے کسی ایک کی (یعنی صرف ماں کی یا صرف باپ کی) قبر پر ہر جمعہ کو جاتا ہے اور پھر وہاں سورت یٰسین پڑھتا ہے تو صاحب قبر کے لئے سورت یٰسین کے تمام حروف کی تعداد کے بقدر مغفرت عطا کی جاتی ہے۔" علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جمعہ سے مراد حسب ظاہر خاص طور پر یوم جمعہ بھی ہو سکتا ہے اور پورا ہفتہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

| |
|---|
| یٰسٓ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ○ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ○ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ○ |
| یا، سین حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ حکمت والے قرآن کی قسم بیشک آپ ضرور رسولوں |
| میں سے ہیں۔ سیدھے رستے پر ہیں۔ یہ سب پر غالب، نہایت مہربان کا نازل کیا ہوا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی رسالت پر قرآن حکیم کی گواہی کا بیان

"يس" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "وَالْقُرْآن الْحَكِيم" الْمُحْكَم بِعَجِيبِ النَّظْم وَبَدِيع الْمَعَانِي "إِنَّك" يَا مُحَمَّد، ﷺ

"عَلَى" مُتَعَلِّق بِمَا قَبْله "صِرَاط مُسْتَقِيم" أَيْ طَرِيق الْأَنْبِيَاء قَبْلك التَّوْحِيد وَالْهُدَى وَالتَّأْكِيد بِالْقَسَمِ وَغَيْره رَدّ لِقَوْلِ الْكُفَّار لَهُ "لَسْت مُرْسَلًا" "تَنْزِيل الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الرَّحِيم" بِخَلْقِهِ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر أَيْ الْقُرْآن،

یا، سین حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ حکمت والے قرآن یعنی جو عجیب نظم اور بدیع معانی کے ساتھ محکم ہے اس کی قسم! بیشک یا محمد ﷺ آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں۔ یہاں پر لفظ علی یہ ماقبل سے متعلق ہے۔ سیدھے رستے پر ہیں۔ یعنی جو پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا راستہ توحید وہدایت ہے اور اس قسم وغیرہ کے ساتھ تاکید طور پر کفار کے قول "کہ آپ رسولوں میں سے نہیں ہیں۔ اس کا رد ہے۔ جو اپنے ملک میں غالب، اپنی مخلوق کے ساتھ نہایت مہربان ہے۔ اور تنزل العزیز یہ مبتداء محذوف قرآن کی خبر ہے۔

## سورہ یٰسین آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدہ میں بلند آواز میں قرات کرتے یہاں تک کہ قریش کے کچھ لوگوں کو اس قدر تکلیف ہوئی کہ وہ آپ کو پکڑنے کے لیے کھڑے ہوئے لیکن ان کے ہاتھ ان کی اپنی ہی گردنوں کی طرف بڑھ گئے اور سب کے سب اندھے ہو گئے۔ یہ نبی کریم ﷺ کے پاس دعا کے لیے آئے اور کہا اے محمد ﷺ ہم آپ کو اللہ اور رشتہ داری کا واسطہ دیتے ہیں چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی تو یہ کیفیت ان سے دور ہو گئی اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ الی قولہ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ، یسین قسم ہے قرآن کی جو حکمت سے بھرا ہوا ہے۔ اے محمد ﷺ بے شک تم

پیغمبروں میں سے ہو اور تم ان کو نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے وہ ایمان نہیں لانے کے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چنانچہ اس جماعت میں سے ایک شخص بھی ایمان نہ لایا۔

## لفظ یٰسین کا اسمائے الٰہیہ سے ہونے کا بیان

ابن عربی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ امام مالک نے فرمایا کہ یہ اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ اسماء آلٰہیہ میں سے ہے۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ حبشی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں اے انسان اور مراد انسان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور حضرت ابن جبیر کے کلام سے یہ مستفاد ہے کہ لفظ یٰسین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ان دو عظیم الشان حرفوں سے رکھنا، یعنی یا اور سین اس میں بڑے راز ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ یٰسین، بیروت)

بعض لوگوں نے کہا کہ یٰسین سے مراد اے انسان ہے۔ بعض کہتے ہیں حبشی زبان میں اے انسان کے معنی میں یہ لفظ ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ اللہ کا نام ہے، پھر فرماتا ہے قسم ہے محکم اور مضبوط قرآن کی جس کے آس پاس بھی باطل پھٹک نہیں سکتا، کہ بالیقین اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، سچے اچھے مضبوط اور عمدہ سیدھے اور صاف دین پر آپ ہیں، یہ راہ اللہ رحمٰن ورحیم صراط مستقیم کی ہے، اسی کا اترا ہوا یہ دین ہے جو عزت والا اور مومنوں پر خاص مہربانی کرنے والا ہے۔ جیسے فرمان ہے (وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ،الشوریٰ:52)، آپ یقیناً راہ راست کی رہبری کرتا ہے جو اس اللہ کی سیدھی راہ ہے جو آسمان وزمین کا مالک ہے اور جس کی طرف تمام امور کا انجام ہے، تاکہ تو عربوں کو ڈرا دے جن کے بزرگ بھی آگاہی سے محروم تھے جو محض غافل ہیں۔ ان کا تنہا ذکر کرنا اس لئے نہیں کہ دوسرے اس تنبیہ سے الگ ہیں۔ جیسے کہ بعض افراد کے ذکر سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی ساری دنیا کی طرف تھی۔

| |
|---|
| لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۝ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۝ |
| اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۝ |
| تاکہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا سو وہ غافل ہیں۔ درحقیقت ان کے اکثر لوگوں پر |
| ہمارا فرمان ثابت ہو چکا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں تو وہ ان کی |
| ٹھوڑیوں تک ہیں، پس وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں۔ |

## کفار کے ہاتھوں کا طوق میں بندھے ہوئے ہونے کا بیان

"لِتُنْذِرَ" بِهِ "قَوْمًا" مُتَعَلِّق بِتَنْزِیلِ "مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ" أَیْ لَمْ یُنْذَرُوا فِی زَمَن الْفَتْرَة "فَهُمْ" أَیْ الْقَوْم "غَافِلُونَ" عَنْ الْإِیمَان وَالرُّشْد، "لَقَدْ حَقَّ الْقَوْل" وَجَبَ "عَلَى أَكْثَرهمْ" بِالْعَذَابِ "فَهُمْ لَا یُؤْمِنُونَ"

أَیْ الْأَکْثَر،

"إِنَّا جَعَلْنَا فِی أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا" بِأَنْ تُضَمّ إِلَیْهَا الْأَیْدِی لِأَنَّ الْغُلّ یَجْمَع الْیَد إِلَی الْعُنُق "فَهِیَ" أَیْ الْأَیْدِی مَجْمُوعَة "إِلَی الْأَذْقَان" جَمْع ذَقَن وَهِیَ مُجْتَمَع اللَّحْیَیْنِ "فَهُمْ مُقْمَحُونَ" رَافِعُونَ رُء وُسهمْ لَا یَسْتَطِیعُونَ خَفْضهَا وَهَذَا تَمْثِیل وَالْمُرَاد أَنَّهُمْ لَا یُذْعِنُونَ لِلْإِیمَانِ وَلَا یُخْفِضُونَ رُء وُسهمْ لَهُ،

تا کہ آپ اس قوم کو ڈر سنائیں جن کے باپ دادا کو بھی نہیں ڈرایا گیا یعنی انہیں زمانہ فترت میں نہیں ڈرایا گیا۔ پس وہ ایمان وہدایت سے غافل قوم ہیں۔ درحقیقت ان کے اکثر لوگوں پر ہمارے ہمارے عذاب کا فرمان سچ ثابت ہو چکا ہے پس وہ اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔ بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں یعنی طوق سے ان کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھا ہوا ہوگا۔ اورایدی مجموعہ ہے۔ تو وہ ہاتھ ان کی ٹھوڑیوں تک ہیں، یہاں پر لفظ اذقان یہ ذقن کی جمع ہے۔ جس کا معنی دونوں جبڑوں سے ملنے والی جگہ ہے۔ پس وہ سر اوپر اٹھائے ہوئے ہیں۔ وہ سر کو نیچے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اور یہ ایک تمثیل ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ وہ ایمان کا اقرار نہیں کرتے اور نہ ہی ایمان کیلئے سروں کو جھکاتے ہیں۔

## سورہ یٰسین آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ ابوجہل نے کہا اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لوں تو یہ کر دوں گا اور وہ کر دوں گا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۔ ہم نے ان کی گرنوں میں طوق ڈال رکھے ہیں اور وہ تھوڑیوں تک (پھنسے ہوئے ہیں) تو ان کے سر اہلا رہے ہیں۔ کفار کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں تو یہ کہتا کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ اور اسے آپ نظر نہ آتے۔ (سیوطی 238، طبری 22-99)

یہ آیت ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی ابوجہل نے قسم کھائی تھی کہ اگر وہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھے گا تو پتھر سے سر کچل ڈالے گا جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو وہ اسی ارادہ فاسدہ سے ایک بھاری پتھر لے کر آیا جب اس نے پتھر کو اٹھایا تو اس کے ہاتھ گردن میں چپکے رہ گئے اور پتھر ہاتھ کو لپٹ گیا یہ حال دیکھ کر اپنے دوستوں کی طرف واپس ہوا۔

اور ان سے واقعہ بیان کیا تو اس کے دوست ولید بن مغیرہ نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا اور ان کا سر کچل کر ہی آؤں گا چنانچہ وہ پتھر لے آیا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی نماز ہی پڑھ رہے تھے، جب یہ قریب پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سنتا تھا آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا، یہ بھی پریشان ہو کر اپنے یاروں کی طرف لوٹا وہ بھی نظر نہ آئے انہوں نے ہی اسے پکارا اور اس سے کہا کہ تو نے کیا کیا؟ کہنے لگا میں نے ان کی آواز تو سنی مگر وہ نظر ہی نہیں آئے، اب ابوجہل کے تیسرے دوست نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کام کو انجام دے گا اور بڑے دعوے کے ساتھ وہ حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی طرف چلا تھا کہ الٹے پاؤں ایسا بدحواس ہو کر بھاگا کہ اوندھے منہ گر گیا اس کے دوستوں نے حال پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا حال بہت سخت ہے میں نے ایک بہت بڑا سانڈ دیکھا جو میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حائل ہو گیا، لات وعزّٰی کی قسم اگر میں ذرا بھی آگے بڑھتا تو وہ مجھے کھا ہی جاتا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(تفسیر خازن وجمل، سورہ یٰسین، بیروت)

## کفار کیلئے ہدایت کی طرف نہ پہنچ سکنے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان بدنصیبوں کا ہدایت تک پہنچنا بہت مشکل بلکہ محال ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی طرح ہیں جن کے ہاتھ گردن پر باندھ دیئے جائیں اور ان کا سر اونچا جا رہا ہو۔ گردن کے ذکر کے بعد ہاتھ کا ذکر چھوڑ دیا لیکن مراد یہی ہے کہ گردن سے ملا کر ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں اور سر اونچے ہیں اور ایسا ہوتا ہے کہ بولنے میں ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز کو جو اسی سے سمجھ لی جاتی ہے اس کا ذکر چھوڑ دیتے ہیں عرب شاعروں کے شعر میں بھی یہ بات موجود ہے۔ غل کہتے ہی ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن تک پہنچا کر گردن کے ساتھ جکڑ بند کر دینے کو۔ اسی لئے گردن کا ذکر کیا اور ہاتھوں کا ذکر چھوڑ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھ دیئے ہیں اس لئے وہ کسی کارِ خیر کی طرف ہاتھ بڑھا نہیں سکتے ان کے سر اونچے ہیں ان کے ہاتھ ان کے منہ پر ہیں وہ ہر بھلائی کرنے سے قاصر ہیں، گردنوں کے اس طوق کے ساتھ ہی ان کے آگے دیوار ہے جو حق تسلیم کرنے میں مانع ہے۔ پیچھے بھی دیوار ہے یعنی حق کو ماننے میں رکاوٹ ہے یعنی حق سے روک ہے۔ اس وجہ سے تردد میں پڑے ہوتے ہیں حق کے پاس آ نہیں سکتے۔ گمراہیوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حق کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ نہ حق کی طرف راہ پائیں۔ نہ حق سے فائدہ اٹھائیں۔

## نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقصدِ عظیم کا بیان

حضرت مالک سے منقول ہے کہ ان تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں یعنی اس دنیا میں میری بعثت کا ایک عظیم مقصد یہ ہے کہ انسانی اخلاق و اوصاف کو بیان کروں اور ان کو درجہ کمال تک پہنچا دوں۔ (موطا امام مالک اور احمد نے اس روایت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے) اپنی بہترین صورت وسیرت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1021)

| |
|---|
| وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۝ |
| وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝ |
| اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کر دی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔ |
| اور ان پر برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا انہیں نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔ |

## کفار کیلئے قبول حق کا مثل دیوار راستہ بند ہو جانے کا بیان

"وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا " بِفَتْحِ السِّين وَضَمّهَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ "فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ" تَمْثِيل أَيْضًا لِسَدِّ طُرُق الْإِيمَان عَلَيْهِمْ، "وَسَوَاء عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتهمْ " بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه

اور ہم نے ان کے آگے سے ایک دیوار کردی اوران کے پیچھے سے ایک دیوار، یہاں پر لفظ سدا دونوں مقامات پر سین کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔ یہ بھی اسی طرح ایمان کے راستوں کو بند کرنے کی تمثیل ہے۔ اور ان پر برابر ہے خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا انہیں نہ ڈرائیں، یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کو الف کے ساتھ بدلنے اور دونوں ہمزوں کی تسہیل جبکہ مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف کو داخل کیا جائے گا اور اسی طرح ترک دخول کے ساتھ بھی آیا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے۔

## نبی کریم ﷺ کا قریش کو دعوت اسلام دینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ (وانذر عشیرتک الاقربین) (یعنی اپنے قریب کے کنبہ والوں کو ڈرائیے) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو آواز دے کر بلایا جب وہ جمع ہو گئے تو آپ نے خطاب میں تعمیم بھی کی اور تخصیص بھی یعنی ان کو ان کے دور کے جد اعلیٰ کے ناموں کے ذریعہ بھی مخاطب کیا خاص خاص لوگوں سے مخصوص خطاب بھی ہو جائے چنانچہ آپ نے ان سب کو اس طرح خطاب فرمایا اے کعب بن لوی کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ (یعنی ایمان قبول کرو اور نیک عمل کرو تا کہ دوزخ کی آگ سے نجات پا سکو) اے مرہ بن کعب کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کے بیٹو اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ اور اے میری لخت جگر فاطمہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچا اس لئے کہ میں تمہارے حق میں اللہ کی طرف از قسم عذاب کسی چیز کا مالک نہیں ہوں یعنی میں تم سے کسی کو بھی اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا البتہ مجھ پا تمہاری قرابت کا حق ہے جس کو میں اس کی تری کے ساتھ تر کرتا ہوں یعنی میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت ہے اور اس کا جو حق مجھ پر ہے۔ وہ بس اتنا ہی کہ میں اس دنیا کے معاملات میں تمہاری دیکھ بھال رکھوں، تمہارے ساتھ اچھا سلوک کروں اور اگر تم احتیاج وضرورت کی تپش محسوس کرو تو میں صلہ رحمی اور حسن سلوک واحسان کے چھینٹوں سے اس تپش کو ختم کرنے کی کوشش کروں۔ اس روایت کو مسلم نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1305)

## کفار کے سروں کے خاک آلود ہونے کا بیان

ایک مرتبہ ابوجہل ملعون نے ایک مجمع میں کہا تھا کہ یہ دیکھو کہتا ہے کہ اگر تم اس کی تابعداری کرو گے تو تم بادشاہ بن جاؤ گے اور مرنے کے بعد خلد نشین ہو جاؤ گے اور اگر تم اس کا خلاف کرو گے تو یہاں ذلت کی موت مارے جاؤ گے اور وہاں عذابوں میں گرفتار

ہو گے۔آج آنے تو دو۔اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی مٹھی میں خاک تھی آپ ابتداء سورہ یٰسین سے لایبصرون تک پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا اور آپ ان کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے تشریف لے گئے۔ان بدبختوں کا گروہ کا گروہ آپ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھا اس کے بعد ایک صاحب گھر سے نکلے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے گھیرا ڈالے کھڑے ہو انہوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں آج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے اس نے کہا واہ واہ وہ تو گئے بھی اور تم سب کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے نکل گئے ہیں۔یقین نہ ہو تو اپنے سر جھاڑ و اب جو سر جھاڑے تو واقعی خاک نکلی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ابوجہل کی یہ بات دوہرائی گئی تو آپ نے فرمایا اس نے ٹھیک کہا فی الواقع میری تابعداری ان کے لئے دونوں جہاں کی عزت کا باعث ہے اور میری نافرمانی ان کے لئے ذلت کا موجب ہے اور یہی ہوگا،ان پر مہر اللہ کی لگ چکی ہے یہ نیک بات کا اثر نہیں لیتے۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ یٰسین،بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ ۝ |
| آپ تو صرف اسی شخص کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرتا ہے اور خدائے رحمان سے بن دیکھے ڈرتا ہے، |
| سو آپ اسے بخشش اور بڑی عزت والے اجر کی خوشخبری سنا دیں۔ |

## غائب پر ایمان لانے والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"إِنَّمَا تُنْذِر" يَنْفَع إنْذَارك "مَنْ اتَّبَعَ الذِّكْر" الْقُرْآن "وَخَشِيَ الرَّحْمَن بِالْغَيْبِ" خَافَهُ وَلَمْ يَرَهُ "فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْر كَرِيم" هُوَ الْجَنَّة.

آپ تو صرف اسی شخص کو ڈر سناتے ہیں جو نصیحت یعنی قرآن کی پیروی کرتا ہے اور خدائے رحمان سے بن دیکھے ڈرتا ہے،حالانکہ اس نے دیکھا نہیں ہے۔سو آپ اسے بخشش اور بڑی عزت والے اجر کی خوشخبری سنا دیں۔جو جنت ہے۔

## غیب کی تعریف واقسام کا بیان

غیب مصدر یا اسمِ فاعل کے معنی میں ہے،اس تقدیر پر غیب وہ ہے جو حواس وعقل سے بدیہی طور پر معلوم نہ ہو سکے،اس کی دو قسمیں ہیں،ایک وہ جس پر کوئی دلیل نہ ہو یہ علمِ غیب ذاتی ہے اور یہی مراد ہے آیہ (وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ 6-(59:الانعام:59)) میں اور ان تمام آیات میں جن میں علمِ غیب کی غیرِ خدا سے نفی کی گئی ہے،اس قسم کا علمِ غیب یعنی ذاتی جس پر کوئی دلیل نہ ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے،غیب کی دوسری قسم وہ ہے جس پر دلیل ہو جیسے صانعِ عالم اور اس کی صفات اور نبوات اور ان کے متعلقات احکام وشرائع وروز آخر اور اس کے احوال،بعث،نشر،حساب،جزا وغیرہ کا علم جس پر دلیلیں قائم ہیں اور جو تعلیم الٰہی سے حاصل ہوتا ہے یہاں یہی مراد ہے،اس دوسرے قسم کے غیوب جو ایمان سے علاقہ رکھتے ہیں ان کا علم ویقین ہر مومن کو حاصل ہے اگر نہ ہو آدمی مومن نہ ہو سکے اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں انبیاء واولیاء پر جو غیوب کے دروازے کھولتا ہے وہ اسی قسم

کا غیب ہے یا غیب معنی مصدری میں رکھا جائے اور غیب کا صلہ مومن بہ قرار دیا جائے یا باء کو متلبسین محذوف کے متعلق کر کے حال قرار دیا جائے، پہلی صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے جو بغیر دیکھے ایمان لائیں،

دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے جو مؤمنین کے پس غیب ایمان لائیں یعنی ان کا ایمان منافقوں کی طرح مومنین کے دکھانے کے لئے نہ ہو بلکہ وہ مخلص ہوں، غائب حاضر ہر حال میں مؤمن رہیں۔ غیب کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ غیب سے قلب یعنی دل مراد ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ وہ دل سے ایمان لائیں۔ (تفسیر جمل، سورہ یٰسین، بیروت)

## بن دیکھے ایمان لانے کی فضیلت کا بیان

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ سے پوچھا، تمہارے نزدیک ایمان لانے میں کون زیادہ افضل ہے، انہوں نے کہا، فرشتے۔ فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں وہ تو اپنے رب کے پاس ہی ہیں، لوگوں نے پھر کہا انبیاء، فرمایا وہ ایمان کیوں نہ لائیں ان پر تو وحی نازل ہوتی ہے۔ کہا پھر ہم۔ فرمایا تم ایمان کو قبول کیوں نہ کرتے؟ جب کہ میں تم میں موجود ہوں سنو! میرے نزدیک سب سے زیادہ افضل ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ صحیفوں میں لکھی ہوئی کتاب پائیں گے اس پر ایمان لائیں گے۔ (معجم کبیر، ج ۱۲، حدیث، ۱۲۵۶۰)

| |
|---|
| اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ط وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے آگے بھیجے اور ان کے چھوڑے ہوئے |
| نشان بھی اور جو بھی چیز ہے ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔ |

## مردوں کے زندہ ہونے اور حساب اعمال کا بیان

"إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَى " لِلْبَعْثِ "وَنَكْتُب" فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ "مَا قَدَّمُوا" فِي حَيَاتهمْ مِنْ خَيْر وَشَرّ لِيُجَازُوا عَلَيْهِ "وَآثَارهمْ" مَا اسْتَنَّ بِهِ بَعْدهمْ "وَكُلّ شَيْء " نَصَبَهُ بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "أَحْصَيْنَاهُ" ضَبَطْنَاهُ "فِي إِمَام مُبِين" كِتَاب بَيِّن هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ،

بے شک ہم ہی مردوں کو بعث کیلئے زندہ کرتے ہیں اور ہم لوح محفوظ میں لکھ رہے ہیں جو عمل انھوں نے اپنی زندگی میں بھلائی اور برائی کے اعمال آگے بھیجے تاکہ ان پر انہیں جزاء دی جائے۔ اور ان کے چھوڑے ہوئے نشان بھی جن کے نقش قدم پر وہ بعد میں چلا گیا اور جو بھی چیز ہے یہاں لفظ کل فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے جس کی تفسیر بعد والا فعل احصیناہ کر رہا ہے۔ ہم نے اسے ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔ یعنی لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔

## سورہ یٰسین آیت ۱۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابو سعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں قبیلہ بنو سلم مدینہ کے کنارے آباد تھے ان کی چاہت تھی کہ مسجد کے قریب

منتقل ہو جائیں۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی (اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَنَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَاٰثَارَہُمۡ، بے شک ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے اور جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو پیچھے اس کو لکھتے ہیں)۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ تمہارے اعمال لکھے جاتے ہیں اس لئے منتقل نہ ہو۔ یہ حدیث ثوری کی روایت سے حسن غریب ہے اور ابوسفیان سے مراد طریف سعدی ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1174)

حضرت ابوسعید خدری سے ایک دوسری روایت ہے کہ بنوسلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھروں کو مسجد سے دور ہونے کی شکایت کی تو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنے انہی گھروں میں ٹھہرے رہو کیونکہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں۔ (نیسابوری303، مستدرک2۔428)

## صدقہ جاریہ بننے والے اعمال کا بیان

اور ہم ان کی وہ نشانیاں، وہ طریقے بھی لکھتے ہیں جو وہ اپنے بعد چھوڑ گئے خواہ وہ طریقے نیک ہوں یا بد، جو نیک طریقے اُمّتی نکالتے ہیں ان کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور اس طریقے کو نکالنے والوں اور عمل کرنے والوں دونوں کو ثواب ملتا ہے اور جو برے طریقے نکالتے ہیں ان کو بدعتِ سیّئہ کہتے ہیں اس طریقے کے نکالنے والے اور عمل کرنے والوں دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اسلام میں نیک طریقہ نکالا اس کو طریقہ نکالنے کا بھی ثواب ملے گا اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی ثواب بغیر اس کے کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی کی جائے اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اس پر وہ طریقہ نکالنے کا بھی گناہ اور اس طریقہ پر عمل کرنے والوں کے بھی گناہ بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کچھ کمی کی جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صدہا امورِ خیر مثلِ فاتحہ گیارہویں و تیجہ و چالیسواں وعرس و توشہ وختم ومحافلِ ذکرِ میلاد وشہادت جن کو بدمذہب لوگ بدعت کہہ کر منع کرتے ہیں اور لوگوں کو ان نیکیوں سے روکتے ہیں یہ سب درست اور باعث اجر وثواب ہیں اور ان کو بدعتِ سیّئہ بتانا غلط و باطل ہے۔ یہ طاعات اور اعمالِ صالحہ جو ذکر وتلاوت اور صدقہ و خیرات پر مشتمل ہیں بدعتِ سیّئہ نہیں۔ بدعتِ سیّئہ وہ برے طریقے ہیں جن سے دین کو نقصان پہنچتا ہے اور جو سنّت کے مخالف ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا کہ جو قوم بدعت نکالتی ہے اس سے ایک سنّت اٹھ جاتی ہے تو بدعت سیّئہ وہی ہے جس سے سنّت اُٹھتی ہو جیسے کہ رفض، خروج، وہابیّت یہ سب انتہا درجہ کی خراب سیّئہ بدعتیں ہیں، رفض وخروج جو اصحاب و اہلِ بیتِ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت پر مبنی ہیں، ان سے اصحاب و اہل بیت کے ساتھ محبت و نیازمندی رکھنے کی سنّت اٹھ جاتی ہے جس کے شریعت میں تاکیدی حکم ہیں۔ وہابیّت کی اصل مقبولانِ حق حضرات انبیاء واولیاء کی جناب میں بے ادبی و گستاخی اور تمام مسلمانوں کو مشرک قرار دینا ہے، اس سے بزرگان دین کی حرمت وعزت اور ادب وتکریم اور مسلمانوں کے ساتھ اخوت ومحبت کی سنّتیں اٹھ جاتی ہیں جن کی بہت شدید تاکیدیں ہیں اور جو دین میں بہت ضروری چیزیں ہیں اور اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا کہ آثار سے مراد وہ قدم ہیں جو نمازی مسجد کی طرف چلنے میں رکھتا ہے اور اس معنی پر آیت کی شانِ نزول یہ بیان کی گئی ہے کہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کے

کنارے پر رہتے تھے انہوں نے چاہا کہ مسجد شریف کے قریب آ بسیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے قدم لکھے جاتے ہیں تم مکان تبدیل نہ کرو یعنی جتنی دور سے آؤ گے اتنے ہی قدم زیادہ پڑیں گے اور اجر وثواب زیادہ ہوگا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یٰسین، لاہور)

## مسلمان کے فوت ہو جانے کے بعد ثواب پہنچانے والے اعمال کا بیان

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کے ثواب کا سلسلہ اس سے منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کے ثواب کا سلسلہ باقی رہتا ہے۔

(۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (۳) صالح اولاد جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرے۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 198)

ایسے اعمال جن کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہوتا ہے ان کے اثرات مرنے کے بعد دنیا ہی میں ختم ہو جاتے ہیں مثلاً نماز، روزہ وغیرہ ایسے اعمال ہیں جو انسان کی زندگی میں ادا ہوتے تھے گو کہ ان کا ثواب بایں طور باقی رہتا ہے کہ وہ ذخیرہ آخرت ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد اس پر جزاء ملتی ہے مگر ان کا سلسلہ مرنے کے بعد آئندہ جاری نہیں رہتا۔ کیونکہ زندگی میں جب تک یہ اعمال ہوتے تھے اس کا ثواب ملتا رہتا تھا جب زندگی ختم ہوگئی تو یہ اعمال بھی ختم ہو گئے اور جب یہ اعمال ختم ہو گئے تو اس پر جزاء سزا کا ترتب بھی ختم ہو گیا۔ لیکن کچھ اعمال ایسے بھی ہیں جن کے ثواب کا سلسلہ نہ صرف یہ کہ زندگی میں ملتا ہے بلکہ مرنے کے بعد باقی وجاری رہتا ہے۔

ایسے ہی اعمال کے بارے میں اس حدیث میں ارشاد فرمایا جا رہا ہے کہ تین اعمال ایسے ہیں کہ زندگی ختم ہو جانے کے بعد بھی ان کے ثواب کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور مرنے والا برابر اس سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔ پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے، یعنی اگر کوئی آدمی اللہ کی راہ میں زمین وقف کر گیا ہے یا کنواں وتالاب بنوا گیا ہے یا ایسے ہی اللہ کی مخلوق کے فائدہ کی خاطر کوئی دوسری چیز اپنے پیچھے چھوڑ گیا ہے تو جب تک یہ چیزیں قائم رہیں گی اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے اس کو برابر ثواب ملتا رہے گا۔ دوسری چیز علم نافع ہے یعنی کسی ایسے عالم نے وفات پائی جو اپنی زندگی میں لوگوں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتا رہا اور پھر اپنے علوم ومعارف کو کسی کتاب کے ذریعہ محفوظ کر گیا جو ہمیشہ لوگوں کے لئے فائدہ مند اور رشد وہدایت کا سبب بنی ہے یا کسی ایسے آدمی کو اپنا شاگرد بنا گیا جو اس کے علم کا صحیح وارث ہے۔

جس سے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں جو زندگی ختم ہونے کے بعد اس کے لئے سرمایہ وسعادت ثابت ہوں گی اور جن کا ثواب اسے وہاں برابر ملتا رہے گا۔ تیسری چیز اولاد صالح ہے ظاہر ہے کہ کسی انسان کے لئے سب سے بڑی سعادت اور وجہ افتخار اس کی اولاد صالح ہی ہوتی ہے اس لئے کہ صالح اولاد نہ صرف یہ کہ ماں باپ کے لئے دنیا میں سکون وراحت کا باعث بنتی ہے بلکہ ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے وسیلہ نجات اور ذریعہ فلاح بھی بنتی ہے اور اس طرح سے کہ لائق ونیک لڑکا

اپنے والدین کی قبروں پر جاتا ہے وہاں فاتحہ پڑھتا ہے دعائے مغفرت کرتا ہے، قرآن پڑھ کران کو بخشتا ہے اوران کی طرف سے خیرات وصدقات کرتا ہے اورظاہر ہے کہ یہ سب چیزیں مردہ کے لئے ثواب کا باعث ہیں جن سے وہ اخروی زندگی میں کامیاب ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ |
| اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۝ |
| اورآپ ان کے لئے ایک بستی کے باشندوں کی مثال بیان کریں، جب ان کے پاس کچھ پیغمبر آئے۔ جبکہ ہم نے |
| ان کی طرف دو بھیجے تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا پھر ہم نے تیسرے کے ذریعے قوت دی، پھران تینوں نے کہا: |
| بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ |

## بستی انطا کیہ کی جانب متعدد رسل کی بعثت کا بیان

"وَاضْرِبْ" اجْعَلْ "لَهُمْ مَثَلًا" مَفْعُول أَوَّل "أَصْحَاب" مَفْعُول ثَانٍ "الْقَرْيَة" أَنْطَاكِيَّة "إِذْ جَاءَهَا" إِلَى آخِره بَدَل اشْتِمَال مِنْ أَصْحَاب الْقَرْيَة "الْمُرْسَلُونَ" أَيْ رُسُل عِيسَى،
"إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا" إِلَى آخِره بَدَل مِنْ إِذْ الْأُولَى "فَعَزَّزْنَا بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد: قَوَّيْنَا الِاثْنَيْنِ،

اورآپ ان کے لئے ایک بستی انطا کیہ کے باشندوں کی مثال بیان کریں، یہاں پر لفظ مثلا یہ مفعول اول ہے جبکہ اصحاب یہ مفعول ثانی ہے۔اوراذ جاءھا یہ آخر تک اصحاب قریہ سے بدل اشتمال ہے۔جب ان کے پاس کچھ پیغمبر یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے قاصد آئے۔جبکہ ہم نے ان کی طرف پہلے دو پیغمبر بھیجے۔یہاں پر اذ پہلے اذ سے بدل ہے۔تو انہوں نے ان دونوں کو جھٹلا دیا پھر ہم نے ان کو تیسرے پیغمبر کے ذریعے قوت دی، یہاں پر لفظ فعزز نا یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔پھران تینوں نے کہا: بیشک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

اس شہر سے مراد انطا کیہ ہے یہ ایک بڑا شہر ہے اس میں چشمے ہیں، کئی پہاڑ ہیں، ایک سنگین شہر پناہ ہے، بارہ میل کے دور میں بستا ہے۔

## حبیب نجار کے ایمان لانے کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کا مختصر بیان یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دوحواریوں صادق و صدوق کو انطا کیہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو جو بت پرست تھے دین حق کی دعوت دیں جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو انہوں نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ بکریاں چرارہا ہے اس شخص کا نام حبیب نجار تھا اس نے ان کا حال دریافت کیا، ان دونوں نے کہا

کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے ہیں تمہیں دین حق کی دعوت دینے آئے ہیں کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کرو، حبیب نجار نے نشانی دریافت کی انہوں نے کہا کہ نشانی یہ ہے کہ ہم بیماروں کو اچھا کرتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، برص والے کا مرض دور کر دیتے ہیں، حبیب نجار کا ایک بیٹا دو سال سے بیمار تھا، انہوں نے اس پر ہاتھ پھیرا وہ تندرست ہو گیا، حبیب ایمان لائے اور اس واقعہ کی خبر مشہور ہو گئی تا آنکہ ایک خلقِ کثیر نے ان کے ہاتھوں اپنے امراض سے شفا پائی یہ خبر پہنچنے پر بادشاہ نے انہیں بلا کر کہا کیا ہمارے معبودوں کے سوا اور کوئی معبود بھی ہے؟ ان دونوں نے کہا ہاں وہی جس نے تجھے اور تیرے معبودوں کو پیدا کیا پھر لوگ ان کے درپے ہوئے اور انہیں مارا اور یہ دونوں قید کر لئے گئے پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون کو بھیجا وہ اجنبی بن کر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے مصاحبین و مقربین سے رسم و راہ پیدا کر کے بادشاہ تک پہنچے اور اس پر اپنا اثر پیدا کر لیا جب دیکھا کہ بادشاہ ان سے خوب مانوس ہو گیا ہے تو ایک روز بادشاہ سے ذکر کیا کہ دو جو آدمی قید کئے گئے ہیں کیا ان کی بات سنی گئی تھی وہ کیا کہتے تھے؟ بادشاہ نے کہا کہ نہیں جب انہوں نے نئے دین کا نام لیا فوراً ہی مجھے غصہ آ گیا شمعون نے کہا کہ اگر بادشاہ کی رائے ہو تو انہیں بلایا جائے دیکھیں ان کے پاس کیا ہے چنانچہ وہ دونوں بلائے گئے، شمعون نے ان سے دریافت کیا تمہیں کس نے بھیجا ہے؟ انہوں نے کہا اس اللہ نے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر جاندار کو روزی دی اور جس کا کوئی شریک نہیں، شمعون نے کہا اس کی مختصر صفت بیان کرو انہوں نے کہا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، شمعون نے کہا تمہاری نشانی کیا ہے؟ انہوں نے کہا جو بادشاہ چاہے تو بادشاہ نے ایک اندھے لڑکے کو بلایا انہوں نے دعا کی وہ فوراً بینا ہو گیا، شمعون نے بادشاہ سے کہا کہ اب مناسب یہ ہے کہ تو اپنے معبودوں سے کہہ کہ وہ بھی ایسا ہی کر کے دکھائیں تا کہ تیری اور ان کی عزت ظاہر ہو، بادشاہ نے شمعون سے کہا کہ تم سے کچھ چھپانے کی بات نہیں ہے ہمارا معبود نہ دیکھے، نہ سنے، نہ کچھ بگاڑ سکے، نہ بنا سکے پھر بادشاہ نے ان دونوں حواریوں سے کہا کہ اگر تمہارے معبود کو مردے کے زندہ کر دینے کی قدرت ہو تو ہم اس پر ایمان لے آئیں، انہوں نے کہا ہمارا معبود ہر شے پر قادر ہے، بادشاہ نے ایک دہقان کے لڑکے کو منگایا جس کو مرے ہوئے سات دن ہو گئے تھے اور جسم خراب ہو چکا تھا، بدبو پھیل رہی تھی، ان کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں مشرک مرا تھا مجھ کو جہنم کے سات وادیوں میں داخل کیا گیا، میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ جس دین پر تم ہو بہت نقصان دہ ہے، ایمان لاؤ اور کہنے لگا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک حسین جوان مجھے نظر آیا جو ان تینوں شخصوں کی سفارش کرتا ہے، بادشاہ نے کہا کون تین؟ اس نے کہا ایک شمعون اور دو یہ، بادشاہ کو تعجب ہوا، جب شمعون نے دیکھا کہ اس کی بات بادشاہ میں اثر کر گئی تو اس نے بادشاہ کو نصیحت کی وہ ایمان لایا اور اس کی قوم کے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی سے ہلاک کئے گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ○ |
| قَالُوْا رَبُّنَا یَعْلَمُ اِنَّآ اِلَیْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ○ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○ |

انھوں نے کہا تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔
جبکہ ان (رسولان گرامی) نے کہا ہمارا رب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمھاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔

## انبیائے کرام کے مقصد بعثت میں حکم ابلاغ کا بیان

"قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَر مِثْلنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَن مِنْ شَيْء إِنْ " مَا "قَالُوا رَبّنَا يَعْلَم" جَارٍ مَجْرَى الْقَسَم وَزِيدَ التَّأْكِيد بِهِ وَبِاللَّامِ عَلَى مَا قَبْله لِزِيَادَةِ الْإِنْكَار فِي "إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ"
"وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ الْمُبِين " التَّبْلِيغ الْمُبِين الظَّاهِر بِالْأَدِلَّةِ الْوَاضِحَة وَهِيَ إِبْرَاء الْأَكْمَه وَالْأَبْرَص وَالْمَرِيض وَإِحْيَاء الْمَيِّت،

انھوں نے کہا تم ہمارے جیسے بشر ہی تو ہو اور رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی، تم تو محض جھوٹ ہی کہہ رہے ہو۔ جبکہ ان (رسولان گرامی) نے کہا ہمارا رب جانتا ہے یہاں پر لفظ ربنا یہ قسم کے قائم مقام ہے اور لام کے ساتھ اور تاکید کے ساتھ ماقبل پر انکار کے سبب زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ کہ یقیناً ہم تمھاری طرف ضرور بھیجے ہوئے ہیں۔ اور ہم پر صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔ یعنی پیغام حق کو دلائل کے ساتھ ظاہر کر دینا ہے۔ اور وہ کوڑھی مریض کو تندرست کرنا اور اندھے کو بینائی دینا اور مردوں کو زندہ کرنا ہے۔

لفظ رسول اور مرسل قرآن کریم میں عام طور پر اللہ کے نبی پیغمبر کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس آیت میں ان کے بھیجنے کو حق تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے، یہ بھی علامت اس کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء مرسلین ہیں۔ ابن اسحاق نے حضرت ابن عباس کعب احبار اور وہب بن منبہ کی روایت یہی نقل کی ہے کہ یہ تینوں بزرگ جن کا اس قریہ میں بھیجنے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے ان کے نام اس روایت میں صادق، صدوق اور شلوم مذکور ہیں، اور ایک روایت میں تیسرے کا نام شمعون آیا ہے۔

اور حضرت قتادہ سے یہ منقول ہے کہ یہاں لفظ مرسلون اپنے اصلاحی معنی میں نہیں بلکہ قاصد کے معنی میں ہے اور یہ تین بزرگ جو اس قریہ کی طرف بھیجے گئے خود پیغمبر نہیں تھے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوارین میں سے تھے۔ انہی کے حکم سے یہ اس قریہ کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے (ابن کثیر) اور چونکہ ان کے بھیجنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے رسول تھے، ان کا بھیجنا بھی بالواسطہ اللہ تعالیٰ ہی کا بھیجنا تھا اس لئے آیت میں ان کے ارسال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مفسرین میں سے ابن کثیر نے پہلے قول کو اور قرطبی وغیرہ نے دوسرے کو اختیار کیا ہے، ظاہر قرآن سے بھی یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ حضرات اللہ کے نبی اور پیغمبر تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ یٰسین، بیروت)

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○

انہوں نے کہا ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے اگر تم واقعی باز نہ آئے تو ہم تمہیں یقیناً سنگ سار کردیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ کہا: تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے، کیا یہ نحوست ہے کہ تمہیں نصیحت کی گئی، بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو۔

## کفار کا نصیحت کی جانب نحوست کی نسبت کرنے کا بیان

"قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا" تَشَاءَمْنَا "بِكُمْ" لِانْقِطَاعِ الْمَطَر عَنَّا بِسَبَبِكُمْ "لَئِنْ" لَام قَسَم "لَمْ تَنْتَهُوا لَنَرْجُمَنَّكُمْ" بِالْحِجَارَةِ "وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِنَّا عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم

"قَالُوا طَائِركُمْ" شُؤْمكُمْ "مَعَكُمْ" بِكُفْرِكُمْ "أَإِنْ" هَمْزَة اسْتِفْهَام دَخَلَتْ عَلَى إنْ الشَّرْطِيَّة وَفِي هَمْزَتهَا التَّحْقِيق وَالتَّسْهِيل وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهَا بِوَجْهَيْهَا وَبَيْن الْأُخْرَى "ذُكِّرْتُمْ" وُعِظْتُمْ وَخُوِّفْتُمْ وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوف أَيْ تَطَيَّرْتُمْ وَكَفَرْتُمْ وَهُوَ مَحَلّ الِاسْتِفْهَام وَالْمُرَاد بِهِ التَّوْبِيخ "بَلْ أَنْتُمْ قَوْم مُسْرِفُونَ" مُتَجَاوِزُونَ الْحَدّ بِشِرْكِكُمْ،

بستی والوں نے کہا ہمیں تم سے نحوست پہنچی ہے کیونکہ تمہاری وجہ سے ہم سے بارش منقطع ہو چکی ہے۔ یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اگر تم واقعی باز نہ آئے تو ہم تمہیں یقیناً سنگ سار کردیں گے اور ہماری طرف سے تمہیں ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ پیغمبروں نے کہا تمہاری نحوست تمہارے کفر کے ساتھ ہے، کیا یہ نحوست ہے یہاں پر ہمزہ استفہامیہ ہے جو ان شرطیہ پر داخل ہوا ہے۔ اور اس میں ہمزہ تحقیق وتسہیل جبکہ دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف داخل کیا جائے۔ کہ تمہیں نصیحت کی گئی، یعنی تمہیں ڈرایا گیا۔ اور جواب شرط محذوف ہے یعنی تطیرتم وکفرتم اور یہی محل استفہام ہے۔ جبکہ اس سے مراد توبیخ ہے۔ بلکہ تم لوگ حد سے گزر جانے والے ہو۔ یعنی تم شرک کر کے حد سے بڑھنے والے ہو۔

## انبیاء ورسل سے کفار کی بدسلوکی کا بیان

ان کافروں نے ان رسولوں سے کا کہ تمہارے آنے سے ہمیں کوئی برکت وخیریت تو ملی نہیں۔ بلکہ اور برائی اور بدی پہنچی۔ تم ہو ہی بدشگون اور تم جہاں جاؤ گے بلائیں برسیں گی۔ سنو اگر تم اپنے اس طریقے سے باز نہ آئے اور یہی کہتے رہے تو ہم تمہیں سنگسار کردیں گے۔ اور سخت المناک سزائیں دیں گے رسولوں نے جواب دیا کہ تم خود بدفطرت ہو۔ تمہارے اعمال ہی برے ہیں اور اسی وجہ سے تم پر مصیبتیں آتی ہیں۔ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

یہی بات فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے مومنوں سے کہی تھی۔ جب انہیں کوئی راحت ملتی تو کہتے ہم تو

اس کے مستحق ہی تھے۔اور اگر کوئی رنج پہنچتا تو حضرت موسیٰ اور مومنوں کی بدشگونی پر اسے محمول کرتے۔جس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا یعنی ان کی مصیبتوں کی وجہ ان کے بداعمال ہیں جن کا وبال ہماری جانب سے انہیں پہنچ رہا ہے۔قوم صالح نے بھی اپنے نبی سے یہی کہا تھا اور یہی جواب پایا تھا۔خود جناب پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی کہا گیا ہے جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے یعنی اگر ان کافروں کو کوئی نفع ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی نقصان ہوتا ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے تہ کہد یجیے کہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے۔انہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان سے یہ بات بھی نہیں سمجھی جاتی؟ پھر فرماتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ ہم نے تمہیں نصیحت کی، تمہاری خیر خواہی کی، تمہیں بھلی راہ سمجھائی۔تمہیں اللہ کی توحید کی طرف رہنمائی کی تمہیں اخلاص وعبادت کے طریقے سکھائے تم ہمیں منحوس سمجھنے لگے؟

اور ہمیں اس طرح ڈرانے دھمکانے لگے؟ اور خوفزدہ کرنے لگے؟ اور مقابلہ پر اتر آئے؟ حقیقت یہ ہے کہ تم فضول خرچ لوگ ہو۔حدود الہیہ سے تجاوز کر جاتے ہو۔ہمیں دیکھو کہ ہم تمہاری بھلائی چاہیں۔تمہیں دیکھو کہ تم ہم سے برائی سمجھو۔بتاؤ تو بھلا یہ کوئی انصاف کی بات ہے؟ افسوس تم انصاف کے دائرے سے نکل گئے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

## بدشگونی کے بے اصل ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ۔"بدشگونی بے حقیقت ہے اس سے بہتر تو اچھی فال ہے۔" صحابہ نے عرض کیا کہ اور فال کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اچھا کلمہ جس کو تم میں سے کوئی شخص سنے اور اس سے اپنی مراد پانے کی توقع پیدا کرے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 509)

بدشگونی بے حقیقت ہے" کا مطلب یہ ہے کہ حصول منفعت یا دفع مضرت میں بدفالی لینے کا کوئی عمل دخل نہیں ہے اور نہ شریعت نے اس کو سبب اعتبار قرار دیا ہے۔لہٰذا اس کا کوئی اعتقاد واعتبار نہ کرنا چاہئے۔چونکہ ہوگا وہی جو قادر مطلق (اللہ تعالیٰ) کی مرضی ہوگی اس لئے بدفالی لے کر اپنے آپ کو خواہ مخواہ خوف واندیشہ اور ناامیدی میں کیوں مبتلا کیا جائے۔طیرہ یعنی بدفالی کی نفی کرنے اور اس کی ممانعت کو ظاہر کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فال کی تعریف کی اور یہ فرمایا کہ طیرہ کی بہترین صورت اچھی فال ہے۔گویا حدیث میں "طیرہ" مطلق فال لینے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے لیکن اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ حدیث کی عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اچھی فال لینا بہتر ہے۔اور بدفالی لینا بھی کسی نہ کسی درجہ میں اچھی چیز ہے حالانکہ حقیقت میں بدفالی اچھی چیز نہیں ہے۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں لفظ خیر اصل میں بہ کے مفہوم میں ہے نہ کہ بہتر کے معنی میں جیسا کہ یہ جملہ ہے۔آیت (والاخرۃ خیر وابقی)۔ واصحاب الجنۃ خیر ۔ ایک جواب یہ بھی ہے کہ یہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم دراصل اہل عرب کے گمان واعتقاد پر مبنی ہے کہ وہ بدفالی کو بھی پسندیدہ چیز سمجھتے تھے یا یہ کہ اس عبارت کی بنیاد یہ ہے کہ اگر طیرہ کا اچھا ہونا بالفرض ممکن بھی ہوتا تو فال اس سے بہتر چیز ہوتی۔"وہ اچھا کلمہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو کوئی ایسا

جملہ سنائی دے جس سے اس کے دل میں اپنے مطلوب ومقصود کے حاصل ہو جانے کی امید پیدا ہو جائے اور وہ اس لفظ یا جملے کو اپنے حق میں گویا اچھی پیشگوئی سمجھے جیسے کوئی شخص اپنی کسی گمشدہ چیز کو تلاش کر رہا ہو کہ وہ یہ آواز سنے یا واجد یا کوئی شخص راستہ بھول گیا ہو اور اس کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹک رہا ہو کہ اس کے کان میں کسی طرف سے یہ آواز آئے۔ یا راشدا۔

## دور جاہلیت میں لوگوں کا کاہنوں کے پاس جانے کا بیان

حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کو ہم زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے، ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے (اور ان سے غیب کی باتیں پوچھا کرتے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ایک چیز یہ بھی ہے کہ ہم شگون بدلیا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک ایسی چیز ہے جس کو تم میں سے کوئی اپنے دل میں محسوس کر سکتا ہے لیکن یہ (یعنی دل میں اس طرح کا خیال آنا) تم کو کسی کام سے نہ روکے (یعنی اگر تم میں سے کوئی شخص بتقاضائے بشریت شگون بد کا خیال بھی لائے تو اس سے متاثر ہو کر اپنے قصد وارادہ سے باز نہ رہے کیونکہ بدشگونی وہم محض سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی) حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگ لکیریں اور خطوط کھینچتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،۔ انبیاء میں سے ایک نبی گزرے ہیں جو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے علم لدنی کے ذریعہ) لکیریں اور خطوط کھینچا کرتے تھے لہٰذا جس شخص کا خط ان کے موافق ہو وہ مباح ہوگا (ورنہ ناجائز)۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 526)

حدیث میں جس نبی مکرم علیہ السلام کا ذکر کیا گیا ہے ان سے حضرت دانیال علیہ السلام یا بعض حضرات کے قول کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام مراد ہیں۔ حدیث کے آخری جزو کا مطلب یہ ہے کہ لکیریں اور خطوط کھینچنے کا علم کہ جس کو رمل کہا جاتا ہے اصل میں ان نبی سے چلا تھا جو اب اپنے حقیقی اصول وقواعد کے اعتبار سے معدوم ہو چکا ہے، اگر اب بھی کوئی شخص اس علم کو انہی خصوصیات وشرائط کے ساتھ جانتا ہو جو ان نبی علیہ السلام نے وضع فرمائے تھے اور اس کا لکیریں اور خطوط کھینچنا بالکل اسی طرح ہو جس طرح نبی کھینچتے تھے تو اس صورت میں اس علم سے فائدہ اٹھانا مباح ہوگا، لیکن یہ بات چونکہ متحقق ہے کہ یہ علم اپنے اصل کے اعتبار سے دنیا سے اٹھ گیا ہے اور کوئی شخص یہ جاننے پر قادر نہیں ہے کہ وہ نبی کس طرح لکیریں اور خطوط کھینچا کرتے تھے اس لئے اب اس علم کو سیکھنا اور اس پر عمل کرنا حرام وممنوع ہوا۔

## بدشگونی سے بچنے کی دعا کا بیان

حضرت عروہ بن عامر تابعی کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی بہترین صورت اچھی فال ہے اور یاد رکھو کسی مسلمان کو شگون بد (اس کے مقصد وارادہ سے) باز نہ رکھے (یعنی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ کسی کام کو کرنے کا ارادہ کرے اور پھر کسی چیز کو بدشگونی سمجھ کر اس کام سے باز رہے)

اور جب تم میں کوئی شخص ایسی چیز کو دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے یعنی ایسی چیز جس کے ذریعہ شگون بدلیا جاتا ہے اور جو دل ودماغ میں وہم وخلجان پیدا کرتی ہے تو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے (اللھم لایاتی بالحسنات الا و الا یدفع السیات الا انت ولا حول ولاقوۃ الا باللہ) اے اللہ! اچھائیوں اور برائیوں کا لانے والا صرف تو ہے اور صرف تو ہی برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے والا ہے اور برائی سے منہ موڑنے اور نیکی کی طرف آنے کی توفیق وطاقت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔" اس روایت کو ابوداؤد نے بطریق روایت نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 524)

| |
|---|
| وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ |
| اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ |
| اور شہر کے سب سے دور کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، اس نے کہا اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ |
| ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ |

## حبیب نجار کا قوم کو انبیائے کرام کی اتباع کا حکم دینے کا بیان

"وَجَاءَ مِنْ أَقْصَى الْمَدِينَة رَجُل " هُوَ حَبِيب النَّجَّار كَانَ قَدْ آمَنَ بِالرُّسُلِ وَمَنْزِله بِأَقْصَى الْبَلَد "يَسْعَى" يَشْتَدّ عَدْوًا لَمَّا سَمِعَ بِتَكْذِيبِ الْقَوْم الرُّسُل،
"اتَّبِعُوا" تَأْكِيد لِلْأَوَّلِ "مَنْ لَا يَسْأَلكُمْ أَجْرًا" عَلَى رِسَالَته "وَهُمْ مُهْتَدُونَ" فَقِيلَ لَهُ : أَنْتَ عَلَى دِينهمْ،

اور شہر کے سب سے دور کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، جو حبیب نجار تھا۔ جو رسولان گرامی پر ایمان لے آیا اور اس کا گھر شہر کے آخری کنارے پر تھا۔ جب اس نے قوم سے رسولان گرامی کی تکذیب سنی تو وہ دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا اے میری قوم! ان رسولوں کی پیروی کرو۔ یہ اول کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ ایسے لوگوں کی پیروی کرو جو تم سے اپنی رسالت پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ تو اس سے کہا گیا تو ان کے دین پر ہو گیا ہے؟

## حبیب نجار کا قوم کو رسولان گرامی پر اطاعت کی دعوت دینے کا بیان

مروی ہے کہ اس بستی کے لوگ یہاں تک سرکش ہو گئے کہ انہیں نے پوشیدہ طور پر نبیوں کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک مسلمان شخص جو اس بستی کے آخری حصے میں رہتا تھا جس کا نام حبیب تھا اور رسے کا کام کرتا تھا، تھا بھی بیمار، جذام کی بیماری تھی، بہت سخی آدمی تھا۔ جو کماتا تھا اس کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا کرتا تھا۔ دل کا نرم اور فطرت کا اچھا تھا۔ لوگوں سے الگ تھلگ ایک غار میں بیٹھ کر اللہ عزوجل کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اس نے جب اپنی قوم کے اس بدارادے کو کسی طرح معلوم کیا تو اس سے صبر نہ ہو سکا دوڑتا بھاگتا آیا۔ بعض کہتے ہیں یہ بڑھئی تھے۔ ایک قول ہے کہ یہ دھوبی تھے۔ عمر بن حکم فرماتے ہیں جوتی گانٹھنے والے تھے۔ اللہ ان پر رحم

کرے۔انہوں نے آ کر اپنی قوم کو سمجھانا شروع کیا کہ تم ان رسولوں کی تابعداری کرو۔ان کا کہا مانو۔ان کی راہ چلو، دیکھو تو یہ اپنا کوئی فائدہ نہیں کر رہے ہے یہ تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی بدلہ نہیں مانگتے۔اپنی خیر خواہی کی کوئی اجرت تم سے طلب نہیں کر رہے۔درد دل سے تمہیں اللہ کی توحید کی دعوت دے رہے ہیں اور سیدھے اور سچے راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔خود بھی اسی راہ پر چل رہے ہیں۔تمہیں ضرور ان کی دعوت پر لبیک کہنا چاہئے اور ان کی اطاعت کرنی چاہئے۔لیکن قوم نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ انہیں شہید کر دیا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

| وَمَالِيَ لَآ اَعۡبُدُ الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ وَ اِلَیۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ۝ |
|---|
| اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ |

## صفت خلق سے تقاضہ عبادت کے استدلال کا بیان

"وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي" خَلَقَنِي أَيْ لَا مَانِع لِي مِنْ عِبَادَته الْمَوْجُود مُقْتَضِيهَا وَأَنْتُمْ كَذَلِكَ "وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" بَعْد الْمَوْت فَيُجَازِيكُمْ بِكُفْرِكُمْ،

اور مجھے کیا ہے کہ میں اس کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا یعنی جب تقاضہ موجود ہے تو مجھے اس کی عبادت سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور اسی کی طرف تم موت کے بعد لوٹائے جاؤ گے۔پس وہ تمہیں تمہارے کفر کے سبب جزاء دے گا۔

## دعوت دین دینے والے کی شہادت کا بیان

وہ نیک بخت شخص جو اللہ کے رسولوں کی تکذیب و تردید اور توہین ہوتی دیکھ کر دوڑا ہوا آیا تھا اور جس نے اپنی قوم کو نبیوں کی تابعداری کی رغبت دلائی تھی وہ اب اپنے عمل اور عقیدے کو ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور انہیں حقیقت سے آگاہ کر کے ایمان کی دعوت دے رہا ہے، تو کہتا ہے کہ میں تو صرف اپنے خالق مالک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی قدرت کی ہی عبادت کرتا ہوں جبکہ صرف اسی نے مجھے پیدا کیا ہے تو میں اس کی عبادت کیوں نہ کروں؟ پھر یہ نہیں کہ اب ہم اس کی قدرت سے نکل گئے ہیں؟ اس سے اب ہمارا کوئی تعلق نہیں رہا ہو؟ نہیں بلکہ سب کے سب لوٹ کر پھر اس کے سامنے جمع ہونے والے ہیں۔اس وقت وہ ہر بھلائی برائی کا بدلہ دے گا۔یہ کیسی شرم کی بات ہے کہ میں اس خالق و وقار کو چھوڑ کر اوروں کو پوجوں جو نہ تو یہ طاقت رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کسی مصیبت کو مجھ پر سے ڈال دیں، نہ یہ کہ ان کے کہنے سننے کی وجہ سے مجھے کوئی برائی پہنچے، اللہ اگر مجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے تو یہ اسے دفع نہیں کر سکتے روک نہیں سکتے نہ مجھے اس سے بچا سکتے ہیں، اگر میں ایسے کمزوروں کی عبادت کرنے لگوں تو مجھ سے بڑھ کر گمراہ اور بہکا ہوا اور کون ہوگا؟ پھر تو نہ صرف مجھے بلکہ دنیا کے ہر بھلے انسان کو میری گمراہی کھل جائے گی۔میری قوم کے لوگو! اپنے جس حقیقی معبود اور پروردگار سے تم منکر ہوئے ہو۔سنو میں تو اس کی ذات پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ بھی معنی اس آیت کے ہو سکتے ہیں کہ اس اللہ کے بندے مرد صالح نے اب اپنی قوم سے روگردانی کر کے اللہ کے ان رسولوں سے یہ کہا ہو کہ اللہ کے پیغمبرو!

تم میرے ایمان کے گواہ رہنا! میں اس اللہ کی ذات پر ایمان لایا جس نے تمہیں برحق رسول بنا کر بھیجا ہے، پس گویا یہ اپنے ایمان پر اللہ کے رسولوں کو گواہ بنا رہا ہے۔ یہ قول بہ نسبت اگلے قول کے بھی زیادہ واضح ہے واللہ اعلم۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ تمام کفار پل پڑے اور زدوکوب کرنے لگے۔ کون تھا جو انہیں بچاتا؟ پتھر مارتے مارتے انہیں اسی وقت فی الفور شہید کر دیا (رضی اللہ عنہ وارضاہ) یہ اللہ کے بندے یہ سچے ولی اللہ پتھر کھا رہے تھے لیکن زبان سے یہی کہے جا رہے تھے کہ اللہ میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ |
| شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ۝ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ |
| کیا میں اس کے سوا ایسے معبود بنالوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش |
| میرے کسی کام نہ آئے گی اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔ یقیناً میں تو اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ |

## معبودان باطلہ کی سفارش کا کام نہ آنے کا بیان

"أَأَتَّخِذُ" فِي الْهَمْزَتَيْنِ مِنْهُ مَا تَقَدَّمَ فِي أَأَنْذَرْتهمْ وَهُوَ اسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي "مِنْ دُونه" أَيْ غَيْره "آلِهَة" أَصْنَامًا "إِنْ يُرِدْنِ الرَّحْمَن بِضُرٍّ لَا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتهمْ" الَّتِي زَعَمْتُمُوهَا "شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونَ" صِفَة آلِهَة، "إِنِّي إِذًا" أَيْ إِنْ عَبَدْت غَيْر اللَّه "لَفِي ضَلَال مُبِين" بَيِّن،

یہاں پر دونوں ہمزے وہی ہیں جن کا بیان أأنذرتہم میں گزر چکا ہے اور وہ استفہام بہ معنی نفی ہے۔ کیا میں اس کے سوا ایسے معبود یعنی بت بنالوں کہ اگر رحمان میرے بارے میں کسی نقصان کا ارادہ کرے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے گی جس طرح تم نے گمان کر رکھا ہے۔ یہاں پر ینقذون یہ الہۃ کی صفت ہے اور نہ وہ مجھے بچائیں گے۔ یعنی اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں، یقیناً میں تو اس وقت ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ءاتخذ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے اتخذ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے اتخاذ (افتعال) مصدر۔ اختیار کرنا۔ کیا میں اختیار کروں۔ بھلا میں اختیار کرو۔ الھۃ۔ الہ کی جمع ہے۔ ءاتخذ من دونہ الھۃ۔ کیا میں اس کو (اللہ کو) چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں

ان یردن الرحمن بضر (جملہ شرطیہ) لا تغن عنی شفاعتھم شیئا ولا ینقذون (جواب شرط)۔ ان شرطیہ یردن مضارع مجزوم (بوجہ عمل ان) واحد مذکر غائب۔ ارادۃ مصدر (باب افعال) اصل میں یردنی تھا۔ ان کے عمل سے اخیر کی یا ساقط ہوگئی ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول، اگر وہ مجھ کو (دکھ پہنچانا) چاہے۔

لا تغن۔ مضارع منفی واحد مونث غائب، اغناء (افعال) مصدر کام آتا ہے۔ کفایت کرنا۔ بے پرواہ بنا دینا۔ اصل میں تغنی

تھا۔عامل کے سبب سے آخر سے یا ساقط ہوگئی شفاعتہم مضاف مضاف الیہ،ان کی شفاعت ۔ہم ضمیر جمع مذکر کا مرجع الھۃ ہے۔لا تغن عنی شفاعتہم شیئا۔(تو) ان (معبودان باطل) کی شفاعت یا سفارش میرے کسی کام نہ آسکے گی۔ مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔لاینقذون۔مضارع منفی (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب۔اصل میں یہ ینقذونی تھا۔نون اعرابی مضارع مجزوم کی صورت میں گر گیا۔نون مکسور نون وقایہ ہے۔آخر میں یا متکلم بوجہ تخفیف محذوف ہوگئی۔انقاذ مصدر۔(باب افعال) الانقاذ کے معنی کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا ہے۔مثلاًو کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا، اورتم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔لا ینقذون ۔ ای لا یخلصون من ذلک الضر ۔ مجھے اس ضرر سے نہ بچاسکیں یا چھڑا نہ سکیں۔

| |
|---|
| اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝ قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ ط قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝ |
| بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ ۝ |
| بے شک میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں،سو مجھ سے سنو۔ارشاد ہوا جا جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو |
| یہ بات معلوم ہو جاتی ۔کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔ |

## ایمان کے اظہار پر کفار کا حبیب کو شہید کر دینے کا بیان

"اِنِّی آمَنْت بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُونِ" أَیْ اسْمَعُوا قَوْلِی فَرَجَمُوهُ فَمَاتَ "قِیلَ" لَهُ عِنْد مَوْته "اُدْخُلْ الْجَنَّة" وَقِیلَ دَخَلَهَا حَیًّا "قَالَ یَا" حَرْف تَنْبِیه "بِمَا غَفَرَ لِی رَبِّی" بِغُفْرَانِهِ،

بے شک میں تمھارے رب پر ایمان لایا ہوں،سو مجھ سے سنو۔یعنی تم میری بات دھیان سے سنو تو لوگوں نے اس کو رجم کیا جس سے اس کا وصال ہو گیا۔وصال کے وقت اس سے کہا گیا جا جنت میں داخل ہو کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی ۔یہاں یاءحرف انتباہ ہے۔کہ میرے پروردگار نے مجھ کو اپنی بخشش کے سبب بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا۔

## ایمان کی دعوت میں مشکلات کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کفار نے اس مومن کامل کو بری طرح مارا پیٹا اسے گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے اسے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں،اسی وقت اللہ کی طرف سے اسے جنت کی خوشخبری سنائی گئی،اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج وغم سے آزاد کر دیا اور امن چین کے ساتھ جنت میں پہنچا دیا ان کی شہادت سے اللہ خوش ہوا جنت ان کیلئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی،اپنے ثواب واجر کو،عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میرا بڑا ہی اکرام کیا۔فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے ۔دیکھئے اس اللہ والے شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی

اور بعد مرگ بھی ان کا خیر خواہ رہا۔ یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کاش کہ میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس سبب سے میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی، اللہ پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی، اللہ ان پر رحمت کرے اور ان سے خوش رہے۔ دیکھو تو قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہش مند تھے۔ حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کیلئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں؟ جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا تو خیال تک نہیں۔ انہیں مجھ سے اس قدر الفت و عقیدت ہے کہ میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں، آپ نے فرمایا اچھا پھر جائیے، یہ چلے، جب لات وعزیٰ کے بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کرو یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں، اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی۔ اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے، ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دوہرایا تھا جب ایک بدنصیب تن جلے نے دور سے ایک ہی تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور اسی وقت شہید ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۃ یس والا جس نے کہا تھا کاش کہ میری قوم میری مغفرت وعزت کو جان لیتی۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جنہیں یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۃ یاسین میں ہے، ان سے اس کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا بیشک وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں، اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا اس ملعون نے کہا ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو بدن کٹواتا اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَنۡزَلۡنَا عَلٰى قَوۡمِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ مِنۡ جُنۡدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنۡزِلِيۡنَ ۝ |
| اِنۡ كَانَتۡ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمۡ خٰمِدُوۡنَ ۝ |
| اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا اور نہ ہم اتارنے والے تھے۔ ایک سخت چنگھاڑ |
| کے سوا اور کچھ نہ تھا، بس وہ اسی دم بجھ گئے۔ |

## قوم حبیب پر چنگھاڑ کا عذاب آنے کا بیان

"وَمَا" نَافِيَة "أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمه " أَيْ حَبِيب "مِنْ بَعْده" بَعْد مَوْته "مِنْ جُنْد مِنْ السَّمَاء " أَيْ مَلَائِكَة لِإِهْلَاكِهِمْ "وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ" مَلَائِكَة لِإِهْلَاكِ أَحَد "إنْ" مَا "كَانَتْ" عُقُوبَتهمْ "إلَّا صَيْحَة وَاحِدَة" صَاحَ بِهِمْ جِبْرِيل "فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ" سَاكِنُونَ مَيِّتُونَ،

یہاں پر لفظ ماء نافیہ ہے۔اور ہم نے اس کے بعد اس کی قوم یعنی حبیب کی قوم پر اس کے وصال کے بعد آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا یعنی ان لوگوں کی ہلاکت کیلئے فرشتوں کو نازل نہیں کیا۔اور نہ ہم کسی کی بھی ہلاکت کیلئے فرشتوں کو اتارنے والے تھے۔ان کا عذاب ایک سخت چنگھاڑ کے سوا اور کچھ نہ تھا، جو ان پر جبرائیل امین نے ماری۔بس وہ اسی دم بجھ گئے۔یعنی خاموشی کے ساتھ مردہ ہو گئے۔

## کفار پر عذاب الٰہی آجانے کے سبب ہلاک ہونے کا بیان

اس کے بعد ان لوگوں پر جو اللہ کا غضب نازل ہوا اور جس عذاب سے وہ غارت کر دیئے گئے اس کا ذکر ہو رہا ہے، چونکہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اللہ کے ولی کو قتل کیا اس لئے ان پر عذاب اترا اور ہلاک کر دیئے گئے، لیکن انہیں برباد کرنے کیلئے اللہ نے تو کوئی لشکر آسمان سے بھیجا نہ کوئی خاص اہتمام کرنا پڑا نہ کسی بڑے سے بڑے کام کیلئے اس کی ضرورت، اس کا تو صرف حکم کر دینا کافی ہے، نہ انہیں اس کے بعد کوئی تنبیہہ کی گئی نہ ان پر فرشتے اتارے گئے، بلکہ بلا مہلت عذاب میں پکڑ لئے گئے اور بغیر اس کے کہ کوئی نام لینے والا پانی دینے والا ہو اول سے آخر تک ایک ایک کر کے سب کے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔جبرائیل علیہ السلام آئے اور ان کے شہر انطاکیہ کے دروازے کی چوکھٹ تھام کر اس زور سے ایک آواز لگائی کہ کلیجے پاش پاش ہو گئے، دل اڑ گئے اور روحیں پرواز کر گئیں۔حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ ان لوگوں کے پاس جو تینوں رسول آئے تھے یہ حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے قاصد تھے، لیکن اس میں قدرے کلام ہے، اولاً تو یہ کہ قصے کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مستقل رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔فرمان ہے (اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ، یس:14)، جبکہ ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے جب انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کی مدد کیلئے تیسرا رسول بھیجا۔پھر اللہ کے یہ رسول اہل انطاکیہ سے کہتے ہیں (اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ، یس:14)، یعنی ہم تمہاری طرف رسول ہیں۔پس اگر یہ تینوں حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں سے حضرت عیسیٰ کے بھیجے ہوئے ہوتے تو انہیں یہ کہنا مناسب نہ تھا بلکہ وہ کوئی ایسا جملہ کہتے جس سے معلوم ہو جاتا کہ یہ حضرت عیسیٰ کے قاصد ہیں واللہ اعلم۔

پھر یہ بھی ایک قرینہ ہے کہ کفار انطاکیہ ان کے جواب میں کہتے ہیں (اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ،ابراہیم:10) تم تو ہم ہی جیسے انسان ہو، دیکھ لو یہ کلمہ کفار ہمیشہ رسولوں کو ہی کہتے رہے۔اگر وہ حواریوں میں سے ہوتے تو ان کا مستقل دعویٰ رسالت کا تھا ہی نہیں پھر انہیں یہ لوگ یہ الزام ہی کیوں دیتے؟ ثانیاً اہل انطاکیہ

کی طرف حضرت مسیح کے قاصد گئے تھے اور اس وقت اس بستی کے لوگ ان پر ایمان لائے تھے بلکہ یہی وہ بستی ہے جو ساری کی ساری جناب مسیح پر ایمان لائی اسی لئے نصرانیوں کے وہ چار شہر جو مقدس سمجھے جاتے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے۔ بیت المقدس کی بزرگی کے وہ قائل اس لئے کہ وہ حضرت مسیح کا شہر ہے اور انطاکیہ کو حرمت والا شہر اس لئے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یہیں کے لوگ حضرت مسیح پر ایمان لائے۔ اور اسکندریہ کی عظمت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مذہبی عہدیداروں کے تقرر پر اجماع کیا۔ اور رومیہ کی حرمت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ شاہ قسطنطین کا شہر یہی ہے اور اسی بادشاہ نے ان کے دین کی امداد کی تھی اور یہیں ان کے تبرکات کو رومیہ سے یہاں لا رکھا۔ سعد بن بطریق وغیرہ نصرانی مورخین کی کتابوں میں یہ سب واقعات مذکور ہیں۔

مسلمان مورخین نے بھی یہی لکھا ہے پس معلوم ہوا کہ انطاکیہ والوں نے حضرت عیسیٰ کے قاصدوں کی تو مان لی تھی اور یہاں بیان ہے کہ انہوں نے نہ مانی اور ان پر عذاب الٰہی آیا اور تہس نہس کر دیئے گئے تو ثابت ہوا کہ یہ واقعہ اور ہے یہ رسول مستقل رسالت پر مامور تھے انہوں نے نہ مانا جس پر انہیں سزا ہوئی اور وہ بے نشان کر دیئے گئے اور چراغ سحری کی طرح بجھا دیئے گئے واللہ اعلم۔ ثانیاً انطاکیہ والوں کا قصہ جو حضرت عیسیٰ کے حواریوں کے ساتھ وقوع میں آیا وہ قطعاً تورات کے اترنے کے بعد کا ہے۔

اور حضرت ابو سعید خدری اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ توراۃ کے نازل ہو چکنے کے بعد کسی بستی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے آسمانی عذاب سے بالکل برباد نہیں کیا بلکہ مومنوں کو کافروں سے جہاد کرنے کا حکم دے کر کفار کو نیچا دکھایا ہے۔ جیسا کہ آیت (وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ، القصص:43)، کی تفسیر میں ہے اور اس بستی کی آسمانی ہلاکت پر آیات قرآنی شاہد عدل موجود ہیں اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ انطاکیہ کا نہیں جیسے کہ بعض سلف کے اقوال بھی اسے مستثنیٰ کر کے بتاتے ہیں کہ اس سے مراد مشہور شہر انطاکیہ نہیں، ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انطاکیہ نامی کوئی شہر اور بھی ہو اور یہ واقعہ وہاں کا ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ |
| ہائے بندوں پر افسوس! ان کے پاس کوئی رسول نہ آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ |

## رسولان گرامی کی تکذیب کرنے والے بدبخت لوگوں پر افسوس کا بیان

"يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَاد" هٰؤُلَاءِ وَنَحْوِهِمْ مِمَّنْ كَذَّبُوا الرُّسُل فَأُهْلِكُوا وَهِيَ شِدَّة التَّأَلُّم وَنِدَاؤُهَا مَجَاز أَيْ هٰذَا أَوَانك فَاحْضُرِي "مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُول إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" مُسَوَّق لِبَيَانِ سَبَبهَا لِاشْتِمَالِهِ عَلَى اسْتِهْزَائِهِمْ الْمُؤَدِّي إِلَى إِهْلَاكهمْ الْمُسَبَّب عَنْهُ الْحَسْرَة،

ہائے اُن بندوں پر افسوس! یعنی ان جیسے لوگوں پر افسوس ہے جنہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی اور وہ ہلاک کر دیئے اور اس میں شدت اَلم ہے اور ان کی نداء مجازی طور پر ہے۔ یعنی اے حسرت یہ تیرے ہونے کا وقت ہے۔ ان کے پاس کوئی رسول نہ

آتا تھا مگر یہ کہ وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔یہ جملہ ان کی حسرت کا سبب بیان کرنے کیلئے لایا گیا جو ایسے مذاق پر مشتمل تھا جو ان کی ہلاکت کی طرف لے جانے والا تھا۔اور یہی حسرت کا مسبب عنہ ہوا۔

## انبیائے کرام کے منکرین کی ندامت کا بیان

بندوں پر حسرت وافسوس ہے۔بندے کل اپنے اوپر کیسے نادم ہوں گے۔بار بار کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے تو خود اپنا برا کیا۔بعض قرائتوں میں یاحسرۃ العباد علی انفسھا بھی ہے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن عذابوں کو دیکھ کر ہاتھ ملیں گے کہ انہوں نے کیوں رسولوں کو جھٹلایا؟ اور کیوں اللہ کے فرمان کے خلاف کیا؟ دنیا میں تو ان کا یہ حال تھا کہ جب کبھی جو رسول آیا انہوں نے بلا تامل جھٹلایا اور دل کھول کر ان کی بے ادبی اور توہین کی۔وہ اگر یہاں تامل کرتے تو سمجھ لیتے کہ ان سے پہلے جن لوگوں نے پیغمبروں کی نہ مانی تھی وہ غارت و برباد کر دیئے گئے ان کی دھجیاں اڑا دی گئیں۔ایک بھی تو ان میں سے نہ بچ سکا نہ اس دار آخرت سے کوئی واپس پلٹا۔اس میں ان لوگوں کی بھی تردید ہے جو دہریہ تھے جن کا خیال تھا کہ یونہی دنیا میں مرتے جیتے چلے جائیں گے،لوٹ لوٹ کر اس دنیا میں آئیں گے۔تمام گذرے ہوئے موجود اور آنے والے لوگ قیامت کے دن اللہ کے سامنے حساب و کتاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے اور وہاں ہر ایک بھلائی برائی کا بدلہ پائیں گے جیسے اور آیت میں فرمایا (وَاِنَّ کُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّھُمْ رَبُّکَ اَعْمَالَھُمْ اِنَّہٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ،ھود:111) یعنی ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ تیرا رب عطا فرمائے گا،ایک قرأت میں لما ہے تو،ان،اثبات کے لئے ہوگا،اور لما پڑھنے کے وقت،ان،نافیہ ہوگا اور لما معنی میں الا کے ہوگا تو مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ نہیں ہیں سب مگر یہ کہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر شدہ ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی،سورہ یٰسین،بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ○ |
| کیا انھوں نے نہیں دیکھا،ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ ہلاک کر دیے کہ بے شک وہ ان کی طرف پلٹ کر نہیں آتے۔ |

## سابقہ اقوام کی ہلاکتوں کے سبب عبرت حاصل کرنے کا بیان

"اَلَمْ یَرَوْا" اَیْ اَھْل مَکَّۃ الْقَائِلُوْنَ لِلنَّبِیِّ "لَسْت مُرْسَلًا" وَالِاسْتِفْھَام لِلتَّقْرِیرِ : اَیْ عَلِمُوا "کَمْ" خَبَرِیَّۃ بِمَعْنَی کَثِیرًا مَعْمُولَۃ لَھَا بَعْدھَا مُعَلِّقَۃ لِمَا قَبْلھَا عَنْ الْعَمَل وَالْمَعْنَی اِنَّا "اَھْلَکْنَا قَبْلھمْ" کَثِیرًا "مِنْ الْقُرُون" الْاُمَم "اَنَّھُمْ" اَیْ الْمُھْلَکِینَ "اِلَیْھِمْ" اَیْ الْمُکَذِّبِینَ "لَا یَرْجِعُونَ" اَفَلَا یَعْتَبِرُونَ بِھِمْ وَاَنَّہُ اِلَخْ : بَدَل مِمَّا قَبْله بِرِعَایَۃِ الْمَعْنَی الْمَذْکُور،

اے اہل مکہ! کیا انھوں نے نہیں دیکھا،جنھوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ آپ رسول نہیں ہیں۔اور یہ استفہام تقریری ہے یعنی انہوں نے جان لیا ہے۔ہم نے ان سے پہلے کتنے زمانوں کے لوگ یعنی کتنی امم کو ہلاک کر دیا ہے،یہاں پر کم خبریہ ہے جو بہ معنی کثیر آیا ہے اس کا مابعد اس کا معمول ہے۔جس کا تعلق ماقبل سے ہے اور ماقبل کو عمل سے روکنے والا ہے۔کہ بے شک وہ ان کی طرف

پلٹ کر نہیں آتے۔لہٰذا وہ ان سے عبرت حاصل کیوں نہیں کرتے یہاں پر لفظ انہم مذکورہ معنی کی رعایت کے سبب ماقبل سے بدل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کم ۔ من القرن ۔ کتنی ہی قومیں۔کتنی ہی امتیں القرن جمع ہے القرن کی جس کے معنی کوئی ایسی قوم یا امت جس کا اپنا مخصوص زمانہ ہو دوسروں سے الگ۔

کم سوالیہ بھی آتا ہے اس صورت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔جیسے کم رجلا ضربت تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا؟

کم دوسری صورت خبریہ ہے اس صورت میں یہ مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔جیسے کم قریة اھلکناھا ہم نے بہت بستیوں کو ہلاک کر دیا۔کبھی تمیز سے پہلے من آتا ہے جیسے کم من قریة اھلکناھا ۔ ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا (یعنی بہت بستیوں کو)۔کم۔من القرون۔کتنی ہی قوموں کو،کتنی ہی امتوں کو (یعنی بہت بستیوں یا امتوں کو)۔انہم۔ضمیر ہم جمع مذکر غائب من القرون کی طرف راجع ہے۔الیہم۔چونکہ خطاب اہل مکہ سے ہو رہا ہے لہٰذا ہم ضمیر مرجع اھل مکہ ہیں۔ انھم الیھم لا یرجعون ۔ کہ ان بستیوں کے باسی پھر لوٹ کر ان کے پاس واپس نہ آئے۔یا نہ آئیں گے۔(انوار البیان،سورہ یٰسین)

یعنی سابقہ اقوام کے انجام کی طرف نہ دیکھتے ہیں نہ اس میں غور و فکر کرتے ہیں وہ قومیں بھی اپنے رسولوں کا مذاق اڑاتی رہیں۔اور اس کی پاداش میں انہیں ہلاک کر دیا جاتا تھا اور ان کا ایسا نام و نشان تک مٹ گیا کہ ان میں سے کوئی بھی بچ کر ان کے پاس واپس نہیں لوٹا پھر بھی ان کافروں کا یہی دستور رہا کہ جب کوئی نیا رسول آتا تو اس سے اسی طرح تمسخر اور استہزاء شروع کر دیتے جو پہلے کفار کی عادت تھی اور کچھ سبق حاصل نہیں کرتے تھے۔اور آج کفار مکہ کا بھی رسول اللہ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ |
| اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝ |
| مگر یہ کہ وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کیے جائیں گے۔اور ان کے لئے ایک نشانی مردہ زمین ہے، |
| جسے ہم نے زندہ کیا اور ہم نے اس سے دانے نکالے، پھر وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔ |

## دوبارہ زندہ کر کے حاضر کیے جانے کا بیان

"وَاِنْ" نَافِيَة أَوْ مُخَفَّفَة "كُلّ" أَيْ كُلّ الْخَلَائِق مُبْتَدَأ "لَمَّا" بِالتَّشْدِيدِ بِمَعْنَى إلَّا أَوْ بِالتَّخْفِيفِ فَاللَّام فَارِقَة وَمَا مَزِيدَة "جَمِيع" خَبَر الْمُبْتَدَأ أَيْ مَجْمُوعُونَ "لَدَيْنَا" عِنْدنَا فِي الْمَوْقِف بَعْد بَعْثهمْ

"مُحْضَرُونَ" لِلْحِسَابِ خَبَر ثَان،

"وَآيَة لَهُمْ" عَلَى الْبَعْث خَبَر مُقَدَّم "الْأَرْض الْمَيْتَة" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "أَحْيَيْنَاهَا" بِالْمَاءِ مُبْتَدَأ "وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا" كَالْحِنْطَةِ،

یہاں پر لفظ اِن نافیہ ہے یا مخففہ ہے اور کل سے مراد کل خلائق ہے جو مبتداء ہے۔اور لفظ لما یہ تشدید کے ساتھ الا کے معنی میں آیا ہے۔یا تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس میں لام فارقہ ہے جبکہ ماء زائدہ ہے۔اور جمیع یہ مبتداء کی خبر اول ہے۔اور محضرون للحساب یہ خبر ثانی ہے۔

مگر یہ کہ وہ سب کے سب ہمارے حضور حاضر کیے جائیں گے۔اور ان کے لئے بعث پر ایک نشانی مردہ زمین ہے، یہاں پر لفظ لیۃ لہم یہ خبر مقدم ہے۔اور میتۃ یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔جسے ہم نے پانی کے ساتھ زندہ کیا اور اور الارض مبتداء مؤخر ہے۔ہم نے اس سے اناج کے دانے نکالے، پھر وہ اس میں سے کھاتے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وان کل لما جمیع لدینا محضرون ۔ ان نافیہ ہے کل مبتدا ہے اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اصل میں کلہم تھا۔ (ہم سے مراد القرون ہے جن کی ہلاکت کا ابھی ذکر ہوا) لما بمعنی الا ہے جمیع بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے ای مجموعون اور یہ خبر ہے لدینا مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے۔محضرون خبر ثانی۔آیت کا مطلب ہوگا: وما کلھم الا مجموعون لدینا محضرون (للحساب والجزاء) لیکن وہ سب کے سب اکٹھے کر کے ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے (حساب وجزا کے لئے)۔(انوار البیان، سورہ یٰسین)

## زمین کی حیات وممات سے دلیل قدرت کا بیان

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے وجود پر، میری زبردست قدرت پر اور مردوں کو زندگی دینے پر ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مردہ زمین جو بنجر خشک پڑی ہوئی ہوتی ہے جس میں کوئی روئیدگی، تازگی، ہریالی، گھاس وغیرہ نہیں ہوتی۔ میں اس پر آسمان سے پانی برساتا ہوں وہ مردہ زمین جی اٹھتی ہے لہلہانے لگتی ہے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اگ جاتا ہے اور قسم قسم کے پھل پھول وغیرہ نظر آنے لگتے ہیں۔تو فرماتا ہے کہ ہم اس مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے قسم قسم کے اناج پیدا کرتے ہیں بعض کو تم کھاتے ہو بعض تمہارے جانور کھاتے ہیں۔ہم اس میں کھجوروں کے انگوروں کے باغات وغیرہ تیار کر دیتے ہیں۔نہریں جاری کر دیتے ہیں جو باغوں اور کھیتوں کو سیراب، سرسبز وشاداب کرتی رہتی ہیں۔

یہ سب اس لئے کہ ان درختوں کے میوے دنیا کھائے، کھیتیوں سے، باغات سے نفع حاصل کرے، حاجتیں پوری کرے، یہ سب اللہ کی رحمت اور اس کی قدرت سے پیدا ہو رہے ہیں، کسی کے بس اور اختیار میں نہیں، تمہارے ہاتھوں کی پیدا کردہ یا حاصل کردہ چیزیں نہیں۔نہ تمہیں انہیں اگانے کی طاقت نہ تم میں انہیں بچانے کی قدرت، نہ انہیں پکانے کا تمہیں اختیار۔صرف اللہ کے

یہ کام ہیں اور اسی کی یہ مہربانی ہے اور اس کے احسان کے ساتھ ہی ساتھ یہ اس کی قدرت کے نمونے ہیں۔ پھر لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو شکر گذاری نہیں کرتے؟ اور اللہ تعالیٰ کی بے انتہا ان گنت نعمتیں اپنے پاس ہوتے ہوئے اس کا احسان نہیں مانتے؟ ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ باغات کے پھل جو کھاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کا بویا ہوا یہ پاتے ہیں۔

| |
|---|
| وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝ |
| لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝ |
| اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات بنائے اور اس میں ہم نے کچھ چشمے بھی جاری کر دیئے۔ |
| تا کہ وہ اس کے پھل کھائیں اور اسے ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا بیان

"وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّات" بَسَاتِين "مِنْ نَخِيل وَأَعْنَاب وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنْ الْعُيُون " أَيْ بَعْضهَا "لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَره" بِفَتْحَتَيْنِ وَضَمَّتَيْنِ أَيْ ثَمَر الْمَذْكُور مِنْ النَّخِيل وَغَيْره "وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهمْ " أَيْ لَمْ تَعْمَل الثَّمَر "أَفَلَا يَشْكُرُونَ" أَنْعُمه تَعَالَى عَلَيْهِمْ،

اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغات بنائے اور اس میں ہم نے کچھ چشمے بھی جاری کر دیئے۔ تا کہ وہ اس کے پھل کھائیں یہاں پر لفظ ثمرہ میں حرف ثاء اور میم دونوں کو فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی ذکر کردہ کھجور وغیرہ کا پھل ہے اور اسے یعنی ان پھلوں کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا، پھر بھی کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ یعنی جو ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں ان پر شکر ادا کیوں نہیں کرتے۔

یعنی مردہ زمین کو زندہ کر کے ہم اس سے ان کی خوراک کے لئے صرف غلہ ہی نہیں لگاتے، بلکہ ان کے کام و دہن کی لذت کے لئے مختلف اقسام کے پھل بھی کثرت سے پیدا کرتے ہیں، یہاں صرف دو پھلوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ یہ کثیر المنافع بھی ہیں اور عربوں کو مرغوب بھی، نیز ان کی پیداوار بھی عرب میں زیادہ ہے۔ پھر غلے کا ذکر پہلے کیا کیونکہ اس کی پیداوار بھی زیادہ ہے اور خوراک کی حیثیت سے اس کی اہمیت بھی مسلمہ۔ جب تک انسان روٹی یا چاول وغیرہ خوراک سے اپنا پیٹ نہیں بھرتا، محض پھل فروٹ سے اس کی غذائی ضرورت پوری نہیں ہوتی۔

## غذائی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا بیان

امام ابن جریر کے نزدیک یہاں ما نافیہ ہے یعنی غلول اور پھلوں کی یہ پیداوار، اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے۔ اس میں ان کی سعی و محنت، کدو کاوش اور تصرف کا دخل نہیں ہے۔ پھر بھی یہ اللہ کی ان نعمتوں پر اس کا شکر کیوں نہیں کرتے؟ اور بعض کے نزدیک ما موصولہ ہے جو الَّذِی کے معنی میں ہے یعنی تا کہ وہ اس کا پھل کھائیں اور ان چیزوں کو جن کو ان کے

ہاتھوں نے بنایا۔ ہاتھوں کا عمل ہے، زمین کو ہموار کر کے بیج بونا، اسی طرح پھلوں کے کھانے مختلف طریقے ہیں، مثلاً انہیں نچوڑ کر ان کا رس پینا، مختلف فروٹوں کو ملا کر چاٹ بنانا وغیرہ۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ۝ |
| پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے پیدا کئے، ان سے جنہیں زمین اگاتی ہے اور خود ان کی جانوں سے بھی |
| اور ان چیزوں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے۔ |

## مخلوقات کی تخلیق وعجائب کا بیان

"سُبْحَان الَّذِی خَلَقَ الْأَزْوَاج" الْأَصْنَاف "كُلّهَا مِمَّا تَنْبُت الْأَرْض " مِنْ الْحُبُوب وَغَيْرهَا "وَمِنْ أَنْفُسهمْ" مِنْ الذُّكُور وَالْإِنَاث "وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ" مِنْ الْمَخْلُوقَات الْعَجِيبَة الْغَرِيبَة،

پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کے جوڑے یعنی مختلف اقسام میں پیدا کئے، ان سے بھی جنہیں زمین یعنی غلہ وغیرہ اگاتی ہے اور خود ان کی جانوں سے بھی مرد وخواتین کو پیدا کیا۔ اور ان چیزوں سے بھی عجیب وغریب مخلوقات بنائیں جنہیں وہ نہیں جانتے۔

## لفظ زوج کا اصناف مخلوق کو شامل ہونے کا بیان

اس آیت میں لفظ ازواج زوج کی جمع ہے، جو جوڑے کے معنی میں آتا ہے۔ جوڑے میں دو متقابل چیزیں ہوتی ہیں، ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کا زوج کہا جاتا ہے، جیسے مرد وعورت ہیں مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا زوج کہا جاتا ہے اسی طرح حیوانات کے نر و مادہ باہم زوج ہیں، نباتات کے بہت سے درختوں میں بھی نر اور مادہ کا ادراک کیا گیا ہے، کھجور اور پپیتہ کے درختوں میں تو معروف ومشہور ہے ہی، اوروں میں بھی ہو تو کچھ بعید نہیں۔ جیسا کہ سائنس کی جدید تحقیقات میں تمام پھلدار اور پھولدار درختوں میں نر و مادہ ہوتے ہیں، ان میں توالد وتناسل ہونا بتلایا گیا ہے۔ اسی طرح اگر یہی مخفی سلسلہ جمادات اور دوسری مخلوقات میں بھی ہو تو کیا بعید ہے جس کی طرف (آیت) وممالا یعلمون میں اشارہ پایا جاتا ہے۔

اور عام طور پر حضرات مفسرین نے ازواج کو بمعنے انواع واقسام لکھا ہے، کیونکہ جس طرح نر و مادہ کو باہم زوجین کہا جاتا ہے اسی طرح دو متقابل چیزوں کو بھی زوجین کہتے ہیں جیسے سردی، گرمی، خشکی، تری، رنج، خوشی، بیماری تندرستی، پھر ان میں سے ہر ایک کے اندر اعلیٰ، ادنیٰ، متوسط کے اعتبار سے بہت سے درجات اور انواع واقسام بن جاتی ہیں، اسی طرح انسانوں اور جانوروں میں رنگ وہیئت اور زبان اور طرز معیشت کے اعتبار سے بہت سی انواع واقسام ہیں۔

لفظ ازواج ان تمام انواع واقسام کو شامل ہے۔ آیت مذکورہ میں پہلے تو مما تنبت الارض یعنی نباتات کی انواع واقسام کا بیان فرمایا ہے، اس کے بعد من انفسھم یعنی خود انسانی نفوس کے انواع واقسام کا ذکر ہے، اور اس کے بعد ممالا یعملون میں وہ ہزاروں

مخلوقات شامل ہیں جن کا آج تک بھی لوگوں کو انکشاف نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ زمین کی تہہ میں اور دریاؤں اور پہاڑوں میں کتنی انواع اقسام حیوانات، نباتات اور جمادات ہیں۔

| |
|---|
| وَ اٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ ج نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُّظْلِمُوْنَo وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ط |
| ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِo وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِo |
| اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے |
| ہیں۔اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ اس سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔ |
| اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔ |

## چاند کی مقررہ منازل کے مطابق انتیس یا تیس دن کے ہونے کا بیان

"وَآیَۃٌ لَّھُمْ" عَلَی الْقُدْرَۃِ الْعَظِیْمَۃِ "اللَّیْلُ نَسْلَخُ" نَفْصِلُ "مِنْہُ النَّھَارَ فَاِذَا ھُمْ مُظْلِمُوْنَ" دَاخِلُوْنَ فِی الظَّلَامِ،

"وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ" اِلَی آخِرِہٖ مِنْ جُمْلَۃِ الْآیَۃِ لَھُمْ : أَوْ آیَۃٌ أُخْرَی وَالْقَمَرُ کَذٰلِکَ "لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا" أَیْ اِلَیْہِ لَا تَتَجَاوَزُہٗ "ذٰلِکَ" أَیْ جَرْیُھَا "تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ" فِیْ مُلْکِہٖ "الْعَلِیْمِ" بِخَلْقِہٖ،

"وَالْقَمَرَ" بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ وَھُوَ مَنْصُوْبٌ بِفِعْلٍ یُفَسِّرُہٗ مَا بَعْدَہٗ "قَدَّرْنَاہُ" مِنْ حَیْثُ سَیْرِہٖ "مَنَازِلَ" ثَمَانِیَۃً وَعِشْرِیْنَ مَنْزِلًا فِیْ ثَمَانٍ وَعِشْرِیْنَ لَیْلَۃً مِنْ کُلِّ شَھْرٍ وَیَسْتَتِرُ لَیْلَتَیْنِ اِنْ کَانَ الشَّھْرُ ثَلَاثِیْنَ یَوْمًا وَلَیْلَۃً اِنْ کَانَ تِسْعَۃً وَعِشْرِیْنَ یَوْمًا "حَتّٰی عَادَ" فِیْ آخِرِ مَنَازِلِہٖ فِیْ رَأْیِ الْعَیْنِ "کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ" أَیْ کَعُوْدِ الشَّمَارِیْخِ اِذَا عَتَقَ فَاِنَّہٗ یَرِقُّ وَیَتَقَوَّسُ وَیَصْفَرُّ،

اور ایک نشانی یعنی اس کی قدرت عظیمہ پر ان کے لیے رات ہے، ہم اس پر سے دن کو کھینچ اتارتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں۔یعنی وہ اندھیروں میں داخل ہو جاتے ہیں۔اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کے لیے چل رہا ہے، یہ بھی اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔اور اسی طرح کی دوسری نشانی چاند ہے۔جو ایک مستقل ٹھکانے پر چل رہا ہے اور وہاں سے تجاوز نہیں کرتا۔وہ اپنی بادشاہت میں غالب، اپنی مخلوق کو جاننے والا ہے۔

اور ہم نے چاند کی حرکت و گردش کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں۔یہاں پر لفظ قمر یہ مرفوع اور منصوب بھی آیا ہے۔اس کے بعد والا فعل اس کی تفسیر کرنے والا ہے۔اسی فعل کے سبب قمر منصوب ہے۔اور ایک اٹھائیس منازل ہیں جو ہر مہینے کی اٹھائیس راتوں میں ہوتی ہیں۔اگر چاند تیس دن کا ہو تو چاند دو راتیں پوشیدہ رہتا ہے اور چاند انتیس دن کا ہو تو وہ ایک رات پوشیدہ رہتا ہے۔یہاں تک کہ اس کا اہل زمین کو دکھائی دینا گھٹتے گھٹتے کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔جب وہ ٹہنی پرانی پتلی ہو زرد رنگ والی بن جاتی

ہے۔

## سورہ یٰسین آیت ۳۸ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ میں ایک مرتبہ غروب آفتاب کے وقت مسجد میں داخل ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! تو جانتا ہے کہ یہ آفتاب کہاں جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جا کر سجدہ کی اجازت مانگتا جو اسے دے دی جاتی ہے اور گویا کہ اس سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آئے ہو وہیں سے طلوع ہو۔ اس طرح وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ پھر یہ آیت پڑھی (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا، اور سورج چلا جاتا ہے اپنے ٹھہرے ہوئے راستہ پر)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1175)

## سورج کا عرش کے نیچے سجدہ کرنے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ آفتاب غروب ہو رہا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے، جانتے ہو یہ آفتاب کہاں جا رہا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آفتاب جاتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ کر سجدہ کرتا ہے، پھر حضور رب العزت میں حاضری کی اجازت مانگتا ہے، اس کو اجازت عطا ہوتی ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ مشرق کی طرف لے جائے اور وہاں سے طلوع کرے اور یاد رکھو وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے جب آفتاب (اپنے معمول کے مطابق سجدہ کرے گا لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اور اجازت چاہے گا لیکن اس کو اجازت عطا نہیں ہوگی اور یہ حکم دیا جائے گا کہ جس طرف سے آیا ہے اسی طرف لوٹ جا چنانچہ وہ مغرب کی طرف سے طلوع کرے گا اور یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ والشمس تجری لمستقر لها (یعنی آفتاب اپنے مستقر کی طرف چلا جاتا ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (آفتاب کے مستقر کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ آفتاب کا مستقر یعنی اس کے ٹھہرنے کی جگہ عرش کے نیچے ہے۔" (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 34)

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں فانها تذهب حتى تسجد تحت العرش کے الفاظ قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں ہیں جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حتی بلغ مغرب الشمس وجدها تغرب فی عین حمئة کیونکہ اس آیت کی مراد اصل حد نظر کو بیان کرنا ہے، جب کہ یہاں حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سورج ڈوبنے کی جو بات فرمائی گئی ہے اس کی مراد یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آفتاب عرش کے نیچے پہنچ کر مستقر ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے مستقر ہونے کی کیفیت وحقیقت کیا ہوتی ہے تو اس کا ادراک اظہار انسانی علم کے احاطہ سے باہر ہے۔ لفظ تستاذن میں استیذان سے مراد "حضور حق میں حاضری کی اجازت چاہنا۔" لیا گیا ہے، لیکن اس لفظ کا زیادہ واضح مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ آفتاب عرش کے نیچے سجدہ ریز ہونے کے بعد اپنے معمول کے مطابق طلوع کرنے کی اجازت چاہتا ہو اور اس کو وہ اجازت ہوتی ہے۔ آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے" کا مطلب یہ ہے کہ

آفتاب غروب ہونے کے بعد عرش کے نیچے جاتا ہے اور وہاں سجدہ کرتا ہے پھر وہ اجازت طلب کرتا ہے جس پر اس کو اجازت دی جاتی ہے واضح رہے کہ مذکورہ آیت (وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا، یس:38) کی تفسیر میں بیضاوی نے مستقر" کے کئی معنی بیان کئے ہیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے "مستقر" کی اس وضاحت کو قطعًا ذکر نہیں کیا ہے جو بخاری و مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں بیان ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ قابل اعتماد ہے اور جس سے یہ متعین ہو جاتا ہے کہ "مستقر" سے کیا مراد ہے۔

## چاند کی منازل ہونے کا بیان

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "میں اپنی امت کے حق میں تین باتوں سے ڈرتا ہوں کہ (کہیں وہ ان کو اختیار کر کے گمراہی میں مبتلا نہ ہو جائے) ایک تو چاند کی منازل کے حساب سے بارش مانگنا، دوسرے بادشاہ کا ظلم کرنا اور تیسرے تقدیر کا جھٹلانا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 843)

یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ تقدیر الٰہی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ انسان جو بھی فعل کرتا ہے وہ خود اس کا خالق ہوتا ہے جیسا کہ ایک جماعت قدریہ کا مسلک ہے۔انواء نوء۔کی جمع ہے جس کے لغوی معنی تو "اٹھنا" اور (گرنا) ہیں لیکن عام طور پر اس کا استعمال چاند کی منازل کے مفہوم میں ہوتا ہے! قدیم علماء فلکیات کے مطابق چاند کی اٹھائیس منزلیں ہوتی ہیں کہ وہ ہر شب ایک منزل میں رہتا ہے غالبًا" اٹھنے اور گرنے" سے" طلوع اور غروب" مراد لے کر "انواء" کو چاند کو منازل کے مفہوم استعمال کیا جاتا ہے۔ بہر حال عرب کے مشرکین بارش کو ان منازل کی طرف منسوب کرتے تھے اور جب بارش ہوتی تو وہ یہ کہتے کہ چاند کی فلاں منزل کی وجہ سے بارش ہوئی ہے چونکہ یہ ایک باطل عقیدہ ہے کہ اس لئے دوسری احادیث میں یہ عقیدہ رکھنے سے صریح ممانعت مذکور ہے۔توحید کی اہمیت کو واضح کرنے اور شرک کے ایہام سے دور رکھنے کے لئے اس پر لفظ" کفر" کا اطلاق کیا گیا ہے۔

## بارش کو منازل ستاروں سے منسوب کرنے کی ممانعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دوسرے کو بیماری لگنا ہامہ نوء اور صفر کی حقیقت نہیں ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 512)

نوء کا مطلب ہے کہ ایک ستارہ کا غروب ہونا اور دوسرے کا طلوع ہونا اہل عرب کے خیال میں بارش کا ہونا یا نہ ہونا ستاروں کے اسی طلوع وغروب کے زیر اثر ہے جیسا کہ علم نجوم پر اعتقاد رکھنے والے لوگ کہا کرتے ہیں کہ بارش کا تعلق نچھتروں سے ہے کہ فلاں فلاں نچھتر اگر فلاں فلاں تاریخ میں پڑ جائیں اور ان تاریخوں میں بارش ہو جائے تو آگے چل کر برسات کے مہینوں میں فلاں فلاں تاریخوں میں بارش ہوگی نہل میں لکھا ہے کہ نوء کی جمع انواء ہے جس کے معنی قمر کے ہیں منازل یعنی نچھتروں کے ہیں او وہ منازل اٹھائیس ہیں قرآن کریم کی آیت کریمہ (وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ، یس:39) میں ان ہی منازل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے چنانچہ اہل عرب نزول باراں کو انہی منازل کی طرف منسوب کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ جب چاند ان سے فلاں فلاں منازل

میں آتا ہے تو بارش یقیناً ہوتی ہے گویا ان کے نزدیک چاند کا ان منازل میں آنا بارش ہونے کی علت اور مؤثر حقیقی کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ شارع علیہ السلام نے اس عقیدے کو باطل قرار دیا ہے اور واضح کیا کہ بارش کا ہونا محض حکم الٰہی پر منحصر ہے نہ کہ کسی سبب اور علت سے متعلق ہے لیکن واضح رہے کہ اس نفی و ابطال کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ تاثیر علت کا اعتقاد ہو ہاں منازل میں چاند کے آنے کو نزول باراں کا ایک ظاہری سبب سمجھا جائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اس وقت بارش برساتا ہے جب کہ چاند اپنی اپنی فلاں منزل میں آتا ہے اور وہ وقت علت کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ محض ایک ظاہری سبب کا درجہ رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس وقت سے پہلے یا اس کے بعد بارش برسائے اور اگر چاہے تو اس وقت بھی نہ برسائے تو یہ عقیدہ نہ کفر کے دائرے میں آئے گا اور نہ اس کو باطل کہا جائے گا۔

اگرچہ امام نووی کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ بھی کفر کا سبب ہے کیونکہ نزول باراں کو چاند اور اس کے منازل سے کسی بھی طرح متعلق کرنا اول تو اہل کفر کا شعار ہے دوسرے مذکورہ صورت (اگرچہ علیت کے عقیدہ کو ظاہر نہیں کرتی مگر موہم علیت تو یقیناً ہے، اس بارے میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ حدیث مذکورہ ممانعت مطلق (بلا استثناء) ہے کہ اس کا تعلق علیت کے عقیدے سے بھی ہے اور اس صورت سے بھی ہے جس میں چاند اور اس کی منازل کو محض ایک ظاہری سبب سمجھا جائے، کیونکہ اول تو اس ارشاد کا مقصود عقیدے کی گمراہی و فساد کا سد باب ہے دوسری ایسی کوئی حدیث منقول نہیں ہے جس سے اس کا جواز کسی بھی صورت میں ثابت ہو۔ حاصل یہ کہ جب بارش ہو، اس طرح نہیں کہنا چاہئے کہ فلاں پچھتر سے بارش ہوئی ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی ہے۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر اللہ تعالیٰ مثلاً پانچ برس تک اپنے بندوں کو بارش سے محروم رکھے اور پھر بارش برسائے تو لوگوں کی ایک جماعت جو نجوم پر اعتقاد رکھتی ہے اس صورت میں بھی کفر کرتی ہوئی یہ کہے گی کہ مجدح یعنی قمر کی منزل کے سبب ہم پر بارش ہوئی ہے۔ (نسائی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 538)

مجدح" میم کے زیر جیم کے جزم اور دال کے زبر کے ساتھ اہل عرب کے نزدیک منازل قمر میں سے ایک منزل کا نام ہے زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس منزل کو بارش برسنے کا سبب قرار دیتے تھے۔ یہ بات پہلے بھی بتائی جا چکی ہے کہ ستاروں کے طلوع، غروب اور منازل قمر کو بارش برسنے کا حقیقی سبب سمجھنا کفر ہے۔

| |
|---|
| لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ |
| نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے |
| اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔ |

## سورج اور چاند کے اہتمام نظم و نسق کا بیان

"لَا الشَّمْس يَنْبَغِي " يَسْهُل وَيَصِحّ "لَهَا أَنْ تُدْرِك الْقَمَر " فَتَجْتَمِع مَعَهُ فِي اللَّيْل "وَلَا اللَّيْل سَابِق

النَّهَار "فَلَا يَأْتِي قَبْل انْقِضَائِهِ "وَكُلّ" تَنْوِينه عِوَض عَنْ الْمُضَاف إلَيْهِ مِنْ الشَّمْس وَالْقَمَر وَالنُّجُوم "فِي فَلَك" مُسْتَدِير "يَسْبَحُونَ" يَسِيرُونَ نَزَلُوا مَنْزِلَة الْعُقَلَاء،

نہ سورج، اس کے لیے لائق ہے کہ چاند کو جا پکڑے تا کہ وہ رات کے ساتھ اکٹھا ہو جائے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آنے والی ہے یعنی دن ختم ہونے سے پہلے نہیں آتی۔ یہاں پر لفظ کل کی تنوین مضاف الیہ کے بدلے میں آئی ہے۔ جو سورج، شاند اور ستارے ہیں۔ اور سب ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں۔ یہاں پر سورج چاند اور ستاروں کو اہل عقل کے حکم میں بیان کیا گیا ہے۔

سورج کی سلطنت دن میں ہے اور چاند کی رات میں، یہ نہیں ہو سکتا کہ چاند کی نور افشانی کے وقت سورج اس کو آ دبائے۔ یعنی دن آگے بڑھ کر رات کا کچھ حصہ اڑا لے یا رات سبقت کر کے دن کے ختم ہونے سے پہلے آ جائے۔ جس زمانہ اور جس ملک میں جو اندازہ رات، دن کا رکھ دیا ہے ان کی رات کی مجال نہیں کہ ایک منٹ آگے پیچھے ہو سکیں۔ ہر ایک سیارہ اپنے اپنے مدار میں پڑا چکر کھا رہا ہے اس سے ایک قدم ادھر ادھر نہیں ہٹ سکتا اور باوجود اس قدر سریع حرکت اور کھلی ہوئی فضا کے نہ ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے نہ مقررہ انداز سے زیادہ تیز یا سست ہوتا ہے کیا یہ اس کا واضح نشان نہیں کہ یہ سب عظیم الشان مشینیں اور ان کے تمام پرزے کسی ایک زبردست مدبر و دانا ہستی کے قبضہ اقتدار میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں۔ پھر جو ہستی رات دن اور چاند سورج کا ادل بدل کرتی ہے وہ تمہارے فنا کرنے اور فنا کے بعد دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو گی؟

| |
|---|
| وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ○ |
| اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کے آباء واجداد کو۔ بھری کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ |
| اور ہم نے ان کے لئے اس کے مانند ان کو بنایا جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں۔ |

## کشتیوں کو بنانے اور سوار ہونے سے استدلال قدرت کا بیان

"وَآيَة لَهُمْ" عَلَى قُدْرَتنَا "أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتهمْ" وَفِي قِرَاءَة : ذُرِّيَّاتهمْ أَيْ آبَاءَهُمْ الْأُصُول "فِي الْفُلْك" أَيْ سَفِينَة نُوح "الْمَشْحُون" الْمَمْلُوء،

"وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْله" أَيْ مِثْل فُلْك نُوح وَهُوَ مَا عَمِلُوهُ عَلَى شَكْله مِنْ السُّفُن الصِّغَار وَالْكِبَار بِتَعْلِيمِ اللَّه تَعَالَى "مَا يَرْكَبُونَ" فِيهِ،

اور ایک نشانی ان کے لئے یہ بھی ہے یعنی جو ہماری قدرت پر دلیل ہے۔ کہ ہم نے ان کے آباء واجداد کو ایک قرأت کے مطابق ذریاتہم یعنی ان کے آباؤ واجداد کو بھری کشتی نوح میں سوار کر کے بچا لیا تھا۔ اور ہم نے ان کے لئے اس کشتی کے مانند ان بہت سی اور سواریوں کو بنایا جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق چھوٹی بڑی ہیں۔ جن کو وہ چلاتے ہیں۔ جن پر یہ لوگ

سوار ہوتے ہیں۔

## کشتیوں کیلئے سمندر کی تسخیر کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بتا رہا ہے کہ اس نے سمندر کو مسخر کر دیا ہے جس میں کشتیاں برابر آمد و رفت کر رہی ہیں۔ سب سے پہلی کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی تھی جس پر سوار ہو کر وہ خود اور ان کے ساتھ ایماندار بندے نجات پا گئے تھے باقی روئے زمین پر ایک انسان بھی نہ بچا تھا، ہم نے اس زمانے والے لوگوں کے آباؤ اجداد کو کشتی میں بٹھا لیا تھا جو بالکل بھرپور تھی۔ کیونکہ اس میں ضرورت اکل اسباب بھی تھا اور ساتھ ہی حیوانات بھی تھے جو اللہ کے حکم سے اس میں بٹھا لئے گئے تھے ہر قسم کے جانور کا ایک ایک جوڑا تھا، بڑا باوقار مضبوط اور بوجھل وہ جہاز تھا، یہ صفت بھی صحیح طور پر حضرت نوح کی کشتی پر صادق آتی ہے۔ اسی طرح کی خشکی کی سواریاں بھی اللہ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہیں مثلاً اونٹ جو خشکی میں وہی کام دیتا ہے جو تری میں کشتی کام دیتی ہے۔

اسی طرح دیگر چوپائے جانور ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کشتی نوح نمونہ بنی اور پھر اس نمونے پر اور کشتیاں اور جہاز بنتے چلے گئے۔ اس مطلب کی تائید آیت (لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ، الحاقۃ:12) سے بھی ہوتی ہے یعنی جب پانی نے طغیانی کی تو ہم نے انہیں کشتی میں سوار کر لیا تا کہ اسے تمہارے لئے ایک یادگار بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ ہمارے اس احسان کو فراموش نہ کرو کہ سمندر سے ہم نے تمہیں پار کر دیا۔

اگر ہم چاہتے تو اسی میں تمہیں ڈبو دیتے کشتی کی کشتی بیٹھ جاتی کوئی نہ ہوتا جو اس وقت تمہاری فریاد رسی کرتا نہ کوئی ایسا تمہیں ملتا جو تمہیں بچا سکتا۔ لیکن یہ صرف ہماری رحمت ہے کہ خشکی اور تری کے لمبے چوڑے سفر تم با آرام و راحت طے کر رہے ہو اور ہم تمہیں اپنے ٹھہرائے ہوئے وقت تک ہر طرح سلامت رکھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ○ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ○ |
| اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں تو نہ ان کے لئے کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ وہ بچائے جا سکیں گے۔ |
| سوائے ہماری رحمت کے اور ایک مقررہ مدت تک کا فائدہ ہے۔ |

## نجات کا محض اللہ کی رحمت سے ہونے کا بیان

"وَاِنْ نَشَأْ نُغْرِقهُمْ" مَعَ إيجَاد السُّفُن "فَلَا صَرِيخ" مُغِيث "لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقِذُونَ" يَنْجُونَ "إلَّا رَحْمَة مِنَّا وَمَتَاعًا إلَى حِين" أَيْ لَا يُنْجِيهِمْ إلَّا رَحْمَتنَا لَهُمْ وَتَمْتِيعنَا إيَّاهُمْ بِلَذَّاتِهِمْ إلَى انْقِضَاء آجَالهمْ،

اور اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر دیں تو نہ ان کے لئے کوئی فریاد رس ہوگا یعنی کوئی مددگار نہ ہوا اور نہ وہ بچائے جا سکیں گے۔ یعنی نجات نہ پائیں گے۔ سوائے ہماری رحمت کے اور یہ ایک مقررہ مدت تک کا فائدہ ہے۔ یعنی وہ صرف ہماری رحمت سے نجات پانے

والے ہیں۔ اور ہم نے انہیں موت آنے تک لذات دے رکھی ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**وان نشا نغرقهم** واو عاطفہ ہے ان شرطیہ نشا مضارع مجزوم بوجہ عمل ان۔ جمع متکلم۔ اور اگر ہم چاہیں۔ شیء ومشیۃ مصدر (باب فتح)۔ **نغرقهم نغرق مضارع مجزوم** (بوجہ جواب شرط) صیغہ جمع متکلم۔ اغراق (افعال) مصدر، ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو ہم غرق کردیں۔ فلا۔ بر فا برائے عطف وتقیب لا نفی جنس کے لئے ہے۔

صریخ اس کی دو صورتیں ہیں:۔ صرخ یصرخ (نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی فریاد کرنا۔ چلانا۔ مدد کے لئے پکارنا کے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔ پس وہ کوئی فریاد نہ کرسکیں گے۔ اور اگر یہ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے تو یہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی ہوں گے فریادرس (فریاد کو پہنچنے والا) یا فریادی، (فریاد کرنے والا) اس کی جمع صرخاء ہے۔ فلا صریخ لہم۔ پس ان کے لئے کوئی فریاد سننے والا یا فریادرس نہ ہوگا۔

**ولاهم ينقذون** ۔ واؤ عاطفہ۔ لاینقذون مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب، ہم ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور نہ ہی وہ (ڈوبنے سے) بچائے جائیں گے۔ ینقذون انقاذ (افعال) مصدر سے ہے بمعنی خطرہ، یا ہلاکت سے خلاصی پانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے **وكنتم على شفا حفرة من النار فانقذكم منها** ۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ (انوار البیان، سورہ یٰسین)

سمندر میں انسان کے کشتی پر سوار ہو کر سفر کرنے کے منظر کو قرآن نے متعدد مقامات پر اپنی نشانی کے طور پر پیش کیا ہے اگر کسی نے سمندری سفر کیا ہو تو وہی اس منظر کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ سمندر کے عین درمیان جہاز چل رہا ہے اوپر دیکھیں تو صرف نیلا آسمان نظر آتا ہے کوئی پرندہ تک نظر نہیں آتا، نیچے دیکھیں تو حد نگاہ تک سیاہ پانی نظر آتا ہے۔ پھر جب سمندر کی موجیں اور تیز ہوائیں جہاز کو ڈگمگا دیتی ہیں تو ہر مسافر سہما سہما نظر آنے لگتا ہے۔ نزدیک کوئی خشکی نہیں، کوئی بستی نہیں جہاز میں سوار تمام مسافروں کی زندگی کا انجام بس اتنا ہی ہوتا ہے کہ ایک شدید جھٹکا لگے جو جہاز کو الٹ دے تو تمام مسافروں کی لاشیں سمندر کی انتہاء گہرائیوں تک پہنچ کر دم لیں یا کسی آبی جانور کا لقمہ بن جائیں اور اس حال میں جان دیں کہ ان کے لواحقین کو خبر تک بھی نہ ہو سکے۔

| |
|---|
| وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ٥ |
| وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ٥ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے بچو اس سے جو تمھارے سامنے ہے اور جو تمھارے پیچھے ہے، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ |
| اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔ |

## آیات الٰہی سے اعراض کر لینے والوں کا بیان

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ" مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا كَغَيْرِهِمْ "وَمَا خَلْفَكُمْ" مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ "لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ" أَعْرَضُوا،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے بچو اس عذاب سے جو دنیا میں تمھارے یا دوسروں کے سامنے ہے اور جو آخرت کا عذاب تمھارے پیچھے ہے، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ جبکہ انہوں نے اعراض کرلیا۔ اور ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہوتے ہیں۔

## کفار کی نادانی وسرکشی کا بیان

کافروں کی سرکشی نادانی اور عناد تکبر بیان ہو رہا ہے کہ جب ان سے گناہوں سے بچنے کو کہا جاتا ہے کہ جو کر چکے ان پر نادم ہو جاؤ ان سے توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے ان سے احتیاط کرو۔ اس سے اللہ تم پر رحم فرمائے گا اور تمہیں اپنے عذابوں سے بچالے گا۔ تو وہ اس پر کار بند ہوا تو ایک طرف اور منہ پھلا لیتے ہیں، قرآن نے اس جملے کو بیان نہیں فرمایا کیونکہ آگے جو آیت ہے وہ اس پر صاف طور سے دلالت کرتی ہے۔ اس میں ہے کہ یہی ایک بات کیا؟ ان کی تو عادت ہوگئی ہے کہ اللہ کی ہر بات سے منہ پھیر لیں۔ نہ اسکی توحید کو مانتے ہیں نہ رسولوں کو سچا جانتے ہیں نہ ان میں غور وخوض کی عادت نہ ان میں قبولیت کا مادہ، نہ نفع کو حاصل کرنے کا ملکہ۔ ان کو جب کبھی اللہ کی راہ میں خیرات کرنے کو کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو تمہیں دیا ہے اس میں فقراء مساکین اور محتاجوں کا حصہ بھی ہے۔ تو یہ جواب دیتے ہیں کہ اگر اللہ کا ارادہ ہوتا تو ان غریبوں کو خود ہی دیتا، جب اللہ ہی کا ارادہ انہیں دینے کا نہیں تو ہم اللہ کے ارادے کے خلاف کیوں کریں؟ تم جو ہمیں خیرات کی نصیحت کر رہے ہو اس میں بالکل غلطی پر ہو۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ پچھلہ جملہ کفار کی تردید میں اللہ کی طرف سے ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کفار سے فرمارہا ہے کہ تم کھلی گمراہی میں ہو لیکن ان سے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی کفار کے جواب کا حصہ ہے۔

| |
|---|
| وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ ۙ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا |
| أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاءُ اللَّهُ أَطْعَمَهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس میں سے خرچ کرو جو تمہیں اللہ نے عطا کیا ہے تو کافر لوگ ایمان والوں سے کہتے ہیں: |
| کیا ہم اس شخص کو کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو کھلا دیتا۔ تم تو کھلی گمراہی میں ہی ہو گئے ہو۔ |

## کفار کا ظاہری اسباب کے سبب عقیدہ عطائے رزق پر اعتراض کرنے کا بیان

"وَإِذَا قِيلَ" أَيْ قَالَ فُقَرَاء الصَّحَابَة "لَهُمْ أَنْفِقُوا" عَلَيْنَا "مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّه" مِنَ الْأَمْوَال "قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا" اسْتِهْزَاء بِهِمْ "أَنُطْعِمُ مَنْ لَوْ يَشَاء اللَّه أَطْعَمَهُ" فِي مُعْتَقَدكُمْ هَذَا "إِنْ" مَا

"اَنْتُمْ" فِی قَوْلِکُمْ لَنَا ذٰلِکَ مَعَ مُعْتَقِدِکُمْ ھٰذَا "اِلَّا فِی ضَلَالٍ مُّبِیْنٍ" بَیِّنٍ وَلِلتَّصْرِیْحِ بِکُفْرِھِمْ مَوْقِعٌ عَظِیْمٌ،

اور جب ان سے کہا جاتا ہے یعنی انہیں فقراء صحابہ نے کہا کہ تم اس میں سے راہِ خدا میں ہم پر خرچ کرو جو تمہیں اموال اللہ نے عطا کیے ہیں۔ تو کافر لوگ ایمان والوں سے بہ طور مذاق کہتے ہیں کیا ہم اس غریب شخص کو کھلائیں جسے اگر اللہ چاہتا تو خود ہی کھلا دیتا۔ جس طرح تمہارا عقیدہ ہے۔ یعنی تمہارا یہ قول جو ہمارے لئے تم نے کہا ہے یہ تمہارے عقیدہ کے مطابق نہیں ہے۔ تم تو کھلی گمراہی میں ہی مبتلا ہو گئے ہو۔ یعنی اس بڑے موقع پر صراحت کے ساتھ غلطی میں ہو۔

## سورہ یٰسین آیت ۴۷ کے شانِ نزول کا بیان

یہ آیت کفار قریش کے بارے میں نازل ہوئی جن سے مسلمانوں نے کہا تھا کہ تم اپنے مالوں کا وہ حصہ مسکینوں پر خرچ کرو جو تم نے بزعمِ خود اللہ تعالیٰ کے لئے نکالا ہے، اس پر انہوں نے کہا کہ کیا ہم ان کو کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ کھلانا چاہتا تھا تو کھلا دیتا، مطلب یہ تھا کہ خدا ہی کو مسکینوں کا محتاج رکھنا منظور ہے۔

تو انہیں کھانے کو دینا اس کی مشیّت کے خلاف ہوگا یہ بات انہوں نے بخیلی اور کنجوسی سے بطورِ تمسخر کے کہی تھی اور نہایت باطل تھی کیونکہ دنیا دار الامتحان ہے، فقیری اور امیری دونوں آزمائشیں ہیں، فقیر کی آزمائش صبر سے اور غنی کی انفاق فی سبیلِ اللہ سے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مکہ مکرمہ میں زندیق لوگ تھے جب ان سے کہا جاتا تھا کہ مسکینوں کو صدقہ دو تو کہتے تھے ہرگز نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ محتاج کرے ہم کھلائیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یٰسین، لاہور)

| |
|---|
| وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ○ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ○ |
| اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو۔ وہ لوگ صرف ایک سخت چنگھاڑ کے ہی منتظر ہیں جو انہیں پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ نہ تو وصیت کرنے کے ہی قابل رہیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹ سکیں گے۔ |

## وعدہ بعث کا مطالبہ کرنے والے کفار کا بیان

"وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْد" بِالْبَعْثِ "اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" فِيْهِ "مَا يَنْظُرُوْنَ" أَيْ يَنْتَظِرُوْنَ "اِلَّا صَيْحَة وَاحِدَة" وَهِيَ نَفْخَة إِسْرَافِيل الْأُولَى "تَأْخُذهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ" بِالتَّشْدِيْدِ أَصْله يَخْتَصِمُوْنَ نُقِلَتْ حَرَكَة التَّاء إِلَى الْخَاء وَأُدْغِمَتْ فِي الصَّاد أَيْ وَهُمْ فِي غَفْلَة عَنْهَا بِتَخَاصُمٍ وَتَبَايُع وَأَكْل وَشُرْب وَغَيْر ذٰلِكَ وَفِي قِرَاءَة يَخْصِمُوْنَ كَيَضْرِبُوْنَ أَيْ يَخْصِم بَعْضهمْ بَعْضًا،

"فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَة" أَيْ أَنْ يُوْصُوْا "وَلَا إِلَى أَهْلهمْ يَرْجِعُوْنَ" مِنْ أَسْوَاقهمْ وَأَشْغَالهمْ بَلْ

يَمُوتُونَ فِيهَا،

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ بعث کب پورا ہوگا اگر تم اس میں سچے ہو۔ وہ لوگ صرف ایک سخت چنگھاڑ کے ہی منتظر ہیں اور وہ حضرت اسرافیل پہلی بار پھونکیں گے۔ جو انہیں اچانک پکڑے گی اور وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ یہاں پر لفظ **یخصمون** تشدید کے ساتھ آیا ہے اس کی اصل **یختصمون** ہے۔ تاء کی حرکت کو نقل کے خاء کو دیا گیا ہے۔ اور اس کا صاد میں ادغام کیا گیا ہے یعنی وہ ایسی غفلت میں اس لئے ہیں کہ چیخ، بیع وغیرہ اور کھانے پینے میں مصروف ہوں گے۔ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں۔ اور ایک قرأت کے مطابق **یخصمون یضربون** کی طرح آیا ہے یعنی وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ پھر وہ نہ تو وصیت کرنے کے ہی قابل رہیں گے کہ وہ وصیت کریں۔ اور نہ وہ بازاروں سے اور مصروفیات سے اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹ سکیں گے۔ بلکہ وہ وہیں مرجائیں گے۔

## اچانک قیامت کے وقوع ہو جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو بڑے گروہ آپس میں نہ لڑیں گے، ان دونوں گروہوں کے درمیان زبردست قتل وقتال ہوگا۔ اور دونوں کا ایک ہی دعویٰ ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک بڑے زبردست مکار، فریبی اور فسادی لوگ پیدا نہ ہو جائیں گے جو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ بولیں گے ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی اور ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک علم نہ اٹھالیا جائے گا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک زلزلوں کی کثرت نہ ہو جائے گی، زمانہ قریب نہ ہو جائے گا فتنوں کا ظہور نہیں ہونے لگے گا اور ہرج یعنی قتل وقتال اور لوٹ مار کے واقعات میں اضافہ نہ ہو جائے گا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تمہارے پاس مال ودولت کی اتنی کثرت نہیں ہو جائے گی کہ مالدار شخص خیرات لینے والے کی وجہ سے قلق اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے، یہاں تک کہ وہ مالدار، جس شخص کو صدقہ وخیرات دینے والا سمجھ کر اس کے سامنے صدقہ وخیرات کا مال پیش کرے گا، وہ غنائے قلبی کے سبب یا خود مالدار ہونے کی وجہ سے یہ کہے گا کہ مجھے تمہارے اس صدقہ خیرات کے مال کی ضرورت وحاجت نہیں ہے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگ وسیع اور لمبی چوڑی عمارتوں کے بنانے پر فخر نہ کرنے لگیں گے اور جب تک کہ آدمی کسی قبر کے پاس سے گزرتا ہوا یہ نہ کہنے لگے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب کہ تک کہ آفتاب مغرب کی طرف سے طلوع نہ ہوگا۔ اور لوگ اس کی طرف دیکھیں تو سب ایمان لے آئیں گے اور آخرت کا امر ظاہر ہو جائے گا پس یہ وقت وہ ہوگا جب کسی بھی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا نفع نہ دے گا جس نے اس دن سے پہلے ایمان قبول نہیں کیا ہوگا اور نہ کسی شخص کو اس وقت اپنے ایمان کی حالت میں نیک کام کرنا فائدہ پہنچائے گا اگر اس نے اس دن سے پہلے نیک کام نہیں کیا ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں کہ قیامت اس طرح قائم ہوگی یعنی پہلا صور کہ جو قیامت کی ابتداء ہوگا اس طرح اچانک پھونکا جائے گا کہ دو شخصوں نے اپنا کپڑا خرید وفروخت کے لئے کھول

رکھا ہوگا اور وہ نہ اس کی خرید وفروخت کر چکے ہوں گے اور نہ اس کو لپیٹ کر رکھ سکے ہوں گے کہ اسی حالت میں قیامت آ جائے گی۔ اور بلاشبہ قیامت اس حال میں قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کے دودھ کے ساتھ واپس آیا ہوگا یعنی اونٹنی کا دودھ لے کر اپنے گھر آیا ہوگا اور اس دودھ کو پینے نہ پایا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص اپنے حوض کو لیپتا اور پوتتا ہوگا یعنی اپنے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے کوئی کنڈ وغیرہ بناتا یا اس کو درست کرتا ہوگا اور وہ اپنے جانوروں کو اس حوض سے پانی نہ پلانے پایا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی اور بلاشبہ قیامت اس طرح قائم ہوگی کہ ایک شخص نے منہ میں رکھنے کے لئے لقمہ اٹھایا ہوگا اور وہ اس لقمہ کو کھانے نہ پایا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1350)

| |
|---|
| وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا |
| مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ |
| اور صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ کہیں گے ہائے ہماری بربادی! |
| کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ یہ وہ ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ |

## دونوں نفخات کے درمیان چالیس سال کی مدت سونے کا بیان

"وَنُفِخَ فِي الصُّور " هُوَ قَرْن النَّفْخَة الثَّانِيَة لِلْبَعْثِ وَبَيْن النَّفْخَتَيْنِ أَرْبَعُونَ سَنَة "فَإِذَا هُمْ " أَيْ الْمَقْبُورُونَ "مِنْ الْأَجْدَاث" الْقُبُور "إِلَى رَبّهمْ يَنْسِلُونَ" يَخْرُجُونَ بِسُرْعَةٍ

"قَالُوا" أَيْ الْكُفَّار مِنْهُمْ "يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَنَا" هَلَاكنَا وَهُوَ مَصْدَر لَا فِعْل لَهُ مِنْ لَفْظه "مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَرْقَدنَا " لِأَنَّهُمْ كَانُوا بَيْن النَّفْخَتَيْنِ نَائِمِينَ لَمْ يُعَذَّبُوا "هَذَا" أَيْ الْبَعْث "مَا" أَيْ الَّذِي "وَعَدَ" بِهِ "الرَّحْمَن وَصَدَقَ" فِيهِ "الْمُرْسَلُونَ" أَقَرُّوا حِين لَا يَنْفَعهُمْ الْإِقْرَار وَقِيلَ : يُقَال لَهُمْ ذَلِكَ

اور جس وقت بعث کیلئے دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور ان دونوں صوروں کے درمیان چالیس سال کا فاصل ہوگا۔ تو وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔ یعنی جلدی کے ساتھ نکلیں گے۔ تو کفار کہیں گے ہائے ہماری بربادی! یہاں پر لفظ یا ، یہ انتباہ کیلئے آیا ہے۔ اور لفظ ویل کا معنی ہلاکت ہے اور وہ مصدر ہے کیونکہ اس کا فعل لفظی طور پر نہیں آتا۔ کس نے ہمیں ہماری سونے کی جگہ سے اٹھا دیا؟ کیونکہ جب وہ دونوں نفخات کے درمیان سوئے تھے تو انہیں کوئی عذاب نہیں ہوا۔ یہ وہ بعث ہے جو رحمان نے وعدہ کیا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ تو وہ اس وقت اقرار کریں گے جب ان کا اقرار کرنا ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا۔

## قیام قیامت کیلئے صور پھونکے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے

لئے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا (چالیس سے) چالیس دن مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟

ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی سے لوگ۔ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں کہ جیسے سبزہ اگتا ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" انسان کے جسم و بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 93)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملا سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہر حال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔ "عجب الذنب" اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم" کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے، یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جاسکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

| |
|---|
| اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○ |
| فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ |

یہ محض ایک بہت سخت چنگھاڑ ہوگی تو وہ سب کے سب یکا یک ہمارے حضور لاکر حاضر کردیئے جائیں گے۔ پس آج
کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ تمھیں اس کے سوا کوئی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

## قیامت کے دن کسی پر بھی ظلم نہ کیے جانے کا بیان

"إِنْ" مَا "كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَإِذَا هُمْ جَمِيعٌ لَدَيْنَا" عِنْدَنَا "مُحْضَرُونَ" فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا" جَزَاء،

یہ محض ایک بہت سخت چنگھاڑ ہوگی تو وہ سب کے سب یکا یک ہمارے حضور لاکر حاضر کردیئے جائیں گے۔ پس آج کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور نہ تمھیں اس کے سوا کوئی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

## صور کی آواز سے لوگوں کے مرجانے اور دوبارہ جمع ہو جانے کا بیان

"صور" اصل میں نرسنگا (سنکھ) اور قرنا کو کہتے ہیں جس میں پھونکنے سے ایک بلند آواز پیدا ہوتی ہے اور یہاں وہ مخصوص نرسنگا (سنکھ) مراد ہے جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا یہ صور پھونکنا دو مرتبہ ہوگا ایک بار تو اس وقت جب قیامت آنے کو ہوگی اور اس صور کی آواز سے تمام لوگ مر جائیں گے اور دوسری بار اس وقت جب تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کرنے کے لئے دوبارہ زندہ کرنا مقصود ہوگا چنانچہ اس صور کی آواز سے تمام لوگ زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" صور ایک سینگ ہے جس کو پھونکا جائے گا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 100)

جس کو پھونکا جائے گا" کا مطلب یہ ہے کہ اس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو مرتبہ پھونکیں گے ایک بار تو سب کو مارنے کے لئے اور دوسری بار سب جگانے کے لئے۔ بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ اس سینگ یعنی صور کا وہ سرا جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام اپنے منہ میں لگائے پھونکنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، گول ہے اور اس کی گولائی زمین اور آسمانوں کے برابر ہے۔

## قیامت کے دن ظالموں سے پوچھا جانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو لپیٹ لے گا اور پھر ان کو داہنے ہاتھ میں لے کر فرمائے گا کہ بادشاہ میں ہوں! کہاں ہیں ظلم و جبر کرنے والے، کہاں ہیں (اپنے جاہ وحشم پر) تکبر کرنے والے؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ میں لے لے گا اور فرمائے گا۔" بادشاہ میں ہوں کہاں ہیں بادشاہ یعنی وہ لوگ جو اپنے کو بادشاہ کہا کرتے تھے)؟ کہاں ہیں ظلم

وجبر کرنے والے۔(مسلم،مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 95)

| |
|---|
| اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ الۡیَوۡمَ فِیۡ شُغُلٍ فٰكِهُوۡنَ ۝ هُمۡ وَاَزۡوَاجُهُمۡ فِیۡ ظِلٰلٍ عَلَی الۡاَرَآئِكِ |
| مُتَّكِـُٔوۡنَ ۝ لَهُمۡ فِیۡهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمۡ مَّا یَدَّعُوۡنَ ۝ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِیۡمٍ ۝ |
| بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔وہ اوران کی بیبیاں سایوں میں ہیں،تختوں پرتکیہ لگائے۔ان کے لیے |
| اس میں بہت پھل ہےاوران کے لیےاس میں وہ کچھ ہے جووہ طلب کریں گے۔سلام ہو،ربِّ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا۔ |

## اہل جنت کے سکون اور سلامتی کا بیان

"إِنَّ أَصْحَاب الْجَنَّة الْيَوْم فِي شُغُل" بِسُكُونِ الْغَيْن وَضَمّهَا عَمَّا فِيهِ أَهْل النَّار مِمَّا يَتَلَذَّذُونَ بِهِ كَافْتِضَاضِ الْأَبْكَار لَا شُغُل يَتْعَبُونَ فِيهِ لِأَنَّ الْجَنَّة لَا نَصَب فِيهَا "فَاكِهُونَ" نَاعِمُونَ خَبَر ثَانٍ لِإِنَّ وَالْأَوَّل فِي شُغُل،

"هُمْ" مُبْتَدَأ "وَأَزْوَاجهمْ فِي ظِلَال" جَمْع ظُلَّة أَوْ ظِلّ خَبَر: أَيْ لَا تُصِيبهُمْ الشَّمْس "عَلَى الْأَرَائِك" جَمْع أَرِيكَة وَهُوَ السَّرِير فِي الْحَجَلَة أَوْ الْفُرُش فِيهَا "مُتَّكِئُونَ" خَبَر ثَانٍ مُتَعَلِّق عَلَى

"لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَة وَلَهُمْ" فِيهَا "مَا يَدَّعُونَ" يَتَمَنَّوْنَ،

"سَلَام" مُبْتَدَأ "قَوْلًا" أَيْ بِالْقَوْلِ خَبَره "مِنْ رَبّ رَحِيم" بِهِمْ أَيْ يَقُول لَهُمْ: سَلَام عَلَيْكُمْ،

بے شک جنت کے رہنے والے آج ایک شغل میں خوش ہیں۔یہاں پرلفظ شغل غین کے سکون اورضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی وہ اہل دوزخ سے بے خبرہوں گے اوروہ جنت میں لطف اندوز ہورہے ہوں گے جس طرح دوشیزاؤں سے جماع کرنا ہےاور وہاں کوئی محنت ومشقت نہ ہوگی کیونکہ جنت کسی مشقت کی جگہ کا نام نہیں ہے۔یہاں پرلفظ فاکھون یہ ناعمون کے معنی میں اوریہ خبرانی ہے کیونکہ خبراول شغل ہے۔

یہاں پرلفظ ھم مبتداء ہے۔وہ اوران کی بیبیاں سایوں میں ہیں،یہاں پرلفظ ظلال یہ ظلۃ یا ظل کی جمع ہے۔اورخبر ہے۔یعنی وہاں سورج کی دھوپ نہ پہنچے گی۔تختوں پرتکیہ لگائے۔یہاں پرلفظ ارائک یہ اریکہ کی جمع ہے جس کا معنی وہ مسہری جو خیمے میں لگائی جاتی ہے یافرش پرلگائی جاتی ہے۔اورمتکئون یہ خبر ثانی ہے۔جولہم کے متعلق ہے۔ان کے لیے اس میں بہت پھل ہےاوران کے لیےاس میں وہ کچھ ہے جووہ طلب کریں گے۔تم پرسلام ہو،لفظ سلام مبتداء ہے۔یہ ربِّ رحیم کی طرف سے فرمایا جائے گا۔لفظ قول اس کی خبر ہے۔یعنی وہ ان سے فرمائے گا تم پرسلامتی ہو۔

## جنت میں آنکھوں کوٹھنڈک پہنچانے والی نعمتوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!"میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ

چیز تیار کر رکھی ہے کہ (آج تک) نہ کسی آنکھ نے اس (جیسی کسی چیز) کو دیکھا ہے نہ کسی کان نے (اس جیسی خوبیوں کا) سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں (اس کی ماہیت کا تصور تک آیا ہے اگر تم اس بات کی تصدیق چاہو تو یہ آیت پڑھو: (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ، السجدہ: 17) (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 179)

کوئی بھی شخص نہیں جانتا (جو بندے شب بیداری کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں) ان کے لئے کیا چیز چھپا رکھی گئی ہے جو آنکھ کی ٹھنڈک کا سبب ہے۔

نہ کسی آنکھ نے الخ کے بارے میں بھی یہ احتمال ہے کہ اس چیز (یعنی جنت) کے مظاہر شکل وصورت آوازیں اور خاطر داریاں مراد ہوں، مطلب یہ کہ وہاں جو اعلیٰ مناظر ہوں گے اور وہاں جو نظر افروز شکلیں اور صورتیں دکھائی دیں گی ان جیسے مناظر اور جیسی شکلیں اور صورتیں اس دنیا میں نہ دیکھی گئی ہیں اور نہ کبھی دیکھیں جا سکتی ہیں، اسی طرح وہاں کی آوازوں میں جو مٹھاس، نغمگی اور دلکشی ہوگی، ایسی میٹھی، نغمیہ ریز اور دلکش آوازیں اس دنیا میں آج تک نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ کبھی سنی جا سکتی ہیں اور ایسے ہی وہاں جو خاطر و مدارت ہوں گی، جو نعمتیں اور لذتیں حاصل ہوں گی، ان کا تصور بھی اس دنیا میں آج تک کسی انسان کے دل میں نہیں آیا ہوگا اور نہ کبھی اس کا کوئی تصور کیا جا سکتا ہے۔

آیت میں جس چیز کو آنکھ کی ٹھنڈک سے تعبیر کیا گیا ہے اس سے فرحت وشادمانی، چین وراحت اور مقصود مراد پانا ہے! واضح رہے کہ (آنکھ کی ٹھنڈک) میں لفظ قرۃ دراصل قر سے نکلا ہے جس کے معنی ثبات وقرار کے ہیں۔ چنانچہ آنکھ جب اپنی محبوب چیز کو دیکھتی ہے تو قرار پا جاتی ہے اور اس طرح مطمئن ہو جاتی ہے کہ کسی اور طرف مائل نہیں ہوتی اس کے برخلاف جب آنکھ کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز کو دیکھتی ہے اور اس کی محبوب شی سامنے نہیں ہوتی تو وہ پریشان اور کھوئی سی رہتی ہے اور کسی ایک سمت قرار پانے کے بجائے ادھر ادھر بھٹکنا شروع کر دیتی ہے ایسے ہی فرحت وسرور اور راحت واطمینان کی حالت میں آنکھوں کو عجیب طرح کا کیف وسکون اور آرام ملتا ہے جب کہ خوف وغم کی حالت میں وہ متحرک ومضطرب ہو جاتی ہیں۔ یا یہ کہ "قرۃ" کے لفظ "قر" سے مشتق ہے جس کے معنی "ٹھنڈک اور خشکی" کے ہیں اس صورت میں کہا جائے گا کہ آنکھ کی ٹھنڈک سی مراد وہ مخصوص لذت وکیف ہے جو محبوب اور پسندیدہ چیز کو دیکھ کر اور اپنا مقصود ومطلوب پا کر آنکھ محسوس کرتی ہے۔

اس کے برخلاف آنکھ جب کسی غیر پسندیدہ اور ناگوار چیز اور دشمن کو دیکھتی ہے اور مطلوب ومقصود کے انتظار میں ہوتی ہے تو گویا اس وقت وہ ایک خاص جلن اور سوزش محسوس کرتی ہے! اسی مناسبت سے "پیاری اولاد" کو قرۃ العین یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے! نیز ایک حدیث میں جو یوں آیا ہے کہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز رکھی گئی ہے تو اس میں بھی لفظ قرۃ کے دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔

## حوران جنت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبح کو شام کو ایک بار اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا

اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت (یعنی کوئی حور) زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق ومغرب کے درمیان کو (یعنی دنیا کے اس کونے سے لے کر اس کونے تک کی تمام چیزوں کو) روشن ومنور کر دے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فضاء کو خوشبو سے بھر دے، نیز اس کے سر کی ایک اوڑھنی اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔"

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 181)

صبح اور شام کی تخصیص معمول کا لحاظ رکھتے ہوئے ہے کہ عام طور پر فوج ولشکر کی روانگی میدان جنگ میں معرکہ آرائی اور حملہ وغیرہ کی ابتداء انہی اوقات میں ہوئی ہے۔ ورنہ یہاں نطق مراد ہے خواہ وہ صبح وشام کا وقت ہو یا کوئی اور وقت "اللہ کی راہ" سے مراد جہاد وغیرہ بھی ہے اور ہجرات بھی، اسی طرح حج، طلب علم اور ہر اس مقصد کے لئے گھر سے نکلنا اور سفر کرنا بھی مراد ہے جس کا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حصول اور بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اسی کے فرمان کی بجا آوری ہو یہاں تک کہ اپنے اہل وعیال کا نفقہ پورا کرنے کے لئے اور عبادت الٰہی اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں دلجمی واطمینان اور حضور قلب کے حصول کی غرض سے رزق حلال کی تلاش میں نکلنا اور سفر کرنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنے کا مفہوم رکھتا ہے۔

جو شخص محض ایک بار بھی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کو جو اجر وثواب ملتا ہے یا اس کو آخرت میں جو نعمتیں حاصل ہوں گی وہ اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں! نیز ذکر چونکہ اللہ کے راستہ میں نکلنے کی فضیلت کا تھا جس کا اجر اللہ کے ہاں جنت ہے اس مناسبت سے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت (یعنی حور) کی کچھ خوبیاں بھی بیان فرمائی گئیں۔ لفظ بینہما کی ضمیریں مشرق ومغرب کی طرف لوٹائی گئی ہیں، لیکن یہ ضمیریں آسمان وزمین کی طرف یا جنت اور زمین کی طرف بھی لوٹائی جا سکتی ہیں، ویسے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ جنت اور زمین کی طرف راجع ہوں کیونکہ عبارت میں بھی یہی دونوں صریحاً مذکور ہیں۔

## اہل جنت کیلئے قول سلام کا بیان

ان اہل جنت کے مہربان پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔ خواہ یہ اللہ کی طرف سے سلام فرشتوں کی وساطت سے ہو۔ یا بلاواسطہ اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرمائیں۔ کیونکہ عالم آخرت کے احوال عالم دنیا جیسے نہیں ہوں گے۔ اس دنیا میں کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا۔ مگر جنت میں اہل جنت اللہ تعالیٰ کو یوں دیکھ سکیں گے جیسے یہاں ہم چاند کی طرف دیکھ سکتے ہیں اور ہمیں راحت محسوس ہوتی ہے۔ اس دنیا میں اللہ کو کسی نے نہیں دیکھا البتہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ سے براہ راست بلاواسطہ کلام ضرور کیا ہے۔ لہٰذا عالم آخرت میں اللہ تعالیٰ کا اہل جنت سے اور اہل جنت کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا بدرجہ اولیٰ ممکن ہوگا۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○

اور اے مجرمو! تم آج الگ ہو جاؤ۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہ کرنا، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

## قیامت کے دن مجرموں کو مؤمنوں سے الگ کر دینے کا بیان

"وَ" "امْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ " أَيْ انْفَرِدُوا عَنْ الْمُؤْمِنِينَ عِنْد اخْتِلَاطهمْ بِهِمْ "أَلَمْ أَعْهَد إلَيْكُمْ" آمُرُكُمْ "يَا بَنِي آدَم" عَلَى لِسَان رُسُلِي "أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَان" لَا تُطِيعُوهُ "إنَّهُ لَكُمْ عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة،

اور اے مجرمو! تم آج اہل ایمان کے ساتھ ملنے کی بہ جائے ان سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی جب وہ ملنے لگیں گے۔ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے اپنے رسولان گرامی کی زبانی اس بات کا عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی پرستش نہ کرنا، یعنی اس کی اطاعت نہ کرنا بیشک وہ عداوت میں تمہارا کھلا دشمن ہے۔

## نیک وبد علیحدہ علیحدہ کر دیئے جانے کا بیان

فرماتا ہے کہ نیک کاروں سے بدکاروں کو چھانٹ دیا جائے گا، کافروں سے کہدیا جائے گا کہ مومنوں سے دور ہو جاؤ، پھر ہم ان میں امتیاز کر دیں گے انہیں الگ الگ کر دیں گے۔ اسی طرح سورہ یونس میں ہے (ترجمہ) جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب کے سب جدا جدا ہو جائیں گے۔ یعنی ان کے دو گروہ بن جائیں گے۔ سورہ والصافات میں فرمان ہے (اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ، الصافات:22) یعنی ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے جمع کرو اور انہیں جہنم کا راستہ دکھاؤ۔ جنتیوں پر جو طرح طرح کی نوازشیں ہو رہی ہوں گی اسی طرح جہنمیوں پر طرح طرح کی سختیاں ہو رہی ہوں گی انہیں بطور ڈانٹ ڈپٹ کے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا، وہ تمہارا دشمن ہے؟ لیکن اس پر بھی تم نے مجھ رحمان کی نافرمانی کی اور اس شیطان کی فرمانبرداری کی۔ خالق مالک رازق میں اور فرمانبرداری کی جائے میرے راندہ درگاہ کی؟ میں تو کہہ چکا تھا کہ ایک میری ہی ماننا صرف مجھ ہی کو پوجنا مجھ تک پہنچنے کا سیدھا قریب کا اور سچا راستہ یہی ہے لیکن تم الٹے چلے، یہاں بھی الٹے ہی جاؤ، ان نیک بختوں کی اور تمہاری راہ الگ الگ ہے یہ جنتی ہیں تم جہنمی ہو۔ جبلا سے مراد خلق کثیر بہت ساری مخلوق ہے لغت میں جبل بھی کہا جاتا ہے اور جبل بھی کہا جاتا ہے، شیطان نے تم میں سے بکثرت لوگوں کو بہکا دیا اور صحیح راہ سے ہٹا دیا، تم میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ تم اس کا فیصلہ کر سکتے کہ رحمان کی مانیں یا شیطان کی؟ اللہ کو پوجیں یا مخلوق کو؟

ابن جریر میں ہے قیامت کے دن اللہ کے حکم سے جہنم اپنی گردن نکالے گی جس میں سخت اندھیرا ہوگا اور بالکل ظاہر ہوگی وہ بھی کہے گی کہ اے انسانو! کیا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا؟ وہ تمہارا ظاہری دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہ سیدھی راہ ہے، اس نے تم میں سے اکثروں کو گمراہ کر دیا کیا تم سمجھتے نہ تھے؟ اے گنہگارو! آج تم جدا ہو جاؤ۔ اس وقت

نیک بد الگ الگ ہو جائیں گے، ہر ایک گھٹنوں کے بل گر پڑے گا، ہر ایک کو اس کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج ہی بدلے دیئے جاؤ گے جو کر کے آئے ہو۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا |
| تَعْقِلُوْنَ ○ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ○ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ |
| اور یہ کہ میری عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ تو کیا تم نہیں سمجھتے |
| تھے۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔ |

## کفار کیلئے وعدہ دوزخ کے پورا ہونے کا بیان

"وَأَنْ اُعْبُدُونِي " وَحِّدُونِي وَأَطِيعُونِي "هَذَا صِرَاط " طَرِيق "وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا " جِبِلًّا جَمْع جَبِيل كَقَدِيمٍ وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْبَاء "كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ " عَدَاوَته وَإِضْلَاله أَوْ مَا حَلَّ بِهِمْ مِنْ الْعَذَاب فَتُؤْمِنُونَ وَيُقَال لَهُمْ فِي الْآخِرَة"هَذِهِ جَهَنَّم الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ" بِهَا،

اور یہ کہ میری عبادت کرو، یعنی میری توحید کا اقرار کرو اور میری اطاعت کرو۔ یہ سیدھا راستہ ہے۔ اور بلاشبہ یقیناً اس نے تم میں سے بہت سی مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ یہاں پر لفظ جبلا یہ جبیل کی جمع ہے جس طرح قدما جو قدیم کی جمع ہے، اور ایک قرأت میں جبلا یہ باء کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ تو کیا تم اس کی عداوت اور گمراہی کو نہیں سمجھتے تھے۔ یا اس کو سمجھتے جو اس پر عذاب نازل ہوا تھا۔ تا کہ تم ایمان لاتے اور ان سے آخرت میں کہا جائے گا۔ یہ وہی دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے حکم کا بیان

حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ (ایک سفر کے دوران سواری کے) گدھے پر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف کجاوے کا پچھلا حصہ حائل تھا، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا معاذ! جانتے ہو بندوں پر اللہ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ پر بندوں کا یہ حق ہے کہ جس نے کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرایا ہو، اسے عذاب نہ دے (یہ سن کر) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں یہ خوشخبری لوگوں کو سنا دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سناؤ کیونکہ وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے (اور عمل کرنا چھوڑ دیں گے)۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 22)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس نے اللہ کو ایک مان لیا اس کی الوہیت و ربوبیت اور اس کی بھیجی ہوئی رسالت پر ایمان لے

آیا اور اس کی عبادت و پرستش میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا تو اس پر عذاب نہیں ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی آدمی اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آیا اور شرک کا مرتکب نہیں ہوا تو اس پر دوزخ کی آگ بالکل حرام ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ کتنا ہی بدعمل اور بدکار رہو۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور کفار کی طرح اس پر ہمیشہ کے لئے عذاب مسلط نہیں کیا جائے گا اور نہ وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا بلکہ اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر آخرکار اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

| |
|---|
| اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ |
| آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں |
| اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن کفار کے اعضاء کی گواہی کا بیان

"اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوَاهِهِمْ" أَيْ الْكُفَّارِ لِقَوْلِهِمْ "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" "وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ" وَغَيْرُهَا "بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ" فَكُلُّ عُضْوٍ يَنْطِقُ بِمَا صَدَرَ مِنْهُ

آج ہم ان یعنی کفار کے مونہوں پر بات کرنے کی بہ جائے مہر لگا دیں گے یعنی جب وہ کہنے لگیں "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" اور ان کے ہاتھ ہم سے باتیں کریں گے اور ان کے پاؤں وغیرہ اس کی گواہی دیں گے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ پس ہر عضو وہی بولے گا جو کام اس سے کیا گیا ہوگا۔

## قیامت کے دن انسان کا اپنے اعضاء سے مکالمہ کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکا یک ہنسنے لگے اور پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ حضرت انس کہتے ہیں کہ ہم نے کہا "اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں (قیامت کے دن) بندہ اور اللہ کے درمیان منہ در منہ گفتگو ہونے کا خیال کر کے) ہنس رہا ہوں! (اس دن) بندہ کہے گا کہ اے پروردگار کیا تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دی ہے؟ (یعنی کیا تو نے نہیں فرمایا کہ میں اپنے بندوں پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہاں تجھ کو (میں نے پناہ دی ہے اور میں یقیناً بندوں پر ظلم نہیں کرتا) تب بندہ کہے گا کہ اگر تو نے مجھ کو ظلم سے پناہ دی ہے تو) میں اپنے متعلق اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی میں سے ہو" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (بندے کی یہ بات سن کر) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ" (مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے) آج کے دن تیرے بارے میں خود تیری ذات کی گواہی دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پھر بندے کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی (یعنی اس کی قوت گویائی کو معطل کر دیا جائے گا) اور اس کے بعد اس کے تمام اعضاء وجسم کو حکم دیا جائے گا کہ بولو، چنانچہ اس کے جسم کے اعضاء اس کے (ان)

اعمال کو بیان کریں گے جو اس نے ان اعضاء کے ذریعہ کئے تھے۔

پھر اس بندے اور اس کی گویائی کے درمیان سے (پردہ) اٹھا دیا جائے گا (یعنی اس کے منہ کو جو مہر لگائی گئی تھی اس کو توڑ دیا جائے گا اور اس کی قوت گویائی بحال ہو جائے گی جس سے وہ پہلے کی طرح باتیں کرنے لگے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بندہ (یہ صورت حال دیکھ کر اپنے اعضاء جسم سے) کہے گا کہ دور ہو بدبختو اور ہلاک ہو، میں تو تمہاری ہی طرف سے اور تمہاری ہی نجات کے لئے لڑ جھگڑ رہا تھا۔" (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 128)

میرے بارے میں گواہی دینے والا مجھ ہی میں سے ہو" یعنی مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرے اعمال و کردار اور میری دنیاوی زندگی کے بارے میں گواہی دینے والا کوئی دوسرا ہو، میں تو صرف اس گواہ کو تسلیم کروں گا جو میری ذات کے اندر سے پیدا ہو گویا بندہ تو یہ خیال کرے گا کہ میری ذات کے اندر سے گواہی دینے والا کون ہو سکتا ہے کیونکہ کوئی ذات خود اپنے کو ضرر و نقصان پہنچانے کے لئے گواہی نہیں دیا کرتی، لیکن اس کو یہ خیال نہیں آئے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی پوری طرح سے قادر ہے کہ وہ اس بندے کی ذات میں سے ایسا گواہ پیدا کر دے جو اس کے خلاف گواہی دے اور اس کو اللہ کے حکم کے خلاف انکار کی مجال اور دم مارنے کی گنجائش نہ ہو! پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا سبب یہی تھا کہ حق تعالیٰ کے سامنے بندہ کا اس طورح کلام کرنا کہ خود اپنے جال میں پھنس جائے اس کی کس درجہ کی مضحکہ خیز حرکت ہوگی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ کے منہ کو مہر لگانا ان اعضاء جسم کا اعمال کے بارے میں گواہی دینا جن کے ذریعہ بندے نے وہ عمل کئے ہوں گے اور پھر اس بندے کا اپنی نادانی پر جھنجھلاہٹ کی وجہ سے اپنے ان اعضاء جسم کو برا بھلا کہنا اور ان کو بددعا دینا جیسے عجیب و غریب امور کا خیال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے۔ خود بندے کی درخواست اور خواہش کے مطابق خود اسی کے اعضاء جسم کو اس کے بارے میں گواہ بنانے کے بعد پھر نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بھی گواہ بنانا مقصود سے زائد بات۔ اور اس کا سبب یہ ہوگا کہ اعضاء جسم جو گواہی دیں گے اس کی تصدیق و توثیق ہو جائے اور بندے کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ یہ اعضاء جسم درست گواہی نہیں دے رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ صرف فرشتوں کو گواہ بنائے گا تو یہ بات اس قرارداد کے خلاف ہوگی۔

جو اس کے اور بندے کے درمیان طے پائی گی حاصل یہ کہ اصل گواہ تو بندے کے اعضاء جسم ہی ہوں گے جن کو خود بندے کی غرض و خواہش کے مطابق گواہ بنایا جائے گا اور ان اعضاء جسم کی گواہی ثابت کرنے کے لئے نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کو بطور زائد گواہ پیش کیا جائے گا، لہٰذا یہ اعتراض پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کی غرض و خواہش کو مان کر اس کی ذات کے اندر سے، یعنی اسی کے اعضاء جسم کو گواہ بنائے گا تو فرشتوں کو گواہ بنانے کی کیا ضررت ہوگی۔ دور ہٹو بدبختو اور ہلاک ہو الخ" یعنی جب وہ بندہ دیکھے گا کہ یہ میرے اعضاء جسم تو میرے ہی خلاف گواہی دے رہے ہیں، ادھر ان اعضاء جسم کا اس کے خلاف گواہ بننا خود اس کی درخواست و خواہش کے مطابق ہوگا، تو وہ اس صورت حال سے جھنجلا جائے گا۔

اور اپنے اعضاء جسم کو برا بھلا کہنے لگے گا کہ کمبختو، میں تمہاری ہی طرف سے لڑ جھگڑ رہا تھا تاکہ تمہیں اعمال بد کی سزا نہ بھگتنی

پڑے، لیکن اپنے خلاف خودتم ہی گواہی دے رہے ہو اور اپنے آپ کو عذاب وہلاکت میں ڈال رہے ہو یا یہ کہ میں دنیا میں تمہاری ہی وجہ سے بندوں سے لڑتا جھگڑتا تھا، تمہیں نقصان وضرر سے بچانے کے لئے دوسروں کو نقصان پہنچایا کرتا تھا، تمہاری راحت اور تمہارے کام کی وجہ سے فلاں فلاں پرعمل کیا کرتا تھا۔

ہر وقت تمہاری ہی حفاظت اور تمہاری ہی مدد میں لگا رہتا تھا اور تمہیں ہی اپنا دوست وغم خوار مانتا تھا مگر آخر کوتم ہی میرے دشمن اور میرے بدخواہ نکلے اور مجھے عذاب اللہ وندی کے حوالہ کئے جانے کا سبب بنے! حدیث میں ان اعضاء جسم کا وہ جواب ذکر نہیں کیا گیا ہے جو وہ آخر میں بندے کی یہ بات سن کر دیں گے، لیکن قرآن کی ایک آیت میں ان کے اس جواب کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے۔(وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ، حٰم السجدہ:21)اور وہ اپنی جلدوں سے (یعنی اپنے اعضاء جسم سے ) کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟ تو وہ جلدیں کہیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے بلایا ہے جس نے ہر ایک کو بلایا ہے اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

| |
|---|
| وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤی اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰی یُبْصِرُوْنَ○ |
| اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً ان کی آنکھیں مٹا دیں، پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو کیسے دیکھیں گے؟ |

## آنکھوں کی بینائی سے دلیل قدرت کا بیان

"وَلَوْ نَشَاء لَطَمَسْنَا عَلَى أَعْيُنهمْ" لَأَعْمَيْنَاهَا طَمْسًا "فَاسْتَبَقُوا" ابْتَدَرُوا "الصِّرَاط" الطَّرِيق ذَاهِبِينَ كَعَادَتِهِمْ "فَأَنَّى" فَكَيْفَ "يُبْصِرُونَ" حِينَئِذٍ ؟ أَيْ لَا يُبْصِرُونَ

اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً ان کی آنکھیں مٹا دیں، یعنی ان کی بینائی ختم کر کے اندھا کر دیں۔ پھر وہ حسب عادت راستے کی طرف بڑھیں تو کیسے دیکھیں گے؟ کیونکہ بینائی سے تو وہ محروم ہو چکے ہوں گے۔

ایسے کنز مجرموں کو اگر ہم چاہیں تو اس دنیا میں بھی سزا دے سکتے ہیں۔ان کی بینائی سلب کر سکتے ہیں کہ وہ چاہیں بھی تو گناہوں کے کاموں کی طرف آگے بڑھ ہی نہ سکیں اور انہیں کچھ بھی سجھائی نہ دے۔اسی طرح اگر چاہیں تو ان پر فالج گرا کر ان کو اپاہج بنا سکتے ہیں کہ اپنی جگہ سے حرکت کر ہی نہ سکیں، نہ آگے بڑھ سکیں نہ پیچھے جا سکیں۔بس اپنے بستر پر ہی ہاتھ پاؤں رگڑتے رہیں۔یا ان کا حلیہ ہی بگاڑ سکتے ہیں کہ ان کی دوسری بھی کئی قوتیں ختم ہو جائیں۔مگر مجرموں کو فوری طور پر پکڑنا ہماری مشیت کے خلاف ہے اور یہ لوگ اس مہلت کا بڑا غلط استعمال کر رہے ہیں۔

## حضرت سارہ کی ہجرت اور انفرادی طور دنیا میں عذاب کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی

جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین بار بہ طور توریہ کے اوران میں سے بھی وہ جھوٹ اللہ کے لئے بولے تھے۔ان میں ایک توان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج علیل سا ہوں۔دوسرا یہ کہنا تھا کہ " بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کی بیوی سارہ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جارہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم کے شہر سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین وجمیل عورت ہے،اس حاکم نے یہ سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تواس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔پھرانہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کران کو اس جابر حاکم کے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگراس ظالم کو معلوم ہوگیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تواس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اوراس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو لہٰذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہوگی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔

لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر ازخود رفتہ ہوگیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اوران کی عفت وعصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید فخط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہرحال وہ عتاب الٰہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹخنے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اوراس ظالم کی خلاصی ہوگئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الٰہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اوراس ظالم کی گلوخلاصی ہوگئی۔اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پا سکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود الٹا مصیبت

میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تو نے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے۔
پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے پنجہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت و عافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھا تو نماز ہی میں اپنے ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا بیتی؟ حضرت سارہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدنیتی کا اظہار کیا وہ الٹے اس کے گلے پڑ گئی، مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الٰہی میں ضرور پھنس گیا تھا" اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

| |
|---|
| وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝ |
| اور اگر ہم چاہتے تو ان کی رہائش گاہوں پر ہی ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے پھر نہ وہ آگے جانے کی |
| قدرت رکھتے اور نہ ہی واپس لوٹ سکتے۔ |

## انسانوں کی صورتوں کے سلامت رہنے سے استدلال قدرت کا بیان

"وَلَوْ نَشَاء لَمَسَخْنَاهُمْ" قِرَدَة وَخَنَازِير أَوْ حِجَارَة "عَلَى مَكَانَتهمْ" وَفِي قِرَاءَة: مَكَانَاتهمْ جَمْع مَكَانَة بِمَعْنَى مَكَان: أَيْ فِي مَنَازِلهمْ "فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ" أَيْ لَمْ يَقْدِرُوا عَلَى ذَهَاب وَلَا مَجِيء،

اور اگر ہم چاہتے تو ان کی رہائش گاہوں پر ہی ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے یعنی بندر و خنازیر یا پتھر بنا دیتے۔ یہاں پر لفظ مکانتہم ایک قرأت کے مطابق مکاناتہم آیا ہے۔ جو مکانۃ کی جمع ہے جس کا معنی مکان ہے۔ یعنی ان کے گھروں میں، پھر نہ وہ آگے جانے کی قدرت رکھتے اور نہ ہی واپس لوٹ سکتے۔ یعنی نہ وہ جانے کی طاقت رکھتے اور نہ آنے کی طاقت رکھتے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لمسخنھم: لام جواب شرط کے لئے ہے (لو کے جواب میں) مسخنا ماضی جمع متکلم مسخ (باب فتح) مصدر نا ضمیر جمع متکلم ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کی صورت بگاڑ دیں۔ یا ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے۔ ان کی صورتیں مسخ کر دیتے۔

علی مکانتھم۔ علی حرف جار مکانتھم مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ان کی جگہوں پر ہی۔ ان کے گھروں میں۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ فما استطاعوا۔ الفاء للتعقیب استطاعوا ماضی منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔ استطاعۃ (استفعال)

مصدر۔ وہ نہ کر سکیں، ان سے نہ ہو سکے۔ وہ استطاعت نہ رکھیں۔

مضیا ۔ مضی یمضی کا مصدر ہے مضیٰ یہ اصل میں مضوی تھا واؤ ساکن اور یاء اکٹھے ہوئے واؤ کو یاء میں بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا ضاد کے ضمہ کو تخفیف کے لئے اور یاء کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا۔ مضیٰ ہو گیا۔ استطاعوا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مضیٰ گذر جانا۔ گذرنا۔

ولا یرجعون۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف مضیا پر ہے۔ فما استطاعوا، لا یرجعون ۔ ای فلم یقدروا علی ذھاب ولا مجیی او مضیا امامھم ولا یرجعون خلفھم یعنی وہ جانے آنے پر کوئی قدرت نہ رکھ سکیں یا نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے مڑ سکیں۔

فائدہ: آیت ہذا و آیت سابقہ کا مطلب یہ ہے کہ عہد شکنی اور کفر کی وجہ سے یہ لوگ مستحق تو اسی بات کے تھے کہ ان کی بینائی ختم کردی جاتی اور ان کی شکلیں مسخ کردی جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے دنیا میں ان کے ساتھ ایسا نہیں کیا اور اس کے باقتضا حکمت ان کو مہلت دے رکھی ہے۔

| وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ |
|---|
| اور جسے ہم زیادہ عمر دیتے ہیں اسے تخلیق میں الٹا کر دیتے ہیں، تو کیا یہ نہیں سمجھتے۔ |

## انسانی قوت و جوانی اور بڑھاپے و کمزوری سے استدلال بعث کا بیان

"وَمَنْ نُعَمِّرْهُ" بِإِطَالَةِ أَجَله "نَنْكُسهُ" وَفِي قِرَاءَة بِالتَّشْدِيدِ مِنْ التَّنْكِيس "فِي الْخَلْق" فَيَكُون بَعْد قُوَّته وَشَبَابه ضَعِيفًا وَهَرِمًا "أَفَلَا يَعْقِلُونَ" أَنَّ الْقَادِر عَلَى ذَلِكَ الْمَعْلُوم عِنْدهمْ قَادِر عَلَى الْبَعْث فَيُؤْمِنُونَ وَفِي قِرَاءَة بِالتَّاء،

اور جسے ہم زیادہ عمر دیتے ہیں یعنی موت لمبی کر دیتے ہیں۔ اسے تخلیق میں الٹا کر دیتے ہیں، یہاں پر لفظ ننکسہ ایک قرأت میں تشدید کے ساتھ تنکیس سے آیا ہے۔ یعنی وہ جوانی کے بعد بڑھاپے اور کمزوری کی طرف جاتے ہیں۔ تو کیا یہ نہیں سمجھتے۔ یعنی جو قدرت ان کو معلوم ہے اس کے ذریعے وہ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے لانے پر قادر ہے۔ تاکہ وہ ایمان لائیں۔

یہاں پر لفظ یعقلون ایک قرأت کے مطابق تاء کے ساتھ آیا ہے۔

وہ بچپن کے سے ضعف و ناتوانی کی طرف واپس ہونے لگے اور دم بدم اس کی طاقتیں، قوتیں اور جسم اور عقل گھٹنے لگے۔ کہ جو احوال کے بدلنے پر ایسا قادر ہو کہ بچپن کے ضعف و ناتوانی اور صغرِ جسم و نادانی کے بعد شباب کی قوتیں و توانائی و جسمِ قوی و دانائی عطا فرماتا ہے پھر کبرِ سن اور آخرِ عمر میں اسی قوی ہیکل جوان کو دبلا اور حقیر کر دیتا ہے اب نہ وہ جسم باقی ہے نہ قوتیں، نشست برخاست میں مجبوریاں درپیش ہیں، عقل کام نہیں کرتی، بات یاد نہیں رہتی، عزیز و اقارب کو پہچان نہیں سکتا، جس پروردگار نے یہ تغیّر کیا وہ قادر ہے کہ آنکھیں دینے کے بعد انہیں مٹادے اور اچھی صورتیں عطا کرنے کے بعد ان کو مسخ کردے اور موت دینے کے بعد پھر زندہ کر

دے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ یٰسین، لاہور)

## انسان کا بڑھاپے میں مبتلاء ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابن آدم اس حال میں پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پہلو میں (یعنی اس کے قریب) ننانوے مہلک بلائیں ہیں اگر وہ بلائیں اسے نہیں پہنچتیں تو بڑھاپے میں مبتلا ہوتا ہے یہاں تک کہ مر جاتا ہے۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 48)

مطلب یہ ہے کہ انسان جب عدم سے وجود میں آتا ہے تو اس کے چاروں طرف بلاؤں کا ایک جال سا پھیلا ہوا ہوتا ہے وہ ایسی ایسی بلاؤں اور مصیبتوں میں گھرا ہوا ہوتا ہے جن سے خلاصی نہیں ہوتی اور اگر اتفاقاً کوئی شخص ان بلاؤں اور مصیبتوں سے نجات پائے رہتا ہے تو آخر میں بڑھاپے کے جال میں پھنس جاتا ہے اور بڑھاپا بھی ایسا جو "درد بے دوا" اور "بلائے بے انتہا" ہوتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا مومن کے لئے ایک قید کانہ اور کافر کے لئے عیش کدہ ہے۔ لہٰذا مسلمان کو لازم آتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر مصیبت و بلاء کے موقع پر صبر کے دامن کو ہاتھ سے پکڑے رہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا ہے اس پر راضی اور صابر رہیں کہ اخروی فلاح وسعادت کی یہی ضمانت ہے۔ ایک حدیث قدسی میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "جو بندہ میری اتاری ہوئی مصیبت و بلاء پر صبر نہ کرے میری دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے اور میرے فیصلہ سے راضی نہ رہے تو وہ میرے علاوہ کوئی دوسرا رب ڈھونڈ لے" سوچئے کہ ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کتنی شدید ہے۔ جو صبر و شکر کی راہ پر گامزن نہ ہو اور اللہ کے فیصلہ پر راضی نہ رہے۔ دعا (اللھم احفظنا منه و وفقنا للصبر والشکر والرضاء)۔

| |
|---|
| وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ ہی یہ ان کے شایانِ شان ہے۔ یہ تو فقط نصیحت اور روشن قرآن ہے۔ |
| تا کہ وہ اس شخص کو ڈر سنائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر فرمان حجت ثابت ہو جائے۔ |

## شعر کا قرآن مجید کے شیان شان نہ ہونے کا بیان

"وَمَا عَلَّمْنَاهُ" أَیْ النَّبِیّ "الشِّعْر" رَدّ لِقَوْلِهِمْ: إِنَّ مَا أَتَی بِهِ مِنْ الْقُرْآن شِعْر "وَمَا يَنْبَغِی" يَسْهُل "لَهُ" الشِّعْر "إِنْ هُوَ" لَيْسَ الَّذِی أَتَی بِهِ "إِلَّا ذِكْر" عِظَة "وَقُرْآن مُبِين" مُظْهِر لِلْأَحْكَامِ وَغَيْرهَا "لِيُنْذِر" بِالْيَاءِ وَالتَّاء بِهِ "مَنْ كَانَ حَيًّا" يَعْقِل مَا يُخَاطَب بِهِ وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ "وَيَحِقّ الْقَوْل" بِالْعَذَابِ "عَلَى الْكَافِرِينَ" وَهُمْ كَالْمَيِّتِينَ لَا يَعْقِلُونَ مَا يُخَاطِبُونَ بِهِ،

اور ہم نے ان کو یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شعر کہنا نہیں سکھایا یہاں ان کے قول کہ قرآن محض شعر ہے اس کا رد کیا گیا

ہے۔اور نہ ہی یہ شعران کے شایانِ شان ہے۔کیونکہ یہ شعر کے ساتھ آئی ہی نہیں۔یہ کتاب تو فقط نصیحت اور روشن قرآن ہے۔یعنی جو احکام وغیرہ کو ظاہر کرنے والا ہے۔تاکہ وہ اس شخص کو ڈر سنائیں۔یہاں پر لفظ لینذر یہ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔جو زندہ ہو یعنی سے خطاب کو سمجھا اور وہی مؤمن ہیں۔اور کافروں پر فرمان حجت یعنی عذاب کا حق ہونا ثابت ہو جائے۔اور وہ ایسے مردوں کی طرح ہیں جو سمجھنے کیلئے بھی عقل نہیں رکھتے۔

## سورہ یٰسین آیت ۶۹ کے شان نزول کا بیان

کفار قریش نے کہا تھا کہ محمد (مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک وہ شعر ہے اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ (معاذ اللہ) یہ کلام کاذب ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ان کا مقولہ نقل فرمایا گیا ہے کہ "بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ" اسی کا اس آیت میں رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں، کفار قریش زبان سے ایسے بدذوق اور نظمِ عروضی سے ایسے ناواقف نہ تھے کہ نثر کو نظم کہہ دیتے اور کلام پاک کو شعرِ عروضی بتا بیٹھتے اور کلام کا محض وزنِ عروضی پر ہونا ایسا بھی نہ تھا کہ اس پر اعتراض کیا جا سکے، اس سے ثابت ہو گیا کہ ان بے دینوں کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی۔(تفسیر مدارک وجمل وروح البیان، سورہ یٰسین، بیروت)

اور حضرت شیخ اکبر قدس سرہ نے اس آیت کے معنی میں فرمایا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ ہم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معمے اور اجمال کے ساتھ خطاب نہیں فرمایا جس میں مراد کے مخفی رہنے کا احتمال ہو بلکہ صاف صریح کلام فرمایا ہے جس سے تمام حجاب اٹھ جائیں اور علوم روشن ہو جائیں چونکہ شعر لغز و توریہ اور رمز و اجمال کا محل ہوتا ہے اس لئے شعر کی نفی فرما کر اس معنی کو بیان فرما دیا۔صاف صریح حق وہدایت، کہاں وہ پاک آسمانی کتاب تمام علوم کی جامع اور کہاں شعر جیسا کلام کاذب چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔(الکبریت الاحمر للشیخ الاکبر)

امام جصاص نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کوئی شعر پڑھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، البتہ ایک شعر ابن طرفہ کا آپ نے پڑھا تھا

ستبدی لك الایام ماكنت جاهلاً ویاتیك بالاخبار من لم تزود

اس کو آپ نے وزن شعری کو توڑ کر من لم تزود بالاخبار پڑھا۔حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شعر اس طرح نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ میں شاعر نہیں اور نہ میرے لئے شعر وشاعری مناسب ہے۔

یہی روایت ابن کثیر نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے اور ترمذی، نسائی، امام احمد نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ خود کوئی شعر تصنیف کرنا تو کیا آپ دوسروں کے اشعار بھی پڑھنے کو اپنے لئے مناسب نہ سمجھتے تھے۔اور بعض روایات میں جو خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وزن شعری کے مطابق کچھ کلمات منقول ہیں وہ بقصد شعر نہیں، اتفاقی ہیں اور ایسے اتفاقی کوئی ایک دو شعر موزوں ہو جانے سے کوئی آدمی شاعر نہیں کہلاتا۔(احکام القرآن، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا |
| رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ○ وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ○ |
| اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، ان کے لیے مویشی پیدا کیے، |
| پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کردیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو |
| وہ کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کسی شریک و مددگار کے نہ ہونے کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا" يَعْلَمُوا وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ وَالْوَاو الدَّاخِلَة عَلَيْهَا لِلْعَطْفِ "أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا" عَمِلْنَاهُ بِلَا شَرِيك وَلَا مُعِين "أَنْعَامًا" هِيَ الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم "فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ" ضَابِطُونَ "وَذَلَّلْنَاهَا" سَخَّرْنَاهَا "لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبهمْ" مَرْكُوبهمْ،

"وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِع" كَأَصْوَافِهَا وَأَوْبَارهَا وَأَشْعَارهَا "وَمَشَارِب" مِنْ لَبَنهَا جَمْع مَشْرَب بِمَعْنَى شُرْب أَوْ مَوْضِعه "أَفَلَا يَشْكُرُونَ" الْمُنْعِم عَلَيْهِمْ بِهَا فَيُؤْمِنُونَ أَيْ مَا فَعَلُوا ذَلِكَ،

اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا یہاں پر استفہام تقریری ہے اور ان کے درمیان واؤ عطف کیلئے داخل ہوئی ہے۔ کہ ہم نے ان چیزوں میں سے جنھیں ہمارے ہاتھوں نے بنایا، یعنی جن کو بغیر کسی شریک و مددگار کے بنایا ہے۔ ان کے لیے مویشی پیدا کیے، اور وہ اونٹ، گائے اور بکری ہے۔ پھر وہ ان کے مالک ہیں۔ یعنی ان پر قابض ہیں۔ اور ہم نے انھیں ان کے تابع کردیا تو ان میں سے کچھ ان کی سواری ہیں اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان کے لیے ان میں کئی فائدے ہیں جس طرح اون اور ان کے بال ہیں۔ اور پینے کی چیزیں ہیں۔ یعنی ان کا دودھ ہے اور مشارب یہ مشرب کی جمع ہے جس کا معنی شرب یا جگہ شرب یعنی تھن ہیں۔ تو کیا وہ شکر نہیں کرتے۔ یعنی جو ان کو انعام کرنے والا ہے۔ تا کہ وہ ایمان لائیں جبکہ انہوں نے ایسا نہ کیا۔

## جانوروں کے فوائد و حقوق ملکیت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے انعام و احسان کا ذکر فرما رہا ہے۔ کہ اس نے خود ہی یہ چوپائے پیدا کئے اور انسان کی ملکیت میں دے دیئے، ایک چھوٹا سا بچہ بھی اونٹ کی نکیل تھام لے اونٹ جیسا قوی اور بڑا جانور اس کے ساتھ ساتھ ہی سو اونٹوں کی ایک قطار ہو ایک بچے کے ہانکنے سے سیدھے چلتی رہتی ہے۔ اس ماتحتی کے علاوہ بعض لمبے لمبے مشقت والے سفر با آسانی جلدی جلدی طے ہوتے ہیں خود سوار ہوتے ہیں اسباب لادتے ہیں بوجھ ڈھونے کے کام آتے ہیں۔

اور بعض کے گوشت کھائے جاتے ہیں، پھر صوف اور ان کے بالوں کھالوں وغیرہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دودھ پیتے ہیں، بطور علاج پیشاب کام میں آتے ہیں اور بھی طرح طرح کے فوائد حاصل کئے جاتے ہیں۔ کیا پھر ان کو نہ چاہے کہ ان نعمتوں کے منعم

حقیقی، ان احسانوں کے محسن، ان چیزوں کے خالق، ان کے حقیقی مالک کا شکر بجالائیں؟ صرف اسی کی عبادت کریں؟ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کریں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

مثلاً گائے، بیل، بھیڑ، بکری، اونٹ، گھوڑے، گدھے یہ سب قسم کے جانور الگ الگ انواع ہیں۔ اور سب انسان کے فائدے کے لئے اللہ نے بنائی ہیں ان کی نسل بھی ایسے ہی نطفہ سے چلتی ہے جیسے انسان کی چلتی ہے۔ اور نطفہ بے جان مادوں سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ چیزیں انسان کی مملوک نہیں تھیں۔ اللہ نے انسان کو عقل دی۔ عقل کے ذریعہ اس نے چوپایوں کو اپنے قابو میں کیا۔ پھر ان میں اپنے لئے فوائد دیکھے تو انہیں اپنے گھروں میں پالنا شروع کر دیا اور آپس میں ان کی خرید و فروخت شروع کر دی اور ان کے مالک بن بیٹھے۔

| |
|---|
| وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ؕ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ؕ |
| اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود بنا لیے، تا کہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے |
| اور یہ ان کے لشکر ہیں، جو حاضر کیے ہوئے ہیں۔ |

## بتوں کی پوجا کرنے والے مشرکین کے باطل نظریات کا بیان

"وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّه " أَيْ غَيْره "آلِهَة" أَصْنَامًا يَعْبُدُونَهَا "لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ " يُمْنَعُونَ مِنْ عَذَاب اللَّه تَعَالَى بِشَفَاعَةِ آلِهَتهمْ بِزَعْمِهِمْ

"لَا يَسْتَطِيعُونَ" أَيْ آلِهَتهمْ نَزَلُوا مَنْزِلَة الْعُقَلَاء "نَصْرهمْ وَهُمْ" أَيْ آلِهَتهمْ مِنْ الْأَصْنَام "لَهُمْ جُنْد" بِزَعْمِهِمْ نَصْرهمْ "مُحْضَرُونَ" فِي النَّار مَعَهُمْ

اور انھوں نے اللہ کے سوا کئی معبود یعنی بت وغیرہ بنا لیے ہیں جن کی وہ عبادت کرتے ہیں۔ تا کہ ان کی مدد کی جائے۔ یعنی ان کے خیال کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کر کے انہیں عذاب سے بچائیں گے۔ جبکہ ان کے وہ معبودان کی کوئی مدد نہیں کر سکتے، یہاں ان کے معبودان باطلہ کو اہل عقل کے حکم میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کے وہ امدادی معبود بت ہیں۔ اور یہ اپنے خیال کے مطابق ان کی مدد کے لشکر ہیں، جو دوزخ میں ان کے ساتھ حاضر کیے ہوئے ہیں۔

## قیامت کے دن تین طرح کے لوگوں کے حاضر ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن میدان حشر میں لوگوں کو تین طرح سے لایا جائے گا ایک قسم کے لوگ تو وہ ہوں گے جو پیدل چل کر آئیں گے، ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو سواریوں پر آئیں گے اور ایک قسم کے لوگ وہ ہوں گے جو منہ کے بل چلتے ہوئے آئیں گے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (پاؤں کے بل چلنے کی عادت کے بالکل خلاف) لوگ منہ کے بل چل کر کس طرح آئیں گے؟ فرمایا۔" حقیقت یہ ہے کہ جس

ذات نے ان کو پاؤں کے بل چلایا ہے وہ ان کو منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے اور جان لو کہ وہ لوگ منہ کے بل چلنے میں اپنے منہ کو بلندی اور کانٹوں سے بچائیں گے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 119)

پہلی قسم کے لوگ وہ اہل ایمان ہوں گے جن کے ذخیرہ اعمال میں نیک اور برے دونوں طرح کے عمل ہیں اور وہ خوف ورجاء کے درمیان تردد کی حالت میں رہتے ہوئے حق تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ کامل الایمان ہوں گے جو نیک اعمال میں سبقت وپیش قدمی اختیار کرتے ہیں اور تیسری قسم اہل کفر وشرک پر مشتمل ہوگی۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں انسان اپنے پاؤں کے بل چلتا ہے تو وہ راستہ کی روکاٹوں اور ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے ہاتھ اور پاؤں کے ذریعہ بچتا ہے اسی طرح وہ تیسری قسم کے لوگ) قیامت کے دن جب منہ کے بل چل کر آئیں گے تو ان کے منہ وہی انجام دیں گے جو ہاتھ پاؤں انجام دیتے ہیں اور بغیر کسی فرق کے اپنے منہ کے ذریعہ راستہ نشیب وفراز، کانٹوں اور دوسری ایذاء پہنچانے والی چیزوں سے اپنا بچاؤ کریں گے اور اس دن ان کو منہ کے بل چلانا اس امر کا اعلان ہوگا کہ ان لوگوں نے چونکہ دنیا میں سجدہ اطاعت نہیں کیا اور اللہ کی فرمانبرداری میں اپنی گردن کو نہیں جھکایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو منہ کے بل چلا کر ذلیل وخوار کیا ہے۔

| |
|---|
| فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ |
| پس ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ خاطر نہ کریں، بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ |

## کفار کے قول نفی رسالت پر غمزدہ نہ ہونے کا بیان

"فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ " لَكَ : لَسْتَ مُرْسَلًا وَغَيْر ذَلِكَ "اِنَّا نَعْلَم مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ " مِنْ ذَلِكَ وَغَيْره فَنُجَازِيهِمْ عَلَيْهِ،

پس ان کی باتیں آپ کو رنجیدہ خاطر نہ کریں، کیونکہ ان کا یہ قول کہ آپ رسول نہیں ہیں اسی طرح کے قول ان کے اور بھی ہیں بیشک ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر انہیں جزاء دی جائے گی۔

یہ خطاب ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی فرماتا ہے کہ کفار کی تکذیب و انکار سے اور ان کی ایذاؤں اور جفا کاریوں سے آپ غمگین نہ ہوں۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ○ |
| اور کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ بے شک ہم نے اسے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا، جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ |

## ہڈیاں بوسیدہ ہوجانے کے باوجود دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

"أَوَ لَمْ يَرَ الْإِنْسَان " يَعْلَم وَهُوَ الْعَاصِي بْن وَائِل "أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَة " مَنِيّ إِلَى أَنْ صَيَّرْنَاهُ شَدِيدًا قَوِيًّا "فَإِذَا هُوَ خَصِيم" شَدِيد الْخُصُومَة لَنَا "مُبِين" بَيِّنهَا فِي نَفْي الْبَعْث،

"وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا" فِي ذَلِكَ "وَنَسِيَ خَلْقه" مِنْ الْمَنِيّ وَهُوَ أَغْرَب مِنْ مِثْله "قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَام وَهِيَ رَمِيم" أَيْ بَالِيَة وَلَمْ يَقُلْ رَمِيمَة بِالتَّاء لِأَنَّهُ اسْم لَا صِفَة وَرُوِيَ أَنَّهُ أَخَذَ عَظْمًا رَمِيمًا فَفَتَّتَهُ وَقَالَ لِلنَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَتَرَى يُحْيِي اللَّه هَذَا بَعْد مَا بَلِيَ وَرَمَّ ؟ فَقَالَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "نَعَمْ وَيُدْخِلك النَّار"

اور کیا انسان نے نہیں دیکھا حالانکہ وہ جانتا ہے اور وہ عاصی بن وائل ہے۔ کہ بے شک ہم نے اسے منی کے ایک قطرے سے پیدا کیا تو اچانک وہ کھلا جھگڑنے والا ہے۔ یعنی وہ سخت جھگڑالو بن گیا۔ یعنی اس نے دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کر کے جھگڑا شروع کر رکھا ہے۔ اور اس نے اس میں ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش یعنی منی کو بھول گیا، اور یہ عجیب مثال ہے۔ اس نے کہا کون ہڈیوں کو زندہ کرے گا جب کہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟ یہاں لفظ رمیم بہ معنی بالیہ یعنی بوسیدہ ہے۔ اور رمیمۃ تاء کے ساتھ یہ لفظ نہیں آیا کیونکہ یہ اسم ہے صفت نہیں ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے۔ عاصی بن وائل نے ایک بوسیدہ ہڈی کو لیا اور اس کو ریزہ ریزہ کر کے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح بوسیدہ ہوجانے کے بعد اللہ اس کو زندہ کرے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں کیوں نہیں اللہ اس کو زندہ کرے گا اور وہ تجھے دوزخ میں داخل کرے گا۔

## سورہ یٰسین آیت ۷۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت عاص بن وائل یا ابوجہل اور بقولِ مشہور اُبَی بن خلف جُمَحِی کے حق میں نازل ہوئی جو انکار بعث میں یعنی مرنے کے بعد اٹھنے کے انکار میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بحث وتکرار کرنے آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک گلی ہوئی ہڈی تھی اس کو توڑتا جاتا تھا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتا جاتا تھا کہ کیا آپ کا خیال ہے کہ اس ہڈی کو گل جانے اور ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں اور تجھے بھی مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل فرمائے گا۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس کے جہل کا اظہار فرمایا گیا کہ گلی ہوئی ہڈی کا بکھرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی قدرت سے زندگی قبول کرنا اپنی نادانی سے ناممکن سمجھتا ہے، کتنا احمق ہے اپنے آپ کو نہیں دیکھتا کہ ابتدا میں ایک گندہ نطفہ تھا گلی ہوئی ہڈی سے بھی حقیر تر، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ نے اس میں جان ڈالی، انسان بنایا تو ایسا مغرور ومتکبّر انسان ہوا کہ اس کی قدرت ہی کا منکر ہو کر جھگڑنے آ گیا، اتنا نہیں دیکھتا کہ جو قادر برحق پانی کی بوند کو قوی اور توانا انسان بنا دیتا ہے اس کی قدرت سے گلی ہوئی ہڈی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا بعید ہے اور اس کو ناممکن سمجھنا کتنی کھلی ہوئی جہالت ہے۔ (مستدرک، ج ۲، ص ۴۲۹، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ |
| الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ |
| فرما دیجئے: انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ ہر مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔ |
| وہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ |

## اول تخلیق سے بعث پر دلیل قدرت کا بیان

"قُلْ یُحْیِیهَا الَّذِی أَنْشَأَهَا أَوَّل مَرَّة وَهُوَ بِكُلِّ خَلْق" مَخْلُوق "عَلِیم" مُجْمَلًا وَمُفَصَّلًا قَبْل خَلْقه وَبَعْد خَلْقه،

"الَّذِی جَعَلَ لَكُمْ" فِی جُمْلَة النَّاس "مِنْ الشَّجَر الْأَخْضَر" الْمَرْخ وَالْعَفَار أَوْ كُلّ شَجَر إِلَّا الْعُنَّاب "نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ" تَقْدَحُونَ وَهَذَا دَالّ عَلَى الْقُدْرَة عَلَى الْبَعْث فَإِنَّهُ جَمَعَ فِیهِ بَیْن الْمَاء وَالنَّار وَالْخَشَب فَلَا الْمَاء یُطْفِء النَّار وَلَا النَّار تُحْرِق الْخَشَب،

فرما دیجئے: انہیں وہی زندہ فرمائے گا جس نے انہیں پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا تھا، اور وہ ہر مخلوق کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی وہ اپنی مخلوق کی تخلیق سے پہلے اور اس کے بعد ہر قسم کے اجمال و تفصیل کو جاننے والا ہے۔ وہ جس نے تمام لوگوں میں تمہارے لیے مرخ، عفار یا ہر سبز درخت کے سوا عناب سے آگ پیدا کر دی، پھر یکا یک تم اس سے آگ جلا لیتے ہو۔ یہ بھی دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت کی دلیل ہے۔ پس اس نے اس میں پانی اور آگ اور لکڑی کے درمیان جمع کر دیا ہے۔ پس پانی آگ کو نہیں بجھاتا اور نہ ہی آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔

## دوبارہ زندہ ہونے پر دلائل کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے بھی عاجز کر سکتا ہے؟ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا پھر جب ٹھیک ٹھاک درست اور چست کر دیا اور تو ذرا کس بل والا ہو گیا تو تو نے مال جمع کرنا اور مسکینوں کو دینے سے روکنا شروع کر دیا، ہاں جب دم نرخرے میں اٹکا تو کہنے لگا اب میں اپنا تمام مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں، بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ الغرض نطفے سے پیدا کیا ہوا انسان حجت بازیاں کرنے لگا۔ اور اپنا دوبارہ جی اٹھنا محال جاننے لگا اس اللہ کی قدرت سے نظریں ہٹا لیں جس نے آسمان و زمین کو اور تمام مخلوق کو پیدا کر دیا۔ یہ اگر غور کرتا تو اس عظیم الشان مخلوق کی پیدائش کے علاوہ خود اپنی پیدائش کو بھی دوبارہ پیدا کرنے کی قدرت کا ایک نشان عظیم پاتا۔ لیکن اس نے تو عقل کی آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی۔ اس کے جواب میں کہہ دو کہ اول رتبہ ان ہڈیوں کو جو اب گلی سڑی ہیں جس نے پیدا کیا وہی دوبارہ انہیں پیدا کرے گا۔ جہاں جہاں بھی یہ ہڈیاں ہوں وہ خوب جانتا ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ سے عقبہ بن عمرو نے کہا آپ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیے تو آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو تم بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا، چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا ؟اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے، اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ چلتے چلتے یہ حدیث بیان فرمائی جسے میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اپنے کانوں سے سنی۔ یہ حدیث بخاری مسلم میں بھی بہت سے الفاظ سے مروی ہے۔

ایک راویت میں ہے کہ اس نے کہا تھا میری راکھ کو ہوا کے رخ اڑا دینا کچھ تو ہوا میں کچھ دریا میں بہا دینا۔ سمندر نے بحکم اللہ جو راکھ اس میں تھی اسے جمع کر دیا اسی طرح ہوا نے بھی۔ پھر اللہ کے فرمان سے وہ کھڑا کر دیا گیا۔

پھر اپنی قدرت کے مشاہدے کے لیے اور بات کی دلیل قائم کرنے کے لیے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے، ہیئت کو وہ منقلب کر سکتا ہے فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی میں درخت اگائے سرسبز شاداب ہرے بھرے پھل والے ہوئے، پھر وہ سوکھ گئے اوران لکڑیوں سے میں نے آگ نکالی کہاں وہ تری اور ٹھنڈی کہاں یہ خشکی اور گرمی؟ پس مجھے کوئی چیز کرنی بھاری نہیں تر کو خشک کرنا خشک کو تر کرنا زندہ کو مردہ کرنا مُردے کو زندگی دینا سب میرے بس کی بات ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ مراد اس سے مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے۔ چنانچہ عرب میں ایک مشہور مثل ہے لکل شجر نار واستجد المرخ والعفار حکماء کا قول ہے کہ سوائے انگور کے درخت کے ہر درخت میں آگ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ یٰسین، بیروت)

| |
|---|
| اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ کیوں نہیں |
| اور وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی بڑی تخلیق سے استدلال قدرت کا بیان

"أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض " مَعَ عِظَمهمَا "بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يَخْلُق مِثْلهمْ " أَيْ الْأَنَاسِيّ فِي الصِّغَر "بَلَى" أَيْ هُوَ قَادِر عَلَى ذَلِكَ أَجَابَ نَفْسه "وَهُوَ الْخَلَّاق" الْكَثِير الْخَلْق "الْعَلِيم" بِكُلِّ شَيْء

اور کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا حالانکہ یہ دونوں اتنے عظیم ہیں۔ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے اور پیدا کر دے؟ یعنی

ایسے چھوٹے انسانوں کو بنا دے۔ کیوں نہیں وہ ضرور اس طرح پیدا کرنے پر قادر ہے۔ خود ہی جواب ارشاد فرمایا دیا ہے۔ اور وہی سب کچھ یعنی کثیر مخلوق پیدا کرنے والا، سب کچھ یعنی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی صفت خلاق سے دلیل بعث کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنی زبردست قدرت بیان فرما رہا ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور ان کی سب چیزوں کو پیدا کیا۔ زمین کو اس کے اندر کی سب چیزوں کو بھی اسی نے بنایا۔ پھر اتنی بڑی قدرتوں والا انسانوں جیسی چھوٹی مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے یہ تو عقل کے بھی خلاف ہے، جیسے فرمایا (لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ، غافر:57) یعنی آسمان و زمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی اور اہم ہے، یہاں بھی فرمایا کہ وہ اللہ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کر دیا وہ کیا انسانوں جیسی کمزور مخلوق کو پیدا کرنے سے عاجز آ جائے گا؟ اور جب وہ قادر ہے تو یقیناً انہیں مار ڈالنے کے بعد پھر وہ انہیں جلا دے گا۔ جس نے ابتدا پیدا کیا ہے اس پر اعادہ بہت آسان ہے جیسے اور آیت میں ہے (اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ، الاحقاف:33)، کیا وہ نہیں دیکھتے کہ جس اللہ نے زمین و آسمان کو بنا دیا اور ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا نہ تھکا کیا وہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ بیشک قادر ہے بلکہ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی پیدا کرنے والا اور بنانے والا، ایجاد کرنے والا اور خالق ہے۔ ساتھ ہی دانا، بینا اور رتی رتی سے واقف ہے۔ وہ تو جو کرنا چاہتا ہے اس کا صرف حکم دے دینا کافی ہوتا ہے۔

مسند کی حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندو، تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کر دوں۔ میں جواد ہوں، میں ماجد ہوں، میں واجد ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ میرا انعام بھی ایک کلام ہے اور میرا عذاب بھی کلام ہے۔ میں جس چیز کو کرنا چاہتا ہوں کہہ دیتا ہوں کہ ہو جا وہ ہو جاتی ہے۔ ہر برائی سے اس حی و قیوم اللہ کی ذات پاک ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے، جس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں ہیں۔ وہ سب کا خالق ہے، وہی اصلی حاکم ہے، اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹائے جائیں گے وہی عادل و منعم اللہ انہیں سزا دے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ یٰسین، بیروت)۔

| |
|---|
| اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ |
| فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ |
| اس کا امر فقط یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے: ہو جا، پس وہ فوراً ہو جاتی ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے |
| وہ کہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی شان کن فیکون کا بیان

"إِنَّمَا أَمْرُه" شَأْنه "إِذَا أَرَادَ شَيْئًا" أَيْ خَلْق شَيْء "أَنْ يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون" أَيْ فَهُوَ يَكُون وَفِي قِرَاءَة

ہ بِالنَّصبِ عَطفًا عَلَی یَقُول،

"فَسُبْحَانَ الَّذِی بِیَدِهِ مَلَكُوت" مُلْك زِیدَتْ الْوَاو وَالتَّاء لِلْمُبَالَغَةِ أَیْ الْقُدْرَة عَلَى "كُلّ شَیْء وَإِلَیْهِ تُرْجَعُونَ" تُرَدُّونَ فِی الْآخِرَة،

اس کا امر (تخلیق) یعنی شان فقط یہ ہے کہ جب وہ کسی شے کو پیدا فرمانا چاہتا ہے تو اسے فرماتا ہے: ہو جا، پس وہ فوراً (موجود یا ظاہر) ہو جاتی ہے۔ یہاں پر لفظ فیکون ایک قرأت کے مطابق یقول پر عطف ہونے کے سبب منصوب آیا ہے۔ پس وہ ذات پاک ہے وہ کہ اسی کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی بادشاہت ہے یہاں پر لفظ ملک میں واؤ اور تاء مبالغہ کی زیادہ کر کے ملکوت بنایا گیا ہے۔ یعنی اس پر قدرت ہر چیز پر ہے۔ اور آخرت میں اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی رات کو بیدار ہو تو یہ تسبیح پڑھے آیت (لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه وَحْدَهٗ لَا شَرِیكَ لَه لَه الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ وَسُبْحَانَ اللّٰه وَالْحَمْدُ للّٰه و لا اله الا اللّٰه و اللّٰه اکبر و لا حول و قوة الا با اللّٰه (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اس کے لئے بادشاہت ہے اور اس کے لئے تمام تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور پاک ہے اللہ، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور گناہوں سے بچنے اور عبادت کی قوت اللہ کی مدد سے ہے) اور اس کے بعد یہ کہے رب اغفرلی (اے میرے رب مجھے بخشش دے) یا فرمایا کہ پھر دعا کرے (یعنی راوی کو شک واقع ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر رب اغفرلی پڑھنے کو فرمایا یا یہ فرمایا کہ جو دعا چاہے پڑھے) اس کی دعا قبول کی جائے گی، پھر اگر وضو کرے اور نماز پڑھے تو اس کی نماز قبول کی جائے گی۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1187)

تعار" کے معنی بعض نے نیند سے بیدار ہونے اور بعض نے کروٹ لینے کے لکھے ہیں اور ابن مالک نے اس کے معنی آواز کے ساتھ جاگنے کے لکھے ہیں جیسا کہ بیدار ہونے کے وقت منہ سے آواز نکلتی ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند اور بہتر فرمایا ہے کہ جاگنے کے بعد جو آواز منہ سے نکلے وہ تسبیح وغیرہ کی آواز ہو چنانچہ اللہ سے تعلق رکھنے والے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کے منہ سے کلمہ یا اسی قسم کی تسبیح و دعا کی آواز نکلتی ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس دعا کو جو نیند سے بیدار ہونے کے بعد پڑھی جاتی ہے" درھم الکیس " فرماتے ہیں یعنی جس طرح کوئی آدمی درہم و روپیہ تھیلی میں رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے اس میں سے نکالتا ہے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے اسی طرح یہ دعا ہے جو مومن کے قلب و دماغ میں محفوظ رہتی ہے جب وہ نیند سے بیدار ہوتا ہے اور یہ دعا اس کے منہ سے نکلتی ہے تو وہ بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ پاتی ہے۔

## اللہ تعالیٰ کیلئے بادشاہت ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے لا الہ واللہ اکبر (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے) تو اس کا رب اس کو سچا کرتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ اسے اس اقرار واعتقاد پر قائم رکھتا ہے اور ان اقوال کو قبول فرماتا ہے) اور اس کے کہنے کے موافق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الہ الا انا وانا اکبر بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اور میں بہت بڑا ہوں جب وہ شخص یہ کہتا ہے لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك له اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ تو اللہ فرماتا ہے لا الہ الا انا لی الملك ولی الحمد ۔ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں میرے ہی لئے بادشاہت اور میرے ہی لئے تعریف اور جب وہ شخص یہ کہتا ہے کہ لا الـه الا اللـه ولا حول ولاقوة الا باللہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گناہوں سے بچنا اور طاعت کی قوت پانا اللہ ہی کی مدد سے ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا الـه الا انـا ولاقوة الا باللہ بے شک میرے سوا کوئی معبود نہیں، گناہوں سے بچنا اور طاعت کی قوت پانا میری ہی مدد سے ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص ان (مذکورہ بالا) کلمات کو اللہ تعالیٰ کے جواب کے علاوہ اپنی بیماری میں کہتا رہے اور پھر مر جائے تو اسے (دوزخ کی) آگ نہیں جلائے گی یعنی وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ (ترمذی، وابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 840)

## سورہ یٰسین کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ یٰسین کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی ۔

# سُورَۃُ الصّٰفّٰت

## یہ قرآن مجید کی سورت صافات ہے

### سورت صافات کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ الصَّافَّات (مَکِّیَّۃ وَآیَاتہَا نَزَلَتْ بَعْد الْأَنْعَام)

سورہ صافات مکی ہے، اس میں پانچ رکوع، ایک سو بیاسی آیات اور آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار آٹھ سو چھبیس حروف ہیں اور یہ سورت انعام کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت صافات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ صافات آیا ہے جس کا معنی فرشتوں کا صف باندھے کھڑے ہونا ہے۔ فرشتوں کے اسی عمل کے سبب سے یہ سورت صافات کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ہلکی پڑھنے کا حکم فرماتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں سورت صافات کی تلاوت فرماتے تھے۔ (سنن نسائی: جلد اول: حدیث نمبر 830)

| |
|---|
| وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا٥ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا٥ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا٥ اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ٥ |
| رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ٥ |
| قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر بادلوں کو کھینچ کر لے جانے والی یا برائیوں پر سختی سے جھڑکنے |
| والی جماعتوں کی، پھر ذکرِ الٰہی کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی، بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ آسمانوں اور زمین کا |
| اور جو ان دونوں کے درمیان ہے اس کا رب ہے، اور طلوعِ آفتاب کے تمام مقامات کا رب ہے۔ |

### صف بستہ فرشتوں کی قسم کا بیان

"وَالصَّافَّات صَفًّا" الْمَلَائِكَة تَصُفّ نُفُوسهَا فِي الْعِبَادَة أَوْ أَجْنِحَتهَا فِي الْهَوَاء تَنْتَظِر مَا تُؤْمَر بِهِ

"فَالزَّاجِرَات زَجْرًا" الْمَلَائِكَة تَزْجُر السَّحَاب أَيْ تَسُوقهُ،

"فَالتَّالِيَات" أَيْ قُرَّاء الْقُرْآن يَتْلُونَهُ "ذِكْرًا" مَصْدَر مِنْ مَعْنَى التَّالِيَات "إِنَّ إِلَهكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة

"رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ" أَيْ وَالْمَغَارِبِ لِلشَّمْسِ لَهَا كُلَّ يَوْمٍ مَشْرِقٌ وَمَغْرِبٌ،

قسم ہے ان فرشتوں کی جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔یعنی جو اپنے آپ کو عبادت میں رکھنے کیلئے صف باندھے ہیں۔یا وہ فرشتے جو ہوا میں اپنے بازو پھیلائے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ انہیں حکم دیا جائے۔پھر فرشتوں کی بادلوں کو کھینچ کر لے جانے والی یا برائیوں پر سختی سے جھڑکنے والی جماعتوں کی، پھر ذکر الٰہی یعنی قرآن مجید کی تلاوت کرنے والی جماعتوں کی، یہاں پر لفظ ذکرا یہ مصدر ہے جو تالیات کے معنی میں ہے۔اے اہل مکہ! بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے۔جو آسمانوں اور زمین کا اور جو مخلوق ان دونوں کے درمیان ہے اس کا رب ہے، اور طلوع آفتاب کے تمام مقامات کا رب ہے۔اور غروب آفتاب کے تمام مقامات کا رب ہے یعنی ہر دن مشرق و مغرب کا رب ہے۔

## صف بستہ گروہ کے مصداق میں تفسیری اقوال کا بیان

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم یاد فرمائی چند گروہوں کی یا تو مراد اس سے ملائکہ کے گروہ ہیں جو نمازیوں کی طرح صف بستہ ہو کر اس کے حکم کے منتظر رہتے ہیں یا علماء دین کے گروہ جو تہجد اور تمام نمازوں میں صفیں باندھ کر مصروف عبادت رہتے ہیں یا غازیوں کے گروہ جو راہِ خدا میں صفیں باندھ کر دشمنانِ حق کے مقابل ہوتے ہیں۔(تفسیر مدارک، سورہ صافات، بیروت)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان تینوں قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔اور بھی اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہمیں سب لوگوں پر تین باتوں میں فضیلت دی گئی ہے۔ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں جیسی کی گئی ہیں۔ہمارے لیے ساری زمین مسجد بنادی گئی ہے۔اور پانی کے نہ ملنے کے وقت زمین کی مٹی ہمارے لیے وضو کے قائم مقام کی گئی ہے۔

مسلم وغیرہ میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ہم سے فرمایا تم اس طرح صفیں نہیں باندھتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ہم نے کہا وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا اگلی صفوں کو وہ پورا کرتے جاتے ہیں اور صفیں بالکل ملا لیا کرتے ہیں۔ڈانٹنے والوں سے مراد سدی رحمتہ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک ابر اور بادل کو ڈانٹ کر احکام دے کر ادھر سے ادھر لے جانے والے فرشتے ہیں۔ربیع بن انس وغیرہ فرماتے ہیں قرآن جس چیز سے روکتا ہے وہ اسی سے بندش کرتے ہیں۔ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والے فرشتے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام بندوں کے پاس لاتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ |
| لَا يَسَّمَّعُوْنَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ |
| بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں اور سیاروں کی زینت سے آراستہ کر دیا اور ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنایا۔ |

وہ عالمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور اُن پر ہر طرف سے پھینکے جاتے ہیں۔

## ستاروں کے ساتھ آسمان کی سجاوٹ کا بیان

"إِنَّـا زَيَّنَّا السَّمَاء الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِب "أَيْ بِـضَـوْئِهَا أَوْ بِهَا وَالْإِضَافَة لِلْبَيَانِ كَقِرَاءَةِ تَنْوِين زِينَة الْمُبَيَّنَة بِالْكَوَاكِبِ،

"وَحِفْظًا" مَنْصُوب بِفِعْلٍ مُقَدَّر : أَيْ حَفِظْنَاهَا بِالشُّهُبِ "مِنْ كُلّ" مُتَعَلِّق بِالْمُقَدَّرِ "شَيْطَان مَارِد" عَاتٍ خَارِج عَنْ الطَّاعَة،

"لَا يَسَّمَّعُونَ" أَيْ الشَّيَاطِين مُسْتَأْنَف وَسَمَاعهمْ هُوَ فِي الْمَعْنَى الْمَحْفُوظ عَنْهُ "إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى" الْمَلَائِكَة فِي السَّمَاء وَعُدِّيَ السَّمَاع بِإِلَى لِتَضَمُّنِهِ مَعْنَى الْإِصْغَاء وَفِي قِرَاءَة بِتَشْدِيدِ الْمِيم وَالسِّين أَصْله يَتَسَمَّعُونَ أُدْغِمَتْ التَّاء فِي السِّين "وَيُقْذَفُونَ" أَيْ الشَّيَاطِين بِالشُّهُبِ "مِنْ كُلّ جَانِب" مِنْ آفَاق السَّمَاء،

بے شک ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں اور سیاروں کی زینت سے آراستہ کر دیا یعنی ان کی روشنی کے ساتھ یا ان کے ساتھ مزین کیا ہے یہاں پر اضافت بیانیہ ہے اور زینہ کو تنوین کے ساتھ یہ کواکب کا بیان ہوگا۔ اور انہیں ہر سرکش شیطان سے محفوظ بنایا۔ یہاں پر لفظ حفظنا یہ فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے اور وہ فعل حفظناها بالشهب، اور من کل یہ فعل مقدر کے متعلق ہے۔ وہ شیاطین عالمِ بالا کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور لفظ مارد کا معنی عات ہے جس کا مطلب طاعت سے خارج ہونے والا ہے۔

لایسمعون یہ جملہ مستأنفہ ہے اور ان کا سماع معنی میں اس سے محفوظ ہے۔ یعنی جو فرشتے آسمانوں میں ہیں۔ اور یہاں پر سماع کو معنی اصغاء کی الی کے ذریعے متعدی کیا گیا ہے۔ اور ایک قرأت میں یہ لفظ میم اور سین کی تشدید کے ساتھ آیا ہے۔ اور یہ اصل میں یتسمعون ہے اور تاء کو سین میں حذف کیا گیا ہے۔ اور "وَيُقْذَفُونَ" أَيْ الشَّيَاطِين بِالشُّهُبِ "یعنی ہر آسمان کی جانب سے ان پر انگارے پھینکے جاتے ہیں۔

## ستاروں کی تخلیق کے تین مقاصد کا بیان

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو تین باتوں کے لئے پیدا کیا ہے ایک تو یہ کہ ان کو آسمانوں کی زینت بنایا اور دوسرے شیاطین و جنات کو مارنے کے لئے اور تیسرے علامات کے لئے کہ لوگ ان کے ذریعہ جنگل و دریا میں اپنا راستہ پا سکیں، لہٰذا جس شخص نے ان ستاروں میں ان تین باتوں کے سوا اور کوئی غرض بیان کی تو اس نے خطا کی، اپنا حصہ ضائع کیا اور پھر اس چیز میں تکلف کیا جس کو وہ نہیں جانتا (یعنی آسمان کی چیزوں کے بارے میں جو حقوق ہیں ان کا علم قرآن وسنت کے علاوہ اور کسی ذریعہ سے حاصل ہونا ممکن نہیں اور جب قرآن وسنت میں ستاروں کی غرض ان تین باتوں کے علاوہ اور کوئی بیان نہیں کی گئی ہے تو مذکورہ باتوں کے علاوہ کوئی اور غرض بیان کرنا ایسی بات کا بیان کرنا ہے جس کا معلوم ہونا متصور ہی نہیں ہے۔

اس روایت کو بخاری نے بغیر سند کے نقل کیا ہے اور رزین کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس نے اس چیز کا تکلف کیا جو اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتی اور اس چیز میں تکلف کیا (یعنی اس چیز کو جاننے کا دعوی کیا) جس کا اس کو علم نہیں ہے اور اس چیز میں تکلف کیا جس کے علم سے انبیاء اور فرشتے عاجز رہے ہیں۔ ربیع نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی! اللہ تعالیٰ نے ستارے میں نہ تو کسی کی زندگی (یعنی پیدائش) مقرر کی ہے نہ کسی کا رزق یعنی مال وجاہ وغیرہ اور نہ کسی کی موت! اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ کاہن اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی افتراء پردازی کرتے ہیں اور ستاروں کے طوع وغروب ہونے کو کسی واقعہ وحادثہ کی علت قرار دیتے ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 536)

اپنا حصہ ضائع کیا" کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اس طرح لایعنی باتوں اور بیکار امور میں مبتلا کیا کہ جن کا کوئی فائدہ نہ دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور نہ آخرت میں حاصل ہونے والا ہے۔ اس طرح اس نے گویا اپنی عمر عزیز کا قیمتی حصہ گنوایا۔

## دور جاہلیت میں کہانت کے ہونے کا بیان

دور جہالت میں میں عرب میں کہانت کا بڑا چرچا تھا اور کاہنوں کو معاشرہ میں ایک معزز مقام حاصل تھا۔ ان کے متعلق مشہور یہ تھا کہ جن اور شیطان کاہنوں کے قبضہ میں ہوتے ہیں جو انہیں غیب کی خبریں مہیا کرتے ہیں۔ اچھے بھلے لوگ ان کے ہاں آتے اور ان کی خدمات حاصل کرتے تھے حتیٰ کہ بعض دفعہ اپنے مقدمات کے فیصلے کے لئے ان کے ہاں آتے تھے۔ ایسے ہی ایک کاہن کا واقعہ احادیث میں بھی مذکور ہے۔ قرآن جب نازل ہوا تو اس میں کچھ سابقہ انبیاء واقوام کے حالات تھے اور کچھ آئندہ کی خبریں بھی تھیں۔ پھر آپ نے لوگوں کو یہ بھی بتایا تھا کہ آپ کے پاس فرشتہ آتا ہے جو آپ پر یہ کلام نازل کرتا ہے۔ ان ساری باتوں سے ان لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ شاید وہ دوسرے کاہنوں کی طرح آپ کے پاس بھی کوئی جن یا شیطان آتا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو دو تین راتیں تہجد کی نماز کے لیے اٹھ نہ سکے تو ابولہب کی بیوی آپ کے پاس آ کر کہنے لگی۔ میں سمجھتی ہوں کہ تیرے شیطان نے تجھے چھوڑ دیا ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورہ والضحیٰ)

| |
|---|
| دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ○ |
| فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ○ |
| اُن کو بھگانے کے لئے اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ مگر جو ایک بار جھپٹ کر اُچک لے تو چمکتا ہوا انگارہ |
| اُس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ اِن سے پوچھئے کہ کیا یہ لوگ تخلیق کئے جانے میں زیادہ سخت ہیں یا وہ چیزیں |
| جنہیں ہم نے تخلیق فرمایا ہے، بیشک ہم نے اِن لوگوں کو چپکنے والے گارے سے پیدا کیا ہے۔ |

## شیاطین کے پیچھے شہاب ثاقب کے لگنے کا بیان

"دُحُوْرًا" مَصْدَر دَحَرَهُ : أَيْ طَرَدَهُ وَأَبْعَدَهُ وَهُوَ مَفْعُول لَهُ "وَلَهُمْ" فِي الْآخِرَة "عَذَاب وَاصِب"

دائِم

"إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَة" مَصْدَر : أَيْ الْمَرَّة وَالِاسْتِثْنَاء مِنْ ضَمِير يَسَّمَّعُونَ : أَيْ لَا يَسْمَع إِلَّا الشَّيْطَان الَّذِي سَمِعَ الْكَلِمَة مِنْ الْمَلَائِكَة فَأَخَذَهَا بِسُرْعَةٍ "فَأَتْبَعَهُ شِهَاب" كَوْكَب مُضِيء "ثَاقِب" يَثْقُبهُ أَوْ يُحْرِقهُ أَوْ يَخْبِلهُ

"فَاسْتَفْتِهِمْ" اسْتَخْبِرْ كُفَّار مَكَّة تَقْرِيرًا أَوْ تَوْبِيخًا "أَهُمْ أَشَدّ خَلْقًا أَمْ مَنْ خَلَقْنَا" مِنْ الْمَلَائِكَة وَالسَّمَاوَات وَالْأَرَضِينَ وَمَا فِيهِمَا وَفِي الْإِتْيَان بِمَنْ تَغْلِيب الْعُقَلَاء "إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ" أَيْ أَصْلهمْ آدَم "مِنْ طِين لَازِب" لَازِم يُلْصَق بِالْيَدِ : الْمَعْنَى أَنَّ خَلْقهمْ ضَعِيف فَلَا يَتَكَبَّرُوا بِإِنْكَارِ النَّبِيّ وَالْقُرْآن الْمُؤَدِّي إِلَى هَلَاكهمْ الْيَسِير

یہاں لفظ دحورا یہ دحرہ کی مصدر ہے۔ جس کا طردہ اور دور ہو جانا ہے۔ اور یہ مفعول لہ ہے۔ اُن کو بھگانے کے لئے اور اُن کے لئے آخرت میں دائمی عذاب پہنچنے والا ہے۔ مگر جو شیطان ایک بار جھپٹ کر فرشتوں کی کوئی بات اُچک لے تو چمکتا ہوا انگارہ اُس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ جس کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔ جو اس کو جلا دیتا ہے یا خبط میں ڈال دیتا ہے۔ یہ استثناء یسمعون کی ضمیر سے ہے۔ اِن یعنی کفار مکہ سے بہ طور تقریر یا توبیخ کے پوچھئے کہ کیا یہ لوگ تخلیق کئے جانے میں فرشتوں، آسمانوں، زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے اس سے زیادہ سخت اور مشکل ہیں یہاں پر لفظ مَن کا استعمال اہل عقل کے طور بیان کیا گیا ہے۔ یا وہ چیزیں جنہیں ہم نے تخلیق فرمایا ہے، بیشک ہم نے اِن لوگوں کو چپکنے والے گارے سے پیدا کیا ہے۔ یعنی ان کی اصل آدم علیہ السلام سے ہے۔ یعنی وہ مٹی جو ہاتھ سے چپک جائے۔ ایسے کمزور مادے ان کا بنایا ہے لہٰذا وہ نبی کریم ﷺ اور قرآن کا انکار کر کے تکبر نہ کریں۔ جو انہیں آسانی سے ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہے۔

## شہاب ثاقب کی حقیقت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابہ میں سے ایک صحابی نے مجھ سے بیان کا کہ ایک دن رات کے وقت کچھ صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی تیز روشنی پھیل گئی یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ تم زمانہ جاہلیت میں اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کیا کہتے تھے؟ صحابہ نے عرض کیا۔ حقیقت حال کو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ہم تو یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا کیا گیا ہے (یا کبھی یہ کہتے کہ) آج کی رات کوئی بڑا آدمی مرگیا ہے (یعنی ہم اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کسی بڑے اور اہم واقعے کی علامت سمجھا کرتے تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ستارہ نہ تو کسی کی موت سے ٹوٹتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے بلکہ، حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارا رب جس کا نام بابرکت ہے جس کو کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو عرض الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح (یعنی سبحان اللہ، سبحان اللہ کا ورد کرنے لگتے ہیں) پھر ان کی تسبیح کی آواز سن کر آسمان کے فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں، جو عرش

اٹھانے والے فرشتوں کے قریب ہے یہاں تک کہ اس تسبیح کی آواز ایک دوسرے آسمان سے ہوتی ہوئے آسمان دنیا پر رہنے والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتوں سے قریب رہتے ہیں عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟

وہ فرشتے ان کو وہ بات بتاتے ہیں جو پروردگار نے فرمائی ہے، پھر اس بات کو ان سے دوسرے فرشتے دریافت کرتے اور ان سے اور فرشتے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا پر رہنے والوں تک پہنچ جاتا ہے پھر اس کی سنی ہوئی بات کو جنات اچک لیتے ہیں یعنی وہ کان لگائے ایسی باتوں کے منتظر رہتے ہیں اور جب وہ چوری چھپے کوئی بات سن لیتے ہیں تو اس کو وہاں سے لے اڑتے ہیں۔اور اپنے دوستوں یعنی کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں، چنانچہ ان جنات کو مارنے کے لئے ستارے پھینکے جاتے ہیں (لہٰذا ان ستاروں کے پھینکے جانے کا سبب یہ ہے نہ کہ وہ جس کا تم اعتقاد رکھتے ہو، یعنی کسی کی موت یا پیدائش وغیرہ) اس طرح کاہن اگر اس بات کو جو آسمان سے سنی گئی ہے۔اور جنات کے ذریعہ اس تک پہنچی ہے جوں کی توں (یعنی اس میں کوئی تصرف اور کمی بیشی کے بغیر) بیان کریں تو وہ یقیناً صحیح ثابت ہوگی، (لیکن وہ کاہن ایسا نہیں کرتے بلکہ) اس میں جھوٹی باتیں شامل کر دیتے ہیں اور ایک بات کی بہت سی باتیں بنا لیتے ہیں۔(مسلم،مشکوٰۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 535)

## چپکتے گارے سے انسان کی تخلیق کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان منکرین قیامت سے پوچھو کہ تمہارا پیدا کرنا ہم پر مشکل ہے؟ یا آسمان و زمین فرشتے جن وغیرہ کا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت ام من عددنا ہے مطلب یہ ہے کہ اس کا اقرار تو انہیں بھی ہے کہ پھر مر کر جینے کا انکار کیوں کر رہے ہیں؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بڑی اور بہت بھاری پیدائش آسمان و زمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بے علمی برتتے ہیں۔ پھر انسان کی پیدائشی کمزوری بیان فرماتا ہے کہ یہ چکنی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔جس میں لیس تھا جو ہاتھوں پر چپکتی تھی۔تو چونکہ حقیقت کو پہنچ گیا ہے ان کے انکار پر تعجب کر رہا ہے کیونکہ اللہ کی قدرتیں تیرے سامنے ہیں اور اس کے فرمان بھی۔لیکن یہ تو اسے سن کر ہنسی اڑاتے ہیں۔اور جب کبھی کوئی واضح دلیل سامنے آ جاتی ہے تو مسخراپن کرنے لگتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ یہ تو جادو ہے۔ہم کسی طرح اسے نہیں ماننے کے کہ مر کر مٹی ہو کر پھر جی اٹھیں بلکہ ہمارے باپ دادا بھی دوسری زندگی میں آ جائیں ہم تو اس کے قائل نہیں۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہدو کہ ہاں تم یقیناً دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے۔تم ہو کیا چیز اللہ کی قدرت اور مشیت کے ماتحت ہو، اس کی وہ ذات ہے کہ کسی کی اس کے سامنے کوئی ہستی نہیں۔فرماتا ہے (کل اتوہ داخرین) ہر شخص اس کے سامنے عاجزی اور لاچاری سے حاضر ہونے والا ہے۔

ایک آیت میں ہے (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ، غافر:60) میری عبادت سے سرکشی کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ

جسے تم مشکل سمجھتے ہو، وہ مجھ پر تو بالکل ہی آسان ہے صرف ایک آواز لگتے ہی ہر ایک زمین سے نکل کر دہشت ناکی کے ساتھ اہوال واحوال قیامت کو دیکھنے لگے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ○ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ○ |
| وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| بلکہ آپ تعجب فرماتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اور جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ |
| اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف کھلا جادو ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تکذیب پر اظہار تعجب کا بیان

"بَلْ" لِلانْتِقَالِ مِنْ غَرَض إِلَى آخَر وَهُوَ الْإِخْبَار بِحَالِهِ وَحَالهمْ "عَجِبْت" بِفَتْحِ التَّاء خِطَابًا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ مِنْ تَكْذِيبهمْ إِيَّاكَ "وَيَسْخَرُونَ" مِنْ تَعَجُّبك "وَإِذَا ذُكِّرُوا" وُعِظُوا بِالْقُرْآنِ "لَا يَذْكُرُونَ" لَا يَتَّعِظُونَ "وَإِذَا رَأَوْا آيَة" كَانْشِقَاقِ الْقَمَر "يَسْتَسْخِرُونَ" يَسْتَهْزِءُونَ بِهَا "وَقَالُوا" فِيهَا "إِنْ" مَا "هَذَا إِلَّا سِحْر مُبِين" بَيِّن وَقَالُوا مُنْكِرِينَ لِلْبَعْثِ:

یہاں پر لفظ بل یہ ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی طرف انتقال کیلئے آیا ہے اور وہ آپ کے احوال اور ان کے احوال کی خبریں ہیں۔ اور عجبت یہ تاء کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے جس میں نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے۔ بلکہ آپ تعجب فرماتے ہیں کہ وہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ مذاق اڑاتے ہیں اور جب انہیں قرآن کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت قبول نہیں کرتے۔ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں جیسے شق قمر ہے تو تمسخر کرتے ہیں۔ یعنی اس کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ تو صرف کھلا جادو ہے۔ اور منکرین بعث کہتے ہیں۔

## معجزے کے مفہوم کا بیان

"معجزات" معجزہ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ خارق عادت جس کو اللہ تعالیٰ کے نبی ورسول کے ہاتھ سے ظاہر کر دے اور دوسرے اس سے عاجز ہوں۔ لفظ معجزہ اصل میں عجز سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ناتواں ہونا، عاجز ہونا کے ہیں اور جو "حزم" (قادر ہونا) کی ضد ہیں۔ اسی لفظ سے معجزہ بنا ہے جس کے معنی ہیں، عاجز کرنے والا، اعجاز دکھانے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور ان کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے اس کی امت اور قوم کے لوگ نہ صرف یہ کہ مقابلہ میں اس معجزہ کی طرح کا کوئی کرشمہ دیکھانے اور پیش کرنے سے عاجز ہوتے ہیں بلکہ اگر کوئی چاہے کہ اس معجزہ کا توڑ کر دے تو یہ بھی ممکن نہیں ہوتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے: "معجزہ کا لفظ "اعجاز" سے لیا گیا ہے جس کے معنی عاجز کرنے

کے ہیں اور معجزہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خارق عادت ہو اور جس سے نبوت و رسالت کا دعویٰ ظاہر و ثابت ہوتا ہو اور جو خوارق عادات ظہور نبوت سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں ان کو معجزات نہیں کہتے بلکہ ارہاصات کہتے ہیں جو ارہاص کی جمع ہے، ارہاص کے لغوی معنی مکان کو اینٹ مٹی اور پتھر کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنانے کے ہیں، لہٰذا ظہور نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خوارق عادات گویا نبوت و رسالت کی عمارت کو مستحکم و مضبوط بنانے کا ابتدائی ذریعہ ہوتے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کے معجزات کو دیکھ کر مذاق اڑانے والوں کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ کے کافروں نے (جمع ہو کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اگر تم (نبوت کے دعوے میں) سچے ہو تو کوئی نشانی (معجزہ دکھاؤ، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے دست مبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے یہاں تک کہ ان کافروں نے حراء پہاڑ کو چاند کے ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 436)

جب یہ لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اسکا مذاق اڑاتے ہیں"۔ یعنی کوئی ایسا معجزہ جس سے حق پوری طرح واضح ہو جائے۔ جیسے معجزۂ شق القمر اور شجر و حجر کا کلام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (ابن جریر، ابن کثیر، روح، قرطبی، خازن، سورہ صافات، بیروت)

## پتھر کا نبی کریم ﷺ بارگاہ میں سلام پیش کرنے کا بیان

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو مکہ میں ظہور نبوت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا، میں اب بھی اس کو (خوب) پہچانتا ہوں۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 435)

مجھے سلام کیا کرتا تھا۔" یعنی جب بھی میں اس پتھر کے سامنے سے گزرتا تو مجھے اس میں آتی ہوئی یہ آواز سنائی دیتی۔ اسلام علیک یا نبی اللہ۔ بعض محدثین نے کہا ہے کہ اس پتھر سے مراد حجر اسود ہے اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے مراد وہ پتھر ہے جو ز قاق الحجر" کے نام سے مشہور ہے اور وہ اب تک مکہ میں موجود ہے، یہ پتھر جس جگہ ہے وہ مسجد حرام اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے درمیان واقع ہے۔ ایک روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے، انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا" جب حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس رسالت لے کر آئے (اور مجھے نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کر دیا گیا) تو اس کے بعد جب بھی میں کسی درخت یا پتھر کے سامنے سے گزرتا تو وہ کہتا السلام علیک یا رسول اللہ۔

| |
|---|
| ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ○ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ○ قُلۡ نَعَمۡ وَاَنۡتُمۡ دٰخِرُوۡنَ○ |
| کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو ہم یقینی طور پر اٹھائے جائیں گے اور کیا |
| ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ فرما دیجئے: ہاں اور تم ذلیل و رسوا ہو گے۔ |

## مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا بیان

"أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ" فِي الْهَمْزَتَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيق وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ،

"أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ" بِسُكُونِ الْوَاو عَطْفًا بِأَوْ وَبِفَتْحِهَا وَالْهَمْزَة لِلِاسْتِفْهَامِ وَالْعَطْف بِالْوَاوِ وَالْمَعْطُوف عَلَيْهِ مَحَلّ إِنَّ وَاسْمهَا أَوْ الضَّمِير فِي لَمَبْعُوثُونَ وَالْفَاصِل هَمْزَة الِاسْتِفْهَام "قُلْ نَعَمْ" تُبْعَثُونَ "وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ" أَيْ صَاغِرُونَ،

کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے، تو ہم یقینی طور پر دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے یہاں پر دونوں ہمزوں کو دونوں مقامات پر تحقیق جبکہ ثانی کی تسہیل جبکہ دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف کو داخل کیا جائے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ اُو یہ واؤ کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے جب اس کا عطف اُو پر ہو اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور ہمزہ استفہام کیلئے آیا ہے اور عطف یہ واؤ ہے اور یہ معطوف علیہ یہ محل اِن اور اس کے اسم کا محل ہے۔ اور لمبعوثون میں ضمیر ہے اور ہمزہ استفہام یہ فاصل کے طور پر ہے۔ فرما دیجئے: ہاں اور بلکہ تم ذلیل ورسوا بھی ہو گے۔

## بعث سے متعلق کفار کے سوال وجواب کا بیان

بلکہ عجیب باتیں تو یہ لوگ بناتے ہیں جو اللہ کی ان آیات کو کسی طلسماتی دنیا کی باتیں سمجھتے ہیں کہ جب ہم مر جائیں گے تو پھر دوبارہ جی اٹھیں گے۔ پھر ہم سب کے سب اللہ کی عدالت میں پیش ہوں گے پھر لوگوں کے اعمال کے فیصلے ہوں گے۔ پھر ایک طرف جہنم ہوگی جس کے یہ اور یہ اوصاف ہونگے۔ اور ایک طرف جنت ہوگی جس کے یہ اور یہ اوصاف ہوں گے۔ ایسی باتیں کسی خیالی دنیا کے متعلق تو کی جا سکتی ہیں۔ بھلا ایک بھلا چنگا اور درست عقل والا آدمی ایسی باتیں کیسے کہہ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے جو یہ یک لخت ایسی تصوراتی اور بہکی بہکی باتیں کرنے لگا ہے۔

انسان کی دوبارہ زندگی کیسے؟ کفار مکہ کے اس اعتراض اور انکار کو قرآن میں بہت سے مقامات پر ذکر کیا گیا ہے اور اس کا جواب بھی کئی طرح سے دیا گیا ہے اس مقام پر بھی مذکور ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی ہے۔ پھر وہ زندہ ہو کر مٹی یا زمین سے جدا نہیں ہوا بلکہ اس کی تمام تر ضروریات مٹی یا زمین ہی سے وابستہ ہیں۔ مر کر بھی وہ اس مٹی میں دفن ہوگا تو جب گل سڑ کر مٹی بن کر مٹی میں مل جائے گا تو زمین اس کے تحلیل شدہ اجزاء نکال کر باہر نہیں پھینک دے گی۔ بلکہ سنبھال کر اپنے اندر محفوظ رکھے گی پھر انہیں تحلیل شدہ اجزاء کو اللہ تعالیٰ پھر سے اکٹھا کر کے ان اجزاء کو اپنی پہلی حالت میں لے آئے گا۔ اس کی روح پہلے ہی مرتے وقت قبض کر لی تھی۔ اور یہی روح اس کا اصل تشخص ہے جو پہلے ہی اللہ کے قبضہ میں ہے۔ یہی روح اس کے جسم میں ڈال کر اسے پھر سے اٹھا کھڑا کیا جائے گا۔ رہی یہ بات کہ ان کے آباء واجداد جو مدتوں پہلے مر چکے ان میں سے کوئی بھی زندہ ہو کر ان کے پاس واپس آیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ زمین میں پڑا ہوا بیج پڑا ہی رہتا ہے۔ جب اس کے اگنے کا موقع آتا ہے۔ اگتا وہ اسی وقت ہے

پہلے نہیں اگتا۔اسی طرح جب تمہارے دوبارہ جی اٹھنے کا وقت یا موسم آئے گا اسی وقت تم بھی اور تمہارے آباء واجداد بھی جی کر زمین سے نکل آؤ گے پہلے نہیں۔اور دوسری بات یہ کہ دوبارہ زندہ ہو کر تمہارے پاس نہیں آئیں گے بلکہ تم بھی اور وہ بھی اللہ کے حضور حاضر ہو جاؤ گے۔

| |
|---|
| فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَاهُمْ يَنْظُرُوْنَ○ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ○ |
| هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ○ |
| پس وہ تو محض ایک سخت جھڑک ہوگی سو سب اچانک دیکھنے لگ جائیں گے۔اور کہیں گے:ہائے ہماری شامت! |
| یہ تو جزا کا دن ہے۔یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ |

## سخت آواز سے سب کے زندہ ہو جانے کا بیان

"فَإِنَّمَا هِیَ" ضَمِيرٌ مُبْهَمٌ يُفَسِّرُهُ : "زَجْرَةٌ" أَیْ صَيْحَة "وَاحِدَة فَإِذَا هُمْ " أَیْ الْخَلَائِق أَحْيَاء "يَنْظُرُونَ" مَا يُفْعَل بِهِمْ،

"وَقَالُوا" أَیْ الْكُفَّار "يَا" "وَيْلَنَا" هَلَاكنَا وَهُوَ مَصْدَر لَا فِعْل لَهُ مِنْ لَفْظه وَتَقُول لَهُمْ الْمَلَائِكَة : "هَذَا يَوْم الدِّين" يَوْم الْحِسَاب وَالْجَزَاء "هَذَا يَوْم الْفَصْل" بَيْن الْخَلَائِق،

پس وہ تو محض ایک زوردار آواز کی سخت جھڑک ہوگی۔یہاں پر ھی ضمیر مبہم ہے جس کی تفسیر زجرۃ نے کی ہے یعنی ایک سخت جھڑک ہے۔پس سب یعنی مخلوق زندہ ہو کر اچانک اٹھ کر دیکھنے لگ جائیں گے۔کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔اور کفار کہیں گے:ہائے ہماری شامت!یہ تو جزا کا دن ہے۔یہاں لفظ ویلنا ایسا مصدر ہے جس کا لفظی کوئی فعل نہیں ہے۔تو ان سے فرشتے کہیں گے ہاں یہ وہی فیصلہ یعنی حساب و جزاء کا دن ہے جسے تم خلائق کے درمیان جھٹلایا کرتے تھے۔

## لفظ زجرہ کے مفہوم و مصداق کا بیان

زجرۃ کا لفظ زجر کا اسم مرہ ہے اور اس کے عربی زبان میں کئی معنی آتے ہیں۔ان میں ایک معنی ہیں مویشیوں کو چلنے پر آمادہ کرنے کے لئے ایسی آوازیں نکالنا جنہیں سن کر وہ اٹھ کھڑے ہوں یہاں اس سے مراد وہ دوسرا صور ہے جو حضرت اسرافیل علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے کے لئے پھونکیں گے،اور اسے زجرۃ سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ جس طرح مویشیوں کو اٹھا کر چلانے کے لئے کچھ آوازیں نکالی جاتی ہیں اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے کے لئے یہ صور پھونکا جائے گا۔

اگرچہ باری تعالیٰ اس پر بھی قادر ہے کہ صور پھونکے بغیر مردوں کو زندہ کر دے،لیکن یہ صور حشر و نشر کے منظر کو پر ہیبت بنانے کے لئے پھونکا جائے گا (تفسیر کبیر) اس صور پھونکنے کا اثر کافروں پر یہ ہوگا کہ (آیت) فاذا ھم ینظرون (پس اچانک وہ دیکھنے بھالنے لگیں گے) یعنی جس طرح دنیا میں وہ دیکھنے پر قادر تھے اسی طرح وہاں بھی دیکھ سکیں گے،اور بعض مفسرین نے اس کا مطلب

یہ بیان کیا ہے کہ وہ حیرانی کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں گے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ صافات، بیروت)

## قیامت کا دن دیکھ کر کفار کی ندامت وافسوس کا بیان

قیامت والے دن کفار کا اپنے تئیں ملامت کرنا اور پچھتانا اور افسوس وحسرت کرنا بیان ہو رہا ہے کہ وہ نادم ہو کر قیامت کے دہشت خیز اور وحشت انگیز امور کو دیکھ کر کہیں گے ہائے ہائے یہی تو روز جزا ہے۔ تو مومن اور فرشتے بطور ڈانٹ ڈپٹ اور ندامت بڑھانے کے ان سے کہیں گے ہاں یہی تو وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم سچا نہیں مانتے تھے۔ اس دن اللہ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ظالموں کو ان کے جوڑوں کو ان کے بھائی بندوں کو اور ان جیسوں کو ایک جا جمع کرو۔ مثلاً زانی زانیوں کے ساتھ سود خوار سود خواروں کے ساتھ شرابی شرابیوں کے ساتھ وغیرہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ظالموں کو اور ان کی عورتوں کو، لیکن یہ غریب ہے۔ ٹھیک مطلب یہی ہے کہ انہی جیسوں کو اور ان کے ساتھ ہی جن بتوں کو اور جن جن کو شریک اللہ یہ مقرر کئے ہوئے تھے سب کو جمع کرو۔ پھر ان سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ جیسے فرمان ہے۔ (وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا، الاسراء:97)، یعنی انہیں ان کے منہ کے بل اندھے بہرے گونگے کر کے ہم جمع کریں گے پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا جس کی آگ جب کبھی ہلکی ہو جائے ہم اسے اور بھڑکا دیں گے۔ انہیں جہنم کے پاس کچھ دیر ٹھہرا دو تا کہ ہم ان سے پوچھ گچھ کر لیں۔ ان سے حساب لے لیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص کسی کو کسی چیز کی طرف بلائے۔ وہ قیامت کے دن اس کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا نہ بیوفائی ہوگی نہ جدائی ہوگی گو ایک کو ہی بلایا ہو پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی حضرت عثمان بن زائدہ فرماتے ہیں سب سے پہلے انسان سے اس کے ساتھیوں کی بابت سوال کیا جائے گا۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ کیوں آج ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے؟ تم تو دنیا میں کہتے پھرتے تھے کہ ہم سب ایک ساتھ ہیں اور ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ یہ تو کہاں؟ بلکہ آج تو یہ ہتھیار ڈال چکے اللہ کے فرمانبردار بن گئے۔ نہ اللہ کے کسی فرمان کا خلاف کریں نہ کرسکیں نہ اس سے بچ سکیں نہ وہاں سے بھاگ سکیں۔ (تفسیر ابن حاتم رازی، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ |
| اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ۝ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۝ |
| بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ۝ |
| اُن لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے ظلم کیا اور ان کے ساتھیوں اور پیروکاروں کو اور اُن کو جنہیں وہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر، پھر |
| ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلو۔ اور انہیں روکو، اُن سے پوچھ گچھ ہوگی۔ تمہیں کیا ہوا تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ |
| بلکہ آج تو وہ خود گردنیں جھکائے کھڑے ہوں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال کریں گے۔ |

## قیامت کے دن مشرکین کی باہمی ملامت و جھگڑے کا بیان

وَيُقَالُ لِلْمَلَائِكَةِ : "اُحْشُرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا " أَنْفُسهمْ بِالشِّرْكِ "وَأَزْوَاجهمْ" قُرَنَاءَهُمْ مِنْ الشَّيَاطِين "مِنْ دُون اللّٰه " أَيْ غَيْره مِنْ الْأَوْثَان "فَاهْدُوهُمْ" دُلُّوهُمْ وَسُوقُوهُمْ "إِلَى صِرَاط الْجَحِيم " طَرِيق النَّار "وَقِفُوهُمْ" احْبِسُوهُمْ عِنْد الصِّرَاط "إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ " عَنْ جَمِيع أَقْوَالهمْ وَأَفْعَالهمْ وَيُقَال لَهُمْ تَوْبِيخًا : "مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ" لَا يَنْصُر بَعْضكُمْ بَعْضًا كَحَالِكُمْ فِي الدُّنْيَا وَيُقَال لَهُمْ : "بَلْ هُمُ الْيَوْم مُسْتَسْلِمُونَ" مُنْقَادُونَ أَذِلَّاء "وَأَقْبَلَ بَعْضهمْ عَلَى بَعْض يَتَسَاءَلُونَ" يَتَلَاوَمُونَ وَيَتَخَاصَمُونَ،

اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اُن سب لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے ظلم یعنی شرک کیا اور ان کے ساتھیوں یعنی جو اللہ کو چھوڑ کر شیطان کے ساتھی ہوئے جو بت وغیرہ ہیں۔ اور پیروکاروں کو بھی اور اُن معبودانِ باطلہ کو بھی جنہیں وہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ پر لے چلو۔ اور انہیں صراط کے پاس روکو، اُن سے سارے اقوال وافعال کے بارے میں بہ طور توبیخ پوچھ گچھ ہوگی۔ اُن سے کہا جائے گا تمہیں کیا ہوا تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔ یعنی جس طرح دنیا میں تمہارا ایک دوسرے کی مدد کے بارے میں طریقہ تھا۔ بلکہ ان سے کہا جائے گا وہ مدد کیا کریں گے بلکہ آج تو وہ خود گردنیں جھکائے کھڑے ہوں گے۔ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم سوال کریں گے۔ یعنی باہم ملامت و جھگڑا کریں گے۔

## قیامت کے دن ظالموں کو ان کی ازواج سمیت جمع کرنے کا بیان

ان ظالموں کو جنہوں نے شرک کے ظلم عظیم کا ارتکاب کیا اور ان کے ہم مشربوں کو جمع کرلو) یہاں ہم مشربوں کے لئے ازواج کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے لفظی معنی ہیں جوڑا اور یہ لفظ شوہر اور بیوی کے معنی میں بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے۔ اسی لئے بعض مفسرین نے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اس سے مشرکین کی وہ بیویاں مراد ہیں جو خود بھی مشرک تھیں۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں ازواج سے مراد ہم مشرب ہی ہے، اور اس کی تائید حضرت عمر کے ایک ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ امام بیہقی اور عبدالرزاق وغیرہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمر کا یہ قول نقل کیا ہے، کہ یہاں ازواجہم سے مراد ہیں ان جیسے دوسرے لوگ، چنانچہ سود خور سود خوروں کے ساتھ، زنا کار دوسرے زانیوں کے ساتھ، اور شراب پینے والے دوسرے شراب پینے والوں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ صافات، بیروت)

ظالموں سے مراد کافر ہیں اور ان کے جوڑوں سے مراد ان کے شیاطین جو دنیا میں ان کے جلیس وقرین رہتے تھے ہر ایک کافر اپنے شیطان کے ساتھ ایک ہی زنجیر میں جکڑ دیا جائے گا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جوڑوں سے مراد اشباہ و امثال ہیں یعنی ہر کافر اپنے ہی قسم کے کفار کے ساتھ ہانکا جائے گا، بت پرست بت پرستوں کے ساتھ اور آتش پرست آتش پرستوں کے ساتھ وعلیٰ ہذا القیاس۔

## قیامت کے دن کفار کا باہم مدد نہ کرسکنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شرکت یا فجور کی دعوت دینے والا ایسا نہیں کہ قیامت کے دن اسے روکا نہ جائے اور اس پر اس کا وبال نہ پڑے۔ وہ (جسے دعوت دی گئی) کسی قیمت پر اس سے الگ نہیں ہوگا۔ اگرچہ کسی ایک شخص نے دوسرے ایک ہی شخص کو دعوت دی ہو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ 24 مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ، اور انہیں کھڑا کرو ان سے دریافت کرنا ہے، تمہیں کیا ہوا کہ آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے)۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1176)

## قیامت کے دن عمر و مال وغیرہ سے متعلق پوچھا جانے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کسی شخص کے قدم اللہ رب العزت کے پاس سے اس وقت تک نہیں ہٹ سکیں گے جب تک اس سے پانچ چیزوں کے متعلق نہیں پوچھ لیا جائے گا، (۱) اس نے عمر کس چیز میں صرف کی (۲) جوانی کہاں خرچ کی، (۳) مال کہاں سے کمایا، (۴) مال کہاں خرچ کیا، (۵) جو کچھ سیکھا اس پر کتنا عمل کیا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 312)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ○ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ○وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ ج بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ○فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ صلے اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ○ |
| وہ کہیں گے بے شک تم ہی تو ہمارے پاس دائیں طرف سے آیا کرتے تھے۔ کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔ |
| اور ہمارا تم پر کچھ زور نہ تھا بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔ پس ہم پر ہمارے رب کا فرمان ثابت ہو گیا۔ ہم ذائقہ چکھنے والے ہیں۔ |

## قیامت کے دن گمراہ پیشوا و اتباع کرنے والوں کے باہم جھگڑے کا بیان

"قَالُوا" أَيْ الْأَتْبَاع مِنْهُمْ لِلْمَتْبُوعِينَ "إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِين" عَنْ الْجِهَة الَّتِي كُنَّا نَأْمَنكُمْ مِنْهَا لِحَلِفِكُمْ أَنَّكُمْ عَلَى الْحَقّ فَصَدَّقْنَاكُمْ وَاتَّبَعْنَاكُمْ الْمَعْنَى أَنَّكُمْ أَضْلَلْتُمُونَا

"قَالُوا" أَيْ الْمُتَّبِعُونَ لَهُمْ "بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ" وَإِنَّمَا يَصْدُق الْإِضْلَال مِنَّا أَنْ لَوْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَرَجَعْتُمْ عَنْ الْإِيمَان إِلَيْنَا "وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَان" قُوَّة وَقُدْرَة تَقْهَركُمْ عَلَى مُتَابَعَتنَا "بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طَاغِينَ" ضَالِّينَ مِثْلنَا

"فَحَقَّ" وَجَبَ "عَلَيْنَا" جَمِيعًا "قَوْل رَبّنَا" بِالْعَذَابِ : أَيْ قَوْله "لَأَمْلَأَن جَهَنَّم مِنْ الْجِنَّة وَالنَّاس أَجْمَعِينَ" "إِنَّا" جَمِيعًا "لَذَائِقُونَ" الْعَذَاب بِذَلِكَ الْقَوْل وَنَشَأَ عَنْهُ قَوْلهمْ :

اتباع کرنے والے اپنے گمراہ کن پیشواؤں سے کہیں گے بے شک تم ہی تو ہمارے پاس دائیں طرف سے آیا کرتے

تھے۔یعنی ہمارے سرے چڑھ کرقسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ تمہیں امن دلائیں گے ہم حق پر ہیں تو ہم نے تمہاری تصدیق کی اور تمہاری اتباع کی لہٰذا تم ہی ہمیں گمراہ کرنے والے ہو۔انہیں گمراہ کرنے والے پیشوا کہیں گے: بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے۔اور ہماری طرف طرف تمہیں گمراہ کرنا تب ہوتا کہ جب تم ایمان لانے کے بعد پھر جاتے۔ہمارا تم پر کچھ زور اور دباؤ نہ تھا کہ ہم تمہیں اپنی اتباع پر مجبور کرتے۔بلکہ تم خود ہماری طرح سرکش لوگ تھے۔پس ہم پر ہمارے رب کا فرمان عذاب کے ساتھ ثابت ہو گیا۔اور وہ فرمان یہ ہے کہ میں جن وانس سے جہنم کو بھر دوں گا۔اب ہم ذائقہ عذاب چکھنے والے ہیں۔لہٰذا کفار کیلئے وعید کا قول ان کے قول نشاء سے ثابت ہو گیا۔

## دوزخیوں کا اپنے گمراہ کن رہنماؤں سے شکوہ کرنے کا بیان

کافر لوگ جس طرح جہنم کے طبقوں میں جلتے ہوئے آپس میں جھگڑے کریں گے اسی طرح قیامت کے میدان میں وہ ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کمزور لوگ زور آوروں سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے کیا آج ہمیں تم تھوڑے بہت عذاب سے بچالو گے؟ وہ کہیں گے کہ ہم تو خود تمہارے ساتھ ہی اسی جہنم میں جل رہے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے فرما چکا۔اور جیسے اور جگہ ان کی یہ بات چیت اس طرح منقول ہے کہ ضعیف لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار بن جاتے۔وہ جواب دیں گے کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روک دیا؟ نہیں بلکہ تم تو خود ہی بدکار تھے۔یہ کہیں گے بلکہ دن رات کا مکر جبکہ تم ہمیں حکم کرتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے شریک مقرر کریں۔عذاب کو دیکھتے ہی یہ سب کے سب بے طرح نادام وپشیمان ہوں گے لیکن اپنی ندامت کو چھپائیں گے۔ان تمام کفار کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جائیں گے ہاں یہ یقینی بات ہے کہ ہر ایک کو صرف اس کی کرنی بھرنی پڑے گی پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور سرداروں سے کہیں گے تم ہماری دائیں جانب سے آتے تھے یعنی چونکہ ہم کمزور کم حیثیت تھے اور تمہیں ہم پر ترجیح تھی اس لیے تم ہمیں دبا دبو کر حق سے ناحق کی طرف پھیر دیتے تھے، یہ کافروں کا مقولہ ہوگا جو وہ شیطانوں سے کہیں گے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ انسان یہ بات جنات سے کہیں گے کہ تم ہمیں بھلائی سے روک کر برائی پر آمادہ کرتے تھے گناہ کو مزین اور شیریں دکھاتے تھے اور نیکی کو بری اور مشکل جتاتے تھے، حق سے روکتے تھے باطل پر جما دیتے تھے، جب کبھی نیکی کا خیال ہمارے دل میں آتا تھا تم کسی نہ کسی فریب سے اس سے روک دیتے تھے، اسلام، ایمان، خیر وخوبی، نیکی اور سعادت مندی سے تم نے ہمیں محروم کر دیا۔توحید سے دور ڈال دیا۔ہم تمہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے رہے، راز دار بنائے رہے، تمہاری باتیں مانتے رہے تمہیں بھلا آدمی سمجھتے رہے۔اس کے جواب میں جنات اور انسان جتنے بھی سردار ذی عزت اور بڑے لوگ تھے ان کمزوروں کو جواب دیں گے کہ اس میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں تم تو خود ہی ایسے ہی تھے تمہارے دل ایمان سے بھاگتے تھے اور کفر کی طرف دوڑ کر جاتے تھے۔ہم نے تمہیں جس چیز کی طرف بلایا وہ کوئی حق بات نہ تھی نہ اس کی بھلائی پر کوئی دلیل تھی لیکن چونکہ تم طبعاً برائی کی طرف مائل تھے خود تمہارے دلوں میں سرکشی اور برائی تھی اس لیے تم نے ہمارا کہا مان لیا۔اب تو ہم سب پر اللہ کا قول ثابت ہو گیا کہ ہم یقیناً عذابوں کا مزہ چکھنے والے ہیں۔یہ بڑے لوگ چھوٹوں

سے یہ متبوع لوگ اپنے تابعداروں سے کہیں گے کہ ہم تو خود ہی بہکے ہوئے تھے ہم نے تمہیں بھی اپنی ضلالت کی طرف بلایا تم دوڑے ہوئے آ گئے۔ بتاؤ تم نے ہماری بات مان لی؟ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے پس آج کے دن سب لوگ جہنم کے عذابوں میں شریک ہیں ہر ایک اپنے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہے۔ مجرموں کے ساتھ ہم اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ یہ مومنوں کی طرح اللہ کی توحید کے قائل نہ تھے بلکہ توحید کی آواز سے تکبر نفرت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد کروں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں جو اسے کہہ لے اس نے اپنا مال اور اپنی جان بچالی مگر اسلامی فرمان سے۔ اور اس کا باطنی حساب اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ کی کتاب میں بھی یہی مضمون ہے۔ اور ایک متکبر قوم کا ذکر ہے کہ وہ اس کلمہ سے روگردانی کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ابوالعلاء سے مروی ہے کہ یہودیوں کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور ان سے سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے اللہ کی اور عزیر کی۔ ان سے کہا جائے گا اچھا بائیں طرف آؤ۔ پھر نصرانیوں سے یہی سوال ہوگا وہ کہیں گے اللہ کی اور مسیح کی تو ان سے بھی یہی کہا جائے گا پھر مشرکین کو لایا جائے گا اور ان سے لا الہ الا اللہ کہا جائے گا وہ تکبر کریں گے تین مرتبہ ایسا ہی ہوگا پھر حکم ہوگا انہیں بھی بائیں طرف لے چلو فرشتے انہیں پرندوں سے بھی جلدی پہنچا دیں گے۔ پھر مسلمانوں کو لایا جائے گا اور ان سے پوچھا جائیگا کہ تم کس کی عبادت کرتے رہے؟ یہ کہیں گے صرف اللہ تعالیٰ کی۔ تو ان سے کہا جائے گا کیا تم اسے دیکھ کر پہچان سکتے ہو؟ یہ کہیں گے ہاں۔ پوچھا جائے گا تم کیسے پہچان لو گے؟ حالانکہ تم نے کبھی اسے دیکھا نہیں یہ جواب دیں گے ہاں یہ تو ٹھیک ہے ہم جانتے ہیں کہ اس کے برابر کا کوئی نہیں پس اللہ تعالیٰ اپنے تئیں انہیں پہنچوائے گا اور ان کو نجات دے گا۔ یہ کلمہ توحید اور رد شرک سن کر جواب دیتے تھے کہ کیا اس شاعر و مجنوں کے کہنے سے ہم اپنی معبودوں سے دست بردار ہو جائیں گے؟ ماننا تو ایک طرف الٹے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور دیوانہ بتاتے تھے۔

پس اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب کرتا ہے اور ان کے رد میں فرماتا ہے کہ یہ تو بالکل سچے ہیں سچ لے کر آئے ہیں ساری شریعت سراسر حق ہے خبریں ہوں تو اور حکم ہوں تو۔ یہ رسولوں کو بھی سچا جانتا ہے ان رسولوں نے جو صفتیں اور پاکیزگیاں آپ کی بیان کی تھیں۔ انکے صحیح مصدق آپ ہی ہیں۔ یہ بھی وہی احکام بیان کرتے ہیں جو اگلے انبیاء نے کئے جیسے اور آیت میں ہے (مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيمٍ ،فصلت:43)، یعنی تجھ سے وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں سے کہا جاتا رہا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ○ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ |
| بِالْمُجْرِمِيْنَ ○ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ |
| پس ہم نے تمہیں گمراہ کر دیا بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس اس دن عذاب میں وہ باہم شریک ہوں گے۔ بے شک ہم مُجرموں کے |
| ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں، یقیناً وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔ |

## گمراہ پیشواؤں اوران کی اتباع والوں کوایک جیسا عذاب دینے کا بیان

"فَأَغْوَيْنَاكُمْ" الْمُعَلَّل بِقَوْلِهِمْ "إِنَّا كُنَّا غَاوِينَ" "فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ" يَوْم الْقِيَامَة "فِي الْعَذَاب مُشْتَرِكُونَ" أَيْ لِاشْتِرَاكِهِمْ فِي الْغَوَايَة،

"إِنَّا كَذَلِكَ" كَمَا نَفْعَل بِهَؤُلَاءِ "نَفْعَل بِالْمُجْرِمِينَ" غَيْر هَؤُلَاءِ: أَيْ نُعَذِّبهُمْ التَّابِع مِنْهُمْ وَالْمَتْبُوع "إِنَّهُمْ" أَيْ هَؤُلَاءِ بِقَرِينَةِ مَا بَعْده،

پس ہم نے تمہیں گمراہ کردیا یہ ان کے آنے والے قول کا معلول ہے اور وہ قول یہ ہے کہ بے شک ہم خود گمراہ تھے۔ پس اس دن یعنی قیامت کے عذاب میں وہ سب باہم شریک ہوں گے۔ کیونکہ وہ گمراہی میں شریک تھے۔ بے شک ہم مُجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں، جیسے ان لوگوں کے ساتھ کیا ہے۔ یعنی ان کی اتباع کرنے والوں کو ایسے عذاب دیتے ہیں جیسے گمراہ پیشواؤں کو عذاب دیں گے۔ اور یہاں پر لفظ انہم یعنی ھؤلاء یہ مابعد کے قرینے کے ساتھ ہے۔ یقیناً وہ ایسے لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اغوینکم ۔ ماضی جمع متکلم کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اغواء (افعال) مصدر غوی مادہ۔ گمراہ کرنا۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا۔ الغی الرشد کی ضد ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے قد تبین الرشد من الغی، ہدایت گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے

انا کنا غوین جملہ مستانفہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت ہے۔ تحقیق ہم خود ہی گمراہ تھے مطلب یہ ہے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اس لئے ہم نے تم کو بھی اسی راستے پر چلنے کی دعوت دی۔ ایماندار تم بھی نہ تھے اپنے حق خود ارادیت کا استعمال کرتے ہوئے تم نے بھی ہماری گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ہم دونوں فریق برابر عذاب جہنم کے سزاوار ہوئے۔ غوین الغی سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے منصوب بوجہ خبر کنا ہے۔

یہاں پر لفظ مشترکون سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو ناجائز کام کی دعوت دے اور اسے گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے تو اسے دعوت گناہ کا عذاب تو بے شک ہوگا، لیکن جس شخص نے اس کو دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کرلیا وہ بھی اپنے عمل سے بری نہیں ہوسکتا۔ وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پاسکتا کہ مجھے تو فلاں شخص نے گمراہ کیا تھا، ہاں اگر اس نے گناہ کا ارتکاب اپنے اختیار سے نہ کیا ہو بلکہ جبر واکراہ کی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے کرلیا ہو تو ان شاء اللہ اس کی معافی کی امید ہے۔

| |
|---|
| وَيَقُولُونَ اَئِنَّا لَتَارِكُوٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ ۝ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ |
| اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اور کہتے تھے: کیا ہم ایک دیوانے شاعر کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ بلکہ وہ حق لے کر آئے ہیں |
| اور انہوں نے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں بدلہ نہیں |
| دیا جائے گا مگر صرف اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔ |

## شاعر و مجنون کہہ کر پیغام حق کی تکذیب کرنے والوں کا بیان

"وَيَقُولُونَ أَئِنَّا" فِي هَمْزَتَيْهِ مَا تَقَدَّمَ "لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُون" أَيْ لِأَجْلِ مُحَمَّد "بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ" الْجَائِينَ بِهِ وَهُوَ أَنْ لَا إلَه إلَّا اللَّه "إنَّكُمْ" فِيهِ الْتِفَات "وَمَا تُجْزَوْنَ إلَّا" جَزَاء "مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ"

یہاں پر أئنا دو ہمزوں کے ساتھ آیا اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اور کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر (نعوذ باللہ) یعنی حضرت محمد ﷺ کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں۔ بلکہ وہ دینِ حق لے کر آئے ہیں یعنی آپ ''لا الہ الا اللہ'' اور انہوں نے اللہ کے پیغمبروں کی تصدیق کی ہے۔ بے شک تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو۔ اور تمہیں کوئی بدلہ نہیں دیا جائے گا اس میں التفات ہے مگر صرف اسی کا جو تم کیا کرتے تھے۔ یعنی جو تم کام کیا کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ویقولون واؤ عاطفہ ہے یقولون ای کانوا یقولون اور کہا کرتے تھے۔ ائنا میں الف استفہامیہ ہے۔ لتارکوا الھتنا ۔ لام تاکید کا ہے الھتنا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبود۔ ہمارے خدا۔ تارکوا اصل میں تارکون تھا۔ الھتنا کی طرف اضافت کی وجہ سے ن گر گیا۔ لشاعر مجنون۔ لام جارہ ہے شاعر مجنون موصوف وصفت۔ دیوانہ شاعر۔ شاعر کو جنون کی صفت سے متصف کرنا تخلیط و ہذیان محض ہے کیونکہ ایک اچھا شاعر ایک مکمل صاحب عقل کا مقتضی ہوتا ہے جو دقیق و عمیق مطالب کو شستہ اور موزوں الفاظ کے قالب میں منظم طریقہ سے ڈھال سکے۔ بعض نے مجنون کو معطوف لیا ہے ای لشاعر و مجنون اور ترجمہ کیا ہے: کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے خداؤں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے۔

یعنی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور مجنون کہا اور آپ کی دعوت کو جنون (دیوانگی) اور قرآن کو شعر سے تعبیر کیا اور کہا کہ ایک دیوانے کی دیوانگی پر ہم اپنے معبودوں کو کیوں چھوڑیں؟ حالانکہ یہ دیوانگی نہیں، دانائی تھی، شاعری نہیں، حقیقت تھی اور اس دعوت کو اپنانے میں ان کی ہلاکت نہیں، نجات تھی۔

بل جاء بالحق وصدق المرسلین ۔ بل حرف اضراب ہے یعنی وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر یا مجنون نہیں ہے یا دیوانہ شاعر نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک دین حق لے کر آیا ہے۔ اور دوسرے سارے پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے۔ صدق تصدیق (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ تصدیق کرتا ہے۔ المرسلین اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ مفعول ہے۔

إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ۝ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۝ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۝ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ۝ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ۝ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ۝ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ۝ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ۝

ہاں البتہ اللہ کے وہ بندے جنہیں رہائی مل چکی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے رزقِ خاص مقرّر رہے۔ میوے ہوں گے، اوران کی تعظیم وتکریم ہوگی۔ نعمتوں اورراحتوں کے باغات میں، تختوں پرمسند لگائے آمنے سامنے، اُن پر چھلکتی ہوئی شراب کے جام کادورچل رہا ہوگا۔ جو نہایت سفید ہوگی، پینے والوں کے لئے سراسر لذّت ہوگی۔ نہ اس میں کوئی ضرر یا سَر کا چکرانا ہوگا اور نہ وہ اس سے بہک سکیں گے۔ اوران کے پہلو میں نگاہیں نیچی رکھنے والی، بڑی خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ گویا گرد وغبار سے محفوظ انڈے ہوں۔

## اہل جنت کیلئے نعمتوں کا بیان

"إِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ اسْتِثْنَاء مُنْقَطِع أَيْ ذَكَرَ جَزَاءَ هُمْ فِي الْآيَة التَّالِيَة "أُولَئِكَ لَهُمْ" فِي الْجَنَّة "رِزْق مَعْلُوم" بُكْرَة وَعَشِيًّا "فَوَاكِه" بَدَل أَوْ بَيَان لِلرِّزْقِ وَهُوَ مَا يُؤْكَل تَلَذُّذًا لَا لِحِفْظِ صِحَّة لِأَنَّ أَهْل الْجَنَّة مُسْتَغْنُونَ عَنْ حِفْظهَا بِخَلْقِ أَجْسَامهمْ لِلْأَبَدِ "وَهُمْ مُكْرَمُونَ" بِثَوَابِ اللّٰه سُبْحَانه وَتَعَالَى "عَلَى سُرُر مُتَقَابِلِينَ" لَا يَرَى بَعْضهمْ قَفَا بَعْض

"يُطَاف عَلَيْهِمْ" عَلَى كُلّ مِنْهُمْ "بِكَأْسٍ" هُوَ الْإِنَاء بِشَرَابِهِ "مِنْ مَعِين" مِنْ خَمْر يَجْرِي عَلَى وَجْه الْأَرْض كَأَنْهَارِ الْمَاء

"بَيْضَاء" أَشَدّ بَيَاضًا مِنْ اللَّبَن "لَذَّة" لَذِيذَة "لِلشَّارِبِينَ" بِخِلَافِ خَمْر الدُّنْيَا فَإِنَّهَا كَرِيهَة عِنْد الشُّرْب

"لَا فِيهَا غَوْل" مَا يَغْتَال عُقُولهمْ "وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ" بِفَتْحِ الزَّاي وَكَسْرهَا مِنْ نَزَفَ الشَّارِب وَأَنْزَفَ: أَيْ يَسْكَرُونَ بِخِلَافِ خَمْر الدُّنْيَا

"وَعِنْدهمْ قَاصِرَات الطَّرْف" حَابِسَات الْأَعْيُن عَلَى أَزْوَاجهنَّ لَا يَنْظُرْنَ إِلَى غَيْرهمْ لِحُسْنِهِمْ عِنْدهنَّ "عِين" ضِخَام الْأَعْيُن حِسَانهَا

"كَأَنَّهُنَّ" فِي اللَّوْن "بَيْض" لِلنَّعَامِ "مَكْنُون" مَسْتُور بِرِيشِهِ لَا يَصِل إِلَيْهِ غُبَار وَلَوْنه وَهُوَ الْبَيَاض فِي صُفْرَة أَحْسَن أَلْوَان النِّسَاء

ہاں البتہ اللہ کے وہ اہل ایمان بندے جنہیں رہائی مل چکی ہے۔ یہ استثناء منقطع ہے اور آنے والی آیت میں اس کی جزاء کوذکر کیا گیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے صبح وشام جنت میں رزقِ خاص مقرّر رہے۔ ہر قسم کے میوے ہوں گے، یہاں پر لفظ فواکہ

یہ رزق سے بدل ہے یا بیان ہے۔اور وہ اس رزق کو لذت کیلئے کھائیں گے نہ کہ صحت کی حفاظت کیلئے، کیونکہ اہل جنت اجسام کی حفاظت سے بے پرواہ ہوں گے۔اور اللہ تعالیٰ کے ثواب سے ان کی تعظیم وتکریم ہوگی۔نعمتوں اور راحتوں کے باغات میں،تختوں پر مسند لگائے آمنے سامنے جلوہ افروز ہوں گے۔یعنی وہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔اُن پر چھلکتی ہوئی شرابِ طہور کے جام کا دور چل رہا ہوگا۔اور کاَس پینے کے برتن کو کہتے ہیں۔اور شراب طہور زمین پر ایسے چلتی ہوگی جس طرح پانی کی نہریں ہوتی ہیں۔جو نہایت سفید ہوگی،یعنی وہ دودھ سے زیادہ سفید ہوگی۔پینے والوں کے لئے سراسر لذّت ہوگی۔جبکہ دنیاوی شراب پینے کے وقت ناپسند ہوتی ہے۔نہ اس میں کوئی ضرر یعنی ان کی عقلیں زائل نہ ہوں گی یا سَر کا چکرانا ہوگا اور نہ وہ اس کے پینے سے بہک سکیں گے۔ یہاں پر لفظ ینزفون یہ زاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے جو نزف الشارب اُنزف سے ہے یعنی دنیاوی شراب کے خلاف نشہ آور نہ ہوگی۔اوران کے پہلو میں نگاہیں نیچی رکھنے والی،وہ کسی غیر طرف نظر بھی نہ کریں گی کیونکہ ان کے نزدیک ان کے شوہر سے بڑھ کر کوئی حسین نہ ہوگا۔بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں بیٹھی ہوں گی۔وہ سفید و دلکش رنگت میں ایسے لگیں گی گویا گرد وغبار سے شتر مرغ کے محفوظ انڈے رکھے ہوں۔ان کا رنگ ایسا سفید ہوگا جس میں حسن کی زردی ہوگی جو عورتوں میں سب سے زیادہ حسن پسند کیا جاتا ہے۔

## اہل تقویٰ کے لیے نجات اور انعامات کا بیان

اللہ تعالیٰ تمام لوگوں سے خطاب کر کے فرما رہا ہے کہ تم المناک عذاب چکھنے والے ہو۔اور صرف اسی کا بدلہ دیئے جانے والے ہو جسے تم نے کیا دھرا ہے۔پھر اپنے مخلص بندوں کو اس سے الگ کر لیتا ہے جیسے والعصر میں فرمایا کہ تمام انسان گھاٹے میں ہیں۔مگر ایماندار نیک اعمال۔اور سورہ والتین میں فرمایا ہم نے انسان کو بہت اچھی پیدائش میں پیدا کیا پھر اسے نیچوں کا نیچ کر دیا مگر جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کئے۔

اور سورہ مریم میں فرمایا(وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا، مریم:71)تم میں سے ہر ایک جہنم پر وارد ہونے والا ہے یہ تو تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے اور یہ ضروری چیز ہے لیکن پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اسی میں گرے پڑے چھوڑ دیں گے۔سورہ مدثر میں ارشاد ہوا ہے۔(كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ، العنکبوت:57) ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں مشغول ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال آ چکا ہے اسی طرح یہاں پر بھی اپنے خاص بندوں کا استثناء کر لیا کہ وہ المناک عذابوں سے حساب کے پھنساوے سے الگ ہیں بلکہ ان کی برائیوں سے درگذر فرمایا گیا ہے اور ان کی نیکیاں بڑھا چڑھا کر ایک کی دس دس گنی بلکہ سات سات سوگنی کر کے بلکہ اس سے بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر انہیں دی گئی ہیں۔ان کے لیے مقررہ روزی اور وہ قسم قسم کے میوہ جات ہیں۔وہ مخدوم ہیں،ذی عزت ہیں،ذی اکرام ہیں،ہاتھوں ہاتھ لیے جاتے ہیں، بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے،بڑا ادب لحاظ رکھا جاتا ہے۔یہ نعمتوں سے پر جنتوں میں ہیں۔وہاں کے تختوں پر اس طرح بیٹھے ہیں کہ کسی کی پیٹھ کسی کی طرف نہیں۔

ایک مرفوع غریب حدیث میں بھی ہے کہ اس آیت کی تلاوت کر کے آپ نے فرمایا ہر ایک کی نگاہیں دوسرے کے چہرے پر پڑیں گی، آمنے سامنے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اس شراب کے دوران میں چل رہے ہوں گے جو جاری ہے جس کے ختم ہو جانے کم ہو جانے کا مطلق اندیشہ نہیں۔ جو ظاہر باطن میں آراستہ ہے خوبیاں ہیں برائیاں نہیں۔ رنگ کی سفید مزے کی بہت اچھی لذیذ۔ نہ اس کے پینے سے سردرد ہو نہ بک جھک لگے، دنیا کی شراب میں یہ آفتیں تھیں پیٹ کا درد سر کا درد بیہوشی بدحواسی وغیرہ لیکن جنت کی شراب میں ان میں سے ایک برائی بھی موجود نہیں رہی۔ دیکھنے میں خوش رنگ، پینے میں لذیذ، فوائد میں اعلیٰ، سرور و کیف میں عمدہ لیکن سدھ بدھ دور کر دینے والی بدمست بنا دینے والی نہیں، نہ بدبودار نہ بدنظر نہ قابل نفرت۔ بلکہ خوشبودار خوش رنگ خوش ذائق خوش فائدہ، اس کے پینے سے پیٹ میں درد نہیں ہوتا اور اس کی کثرت ضرر رساں نہیں خلاف طبع نہیں۔ سر بھاری نہیں ہو جاتا چکر نہیں آتے گرانی محسوس نہیں ہوتی۔ ہوش و حواس جاتے نہیں رہتے۔ کوئی ایذاء تکلیف تے متلی نہیں ہوتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دنیا کی شراب میں چار برائیاں ہیں، نشہ، سردرد، قے اور پیشاب۔ جنت کی شراب ان تمام برائیوں سے پاک ہے دیکھو سورہ الصافات۔ ان کے پاس نیچی نگاہوں والی شرمیلی نظروں والی پاک دامن عفیفہ حوریں ہیں جن کی نگاہ اپنے خاوندوں کے چہرے کے سوا کبھی کسی کے چہرے پر نہیں پڑتی اور نہ پڑیں گی۔ بڑی بڑی موٹی موٹی رسیلی آنکھیں ہیں حسن صورت حسن سیرت دونوں چیزیں ان میں موجود ہیں۔

جس طرح حضرت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام میں یہ دونوں خوبیاں دیکھیں۔ عورتوں نے جب انہیں طعنے دینے شروع کئے تو ایک دن سب کو بلا کر بٹھا لیا اور حضرت یوسف کا پورا بناؤ سنگھار کرا کر بلایا عورتوں کی نگاہیں ان کے جمال کو دیکھ کر خیرہ ہو گئیں اور بیساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو فرشتہ ہیں۔ اسی وقت کہا یہی تو ہیں جن کے بارے میں تم سب مجھے ملامت کر رہی تھیں واللہ میں نے ان کو ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ پاک دامن ہی رہا۔ یہ باوجود جمال ظاہری کے حسن باطنی بھی رکھتا ہے۔ بڑا پاکباز امین پارسا متقی پرہیزگار ہے اسی طرح حوریں ہیں کہ جمال ظاہری کے ساتھ ہی باطنی خوبی بھی اپنے اندر رکھتی ہیں۔ پھر ان کا مزید حسن بیان ہو رہا ہے کہ ان کا گورا گورا جسم اور بھبوکا سا رنگ ایسا چمکیلا دلکش اور جاذب نظر ہے کہ گویا محفوظ موتی۔ جس تک کسی کا ہاتھ نہ پہنچا ہو، جو سیپ سے نہ نکلا ہو جسے زمانے کی ہوا نہ لگی ہو جو اپنی آبداری میں بے مثل ہو ایسے ہی انکے اچھوتے جسم ہیں یہ بھی کہا گیا کہ گویا وہ انڈے کی طرح ہیں۔ انڈے کے اوپر کے چھلکے کے نیچے چھوٹے چھلکے جیسے ان کے بدن ہیں۔ ایک حدیث میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حورعین سے مراد بہت بڑی آنکھوں والی سیاہ پلکوں والی حوریں ہیں۔ پھر پوچھا بیض مکنون سے کیا مراد ہے؟ فرمایا انڈے کے اندر کی سفید جھلی ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو سب سے پہلے میں کھڑا کیا جاؤں گا اور جبکہ وہ جناب باری میں پیش ہوں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا اور جب وہ غمگین ہو رہے ہوں گے تو میں انہیں خوشخبریاں سنانے والا ہوں گا اور ان کا سفارشی بنوں گا جب کہ یہ رکے ہوئے ہوں گے۔ حمد کا جھنڈا اس دن میرے ہاتھ میں

ہوگا۔حضرت آدم کی اولاد میں سے سب سے زیادہ اللہ کے ہاں اکرام وعزت والا میں ہوں یہ میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔میرے آگے پیچھے قیام کے دن ایک ہزار خادم گھوم رہے ہوں گے جو مثل چھپے ہوئے انڈوں یا اچھوت موتیوں کے ہوں گے۔واللہ اعلم بالصواب۔(تفسیر ابن کثیر،تفسیر ابن ابی حاتم، جامع البیان،سورہ صافات،بیروت)

| |
|---|
| فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ○ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ○ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ |
| الْمُصَدِّقِيْنَ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ○قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ○ |
| پھر وہ آپس میں متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے دریافت کریں گے۔ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملنے والا تھا |
| وہ کہتا تھا کیا تم بھی یقین اور تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے |
| تو کیا ہمیں بدلہ دیا جائے گا۔پھر وہ کہے گا کیا تم جھانک کر دیکھو گے۔ |

## اہل جنت کا اہل دوزخ کی طرف دیکھنا بھی پسند نہ کرنے کا بیان

"فَأَقْبَلَ بَعْضهمْ" بَعْض أَهْل الْجَنَّة "عَلَى بَعْض يَتَسَاءَلُونَ" عَمَّا مَرَّ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا "قَالَ قَائِل مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِين" صَاحِب يُنْكِر الْبَعْث "يَقُول" لِي تَبْكِيتًا "أَإِنَّك لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ" بِالْبَعْثِ "أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا" فِي الْهَمْزَتَيْنِ فِي الثَّلَاثَة مَوَاضِع مَا تَقَدَّمَ "لَمَدِينُونَ" مَجْزِيُّونَ وَمُحَاسَبُونَ ؟ أَنْكَرَ ذَلِكَ أَيْضًا

"قَالَ" ذَلِكَ الْقَائِل لِإِخْوَانِهِ : "هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ" مَعِي إلَى النَّار لِنَنْظُر حَاله ؟ فَيَقُولُونَ : لَا

پھر وہ اہل جنت آپس میں متوجہ ہوکر ایک دوسرے سے حال واحوال دریافت کریں گے۔جو دنیا میں ان پر گزرے ہوں گے ان میں سے ایک کہنے والا دوسرے سے کہے گا کہ میرا ایک ملنے والا تھا جو آخرت کا منکر تھا وہ مجھے کہتا تھا کیا تم بھی بعث پر یقین اور تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے۔یہاں اَاِنَّا میں دونوں ہمزوں کے تینوں احوال گزر چکے ہیں۔تو کیا ہمیں اس حال مین بدلہ دیا جائے گا۔یعنی حساب کیا جائے گا۔پھر وہ جنتی اپنے بھائیوں سے کہے گا کیا تم اُسے جھانک کر دیکھو گے۔یعنی میرے ساتھ جھانک کر دوزخ میں دیکھنا پسند کرو گے تو وہ کہیں گے کہ نہیں۔

## دنیا کے منکر بعث سے آخرت میں مکالمہ کرنے کا بیان

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے اس شخص کی تعیین کے لئے ایک اور واقعہ نقل کیا ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو آدمی کاروبار میں شریک تھے،ان کو آٹھ ہزار دینار کی آمدنی ہوئی،اور دونوں نے چار چار ہزار دینار آپس میں بانٹ لئے۔ایک شریک نے اپنی رقم میں سے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک زمین خریدی۔دوسرا ساتھی بہت نیک تھا،اس نے یہ دعا کی کہ یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک زمین خریدی ہے،میں آپ سے ایک ہزار دینار کے عوض جنت میں زمین خریدتا ہوں۔اور ایک ہزار

دینار کا صدقہ کر دیا۔ پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے ایک گھر بنوایا۔

تو اس شخص نے کہا یا اللہ فلاں شخص نے ایک ہزار دینار میں ایک گھر تعمیر کیا ہے، میں ایک ہزار دینار میں آپ سے جنت کا ایک گھر خریدتا ہوں یہ کہہ کر اس نے مزید ایک ہزار دینار صدقہ کر دیئے۔ اس کے بعد اس کے ساتھی نے ایک عورت سے شادی کی اور اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیئے، تو اس نے کہا یا اللہ فلاں نے ایک عورت سے شادی کر کے اس پر ایک ہزار دینار خرچ کر دیئے ہیں اور میں جنت کی عورتوں میں سے کسی کو پیغام دیتا ہوں اور یہ ایک ہزار دینار نذر کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ ایک ہزار بھی صدقہ کر دیئے۔ پھر اس کے ساتھی نے ایک ہزار دینار میں کچھ غلام اور سامان خریدا تو اس نے پھر ایک ہزار صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے عوض جنت کے غلام اور جنت کا سامان طلب کیا۔

اس کے بعد اتفاق سے اس مومن بندے کو کوئی شدید حاجت پیش آئی، اسے خیال ہوا کہ میں اپنے سابق شریک کے پاس جاؤں تو شاید وہ نیکی کا ارادہ کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے ساتھی سے اپنی ضرورت کا ذکر کیا، ساتھی نے پوچھا، تمہارا مال کیا ہوا؟ اس کے جواب میں اس نے پورا قصہ سنا دیا۔

اس پر اس نے حیران ہو کر کہا کہ کیا واقعی تم اس بات کو سچا سمجھتے ہو کہ ہم جب مر کر خاک ہو جائیں گے تو ہمیں دوسری زندگی ملے گی، اور وہاں ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، جاؤ، میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا اس کے بعد دونوں کا انتقال ہو گیا۔ مذکورہ آیات میں جنتی سے مراد وہ بندہ ہے جس نے آخرت کی خاطر اپنا سارا مال صدقہ کر دیا تھا اور اس کا جہنمی ملاقاتی وہی شریک کاروبار ہے جس نے آخرت کی تصدیق کرنے پر اس کا مذاق اڑایا تھا۔ (تفسیر الدر المنثور، سورہ صافات، لاہور)

## دنیا کافر کیلئے جنت جبکہ صاحب ایمان کیلئے امتحان ہونے کا بیان

جب جنتی موج مزے اڑاتے ہوئے، بے فکری اور فارغ البالی کے ساتھ جنت کے بلند و بالا خاتون میں عیش و عشرت کے ساتھ آپس میں مل جل کر تختوں پر تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے ہزار ہا پری جمال خدام سلیقہ شعاری سے کمر بستہ خدمت پر مامور ہوں گے حکم احکام دے رہے ہوں گے قسم قسم کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور طرح طرح کی لذتوں سے فائدہ مندی حاصل کرنے میں مصروف ہوں گے۔ دور شراب طہور چل رہا ہو گا وہاں باتوں ہی باتوں میں یہ ذکر نکل آئے گا کہ دنیا میں کیا کیا گذرے کیسے کیسے دن کٹے۔ اس پر ایک شخص کہے گا میری سنو میرا شیطان میرا ایک مشرک ساتھی تھا جو مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ تعجب سا تعجب ہے کہ تو اس بات کو مانتا ہے کہ جب ہم مر کر مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں ہم کھوکھلی بوسیدہ سڑی گلی ہڈی بن جائیں اس کے بعد بھی ہم حساب کتاب جزا سزا کے لیے اٹھائے جائیں گے مجھے وہ شخص جنت میں تو نظر آتا نہیں کیا عجب کہ وہ جہنم میں گیا ہو تو اگر چاہو تو میرے ساتھ چل کر جھانک کر دیکھ لو جہنم میں اس کی کیا درگت ہو رہی ہے۔

اب جو جھانکتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ شخص سرتاپا جل رہا ہے خود وہ آگ بن رہا ہے جہنم کے درمیان میں کھڑا ہے اور بیبسی کے ساتھ جل بھن رہا ہے اور ایک اسے ہی کیا دیکھے گا کہ تمام بڑے بڑے لوگوں سے جہنم بھرا ہے۔ کعب احبار فرماتے ہیں جنت میں

اسے دیکھتے ہی کہے گا کہ حضرت آپ نے تو وہ پھندا ڈالا تھا کہ مجھے تباہ ہی کر ڈالتے لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے پنجے سے چھڑا دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم میرے شامل حال نہ ہوتا تو بڑی بری درگت ہوتی اور میں بھی تیری ساتھ کھنچا یہیں جہنم میں آ جاتا اور جلتا رہتا۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تیری تیز کلامی چرب زبانی سے مجھے عافیت میں رکھا اور تیرے اثر سے مجھے محفوظ رکھا۔ تو نے تو فتنے بپا کرنے میں کوئی کمی باقی نہیں رکھی تھی۔ اب مومن اور ایک بات کہتا ہے جس میں اس کی اپنی تسکین اور کامیابی کی خبر ہے کہ وہ پہلی موت تو مر چکا ہے اب ہمیشہ کے گھر میں ہے نہ یہاں اس پر موت ہے نہ خوف ہے نہ عذاب ہے نہ وبال ہے اور یہی بہترین کامیابی فلاح ابدی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا کہ اپنے اعمال کے بدلے اپنی پسند کا جتنا چاہے کھاؤ پیو اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ جنتی جنت میں مریں گے نہیں تو وہ یہ سن کر سوال کریں گے کہ کیا اب ہمیں موت تو نہیں آنے کی۔ کسی وقت عذاب تو نہیں ہوگا؟ تو جواب ملے گا نہیں ہرگز نہیں۔ چونکہ انہیں کھٹکا تھا کہ موت آ کر یہ لذتیں فوت نہ کر دے جب یہ دھڑکا ہی جاتا رہا تو وہ سکون کا سان لے کر کہیں گے شکر ہے یہ تو کھلی کامیابی ہے اور بڑی ہی مقصد یاوری ہے۔ اس کے بعد فرمایا ایسے ہی بدلے کے لیے عاملوں کو عمل کرنا چاہیے قتادہ رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں یہ اہل جنت کا مقولہ ہے۔

## دنیا کے ایک کافر اور مسلمان ساتھی کے واقعہ کا بیان

امام ابن جریر فرماتے ہیں اللہ کا فرمان ہے مطلب یہ ہے کہ ان جیسی نعمتوں اور رحمتوں کے حاصل کرنے کے لیے لوگوں کو دنیا میں بھرپور رغبت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے، تاکہ انجام کار ان نعمتوں کو حاصل کر سکیں۔ اسی آیت کے مضمون سے ملتا جلتا ایک قصہ ہے اسے بھی سن لیجیے۔ دو شخص آپس میں شریک تھے ان کے پاس آٹھ ہزار اشرفیاں جمع ہو گئیں ایک چونکہ پیشے حرفے سے واقف تھا اور دوسرا ناواقف تھا اس لیے اس واقف کار نے ناواقف سے کہا کہ اب ہمارا نباہ مشکل ہے آپ اپنا حق لے کر الگ ہو جائیے کیونکہ آپ کام کاج سے ناواقف ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اپنے اپنے حصے الگ الگ کر لیے اور جدا جدا ہو گئے۔ پھر اس حرفے والے نے بادشاہ کے مر جانے کے بعد اس کا شاہی محل ایک ہزار دینار میں خریدا اور اپنے اس ساتھی کو بلا کر اسے دکھایا اور کہا بتاؤ میں نے کیسی چیز لی؟ اس نے بڑی تعریف کی اور یہاں سے باہر چلا اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا اللہ اس میرے ساتھی نے تو ایک ہزار دینار کا قصر دنیاوی خرید کیا ہے اور میں تجھ سے جنت کا محل چاہتا ہوں میں تیرے نام پر تیرے مسکین بندوں پر ایک ہزار اشرفی خرچ کرتا ہوں۔

چنانچہ اس نے ایک ہزار دینار اللہ کی راہ خرچ کر دیئے۔ پھر اس دنیا دار شخص نے ایک زمانہ کے بعد ایک ہزار دینار خرچ کر کے اپنا نکاح کیا دعوت میں اپنے اس پرانے شریک کو بھی بلایا اور اس سے ذکر کیا کہ میں نے ایک ہزار دینار خرچ کر کے اس عورت سے شادی کی ہے۔ اس نے اس کی بھی تعریف کی باہر آ کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک ہزار دینار دیئے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ بار الٰہی میرے ساتھی نے اتنی ہی رقم خرچ کر کے یہاں ایک عورت حاصل کی ہے اور اس رقم سے تجھ سے میں حور عین کا طالب

ہوں اور وہ رقم اللہ کی راہ میں صدقہ کردی۔

پھر کچھ مدت کے بعد اسنے اسے بلا کر کہا کہ دو ہزار کے دو باغ میں نے خرید کئے ہیں دیکھ لو کیسے ہیں؟ اس نے دیکھ کر بہت تعریف کی اور باہر آ کر اپنی عادت کے مطابق جناب باری تعالیٰ میں عرض کی کہ اللہ میرے ساتھی نے دو ہزار کے دو باغ یہاں کے خریدے ہیں میں تجھ سے جنت کے دو باغ چاہتا ہوں اور یہ دو ہزار دینار تیرے نام پر صدقہ ہیں چنانچہ اس رقم کو مستحقین میں تقسیم کر دیا۔ پھر فرشتہ ان دونوں کو فوت کر کے لے گیا اس صدقہ کرنے والے کو جنت کے ایک محل میں پہنچایا گیا جہاں پر ایک بہترین حسین عورت بھی اسے ملی اور اسے دو باغ بھی دیئے گئے اور وہ وہ نعمتیں ملیں جنہیں بجز اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا تو اسے اس وقت اپنا وہ ساتھی یاد آ گیا فرشتے نے بتایا کہ وہ تو جہنم میں ہے۔

تم اگر چاہو تو جھانک کر اسے دیکھ سکتے ہو اس نے جب اسے بیچ جہنم میں جلتا دیکھا تو اس نے کہا کہ قریب تھا کہ تو مجھے بھی چکمہ دے جاتا اور یہ تو رب کی مہربانی ہوئی کہ میں بچ گیا۔ ابن جریر فرماتے ہیں یہ تشدید والی قرأت کی مزید تائید کرتی ہے اور روایت میں ہے کہ تین تین ہزار دینار تھے ایک کافر تھا ایک مومن تھا جب یہ مومن اپنی کل رقم راہ اللہ خرچ کر چکا تو ٹوکری سر پر رکھ کر کدال پھاوڑا لے کر مزدوری کے لیے چلا اسے ایک شخص ملا اور کہا اگر تو میرے جانوروں کی سائیسی کرے اور گوبر اٹھائے تو میں تجھے کھانے پینے کو دے دوں گا اس نے منظور کر لیا اور کام شروع کر دیا۔

لیکن یہ شخص بڑا بے رحم بدگمان تھا جہاں اس نے کسی جانور کو بیمار یا دبلا پتلا دیکھا اس مسکین کی گردن توڑتا خوب مارتا پیٹتا اور کہتا کہ اس کا دانہ تو چرا لیتا ہوگا۔ اس مسلمان سے یہ سختی برداشت نہ کی گئی تو ایک دن اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں اپنے کافر شریک کے ہاں چلا جاؤں اس کی کھیتی ہے باغات ہیں وہاں کام کاج کر دوں گا اور وہ مجھے روٹی ٹکڑا دے دیا کرے گا اور مجھے کیا لینا دینا ہے؟ وہاں جو پہنچا تو شاہی ٹھاٹھ دیکھ کر حیران ہو گیا، ایک بلند بالا محل ہے دربان ڈیوڑھی اور پہرے دار کی چوکی دار غلام لونڈیاں سب موجود ہیں یہ ٹھٹکا اور دربانوں نے اسے روکا۔

اس نے ہر چند کہا کہ تم اپنے مالک سے میرا ذکر تو کرو انہوں نے کہا اب وقت نہیں تم ایک کونے میں پڑے رہو صبح جب وہ نکلیں تو خود سلام کر لینا اگر تم سچے ہو تو وہ تمہیں پہچان ہی لیں گے ورنہ ہمارے ہاتھوں تمہاری پوری مرمت ہو جائے گی، اس مسکین کو یہی کرنا پڑا جو کمبل کا ٹکڑا یہ جسم سے لپیٹے ہوئے تھا اسی کو اس نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور ایک کونے میں دبک کر پڑ گیا صبح کے وقت اس کے راستے پر جا کھڑا ہوا جب وہ نکلا اور اس پر نگاہ پڑی تو تعجب ہو کر پوچھا کہ ہیں؟

یہ کیا حالت ہے مال کا کیا ہوا؟ اس نے کہا وہ کچھ نہ پوچھ اس وقت تو میرا کام جو ہے اسے پورا کر دو یعنی مجھے اجازت دو کہ میں تمہاری کھیتی باڑی کا کام مثل اور نوکروں کے کروں اور آپ مجھے صرف کھانا دے دیا کیجئے اور جب یہ کمبل پھٹ ٹوٹ جائے تو ایک کمبل اور خرید دینا۔ اس نے کہا نہیں نہیں میں اس سے بہتر سلوک تمہارے ساتھ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن پہلے تم یہ بتاؤ کہ اس رقم کو تم نے کیا کیا؟ کہا میں نے اسے ایک شخص کو قرض دی ہے۔ کہا کسے؟ کہا ایسے کو جو نہ لے کر مکرے نہ دینے سے انکار کرے کہا وہ

کون ہے؟ اس نے جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو میرا اور تیرا رب ہے۔

یہ سنتے ہی اس کافر نے اس مسلمان کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا لیا اور اس سے کہا احمق ہوا ہے یہ ہو بھی سکتا ہے کہ ہم مر کر مٹی ہو کر پھر جئیں اور اللہ ہمیں بدلے دے؟ جا جب تو ایسا ہی بودا اور ایسے عقیدوں والا ہے تو مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں۔

پس وہ کافر تو مزے اڑاتا رہا اور یہ مومن سختی سے دن گزارتا رہا یہاں تک کہ دونوں کو موت آ گئی۔ مسلمان کو جنت میں جو جو نعمتیں اور رحمتیں ملیں وہ انداز و شمار سے زیادہ تھیں اس نے جو دیکھا کہ حد نظر سے بلکہ ساری دنیا سے زیادہ تو زمین ہے اور بیشمار درخت اور باغات ہیں اور جا بجا نہریں اور چشمے ہیں تو پوچھا یہ سب کیا ہے؟ جواب ملا یہ سب آپ کا ہے۔ کہا سبحان اللہ! اللہ کی یہ تو بڑی ہی مہربانی ہے۔ اب جو آگے بڑھا تو اس قدر لونڈی غلام دیکھے کہ گنتی نہیں ہو سکتی، پوچھا یہ کس کے ہیں؟ کہا گیا سب آپ کے۔ اسے اور تعجب اور خوشی ہوئی۔

پھر جو آگے بڑھا تو سرخ یاقوت کے محل نظر آئے ایک موتی کا محل، ہر ہر محل میں کئی کئی حورعین، ساتھ ہی اطلاع ہوئی کہ یہ سب بھی آپ کا ہے پھر تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ کہنے لگا اللہ جانے میرا وہ کافر ساتھی کہاں ہوگا؟ اللہ اسے دکھائے گا کہ وہ بیچ جہنم میں جل رہا ہے۔ اب ان میں وہ باتیں ہوں گی جن کا ذکر یہاں ہوا ہے پس مومن پر دنیا میں جو بلائیں آئی تھیں انہیں وہ یاد کرے گا تو موت سے زیادہ بھاری بلا اسے کوئی نظر نہ آئے گی۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ |
| مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۝ اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ۝ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۝ |
| پھر وہ جھانکے گا تو اسے دوزخ کے وسط میں پائے گا۔ کہے گا خدا کی قسم! تو اس کے قریب تھا کہ مجھے بھی ہلاک کر ڈالے۔ |
| اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں حاضر کئے جانے والوں میں شامل ہو جاتا۔ سو کیا اب ہم مریں گے تو نہیں۔ |
| اپنی پہلی موت کے سوا اور نہ ہم پر کبھی عذاب کیا جائے گا۔ |

## اہل جنت اور اہل جہنم کیلئے دائمی حیات ہونے کا بیان

"فَاطَّلَعَ" ذَلِكَ الْقَائِل مِنْ بَعْض كُوَى الْجَنَّة "فَرَآهُ" أَيْ رَأَى قَرِينه "فِي سَوَاء الْجَحِيم" فِي وَسَط النَّار، "قَالَ" لَهُ تَشْمِيتًا "تَاللَّهِ إِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة "كِدْت" قَارَبْت "لَتُرْدِينِي" لِتُهْلِكنِي بِإِغْوَائِك "وَلَوْلَا نِعْمَة رَبِّي" عَلَيَّ بِالْإِيمَانِ "لَكُنْت مِنْ الْمُحْضَرِينَ" مَعَك فِي النَّار وَتَقُول أَهْل الْجَنَّة :

"إِلَّا مَوْتَتنَا الْأُولَى" أَيْ الَّتِي فِي الدُّنْيَا "وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ" هُوَ اسْتِفْهَام تَلَذُّذ وَتَحَدُّث بِنِعْمَةِ اللَّه تَعَالَى مِنْ تَأْبِيد الْحَيَاة وَعَدَم التَّعْذِيب،

پھر وہ یعنی ان اہل جنت میں سے جو اپنے ساتھی کی جانب جھانکے گا تو اسے دوزخ کی آگ کے بالکل وسط میں پائے گا۔ اس

اپنے ملاقاتی سے کہے گا خدا کی قسم! تو اس کے قریب تھا کہ مجھے بھی ہلاک کر ڈالے۔یعنی میں نے بھی تیری گمراہی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا تھا۔اور اگر میرے رب کا احسان یعنی ایمان نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ عذاب میں حاضر کئے جانے والوں میں شامل ہو جاتا۔سو جنتی خوشی سے پوچھیں گے کیا اب ہم مریں گے تو نہیں۔اپنی پہلی موت کے سوا جو دنیا میں آئی۔اور نہ ہم پر کبھی عذاب کیا جائے گا۔یہ استفہام برائے لذت ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرنے کے طور پر ہے جو ہمیشہ کی زندگی اور عذاب نہ ہونے کے طور پر ہے۔

## آخرت میں اہل جنت اور اہل دوزخ کے پاس موت نہ آنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں "جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں (اپنی اپنی جگہ) جالیں گے تو موت کو لایا جائے گا (اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ موت کو ایک دنبہ کی شکل میں لایا جائے گا) اور اس کو جنت و دوزخ کے درمیان ڈال کر ذبح کر دیا جائے گا، پھر اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ اے جنتیوں! (سن لو) اب موت کا کوئی وجود نہیں رہا (جو بھی شخص جہاں اور جس حالت میں ہے، اس پر کبھی موت کا سایہ نہیں پڑے گا، ہر ایک کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوگئی ہے) اور اے دوزخیو! (تم بھی سن لو) اب موت کا کوئی وجود نہیں رہا۔(یہ اعلان سن کر) اہل جنت کی فرحت و مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا اور اہل دوزخ رنج و غم کے دریا میں اور زیادہ ڈوب جائیں گے۔(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 159)

حضرت ابوسعید خدری و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک منادی کرنے والا یہ منادی کیا کرے گا (کہ اے جنتیو!) تم صحت و تندرستی کے ساتھ رہو تمہیں کبھی بھی کوئی بیماری لاحق نہیں ہوگی تم ہمیشہ ہمیشہ زندہ سلامت رہو موت کبھی تمہارے پاس بھی نہیں آئے گی، تم سدا جوان رہو بڑھاپا کبھی تمہارے پاس بھی نہیں پھٹکے گا اور تم عیش و عشرت کی زندگی گزارو کسی بھی طرح کے فکر و غم اور رنج و الم کا تم تک گزر بھی نہیں ہوگا۔"

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 189)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"جنت میں حوران عین کے اجتماع کی ایک جگہ ہوگی (جہاں وہ حوریں سیر و تفریح اور ایک دوسرے سے ملنے کے لئے جمع ہوا کریں گی) اور وہاں بلند آواز سے گیت گائیں گی (ان کی آواز اس قدر دل کش اور حسین ہوگی کہ) مخلوقات میں سے کسی نے ایسی آواز کبھی سنی نہیں ہوگی، وہ حوریں اس طرح کا گیت گائیں گی: ہمیں زندگی میں دوام حاصل ہے، ہم کبھی موت کی آغوش میں نہیں جائیں گی ہم عیش و چین کے ساتھ رہنے والی ہیں ہم کبھی سختی و پریشانی نہیں دیکھیں گی ہم اپنے پروردگار یا اپنے خاوندوں سے راضی و خوش رہنے والی ہیں، ہم کبھی ناخوش نہیں ہوں گی ہر اس شخص کے لئے مبارکبادی ہے جو (جنت میں) ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 214)

| |
|---|
| اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ○ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا |
| اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ |

| |
|---|
| اَصْلِ الْجَحِيْمِ○ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ○ |
| بیشک یہی تو عظیم کامیابی ہے۔ایسی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔بھلا یہ مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ |
| بیشک ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنایا ہے۔بیشک یہ ایک درخت ہے جو دوزخ کے سب سے نچلے |
| حصہ سے نکلتا ہے۔اس کے خوشے ایسے ہیں گویا شیطانوں کے سر ہوں۔ |

## اہل دوزخ کیلئے درخت زقوم کا بیان

"إِنَّ هَذَا" الَّذِي ذُكِرَتْ لِأَهْلِ الْجَنَّة "لِمِثْلِ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ" قِيلَ لَهُمْ ذَلِكَ وَقِيلَ هُمْ يَقُولُونَهُ "أَذَلِكَ" الْمَذْكُور لَهُمْ "خَيْر نُزُلًا" وَهُوَ مَا يُعَدّ لِلنَّازِلِ مِنْ ضَيْف وَغَيْره "أَمْ شَجَرَة الزَّقُّوم" الْمُعَدَّة لِأَهْلِ النَّار وَهِيَ مِنْ أَخْبَث الشَّجَر الْمُرّ بِتِهَامَةَ يُنْبِتهَا اللَّه فِي الْجَحِيم كَمَا سَيَأْتِي

"إِنَّا جَعَلْنَاهَا" بِذَلِكَ "فِتْنَة لِلظَّالِمِينَ" أَيْ الْكَافِرِينَ مِنْ أَهْل مَكَّة إِذْ قَالُوا : النَّار تُحْرِق الشَّجَر فَكَيْفَ تُنْبِتهُ "إِنَّهَا شَجَرَة تَخْرُج فِي أَصْل الْجَحِيم" أَيْ قَعْر جَهَنَّم وَأَغْصَانهَا تَرْتَفِع إِلَى دَرَكَاتهَا "طَلْعهَا" الْمُشَبَّه بِطَلْعِ النَّخْل "كَأَنَّهُ رُءُوس الشَّيَاطِين" الْحَيَّات الْقَبِيحَة الْمَنْظَر

بیشک یہی یعنی اہل جنت کی ذکر کردہ کامیابی تو عظیم کامیابی ہے۔ایسی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے۔کہا گیا ہے کہ یہ بات انہیں کہی گئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات اہل جنت آپس میں کہیں گے۔بھلا یہ مذکورہ مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔جو جہنمیوں کیلئے تیار کیا گیا ہے۔اور وہ خبیث ترین درخت ہے جو کڑوا ہے جس کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں اگائے گا۔جس طرح عنقریب آرہا ہے۔بیشک ہم نے اس درخت کو ظالموں یعنی کفار اہل مکہ کے لئے عذاب بنایا ہے۔جب انہوں نے کہا کہ آگ تو درخت کو جلادیتی ہے۔تو وہ دوزخ میں کیسے اگ سکے گا۔بیشک یہ ایک درخت ہے جو دوزخ یعنی قعر دوزخ کے سب سے نچلے حصہ سے نکلتا ہے۔جبکہ اس کی ٹہنیاں نیچے والے درجوں تک پھیلی ہوئی ہیں۔اور اس کی ٹہنیاں کھجور کی ٹہنیوں کے مشابہ ہیں۔اس کے خوشے ایسے ہیں گویا بدنما شیطانوں کے سر ہوں۔جو دیکھنے والوں کو برے لگتے ہیں۔

## دوزخ کی چوڑائی کا چالیس برس کی مسافت کے برابر ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے احاطہ کے لئے چار دیواریں ہوں گی جن میں سے ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔

(ترمذی)

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا (یعنی خراب خون اور پیپ) اگر اس کا ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے سڑ جائیں۔(ترمذی)

## جہنمی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ دنیا کو تباہ کیلئے کافی ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ،آل عمران:102) تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا اگر (دوزخ کے) زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کر دے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 246)

حق تقاتہ (جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) کا مطلب یہ ہے، واجبات کو بجالانا اور سیأات سے پرہیز کرنا۔ حضرت ابن مسعود نے ان الفاظ کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ۔ ھو ان یطاع فلا یعصی ویشکر فلایکفر ویذکر فلا ینسی۔ وہ (اللہ سے ڈرنے کا حق) یہ ہے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور کسی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور کسی بھی حال میں کفران نعمت نہ کیا جائے، اس کو یاد کیا جائے اور کسی بھی حال میں اس کو بھولا نہ جائے۔ حاکم نے یہ تفسیر ووضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے۔

اسی طرح ابن مردویہ اور ابن حاتم نے بھی اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، بہر حال اگر یہ الفاظ حق تقاتہ کمال تقویٰ کو بیان کرنے کے لئے ہیں (یعنی یہ کہا جائے کہ "حق تقاتہ" سے مراد کمال تقویٰ ہے) تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا اور اگر ان الفاظ کو اصل تقویٰ کی تعبیر قرار دیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت قرآن ہی کی اس دوسری آیت (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، التغابن: 16) کے ذریعہ منسوخ ہے کیونکہ اصل تقویٰ یعنی حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق حیثیت بھلا کون بشر اختیار کر سکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد جو مضمون ارشاد فرمایا وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل تقویٰ، عذاب دوزخ سے سلامت ومحفوظ رکھنے کا سبب ہے اور تقویٰ اختیار نہ کرنا گویا عذاب دوزخ میں گرفتار ہونا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناسبت سے دوزخ کے بعض عذاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

| |
|---|
| فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ |
| مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَى الْجَحِیْمِ ۝ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ ۝ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ ۝ |
| پس وہ اسی میں سے کھانے والے ہیں اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اُن کے لئے اس پر ملا ہوا |
| نہایت گرم پانی ہوگا پھر یقیناً ان کا دوزخ ہی کی طرف پلٹنا ہوگا۔ بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ |
| سو وہ انہی کے نقشِ قدم پر دوڑائے جارہے ہیں۔ |

## اہل دوزخ کے بعض احوال کا بیان

"فَإِنَّهُمْ" أَيْ الْكُفَّار "لَآكِلُونَ مِنْهَا" مَعَ قُبْحهَا لِشِدَّةِ جُوعهمْ "ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيم" أَيْ مَاء حَارّ يَشْرَبُونَهُ فَيَخْتَلِط بِالْمَأْكُولِ مِنْهَا فَيَصِير شَوْبًا لَهُ

"ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعهمْ لَإِلَى الْجَحِيم" يُفِيد أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنْهَا لِشُرْبِ الْحَمِيم وَأَنَّهُ خَارِجهَا "إِنَّهُمْ أَلْفَوْا" وَجَدُوا "آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ فَهُمْ عَلَى آثَارهمْ يُهْرَعُونَ" يُزْعَجُونَ إِلَى اتِّبَاعهمْ فَيُسْرِعُونَ إِلَيْهِ

پس وہ کفار اسی میں سے کھانے والے ہیں حالانکہ وہ نہایت قبیح ہوگا لیکن بھوک کی شدت کی وجہ سے کھائیں گے۔ اور اسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں۔ پھر یقیناً اُن کے لئے اس کھانے پر پیپ کا ملا ہوا نہایت گرم پانی ہوگا۔ یعنی وہ پانی جو انتڑیوں کو کاٹ دے گا وہ ان کے کھانے میں مل جائے گا۔ پس وہ زقوم والے پانی جیسا ہو جائے گا۔

پھر یقیناً ان کا دوزخ ہی کی طرف دوبارہ پلٹنا ہوگا۔ یعنی وہ ایسا پانی پینے کیلئے دوزخ سے باہر نکلیں گے کیونکہ وہ باہر ہے۔ بے شک انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا۔ سو وہ انہی کے نقشِ قدم پر دوڑائے جا رہے ہیں۔ یعنی ان کی اتباع کی جانب جلدی سے چلتے تھے۔

## جہنم میں دوزخیوں کے احوال کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کر دی جائے گی کہ اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہونگے چنانچہ وہ بھوک کی اذیت سے بے تاب ہو کر فریاد کریں گے اور ان کی فریاد رسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گی نہ بھوک کو دفع کرے گا پھر وہ پہلے کھانے کو لا حاصل دیکھ کر دوسری مرتبہ فریاد کریں گے اور اس مرتبہ ان کی فریاد رسی گلے میں پھنسی جانے والے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی اس وقت ان کو یہ یاد آئے گا کہ جب (دنیا میں) کھاتے وقت ان کے گلے میں پھنس جاتی تھی تو اس کو وہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے چنانچہ وہ اپنے گلے میں پھنسے ہوئے کھانے کو اتارنے کے لئے کسی پینے والی چیز کی التجاء کریں گے تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھایا جائے گا یعنی جن برتنوں میں وہ تیز گرم پانی ہوگا وہ زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھائے جائیں گے اور اٹھانے والے یا تو فرشتے ہوں گے یا براہ راست دست قدرت ان کو اٹھا کر دوزخیوں کے منہ کو لگائے گا اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچے گے تو ان کے چہروں (کے گوشت) کو بھون ڈالیں گے اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز (جو ان کو پینے کے لئے دی جائے گی جیسے پیپ پیلا پانی وغیرہ) ان کے پیٹ میں داخل ہوگی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی پس اس صورت حال سے بیتاب ہو کر "وہ دوزخی (جہنم پر) متعین فرشتوں سے کہیں گے اے دوزخ کے سنتریو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کم سے کم ایک ہی دن کے لئے ہمارے اوپر مسلط اس عذاب کو ہلکا کر دے دوزخ کے سنتری جواب دیں گے کہ (اب ہم سے دعا کے لئے کہتے ہو) کیا اللہ کے رسول خدائی معجزے اور واضح دلیلیں

لے کر تمہارے پاس نہیں آئے تھے (اور تم سے یہ نہ کہتے تھے کہ کفر و سرکشی کی راہ چھوڑ کر اللہ کے اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر لو تا کہ کل آخرت میں دوزخ کے سخت عذاب سے محفوظ رہ سکو؟) وہ کہیں گے کہ بے شک اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے تھے اور ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھی، لیکن وائے افسوس ہم گمراہی میں پڑے رہے اور ایمان و سلامتی کی راہ اختیار نہ کر سکے دوزخ کے سنتری کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعا کرو اور اپنا معاملہ سمجھو ہم تو تمہاری شفاعت کرنے سے رہے اور کافروں کی دعا زبان کاری و بے فائدگی کے علاوہ کچھ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخی جب جہنم کے سنتریوں سے دعا و شفاعت کرنے میں ناکام ہو جائیں گے اور انہیں سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا تو وہ یقین کر لیں گے کہ ہمیں عذاب الٰہی سے نجات ملنے والی نہیں ہے پھر کیوں نہ موت ہی مانگی جائے چنانچہ وہ آپس میں کہیں گے کہ مالک یعنی داروغہ جنت سے مدد کی درخواست کرو! اور پھر وہ التجاء کریں گے کہ اے مالک اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے تا کہ ہمیں آرام مل جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کی التجاء سن کر مالک خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف جواب دے گا کہ اس دوزخ سے نجات یا موت کا خیال چھوڑ دو تمہیں ہمیشہ ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے "حضرت اعمش (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام نے (بطریق مرفوع یا موقوف) مجھ سے بیان کیا کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجاء اور مالک کی طرف سے ان کو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا یعنی وہ دوزخی مالک سے التجاء کرنے کے بعد ایک ہزار سال تک جواب کا انتظار کرتے رہیں گے اور اس دوران بھی اس عذاب میں مبتلا رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ دوزخی (آپس میں) کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے نجات کی التجا کرنی چاہئے کیونکہ وہی قادر مطلق رحیم و کریم اور غفار ہے) ہمارے حق میں بھلائی و بہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ ہمارے پروردگار ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم (توحید کے راستہ سے) بھٹک گئے تھے اے پروردگار ہمیں دوزخ (اور یہاں کے عذاب) سے رہائی عطا فرما دے اگر ہم اس کے بعد بھی کفر و شرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا دور رہو کم بختو کتوں کی طرح ذلیل و خوار رہو) ایسے دوزخ میں پڑے رہو اور رہائی اور نجات کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو تمہاری گلو خلاصی ہرگز نہیں ہو سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور تب وہ حسرت اور نالہ و فریاد کرنے لگ گیں حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن جو اس حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں کہ اس حدیث کو مرفوع قرار نہیں دیا جاتا لیکن ترمذی نے اس حدیث کو مرفوع نقل کیا ہے جیسا کہ روایت کی ابتداء سے معلوم ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 249)

اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی۔ الخ۔ کا مطلب یہ ہے کہ ان پر جو بھوک مسلط کی جائے گی اس کی دردنا کی دوزخ کے اور تمام عذاب کی دردناکیوں کے برابر ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ بھوک کی آگ دوزخ کی مانند ہے۔ اور ان کی فریادرسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی۔ جب وہ دوزخی بھوک سے بیتاب ہو کر کچھ کھانے کو مانگیں گے تو ان کو کھانے کے لئے

ضریع دیا جائے گا واضح رہے کہ ضریع ایک خاردار جھاڑ کو کہتے ہیں جو حجاز میں ہوتا ہے، یہ ایک ایسی زہریلی اور کڑوی گھاس ہوتی ہے جس کے پاس کوئی جانور بھی نہیں پھٹکتا اور اگر کوئی جانور اس کو کھالیتا ہے تو مر جاتا ہے۔ بہر حال یہاں حدیث میں ضریع سے مراد آگ کے کانٹے ہیں جو ایلوے سے زیادہ کڑوے مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ بدبودار ہوں گے۔ فربہ کرے گا اور نہ بھوک دفع کرے گا۔ یہ دراصل قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ (لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ ، الغاشیۃ، (اور) ان (دوزخیوں) کو ایک خاردار جھاڑ کے سوا اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ تو کھانے والوں کو فربہ کرے گا اور نہ ان کی بھوک کو دفع کرے گا۔ گلے میں پھنس جانے کے ذریعہ فریاد رسی" کا مطلب یہ ہے کہ دوسری مرتبہ ان کو کھانے کے لئے ہڈی یا آگ کے کانٹے وغیرہ کی طرح کی ایسی چیزیں دی جائیں گی۔ جو گلے میں جا کر پھنس جائیں گی کہ نہ حلق سے نیچے اتر سکیں گی اور نہ باہر آسکیں گی۔ پس حدیث کے اس جملہ میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ (اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا 12 وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا، المزمل:12-13)" حقیقت یہ ہے کہ (کفر و شرک کرنے والوں کے لئے) ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور (دوزخ کی) بھڑکتی آگ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ حدیث کے یہ الفاظ وما دعا الکافرین الا فی ضلال۔ (اور کافروں کی دعا زیاں کاری و بے قاعدگی کے علاوہ کچھ نہیں) بھی دراصل قرآن ہی کے الفاظ ہیں اور ان کی دعا کو زیاں کاری سے تعبیر اس لئے کیا گیا ہے کہ اس وقت ان کے حق میں کوئی بھی دعا و شفقت کارگر نہیں ہوگی، خواہ وہ خود دعا کریں اور گڑگڑائیں یا کسی اور سے دعا و شفاعت کرائیں لیکن اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کافر و مشرک کی دعا اس دنیا میں بھی قبول نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن و حدیث کے ان الفاظ سے بعض حضرات نے نتیجہ اخذ کیا ہے، حقیقت حال تو یہ ہے کہ اس دنیا میں شیطان تک کی درخواست جو اس نے اپنی عمر کی درازی کے لئے کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے پھر کافر کی دعا قبول کیوں نہیں ہو سکتی، بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرے۔ غلبت علینا شقوتنا (ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا) میں شقوۃ شین کے زبر اور قاف کے جزم کے ساتھ ہے اور یہ لفظ شقاوۃ (شین کے زبر کے ساتھ) بھی پڑھا گیا ہے، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یعنی" بدبختی" جو سعادت" (نیک بختی) کی ضد ہے مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تقدیر کہ جس میں ہمارا خاتمہ بد لکھ دیا گیا، پوری ہو کر رہی اور ہم خود اپنی بدبختی کا شکار ہو گئے۔ اگر ہم اس کے بعد بھی کفر و شرک کی طرف جائیں۔۔۔۔ الخ۔ کافر دوزخیوں کا یہ کہنا بھی مکر و کذب پر مبنی ہوگا۔

جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه وانهم لكذبون ۔ اور اگر یہ لوگ پھر (دنیا میں) واپس بھی بھیج دیئے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ یاخذون فی الزفیر والحسرۃ والویل (حسرت و نالہ و فریاد کرنے لگیں گے) میں لفظ زفیر کے اصل معنی ہیں۔ گدھے کا سانس اندر لے جانا جیسا کہ شہیق کے معنی گدھے کا سانس باہر نکالنا یا یہ کہ جب گدھا رینگنا شروع کرتا ہے تو پہلے اس کی آواز باریک اور چھوٹی نکلتی ہے جس کو زفیر" کہا جاتا ہے اور آخر میں اس کی آواز تیز اور بڑی ہو جاتی ہے کہ اس کو شہیق سے تعبیر کیا جاتا ہے، حدیث

کے ان الفاظ میں قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ لھم فیھا زفیر وشھیق ۔"دوزخ میں گدھے کی چھوٹی اور بڑی آواز کی طرح ان دوزخیوں کی چیخ وپکار پڑی رہے گی۔" بہر حال حدیث کے اس آخری جزء کا مطلب یہ ہے کہ دوزخی جب بارگاہ الٰہی کا جواب سن لیں گے تو وہ بالکل مایوس و ناامید ہو جائیں گے کہ دوزخ کے سنتریوں کو پکارنا کچھ سود مند نہ ہو در وغہ دوزخ سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے موت ہی دلوا دے اس کا بھی فائدہ نہ ہوا آخر میں بارگاہ الٰہی میں روئے گڑگڑائے وہاں بھی کوئی بات قبول نہیں ہوئی، اب کہاں جائیں، کس کے سامنے فریاد کریں۔ ایسے میں وہ بے معنی آوازوں اور بے ہنگم صداؤں میں نالہ وفریاد اور چیخ وپکار کرنے لگیں گے۔ جیسا کہ مایوسی کے عالم میں ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ○ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ○ |
| فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ○ اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ○ |
| اور درحقیقت اُن سے قبل پہلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو گئے تھے۔ اور یقیناً ہم نے ان میں بھی ڈر سنانے والے بھیجے۔ |
| سو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ڈرائے گئے تھے۔ سوائے اللہ کے چنیدہ و برگزیدہ بندوں کے۔ |

## کفار کے انجام کا بیان

"وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلهمْ أَكْثَر الْأَوَّلِينَ" مِنْ الْأُمَم الْمَاضِيَة "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ" مِنْ الرُّسُل مُخَوِّفِينَ "فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الْمُنْذَرِينَ" الْكَافِرِينَ : أَيْ عَاقِبَتهم الْعَذَاب،

"إِلَّا عِبَاد اللَّه الْمُخْلَصِينَ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنَّهُمْ نَجَوْا مِنْ الْعَذَاب لِإِخْلَاصِهِمْ فِي الْعِبَادَة أَوْ لِأَنَّ اللَّه أَخْلَصَهُمْ لَهَا عَلَى قِرَاءَة فَتْح اللَّام،

اور درحقیقت اُن سے قبل پہلے لوگوں یعنی امم ماضیہ میں بھی اکثر گمراہ ہو گئے تھے۔ اور یقیناً ہم نے ان میں بھی ڈر سنانے والے رسولان گرامی بھیجے۔ سو آپ دیکھئے کہ ان لوگوں یعنی کافروں کا انجام کیسا ہوا جو ڈرائے گئے تھے۔ یعنی ان کا انجام عذاب میں ہوا ہے۔ سوائے اللہ کے چنیدہ و برگزیدہ بندوں کے جو اہل ایمان ہیں۔ پس وہ عبادت میں مخلص ہونے کی وجہ سے عذاب سے نجات پا گئے۔ کیونکہ اللہ نے انہیں نجات دی ہے۔ تب ترجمہ یہ ہے جب مخلصین کے لام پر جب فتحہ پڑھی جائے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الا حرف استثناء۔ اگر المنذرین سے مراد مخصوص گروہ مراد ہے تو یہ استثنائے منقطع ہے اور اگر اس کا اطلاق عمومی ہے تو یہ استثنائے متصل ہے۔ المخلصین۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اخلاص (افعال) سے۔ خالص کئے گئے، خالص کئے ہوئے۔ اور اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کر دینا اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے عمل کیا جاوے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

گذشتہ امتوں میں بھی اکثر لوگ گم کردہ راہ پر تھے اللہ کے ساتھ شریک کرتے تھے۔ان میں بھی اللہ کے رسول آئے تھے۔ جنھوں نے انہیں ہوشیار کر دیا تھا اور ڈرا دھمکا دیا تھا اور بتلا دیا تھا کہ ان کے شرک وکفر اور تکذیب رسول سے بری طرح اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔اور اگر وہ باز نہ آئے تو انہیں عذاب ہوں گے۔پھر بھی جب انہوں نے نبیوں کی نہ مانی اپنی برائی سے باز نہ آئے تو دیکھ لو کہ ان کا کیا انجام ہوا؟ تہس نہس کر دیئے گئے تباہ برباد کر دیئے گئے۔ہاں نیک کار خلوص والے اللہ کے موحد بندے بچا لیے گئے اور عزت کے ساتھ رکھے گئے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ٥ وَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ٥ |
| وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ٥وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ٥ |
| اور بیشک ہمیں نوح (علیہ السلام) نے پکارا تو ہم کتنے اچھے فریاد رس ہیں۔اور ہم نے اُنہیں اور اُن کے گھر والوں کو سخت تکلیف |
| سے بچالیا۔اور ہم نے فقط اُن ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔اور پیچھے آنے والوں میں ہم نے ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے مختلف اقوام کے ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ نَادَانَا نُوح" بِقَوْلِهِ "رَبّ إِنِّي مَغْلُوب فَانْتَصِرْ" "فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ" لَهُ نَحْنُ : أَيْ دَعَانَا عَلَى قَوْمه فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِالْغَرَقِ"وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْله مِنَ الْكَرْب الْعَظِيم" أَيْ الْغَرَق،

"وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّته هُمُ الْبَاقِينَ" فَالنَّاس كُلّهمْ مِنْ نَسْله عَلَيْهِ السَّلَام وَكَانَ لَهُ ثَلَاثَة أَوْلَاد : سَام وَهُوَ أَبُو الْعَرَب وَالْفُرْس وَالرُّوم وَحَام وَهُوَ أَبُو السُّودَان ويافث وَهُوَ أَبُو التُّرْك وَالْخَزَر وَيَأْجُوج وَمَأْجُوج وَمَا هُنَالِكَ"وَتَرَكْنَا" أَبْقَيْنَا "عَلَيْهِ" ثَنَاء حَسَنًا "فِي الْآخِرِينَ" مِنْ الْأَنْبِيَاء وَالْأُمَم إلَى يَوْم الْقِيَامَة

اور بیشک ہمیں نوح علیہ السلام نے پکارا ''رَبّ إِنِّي مَغْلُوب فَانْتَصِرْ'' تو ہم کتنے اچھے فریاد رس ہیں۔یعنی ان کی دعا کو قبول کیا جس پر ان کی قوم کو غرق کر کے ہلاک کر دیا جبکہ ہم نے اُنہیں اور اُن کے گھر والوں کو سخت تکلیف۔یعنی ڈوبنے سے بچالیا۔ اور ہم نے فقط اُن ہی کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا۔یعنی اب کے سارے لوگ انہی کی نسل سے ہیں۔آپ کی تین اولادیں تھیں۔ سام بن نوح جو اہل عرب، فارس اور اہل روم کے باپ ہیں۔اور حام بن نوح جو اہل سوڈان کے باپ ہیں اور یافث بن نوح جو اہل ترک، خزر اور یاجوج ماجوج کے اور جو وہاں رہتے ہیں ان کے باپ ہیں۔اور پیچھے آنے والوں یعنی انبیاء واُمم میں ہم نے قیامت تک کیلئے ان کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔

## حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں کے ذکر کا بیان

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۔اور ہم نے اس کی اولاد کو باقی رہنے والی کر دیا)۔کی تفسیر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام،

سام اور یافث تھے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یافت بھی کہا جاتا ہے۔ یافث بھی اور یفث بھی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف سعید بن بشیر کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1178)

حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ سام عرب کا باپ، حام حبشیوں کا باپ اور یافث رومیوں کا باپ ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1179)

## نیک لوگوں کے نام زندہ رہتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں پہلے لوگوں کی گمراہی کا اجمالاً ذکر تھا۔ ان آیتوں میں تفصیلی بیان ہے۔ حضرت نوح نبی علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک رہے اور ہر وقت انہیں سمجھاتے بجھاتے رہے لیکن تاہم قوم گمراہی پر جمی رہی سوائے چند پاک باز لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ بلکہ ستاتے اور تکلیفیں دیتے رہے، آخر کار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آ کر رب سے دعا کی کہ اللہ میں عاجز آ گیا تو میری مدد کر۔ اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا اور تمام کفار کو تہ آب اور غرق کر دیا۔ تو فرماتا ہے کہ نوح نے تنگ آ کر ہمارے جناب میں دعا کی۔ ہم تو ہیں ہی بہترین طور پر دعاؤں کے قبول کرنے والے فوراً ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور اس تکذیب وایذاء سے جو انہیں کفار سے روزمرہ پہنچ رہی تھی ہم نے بچالیا۔ اور انہی کی اولاد سے پھر دنیا بسی، کیونکہ وہی باقی بچے تھے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام لوگ حضرت نوح کی اولاد میں سے ہیں۔

ترمذی کی مرفوع حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں ہے کہ سام حام اور یافث کی پھر اولاد پھیلی اور باقی رہی۔ مسند میں یہ بھی ہے کہ سام سارے عرب کے باپ ہیں اور حام تمام حبش کے اور یافث تمام روم کے۔ اس حدیث میں رومیوں سے مراد روم اول یعنی یونانی ہیں۔ جو رومی بن لیطی بن یوناں بن یافث بن نوح کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ حضرت نوح کے ایک لڑکے سام کی اولاد عرب، فارس اور رومی ہیں اور یافث کی اولاد ترک، صقالبہ اور یاجوج ماجوج ہیں اور حام کی اولاد قبطی، سوڈانی اور بربری ہیں۔ واللہ اعلم۔ حضرت نوح کی بھلائی اور ان کا ذکر خیر ان کے بعد کے لوگوں میں اللہ کی طرف سے زندہ رہا۔ تمام انبیاء کی حق گوئی کا نتیجہ یہی ہوتا ہے ہمیشہ ان پر لوگ سلام بھیجتے رہیں گے اور ان کی تعریفیں بیان کرتے رہیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ o اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o |
| اِنَّہٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ o ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ o |
| سلام ہو نوح پر سب جہانوں میں بیشک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے (کامل) |
| ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔ |

## تمام جہانوں میں حضرت نوح علیہ السلام پر سلام ہونے کا بیان

"سَلَامٌ" مِنَّا"إِنَّا كَذَلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُمْ "ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ" كُفَّار قَوْمه،

سلام ہو نوح پر سب جہانوں میں بیشک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسروں یعنی کفار قوموں کو غرق کر دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام پر سلام ہو۔ یہ گویا اگلے جملے کی تفسیر ہے یعنی ان کا ذکر بھلائی سے باقی رہنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر امت ان پر سلام بھیجتی رہتی ہے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جو شخص خلوص کے ساتھ ہماری عبادت واطاعت پر جم جائے ہم بھی اس کا ذکر جمیل بعد والوں میں ہمیشہ کے لیے باقی رکھتے ہیں۔ حضرت نوح یقین وایمان رکھنے والوں توحید پر جم جانے والوں میں سے تھے۔ نوح اور نوح والوں کا تو یہ واقعہ ہوا۔ لیکن نوح کے مخالفین غارت اور غرق کر دیے گئے۔ ایک آنکھ جھپکنے والی ان میں باقی نہ بچی، ایک خبر رساں زندہ نہ رہا، نشان تک باقی نہ بچا۔ ہاں ان کی ہڈیاں اور برائیاں رہ گئیں جن کی وجہ سے مخلوق کی زبان پر ان کے یہ بدترین افسانے چڑھ گئے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۞ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۞ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا |
| تَعْبُدُوْنَ ۞ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۞ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۞ |
| بے شک اُن کے گروہ میں سے ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔ جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں قلبِ سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ جبکہ انہوں |
| نے اپنے باپ (جو حقیقت میں چچا تھا، آپ بوجہ پرورش اسے باپ کہتے تھے) اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی پرستش |
| کرتے ہو۔ کیا تم بہتان باندھ کر اللہ کے سوا معبودوں کا ارادہ کرتے ہو۔ بھلا تمام جہانوں کے رب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ستارہ و بت پرستوں کی طرف بعثت کا بیان

"وَإِنَّ مِنْ شِيعَته " أَيْ مِمَّنْ تَابَعَهُ فِي أَصْل الدِّين "لَإِبْرَاهِيم" وَإِنْ طَالَ الزَّمَان بينهمَا وَهُوَ أَلْفَانِ وَسِتّمِائَةٍ وَأَرْبَعُونَ سَنَة وَكَانَ بَيْنهمَا هُود وَصَالِح "إِذْ جَاءَ رَبّه " أَيْ تَابَعَهُ وَقْت مَجِيئِهِ "بِقَلْبٍ سَلِيم" مِنْ الشَّكّ وَغَيْره،

"إِذْ قَالَ " فِي هَذِهِ الْحَالَة الْمُسْتَمِرَّة لَهُ "لِأَبِيهِ وَقَوْمه" قَالَ مُوَبِّخًا لِأَبِيهِ وَقَوْمه "مَاذَا" مَا الَّذِي "أَإِفْكًا" فِي هَمْزَتَيْهِ مَا تَقَدَّمَ "آلِهَة دُون اللَّه تُرِيدُونَ" وَإِفْكًا مَفْعُول لَهُ وَآلِهَة مَفْعُول بِهِ لِتُرِيدُونَ وَالْإِفْك : أَسْوَأ الْكَذِب أَيْ أَتَعْبُدُونَ غَيْر اللَّه؟

"فَمَا ظَنّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ" إِذْ عَبَدْتُمْ غَيْره أَنَّهُ يَتْرُككُمْ بِلَا عِقَاب ؟ لَا وَكَانُوا نَجَّامِينَ فَخَرَجُوا إِلَى عِيد لَهُمْ وَتَرَكُوا طَعَامهمْ عِنْد أَصْنَامهمْ زَعَمُوا التَّبَرُّك عَلَيْهِ فَإِذَا رَجَعُوا أَكَلُوهُ وَقَالُوا لِلسَّيِّدِ

اِبْرَاهِيم : اُخْرُجْ مَعَنَا،

بے شک اُن کے گروہ یعنی ان لوگوں میں جنہوں نے اصل دین میں ان ہی اتباع کی تھی۔ان میں سے ابراہیم علیہ السلام بھی تھے۔حالانکہ ان دونوں ہستیوں کے درمیان طویل مدت کا فرق ہے اور دو ہزار چھ سو چالیس سال کی مدت ہے اور ان دونوں کے درمیانی مدت میں حضرت ہود اور صالح علیہما السلام کی بعثت بھی ہوئی ہے۔

جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے۔یعنی وہ شک وغیرہ جیسے عیب سے خالی ہو کر توجہ کے ساتھ متوجہ ہوئے۔اور اسی یقینی حالت میں انہوں نے چچا کو بہ طور توبیخ کہا۔جبکہ انہوں نے اپنے باپ (جو حقیقت میں چچا تھا،آپ بوجہ پرورش اسے باپ کہتے تھے) اور اپنی قوم سے کہا: تم کن چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔کیا تم بہتان باندھ کر اللہ کے سوا جھوٹے معبودوں کا ارادہ کرتے ہو۔یہاں پر لفظ أَإِفكا میں دو ہمزے ہیں جن کی تحقیق پہلے گزر چکی ہے۔اور افک یہ مفعول لہ ہے جبکہ الہہ یہ مفعول بہ ہے۔یعنی تم جھوٹ کا ارادہ کرتے ہو جو بدترین جھوٹ ہے۔یعنی کیا تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔بھلا تمام جہانوں کے رب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔یعنی جب تم اس کے غیر کی عبادت کرو گے تو کیا وہ تمہیں بغیر کسی عذاب کے چھوڑ دے گا ؟ہرگز نہیں۔اور وہ لوگ نجومی تھے۔تو وہ عید کے دن نکلے اور انہوں نے اپنے تبوں کے سامنے کھانے چھوڑے اس غرض سے وہ برکت والے ہو جائیں گے۔پس جب وہ لوٹے تو انہوں نے کھایا اور انہوں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے کہا تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔

## حضرت نوح علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار چالیس سال کی مدت کا بیان

حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دین وملت اور انہیں کے طریق وسنت پر ہیں،حضرت نوح علیہ السلام و حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس برس کا زمانی فرق ہے اور دونوں حضرات کے درمیان جو عہد گذرا اس میں صرف دو نبی ہوئے حضرت ہود و حضرت صالح علیہما السلام۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیش رو نبی حضرت نوح علیہ السلام کے طریقے پر تھے،اور بنیادی اصول دین میں دونوں کا مکمل اتفاق تھا۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں کی شریعتیں بھی یکساں یا ملتی جلتی ہوں۔واضح رہے کہ بعض تاریخی روایات کے مطابق حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے درمیان دو ہزار چھ سو چالیس سال کا وقفہ ہے،اور دونوں کے درمیان حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کے سوا کوئی اور نبی نہیں ہوا۔(تفسیر کشاف،ص ۲۹،ج ۴،بیروت)

## قلب سلیم کے مفہوم کا بیان

" قلب سلیم " اس دل کو کہتے ہیں جو برے عقائد،کمزور خیالات اور غلط اعتقادات ونظریات سے پاک وصاف ہو اور خواہشات نفسانی کی طرف اس کا میلان نہ ہو نیز یہ کہ وہ ماسوی اللہ سے خالی ہو۔دعا کے جملے وَاَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعْلَمُ میں لفظ ما موصولہ ہے یا موصوفہ اور عائد محذوف ہے۔اسی طرح اس جملہ میں لفظ من زائد ہے یا بیانیہ اور مبین محذوف ہے۔گویا اصل

میں یہ عبارت اس طرح ہے اسالك شيئا هو خير ما تعلم یعنی میں تجھ سے اس اچھی چیز کی درخواست کرتا ہوں جس کے بارے میں تو جانتا ہے کہ وہ اچھی ہے یعنی میں ایسی چیز کی درخواست نہیں کرتا جس کے بارے میں میرا خیال ہے کہ وہ اچھی چیز ہے کیونکہ بندہ تو کسی چیز کو اچھی سمجھ لیتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے میں وہی چیز مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک اچھی ہے۔ اسی طرح (واعوذبك من شر ما تعلم) کا مطلب بھی یہی ہے کہ میں اس بری چیز سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے نزدیک بری اور جس کے بارے میں تیرا فیصلہ ہے کہ یہ بندے کے حق میں برائی کا باعث ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قوم کو بتوں کی پوجا سے منع کرنے کا بیان

یہ آخر پتھر کی مورتیاں چیز کیا ہیں جنہیں تم اس قدر چاہتے ہو کہ اللہ کو چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لیے۔ کیا سچ مچ ان کے ہاتھ میں جہان کی حکومت ہے؟ یا کسی چھوٹے بڑے نقصان کے مالک ہیں؟ آخر سچے مالک کو چھوڑ کر ان جھوٹے حاکموں کی اتنی خوشامد اور حمایت کیوں ہے؟ کہ جب تم اس کے سوا دوسرے کو پوجو گے تو کیا وہ تمہیں بیعذاب چھوڑ دے گا باوجود یہ کہ تم جانتے ہو کہ وہی منعم حقیقی، مستحق عبادت ہے۔ قوم نے کہا کہ کل کو ہماری عید ہے، جنگل میں میلہ لگے گا، ہم نفیس کھانے پکا کر بتوں کے پاس رکھ جائیں گے اور میلہ سے واپس ہو کر تبرک کے طور پر ان کو کھائیں گے، آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں اور مجمع اور میلہ کی رونق دیکھیں، وہاں سے واپس ہو کر بتوں کی زینت اور سجاوٹ اور ان کا بناؤ سنگار دیکھیں، یہ تماشا دیکھنے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ آپ بت پرستی پر ہمیں ملامت نہ کریں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ صافات، لاہور)

| |
|---|
| فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ○ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ○ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ○ فَرَاغَ اِلٰى اٰلِهَتِهِمْ |
| فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ○ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ○ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا ۢ بِالْيَمِيْنِ○ |
| پھر ایک نظر ستاروں کی طرف کی۔ اور کہا: میری طبیعت مضمحل ہے سو وہ اُن سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔ پھر (ابراہیم علیہ السلام) |
| ان کے معبودوں کے پاس خاموشی سے گئے اور اُن سے کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تمہیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو پھر |
| (ابراہیم علیہ السلام) پوری قوت کے ساتھ انہیں مارنے لگے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی کا بیان

"فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوم" إيهامًا لَهُمْ أَنَّهُ يَعْتَمِد عَلَيْهَا لِيَعْتَمِدُوهُ "فَقَالَ إِنِّي سَقِيم" عَلِيل أَيْ سَأَسْقَمُ "فَتَوَلَّوْا عَنْهُ" إِلَى عِيدهمْ "فَرَاغَ" مَالَ فِي خُفْيَة "إِلَى آلِهَتهمْ" وَهِيَ الْأَصْنَام وَعِنْدهَا الطَّعَام "فَقَالَ" اسْتِهْزَاء "أَلَا تَأْكُلُونَ" فَلَمْ يَنْطِقُوا فَقَالَ "مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ" فَلَمْ يُجَبْ "فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ" بِالْقُوَّةِ فَكَسَرَهَا فَبَلَغَ قَوْمه مِمَّنْ رَآهُ

پھر ابراہیم علیہ السلام نے اُنہیں وہم میں ڈالنے کے لئے ایک نظر ستاروں کی طرف کی۔ کیونکہ وہ ستاروں پر اعتماد رکھتے تھے۔

اور کہا: میری طبیعت ناساز ہے (تمہارے ساتھ میلے پر نہیں جاسکتا) سو وہ اُن سے پیٹھ پھیر کر لوٹ گئے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام ان کے معبودوں یعنی بتوں اور جوان کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا اس کے پاس خاموشی سے گئے اور اُن سے بہ طور استہزاء کہا کیا تم کھاتے نہیں ہو۔ تو وہ نہ بولے فرمایا تمہیں کیا ہے کہ تم بولتے نہیں ہو تو بھی انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر ابراہیم علیہ السلام پوری قوت کے ساتھ انہیں مارنے اور توڑنے لگے۔ یعنی ان کو توڑ دیا تو آپ کی قوم کو پتہ چلا جب انہوں نے اسے دیکھا۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مواقع پر کلام میں توریہ استعمال کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین جھوٹ کے اور ان میں سے بھی وہ جھوٹ اللہ کے لئے بولے تھے۔ ان میں ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج علیل سا ہوں۔ دوسرا یہ کہنا تھا کہ " بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے " اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ " یہ میری بہن ہے " اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم کے شہر سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین و جمیل عورت ہے، اس حاکم نے یہ سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا۔

اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کر ان کو اس جابر حاکم کے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے چھین لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو لہٰذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہو گی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔

لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر از خود رفتہ ہو گیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کی عفت و عصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید غط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال وہ عتاب الٰہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹخنے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا

تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔

چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس ظالم کی خلاصی ہوگئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الٰہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہوگئی۔ اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پا سکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود الٹا مصیبت میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تو نے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا۔ سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے پنجہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت وعافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو دیکھا تو نماز ہی میں اپنے ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا بیتی ؟ حضرت سارہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدنیتی کا اظہار کیا وہ الٹے اس کے گلے پڑ گئی، مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الٰہی میں ضرور پھنس گیا تھا) اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! وہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

## کلام توریہ کی مفہومی تصریحات کا بیان

اور وہ دنیا میں تین مرتبہ جھوٹ بولنے کا ذکر کریں گے " حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی جن باتوں کو " جھوٹ " سے تعبیر کریں گے حقیقت میں ان پر " جھوٹ " کا اطلاق نہیں ہوسکتا، گو ظاہری حیثیت کے اعتبار سے وہ جھوٹ کی سی صورت رکھتی ہوں، لیکن انبیاء جس عالی مرتبہ کے ہوتے ہیں اور ان کا جو اونچا مقام ہوتا ہے اس کے پیش نظر ان کی اس طرح کی باتوں کو بھی جو ان کے مقام سے فروتر ہوں، بارگاہ رب العزت میں نظر انداز نہیں کیا جاتا اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (بعض باتیں نیکوں کے حق میں تو نیکیاں ہوتی ہیں لیکن مقربین کے حق میں برائیاں ہوتی ہیں۔ " رہی یہ بات کہ وہ تین باتیں کیا تھیں جن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام " جھوٹ " کے طور پر اپنی لغزش بتائیں گے، تو ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم اپنے کسی میلہ میں تماشہ دیکھنے آبادی سے باہر جانے لگی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ میں ان لوگوں کے ساتھ نہیں جاؤں گا اور جب یہ سب لوگ چلے جائیں گے تو ان کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا کر ان کے بت توڑ دوں گا جن کو یہ پوجتے

ہیں اور میری بار بار کی تلقین و تنبیہ کے باوجود بت پرستی سے باز نہیں آتے۔

چنانچہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں کو جانا ہو تو جاؤ میں تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا کیونکہ میں بیمار ہوں، ظاہر ہے کہ وہ دیکھنے میں جسمانی طور پر بیمار نہیں تھے اور ان کا یہ کہنا کہ "میں بیمار ہوں" بظاہر جھوٹ سمجھا جا سکتا ہے، لیکن اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو ان کی یہ بات "جھوٹ" میں شمار نہیں کی جا سکتی کیونکہ جب انہوں نے یہ بات کہی تھی تو یہ مراد رکھ کر کہی تھی کہ تمہارے کفر وشرک اور تمہاری غلط حرکتوں نے میرے دل کو دکھی کر دیا ہے اور میں تمہارے غم میں اندرونی طور پر بیمار ہوں۔

دوسری بات یہ تھی کہ قوم کے لوگوں کے میلے میں چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا اور جب ان لوگوں نے واپس آ کر دیکھا کہ آپ نے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا ہے۔ ان کا یہ جواب بھی اپنی ظاہری حیثیت میں ایک جھوٹ نظر آتا ہے، لیکن یہاں بھی وہی صورت حال ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اس مراد کے ساتھ کہی تھی کہ یہ جو بڑا بت ہے یہ تمہاری عبادات و تعظیم کے لئے ایک ممتاز و منفرد حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کا وجود اس بات کا باعث بنا کہ میں دوسرے چھوٹے چھوٹے بتوں کو توڑ دوں یا اس بات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد ان لوگوں کا مذاق اڑانا اور ان کو شرمندہ کرنا تھا کہ جس بت کو تم سب سے بڑا مانتے ہو اور سب سے زیادہ اس کی عبادت کرتے ہو، اس کی لاچاری اور بے وقعتی کا یہ عالم ہے کہ اس کے ساتھی بتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا گیا مگر وہ کسی بت کو بچا نہیں سکا ایسی صورت میں کیا یہ بت تمہاری پرستش کا مستحق ہو سکتا ہے۔

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسا کہ ایک شخص تو بہت زیادہ خوشخط ہو اور اس کے مقابلہ میں ایک دوسرا شخص بہت زیادہ بدخط ہو اور وہ بدخط شخص خوشخط شخص کی کسی لکھی ہوئی تحریر کو دیکھ کر کہے کہ کیا یہ تحریر تم نے لکھی ہے اور خوشخط شخص اس کے جواب میں کہے کہ جی نہیں، یہ تو تم نے لکھی ہے، ظاہر ہے کہ اس جواب کے ذریعہ وہ یہی واضح کرتا ہے کہ تم تو اتنی اچھی تحریر ہرگز نہیں لکھ سکتے، پھر یہاں میرے علاوہ اور کون لکھنے والا ہو سکتا ہے۔

تیسری بات یہ تھی کہ انہوں نے اپنی بیوی یعنی حضرت سارہ کو ایک بدکار کافر کے ہاتھوں سے بچانے کے لئے کہا تھا کہ یہ عورت میری بہن ہے یہ بات بھی بظاہر "جھوٹ" کے دائرہ میں آتی ہے، لیکن اگر اس حقیقت کو سامنے رکھا جائے کہ ایک مؤمن کی مؤمنہ بیوی بہر حال اس کی دینی بہن ہوتی ہے اور یہ بات کہنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد بھی یہی تھی کہ یہ عورت میری دینی بہن ہے، تو اس پر جھوٹ کا اطلاق کیسے ہو سکتا ہے، ویسے یہ بھی ملحوظ رہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن بھی تھیں، اس اعتبار سے بھی ان کا سارہ کو بہن کہنا کوئی جھوٹ نہیں تھا۔

## علم نجوم کی شرعی حیثیت کا بیان

یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھی ہیں جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں، ان میں سے بعض خاصیات ایسی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے، مثلاً سورج کے قرب و بعد سے گرمی اور سردی کا پیدا ہونا، چاند کے اتار چڑھاؤ سے سمندر میں مد و جزر وغیرہ، اب بعض حضرات کا کہنا تو یہ ہے کہ ان ستاروں کی خصوصیات صرف اتنی

ہی ہیں جتنی عام مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہیں اور بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ان کے علاوہ بھی ستاروں کی گردش کے کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کے اکثر معاملات پر اثر ڈالتے ہیں۔

ایک انسان کے لئے کسی ستارے کا کسی خاص برج میں چلے جانا مسرتوں اور کامیابیوں کا سبب بنتا ہے، اور کسی کے لئے غموں اور ناکامیوں کا، پھر بعض لوگ تو ان ستاروں ہی کو کامیابیوں اور ناکامیوں کے معاملہ میں موثر حقیقی مانتے ہیں، اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس نے ستاروں کو ایسے خواص عطا کر دیئے ہیں، اس لئے دنیا کے دوسرے اسباب کی طرح وہ بھی انسان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک سبب ہوتے ہیں۔ جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو ستاروں کو موثر حقیقی مانتے ہیں، یعنی یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے انقلابات اور واقعات ستاروں ہی کے مرہون منت ہیں، ستارے ہی دنیا کے تمام واقعات کے فیصلے کرتے ہیں، تو بلاشبہ ان کا خیال غلط اور باطل ہے، اور یہ عقیدہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ اہل عرب بارش کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ ایک خاص ستارہ (جسے نور کہا جاتا تھا) بارش لے کر آتا ہے اور وہ بارش کے لئے موثر حقیقی کی حیثیت رکھتا ہے، آنحضرت محمد نے اس عقیدے کی سخت تردید فرمائی ہے، جس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔

رہے وہ لوگ جو دنیوی واقعات میں موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی کو مانتے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ نے ستاروں کو ایسے خواص عطا فرمائے ہیں جو سبب کے درجہ میں انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں، جس طرح بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کا ظاہری سبب بادل ہیں، اسی طرح تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے، لیکن یہ ستارے ان کامیابیوں اور ناکامیوں کا سبب بن جاتے ہیں، سو یہ خیال شرک نہیں ہے، اور قرآن وحدیث سے اس خیال کی نہ تصدیق ہوتی ہے نہ تردید۔ لہٰذا یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی گردش اور ان کے طلوع وغروب میں کچھ ایسے اثرات رکھے ہوں، لیکن ان اثرات کی جستجو کرنے کے لئے علم نجوم کی تحصیل، اس علم پر اعتماد اور اس کی بنا پر مستقبل کے بارے میں فیصلے کرنا بہر حال ممنوع اور ناجائز ہے، اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا: جب تقدیر کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ، (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث ومباحثہ نہ کرو) اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ اور جب میرے صحابہ کا (یعنی ان کے باہمی اختلافات وغیرہ کا) ذکر چھڑے تو رک جاؤ۔

اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے: ستاروں کے علم سے اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم خشکی اور سمندر میں راستے جان سکو اس کے بعد رک جاؤ۔ اس ممانعت سے ستاروں کے خواص وآثار کا انکار لازم نہیں آتا، لیکن ان خواص وآثار کے پیچھے پڑنے اور ان کی جستجو میں قیمتی اوقات برباد کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس ممانعت کی متعدد حکمتیں بتائی ہیں۔

علم نجوم کے ممنوع ومذموم ہونے کی پہلی حکمت تو یہ ہے کہ جب اس علم میں انسان کا انہماک بڑھتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ وہ رفتہ

رفتہ ستاروں ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے، اور یہ چیز اسے کشاں کشاں ستاروں کے موثر حقیقی ہونے کا مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ خواص وآثار رکھے بھی ہوں تو ان کے یقینی علم کا ہمارے سوائے وحی کے کوئی راستہ نہیں ہے، حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا کوئی علم عطا فرمایا تھا لیکن اب وہ علم جس کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی، دنیا سے مٹ چکا ہے، اب علم نجوم کے ماہرین کے پاس جو کچھ ہے وہ محض قیاسات، اندازے اور تخمینے ہیں، جن سے کوئی یقینی علم حاصل نہیں کیا جاسکتا، یہی وجہ ہے کہ نجومیوں کی بے شمار پیشن گوئیاں آئے دن غلط ثابت ہوتی رہتی ہیں، کسی نے اس علم کے بارے میں بہترین تبصرہ کیا ہے کہ یعنی اس علم کا جتنا حصہ مفید ہوسکتا ہے وہ کسی کو معلوم نہیں اور جتنا لوگوں کو معلوم ہے وہ فائدہ مند نہیں۔

علامہ آلوسی نے روح المعانی میں تاریخی واقعات کی ایسی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جن میں علم نجوم کے مسلمہ قواعد کے تحت ایک واقعہ جس طرح پیش آنا چاہئے تھا حقیقت میں اس کے بالکل برعکس پیش آیا، چنانچہ جن بڑے بڑے لوگوں نے اس علم کی تحصیل میں اپنی عمریں کھپائی ہیں وہ آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ اس علم کا انجام قیاس وتخمین سے آگے کچھ نہیں۔ ایک مشہور منجم کوشیار دیلمی نے علم نجوم پر اپنی کتاب المجمل فی الاحکام میں لکھا ہے۔ علم نجوم ایک غیر مدلل علم ہے، اور اس میں انسان کے وسوسوں اور گمانوں کے لئے بڑی گنجائش ہے۔ (روح المعانی، سورہ صافات، بیروت)

علامہ آلوسی نے اور بھی متعدد علماء نجوم کے اسی قسم کے اقوال نقل فرمائے ہیں، بہر حال یہ بات طے شدہ ہے کہ علم نجوم کوئی یقینی علم نہیں ہے، اور اس میں غلطیوں کے بے حساب احتمالات ہوتے ہیں، لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس علم کی تحصیل میں لگتے ہیں وہ اسے بالکل قطعی اور یقینی علم کا درجہ دے بیٹھتے ہیں، اسی کی بنا پر مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں، اسی کی وجہ سے دوسروں کے بارے میں اچھی بری رائیں قائم کر لیتے ہیں، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس علم کا جھوٹا پندار بعض اوقات انسان کو علم غیب کے دعوؤں تک پہنچا دیتا ہے، اور ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر چیز بے شمار مفاسد پیدا کرنے والی ہے۔

علم نجوم کی ممانعت کی تیسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمر عزیز کو ایک بے فائدہ کام میں صرف کرنے کے مترادف ہے، جب اس سے کوئی نتیجہ یقینی طور پر حاصل نہیں کیا جاسکتا تو ظاہر ہے کہ دنیا کے کاموں میں یہ علم چنداں مددگار نہیں ہوسکتا۔ اب خواہ مخواہ ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے پڑنا اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے بالکل خلاف ہے، اس لئے اس کو ممنوع کر دیا گیا ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیماری کے مفہوم کا بیان

اس آیت سے متعلق تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی دعوت کے جواب میں جوانی سقیم (میں بیمار ہوں) فرمایا تو کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت واقعی بیمار تھے؟ قرآن کریم میں اس کے متعلق کوئی صراحت نہیں ہے، لیکن صحیح بخاری کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت ایسے بیمار نہیں تھے کہ قوم کے ساتھ نہ جاسکیں، اس لئے یہ سوال پیدا ہوتا

ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات کیسے ارشاد فرمائی؟

اس کا جواب جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ درحقیقت ان الفاظ کے ذریعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توریہ کیا تھا، توریہ کا مطلب ہے کوئی ایسی بات کہنا جو بظاہر واقعہ کے خلاف ہو، لیکن کہنے والے نے اس سے کوئی ایسے دور کے معنی مراد لئے ہوں جو واقعہ کے مطابق ہوں یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو جملہ ارشاد فرمایا اس کا ظاہری مفہوم تو یہی ہے کہ میں اس وقت بیمار ہوں لیکن آپ کی اصل مراد یہ نہیں تھی۔ اب اصل مراد کیا تھی؟ اس کے بارے میں مفسرین نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے آپ کا مقصود وہ طبعی انقباض تھا جو آپ کو اپنی قوم کی مشرکانہ حرکات دیکھ دیکھ کر پیدا ہو رہا تھا، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ یہاں سقیم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو مریض کے مقابلہ میں بہت ہلکا لفظ ہے، اور اس کا مفہوم اردو میں اس طرح ادا کیا جا سکتا ہے کہ میری طبیعت ناساز ہے ظاہر ہے کہ اس جملہ میں طبعی انقباض کے مفہوم کی بھی پوری گنجائش پائی جاتی ہے۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ انی سقیم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں اس لئے کہ عربی زبان میں اسم فاعل کا صیغہ بکثرت زمانہ مستقبل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے: انک میت وانھم میتون اس کے ظاہری الفاظ کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ تم بھی مردہ ہو اور وہ بھی مردہ ہیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہاں مراد یہ معنی ہیں کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں اسی طرح انی سقیم کے معنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مراد لئے تھے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ اس لئے فرمایا کہ موت سے پہلے پہلے ہر انسان کا بیمار ہونا یقینی امر ہے۔ اگر کسی کو ظاہری بیماری نہ ہو تب بھی موت سے ذرا پہلے انسان کے مزاج میں خلل کا واقع ہونا ناگزیر ہے۔

اور اگر کسی کا دل ان تاویلات پر مطمئن نہ ہو تو سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طبیعت اس وقت واقعتاً تھوڑی بہت ناساز تھی، لیکن بیماری ایسی تھی جو جشن میں شرکت سے مانع ہوتی، آپ نے اپنی معمولی ناسازی طبع کا ذکر ایسے ماحول میں کیا جس سے سننے والے یہ سمجھے کہ آپ کو کوئی بڑی بیماری لاحق ہے، جس کی وجہ سے آپ واقعی ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے توریہ کی یہ تشریح سب سے زیادہ معقول اور اطمینان بخش تھی۔

اس تشریح سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ارشاد انی سقیم کے لئے جو کذبہ (جھوٹ) کے الفاظ استعمال کئے ہیں ان سے مراد توریہ ہے، جس کی ظاہری شکل جھوٹ ہوتی ہے، لیکن متکلم کی مراد کے لحاظ سے وہ جھوٹ نہیں ہوتا، خود اسی حدیث کی بعض روایتوں میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ان میں سے کوئی جھوٹ ایسا نہیں ہے جو اللہ کے دین کی مدافعت اور حمایت میں نہ بولا گیا ہو ان الفاظ نے خود یہ واضح کر دیا ہے کہ یہاں کذب اپنے عام معنی سے جدا مفہوم رکھتا ہے، اس حدیث سے متعلق قدرے تفصیلی بحث سورہ انبیاء میں آیت (آیت) قال بل فعلہ کبیرھم کے تحت گزر چکی ہے۔

## توریہ کا شرعی حکم کا بیان

اچھے مقاصد کیلئے توریہ اور تعریض کو استعمال کرنا جائز ہے۔

## توریہ کی تعریف کا بیان

علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہیں۔توریہ ابہام کو کہتے ہیں اسکی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کا اطلاق دو معانی پر ہو۔ا،قریبی معنی ۲،بعیدی معنی۔اگر کلام کرنے والا کسی قرینہ پوشیدہ کی بناء پر بعیدی مراد لے جبکہ سننے والا قریبی معنی سمجھے۔

## تعریض کی تعریف کا بیان

کلام کو ایک ایسی جانب پھیرنا جو مقصود پر دلالت کرے یعنی جب اشارہ ایک جانب کیا جائے اور مراد دوسری جانب ہو تو یہ تعریض ہے۔(مختصر المعانی،ص ۱۳۵،مکتبہ اکرمیہ پشاور)

انہی آیات سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ ضرورت کے مواقع پر توریہ کرنا جائز ہے توریہ ایک تو قولی ہوتا ہے،یعنی ایسی بات کہنا جس کا ظاہری مفہوم خلاف واقعہ ہو،اور باطنی مراد مطابق واقعہ۔اور ایک توریہ عملی ہوتا ہے،یعنی ایسا عمل کرنا جس کا مقصد دیکھنے والا کچھ سمجھے اور درحقیقت اس کا مقصد کچھ اور ہو۔اسے ایہام بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کو دیکھنا (اکثر مفسرین کے قول کے مطابق) ایہام تھا،اور اپنے آپ کو بیمار کہنا توریہ۔ضرورت کے مواقع پر توریہ کی یہ دونوں قسمیں خود سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں،جس وقت آپ ہجرت کے لئے تشریف لے جارہے تھے،اور مشرکین آپ کی تلاش میں لگے ہوئے تھے،تو راستے میں ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا:ھوھادتھدینی (وہ میرے رہنما ہیں،مجھے راستہ دکھاتے ہیں) سننے والا یہ سمجھا کہ عام راستہ بتانے والے رہنما مراد ہیں،اس لئے چھوڑ کر چل دیا،حالانکہ حضرت ابوبکر کا مقصد یہ تھا کہ آپ دینی اور روحانی رہنما ہیں۔(تفسیر روح المعانی،سورہ صافات،بیروت)

| |
|---|
| فَاَقْبَلُوْٓا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ○ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ○ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ○ |
| قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ○ |
| پھر لوگ دوڑتے ہوئے ان کی طرف آئے۔ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کیا تم اِن کو پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو۔حالانکہ اللہ نے تمہیں اور تمہارے کاموں کو خلق فرمایا ہے۔وہ کہنے لگے ان کے لئے ایک عمارت بناؤ پھر ان کو سخت بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے منصوبہ کا بیان

"فَاَقْبَلُوا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ" اَیْ یُسْرِعُوْنَ الْمَشْیَ فَقَالُوا لَهٗ : نَحْنُ نَعْبُدُهَا وَاَنْتَ تَكْسِرُهَا "قَالَ" لَهُمْ مُوَبِّخًا "اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ" مِنَ الْحِجَارَةِ وَغَیْرِهَا اَصْنَامًا، "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ" مِنْ نَحْتِكُمْ وَمَنْحُوتِكُمْ فَاعْبُدُوْهُ وَحْدَهٗ وَمَا مَصْدَرِیَّةٌ وَقِیْلَ مَوْصُوْلَةٌ وَقِیْلَ مَوْصُوْفَةٌ، "قَالُوا" بَیْنَهُمْ "ابْنُوا لَهٗ بُنْیَانًا" فَامْلَئُوْهُ حَطَبًا وَاَضْرِمُوْهُ بِالنَّارِ فَاِذَا الْتَهَبَ "فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ" النَّارِ الشَّدِیْدَةِ

پھر لوگ میلے سے واپسی پر دوڑتے ہوئے ان کی طرف آئے۔تو انہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ ہم ان کی عبادت کرتے ہیں اور تم ان کو توڑتے ہو۔ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بطور توبیخ کہا کیا تم اِن ہی بے جان پتھروں کے بتوں وغیرہ کو پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو۔حالانکہ اللہ نے تمہیں اور تمہارے سارے کاموں کو خلق فرمایا ہے۔یعنی اس نے تمہارے تراشنے اور تراشیدہ کی تخلیق کی ہے۔لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی توحید کو اپناؤ۔اور یہاں لفظ ما یہ مصدریہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے ہے کہ موصولہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصوفہ ہے۔وہ کہنے لگے ان کے جلانے کے لئے ایک عمارت بناؤ جس کو لکڑیوں سے بھر لو اور پھر ان کو آگ میں ڈال دو جب آگ کے شعلے بلند ہو جائیں۔پھر ان کو اس کے اندر سخت بھڑکتی آگ میں ڈال دو۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عمل بت شکنی کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ان تینوں کلمات میں سے ایک بھی ایسا نہیں جس سے حکمت عملی کے ساتھ دین اللہ کی بھلائی مقصود نہ ہو۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں میں بیمار ہوں سے مطلب مجھے طاعون ہو گیا ہے۔اور وہ لوگ ایسے مریض سے بھاگتے تھے۔
حضرت سعید کا بیان ہے کہ اللہ کے دین کی تبلیغ ان کے جھوٹے معبودوں کی تردید کے لیے خلیل اللہ کی یہ ایک حکمت عملی تھی کہ ایک ستارے کو طلوع ہوتے دیکھ کر فرمادیا کہ میں مقیم ہوں۔اوروں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں یعنی یقیناً ایک مرتبہ مرض الموت آنے والا ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مریض ہوں یعنی میرا دل تمہارے ان بتوں کی عبادت سے بیمار ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں جب آپ کی قوم میلے میں جانے لگی تو آپ کو بھی مجبور کرنے لگی آپ ہٹ گئے اور فرمادیا کہ میں مقیم ہوں اور آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔جب وہ انہیں تنہا چھوڑ کر چل دیئے تو آپ نے بہ فراغت ان کے معبودوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔وہ تو سب اپنی عید میں گئے آپ چپکے چپکے اور جلدی جلدی ان کے بتوں کے پاس آئے۔پہلے تو فرمایا کیوں جی تم کھاتے کیوں نہیں؟ یہاں آکر خلیل اللہ نے دیکھا کہ جو چڑھاوے ان لوگوں نے ان بتوں پر چڑھا رکھے تھے وہ سب رکھے ہوئے تھے ان لوگوں نے تبرک کی نیت سے جو قربانیاں یہاں کی تھیں وہ سب یونہی پڑی ہوئی تھیں یہ بت خانہ بڑا وسیع اور مزین تھا دروازے کے متصل ایک بہت بڑا بت تھا۔

اور اس کے اردگرد اس سے چھوٹے پھر ان سے چھوٹے یونہی تمام بت خانہ بھرا ہوا تھا۔ان کے پاس مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے تھے جو اس اعتقاد سے رکھے گئے تھے کہ یہاں رہنے سے متبرک ہو جائیں گے پھر ہم کھالیں گے۔ابراہیم نے اپنی بات کا جواب نہ پا کر پھر فرمایا یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ بولتے کیوں نہیں۔اب تو پوری قوت سے دائیں ہاتھ سے مار کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ہاں بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ اس پر بدگمانی کی جا سکے۔

بت پرست جب اپنے میلے سے واپس ہوئے بت خانے میں گھسے تو دیکھا کہ ان کے سب خدا اڑنگ بڑنگ پڑے ہوئے ہیں کسی کا ہاتھ نہیں کسی کا پاؤں نہیں کسی کا سر نہیں کسی کا دھڑ نہیں حیران ہو گئے کہ یہ کیا ہوا؟ آخر سوچ سمجھ کر بحث مباحثے کے بعد معلوم

کرلیا کہ ہو نہ ہو یہ کام ابراہیم کا ہے (علیہ الصلوۃ والسلام) اب سارے کے سارے مل جل کر خلیل علیہ السلام کے پاس دوڑے، بھاگے، دانت پیستے، تلملائے کوستے گئے۔ خلیل اللہ کو تبلیغ کا اور انہیں قائل معقول کرنے کا اور سمجھانے کا اچھا موقعہ ملا فرمانے لگے کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جنہیں خود تم بناتے ہو؟ اپنے ہاتھوں گھڑتے اور تراشتے ہو؟ حالانکہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا خالق اللہ ہی ہے۔

ممکن ہے کہ اس آیت میں ما مصدریہ ہو اور ممکن ہے کہ الذی کے معنی میں ہو، لیکن دونوں معنی میں تلازم ہے۔ گو اول زیادہ ظاہر ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب افعال العباد میں ایک مرفوع حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع اور اس کی صنعت کو پیدا کرتا ہے۔ پھر بعض نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ چونکہ اس پاک صاف بات کا کوئی جواب ان کے پاس نہ تھا تو تنگ آ کر دشمنی پر اور سفلہ پن پر اتر آئے اور کہنے لگے ایک بنیان بناؤ اس میں آگ جلاؤ اور اسے اس میں ڈال دو۔

چنانچہ یہی انہوں نے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کو اس سے نجات دی۔ انہی کو غلبہ دیا اور انہی کی مدد فرمائی۔ گو انہوں نے انہیں برائی پہنچانی چاہی لیکن اللہ نے خود انہیں ذلیل کر دیا۔ اس کا پورا بیان اور کامل تفسیر سورہ انبیاء میں گذر چکی ہے وہیں دیکھ لی جائے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ○ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ○ |
| رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ |
| غرض انہوں نے ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ ایک چال چلنا چاہی سو ہم نے اُن ہی کو نیچا دکھا دیا پھر ابراہیم (علیہ السلام) نے |
| کہا: میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک عطا فرما۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ سے سلامتی کے ساتھ باہر آ جانے کا بیان

"فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا " بِإِلْقَائِهِ فِي النَّار لِتُهْلِكهُ "فَجَعَلْنَاهُمْ الْأَسْفَلِينَ " الْمَقْهُورِينَ فَخَرَجَ مِنْ النَّار سَالِمًا "وَقَالَ إِنِّي ذَاهِب إِلَى رَبِّي" مُهَاجِر إِلَيْهِ مِنْ دَار الْكُفْر "سَيَهْدِينِي" إِلَى حَيْثُ أَمَرَنِي رَبِّي بِالْمَصِيرِ إِلَيْهِ وَهُوَ الشَّام فَلَمَّا وَصَلَ إِلَى الْأَرْض الْمُقَدَّسَة قَالَ : "رَبّ هَبْ لِي" وَلَدًا "مِنْ الصَّالِحِينَ"

پس انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر ایک چال چلنا چاہی۔ تا کہ وہ آپ کو جلا دیں۔ سو ہم نے اُن ہی کو نیچا دکھا دیا یعنی آپ آگ سے سلامتی کے ساتھ باہر آ گئے۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے کہا میں دار الکفر سے ہجرت کر کے اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے ضرور راستہ دکھائے گا۔ وہ ملک شام کی طرف ہجرت فرما گئے۔ پھر ارضِ مقدس میں پہنچ کر دعا کی، اے میرے رب! صالحین میں سے مجھے ایک فرزند عطا فرما۔

## آگ کے گلستان بن جانے کا عجیب واقعہ

یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان دلیل سے لاجواب ہو جاتا ہے تو بدبختی اسے گھسیٹ لیتی ہے یا بدی غالب آ جاتی ہے۔ یہاں ان لوگوں کی بدبختی نے گھیر لیا اور دلیل سے عاجز آ کر قائل معقول ہو کر لگے اپنے دباؤ کا مظاہرہ کرنے آپس میں مشورہ کیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال کر اس کی جان لے لو تا کہ ہمارے ان معبودوں کی عزت رہے۔ اس بات پر سب نے اتفاق کرلیا اور لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں یہاں تک کہ بیمار عورتیں بھی نذر مانتی تھیں تو یہی کہ اگر انہیں شفا ہو جائے تو ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو لکڑیاں لائیں گی۔ زمین میں ایک بہت بڑا اور بہت گہرا گڑھا کھود الکڑیوں سے پر کیا اور انبار کھڑا کر کے اس میں آگ لگائی روئے زمین پر کبھی اتنی بڑی آگ دیکھی نہیں گئی۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اس کے پاس جانا محال ہو گیا اب گھبرائے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالیں کیسے؟ آخر ایک کردی فارسی اعرابی کے مشورے سے جس کا نام ہیزن تھا ایک منجنیق تیار کرائی گئی کہ اس میں بیٹھا کر جھولا کر پھینک دو۔

مروی ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک وہ اندر اترتا جاتا ہے۔ جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا آپ نے فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے پاس بھی جب یہ خبر پہنچی کہ تمام عرب لشکر جرار لے کر آپ کے مقابلے کے لئے آ رہے ہیں تو آپ نے بھی یہی پڑھا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ جب آپ کو آگ میں ڈالنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تو آسمانوں میں اکیلا معبود ہے اور توحید کے ساتھ تیرا عابد زمین پر صرف میں ہی ہوں۔

مروی ہے کہ جب کافر آپ کو باندھنے لگے تو آپ نے فرمایا الٰہی تیرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تیری ذات پاک ہے تمام حمد وثنا تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ سارے ملک کا تو اکیلا ہی مالک ہے کوئی بھی تیرا شریک وساجھی نہیں۔ حضرت شعیب جبائی فرماتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے سامنے آسمان وزمین کے درمیان ظاہر ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو کوئی حاجت ہے؟ آپ نے جواب دیا تم سے تو کوئی حاجت نہیں البتہ اللہ تعالیٰ سے حاجت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بارش کا داروغہ فرشتہ کان لگائے ہوئے تیار تھا کہ کب اللہ کا حکم ہو اور میں اس آگ پر بارش برسا کر اسے ٹھنڈی کر دوں لیکن براہ راست حکم الٰہی آگ کو ہی پہنچا کہ میرے خلیل پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جا۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کے ساتھ ہی روئے زمین کی آگ ٹھنڈی ہوگئی۔

## دنیا بھر میں آگ کے فائدہ ہونے کے دن کا بیان

حضرت کعب احبار رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن دنیا بھر میں آگ سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جوتیاں تو آگ نے جلا دیں لیکن آپ کے ایک رونگٹے کو بھی آگ نہ لگی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آگ کو صرف ٹھنڈا ہونے کا ہی حکم ہوتا تو پھر ٹھنڈک بھی آپ کو ضرر پہنچاتی اس لئے ساتھ ہی فرما دیا گیا کہ ٹھنڈک کے ساتھ ہی

سلامتی بن جا۔

ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بہت بڑا گڑھا بہت ہی گہرا کھودا تھا اور اسے آگ سے پر کیا تھا ہر طرف آگ کے شعلے نکل رہے تھے اس میں خلیل اللہ کو ڈال دیا لیکن آگ نے آپ کو چھوا تک نہیں یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے اسے بالکل ٹھنڈا کر دیا۔ مذکور ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے آپ کے منہ پر سے پسینہ پونچھ رہے تھے بس اس کے سوا آپ کو آگ نے کوئی تکلیف نہیں دی۔

سدی فرماتے ہیں سایہ یا فرشتہ اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ مروی ہے کہ آپ اس میں چالیس یا پچاس دن رہے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اس زمانے میں جو راحت و سرور حاصل تھا ویسا اس سے نکلنے کے بعد حاصل نہیں ہوا کیا اچھا ہوتا کہ میری ساری زندگی اسی میں گزرتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے سب سے اچھا کلمہ جو کہا ہے وہ یہ ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ سے زندہ صحیح سالم نکلے اس وقت آپ کو پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے دیکھ کر آپ کے والد نے کہا ابراہیم تیرا رب بہت ہی بزرگ اور بڑا ہے۔

## مقام نبوت کے دشمن گرگٹ کی بدبختی کا بیان

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس دن جو جانور نکلا وہ آپ کی آگ کو بجھانے کی کوشش کرتا رہا سوائے گرگٹ کے۔ حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے اور فاسق کہا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں ایک نیزہ دیکھ کر ایک عورت نے سوال کیا کہ یہ کیوں رکھ چھوڑا ہے؟ آپ نے فرمایا گرگٹوں کو مار ڈالنے کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اس وقت تمام جانور اس آگ کو بجھا رہے تھے سوائے گرگٹ کے۔ یہ پھونک رہا تھا پس آپ نے اس کے مار ڈالنے کا حکم فرمایا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کا مکر ہم نے ان پر الٹ دیا۔ کافروں نے اللہ کے نبی علیہ السلام کو نیچا کرنا چاہا اللہ نے انہیں نیچا دکھایا۔

حضرت عطیہ عوفی کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جلائے جانے کا تماشا دیکھنے کے لئے ان کافروں کا بادشاہ بھی آیا تھا۔ ادھر خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے ادھر آگ میں سے ایک چنگاری اڑتی ہے اور اس کافر بادشاہ کے انگوٹھے پر آپڑتی ہے اور وہیں کھڑے کھڑے سب کے سامنے اس طرح اسے جلا دیتی ہے جیسے روئی جل جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، الانبیاء)

| |
|---|
| فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ٥ |
| پس ہم نے انہیں بڑے بُردبار بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔ |

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کی بشارت کا بیان

"فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ" أَيْ ذِي حِلْمٍ كَثِيرٍ،

پس ہم نے انہیں بڑے بردبار بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کی بشارت دی۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کو دعا سے طلب کرنے کا بیان

خلیل اللہ جب اپنی قوم کی ہدایت سے مایوس ہو گئے۔ بڑی بڑی قدرتی نشانیاں دیکھ کر بھی جب انہیں ایمان نصیب نہ ہوا تو آپ نے ان سے ہٹ جانا پسند فرمایا اور اعلان کر دیا کہ میں اب تم میں سے ہجرت کر جاؤں گا میرا رہنما میرا رب ہے۔ ساتھ ہی اپنے رب سے اپنے ہاں اولاد ہونے کی دعا مانگی تا کہ وہی توحید میں آپ کا ساتھ دے۔ اسی وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایک بردبار بچے کی بشارت دی جاتی۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یہی آپ کے لیے صاحبزادے تھے اور حضرت اسحاق سے بڑے تھے۔ اسے تو اہل کتاب بھی مانتے ہیں بلکہ ان کی کتب میں موجود ہے کہ حضرت اسماعیل کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی سال کی تھی۔

اور جس وقت حضرت اسحاق علیہ السلام تولد ہوتے ہیں اس وقت آپ کی عمر ننانوے برس کی تھی۔ بلکہ ان کی اپنی کتاب میں تو یہ بھی ہے کہ جناب ابراہیم کو اپنے اکلوتے فرزند کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا۔ لیکن صرف اس لیے کہ یہ لوگ خود تو نبی اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نبی اللہ و ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے عرب ہیں۔ انہیں نے واقعہ کی اصلیت بدل دی اور اس فضیلت کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہٹا کر حضرت اسحاق کو دے دیا اور بیجا تاویلیں کرتے اللہ کے کلام کو بدل ڈالا۔ اور کہا ہماری کتاب میں لفظ وحیدک ہے اس سے مراد اکلوتا نہیں بلکہ جو تیرے پاس اس وقت اکیلا ہے وہ ہے۔ یہ اس لیے کہ حضرت اسماعیل تو اپنی والدہ کے ساتھ مکے میں تھے یہاں خلیل اللہ کے ساتھ صرف حضرت اسحاق تھے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ وحید اسی کو کہا جاتا ہے جو اکلوتا ہو اس کا اور کوئی بھائی نہ ہو۔ پھر یہاں ایک بات اور بھی ہے کہ اکلوتے اور پہلوٹھی کے بچے کے ساتھ جو محبت ہوتی اور اس کے جولاڈ پیار ہوتے ہیں عموماً دوسری اولاد کے ہونے پر پھر وہ باقی نہیں رہتے۔ اس لیے اس کے ذبیحہ کا حکم امتحان اور آزمائش کی زبردست کڑی ہے۔

ہم اسے مانتے ہیں کہ بعض سلف بھی اس کے قائل ہوئے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے یہاں تک کہ بعض صحابہ سے بھی یہ مروی ہے لیکن یہ چیز کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ خیال یہ ہے کہ بنواسرائیل کی ایک شہرت دی ہوئی بات کو ان حضرات نے بھی بیدلیل اپنے ہاں لے لیا دور کیوں جائیں کتاب اللہ کے الفاظ میں ہی غور کر لیجیے کہ حضرت اسمٰعیل کی بشارت کا غلام حلیم کہہ کر ذکر ہوا اور پھر اللہ کی راہ میں ذبح کے لیے تیار ہونے کا ذکر ہوا۔ اس تمام بیان کو ختم کر کے پھر نبی صالح حضرت اسحاق کے تولد کی بشارت کا بیان ہوا۔ اور فرشتوں نے بشارت اسحاق کے موقع پر غلام علیم فرمایا تھا۔ اسی طرح قرآن میں ہے بشارت اسحاق کے ساتھ ہی ہے (وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ، ھود: 71) یعنی حضرت ابراہیم کی حیات میں ہی حضرت اسحاق کے ہاں حضرت یعقوب پیدا ہوں گے یعنی ان کی تو نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم کرایا جا چکا تھا اب انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا؟ اسے ہم پہلے بھی بیان کر چکے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا وصف یہاں پر بردباری کا بیان کیا گیا ہے۔ جو ذبیح کے لیے نہایت مناسب

ہے۔اب حضرت اسماعیل بڑے ہو گئے اپنے والد کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، صافات، بیروت)

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ○

پھر جب وہ (اسماعیل علیہ السلام) ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے کو پہنچ گیا تو (ابراہیم علیہ السلام نے) فرمایا اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں سو غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ (اسماعیل علیہ السلام نے) کہا: ابا جان! وہ کام کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ذبح پر مشورہ کرنے کا بیان

"فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ" أَيْ أَنْ يَسْعَى مَعَهُ وَيُعِينهُ قِيلَ بَلَغَ سَبْع سِنِينَ وَقِيلَ ثَلَاث عَشْرَة سَنَة "قَالَ يَا بُنَيّ إِنِّي أَرَى" أَيْ رَأَيْت "فِي الْمَنَام أَنِّي أَذْبَحك" وَرُؤْيَا الْأَنْبِيَاء حَقّ وَأَفْعَالهمْ بِأَمْرِ اللَّه تَعَالَى "فَانْظُرْ مَاذَا تَرَى" مِنْ الرَّأْي شَاوَرَهُ لِيَأْنَس بِالذَّبْحِ وَيَنْقَاد لِلْأَمْرِ بِهِ "قَالَ يَا أَبَتِ" التَّاء عِوَض عَنْ يَاء الْإِضَافَة "افْعَلْ مَا تُؤْمَر" بِهِ "سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّه مِنَ الصَّابِرِينَ" عَلَى ذَلِكَ،

پھر جب وہ اسماعیل علیہ السلام ان کے ساتھ دوڑ کر چل سکنے کی عمر کو پہنچ گئے۔ اور کاموں میں آپ کا ہاتھ بٹاتے اور کہا گیا ہے اس وقت آپ کی عمر سات تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی عمر مبارک تیرہ سال تھی۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام کے خواب حق ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے افعال اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہوتے ہیں۔ پس غور کرو کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ یعنی آپ نے اس لئے مشورہ کیا تا کہ بیٹے ذبح ہونے کی طرف مانوس ہو جائے۔ اور حکم ذبح کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا ابا جان! وہ کام فوراً کر ڈالیے جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے۔۔ یہاں پر تاء یہ یائے اضافت کے بدلے میں آئی ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ یعنی اس کام پر آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**قال یابت ای قال اسمعیل:** یا حرف ندا ابت مضاف مضاف الیہ مل کر منادی اب باپ۔ اصل میں ابو تھا۔ بروزن فعل۔ ندا کی حالت میں تاء زیادہ کر کے یا ابت (اے میرے باپ) کہا جاتا ہے۔

**ستجدنی** ۔ س تاکید کے لئے اور فعل کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ تجد۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ وجود (باب ضرب) سے مصدر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو ضرور مجھے پائے گا۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذبح ہونے پر صبر ورضامندی اختیار کرنے کا بیان

آپ اس وقت مع اپنی والدہ محترمہ کے فاران میں تھے حضرت ابراہیم عموماً وہاں جاتے آتے رہتے تھے یہ مذکور ہے کہ براق پر جاتے تھے اور اس جملے کے یہ معنی بھی ہیں کہ جوانی کے لگ بھگ ہو گئے لڑکپن کا زمانہ نکل گیا اور باپ کی طرح چلنے پھرنے کام کاج کرنے کے قابل بن گئے تو حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ گویا آپ اپنے پیارے بچے کو ذبح کر رہے ہیں انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں اور اس کی دلیل یہی آیت ہے۔

ایک مرفوع روایت میں بھی یہ ہے۔ پس اللہ کے رسول نے اپنے لخت جگر کی آزمائش کے لیے کہ اچانک وہ گھبرانہ اٹھے، اپنا ارادہ ان کے سامنے ظاہر کیا۔ وہاں کیا تھا۔ وہ بھی اسی درخت کے پھل تھے نبی ابن نبی تھے جواب دیتے ہیں اب پھر دیر کیوں لگا رہے ہو یہ باتیں بھی پوچھنے کی ہوتی ہیں جو حکم ہوا ہے اسے فوراً کر ڈالیے اور اگر میری نسبت کھٹکا ہو تو زبانی اطمینانی کیا کروں چھری رکھئے خود معلوم ہو جائے گا کہ میں کیسا کچھ صابر ہوں۔ انشاء اللہ میرا صبر آپ کا جی خوش کر دے گا۔ سبحان اللہ جو کہا تھا وہی کر کے دکھایا اور صادق الوعد ہونے کا سرٹیفکیٹ اللہ کی طرف سے حاصل کر ہی لیا۔ آخر باپ بیٹا دونوں حکم اللہ کی اطاعت کے لیے جان بکف تیار ہو جاتے ہیں باپ بچے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اور باپ اپنے نور چشم لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر گراتے ہیں تا کہ ذبح کے وقت منہ دیکھ کر محبت نہ آ جائے اور ہاتھ سست نہ پڑ جائے۔

## جمروں پر شیطان کو سات کنکریاں مارنے کا بیان

مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی نور نظر کو ذبح کرنے کے لیے بحکم اللہ لے چلے تو سعی کے وقت شیطان سامنے آیا لیکن حضرت ابراہیم اس سے آگے بڑھ گئے، پھر حضرت جبرائیل کے ساتھ آپ جمرہ عقبہ پر پہنچے تو پھر شیطان سامنے آیا آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں۔ پھر جمرہ وسطی پاس آیا پھر وہاں سات کنکریاں ماریں۔ پھر آگے بڑھ کر اپنے پیارے بچے کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے لیے نیچے پچھاڑا، ذبیح اللہ کے پاک جسم پر اس وقت سفید چادر تھی کہنے لگے ابا جی اسے اتار لیجیے تا کہ اس میں آپ مجھے کفنا سکیں۔ اس وقت بیٹے کو بے لباس کرتے وقت باپ کا عجب حال تھا کہ آواز آئی بس ابراہیم خواب کو سچا کر چکے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک مینڈھا سفید رنگ کا بڑے بڑے سینگوں اور صاف آنکھوں والا نظر پڑا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی لیے ہم اس قسم کے مینڈھے (چھترے) چن چن کر قربانی کے لیے لیتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے دوسری روایت میں حضرت اسحاق کا نام مروی ہے۔ تو گو دونوں نام آپ سے مروی ہیں لیکن اول ہی اولیٰ ہے اور اسکی دلیلیں آ رہی ہیں۔

اس کے بدلے بڑا ذبیحہ اللہ نے عطا فرمایا اس کی بابت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ جنتی چھترا تھا جو وہاں چالیس سال سے کھاپی رہا تھا۔ اسے دیکھ کر آپ اپنے بچے کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ جمرہ اولی پر آ کر سات کنکریاں پھنکیں پھر

وہ بھاگ کر جمرہ وسطی پر آ گیا۔ سات کنکریاں ماریں اور وہاں سے ملحر میں لاکر ذبح کیا اس کے سینگ سر سمیت ابتداء اسلام کے زمانہ تک کعبے کے پرنالے کے پاس لٹکتے رہے تھے پھر سوکھ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے باتیں کررہے تھے۔

## ابلیس کا مختلف بہانوں سے لغزش دلانے کی کوشش کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو حدیثیں بیان کررہے تھے اور حضرت کعب کتاب کے قصے بیان کررہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا قبول شدہ ہے اور میں نے اپنی اس مقبول دعا کو پوشیدہ کر کے رکھ چھوڑا ہے اپنی امت کی شفاعت کے۔ اور فرمانے لگے تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ صدقے جائیں پھر حضرت کعب نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قصہ سنایا کہ جب آپ اپنے لڑکے حضرت اسمٰعیل کو ذبح کرنے کے لیے مستعد ہو گئے تو شیطان نے کہا اگر میں اس وقت انہیں نہ بہکا سکا تو مجھے ان سے عمر بھر کے لیے مایوس ہو جانا چاہیے۔ پہلے تو یہ حضرت سارہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ابراہیم تمہارے لڑکے کو کہاں لے گئے ہیں؟ مائی صاحبہ نے جواب دیا اپنے کسی کام پر لے گئے ہیں اس نے کہا نہیں بلکہ وہ ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں مائی صاحبہ نے فرمایا وہ اسے کیوں ذبح کرنے لگے؟ لعین نے کہا وہ کہتے ہیں اللہ کی طرف سے یہی حکم ہے جواب ملا پھر تو یہی بہتر ہے کہ وہ جلدی سے اللہ کے حکم کی بجا آوری سے فارغ ہو لیں۔ یہاں سے نامراد ہو کر بچے کے پاس آیا اور کہا تمہارے ابا تمہیں کہاں لے جاتے ہیں۔؟ فرمایا اپنے کام کے لیے کہا نہیں بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جارہے ہیں، فرمایا یہ کیوں؟ کہا اس لیے کہ وہ سمجھتے ہیں اللہ کا انہیں حکم ہے۔ کہا پھر تو واللہ انہیں اس کام میں بہت جلدی کرنی چاہیے۔ ان سے بھی مایوس ہو کر یہ ملعون خلیل اللہ کے پاس پہنچا۔ ان سے کہا بچے کو کہاں لے جارہے ہو؟ جواب دیا اپنے کام کے لیے ملعون نے کہا نہیں بلکہ تم تو اسے ذبح کرنے کے لیے جارہے ہو؟ آپ نے فرمایا یہ کیوں؟ بولا اس لیے کہ تمہارا خیال ہے کہ اللہ کا حکم تمہیں یونہی ہے، آپ نے فرمایا اللہ کی قسم پھر تو میں ضرور ہی اسے ذبح کر ڈالوں گا۔ اب ابلیس مایوس ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰاِبْرٰهِيْمُ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ |
| اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۝ |
| پھر جب دونوں جھک گئے اور ابراہیم (علیہ السلام) نے اسے پیشانی کے بل لٹا دیا اور ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراہیم! |
| واقعی تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا۔ بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے حکم ذبح کے سامنے جھک جانے کا بیان

"فَلَمَّآ اَسْلَمَا" خَضَعَا وَانْقَادَا لِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى "وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ" صَرَعَهٗ عَلَيْهِ وَلِكُلِّ اِنْسَانٍ جَبِيْنَانِ

بَيْنَهُمَا الْجَبْهَةَ وَكَانَ ذٰلِكَ بِمِنًى وَأَمَرَّ السِّكِّينَ عَلَى حَلْقِهِ فَلَمْ تَعْمَلْ شَيْئًا بِمَانِعٍ مِنَ الْقُدْرَةِ الْإِلٰهِيَّةِ

"قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا" بِمَا أَتَيْتَ بِهِ مِمَّا أَمْكَنَكَ مِنْ أَمْرِ الذَّبْحِ : أَيْ يَكْفِيكَ ذٰلِكَ فَجُمْلَةُ نَادَيْنَاهُ جَوَابُ لِمَا بِزِيَادَةِ الْوَاوِ "إِنَّا كَذٰلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاكَ "نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ" لِأَنْفُسِهِمْ بِامْتِثَالِ الْأَمْرِ بِإِفْرَاجِ الشِّدَّةِ عَنْهُمْ

پھر جب دونوں رضائے الٰہی کے سامنے اس کے حکم کی اطاعت کی خاطر جھک گئے یعنی دونوں نے مولا کے حکم کو تسلیم کرلیا۔اورابراہیم علیہ السلام نے اسے پیشانی کے بل لِٹا دیا۔ہرانسان کی دوکنپٹیاں ہوا کرتی ہیں اوران کے درمیان پیشانی ہوتی ہے۔اور یہ واقعہ منیٰ میں پیش آیا۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو آپ کے گلے پر چلا دیا لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ چھری نے چلنے والا کوئی کام نہ کیا۔اور ہم نے اسے ندا دی کہ اے ابراہیم !واقعی تم نے اپنا خواب سچا کردکھایا۔یعنی جو کام آپ نے کیا وہ آپ کیلئے کافی ہے۔اور یہاں پر جملہ نادیناہ یہ حرف واؤ کی زیادتی کے ساتھ لما کا جواب ہے۔بے شک ہم محسنوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔یعنی تمہارے اپنے لئے یہ امتثال امر ہے جبکہ تم سے اس شدت کو دور کردیا گیا ہے۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کا محل منیٰ میں ذبح ہونے کا بیان

یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے ذبیح اللہ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں،محل ذبح منیٰ ہے اور وہ مکے میں ہے اور حضرت اسماعیل یہیں تھے نہ کہ حضرت اسحاق وہ تو شہر کنعان میں تھے جو شام ہے۔جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بچے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیتے ہیں جناب باری سے ندا آتی ہے کہ بس ابراہیم تم اپنے خواب کو پورا کر چکے۔سدی سے روایت ہے کہ جب خلیل اللہ نے ذبیح اللہ کے حلق پر چھری پھیری تو گردن تانبے کی ہوگئے اور نہ کٹی اور یہ آواز آئی۔ہم اسی طرح نیک کاروں کو بدلہ دیتے ہیں۔یعنی سختیوں سے بچالیتے ہیں اور چھٹکارا کردیتے ہیں۔

جیسے فرمایا اللہ سے ڈرتے رہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ چھٹکارے کی صورت نکال ہی دیتا ہے اور اسے ایسی طرح روزی پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان وہم میں بھی نہ ہو۔اللہ پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ ہی کافی ہے اللہ اپنے کاموں کو مکمل کرکے چھوڑتا ہے ہرچیز کا اس نے ایک اندازہ مقرر کررکھا ہے۔اس آیت سے اس پراستدلال کیا گیا ہے کہ فعل پر قدرت پانے سے پہلے ہی حکم منسوخ ہوسکتا ہے ہاں معتزلہ اسے نہیں مانتے۔وجہ استدلال بہت ظاہر ہے اس لیے کہ خلیل اللہ کو اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا حکم ہوتا ہے اور پھر ذبح سے پہلے ہی فدیئے کے ساتھ منسوخ کردیا جاتا ہے۔مقصود اس سے یہ تھا کہ صبر کا اور بجا آوری حکم پر مستعدی کا ثواب مرحمت فرما دیا جائے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی،سورہ صافات،بیروت)

إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ○ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ○

بے شک یہ بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔

## ذبح کے ذریعے بڑا امتحان ہونے کا بیان

"إِنَّ هٰذَا" الذَّبْح الْمَأْمُور بِهِ "لَهُوَ الْبَلَاء الْمُبِين" أَيْ الِاخْتِبَار الظَّاهِر "وَفَدَيْنَاهُ" أَيْ الْمَأْمُور بِذَبْحِهِ وَهُوَ إِسْمَاعِيل أَوْ إِسْحَاق قَوْلَانِ "بِذِبْحٍ" بِكَبْشٍ "عَظِيم" مِنْ الْجَنَّة وَهُوَ الَّذِي قَرَّبَهُ هَابِيل جَاءَ بِهِ جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام فَذَبَحَهُ السَّيِّد إِبْرَاهِيم مُكَبِّرًا،

بے شک یہ یعنی ذبح کا حکم دیا جانا بہت بڑی کھلی آزمائش تھی۔یعنی ظاہر امتحان تھا۔اور ہم نے ایک بہت بڑی قربانی کے ساتھ اس کا فدیہ کر دیا۔یعنی جب ہم نے ذبح کا حکم دیا تھا۔اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام تھے۔یہ دونوں اقوال ہیں۔اور فدیہ سے مراد کہ آپ کے بدلے میں جنت سے مینڈھا بھیج دیا گیا۔اور یہ وہی مینڈھا تھا جس کو ہابیل نے قربان کیا تھا تو جبرائیل امین اسی کو لے آئے۔تو حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تکبیر کہتے ہوئے اسی کو ذبح کر دیا۔

## حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ اللہ کی طرف سے آنے کا بیان

اسی لیے ارشاد ہوا یہ تو صرف ایک آزمائش تھی کھلا امتحان تھا کہ ادھر حکم ہوا ادھر تیاری ہوئی۔اسی لیے جناب خلیل اللہ علیہ السلام کی تعریف میں قرآن میں ہے ابراہیم بڑا ہی وفادار تھا۔بڑے ذبیح کے ساتھ ان کا فدیہ ہم نے دیا۔سفید رنگ بڑی آنکھوں اور بڑے سینگوں والا عمدہ خوراک سے پلا ہوا مینڈھا فدیئے میں دیا گیا جو ثبیر بول کے درخت سے بندھا ہوا ملا۔جو جنت میں چالیس سال چرتا رہا۔منیٰ میں ثبیر کے پاس جو چٹان ہے اس پر یہ جانور ذبح کیا گیا یہ چیختا ہوا اوپر سے اترا تھا۔یہی وہ مینڈھا ہے جسے ہابیل نے اللہ کی راہ میں قربان کیا تھا۔اس کی اون قدرے سرخی مائل تھی اسکا نام جریر تھا۔بعض کہتے ہیں مقام ابراہیم پر اسے ذبح کیا۔کوئی کہتا ہے منیٰ میں نحر پر۔ایک شخص نے اپنے تئیں راہ اللہ میں ذبح کرنے کی منت مانی تھی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے ایک سو اونٹ ذبح کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن پھر فرماتے تھے کہ اگر میں اسے ایک بھیڑ ذبح کرنے کو کہتا تب بھی کافی تھا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے کہ حضرت ذبیح اللہ کا فدیہ اسی سے دیا گیا تھا۔اکثر لوگوں کا یہی قول ہے بعض کہتے ہیں یہ پہاڑی بکرا تھا۔کوئی کہتا ہے نر ہرن تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے بھیڑ کے سینگ بیت اللہ شریف میں داخلے کے وقت اندر دیکھے تھے اور مجھے یاد نہ رہا کہ میں تجھے ان کے ڈھانک دینے کا حکم دوں جاؤ اسے ڈھک دو بیت اللہ میں کوئی ایسی چیز نہ ہونی چاہیئے جو نمازی کو اپنی طرف متوجہ کر لے۔حضرت سفیان فرماتے ہیں اس بھیڑ کے سینگ بیت اللہ میں ہی رہے یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت اللہ میں آگ لگی اس میں وہ جل گئے، یہ واقعہ بھی اس امر کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل

تھے اسی وجہ سے ان کی اولاد قریش تک یہ سینگ برابر اور مسلسل چلے آئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مبعوث فرمایا۔ ان آثار کا بیان، جن میں ذبیح اللہ کا نام ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ صافات، بیروت)

## ذبیح اللہ سے متعلق روایات کا بیان

ابومیسرہ فرماتے ہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے فرمایا کیا تو میرے ساتھ کھانا چاہتا ہے میں یوسف بن یعقوب نبی اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ ہوں (عبید بن عمیر) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کی کہ اے اللہ کیا وجہ ہے جو لوگوں کی زبانوں پر یہ چڑھا ہوا ہے کہ ابراہیم اسمٰعیل اور یعقوب کے اللہ کی قسم، تو جواب ملا اس لئے ابراہیم نے تو ہر چیز پر مجھی کو ترجیح دی اور اسحاق علیہ السلام نے اپنے تئیں میری راہ میں ذبح ہونے کے لئے سپرد کر دیا پھر بھلا اور چیزیں اسے پیش کر دینا کیا مشکل تھیں اور یعقوب کو میں جوں جوں بلاؤں میں ڈالتا گیا اس کے حسن ظنی میرے ساتھ بڑھتی ہی رہی۔ ابن مسعود کے سامنے ایک مرتبہ کسی نے فخراً اپنے باپ دادوں کا نام لیا تو آپ نے فرمایا قابل فخر باپ دادا تو حضرت یوسف کے تھے جو یعقوب بن اسحاق اور ذبیح اللہ بن ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ عکرمہ، ابن عباس، خود عباس، علی سعید بن جبیر، مجاہد، شعبی، عبید بن عمر، ابومیسرہ، زید بن اسلم، عبداللہ بن شقیق، زہری، قاسم بن ابو برزہ، مکحول، عثمان بن ابی عاص، سدی، حسن، قتادہ، ابوالہذیل، ابن سابط، کعب احبار رحمہم اللہ اجمعین، ان سب کا یہی قول ہے۔

اور ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ صحیح علم تو اللہ کو ہی ہے مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان سب بزرگوں کے استاد حضرت کعب احبار ہیں۔ یہ خلافت فاروقی میں مسلمان ہوئے تھے اور کبھی کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتابوں کی باتیں سناتے تھے، لوگوں نے اسے رخصت سمجھ کر پھر ان سے ہر ایک بات بیان کرنی شروع کر دی اور صحیح غلط کی تمیز اٹھ گئی حق تو یہ ہے کہ اس امت کو اگلی کتابوں کی ایک بات کی بھی حاجت نہیں۔ بغوی نے کچھ اور نام بھی صحابہ تابعین کے بتلائے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ آیا ہے اگر وہ حدیث صحیح ہوتی تو جھگڑے کا فیصلہ تھا مگر وہ حدیث صحیح نہیں اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ حسن بن دینار متروک ہیں اور علی بن زید بن جدعان منکر الحدیث ہیں اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ ہے یہ بھی موقف، چنانچہ ایک سند سے یہ مقولہ حضرت ابن عباس کا مروی ہے اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ واللہ اعلم۔

اب ان آثار کو سنئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہی تھے اور یہی ٹھیک اور بالکل درست بھی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہودی حضرت اسحاق کا نام جھوٹ موٹ لیتے ہیں ابن عمر مجاہد شعبی حسن بصری محمد بن کعب قرظی، خلیفۃ المسلمین حضرت عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے سامنے جب محمد بن قرظی نے یہ فرمایا اور ساتھ ہی اس کی دلیل بھی دی کہ ذبح کے ذکر کے بعد قرآن میں خلیل اللہ کو حضرت اسحاق کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی بیان ہے کہ ان کے ہاں بھی لڑکا ہوگا یعقوب نامی جب ان کے ہاں لڑکا ہونے کی بشارت دی گئی تھی پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہوں کے اس سے

پہلے ہی ان کے ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جاتا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بہت صاف دلیل ہے میرا ذہن یہاں نہیں پہنچا تھا گویہ میں بھی جانتا تھا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہی ہیں پھر شاہ اسلام نے شام کے ایک یہودی عالم سے پوچھا جو مسلمان ہو گئے تھے کہ تم اس بارے میں کیا علم رکھتے ہو انہوں نے فرمایا امیر المسلمین سچ تو یہی ہے کہ جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا وہ حضرت اسماعیل ہی تھے لیکن چونکہ عرب ان کی اولاد میں سے ہیں تو یہ بزرگی ان کی طرف لوٹتی ہے اس حسد کے بارے میں یہودیوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق کا نام لے دیا۔ حقیقی علم اللہ ہی کو ہے ہمارا ایمان ہے کہ حضرت اسماعیل حضرت اسحاق دونوں ہی طاہر وطیب اور اللہ کے سچے فرمانبردار تھے۔

کتاب الزہد میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے اپنے والد سے جب یہ مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ ذبح ہونے والے حضرت اسماعیل ہی تھے۔ حضرت علی حضرت ابن عمر ابوالطفیل، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر، حسن، مجاہد، شعبی، محمد بن کعب، ابوجعفر محمد بن علی ابوصالح رضی اللہ عنہم سے بھی یہی مروی ہے۔

امام بغوی نے اور بھی صحابہ اور تابعین کے نام گنوائے ہیں۔ ایک غریب حدیث بھی اسی کی تائید میں مروی ہے اس میں ہے کہ شام میں امیر معاویہ کے سامنے یہ بحث چھڑی کہ ذبیح اللہ کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا خوب ہوا جو یہ معاملہ مجھ جیسے باخبر شخص کے پاس آیا سنو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے جب ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کی راہ میں دو ذبح ہونے والوں کی نسل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے اس پر آپ ہنس دیئے۔ ایک تو ذبیح اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ تھے دوسرے حضرت اسمعیل جن کی نسل میں سے آپ ہیں۔ عبداللہ کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے جب چاہ زمزم کھودا تو نذر مانی تھی کی اگر یہ کام آسانی سے پورا ہو گیا تو اپنے ایک لڑکے کو راہ اللہ میں ذبح کروں گا جب کام ہو گیا اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس بیٹے کو اللہ کے نام پر ذبح کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کا نام نکلا۔ ان کے ننھیال والوں نے کہا آپ ان کی طرف سے ایک سو اونٹ راہ اللہ ذبح کر دیں چنانچہ وہ ذبح کر دیئے گئے اور اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے ابن جریر میں یہ روایت موجود ہے۔

اور مغازی اموریہ میں بھی امام ابن جریر نے حضرت اسحاق کے ذبیح اللہ ہونے کی ایک دلیل تو یہ پیش کی یہ کہ جس علیم بچے کی بشارت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت اسحاق ہیں قرآن میں اور جگہ ہے وبشروہ بغلام علیم اور حضرت یعقوب کی بشارت کا یہ جواب دیا ہے کہ وہ آپ کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گئے تھے اور ممکن ہے کہ یعقوب کے ساتھ ہی کوئی اور اولاد بھی ہوئی ہو اور کعبۃ اللہ میں سینگوں کی موجودگی کے بارے میں فرماتے ہیں بہت ممکن ہے کہ یہ بلاد کنعان سے لا کر یہاں رکھے گئے ہوں اور بعض لوگوں سے حضرت اسحاق کے نام کی صراحت بھی آئی ہے، لیکن یہ سب باتیں حقیقت سے بہت دور ہیں۔ ہاں حضرت اسماعیل کے ذبیح اللہ ہونے پر محمد بن کعب قرظی کا استدلال بہت صاف اور قوی ہے۔ واللہ اعلم۔ پہلے ذبیح اللہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کے تولد ہونے کی بشارت دی گئی تھی یہاں اس کے بعد ان کے بھائی حضرت اسحاق کی بشارت دی جا رہی ہے۔ سورہ ہود اور سورہ حجر میں بھی

اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ نبیاً حال مقدرہ ہے یعنی وہ نبی صالح ہوگا۔ ابن عباس فرماتے ہیں ذبیح اللہ اسحاق تھے اور یہاں نبوت حضرت اسحاق کو بشارت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ کے بارے میں فرمان ہے کہ ہم نے انہیں اپنی رحمت سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا دیا۔ حالانکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے بڑے تھے تو یہاں بھی ان کی نبوت کی بشارت ہے۔ پس یہ بشارت اس وقت دی گئی جبکہ امتحان ذبح میں وہ صابر ثابت ہوئے۔

یہ بھی مروی ہے کہ یہ بشارت دو مرتبہ دی گئی پیدائش سے کچھ قبل اور نبوت سے کچھ قبل۔ حضرت قتادہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ان پر اور اسحاق پر ہماری برکتیں ہم نے نازل فرمائیں، ان کی اولاد میں ہر قسم کے لوگ ہیں نیک بھی بد بھی۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمان ہوا تھا کہ اے نوح ہماری سلام اور برکت کے ساتھ تو اتر۔ تو بھی اور تیرے ساتھ والے بھی اور ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں ہم فائدے پہنچائیں گے پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ |
| كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر برقرار رکھا۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح محسنوں کو صلہ دیا کرتے ہیں۔ |
| بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اچھی تعریف کے باقی رہنے کا بیان

"وَتَرَكْنَا" أَبْقَيْنَا "عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ" ثَنَاء حَسَنًا "سَلَام" مِنَّا "كَذٰلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُ "نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ" لِأَنْفُسِهِمْ،

اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر برقرار رکھا۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح محسنوں کو صلہ دیا کرتے ہیں۔

بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر کا ہر نماز میں ہونے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ (تابعی) فرماتے ہیں کہ حضرت کعب ابن عجرہ (صحابی) سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہیں وہ چیز بطور ہدیہ پیش نہ کروں جس کو میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے عرض کیا" جی ہاں! مجھے وہ ہدیہ ضرور عنایت فرمائیے" انہوں نے فرمایا کہ " ہم چند صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اہل بیت نبوت پر ہم درود کس طرح بھیجیں؟ اللہ نے ہمیں یہ تو بتا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کس طرح بھیجا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہو! اللھم صل علی علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید اللھم بارك علی

محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید، اے اللہ! محمد پر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل کر جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی بیشک تو بزرگ و برتر ہے۔ اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل کر جیسا کہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر برکت نازل کی بیشک تو بزرگ و برتر ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 884)

صحابہ کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجیں تو سلام بھیجنے کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا۔ کہ التحیات میں ہم " السلام علیك ایھا النبی " کہا کریں۔ اب یہ بھی بتا دیجئے کہ درود کس طرح بھیجیں؟ صحابہ کے قول " اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کس طرح بھیجیں " کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان اقدس کے ذریعے ہمیں سلام بھیجنے کی تعلیم دی۔ اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تعلیم اس لئے کہا گیا ہے کہ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے جو بھی احکام بیان فرمائے ہیں وہ از خود اور اپنے ذہن وفکر سے نہیں بیان فرمائے ہیں بلکہ وہ احکام بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لسان اقدس کے ذریعہ نافذ فرمایا۔

## آل کی تعریف کا بیان

اہل وعیال کو کہتے ہیں اس کے معنی " تابعدار " بھی مراد لئے جاتے ہیں چنانچہ " وعلی ال محمد " میں آل کے تعین کے سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ " ال محمد " سے مراد صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ہیں۔ کچھ حضرات نے کہا ہے کہ آل سے مراد تابعدار مراد ہیں بعض علماء کی رائے ہے کہ ہر مومن آل محمد میں سے ہے کسی نے کہا کہ ہر متقی مومن آل محمد میں شامل ہے یہ سب علماء کے اقوال ہیں لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں آل سے مراد تابعدار ہیں۔ گو بعض علماء نے " آل " کی تفسیر " اہل بیت " سے کی ہے یعنی ان حضرات کے نزدیک " آل محمد " سے اہل بیت یعنی وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور " جنہیں بنی ہاشم " کہا جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ " اہل بیت " میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اولاد شامل ہیں اور چونکہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ربط بھی ان سب سے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وجہ سے بہت زیادہ تھا اس لئے وہ بھی اہل بیت میں داخل ہیں۔ " کما صلیت علی ابراھیم " میں صرف حضرت ابراہیم کی تخصیص کی گئی ہے اور کسی نبی کا ذکر نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہیں، نیز یہ کہ اصول دین میں شریعت محمدی ان کے تابع ہے۔ "" اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل کر " کا مطلب یہ ہے کہ " رب قدوس! تو نے ہمارے سرکار وسردار رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شرف وفضیلت عطا فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بزرگی و بڑائی دی ہے اس کو ہمیشہ اور باقی رکھ! روایت کے آخری الفاظ الا ان مسلما لم یذکر الخ کا مطلب یہ ہے کہ مسلم نے جو روایت نقل کی ہے اس کے پہلے

اور دوسرے دونوں ہی درود میں "علی ابراہیم" کے الفاظ نہیں ہیں یعنی اس کے الفاظ اس طرح ہیں "کما صلیت علی آل ابراھیم" اور "کما بارکت علی آل ابراھیم"

| |
|---|
| وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ |
| وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ |
| اور ہم نے انہیں اِسحاق (علیہ السلام) کی بشارت دی، صالحین میں سے نبی تھے۔ اور ہم نے اُن پر اور اسحاق (علیہ السلام) |
| پر برکتیں نازل فرمائیں، اور ان دونوں کی نسل میں نیکوکار بھی ہیں اور اپنی جان پر کھلے ظلم شِعار بھی۔ |

## حضرت اسحاق علیہ السلام کی آمد کی بشارت کا بیان

"وَبَشَّرْنَاهُ بِإِسْحَاقَ" اُسْتُدِلَّ بِذٰلِكَ عَلَى أَنَّ الذَّبِيحَ غَيْرُه "نَبِيًّا" حَالٌ مُقَدَّرَة : أَيْ يُوجَد مُقَدَّرًا نُبُوَّتُه، "وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ" بِتَكْثِيرِ ذُرِّيَّتِه "وَعَلَى إِسْحَاقَ" وَلَدِه بِجَعْلِنَا أَكْثَرَ الْأَنْبِيَاء مِنْ نَسْلِه "وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ" مُؤْمِن "وَظَالِمٌ لِنَفْسِهِ" كَافِر "مُبِين" بَيِّنُ الْكُفْر،

اور ہم نے اِسماعیل علیہ السلام کے بعد انہیں اِسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔ اسی سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ وہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق کے سوا تھے اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ وہ بھی صالحین میں سے نبی تھے۔ لفظ نبی یہ حال مقدرہ ہے یعنی ان کیلئے نبوت مقدر ہو چکی ہے۔ اور ہم نے اُن پر اور اسحاق علیہ السلام پر برکتیں نازل فرمائیں، کیونکہ ان کو کثیر اولاد عطا کی ہے کیونکہ اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے کثیر انبیائے کرام کی بعثت ہوئی۔ اور ان دونوں کی نسل میں نیکوکار یعنی مؤمن بھی ہیں۔ اور اپنی جان پر کھلے ظلم شِعار بھی۔ یعنی جن کا کفر واضح تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ واقعے کے بعد اب ایک بیٹے اسحاق علیہ السلام کی اور اس کے نبی ہونے کی خوشخبری دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا، وہ اسماعیل علیہ السلام تھے۔ جو اس وقت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے تھے اسحاق علیہ السلام کی ولادت ان کے بعد ہوئی ہے۔ مفسرین کے درمیان اس کی بابت اختلاف۔ ہے کہ ذبیح کون ہے، اسماعیل علیہ السلام یا اسحاق علیہ السلام؟ امام ابن جریر نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو اور ابن کثیر اور اکثر مفسرین نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا ہے اور یہی بات صحیح ہے۔

ان دونوں کی اولاد کو بہت پھیلایا اور انبیاء ورسل کی زیادہ تعداد انہی کی نسل سے ہوئی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے یعقوب علیہ السلام ہوئے، جن کے بارہ بیٹوں سے بنی اسرائیل کے ۱۲ قبیلے بنے اور ان سے بنی اسرائیل کی قوم بڑھی اور پھیلی اور اکثر انبیاء ان ہی میں سے ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام سے عربوں کی نسل چلی اور ان میں آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝ |
| اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بھی احسان کئے اور ہم نے خود ان دونوں کو اور دونوں |
| کی قوم کو سخت تکلیف سے نجات بخشی۔ |

## حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی بعثت کا بیان

"وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَى مُوسَى وَهَارُونَ" بِالنُّبُوَّةِ "وَنَجَّيْنَاهُمَا وَقَوْمهمَا" بَنِي إسْرَائِيل "مِنَ الْكَرْب الْعَظِيم" أَيْ اسْتِعْبَاد فِرْعَوْن إيَّاهُمْ،

اور بے شک ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر بھی نبوت کے ساتھ احسان کئے اور ہم نے خود ان دونوں کو اور دونوں کی قوم بنی اسرائیل کو سخت تکلیف سے نجات بخشی۔ کیونکہ فرعون نے انہیں غلام بنا رکھا تھا۔

## حضرت موسیٰ پر انعامات الٰہی کا بیان

اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ہارون پر اپنی نعمتیں جتا رہا ہے کہ انہیں نبوت دی انہیں مع ان کی قوم کے فرعون جیسے طاقتور دشمن سے نجات دی جس نے انہیں بیطرح پست و ذلیل کر رکھا تھا ان کے بچوں کو کاٹ دیتا تھا ان کی لڑکیوں کو رہنے دیتا تھا ان سے ذلیل مزدوریاں کراتا تھا اور بے حیثیت بنا رکھا تھا۔ ایسے بدترین دشمن کو ان کے دیکھتے ہلاک کیا، انہیں اس پر غالب کر دیا ان کی زمین وزر کے یہ مالک بن گئے۔ پھر حضرت موسیٰ کو واضح جلی روشن اور بین کتاب عنایت فرمائی جو حق و باطل میں فرق و فیصلہ کرنے والی اور نور و ہدایت والی تھی، ان کے اقوال و افعال میں انہیں استقامت عطا فرمائی اور ان کے بعد والوں میں بھی ان کا ذکر خیر اور ثناء وصفت باقی رکھی کہ ہر زبان ان پر سلام ہی پڑھتی ہے۔ ہم نیک کاروں کو یہی اور ایسے ہی بدلے دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔

| |
|---|
| وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ |
| وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے اُن کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہو گئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو واضح اور بیّن کتاب عطا فرمائی۔ اور ہم نے |
| ان دونوں کو سیدھی راہ پر چلایا اور ہم نے ان دونوں کے حق میں پیچھے آنے والوں میں ذکرِ خیر باقی رکھا۔ |

## حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ذکر خیر کے باقی رہنے کا بیان

"وَنَصَرْنَاهُمْ" عَلَى الْقِبْط "وَآتَيْنَاهُمَا الْكِتَاب الْمُسْتَبِين" الْبَلِيغ الْبَيَان فِيمَا أَتَى بِهِ مِنْ الْحُدُود وَالْأَحْكَام وَغَيْرهَا وَهُوَ التَّوْرَاة "وَهَدَيْنَاهُمَا الصِّرَاط" الطَّرِيق "وَتَرَكْنَا" أَبْقَيْنَا "عَلَيْهِمَا فِي الْآخِرِينَ" ثَنَاء حَسَنًا،

اور ہم نے قبطیوں کے خلاف اُن کی مدد فرمائی تو وہی غالب ہو گئے۔ اور ہم نے ان دونوں کو واضح اور بیّن کتاب تورات عطا فرمائی۔ جس میں واضح بیان یعنی احکام وحدود کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ہم نے ان دونوں کو سیدھی راہ پر چلایا اور ہم نے ان دونوں کے حق میں بھی پیچھے آنے والوں میں ذکرِ خیر یعنی ان دونوں کی اچھی تعریف کو باقی رکھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اتینھما ہم نے ان کو دی ہما ضمیر تثنیہ مذکر غائب کا مرجع حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام ہیں۔ الکتب المستبین۔ موصوف وصفت۔ واضح کتاب، توراۃ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ استبانۃ (استفعال) مصدر سے۔ بین مادہ ہے۔ البین کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وجعلنا بینھما زرعا، اور ہم نے ان کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی۔ محاورہ ہے بان کذا۔ کسی چیز کا الگ ہو جانا۔ اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ ہے۔ اس کا ظاہر ہو جانا۔ چونکہ اس میں ظہور اور انفصال کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے کبھی ظہور اور کبھی انفصال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

یہاں اس آیت میں ظہور کے معنی میں آیا ہے۔ بان یبین (باب ضرب) بین یبین (باب تفعیل) تبین یتبین (باب تفعل) استبان یستبین (باب استفعال) سے بمعنی واضح ہونا۔ ظاہر ہونا ہے۔ مستبین۔ ظاہر کرنے والا۔ واضح کرنے والا۔ الکتب المستبین (احکام الٰہی کو) واضح کر دینے والی کتاب۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔ وکذلک نفصل الایت ولتستبین سبیل المجرمین، اور اس طرح ہم کھول کو بیان کرتے رہتے ہیں نشانیون کو تا کہ مجرموں کا طریقہ واضح ہو کر رہے۔

| |
|---|
| سَلٰمٌ عَلٰی مُوْسٰی وَھٰرُوْنَ۝ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝ |
| اِنَّھُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ۝ وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۝ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ۝ |
| سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر۔ بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے ایمان والے بندوں |
| میں سے تھے اور یقیناً الیاس (علیہ السلام بھی) رسولوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم نہیں ڈرتے ہو۔ |

## حضرت الیاس علیہ السلام کی بعثت کا بیان

"سَلَام" مِنَّا "اِنَّا كَذٰلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُمَا "وَاِنَّ اِلْيَاس" بِالْهَمْزَةِ أَوَّله وَتَرْكه "لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ" قِيلَ هُوَ ابْن أَخِي هَارُونَ أَخِي مُوسَى وَقِيلَ غَيْره أُرْسِلَ إِلَى قَوْم بِبَعْلَبَكّ وَنَوَاحِيهَا "إِذْ" مَنْصُوب بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا "قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ" اللّٰه،

سلام ہو موسیٰ اور ہارون پر، بے شک ہم نیکو کاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ دونوں ہمارے کامل ایمان والے بندوں میں سے تھے اور یقیناً الیاس علیہ السلام بھی رسولوں میں سے تھے۔ یہاں ہمزہ اول کے ہونے یا ترک دونوں طرح آیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اس کے سوا تھے

انہیں بعل بک کی قوم اوراس کے گردونواح کی جانب بھیجا گیا تھا۔ یہاں پر لفظ اذ، اذکر کے مقدر ہونے کے سبب منصوب ہے۔

جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے ہو۔

## حضرت الیاس علیہ السلام کے نسب وسیرت کا بیان

بعض کہتے ہیں الیاس نام تھا حضرت ادریس علیہ السلام کا۔ وہب کہتے ہیں ان کا سلسلہ نسب یوں ہے الیاس بن نسی بن فخاص بن عیزار بن ہارون بن عمران علیہ السلام۔ خرقیل علیہ السلام کے بعد یہ نبی اسرائیل میں بھیجے گئے تھے وہ لوگ بعل نامی بت کے پجاری بن گئے تھے۔ انہوں نے دعوت اسلام دی ان کے بادشاہ نے ان سے قبول بھی کر لی لیکن پھر مرتد ہو گیا اور لوگ بھی سرکشی پر تلے رہے اور ایمان سے انکار کر دیا آپ نے ان پر دعائے ضرر کی تین سال تک بارش نہ برسی۔ اب تو یہ سب تنگ آ گئے اور قسمیں کھا کھا کر اقرار کیا کہ آپ دعا کیجئے بارش برستے ہی ہم سب آپ کی نبوت پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے مینہ برسا۔ لیکن یہ کفار اپنے وعدے سے ٹل گئے اور اپنے کفر پر اڑ گئے۔ آپ نے یہ حالت دیکھ کر اللہ سے دعا کی کہ اللہ انہیں اپنی طرف لے لے۔ ان کے ہاتھوں تلے حضرت یسع بن اخطوب پلے تھے۔ حضرت الیاس کی اس دعا کے بعد انہیں حکم ملا کہ وہ ایک جگہ جائیں اور وہاں انہیں جو سواری ملے اس پر سوار ہو جائیں وہاں آپ گئے ایک نوری گھوڑا دکھائی دیا جس پر سوار ہو گئے اللہ نے انہیں بھی نورانی کر دیا اور اپنے پروں سے فرشتوں کے ساتھ اڑنے لگے اور ایک انسانی فرشتہ زمینی اور آسمانی بن گئے۔ اس کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ ہے یہ بات اہل کتاب کی روایت سے حضرت الیاس نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہو؟ اہل یمن اور قبیلہ از دشنوہ رب کو بعل کہتے تھے۔ بعل نامی جس بت کی یہ پوجا کرتے تھے وہ ایک عورت تھی۔ ان کے شہر کا نام بعلبک تھا تو اللہ کے نبی حضرت الیاس علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو خالق کل ہے اور بہترین خلاق ہے ایک بت کو پوج رہے ہو؟ اور اس کو پکارتے رہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ تم سب کا اور تم سے اگلے تمہارے باپ دادوں کا رب ہے وہی مستحق عبادت ہے اس کے سوا کسی قسم کی عبادت کسی کے لائق نہیں۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صاف اور خیر خواہانہ نصیحت کو نہ مانا تو اللہ نے بھی انہیں عذاب پر حاضر کر دیا، کہ قیامت کے دن ان سے زبردست باز پرس اور ان پر سخت عذاب ہوں گے۔ ہاں ان میں سے جو توحید پر قائم تھے وہ بچ رہیں گے۔

ہم نے حضرت الیاس علیہ السلام کی ثنا جمیل اور ذکر خیر پچھلے لوگوں میں بھی باقی ہی رکھا کہ ہر مسلم کی زبان سے ان پر درود و سلام بھیجا جاتا ہے۔ الیاس میں دوسری لغت الیاسین ہے جیسے اسماعیل میں اسماعین بنو اسد میں اسی طرح یہ لغت ہے۔ ایک تمیمی کے شعر میں یہ لغت اس طرح لایا گیا ہے۔ میکائیل کو میکال اور میکائین بھی کہا جاتا ہے۔ ابراہیم کو ابراہام، اسرائیل کو سرائیں، طور سینا کو طور سینین۔ غرض یہ لغت عرب میں مشہور و رائج ہے۔

ابن مسعود کی قرأت میں سلام علی ال یاسین ہے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہم اسی طرح نیک کاروں کو نیک بدلہ دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ۝ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

کیا تم بَعل کو پوجتے ہو اور سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو۔ اللہ جو تمہارا رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا رب ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر بعل بت کی پوجا کرنے والوں کا بیان

"أَتَدْعُونَ بَعْلًا" اسْمُ صَنَمٍ لَهُمْ مِنْ ذَهَبٍ وَبِهِ سُمِّيَ الْبَلَدُ أَيْضًا مُضَافًا إلَى بَكّ : أَيْ أَتَعْبُدُونَهُ "وَتَذَرُونَ" تَتْرُكُونَ "أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ" فَلَا تَعْبُدُونَهُ "اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ" بِرَفْعِ الثَّلَاثَةِ عَلَى إضْمَارِ هُوَ وَبِنَصْبِهَا عَلَى الْبَدَلِ مِنْ أَحْسَنَ،

کیا تم بَعل نامی بُت کو پوجتے ہو جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ اسی وجہ ان کے شہر کا نام بعل رکھا گیا ہے۔ جو بک کی جانب مضاف ہے یعنی تم اس بات کی پوجا کرتے ہو جبکہ سب سے بہتر خالق کو چھوڑ دیتے ہو۔ کیونکہ تم اس کی عبادت نہیں کرتے۔ یعنی اللہ جو تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ یہاں پر تینوں اسماء ھومحذوف کو مقدر ماننے کی صورت میں مرفوع ہیں جبکہ احسن سے بدل ہونے کے سبب منصوب ہوں گے۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کا بیان اور بے شک الیاس پیغمبروں میں سے ہیں (یاد کرو) جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا کا خوف کیوں نہیں کرتے کیا تم (عبادت کر کے) پکارتے ہو بعل (جو بت ہے) کو اور چھوڑ دیتے ہو اس اللہ کو جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے جو تمہارا اور تمہارے تمام پچھلے باپ دادوں کا پروردگار ہے تو انہوں نے الیاس کو جھٹلایا بے شک وہ جہنم میں لائے جائیں گے مگر اللہ کے نیک اور خالص بندے وتر کنا علیہ فی الآخرین کا مطلب ابن عباس نے یہ فرمایا کہ ان کا تذکرہ اچھائی اور بھلائی سے ہوگا سلام ہو ال یاسین پر ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے ابن مسعود اور ابن عباس نے فرمایا کہ الیاس حضرت ادریس ہی کا نام ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 598)

بعض مفسرین نے یہاں اس کشمکش کے مفصل حالات بیان فرمائے ہیں، مروجہ تفاسیر میں حضرت الیاس علیہ السلام کا سب سے مبسوط تذکرہ تفسیر مظہری میں علامہ بغوی کے حوالہ سے کیا گیا ہے، اس میں جو واقعات مذکور ہیں وہ تقریباً تمام تر بائبل سے ماخوذ ہیں، دوسری تفسیروں میں بھی ان واقعات کے بعض اجزاء حضرت وہب بن منبہ اور کعب الاحبار وغیرہ کے حوالہ سے بیان ہوئے ہیں جو اکثر اسرائیلی روایات نقل کرتے ہیں۔

## حضرت الیاس کی قربانی کے مقبول ہونے کا بیان

ان تمام روایات کے خلاصہ کے طور پر جو قدر مشترک نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام نے اسرائیل کے بادشاہ اخی اب اور اس کی رعایا کو بعل نامی بت کی پرستش سے روک کر توحید کی طرف دعوت دی، مگر دو ایک حق پسند افراد کے سوا کسی نے آپ کی بات نہیں مانی، بلکہ آپ کو طرح طرح سے پریشان کرنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اخی اب اور اس کی بیوی ایزبل نے

آپ کو شہید کرنے کے منصوبے بنائے۔ آپ نے ایک دور افتادہ غار میں پناہ لی، اور عرصہ دراز تک وہیں مقیم رہے، اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی، کہ اسرائیل کے لوگ قحط سالی کا شکار ہو جائیں تا کہ اس قحط سالی کو دور کرنے کے لئے آپ ان کو معجزات دکھائیں تو شاید وہ ایمان لے آئیں، چنانچہ انہیں شدید قحط میں مبتلا کر دیا گیا۔

اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اخی اب سے ملے، اور اس سے کہا کہ یہ عذاب اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے ہے، اور اگر تم اب بھی باز آ جاؤ تو یہ عذاب دور ہو سکتا ہے۔ میری سچائی کے امتحان کا بھی یہ بہترین موقع ہے، تم کہتے ہو کہ اسرائیل میں تمہارے معبود بعل کے ساڑھے چار سو نبی ہیں، تم ایک دن ان سب کو میرے سامنے جمع کر لو، وہ بعل کے نام پر قربانی پیش کریں گے اور میں اللہ کے نام پر قربانی کروں گا، جس کی قربانی کو آسمانی آگ بھسم کر دے گی اس کا دین سچا ہوگا، سب نے اس تجویز کو خوشی سے مان لیا۔

چنانچہ کوہ کرمل کے مقام پر یہ اجتماع ہوا۔ بعل کے جھوٹے نبیوں نے اپنی قربانی پیش کی، اور صبح سے دوپہر تک بعل سے التجائیں کرتے رہے، مگر کوئی جواب نہ آیا۔ اس کے بعد حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قربانی پیش کی، اس پر آسمان سے آگ نازل ہوئی اور اس نے حضرت الیاس علیہ السلام کی قربانی کو بھسم کر دیا، یہ دیکھ کر بہت سے لوگ سجدے میں گر گئے، اور ان پر حق واضح ہو گیا لیکن بعل کے جھوٹے نبی اب بھی نہ مانے، اس لئے حضرت الیاس علیہ السلام نے ان کو وادی قیشون میں قتل کرا دیا۔

اس واقعہ کے بعد موسلا دھار بارش بھی ہوئی، اور پورا خطہ پانی سے نہال ہو گیا، لیکن اخی اب کی بیوی ایزبل کی اب بھی آنکھ نہ کھلی، وہ حضرت الیاس علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے الٹی ان کی دشمن ہو گئی، اور اس نے آپ کو قتل کرانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت الیاس علیہ السلام یہ سن کر پھر سامریہ سے روپوش ہو گئے اور کچھ عرصہ کے بعد بنی اسرائیل کے دوسرے ملک یہودیہ میں تبلیغ شروع کر دی، کیونکہ رفتہ رفتہ بعل پرستی کی وباء وہاں بھی پھیل چکی تھی۔ وہاں کے بادشاہ یہورام نے بھی آپ کی بات نہ سنی، یہاں تک کہ وہ حضرت الیاس علیہ السلام کی پیشنگوئی کے متعلق تباہ و برباد ہوا چند سال بعد آپ دوبارہ اسرائیل تشریف لائے اور یہاں پھر اخی اب اور اس کے بیٹے اخزیاہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر وہ بدستور اپنی بداعمالیوں میں مبتلا رہے، یہاں تک کہ انہیں بیرونی حملوں اور مہلک بیماریوں کا شکار بنا دیا گیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو واپس بلا لیا۔

## حضرت الیاس علیہ السلام کی ظاہری حیات کا بیان

مورخین اور مفسرین کے درمیان یہاں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا چکے؟ تفسیر مظہری میں علامہ بغوی کے حوالہ سے جو طویل روایت بیان کی گئی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام کو ایک آتشیں گھوڑے پر سوار کر کے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا تھا اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ ہیں۔ (مظہری ص ۸ ج)

علامہ سیوطی نے بھی ابن عساکر اور حاکم وغیرہ کے حوالے سے کئی روایات ایسی نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔ کعب الاحبار سے منقول ہے کہ چار انبیاء علیہم السلام اب تک زندہ ہیں، دو زمین میں، حضرت خضر اور حضرت الیاس اور دو

آسمان میں حضرت عیسیٰ اور حضرت ادریس علیہم السلام۔ (درمنثور، ص، ۶، ج)

یہاں تک کہ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام ہر سال رمضان کے مہینہ میں بیت المقدس میں جمع ہوتے ہیں، اور روزے رکھتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ○ اِلَّا عِبَادَاللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ○ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ○ |
| توان لوگوں نے الیاس (علیہ السلام) کو جھٹلایا پس وہ حاضر کردیے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے چُنے ہوئے بندوں |
| کے اور ہم نے ان کا ذکر خیر پیچھے آنے والوں میں برقرار رکھا۔ |

## حضرت الیاس علیہ السلام کے ذکر خیر کے باقی رہ جانے کا بیان

"فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ" فِي النَّار "إلَّا عِبَاد اللّٰه الْمُخْلَصِينَ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ نَجَوْا مِنْهَا "وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ" ثَنَاء حَسَنًا،

توان لوگوں نے یعنی قوم بعلبک نے الیاس علیہ السلام کو جھٹلایا پس وہ بھی عذاب جہنم میں حاضر کردیے جائیں گے۔ سوائے اللہ کے چُنے مؤمن ہوئے بندوں کے کیونکہ ہم نے انہیں نجات دے دی ہے۔ اور ہم نے ان کا ذکر خیر یعنی اچھی تعریف بھی پیچھے آنے والوں میں برقرار رکھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**الا عباد الله المخلصین** ۔ بجز اللہ کے مخلص بندوں کے کذبوہ کی ضمیر فاعل سے استثناء متصل ہے یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی قوم میں مخلص بندے بھی تھے جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب نہ کی۔ لہٰذا یہ لمحضرون کی ضمیر سے استثناء متصل نہیں ہے کیونکہ محضرون مکذبین کے لئے ہے اور مکذبین میں سے کسی کو مستثنیٰ کرنا بعید از مکان ہے۔

یعنی سیدنا الیاس نے ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ یہ بعل دیوتا کا بت تو تم نے خود گھڑا ہے۔ یہ پتھر کا بے جان بت ہے جس کے خالق تم خود ہو۔ اس کی حفاظت بھی تم ہی کرتے ہو۔ پھر اسی کی عبادت بھی کرنے لگتے ہو۔ تمہیں چاہئے تو یہ تھا کہ اس کی عبادت کرتے جس نے تم کو بنایا ہے۔ پھر تمہیں صرف بنا ہی نہیں دیا بلکہ تمہاری پرورش بھی کرتا ہے۔ تمہارے آباء واجداد کا بھی وہی خالق اور رازق ہے۔ ایسے بہترین خالق کو چھوڑ کر اپنے گھڑے ہوئے پتھر کے سامنے سربسجود ہوتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی۔

| |
|---|
| سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ○ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ○ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ○ |
| وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ○ |
| سلام ہو الیاس پر، بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ |
| اور بے شک لوط (علیہ السلام) رسولوں میں سے تھے۔ جب ہم نے اُن کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔ |

## آل یٰسین کیلئے دعائے سلامتی کا بیان

"سَلام" مِنَّا "عَلَی إلْ یَاسِین" قِیلَ هُوَ إلْیَاس الْمُتَقَدِّم ذِكْره وَقِیلَ هُوَ وَمَنْ آمَنَ مَعَهُ فَجُمِعُوا مَعَهُ تَغْلِیبًا كَقَوْلِهِمْ لِلْمُهَلَّبِ وَقَوْمه الْمُهَلَّبُونَ وَعَلَی قِرَاءَة آل یَاسِین بِالْمَدِّ أَیْ أَهْله الْمُرَاد بِهِ إلْیَاس أَیْضًا "إنَّا كَذَلِكَ" كَمَا جَزَیْنَاهُ

سلام ہو الیاس پر، کہا گیا ہے کہ وہ الیاس علیہ السلام ہیں جن کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اور بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ اور غلبہ کے سبب جمع لائی گئی ہے۔ جس طرح مھلب کہ اس کی جمع مھلبون لائی جاتی ہے۔ اور ایک قرأت میں آل یسٰین مد کے ساتھ بھی آیا ہے اور اس سے مراد حضرت الیاس علیہ السلام کے اہل مراد ہیں۔ بے شک ہم نیکوکاروں کو اسی طرح صِلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے (کامل) ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ اور بے شک لوط (علیہ السلام بھی) رسولوں میں سے تھے۔ جب ہم نے اُن کو اور ان کے سب گھر والوں کو نجات بخشی۔

"الیاس" کو "الیاسین" بھی کہتے ہیں کہ جیسے "طور سینا" کو "طور سینین" کہہ دیا جاتا ہے یا "الیاسین" سے حضرت الیاس کے متبعین مراد ہوں۔ اور بعض نے "آل یاسین" بھی پڑھا ہے۔ تو "یاسین" ان کے باپ کا نام ہوگا۔ یا ان ہی کا نام "یاسین" اور لفظ "آل" مقحم ہو جیسے "کما صلیت علی ال ابراہیم" میں۔ یا "اللھم صل علی ال ابی اوفی" میں ہے۔

## قوم لوط علیہ السلام ایک عبرت کا مقام

اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول حضرت لوط علیہ السلام کا بیان ہو رہا ہے کہ انہیں بھی ان کی قوم نے جھٹلایا۔ جس پر اللہ کے عذاب ان پر برس پڑے اور اللہ نے اپنے پیارے حضرت لوط علیہ السلام کو مع ان کے گھر والوں کے نجات دے دی۔ لیکن ان کی بیوی غارت ہوئی قوم کے ساتھ ہی ہلاک ہوئی اور ساری قوم بھی تباہ ہوئی۔

قسم قسم کے عذاب ان پر آئے اور جس جگہ وہ رہتے تھے وہاں ایک بدبودار اور جھیل بن گئی جس کا پانی بدمزہ بدبو بدرنگ ہے جو آنے جانے والوں کے راستے میں ہی پڑی ہے۔ تم تو دن رات وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو اور اس خوفناک منظر اور بھیانک مقام کو صبح شام دیکھتے رہتے ہو۔ کیا اس معائنہ کے بعد بھی عبرت حاصل نہیں کرتے اور سوچتے سمجھتے نہیں ہو؟ کس طرح یہ برباد کر دیئے گئے؟ ایسا نہ ہو کہ یہی عذاب تم پر بھی آ جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰبِرِیْنَ ○ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ○ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَیْهِمْ مُّصْبِحِیْنَ ○ وَبِالَّیْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ |
| سوائے اس بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر ڈالا۔ اور بے شک تم لوگ اُن پر صبح کے وقت بھی گزرتے ہو۔ اور رات کو بھی، کیا پھر بھی تم عقل نہیں رکھتے۔ |

## قوم لوط کی ہلاکتوں سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دینے کا بیان

"إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ " أَيْ الْبَاقِينَ فِي الْعَذَاب "ثُمَّ دَمَّرْنَا" أَهْلَكْنَا "الْآخَرِينَ" كُفَّار قَوْمه "وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ " عَلَى آثَارهمْ وَمَنَازِلهمْ فِي أَسْفَاركُمْ "مُصْبِحِينَ" أَيْ وَقْت الصَّبَاح يَعْنِي بِالنَّهَارِ، "وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ" يَا أَهْل مَكَّة مَا حَلَّ بِهِمْ فَتَعْتَبِرُونَ بِهِ،

سوائے اس بڑھیا کے جو عذاب میں پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ پھر ہم نے دوسروں یعنی کفار اقوام کو ہلاک کر ڈالا۔ اور بے شک تم لوگ اُن کی اُجڑی بستیوں پر جو مکہ سے ملکِ شام کی طرف جاتے ہوئے صبح کے وقت بھی گزرتے ہو۔ یعنی دن کے وقت وہاں سے گزرتے ہو۔ اے اہل مکہ اور رات کو بھی، کیا پھر بھی تم عقل نہیں رکھتے۔ جو ان کے ساتھ گزرا ہے تاکہ تم اس کے ساتھ عبرت حاصل کرو۔

یہ اہل مکہ سے خطاب ہے جو تجارتی سفر میں ان تباہ شدہ علاقوں سے آتے جاتے، گزرتے تھے ان کو کہا جا رہا ہے کہ تم صبح کے وقت بھی اور رات کے وقت بھی ان بستیوں سے گزرتے ہو، جہاں اب مردار بحیرہ ہے، جو دیکھنے میں بھی نہایت کریہ ہے اور سخت متعفن اور بدبودار۔ کیا تم انہیں دیکھ کر یہ بات نہیں سمجھتے کہ رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے ان کا یہ بدانجام ہوا، تو تمہاری اس روش کا انجام بھی اس سے مختلف کیوں کر ہوگا؟ جب تم بھی وہی کام کر رہے ہو، جو انہوں نے کیا تو پھر اللہ کے عذاب سے کیوں کر محفوظ رہو گے۔

| |
|---|
| وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ○ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ |
| اور یونس (علیہ السلام بھی) واقعی رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑے۔ |

## حضرت یونس علیہ السلام کا قوم سے ناراض ہو کر کشتی پر سوار ہونے کا بیان

"إِذْ أَبَقَ" هَرَبَ "إِلَى الْفُلْك الْمَشْحُون " السَّفِينَة الْمَمْلُوءَة حِين غَاضَبَ قَوْمه لَمَّا لَمْ يَنْزِل بِهِمْ الْعَذَاب الَّذِي وَعَدَهُمْ بِهِ فَرَكِبَ السَّفِينَة فَوَقَفَتْ فِي لُجَّة الْبَحْر فَقَالَ الْمَلَّاحُونَ : هُنَا عَبْد أَبَقَ مِنْ سَيِّده تُظْهِرهُ الْقُرْعَة،

اور یونس علیہ السلام بھی واقعی رسولوں میں سے تھے۔ جب وہ بھری ہوئی کشتی کی طرف دوڑے۔ جب وہ اپنی قوم سے ناراض ہو گئے۔ اور ان کی قوم پر عذاب نازل نہ ہوا جس کا ان سے دنیا میں بہ طور عہد کہہ دیا گیا تھا۔ تو آپ کشتی پر سوار ہوئے۔ تو کشتی دریا کے بھنور میں آ گئی۔ تو ملاحوں نے کہا کہ یہاں کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آیا ہے۔ جس کا اظہار قرعہ اندازی کے ساتھ ہوگا۔

## حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کا بیان

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ سورہ یونس میں بیان ہو چکا ہے۔ بخاری مسلم میں حدیث ہے کہ کسی بندے کو یہ لائق نہیں کہ وہ

کہے میں یونس بن متی سے افضل ہوں۔ یہ نام ممکن ہے آپ کی والدہ کا ہو اور ممکن ہے والد کا ہو۔ یہ بھاگ کر مال واسباب سے لدی ہوئی کشتی پر سوار ہو گئے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی اور یہ مغلوب ہو گئے کشتی کے چلتے ہی چاروں طرف سے موجیں اٹھیں اور سخت طوفان آیا۔ یہاں تک کہ سب کو اپنی موت کا اور کشتی کے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا۔ سب آپس میں کہنے لگے کہ قرعہ ڈالو جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں ڈال دو تا کہ سب بچ جائیں اور کشتی اس طوفان سے چھوٹ جائے۔ تین دفعہ قرعہ اندازی ہوئی اور تینوں مرتبہ اللہ کے پیارے پیغمبر حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

اہل کشتی آپ کو پانی میں بہانا نہیں چاہتے تھے لیکن کیا کرتے بار بار کی قرعہ اندازی پر بھی آپ کا نام نکلتا رہا اور خود آپ کپڑے اتار کر باوجود ان لوگں کے روکنے کے سمندر میں کود پڑے۔ اس وقت بحر اخضر کی ایک بہت بڑی مچھلی کو جناب باری کا فرمان سرزد ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی جائے اور حضرت یونس کو نگل لے لیکن نہ تو ان کا جسم زخمی ہو نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔ چنانچہ اس مچھلی نے پیغمبر اللہ کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔

جب حضرت یونس پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں جا چکے تو آپ کو خیال گذرا کہ میں فوت ہو چکا ہوں لیکن جب ہاتھ پیروں کو حرکت دی اور ہلے جلے تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے پروردگار میں نے تیرے لئے اس جگہ مسجد بنائی ہے جہاں کوئی نہ پہنچا ہو گا۔ تین دن یا سات دن یا چالیس دن ایک ایک دن سے بھی کم یا صرف ایک رات تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اگر یہ ہماری پاکیزگی بیان کرنے والوں میں سے نہ ہوتے، یعنی جبکہ فراخی اور کشادگی اور امن و امان کی حالت میں تھے اس وقت ان کی نیکیاں اگر نہ ہوتیں ایک حدیث بھی اس قسم کی ہے جو عنقریب بیان ہو گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے آرام اور راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تو وہ سختی اور بےچینی کے وقت تمہاری مدد کرے گا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ پابند نماز نہ ہوتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مچھلی کے پیٹ میں نماز نہ پڑھتے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر یہ (لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ، الانبیاء: 87) کے ساتھ ہماری تسبیح نہ کرتے چنانچہ قرآن کریم کی اور آیتوں میں ہے کہ اس نے اندھیروں میں یہی کلمات کہے اور ہم نے اس کی دعا قبول فرما کر اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ○ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ○ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ○ |
| پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مغلوب ہو گئے۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ نادم رہنے والے تھے۔ |
| پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ |

## حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں پہنچ جانے کا بیان

"فَسَاهَمَ" قَارَعَ أَهْلَ السَّفِينَة "فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ" الْمَغْلُوبِينَ بِالْقُرْعَةِ فَأَلْقَوْهُ فِي الْبَحْرِ "فَالْتَقَمَهُ

الْحُوت " ابْتَلَعَهُ "وَهُوَ مُلِيم" أَيْ آتٍ بِمَا يُلَام عَلَيْهِ مِنْ ذَهَابه إِلَى الْبَحْر وَرُكُوبه السَّفِينَة بِلَا إِذْن مِنْ رَبّه،

"فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ " الذَّاكِرِينَ بِقَوْلِهِ كَثِيرًا فِي بَطْن الْحُوت "لَا إِلَه إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانك إِنِّي كُنْت مِنَ الظَّالِمِينَ"

پھر کشتی بھنور میں پھنس گئی تو انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ قرعہ میں مغلوب ہوگئے یعنی ان کا نام نکل آیا اور کشتی والوں نے انہیں دریا میں ڈال دیا۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ اپنے آپ پر نادم رہنے والے تھے۔ یعنی اس بات پر ملامت کہ وہ دریا کی جانب آئے اوران کا کشتی پر سوار ہونا اپنے رب کی اجازت کے بغیر تھا۔ پھر اگر وہ اللہ کی تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے۔ یعنی آپ مچھلی کے پیٹ میں اکثر اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور وہ تسبیح یہ ہے۔ "لَا إِلَه إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانك إِنِّي كُنْت مِنَ الظَّالِمِينَ"

## حضرت یونس علیہ السلام کی دعا کا بیان

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مچھلی والے یعنی حضرت یونس علیہ السلام کی وہ دعا جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے مانگی تھی یہ ہے آیت (لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظالمین) ۔ (تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بلاشک میں ظالموں میں سے تھا) جو مسلمان شخص اس دعا کے ذریعہ اللہ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا سوال پورا کرتا ہے۔ (احمد، ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 821)

حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ مختصر طور پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شہر نینویٰ کے رہنے والوں کی طرف ان کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا انہوں نے ان کو ایمان کی دعوت دی جسے انہوں نے ٹھکرا دیا اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی کہ تم اپنی قوم کو آگاہ کر دو کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا، حضرت یونس علیہ والسلام نے ان کو آگاہ کر دیا اور خود اس شہر سے نکل گئے وقت مقررہ پر ایک سیاہ ابر ظاہر ہوا اور قریب ہوتے ہوتے اس شہر پر آ کر رک گیا اور اس میں سے ایک قسم کا دھواں نکلنے لگا۔

جب شہر والوں نے دیکھا کہ اب عذاب نازل ہوا چاہتا ہے تو سب اپنی بیویوں، اپنی اولاد اپنے جانوروں کو لے کر جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور وہاں آدمیوں اور جانوروں کے بچوں کو ان ماؤں سے الگ کر کے گریہ وزاری کے ساتھ اپنی آوازیں بلند کیں اور اپنے کفر و گناہوں سے توبہ کر کے ایمان لائے اور یہ پکار اٹھے کہ لاحی حین لا الہ الا انت (اے زندہ اس وقت سے کہ کوئی زندہ نہ تھا تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب جوان پر مسلط تھا ٹال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت یونس علیہ السلام اس شہر کی طرف آئے تا کہ دیکھیں اس شہر اور شہر والوں کا کیا حال ہوا انہوں نے دور سے دیکھا کہ شہر اسی طرح آباد ہے جس طرح کہ پہلے تھا اور شہر والے زندہ و سلامت ہیں۔ یہ دیکھ کر محسوس کیا کہ میں نے تو ان سے کہا تھا کہ تین دن کے بعد تمہارے اوپر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب کا کہیں نام ونشان بھی نہیں ہے انہیں اس بات کی خبر نہیں تھی کہ عذاب تو نازل ہوا تھا مگر ٹال دیا گیا۔

بہر کیف وہ یہ سوچ کر کہ ایسی صورت میں شہر جانا مناسب نہیں ہے وہاں سے واپس ہوئے اور دریا پر پہنچ کر تا کہ اس پار چلے جائیں کشتی تیار تھی وہ کشتی میں بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی ایسا محسوس ہوا جیسا کشتی اپنی جگہ پر جم گئی ہو بہت ہی کوشش کی گئی مگر کشتی نے ہلنے کا نام بھی نہ لیا۔ ملاحوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی میں کوئی ایسا غلام بیٹھا ہوا ہے جو اپنے مالک سے بھاگ کھڑا ہوا ہے اسی لئے یہ کشتی نہیں چل رہی اور یہ کہہ کر انہوں نے کشتی میں بیٹھے ہوئے تمام مسافروں میں قرعہ ڈالا اور قرعہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ بے شک میں ہی بھاگا ہوا غلام ہوں۔ اس کے بعد خود ہی وہ دریا میں کود گئے اور ایک مچھلی نے اللہ کے حکم سے انہیں نگل لیا۔ اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں اپنے پیٹ میں محفوظ رکھا جائے چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں پڑے رہے اور مچھلی انہیں لئے دریائے نیل دریائے فارس دریائے دجل میں پھرتی رہی اور حضرت یونس علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کرتے رہے آیت (لا الہ الا انت سبحانك انی كنت من الظالمین) ۔ (اے اللہ تو معبود حاکم اور مطلق ہے تیری ذات پاک ہے میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے بایں طور کہ میں تیری اجازت کے بغیر اپنی قوم سے نکل بھاگا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں نصیبین کے ساحل پر کہ جو شام کا ایک شہر ہے اپنے پیٹ سے نکال دے۔

| |
|---|
| لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۰ فَنَبَذْنٰـہُ بِالْعَرَآءِ وَھُوَ سَقِیْمٌ۰ وَاَنْبَتْنَا عَلَیْہِ شَجَرَۃً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ۰ |
| تو اس کے پیٹ میں اُس دن تک رہتے جب لوگ اٹھائے جائیں گے۔ پھر ہم نے انہیں کھلے میدان میں ڈال دیا |
| حالانکہ وہ بیمار تھے۔ اور ہم نے ان پر بیل دار درخت اُگا دیا۔ |

## حضرت یونس علیہ السلام پر کدو شریف کی بیل کے سایہ کرنے کا بیان

"لَلَبِثَ فِی بَطْنه إِلَی یَوْم یُبْعَثُونَ" لَصَارَ بَطْن الْحُوت قَبْرًا لَهُ إِلَی یَوْم الْقِیَامَة "فَنَبَذْنَاهُ" أَیْ أَلْقَیْنَاهُ مِنْ بَطْن الْحُوت "بِالْعَرَاءِ" بِوَجْهِ الْأَرْض : أَیْ بِالسَّاحِلِ مِنْ یَوْمه أَوْ بَعْد ثَلَاثَة أَوْ سَبْعَة أَیَّام أَوْ عِشْرِینَ أَوْ أَرْبَعِینَ یَوْمًا "وَهُوَ سَقِیم" عَلِیل كَالْفَرْخِ الْمُمَّعِط،

"وَأَنْبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَة مِنْ یَقْطِین" وَهِیَ الْقَرْع تُظِلّهُ بِسَاقٍ عَلَی خِلَاف الْعَادَة فِی الْقَرْع مُعْجِزَة لَهُ وَكَانَتْ تَأْتِیه وَعِلَّة صَبَاحًا وَمَسَاء یَشْرَب مِنْ لَبَنهَا حَتَّی قَوِیَ،

تو اس مچھلی کے پیٹ میں اُس دن تک رہتے جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ یعنی وہ مچھلی کا پیٹ آپ کیلئے قیامت کے دن تک کیلئے بہ طور قبر بن جاتا۔ پھر ہم نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے ساحلِ دریا پر کھلے میدان میں ڈال دیا یعنی اسی دن یا تین دن بعد یا سات دن بعد یا بیس دن بعد یا چالیس دن بعد۔ حالانکہ وہ بیمار تھے۔ یعنی جس طرح بال و پروں کے بغیر چوزہ ہوتا ہے۔ اور ہم نے ان پر کدّو کا بیل دار درخت اُگا دیا۔ وہ بیل پر آپ پر سایہ کرنے والی تھی۔ جو حسب عادت دوسری بیلوں کی بہ نسبت

زیادہ طاقت ور پتوں والی تھی۔ یہ آپ کیلئے بہ طور معجزہ تھا۔ اور آپ کے پاس ایک پہاڑی بکری آیا کرتی تھی۔ جس کا دودھ آپ دوہ کر نوش فرماتے حتیٰ کہ آپ طاقتور ہو گئے۔

کدّو کی بیل ہوتی ہے جو زمین پر پھیلتی ہے۔ مگر یہ آپ کا معجزہ تھا کہ یہ کدّو کا درخت قد والے درختوں کی طرح شاخ رکھتا تھا اور اس کے بڑے بڑے پتوں کے سایہ میں آپ آرام کرتے تھے۔ اور بحکم الٰہی روزانہ ایک بکری آتی اور اپنا تھن حضرت کے دہانِ مبارک میں دے کر آپ کو صبح و شام دودھ پلا جاتی یہاں تک کہ جسمِ مبارک کی جلد شریف یعنی کھال مضبوط ہوئی اور اپنے موقع سے بال جمے اور جسم میں توانائی آئی۔

## حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنے کا بیان

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونس نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش اللہ کے اردگرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا اللہ یہ آواز تو کہیں بہت ہی دور کی ہے لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ نے فرمایا اب بھی پہچان لیا یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے فرشتوں نے کہا وہی یونس جس کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی تھیں؟ اللہ اس پر تو ضرور رحم فرما اس کی دعا قبول کر وہ تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتا تھا۔ اسے بلا سے نجات دے۔ اللہ نے فرمایا ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونس کو اگل دے اور اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی نحیفی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدو کی بیل اگا دی اور ایک جنگلی بکری کو مقرر کر دیا جو صبح شام ان کے پاس آ جاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے یہ واقعات مرفوع احادیث سے سورہ انبیاء کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں۔ ہم نے انہیں اس زمین میں ڈال دیا جہاں سبزہ روئیدگی گھاس کچھ نہ تھا۔ دجلہ کے کنارے یا یمن کی سرزمین پر یہ لا دے گئے تھے۔ وہ اس وقت کمزور تھے جیسے پرندوں کے بچے ہوتے ہیں۔ یا بچہ جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ یعنی صرف سانس چل رہا تھا اور طاقت ہلنے جلنے کی بھی نہ تھی۔ یقطین کدو کے درخت کو بھی کہتے ہیں اور ہر اس درخت کو جس کا تنہ نہ ہو یعنی بیل ہو اور اس درخت کو بھی جس کی عمر ایک سال سے زیادہ نہیں ہوتی۔ کدو میں بہت سے فوائد ہیں یہ بہت جلد اگتا اور بڑھتا ہے اس کے پتوں کا سایہ گھنا اور فرحت بخش ہوتا ہے کیونکہ وہ بڑے بڑے ہوتے ہیں اور اس کے پاس مکھیاں نہیں آتیں۔ یہ غذا کا کام دے جاتا ہے اور چھلکے اور گودے سمیت کھایا جاتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو یعنی گھیا بہت پسند تھا اور برتن میں سے چن چن کر اسے کھاتے تھے۔ پھر انہیں ایک لاکھ بلکہ زیادہ آدمیوں کی طرف رسالت کے ساتھ بھیجا گیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس سے پہلے آپ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی آپ اس قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ دونوں قولوں سے اس طرح تضاد اٹھ سکتا ہے کہ پہلے بھی ان کی طرف بھیجے گئے تھے اب دوبارہ بھی ان ہی کی طرف بھیجے گئے اور وہ سب ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ صافات، بیروت)

وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۝

اور ہم نے انہیں ایک لاکھ یا اس سے زیادہ افراد کی طرف بھیجا تھا۔ سو وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔ پس آپ ان سے پوچھئے کیا آپ کے رب کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں۔

## حضرت یونس علیہ السلام کی موصل کی جانب بعثت کا بیان

"وَأَرْسَلْنَاهُ" بَعْد ذَلِكَ كَقَبْلِهِ إلَى قَوْم بِنِينَوَى مِنْ أَرْض الْمُوصِل "إلَى مِائَة أَلْف أَوْ" بَلْ "يَزِيدُونَ" عِشْرِينَ أَوْ ثَلَاثِينَ أَوْ سَبْعِينَ أَلْفًا،

"فَآمَنُوا" عِنْد مُعَايَنَة الْعَذَاب الْمَوْعُودِينَ بِهِ "فَمَتَّعْنَاهُمْ" أَبْقَيْنَاهُمْ مُمَتَّعِينَ بِمَالِهِمْ "إلَى حِين" أَيْ حَتَّى تَنْقَضِي آجَالهمْ فِيهِ،

"فَاسْتَفْتِهِمْ" اسْتَخْبِرْ كُفَّار مَكَّة تَوْبِيخًا لَهُمْ "أَلِرَبِّك الْبَنَات" بِزَعْمِهِمْ أَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات اللَّه "وَلَهُمْ الْبَنُونَ" فَيَخْتَصُّونَ بِالْأَسْنَى،

اور ہم نے انہیں ارضِ موصل میں قوم نینوٰی کے ایک لاکھ یا ایک لاکھ بیس ہزار یا تیس ہزار یا ستر ہزار افراد کی طرف بھیجا تھا۔ سو آثارِ عذاب کو دیکھ کر وہ لوگ ایمان لائے تو ہم نے انہیں ایک وقت تک یعنی ان اموات تک فائدہ پہنچایا۔ پس آپ ان کفارِ مکہ سے بہ طور توبیخ پوچھئے کیا آپ کے رب کے لئے بیٹیاں ہیں جس طرح کہ ان کا گمان ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور ان کے لئے بیٹے ہیں۔ یعنی ان کیلئے بیٹے خاص ہو گئے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ، اور ہم نے اس کو (یعنی یونس علیہ السلام کو) ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کے پاس بھیجا)۔ کی تفسیر پوچھی کہ زیادہ سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیس ہزار۔ یہ حدیث غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1177)

بغوی کہتے ہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات پانے کے بعد دوسری قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ یہاں او معنی میں بلکہ کے ہے اور وہ ایک لاکھ تیس ہزار یا اس سے بھی کچھ اوپر۔ یا ایک لاکھ چالیس ہزار سے بھی زیادہ یا ستر ہزار سے بھی زیادہ یا ایک لاکھ دس ہزار اور ایک غریب مرفوع حدیث کی رو سے ایک لاکھ بیس ہزار تھے۔ یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسانی اندازہ ایک لاکھ سے زیادہ ہی کا تھا۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ۝

وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ۝

| |
|---|
| کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنا کر پیدا کیا تو وہ اس وقت حاضر تھے۔ سن لو! وہ لوگ یقیناً اپنی بہتان تراشی سے بات کرتے ہیں۔ |
| کہ اللہ نے اولاد جنی، اور بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ کیا اس نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو پسند فرمایا۔ |

## اللہ کی جانب اولاد منسوب کرنے میں مشرکین کے باطل نظریات کا بیان

"أَمْ خَلَقْنَا الْمَلَائِكَةَ إِنَاثًا وَهُمْ شَاهِدُونَ" وَهُمْ مُشَاهِدُونَ لِخَلْقِنَا فَيَقُولُونَ ذَلِكَ "أَلَا إِنَّهُمْ مِنْ إِفْكِهِمْ" كَذِبِهِمْ "وَلَدَ اللَّهُ" بِقَوْلِهِمُ الْمَلَائِكَةُ بَنَاتُ اللَّهِ "وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ" فِيهِ "أَصْطَفَى" بِفَتْحِ الْهَمْزَةِ لِلِاسْتِفْهَامِ وَاسْتُغْنِيَ بِهَا عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْلِ فَحُذِفَتْ أَيْ أَخْتَارَ "الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ"

کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنا کر پیدا کیا تو وہ اس وقت موقع پر حاضر تھے۔ یعنی وہ ہماری تخلیق کے وقت دیکھ رہے تھے جو اس طرح کہہ رہے ہیں؟ سن لو! وہ لوگ یقیناً اپنی بہتان تراشی سے یہ بات کرتے ہیں۔ کہ اللہ نے اولاد جنی، اور بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ یعنی وہ اپنے قول اللہ کی اولاد، فرشتوں کا بیٹیاں ہونا یہ سب جھوٹ ہے۔ یہاں پر لفظ اصطفی ہمزہ کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے اور استفہام کیلئے آیا ہے۔ جو ہمزہ وصلی سے بے پرواہ ہے۔ لہٰذا اس کو حذف کر دیا گیا ہے۔ کیا اس نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو پسند فرمایا۔

## مشرکین کا اللہ تعالیٰ کے لئے دوہرا معیار اختیار کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ مشرکوں کی بیوقوفی بیان فرما رہا ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں۔ اگر لڑکی ہونے کی خبر پا ئیں تو چہرے سیاہ پڑ جاتے ہیں اور اللہ کی لڑکیاں ثابت کرتے ہیں۔ پس فرماتا ہے ان سے پوچھ تو سہی کہ یہ تقسیم کیسی ہے؟ کہ تمہارے تو لڑکے ہوں اور اللہ کے لئے لڑکیاں ہوں؟ پھر فرماتا ہے کہ یہ فرشتوں کو لڑکیاں کس ثبوت پر کہتے ہیں؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے۔ قرآن کی اور آیت (وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ، الزخرف:19)، میں بھی یہی بیان ہے۔ دراصل یہ قول ان کا محض جھوٹ ہے۔ کہ اللہ کے ہاں اولاد ہے۔ وہ اولاد سے پاک ہے۔ پس ان لوگوں کے تین جھوٹ اور تین کفر ہوئے اول تو یہ کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں دوسرے یہ کہ اولاد بھی لڑکیاں تیسرے یہ کہ خود فرشتوں کی عبادت شروع کر دی۔ پھر فرماتا ہے کہ آخر کس چیز نے اللہ کو مجبور کیا کہ اس نے لڑکے تو لئے نہیں اور لڑکیاں اپنی ذات کے لئے پسند فرمائیں؟ جیسے اور آیت میں ہے کہ تمہیں تو لڑکوں سے نوازے اور فرشتوں کو اپنی لڑکیاں بنائے یہ تو تمہاری نہایت درجہ کی لغویات ہے۔

یہاں فرمایا کیا تمہیں عقل نہیں جو ایسی دور از قیاس باتیں بناتے ہو تم سمجھتے نہیں ہو ڈرو کہ اللہ پر جھوٹ باندھنا کیسا برا ہے؟ اچھا گر کوئی دلیل تمہارے پاس ہو تو لاؤ اسی کو پیش کرو۔ یا اگر کسی آسمانی کتاب سے تمہارے اس قول کی سند ہو اور تم سچے ہو تو لاؤ اسی کو

سامنے لے آؤ۔ یہ تو ایسی لچر اور فضول بات ہے جس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل ہو ہی نہیں سکتی۔ اتنے ہی پر بس نہ کی، جنات میں اور اللہ میں بھی رشتے داری قائم کی۔

مشرکوں کے اس قول پر کہ فرشتے اللہ کی لڑکیاں ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ پھر ان کی مائیں کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا جن سرداروں کی لڑکیاں۔ حالانکہ خود جنات کو اس کا یقین و علم ہے کہ اس قول کے قائل قیامت کے دن عذابوں میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ان میں بعض دشمنان اللہ تو یہاں تک کم عقلی کرتے تھے کہ شیطان بھی اللہ کا بھائی ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت پاک منزہ اور بالکل دور ہے جو یہ مشرک اس کی ذات پر الزام لگاتے ہیں اور جھوٹے بہتان باندھتے ہیں۔ اس کے بعد استثناء منقطع ہے اور مثبت مگر اس صورت میں کہ یصفون کی ضمیر کا مرجع تمام لوگ قرار دیئے جائیں۔ پس ان میں سے ان لوگوں کو الگ کر لیا جو حق کے ماتحت ہیں اور تمام نبیوں رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ استثناء (انھم لمحضرون) سے ہے یعنی سب کے سب عذاب میں پھانس لئے جائیں گے مگر وہ بندگان جو اخلاص والے تھے۔ یہ قول ذرا تامل طلب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ |
| تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم کیسا انصاف کرتے ہو۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔ کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے۔ |
| تم اپنی کتاب پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ |

## مشرکین کے باطل نظریات پر کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

"مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ " هَذَا الْحُكْم الْفَاسِد "أَفَلَا تَذَكَّرُونَ" بِإِدْغَامِ التَّاء فِي الذَّال أَنَّهُ سُبْحَانه وَتَعَالَى مُنَزَّه عَنْ الْوَلَد "أَمْ لَكُمْ سُلْطَان مُبِين " حُجَّة وَاضِحَة أَنَّ لِلَّهِ وَلَدًا "فَأْتُوا بِكِتَابِكُمْ " التَّوْرَاة فَأَرُونِي ذَلِكَ فِيهِ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِي قَوْلكُمْ ذَلِكَ،

تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم کیسا انصاف کرتے ہو۔ کہ یہ حکم فاسد ہے۔ کیا تم غور نہیں کرتے۔ یہاں پر تذکرون میں تاء کا ذال میں ادغام ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ولد سے پاک ہے۔ کیا تمہارے پاس اپنے فکر و نظریہ پر کوئی واضح دلیل و حجت ہے۔ کہ اللہ نے اولاد بنائی ہے۔ تم اپنی کتاب یعنی تورات کو پیش کرو اور مجھے دیکھاؤ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو۔

کسی دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے دو طرح کے دلائل ہی کام دے سکتے ہیں۔ ایک عینی شہادت جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب سے پوچھا کہ جب ہم نے فرشتوں کو پیدا کیا تھا تو اس وقت تم موجود تھے اور یہ دیکھا تھا کہ انہیں عورتیں بنا کر پیدا کیا گیا ہے؟ ظاہر ہے کہ مشرکین عرب کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ فرشتوں میں نر و مادہ کی تمیز ہے ہی نہیں اور

دوسری دلیل کوئی نقلی دلیل بھی ہوسکتی ہے۔یعنی کسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے عورتیں بنا کر پیدا کیا ہے اور وہ اس کی بیٹیاں ہیں۔اگر مشرکین عرب کوئی ایسی تحریر بھی نہ دکھا سکیں تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ان کے عقائد من گھڑت لغو اور باطل ہیں۔

| |
|---|
| وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ |
| سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ |
| اور انہوں نے اللہ اور جنّات کے درمیان نسبی رشتہ مقرر کر رکھا ہے، حالانکہ جنّات کو معلوم ہے کہ وہ یقیناً پیش کیے جائیں گے۔ |
| اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ |

## مشرکین کا اللہ اور جنات کے درمیان نسب ٹھہرانے کا بیان

"وَجَعَلُوا" أَيْ الْمُشْرِكُونَ "بَيْنه" تَعَالَى "وَبَيْن الْجِنَّة" أَيْ الْمَلَائِكَة لِاجْتِنَانِهِمْ عَنْ الْأَبْصَار "نَسَبًا" بِقَوْلِهِمْ إنَّهَا بَنَات اللّه "وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّة إنَّهُمْ" أَيْ قَائِلِي ذَلِكَ "لَمُحْضَرُونَ" لِلنَّارِ يُعَذَّبُونَ فِيهَا "سُبْحَان اللّه" تَنْزِيهًا لَهُ "عَمَّا يَصِفُونَ" بِأَنَّ لِلّهِ وَلَدًا،

اور انہوں یعنی مشرکین نے اللہ اور جنّات کے درمیان بھی نسبی رشتہ مقرر کر رکھا ہے، یعنی فرشتے کو جنات اس لئے کہا ہے کیونکہ وہ ان کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔اور ان کا قول وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔حالانکہ جنّات کو معلوم ہے کہ وہ یعنی کہنے والے بھی اللہ کے حضور یقیناً پیش کیے جائیں گے۔اور انہیں دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں۔یعنی اللہ کے لئے اولاد منسوب کرتے ہیں۔

## مشرکین کے باطل نظریات کی تردید کا بیان

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی تعلق قرار دیا ہے ) اس جملے کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ یہ مشرکین عرب کے اس فاسد عقیدے کا بیان ہے کہ جنات کی سردار زادیاں فرشتوں کی مائیں ہیں۔گویا معاذ اللہ جنات کی سردار زادیوں سے اللہ تعالیٰ کا زوجیت کا تعلق ہے، اور اسی تعلق کے نتیجے میں فرشتے وجود میں آئے ہیں۔چنانچہ ایک تفسیری روایت میں ہے کہ جب مشرکین عرب نے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیا تو حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ ان کی ماں کون ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ جنات کی سردار زادیاں ہیں۔

لیکن اس تفسیر پر یہ اشکال رہتا ہے کہ آیت میں اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان نسبی تعلق کا ذکر ہے اور زوجیت کا تعلق نسبی نہیں ہوتا۔اس لئے ایک دوسری تفسیر یہاں زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس، حسن بصری اور ضحاک سے منقول ہے، اور وہ یہ کہ بعض اہل عرب کا عقیدہ یہ بھی تھا کہ معاذ اللہ ابلیس اللہ تعالیٰ کا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ خالق خیر ہے اور وہ خالق شر، یہاں اسی

باطل عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ صافات، بیروت)

| |
|---|
| اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ○ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ○ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ○ |
| اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ○ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ○ |
| مگر اللہ کے برگزیدہ بندے (ان باتوں سے مستثنیٰ ہیں)۔ پس تم اور جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ تم سب اللہ کے خلاف کسی کو |
| گمراہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس شخص کے جو دوزخ میں جا گرنے والا ہے۔ اور ہم میں سے بھی ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں کا شرک سے بچنے کا بیان

"إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ " أَيْ الْمُؤْمِنِينَ اسْتِثْنَاء مُنْقَطِع أَيْ فَإِنَّهُمْ يُنَزِّهُونَ اللَّه تَعَالَى عَمَّا يَصِفهُ هَؤُلَاءِ "فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ " مِنْ الْأَصْنَام "مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ" أَيْ عَلَى مَعْبُودكُمْ وَعَلَيْهِ مُتَعَلِّق بِقَوْلِهِ "بِفَاتِنِينَ" أَيْ أَحَدًا "إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيم" إِلَّا مَنْ سَبَقَ لَهُ ذَلِكَ فِي عِلْم اللَّه تَعَالَى
قَالَ جِبْرِيل لِلنَّبِيِّ "وَمَا مِنَّا" مَعْشَر الْمَلَائِكَة أَحَد "إِلَّا لَهُ مَقَام مَعْلُوم " فِي السَّمَاوَات يَعْبُد اللَّه فِيهِ لَا يَتَجَاوَزهُ،

مگر اللہ کے چنیدہ و برگزیدہ مؤمن بندے ان باتوں سے مستثنیٰ ہیں۔ اور یہ استثناء منقطع ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے جن سے تم اس کو متصف کرتے ہو۔ پس تم اور جن بتوں کی تم پرستش کرتے ہو۔ ان کا یہ قول فاتنین کے متعلق ہے۔ تم سب اللہ کے خلاف کسی کو گمراہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس شخص کے جو دوزخ میں جا گرنے والا ہے۔ یعنی جو اللہ کے علم کے مطابق جہنم میں جانے والا ہے۔ اور جبرائیل نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ہم میں سے یعنی جماعت ملائکہ میں سے بھی ہر ایک کا مقام مقرر ہے۔ یعنی آسمانوں میں وہ عبادت کرتے ہیں اور وہاں سے تجاوز نہیں کرتے۔

یعنی بہت لوگ سمجھتے ہیں کہ جنوں کے ہاتھ میں بدی کی اور فرشتوں کے ہاتھ میں نیکی کی باگ ہے۔ یہ جس کو چاہیں بھلائی پہنچائیں اور خدا کا مقرب بنا دیں اور وہ جسے چاہیں برائی اور تکلیف میں ڈال دیں یا گمراہ کر دیں شاید ان ہی مفروضہ اختیارات کی بناء پر انہیں اولاد یا سسرال بنایا ہوگا۔ اس کا جواب دیا کہ تمہارے اور ان کے ہاتھ میں کوئی مستقل اختیار نہیں۔ تم اور جن شیاطین کو تم پوجتے ہو سب مل کر ایک قدرت نہیں رکھتے کہ بدون مشیت ایزدی ایک متنفس کو بھی زبردستی گمراہ کر سکو۔ گمراہ وہ ہی ہوگا جسے اللہ نے اس کی سوئے استعداد کی بناء پر دوزخی لکھ دیا اور اپنی بدکاری کی وجہ سے از خود دوزخ میں پہنچ گیا۔

## فرشتوں کی عبادت کیلئے مقام مقرر ہونے کا بیان

جس میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آسمانوں میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جس میں کوئی فرشتہ نماز نہ پڑھتا ہو یا تسبیح نہ کرتا ہو۔ (تفسیر خازن، سورہ صافات، بیروت)

وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ٥ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ٥ وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ٥
لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ٥ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ٥

اور یقیناً ہم تو خود صف بستہ رہنے والے ہیں۔ اور یقیناً ہم تو خود تسبیح کرنے والے ہیں۔ اور یہ لوگ یقیناً کہا کرتے تھے
کہ اگر ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی۔ تو ہم ضرور اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے۔

## فرشتوں کا صف بہ صف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا بیان

"وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ" أَقْدَامنَا فِي الصَّلَاة "وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ" الْمُنَزِّهُونَ اللَّه عَمَّا لَا يَلِيق بِهِ "وَإِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة "كَانُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَوْ أَنَّ عِنْدنَا ذِكْرًا" كِتَابًا "مِنَ الْأَوَّلِينَ" أَيْ مِنْ كُتُب الْأُمَم الْمَاضِيَة "لَكُنَّا عِبَاد اللَّه الْمُخْلَصِينَ" الْعِبَادَة لَهُ.

اور یقیناً ہم تو خود صف بستہ رہنے والے ہیں۔ یعنی نماز میں قدم بہ قدم ملا کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور یقیناً ہم تو خود اللہ کی تسبیح کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک ہے جو مشرکین اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ یہاں پر لفظ اِن یہ ثقیل سے مخفف ہے۔ اور یہ لوگ یعنی کفار مکہ یقیناً کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی کوئی کتاب نصیحت ہوتی۔ یعنی جس طرح گذشتہ امتوں کے پاس کتابیں تھیں۔ تو ہم بھی ضرور اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے۔ یعنی اسی کی عبادت کرنے والے ہوتے۔

## فرشتوں کی سجدہ ریزی کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ باتیں سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچراتا ہے اور اس کا چرچرانا حق ہے اس میں چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں ہے کہ وہاں کوئی فرشتہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیشانی رکھ کر سجدہ ریز نہ ہو اللہ کی قسم اگر تم لوگ وہ کچھ جاننے لگو جو میں جانتا ہوں تو کم ہنستے اور زیادہ روتے اور بستروں پر عورتوں سے لذت نہ حاصل کرتے جنگلوں کی طرف نکل جاتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے تمنا کی کہ کاش میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا اس باب میں حضرت عائشہ ابوہریرہ ابن عباس اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے کہ کاش میں ایک درخت ہوتا اور لوگ مجھے کاٹ ڈالتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 198)

## فرشتوں کے اوصاف عبادت کا بیان

فرشتوں کی اطاعت کا ذکر فرمایا کہ وہ خود کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقرر جگہ اور ایک مقام عبادت مخصوص ہے جس سے نہ ہم ہٹ سکتے ہیں نہ اس میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ آسمان چرچرا رہا ہے اور واقع میں اسے چرچرانا بھی چاہئے اس میں ایک قدم رکھنے جتنی جگہ بھی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رکوع سجدے میں پڑا ہوا نہ ہو۔ پھر

آپ نے ان تینوں آیتوں کی تلاوت کی۔ ایک روایت میں آسمان دنیا کا لفظ ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بالشت بھر جگہ آسمانوں میں ایسی نہیں جہاں پر کسی نہ کسی فرشتے کے قدم یا پیشانی نہ ہو۔
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے تو مرد عورت ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے لیکن اس آیت کے نزول کے بعد مردوں کو آگے بڑھا دیا گیا اور عورتوں کو پیچھے کر دیا گیا اور ہم سب فرشتے صف بستہ عبادت اللہ کی کیا کرتے ہیں۔

ولید بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے تک نماز کی صفیں نہیں تھیں پھر صفیں مقرر ہوگئیں۔ حضرت عمر اقامت کے بعد لوگوں کی طرف منہ کر کے فرماتے تھے صفیں ٹھیک درست کر لو سیدھے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے بھی فرشتوں کی طرف صف بندی چاہتا ہے۔ جیسے وہ فرماتے ہیں (وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ، الصافات:165) اے فلاں آگے بڑھ اے فلاں پیچھے ہٹ۔ پھر آپ آگے بڑھ کر نماز شروع کرتے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورت صافات، بیروت)

## امت مسلمہ کی صفوں کا فرشتوں جیسی ہونے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" ہم لوگ (پہلی امتوں کے) لوگوں پر تین چیزوں سے فضیلت دیئے گئے ہیں (۱) ہماری صفیں (نماز میں یا جہاد میں) فرشتوں کی صفوں جیسی (شمار) کی گئی ہیں۔ (۲) ہمارے واسطے تمام زمین مسجد بنا دی گئی ہے (کہ جہاں چاہیں نماز پڑھ لیں)۔ (۳) جس وقت ہمیں پانی نہ ملے تو زمین کی مٹی ہمارے لئے پاک کر دینے والی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 494)

چنانچہ پہلی چیز تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے ہیں کہ (نماز یا جہاد میں) اس امت کی صفیں فرشتوں کی صفیں جیسی (شمار) کی گئی ہیں یعنی جس طرح فرشتے صف بندی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں کہ جس کی بناء پر انہیں مقام قرب میسر ہے اور بے انتہا بزرگی و سعادت حاصل ہوتی ہے اسی طرح اس امت کو بھی جہاد یا نماز میں صف بندی اور جماعت کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا مقام قرب حاصل ہوتا ہے اور اس وجہ سے یہ امت سابقہ امتوں کے مقابلے میں افضل ہے کیونکہ سابقہ امتوں میں صف بندی اور جماعت نہیں تھی وہ لوگ جس طرح چاہتے نماز پڑھ لیتے مگر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جماعت کا حکم دے کر گویا سعادت و نیک بختی کے اس عظیم راستہ پر لگا دیا کہ جماعت اور صف بندی کی جتنی زیادہ پابندی کی جائے گی سعادت و نیک بختی اور مقام قرب کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔

فَکَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝
اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

پھر وہ اس کے منکر ہو گئے سو وہ عنقریب جان لیں گے۔ اور بے شک ہمارا فرمان ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے حق میں پہلے صادر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی مدد یافتہ لوگ ہیں۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے۔

## قرآن مجید کے نزول کے بعد کفار کا اس سے اعراض کر جانے کا بیان

"فَكَفَرُوا بِهِ " بِالْكِتَابِ الَّذِي جَاءَهُمْ وَهُوَ الْقُرْآن الْأَشْرَف مِنْ تِلْكَ الْكُتُب "فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ " عَاقِبَة كُفْرهمْ "وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتنَا " بِالنَّصْرِ "لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ " وَهِيَ "لَأَغْلِبَن أَنَا وَرُسُلِي " أَوْ هِيَ قَوْله "إِنَّهُمْ لَهُمْ الْمَنْصُورُونَ"

"وَإِنَّ جُنْدنَا " أَيْ الْمُؤْمِنِينَ "لَهُمْ الْغَالِبُونَ " الْكُفَّار بِالْحُجَّةِ وَالنُّصْرَة عَلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَا وَإِنْ لَمْ يَنْتَصِر بَعْض مِنْهُمْ فِي الدُّنْيَا فَفِي الْآخِرَة،

پھراب وہ اس قرآن کے منکر ہو گئے جو قرآن ان کے پاس آیا ہے۔جوان ساری کتابوں سے افضل ہے۔سو وہ عنقریب اپنے کفر کا انجام جان لیں گے۔اور بے شک ہمارا فرمان ہمارے بھیجے ہوئے بندوں یعنی رسولوں کے حق میں بہ طور مدد پہلے صادر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی مدد یافتہ لوگ ہیں۔یعنی وہی دنیا میں غالب آئیں گے اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب ہونے والا ہے۔اور اگر ہمارا یہ قول نصرت و مدد میں ان کفار کیلئے حجت ہے کہ دنیا میں انہیں غلبہ حاصل ہوگا اور اگر دنیا میں ظاہری طور پر ان میں بعض کو کوئی غلبہ حاصل نہ بھی ہوا تو آخرت میں وہ ضرور غالب ہوں گے۔

## خیبر والوں کی جانب لشکر اسلام کے خروج کا بیان

حضرت انس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ ہمارے ساتھ کسی قوم سے جہاد کرتے تو ہم سے لوٹ مار نہ کرواتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی اور آپ انتظار کرتے اگر اذان سن لیتے تو ان لوگوں کے قتل سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کرتے انس کہتے ہیں ہم خیبر کی طرف جہاد کو نکلے تو ہم رات کو ان کے قریب پہنچے جب صبح ہوگئی اور آپ نے اذان نہ سنی تو سوار ہو گئے اور میں ابوطلحہ کے پیچھے سوار ہو گیا میرا پیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیر کو چھوتا رہا تھا انس کہتے ہیں کہ خیبر کے لوگ اپنے تھیلے اور پھاوڑے لئے ہوئے ہماری طرف آئے۔

اور جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگے کہ محمد اللہ کی قسم اور اس کا لشکر آ گئے انس کہتے ہیں کہ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر! خیبر برباد ہو گیا بے شک ہم کسی قوم کے میدان میں بقصد جنگ اترتے ہیں تو ان ڈرائے ہوؤں کی صبح خراب ہو جاتی ہے۔(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 588)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خیبر کے دن) فرمایا کل میں یہ جھنڈا ایک شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں سے خداوند تعالیٰ (قلعہ خیبر کو) فتح کرائے گا رات کو تمام لوگ سوچتے رہے دیکھئے جھنڈا کس کو ملتا ہے جب صبح ہوئی تو تمام لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں یہ امید لے کر حاضر ہوئے کہ جھنڈا انہیں کو ملے گا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا کوئی جا کر ان کو بلا لائے چنانچہ انہیں بلا کر لایا گیا۔

جب وہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں پر لعاب دہن لگا دیا اوران کے لئے دعا کی۔ وہ اچھی ہو گئیں گویا دکھتی ہی نہ تھیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان لوگوں (یعنی دشمنوں) سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک وہ ہماری مانند مسلمان نہ ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو، جب تم میدان جنگ میں پہنچ جاؤ تو پہلے ان کو اسلام کی دعوت دینا (یعنی اسلام کی طرف بلانا) پھر اللہ کا حق جوان پر واجب ہے اس سے ان کو مطلع کرنا اس لئے کہ بخدا! اگر تمہاری تحریک وتبلیغ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو بھی ہدایت دے دی تو تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بدرجہا بہتر ہے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 945)

یعنی یہ بات علم الٰہی میں ٹھہر چکی ہے کہ منکرین کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو مدد پہنچاتا ہے اور آخر کار خدائی لشکر ہی غالب ہو کر رہتا ہے خواہ درمیان میں حالات کتنے ہی پلٹے کھائیں۔ مگر آخری فتح اور کامیابی مخلص بندوں ہی کے لیے ہے۔ باعتبار حجت وبرہان کے بھی اور باعتبار ظاہری تسلط وغلبہ کے بھی۔ ہاں شرط یہ ہے کہ "جند" فی الواقع "جند اللہ" ہو۔

| |
|---|
| فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ |
| پس ایک وقت تک آپ ان سے توجہ ہٹا لیجئے۔ اورانہیں دیکھتے رہئے سو وہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ |
| اور کیا یہ ہمارے عذاب میں جلدی کے خواہش مند ہیں۔ |

## کفار مکہ کا جلد عذاب کا مطالبہ کرنے کا بیان

"فَتَوَلَّ عَنْهُمْ" أَيْ أَعْرِضْ عَنْ كُفَّار مَكَّة "حَتَّى حِين" تُؤْمَر فِيهِ بِقِتَالِهِمْ "وَأَبْصِرْهُمْ" إذْ نَزَلَ بِهِمْ الْعَذَاب "فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ" عَاقِبَة كُفْرهم فَقَالُوا اسْتِهْزَاء: مَتَى نُزُول هَذَا الْعَذَاب؟ قَالَ تَعَالَى تَهْدِيدًا لَهُمْ: "أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ"

پس ایک وقت تک آپ ان سے یعنی کفار مکہ سے توجہ ہٹا لیجئے۔ حتیٰ کہ ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا جائے۔ اور آپ انہیں برابر دیکھتے رہئے سو وہ عنقریب اپنا انجام کفر دیکھ لیں گے۔ جب ہمارا عذاب ان پر نازل ہوگا۔ تو انہوں نے بہ طور مذاق کہا کہ یہ عذاب کب نازل ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں بہ طور تہدید فرمایا اور کیا یہ ہمارے عذاب میں جلدی کے خواہش مند ہیں۔

## سورہ صافات آیت ۱۷۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وہ عذاب دکھادیں کہ جس سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں۔ اور اسے ہم پر جلدی لے آ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ۔ کیا یہ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں۔ (سیوطی 241، طبری 23-173)

| |
|---|
| فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ |
| پھر جب وہ ان کے سامنے اترے گا تو ان کی صبح کیا ہی بُری ہوگی جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ پس آپ اُن سے تھوڑی مدت تک |
| توجہ ہٹائے رکھئے۔ اور انہیں دیکھتے رہئے، سو وہ عنقریب دیکھ لیں گے۔ |

## کفار کیلئے عذاب میں اپنے انجام کو دیکھنے کا بیان

"فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ" بِفِنَائِهِمْ قَالَ الْفَرَّاء : الْعَرَب تَكْتَفِي بِذِكْرِ السَّاحَة عَنْ الْقَوْم "فَسَاءَ" بِئْسَ صَبَاحًا "صَبَاح الْمُنْذَرِينَ" فِيهِ إِقَامَة الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر ،"وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِينٍ ،"وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ" كُرِّرَ تَأْكِيدًا لِتَهْدِيدِهِمْ وَتَسْلِيَة لَهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،

پھر جب وہ عذاب ان کے سامنے یعنی ان کے صحن میں اترے گا امام فراء نحوی نے کہا ہے کہ اہل عرب قوم کی بہ جائے ساحہ کے لفظ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ تو ان کی صبح کیا ہی بُری ہوگی جنہیں ڈرایا گیا تھا۔ یہاں پر مضمر کی جگہ پر اسم ضمیر کو لایا گیا ہے۔ پس آپ اُن سے تھوڑی مدت تک توجہ ہٹائے رکھئے۔ اور انہیں برابر دیکھتے رہئے، سو وہ عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے۔ اس کو تاکید کیلئے مکرر لایا گیا ہے۔ تا کہ کفار کیلئے تہدید ہو۔ اور نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہو۔

ساحۃ کے لفظی معنی صحن کے ہیں اور نزل بساحتہ (اس کے صحن میں اترا) عربی محاورہ ہے، جس کا مفہوم کسی آفت کا سامنے آ جانا ہے اور صبح کے وقت کی تخصیص یہ ہے کہ اہل عرب میں دشمن کا حملہ عموماً اس وقت ہوا کرتا تھا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا کہ اگر کسی دشمن کے خطے میں رات کے وقت پہنچتے تو حملے کے لئے صبح کے وقت تک انتظار فرماتے تھے (مظہری)

روایات میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قلعہ خیبر پر صبح کے وقت حملہ کیا تو ارشاد فرمایا اللہ اکبر! خیبر ویران ہو گیا، بلاشبہ جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو جن لوگوں کو پہلے ڈرایا جا چکا تھا ان کی وہ صبح بہت بری ہوتی ہے۔

| |
|---|
| سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| آپ کا رب، جو عزت کا مالک ہے اُن سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ اور رسولان گرامی پر سلام ہو اور |
| سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور انبیائے کرام علیہم السلام پر سلام کا بیان

"سُبْحَان رَبّك رَبّ الْعِزَّة" الْغَلَبَة "عَمَّا يَصِفُونَ" بِأَنَّ لَهُ وَلَدًا "وَسَلَام عَلَى الْمُرْسَلِينَ" الْمُبَلِّغِينَ عَنْ اللّٰه التَّوْحِيد وَالشَّرَائِع "وَالْحَمْد لِلّٰهِ رَبّ الْعَالَمِينَ" عَلَى نَصْرهمْ وَهَلَاك الْكَافِرِينَ ،

آپ کا رب، جو عزت و غلبے کا مالک ہے اُن سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس کیلئے اولاد ہے۔ اور رسولان گرامی پر سلام ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کا پیغام توحید اور احکام شریعت پہنچانے والے ہیں۔ اور سب خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا

# سُورَۃُ صٓ

## یہ قرآن مجید کی سورت ص ھے

### سورت ص کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

(مَكِّيَّة وَآيَاتهَا 86 أَوْ 88 آيَة نَزَلَتْ بَعْد الْقَمَر)

سورہ ص اس کا نام سورہ داؤد بھی ہے، یہ سورت مکی ہے، اس میں پانچ رکوع ،اٹھاسی آیات سات سو بتیس کلمات اور تین ہزار سرسٹھ حروف ہیں۔اور یہ سورت قمر کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت ص کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی اول آیت میں لفظ ص آیا ہے جس کے سبب یہ اسی نام سے معروف ہوئی ہے۔اور اس سورت کا نام داؤد بھی آیا ہے۔

| |
|---|
| صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ؁ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ؁ |
| ص (حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں)، ذکر والے قرآن کی قسم۔ بلکہ وہ |
| لوگ جنھوں نے کفر کیا تکبر اور مخالفت میں ہیں۔ |

### کفار کا عداوت ومخالفت حق میں پڑے رہنے کا بیان

"ص" اللَّه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "وَالْقُرْآن ذِي الذِّكْر" أَيْ الْبَيَان أَوْ الشَّرَف وَجَوَاب هَذَا الْقَسَم مَحْذُوف : أَيْ مَا الْأَمْر كَمَا قَالَ كُفَّار مَكَّة مِنْ تَعَدُّد الْآلِهَة "بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْ أَهْل مَكَّة "فِي عِزَّة" حَمِيَّة وَتَكَبُّر عَنْ الْإِيمَان "وَشِقَاق" خِلَاف وَعَدَاوَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ص حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، ذکر والے قرآن کی قسم۔یعنی جو بیان والا یا شرف والا ہے اور اس کا جواب قسم محذوف ہے۔یعنی معاملہ ایسا نہیں ہے جس طرح کفار مکہ نے تعدد الہہ کے بارے میں کہا ہے۔ بلکہ وہ لوگ یعنی کفار مکہ جنھوں نے اپنی حمیت کی وجہ کفر کیا اور ایمان لانے سے تکبر اور مخالفت یعنی نبی کریم ﷺ سے عداوت میں پڑے ہوئے ہیں۔

## سورہ ص آیت ۲،۱، کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو قریش اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔ ابوطالب کے پاس ایک ہی آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی۔ ابوجہل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں بیٹھنے سے منع کرنے کے لئے اٹھا اور لوگوں نے ابوطالب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی، انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بھتیجے! اپنی قوم سے کیا چاہتے ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ یہ لوگ ایک کلمہ کہنے لگیں اگر یہ لوگ میری اس دعوت کو قبول کرلیں گے تو عرب پر حاکم ہو جائیں گے اور عجمیوں سے جزیہ وصول کریں گے۔ ابوطالب نے پوچھا ایک ہی کلمہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایک ہی کلمہ۔ چچا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہہ لیجئے۔ وہ سب کہنے لگے کیا ہم ایک ہی اللہ کی عبادت کرنے لگیں ہم نے تو کسی پچھلے دین میں یہ بات نہیں سنی (بس یہ من گھڑت ہے) راوی کہتے ہیں کہ پھر ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں (ص وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ، قرآن کی قسم! جو سراسر نصیحت ہے بلکہ جو لگ منکر ہیں وہ محض تکبر اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنی قومیں ہلاک کر دیں ہیں، سو انہوں نے بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ڈرانے ولاء آیا اور منکروں نے کہا کہ یہ تو ایک بڑا جادوگر ہے، کیا اس نے کئی معبودوں کو صرف ایک معبود بنا دیا۔ بے شک یہ بڑی عجیب بات ہے اور ان میں سے سردار یہ کہتے ہوئے چل پڑے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر جمے رہو۔ بے شک اس میں کچھ غرض ہے۔ ہم نے یہ بات اپنے پچھلے دین میں نہیں سنی۔ یہ تو ایک بنائی ہوئی بات ہے)۔۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1180)

| |
|---|
| كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ○ |
| ان سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو انھوں نے پکارا اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ |

## سابقہ اقوام کفار کی ہلاکتوں سے دعوت عبرت کا بیان

"كَمْ" أَیْ كَثِيْرًا "أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلهمْ مِنْ قَرْن" أَیْ أُمَّة مِنْ الْأُمَم الْمَاضِيَة "فَنَادَوْا" حِين نُزُول الْعَذَاب بِهِمْ "وَلَاتَ حِين مَنَاص" أَیْ لَيْسَ الْحِين حِين فِرَار وَالتَّاء زَائِدَة وَالْجُمْلَة حَال مِنْ فَاعِل نَادَوْا أَیْ اسْتَغَاثُوا وَالْحَال أَنْ لَا مَهْرَب وَلَا مَنْجَى وَمَا اعْتَبَرَ بِهِمْ كُفَّار مَكَّة،

ان سے پہلے ہم نے کتنی یعنی کثیر ہی قوموں کو ہلاک کر دیا قرن کا معنی امت ہے جو امم ماضیہ سے ہے۔ تو انھوں نے پکارا جب ان پر عذاب نازل ہو چکا۔ اور وہ بچ نکلنے کا وقت نہیں تھا۔ یعنی اس وقت ان کیلئے وہاں سے فرار ممکن نہ تھا۔ یہاں پر تاء زائدہ ہے۔ اور یہ جملہ نادوا کے فاعل سے حال ہے۔ یعنی انہوں نے مدد طلب اس حال میں کہ ان کا بچ نکلنا اور نجات پانا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا ان کے اس واقعہ سے کفار مکہ عبرت حاصل کریں۔

## سورت ص کی ابتدائی آیات کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابو طالب بیمار ہوئے اور قریش ان کے پاس آئے تو نبی کریم بھی ان کے پاس تشریف لے آئے ابو طالب کے سر کے قریب ایک شخص کے بیٹھنے کی جگہ تھی ابو جہل کھڑا ہوا تا کہ آپ کو اس جگہ بیٹھنے سے روکے ان لوگوں نے ابو طالب سے حضور کی شکایت کی ابو طالب نے کہا اے بھتیجے تو اپنی قوم سے کیا چاہتا ہے آپ نے فرمایا چچا جان میں ان سے ایک ایسا کلمہ چاہتا ہوں کہ جس سے عرب ان کے تابع ہو جائیں اور عجم ان کو جزیہ ادا کریں گے ابو طالب نے کہا ایک ہی کلمہ۔ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ۔ انہوں نے کہا کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی بنا دیا آپ فرماتے ہیں کہ ان کے بارے میں قرآن پاک (کا یہ حصہ) نازل ہوا۔ ص وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ، ص۔ قسم ہے اس قرآن کی جو نصیحت دینے والا ہے (کہ تم حق پر ہو) مگر جو لوگ کافر ہیں اور غرور اور مخالفت میں ہیں۔ یہ پچھلے مذہب میں ہم نے کبھی سنی ہی نہیں یہ بالکل بنائی ہوئی بات ہے۔ (سنن ترمذی 3232، متدرک 2۔632، در منثور 5۔295)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ کہ جب عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو قریش کو یہ بہت ناگوار گزرا اور مسلمانوں کو اس پر بہت خوشی ہوئی ولید بن مغیرہ نے قریش کے سرداروں اور شرفاء سے کہا ابو طالب کی طرف چلو چنانچہ وہ سب گئے اور اس سے کہا تم ہمارے بزرگ اور بڑے ہو تم جانتے ہو کہ ان احمقوں نے کیا کیا اور ہم تمہارے پاس اغراض سے آئے ہیں کہ تم ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان فیصلہ کر دو ابو طالب نے آپ کو پیغام بھیج دیا جب آپ تشریف لائے تو کہا اے بھتیجے یہ تمہاری قوم تم سے کچھ مطالبہ کرتی ہے پس تم اپنی قوم پر پوری طرح نہ جھک جانا۔

آپ نے پوچھا کہ کیا مطالبہ کرتی ہے انہوں نے کہا ہمیں اور ہمارے معبودوں کا تذکرہ چھوڑ دو ہم تمہیں اور تمہارے معبودوں کو چھوڑ دیں گے تو نبی نے فرمایا کیا تم مجھے ایسا کلمہ نہیں دیتے جس کے ذریعے تم عرب پر حکومت کرو اور عجم تمہارے سامنے ذلیل ہو جائیں ابو جہل نے کہا اللہ تیرے باپ کا بھلا کرے ہم تجھے وہ اس جیسے دس اور کلمے دینے کو تیار ہیں نبی نے فرمایا لا الہ الا اللہ پڑھ لو۔ وہ سب یہ سن کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کہا کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی بنا ڈالا بھلا تمام مخلوق کو ایک معبود کیسے سنبھال سکتا ہے۔ اس موقع پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (كذبت قبلهم قوم نوح)

ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد میخوں والا فرعون (اور اس کی قوم کے لوگ) بھی جھٹلا چکے ہیں اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن کے رہنے والے بھی۔ (نیسا بوری 304، ابن کثیر 4۔27)

| |
|---|
| وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ○ |
| اور انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے۔ |
| اور کفار کہنے لگے: یہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا کفار کو عذاب دوزخ سے ڈرانے کا بیان

"وَعَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ" رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِهِمْ يُنْذِرُهُمْ وَيُخَوِّفُهُمُ النَّارَ بَعْدَ الْبَعْثِ وَهُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَقَالَ الْكَافِرُونَ" وُضِعَ الظَّاهِرُ مَوْضِعَ الْمُضْمَرِ،

اور انہوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے۔یعنی انہیں دوبارہ زندہ کرنے کے بعد دوزخ سے ڈراتا ہے۔اور وہ نبی کریم ﷺ ہیں۔اور کفار کہنے لگے یہ جادوگر ہے، بہت جھوٹا ہے۔یہاں پر اسم ظاہر کو اسم ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

منذر: اسم فاعل واحد مذکر۔انذار (افعال) سے ڈرانے والا۔ہم ضمیر جمع مذکر غائب جاءہم اور منھم میں کفار مکہ کی طرف راجع ہوسکتی ہے کیونکہ عجبوا میں ضمیر فاعل بھی کفار کے لئے ہے لیکن یہ جنس بشر کے لئے بھی ہوسکتی ہے کیونکہ کسی نبی کا جنس بشر سے ہونا ان کے نزدیک بعید از فہم تھا۔اس لئے ان کو حیرت تھی کہ یہ ڈرانیوالا ان میں سے یا جنس بشر میں سے کیسے ہوسکتا ہے؟ ساحر کذاب: معطوف علیہ و معطوف واو عطف محذوف، ساحر ہے اور بڑا جھوٹا ہے۔کذاب مبالغہ کا صیغہ ہے۔

| |
|---|
| اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ |
| اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝ |
| کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔اور ان کے سردار چل کھڑے ہوئے یہ |
| کہتے ہوئے کہ تم بھی چل پڑو، اور اپنے معبودوں پر ثابت قدم رہو، یہ ضرور ایسی بات ہے جس میں کوئی غرض ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا کفار کو دعوت توحید دینے کا بیان

"أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا" حَيْثُ قَالَ لَهُمْ قُولُوا : لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَيْ كَيْفَ يَسَعُ الْخَلْقَ كُلَّهُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ "إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ" أَيْ عَجِيبٌ

"وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ" مِنْ مَجْلِسِ اجْتِمَاعِهِمْ عِنْدَ أَبِي طَالِبٍ وَسَمَاعِهِمْ فِيهِ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا : لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ "أَنِ امْشُوا" يَقُولُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ امْشُوا "وَاصْبِرُوا عَلَى آلِهَتِكُمْ" اُثْبُتُوا عَلَى عِبَادَتِهَا "إِنَّ هَذَا" الْمَذْكُورَ مِنَ التَّوْحِيدِ "لَشَيْءٌ يُرَادُ" مِنَّا

کیا اس نے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا؟ کیونکہ آپ نے ان سے کہا کہ تم کہو "لا الہ الا اللہ" جبکہ ایک معبود کیسے ساری مخلوق کو بنا سکتا ہے۔بلاشبہ یہ یقیناً بہت عجیب بات ہے۔

اور ان کے سردار ابو طالب کے گھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر چل کھڑے ہوئے کیونکہ انہوں نے

نبی کریم ﷺ سے اس میں یہی سنا تھا کہ تم کہو"لا الہ الا اللہ" باقی لوگوں سے یہ کہتے ہوئے کہ تم بھی چل پڑو، اور اپنے معبودوں کی پرستش پر ثابت قدم رہو، یعنی ان کی عبادت پر رہو۔ یہ ضرور ایسی بات ہے یعنی جس میں توحید کو ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں کوئی غرض ہمارے لئے ہے۔

## کفار مکہ کا جہالت اور اظہار تعجب کرتے ہوئے بت پرستی پر قائم رہنے کا بیان

کیا لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک انسان کی طرف ہم نے وحی کی تا کہ وہ لوگوں کو ہوشیار کر دے اور ایمانداروں کو اس بات کی خوش خبری سنا دے کہ اس کے پاس ان کے لئے بہترین لائحہ عمل ہے۔ کافر تو ہمارے رسول کو کھلا جادوگر کہنے لگے۔ یہیں پر یہ ذکر ہے کہ انہی میں سے انہی جیسے ایک انسان کے رسول بن کر آنے پر انہیں تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر اور کذاب ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تعجب کے ساتھ ہی اللہ کی وحدانیت پر بھی انہیں تعجب معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ اور سنو اتنے سارے معبودوں کے بدلے یہ تو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے اور اس کا کوئی کسی طرح کا شریک ہی نہیں ان بیوقوفوں کو اپنے بڑوں کی دیکھا دیکھی جس شرک و کفر کی عادت تھی اس کے خلاف آواز سن کر ان کے دل دکھنے اور رکنے لگے اور وہ توحید کو ایک انوکھی اور انجان چیز سمجھنے لگے۔ ان کے بڑوں اور سرداروں نے تکبر کے ساتھ منہ موڑتے ہوئے اعلان کیا کہ اپنے قدیمی مذہب پر جمے رہو۔ اس کی بات نہ مانو اور اپنے معبودوں کی عبادت کرتے رہو۔ یہ تو صرف اپنے مطلب کی باتیں کہتا ہے۔ یہ اس بہانے اپنی جمار ہا ہے کہ یہ تمہارا سب کا بڑا بن جائے اور تم اس کے تابع فرمان ہو جاؤ۔

ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بار قریشیوں کے شریف اور سردار رؤسا ایک مرتبہ جمع ہوئے ان میں ابو جہل بن ہشام عاص بن وائل اسود بن المطلب اسود بن عبد یغوث وغیرہ بھی تھے اور سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ چل کر آج ابو طالب سے آخری فیصلہ کر لیں وہ انصاف کے ساتھ ایک بات ہمارے ذمہ ڈال دے اور ایک اپنے بھتیجے کے ذمے۔ کیونکہ یہ اب انتہائی عمر کو پہنچ چکے ہیں چراغ سحری ہو رہے ہیں اگر مر گئے اور ان کے بعد ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مصیبت پہنچائی تو عرب میں طعنہ دیں گے کہ بڈھے کی موجودگی تک تو کچھ نہ چلی اور ان کی موت کے بعد بہادری آ گئی۔ چنانچہ ایک آدمی بھیج کر ابو طالب سے اجازت مانگی ان کی اجازت پر سب گھر میں گئے اور کہا سنئے جناب! آپ ہمارے سردار ہیں بزرگ ہیں بڑے ہیں۔ ہم آپ کے بھتیجے سے اب بہت تنگ آ گئے ہیں آپ انصاف کے ساتھ ہم میں اور اس میں فیصلہ کر دیجئے۔

دیکھئے ہم آپ سے انصاف چاہتے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں اور نہ ہم انہیں ستائیں وہ مختار ہیں جس کی چاہیں عبادت کریں لیکن ہمارے معبودوں کو برا نہ کہیں۔ ابو طالب نے آدمی بھیج کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا جان پدر دیکھتے ہو آپ کی قوم کے سردار اور بزرگ سب جمع ہوئے ہیں اور آپ سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے معبودوں کی توہین اور برائی کرنے سے باز آ جائیں اور یہ آپ کو آپ کے دین پر چلنے میں آزادی دے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان کیا میں انہیں بہترین اور بڑی بھلائی کی طرف نہ بلاؤں؟ ابو طالب نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا یہ ایک کلمہ کہدیں صرف اس کے

کہنے کی وجہ سے سارا عرب ان کے ماتحت ہو جائے گا اور سارے عجم پر ان کی حکومت ہو جائے گی۔ ابو جہل ملعون نے سوال کیا کہ اچھا بتاؤ وہ ایسا کونسا کلمہ ہے؟ ایک نہیں ہم دس کہنے کو تیار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو لا الہ الا اللہ بس یہ سننا تھا کہ شور وغل کر دیا اور کہنے لگے اس کے سوا جو تو مانگے ہم دینے کو تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم سورج کو بھی لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دو تو بھی تو تم سے اس کلمے کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ سارے کے سارے مارے غصے اور غضب کے بھنا کر کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے واللہ ہم تجھے اور تیرے اللہ کو گالیاں دیں گے جس نے تجھے یہ حکم دیا ہے۔ اب یہ چلے اور ان کے سردار یہ کہتے رہے کہ جاؤ اپنے دین پر اور اپنے معبودوں کی عبادت پر جمے رہو۔ معلوم ہو گیا کہ اس شخص کا تو ارادہ ہی اور ہے یہ تو بڑا بننا چاہتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ |
| مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝ |
| ہم نے اس کو آخری ملّت میں بھی نہیں سنا، یہ صرف خود ساختہ جھوٹ ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی پر یہ ذکر اتارا گیا ہے؟ |
| بلکہ وہ میرے ذکر کی نسبت شک میں ہیں، بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ پر آنے والی وحی کی تکذیب کرنے کا بیان

"مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّة الْآخِرَة" أَيْ مِلَّة عِيسَى "إِنْ" مَا "هٰذَا إِلَّا اخْتِلَاق" كَذِب "أَأُنْزِلَ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكه "عَلَيْهِ" عَلَى مُحَمَّد "الذِّكْر" أَيْ الْقُرْآن "مِنْ بَيْننَا" وَلَيْسَ بِأَكْبَرِنَا وَلَا أَشْرَفنَا : أَيْ لَمْ يُنْزَل عَلَيْهِ "بَلْ هُمْ فِي شَكّ مِنْ ذِكْرِي" وَحْيِي أَيْ الْقُرْآن حَيْثُ كَذَّبُوا الْجَائِي بِهِ "بَلْ لَمَّا" لَمْ "يَذُوقُوا عَذَاب" وَلَوْ ذَاقُوهُ لَصَدَّقُوا النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا جَاءَ بِهِ وَلَا يَنْفَعهُمْ التَّصْدِيق حِينَئِذٍ،

ہم نے اس عقیدہ توحید کو آخری ملّت نصرانی میں بھی نہیں سنا، یہ صرف خود ساختہ جھوٹ ہے۔ یہاں پر اُ اُنزل یہ دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ جبکہ دونوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف داخل کیا جائے۔ اور ترک کے ساتھ بھی آیا ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی یعنی حضرت محمد ﷺ پر یہ ذکر یعنی قرآن اتارا گیا ہے؟ جو ہم سے بڑے یا شرف والے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان پر نازل ہوا ہی نہیں، بلکہ وہ میرے ذکر یعنی وحی قرآن کی نسبت شک میں گرفتار ہیں، کیونکہ انہوں نے وحی کے آنے میں میری تکذیب کی۔ بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیونکہ اگر وہ میرے عذاب کو چکھ لیتے تو نبی کریم ﷺ جو ان کے پاس لائے ہیں وہ اس کی تصدیق کرتے۔ لیکن اس وقت ان کو یہ تصدیق کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

## اہل مکہ کا نزول قرآن پر حسد کرنے کا بیان

اہل مکہ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب نبوت پر حسد آیا اور انہوں نے یہ کہا کہ ہم میں صاحب شرف و عزت آدمی موجود تھے ان میں سے کسی پر قرآن نہ اترا خاص حضرت سید انبیاء محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اترا۔
اگر میرا عذاب چکھ لیتے تو یہ شک و تکذیب و حسد کچھ باقی نہ رہتا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرتے لیکن اس وقت کی تصدیق مفید نہ ہوتی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ص، لاہور)

| |
|---|
| اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ |
| السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ۝ |
| کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب ہے، بہت عطا فرمانے والا ہے؟۔ یا ان کے پاس آسمانوں |
| اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کی بادشاہت ہے؟ تو انہیں چاہئے کہ رسّیاں باندھ کر چڑھ جائیں۔ |

## ہمت ہے تو کفار آسمانوں پر چڑھ کر وحی لے آئیں

"أَمْ عِنْدهمْ خَزَائِن رَحْمَة رَبّك الْعَزِيز " الْغَالِب "الْوَهَّاب" الْوَهَّاب مِنْ النُّبُوَّة وَغَيْرهَا فَيُعْطُونَهَا مَنْ شَاءُوا،
"أَمْ لَهُمْ مُلْك السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا " إنْ زَعَمُوا ذَلِكَ "فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَاب " الْمُوَصِّلَة إلَى السَّمَاء فَيَأْتُوا بِالْوَحْيِ فَيَخُصُّوا بِهِ مَنْ شَاءُوا وَأَمْ فِي الْمَوْضِعَيْنِ بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار،
کیا ان کے پاس آپ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو غالب ہے بہت عطا فرمانے والا ہے؟۔ جو نبوت وغیرہ عطا کرنے والا ہے جسے چاہتا ہے وہ عطا کرتا ہے۔ یا ان کے پاس آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کی بادشاہت ہے؟ جس طرح ان کا گمان ہے۔ اگر ہے تو انہیں چاہئے کہ رسّیاں باندھ کر آسمان پر چڑھ جائیں۔ یعنی جو آسمان تک انہیں پہنچادے تاکہ وہ وحی لے آئیں۔ حالانکہ ہم وحی کیلئے جسے چاہتے ہیں خاص کر لیتے ہیں۔ اور یہاں پر لفظ اَم دونوں مقامات پر ہمزہ انکاری کے معنی میں ہے۔

## کفار کی بے بسی کو چیلنج کرنے کا بیان

اور کیا نبوت کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں جسے چاہیں دیں اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی مالکیت کو نہیں جانتے۔ حسب اقتضائے حکمت جسے جو چاہے عطا فرمائے اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو کسی کو اس میں دخل دینے اور چوں چرا کی کیا مجال۔

اور ایسا اختیار ہو تو جسے چاہیں وحی کے ساتھ خاص کریں اور عالم کی تدبیر اپنے ہاتھ میں لیں اور جب یہ کچھ نہیں ہے تو امور ربانیہ وتدابیر الٰہیہ میں دخل کیوں دیتے ہیں انہیں اس کا کیا حق ہے، کفار کو یہ جواب دینے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نصرت ومدد کا وعدہ فرمایا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ص، لاہور)

| |
|---|
| جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ○ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ○ |
| ایک حقیر سالشکر ہے، لشکروں میں سے، جو اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔ اِن سے پہلے قوم نوح نے اور عاد نے |
| اور بڑی مضبوط حکومت والے فرعون نے جھٹلایا تھا۔ |

## سابقہ اقوام کفر کی طرح آئندہ اقوام کفر کی ہلاکتوں کا بیان

"جُنْد مَا" أَيْ هُمْ جُنْد حَقِير "هُنَالِكَ" فِي تَكْذِيبهمْ لَك "مَهْزُوم" صِفَة جُنْد "مِنْ الْأَحْزَاب" صِفَة جُنْد أَيْضًا : أَيْ كَالْأَجْنَادِ مِنْ جِنْس الْأَحْزَاب الْمُتَحَزِّبِينَ عَلَى الْأَنْبِيَاء قَبْلك وَأُولَئِكَ قَدْ قُهِرُوا وَأُهْلِكُوا فَكَذَا نُهْلِك هَؤُلَاءِ

"كَذَّبَتْ قَبْلهمْ قَوْم نُوح" تَأْنِيث قَوْم بِاعْتِبَارِ الْمَعْنَى "وَعَادٍ وَفِرْعَوْن ذُو الْأَوْتَاد" كَانَ يَتِدُ لِكُلِّ مَنْ يَغْضَب عَلَيْهِ أَرْبَعَة أَوْتَاد يُشَدّ إلَيْهَا يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ وَيُعَذِّبهُ،

یہ ایک حقیر سالشکر ہے، لشکروں میں سے، جو آپ کی تکذیب کر کے اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔ یہاں پر لفظ مہزوم یہ جند کی صفت ہے اور من الاحزاب بھی جند کی صفت ہے۔ یعنی لشکروں کی جنس میں سے لشکر ہے۔ جو آپ سے پہلے انبیائے کرام پر جمع ہوئے اور مغلوب ہوئے اور انہیں ہلاک کر دیا گیا تو پس اسی طرح ہم ان کو بھی ہلاک کر دیں گے۔ اِن سے پہلے قوم، یہاں لفظ قوم معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے۔ یعنی قوم نوح نے اور عاد نے اور بڑی مضبوط حکومت والے یا میخوں سے اذیت دینے والے فرعون نے بھی جھٹلایا تھا۔ جس شخص پر فرعون ناراض ہوتا اس کو چار میخوں سے باندھ دیتا تھا اور ان سے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں باندھ دیتا تھا۔ اور اس کو سزا دیتا ہے۔

یعنی ان قریش کی جماعت انہیں لشکروں میں سے ایک ہے جو آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے مقابل گروہ باندھ باندھ کر آیا کرتے تھے اور زیادتیاں کیا کرتے تھے اس سبب سے ہلاک کر دیئے گئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی کے یہی حال ان کا ہے کہ انھیں بھی ہزیمت ہوگی چنانچہ بدر میں ایسا واقع ہوا اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکینِ خاطر کے لئے پچھلے انبیاء علیہم السلام اور ان قوموں کا ذکر فرمایا۔

ان سب کے واقعات کئی مرتبہ بیان ہو چکے ہیں کہ کس طرح ان پر ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ کے عذاب ٹوٹ پڑے۔ یہی وہ جماعتیں ہیں جو مال اولاد میں قوۃ وطاقت میں زور زور میں تمہارے زمانہ کے ان کٹر کافروں سے بہت بڑھی ہوئی تھیں لیکن

امرالٰہی کے آچکنے کے بعد انہیں کوئی چیز کام نہ آئی۔ پھران کی تباہی کی وجہ بھی بیان ہوئی کہ یہ رسولوں کے دشمن تھے انہیں جھوٹا کہتے تھے۔

| |
|---|
| وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ الْـئَيْكَةِ ط اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ |
| اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝ |
| اور ثمود نے اور قوم لوط علیہ السلام نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی وہ گروہ یہی لوگ ہیں۔ |
| ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا پس میرا عذاب واقع ہو گیا۔ |

## قوم ثمود ولوط وغیرہ سے کفار کیلئے عبرت ہونے کا بیان

"وَثَمُود وَقَوْم لُوط وَأَصْحَاب الْأَيْكَة" أَيْ الْغَيْضَة وَهُمْ قَوْم شُعَيْب عَلَيْهِ السَّلَام "إنْ" مَا "كُلّ" مِنْ الْأَحْزَاب "إلَّا كَذَّبَ الرُّسُل" لِأَنَّهُمْ إذَا كَذَّبُوا وَاحِدًا مِنْهُمْ فَقَدْ كَذَّبُوا جَمِيعهمْ لِأَنَّ دَعْوَتهمْ وَاحِدَة وَهِيَ دَعْوَة التَّوْحِيد "فَحَقَّ" وَجَبَ،

اور ثمود نے اور قوم لوط علیہ السلام نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی یعنی جو جھاڑی والے تھے اور وہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔ اور وہ گروہ یہی لوگ ہیں۔ ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا۔ کیونکہ جب ان میں سے کسی ایک تکذیب کی گویا سب نے تکذیب کی کیونکہ آپ کی دعوت ان سب کیلئے ایک تھی اور وہ دعوت توحید ہے۔ پس میرا عذاب ان پر واقع ہو گیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اصحب الایکۃ۔ جنگل کے رہنے والے۔ ایکہ کے لوگ، وہ قوم جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ اولئک الاحزاب۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ الاحزاب میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی احزاب جن کا ذکر آیت جند ماھنا لک میں کر دیا گیا ہے۔ یہ سب پیغمبروں کے خلاف اپنے اپنے زمانہ میں جتھ بند ہو گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی مشرکین مکہ نے اپنا ایک جتھ بنا لیا تھا۔

ان کافروں سے پہلے قوم نوح علیہ السلام نے اور عاد نے اور فرعون نے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور مدین والوں نے ان سب گروہوں نے تکذیب کی۔ تو اس صورت میں اولئک الاحزاب مبتدا خبر کا جملہ نہ ہوگا بلکہ اشارہ مشار الیہ کا ہوگا۔ اور مختلف اقوام مذکورہ سے بدل قرار پائے گا۔

اصل طاقت وقوت کی مالک قوم نوح اور عاد وثمود وغیرہ کی قومیں تھیں۔ مشرکین مکہ کی ان کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں، جب وہ لوگ عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے تو ان کی ہستی کیا ہے؟ (تفسیر قرطبی، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ٥ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ٥ |
| اور یہ لوگ کسی چیز کا انتظار نہیں کر رہے سوائے ایک سخت چیخ کے، جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا۔ اور انھوں نے کہا |
| اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔ |

## کفار مکہ کا عذاب کا انتظار کرنے کا بیان

"وَمَا يَنْظُر" يَنْتَظِر "هٰؤُلَاءِ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "اِلَّا صَيْحَة وَاحِدَة" هِيَ نَفْخَة الْقِيَامَة تَحِلّ بِهِمْ الْعَذَاب "مَا لَهَا مِنْ فَوَاق" بِفَتْحِ الْفَاء وَضَمّهَا : رُجُوع،

"وَقَالُوا" لَمَّا نَزَلَ "فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابه بِيَمِينِهِ" اِلَخْ "رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا قِطَّنَا" أَيْ كِتَاب أَعْمَالنَا "قَبْل يَوْم الْحِسَاب" قَالُوا ذٰلِكَ اسْتِهْزَاء،

اور یہ لوگ یعنی کفار مکہ کسی چیز کا انتظار نہیں کر رہے سوائے ایک سخت چیخ کے، اور وہ نفخہ قیامت ہے جو ان پر عذاب لائے گا جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا۔ یہاں پر لفظ فواق یہ فاء کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس کا معنی رجوع ہے۔ اور انھوں نے کہا یعنی جب ''فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابه بِيَمِينِهِ " اِلَخْ '' یہ حکم نازل ہوا تو انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہمیں ہمارا حصہ یعنی ہمارے اعمال کی کتاب یوم حساب سے پہلے جلدی دے دے۔ جبکہ یہ انہوں نے بہ طور مذاق کہا تھا۔

انہیں صرف صور کا انتظار ہے اور اس میں بھی کوئی دیر نہیں بس وہ ایک آواز ہوگی کہ جس کے کان میں پڑی بیہوش و بیجان ہو گیا۔ سوائے ان کے جنہیں رب نے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ قط کے معنی کتاب اور حصے کے ہیں۔ مشرکین کی بیوقوفی اور ان کا عذابوں کو محال سمجھ کر نڈر ہو کر عذابوں کے طلب کرنے کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ انہوں نے کہا اللہ اگر یہ صحیح ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا اور کوئی دردناک عذاب آسمانی ہمیں پہنچا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انہوں نے اپنا جنت کا حصہ یہاں طلب کیا اور یہ جو کچھ کہا یہ بہ وجہ اسے جھوٹا سمجھنے اور محال جاننے کے تھا۔ ابن جریر کا فرمان ہے کہ جس خیر و شر کے وہ دنیا میں مستحق تھے اسے انہوں نے جلد طلب کیا۔ یہی بات ٹھیک ہے ضحاک اور اسماعیل کی تفسیر کا ماحصل بھی یہی ہے۔

| |
|---|
| اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ٥ |
| اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ٥ |
| جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر جاری رکھیے اور ہمارے بندے داؤد (علیہ السلام) کا ذکر کریں جو بڑی قوت والے تھے، |
| بیشک وہ بہت رجوع کرنے والے تھے۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، وہ دن کے پچھلے پہر |
| اور سورج چڑھنے کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ |

## کفار کی تکالیف کے باوجود صبر کرنے کا بیان

"اصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ " أَيْ الْقُوَّة فِي الْعِبَادَة كَانَ يَصُوم يَوْمًا وَيُفْطِر يَوْمًا وَيَقُوم نِصْف اللَّيْل وَيَنَام ثُلُثه وَيَقُوم سُدُسه "إِنَّهُ أَوَّاب" رَجَّاعٌ إِلَى مَرْضَاة اللَّه،

"إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَال مَعَهُ يُسَبِّحْنَ" بِتَسْبِيحِهِ "بِالْعَشِيِّ" وَقْت صَلَاة الْعِشَاء "وَالْإِشْرَاق" وَقْت صَلَاة الضُّحَى وَهُوَ أَنْ تُشْرِق الشَّمْس وَيَتَنَاهَى ضَوْءُهَا،

(اے حبیب مکرم ﷺ) جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اس پر صبر جاری رکھیئے اور ہمارے بندے داؤد علیہ السلام کا ذکر کریں جو بڑی قوت والے تھے، یعنی وہ عبادت میں ایک دن روزہ رکھتے اور ایک افطار کرتے تھے۔ اور وہ نصف رات قیام کرتے تھے اور نصف رات آرام کرتے۔ یعنی وہ تہائی یا سدس رات محو استراحت ہوتے۔ بیشک وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والے یعنی اللہ کی رضا طلب کرنے والے تھے۔ بے شک ہم نے پہاڑوں کو اس کے ہمراہ مسخر کر دیا، یعنی وہ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔ وہ دن کے پچھلے پہر یعنی عشاء کے وقت اور سورج چڑھنے کے وقت یعنی اشراق کے وقت تسبیح کرتے تھے۔ اور اشراق یہ ہے کہ جب سورج کی روشنی پھیل کو انتہائی مقامات پر پہنچ جائے۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان کی اس تکذیب اور ہنسی کے مقابلے میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تعلیم دی اور برداشت کی تلقین کی۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کی فراست کا بیان

ذالاید سے مراد علمی اور عملی قوت والا ہے اور صرف قوۃ والے کے معنی بھی ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے (وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْيدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ، الذاریات:47)، مجاہد فرماتے ہیں مراد اطاعت کی طاقت ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو عبادت کی قدرت اور اسلام کی فقہ عطا فرمائی گی تھی۔ یہ مذکور ہے کہ آپ ہر رات تہائی رات تک تہجد میں کھڑے رہتے تھے اور ایک دن بعد ایک دن ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اللہ کو سب سے زیادہ پسند حضرت داؤد کی رات کی نماز اور انہی کے روزے تھے۔ آپ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے اور چھٹا حصہ رات کا پھر سو جاتے، اور ایک دن روزہ رکھتے ایک دن نہ رکھتے اور دشمنان دین سے جہاد کرنے میں پیٹھ نہ دکھاتے اور اپنے ہر حال میں اللہ کی طرف رغبت و رجوع رکھتے۔ پہاڑوں کو ان کے ساتھ مسخر کر دیا تھا۔ وہ آپ کے ساتھ سورج کے ڈھلنے کے وقت اور دن کے آخری وقت تسبیح بیان کرتے۔ جیسے فرمان ہے (يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ، سبأ:10) یعنی اللہ نے پہاڑوں کو ان کے ساتھ رجوع کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح پرندے بھی آپ کی آواز سن کر آپ کے ساتھ اللہ کی پاکی بیان کرنے لگ جاتے اڑتے ہوئے پرند پاس سے گذرتے اور آپ توراۃ پڑھتے ہوتے تو آپ کے ساتھ وہ بھی تلاوت میں مشغول ہو جاتے اور اڑنا بھول جاتے بلکہ ٹھہر

جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن ضحیٰ کے وقت حضرت ام ہانی کے گھر میں آٹھ رکعت نماز ادا کی۔ ابن عباس فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ یہ بھی وقت نماز ہے جیسے فرمان ہے (اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ، ص:18)۔

عبداللہ بن حارث بن نوفل کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ضحیٰ کی نماز نہیں پڑھتے تھے ایک دن میں انہیں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ہاں لے گیا اور کہا کہ آپ ان سے وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے مجھ سے بیان فرمائی تھی۔ تو مائی صاحبہ نے فرمایا فتح مکہ والے دن میرے گھر میں میرے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ پھر ایک برتن میں پانی بھروایا اور ایک کپڑا تان کر نہانے بیٹھ گئے پھر گھر کے ایک کونے میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعت صلوۃ ضحیٰ کی ادا کیں، ان کا قیام رکوع سجدہ اور جلوس سب قریب برابر تھے۔

حضرت ابن عباس جب یہ سن کر وہاں سے نکلے تو فرمانے لگے پورے قرآن کو میں نے پڑھ لیا میں نہیں جانتا کہ ضحیٰ کی نماز کیا ہے آج مجھے معلوم ہوا کہ (يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ، - ص:18) والی آیت میں بھی اشراق سے مراد یہی ضحیٰ ہے۔ چنانچہ اس کے بعد انہوں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا۔ جب حضرت داؤد اللہ کی پاکیزگی اور بزرگی بیان فرماتے تو پرندے بھی ہواؤں میں رک جاتے تھے اور حضرت داؤد کی ماتحتی میں ان کی تسبیح کا ساتھ دیتے تھے۔ اور اس کی سلطنت ہم نے مضبوط کر دی اور بادشاہوں کو جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ہم نے اسے سب دے دیں۔ چار ہزار تو ان کی محافظ سپاہ تھی۔ اس قدر فوج تھی کہ ہر رات تینتیس ہزار فوجی پہرے پر چڑھتے تھے لیکن جو آج کی رات آتے پھر سال بھر تک ان کی باری نہ آتی۔ چالیس ہزار آدمی ہر وقت ان کی خدمت میں مسلح تیار رہتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

## نماز اشراق کے استدلال کا بیان

اس آیت سے حضرت عبداللہ بن عباس نے صلوٰۃ الضحیٰ کے شروع ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ صلوٰۃ الضحیٰ کو صلوٰۃ الاوابین اور بعض حضرات صلوٰۃ الاشراق بھی کہتے ہیں۔ اگرچہ بعد میں صلوٰۃ الاوابین کا نام مغرب کے بعد کی چھ نفلوں کے لئے اور صلوٰۃ الاشراق طلوع آفتاب کے متصل والی دو چار نفلوں کے لئے زیادہ مشہور ہو گیا۔ صلوٰۃ الضحیٰ میں سے دو سے لے کر بارہ تک جتنی رکعتیں چاہیں پڑھی جا سکتی تھیں۔ حدیث میں اس کے بہت سے فوائد وارد ہوئے ہیں۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، جو شخص صلوٰۃ الضحیٰ کی دو رکعتوں کی پابندی کر لے اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، خواہ وہ سمندری جھاگ جتنے ہوں اور حضرت انس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔ جو شخص صلوٰۃ الضحیٰ کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں سونے کا محل بنا دے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ص، بیروت)

وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ ○ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○

اور پرندوں کو بھی، جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے، سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے۔ اور ہم نے

اس کی سلطنت مضبوط کردی اور اسے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو عطا فرمائی۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کے تابع پرندوں و پہاڑوں کر دینے کا بیان

"وَ" سَخَّرْنَا "الطَّيْرَ مَحْشُورَةً" الطَّيْر مَجْمُوعَة إلَيْهِ تُسَبِّح مَعَهُ "كُلّ" مِنْ الْجِبَال وَالطَّيْر "لَهُ أَوَّاب" رَجَّاعٌ إلَى طَاعَته بِالتَّسْبِيحِ،

"وَشَدَدْنَا مُلْكه" قَوَّيْنَاهُ بِالْحَرَسِ وَالْجُنُود وَكَانَ يَحْرُس مِحْرَابه فِي كُلّ لَيْلَة ثَلَاثُونَ أَلْف رَجُل

"وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَة" النُّبُوَّة وَالْإِصَابَة فِي الْأُمُور "وَفَصْل الْخِطَاب" الْبَيَان الشَّافِي فِي كُلّ قَصْد

اور پرندوں کو بھی تابع کر دیا۔ جب کہ وہ اکٹھے کیے ہوتے یعنی وہ سب جمع ہو جاتے اور آپ کے ساتھ تسبیح کرتے اور تسبیح میں پہاڑ اور پرندے سب اکٹھے ہو جاتے تھے۔ لہٰذا وہ سب اس کے لیے رجوع کرنے والے یعنی تسبیح میں آپ کے تابع تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کر دی یعنی محافظ حکومت اور لشکروں کے ساتھ قوت دی کیونکہ ہر رات آپ کی محراب میں تیس ہزار محافظ پہرہ دیتے تھے۔ اور اسے حکمت یعنی نبوت اور فیصلہ کرنے میں اصابت عطا فرمائی۔ یہاں پر خطاب فیصل یہ ہر مقصد کے بیان میں کافی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام تسبیح کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح کرتے اور پرندے آپ کے پاس جمع ہو کر تسبیح کرتے۔ فوج و لشکر کی کثرت عطا فرما کر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ روئے زمین کے بادشاہوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت بڑی مضبوط اور قوی سلطنت تھی چھتیس ہزار مرد آپ کے محراب کے پہرے پر مقرر تھے۔ (تفسیر جمل، سورہ ص، لاہور)

وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ○

اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ دیوار پھاند کر (داؤد علیہ السلام کی) عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس محراب میں آنے والوں کا بیان

"وَهَلْ" مَعْنَى الِاسْتِفْهَام هُنَا التَّعْجِيب وَالتَّشْوِيق إلَى اسْتِمَاع مَا بَعْده "أَتَاك" يَا مُحَمَّد "نَبَأ الْخَصْم إذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَاب" مِحْرَاب دَاوُدَ : أَيْ مَسْجِده حَيْثُ مَنَعُوا الدُّخُول عَلَيْهِ مِنْ الْبَاب لِشُغْلِهِ بِالْعِبَادَةِ أَيْ خَبَرهمْ وَقِصَّتهمْ

یہاں پر لفظ ھل یہ استفہام کیلئے آیا ہے۔ جو تعجب اور آنے والے کلام کو غور سے سننے کی رغبت دلانے والا ہے۔ یا محمد ﷺ اور کیا آپ کے پاس جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی؟ جب وہ دیوار پھاند کر داؤد علیہ السلام کی عبادت گاہ میں داخل ہو گئے۔ یعنی جب ان کو

دروازوں سے آنے سے منع کر دیا گیا تو وہ اس طرح آئے۔ کیونکہ آپ اس وقت عبادت میں مشغول تھے۔ لہٰذا آپ انہیں اس قصہ کی خبر دیجئے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ہل۔ استفہامیہ ہے۔ تعجب تشویق الی السماع کے لئے ہے۔ جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تا کہ سننے والا ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر واقعہ کو سنے اور عبرت حاصل کرے۔ اتک: اتی ماضی۔ واحد مذکر غائب ک ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے پاس آئی (خبر)

نبوا الخصم۔ مضاف مضاف الیہ۔ نبا خبر۔ الخصم مصدر ہے اسی لئے اس کا اطلاق ایک، دو، اور زیادہ پر بھی ہوتا ہے یہاں مراد دو جھگڑنے والے ہیں۔ اس کے جمع کی ضمیر خصم کی طرف راجع کی گئی ہے۔ دو کیطرف جمع کی ضمیر راجع کرنا عربی زبان میں درست ہے جیسے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے ان تتوبا الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں۔ اس میں جمع کی (قلوب کی) اضافت تثنیہ کی طرف کی گئی ہے۔

جملہ وھل اتٰک نبوا الخصم کا عطف انا سخرنا پر ہے اور یہ عطف القصۃ علی القصۃ کے قبیل سے ہے بعض کے نزدیک اس کا عطف اذکر پر ہے۔

اذ: جب۔ اس کا تعلق الخصم کے مضاف سے ہے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی:۔ وھل اتٰک نبا تحاکم الخصم اور کیا آپ کو دو مخالف فریق کا باہمی جھگڑے کا فیصلے کے لئے حاکم کے پاس لے جانے کا قصہ معلوم ہے؟ تسوروا۔ ماضی جمع مذکر غائب تسور (تفعل) مصدر سے جس کے معنی دیوار یا شہر کے اردگرد بلند حفاظت کے لئے بنائی جائے شہر پناہ۔ فصیل، یہاں مراد وہ دیوار جو محراب کے اردگرد حفاظت کے لئے بنائی ہوئی تھی۔ المحراب اسم مفرد۔ محاریب جمع۔ بالا خانہ۔ کمرہ۔ یہاں مراد عبادت خانہ۔ کمرہ۔ (انوار البیان، سورہ ص)

| |
|---|
| اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ |
| فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ |
| جب وہ داؤد (علیہ السلام) کے پاس اندر آ گئے تو وہ ان سے گھبرائے، انہوں نے کہا گھبرائیے نہیں، ہم مقدمہ میں |
| دو فریق ہیں، ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ |
| کر دیں اور حد سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف رہبری کر دیں۔ |

## حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتوں کا بہ طور فیصلہ کروانے آنے کا بیان

"اِذْ دَخَلُوا عَلٰی دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ " نَحْنُ "خَصْمَانِ" نَحْنُ خَصْمَانِ قِيلَ فَرِيقَانِ

لِيُطَابِق مَا قَبْلَه مِنْ ضَمِير الْجَمْع وَقِيلَ اثْنَانِ وَالضَّمِير بِمَعْنَاهُمَا وَالْخَصْم يُطْلَق عَلَى الْوَاحِد وَأَكْثَر وَهُمَا مَلَكَانِ جَاءَا فِي صُورَة خَصْمَيْنِ وَقَعَ لَهُمَا مَا ذُكِرَ عَلَى سَبِيل الْفَرْض لِتَنْبِيهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَام عَلَى مَا وَقَعَ مِنْهُ وَكَانَ لَهُ تِسْع وَتِسْعُونَ امْرَأَة وَطَلَبَ امْرَأَة شَخْص لَيْسَ لَهُ غَيْرهَا وَتَزَوَّجَهَا وَدَخَلَ بِهَا "بَغَى بَعْضنَا عَلَى بَعْض فَاحْكُمْ بَيْننَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ" تَجُرْ "وَاهْدِنَا" أَرْشِدْنَا "إلَى سَوَاء الصِّرَاط" وَسَط الطَّرِيق الصَّوَاب،

جب وہ داؤد علیہ السلام کے پاس اندر آ گئے تو حضرت داؤد علیہ السلام ان سے گھبرائے، انہوں نے کہا گھبرائیے نہیں، ہم ایک مقدمہ میں دو فریق ہیں، کہا گیا ہے خصمان سے مراد فریقان ہیں اور یہاں ماقبل جمع کی ضمیر سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تثنیہ کی ضمیر سے ہے۔ اور یہاں ضمیر تثنیہ کے معنی میں ہے اور خصم کا اطلاق ایک پر بھی ہوتا ہے اور اس سے زیادہ پر بھی ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں فرشتے تھے جو خصمین کی صورت میں بہ سبیل فرض آئے تا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے کام کیا ہے اس پر ان کو انتباہ کیا جائے کیونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویاں تھیں۔ اور آپ نے ایک شخص سے عورت کو طلب کیا حالانکہ اس کے سوا اس کی کوئی بیوی نہ تھی۔ تو آپ نے اس سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ دخول بھی کیا۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے۔ آپ ہمارے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور حد سے تجاوز نہ کریں اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف رہبری کر دیں۔ وسط طریق سے مراد صحیح راستہ ہے۔

حضرت داؤد کا انہیں دیکھ کر گھبرانا اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے تنہائی کے خاص خلوت خانے میں تھے اور پہرہ داروں کو منع کیا تھا کہ کوئی بھی آج اندر نہ آئے اور یکا یک ان دونوں کو جو دیکھا تو گھبرا گئے۔ عزنی الخ، سے مطلب بات چیت میں غالب آ جانا دوسرے پر چھا جانا ہے۔ حضرت داؤد سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے پس وہ رکوع سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی طرف جھک پڑے۔ مذکور ہے کہ چالیس دن تک سجدہ سے سر نہ اٹھایا پس ہم نے اسے بخش دیا۔ یہ یاد رہے کہ جو کام عوام کے لئے نیکیوں کے ہوتے ہیں وہی کام خواص کے لئے بعض مرتبہ بدیوں کے بن جاتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ هٰذَآ اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّ تِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ |
| فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا وَعَزَّنِیْ فِی الْخِطَابِ ۝ |
| بے شک یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، تو اس نے کہا کہ |
| یہ میرے سپرد کر دے اور اس نے بات کرنے میں مجھ پر بہت سختی کی۔ |

## ننانوے دنبیوں کی مثال کے ذریعے انتباہ کا بیان

"إنَّ هَذَا أَخِي" أَيْ عَلَى دِينِي "لَهُ تِسْع وَتِسْعُونَ نَعْجَة" يُعَبَّر بِهَا عَنْ الْمَرْأَة "وَلِيَ نَعْجَة

وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا " أَيِ اجْعَلْنِي كَافِلَهَا "وَعَزَّنِي" غَلَبَنِي "فِي الْخِطَابِ" أَيِ الْجِدَالِ وَأَقَرَّهُ الْآخَرُ عَلَى ذَلِكَ،

بے شک یہ میرا دینی بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی ہے، یہاں عورت کو دنبی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ یہ میرے سپرد کر دے یعنی وہ میری کفالت میں دیدے اور اس نے بات کرنے میں مجھ پر بہت سختی کی۔ یعنی کلام وخطاب میں مجھ پر غالب آ گیا ہے۔

یعنی جھگڑا یہ ہے کہ میرے اس بھائی کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے ہاں صرف ایک دنبی ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ وہ ایک بھی کسی طرح مجھ سے چھین کر اپنی سو پوری کر لے۔ اور مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جیسے مال میں یہ مجھ سے زیادہ ہے بات کرنے میں بھی مجھ سے تیز ہے۔ جب بولتا ہے تو مجھ کو دبا لیتا ہے اور لوگ بھی اسی کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں۔ غرض میرا حق چھیننے کے لیے زبردستی کی باتیں کرتا ہے۔

| |
|---|
| قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ ؕ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ |
| لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ؕ |
| وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ۝ |
| داؤد (علیہ السلام) نے کہا تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے تم سے زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک |
| دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ اور داؤد (علیہ |
| السلام) نے خیال کیا کہ ہم نے ان کی آزمائش کی ہے، سو انہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر پڑے اور توبہ کی۔ |

## حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف فیصلہ اور آداب نبوت کا بیان

"قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ " لِيَضُمَّهَا "إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ " الشُّرَكَاءِ "لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ " مَا لِتَأْكِيدِ الْقِلَّةِ فَقَالَ الْمَلَكَانِ صَاعِدَيْنِ فِي صُورَتَيْهِمَا إِلَى السَّمَاءِ : قَضَى الرَّجُلُ عَلَى نَفْسِهِ فَتَنَبَّهَ دَاوُدَ "وَظَنَّ" أَيْ أَيْقَنَ "دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ" أَوْقَعْنَاهُ فِي فِتْنَةٍ أَيْ بَلِيَّةٍ بِمَحَبَّتِهِ تِلْكَ الْمَرْأَةَ "فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا" أَيْ سَاجِدًا

حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں سے ملانے کا سوال کر کے اس نے تم سے زیادتی کی ہے اور بیشک اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے، اور ایسے لوگ بہت کم ہیں یہاں پر لفظ ما یہ تاکید قلت کیلئے آیا ہے۔ تو ان دونوں فرشتوں نے اپنی اصلی صورت میں آسمان کی طرف چڑھتے ہوئے کہا کہ اس

شخص نے خود ہی اپنے خلاف فیصلہ کرلیا ہے۔ تو اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کا انتباہ ہوئی۔ اور داؤد علیہ السلام نے خیال یعنی یقین کرلیا کیا کہ ہم نے اس مقدمہ کے ذریعہ ان کی آزمائش کی ہے، کہ اس عورت کو پسند کرنے کے فتنہ میں مبتلاء کردیا۔ سوانہوں نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور سجدہ میں گر پڑے اور توبہ کی۔

## سورہ ص کی آیت سجدہ کا بیان

یہ آیت سجدے کی ہے یا نہیں؟ اس کی بات امام شافعی کا جدید مذہب تو یہ ہے کہ یہاں سجدہ ضروری نہیں یہ تو سجدہ شکر ہے۔ ابن عباس کا قول ہے کہ ص ضروری سجدوں میں سے نہیں ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری وغیرہ)

نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سجدہ کر کے فرمایا یہ سجدہ حضرت داؤد کا تو توبہ کے لئے تھا اور ہمارا شکر کے لئے ہے۔ ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا گویا میں ایک درخت کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں اور نماز میں میں نے سجدے کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کیا تو میرے ساتھ اس درخت نے بھی سجدہ کیا اور میں نے سنا کہ وہ یہ دعا مانگ رہا تھا یعنی اے اللہ! میرے اس سجدے کو تو میرے لئے اپنے پاس اجر اور خزانے کا سبب بنا اور اس سے تو میرا بوجھ ہلکا کردے اور اسے مجھ سے قبول فرما جیسے کہ تو نے اپنے بندے داؤد کے سجدے کو قبول فرمایا۔

ابن عباس فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور سجدے کی آیت کو پڑھ کر سجدہ کیا اور اس سجدے میں وہی دعا پڑھی جو اس شخص نے درخت کی دعا نقل کی تھی۔

ابن عباس اس آیت کے سجدے پر یہ دلیل وارد کرتے تھے کہ قرآن نے فرمایا ہے اس کی اولاد میں سے داؤد سلیمان ہیں جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی پس تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کی پیروی کر پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اقتداء کے مامور تھے اور یہ صاف ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ سجدہ کیا۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا میں سورہ ص لکھ رہا ہوں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم اور دوات اور میرے آس پاس کی تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ انہوں نے اپنا یہ خواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا پھر آپ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے (احمد)

ابوداؤد میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سورہ ص پڑھی اور سجدے کی آیت تک پہنچ کر منبر سے اتر کر آپ سجدہ تک پہنچے تو لوگوں نے سجدے کی تیاری کی آپ نے فرمایا یہ تو ایک نبی کی توبہ کا سجدہ تھا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم سجدہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہو چنانچہ آپ اترے اور سجدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اسے بخش دیا۔ قیامت کے دن اس کی بڑی منزلت اور قدر ہو گی نبیوں اور عادلوں کا درجہ وہ پائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ○

تو ہم نے اسے یہ بخش دیا اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے پاس یقیناً بڑا قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کے مقام قرب کا بیان

"فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى" أَيْ زِيَادَة خَيْر فِي الدُّنْيَا "وَحُسْن مَآب" مَرْجِع فِي الْآخِرَة

تو ہم نے اسے یہ بخش دیا اور بلاشبہ اس کے لیے ہمارے پاس یقیناً دنیا میں آپ کیلئے بڑا قرب اور آخرت میں اچھا ٹھکانا ہے۔

حدیث میں ہے عادل لوگ نور کے ممبروں پر رحمٰن کے دائیں جانب ہوں گے۔ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنی اہل وعیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے سب سے زیادہ اللہ کے دوست اور سب سے زیادہ اس کے مقرب وہ بادشاہ ہوں گے جو عادل ہوں اور سب سے زیادہ دشمن اور سب سے سخت عذاب والے وہ ہوں گے جو ظالم بادشاہ ہوں۔ (ترمذی وغیرہ)

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں قیامت کے دن حضرت داؤد علیہ السلام کو عرش کے پائے کے پاس کھڑا کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اے داؤد جس پیاری دردناک میٹھی اور جاذب آواز سے تم میری تعریفیں دنیا میں کرتے تھے اب بھی کرو۔ آپ فرمائیں گے باری تعالیٰ اب وہ آواز کہاں رہی؟ اللہ فرمائے گا میں نے وہی آواز آج تمہیں پھر عطا فرمائی۔ اب حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دلکش اور دلربا آواز نکال کر نہایت وجد کی حالت میں اللہ کی حمد وثناء بیان کریں گے جسے سن کر جنتی اور نعمتوں کو بھی بھول جائیں گے اور یہ سریلی آواز اور نورانی گلا انہیں سب نعمتوں سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، ص، بیروت)

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○

اے داؤد! بیشک ہم نے آپ کو زمین میں نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش کی پیروی نہ کرنا ورنہ تمہیں راہِ خدا سے بھٹکا دے گی، بیشک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کی زمین پر خلافت کا بیان

"يَا دَاوُد إِنَّا جَعَلْنَاك خَلِيفَة فِي الْأَرْض" تُدَبِّر أَمْر النَّاس "فَاحْكُمْ بَيْن النَّاس بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِع الْهَوَى" أَيْ هَوَى النَّفْس "فَيُضِلّك عَنْ سَبِيل اللَّه" أَيْ عَنْ الدَّلَائِل الدَّالَّة عَلَى تَوْحِيده "إِنَّ الَّذِينَ

يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ " أَىْ عَنِ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ "لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا " بِنِسْيَانِهِمْ "يَوْمَ الْحِسَابِ" الْمُرَتَّبِ عَلَيْهِ تَرْكُهُمُ الْإِيمَانَ وَلَوْ أَيْقَنُوا بِيَوْمِ الْحِسَابِ لَآمَنُوا فِي الدُّنْيَا،؟

اے داؤد علیہ السلام! بیشک ہم نے آپ کو زمین میں اپنا نائب بنایا تا کہ آپ لوگوں کے معاملات کی تدبیر فرمائیں۔ سو تم لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ پیروی تمہیں راہ خدا سے بھٹکا دے گی، یعنی ان دلائل سے نہ بھٹکا دے جو اللہ کی توحید پر ہیں۔ بیشک جو لوگ اللہ کی راہ یعنی ایمان سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس وجہ سے کہ وہ یوم حساب کو بھول گئے۔ جو ان پر عذاب چھوڑنے کی وجہ سے آئے گا۔ اور اگر انہیں یوم حساب کا یقین ہوتا تو وہ دنیا میں ہی ایمان لے آتے۔

## صاحب اختیار لوگوں کے لئے انصاف کے حکم کا بیان

اس آیت میں بادشاہ اور ذی اختیار لوگوں کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ عدل و انصاف کے ساتھ قرآن و حدیث کے مطابق فیصلے کریں ورنہ اللہ کی راہ سے بھٹک جائیں گے اور جو بھٹک کر اپنے حساب کے دن کو بھول جائے وہ سخت عذابوں میں مبتلا ہوگا۔ حضرت ابو زرعہ رحمتہ اللہ علیہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ کیا خلیفہ وقت سے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب لیا جائے گا آپ نے فرمایا سچ بتا دوں خلیفہ نے کہا ضرور سچ ہی بتاؤ اور آپ کو ہر طرح امن ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین اللہ کے نزدیک آپ سے بہت بڑا درجہ حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا انہیں خلافت کے ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ نے نبوت بھی دے رکھی تھی لیکن اس کے باوجود کتاب اللہ ان سے کہتی ہے (يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ، ص:26) عکرمہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے یوم الحساب کو سخت عذاب ہیں اس کے بھول جانے کے باعث سدی کہتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے یوم الحساب کے لئے اعمال جمع نہیں کئے۔ آیت کے لفظوں سے اسی قول کو زیادہ مناسبت ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ص، بیروت)

## حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ قصاص کا بیان

ایک روایت میں ہے کہ ان کے زمانے میں بنی اسرائیل کے دو آدمیوں میں ایک مقدمہ ہوا۔ ایک نے دوسرے پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ دوسرے نے اس جرم سے انکار کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعی سے دلیل طلب کی وہ کوئی گواہ پیش نہ کر سکا آپ نے فرمایا اچھا تمہیں کل فیصلہ سنایا جائے گا۔ رات کو حضرت داؤد کو خواب میں حکم ہوا کہ دعویدار کو قتل کر دو۔ صبح آپ نے دونوں بلوایا اور حکم دیا کہ اس مدعی کو قتل کر دیا جائے اس نے کہا اے اللہ کے نبی آپ میرے ہی قتل کا حکم دے رہے ہیں حالانکہ اس نے میری گائے چرالی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ میرا حکم نہیں یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور ناممکن ہے کہ یہ ٹل جائے تو تیار ہو جا۔ تب اس نے کہا اے اللہ کے رسول میں اپنے دعوے میں تو سچا ہوں اس نے میری گائے غصب کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

میرے قتل کا حکم میرے اس مقدمے کی وجہ سے نہیں کیا۔ اس کی وجہ اور ہے اور اسے صرف میں ہی جانتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ آج میں نے اسے فریب سے قتل کر دیا ہے جس کا کسی کو علم نہیں۔

پس اس کے بدلے میں اللہ نے آپ کو قصاص کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ وہ قتل کر دیا گیا۔ اب تو حضرت داؤد کی ہیبت ہر شخص کے دل میں بیٹھ گئی ہم نے اسے حکمت دی تھی یعنی فہم وعقل، زیرکی اور دانائی، عدل وفراست کتاب اللہ اور اس کی اتباع نبوت ورسالت وغیرہ اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کا صحیح طریقہ۔ یعنی گواہ لینا قسم کھلوانا، مدعی کے ذمہ بار ثبوت ڈالنا مدعی علیہ سے قسم لینا۔ یہی طریقہ فیصلوں کا انبیاء کا اور نیک لوگوں کا رہا اور یہی طریقہ اس امت میں رائج ہے۔ غرض حضرت داؤد معاملے کی تہ کو پہنچ جاتے تھے اور حق و باطل سچ جھوٹ میں صحیح اور کھرے کا امتیاز کر لیتے تھے۔ کلام بھی آپ کا صاف ہوتا تھا اور حکم بھی عدل پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ ہی نے اما بعد کا کہنا ایجاد کیا ہے اور فصل الخطاب سے اس کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ |
| فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ۝ |
| اور ہم نے آسمان وزمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا گمان ہے |
| جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت میں بڑی ہلاکت ہے۔ |

## کفار کیلئے جہنم میں وادی ویل ہونے کا بیان

"وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا بَاطِلًا" عَبَثًا "ذٰلِكَ" أَيْ خَلَقَ مَا ذُكِرَ لَا لِشَيْءٍ "ظَنّ الَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْ أَهْل مَكَّة "فَوَيْل" وَادٍ،

اور ہم نے آسمان وزمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو بیکار پیدا نہیں کیا۔ یعنی ذکر کردہ چیزوں کو بیکار پیدا کرنے کا خیال یہ ان لوگوں یعنی کفار مکہ ہے جنھوں نے کفر کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا آگ کی صورت یعنی آگ کی وادی میں بڑی ہلاکت ہے۔

## زمین وآسمان اور ان کے درمیان کوئی چیز بیکار نہ ہونے کا بیان

ارشاد ہے کہ مخلوق کی پیدائش عبث اور بیکار نہیں یہ سب عبادت خالق کے لئے پیدا کی گئی ہے پھر ایک وقت آنے والا ہے کہ ماننے والے کی سربلندی کی جائے اور نہ ماننے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ کافروں کا خیال ہے کہ ہم نے انہیں یونہی پیدا کر دیا ہے؟ اور آخرت اور دوسری زندگی کوئی چیز نہیں یہ غلط ہے۔ ان کافروں کو قیامت کے دن بڑی خرابی ہوگی کیونکہ اس آگ میں انہیں جلنا پڑے گا جو ان کے لئے اللہ کے فرشتوں نے جلا رکھی ہے۔ یہ ناممکن ہے اور ان ہونی بات ہے کہ مومن ومفسد کو اور پرہیزگار اور بدکار کو ایک جیسا کر دیں۔ اگر قیامت آنے والی ہی نہ ہو تو یہ دونوں انجام کے لحاظ سے یکساں ہی رہے۔ حالانکہ یہ خلاف انصاف

ہے قیامت ضرور آئے گی نیک کار جنت میں اور گنہگار جہنم میں جائیں گے۔

پس عقلی اقتضا بھی دار آخرت کے ثبوت کو ہی چاہتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ظالم پاپی اللہ کی درگاہ سے راندہ ہوا دنیا میں خوش وقت ہے مال اولاد فراغت تندرستی سب کچھ اس کے پاس ہے اور ایک مومن متقی پاک دامن ایک ایک پیسے سے تنگ ایک ایک راحت سے دور رہے تو حکمت علیم و حکیم و عادل کا اقتضاء یہ تھا کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ اس نمک حرام سے اس کی نمک حرامی کا بدلہ لیا جائے اور اس صابر و شاکر فرمانبردار کی نیکیوں کا اسے بدلہ دیا جائے اور یہی دار آخرت میں ہونا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس جہان کے بعد ایک جہان یقیناً ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ز اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ○ |
| کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ |
| یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ |

## کفار کا نظریہ اہل ایمان جیسے فجار کو بدلہ ملنے کا بیان

"أَمْ نَجْعَل الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْض أَمْ نَجْعَل الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ" نَزَلَ لَمَّا قَالَ كُفَّار مَكَّة لِلْمُؤْمِنِينَ إنَّا نُعْطِي فِي الْآخِرَة مِثْل مَا تُعْطُونَ وَأَمْ بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار،

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، زمین میں فساد کرنے والوں کی طرح کر دیں گے؟ یا کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب کفار مکہ نے اہل ایمان سے کہا ہمیں آخرت میں ویسا ثواب ملے گا جس طرح تمہیں دیا جائے گا اور یہاں پر اَم بہ معنی ہمزہ انکاری ہے۔

## سورہ ص آیت ۲۸ کے شان نزول کا بیان

کفار قریش نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ آخرت میں جو نعمتیں تمہیں ملیں گی وہی ہمیں بھی ملیں گی اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ نیک و بدمومن و کافر کو برابر کر دینا متقضائے حکمت نہیں کفار کا خیال باطل ہے۔

یہ بات بالکل حکمت کے خلاف ہے اور جو شخص جزا کا قائل نہیں وہ ضرور مفسِد و مصلح اور فاجر و متقی کو برابر قرار دے گا اور ان میں فرق نہ کرے گا کفار اس جہل میں گرفتار ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ |
| یہ کتاب برکت والی ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تا کہ دانش مند لوگ اس کی آیتوں میں |
| غور و فکر کریں اور نصیحت حاصل کریں۔ |

## قرآن مجید کا بہ برکت کتاب ہونے کا بیان

"كِتَاب" خَبَر مُبْتَدَأ مَحْذُوف أَيْ هَذَا "أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْك مُبَارَك لِيَدَّبَّرُوا" أَصْله يَتَدَبَّرُوا أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الدَّال "آيَاته" لِيَدَّبَّرُوا آيَاته يَنْظُرُوا فِي مَعَانِيهَا فَيُؤْمِنُوا "وَلِيَتَذَكَّر" يَتَّعِظ "أُولُو الْأَلْبَاب" أَصْحَاب الْعُقُول،

یہ کتاب برکت والی ہے یہاں پر لفظ کتاب یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے۔ جو ھذا ہے۔ جسے ہم نے آپ کی طرف نازل فرمایا ہے تاکہ دانش مند لوگ اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں یہاں پر لفظ یدبروا اصل میں یتدبروا تھا۔ تاء کا دال میں ادغام کیا گیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس کے معانی میں غور وفکر کریں تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔ اور اصحاب عقل نصیحت حاصل کریں۔

چونکہ یہ پاک تعلیم قرآن سے ہی حاصل ہوئی ہے اور اس نیکی کا رہبر یہی ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ مبارک کتاب ہم نے تیری طرف نازل فرمائی ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اور ذی عقل لوگ اس سے نصیحت حاصل کر سکیں۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لئے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی نہیں کیا لوگ کہتے ہیں ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ میں نظر نہیں آتا ایسا نہ چاہئے۔ اصل غور وخوض اور نصیحت وعبرت عمل ہے۔

| |
|---|
| وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ |
| اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو سلیمان (علیہ السلام) بخشا، وہ کیا خوب بندہ تھا، بیشک وہ بڑی کثرت سے توبہ |
| کرنے والا ہے۔ جب اس کے سامنے دن کے پچھلے پہر اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں جہادی گھوڑوں کو پیش کیے جانے کا بیان

"وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَان" ابْنه "نِعْمَ الْعَبْد" أَيْ سُلَيْمَان "إِنَّهُ أَوَّاب" رَجَّاعٌ فِي التَّسْبِيح وَالذِّكْر فِي جَمِيع الْأَوْقَات،

"إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ" هُوَ مَا بَعْد الزَّوَال "الصَّافِنَات" الْخَيْل جَمْع صَافِنَة وَهِيَ الْقَائِمَة عَلَى ثَلَاث وَإِقَامَة الْأُخْرَى عَلَى طَرَف الْحَافِر وَهُوَ مِنْ صَفَنَ يَصْفِن صُفُونًا "الْجِيَاد" جَمْع جَوَاد وَهُوَ السَّابِق الْمَعْنَى أَنَّهَا إِذَا اُسْتُوْقِفَتْ سَكَنَتْ وَإِنْ رَكَضَتْ سَبَقَتْ وَكَانَتْ أَلْف فَرَس عُرِضَتْ عَلَيْهِ بَعْد أَنْ صَلَّى الظُّهْر لِإِرَادَتِهِ الْجِهَاد عَلَيْهَا لِعَدُوٍّ فَعِنْد بُلُوغ الْعَرْض مِنْهَا تِسْعمِائَة غَرَبَتْ الشَّمْس وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الْعَصْر فَاغْتَمَّ،

اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو فرزند سلیمان علیہ السلام بخشا، وہ سلیمان علیہ السلام کیا خوب بندہ تھا، بیشک وہ بڑی کثرت سے

توبہ کرنے والا ہے۔یعنی وہ سارا وقت تسبیح اور ذکر میں بسر کرتے تھے۔ جب اس کے سامنے دن کے پچھلے پہر یعنی زوال کے بعد اصیل تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔ یہاں پر لفظ صافنات یہ صافنہ کی جمع ہے۔اور وہ ایسے گھوڑے کو کہتے ہیں جو تین پاؤں اور چوتھے کے سم پر کھڑا ہو جاتا ہو۔اور یہ صفن یصفن صفونا سے مشتق ہے۔اور جیاد یہ جواد کی جمع ہے۔جس کا معنی روکنا کے ہیں۔یعنی اس گھوڑے کو روکا جائے تو رک جائے اور اگر اس کو دوڑایا جائے تو تیز دوڑے۔اور نماز ظہر کے بعد دشمنان سے جہاد کیلئے آپ کو ایک ہزار گھوڑے پیش کیے گئے۔تو آپ نے غروب آفتاب تک ان میں نوسو ننانوے گھوڑوں کا معائنہ کیا تو آپ نے نماز عصر نہیں پڑھی جس کی وجہ سے آپ غمزدہ ہوئے۔

## حضرت داؤد علیہ السلام کی وراثت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ نے جو ایک بڑی نعمت حضرت داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی اس کا ذکر فرمارہا ہے کہ ان کی نبوت کا وارث ان کے لڑکے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بنا دیا۔اسی لئے صرف حضرت سلیمان کا ذکر کیا ورنہ ان کے اور بچے بھی تھے۔ایک سو عورتیں آپ کی لونڈیوں کے علاوہ تھیں۔چنانچہ اور آیت میں ہے (وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ،النمل:16) یعنی حضرت داود کے وارث حضرت سلیمان ہوئے یعنی نبوت آپ کے بعد انہیں ملی۔یہ بھی بڑے اچھے بندے تھے یعنی خوب عبادت گذار تھے اور اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔مکحول کہتے ہیں کہ جناب داؤد نبی نے ایک مرتبہ آپ سے چند سوالات کئے اور ان کے معقول جوابات پاکر فرمایا کہ آپ نبی اللہ ہیں۔پوچھا کہ سب سے اچھی چیز کیا ہے؟ جواب دیا کہ اللہ کی طرف سکینت اور ایمان پوچھا کہ سب سے زیادہ میٹھی چیز کیا ہے؟ جواب ملا اللہ کی رحمت پوچھا سب سے زیادہ ٹھنڈک والی چیز کیا ہے؟ جواب دیا اللہ کا لوگوں سے درگذر کرنا اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کو معاف کر دینا۔(ابن ابی حاتم رازی، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ؀ |
| رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ؀ |
| تو اس نے کہا بے شک میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے دوست رکھا ہے۔یہاں تک کہ وہ پردے میں |
| چھپ گئے۔انھیں میرے پاس واپس لاؤ، پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کو گھوڑوں کے بدلے ہوا مسخر ہو کر ملنے کا بیان

"فَقَالَ إنِّي أَحْبَبْت" أَيْ أَرَدْت "حُبّ الْخَيْر" أَيْ الْخَيْل "عَنْ ذِكْر رَبِّي" أَيْ صَلَاة الْعَصْر "حَتَّى تَوَارَتْ" أَيْ الشَّمْس "بِالْحِجَابِ" أَيْ اسْتَتَرَتْ بِمَا يَحْجُبهَا عَنْ الْأَبْصَار،

"رُدُّوهَا عَلَيَّ" أَيْ الْخَيْل الْمَعْرُوضَة فَرَدُّوهَا "فَطَفِقَ مَسْحًا" بِالسَّيْفِ "بِالسُّوقِ" جَمْع سَاق

"وَالْاَعْنَاقِ" أَیْ ذَبَحَهَا وَقَطَعَ أَرْجُلَهَا تَقَرُّبًا إِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی حَیْثُ اشْتَغَلَ بِهَا عَنِ الصَّلَاةِ وَتَصَدَّقَ بِلَحْمِهَا فَعَوَّضَهُ اللّٰهُ خَیْرًا مِنْهَا وَأَسْرَعَ وَهِيَ الرِّیحُ تَجْرِی بِأَمْرِهِ کَیْفَ شَاءَ،

تو اس نے کہا بے شک میں نے اس مال کی محبت یعنی گھوڑوں کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے دوست رکھنے کا ارادہ ہے۔ اور نماز عصر نہ پڑھی تھی یہاں تک کہ سورج پردے میں چھپ گئے۔ یعنی اس پردہ پردہ آ گیا جو آنکھوں سے پوشیدہ کردے۔ ان پیش کردہ گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ، پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ یعنی تلوار پھیرنے لگے۔ یہاں پر لفظ سوق یہ ساق کی جمع ہے۔ یعنی آپ نے انہیں ذبح کیا اور اللہ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کیلئے ان کے پاؤں کاٹ دیئے کیونکہ ان کے سبب سے نماز قضاء ہوئی تھی۔ اور آپ نے ان کے گوشت کو صدقہ کردیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں بہتر چیز عطاء کی جو ان سے زیادہ تیز تھی۔ اور وہ ہوا تھی کہ جو آپ کے حکم کے مطابق چلتی تھی جس طرح آپ اس کو حکم ارشاد فرماتے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے گھوڑوں کا بیان

حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ان کی بادشاہت کے زمانے میں ان کے گھوڑے پیش کئے گئے۔ یہ بہت تیز رفتار تھے جو تین ٹانگوں پر کھڑے رہتے تھے اور ایک پیر یونہی سا زمین پر ٹکتا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ پردار گھوڑے تھے تعداد میں بیس تھے۔ ابراہیم تیمی نے گھوڑوں کی تعداد بیس ہزار بتلائی ہے۔

ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تھے گھر میں تشریف فرما تھے جب تیز ہوا کے جھونکے سے گھر کے کونے کا پردہ ہٹ گیا وہاں حضرت عائشہ کی کھیلنے کی گڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر بھی پڑ گئی۔ دریافت کیا یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا میری گڑیاں ہیں آپ نے دیکھا کہ بیچ میں ایک گھوڑا سا بنا ہوا ہے جس کے دو پر بھی کپڑے کے لگے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہا گھوڑا ہے فرمایا اور یہ اس کے اوپر دونوں طرف کپڑے کے کیا بنے ہوئے ہیں؟ کہا یہ دونوں اس کے پر ہیں۔ فرمایا اچھا گھوڑا اور اس کے پر بھی؟ صدیقہ نے عرض کیا کیا آپ نے نہیں سنا کہ حضرت سلیمان کے پردار گھوڑے تھے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یہاں تک کہ آپ کے آخری دانت دکھائی دینے لگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے دیکھنے بھالنے میں اس قدر مشغول ہوگئے کہ عصر کی نماز کا خیال ہی نہ رہا بالکل بھول گئے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام جنگ خندق والے دن لڑائی کی مشغولیت کی وجہ سے عصر کی نماز نہ پڑھ سکے تھے اور مغرب کے بعد ادا کی۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ سورج ڈوبنے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تو عصر کی نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ آپ نے فرمایا میں بھی اب تک ادا نہیں کرسکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دین سلیمان میں جنگی صالح کی وجہ سے تاخیر نماز جائز ہو اور یہ جنگی گھوڑے تھے جنہیں اسی مقصد سے رکھا تھا۔

چنانچہ بعض علماء نے یہ کہا بھی ہے کہ صلوۃ خوف کے جاری ہونے سے پہلے یہی حال تھا۔ بعض کہتے ہیں جب تلواریں تنی ہوئی

ہوں لشکر بھڑ گئے ہوں اور نماز کے لئے رکوع و سجود کا امکان ہی نہ ہو تب یہ حکم ہے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے تیستر کی فتح کے بعد موقعہ پر کیا تھا لیکن ہمارا پہلا قول ہی ٹھیک ہے اس لئے کہ اس کے بعد ہی حضرت سلیمان کا ان گھوڑوں کو دوبارہ طلب کرنا وغیرہ بیان ہوا ہے۔ انہیں واپس منگوا کر ان کے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا اور فرمایا میرے رب کی عبادت سے مجھے اس چیز نے غافل کر دیا میں ایسی چیز ہی نہیں رکھنے کا۔ چنانچہ ان کی کوچیں کاٹ دی گئیں اور ان کی گردنیں ماری گئیں۔ لیکن حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ آپ نے گھوڑوں کے پیشانی کے بالوں وغیرہ پر ہاتھ پھیرا۔

امام ابن جریر بھی اسی قول کو اختیار کرتے ہیں کہ بلا وجہ جانوروں کو ایذاء پہنچانی ممنوع ہے ان جانوروں کا کوئی قصور نہ تھا جو انہیں کٹوا دیتے لیکن میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے یہ بات ان کی شرع میں جائز ہو خصوصاً ایسے وقت جبکہ وہ یاد اللہ میں حارج ہوئے اور وقت نماز نکل گیا تو دراصل یہ غصہ بھی اللہ کے لئے تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان گھوڑوں سے بھی تیز اور ہلکی چیز اللہ نے اپنے نبی کو عطا فرمائی یعنی ہوا ان کے تابع کر دی۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودھما اکثر حج کیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک گاؤں میں ہماری ایک بدوی سے ملاقات ہوئی اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہت کچھ دینی تعلیم دی اس میں یہ بھی فرمایا کہ اللہ سے ڈر کر تو جس چیز کو چھوڑے گا اللہ تجھے اس سے بہتر عطا فرمائیگا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، پھر اس نے رجوع کیا۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر انگوٹھی لیکر جن کے بیٹھ جانے کا بیان

"وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ" ابْتَلَيْنَاهُ بِسَلْبِ مُلْكه وَذَلِكَ لِتَزَوُّجِهِ بِامْرَأَةٍ هَوَاهَا وَكَانَتْ تَعْبُد الصَّنَم فِي دَاره مِنْ غَيْر عِلْمه وَكَانَ مُلْكه فِي خَاتَمه فَنَزَعَهُ مَرَّة عِنْد إرَادَة الْخَلَاء وَوَضَعَهُ عِنْد امْرَأَته الْمُسَمَّاة بِالْأَمِينَةِ عَلَى عَادَته فَجَاءَهَا جِنِّيّ فِي صُورَة سُلَيْمَان فَأَخَذَهُ مِنْهَا "وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيّه جَسَدًا" هُوَ ذَلِكَ الْجِنِّيّ وَهُوَ صَخْر أَوْ غَيْره جَلَسَ عَلَى كُرْسِيّ سُلَيْمَان وَعَكَفَتْ عَلَيْهِ الطَّيْر وَغَيْرهَا فَخَرَجَ سُلَيْمَان فِي غَيْر هَيْئَته فَرَآهُ عَلَى كُرْسِيّه وَقَالَ لِلنَّاسِ أَنَا سُلَيْمَان فَأَنْكَرُوهُ "ثُمَّ أَنَابَ" رَجَعَ سُلَيْمَان إلَى مُلْكه بَعْد أَيَّام بِأَنْ وَصَلَ إلَى الْخَاتَم فَلَبِسَهُ وَجَلَسَ عَلَى كُرْسِيّه،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی آزمائش کی یعنی جب ان سے مملکت ایک بیوی سے شادی کرنے کے سبب لے لی تھی۔ اور وہ خاتون آپ کے گھر میں رہنے کے باوجود بت پرستی کرتی تھی۔ اور آپ کی حکومت کا راز اس انگوٹھی میں تھا جس کو ایک مرتبہ آپ نے بیت الخلاء میں جانے کی غرض اتار کر اپنی زوجہ امینہ کو حسب عادت دے دیا۔ تو ان کے پاس ایک جنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی

صورت میں آیا تو اس نے آپ سے وہ انگوٹھی لے لی۔ اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، جس اس جن کا تھا اور وہ صخر نامی جن تھا یا کوئی اور تھا۔ جو سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھا۔ اور پرندوں نے اس پر سایہ کرلیا۔ اور جب سلیمان علیہ السلام بغیر ہیئت کے تشریف لائے۔ تو آپ نے اس کو اپنی کرسی پر دیکھا۔ تو اس نے لوگوں سے کہا کہ میں سلیمان ہوں جبکہ لوگوں نے اس کا انکار کیا پھر اس نے رجوع کیا۔ یعنی چند دنوں کے بعد سلیمان علیہ السلام کو مملکت لوٹا دی۔ یعنی کہ آپ کو انگوٹھی واپس مل گئی۔ تو آپ نے اس کو پہن لیا اور آپ کرسی پر جلوہ فرما ہوئے۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے متعلق تفصیلی واقعات کا بیان

ہم نے حضرت سلیمان کا امتحان لیا اور ان کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا، یعنی شیطان پھر وہ اپنے تخت و تاج کی طرف لوٹ آئے اس شیطان کا نام صخر تھا یا آصف تھا یا صروتھا یا حقیق تھا۔ یہ واقعہ اکثر مفسرین نے ذکر کیا ہے کسی نے تفصیل کے ساتھ، کسی نے اختصار کے ساتھ۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلیمان کو بیت المقدس کی تعمیر کا اس طرح حکم ہوا کہ لوہے کی آواز بھی نہ سنی جائے۔ آپ نے ہر چند تدبیریں کیں، لیکن کارگر نہ ہوئیں۔ پھر آپ نے سنا کہ سمندر میں ایک شیطان ہے جس کا نام صخر ہے وہ البتہ ایسی ترکیب بتا سکتا ہے آپ نے حکم دیا کہ اسے کسی طرح لاؤ۔ ایک دریا سمندر میں ملتا تھا ہر ساتویں دن اس میں لبالب پانی آجاتا تھا اور یہی پانی یہ شیطان پیتا تھا۔ اس کا پانی نکال دیا گیا اور بالکل خالی کر کے پانی کو بند کر کے اس کے آنے والے دن اسے شراب سے پر کر دیا گیا جب شیطان آیا اور یہ حال دیکھا تو کہنے لگا یہ تو مزے کی چیز ہے لیکن عقل کی دشمن جہالت کو ترقی دینے والی چیز ہے۔ چنانچہ وہ پیاسا ہی چلا گیا۔ جب پیاس کی شدت ہوئی تو مجبوراً یہ سب کچھ کہتے ہوئے پینا ہی پڑا۔ اب عقل جاتی رہی اور اسے حضرت سلیمان کی انگوٹھی دکھائی گئی یا مونڈھوں کے درمیان سے مہر لگا دی گئی۔ یہ بے بس ہو گیا حضرت سلیمان کی حکومت اسی انگوٹھی کی وجہ سے تھی۔

جب یہ حضرت سلیمان کے پاس پہنچا تو آپ نے اسے یہ کام سرانجام دینے کا حکم دیا یہ ہدہد کے انڈے لے آیا اور انہیں جمع کر کے ان پر شیشہ رکھ دیا۔ ہدہد آیا اس نے اپنے انڈے دیکھے چاروں طرف گھوما لیکن دیکھا کہ ہاتھ نہیں آسکتے اڑ کر واپس چلا گیا اور الماس لے آیا اور اسے اس شیشے پر رکھ کر شیشے کو کاٹنا شروع کر دیا آخر وہ کٹ گیا اور ہدہد اپنے انڈے لے گیا اور اس الماس کو بھی لے لیا گیا اور اسی سے پتھر کاٹ کاٹ کر عمارت شروع ہوئی حضرت سلیمان علیہ السلام جب بیت الخلاء میں یا حمام میں جاتے تو انگوٹھی اتار جاتے ایک دن حمام میں جانا تھا اور یہ شیطان آپ کے ساتھ تھا آپ اس وقت فرضی غسل کے لئے جا رہے تھے انگوٹھی اسی کو سونپ دی اور چلے گئے اس نے انگوٹھی سمندر میں پھینک دی۔

اور شیطان پر حضرت سلیمان کی شکل ڈال دی گئی اور آپ سے تخت و تاج چھن گیا۔ سب چیزوں پر شیطان نے قبضہ کر لیا سوائے آپ کی بیویوں کے۔ اب اس سے بہت سی غیر معروف باتیں ظہور میں آنے لگیں اس زمانہ میں ایک صاحب تھے جو ایسے ہی تھے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت فاروق رضی اللہ عنہ۔ اس نے کہا آزمائش کرنی چاہئے مجھے تو یہ شخص سلیمان معلوم

نہیں ہوتا۔ چنانچہ ایک روز اس نے کہا کیوں جناب اگر کوئی شخص رات کو جنبی ہو جائے اور موسم ذرا ٹھنڈا ہوا اور وہ سورج طلوع ہونے تک غسل نہ کرے تو کوئی حرج تو نہیں؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔

چالیس دن تک یہ تخت سلیمان پر رہا پھر آپ کی مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی مل گئی ہاتھ میں ڈالتے ہی پھر تمام چیزیں آپ کی مطیع ہو گئیں۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے۔ سدی فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں آپ کو سب سے زیادہ اعتبار ان میں سے ایک بیوی پر تھا جن کا نام جراوہ تھا۔ جب جنبی ہونے یا پاخانے جاتے تو اپنی انگوٹھی انہی کو سونپ جاتے۔ ایک مرتبہ آپ پاخانے گئے پیچھے سے ایک شیطان آپ ہی کی صورت بنا کر آیا اور بیوی صاحبہ سے انگوٹھی طلب کی آپ نے دے دی یہ آتے ہی تخت پر بیٹھ گیا جب حضرت سلیمان آئے اور انگوٹھی طلب کی تو بیوی صاحبہ نے فرمایا آپ انگوٹھی تو لے گئے۔

آپ سمجھ گئے کہ یہ اللہ کی آزمائش ہے نہایت پریشان حال سے محل سے نکل گئے اس شیطان نے چالیس دن تک حکومت کی لیکن احکام کی تبدیلی کو دیکھ کر علماء نے سمجھ لیا کہ یہ سلیمان نہیں۔ چنانچہ ان کی جماعت آپ کی بیویوں کے پاس آئی اور ان سے کہا یہ کیا معاملہ ہے ہمیں سلیمان کی ذات میں شک پڑ گیا۔ اگر یہ سچ مچ سلیمان ہے تو اس کی عقل جاتی رہی ہے یا یہ کہ یہ سلیمان ہی نہیں۔ ورنہ ایسے خلاف شرع احکام نہ دیتا۔ عورتیں یہ سن کر رونے لگیں۔ یہ یہاں سے واپس آ گئے اور تخت کے اردگرد اسے گھیر کر بیٹھ گئے اور تورات کھول کر اس کی تلاوت شروع کر دی۔ یہ خبیث شیطان کلام اللہ سے بھاگا اور انگوٹھی سمندر میں پھینک دی جسے ایک مچھلی نگل گئی۔

حضرت سلیمان یونہی اپنے دن گذارتے تھے ایک مرتبہ سمندر کے کنارے نکل گئے بھوک بہت لگی ہوئی تھی ماہی گیروں کو مچھلیاں پکڑتے ہوئے دیکھ کر ان کے پاس آ کر ان سے ایک مچھلی مانگی اور اپنا نام بھی بتایا، اس پر بعض لوگوں کو بڑا طیش آیا کہ دیکھو بھیک منا گنے والا اپنے تئیں سلیمان بتاتا ہے انہوں نے آپ کو مارنا پیٹنا شروع کیا آپ زخمی ہو کر کنارے جا کر اپنے زخم کا خون دھونے لگے۔ بعض ماہی گیروں کو رحم آ گیا کہ ایک سائل کو خواہ مخواہ مارا۔ جاؤ بھئی اسے دو مچھلیاں دے آؤ بھوکا ہے بھون کھائے گا۔ چنانچہ دو مچھلیاں آپ کو دے آئے بھوک کی وجہ سے آپ اپنے زخم کو اور خون کو تو بھول گئے اور جلدی سے مچھلی کا پیٹ چاک کرنے بیٹھ گئے۔ قدرت اللہ سے اس کے پیٹ سے وہ انگوٹھی نکلی آپ نے اللہ کی تعریف بیان کی اور انگوٹھی انگلی میں ڈالی اس وقت پرندوں نے آ کر آپ پر سایہ کر لیا اور لوگوں نے آپ کو پہچان لیا اور آپ سے معذرت کرنے لگے آپ نے فرمایا یہ سب امر اللہ تھا اللہ کی طرف سے ایک امتحان تھا۔

آپ آئے اپنے تخت پر بیٹھ گئے اور حکم دیا کہ اس شیطان کو جہاں بھی وہ ہو گرفتار کر لاؤ چنانچہ اسے قید کر لیا گیا آپ نے اسے ایک لوہے کے صندوق میں بند کیا اور قفل لگا کر اس پر اپنی مہر لگا دی اور سمندر میں پھنکوا دیا جو قیامت تک وہیں قید رہے گا۔ اس کا نام حقیق تھا۔ آپ کی یہ دعا کہ مجھے ایسا ملک عطا فرمایا جائے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو یہ بھی پوری ہوئی اور آپ کے تابع ہوائیں کر دی گئیں۔ مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شیطان سے جس کا نام آصف تھا ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا کہ تم لوگوں

کو کس طرح فتنے میں ڈالتے ہو؟ اس نے کہا ذرا مجھے انگوٹھی دکھاؤ میں ابھی آپ کو دکھا دیتا ہوں آپ نے انگوٹھی دے دی اس نے اسے سمندر میں پھینک دیا تخت و تاج کا مالک بن بیٹھا اور آپ کے لباس میں لوگوں کو راہ اللہ سے ہٹانے لگا۔" یاد رہے کہ یہ سب واقعات بنی اسرائیل کے بیان کردہ ہیں۔

اور ان سب سے زیادہ منکر واقعہ وہ ہے۔ جو ابن ابی حاتم میں ہے جس کا اوپر بیان ہوا۔ جس میں آپ کی بیوی صاحبہ حضرت جرادہ کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ لڑکے آپ کو پتھر مارتے تھے۔ آپ کی بیویوں سے جب علماء نے معاملہ کی تفتیش کی تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہمیں بھی اس کے سلیمان ہونے سے انکار ہے کیونکہ وہ حالت حیض میں ہمارے پاس آتا ہے۔ شیطان کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ راز کھل گیا ہے تو اس نے جادو اور کفر کی کتابیں لکھوا کر کرسی تلے دفن کر دیا اور پھر لوگوں کے سامنے انہیں نکلوا کر ان سے کہا دیکھو ان کتابوں کی بدولت سلیمان تم پر حکومت کر رہا تھا چنانچہ لوگوں نے آپ کو کافر کہنا شروع کر دیا۔ حضرت سلیمان سمندر کے کنارے مزدوری کرتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے بہت سی مچھلیاں خریدیں مزدور کو بلایا آپ پہنچے اس نے کہا یہ اٹھالو پوچھا مزدوری کیا دو گے؟ اس نے کہا اس میں سے ایک مچھلی تمہیں دے دوں گا آپ نے ٹوکرا سر پر رکھا اس کے ہاں پہنچایا اس نے ایک مچھلی دے دی آپ نے اس کا پیٹ چاک کیا پیٹ چاک کرتے ہی وہ انگوٹھی نکل پڑی پہنتے ہی کل شیاطین جن انسان پھر تابع ہو گئے اور جھرمٹ باندھ کر حاضر ہو گئے آپ نے ملک پر قبضہ کیا اور اس شیطان کو سخت سزا دی۔ پس ثم اناب سے مراد شیطان جو مسلط کیا گیا تھا اس کا لوٹنا ہے۔

اس کی اسناد حضرت ابن عباس تک ہے۔ ہے تو قوی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اسے حضرت ابن عباس نے اہل کتاب سے لیا ہے، یہ بھی اس وقت جبکہ اسے ابن عباس کا قول مان لیں۔ اہل کتاب کی ایک جماعت حضرت سلیمان کو نبی نہیں مانتی تھی تو عجب نہیں کہ یہ بیہودہ قصہ اسی خبیث جماعت کا گھڑا ہوا ہو۔ اس میں تو وہ چیزیں بھی ہیں جو بالکل ہی منکر ہیں خصوصاً اس شیطان کا آپ کی عورتوں کے پاس جانا اور آئمہ نے بھی ایسے ہی قصے بیان تو کئے ہیں۔

لیکن اس بات کا سب نے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ جن ان کے پاس نہیں جا سکا اور نبی کے گھرانے کی عورتوں کی عصمت و شرافت کا تقاضا بھی یہی ہے اور بھی بہت سے لوگوں نے ان واقعات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے لیکن سب کی اصل یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل اور اہل کتاب سے لئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم۔ شیبانی فرماتے ہیں آپ نے اپنی انگوٹھی عسقلان میں پائی تھی اور بیت المقدس تک تواضعاً آپ پیدل چلے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ |
| عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو، |
| بیشک تو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کا منفرد بادشاہت طلب کرنے کا بیان

"قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي " لَا يَكُون "لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي " أَيْ سِوَايَ نَحْو "فَمَنْ يَهْدِيه مِنْ بَعْد اللَّه" أَيْ سِوَى اللَّه،

عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے، اور مجھے ایسی حکومت عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو، یہاں پر لفظ بعدی کا معنی سوای ہے جس طرح یہد یہ من بعد اللہ میں بعد اللہ کا معنی سوی اللہ ہے۔ بیشک تو ہی بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

مفسرین کے نزدیک دعا کا مفہوم یہ ہے کہ میرے بعد بھی کسی کو ایسی عظیم الشان حکومت حاصل نہ ہو، چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جیسی حکومت عطا فرمائی، ویسی بعد میں بھی کسی کو نصیب نہ ہوسکی۔ کیونکہ ہواؤں کا مسخر ہونا اور جنات کا ایسا تابع ہونا بعد میں کسی کو میسر نہ آسکا۔ بعض لوگ عملیات وغیرہ کے ذریعہ بعض جنات کو جو مسخر کر لیتے ہیں وہ اس کے منافی نہیں۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تسخیر جنات سے اس کو کوئی نسبت نہیں، عملیات کے ماہرین دو ایک یا چند جنات کو تابع بنالیتے ہیں۔ لیکن جس طرح کی ہمہ گیر حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی ویسی کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

| |
|---|
| فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَآءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّيٰطِينَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝ |
| وَّآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ |
| وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَآبٍ ۝ |
| پھر ہم نے اُن کے لئے ہوا کو تابع کر دیا، وہ اُن کے حکم سے نرم نرم چلتی تھی جہاں کہیں وہ پہنچنا چاہتے۔ اور کل جنات اور ہر |
| معمار اور غوطہ زن اور دوسرے بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ ہماری عطا ہے احسان کر دیا۔ رو کے رکھو کوئی |
| حساب نہیں۔ اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔ |

## حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا تک کی تسخیر کا بیان

"فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيح تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاء " لَيِّنَة "حَيْثُ أَصَابَ " أَرَادَ "وَالشَّيَاطِين كُلّ بَنَّاء " يَبْنِي الْأَبْنِيَة الْعَجِيبَة "وَغَوَّاص " فِي الْبَحْر يَسْتَخْرِج اللُّؤْلُؤ،

"وَآخَرِينَ" مِنْهُمْ "مُقَرَّنِينَ" مَشْدُودِينَ "فِي الْأَصْفَاد" الْقُيُود بِجَمْعِ أَيْدِيهمْ إِلَى أَعْنَاقهمْ "هَذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ " أَعْطِ مِنْهُ مَنْ شِئْت "أَوْ أَمْسِكْ" عَنْ الْإِعْطَاء "بِغَيْرِ حِسَاب " أَيْ لَا حِسَاب عَلَيْك فِي ذَلِكَ، "وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَى وَحُسْن مَآب" تَقَدَّمَ مِثْلُهُ،

پھر ہم نے اُن کے لئے ہوا کو تابع کر دیا، وہ اُن کے حکم سے نرم نرم چلتی تھی جہاں کہیں بھی وہ پہنچنا چاہتے۔ اور کل جنات و شیاطین بھی ان کے تابع کر دیئے۔ اور ہر معمار کو جو عجیب وغریب عمارتیں بناتے ہیں۔ اور سمندر میں غوطہ زن بھی تا کہ وہ موتیوں کو

باہر نکالیں۔اور دوسرے جنّات بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہاں پر لفظ اصفاد جمع اس لئے لایا گیا ہے کیونکہ ان کے سب کے ہاتھ ان کی گردنوں کے ساتھ باندھے ہوئے ہوں گے۔ارشاد ہوا یہ ہماری عطا ہے خواہ دوسروں پر احسان کرو یا اپنے تک روکے رکھو دونوں حالتوں میں کوئی حساب نہیں۔یعنی آپ پر کوئی حساب نہیں ہے۔اور بیشک اس کے لیے ہماری بارگاہ میں ضرور قرب اور اچھا ٹھکانا ہے۔جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

ہم نے زور آور ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا تھا جو انہیں ان کے فرمان کے مطابق برکت والی زمین یعنی ملک شام میں پہنچا دیتی تھی۔ہمیں ہر چیز کا علم ہے۔آپ اپنے تخت پر مع اپنے لاؤ لشکر اور سامان اسباب کے بیٹھ جاتے تھے۔پھر جہاں جانا چاہتے ہوا آپ کو آپ کے فرمان کے مطابق گھڑی بھر میں وہاں پہنچا دیتی۔تخت کے اوپر سے پرند پر کھولے آپ پر سایہ ڈالتے جیسے فرمان ہے آیت (فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ، ص:36) یعنی ہم نے ہوا کو ان کا تابع کردیا کہ جہاں پہنچنا چاہتے ان کے حکم کے مطابق اسی طرف نرمی سے لے چلتی۔صبح شام مہینہ مہینہ بھر کی راہ کو طے کرلیتی۔

## حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت کا بیان

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چھ ہزار کرسی لگائی جاتی۔آپ کے قریب مومن انسان بیٹھتے ان کے پیچھے مومن جن ہوتے۔پھر آپ کے حکم سے سب پر پرند سایہ کرتے پھر حکم کرتے تو ہوا آپ کو لے چلتی۔عبداللہ بن عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیتے وہ مثل بڑے تودے کے جمع ہوجاتی گویا پہاڑ ہے پھر اس کے سب سے بلند مکان پر فرش افروز ہونے کا حکم دیتے پھر پہردار گھوڑے پر سوار ہوکر اپنے فرش پر چڑھ جاتے پھر ہوا کو حکم دیتے وہ آپ کو بلندی پر لے جاتی آپ اس وقت سر نیچا کرلیتے دائیں بائیں بالکل نہ دیکھتے اس میں آپ کی تواضع اور اللہ کی شکر گزاری مقصود ہوتی تھی۔کیونکہ آپ کو اپنی فروتنی کا علم تھا۔پھر جہاں آپ حکم دیتے وہیں ہوا آپ کو اتار دیتی۔(تفسیر ابن کثیر،سورت الانبیاء، بیروت)

| |
|---|
| وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ۝ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ |
| هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِى |
| الْاَلْبَابِ ۝ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝ |
| اور ہمارے بندے ایوب (علیہ السلام) کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بڑی اذیت |
| اور تکلیف پہنچائی ہے۔تم اپنا پاؤں زمین پر مارو، یہ ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔اور ہم نے اُن کو |
| اُن کے اہل وعیال اور اُن کے ساتھ اُن کے برابر عطا کردیئے، ہماری طرف سے خصوصی رحمت کے طور پر، اور دانش مندوں |
| کے لئے نصیحت کے طور پر، تم اپنے ہاتھ میں (سَو) تنکوں کی جھاڑو پکڑلو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو، بے شک ہم نے |

اسے ثابت قدم پایا، کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ بہت رجوع کرنے والا تھا۔

## حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کا بیان

"وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوب إِذْ نَادَى رَبّه أَنِّي " أَيْ بِأَنِّي "مَسَّنِيَ الشَّيْطَان بِنُصْبٍ" ضُرّ "وَعَذَاب" أَلَمْ وَنَسَبَ ذَلِكَ إِلَى الشَّيْطَان وَإِنْ كَانَتْ الْأَشْيَاء كُلّهَا مِنْ اللَّه تَأَدُّبًا مَعَهُ تَعَالَى،

"اُرْكُضْ" اضْرِبْ "بِرِجْلِك" اضْرِبْ بِرِجْلِك الْأَرْض فَضَرَبَ فَنَبَعَتْ عَيْن مَاء فَقِيلَ : "هَذَا مُغْتَسَل" مَاء تَغْتَسِل بِهِ "بَارِد وَشَرَاب " تَشْرَب مِنْهُ فَاغْتَسَلَ وَشَرِبَ فَذَهَبَ عَنْهُ كُلّ دَاء كَانَ بِبَاطِنِهِ وَظَاهِره، "وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْله وَمِثْلهمْ مَعَهُمْ" أَيْ أَحْيَا اللَّه لَهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أَوْلَاده وَرَزَقَهُ مِثْلهمْ "رَحْمَة" نِعْمَة "مِنَّا وَذِكْرَى" عِظَة "لِأُولِي الْأَلْبَاب" لِأَصْحَابِ الْعُقُول،

"وَخُذْ بِيَدِك ضِغْثًا " هُوَ حُزْمَة مِنْ حَشِيش أَوْ قُضْبَان "فَاضْرِبْ بِهِ " زَوْجَتك وَكَانَ قَدْ حَلَفَ لِيَضْرِبهَا مِائَة ضَرْبَة لِإِبْطَائِهَا عَلَيْهِ يَوْمًا "وَلَا تَحْنَث" بِتَرْكِ ضَرْبهَا فَأَخَذَ مِائَة عُود مِنْ الْإِذْخِر أَوْ غَيْره فَضَرَبَهَا بِهِ ضَرْبَة وَاحِدَة "إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْد " أَيُّوب "إِنَّهُ أَوَّاب" رَجَّاعٌ إِلَى اللَّه تَعَالَى،

اور ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا ذکر کیجئے جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان نے بڑی اذیت اور تکلیف پہنچائی ہے۔ یہاں پر اَنی اصل میں بانی ہے۔ یہاں پر تکلیف کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔ لہٰذا بطور ادب ایسا کیا گیا ہے۔ تم اپنا پاؤں زمین پر مارو، پس آپ کے زمین پر پاؤں مارنے سے چشمہ جاری ہوا یعنی ایسا پانی جو غسل کیلئے ہے۔ یہ پانی کا ٹھنڈا چشمہ ہے نہانے کے لئے اور پینے کے لئے۔ تو آپ نے اس سے پیا اور غسل کیا تو آپ کی وہ ساری مرض چلی گئی۔ یعنی آپ کی باطنی اور ظاہری طور پر سے ختم ہوگئی۔ اور ہم نے اُن کو اُن کے اہل وعیال اور اُن کے ساتھ اُن کے برابر مزید اہل وعیال عطا کر دیئے، یعنی ان کی فوت ہونے والی اولاد کو زندہ کر دیا اور اتنی ہی اولاد اور دے دے، ہماری طرف سے خصوصی رحمت کے طور پر، اور دانش مندوں کے لئے نصیحت کے طور پر ہے، (اے ایوب ﷺ) تم اپنے ہاتھ میں (سو) تنکوں کی جھاڑو پکڑ لو یعنی جو گھاس اور سینکوں کے مٹھے کو کہتے ہیں۔ اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے اس سے ایک بار اپنی زوجہ کو مارو اور قسم نہ توڑو، یعنی جو آپ ایک دن بیوی کے دیر سے آنے پر انہیں مارنے کی قسم اٹھا بیٹھے تھے۔ بے شک ہم نے اسے ثابت قدم پایا، ایوب علیہ السلام کیا خوب بندہ تھا، بے شک وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔

## حضرت ایوب علیہ السلام کے امتحان وآزمائش کا بیان

حضرت ایوب علیہ السلام کا ذکر ہو رہا ہے اوران کے صبر اور امتحان میں پاس ہونے کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ مال برباد ہو گیا اولادیں مر گئیں جسم مریض ہو گیا یہاں تک کہ سوئی کے ناکے کے برابر سارے جسم میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو صرف دل

سلامت رہ گیا اور پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ ایک وقت کا کھانا پاس نہ تھا کوئی نہ تھا جو خبر گیر ہوتا سوائے ایک بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہا کے جن کے دل میں خوف اللہ تھا اور اپنے خاوند اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی۔ لوگوں کا کام کاج کر کے اپنا اور اپنے میاں کا پیٹ پالتی تھیں آٹھ سال تک یہی حال رہا حالانکہ اس سے پہلے ان سے بڑھ کر مالدار کوئی نہ تھا۔ اولاد بھی بکثرت تھی اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔

اب ہر چیز چھین لی گئی تھی اور شہر کا کوڑا کرکٹ جہاں ڈالا جاتا تھا وہیں آپ کو لا بٹھایا تھا۔ اسی حال میں ایک دو دن نہیں سال دو سال نہیں آٹھ سال کامل گذارے اپنے اور غیر سب نے منہ پھیر لیا تھا۔ خیریت پوچھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ صرف آپ کی یہی ایک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن اور رات آپ کی خدمت میں کمربستہ تھیں۔ ہاں پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کے وقت آپ کے پاس سے چلی جاتی تھیں یہاں تک کہ دن پھرے اور اچھا وقت آ گیا تو رب العالمین الہ المرسلین کی طرف تضرع وزاری کی اور کپکپاتے ہوئے کلیجے سے دل سے دعا کی کہ اے میرے پالنہار اللہ مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تو ارحم الراحمین ہے یہاں جو دعا ہے اس میں جسمانی تکلیف اور مال واولاد کے دکھ درد کا ذکر کیا۔ اسی وقت رحیم وکریم اللہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں کے لگتے ہی وہاں ایک چشمہ ابلنے لگا حکم ہوا کہ اس پانی سے غسل کر لو۔ غسل کرتے ہی بدن کی تمام بیماری اس طرح جاتی رہی گویا تھی ہی نہیں۔

پھر حکم ہوا کہ اور جگہ ایڑی لگاؤ وہاں پاؤں مارتے ہی دوسرا چشمہ جاری ہو گیا حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو اس پانی کے پیتے ہی اندرونی بیماریاں بھی جاتی رہیں اور ظاہر وباطن کی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اٹھارہ سال تک اللہ کے یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دکھ درد میں مبتلا رہے اپنے اور غیر سب نے چھوڑ دیا ہاں آپ کے مخلص دوست صبح شام خیریت خبر کے لئے آ جایا کرتے تھے ایک مرتبہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ایوب نے اللہ کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں پڑا ہوا ہے اور اللہ اس پر رحم کرے اس دوسرے شخص نے شام کو حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کی یہ بات ذکر کر دی۔ آپ کو سخت رنج ہوا اور فرمایا میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔

اللہ خوب جانتا ہے میری یہ حالت تھی کہ جب دو شخصوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھا اور دونوں اللہ کو بیچ میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جائے کیونکہ دو میں سے ایک تو ضرور مجرم ہوگا اور دونوں اللہ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا کہ نام اللہ کی بے ادبی نہ ہو۔ آپ سے اس وقت چلا پھرا بلکہ اٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا تھا پاخانے کے بعد آپ کی بیوی صاحبہ آپ کو اٹھا کر لاتی تھیں۔ ایک مرتبہ وہ نہیں تھیں آپ کو بہت تکلیف ہوئی اور دعا کی اور اللہ کی طرف سے وحی ہوئی کہ زمین پر لات مار دو۔ بہت دیر کے بعد جب آپ کی بیوی صاحبہ آئیں تو دیکھا کہ مریض تو ہے نہیں کوئی اور شخص تندرست نورانی چہرے والا بیٹھا ہوا ہے پہچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے نیک بندے

یہاں اللہ کے ایک نبی جو درد دکھ میں مبتلا تھے انہیں دیکھا ہے؟ واللہ کہ جب وہ تندرست تھے تو قریب قریب تم جیسے ہی تھے، تب آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں ۔ راوی کہتا ہے آپ کی دو کوٹھیاں تھیں ایک گیہوں کیلئے اور ایک جو کے لئے ۔ اللہ تعالیٰ نے دو ابر بھیجے ایک میں سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری کوٹھی اس سے بھر گئی ۔ (ابن جریر)

صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام ننگے ہو کر نہا رہے تھے جو آسمان سے سونے کی ٹلڈیاں برسنے لگیں آپ نے جلدی جلدی انہیں اپنے کپڑے میں سمیٹنی شروع کیں تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایوب کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر رکھا؟ آپ نے جواب دیا ہاں الٰہی بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے میں سب سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں ۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اس صابر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نیک بدلہ اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں ۔ اولاد بھی دی اور اسی کے مثل اور بھی دی ۔

بلکہ حضرت حسن اور قتادہ سے منقول ہے کہ مردہ اولاد اللہ نے زندہ کر دی اور اتنی ہی اور نئی دی ۔ یہ تھا اللہ کا رحم جو ان کے صبر و استقلال رجوع الی اللہ تواضع اور انکساری کے بدلے اللہ نے انہیں دیا اور عقلمندوں کے لئے نصیحت وعبرت ہے وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا انجام کشادگی ہے اور رحمت وراحت ہے ۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیوی کے کسی کام کی وجہ سے ان پر ناراض ہو گئے تھے بعض کہتے ہیں وہ اپنے بالوں کی ایک لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھیں اس پر آپ ناراض ہوئے تھے اور قسم کھائی تھی کہ شفا کے بعد سو کوڑے ماریں گے دوسروں نے وجہ ناراضگی اور بیان کی ہے ۔ جبکہ آپ تندرست اور صحیح سالم ہو گئے تو ارادہ کیا کہ اپنی قسم کو پورا کریں لیکن ایسی نیک صفت عورت اس سزا کے لائق نہ تھیں جو حضرت ایوب نے طے کر رکھی تھی جس عورت نے اس وقت خدمت کی جبکہ کوئی ساتھ نہ تھا اسی لئے رب العالمین ارحم الراحمین نے ان پر رحم کیا اور اپنے نبی علیہ السلام کو حکم دیا کہ قسم پوری کرنے کے لئے کھجور کا ایک خوشہ لے لو جس میں ایک سو سیخیں ہوں اور ایک انہیں مار دو اس صورت میں قسم کا خلاف نہ ہو گا اور ایک ایسی صابرہ شاکرہ نیک بیوی پر سزا بھی نہ ہو گی ۔ یہی دستور الٰہی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں برائیوں اور بدیوں سے محفوظ رکھتا ہے ۔

پھر اللہ تعالیٰ حضرت ایوب کی ثناء وصفت بیان فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صابر وضابط پایا وہ بڑا نیک اور اچھا بندہ ثابت ہوا ۔ اس کے دل میں ہماری سچی محبت تھی وہ ہماری ہی طرف جھکتا رہا اور ہمیں سے لو لگائے رہا، اسی لئے فرمان اللہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جو اس کے خیال میں بھی نہ ہو ۔ اللہ پر توکل رکھنے والوں کو اللہ کافی ہے ۔ اللہ اپنے کام میں پورا اترتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے ۔ سمجھدار علماء کرام نے اس آیت سے بہت سے ایمانی مسائل اخذ کئے ہیں ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ۞ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ۞ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ۞

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر کیجئے جو بڑی قوت والے اور نظر والے تھے۔ بے شک ہم نے اُن کو آخرت کے گھر کی یاد کی خاص خصلت کی وجہ سے چن لیا تھا۔ اور بے شک وہ ہمارے حضور بڑے منتخب و برگزیدہ پسندیدہ بندوں میں سے تھے۔

## حضرت ابراہیم، اسحاق و یعقوب علیہم السلام کے ذکر کا بیان

"وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِيمَ وَاِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي" أَصْحَابَ الْقُوَى فِي الْعِبَادَةِ "وَالْأَبْصَار" الْبَصَائِرِ فِي الدِّينِ وَفِي قِرَاءَةٍ عَبْدَنَا وَاِبْرَاهِيمَ بَيَانٌ لَهُ وَمَا بَعْدَهُ عُطِفَ عَلَى عَبْدَنَا،

"اِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ" هِيَ "ذِكْرَى الدَّار" الْآخِرَةِ أَيْ ذِكْرُهَا وَالْعَمَلُ لَهَا وَفِي قِرَاءَةٍ، بِالْإِضَافَةِ وَهِيَ لِلْبَيَانِ "وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ" الْمُخْتَارِينَ "الْأَخْيَار" جَمْعُ خَيِّرٍ بِالتَّشْدِيدِ،

اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کا ذکر کیجئے جو عبادت میں بڑی قوت والے اور دین میں بڑی نظر والے تھے۔ ایک قرأت کے مطابق عبدنا اور ابراہیم اس کا بیان ہے۔ اور اس کے مابعد کا عبدنا پر عطف کیا گیا ہے۔ بے شک ہم نے اُن کو آخرت کے گھر کی یاد کی خاص خصلت کی وجہ سے چن لیا تھا۔ یعنی آخرت کیلئے یاد کرنا اور اس کیلئے عمل کرنا اور ایک قرأت میں اضافت بیانیہ ہے۔ اور یہ اس کا بیان ہے۔ اور بے شک وہ ہمارے حضور بڑے منتخب و برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں میں سے تھے۔ یہاں پر لفظ اخیار یہ خیر کی جمع ہے جو تشدید کے ساتھ آیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عابد بندوں اور رسولوں کی فضیلتوں کو بیان فرمارہا ہے اور ان کے نام گنوارہا ہے ابراہیم اسحاق اور یعقوب صلواۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور فرماتا ہے کہ ان کے اعمال بہت بہتر تھے اور صحیح علم بھی ان میں تھا۔ ساتھ ہی عبادت الٰہی میں قوی تھے اور قدرت کی طرف سے انہیں بصیرت عطا فرمائی گئی تھی۔ دین میں سمجھدار تھے اطاعت اللہ میں قوی تھے حق کے دیکھنے والے تھے۔ ان کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت نہ تھی صرف آخرت کا ہی ہر وقت خیال بندھا رہتا تھا۔ ہر عمل آخرت کے لئے ہی ہوتا تھا۔ دنیا کی محبت سے وہ الگ تھے، آخرت کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے تھے۔ وہ اعمال کرتے تھے جو جنت دلوائیں، لوگوں کو بھی نیک اعمال کی ترغیب دیتے تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بہترین بدلے اور افضل مقامات عطا فرمائے گا۔ یہ بزرگان دین اللہ کے چیدہ مخلص اور خاص الخاص بندے ہیں۔ اسماعیل اور ذوالکفل صلوات وسلامہ علیہم اجمعین بھی پسندیدہ اور خاص بندوں میں تھے۔ ان کے بیانات سورہ انبیاء میں گذر چکے ہیں اس لئے ہم نے یہاں بیان نہیں کئے۔ ان فضائل کے بیان میں ان کے لئے نصیحت ہے جو پند و نصیحت حاصل کرنے کے لئے عادی ہیں اور یہ مطلب بھی ہے کہ یہ قرآن عظیم ذکر یعنی نصیحت ہے۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ۝ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ۝ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ۝

اور آپ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل (علیہم السلام) کا ذکر کیجئے، اور وہ سارے کے سارے چنے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ یہ ذکر ہے، اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے عمدہ ٹھکانا ہے۔ دائمی اِقامت کے لئے باغاتِ عدن ہیں جن کے دروازے اُن کے لئے کھلے ہوں گے۔ وہ اس میں تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اس میں بہت سے عمدہ پھل اور میوے اور شربت طلب کرتے رہیں گے۔

## حضرت اسماعیل، الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کے ذکر کا بیان

"وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيل وَالْيَسَع " وَهُوَ نَبِيّ وَاللَّام زَائِدَة "وَذَا الْكِفْل " اُخْتُلِفَ فِي نُبُوَّته قِيلَ كَفَلَ مِائَة نَبِيّ فَرُّوا إلَيْهِ مِنْ الْقَتْل "وَكُلّ" أَيْ كُلّهمْ "مِنْ الْأَخْيَار" جَمْع خَيِّر بِالتَّثْقِيلِ، "هٰذَا ذِكْر" أَيْ هٰذَا ذِكْر لَهُمْ بِالثَّنَاءِ الْجَمِيل هُنَا "وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ" الشَّامِلِينَ لَهُمْ "لَحُسْن مَآب" مَرْجِع فِي الْآخِرَة "جَنَّات عَدْن" بَدَل أَوْ عَطْف بَيَان لَحُسْن مَآب "مُفَتَّحَة لَهُمْ الْأَبْوَاب" مِنْهَا "مُتَّكِئِينَ فِيهَا" عَلَى الْأَرَائِك،

اور آپ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل علیہم السلام کا بھی ذکر کیجئے، حضرت الیسع علیہ السلام نبی تھے۔ اور یہاں پر لام زائدہ ہے جبکہ ذوالکفل کی نبوت میں اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے سو انبیائے کرام کی کفالت کی تھی جو قتل سے بچنے کیلئے ان کے پاس گئے تھے۔ اور وہ سارے کے سارے چنے ہوئے لوگوں میں سے تھے۔ یہاں پر لفظ اخیار یہ خیر کی جمع ہے جو ثقل کے ساتھ آیا ہے۔ یہ وہ ذکر ہے یعنی یہاں خوبصورت تعریف کے ساتھ ان کا ذکر ہے، اور بے شک پرہیزگاروں کے لئے آخرت میں عمدہ ٹھکانا ہے۔ جو دائمی اِقامت کے لئے باغاتِ عدن ہیں یہاں پر لفظ جنات عدن یہ حسن مآب سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ جن کے دروازے اُن کے لئے کھلے ہوں گے۔ وہ اس میں مَسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اس میں وقفے وقفے سے بہت سے عمدہ پھل اور میوے اور لذیذ شربت طلب کرتے رہیں گے۔

حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا ذکر معروف ہے اور ان کا ذکر قرآن میں بہت جگہ آیا ہے۔ الیسع سیدنا الیاس کے نائب اور خلیفہ تھے ان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت پر جا کر سیدنا یوسف سے جا ملتا ہے۔ بعد میں آپ کو نبوت بھی عطا ہوئی تھی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔ اور ذوالکفل ان کے خلیفہ کا لقب ہے نام نہیں۔ اور ذوالکفل کا معنی صاحب نصیب ہے۔ آپ کا نام بشیر ہے اور سیدنا ایوب کے بیٹے تھے۔ آپ الیسع کے خلیفہ تھے بعد میں نبی ہوئے شام کا علاقہ ہی آپ کی تبلیغ کا مرکز رہا۔ عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔ آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا پھر وہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا اور حکومت آپ کے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں پھر ایک دفعہ اسلام خوب پھیلا۔

| |
|---|
| وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ○ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ○ |
| اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ○ هٰذَا ؕ وَ اِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ○ |
| اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی ہم عمر ہوں گی۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا روزِ حساب کے لئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ |
| بیشک یہ ہماری بخشش ہے اسے کبھی بھی ختم نہیں ہونا۔ یہ، اور بے شک سرکشوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## اہل جنت کیلئے جنت میں حوریں ملنے کا بیان

"وَعِنْدهمْ قَاصِرَات الطَّرْف" حَابِسَات الْعَيْن عَلَى أَزْوَاجهنَّ "أَتْرَاب" أَسْنَانهنَّ وَاحِدَة وَهُنَّ بَنَات ثَلَاث وَثَلَاثِينَ سَنَة جَمْع تَرْب "هٰذَا" الْمَذْكُور "مَا تُوعَدُونَ" بِالْغِيبَةِ وَبِالْخِطَابِ الْتِفَاتًا "لِيَوْمِ الْحِسَاب" أَيْ لِأَجْلِهِ، "إنَّ هٰذَا لَرِزْقنَا مَا لَهُ مِنْ نَفَاد" أَيْ انْقِطَاع وَالْجُمْلَة حَال مِنْ رِزْقنَا أَوْ خَبَر ثَانٍ لِإِنَّ أَيْ دَائِمًا أَوْ دَائِم "هٰذَا" الْمَذْكُور لِلْمُؤْمِنِينَ،

اور اُن کے پاس نیچی نگاہوں والی باحیا ہم عمر حوریں ہوں گی۔ یعنی اپنی نظروں کو اپنے شوہروں پر محصور رکھنے والی ہوں اور وہ ۳۳ سال کی عمر کی ہوں گی۔ یہاں پر لفظ اَتراب یہ ترب کی جمع ہے۔ یہ یعنی ذکر کردہ وہ نعمتیں ہیں جن کا روزِ حساب کے لئے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ یہاں پر غائب وخطاب کی جانب التفات ہے۔ بیشک یہ ہماری بخشش ہے اسے کبھی بھی ختم نہیں ہونا۔ یعنی کبھی ختم نہ ہوگا یہ جملہ رزقنا سے حال ہے یا خبر ثانی ہے۔ یعنی وہ دائما یا دائم ہے یہ تو مومنوں کے لئے ہے، اور بے شک سرکشوں کے لئے بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

## صالحین کے لئے جنت میں اجر وثواب کا بیان

نیکو کار تقوے والوں کے لئے دار آخرت میں کتنا پاک بدلہ اور کیسی پیاری جگہ ہے؟ ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لئے بند نہیں بلکہ کھلے ہوئے ہیں۔ کھلوانے کی بھی زحمت نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک محل عدن ہے جس کے آس پاس برج ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار چادریں ہیں ان میں صرف نبی یا صدیق یا شہید یا عادل بادشاہ رہیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ص، بیروت)

اور یہ تو بہت سی بالکل صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ اپنے تختوں پر تکیے لگائے بےفکری سے چار زانو با آرام بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور جس قوم کو جس میوے شراب کا جی چاہے حکم کے ساتھ خدام باسلیقہ حاضر کر دیں گے۔ ان کے پاس ان کی بیویاں ہوں گی جو عفیفہ، پاک دامن، نیچی نگاہوں والی اور ان سے محبت رکھنے والی ہوں گی جن کی نگاہیں کبھی دوسرے کی طرف نہ اٹھی ہیں نہ اٹھیں نہ اٹھ سکیں۔ ان کی ہم عمر ہوں گی ان کی عمروں کے لائق ہوں گی۔ ان صفات والی جنت کا وعدہ اللہ سے ڈرتے رہنے والے بندوں سے ہے، قیامت کے دن یہ اس کے وارث و مالک ہوں گے جبکہ قبروں سے اٹھ کر آگ سے

نجات پاکر حساب سے فارغ ہو کر یہاں آکر بہ آرام بسیں گے۔ یہ ہے ہمارے انعام جس میں نہ کبھی کمی آئے گی نہ یہ منقطع ہوگا۔ جیسے فرمایا (مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ، ۔النحل:96) تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور اللہ کے پاس جو ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور آیت میں ہے اور جگہ غیر ممنون بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور آیت میں غیر جذوذ ہے اور جگہ غیر ممنون بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں کبھی کمی اور گھاٹا آئے نہ کبھی وہ ختم اور فنا ہو۔ جیسے ارشاد ہے) اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ، الرعد:35)، اس کے میوے اور کھانے پینے اور اس کے سائے دائمی ہیں۔ پرہیزگاروں کا انجام یہی ہے اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝ |
| دوزخ ہے، اس میں وہ داخل ہوں گے، سو بہت ہی بُرا بچھونا ہے۔ یہ پس انہیں یہ چکھنا چاہئے کھولتا ہوا پانی ہے |
| اور پیپ ہے۔ اور اسی شکل میں اور بھی طرح طرح کا ہے۔ |

## اہل دوزخ کے عذاب کی مختلف اقسام کا بیان

"جَهَنَّم يَصْلَوْنَهَا" يَدْخُلُونَهَا "فَبِئْسَ الْمِهَاد" الْفِرَاش "هٰذَا" أَيْ الْعَذَاب الْمَفْهُوم مِمَّا بَعْده "فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيم" أَيْ مَاء حَارّ مُحْرِق "وَغَسَّاق" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد : مَا يَسِيل مِنْ صَدِيد أَهْل النَّار،

"وَآخَر" بِالْجَمْعِ وَالْإِفْرَاد "مِنْ شَكْله" أَيْ مِثْل الْمَذْكُور مِنْ الْحَمِيم وَالْغَسَّاق "أَزْوَاج" أَصْنَاف أَيْ عَذَابهمْ مِنْ أَنْوَاع مُخْتَلِفَة،

وہ دوزخ ہے، اس میں وہ داخل ہوں گے، سو بہت ہی بُرا بچھونا ہے۔ یہ عذاب ہے، جو مابعد سے مفہوم ہے۔ پس انہیں یہ چکھنا چاہئے کھولتا ہوا پانی ہے اور پیپ ہے۔ یعنی جو پانی جلا دینے والا ہے۔ اور لفظ غساق یہ تخفیف و تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ جو اہل جہنم کے زخموں کے سے پیپ بہے گا، اور یہاں پر لفظ آخر یہ جمع اور افراد دونوں کیلئے آتا ہے۔ اور اسی شکل میں یعنی ذکر کردہ کی طرح اور بھی طرح طرح کا عذاب ہے۔ یعنی ان کے عذاب کی مختلف اقسام ہیں۔

## دوزخیوں کے سروں پر گرم پانی ڈالا جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں (یعنی آنتیں وغیرہ) یہاں تک کہ وہ گرم پانی پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹتا اور گلاتا ہوا پیروں کے راستہ سے باہر نکل

جائے گا اور صہر کے یہی معنی ہیں پھر وہ دوزخی کہ جس کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل ہوگا ویسا کا ویسا ہو جائے گا۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 244)

صہر کے معنی گلنے اور پگھلنے کے ہیں اور یہ لفظ جس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی قرآن کریم کی اس آیت میں آیا ہے۔(يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ 19 يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ، الحج: 19)(اور) ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑ دیا جائے گا جس سے پیٹ کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی پھر وہ ویسا کا ویسا ہی ہو جائے گا کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل عذاب کے طور پر مسلسل باقی رکھا جائے گا، یعنی اس عذاب کے بعد وہ اپنی سابق حالت پر واپس آ جائیں گے ان کی کھال جوں کی توں ہو جائے گی اور ان کی آنتیں پیٹ میں اپنی اپنی جگہ صحیح سالم ہو جائیں گی، تب پھر ان کے سر پر وہی گرم پانی ڈالا جائے گا جو اندر تک تاثیر کرتا ہوا پیٹ تک پہنچے گا اور آنتیں وغیرہ کو کاٹتا گلاتا ہوا دونوں پیروں کے راستہ باہر نکل جائے گا، اسی طرح یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا اس کا ثبوت قرآن کریم کے ان الفاظ سے ملتا ہے:(كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا، النساء)

| |
|---|
| هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًاۢ بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۟ قف |
| لَا مَرْحَبًاۢ بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ |
| یہ ایک فوج ہے جو تمہارے ساتھ گھستی چلی آ رہی ہے، انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، بیشک وہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں۔ |
| وہ کہیں گے بلکہ تم ہو، تمہارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے آگے لائے ہو۔ سو یہ برا ٹھکانا ہے۔ |

## اہل دوزخ کیلئے کوئی خوش آمدید نہ ہونے کا بیان

وَيُقَالُ لَهُمْ عِنْدَ دُخُولِهِمُ النَّارَ بِأَتْبَاعِهِمْ "هٰذَا فَوْجٌ" جَمْع "مُقْتَحِم" دَاخِل "مَعَكُمْ" أَيْ دَاخِل مَعَكُمُ النَّارَ بِشِدَّةٍ فَيَقُول الْمَتْبُوعُونَ: "لَا مَرْحَبًا بِهِمْ" أَيْ لَا سِعَة عَلَيْهِمْ،
"قَالُوا" أَيِ الْأَتْبَاع "بَلْ أَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ أَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ" أَيِ الْكُفْر "لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَار" لَنَا وَلَكُمْ النَّار،

دوزخ کے داروغے یا پہلے سے موجود جہنمی کہیں گے یہ ایک اور فوج ہے جو تمہارے ساتھ جہنم میں گھستی چلی آ رہی ہے، یعنی تمہارے ساتھ جہنم میں داخل ہو رہی ہے۔ تو سختی کے ساتھ انہیں کہا جائے گا کہ انہیں کوئی خوش آمدید نہیں، یعنی ان کیلئے کوئی آسانی نہیں ہے۔ بیشک وہ دوزخ میں داخل ہونے والے ہیں۔ وہ کہیں گے بلکہ تم ہو، تمہارے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، تم ہی اسے ہمارے آگے کفر لائے ہو۔ پس یہ جہنم ہمارے لئے اور تمہارے لئے کتنا برا ٹھکانا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جب کافروں کے سردار جہنم میں داخل ہوں گے اور ان کے پیچھے پیچھے ان کی

اتباع کرنے والے تو جہنم کے خازن ان سرداروں سے کہیں گے یہ تمہارے متبعین کی فوج ہے جو تمہاری طرح تمہارے ساتھ جہنم میں دھنسی پڑتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ص، لاہور)

یہ گفتگو دوزخیوں کی آپس میں ہوگی، جس وقت فرشتے ان کو یکے بعد دیگرے لا لا کر دوزخ کے کنارے پر جمع کریں گے۔ پہلا گروہ سرداروں کا ہوگا بعدہ ان کے مقلدین واتباع کی جماعت آئے گی۔ اس کو دور سے آتے ہوئے دیکھ کر پہلے لوگ کہیں گے کہ لو! یہ ایک اور فوج دھنستی اور کھپتی ہوئی تمہارے ساتھ دوزخ میں گرنے کے لیے چلی آ رہی ہے۔ خدا کی مار ان پر۔ یہ بھی یہیں آ کر مرنے کو تھے۔ خدا کرے ان کو کہیں کشادہ جگہ نہ ملے۔ اس پر وہ جواب دیں گے کہ کم بختو! تمہی پر خدا کی مار ہو خدا تم کو ہی کہیں آرام کی جگہ نہ دے، تم ہی تھے جن کے اغواء واضلال کی بدولت آج ہم کو یہ مصیبت پیش آئی۔ اب بتاؤ کہاں جائیں۔ جو کچھ ہے یہی جگہ ٹھہرنے کی ہے جس طرح ہو یہاں ہی سب مرو کھپو۔

| |
|---|
| قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَاباً ضِعْفاً فِي النَّارِ۝ |
| وَقَالُوْا مَالَنَا لَانَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۝ |
| وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔ اور وہ کہیں گے |
| ہمیں کیا ہے کہ ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہے جنھیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ |

## کفار کیلئے دوزخ میں دوگنا عذاب ہونے کا بیان

"قَالُوا" أَيْضًا "رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا " أَيْ مِثْل عَذَابه عَلَى كُفْره "وَقَالُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة وَهُمْ فِي النَّار "مَا لَنَا لَا نَرَى رِجَالًا كُنَّا نَعُدّهُمْ" فِي الدُّنْيَا

وہ اسی طرح کہیں گے اے ہمارے رب! جو اس کو ہمارے آگے لایا ہے پس تو اسے آگ میں دگنا عذاب زیادہ کر۔ یعنی اس کے کفر کے برابر اور عذاب زیادہ کر، اور وہ یعنی کفار مکہ کہیں گے حالانکہ وہ دوزخ میں ہوں گے ہمیں کیا ہے کہ ہم ان آدمیوں کو نہیں دیکھ رہے جنھیں ہم دنیا میں بدترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔

پھر یہ پیروی کرنے والا گروہ اپنے پیشواؤں سے توجہ ہٹا کر اپنے پروردگار سے درخواست کرے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہماری گمراہی اور ہمیں یہاں جہنم میں لانے کا باعث بنے تھے۔ لہٰذا اے پروردگار! "انہیں ہم سے دگنا عذاب دے" لیکن ان کی یہ التجا محض ایک طفل تسلی اور دل کی حسرت مٹانے کے طور پر ہوگی۔ جس کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

## کفار مکہ کا غریب کے نظر نہ آنے پر تعجب کرنے کا بیان

یہاں برے لوگوں سے مراد وہ کمزور مسلمان ہیں جنہیں سرداران قریش حقیر اور کمتر درجہ کے لوگ سمجھتے تھے اور ان کے ساتھ بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ اگر لوگوں کو اپنے ہاں سے اٹھا دو۔ تو ہم آپ کی بات توجہ سے سنیں

گے۔اور وہ تھے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ خباب بن ارتّ رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور اسی طرح کے دوسرے مخلص مسلمان ہیں۔ جبکہ وہ اعلیٰ جنت کے درجوں میں ہوں گے۔

| |
|---|
| اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ۝اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ۝ |
| کیا ہم ان کا مذاق اڑاتے تھے یا ہماری آنکھیں انہیں سے چوک گئی تھیں بلاشبہ یہ آگ والوں کا آپس میں جھگڑنا یقیناً حق ہے۔ |

## اہل دوزخ کے باہمی جھگڑے کا بیان

"اَتَّخَذْنَاهُمْ سُخْرِيًّا" بِضَمِّ السِّينِ وَكَسْرِهَا : كُنَّا نَسْخَرُ بِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَالْيَاءُ لِلنَّسَبِ : أَيْ أَمَفْقُودُونَ هُمْ "أَمْ زَاغَتْ" مَالَتْ "عَنْهُمُ الْأَبْصَار" فَلَمْ تَرَهُمْ وَهُمْ فُقَرَاء الْمُسْلِمِينَ كَعَمَّارٍ وَبِلَال وَصُهَيْب وَسَلْمَان "إِنَّ ذَلِكَ لَحَقّ" وَاجِب وُقُوعه وَهُوَ تَخَاصُم أَهْل النَّار "تَخَاصُم أَهْل النَّار" كَمَا تَقَدَّمَ،

کیا ہم ان کا ناحق مذاق اڑاتے تھے یہاں پر لفظ سخر یا یہ سین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یا ہماری آنکھیں انہیں دنیا میں پہچاننے سے چوک گئی تھیں جس کی وجہ سے ہم انہیں دیکھ نہیں رہے۔ یہ حضرت عمار، خباب، صُہیب، بلال اور سلمان رضی اللہ عنہم جیسے فقراء اور درویش تھے۔ بلاشبہ یہ آگ والوں کا آپس میں جھگڑنا یقیناً حق ہے۔ اور اہل جہنم میں جھگڑا ضرور ہوگا جس طرح پہلے ان کے جھگڑے کو بیان کر دیا گیا ہے۔

اور درحقیقت وہ ایسے نہ تھے دوزخ میں آئے ہی نہیں ہمارا ان کے ساتھ استہزاء کرنا اور ان کی ہنسی بنانا باطل تھا۔ اس لئے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ یا یہ معنی ہیں کہ ان کی طرف سے آنکھیں پھر گئیں اور دنیا میں ہم ان کے مرتبے اور بزرگی کو نہ دیکھ سکے۔

یعنی دوزخیوں کے جس باہمی جھگڑے اور تو تکار کا ذکر اوپر ہوا ہے اس کو یونہی کوئی فرضی اور خیالی بات نہ سمجھا جائے بلکہ یہ ایک قطعی امر ہے جس نے اپنے وقت پر بہرحال واقع ہو کر رہنا ہے۔ جس سے کسی مفر اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی پس جو لوگ آج حق کی مخالفت میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار، اور باہم لیڈر اور پیرو بنے ہوئے ہیں وہ جو کچھ کریں اس نتیجہ و انجام کو سامنے رکھ کر کریں کہ اس سے ان کو بہرحال دوچار ہونا ہے، تاکہ ایسے لوگ پھر نہ کہیں کہ ہمیں خبر نہ ہوئی تھی۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۝رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ |
| وَ مَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ۝ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ۝ |
| فرما دیجئے: میں تو صرف ڈر سنانے والا ہوں، اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا سب پر غالب ہے۔ آسمانوں اور زمین کا |
| اور جو کائنات اِن دونوں کے درمیان ہے۔ رب ہے بڑی عزت والا، بڑا بخشنے والا ہے۔ فرما دیجئے: وہ بہت بڑی خبر ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا لوگوں کو جہنم کی آگ سے ڈرانے کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّد لِكُفَّارِ مَكَّة "إِنَّمَا أَنَا مُنْذِر" مُخَوِّف بِالنَّارِ "وَمَا مِنْ إِلَه إِلَّا اللَّه الْوَاحِد الْقَهَّار" لِخَلْقِهِ "رَبّ السَّمَوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا الْعَزِيز" الْغَالِب عَلَى أَمْره "الْغَفَّار" لِأَوْلِيَائِهِ "قُلْ" لَهُمْ،

یا محمد ﷺ آپ کفار مکہ سے فرمادیجئے میں تو صرف ڈرسنانے والا ہوں، یعنی جہنم سے ڈرانے والا ہوں اور اس سے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا اپنی مخلوق پر غالب ہے۔ آسمانوں اور زمین کا اور جو کائنات اِن دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے بڑی عزت والا، یعنی اپنے حکم پر غالب، اپنے اولیاء کو بڑا بخشنے والا ہے۔ آپ ان کیلئے فرمادیجئے وہ قیامت بہت بڑی خبر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلا دی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے ہیں آ کر آگ میں گرنے لگے آگ روشن کرنے والے آدمی نے ان کو روکنا شروع کیا لیکن وہ (نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر) غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گرتے ہو۔ یہ روایت صحیح البخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی ہی روایت ہے البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے میں تمہاری کمریں پکڑے ہوں کہ تمہیں آگ سے بچاؤں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو میری طرف آؤ، دوزخ سے بچو میری طرف آؤ لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 146)

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے حرام اور ممنوع چیزوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن جس طرح کوئی آدمی آگ جلائے اور اس آدمی کے روکنے کے باوجود پروانے آگ میں گرتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح باوجودیکہ میں تمہیں برے راستہ سے ہٹاتا ہوں اور برے کام سے روکتا ہوں لیکن تم اس ممنوع اور غیر پسندیدہ چیزوں کو کرتے ہو! اسی طرح دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

| |
|---|
| اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ۝ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۝ |
| اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۝ |
| تم اس سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔ مجھے تو عالم بالا کی جماعت کی کوئی خبر نہ تھی جب وہ بحث وتمحیص کر رہے تھے۔ |
| مجھے تو وحی کی جاتی ہے مگر یہ کہ میں صاف صاف ڈرسنانے والا ہوں۔ |

## قرآن مجید سے اعراض کرنے والوں کا بیان

"اَنۡتُمۡ عَنۡهُ مُعۡرِضُوۡنَ" اَیۡ مُعۡرِضُوۡنَ عَنۡ الۡقُرۡآن الَّذِی اُنَبِّئُکُمۡ بِهٖ وَجِئۡتُکُمۡ فِیۡهِ بِمَا لَا یُعۡلَم اِلَّا بِوَحۡیٍ "مَا کَانَ لِیَ مِنۡ عِلۡمٍ بِالۡمَلَاِ الۡاَعۡلٰی" اَیۡ الۡمَلَائِکَة "اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ" فِیۡ شَأۡن آدَم حِیۡن قَالَ تَعَالٰی: "اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡض خَلِیۡفَة" اِلَخ "اِنۡ" مَا "یُوۡحٰی اِلَیَّ اِلَّا اَنَّمَا اَنَا" اَیۡ اَنِّیۡ "نَذِیۡر مُبِیۡن" بَیِّن الۡاِنۡذَار،

تم اس سے یعنی قرآن سے منہ پھیرے ہوئے ہو۔ جو تمہارے پاس میں اس کے ساتھ خبریں لایا ہوں۔ مجھے تو اَز خود عالم بالا کی جماعتِ ملائکہ کی کوئی خبر نہ تھی جب وہ تخلیقِ آدم کے بارے میں بحث و تمحیص کر رہے تھے۔ کہ جب اللہ نے فرمایا میں زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔ الخ۔ مجھے تو اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے مگر یہ کہ میں صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں۔

## آپ ﷺ پر کائنات کی ہر چیز منکشف ہوگئی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھانے کیلئے آنے میں دیر کر دی حتی کہ سورج کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا، پھر آپ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے بہ آواز بلند فرمایا: تم جس طرح بیٹھے ہوا پنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں عنقریب تم سے بیان کروں گا کہ مجھے صبح آنے میں تاخیر کیوں ہوگئی، آپ نے فرمایا: میں رات کو اٹھا اور میں نے وضو کر کے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لئے مقدر کر دی گئی تھی، پھر مجھے نماز میں نیند آ گئی اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد (ﷺ)! میں نے کہا یا میرے رب، لبیک! فرمایا: فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا اے میرے رب! مجھے از خود علم نہیں، یہ مکالمہ تین بار ہوا، پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی۔ پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے جان لیا۔ (الحدیث) امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن، صحیح ہے اور میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۳۲۴۶) مسند احمد، رقم الحدیث، ۲۲۷۰)

جامع ترمذی کی دوسری سند کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے جان لیا جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ اور آپ نے پوروں کی ٹھنڈک اور علم حاصل ہونے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں جواب دیا کہ مقرب فرشتے کفارات کے بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ (ترمذی)

| |
|---|
| اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ |
| وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ ۝ |

| |
|---|
| جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک پیکرِ بشریت پیدا فرمانے والا ہوں۔ پھر جب میں اس کو |
| درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کو بہ طور تعظیم سجدہ کرنے کے حکم کا بیان

"إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِق بَشَرًا مِنْ طِين " هُوَ آدَم "فَإِذَا سَوَّيْته" أَتْمَمْته "وَنَفَخْت" أَجْرَيْت "فِيهِ مِنْ رُوحِي " فَصَارَ حَيًّا وَإِضَافَة الرُّوح إِلَيْهِ تَشْرِيف لِآدَم وَالرُّوح جِسْم لَطِيف يَحْيَا بِهِ الْإِنْسَان بِنُفُوذِهِ فِيهِ "فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ" سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ،

وہ وقت یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں گیلی مٹی سے ایک پیکرِ بشریت پیدا فرمانے والا ہوں۔ جو حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر جب میں اس کے ظاہر کو درست کرلوں یعنی اس کو مکمل کیا۔ اور اس کے باطن میں اپنی نورانی روح پھونک دوں پس وہ زندہ ہوئے۔ یہاں پر روح کی اضافت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف ان کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور روح وہ جسم لطیف ہے جس کے ساتھ انسان زندہ ہے۔ کیونکہ وہ اس کے اندر نافذ ہے۔ تو تم اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑنا۔ یعنی جھک کر انہیں سجدہ تعظیمی کرنا۔

یہاں تخلیقِ آدم کا جو واقعہ ذکر کیا گیا ہے اس سے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی مذکورہ بالا گفتگو کی طرف اشارہ کے ساتھ ساتھ اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی گئی ہے کہ جس طرح ابلیس نے محض حسد اور تکبر کی وجہ سے حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا، اسی طرح مشرکین عرب بھی حسد اور تکبر کی وجہ سے آپ کی بات نہیں مان رہے، اور جو انجام ابلیس کا ہوا وہی ان کا بھی ہونا ہے۔

(تفسیر کبیر، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ |
| مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝ |
| پس سب کے سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے، اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہوگیا۔ ارشاد فرمایا: اے |
| ابلیس! تجھے کس نے اس کو سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے خود اپنے دستِ سے بنایا ہے، کیا تو نے تکبر کیا یا تو بلند رتبہ تھا۔ |

## حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں کے سجدہ کرنے کا بیان

"فَسَجَدَ الْمَلَائِكَة كُلّهمْ أَجْمَعُونَ " فِيهِ تَأْكِيدَانِ "إِلَّا إِبْلِيس " هُوَ أَبُو الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة "اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنْ الْكَافِرِينَ" فِي عِلْم اللَّه تَعَالَى،

"قَالَ يَا إِبْلِيس مَا مَنَعَك أَنْ تَسْجُد لِمَا خَلَقْت بِيَدَيَّ" أَيْ تَوَلَّيْت خَلْقه وَهَذَا تَشْرِيف لِآدَم فَإِنَّ كُلّ مَخْلُوق تَوَلَّى اللَّه خَلْقه "أَسْتَكْبَرْت" الْآن عَنْ السُّجُود اسْتِفْهَام لِلتَّوْبِيخ "أَمْ كُنْت مِنْ الْعَالِينَ "

الْمُتَكَبِّرِينَ فَتَكَبَّرْتَ عَنِ السُّجُودِ لِكَوْنِكَ مِنْهُمْ،

پس سب کے سب فرشتوں نے اکٹھے سجدہ کیا، اس میں دو تاکیدیں ہیں۔ سوائے ابلیس کے، کیونکہ ابوالجن تھا جو فرشتوں کے درمیان تھا۔ اس نے (شانِ نبوت کے سامنے) تکبر کیا اور اللہ کے علم میں کافروں میں سے ہو گیا۔ اللہ نے ارشاد فرمایا: اے ابلیس! تجھے کس نے اس ہستی کو سجدہ کرنے سے روکا ہے جسے میں نے خود اپنے دستِ کرم سے بنایا ہے، یعنی میں نے خود خلق کیا ہے اور اس میں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی شان ہے۔ حالانکہ ہر مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کیا تو نے سجدہ کرنے میں اس سے تکبر کیا یہ استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ یا تو بلند رتبہ بنا ہوا تھا۔ یعنی تو نے تکبر کرتے ہوئے آپ کو سجدہ نہ کیا۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا بیان

یہاں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے انہیں پیدا کیا۔ جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ہاتھوں سے مراد یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی ہاتھ ہیں جیسے انسانوں کے ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اعضاء و جوارح کی احتیاج سے منزہ ہے۔ لہٰذا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور عربی زبان میں لفظ ید بکثرت قدرت کے معنی میں مستعمل ہے، مثلاً ارشاد ہے: (آیت) بیدہ عقدۃ النکاح۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں نے آدم کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔ اور یوں تو کائنات کی ساری چیزیں قدرت خداوندی ہی سے پیدا ہوئی ہیں، لیکن جب باری تعالیٰ کسی چیز کا خصوصی شرف ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو اسے خاص طور سے اپنی طرف منسوب فرما دیتے ہیں۔ جیسے کعبہ کو بیت اللہ۔ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ یا روح اللہ کہا گیا ہے۔ یہاں بھی یہ نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ص، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ○ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا |
| فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ○ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ○ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى |
| يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ○ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ○ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ○ |
| اس نے (نبی کے ساتھ اپنا موازنہ کرتے ہوئے) کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور تو نے اِسے مٹی سے |
| بنایا ہے۔ ارشاد ہوا: سو تو (اس گستاخِ نبوت کے جرم میں) یہاں سے نکل جا، بے شک تو مردود ہے۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے |
| دن تک میری لعنت رہے گی۔ فرمایا پس بے شک تو ان لوگوں سے ہے جنہیں مہلت دی گئی۔ مقرر وقت کے دن تک ہے۔ |

## شیطان کو لعنت کے ساتھ نکال دینے کا بیان

"قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا" أَيْ مِنَ الْجَنَّةِ وَقِيلَ مِنَ السَّمَاوَاتِ "فَإِنَّكَ رَجِيم" مَطْرُود "وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي

إِلَى يَوْمِ الدِّينِ" الْجَزَاءِ "قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ" أَيْ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُ النَّاسُ "إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ" وَقْتِ النَّفْخَةِ الْأُولَى،

اس نے (نبی کے ساتھ اپنا موازنہ کرتے ہوئے) کہا کہ میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور تو نے اسے مٹی سے بنایا ہے۔ ارشاد ہوا: سو تو (اس گستاخ نبوّت کے جرم میں) یہاں سے یعنی جنت سے نکل جا، کہا گیا ہے کہ اسے آسمانوں سے نکالا گیا ہے۔ بے شک تو مردود ہے۔ یعنی رد کر دیا گیا ہے۔ اور بے شک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت رہے گی۔ تو اس نے کہا کہ اے میرے رب مجھے قیامت کے دن تک کی مہلت دیدے۔ یعنی جس دن لوگوں کو اٹھایا جائے۔ فرمایا پس بے شک تو ان لوگوں سے ہے جنھیں مہلت دی گئی۔ مقرر وقت کے دن تک ہے۔ جو پہلی بار صور پھونکنے کا وقت ہے۔

یعنی قیامت تک تو اللہ، اس کے فرشتے، تمام انسان حتی کہ ابلیس کی پیروی کرنے والے بھی اس پر لعنت پھٹکار کرتے رہیں گے پھر اس کے بعد ابد الآباد ابلیس اور اس کی آل اولاد کو عذاب میں مبتلا رکھا جائے گا۔

| |
|---|
| قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ |
| فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ |
| کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے |
| جو چنے ہوئے ہیں۔ فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب |
| لوگوں سے بھر دوں گا، جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے۔ |

## جہنم کو شیاطین اور ان کی اتباع والوں سے بھرنے کا بیان

"إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ "قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ" بِنَصْبِهِمَا وَرَفْعِ الْأَوَّلِ وَنَصْبِ الثَّانِي فَنَصْبُهُ بِالْفِعْلِ بَعْدَهُ وَنَصْبُ الْأَوَّلِ قِيلَ بِالْفِعْلِ الْمَذْكُورِ وَقِيلَ عَلَى الْمَصْدَرِ : أَيْ أُحِقُّ الْحَقَّ وَقِيلَ عَلَى نَزْعِ حَرْفِ الْقَسَمِ وَرَفْعُهُ عَلَى أَنَّهُ مُبْتَدَأٌ مَحْذُوفُ الْخَبَرِ : أَيْ فَالْحَقُّ مِنِّي وَقِيلَ فَالْحَقُّ قَسَمِي وَجَوَابُ الْقَسَمِ "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ" أَيْ بِذُرِّيَّتِكَ "وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ" أَيْ النَّاسِ،

کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو چنے ہوئے اہل ایمان ہیں۔ فرمایا پھر حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ یہاں پر لفظ حق یہ دونوں مقامات پر منصوب ہے اور پہلے مرفوع اور دوسرے کے نصب کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اس کا نصب بعد والے فعل کے ساتھ ہے۔ اور پہلے کے نصب کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ وہ فعل مذکور کے سبب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی احق الحق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ

حرف قسم کے حذف کی وجہ سے منصوب ہے۔اور مرفوع مبتداء ہونے کی وجہ سے ہے جس کی خبر محذوف ہے۔یعنی الحق منی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلحق قسمی اور جواب قسم یہ ہے۔کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے یعنی تیری اولاد سے اوران سب لوگوں سے بھر دوں گا، جوان میں سے تیری پیروی کریں گے۔

"تجھ سے" مراد ابلیس، اس کی اولاد اور اس کا پورا لاؤلشکر ہے جو بنی آدم کو مختلف طرح کی گمراہیوں میں مبتلا کرنے میں مصروف ہے۔انہیں صرف اپنے گناہوں کا ہی عذاب نہیں دیا جائے گا بلکہ بنی آدم سے جن لوگوں نے ان کی پیروی کی اور گناہ کرتے رہے ان کے گناہوں کا حصہ رسدی بھی انہیں بھگتنا ہوگا۔اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ قصہ آدم وابلیس اس لئے سنایا کہ وہ سوچ لیں کہ اللہ کی نافرمانی کرنے پر ابلیس کا کیا حشر ہوا اور اب جو وہ اللہ کے رسول کی نافرمانی کر رہے ہیں تو وہ بھی اپنے لئے ایسے ہی انجام کی امید رکھیں۔

| |
|---|
| قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ○ اِنْ هُوَ اِلَّا |
| ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ○ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ○ |
| فرما دیجئے: میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ |
| یہ تو سارے جہان والوں کے لئے نصیحت ہی ہے۔اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے۔ |

## قیامت کے دن قرآن کی سچائی کا کفار پر ظاہر ہو جانے کا بیان

"قُلْ مَا أَسْأَلكُمْ عَلَيْهِ " عَلَى تَبْلِيغ الرِّسَالَة "مِنْ أَجْر" جُعْل "وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ" الْمُتَقَوِّلِينَ الْقُرْآن مِنْ تِلْقَاء نَفْسِي "إِنْ هُوَ" أَيْ مَا الْقُرْآن "إِلَّا ذِكْر" عِظَة "لِلْعَالَمِينَ" لِلْإِنْسِ وَالْجِنّ وَالْعُقَلَاء دُون الْمَلَائِكَة "وَلَتَعْلَمُنَّ" يَا كُفَّار مَكَّة "نَبَأَهُ" خَبَر صِدْقه "بَعْد حِين" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة وَعَلِمَ بِمَعْنَى : عَرَفَ وَاللَّام قَبْلهَا لَام قَسَم مُقَدَّر : أَيْ وَاَللَّه،

فرما دیجئے، میں تم سے اس حق کی تبلیغ پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔یعنی اس قرآن میں اپنی طرف سے کسی بات کا افتراء کرنے والا نہیں ہوں۔یہ قرآن تو سارے جہان والوں یعنی عالم جن وانس اور اہل عقل سوائے ملائکہ کے لئے نصیحت ہی ہے۔اوراے کفار مکہ! ضرور ایک وقت کے بعد یعنی قیامت کے دن تم اس کی خبر کی سچائی کو جانو گے یہاں پر علم بہ معنی عرف ہے اس سے پہلے لام قسم مقدر ہے یعنی واللہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ میں تکلف اور تصنع کو اپنی نبوت ورسالت اور علم وحکمت کا اظہار نہیں کر رہا بلکہ اللہ کے احکام کو ٹھیک ٹھیک پہنچا رہا ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ تکلف اور تصنع شرعاً مذموم ہے۔چنانچہ اس کی مذمت میں بعض احادیث وارد ہوئی ہیں۔صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا ارشاد منقول ہے کہ اے لوگو، تم میں سے جس شخص کو کسی بات کا علم ہو تو وہ لوگوں سے کہہ دے، لیکن جس کا

علم نہ ہوتو وہ اللہ اعلم کہنے پر اکتفا کرلے، (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے۔ (آیت) قُلْ مَآ اَسْـــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۔(تفسیر روح المعانی، سورہ ص، بیروت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں جاننا چاہئے کہ بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 138)

## سورہ ص کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ ص کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَۃُ الزُّمَر

## یہ قرآن مجید کی سورت زمر ہے

### سورت الزمر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَة الزُّمَر (مَكِّيَّة إِلَّا الْآيَات 52 و53 و54 فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا 75 نَزَلَتْ بَعْد سَبَا)

سورہ زُمر مکی ہے سوا آیت (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ،الزمر:53) اور آیت (اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا، الزمر:23) کے،اس سورت میں آٹھ رکوع اور پچھتّر آیات اور ایک ہزار ایک سو بہتّر کلمات اور چار ہزار نو سو آٹھ حروف ہیں۔اور یہ سورت سبأ کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت الزمر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۷۱ میں اہل جہنم کے گروہ در گروہ دوزخ میں داخل کرنے کا بیان ہے کیونکہ لفظ زمر کا معنی گروہ ہے اوران کفار کی بیان کردہ اس حالت کے سبب یہ سورت لفظ زمر سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ |
| بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ○ |
| اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، حکمت والا ہے۔بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب حق |
| کے ساتھ نازل کی ہے تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لئے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کریں۔ |

### نبی کریم ﷺ کی جانب قرآن مجید کا حق کے ساتھ نازل ہونے کا بیان

"تَنْزِيل الْكِتَاب" الْقُرْآن مُبْتَدَأ "مِنَ اللَّه" خَبَره "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه "إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْك" يَا مُحَمَّد "الْكِتَاب بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِأَنْزَل "فَاعْبُدِ اللَّه مُخْلِصًا لَهُ الدِّين" مِنَ الشِّرْك : أَيْ مُوَحِّدًا لَهُ.

اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے۔ یہاں پر لفظ کتاب یہ مبتداء ہے اور من اللہ اس کی خبر ہے۔ جو اپنے ملک میں غالب، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ یا محمد ﷺ بے شک ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے۔ یہاں پر لفظ بالحق یہ انزلنا کے متعلق ہے۔ تو آپ اللہ کی عبادت اس کے لئے طاعت و بندگی کو شرک سے بچا کر توحید میں خالص رکھتے ہوئے کیا کریں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تنزیل الکتب۔ مضاف مضاف الیہ۔ کتاب نازل کرنا۔ الکتاب سے مراد یہ سورۃ یا قرآن مجید ہے یہ مبتداء ہے اور من اللہ خبر ہے۔ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔ العزیز۔ (اپنی حکومت میں سب پر غالب) الحکیم۔ (اپنی صناعی میں حکمت والا)۔ اللہ کی صفات ہیں۔

بالحق۔ حق کے ساتھ، یعنی حال حق کتاب یا باب سببیہ ہے۔ یعنی حق کو ثابت کرنے۔ ظاہر کرنے اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔

بظاہر جملہ انا انزلنا الیك الکتاب بالحق ۔ مفہوم کے لحاظ سے پہلے جملہ کی تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے اول جملہ میں تنزیل الکتاب تو عنوان کے طور پر فرمایا تھا اور اس جملہ میں انا انزلنا الیك الکتاب اس مضمون کو بیان کرنے کے لئے فرمایا:۔ هذا لیس بتکرار لان الاول کالعنوان لکتاب والثانی لبیان ما فی الکتاب ۔

فاعبد اللہ مخلصا له الدین ،الفاء للترتیب ۔ اعبد فعل امر واحد مذکر حاضر عبادۃ مصدر (باب نصر) سے مخلصا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اخلاص (افعال) مصدر سے۔

## اخلاص کے لغوی معانی کا بیان

اخلاص کے لغوی معنی ہیں۔ کسی چیز کو ملاوٹ سے ہر ممکن پاک وصاف کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف اور خالی ہونا ہے۔ اصطلاح شرع میں یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عمل کیا جاوے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

اخلاص جان عبادت ہے اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا۔ الدین أی اطاعت و عبادت۔ الدین ای الطاعة وقیل العبادة (تفسیر قرطبی، سورہ غافر، بیروت)

## دین کے لغوی معانی کا بیان

دین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور جزاء کے معنی میں ہے پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ شریعت کی روح اطاعت خداوندی ہی ہے۔ قرآن میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔

ان الـديـن عـنـد الـلّٰـه الاسلام، درحقیقت دین جواللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے۔ یہاں دین سے مراد شریعت ہے۔
خلصوا دينهم لله ۔ اورانہوں نے اپنی اطاعت اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کر دیا۔ یہاں دین سے اطاعت مراد ہے۔
مـلك يـوم الـديـن ۔ مالک ہے روز جزاء کا یہاں دین بمعنی جزاء آیا ہے۔ جزاء۔ اطاعت۔ عبادت۔ شریعت کوئی بھی معنی دین کے لئے جاویں شریعت کی پابندی کو ان سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور شریعت زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے خواہ وہ اخلاقی ہو، معاشرتی ہو، معاشی ہو، روحانی ہو۔ گویا زندگی کو شریعت کے جملہ احکام کے مطابق مطیع کر دینا دین پر چلنا ہے۔
لہ میں لام استحقاق کے لئے ہے ہ ضمیر کا مرجع اللہ ہے الذین کا نصب مخلصا سے ہے۔ مخلصا له الدين یہ جملہ ضمیر اعبد سے حال ہے۔ تو اللہ کی عبادت کر درآں حالیکہ تیری اطاعت وعبادت خالصۃ اسی کے لئے ہو (اس میں کسی قسم کے شرک، ریا یا شک وشبہ کا دخل نہ ہو۔

## نبی کریم ﷺ پر قرآن کے نزول کے برحق ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے مجھ سے فرمایا کہ میرے سامنے قرآن کریم پڑھو، میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے میں قرآن کریم پڑھوں؟ حالانکہ قرآن کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر اتارا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ اپنے علاوہ کسی دوسرے سے قرآن سنوں! حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے سورت نساء پڑھنی شروع کی یہاں تک کہ جب میں اس آیت پر پہنچا آیت (فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا، النسآء: 41) بھلا اس (قیامت کے) دن یہود وغیرہ کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ بلائیں گے (یعنی ہر امت کا نبی اس دن اپنی امت کے فعال واحوال کی گواہی دے گا) اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس امت کا گواہ بنا کر بلائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بس اب رک جاؤ (کیونکہ میں اس آیت میں مستغرق ہوتا ہوں) پھر جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدار میں آنکھیں آنسو بہارہی ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 711)

| |
|---|
| اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ۝ |
| سُن لو! طاعت وبندگی خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے، اور جن نے اللہ کے سوا دوست بنا رکھا ہے، وہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں، بیشک اللہ ان کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں، یقیناً اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں فرماتا جو جھوٹا ہے، بڑا ناشکر گزار ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہ ہونے کا بیان

"أَلَا لِلَّهِ الدِّين الْخَالِص " لَا يَسْتَحِقّهُ غَيْره "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونه " عِبَادَة الْأَصْنَام "أَوْلِيَاء " وَهُمْ كُفَّار مَكَّة قَالُوا : "مَا نَعْبُدهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّه زُلْفَى " قُرْبَى مَصْدَر بِمَعْنَى تَقْرِيبًا "إِنَّ اللَّه يَحْكُم بَيْنهمْ " وَبَيْن الْمُسْلِمِينَ "فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ " مِنْ أَمْر الدِّين فَيُدْخِل الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّة وَالْكَافِرِينَ النَّار "إِنَّ اللَّه لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِب" فِي نِسْبَة الْوَلَد إِلَيْهِ "كُفَّار" بِعِبَادَتِهِ غَيْر اللَّه،

سُن لو! اطاعت و بندگی خالصۃً اللہ ہی کے لئے ہے، اس کے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور جن کفار مکہ نے اللہ کے سوا بتوں کو دوست بنا رکھا ہے، وہ اپنی بت پرستی کے جھوٹے جواز کے لئے یہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں، یہاں پر لفظ زلفی بہ معنی قربی جو مصدر بہ معنی تقریبا ہے۔ بیشک اللہ ان کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ دین کے معاملے میں اختلاف کرتے ہیں، یعنی وہ اہل ایمان کو جنت میں داخل کرے گا اور کفار دوزخ میں داخل کرے گا۔ یقیناً اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں فرماتا جو اللہ کی طرف اولاد کی نسبت کر کے جھوٹا ہے، جو غیر اللہ کی عبادت کی وجہ سے بڑا ناشکر گزار ہے۔

## سورہ زمر آیت ۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے اس آیت کریمہ کے بارے میں روایت یہ تین قبائل عامر، کنانہ، اور بنوسلمہ کے بارے میں نازل ہوئی جو بتوں کی پرستش کرتے اور کہتے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں چنانچہ انہی کا قول ہے ۔مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ یہ کہا کرتے تھے ہم ان کی عبادت صرف اس واسطے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں اور اللہ کے حضور ہماری سفارش کریں۔ (طبری 23-122)

| |
|---|
| لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ |
| اگر اللہ چاہتا کہ اولاد بنائے تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ضرور چن لیتا، وہ پاک ہے۔ |
| وہ تو اللہ ہے، جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے۔ |

## مشرکین کا اللہ کی طرف شرک کی نسبت کرنے کا بیان

"لَوْ أَرَادَ اللَّه أَنْ يَتَّخِذ وَلَدًا" كَمَا قَالُوا : "اتَّخَذَ الرَّحْمَن وَلَدًا " "لَاصْطَفَى مِمَّا يَخْلُق مَا يَشَاء " وَاتَّخَذَهُ وَلَدًا غَيْر مَنْ قَالُوا مِنْ الْمَلَائِكَة بَنَات اللَّه وَعُزَيْر ابْن اللَّه وَالْمَسِيح ابْن اللَّه "سُبْحَانه" تَنْزِيهًا لَهُ عَنْ اتِّخَاذ الْوَلَد "هُوَ اللَّه الْوَاحِد الْقَهَّار " لِخَلْقِهِ،

اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے جس طرح انہوں نے کہا کہ رحمٰن نے بیٹا بنایا ہے۔ تو ان میں سے جنھیں وہ پیدا کرتا ہے جسے

چاہتا ضرور چن لیتا، اور اس نے اس کو بیٹا بنایا ہے جو انہوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ بیٹا بنانے سے پاک ہے۔ وہ تو اللہ ہے، جو اکیلا ہے، جو اپنی مخلوق پر غلبے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا اولاد سے پاک ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔ اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبداللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے۔ اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

| |
|---|
| خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ |
| وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ |
| اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہ رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے سورج |
| اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک مقرر وقت کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق ونظام سے دلائل قدرت کا بیان

"خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِخَلَقَ "يُكَوِّر" يُدْخِل "اللَّيْل عَلَى النَّهَار" فَيَزِيد "وَيُكَوِّر النَّهَار" يُدْخِلهُ "عَلَى اللَّيْل" فَيَزِيد "وَسَخَّرَ الشَّمْس وَالْقَمَر كُلّ يَجْرِي" فِي فُلْكه "لِأَجَلٍ مُسَمًّى" لِيَوْمِ الْقِيَامَة "أَلَا هُوَ الْعَزِيز" الْغَالِب عَلَى أَمْره الْمُنْتَقِم مِنْ أَعْدَائِهِ "الْغَفَّار" لِأَوْلِيَائِهِ،

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، یہاں پر لفظ بالحق یہ خلق کے متعلق ہے۔ وہ رات کو دن پر لپیٹتا یعنی داخل کرتا ہے تو وہ زیادہ کر دیتا ہے۔ اور دن کو رات پر لپیٹتا یعنی داخل کرتا ہے تو اس کو زیادہ کر دیتا ہے۔ اور اس نے سورج اور چاند کو تابع کر رکھا ہے، ہر ایک ایک آسمان میں مقرر وقت یعنی قیامت تک کے لیے چل رہا ہے۔ سن لو! وہی اپنے حکم پر پر غالب، جو دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔ اپنے اولیاء کو نہایت بخشنے والا ہے۔

حضرت عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ایک دن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ (مشہور اور عظیم قبیلہ)

بنوتمیم کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ بنوتمیم کے لوگوں بشارت حاصل کرو، انہوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دین کی تعلیمات کی صورت میں) بشارت تو ہمیں عطا فرمادی، اب کچھ اور بھی عنایت فرمادیجئے۔ پھر کچھ دیر بعد یمن کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ (یمن کے لوگوں تم بشارت حاصل کرلو، بنوتمیم کے لوگوں نے تو بشارت حاصل نہیں کی، یمن والوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے بشارت حاصل کی اور ہم اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذہبی معلومات اور دینی شعور وفہم حاصل کریں، چنانچہ ہم آپ سے ابتدائے آفرینش اور مبداء عالم کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس (کائنات کے وجود میں آنے اور مخلوقات کی پیدائش) سے پہلے کیا چیز موجود تھی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

صرف اللہ کی ذات موجود تھی (ازل الازال میں) اس کے ساتھ اور اس کے پہلے کسی چیز کا وجود نہیں تھا اور اس کا عرش پانی پر تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور لوح محفوظ میں ہر چیز کو لکھا۔ (حدیث کے راوی حضرت عمران ابن حصین کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی یہیں تک سن پایا تھا کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ عمران جاؤ اپنی اونٹنی کو تلاش کرو وہ بھاگ گئی ہے (یہ سنتے ہی میں اپنی اونٹنی کو تلاش کرنے کے لئے نکل کھڑا ہوا اور اب میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کاش میں اس وقت مجلس نبوی سے اٹھ کر نہ جاتا بھلے ہی میری اونٹنی جاتی رہتی۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 263)

| |
|---|
| خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ |
| اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ |
| ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○ |
| اس نے تم سب کو ایک حیاتیاتی خلیہ سے پیدا فرمایا پھر اس سے اسی جیسا جوڑ بنایا پھر اس نے تمہارے لئے آٹھ جاندار |
| جانور مہیا کئے، وہ تمہاری ماؤں کے رحموں میں ایک تخلیقی مرحلہ سے اگلے تخلیقی مرحلہ میں ترتیب کے ساتھ تمہاری تشکیل |
| کرتا ہے تین قسم کے تاریک پردوں میں، یہی تمہارا پروردگار ہے جو سب قدرت وسلطنت کا مالک ہے، |
| اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔ |

## انسان کی تخلیق سے حق عبادت پر استدلال کا بیان

"خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْس وَاحِدَة " أَيْ آدم "ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجهَا" حَوَّاء "وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَام " الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم الضَّأْن وَالْمَعْز "ثَمَانِيَة أَزْوَاج " مِنْ كُلّ زَوْجَانِ ذَكَر وَأُنْثَى كَمَا بَيَّنَ فِي سُورَة

الْأَنْعَام "يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ " أَيْ نُطَفًا ثُمَّ عُلَقًا ثُمَّ مُضَغًا "فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ" هِيَ ظُلْمَةُ الْبَطْنِ وَظُلْمَةُ الرَّحِمِ وَظُلْمَةُ الْمَشِيمَةِ "ذَٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ" عَنْ عِبَادَتِهِ إِلَى عِبَادَةِ غَيْرِهِ،

اس نے تم سب کو ایک حیاتیاتی خلیہ سے پیدا فرمایا یعنی آدم علیہ السلام کو بنایا اس کے بعد ان کی زوجہ حضرت حواء علیہا السلام کو بنایا۔ پھر اس سے اسی جیسا جوڑ بنایا پھر اس نے تمہارے لئے آٹھ جاندار جانور یعنی اونٹ، گائے اور بکرا اور چھترا مہیا کئے، یعنی ہر ایک جوڑے میں مذکر و مؤنث کو بنایا جس طرح سورہ انعام میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ وہ تمہاری ماؤں کے رحموں میں ایک تخلیقی مرحلہ یعنی مرحلہ نطفہ سے اگلے تخلیقی مرحلہ یعنی علقہ میں ترتیب کے ساتھ لوتھڑے میں تمہاری تشکیل کرتا ہے اس عمل کو تین قسم کے تاریک پردوں میں مکمل فرماتا ہے، وہ پیٹ کی تاریکی اور رحم کی تاریکی اور جھلی کی تاریکی ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو سب قدرت وسلطنت کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم اس کی عبادت سے اعراض کر کے غیروں کی عبادت میں کہاں بھکے پھرتے ہو۔

## انسانی تخلیق میں عجائب کا بیان

تم سب کو اس نے ایک ہی شخص یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا ہے پھر دیکھو کہ تمہارے آپس میں کس قدر اختلاف ہے۔ رنگ صورت آواز بول چال زبان و بیان ہر ایک الگ الگ ہے۔ حضرت آدم سے ہی ان کی بیوی صاحبہ حضرت حوا کو پیدا کیا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ لوگو اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا پھر بہت سے مرد وعورت پھیلا دیئے اس نے تمہارے لئے آٹھ نر و مادہ چوپائے پیدا کئے جن کا بیان سورہ مائدہ کی آیت (مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ، الانعام:143)، میں ہے۔ یعنی بھیڑ، بکری، اونٹ گائے۔ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے جہاں تمہاری مختلف پیدائشیں ہوتی رہتی ہیں پہلے نطفہ، پھر خون بستہ، پھر لوتھڑا، پھر گوشت پوست، ہڈی، رگ، پٹھے، پھر روح، غور کرو کہ وہ کتنا اچھا خالق ہے، تین تین اندھیرے مرحلوں میں تمہاری یہ طرح طرح کی تبدیلیوں کی پیدائش کا ہیر پھیر ہوتا رہتا ہے رحم کی اندھیری اس کے اوپر کی جھلی کی اندھیری اور پیٹ کا اندھیرا یہ جس نے آسمان و زمین کو اور خود تم کو اور تمہارے اگلوں پچھلوں کو پیدا کیا ہے۔ وہی رب ہے اسی کا مالک ہے۔ وہی سب میں متصرف ہے وہی لائق عبادت ہے اس کے سوا کوئی اور نہیں۔ افسوس نہ جانے تمہاری عقلیں کہاں گئیں کہ تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کرنے لگے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ |
| وِزْرَ أُخْرَىٰ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ |
| اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اسے |
| تمھارے لیے پسند کرے گا اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمھارا لوٹنا تمھارے رب ہی کی |

طرف ہے تو وہ تمہیں بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ شکر کرنے والے بندوں کو پسند کرتا ہے

"إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّه غَنِيّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْر" وَإِنْ أَرَادَهُ مِنْ بَعْضهمْ "وَإِنْ تَشْكُرُوا" اللَّه فَتُؤْمِنُوا "يَرْضَهُ" بِسُكُونِ الْهَاء وَضَمّهَا مَعَ إِشْبَاع وَدُونه : أَيْ الشُّكْر "لَكُمْ وَلَا تَزِر" نَفْس "وَازِرَة وِزْر" نَفْس "أُخْرَى" أَيْ لَا تَحْمِلهُ "ثُمَّ إِلَى رَبّكُمْ مَرْجِعكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ إِنَّهُ عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِي الْقُلُوب

اگر تم ناشکری کرو تو یقیناً اللہ تم سے بہت بے پرواہ ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا اگر چہ ان میں سے بعض اس کا ناشکری کا ارادہ کریں۔ اور اگر تم اللہ کا شکر کرو تو تم ایمان لے آ ؤ تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرے گا، یہاں پہ لفظ یرضہ یہ ھاء کے سکون اور مع اشباع ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے اور بغیر اشباع کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی تمہارے شکر کو پسند کرتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، پھر تمہارا لوٹنا تمہارے رب ہی کی طرف ہے تو وہ تمہیں بتلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ سینوں والی یعنی دلوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔

یعنی تمہارے کفر سے اس کی خدائی ذرا برابر بھی کمی نہیں آ سکتی۔ تم مانو گے تب بھی وہ خدا ہے، اور نہ مانو گے تب بھی وہ خدا ہے اور رہے گا۔ اس کی فرمانروائی اپنے زور پر چل رہی ہے، تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا عبادی لو ان اولکم و اٰخرکم و انسکم و جنکم کانوا علیٰ افجر قلب رجل منکم ما نقص من ملکی شیئاً۔ اے میرے بندو، اگر تم سب کے سب اگلے اور پچھلے انسان اور جن اپنے میں سے کسی فاجر سے فاجر شخص کے دل کی طرح ہو جاؤ تب بھی میری بادشاہی میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

| |
|---|
| وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ |
| قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ○ |
| اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے، پھر جب اسے اپنی جانب سے |
| کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اس کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور اللہ کے لئے شریک ٹھہرانے لگتا ہے تا کہ |
| اس کی راہ سے بھٹکا دے، فرما دیجئے: تو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے، تو بیشک دوزخیوں میں سے ہے۔ |

## تکلیف سے راحت ملنے پر کافر کے بھول جانے کا بیان

"وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ" أَيْ الْكَافِر "ضُرٌّ دَعَا رَبّه" تَضَرَّعَ "مُنِيبًا" رَاجِعًا "إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَة" أَعْطَاهُ إِنْعَامًا "مِنْهُ نَسِيَ" تَرَكَ "مَا كَانَ يَدْعُو" مَا فِي مَوْضِع مَنْ يَتَضَرَّع "إِلَيْهِ مِنْ قَبْل" وَهُوَ اللَّه

"وَجَعَلَ لِلّٰهِ أَندَادًا" شُرَكَاء "لِيُضِلَّ" بِفَتْحِ الْيَاء وَضَمِّهَا "عَنْ سَبِيلِه" دِينِ الْإِسْلَام "قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا" بَقِيَّةَ أَجَلِك،

اور جب انسان یعنی کافر کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع یعنی خشوع کے ساتھ دعا کرتے ہوئے پکارتا ہے، پھر جب اللہ اسے اپنی جانب سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کے لئے وہ پہلے دعا کیا کرتا تھا اور پھر اللہ کے لئے بتوں کو شریک ٹھہرانے لگتا ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی راہ یعنی دین اسلام سے بھٹکا دے، یہاں پر لفظ لیضل یاء کی فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ فرما دیجئے، (اے کافر!) تو اپنے کفر کے ساتھ تھوڑا سا ظاہری فائدہ اٹھالے، تو بیشک بقیہ زندگی میں دوزخیوں میں سے ہے۔

یعنی انسان کی حالت عجیب ہے۔ مصیبت پڑنے پر تو ہمیں یاد کرتا ہے کیونکہ دیکھتا ہے کوئی مصیبت کو ہٹانے والا نہیں۔ پھر جہاں اللہ کی مہربانی سے ذرا آرام واطمینان نصیب ہوا معاً وہ پہلی حالت بھول جاتا ہے جس کے لیے ابھی ابھی ہم کو پکار رہا تھا۔ عیش وتنعم کے نشہ میں ایسا مست وغافل ہو جاتا ہے گویا کبھی ہم سے واسطہ ہی نہ تھا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو دوسرے جھوٹے اور من گھڑت خداؤں کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جو خدائے واحد کے ساتھ کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور اپنے قول وفعل سے دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

یعنی اچھا کافر رہ کہ چند روز یہاں اور عیش اڑا لے۔ اور خدا نے جب تک مہلت دے رکھی ہے دنیا کی نعمتوں سے تمتع کرتا رہ۔ اس کے بعد تجھے دوزخ میں رہنا ہے جہاں سے کبھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

| |
|---|
| أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ |
| هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ۝ |
| بھلا وہ جو رات کی گھڑیوں میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا رہتا ہے |
| اور اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے، فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے، برابر ہو سکتے |
| ہیں؟ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔ |

## مؤمن اور کافر کے برابر نہ ہونے کا بیان

"أَمَّنْ" بِتَخْفِيفِ الْمِيمِ وَفِي قِرَاءَة أَمْ مَنْ فَأَمْ بِمَعْنَى بَلْ وَالْهَمْزَة "هُوَ قَانِت" قَائِم بِوَظَائِف الطَّاعَات "آنَاء اللَّيْل" سَاعَاته "سَاجِدًا وَقَائِمًا" فِي الصَّلَاة "يَحْذَر الْآخِرَة" أَيْ يَخَاف عَذَابهَا "وَيَرْجُو رَحْمَة" جَنَّة "رَبّه" كَمَنْ هُوَ عَاصٍ بِالْكُفْرِ أَوْ غَيْره "قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ" أَيْ لَا يَسْتَوِيَانِ كَمَا لَا يَسْتَوِي الْعَالِم وَالْجَاهِل "إِنَّمَا يَتَذَكَّر" يَتَّعِظ "أُولُو

الْأَلْبَابِ" أَصْحَابُ الْعُقُولِ،

یہاں پر لفظ اَمن یہ تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے اور ایک قرأت میں اَم من آیا ہے یعنی اَم بہ معنی بل آیا ہے اور ہمزہ بھی آیا ہے بھلا وہ مومن جو رات کی گھڑیوں میں نماز میں سجود اور قیام کی حالت میں عبادت کرنے والا ہے، آخرت کے عذاب سے ڈرتا رہتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی یعنی جنت امید رکھتا ہے، یہ اس شخص کی طرح کیسے ہوسکتا ہے جو کفر وغیرہ کر کے نافرمانی کرتا ہے فرما دیجئے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے سب برابر ہوسکتے ہیں؟ یعنی جس طرح عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح یہ بھی برابر نہیں ہیں۔ بس نصیحت تو عقل مند لوگ ہی قبول کرتے ہیں۔

## سورت زمر آیت ۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں نازل ہوئی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

یہ آیت حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود اور حضرت عمار اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں نازل ہوئی۔ (تفسیر در منثور، سورہ زمر، بیروت)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ رات کے نوافل و عبادت دن کے نوافل سے افضل ہیں اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ رات کا عمل پوشیدہ ہوتا ہے اس لئے وہ ریا سے بہت دور ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے کاروبار بند ہوتے ہیں اس لئے قلب بہ نسبت دن کے بہت فارغ ہوتا ہے اور توجہ الی اللہ اور خشوع دن سے زیادہ رات میں میسر آتا ہے۔ تیسرے رات چونکہ راحت و خواب کا وقت ہوتا ہے اس لئے اس میں بیدار رہنا نفس کو بہت مشقت و تعب میں ڈالتا ہے تو ثواب بھی اس کا زیادہ ہوگا۔

## رات کے وقت عبادت و قیام کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کو تمام نمازوں میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز زیادہ پسند اور تمام روزوں میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے زیادہ پسند ہیں اور ان کی نماز کی کیفیت یہ ہوتی تھی کہ وہ آدھی رات سوتے اور تہائی رات قیام کرتے (یعنی نماز پڑھتے) اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سوتے اور وہ (روزہ اس طرح رکھتے تھے) ایک دن تو روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔

(صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1200)

## انتہائی رات کے وقت نزول رحمت کے اعلان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہر رات کو آخر انتہائی رات کے وقت ہمارا بزرگ و برتر پروردگار دنیا کے آسمان (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے اور میں اسے قبولیت بخشوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت کا طلبگار ہو اور میں اسے بخشوں؟ (صحیح البخاری وصحیح مسلم) اور مسلم کی ایک روایت

میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ پھر اللہ جل شانہ اپنے (لطف و رحمت کے) دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو ایسے کو قرض دے جو نہ فقیر ہے اور نہ ظلم کرنے والا ہے اور صبح تک یہی فرماتا رہتا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1198)

(ہمارا رب نزول فرماتا ہے) کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ جل شانہ خود آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے کیونکہ وہ جسم کی ثقالت و کثافت سے پاک وصاف ہے اور ایسا نور ہے جو ہمہ وقت کائنات کے ذرے ذرے پر محیط و حاوی ہے اور کسی خاص مقام و کسی وقت کا پابند نہیں ہے۔

چنانچہ حضرت علامہ ابن حجر اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما نے اس کی تاویل کرتے ہوئے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ "اللہ جل شانہ کا فرمان، اس کی رحمت یا اس کی ملائکہ اس وقت آسمان دنیا پر اترتے ہیں (االلہ تعالیٰ کی طرف سے مذکورہ اعلان کرتے ہیں) چنانچہ اس کی تائید ایک حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جو مرقات میں مذکور ہے، یا پھر یہ کہا جائے کہ یہ ارشاد متشابہات میں سے ہے جس کے حقیقی معنی و مطلب اللہ جل شانہ ہی جانتے ہیں۔ مَنْ یَّدْعُوْنِی دعا کے معنی ہیں پکارنا جیسا کہ بندہ کہے "یارب" اس کے مقابلے پر اجابت اور قبولیت ہوتی ہے جیسے کہ پروردگار بندے کے اس پکارنے کے جواب میں کہے "لبیک عبدی" مَنْ یَّسْأَلُنِی سوال کے معنی" کسی کا مانگنا اور اس کا طلب کرنا" اور اس کے مقابلے میں سوال کا پورا کرنا ہے یعنی جو چیز طلب کی جائے اور مانگی جائے اس کا دینا۔ یہ حدیث اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں منقول ہے کہ "اللہ جل شانہ (آسمان دنیا پر) اس وقت نزول فرماتا ہے جب اول تہائی رات گذر جاتی ہے۔

نیز اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں منقول ہے کہ "اس وقت نزول فرماتا ہے جب آدھی رات یا دو تہائی رات گذرتی ہے" کیونکہ احتمال ہے کہ بعض صورتوں میں تو نزول آخری تہائی رات کے وقت، بعض راتوں کو اول تہائی رات کے گذرنے کے بعد اور بعض راتوں کو آدھی یا دو تہائی رات گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ مَنْ یُّقْرِضُ کون ہے جو قرض دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کون ہے جو بطریق قرض اور جزا لینے کے لئے بدنی اور مالی عبادت اللہ جل شانہ کو دے جو نہ تو فقیر ہے اور نہ عطا و بخشش سے عاجز ہے نیز یہ کہ نہ ظلم کرنے والا ہے کہ اپنے عہد کو پورا نہ کرے یا ناقص ثواب دے۔ یعنی اس پیرائے سے مسلمانوں کو دنیا میں نیک وصالح عمل کرنے کی ترغیب دی جارہی ہے کہ وہ کون خوش نصیب اور باسعادت مسلمان ہے جو آخرت کی سعادتوں و راحتوں اور وہاں کے ثواب کی امید میں اس غنی پروردگار کے لئے دنیا میں نیک عمل کرے جو اس کے حق یعنی آخرت میں دنیا کے نیک عمل کا ثواب دینے سے عاجز نہیں ہے اور کون خوش نصیب و سعادت مند مومن ہے جو اس عادل اللہ کے لئے دنیا میں نیک عمل کرتا ہے تو اللہ جل شانہ اس کا ثواب اس کے عمل سے بھی کئی گنا زیادہ کر کے دیتا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات بطور خاص قابل غور ہے کہ یہاں اللہ جل شانہ کی تعریف بایں طور کی گئی ہے اس کی پاک ذات سے ان دونوں صفات یعنی فقر اور ظلم کی نفی کی گئی ہے کیونکہ قرض کی واپسی کے سلسلے میں یہی دونوں صفتیں حائل ہوتی ہے۔ اگر کوئی عاجز و فقیر ہوتا ہے تو وہ قرض کی واپسی سے معذور ہوتا ہے۔ اگر کوئی آدمی ظالم ہوتا ہے تو اپنے ظلم کی بنا پر قرض کی پوری ادائیگی نہیں کرتا بلکہ اس

میں کمی ونقصان کر کے واپس کر دیتا ہے اور اللہ جل شانہ کی ذات ان دونوں صفتوں سے پاک ہے۔نہ تو وہ ظالم ہے اور نہ عاجز فقیر ہے بلکہ عادل ہے اور غنی ہے لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو آدمی دنیا میں بھلائی کرے گا اور نیک عمل کرے گا وہ اللہ جل شانہ کے پاس عقبیٰ میں کامل جزاء اور ثواب پائے گا۔

| |
|---|
| قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ |
| وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ |
| فرمادیجئے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ایسے ہی لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں |
| صاحبان احسان ہوئے، بہترین صلہ ہے، اور اللہ کی سرزمین کشادہ ہے، بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر |
| بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا۔ |

## ایمان وتقویٰ کے حکم کا بیان

"قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ" أَيْ عَذَابَه بِأَنْ تُطِيعُوهُ "لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا" بِالطَّاعَةِ "حَسَنَة" هِيَ الْجَنَّة "وَأَرْض اللَّه وَاسِعَة" فَهَاجِرُوا إلَيْهَا مِنْ بَيْن الْكُفَّار وَمُشَاهَدَة الْمُنْكَرَات "إنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ" عَلَى الطَّاعَة وَمَا يُبْتَلَوْنَ بِهِ "أَجْرهمْ بِغَيْرِ حِسَاب" بِغَيْرِ مِكْيَال وَلَا مِيزَان

فرمادیجئے: اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔یعنی اس کے عذاب سے ڈرو اور اس کی اطاعت اختیار کرو۔ایسے ہی لوگوں کے لئے جو اس دنیا میں طاعت کے سبب صاحبان احسان ہوئے، بہترین صلہ ہے، یعنی جنت ہے۔اور اللہ کی سرزمین کشادہ ہے، پس تم کفار اور برائی کو دیکھنے سے بچنے کیلئے ایسی جگہ کی طرف ہجرت کر جاؤ۔(جہاں ایسا نہ ہو) بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا۔یعنی جو انہوں نے طاعت کی اور جو امتحان پر کامیاب رہے۔اور بغیر حساب سے مراد میزان اور تولنے کے بغیر ثواب دیا جائے گا۔

## سورہ زمر آیت ۱۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مہاجرین حبشہ کے حق میں نازل ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کیا اور ہجرت کی اور اپنے دین پر قائم رہے اس کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر نیکی کرنے والے کی نیکیوں کا وزن کیا جائے گا سوائے صبر کرنے والوں کے کہ انہیں بے اندازہ اور بے حساب دیا جائے گا۔اور یہ بھی مروی ہے کہ اصحاب مصیبت وبلا حاضر کئے جائیں گے نہ ان کے لئے میزان قائم کی جائے، نہ ان کے لئے دفتر کھولے جائیں ان پر اجر وثواب کی بے حساب بارش ہوگی یہاں تک کہ دنیا میں عافیت کی

زندگی بسر کرنے والے انہیں دیکھ کر آرزو کریں گے کہ کاش وہ اہل مصیبت میں سے ہوتے اور ان کے جسم قینچیوں سے کاٹے گئے ہوتے کہ آج یہ صبر کا اجر پاتے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ زمر، لاہور)

حضرت امام مالک نے اس آیت میں صابرین سے مراد وہ لوگ لئے ہیں جو دنیا کے مصائب اور رنج وغم پر صبر کرنیوالے ہیں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ صابرین سے مراد وہ لوگ ہیں جو معاصی سے اپنے نفس کو روکیں۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ لفظ صابر جب بغیر کسی دوسرے لفظ کے بولا جاتا ہے اس سے مراد یہی ہوتا ہے جو اپنے نفس کو گناہوں سے باز رکھنے کی مشقت پر صبر کرے اور مصیبت پر صبر کرنیوالے کے لئے لفظ صابر بولا جاتا ہے۔ تو صابر علی کذا کے الفاظ بولے جاتے ہیں۔ یعنی فلاں مصیبت پر صبر کرنے والا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ قُلْ اِنِّیْۤ |
| اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِیْنِیْ ○ |
| فرما دیجئے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت، اپنی طاعت وبندگی کو اس کے لئے خالص رکھتے ہوئے سرانجام دوں۔ اور مجھے |
| یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ فرما دیجئے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں زبردست دن کے |
| عذاب سے ڈرتا ہوں۔ فرما دیجئے: میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، اپنے دین کو اسی کے لئے خالص رکھتے ہوئے۔ |

## عبادت میں مقام اخلاص کا بیان

"قُلْ إِنِّی أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّین" مِنَ الشِّرْك "وَأُمِرْتُ لِأَنْ" أَیْ بِأَنْ "أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِینَ" مِنْ هَذِهِ الْأُمَّة "قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِینِی" مِنَ الشِّرْك،

فرما دیجئے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت، اپنی طاعت وبندگی کو اس کے لئے خالص رکھتے ہوئے یعنی شرک سے بچتے ہوئے سرانجام دوں۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا تھا کہ میں اس امت میں سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ فرما دیجئے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں زبردست دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ فرما دیجئے: میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، اپنے دین کو اسی کے لئے خالص رکھتے ہوئے۔ یعنی اس کو شرک سے بچاتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال ومتاع کو نہیں دیکھتا (یعنی اس کی نظر رحمت وعنایت میں تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اس کے نزدیک نہ تو اچھی یا بری صورت کی کوئی حیثیت ہے اور نہ مال ومتاع کی کمی یا بیشی کی کوئی اہمیت ہے) بلکہ وہ تمہارے دلوں کو اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے (یعنی اس کے ہاں تو بس اس چیز کو دیکھا جاتا ہے کہ تمہارے دل میں یقین وصدق اور اخلاص وغیرہ، یا نفاق اور ریاء وسمعہ وغیرہ، اسی طرح اس کے نزدیک اچھے اور برے اعمال کا اعتبار جس کے مطابق وہ تمہیں جزا وسزا دیتا

ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر1244)

## عبادت میں اخلاص کے اوصاف کا بیان

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا سنو میرے رب نے مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں تم لوگوں کو وہ باتیں سکھادوں کہ جن باتوں سے تم لاعلم ہو میرے رب نے آج کے دن مجھے وہ باتیں سکھادیں ہیں میں نے اپنے بندے کو جو مال دے دیا ہے وہ اس کے لئے حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو حق کی طرف رجوع کرنے والا پیدا کیا ہے لیکن شیطان میرے ان بندوں کے پاس آکر انہیں ان کے دین سے بہکاتے ہیں اور میں نے اپنے بندوں کے لئے جن چیزوں کو حلال کیا ہے وہ ان کے لئے حرام قرار دیتے ہیں اور وہ ان کو ایسی چیزوں کو میرے ساتھ شریک کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ جس کی کوئی محبت میں نے نازل نہیں کی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کی طرف نظر فرمائی اور عرب وعجم سے نفرت فرمائی سوائے اہل کتاب میں سے کچھ باقی لوگوں کے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تمہیں اس لئے بھیجا ہے تاکہ میں تم کو آزماؤں اور ان کو بھی آزماؤں کہ جن کے پاس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا ہے اور میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے کہ جسے پانی نہیں دھو سکے گا اور تم اس کتاب کو سونے اور بیداری کی حالت میں بھی پڑھو گے اور بلاشبہ اللہ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں قریش کو جلا ڈالوں تو میں نے عرض کیا اے پروردگار وہ لوگ تو میرا سر پھاڑ ڈالیں گے اللہ نے فرمایا تم ان کو نکال دینا جس طرح کہ انہوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نکالا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بھی خرچہ کیا جائے گا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لشکر روانہ فرمائیں میں اس کے پانچ گنا لشکر بھیجوں گا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے تابعداروں کو لے کر ان سے لڑیں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگ تین قسم کے ہیں (۱) حکومت کے ساتھ انصاف کرنے والے صدقہ وخیرات کرنے والے توفیق عطا کئے ہوئے (۲) وہ آدمی کہ جو اپنے تمام رشتہ داروں اور مسلمانوں کے لئے نرم دل ہو (۳) وہ آدمی کہ جو پاکدامن پاکیزہ خلق والا ہو اور عیالدار بھی ہو لیکن کسی کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلاتا ہو آپ نے فرمایا دوزخی پانچ طرح کے ہیں۔ وہ کمزور آدمی کہ جس کے پاس مال نہ ہو اور دوسروں کا تابع ہو اہل ومال کا طلبگار نہ ہو، خیانت کرنے والا آدمی کہ جس کی حرص چھپی نہیں رہ سکتی اگرچہ اسے تھوڑی سی چیز ملے اور اس میں بھی خیانت کرے۔

وہ آدمی جو صبح شام تم کو تمہارے گھر اور مال کے بارے میں دھوکہ دیتا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بخیل یا جھوٹے اور بدخو اور بیہودہ گالیاں بکنے والے آدمی کا بھی ذکر فرمایا اور ابوغسان نے اپنی روایت میں یہ ذکر نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی خرچ کیا جائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر2706)

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ○

پس تم اللہ کے سوا جس کی چاہو پوجا کرو، فرمادیجئے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن

اپنی جانوں کواور اپنے گھر والوں کو خسارہ میں ڈالا۔ یاد رکھو یہی کھلا نقصان ہے۔

## جنت سے محروم رہنے والوں کے نقصان کا بیان

"فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونه" غَيْره فِيهِ تَهْدِيد لَهُمْ وَإِيذَان بِأَنَّهُمْ لَا يَعْبُدُونَ اللَّه تَعَالَى "قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسهمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْم الْقِيَامَة " بِتَخْلِيدِ الْأَنْفُس فِي النَّار وَبِعَدَمِ وُصُولهمْ إِلَى الْحُور الْمُعَدَّة لَهُمْ فِي الْجَنَّة لَوْ آمَنُوا "أَلَا ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَان الْمُبِين" الْبَيِّن،

پس تم اللہ کے سوا جس کی چاہو پوجا کرو، اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔ اور اس بات کا اظہار ہے کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے فرمادیجئے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو خسارہ میں ڈالا۔ یعنی خود کو جہنم میں ڈال کر اور اگر وہ ایمان لاتے تو ان کیلئے جنت میں ہونے والی حور ملتی اس سے بھی رہ کر نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یاد رکھو یہی کھلا نقصان ہے۔

## عبادت میں شرک کے سبب نقصان اٹھانے والوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شرک کے تئیں تمام شرکاء سے نہایت زیادہ بے نیاز ہوں، یعنی دنیا کا دستور ہے کہ لوگ اپنے معاملات اور کاروبار میں ایک دوسرے کے اشتراک وتعاون کے محتاج ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے شریک بنتے ہیں، نیز وہ اس شرکت وتعاون پر راضی ومطمئن بھی ہوتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کے درمیان اس درجہ کی مفاہمت ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک شریک متعلقہ معاملات وکاروبار میں اپنا پورا عمل دخل رکھتا ہے، لیکن میرا معاملہ بالکل جداگانہ ہے کہ میں علی الاطلاق خالق وحاکم ہوں اپنے احکام وفیصلے اور اپنے نظام قدرت میں نہ تو مجھے کسی کے تعاون واشتراک کی حاجت وضرورت ہے۔ اور نہ مجھے یہ گوارا ہے کہ میرے بندے کسی کو میرا شریک قرار دیں اور میرے لئے کئے جانے والے کسی بھی عمل میں میرے علاوہ کسی اور کو مدنظر رکھیں۔ یہاں تک کہ میرے نزدیک ان کے صرف اسی عمل کا اعتبار ہے جو وہ خالص طور پر میرے لئے کریں۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ذکر شرکاء کے ضمن میں کرنا یعنی اللہ اپنے کو ایک شریک کے ذریعہ تعبیر کرنا محض ان بندوں کے اعتبار سے ہے جو اپنے جہل اور اپنی نادانی کی وجہ سے اس کی ذات وصفات اور اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرتے اور اس طرح وہ اللہ کو بھی ایک "شریک" کا درجہ دیتے ہیں نعوذ باللہ اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات سے اپنی بے نیازی اور ناخوشی کا اعلان فرمایا کہ کسی کو اس کا شریک قرار دیا جائے، چنانچہ ارشاد ہوا

کہ جو شخص میری طاعت وعبادت کے طور پر کوئی ایسا عمل کرے کہ جس میں وہ میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرے تو میں اس شخص کو شرک کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ترکتہ وشرکہ کے بجائے یہ الفاظ ہیں **فانا منه بری هو للذی عمله** یعنی جو شخص میری عبادت میں کسی دوسرے کو شریک کرتا ہے تو میں اس سے اپنی بے نیازی وبیزاری ظاہر کرتا ہوں، وہ شخص یا اس کا وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے وہ عمل کیا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1245)

| |
|---|
| **لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ۝** |
| ان کے لئے اُن کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہوں گے، یہ وہ ہے |
| جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! بس مجھ سے ڈرتے رہو۔ |

## اہل جہنم کیلئے اوپر نیچے سے عذاب آنے کا بیان

**"لَهُمْ مِنْ فَوْقهمْ ظُلَل" طِبَاق "مِنَ النَّار وَمِنْ تَحْتهمْ ظُلَل" مِنَ النَّار "ذَٰلِكَ يُخَوِّف اللَّه بِهِ عِبَاده" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ لِيَتَّقُوهُ يَدُلّ عَلَيْهِ،**

ان کے لئے اُن کے اوپر بھی آگ کے بادل سائبان بنے ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے فرش ہوں گے، یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے مؤمن بندوں کو ڈراتا ہے، تا کہ وہ اس سے ڈریں جس پر فاتقون کی دلالت ہے۔ اے میرے بندو! بس مجھ سے ڈرتے رہو۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حقیقت یہ ہے کہ دوزخیوں میں سے جو شخص سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن کے اوپر آگ کے دو تسمے ہوں گے (یعنی ان جوتیوں کے تلوے بھی آگ کے ہوں گے جو پیروں کے نیچے کے حصے میں ہوں گے اور ان کے تسمے بھی آگ کے ہوں گے جو پیروں کے اوپر کے حصے پر ہوں گے) اور ان دونوں (یعنی جوتیوں کے تلوؤں اور تسموں کی تپش وحرارت سے ان کا دماغ اس طرح جوش مارے گا جس طرح دیگ جوش کھاتی ہے۔ وہ شخص چونکہ دوسرے دوزخیوں کی حالت وکیفیت سے بے خبر ہوگا اس لئے) یہ خیال کرے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب میں کوئی مبتلا نہیں ہے حالانکہ وہ سب سے ہلکے عذاب میں مبتلا ہوگا۔

(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم حدیث نمبر 232)

اس حدیث سے صراحتہ معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے اعتبار سے اہل دوزخ متفاوت ہوں گے کہ کوئی سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوگا اور کوئی ہلکے عذاب میں،

| |
|---|
| **وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْۤا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِيْنَ** |
| **يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝** |

| |
|---|
| اور جو لوگ بتوں کی پرستش کرنے سے بچے رہے اور اللہ کی طرف جھکے رہے، ان کے لئے خوشخبری ہے، پس آپ میرے |
| بندوں کو بشارت دے دیجئے۔ وہ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ |
| یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔ |

## بتوں کی پوجا سے بچنے والوں کیلئے جنت کی بشارت کا بیان

"وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوت " الْأَوْثَان "أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا" أَقْبَلُوا "إِلَى اللَّه لَهُمُ الْبُشْرَى" بِالْجَنَّةِ، "الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْل فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ" وَهُوَ مَا فِيهِ صَلَاحهمْ "أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّه وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَاب" أَصْحَاب الْعُقُول،

اور جو لوگ بتوں کی پرستش کرنے سے بچے رہے یہ کہ وہ ان کی عبادت سے بچتے رہے اور اللہ کی طرف جھکے رہے، ان کے لئے جنت کی خوشخبری ہے، پس آپ میرے بندوں کو بشارت دے دیجئے۔

وہ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں، پھر اس میں سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ اور وہ بات جس میں ان کی اصلاح یعنی کامیابی ہے۔ یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقلوں والے ہیں۔

## سورہ زمر آیت ۱۷، ۱۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (لھا سبعۃ ابواب) (سورہ حجر (44) اس کے سات دروازے ہیں ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے جماعتیں تقسیم کردی گئی ہیں تو ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے سات غلام ہیں اور میں ہر دروازے کے لیے ایک غلام آزاد کرتا ہوں تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه، تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو۔ جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ آیت تین افراد کے متعلق نازل ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں لا الہ الا اللہ کہا کرتے تھے، عمرو بن نفیل، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین۔ (سیوطی 243، طبری 13۔123، زاد المسیر 7۔170)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی تو آپ کے پاس عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، طلحہ زبیر، سعید بن زید اور سعد بن ابی وقاص آئے اور آپ سے دریافت کیا آپ نے انہیں اپنے ایمان کی خبر دی تو یہ سب بھی ایمان لے آئے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ فَبَشِّرْ عِبَادِ، الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَه۔ (قرطبی 15۔244، ابن کثیر 4۔48)

مروی ہے کہ یہ آیت زید بن عمر بن نفیل، ابوذر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ

آیت جس طرح ان بزرگوں پر مشتمل ہے اسی طرح ہر اس شخص کو شامل کرتی ہے جس میں یہ پاک اوصاف ہوں یعنی بتوں سے بیزاری اور اللہ کی فرمانبرداری۔ یہ ہیں جن کے لئے دونوں جہان میں خوشیاں ہیں۔ بات سمجھ کر سن کر جب وہ اچھی ہو تو اس پر عمل کرنے والے مستحق مبارک باد ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تورات کے عطا فرمانے کے وقت فرمایا تھا اسے مضبوطی سے تھامو اور اپنی قوم کو حکم کرو کہ اس کی اچھائی کو مضبوط تھام لیں۔ عقلمند اور نیک راہ لوگوں میں بھلی باتوں کے قبول کرنے کا صحیح مادہ ضرور ہوتا ہے۔ (قرطبی 15۔244، ابن کثیر 4۔48)

| |
|---|
| أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۝ |
| تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، پھر کیا تو اسے بچالے گا جو آگ میں ہے۔ |

## اہل ہدایت اور گمراہ لوگوں کا آپس میں برابر نہ ہونے کا بیان

"أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ" أَيْ : "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ" الْآيَة "أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ" "تُخْرِج" "مَنْ فِي النَّار" جَوَاب الشَّرْط وَأُقِيمَ فِيهِ الظَّاهِر مَقَام الْمُضْمَر وَالْهَمْزَة لِلْإِنْكَارِ وَالْمَعْنَى لَا تَقْدِر عَلَى هِدَايَته فَتُنْقِذهُ مِنْ النَّار،

تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہو چکی، یعنی جس طرح آیت میں آیا ہے کہ میں ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔ پھر کیا تو اسے بچالے گا یعنی اس کو جہنم سے نکال لے گا۔ جو آگ میں ہے۔ یہ جواب شرط ہے۔ اور یہاں پر اسم ضمیر کا مضمر کی جگہ لایا گیا ہے اور ہمزہ انکاری ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ آپ ہدایت پر قادر نہیں کہ اس کو آگ سے بچا سکیں۔

## جنت اور دوزخ کو بھر دیئے جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت و دوزخ نے آپس میں بحث و تکرار کی چنانچہ دوزخ نے تو یہ کہا کہ مجھے سرکش و متکبر اور ظالموں کے لئے چھانٹا گیا ہے اور جنت نے یہ کہا کہ میں اپنے بارے میں کیا کہوں میرے اندر بھی تو وہی لوگ داخل ہوں گے جو ضعیف و کمزور ہیں۔ لوگوں کی نظروں میں گرے ہوئے ہیں اور جو بھولے بھالے اور فریب میں آ جانے والے ہیں۔ (یہ سن کر) اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت کے اظہار کا ذریعہ اور میرے کرم کی آماجگاہ کے علاوہ اپنے بندوں سے جس کو اپنی رحمت سے نوازنا چاہتا ہوں اس کے لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں۔ اور دوزخ سے فرمایا تو میرے عذاب کا محل و مظہر ہونے کے علاوہ کچھ نہیں میں اپنے بندوں میں سے جس کو عذاب دینا چاہتا ہوں اس لئے تجھے ہی ذریعہ بناتا ہوں اور میں تم دونوں ہی کو لوگوں سے بھر دوں گا البتہ دوزخ کے ساتھ تو یہ معاملہ ہوگا کہ وہ اس وقت تک نہیں بھرے گی جب تک کہ اس پر اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں نہ رکھ دے گا، چنانچہ جب اللہ تعالیٰ رکھ دے گا تو دوزخ پکار اٹھے گی کہ بس، بس، بس، اس وقت دوزخ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بھر جائے گی اور اس کے حصوں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا (پس وہ سمٹ جائے گی)۔

الخ کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں میں یہ فرق مراتب ہوگا کہ بعض اعلیٰ مرتبہ کے ہوں گے، بعض درمیانی مرتبہ کے اور بعض ادنیٰ مرتبہ کے اور اسی کے اعتبار سے سب کو محلات و مکانات اور منازل و مراتب بھی اعلیٰ، درمیانی اور ادنیٰ عطا ہوں گے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں منزلیں ہوں گی، اعلیٰ منزل تو سابقین کے لئے درمیانی مقصدین کے لئے اور نیچے کی منزل مختلطین کے لئے ہوگی۔

جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی" یعنی وہ اولیاء واتقیاء جو ایمان باللہ اور اتباع رسول میں کامل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور رسولوں کے احکام واوامر کو ماننے والے اور ان کی طرف سے ممنوع قرار دی جانے والی چیزوں سے اجتناب کرنے والے ہیں اور جن کی تعریف قرآن کریم کی ان آیات: وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا الایة۔" اور رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں الخ میں یہ بات فرمائی گئی ہے اور پھر ان کی مختلف اعلیٰ صفات بیان کرنے کے بعد ان کے حق میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اولئك یجزون الغرفة بما صبروا (الایة) " ایسے لوگوں کو (جنت میں رہنے کے لئے) بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت قدم رہنے کے انہیں انعام دیا گیا ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا |
| اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۠ |
| (اے انسان!) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کیے، |
| پھر اس کے ذریعے کھیتی پیدا کرتا ہے جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پھر تو اسے زرد |
| دیکھتا ہے، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ |

## زمینی زراعت اور چشموں سے دلائل قدرت کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاء فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ" أَدْخَلَهُ أَمْكِنَة نَبْع "فِي الْأَرْض ثُمَّ يُخْرِج بِهِ زَرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانه ثُمَّ يَهِيج" يَيْبَس "فَتَرَاهُ" بَعْد الْخُضْرَة مَثَلًا "مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلهُ حُطَامًا" فُتَاتًا "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَى" تَذْكِيرًا "لِأُولِي الْأَلْبَاب" يَتَذَكَّرُونَ بِهِ لِدَلَالَتِهِ عَلَى وَحْدَانِيَّة اللّٰه تَعَالَى وَقُدْرَته،

(اے انسان!) کیا تو نے نہیں دیکھا یعنی نہیں جانا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، پھر زمین میں اس کے چشمے رواں کیے، یعنی اس کو زمین کی سوتوں میں داخل کیا۔ پھر اس کے ذریعے کھیتی پیدا کرتا ہے جس کے رنگ جداگانہ ہوتے ہیں، پھر وہ تیار ہو کر خشک ہو جاتی ہے، پھر اسے سبز ہونے کے بعد تو اسے زرد دیکھتا ہے، پھر وہ اسے چورا چورا کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ یعنی وہ نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ ان چیزوں کی دلالت اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت پر ہے۔

## زندگی کی بہترین مثال کا بیان

زمین میں جو پانی ہے وہ درحقیقت آسمان سے اترا ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ ہم آسمان سے پانی اتارتے ہیں یہ پانی زمین پی لیتی ہے اور اندر ہی اندر وہ پھیل جاتا ہے۔ پھر حسب حاجت کسی چشمہ سے اللہ تعالیٰ اسے نکالتا ہے اور چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ جو پانی زمین کے میل سے کھارہ ہو جاتا ہے وہ کھارہ ہی رہتا ہے۔ اسی طرح آسمانی پانی برف کی شکل میں پہاڑوں پر جم جاتا ہے۔ جسے پہاڑ چوس لیتے ہیں اور پھر ان میں سے جھرنے بہ نکلتے ہیں۔ ان چشموں اور آبشاروں کا پانی کھیتوں میں پہنچتا ہے۔ جس سے کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جو مختلف قسم کے رنگ و بو کی اور طرح طرح کے مزے اور شکل وصورت کی ہوتی ہیں۔ پھر آخری وقت میں ان کی جوانی بڑھاپے سے اور سبزی زردے سے بدل جاتی ہے۔

پھر خشک ہو جاتی ہے اور کاٹ لی جاتی ہے۔ کیا اس میں عقل مندوں کے لئے بصیرت ونصیحت نہیں؟ کیا وہ اتنا نہیں دیکھتے کہ اسی طرح دنیا ہے۔ آج ایک جوان اور خوبصورت نظر آتی ہے کل بڑھیا اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ آج ایک شخص نوجوان طاقت مند ہے کل وہی بوڑھا کھوسٹ اور کمزور نظر آتا ہے۔ پھر آخر موت کے پنجے میں پھنستا ہے۔ پس عقلمند انجام پر نظر رکھیں بہتر وہ ہے جس کا انجام بہتر ہو۔ اکثر جگہ دنیا کی زندگی کی مثال بارش سے پیدا شدہ کھیتی کے ساتھ دے گئی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ |
| قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے۔ |
| پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ |

## اسلام کیلئے شرح صدر ہونے والے کی فضیلت کا بیان

"أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّه صَدْره لِلْإِسْلَامِ" فَاهْتَدَى "فَهُوَ عَلَى نُور مِنْ رَبّه " كَمَنْ طُبِعَ عَلَى قَلْبه دَلَّ عَلَى هَذَا "فَوَيْل" كَلِمَة عَذَاب "لِلْقَاسِيَةِ قُلُوبهمْ مِنْ ذِكْر اللَّه " أَيْ عَنْ قَبُول الْقُرْآن "أُولَئِكَ فِي ضَلَال مُبِين" بَيِّن،

تو کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے، یعنی اس نے ہدایت پائی ہے۔ پس وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے۔ تو کیا وہ شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر مہر لگا دی گئی ہو۔ جس کی دلیل یہ ویل ہے۔ جو کلمہ عذاب ہے۔ پس ان کے لیے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کی یاد کی طرف سے سخت ہیں، یعنی وہ قرآن کو قبول نہیں کرتے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

## دل میں نور ایمان کے داخل ہونے کا بیان

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سینہ کا کھلنا کس طرح ہوتا ہے؟ فرمایا کہ جب نور قلب میں داخل ہوتا ہے تو وہ کھلتا ہے اور اس میں وسعت ہوتی ہے صحابہ نے عرض کیا اس کی کیا علامت ہے؟ فرمایا دارالخلود کی طرف متوجہ ہونا اور دارالغرور (دنیا) سے دور رہنا اور موت کے لئے اس کے آنے سے قبل آمادہ ہونا۔

نفس جب خبیث ہوتا ہے تو قبولِ حق سے اس کو بہت دوری ہو جاتی ہے اور ذکر اللہ کے سننے سے اس کی سختی اور کدورت بڑھتی ہے جیسے کہ آفتاب کی گرمی سے موم نرم ہوتا ہے اور نمک سخت ہوتا ہے ایسے ہی ذکر اللہ سے مومنین کے قلوب نرم ہوتے ہیں اور کافروں کے دلوں کی سختی اور بڑھتی ہے۔ اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنا چاہئے جنہوں نے ذکر اللہ کو روکنا اپنا شعار بنالیا ہے وہ صوفیوں کے ذکر کو بھی منع کرتے ہیں، نمازوں کے بعد ذکر اللہ کرنے والوں کو بھی روکتے اور منع کرتے ہیں، ایصالِ ثواب کے لئے قرآن کریم اور کلمہ پڑھنے والوں کو بھی بدعتی بتاتے ہیں، اور ان ذکر کی محفلوں سے نہایت گھبراتے اور بھاگتے ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ زمر، لاہور)

## اللہ کے ذکر کرنے والوں کے زندہ دل ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی سی ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ حدیث، 784)

مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ ذاکر کے قلب کی حیات ہے اور اس سے غفلت قلب کی موت ہے اور جس طرح کہ زندہ شخص اپنی زندگی سے بہرہ ور ہوتا ہے اسی طرح ذکر کرنے والا اپنے عمل سے بہرہ ور ہوتا ہے اور جس طرح مرنے کے بعد کے مردہ کو اپنی زندگی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی طرح ذکر اللہ سے غافل رہنے والا اپنے عمل سے بہرہ مند نہیں ہوتا۔

## شرح صدر کی کیفیت کا بیان

حضرت حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات ہوئی تو وہ مجھ سے پوچھنے لگے کہ کہو حنظلہ! تمہارا کیا حال ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ وعظ ونصیحت فرماتے ہیں اس پر تمہاری استقامت کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا (یعنی حال کے اعتبار سے ایمان کے اعتبار سے نہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ سبحان اللہ حنظلہ یہ تم کیا کہتے ہو! (یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیا بات کہہ رہے ہو اس کا مطلب تو بیان کرو) میں نے کہا کہ (اس میں تعجب کی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ (جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں دوزخ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اور یا جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں جنت کی نعمتوں کی بشارت سناتے ہیں تو اس وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم جنت اور دوزخ کو

اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر جب ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے جدا ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں، اپنی اولادوں، اپنی زمینوں اور اپنے باغات میں مشغول ہوتے ہیں تو بہت کچھ بھول جاتے ہیں (یعنی اپنے دنیاوی مشاغل میں پھنس کر ان باتوں کا بہت سا حصہ بھول جاتے ہیں۔

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے بطور تذکیر ونصیحت فرماتے ہیں اور ہم پر وہ کیفیت باقی نہیں رہتی جو آپ کی صحبت میں ہوتی ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب جب کہ تم نے اپنی یہ حالت بیان کی ہے تو سنو کہ اللہ کی قسم ہم بھی اسی کو پہنچے ہوئے ہیں۔ یعنی ہمارا بھی یہی حال ہے کہ حاضر غائب میں تفاوت ہے اس کے بعد میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں چلے یہاں تک کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا کہ حضرت جب ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور تذکیر ونصیحت جنت ودوزخ کے بارہ میں بتاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں مگر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں اور اپنی بیویوں، اپنی اولاد، اپنی زمینوں اور باغات میں مشغولت ہوتے ہیں تو ہم نصیحت کی بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم پر ہمیشہ وہی کیفیت طاری رہے جو میری صحبت اور حالت ذکر میں تم پر ہوتی ہے (یعنی تم ہر وقت صاف دل اور اللہ سے ڈرنے والے رہو تو یقیناً فرشتے تم سے تمہارے بچھونوں پر اور تمہاری راہوں میں مصافحہ کریں لیکن اے حنظلہ! یہ ایک ساعت اور وہ ایک ساعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یعنی حنظلہ ساعۃ وساعۃ (تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف۔ جلد دوم: حدیث نمبر 789)

| |
|---|
| اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ |
| يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ |
| هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ |
| اللہ ہی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، جو ایک کتاب ہے جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں، بار بار |
| دہرائی گئی ہیں، جس سے ان لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، |
| پھر ان کی جلدیں اور دل نرم ہوجاتے ہیں اللہ کے ذکر کی طرف۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے |
| ذریعے رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کردیتا ہے تو اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا۔ |

## قرآن مجید کے بعض اوصاف کمال کا بیان

"اَللّٰهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا" بَدَل مِنْ أَحْسَن أَيْ قُرْآنًا "مُتَشَابِهًا" أَيْ يُشْبِه بَعْضه بَعْضًا فِي النَّظْم وَغَيْره "مَثَانِيَ" ثُنِيَ فِيهِ الْوَعْد وَالْوَعِيد وَغَيْرهمَا "تَقْشَعِرّ مِنْهُ" تَرْتَعِد عِنْد ذِكْر وَعِيده

"جُلُود الَّذِینَ یَخْشَوْنَ " یَخَافُونَ "رَبَّهِمْ ثُمَّ تَلِینَ " تَطْمَئِنّ "جُلُودهمْ وَقُلُوبهمْ اِلَی ذِکْر اللّٰه " أَیْ عِنْد ذِکْر وَعْده "ذٰلِکَ" أَیْ الْکِتَاب،

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، یہاں پر لفظ کتاب یہ اَحسن سے بدل ہے یعنی قرآن جو ایک کتاب ہے جس کی باتیں نظم اور معانی میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔ جس میں وعد و وعید وغیرہ ہا کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ جس سے ان لوگوں کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی جب اس میں بیان کردہ وعید کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی جلدیں اور دل نرم ہو جاتے ہیں اور رِقّت کے ساتھ اللہ کے ذکر کی طرف محو ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کے جسم و دل اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ جب ان کے پاس وعدے کو ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ کتاب اللہ کی ہدایت ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کے ذریعے رہنمائی فرماتا ہے۔ اور اللہ جسے گمراہ کر دیتا (یعنی گمراہ چھوڑ دیتا) ہے تو اس کے لئے کوئی ہادی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ اپنی اس کتاب قرآن کریم کی تعریف میں فرماتا ہے کہ اس بہترین کتاب کو اس نے نازل فرمایا ہے جو سب کی سب متشابہ ہیں اور جس کی آیتیں مکرر ہیں تا کہ فہم سے قریب تر ہو جائے۔ ایک آیت دوسری کے مشابہ اور ایک حرف دوسرے سے ملتا جلتا اس سورت کی آیتیں اس سورت سے اور اس کی اس سے ملی جلی۔ ایک ایک ذکر کئی کئی جگہ اور پھر بے اختلاف بعض آیتیں ایک ہی بیان میں بعض میں جو مذکور ہے اس کی ضد کا ذکر بھی انہیں کے ساتھ ہے مثلاً مومنوں کے ذکر کے ساتھ ہی کافروں کا ذکر جنت کے ساتھ ہی دوزخ کا بیان وغیرہ۔ دیکھئے ابرار کے ذکر کے ساتھ ہی فجار کا بیان ہے۔ سجین کے ساتھ ہی علیین کا بیان ہے۔ متقین کے ساتھ ہی طاغین کا بیان ہے۔ ذکر جنت کے ساتھ ہی تذکرہ جہنم ہے۔

## قرآن مجید کے اثر سے خوف الٰہی کی کیفیت کا بیان

اللہ کی عظمت سے متاثر ہو کر ڈرنے والوں کا قرآن پڑھ کر خشیت و ہیبت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ان کے بدن پر بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یعنی تلاوت قرآن کا اثر کبھی عذاب کی وعید سن کر یہ ہوتا ہے کہ بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور کبھی رحمت و مغفرت کی آیات سن کر یہ حال ہوتا ہے کہ بدن اور قلب سب اللہ کی یاد میں نرم ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر فرماتی ہیں کہ صحابہ کرام کا عام حال یہی تھا کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زمر، بیروت)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک شخص سورت کہف پڑھ رہا تھا اس کے قریب ہی اس کا گھوڑا دو رسوں سے بندھا تھا کہ اسے ایک ابر کے ٹکڑے نے ڈھان لیا وہ قریب سے قریب ہونے لگا یہاں تک کہ گھوڑے نے اچھل کود شروع کی جب صبح ہوئی تو وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پورا ماجرا کہہ سنایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ سکینہ تھی جو قرآن پڑھے جانے کی وجہ سے اتری تھی۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 629)

سکینہ کہتے ہیں خاطر جمعی تسکین قلب اور رحمت کو جس کے سبب دل پاکیزہ اور نورانی ہوتا ہے، نفس کی ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور حضور ذوق پیدا ہوتا ہے سکینہ اگرچہ غیر مشاہد چیز ہے مگر کبھی کبھی ابر وغیرہ کی صورت میں بھی ظاہر ہوتی ہے۔

| |
|---|
| اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○ |
| تو کیا وہ شخص جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ساتھ بدترین عذاب سے بچے گا (وہ جنتی جیسا ہو سکتا ہے؟) |
| اور ظالموں سے کہا جائے گا چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔ |

## اہل جنت اور اہل دوزخ کے برابر نہ ہونے کا بیان

"اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ " يَلْقَى "بِوَجْهِهٖ سُوْءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" أَيْ أَشَدَّهٗ بِأَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ مَغْلُولَةً يَدَاهُ إِلَى عُنُقِهٖ كَمَنْ أَمِنَ مِنْهُ بِدُخُولِ الْجَنَّةِ "وَقِيْلَ لِلظَّالِمِيْنَ " أَيْ كُفَّارِ مَكَّةَ "ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ" أَيْ جَزَاءَهٗ،

تو کیا وہ شخص جو قیامت کے دن اپنے چہرے کے ساتھ بدترین عذاب سے بچے گا یعنی کہ اس کے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ باندھ جہنم میں ڈال دیا جائے۔ تو وہ اس جنتی جیسا ہو سکتا ہے؟ جو ایمان لے آیا ہے اور اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ اور ظالموں یعنی کفار مکہ سے کہا جائے گا چکھو جو تم کمایا کرتے تھے۔ یہ اسی کا بدلہ ہے۔

## قیامت کے دن عذاب وثواب والے کا بیان

ایک وہ جسے اس ہنگامہ خیز دن میں امن وامان حاصل ہو اور ایک وہ جسے اپنے منہ پر عذاب کے تھپڑ کھانے پڑتے ہوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جیسے فرمایا اوندھے منہ، منہ کے بل چلنے والا اور راست قامت اپنے پیروں سیدھی راہ چلنے والا برابر نہیں۔ ان کفار کو تو قیامت کے دن اوندھے منہ گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ آگ کا مزہ چکھو۔ ایک اور آیت میں ہے جہنم میں داخل کیا جانے والا بدنصیب اچھا یا امن وامان سے قیامت کا دن گذارنے والا اچھا؟ یہاں اس آیت کا مطلب یہی ہے لیکن ایک قسم کا ذکر کر کے دوسری قسم کے بیان کو چھوڑ دیا کیونکہ اسی سے وہ بھی سمجھ لیا جاتا ہے یہ بات شعراء کے کلام میں برابر پائی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے بھی اللہ کی باتوں کو نہ مانا تھا اور رسولوں کو جھوٹا کہا تھا پھر دیکھو کہ ان پر کس طرح ان کی بیخبری میں مار پڑی؟ عذاب اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل وخوار کیا اور آخرت کے سخت عذاب بھی ان کے لئے باقی ہیں۔ پس تمہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ اشرف رسل کے ستانے اور نہ ماننے کی وجہ سے تم پر کہیں ان سے بھی بدتر عذاب برس نہ پڑیں۔ تم اگر ذی علم ہو تو ان کے حالات اور تذکرے تمہاری نصیحت کے لئے کافی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ |
| الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ |

| |
|---|
| ایسے لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا تھا سو ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ پہنچا کہ انہیں کچھ شعور ہی نہ تھا۔ |
| پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جانتے ہوتے۔ |

## کفار کیلئے وہم و گمان میں بھی نہ آنے والی جگہ سے عذاب آنے کا بیان

"كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ" رُسُلَهُمْ فِي إِتْيَان الْعَذَاب "فَأَتَاهُمُ الْعَذَاب مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ" مِنْ جِهَة لَا تَخْطِر بِبَالِهِمْ،

"فَأَذَاقَهُمُ اللَّه الْخِزْي" الذُّلّ وَالْهَوَان مِنَ الْمَسْخ وَالْقَتْل وَغَيْره "فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا وَلَعَذَاب الْآخِرَة أَكْبَر لَوْ كَانُوا" أَيْ الْمُكَذِّبُونَ "يَعْلَمُونَ" عَذَابهَا مَا كَذَّبُوا،

ایسے لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے رسولوں کو جھٹلایا تھا جنہوں نے ان کو عذاب آنے سے ڈرایا تھا۔ پس ان پر ایسی جگہ سے عذاب آ پہنچا کہ انہیں کچھ شعور ہی نہ تھا۔ یعنی ایسی جگہ سے آیا جہاں کا خیال ان کے دل میں بھی نہ تھا۔ پس اللہ نے انھیں دنیا کی زندگی میں رسوائی چکھائی جو قتل و مسخ وغیرہ ہے۔ اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے۔ کاش! وہ جھوٹے اس کو جانتے ہوتے۔ تو کبھی اس کو نہ جھٹلاتے۔

وہ اللہ کی آیات یا اس کی وعید کا مذاق اڑانے میں لگے رہے اور پیغمبروں سے یہی کہتے رہے کہ وہ عذاب کب آئے گا جس کی دھمکی دے رہے ہو۔ اسے لے کیوں نہیں آتے۔ وہ اپنے اس شغل میں ہی مگن تھے کہ انہیں اللہ کے عذاب نے آلیا اور یہ عذاب کوئی ان کے جرائم کی سزا نہیں تھی بلکہ اس طرح انہیں مزید ظلم اور زیادتیوں سے روک دیا گیا اور اصل سزا تو انہیں اس وقت دی جائے گی جب وہ میدان محشر میں پیش کئے جائیں گے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ |
| قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ |
| قرآن عربی زبان میں ہے۔ جس میں ذرا بھی کجی نہیں ہے تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ |

## قرآن مجید میں ہر قسم کی مثال کو بیان کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ ضَرَبْنَا" جَعَلْنَا "لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآن مِنْ كُلّ مَثَل لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ "قُرْآنًا عَرَبِيًّا" حَال مُؤَكِّدَة "غَيْر ذِي عِوَج" أَيْ لَبْس وَاخْتِلَاف "لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ" الْكُفْر،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ یعنی وعظ حاصل کریں۔ قرآن عربی زبان میں ہے۔ یہ حال تاکیدی ہے۔ (جو سب زبانوں سے زیادہ صاف اور بلیغ ہے) جس میں ذرا بھی

کجی یعنی ملاوٹ واختلاف نہیں ہے تاکہ وہ کفر سے اپنے آپ کو بچائیں۔

## قرآن مجید کا زبان عربی میں ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تین اسباب کی بناء پر تمہیں عرب سے محبت رکھنی چاہئے ایک تو اس وجہ سے کہ میں عرب میں سے ہوں (اور ظاہر ہے کہ جو چیز حبیب کی طرف سے منسوب ہوتی ہے اس کو محبوب ہونا چاہئے) دوسرے اس وجہ سے کہ قرآن عربی زبان میں ہے (یعنی قرآن کریم اس زبان مین اترا ہے جو عرب کی زبان ہے اور ان کی زبان ولغت ہی کے ذریعہ اس کی فصاحت وبلاغت جانی جاتی ہے) اور تیسرے اس وجہ سے کہ جنتیوں کی زبان عربی ہے۔اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 605)

## اہل جنت کی زبان عربی ہونے کا بیان

جنتیوں کی زبان عربی ہے" سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ دوزخیوں کی زبان عربی نہیں ہوگی، بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عرب اور اہل عرب کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ فضیلت و برتری حاصل ہے نیز اس حدیث میں محبت کرنے کے صرف وہ تین اسباب بیان کئے گئے ہیں جو اس بارے میں نہایت اعلی ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بھی اسباب ووجوہ ہیں جن کے بناء پر عرب اور اہل عرب سے محبت کرنا یا محبت ہونا لازمی چیز ہے مثلاً یہ کہ اہل عرب ہی نے شارع علیہ السلام سے براہ راست دین وشریعت کا علم حاصل کیا اور پھر اس علم کو ہم تک پہنچایا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، عادات اور معجزات کو منضبط ومحفوظ کیا اور اس سرمایہ کو ہم تک منتقل کیا، عرب اور اہل عرب دراصل اسلام کے مددگار اور ہماری ملی زندگی کی جوہری توانائی ہیں انہوں نے اسلام کی خاطر دنیا بھر سے لوہا لیا بڑی بڑی طاقتوں سے جنگیں کیں، جان ومال کی قربانیاں دے کر بڑے بڑے علاقے فتح کئے شہر شہر، قریہ قریہ، اسلام پھیلایا، اطراف عالم میں دین کا جھنڈا بلند کیا اور مسلمانوں کو جو عزت، برتری اور شان وشوکت حاصل ہوئی وہ انہی کی جدو جہد اور کوششوں کا نتیجہ ہے ہماری ملی تاریخ کی تمام تر عظمت وسربلندی انہی کی مرہون منت ہے، اہل عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کی نسلی وانسانی خصوصیات اور خوبیوں کے امین ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کی زبان اہل جنت کی زبان ہوگی، بلکہ قبر میں منکر نکیر کا سوال بھی انہی کی زبان میں ہوگا اور انہی اسباب کی بناء پر کہا گیا ہے۔ من اسلم فھو عربی۔ "جو بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوا وہ عربی ہے۔

| |
|---|
| ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ |
| هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ایسے شخص کی جس کی ملکیت میں کئی ایسے لوگ شریک ہوں جو بد اخلاق بھی ہوں |
| اور باہم جھگڑالو بھی۔اور ایک ایسا شخص ہو جو صرف ایک ہی فرد کا غلام ہو، کیا یہ دونوں حالات کے لحاظ سے |

یکساں ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

## مشرک اور موحد کی مثال کا بیان

"ضَرَبَ اللّٰهُ" لِلْمُشْرِكِ وَالْمُوَحِّد "مَثَلًا رَجُلًا" بَدَل مِنْ مَثَلًا "فِيهِ شُرَكَاء مُتَشَاكِسُونَ" مُتَنَازِعُونَ سَيِّئَة أَخْلَاقهمْ "وَرَجُلًا سَلَمًا" خَالِصًا "لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا" تَمْيِيز : أَيْ لَا يَسْتَوِي الْعَبْد لِجَمَاعَةٍ وَالْعَبْد لِوَاحِدٍ فَإِنَّ الْأَوَّل إذَا طَلَبَ مِنْهُ كُلّ مِنْ مَالِكِيهِ خِدْمَته فِي وَقْت وَاحِد تَحَيَّرَ فِيمَنْ يَخْدُمهُ مِنْهُمْ وَهَذَا مَثَل لِلْمُشْرِكِ وَالثَّانِي مَثَل لِلْمُوَحِّدِ "الْحَمْد لِلّٰهِ" وَحْده "بَلْ أَكْثَرهمْ" أَيْ أَهْل مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" مَا يَصِيرُونَ إلَيْهِ مِنْ الْعَذَاب فَيُشْرِكُونَ،

اللہ نے مشرک اور موحد کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ یہاں پر رجلا یہ مثلا سے بدل ہے۔ ایسے غلام شخص کی جس کی ملکیت میں کئی ایسے لوگ شریک ہوں جو بداخلاق بھی ہوں اور باہم جھگڑالو بھی۔ اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہو جو صرف ایک ہی فرد کا غلام ہو، کیا یہ دونوں اپنے حالات کے لحاظ سے یکساں ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ یہاں مثلا تمیز ہے یعنی ایک شخص کا غلام اور ایک جماعت کا غلام یہ آپس میں برابر نہیں ہیں۔ پہلی مثال والا اس لئے کیونکہ جب سارے مالک ایک ہی وقت میں غلام سے خدمت طلب کریں گے تو وہ غلام حیران ہو جائے گا کہ کسی کی خدمت کرے۔ یہ مثال مشرک کی ہے۔ اور دوسری مثال موحد کی ہے۔ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، جو وحدہ ہے۔ بلکہ ان میں سے اکثر لوگ یعنی اہل مکہ میں نہیں جانتے۔ یعنی وہ اس عذاب کو جانتے ہی نہیں جس کی طرف وہ جا رہے ہیں۔

## ایک غلام کے کئی آقا ہونے سے مثال سمجھانے کا بیان

ایک جماعت کا غلام نہایت پریشان ہوتا ہے کہ ہر ایک آقا اسے اپنی طرف کھینچتا ہے اور اپنے اپنے کام بتاتا ہے وہ حیران ہے کہ کس کا حکم بجالائے اور کس طرح تمام آقاؤں کو راضی کرے اور خود اس غلام کو جب کوئی حاجت وضرورت پیش ہو تو کس آقا سے کہے بخلاف اس غلام کے جس کا ایک ہی آقا ہو وہ اس کی خدمت کر کے اسے راضی کرسکتا ہے اور جب کوئی حاجت پیش آئے تو اسی سے عرض کرسکتا ہے اس کو کوئی پریشانی پیش نہیں آتی یہ حال مومن کا ہے جو ایک مالک کا بندہ ہے اسی کی عبادت کرتا ہے اور مشرک جماعت کے غلام کی طرح ہے کہ اس نے بہت سے معبود قرار دے دیئے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ زمر، لاہور)

اس کے بعد جناب باری عز اسمہ موحد اور مشرک کی مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک تو وہ غلام جس کے مالک بہت سارے ہوں اور وہ بھی آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں اور دوسرا وہ غلام جو خالص صرف ایک ہی شخص کی ملکیت کا ہو اس کے سوا اس پر دوسرے کسی کا کوئی اختیار نہ ہو۔ کیا یہ دونوں تمہارے نزدیک یکساں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح موحد جو صرف ایک اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کرتا ہے۔ اور مشرک جس نے اپنے معبود بہت سے بنا رکھے ہیں۔ ان دونوں میں بھی کوئی نسبت نہیں۔ کہاں یہ مخلص موحد؟ کہاں یہ دربدر بھٹکنے والا مشرک؟

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ٥

(اے حبیب مکرّم ﷺ) بیشک آپ کو موت (صرف ذائقہ چکھنے کے لئے) آنی ہے اور وہ یقیناً (دائمی ہلاکت کے لئے)

مردہ ہو جائیں گے (پھر دونوں موتوں کا فرق دیکھنے والا ہوگا)۔

## انبیائے کرام کے وصال اور دوسروں کی موت میں فرق ہونے کا بیان

"اِنَّكَ" خِطَابٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" سَتَمُوْتُ وَيَمُوْتُوْنَ فَلَا شَمَاتَةَ بِالْمَوْتِ نَزَلَتْ لَمَّا اسْتَبْطَئُوا مَوْتَه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

یہاں پر نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے کہ اے حبیب مکرّم ﷺ، بیشک آپ کو تو موت صرف ذائقہ چکھنے کے لئے آنی ہے اور وہ یقیناً دائمی ہلاکت کے لئے مردہ ہو جائیں گے۔ (پھر دونوں موتوں کا فرق دیکھنے والا ہوگا)۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار آپ ﷺ کے وصال کا انتظار کرنے تو فرمایا کہ کسی کے وصال پر خوش ہونے والی کوئی بات نہیں ہے۔

## نبی کریم ﷺ کے وصال اور دوسروں کی موت میں کوئی مماثلت نہ ہونے کا بیان

جس طرح آیت: 29 میں دی گئی مثال کے مطابق دو افراد کے اَحوال قطعاً برابر نہیں ہوں گے اسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور دوسروں کی موت بھی ہرگز برابر یا مماثل نہیں ہوں گی۔ دونوں کی ماہیت اور حالت میں عظیم فرق ہوگا۔ یہ مثال اسی مقصد کے لئے بیان کی گئی تھی کہ شانِ نبوّت کے باب میں ہمسری اور برابری کا گمان کلیتہً رَدّ ہو جائے۔ جیسے ایک مالک کا غلام صحیح اور سالم رہا اور بہت سے بدخو مالکوں کا غلام تباہ حال ہوا اسی طرح اے حبیبِ مکرّم! آپ تو ایک ہی مالک کے برگزیدہ بندے اور محبوب و مقرب رسول ہیں سو وہ آپ کو ہر حال میں سلامت رکھے گا اور یہ کفار بہت سے بتوں اور شریکوں کی غلامی میں ہیں سو وہ انہیں بھی اپنی طرح دائمی ہلاکت کا شکار کر دیں گے۔

## انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام صحیح و سلامت رہتے ہیں

عن شداد بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان من افضل ايامكم يوم الجمعة،فيه خلق اٰدم و فيه النفخة وفيه الصعقة فاكثروا على من الصلوٰة فيه فان صلوٰتكم معروضة على فقال رجل يا رسول الله ﷺ كيف تعرض صلوٰتنا عليك وقد ارمت يعنى بليتفقال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء (سنن ابن ماجہ، ج ا ص ۷۶، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جمعہ ہے اسی دن آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا گیا اسی دن میں ان کی روح قبض کی گئی اس دن صور پھونکا جائے گا اسی دن لوگ بے ہوش ہوں گے، لہٰذا تم اس دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ

آپ کا جسم (اقدس تو قبر میں) بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔ پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا۔ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ جبکہ صاحب مشکوٰۃ کی روایت کے مطابق یہ ہے "فنبی اللہ حی یرزق" پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔

## انہیں مردہ نہ کہا جائے

قرآن کے فیصلے کے مطابق جب شہداء کو مردہ کہنے سے منع کیا گیا تو پھر انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ کہنا اس سے بھی زیادہ سخت منع ہے کیونکہ شہداء کو جن کے صدقے یہ مقام شہادت حاصل ہوا ہے۔ انہیں کیسے مردہ کہنا جائز ہو سکتا ہے۔

## بعد از وصال قبر انور سے اذان کی آواز آنے کا بیان

عن سعید بن عبدالعزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یوذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن مسیب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ (سنن دارمی ج ۱، ص ۴۴، نشر السنہ ملتان)

سعید بن عبدالعزیز یہ بیان کرتے ہیں کہ ایام حرہ میں تین دن مسجد نبوی ﷺ میں نہ اذان دی گئی اور نہ اقامت کہی گئی، حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ان دنوں مسجد سے نہیں نکلے انہیں نماز کے وقت کا علم اس پست آواز سے ہوتا تھا جس کو وہ نبی کریم ﷺ کی قبر انور سے سنتے تھے۔

## بارگاہ نبوت ﷺ میں اعمال کا پیش ہونے کا بیان

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ حیاتی خیر لکم منزل علی الوحی عن السماء فاخبر کم بما یحل لکم وما یحرم علیکم وموتی خیر لکم تعرض علی اعمالکم کل خمس فما کان من حسن حمدت الله علیه وما کان من ذنب استوھب الله ذنوبکم۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور میں تم کو حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔ اور میری وفات میں بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجاء کرتا ہوں۔

## نبی (علیہ السلام) کا قبر میں نماز پڑھنے کا بیان

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال مررت علی موسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر

و هو قائم يصلي في قبره . (صحیح مسلم، ج۲، ص۲۶۸، نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس رات مجھے معراج کرائی گئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، تو وہ کھڑے ہو کر اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔

## نبی کریم ﷺ کی قبر سے سلام کا جواب ملنے کا بیان

عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال مامن احد يسلم علي الا رد الله علي روحي حتى ارد عليه السلام . (سنن ابوداؤد، ج۱، ص۲۷۹، مجتبائی لاہور پاکستان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بھی مجھ سلام بھیجتا ہے تو وہ اس حال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹائی ہوئی ہوتی ہے حتیٰ کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

## دنیاوی کھانے، پینے سے بے نیاز، زندگی کا بیان

عن ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما ان النبي ﷺ نهى عن الوصال قالوا انك تواصل قال اني لست كهيئتكم اني اطعم واسقى . (صحیح مسلم، ج۱، ص۳۵۱، قدیمی کتب خانہ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وصال (بغیر افطار کے روزے پر روزہ رکھنا) سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری مثل نہیں ہوں، مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔

دنیا میں ہر انسان بلکہ ہر ذی روح کی زندگی کھانے پینے کی محتاج ہے لیکن حیات مصطفےٰ ﷺ کا کیا اونچا مقام ہے کہ دنیا کی تمام غذائیں آپ کی محتاج ہیں جبکہ آپ ان کے محتاج نہیں۔ دیکھیے ہماری زندگی اشیاء خورد و نوش کی محتاج اور ان کی زندگی کی محتاج خود اشیاء خورد و نوش ہیں۔

## ہوا سے بے نیاز، زندگی کا بیان

ہر انسان کی زندگی کے لوازمات میں سے اگر آپ دیکھیں تو آپ کہیں گے کہ دنیا کا کوئی انسان بلکہ کوئی ذی روح چیز ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی جبکہ نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی ہوا کی بھی محتاج نہیں ہے۔ جدید سائنسی تحقیق کے مطابق زمین سے آسمان کی طرف صرف دو سو میل کے فاصلے تک ہوا ہے اس کے بعد ہوا نہیں ہے۔ جب آپ ﷺ نے شب معراج کو سیر فرمائی تو آپ نے وہ تمام مقامات دیکھے جہاں کسی قسم کی آکسیجن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی مبارک زندگی ہوا سے بھی بے نیاز ہے۔

## دل سے بے پرواہ زندگی کا بیان

امام طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

فما قبل الی یمشیان حتی اخذ کل واحد منهما بعضدی لااجد لاخذهما مسا فقال احدهما لصاحبه اضجعه فاضجعانی بلا قصر ولاهصر ،فقال احدهما لصاحبه افلق صدره فهوی احدهما الی صدری ففلقها فیما اری بلادم ولا وجع ۔ (مجمع الزوائد، ج۸،ص۲۲۴،بیروت)

آپ ﷺ نے فرمایا: دو شخص میرے پاس آئے، ان میں سے ہر ایک نے مجھے بازو سے پکڑ لیا۔ مجھے ان کے پکڑنے سے کوئی درد نہیں ہوا۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کو لٹاؤ، انہوں نے مجھے جھکائے بغیر لٹا دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ چاک کرو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک کیا۔ میں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میرا خون نکلا اور نہ ہی مجھے کوئی درد ہوا

اس روایت اور اسی مضمون کی متعدد روایات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قلب مبارک سینہ چاک کر کے نکالا، اور اس کے باوجود آپ ﷺ کی حیات باقی رہی کیونکہ وہ ان تمام چیزوں کی محتاج نہیں۔

## زمان ومکاں سے بے پرواہ زندگی کا بیان

ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر ذی روح چیز اپنی حیات میں زمان ومکاں، ہوا، کھانے پینے کی محتاج ہوتی ہے لیکن رسول اللہ ﷺ شب معراج وہاں پر تشریف لے گئے جہاں نہ کوئی زماں تھا اور نہ ہی مکاں تھا یعنی آپ ﷺ جب لامکاں پر جلوہ فرما ہوئے تو تب بھی آپ ﷺ تو باحیات تھے حالانکہ وہاں بشری حیات کے بنیادی لوازمات بالکل ناپید تھے۔ ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ بشری زندگی جن تمام بنیادی لوازمات کی محتاج ہوتی ہے۔ آپ ﷺ ان کے محتاج نہیں ہیں۔

## آپ ﷺ کا کائنات کو ملاحظہ فرمانے کا بیان

عن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیمة کانما انظر الی کفی هذه جلیان جلاه اللہ لنبیه ﷺ کما جلاه لنبیین من قبله ۔رواه الطبرانی ۔ (مجمع الزوائد، ج۸،ص۲۸۷،بیروت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو میرے لئے مرتفع کر دیا ہے میں دنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کیلئے اس کو اس طرح منکشف کر دیا ہے جس طرح آپ سے پہلے نبیوں کیلئے منکشف کر دیا تھا۔

## بعد از وصال زیارت کی حالت کا بیان

عن ابی هریرة قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ولا یمثل الشیطان بی ۔ (صحیح بخاری، ج۲،ص۱۰۳۵، نور محمد اصح المطابع کراچی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اسی طرح قرآن وسنت کے کثیر دلائل کے بعد یہ عقیدہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی امت کیلئے جس طرح قبل از ظاہری وصال موجب خیر و برکت تھے۔اب بھی اپنے حال و شان کے مطابق اپنی امت کیلئے خیر و برکت کے موجب ہیں۔اور جہاں تک آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا موضوع ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اصل الموجودات ہیں اور کائنات کی ہر مخلوق کا وجود اور زندگی فیض محمدی ﷺ کی وجہ سے قائم ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ٥ |
| پھر بلاشبہ تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور باہم جھگڑا کرو گے۔ |

## قیامت کے دن باہمی حقوق سے متعلق جھگڑا کرتے ہوئے آنے کا بیان

"ثُمَّ اِنَّكُمْ" اَيُّهَا النَّاس فِيمَا بَيْنَكُمْ مِنَ الْمَظَالِم

پھر بلاشبہ تم لوگ قیامت کے دن اپنے رب کے حضور باہم حقوق کے بارے میں جھگڑا کرو گے۔

(ایک گروہ دوسرے کو کہے گا کہ ہمیں مقامِ نبوت اور شانِ رسالت کو سمجھنے سے تم نے روکا تھا، وہ کہیں گے: نہیں تم خود ہی بدبخت اور گمراہ تھے)

وہاں اللہ تعالیٰ مشرکوں اور موحدوں میں صاف فیصلہ کردے گا اور حق ظاہر ہو جائے گا۔اس سے اچھے فیصلے والا اور اس سے زیادہ علم والا کون ہے؟ ایمان اخلاص اور توحید وسنت والے نجات پائیں گے۔شرک وکفر انکار وتکذیب والے سخت سزائیں اٹھائیں گے۔اسی طرح جن دو شخصوں میں جو جھگڑا اور اختلاف دنیا میں تھا روز قیامت وہ اللہ عادل کے سامنے پیش ہو کر فیصل ہوگا اس آیت کے نازل ہونے پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کے دن پھر سے جھگڑے ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں یقیناً تو حضرت عبداللہ نے کہا پھر تو سخت مشکل ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زمر، بیروت)

## قیامت کے دن کے جھگڑوں سے متعلق احادیث وآثار کا بیان

مسند احمد کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ آیت (ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ، التکاثر:8)۔یعنی پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کا سوال کیا جائے گا، کے نازل ہونے پر آپ ہی نے سوال کیا کہ وہ کون سی نعمتیں ہیں جن کی بابت ہم سے حساب لیا جائے گا؟ ہم تو کھجوریں کھا کر اور پانی پی کر گذارہ کر رہے ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب نہیں ہیں تو عنقریب بہت سی نعمتیں ہو جائیں گی۔یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن بتاتے ہیں۔

مسند کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ،

الزمر:30) کے نازل ہونے پر پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جو جھگڑے ہمارے دنیا میں تھے وہ دوبارہ وہاں قیامت میں دوہرائے جائیں گے؟ ساتھ ہی گناہوں کی بھی پرستش ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ ضرور دوہرائے جائیں گے۔ اور ہر شخص کو اس کا حق پورا پورا دلوایا جائے گا تو آپ نے کہا پھر تو سخت مشکل کام ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے پڑوسیوں کے آپس میں جھگڑے پیش ہوں گے اور حدیث میں ہے اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سب جھگڑوں کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ دو بکریاں جو لڑی ہوں گی اور ایک نے دوسری کو سینگ مارے ہوں گے ان کا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ (مسند احمد)

مسند ہی کی ایک اور حدیث میں ہے کہ دو بکریوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ کیوں لڑ رہی ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیا خبر؟ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور وہ قیامت کے دن ان میں بھی انصاف کرے گا۔

بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ظالم اور خائن بادشاہ سے اس کی رعیت قیامت کے دن جھگڑا کرے گا۔

بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ظالم اور خائن بادشاہ سے اس کی رعایت قیامت کے دن جھگڑا کرے گی اور اس پر وہ غالب آ جائے گی اور اللہ کا فرمان ضرور ہوگا کہ جاؤ اسے جہنم کا ایک رکن بنا دو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہر سچا جھوٹے سے، ہر مظلوم ظالم سے، ہر ہدایت والا گمراہی والے سے، ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔

ابن منذر اپنی کتاب مظلوم ظالم سے، ہر ہدایت والا گمراہی والے سے، ہر کمزور زور آور سے اس روز جھگڑے گا۔ ابن مندہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب الروح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت لاتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن جھگڑیں گے یہاں تک کہ روح اور جسم کے درمیان بھی جھگڑا ہوگا۔ روح تو جسم کو الزام دے گی کہ تو نے یہ سب برائیاں کیں اور جسم روح سے کہے گا ساری چاہت اور شرارت تیری ہی تھی۔ ایک فرشتہ ان میں فیصلہ کرے گا کہے گا سنو ایک آنکھوں والا انسان ہے لیکن اپاہج بالکل لولا لنگڑا چلنے پھرنے سے معذور ہے۔ دوسرا آدمی اندھا ہے لیکن اس کے پیر سلامت ہیں چلتا پھرتا ہے دونوں ایک باغ میں ہیں۔ لنگڑا اندھے سے کہتا ہے بھائی یہ باغ تو میوؤں اور پھلوں سے لدا ہوا ہے لیکن میرے تو پاؤں نہیں جو میں جا کر یہ پھل توڑلوں۔ اندھا کہتا ہے آ میرے پاؤں ہیں تجھے اپنی پیٹھ پر چڑھا لیتا ہوں اور لے چلتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں اس طرح پہنچے اور جی کھول کر پھل توڑے بتاؤ ان دونوں میں مجرم کون ہے؟ جسم و روح دونوں جواب دیتے ہیں کہ جرم دونوں کا ہے۔ فرشتہ کہتا ہے بس اب تو تم نے اپنا فیصلہ آپ کر دیا۔ یعنی جسم گویا سواری ہے اور روح اس پر سوار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ زمر، بیروت)

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نازل ہونے پر ہم تعجب میں تھے کہ ہم میں اور اہل کتاب میں تو جھگڑا ہے ہی نہیں پھر آخر روز قیامت میں کس سے جھگڑے ہوں گے؟ اس کے بعد جب آپس کے فتنے

شروع ہو گئے تو ہم نے سمجھ لیا کہ یہی آپس کے جھگڑے ہیں جو اللہ کے ہاں پیش ہوں گے۔

ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں اہل قبلہ غیر اہل قبلہ سے جھگڑیں گے اور ابن زید رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد اہل اسلام اور اہل کفر کا جھگڑا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ |
| اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ○ |
| پس اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچ کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے پاس آ چکا ہو، |
| کیا کافروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے ظالم کا بیان

"فَمَنْ" أَیْ لَا أَحَد "أَظْلَم مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰه" بِنِسْبَةِ الشَّرِيك وَالْوَلَد إِلَيْهِ "وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ" بِالْقُرْآن "إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّم مَثْوًى" مَأْوًى "لِلْكَافِرِينَ" بَلَى

پس اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یعنی اس کی جانب شریک اور اولاد کی نسبت کرے۔ اور سچ یعنی قرآن کو جھٹلائے جبکہ وہ اس کے پاس آ چکا ہو، کیا کافروں کا ٹھکانا دوزخ میں نہیں ہے۔ کیوں نہیں، ہاں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابن آدم (انسان مجھ کو جھٹلاتا ہے اور یہ بات اس کے شایان نہیں اور میرے بارے میں بدگوئی کرتا ہے حالانکہ یہ اس کے مناسب نہیں ہے، اس کا مجھ کو جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے جس طرح اللہ نے مجھ کو (اس دنیا میں) پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اسی طرح وہ (آخرت میں) مجھ کو دوبارہ ہرگز پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کے مقابلہ میں مشکل نہیں ہے۔ اور اس کا میرے بارے میں بدگوئی کرنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے، اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے حالانکہ میں تنہا اور بے نیاز ہوں، نہ میں نے کسی کو جنا ہے اور نہ مجھ کو کسی نے جنا اور نہ کوئی میرا برابری کرنے والا ہے اور عبد اللہ ابن عباس کی روایت میں اس طرح ہے۔ اور اس (انسان) کا مجھے برا بھلا کہنا یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ کا بیٹا ہے حالانکہ میں اس سے پاک ہوں کہ کسی کو بیوی یا بیٹا بناؤں۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 19)

| |
|---|
| وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ |
| لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ○ |
| اور جو شخص سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی لوگ ہی تو متقی ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس |
| وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ |

## حق کو لانے والے اور تصدیق کرنے والوں کی شان کا بیان

"وَالَّذِی جَاءَ بِالصِّدْقِ" هُوَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَصَدَّقَ بِهِ" هُمُ الْمُؤْمِنُونَ فَالَّذِی بِمَعْنَى الَّذِينَ "أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ" الشِّرْكَ "لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ" لِأَنْفُسِهِمْ بِإِيمَانِهِمْ،

اور جو شخص سچ لے کر آیا جو نبی کریم ﷺ ہیں۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ وہ اہل ایمان ہیں اور یہاں پر الذی بہ معنی الذین ہے۔ وہی لوگ ہی تو متقی ہیں۔ یعنی شرک سے بچنے والے ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس وہ کچھ ہے جو وہ چاہیں گے، یہی نیکی کرنے والوں کی جزا ہے۔ یہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہوگا۔

بعض اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد لیتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔ بعض نے اسے بھی عام رکھا ہے، جس میں سب مومن شامل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں اور آپ کو سچا مانتے ہیں۔

مومنوں کی نیک خو اور ان کی جزا کا ذکر فرماتا ہے کہ جو سچائی کو لایا اور اسے سچا مانا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ہر وہ شخص جو کلمہ توحید کا اقراری ہو۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی ماننے والی ان کی مسلمان امت۔ یہ قیامت کے دن یہی کہیں گے کہ جو تم نے ہمیں دیا اور جو فرمایا ہم اسی پر عمل کرتے رہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آیت میں داخل ہیں۔ آپ بھی سچائی کے لانے والے، اگلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے اور آپ پر جو کچھ نازل ہوا تھا اسے ماننے والے تھے اور ساتھ ہی یہی وصف تمام ایمان داروں کا تھا کہ وہ اللہ پر فرشتوں پر کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان رکھنے والے تھے۔

ربیع بن انس کی قرأت میں (وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ، الزمر:33) ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم فرماتے ہیں سچائی کو لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اسے سچ ماننے والے مسلمان ہیں یہی متقی پرہیزگار اور پارسا ہیں۔ جو اللہ سے ڈرتے رہے اور شرک کفر سے بچتے رہے۔ ان کے لئے جنت میں جو وہ چاہیں سب کچھ ہے۔ جب طلب کریں گے پائیں گے۔

## اعلان نبوت سے پہلے نبوت کی تصدیق والوں کے ایمان کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ ابن نوفل کے بارے میں پوچھا گیا (کہ وہ مؤمن تھے یا نہیں؟) اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا کہ وہ ورقہ بن نوفل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے مر گئے تھے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو خواب میں ورقہ بن نوفل کو اس حالت میں دکھلایا گیا ہے کہ اس پر سفید کپڑے تھے اور وہ دوزخی ہوتے تو ان کے جسم پر اور طرح کے کپڑے ہوتے۔ (الترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 555)

ورقہ ابن نوفل ابن اسد ابن عبدالعزی۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کر کے اس میں کافی ورک پیدا کیا تھا اور انجیل کو عربی زبان میں منتقل کیا تھا ان کے بارے میں ثابت ہے کہ بت پرستی سے سخت بیزار تھے اور اپنے طریقے پر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے، کافی معمر تھے اور عمر کے آخری حصے میں بینائی سے بالکل محروم ہو گئے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور پہلے پہل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ان کے پاس گئیں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا تذکرہ آسمانی کتب میں کیا گیا ہے یہ واقعہ بہت مشہور ہے اور سیرت و تاریخ کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

مشہور کتاب اسد الغابہ کے مصنف نے ورقہ ابن نوفل کا تذکرہ صحابہ کے زمرے میں کیا ہے اور ان کے اسلام کے بارے میں علماء کے جو اختلافی اقوال ہیں ان کو ذکر کرتے ہوئے مذکورہ بالا حدیث کو بعینہ نقل کیا ہے! حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہیں تھیں اس لئے انہوں نے اس روایت کو صحابہ سے بطریق سماع نقل کیا ہوگا۔ "اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا الخ" یعنی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ ابن نوفل کے بارے میں سوال کیا گیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب دینے سے پہلے اپنے چچازاد بھائی کی حالت کو بیان کیا لیکن اسلوب کلام ایسا اختیار کیا کہ ورقہ ابن نوفل کی حقیقت بھی واضح ہو جائے اور مرتبہ نبوت کا ادب بھی ملحوظ رہے۔

چنانچہ انہوں نے کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے تھے یعنی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے کہا تھا کہ جس فرشتہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے وہ اللہ کی طرف سے انبیاء کے پاس وحی لانے والا ہی فرشتہ ہے جو آپ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں اور اگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور و غلبہ کے وقت زندہ رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت پہنچاؤں گا۔ گویا ایک طرف تو اس بات سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے ایمان کو ثابت کرنا چاہا اور دوسری طرف انہوں نے یہ بھی کہا کہ لیکن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے مر گئے تھے اس سے انہوں نے ان کے ایمان کے بارے میں شک کو بھی ظاہر کر دیا۔

اور پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشاد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ ثابت کر دیا کہ وہ مؤمن تھے لہٰذا یہ حدیث ورقہ ابن نوفل کے ایمان پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر بھی ہے کہ جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو پھر ان کے ایمان کے سلسلہ میں اختلاف کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر ان کا

تصدیق کرنا نبوت سے پہلے ہوتا تو بے شک اختلاف کی گنجائش تھی۔

| |
|---|
| لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِىْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| تا کہ اللہ ان کی خطاؤں کو جو انہوں نے کیں ان سے دور کر دے اور انہیں ان کا ثواب ان نیکیوں کے بدلہ میں |
| عطا فرمائے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## نیک لوگوں کی خطاؤں کے معاف ہو جانے کا بیان

"لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ" أَسْوَأ وَأَحْسَن بِمَعْنَى السَّيِّء وَالْحَسَن

تا کہ اللہ ان کی خطاؤں کو جو انہوں نے کیں ان سے دور کر دے اور انہیں ان کا ثواب ان نیکیوں کے بدلہ میں عطا فرمائے جو وہ کیا کرتے تھے۔ یہاں پر لفظ اسواء اور احسن یہ بہ معنی السئ اور الحسن ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لیکفر اللہ ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یکفر مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل) واحد مذکر غائب۔ کفر یکفر تکفیر (تفعیل) مصدر سے۔ تا کہ وہ دور کر دے۔ الکفر کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اور رات کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کا چھپا لیتی ہے۔ لسان العرب میں ہے اصل الکفر تغطیة الشي تغطية تستهلكه یعنی کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا کہ اس چیز کا نام ونشان بھی دکھائی نہ دے۔ اسے سے کفر بمعنی انکار وحدانیت یا شریعت حقہ یا نبوت یا انکار نعمت ہے۔

اسوا۔ سب سے بڑا۔ سوء سے جس کے معنی برا ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یہاں کسی دوسرے گناہ کے مقابلہ میں زیادہ برا ظاہر کرنا مراد نہیں ہے بلکہ فی نفسہ عمل کا برا ہونا مراد ہے تفضیل اضافی مراد نہیں بلکہ تفضیل ذاتی مراد ہے۔

احسن ۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ یہاں بھی اسوا کی طرف اضافی فضیلت مراد نہیں۔ بلکہ فضیلت ذاتی مراد ہے۔ یعنی اللہ ان کے اچھے اعمال کا (خواہ وہ سب سے اچھے نہ ہوں) بدلہ اتنا عطا فرمائے گا جو سب سے بہتر عمل کا مقرر ہے۔

## گناہوں کا کفارہ کے سبب مٹ جانے کا بیان

حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ میں (جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی روشنی سے میرے قلب ودماغ کو منور کیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! لائیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں، آپ نے (یہ سن کر) اپنا ہاتھ (جب) بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حیرت سے) فرمایا عمرو یہ کیا؟ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں کچھ شرط لگانی چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا (میں چاہتا ہوں) کہ میرے (ان) تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے (جو میں نے اسلام سے پہلے کئے تھے) آپ نے فرمایا: اے عمرو! کیا تم نہیں جانتے کہ اسلام ان تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو قبول اسلام سے پہلے کئے گئے ہوں، ہجرت ان تمام گناہوں کو دور کر دیتی ہے جو اس (ہجرت) سے پہلے کئے گئے ہوں اور حج ان تمام گناہوں کو مٹا دیا جائے جو اس حج سے پہلے کئے گئے ہوں۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 26)

ایک شخص اگر اپنی زندگی کا ایک اچھا خاصہ کفر و شرک میں گزار کر بعد میں اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہوتا ہے، تو کیا اس کے زمانہ اسلام سے پہل کے اعمال پر مواخذہ ہوگا؟ یعنی کفر و شرک اور گناہ و معصیت جو اس سے پہلے صادر ہوتے رہے ہیں ان پر عذاب ہوگا یا نہیں؟ اس حدیث نے اس مسئلہ کو صاف کر دیا کہ اسلام کی روشنی پہلی تمام تاریکی کو خواہ وہ کفر و شرک کا اندھیرا ہو یا گناہ و معصیت کی ظلمت، آن واحد میں ختم کر ڈالتی ہے اور صرف ایک کلمہ کی بدولت جو خلوص دل سے نکلا ہو، انسان کا قلب و دماغ بالکل مجلی ہو جاتا ہے، نہ وہاں شرک کی ظلمتوں کا کوئی نشان رہ جاتا ہے اور نہ گناہ معصیت پر عذاب کا کوئی خدشہ، لیکن اتنی بات جان لینی چاہیے کہ بخشش اور مغفرت کا تعلق ذنوب اور گناہوں سے ہے، ان حقوق کے ساتھ نہیں ہے جو قرض، امانت، عاریت اور خرید و فروخت کے سلسلے میں اس کے ذمہ ابھی باقی ہیں کیونکہ اسلام ان مطالبات کی ادائیگی کو معطل نہیں کرتا جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے بلکہ اسلام لانے کے بعد بھی اس پر لازم رہے گا کہ وہ ان مطالبات کی ادائیگی کرے جو اس پر اسلام لانے سے پہلے واجب تھے، البتہ اس حدیث تحت ایسے حقوق العباد آ سکتے ہیں جو زنا، چوری اور قتل و غارت گری کی صورت میں زمانہ اسلام سے قبل ناحق ضائع کر دیئے گئے تھے، اسلام کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

اسلام کی دولت سے مستفیض ہونے کے بعد بھی چونکہ ایک مسلمان سے بتقاضائے بشریت گناہ سرزد ہو سکتے ہیں اس لئے ان کے کفارہ کے لئے اس حدیث نے حج اور ہجرت دو ایسے عمل بتا دیئے کہ اگر یہ دونوں کام اپنی تمام شرائط کے ساتھ پورے کئے جائیں تو یہ حقوق اللہ کے لئے کفارہ بن جائیں گے بلکہ حج کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ حقوق العباد کے لئے بھی کفارہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اپنے خزانہ قدرت سے صاحب حقوق کو اس کے حقوق دے کر اس بندہ کو ان حقوق سے دستبرداری دلا دے اور اسے معاف کر دے۔ (ترجمان السنۃ)

## نماز کا گناہوں کا کفارہ بن جانے کا بیان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو مسلمان فرض نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں خشوع و خضوع کرے تو (اس کی یہ نماز) ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جو اس نے نماز سے پہلے کئے تھے، بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ نہ ہوں اور ایسا ہمیشہ ہوتا رہتا ہے (یعنی وہ نماز جو گناہوں کا کفارہ ہے کسی زمانہ میں مخصوص نہیں ہے یہ فضیلت ہر زمانہ میں قائم رہتی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 272)

یہی بدلہ ہے ان پاک باز لوگوں کا، رب ان کی برائیاں تو معاف فرما دیتا ہے۔ اور نیکیاں قبول کر لیتا ہے۔ جیسے دوسری آیت

ہیں (اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ، الاحقاف:16) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نیکیاں ہم قبول کر لیتے ہیں اور برائیوں سے درگزر فرما لیتے ہیں یہ جنتوں میں رہیں گے۔ انہیں بالکل سچا اور صحیح صحیح وعدہ دیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ۭ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ |
| مِنْ هَادٍ ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝ |
| کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں ہے؟ اور یہ آپ کو اللہ کے سوا ان بتوں سے ڈراتے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اسے کوئی ہدایت |
| دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت سے نواز دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ بڑا غالب، انتقام لینے والا نہیں ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ کی مدد کے کافی ہونے کا بیان

"أَلَيْسَ اللَّه بِكَافٍ عَبْده" أَيْ النَّبِيّ, بَلَى "وَيُخَوِّفُونَك" الْخِطَاب لَهُ "بِالَّذِينَ مِنْ دُونه" أَيْ الْأَصْنَام أَنْ تَقْتُلهُ أَوْ تَخْبِلهُ

"وَمَنْ يَهْدِ اللَّه فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلّ أَلَيْسَ اللَّه بِعَزِيزٍ" غَالِب عَلَى أَمْره "ذِي انْتِقَام" مِنْ أَعْدَائِهِ ؟ بَلَى

کیا اللہ اپنے بندہ مقرّب نبیِ مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کافی نہیں ہے؟ اور یہ کفار آپ کو اللہ کے سوا ان بتوں سے جن کی یہ پوجا کرتے ہیں ڈراتے ہیں، کہ وہ آپ کو قتل کر دیں گے یا پاگل کر دیں گے۔ اور جسے اللہ (اس کے قبولِ حق سے انکار کے باعث) گمراہ ٹھہرا دے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور جسے اللہ ہدایت سے نواز دے تو اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ کیا اللہ بڑا غالب، یعنی اپنے حکم پر غالب، اپنے دشمنوں سے انتقام لینے والا نہیں ہے کیوں نہیں وہ ضرور انتقام لینے والا ہے۔

## سورہ زمر آیت ۳۶ کے سببِ نزول کا بیان

سیدِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور ایک قرأت میں عِبَادَہٗ بھی آیا ہے اس صورت میں انبیاء علیہم السلام مراد ہیں جن کے ساتھ ان کی قوموں نے ایذا رسانی کے ارادے کئے اللہ تعالیٰ نے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا اور ان کی کفایت فرمائی۔ یعنی بتوں سے۔ واقعہ یہ تھا کہ کفارِ عرب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈرانا چاہا اور آپ سے کہا کہ آپ ہمارے معبودوں یعنی بتوں کی برائی بیان کرنے سے باز آئیے ورنہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے ہلاک کر دیں گے یا عقل کو فاسد کر دیں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ زمر، لاہور)

اس آیت کا شانِ نزول ایک واقعہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کو اس سے ڈرایا تھا کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کی بے ادبی کی تو ان بتوں کا اثر بہت سخت ہے اس سے آپ بچ نہ سکیں گے۔ ان کے جواب میں کہا گیا کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں؟ اس لئے بعض مفسرین نے یہاں بندے سے مخصوص بندہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مراد لیا ہے۔

خلاصہ تفسیر میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے۔اور دوسرے مفسرین نے بندہ سے مراد عام لی ہے اور آیت کی دوسری قرات جو عبادہ آئی ہے وہ اس کی موید ہے۔اور مضمون بہر حال عام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کے لئے کافی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے۔اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے، تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔تو ہی آسمانوں اور زمین کا قائم کرنے والا ہے، تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، تو ہی آسمان زمین اور ان میں موجود چیزیں کا رب ہے۔تو سچا ہے تیرا وعدہ سچا ہے، تیرے ملاقات حق ہے،اے اللہ میں تیرے ہی لئے اسلام لایا، تجھ ہی پر ایمان لایا، تجھ ہی پر بھروسہ کیا، تیری ہی طرف رجوع کیا، تیرے ہی لئے لڑا اور تجھ ہی حاکم تسلیم کیا تو میری بخشش فرمادے، میرے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے، میرے ظاہری اور پوشیدہ تمام گناہ معاف فردے، تو ہی میرا معبود ہے تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1371)

## ہدایت کی توفیق کا اللہ کی جانب سے ہونے کا بیان

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنگ احزاب کے دن مٹی اٹھاتے دیکھا اور مٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کا رنگ چھپ گیا،تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے جاتے تھے،اے اللہ اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے اور ہم نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے، پس تو ہم پر اطمینان نازل فرما اور جب ہم دشمن سے مقابلہ کریں، تو ہمیں ثابت قدم رکھ، بے شک ان لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے، جب یہ کوئی فساد کرنا چاہتے ہیں تو ہم ان کی بات میں نہیں آتے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 110)

| |
|---|
| وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا |
| تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ |
| بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ |
| اور اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، آپ فرمادیجئے: بھلا یہ |
| بتاؤ کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا وہ مجھے رحمت |
| سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں، فرمادیجئے: مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طاقت کے سامنے بتوں کے عجز کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "سَأَلْتهمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض لَيَقُولُنَّ اللَّه قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُون اللَّه" أَيْ الْأَصْنَام "إِنْ أَرَادَنِي اللَّه بِضُرّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَات ضُرّه" لَا "أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ

هَلْ هُنَّ مُمْسِكَات رَحْمَته " لَا وَفِي قِرَاءَة بِالْإِضَافَةِ فِيهِمَا "قُلْ حَسْبِيَ اللّٰه عَلَيْهِ يَتَوَكَّل الْمُتَوَكِّلُونَ" يَثِق الْوَاثِقُونَ،

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے، آپ فرما دیجئے: بھلا یہ بتاؤ کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے یعنی تکلیف دینے کا ارادہ کرے تو کیا وہ بُت اس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ یا وہ مجھے رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ بُت اس کی بھیجی ہوئی رحمت کو روک سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ اور ایک قرأت میں یہاں دونوں یعنی کاشفات اور ممسکات میں اضافت ہے۔ فرما دیجئے: مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ یعنی وہ بھروسہ کرنے والوں کیلئے کافی ہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکین سے یہ سوال فرمایا تو وہ لاجواب ہوئے اور ساکت رہ گئے اب حجت تمام ہوگئی اور ان کے سکوتی اقرار سے ثابت ہوگیا کہ بت محض بے قدرت ہیں نہ کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کچھ ضرر ان کی عبادت کرنا نہایت ہی جہالت ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا۔

بھلا یہ بتاؤ کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ اس کی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا وہ مجھے رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ اس کی رحمت کو روک سکتے ہیں، فرما دیجئے: مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی ذات بھروسہ رکھنے کا بیان

ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص چاہتا ہو کہ سب انسانوں سے زیادہ طاقتور ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ پر توکل کرے۔ اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے بڑھ کر غنی ہو جائے اسے چاہیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس پر زیادہ بھروسہ رکھے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے اپنے ہاتھ میں ہے، اور جو شخص چاہتا ہو کہ سب سے زیادہ عزت والا ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ عزوجل سے ڈرے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ٥ |
| مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ٥ |
| فرما دیجئے: اے قوم! تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں عمل کر رہا ہوں، پھر عنقریب تم جان لو گے۔ کہ کون ہے |
| جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔ |

## کفار کے انجام میں عذاب ورسوائی ہونے کا بیان

"قُلْ يَا قَوْم اعْمَلُوا عَلَى مَكَانَتكُمْ" حَالَتكُمْ "إِنِّي عَامِل" عَلَى حَالَتِي "مَنْ" مَوْصُولَة مَفْعُول الْعِلْم

"يَأْتِيهِ عَذَاب يُخْزِيه وَيَحِلّ" يَنْزِل "عَلَيْهِ عَذَاب مُقِيم" دَائِم هُوَ عَذَاب النَّار وَقَدْ أَخْزَاهُمُ اللّٰه بِبَدْرٍ

فرمادیجئے: اے میری قوم! تم اپنی جگہ عمل کئے جاؤ میں اپنی حالت پر عمل کررہا ہوں، یہاں پر لفظ من موصولہ ہے۔ جو تعلمون کا مفعول ہے۔ پھر عنقریب تم انجام کو جان لوگے۔ کہ کون ہے۔ جس پر وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کردے گا اور کس پر ہمیشہ رہنے والا عذاب اترتا ہے۔ پس اللہ نے انہیں غزوہ بدر میں رسوا کردیا۔

جس سے واضح ہو جائے گا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ اس سے مراد دنیا کا عذاب ہے جیسا کہ جنگ بدر میں ہوا کافروں کے ستر آدمی قتل اور ستر ہی آدمی قید ہوئے حتی کہ فتح مکہ کے بعد غلبہ و تمکن بھی مسلمانوں کو حاصل ہوگیا جس کے بعد کافروں کے لئے سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ باقی نہ رہا۔ جبکہ مراد عذاب جہنم ہے۔ جس میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔

| |
|---|
| اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَـقِّ‌ ۚ فَمَنِ اهۡتَدٰى فَلِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ |
| فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ۝ |
| بیشک ہم نے آپ پر لوگوں کے لئے حق کے ساتھ کتاب اتاری، سو جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی فائدے کے لئے |
| اور جو گمراہ ہوا تو اپنے ہی نقصان کے لئے گمراہ ہوا اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ |

## ہدایت یافتہ لوگوں کیلئے ثواب ہدایت کا بیان

"إِنَّـا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَاب لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِأَنْزَلَ "فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ" اهْتِدَاؤُهُ "وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" فَتُجْبِرهُمْ عَلَى الْهُدَى،

بیشک ہم نے آپ پر لوگوں کے لئے حق کے ساتھ کتاب اتاری، یہاں پر بالحق یہ انزلنا کے متعلق ہے۔ پس جس نے ہدایت پائی تو اپنے ہی فائدے کے لئے یعنی اس کی ہدایت کا فائدہ بھی اسی کو ہے۔ اور جو گمراہ ہوا تو اپنے ہی نقصان کے لئے گمراہ ہوا اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ یعنی آپ ان کو ہدایت پر مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔

نبی کریم ﷺ کو اہل مکہ کا کفر پر اصرار بڑا گراں گزرتا تھا، اس میں آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کا کام صرف اس کتاب کو بیان کردینا ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے، ان کی ہدایت کے آپ مکلّف نہیں ہیں۔ اگر وہ ہدایت کا راستہ اپنالیں گے تو اس میں انہیں کا فائدہ ہے اور اگر ایسا نہیں کریں گے تو خود ہی نقصان اٹھائیں گے۔ وکیل کے معنی مکلّف اور ذمے دار کے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہدایت کے ذمے دار نہیں ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کی ہدایت کی مثال کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری مثال اس آدمی کی مانند ہے جس نے آگ روشن کی چنانچہ جب آگ نے چاروں طرف روشنی پھیلادی تو پروانے اور دوسرے وہ جانور جو آگ میں گرتے

ہیں آ کر آگ میں گرنے لگے آگ روشن کرنے والے آدمی نے ان کو روکنا شروع کیا لیکن وہ (نہیں رکتے بلکہ اس کی کوششوں پر) غالب رہتے ہیں اور آگ میں گر پڑتے ہیں اسی طرح میں تمہاری کمریں پکڑ کر تمہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہوں اور تم آگ میں گرتے ہو۔ یہ روایت صحیح البخاری کی ہے اور مسلم میں بھی ایسی ہی روایت ہے البتہ مسلم کی روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالکل ایسی ہی مثال میری اور تمہاری ہے میں تمہاری کمریں پکڑے ہوں کہ تمہیں آگ سے بچاؤں اور یہ کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچو میری طرف آؤ، دوزخ سے بچو میری طرف آؤ لیکن مجھ پر تم غالب آتے ہو اور آگ میں گر پڑتے ہو۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 146)

رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ میں نے حرام اور ممنوع چیزوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کر دیا ہے لیکن جس طرح کوئی آدمی آگ جلائے اور اس آدمی کے روکنے کے باوجود پروانے آگ میں گرتے ہیں وغیرہ۔ اسی طرح باوجودیکہ میں تمہیں برے راستہ سے ہٹاتا ہوں اور برے کام سے روکتا ہوں لیکن تم اس ممنوع اور غیر پسندیدہ چیزوں کو کرتے ہو! اسی طرح دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہو۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ یَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ۚ فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰى عَلَیْهَا |
| الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ |
| اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، پھر اسے روک لیتا ہے |
| جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت تک بھیج دیتا ہے۔ بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے |
| یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔ |

## اللہ کے حکم سے ارواح کے قبض ہونے کا بیان

یَتَوَفَّى "الَّتِی لَمْ تَمُتْ فِی مَنَامِهَا" أَیْ یَتَوَفَّاهَا وَقْت النَّوْم "فَیُمْسِك الَّتِی قَضَى عَلَیْهَا الْمَوْت وَیُرْسِل الْأُخْرَى إلَى أَجَل مُسَمًّى" أَیْ وَقْت مَوْتهَا وَالْمُرْسَلَة نَفْس التَّمْیِیز تَبْقَى بِدُونِهَا نَفْس الْحَیَاة بِخِلَافِ الْعَکْس "إنَّ فِی ذَلِكَ" الْمَذْکُور "لَآیَات" دَلَالَات "لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُونَ" فَیَعْلَمُونَ أَنَّ الْقَادِر عَلَى ذَلِكَ قَادِر عَلَى الْبَعْث وَقُرَیْش لَمْ یَتَفَکَّرُوا فِی ذَلِكَ،

اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے یعنی جن کو نیند میں موت نہیں آئی۔ اور ان کو بھی جو نہیں مریں ان کی نیند میں، یعنی جن کو نیند کی حالت میں موت آئی ہے۔ پھر اسے روک لیتا ہے جس پر اس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسری کو ایک مقرر وقت یعنی اس کی موت کے وقت تک بھیج دیتا ہے۔ یہاں پر چھوڑی ہوئی روح یہ تمیز ہے جس کے بغیر روح حیات باقی رہ سکتی ہے جبکہ اس کا عکس ممکن نہیں ہے۔ بلاشبہ اس میں یعنی جو ذکر کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں یعنی دلائل ہیں جو غور وفکر کرتے

ہیں۔لہٰذا جو اس پر قادر ہے وہ دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔جبکہ قریش اس میں غور وفکر نہیں کرتے۔

## نینداور موت کے وقت ارواح کا قبض ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ رب العزت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمارہا ہے کہ ہم نے تجھ پر اس قرآن کو سچائی اور راستی کے ساتھ تمام جن وانس کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا ہے۔اس کے فرمان کو مان کر راہ راست حاصل کرنے والے اپنا ہی نفع کریں گے اور اس کے ہوتے ہوئے بھی دوسری غلط راہوں پر چلنے والے اپنا ہی بگاڑیں گے تو اس امر کا ذمے دار نہیں کہ خواہ مخواہ ہر شخص اسے مان ہی لے۔تیرے ذمے صرف اس کا پہنچا دینا ہے۔حساب لینے والے ہم ہیں،ہم ہر موجود میں جو چاہیں تصرف کرتے رہتے ہیں،وفات کبریٰ جس میں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انسان کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وفات صغریٰ جو نیند کے وقت ہوتی ہے ہمارے ہی قبضے میں ہے۔جیسے اور آیت میں ہے الخ،یعنی وہ اللہ جو تمہیں رات کو فوت کر دیتا ہے اور دن میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے پھر تمہیں دن میں اٹھا بٹھاتا ہے تاکہ مقرر کیا ہوا وقت پورا کر دیا جائے پھر تم سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے اور وہ تمہیں تمہارے اعمال کی خبر دے گا۔وہی اپنے سب بندوں پر غالب ہے وہی تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے۔تاوقتیکہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ تقصیر اور کمی نہیں کرتے۔پس ان دونوں آیتوں میں بھی یہی ذکر ہوا ہے پہلے چھوٹی موت کو پھر بڑی موت کو بیان فرمایا۔یہاں پہلے بڑی وفات کو پھر چھوٹی وفات کو ذکر کیا۔اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں یہ روحیں جمع ہوتی ہیں۔

صحیح بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی بستر پر سونے کو جائے تو اپنے تہ بند کے اندرونی حصے سے اسے جھاڑ لے،نہ جانے اس پر کیا کچھ ہو۔پھر یہ دعا پڑھے۔یعنی اے میرے پالنے والے رب تیرے ہی پاک نام کی برکت سے میں لیٹتا ہوں اور تیری ہی رحمت میں جاگوں گا۔اگر تو میری روح کو روک لے تو اس پر رحم فرما اور اگر تو اسے بھیج دے تو اس کی ایسی ہی حفاظت کرنا جیسی تو اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔

بعض سلف کا قول ہے کہ مردوں کی روحیں جب وہ مریں اور زندوں کی روحیں جب وہ سوئیں قبض کر لی جاتی ہیں اور ان میں آپس میں تعارف ہوتا ہے۔جب تک اللہ چاہے پھر مردوں کی روحیں تو روک لی جاتی ہیں اور دوسری روحیں مقررہ وقت تک کے لئے چھوڑ دی جاتی ہیں۔یعنی مرنے کے وقت تک۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔مردوں کی روحیں اللہ تعالیٰ روک لیتا ہے اور زندوں کی روحیں واپس بھیج دیتا ہے اور اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی غور وفکر کے جو عادی ہیں وہ اسی ایک بات میں قدرت الٰہی کے بہت سے دلائل پالیتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ زمر،بیروت)

| |
|---|
| اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ۝ |
| کیا انہوں نے اللہ کے اِذن کے خلاف سفارشی بنا رکھا ہے؟ فرما دیجئے: اگرچہ وہ کسی چیز کے مالک بھی |

نہ ہوں اور ذی عقل بھی نہ ہوں۔

## اپنے عابدین کی عبادت سے بے خبر معبودان باطلہ کا بیان

"أَمْ" بَلْ "اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّه" أَيْ الْأَصْنَام آلِهَة "شُفَعَاء " عِنْد اللَّه بِزَعْمِهِمْ "قُلْ" لَهُمْ "أَوَلَوْ كَانُوا لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا" يَشْفَعُونَ مِنْ الشَّفَاعَة وَغَيْرهَا "وَلَا يَعْقِلُونَ " أَنَّكُمْ تَعْبُدُونَهُمْ وَلَا غَيْر ذَلِكَ؟ لَا،

یہاں پر لفظ اَم یہ بہ معنی بل ہے۔کیا انہوں نے اللہ کے اِذن کے خلاف بتوں کو سفارش کیلئے معبود بنا رکھا ہے؟ یعنی ان کے خیال کے مطابق وہ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کریں گے۔فرما دیجئے: اگر چہ وہ کسی چیز کے مالک بھی نہ ہوں یعنی خواہ سفارش وغیرہ میں کسی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔اور ذی عقل بھی نہ ہوں۔جبکہ حالت یہ ہے ان بتوں کو تمہاری اس عبادت کا یا اس کے سوا کوئی تمہاری عبادت ہو تو اس کا بھی انہیں کوئی پتہ نہیں ہے۔

## مشرکین کی مذمت کا بیان

اللہ تعالیٰ مشرکوں کی مذمت بیان فرماتا ہے کہ وہ بتوں اور معبودان باطلہ کو اپنا سفارشی اور شفیع سمجھتے ہیں، اس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت اور دراصل انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ عقل و شعور۔نہ ان کی آنکھیں نہ ان کے کان، وہ تو پتھر اور جمادات ہیں جو حیوانوں میں درجہا بدتر ہیں۔اس لئے اپنے نبی کو حکم دیا کہ ان سے کہہ دو، کوئی نہیں جو اللہ کے سامنے لب ہلا سکے آواز اٹھا سکے جب تک کہ اس کی مرضی نہ پالے اور اجازت حاصل نہ کرلے، ساری شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔زمین وآسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے۔قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس شفاعتوں کا مالک وہی ہے۔زمین وآسمان کا بادشاہ تنہا وہی ہے، قیامت کے دن تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، اس وقت وہ عدل کے ساتھ تم سب میں سچے فیصلے کرے گا اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ان کافروں کی یہ حالت ہے کہ توحید کا کلمہ سننا انہیں ناپسند ہے۔اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر ان کے دل تنگ ہو جاتے ہیں۔اس کا سننا بھی انہیں پسند نہیں۔ان کا جی اس میں نہیں لگتا۔کفر و تکبر انہیں روک دیتا ہے۔جیسے اور آیت میں ہے یعنی ان سے جب کہا جاتا تھا کہ اللہ ایک کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور ماننے سے جی چراتے تھے۔چونکہ ان کے دل حق کے منکر ہیں اس لئے باطل کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔جہاں بتوں کا اور دوسرے اللہ کا ذکر آیا، ان کی باچھیں کھل گئیں۔

| قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ |
|---|
| فرما دیجئے، سب شفاعت اللہ ہی کے اختیار میں ہے، آسمانوں اور زمین کی سلطنت بھی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش ہونے کا بیان

"قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَة جَمِيعًا" أَيْ هُوَ مُخْتَصّ بِهَا فَلَا يَشْفَع أَحَد إلَّا بِإِذْنِهِ،

فرمادیجئے، سب شفاعت کا اذن اللہ ہی کے اختیار میں ہے جو اس نے اپنے مقربین کے لئے مخصوص کررکھا ہے، لہٰذا صرف اس کی اجازت سے سفارش کی جاسکے گی۔ آسمانوں اور زمین کی سلطنت بھی اسی کی ہے، پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

## درود شریف پڑھنے کے سبب نبی کریم ﷺ کی شفاعت کا بیان

حضرت رویفع رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور (درود بھیجنے کے بعد یہ بھی کہے) اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر جگہ دے جو تیرے نزدیک مقرب ہے قیامت کے دن تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے۔"

(مسند احمد بن حنبل، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 901)

مقام مقرب" سے مراد مقام محمود ہے جہاں قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اللہ جل شانہ، کی ثناء و تعریف بیان فرمائیں گے اور بندوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔ یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت تمام مسلمانوں کے لئے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر امتی کے لئے شفاعت فرمائیں گے یہ نہیں ہوگا کہ کسی امتی کے لئے شفاعت فرمائیں اور کسی کے لئے نہیں پھر بھی اس آدمی کو (جو درود کے بعد مذکورہ دعا پڑھتا ہے) ایک خاص درجہ حاصل ہوگا کہ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی۔ یا اس کو دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس ارشاد سے درحقیقت ایسے آدمی کے خاتمہ بالخیر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہ آدمی حسن خاتمہ کی دولت سے نوازا جائے گا۔

## نبی کریم ﷺ کی سفارش کے سبب امت کی بخشش کا بیان

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ کے ارادہ سے مکہ سے روانہ ہوئے، جب ہم عزوازا کے قریب (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک مقام ہے) پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اونٹنی سے) اترے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر تھوڑی دیر تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے (دعا مانگتے) رہے، پھر سجدہ میں گر پڑے۔ اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگتے رہے۔ پھر سجدہ میں گر پڑے۔ پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے اپنے پروردگار سے دعا کی اور اپنی امت (کے گناہوں کی بخشش، عیوب کی پردہ پوشی اور بلندی درجات) کے لئے شفاعت کی، چنانچہ مجھے تہائی امت (کی مغفرت) عطا فرمادی گئی، میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑا۔ پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے (اس کی رضا اور مغفرت کی) درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تہائی امت (کی مغفرت) عطا فرمادی میں اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑا، پھر میں نے اپنا سر اٹھایا اور اپنے پروردگار سے اپنی امت کے لئے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے باقی تہائی امت (کی بھی مغفرت) عطا فرمادی، چنانچہ میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر پڑا۔ (احمد بن حنبل، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1470)

پہلی مرتبہ میں سابقین یعنی ان لوگوں کی مغفرت عطا فرمائی گئی جو بھلائی کرنے میں سبقت اور پیش روی کرتے ہیں اعمال میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرتے، دوسری مرتبہ میں مقتصدین یعنی اوسط درجہ والوں کی مغفرت عطا فرمائی گئی۔ اور تیسری مرتبہ میں ان لوگوں کی بھی مغفرت عطا فرمادی گئی جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں یعنی معصیت و گناہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کتنی آیات اور احادیث سے تو یہ ثابت ہو چکا ہے جو لوگ گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتے ہیں انہیں آخرت میں عذاب دیا جائے گا لیکن یہاں اس حدیث سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ ان لوگوں کو عذاب نہیں دیا جائے گا کیونکہ تمام ہی امت کی مغفرت عطا فرمادی گئی ہے۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دعا، شفاعت اور حق تعالیٰ کی جانب سے مغفرت سے مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا و سفارش سے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خسف و مسخ اور ان جیسے دوسرے عذابوں سے پروانہ امن دے دیا ہے کہ جس طرح پہلی امتوں کے لوگ اپنی بدکرداری اور بداعمالی کی وجہ سے ان جیسے ہولناک عذاب میں اس دنیا میں مبتلا کر دیئے جاتے تھے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا میں ان عذاب سے دوچار نہیں کیا جائے گا لہٰذا۔ یہاں مغفرت کا تعلق آخرت کے اس عذاب سے نہیں ہے جو ہر گنہگار کو اس کی بدعملی و بدکرداری کی مناسبت سے دیا جائے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "یہاں مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور سفارش سے امت مرحومہ کو دائمی عذاب سے پروانہ امن دے دیا گیا ہے کہ امت کے گناہگار و بدکردار لوگ دائمی طور پر دوزخ میں نہیں رہیں گے۔ بلکہ اپنے اپنے جرم کی مناسبت سے سزا پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے دوزخ سے نکال لئے جائیں گے اور پھر دائمی طور پر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

| |
|---|
| وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ |
| وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ |
| اور جب تنہا اللہ ہی کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل گھٹن اور کراہت کا شکار ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، |
| اور جب اللہ کے سوا ان بتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے مشرکین کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے کا بیان

"وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْده" أَيْ دُونَ آلِهَتهمْ "اشْمَأَزَّتْ" نَفَرَتْ وَانْقَبَضَتْ "قُلُوب الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونه" أَيْ الْأَصْنَام،

اور جب ان کے معبودان باطلہ کو چھوڑ کر تنہا اللہ ہی کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل گھٹن اور کراہت اور نفرت کا شکار ہو جاتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے، اور جب اللہ کے سوا ان بتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنہیں وہ پوجتے ہیں، تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں۔

## بتوں کا نام سن کر مشرکین کا خوشی سے سجدے میں گر جانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت نجم میں سجدہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں جنوں اور سب آدمیوں نے (بھی) سجدہ کیا۔

(صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 988)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورت نجم کی تلاوت کرتے ہوئے آیت سجدہ آیت (" فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا "، النجم: 62) سجدہ کرو اللہ کا اور عبادت کرو۔" پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی فرمانبرداری کی غرض سے سجدہ کیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو تمام مسلمانوں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سجدہ کیا، اسی طرح مشرکین نے بھی جب بتوں یعنی لات و منات اور عزی کے نام سنے تو انہوں نے بھی سجدہ کیا، یا پھر مشرکوں کے سجدہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مسجد الحرام کے اندر جب سورت نجم کی ان آیتوں۔

آیت (اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی 19 وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی 20 اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی، النجم: 19)" یعنی بھلا تم لوگوں نے لات و عزی کو دیکھا اور تیسرے منات کو (کہ یہ بت کہیں اللہ ہو سکتے ہیں مشرکو!) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔" کو پڑھنے لگے تو شیطان ملعون نے اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہ بنا کر یہ پڑھا تِلْكَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ "یعنی: یہ بت بلند مرغابیاں ہیں اور بیشک ان کی شفاعت امید بخش ہے۔" مشرکین یہ سمجھے کہ (نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے اس سے وہ بہت زیادہ خوش ہوئے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو انہوں نے بھی سجدہ کر ڈالا۔" بعض مفسرین نے اس موقع پر یہ تفسیر کی ہے کہ یہ الفاظ شیطان نے ادا نہیں کئے تھے بلکہ نعوذ باللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سہوا نکل گئے تھے۔ یہ قول بالکل غلط اور محض ذہنی اختراع ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ شیطان ملعون نے اپنی آواز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہ بنا کر یہ الفاظ ادا کر دیئے جس سے مشرکین یہ سمجھ بیٹھے کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ الفاظ ادا کر رہے ہیں۔ حدیث میں " مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور سب آدمیوں " سے مراد وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت موجود تھے۔ لفظ " اِنْس " تعیم بعد تخصیص ہے۔

| |
|---|
| قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ |
| بَیْنَ عِبَادِكَ فِیْ مَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| آپ عرض کیجئے، اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والے! غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والے! |
| تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اوصاف الٰہی کو ذکر کر کے دعا مانگنے کا بیان

"قُلْ اللّٰهُمَّ" بِمَعْنَى يَا اللّٰه "فَاطِر السَّمَاوَات وَالْأَرْض" "مُبْدِعهمَا "عَالِم الْغَيْب وَالشَّهَادَة" مَا غَابَ وَمَا شُوهِدَ "أَنْتَ تَحْكُم بَيْن عِبَادك فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ" مِنْ أَمْر الدِّين اهْدِنِي لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ الْحَقّ

آپ عرض کیجئے، اے اللہ! یہاں پر لفظ اللھم یہ بہ معنی یا اللہ ہے۔ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والے! غیب اور ظاہر کا علم رکھنے والے! یعنی جو غائب ہے اور جو موجود ہے۔ تو ہی اپنے بندوں کے درمیان ان دینی امور کا فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ لہٰذا جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے تو اس میں حق کی جانب میری رہنمائی فرما۔

## صبح وشام کے بعض وظائف اور دعاؤں کا بیان

مشرکین کو جو نفرت توحید سے ہے اور جو محبت شرک سے ہے اسے بیان فرما کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ فرماتا ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ واحد کو ہی پکار جو آسمان و زمین کا خالق ہے اور اس وقت اس نے انہیں پیدا کیا ہے جبکہ نہ یہ کچھ تھے نہ ان کا کوئی نمونہ تھا۔ وہ ظاہر و باطن چھپے کھلے کا عالم ہے۔ یہ لوگ جو جو اختلافات اپنے آپس میں کرتے تھے سب کا فیصلہ اس دن ہوگا جب یہ قبروں سے نکلیں اور میدان قیامت میں آئیں گے۔

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کو کس دعا سے شروع کرتے تھے؟ آپ فرماتے ہیں اس دعا سے (ترجمہ) یعنی اللہ اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے اسے حاضر و غائب کئے جانے والے تو ہی اپنے بندوں کے اختلاف کا فیصلہ کرنے والا ہے جس جس چیز میں اختلاف کیا گیا ہے تو مجھے ان سب میں اپنے فضل سے حق راہ دکھا تو جسے چاہے سیدھی راہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ (مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بندہ اس دعا کو پڑھے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے نے مجھ سے عہد لیا ہے اس عہد کو پورا کرو۔ چنانچہ اسے جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ وہ دعا یہ ہے (ترجمہ) یعنی اے اللہ اے آسمان و زمین کو بے نمونے کے پیدا کرنے والے اے غائب و حاضر کے جاننے والے میں اس دنیا میں تجھ سے عہد کرتا ہوں کہ میری گواہی ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور میری یہ بھی شہادت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔ تو اگر مجھے میری ہی طرف سونپ دے گا تو میں برائی سے قریب اور بھلائی سے دور پڑ جاؤں گا۔ اللہ مجھے صرف تیری رحمت ہی کا سہارا اور بھروسہ ہے پس تو بھی مجھ سے عہد کر جسے تو قیامت کے دن پورا کرے یقیناً تو عہد شکن نہیں۔ اس حدیث کے راوی سہیل فرماتے ہیں کہ میں نے قاسم بن عبدالرحمٰن سے جب کہا کہ عون اس طرح یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہماری تو پردہ نشین بچیوں کو بھی یہ حدیث یاد ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرو نے ایک کاغذ نکالا اور فرمایا کہ یہ دعا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی ہے (ترجمہ) یعنی اے اللہ اے آسمان وزمین کو بےنمونہ پیدا کرنے والے چھپی کھلی کے جاننے والے تو ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز کا معبود ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں اور فرشتے بھی یہی گواہی دیتے ہیں۔ میں شیطان سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ میں تجھ سے پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں اپنی جان پر کوئی گناہ کروں یا کسی اور مسلمان کی طرف کسی گناہ کو لے جاؤں۔ حضرت ابوعبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دعا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو کو سکھایا تھا اسے سونے کے وقت پڑھا کرتے تھے۔ (مسند امام احمد)

اور روایت میں ہے کہ ابوراشد حمرانی نے کوئی حدیث سننے کی خواہش حضرت عبداللہ بن عمرو سے کی تو حضرت عبداللہ نے ایک کتاب نکال کر ان کے سامنے رکھ دی اور فرمایا یہ ہے جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائی ہے میں نے دیکھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صبح وشام کیا پڑھوں؟ آپ نے فرمایا یہ پڑھو۔ (اللهم فاطر السموات والارض عالم الغيب والشهادة لا اله الاانت رب كل شئى ومليكه اعوذبك من شرنفسى وشرالشيطان وشركه او اقترف على نفسى سوء اور اجره الى مسلم) (ترمذی وغیرہ) مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس دعا کے پڑھنے کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح شام اور سوتے وقت حکم دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ |
| سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ |
| اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو |
| قیامت کے دن برے عذاب سے وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے |
| وہ کچھ سامنے آ جائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔ |

## روئے زمین اور اس کی مثل خزانوں سے بھی عذاب سے نجات نہ ہونے کا بیان

"وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوا مَا فِي الْاَرْض جَمِيعًا وَمِثْله مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ مِنْ سُوء الْعَذَاب يَوْم الْقِيَامَة وَبَدَا" ظَهَرَ "لَهُمْ مِنَ اللّٰه مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ" يَظُنُّونَ

اور اگر واقعی ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا اور بھی ہو تو قیامت کے دن برے عذاب سے بچنے کے لیے وہ ضرور اسے فدیے میں دے دیں، اور ان کے لیے اللہ کی طرف سے وہ کچھ سامنے آ جائے گا جس کا وہ گمان نہیں کیا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دوزخیوں میں سے اس شخص سے جو سب سے ہلکے عذاب میں ہوگا فرمائے گا کہ اگر تیرے پاس روئے زمین کی چیزوں میں سے کوئی ایسی چیز ہوتی جس کا بدلہ میں دے سکتا اور اس کے عوض دوزخ کا عذاب سے خواہ وہ کتنا ہی ہلکا ہو چھٹکارا پا سکتا، تو کیا تو ایسا کرتا وہ دوزخی کہے گا کہ ہاں میں دنیا کی حاصل شدہ بڑی سے بڑی چیز بدلہ میں دے کر دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا پانا چاہوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بدنصیب انسان میں نے تو اسی وقت جب تو آدم کی پشت میں تھا، اس (بدلہ میں کوئی چیز دینے) سے بھی آسان وسہل چیز تیرے لئے طے کر دی تھی۔

اور وہ یہ کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا، مگر تو اس سے مکر گیا اور میرے احکام کی کوئی پابندی نہیں کی یہاں تک کہ بتوں وغیرہ کی پرستش کے ذریعہ میرا شریک ٹھہرا کر رہا، پس اب میں اس عذاب دوزخ کے بدلہ میں کوئی چیز قبول نہیں کروں گا خواہ تو دنیا کی تمام چیزیں ہی کیوں نہ لے آئے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 235)

| |
|---|
| وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ |
| اور ان کے لیے ان کی برائیاں ظاہر ہو جائینگی جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔ |

## حق کے ساتھ مذاق کرنے والوں کو عذاب کے گھیر لینے کا بیان

"وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَات مَا كَسَبُوا وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوا به يَسْتَهْزِئُونَ" أَيْ الْعَذَاب،

اور ان کے لیے ان اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ جو انھوں نے کمائے اور انھیں وہ چیز یعنی عذاب گھیر لے گا جسے وہ مذاق کیا کرتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ ہلاکت ہے ریاکاروں کے لئے، ہلاکت ہے ریاکاروں کے لئے۔ یہ آیت انہیں سے متعلق ہے جو دنیا میں نیک کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے تھے۔ اور لوگ بھی ان کو نیک سمجھتے تھے وہ خود بھی اس دھوکہ میں تھے کہ یہ اعمال ان کے لئے نجات آخرت کا ذریعہ بنیں گے۔ مگر چونکہ ان میں اخلاص نہیں تھا اس لئے اللہ کے نزدیک ایسے نیک اعمال کا کوئی اجر وثواب نہیں، اس لئے وہاں اچانک ان کے گمان کے خلاف عذاب وعتاب ہونے لگے گا۔

(تفسیر قرطبی، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ |
| عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے |
| یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر دی گئی ہے۔ بلکہ وہ ایک آزمائش ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ |

## انسانوں کی نعمتوں کے ذریعے آزمائش کا بیان

"فَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ " الْجِنْس "ضُرٌّ" دَعَانَا ثُمَّ خَوَّلْنَاهُ" أَعْطَيْنَاهُ "نِعْمَةً" إِنْعَامًا "مِنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ" مِنْ اللَّه بِأَنِّي لَهُ أَهْل "بَلْ هِيَ" أَيْ الْقَوْلَة "فِتْنَة" بَلِيَّة يُبْتَلَى بِهَا الْعَبْد "وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ" أَنَّ التَّخْوِيل اسْتِدْرَاج وَامْتِحَان،

پھر جب انسان یعنی جنس انسانیت کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ مجھے ایک علم کی بنیاد ہی پر اللہ کی طرف سے دی گئی ہے۔ کیونکہ میں ہی اس کا اہل ہوں، بلکہ وہ قول ایک آزمائش ہے تاکہ اس کے ساتھ انسان کو آزمایا جائے۔ اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ کہ یہ عطاء کا ہونا، مہلت اور امتحان ہے۔

## انسان کا نعمتوں کی عطاء کو اپنا کارنامہ سمجھ بیٹھنے کا بیان

اللہ تعالیٰ انسان کی حالت کو بیان فرماتا ہے کہ مشکل کے وقت تو وہ آہ وزاری شروع کر دیتا ہے، اللہ کی طرف پوری طرح راجع اور راغب ہو جاتا ہے، لیکن جہاں مشکل ہو گئی جہاں راحت ونعمت حاصل ہوئی یہ سرکش ومتکبر بنا۔ اور اکڑتا ہوا کہنے لگا کہ یہ تو اللہ کے ذمے میرا حق تھا۔ میں اللہ کے نزدیک اس کا مستحق تھا ہی۔ میری اپنی عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یوں نہیں بلکہ دراصل عقل مندی اور خوش تدبیری کی وجہ سے اس نعمت کو میں نے حاصل کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات یوں نہیں بلکہ دراصل یہ ہماری طرف کی آزمائش ہے گو ہمیں ازل سے علم حاصل ہے لیکن تاہم ہم اسے ظہور میں لانا چاہتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس نعمت کا یہ شکر ادا کرتا ہے یا ناشکری؟ لیکن یہ لوگ بے علم ہیں۔ دعوے کرتے ہیں منہ سے بات نکال دیتے ہیں لیکن اصلیت سے بیخبر ہیں، یہی دعویٰ اور یہی قول ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی کیا اور کہا، لیکن ان کا قول صحیح ثابت نہ ہوا اور ان نعمتوں نے، کسی اور چیز نے اور ان کے اعمال نے انہیں کوئی نفع نہ دیا، جس طرح ان پر وبال ٹوٹ پڑا اسی طرح ان پر بھی ایک دن ان کی بداعمالیوں کا وبال آ پڑے گا۔

اور یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ نہ تھکا اور ہرا سکتے ہیں۔ جیسے کہ قارون سے اس کی قوم نے کہا تھا کہ اس قدر اکڑ نہیں اللہ تعالیٰ خود پسندوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو خرچ کر کے آخرت کی تیاری کر اور وہاں کا سامان مہیا کر۔ اس دنیا میں بھی فائدہ اٹھاتا رہ اور جیسے اللہ نے تیرے ساتھ سلوک کیا ہے، تو بھی لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہ۔ زمین میں فساد کرنے والا مت بن اللہ تعالیٰ مفسدوں سے محبت نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○ |
| بلاشبہ یہی بات ان لوگوں نے کہی جو ان سے پہلے تھے تو ان کے کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔ |

## مال ودولت کی وجہ سے غرور تکبر کرنے کا بیان

"قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ" مِنَ الْأُمَمِ كَقَارُون وَقَوْمه الرَّاضِينَ بِهَا،

بلاشبہ یہی بات ان لوگوں یعنی امتوں میں سے لوگوں نے کہی جس طرح قارون اوراس کے ساتھ راضی ہونے والی اس کی قوم ہے۔ جوان سے پہلے تھے تو ان کے کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔

اس پر قارون نے جواب دیا کہ ان تمام نعمتوں اور جاہ ودولت کو میں نے اپنی دانائی اور علم وہنر سے حاصل کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اسے یہ معلوم نہیں کہ اس سے پہلے اس سے زیادہ قوت اوراس سے زیادہ جمع جتھا والوں کو میں نے ہلاک وبرباد کردیا ہے، مجرم اپنے گناہوں کے بارے میں پوچھے نہ جائیں گے۔

الغرض مال واولاد پر پھول کر اللہ کو بھول جانا یہ شیوہ کفر ہے۔ کفار کا قول تھا کہ ہم مال واولاد میں زیادہ ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا، کیا انہیں اب تک یہ معلوم نہیں کہ رزق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس کیلئے چاہے کشادگی کرے اور جس پر چاہے تنگی کرے۔ اس میں ایمان والوں کیلئے طرح طرح کی عبرتیں اور دلیلیں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ |
| سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ؕ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ |
| تو انہیں وہ برائیاں آ پہنچیں جو انہوں نے کما رکھی تھیں، اوران لوگوں میں سے جو ظلم کررہے ہیں انہیں، |
| عنقریب وہ برائیاں آ پہنچیں گی جو انہوں نے کما رکھی ہیں، اور وہ عاجز نہیں کرسکتے۔ |

## برے کاموں کی وجہ سے سخت سزا ہونے کا بیان

"فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَات مَا كَسَبُوا " أَيْ جَزَاؤُهَا "وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَؤُلَاءِ " أَيْ قُرَيْش "سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَات مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ" بِفَائِتِينَ عَذَابنَا فَقُحِطُوا سَبْع سِنِينَ ثُمَّ وُسِّعَ عَلَيْهِمْ،

تو انہیں وہ برائیاں آ پہنچیں جو انہوں نے کما رکھی تھیں، یعنی ان کا بدلہ آ پہنچا۔ اوران لوگوں میں سے جو ظلم کررہے ہیں انہیں بھی عنقریب وہ برائیاں آ پہنچیں گی اور وہ قریش ہیں جو انہوں نے کما رکھی ہیں، اور وہ اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ یعنی ہمارے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ لہٰذا سات سال کیلئے انہیں قحط میں مبتلاء کردیا گیا۔ پھراس کے بعد ان پر وسعت ہوئی۔

## قریش پر سات سال کیلئے قحط سالی آنے کا بیان

مسروق روایت کرتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب لوگوں (کفار قریش) کی بدبختی اور روگردانی کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ اے اللہ ان کو یوسف کے سات سال کے قحط کی طرح قحط میں مبتلا کردے چنانچہ وہ قحط میں گرفتار ہوگئے، تمام چیزیں تباہ ہوگئیں یہاں تک کہ کھال اور مردار تک کھا گئے اور کوئی آسمان کی

طرف دیکھتا تو بھوک کے سبب سے انہیں دھواں نظر آتا ابوسفیان آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اللہ کی اطاعت اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہو اور تمہاری قوم ہلاک ہوگئی اس لئے اللہ سے ان کیلئے دعا کرو، اللہ تعالیٰ نے فرمایا انتظار کرو اس دن کا جب آسمان کھلا اور ظاہر دھواں لائے گا۔ آیت یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ، الدخان:16) تک جس دن ہم بہت سخت گرفت کریں گے بطشہ سے مراد یوم بدر ہے دخان، بطشہ اور لزام، دھواں، گرفت، قید اور آیت روم سب وقوع میں چکے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 968)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ |
| اور کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے۔ |
| بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ |

## رزق میں وسعت وتنگی کا بہ طور امتحان ہونے کا بیان

"أَوَ لَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّه يَبْسُط الرِّزْق" يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَشَاء" امْتِحَانًا "وَيَقْدِر" يُضَيِّقهُ لِمَنْ يَشَاء ابْتِلَاء "إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَات لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" بِهِ،

اور کیا انھوں نے نہیں جانا کہ بے شک اللہ بہ طور امتحان رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور بہ طور آزمائش تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

یعنی رزق کی کشادگی اور تنگی میں بھی اللہ کی توحید کے دلائل ہیں یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں صرف اسی کا حکم و تصرف چلتا ہے اسی کی تدبیر موثر اور کارگر ہے اسی لیے وہ جس کو چاہتا ہے رزق فراواں سے نواز دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فقر و تنگ دستی میں مبتلا کر دیتا ہے اس کے ان فیصلوں میں جو اس کی حکمت و مشیت پر مبنی ہوتے ہیں کوئی دخل انداز ہو سکتا ہے نہ ان میں رد و بدل کر سکتا ہے تاہم یہ نشانیاں صرف اہل ایمان ہی کے لیے ہیں کیونکہ وہی ان پر غور و فکر کر کے ان سے فائدہ اٹھاتے اور اللہ کی مغفرت حاصل کرتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ |
| آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، |
| بیشک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کے سبب بخشش کا بیان

"قُلْ يَا عِبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسهمْ لَا تَقْنَطُوا" بِكَسْرِ النُّون وَفَتْحهَا وَقُرِئَ بِضَمِّهَا تَيْأَسُوا

"مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا" لِمَنْ تَابَ مِنَ الشِّرْكِ،

آپ فرما دیجئے: اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر لی ہے! یہاں پر لفظ تقنطوا یہ نون کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اس کو ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بیشک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔ جس نے شرک سے توبہ کی ہو۔

## سورہ زمر آیت ۵۳ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا، فرمادیں اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ سب کو بخش دے گا، بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1185)

## سورہ زمر آیت ۵۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ یہ آیت عیاش بن ربیعہ، ولید بن ولید اور مسلمانوں کی ایک جماعت کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اسلام قبول کیا لیکن آزمائش میں مبتلا ہوئے اور انہیں تکالیف دی گئی تو وہ فتنے میں مبتلا ہو گئے ہم کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قطعا بدل یا عوض قبول نہیں کرے گا یہ لوگ پہلے اسلام لے آئے اور پھر تکلیف میں مبتلا کیے جانے کی وجہ سے اپنے دین کو چھوڑ بیٹھے ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی۔

حضرت عمر کاتب تھے چنانچہ انہوں نے عیاش بن ابی ربیعہ اور ولید بن ولید اور اس جماعت کو یہ آیت لکھ بھیجی ان سب نے دوبارہ اسلام قبول کیا اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ (نیسابوری 3056، قرطبی 15-(227)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ کچھ مشرکین نے بہت زیادہ قتل کیے تھے اور کثرت سے زنا کیا کرتے تھے یہ لوگ محمد کے پاس آئے اور کہا بے شک جس چیز کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ اچھی ہے آپ بتلائیں کہ ہمارے اعمال کا کفارہ ہو سکتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب ہم نے ہجرت کرنے پر اتفاق کر لیا تو میں عیاش اور ہشام بن وائل ہجرت کے لیے چلے ہم نے کہا وعدے کی جگہ بنو غفار کا میقات، مناصف ہے ہم میں سے جو بھی ان جھنڈوں کے قریب روک لیا گیا سو روک لیا گیا اس کے ساتھی کو چاہیے کہ وہ چلتا رہے اور عیاش صبح وہاں پہنچ گئے جبکہ ہشام کو روک کر تکالیف دی گئیں جس کی وجہ سے وہ فتنے میں پڑ گیا بالآخر ہم مدینہ پہنچے ہم کہا کرتے تھے اللہ ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں کرے گا ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کو پہچان لیا لیکن پھر دنیا کی سختی اور آزمائش کی وجہ سے پھر گئے ان کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھ سے یہ آیت لکھی اور اسے بھیج دیا ہشام کہتے ہیں کہ یہ آیت میرے پاس آئی تو میں اسے لے کر ذی طور مقام پر گیا اور اللہ سے دعا کی

اے اللہ مجھے اس کی فہم عطا فرما چنانچہ میں نے (اللہ کی توفیق سے) پہچان لیا کہ یہ ہمارے ہی بارے میں نازل ہوئی ہے میں واپس لوٹ آیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ (نیسابوری 308، سنن کبری 9-13)

## اعلان رحمت والی آیت پر نبی کریم ﷺ کے خوش ہونے کا بیان

مسند احمد کی حدیث میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے ساری دنیا اور اس کی ہر چیز کے ملنے سے اتنی خوشی نہ ہوئی جتنی اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ جس نے شرک کیا ہو؟ آپ نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد فرمایا خبردار رہو جس نے شرک بھی کیا ہو تین مرتبہ یہی فرمایا۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک بوڑھا بڈھا شخص لکڑی ٹکاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے چھوٹے موٹے گناہ بہت سارے ہیں کیا مجھے بھی بخشا جائے گا؟ آپ نے فرمایا کیا تو اللہ کی توحید کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا ہاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بھی دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے چھوٹے موٹے گناہ معاف ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

## وسیع رحمت کے سبب قاتل کی بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی نے ننانوے جانوں کو قتل کیا پھر اس نے اہل زمین میں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا پس اس کی ایک راہب کی طرف راہنمائی کی گئی وہ اس کے پاس آیا تو کہنے لگا اس نے ننانوے جانوں کو قتل کیا ہے کیا اس کے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے اس نے کہا نہیں پس اس نے اس راہب کو قتل کر کے سو پورے کر دیئے پھر زمین والوں سے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا تو ایک عالم کی طرف اس کی راہنمائی کی گئی اس نے کہا میں نے سو آدمیوں کو قتل کیا ہے میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے تو اس نے کہا جی ہاں اس کے اور توبہ کے درمیان کیا چیز رکاوٹ بن سکتی ہے تم اس اس جگہ کی طرف جاؤ وہاں پر موجود کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تو بھی ان کے ساتھ عبادت الٰہی میں مصروف ہو جا اور اپنے علاقے کی طرف لوٹ کر نہ آنا کیونکہ وہ بری جگہ ہے پس وہ چل دیا یہاں تک کہ جب آدھے راستے پر پہنچا تو اس کی موت واقع ہوگئی پس اس کے بارے میں رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے جھگڑ پڑے رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ توبہ کرتا ہوا اور اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کرتا ہوا آیا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے کوئی بھی نیک عمل نہیں کیا پس پھر ان کے پاس ایک فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا اسے انہوں نے اپنے درمیان ثالث (فیصلہ کرنے والا) مقرر کر لیا تو اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کر لو پس وہ دونوں میں سے جس زمین سے زیادہ قریب ہو وہی اس کا حکم ہوگا پس انہوں نے زمین کو ناپا تو اسی زمین کو کم پایا جس کا اس نے ارادہ کیا تھا پس پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہمیں ذکر کیا گیا کہ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس نے اپنا سینہ اس زمین سے دور کر لیا تھا (جہاں سے وہ چلا تھا)۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2507)

| |
|---|
| وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۝ |
| اورتم اپنے رب کی طرف توبہ وانابت اختیار کرو اور اس کے اطاعت گزار بن جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب |
| آ جائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ |

## توبہ کے سبب عذاب سے بچ جانے کا بیان

"وَأَنِيبُوا" ارْجِعُوا "إِلَى رَبّكُمْ وَأَسْلِمُوا" أَخْلِصُوا الْعَمَل "لَهُ مِنْ قَبْل أَنْ يَأْتِيكُمْ الْعَذَاب ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ" بِمَنْعِهِ إنْ لَمْ تَتُوبُوا،

اورتم اپنے رب کی طرف توبہ وانابت اختیار کرو اور اس کے اطاعت گزار بن جاؤ یعنی عمل میں مخلص ہو جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آ جائے پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ یعنی اگر تم نے توبہ نہ کی تو تم سے عذاب دور نہ کیا جائے گا۔

حضرت صفوان بن محرز سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قیامت کے دن ایک مومن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا۔

یہاں تک کہ اللہ اس پر اپنی رحمت کا پردہ ڈال دے گا پھر اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کروایا جائے گا پھر اللہ فرمائے گا کیا تو جانتا ہے وہ عرض کرے گا اے رب میں جانتا ہوں اللہ فرمائے گا میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈلا ہے اور آج کے دن تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں پھر اسے اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دیا جائے گا اور کفار و منافقین کو علی الاعلان لوگوں کے سامنے بلایا جائے گا اور کہا جائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2514)

| |
|---|
| وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ |
| اور اس بہترین کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب اتاری گئی ہے قبل |
| اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ |

## قرآن مجید کی اتباع کے حکم کا بیان

"وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبّكُمْ" هُوَ الْقُرْآن "مِنْ قَبْل أَنْ يَأْتِيكُمْ الْعَذَاب بَغْتَة وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ" قَبْل إتْيَانه بِوَقْتِهِ،

اور اس بہترین کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری جانب اتاری گئی ہے اور وہ قرآن ہے۔ قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تمہیں اس کے آنے کے وقت خبر بھی نہ ہو۔

اتباع احسن سے کیا مراد ہے؟ اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ قرآن کریم سارے کا سارا ہی احسن الحدیث ہے۔ لہٰذا اس میں جو اوامر ہیں ان کی تعمیل کرے، نواہی سے اجتناب کرے' امثال اور قصوں میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اس سے عبرت اور نصیحت حاصل کرے۔ اس کے برعکس جو شخص جو نہ اوامر کی تعمیل کرے نہ نواہی سے اجتناب کرے اور نہ وعظ و نصیحت سے کوئی اثر قبول کرے۔ ایسا شخص وہ پہلو اختیار کرتا ہے جسے کتاب اللہ بدترین پہلو قرار دیتی ہے۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوامر کو اچھی سے اچھی شکل میں بجالائے۔ نواہی سے پوری طرح اجتناب کرے بلکہ جس بات میں شک ہو اسے بھی چھوڑ دے اور پند و نصیحت سے بھی وہ مطلب لے اور اثر قبول کرے جو ایک قلب سلیم کا تقاضا ہوتا ہے۔ اپنے نظریات اور خواہشات کو قرآن سے کشید کرنے کی کوشش نہ کرے۔

| |
|---|
| اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ۝ |
| کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا |

## عذاب کے بعد حسرت کرنے والوں کا بیان

فَبَادِرُوا قَبْلَ "أَنْ تَقُولَ نَفْس يَا حَسْرَتَى" أَصْله يَا حَسْرَتِي أَيْ نَدَامَتِي "عَلَى مَا فَرَّطْت فِي جَنْب اللَّه" أَيْ طَاعَته "وَإِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة أَيْ وَإِنِّي "كُنْت لَمِنَ السَّاخِرِينَ" بِدِينِهِ وَكِتَابه،

ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص کہے ہائے افسوس! یعنی یا حسرتی، جس کا معنی ندامتی ہے۔ اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب یعنی اس کی اطاعت میں میں کی اور یہاں پر لفظ اِن مخففہ از ثقل ہے۔ یعنی بے شک میں تو مذاق کرنے والوں سے تھا۔ یعنی آپ کی کتاب اور آپ کے دین سے مذاق کرتا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! کوئی بھی شخص (کہ جنت کا مستحق قرار پاچکا ہوگا) اس وقت تک جنت میں داخل نہیں کیا جائے گا جب تک اس کو دوزخ میں وہ جگہ نہ دکھا دی جائے گی جو اس کا ٹھکانا ہوتا، اگر وہ برے کام کرتا (یعنی اس کو وہ جگہ دکھا کر بتایا جائے گا کہ اگر تم دنیا میں برے کام کرتے تو دوزخ میں اس جگہ تمہارا ٹھکانا ہوتا) اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ وہ دنیا میں برے کام سے بچنے کی توفیق ملنے اور دوزخ میں جانے کے بجائے جنت میں داخل کئے جانے پر) زیادہ سے زیادہ شکر ادا کر سکے اور کوئی بھی شخص (کہ جو عذاب دوزخ کا مستوجب قرار دیا جا چکا ہوگا) اس وقت تک دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا۔

جب تک کہ اس کو جنت میں وہ جگہ نہ دکھا دی جائے گی جو اس کے لئے مخصوص تھی اگر وہ نیک کام کرتا (یعنی اس کو وہ جگہ دکھا کر بتایا جائے گا کہ اگر تم دنیا میں برائی کے راستے پر نہ لگے رہتے اور نیک کام کرتے تو جنت میں تمہیں یہ مقام عطا ہوتا) اور یہ اس لئے ہوگا تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ حسرت وندامت میں مبتلا رہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 158)

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ o اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ o بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ o

یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار لوٹنا ہوتو میں نیک عمل کرنے والوں میں شامل ہو جاؤں۔ کیوں نہیں، بے شک تیرے پاس میری آیات آئیں تو تو نے انھیں جھٹلایا اور تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔

## آخرت میں کفار کا دنیا میں لوٹ کر ایمان لانے کی حسرت کا بیان

"أَوْ تَقُول لَوْ أَنَّ اللَّه هَدَانِي" بِالطَّاعَةِ فَاهْتَدَيْت "لَكُنْت مِنَ الْمُتَّقِينَ" عَذَابه "أَوْ تَقُول حِين تَرَى الْعَذَاب لَوْ أَنَّ لِي كَرَّة" رَجْعَة إلَى الدُّنْيَا "فَأَكُون مِنَ الْمُحْسِنِينَ" الْمُؤْمِنِينَ فَيُقَال لَهُ مِنْ قِبَل اللَّه : "بَلَى قَدْ جَاءَتْك آيَاتِي" الْقُرْآن وَهُوَ سَبَب الْهِدَايَة "فَكَذَّبْت بِهَا وَاسْتَكْبَرْت" تَكَبَّرْت عَنْ الْإِيمَان بِهَا،

یا کہے کہ اگر واقعی اللہ مجھے اطاعت کے ساتھ ہدایت دیتا تو میں ہدایت یافتہ ہو جاتا، تو میں ضرور پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یعنی اس کے عذاب سے بچنے والے لوگوں سے ہوتا۔ یا کہے جب وہ عذاب دیکھے کاش! واقعی میرے لیے ایک بار دنیا میں لوٹنا ہوتو میں نیک عمل کرنے والوں یعنی اہل ایمان میں شامل ہو جاؤں۔ تو اس سے کہا جائے گا کیوں نہیں، بے شک اس سے پہلے اللہ کی طرف سے تیرے پاس آیات آئیں یعنی قرآن آیا اور وہی ہدایت کا سبب تھا، تو تو نے انھیں جھٹلایا اور ایمان لانے سے تکبر کیا اور تو انکار کرنے والوں میں سے تھا۔

بعض کفار فجار قیامت کے روز مختلف تمنائیں کریں گے۔ کوئی تو اظہار حسرت کرے گا کہ افسوس میں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کی تھی۔ کوئی وہاں بھی اپنا الزام تقدیر پر ڈال کر بچنا چاہے گا وہ کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت کر دیتا تو میں بھی متقیوں میں داخل ہوتا، مگر خدا نے ہی ہدایت نہ کی تو میں کیا کروں۔ کوئی یہ تمنا کرے گا کہ کاش مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو میں سچا پکا مسلمان بنوں، اور اللہ کے احکام کی پوری اطاعت کروں۔ مگر اس وقت کی یہ حسرتیں اور تمنائیں کسی کے کام نہ آئیں گی۔

یہ تین قسم کی تمنائیں ہوسکتا ہے کہ مختلف لوگوں کی ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تینوں تمنائیں یکے بعد دیگرے ایک ہی جماعت کے کفار کی طرف سے ہوں، کیونکہ آخری قول جس میں دوبارہ دنیا میں آنے کی تمنا ہے اس کے ساتھ آیت میں مذکور ہے کہ وہ عذاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہوگا۔

وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ o

اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے،

کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟

## مشرکین کے چہروں کا قیامت کے دن سیاہ ہونے کا بیان

"وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ" بِنِسْبَةِ الشَّرِيكِ وَالْوَلَدِ إِلَيْهِ "وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى" مَأْوًى "لِلْمُتَكَبِّرِينَ" عَنِ الْإِيمَانِ ؟ بَلَى،

اور قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ وہ لوگ جنھوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا یعنی اس کی طرف شریک اور اولاد کی نسبت کی۔ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں ان متکبروں کے لیے کوئی ٹھکانا نہیں؟ یعنی جنہوں نے ایمان لانے سے تکبر کیا۔ ہاں ان کیلئے ضرور دوزخ میں جگہ ہے۔

## قیامت کے دن مشرکین کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے

قیامت کے دن دو طرح کے لوگ ہوں گے۔ کالے منہ والے اور نورانی چہرے والے۔ تفرقہ اور اختلاف والوں کے چہرے تو سیاہ پڑ جائیں گے اور اہل سنت و جماعت کی خوبصورت شکلیں نورانی ہو جائیں گی۔ اللہ کے شریک ٹھہرانے والوں اس کی اولاد مقرر کرنے والوں کو دیکھے گا کہ ان کے جھوٹ اور بہتان کی وجہ سے منہ کالے ہوں گے۔ اور حق کو قبول نہ کرنے اور تکبر و خود نمائی کرنے کے وبال میں یہ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ جہاں بڑی ذلت کے ساتھ سخت تر اور بدترین سزائیں بھگتیں گے۔ ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ " تکبر کرنے والوں کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی صورت میں ہوگا ہر چھوٹی سے چھوٹی مخلوق بھی انہیں روندتی جائے گی یہاں تک کہ جہنم کے جیل خانے میں بند کر دیئے جائیں گے جس کا نام بولس ہے۔ جس کی آگ بہت تیز اور نہایت ہی مصیبت والی ہے۔ دوزخیوں کو لہو اور پیپ اور گندگی پلائی جائے گی، ہاں اللہ کا ڈر رکھنے والے اپنی کامیابی اور سعادت مندی کی وجہ سے اس عذاب سے اور اس ذلت اور مار پیٹ سے بالکل بچے ہوئے ہوں گے اور کوئی برائی ان کے پاس بھی نہ پھٹکے گی۔ گھبراہٹ اور غم جو قیامت کے دن عام ہوگا وہ ان سے الگ ہوگا۔ ہر غم سے بیغم اور ہر ڈر سے بیڈر اور ہر سزا اور ہر دکھ سے بچے ہوئے ہوں گے۔ کسی قسم کی ڈانٹ جھڑکی انہیں نہ دی جائے گی امن و امان کے ساتھ راحت و چین کے ساتھ اللہ کی تمام نعمتیں حاصل کئے ہوئے ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ |
| اور اللہ ایسے لوگوں کو جنہوں نے پرہیز گاری اختیار کی ہے ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا نہ انہیں |
| کوئی برائی پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ |

## اہل جنت کا تکلیف و غم سے بری ہونے کا بیان

"وَيُنَجِّي اللَّهُ" مِنْ جَهَنَّمَ "الَّذِينَ اتَّقَوْا" الشِّرْكَ "بِمَفَازَتِهِمْ" أَيْ بِمَكَانِ فَوْزِهِمْ مِنَ الْجَنَّةِ بِأَنْ

یُجْعَلُوا فِیهِ،

اور اللہ ایسے لوگوں کو جنہوں نے پرہیزگاری اختیار کی ہے یعنی جو شرک سے بچ گئے۔ان کی کامیابی کے ساتھ نجات دے گا اور ان کی کامیابی کا مکان جنت ہے۔کیونکہ وہ ان کے رہنے کیلئے بنایا گیا ہے۔نہ انہیں کوئی برائی پہنچے گی اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نیکوکار لوگوں کو اتنے بلند مقام پر پہنچادے گا۔جہاں انہیں روز محشر کی لو اور تپش نہ پہنچ سکے گی۔وہاں وہ ہر طرح کی تکلیف سے محفوظ ہوں گے۔جو اعمال انہوں نے دنیا میں کئے ہوں گے ان پر وہ مطمئن ہوں گے اور انہیں کسی قسم کا غم لاحق نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ○ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ |
| وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○ |
| اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں |
| اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## زمین و آسمان وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کے تصرف کا بیان

"اللّٰه خَالِقُ كُلِّ شَیْء وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَیْء وَكِیل " مُتَصَرِّف فِیهِ كَیْفَ یَشَاء "لَهُ مَقَالِید السَّمَاوَات وَالْأَرْض " أَیْ مَفَاتِیح خَزَائِنهمَا مِنْ الْمَطَر وَالنَّبَات وَغَیْرهمَا "وَالَّذِینَ كَفَرُوا بِآیَاتِ اللّٰه" الْقُرْآن "أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ" مُتَّصِل بِقَوْلِهِ : "وَیُنَجِّی اللّٰه الَّذِینَ اتَّقَوْا" إلَخْ وَمَا بَیْنهمَا اعْتِرَاض،

اللہ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔یعنی وہ تصرف کرنے والا ہے جیسے وہ چاہے۔اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں یعنی ان دونوں کے خزانے جو اس میں بارش اور نباتات وغیر ہیں۔اور وہ لوگ جنھوں نے اللہ کی آیات یعنی قرآن کا انکار کیا وہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ساتھ متصل طور بیان ہوا ہے .وَیُنَجِّی اللّٰه الَّذِینَ اتَّقَوْا"، جبکہ ان دونوں کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔

امام ابن ابی حاتم نے یہاں ایک حدیث وارد کی ہے اس میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اے عثمان تم سے پہلے کسی نے مجھ سے اس آیت کا مطلب دریافت نہیں کیا۔ اس کی تفسیر یہ کلمات ہیں (لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللہ ولا قوۃ الا باللہ الاول والاخر والظاھر والباطن بیدہ الخیر یحیی و یمیت وھو علی کل شئی قدیر ۔)اے عثمان جو شخص اسے صبح کو دس بار پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسے چھ فضائل عطا فرماتا ہے اول تو وہ شیطان اور اس کے لشکر سے بچ جاتا ہے، دوم اسے ایک قنطار اجر ملتا ہے، تیسرے اس کا ایک درجہ جنت میں بلند ہوتا ہے، چوتھی اسکا حور عین سے نکاح کرادیا جاتا ہے۔

پانچویں اس کے پاس بارہ فرشتے آتے ہیں، چھٹے اسے اتنا ثواب دیا جاتا ہے جیسے کسی نے قرآن اور توراۃ اور انجیل و زبور

پڑھی۔ پھر اس ساتھ ہی اسے ایک قبول شدہ حج اور ایک مقبول عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر اسی دن اس کا انتقال ہو جائے تو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّـهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ |
| فرمادیجئے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کا کہتے ہو۔ |

## غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں کی جہالت کا بیان

"قُلْ أَفَغَيْرَ اللَّه تَأْمُرُونِّي أَعْبُد أَيُّهَا الْجَاهِلُونَ" "غَيْـر مَنْصُوب بِأَعْبُد الْمَعْمُول لِتَأْمُرُونِّي بِتَقْدِيرِ أَنْ بِنُونٍ وَاحِدَة وَبِنُونَيْنِ بِإِدْغَامٍ وَفَكٍّ،

فرمادیجئے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کا کہتے ہو۔ یہاں پر لفظ غیر یہ منصوب ہے کیونکہ اس کا معمول لفظ اُعبد ہے۔ یعنی تم مجھے حکم دیتے ہو۔ اور یہ لفظ اَن کی تقدیر کے ساتھ جو ایک نون اور دونوں نونوں کے ادغام کے بغیر ادغام کے بھی آیا ہے۔

اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کفار قریش سے جو آپ کو اپنے دین یعنی بت پرستی کی طرف بلاتے ہیں۔ فرمادیجئے: اے جاہلو! کیا تم مجھے غیر اللہ کی پرستش کرنے کا کہتے ہو۔

جاہل اس واسطے فرمایا کہ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق عبادت نہیں باوجود یہ کہ اس پر قطعی دلیلیں قائم ہیں۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے کہ بلاشبہ اگر تو نے شریک ٹھہرایا تو |
| یقیناً تیرا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور تو ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔ |

## شرک کے کبیرہ گناہ ہونے میں سختی کا بیان

"وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْك وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلك" وَاَللَّه "لَئِنْ أَشْرَكْت" يَا مُحَمَّد فَرْضًا

اور بلاشبہ یقیناً تیری طرف وحی کی گئی اور ان لوگوں کی طرف بھی جو تجھ سے پہلے تھے۔ یا محمد ﷺ اگر بہ فرض محال آپ نے شریک ٹھہرایا تو یقیناً آپ کا عمل ضرور ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور بالضرور خسارہ اٹھانے والوں سے ہو جائے گا۔

واضح رہے کہ انبیاء سے شرک کا صدور محال ہے۔ کیونکہ وہ جن مقاصد کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں ان میں اولین مقصد شرک کی بیخ کنی اور توحید کی ترویج ہوتا ہے۔ اسی بات پر وہ خود قائم رہتے اور دوسروں کو دعوت دیتے ہیں۔ یہاں جو آپ کو مخاطب کر کے یہ بات کہی گئی ہے۔ تو اس سے شرک کی انتہائی مذمت مقصود ہے۔

بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

بلکہ اللہ ہی کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے حکم کا بیان

" بَلِ اللّٰه" وَحْده "فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ" إنْعَامه عَلَيْك

بلکہ اللہ وحدہ کی پھر عبادت کر اور شکر کرنے والوں سے ہو جا۔ یعنی جو آپ پر انعام ہیں ان کو شکریہ ادا کریں۔

بل اللّٰه فاعبد: بل حرف اضراب ہے۔ جس کی عبادت (ماسوی اللہ) کافرین چاہتے تھے اس کی تردید میں ارشاد ہوتا ہے۔ بل اللّٰه فاعبد: کانہ قال لاتعبد ما امروك بعبادته بل ان عبدت فاعبد اللّٰه ۔ یعنی جو وہ چاہتے ہیں اس کی عبادت نہ کرو بلکہ اگر عبادت کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ شرط کو حذف کر کے اس کے عوض مفعول کو لایا گیا ہے۔ کرین۔ اسم فاعل جمع مذکر شکر مصدر سے۔ شکر گزار۔ احسان ماننے والا۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی معرفت وشان کو پہچاننے کا بیان

"وَمَا قَدَرُوا اللّٰه حَقّ قَدْره" مَا عَرَفُوهُ حَقّ مَعْرِفَته أَوْ مَا عَظَّمُوهُ حَقّ عَظَمَته حِين أَشْرَكُوا بِهِ غَيْره "وَالْأَرْض جَمِيعًا" حَال : أَيْ السَّبْع "قَبْضَته" أَيْ مَقْبُوضَة لَهُ : أَيْ فِي مُلْكه وَتَصَرُّفه "يَوْم الْقِيَامَة وَالسَّمَوَات مَطْوِيَّات" مَجْمُوعَات "بِيَمِينِهِ" بِقُدْرَتِهِ "سُبْحَانه وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ" مَعَهُ،

اور انھوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جو اس کی قدر کا حق ہے، یعنی جو اس کی معرفت کا حق تھا یا جو اس کی عظمت کا حق تھا۔ جبکہ انہوں نے اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی، یہاں پر لفظ جمیعا یہ السبع سے حال ہے۔ یعنی اس کے قبضہ میں ہیں۔ جو اس کی ملکیت وتصرف میں ہیں۔ اور قیامت کے بھی اسی کا تصرف ہوگا۔ اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ یعنی اس کی قدرت سے جمع ہوں گے۔ وہ پاک ہے اور بہت بلند ہے اس سے جو وہ شریک بنا رہے ہیں۔

## سورہ زمر آیت ۶۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے محمد! اللہ

تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر اور زمینوں کو ایک انگلی پر اور پہاڑوں کو ایک انگلی پر اٹھانے کے بعد کہتا ہے کہ میں بادشاہوں۔راوی کہتے ہیں کہ اس بات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کے دانت ظاہر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ، اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے)۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1186)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جانتے ہو جہنم کتنی وسیع ہے؟ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے کہا نہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا اللہ کی قسم! تم نہیں جانتے مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وَالْاَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ الآية کے بارے میں پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس دن لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کے پل پر ہوں گے۔اس حدیث میں ایک قصہ ہے اور یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1193)

| |
|---|
| وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ |
| ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ○ |
| اور صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، |
| پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔ |

## صور پھونکنے کے سبب مرنے جینے کا بیان

"وَنُفِخَ فِي الصُّورِ" النَّفْخَةُ الْأُولَى "فَصَعِقَ" مَاتَ "مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ" مِنَ الْحُورِ وَالْوِلْدَانِ وَغَيْرِهِمَا "ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ" أَيْ جَمِيعُ الْخَلَائِقِ الْمَوْتَى "قِيَامٌ يَنْظُرُونَ" يَنْتَظِرُونَ مَا يُفْعَلُ بِهِمْ،

اور جب پہلی بار صور میں پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہوں گے، اس صور کے سبب مر کر گر جائیں گے مگر جسے اللہ نے چاہا، یعنی جو حور اور بچے وغیرہ ہیں۔پھر اس میں دوسری دفعہ پھونکا جائے گا تو اچانک وہ یعنی تمام فوت ہونے والی مخلوقات کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔انتظار کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

## صور پھونکے جانے وقت میں دعائیہ کلمات کو پڑھنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کس طرح آرام کروں جب کہ صور پھونکنے والے نے صور کو منہ لگایا ہے۔وہ اپنی پیشانی جھکائے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے پھونکنے کا حکم دیا جائے اور وہ پھونکے۔مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم کیا کہیں (اس وقت)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا یعنی ہمیں اللہ کافی ہے وہ بہترین وکیل ہے، ہم اپنے رب اللہ پر ہی توکل کرتے ہیں)۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ یہ حدیث حسن ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1189)

## نفخہ اولی اور نفخہ ثانیہ کا بیان

یہ پہلے نفخہ کا بیان ہے اس نفخہ سے جو بیہوشی طاری ہوگی اس کا یہ اثر ہوگا کہ ملائکہ اور زمین والوں سے اس وقت جو لوگ زندہ ہوں گے جن پر موت نہ آئی ہوگی وہ اس سے مرجائیں گے۔ اور جن پر موت وارد ہو چکی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں حیات عنایت کی وہ اپنی قبروں میں زندہ ہیں جیسے کہ انبیاء وشہداء ان پر اس نفخہ سے بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگی اور جو لوگ قبروں میں مرے پڑے ہیں انہیں اس نفخہ کا شعور بھی نہ ہوگا۔(تفسیر جمل علی الجلالین)

اس استثناء میں کون کون داخل ہے اس میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ نفخہ صعق سے تمام آسمان اور زمین والے مرجائیں گے سوائے جبرئیل ومیکائیل واسرافیل وملک الموت کے پھر اللہ تعالیٰ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں ان فرشتوں کو بھی موت دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ شہداء ہیں جن کے لئے قرآن مجید میں (بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ، البقرۃ:154) آیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ وہ شہداء ہیں جو تلواریں حمائل کئے گرد عرش حاضر ہوں گے۔ تیسرا قول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مستثنیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ آپ طور پر بیہوش ہو چکے ہیں اس لئے اس نفخہ سے آپ بیہوش نہ ہوں گے بلکہ آپ متیقظ وہوشیار رہیں گے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ مستثنیٰ جنت کی حوریں اور عرش وکرسی کے رہنے والے ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مستثنیٰ رضوان اور حوریں اور وہ فرشتے جو جہنم پر مامور ہیں وہ اور جہنم کے سانپ بچھو ہیں۔(تفسیر کبیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ |
| وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء کو اور گواہوں کو لایا جائے گا |
| اور لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## قیامت کے دن حساب کی کتاب رکھ دیئے جانے کا بیان

"وَأَشْرَقَتِ الْأَرْض" أَضَاءَتْ "بِنُورِ رَبِّهَا" حِينَ يَتَجَلَّى اللّٰه لِفَصْلِ الْقَضَاء "وَوُضِعَ الْكِتَاب" كِتَاب الْأَعْمَال لِلْحِسَابِ "وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاء" أَيْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمَّته يَشْهَدُونَ لِلرُّسُلِ بِالْبَلَاغِ "وَقُضِيَ بَيْنهمْ بِالْحَقِّ" أَيْ الْعَدْل "وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ" شَيْئًا،

اور زمین محشر اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور ہر ایک کے اعمال کے حساب کی کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء کو اور گواہوں کو لایا جائے گا یعنی امام الانبیاء حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کی تشریف آوری ہوگی جس سابقہ رسولان گرامی کے حق میں گواہی دیں گے۔ اور لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے کیلئے آئے گا اس وقت اس کے نور سے ساری زمین روشن ہو جائے گی۔ نامہ اعمال لائے جائیں گے۔ نبیوں کو پیش کیا جائے گا جو گواہی دیں گے کہ انہوں نے اپنی امتوں کو تبلیغ کر دی تھی۔ اور بندوں کے نیک وبد اعمال کے محافظ فرشتے لائے جائیں گے۔ اور عدل وانصاف کے ساتھ مخلوق کے فیصلے کئے جائیں گے۔ اور کسی پر کسی قسم کا ظلم وستم نہ کیا جائے گا۔ جیسے فرمایا (وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا، الأنبیاء: 47)۔ یعنی قیامت کے دن ہم میزان عدل قائم کریں گے اور کسی پر بالکل ظلم نہ ہوگا گو رائی کے دانے کے برابر عمل ہو ہم اسے بھی موجود کر دیں گے۔ اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ |
| اور ہر شخص کو پورا پورا دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ |

## قیامت کے دن اعمال کا بدلہ پورا پورا دیئے جانے کا بیان

"وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ" أَيْ جَزَاءَهُ "وَهُوَ أَعْلَم" عَالِم "بِمَا يَفْعَلُونَ" فَلَا يَحْتَاج إِلَى شَاهِد

اور ہر شخص کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کیا اور وہ زیادہ جاننے والا ہے، یہاں پر لفظ اعلم یہ عالم کے معنی میں ہے۔ جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ پس اس کو گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔

اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ بہ قدر ذرے کے بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجر عظیم عنایت فرماتا ہے۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہو رہا ہے ہر شخص کو اس کے بھلے برے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ |
| خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ |
| قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ |
| اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے |
| تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں |

| |
|---|
| آئے جوتم پر تمھارے رب کی آیات پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ |
| کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔ |

## کفار کے گروہ در گروہوں کا جہنم میں ڈالے جانے کا بیان

"وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا " بِعُنْفٍ "إِلَى جَهَنَّمَ زُمَرًا " جَمَاعَات مُتَفَرِّقَة "حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابهَا" جَوَاب إِذَا "وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُل مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَات رَبّكُمْ " الْقُرْآن وَغَيْره "وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاء يَوْمكُمْ هَذَا قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَة الْعَذَاب " أَيْ : "لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّم" الْآيَة،

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، یعنی مختلف جماعتوں کی صورت میں جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھولے جائیں گے، یہ لفظ اذا کا جواب ہے۔ اور اس کے نگران ان سے کہیں گے کیا تمھارے پاس تم میں سے کچھ رسول نہیں آئے جو تم پر تمھارے رب کی آیات یعنی قرآن وغیرہ پڑھتے ہوں اور تمھیں تمھارے اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ کہیں گے کیوں نہیں، اور لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہو گئی۔ یعنی کہ میں ان سے جہنم کو بھر دوں گا۔

## حالت زمر میں کفار کو جہنم میں ڈال دیئے جانے کا بیان

بدنصیب منکرین حق، کفار کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ وہ جانوروں کی طرح رسوائی، ذلت ڈانٹ ڈپٹ اور جھڑکی سے جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ جیسے اور آیت میں یدعون کا لفظ ہے یعنی دھکے دیئے جائیں گے اور سخت پیاسے ہوں گے، جیسے اللہ جل و علا نے فرمایا (یوم نحشر المتقین) الخ، جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمان کے مہمان بنا کر جمع کریں گے اور گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔ اس کے علاوہ وہ بہرے گونگے اور اندھے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹ کر لائیں گے یہ اندھے گونگے اور بہرے ہوں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہوگا جب اس کی آتش دھیمی ہونے لگے ہم اسے اور تیز کر دیں گے۔ یہ قریب پہنچیں گے دروازے کھل جائیں گے تا کہ فوراً ہی عذاب نار شروع ہو جائے۔ پھر انہیں وہاں کے محافظ فرشتے شرمندہ کرنے کیلئے اور ندامت بڑھانے کیلئے ڈانٹ کر اور گھرک کر کہیں گے کیونکہ ان میں رحم کا تو مادہ ہی نہیں سراسر سختی کرنے والے سخت غصے والے اور بڑی بری طرح مار مارنے والے ہیں کہ کیا تمہارے پاس تمہاری ہی جنس کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے تھے؟ جن سے تم سوال جواب کر سکتے تھے اپنا اطمینان اور تسلی کر سکتے تھے ان کی باتوں کو سمجھ سکتے تھے ان کی صحبت میں بیٹھ سکتے تھے، انہوں نے اللہ کی آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں اپنے لائے ہوئے سچے دین پر دلیلیں قائم کر دیں۔

تمہیں اس دن کی برائیوں سے آگاہ کر دیا۔ آج کے عذابوں سے ڈرایا۔ کافر اقرار کریں گے کہ ہاں یہ سچ ہے بیشک اللہ کے پیغمبر ہم میں آئے۔ انہوں نے دلیلیں بھی قائم کیں ہمیں بہت کچھ کہا سنا بھی۔ ڈرایا دھمکایا بھی۔ لیکن ہم نے ان کی ایک نہ مانی بلکہ

ان کے خلاف کیا مقابلہ کیا کیونکہ ہماری قسمت میں ہی شقاوت تھی۔ازلی بدنصیب ہم تھے۔حق سے ہٹ گئے اور باطل کے طرفدار بن گئے۔جیسے سورۃ تبارک کی آیت میں ہے جب جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا۔اس سے وہاں کے محافظ پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہاں آیا تو تھا لیکن ہم نے اس کی تکذیب کی اور کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نازل نہیں فرمایا تم بڑی بھاری غلطی میں ہو۔اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو آج دوزخیوں میں نہ ہوتے۔یعنی اپنے آپ کو آپ ملامت کرنے لگیں گے اپنے گناہ کا خود اقرار کریں گے۔اللہ فرمائے گا دوری اور خسارہ ہو۔لعنت و پھٹکار ہو اہل دوزخ پر، کہا جائے گا یعنی ہر وہ شخص جو انہیں دیکھے گا اور ان کی حالت کو معلوم کرے گا وہ صاف کہہ اٹھے گا کہ بیشک یہ اسی لائق ہیں۔اسی لئے کہنے والے کا نام نہیں لیا گیا بلکہ اسے مطلق چھوڑا گیا تا کہ اس کا عموم باقی رہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے عدل کی گواہی کامل ہو جائے ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب جاؤ جہنم میں یہیں ہمیشہ جلتے بھلتے رہنا نہ یہاں سے کسی طرح کسی وقت چھٹکارا ملے نہ تمہیں موت آئے آہ! یہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے جس میں دن رات جلنا ہی جلنا ہے۔یہ ہے تمہارے تکبر کا اور حق کو نہ ماننے کا بدلہ۔جس نے تمہیں ایسی بری جگہ پہنچایا اور یہیں کر دیا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۞ |
| کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے۔ |

## جہنمیوں کو دوزخ کے دروازوں سے داخل کرنے کا بیان

"قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَاب جَهَنَّم خَالِدِينَ فِيهَا" مُقَدَّرِينَ الْخُلُود "فَبِئْسَ مَثْوَى" مَأْوَى "الْمُتَكَبِّرِينَ" جَهَنَّم،

کہا جائے گا جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، یعنی ان کیلئے خلود مقدر ہو چکا ہے۔اس میں ہمیشہ رہنے والے، پس وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا جہنم ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بئس۔برا ہے۔فعل ذم ہے۔اس کی گردن نہیں آتی۔بئس اصل میں بئس تھا۔(بروزن فعل باب سمع) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔پھر تخفیف کیلئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا بئس ہو گیا۔

مثوی المتکبرین ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہے بئس کا۔مثوی۔ظرف مکان۔فرودگاہ۔ المتکبرین۔میں الف لام جنس کا ہے۔تکبر کرنے والے۔حق کو حقیر سمجھ کر قبول نہ کرنے والے۔فبئس مثوی المتکبرین۔پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت برا ہے۔

| |
|---|
| وَ سِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا |
| وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ۞ |

| |
|---|
| اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس |
| کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے اور اس کے نگران ان سے کہیں گے |
| تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔ |

## اہل جنت کے اعزاز کے سبب جنت کے دروازوں کو کھول دیئے جانے کا بیان

"وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهمْ" بِلُطْفٍ "إلَى الْجَنَّة زُمَرًا حَتَّى إذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابهَا" الْوَاو فِيهِ لِلْحَالِ بِتَقْدِيرِ قَدْ "وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتهَا سَلَام عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ" حَال "فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ" مُقَدِّرِينَ الْخُلُود فِيهَا وَجَوَاب إذَا مُقَدَّر أَيْ دُخُولهَا وَسَوْقهمْ وَفَتْح الْأَبْوَاب قَبْل مَجِيئِهِمْ تَكْرِمَة لَهُمْ وَسَوْق الْكُفَّار وَفَتْح أَبْوَاب جَهَنَّم عِنْد مَجِيئِهِمْ لِيَبْقَى حَرّهَا إلَيْهِمْ إهَانَة لَهُمْ،

اور وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈر گئے، گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئیں گے، اس حال میں کہ اس کے دروازے کھول دیے گئے ہوں گے۔ یہاں پر واؤ حالیہ ہے۔ جس میں مقدر لفظ قد ہے۔ اور اس کے نگران ان سے کہیں گے تم پر سلام ہو، تم پاکیزہ رہے، یہاں پر لفظ طبتم یہ فادخلوہا سے حال ہے۔ جس میں ان کا خلود مقدر ہو چکا ہے۔ اور یہ اذا مقدرہ کا جواب ہے۔ یعنی ان کے دخول اور ان کے چلائے جانے، اور ان کی عزت و تکریم کے پیش نظر دروازوں کو کھول دیا جائے گا۔ پس اس میں داخل ہو جاؤ، ہمیشہ رہنے والے ہو۔ جبکہ کفار کو جہنم کی جانب ہنکایا جائے گا اور ان کے وہاں پہنچ جانے پر دروازوں کو کھولا جائے گا۔ تا کہ اس کی گرمی باقی رہے۔ یہ ان کی توہین کیلئے کیا جائے گا۔

## اہل جنت کا منازل جنت میں پہنچ جانے کا بیان

یہاں سعادت مندوں کا نتیجہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بہترین خوبصورت اونٹنیوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ ان کی بھی جماعتیں ہوں گی مقربین خاص کی جماعت، پھر ابرار کی، پھر ان سے کم درجے والوں کی، پھر ان سے کم درجے والوں کی، ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہوگی، انبیاء انبیاء کے ہمراہ، صدیق اپنے جیسوں کے ساتھ، شہید لوگ اپنے والوں کے ہمراہ، علماء اپنے جیسوں کے ساتھ، غرض ہر ہم جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوں گے جب وہ جنت کے پاس پہنچیں گے پل صراط سے پار ہو چکے ہوں گے، وہاں ایک پل پر ٹھہرائے جائیں گے۔

اور ان میں آپس میں جو مظالم ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ ہو جائے گا۔ جب پاک صاف ہو جائیں گے تو جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔ صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے، پھر وہ حضرت آدم کا قصد کریں گے۔ پھر حضرت نوح کا پھر حضرت ابراہیم کا پھر حضرت موسیٰ کا پھر حضرت عیسیٰ کا پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلیہم کا۔ جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقعہ پر بھی کیا تھا۔ اس سے بڑا مقصد جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا موقعہ بموقعہ اظہار کرنا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے میں جنت میں پہلا سفارشی ہوں۔ایک اور روایت میں ہے میں پہلا وہ شخص ہوں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔مسند احمد میں ہے میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھلوانا چاہوں گا تو وہاں کا دروازہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کیلئے نہ کھولوں۔مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے تھوک رینٹ پیشاب پاخانہ وہاں کچھ نہ ہوگا ان کے برتن اور سامان آرائش سونے چاندی کا ہوگا۔ان کی انگیٹھیوں میں بہترین اگر خوشبو دے رہا ہوگا ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن ونزاکت صفائی اور نفاست کے گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہوگا۔کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد وبغض نہ ہوگا۔سب گھل مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل، جو جنت میں جائے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ان کے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے جیسے بہترین چمکتا ستارہ پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے بیان ہے اور یہ بھی ہے کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے۔جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔

اور حدیث میں ہے کہ میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی تعداد میں ہوگی پہلے پہل جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھریں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے بھی انہی میں سے کردے آپ نے دعا کی کہ اللہ انہیں بھی انہی میں سے کردے۔پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کی آپ نے فرمایا عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔ان ستر ہزار کا بےحساب جنت میں داخل ہونا بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے بہت سے صحابہ سے مروی ہے۔بخاری مسلم میں ہے کہ سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔

ابن ابی شیبہ میں ہے مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے ان سے نہ حساب ہوگا نہ انہیں عذاب ہوگا۔ان کے علاوہ اور تین لپیں بھر کر، جو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھوں سے لپ بھر کر جنت میں پہنچائے گا۔

طبرانی اس روایت میں ہے پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے۔اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں۔جب یہ سعید بخت بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے۔ان کیلئے دروازے کھل جائیں گے ان کی وہاں عزت وتعظیم ہوگی وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے ان کی تعریفیں کریں گے انہیں سلام کریں گے۔اس کے بعد کا جواب قرآن میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش وقت ہو جائیں گے بے انداز سرور راحت آرام وچین انہیں ملے گا۔ہر طرح کی آس اور بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ہاں یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے جو کہا ہے کہ وفتحت میں واؤ آٹھویں ہے اور اس سے استدلال کیا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں انہوں نے بڑا تکلف کیا ہے اور بیکار مشقت اٹھائی

ہے۔ جنت کے آٹھ دروازوں کا ثبوت تو صحیح احادیث میں صاف موجود ہے۔

مسند احمد میں ہے جو شخص اپنے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرلے وہ جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے کئی ایک دروازے ہیں نمازی باب الصلوۃ سے سخی باب الصدقہ سے مجاہد باب جہاد سے روزے دار باب الریان سے بلائے جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گو اس کی ضرورت تو نہیں کہ ہر دروازے سے پکارا جائے جس سے بھی پکارا جائے مقصد تو جنت میں جانے سے ہے، لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے کل دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم انہی میں سے ہوگے۔ یہ حدیث بخاری مسلم وغیرہ میں بھی ہے۔

بخاری مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے جنت میں آٹھ دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام باب الریان ہے اس میں سے صرف روزے دار ہی داخل ہوں گے۔ صحیح مسلم میں ہے تم میں سے جو شخص کامل مکمل بہت اچھی طرح مل مل کر وضو کرے پھر اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھے اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس سے چاہے چلا جائے۔ اور حدیث میں ہے جنت کی کنجی لا الٰہ الا اللہ ہے۔ "جنت کے دروازوں کی کشادگی کا بیان" اللہ ہمیں بھی جنت نصیب کرے۔ شفاعت کی مطول حدیث میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت میں سے جن پر حساب نہیں انہیں داہنی طرف کے دروازے سے جنت میں لے جاؤ لیکن اور دروازوں میں بھی یہ دوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔ اس قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ جنت کی چوکھٹ اتنی بڑی وسعت والی ہے جتنا فاصلہ مکہ اور ہجر میں ہے۔ یا فرمایا ہجر اور مکہ میں ہے۔ ایک روایت میں ہے مکہ اور بصریٰ میں ہے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عتبہ بن غزوان نے اپنے خطبے میں بیان فرمایا کہ ہم سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے کی وسعت چالیس سال کی راہ ہے۔ ایک ایسا دن بھی آنے والا ہے جب کہ جنت میں جانے والوں کی بھیڑ بھاڑ سے یہ وسیع دروازے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوں گے۔ (مسلم، تفسیر ابن کثیر، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ |
| حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○ |
| اور وہ کہیں گے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا کہ |
| ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنالیں۔ پس عمل کرنے والوں کا یہ کتنا اچھا اجر ہے۔ |

## اہل جنت کا جنت میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے کا بیان

"وَقَالُوا" عُطِفَ عَلَى دُخُولِهَا الْمُقَدَّر "الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی صَدَقَنَا وَعْدَه" بِالْجَنَّةِ "وَأَوْرَثَنَا الْأَرْض"

أَیْ أَرْض الْجَنَّة "نَتَبَوَّأ" نَنْزِل "مِنْ الْجَنَّة حَيْثُ نَشَاء "لِأَنَّهَا كُلّهَا لَا يُخْتَار فِيهَا مَكَان عَلَى مَكَان "فَنِعْمَ أَجْر الْعَامِلِينَ" الْجَنَّة،

اور وہ کہیں گے۔اس کا عطف دخول پر ہے جو مقدر ہے۔سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ جنت سچا کیا اور ہمیں اس زمین جنت کا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں سے جہاں چاہیں جگہ بنا لیں۔یعنی جہاں چاہیں گے ان جنت میں اتاریں گے۔کیونکہ جنتی ایک مکان کو دوسرے مکان پر ترجیح نہ دے گا۔پس عمل کرنے والوں کا یہ کتنا اچھا اجر ہے۔جو جنت ہے۔

مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت کی چوکھٹ چالیس سال کی راہ کی ہے، یہ جب جنت کے پاس پہنچیں گے انہیں فرشتے سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے کہ تمہارے اعمال تمہارے اقوال تمہاری کوشش اور تمہارا بدلہ ہر چیز خوشی والی اور عمدگی والی ہے۔جیسے کہ حضور علیہ السلام نے کسی غزوے کے موقعہ پر اپنے منادی سے فرمایا تھا جاؤ ندا کر دو کہ جنت میں صرف مسلمان لوگ ہی جائیں گے یا فرمایا تھا صرف مومن ہی، فرشتے ان سے کہیں گے کہ تم اب یہاں سے نکالے نہ جاؤ گے بلکہ یہاں تمہارے لئے دوام ہے، اپنا یہ حال دیکھ کر خوش ہو کر جنتی اللہ کا شکر ادا کریں گی اور کہیں گے کہ الحمد للہ جو وعدہ ہم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی کیا تھا اسے پورا کیا۔یہی دعا ان کی دنیا میں تھی (رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ، آل عمران:194) یعنی اے ہمارے پروردگار ہمیں وہ دے جس کا وعدہ تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر یقیناً تیری ذات وعدہ خلافی سے پاک ہے۔اور آیت میں ہے کہ اس موقعہ پر اہل جنت یہ بھی کہیں گے اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی ہدایت کی اگر وہ ہدایت نہ کرتا تو ہم ہدایت نہ پاسکتے۔یقیناً اللہ کے رسول ہمارے پاس حق لائے تھے۔وہ یہ بھی کہیں گے کہ اللہ ہی کیلئے سب تعریف ہے، جس نے ہم سے غم دور کر دیا یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور قدر کرنے والا ہے۔جس نے اپنے فضل وکرم سے یہ پاک جگہ ہمیں نصیب فرمائی جہاں ہمیں نہ کوئی دکھ درد ہے نہ رنج و تکلیف، یہاں ہے کہ یہ کہیں گے اس سے ہمیں جنت کی زمین کا وارث کیا۔(تفسیر جامع البیان، سورہ زمر، بیروت)

| |
|---|
| وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ |
| وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اور آپ فرشتوں کو عرش کے اردگرد حلقہ باندھے ہوئے دیکھیں گے جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے، اور لوگوں کے |
| درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ کُل حمد اللہ ہی کے لائق ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ |

## قیامت کے دن عرش کے اردگرد تسبیح کرنے والے فرشتوں کا بیان

"وَتَرَى الْمَلَائِكَة حَافِّينَ" حَال "مِنْ حَوْل الْعَرْش" مِنْ كُلّ جَانِب مِنْهُ "يُسَبِّحُونَ" حَال مِنْ ضَمِير حَافِّينَ "بِحَمْدِ رَبّهمْ" مُلَابِسِينَ لِلْحَمْدِ : أَيْ يَقُولُونَ : سُبْحَان اللّٰه وَبِحَمْدِهِ "وَقُضِيَ بَيْنهمْ" بَيْن

جَمِیعِ الْخَلَائِقِ "بِالْحَقِّ" أَیُ الْعَدْلِ فَیَدْخُلِ الْمُؤْمِنُونَ الْجَنَّۃَ وَالْکَافِرُونَ النَّارَ "وَقِیلَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ" خَتْمِ اسْتِقْرَارِ الْفَرِیقَیْنِ بِالْحَمْدِ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ،

اور آپ فرشتوں کو عرش کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوئے یعنی اس کی جانب سے دیکھیں گے۔ جو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہوں گے، یسبحون یہ حافین کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی وہ اللہ کی حمد وتسبیح اس طرح کرتے ہوں گے "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہِ" اور سب لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا یعنی اہل ایمان جنت میں داخل ہو جائیں گے جبکہ کفار دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ اور کہا جائے گا کہ کُل حمد اللہ ہی کے لائق ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ دونوں فریقوں کا استقرار فرشتوں کی کی ہوئی حمد کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

تو اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے روز اس وقت تو دیکھے گا کہ فرشتے اللہ کے عرش کے چاروں طرف کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح بزرگی اور بڑائی بیان کر رہے ہوں گے۔ ساری مخلوق میں عدل وحق کے ساتھ فیصلے ہو چکے ہوں گے۔ اس سراسر عدل اور بالکل رحم والے فیصلوں پر کائنات کا ذرہ ذرہ اس کی ثنا خوانی کرنے لگے گا اور جاندار چیز سے آواز آئے گی کہ الحمد للہ رب العالمین چونکہ اس وقت ہر اک تر وخشک چیز اللہ کی حمد بیان کرے گی اس لئے یہاں مجہول کا صیغہ لا کر فاعل کو عام کر دیا گیا۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خلق کی پیدائش کی ابتداء بھی حمد سے ہے فرماتا ہے الحمد للہ الذی خلق السموات والارض اور مخلوق کی انتہا بھی حمد سے ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زمر، بیروت)

## سورہ الزمر کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ الزمر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُ

## یہ قرآن مجید کی سورت مئومن ہے

### سورت مؤمن کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُوْرَةُ غَافِرٍ أَوِ الْمُؤْمِنِ (مَكِّيَّةٌ إِلَّا آيَتَيْ 56 و 57 فَمَدَنِيَّتَانِ وَآيَاتُهَا 85) نَزَلَتْ بَعْدَ الزُّمَرِ**

سورہ مومن اس کا نام سورہ غافر بھی ہے، یہ سورت مکیہ ہے سوائے دوآیتوں کے جو (اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ، غافر:35) سے شروع ہوتی ہیں، اس سورت میں نو رکوع اور پچاسی آیات اور ایک ہزار ایک سو ننانوے کلمات اور چار ہزار نو سو ساٹھ حروف ہیں اور یہ سورت الزمر کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت غافر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کے دو نام معروف ہوئے ہیں۔ایک نام غافر ہے جو آیت نمبر ۳ میں استعمال ہوا ہے۔اور دوسرا نام مؤمن ہے۔جو آیت نمبر ۲۸ میں آل فرعون میں سے جو شخص ایمان لایا ہے اس مناسبت سے ہے۔لہٰذا اس میں غافر الذنب ہونا بھی منفرد ہے اور آل فرعون میں سے کسی ایک شخص کا ایمان لانا یہ بھی اس کیلئے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔پس یہ سورت انہی ناموں سے معروف ہوئی ہے۔

### لفظ حم سے شروع ہونے والی سورتوں کی فضیلت کا بیان

بعض سلف کا قول ہے کہ جن سورتوں کی ابتداء حم سے ہے انہیں حوامیم کہنا مکروہ ہے۔ال حم کہا جائے۔حضرت محمد بن سیرین بھی یہی کہتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ال حم قرآن کا دیباچہ ہیں۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کریم کا دروازہ آل حم ہے یا فرمایا حوامیم ہیں۔

حضرت مسعر بن کدام فرماتے ہیں ان سورتوں کو عرائس کہا جاتا تھا۔عروس دلہن کو کہتے ہیں۔حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ قرآن کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے کسی اچھی منزل کی تلاش میں نکلا تو ایک جگہ ایسی ہے جہاں گویا ابھی ابھی بارش برس چکی ہے یہ ذرا ہی کچھ آگے بڑھا ہوگا کہ دیکھتا ہے کہ تروتازہ لہلہاتے ہوئے چند چمن ہیں۔یہ پہلے تر زمین کو دیکھ کر ہی

تعجب میں تھا اب تو اس کا تعجب اور بڑھ گیا۔ اس سے کہا گیا کہ پہلے کی مثال تو قرآن کریم کی عظمت کی مثال ہے اور ان باغیچوں کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن میں حم والی سورتیں ہیں۔ (تفسیر بغوی، سورہ مؤمن، بیروت)

## دشمن کے حملہ سے بچنے کیلئے حم سورتوں کو پڑھنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر چیز کا دروازہ ہوتا ہے اور قرآن کا دروازہ یہی حم والی سورتیں ہیں۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں جب میں تلاوت کرتا ہوا حم والی سورتوں پر پہنچتا ہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا میں ہرے بھرے پھلے پھولے باغوں کی سیر کر رہا ہوں ایک شخص نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسجد بناتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ میں اسے حم والی سورتوں کیلئے بنا رہا ہوں ممکن ہے یہ مسجد وہ ہو جو دمشق کے قلعہ کے اندر ہے اور آپ ہی کے نام سے منسوب ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کی حفاظت حضرت ابوالدرداء کی نیک نیتی کی اور جس وجہ سے یہ مسجد بنائی گئی تھی اس کی برکت کے باعث ہو۔ اس کلام میں دشمنوں پر فتح وظفر کی دلیل بھی ہے۔ جیسے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بعض جہادوں میں اپنے لشکروں سے فرمادیا تھا کہ اگر رات کو تم اچانک حملہ کر دو تو تمہاری پہچان کے خاص الفاظ حم لاینصرون ہیں ایک روایت میں تنصرون ہے۔ مسند بزار میں ہے جس نے آیت الکرسی اور سورۂ حم المومن کا ابتدائی حصہ پڑھا وہ سارے دن کی برائی سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور اس کے ایک راوی پر کچھ جرح بھی ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ |
| شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِى الطَّوْلِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ |
| حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے، |
| جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا والا، بڑے فضل والا، |
| اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ |

## نزول قرآن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا بیان

"حم" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "تَنْزِيل الْكِتَاب" الْقُرْآن مُبْتَدَأ "مِنَ اللّٰه" خَبَره "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْعَلِيم" بِخَلْقِهِ، "غَافِر الذَّنْب" لِلْمُؤْمِنِينَ "وَقَابِل التَّوْب" لَهُمْ مَصْدَر "شَدِيد الْعِقَاب" لِلْكَافِرِينَ أَيْ مُشَدِّدَة "ذِي الطَّوْل" الْإِنْعَام الْوَاسِع وَهُوَ مَوْصُوف عَلَى الدَّوَام بِكُلِّ هَذِهِ الصِّفَات فَإِضَافَة الْمُشْتَقّ مِنْهَا لِلتَّعْرِيفِ كَالْأَخِيرَةِ "لَا إلَه إلَّا هُوَ إلَيْهِ الْمَصِير" الْمَرْجِع،

حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کتاب یعنی قرآن کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے، یہاں پر لفظ کتاب مبتداء ہے اور من اللہ اس کی خبر ہے۔ جو اپنے ملک میں غالب، اپنی مخلوق کو جاننے والا ہے۔ اہل ایمان کے گناہ

بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، یہاں پر لفظ توب یہ مصدر ہے۔ کفار کو بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ بڑے فضل والا یعنی وسیع انعام والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صفات کے ساتھ دائمی طور پر موصوف ہے۔ اور یہاں پر ان اضافت تعریف کیلئے ہے۔ جس طرح آخری صفت میں ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

## غافر الذنب سن کر توبہ کرنے والے کا بیان

حضرت عمر کے پاس ایک شامی کبھی کبھی آیا کرتا تھا اور تھا ذرا ایسا ہی آدمی ایک مرتبہ لمبی مدت تک وہ آیا ہی نہیں تو امیر المومنین نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا انہوں نے کہا کہ اس نے بہ کثرت شراب پینا شروع کر دیا ہے۔ حضرت عمر نے اپنے کاتب کو بلوا کر کہا لکھو یہ خط ہے عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف بعد از سلام علیک میں تمہارے سامنے اس اللہ کی تعریفیں کرتا ہوں جس کے ساتھ کوئی معبود نہیں جو گناہوں کو بخشنے والا توبہ کو قبول کرنے والا سخت عذاب والا بڑے احسان والا ہے جس کے سوا کوئی اللہ نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ یہ خط اس کی طرف بھجوا کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنے بھائی کیلئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو متوجہ کر دے اور اس کی توبہ قبول فرمائے جب اس شخص کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ملا تو اس نے اسے بار بار پڑھنا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی سزا سے ڈرایا بھی ہے اور اپنی رحمت کی امید دلا کر گناہوں کی بخشش کا وعدہ بھی کیا ہے کئی کئی مرتبہ اسے پڑھ کر رو دیئے پھر توبہ کی اور سچی پکی توبہ کی جب حضرت فاروق اعظم کو یہ پتہ چلا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا اسی طرح کیا کرو۔ جب تم دیکھو کہ کوئی مسلمان بھائی لغزش کھا گیا تو اسے سیدھا کرو اور مضبوط کرو اور اس کیلئے اللہ سے دعا کرو۔ شیطان کے مددگار نہ بنو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

## آیت غافر الذنب کو پڑھتے وقت بخشش طلب کرنے کا بیان

حضرت ثابت بنانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوفے کے گرد و نواح میں تھا میں نے ایک باغ میں جا کر دو رکعت نماز شروع کی اور اس سورۃ مومن کی تلاوت کرنے لگا میں ابھی الیہ المصیر تک پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نے جو میرے پیچھے سفید خچر پر سوار تھا جس پر یمنی چادریں تھیں مجھ سے کہا جب غافر الذنب پڑھو تو کہو یا غافر الذنب اغفرلی ذنبی اور جب قابل التوب پڑھو تو کہو یا شدید العقاب لا تعاقبنی حضرت مصعب فرماتے ہیں میں نے گوشہ چشم سے دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا فارغ ہو کر میں دروازے پر پہنچا وہاں جو لوگ بیٹھے تھے ان میں سے میں نے پوچھا کہ کیا کوئی شخص تمہارے پاس سے گذرا جس پر یمنی چادریں تھیں انہوں نے کہا نہیں ہم نے تو کسی کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔ اب لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ یہ حضرت الیاس تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

مَا يُجَادِلُ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ؁

اللہ کی آیات میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔

## کفار کے معاشی حالات سے دھوکہ نہ کھانے کا بیان

"مَا یُجَادِلُ فِی آیَاتِ اللّٰہِ" الْقُرْآنِ "اِلَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا" مِنْ اَھْلِ مَکَّۃَ "فَلَا یَغْرُرْکَ تَقَلُّبُھُمْ فِی الْبِلَادِ" لِلْمَعَاشِ سَالِمِیْنَ فَاِنَّ عَاقِبَتَھُمُ النَّارُ،

اللہ کی آیات یعنی قرآن میں جھگڑا نہیں کرتے مگر وہ لوگ یعنی اہل مکہ جنھوں نے کفر کیا، تو ان کا شہروں میں چلنا پھرنا تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے۔ یعنی شہروں میں ان کی معیشت بڑی ہے لیکن ان کا انجام جہنم کی آگ ہے۔

## قرآن میں جھگڑنے کی ممانعت کا بیان

یعنی قرآن پاک میں جھگڑا کرنا کافر کے سوا مومن کا کام نہیں۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ جھگڑے اور جدال سے مراد آیات الٰہیہ میں طعن کرنا اور تکذیب وانکار کے ساتھ پیش آنا ہے اور حلِ مشکلات وکشف مُعضلات کے لئے علمی واصولی بحثیں جدال نہیں بلکہ اعظم طاعات میں سے ہیں، کفار کا جھگڑا کرنا آیات میں یہ تھا کہ وہ کبھی قرآن پاک کو سحر کہتے، کبھی شعر، کبھی کہانت، کبھی داستان۔

یعنی کافروں کا صحت وسلامتی کے ساتھ ملک ملک تجارتیں کرتے پھرنا اور نفع پانا تمہارے لئے باعث تردّد نہ ہو کہ یہ کفر جیسا عظیم جُرم کرنے کے بعد بھی عذاب سے امن میں رہے کیونکہ ان کا انجام کار خواری اور عذاب ہے، پہلی امتوں میں بھی ایسے حالات گزر چکے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مؤمن، لاہور)

## قرآن کے مفہوم پر جھگڑا کرنے والے کفار کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہدایت پانے اور ہدایت پر قائم رہنے کے بعد کوئی قوم گمراہ نہیں ہوئی مگر اس وقت جب کہ اس میں جھگڑا پیدا ہوا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی آیت (مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ، الزخرف:58) وہ تمہارے لئے نہیں بیان کرتے مثال مگر جھگڑنے کے لئے بلکہ وہ جھگڑالو قوم ہی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 175)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی معاملات اور شرعی مسائل میں جھگڑنا نہیں چاہئے اور نہ ہر کس وناکس کو ان میں اپنی عقل کے تیر چلانے چاہیں کیونکہ زمانہ ماسبق میں ہدایت یافتہ اقوام کی گمراہی کا بیشتر سبب یہی ہوتا تھا کہ لوگ دینی معاملات میں جھگڑتے رہتے تھے اور یہ حرکت علماء سوء اور نفسانی خواہشات کے تابع لوگ کیا کرتے تھے اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ دینی معاملات میں تفرقہ پیدا ہو اور لوگ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں تا کہ غلط عقائد اور باطل مذاہب کو فروغ دیں اور حق کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکیں۔ مشرکین کے اس غلط نظریہ کے رد میں آیت مذکورہ آیت (ماضربوہ لک) الایۃ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ مشرک لوگ اس آیت کو سن کر تم سے جو بحث کرتے ہیں اور اپنی طرف سے غلط معنی مراد لے رہے ہیں وہ محض ان کی ہٹ دھرمی اور ضد ہے اور یہ مخاصمت ومجادلت کے طور پر ایسی غلط بات کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ صاحب زبان ہیں اور عربی زبان

کے اصول وقواعد انہیں معلوم ہیں اور وہ بھی جانتے ہیں کہ ما تعبدون سے پتھر وغیرہ کے بت مراد ہیں اس لئے کہ لفظ ما خود اس پر دال ہے کہ یہ حکم غیر ذوی العقول معبودوں یعنی پتھروں وغیرہ کے بتوں کے بارہ میں ہے نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے دیگر نیک بندے اس میں شامل ہیں۔

| |
|---|
| كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ |
| وَجَادَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ٥ |
| اِن سے پہلے قوم نوح نے اور ان کے بعد بہت سی امتوں نے جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے |
| پکڑ لیں اور بے بنیاد باتوں کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ اس کے ذریعے حق زائل کر دیں سو میں نے انہیں پکڑ لیا، پس عذاب کیسا تھا؟ |

## قوم نوح وغیرہ کی ہلاکتوں کا بیان

"كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْاَحْزَاب" كَعَادٍ وَثَمُود وَغَيْرهمَا "مِنْ بَعْدهمْ وَهَمَّتْ كُلّ اُمَّة بِرَسُولِهِمْ لِيَاْخُذُوهُ" يَقْتُلُوهُ "وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا" يُزِيلُوا "بِهِ الْحَقّ فَاَخَذْتهمْ" بِالْعِقَابِ "فَكَيْفَ كَانَ عِقَاب" لَهُمْ اَيْ هُوَ وَاقِع مَوْقِعه،

اِن سے پہلے قوم نوح نے اور ان کے بعد اور بہت سی امتوں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا جس طرح قوم عاد اور ثمود وغیرہ ہے اور ہر امت نے اپنے رسول کے بارے میں ارادہ کیا کہ اسے پکڑ کر قتل کر دیں یا قید کر لیں اور بے بنیاد باتوں کے ذریعے جھگڑا کیا تا کہ اس جھگڑے کے ذریعے حق کا اثر زائل کر دیں سو میں نے انہیں عذاب میں پکڑ لیا، پس میرا عذاب کیسا تھا؟ یعنی ان کے لئے برموقع واقع ہوا ہے۔

یعنی ہر ایک امت کے شریروں نے اپنے پیغمبر کو پکڑ کر قتل کرنے یا ستانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ جھوٹے ڈھکوسلے کھڑے کر کے سچے دین کو شکست دیں، اور حق کی آواز کو ابھرنے نہ دیں، لیکن ہم نے ان کا داؤ چلنے نہ دیا اور اس کے بجائے کہ وہ پیغمبروں کو پکڑتے ہم نے ان کو پکڑ کر سخت سزائیں دیں، پھر دیکھ لو ہماری سزا کیسی ہوئی کہ ان کی بیخ و بنیاد باقی نہ چھوڑی۔ آج بھی ان تباہ شدہ قوموں کے کچھ آثار کہیں کہیں موجود ہیں، ان ہی کو دیکھ کر انسان ان کی تباہی کا تصور کر سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ٥ |
| اور اسی طرح آپ کے رب کا فرمان ان لوگوں پر پورا ہو کر رہا جنہوں نے کفر کیا تھا بیشک وہ لوگ دوزخ والے ہیں |

## اللہ تعالیٰ کے فرمان حق کے مطابق کفار کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَة رَبّك" اَيْ "لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّم" الْاٰيَة "عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا اَنَّهُمْ اَصْحَاب النَّار" بَدَل مِنْ كَلِمَة،

اور اسی طرح آپ کے رب کا فرمان ان لوگوں پر پورا ہو کر رہا یعنی میں جہنم کو بھر دوں گا۔ جنہوں نے کفر کیا تھا بیشک وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ اُصحاب النار یہ کلمہ سے بدل ہے۔

اسی طرح کافروں کے بارے میں پکی ہوگئی آپ کے رب کی یہ بات کہ وہ قطعی طور پر دوزخی ہیں"۔ یعنی جس طرح کہ یہ پہلی امتیں اپنے کیفر کردار کو پہنچی ہیں اس طرح آپ کی قوم کے کافروں کے بارے میں بھی یہ بات ثابت اور پکی ہوگئی ہے کہ انہوں نے بھی اسی انجام سے دوچار ہونا ہے۔ اور انہوں نے بھی دوزخی بن کر رہنا ہے کہ جرم دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی حق کا انکار، اس کی تکذیب اور اہل حق سے بغض وعناد اور عداوت و دشمنی اور نور حق کو بجھانے کے لئے کوشش کرنے کا جرم کہ یہ باتیں ان سب میں بطور قدر مشترک پائی جاتی ہیں۔ (جامع البیان، المراغی، ابن کثیر، روح، خازن، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ |
| وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ |
| لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۝ |
| جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اِردگرد ہیں وہ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں |
| اور اہل ایمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اے ہمارے رب! تو رحمت اور علم سے ہر شے کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے، |
| پس ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستہ کی پیروی کی اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ |

## عرش کو اٹھائے ہوئے فرشتوں کی تسبیح کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ" مُبْتَدَأ "وَمَنْ حَوْلَهٗ" عُطِفَ عَلَيْهِ "يُسَبِّحُوْنَ" خَبَره "بِحَمْدِ رَبِّهِمْ" مُلَابِسِيْنَ لِلْحَمْدِ أَيْ يَقُوْلُوْنَ : سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ "وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ" تَعَالٰى بِبَصَائِرِهِمْ أَيْ يُصَدِّقُوْنَ بِوَحْدَانِيَّتِهِ "وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا" يَقُوْلُوْنَ "رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا" أَيْ وَسِعَتْ رَحْمَتك كُلّ شَيْء وَعِلْمك كُلّ شَيْء "فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا" مِنْ الشِّرْك "وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلك" دِيْن الْإِسْلَام "وَقِهِمْ عَذَاب الْجَحِيْم" النَّار،

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں یہ مبتداء ہے۔ اور جو اس کے اِردگرد ہیں اس کا عطف اس پر ہے وہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔ یہ اس کی خبر ہے۔ یعنی حمد کرتے ہوئے کہیں گے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ اور اس پر یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر ایمان رکھتے ہیں یعنی ان کے ذریعے اس کی وحدانیت کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اہل ایمان کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں یہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! تو اپنی رحمت اور علم سے ہر شے کا احاطہ فرمائے ہوئے ہے، یعنی اس کی رحمت ہر چیز سے وسیع اور اس کو ہر چیز کا علم ہے۔ پس ان لوگوں کو بخش دے جنہوں نے شرک سے توبہ کی اور تیرے راستہ یعنی دین اسلام کی

بچا لے گا اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے۔

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ (ایک دن) بطحائے مکہ (میں ایک جگہ محصب) میں لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے کہ اچانک ابر کا ایک ٹکڑا گذرا، لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم اس (ابر) کو کیا کہتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ "سحاب"! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کو "مزن" بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مزن بھی کہتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور اس کو "عنان" بھی کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں "عنان" بھی کہتے ہیں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ جانتے ہو آسمان اور زمین کے درمیان فاصلہ ہے وہ کتنا طویل ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں نہیں معلوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین و آسمان کے درمیان کا فاصلہ یا تو اکہتر سال یا بہتر سال یا تہتر سال کی مسافت کے بقدر ہے اور اس (پہلے) آسمان کے اوپر جو (دوسرا) آسمان ہے۔

ان دونوں کے درمیان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتوں آسمانوں کا ذکر کیا (کہ ہر آسمان اپنے نیچے کے آسمان سے بچھ اوپر ستر سال کی مسافت کے بقدر فاصلہ پر ہے، پھر ساتویں آسمان کے اوپر پانی کا بہت بڑا سمندر ہے، اس سمندر کی تہ اور اس کے اوپر کی سطح کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے اور اس سمندر کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جو پہاڑی بکروں کے مانند ہیں، ان کے کھروں اور کولہوں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے اور پھر ان فرشتوں کی پشت پر عرش الٰہی ہے جس کے نیچے کے حصہ اور اوپر کے حصہ کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کے درمیان ہے اور اس عرش کے اوپر اللہ تعالیٰ ہے۔ (یعنی جیسا اس کی شان کے لائق ہے)۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 290)

| |
|---|
| رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۣالَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ |
| وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ |
| اے ہمارے رب! اور انہیں جنّاتِ عدن میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے اور ان کے آباء و اجداد سے |
| اور ان کی بیویوں سے اور ان کی اولاد و ذریت سے جو نیک ہوں، بیشک تو ہی غالب، بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ سے جنت عدن میں داخل ہونے کی دعا مانگنے کا بیان

"رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّات عَدْن" إقَامَة "الَّتِي وَعَدْتهمْ وَمَنْ صَلَحَ" عُطِفَ عَلَى هُمْ فِي وَأَدْخَلَهُمْ أَوْ فِي وَعَدْتهمْ "مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجهمْ وَذُرِّيَّاتهمْ إنَّك أَنْتَ الْعَزِيز الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

اے ہمارے رب! اور انہیں ہمیشہ رہنے کے لئے جنّاتِ عدن میں داخل فرما، جن کا تو نے ان سے وعدہ فرما رکھا ہے، یہاں پر

من صلح کا عطف ھم ضمیر پر ہے۔ اوران کے آباء واجداد سے اوران کی بیویوں سے اوران کی اولاد وذریت سے جو نیک ہوں انہیں بھی ان کے ساتھ داخل فرما، بیشک تو ہی غالب، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں مومن جنت میں جا کر پوچھے گا کہ میرا باپ میرے بھائی میری اولاد کہاں ہے؟ جواب ملے گا کہ ان کی نیکیاں اتنی نہ تھیں کہ وہ اس درجے میں پہنچتے، یہ کہے گا کہ میں نے تو اپنے لئے اوران سب کیلئے عمل کئے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچادے گا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مومن، بیروت)

| |
|---|
| وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ |
| اوران کو برائیوں سے بچالے، اور جسے تو نے اس دن برائیوں سے بچالیا سو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا، اور یہی تو عظیم کامیابی ہے۔ |

## عذاب سے بچنے کی دعا مانگنے کا بیان

"وَقِهِمُ السَّيِّئَات" أَيْ عَذَابَهَا "وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَات يَوْمَئِذٍ" يَوْم الْقِيَامَة،

اوران کو برائیوں کی سزا سے بچالے، اور جسے تو نے اس دن یعنی قیامت کے دن برائیوں کی سزا سے بچالیا سو بیشک تو نے اس پر رحم فرمایا، اور یہی تو عظیم کامیابی ہے۔

سیأت سے مراد یہاں عقوبات ہیں یا پھر جزا محذوف ہے یعنی انہیں آخرت کی سزاؤں سے یا برائیوں کی جزا سے بچانا۔ یعنی آخرت کے عذاب سے بچ جانا اور جنت میں داخل ہو جانا یہی سب سے بڑی کامیابی ہے اس لیے کہ اس جیسی کوئی کامیابی نہیں اور اس کے برابر کوئی نجات نہیں ان آیات میں اہل ایمان کے لیے دو عظیم خوش خبریاں ہیں ایک تو یہ کہ فرشتے ان کے لیے غائبانہ دعا کرتے ہیں جس کی حدیث میں بڑی فضیلت وارد ہے دوسری یہ کہ اہل ایمان کے خاندان جنت میں اکٹھے ہو جائیں گے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۝ |
| بے شک جنہوں نے کفر کیا انہیں پکار کر کہا جائے گا، تم سے اللہ کی بیزاری، تمہاری جانوں سے تمہاری اپنی بیزاری سے |
| زیادہ بڑھی ہوئی ہے، جبکہ تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے مگر تم انکار کرتے تھے۔ |

## قیامت کے دن کفار کا خود اپنی جانوں سے نفرت کرنے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ" مِنْ قِبَل الْمَلَائِكَة وَهُمْ يَمْقُتُونَ أَنْفُسهمْ عِنْد دُخُولهمْ النَّار "لَمَقْتُ اللَّه" إِيَّاكُمْ "أَكْبَر مِنْ مَقْتكُمْ أَنْفُسكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ" فِي الدُّنْيَا،

بے شک جنہوں نے کفر کیا انہیں فرشتوں کی جانب سے پکار کر کہا جائے گا آج تم سے اللہ کی بیزاری، تمہاری جانوں سے تمہاری اپنی بیزاری سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی سے بڑھ کر تم خود اپنی جانوں سے نفرت کرنے والے ہو جبکہ تم دنیا میں ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے مگر تم انکار کرتے تھے۔

قیامت کے دن جبکہ کافر آگ کے کنوؤں میں ہوں گے اور اللہ کے عذابوں کو چکھ چکے ہوں گے اور تمام ہونے والے عذاب نگاہوں کے سامنے ہوں گے اس وقت خود اپنے نفس کے دشمن بن جائیں گے اور بہت سخت دشمن ہو جائیں گے۔ کیونکہ اپنے برے اعمال کے باعث جہنم واصل ہوں گے۔ اس وقت فرشتے ان سے بہ آواز بلند کہیں گے کہ آج جس قدر تم اپنے آپ سے نالاں ہو اور جتنی دشمنی تمہیں خود اپنی ذات سے ہے اور جس قدر تم آج اپنے تئیں کہہ رہے ہو اس سے بہت زیادہ برے اللہ کے نزدیک تم دنیا میں تھے جبکہ تمہیں اسلام وایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم اسے مانتے نہ تھے۔

| |
|---|
| قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ○ |
| وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور تو نے ہمیں دوبار زندگی بخشی، سو ہم اپنے گناہوں |
| کا اعتراف کرتے ہیں، پس کیا، نکلنے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ |

## دو مرتبہ موت اور دو مرتبہ زندگی ہونے کا بیان

"قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ" إِمَاتَتَيْنِ "وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ" إِحْيَاءَتَيْنِ لِأَنَّهُمْ نُطَف أَمْوَات فَأُحْيُوا ثُمَّ أُمِيتُوا ثُمَّ أُحْيُوا لِلْبَعْثِ "فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا" بِكُفْرِنَا بِالْبَعْثِ "فَهَلْ إِلَى خُرُوج" مِنْ النَّار وَالرُّجُوع إِلَى الدُّنْيَا لِنُطِيعَ رَبَّنَا "مِنْ سَبِيل" طَرِيق وَجَوَابهمْ : لَا

وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہمیں دوبار موت دی اور تو نے ہمیں دوبارہ ہی زندگی بخشی، کیونکہ وہ پہلے بے جان نطفہ تھے تو انہیں زندہ کیا پھر ان کو موت دی اور اس کے بعث کیلئے انہیں زندہ کیا گیا ہے۔ سو اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، کیونکہ ہم نے بعث کا انکار کیا۔ پس کیا عذاب دوزخ سے بچ نکلنے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ اور دنیا میں لوٹنے کا طریقہ ہو کہ ہم وہاں جا کر اپنے رب کی اطاعت کریں۔ تو ان کے جواب میں کہا جائے گا۔ ہرگز نہیں۔

## دوبارہ دنیا میں آنے کی مہلت طلب کرنے والے کفار کا بیان

اس کے بعد کی آیت (كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ، البقرۃ:28) کے ہے۔ سدی فرماتے ہیں یہ دنیا میں مار ڈالے گئے پھر قبروں میں زندہ کیے گئے اور جواب سوال کے بعد مار ڈالے گئے پھر قیامت کے دن زندہ کر دیئے گئے۔ ابن زید فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے روز میثاق کو زندہ کیے گئے پھر ماں کے پیٹ میں روح پھونکی گئی پھر موت آئی پھر قیامت کے دن جی اٹھے۔ لیکن یہ دونوں قول ٹھیک نہیں اس لئے کہ اس طرح تین موتیں اور تین حیاتیں لازم آتی ہیں اور آیت میں دو موت اور دو زندگی کا ذکر ہے، صحیح قول حضرت ابن مسعود حضرت ابن عباس اور ان کے ساتھیوں کا ہے۔ (یعنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کی ایک زندگی اور قیامت کی دوسری زندگی، پیدائش دنیا سے پہلے کی موت اور دنیا سے رخصت ہونے کی موت یہ دو موتیں اور دو زندگیاں مراد ہیں) مقصود یہ ہے کہ اس دن کافر اللہ تعالیٰ سے

قیامت کے میدان میں آرزو کریں گے کہ اب انہیں دنیا میں ایک مرتبہ اور بھیج دیا جائے جیسے فرمان ہے (وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ، السجدة:12)، تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اپنے رب کے سامنے سرنگوں ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ اللہ ہم نے دیکھ سن لیا اب تو ہمیں پھر دنیا میں بھیج دے تو نیکیاں کریں گے اور ایمان لائیں گے۔ لیکن ان کی یہ آرزو قبول نہ فرمائی جائے گی۔

پھر جب عذاب وسزا کو جہنم اور اس کی آگ کو دیکھیں گے اور جہنم کے کنارے پہنچا دیئے جائیں گے تو دوبارہ یہی درخواست کریں گے اور پہلی دفعہ سے زیادہ زور دے کر کہیں گے جیسے ارشاد ہے (ولو تری اذ وقفوا علی النار) یعنی کاش کے تو دیکھتا جبکہ وہ جہنم کے پاس ٹھہرا دیئے گئے ہوں گے کہیں گے کاش کے ہم دنیا کی طرف لوٹائے جاتے اور اپنے رب کی باتوں کو نہ جھٹلاتے اور باایمان ہوتے، بلکہ ان کے لئے وہ ظاہر ہو گیا جو اس سے پہلے وہ چھپا رہے تھے اور بالفرض یہ واپس لوٹائے بھی جائیں تو بھی دوبارہ یہ وہی کرنے لگیں گے جس سے منع کئے گئے ہیں۔ یہ ہیں ہی جھوٹے۔ اس کے بعد جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور عذاب شروع ہو جائیں گے اس وقت اور زیادہ زوردار الفاظ میں یہی آرزو کریں گے وہاں چیختے چلاتے ہوئے کہیں گے (رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ، فاطر:37)، اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دے ہم نیک اعمال کرتے رہیں گے ان کے خلاف جو اب تک کرتے رہے جواب ملے گا کہ کیا ہم نے انہیں اتنی عمر اور مہلت نہ دی تھی کہ اگر یہ نصیحت حاصل کرنے والے ہوتے تو یقیناً کر سکتے۔ بلکہ تمہارے پاس ہم نے آگاہ کرنے والے بھی بھیج دیئے تھے اب اپنے کرتوت کا مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں کہیں گے کہ اللہ ہمیں یہاں سے نکال دے اگر ہم پھر وہی کریں تو یقیناً ہم ظالم ٹھہریں گے۔ اللہ فرمائے گا دور ہو جاؤ اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

اس آیت مین ان لوگوں نے اپنے سوال سے پہلے ایک مقدمہ قائم کر کے سوال میں ایک گونہ لطافت کر دی ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان کیا کہ باری تعالیٰ ہم مردہ تھے تو نے ہمیں زندہ کر دیا پھر مار ڈالا پھر زندہ کر دیا۔ پھر تو ہر اس چیز پر جسے تو چاہے قادر ہے۔ ہمیں اپنے گناہوں کا اقرار ہے یقیناً ہم نے اپنی جانوں پر ظلم وزیادتی کی اب بچاؤ کی کوئی صورت بنا دے۔ یعنی ہمیں دنیا کی طرف پھر لوٹا دے جو یقیناً تیرے بس میں ہے ہم وہاں جا کر اپنے پہلے اعمال کے خلاف اعمال کریں گے اب اگر ہم وہی کام کریں تو بیشک ہم ظالم ہیں۔ انہیں جواب دیا جائے گا کہ اب دوبارہ دنیا میں جانے کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر دوبارہ چلے بھی جاؤ گے تو پھر بھی وہی کرو گے جس سے منع کیے گئے۔ تم نے اپنے دل ہی ٹیڑھے کر لئے ہیں تم اب بھی حق کو قبول نہ کرو گے بلکہ اس کے خلاف ہی کرو گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۝ |
| یہ اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو |
| شریک ٹھہرایا جاتا تو تم مان لیتے تھے، اب فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو بہت بلند، بہت بڑا ہے۔ |

## شرک کے سبب سخت عذاب ہونے کا بیان

"ذٰلِکُمْ" أَیِ الْعَذَابُ الَّذِیْ أَنْتُمْ فِیْهِ "بِأَنَّهٗ" أَیْ بِسَبَبِ أَنَّهٗ فِی الدُّنْیَا "إِذَا دُعِیَ اللّٰهُ وَحْدَه کَفَرْتُمْ" بِتَوْحِیْدِهٖ "وَإِنْ یُّشْرَكْ بِهٖ" یُجْعَلْ لَهٗ شَرِیْكٌ "تُؤْمِنُوْا" تُصَدِّقُوْا بِالْإِشْرَاكِ "فَالْحُکْمُ" فِیْ تَعْذِیْبِکُمْ "لِلّٰهِ الْعَلِیِّ" عَلٰی خَلْقِه "الْکَبِیْرِ" الْعَظِیْمِ،

یہ عذاب تمہیں اس لئے دیا جائے گا، جس میں تم ہو اس لیے کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دنیا میں جب اس اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تو تم انکار کرتے تھے یعنی اس کی توحید کا انکار کرتے۔ اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جاتا تو تم شریک کو مان لیتے تھے، اب تمہیں عذاب دینے میں فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے جو اپنی مخلوق پر بہت بلند، بہت بڑا ہے۔

یعنی اس عذاب اور اس کے دوام وخلود کا سبب تمہارا یہ فعل ہے کہ جب توحید الٰہی کا اعلان ہوتا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جاتا تو تم اس کا انکار کرتے اور کفر اختیار کرتے۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا یَتَذَکَّرُ اِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ ○ |
| وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے اور اس کے سوا |
| کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا جو رجوع کرے۔ |

## آسمان سے بارش برسنے سے دلائل توحید کا بیان

"هُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمْ آیَاتِه" دَلَائِلَ تَوْحِیْدِه "وَیُنَزِّلُ لَکُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا" بِالْمَطَرِ "وَمَا یَتَذَکَّرُ" یَتَّعِظُ "إِلَّا مَنْ یُّنِیْبُ" یَرْجِعُ عَنِ الشِّرْكِ،

وہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں یعنی توحید کے دلائل دکھاتا ہے اور تمھارے لیے آسمان سے بارش کے ذریعے رزق اتارتا ہے اور اس کے سوا کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا جو رجوع کرے۔ یعنی جو شرک سے لوٹ آئے۔

یعنی آسمان سے بارش نازل فرماتا ہے جو زمینی پیداوار اور تمہارے رزق کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس پورے نظام پر اگر غور کیا جائے کہ اس کائنات میں کون سی قوتیں سرگرم عمل ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں بارش برستی ہے پھر اس بارش سے رزق حاصل ہونے تک کون کون سی کائناتی اور زمینی قوتیں کام میں لگی رہتی ہیں۔ کس طرح سورج کی حرارت سے سطح سمندر پر سے آبی بخارات اوپر اٹھتے ہیں، پھر کس طرح ہوائیں انہیں اپنے دوش پر اٹھائے پھرتی ہیں اور جس طرف اللہ کا حکم ہوتا ہے، لے جاتی ہیں۔ پھر یہی آبی بخارات کیونکر پھر سے بارش کے قطروں میں منتقل ہوتے ہیں۔ پھر جب کسی خطہ زمین پر بارش برستی ہے تو زمین کی تاریکیوں میں بیج کی پرورش کون کرتا ہے اور کس طرح پودے کی نہایت نرم ونازک کونپل سطح زمین کو چیرتی ہوئی باہر نکل آتی ہے۔ غرضیکہ اس نظام میں بے شمار عجائبات قدرت ہیں۔ پھر ان قوتوں کے باہمی تعاون سے جو مثبت قسم کے نتائج برآمد ہوتے ہیں اس سے از خود معلوم ہو جاتا

ہے کہ ان تمام قوتوں پر کنٹرول کرنے والی صرف ایک ہی ہستی ہو سکتی ہے۔ اگر ہواؤں کا دیوتا الگ ہوتا، سورج کا الگ، بارش کا الگ اور زمین کا کوئی الگ ہوتا تو ان میں ایسا باہمی ارتباط ناممکن تھا کہ ان قوتوں سے ہمیشہ مثبت نتائج ہی حاصل ہو سکیں۔ لیکن یہ باتیں تو صرف وہ لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں جو اللہ کی ان نشانیوں میں کچھ غور و فکر بھی کرتے ہوں۔

| |
|---|
| فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ |
| پس تم اللہ کی عبادت اس کے لئے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عبادت اخلاص کے ساتھ کرنے کا بیان

"فَادْعُوا اللّٰه" اُعْبُدُوهُ "مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّين" مِنْ الشِّرْك "وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" إخْلَاصكُمْ مِنْهُ،

پس تم اللہ کی عبادت اس کے لئے طاعت و بندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، یعنی شرک سے بچتے ہوئے۔ اگرچہ تمہارا یہ اخلاص کافروں کو ناگوار ہی ہو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (صدق دل اور اخلاص نیت کی بنا پر) اپنے ایمان کو اچھا بنا لیتا ہے تو وہ بھی جو نیک عمل کرتا ہے اس پر اس کے اعمالنامہ میں اس جیسی دس سے لے کر سات سو تک نیکیوں کا زائد اجر لکھا جاتا ہے اور وہ جو برا عمل کرتا ہے اس پر اس کے نامہ اعمال میں اس ایک ہی عمل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 40)

| |
|---|
| رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۝ۙ |
| وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے |
| وحی اتارتا ہے، تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ |

## یوم ملاقات کی ندامت سے ڈرسنانے کا بیان

"رَفِيع الدَّرَجَات" أَيْ اللّٰه عَظِيم الصِّفَات أَوْ رَافِع دَرَجَات الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّة "ذُو الْعَرْش" خَالِقه "يُلْقِي الرُّوح" الْوَحْي "مِنْ أَمْره" أَيْ قَوْله "عَلَى مَنْ يَشَاء مِنْ عِبَاده لِيُنْذِر" يُخَوِّف الْمُلْقَى عَلَيْهِ النَّاس "يَوْم التَّلَاق" بِحَذْفِ الْيَاء وَإِثْبَاتهَا يَوْم الْقِيَامَة لِتَلَاقِي أَهْل السَّمَاء وَالْأَرْض وَالْعَابِد وَالْمَعْبُود وَالظَّالِم وَالْمَظْلُوم فِيهِ،

وہ بہت بلند درجوں والا، یعنی اللہ تعالیٰ عظیم صفات والا ہے۔ یعنی اہل ایمان کے درجات کو جنت میں بلند کرنے والا ہے عرش کا مالک ہے، یعنی اس کو پیدا کرنے والا ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی اتارتا ہے، تاکہ ملاقات کے دن سے ڈرائے۔ یعنی جو ملاقات کا دن ہے۔ یہاں پر لفظ تلاق یہ یاء اور حذف یاء دونوں طرح آیا ہے۔ قیامت کے دن اہل

آسمان، اور اہل زمین، اور عابد و معبود اور ظالم و مظلوم کے درمیان ملاقات ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بندہ (بارگاہ الہی) میں حاضر کیا جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے سننے اور دیکھنے کی قوت نہ دی کیا میں نے تجھے مال اولاد نہ دیئے کیا میں نے تیرے لئے جانور اور کھیتیاں مسخر نہ کئے کیا میں نے تجھے اس حالت میں نہ چھوڑا کہ تو سردار بنایا گیا اور تو لوگوں سے چوتھائی مال لینے لگا کیا تیرا خیال تھا کہ آج کے دن تو مجھ سے ملاقات کرے گا۔

اور کہے گا نہیں اے رب اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو پھر میں بھی تجھے آج اسی طرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا تھا یہ حدیث صحیح غریب ہے اس قول کہ میں تجھے چھوڑ دوں گا جس طرح تو نے مجھے بھلا دیا کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے عذاب میں ڈالوں گا بعض علماء نے اس آیت (فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ، الاعراف: 91) کا مطلب یہی بیان کیا ہے اہل علم فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہم ان کو عذاب میں چھوڑ دیں گے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 326)

| |
|---|
| يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَىْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ |
| جس دن وہ سب نکل پڑیں گے اور ان سے کچھ بھی اللہ پر پوشیدہ نہ رہے گا، آج کس کی بادشاہی ہے؟ |
| اللہ ہی کی جو ایک ہے سب پر غالب ہے۔ |

## قبور سے نکلنے والوں کے اعمال سے کچھ پوشیدہ نہ ہونے کا بیان

"يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ" خَارِجُونَ مِنْ قُبُورهمْ "لَا يَخْفَى عَلَى اللّٰه مِنْهُمْ شَيْء لِمَنِ الْمُلْك الْيَوْم" يَقُولهُ تَعَالَى وَيُجِيب نَفْسه "لِلّٰهِ الْوَاحِد الْقَهَّار" أَيْ لِخَلْقِهِ،

جس دن وہ سب قبروں سے نکل پڑیں گے اور ان کے اعمال سے کچھ بھی اللہ پر پوشیدہ نہ رہے گا، ارشاد ہوگا آج کس کی بادشاہی ہے؟ پھر خود ہی جواب کے طور پر ارشاد فرمائے گا اللہ ہی کی جو ایک ہے جو اپنی مخلوق پر غالب ہے۔

قبروں سے نکل کر اور کوئی عمارت یا پہاڑ اور چھپنے کی جگہ اور آڑ نہ پائیں گے۔ نہ اعمال، نہ اقوال، نہ دوسرے احوال اور اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز کبھی نہیں چھپ سکتی لیکن یہ دن ایسا ہوگا کہ ان لوگوں کے لئے کوئی پردہ اور آڑ کی چیز نہ ہوگی جس کے ذریعہ سے وہ اپنے خیال میں بھی اپنے حال کو چھپا سکیں اور خلق کی فنا کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

اب کوئی نہ ہوگا کہ جواب دے۔ خود ہی جواب میں فرمائے گا کہ اللہ واحد قہار کی، اور ایک قول یہ ہے کہ روز قیامت جب تمام اولین وآخرین حاضر ہوں گے تو ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا آج کس کی بادشاہی ہے؟ تمام خلق جواب دے گی (يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَىْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، غافر: 16) اللہ واحد قہار کی، جیسا کہ آگے ارشاد ہوتا ہے۔ مومن تو یہ جواب بہت لذت کے ساتھ عرض کریں گے کیونکہ وہ دنیا میں یہی اعتقاد رکھتے تھے، یہی کہتے تھے اور اسی کی بدولت انہیں مرتبے ملے اور کفار ذلت و ندامت کے ساتھ اس کا اقرار کریں گے اور دنیا میں اپنے منکر رہنے پر شرمندہ

ہوں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مؤمن، لاہور)

| |
|---|
| اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ |
| آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ |

## ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیئے جانے کا بیان

"اَلْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْس بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْم الْيَوْم إنَّ اللّٰه سَرِيع الْحِسَاب " يُحَاسِب جَمِيع الْخَلْق فِي قَدْر نِصْف نَهَار مِنْ أَيَّام الدُّنْيَا لِحَدِيثٍ بِذَٰلِكَ،

آج ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا، آج کوئی ظلم نہیں۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ یعنی ساری مخلوق کا حساب دنیا کے دنوں کے حساب سے نصف دن کی مقدار کے برابر ہو جائے گا جس طرح حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اہل حقوق کو ان کے حقوق پورے پورے ادا کرنا ہوں گے یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کا سینگ والی بکری سے بھی بدلہ لیا جائے گا اس باب میں حضرت ابوذر اور عبداللہ بن انیس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 316)

| |
|---|
| وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ |
| مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ |
| اور آپ ان کو قریب آنے والی آفت کے دن سے ڈرائیں جب ضبطِ غم سے کلیجے منہ کو آئیں گے۔ ظالموں کے لئے |
| نہ کوئی مہربان دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ |

## قیامت کے دن کفار کیلئے کوئی سفارش نہ ہونے کا بیان

"وَأَنْذِرْهُمْ يَوْم الْآزِفَة " يَوْم الْقِيَامَة مِنْ أَزِفَ الرَّحِيل : قَرُبَ "إذِ الْقُلُوب" تَرْتَفِع خَوْفًا "لَدَى" عِنْد "الْحَنَاجِر كَاظِمِينَ" مُمْتَلِئِينَ غَمًّا حَال مِنْ الْقُلُوب عُومِلَتْ بِالْجَمْعِ بِالْيَاءِ وَالنُّون مُعَامَلَة أَصْحَابهَا "مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيم" مُحِبّ "وَلَا شَفِيع يُطَاع " لَا مَفْهُوم لِلْوَصْفِ إذْ لَا شَفِيع لَهُمْ أَصْلًا "فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ " أَوْ لَهُ مَفْهُوم بِنَاء عَلَى زَعْمهمْ أَنَّ لَهُمْ شُفَعَاء أَيْ لَوْ شَفَعُوا فَرْضًا لَمْ يُقْبَلُوا،

اور آپ ان کو قریب آنے والی آفت کے دن یعنی قیامت کے دن سے ڈرائیں۔ أزف الرحیل کا معنی قرب ہے۔ جب ضبطِ غم سے کلیجے منہ کو آئیں گے۔ یہاں پر لفظ کاظمین یہ قلوب سے حال ہے۔ جس کو یاء اور نون کے ساتھ جمع لایا گیا ہے۔ یعنی اصحاب

دل کا معاملہ ہوگا۔ ظالموں کے لئے نہ کوئی مہربان دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ یہاں وصف کا مفہوم مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ ان کیلئے تو کوئی سفارشی ہی نہ ہوگا۔ جس طرح یہ قول ہمارے لئے کوئی سفارش کرنے والا نہیں ہے۔ اس کا پہلا مفہوم یہ ہے ان کے خیال میں جو ان کے سفارشی ہیں اگر بہ فرض وہ سفارش کریں تو بھی ان کی سفارش قبول نہ کی جائے گی۔

## دوزخیوں کو گرم پانی پلایا جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد یسقی من مآء صدید یتجرعہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب وہ پانی اس (دوزخی) کے منہ کے قریب لایا جائے گا تو وہ بہت ناک بھوں چڑھائے گا اور پھر وہ پانی اس کے منہ میں ڈالا جائے گا۔

تو اس کے منہ کے گوشت کو بھون ڈالے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی اور جب وہ (دوزخی) اس پانی کو پیئے گا اور وہ پانی پیٹ میں پہنچے گا تو آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، پھر وہ پاخانہ کے راستے سے باہر نکل آئے گا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وسقوا مآء حمیما فقطع امعآء ھم اسی طرح قرآن میں ایک اور جگہ یوں فرمایا گیا ہے وان یستغیثوا یغاثوا بمآء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب ۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 245)

| |
|---|
| يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ٥ |
| وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ سینوں میں پوشیدہ رازوں کو جاننے والا ہے

"يَعْلَم" أَيْ اللّٰه "خَائِنَة الْأَعْيُن" بِمُسَارَقَتِهَا النَّظَر إلَى مُحَرَّم "وَمَا تُخْفِي الصُّدُور" الْقُلُوب

وہ یعنی اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے یعنی حرام چیزوں کی طرف نظر کرتے ہیں۔ اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں۔

خیانت نظر سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص لوگوں سے چرا کر ایسی چیز پر نظر ڈالے جو اس کے لئے حرام اور ناجائز ہو، جیسے کسی غیر محرم پر شہوت سے نظر کرے، اور جب کسی کو دیکھے تو نظر ہٹالے یا اس طرح نظر ڈالے کہ جس کو دیکھنے والے محسوس نہ کریں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سب چیزیں ظاہر ہیں۔

| |
|---|
| وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَايَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ٥ |
| اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے، اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پوجتے ہیں وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، |
| بیشک اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ |

## بتوں کی پوجا کرنے والے کفار مکہ کا بیان

"وَاَللّٰه يَقْضِي بِالْحَقِّ وَاَلَّذِينَ يَدْعُونَ" يَعْبُدُونَ أَيْ كُفَّار مَكَّة بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مِنْ دُونه" وَهُمْ الْأَصْنَام

"لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ" فَکَیْفَ یَکُوْنُوْنَ شُرَکَاءَ لِلّٰہِ "اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ "لِأَقْوَالِھِمْ "الْبَصِیْرُ" بِأَفْعَالِھِمْ،

اور اللہ حق کے ساتھ فیصلہ فرماتا ہے، اور جن بتوں کو یہ لوگ یعنی کفار مکہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ یہاں پر یدعون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ وہ بت کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے، لہٰذا تم انہیں کیسے اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ بیشک اللہ ہی ان کے اقوال کو سننے والا، ان کے افعال کو دیکھنے والا ہے۔

اس لئے کہ انہیں کسی چیز کا علم ہے نہ کسی پر قدرت، وہ بےخبر بھی ہیں اور بےاختیار بھی، جب کہ فیصلے کے لئے علم اور اختیار دونوں چیزوں کی ضرورت ہے اور یہ دونوں خوبیاں صرف اللہ کے پاس ہیں۔ اس لئے صرف اسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ فیصلہ کرنے اور وہ یقیناً حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔

| |
|---|
| اَوَ لَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ |
| مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۝ |
| اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ لوگ قوت میں |
| ان سے بہت زیادہ تھے اور ان آثار و نشانات میں جو زمین میں تھے۔ پھر اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے |
| انہیں پکڑ لیا، اور ان کے لئے اللہ سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔ |

## زمین میں سیر کر کے ہلاک ہونے والی کفار اقوام سے عبرت حاصل کرنے کا بیان

"أَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْأَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِھِمْ کَانُوْا ھُمْ أَشَدَّ مِنْھُمْ" وَفِی قِرَاءَةٍ: مِنْکُمْ "قُوَّةً وَآثَارًا فِی الْأَرْضِ" مِنْ مَصَانِعَ وَقُصُوْرٍ "فَأَخَذَھُمُ اللّٰہُ" أَھْلَکَھُمْ "بِذُنُوْبِھِمْ وَمَا کَانَ لَھُمْ مِنَ اللّٰہِ مِنْ وَاقٍ" عَذَابِهٖ،

اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھ لیتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ لوگ قوت میں بھی ان سے بہت زیادہ تھے اور ایک قرأت میں منکم آیا ہے۔ اور ان بڑے حوضوں اور محلات کے آثار و نشانات میں بھی جو زمین میں چھوڑ گئے تھے۔ پھر اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں پکڑ لیا، تو انہیں ہلاک کر دیا۔ اور ان کے لئے اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا تیری رسالت کے جھٹلانے والے کفار نے اپنے سے پہلے کے رسولوں کو جھٹلانے والے کفار کی حالتوں کا معائنہ ادھر ادھر چل پھر کر نہیں کیا جو ان سے زیادہ قوی طاقتور اور جثہ دار تھے۔ جن کے مکانات اور عالیشان عمارتوں کے کھنڈرات اب تک موجود ہیں۔ جو ان سے زیادہ با تمکنت تھے۔

ان سے بڑی عمروں والے تھے، جب ان کے کفر اور گناہوں کی وجہ سے عذاب الٰہی ان پر آیا۔ تو نہ تو کوئی اسے ہٹا سکا نہ کسی میں مقابلہ کی طاقت پائی گئی نہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نکلی، اللہ کا غضب ان پر برس پڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے پاس بھی ان کے رسول واضح دلیلیں اور صاف روشن حجتیں لے کر آئے باوجود اس کے انہوں نے کفر کیا جس پر اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا اور کفار کے لئے انہیں باعث عبرت بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری قوت والا، سخت پکڑ والا، شدید عذاب والا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے تمام عذابوں سے نجات دے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مومن، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے تو انھوں نے انکار کیا |
| تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ |

## رسولان گرامی کا معجزات ودلائل کے ساتھ آنے کا بیان

"ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَات

یہ اس لیے کہ بے شک وہ لوگ، ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں یعنی ظاہر معجزات لے کر آتے رہے۔ تو انھوں نے انکار کیا تو اللہ نے انھیں پکڑ لیا۔ بے شک وہ بہت قوت والا، بہت سخت سزا دینے والا ہے۔

بَیِّنَاتٌ (بینۃ) کی جمع دراصل ایسی دلیل کو کہتے ہیں جس کے سامنے فریق ثانی لاجواب ہو جائے۔ پھر اس لفظ کا اطلاق معجزات انبیاء پر بھی ہو سکتا ہے اور قرآن کی آیات پر بھی کیونکہ بار بار کے چیلنج کے باوجود کفار قرآن کی مثل پیش نہ کر سکے تھے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝ |
| اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ فرعون اور ہامان اور قارون |
| کی طرف، تو وہ کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واضح دلائل لیکر آنے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا وَسُلْطَان مُبِين " بُرْهَان بَيِّن ظَاهِر "إِلَى فِرْعَوْن وَهَامَان وَقَارُون فَقَالُوا " هُوَ "سَاحِر كَذَّاب"

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیوں اور واضح دلیل کے ساتھ بھیجا۔ یعنی ایسی دلیل جو ظاہر ہے۔ فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، تو وہ کہنے لگے کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینے کے لئے سابقہ رسولوں کے قصے بیان فرماتا ہے کہ جس طرح انجام کار فتح وظفر ان کے ساتھ رہی اسی طرح آپ بھی ان کفار سے کوئی اندیشہ نہ کیجئے۔ میری مدد آپ کے ساتھ ہے۔ انجام کار آپ ہی کی

بہتری اور برتری ہو گی جیسے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا واقعہ آپ کے سامنے ہے کہ ہم نے انہیں دلائل و براہین کے ساتھ بھیجا، قبطیوں کے بادشاہ فرعون کی طرف جو مصر کا سلطان تھا اور ہامان کی طرف جو اس کا وزیر اعظم تھا اور قارون کی طرف جو اس کے زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند تھا اور تاجروں کا بادشاہ سمجھا جاتا تھا۔ ان بدنصیبوں نے اللہ کے اس زبردست رسول کو جھٹلایا اور ان کی توہین کی اور صاف کہہ دیا کہ یہ تو جادوگر اور جھوٹا ہے۔ یہی جواب سابقہ امتوں کے بھی انبیاء علیہم السلام کو دیتے ہے۔ جیسے ارشاد ہے (كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ،الذاریات:52)، یعنی اس طرح ان سے پہلے بھی جتنے رسول آئے سب سے ان کی قوم نے یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ کیا انہوں نے اس پر کوئی متفقہ تجویز کر رکھی ہے؟ نہیں بلکہ دراصل یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ |
| وَاسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ |
| پھر جب وہ ہماری بارگاہ سے پیغامِ حق لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ان لوگوں کے لڑکوں کو قتل کر دو جو ان کے ساتھ |
| ایمان لائے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو، اور کافروں کی پُرفریب چالیں صرف ہلاکت ہی تھیں۔ |

## فرعون کا بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرنے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ " بِالصِّدْقِ "مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَاسْتَحْيُوا " اسْتَبْقُوا "نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ" هَلَاك،

پھر جب وہ ہماری بارگاہ سے پیغامِ حق یعنی سچائی لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے کہا: ان لوگوں کے لڑکوں کو قتل کر دو جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو، اور کافروں کی پُرفریب چالیں صرف ہلاکت ہی تھیں۔

جب ہمارے رسول موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس حق لائے اور انہوں نے اللہ کے رسول کو ستانا اور دکھ دینا شروع کیا اور فرعون نے حکم جاری کر دیا اس رسول پر جو ایمان لائے ہیں ان کے ہاں جو لڑکے ہیں انہیں قتل کر دو اور جو لڑکیاں ہوں انہیں زندہ چھوڑ دو، اس سے پہلے بھی وہ یہی حکم جاری کر چکا تھا۔ اس لئے کہ اسے خوف تھا کہ کہیں موسیٰ پیدا نہ ہو جائیں یا اس لئے کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم کر دے اور انہیں کمزور اور بیطاقت بنا دے اور ممکن ہے دونوں مصلحتیں سامنے ہوں اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور یہ پست و ذلیل رہیں بلکہ انہیں خیال ہو کہ ہماری اس مصیبت کا باعث حضرت موسیٰ ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذاء دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔ آپ نے جواب دیا تم جلدی نہ کرو بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے پھر دیکھے۔ کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ فرعون کا یہ حکم دوبارہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کا فریب اور ان کی یہ پالیسی کہ بنی اسرائیل فنا ہو جائیں

بے فائدہ اور فضول تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ |
| دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ۝ |
| اور فرعون بولا: مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں اور اسے چاہیے کہ اپنے رب کو بلا لے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ |
| تمہارا دین بدل دے گا یا ملک میں فساد پھیلا دے گا۔ |

## فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے ارادہ کا بیان

"وَقَالَ فِرْعَوْن ذَرُونِي أَقْتُل مُوسَى" "لِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكُفُّونَهُ عَنْ قَتْله "وَلْيَدْعُ رَبّه" "لِيَمْنَعهُ مِنِّي "إِنِّي أَخَاف أَنْ يُبَدِّل دِينكُمْ" مِنْ عِبَادَتكُمْ إِيَّايَ فَتَتَّبِعُوهُ "أَوْ أَنْ يُظْهِر فِي الْأَرْض الْفَسَاد" مِنْ قَتْل وَغَيْره وَفِي قِرَاءَة : أَوْ وَفِي أُخْرَى بِفَتْحِ الْيَاء وَالْهَاء وَضَمّ الدَّال،

اور فرعون بولا: مجھے چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر دوں کیونکہ لوگوں نے اس کو قتل سے منع کیا گیا تھا۔ اور اسے چاہیے کہ اپنے رب کو بلا لے۔ جو مجھے کو روک لے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ تمہارا دین بدل دے گا یعنی تمہیں عبادت سے نہ پھیر دے تا کہ تم اس کی اتباع کرو۔ یا ملک (مصر) میں فساد پھیلا دے گا۔ جو قتل وغیرہ سے ہوگا۔ اور ایک قرأت میں واؤ کی بجائے اَوْ آیا ہے۔ اور لفظ یظہر یہ یاء کی فتحہ اور ھاء کے ساتھ اور دال کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

فرعون کا ایک بدترین قصد بیان ہو رہا ہے کہ اس نے حضرت موسیٰ کے قتل کا ارادہ کیا اور اپنی قوم سے کہا مجھے چھوڑ و میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں گا وہ اگر چہ اپنے اللہ کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارے مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا تمہاری عادت و رسومات کو تم سے چھڑا دے گا اور زمین میں ایک فساد پھیلا دے گا۔ اسی لئے عرب میں یہ مثل مشہور ہوگئی صار الرعن مذاکرا یعنی فرعون بھی واعظ بن گیا۔

| |
|---|
| وَ قَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝ |
| اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں، ہر متکبر شخص سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے محفوظ رہنے کا بیان

"وَقَالَ مُوسَى" لِقَوْمِهِ وَقَدْ سَمِعَ ذَلِكَ،

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ وہ اس کی بات کو سن چکے ہیں۔ میں اپنے رب اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں، ہر متکبر شخص سے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

حضرت موسیٰ کو جب فرعون کا یہ بدارادہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا میں اس کی اور اس جیسے لوگوں کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے میرے مخاطب لوگو! میں ہر اس شخص کی ایذاء رسانی سے جو حق سے تکبر کرنے والا اور قیامت کے دن پر ایمان نہ رکھنے ولا ہو، اپنے اور تمہارے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قوم سے خوف ہوتا تو آپ یہ دعا پڑھتے یعنی اے اللہ ان کی برائی سے ہم تیری پناہ میں آتے ہیں اور ہم تجھ پر ان کے مقابلے میں بھروسہ کرتے ہیں۔

| |
|---|
| وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ |
| وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ يَّكُ صَادِقًا يُّصِبْكُمْ |
| بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ |
| اور ملّتِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن نے کہا جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا: کیا تم ایک شخص کو قتل کرتے ہو اس لئے کہ |
| وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں لے کر آیا ہے، اور اگر |
| (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا بوجھ اسی پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو جس قدر عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے |
| تمہیں پہنچ کر رہے گا، بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا سراسر جھوٹا ہو۔ |

## آل فرعون سے سچے مؤمن کے فرمان کا بیان

"وَقَالَ رَجُل مُؤْمِن مِنْ آل فِرْعَوْن" قِيلَ : هُوَ ابْن عَمّه "يَكْتُم إِيمَانه أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ" أَيْ لِأَنْ "يَقُول رَبِّيَ اللّه وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَات "مِنْ رَبّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبه" أَيْ ضَرَر كَذِبه "وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْض الَّذِي يَعِدكُمْ" بِهِ مِنَ الْعَذَاب عَاجِلًا "إِنَّ اللّه لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِف" مُشْرِك "كَذَّاب" مُفْتَرٍ،

اور ملّتِ فرعون میں سے ایک مردِ مومن نے کہا، کہا گیا ہے کہ وہ اس کا چچازاد بھائی تھا۔ جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا کیا تم ایک شخص کو قتل کرتے ہو صرف اس لئے کہ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے، اور وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح نشانیاں یعنی ظاہری معجزات لے کر آیا ہے، اور اگر بالفرض وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا بوجھ یعنی نقصان اسی پر ہوگا اور اگر وہ سچا ہے تو جس قدر عذاب کا وہ تم سے وعدہ کر رہا ہے وہ عذاب تمہیں پہنچ کر رہے گا، بیشک اللہ اسے ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزرنے والا مشرک سراسر جھوٹا ہو۔

اس مرد مومن نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس کی دعوت کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنے قول میں جھوٹا ہو۔ اس صورت میں تم اتنی فکر کیوں کرتے ہو؟ جھوٹ کے پاؤں کہاں ہوتے ہیں وہ جلد یا بدیر اپنی موت آپ ہی

مر جائیگا۔اوراگروہ سچا ہوااور تم نے اسے قتل کر دیا تو پھر سمجھ لو کہ تمہاری خیر نہیں۔پھر تو جس عذاب کی وہ تمہیں دھمکی دیتا ہے وہ لازماً تم پر نازل ہو کے رہے گا۔لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔

## پختہ ایمان ہونے کے باوجود بہ طور مصلحت پوشیدہ رکھنے کا بیان

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اگر لوگوں کے سامنے اپنے ایمان کا اظہار نہ کرے دل سے اعتقاد پختہ رکھے تو وہ مومن ہے مگر نصوص صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ ایمان کے مقبول ہونے کے لئے صرف دل کا یقین کافی نہیں بلکہ زبان سے اقرار کرنا شرط ہے، جب تک زبان سے اقرار نہ کرے گا مومن نہ ہوگا۔البتہ زبان کا اقرار لوگوں کے سامنے اعلان کے ساتھ کرنا ضروری نہیں۔اس کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ جب تک لوگوں کو اس کے ایمان کا علم نہیں ہوگا وہ اس کے ساتھ معاملہ مسلمانوں جیسا نہ کر سکیں گے۔

(تفسیر قرطبی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ٘ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَاؕ |
| قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ۝ |
| اے میری قوم! آج کے دن تمہاری حکومت ہے سرزمین میں اقتدار پر ہو، پھر کون ہمیں اللہ کے عذاب سے |
| بچا سکتا ہے اگر وہ ہمارے پاس آ جائے۔فرعون نے کہا: میں تمہیں فقط وہی بات سمجھاتا ہوں جسے میں خود |
| سمجھتا ہوں اور میں تمہیں بھلائی کی راہ کے سوا نہیں دکھاتا۔ |

## فرعون اور اس کی قوم کی مشاورت کا بیان

"یَا قَوْم لَكُمُ الْمُلْك الْیَوْم ظَاهِرِینَ" غَالِبِینَ حَال "فِی الْأَرْض" أَرْض مِصْر "فَمَنْ یَنْصُرنَا مِنْ بَأْس اللّٰه" عَذَابه إنْ قَتَلْتُمْ أَوْلِیَاءَهُ "إنْ جَاءَنَا" أَیْ لَا نَاصِر لَنَا "قَالَ فِرْعَوْن مَا أُرِیكُمْ إلَّا مَا أَرَى" أَیْ مَا أُشِیر عَلَیْكُمْ إلَّا بِمَا أُشِیر بِهِ عَلَى نَفْسِی وَهُوَ قَتْل مُوسَى "وَمَا أَهْدِیكُمْ إلَّا سَبِیل الرَّشَاد" طَرِیق الصَّوَاب،

اے میری قوم! آج کے دن تمہاری حکومت ہے تم ہی سرزمین مصر میں اقتدار پر ہو، یعنی آج تم حالت غلبہ میں ہو۔پھر کون ہمیں اللہ کے عذاب سے بچا سکتا ہے، جب ان کے قتل کی وجہ سے کوئی مصیبت آ پڑی۔یعنی کوئی مددگار نہ ہوگا۔اگر وہ عذاب ہمارے پاس آ جائے۔فرعون نے کہا میں تمہیں فقط وہی بات سمجھاتا ہوں جسے میں خود صحیح سمجھتا ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا مناسب ہے۔اور میں تمہیں بھلائی کی راہ کے سوا اور کوئی راستہ نہیں دکھاتا۔لہٰذا صحیح راستہ یہی ہے۔

کیا تم اس کے قتل کی بات محض اس لئے کرتے ہو کہ آج تمہارے ہاتھ میں حکومت ہے اور اگر تم ایسا کر بھی لوگے تو تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔لیکن اگر وہ سچا ہوا اور تم پر اللہ کی طرف سے عذاب آ گیا تو اس وقت تمہاری یہ حکومت کسی کام نہ آئے گی۔اور سب

تباہ ہو جائیں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی اس نے اپنا ایمان ظاہر نہ کیا تھا۔ اور فرعون اور اس کے درباریوں سے غیر جانبدار رہ کر ناصحانہ قسم کی باتیں کر رہا تھا۔

فرعون کے اس جملہ سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ فرعون اسے تا حال اپنا مخالف یا مومن نہیں سمجھتا تھا بلکہ اسے اپنا ناصح ہی سمجھ رہا تھا۔ اسی لئے اس نے اس مرد مومن کو یہ جواب دیا کہ مجھے تو اسی بات میں بھلائی نظر آتی ہے کہ اس شخص کو قتل کر دینا ہی بہتر ہے اور میں اپنی سمجھ اور بصیرت کے مطابق جو حالات سامنے دیکھ رہا ہوں وہی تمہیں بتا رہا ہوں اور اسی میں تمہاری بھلائی سمجھتا ہوں۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ o مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ |
| وَالَّذِیْنَ مِنْ م بَعْدِھِمْ ط وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ o وَیٰقَوْمِ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ یَوْمَ التَّنَادِ o |
| اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! بے شک میں تم پر جماعتوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں۔ نوح کی |
| قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کی مانند سے جو ان کے بعد تھے اور اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کے |
| ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ |

## گزشتہ اقوام کی یکے بعد دیگرے ہلاکت کا بیان

"وَقَالَ الَّذِی آمَنَ یَا قَوْم إِنِّی أَخَاف عَلَیْکُمْ مِثْل یَوْم الْأَحْزَاب" أَیْ یَوْم حِزْب بَعْد حِزْب، "مِثْل دَأْب قَوْم نُوح وَعَادٍ وَثَمُود وَالَّذِینَ مِنْ بَعْدهمْ" مِثْل بَدَل مِنْ مِثْل قَبْله أَیْ مِثْل جَزَاء عَادَة مَنْ کَفَرَ قَبْلکُمْ مِنْ تَعْذِیبهمْ فِی الدُّنْیَا،

"وَیَا قَوْم إِنِّی أَخَاف عَلَیْکُمْ یَوْم التَّنَادِ" بِحَذْفِ الْیَاء وَإِثْبَاتهَا أَیْ یَوْم الْقِیَامَة یَکْثُر فِیهِ نِدَاء أَصْحَاب الْجَنَّة أَصْحَاب النَّار وَبِالْعَکْسِ وَالنِّدَاء بِالسَّعَادَةِ لِأَهْلِهَا وَبِالشَّقَاوَةِ لِأَهْلِهَا وَغَیْر ذَلِکَ،

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا، اے میری قوم! بے شک میں تم پر گزشتہ جماعتوں کے دن کی مانند سے ڈرتا ہوں۔ جن کا یکے بعد دیگرے کیا حال ہوا۔

جس طرح نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں کے حال کی مانند سے جو ان کے بعد تھے، یہاں پر لفظ مثل یہ پہلے والے مثل سے بدل ہے۔ یعنی ان کی سزا پہلے والے لوگوں کے عذاب کی طرح ہوگی۔ جو انہیں دنیا میں سزا دی گئی۔

اور اللہ اپنے بندوں پر کسی طرح کے ظلم کا ارادہ نہیں کرتا۔ اور اے میری قوم! یقیناً میں تم پر ایک دوسرے کو پکارنے کے دن سے ڈرتا ہوں۔ یہاں پر لفظ تناد یاء اور حذف یاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی قیامت کے دن اہل جنت جہنمیوں کو اور اہل جہنم جنتیوں کو پکاریں گے۔ اور یہ نداء نیک لوگوں کیلئے بہ طور سعادت ہوگی جبکہ بدکار لوگوں کیلئے بہ طور بدبختی ہوگی۔

## سابقہ اقوام کی ہلاکت سے سبق حاصل کرنے کا بیان

فرعون کے جواب سے اس مردِ مومن کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ فرعون نے اس کی نصیحت کا خاک بھی اثر قبول نہیں کیا۔ اور اس کے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی تو اس نے مزید وضاحت سے سمجھانا شروع کیا اور کہا کہ تم سے پہلے بہت سی ایسی قومیں گزر چکی ہیں جو شان و شوکت میں تم سے بھی بڑھ کر تھیں۔ جیسے قوم نوح، عاد اور ثمود وغیرہ، ان لوگوں نے بھی اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور ان کے درپے آزار ہو گئے تھے جس کے نتیجہ میں ان پر عذاب آیا جس نے انہیں تباہ کر کے رکھ دیا تھا اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ ہم پر بھی کہیں ایسا ہی عذاب نازل نہ ہو جائے۔

## یوم نداء میں کفار مشرکین کو عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا

تنادی کا جس کے معنی ہیں باہم ایک دوسرے کو نداء اور آواز دینے کے۔ قیامت کے روز کو یوم التناد اس لئے کہا گیا کہ اس روز بیشمار ندائیں اور آوازیں ہوں گی۔ جن کا کچھ ذکر خلاصہ تفسیر میں آ چکا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ کا ایک منادی نداء دے گا کہ اللہ کے مخالف لوگ کھڑے ہو جائیں۔ اس سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو تقدیر کا انکار کرتے تھے۔ اور پھر اصحاب جنت دوزخ والوں کو اور دوزخ والے اصحاب جنت کو اور اصحاب اعراف دونوں کو نداء دے کر اپنی اپنی باتیں کریں گے۔ اور اس وقت ہر خوش نصیب اور بدنصیب کا نام مع ولدیت لے کر اس کے نتیجہ کا اعلان کیا جائے گا کہ فلاں ابن فلاں سعید و کامیاب ہو گیا اس کے بعد شقاوت کا کوئی احتمال نہیں رہا اور فلاں بن فلاں شقی و بدبخت ہو گیا، اب اس کی نیک بختی کا کوئی احتمال نہیں رہا۔

(رواہ ابن ابی حاتم فی السنۃ مظہری)

مسند بزار و بیہقی میں حضرت انس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سعادت و شقاوت کا اعلان وزن اعمال کے بعد ہوگا۔ اور حضرت ابو حازم اعرج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے کہ اے اعرج قیامت کے روز نداء دی جائے گی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہو جاویں تو ان کے ساتھ کھڑا ہوگا کہ پھر نداء دی جائے گی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا، پھر نداء دی جاوے گی کہ فلاں قسم کے گناہ کرنے والے کھڑے ہوں تو ان کے ساتھ بھی کھڑا ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں ہر گناہ کے اعلان کے وقت تجھے ان کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا (کیونکہ تم نے ہر قسم کے گناہ جمع کر رکھے ہیں)۔ (اخرجہ ابونعیم، مظہری، سورہ مؤمن، لاہور)

| |
|---|
| يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ |
| جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور تمہیں اللہ سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے |
| تو اس کے لئے کوئی ہادی و رہنما نہیں ہوتا۔ |

## مقام حساب سے بھاگنے والوں کا اللہ کے عذاب نہ بچ سکنے کا بیان

"يَوْمَ تُوَلُّونَ مُدْبِرِينَ " عَنْ مَوْقِف الْحِسَاب إِلَى النَّار "مَا لَكُمْ مِنَ اللَّه " أَيْ مِنْ عَذَابه "مِنْ عَاصِم" مَانِع،

جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور یعنی حساب کی جگہ سے جہنم کی طرف بھاگو گے تمہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا اور جسے اللہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے لئے کوئی ہادی و رہنما نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ سے نقل کی ہے جس میں قیامت کے روز صور کے تین نفخوں کا ذکر ہے۔ پہلا نفخہ فزع دوسرا نفخہ صعق تیسرا نفخہ نشر، نفخہ فزع سے ساری مخلوق میں گھبراہٹ اور اضطراب پیدا ہوگا۔ یہی نفخہ اور طویل ہو کر نفخہ صعق بن جائے گا، جس سے سب بے ہوش ہو جائیں گے پھر مر جائیں گے۔ عام طور پر ان دونوں نفخوں کے مجموعہ کو نفخہ اولیٰ کہا گیا ہے جس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ ایک ہی نفخہ کے وقت دو کیفیتیں ہوں گی۔ پہلی فزع دوسری صعق۔ اس حدیث میں بھی نفخہ فزع کے وقت لوگوں کے ادھر ادھر بھاگنے کا ذکر کر کے یہ فرمایا ہے وھو الذی یقول اللہ یوم التناد۔ جس سے معلوم ہوا کہ آیت میں یوم التناد سے مراد پہلے نفخہ کے وقت لوگوں کا مضطربانہ ادھر ادھر دوڑنا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰٓى إِذَا هَلَكَ |
| قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ |
| اور بیشک تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) واضح نشانیوں کے ساتھ آ چکے اور تم ہمیشہ ان کے بارے میں شک |
| میں رہے جو وہ تمہارے پاس لائے تھے، یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم کہنے لگے کہ اب اللہ ان کے بعد ہرگز کسی |
| رسول کو نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ ٹھہرا دیتا ہے جو حد سے گزرنے والا شک کرنے والا ہو۔ |

## حضرت یوسف و موسیٰ علیہما السلام کے معجزات کی تکذیب کرنے والوں کا بیان

"وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُف مِنْ قَبْل " أَيْ قَبْل مُوسَى وَهُوَ يُوسُف بْن يَعْقُوب فِي قَوْل عَمَّرَ إِلَى زَمَن مُوسَى أَوْ يُوسُف بْن إبْرَاهِيم بْن يُوسُف بْن يَعْقُوب فِي قَوْلٍ "بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَات "فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ " مِنْ غَيْر بُرْهَان "لَنْ يَبْعَث اللَّه مِنْ بَعْده رَسُولًا " أَيْ فَلَنْ تَزَالُوا كَافِرِينَ بِيُوسُف وَغَيْره "كَذَلِكَ" أَيْ مِثْل إضْلَالكُمْ "يُضِلّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ" مُشْرِك "مُرْتَاب" شَاكّ فِيمَا شَهِدَتْ بِهِ الْبَيِّنَات،

اور بیشک تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف علیہ السلام واضح نشانیوں کے ساتھ آ چکے یعنی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام تھے۔ ایک قول کے مطابق ان طویل عمر دی گئی حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی یا وہ یوسف

بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب تھے۔اور تم ہمیشہ ان نشانیوں یعنی ظاہری معجزات کے بارے میں شک میں پڑے رہے جو وہ تمہارے پاس لائے تھے، یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم بغیر کسی دلیل کے کہنے لگے کہ اب اللہ ان کے بعد ہرگز کسی رسول کو نہیں بھیجے گا۔یعنی تم حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح دیگر انبیائے کرام کا بھی انکار کیا۔اسی طرح یعنی تمہاری گمراہی کی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ ٹھہرا دیتا ہے جو مشرک حد سے گزرنے والا شک کرنے والا ہو۔یعنی جو معجزات کے ظاہر ہو جانے کے باوجود شک کرنے والا ہو۔

یعنی اہل مصر! حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قبل تمہارے اس علاقہ میں جس میں تم آباد ہو، حضرت یوسف علیہ السلام بھی دلائل وبراہین کے ساتھ آئے تھے۔جس میں تمہارے آباؤ اجداد کو ایمان کی دعوت دی گئی تھی یعنی جَآءَکُم سے مراد جَآءَ اِلٰی آبائِکُم ہے یعنی تمہارے آباؤ واجداد کے پاس آئے۔

یہ بے دلیل بات تم نے یعنی تمہارے پہلوں نے خود گڑھی تا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیاء کی تکذیب کرو اور انہیں جھٹلاؤ تو تم کفر پر قائم رہے، حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت میں شک کرتے رہے اور بعد والوں کی نبوت کے انکار کے لئے تم نے یہ منصوبہ بنالیا کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی رسول ہی نہ بھیجے گا۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ مؤمن، لاہور)

| |
|---|
| الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ |
| وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ |
| جولوگ اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے |
| نزدیک سخت بیزاری ہے، اسی طرح اللہ ہر ایک مغرور، سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ |

## اللہ کی آیات میں جھگڑنے والوں کے دلوں پر مہر لگا دینے کا بیان

"الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللّٰهِ" مُعْجِزَاتِهٖ مُبْتَدَأٌ "بِغَيْرِ سُلْطَانٍ" بُرْهَانٍ "أَتَاهُمْ كَبُرَ" جِدَالُهُمْ خَبَرُ الْمُبْتَدَأِ "مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذٰلِكَ" مِثْلَ إِضْلَالِهِمْ "يَطْبَعُ" يَخْتِمُ "اللّٰهُ" بِالضَّلَالِ "عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ" بِتَنْوِينِ قَلْبٍ وَدُونِهٖ وَمَتٰى تَكَبَّرَ الْقَلْبُ تَكَبَّرَ صَاحِبُهٗ وَبِالْعَكْسِ وَكُلٌّ عَلَى الْقِرَاءَتَيْنِ لِعُمُومِ الضَّلَالِ جَمِيعَ الْقَلْبِ لَا لِعُمُومِ الْقَلْبِ،

جولوگ اللہ کی آیتوں یعنی اس کے معجزات میں جھگڑا کرتے ہیں۔بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، یہاں الذین مبتداء ہے اور کبر جدالہم یہ اس کی خبر ہے۔یہ جھگڑا کرنا اللہ کے نزدیک اور ایمان والوں کے نزدیک سخت بیزاری کی بات ہے، اسی طرح اللہ ہر ایک مغرور اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔یہاں پر لفظ قلب یہ تنوین اور بغیر تنوین کے بھی آیا ہے۔اور جب دل تکبر کرتا ہے تو دل والا بھی تکبر کرتا ہے۔اور اسی طرح اس کے برعکس بھی ہے۔اور دونوں قرأتوں کے مطابق کل بھی اسی آیا ہے کہ جو

سارے دل کی گمراہی کو بیان کر رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے قلب کے عموم کیلئے آیا ہے۔ (قلب کا عموم اور قلب کا احاطہ کر لینا دونوں کا مفہوم مختلف ہے)

## احوال قلب کا بیان

جس طرح فرعون وہامان کے قلوب نے موسیٰ علیہ السلام اور مومن آل فرعون کی نصیحتوں سے کوئی اثر نہیں لیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مہر کر دیتے ہیں ہر ایسے شخص کے قلب پر جو متکبر اور جبار ہو (متکبر، تکبر کرنیوالا اور جبار کے معنی ظالم قاتل) جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس میں نور ایمان داخل نہیں ہوتا اور اس کو اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ ایک قرات میں متکبر اور جبار کو قلب کی صفت قرار دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ تمام اخلاق واعمال کا منبع اور سرچشمہ قلب ہی ہے، ہر اچھا برا عمل قلب ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا (یعنی دل) ایسا ہے جس کے درست ہونے سے سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور اس کے خراب ہونے سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ۙ |
| اور فرعون نے کہا: اے ہامان! تو میرے لئے ایک اونچا محل بنادے تا کہ میں راستوں پر جا پہنچوں۔ |

## فرعون کا ہامان کو محل بنانے کا حکم دینے کا بیان

"وَقَالَ فِرْعَوْن يَا هَامَان ابْنِ لِي صَرْحًا" بِنَاء عَالِيًا،

اور فرعون نے کہا: اے ہامان! تو میرے لئے ایک اونچا محل بنادے تا کہ میں اس پر چڑھ کر راستوں پر جا پہنچوں۔

## فرعون کی سرکشی اور تکبر کا بیان

فرعون کی سرکشی اور تکبر بیان ہو رہا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک بلند و بالا محل تعمیر کرا۔ اینٹوں اور چونے کی پختہ اور بہت اونچی عمارت بنا۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اس نے کہا اے ہامان اینٹیں پکا کر میرے لئے ایک اونچی عمارت بنا۔

حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قبر کو پختہ بنانا اور اسے چونے گچ کرنا سلف صالحین مکروہ جانتے تھے۔ (ابن ابی حاتم)

فرعون کہتا ہے کہ یہ محل میں اس لئے بنوا رہا ہوں کہ آسمان کے دروازوں اور آسمان کے راستوں تک میں پہنچ جاؤں اور موسیٰ کے اللہ کو دیکھ لوں گو میں جانتا ہوں کہ موسیٰ ہے جھوٹا۔ وہ جو کہہ رہا ہے کہ اللہ نے اسے بھیجا ہے یہ بالکل غلط ہے، دراصل فرعون کا یہ ایک مکر تھا اور وہ اپنی رعیت پر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو میں ایسا کام کرتا ہوں جس سے موسیٰ کا جھوٹ بالکل کھل جائے اور میری طرح تمہیں بھی یقین آ جائے کہ موسیٰ غلط گو مفتری اور کذاب ہے۔ فرعون راہ اللہ سے روک دیا گیا۔ اسی کی ہر تدبیر الٹی ہی رہی اور جو کام وہ کرتا ہے وہ اس کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور وہ خسارے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ |
| عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ۠ ۝ |
| آسمانوں کے راستوں پر، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں اور بے شک میں اسے یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ اور اس طرح |
| فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔ |

## فرعون کیلئے اس کے اعمال کو سجا دیئے جانے کا بیان

"أَسْبَاب السَّمَاوَات" طُرُقهَا الْمُوَصِّلَة إلَيْهَا "فَأَطَّلِع" بِالرَّفْعِ عَطْفًا عَلَى أَبْلُغ وَبِالنَّصْبِ جَوَابًا لِابْنِ "إلَى إلَه مُوسَى وَإِنِّي لَأَظُنّهُ" أَيْ مُوسَى "كَاذِبًا" فِي أَنَّ لَهُ إلَهًا غَيْرِي قَالَ فِرْعَوْن ذَلِكَ تَمْوِيهًا "وَكَذَلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْن سُوء عَمَله وَصُدَّ عَنِ السَّبِيل" طَرِيق الْهُدَى بِفَتْحِ الصَّاد وَضَمّهَا "وَمَا كَيْد فِرْعَوْن إلَّا فِي تَبَاب" خَسَار،

آسمانوں کے راستوں پر، جو اس کی جانب پہنچنے والے ہیں، پس موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں، یہاں پر لفظ اطلع مرفوع آیا جب اس کا عطف ابلغ پر ہو اور منصوب ہے جب یہ ابن امر کا جواب ہو۔ اور بے شک میں اسے یعنی موسیٰ علیہ السلام کی بات کو یقیناً جھوٹا گمان کرتا ہوں۔ کہ میرے سوا اس کا کوئی اور معبود ہے۔ اور اس طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا یعنی فرعون کیلئے اس کا برا عمل سجا دیا گیا۔ اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا یہاں پر لفظ صد یہ صاد کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تھی۔ یعنی اس میں نقصان ہوا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فاطلع۔ مضارع واحد متکلم اطلاع افتعال مصدر، میں جھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ میں اطلاع پاسکوں۔ میں معلوم کرسکوں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب امر ہے۔ اگر رفع کے ساتھ ہو تو ابلغ کا معطوف ہوگا۔

لاظنہ لام تاکید کا ہے اظن مضارع کا صیغہ واحد متکلم ظن باب نصر سے مصدر جس کے معنی اس اعتقاد راجح کے ہیں جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو یہ کبھی شک اور کبھی یقین کے معنی بھی دیتا ہے۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جو حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ میں تو اس (حضرت موسیٰ) کو جھوٹا ہی سمجھتا ہو مجھے تو یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

کذلک۔ اسی طرح (یعنی جس طرح رب السموت کو دیکھنے کے لئے اونچی عمارت کی تعمیر کو فرون کی نظر میں زینت آگین بنا دیا گیا اسی طرح اس کی ہر بدکاری اس کے خیال میں زینت آفریں بنادی گئی۔ سوء عملہ۔ اس کے کام کی برائی۔

صد۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب صد (باب نصر) مصدر جس کے معنی رک جانے یا روک دینے کے ہیں۔ پہلے اعتبار سے یہ لازم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے متعدی۔ السبیل۔ بمعنی سیدھا راستہ۔ راہ راست۔ کید۔ تدبیر۔ چال۔ داو۔ (ہر دو واحد ہوم)

محمود حالت کے لئے استعمال ہوتا ہے)۔تباب۔ٹوٹے میں رہنا۔کھاوا۔مسلسل خسارہ میں رہنا۔ٹوٹنا۔تب۔یتب (باب ضرب) کا مصدر ہے۔اور جگہ قرآن مجید میں ہے تبت ید ابی لھب و تب،ابولہب کے ساتھ ٹوٹیں۔یعنی وہ ہمیشہ خسارہ میں رہے۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ۝یٰقَوْمِ اِنَّمَا |
| هٰذِهِ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا مَتَاعٌ٘ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِیَ دَارُ الْقَرَارِ۝ |
| اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا،اے میری قوم!میرے پیچھے چلو،میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔اے میری قوم! |
| یہ دنیا کی زندگی بس فائدہ اٹھانے کے سوا کچھ نہیں اور بیشک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ |

## دنیاوی فوائد کے فنا ہو جانے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِی آمَنَ یَا قَوْمِ اتَّبِعُونِ" بِإِثْبَاتِ الْیَاء وَحَذْفِهَا "أَهْدِكُمْ سَبِیل الرَّشَاد" تَقَدَّمَ "یَا قَوْمِ إِنَّمَا هَذِهِ الْحَیَاة الدُّنْیَا مَتَاع" تَمَتُّع یَزُول،

اور اس شخص نے کہا جو ایمان لایا تھا،اے میری قوم!میرے پیچھے چلو،یہاں پر لفظ اتبعون یہ یاء کے حذف اور اس کے اثبات کے ساتھ بھی آیا ہے۔میں تمہیں بھلائی کا راستہ بتاؤں گا۔جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔اے میری قوم!یہ دنیا کی زندگی بس چند روزہ فائدہ اٹھانے کے سوا کچھ نہیں اس کے بعد ختم ہو جائے گی۔اور بیشک آخرت ہی ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔

## قوم فرعون کے مرد مومن کی تیسری بار نصیحت کا بیان

فرعون کی قوم کا مومن مرد جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے اپنی قوم کے سرکشوں خود پسندوں اور متکبروں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تم میری مانو میری راہ چلو میں تمہیں راہ راست پر ڈال دوں گا۔یہ اپنے اس قول میں فرعون کی طرح کاذب نہ تھا۔یہ تو اپنی قوم کو دھوکا دے رہا تھا اور یہ ان کی حقیقی خیر خواہی کر رہا تھا،پھر انہیں دنیا سے بے رغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کیلئے کہتا ہے کہ دنیا ایک ڈھل جانے والا سایہ اور فنا ہو جانے والا فائدہ ہے۔لازوال اور قرار وہمیشگی والی جگہ تو اس کے بعد آنے والی آخرت ہے۔جہاں کی رحمت وزحمت ابدی اور غیر فانی ہے،جہاں برائی کا بدلہ تو اس کے برابر ہی دیا جاتا ہے ہاں نیکی کا بدلہ بیحساب دیا جاتا ہے۔نیکی کرنے والا چاہے مرد ہو۔چاہے عورت ہو۔ہاں یہ شرط ہے کہ ہو باایمان۔اسے اس نیکی کا ثواب اس قدر دیا جائے گا جو بیحد و بے حساب ہوگا۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ مؤمن،بیروت)

| |
|---|
| مَنْ عَمِلَ سَیِّئَةً فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی |
| وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ۝ |
| جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا،مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو |

یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔

## اہل جنت کیلئے بے حساب رزق ہونے کا بیان

"مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ" بِضَمِّ الْيَاءِ وَفَتْحِ الْخَاءِ وَبِالْعَكْسِ "يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ" رِزْقًا وَاسِعًا بِلَا تَبِعَةٍ.

جس نے کوئی برائی کی تو اسے ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا اور جس نے کوئی نیک عمل کیا، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہوا تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، یہاں پر لفظ یدخلون یہ یاء کے ضمہ اور خاء کے فتحہ کے ساتھ اور اسی کے برعکس بھی آیا ہے۔ اس میں بے حساب رزق دیے جائیں گے۔ یعنی ایسا وسیع رزق جو بلا معاوضہ ہوگا۔

## قیامت کے دن مؤمن و کافر کے حساب کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے (فضل و کرم اور اپنی رحمت کے) قریب کرے گا اور (پھر) اس کو اپنی حفاظت اور اپنی عنایت کے سائے میں چھپائے گا تا کہ وہ اہل محشر پر اپنے گناہوں اور اپنی بداعمالیوں کے کھل جانے کی وجہ سے شرمندہ اور رسوا نہ ہو) پھر اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے پوچھے گا کہ کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، یعنی کیا تجھے یاد اور اعتراف ہے کہ تو نے دنیا میں فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ وہ (مؤمن) عرض کرے گا کہ ہاں اے پروردگار (مجھے اپنا وہ گناہ یاد ہے اور اپنی بدعملی کا اعتراف کرتا ہوں غرضیکہ اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف و اقرار کرائے گا اور وہ (مؤمن) اپنے دل میں کہتا ہوگا کہ (ان گناہوں کی پاداش) میں اب ہلاک ہوا، اب تباہ ہوا! لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں اور ان عیوب کی پردہ پوشی کی اور آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو بخش دوں گا" پس اس (مؤمن) کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا (اور برائیوں کا اعمالنامہ کالعدم کر دیا جائے گا) اور جہاں تک کافروں اور منافق لوگوں کا تعلق ہے تو ان کو تمام مخلوق کے سامنے طلب کیا جائے گا اور پکار کر کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کفر و شرک کے ذریعہ) اپنے رب پر بہتان باندھا تھا، جان لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 125)

| |
|---|
| وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ |
| وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۡ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝ |
| اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ |
| تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے کچھ علم نہیں |
| اور میں تمہیں سب پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کیلئے بلانے کا بیان

"تَدْعُونَنِي لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأُشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ" الْغَالِب عَلَى أَمْره "الْغَفَّار" لِمَنْ تَابَ

اور اے میری قوم! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔تم مجھے بلاتے ہو کہ میں اللہ کا انکار کروں اور اس کے ساتھ اسے شریک ٹھہراؤں جس کا مجھے کچھ علم نہیں اور میں تمہیں سب پر غالب، یعنی جو اپنے حکم پر غالب، بے حد بخشنے والے کی طرف بلاتا ہوں۔جس نے توبہ کی ہو۔

قوم فرعون کا مومن مرد اپنا وعظ جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں توحید کی طرف یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کی طرف بلا رہا ہوں۔میں تمہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی دعوت دے رہا ہوں۔اور تم مجھے کفر وشرک کی طرف بلا رہے ہو؟ تم چاہتے ہو کہ میں جاہل بن جاؤں اور بیدلیل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کروں؟ غور کرو کہ تمہاری اور میری دعوت میں کس قدر فرق ہے؟ میں تمہیں اس اللہ کی طرف لے جانا چاہتا ہوں جو بڑی عزت اور کبریائی والا ہے۔باوجود اس کے وہ ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو اس کی طرف جھکے اور استغفار کرے۔

| |
|---|
| لَا جَرَمَ أَنَّمَا تَدْعُونَنِيٓ إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَأَنَّ |
| مَرَدَّنَآ إِلَى اللّٰهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ أَصْحٰبُ النَّارِ ۝ |
| حق تو یہ ہے کہ تم مجھے جس چیز کی طرف بلا رہے ہو وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں |
| اور بیشک ہمارا واپس لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے ہی دوزخی ہیں۔ |

## کفار کیلئے یقیناً دوزخ ہونے کا بیان

"لَا جَرَم" حَقًّا "أَنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ" لِأَعْبُدهُ "لَيْسَ لَهُ دَعْوَة" أَيْ اِسْتِجَابَة دَعْوَة "فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَة وَأَنَّ مَرَدّنَا" مَرْجِعنَا "إِلَى اللَّه وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ" الْكَافِرِينَ،

حق تو یہ ہے کہ تم مجھے جس چیز کی طرف بلا رہے ہو، تا کہ میں اس کی عبادت کروں، وہ نہ تو دنیا میں پکارے جانے کے قابل ہے اور نہ ہی آخرت میں اور بیشک ہمارا واپس لوٹنا اللہ ہی کی طرف ہے اور یقیناً حد سے گزرنے والے کفار ہی دوزخی ہیں۔

اس جملہ کے کئی مطلب ہو سکتے ہیں۔ پہلا تو وہی مطلب ہے جو ترجمہ سے واضح ہے۔دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو نہ دنیا میں یہ حق پہنچتا ہے نہ آخرت میں کہ ان کی خدائی تسلیم کرنے کے لئے لوگوں کو دعوت دی جائے۔تیسرا یہ کہ انہیں تو لوگوں نے زبردستی خدا بنا رکھا ہے ورنہ وہ خود نہ اس دنیا میں خدائی کے مدعی ہیں، نہ آخرت میں یہ دعویٰ لے کر اٹھیں گے کہ ہم بھی تو خدا تھے ہمیں کیوں نہ مانا گیا۔اگرچہ ہر کام میں حد اعتدال سے آگے نکل جانے کو اسراف کہہ سکتے ہیں مگر یہاں مُسْرِفِیْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو

عاجز مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے اختیارات وتصرفات میں شریک بنا لیتے ہیں۔ ایسے مسرفین ہی وہ دوزخی ہیں جنہیں کبھی معاف نہیں کیا جائے گا۔

فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

پس عنقریب تم یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

## اپنے معاملات کو اللہ کے سپرد کرنے کا بیان

"فَسَتَذْكُرُونَ" إِذَا عَايَنْتُمُ الْعَذَابَ "مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ" قَالَ ذَلِكَ لَمَّا تَوَعَّدُوهُ بِمُخَالَفَةِ دِينِهِمْ،

پس عنقریب تم یاد کرو گے جو میں تم سے عذاب کے بارے میں کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ یہ بات ان سے اس لئے کہی جب انہوں نے اپنے دین کی مخالفت کی وجہ سزا دینے کا کہا۔

## آل فرعون کے مؤمن کیلئے درندوں کے ذریعے حفاظت کا بیان

یہ مؤمن آل فرعون کا آخری کلام ہے جو اپنی قوم کو حق کی طرف بلانے کے سلسلے میں کیا گیا جس میں اظہار ہے کہ آج تو تم میری بات نہیں مانتے مگر جب عذاب تمہیں آ پکڑے گا تو اس وقت تم کو میری بات یاد آئے گی۔ مگر اس وقت کا یاد آنا بیکار ہوگا۔ اور اب جبکہ اس طویل مکالمہ اور نصیحت ودعوت کے ذریعہ اس مؤمن آل فرعون کا ایمان ان لوگوں پر ظاہر ہوگیا تو فکر ہوئی کہ اب یہ لوگ ان کے درپے ہوں گے، اس لئے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں کا نگران ومحافظ ہے۔

امام تفسیر مقاتل نے فرمایا کہ ان کے گمان کے مطابق قوم فرعون ان کے درپے ہوئی تو یہ پہاڑ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور ان کی گرفت میں نہ آ سکے جس کا ذکر اگلی آیت میں اس طرح آیا ہے۔ اور ان کے اعمال واحوال کو جانتا ہے پھر وہ مومن ان میں سے نکل کر پہاڑ کی طرف چلا گیا اور وہاں نماز میں مشغول ہوگیا، فرعون نے ہزار آدمی اس کی جستجو میں بھیجے، اللہ تعالیٰ نے درندے اس کی حفاظت پر مامور کردیئے جو فرعونی اس کیطرف آیا درندوں نے اسے ہلاک کیا اور جو واپس گیا اور اس نے فرعون سے حال بیان کیا فرعون نے اس کو سولی دے دی تاکہ یہ حال مشہور نہ ہو۔ (تفسیر خازن، سورہ مؤمن، بیروت)

فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ۝

تو اللہ نے اسے ان کے برے نتائج سے بچالیا جو انھوں نے تدبیریں کیں اور آل فرعون کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ جو آگ ہے، وہ اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔

## فرعون اوراس کی قوم کیلئے برزخ اورآخرت میں آگ کا عذاب ہونے کا بیان

"فَوَقَاهُ اللّٰه سَيِّئَات مَا مَكَرُوا " بِهِ مِنْ الْقَتْل "وَحَاقَ" نَزَلَ "بِآل فِرْعَوْن " قَوْمه مَعَهُ "سُوء الْعَذَاب" الْغَرَق،

ثُمَّ "النَّار يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا " يُحْرَقُونَ بِهَا "غُدُوًّا وَعَشِيًّا" صَبَاحًا وَمَسَاء "وَيَوْم تَقُوم السَّاعَة" يُقَال "أَدْخِلُوا" أَمْر لِلْمَلَائِكَةِ . وَفِي قِرَاءَة : بِفَتْحِ الْهَمْزَة وَكَسْر الْخَاء "آل فِرْعَوْن" يَا "أَشَدّ الْعَذَاب" عَذَاب جَهَنَّم،

تو اللہ نے اسے ان کے برے نتائج یعنی قتل سے بچالیا جوانھوں نے تدبیریں کیں اور آل فرعون کو برے عذاب یعنی غرق ہونے نے گھیر لیا۔ پھر جو آگ ہے، وہ اس پر صبح وشام پیش کیے جاتے ہیں جو انہیں جلاتی ہے۔ اور یہ صبح وشام والی سزا قیامت کے دن تک اسی طرح جاری رہے گی۔ اور جس دن قیامت قائم ہوگی، تو فرشتوں سے کہا جائے گا ایک قرأت میں اُدخلوا یہ ہمزہ کے فتحہ اور خاء کی کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو۔ یعنی جو سخت عذاب جو جہنم کا عذاب ہے۔

یعنی اس کو اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کی بری تدبیروں کے شر سے بچالیا مگر خود قوم فرعون سخت عذاب میں پکڑی گئی۔ مولائے کریم نے مومن آل فرعون کو دنیا میں اول تو آل فرعون کو ان کے خلاف تدبیروں سے بچایا جس کی تفصیل قرآن میں مذکور نہیں۔ مگر الفاظ قرآن سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو قتل کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے قوم فرعون نے بہت سی تدبیریں کی تھیں اور جب پھر قوم فرعون غرق ہوئی تو اس بندہ مومن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نجات دی گئی اور آخرت کی نجات تو ظاہر ہی ہے۔

## کفار کی ارواح کو عذاب دیکھایا جانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ آل فرعون کی روحیں سیاہ پرندوں کی شکل میں ہر روز صبح اور شام دو مرتبہ جہنم کے سامنے لائی جاتی ہیں اور جہنم کو دکھلا کر ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا ٹھکانہ یہ ہے۔ اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مرجاتا ہے تو عالم برزخ میں صبح وشام اس کو وہ مقام دکھلایا جاتا ہے جہاں قیامت کے حساب کے بعد اس کو پہنچنا ہے اور یہ مقام دکھلا کر روزانہ اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے آخر کار یہاں پہنچنا ہے۔ اگر یہ شخص اہل جنت میں سے ہے تو اس کا مقام جنت اس کو دکھلایا جائے گا اور اہل جہنم میں سے ہے تو اس کا مقام جہنم اس کو دکھلایا جائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا |
| كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ۝ |
| اور جب وہ آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ |

بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے،تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟

## اہل دوزخ کے تابع ومتبوعین کے باہمی جھگڑے کا بیان

"وَ" "إِذْ يَتَحَاجُّونَ" يَتَخَاصَم الْكُفَّار "فِي النَّار فَيَقُول الضُّعَفَاء لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا" جَمْع تَابِع "فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ" دَافِعُونَ "عَنَّا نَصِيبًا" جُزْء

اور جب وہ یعنی کفار آگ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو کمزور لوگ ان سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ بے شک ہم تمھارے ہی پیچھے چلنے والے تھے، یہاں پر لفظ تبعا یہ تابع کی جمع ہے۔تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹانے والے ہو؟یعنی آگ کا کوئی حصہ ہم سے اس بدلے کے طور پر دور کرنے والے ہو؟

## دوزخیوں کیلئے باہمی عداوت اختیار کرنے کا بیان

جہنمی لوگ جہنم کے اور عذابوں کو برداشت کرتے ہوئے ایک اور عذاب کے بھی شکار ہوں گے جس کا بیان یہاں ہورہا ہے۔ یہ عذاب فرعون کو بھی ہوگا اور دوسرے دوزخیوں کو بھی یعنی آپس میں تھوکنا تذلیل اور لڑائی جھگڑے۔ چھوٹے بڑوں سے یعنی تابعداری کرنے اور حکم احکام کے ماننے والے جن کی بڑائی اور بزرگی کے قائل تھے اور جن کی باتیں تسلیم کیا کرتے تھے اور جن کے کہے ہوئے پر عامل تھے ان سے کہیں گے۔ کہ دنیا میں ہم تو آپ کے تابع فرمان رہے۔ جو آپ نے کہا ہم بجالاتے۔ کفر اور گمراہی کے احکام بھی جو آپ کی بارگاہ سے صادر ہوئے آپ کے تقدس اور علم وفضل سرداری اور حکومت کی بنا پر ہم سب کو مانتے رہے، اب یہاں آپ ہمیں کچھ تو کام آئے۔ ہمارے عذابوں کا ہی کوئی حصہ اپنے اوپر اٹھا لیجئے، یہ رؤسا اور امراسادات اور بزرگ جواب دیں گے کہ ہم بھی تو تمہارے ساتھ جل بھن رہے ہیں۔

ہمیں جو عذاب ہورہے ہیں وہ کیا کم ہیں جو ہم تمہارے عذاب اٹھائیں؟ اللہ کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ رب فیصلے صادر فرما چکا ہے۔ ہر ایک کو اس کے بداعمال کے مطابق سزا دے چکا ہے۔ اب اس میں کمی ناممکن ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ہر ایک کیلئے بڑھا چڑھا عذاب گو تم نہ سمجھو۔ جب اہل دوزخ سمجھ لیں گے کہ اللہ ان کی دعا قبول نہیں فرمارہا بلکہ کان بھی نہیں لگا تا۔ بلکہ انہیں ڈانٹ دیا ہے اور فرما چکا ہے کہ یہیں پڑے رہو اور مجھ سے کلام بھی نہ کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ۝

وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝

وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے نگرانوں سے کہیں گے اپنے رب سے دعا کرو، وہ ہم سے ایک دن کچھ عذاب ہلکا کر دے۔

## جہنمیوں کا دوزخ کے نگرانوں سے عذاب میں کمی کی استدعا کرنے کا بیان

"قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ " فَأَدْخَلَ الْمُؤْمِنِينَ الْجَنَّةَ وَالْكَافِرِينَ النَّارَ "وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا" أَيْ قَدْرَ يَوْمٍ،

وہ لوگ کہیں گے جو بڑے بنے تھے بے شک ہم سب اس میں ہیں، بے شک اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا ہے یعنی اس نے اہل ایمان کو جنت اور اہل جہنم کو دوزخ کی آگ میں داخل کردیا ہے۔ اور وہ لوگ جو آگ میں ہوں گے جہنم کے نگرانوں سے کہیں گے اپنے رب سے دعا کرو، وہ ہم سے ایک دن کچھ عذاب ہلکا کردے۔ یعنی ایک دن عذاب سے چھٹی مل جائے۔

تو وہ جہنم کے داروغوں سے کہیں گے۔ جو وہاں کے ایسے ہی پاسبان ہیں جیسے دنیا کے جیل خانوں کے نگہبان داروغے اور محافظ سپاہ ہوتے ہیں۔ ان سے کہیں گے کہ تم ہی ذرا اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کسی ایک دن ہی وہ ہمارے عذاب ہلکے کردے، وہ انہیں جواب دیں گے کہ کیا رسولوں کی زبانی احکام ربانی دنیا میں تمہیں پہنچے نہ تھے؟ یہ کہیں گے ہاں پہنچے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے پھر اب تم آپ ہی اللہ سے کہہ سن لو۔ ہم تو تمہاری طرف سے کوئی عرض اس کی جناب میں کرنہیں سکتے۔ بلکہ ہم خود تم سے بیزار اور تمہارے دشمن ہیں سنو ہم تمہیں کہہ دیتے ہیں کہ خواہ تم دعا کرو خواہ تمہارے لئے اور کوئی دعا کرے ناممکن ہے کہ تمہارے عذابوں میں کمی ہو۔ کافروں کی دعا نامقبول اور مردود ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ |
| وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ |
| وہ کہیں گے اور کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟ کہیں گے کیوں نہیں، |
| وہ کہیں گے پھر دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بالکل ہی بیکار ہے۔ |

## جہنم میں کفار کی دعا کے قبول نہ ہونے کا بیان

"قَالُوا" أَيْ الْخَزَنَةَ تَهَكُّمًا "أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ الظَّاهِرَاتِ "قَالُوا بَلَى " أَيْ فَكَفَرُوا بِهِمْ "قَالُوا فَادْعُوا" أَنْتُمْ فَإِنَّا لَا نَشْفَعَ لِلْكَافِرِينَ "وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ" انْعِدَامٍ،

تو جہنم کے نگران بہ طور استہزاء کہیں گے اور کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں یعنی ظاہر معجزات لے کر نہیں آیا کرتے تھے؟ کہیں گے کیوں نہیں وہ تو لائے تھے لیکن ان کے ساتھ کفر انہوں نے کفر کیا، وہ کہیں گے پھر تم دعا کرو اور کافروں کی دعا تو بالکل ہی بیکار ہے۔ کیونکہ کفار کی دعا سوائے عبث کیلئے کچھ نہیں ہے۔

وہ کہیں گے کہ سفارش بھی آخر کسی عذر کی بنا پر ہی ہوسکتی ہے۔ لیکن تم نے معذرت کی کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی تو سفارش میں

ہم کیا کہیں۔ یا تو تم یہ کہو کہ ہمارے پاس نہ رسول آئے تھے نہ ہمیں اللہ کا پیغام پہنچا تھا۔ اور جب تمہارے پاس اللہ کے رسول واضح دلائل لے کر گئے تھے اور تمہیں ہر طرح کے انجام سے مطلع کر دیا تھا تو پھر سفارش کس بنیاد پر کی جا سکتی ہے؟

یہ فرشتوں کا دوسرا جواب ہے۔ کہ ہمارا کام سفارش کرنا نہیں اور جو ہمارا کام ہے وہ ہم کر ہی رہے ہیں سفارش کرنا رسولوں کا کام ہے اور ان کی مخالفت کر کے تم نے انہیں پہلے ہی ناراض کر رکھا ہے۔ لہٰذا اب خود ہی دعا کر کے دیکھ لو۔

| |
|---|
| اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ۙ |
| يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ |
| بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے |
| ہوں گے۔ جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اور انھی کے لیے لعنت ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔ |

## کفار کے خلاف فرشتوں کی گواہی دینے کا بیان

"اِنَّا لَنَنْصُر رُسُلنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا وَيَوْم يَقُوم الْأَشْهَاد" جَمْع شَاهِد وَهُمْ الْمَلَائِكَة يَشْهَدُونَ لِلرُّسُلِ بِالْبَلَاغِ وَعَلَى الْكُفَّار بِالتَّكْذِيبِ، "يَوْم لَا يَنْفَع" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "الظَّالِمِينَ مَعْذِرَتهمْ" عُذْرهمْ لَوْ اعْتَذَرُوا "وَلَهُمْ اللَّعْنَة" أَيْ الْبُعْد مِنْ الرَّحْمَة "وَلَهُمْ سُوء الدَّار" الْآخِرَة أَيْ شِدَّة عَذَابهَا،

بے شک ہم اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے ضرور مدد کرتے ہیں دنیا کی زندگی میں اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔ یہاں پر لفظ اشہاد یہ شاہد کی جمع ہے۔ اور وہ فرشتے ہیں جو رسولان کے پیغام پہنچانے کی گواہی دیں گے اور کفار کی تکذیب کرنے کی بھی کفار کے خلاف گواہی دیں گے۔

جس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا یہاں پر لفظ ینفع یہ یاء اور تاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور انھی کے لیے لعنت یعنی رحمت سے دوری ہے اور انھی کے لیے بدترین گھر ہے۔ یعنی آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔

## رسولوں اور اہل ایمان کو دنیا و آخرت میں مدد کی بشارت کا بیان

آیت میں رسولوں کی مدد کرنے کا اللہ کا وعدہ ہے، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض رسولوں کو ان کی قوموں نے قتل کر دیا، جیسے حضرت یحیٰی، حضرت زکریا، حضرت شعیب صلوات اللہ علیہم وسلامہ، اور بعض انبیاء کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا، جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام۔ اور حضرت عیسیٰ کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے آسمان کی طرف ہجرت کرائی۔ پھر کیا کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ وعدہ پورا کیوں نہیں ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ یہاں گو عام خبر ہے لیکن مراد بعض سے ہے، اور یہ لغت میں عموماً پایا جاتا ہے کہ مطلق ذکر ہو اور مراد خاص افراد ہوں۔ دوسرے یہ کہ مدد کرنے سے مراد بدلہ لینا ہو۔ پس کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے ایذاء پہنچانے والوں سے قدرت

نے زبردست انتقام نہ لیا ہو۔

چنانچہ حضرت یحییٰ، حضرت زکریا، حضرت شعیب کے قاتلوں پر اللہ نے ان کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور انہوں نے انہیں زیر و زبر کر ڈالا، ان کے خون کی ندیاں بہادیں اور انہیں نہایت ذلت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارا۔ نمرود مردود کا مشہور واقعہ دنیا جانتی ہے کہ قدرت نے اسے کیسی پکڑ میں پکڑا؟ حضرت عیسیٰ کو جن یہودیوں نے سولی دینے کی کوشش کی تھی۔ ان پر جناب باری عزیز و حکیم نے رومیوں کو غالب کر دیا۔ اور ان کے ہاتھوں ان کی سخت ذلت واہانت ہوئی۔ اور ابھی قیامت کے قریب جب آپ اتریں گے تب دجال کے ساتھ ان یہودیوں کی جو اس کے لشکری ہوں گے قتل کریں گے۔ اور امام عادل اور حاکم باانصاف بن کر تشریف لائیں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ باطل کر دیں گے بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ فرمائیں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان مدد اور یہی دستور قدرت ہے جو پہلے سے ہے اور اب تک جاری ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کی دنیوی امداد بھی فرماتا ہے اور ان کے دشمنوں سے خود انتقام لے کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا ہے جو شخص میرے نبیوں سے دشمنی کرے اس نے مجھے لڑائی کیلئے طلب کیا۔ دوسری حدیث میں ہے میں اپنے دوستوں کی طرف سے بدلہ ضرور لے لیا کرتا ہوں جیسے کہ شیر بدلہ لیتا ہے اسی بناء پر اس مالک الملک نے قوم نوح سے، عاد سے، ثمودیوں سے، اصحاب الرس سے، قوم لوط سے، اہل مدین سے اور ان جیسے ان تمام لوگوں سے جنہوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور حق کا خلاف کیا تھا بدلہ لیا۔ ایک ایک کو چن چن کر تباہ برباد کیا اور جتنے مومن ان میں تھے ان سب کو بچا لیا۔

امام سدی فرماتے ہیں جس قوم میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آئے یا ایماندار بندے انہیں پیغام الٰہی پہنچانے کیلئے کھڑے ہوئے اور اس قوم نے ان نبیوں کی یا ان مومنوں کی بیحرمتی کی اور انہیں مارا پیٹا قتل کیا ضرور بالضرور اسی زمانے میں عذاب الٰہی ان پر برس پڑے۔ نبیوں کے قتل کے بدلے لینے والے اٹھ کھڑے ہوئے اور پانی کی طرح ان کے خون سے پیاسی زمین کو سیراب کیا۔ پس گو انبیاء اور مومنین یہاں قتل کئے گئے لیکن ان کا خون رنگ لایا اور ان کے دشمنوں کا بھس کی طرح بھر کس نکال دیا۔ ناممکن ہے کہ ایسے بندگان خاص کی امداد و اعانت نہ ہو اور ان کے دشمنوں سے پورا انتقام نہ لیا گیا ہو۔

اشرف الانبیاء حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات زندگی دنیا اور دنیا والوں کے سامنے ہیں کہ اللہ نے آپ کو اور آپ کے صحابہ کو غلبہ دیا اور دشمنوں کی تمام تر کوششوں کو بے نتیجہ رکھا۔ ان تمام پر آپ کو کھلا غلبہ عطا فرمایا۔ آپ کے کلمے کو بلند و بالا کیا آپ کا دین دنیا کے تمام ادیان پر چھا گیا۔ قوم کی زبردست مخالفتوں کے وقت اپنے نبی کو مدینے پہنچا دیا اور مدینے والوں کو سچا جاں نثار بنا کر پھر مشرکین کا سارا زور بدر کی لڑائی میں ڈھا دیا۔ ان کے کفر کے تمام وزنی ستون اس لڑائی میں اکھیڑ دیئے۔ سرداران مشرک یا تو ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں میں قیدی بن کر نامرادی کے ساتھ گردن جھکائے نظر آنے لگے قید و بند میں جکڑے ہوئے ذلت واہانت کے ساتھ مدینے کی گلیوں میں کسی کے ہاتھوں پر اور کسی کے پاؤں پر دوسرے کی گرفت تھی۔

اللہ کی حکمت نے ان پر پھر احسان کیا اور ایک مرتبہ پھر موقعہ دیا فدیہ لے کر آزاد کر دیئے گئے لیکن پھر بھی جب مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز نہ آئے اور اپنے کرتوتوں پر اڑے رہے۔ تو وہ وقت بھی آیا کہ جہاں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپ چھپا کر رات کے اندھیرے میں پاپیادہ ہجرت کرنی پڑی تھی وہاں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئے اور گردن پر ہاتھ باندھے دشمنان رسول سامنے لائے گئے۔ اور بلاد حرم کی عظمت و عزت رسول محترم کی وجہ سے پوری ہوئی۔ اور تمام شرک و کفر اور ہر طرح کی بے ادبیوں سے اللہ کا گھر پاک صاف کر دیا گیا۔ بالآخر یمن بھی فتح ہوا۔

اور پورا جزیرہ عرب قبضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ گیا۔ اور جوق کے جوق لوگ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔ پھر رب العالمین نے اپنے رسول رحمۃ العالمین کو اپنی طرف بلا لیا اور وہاں کی کرامت وعظمت سے اپنی مہمانداری میں رکھ کر نوازا صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر آپ کے بعد آپ کے نیک نہاد صحابہ کو آپ کا جانشین بنایا۔

جو محمدی ﷺ جھنڈا لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی توحید کی طرف اللہ کی مخلوق کو بلانے لگے۔ جو روڑا راہ میں آیا اسے الگ کیا۔ جو خار چمن میں نظر پڑا اسے کاٹ ڈالا گاؤں گاؤں شہر شہر ملک ملک دعوت اسلام پہنچا دی جو مانع ہوا اسے منع کا مزہ چکھایا اسی ضمن میں مشرق و مغرب میں سلطنت اسلامی پھیل گئی۔ زمین پر اور زمین والوں کے جسموں پر ہی صحابہ کرام نے فتح حاصل نہیں کی بلکہ ان کے دلوں پر بھی فتح پالی اسلامی نقوش دلوں میں جما دیئے اور سب کو کلمہ توحید کے نیچے جمع کر دیا۔ دین محمدی ﷺ نے زمین کا چپہ چپہ اور کونا کونا اپنے قبضے میں کر لیا۔ دعوت محمدیہ ﷺ بہرے کانوں تک بھی پہنچ چکی۔ صراط محمدی ﷺ اندھوں نے بھی دیکھ لیا۔ اللہ اس پاکباز جماعت کو ان کی اولوالعزمیوں کا بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مومن، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ۝ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ |
| اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو ہدایت عطا کی اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔ |
| جو ہدایت ہے اور عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطاء ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَى" التَّوْرَاة وَالْمُعْجِزَات "وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَائِيل" مِنْ بَعْد مُوسَى "الْكِتَاب" التَّوْرَاة "هُدًى" هَادِيًا "وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَاب" تَذْكِرَة لِأَصْحَابِ الْعُقُول،

اور بیشک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت یعنی تورات اور معجزات عطا کئے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کو اُس کتاب تورات کا وارث بنایا۔ جو ہدایت یعنی ہدایت دینے والی ہے اور عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

فرعون کی غرقابی کے بعد موسیٰ کو جو کتاب تورات عطا فرمائی اس میں اہل عقل وخرد کے لئے سبق حاصل کرنے کے لئے بھی بہت کچھ سامان موجود تھا اور دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے بھی وہ زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی مہیا کرتی تھی۔ ہم نے اس عظیم

الشان کتاب کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا تا کہ وہ دنیا میں ہدایت کے علمبردار بن کر اٹھیں۔ان آیات میں دراصل مسلمانوں کو تسلی بھی دی گئی ہے اور خوشخبری بھی۔ مسلمان اس وقت ایسے ہی حالات سے دوچار تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ وہ اپنے نبی اور مسلمانوں کو اسی حال میں نہیں چھوڑے گا بلکہ قدم قدم پر ان کی رہنمائی بھی فرمائے گا۔ تا آنکہ وہ کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں پھر انہیں جو کتاب (قرآن) دی جارہی ہے مسلمانوں کو ہی اس کا وارث بنایا جائے گا تا کہ وہ اسے دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں اور تمام لوگوں کی ہدایت کا فریضہ سرانجام دیں۔

| |
|---|
| فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَاللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ٥ |
| پس آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے اور اپنی امت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔ |
| اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجئے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا امت کیلئے استغفار کرنے کا بیان

"فَاصْبِرْ" يَا مُحَمَّد "اِنَّ وَعْد اللّٰه" بِنَصْرِ أَوْلِيَائِهِ "حَقّ" وَأَنْتَ وَمَنْ تَبِعَك مِنْهُمْ "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِك" لِيُسْتَنَّ بِك "وَسَبِّحْ" صَلِّ مُتَلَبِّسًا "بِحَمْدِ رَبّك بِالْعَشِيِّ" وَهُوَ مِنْ بَعْد الزَّوَال "وَالْإِبْكَار" الصَّلَوَات الْخَمْس،

یا محمد ﷺ پس آپ صبر کیجئے، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے کہ وہ اپنے اولیاء کی مدد کرتا ہے۔ جو آپ اور آپ کی اتباع والے ہیں اور اپنی امت کے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے، (یہاں پر لفظ لیستن بک کی تفسیر اس شبہ کو دور کرنا ہے یہاں لذنبک میں مضاف حذف ہے یعنی لذنب امتک کیونکہ انبیائے کرام خطاؤں سے پاک ہوتے ہیں۔) اور صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیا کیجئے۔ اور وہ زوال کے بعد کا وقت ہے جس سے پانچوں نمازوں کی عبادت مراد ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فاصبر: ای فاصبع یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں فاء ترتیب کا ہے۔ مترتیب علی قولہ تعالیٰ: انا لننصر رسلنا وقولہ تعالیٰ وآتینا الخ۔ ان وعد اللہ حق۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا۔ اس ثبوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا۔ واستغفر لذنبک ۔ اور معافی مانگتے رہئے انبیاء جو گناہ سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں۔ ھذا التعبد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالدعاء والفائدۃ زیادۃ الدرجات وان یصیر الدعا سنۃ لمن بعدہ: یعنی یہ محض ارشاد الٰہی ہے تا کہ حضور دعا مانگا کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغفار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات بلند سے بلند تر ہوتے جائیں گے۔ اور بعض کے نزدیک لذنبک سے مراد لذنب امتک ہے اپنی امت

کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرتے رہا کریں۔بالعشی و الابکار: شام کے وقت اور صبح کے وقت۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد عصر اور فجر کی نمازیں ہیں: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک پانچوں نمازیں مراد ہیں۔اس سے مراد ہمیشگی بھی ہوسکتی ہے یعنی مداومت سے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کریں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور میں تم کو حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔اور میری وفات میں بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجاء کرتا ہوں۔(الوفاء باحوال المصطفے ص ۸۱۰، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰـهُمْ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ |
| مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ |
| بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں ایک بڑائی کے |
| سوا کچھ نہیں، جس تک وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، سو اللہ کی پناہ مانگ۔بے شک وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ |

## منکرین بعث کا قرآن میں جھگڑا کرنے کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِي آيَاتِ اللّٰه" الْقُرْآن "بِغَيْرِ سُلْطَان" بُرْهَان "أَتَاهُمْ إِنْ" مَا "فِي صُدُورهمْ إِلَّا كِبْر" تَكَبُّر وَطَمَع أَنْ يَعْلُوا عَلَيْك "مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ فَاسْتَعِذْ" مِنْ شَرّهمْ "بِاَللّٰهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيع" لِأَقْوَالِهِمْ "الْبَصِير" بِأَحْوَالِهِمْ وَنَزَلَ فِي مُنْكِرِي الْبَعْث،

بے شک وہ لوگ جو اللہ کی آیات یعنی قرآن میں کسی دلیل کے بغیر جھگڑتے ہیں جو ان کے پاس آئی ہو، ان کے سینوں میں ایک بڑائی یعنی تکبر اور لالچ کے سوا کچھ نہیں، جس تک وہ ہرگز پہنچنے والے نہیں ہیں، پس ان کے شر سے بچنے کیلئے اللہ کی پناہ مانگ۔بے شک وہ ان کے اقوال کو سننے والا، ان کے احوال کو دیکھنے والا ہے۔یہ آیت منکرین بعث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## تکبر کے سبب کفار مکہ کا ایمان نہ لانے کا بیان

ان جھگڑا کرنے والوں سے کفار قریش مراد ہیں۔اور ان کا یہی تکبر ان کے تکذیب وانکار اور کفر کے اختیار کرنے کا باعث ہوا کہ انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ کوئی ان سے اونچا ہو، اس لئے سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت کی بایں خیالِ فاسد کہ اگر آپ کو نبی مان لیں گے تو اپنی بڑائی جاتی رہے گی اور امتی اور چھوٹا بننا پڑے گا اور ہوس رکھتے ہیں بڑے بننے کی۔

یعنی یہ لوگ جو اللہ کی آیات میں بغیر کسی حجت ودلیل کے جدال کرتے ہیں، اور مقصد دراصل اس دین سے انکار کرنا ہے، جس کا سبب اس کے سوا کچھ نہیں کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے۔یہ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اور اپنی بے وقوفی سے یوں سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ

بڑائی ہمیں اپنے مذہب پر قائم رہنے سے حاصل ہے، اس کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری یہ ریاست و اقتدار نہ رہے گا۔ قرآن کریم نے فرمادیا کہ مَا هُم بِبَالِغِيهِ یعنی وہ اپنی مزعومہ بڑائی عظمت اور ریاست کو اسلام لائے بغیر نہ پا سکیں گے۔ البتہ اسلام لے آئے تو عزت و عظمت ان کے ساتھ ہوتی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## زمین و آسمان کی تخلیق سے استدلال قدرت کا بیان

"لَخَلْقُ السَّمَاوَات وَالْأَرْض" اِبْتِدَاء "أَكْبَر مِنْ خَلْق النَّاس" مَرَّة ثَانِيَة وَهِيَ الْإِعَادَة "وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاس" أَيْ كُفَّار مَكَّة "لَا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ فَهُمْ كَالْأَعْمَى وَمَنْ يَعْلَمهُ كَالْبَصِيرِ،

یقیناً آسمانوں اور زمین کا ابتدائی طور پر پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے جبکہ دوبارہ پیدا کرنا یہ اعادہ ہے اور لیکن اکثر لوگ یعنی کفار مکہ نہیں جانتے۔ کیونکہ وہ اندھوں کی طرح ہیں۔ اور ان میں دیکھنے والا بھی نہ دیکھنے والوں کی طرح ہے۔

## زمین و آسمان جیسی بڑی نشانیوں کو بھی کفار کا نہ سمجھ سکنے کا بیان

یہ آیت منکرین بعث کے رد میں نازل ہوئی ان پر حجت قائم کی گئی کہ جب تم آسمان و زمین کی پیدائش پر باوجود ان کی اس عظمت اور بڑائی کے اللہ تعالیٰ کو قادر مانتے ہو تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کر دینا اس کی قدرت سے کیوں بعید سمجھتے ہو۔

بہت لوگوں سے مراد یہاں کفار ہیں اور ان کے انکار بعث کا سبب ان کی بیعلمی ہے کہ وہ آسمان و زمین کی پیدائش پر قادر ہونے سے بعث پر استدلال نہیں کرتے تو وہ مثل اندھے کے ہیں اور جو مخلوقات کے وجود سے خالق کی قدرت پر استدلال کرتے ہیں وہ مثل بینا کے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| وَ مَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ |
| وَ لَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ |
| اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور نہ وہ |
| جو برائی کرنے والا ہے، بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ |

## اندھا اور دیکھنے والا برابر نہ ہونے کا بیان

"وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَى وَلَا الْبَصِير" لَا "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" وَهُوَ الْمُحْسِن "وَلَا الْمُسِيء" فِيهِ زِيَادَة لَا "قَلِيلًا مَا تَتَذَكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ بِالْيَاءِ وَالتَّاء أَيْ تَذَكُّرهمْ قَلِيل جِدًّا،

اور نہ اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوتا ہے اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور صاحب احسان ہے اور نہ وہ جو برائی کرنے والا ہے، اس میں لام زائدہ ہے۔ بہت کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ یہاں پر تتذکرون یہ یاء اور تاء دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی نصیحت حاصل کرنا یہ ان میں بہت ہی کم ہے۔

یعنی ایک اندھا جسے حق کا سیدھا راستہ نہیں سوجھتا، اور ایک آنکھوں والا جو نہایت بصیرت کے ساتھ صراطِ مستقیم کو دیکھتا اور سمجھتا ہے، کیا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ یا ایک نیکوکار مومن اور کافر بدکار کا انجام یکساں ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو ضرور ایک دن چاہیے جب ان کا باہمی فرق کھلے۔ اور دونوں کے علم کے ثمرات اپنی اکمل ترین صورت میں ظاہر ہوں۔ مگر افسوس کہ تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

| |
|---|
| اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ |
| بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔ |

## قیامت کے برحق ہونے کا بیان

"اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَا رَيْبَ" شَكَّ "فِيهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ" بِهَا

بے شک قیامت ضرور آنے والی ہے، اس میں کوئی شک نہیں اور لیکن اکثر لوگ نہیں مانتے۔ یعنی اس پر ایمان نہیں لاتے۔

## قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کا ساتھ نصیب ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے ہم مسجد کی چوکھٹ پر ایک آدمی سے ملے اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول قیامت کب ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے اس کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے یہ سن کر اس آدمی پر خاموشی چھا گئی پھر اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں نے اس کے لئے نمازیں اور روزے اور صدقہ وغیرہ تو زیادہ تیار نہیں کئے البتہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2214)

| |
|---|
| وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ |
| سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ |
| اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، بیشک جو لوگ میری بندگی سے |
| سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سبب استقامت کا بیان

"وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ" أَيْ اُعْبُدُوْنِي اُثِبْكُمْ بِقَرِينَةِ مَا بَعْده "اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

عِبَادَتِی سَیَدْخُلُونَ" بِفَتْحِ الْیَاء وَضَمّ الْخَاء وَبِالْعَکْسِ "جَهَنَّم دَاخِرِینَ" صَاغِرِینَ،

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے، تم لوگ مجھ سے دعا کیا کرو میں ضرور قبول کروں گا، یعنی تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثابت قدم رکھوں گا۔ یہ مابعد سے قرینہ ہے۔ بیشک جو لوگ میری بندگی سے سرکشی کرتے ہیں وہ عنقریب دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔ یہاں پر لفظ سیدخلون یہ یاء کے فتحہ اور خاء کے ضمہ اور اس کے برعکس بھی آیا ہے۔ یعنی وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

## سورہ مؤمن آیت ۶۰ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ دعا ہی تو عبادت ہے، پھر یہ آیت پڑھی (وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ،اور تمہارے رب نے فرمایا مجھے پکارو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا، بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے )۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1195)

## قبولیت دعا کی بعض شرائط کا بیان

اللہ تعالیٰ بندوں کی دعائیں اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے اور ان کے قبول کے لئے چند شرطیں ہیں ایک اخلاص دعا میں، دوسرے یہ ہے کہ قلب غیر کی طرف مشغول نہ ہو، تیسرے یہ کہ وہ دعا کسی امرِ ممنوع پر مشتمل نہ ہو، چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین رکھتا ہو، پانچویں یہ کہ شکایت نہ کرے کہ میں نے دعا مانگی قبول نہ ہوئی جب ان شرطوں سے دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ دعا کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے یا تو اس کی مراد دنیا ہی میں اس کو جلد دے دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے یا اس کے گناہوں کا کفارہ کر دیا جاتا ہے۔ آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ دعا سے مراد عبادت ہے اور قرآن کریم میں دعا بمعنی عبادت بہت جگہ وارد ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ اَلدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (ابوداؤد و ترمذی) اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تم میری عبادت کرو میں تمہیں ثواب دوں گا۔ (تفسیر خزائن العرفان، مؤمن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی بھی اللہ اگر تو چاہے تو مجھے عطاء فرما اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما، اس طرح نہ کہے بلکہ چاہیے کہ دعا میں یقین سے مانگے کیونکہ اللہ جو چاہے کر دے کوئی اسے مجبور کرنے والا نہیں ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2312)

## دعا کے بعض خصائص کا بیان

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس امت کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں کہ ان سے پہلے کی کسی امت کو نہیں دی گئیں بجز نبی کے۔ دیکھو ہر نبی کو اللہ کا فرمان یہ ہوا ہے کہ تو اپنی امت پر گواہ ہے۔ لیکن تمام لوگوں پر گواہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کیا ہے۔ اگلے نبیوں سے کہا جاتا تھا کہ تجھ پر دین میں حرج نہیں۔ لیکن اس امت سے فرمایا گیا کہ تمہارے دین میں تم پر کوئی حرج نہیں ہر نبی سے کہا جاتا تھا کہ مجھے پکار میں تیری پکار قبول کروں گا لیکن اس امت کو فرمایا گیا کہ تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار قبول فرماؤں گا۔ (ابن ابی حاتم)

ابو یعلی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا چار خصلتیں ہیں جن میں سے ایک میرے لئے ہے ایک تیرے لئے ایک تیرے اور میرے درمیان اور ایک تیرے درمیان اور میرے دوسرے بندوں کے درمیان۔ جو خاص میرے لئے ہے وہ تو یہ کہ صرف میری ہی عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور جو تیرا حق مجھ پر ہے وہ یہ کہ تیرے ہر عمل خیر کا بھرپور بدلہ میں تجھے دوں گا۔ اور جو تیرے میرے درمیان ہے وہ یہ کہ تو دعا کر اور میں قبول کیا کروں۔ اور چوتھی خصلت جو تیرے اور میرے اور دوسرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ کہ تو ان کیلئے وہ چاہ جو اپنے لئے پسند رکھتا ہے۔

مسند احمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دعا عین عبادت ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی یہ حدیث سنن میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح کہتے ہیں۔ ابن حبان اور حاکم بھی اسے اپنی صحیح میں لائے ہیں۔ مسند میں ہے جو شخص اللہ سے دعا نہیں کرتا اللہ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری کی موت کے بعد ان کی تلوار کے درمیان میں سے ایک پرچہ نکلا جس میں تحریر تھا کہ تم اپنے رب کی رحمتوں کے مواقع کو تلاش کرتے رہو بہت ممکن ہے کہ کسی ایسے وقت تم دعائے خیر کرو کہ اس وقت رب کی رحمت جوش میں ہو اور تمہیں وہ سعادت مل جائے جس کے بعد کبھی بھی حسرت و افسوس نہ کرنا پڑے۔ آیت میں عبادت سے مراد دعا اور توحید ہے۔

ابن ابی حاتم میں ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ملک روم میں کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا تھا ایک دن میں نے سنا کہ ہاتف غیب ایک پہاڑ کی چوٹی سے بہ آواز بلند کہہ رہا ہے۔ اے اللہ! اس پر تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے تیرے سوا دوسرے کی ذات سے امیدیں وابستہ رکھتا ہے۔ اے اللہ! اس پر بھی تعجب ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے اپنی حاجتیں دوسروں کے پاس لے جاتا ہے۔ پھر ذرا ٹھہر کر ایک پرزور آواز اور لگائی اور کہا پورا تعجب اس شخص پر ہے جو تجھے پہچانتے ہوئے دوسرے کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے وہ کام کرتا ہے جن سے تو ناراض ہو جائے۔ یہ سن کر میں نے بلند آواز سے پوچھا کہ تو کوئی جن ہے یا انسان؟ جواب آیا کہ انسان ہوں۔ تو ان کاموں سے اپنا دھیان ہٹا لے جو تجھے فائدہ نہ دیں۔ اور ان کاموں میں مشغول ہو جاؤ جو تیرے فائدے کے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ |
| فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ۝ |
| اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو دیکھنے کے لئے روشن بنایا۔ |
| بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ |

## رات کا باعث سکون جبکہ دن کا باعث فضل ہونے کا بیان

"اللّٰـه الَّذِی جَعَلَ لَكُمْ اللَّیْل لِتَسْكُنُوا فِیهِ وَالنَّهَار مُبْصِرًا" إسْنَاد الْإِبْصَار إلَیْهِ مَجَازِیّ لِأَنَّهُ یُبْصِر

فِيهِ "إِنَّ اللّٰه لَذُو فَضْل عَلَى النَّاس وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاس لَا يَشْكُرُونَ" اللّٰهَ فَلَا يُؤْمِنُونَ

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام پاؤ اور دن کو دیکھنے کے لئے روشن بنایا۔ یہاں پر ابصار کی طرف اسناد مجازی ہے کیونکہ اس میں دیکھا جاتا ہے۔ بیشک اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے لیکن اکثر لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔ پس وہ ایمان بھی نہیں لاتے۔

رات کی ٹھنڈ اور تاریکی میں عموماً لوگ سوتے اور آرام کرتے ہیں۔ جب دن ہوتا ہے تو تازہ دم ہو کر اس کے اجالے میں اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اس وقت دیکھنے بھالنے اور چلنے پھرنے کے لیے مصنوعی روشنیوں کی چنداں ضرورت نہیں پڑتی۔

| |
|---|
| ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ |
| كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○ |
| یہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ |
| اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے جو اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ |

## قیام دلائل کے باوجود ایمان سے بہک جانے والے کفار کا بیان

"ذَلِكُمُ اللّٰه رَبُّكُمْ خَالِق كُلّ شَيْء لَا إِلَه إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ" فَكَيْفَ تُصْرَفُونَ عَنْ الْإِيمَان مَعَ قِيَام الْبُرْهَان،

"كَذَلِكَ يُؤْفَكُ" أَيْ مِثْل إِفْك هَؤُلَاءِ إِفْك "الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللّٰه" مُعْجِزَاته "يَجْحَدُونَ"

یہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر چیز کا خالق ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم دلیل قائم ہو جانے کے باوجود ایمان سے کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ بہکائے جاتے تھے یعنی جس طرح یہ بہکے ہیں ایسے وہ لوگ جو اللہ کی آیات یعنی اس کے معجزات کا انکار کیا کرتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

انی: کیونکر۔ اسم ظرز مان و اسم ظرف مکان ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی متی (جب، جس وقت) اور ظرف مکان ہو تو بمعنی این (جہاں۔ کہاں) اور اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کیف (کیسے، کیونکر) ہوتا ہے۔

توفکون: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ افک (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں نیکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ تم پھیرے جاتے ہو تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم کدھر کو بھٹکائے جا رہے ہو یعنی پھر اللہ کی عبادت سے دوسروں کی عبادت کی طرف کہاں پھرے جاتے ہو۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں شکل وصورت بخشی پھر تمہاری صورتوں کو اچھا کیا اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی بخشی، یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ پس اللہ بڑی برکت والا ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

## تمام جہانوں کے رب کی برکت کا بیان

"اللّٰهُ الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْض قَرَارًا وَالسَّمَاء بِنَاء" سَقْفًا،

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرارگاہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہیں شکل وصورت بخشی پھر تمہاری صورتوں کو اچھا کیا اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی بخشی، یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ پس اللہ بڑی برکت والا ہے جو سب جہانوں کا رب ہے۔

انسان کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے سب جانوروں سے ممتاز، اعلیٰ اور بہتر ہیئت میں بنایا ہے۔ اس کو سوچنے سمجھنے کی عقل عطا فرمائی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے بنائے کہ ان سے طرح طرح کی اشیاء ومصنوعات بنا کر اپنی راحت کے سامان پیدا کر لیتا ہے۔ اس کا کھانا پینا بھی عام جانوروں سے ممتاز ہے وہ اپنے منہ سے چرتے اور پیتے ہیں یہ ہاتھوں سے کام لیتا ہے۔ عام جانوروں کی غذا مفردات سے ہے، کوئی گوشت کھاتا ہے کوئی گھاس اور پتے اور وہ بھی بالکل مفرد بخلاف انسان کے کہ یہ اپنے کھانے کو مختلف قسم کی چیزوں پھلوں، ترکاریوں، گوشت اور مصالحہ سے لذیذ ومرغوب بنا کر کھاتا ہے۔

هُوَ الْحَیُّ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝

وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم اس کی عبادت اس کے لئے طاعت وبندگی کو خالص رکھتے ہوئے کیا کرو، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا بیان

"هُوَ الْحَیّ لَا إِلَه إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ" اُعْبُدُوهُ "مُخْلِصِینَ لَهُ الدِّین" مِنَ الشِّرْك

وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم اس کی عبادت اس کے لئے طاعت وبندگی کو خالص رکھتے ہوئے یعنی شرک سے بچتے ہوئے کیا کرو، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اہل علم کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کو ساتھ ہی الحمد للہ رب العالمین بھی پڑھنا چاہئے تا کہ اس آیت پر عمل ہو جائے۔ ابن عباس سے بھی یہ مروی ہے حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہی جب تک فادعو اللہ مخلصین له الدین پڑھے تو لا الہ الا اللہ کہہ لیا کر اور اس کے ساتھ ہی الحمد للہ رب العالمین پڑھ لیا کر۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ہر نماز کے سلام کے بعد (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملك واله الحمد وهو علی

کل شیء قدیر ) پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کلمات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم ابوداؤد، نسائی، جامع البیان، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ |
| مِنْ رَّبِّیْ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۝ |
| فرما دیجئے: مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی پرستش کروں جن بتوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو جبکہ میرے پاس میرے |
| رب کی جانب سے واضح نشانیاں آ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کروں |

## بتوں کی پوجا کرنے سے ممانعت کا بیان

"قُلْ إِنِّی نُهِیت أَنْ أَعْبُد الَّذِینَ تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُون اللّٰه لَمَّا جَاءَنِیَ الْبَیِّنَات" دَلَائِل التَّوْحِید

فرما دیجئے: مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی پرستش کروں جن بتوں کی تم اللہ کو چھوڑ کر پرستش کرتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے واضح نشانیاں یعنی دلائل توحید آ چکی ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمام جہانوں کے پروردگار کی فرمانبرداری کروں

## سورہ مؤمن آیت ٦٦ کے شان نزول کا بیان

کفارِ نابکار نے براہِ جہالت و گمراہی اپنے دین باطل کی طرف حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت دی تھی اور آپ سے بت پرستی کی درخواست کی تھی، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ نے کہا تم اپنی بات سے پھر جاؤ اور واپس اپنے آباء واجداد کے دین پر آ جاؤ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 248)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ |
| ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ |
| وہی ہے جس نے تمہیں کچھ مٹی سے پیدا کیا، پھر ایک قطرے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر وہ تمہیں ایک بچہ |
| بنا کر نکالتا ہے، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے بعض وہ ہے جو اس سے پہلے |
| قبض کر لیا جاتا ہے اور تا کہ تم ایک مقرر وقت کو پہنچ جاؤ اور تا کہ تم سمجھو۔ |

## انسان کی تخلیق سے موت تک سے استدلال توحید کا بیان

"هُوَ الَّذِی خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَاب" بِخَلْقِ أَبِیكُمْ آدَم مِنْهُ "ثُمَّ مِنْ نُطْفَة" مَنِیّ "ثُمَّ مِنْ عَلَقَة" دَم غَلِیظ "ثُمَّ یُخْرِجكُمْ طِفْلًا" بِمَعْنَى أَطْفَالًا "ثُمَّ" یُبْقِیكُمْ "لِتَبْلُغُوا أَشُدّكُمْ" تَكَامُل قُوَّتكُمْ مِنْ الثَّلَاثِینَ سَنَة إِلَى

الْأَرْبَعِينَ "ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا" بِضَمِّ الشِّينِ وَكَسْرِهَا "وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ" أَيْ قَبْلَ الْأَشُدِّ وَالشَّيْخُوخَةِ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكُمْ لِتَعِيشُوا "وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى" وَقْتًا مَحْدُودًا "وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ" دَلَائِلَ التَّوْحِيدِ فَتُؤْمِنُونَ،

وہی ہے جس نے تمھیں کچھ مٹی سے پیدا کیا، یعنی تمہارے والد گرامی آدم علیہ السلام کو اس سے پیدا کیا۔ پھر منی کے ایک قطرے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے یعنی لوتھڑے سے، پھر وہ تمھیں ایک بچہ بنا کر نکالتا ہے، یہاں پر طفل بہ معنی اطفال ہے۔ تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ، یعنی قوت کو پورا کرلو جو تیس سال سے چالیس سال کی عمر کا حصہ ہوتا ہے۔ پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ یہاں پر لفظ شیوخ یہ شین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور تم میں سے بعض وہ ہے جو اس سے پہلے یعنی جوانی اور بڑھاپے سے قبض کر لیا جاتا ہے وہ ایسا اس لئے فرماتا ہے تا کہ تم زندہ رہو۔ اور تا کہ تم ایک مقرر وقت کو پہنچ جاؤ یعنی جو محدود وقت ہے۔ اور تا کہ تم توحید کے دلائل کو سمجھو۔ پس تم ایمان لے آؤ۔

## انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کا بیان

اسی وحدہ لاشریک لہ نے تمہیں مٹی سے پھر نطفے سے پھر خون کی پھٹکی سے پیدا کیا۔ اسی نے تمہیں ماں کے پیٹ سے بچے کی صورت میں نکالا۔ ان تمام حالات کو وہی بدلتا رہا پھر اسی نے بچپن سے جوانی تک تمہیں پہنچایا۔ وہی جوانی کے بعد بڑھاپے تک لے جائے گا یہ سب کام اسی ایک کے حکم تقدیر اور تدبیر ہو جاتے ہیں۔ پھر کس قدر نامرادی ہے کہ اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کی جائے؟ بعض اس سے پہلے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔ یعنی کچے پنے میں ہی گر جاتے ہیں۔ حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ بعض بچپن میں بعض جوانی میں بعض ادھیڑ عمر میں بڑھاپے سے پہلے ہی مر جاتے ہیں۔

چنانچہ اور جگہ قرآن پاک میں ہے (وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى، الحج: 5) یعنی ہم ماں کے پیٹ میں ٹھہراتے ہیں جب تک چاہیں۔ یہاں فرمان ہے کہ تا کہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ۔ اور تم سوچو سمجھو۔ یعنی اپنی حالتوں کے اس انقلاب سے تم ایمان لے آؤ کہ اس دنیا کے بعد بھی تمہیں نئی زندگی میں ایک روز کھڑا ہونا ہے، وہی زندگی دینے والا اور مارنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی موت زیست پر قادر نہیں۔ اس کے کسی حکم کو کسی فیصلے کو کسی تقرر کو کسی ارادے کو کوئی توڑنے والا نہیں، جو وہ چاہتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے اور جو وہ نہ چاہے ناممکن ہے کہ وہ ہو جائے۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ج فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ |
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ۝ |
| وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو صرف اسے فرما دیتا ہے: "ہو جا" |
| پس وہ ہو جاتا ہے۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں، وہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔ |

## زندہ کرنا اور مارنے میں اسی کی قدرت ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيت فَإِذَا قَضَى أَمْرًا" أَرَادَ إِيجَاد شَيْء "فَإِنَّمَا يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون" بِضَمِّ النُّون وَفَتْحهَا بِتَقْدِيرِ أَنْ أَيْ يُوجَد عَقِب الْإِرَادَة الَّتِي هِيَ مَعْنَى الْقَوْل الْمَذْكُور "أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَات اللَّه" الْقُرْآن "أَنَّى" كَيْفَ "يُصْرَفُونَ" عَنْ الْإِيمَان،

وہی ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے یعنی جب وہ کسی چیز کو بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اسے فرما دیتا ہے: "ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے۔ یہاں پر لفظ یکون یہ نون کے ضمہ کے ساتھ اور اُن مقدرہ کے سبب فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ارادہ کے ساتھ ہی وہ چیز بن جاتی ہے جو قول میں مذکور ہوئی۔ کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اللہ کی آیتوں یعنی قرآن میں جھگڑا کرتے ہیں، وہ ایمان سے کہاں بھٹکے جا رہے ہیں۔

اس سے اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرما دیا گیا کہ زندگی اور موت کا سلسلہ اسی وحدہ لاشریک کے قبضہ قدرت واختیار میں ہے وہی زندگی بخشتا، اور موت دیتا ہے اور اس کو کسی کام کے انجام دینے کیلئے کسی تیاری، یا اسباب و وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ وہاں صرف اسکے حکم وارشاد اور ارادہ واشارہ کی ضرورت ہوتی ہے اور بس۔ وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ اِذِ الْاَغْلٰلُ |
| فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ |
| وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ جب طوق |
| ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے پانی میں، پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن کفار کو زنجیروں میں جکڑے جانے کا بیان

"الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ" الْقُرْآن وَهُمْ أَهْل مَكَّة "وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلنَا" مِنْ التَّوْحِيد وَالْبَعْث "فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ" عُقُوبَة تَكْذِيبهمْ،

"إِذِ الْأَغْلَال فِي أَعْنَاقهمْ" إِذْ بِمَعْنَى إِذَا "وَالسَّلَاسِل" عُطِفَ عَلَى الْأَغْلَال فَتَكُون فِي الْأَعْنَاق أَوْ مُبْتَدَأ خَبَره مَحْذُوف أَيْ فِي أَرْجُلهمْ أَوْ خَبَره "يُسْحَبُونَ" أَيْ يُجَرُّونَ بِهَا، "فِي الْحَمِيم" أَيْ جَهَنَّم "ثُمَّ فِي النَّار يُسْجَرُونَ" يُوقَدُونَ،

وہ لوگ یعنی اہل مکہ جنھوں نے کتاب یعنی قرآن کو اور جو کچھ ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا جنہوں نے ان کو توحید و بعث کا پیغام پہنچایا اسے جھٹلا دیا، سو عنقریب جان لیں گے۔ یعنی اپنے عمل تکذیب کے سبب عذاب کو جان لیں گے۔ جب طوق ان کی

گردنوں میں ہوں گے، یہاں پر لفظ اذ بہ معنی اُذا ہے۔اور زنجیریں، گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔یہاں پر سلاسل کا عطف اغلال پر ہے۔یعنی زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی یہاں پر سلاسل مبتداء ہے اوراس کی خبر محذوف ہے۔یعنی وہ ان کے پاؤں میں ہوں گی۔یااس کی خبر یسحبون ہے۔کھولتے پانی میں، پھر آگ یعنی جہنم میں جھونکے جائیں گے۔یعنی انہیں ڈال دیا جائے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الذین کذبوا بالکتب وبما ارسلنا به رسلنا: اس میں الکتب سے مراد قرآن کریم ہے۔اور بما ارسلنا بہ رسلنا سے مراد وہ کتابیں، صحیفے واحکام شرائع ہیں جو دوسرے پیغمبروں پر نازل کئے گئے۔بما میں ما موصولہ ہے اس جملہ میں معانقہ ہے۔اگر وقف رسلنا پر کریں تو یہ جملہ الذین یجادلون فی ایت اللہ کی توضیح وتعریف میں ہے یعنی اللہ کی کتاب وآیات میں جھگڑے نکالنے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کی) کتاب (یعنی قرآن) کی اوران کی کتابوں، صحائف، شرائع کی تکذیب کی جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔(پس جلدی ہی یہ اپنے انجام کو جان لیں گے۔

اوراگر وقف یصرفون پر کیا جائے تو یہ ایک نیا جملہ ہے اس صورت میں الذین کذبوا رسلنا مبتدا ہوگا۔اور فسوف یعلمون اس کی خبر۔اور ترجمہ ہوگا:۔جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کو جھٹلایا اوراس کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔(انہیں اپنی تکذیب کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

| |
|---|
| ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ٥ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ |
| نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا ط كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ٥ |
| پھران سے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا، وہ کہیں گے: وہ ہم سے گم ہو گئے |
| بلکہ ہم تو پہلے کسی بھی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے، اسی طرح اللہ کافروں کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔ |

## بت اور بتوں کے پجاریوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ" تَبْكِيتًا "مِنْ دُون اللّٰه" مَعَهُ وَهِيَ الْأَصْنَام "قَالُوا ضَلُّوا" غَابُوا "عَنَّا" فَلَا نَرَاهُمْ "بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُو مِنْ قَبْل شَيْئًا" أَنْكَرُوا عِبَادَتهمْ إِيَّاهَا ثُمَّ أُحْضِرَتْ قَالَ تَعَالَى : "إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُون اللّٰه حَصَب جَهَنَّم" أَيْ وَقُودهَا "كَذٰلِكَ" أَيْ مِثْل إِضْلَال هٰؤُلَاءِ الْمُكَذِّبِينَ،

پھران کو لاجواب کرنے کیلئے کہا جائے گا کہاں ہیں وہ جو تم شریک ٹھہراتے تھے؟ اللہ کے سوا جو بت تھے، وہ کہیں گے کہ وہ ہم سے گم ہو گئے لہٰذا انہیں ہم کہیں نہیں دیکھ رہے۔بلکہ ہم تو پہلے کسی بھی چیز کی پرستش نہیں کرتے تھے، یعنی وہ ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔اس کے بعد ان کو حاضر کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔بے شک تم اوراللہ کے سوا جن بتوں کی تم عبادت کرتے تھے وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔اسی طرح اللہ کافروں یعنی تکذیب کرنے والوں کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔

بتوں کی پرستش کا انکار کر جائیں گے، پھر بت حاضر کئے جائیں گے اور کفار سے فرمایا جائے گا کہ تم اور تمہارے یہ معبود سب جہنم کا ایندھن ہو، بعض مفسرین نے فرمایا: کہ جہنمیوں کا یہ کہنا کہ ہم پہلے کچھ پوجتے ہی نہ تھے اس کے یہ معنی ہیں کہ اب ہمیں ظاہر ہو گیا کہ جنہیں ہم پوجتے تھے وہ کچھ نہ تھے کہ کوئی نفع یا نقصان پہنچا سکتے۔

| |
|---|
| ذٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ٥ |
| اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ٥ |
| یہ اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل |
| ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی کتنی بری جگہ ہے۔ |

## دنیا میں گمراہی پر خوش رہنے والوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

وَيُقَالُ لَهُمْ أَيْضًا "ذَٰلِكُمْ" الْعَذَاب "بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْض بِغَيْرِ الْحَقّ" مِنْ الْإِشْرَاك وَإِنْكَار الْبَعْث "وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ" تَتَوَسَّعُونَ فِي الْفَرَح "اُدْخُلُوا أَبْوَاب جَهَنَّم خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى" مَأْوَى،

اور اسی طرح ان سے یہ بھی کہا جائے گا کہ یہ عذاب اس لیے ہے کہ تم زمین میں حق کے بغیر خوش ہوتے تھے یعنی شرک اور انکار بعث کرتے تھے۔ یعنی حد سے زیادہ خوش رہتے تھے۔ اور اس لیے کہ تم اکڑتے تھے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہو، پس وہ تکبر کرنے والوں کی کتنی بری جگہ ہے۔

## فرحت کے جواز وعدم جواز کا بیان

فرح سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں خوش ہونا اور مسرور ہونا۔ اور تمرحون، مرح سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اترانا اور مال ودولت پر فخر وغرور میں مبتلا ہو کر دوسروں کے حقوق میں تعدی کرنا۔ مرح تو مطلقاً مذموم اور حرام ہے اور فرح یعنی خوشی میں یہ تفصیل ہے کہ مال ودولت کے نشہ میں خدا کو بھول کر معاصی سے لذت حاصل کرنا اور ان پر خوش ہونا یہ تو حرام وناجائز ہے اور اس آیت میں یہی فرح مراد ہے جیسے قارون کے قصہ میں بھی فرح اسی معنے میں آیا ہے (آیت) لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین ۔ یعنی بہت خوش نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور دوسرا درجہ فرح کا یہ ہے کہ دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ کر ان پر خوشی ومسرت کا اظہار کرے، یہ جائز بلکہ مستحب اور مامور یہ ہے۔ ایسی ہی فرح کے متعلق قرآن کریم نے فرمایا۔ (آیت) فبذلك فليفرحوا ۔ یعنی اس پر خوش ہونا چاہئے۔ آیت مذکورہ میں مرح کے ساتھ کوئی قید نہیں مطلقاً سبب عذاب ہے اور فرح کے ساتھ بغیر الحق کی قید لگا کر بتلا دیا کہ ناحق اور ناجائز لذتوں پر خوش ہونا حرام اور حق وجائز نعمتوں پر بطور شکر کے خوش ہونا عبادت اور ثواب ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مؤمن، بیروت)

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ○

پس آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، پھر اگر ہم آپ کو اس کا کچھ حصہ دکھادیں جس کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں تو وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔

## اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر صبر کرنے کا بیان

"فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْد اللّٰه " بِعَذَابِهِمْ "حَقّ فَإِمَّا نُرِيَنك " فِيهِ إِنْ الشَّرْطِيَّة مُدْغَمَة وَمَا زَائِدَة تُؤَكِّد مَعْنَى الشَّرْط أَوَّل الْفِعْل وَالنُّون تُؤَكِّد آخِره "بَعْض الَّذِي نَعِدهُمْ " بِهِ مِنْ الْعَذَاب فِي حَيَاتك وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوف أَيْ فَذَاكَ "أَوْ نَتَوَفَّيَنك" أَيْ قَبْل تَعْذِيبهمْ "فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ" فَنُعَذِّبهُمْ أَشَدّ الْعَذَاب فَالْجَوَاب الْمَذْكُور لِلْمَعْطُوفِ فَقَطْ

پس آپ صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ ان کے عذاب کا سچا ہے، پھر اگر ہم آپ کو اس عذاب کا کچھ حصہ دکھادیں، یہاں پر لفظ فاما میں اِن شرطیہ ہے۔ جس کو ماءزائدہ میں مدغم کیا گیا ہے۔ اور ماءزائدہ یہ فعل میں اول میں شرط کے طور تاکید کیلئے آیا ہے۔ اور نون دوسرے کی تاکید کیلئے آیا ہے۔ جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کررہے ہیں جو آپ کی زندگی میں آئے گا۔ یہ شرط محذوف کا جواب ہے۔ یعنی فذاک یا ہم آپ کو انہیں عذاب دینے سے قبل وفات دے دیں تو (دونوں صورتوں میں) وہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ یعنی ان کو ہم سخت عذاب دیں گے۔ یہاں پر فالینا یرجعون یہ صرف نتوفینک کا معطوف ہے۔

## اللہ کے وعدوں کے برحق ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کا حکم دیتا ہے کہ جو تیری نہیں مانتے تجھے جھوٹا کہتے ہیں تو ان کی ایذاؤں پر صبر و برداشت کر۔ ان سب پر فتح و نصرت تجھے ملے گی۔ انجام کار ہر طرح تیرے ہی حق میں بہتر رہے گا۔ تو اور تیرے یہ ماننے والے ہی تمام دنیا پر غالب ہو کر رہیں گے، اور آخرت تو صرف تمہاری ہی ہے، پس یا تو ہم اپنے وعدے کی بعض چیزیں تجھے تیری زندگی میں دکھادیں گے، اور یہی ہوا بھی، بدر والے دن [illegible] اور سر توڑ دیا گیا قریشیوں کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ بالآخر مکہ فتح ہوا اور آپ دنیا سے رخصت نہ ہوئے جب تک کہ تمام جزیرہ عرب آپ کے زیر نگیں نہ ہو گیا۔ اور آپ کے دشمن آپ کے سامنے ذلیل و خوار نہ ہوئے اور آپ [illegible] رب نے ٹھنڈی نہ کردیں، یا اگر ہم تجھے فوت ہی کرلیں تو بھی ان کا لوٹنا تو ہماری ہی طرف ہے ہم انہیں آخرت کے دردناک سخت عذاب میں مبتلا کریں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مومن، بیروت)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَیْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَیْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِیَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ○

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا، ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان فرما دیا اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان نہیں فرمایا، اور کسی بھی رسول کے لئے یہ نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بھی اللہ کے اِذن کے بغیر لے آئے، پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا، حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا تو اس وقت اہل باطل خسارے میں رہے۔

## انبیائے کرام کی بعثت کی تکذیب کرنے والوں کیلئے نقصان کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" رُوِيَ أَنَّهُ تَعَالَى بَعَثَ ثَمَانِيَةَ آلَافِ نَبِيٍّ : أَرْبَعَةَ آلَافِ نَبِيٍّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْبَعَةَ آلَافٍ مِنْ سَائِرِ النَّاسِ "وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ" مِنْهُمْ "أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ" لِأَنَّهُمْ عَبِيدٌ مَرْبُوبُونَ "فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ" بِنُزُولِ الْعَذَابِ عَلَى الْكُفَّارِ "قُضِيَ" بَيْنَ الرُّسُلِ وَمُكَذِّبِيهَا "بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ" أَيْ ظَهَرَ الْقَضَاءُ وَالْخُسْرَانُ لِلنَّاسِ وَهُمْ خَاسِرُونَ فِي كُلِّ وَقْتٍ قَبْلَ ذَلِكَ،

اور بیشک ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسولوں کو بھیجا، ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان فرما دیا اور ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان نہیں فرمایا، روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیائے کرام کو بھیجا جن میں سے چار نبی بنی اسرائیل میں تھے جبکہ بقیہ چار باقی لوگوں میں سے تھے۔ اور کسی بھی رسول کے لئے یہ نہ تھا کہ وہ کوئی نشانی بھی اللہ کے اِذن کے بغیر لے آئے، کیونکہ وہ سب مملوک بندے تھے۔ پھر جب اللہ کا حکم آ پہنچا، یعنی کفار پر عذاب نازل ہو چکا تو حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا گیا یعنی ان کی تکذیب کے سبب انہیں عذاب دیا گیا۔ تو اس وقت اہل باطل خسارے میں رہے۔ یعنی فیصلہ ظاہر ہو گیا اور نقصان لوگوں کیلئے ہے۔ اور وہ پہلے بھی ہر وقت نقصان اٹھانے والے ہیں۔

پھر مزید تسلی کے طور پر فرما رہا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تیرے سامنے بیان کر دیئے ہیں۔ اور بعض کے قصے ہم نے بیان بھی نہیں کئے جیسے سورہ نساء میں بھی فرمایا گیا ہے۔ پس جن کے قصے مذکورہ ہیں دیکھ لو کہ قوم سے ان کی کیسی کچھ ٹھنی۔ اور بعض کے واقعات ہم نے بیان نہیں کئے وہ بہ نسبت ان کے بہت زیادہ ہیں۔ جیسے کہ ہم نے سورہ نساء کی تفسیر کے موقعہ پر بیان کر دیا ہے۔ واللہ الحمد والمنہ۔ پھر فرمایا یہ ناممکن ہے کہ کوئی رسول اپنی مرضی سے معجزات اور خوارق عادات دکھائے ہاں اللہ عزوجل کے حکم کے بعد کیونکہ رسول کے قبضے میں کوئی چیز نہیں۔ ہاں جب اللہ کا عذاب آ جاتا ہے پھر تکذیب وتردید کرنے والے کفار بچ نہیں سکتے۔ مومن نجات پا لیتے ہیں اور باطل پرست باطل کار تباہ ہو جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ٥

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تا کہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

## انسانیت کے فوائد کیلئے حیوانات کی تخلیق کا بیان

"اَللّٰهُ الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَام" قِيلَ : الْإِبِل خَاصَّة هُنَا وَالظَّاهِر وَالْبَقَر وَالْغَنَم،

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے کہا گیا ہے کہ یہاں پر خاص طور پر اونٹ مراد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ گائے اور بکری بھی ہے۔ تاکہ تم ان میں سے بعض پر سواری کرو اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔

## ہر مخلوق خالق کائنات پر دلیل ہے۔

انعام یعنی اونٹ گائے بکری اللہ تعالیٰ نے انسان کے طرح طرح کے نفع کیلئے پیدا کئے ہیں سواریوں کے کام آتے ہیں کھائے جاتے ہیں۔ اونٹ سواری کا کام بھی دے کھایا بھی جائے، دودھ بھی دے، بوجھ بھی ڈھوئے اور دور دراز کے سفر بہ آسانی سے کرا دیئے۔ گائے کا گوشت کھانے کے کام بھی آئے دودھ بھی دے۔ ہل بھی جتے، بکری کا گوشت بھی کھایا جائے اور دودھ بھی پیا جائے۔ پھر ان کے سب کے بال بیسیوں کاموں میں آئیں۔ جیسے کہ سورہ انعام سورہ نحل وغیرہ میں بیان ہو چکا ہے۔ یہاں بھی یہ منافع بطور انعام گنوائے جا رہے ہیں، دنیا جہاں میں اور اس کے گوشے گوشے میں اور کائنات کے ذرے ذرے میں اور خود تمہاری جانوں میں اس اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کی ان گنت نشانیوں میں سے ایک کا بھی کوئی شخص صحیح معنی میں انکاری نہیں ہو سکتا یہ اور بات ہے کہ ضد اور اکڑ سے کام لے اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مومن، بیروت)

| |
|---|
| وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ |
| تُحْمَلُوْنَ ٥ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ٥ |
| اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو جو تمھارے سینوں میں ہے اور انھی پر |
| اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ |

## حیوانات سے حاصل ہونے والے مختلف فوائد کا بیان

"وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِع" مِنْ الدَّرّ وَالنَّسْل وَالْوَبَر وَالصُّوف "وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَة فِي صُدُوركُمْ" هِيَ حَمْل الْأَثْقَال إِلَى الْبِلَاد "وَعَلَيْهَا" فِي الْبَرّ "وَعَلَى الْفُلْك" السُّفُن فِي الْبَحْر، "وَيُرِيكُمْ آيَاته" أَيْ الدَّالَّة عَلَى وَحْدَانِيّته "فَأَيّ آيَات اللّٰه تُنْكِرُونَ" اسْتِفْهَام تَوْبِيخ وَتَذْكِير أَيْ أَشْهَر مِنْ تَأْنِيثه،

اور تمھارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں یعنی دودھ، نسل اور اونٹ کے بال اور اون ہے۔ اور تاکہ تم ان پر اس حاجت تک پہنچو یعنی وہ بوجھ کا اٹھا کر شہروں کی طرف لے جانا ہے۔ جو تمہارے سینوں میں ہے اور انھی پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ یعنی جو کشتی سمندر میں ہے۔

اور وہ تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرنے والی ہیں۔ پھر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ یہ استفہام بہ طور توبیخ کے ہے اور یہاں ان کو مذکر استعمال کرنا ان کے مؤنث سے زیادہ مشہور ہونے کی وجہ سے ہے۔ یعنی ان کے چمڑے، بال اور اون وغیرہ سے طرح طرح کے فائدے اٹھاتے ہو۔ سواری کرنا بجائے خود ایک مقصد ہے اور سواری کے ذریعہ سے انسان بہت مقاصد دینی و دنیاوی حاصل کرتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں کشتیوں پر لدے پھرتے ہو۔

| |
|---|
| اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ |
| وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ |
| تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ ان سے زیادہ تھے اور قوت میں |
| اور زمین میں نشانات کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔ |

## زمین کی سیر کا مقصد حصول عبرت ہونے کا بیان

"أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْض فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَتْ عَاقِبَة الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ كَانُوا أَكْثَر مِنْهُمْ وَأَشَدّ قُوَّة وَآثَارًا فِي الْأَرْض" مِنْ مَصَانِع وَقُصُور،

تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے، وہ تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور قوت میں اور زمین میں قلعوں اور محلات کے نشانات کے اعتبار سے ان سے بڑھ کر تھے، تو ان کے کسی کام نہ آیا، جو وہ کماتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ان اگلے لوگوں کو خبر دے رہا ہے جو رسولوں کو اس سے پہلے جھٹلا چکے ہیں۔ ساتھ ہی بتاتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا کچھ انہوں نے بھگتا؟ باوجودیکہ وہ قوی تھے زیادہ تھے زمین میں نشانات عمارتیں وغیرہ بھی زیادہ رکھنے والے تھے اور بڑے مالدار تھے۔ لیکن کوئی چیز ان کے کام نہ آئی کسی نے اللہ کے عذاب کو نہ دفع کیا نہ کم کیا نہ ٹالا نہ ہٹایا۔ یہ تھے ہی غارت کئے جانے کے قابل کیونکہ جب ان کے پاس اللہ کے قاصد صاف صاف دلیلیں، روشن حجتیں، کھلے معجزات، پاکیزہ تعلیمات لے کر آئے تو انہوں نے آنکھ بھر کر دیکھا تک نہیں اپنے پاس کے علوم پر مغرور ہو گئے۔ اور رسولوں کی تعلیم کی حقارت کرنے لگے، کہنے لگے ہم ہی زیادہ عالم ہیں حساب کتاب، عذاب ثواب کوئی چیز نہیں۔ اپنی جہالت کو علم سمجھ بیٹھے۔ پھر تو اللہ کا وہ عذاب آیا کہ ان کے بنائے کچھ نہ بنی اور جسے جھٹلاتے تھے۔ جس پر ناک بھوں چڑھاتے تھے جسے مذاق میں اڑاتے تھے اسی نے انہیں تہس نہس کر دیا، پھر کس بل نکال ڈالا، تہ و بالا کر دیا، روئی کی طرح دھن دیا اور بھوسی کی طرح اڑا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مؤمن، بیروت)

| |
|---|
| فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ |
| پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس پر پھول گئے جو ان کے پاس کچھ علم تھا |

اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

## معجزات دیکھ کر مذاق کرنے والوں پر عذاب آنے کا بیان

"فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْمُعْجِزَات الظَّاهِرَات "فَرِحُوا" أَيْ الْكُفَّار فَرَح اسْتِهْزَاء وَضَحِك "بِمَا عِنْدهمْ" أَيْ الرُّسُل "مِنْ الْعِلْم" مُنْكِرِينَ لَهُ "وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" أَيْ الْعَذَاب،

پھر جب ان کے رسول ان کے پاس واضح دلیلیں یعنی ظاہر معجزات لے کر آئے تو وہ کفار بہ طور مذاق اس پر پھول گئے اور مذاق سے ہنسنے لگے۔ جو ان یعنی رسولان گرامی کے پاس کچھ علم تھا اور انھیں یعنی منکرین کو اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ لہٰذا وہ عذاب ان پر آ کر رہا۔

یعنی یہ لوگ دنیا کی ظاہری زندگی اور اس کے منافع حاصل کرنے کو تو کچھ جانتے سمجھتے ہیں، مگر آخرت جہاں ہمیشہ رہنا ہے اور جہاں کی راحت وکلفت دائمی ہے اس سے بالکل جاہل وغافل ہیں۔ اس آیت میں بھی اگر یہی علم ظاہر دنیا کا مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ لوگ چونکہ قیامت اور آخرت کے منکر اور وہاں کی راحت وکلفت سے جاہل وغافل ہیں۔ اس لئے اپنے اسی ظاہری ہنر پر خوش اور مگن ہو کر انبیاء کے علوم کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ (تفسیر مظہری، سورہ مؤمن، لاہور)

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ○فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ○ |
| پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔ پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔ |

## عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے سے فائدہ نہ ہونے کا بیان

"فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسنَا" أَيْ شِدَّة عَذَابنَا،

"فَلَمْ يَكُ يَنْفَعهُمْ إيمَانهم لَمَّا رَأَوْا بَأْسنَا سُنَّة اللَّه" نَصَبه عَلَى الْمَصْدَر بِفِعْلٍ مُقَدَّر مِنْ لَفْظه "الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَاده" فِي الْأُمَم أَنْ لَا يَنْفَعهُمْ الْإِيمَان وَقْت نُزُول الْعَذَاب "وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ" تَبَيَّنَ خُسْرَانهمْ لِكُلِّ أَحَد وَهُمْ خَاسِرُونَ فِي كُلّ وَقْت قَبْل ذَلِكَ،

پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھا یعنی اس کی شدت کو دیکھا۔ تو انھوں نے کہا ہم اس اکیلے اللہ پر ایمان لائے۔ اور ہم نے ان کا انکار کیا جنھیں ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے تھے۔

پھر یہ نہ تھا کہ ان کا ایمان انھیں فائدہ دیتا، جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ یہ اللہ کا طریقہ ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکا یعنی تو اس وقت ان کا ایمان انہیں کوئی نفع نہ دے گا۔ یہاں پر لفظ سنت مصدر ہونے کے سبب منصوب ہے جو اسی لفظ سے فعل مقدر ہے۔ جو امتوں میں مسلسل قانون چلا آ رہا ہے کہ عذاب کو دیکھ کر ایمان لانے کے وقت وہ انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ اور اس موقع پر کافر خسارے میں رہے۔ ورنہ کفار تو پہلے بھی ہر وقت نقصان اٹھانے والے ہی تو ہیں۔

اللہ کے عذابوں کو آتا ہوا بلکہ آیا ہوا دیکھ کر ایمان کا اقرار کیا اور توحید تسلیم بھی کر لی۔ اور غیر اللہ سے صاف انکار بھی کیا، لیکن اس وقت کی نہ توبہ قبول نہ ایمان قبول نہ اسلام مسلم۔ فرعون نے بھی غرق ہوتے ہوئے کہا تھا کہ میرا اس اللہ جل شانہ پر ایمان ہے جس پر بنی اسرائیل کا ایمان ہے میں اس کے سوا کسی کو لائق عبادت نہیں مانتا میں اسلام قبول کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ اب ایمان لانا بیسود ہے۔ بہت نافرمانیاں اور شر انگیزیاں کر چکے ہو۔ حضرت موسیٰ نے بھی اس سرکش کیلئے یہی دعائے ضرر کی تھی کہ اے اللہ جل شانہ آل فرعون کے دلوں کو اس قدر سخت کر دے کہ عذاب الیم دیکھ لینے تک انہیں ایمان نصیب نہ ہو۔ پس یہاں بھی فرمان باری ہے کہ عذابوں کا معائنہ کرنے پر ایمان کی قبولیت نے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔ یہ اللہ کا حکم عام ہے۔ جو بھی عذابوں کو دیکھ کر توبہ کرے اس کی توبہ نامقبول ہے۔ حدیث شریف میں ہے غرغرے سے پہلے تک کی توبہ قبول ہے۔ جب دم سینے میں انکا روح حلقوم تک پہنچ گئی فرشتوں کو دیکھ لیا اب کوئی توبہ نہیں۔ اسی لئے آخر میں ارشاد فرمایا کہ کفار ٹوٹے اور گھاٹے میں ہی ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مؤمن، بیروت)

## سورہ غافر کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ غافر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد منت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة

## یہ قرآن مجید کی سورت حم السجدہ ہے

### سورت فصلت کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورة حم السجدة (مكية و آياتها 53 أو 54 نزلت بعد غافر)

اس سورت کا نام سورہ فُصِّلَتْ بھی ہے اور سورہ سجدہ وسورہ مصابیح بھی ہے، یہ سورت مکّیہ ہے، اس میں چھ ۶ رکوع، چوّن آیات اور سات سو چھیانوے کلمات اور تین ہزار تین سو پچاس حروف ہیں۔ اور یہ سورت غافر کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت فصلت کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی تیسری آیت میں کتاب کی صفت لفظ فصلت سے بیان کی گئی ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ قرآن کی آیات احکام کو کھول کھول کر بیان کرتی ہیں۔ لہٰذا اسی سبب سے اس سورت کا نام فصلت معروف ہوا ہے۔

| |
|---|
| حٰمٓ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○ |
| بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ○ |
| حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے |
| اتاری ہوئی ہے۔ ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی قرآن ہے، ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔ |
| خوشخبری سنانے والا ہے اور ڈر سنانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر لوگوں نے رُوگردانی کی، پس وہ سنتے ہی نہیں ہیں۔ |

### قرآن مجید کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے کا بیان

"حم" الله أعلم بمراده به "تنزيل من الرحمن الرحيم" "مبتدأ" "كتاب" خبره "فصلت آياته" بينت بالأحكام والقصص والمواعظ "قرآنا عربيا" حال من كتاب بصفته "لقوم" متعلق بفصلت "يعلمون" يفهمون ذلك, وهم العرب "بشيرا" صفة قرآنا "ونذيرا فأعرض أكثرهم فهم لا يسمعون" سماع قبول

حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس بے حد رحم والے، نہایت مہربان کی طرف سے

اتاری ہوئی ہے۔یہاں پر لفظ تنزیل مبتداء ہے اور کتاب اس کی خبر ہے۔ایسی کتاب جس کی آیات کھول کر بیان کی گئی ہیں، یعنی اس میں احکام، قصص، مواعظ کو بیان کر دیا گیا ہے۔عربی قرآن ہے، یہاں پر لفظ قرآنا یہ صفت کے طور کتاب سے حال ہے۔اور لفظ لقوم یہ فصلت کے متعلق ہے۔یعنی ایسے لوگوں کیلئے جو اپنے آپ کو اہل عرب سمجھتے ہیں۔ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں۔خوشخبری 23 سنانے والا ہے، لفظ بشیر یہ قرآن کی صفت ہے اور ڈر سنانے والا ہے، پھر ان میں سے اکثر لوگوں نے رُوگردانی کی سو وہ اِسے سنتے ہی نہیں ہیں۔یعنی سن بھی لیں تو قبول نہیں کرتے۔

اس سورت کے شان نزول کی روایات میں بتلایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سرداران قریش نے باہم مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہی ہو رہا ہے ہمیں اس کے سدباب کے لیے ضرور کچھ کرنا چاہیے چنانچہ انہوں نے اپنے میں سے سب سے زیادہ بلیغ وفصیح آدمی عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب کیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرے چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ پر عربوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کا الزام عائد کر کے پیشکش کی کہ اس نئی دعوت سے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد مال ودولت کا حصول ہے تو وہ ہم جمع کیے دیتے ہیں قیادت وسیادت منوانا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم اپنا لیڈر اور سردار مان لیتے ہیں کسی حسین عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ایک نہیں ایسی دس عورتوں کا انتظام ہم کر دیتے ہیں اور اگر آپ پر آسیب کا اثر ہے جس کے تحت آپ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں تو ہم اپنے خرچ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج کرا دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تمام باتیں سن کر اس سورت کی تلاوت اس کے سامنے فرمائی جس سے وہ بڑا متاثر ہوا اس نے واپس جا کر سرداران قریش کو بتلایا کہ وہ جو چیز پیش کرتا ہے۔

وہ جادو اور کہانت ہے نہ شعر وشاعری مطلب اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سرداران قریش کو غور وفکر کی دعوت دینا تھا لیکن وہ غور وفکر کیا کرتے؟ الٹا عتبہ پر الزام لگا دیا کہ تو بھی اس کے سحر کا اسیر ہو گیا ہے یہ روایات مختلف انداز سے اہل سیر وتفسیر نے بیان کی ہیں۔یہ روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قریش کا اجتماع ضرور ہوا انہوں نے عتبہ کو گفتگو کے لیے بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس سورت کا ابتدائی حصہ سنایا۔(تفسیر قرطبی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا |
| وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۝ |
| اور انھوں نے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے |
| اور ہمارے درمیان اور تیرے درمیان ایک حجاب ہے، پس تو عمل کر، بے شک ہم بھی عمل کرنے والے ہیں۔ |

## کفار کے دلوں میں پردے ہونے کا بیان

"وقالوا" للنبی "قلوبنا فی أکنة" أغطیة "مما تدعونا إلیه وفی آذاننا وقر" ثقل "ومن بیننا وبینک

حجاب" خلاف في الدين "فاعمل" على دينك "إننا عاملون" على ديننا،

اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کہا ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ڈھانپے ہوئے ہیں جس کی طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں ایک بوجھ ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے، یعنی دین مختلف ہے۔ پس آپ اس پر عمل کریں، بے شک ہم بھی اپنے دین پر عمل کرنے والے ہیں۔

## کفار کا اپنے آپ کو حق سے معذور ظاہر کرنے کا بیان

اس جگہ کفار قریش کے تین قول نقل کئے گئے، اول یہ کہ آپ کے کلام سے ہمارے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ دوسرے یہ کہ آپ کے کلام سے ہمارے کان بہرے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہمارے اور آپ کے درمیان پردے حائل ہیں۔ قرآن میں اس قول کو بطور مذمت کے نقل کیا ہے۔ جس سے ان کا کہنا غلط معلوم ہوتا ہے۔ مگر دوسری جگہ خود قرآن نے ان کا ایسا ہی حال بیان فرمایا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کفار کا اس کہنے سے مطلب یہ تھا کہ ہم تو مجبور و معذور ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردہ اور کانوں میں بوجھ اور درمیانی حجابات ہیں، تو ہم کیسے آپ کی بات سنیں اور مانیں گویا اپنے آپ کو مجبور ثابت کرنا تھا۔ اور قرآن نے جو ان کا ایسا ہی حال بیان فرمایا، اس میں ان کو مجبور نہیں قرار دیا بلکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ ان میں آیات آلٰہیہ کو سننے اور سمجھنے کی پوری صلاحیت تھی مگر جب انہوں نے کسی طرح ادھر کان بھی نہ لگائے اور سمجھنے کا ارادہ بھی نہ کیا تو سزا کے طور پر ان پر غفلت و جہالت مسلط کر دی گئی مگر وہ بھی اس درجہ میں نہیں کہ یہ لوگ مسلوب الاختیار ہو جائیں، بلکہ اب بھی ارادہ کر لیں تو پھر سننے اور سمجھنے کی صلاحیت عود کر آئے گی۔

ہم بہرے ہیں، آپ کی بات ہمارے سننے میں نہیں آتی، اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ آپ ہم سے ایمان و توحید کے قبول کرنے کی توقع نہ رکھیئے، ہم کسی طرح ماننے والے نہیں اور نہ ماننے میں ہم بمنزلہ اس شخص کے ہیں جو نہ سمجھتا ہو، نہ سنتا ہو۔ لہٰذا تم اپنے دین پر رہو، ہم اپنے دین پر قائم ہیں یا یہ معنی ہیں کہ تم سے ہمارا کام بگاڑنے کی جو کوشش ہو سکے وہ کرو، ہم بھی تمہارے خلاف جو ہو سکے گا کریں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فصلت، لاہور)

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا |
| اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ |
| فرما دیجئے: بس میں ظاہراً آدمی ہونے میں تو تم ہی جیسا ہوں میری طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ تمہارا معبود فقط معبود یکتا ہے، |
| پس تم اسی کی طرف سیدھے متوجہ رہو اور اس سے مغفرت چاہو، اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی جانب وحی کے نازل ہونے کا بیان

"قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلي إنما إلهكم إله واحد فاستقيموا إليه " بالإيمان والطاعة

"واستغفروه وويل" كلمة عذاب،

فرمادیجئے (اے کافرو!) بس میں ظاہراً آدمی ہونے میں تو تم ہی جیسا ہوں (پھر مجھ سے اور میری دعوت سے اس قدر کیوں گریزاں ہو) میری طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ تمہارا معبود فقط معبود یکتا ہے، پس تم اسی کی طرف سیدھے متوجہ رہو یعنی ایمان لاؤ اور طاعت اختیار کرو۔ اور اس سے مغفرت چاہو، اور مشرکوں کے لئے ہلاکت ہے۔ لفظ ویل یہ عذاب کا کلمہ ہے۔

اے اکرمُ الخلق سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم براہِ تواضع ان لوگوں کے ارشادات و ہدایات کے لئے کہ۔ ظاہر میں، کہ میں دیکھا بھی جاتا ہوں، میری بات بھی سنی جاتی ہے اور میرے تمہارے درمیان میں بظاہر کوئی جنسی مغایرت بھی نہیں ہے تو تمہارا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ میری بات نہ تمہارے دل تک پہنچے، نہ تمہارے سننے میں آئے اور میرے تمہارے درمیان کوئی روک ہو، بجائے میرے کوئی غیرِ جنس جن یا فرشتہ آتا تو تم کہہ سکتے تھے کہ نہ وہ ہمارے دیکھنے میں آئیں، نہ ان کی بات سننے میں آئے، نہ ہم ان کے کلام کو سمجھ سکیں، ہمارے ان کے درمیان تو جنسی مخالفت ہی، بڑی روک ہے لیکن یہاں تو ایسا نہیں کیونکہ میں بشری صورت میں جلوہ نما ہوا تو تمہیں مجھ سے مانوس ہونا چاہئے اور میرے کلام کے سمجھنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بہت کوشش کرنا چاہئے کیونکہ میرا مرتبہ بہت بلند ہے اور میرا کلام بہت عالی ہے، اس لئے میں وہی کہتا ہوں جو مجھے وحی ہوتی ہے۔

فائدہ: سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلحاظِ ظاہر (قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۭ وَوَيْلٌ لِّـلْمُشْرِكِيْنَ، فصلت:6) فرمانا حکمت ہدایت و ارشاد کے لئے بطریقِ تواضع ہے اور جو کلمات تواضع کے لئے کہے جائیں وہ تواضع کرنے والے کے علوِ منصب کی دلیل ہوتے ہیں، چھوٹوں کا ان کلمات کو اس کی شان میں کہنا یا اس سے برابری ڈھونڈھنا ترکِ ادب اور گستاخی ہوتا ہے۔

تو کسی اُمّتی کو روا نہیں کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مماثل ہونے کا دعویٰ کرے یہ بھی ملحوظ رہنا چاہئے کہ آپ کی بشریت بھی سب سے اعلیٰ ہے ہماری بشریت کو اس سے کچھ بھی نسبت نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فصلت، لاہور)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ |
| وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی وہی ہیں۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے |
| اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ |

## زکوٰۃ نہ دینے والوں اور آخرت کا انکار کرنے والوں کا بیان

"الـذين لا يؤتون الزكاة وهم بالآخرة هم" تأكيد، "إن الـذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم أجر غير ممنون" مقطوع،

وہ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرنے والے بھی وہی ہیں۔ یہ بہ طور تاکید ہے۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ ان کے لئے ایسا اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

## زکوٰۃ کے ذریعے تزکیہ نفس ہونے کا بیان

ان آیتوں میں زکوٰۃ یعنی پاکی سے مطلب نفس کو بیہودہ اخلاق سے دور کرنا ہے اور سب سے بڑی اور پہلی قسم اس کی شرک سے پاک ہونا ہے، اسی طرح آیت مندرجہ بالا میں بھی زکوٰۃ نہ دینے سے توحید کا نہ ماننا مراد ہے۔ مال کی زکوٰۃ کو زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حرمت سے پاک کر دیتی ہے۔ اور زیادتی اور برکت اور کثرت مال کا باعث بنتی ہے۔ اور اللہ کی راہ میں اسے خرچ کی توفیق ہوتی ہے۔ لیکن امام سعدی، معاویہ بن قرہ، قتادہ اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ کئے ہیں کہ مال زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اور بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔

امام ابن جریر بھی اسی کو مختار کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ اس لئے کہ زکوٰۃ فرض ہوتی ہے مدینے میں جا کر ہجرت کے دوسرے سال۔ اور یہ آیت اتری ہے مکے شریف میں۔ زیادہ سے زیادہ اس تفسیر کو مان کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدقے اور زکوٰۃ کی اصل کا حکم تو نبوت کی ابتدا میں ہی تھا، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے (وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ، الانعام: 141) جس دن کھیت کاٹو اس کا حق دے دیا کرو۔ ہاں وہ زکوٰۃ جس کا نصاب اور جس کی مقدار من جانب اللہ مقرر ہے وہ مدینے میں مقرر ہوئی۔ یہ قول ایسا ہے جس سے دونوں باتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے۔ خود نماز کو دیکھئے کہ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے ابتداء نبوت میں ہی فرض ہو چکی تھی۔ لیکن معراج والی رات ہجرت سے ڈیڑھ سال پہلے پانچوں نمازیں باقاعدہ شروط وارکان کے ساتھ مقرر ہو گئیں۔ اور رفتہ رفتہ اس کے تمام متعلقات پورے کر دیئے گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ |
| فرما دیجئے: کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لئے ہمسر ٹھہراتے ہو، |
| وہی سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ |

## زمین کی تخلیق دو ایام میں ہو جانے کا بیان

"قل أإنكم" بتحقيق الهمزة الثانية وتسهيلها وإدخال ألف بينها بوجهيها وبين الأولى "لتكفرون بالذي خلق الأرض في يومين" الأحد والاثنين "وتجعلون له أندادا" شركاء "ذلك رب" أي مالك "العالمين" جمع عالم, وهو ما سوى الله وجمع لاختلاف أنواعه بالياء والنون, تغليبا للعقلاء،

فرما دیجئے، کیا تم اس اللہ کا انکار کرتے ہو، یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دونوں کی تسہیل جبکہ دونوں کے درمیان الف

داخل کیا جائے۔جس نے زمین کو دو دن یعنی اتوار اور پیر میں پیدا فرمایا اور تم اس کے لئے ہمسر یعنی شریک ٹھہراتے ہو، وہی سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔لفظ عالمین یہ عالم کی جمع ہے۔اور عالم وہ ہے جو اللہ کے سوا ہے۔اور جمع اس لئے لایا گیا ہے کیونکہ اس کی انواع مختلف ہیں۔اہل عقل کے غلبہ کے سبب اس کو یاء اور نون کے ساتھ لایا گیا ہے۔

## تخلیق کائنات کا مرحلہ وار ذکر کا بیان

ہر چیز کا خالق ہر چیز کا مالک ہر چیز پر حاکم ہر چیز پر قادر صرف اللہ ہے۔پس عبادتیں بھی صرف اسی کی کرنی چاہئیں۔اس نے زمین جیسی وسیع مخلوق کو اپنی کمال قدرت سے صرف دو دن میں پیدا کر دیا ہے۔تمہیں نہ اس کے ساتھ کفر کرنا چاہے نہ شرک۔جس طرح سب کا پیدا کرنے والا وہی ایک ہے۔ٹھیک اسی طرح سب کا پالنے والا بھی وہی ایک ہے۔یہ تفصیل یاد رہے کہ اور آیتوں میں زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کرنا بیان ہوا ہے۔اور یہاں اس کی پیدائش کا وقت الگ بیان ہو رہا ہے۔پس معلوم ہوا کہ پہلے زمین بنائی گئی۔عمارت کا قاعدہ یہی ہے کہ پہلے بنیادیں اور نیچے کا حصہ تیار کیا جاتا ہے پھر اوپر کا حصہ اور چھت بنائی جاتی ہے۔چنانچہ کلام اللہ شریف کی ایک اور آیت میں ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین میں جو کچھ ہے پیدا کر کے پھر آسمانوں کی طرف توجہ فرمائی اور انہیں ٹھیک سات آسمان بنا دیئے۔ہاں سورہ نازعات میں (وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا، النازعات:30) ہے پہلے آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے پھر فرمایا ہے کہ زمین کو اس کے بعد بچھایا۔اس سے مراد زمین میں سے پانی چارہ نکالنا اور پہاڑوں کا گاڑنا ہے جیسے کہ اس کے بعد کا بیان ہے۔یعنی پیدا پہلے زمین کی گئی پھر آسمان پھر زمین کو ٹھیک ٹھاک کیا۔لہٰذا دونوں آیتوں میں کوئی فرق نہیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا کی بعض آیتوں میں مجھے کچھ اختلاف سا نظر آتا ہے چنانچہ ایک آیت میں ہے (فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ، المؤمنون:101) یعنی قیامت کے دن آپس کے نسب نہ ہوں گے اور نہ ایک دوسرے سے سوال کرے گا۔دوسری آیت میں ہے (وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ، الصافات:27) یعنی بعض آپس میں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر پوچھ گچھ کریں گے۔ایک آیت میں ہے (وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا، النسآء:42) یعنی اللہ سے کوئی بات چھپائیں گے نہیں۔دوسری آیت میں ہے کہ مشرکین کہیں گے (وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ، الانعام:23) اللہ کی قسم ہم نے شرک نہیں کیا۔ایک آیت میں ہے زمین کو آسمان کے بعد بچھایا (وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ،النازعات:30) دوسری آیت (قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ، آل عمران:15)، میں پہلے زمین کی پیدائش پھر آسمان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ایک تو ان آیتوں کا صحیح مطلب بتائے جس سے اختلاف اٹھ جائے۔دوسرے یہ جو فرمایا ہے (اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا، النسآء:158) تو کیا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا تھا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ جن دو آیتوں میں سے ایک میں آپس کا سوال جواب ہے اور ایک میں ان کا انکار ہے۔

یہ دو وقت ہیں صور میں دو نفخے پھونکے جائیں گے ایک کے بعد آپس کی پوچھ گچھ کچھ نہ ہوگی ایک کے بعد آپس میں ایک

دوسرے سے سوالات ہوں گے۔ جن دو دوسری آیتوں میں ایک میں بات کے نہ چھپانے کا اور ایک میں چھپانے کا ذکر ہے یہ بھی دو موقعے ہیں جب مشرکین دیکھیں گے کہ موحدوں کے گناہ بخش دیئے گئے تو کہنے لگے کہ ہم مشرک نہ تھے۔ لیکن جب منہ پر مہر لگ جائیں گی اور اعضاء بدن گواہی دینے لگیں گے تو اب کچھ بھی نہ چھپے گا۔ اور خود اپنے کرتوت کے اقراری ہو جائیں گے اور کہنے لگیں گے کاش کے ہم زمین کے برابر کر دیئے جاتے۔ آسمان و زمین کی پیدائش کی ترتیب بیان میں بھی دراصل کچھ اختلاف نہیں پہلے دو دن میں زمین بنائی گئی پھر آسمان کو دو دن میں بنایا گیا پھر زمین کی چیزیں پانی، چارہ، پہاڑ، کنکر، ریت، جمادات، ٹیلے وغیرہ دو دن میں پیدا کیئے یہی معنی لفظ دحاھا کے ہیں۔ پس زمین کی پوری پیدائش چار دن میں ہوئی۔ اور دو دن میں آسمان۔ اور جو نام اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے مقرر کیئے ہیں ان کا بیان فرمایا ہے وہ ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ اللہ کا کوئی ارادہ پورا ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ پس قرآن میں ہرگز اختلاف نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتے کے روز پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن رکھا درخت پیر والے دن پیدا کئے مکروہات کو منگل کے دن نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جانوروں کو زمین میں جمعرات کے دن پھیلا دیا اور جمعہ کے دن عصر کے بعد جمعہ کی آخری ساعت حضرت آدم کو پیدا کیا اور کل مخلوقات پوری ہوئی۔ مسلم اور نسائی میں یہ حدیث ہے لیکن یہ بھی غرائب صحیح میں سے ہے۔

اور امام بخاری نے تاریخ میں اسے معلل بتایا ہے اور فرمایا ہے کہ اسے بعض راویوں نے حضرت ابو ہریرہ سے اور انہوں نے اسے کعب احبار سے روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ط سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ٥ |
| اور اس کے اندر بھاری پہاڑ اس کے اوپر رکھ دیئے اور اس کے اندر برکت رکھی، اور اس میں غذائیں مقرر فرمائے |
| چار دنوں میں مکمل کیا، تمام طلب گاروں کے لئے برابر ہے۔ |

## زمین کے اندر مختلف خزانے ہونے کا بیان

"وجعل" مستأنف ولا يجوز عطفه على صلة الذى للفاصل الأجنبى "فيها رواسى" جبالا ثوابت "من فوقها وبارك فيها" بكثرة المياه والزروع والضروع "وقدر" قسم "فيها أقواتها" للناس والبهائم "فى" تمام "أربعة أيام" أى الجعل وما ذكر معه فى يوم الثلاثاء والأربعاء "سواء" منصوب على المصدر , أى استوت الأربعة استواء لا تزيد ولا تنقص "للسائلين" عن خلق الأرض بما فيها،

یہاں پر جعل سے جملہ مستأنفہ ہے جس کا عطف الذی کے صلہ پر اجنبی فاصل کے سبب جائز نہیں ہے۔ اور اس کے اندر سے

بھاری پہاڑ نکال کر اس کے اوپر رکھ دیئے۔ اور اس کے اندر (معدنیات، آبی ذخائر، قدرتی وسائل اور دیگر قوتوں کی) برکت رکھی، اور اس میں جملہ مخلوق یعنی لوگوں اور حیوانات کے لئے غذائیں مقرر فرمائیں۔ یہ سب کچھ اس نے چار دنوں یعنی چار ارتقائی زمانوں جو یوم اربعاء اور ثلاثہ ہے اس میں مکمل کیا، یہاں پر سواء یہ مصدر کے سبب منصوب ہے۔ یعنی چار دنوں میں اس کو برابر کیا جس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوئی۔ یہ سارا رزق اصلاً تمام طلب گاروں اور حاجت مندوں کے لئے برابر ہے۔

اس کا ایک ایک لفظ اللہ کی طرف سے ہے، زمین کو اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کیا ہے یعنی اتوار اور پیر کے دن، اور زمین میں زمین کے اوپر ہی پہاڑ بنا دیئے اور زمین کو اس نے بابرکت بنایا، تم اس میں بیج بوتے ہو درخت اور پھل وغیرہ اس میں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اہل زمین کو جن چیزوں کی احتیاج ہے وہ اسی میں سے پیدا ہوتی رہتی ہیں زمین کی یہ درستگی منگل بدھ کے دن ہوئی۔ چار دن میں زمین کی پیدائش ختم ہوئی۔ جو لوگ اس کی معلومات حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں پورا جواب مل گیا۔ زمین کے ہر حصے میں اس نے وہ چیز مہیا کر دی جو وہاں والوں کے لائق تھی۔ مثلاً عصب یمن میں۔ سابوری میں ابور میں۔ طیالسہ رے میں۔ یہی مطلب آیت کے آخری جملے کا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس کی جو حاجت تھی اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے مہیا کر دی۔ اس معنی کی تائید اللہ کے اس فرمان سے ہوتی ہے (وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ 34)-14 ابراھیم:34) تم نے جو جو مانگا اللہ نے تمہیں دیا۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ○ |
| پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے |
| یا ناخوشی سے۔ دونوں نے کہا ہم خوشی سے آ گئے۔ |

## دخان کی طرح ہونے والے آسمان کی تخلیق کا بیان

"ثم استوى" قصد "إلى السماء وهي دخان" بخار مرتفع "فقال لها وللأرض ائتيا" إلى مرادي منكما "طوعا أو كرها" في موضع الحال , أي طائعتين أو مكرهتين "قالتا أتينا" بمن فينا "طائعين" فيه تغليب المذكر العاقل أو نزلتا لخطابهما منزلته،

پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا۔ یعنی بخارات کی طرح بلند ہونے والا ہے۔ تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا کہ آؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔ یہ دونوں حال کی جگہ پر ہیں۔ لہٰذا تم میری اطاعت کرو۔ خواہ تم خوشی سے آؤ یا مجبور ہو کر آؤ۔ تو ان دونوں نے کہا ہم خوشی سے آ گئے۔ یعنی اس کے ساتھ جو کچھ ان میں ہے یہاں پر غالب کے پیش نظر مذکر لایا گیا ہے۔ یا ان دونوں کو خطاب ان کے حکم میں ہے۔

پھر جناب باری نے آسمان کی طرف توجہ فرمائی وہ دھویں کی شکل میں تھا، زمین کے پیدا کئے جانے کے وقت پانی کے جو ابخرات اٹھے تھے۔ اب دونوں سے فرمایا کہ یا تو میرے حکم کو مانو اور جو میں کہتا ہوں ہو جاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مثلاً آسمانوں کو حکم ہوا کہ سورج چاند ستارے طلوع کرے زمین سے فرمایا اپنی نہریں جاری کر اپنے پھل اگا وغیرہ۔ دونوں فرمانبرداری کیلئے راضی خوشی تیار ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ ہم مع اس تمام مخلوق کے جسے تو رچانے والا ہے تابع فرمان ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ انہیں قائم مقام کلام کرنے والوں کیلئے کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین کے اس حصے نے کلام کیا جہاں کعبہ بنایا گیا ہے اور آسمان کے اس حصے نے کلام کیا جو ٹھیک اس کے اوپر ہے۔

امام حسن بصری فرماتے ہیں اگر آسمان و زمین اطاعت گزاری کا اقرار نہ کرتے تو انہیں سزا ہوتی جس کا احساس بھی انہیں ہوتا۔ پس دو دن میں ساتوں آسمان اس نے بنا دیئے یعنی جمعرات اور جمعہ کے دن۔ اور ہر آسمان میں اس نے جو جو چیزیں اور جیسے جیسے فرشتے مقرر کرنے چاہے مقرر فرما دیئے اور دنیا کے آسمان کو اس نے ستاروں سے مزین کر دیا جو زمین پر چمکتے رہتے ہیں اور جو ان شیاطین کی نگہبانی کرتے ہیں جو ملاء اعلیٰ کی باتیں سننے کیلئے اوپر چڑھنا چاہتے ہیں۔ یہ تدبیر و اندازہ اس اللہ کا قائم کردہ ہے جو سب پر غالب ہے جو کائنات کے ایک ایک چپے کی ہر چھپی کھلی حرکت کو جانتا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَیَّنَّا السَّمَآءَ |
| الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ |
| تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا اور ہر آسمان میں اس کے کام کی وحی فرمائی اور ہم نے قریب کے آسمان |
| کو چراغوں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو سب پر غالب، سب کچھ جاننے والا ہے۔ |

## آسمانوں کی تخلیق کا بیان

"فقضاهن" الضمير يرجع إلى السماء لأنها في معنى الجمع الآيلة إليه , أي صيرها "سبع سماوات في يومين" الخميس والجمعة فرغ منها في آخر ساعة منه , وفيها خلق آدم ولذلك لم يقل هنا سواء , ووافق ما هنا آيات خلق السماوات والأرض في ستة أيام "وأوحى في كل سماء أمرها" الذي أمر به من فيها من الطاعة والعبادة "وزينا السماء الدنيا بمصابيح" بنجوم "وحفظا" منصوب بفعله المقدر , أي حفظناها من استراق الشياطين السمع بالشهب "ذلك تقدير العزيز" في ملكه "العليم" بخلقه

تو اس نے انھیں دو دنوں میں سات آسمان پورے بنا دیا، یہاں پر لفظ قضاھن کی ضمیر السماء کی طرف لوٹ رہی ہے۔ کیونکہ السماء یہ مایول کے اعتبار سے جمع کے معنی میں ہیں۔ اور وہ سات آسمان ہیں جو دو دنوں میں بنے ہیں۔ جو جمعرات اور جمعہ کا دن تھا۔ اور جمعہ کی آخری ساعت میں اس سے فراغت ہوئی۔ اور اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اسی سبب سے یہاں مکمل دن نہیں کہا۔ اور وہ آیات بھی موافق ہیں جن میں زمین و آسمانوں کی تخلیق کو چھ دنوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر آسمان میں

اس کے کام کی وحی فرمائی جس میں اپنی عبادت وطاعت کا حکم دیا۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں یعنی ستاروں کے ساتھ زینت دی اور خوب محفوظ کر دیا۔ یہاں پر لفظ حفظنا یہ فعل مقدر کے سبب منصوب ہے۔ یعنی شیاطین کی چوری باتوں کو سننے سے ہم نے شہاب کے ذریعے حفاظت کی۔ یہ اس کا اندازہ ہے جو اپنے ملک میں غالب، اپنی مخلوق کو جاننے والا ہے۔

ابن جریر کی روایت میں ہے یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان وزمین کی پیدائش کی بابت سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اتوار اور پیر کے دن اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو منگل کے دن پیدا کیا اور جتنے نفعات اس میں ہیں اور بدھ کے دن درختوں کو پانی کو شہروں کو اور آبادی اور ویرانے کو پیدا کیا تو یہ چار دن ہوئے۔ اسے بیان فرما کر پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جمعرات والے دن آسمان کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن ستاروں کو اور سورج چاند کو اور فرشتوں کو پیدا کیا تین ساعت کے باقی رہنے تک۔ پھر دوسری ساعت میں ہر چیز میں آفت ڈالی جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور تیسری میں آدم کو پیدا کیا انہیں جنت میں بسایا ابلیس کو انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ اور آخری ساعت میں وہاں سے نکال دیا۔ یہودیوں نے کہا اچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ فرمایا پھر عرش پر مستوی ہو گیا انہوں نے کہا سب تو ٹھیک کہا لیکن آخری بات یہ کہی کہ پھر آرام حاصل کیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور یہ آیت اتری (وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ، ق:38) یعنی ہم نے آسمان وزمین اور جو ان کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہمیں کوئی تھکان نہیں ہوئی۔ تو ان کی باتوں پر صبر کر۔ (جامع البیان، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۝ |
| پھر اگر وہ رُوگردانی کریں تو آپ فرما دیں: میں تمہیں اس خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں جو عاد اور ثمود کی ہلاکت کے مانند ہوگا۔ |

## کفار مکہ کی حق سے روگردانی کے سبب عذاب کا بیان

"فإن أعرضوا" أی کفار مکة عن الإيمان بعد هذا البيان "فقل أنذرتكم" خوفتكم "صاعقة مثل صاعقة عاد وثمود" عذابا يهلككم مثل الذی أهلكهم،

پھر اگر وہ کفار مکہ اس بیان کے بعد بھی ایمان سے رُوگردانی کریں تو آپ فرما دیں: میں تمہیں اس خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں جس نے کڑک کی صورت میں قوم عاد اور ثمود کو ہلاکت کیا۔ اس کی مانند ہوگا۔ لہٰذا وہ تمہیں ہلاک کر دے گا۔

## کفار مکہ کے سفیر عتبہ نے قرآن کو سن کر اس کی حقانیت کو جان لیا

امام بغوی کی روایت میں ہے کہ جب آپ اس سورت کی آیات پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچ گئے، (آیت) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۔ تو عتبہ نے آپ کے منہ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور اپنے نسب اور رشتہ کی قسم دی کہ ان پر رحم کیجئے۔ آگے کچھ نہ فرمائیے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

یہ آیات پڑھنا شروع کیں تو عتبہ خاموشی کے ساتھ سننے لگا اور اپنے ہاتھوں کی پیٹھ پیچھے ٹیک لگائی تا کہ غور سے سن سکے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صورت کی آیت سجدہ پر پہنچ گئے۔ اور آپ نے سجدہ کیا۔ پھر عتبہ کو خطاب کر کے فرمایا۔

اے ابوالولید۔ آپ نے سن لیا، جو کچھ سنا اب آپ کو اختیار ہے جو چاہو کرو۔ عتبہ آپ کی مجلس سے اٹھ کر اپنی مجلس کی طرف چلا تو یہ لوگ دور سے عتبہ کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ خدا کی قسم ابوالولید کا چہرہ بدلا ہوا ہے۔ آپ کا وہ چہرہ نہیں جس میں یہاں سے گئے تھے۔ جب عتبہ اپنی مجلس میں پہنچا تو لوگوں نے پوچھا کہو ابوالولید کیا خبر لائے۔ عتبہ ابوالولید نے کہا کہ میری خبر یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ خدا کی قسم اس سے پہلے کبھی ایسا کلام نہیں سنا تھا، خدا کی قسم نہ تو یہ جادو کا کلام ہے نہ شعر یا کاہنوں کا کلام ہے (جو وہ شیاطین سے حاصل کرتے ہیں)۔ اے میری قوم قریش تم میری بات مانو، اور اس معاملہ کو میرے حوالے کر دو، میری رائے یہ ہے کہ تم لوگ ان کے مقابلہ اور ایذاء سے باز آ جاؤ اور ان کو ان کے کام پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے اس کلام کی ضرور ایک خاص شان ہونے والی ہے۔ تم بھی انتظار کرو، باقی عرب کے لوگوں کا معاملہ دیکھو۔ اگر قریش کے علاوہ باقی عرب لوگوں نے ان کو شکست دے دی تو تمہارا مطلب بغیر تمہاری کسی کوشش کے حاصل ہو گیا اور اگر وہ عرب پر غالب آ گئے تو ان کی حکومت تمہاری حکومت ہو گی، ان کی عزت سے تمہاری عزت ہو گی اور اس وقت تم ان کی کامیابی کے شریک ہو گے۔ اس کے ساتھی قریشیوں نے جب اس کا یہ کلام سنا تو کہنے لگے کہ اے ابوالولید تم پر تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا میری رائے تو یہی ہے، جو کچھ کہہ چکا آگے تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ (سیرت ابن اسحاق، تفسیر بغوی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا |
| لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ |
| جب ان کے پاس ان کے آگے اور ان کے پیچھے پیغمبر آئے، کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو وہ کہنے لگے: |
| اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو اتار دیتا سو جو کچھ تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والے کفار کا بیان

"إذ جاء تهم الرسل من بين أيديهم ومن خلفهم" أى مقبلين عليهم ومدبرين عنهم فكفروا كما سيأتى ، والإهلاك فى زمنه فقط "أن" أى بأن "لا تعبدوا إلّا الله قالوا لو شاء ربنا لأنزل" علينا "ملائكة فإنا بما أرسلتم به" على زعمكم،

جب ان کے پاس ان کے آگے اور ان کے پیچھے یا ان سے پہلے اور ان کے بعد پیغمبر آئے تو انہوں نے ان کا انکار کیا جس طرح عنقریب اس کا بیان آرہا ہے۔ جن کی ہلاکت آپ ﷺ کے زمانہ میں ہوئی۔ اور کہا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، تو وہ کہنے لگے: اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتوں کو ہم پر اتار دیتا، پس جو کچھ تم دے کر بھیجے گئے ہو یعنی جیسا تمہارا عقیدہ ہے ہم اس کے منکر

ہیں۔

یہ خطاب ان کا حضرت ھود اور حضرت صالح اور تمام انبیاء سے تھا جنہوں نے ایمان کی دعوت دی، امام بغوی نے باسناد ثعلبی حضرت جابر سے روایت کی کہ جماعتِ قریش نے جن میں ابوجہل وغیرہ سردار بھی تھے یہ تجویز کیا کہ کوئی ایسا شخص جو شعر، سحر، کہانت میں ماہر ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کلام کرنے کے لئے بھیجا جائے چنانچہ عتبہ بن ربیعہ کا انتخاب ہوا، عتبہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا کہ آپ بہتر ہیں یا ہاشم؟ آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟ آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟ آپ کیوں ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں؟ کیوں ہمارے باپ دادا کو گمراہ بتاتے ہیں؟ حکومت کا شوق ہو تو ہم آپ کو بادشاہ مان لیں، آپ کے پھریرے اڑائیں، عورتوں کا شوق ہو تو قریش کی جن لڑکیوں میں سے آپ پسند کریں ہم دس آپ کے عقد میں دیں، مال کی خواہش ہو تو اتنا جمع کر دیں جو آپ کی نسلوں سے بھی بچ رہے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ تمام گفتگو خاموش سنتے رہے، جب عتبہ اپنی تقریر کر کے خاموش ہوا تو حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی سورت حٰمٓ سجدہ پڑھی، جب آپ آیت (فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ فصلت:13) پر پہنچے تو عتبہ نے جلدی سے اپنا ہاتھ حضور کے دہانِ مبارک پر رکھ دیا اور آپ کو رشتہ وقرابت کے واسطہ سے قسم دلائی اور ڈر کر اپنے گھر بھاگ گیا۔

جب قریش اس کے مکان پر پہنچے تو اس نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو کہتے ہیں نہ وہ شعر ہے، نہ سحر ہے، نہ کہانت، میں ان چیزوں کو خوب جانتا ہوں، میں نے ان کا کلام سنا، جب انہوں نے آیت (فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ۔ فصلت:13) پڑھی تو میں نے ان کے دہانِ مبارک پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں قسم دی کہ بس کریں اور تم جانتے ہی ہو کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہی ہو جاتا ہے، ان کی بات کبھی جھوٹی نہیں ہوتی، مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں تم پر عذاب نازل نہ ہونے لگے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فصلت، لاہور)

| |
|---|
| فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا |
| اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○ |
| پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے اور انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ اور کیا انھوں نے نہیں |
| دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ |

## قوم عاد کا اپنی قوت پر غرور کرنے کا بیان

"فأما عاد فاستكبروا في الأرض بغير الحق وقالوا" لما خوفوا بالعذاب "من أشد منا قوة" أي لا أحد, كان واحدهم يقلع الصخرة العظيمة من الجبل يجعلها حيث يشاء "أولم يروا" يعلموا "أن الله الذي خلقهم هو أشد منهم قوة وكانوا بآياتنا" المعجزات،

پھر جو عاد تھے وہ زمین میں کسی حق کے بغیر بڑے بن بیٹھے جب انہیں عذاب سے ڈرایا گیا تو انھوں نے کہا ہم سے قوت میں کون زیادہ سخت ہے؟ یعنی ہم سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں ہے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اکیلا شخص پہاڑ سے چٹان کو اکھیڑ لیتا تھا اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا یعنی نہیں سمجھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے انھیں پیدا کیا، قوت میں ان سے کہیں زیادہ سخت ہے اور وہ ہماری آیات یعنی معجزات کا انکار کیا کرتے تھے۔

قوم عاد کے لوگ بڑے قوی اور شہ زور تھے، جب حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا تو انہوں نے کہا ہم اپنی طاقت سے عذاب کو ہٹا سکتے ہیں۔

| |
|---|
| فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّـنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ |
| فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ |
| تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، تا کہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور |
| یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ |

## تیز سرد آواز دار ہوا کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

"فأرسلنا عليهم ريحا صرصرا " باردة شديدة الصوت بلا مطر "في أيام نحسات " بكسر الحاء وسكونها مشؤومات عليهم "لنذيقهم عذاب الخزي " الذل "في الحياة الدنيا ولعذاب الآخرة أخزى" أشد "وهم لا ينصرون" بمنعه عنهم،

تو ہم نے ان پر ایک سخت تند ہوا چند منحوس دنوں میں بھیجی، یعنی سخت ٹھنڈی اور آواز والی ہوا جو بارش کے بغیر تھی۔ یہاں پر لفظ نحسات یہ حاء کے کسرہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جو ہوا ان پر چلی اور وہ مر گئے۔ تا کہ ہم انھیں دنیا کی زندگی میں ذلت کا عذاب چکھائیں اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ رسوا کرنے والا ہے اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ یعنی کوئی ان سے عذاب کو دور کرنے والا نہ ہوگا۔

یہ اس عذاب صاعقہ کی تشریح ہے جو اس سے پہلے آیت میں صاعقہ عاد و ثمود کے عنوان سے بیان ہوا ہے۔ صاعقہ کے اصل معنے مدہوش و بے ہوش کرنے والی چیز کے ہیں اسی لئے گرنے والی بجلی کو بھی صاعقہ کہا جاتا ہے۔ اور ناگہانی آفت و مصیبت کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قوم عاد پر جو ہوا کا طوفان مسلط کیا گیا وہ بھی اسی صاعقہ کا ایک فرد ہے اسی کو ریح صرصر کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ جو تیز و تند ہوا کو کہا جاتا ہے، جس میں تیز رفتاری کے ساتھ سخت آواز بھی ہو۔

ضحاک نے فرمایا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے تین سال تک بارش بالکل بند کر دی اور تیز و تند خشک ہوائیں چلتی رہیں اور آٹھ روز سات راتیں مسلسل ہوا کا شدید طوفان رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ آخر شوال میں ایک بدھ سے شروع ہو کر دوسرے

بدھ تک رہا۔ اور جس کسی قوم پر عذاب آیا ہے وہ بدھ ہی کے دن آیا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰـهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْـهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ |
| صٰعِقَـةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝ |
| اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو پسند کیا تو انھیں |
| ذلیل کرنے والے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔ |

## قوم ثمود کا ہدایت کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرنے کا بیان

"وأما ثمود فهديناهم" بينا لهم طريق الهدى "فاستحبوا العمى" اختاروا الكفر "على الهدى فأخذتهم صاعقة العذاب الهون" المهين،

اور جو ثمود تھے تو ہم نے انھیں سیدھا راستہ دکھایا مگر انھوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنے کو پسند کیا یعنی انہوں نے کفر کو اختیار کیا۔ تو انھیں ذلیل کرنے والے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اس کی وجہ سے جو وہ کماتے تھے۔

اور جن کی طرف سیدنا صالح مبعوث ہوئے تھے۔ انہوں نے سیدنا صالح سے اونٹنی کے پہاڑ سے برآمد ہونے کا مطالبہ کیا تھا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا۔ جس سے انہیں یقین بھی ہو چکا تھا کہ سیدنا صالح کی پشت پر کوئی مافوق الفطرت ہستی موجود ہے۔ اور وہ فی الواقع اللہ کا رسول ہے۔ لیکن ان باتوں کے باوجود انہوں نے سیدنا صالح کی لائی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا اور اپنے جاہلانہ اور مشرکانہ رسم و رواج کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہ لوگ بھی قد و قامت، ڈیل ڈول اور قوت میں اپنی پیشرو قوم عاد سے کسی طرح کم نہ تھے۔ فن تعمیر سنگ تراشی کے بہترین ماہر تھے۔ پہاڑوں کے اندر پتھر تراش تراش کر صرف مکان ہی نہیں بناتے تھے بلکہ راستے بھی بنا کر پہاڑوں کے اندر ہی بستیاں آباد کر رکھی تھی۔ ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے جب ان کے دن گنے جا چکے تو ان پر دوہرا عذاب نیچے سے زلزلہ جس سے ان کے پہاڑوں کے اندر واقع مکانوں میں دراڑیں اور شگاف پڑ گئے اور اوپر سے کڑک اتنی شدید تھی جس سے ان کے جگر پھٹ گئے۔

| |
|---|
| وَ نَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۝ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۝ حَتّٰى |
| اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝ |
| اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو جو یقین لائے تھے اور بچ کر چلتے تھے۔ اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے |
| کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان |
| اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## ایمان اور اہل تقویٰ کیلئے نجات کا بیان

ونجينا" منها "الذين آمنوا و كانوا يتقون" الله"

و" اذكر "يوم يحشر "بـاليـاء والنون المفتوحة وضم الشين وفتح الهمزة "أعـداء الله إلى النار

فهم يوزعون" يساقون،"حتى إذا ما" زائدة،

اور بچا دیا ہم نے ان لوگوں کو جو یقین لائے تھے یعنی جو ایمان لائے۔اور بچ کر چلتے تھے۔اور یاد کریں جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، یہاں پر لفظ یحشر یہ یاء اور نون مفتوحہ کے ساتھ اور شین کے ضمہ اور لفظ اعداء کا اخری ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔پھر ان اللہ کے دشمنوں کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔اور انہیں جہنم کے قریب کیا جائے گا۔یہاں تک کہ جونہی اس کے پس پہنچیں گے، یہاں پر اذا ما میں ماءزائدہ ہے۔ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

یہاں پر لفظ یوزعون یہ وزع سے مشتق ہے جس کے معنی روکنے اور منع کرنے کے آتے ہیں، اسی کے مطابق خلاصہ تفسیر مذکور میں اس کا ترجمہ روکنے سے کیا گیا ہے۔اور اکثر حضرات مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں کہ اہل جہنم جو بڑی تعداد میں ہوں گے ان کو میدان حشر اور موقف حساب کی طرف جانے کے وقت انتشار سے بچانے کے لئے اگلے حصہ کو کچھ روک دیا جائے گا، تاکہ پچھلے لوگ بھی آملیں۔اور بعض حضرات مفسرین نے یوزعون کا ترجمہ یساقون ویدفعون سے کیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کو موقف حساب کی طرف ہانک کر دھکے دے کر لایا جائے گا۔(تفسیر قرطبی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ |
| وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ |
| پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے: تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی: ہمیں اس اللہ نے گویائی عطا کی |
| جو ہر چیز کو قوت گویائی دیتا ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ |

## قیامت کے دن اعضاء اور کھالوں کی گواہی دینے کا بیان

"وقـالـوا لـجلودهم لم شهدتم علينا قالوا أنطقنا الله الذى أنطق كل شىء " أى أراد نطقه "وهو خلقكم أول مرة وإليه ترجعون" قيل: هو من كلام الجلود, وقيل: هو من كلام الله تعالىٰ كالذى بعده وموقعه قريب مما قبله بأن القادر على إنشائكم ابتداء وإعادتكم بعد الموت أحياء قادر على إنطاق جلودكم وأعضائكم،

پھر وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے، تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی، ہمیں اس اللہ نے گویائی عطا کی جو ہر

چیز کو قوت گویائی دیتا ہے یعنی اس نے بولنے کی طاقت دی ہے۔اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا فرمایا ہے اور تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔کہا گیا ہے کہ یہ جلود کے کلام سے ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کلام سے ہے جو بعد میں اپنے موقع محل کے مطابق ہونے والا ہے۔جو ذات ابتدائی طور پر تمہیں پیدا کرنے پر قادر ہے اس کیلئے موت کے اعادہ کرنے پر قادر ہے۔وہی تمہاری کھالوں اور اعضاء کو قوت گویائی عطا کرنے والا ہے۔

## انسانی اعضاء کی شہادت سے متعلق احادیث وروایات کا بیان

ان مشرکوں سے کہو کہ قیامت کے دن ان کا حشر جہنم کی طرف ہوگا اور داروغہ جہنم ان سب کو جمع کریں گے جیسے فرمان ہے (وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا، مریم:86) یعنی گنہگاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک لے جائیں گے۔انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کر دیا جائے گا۔اور ان کے اعضاء بدن اور کان اور آنکھیں اور پوست ان کے اعمال کی گواہیاں دیں گی۔تمام اگلے پچھلے عیوب کھل جائیں گے ہر عضو بدن پکار اٹھے گا کہ مجھ سے اس نے یہ یہ گناہ کیا،اس وقت یہ اپنے اعضا کی طرف متوجہ ہو کر انہیں ملامت کریں گے۔کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی حکم بجا آوری کے ماتحت اس نے ہمیں بولنے کی طاقت دی اور ہم نے سچ سچ کہہ سنایا۔وہی تو تمہارا ابتداء پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر چیز کو زبان عطا فرمائی ہے۔خالق کی مخالفت اور اس کے حکم کی خلاف ورزی کون کرسکتا ہے؟

بزار میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسکرائے یا ہنس دیئے پھر فرمایا تم میری ہنسی کی وجہ دریافت نہیں کرتے؟ صحابہ نے کہا فرمائیے کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا قیامت کے دن بندہ اپنے رب سے جھگڑے گا۔کہے گا کہ اے اللہ کیا تیرا وعدہ نہیں کہ تو ظلم نہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ اقرار کرے گا تو بندہ کہے گا کہ میں تو اپنی بداعمالیوں پر کسی کی شہادت قبول نہیں کرتا۔اللہ فرمائے گا کیا میری اور میرے بزرگ فرشتوں کی شہادت ناکافی ہے؟ لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی ہی کہتا چلا جائے گا۔پس اتمام حجت کیلئے اس کی زبان بند کر دی جائے گی اور اس کے اعضاء بدن سے کہا جائے گا کہ اس نے جو جو کیا تھا اس کی گواہی تم دو۔جب وہ صاف صاف اور سچی گواہی دے دیں گے تو یہ انہیں ملامت کرے گا اور کہے گا کہ میں تو تمہارے ہی بچاؤ کیلئے لڑ جھگڑ رہا تھا۔(مسلم،نسائی وغیرہ)

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کافر و منافق کو حساب کیلئے بلایا جائے گا اس کے اعمال اس کے سامنے پیش ہوں گے تو قسمیں کھا کھا کر انکار کرے گا اور کہے گا اے اللہ تیرے فرشتوں نے وہ لکھ لیا ہے جو میں نے ہرگز نہیں کیا فرشتے کہیں گے فلاں دن فلاں جگہ تو نے فلاں عمل نہیں کیا؟ یہ کہے گا اے اللہ تیری عزت کی قسم میں نے ہرگز نہیں کیا۔اب منہ پر مہر مار دی جائے گی اور اعضا بدن گواہی دیں گے سب سے پہلے اس کی داہنی ران بولے گی،(ابن ابی حاتم)

ابو یعلی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن کافر کے سامنے اس کی بداعمالیاں لائی جائیں گی تو وہ انکار کرے گا اور جھگڑنے لگے گا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ ہیں تیرے پڑوسی جو شاہد ہیں۔یہ کہے گا سب جھوٹے ہیں۔فرمائے گا یہ ہیں تیرے کنبے قبیلے والے جو گواہ ہیں کہے گا یہ بھی سب جھوٹے ہیں۔اللہ ان سے قسم دلوائے گا،وہ قسم کھائیں گے لیکن یہ انکار ہی کرے

گا۔ سب کو اللہ چپ کرا دے گا اور خود ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی پھر انہیں جہنم واصل کر دیا جائے گا۔ ابن ابی حاتم میں ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں قیامت کے دن ایک وقت تو وہ ہوگا کہ نہ کسی کو بولنے کی اجازت ہوگی نہ عذر معذرت کرنے کی۔ پھر جب اجازت دی جائے گی تو بولنے لگیں گے اور جھگڑے کریں گے اور انکار کریں گے اور جھوٹی قسمیں کھائیں گے۔ پھر گواہوں کو لایا جائے گا آخر زبانیں بند ہو جائیں گی اور خود اعضاء بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ گواہی دیں گے۔ پھر زبانیں کھول دی جائیں گی تو اپنے اعضاء بدن کو ملامت کریں گے وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اللہ نے قوت گویائی دی اور ہم نے صحیح صحیح کہا پس زبانی اقرار بھی ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم میں رافع ابوالحسن سے مروی ہے کہ اپنے کرتوت کے انکار پر زبان اتنی موٹی ہو جائے گی کہ بولا نہ جائے گا۔ پھر جسم کے اعضاء کو حکم ہوگا تم بولو تو ہر ایک اپنا اپنا عمل بتا دے گا کان، آنکھ، کھال، شرم گاہ، ہاتھ، پاؤں وغیرہ۔ اور بھی اسی طرح کی بہت سی روایتیں سورہ یٰسین کی آیت (اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ یس:65)، کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ جنہیں دوبارہ وارد کرنے کی ضرورت نہیں۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں جب ہم سمندر کی ہجرت سے واپس آئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہم سے پوچھا تم نے حبشہ کی سرزمین پر کوئی تعجب خیز بات دیکھی ہو تو سناؤ۔ اس پر ایک نوجوان نے کہا ایک مرتبہ ہم وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے علماء کی ایک بڑھیا عورت ایک پانی کا گھڑا سر پر لئے ہوئے آ رہی تھی انہی میں سے ایک جوان نے اسے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑی اور گھڑا ٹوٹ گیا۔ وہ اٹھی اور اس شخص کی طرف دیکھ کر کہنے لگی مکار تجھے اس کا حال اس وقت معلوم ہوگا جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی کرسی سجائے گا اور سب اگلے پچھلوں کو جمع کرے گا اور ہاتھ پاؤں گواہیاں دیں گے۔ اور ایک ایک عمل کھل جائے گا اس وقت تیرا اور میرا فیصلہ بھی ہو جائے گا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اس نے سچ کہا اس نے سچ کہا اس قوم کو اللہ تعالیٰ کس طرح پاک کرے جس میں زور آور سے کمزور کا بدلہ نہ لیا جائے؟

ابن ابی الدنیا میں یہی روایت دوسری سند سے بھی مروی ہے، جب یہ اپنے اعضا کو ملامت کریں گے تو اعضاء جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہیں گے کہ تمہارے اعمال دراصل کچھ پوشیدہ نہ تھے اللہ کے دیکھتے ہوئے اس کے سامنے تم کفر و معاصی میں مستغرق رہتے تھے اور کچھ پرواہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ تم سمجھے ہوئے تھے کہ ہمارے بہت سے اعمال اس سے مخفی ہیں، اسی فاسد خیال نے تمہیں تلف اور برباد کر دیا اور آج کے دن تم برباد ہو گئے۔

مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ میں کعبۃ اللہ کے پردے میں چھپا ہوا تھا جو تین شخص آئے بڑے پیٹ اور کم عقل والے ایک نے کہا کیوں جی ہم جو بولتے چالتے ہیں اسے اللہ سنتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا اگر اونچی آواز سے بولیں تو تو سنتا ہے اور آہستہ آواز سے باتیں کریں تو نہیں سنتا۔ دوسرے نے کہا اگر کچھ سنتا ہے تو سب سنتا ہوگا میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا اس پر آیت (وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ

وَلٰـكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ، فصلت:22)، نازل ہوئی۔ عبدالرزق میں ہے منہ بند ہونے کے بعد سب سے پہلے پاؤں اور ہاتھ بولیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جناب باری عزاسمہ کا ارشاد ہے کہ میرے ساتھ میرا بندہ جو گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ وہی معاملہ کرتا ہوں اور جب وہ مجھے پکارتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

حضرت حسن اتنا فرما کر کچھ تامل کر کے فرمانے لگے جس کا جیسا گمان اللہ کے ساتھ ہوتا نیک ظن ہوتا ہے وہ اعمال بھی اچھے کرتا ہے اور کافر ومنافق چونکہ اللہ کے ساتھ بدظن ہوتے ہیں وہ اعمال بھی بد کرتے ہیں۔ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ کے ساتھ نیک ظن ہو۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ برے خیالات رکھے اللہ نے انہیں تہ وبالا کر دیا۔ پھر یہی آیت آپ نے پڑھی، آگ جہنم میں صبر سے پڑے رہنا اور بیصبری کرنا ان کیلئے یکساں ہے۔ نہ ان کی عذر معذرت مقبول نہ ان کے گناہ معاف۔ یہ دنیا کی طرف اگر لوٹنا چاہیں تو وہ راہ بھی بند جیسے اور جگہ ہے جہنمی کہیں گے اے اللہ ہم پر ہماری بدبختی چھا گئی۔ یقیناً ہم بے راہ تھے۔ اے اللہ اب تو یہاں سے نجات دے۔ اگر ایسا کریں تو پھر ہمیں ہمارے ظلم کی سزا دینا۔ لیکن جناب باری کی طرف سے جواب آئے گا کہ اب یہ منصوبے بیسود ہیں۔ دھتکارے ہوئے یہیں پڑے رہو خبردار جو مجھ سے بات کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ |
| وَلٰـكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ |
| اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے |
| چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔ |

## اللہ تعالیٰ اہل باطل کے خفیہ نظریات کو جاننے والا ہے

"وما كنتم تستترون" عن ارتكابكم الفواحش من "أن يشهد عليكم سمعكم ولا أبصاركم ولا جلودكم" لأنكم لم توقنوا بالبعث "ولكن ظننتم" عند استتاركم،

اور تم اس سے یعنی فواحش کا ارتکاب کرنے سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمہارے خلاف تمہارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمہاری آنکھیں اور نہ تمہارے چمڑے کیونکہ تم بعث پر یقین نہیں رکھتے۔ اور لیکن تم نے گمان کیا یعنی کو تمہارا پوشیدہ نظریہ ہے کہ بے شک اللہ بہت سے کام، جو تم کرتے ہو، نہیں جانتا۔

## اعضاء کی گواہی سے پردہ کرنے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں کعبہ کے پردوں میں چھپا ہوا تھا کہ تین آدمی آئے جن کے پیٹ زیادہ چربی والے اور دل کم سمجھ والے تھے۔ ایک قریشی اور دو اس کے داماد ثقفی تھے یا ایک ثقفی اور دو اس کے داماد تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں

کچھ بات کی جسے میں سمجھ نہیں سکا۔ پھر ایک کہنے لگا اگر ہم اپنی آواز بلند کریں تو سنتا ہے اور اگر پست کریں تو نہیں سنتا۔ تیسرا کہنے لگا کہ اگر وہ تھوڑا سن سکتا ہے تو پورا سن سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1197)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بیت اللہ کے پاس تین آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ دو قریشی اور ثقفی یا دو ثقفی اور ایک قریشی تھا۔ قریشی موٹے اور کم سمجھ تھے۔ (ان تینوں) میں سے ایک نے کہا تم لوگوں کا خیال ہے کہ جو باتیں ہم کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سنتا ہے؟ دوسرا کہنے لگا اگر روز سے بولیں تو سنتا ہے اور اگر آہستہ بھی سنتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی (وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ، اور تم اپنے کانوں اور آنکھوں اور چمڑوں کی اپنے اوپر گواہی دینے سے پردہ کرتے تھے، لیکن تم نے یہ گمان کیا تھا جو کچھ تم کرتے ہو، اس میں بہت سی چیزوں کو اللہ نہیں جانتا)۔۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1196)

| |
|---|
| وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ٥ |
| فَاِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ٥ |
| اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کیا، تمہیں ہلاک کر گیا سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔ پس |
| اگر وہ صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔ |

## کفار کیلئے آخرت میں کوئی معافی نہ ہونے کا بیان

"وذلكم" مبتدأ "ظنكم" بدل منه "الذي ظننتم بربكم" نعت والخبر "أرداكم" أي أهلككم، "فإن يصبروا" على العذاب "فالنار مثوى" مأوى "لهم وإن يستعتبوا" يطلبوا العتبى , أي الرضا "فما هم من المعتبين" المرضيين،

یہاں پر لفظ ذلکم یہ مبتداء ہے۔ جو ظنکم اس سے بدل ہے۔ یعنی جو تم نے اپنے رب کے بارے میں گمان کیا ہے۔ اور یہ صفت اور خبر ہے۔ اور تمہارا یہی گمان جو تم نے اپنے رب کے بارے میں قائم کیا، تمہیں ہلاک کر گیا سو تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے۔

پس اگر وہ عذاب پر صبر کریں تو آگ ان کے لیے ٹھکانا ہے اور اگر وہ معافی کی درخواست کریں تو وہ معاف کیے گئے لوگوں سے نہیں ہیں۔ یعنی اگر وہ رضا حاصل کرنا چاہیں تو رضا حاصل کرنے والوں سے نہ ہوں گے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے اس آیت کی تشریح میں خوب فرمایا ہے کہ ہر آدمی کا رویہ اس گمان کے لحاظ سے متعین ہوتا ہے جو وہ اپنے رب کے متعلق قائم کرتا ہے۔ مومن صالح کا رویہ اس لیے درست ہوتا ہے کہ وہ اپنے رب کے بارے میں صحیح گمان

رکھتا ہے، اور کافر و منافق اور فاسق و ظالم کا رویہ اس لیے غلط ہوتا ہے کہ اپنے رب کے بارے میں اس کا گمان غلط ہوتا ہے۔ یہی مضمون نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑی جامع اور مختصر حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارا رب کہتا ہے انا عند ظن عبدی بی، "میں اس گمان کے ساتھ ہوں جو میرا بندہ مجھ سے رکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

| |
|---|
| وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے ان کے لئے ساتھ رہنے والے مقرر کر دیئے، سوانہوں نے ان کے لئے وہ خوش نما کر دکھائے جو ان کے آگے تھے اور ان کے پیچھے تھے اور ان پر فرمان عذاب ثابت ہو گیا جو ان امتوں کے بارے میں صادر ہو چکا تھا جو جنات اور انسانوں میں سے ان سے پہلے گزر چکی تھیں۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔ دنیاوی کاموں کی زیب و زینت کیلئے شیاطین مقرر کیے جانے کا بیان |

"وقيضنا" سببنا "لهم قرناء" من الشياطين "فزينوا لهم ما بين أيديهم" من أمر الدنيا واتباع الشهوات "وما خلفهم" من أمر الآخرة بقولهم لا بعث ولا حساب "وحق عليهم القول" بالعذاب وهو "لأملأن جهنم" الآية "في" جملة "أمم قد خلت" هلكت،

اور ہم نے ان کے لئے یعنی ان کی وجہ سے ان کے ساتھ رہنے والے شیاطین مقرر کر دیئے، سوانہوں نے ان کے لئے وہ تمام دنیا میں برے اعمال و شہوات خوش نما کر دکھائیں۔ جو ان کے آگے تھے یعنی دنیاوی شہوات وان کی اتباع، اور ان کے پیچھے تھے یعنی آخرت، یعنی ان کا قول کہ کوئی حساب و بعث نہیں ہے۔ اور ان پر وہی فرمان عذاب ثابت ہو گیا اور وہ یہ آیت سے ہے کہ میں جہنم کو ضرور بھر دوں گا۔ جو ان امتوں کے بارے میں صادر ہو چکا تھا جو جنات اور انسانوں میں سے ان سے پہلے گزر چکی تھیں۔ اور جن کی ہلاکت ہو چکی۔ بیشک وہ نقصان اٹھانے والے تھے۔

## مشرکین کیلئے شیطانی شہوات کی تزئین کا بیان

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ مشرکین کو اس نے گمراہ کر دیا ہے اور یہ اس کی مشیت اور قدرت سے ہے۔ وہ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے۔ اس نے کچھ جن و انس ایسے ان کے ساتھ کر دیئے تھے۔ جنہوں نے ان کے بداعمال انہیں اچھی صورت میں دکھائے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ دور ماضی کے لحاظ سے اور آئندہ آنے والے زمانے کے لحاظ سے بھی ان کے اعمال اچھے ہی ہیں۔ جیسے اور آیتیں ہے (وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ، الزخرف:36)، ان پر کلمہ عذاب صادق آ گیا۔ جیسے ان لوگوں پر جو ان سے پہلے جیسے تھے۔ نقصان اور گھاٹے میں یہ اور وہ یکساں ہو گئے، کفار نے آپس میں مشورہ کر کے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ کلام اللہ کو نہیں مانیں گے نہ ہی اس کے احکام کی پیروی کریں گے۔ بلکہ ایک دوسرے سے کہہ رکھا ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو شور و غل کرو اور اسے نہ سنو۔ تالیاں بجاؤ سیٹیاں بجاؤ آوازیں نکالو۔

چنانچہ قریشی یہی کرتے تھے۔عیب جوئی کرتے تھے انکار کرتے تھے۔دشمنی کرتے تھے اور اسے اپنے غلبہ کا باعث جانتے تھے۔یہی حال ہر جاہل کافر کا ہے کہ اسے قرآن کا سننا اچھا نہیں لگتا۔اسی لئے اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم فرمایا کہ (وَاِذَا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ، الاعراف:204)جب قرآن پڑھا جائے تو تم سنو اور چپ رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے،ان کافروں کو دھمکایا جارہا ہے کہ قرآن کریم سے مخالفت کرنے کی بناء پر انہیں سخت سزا دی جائے گی۔اور ان کی بدعملی کا مزہ انہیں ضرور چکھایا جائے گا،ان اللہ کے دشمنوں کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔جس میں ان کیلئے ہمیشہ کا گھر ہے۔یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔

اس کے بعد آیت کا مطلب حضرت علی سے مروی ہے کہ جن سے مراد ابلیس اور انس سے مراد حضرت آدم کا وہ لڑکا ہے جس نے اپنے بھائی کو مار ڈالا تھا۔اور روایت میں ہے کہ ابلیس تو ہر مشرک کو پکارے گا۔اور حضرت آدم کا یہ لڑکا ہر کبیرہ گناہ کرنے والے کو پکارے گا۔پس ابلیس شرک کی طرف اور تمام گناہوں کی طرف لوگوں کو دعوت دینے والا ہے اور اول رسول حضرت آدم کا یہ لڑکا جو اپنے بھائی کا قاتل ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا گناہ حضرت آدم کے اس پہلے فرزند پر بھی ہوتا ہے کیونکہ قتل بیجا کا شروع کرنے والا یہ ہے۔پس کفار قیامت کے دن جن وانس جو انہیں گمراہ کرنے والے تھے انہیں نیچے کے طبقے میں داخل کرانا چاہیں گے تا کہ انہیں سخت عذاب ہوں۔وہ درک اسفل میں چلے جائیں۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ فصلت،بیروت)

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ٥ |
| فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ٥ |
| اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا،اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو،تا کہ تم غالب رہو۔پس یقیناً |
| ہم ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا،ضرور بہت سخت عذاب چکھائیں گے اور یقیناً ہم انھیں ان بدترین اعمال کا بدلہ |
| ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔یعنی ان کے عمل کی سزاء انتہائی بدترین ہوگی۔ |

## قرآن مجید کی قرأت کے وقت کفار کے شور مچانے کا بیان

"وقال الذين كفروا" عند قراء ة النبي صلى الله عليه وسلم "لا تسمعوا لهٰذا القرآن والغوا فيه" ائتوا باللغط ونحوه وصيحوا في زمن قراء ته "لعلكم تغلبون" فيسكت عن القراء ة، "فلنذيقن الذين كفروا عذابا شديدا ولنجزينهم أسوأ الذي كانوا يعملون" أي أقبح جزاء عملهم،

اور ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا،یعنی نبی کریم ﷺ کے قرآن پڑھنے کے وقت کہا کہ اس قرآن کو مت سنو اور اس میں شور کرو،تا کہ تم غالب رہو۔یعنی قرأت کے وقت خوب شور کرو ہوسکتا پیغمبر خدا خاموش ہو جائیں۔

پس یقیناً ہم ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا، ضرور بہت سخت عذاب چکھائیں گے اور یقیناً ہم انھیں ان بدترین اعمال کا بدلہ ضرور دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔

کفار جب قرآن کے مقابلہ سے عاجز آ گئے اور اس کے خلاف ان کی ساری تدبیریں ناکام ہو گئیں تو اس وقت انہوں نے یہ حرکت شروع کی۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابوجہل نے لوگوں کو اس پر آمادہ کیا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قرآن پڑھا کریں تو تم ان کے سامنے جا کر چیخ و پکار اور شور و غل کرنے لگا کرو تا کہ لوگوں کو پتہ ہی نہ چلے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔
بعض نے کہا کہ سیٹیاں اور تالیاں بجا کر اور بیچ میں طرح طرح کی آوازیں نکال کر قرآن سننے سے لوگوں کو روکنے کی تیاری کرو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فصلت، بیروت)

ان کے برے سے برے کام یہی تھے کہ ایک تو وہ خود اللہ کی آیات کا انکار کر دیتے تھے۔ دوسرے ان کی ہر ممکن کوشش ہوتی تھی کہ کوئی دوسرا بھی اسلام کی دعوت کو قبول نہ کرنے پائے۔ اور اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے مندرجہ بالا پابندیوں کے علاوہ اور بھی بہت سے مذموم طریقے اختیار کر رکھے تھے اور نئی سے نئی سازشیں تیار کرتے رہتے تھے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ |
| وہ اللہ کے دشمنوں کی جزا آگ ہی ہے، انھی کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، اس کی جزا کے لیے |
| جو وہ ہماری آیات کا انکار کیا کرتے تھے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کیلئے بدترین عذاب ہونے کا بیان

**"ذلك" العذاب الشديد وأسوأ الجزاء "جزاء أعداء الله" بتحقيق الهمزة الثانية وإبدالها واوا "النار" عطف بيان للجزاء المخبر به عن ذلك "لهم فيها دار الخلد" أى إقامة لا انتقال منها "جزاء" منصوب على المصدر بفعله المقدر "بما كانوا بآياتنا" القرآن،**

وہ اللہ کے دشمنوں کی جزا آگ ہی ہے، جو بدترین سزا ہے۔ یہاں پر دوسرے ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ اور اس کو واؤ سے بدل دیا جائے۔ اور النار یہ جزاء کیلئے عطف بیان ہے، جو خبر ہے۔ انھی کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے، یعنی ایسا گھر جہاں سے منتقل ہونا نہیں ہوگا۔ اس کی جزا کے لیے جو وہ ہماری آیات یعنی قرآن کا انکار کیا کرتے تھے۔ یہاں پر جزاء یہ مصدر ہونے کی وجہ فعل مقدر کے سبب منصوب ہے۔

آیتوں سے مراد جیسا کہ پہلے بھی بتلایا گیا ہے وہ دلائل و براہین واضحہ ہیں جو اللہ تعالیٰ انبیاء پر نازل فرماتا ہے یا وہ معجزات ہیں جو انہیں عطا کیے جاتے ہیں یا دلائل تکوینیہ ہیں جو کائنات یعنی آفاق و انفس میں پھیلے ہوئے ہیں کافران سب ہی کا انکار کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ ایمان کی دولت سے محروم رہتے ہیں۔

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ |
| نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ٥ |
| اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے کہیں گے: اے ہمارے رب، ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں دکھا دے جنہوں نے |
| ہمیں گمراہ کیا ہے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے ڈالیں تا کہ وہ سب سے زیادہ ذلت والوں میں ہو جائیں۔ |

## اہل جہنم کا گمراہ کرنے والوں پر آگ بگولہ ہونے کا بیان

"وقال الذين كفروا " في النار "ربنا أرنا الذين أضلانا من الجن والإنس " أي إبليس وقابيل سنا الكفر والقتل "نجعلهما تحت أقدامنا" في النار "ليكونا من الأسفلين" أي أشد عذابا منا،

اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ دوزخ میں ہوں گے اور کہیں گے، اے ہمارے رب، ہمیں جنات اور انسانوں میں سے وہ دونوں دکھا دے۔ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا ہے یعنی ابلیس اور قابیل جنہوں نے کفر اور قتل کی بنیاد رکھی۔ ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں تا کہ وہ جہنم میں سب سے زیادہ ذلت والوں میں ہو جائیں۔ حالانکہ ہمارا عذاب ان کی بہ نسبت زیادہ سخت ہے۔

یعنی خیر ہم تو آفت میں پھنسے ہیں، لیکن آدمیوں اور جنوں میں سے جن شیطانوں نے ہم کو بہکا بہکا کر اس آفت میں گرفتار کرایا ہے ذرا انہیں ہمارے سامنے کر دیجئے کہ ان کو ہم اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں۔ اور نہایت ذلت وخواری کے ساتھ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں دھکیل دیں تا کہ انتقام لے کر ہمارا دل کچھ تو ٹھنڈا ہو۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا |
| وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ٥ |
| بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ قائم ہو گئے، تو ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو |
| اور تم جنت کی خوشیاں مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ |

## ایمان پر استقامت والوں کے پاس فرشتوں کا خوشخبری لیکر آنے کا بیان

"إن الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا " على التوحيد وغيره مما وجب عليهم "تتنزل عليهم الملائكة" عند الموت "أن" بأن "لا تخافوا " من الموت وما بعده "ولا تحزنوا " على ما خلفتم من أهل وولد فنحن نخلفكم فيه،

بے شک جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم ہو گئے، یعنی توحید وغیرہ پر جو ان پر لازم ہوا۔ تو موت کے وقت ان پر فرشتے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم موت سے خوف نہ کرو اور اس کے بعد نہ غم کرنا جو تم نے پیچھے اہل وعیال

چھوڑے ہیں۔ان کی مدد میں ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔اور تم جنت کی خوشیاں مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

## استقامت اور صاحب استقامت لوگوں کا بیان

جن لوگوں نے زبانی اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا یعنی اس کی توحید کا اقرار کیا۔پھر اس پر جمے رہے یعنی فرمان الٰہی کے ماتحت اپنی زندگی گزاری۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرما کر وضاحت کی کہ بہت لوگوں نے اللہ کے رب ہونے کا اقرار کر کے پھر کفر کر لیا۔جو مرتے دم تک اس بات پر جما رہا وہ ہے جس نے اس پر استقامت کی۔(نسائی وغیرہ)

حضرت ابو بکر صدیق کے سامنے جب اس آیت کی تلاوت ہوئی تو آپ نے فرمایا"اس سے مراد کلمہ پڑھ کر پھر کبھی بھی شرک نہ کرنے والے ہیں۔"ایک روایت میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین نے ایک مرتبہ لوگوں سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ استقامت سے مراد گناہ نہ کرنا ہے آپ نے فرمایا تم نے اسے غلط سمجھایا۔اس سے مراد اللہ کی الوہیت کا اقرار کر کے پھر دوسرے کی طرف کبھی بھی التفات نہ کرنا ہے۔

حضرت ابن عباس سے سوال ہوتا ہے کہ قرآن میں حکم اور جزا کے لحاظ سے سب سے زیادہ آسان آیت کونسی ہے؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی کہ توحید اللہ پر تا عمر قائم رہنا۔حضرت فاروق اعظم نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا واللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت پر جم جاتے ہیں اور لومڑی کی چال نہیں چلتے کہ کبھی ادھر کبھی ادھر۔ابن عباس فرماتے ہیں فرائض اللہ کی ادائیگی کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔اے اللہ تو ہمارا رب ہے ہمیں استقامت اور پختگی عطا فرما۔استقامت سے مراد دین اور عمل کا خلوص حضرت ابو العالیہ نے کہا ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ مجھے اسلام کا کوئی ایسا امر بتلائیے کہ پھر کسی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔آپ نے فرمایا زبان سے اقرار کر کہ میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر اس پر جم جا۔اس نے پھر پوچھا اچھا یہ تو عمل ہوا اب بچوں کس چیز سے؟ تو آپ نے زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔(مسلم وغیرہ)

امام ترمذی اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں،ان کے پاس ان کی موت کے وقت فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارتیں سناتے ہیں کہ تم اب آخرت کی منزل کی طرف جا رہے ہو بیخوف رہو تم پر وہاں کوئی کھٹکا نہیں۔تم اپنے پیچھے جو دنیا چھوڑے جا رہے ہو اس پر بھی کوئی غم و رنج نہ کرو۔تمہارے اہل و عیال،مال و متاع کی دین و دیانت کی حفاظت ہمارے ذمے ہے۔ہم تمہارے خلیفہ ہیں۔تمہیں ہم خوش خبری سناتے ہیں کہ تم جنتی ہو تمہیں سچا اور صحیح وعدہ دیا گیا تھا وہ پورا ہو کر رہے گا۔پس وہ اپنے انتقال کے وقت خوش خوش جاتے ہیں کہ تمام برائیوں سے بچے اور تمام بھلائیاں حاصل ہوئیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔مومن کی روح سے فرشتے کہتے ہیں اے پاک روح جو پاک جسم میں تھی چل اللہ کی بخشش انعام اور اس کی نعمت کی طرف۔چل اس اللہ کے پاس جو تجھ پر ناراض نہیں۔یہ بھی مروی ہے کہ جب مسلمان اپنی قبروں سے اٹھیں گے اسی وقت فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور انہیں بشارتیں سنائیں گے۔

حضرت ثابت جب اس سورت کو پڑھتے ہوئے اس آیت تک پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ مومن بندہ جب قبر سے اٹھے گا تو وہ دو فرشتے جو دنیا میں اس کے ساتھ تھے اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں ڈر نہیں گھبرا نہیں غمگین نہ ہو تو جنتی ہے خوش ہو جا تجھ سے اللہ کے جو وعدے تھے پورے ہوں گے۔ غرض خوف امن سے بدل جائے گا آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل مطمئن ہو جائے گا۔ قیامت کا تمام خوف دہشت اور وحشت دور ہو جائے گی۔ اعمال صالحہ کا بدلہ اپنی آنکھوں دیکھے گا اور خوش ہوگا۔ الحاصل موت کے وقت قبر میں اور قبر سے اٹھتے ہوئے ہر وقت ملائیکہ رحمت اس کے ساتھ رہیں گے اور ہر وقت بشارتیں سناتے رہیں گے، ان سے فرشتے یہ بھی کہیں گے کہ زندگانی دنیا میں بھی ہم تمہارے رفیق وولی تھے تمہیں نیکی کی راہ سمجھاتے تھے خیر کی رہنمائی کرتے تھے۔ تمہاری حفاظت کرتے رہتے تھے، ٹھیک اسی طرح آخرت میں بھی ہم تمہارے ساتھ رہیں گے تمہاری وحشت ودہشت دور کرتے رہیں گے قبر میں، حشر میں، میدان قیامت میں، پل صراط پر، غرض ہر جگہ ہم تمہارے رفیق اور دوست اور ساتھی ہیں۔ نعمتوں والی جنتوں میں پہنچا دینے تک تم سے الگ نہ ہوں گے وہاں جو تم چاہو گے ملے گا۔ جو خواہش ہوگی پوری ہوگی، یہ مہمانی یہ عطا یہ انعام یہ ضیافت اس اللہ کی طرف سے ہے جو بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔ اس کا لطف ورحم اس کی بخشش اور کرم بہت وسیع ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ |
| وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ○ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ○ |
| ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے دوست اور مددگار ہیں اور آخرت میں، اور تمہارے لئے وہاں ہر وہ نعمت ہے جسے تمہارا جی چاہے |
| اور تمہارے لئے وہاں وہ تمام چیزیں ہیں جو تم طلب کرو۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔ |

## دنیا وآخرت میں فرشتوں کا اہل ایمان کے ساتھ رہنے کا بیان

"نحن أولياؤكم في الحياة الدنيا " أي نحفظكم فيها "وفي الآخرة " أي نكون معكم فيها حتى تدخلوا الجنة "ولكم فيها ما تشتهي أنفسكم ولكم فيها ما تدعون " تطلبون، "نزلا" رزقا مهيئا منصوب بجعل مقدرا "من غفور رحيم" أي الله،

ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے دوست اور مددگار ہیں یعنی تمہاری حفاظت کرتے تھے۔ اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گے حتیٰ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، اور تمہارے لئے وہاں ہر وہ نعمت ہے جسے تمہارا جی چاہے اور تمہارے لئے وہاں وہ تمام چیزیں حاضر ہیں جو تم طلب کرو۔ یہ بے حد بخشنے والے، نہایت مہربان اللہ کی طرف سے مہمانی ہے۔ یہاں پر لفظ نزلا یہ جعل فعل مقدر کے سبب منصوب ہے۔

حضرت سعید بن مسیب اور حضرت ابوہریرہ کی ملاقات ہوتی ہے تو حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم دونوں کو جنت

کے بازار میں ملائے۔ اس پر حضرت سعید نے پوچھا کیا جنت میں بھی بازار ہوں گے؟ فرمایا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے اور اپنے اپنے مراتب کے مطابق درجے پائیں گے تو دنیا کے اندازے سے جمعہ والے دن انہیں ایک جگہ جمع ہونے کی اجازت ملے گی۔ جب سب جمع ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اس کا عرش ظاہر ہوگا۔ وہ سب جنت کے باغیچے میں نور لولو یاقوت زبرجد اور سونے چاندی کے منبروں پر بیٹھیں گے، جو نیکیوں کے اعتبار سے کم درجے کے ہیں لیکن جنتی ہونے کے اعتبار سے کوئی کسی سے کمتر نہیں وہ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے لیکن اپنی جگہ اتنے خوش ہوں گے کہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل مجلس میں نہیں جانتے ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں دیکھو گے۔ آدھے دن کے سورج اور چودھویں رات کے چاند کو جس طرح صاف دیکھتے ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے۔ اس مجلس میں ایک ایک سے اللہ تبارک وتعالیٰ بات چیت کرے گا یہاں تک کہ کسی سے فرمائے گا۔ یاد ہے فلاں دن تم نے فلاں کا خلاف کیا تھا؟ وہ کہے گا کیوں جناب باری تو تو وہ خطا معاف فرما چکا تھا پھر اس کا کیا ذکر؟ کہے گا ہاں ٹھیک ہے اسی میری مغفرت کی وسعت کی وجہ سے ہی تو اس درجے پر پہنچا۔ یہ اسی حالت میں ہوں گے کہ انہیں ایک ابر ڈھانپ لے گا اور اس سے ایسی خوشبو برسے گی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی تھی۔ پھر رب العالمین عزوجل فرمائے گا کہ اٹھو اور میں نے جو انعام واکرام تمہارے لئے تیار کر رکھے ہیں انہیں لو۔ پھر یہ سب ایک بازار میں پہنچیں گے جسے چاروں طرف سے فرشتے گھیرے ہوئے ہوں گے وہاں وہ چیزیں دیکھیں گے جو نہ کبھی دیکھی تھیں نہ سنی تھیں نہ کبھی خیال میں گزری تھیں۔ جو شخص جو چیز چاہے گا لے لے گا خرید فروخت وہاں نہ ہوگی۔ بلکہ انعام ہوگا۔ وہاں تمام اہل جنت ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے ایک کم درجے کا جنتی اعلیٰ درجے کے جنتی سے ملاقات کرے گا تو اس کے لباس وغیرہ کو دیکھ کر جی میں خیال کرے گا وہیں اپنے جسم کی طرف دیکھے گا کہ اس سے بھی اچھے کپڑے اس کے ہیں۔ کیونکہ وہاں کسی کو کوئی رنج وغم نہ ہوگا۔ اب ہم سب لوٹ کر اپنی اپنی منزلوں میں جائیں گے وہاں ہماری بیویاں ہمیں مرحبا کہیں گے اور کہیں گی کہ جس وقت آپ یہاں سے گئے تب یہ تروتازگی اور یہ نورانیت آپ میں نہ تھی لیکن اس وقت تو جمال وخوبی اور خوشبو اور تازگی بہت ہی بڑھی ہوئی ہے۔ یہ جواب دیں گے کہ ہاں ٹھیک ہے ہم آج اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تھے اور یقیناً ہم بہت ہی بڑھ چڑھ گئے۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، قیامت کا بیان)

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنے کو چاہتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو برا جانے اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے صحابہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تو موت کو مکروہ جانتے ہیں آپ نے فرمایا اس سے مراد موت کی کراہیت نہیں بلکہ مومن کی سکرات کے وقت اس کے پاس اللہ کی طرف سے خوشخبری آتی ہے جسے سن کر اس کے نزدیک اللہ کی ملاقات سے زیادہ محبوب چیز کوئی نہیں رہتی۔ پس اللہ بھی اس کی ملاقات پسند فرماتا ہے اور فاجر یا کافر کی سکرات کے وقت جب اسے اس برائی کی خبر دی جاتی ہے جو اسے اب پہنچنے والی ہے تو وہ اللہ کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے۔ پس اللہ

بھی اس کی ملاقات کو مکروہ رکھتا ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کی بہت سی اسنادیں ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ٥ |
| اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے: |
| بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ |

## ایمان و نیک اعمال کی طرف بلانے والے کا بیان

"ومن أحسن قولا" أي لا أحد أحسن قولا "ممن دعا إلى الله" بالتوحيد،

اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے یعنی کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے یعنی اس کی توحید کی جانب لائے۔ اور نیک عمل کرے اور کہے: بیشک میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

## سورہ فصلت آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ آیت مؤذنوں کے حق میں نازل ہوئی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ جو کوئی کسی طریقہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے وہ اس میں داخل ہے۔ دعوت الی اللہ کے کئی مرتبے ہیں اوّل دعوت انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام معجزات اور حجج و براہین وسیف کے ساتھ، یہ مرتبہ انبیاء ہی کے ساتھ خاص ہے۔ دوّم دعوت علماء فقط حجج و براہن کے ساتھ، اور علماء کئی طرح کے ہیں ایک عالم باللہ، دوسرے عالم بصفاتِ اللہ، تیسرے عالم باحکام اللہ۔ مرتبہ سوم دعوت مجاہدین ہے یہ کفار کو سیف کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ دین میں داخل ہوں اور طاعت قبول کر لیں۔ مرتبہ چہارم مؤذنین کی دعوت نماز کے لئے عمل صالح کی دو قسم ہے ایک وہ جو قلب سے ہو، وہ معرفتِ الٰہی ہے، دوسرے جو اعضاء سے ہو تو وہ تمام طاعات ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فصلت، لاہور)

## احسن قول کے مفہوم کا بیان

یہ مومنین کاملین کا دوسرا حصہ احوال ہے کہ وہ صرف خود ہی اپنے ایمان و عمل پر قناعت نہیں کرتے بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں۔ اور فرمایا کہ اس سے اچھا کس کا قول ہو سکتا ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ معلوم ہوا کہ انسان کے کلام میں سب سے افضل واحسن وہ کلام ہے جس میں دوسروں کو دعوت حق دی گئی ہو، اس میں دعوت الی اللہ کی سب صورتیں داخل ہیں۔ زبان سے تحریر سے یا کسی عنوان سے، اذان دینے والا بھی اس میں داخل ہے، کیونکہ وہ دوسروں کو نماز کی طرف بلاتا ہے۔ اسی لئے حضرت صدیقہ عائشہ نے فرمایا کہ یہ آیت موذنوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اس دعا الی اللہ کے بعد عمل صالحاً آیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھ لے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اذان واقامت کے درمیان جو دعا کی جاتی ہے وہ رد نہیں ہوتی۔ (رواہ ابوداؤد، مظہری، سورہ فصلت، لاہور)

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ۝

اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ اس کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔

## اچھائی اور برائی کے برابر نہ ہونے کا بیان

"ولا تستوی الحسنة ولا السيئة" فی جزئياتهما لأن بعضهما فوق بعض "ادفع" السيئة "بالتی" ای بالخصلة التی "هی أحسن" كالغضب بالصبر والجهل بالحلم والإساءة بالعفو "فإذا الذی بينك وبينه عداوة كانه ولی حميم" ای فيصير عدوك كالصديق القريب فی محبته إذا فعلت ذلك فالذی مبتدأ وكانه الخبر وإذا ظرف لمعنى التشبيه،

اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ کیونکہ ان دونوں کی جزئیات ایک دوسرے میں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ برائی کو اس طریقے کے ساتھ ہٹا جو سب سے اچھا ہے، جس طرح غصے کو صبر کے ساتھ اور جہالت کو بردباری کے ساتھ اور برائی کو درگزر کے ساتھ دور کرے۔ تو اچانک وہ شخص کہ تیرے درمیان اور اس کے درمیان دشمنی ہے، ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے۔ یعنی تیرا دشمن محبت میں قریبی دوست کی طرح بن جائے گا۔ لہٰذا جب تو ایسا کرے گا۔ الذی مبتداء ہے اور کانہ اس کی خبر ہے۔ اور اذا ظرف بہ معنی تشبیہ ہے۔

## سورہ فصلت آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابوسفیان کے حق میں نازل ہوئی کہ باوجود ان کی شدت عداوت کے نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ سلوکِ نیک کیا، ان کی صاحب زادی کو اپنی زوجیت کا شرف عطا فرمایا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ صادق المحبت، جان نثار ہو گئے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ فصلت، لاہور)

یہاں سے دعوت الی اللہ کی خدمت انجام دینے والوں کو خاص ہدایات دی گئی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیں بلکہ صبر اور احسان سے کام لیں اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی داعیان حق کی خصلت یہ ہونی چاہئے کہ وہ لوگوں کو برائی کو طریق احسن سے دفع کریں۔ وہ یہ کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہ لینا اور معاف کر دینا تو عمل حسن ہے اور۔ احسن یہ ہے کہ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا، تم اس کو معاف بھی کر دو اور اس کے ساتھ احسان کا برتاؤ کرو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم یہ ہے کہ جو شخص تم پر غصہ کا اظہار کرے، تم اس کے مقابلہ میں صبر سے کام لو۔ جو تمہارے ساتھ جہالت سے پیش آوے تم اس کے ساتھ حلم و بردباری کا معاملہ کرو اور جس نے تمہیں ستایا اس کو معاف کر دو۔ بعض روایات میں ہے کہ صدیق اکبر کو کسی شخص

نے گالی دی یا برا کہا تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر تم اپنے کلام میں سچے ہو کہ میں مجرم وخطا وار اور برا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمادے، اور اگر تم نے جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمادے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○ |
| اور یہ صرف انہی لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہوتا ہے۔ |

## صبر اور حلم جیسے اوصاف کا بیان

"وما یلقاھا" أی یؤتی الخصلة التی ھی أحسن " إلا الذین صبروا وما یلقھا إلا ذو حظ" ثواب

اور یہ خوبی صرف انہی لوگوں کو عطا کی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں، اور یہ توفیق صرف اسی کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا یعنی ثواب والا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مومن یعنی کامل مومن کہ جو عالم باعمل ہوتا ہے) خوش خلقی کے سبب وہ درجہ ومرتبہ حاصل کرتا ہے جو عبادت وذکر الٰہی کے لئے شب بیداری کرنے والے اور ہمیشہ دن میں روزہ رکھنے والے کو ملتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر1011)

حضرت سہیل فرماتے ہیں کہ خوش خلقی کا سب سے کم تر درجہ یہ ہے کہ لوگوں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کیا جائے انتقام لینے سے گریز کیا جائے اور یہ کہ نہ صرف ظالم کے ظلم سے درگزر کیا جائے بلکہ اس کے حق میں مغفرت وبخشش کی دعا کی جائے اور اس کے تئیں رحم وشفقت کو اختیار کیا جائے۔

## انتقام کی قدرت کے باوجود معاف کردینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے عرض کیا میرے پروردگار تیرے بندوں میں سے کون بندہ تیرے نزدیک زیادہ عزیز ہے پروردگار نے فرمایا وہ بندہ جو قادر ہونے کے باوجود عفوودرگزر کرے۔ تشریح یعنی اگر اس پر کسی شخص نے کوئی ظلم کیا اور اس کو رنج وتکلیف میں مبتلا کیا تو وہ اس سے انتقام لینے کی طاقت وقدرت رکھنے کے باوجود اس کو معاف کردے حضرت موسیٰ کی طبیعت چونکہ جلالی کیفیت غالب تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس جواب کے ذریعہ گویا ان کی تلقین کہ وہ عفودرگزر کا رویہ اختیار کریں۔ جامع صغیر کی ایک روایت میں منقول ہے جو شخص انتقام لینے کی طاقت وقدرت کے باوجود عفودرگزر کرے تو اللہ تعالیٰ یوم عسرت یعنی قیامت کے دن اس کے ساتھ عفوودرگزر فرمائے گا۔

(مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر1043)

| |
|---|
| وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ |
| اور اگر شیطان کی وسوسہ اندازی سے تمہیں کوئی وسوسہ آجائے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کر، بیشک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## شیطان کے وسواس سے بچنے کیلئے تعوذ کا بیان

"وإما" فيه إدغام نون إن الشرطية في ما الزائدة "ينزغنك من الشيطان نزغ" أي يصرفك عن الخصلة وغيرها من الخير صارف "فاستعذ بالله" جواب الشرط وجواب الأمر محذوف , أي يدفعه عنك "إنه هو السميع" للقول "العليم" بالفعل،

اور (اے بندہ مومن!) اگر شیطان کی وسوسہ اندازی سے تمہیں کوئی وسوسہ آ جائے۔ یہاں پر لفظ اُما میں اِن شرطیہ کے نون کا میم میں ادغام ہے اور ماء زائدہ ہے۔ یعنی جب وہ آپ کو اچھی خصلت سے پھیرے۔ تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کر، یہ جواب شرط ہے اور جواب امر محذوف ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اس سے دور کرلیا کر۔ بیشک وہ قول کو سننے والا، فعل کو جاننے والا ہے۔

## شیطان کا لوگوں کے پاس آ کر وسواس دلوانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم میں سے بعض آدمیوں کے پاس شیطان آتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور اس چیز کو کس نے پیدا کیا؟ تا آنکہ پھر وہ یوں کہتا ہے کہ تیرے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب نوبت یہاں تک آ جائے تو اس کو چاہیے کہ اللہ سے پناہ مانگے اور اس سلسلہ کو ختم کر دے۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 61)

شیطان انسان کے روحانی ارتقاء کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کا بنیادی نصب العین ہی یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کو، جو اللہ کی ذات و صفات پر ایمان و یقین رکھتے ہیں، ورغلانے اور بہکانے میں لگا رہے ہیں، یہی نہیں کہ وہ فریب کاری کے ذریعہ انسان کے نیک عمل اور اچھے کاموں میں رکاوٹ اور تعطل پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے بلکہ اس زبردست قدرت کے بل پر کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے تکوینی مصلحت کے تحت اس کو دی ہے۔

وسوسہ اندازی کے ذریعہ انسان کی سوچ فکر اور خیالات کی دنیا میں مختلف انداز کے شبہات اور برائی بھی پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جن لوگوں کی سوچ' فکر اور حیالات کے سرچشموں پر ایمان و یقین کی مضبوط گرفت ہوتی ہے وہ اپنے ایمان کی فکری اور شعوری طاقت سے شیطان کے وسوسوں کو ناکارہ بنا دیتے ہیں، چنانچہ اس حدیث میں جہاں بعض شیطانی وسوسوں کی نشان دہی کی گئی ہے وہیں اس پہلو کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو ان وسوسوں کو غیر موثر اور ناکارہ بنانے سے تعلق رکھتا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ پہلے تو شیطان اللہ کی مخلوقات اور موجودات کے بارہ میں وسوسہ اندازی کرتا ہے، مثلاً فکر و خیال میں یہ بات ڈالتا ہے کہ انسان کو وجود کس نے بنایا، یہ زمین و آسمان کی تخلیق کس کا کارنامہ ہے۔

چونکہ اللہ کی ذات و صفات پر ایمان رکھنے والوں کی عقل سلیم کائنات کی تمام مخلوقات و موجودات کی تخلیقی و تکوینی نوعیت کا بدیہی شعور و ادراک رکھتی ہے اس لئے مخلوقات کی حد تک شیطان کی وسوسہ اندازی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی لیکن معاملہ وہاں نازک ہو جاتا ہے جب یہ سلسلہ نازک ہو کر ذات باری تعالیٰ تک پہنچ جائے اور وسوسہ شیطانی دل و دماغ سے سوال کرے جب یہ زمین و آسمان

اور ساری مخلوقات اللہ کی پیدا کردہ ہیں تو پھر خود اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ فرمایا گیا کہ جوں ہی یہ وسوسہ پیدا ہوا پنے اللہ سے پناہ مانگو اور اپنے ذہن سے اس فاسد خیال کو فوراً جھٹک دو تا کہ وسوسہ شیطانی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اللہ کی پناہ چاہنے کا مطلب محض زبان سے چند الفاظ ادا کر لینا نہیں ہے بلکہ یہ کہ ایک طرف تو اپنے فکر وخیال کو یکسو کر کے اس عقیدہ یقین کی گرفت میں دے دو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم ہے، وہ واجب الوجود ہے اس کو کسی نے پیدا نہیں کیا، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

اور دوسری طرف ریاضت ومجاہدہ اور ذات باری تعالیٰ کے ذکر واستغراق کے ذریعہ اپنے نفس کے تزکیہ اور ذہن وفکر کے تحفظ اور سلامتی کی طرف متوجہ رہو۔ وسوسہ کی راہ روکنے کا ایک فوری موثر طریقہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ مجلس بدل دی جائے۔ یعنی جس جگہ بیٹھے یا لیٹے ہوئے اس طرح کا وسوسہ پیدا ہو وہاں سے فوراً ہٹ جائے اور کسی دوسری جگہ جا کر کسی کام اور مشغلہ میں لگ جائے اس طرح دھیان فوری طور پر ہٹ جائے گا اور وسوسہ کی راہ ماری جائے گی۔

## وسوسہ کی قابل مؤاخذہ وعدم مؤاخذہ اقسام کا بیان

"وسوسہ" گناہ یا کفر سے متعلق اس خیال کو کہتے ہیں جو دل میں گزرے یا شیطان دل ودماغ میں ڈالے اس کے مقابلہ پر "الہام" اس اچھے اور نیک خیال کو فرماتے ہیں جو اللہ کی طرف سے دل ودماغ میں ڈالا جاتا ہے۔ وسوسہ کی قسمیں وسوسہ کی مختلف صورتیں اور نوعیتیں ہوتی ہیں اور اسی اعتبار سے علماء نے اس کی الگ الگ قسمیں متعین کی ہیں چنانچہ وسوسہ کی ایک قسم تو "ضروری یعنی اضطراری" ہے اور دوسری قسم "اختیاری" ہے۔

ضروری یا اضطراری وسوسہ اس کو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کا یا ایمان ویقین کے منافی کسی بات کا خیال اچانک اور بے اختیار دل ودماغ میں گزر جائے اس کو اصطلاحی طور پر "ہاجس" سے تعبیر کیا جاتا ہے اس (ہاجس) کی معافی گزشتہ امتوں میں بھی رہی ہے اور اس امت میں بھی ہے اور اگر وہی برا خیال دل ودماغ میں ٹھہر جائے اور خلجانی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کو "خاطر" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ (خاطر) بھی امت سے معاف ہے۔ "اختیاری وسوسہ" اس کو فرماتے ہیں کہ کسی گناہ یا ایمان ویقین کے منافی کسی بات کا خیال دل ودماغ میں پیدا ہو، ٹھہرا رہے، لگا تار رہے۔ مستقل خلجان کرتا رہے، طبیعت کی خواہش بھی اس کے کرنے کی ہو اور ایک گونہ لذت ومحبت بھی اس کے تئیں محسوس ہو۔ اختیاری وسوسہ کی یہ صورت "ہم" کہلاتی ہے۔

اور یہ بھی صرف اس امت سے معاف ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں اور جب تک یہ عملی صورت اختیار نہ کرے اس پر کوئی گناہ نامہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اگر عمل کا قصد ہو جائے اور پھر اپنے آپ کو عمل سے باز رکھے تو اس کے عوض نیکی لکھی جاتی ہے۔ "ہم" کے مقابلہ پر اختیاری وسوسہ کی دوسری صورت کا نام عزم ہے یعنی انسانی طبیعت اور نفس کا کسی برے خیال اور بری بات کو اپنے اندر کرنا اور جما لینا اور نہ صرف یہ کہ اس خیال سے نفرت وکراہیت نہ ہو بلکہ اس پر عمل کرنے کا ایسا پختہ ارادہ کر لینا کہ اگر کوئی خارجی مانع نہ ہو اور اسباب وذرائع مہیا ہوں تو وہ یقینی طور پر عملی صورت اختیار کر لے وسوسہ کی یہ صورت ایسی ہے جو قابل مواخذہ ہے لیکن اس مواخذہ کی نوعیت عملی طور پر ہونے والے مواخذہ سے ہلکی ہوگی۔

مطلب یہ کہ وسوسہ جب تک اندر رہے گا اس پر کم گناہ ہوگا اور جب اندر سے نکل کر عملی صورت اختیار کرے گا تو گناہ زیادہ ہوگا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وسوسہ کی مذکورہ بالا تقسیم ان افعال واعمال کی نسبت سے ہے جن کے وقوع اور صدور کا تعلق ظاہری اعضاء جسم سے جیسے زنا اور چوری وغیرہ وغیرہ جو باتیں دل ودماغ کا فعل کہلاتی ہیں جیسے براعقیدہ اور حسد وغیرہ وغیرہ تو وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں ان کے ہمیشہ استمرار پر بھی مواخذہ ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ |
| وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ |
| اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، نہ سورج کو سجدہ کیا کرو اور نہ ہی چاند کو، اور سجدہ |
| صرف اللہ کے لئے کیا کرو جس نے ان کو پیدا فرمایا ہے اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ |

## سورج و چاند وغیرہ کا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے کا بیان

"ومن آياته الليل والنهار والشمس والقمر لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذى خلقهن" أى الآيات الأربع،

اور رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں، نہ سورج کو سجدہ کیا کرو اور نہ ہی چاند کو، اور سجدہ صرف اللہ کے لئے کیا کرو جس نے ان سب کو پیدا فرمایا ہے اگر تم اسی کی بندگی کرتے ہو۔ جس نے ذکر کردہ چاروں نشانیوں کو پیدا کیا ہے۔

## سجدے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کیلئے ہونے کا بیان

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ صرف خالق کائنات کا حق ہے۔ اس کے سوا کسی ستارے یا انسان وغیرہ کو سجدہ کرنا حرام ہے، خواہ وہ عبادت کی نیت سے ہو یا محض تعظیم وتکریم کی نیت سے، دونوں صورتیں باجماع امت حرام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو عبادت کی نیت سے کسی کو سجدہ کرے گا وہ کافر ہو جاویگا اور جس نے محض تعظیم وتکریم کے لئے سجدہ کیا اس کو کافر نہ کہیں گے مگر ارتکاب حرام کا مجرم اور فاسق کہا جائے گا۔ سجدہ عبادت تو اللہ کے سوا کسی کو کسی امت وشریعت میں حلال نہیں رہا۔ کیونکہ وہ شرک میں داخل ہے۔ اور شرک تمام شرائع انبیاء میں حرام رہا ہے۔ البتہ کسی کو تعظیماً سجدہ کرنا، یہ پچھلی شریعتوں میں جائز تھا۔ دنیا میں آنے سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے لئے سب فرشتوں کو سجدہ کا حکم ہوا۔ یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور بھائیوں نے سجدہ کیا جس کا ذکر قرآن میں موجود ہے مگر باتفاق فقہاء امت یہ حکم ان شریعتوں میں تھا۔ اسلام میں منسوخ قرار دیا گیا اور غیر اللہ کو سجدہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا۔

| |
|---|
| فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ۝ |
| پھر اگر وہ تکبر کریں تو وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔ |

## فرشتوں کا دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا بیان

"فإن استكبروا "عن السجود لله وحده "فالذين عند ربك " أى فالملائكة "يسبحون" يصلون "له بالليل والنهار وهم لا يسأمون" لا يملون،

پھر اگر وہ اللہ وحدہ کو سجدہ کرنے سے تکبر کریں تو وہ فرشتے جو تیرے رب کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کرتے ہیں یعنی وہ اسی کیلئے دن رات میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ نہیں اکتاتے۔

## سورہ فصلت آیت ۳۸ کے آیت سجدہ ہونے میں فقہی مذاہب کا بیان

اس پر تو امت کا اجماع ہے کہ اس سورت میں سجدہ تلاوت واجب ہے مقام سجدہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما پہلی آیت کے ختم پر سجدہ کرتے تھے یعنی (آیت) اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ پر اور اسی کو امام مالک نے اختیار فرمایا ہے اور حضرت ابن عباس دوسری آیت کے آخر یعنی لایسمون پر سجدہ کرتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر نے بھی یہی فرمایا کہ دوسری آیت کے ختم پر سجدہ کریں۔ مسروق، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابراہیم نخعی، ابن سیرین، قتادہ وغیرہ، جمہور فقہاء لایسمون۔ ہی پر سجدہ کرتے تھے۔

امام ابوبکر جصاص نے احکام القرآن میں فرمایا کہ یہی مذہب تمام ائمہ حنفیہ کا ہے اور فرمایا کہ اختلاف کی بنا پر احتیاط بھی اسی میں ہے کہ دوسری آیت کے ختم پر سجدہ کیا جائے کیونکہ اگر سجدہ پہلی آیت سے واجب ہو چکا ہے تو وہ اب ادا ہو جائے گا اور اگر اسی آیت سے واجب ہے تو اس کا ادا ہونا خود ظاہر ہے۔ (احکام القرآن، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ |
| اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی دیکھتا ہے، پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی |
| ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ |

## خشک زمین کے لہلہانے سے استدلال قدرت کا بیان

"ومن آياته أنك ترى الأرض خاشعة " يابسة لا نبات فيها "فإذا أنزلنا عليها الماء اهتزت" تحركت "وربت" انتفخت وعلت،

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ بے شک تو زمین کو دبی ہوئی دیکھتا ہے، یعنی وہ خشک زمین جس میں نباتات نہیں ہوتیں۔ پھر جب ہم اس پر پانی اتارتے ہیں تو وہ لہلہاتی ہے اور پھولتی ہے۔ اور ابھرنے لگتی ہے۔ بے شک وہ جس نے اسے زندہ کیا، یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والا ہے، یقیناً وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

## زمین کی روئیدگی سے معاد پر دلیل کا بیان

اس قدر خشک ہو چکی تھی کہ اس کی اوپر کی سطح خشکی کی وجہ سے پتھر کی طرح بن چکی تھی۔ اوپر سے پانی برسا تو وہ پھولنے لگی۔ بارش کے پانی کی اس مٹی میں آمیزش سے اس میں روئیدگی کے آثار پیدا ہو گئے۔ اور وہ بیج جو کبھی کے زیر زمین پڑے ہوئے تھے۔ ان میں زندگی کے آثار پیدا ہوئے تو اس پھولی ہوئی زمین سے ان بیجوں کے پودوں کی کونپلیں زمین سے باہر نکل آئیں۔ حتیٰ کہ زمین نباتات سے لہلہا اٹھی اور اس پر جوبن آ گیا پھر اس بارش سے کئی جانور مینڈک، پپیہے اور حشرات الارض بھی پیدا ہو گئے۔ بالکل ایسی ہی صورت قیامت کے قریب واقع ہوگی آسمان سے ایک خاص قسم کی بارش برسے گی جس سے تمام مردوں میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی۔ پھر نفخہ صور ثانی کے وقت تمام مرے ہوئے انسان اپنی قبروں سے اس طرح نکل آئیں گے جیسے کونپل زمین سے نکل آتی ہے پھر وہ میدان محشر کی طرف چل کھڑے ہوں گے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ |
| اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ |
| بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے، تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے |
| بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟ تم کرو جو چاہو، بے شک وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## ملحدین کو جہنم میں ڈال دیئے جانے کا بیان

"إن الذين يلحدون " من ألحد ولحد "في آياتنا " القرآن بالتكذيب "لا يخفون علينا " فنجازيهم "أفمن يلقى في النار خير أم من يأتي آمنا يوم القيامة اعملوا ما شئتم إنه بما تعملون بصير "

تهديد لهم

بے شک وہ لوگ جو ہماری آیات یعنی قرآن کے بارے میں ٹیڑھے چلتے ہیں، یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہاں پر لفظ یلحدون یہ الحاد اور لحد سے مشتق ہے۔ وہ ہم پر مخفی نہیں رہتے، پس ہم انہیں جزاء دیں گے۔ تو کیا وہ شخص جو آگ میں پھینکا جائے بہتر ہے، یا جو امن کی حالت میں قیامت کے دن آئے؟ تم کرو جو چاہو، بے شک وہ اسے جو تم کر رہے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ یہ ان کیلئے تہدید ہے۔

## الحاد کے معنی و مفہوم کا بیان

الحاد کے معنی ابن عباس سے کلام کو اس کی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنے کے مروی ہیں اور قتادہ وغیرہ سے الحاد کے معنی کفر و عناد ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ملحد لوگ ہم سے مخفی نہیں۔ ہمارے اسماء و صفات کو ادھر ادھر کر دینے والے ہماری نگاہوں میں ہیں۔ انہیں ہم بدترین سزائیں دیں گے۔ سمجھ لو کہ کیا جہنم واصل ہونے والا اور تمام خطروں سے بچ رہنے والا برابر ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بدکار

کافرو! جو چاہو عمل کرتے چلے جاؤ۔ مجھ سے تمہارا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ باریک سے باریک چیز بھی میری نگاہوں سے اوجھل نہیں، ذکر سے مراد بقول ضحاک سدی اور قتادہ قرآن ہے، وہ باعزت باتوقیر ہے اس کے مثل کسی کا کلام نہیں اس کے آگے پیچھے سے یعنی کسی طرف سے اس سے باطل مل نہیں سکتا، یہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

جو اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے۔ اس کے تمام تر احکام بہترین انجام والے ہیں، تجھ سے جو کچھ تیرے زمانے کے کفار کہتے ہیں یہی تجھ سے اگلے نبیوں کو ان کی کافر امتوں نے کہا تھا۔ پس جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ جو بھی تیرے رب کی طرف رجوع کرے وہ اس کے لئے بڑی بخششوں والا ہے اور جو اپنے کفر وضد پر اڑا رہے مخالفت حق اور تکذیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز نہ آئے اس پر وہ سخت دردناک سزائیں کرنے والا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی بخشش اور معافی نہ ہوتی تو دنیا میں ایک متنفس جی نہیں سکتا تھا اور اگر اس کی پکڑ دکڑ عذاب سزا نہ ہوتی تو ہر شخص مطمئن ہو کر ٹیک لگا کر بے خوف ہو جاتا۔

## ملحد اور زندیق کی سزا کا بیان

حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا پھر جب اس بات کی خبر حضرت ابن عباس کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان کو نہ جلاتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ممانعت فرمائی ہے کہ کسی شخص کو ایسے عذاب میں مبتلا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرح ہو جیسے کسی کو آگ میں جلانا بلکہ میں ان کو قتل کر دیتا کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر دو۔

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 693)

اصل میں "زندیق" مجوسیوں کی ایک قوم کا نام ہے جو زردشت مجوس کی اختراع کی ہوئی کتاب زند کے پیروکار ہیں لیکن اصطلاح عام میں ہر ملحد فی الدین کو زندیق کہا جاتا ہے، چنانچہ یہاں بھی زندیق سے وہ لوگ مراد ہیں جو دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تھے۔ بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جن لوگوں کو زندیق کہا گیا ہے وہ دراصل عبداللہ ابن سبا کی قوم میں سے کچھ لوگ تھے جو حدود اسلام میں فتنہ وفساد برپا کرنے اور امت کو گمراہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے اور حضرت علی کے بارے میں خدائی کا دعویٰ کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی نے ان کے اس عظیم فتنہ کا سر کچلنے کے لئے ان سب کو پکڑ وابلایا اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ سب توبہ کریں اور یہ فتنہ پھیلانے سے باز رہیں لیکن جب انہوں نے اس سے انکار کر دیا تو حضرت علی نے ایک گڑھا کھدوا کر اس میں آگ جلوائی اور ان سب کو آگ کے اس گڑھے میں ڈلوا دیا۔ منقول ہے کہ جب حضرت ابن عباس کا مذکورہ قول حضرت علی تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک ابن عباس نے سچ کہا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اس مسئلہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور اس مصلحت کے پیش نظر ان سب کو جلوا دیا کہ یہی لوگ نہیں بلکہ ان کا عبرتناک انجام دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس قسم کی مفسدہ پردازی سے باز رہیں۔

## بعض کفریہ کلمات اوران سے بچنے کا بیان

علامہ نظام الدین حنفی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حرام مال کسی فقیر کو ثواب کی نیت سے دے اور ثواب کی امید رکھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اگر فقیر کو یہ معلوم تھا کہ یہ مال حرام ہے اور کے باوجود اس نے وہ مال لے لیا اور دینے والے کو دعا دی اور اس دینے والے نے آمین کہی، تو وہ کافر ہوگا۔ ایک شخص سے کہا گیا کہ ''حلال مال کھاؤ'' اس نے کہا کہ ''مجھے تو حرام مال بہت پیارا ہے'' تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اور اگر اس کے جواب میں یہ کہا کہ ''اس دنیا میں کسی ایک حلال کھانے والے کو لاؤ تا کہ میں اسے سجدہ کروں'' تو وہ اس کہنے سے کافر ہو جائے گا، کسی نے ایک شخص سے کہا کہ ''حلال کھایا کرو'' جواب میں اس نے کہا کہ ''مجھے تو حرام چاہئے'' تو وہ کافر ہو گیا۔

کسی فاسق کے لڑکے نے شراب پی۔ پھر اس کے عزیز واقارب آ کر اس پر روپے نچھاور کرنے لگے تو وہ سب کافر ہو گئے اور اگر نچھاور نہیں کیا بلکہ کہا کہ " تمہیں مبارک ہو" تو بھی کافر ہو جائیں گے۔ اگر کسی نے کہا کہ شراب کی حرمت قرآن سے نہیں ثابت ہوتی تو وہ کافر ہو جائے گا۔

کسی نے شراب پینے والے سے کہا کہ قرآن سے شراب کی حرمت ثابت ہے پھر تو شراب کیوں پیتے ہو تو بہ کیوں نہیں کرتے ؟ تو اس کے جواب میں شرابی نے کہا کہ "از شیر مادر شکیبد "یعنی کیا ماں کے دودھ سے صبر ہو سکتا ہے؟ تو وہ اس کے کہنے سے کافر نہیں ہوگا، اس وجہ سے کہ یا تو یہ استفہام ہے یا شراب اور دودھ میں شغف کے اندر برابری ظاہر کرنا ہے۔ اگر کوئی حالت حیض میں اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کو حلال سمجھے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اسی طرح وہ بھی کافر سمجھا جائے گا جو اپنی بیوی سے اغلام (لواطت) کو جائز جانے۔

اور نوادر میں امام محمد سے روایت ہے کہ ان دونوں صورتوں میں کافر نہیں ہوتا اور اس حکم کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ ایک شخص نے شراب پی اور پھر کہا کہ "جو شخص ہمارے اس کیف میں ہمارا شریک مسرت ہے اصل مسرت اسی کی ہے اور جو شخص ہمارے اس کیف ومسرت سے ناراض ہے وہ گھاٹے میں ہے" تو وہ کافر ہو گیا۔

اسی طرح وہ شراب پینے میں مشغول تھا تو اس نے کہا کہ مسلمان ہونے کو آشکارا کر رہا ہوں یا مسلمان ہونا ظاہر ہو رہا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔ اگر بدکار اور شرابی نے یہ کہا کہ اگر شراب کا کوئی قطرہ گر جائے گا۔ تو جبرائیل علیہ السلام اپنے پیروں سے اٹھائیں گے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔ ایک فاسق سے کسی نے کہا کہ تو ہر دن اس طرح صبح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق اللہ کو تکلیف دیتا ہے، اس نے کہا خوب کرتا ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا۔ گناہوں کے متعلق کسی نے کہا کہ یہ بھی ایک مذہب ہے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

محیط میں ایسا ہی ہے اور تجنیس ناطقی میں ہے کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کہنے والا کافر نہیں ہوتا، اسی طرح وہ بھی کافر ہوگا جو تسبیح وتہلیل کے وقت یہ جملے کہے۔ ایک شخص نے سبحان اللہ کہا، دوسرے نے کہا کہ تو نے سبحان اللہ کی رونق ختم کر دی، یا کہا کہ تو نے اس کی کھال ادھیڑ دی تو وہ کافر ہو جائے گا۔ کسی سے کہا گیا کہ تم لا الہ الا اللہ نہیں کہتا تو وہ کافر ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ مطلقاً کافر

ہو جائے گا اور اگر جواب میں یہ کہا کہ تو نے یہ کلمہ پڑھ کر کیا بلندی حاصل کر لی کہ میں کہوں، تو بھی کافر ہو جائے گا۔

ایک بادشاہ کو چھینک آئی، اس کی چھینک پر کسی نے کہا (یرحمک اللہ)۔ دوسرے نے یرحمک اللہ کہنے والے سے کہا کہ بادشاہ کے لئے اس طرح مت کہو تو یہ کہنے والا کافر ہو جائے گا۔ (فتاویٰ عالم گیری، باب المرتدین، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۙ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ |
| بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے، بڑی حکمت والے، بڑی حمد والے کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ |

## قرآن مجید کا شان وعظمت والی کتاب ہونے کا بیان

"إن الذين كفروا بالذكر" القرآن "لما جاء هم" نجازيهم "وإنه لكتاب عزيز" منيع، "لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه" أي ليس قبله كتاب يكذبه ولا بعده "تنزيل من حكيم حميد" أي الله المحمود في أمره،

بے شک وہ لوگ جنھوں نے اس نصیحت یعنی قرآن کے ساتھ کفر کیا، جب وہ ان کے پاس آئی۔ جس کی سزا ہم انہیں دیں گے۔ اور بلاشبہ یہ یقیناً ایک باعزت کتاب ہے۔ یعنی وقار کتاب ہے۔

باطل اس قرآن کے پاس نہ اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے، یعنی نہ کسی پہلی کتاب نے اس کی تکذیب کی نہ کوئی آئندہ کتاب اس کی تکذیب کر سکتی ہے۔ یہ بڑی حکمت والے، بڑی حمد والے رب کی طرف سے اتارا ہوا ہے۔ جو اپنے کام میں تعریف کیا گیا ہے۔

جمہور مفسرین نے فرمایا کہ ذکر سے مراد یہاں قرآن ہے اور جملہ (آیت) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ یہ سابق جملہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ سے بدل ہے اور بقاعدہ عربیت بدل اور مبدل منہ کا ایک حکم ہوتا ہے اس لئے اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ لوگ ہم سے چھپ نہیں سکتے اور اس لئے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔ آگے قرآن کے محفوظ منجانب اللہ ہونے کو بیان فرمایا ہے کہ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ۔ یعنی یہ کتاب اللہ کے نزدیک عزیز وکریم ہے، کوئی باطل اس میں راستہ نہیں پا سکتا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ فصلت، لاہور)

| |
|---|
| مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ ۝ |
| جو آپ سے کہی جاتی ہیں وہی باتیں ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بیشک آپ کا رب ضرور معافی والا ہے اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ |

## قرآن مجید کی تکذیب کرنے والوں کیلیے دردناک عذاب ہونے کا بیان

"ما يقال لك" من التكذيب "إلا" مثل "ما قد قيل للرسل من قبلك إن ربك لذو مغفرة" للمؤمنين "وذو عقاب أليم" للكافرين

جو آپ سے کہی جاتی ہیں کہ یہ وہی باتیں ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی جا چکی ہیں، بیشک آپ کا رب ضرور معافی والا بھی ہے اور کفار کو دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔

یعنی منکرین کا جو معاملہ آپ کے ساتھ ہے، یہ ہی ہر زمانہ کے منکرین کا پیغمبروں کے ساتھ رہا ہے پیغمبروں نے ہمیشہ خیر خواہی کی ہے، انہوں نے اس کے جواب میں ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ پھر جس طرح پیغمبروں نے سختیوں پر صبر کیا، آپ بھی صبر کرتے رہیے نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ لوگ توبہ کر کے راہ راست پر آ جائیں گے جن کے لیے خدا کے ہاں معافی ہے اور کچھ اپنی کجروی اور ضد پر قائم رہیں گے جو آخر کار دردناک سزا کے مستوجب ہوں گے۔

| |
|---|
| وَلَوْ جَعَلْنٰـهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰـتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ |
| قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ |
| وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓـئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ ۢ بَعِيْدٍ ○ |
| اور اگر ہم اس کو عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو یقیناً یہ کہتے کہ اس کی آیتیں واضح طور پر بیان کیوں نہیں کی گئیں، کیا کتاب عجمی ہے |
| اور رسول عربی ہے۔ فرما دیجئے: وہ ایمان والوں کے لئے ہدایت ہے اور شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں |
| میں بہرے پن کا بوجھ ہے وہ ان کے حق میں نابینا پن ہے وہ لوگ کسی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ |

## کفار کے بہرے پن ہونے کا بیان

"ولو جعلناه" أي الذكر "قرآنا أعجميا لقالوا لولا" هلا "فصلت" بينت "آياته" حتى نفهمها "أ" قرآن "أعجمي و" نبي "عربي" استفهام إنكار منهم بتحقيق الهمزة الثانية وقلبها ألف بإشباع ودونه "قل هو للذين آمنوا هدى" من الضلالة "وشفاء" من الجهل "والذين لا يؤمنون في آذانهم وقر" ثقل فلا يسمعونه "وهو عليهم عمى" فلا يفهمونه "أولئك ينادون من مكان بعيد" أي هم كالمنادى من مكان بعيد لا يسمع ولا يفهم ما ينادى به،

اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان کا قرآن بنا دیتے تو یقیناً یہ کہتے کہ اس کی آیتیں واضح طور پر بیان کیوں نہیں کی گئیں، تاکہ ہم ان کو سمجھ لیتے۔ کیا کتاب یعنی قرآن عجمی ہے اور رسول عربی ہے۔ یہ استفہام انکاری ہے۔ جو ہمزہ ثانیہ کی تحقیق کے ساتھ جبکہ اس کی الف اشباع کے ساتھ بدلہ جائے یا نہ بدلہ جائے۔ فرما دیجئے: وہ قرآن ایمان والوں کے لئے گمراہی سے ہدایت بھی ہے اور جہالت

سے شفا بھی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں بہرے پن کا بوجھ ہے وہ ان کے حق میں نابینا پن بھی ہے لہٰذا وہ اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ گویا وہ لوگ کسی دور کی جگہ سے پکارے جاتے ہیں۔ یعنی وہ اس بندے کی طرح ہیں جس کو دور سے آواز دی جا رہی ہو جس کو وہ نہ سن سکتا ہو اور نہ ہی سمجھ سکتا ہو۔ بس اس کو آواز دی جا رہی ہو۔

## قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کا بیان

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت اس کے حکم احکام اس کے لفظی و معنوی فوائد کا بیان کر کے اس پر ایمان نہ لانے والوں کی سرکشی ضد اور عداوت کا بیان فرما رہا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے مطلب یہ ہے کہ نہ ماننے کے بیسیوں حیلے ہیں نہ یوں چین نہ دوں چین۔ اگر قرآن کسی عجمی زبان میں اترتا تو بہانہ کرتے کہ ہم تو اسے صاف صاف سمجھ نہیں سکتے۔ مخاطب جب عربی زبان کے ہیں تو ان پر جو کتاب اترتی ہے وہ غیر عربی زبان میں کیوں اتر رہی ہے؟ اور اگر کچھ عربی میں ہوتی اور کچھ دوسری زبان میں تو بھی ان کا یہی اعتراض ہوتا کہ اس کی کیا وجہ؟ حضرت حسن بصری کی قرأت ! عجمی ہے۔

سعید بن جبیر بھی یہی مطلب بیان کرتے ہیں۔ اس سے ان کی سرکشی معلوم ہوتی ہے۔ پھر فرمان ہے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے دل کی ہدایت اور ان کے سینوں کی شفا ہے۔ ان کے تمام شک اس سے زائل ہو جاتے ہیں اور جنہیں اس پر ایمان نہیں وہ تو اسے سمجھ ہی نہیں سکتے جیسے کوئی بہرا ہو۔ نہ اس کے بیان کی طرف انہیں ہدایت ہو جیسے کوئی اندھا ہو اور آیت میں ہے (وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا، الاسراء:82) ہمارا نازل کردہ یہ قرآن ایمان داروں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کو تو ان کا نقصان ہی بڑھاتا ہے۔

ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی دور سے کسی سے کچھ کہہ رہا ہو کہ نہ اس کے کانوں تک صحیح الفاظ پہنچتے ہیں نہ وہ ٹھیک طرح مطلب سمجھتا ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے (وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ، البقرۃ:171) یعنی، کافروں کی مثال اس کی طرح ہے جو پکارتا ہے مگر آواز اور پکار کے سوا کچھ اور اس کے کان میں نہیں پڑتا۔ بہرے گونگے اندھے ہیں پھر کیسے سمجھ لیں گے؟ حضرت ضحاک نے یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان کے بدترین ناموں سے پکارا جائے گا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مسلمان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس کا آخری وقت تھا اس نے یکا یک لبیک پکارا آپ نے فرمایا کیا تجھے کوئی دیکھ رہا ہے یا کوئی پکار رہا ہے؟ اس نے کہا ہاں سمندر کے اس کنارے سے کوئی بلا رہا ہے تو آپ نے یہی جملہ پڑھا۔ (اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ، فصلت:44)۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ |
| لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے |

ہو چکی تو ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔

## قیامت تک کیلئے عذاب کو مؤخر کر دیئے جانے کا بیان

"ولقد آتينا موسى الكتاب " التوراة "فاختلف فيه" بالتصديق والتكذيب كالقرآن "ولولا كلمة سبقت من ربك " بتأخير الحساب والجزاء للخلائق إلى يوم القيامة "لقضي بينهم " في الدنيا فيما اختلفوا فيه "وإنهم" أي المكذبين به "لفي شك منه مريب" موقع في الريبة

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات دی تو اس میں تصدیق وتکذیب میں اختلاف کیا گیا جس طرح قرآن میں کرتے ہیں۔اور اگر وہ بات نہ ہوتی جو تیرے رب کی طرف سے پہلے طے ہو چکی یعنی مخلوق کے حساب وکتاب اور جزاء کو قیامت کے دن تک کیلئے مؤخر کر دیا گیا ہے۔تو دنیا میں ان کے درمیان ضرور فیصلہ کر دیا جاتا جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے۔اور بلاشبہ وہ اس کے متعلق یقیناً ایسے شک میں ہیں جو بے چین رکھنے والا ہے۔یعنی شک میں واقع ہوئے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ہم نے موسیٰ کو کتاب دی لیکن اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔انہیں بھی جھٹلایا اور ستایا گیا۔پس جیسے انہوں نے صبر کیا آپ کو بھی صبر کرنا چاہئے چونکہ پہلے ہی سے تیرے رب نے اس بات کا فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک وقت مقرر یعنی قیامت تک عذاب رکے رہیں گے۔اس لئے یہ مہلت مقررہ ہے ورنہ ان کے کرتوت تو ایسے نہ تھے کہ یہ چھوڑ دیئے جائیں اور کھاتے پیتے رہیں۔ابھی ہی ہلاک کر دیئے جاتے۔یہ اپنی تکذیب میں بھی کسی یقین پر نہیں بلکہ شک میں ہی پڑے ہوئے ہیں۔لرز رہے ہیں ادھر ادھر ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں۔

| |
|---|
| مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ |
| جس نے نیک عمل کیا تو اس نے اپنی ہی ذات کے لئے اور جس نے گناہ کیا سو اسی کی جان پر ہے، |
| اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ |

## نیک و برے اعمال کا نقصان فاعل پر ہونے کا بیان

"من عمل صالحا فلنفسه" عمل "ومن أساء فعليها" أي فضرر إساءته على نفسه "وما ربك بظلام للعبيد" أي بذي ظلم لقوله تعالىٰ "إن الله لا يظلم مثقال ذرة"

جس نے نیک عمل کیا تو اس نے اپنی ہی ذات کے نفع کے لئے کیا اور جس نے گناہ کیا سو اس کا نقصان بھی اسی کی جان پر ہے،اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔یعنی وہ ظلم کرنے والا نہیں ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بے شک اللہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

اس آیت کا مطلب بہت صاف ہے بھلائی کرنے والے کے اعمال کا نفع اسی کو ہوتا ہے اور برائی کرنے والے کی برائی کا وبال بھی اسی کی طرف لوٹتا ہے۔پروردگار کی ذات ظلم سے پاک ہے۔ایک کے گناہ پر دوسرے کو وہ نہیں پکڑتا۔نا کردہ گناہ کو وہ سزا

نہیں دیتا۔ پہلے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتا ہے۔ اپنی کتاب اتارتا ہے، اپنی حجت تمام کرتا ہے، اپنی باتیں پہنچا دیتا ہے، اب بھی جو نہ مانے وہ مستحق عذاب وسزا اقرار دے دیا جاتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

حضرت ابن دیلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابی کعب (صحابی) (حضرت ابی بن کعب انصاری وخزرجی ہیں کنیت ابوالمنذر رہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی آپ کی وفات حضرت عثمان کے دور خلافت میں ہوئی)۔ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے دل میں تقدیر کے بارہ میں کچھ شبہات پیدا ہو رہے ہیں (کہ جب تمام چیزیں نوشتہ تقدیر کے مطابق ہیں تو پھر یہ ثواب یا عذاب کیسا؟) اس لئے آپ کوئی حدیث بیان کیجئے تا کہ (اس کی وجہ سے) شاید اللہ تعالیٰ میرے دل کو اس شبہ (کی گندگی) سے پاک کر دے۔ (یہ سن کر) انہوں نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ آسمان والوں اور زمین والوں کو عذاب میں مبتلا کرے تو وہ ان پر کسی طرح کا ظلم کرنے والا نہیں ہے (یعنی وہ اہل زمین اور اہل آسمان کو کتنا ہی عذاب دے اسے ظالم نہیں کہا جائے گا) اور اگر وہ ان کو اپنی رحمت سے نواز دے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے یقیناً بہتر ہوگی اور اگر تم اللہ کی راہ میں احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرو تو تمہارا یہ عمل خیر اللہ کے نزدیک اس وقت تک قبول نہیں ہوگا جب تک کہ تم تقدیر پر کامل اعتقاد وایمان نہ رکھو اور یہ سمجھ لو کہ جو کچھ تم کو پہنچا ہے وہ (رکنے) اور خطا کرنے والا نہ تھا اور جو چیز رک گئی اور تمہیں نہیں پہنچی تو (سمجھو کہ) وہ تمہارے مقدر میں نہیں تھی اور اگر تم اس حالت میں مر جاؤ کہ اس کے خلاف عقیدہ ہو (یعنی تقدیر پر کامل ایمان نہ ہو) تو یقیناً دوزخ میں جاؤ گے، ابن دیلمی فرماتے ہیں کہ ابی بن کعب کا یہ بیان سن کر میں عبداللہ بن مسعود کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے بھی یہی بیان کیا پھر حذیفہ بن یمان کے پاس گیا تو انہوں نے بھی یہی کہا اور پھر میں زید بن ثابت کے پاس پہنچا انہوں نے اس قسم کی حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔

(مسند احمد بن حنبل، ابوداؤد، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 111)

| |
|---|
| اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ |
| اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ۚ |
| اسی کی طرف ہی وقت قیامت کے علم کا حوالہ دیا جاتا ہے، اور نہ پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے |
| اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر اس کے علم میں ہوتا ہے۔ اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں، |
| وہ کہیں گے: ہم آپ سے عرض کئے دیتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی گواہ نہیں ہے۔ |

## قیام قیامت کے وقت کے علم کو اللہ کی طرف لوٹا دینے کا بیان

"إليه يرد علم الساعة" متى تكون لا يعلمها غيره "وما تخرج من ثمرات" وفي قراءة ثمرات "من

أكمامها" أوعيتها جمع كم بكسر الكاف إلا بعلمه "وما تحمل من أنثى ولا تضع إلا بعلمه ويوم يناديهم أين شركاء ى قالوا آذناك" أعلمناك الآن "ما منا من شهيد" أى شاهد بأن لك شريكا،

اسی کی طرف ہی وقت قیامت کے علم کا حوالہ دیا جاتا ہے، یعنی وہ قیامت کب قائم ہوگی یہ بات اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ پھل اپنے غلافوں سے نکلتے ہیں، یہاں پر لفظ ثمرات یہ ایک قرأت کے مطابق ثمرات من اکمامہا ہے۔اور اکمام یہ کم کی جمع ہے جو کاف کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب کچھ اس کے علم میں ہوتا ہے۔اور جس دن وہ انہیں ندا فرمائے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں، تو وہ مشرک کہیں گے، ہم آپ سے عرض کئے دیتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی کسی کے آپ کے ساتھ شریک ہونے پر گواہ نہیں ہے۔جو آپ کے ساتھ ٹھہرائے گئے شریک کی گواہی دے۔

## اللہ تعالیٰ کے علم وعطاء کا بیان

اللہ تعالیٰ پھل کے غلاف سے برآمد ہونے کے قبل اس کے احوال کو جانتا ہے اور مادّہ کے حمل کو اور اس کی ساعتوں کو اور وضع کے وقت کو اور اس کے ناقص وغیر ناقص اور اچھے اور برے اور نَر و مادّہ ہونے کو سب کو جانتا ہے، اس کا علم بھی اسی کی طرف حوالہ کرنا چاہئے۔اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اولیائے کرام اصحاب کشف بسا اوقات ان امور کی خبریں دیتے ہیں اور وہ صحیح واقع ہوتی ہیں بلکہ کبھی منجم اور کاہن بھی خبریں دیتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نجومیوں اور کاہنوں کی خبریں تو محض اٹکل کی باتیں ہیں جو اکثر و بیشتر غلط ہو جایا کرتی ہیں، وہ علم ہی نہیں، بے حقیقت باتیں ہیں اور اولیاء کی خبریں بیشک صحیح ہوتی ہیں اور وہ علم سے فرماتے ہیں اور یہ علم ان کا ذاتی نہیں، اللہ تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا ہے تو حقیقت میں یہ اسی کا علم ہوا، غیر کا نہیں۔(تفسیر خازن، سورہ فصلت، بیروت)

## وقت قیامت کے تعین کو پوشیدہ رکھنا اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے

حضرت عمر بن الخطاب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن (ہم صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک آدمی ہمارے درمیان آیا جس کا لباس نہایت صاف ستھرے اور سفید کپڑوں پر مشتمل تھا اور جس کے بال نہایت سیاہ (چمکدار) تھے، اس آدمی پر نہ تو سفر کی کوئی علامت تھی (کہ اس کو کہیں سے سفر کرکے آیا ہوا کوئی اجنبی آدمی سمجھا جاتا) اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ کوئی مقامی آدمی ہو یا کسی کا مہمان بھی نہیں تھا) بہر حال وہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے قریب آ کر بیٹھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملالئے اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں رانوں پر رکھ لئے (جیسے ایک سعادت مند شاگرد اپنے جلیل القدر استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے اور استاد کی باتیں سننے کے لئے ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے) اس کے بعد اس نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھ کو اسلام کی حقیقت سے آگاہ فرمائیے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم اس حقیقت کا اعتراف کرو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور پھر تم پابندی سے نماز پڑھو (اگر صاحب نصاب ہو تو) زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور زادِ راہ میسر ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔اس آدمی نے یہ سن کر کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس (تضاد) پر ہمیں تعجب ہوا کہ یہ آدمی (ایک لاعلم آدمی کی طرح پہلے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے

دریافت کرتا ہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی تصدیق بھی کرتا ہے (جیسے اس کو ان باتوں کا پہلے سے علم ہو) پھر وہ آدمی بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم (!اب ایمان کی حقیقت بیان فرمائیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ایمان یہ ہے کہ) تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو، اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور اس بات پر یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ نوشتہ تقدیر کے مطابق ہے۔ اس آدمی نے (یہ سن کر) کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر بولا اچھا اب مجھے یہ بتائیے کہ احسان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو (یعنی اتنا حضور قلب میسر نہ ہو سکے) تو پھر (یہ دھیان میں رکھو کہ) وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس آدمی نے عرض کیا قیامت کے بارے میں مجھے بتائیے (کہ کب آئے گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں جواب دینے والا، سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی قیامت کے متعلق کہ کب آئے گی، میرا علم تم سے زیادہ نہیں جتنا تم جانتے ہو اتنا ہی مجھ کو معلوم ہے) اس کے بعد اس آدمی نے کہا اچھا اس (قیامت) کی کچھ نشانیاں ہی مجھے بتا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لونڈی اپنے آقا کو مالک کو جنے گی اور برہنہ پا، برہنہ جسم مفلس و فقیر اور بکریاں چرانے والوں کو تم عالی شان مکانات و عمارت میں فخر و غرور کی زندگی بسر کرتے دیکھو گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا اور میں نے (اس کے بارہ میں آپ سے فوراً دریافت نہیں کیا بلکہ) کچھ دیر توقف کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مجھ سے پوچھا عمر! جانتے ہو سوالات کرنے والا آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھے جو (اس طریقہ سے) تم لوگوں کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (صحیح مسلم)

اس روایت کو حضرت ابوہریرہ نے چند الفاظ کے اختلاف و فرق کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ان کی روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں کے بارے میں جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ) جب تم برہنہ پا برہنہ جسم اور بہرے گونگے لوگوں کو زمین پر حکمرانی کرتے دیکھو (تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے) اور قیامت تو ان پانچ چیزوں میں سے ایک ہے جن کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ، لقمان: 34) آخر تک پڑھی۔ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور بارش کا کہ کب برسائے گا اور وہی (حاملہ) کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ لڑکا ہے یا لڑکی) اور کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کسی آدمی کو نہیں معلوم کہ کس زمین پر اسے موت آئے گی۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے)۔ (صحیح البخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 2)

یاد رہے حدیث جبرائیل سے بعض خارجی لوگ فوری طور پر استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب قیامت کے وقت کا تعین نہیں بتایا تو لہٰذا آپ کو قیامت کے وقت کا علم ہی نہیں ہے۔ حالانکہ ان جہلاء کو معلوم ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اموات اور قیامت کے علم کو مخفی رکھا ہے۔ اور اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی اس علم کو پوشیدہ رکھا ہے۔ اور یہ جہلاء اگر علم قیامت کے تعین نہ بتانے کے سبب علم نبوت میں کمی کا عقیدہ رکھتے ہیں تو بتائیں کہ علم قیامت کے بارے میں کوئی وحی بھی تو نہ آئی کیا علم وحی میں کمی کا عقیدہ رکھیں گے یا پھر اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھیں کہ اس نے قیامت کے علم کو اپنی وحی کے ذریعے انبیائے

کرام کی وساطت سے مخلوق تک نہیں پہنچایا۔تو یہ نقص ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔لہٰذا امت مسلمہ اس قسم کے جاہل خارجیوں کے باطل نظریات سے اپنے آپ کو بچائے۔

| وَ ضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَهُمۡ مِّنۡ مَّحِيۡصٍ٥ |
| --- |
| وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے جن کی وہ پہلے پوجا کیا کرتے تھے وہ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں رہی۔ |

## قیامت کے دن معبودان باطلہ کا اپنے عابدین سے غائب ہو جانے کا بیان

"وضل" غاب "عنهم ما كانوا يدعون" يعبدون "من قبل" في الدنيا من الأصنام "وظنوا" أيقنوا "ما لهم من محيص" مهرب من العذاب والنفي في الموضعين معلق عن العمل وجملة النفي سدت مسد المفعولين،

وہ سب بت ان سے غائب ہو جائیں گے جن بتوں کی وہ پہلے دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے وہ سمجھ لیں گے یعنی یقین کر لیں گے کہ ان کے لئے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں رہی۔یعنی عذاب سے بھاگنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔یہاں پر جملہ نفی کو دو مفعولوں کے قائم مقام کیا گیا ہے۔

یعنی دنیا میں جنہیں خدا کا شریک بنا کر پکارتے تھے آج ان کا کہیں پتہ نہیں۔وہ اپنے پرستاروں کی مدد کو نہیں آتے۔اور پرستاروں کے دلوں سے بھی وہ پکارنے کے خیالات اب غائب ہو گئے انہوں نے بھی سمجھ لیا کہ خدائی سزا سے بچنے کی اب کوئی سبیل نہیں۔اور گلو خلاصی کا کوئی ذریعہ نہیں۔آخر آس توڑ کر بیٹھ رہے۔اور جن کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑتے تھے آج ان سے قطعاً بے تعلقی اور بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

| لَا يَسۡـَٔمُ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ دُعَآءِ الۡخَيۡرِ ۫ وَاِنۡ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوۡسٌ قَنُوۡطٌ٥ |
| --- |
| انسان بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا اور اگر اسے کوئی برائی آپہنچے تو بہت مایوس، نہایت ناامید ہوتا ہے۔ |

## انسان کا بھلائی مانگنے سے اکتاہٹ محسوس نہ کرنے کا بیان

"لا يسأم الإنسان من دعاء الخير" أي لا يزال يسأل ربه المال والصحة وغيرهما "وإن مسه الشر" الفقر والشدة "فيئوس قنوط" من رحمة الله, وهذا وما بعده في الكافرين،

انسان بھلائی مانگنے سے نہیں اکتاتا یعنی مال اور صحت وغیرہ اپنے رب سے مانگنے سے نہیں گھبراتا۔اور اگر اسے کوئی برائی یعنی فقر اور سختی آپہنچے تو اللہ کی رحمت سے بہت مایوس، نہایت ناامید ہوتا ہے۔یہ اور اس کے بعد کا بیان کفار کیلئے ہے۔

## انسان کے پیٹ کو مٹی کے سوا کسی چیز سے بھی نہ بھر سکنے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔ اگر (بالفرض والتقدیر) آدمی کے پاس مال ودولت سے بھرے ہوئے دو جنگل ہوں تب بھی وہ تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا (یعنی اس کی حرص وطمع کی درازی کا یہ عالم ہے کہ کسی بھی حد پر پہنچ کر اس کو سیری حاصل نہیں ہوتی۔

اور آدمی کے پیٹ کو مٹی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی (یعنی جب تک وہ قبر میں جا کر نہیں لیٹ جاتا اس وقت تک اس کی حرص وطمع کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ تاہم یہ بات اکثر لوگوں کے اعتبار سے فرمائی ہے ورنہ ایسے بندگان اللہ بھی ہیں جن میں حرص وطمع ہونے کا تو کیا سوال اپنی ضرورت کے بقدر مال واسباب کی بھی انہیں پروانہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ بری حرص سے جس بندہ کی توبہ چاہتا ہے قبول کر لیتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر1198)

| |
|---|
| وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ |
| قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا |
| بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ |
| اور اگر ہم اسے اپنی جانب سے رحمت چکھا دیں اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ ضرور کہنے لگتا ہے کہ یہ |
| تو میرا حق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں |
| تو بھی اس کے حضور میرے لئے یقیناً بھلائی ہوگی سو ہم ضرور کفر کرنے والوں کو ان کاموں سے آگاہ کر دیں گے |
| جو انہوں نے انجام دیئے اور ہم انہیں ضرور سخت ترین عذاب چکھا دیں گے۔ |

## آسانیوں کو اپنے کام کا بدلہ قرار دینے کا بیان

"ولئن" لام قسم "أذقناه" آتيناه "رحمة" غنى وصحة "منا من بعد ضراء" شدة وبلاء "مسته ليقولن هذا لي" أي بعملي "وما أظن الساعة قائمة ولئن" لام قسم "رجعت إلى ربي إن لي عنده للحسنى" أي الجنة "فلننبئن الذين كفروا بما عملوا ولنذيقنهم من عذاب غليظ" شديد، واللام في الفعل لام قسم،

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر ہم اسے اپنی جانب سے رحمت کا مزہ چکھا دیں یعنی اس کو مالدار اور صحت عطا کر دیں اس تکلیف اور شدت کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ ضرور کہنے لگتا ہے کہ یہ تو میرا حق یعنی میرے عمل کا حق تھا اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے اور یہاں پر بھی لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤں تو بھی اس کے حضور میرے لئے یقیناً بھلائی یعنی جنت ہوگی۔ پس ہم ضرور کفر کرنے والوں کو ان کاموں سے آگاہ کر دیں گے جو انہوں نے انجام دیئے اور ہم انہیں ضرور سخت ترین عذاب کا مزہ چکھا دیں گے۔

یعنی انسان کی طبیعت عجیب طرح کی ہے۔ جب دنیا کی ذرا سی بھلائی پہنچے اور کچھ عیش وآرام وتندرستی نصیب ہو، تو مارے

حرص کے جاتا ہے کہ اور زیادہ مزے اڑائے۔ کسی حد پر پہنچ کر اس کی حرص کا پیٹ نہیں بھرتا، اگر بس چلے تو ساری دنیا کی دولت لے کر اپنے گھر میں ڈال لے۔ لیکن جہاں ذرا کوئی افتاد پڑنا شروع ہوئی اور اسباب ظاہری کا سلسلہ اپنے خلاف دیکھا تو پھر مایوس اور ناامید ہوتے بھی دیر نہیں لگتی۔ اس وقت اس کا دل فوراً آس توڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نظر صرف پیش آمدہ اسباب پر محدود ہوتی ہے۔ اس قادر مطلق مسبب الاسباب پر اعتماد نہیں رکھتا جو چاہے تو ایک آن میں سلسلہ اسباب کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دے۔ اس مایوسی کے بعد اگر فرض کیجیے اللہ نے تکلیف و مصیبت دور کر کے اپنی مہربانی سے پھر عیش و راحت کا سامان کر دیا تو کہنے لگتا ہے "ہذا الی" یعنی میں نے فلاں تدبیر کی تھی، میری تدبیر اور لیاقت و فضیلت سے یوں ہی ہونا چاہیے تھا اب نہ خدا کی مہربانی یاد رہی نہ اپنی وہ مایوسی کی کیفیت جو چند منٹ پہلے قلب پر طاری تھی۔ اب عیش و آرام کے نشہ میں ایسا مخمور ہو جاتا ہے کہ آئندہ بھی کسی مصیبت اور تکلیف کے پیش آنے کا خطرہ نہیں رہتا۔ سمجھتا ہے کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہوں گا۔ اور اگر کبھی تاثرات کے دوران میں قیامت کا نام سن لیتا ہے تو کہتا ہے کہ میں تو خیال نہیں کرتا کہ یہ چیز کبھی ہونے والی ہے۔ اور فرض کرو ایسی نوبت آ ہی گئی اور مجھ کو لوٹ کر اپنے رب کی طرف جانا ہی پڑا تب بھی مجھے یقین ہے وہاں میرا انجام بہتر ہوگا۔ اگر میں خدا کے نزدیک برا اور نالائق ہوتا تو دنیا میں مجھ کو یہ عیش و بہار کے مزے کیونکر ملتے۔ لہٰذا وہاں بھی توقع ہے کہ یہ ہی معاملہ میرے ساتھ ہوگا۔

| |
|---|
| وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○ |
| اور جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو چوڑی دعا والا ہے۔ |

## مصیبت کے وقت لمبی چوڑی دعائیں مانگنے کا بیان

"وإذا أنعمنا على الإنسان" الجنس "أعرض" عن الشكر "ونأى بجانبه" ثنى عطفه متبخترا، وفي قراءة بتقديم الهمزة "وإذا مسه الشر فذو دعاء عريض" كثير،

اور جب ہم انسان یعنی جنس انسانیت پر انعام کرتے ہیں تو وہ شکر سے منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو دور کر لیتا ہے اور یعنی تکبر کرتے ہوئے پہلو دور کر لیتا ہے۔ اور ایک قرأت میں، ہمزہ کی تقدیم کے ساتھ ہے۔ جب اسے مصیبت پہنچتی ہے تو لمبی چوڑی دعا والا ہے۔

لیکن اس جگہ اس کافر انسان کی جو مذمت کی گئی ہے وہ درحقیقت طول دعا پر نہیں بلکہ اس کی اس مجموعی مذموم خصلت پر ہے کہ جب اس پر اللہ تعالیٰ نعمت کی روانی فرمادیں تو تکبر اور غرور میں مدہوش ہو جاوے اور جب مصیبت آ دے تو اپنی پریشانی کو بار بار پکارتا اور کہتا پھرے جیسا غافل لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ اللہ سے دعا کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اپنا دکھڑا رونا اور لوگوں سے کہتے رہنا مقصود ہوتا ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ○ |
| فرما دیجیے، بھلا تم بتاؤ اگر یہ اللہ ہی کی طرف سے ہو پھر تم اس کا انکار کرتے رہو تو اس شخص سے بڑھ کر گمراہ |
| کون ہوگا جو پرلے درجہ کی مخالفت میں ہو۔ |

## کفار کا حق کی مخالفت میں بڑھ جانے کا بیان

**"قل أرأيتم إن كان" أى القرآن "من عند الله" كما قال النبى "ثم كفرتم به من" أى لا أحد "أضل ممن هو فى شقاق" خلاف "بعيد" عن الحق أوقع هذا موقع منكم بيانا لحالهم،**

فرما دیجئے: بھلا تم بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ ہی کی طرف سے اُترا ہو جس طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ پھر تم اس کا انکار کرتے رہو تو اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا یعنی ایسا کوئی ایک بھی گمراہ نہ ہوگا۔ جو حق کی مخالفت میں پرلے درجہ کی مخالفت میں پڑا ہو۔ اور یہ لفظ، من اضل یہ منکم کی جگہ پر بہ طور بیان حالت واقع ہوا ہے۔

## قرآن کریم کی حقانیت کے بعض دلائل کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ قرآن کے جھٹلانے والے مشرکوں سے کہہ دو کہ مان لو یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کی طرف سے ہے اور تم اسے جھٹلا رہے ہو تو اللہ کے ہاں تمہارا کیا حال ہوگا؟ اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اپنے کفر اور اپنی مخالفت کی وجہ سے راہ حق سے اور مسلک ہدایت سے بہت دور نکل گیا ہو پھر اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت کی نشانیاں اور خصلتیں انہیں ان کے گرد و نواح میں دنیا کے چاروں طرف دکھا دیں گے۔ مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوں گی وہ سلطنتوں کے سلطان بنیں گے۔ تمام دینوں پر اس دین کو غلبہ ہوگا فتح بدر اور فتح مکہ کی نشانیاں خود ان میں موجود ہوں گی۔ کافر لوگ تعداد اور شان و شوکت میں بہت زیادہ ہوں گے پھر بھی مٹھی بھر اہل حق انہیں زیر و زبر کر دیں گے اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حکمت الٰہی کی ہزارہا نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں موجود ہیں اس کی صنعت و بناوٹ اس کی ترکیب و جبلت اس کے جداگانہ اخلاق اور مختلف صورتیں اور رنگ روپ وغیرہ اس کے خالق و صانع کی بہترین یادگاریں ہر وقت اس کے سامنے ہیں بلکہ اس کی اپنی ذات میں موجود ہیں پھر اس کا ہیر پھیر کبھی کوئی حالت کبھی کوئی حالت۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا، بیماری، تندرستی، تنگی، فراخی رنج و راحت وغیرہ اوصاف جو اس پر طاری ہوتے ہیں۔

شیخ ابو جعفر قرشی نے اپنے اشعار میں بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے۔ الغرض یہ بیرونی اور اندرونی آیات قدرت اس قدر ہیں کہ انسان اللہ کی باتوں کی حقانیت کے ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی بس کافی ہے وہ اپنے بندوں کے اقوال و افعال سے بخوبی واقف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فصلت، بیروت)

| |
|---|
| سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ |
| اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ |
| ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اَطراف عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر |
| ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ کیا آپ کا رب کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ ہے۔ |

## اطراف عالم کی نشانیوں سے دلائل قدرت کا بیان

"سنریهم آیاتنا فی الآفاق " أقطار السماوات والأرض من النیرات والنبات والأشجار "وفی أنفسهم" من لطیف الصنعة وبدیع الحکمة "حتی یتبین لهم أنه" أی القرآن "الحق" المنزل من الله بالبعث والحساب والعقاب , فیعاقبون علی کفرهم به وبالجائی به "أو لم یکف بربك" فاعل یکف "أنه علی کل شیء شهید" بدل منه , أی أو لم یکفهم فی صدقك أن ربك لا یغیب عنه شیء ما،

ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں اطراف عالم میں یعنی آسمانوں اور زمینوں کے اطراف میں دیکھا دیں گے جو ستارے، نباتات اور درخت ہیں۔ اور خود ان کی ذاتوں میں دکھا دیں گے جو لطیف صنعت اور بدیع حکمت ہے۔ یہاں تک کہ ان پر قرآن ظاہر ہو جائے گا کہ وہی حق ہے۔ جو بعث وحساب اور عذاب کے حکم کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ کیا آپ کا رب (آپ کی حقانیت کی تصدیق کے لئے) کافی نہیں ہے کہ وہی ہر چیز پر گواہ بھی ہے۔ یہاں پر بربک یہ یکف کا فاعل ہے۔ اور "أنه علی کل شیء شهید" یہ ربک سے بدل ہے۔ یعنی ان کیلئے آپ کے رب کی طرف سے یہ کافی نہیں ہے کہ اس پر کوئی معمولی چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

فرشتے اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے پھر فرماتا ہے کہ دراصل ان لوگوں کو قیامت کے قائم ہونے کا یقین ہی نہیں اسی لئے بے فکر ہیں نیکیوں سے غافل ہیں برائیوں سے بچتے نہیں۔ حالانکہ اس کا آنا یقینی ہے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر چڑھے۔

اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو میں نے تمہیں کسی نئی بات کے لئے جمع نہیں کیا بلکہ صرف اس لئے جمع کیا ہے کہ تمہیں یہ سنا دوں کہ روز جزا کے بارے میں میں نے خوب غور کیا میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اسے سچا جاننے والا احمق ہے اور اسے جھوٹا جاننے والا ہلاک ہونے والا ہے۔ پھر آپ منبر سے اتر آئے۔ آپ کے اس فرمان کا کہ اُسے سچا جاننے والا احمق ہے یہ مطلب ہے کہ سچ جانتا ہے پھر تیاری نہیں کرتا اور اس کی دل ہلا دینے والی دہشت ناک حالتوں سے غافل ہے اس سے ڈر کر وہ اعمال نہیں کرتا جو اسے اس روز کے ڈر سے امن دے سکیں پھر اپنے آپ کو اس کا سچا جاننے والا بھی کہتا ہے لہو ولعب غفلت وشہوت گناہ اور حماقت میں مبتلا ہے اور قیام قیامت کے قریب ہو رہا ہے واللہ اعلم۔ پھر رب العالمین اپنی قدرت کاملہ کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز پر اس کا احاطہ ہے قیام قیامت اس پر بالکل سہل ہے، ساری مخلوق اس کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے کوئی اس کا ہاتھ تھام نہیں سکتا جو اس نے چاہا ہوا جو چاہے گا ہو کر رہے گا اس کے سوا حقیقی حاکم کوئی نہیں ہے نہ اس کے سوا کسی اور کی ذات کی کسی قسم کی عبادت کے قابل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فصلت، بیروت)

اَلَآ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ۠

خبردار! یقیناً وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک میں ہیں۔ سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کرنے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے انکار کرنے والے کفار کا بیان

"ألا إنهم في مرية " شك "من لقاء ربهم " لإنكارهم البعث "ألا إنه " تعالىٰ "بكل شيء محيط" علما وقدرة فيجازيهم بكفرهم،

خبردار! یقیناً وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک میں ہیں۔ کیونکہ وہ بعث کا انکار کرتے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا علم وقدرت کے ساتھ احاطہ کرنے والا ہے۔ لہٰذا انہیں ان کے کفر کے بدلے میں سزا دی جائے گی۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس باب میں حضرت ابوموسی، ابوہریرہ اور عائشہ سے بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث عبادہ بن صامت حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1064)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اللہ سے ملنا چاہتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کی چاہت رکھتا ہے اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اسے ملنا پسند نہیں کرتا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے فرمایا یہ بات نہیں بلکہ جب مومن کو اللہ کی رحمت، اس کی رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کے دل میں اللہ سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کے مشتاق ہوتے ہیں لیکن جب کافر کو اللہ کے عذاب اور اس کے غصے کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو وہ اللہ کی ملاقات سے گریز کرتا ہے پس اللہ بھی اس سے ملاقات کرنے کو ناپسند کرتا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1065)

## سورہ فصلت کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ فصلت کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی

## یہ قرآن مجید کی سورت شوریٰ ہے

### سورت شوریٰ کی آیات وکلمات کا بیان

سُوۡرَةُ الشُّوۡرٰی (مَكِّيَّةٌ إِلَّا الْآيَاتِ 23 و 24 و 25 و 26 فَمَدَنِيَّةٌ وَآيَاتُهَا 53 نَزَلَتْ بَعْدَ فُصِّلَتْ)

سورہ شوریٰ جمہور کے نزدیک مکیہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ایک قول میں اس کی چار آیات مدینہ طیبہ میں نازل ہوئیں جن میں کی پہلی ،قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ،الشوریٰ:23) ہے،اس سورت میں پانچ رکوع ،ترپن آیات ،آٹھ سو ساٹھ کلمات اور تین ہزار پانچ سو اٹھاسی حروف ہیں۔اور یہ سورت فصلت کے بعد نازل ہوئی ہے۔

### سورت شوریٰ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کا نام شوریٰ اس سبب سے ہے کہ اس کی آیت ۳۸ میں لفظ شوریٰ استعمال ہوا ہے جس کو معنی باہمی مشاورت یا مشورہ کرنا آیا ہے۔اہل ایمان کا آپس میں دینی معاملات وعبادات کو بجالانے خاص طور جہاد کی حالت میں باہمی مشورے کو اسلام نے بڑی اہمیت دی ہے۔لہٰذا اسی وجہ سے یہ سورت شوریٰ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْۤ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ |
| حا،میم ،حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔اسی طرح آپ کی طرف اوران کی طرف |
| جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں اللہ وحی بھیجتا رہا ہے جو غالب ہے بڑی حکمت والا ہے۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں |
| میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی بے حد بلند، بڑی عظمت والا ہے۔ |

### انبیائے کرام علیہم السلام کی جانب وحی بھیجنے کا بیان

"عسق" اللَّهُ أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "كَذٰلِكَ" أَيْ مِثْل ذٰلِكَ الْإِيحَاء "يُوحِي إِلَيْكَ" أَوْحَى "وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ

قَبْلك اللّٰه" فَاعِل الْإِيحَاء "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

"لَهُ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض" مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا "وَهُوَ الْعَلِيّ" عَلَى خَلْقه "الْعَظِيم" الْكَبِير،

حا،میم،حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔اسی طرح آپ کی طرف اوران رسولوں کی طرف جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں اللہ وحی بھیجتا رہا ہے۔یہاں پر لفظ ایحاء کا فاعل لفظ اللہ ہے۔جو اپنے ملک میں غالب ہے،اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں بادشاہت،مخلوق اور غلام ہیں اور وہی اپنی مخلوق پر بلند،بڑی عظمت والا ہے۔

یعنی جس طرح یہ قرآن تیری طرف نازل کیا گیا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے انبیاء پر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں وحی اللہ کا کلام ہے جو فرشتے کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے پاس بھیجتا رہا ہے

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی میرے پاس گھنٹے کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔

اور جب میں اسے یاد کر لیتا ہوں جو اس نے کہا تو وہ حالت مجھ سے دور ہو جاتی ہے اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے کلام کرتا ہے اور جو وہ کہتا ہے اسے میں یاد کر لیتا ہوں۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے سخت سردی کے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھا پھر جب وحی موقوف ہو جاتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا۔(صحیح بخاری:جلد اول:حدیث نمبر 2)

| |
|---|
| تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ |
| وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ |
| آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے |
| بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں ہیں،سن لو!بے شک اللہ ہی بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔ |

## فرشتوں کا حمد کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا بیان

"تَكَاد" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "السَّمَوَات يَتَفَطَّرْنَ" بِالنُّونِ وَفِي قِرَاءَة بِالتَّاءِ وَالتَّشْدِيد "مِنْ فَوْقهنَّ" أَيْ تَنْشَقّ كُلّ وَاحِدَة فَوْق الَّتِي تَلِيهَا مِنْ عَظَمَة اللّٰه تَعَالَى "وَالْمَلَائِكَة يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبّهمْ" أَيْ مُلَابِسِينَ لِلْحَمْدِ "وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْض" مِنْ الْمُؤْمِنِينَ "أَلَا إِنَّ اللّٰه هُوَ الْغَفُور" لِأَوْلِيَائِهِ

"الرَّحِیم" بِهِمْ،

یہاں پر لفظ تکاد یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔آسمان قریب ہیں کہ اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں، یہاں پر لفظ یتفطرن یہ نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔اور ایک قرأت میں تاء اور تشدید کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی ہر وہ آسمان جو اوپر ہے وہ نیچے ملنے والے آسمان پر اللہ کی عظمت کے سبب پھٹ پڑے۔اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں یعنی حمد میں مصروف رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے بخشش کی دعا کرتے ہیں جو زمین میں اہل ایمان ہیں، سن لو! بے شک اللہ اپنے اولیاء کو بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**تکاد السموت یتفطرون من فوقهن:** تکاد افعال مقارب میں سے ہے جن کا عمل افعال ناقصہ کی مانند ہے کود (باب فتح) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مونث غائب ہے۔قریب ہے۔یتفطرون مضارع جمع مونث غائب۔

**تفطر** (تفعیل) مصدر سے۔پھٹ جائیں۔ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔الفطر (باب نصر وضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو طول میں (پہلی مرتبہ) پھاڑنے کے ہیں۔مختلف ابواب میں مستعمل ہے۔مثلا افطر ھو فطورا بمعنی روزہ افطار کرنا۔فطور بمعنی خلل یا شگاف جیسے ھل تری من فطور، بھلا تجھ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے۔انفطار (انفعال) پھٹ جانا۔قرآن مجید میں ہے السماء منفطر به، جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔فطرت العجین۔آٹا گوندھ کر فورا روٹی پکانا۔اسی سے فطرۃ ہے جس کے معنی تخلیق کے ہیں اور الفاطر تخلیق کرنے والا۔

**من فوقهن** من حرف جار، فوقهن مضاف مضاف الیہ۔ان کے اوپر سے ھن ضمیر جمع مونث۔السموت کی طرف راجع ہے یعنی ان کے اوپر سے (نیچے تک)۔ ای یبتدا الانفطار من جهتهن الفوقانية ۔یعنی ان کا پھٹنا ان کی اوپر کی طرف سے شروع ہو۔تکاد فعل مقاربه ۔ السموت مبتداء یتفطرن خبر من فوقهن متعلق خبر ۔

فائدہ آسمانوں کے پھٹنے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں:۔(1) اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں۔

(2) مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دیتے اور کہتے ہیں اتخذ اللّٰہ ولدا ان کے اس قول سے آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں۔سورۃ مریم کی آیت لقد جئتم شیئا ادا: تکاد السموت یتفطرن منه، اس مطلب پر دلالت کر رہی ہے۔ قریب ہے کہ اس افتراء سے آسمان پھٹ پڑیں۔

(3) کثرت ملائکہ سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔آسمان چرچرایا اور یہ چرچرانا اس کے لئے بے جا نہیں ہے۔قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے آسمان میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں سجدہ کرنے والے کسی فرشتہ کی پیشانی سجدہ میں نہ ہو جو اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتا ہے۔

والملئكة يسبحون بحمد ربهم ويستغفرون لمن في الارض

دونوں جملے حالیہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب کہ بنی نوع انسان زمین پر خدائے ذوالجلال کی شان میں ایسے کلمات کہتا ہے اور ایسے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت میں آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور اس کے انعام واکرام کی بے انتہاء عطائگی پر اس کی حمد وثناء میں مشغول رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والوں کے لئے دعا مغفرت کرتے رہتے ہیں (اس دعا میں مومن وکافر سب شامل ہیں مومنوں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظرانداز کردے اور کافروں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں توفیق ایمان ڈال دے۔

**اما فی خق الکفار فبواسطة طلب الایمان لهم واما فی حق المومنین فبالتجاوز عن سیئاتهم،**

**هو الغفور الرحیم:** ھوضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اسے تخصیص اور تائید کے لئے لایا گیا ہے یعنی صرف وہی غفور اور رحیم ہے۔

## آسمان کے فرشتوں کی عبادت اور آسمانی آواز کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے (یعنی قیامت کی علامتیں، قدرت کی کرشمہ سازیوں کی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ وجلالیہ جس طرح میرے سامنے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اس طرح نہ تمہارے سامنے ہیں اور نہ تم انہیں دیکھتے ہو، نیز احوال آخرت کے اسرار واخبار، قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کی شدت وسختی کی باتوں کو جس طرح میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے) آسمان میں سے آواز نکلتی ہے اور اس میں سے آواز کا نکلنا بجا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگشت کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے اللہ کے حضور اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں، اللہ کی قسم اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو۔

اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم اللہ سے نالہ وفریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور غموں سے تنگ آجانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور صحرا صحرا جنگل جنگل گھومتے پھرتے ہیں تا کہ زمین کا بوجھ کم ہو اور دل کچھ ٹھکانے لگے۔ حضرت ابوذر نے یہ حدیث بیان کر کے ارادہ حسرت ودردناکی کہا کہ کاش میں درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف۔۔۔ جلد چہارم: حدیث نمبر 1277)

تشریح لفظ "اطت" دراصل "اط" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں آواز نکالنا، پالان اور زین وغیرہ کا چڑچڑانا، اونٹ کا تعب کی وجہ سے بلبلانا، اس حدیث میں آسمان سے آواز نکلنے کی جو بات فرمائی گئی ہے اس کا مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ فرشتوں کی کثرت وازدہام اور ان کے بوجھ کی وجہ سے آسمان میں سے آواز نکلتی ہے جیسا کہ سواری کا جانور سواری کے بوجھ کی وجہ سے ایک خاص قسم کی آواز نکالتا ہے یا کسی تخت وپلنگ پر جب زیادہ لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو وہ چڑچڑانے لگتا ہے یا آسمان میں سے نکلنے کا مطلب آسمان کا اللہ کے خوف سے نالہ وفریاد کرنا ہے اور اس جملے کا مقصد یہ آگاہی ہے کہ جب آسمان ایک غیر ذی روح اور منجمد چیز ہوتے ہوئے

اور مقدس ملائکہ کی قرار گاہ کی حیثیت رکھنے کے باوجود خوف الٰہی سے نالہ وفریاد کرتا ہے تو انسان کہ جو جاندار ہے اور گناہ ومعصیت کی آلودگی رکھتا ہے، وہ کہیں زیادہ اس لائق ہے کہ خوف الٰہی سے گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کرے۔ یہ معنیٰ حدیث کے اصل مقصد سے زیادہ قریب اور مناسب تر ہیں۔ "اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں" سے مراد فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہونا ہے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ وہ بات بھی اس جملے کے دائرہ مفہوم میں آ جائے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر فرشتہ اللہ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہے کہ کچھ تو قیام کی حالت میں عبادت گزار ہیں، کچھ رکوع کی حالت میں ہیں اور کچھ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان میں سے کسی خاص آسمان کا ذکر فرمایا ہے اور اس آسمان میں جو فرشتے ہیں وہ سب کے سب سجدہ کی ہی حالت میں پڑے ہوئے اللہ کی عبادت کر رہے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو دوست وکارساز بنا رکھا ہے اللہ ان پر خوب نگہبان ہے اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔

## بتوں کو دوست بنانے والوں کی ذمہ داری نہ ہونے کا بیان

"وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنه" أَيْ الْأَصْنَام "أَوْلِيَاء اللّٰه حَفِيظ" مُحْصٍ "عَلَيْهِمْ" لِيُجَازِيَهُمْ "وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ" تَحَصَّلَ الْمَطْلُوب مِنْهُمْ مَا عَلَيْك إلَّا الْبَلَاغ،

اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو دوست وکارساز بنا رکھا ہے اللہ ان کے حالات پر خوب نگہبان ہے تا کہ وہ انہیں جزاء دے۔ اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ کیونکہ ان تک پیغام پہنچا دینے سے آپ کی بعثت کا مقصد مکمل ہو جاتا ہے۔

یعنی دنیا میں مشرکین کو مہلت تو دیتا ہے لیکن یہ نہ سمجھو کہ وہ ہمیشہ کے لیے بچ گئے۔ ان کے سب اعمال واحوال اللہ کے ہاں محفوظ ہیں جو وقت پر کھول دیے جائیں گے۔ آپ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ مانتے کیوں نہیں۔ اور نہ ماننے کی صورت میں فوراً تباہ کیوں نہیں کر دیے جاتے۔ آپ ان باتوں کے ذمہ دار نہیں صرف پیغامِ حق پہنچا دینے کے ذمہ دار ہیں۔ آگے ہمارا کام ہے وقت آنے پر ہم ان کا سب حساب چکا دیں گے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ ۝

اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی کی تا کہ آپ مکہ والوں کو اور ان لوگوں کو جو اس کے اردگرد رہتے ہیں ڈر سنا سکیں، اور آپ جمع ہونے کے اس دن کا خوف دلائیں جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ دوزخ میں ہوگا۔

## قرآن مجید کا عربی زبان میں نازل ہونے کا بیان

"وَكَذٰلِكَ" مِثْل ذٰلِكَ الْإِيحَاء "أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِتُنْذِر" تُخَوِّف "أُمّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلهَا" أَيْ أَهْل مَكَّة وَسَائِر النَّاس "وَتُنْذِر" النَّاس "يَوْم الْجَمْع" يَوْم الْقِيَامَة تُجْمَع فِيهِ الْخَلَائِق "لَا رَيْب" شَكّ "فَرِيق" مِنْهُمْ "فِي الْجَنَّة وَفَرِيق فِي السَّعِير" النَّار

اوراسی طرح ہم نے آپ کی طرف عربی زبان میں قرآن کی وحی کی تا کہ آپ مکہ والوں کواوران لوگوں کو جو اس یعنی اہل مکہ کے اردگرد رہتے ہیں ڈرسنا سکیں، اور آپ جمع ہونے کے اس دن یعنی قیامت کے دن سے لوگوں کوخوف دلائیں۔ جس میں ساری مخلوقات کو جمع کیا جائے گا۔ جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس دن ایک گروہ جنت میں ہوگا اور دوسرا گروہ دوزخ میں ہوگا۔

## اہل مکہ کو دعوت توحید دینے کا بیان

جس طرح اے نبی آخر الزماں ﷺ تم سے پہلے انبیاء پر وحی الٰہی آتی رہی تم پر بھی یہ قرآن وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے۔ یہ عربی میں بہت واضح بالکل کھلا ہوا اور سلجھے ہوئے بیان والا ہے تا کہ تو شہر مکہ کے رہنے والوں کو احکام الٰہی اور اللہ کے عذاب سے آگاہ کردے نیز تمام اطراف عالم کو۔ آس پاس سے مراد مشرق ومغرب کی ہر سمت ہے مکہ شریف کو ام القریٰ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ تمام شہروں سے افضل و بہتر ہے اس کے دلائل بہت سے ہیں جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں ہاں! یہاں پر ایک دلیل جو مختصر بھی ہے اور صاف بھی ہے سن لیجئے۔

ترمذی نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد وغیرہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ مکہ شریف کے بازار حزروع میں کھڑے ہوئے فرمار ہے تھے کہ اے مکہ قسم ہے اللہ کی ساری زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ افضل ہے اگر میں تجھ میں سے نہ نکالا جاتا تو قسم ہے اللہ کی ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن صحیح فرماتے ہیں اور اس لئے کہ تو قیامت کے دن سے سب کو ڈرادے جس دن تمام اول وآخر زمانے کے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ جس دن کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں جس دن کچھ لوگ جنتی ہوں گے اور کچھ جہنمی یہ وہ دن ہوگا کہ جنتی نفع میں رہیں گے اور جہنمی نقصان میں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

## ایک گروہ جنت میں جبکہ ایک گروہ دوزخ میں جائے گا

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس ایک مرتبہ دو کتابیں اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر آئے اور ہم سے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ہم نے کہا ہمیں تو خبر نہیں آپ فرمائیے۔ آپ نے اپنی داہنے ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ رب العالمین کی کتاب ہے جس میں جنتیوں کے نام ہیں مع ان کے والد اور ان کے قبیلہ کے نام کے اور آخر میں حساب کر کے میزان لگا دی گئی ہے اب ان میں نہ ایک بڑھے نہ ایک گھٹے۔ پھر اپنے بائیں ہاتھ کی کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ

جہنمیوں کے ناموں کا رجسٹر ہے انکے نام ان کی ولدیت اور ان کی قوم سب اس میں لکھی ہوئی ہے پھر آخر میں میزان لگا دی گئی ہے ان میں بھی کمی بیشی ناممکن ہے۔ صحابہ نے پوچھا پھر ہمیں عمل کی کیا ضرورت؟ جب کہ سب لکھا جا چکا ہے آپ نے فرمایا ٹھیک ٹھاک رہو بھلائی کی نزدیکی لئے رہو۔ اہل جنت کا خاتمہ نیکیوں اور بھلے اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی اعمال کرتا ہو اور نار کا خاتمہ جہنمی اعمال پر ہی ہوگا گو وہ کیسے ہی کاموں کا مرتکب رہا ہو۔ پھر آپ نے اپنی دونوں مٹھیاں بند کرلیں اور فرمایا تمہارا رب عزوجل بندوں کے فیصلوں سے فراغت حاصل کر چکا ہے ایک فرقہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اشارہ کیا گویا کوئی چیز پھینک رہے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ |
| وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○ |
| اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں ایک امت بنادیتا اور لیکن وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو ظالم ہیں |
| ان کے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔ |

## اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت میں خاص لوگوں کو داخل کرنے کا بیان

"وَلَوْ شَاءَ اللّٰه لَجَعَلَهُمْ أُمَّة وَاحِدَة" أَيْ عَلَى دِين وَاحِد وَهُوَ الْإِسْلَام "وَلٰكِنْ يُدْخِل مَنْ يَشَاء فِي رَحْمَته وَالظَّالِمُونَ" الْكَافِرُونَ "مَا لَهُمْ مِنْ وَلِيّ وَلَا نَصِير" يَدْفَع عَنْهُمْ الْعَذَاب،

اور اگر اللہ چاہتا تو ضرور انھیں ایک امت بنادیتا یعنی ایک دین پر جو اسلام ہے۔ اور لیکن وہ اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور جو ظالم کافر ہیں ان کے لیے نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار رہوگا جو ان سے عذاب کو دور کرے۔

ابن جریر میں ہے اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ اے میرے رب تو نے اپنی مخلوق کو پیدا کیا پھر ان میں سے کچھ کو تو جنت میں لے جائے گا اور کچھ اوروں کو جہنم میں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ سب ہی جنت میں جاتے جناب باری نے ارشاد فرمایا موسیٰ اپنا پیرہن اونچا کرو آپ نے اونچا کیا پھر فرمایا اور اونچا کرو آپ نے اور اونچا کیا فرمایا اور اوپر اٹھاؤ جواب دیا اے اللہ اب تو سارے جسم سے اونچا کرلیا سوائے اس جگہ کے جس کے اوپر سے ہٹانے میں خیر نہیں فرمایا بس موسیٰ اسی طرح میں بھی اپنی تمام مخلوق کو جنت میں داخل کروں گا سوائے ان کے جو بالکل ہی خیر سے خالی ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ |
| کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اولیاء بنالیا ہے، پس اللہ ہی ولی ہے، اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی مدد اور مردوں کو زندہ کرنے کا بیان

"أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونه أَوْلِيَاء" أَيْ الْأَصْنَام "أَمْ" مُنْقَطِعَة بِمَعْنَى: بَلْ الَّتِي لِلِانْتِقَالِ وَالْهَمْزَة لِلْإِنْكَارِ

أَیْ لَیْسَ الْمُتَّخِذُوْنَ أَوْلِیَاءَ "فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیّ" أَیْ النَّاصِرُ لِلْمُؤْمِنِینَ وَالْفَاءُ لِمُجَرَّدِ الْعَطْفِ،

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو اولیاء بنالیا ہے، یہاں پر لفظ اَم بہ معنی بل ہے جو انتقال کیلئے آتا ہے اور ہمزہ انکاری ہے یعنی وہ دوست بنایا ہے وہ کارساز ہی نہیں ہیں۔ پس اللہ ہی ولی ہے۔ جو اہل ایمان کی مدد کرنے والا ہے، یہاں پر الف محض عطف کیلئے آیا ہے۔ اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس مشرکانہ فعل کی قباحت بیان فرماتا ہے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کیا کرتے تھے اور دوسروں کی پرستش کرتے تھے۔ اور بیان فرماتا ہے کہ سچا ولی اور حقیقی کارساز تو میں ہوں۔ مردوں کو جلانا میری صفت ہے ہر چیز پر قابو اور قدرت رکھنا میرا وصف ہے پھر میرے سوا اور کی عبادت کیسی؟

| |
|---|
| وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَی اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ﳓ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ۝ |
| اور تم جس اَمر میں اختلاف کرتے ہو تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف ہوگا، یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے |
| بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ |

## مختلف ادیان کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ قیامت کے دن ہونے کا بیان

"وَمَا اخْتَلَفْتُمْ" مَعَ الْکُفَّارِ "فِیهِ مِنْ شَیْءٍ" مِنْ الدِّینِ وَغَیْرِہِ "فَحُکْمُهُ" مَرْدُودٌ "إِلَی اللّٰہِ" یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَفْصِلُ بَیْنَکُمْ قُلْ لَهُمْ "ذَلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّی عَلَیْهِ تَوَکَّلْت وَإِلَیْهِ أُنِیبُ" أَرْجِعُ،

اور تم جس اَمر میں کفار کے ساتھ اختلاف کرتے ہو یعنی جو دین وغیرہ میں اختلاف ہے۔ تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف سے قیامت کے دن ہوگا، آپ ان سے فرمادیں یہی اللہ میرا رب ہے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو کھڑے ہوتے اور (تہجد کی) نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ آیت (اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِیلَ وَمِیکَآئِیلَ وَاِسْرَافِیلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْکُمُ بَیْنَ عِبَادِکَ فِی مَا کَانُوْا فِیهِ یَخْتَلِفُوْنَ اِهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِکَ اِنَّکَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ ۔ اے اللہ! اے پروردگار جبرائیل، میکائیل، اسرفیل کے! اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے اور پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں فیصلہ کرے گا، اے اللہ امر حق میں جو اختلاف کیا گیا ہے اس میں میری راہنمائی کر، کیونکہ جسے تو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1186)

## مفتی کا فتویٰ احکم شرعی کے مطابق ہونے کا بیان

جس معاملہ جس کام میں بھی تمہارے آپس میں کوئی اختلاف ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ کیونکہ اصل حکم صرف اللہ ہی

کا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ارشاد ہے۔ (آیت) ان الحکم الا اللہ۔ اور دوسری اکثر آیات میں جو اطاعت کے حکم میں رسول کو اور بعض آیات میں اولوالامر کو بھی شامل کیا گیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ رسول یا اولوالامر کو بھی شامل کیا گیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ رسول یا اولوالامر جو کچھ فیصلہ یا حکم کرتے ہیں وہ ایک حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہوتا ہے۔ اگر بذریعہ وحی یا نصوص کتاب وسنت ہے تو اس کا حکم الٰہی ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر اپنے اجتہاد سے ہے تو چونکہ اجتہاد کا مدار بھی نصوص قرآن وسنت پر ہوتا ہے اس لئے وہ بھی ایک حیثیت سے اللہ ہی کا حکم ہے۔ مجتہدین امت کے اجتہادات بھی اس حیثیت سے احکام الٰہیہ میں داخل ہیں۔ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ عام آدمی جو قرآن وسنت کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کے حق میں مفتی کا فتویٰ ہی حکم شرعی کہلاتا ہے۔

| |
|---|
| فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ |
| يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ |
| آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنسوں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں کے |
| بھی جوڑے بنائے اور تمہیں اسی سے پھیلاتا ہے، اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ |

## زمین وآسمانوں کو عدم سے وجود میں لانے کا بیان

"فَاطِر السَّمَاوَات وَالْأَرْض" مُبْدِعهمَا "جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسكُمْ أَزْوَاجًا" حَيْثُ خَلَقَ حَوَّاء مِنْ ضِلَع آدَم "وَمِنْ الْأَنْعَام أَزْوَاجًا" ذُكُورًا وَإِنَاثًا "يَذْرَؤُكُمْ" بِالْمُعْجَمَةِ يَخْلُقكُمْ "فِيهِ" فِي الْجَعْل الْمَذْكُور أَيْ يُكَثِّركُمْ بِسَبَبِهِ بِالتَّوَالُدِ وَالضَّمِير لِلْأَنَاسِيِّ وَالْأَنْعَام بِالتَّغْلِيبِ "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْء" الْكَاف زَائِدَة لِأَنَّهُ تَعَالَى لَا مِثْل لَهُ "وَهُوَ السَّمِيع" لِمَا يُقَال "الْبَصِير" لِمَا يُفْعَل،

آسمانوں اور زمین ان دونوں کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے، اسی نے تمہارے لئے تمہاری جنسوں سے جوڑے بنائے یعنی حضرت حواء کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا کیا۔ اور چوپایوں کے بھی جوڑے بنائے یعنی ان میں سے مذکر ومؤنث بنائے۔ اور تمہیں اسی جوڑوں کی تدبیر سے پھیلاتا ہے، یہاں پر لفظ یذرئکم بہ معنی یخلقکم ہے۔ جو ذال معجمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جو بنانے میں تمہیں توالد کے ذریعے زیادہ کرتا ہے۔ اور کم ضمیر انسانوں اور غلبہ کے طور پر جانوروں کی طرف لوٹنے والی ہے۔ اس کے مانند کوئی چیز نہیں ہے۔ یہاں کاف زائدہ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کوئی مثل نہیں۔ اور وہی سننے والا جو کہا گیا، فعل کو دیکھنے والا ہے۔

## انسانی وحیوانی نسلی افزائش کا بیان

اس کا احسان دیکھو کہ اس نے تمہاری ہی جنس اور تمہاری ہی شکل کے تمہارے جوڑے بنا دیئے یعنی مرد وعورت اور چوپایوں

کے بھی جوڑے پیدا کیے جو آٹھ ہیں وہ اسی پیدائش میں تمہیں پیدا کرتا ہے یعنی اسی صفت پر یعنی جوڑ جوڑ پیدا کرتا جارہا ہے نسلیں کی نسلیں پھیلا دیں قرنوں گذر گئے اور سلسلہ اسی طرح چلا آرہا ہے ادھر انسانوں کا ادھر جانوروں کا ہے۔

بغوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں مراد رحم میں پیدا کرتا ہے بعض کہتے ہیں پیٹ میں بعض کہتے ہیں اسی طریق پر پھیلانا ہے حضرت مجاہد فرماتے ہیں نسلیں پھیلانی مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں یہاں (فیہ) معنی (بہ) کے ہے یعنی مرد اور عورت کے جوڑے سے نسل انسانی کو وہ پھیلا رہا اور پیدا کر رہا ہے حق یہ ہے کہ خالق کے ساتھ کوئی اور نہیں وہ فرد وصمد ہے وہ بینظیر ہے وہ سمیع وبصیر ہے آسمان وزمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھوں میں ہیں سورہ زمر میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے مقصد یہ ہے کہ سارے عالم کا متصرف مالک حاکم وہی یکتا لاشریک ہے جسے چاہے کشادہ روزی دے جس پر چاہے تنگی کر دے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ کسی حالت میں وہ کسی پر ظلم کرنے والا نہیں اس کا وسیع علم ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ (تفسیر بغوی، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ |
| اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، وہ رزق فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے، |
| بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## زمین وآسمانوں کے خزانوں کے مالک ہونے کا بیان

"لَـهُ مَقَالِيد السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَيْ مَفَاتِيح خَزَائِنهمَا مِنْ الْمَطَر وَالنَّبَات وَغَيْرهمَا "يَبْسُط الرِّزْق" يُوَسِّعهُ "لِمَنْ يَشَاء" امْتِحَانًا "وَيَقْدِر" يُضَيِّقهُ لِمَنْ يَشَاء ابْتِلَاء،

اسی کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی کنجیاں ہیں، یعنی ان دونوں کے خزانوں جو بارش اور نباتات وغیرہ میں سے ہیں۔ وہ رزق کو بہ طور امتحان فراخ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے اور بہ طور آزمائش تنگ کر دیتا ہے، بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق بہ طور امتحان و مصلحت عطاء ہونے کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ خیر (یعنی مال و دولت کے انبار) خزانے ہیں اور ان خزانوں کے لئے کنجیاں ہیں (یعنی اللہ اپنے جن نیک اور مخیر بندوں کو مال و دولت سے نوازتا ہے وہ گویا ان خدائی خزانوں کی کنجیاں ہوتے ہیں کہ ان کے مالی عطیات اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ فقیر ومفلس اور ضرورتمند بندگان اللہ فائدہ اٹھاتے ہیں) پس (دنیوی کامیابی اور ترقی اور اخروی فلاح وسعادت کی) بشارت ہو اس بندہ کو کہ جس کو اللہ نے خیر (یعنی نیکیوں و بھلائیوں اور مالی بخشش وعطاء) کے دروازے کھلنے اور برائی (یعنی بخل وخست اور ضرورتمندوں سے بے پروائی کے دروازے بند ہونے کا سبب وذریعہ بنایا ہے اور دین ودنیا کی ہلاکت وتباہی ہے اس بندہ کے لئے جس کو اللہ نے برائی کے دروازے

کھلنے اور خیر کے دروازے بند ہونے کا سبب وذریعہ بنایا ہے یعنی جو مالدار اپنی دولت کو بڑھانے کے چکر میں رہتا ہے اور ضرورتمند بندگان اللہ کی خبر گیری اور امور خیر میں خرچ کرنے کی اہمیت سے بے پرواہ رہ کر گویا بخل وخست میں مبتلا ہوتا ہے اس کے لئے تباہی ہی تباہی ہے۔(ابن ماجہ،مشکوۃ شریف:جلد چہارم:حدیث نمبر 1134)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی "اشعۃ اللمعات" ماخوذ ہے، جہاں تک ملا علی قاری رحمہ اللہ کا تعلق ہے تو انہوں نے حدیث کی وضاحت اس طور پر کی ہے کہ ہذاالخیر میں خیر جنس خیر (یعنی ہر طرح کی بھلائی) مراد ہے،خزائن سے مراد خیر کی انواع کثیر ہیں یعنی وہ بھلائیاں مختلف انواع رکھتی ہیں اوران کو اللہ کے بندوں کے درمیان اس طرح مخزون ومرکوز کیا گیا ہے جیسے خزانوں کو پوشیدہ رکھا جاتا ہے لتلک الخزائن مفاتیح (ان خزانوں کے لئے کنجیاں ہیں) میں کنجیوں سے مراداللہ کے ان نیک بندوں کے ہاتھ قوائے عمل ہیں جواس روئے زمین پر امور کائنات میں تصرف وتسلط کے لئے اللہ کے وکیل ونائب کی حیثیت رکھتے ہیں مفتاحاللخیر خیر کی کنجی سے مراد،ان بندوں کاان بھلائیوں اور نیکیوں کواختیار کرنا اور پھیلانا ہے،خواہ وہ علم وعمل کواختیار کرنے کی شکل میں ہو۔اور مفتاحاللشر شر کی کنجی سے مراد خیر وبھلائی کے راستہ کومسدود کرنا اور بدی وبرائی کے راستہ کوکھولنا ہے اوراس برائی کے راستہ کا کھلنا خواہ کفروشرک وتکبر وسرکشی اور بدعملی وفتنہ انگیزی کواختیار کرنے کے ذریعہ ہو یا بخل وخست اوراپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ بدسلوکی اختیار کرنے کی صورت میں ہو۔

امام راغب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "خیر" اس چیز کو کہتے ہیں جس کی طرف ہرانسان رغبت رکھتا ہے جیسے علم وعقل اوراحسان و مہربانی وغیرہ اوراسی طرح ہر وہ چیز جونفع پہنچاتی ہے اور جو چیز خیر کی ضداوراس کے برعکس ہوتی ہے اس کوشر کہتے ہیں۔نیز خیر وشر اگرچہ ایک دوسرے کی ضداورمخالف ہیں مگر کبھی کبھی ان دونوں میں اتحاد ذاتی اور فرق اعتباری بھی ہوتا ہے یعنی ایک ہی چیز دواعتبار سے خیراور شر دونوں کی حامل بن سکتی ہے کہ ایک شخص کے حق تو وہ خیر وبھلائی کا ذریعہ ہواوردوسرے شخص کے حق میں وہی چیز شراور برائی کا سبب بن جائے جیسے مال،ہی کی مثال لے لیجئے وہ ایک شخص مثلاعمر کے حق میں تو خیر کا ذریعہ ہوتا ہے جب کہ عمر نے اس کو جائز طور پر حاصل کیا ہواور جائز مصارف میں اس کوخرچ کیا اور وہی مال ایک دوسرے شخص مثلاً زید کے حق میں شر کا سبب بن سکتا ہے جب کہ زیداس مال پرناجائز طور سے تصرف وقبضہ کرے۔اسی طرح "علم" کی مثال بھی ہے کہ ایک ہی وقت میں بعض لوگوں کی نسبت سے اللہ اور بندہ کے درمیان حجاب بن جاتا ہے اوران لوگوں پر عذاب الٰہی کا سبب ہوتا ہے جب کہ وہ لوگ اس علم سے ہدایت وراستی حاصل کرنے کی بجائے ضلالت وگمراہی میں پھنس جائیں اور وہی علم دوسرے لوگوں کے حق میں اللہ کی معرفت وقربت اور ایمان ویقین کا ذریعہ بنتا ہے۔

جب کہ وہ لوگ اس علم سے ہدایت وراستی حاصل کریں اوراس کے صحیح تقاضوں پر عمل کریں!اسی پر اور عبادات کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بعض عبادتیں،عجب وغرور کی باعث ہوتی ہیں جب کہ ان کو اختیار کرنے والا ریاء ونمائش اور نام ونمود کا راستہ اختیار کرے اور بعض عبادتیں ایمانی وروحانی کیف وسروراورنورانیت اورذوق عبودیت کا باعث بنتی ہیں جب کہ ان کو اختیار

کرنے والا اخلاص وللّٰہیت کے جذبہ سے سرشار ہو! دنیاوی چیزوں مثلاً گھوڑے آلات حرب اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کے بارے میں بھی یہ بات ہے کہ کبھی تو یہ چیزیں دشمنان اللہ کے ساتھ جہاد کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں اور اس طرح سے بندہ کو جنت میں لے جانے کا وسیلہ ہوتی ہے اور کبھی یہی چیزیں فتنہ وفساد پھیلانے یہاں تک کہ اللہ کے نہایت نیک و برگزیدہ بندوں (جیسے انبیاء و اولیاء) کے قتل وخونریزی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور ان کی وجہ سے انسان دوزخ کے اسفل ترین درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔

| |
|---|
| شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ |
| اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ |
| مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ○ |
| اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا جس کا حکم اس نے نوح (علیہ السلام) کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے |
| آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ تم دین پر قائم رہو اور اس میں |
| تفرقہ نہ ڈالو، مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے حضور میں |
| منتخب فرمالیتا ہے، اور اپنی طرف راہ دکھا دیتا ہے، اس شخص کو جو قلبی رجوع کرتا ہے۔ |

## تمام انبیائے کرام میں اصولِ دین کے متحد ہونے کا بیان

"شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّين مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا" هُوَ أَوَّل أَنْبِيَاء الشَّرِيعَة "وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْك وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيم وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّين وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ " هَذَا هُوَ الْمَشْرُوع الْمُوصَى بِهِ وَالْمُوحَى إلَى مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ التَّوْحِيد "كَبُرَ" عَظُمَ "عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إلَيْهِ" مِنْ التَّوْحِيد "اللَّه يَجْتَبِي إلَيْهِ" إلَى التَّوْحِيد "مَنْ يَشَاء وَيَهْدِي إلَيْهِ مَنْ يُنِيب" يُقْبِل إلَى طَاعَته،

اس نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر فرمایا جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو دیا تھا وہ پہلے نبی شریعت تھے۔ اور جس کی وحی ہم نے آپ کی طرف بھیجی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو دیا تھا وہ یہی ہے کہ تم اسی دین پر قائم رہو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو، یعنی وہ تاکیدی حکم تھا جو مشروع ہے اور ایسی ہی وحی حضرت محمد ﷺ کی طرح کی گئی۔ اور وہ توحید ہے مشرکوں پر بہت ہی گراں ہے وہ توحید کی بات جس کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں۔ اللہ جسے خود چاہتا ہے اپنے حضور میں توحید کیلئے منتخب فرمالیتا ہے، اور اپنی طرف آنے کی راہ دکھا دیتا ہے ہر اس شخص کو جو قلبی رجوع کرتا ہے۔ یعنی جو اس کی اطاعت کو قبول کرتا ہے۔

## اہل اسلام کا اصول دین میں اتفاق کا بیان

حضرت علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جماعت رحمت اور فرقت عذاب ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصولِ دین میں تمام مسلمان خواہ وہ کسی عہد یا کسی امت کے ہوں یکساں ہیں، ان میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ احکام میں امتیں باعتبار اپنے احوال وخصوصیات کے جداگانہ ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا، المائدہ:48)

اس آیت میں حکم اس دین مشترک اور متفق علیہ کے قائم رکھنے کا ہے، جس پر تمام انبیاء علیہم السلام متفق اور مشترک چلے آئے ہیں۔ اس میں اختلاف کو تفرق کے لفظ سے تعبیر کر کے ممنوع کیا گیا ہے۔ انہی قطعی احکام میں اختلاف وتفرق کو احادیث مذکورہ میں ایمان کے لئے خطرہ اور سبب ہلاکت فرمایا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ فروعی مسائل میں جہاں قرآن وحدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہیں یا نصوص قرآن وسنت میں کوئی ظاہری تعارض ہے۔ وہاں ائمہ مجتہدین کا اپنے اپنے اجتہاد سے کوئی حکم متعین کر لینا، جس میں باہم اختلاف ہونا، اختلاف رائے و نظر کی بناپر لازمی ہے، اس تفرق ممنوع سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ایسا اختلاف صحابہ کرام میں خود عہد رسالت سے چلا آیا ہے اور وہ باتفاق فقہاء رحمت ہے۔ اور اقامت دین سے مراد، اس پر قائم دائم رہنا، اس میں کسی شک وشبہ کو راہ نہ دینا، اور کسی حال اس کو نہ چھوڑنا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ |
| مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ |
| اور انہوں نے فرقہ بندی نہیں کی تھی مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس علم آچکا تھا محض آپس کی ضد کی وجہ سے، اور اگر آپ کے |
| رب کی جانب سے مقررہ مدت تک کا فرمان پہلے صادر نہ ہوا ہوتا تو ان کے درمیان فیصلہ کیا جا چکا ہوتا، اور بیشک جو لوگ |
| ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے تھے وہ خود اس کی نسبت فریب دینے والے شک میں ہیں۔ |

## اہل ادیان میں فرقہ بندی کا سبب کفار ہونے کا بیان

"وَمَا تَفَرَّقُوا" أَيْ أَهْلُ الْأَدْيَانِ فِي الدِّينِ بِأَنْ وَحَّدَ بَعْض وَكَفَرَ بَعْض "إِلَّا مِنْ بَعْد مَا جَاءَهُمُ الْعِلْم" بِالتَّوْحِيدِ "بَغْيًا" مِنَ الْكَافِرِينَ "بَيْنهمْ وَلَوْلَا كَلِمَة سَبَقَتْ مِنْ رَبّك" بِتَأْخِيرِ الْجَزَاء "إِلَى أَجَل مُسَمًّى" يَوْم الْقِيَامَة "لَقُضِيَ بَيْنهمْ" بِتَعْذِيبِ الْكَافِرِينَ فِي الدُّنْيَا "وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا الْكِتَاب مِنْ بَعْدهمْ" وَهُمْ الْيَهُود وَالنَّصَارَى "لَفِي شَكّ مِنْهُ" مِنْ مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "مُرِيب" مُوقِع فِي الرِّيبَة

اور انہوں نے یعنی اہل ادیان نے دین میں فرقہ بندی نہیں کی تھی یعنی ایسا نہیں کیا کہ بعض نے توحید کا اقرار کیا ہو اور بعض نے

انکار کیا ہو مگر اس کے بعد جبکہ ان کے پاس توحید کا علم آ چکا تھا محض کفار کی آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے، اور اگر آپ کے رب کی جانب سے مقررہ مدت یعنی قیامت کے دن تک کی مہلت کا فرمان پہلے صادر نہ ہوا ہوتا تو ان کفار کے درمیان اسی دنیا میں فیصلہ کیا جا چکا ہوتا، اور بیشک جو لوگ ان کے بعد کتاب کے وارث بنائے گئے تھے وہ یہود و نصاریٰ ہیں۔ وہ خود آپ کی نسبت یعنی نبی کریم ﷺ کے بارے میں فریب دینے والے شک میں مبتلا ہیں۔

ماتفرقوا کی ضمیر حضرت ابن عباس نے قریش مکہ کی طرف راجع فرمائی اور مطلب یہ قرار دیا کہ کفار قریش نے جو دین حق اور صراط مستقیم سے علیحدگی اور بیزاری اختیار کی، یہ فی نفسہ بھی سخت نادانی تھی، اس پر مزید یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے علم آ جانے کے بعد بھی انہوں نے ایسا کیا۔ علم آ جانے سے مراد حضرت ابن عباس کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آ جانا ہے جو سارے علوم الٰہیہ کے سرچشمہ تھے۔ اور بعض حضرات نے ماتفرقوا کی ضمیر پچھلی امتوں کے لوگوں کی طرف پھیری اور معنی یہ قرار دیئے کہ پچھلی امتوں کے لوگوں نے اپنے اپنے انبیاء کے دین سے تفرق اور علیحدگی اختیار کی، باوجودیکہ ان کے پاس انبیاء کے ذریعہ صراط مستقیم کا صحیح علم آ چکا تھا۔ امم سابقہ مخاطب ہوں یا امت محمدیہ کے کفار۔ دونوں کا تقاضا یہ تھا کہ خود تو گمراہی میں پڑے ہی اپنے رسولوں کو بھی اپنے راستہ پر چلانے کے خواہش مند تھے اس لئے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

(15) فَلِذٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ

| |
|---|
| فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ |
| مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ |
| اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ؕ |
| پس آپ اسی کے لئے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ قائم رہئے اور ان کی خواہشات پر کان نہ دھریئے، اور فرما |
| دیجئے: جو کتاب بھی اللہ نے اتاری ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل و انصاف |
| کروں۔ اللہ ہمارا رب ہے اور تمہارا رب ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، ہمارے |
| اور تمہارے درمیان کوئی بحث و تکرار نہیں، اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف پلٹنا ہے۔ |

## کفار کو دعوت توحید دیتے رہنے کا بیان

"فَلِذٰلِكَ" التَّوْحِيد "فَادْعُ" يَا مُحَمَّد النَّاس "وَاسْتَقِمْ" عَلَيْهِ "كَمَا أُمِرْت وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ" فِي

ترکہ "وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ " أَيْ بِأَنْ أَعْدِلَ "بَيْنَكُمْ" فِي الْحُكْمِ "اللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ" فَكُلٌّ يُجَازَى بِعَمَلِهِ "لَا حُجَّةَ" خُصُومَةَ "بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" هَذَا قَبْلَ أَنْ يُؤْمَرَ بِالْجِهَادِ "اللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا " فِي الْمَعَادِ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ "وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ " الْمَرْجِعُ

یا محمد ﷺ پس آپ توحید کے لئے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے اسی پر قائم رہئے اور ان کی خواہشات پر کان نہ دھریئے، یعنی دعوت توحید کو ترک نہ کرنا، اور یہ فرما دیجئے، جو کتاب بھی اللہ نے اتاری ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرنے میں عدل و انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے، ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال، لہٰذا ہر ایک اس کو عمل کی جزاء دی جائے گی۔ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی بحث و تکرار نہیں، یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔ اللہ ہم سب کو فیصلے کے دن جمع فرمائے گا تا کہ فیصلہ کر دے۔ اور اسی کی طرف سب کا پلٹنا ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت مکہ مکرمہ میں اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ کفار سے جہاد کرنے کے احکام نازل نہ ہوئے تھے۔ احکام جہاد کی آیتوں نے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ کیونکہ جہاد کا حال ہی یہ ہے کہ جو لوگ نصیحت وفہمائش کا اثر نہ لیں ان سے قتال کر کے انہیں مغلوب کیا جائے یہ نہیں کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ حکم منسوخ نہیں اور مطلب آیات کا یہ ہے کہ جب ہم نے حق کو دلائل اور براہین سے ثابت کر دیا تو اب اس کا نہ ماننا صرف عناد اور ہٹ دھرمی ہی کی وجہ سے ہوسکتا ہے اور عناد آ گیا تو اب دلائل کی گفتگو فضول ہوئی تمہارا عمل تمہارے آگے میرا میرے آگے آوے گا۔ (قرطبی، سورہ شوریٰ، بیروت)

## تمام انبیائے کرام کے دین کے اتفاق کا بیان

اس آیت میں ایک لطیفہ ہے جو قرآن کریم کی صرف ایک اور آیت میں پایا جاتا ہے باقی کسی اور آیت میں نہیں وہ یہ کہ اس میں دس کلمے ہیں جو سب مستقل ہیں الگ الگ ایک ایک کلمہ اپنی ذات میں ایک مستقل حکم ہے یہی بات دوسری آیت یعنی آیت الکرسی میں بھی ہے پس پہلا حکم تو یہ ہوتا ہے کہ جو وحی تجھ پر نازل کی گئی ہے اور وہی وحی تجھ سے پہلے کے تمام انبیاء پر آتی رہی ہے اور جو شرع تیرے لئے مقرر کی گئی ہے اور وہی تجھ سے پہلے تمام انبیاء کرام کے لئے بھی مقرر کی گئی تھی تو تمام لوگوں کو اس کی دعوت دے ہر ایک کو اسی کی طرف بلا اور اسی کے منوانے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و وحدانیت پر تو آپ استقامت کر اور اپنے ماننے والوں سے استقامت کر مشرکین نے جو کچھ اختلاف کر رکھے ہیں جو تکذیب و افتراء ان کا شیوہ ہے جو عبادت غیر اللہ ان کی عادت ہے خبردار تو ہرگز ہرگز ان کی خواہش اور ان کی چاہتوں میں نہ آ جانا۔ ان کی ایک بھی نہ ماننا اور علی الاعلان اپنے اس عقیدے کی تبلیغ کر کہ اللہ کی

نازل کردہ تمام کتابوں پر میرا ایمان ہے میرا یہ کام نہیں کہ ایک کو مانوں اور دوسری سے انکار کروں، ایک کو لے لوں اور دوسری کو چھوڑ دوں۔

میں تم میں بھی وہی احکام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اللہ کی طرف سے میرے پاس پہنچائے گئے ہیں اور جو سراسر عدل اور یکسر انصاف پر مبنی ہیں۔ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہمارا تمہارا معبود برحق وہی ہے اور وہی سب کا پالنہار ہے گو کوئی اپنی خوشی سے اس کے سامنے نہ جھکے لیکن دراصل ہر شخص بلکہ ہر چیز اس کے آگے جھکی ہوئی ہے اور سجدے میں پڑی ہوئی ہے ہمارے عمل ہمارے ساتھ۔ تمہاری کرنی تمہیں بھرنی۔ ہم تم میں کوئی تعلق نہیں جیسے اور آیت میں ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے اگر یہ تجھے جھٹلائیں تو تو کہہ دے کہ میرے لئے میرے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال ہیں۔ تم میرے اعمال سے بری اور میں تمہارے اعمال سے بیزار۔ ہم تم میں کوئی خصومت اور جھگڑا نہیں۔ کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حکم تو مکہ میں تھا لیکن مدینے میں جہاد کے احکام اترے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور جہاد کی آیتیں ہجرت کے بعد کی ہیں قیامت کے دن اللہ ہم سب کو جمع کرے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

(16) وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيبَ لَهُ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ |
| عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ۝ |
| اور جو لوگ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ اس کی دعوت قبول کر لی گئی، ان کی دلیل ان کے رب کے |
| نزدیک باطل ہے اور ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔ |

## معجزات کے باوجود دلائل کرنے والے یہود کا بیان

"وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي" دِين "اللّٰه" نَبِيّه "مِنْ بَعْد مَا اُسْتُجِيبَ لَهُ" بِالْإِيمَانِ لِظُهُورِ مُعْجِزَته وَهُمْ الْيَهُود "حُجَّتهمْ دَاحِضَة" بَاطِلَة،

اور جو لوگ اللہ کے بارے میں یعنی اس کے دین کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے جھگڑتے ہیں، اس کے بعد کہ آپ کے معجزات کو دیکھ کر ایمان دعوت قبول کر لی گئی، اور وہ یہود ہیں۔ ان کی دلیل ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر بڑا غضب ہے اور ان کے لیے بہت سخت سزا ہے۔

## منکرین قیامت کے لئے وعیدیں

اللہ تبارک وتعالیٰ ان لوگوں کو ڈراتا ہے جو ایمان داروں سے فضول حجتیں کیا کرتے ہیں، انہیں راہ ہدایت سے بہکانا چاہتے

ہیں اور اللہ کے دین میں اختلاف پیدا کرتے ہیں۔ان کی حجت باطل ہے ان پر رب غضبناک ہے۔اور انہیں قیامت کے روز سخت اور نا قابل برداشت مار ماری جائے گی۔ان کی طمع پوری ہونی یعنی مسلمانوں میں پھر دوبارہ جاہلیت کی خو بو آنا محال ہے ٹھیک اسی طرح یہود ونصاریٰ کا بھی یہ جادو نہیں چلنے دے گا۔ ناممکن ہے کہ مسلمان ان کے موجودہ دین کو اپنے سچے اچھے اصل اور بیکھرے دین پر ترجیح دیں۔اور اس دین کو لیں جس میں جھوٹ ملا ہوا ہے

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَؕ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ۝ |
| اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب نازل فرمائی اور ترازو،اور آپ کو کس نے خبردار کیا،شاید قیامت قریب ہی ہو۔ |

## قرآن مجید کا نزول حق کے ساتھ ہونے کا بیان

"اللّٰهُ الَّذِی أَنْزَلَ الْكِتَابَ" الْقُرْآن "بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِأَنْزَلَ "وَالْمِيزَان" الْعَدْل "وَمَا يُدْرِيك" يُعْلِمك "لَعَلَّ السَّاعَة" أَيْ إتْيَانهَا وَلَعَلَّ مُعَلِّق لِلْفِعْلِ عَنْ الْعَمَل وَمَا بَعْده سَدَّ مَسَدّ الْمَفْعُولَيْنِ،

اللہ وہی ہے جس نے حق کے ساتھ کتاب یعنی قرآن نازل فرمایا، یہاں پر لفظ بالحق یہ انزل کے متعلق ہے۔اور عدل وانصاف کا ترازو بھی اتارا،اور آپ کو کس نے خبردار کیا،شاید قیامت قریب ہی ہو۔ یہاں پر لفظ لعل یہ فعل کو عمل سے روکنے والا ہے۔اور اس کے مابعد دو مفاعیل کے قائم مقام ہے۔

## سورہ شوریٰ آیت ۱۷ کے شان نزول کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے بطریق تکذیب کہا کہ قیامت کب ہوگی؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان،سورہ شوریٰ،لاہور)

کتاب سے مراد اس جگہ مطلق آسمانی کتاب ہے جس میں قرآن اور پہلی کتابیں سب داخل ہیں اور حق سے مراد وہ دین حق ہے جس کا ذکر اوپر آیا ہے اور میزان کے لفظی معنی ترازو کے ہیں وہ چونکہ انصاف قائم کرنے اور حق پورا دینے کا ایک آلہ ہے۔اس لئے حضرت ابن عباس نے میزان کی تفسیر عدل وانصاف سے کی ہے۔ مجاہد امام تفسیر نے فرمایا کہ یہاں میزان سے مراد وہ عام ترازو ہے جس کو لوگ استعمال کرتے ہیں اور مراد اس سے سب کے حقوق کی پوری ادائیگی اور انصاف ہے۔تو لفظ حق میں سب حقوق اللہ اور لفظ میزان میں سب حقوق العباد کی طرف اشارہ ہو گیا۔اور یہ جو فرمایا کہ مومنین قیامت سے ڈرتے ہیں۔مراد اس سے اعتقادی خوف ہے جو قیامت کے اہوال سے ہے۔ نیز اپنی عملی کوتاہیوں پر نظر کرنے سے لازمی ہوتا ہے۔مگر بعض اوقات کسی مومن پر اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق غالب ہو کر اس خوف پر غالب آجاتا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔جیسا کہ قبر میں بعض مردوں کا یہ کہنا ثابت ہے کہ قیامت جلد آجائے، وجہ یہ ہے کہ قبر میں جب فرشتوں کی طرف سے انسان کو بشارت رحمت و مغفرت کی مل جائے گی تو قیامت کا خوف مغلوب ہو جائے گا۔ (تفسیر قرطبی،سورہ شوریٰ،بیروت)

يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ۝

اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔

## کفار کا قیامت کو جلد طلب کرنے کا بیان

"يَسْتَعْجِل بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنونَ بِهَا" يَقُولُونَ مَتَى تَأْتِي ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّهَا غَيْر آتِيَة "وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ" خَائِفُونَ "مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقّ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ" يُجَادِلُونَ "فِي السَّاعَة لَفِي ضَلَال بَعِيد"

اسے وہ لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اس پر ایمان نہیں رکھتے یعنی وہ کہتے ہیں کہ وہ کب آئے گی کیونکہ ان کا خیال ہے وہ آنے والی نہیں ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، وہ اس سے ڈرنے والے ہیں اور جانتے ہیں کہ بے شک وہ حق ہے۔ سنو! بے شک وہ لوگ جو قیامت کے بارے میں شک کرتے ہیں یقیناً وہ بہت دور کی گمراہی میں ہیں۔

یعنی جو لوگ عذاب آخرت اور قیامت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور بار بار پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ روز آخرت اور اعمال کی باز پرس پر یقین نہیں رکھتے۔ اگر انہیں اس بات کا یقین ہوتا تو کبھی عذاب کے لیے جلدی نہ مچاتے۔ اور جو لوگ روز آخرت پر اور اعمال کی جواب دہی پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ تو اپنے محاسبہ سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور یقین نہ رکھنے والوں کو چونکہ اپنے اعمال کے محاسبہ کا کچھ خوف نہیں ہوتا اس لیے وہ گناہ کے کاموں پر دلیر ہوتے ہیں اور حق اور عدل وانصاف کی راہ سے ہٹ کر اپنی سرکشی اور گمراہی میں بہت آگے نکل جاتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ۝

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، رزق دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور وہی بہت قوت والا، سب پر غالب ہے۔

## اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطیف ہونے کا بیان

"اللَّه لَطِيف بِعِبَادِهِ" بَرّهمْ وَفَاجِرهمْ حَيْثُ لَمْ يُهْلِكهُمْ جُوعًا بِمَعَاصِيهِمْ "يَرْزُق مَنْ يَشَاء" مِنْ كُلّ مِنْهُمْ مَا يَشَاء "وَهُوَ الْقَوِيّ" عَلَى مُرَاده "الْعَزِيز" الْغَالِب عَلَى أَمْره،

اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے، یعنی وہ خواہ نیک ہوں یا برے ہوں انہیں نافرمانی کے سبب بھوک کے سبب ہلاک نہیں کرتا۔ رزق دیتا ہے ان میں سے جسے چاہتا ہے اور وہی اپنی مراد پر بہت قوت والا، اپنے حکم پر غالب ہے۔

## اللہ تعالیٰ کے وصف لطیف کے معانی کا بیان

لفظ لطیف لغت کے اعتبار سے چند معانی میں استعمال ہوتا ہے یہاں حضرت ابن عباس نے اس کا ترجمہ حفی بمعنی مہربان سے اور حضرت عکرمہ نے بار یعنی محسن سے کیا ہے۔

حضرت مقاتل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے سبھی بندوں پر مہربان ہے۔ یہاں تک کہ کافر فاجر پر بھی دنیا میں اس کی نعمتیں برستی ہیں حق تعالیٰ کی عنایات اور لطف و کرم اپنے بندوں پر بے شمار انواع واقسام کے ہیں۔ اس لئے تفسیر قرطبی نے لفظ لطیف کے معنی بھی بہت سے بیان فرمائے ہیں۔ اور حاصل سب کا لفظ حفی اور بار میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رزق تو ساری مخلوقات کے لئے عام اور شامل ہے۔ دریا اور خشکی میں رہنے والے وہ جانور جن کو کوئی نہیں جانتا اس کا رزق ان کو بھی پہنچتا ہے۔ اس آیت میں جو یہ ارشاد فرمایا کہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اس کا حاصل زیادہ واضح وہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رزق کی بے شمار اقسام و انواع ہیں۔ بقدر ضرورت معاش رزق تو سب کے لئے عام ہے۔ پھر خاص خاص اقسام رزق کی تقسیم میں اپنی حکمت بالغہ سے مختلف درجات اور پیمانے رکھے ہیں۔ کسی کو مال و دولت کا رزق زیادہ دے دیا۔ کسی کو صحت وقوت کا، کسی کو علم و معرفت کا کسی کو دوسری انواع واقسام کا اس طرح ہر انسان دوسرے کا محتاج بھی رہتا ہے اور یہی احتیاج ان کو باہمی تعاون و تناصر پر آمادہ کرتی ہے جس پر تمدن انسانی کی بنیاد ہے۔ حضرت جعفر بن محمد نے فرمایا کہ رزق کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و مہربانی بندوں پر دو طرح کی ہے اول تو یہ کہ ہر ایک ذی روح کو اس کے مناسب حال غذاء اور ضروریات عطا فرماتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی کو اس کا پورا رزق عمر بھر کا بیک وقت نہیں دے دیتا، ورنہ اول تو اس کی حفاظت کرنا مشکل ہو جاتا اور کتنی بھی حفاظت کرتا وہ پھر بھی سڑنے اور خراب ہونے سے بچتا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا |
| نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ○ |
| جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے |
| اسے ہم اس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ |

## دنیا یا آخرت میں اجر طلب کرنے والے کا بیان

"مَنْ كَانَ يُرِيد" بِعَمَلِهِ "حَرْث الْآخِرَة" أَيْ كَسْبهَا وَهُوَ الثَّوَاب "نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثه" بِالتَّضْعِيفِ فِيهِ الْحَسَنَة إِلَى الْعَشْرَة وَأَكْثَر "وَمَنْ كَانَ يُرِيد حَرْث الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا" بِلَا تَضْعِيف مَا قُسِمَ لَهُ،

جو کوئی عمل کے ذریعے آخرت کی کھیتی چاہتا ہے یعنی عمل کر کے ثواب چاہتا ہے۔ ہم اس کے لیے اس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے یعنی ایک نیکی کو دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ثواب والا بنا دیں گے۔ اور جو کوئی دنیا کی کھیتی چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے کچھ دے

دیں گے جس میں کوئی اضافہ نہ ہوگا جو اس کی قسمت میں ہوگا۔اور آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔

## اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں

**الامور بمقاصدھا ۔ (الاشباہ والنظائر، ص ۱۲ ،مطبوعہ H.M.S. کمپنی کراچی)**

اعمال اپنے مقاصد کے ساتھ ہوتے ہیں۔یعنی اعمال کا حکم مقاصد کے ساتھ ہوتا ہے اگر اس عمل کا مقصد نیک ہو تو حکم اس کیلئے بھلائی کا ہوگا اور اگر اس عمل کا مقصد برا ہو تو اس کیلئے برائی کا حکم لگایا جائے گا۔

اس قاعدہ کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت مقدسہ سے ہے۔ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا و من یرد ثواب الآخرۃ نؤتہ منھا ۔ ( آل عمران ۱۴۵)

جو شخص دنیاوی فائدہ چاہے ہم اسے دنیا کا فائدہ دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کے ثواب کا ارادہ کرے تو ہم اسے آخرت کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

## فساد نماز کے حکم کا بیان

جب نمازی قرآن سے کوئی ایسی آیت پڑھے جو کسی متکلم کے کلام کا جواب بنے تو اس سے اسکی نماز ٹوٹ جائے گی۔کیونکہ اگر چہ اس نے قرآن پڑھا ہے مگر اس کا قصد یا ارادہ متکلم کے کلام کا جواب دینا ہے۔لہٰذا قصد وارادے کا اعتبار کرتے ہوئے اس کے عمل کو ارادے کے ساتھ متعین کریں گے۔

اسی طرح جب کسی نمازی نے خوشی کی خبر سنی اور الحمدللہ کہا یا کوئی بری خبر سنی اور لاحول ولاقوۃ پڑھا یا کسی انسان کی موت کی خبر سنی تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو ان تمام صورتوں میں اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔اگر چہ اس نے قرأت کی ہے لیکن اس کے ارادے اور قصد کا اعتبار کرتے ہوئے فساد نماز کا حکم دیا جائے گا کیونکہ اعمال اپنے ارادوں کے ساتھ معتبر ہوتے ہیں۔

(الاشباہ)

## اتحاد مقاصد کے حکم کا بیان

امام بخاری علیہ الرحمہ روایت کرتے ہیں حضرت احنف بن قیس نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں اس شخص (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مدد کیلئے گیا تو مجھے راستے میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ ملے۔پس مجھ سے پوچھا؟ کہاں کا ارادہ ہے تو میں نے کہا میں اس شخص کی مدد کروں گا۔انہوں نے کہا واپس جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جب دو مسلمان اپنی تلواروں سے لڑتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔

پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو قاتل ہے لیکن مقتول (کے دوزخی ہونے) کا سبب کیا ہے آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔(صحیح بخاری، ج ۱،ص ۹،قدیمی کتب خانہ کراچی)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قاتل اور مقتول دونوں کے ارادے اپنے مقاصد کی طرف منسوب ہوئے۔اسی لئے تو مقتول کو دخول دوزخ کی وعید سنائی گئی کہ اگرچہ وہ مقتول ہے لیکن اعتبار اس کے مقاصد کا کیا گیا ہے۔

## دوعبادات کو جمع کرنے کا بیان

ایسی عبادات جن کا مقصد ایک ہو تو ان کو جمع کرنا درست ہے ایک ہی عمل سے دوعبادات کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے جس طرح کوئی جنبی شخص جمعہ کے دن جمعہ کیلئے غسل کرے تو جنابت بھی جاتی رہے گی اور اسے غسل جمعہ کا ثواب بھی ملے گا۔

## مقاصد کی اہمیت کا بیان

جب کوئی شخص نماز پڑھنے کا ارادہ کرے یا قرآن پڑھنے کا ارادہ کرے تو اسے خوف لاحق ہوا کہ اس میں ریا داخل ہو جائے گی تو اس وجہ سے نماز کو ترک کرنا یا قرآن کی تلاوت کو ترک کرنا جائز نہیں۔کیونکہ نماز اور تلاوت کے مقاصد عظیم ہیں اور اعمال میں مقاصد کو اہمیت دی جاتی ہے۔

## مقاصد میں اتحاد کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قربانی کے اونٹ کے سات اور گائے کی قربانی میں بھی سات حصے کئے امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، ج ا، ص ۱۸۱، فاروقی کتب خانہ ملتان)

اس حدیث میں قربانی کے سات حصوں کا ذکر موجود ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان ساتوں حصوں کا مقصد وارادہ واحد ہوتا ہے اور وہ قربانی ہے۔اسی لئے فقہاء نے یہ مسئلہ بھی استنباط کیا ہے کہ قربانی کے سات حصہ داروں میں سے اگر کسی ایک کا بھی ارادہ قربانی کرنا نہ ہو یا ارادہ محض گوشت کھانا ہو تو کسی کی طرف سے بھی قربانی نہ ہوگی کیونکہ اتحاد مقاصد کے عدم وجود سے عمل باطل ہو گیا، حالانکہ یہ ایسا عمل تھا جس میں اتحاد مقاصد کا لحاظ ضروری تھا۔

| |
|---|
| اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا |
| كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ |
| کیا ان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہو جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا، |
| اور اگر فیصلہ کا فرمان نہ ہوا ہوتا تو ان کے درمیان قصہ چکا دیا جاتا، اور بیشک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## شیاطین کا لوگوں کو فاسد دین پر لگانے کا بیان

"أَمْ" بَلْ "لَهُمْ" لِكُفَّارِ مَكَّة "شُرَكَاء" هُمْ شَيَاطِينهمْ "شَرَعُوا" أَيْ الشُّرَكَاء "لَهُمْ" لِلْكُفَّارِ "مِنْ

الدِّین" الْفَاسِد "مَا لَمْ يَأْذَن بِهِ اللّٰه" كَالشِّرْكِ وَإِنْكَار الْبَعْث "وَلَوْلَا كَلِمَة الْفَصْل" أَيْ الْقَضَاء السَّابِق بِأَنَّ الْجَزَاء فِي يَوْم الْقِيَامَة "لَقُضِيَ بَيْنهم" وَبَيْن الْمُؤْمِنِينَ بِالتَّعْذِيبِ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا "وَإِنَّ الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "لَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم،

کیاان یعنی کفار مکہ کے لئے کچھ ایسے شریک ہیں جوشیاطین ہیں جنہوں یعنی شرکاء نے ان کفار کے لئے دین کا ایسا راستہ مقرر کر دیا ہو جو فاسد ہے۔جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا تھا،جس طرح شرک اور انکار بعث ہے۔اوراگر فیصلہ کا فرمان صادر نہ ہوا ہوتا یعنی پہلے یہ فیصلہ نہ ہو چکا ہوتا کہ جزاء قیامت کے دن میں ہوگی۔توان کے درمیان اوراہل ایمان کے درمیان قصہ چکا دیا جاتا،یعنی ان کفار کو دنیا میں عذاب دیا جا چکا ہوتا۔اور بیشک ظالموں یعنی کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی زبانی آخرت کا اور دین حق کا راستہ بتلا دیا۔کیا اس کے سوا کوئی اور ہستی ایسی ہے جسے کوئی دوسرا راستہ مقرر کرنے کا حق اور اختیار حاصل ہو کہ وہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام ٹھہرا دے۔پھر آخر ان مشرکین نے اللہ کی وہ راہ چھوڑ کر جو انبیاء علیہم السلام نے بتلائی تھی دوسری راہیں کہاں سے نکال لیں۔

| |
|---|
| تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ |
| رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ |
| آپ ظالموں کو ان سے ڈرنے والا دیکھیں گے جوانہوں نے کما رکھے ہیں اور وہ ان پر واقع ہو کر رہے گا،اور جولوگ ایمان |
| لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ بہشت کے چمنوں میں ہوں گے،ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ ہوں گی |
| جن کی وہ خواہش کریں گے،یہی تو بہت بڑا فضل ہے۔ |

## قیامت کے دن ظالموں پر یقیناً عذاب واقع ہونے کا بیان

"تَرَى الظَّالِمِينَ" يَوْم الْقِيَامَة "مُشْفِقِينَ" خَائِفِينَ "مِمَّا كَسَبُوا" فِي الدُّنْيَا مِنْ السَّيِّئَات أَنْ يُجَازَوْا عَلَيْهَا "وَهُوَ" أَيْ الْجَزَاء عَلَيْهَا "وَاقِع بِهِمْ" يَوْم الْقِيَامَة لَا مَحَالَة "وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فِي رَوْضَات الْجَنَّات" أَنْزَههَا بِالنِّسْبَةِ إلَى مَنْ دُونهمْ،

آپ قیامت کے دن ظالموں کو ان اعمال سے ڈرنے والا دیکھیں گے جوانہوں نے دنیا میں برے اعمال کما رکھے ہیں تاکہ انہیں اس پر جزاء دی جائے۔اور وہ جزاء یعنی عذاب قیامت کے دن ان پر یقیناً واقع ہو کر رہے گا،اور جولوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے وہ بہشت کے چمنوں میں ہوں گے،جو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ پاکیزہ ہوں گے۔ان کے لئے ان کے رب کے پاس وہ ہوں گی جن کی وہ خواہش کریں گے،یہی تو بہت بڑا فضل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مشفقین: اسم فاعل جمع مذکر ڈرنے والے، تریٰ کا مفعول ثانی ہے۔ مما کسبوا۔ مما۔ من اور ما سے مرکب ہے۔ ما موصولہ کسبوا صلہ ہے اپنے موصول کا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے کسب (باب ضرب) مصدر۔ جو انہوں نے کھایا۔ (جو کام شرک و معاصی کے انہوں نے کئے ہوں گے)۔

وھو واقع بھم۔ جملہ حالیہ ہے ھو کی ضمیر ما کسبوا کی طرف راجع ہے حال یہ کہ وہ ان پر پڑ کر ہی رہیگا۔ یعنی ان کے کئے کا وبال۔

روضت الجنت: مضاف مضاف الیہ۔ جنتوں کے باغات۔ الروض اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پانی جمع ہو اور سبزہ بھی ہو۔ باغ۔ مایشاءون: جو وہ چاہیں گے۔ ما موصولہ۔ یشاءون مضارع جمع مذکر غائب مشیۃ (باب فتح) مصدر۔ ذلک: یعنی جنت کی یہ نعمت جس کا ذکر کیا گیا۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا |
| الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝ |
| یہ وہ ہے جس کی خوشخبری اللہ ایسے بندوں کو سناتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، فرما دیجئے: میں اس پر |
| تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت وقربت سے محبت اور جو شخص نیکی کمائے گا ہم اس کے لئے اس میں اُخروی |
| ثواب اور بڑھا دیں گے۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی قرابت سے محبت کا بیان

"ذٰلِكَ الَّذِی یُبَشِّر" مِنْ الْبِشَارَة مُخَفَّفًا وَمُثَقَّلًا بِهِ "اللّٰه عِبَاده الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات قُلْ لَا أَسْأَلكُمْ عَلَیْهِ" عَلَی تَبْلِیغ الرِّسَالَة "أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّة فِی الْقُرْبَی" اسْتِثْنَاء مُنْقَطِع أَیْ لَكِنْ أَسْأَلكُمْ أَنْ تَوَدُّوا قَرَابَتِی الَّتِی هِیَ قَرَابَتكُمْ أَیْضًا فَإِنَّ لَهُ فِی كُلّ بَطْن مِنْ قُرَیْش قَرَابَة" "وَمَنْ یَقْتَرِف" یَكْتَسِب "حَسَنَة" طَاعَة "نَزِدْ لَهُ فِیهَا حُسْنًا" بِتَضْعِیفِهَا "إِنَّ اللّٰه غَفُور" لِلذُّنُوبِ "شَكُور" لِلْقَلِیلِ فَیُضَاعِفهُ،

یہ وہ انعام ہے جس کی خوشخبری اللہ ایسے بندوں کو سناتا ہے۔ یہاں پر لفظ یبشر یہ بشارت سے مشتق ہے جو مخفف و مثقل دونوں طرح آیا ہے۔ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، فرما دیجئے: میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر اپنی قرابت وقربت سے محبت چاہتا ہوں جو تمہاری بھی قرابت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی قرابت قریش کے ہر خاندان میں تھی اور جو شخص طاعت کے ساتھ نیکی کمائے گا ہم اس کے لئے اس میں اُخروی ثواب اور بڑھا دیں گے۔ یعنی اس کو دوگنا کر دیں گے بیشک اللہ گناہوں کو بخشنے والا، بہت کم نیک لوگوں کا بھی بہت قدر دان ہے۔ یعنی وہ زیادہ قدر کرنے والا ہے۔

## سورہ شوریٰ آیت ۲۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ مصارف بہت ہیں اور مال کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور کے حقوق واحسانات یاد کر کے حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ہوئی، ہم نے گمراہی سے نجات پائی، ہم دیکھتے ہیں، کہ حضور کے مصارف بہت زیادہ، اس لئے ہم یہ مال خدام آستانہ کی خدمت میں نذر کے لئے لائے ہیں، قبول فرما کر ہماری عزت افزائی کی جائے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔ (زادالمسیر 7۔(283)

قتادہ کہتے ہیں کہ مشرکین ایک مجلس میں جمع ہوئے اور بعض نے بعض سے کہا دیکھتے ہیں محمد اپنی خدمت کی اجرت مانگتا ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (نیسابوری 310)

## دعوت دین پر کوئی دنیاوی اجرت طلب نہ کرنے کا بیان

طاؤس کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سوال کیا گیا کہ (قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى، فرمادیں کہ میں تم سے اس پر کوئی اجرت نہیں مانگتا بجز رشتہ داری کی محبت کے)۔ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اہل قرابت سے مراد آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ عرب کا کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت نہ ہو۔ چنانچہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم لوگوں سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ ہاں البتہ تم لوگ اس قرابت کی وجہ سے جو میرے تمہارے درمیان ہے (آپس میں) حسن سلوک کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1199)

| |
|---|
| اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ |
| وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ |
| کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس نے اللہ پر جھوٹا بہتان تراشا ہے، سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب اطہر پر مہر ثبت فرما دے، اور اللہ |
| باطل کو مٹا دیتا ہے اور اپنے کلمات سے حق کو ثابت رکھتا ہے۔ بیشک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## باطل کو مٹانے اور حق کو ثابت رکھنے کا بیان

"أَمْ" بَلْ "يَقُولُونَ افْتَرَى عَلَى اللَّه كَذِبًا" بِنِسْبَةِ الْقُرْآن إلَى اللَّه تَعَالَى "فَإِنْ يَشَأْ اللَّه يَخْتِم" يَرْبِط

"عَلٰی قَلْبِك " بِالصَّبْرِ عَلٰی أَذَاهُمْ بِهٰذَا الْقَوْلِ وَغَيْرِه وَقَدْ فَعَلَ "وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ " الَّذِي قَالُوهُ "وَيُحِقُّ الْحَقَّ" يُثْبِتُهُ "بِكَلِمَاتِهِ" الْمُنَزَّلَةِ عَلٰی نَبِيِّه "إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ" بِمَا فِي الْقُلُوبِ،

کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ پر جھوٹا بہتان تراشا ہے، یعنی جو آپ قرآن کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے قلب اطہر پر صبر واستقامت کی مہر ثبت فرما دے تاکہ آپ ان کی اس قول کے سبب تکالیف پر صبر کریں جو کام انہوں نے کیا ہے۔، اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے یعنی جو انہوں نے کہا ہے۔ اور اپنے کلمات سے حق کو ثابت رکھتا ہے۔ جو اس نے اپنے مکرم ﷺ پر نازل کیا ہے۔ بیشک وہ سینوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ دلوں میں ہے۔

یعنی بفرض محال اگر کوئی بات بھی خدا کی نسبت جھوٹ بنا کر کہہ دے تو اللہ کو قدرت ہے کہ تیرے دل پر مہر کر دے، پھر فرشتہ یہ کلام معجزے لے کر تیرے قلب پر نہ اتر سکے اور سلسلہ وحی کا بند ہو جائے۔ بلکہ پہلا دیا ہوا بھی سلب کر لیا جائے کما قال (وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا 86 اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا، الاسراء:86) مگر چونکہ واقع میں قطعاً کذب وافتراء کا شائبہ نہیں۔ اس لیے محض بدبختوں کی قدر ناشناسی اور طعن وتشنیع کی بناء پر یہ فیض منقطع نہیں کیا جا سکتا۔ بیشک اللہ اس کو جاری رکھے گا اور اپنی باتوں سے عملی طور پر جھوٹ کو جھوٹ اور سچ کو سچ ثابت کر کے رہے گا۔ اس وقت سب کو صاف کھل جائے گا کہ فریقین میں جھوٹا اور مفتری کون ہے اور کس کے دل پر اللہ نے فی الواقع مہر لگا دی ہے کہ خیر کے اترنے اور حق کے قبول کرنے کی اس میں مطلقاً گنجائش نہیں رہی۔

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ٥ |
| اور وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرنے والا ہے

"وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِه " مِنْهُمْ "وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ " الْمُتَابِ عَنْهَا "وَيَعْلَمُ مَا يَفْعَلُونَ " بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ،

اور وہی ہے جو ان میں سے اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر کرتا ہے تاکہ وہ اس کی بارگاہ میں توبہ کریں۔ اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور یہاں پر لفظ یفعلون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

## استغفار کے سبب بخشش ہو جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اسی امت میں سے یا گزشتہ امتوں میں سے ایک بندے نے گناہ کیا اور پھر کہنے لگا اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے اللہ تعالیٰ نے

فرشتوں سے فرمایا کیا میرا یہ بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے اس کے گناہ پر مواخذہ کرتا ہے تو جان لو میں نے اپنے بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ کرنے سے باز رہا، اس کے بعد اس نے پھر گناہ کیا اور عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کیا یہ میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟ میں نے اس بندہ کو بخش دیا۔ وہ بندہ اس مدت تک کہ اللہ نے چاہا گناہ سے باز رہا اور اس کے بعد پھر اس نے گناہ کیا اور اس کے بعد پھر اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے تو میرے اس گناہ کو بخش دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کیا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ اس کا ایک پروردگار ہے جو گناہ بخشتا ہے اور اس پر مواخذہ کرتا ہے؟ میں نے اس بندہ کو بخش دیا پس جب تک وہ استغفار کرتا رہے جو چاہے کرے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 866)

حدیث کے آخری الفاظ پس جو چاہے کرے۔ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بندہ جب تک گناہ کرتا رہے گا اور استغفار کرتا رہے گا اس کے گناہ بخشتا رہوں گا لہٰذا جملہ سے خدانخواستہ گناہ کی طرف رغبت دلانا مقصود نہیں ہے بلکہ استغفار کی فضیلت اور گناہوں کی بخشش میں استغفار کی تاثیر کو بیان کرنا مقصود ہے۔

| |
|---|
| وَ یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۝ |
| اور ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور انھیں اپنے فضل سے |
| زیادہ دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ ایمان وعمل صالح والوں کی دعا کو قبول کرنے والا ہے

"وَيَسْتَجِيب الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" يُجِيبهُمْ إِلَى مَا يَسْأَلُونَ

اور ان لوگوں کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے یعنی انہیں جواب دیتا ہے جو کچھ وہ سوال کرتے ہیں۔ اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے۔

## دعا اور نیکی کے ذریعے عمر میں برکت کے اضافے کا بیان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تقدیر کو دعا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بڑھاتی۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 756)

تقدیر سے مراد ہے ایسی ناپسندیدہ چیز کا پیش آنا جس سے انسان ڈرتا ہے، لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب بندہ کو دعا کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایسی چیز کو دور کرتا ہے۔ تقدیر کی قسمیں خوب سمجھ لیجئے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک تو "مبرم" اور دوسری "معلق" تقدیر مبرم تو حق تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہوتا ہے جو چیز پیش آنے والی ہوتی ہے اس میں کچھ بھی تغیر وتبدل ممکن

نہیں ہے مگر تقدیر معلق میں بعض اسباب کی بنا پر تغیر وتبدل بھی ہوتا ہے۔لہٰذا یہاں حدیث میں جس تقدیر کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ دعا سے بدل جاتی ہے وہ تقدیر معلق ہی ہے یہاں تقدیر مبرم مرادنہیں ہے۔نیکی سے عمر میں اضافہ کا مطلب حدیث سے جو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے بارہ میں بھی سمجھ لیجئے کہ یہاں بھی عمر کی کمی وزیادتی تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے یعنی تقدیر میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر نیکی کرے گا تو اتنی عمر ہوگی اور اگر نیکی نہ کرے گا تو اتنی عمر ہوگی۔اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوح محفوظ میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ مثلا اگر فلاں شخص حج کرے گا یا جہاد کرے گا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی اور اگر حج و جہاد دونوں کرے گا تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی لہٰذا اگر اس شخص نے حج بھی کیا اور جہاد بھی کیا تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی اس طرح اس کی عمر بڑھ گئی اور اگر اس نے صرف جہاد ہی کیا یا صرف حج ہی کیا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی اس طرح اس کی عمر انتہاء عمر سے کہ وہ ساٹھ سال تھی کم ہوئی۔بعض حضرات نے حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے نیکی کی اس کی عمر ضائع نہیں ہوئی پس گویا اس کی عمر زیادہ ہوئی اس اعتبار سے یہاں فرمایا گیا ہے کہ نیکی انسان کی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مومنوں کی عبادت کو قبول فرماتا ہے جس میں ان کی دعاؤں کی قبولیت بھی داخل ہے۔اب یہاں یہ اشکال ہو سکتا تھا کہ یہ بات بکثرت مشاہدہ میں آتی ہے کہ مسلمان اپنے کسی دنیوی مقصد کے لئے دعا کرتا ہے،لیکن وہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔اس اشکال کا جواب مذکورہ بالا آیات میں سب سے پہلی آیت میں دیا گیا ہے۔اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی ہر خواہش کا پورا ہونا بعض اوقات خود انسان کی انفرادی یا اجتماعی مصلحت کے خلاف ہوتا ہے لہٰذا اگر کسی وقت کسی انسان کی کوئی دعا بظاہر قبول نہ ہو تو اس کے پیچھے کائنات کی وہ عظیم مصلحتیں ہوتی ہیں جنہیں اس کے علیم وحکیم خالق کے سوا کوئی نہیں جانتا،اگر دنیا کے ہر انسان کو ہر قسم کا رزق اور ہر قسم کی نعمتیں عطا کر دی جائیں تو دنیا کا یہ نظام حکمت کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا۔(تفسیر کبیر،سورہ شوریٰ،بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰـكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُؕ |
| اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ۝ |
| اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا تو یقیناً وہ زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے |
| کے ساتھ اتارتا ہے، جتنا چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## مال ودولت کے سبب سرکشی پیدا ہونے کا بیان

"وَلَوْ بَسَطَ اللّٰه الرِّزْق لِعِبَادِهِ " جَمِيعهمْ "لَبَغَوْا" جَمِيعهمْ أَيْ طَغَوْا "فِي الْأَرْض وَلٰكِنْ يُنَزِّل " بِالتَّخْفِيفِ وَضِدّه مِنْ الْأَرْزَاق " "بِقَدَرٍ مَا يَشَاء " فَيَبْسُطهَا لِبَعْضِ عِبَاده دُون بَعْض وَيَنْشَأ عَنْ الْبَسْط الْبَغْي

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لیے رزق فراخ کر دیتا یعنی ان سب کو دے دیتا۔تو یقیناً وہ سارے زمین میں سرکش ہو جاتے اور لیکن وہ ایک اندازے کے ساتھ اتارتا ہے، یہاں پر لفظ ینزل تخفیف وتشدید کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جتنا چاہتا ہے، پس وہ بعض لوگوں پر رزق وسیع کر دیتا ہے جبکہ بعض پر نہیں۔ کیونکہ رزق کی وسعت کے سبب بغاوت وسرکشی پیدا ہوتی ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔

## سورہ شوریٰ آیت ۲۷ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت مبارکہ اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہ اس وجہ سے انہوں نے کہا کاش کہ ہمارے پاس یہ کچھ ہوتا یعنی انہوں نے دنیا کی تمنا کی۔ طبرانی نے عمرو بن حریث بھی اس کے مثل نقل کی ہے ایک قول ہے کہ یہ آیت اصحاب صفہ میں سے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے دنیا کی وسعت اور غنی کی خواہش کی خباب بن ارت کہتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی وہ اس طرح کہ ہم نے قریظہ اور نضیر کے اموال کی طرف دیکھا اور ان کی تمنا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے بارے میں یہ آیت نازل فرما دی۔ (سیوطی252،قرطبی16۔27،طبری25،19،زادالمسیر 7۔(287)

حضرت عمرو بن حریث سے ایک روایت یہ ہے کہ آیت اصحاب صفہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ، اور اگر خدا اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیتا ہے تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے کہا کاش کہ ہمارے پاس بھی دنیا (میں کشائش) ہوتی پس انہوں نے دنیا کی تمنا کی۔

(مجمع الزوائد 7۔104

| |
|---|
| وَھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَہٗ ؕ وَھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ۝ |
| اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے |
| اور وہی مدد کرنے والا ہے، تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ |

## بارش کے ذریعے رحمت کو پھیلا دینے کا بیان

"وَھُوَ الَّذِی یُنَزِّل الْغَیْث" الْمَطَر "مِنْ بَعْد مَا قَنَطُوا" یَئِسُوا مِنْ نُزُوله "وَیَنْشُر رَحْمَته" یَبْسُط مَطَره "وَھُوَ الْوَلِیّ" الْمُحْسِن لِلْمُؤْمِنِینَ "الْحَمِید" الْمَحْمُود عِنْدھمْ،

اور وہی ہے جو بارش برساتا ہے، اس کے بعد کہ وہ ناامید ہو چکے ہوتے ہیں یعنی جب بارش آنے سے مایوس ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور بارش کے ذریعے اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی مدد کرنے والا ہے، یعنی اہل ایمان پر احسان کرنے والا ہے۔ تمام تعریفوں کے لائق ہے۔ یعنی بندوں کے نزدیک وہ محمود ہے۔

## طلب بارش کی دعا مانگنے کا بیان

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا (یعنی حضرت عبداللہ صحابی سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بارش مانگتے تو دعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَھِیْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْیِ بَلَدَكَ الْمَیِّتَ یعنی اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو پانی سے سیراب فرما دے اپنی رحمت پھیلا دے اور اپنی مردہ (یعنی خشک) زمینوں کو زندگی (یعنی شادابی و سبزی عطا فرما۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1481)

## چیونٹی کی دعا کے سبب بارش برسنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "انبیاء میں سے ایک نبی لوگوں کے ہمراہ استسقاء کے لئے نکلے پس اس نبی نے اچانک ایک چیونٹی کو دیکھا جو اپنے کچھ پاؤں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے (کھڑی) تھی (یہ دیکھ کر) نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ "واپس چلو! اس چیونٹی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول کر لی گئی۔

(دار قطنی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1485)

منقول ہے کہ یہ نبی حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ واقعہ سے مقصود در حقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی قدرت کا اظہار ہے اور یہ بتاتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ پروردگار کی رحمت تمام مخلوقات پر یکساں ہیں بلکہ اس کا علم تمام موجودات کے احوال وکوائف کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مسبب الاسباب اور قاضی الحاجات ہے۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں یہ بھی منقول ہے کہ وہ چیونٹی یہ دعا کرتی تھی اللھم انا خلق من خلقك لا غنی بنا عن رزقك فلا تھلکنا بذنوب بنی ادم یعنی اے پروردگار! تیری مخلوقات میں سے ہم ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم مستغنی نہیں ہیں سو تو ہمیں انسانوں کو گناہوں کی وجہ سے ہلاک نہ کر۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ |
| وَهُوَ عَلٰی جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ ۝ |
| اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جاندار |
| پھیلا دیے ہیں اور وہ ان کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے پوری طرح قادر ہے۔ |

## زمین و آسمان اور اس میں ہونے والی مخلوق سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آیَاته خَلْق السَّمَاوَات وَالْأَرْض " خَلْق "وَمَا بَثَّ" فَرَّقَ وَنَشَرَ "فِیهِمَا مِنْ دَابَّة" هِیَ مَا یَدِبّ عَلَی الْأَرْض مِنْ النَّاس وَغَیْرهمْ "وَهُوَ عَلَی جَمْعهمْ" لِلْحَشْرِ "إذَا یَشَاء قَدِیر" فِی الضَّمِیر تَغْلِیب الْعَاقِل عَلَی غَیْره"

اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور وہ جو اس نے ان دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں

اور لوگوں وغیرہ میں سے اس پر چلتے ہیں۔اور وہ حشر کے دن ان کو اکٹھا کرنے پر جب چاہے پوری طرح قادر ہے۔یہاں پر ضمیر کو غلبہ کے سبب اہل عقل کیلئے لائے کیونکہ وہ دوسروں پر غالب ہیں۔

دابۃ اصل لغت میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے اختیار سے چلنے اور حرکت کرنے والی ہو، بعد میں یہ لفظ صرف جانوروں کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔اس آیت میں آسمان اور زمین دونوں کی طرف نسبت کر کے یہ کہا گیا ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ نے بہت سی چلنے والی مخلوقات پیدا کی ہیں۔زمین پر چلنے والی مخلوقات تو ظاہر ہیں، آسمان میں ان سے مراد ملائکہ بھی ہو سکتے ہیں۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ آسمانوں میں کچھ ایسے جانور موجود ہوں جو ابھی تک انسان کے علم میں نہیں آ سکے۔

| وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝ |
|---|
| اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت پہنچی تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔ |

## پریشانیوں کے سبب مسلمان کے آخرت میں درجات بلند ہونے کا بیان

"وَمَا أَصَابَكُمْ" خِطَاب لِلْمُؤْمِنِينَ "مِنْ مُصِيبَة" بَلِيَّة وَشِدَّة "فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ" أَيْ كَسَبْتُمْ مِنْ الذُّنُوب وَعَبَّرَ بِالْأَيْدِي لِأَنَّ أَكْثَر الْأَفْعَال تُزَاوَل بِهَا "وَيَعْفُو عَنْ كَثِير" مِنْهَا فَلَا يُجَازِي عَلَيْهِ وَهُوَ تَعَالَى أَكْرَم مِنْ أَنْ يُثَنِّي الْجَزَاء فِي الْآخِرَة وَأَمَّا غَيْر الْمُذْنِبِينَ فَمَا يُصِيبهُمْ فِي الدُّنْيَا لِرَفْعِ دَرَجَاتهمْ فِي الْآخِرَة،

اور جو بھی تمھیں کوئی مصیبت یعنی سختی یا شدت پہنچی اس میں اہل ایمان کو خطاب ہے۔تو وہ اس کی وجہ سے ہے جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا یعنی تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہے۔کیونکہ اکثر گناہوں کا صدور ہاتھوں سے ہوا کرتا ہے۔اور وہ بہت سی چیزوں سے درگزر کر جاتا ہے۔جن پر تمھیں سزا نہیں دی جاتی۔اللہ تعالیٰ بڑی شان والا ہے کہ وہ آخرت میں کسی کو دوبار سزا دے۔جبکہ وہ بے گناہ ہو۔(ایسا ممکن نہیں ہے)۔پس جو انہیں دنیا میں مصائب پہنچتے ہیں اس کی وجہ سے آخرت میں ان کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

## پریشانیوں کے سبب گناہوں کے معاف ہونے کا بیان

عبید اللہ بن وازع، قبیلہ بنو مرہ کے ایک شخص بیان کرتے ہیں کہ میں کوفہ گیا تو مجھے بلال بن ابو بردہ کے حال کے متعلق بتایا گیا کہ میں نے کہا کہ اس میں عبرت ہے میں ان کے پاس گیا وہ اپنے اسی گھر میں قید تھے جو انہوں نے بنوایا تھا۔اذیتیں پہنچانے اور مار پیٹ کی وجہ سے ان کی شکل وصورت بدل گئی تھی اور ان کے بدن پر ایک پرانا چیتھڑا (کپڑا) تھا۔میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اے بلال! میں نے تمہیں یہ دیکھا کہ تم ہمارے پاس سے گذرا کرتے تھے اور آج اس حال میں ہو؟ کہنے لگے تم کون ہو؟ میں نے کہا ابن عباد ہوں اور بنو مرہ سے تعلق رکھتا ہوں۔بلال نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں شاید اللہ تعالیٰ اس سے تمہیں نفع پہنچائے؟ میں

نے کہا سنا ہے، انہوں نے فرمایا ابو بردہ اپنے والد موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کوئی تکلیف یا چوٹ اس کے گناہوں کی وجہ سے ہی پہنچتی خواہ کم ہو یا زیادہ اور جو (گناہ) اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے وہ اس سے زیادہ ہوتے ہیں، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی (وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ ،اور جو تم پر مصیبت آتی ہے تو وہ تمہارے ہاتھوں کے کیے ہوئے کاموں سے آتی ہے اور وہ بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے)۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1200)

## آفات اور تکالیف سے خطاؤں کی معافی ہوتی ہے

اللہ تعالیٰ کی عظمت قدرت اور سلطنت کا بیان ہو رہا ہے کہ آسمان و زمین اسی کا پیدا کیا ہوا ہے اور ان میں کئی ساری مخلوق بھی اسی کی پیدا کی ہوئی ہے فرشتے انسان جنات اور مختلف قسموں کے حیوانات جو کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں قیامت کے دن وہ ان سب کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا۔ جبکہ ان کے حواس گم ہو چکے ہوں گے اور ان میں عدل و انصاف کیا جائے گا پھر فرماتا ہے لوگو تمہیں جو کچھ مصیبتیں پہنچتی ہیں وہ سب دراصل تمہارے اپنے کئے گناہوں کا بدلہ ہیں اور ابھی تو وہ غفور و رحیم اللہ تمہاری بہت سی حکم عدولیوں سے چشم پوشی فرماتا ہے اور انہیں معاف فرما دیتا ہے اگر ہر اک گناہ پر پکڑے تو تم زمین پر چل پھر بھی نہ سکو۔

صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کو جو تکلیف سختی غم اور پریشانی ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے یہاں تک کہ ایک کانٹا لگنے کے عوض بھی جب آیت (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَه، الزلزلۃ: 7)، اتری اس وقت حضرت صدیق اکبر کھانا کھا رہے تھے آپ نے اسے سن کر کھانے سا ہاتھ ہٹا لیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہر برائی بھلائی کا بدلہ دیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا سنو طبیعت کے خلاف جو چیزیں ہوتی ہیں یہ سب برائیوں کے بدلے ہیں اور ساری نیکیاں اللہ کے پاس جمع شدہ ہیں۔

حضرت ابو ادریس فرماتے ہیں یہی مضمون اس آیت میں بیان ہوا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں آؤ میں تمہیں کتاب اللہ شریف کی افضل ترین آیت سناؤں اور ساتھ ہی حدیث بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور میرا نام لے کر فرمایا سن میں اس کی تفسیر بھی تجھے بتا دوں تجھے جو بیماریاں سختیاں اور بلائیں آفتیں دنیا میں پہنچتی ہیں وہ سب بدلہ ہے تمہارے اپنے اعمال کا اللہ تعالیٰ کا حکم اس سے بہت زیادہ ہے کہ پھر انہی پر آخرت میں بھی سزا کرے اور اکثر برائیاں معاف فرما دیتا ہے تو اس کے کرم سے یہ بالکل ناممکن ہے کہ دنیا میں معاف کی ہوئی خطاؤں پر آخرت میں پکڑے۔ (مسند احمد)

ابن ابی حاتم میں یہی روایت حضرت علی ہی کے قول سے مروی ہے اس میں ہے کہ ابو جحیفہ جب حضرت علی کے پاس گئے تو آپ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جسے یاد رکھنا ہر مومن کا فرض ہے پھر یہ تفسیر آیت کی اپنی طرف سے کر کے سنائی مسند میں ہے کہ مسلمان کے جسم میں جو تکلیف ہوتی ہے اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرماتا ہے۔

مسند ہی کی اور حدیث میں ہے جب ایمان دار بندے کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور اس کے کفارے کی کوئی چیز اس کے پاس

نہیں ہوتی تو اللہ اسے کسی رنج وغم میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہی اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ابن ابی حاتم میں حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ اس آیت کے اترنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ لکڑی کی ذراسی خراش ہڈی کی ذراسی تکلیف یہاں تک کہ قدم کا پھسلنا بھی کسی نہ کسی گناہ پر ہے اور ابھی اللہ کے عفو کئے ہوئے بہت سے گناہ تو یونہی مٹ جاتے ہیں۔

ابن ابی حاتم ہی میں ہے کہ جب حضرت عمران بن حصین کے جسم میں تکلیف ہوئی اور لوگ ان کی عیادت کو گئے تو حضرت حسن نے کہا آپ کی یہ حالت تو دیکھی نہیں جاتی ہمیں بڑا صدمہ ہو رہا ہے آپ نے فرمایا ایسا نہ کہو جو تم دیکھ رہے ہو یہ سب گناہوں کا کفارہ ہے اور بھی بہت سے گناہ تو اللہ معاف فرما چکا ہے پھر اسی آیت کی تلاوت فرمائی ہے۔

ابوالبلاد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علاء بن بدر سے کہا کہ قرآن میں تو یہ آیت ہے اور میں ابھی نابالغ بچہ ہوں اور اندھا ہو گیا ہوں آپ نے فرمایا یہ تیرے ماں باپ کے گناہوں کا بدلہ ہے حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھ کر بھول جانے والا یقیناً اپنے کسی گناہ میں پکڑا گیا ہے۔ اس کی اور کوئی وجہ نہیں پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا بتاؤ تو اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہوگی کہ انسان یاد کر کے کلام اللہ بھول جائے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ۚ وَمَا لَـكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيۡرٍ ۝ |
| اور تم اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور اللہ کو چھوڑ کر نہ کوئی تمہارا حامی ہوگا اور نہ مددگار۔ |

## مشرکین کا اللہ کے عذاب سے نہ بچ سکنے کا بیان

"وَمَا أَنْتُمْ" يَا مُشْرِكُونَ "بِمُعْجِزِينَ" اللّٰه هَرَبًا "فِي الْأَرْض" فَتَفُوتُوهُ "وَمَا لَكُمْ مِنْ دُون اللّٰه" أَيْ غَيْره "مِنْ وَلِيّ وَلَا نَصِير" يَدْفَع عَذَابه عَنْكُمْ،

اے مشرکو! اور تم اپنی تدبیروں سے اللہ کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے تا کہ تم اس کے عذاب سے بچ نکلو۔ اور اللہ کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ میں سے نہ کوئی تمہارا حامی ہوگا اور نہ مددگار ہوگا جو تم سے اس کے عذاب کو دور کر سکے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وما انتم واو عاطفہ۔ ما نافیہ ہے۔ معجزین۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اعجاز (افعال) مصدر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہرانے والے۔ عجز مادہ۔ من دون اللہ۔ اللہ کے سوا۔ اللہ کے علاوہ۔

ولی۔ کا معنی ہے متولیا لشیء من امورکم بالاستقلال یحمیکم من المصائب یعنی وہ ذات جو تمہارے کسی کام کی متولی ہو اور تمہیں مصیبتوں سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

یعنی محض اپنی مہربانی سے معاف کرتا ہے ورنہ جس جرم پر سزا دینا چاہے، مجرم بھاگ کر کہیں روپوش نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس کے

سوا کوئی دوسرا حمایت وامداد کے لیے کھڑا ہو سکتا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ |
| عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ |
| اوراس کی نشانیوں میں سے پہاڑوں کی طرح اونچے بحری جہاز بھی ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا کو بالکل ساکن کردے |
| تو کشتیاں سطحِ سمندر پر رُکی رہ جائیں، بیشک اس میں ہر صبر شعار وشکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔ |

## سمندر کی بڑی کشتیوں سے دلائل قدرت کا بیان

"وَمِنْ آيَاته الْجَوَار" السُّفُن "فِي الْبَحْر كَالْأَعْلَامِ" كَالْجِبَالِ فِي الْعِظَم "إنْ يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيح فَيَظْلَلْنَ" يَصِرْنَ "رَوَاكِد" ثَوَابِت لَا تَجْرِي "عَلَى ظَهْره إنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات لِكُلِّ صَبَّار شَكُور" هُوَ الْمُؤْمِن يَصْبِر فِي الشِّدَّة وَيَشْكُر فِي الرَّخَاء،

اوراس کی نشانیوں میں سے سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے بحری جہاز بھی ہیں۔ یعنی جس طرح بڑے بڑے پہاڑ ہوتے ہیں۔ اگر وہ چاہے ہوا کو بالکل ساکن کردے تو کشتیاں سطحِ سمندر پر رُکی رہ جائیں، یعنی رک جائیں چل نہ سکیں۔ بیشک اس میں ہر صبر شعار وشکر گزار کے لئے نشانیاں ہیں۔ وہ مؤمن ہی ہے جو تکلیف پر صبر کرتا ہے اور خوشی کی حالت میں شکر کرتا ہے۔

## سمندروں کی تسخیر قدرت الٰہی کی نشانی ہونے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی قدرت کے نشان اپنی مخلوق کے سامنے رکھتا ہے کہ اس نے سمندروں کو مسخر کر رکھا ہے تاکہ کشتیاں ان میں برابر آئیں جائیں۔ بڑی بڑی کشتیاں سمندروں میں ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے زمین میں اونچے پہاڑ۔ ان کشتیوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والی ہوائیں اس کے قبضے میں ہیں اگر وہ چاہے تو ان ہواؤں کو روک لے پھر تو بادبان بیکار ہو جائیں اور کشتی رک کر کھڑی ہو جائے ہر وہ شخص جو سختیوں میں صبر کا اور آسانیوں میں شکر کا عادی ہو اس کے لئے تو بڑی عبرت کی جا ہے وہ رب کی عظیم الشان قدرت اور اس کی بے پایاں سلطنت کو ان نشانوں سے سمجھ سکتا ہے اور جس طرح ہوائیں بند کر کے کشتیوں کو کھڑا کر لینا اور روک لینا اس کے بس میں ہے اسی طرح ان پہاڑوں جیسی کشتیوں کو دم بھر میں ڈبو دینا بھی اس کے ہاتھ ہے اگر وہ چاہے تو اہل کشتی کے گناہوں کے باعث انہیں غرق کردے۔ ابھی تو وہ بہت سے گناہوں سے درگذر فرمالیتا ہے اور اگر سب گناہوں پر پکڑے تو جو بھی کشتی میں بیٹھے سیدھا سمندر میں ڈوبے لیکن اس کی بے پایاں رحمت ان کو اس پار سے اس پار کر دیتی ہے۔ علماء تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی ہوا کو ناموافق کردے۔ تیز وتند آندھی چلادے جو کشتی کو سیدھی راہ چلنے ہی نہ دے ادھر سے ادھر کردے سنبھالے نہ سنبھل سکے جہاں جانا ہے اس طرف جا ہی نہ سکے اور یونہی سرگشتہ وحیران ہو ہو کر اہل کشتی تباہ ہو جائیں۔ الغرض اگر بند کردے تو کھڑے کھڑے ناکام رہیں اگر تیز کردے تو ناکامی۔ لیکن یہ اس کا لطف وکرم ہے کہ خوشگوار موافق ہوائیں چلاتا ہے اور

لمبے لمبے سفر ان کشتیوں کے ذریعہ بنی آدم طے کرتا ہے اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے یہی حال پانی کا ہے کہ اگر بالکل نہ برسائے خشک سالی رہے دنیا تباہ ہو جائے۔ اگر بہت ہی برسا دے تو تر سالی کوئی چیز پیدا نہ ہونے دے اور دنیا ہلاک ہو جائے۔ ساتھ ہی مینہ کی کثرت طغیانی کا مکانوں کے گرنے کا اور پوری بربادی کا سبب بن جائے یہاں تک کہ رب کی مہربانی سے جن شہروں میں اور جن زمینوں میں زیادہ بارش کی ضرورت ہے وہاں کثرت سے مینہ برستا ہے اور جہاں کم کی ضرورت ہے وہاں کمی سے پھر فرماتا ہے کہ ہماری نشانیوں سے جھگڑنے والے ایسے موقعوں پر تو مان لیتے ہیں کہ ہماری قدرت سے باہر نہیں۔ ہم اگر انتقام لینا چاہیں ہم اگر عذاب کرنا چاہیں تو وہ چھوٹ نہیں سکتے سب ہماری قدرت اور مشیت تلے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ۝ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ |
| فِيْٓ اٰيٰتِنَا ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝ |
| یا وہ انھیں اس کی وجہ سے ہلاک کر دے جو انھوں نے کمایا اور بہت سے لوگوں سے درگزر کر دے۔ اور وہ لوگ |
| جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں، جان لیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے عذاب سے جائے فرار نہ ہونے کا بیان

"أَوْ يُوبِقهُنَّ" عُطِفَ عَلَى يُسْكِنِ أَيْ يُغْرِقهُنَّ بِعَصْفِ الرِّيح بِأَهْلِهِنَّ "بِمَا كَسَبُوا" أَيْ أَهْلهنَّ مِنَ الذُّنُوب "وَيَعْفُ عَنْ كَثِير" مِنْهَا فَلَا يُغْرِق أَهْله،

"وَيَعْلَمُ" بِالرَّفْعِ مُسْتَأْنَف وَبِالنَّصْبِ مَعْطُوف عَلَى تَعْلِيل مُقَدَّر أَيْ يُغْرِقهُمْ لِيَنْتَقِم مِنْهُمْ وَيَعْلَم "الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتنَا مَا لَهُمْ مِنْ مَحِيص" مَهْرَب مِنَ الْعَذَاب وَجُمْلَة النَّفْي سَدَّتْ مَسَدّ مَفْعُولَيْ يَعْلَم وَالنَّفْي مُعَلَّق عَنِ الْعَمَل،

یا وہ انھیں اس کی وجہ سے ہلاک کر دے، یہاں پر یوبقھن کا عطف یسکن پر ہے یعنی وہ ان کشتیوں میں سوار ہونے والوں کو تیز ہوا کے ذریعے غرق کر دے۔ جو انھوں نے کمایا یعنی جو ان لوگوں نے گناہ کیے۔ اور چاہے تو بہت سے لوگوں سے درگزر کر دے۔ یعنی ان کشتیوں میں سوا لوگوں میں سے کسی بھی غرق نہ کرے۔

یہاں پر لفظ یعلم حالت رفع میں ہے جملہ مستأنفہ ہے اور تعلیل مقدر کے سبب منصوب ہے۔ یعنی وہ ان کو غرق کرے گا تا کہ وہ ان سے انتقام لے۔ اور تا کہ وہ لوگ جو ہماری آیات میں جھگڑتے ہیں، جان لیں کہ ان کے لیے بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں۔ اور جملہ نفی دو مفاعیل کے قائم مقام ہے۔ اور نفی عمل سے متعلق ہے۔

یعنی اللہ کی آیات میں جھگڑا کرنے والے منکرین کو اس دنیا میں بھی ایسا حادثہ پیش آ سکتا ہے کہ کوئی جائے پناہ کہیں نہ مل سکے جیسے مثلاً سمندری سفر میں۔ آخرت میں تو یہ لوگ اور بھی زیادہ بے بس اور لاچار ہوں گے۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝

پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھنے والوں کا بیان

"فَمَا أُوتِيتُمْ" خِطَاب لِلْمُؤْمِنِينَ وَغَيْرهمْ "مِنْ شَيْء" مِنْ أَثَاث الدُّنْيَا "فَمَتَاع الْحَيَاة الدُّنْيَا" يُتَمَتَّع بِهِ فِيهَا ثُمَّ يَزُول "وَمَا عِنْد اللّٰه" مِنْ الثَّوَاب "خَيْر وَأَبْقَى لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبّهمْ يَتَوَكَّلُونَ" وَيَعْطِف عَلَيْهِ، "وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِر الْإِثْم وَالْفَوَاحِش" مُوجِبَات الْحُدُود مِنْ عَطْف الْبَعْض عَلَى الْكُلّ "وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ" يَتَجَاوَزُونَ،

پس تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے۔ اس میں اہل ایمان وغیرہ کو خطاب ہے۔ وہ دنیا کی زندگی کا معمولی سامان ہے جس کے ساتھ تم فائدہ حاصل کرو پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ثواب ہے وہ بہتر اور زیادہ باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے اور صرف اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں۔ والذین کا عطف للذین آمنوا پر ہے۔
اور جو لوگ کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں جو حد کو واجب کرنے والے ہیں۔ اور یہاں پر بعض کا عطف کل پر ہے۔ اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ یعنی درگزر سے کام لیتے ہیں۔

## سورہ شوریٰ آیت ۳۶ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب آپ نے اپنا کل مال صدقہ کر دیا اور اس پر عرب کے لوگوں نے آپ کو ملامت کی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ شوریٰ، لاہور)

## درگزر کرنے اور دوسروں کے معاف کر دینے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں مسلمان پست و ذلیل ہوتا تو پسند نہیں کرتے تھے لیکن غالب آ کر انتقام بھی نہیں لیتے تھے بلکہ درگذر کر جاتے اور معاف فرما دیتے۔ ان کی اور صفت یہ ہے کہ یہ اللہ کا کہا کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں جس کا وہ حکم کرے بجا لاتے ہیں جس سے وہ روکے رک جاتے ہیں نماز کے پابند ہوتے ہیں جو سب سے اعلیٰ عبادت ہے۔ بڑے بڑے امور میں بغیر آپس کی مشاورت کے ہاتھ نہیں ڈالتے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اللہ ہوتا ہے آیت (وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ، آل عمران: 159) یعنی ان سے مشورہ کر لیا کرو اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جہاد وغیرہ کے موقعہ پر لوگوں

سے مشورہ کرلیا کرتے تا کہ ان کے جی خوش ہو جائیں۔ اور اسی بنا پر امیر المومنین حضرت عمر نے جب کہ آپ کو زخمی کر دیا گیا اور وفات کا وقت آ گیا چھ آدمی مقرر کر دیئے کہ یہ اپنے مشورے سے میرے بعد کسی کو میرا جانشین مقرر کریں ان چھ بزرگوں کے نام یہ ہیں۔ عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ پس سب نے باتفاق رائے حضرت عثمان کو اپنا امیر مقرر کیا پھر ان کا جن کے لئے آخرت کی تیاری اور وہاں کے ثواب ہیں ایک اور وصف بیان فرمایا کہ جہاں یہ حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی میں بھی کمی نہیں کرتے اپنے مال میں محتاجوں کا حصہ بھی رکھتے ہیں اور درجہ بدرجہ اپنی طاقت کے مطابق ہر ایک کے ساتھ سلوک واحسان کرتے رہتے ہیں اور یہ ایسے ذلیل پست اور بیز دو نہیں ہوتے کہ ظالم کے ظلم کی روک تھام نہ کرسکیں بلکہ اتنی قوت اپنے اندر رکھتے ہیں کہ ظالموں سے انتقام لیں اور مظلوم کو اس کے پنجے سے نجات دلوائیں لیکن ہاں! اپنی شرافت کی وجہ سے غالب آ کر پھر چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسے کہ نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں پر قابو پا کر فرمادیا کہ جاؤ تمہیں میں کوئی ڈانٹ ڈپٹ نہیں کرتا بلکہ میری خواہش ہے اور دعا ہے کہ اللہ بھی تمہیں معاف فرمادے۔ اور جیسے کہ سردار انبیاء رسول اللہ احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں کیا جبکہ اسی وقت کفار غفلت کا موقع ڈھونڈ کر چپ چاپ لشکر اسلام میں گھس آئے جب یہ پکڑ لئے گئے اور گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیئے گئے تو آپ نے ان سب کو معافی دے دی اور چھوڑ دیا۔

اور اسی طرح آپ نے غورث بن حارث کو معاف فرمادیا یہ وہ شخص ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے ہوئے اس نے آپ کی تلوار پر قبضہ کرلیا جب آپ جاگے اور اسے ڈانٹا تو تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور آپ نے تلوار لے لی اور وہ مجرم گردن جھکائے آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا آپ نے صحابہ کو بلا کر یہ منظر دکھایا اور یہ قصہ بھی سنایا پھر اسے معاف فرمادیا اور جانے دیا۔ اسی طرح لبید بن اعصم نے جب آپ پر جادو کیا تو علم وقدرت کے باوجود آپ نے اس سے درگذر فرمالے اور اسی طرح جس یہودیہ عورت نے آپ کو زہر دیا تھا آپ نے اس سے بھی بدلہ نہ لیا اور قابو پانے اور معلوم ہو جانے کے باوجود بھی آپ نے اتنے بڑے واقعہ کو جانا آنا کر دیا اس عورت کا نام زینب تھا یہ مرحب یہودی کی بہن تھی۔

جو جنگ خیبر میں حضرت محمود بن سلمہ کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس نے بکری کے شانے کے گوشت میں زہر ملا کر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تھا خود شانے نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زہر آلود ہونے کی خبر دی تھی جب آپ نے اسے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا تھا اور وجہ یہ بیان کی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو یہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور اگر آپ اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں تو ہمیں آپ سے راحت حاصل ہو جائے گی یہ معلوم ہو جانے پر اور اس کے اقبال کر لینے پر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ معاف فرمادیا گو بعد میں وہ قتل کر دی گئی اس لئے اسی زہر سے اور زہریلے کھانے سے حضرت بشر بن براء فوت ہو گئے تب قصاصاً یہ یہودیہ عورت بھی قتل کرائی گئی اور بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو درگزر کے ایسے بہت سے واقعات ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورۂ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۝ |
| اور جولوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اوران کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے |
| اوراس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں۔ |

## اہل ایمان کی باہمی مشاورت کا بیان

"وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ" أَجَابُوهُ إلَى مَا دَعَاهُمْ إلَيْهِ مِنْ التَّوْحِيد وَالْعِبَادَة "وَأَقَامُوا الصَّلَاة" أَدَامُوهَا "وَأَمْرهمْ" الَّذِي يَبْدُو لَهُمْ "شُورَى بَيْنهمْ" يَتَشَاوَرُونَ فِيهِ وَلَا يَعْجَلُونَ "وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ" أَعْطَيْنَاهُمْ "يُنْفِقُونَ" فِي طَاعَة اللّٰه وَمَنْ ذُكِرَ صِنْف،

اور جولوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں یعنی جب انہیں توحید وعبادت کی طرف بلایا جائے تو وہ اس کو قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں یعنی اس پر دوام اختیار کرتے ہیں۔ اوران کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے یعنی وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں اور وہ جلدی نہیں کرتے۔ اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے اللہ کی اطاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ یہ ذکر کردہ مسلمانوں کا ایک وصف ہے۔

## مشورہ کرنے کی اہمیت کا بیان

خطیب بغدادی نے حضرت علی مرتضٰی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے بعد اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آئے، جس میں قرآن نے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آپ سے بھی اس کا کوئی حکم ہمیں نہیں ملا تو ہم کیسے عمل کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے لے میری امت کے عبادت گزاروں کو جمع کرلو اور آپس میں مشورہ کر کے طے کرلو۔ کسی کی تنہا رائے سے فیصلہ نہ کرو۔

اس روایت کے بعض الفاظ میں فقہاء وعابدین کا لفظ آیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مشورہ ان لوگوں سے لینا چاہئے جو فقہاء یعنی دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور عبادت گزار ہوں۔

صاحب روح المعانی نے فرمایا کہ جو مشورہ اس طریق پر نہیں بلکہ بے علم بے دین لوگوں میں دائر ہو اس کا فساد اس کی اصلاح پر غالب رہے گا۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی کام کا ارادہ کیا اور اس میں مشورہ لے کر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ارشد امور کی طرف ہدایت فرمادے گا۔ یعنی اس کا رخ اس طرف پھیر دے گا جو اس کے لئے انجام کار خیر اور بہتر ہو۔

اسی طرح کی ایک حدیث بخاری نے الادب المفرد میں اور عبد بن حمید نے مسند میں حضرت حسن سے بھی نقل کی ہے۔ جس میں آپ نے آیت مذکورہ پڑھ کر یہ فرمایا ہے۔ ماتشاور قوم قط الاھدوا لارشد امرھم جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی

ہے تو ضرور ان کو صحیح راستہ کی طرف ہدایت کر دی جاتی ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہارے امراء اور حکام وہ لوگ ہوں جو تم میں بہتر ہیں اور تمہارے مالدار لوگ سخی ہوں (کہ اللہ کی راہ میں اور غرباء پر خرچ کریں) اور تمہارے کام باہمی مشورہ سے طے ہوا کریں۔ اس وقت تک تمہارے لئے زمین کے اوپر رہنا یعنی زندہ رہنا بہتر ہے اور جب تمہارے امراء و حکام تمہاری قوم کے برے لوگ ہو جاویں اور تمہارے مالدار بخیل ہو جاویں اور تمہارے کام عورتوں کے سپرد ہو جاویں کہ وہ جس طرح چاہیں کریں۔ اس وقت تمہارے لئے زمین کی پیٹھ کی بجائے زمین کا پیٹ بہتر ہو گا یعنی زندگی سے موت بہتر ہو گی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ شوریٰ، بیروت)

## بہتر مشورہ دینے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی خادم ہے انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا جب ہمارے پاس کہیں سے غلام آئیں تو تم آ جانا میں تمہیں ایک غلام دے دوں گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو غلام آئے تو ابوالہیثم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ دو غلام ہیں ان دونوں میں سے کسی کو اپنے لئے پسند کر لو۔ ابوالہیثم نے عرض کیا یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی میرے لئے کوئی غلام پسند فرما دیں حضور نے فرمایا جس شخص سے مشورہ لیا جائے اس کو امین ہونا چاہیے یعنی مشیر کو چاہیے کہ مشورہ چاہنے والے کی بھلائی کو بہر صورت ملحوظ رکھنا چاہیے اور وہی مشورہ دے جو اس کے حق میں بہتر ہو گویا حضور نے اس ارشاد کے ذریعہ ابوالہیثم پر واضح کر دیا جب تم نے حق کا انتخاب میرے سپرد کر دیا ہے اور مجھ سے مشورہ چاہتے ہو تو میں تمہیں وہی غلام دوں گا جو تمہارے لئے بہتر ہو۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا اس غلام کو لے جاؤ کیونکہ میں نے اس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بھلائی اختیار کرنے کی میری وصیت پر ہمیشہ عمل کرنا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 991)

ایک روایت میں یہ بھی منقول ہے کہ جب حضرت ابوالہیثم اس غلام کو گھر لے کر آئے اور اہلیہ سے فرمایا کہ سرکار نے مجھ کو یہ غلام دیا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور بھلائی کرنے کی وصیت فرمائی تو ان کی بیوی نے کہا اس وصیت پر عمل پیرا ہونے کا حق شاید پوری طرح ادا نہ ہو سکے اس کے لئے اس کے ساتھ حسن سلوک یہی ہے کہ اس کو آزاد کر دیا جائے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ج |
| فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ اسی برائی کی مثل ہوتا ہے، پھر جس نے معاف کر دیا |
| اور اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ |

## برائی بدلہ اسی کی مثل برائی ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ" الظُّلْم "هُمْ يَنْتَصِرُونَ" صِنْف أَيْ يَنْتَقِمُونَ مِمَّنْ ظَلَمَهُمْ بِمِثْلِ ظُلْمه، "وَجَزَاء سَيِّئَة سَيِّئَة مِثْلهَا" سُمِّيَتْ الثَّانِيَة سَيِّئَة لِمُشَابَهَتِهَا لِلْأُولَى فِي الصُّورَة وَهَذَا ظَاهِر فِيمَا يُقْتَصّ فِيهِ مِنْ الْجِرَاحَات قَالَ بَعْضهمْ : وَإِذَا قَالَ لَهُ أَخْزَاك اللَّه فَيُجِيبهُ : أَخْزَاك اللَّه "فَمَنْ عَفَا" عَنْ ظَالِمه "وَأَصْلَحَ" الْوُدّ بَيْنه وَبَيْن الْمَعْفُوّ عَنْهُ "فَأَجْره عَلَى اللَّه" أَيْ إِنَّ اللَّه يَأْجُرهُ لَا مَحَالَة "إِنَّهُ لَا يُحِبّ الظَّالِمِينَ" أَيْ الْبَادِئِينَ بِالظُّلْمِ فَيَتَرَتَّب عَلَيْهِمْ عِقَابه،

اور وہ کہ جب انہیں بغاوت یعنی ظلم پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔ یہ ان کا وصف ہے جو اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی مثل انتقام لیتے ہیں۔

اور برائی کا بدلہ اسی برائی کی مثل ہوتا ہے، یہاں پر دوسری چیز کا نام برائی اس وجہ سے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ صورت میں پہلے عمل کے مشابہ ہوتی ہے۔ اور یہ زخموں کے قصاص لینے ظاہر ہے۔ اور بعض نے کہا ہے جب وہ تجھے کہے کہ ''اللہ تجھے رسوا کرے'' تو بھی جواب میں ''اللہ تجھے رسوا کرے'' کہہ دے۔ پھر جس نے اپنے ظالم کو معاف کر دیا اور معافی کے ذریعہ اصلاح کی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً اس کو ثواب عطا فرمائے گا، بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی وہ ظلم کو شروع کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا لہٰذا ان پر عذاب واقع ہوگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن یہودی کی ایک جماعت نے نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی اور جب وہ آپ کے پاس آئے تو کہا کہ بلکہ تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو آنحضرت نے فرمایا عائشہ! اللہ تعالیٰ محبت ونرمی کرنے والا ہے اور ہر کام میں محبت ونرمی کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کیا کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے سلام کے بجائے کیا لفظ کہا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میں نے سنا ہے اور میں نے ان کے جواب میں کہا ہے کہ وعلیکم اور ایک روایت میں یہ لفظ علیکم ہے یعنی واؤ کا ذکر نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 572)

اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک دن کچھ یہودی نبی کریم کے پاس آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہنے کے بجائے یہ کہا کہ السام علیکم آنحضرت نے ان کے جواب میں فرمایا وعلیکم۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی یہ بدتمیزی مجھ سے برداشت نہ ہوئی اور میں نے ان کے جواب میں کہا کہ تمہیں موت آئے اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میری زبان سے ایسے الفاظ سنے تو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رک جاؤ! تمہیں نرمی اختیار کرنی چاہیے نیز سخت گوئی اور لچر باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا لفظ کہا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اور کیا تم نے نہیں سنا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے میں نے اس پر کیا جواب دیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے حق میں میری دعا یا دعائے ضرر تو قبول ہوتی ہے لیکن میرے حق میں ان کی دعا یا دعائے ضرر قبول نہیں ہوتی۔

| |
|---|
| وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓـئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ○اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ |
| النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓـئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ○ |
| اور یقیناً جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کی کوئی راہ نہیں ہے۔ پس راہ صرف ان کے خلاف ہے |
| جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی وفساد پھیلاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## ظالم سے بدلہ لینے پر کوئی مؤاخذہ نہ ہونے کا بیان

"وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْد ظُلْمه" أَيْ ظُلْم الظَّالِم إيَّاهُ "فَأُولَئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيل" مُؤَاخَذَة، "إنَّمَا السَّبِيل عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاس وَيَبْغُونَ" يَعْمَلُونَ "فِي الْأَرْض بِغَيْرِ الْحَقّ" بِالْمَعَاصِي "أُولَئِكَ لَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم،

اور یقیناً جو شخص اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے یعنی جب کوئی ظالم اس پر ظلم کرے۔ تو ایسے لوگوں پر مواخذہ کرنے کی کوئی راہ نہیں ہے۔

پس راہ صرف یعنی مؤاخذہ ان کے خلاف ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور نافرمانی کے سبب زمین میں ناحق سرکشی وفساد پھیلاتے ہیں، ایسے ہی لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ ربیع نے جو حضرت انس ابن مالک کی پھوپھی تھیں، ایک انصاری لڑکی کے دانت توڑ دیئے اس لڑکی کے رشتہ دار استغاثہ لے کر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ لینے کا حکم فرمایا (یعنی یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ ربیع کے بھی دانت توڑے جائیں) انس ابن نضر نے جو انس بن مالک کے چچا تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ایسا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ربیع کے دانت نہیں توڑے جائیں گے آنحضرت نے فرمایا۔ انس! اللہ کا حکم بدلہ لینے کا ہے" لیکن (خدا نے ایسا کیا) کہ لڑکی کے خاندان والے (ربیع کے دانت نہ توڑے جانے پر) راضی ہو گئے اور دیت (مالی معاوضہ) قبول کر لیا چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بعض بندگان اللہ ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر اللہ کی قسم کھا بیٹھیں تو خداوند تعالیٰ ان کی قسم پوری کرتا ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 629)

| |
|---|
| وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ○ |
| اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔ |

## صبر کرنے اور معاف کرنے والے کی فضیلت کا بیان

"وَلَمَنْ صَبَرَ" فَلَمْ يَنْتَصِر "وَغَفَرَ" تَجَاوَزَ "إِنَّ ذَلِكَ" الصَّبْر وَالتَّجَاوُز "لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُور" أَيْ مَعْزُومَاتهَا بِمَعْنَى الْمَطْلُوبَات شَرْعًا

اور بلاشبہ جو شخص صبر کرے اور بدلہ نہ لے اور درگزر کر کے معاف کر دے تو بے شک یہ صبر کرنا اور درگزر کرنا یقیناً بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔یعنی معزومات جو مطلوبات شرعی کے معنی میں ہے۔

## صبر سے بڑھ کر کوئی وسعت نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بعض انصاری صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ طلب فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا انہوں نے پھر مانگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمایا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود مال ختم ہوگیا۔تو فرمایا میرے پاس جو کچھ ہوتا ہے اس کو ہرگز تم سے بچا کر نہ رکھوں گا۔جو شخص سوال سے بچتا ہے اللہ اس کو بچاتا ہے اور جو استغناء اختیار کرتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو صبر کرتا ہے اللہ اسے صبر دے دیتا ہے جو کچھ تم میں سے کسی کو دیا جائے وہ بہتر ہے اور صبر سے بڑھ کر کوئی وسعت نہیں۔(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 2417)

| |
|---|
| وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا |
| رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞ |
| اور جسے اللہ گمراہ کردے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں اور تو ظالموں کو دیکھے گا کہ جب وہ عذاب کو |
| دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔ |

## گمراہوں کا عذاب میں پہنچ کر دنیا کا راستہ تلاش کرنے کا بیان

"وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ وَلِيّ مِنْ بَعْده " أَيْ أَحَد يَلِي هِدَايَته بَعْد إِضْلَال اللّٰه إِيَّاهُ "وَتَرَى الظَّالِمِينَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَاب يَقُولُونَ هَلْ إِلَى مَرَدّ" إِلَى الدُّنْيَا "مِنْ سَبِيل" طَرِيق،

اور جسے اللہ گمراہ کردے، پھر اس کے بعد اس کا کوئی مددگار نہیں یعنی کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اس کو اللہ کی طرف سے گمراہی کے بعد ہدایت پر لے آئے۔اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے کہ جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے کیا واپس دنیا میں جانے کی طرف کوئی راستہ ہے۔

## دوزخ کی سختی کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم والوں میں سے اس آدمی کو لایا جائے گا جو اہل دنیا میں سے بہت نعمتوں والا تھا پھر اس سے کہا جائے گا اے ابن آدم کیا تو نے کبھی کوئی

بھلائی بھی دیکھی تھی کیا تجھے کبھی کوئی نعمت بھی ملی تھی وہ کہے گا اے میرے رب اللہ کی قسم نہیں اور اہل جنت میں سے اس آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں لوگوں سے سب سے زیادہ تکلیف آئی ہوں گی پھر اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دے کو پوچھا جائے گا اے ابن آدم کیا تو نے کبھی کوئی تکلیف بھی دیکھی کیا تجھ پر کبھی کوئی سختی بھی گزری وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار اللہ کی قسم نہیں کبھی کوئی تکلیف میرے پاس سے نہ گزری اور نہ ہی میں نے کبھی کوئی شدت وسختی دیکھی۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2587)

| |
|---|
| وَتَرٰهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ |
| الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ○ |
| اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر ذلت اور خوف کے ساتھ سر جھکائے ہوئے پیش کیے جائیں گے چھپی نگاہوں سے |
| دیکھتے ہوں گے، اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے |
| اہل وعیال کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، یاد رکھو! بیشک ظالم لوگ دائمی عذاب میں رہیں گے۔ |

## قیامت کے دن کفار کا کمزور نظری سے جہنم کو دیکھنے کا بیان

"وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا " أَيْ النَّار "خَاشِعِينَ" خَائِفِينَ مُتَوَاضِعِينَ "مِنْ الذُّلّ يَنْظُرُونَ " إلَيْهَا "مِنْ طَرْف خَفِيّ" ضَعِيف النَّظَر مُسَارَقَة وَمِنْ ابْتِدَائِيَّة أَوْ بِمَعْنَى الْبَاء "وَقَالَ الَّذِينَ آمَنُوا إنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسهمْ وَأَهْلِيهِمْ يَوْم الْقِيَامَة" بِتَخْلِيدِهِمْ فِي النَّار وَعَدَم وُصُولهمْ إلَى الْحُور الْمُعَدَّة لَهُمْ فِي الْجَنَّة لَوْ آمَنُوا وَالْمَوْصُول خَبَر إنَّ "أَلَا إنَّ الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ "فِي عَذَاب مُقِيم" دَائِم هُوَ مِنْ مَقُول اللَّه تَعَالَى،

اور آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ پر ذلت اور خوف کے ساتھ سر جھکائے ہوئے پیش کیے جائیں گے، اسے چوری چوری چھپی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے، یہاں پر لفظ من ابتدائیہ ہے یا پھر بہ معنی باء کے آیا ہے۔ اور ایمان والے کہیں گے: بیشک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے اہل وعیال کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، کیونکہ ہمیشہ کیلئے اپنے آپ کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا ہے۔ کیونکہ جو حور جنت میں ان کیلئے تیار کی گئی تھی وہ انہیں نہ ملے گی۔ جو ایمان لانے کی صورت میں ان کو ملنے والی تھی۔ یہاں پر موصولہ لفظ ان کی خبر ہے۔ یاد رکھو! بیشک ظالم لوگ یعنی کفار لوگ دائمی عذاب میں مبتلاء رہیں گے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

یہ جہنم کے پاس لائے جائیں گے اور اللہ کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر ذلت برس رہی ہوگی عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے اور نظریں بچا کر جہنم کو تک رہے ہوں گے۔ خوف زدہ اور حواس باختہ ہو رہے ہوں گے لیکن جس سے ڈر رہے ہیں اس سے بچ نہ سکیں گے نہ صرف اتنا ہی بلکہ ان کے وہم وگمان سے بھی زیادہ عذاب انہیں ہوگا۔

اللہ ہمیں محفوظ رکھے اس وقت ایمان دار لوگ کہیں گے کہ حقیقی نقصان یافتہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ساتھ اپنے والوں کو بھی جہنم واصل کیا یہاں کی آج کی ابدی نعمتوں سے محروم رہے اور انہیں بھی محروم رکھا آج وہ سب الگ الگ عذاب میں مبتلا ہیں دائمی ابدی اور سرمدی سزائیں بھگت رہے ہیں اور یہ ناامید ہو جائیں آج کوئی ایسا نہیں جو ان عذابوں سے چھڑا سکے یا تخفیف کرا سکے ان گمراہوں کو خلاصی دینے والا کوئی نہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ |
| اوران کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جواللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں۔ |

## معبودان باطلہ کا اپنے عابدین کو عذاب سے نہ بچا سکنے کا بیان

"وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاء يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّه" أَيْ غَيْره يَدْفَع عَذَابه عَنْهُمْ "وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيل" طَرِيق إِلَى الْحَقّ فِي الدُّنْيَا وَإِلَى الْجَنَّة فِي الْآخِرَة،

اوران کے لیے کوئی حمایتی نہیں ہوں گے جو اللہ کے سوا ان کی مدد کریں۔یعنی ان سے عذاب کو دور کریں۔اور جسے اللہ گمراہ کر دے، پھر اس کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں۔یعنی دنیا میں حق کا راستہ آخرت میں جنت کی طرف لے جانے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وما کان: میں ما نافیہ ہے۔وما کان لهم من اولياء ينصرونهم من دون الله ۔ ای وما كان لهم من دون الله من اولياء ينصرونهم اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ ان کی مدد کر سکے۔ ینصرونھم: ینصرون مضارع جمع مذکر غائب نصر (باب نصر) مصدر (کہ) وہ مدد کر سکیں۔یا مدد کریں۔ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ومن يضلل الله ۔ جمله شرط ۔ فما له من سبيل جواب شرط ۔ يضلل مضارع مجزوم (بوجہ عمل من شرطیہ) واحد مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر اور جس کو اللہ گمراہ کر دے۔(یہ اضلال ان لوگوں کے عدم تلاش حق کی پاداش میں ہوگا۔اور یہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ تکوینی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہوگی۔

فما میں ف جواب شرط کے لئے ہے ما نافیہ ہے فما له من سبيل: ای فماله من طريق الیٰ هدايته فی الدنيا والی الجنة يوم القيامة۔اس کے لیے دنیا میں ہدایت کا کوئی راستہ اور آخرت میں جنت تک رسائی کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ |
| مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ؕ |
| اپنے رب کی دعوت قبول کرو، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، |
| اس دن نہ تمہارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لیے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔ |

## قیامت کے دن کوکوئی ٹالنے والا نہ ہوگا

"اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُمْ" أَجِيبُوهُ بِالتَّوْحِيدِ وَالْعِبَادَة "مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْم" هُوَ يَوْم الْقِيَامَة "لَا مَرَدّ لَهُ مِنَ اللَّه" أَيْ أَنَّهُ إِذَا أَتَى بِهِ لَا يَرُدّهُ "مَا لَكُمْ مِنْ مَلْجَأ" تَلْجَئُونَ إِلَيْهِ "يَوْمَئِذٍ وَمَا لَكُمْ مِنْ نَكِير" إِنْكَار لِذُنُوبِكُمْ،

اپنے رب کی دعوت قبول کرو، یعنی جو وہ تمہیں توحید عبادت کا حکم دے اس کو قبول کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ دن یعنی قیامت کا دن آئے جس کے ٹلنے کی اللہ کی طرف سے کوئی صورت نہیں، یعنی جب وہ آ جائے گا تو اس پھر اس کوکوئی ٹالنے والا نہیں۔ اس دن نہ تمہارے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ تمہارے لیے اپنے گناہوں سے انکار کی کوئی صورت ہوگی۔

یعنی جس کو روکنے اور ٹالنے کی کوئی طاقت نہیں رکھے گا۔ تمہارے لئے کوئی ایسی جگہ نہیں ہوگی، کہ جس میں تم چھپ کر انجان بن جاؤ اور پہنچانے نہ جاسکو یا نظر میں نہ آ سکو جیسے فرمایا'اس دن انسان کہے گا، کہیں بھاگنے کی جگہ ہے، ہرگز نہیں، کوئی راہ فرار نہیں ہوگی، اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھکانا ہوگا۔

| |
|---|
| فَإِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا |
| رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ○ |
| پھر اگر وہ رُوگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ آپ پر تو صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، |
| اور بیشک جب ہم انسان کو اپنی بارگاہ سے رحمت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں کوئی مصیبت |
| پہنچتی ہے ان کے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجے ہوئے اعمال کے باعث، تو بیشک انسان بڑا ناشکر گزار ہے۔ |

## برے اعمال کے سبب مصیبت پہنچنے کا بیان

"فَإِنْ أَعْرَضُوا" عَنْ الْإِجَابَة "فَمَا أَرْسَلْنَاك عَلَيْهِمْ حَفِيظًا" تَحْفَظ أَعْمَالهمْ بِأَنْ تُوَافِق الْمَطْلُوب مِنْهُمْ "إِنْ" مَا "عَلَيْك إِلَّا الْبَلَاغ" وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْجِهَادِ "وَإِنَّا إِذَا أَذَقْنَا الْإِنْسَان مِنَّا رَحْمَة" نِعْمَة كَالْغِنَى وَالصِّحَّة "فَرِحَ بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ" الضَّمِير لِلْإِنْسَانِ بِاعْتِبَارِ الْجِنْس "سَيِّئَة" بَلَاء "بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهمْ" أَيْ قَدَّمُوهُ وَعَبَّرَ بِالْأَيْدِي لِأَنَّ أَكْثَر الْأَفْعَال تُزَاوَل بِهَا "فَإِنَّ الْإِنْسَان كَفُور" لِلنِّعْمَةِ،

پھر بھی اگر وہ قبول کرنے سے رُوگردانی کریں تو ہم نے آپ کو ان پر ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ کہ آپ ان کے اعمال کی حفاظت کریں۔ جو ان سے مقصود ہے۔ آپ پر تو صرف پیغامِ حق پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، یہ حکم بھی جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔ اور بیشک جب ہم انسان کو اپنی بارگاہ سے رحمت یعنی مال ودولت اور صحت چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے۔ یہاں پر ضمیر انسان کی جانب بہ اعتبار جنس کے لوٹنے والی ہے۔ ان کے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجے ہوئے

اعمالِ بد کے باعث، یہاں پر ہاتھوں سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اکثر کام ان سے انجام پاتے ہیں۔تو بیشک انسان اس کی نعمت پر بڑا ناشکر گزار ہے۔

## آسانی میں شکر تنگی میں صبر مومنوں کی صفت ہے

چونکہ اوپر یہ ذکر تھا کہ قیامت کے دن بڑے ہیبت ناک واقعات ہوں گے وہ سخت مصیبت کا دن ہوگا تو اب یہاں اس سے ڈرا رہا ہے اور اس دن کے لئے تیار رہنے کو فرماتا ہے کہ اس اچانک آ جانے والے دن سے پہلے ہی پہلے اللہ کے فرمان پر پوری طرح عمل کر لو جب وہ دن آ جائے تو تمہیں نہ تو کوئی جائے پناہ ملے گی نہ ایسی جگہ کہ وہاں انجان بن کر ایسے چھپ جاؤ کہ پہچانے نہ جاؤ اور نہ نظر پڑے۔پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ مشرک نہ مانیں تو آپ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے انہیں ہدایت پر لا کھڑا کر دینا آپ کے ذمے نہیں یہ کام اللہ کا ہے۔آپ پر صرف تبلیغ ہے حساب ہم خود لے لیں گے انسان کی حالت یہ ہے کہ راحت میں بدمست بن جاتا ہے اور تکلیف میں ناشکرا پن کرتا ہے اس وقت اگلی نعمتوں کا بھی منکر بن جاتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا صدقہ کرو میں نے تمہیں زیادہ تعداد میں جہنم میں دیکھا ہے کسی عورت نے پوچھا یہ کس وجہ سے؟ آپ نے فرمایا تمہاری شکایت کی زیادتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کی وجہ سے اگر تو ان میں سے کوئی تمہارے ساتھ ایک زمانے تک احسان کرتا رہے پھر ایک دن چھوڑ دے تو تم کہہ دو گی کہ میں نے تو تجھ سے کبھی کوئی راحت پائی ہی نہیں۔فی الواقع اکثر عورتوں کا یہی حال ہے لیکن جس پر اللہ رحم کرے اور نیکی کی توفیق دے دے۔اور حقیقی ایمان نصیب فرمائے پھر تو اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ہر راحت پہ شکر ہر رنج پر صبر پس ہر حال میں نیکی حاصل ہوتی ہے اور یہ وصف بجز مومن کے کسی اور میں نہیں ہوتا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ |
| الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ |
| آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور |
| جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، |
| یقیناً وہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد عطاء ہونے کا بیان

"لِلَّـهِ مُلْكُ السَّمَاوَات وَالْأَرْض يَخْلُق مَا يَشَاء يَهَب لِمَنْ يَشَاء " مِنْ الْأَوْلَاد "أَوْ يُزَوِّجهُمْ " أَيْ يَجْعَلهُمْ "ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَل مَنْ يَشَاء عَقِيمًا " فَلَا يَلِد وَلَا يُولَد لَهُ "إِنَّهُ عَلِيم" بِمَا يَخْلُق "قَدِير" عَلَى مَا يَشَاء،

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ اولاد پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے، جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے۔ یا انھیں ملا کر بیٹے اور بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، پس نہ بیوی جنم دے سکتی ہے اور نہ شوہر کیلئے جنم دیا جاتا ہے۔ یقیناً وہ جاننے والا ہے جو اس نے پیدا کیا ہے۔ قدرت رکھنے والا ہے۔ جس پر وہ چاہتا ہے۔

## اولاد کا اختیار اللہ کے پاس ہے

فرماتا ہے کہ خالق مالک اور متصرف زمین و آسمان کا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا جسے چاہے دے جسے چاہے نہ دے جو چاہے پیدا کرے اور بنائے جسے چاہے صرف لڑکیاں دے جیسے حضرت لوط علیہ الصلوۃ والسلام۔ اور جسے چاہے صرف لڑکے ہی عطا فرماتا ہے جیسے ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والسلام۔ اور جسے چاہے لڑکے لڑکیاں سب کچھ دیتا ہے جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جسے چاہے لا ولد رکھتا ہے جیسے حضرت یحیٰ اور حضرت عیسیٰ۔ پس یہ چار قسمیں ہوئیں۔ لڑکیوں والے لڑکوں والے دونوں والے اور دونوں سے خالی ہاتھ۔ وہ علیم ہے ہر مستحق کو جانتا ہے۔ قادر ہے جس طرح چاہے تفاوت رکھتا ہے پس یہ مقام بھی مثل اس فرمان الٰہی کے ہے۔ جو حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہے کہ تا کہ کہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان بنائیں یعنی دلیل قدرت بنائیں اور دکھادیں کہ ہم نے مخلوق کو چار طور پر پیدا کیا۔

حضرت آدم صرف مٹی سے پیدا ہوئے نہ ماں نہ باپ۔ حضرت حوا صرف مرد سے پیدا ہوئیں باقی کل انسان مرد عورت دونوں سے سوائے حضرت عیسیٰ کے کہ وہ صرف عورت سے بغیر مرد کے پیدا کئے گئے۔ پس آپ کی پیدائش سے یہ چاروں قسمیں ہو گئیں۔ پس یہ مقام ماں باپ کے بارے میں تھا اور وہ مقام اولاد کے بارے میں اس کی بھی چار قسمیں اور اسکی بھی چار قسمیں سبحان اللہ یہ ہے اس اللہ کے علم وقدرت کی نشانی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ شوریٰ، بیروت)

اس کے اولاد ہی نہ ہو، وہ مالک ہے، اپنی نعمت کو جس طرح چاہے تقسیم کرے، جسے جو چاہے دے، انبیاء علیہم السلام میں بھی یہ سب صورتیں پائی جاتی ہیں، حضرت لوط و حضرت شعیب علیہما السلام کے صرف بیٹیاں تھیں، کوئی بیٹا نہ تھا۔

اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صرف فرزند تھے، کوئی دُختر ہوئی ہی نہیں اور سید انبیاء حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار فرزند عطا فرمائے اور چار صاحب زادیاں اور حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی اولاد ہی نہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا |
| فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ |
| اور ہر بشر کی مجال نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو فرستادہ |
| بنا کر بھیجے اور وہ اس کے اذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے، بیشک وہ بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔ |

## عام انسان کیلئے اللہ سے ہم کلام ہونے صلاحیت نہ ہونے کا بیان

"وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا " أَنْ يُوحِيَ إِلَيْهِ "وَحْيًا" فِي الْمَنَامِ أَوْ بِالْهَامٍ "أَوْ" إِلَّا "مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ" بِأَنْ يُسْمِعَهُ كَلَامَهُ وَلَا يَرَاهُ كَمَا وَقَعَ لِمُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ "أَوْ" إِلَّا أَنْ "يُرْسِلَ رَسُولًا" مَلَكًا كَجِبْرِيلَ "فَيُوحِيَ" الرَّسُولُ إِلَى الْمُرْسَلِ إِلَيْهِ أَيْ يُكَلِّمُهُ "بِإِذْنِهِ" أَيِ اللّٰهِ "مَا يَشَاءُ" اللّٰهُ "إِنَّهُ عَلِيٌّ" عَنْ صِفَاتِ الْمُحْدَثِينَ "حَكِيمٌ" فِي صُنْعِهِ،

اور ہر بشر کی یہ مجال نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے خواہ حالت نیند میں ہو یا الہام ہو (کسی کو شان نبوت سے سرفراز فرمادے) یا پردے کے پیچھے سے وہ کلام سنے لیکن اس کو دیکھ نہ پائے جیسے موسیٰ علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی، یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے جس طرح جبرائیل امین کا وحی لیکر آنا کہ اللہ کی طرف سے رسولان گرامی کی طرف وحی لے کر آتے تھے۔ اور وہ اس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے۔ بیشک وہ محدثین کی صفات سے بلند ہے اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔ (الغرض عالم بشریت کے لئے خطابِ الٰہی کا واسطہ اور وسیلہ صرف نبی اور رسول ہی ہوگا)

## سورہ شوریٰ آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

یہود نے حضورِ پرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے وقت اس کو کیوں نہیں دیکھتے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھتے تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ شوریٰ، بیروت)

یعنی بے واسطہ اس کے دِل میں القا فرما کر اور الہام کر کے بیداری میں یا خواب میں، اس میں وحی کا وصول بے واسطہ سمع کے ہے اور آیت میں اِلَّا وَحْیًا سے یہی مراد ہے، اس میں یہ قید نہیں کہ اس حال میں سامع متکلم کو دیکھتا ہو یا نہ دیکھتا ہو۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے سینہ مبارک میں زبور کی وحی فرمائی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبحِ فرزند کی خواب میں وحی فرمائی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معراج میں اسی طرح کی وحی فرمائی جس کا فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی میں بیان ہے، یہ سب اسی قسم میں داخل ہیں، انبیاء کے خواب حق ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہیں۔ (تفسیر ابی السعود وکبیر و مدارک، سورہ شوریٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ |
| جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ |
| پس اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روحِ کی وحی فرمائی، اور آپ نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے |
| اور نہ ایمان مگر ہم نے اسے نور بنادیا۔ ہم اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نواز تے ہیں، |

اور بیشک آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کا صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دینے کا بیان

"وَكَذَلِكَ" أَيْ مِثْلَ إِيحَائِنَا إِلَى غَيْرِكَ مِنَ الرُّسُلِ "أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ" يَا مُحَمَّدُ "رُوحًا" هُوَ الْقُرْآنُ بِهِ تَحْيَا الْقُلُوبُ "مِنْ أَمْرِنَا" الَّذِي نُوحِيهِ إِلَيْكَ "مَا كُنْتَ تَدْرِي" تَعْرِفُ قَبْلَ الْوَحْيِ إِلَيْكَ "مَا الْكِتَابُ" الْقُرْآنُ "وَلَا الْإِيمَانُ" أَيْ شَرَائِعُهُ وَمَعَالِمُهُ وَالنَّفْيُ مُعَلِّقٌ لِلْفِعْلِ عَنِ الْعَمَلِ وَمَا بَعْدَهُ سَدَّ مَسَدَّ الْمَفْعُولَيْنِ "وَلَكِنْ جَعَلْنَاهُ" أَيِ الرُّوحَ أَوِ الْكِتَابَ "نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَإِنَّكَ لَتَهْدِي" تَدْعُو بِالْوَحْيِ إِلَيْكَ "إِلَى صِرَاطٍ" طَرِيقٍ "مُسْتَقِيمٍ" دِينِ الْإِسْلَامِ،

یا محمد ﷺ پس اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے روحِ قلوب وارواح کی وحی فرمائی جو قرآن ہے، جو دلوں کو زندہ رکھتا ہے۔ اور آپ (وحی سے قبل اپنی ذاتی درایت وفکر سے) نہ یہ جانتے تھے کہ کتاب یعنی قرآن کیا ہے اور نہ ایمان کے شرعی احکام کی تفصیلات کو ہی جانتے تھے جو بعد میں نازل اور مقرر ہوئیں، یہاں پر نفی فعل کو عمل سے روکنے والی ہے یا وہ دو مفاعیل کے قائم مقام ہے۔ مگر ہم نے اسے یعنی روح اور کتاب نور بنادیا۔ ہم اس نور کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت سے نوازتے ہیں، اور بیشک آپ ہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت عطا فرماتے ہیں۔ جو دین اسلام ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وکذلک۔ واؤ عاطفہ۔ کاف تشبیہ کا ہے ذلک اسم اشارہ واحد مذکر۔ اور اسی طرح سے: ای مثل ایحاء نا الی غیرک من الرسل، جس طرح ترے علاوہ دوسرے رسولوں پر ہم نے وحی کی (اسی طرح) اوحینا۔ ماضی جمع متکلم ایحاء (افعال) مصدر۔ ہم نے وحی نازل کی۔ روحا: ای القران۔ روح چونکہ حرارت جسم کا باعث ہے۔ اسی طرح کتاب اللہ عالم کی حیات ابدیہ کا باعث ہے اس لئے روح کا لفظ اس پر بولا گیا یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل ہے:

ما کنت تدری۔ ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر حاضر: تدری درایۃ (باب ضرب) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی جاننا۔ تو نہیں جانتا تھا۔

فقیر کہتا ہے کہ گو ایمان کو جانتے تھے مگر وہ جاننا اس جاننے کے مقابلے میں جو وحی کے بعد ہوا کالعدم ہے دیکھو کوئی کامل استاذ جب کسی طالب علم کو جو پہلے بھی کچھ پڑھا تھا تکمیل کے بعد یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پہلے جانتے بھی نہ تھے کہ علم کیا ہے؟ جعلنہ۔ میں ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الکتب ہے: نھدی مضارع جمع متکلم ھدی وھدایۃ (باب ضرب) مصدر ہم ہدایت کرتے ہیں۔ ہم راستہ دکھا دیتے ہیں۔ بہ میں ب سببیہ ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے۔ لتھدی لام تاکید کے لئے ہے تھدی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، بے شک آپ (راہ راست کی ہی) ہدایت کر رہے ہیں۔ (انوار البیان، سورہ شوریٰ)

| |
|---|
| صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَی اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۠ |
| اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے، سن لو! |
| تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔ |

## زمین وآسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا بیان

"صِرَاط اللَّه الَّذِی لَهُ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْأَرْض " مُلْكًا وَخَلْقًا وَعَبِيدًا "أَلَا إِلَى اللَّه تَصِير الْأُمُور" تَرْجِع

اس اللہ کے راستے کی طرف کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں بادشاہت اور مخلوق اور غلام ہیں۔اسی کا ہے، سن لو !تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹتے ہیں۔

یعنی اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم صریح اور مضبوط حق کی رہنمائی کر رہے ہو پھر صراط مستقیم کی تشریح کی اور فرمایا اسے شرع مقرر کرنے والا خود اللہ ہے جس کی شان یہ ہے کہ آسمانوں زمینوں کا مالک اور رب وہی ہے ان میں تصرف کرنے والا اور حکم چلانے والا بھی وہی ہے کوئی اس کے کسی حکم کو ٹال نہیں سکتا تمام امور اس کی طرف پھیرے جاتے ہیں وہی سب کاموں کے فیصلے کرتا ہے اور حکم کرتا ہے وہ پاک اور برتر ہے ہر اس چیز سے جو اس کی نسبت ظالم اور منکرین کہتے ہیں وہ بلندیوں اور بڑائیوں والا ہے۔

حضرت علی کہتے ہیں کہ کسی نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد ہم کس کو اپنا امیر وسربراہ بنائیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم میرے بعد ابوبکر کو اپنا امیر وسربراہ بناؤ گے تو ان کو امانت دار، دنیا سے بے پرواہ اور آخرت کی طرف راغب پاؤ گے۔اگر عمر کو اپنا امیر وسربراہ بناؤ گے تو ان کو (بار امانت اٹھانے میں) بہت مضبوط، امین اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے بے خوف پاؤ گے اور اگر علی کو اپنا امیر وسربراہ بناؤ گے، درآنحالیکہ میرے خیال میں تم ان کو (اختلاف ونزاع کے بغیر) اپنا امیر وسربراہ بنانے والے نہیں ہو۔تاہم جب بناؤ گے تو ان کو راہ راست دکھانے والا (یعنی مکمل مرشد) بھی پاؤ گے اور کامل ہدایت یافتہ بھی) جو صراط مستقیم پر چلائیں گے۔(احمد، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 765)

## سورہ الشوریٰ کی تفسیر مصباحین کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔انہی کے تصدق سے سورہ الشوریٰ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃُ الزُّخْرُف

## یہ قرآن مجید کی سورت زخرف ھے

### سورہ زخرف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ الزُّخْرُفِ (مَکِّیَّۃ وَقِیلَ إِلَّا آیَۃ 45 فَمَدَنِیَّۃ وَ آیَاتھَا 89) نَزَلَتْ بَعْدَ الشُّورَی

سورہ زخرف مکی ہے، اس سورت میں سات رکوع، نواسی آیات اور تین ہزار چار سو حروف ہیں۔ یہ سورت مکی ہے، البتہ حضرت مقاتل کا قول ہے کہ (آیت) واسئل من ارسلنا الخ مدنی ہے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سورت معراج کے وقت آسمان پر نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ زخرف، بیروت)

### سورہ زخرف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۳۵ میں لفظ زخرف استعمال ہوا ہے، جس کا معنی سونا ہے۔ دنیا میں سونے کی حیثیت کو بیان کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسی سبب سے یہ سورت زخرف کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| حٰمٓ ○ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰـہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ |
| حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ روشن کتاب کی قسم! |
| بے شک ہم نے اسے عربی قرآن بنایا، تاکہ تم سمجھو۔ |

### ہدایت کے راستے کو واضح کرنے والے قرآن مجید کا بیان

"حم" اللّٰہ أَعْلَم بِمُرَادِہِ بِہِ "وَالْکِتَاب" الْقُرْآن "الْمُبِین" الْمُظْھِر طَرِیق الْھُدَی وَمَا یُحْتَاج إِلَیْہِ مِنْ الشَّرِیعَۃ،

"إِنَّا جَعَلْنَاہُ" أَوْجَدْنَا الْکِتَاب "قُرْآنًا عَرَبِیًّا" بِلُغَۃِ الْعَرَب "لَعَلَّکُمْ" یَا أَھْل مَکَّۃ "تَعْقِلُونَ" تَفْھَمُونَ مَعَانِیہ،

حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ روشن کتاب یعنی قرآن جو ہدایت کا راستہ ظاہر کرنے والا اور ضروری مسائل شرعیہ کو واضح کرنے والا ہے۔ کی قسم! بے شک ہم نے اس کتاب عربی قرآن بنایا، یعنی عربی زبان میں نازل

کیا ہے۔اے اہل مکہ! تا کہ تم اس کے معانی کو سمجھو۔

قرآن مجید کی قسم جس بات پر کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم کو قسم ہے اس واضح کتاب کی جس کے نازل کرنے والے ہم ہیں جو حکمت سے لبریز کتاب ہے جس کی زبان، جس کا ادب اور جس کا حق و باطل کے درمیان ایک واضح خط امتیاز کھینچ دینے والی تعلیم اس حقیقت کی صریح شہادت دے رہی ہے۔ جس میں ہدایت و ضلالت کی راہیں جدا جدا اور واضح کر دیں اور امت کے تمام شرعی ضروریات کو بیان فرما دیا۔

| |
|---|
| وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ |
| بیشک وہ ہمارے پاس سب کتابوں کی اصل میں ثبت ہے یقیناً بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔تو کیا ہم تم سے |
| اس نصیحت کو ہٹا لیں، اعراض کرتے ہوئے، اس وجہ سے کہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ |

## کتب کی اصل لوح محفوظ ہونے کا بیان

"وَاِنَّهٗ" مُثْبَت "فِي أُمِّ الْكِتَاب" أَصْلِ الْكُتُب أَيْ اللَّوْح الْمَحْفُوظ "لَدَيْنَا" بَدَل : عِنْدنَا "لَعَلِيٌّ" عَلَى الْكُتُب قَبْله "حَكِيم" ذُو حِكْمَة بَالِغَة "أَفَنَضْرِب" نُمْسِك "عَنْكُمُ الذِّكْر" الْقُرْآن "صَفْحًا" إمْسَاكًا فَلَا تُؤْمَرُونَ وَلَا تُنْهَوْنَ لِأَجْلِ "أَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُسْرِفِينَ" مُشْرِكِينَ لَا

بیشک وہ ہمارے پاس سب کتابوں کی اصل لوح محفوظ میں ثبت ہے۔یہاں پر لفظ لـدینا یہ فی ام الکتاب سے بدل ہے جس کا معنی عندنا ہے۔یقیناً یہ سب پہلی کتابوں پر بلند مرتبہ بڑی حکمت والا ہے۔تو کیا ہم اعراض کرتے ہوئے، تم سے اس نصیحت یعنی قرآن کو ہٹا لیں، تا کہ تمہیں کسی چیز کا نہ حکم دیا جائے اور نہ ہی کسی چیز سے روکا جائے۔اس وجہ سے کہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔

## قرآن کی قسم کھائی جو واضح ہے جس کے معانی روشن ہیں

جس کے الفاظ نورانی ہیں جو سب سے زیادہ فصیح و بلیغ عربی زبان میں نازل ہوا ہے یہ اس لئے کہ لوگ سوچیں سمجھیں اور وعظ و پند نصیحت و عبرت حاصل کریں ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل فرمایا ہے جیسے اور جگہ ہے عربی واضح زبان میں اسے نازل فرمایا ہے، اس کی شرافت و مرتبت جو عالم بالا میں ہے اسے بیان فرمایا تا کہ زمین والے اس کی منزلت و توقیر معلوم کر لیں۔فرمایا کہ یہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے (لدینا) سے مراد ہمارے پاس (لعلی) سے مراد مرتبے والا عزت والا شرافت اور فضیلت والا ہے۔ (حکیم) سے مراد (محکم) مضبوط جو باطل کے ملنے اور ناحق سے خلط ملط ہو جانے سے پاک ہے اور آیت میں اس پاک کلام کی بزرگی کا بیان ان الفاظ میں ہے آیت (اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ، الواقعۃ:77)، اور جگہ ہے آیت (كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ، عبس:11)، یعنی

یہ قرآن کریم لوح محفوظ میں درج ہے اسے بجز پاک فرشتوں کے اور کوئی ہاتھ لگا نہیں پاتا یہ رب العالمین کی طرف سے اترا ہوا ہے اور فرمایا قرآن نصیحت کی چیز ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے وہ ایسے صحیفوں میں سے ہے جو معزز ہیں بلند مرتبہ ہیں اور مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو ذی عزت اور پاک ہیں ان دونوں آیتوں سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ بے وضو قرآن کریم کو ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے جیسے کہ ایک حدیث میں بھی آیا ہے بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو جائے۔ اس لئے کہ عالم بالا میں فرشتے اس کتاب کی عزت وتعظیم کرتے ہیں جس میں یہ قرآن لکھا ہوا ہے۔

پس اس عالم میں ہمیں بطور اولیٰ اسکی بہت زیادہ تکریم وتعظیم کرنی چاہیے کیونکہ یہ زمین والوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہے اور اس کا خطاب انہی سے ہے تو انہیں اس کی بہت زیادہ تعظیم اور ادب کرنا چاہیے اور ساتھ ہی اس کے احکام کو تسلیم کر کے ان پر عامل بن جانا چاہیے کیونکہ رب کا فرمان ہے کہ یہ ہمارے ہاں ام الکتاب میں ہے۔

اور بلند پایہ اور باحکمت ہے اس کے بعد کی آیت کے ایک معنی تو یہ کئے گئے ہیں کہ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ باوجود اطاعت گذاری اور فرمانبرداری نہ کرنے کے ہم تم کو چھوڑ دیں گے اور تمہیں عذاب نہ کریں گے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس امت کے پہلے گزرنے والوں نے جب اس قرآن کو جھٹلایا اسی وقت اگر یہ اٹھا لیا جاتا تو تمام دنیا ہلاک کر دی جاتی۔ لیکن اللہ کی وسیع رحمت نے اسے پسند نہ فرمایا اور برابر بیس سال سے زیادہ تک یہ قرآن اترتا رہا اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ کی لطف ورحمت ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کے انکار اور بد باطن لوگوں کی شرارت کی وجہ سے انہیں نصیحت وموعظت کرنی نہیں چھوڑتا تا کہ جو ان میں نیکی والے ہیں وہ درست ہو جائیں اور جو درست نہیں ہوتے ان پر حجت تمام ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ○وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ○ |
| اور کتنے ہی نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ |

## انبیائے کرام کی تعلیمات کا مذاق اڑانے والی کفار اقوام کا بیان

"وَمَا" كَانَ "يَأْتِيهِمْ" أَتَاهُمْ "مِنْ نَبِيّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" كَاسْتِهْزَاءِ قَوْمك بِك وَهَذَا تَسْلِيَة لَهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور کتنے ہی نبی ہم نے پہلے لوگوں میں بھیجے۔ اور ان کے پاس کوئی نبی نہیں آتا تھا مگر وہ اس کا مذاق اڑاتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی قوم نے آپ سے استہزاء کیا ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کیلئے تسلی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھ سے پہلے کسی قوم میں اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کے مددگار اور دوست اسی قوم سے نہ ہوں جو اسی (نبی) کے طریقہ کو اختیار کرتے اور اس کے احکام کی پیروی کرتے پھر ان (دوست ومددگار) کے بعد ایسے ناخلف (نالائق) لوگ پیدا ہوتے جو لوگوں سے ایسی بات کہتے جس

کو خود نہ کرتے اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں ملا تھا (جیسا کہ علماء سوء اور امراء و سرداروں کا طریقہ ہے) لہٰذا (تم سے)۔ جو خاص لوگوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنی زبان سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو آدمی ان لوگوں سے اپنے دل سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور اس کے علاوہ (جو آدمی ان کے خلاف اتنا بھی نہ کر سکے اس) میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 154)

ہاتھ سے جہاد کا مطلب تو ظاہر ہے زبان سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کے غلط عقائد و اعمال کی بنا پر ان کو تنبیہ کرے اور ان کو اس سے منع کرے اور ان کی برائی بیان کرتا رہے اسی طرح دل سے جہاد کے معنی یہ ہیں کہ ایسی غلط چیزوں کو برا جانے جو دین و شریعت کے خلاف ہوں اور دل میں ان کے کرنے والوں سے بغض و نفرت رکھے۔ آخر میں فرمایا گیا کہ جس آدمی کا احساس اتنا مردہ ہو جائے کہ وہ غلط چیزوں کو دل سے بھی برا نہ جانے تو اس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اس کے دل میں ایمان کی ہلکی سی روشنی بھی موجود نہیں ہے اس لئے کہ کسی غلط عقیدہ و عمل کو برا نہ جاننا گویا اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ وہ اس بری بات سے راضی اور خوش ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر کا خاصہ ہے۔

| |
|---|
| فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ٥وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ |
| مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ٥ |
| پس ہم نے ان سے زیادہ سخت پکڑ والوں کو ہلاک کر دیا اور پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ |
| آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً کہیں گے کہ انہیں غالب، علم والے نے پیدا کیا ہے۔ |

## سابقہ طاقتور قوموں کی طرح کفار مکہ کی ہلاکت کا بیان

"فَأَهْلَكْنَا أَشَدّ مِنْهُمْ" مِنْ قَوْمك "بَطْشًا" قُوَّة "وَمَضَى" سَبَقَ فِي آيَات "مَثَل الْأَوَّلِينَ" صِفَتهمْ فِي الْإِهْلَاك فَعَاقِبَة قَوْمك كَذَلِكَ،

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "سَأَلْتهمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَات وَالْأَرْض لَيَقُولُنَّ" حُذِفَ مِنْهُ نُون الرَّفْع لِتَوَالِي النُّونَات وَوَاو الضَّمِير لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "خَلَقَهُنَّ الْعَزِيز الْعَلِيم" آخِر جَوَابهمْ أَيْ اللَّه ذُو الْعِزَّة وَالْعِلْم،

پس ہم نے ان سے یعنی آپ کی قوم سے زیادہ سخت پکڑ والوں کو ہلاک کر دیا یعنی جو قوت میں زیادہ طاقتور تھے۔ اور جس طرح پہلے آیات میں پہلے لوگوں کی مثال گزر چکی۔ یعنی ان کو ہلاک کرنے کی کیفیت گزر چکی ہے لہٰذا آپ کی اس قوم کی ہلاکت بھی ایسے ہی ہوگی۔

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً کہیں گے

یہاں پر نون رفع کو مسلسل نونات کے سبب حذف کیا گیا ہے اور واؤ ضمیر کو بھی التقائے ساکنین کے سبب حذف کردیا گیا ہے۔کہ انہیں غالب،علم والے رب نے پیدا کیا ہے۔یہ ان کا بلا اخر یہ جواب ہوگا۔کہ اللہ جو عزت وعلم والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فاھلکنا اشد منھم بطشا ف سببیہ ہے اھلکنا ماضی جمع متکلم۔اہلاک (افعال) مصدر اشد افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔قوی تر۔نہایت قوی منھم میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب المسرفین المخاطبین کی طرف راجع ہے جس سے مراد مکہ کے مسرفین ہیں بطشا بوجہ تمیز منصوب ہے۔بطش بمعنی قوت،سختی۔پکڑ،گرفت،مصدر بدیں سبب ہم نے ان لوگوں کو جو ان (موجودہ مخاطبین) سے بھی زیادہ زورآور تھے غارت کرڈالا۔

پس ہم نے ان لوگوں کو جو ہمارے نبی کی تکذیب کررہے ہیں ان سے بھی زیادہ طاقتور اور شہ زور تھے ہلاک کرڈالا۔کیونکہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو (اے نبی علیہ السلام) ان کفار کو جو آپ کی تکذیب کررہے ہیں ان کو بچنا چاہئے کہ ہم اس تکذیب کے سبب ان کو بھی ہلاک نہ کریں۔جیسا کہ ہم نے ان سے زیادہ طاقت ور لوگوں کو (ایسے ہی قصور پر) ہلاک کردیا تھا۔ جو تعدادی لحاظ دے۔سامان حرب کے لحاظ سے۔اور ہمت واستقلال کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑے تھے۔

ومضی مثل الاولین۔واو عاطفہ ہے مضٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مضٰی (باب ضرب) مصدر وہ گذر گیا۔مضو (باب نصر) مصدر سے بھی اسی معنی میں آتا ہے مثل اسم مفرد امثال جمع حالت اور اگلے لوگوں کی (یہ) حالت (انسے پہلے) گزرچکی ہے۔

## لفظ مثل کے معانی کا بیان

(1) جس جگہ مثل مرفوع آیا ہے اور اس کے بعد کمثل بھی آیا ہے۔یعنی مثل اور مثل بہ دونوں مذکور ہیں تو مثل سے مراد صفت اور حالت ہے۔

(2) اگر لفظ مثل مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کمثل نہیں ہے تو اس کا معنی بھی صفت ہے۔ماسوائے آیت ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم، کے جہاں اس سے شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے۔ترجمہ:۔کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہوجاؤ گے درآں حالیکہ ابھی تم پر ان لوگوں کے حالاے جیسے حالات پیش نہیں آئے۔

(3) اگر مثل منصوب ہے خواہ اس کے بعد کمثل ہے یا نہیں بہر حال مثل سے مراد ہے صفت اور حالت۔

(4) اگر مثل مجرور بمعنی تنوین کے ہے وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہوگیا ہے صرف آیت ولا یاتونك بمثل الا جئنك بالحق واحسن تفسیرا، اور یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو بتاتے ہیں۔میں مثل کا معنی ہے اعتراض اور سوال عجیب۔

(5) اگر مثل مجرور بغیر تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے۔(6) اور اگر المثل معرف باللام ہے اور ایسا حرف دو جگہ آیا ہے تو اس

سے مراد ہے عظیم الشان صفت۔ (ماخوذ از لغات القرآن)

اور ہر طرح کا زور وقوت رکھتے تھے، آپ کی امّت کے لوگ جو پہلے کفار کی چال چلتے ہیں، انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں ان کا بھی وہی انجام نہ ہو جو ان کا ہوا کہ ذلّت ورسوائی کی عقوبتوں سے ہلاک کئے گئے۔

| |
|---|
| الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِیْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝ |
| جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تا کہ تم منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔ |

## زمین اور اس میں بنائے جانے والے راستوں کا بیان

"الَّذِی جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْض مَهْدًا" فِرَاشًا كَالْمَهْدِ لِلصَّبِیِّ "وَجَعَلَ لَكُمْ فِیهَا سُبُلًا" طُرُقًا "لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" إلَى مَقَاصِدكُمْ فِی أَسْفَارِكُمْ

جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا جس طرح بچے کیلئے پنگوڑا بنایا جاتا ہے۔ اور اس میں تمہارے لئے راستے بنائے تا کہ تم اپنے مقاصد کیلئے سفر کر کے منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم ان مشرکین سے دریافت کرو تو یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ زمین وآسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر یہی اس کی وحدانیت کو جان کر اور مان کر عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرا رہے ہیں جس نے زمین کو فرش اور ٹھہری ہوئی قرار گاہ اور ثابت ومضبوط بنایا جس پر تم چلو، پھرو، رہو، سہو، اٹھو، بیٹھو، سوؤ، جاگو۔ حالانکہ یہ زمین خود پانی پر ہے لیکن مضبوط پہاڑوں کے ساتھ اسے ہلنے جلنے سے روک دیا ہے اور اس میں راستے بنا دیئے ہیں تا کہ تم ایک شہر سے دوسرے شہر کو ایک ملک سے دوسرے ملک کو پہنچ سکو۔

| |
|---|
| وَالَّذِیْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۝ |
| اور وہ جس نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ |
| شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح تم نکالے جاؤ گے۔ |

## انسانوں کی ضرورت کے مطابق بارش برسانے کا بیان

"وَالَّذِی نَزَّلَ مِنَ السَّمَاء مَاء بِقَدَرٍ" أَیْ بِقَدْرِ حَاجَتكُمْ إلَیْهِ وَلَمْ یُنْزِلهُ طُوفَانًا "فَأَنْشَرْنَا" أَحْیَیْنَا "بِهِ بَلْدَة مَیْتًا كَذَلِكَ" أَیْ مِثْل هَذَا الْإِحْیَاء "تُخْرَجُونَ" مِنْ قُبُورِكُمْ أَحْیَاء،

اور وہ جس نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی اتارا، یعنی جس قدر تمہیں ضرورت تھی۔ اتنا ہی اتارا اس نے طوفان کو نازل نہ کیا۔ پھر ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، یعنی ان زندوں کی طرح۔ اسی طرح تم قبروں سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے۔

اسی نے آسمان سے ایسے انداز سے بارش برسائی جو کفایت ہو جائے کھیتیاں اور باغات سرسبز رہیں پھلیں پھولیں اور پانی تمہارے اور تمہارے جانوروں کے پینے میں بھی آئے پھر اس مینہ سے مردہ زمین زندہ کردی خشکی تری سے بدل گئی جنگل لہلہا اٹھے پھل پھول اگنے لگے اور طرح طرح کے خوشگوار میوے پیدا ہو گئے پھر اسی کو مردہ انسانوں کے جی اٹھنے کی دلیل بنایا اور فرمایا اسی طرح تم قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

| |
|---|
| وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ٥ |
| اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ |

## مخلوقات میں جوڑے بنانے کا بیان

"وَالَّذِی خَلَقَ الْأَزْوَاج" الْأَصْنَاف "كُلّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْك " السُّفُن "وَالْأَنْعَام" كَالْإِبِلِ "مَا تَرْكَبُونَ" حُذِفَ الْعَائِد اخْتِصَارًا وَهُوَ مَجْرُور فِي الْأَوَّل أَیْ فِیهِ مَنْصُوب فِي الثَّانِي،

اور وہ جس نے سب کے سب جوڑے پیدا کیے اور تمھارے لیے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ جس طرح اونٹ ہے۔ یہاں پر ضمیر عائد کو بہ طور اختصار کے حذف کیا گیا ہے جو اول میں مجرور یعنی من الفلک سے جبکہ ثانی منصوب یعنی الانعام میں منصوب ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

والذی خلق الازواج کلھا۔ازواج، جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔زوج کی جمع۔حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حوانات میں ہر اس شے کو جو کہ دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔زوج کے معنی یہاں صنف اور نوع کے ہیں۔اس میں دریائی زمینی جتنی بھی سواریاں ہیں سب اسی میں داخل ہیں۔سب کو شامل ہے۔

## مختلف اشیاء کی تخلیق سے دلیل قدرت کا بیان

اس نے ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے کھیتیاں پھل پھول ترکاریاں اور میوے وغیرہ طرح طرح کی چیزیں اس نے پیدا کر دیں۔مختلف قسم کے حیوانات تمہارے نفع کے لئے پیدا کئے کشتیاں سمندروں کے سفر کے لئے اور چوپائے جانور خشکی کے سفر کے لئے مہیا کر دیئے ان میں سے بہت سے جانوروں کے گوشت تم کھاتے ہو بہت سے تمہیں دودھ دیتے ہیں بہت سے تمہاری سواریوں کے کام آتے ہیں۔تمہارے بوجھ ڈھوتے ہیں تم ان پر سواریاں لیتے ہو اور خوب مزے سے ان پر سوار ہوتے ہو۔اب تمہیں چاہیے کہ جم کر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی نعمت یاد کرو کہ اس نے کیسے کیسے طاقتور وجود تمہارے قابو میں کر دیئے اور یوں کہو کہ وہ اللہ پاک ذات والا ہے جس نے اسے ہمارے قابو میں کر دیا اگر وہ اسے ہمارا مطیع نہ کرتا تو ہم اس قابل نہ تھے نہ ہم میں اتنی

طاقت تھی۔ اور ہم اپنی موت کے بعد اسی کی طرف جانے والے ہیں اس آمد ورفت سے اور اس مختصر سفر سے سفر آخرت یاد کرو جیسے کہ دنیا کے توشے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے توشے کی جانب توجہ دلائی اور فرمایا توشہ لے لیا کرو لیکن بہترین توشہ آخرت کا توشہ ہے اور دنیوی لباس کے ذکر کے موقعہ پر اخروی لباس کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا لباس تقویٰ افضل و بہتر ہے۔

| |
|---|
| لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ |
| سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ٥ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ٥ |
| تا کہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے |
| لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔ |

## سواری پر سوار ہوتے وقت دعا مانگنے کا بیان

"لِتَسْتَوُوا" لِتَسْتَقِرُّوا "عَلَى ظُهُورِه" ذَكَرَ الضَّمِير وَجَمَعَ الظَّهْر نَظَرًا لِلَفْظِ مَا وَمَعْنَاهَا "ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَة رَبّكُمْ إذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَان الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ" مُطِيقِينَ، "وَإِنَّا إلَى رَبّنَا لَمُنْقَلِبُونَ" لَمُنْصَرِفُونَ،

تا کہ تم ان کی پیٹھوں پر جم کر بیٹھو، یہاں پر ظہرہ میں ضمیر کو واحد لائے جبکہ ظہور یہ ظہر کی جمع ہے۔ اس میں لفظ ماء اور اس کے معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ پھر اپنے رب کی نعمت یاد کرو، جب ان پر جم کر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ہے وہ جس نے اسے ہمارے لیے تابع کر دیا، حالانکہ ہم اسے قابو میں لانے والے نہیں تھے۔ اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔

## سفر پر جانے کی مختلف دعاؤں کا بیان

حضرت علی بن ربیعہ فرماتے ہیں حضرت علی جب اپنی سواری پر سوار ہونے لگے تو رکاب پر پیر رکھتے ہی فرمایا (بسم اللہ) جب جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا دعا (الحمد لله سبحان الذی سخرلنا هذا وما كنا له مقرنين وانا الیٰ ربنا لمنقلبون) پھر تین مرتبہ (الحمد لله) اور تین مرتبہ (الله اكبر) پھر فرمایا دعا (سبحانك لا اله الا انت قد ظلمت نفسی فاغفرلی) پھر ہنس دیئے۔ میں نے پوچھا امیر المومنین آپ ہنسے کیوں؟ فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے یہ سب کچھ کیا پھر ہنس دیئے تو میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا آپ نے جواب دیا کہ جب بندے کے منہ سے اللہ تعالیٰ سنتا ہے کہ وہ کہتا ہے (رب اغفرلی) میرے رب مجھے بخش دے تو وہ بہت ہی خوش ہوتا ہے اور فرماتا ہے میرا بندہ جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔ یہ حدیث ابوداؤد ترمذی نسائی اور مسند احمد میں بھی ہے۔ امام ترمذی اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا ٹھیک جب بیٹھ گئے تو آپ نے تین مرتبہ (اللہ اکبر) کا تین مرتبہ (سبحان اللہ) اور ایک مرتبہ (لا الہ الا اللہ) کہا پھر اس پر چت لیٹنے کی

طرح ہو کر ہنس دیئے اور حضرت عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جو شخص کسی جانور پر سوار ہو کر اس طرح کرے جس طرح میں نے کیا تو اللہ عزوجل اس کی طرف متوجہ ہو کر اسی طرح ہنس دیتا ہے جس طرح میں تیری طرف دیکھ کر ہنسا (مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی اپنی سواری پر سوار ہوتے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ان دونوں آیات قرآنی کی تلاوت کرتے پھر یہ دعا مانگتے (اللھم انی اسئلك فی سفری ھذا البر والتقوی و من العمل ما ترضی اللھم ھون علینا السفر اطولنا البعد اللھم انت الصاحب فی السفر و الخلیفة فی الاھل اللھم اصبحنا فی سفرنا واخلفنا فی اھلنا) یا اللہ میں تجھ سے اپنے اس سفر میں نیکی اور پرہیزگاری کا طالب ہوں اور ان اعمال کا جن سے تو خوش ہو جائے اے اللہ ہم پر ہمارا سفر آسان کر دے اور ہمارے لئے دوری کو لپیٹ لے پروردگار تو ہی سفر کا ساتھی اور اہل وعیال کا نگہبان ہے میرے معبود ہمارے سفر میں ہمارا ساتھ دے اور ہمارے گھروں میں ہماری جانشینی فرما۔ اور جب آپ سفر سے واپس گھر کی طرف لوٹتے تو فرماتے دعا (ائبون تائبون ان شاء اللہ عابدون لربنا حامدون) یعنی واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے انشاء اللہ عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی تعریفیں کرنے والے (مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہ)

ابولاس خزاعی فرماتے ہیں صدقے کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری سواری کے لئے ہمیں عطا فرمایا کہ ہم اس پر سوار ہو کر حج کو جائیں ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں دیکھتے کہ آپ ہمیں اس پر سوار کرائیں۔ آپ نے فرمایا سنو ہر اونٹ کی کوہان میں شیطان ہوتا ہے تم جب اس پر سوار ہو تو جس طرح میں تمہیں حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کرو پھر اسے اپنے لئے خادم بنالو، یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی سوار کراتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابولاس کا نام محمد بن اسود بن خلف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مسند کی ایک اور حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر اونٹ کی پیٹھ پر شیطان ہے تو تم جب اس پر سواری کرو تو اللہ کا نام لیا کرو پھر اپنی حاجتوں میں کمی نہ کرو۔

| |
|---|
| وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَمِ اتَّخَذَ |
| مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ۝ |
| اور ان نے اس کے بندوں میں سے اس کے جزو بنا دیئے، بیشک انسان صریحاً بڑا ناشکر گزار ہے۔ کیا اس نے اپنے لیے |
| اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔ |

## مشرکین کا اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ماننے کے نظریے کا بیان

"وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِه جُزْءًا" حَيْثُ قَالُوا الْمَلَائِكَة بَنَات اللّٰه لِأَنَّ الْوَلَد جُزْء مِنَ الْوَالِد وَالْمَلَائِكَة مِنْ عِبَاده تَعَالَى "إِنَّ الْإِنْسَان" الْقَائِل مَا تَقَدَّمَ "لَكَفُور مُبِين" بَيِّن ظَاهِر الْكُفْر، "أَمْ" بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار وَالْقَوْل مُقَدَّر أَيْ أَتَقُولُونَ "اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُق بَنَات" لِنَفْسِهِ

"وَأَصْفَاكُمْ" أَخْلَصَكُمْ "بِالْبَنِينَ" اللَّازِمِ مِنْ قَوْلِكُمْ السَّابِقِ فَهُوَ مِنْ جُمْلَةِ الْمُنْكَرِ،

اور ان مشرکوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کی اولاد قرار دے کر اس کے جزو بنا دیئے، یعنی انہوں نے کہا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ کیونکہ بیٹا باپ کی جز ہوتا ہے۔ حالانکہ فرشتے سب اللہ کے بندے ہیں۔ بیشک انسان صریحاً بڑا ناشکر گزار ہے۔ جس طرح پہلے گزر گیا ہے۔ یعنی اس بات کا انسان عام کفر کرنے والا ہے۔

یہاں پر لفظ اَم بہ معنی ہمزہ انکاری ہے۔ اور قول مقدر ہے یعنی کیا تم کہتے ہو۔ کیا اس نے اپنے لیے اپنی مخلوق میں سے بیٹیاں لیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ خاص کیا۔ یعنی تمہیں بیٹوں کیلئے خاص کیا ہے۔ جو تمہارے قول سابق سے لازم آ رہا ہے پس وہ منکر کا جملہ ہے۔

یعنی کفار نے اس اقرار کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کا خالق ہے یہ ستم کیا کہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتایا اور اولاد صاحب اولاد کا جز ہوتی ہے، ظالموں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جز قرار دیا، کیسا عظیم جُرم ہے۔

یہاں جزو سے مراد اولاد ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور اولاد کے بجائے جزو کا لفظ اختیار کر کے مشرکین کے اس دعوائے باطل کی عقلی تردید کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اللہ کے کوئی اولاد ہو تو وہ اس کی جزو ہوگی کیونکہ بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے، اور یہ عقلی قاعدہ ہے کہ ہر کل اپنے وجود میں جزو کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ معاذ اللہ خدا تعالیٰ بھی اپنی اولاد کا محتاج ہو۔ اور ظاہر ہے کہ کسی بھی قسم کی احتیاج شان خداوندی کے بالکل منافی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ٥ |
| اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ٥ |
| حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس کی خبر دی جاتی ہے جسے انہوں نے رحمان کی شبیہ بنا رکھا ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے |
| اور غم وغصہ سے بھر جاتا ہے۔ اور کیا جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں؟ |

## بچیوں کی پیدائش پر غمزدہ ہونے والے مشرکین کا بیان

"وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدهمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا" جَعَلَ لَهُ شَبَهًا بِنِسْبَةِ الْبَنَات إلَيْهِ لِأَنَّ الْوَلَد يُشْبِه الْوَالِد الْمَعْنَى إذَا أُخْبِرَ أَحَدهمْ بِالْبِنْتِ تُولَد لَهُ "ظَلَّ" صَارَ "وَجْهه مُسْوَدًّا" مُتَغَيِّرًا تَغَيُّر مُغْتَمّ "وَهُوَ كَظِيم" مُمْتَلِء غَمًّا فَكَيْفَ يَنْسُب الْبَنَات إلَيْهِ؟ تَعَالَى عَنْ ذَلِكَ، "أَوَ" هَمْزَة الْإِنْكَار وَوَاو الْعَطْف بِجُمْلَةٍ أَيْ يَجْعَلُونَ لِلَّهِ "مَنْ يُنَشَّأ فِي الْحِلْيَة" الزِّينَة "وَهُوَ فِي الْخِصَام غَيْر مُبِين" مُظْهِر الْحُجَّة لِضَعْفِهِ عَنْهَا بِالْأُنُوثَةِ،

حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس کے گھر میں بیٹی کی پیدائش کی خبر دی جاتی ہے جسے انہوں نے خدائے رحمان کی شبیہ بنا رکھا

ہے کیونکہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور غم وغصہ سے بھر جاتا ہے۔یعنی میں غم میں تبدیل ہو جاتا ہے لہٰذا جب وہ بیٹیوں کی وجہ سے خود اتنا غصے میں بھر جاتا ہے تو پھر وہ اللہ کی طرف کیوں ان کی نسبت کرتا ہے۔اور کیا (اس نے اسے رحمان کی اولاد قرار دیا ہے) جس کی پرورش زیور میں کی جاتی ہے۔یہاں پر ہمزہ انکاری ہے۔اور واؤ عاطفہ ہے جملے کیلئے ہے۔اور وہ جھگڑے میں بات واضح کرنے والی نہیں؟ یعنی عورت کے ضعف کے سبب وہ حجت کو ظاہر کرنے والی نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے لئے زیور کا استعمال اور موافق شرع آرائش کے طریقے اختیار کرنا جائز ہے۔چنانچہ اس پر اجماع ہے لیکن ساتھ ہی پیرایہ بیان یہ بتا رہا ہے کہ آرائش میں اتنا انہماک کہ صبح وشام بناؤ سنگھار ہی میں لگی رہے یہ مناسب نہیں بلکہ یہ ضعف عقل ورائے کی علامت بھی ہے اور اس کا سبب بھی۔وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ (اور وہ مباحثہ میں قوت بیان بھی نہ رکھے) مطلب یہ ہے کہ عورتوں کی اکثریت ایسی ہے کہ وہ مافی الضمیر کی قوت اور وضاحت کے ساتھ بیان کرنے پر مردوں کے برابر قادر نہیں ہوتی۔اسی لئے اگر کہیں مباحثہ ہو جائے تو اپنے دعوے کو ثابت کرنا اور دوسرے کے دلائل کو رد کرنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے لیکن یہ حکم اکثریت کے اعتبار سے ہے۔لہٰذا اگر کچھ عورتیں سلیقہ گفتار کی مالک ہوں اور اس معاملہ میں مردوں سے بھی بڑھ جائیں تو اس آیت کے منافی نہیں، کیونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثریت بلاشبہ ایسی ہی ہے۔

| |
|---|
| وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ |
| سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَ يُسْئَلُوْنَ ۝ |
| اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت حاضر تھے؟ |
| ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی اور وہ پوچھے جائیں گے۔ |

## شرک کرنے والوں کیلئے آخرت میں عذاب ہونے کا بیان

"وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَة الَّذِينَ هُمْ عِبَاد الرَّحْمَن إنَاثًا أَشَهِدُوا" حَضَرُوا "خَلْقهمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتهمْ" بِأَنَّهُمْ إنَاث "وَيُسْأَلُونَ" عَنْهَا فِي الْآخِرَة فَيَتَرَتَّب عَلَيْهِمْ الْعِقَاب،

اور انھوں نے فرشتوں کو، وہ جو رحمان کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا، کیا وہ ان کی پیدائش یعنی تخلیق کے وقت حاضر تھے؟ ان کی گواہی ضرور لکھی جائے گی کہ وہ عورتیں ہیں اور وہ آخرت میں اس بارے میں پوچھے جائیں گے۔لہٰذا ان کو عذاب دیا جائے گا۔

## سورہ زخرف آیت ۱۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ کچھ منافقین نے کہا اللہ نے جنات سے سسرالی رشتہ قائم کر لیا ہے ان سے فرشتے پیدا ہوئے اسی لیے وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(ابن کثیر 4-125)

حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتانے میں بیدینوں نے تین کفر کیے، ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت،

دوسرے اس ذلیل چیز کا اس کی طرف منسوب کرنا جس کو وہ خود بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اور اپنے لئے گوارا نہیں کرتے، تیسرے ملائکہ کی توہین انہیں بیٹیاں بتانا۔ (مدارک)

اب اس کا رد فرمایا جاتا ہے۔ فرشتوں کا مذکر یا مؤنث ہونا ایسی چیز تو ہے نہیں جس پر کوئی عقلی دلیل قائم ہو سکے اور ان کے پاس خبر کوئی آئی نہیں تو جو کفار ان کو مؤنث قرار دیتے ہیں ان کا ذریعہ علم کیا ہے؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے اور انہوں نے مشاہدہ کر لیا ہے؟ جب یہ بھی نہیں تو محض جاہلانہ گمراہی کی بات ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ زخرف، لاہور)

| |
|---|
| وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰـهُمْ مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ٥ |
| اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ تو صرف اٹکل دوڑا رہے ہیں۔ |

## مشرکین کا اپنی عبادت کو اللہ کی مرضی کی جانب منسوب کرنے کا بیان

"وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَن مَا عَبَدْنَاهُمْ" أَيْ الْمَلَائِكَة فَعِبَادَتنَا إيَّاهُمْ بِمَشِيئَتِهِ فَهُوَ رَاضٍ بِهَا "مَا لَهُمْ بِذَلِكَ" الْمَقُول مِنْ الرِّضَا بِعِبَادَتِهَا "مِنْ عِلْم إنْ" مَا "هُمْ إلَّا يَخْرُصُونَ" يَكْذِبُونَ فِيهِ فَيَتَرَتَّب عَلَيْهِمْ الْعِقَاب بِهِ،

اور انھوں نے کہا اگر رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ یعنی ہم ان فرشتوں کی عبادت نہ کرتے بلکہ وہ ہماری اس عبادت پر راضی ہے۔ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، جو انہوں نے ان کی عبادت کی رضامندی کے بارے میں کہا گیا ہے وہ تو صرف اٹکل دوڑا رہے ہیں۔ یعنی وہ جھوٹ بول رہے ہیں۔ لہٰذا اس کے سبب انہیں عذاب دیا جائے گا۔

## آخرت میں اور اس پر سزا دی جائے گی

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار سے دریافت فرمایا کہ تم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کس طرح کہتے ہو؟ تمہارا ذریعہ علم کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم نے اپنے باپ دادا سے سنا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں وہ سچے تھے۔ اس گواہی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لکھی جائے گی اور اس پر جواب طلب ہوگا۔

یعنی ملائکہ کو۔ مطلب یہ تھا کہ اگر ملائکہ کی پرستش کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہوتا تو ہم پر عذاب نازل کرتا اور جب عذاب نہ آیا تو ہم سمجھتے ہیں کہ وہ یہی چاہتا ہے، یہ انہوں نے ایسی باطل بات کہی جس سے لازم آئے کہ تمام جرم جو دنیا میں ہوتے ہیں ان سے خدا راضی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب فرماتا ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ اٰتَیْنٰـهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ٥بَلْ قَالُوْٓا |
| اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ٥ |

| |
|---|
| کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی ہے؟ پس وہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں: |
| بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملت پر پایا اور یقیناً ہم انہی کے نقوشِ قدم پر ہدایت یافتہ ہیں۔ |

## غیر اللہ کی عبادت کیلئے مشرکین کے پاس کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

"أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِنْ قَبْلِه " أَيْ الْقُرْآن بِعِبَادَةِ غَيْر اللّٰه "فَهُمْ بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ " أَيْ لَمْ يَقَع ذٰلِكَ،

"بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّة " مِلَّة "وَإِنَّا" مَاشُونَ "عَلَى آثَارهمْ مُهْتَدُونَ" بِهِمْ وَكَانُوا يَعْبُدُونَ غَيْر اللّٰه،

کیا ہم نے انھیں اس سے یعنی قرآن سے پہلے کوئی کتاب دی ہے؟ جو انہیں غیر اللہ کی عبادت کا جواز فراہم کرتی ہو؟ پس وہ اسے مضبوطی سے تھامنے والے ہیں۔ نہیں بلکہ وہ کہتے ہیں: بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک ملّت و مذہب پر پایا اور یقیناً ہم انہی کے نقوشِ قدم پر چلتے ہوئے ہدایت یافتہ ہیں۔ کیونکہ ان کے وہ باپ دادا غیر اللہ کی عبادت کرتے تھے۔

جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرتے ہیں ان کا بیدلیل ہونا بیان فرمایا جا رہا ہے کہ کیا ہم نے ان کے اس شرک سے پہلے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے؟ جس سے وہ سند لاتے ہوں یعنی حقیقت میں ایسا نہیں جیسے فرمایا (اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ، الروم:35) یعنی کیا ہم نے ان پر ایسی دلیل اتاری ہے جو ان سے شرک کو کہے؟ یعنی ایسا نہیں ہے۔

| |
|---|
| وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ |
| اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۝ |
| اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے وڈیروں اور خوشحال لوگوں نے کہا: |
| بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ و مذہب پر پایا اور ہم یقیناً انہی کے نقوشِ قدم کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ |

## آباؤ و اجداد کی اتباع میں گمراہ ہونے والوں کا بیان

"وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلك فِي قَرْيَة مِنْ نَذِير إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا " مُنَعَّمُوهَا مِثْل قَوْل قَوْمك "إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّة" مِلَّة "وَإِنَّا عَلَى آثَارهمْ مُقْتَدُونَ" مُتَّبِعُونَ،

اور اسی طرح ہم نے کسی بستی میں آپ سے پہلے کوئی ڈر سنانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے وڈیروں اور خوشحال لوگوں نے کہا: جس طرح آپ کی قوم نے آپ سے کہا ہے بیشک ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقہ و مذہب پر پایا اور ہم یقیناً انہی کے نقوشِ قدم

کی اقتداء کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی اتباع کرنے والے ہیں۔

پھر فرماتا ہے یہ تو نہیں بلکہ شرک کی سند ان کے پاس ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنے باپ دادوں کی تقلید کہ وہ جس دین پر تھے ہم اسی پر ہیں اور رہیں گے امت سے مراد یہاں دین ہے اور آیت (اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ، الأنبیاء:92)، میں بھی امت سے مراد دین ہی ہے ساتھ ہی کہا کہ ہم انہی کی راہوں پر چل رہے ہیں پس ان کے بیدلیل دعوے کو سنا کر اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہی روش ان سے اگلوں کی بھی رہی۔ ان کا جواب بھی نبیوں کی تعلیم کے مقابلہ میں یہی تقلید کو پیش کرنا تھا۔ اور جگہ ہے آیت (كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ، الذاریات:52) یعنی ان سے اگلوں کے پاس بھی جو رسول آئے ان کی امتوں نے انہیں بھی جادوگر اور دیوانہ بتایا۔ پس گویا کہ اگلے پچھلوں کے منہ میں یہ الفاظ بھر گئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ سرکشی میں یہ سب یکساں ہیں پھر ارشاد ہے کہ گو یہ معلوم کر لیں اور جان لیں کہ نبیوں کی تعلیم باپ دادوں کی تقلید سے بدرجہا بہتر ہے تاہم ان کا برا قصد اور ضد اور ہٹ انہیں حق کی قبولیت کی طرف نہیں آنے دیتی پس ایسے اڑیل لوگوں سے ہم بھی ان کی باطل پرستی کا انتقام نہیں چھوڑتے مختلف صورتوں سے انہیں تہ و بالا کر دیا کرتے ہیں ان کا قصہ مذکور و مشہور ہے غور و تامل کے ساتھ دیکھ پڑھ لو اور سوچ سمجھ لو کہ کس طرح کفار برباد کئے جاتے ہیں اور کس طرح مومن نجات پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ |
| بِهٖ كٰفِرُوْنَ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۝ |
| کہا: اگرچہ میں تمہارے پاس اس سے بہتر ہدایت کا طریقہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا، تو انہوں نے کہا: جو کچھ |
| تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے منکر ہیں۔ پس ہم نے ان سے بدلہ لے لیا پس آپ دیکھئے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ |

## کفار کا انبیائے کرام کی ہدایت سے انکار کرنے کا بیان

"قَالَ لَهُمْ "أَوَلَوْ" تَتَّبِعُونَ ذَلِكَ "جِئْتُكُمْ بِأَهْدَى مِمَّا وَجَدْتُمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ" أَنْتَ وَمَنْ قَبْلك قَالَ تَعَالَى تَخْوِيفًا لَهُمْ، "فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ" أَيْ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ لِلرُّسُلِ قَبْلك

پیغمبر نے کہا کہ اگرچہ میں تمہارے پاس اس طریقہ سے بہتر ہدایت کا دین اور طریقہ لے آؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا تھا، تو انہوں نے کہا جو کچھ بھی تم دے کر بھیجے گئے ہو، ہم اس کے منکر ہیں۔ یعنی جو آپ کو اور آپ سے پہلے رسولان گرامی کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈراتے ہوئے فرمایا پس ہم نے ان سے بدلہ لے لیا پس آپ دیکھئے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ یعنی جنہوں نے آپ سے پہلے رسولان گرامی کی تکذیب کی ان کا انجام کیسا ہوا۔

اس سے اس اہم اور بنیادی حقیقت کو واضح فرمادیا گیا کہ حق کے انکار و تکذیب کا نتیجہ و انجام بہر حال ہلاکت و تباہی ہے، ایسوں کو ڈھیل اور مہلت جتنی بھی ملے، وہ بہر حال ڈھیل اور مہلت ہی ہوتی ہے، جس نے بالآخر ختم ہو جانا ہوتا ہے، سو اس آیت کریمہ سے واضح فرمادیا گیا کہ جب ایسی منکر قومیں حق و ہدایت کی تکذیب اور انکار ہی پر کمر بستہ رہیں؟ اور رسولوں کی بات کو سننے ماننے کیلئے تیار نہ ہوئیں، تو آخر کار ہم نے ان سے کفران نعمت اور انکار حق کا انتقام لیا، اور ان کو مٹا کر قصے کہانیاں بنادیا، فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ، سو دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا، پس کفر و انکار کا نتیجہ و انجام بہر حال ہلاکت و تباہی ہے۔

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ |
| فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ○ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ |
| اور جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے (حقیقی چچا مگر پرورش کی نسبت سے) باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: بیشک میں ان سب |
| چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم پوجتے ہو۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا۔ اور ابراہیم |
| (علیہ السلام) نے اس کو اپنی نسل و ذریت میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا تا کہ وہ رجوع کرتے رہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کرنے کا بیان

"وَ" "إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيم لِأَبِيهِ وَقَوْمه إِنَّنِي بَرَاء " أَيْ بَرِيء، "إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي" خَلَقَنِي "فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِي" يُرْشِدنِي لِدِينِهِ، "وَجَعَلَهَا" أَيْ كَلِمَة التَّوْحِيد الْمَفْهُومَة مِنْ قَوْله "إِنِّي ذَاهِب إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ" "كَلِمَة بَاقِيَة فِي عَقِبه" ذُرِّيَّته فَلَا يَزَال فِيهِمْ مَنْ يُوَحِّد اللّٰه "لَعَلَّهُمْ" أَيْ أَهْل مَكَّة "يَرْجِعُونَ" عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ إِلَى دِين إِبْرَاهِيم أَبِيهِمْ

اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (حقیقی چچا مگر پرورش کی نسبت سے) باپ اور اپنی قوم سے فرمایا: بیشک میں ان سب چیزوں سے بیزار ہوں جنہیں تم پوجتے ہو۔ سوا اس کے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دے گا۔ یعنی اپنے دین کی طرف ہدایت دے گا۔

اور ابراہیم علیہ السلام نے اس کلمہ توحید کو اپنی نسل و ذریت میں باقی رہنے والا کلمہ بنادیا۔ جو "إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَهْدِينِ" سے مفہوم ہے۔ لہٰذا اسی کلمہ کو آپ پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ پس آپ کی اولاد سے ہمیشہ اہل توحید ہی آئے ہیں۔ تا کہ وہ یعنی اہل مکہ رجوع کرتے رہیں۔ یعنی وہ اپنے موجودہ دین کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کے دین ابراہیمی کی طرف لوٹ آئیں۔

## ملت حنیف اور شرک کی تردید کا بیان

قریشی کفار نیکی اور دین کے اعتبار سے چونکہ خلیل اللہ امام الحنفا حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف منسوب تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی ان کے سامنے رکھی کہ دیکھو جو اپنے بندے آنے والے تمام نبیوں کے باپ اللہ کے رسول امام

الموحدین تھے انہوں نے کھلے لفظوں میں نہ صرف اپنی قوم سے بلکہ اپنے سگے باپ سے بھی کہدیا کہ مجھ میں تم کوئی تعلق نہیں۔ میں سوائے اپنے سچے اللہ کے جو میرا خالق اور ہادی ہے تمہارے ان معبودوں سے بیزار ہوں سب سے بے تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی اس جرات حق گوئی اور جوش توحید کا بدلہ یہ دیا کہ کلمہ توحید کو ان کی اولاد میں ہمیشہ کے لئے باقی رکھ لیا ناممکن ہے کہ آ پ کی اولاد میں اس پاک کلمے کے قائل نہ ہوں انہی کی اولاد اس توحید کلمہ کی اشاعت کرے گی اور سعید روحیں اور نیک نصیب لوگ اسی گھرانے سے توحید سیکھیں گے۔ غرض اسلام اور توحید کا معلم یہ گھرانہ قرار پا گیا۔ پھر فرماتا ہے بات یہ ہے کہ یہ کفار کفر کرتے رہے اور میں انہیں متاع دنیا دیتا رہا یہ اور بہکتے گئے اور اس قدر بدمست بن گئے کہ جب ان کے پاس دین حق اور رسول حق آئے تو انہوں نے جلانا شروع کر دیا کہ کلام اللہ اور معجزات انبیاء جادو ہیں اور ہم ان کے منکر ہیں۔ سرکشی اور ضد میں آ کر کفر کر بیٹھے عناد اور بغض سے حق کے مقابلے پر اتر آئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ |
| بلکہ میں نے انھیں اور ان کے باپ دادا کو برتنے کا سامان دیا، یہاں تک کہ ان کے پاس حق آ گیا |
| اور وہ رسول جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ |

## مشرکین کو عذاب سے مہلت ملنے کا بیان

"بَلْ مَتَّعْت هَؤُلَاءِ" الْمُشْرِكِينَ "وَآبَاءَهُمْ" وَلَمْ أُعَاجِلهُمْ بِالْعُقُوبَةِ" "حَتَّى جَاءَهُمُ الْحَقّ" لْقُرْآن "وَرَسُول مُبِين" مُظْهِر لَهُمْ الْأَحْكَام الشَّرْعِيَّة وَهُوَ مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بلکہ میں نے انھیں یعنی مشرکین اور ان کے باپ دادا کو برتنے کا سامان دیا، یعنی ان کو جلدی سزا نہ دی یہاں تک کہ ان کے پاس حق یعنی قرآن آ گیا اور وہ رسول جو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ جو احکام شرعیہ کو ان پر ظاہر فرمانے والے ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔

یعنی سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روشن ترین آیات و معجزات کے ساتھ رونق افروز ہوئے اور آپ ﷺ نے شرعی احکام واضح طور پر بیان فرمائے اور ہمارے اس انعام کا حق یہ تھا کہ اس رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا |
| لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ |
| اور جب ان کے پاس حق آ پہنچا تو کہنے لگے: یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے: |
| یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ |

## کفار مکہ کا قرآن کے نزول کو سرداروں پر نازل ہونے کا مطالبہ کرنے کا بیان

**"وَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ" الْقُرْآن، "وَقَالُوا لَوْلَا" هَلَّا "نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْآن عَلٰى رَجُلٍ مِنْ" أَهْلِ "الْقَرْيَتَيْنِ" مِنْ أَيَّةٍ مِنْهُمَا "عَظِيم" أَيْ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة بِمَكَّة أَوْ عُرْوَة بْن مَسْعُود الثَّقَفِيّ بِالطَّائِف،**

اور جب ان کے پاس حق یعنی قرآن آپہنچا تو کہنے لگے، یہ جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔ اور کہنے لگے، یہ قرآن مکہ اور طائف کی دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ کیونکہ ولید بن مغیرہ مکہ میں تھا اور عروہ بن مسعود ثقفی یہ طائف میں تھا۔

اور باتیں بنانے لگے کہ کیوں صاحب اگر یہ قرآن سچ مچ اللہ ہی کا کلام ہے تو پھر مکے اور طائف کے کسی رئیس پر کسی بڑے آدمی پر کسی دنیوی وجاہت والے پر کیوں نہ اترا؟ اور بڑے آدمی سے ان کی مراد ولید بن مغیرہ، عروہ بن مسعود، عمیر بن عمرو، عتبہ بن ربیعہ، حبیب بن عمرو یا ابن عبد یالیل، کنانہ بن عمرو وغیرہ سے تھی۔ غرض یہ تھی کہ ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے مرتبے کے آدمی پر قرآن نازل ہونا چاہیے تھا اس اعتراض کے جواب میں فرمان باری سرزد ہوتا ہے کہ کیا رحمت الٰہی کے یہ مالک ہے جو یہ اسے تقسیم کرنے بیٹھے ہیں؟ اللہ کی چیز اللہ کی ملکیت وہ جسے چاہے دے پھر کہاں اس کا علم اور کہاں تمہارا علم؟ اسے بخوبی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسالت کا حقدار صحیح معنی میں کون ہے؟ یہ نعمت اسی کو دی جاتی ہے جو تمام مخلوق سے زیادہ پاک دل ہو۔ سب سے زیادہ پاک نفس ہو سب سے بڑھ کر اشرف گھر کا ہو اور سب سے زیادہ پاک اصل کا ہو۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ زخرف، بیروت)

## دولت مند پر نزول قرآن کی خواہش کرنے والے کفار کا بیان

ان کا یہ اعتراض قران کریم نے جا بجا ذکر فرمایا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم رسول کیسے مان لیں جبکہ وہ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے ہیں، لیکن جب متعدد آیات قرآنی کے ذریعہ یہ واضح کر دیا گیا کہ یہ صرف آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ دنیا میں جس قدر انبیاء آئے ہیں وہ سب انسان ہی تھے، تو اب انہوں نے پینترا بدل کر یہ اعتراض کیا کہ اگر کسی انسان ہی کو نبوت سونپنی تھی تو حضور مالی اعتبار سے کوئی بڑے صاحب حیثیت نہیں ہیں، یہ منصب حضور کے بجائے مکہ اور طائف کے کسی بڑے دولت مند اور صاحب جاہ و منصب انسان کو کیوں نہیں دیا گیا، روایات میں ہے کہ اس سلسلہ میں انہوں نے مکہ مکرمہ سے ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ کے اور طائف سے عروہ بن مسعود ثقفی حبیب بن عمرو ثقفی یا کنانہ بن عبد یالیل کے نام پیش کیے تھے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ |
| فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ |

| |
|---|
| کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے معیشت کو تقسیم کرتے ہیں |
| اور ہم ہی ان میں سے بعض کو بعض پر درجات کی فوقیت دیتے ہیں، کہ ان میں سے بعض، بعض کا مذاق اڑائیں، |
| اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔ |

## کفار میں مالی طور پر طبقاتی تقسیم کا بیان

"أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَة رَبّك" النُّبُوَّة "نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنهمْ مَعِيشَتهمْ فِي الْحَيَاة الدُّنْيَا" فَجَعَلْنَا بَعْضهمْ غَنِيًّا وَبَعْضهمْ فَقِيرًا "وَرَفَعْنَا بَعْضهمْ" بِالْغِنَى "فَوْق بَعْض دَرَجَات لِيَتَّخِذ بَعْضهمْ" الْغَنِيّ "بَعْضًا" الْفَقِير "سُخْرِيًّا" مُسَخَّرًا فِي الْعَمَل لَهُ بِالْأُجْرَةِ وَالْيَاء لِلنَّسَبِ وَقُرِئَ بِكَسْرِ السِّين "وَرَحْمَة رَبّك" أَيْ الْجَنَّة "خَيْر مِمَّا يَجْمَعُونَ" فِي الدُّنْيَا،

کیا آپ کے رب کی رحمت یعنی نبوت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم ان کے درمیان دنیوی زندگی میں ان کے اسباب معیشت کو تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی ان میں سے بعض کو مالدار بعض کو فقیر پر درجات کی فوقیت دیتے ہیں، کیا ہم یہ اس لئے کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض جو امیر ہیں بعض غریبوں کا مذاق اڑائیں۔ یعنی غریب سے اجرت پر کام لیتا رہے۔ اور یہاں پر لفظ سخریا میں یا نسبت کی ہے اور ایک قرأت میں اس کو سین کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔، اور آپ کے رب کی رحمت یعنی جنت اس سے بہتر ہے جسے وہ دنیا میں جمع کرتے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ تقسیم کا بیان

پھر فرماتا ہے کہ یہ رحمت اللہ کے تقسیم کرنے والے کہاں سے ہو گئے؟ اپنی روزیاں بھی ان کے اپنے قبضے کی نہیں وہ بھی ان میں ہم بانٹتے ہیں اور فرق وتفاوت کے ساتھ جسے جب جتنا چاہیں دیں۔ جس سے جب جو چاہیں چھین لیں عقل وفہم قوت طاقت وغیرہ بھی ہماری ہی دی ہوئی ہے اور اس میں بھی مراتب جداگانہ ہیں اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے سے کام لے کیونکہ اس کی اسے اور اس کی اسے ضرورت اور حاجت رہتی ہے ایک ایک کے ماتحت رہے۔

تو کسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو قوی، کسی کو ضعیف۔ مخلوق میں کوئی ہمارے حکم کو بدلنے اور ہماری تقدیر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا تو جب دنیا جیسی قلیل چیز میں کسی کو مجال اعتراض نہیں تو نبوت جیسے منصب عالی میں کیا کسی کو دم مارنے کا موقع ہے؟ ہم جسے چاہتے ہیں غنی کرتے ہیں، جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں خادم بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں، جسے چاہتے ہیں امتی بناتے ہیں، امیر کیا کوئی اپنی قابلیت سے ہو جاتا ہے؟ ہماری عطا ہے جسے جو چاہیں کریں۔ یعنی مالدار فقیر کی ہنسی کرے، یہ قرطبی کی تفسیر کے مطابق ہے۔

اور دوسرے مفسرین نے سُخریا ہنسی بنانے کے معنی میں نہیں لیا ہے بلکہ اعمال واشغال کے مسخر بنانے کے معنی میں لیا ہے، اس

صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے دولت و مال میں لوگوں کو متفاوت کیا تا کہ ایک دوسرے سے مال کے ذریعہ خدمت لے اور دنیا کا نظام مضبوط ہو، غریب کو ذریعہ معاش ہاتھ آئے اور مالدار کو کام کرنے والے بہم پہنچیں تو اس پر کون اعتراض کر سکتا ہے کہ فلاں کو کیوں غنی کیا اور فلاں کو فقیر اور جب دنیوی امور میں کوئی شخص دم نہیں مار سکتا تو نبوت جیسے رتبہ عالی میں کسی کو کیا تاب سخن و حق اعتراض؟ اس کی مرضی جس کو چاہے سرفراز فرمائے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ |
| وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ○ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ○ |
| اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی ملت بن جائیں گے تو ہم رحمان کے ساتھ کفر کرنے والے تمام لوگوں کے گھروں کی چھتیں |
| چاندی کی کر دیتے اور سیڑھیاں جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی، جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ |

## دنیاوی چمک کو ظاہر کرنے کا بیان

"وَلَوْلَا أَنْ يَكُون النَّاس أُمَّة وَاحِدَة" عَلَى الْكُفْر "لَجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُر بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ" بَدَل مِنْ لِمَنْ "سَقُفًا" بِفَتْحِ السِّين وَسُكُون الْقَاف وَبِضَمِّهِمَا جَمْعًا "مِنْ فِضَّة وَمَعَارِج" كَالدَّرَج مِنْ فِضَّة "عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ" يَعْلُونَ إلَى السَّطْح، "وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابًا مِنْ فِضَّة وَسُرُرًا" جَعَلْنَا لَهُمْ سُرُرًا مِنْ فِضَّة جَمْع سَرِير،

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ سب لوگ کفر پر جمع ہو کر ایک ہی ملت بن جائیں گے تو ہم خدائے رحمان کے ساتھ کفر کرنے والے تمام لوگوں کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی کی کر دیتے۔ یہاں پر لفظ بیوتہم یہ لفظ من سے بدل ہے اور سقفا یہ سین کے فتحہ اور قاف کے سکون کے ساتھ بھی آیا اور ان دونوں کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں۔ یعنی ان کے اوپر چاندی چڑھا دیتے۔ اور ان کے گھروں کے دروازے اور تخت بھی چاندی کے کر دیتے۔ جن پر وہ تکیہ لگاتے ہیں۔ یہاں پر لفظ سرر ا یہ سریر کی جمع ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ تم جو کچھ دنیا جمع کر رہے ہو اس کے مقابلہ میں رب کی رحمت بہت ہی بہتر اور افضل ہے زاں بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگ مال کو میرا فضل اور میری رضامندی کی دلیل جان کر مالداروں کے مثل بن جائیں تو میں تو کفار کو یہ دنیائے دوں اتنی دیتا کہ ان کے گھر کی چھتیں بلکہ ان کے کوٹھوں کی سیڑھیاں بھی چاندی کی ہوتیں جن کے ذریعے یہ اپنے بالا خانوں پر پہنچتے۔ اور ان کے گھروں کے دروازے ان کے بیٹھنے کے تخت بھی چاندی کے ہوتے اور سونے کے بھی میرے نزدیک دنیا کوئی قدر کی چیز نہیں یہ فانی ہے زائل ہونے والی ہے اور ساری مل بھی جائے جب بھی آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے ان لوگوں کی اچھائیوں کے بدلے انہیں یہیں مل جاتے ہیں۔ کھانے پینے رہنے سہنے برتنے برتانے میں کچھ سہولتیں

بہم پہنچ جاتی ہیں۔ آخرت میں تو محض خالی ہاتھ ہوں گے ایک نیکی باقی نہ ہوگی جو اللہ سے کچھ حاصل کر سکیں جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے اور حدیث میں ہے اگر دنیا کی قدر اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو یہاں پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ پلاتا۔

| |
|---|
| وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| اور سونے اور جواہرات کی آرائش بھی، اور یہ سب کچھ دنیوی زندگی کی عارضی اور حقیر متاع ہے، اور آخرت آپ کے |
| رب کے پاس ہے، صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ |

## کفار کیلئے دنیاوی نعمتیں عطاء ہونے کا بیان

"وَزُخْرُفًا" ذَهَبًا الْمَعْنَى لَوْلَا خَوْف الْكُفْر عَلَى الْمُؤْمِن مِنْ إعْطَاء الْكَافِر مَا ذُكِرَ لَأَعْطَيْنَاهُ ذَلِكَ لِقِلَّةِ خَطَر الدُّنْيَا عِنْدنَا وَعَدَم حَظّه فِي الْآخِرَة فِي النَّعِيم "وَإِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة "كُلّ ذَلِكَ لَمَا" بِالتَّخْفِيفِ فَمَا زَائِدَة وَبِالتَّشْدِيدِ بِمَعْنَى إلَّا فَإِنْ نَافِيَة "مَتَاع الْحَيَاة الدُّنْيَا" يَتَمَتَّع بِهِ فِيهَا ثُمَّ يَزُول "وَالْآخِرَة" الْجَنَّة،

یہاں پر لفظ زخرف کا معنی سونا ہے۔ معنی یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں دینے پر اگر مؤمن پر کفر کا اندیشہ نہ ہوتا تو یہ ساری چیزیں ہم انہیں دے دیتے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک دنیا کی قلیل چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اور آخرت میں کافر کیلئے کوئی حصہ نہیں ہے۔ اور یہاں پر لفظ اِن یہ ثقل سے مخففہ ہے۔ اور لما یہ تخفیف کے ساتھ آیا ہے جب ما ءزائدہ ہوا اور تشدید کے ساتھ آیا ہے جب یہ الا۔ کے معنی میں ہو۔ اور لفظ اِن نافیہ ہے۔ اور یہ سب کچھ دنیوی زندگی کی عارضی اور حقیر متاع ہے، اور آخرت کا حسن وزیبائش آپ کے رب کے پاس ہے جو صرف پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

## دنیا میں بہ طور عاجزی زیب وزینت کو ترک کرنے کا بیان

حضرت سوید بن وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کے بیٹے سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص زیب وزینت کے لباس کو پہننا چھوڑ دے باوجودیکہ وہ اس کے پہننے کی استطاعت وحیثیت رکھتا ہو۔ اور ایک روایت میں تواضعا کا لفظ بھی آیا ہے یعنی جو شخص زہد تواضع اور کسر نفسی کے سبب زیب وزینت کا لباس پہننا چھوڑ دے اس کو اللہ تعالیٰ عزت وعظمت کا جوڑا پہنائے گا یعنی اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا لباس عطا کرے گا جو اس کی رفعت وعظمت کا باعث ہوگا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت دونوں جگہ عزت وعظمت عطا کرے گا جیسا کہ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص فروتنی اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بلند مرتبہ بنا تا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نکاح کرے اس کو اللہ تعالیٰ بادشاہت کا تاج عطا فرمائے گا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 278)

## سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع فرمایا کہ ہم سونے چاندی کے برتنوں میں پئیں اور ان میں کھائیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حریر و دیبا (ایک قسم کا ریشمی کپڑا) پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 253)

سونے چاندی کے برتنوں وغیرہ میں کھانے پینے اور ریشمی کپڑے پہننے کے بارے میں پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ ریشمی کپڑے کا استعمال جس طرح مردوں کے لئے حرام ہے اسی طرح اس کو بچوں کو بھی پہننا حرام ہے اور پہنانے والوں کو گناہ ہوتا ہے۔

اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ ریشمی کپڑے کو بچھونے میں استعمال کرنا اور اس پر سونا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا اسی طرح اگر تکیہ کے غلاف اور پردے ریشمی کپڑے کے ہوں تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ جب کہ حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام محمد نے ان سب کو مکروہ کہا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ (حدیث میں مردوں کے لئے ریشمی کپڑے پہننے اور ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی جو ممانعت منقول ہے اس میں پہننے کی ممانعت تو متفقہ طور پر سب کے نزدیک تحریم پر محمول ہے لیکن ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی) ممانعت صاحبین کے نزدیک تو تحریم ہی پر محمول ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک تنزیہہ پر محمول ہے کیونکہ ابھی اوپر ان کے بارے میں یہ بتایا گیا کہ وہ ریشمی کپڑے کو بچھونے وغیرہ میں استعمال کرنے کے مسئلہ میں یہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، جس کا مطلب یہ کہ ان چیزوں میں ریشمی کپڑے کا استعمال بہرحال احتیاط و تقویٰ کے خلاف ہے، کیونکہ کسی عمل کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کے کرنے میں " کوئی مضائقہ نہیں ہے" اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ اس میں کوئی مضائقہ ہونے کے شک سے بچنے کے لئے اس عمل کو نہ کرنا ہی بہتر ہے اس خوف کے سبب کہ شاید اس میں کوئی مضائقہ ہو اور یہی معنی اس مشہور حدیث کے بھی ہیں! دع مالا یریبك الی ما یریبك یعنی اس کام کو چھوڑ دو جس میں شک ہو اور اس کام کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو بہرحال حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کو چونکہ ایسی کوئی دلیل قطعی حاصل نہیں ہوئی جس کی بنیاد پر ریشمی کپڑے پر بیٹھنے یا سونے کو حرام قرار دیا جا سکے اور کپڑے پہننے کی ممانعت میں جو صریح نصوص (یعنی اس کی حرمت کے واضح احکام) منقول ہیں ان کے دائرہ حکم میں ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کا مسئلہ نہیں آتا کیوں کہ پہننا اور بیٹھنا دو الگ الگ چیزیں ہیں کہ پہننے کا اطلاق بیٹھنے پر نہیں ہو سکتا اس لئے انہوں نے اس حدیث میں (ریشمی کپڑے پر بیٹھنے کی ممانعت کو نہی تنزیہہ پر محمول کیا ہے۔

## عورتوں کیلئے سونے کے استعمال کی حلت کا بیان

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کی عورتوں کے لئے سونا اور ریشم حلال کیا گیا ہے اور امت کے مردوں پر حرام کیا گیا ہے (ترمذی، نسائی) اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 271)

مرد" کے لفظ میں بچے (لڑکے) بھی داخل ہیں لیکن بچے چونکہ مکلف نہیں ہیں اس لئے ان کے حق میں ان چیزوں کی حرمت کا تعلق پہنانے والوں سے ہوگا کہ اگر کوئی بچہ ریشم یا سونے، کا زیور پہنے گا تو اس کا گناہ اس کے پہنانے والے پر ہوگا۔ نیز سونے سے مراد سونے کے زیورات" ہیں ورنہ سونے چاندی کے برتن کا استعمال جس طرح مردوں کے لئے حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی حرام ہے، اسی طرح چاندی کے زیورات کا حلال ہونا بھی صرف عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے علاوہ اس مقدار کے جو مردوں کے لئے بھی حلال ہے جیسے انگوٹھی وغیرہ۔

| |
|---|
| وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝ |
| وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝ |
| اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا |
| ہوتا ہے۔ اور وہ انہیں راستہ سے روکتے ہیں اور وہ یہی گمان کئے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ |

## شیاطین کا لوگوں کو دین کی راہ سے روکنے کا بیان

"وَمَنْ يَعْشُ" يُعْرِض "عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَن" أَيْ الْقُرْآن "نُقَيِّضْ" نُسَبِّب "لَـهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِين" لَا يُفَارِقهُ، "وَإِنَّهُمْ" أَيْ الشَّيَاطِين "لَيَصُدُّونَهُمْ" أَيْ الْعَاشِينَ "عَنِ السَّبِيل" أَيْ طَرِيق الْهُدَى "وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ" فِي الْجَمْع رِعَايَة مَعْنَى مَنْ،

اور جو شخص رحمٰن کی نصیحت یعنی قرآن سے اندھا بن جائے ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، پھر وہ اس کے ساتھ رہنے والا ہوتا ہے۔ اور اس سے الگ نہیں ہوتا۔

اور وہ شیاطین انہیں ہدایت کے راستہ سے روکتے ہیں اور وہ یہی گمان کئے رہتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں پر لفظ من کی رعایت کے سبب جمع لایا گیا ہے۔

جو شخص اللہ کی نصیحت یعنی قرآن اور وحی سے جان بوجھ کر اعراض کرے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو دنیا میں بھی اس کے ساتھ لگا رہتا ہے اور اسے نیکیوں سے روک کر برائیوں پر ابھارتا رہتا ہے اور آخرت میں بھی جب یہ شخص قبر سے اٹھے گا تو یہ شیطان اس کے ساتھ ساتھ ہوگا یہاں تک کہ دونوں جہنم میں داخل ہو جائیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی یاد سے اعراض کی اتنی سزا دنیا میں مل جاتی ہے کہ انسان کی صحبت خراب ہو جاتی ہے اور شیاطین، خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اس کو بھلائیوں سے دور اور برائیوں سے قریب کرتے رہتے ہیں وہ کام سارے گمراہی کے کرتا ہے مگر سمجھتا یہ ہے کہ بہت اچھا کر رہا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

## شیطان کا نیکی کی راہ سے روکنے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان پر ایک تصرف تو شیطان کا ہوا کرتا ہے اور ایک تصرف فرشتہ کا شیطان کا تصرف تو یہ ہے کہ وہ برائی پر ابھارتا ہے اور حق کو جھٹلاتا ہے اور فرشتہ کا تصرف یہ ہے کہ وہ نیکی پر ابھارتا ہے اور حق کی تصدیق کرتا لہٰذا جو آدمی (نیکی پر فرشتہ کے ابھارنے کی) یہ کیفیت اپنے اندر پائے تو اس کو سمجھنا چاہیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے (ہدایت) ہے اس پر اس کو اللہ کا شکر بجالانا چاہیے اور جو آدمی دوسری کیفیت (یعنی شیطان کی وسوسہ اندازی) اپنے اندر پائے تو اس کو چاہیے کہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ طلب کرے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآنی آیت پڑھی (جس کا ترجمہ ہے) شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور گناہ کے لئے اکساتا ہے۔اس روایت کو جامع ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔(مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 70)

| |
|---|
| حَتّٰٓی اِذَا جَآءَنَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنُ ○ |
| وَلَنْ یَّنْفَعَكُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِی الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ○ |
| یہاں تک کہ جب وہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، |
| پس وہ برا ساتھی ہے۔اور آج کے دن تمہیں سودمند نہیں ہوگا جبکہ تم ظلم کرتے رہے، تم سب عذاب میں شریک ہو۔ |

## شیطان کا ساتھ بدترین ہونے کا بیان

"حَتّٰی إِذَا جَاءَنَا" الْعَاشِی بِقَرِینِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ "قَالَ" لَهُ "یَا لَیْتَ" لِلتَّنْبِیهِ "بَیْنِی وَبَیْنَك بُعْد الْمَشْرِقَیْنِ" أَیْ مِثْل بُعْد مَا بَیْنَ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب "فَبِئْسَ الْقَرِین" أَنْتَ لِی، "وَلَنْ یَنْفَعکُمْ" أَیْ الْعَاشِینَ تَمَنِّیکُمْ وَنَدَمکُمْ "الْیَوْم إِذْ ظَلَمْتُمْ" أَیْ تَبَیَّنَ لَکُمْ ظُلْمکُمْ بِالْإِشْرَاكِ فِی الدُّنْیَا "أَنَّکُمْ" مَعَ قُرَنَائِکُمْ "فِی الْعَذَاب مُشْتَرِکُونَ" عِلَّة بِتَقْدِیرِ اللَّام لِعَدَمِ النَّفْع وَإِذْ بَدَل مِنْ الْیَوْم،

یہاں تک کہ جب وہ قیامت کے دن ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا اے کاش! یہاں پر لفظ یاء انتباہ کیلئے آیا ہے۔میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں کا فاصلہ ہوتا، یعنی وہ مشرق ومغرب کی مثل فاصلہ ہے۔پس وہ تیرے لئے کتنا برا ساتھی ہے۔ اور آج کے دن تمہیں یہ آرزو کرنا سودمند نہیں ہوگا یعنی تو ندامت اختیار کرے۔جبکہ تم ظلم کرتے رہے، یعنی دنیا میں جو شرک کرتے رہے ہو۔آج تم ان کے ساتھ سب عذاب میں شریک ہو۔یہ تقدیر لام کے سبب ہے کیونکہ نفع کوئی نہیں ہے۔اور یہاں پر اذ یہ الیوم سے بدل ہے۔

## قیامت کے دن شیطان کے ساتھ ہونے سے اظہار نفرت کا بیان

یعنی آج تو اپنے اس برے ساتھی کو اپنا حقیقی خیر خواہ سمجھ رہا ہے مگر قیامت کو جب ہمارے پاس حاضر ہوگا تب جا کر اسے معلوم ہوگا کہ وہ اس کا کیسا برا ساتھی تھا۔ پھر وہ حسرت اور غصہ سے اسے کہے گا: کاش! میرے اور تیرے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہوتا اور میں ایک لمحہ بھی تیری صحبت میں نہ گزارتا۔ آج تو کم از کم میری آنکھوں سے دور ہو جا۔ تو تو بہت ہی برا ساتھی ہے۔

اس آیت کی دو تفسیریں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ جب تمہارا کفر و شرک ثابت ہو چکا ہے تو آخرت میں تمہاری یہ تمنا کچھ کام نہ آئے گی کہ کاش، یہ شیطان مجھ سے دور ہوتا کیونکہ اس وقت تم سب عذاب میں شریک ہوگے اس صورت میں اَنَّکُم فِی الْعَذَابِ الخ لانکم کے معنی میں ہوگا اور ینفع کی ضمیر فاعل مقولہ یالیت بینی الخ کی طرف راجع ہوگی۔

اور دوسری تفسیر یہ ممکن ہے کہ وہاں پہنچنے کے بعد تمہارا اور شیاطین کا عذاب میں مشترک ہونا تمہارے لئے چنداں فائدہ مند نہیں ہوگا۔ دنیا میں بیشک ایسا ہوتا ہے کہ ایک مصیبت میں چند آدمی شریک ہو جائیں تو ہر ایک کا غم ہلکا ہو جاتا ہے لیکن وہاں چونکہ ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور کوئی کسی کا دکھ نہیں بٹا سکے گا اس لئے اس اشتراک سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ اس صورت میں انکم الخ ینفع کا فاعل ہوگا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْتَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ٥ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ |
| فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ٥اَوْ نُرِیَنَّكَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ٥ |
| پھر کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں ہیں راہِ ہدایت دکھائیں گے۔ |
| پس اگر ہم آپ کو لے جائیں تو تب بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔ کیا ہم واقعی تجھے وہ دکھا دیں جس کا |
| ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے تو بے شک ہم ان پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ |

## گونگے بہرے کفار کا حق کو نہ سن سکنے کا بیان

"أَفَأَنْتَ تُسْمِع الصُّمّ أَوْ تَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ كَانَ فِی ضَلَال مُبِین" بَیِّن أَیْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُونَ، "فَإِمَّا" فِیهِ إدْغَام نُون إنْ الشَّرْطِیَّة فِی مَا الزَّائِدَة "نَذْهَبَنَّ بِك" بِأَنْ نُمِیتك قَبْل تَعْذِیبهمْ "فَإِنَّا مِنْهُمْ مُنْتَقِمُونَ" فِی الْآخِرَة، "أَوْ نُرِیَنك" فِی حَیَاتك "الَّذِی وَعَدْنَاهُمْ" بِهِ مِنْ الْعَذَاب "فَإِنَّا عَلَیْهِمْ" عَلَى عَذَابهمْ "مُقْتَدِرُونَ" قَادِرُونَ

پھر کیا آپ بہروں کو سنائیں گے یا اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کھلی گمراہی میں ہیں راہِ ہدایت دکھائیں گے۔ پس وہ ایمان نہ لائیں گے۔

یہاں پر لفظ فاما میں ماء زائدہ میں ان شرطیہ کا ادغام ہے۔ پس اگر ہم آپ کو دنیا سے انہیں عذاب دینے سے پہلے لے جائیں

تو تب بھی ہم ان سے آخرت میں بدلہ لینے والے ہیں۔

کیا ہم واقعی آپ وہ عذاب آپ کی زندگی میں دکھادیں جس کا ہم نے ان سے جس عذاب کا وعدہ کیا ہے تو بے شک ہم ان کو عذاب دینے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

او نرینك الذی وعدنھم: جملہ شرط ہے ای او ان اردنا ان نریك العذاب الذی وعدنا ہم اور اگر ہمارا ارادہ ہو کہ ہم دکھائیں آپ کو وہ عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ نرین مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تمہیں ضرور دکھائیں گے۔

فانا علیھم مقتدرون: اسم فاعل جمع مذکر اقتدار (افتعال) مصدر۔ پوری قدرت رکھنے والے۔ تو ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔

الکشاف میں ہے وان اردنا ان تجزفی حیاتك ما وعدنا ھم من العذاب النازل بھم فھم تحت ملكتنا وقدرتنا ۔اور اگر ہم چاہیں کہ ہم آپ کی زندگی میں ہی ان کو ان پر آنے والے عذاب کا مزہ چکھائیں تو بھی وہ ہماری ملکیت اور قدرت میں ہیں۔ مطلب آیات کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کو ان کے کیئے کی سزا بہرحال ملے گی۔ اگر ہم آپ کو پہلے اس دنیا سے لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے یعنی ان کو سزا دیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں کہ آپ کی حیات میں ہی ان پر عذاب نازل ہو تو اس کی بھی ہمیں قدرت ہے۔

## نااہلوں کو علم سکھانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دوعالم نے فرمایا۔ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے اور نا اہل کو علم سکھانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی سور کے گلے میں جواہرات، موتیوں اور سونے کا ہار ڈال دے۔ (ابن ماجہ) اور بیہقی نے اس روایت کو شعب الایمان میں لفظ "مسلم" تک نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کا متن مشہور ہے اور اسناد ضعیف ہیں اور یہ حدیث مختلف طریقوں سے بیان کی گی ہے اور وہ سب ضعیف ہیں۔" (ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 212)

اس حدیث سے علم کی اہمیت وعظمت اور اس کی ضرورت واضح ہوتی ہے کہ ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے علم کا حاصل کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ انسان جس مقصد کے لئے خلیفۃ اللہ بنا کر اس دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ بغیر علم کے پورا نہیں ہوسکتا۔ انسان بغیر علم کے نہ اللہ کی ذات کو پہچانتا ہے اور نہ اسے اپنی حقیقت کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا گیا ہے کہ یہاں علم سے مراد "علم دین" ہے جس کی ضرورت زندگی کے ہر دور اور ہر شعبہ میں پڑتی ہے، مثلاً جب آدمی مسلمان ہوتا ہے یا احساس وشعور کی منزل کو پہنچتا ہے تو اسے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرے اور عرفان الٰہی کی مقدس روشنی سے قلب ودماغ کی ہر ظلمت وکجروی کو ختم کرے۔

اسی طرح رسول کی نبوت ورسالت کا جاننا یا ایسی چیزوں کا علم حاصل کرنا جن پر ایمان واسلام کی بنیاد ہے اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ پھر جب عملی زندگی سے اسے واسطہ پڑتا ہے تو اسے ضرورت ہوتی ہے کہ اعمال کے احکام کا علم ہو۔ یعنی جب نماز کا وقت آئے گا تو اس پر نماز کے احکام ومسائل سیکھنا واجب ہوگا۔ جب رمضان آئے گا تو روزے کے احکام معلوم کرنا اس کے لئے ضروری ہوگا۔ اگر اللہ نے اسے مالی وسعت دی ہے اور صاحب نصاب ہے تو زکوۃ کے مسائل جاننا ضروری ہوگا۔ جب شادی کی تو بیوی کو گھر میں لایا تو حیض ونفاس کے مسائل طلاق وغیرہ اور ایسی چیزیں جن کا تعلق میاں بیوی کی باہمی زندگی اور ان کے تعلقات سے ہے ان کا علم حاصل کرنا واجب ہوگا۔

اسی طرح تجارت وزراعت اور خرید وفروخت کے احکام ومسائل سیکھنا بھی واجب ہوگا گویا زندگی کا کوئی شعبہ ہو خواہ اعتقادات ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا تعلقات، تمام چیزوں کی بصیرت حاصل کرنا اور ان کو جاننا سیکھنا اس پر فرض ہوگا، اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو اس کی وجہ سے وہ ہر جگہ حدود شریعت سے تجاوز کرتا رہے گا اور دینی احکام ومسائل سے ناواقفیت کی بنا پر اس کا ہر فعل وعمل خلاف شریعت ہوگا جس کی وجہ سے وہ سخت گناہ گار رہوگا۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ یہاں علم سے مراد علم اخلاص اور آفات نفس کی معرفت ہے۔ یعنی ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ نفس کی تمام برائیوں مثلاً حسد، بغض، کینہ اور کدورت کو پہچانیں اور ان چیزوں کا علم حاصل کریں جو اعمال خیر کو فاسد کرتی ہیں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم کی مقدس روشنی تو انہیں کے نصیب میں ہوتی ہے جو اس کے اہل ہوتے ہیں اور جن کی صلاحیت طبع کا میلان اس طرف ہوتا ہے نیز جس کی جتنی استعداد وصلاحیت ہوتی ہے اسے علم سے اتنا ہی حصہ ملتا ہے۔ لہٰذا علم سکھانے میں اس بات کا خیال بطور خاص رکھنا چاہئے کہ جس کی جتنی استعداد ہو اور وہ جس معیار کی صلاحیت رکھتا ہو اسی اعتبار سے اسے علم سکھایا جائے۔ یہ نہ ہونا چاہئے کہ کسی آدمی کی استعداد وصلاحیت تو انتہائی کم درجہ کی ہے مگر علم اسے انتہائی اعلیٰ وارفع سکھایا جا رہا ہو اسی طرح ہر علم کے سکھانے کا موقع ومحل ہوتا ہے۔ جو علم جس موقع پر ضروری ہو اور جس علم کا جو محل ہو اس کے مطابق سکھایا جائے۔ مثلاً اگر کوئی آدمی عوام اور جہلاء کے سامنے یکبارگی تصوف کے اسرار ومعانی اور اس کی باریکیاں بیان کرنے لگے تو انہیں اس سے فائدہ ہونا تو الگ رہا اور زیادہ گمراہ ہو جائیں گے۔ (اشعۃ لمعات، شرح مشکوٰۃ)

| |
|---|
| فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ |
| وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْئَلُوْنَ ○ |
| پس آپ اس کو مضبوطی سے تھامے رکھیئے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بیشک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ اور بلاشبہ |
| وہ یقیناً تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت ہے اور عنقریب تم سے پوچھا جائے گا۔ |

## قرآن مجید کے احکام کو مضبوطی سے تھام لینے کا بیان

"فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ" أَيْ الْقُرْآن "إِنَّك عَلَى صِرَاط " طَرِيق، "وَإِنَّهُ لَذِكْر "

لَشَرَف "لَكَ وَلِقَوْمِكَ" لِنُزُولِهِ بِلُغَتِهِمْ "وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ" عَنْ الْقِيَام بِحَقِّهِ،

پس آپ اس قرآن کو مضبوطی سے تھامے رکھیئے جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے، بیشک آپ سیدھی راہ پر قائم ہیں۔

- اور بلاشبہ وہ یقیناً تیرے لیے اور تیری قوم کے لیے ایک نصیحت یعنی قرآن ہے کیونکہ وہ آپ کی زبان کے ساتھ نازل ہوا ہے اور عنقریب تم سے اس کو حق کے ساتھ پہنچانے کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ بعد ازاں جاننا چاہئے کہ بے شک سب سے بہتر بات اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین راستہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا راستہ ہے اور سب سے بدترین چیز وہ ہے جس کو نیا نکالا گیا ہو اور ہر بدعت (سیئہ) گمراہی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 138)

## ذکر کے مفہوم کا بیان

ذکر سے یہاں مراد نیک ناموری ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم آپ کے اور آپ کی قوم کے لئے شرف عظیم اور نیک شہرت کا باعث ہے۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ نیک شہرت ایک قابل رغبت چیز ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں اس کو ایک احسان کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اسی لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی کہ (آیت) واجعل لی لسان صدق فی الآخرین ۔ (تفسیر کبیر، سورہ زخرف، بیروت)

لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیک شہرت اس وقت مستحسن ہے جب وہ مقصد زندگی بنائے بغیر انسان کے اعمال صالحہ سے خود بخود حاصل ہو جائے اور اگر انسان نیکیاں صرف اسی مقصد سے کرے کہ اس سے دنیا میں نام ہوگا تو یہ ریا ہے جس سے نیکیوں کا سارا فائدہ جاتا رہتا ہے اور الٹا گناہ لازم ہو جاتا ہے۔

اس آیت میں آپ کی قوم سے مراد بعض مفسرین نے صرف قبیلہ قریش کو قرار دیا ہے اور اس سے قریش کی فضیلت ثابت کی ہے لیکن علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کی پوری امت ہے خواہ کسی رنگ و نسل سے تعلق رکھتی ہو۔ قرآن کریم ان سب کے لئے عظمت و شرف اور نیک ناموری کا باعث ہے۔ (قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ○ |
| اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے آپ ان سے پوچھیئے کہ کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی اور معبود بنائے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔ |

## تمام رسولان گرامی کا عقیدہ توحید کی دعوت دینے کا بیان

"وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلك مِنْ رُسُلنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُون الرَّحْمَن " أَيْ غَيْره "آلِهَة يُعْبَدُونَ" قِيلَ هَلْ هُوَ عَلَى ظَاهِره بِأَنْ جَمَعَ لَهُ الرُّسُل لَيْلَة الْإِسْرَاء وَقِيلَ الْمُرَاد أُمَم مِنْ أَيْ أَهْل الْكِتَابَيْنِ وَلَمْ يَسْأَل عَلَى وَاحِد مِنْ الْقَوْلَيْنِ لِأَنَّ الْمُرَاد مِنْ الْأَمْر بِالسُّؤَالِ التَّقْرِير لِمُشْرِكِي

قُرَيْش أَنَّهُ لَمْ يَأْتِ رَسُول مِنْ اللّٰه وَلَا كِتَاب بِعِبَادَةِ غَيْر اللّٰه،

اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے آپ ان سے پوچھئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا کوئی اور معبود بنائے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے۔ کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب اپنے ظاہر پر ہے یعنی شب معراج جب رسولان عظام کو جمع کیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اہل کتاب امتوں میں سے کوئی سی بھی امت ہے۔ جبکہ دونوں اقوال میں سے ہر ایک قول کے مطابق آپ نے کسی سے بھی نہیں پوچھا بلکہ اس کی تقریر یہ ہے کہ مشرکین کفار قریش سے اقرار کروانا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی طرف سے کوئی رسول یا کتاب ایسی نہیں آئی جو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دیتی ہو۔

## شب معراج انبیائے کرام سے عقیدہ توحید کے متعلق پوچھنے کا بیان

رسولوں سے سوال کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ادیان و ملل کو تلاش کرو، کہیں بھی کسی نبی کی امّت میں بت پرستی روا رکھی گئی ہے اور اکثر مفسرین نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ مومنینِ اہل کتاب سے دریافت کرو کہ کیا کبھی کسی نبی نے غیر اللہ کی عبادت کی اجازت دی تا کہ مشرکین پر ثابت ہو جائے کہ مخلوق پرستی نہ کسی رسول نے بتائی، نہ کسی کتاب میں آئی یہ بھی۔ ایک روایت ہے کہ شب معراج سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیتُ المقدِس میں تمام انبیاء کی امامت فرمائی جب حضور نماز سے فارغ ہوئے جبریلِ امین نے عرض کیا کہ اے سرورِ اکرم اپنے سے پہلے انبیاء سے دریافت فرمائیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے سوا کسی اور کی عبادت کی اجازت دی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس سوال کی کچھ حاجت نہیں یعنی اس میں کوئی شک ہی نہیں کہ تمام انبیاء توحید کی دعوت دیتے آئے، سب نے مخلوق پرستی کی ممانعت فرمائی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَاۡئِهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ |
| فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ۝ |
| اور یقیناً ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: بیشک میں |
| سب جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے تو وہ اسی وقت ان پر ہنسنے لگے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی دلیل کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا إلَى فِرْعَوْن وَمَلَئِهِ " أَيْ الْقِبْط، "فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا " الدَّالَّة عَلَى رِسَالَته،

اور یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے قبطی سرداروں کی طرف بھیجا تو انہوں نے کہا: بیشک میں سب جہانوں کے پروردگار کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ہماری نشانیاں لے کر ان کے پاس آئے جو ان کی رسالت پر دلالت کرتی تھیں۔ تو وہ اسی وقت ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ پیچھے بار بار گزر چکا ہے اوران آیات میں ان کے جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ تفصیل کے ساتھ سورہ اعراف میں آئے ہیں، یہاں ان کا واقعہ یاد دلانے سے مقصد یہ ہے کہ کفار مکہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر آپ کے مالدار نہ ہونے سے جو شبہ کر رہے ہیں یہ کوئی نیا شبہ نہیں، بلکہ فرعون اوراس کی قوم نے یہی شبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر کیا تھا۔فرعون کا کہنا یہ تھا کہ میں ملک مصر کا مالک ہوں اور میرے محلات کے نیچے نہریں بہتی ہیں،اس لئے میں موسیٰ علی السلام سے (معاذ اللہ) افضل ہوں، پھر میرے مقابلے میں انہیں نبوت کیونکر مل سکتی ہے؟ لیکن جس طرح اس کا یہ شبہ اس کے کچھ کام نہ آسکا اوروہ اپنی قوم سمیت غرق ہوکر رہا،اسی طرح کفار مکہ کا یہ اعتراض بھی انہیں دنیا وآخرت کے وبال سے نہ بچا سکے گا۔

| |
|---|
| وَمَا نُرِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ٥ |
| اور ہم انہیں کوئی نشانی نہیں دکھاتے تھے مگر وہ اپنے سے پہلی مشابہ نشانی سے کہیں بڑھ کر ہوتی تھی |
| اور ہم نے انہیں عذاب میں پکڑا تا کہ وہ باز آجائیں۔ |

## قوم فرعون کے طرف طوفان وٹڈیوں کے عذاب کا بیان

"وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَة" مِنْ آيَات الْعَذَاب كَالطُّوفَانِ وَهُوَ مَاء دَخَلَ بُيُوتهمْ وَوَصَلَ إِلَى حُلُوق الْجَالِسِينَ سَبْعَة أَيَّام وَالْجَرَاد "إِلَّا هِيَ أَكْبَر مِنْ أُخْتهَا" قَرِينَتهَا الَّتِي قَبْلهَا "وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" عَنْ الْكُفْر،

اور ہم انہیں عذاب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں دکھاتے تھے جس طرح طوفان ہے اوروہ پانی کا ان کے گھروں میں داخل ہونا ہے حتیٰ کہ ان کے حلق تک جا پہنچا۔جو سات دن تک ایسے ہی رہا۔اوراسی طرح ٹڈیوں کا عذاب مگر یہ کہ وہ اپنے سے پہلی مشابہ نشانی سے کہیں بڑھ کر ہوتی تھی یعنی اس کی بہن کی مثل ہوتی جو سابقہ قرینے سے ہے۔اور بالآخر ہم نے انہیں کئی بار عذاب میں پکڑا تا کہ وہ کفر سے باز آجائیں۔

## عذاب کے ہٹتے ہی کفر کی جانب لوٹ جانیوالوں کا بیان

حضرت موسیٰ کو جناب باری نے اپنا رسول و نبی فرما کر فرعون اوراس کے امراء اوراس کی رعایا قبطیوں اور بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تا کہ آپ انہیں توحید سکھائیں اورشرک سے بچائیں آپ کو بڑے بڑے معجزے بھی عطا فرمائے جیسے ہاتھ کا روشن ہو جانا لکڑی کا اژدھا بن جانا وغیرہ۔لیکن فرعونیوں نے اپنے نبی کی کوئی قدر نہ کی بلکہ تکذیب کی اور تمسخر اڑایا۔اس پر اللہ کا عذاب آیا تا کہ انہیں عبرت بھی ہو۔اور نبوت موسیٰ پر دلیل بھی ہو پس طوفان آیا ٹڈیاں آئیں جوئیں آئیں، مینڈک آئے اور کھیت، مال، جان اور پھل وغیرہ کی کمی میں مبتلا ہوئے۔جب کوئی عذاب آتا تو تلملا اٹھتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے انہیں رضامند کرتے ان سے قول قرار

کرتے آپ دعا مانگتے عذاب ہٹ جاتا۔

یہ پھر سرکشی پر اتر آتے پھر عذاب آتا پھر یہی ہوتا ساحر یعنی جادوگر سے وہ بڑا عالم مراد لیتے تھے ان کے زمانے کے علماء کا یہی لقب تھا اور انہی لوگوں میں علم تھا اور ان کے زمانے میں یہ علم مذموم نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا پس ان کا جناب موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر خطاب کرنا بطور عزت کے تھا اعتراض کے طور پر نہ تھا کیونکہ انہیں تو اپنا کام نکالنا تھا ہر بار اقرار کرتے تھے کہ مسلمان ہو جائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے پھر جب عذاب ہٹ جاتا تو وعدہ شکنی کرتے اور قول توڑ دیتے۔

| |
|---|
| وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ○ |
| فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○ |
| اور انھوں نے کہا اے جادوگر! ہمارے لیے اپنے رب سے اس کے ذریعے دعا کر جو اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، بے شک |
| ہم ضرور ہی سیدھی راہ پر آنے والے ہیں۔ پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔ |

## ایمان کا عہد کر کے عہد کو توڑنے والوں کا بیان

"وَقَالُوا" لِمُوسَى لَمَّا رَأَوُا الْعَذَاب "يَا أَيُّهَا السَّاحِر" أَيْ الْعَالِم الْكَامِل لِأَنَّ السِّحْر عِنْدهمْ عِلْم عَظِيم "اُدْعُ لَنَا رَبّك بِمَا عَهِدَ عِنْدك" مِنْ كَشْف الْعَذَاب عَنَّا إِنْ آمَنَّا "إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ" أَيْ مُؤْمِنُونَ، "فَلَمَّا كَشَفْنَا" بِدُعَاءِ مُوسَى "عَنْهُمْ الْعَذَاب إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ" يَنْقُضُونَ عَهْدهمْ وَيُصِرُّونَ عَلَى كُفْرهمْ،

اور انھوں نے جب عذاب کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اے جادوگر! یعنی آپ کامل عالم ہیں کیونکہ ان کے نزدیک سحر ایک عظیم علم تھا۔ ہمارے لیے اپنے رب سے اس کے ذریعے دعا کر جو اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، کہ ہم سے عذاب کو دور کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ بے شک ہم ضرور ہی سیدھی راہ پر آنے والے ہیں۔ پھر جب ہم نے دعائے موسیٰ سے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔ یعنی اسی کفر پر جم گئے۔

یہ کلمہ انکے عرف اور محاورہ میں بہت تعظیم وتکریم کا تھا وہ عالم و ماہر و حاذقِ کامل کو جادوگر کہا کرتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کی نظر میں جادو کی بہت عظمت تھی اور وہ اِس کو صفتِ مدح سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بوقت التجا اس کلمہ سے ندا کی، کہا۔ ہمارے لیے اپنے رب سے اس کے ذریعے دعا کر جو اس نے تجھ سے عہد کر رکھا ہے، کہ ہم سے عذاب کو دور کردے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ بے شک ہم ضرور ہی سیدھی راہ پر آنے والے ہیں۔ پھر جب ہم نے دعائے موسیٰ سے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگے۔ یعنی اسی کفر پر جم گئے۔

وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِهٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ○

اور فرعون نے اپنی قوم میں پکارا، اے میری قوم! کیا ملکِ مصر میرے قبضہ میں نہیں ہے اور یہ نہریں جو میرے نیچے سے بہہ رہی ہیں پس کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ میں اس شخص سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔

## فرعون کا اپنی قوم کو اپنی بادشاہت کا فریب دینے کا بیان

"وَنَادٰی فِرْعَوْن" افْتِخَارًا "فِي قَوْمه قَالَ يَا قَوْم أَلَيْسَ لِي مُلْك مِصْر وَهَذِهِ الْأَنْهَار" مِنْ النِّيل "تَجْرِي مِنْ تَحْتِي" أَيْ تَحْت قُصُورِي "أَفَلَا تُبْصِرُونَ" عَظَمَتِي، "أَمْ" تُبْصِرُونَ وَحِينَئِذٍ "أَنَا خَيْر مِنْ هَذَا" أَيْ مُوسَى "الَّذِي هُوَ مَهِين" ضَعِيف حَقِير "وَلَا يَكَاد يُبِين" يُظْهِر كَلَامه لِلُثْغَتِهِ بِالْجَمْرَةِ الَّتِي تَنَاوَلَهَا فِي صِغَره،

اور فرعون نے اپنی قوم میں فخر سے پکارا اور کہا: اے میری قوم! کیا ملکِ مصر میرے قبضہ میں نہیں ہے اور یہ نہریں یعنی دریائے نیل سے جو میرے محلات کے نیچے سے بہہ رہی ہیں (کیا میری نہیں ہیں؟) سو کیا تم میرے مرتبے کو دیکھتے نہیں ہو۔ اور اسی طرح کہا بلکہ میں اس شخص سے یعنی موسیٰ علیہ السلام سے بہتر ہوں، وہ جو حقیر کمزور ہے اور قریب نہیں کہ وہ بات واضح کرے۔ یعنی جو کلام واضح نہیں کرسکتا کیونکہ آپ نے بچپن میں چنگاری منہ میں رکھی تھی جس کے سبب زبان میں لکنت آئی۔

## فرعون کا اپنی قوم کو ملکی دفاع کے نام پر دھوکہ دینے کا بیان

فرعون کی سرکشی اور خود بینی بیان ہو رہی ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جمع کر کے ان میں بڑی باتیں ہانکنے لگا اور کہا کیا میں تنہا ملک مصر کا بادشاہ نہیں ہوں؟ کیا میرے باغات اور محلات میں نہریں جاری نہیں؟ کیا تم میری عظمت و سلطنت کو دیکھ نہیں رہے؟ پھر موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اور ضعفاء ہیں۔ کلام پاک میں اور جگہ ہے اس نے جمع کر کے سب سے کہا میں تمہارا بلند و بالا رب ہوں جس پر اللہ نے اُسے یہاں کے اور وہاں کے عذابوں میں گرفتار کیا (ام) معنی میں (بل) کے ہے۔ بعض قاریوں کی قرأت (اما انا) بھی ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اگر یہ قرأت صحیح ہو جائے تو معنی تو بالکل واضح اور صاف ہو جاتے ہیں لیکن یہ قرأت تمام شہروں کی قرأت کے خلاف ہے سب کی قرأت (ام) استفہام کی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ فرعون ملعون اپنے آپ کو حضرت کلیم اللہ سے بہتر و برتر بنا رہا ہے اور یہ دراصل اس ملعون کا جھوٹ ہے۔ (مھین) کے معنی حقیر، ضعیف، بیمال، بیشان۔ پھر کہتا ہے موسیٰ تو صاف بولنا بھی نہیں جانتا اس کا کلام فصیح نہیں وہ اپنا مافی الضمیر ادا نہیں کرسکتا بعض کہتے ہیں بچپن میں آپ نے اپنے منہ میں آگ کا انگارہ رکھ لیا تھا جس کا اثر زبان پر باقی رہ گیا تھا۔ یہ بھی فرعون کا مکر جھوٹ اور دجل ہے۔

حضرت موسیٰ صاف گو صحیح کلام کرنے والے ذی عزت بارعب ووقار تھے۔ لیکن چونکہ ملعون اپنی کفر کی آنکھ سے نبی اللہ کو دیکھتا تھا اس لئے اسے یہی نظر آتا تھا۔ حقیقتاً ذلیل وغبی تھا۔ گو حضرت موسیٰ کی زبان میں بوجہ اس انگارے کے جسے بچپن میں منہ میں رکھ لیا تھا کچھ لکنت تھی لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اور آپ کی زبان کی گرہ کھل گئی تا کہ آپ لوگوں کو باآسانی اپنا مدعا سمجھا سکیں۔ اور اگر مان لیا جائے کہ تاہم کچھ باقی رہ گئی تھی کیونکہ دعا کلیم میں اتنا ہی تھا کہ میری زبان کی اس قدر گرہ کھل جائے کہ لوگ میری بات سمجھ لیں۔ تو یہ بھی کوئی عیب کی بات نہیں اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو جیسا بنا دیا وہ ویسا ہی ہے اس میں عیب کی کونسی بات ہے؟ دراصل فرعون ایک کلام بنا کر ایک مسودہ گھڑ کر اپنی جاہل رعایا کو بھڑکانا اور بہکانا چاہتا تھا، دیکھئے وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ کیوں جی اس پر آسمان سے ہن کیوں نہیں برستا مالداری تو اسے اتنی ہونی چاہیے کہ ہاتھ سونے سے پر ہوں لیکن یہ محض مفلس ہے اچھا یہ بھی نہیں تو اللہ اس کے ساتھ فرشتے ہی کر دیتا جو کم از کم ہمیں باور کرا دیتے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، غرض ہزار جتن کر کے لوگوں کو بیوقوف بنا لیا اور انہیں اپنا ہم خیال اور ہم سخن کر لیا۔ یہ خود فاسق فاجر تھے فسق وفجور کی پکار پر فوراً ریجھ گئے پس جب ان کا پیمانہ چھلک گیا اور انہوں نے دل کھول کر رب کی نافرمانی کر اور رب کو خوب ناراض کر دیا تو پھر اللہ کا کوڑا ان کی پیٹھ پر برسا اور اگلے پچھلے سارے کرتوت پکڑ لئے گئے یہاں ایک ساتھ پانی میں غرق کر دیئے گئے وہاں جہنم میں جلتے جھلتے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی انسان کو اللہ دنیا دیتا چلا جائے اور وہ اللہ کی نافرمانیوں پر جما ہوا ہو تو سمجھ لو کہ اللہ نے اسے ڈھیل دے رکھی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زخرف، بیروت)

حضرت عبداللہ کے سامنے جب اچانک موت کا ذکر آیا تو فرمایا ایمان دار پر تو یہ تخفیف ہے اور کافر پر حسرت ہے۔ پھر آپ نے اسی آیت کو پڑھ کر سنایا حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں انتقام غفلت کے ساتھ ہے۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں نمونہ بنا دیا کہ ان کے سے کام کرنے والے ان کے انجام کو دیکھ لیں اور یہ مثال یعنی باعث عبرت بن جائے کہ ان کے بعد آنے والے ان کے واقعات پر غور کریں اور اپنا بچاؤ ڈھونڈیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| فَلَوْ لَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ○ |
| فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○ |
| ۔پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ پس اس نے اپنی قوم کو |
| بیوقوف بنا لیا، سو ان لوگوں نے اس کا کہنا مان لیا، بیشک وہ لوگ ہی نافرمان قوم تھے۔ |

## فرعون کا قوم کو رواج یاد دلا کر نبوت کی تکذیب کرنے کا بیان

"فَلَوْلَا" هَلَّا "أُلْقِيَ عَلَيْهِ" إنْ كَانَ صَادِقًا "أَسْوِرَة مِنْ ذَهَب" جَمْع أَسْوِرَة كَأَغْرِبَةٍ جَمْع سِوَار كَعَادَتِهِمْ فِيمَنْ يُسَوِّدُونَهُ أَنْ يُلْبِسُوهُ أَسْوِرَة ذَهَب وَيُطَوِّقُونَهُ طَوْق ذَهَب "أَوْ جَاءَ مَعَهُ

الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ " مُتَتَابِعِينَ يَشْهَدُونَ بِصِدْقِهِ، "فَاسْتَخَفَّ" اسْتَفَزَّ فِرْعَوْن "قَوْمه فَأَطَاعُوهُ" فِيمَا يُرِيد مِنْ تَكْذِيب مُوسَى،

پس اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے، اگر وہ سچا ہے، یہاں پر لفظ اسورہ یہ اغربہ کی طرح جمع ہے جس کی واحد سوار ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کی عادت ورواج یہ تھا کہ جس شخص کو سردار بناتے اس کو سونے کے کنگن اور سونے کے ہار پہنایا کرتے تھے۔ یا اس کے ہمراہ فرشتے مل کر کیوں نہیں آئے؟ جو ان کی صداقت کی گواہی دیتے۔ پس اس نے ان باتوں سے اپنی قوم کو بیوقوف بنایا، سو ان لوگوں نے اس کا کہنا مان لیا، بیشک وہ لوگ ہی نافرمان قوم تھے۔ یعنی انہوں نے اس میں موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کا ارادہ کیا۔

یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو واجب الاطاعت سردار بنایا ہے تو انہیں سونے کا کنگن کیوں نہیں پہنایا یہ بات اس نے اپنے زمانہ کے دستور کے مطابق کہی کہ اس زمانہ میں جس کسی کو سردار بنایا جاتا تھا اس کو سونے کے کنگن اور سونے کا طوق پہنایا جاتا تھا۔

| |
|---|
| فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ o فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ o |
| پھر جب انہوں نے ہمیں شدید غضبناک کر دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ پس ہم نے |
| انہیں گیا گزرا کر دیا اور پیچھے آنے والوں کے لئے نمونہ عبرت بنا دیا۔ |

## سابقہ اقوام کی ہلاکتوں کا باعث عبرت ہونے کا بیان

"فَلَمَّا آسَفُونَا" أَغْضَبُونَا، "فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا" جَمْع سَالِف كَخَادِمٍ وَخَدَم أَيْ سَابِقِينَ عِبْرَة "وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ" بَعْدهمْ يَتَمَثَّلُونَ بِحَالِهِمْ فَلَا يَقْدَمُونَ عَلَى مِثْل أَفْعَالهمْ،

پھر جب انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کر کے) ہمیں شدید غضبناک کر دیا۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا اور ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ یہاں پر لفظ سلفا یہ سالف کی جمع ہے۔ جس طرح خادم اور خدم ہے۔ یعنی سابقین کیلئے واقعہ اور بعد والوں کیلئے عبرت بنا دیا۔ پس ہم نے انہیں گیا گزرا کر دیا اور پیچھے آنے والوں کے لئے نمونہ عبرت بنا دیا۔ اور بعد والوں کیلئے ایسی مثال کہ وہ ان کی حالت کی مثال بیان کرتے تا کہ کوئی ان جیسے کاموں کی ہمت نہ کر سکے۔

## قوم فرعون کو فرعون نے بے وقوف بنالیا

ایسی ہی باتیں کہہ کر فرعون نے اپنی قوم کو الو بنایا اور وہ الو بن گئے۔ اس لیے کہ وہ فاسق لوگ تھے۔ جن کو اپنے دنیوی مفادات کے علاوہ اور کسی بات سے غرض ہی نہ تھی۔ اور وہ انہیں فرعون کا غلام بنا رہنے میں ہی نظر آ رہے تھے۔ فرعون پر اگرچہ حقیقت واضح ہو چکی تھی مگر وہ یہ سارے پاپڑ اس لیے بیل رہا تھا کہ اس کی حکومت میں کمزوری اور تزلزل واقع نہ ہو۔ وہ عام لوگوں کی ذہنیت کو بھی

خوب جانتا تھا کہ ایسے بے ضمیر، بے اصول اور بے عقل لوگوں سے کیسے کام نکالا اور انہیں اپنی باتوں پر لگایا جا سکتا ہے؟

## قوم فرعون کے غرق ہونے کا بیان

یہ اسف سے نکلا ہے جس کے لغوی معنی ہیں افسوس، لہٰذا اس جملے کے لفظی معنی ہوئے پس جب انہوں نے ہمیں افسوس دلایا اور افسوس بکثرت غصہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے اس کا بامحاورہ ترجمہ عموماً اس طرح کیا جاتا ہے کہ جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا۔ اور چونکہ باری تعالیٰ افسوس اور غصہ کی انفعالی کیفیات سے پاک ہے اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کام ایسے کئے جس سے ہم نے انہیں سزا دینے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ○وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا |
| خَيْرٌ اَمْ هُوَ ؕ مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ○ |
| اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا گیا، اچانک آپ کی قوم اس پر شور مچا رہے تھے۔ اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود |
| بہتر ہیں یا وہ؟ انھوں نے تیرے لیے یہ صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معبودان باطلہ میں شامل نہ ہونے کا بیان

"وَلَمَّا ضُرِبَ" جُعِلَ "ابْن مَرْيَم مَثَلًا" حِين نَزَلَ قَوْله تَعَالَى "إنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُون اللَّه حَصَب جَهَنَّم" فَقَالَ الْمُشْرِكُونَ : رَضِينَا أَنْ تَكُون آلِهَتنَا مَعَ عِيسَى لِأَنَّهُ عُبِدَ مِنْ دُون اللَّه "إذَا قَوْمك" أَيْ الْمُشْرِكُونَ "مِنْهُ" مِنْ الْمَثَل "يَصِدُّونَ" يَضْحَكُونَ فَرَحًا بِمَا سَمِعُوا، "وَقَالُوا أَآلِهَتنَا خَيْر أَمْ هُوَ" أَيْ عِيسَى فَنَرْضَى أَنْ تَكُون آلِهَتنَا مَعَهُ "مَا ضَرَبُوهُ" أَيْ الْمَثَل "لَك إلَّا جَدَلًا" خُصُومَة بِالْبَاطِلِ لِعِلْمِهِمْ أَنَّ مَا لِغَيْرِ الْعَاقِل فَلَا يَتَنَاوَل عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَام "بَلْ هُمْ قَوْم خَصِمُونَ" شَدِيدُو الْخُصُومَة

اور جب ابن مریم کو بطور مثال بیان کیا گیا، اچانک تیری قوم کے لوگ اس پر شور مچا رہے تھے۔ یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا کہ بے شک تم اور اس کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو جہنم کا ایندھن ہیں۔ تو مشرکین نے کہا کہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے معبود ہوں۔ کیونکہ ان کی عبادت بھی من دون اللہ ہے۔ جب آپ قوم یعنی مشرکین سے یہ مثال بیان کی تو وہ خوشی سے ہنستے تھے اس بات پر جو انہوں نے سنا۔ اور انھوں نے کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام؟ پس ہم اس بات پر راضی ہیں کہ وہ ہمارے معبودوں کے ساتھ ہوں۔ انھوں نے تیرے لیے یہ مثال صرف جھگڑنے ہی کے لیے بیان کی ہے، بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں۔ یعنی ان کا یہ جھگڑنا محض باطل تھا حالانکہ ان کے علم میں یہ بات ہے لفظ ما، یہ غیر ذوالعقول کیلئے آتا ہے جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامل ہی نہیں ہیں۔

## سورہ زخرف آیت ۵۷ کے شان نزول کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ قرآن میں ایک آیت ہے مجھ سے کسی نے اس کی تفسیر نہیں پوچھی میں نہیں جانتا کہ کیا ہر ایک اسے جانتا ہے یا نہ جان کر پھر بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے؟ پھر اور باتیں بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ مجلس ختم ہوئی اور آپ چلے گئے۔ اب ہمیں بڑا افسوس ہونے لگا کہ وہ آیت تو پھر بھی رہ گئی اور ہم میں سے کسی نے دریافت ہی نہ کیا۔ اس پر ابن عقیل انصاری کے مولیٰ ابو یحییٰ نے کہا کہ اچھا کل صبح جب تشریف لائیں گے تو میں پوچھ لوں گا۔ دوسرے دن جو آئے تو میں نے ان کی کل کی بات دہرائی اور ان سے دریافت کیا کہ وہ کونسی آیت ہے؟

آپ نے فرمایا ہاں سنو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قریش سے فرمایا کوئی ایسا نہیں جس کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہو اور اس میں خیر ہو۔ اس پر قریش نے کہا کیا عیسائی حضرت عیسیٰ کی عبادت نہیں کرتے؟ اور کیا آپ حضرت عیسیٰ کو اللہ کا نبی اور اس کا برگزیدہ نیک بندہ نہیں مانتے؟ پھر اس کا کیا مطلب ہوا کہ اللہ کے سوا جس کی عبادت کی جاتی ہے وہ خیر سے خالی ہے؟ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ زخرف، بیروت)

## جھگڑے کے سبب اقوام کے گمراہ ہونے کا بیان

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم ہدایت پانے کے بعد اس وقت تک گمراہ نہیں ہوتی جب تک اس میں جھگڑا نہیں شروع ہو جاتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ، اور کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ یہ ذکر آپ سے جھگڑنے کے لئے کرتے ہیں بلکہ وہ تو جھگڑالو ہی ہیں)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حجاج بن دینار کی روایت سے جانتے ہیں اور حجاج ثقہ اور مقارب الحدیث ہیں۔ نیز ابو غالب کا نام حزرو ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1201)

| |
|---|
| اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ○ |
| وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ○ |
| وہ محض ایک بندہ تھے جن پر ہم نے انعام فرمایا اور ہم نے انہیں بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا۔ اور اگر ہم چاہتے |
| تو ہم تمہارے بدلے زمین میں فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے جانشین ہوتے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے دلائل قدرت کا بیان

"إنْ" مَا "هُوَ" عِيسَى "إلَّا عَبْد أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ" بِالنُّبُوَّةِ "وَجَعَلْنَاهُ" بِوُجُودِهِ مِنْ غَيْر أَب "مَثَلًا لِبَنِي إسْرَائِيل" أَيْ كَالْمَثَلِ لِغَرَابَتِهِ يُسْتَدَلّ بِهِ عَلَى قُدْرَة اللّٰه تَعَالَى عَلَى مَا يَشَاء، "وَلَوْ نَشَاء لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ" بَدَلكُمْ "مَلَائِكَة فِي الْأَرْض يَخْلُفُونَ" بِأَنْ نُهْلِككُمْ،

وہ عیسیٰ علیہ السلام محض ایک برگزیدہ بندہ تھے جن پر ہم نے نبوت کا انعام فرمایا اور ہم نے انہیں بنی اسرائیل کے لئے نمونہ بنایا تھا۔ یعنی بغیر باپ کے پیدا کیا۔ یعنی مثال کی طرح ان کے عجیب طریقے سے پیدا ہونا تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرے اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمہارے بدلے زمین میں فرشتے پیدا کر دیتے جو تمہارے جانشین ہوتے۔ جبکہ تمہیں ہم ہلاک کر دیتے۔

حضرت عیسیٰ اللہ عزوجل کے بندوں میں سے ایک بندے تھے۔ جن پر نبوت ورسالت کا انعام باری تعالیٰ ہوا تھا اور انہیں اللہ کی قدرت کی نشانی بنا کر بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ وہ جان لیں کہ اللہ جو چاہے اس پر قادر ہے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین بنا کر فرشتوں کو اس زمین میں آباد کر دیتے۔ یا یہ کہ جس طرح تم ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہو یہی بات ان میں کر دیتے مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں یعنی بجائے تمہارے زمین کی آبادی ان سے ہوتی ہے اس کے بعد جو فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی نشانی ہے اس کا مطلب جو ابن اسحاق نے بیان کیا ہے وہ کچھ ٹھیک نہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ دور کی بات یہ ہے۔

حضرت قتادہ، حضرت حسن بصری اور حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ہ کی ضمیر کا مرجع عائد ہے حضرت عیسیٰ پر یعنی حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ اس لئے کہ اوپر سے ہی آپ کا بیان چلا آ رہا ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ مراد یہاں حضرت عیسیٰ کا قیامت سے پہلے کا نازل ہونا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ |
| اور بیشک وہ قیامت کی علامت ہوں گے، پس تم ہرگز اس میں شک نہ کرنا اور میری پیروی کرتے رہنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرب قیامت نزول کا بیان

"وَاِنَّهٗ" أَيْ عِيسَى "لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ" تُعْلَمُ بِنُزُولِهِ "فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا" أَيْ تَشُكُّنَّ فِيهَا حُذِفَ مِنْهُ نُونُ الرَّفْعِ لِلْجَزْمِ وَوَاوُ الضَّمِيرِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ "وَ" قُلْ لَهُمْ "اتَّبِعُونِ" عَلَى التَّوْحِيدِ "هٰذَا" الَّذِي آمُرُكُمْ بِهِ "صِرَاطٌ" طَرِيقٌ،

اور بیشک وہ عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے نزول کریں گے تو قربِ قیامت کی علامت ہوں گے، پس تم ہرگز اس میں شک نہ کرنا۔ یہاں پر لفظ تمترن میں نون رافع کو اور التقائے ساکنین کے سبب واؤ کو حذف کیا گیا ہے۔ اور آپ ان کے فرما دیں اور توحید میں میری پیروی کرتے رہنا، یہ سیدھا راستہ ہے۔ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے "سے مراد ان کا آسمان سے زمین پر اترنا ہے، چنانچہ یہ بات صحیح احادیث کے ذریعہ بالتحقیق ثابت ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتر کر دنیا میں تشریف لائیں گے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا اتباع کریں گے اور اپنے تمام احکام وفرامین شریعت محمدی کے مطابق جاری ونافذ کریں گے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام بعض ایسے احکام جاری کریں گے جو شریعت محمدی میں نہیں ہونگے جیسے جزیہ کو اٹھا دینا وغیرہ تو وہ

بیان مدت کے قبیل سے ہے جیسا کہ نسخ کا مسئلہ ہے اور اس اعتبار سے اس زمانہ میں وہ احکام بھی شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ایک جزء ہوں گے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول وحکمرانی کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یقیناً عیسیٰ ابن مریم (آسمان سے تمہارے درمیان اتریں گے جو ایک عادل حاکم ہوں گے وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔ سور کو مار ڈالیں گے (یعنی اس کو پالنا اور کھانا مطلق حرام وممنوع اور اس کو مار ڈالنا مباح کر دیں گے) جزیہ کو اٹھا دیں گے (ان کے زمانہ میں) مال ودولت کی فراوانی ہوگی یہاں تک کہ کوئی اس کا خواہشمند نہ رہے گا۔ اور اس وقت ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا" (اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اگر تم اس بات میں کوئی شک وشبہ رکھتے ہو اور دلیل حاصل کرنا) چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ) 4۔ النساء: 159) یعنی کوئی اہل کتاب (خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی) ایسا باقی نہیں رہے گا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے گا۔" (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 74)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور غیر اسلامی رسومات کی بیخ کنی کا بیان

صلیب" اصل میں دو مثلث لکڑیوں کا نام ہے جو جمع کی شکل میں ہوتی ہیں اور یہ شکل ایسا ظاہر کرتی ہے جیسے کسی شخص کو سولی پر لٹکا رکھا ہو۔ عیسائیوں کا عقیدہ چونکہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا گیا تھا اور پھر اللہ نے ان کو زندہ کر کے اپنے پاس آسمان پر بلا لیا اس لئے انہوں نے سولی کی اس شکل کو اپنا مذہبی نشان بنالیا ہے اور یہ مذہبی نشان ان کی ہر چیز میں نمایاں رہتا ہے اور جس طرح اہل ہنود اپنے گلے میں زنار ڈالتے ہیں اسی طرح عیسائی بھی سولی کا یہ نشان اپنے گلے میں لٹکاتے ہیں بعض تو اس نشان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر تک بنوا لیتے ہیں تاکہ ان کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھائے جانے کی یادگار مکمل صورت میں رہے لہٰذا" وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے" سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، نصرانیت (یعنی عیسائی مذہب) کو باطل اور کالعدم قرار دیدیں گے اور شریعت محمدی ہی کو جاری ونافذ قرار دیں گے کہ ان کا ہر حکم وفیصلہ ملت حنفیہ کے مطابق ہوگا۔ جزیہ کو اٹھا دیں گے کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی نظام حکومت اور اس کے شرعی دستور کی جو ایک شق یہ ہے کہ اس کی حدود مملکت میں اگر کوئی غیر مسلم رہنا چاہے تو وہ ایک مخصوص ٹیکس جس کو جزیہ کہتے ہیں ادا کر کے جان ومال کی حفاظت کے ساتھ رہ سکتا ہے اور اس کو "ذمی" کہا جاتا ہے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جزیہ کی یہ شق ختم کر دیں گے اور یہ قانون نافذ کریں گے کہ ان کی مملکت اسلامی کا شہری صرف مسلمان ہو سکتا ہے چنانچہ وہ حکم دیں گے کہ جتنے ذمی ہیں وہ سب مسلمان ہو جائیں ان کی حکومت کسی سے بھی دین حق کے علاوہ اور کوئی چیز قبول نہیں کرے گی اور چونکہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برکت سے ہر شخص کا ذہن وفکر خیر کی طرف مائل ہوگا اس

لئے تمام غیر مسلم ایمان لے آئیں گے پس اس جملہ کا حاصل بھی یہی ہے کہ وہ عیسائیت اور اس کے احکام و آثار کو بالکل مٹا دیں گے اور صرف اسلامی شریعت کو جاری و نافذ قرار دیں گے۔

اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ذمیوں سے جزیہ اس لئے اٹھائیں گے کہ ان کے زمانہ میں مال و دولت کی فراوانی اور اہل حرص کی کمی کی وجہ سے ایسا کوئی محتاج و ضرورتمند نہیں رہے گا جو ان سے جزیہ کا مال لینے والا ہو اس کی تائید آگے کی عبارت (ان کے زمانہ میں) مال و دولت کی فراوانی ہوگی الخ سے ہوتی ہے۔ حتی لا بقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الخ میں پہلا حتی تو یفیض المال سے متعلق ہے اور دوسرا "حتی" ان تمام مضامین سے متعلق ہے جو پہلے مذکور ہوئے ہیں یعنی صلیب توڑ ڈالنا وغیرہ! پس مطلب یہ ہے کہ دین اسلام اس طرح پھیل جائے گا اور اطاعت و عبادت کے ذریعہ آپس میں میل و محبت اس طرح پیدا ہو جائے گی کہ ایک سجدہ دنیا کی تمام متاع سے بہتر او قیمتی سمجھا جائے گا! یوں تو ہر زمانہ میں اور ہر وقت ایک سجدہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے یہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی خصوصیت نہیں ہے۔

لیکن یہ بات صرف اسی لئے کہی گئی ہے کہ اس زمانہ میں عبادت و اطاعت دراصل انسان کی طبیعت کا جز اور نفس کا تقاضا بن جائے گی اور لوگ طبعی طور پر بھی ایک سجدہ کو دنیا کی تمام متاع سے زیادہ پسندیدہ اور بہت سمجھنے لگیں گے! تاہم یہ احتمال بھی ہے کہ دوسرا "حتی" بھی "یفیض" سے متعلق ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس وقت مال و دولت کی اس قدر فراوانی ہوگی اور ہر شخص اس طرح مستغنی و بے نیاز ہو جائے گا کہ کسی کو اس (مال و دولت) کی کوئی رغبت و خواہش ہی نہیں رہے گی اور جب یہ صورت حال ہوگی تو مال کو خرچ کرنے کی فضیلت و پسندیدگی بھی جاتی رہے گی اور اصل ذوق و لگاؤ نماز سے باقی رہے گا کہ لوگ ایک سجدہ میں جو کیف و بھلائی محسوس کریں گے وہ دنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں پائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس آیت کریمہ کا ذکر کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کے بعد جب ایک ہی ملت اور ایک ہی دین کا دور دورہ ہو جائے گا اور تمام لوگوں کے درمیان سے دینی و مذہبی اختلاف و منافرت کا خاتمہ ہو جائے گا تو یہود و نصاریٰ کا وہ اختلاف و نفرت بھی کالعدم ہو جائے گا جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تئیں رکھتے ہیں۔ اور وہ (یہود و نصاریٰ) بھی اس ایمان و عقیدے کے حامل ہو جائیں گے جو مسلمان کا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی ایک بندی مریم کے بیٹے ہیں واضح رہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے مراد وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو اس زمانہ میں ہوں گے۔

اس آیت کی ایک تفسیر تو یہ ہے جو بیان کی گئی اور حضرت ابو ہریرہ نے اسی اعتبار سے اس آیت کو حدیث کے مضمون کی دلیل قرار دیا ہے۔ دوسری جو تفسیر بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مرنے سے پہلے (نزع کی حالت میں) ایمان نہ لاتا ہو لیکن اس وقت کا ایمان لانا کوئی اعتبار نہیں رکھتا اس تفسیر کی روشنی میں ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الا لیؤمنن بہ میں بہ کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ سبحانہ کی طرف راجع ہو اگر آیت کی یہی تفسیر مراد لی جائے تو پھر حاصل یہ نکلے گا

کہ ہر کافر مرنے سے پہلے (نزع کی حالت) اضطراری طور پر ایمان لاتا ہے لیکن اس وقت کا ایمان چونکہ کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا اس لئے چاہیئے کہ وہ (کافر اس وقت سے پہلے ہی بقصد واختیار ایمان قبول کرنے پر آمادہ ہو۔

| |
|---|
| وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ○ |
| اور کہیں شیطان تمھیں روک نہ دے، بے شک وہ تمھارے لیے کھلا دشمن ہے۔ |

## شیطان کا عداوات میں کھلا دشمن ہونے کا بیان

"وَلَا يَصُدَّنكُمْ" يَصْرِفنكُمْ عَنْ دِين اللّٰه "الشَّيْطَان إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوّ مُبِين" بَيِّن الْعَدَاوَة

اور کہیں شیطان تمھیں اللہ کے دین سے روک نہ دے، بے شک وہ تمھارے لیے عدوات میں کھلا دشمن ہے۔

یعنی جو شخص بھی قیامت کے آنے میں شک کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ وہ شیطان کے ہتھے چڑھ چکا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لے کہ شیطان کی سب سے بڑی دشمنی اور سب سے بڑی گمراہی یہی ہے کہ کوئی شخص قیامت کے بارے میں شک کرنے لگ جائے۔ اور شیطان سے بچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ انسان اللہ کی دی ہوئی ہدایات پر ناک کی سیدھ چلتا جائے۔ ادھر ادھر بالکل نہ مڑے۔

| |
|---|
| وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ |
| فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ |
| اور جب عیسیٰ (علیہ السلام) واضح نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا: یقیناً میں تمہارے پاس حکمت ودانائی لے کر آیا ہوں |
| اور کہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کررہے ہو تمہارے لئے خوب واضح کردوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزات واحکام شرعیہ لے کر آنے کا بیان

"وَلَمَّا جَاءَ عِيسَى بِالْبَيِّنَاتِ" بِالْمُعْجِزَاتِ وَالشَّرَائِع "قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ" بِالنُّبُوَّةِ وَشَرَائِع الْإِنْجِيل "وَلِأُبَيِّن لَكُمْ بَعْض الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ" مِنْ أَحْكَام التَّوْرَاة مِنْ أَمْر الدِّين وَغَيْره فَبَيَّنَ لَهُمْ أَمْر الدِّين،

اور جب عیسیٰ علیہ السلام واضح نشانیاں یعنی معجزات اور احکام شرعیہ لے کر آئے تو انہوں نے کہا: یقیناً میں تمہارے پاس حکمت یعنی نبوت اور انجیل کے احکام لے کر آیا ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ بعض باتیں جن میں یعنی احکام تورات میں جو دینی احکام ہیں ان میں تم اختلاف کررہے ہو تمہارے لئے دینی احکام کو خوب واضح کردوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

البینت کھلی دلیلیں۔ بینۃ کی جمع واضح اور کھلی دلیل خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوسہ۔ یہاں مراد معجزات حضرت عیسیٰ یا انجیل کی

آیات یا واضح احکام ہیں۔ جئتکم بالحکمۃ میں تمہارے پاس حکمت وموعظت کی باتیں لے کر آیا ہوں۔

ولابین ای وجئتکم لابین ۔ واو عاطفہ۔اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے لام علت کا ہے ابین مضارع واحد متکلم۔تبین تفعیل مصدر اور (اس لئے آیا ہوں) کہ کھول کر بیان کروں۔بعض الذی تختلفون فیہ: ای بعض امور الدین تختلفون فیہ ان شرعی ودینی امور کی تصریح جن کی بابت تمہارا آپس میں اختلاف ہے۔فاتقوا اللّٰہ سو تم اللہ سے ڈرو۔ف سببیہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پر حکمت تعلیم کا لانا حصول تقویٰ کا سبب ہے واطیعون: اطیعوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اطاعۃ (افعال) مصدر۔ن وقایہ ی واحد متکلم محذوف ہے۔اور تم سب میری اطاعت کرو۔میرا کہنا مانو۔(تفسیر مظہری، سورہ زخرف، لاہور)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ |
| مِنْۢ بَیْنِھِمْ ۚ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ○ |
| بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔پھر کئی گروہوں نے آپس میں |
| اختلاف کیا، سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کو رب ماننے کے اعلان کا بیان

"إِنَّ اللَّـهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاط " طَرِيق، "فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَاب مِنْ بَيْنهمْ " فِي عِيسَى أَهُوَ اللَّه أَوْ ابْن اللَّه أَوْ ثَالِث ثَلَاثَة "فَوَيْل " كَلِمَة عَذَاب "لِلَّذِينَ ظَلَمُوا " كَفَرُوا بِمَا قَالُوهُ فِي عِيسَى "مِنْ عَذَاب يَوْم أَلِيم" مُؤْلِم،

بے شک اللہ ہی میرا رب اور تمھارا رب ہے، پس اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔پھر کئی گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا، یعنی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا وہ اللہ ہیں یا ابن اللہ ہیں یا تین میں تیسرے ہیں سو ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا ایک دردناک دن کے عذاب سے بڑی ہلاکت ہے۔یہاں پر لفظ ویل یہ عذاب کا کلمہ ہے۔کیونکہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا وہ کفر کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان میں سے کسی نے کہا کہ عیسیٰ خدا تھے، کسی نے کہا خدا کے بیٹے، کسی نے کہا، تین میں کے تیسرے، غرض نصرانی فرقے فرقے ہوگئے یعقوبی، نسطوری، ملکانی، شمعونی۔

| |
|---|
| ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَۃَ اَنْ تَاْتِیَھُمْ بَغْتَۃً وَّھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○ |
| یہ لوگ کیا انتظار کر رہے ہیں کہ قیامت ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ |

## کفار مکہ کا قیامت کا انتظار کرنے کا بیان

"هَلْ يَنْظُرُونَ" أَيْ كُفَّار مَكَّة أَيْ مَا يَنْتَظِرُونَ "إِلَّا السَّاعَة أَنْ تَأْتِيهِمْ" بَدَل مِنْ السَّاعَة "بَغْتَة"

فَجْأَة "وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" بِوَقْتِ مَجِيئِهَا قَبْلَه،

یہ لوگ یعنی کفار مکہ کیا انتظار کر رہے ہیں بس یہی کہ قیامت ان پر اچانک آ جائے اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ یہاں پر لفظ تاً تیھم یہ ساعۃ سے بدل ہے۔ یعنی اس کے آنے سے پہلے انہیں کوئی پتہ بھی نہ چلے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتے اور یہ پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) اس بچے کی طرف دیکھتے جوان پوچھنے والوں کے ساتھ ہوتا تھا اور پھر فرماتے کہ اگر یہ بچہ زندہ رہا تو یہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے نہیں پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت ہو جائے گی۔"

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 82)

اگر یہ بچہ زندہ رہا الخ" کا مطلب یہ تھا کہ اس بچہ کے بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے سے پہلے تم سب وفات پا جاؤ گے اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا مذکورہ مدت کے عرصہ کے بعد ایک نسل کے خاتمہ اور ایک قرن یعنی عہد کے اختتام پذیر ہو جانے کی طرف اشارہ فرمایا اور یہ ایک پوری نسل کا ختم ہو جانا اور ایک زمانہ کا اپنی مدت کو پہنچ کر اختتام پذیر ہو جانا) ایک طرح سے قیامت ہی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کو" ساعتکم "" تمہاری قیامت سے تعبیر فرمایا اس حدیث کے سلسلہ میں زیادہ واضح بات تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ پوچھنے والوں نے " قیامت کبری" کے بارے میں پوچھا اور چونکہ ان کا یہ سوال ایسا تھا جس کا صحیح جواب دینا ممکن ہی نہیں تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیمانہ اسلوب میں مذکورہ جواب عنایت فرمایا۔ ساعتکم " (تمہاری قیامت)" اس مراد بعض حضرات کے نزدیک قیامت صغری یعنی پوچھنے والوں کا مر جانا" ہے اور بعض شارحین نے اس سے "قیامت وسطی" مراد لی ہے، جس کا مطلب ان جیسی عمر رکھنے والے سب لوگوں کا مر جانا ہے اور یہ طے ہے کہ یہ بات اکثر و غالب کے اقرار کے اعتبار سے فرمائی گئی ہے۔

| |
|---|
| اَلْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ○يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ |
| عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ○ |
| سارے دوست واحباب اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔ اے میرے بندو! |
| آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غم زدہ ہو گے۔ |

## قیامت کے دن برے لوگوں کی دوستی کا عداوت میں بدل جانے کا بیان

"الْأَخِلَّاء " عَلَى الْمَعْصِيَة فِي الدُّنْيَا "يَوْمئِذٍ" يَوْم الْقِيَامَة مُتَعَلِّق بِقَوْلِهِ "بَعْضهمْ لِبَعْضٍ عَدُوّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ" الْـمُتَـحَـابِّينَ فِي اللَّه عَلَى طَاعَته فَإِنَّهُمْ أَصْدِقَاء وَيُقَال لَهُمْ : "يَا عِبَاد لَا خَوْف عَلَيْكُمْ الْيَوْم وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ"

دنیا میں ہونے والے سارے دوست واحباب جو معصیت کی وجہ سے دوست تھے۔اس دن یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔سوائے پرہیزگاروں کے جو اللہ کی اطاعت کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے ہوں بے شک انہی کی دوستی ہے۔اُن سے فرمایا جائے گا،اے میرے مقرب بندو! آج کے دن تم پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غم زدہ ہو گے۔

## قیامت کے دن کی دوستی کا بیان

دینی دوستی اور وہ محبت جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہے باقی رہے گی۔حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے آپ نے فرمایا دو دوست مومن اور دو دوست کافر،مومن دوستوں میں ایک مرجاتا ہے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کرتا ہے یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرمانبرداری کا اور نیکی کرنے کا حکم کرتا تھا اور مجھے برائی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا ہے،یارب اس کو میرے بعد گمراہ نہ کر اور اس کو ہدایت دے جیسی میری ہدایت فرمائی اور اس کا اکرام کر جیسا میرا اکرام فرمایا،جب اس کا مومن دوست مرجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ تم میں ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ہر ایک کہتا ہے کہ یہ اچھا بھائی ہے،اچھا دوست ہے،اچھا رفیق ہے۔اور دو کافر دوستوں میں سے جب ایک مرجاتا ہے تو دعا کرتا ہے،یارب فلاں مجھے تیری اور تیرے رسول کی فرماں برداری سے منع کرتا تھا اور بدی کا حکم دیتا تھا،نیکی سے روکتا تھا اور خبر دیتا تھا کہ مجھے تیرے حضور حاضر ہونا نہیں،تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کی تعریف کرے تو ان میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے برا بھائی،برا دوست،برا رفیق۔(تفسیر خزائن العرفان،سورہ زخرف،لاہور)

## دنیا میں وضو کرانے والے کی قیامت کے دن سفارش کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اہل ایمان میں سے) جو لوگ (اپنے گناہوں کے سبب) دوزخی قرار دیئے جا چکے ہوں گے وہ اہل جنت یعنی علماء (اخیار اور صلحاء وابرار کے راستوں میں) صف باندھ کر کھڑے رہتے ہیں) اور پھر جب ایک جنتی ان کے سامنے سے گزرے گا تو ان دوزخیوں میں سے ایک شخص (اس جنتی کا نام لے کر) کہے گا اے فلانے! کیا تم مجھے نہیں پہنچاتے؟ میں وہ شخص ہوں جس نے ایک مرتبہ تمہیں پانی پلایا تھا انہیں میں کوئی شخص یہ کہے گا کہ میں وہی آدمی ہوں جس نے ایک مرتبہ تمہیں وضو کے لئے پانی دیا تھا وہ جنتی (یہ سن کر) اس کی شفاعت کرے گا اور اس کو جنت میں داخل کرائے گا۔(ابن ماجہ،مشکوٰۃ شریف:جلد پنجم:حدیث نمبر 171)

اس سے معلوم ہوا کہ فاسق وگناہ گار اگر اس دنیا میں اہل دین اور ارباب طاعت وتقوی کی کوئی خدمت وامداد کریں گے تو اس کا بہتر ثمرہ عقبیٰ میں پائیں گے اور ان کی مدد وشفاعت سے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔مظہر نے کہا ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ گویا اس امر کی ترغیب دی ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں اور خصوصاً بزرگ ونیک لوگوں کے ساتھ حسن وسلوک اور مروت واحسان کا برتاؤ کرنا چاہئے اور جب بھی ان کی ہم نشینی وصحبت میسر ہو جائے اس کو اختیار کرنے کا موقع گنوانا نہ چاہئے کیونکہ ان کی صحبت اور محبت دنیا میں حصول زینت وپاکیزگی اور آخرت میں حصول نور کا باعث ہے۔

| |
|---|
| الَّذِينَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۝ يُطَافُ |
| عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ |
| وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ |
| وہ جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔تم اور تمہارے ساتھ جڑے رہنے والے ساتھی جنت میں داخل ہوجاؤ |
| تمہاری تکریم کی جائے گی۔ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا اور وہاں وہ سب چیزیں ہوں گی جن کو دل |
| چاہیں گے اور آنکھیں راحت پائیں گی اور تم وہاں ہمیشہ رہو گے۔اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، |
| اس کی وجہ سے جو تم عمل کرتے تھے۔تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن سے تم کھاتے ہو۔ |

## اہل ایمان کیلئے جنت اور اس کی نعمتوں کا بیان

"الَّذِينَ آمَنُوا" نَعْت لِعِبَادِی "بِآيَاتِنَا" الْقُرْآن، "اُدْخُلُوا الْجَنَّة أَنْتُمْ" مُبْتَدَأ "وَأَزْوَاجكُمْ" زَوْجَاتكُمْ "تُحْبَرُونَ" تُسَرُّونَ وَتُكْرَمُونَ خَبَر الْمُبْتَدَأ، "يُطَاف عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ" بِقِصَاعٍ "مِنْ ذَهَب وَأَكْوَاب" جَمْع كُوب وَهُوَ إنَاء لَا عُرْوَة لَهُ لِيَشْرَب الشَّارِب مِنْ حَيْثُ شَاءَ "وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيه الْأَنْفُس" تَلَذُّذًا "وَتَلَذّ الْأَعْيُن" نَظَرًا، "لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَة كَثِيرَة مِنْهَا" أَيْ بَعْضهَا "تَأْكُلُونَ" وَكُلّ مَا يُؤْكَل يَخْلُف بَدَله،

وہ جو ہماری آیتوں یعنی قرآن پر ایمان لائے اور مسلمان تھے۔یہاں پر بندوں کی تعریف ہے۔تم اور تمہارے ساتھ جڑے رہنے والے ساتھی سب جنت میں داخل ہوجاؤ۔یہاں پر لفظ انتم یہ مبتداء ہے۔(جنت کی نعمتوں، راحتوں اور لذّتوں کے ساتھ) تمہاری تکریم کی جائے گی۔یہاں تک جملہ مبتداء کی خبر ہے۔

ان پر سونے کی پلیٹوں اور گلاسوں کا دور چلایا جائے گا۔یہاں پر لفظ اکواب یہ کوب کی جمع ہے اور وہ برتن ہے جس کی ٹونٹی نہ ہو بلکہ گلاس وغیرہ ہو کہ پینے والا جس طرف سے چاہے پی لے۔اور وہاں وہ سب چیزیں موجود ہوں گی جن کو دل چاہیں گے اور جن سے آنکھیں راحت پائیں گی یعنی دیکھنے سے بھی راحت نصیب ہوگی۔اور تم وہاں ہمیشہ رہو گے۔تمھارے لیے اس میں بہت سے میوے ہیں، جن میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔اور جو کھائیں گے فوری طور پر اس کا بدل موجود پائیں گے۔

## اہل جنت اور ان کیلئے نعمتوں کا بیان

حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کا عرض ایک اور روایت میں ہے کہ "جس کا طول ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہوگا، اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس (مومن) کے اہل خانہ ہونگے اور ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ان سب اہل خانہ

کے پاس مومن آتا جاتا رہے گا۔ (مومن کے لئے) دو جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، باسن (مکانات ومحلات اور خانہ داری کے دوسرے ضروری وآرائشی سامان تخت کرسی میز پلنگ، جھاڑ، فانوس، یہاں تک درخت وغیرہ) سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتوں کے برتن باسن اور ان میں ہر چیز سونے کی ہوگی اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت وبزرگی کے پردہ کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔
(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 183)

یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ زیادہ صحیح اس روایت کے الفاظ ہیں جس میں اس خیمہ کا عرض ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر بیان کیا گیا ہے یا اس روایت کے الفاظ زیادہ صحیح ہیں جس میں خیمہ کے طول کو ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر بتایا گیا ہے، اصل مقصد اس خیمہ کی وسعت وکشادگی کو بیان کرنا ہے جو دونوں روایتوں سے حاصل ہو جاتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس خیمہ کی چوڑائی ساٹھ کوس کے بقدر ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی لمبائی کتنی زیادہ ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی لمبائی ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہے تو اس پر قیاس کر کے اس کی چوڑائی کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

اہل خانہ" سے مراد بیوی وغیرہ ہیں! اور ایک شارح نے لکھا ہے کہ "اہل" سے مراد بیویاں ہیں جو اس مومن کو وہاں ملیں گی اور جن سے وہ جنسی لذت حاصل کرے گا، چنانچہ "آتا جاتا رہے گا" کے الفاظ کے ذریعہ اسی بات کو کنایہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ مومن اپنی ان بیویوں کے ساتھ جنسی اختلاط کرتا رہے گا۔

اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جنتیں خالص چاندی کی اور دو جنتیں خالص سونے کی ہوں گی جب کہ ایک روایت میں جنت کی عمارتوں اور محلات کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ان میں جو اینٹیں لگی ہوں گی ان کی ترتیب یہ ہوگی کہ ایک اینٹ تو سونے کی ہوگی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہوگی کہ پہلی روایت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو جنت کے اندر ہوں گی، جیسے برتن، باسن اور دیگر اشیاء چنانچہ ایک جنت میں تو تمام چیزیں سونے کی ہوں گی اور ایک جنت میں تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی۔

اور دوسری روایت میں جنت کی عمارتوں کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ جنت کی ہر عمارت ومحل کی دیوار میں سونے اور چاندی کی اینٹیں ہوں گی۔ جنتوں کی تعداد اور ان کے نام علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنتیں چار ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورت رحمٰن میں فرمایا ہے۔ (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ، الرحمٰن: 46) "اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا ہو اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔" اس کے بعد کی آیتوں میں ان دونوں جنتوں کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی گئی ہے اور پھر ارشاد ہوا۔ (وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ، الرحمٰن: 16) "اور ان دو جنتوں سے کم درجہ میں دو جنتیں اور ہیں۔" پہلی دو جنتوں کی طرح آگے کی آیات میں ان دو جنتوں کی بھی تعریف وتوصیف بیان کی گئی ہے۔

رہی حدیث کی بات تو اوپر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کہ یہ الفاظ جنتان من فضة انيتهما وما فيها وجنتان من ذهب انيتهما وما فيها اس پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ جنتیں چار ہیں اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جنتان من الذهب للسابقين وجنتان من فضة لاصحاب اليمين۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت میں "جنتان" (دو جنتوں) کا جو لفظ ہے اس سے جنت کی دو قسمیں مراد ہوں یعنی ان جنتوں میں سے ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی ہوگی۔ حاصل یہ نکلا کہ اصل میں چار جنتیں ہیں، دو سونے کی ہیں جو خاص مقربین کے لئے ہیں اور دو چاندی کی ہیں جو عام مومنین کے لئے ہیں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ "جنتان" گو تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ سے کثرت (یعنی دو سے زائد کی تعداد) بھی مراد ہوتی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ "جنتان" سے مراد چار چار جنتیں ہوں اور " کاملین" کو ان دو اصل جنتوں کے علاوہ جو دو جنتیں اور عطا ہوں جو سونے اور چاندی ہی کی ہوں گی اور وہ جنتیں زیبائش وخوشنمائی کے لئے ان کاملین کے محلات کے دائیں بائیں واقع ہوں گی، اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں جنت کے تعلق سے آٹھ نام ذکر ہوئے ہیں۔

اور وہ یہ ہیں (۱) جنت العدن (۲) جنت الفردوس (۳) جنت الخلد (۴) جنت النعیم (۵) جنت الماویٰ (۶) دار السلام (۷) دار القرار (۸) دار المقامہ۔ "اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف ان کو دیکھنے۔۔ الخ۔ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ جسمانی حجاب اور طبعی کدورتیں جو بندے اور پروردگار کے دیدار کے درمیان حائل ہوتی ہیں اٹھ جائیں گی مگر ذات مقدس کی کبریائی وعظمت اور ہیبت وجلال کا پردہ باقی رہے گا تاہم اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس پردہ کو بھی اٹھا دے گا یعنی نظروں کو تاب دیدار بخش دے گا اور جنتی لوگ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُوْنَ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ إِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ۝

بیشک مجرم لوگ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ جو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔ اور وہ پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کردے۔ وہ کہے گا بے شک تم (یہیں) ٹھہرنے والے ہو۔

## جہنم میں مجرمین کے احوال کا بیان

"لَا يُفَتَّر" يُخَفَّف "عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ" سَاكِتُونَ سُكُوت يَأْس، "وَنَادَوْا يَا مَالِك" هُوَ خَازِن النَّار "لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبّك" لِيُمِتْنَا "قَالَ" بَعْد أَلْف سَنَة "إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ" مُقِيمُونَ فِي الْعَذَاب دَائِمًا،

جو ان سے ہلکا نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں ناامید ہو کر پڑے رہیں گے۔ یعنی خاموشی سے بے امید ہو جائیں گے۔ اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا اور لیکن وہ خود ہی ظالم تھے۔ اور وہ جہنم کے خازن کو پکاریں گے اے مالک! تیرا رب ہمارا کام تمام ہی کردے۔

یعنی ہم موت دے دے وہ کہے گا تو وہ ایک ہزار سال کے بعد کہے گا۔ بے شک تم یہیں ٹھہرنے والے ہو۔ تم ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہو۔

## دوزخ اور دوزخیوں کے عذاب کا بیان

اوپر چونکہ نیک لوگوں کا حال بیان ہوا تھا اس لئے یہاں بدبختوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ یہ گنہگار جہنم کے عذابوں میں ہمیشہ رہیں گے ایک ساعت بھی انہیں ان عذابوں میں تخفیف نہ ہوگی اور اس میں وہ ناامید محض ہو کر پڑے رہیں گے ہر بھلائی سے وہ مایوس ہو جائیں گے ہم ظلم کرنے والے نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی جان پر آپ ہی ظلم کیا ہم نے رسول بھیجے کتابیں نازل فرمائیں حجت قائم کر دی لیکن یہ اپنی سرکشی سے عصیان سے طغیان سے باز نہ آئے اس پر یہ بدلہ پایا اس میں اللہ کا کوئی ظلم نہیں اور نہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے یہ جہنمی مالک کو یعنی داروغہ جہنم کو پکاریں گے، صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا یہ موت کی آرزو کریں گے تا کہ عذاب سے چھوٹ جائیں لیکن اللہ کا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ (وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ، فاطر:36) یعنی نہ تو انہیں موت آئے گی اور نہ عذاب کی تخفیف ہوگی اور فرمان باری ہے آیت (وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى، الأعلى:11) یعنی وہ بدبخت اس نصیحت سے علیحدہ ہو جائے گا جو بڑی سخت آگ میں پڑے گا پھر وہاں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔ پس جب یہ داروغہ جہنم سے نہایت لجاجت سے کہیں گے کہ آپ ہماری موت کی دعا اللہ سے کیجئے تو وہ جواب دے گا کہ تم اسی میں پڑے رہنے والے ہو مرو گے نہیں۔

ابن عباس فرماتے ہیں مکث ایک ہزار سال ہے۔ یعنی نہ مرو گے نہ چھٹکارا پاؤ گے نہ بھاگ سکو گے پھر ان کی سیاہ کاری کا بیان ہو رہا ہے کہ جب ہم نے ان کے سامنے حق کو پیش کر دیا واضح کر دیا تو انہوں نے اسے ماننا تو ایک طرف اس سے نفرت کی۔ ان کی طبیعت ہی اس طرف مائل نہ ہوئی حق اور حق والوں سے نفرت کرتے رہے اس سے رکتے رہے ہاں ناحق کی طرف مائل رہے ناحق والوں سے ان کی خوب بنتی رہی۔ پس تم اپنے نفس کو یہی ملامت کرو اور اپنے ہی اوپر افسوس کرو لیکن آج کا افسوس بھی بے فائدہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۝اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ۝ |
| بلاشبہ ہم تو تمہارے پاس حق لے کر آئے ہیں اور لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔ |
| کیا انہوں نے پختہ کر لی ہے تو ہم پختہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فریب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

"لَقَدْ جِئْنَاكُمْ" أَيْ أَهْل مَكَّة "بِالْحَقِّ" عَلَى لِسَان الرَّسُول، "أَمْ أَبْرَمُوا" أَيْ كُفَّار مَكَّة: أَحْكَمُوا "أَمْرًا" فِي كَيْد مُحَمَّد النَّبِيّ "فَإِنَّا مُبْرِمُونَ" مُحْكِمُونَ كَيْدنَا فِي إِهْلَاكهمْ،

بلاشبہ ہم تو تمھارے یعنی اہل مکہ کے پاس حق یعنی رسول مکرم ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعے حق لے کر آئے ہیں اور لیکن تم میں سے اکثر حق کو ناپسند کرنے والے ہیں۔

کیا انہوں نے یعنی کفار مکہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کوئی تدبیر پختہ کر لی ہے تو ہم بھی ان کی ہلاکت کا پختہ فیصلہ کرنے والے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے اور فریب سے ایذا پہنچانے کا اور درحقیقت ایسا ہی تھا کہ قریش دارُالندوہ میں جمع ہو کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذارسانی کے لئے حیلے سوچتے تھے۔

حضرت مجاہد کی یہی تفسیر ہے اور اس کی شہادت اس آیت میں ہے (وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ، النمل:50) یعنی انہوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی اس طرح تدبیر کی کہ انہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مشرکین حق کو ٹالنے کے لئے طرح طرح کی حیلہ سازی کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں دھوکے میں ہی رکھا اور ان کا وبال جب تک ان کے سروں پر نہ آ گیا اور ان کی آنکھیں نہ کھلیں اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ کیا ان کا گمان ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتیں اور خفیہ سرگوشیاں سن نہیں رہے؟ ان کا گمان بالکل غلط ہے ہم تو انکی سرشت تک سے واقف ہیں بلکہ ہمارے مقرر کردہ فرشتے بھی ان کے پاس بلکہ ان کے ساتھ ہیں جو نہ صرف دیکھ ہی رہے ہیں بلکہ لکھ بھی رہے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ زخرف، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ٥ |
| یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے ان کے پاس لکھتے رہتے ہیں۔ |

## فرشتوں کے پاس لوگوں کے احوال کے لکھے جانے کا بیان

"أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَع سِرّهمْ وَنَجْوَاهُمْ" مَا يُسِرُّونَ إِلَى غَيْرهمْ وَمَا يَجْهَرُونَ بِهِ بَيْنهمْ "بَلَى" نَسْمَع ذَلِكَ "وَرُسُلنَا" الْحَفَظَة "لَدَيْهِمْ" عِنْدهمْ "يَكْتُبُونَ" ذَلِكَ

یا وہ گمان کرتے ہیں کہ بے شک ہم ان کا راز اور ان کی سرگوشی نہیں سنتے، یعنی جو وہ چھپا کر دوسروں کا بتاتے ہیں یا ظاہری طور پر بتاتے ہیں۔ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے ہوئے یعنی فرشتے ان کے پاس یہ سب کچھ لکھتے رہتے ہیں۔

## سورہ زخرف آیت ۸۰ کے شان نزول کا بیان

اس آیت کے شان نزول میں محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمہ سے رویت ہے کہ اس دوران تین افراد جن میں سے دو قریشی اور ایک ثقفی تھا یا دو ثقفی یا ایک قریش تھا کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان تھے کہ ان میں سے ایک نے کہا تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ ہمارا کلام سنتا ہے دوسرے نے کہا جب تم بلند آواز میں بات کرتے ہو تو سنتا ہے اور جب آہستہ بات کرتے ہو تو نہیں سنتا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 254، قرطبی 16۔119، طبری 25۔60)

ان کی خفیہ تدبیروں کی ناکامی کی اصل وجہ یہ تھی کہ جنہیں وہ اپنی خفیہ تدبیریں سمجھتے تھے وہ خفیہ نہیں ہوتی تھیں۔ہم ان کے سب خفیہ مشورے، ان کی باہمی گفتگو ان کی سازشیں سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہوتے ہیں۔ پھر ہمارے فرشتے یہ سب کچھ ریکارڈ بھی کرتے جاتے ہیں۔جو قیامت کے دن ہم ان کے سامنے لا رکھیں گے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ |
| وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۝ |
| فرما دیجئے کہ اگر (بفرضِ محال) رحمان کے (ہاں) کوئی لڑکا ہوتا تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔ |
| آسمانوں اور زمین کا پروردگار، عرش کا مالک پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کا اولاد سے پاک ہونے کا بیان

"قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَنِ وَلَد " فَرْضًا "فَأَنَا أَوَّل الْعَابِدِينَ " لِلْوَلَدِ لَكِنْ ثَبَتَ أَنْ لَا وَلَد لَهُ تَعَالَى فَانْتَفَتْ عِبَادَته، "سُبْحَان رَبّ السَّمَوَات وَالْأَرْض رَبّ الْعَرْش " الْكُرْسِيّ "عَمَّا يَصِفُونَ" يَقُولُونَ مِنْ الْكَذِب بِنِسْبَةِ الْوَلَد إلَيْهِ،

فرما دیجئے کہ اگر بفرضِ محال رحمان کے ہاں کوئی لڑکا ہوتا یا اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔لیکن اس کا کوئی بیٹا نہیں لہٰذا عبادت بھی نہ ہوگی۔آسمانوں اور زمین کا پروردگار، عرش یعنی کرسی کا مالک پاک ہے ان باتوں سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔یعنی اللہ طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو۔

## سورہ زخرف آیت ۸۱ کے شان نزول کا بیان

نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا دیکھتے ہو قرآن میں میری تصدیق آ گئی ولید نے کہا کہ تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رحمٰن کے ولد نہیں ہے اور میں اہل مکہ میں سے پہلا موحّد ہوں، اس سے ولد کی نفی کرنے والا، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کی تنزیہ کا بیان ہے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ زخرف، لاہور)

یعنی اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تجویز کی جائیں۔آپ کہہ دیجئے کہ اگر بفرض محال خدا کے اولاد ہو تو پہلا شخص میں ہوں جو اس کی اولاد کی پرستش کرے۔کیونکہ میں دنیا میں سب سے زیادہ خدا کی عبادت کرنے والا ہوں۔اور جس کو جس قدر علاقہ خدا کے ساتھ ہوگا اسی نسبت سے اس کی اولاد کے ساتھ ہونا چاہیے۔پھر جب میں باوجود اول العابدین ہونے کے کسی ہستی کو اس کی اولاد نہیں مانتا تو تم کون سے اللہ کا حق ماننے والے ہو جو اس کی فرضی اولاد تک کے حقوق پہچانو گے۔

فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ۝

وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

پس آپ انہیں چھوڑ دیجئے، بیکار بحثوں میں پڑے رہیں اور لغو کھیل کھیلتے رہیں حتیٰ کہ اپنے اس دن کو پالیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔

## دنیا کے کھیل تماشہ والوں کیلئے گمراہی میں پڑے رہنے کا بیان

"فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا " فِي بَاطِلهم "وَيَلْعَبُوا" فِي دُنْيَاهُمْ "حَتّٰى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ" فِيهِ الْعَذَاب وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة، "وَهُوَ الَّذِي" هُوَ "فِي السَّمَاء إِلَه وَفِي الْأَرْض إِلَه" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِسْقَاط الْأُولَى وَتَسْهِيلهَا كَالْيَاءِ أَيْ مَعْبُود وَكُلّ مِنْ الظَّرْفَيْنِ مُتَعَلِّق بِمَا بَعْده "وَهُوَ الْحَكِيم" فِي تَدْبِير خَلْقه "الْعَلِيم" بِمَصَالِحِهِمْ،

پس آپ انہیں باطل میں چھوڑ دیجئے، دنیا میں بیکار بحثوں میں پڑے رہیں اور لغو کھیل کھیلتے رہیں حتیٰ کہ اپنے اس دن کو پالیں گے جس کا ان سے عذاب کا وعدہ کیا جارہا ہے۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔

اور وہی ہے جو آسمانوں میں معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور پہلی کے اسقاط کے ساتھ بھی اور یاء کی طرح دونوں کی تسہیل بھی آئی ہے۔ اور یہاں پر دونوں ظرف ہیں جو اپنے مابعد سے متعلق ہیں۔ اور اپنی مخلوق کی تدبیر میں حکمت والا، ان کی مصلحتوں کو جاننے والا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین سے اعراض کرلیں اور ان کی بدزبانی کا بدکلامی سے جواب نہ دو بلکہ ان کے دل پر چانے کی خاطر قول میں اور فعل میں دونوں میں نرمی برتو کہہ دو کہ سلام ہے۔ انہیں ابھی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ اس میں رب قدوس کی طرف سے مشرکین کو بڑی دھمکی ہے اور یہی ہو کر بھی رہا۔ کہ ان پر وہ عذاب آیا جو ان سے ٹل نہ سکا حضرت حق جل وعلانے اپنے دین کو بلند وبالا کیا اپنے کلمہ کو چاروں طرف پھیلا دیا اپنے موحد مومن اور مسلم بندوں کو قوی کر دیا اور پھر انہیں جہاد کے اور جلاوطن کرنے کے احکام دے کر اس طرح دنیا میں غالب کر دیا اللہ کے دین میں بیشمار آدمی داخل ہوئے اور مشرق ومغرب میں اسلام پھیل گیا۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝

اور بہت برکت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

## اللہ تعالیٰ برکت وعظمت والا ہے

"وَتَبَارَكَ" تَعَظَّمَ "الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَعِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ" مَتَى تَقُومُ "وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ،

اور بہت برکت یعنی عظمت والا ہے وہ جس کے پاس آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس کی بھی جوان دونوں کے درمیان ہے اور اسی کے پاس قیامت کا علم ہے کہ وہ کب قائم ہوگی۔ اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ ترجعون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تبارک۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے تبارک (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اس کو اسم فعل بتاتے ہیں۔

لہ میں لام تملیک (ملکیت جتانے کے لئے) کا ہے لہ ملک السموت والرض وما بینھما آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اسی کی ہے۔ ما موصولہ ہے۔

| |
|---|
| وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○ |
| اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے مگر جنہوں نے حق کی گواہی دی اور وہ اسے جانتے بھی تھے۔ |

## انبیائے کرام اہل ایمان کیلئے شفاعت کریں گے

"وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ" يَعْبُدُونَ أَيِ الْكُفَّار "مِنْ دُونِه" أَيْ مِنْ دُونِ اللّٰه "الشَّفَاعَةَ" لِأَحَدٍ "إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ" أَيْ قَالَ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه "وَهُمْ يَعْلَمُونَ" بِقُلُوبِهِمْ مَا شَهِدُوا بِهِ بِأَلْسِنَتِهِمْ وَهُمْ عِيسَى وَعُزَيْر وَالْمَلَائِكَة فَإِنَّهُمْ يَشْفَعُونَ لِلْمُؤْمِنِينَ،

اور جن کی یہ کافر لوگ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں وہ تو کسی ایک کیلئے بھی شفاعت کا کوئی اختیار نہیں رکھتے مگر جنہوں نے حق کی گواہی دی، ان کے برعکس شفاعت کا اختیار ان کو حاصل ہے۔ یعنی جس نے لا الہ الا اللہ کہا اور وہ اسے دلوں کے یقین کے ساتھ جانتے بھی تھے۔ یعنی ان کے دلوں نے وہی گواہی دی جوان کی زبانوں کے ساتھ تھا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے ہیں کیونکہ وہ اہل ایمان کی سفارش کریں گے۔

## خلوص نیت سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کیلئے شفاعت کا بیان

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن میری

شفاعت کے لئے نصیب والا شخص وہ ہوگا، جس نے (دنیا میں) خلوص تہ دل سے، یا یہ فرمایا کہ خلوص تہ نفس سے لا الہ الا اللہ کہا ہوگا۔"
(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 147)

من قلبہ او من نفسہ میں حرف او کے ذریعے راوی نے اپنے شک کا اظہار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں من قلبہ کے الفاظ ارشاد فرمائے تھے یا من نفسہ کے، بہر حال دونوں کے معنی ایک ہی ہیں کیونکہ "نفس" سے مراد بھی "دل" ہی ہے نیز خالصا من قلبہ (خلوص تہ دل) ترکیب تاکیدی ہے، کیونکہ "خلوص" کی جگہ تہ دل یعنی دل کی گہرائی ہی ہے نہ کہ کچھ اور، اس اعتبار سے تہ دل کا دوسرا نام "خلوص" ہے پس" کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے" میں نے فلاں چیز کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے یا میں نے فلاں بات اپنے کان سے سنی ہے۔ حدیث میں اسعد کا لفظ "سعید" کے معنی میں ہے اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص اہل توحید میں سے نہیں ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے فیض یاب نہیں ہوگا یا من قال سے مراد وہ شخص ہے جس کے نامہ اعمال میں ایسا کوئی بھی عمل نہ ہو جس کے سبب وہ رحمت کا مستحق قرار پا سکے اور دوزخ کی آگ سے نجات پانے کا سزاوار ہو سکے، اس صورت میں ظاہر ہے کہ شفاعت کا سب سے زیادہ ضرورت مند وہی شخص ہوگا اور شفاعت اسی کو سب سے زیادہ فائدہ پہنچائے گی۔

| |
|---|
| وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا |
| يُؤْمِنُوْنَ ○ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اور اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے: اللہ نے، پھر وہ کہاں بھٹکتے |
| پھرتے ہیں۔ قسم ہے رسول کے "یارب" کہنے کی! کہ بے شک یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ |
| پس ان سے درگزر کرو اور فرماؤ بس سلام ہے کہ آگے جان جائیں گے۔ |

## اقرار خالق کے باوجود گمراہ ہونے والوں کا بیان

"وَلَئِنْ" لَام قَسَم "سَأَلْتهم مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰه" حُذِفَ مِنْهُ نُون الرَّفْع وَوَاو الضَّمِير "فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ" يُصْرَفُونَ عَنْ عِبَادَة اللّٰه "وَقِيلِهِ" أَيْ قَوْل مُحَمَّد النَّبِيّ وَنَصْبه عَلَى الْمَصْدَر بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر أَيْ وَقَالَ "يَـا رَبّ إِنَّ هَؤُلَاءِ قَوْم لَا يُؤْمِنُونَ" "فَاصْفَحْ" أَعْرِضْ "عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَام" مِنْكُمْ وَهَذَا قَبْل أَنْ يُؤْمَر بِقِتَالِهِمْ "فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء تَهْدِيد لَهُمْ،

یہاں پر لفظ لئن میں لام قسمیہ ہے۔ اور اگر آپ ان سے دریافت فرمائیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے، یہاں پر لیقولن میں نون رفع کو اور واؤ ضمیر کو حذف کیا گیا ہے۔ اللہ نے، پھر وہ اس کی عبادت سے کہاں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ قسم ہے رسول یعنی حضرت محمد ﷺ کے فرمان "یارب" کہنے کی! یہاں پر قیلہ کا نصب مصدر ہونے جو ماقبل فعل مقدر کے سبب ہے۔ کہ بے شک

یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے۔ پس ان سے درگزر کرو یعنی ان سے اعراض کریں۔اور فرماؤ بس سلام ہے۔ یہ حکم بھی جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔ کہ آگے جان جائیں گے۔یعلمون یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے اس میں ان کیلئے تہدید ہے۔

## غیر مسلم کو سلام کرنے کی ممانعت کا بیان

آخر میں وہی تلقین کی گئی ہے جو ہر داعی حق کو ہمیشہ کی گئی کہ مخالفین کے دلائل وشبہات کا جواب تو دے دو لیکن وہ جو جہالت وحماقت یا دشنام طرازی کی بات کریں، اس کا جواب انہی کی زبان میں دینے کے بجائے سکوت اختیار کرو۔اور یہ جو فرمایا کہ کہہ دو تم کو سلام کرتا ہوں، اس سے مقصد یہ نہیں ہے کہ انہیں السلام علیکم کہا جائے۔

کیونکہ کسی غیر مسلم کو ان الفاظ سے سلام کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب کسی شخص سے قطع تعلق کرنا ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ میری طرف سے سلام یا تمہیں سلام کرتا ہوں۔اس سے حقیقی طور پر سلام کرنا مقصد نہیں ہوتا، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں خوبصورتی کے ساتھ تم سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہوں۔لہٰذا جن حضرات نے اس آیت سے استدلال کر کے کافروں کو السلام علیکم یا سلام کہنا جائز قرار دیا ہے ان کا قول مرجوح ہے۔(روح المعانی، سورہ زخرف، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستے پر چلے جانے پر مجبور کرو۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 569)

سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو۔ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تم ان کو السلام علیکم نہ کہو کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہیں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا جو دین دشمن اور اللہ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعہ الفت ومحبت کے مراسم کو قائم کرنا بھی جائز نہیں ہیں کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے۔آیت (لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ، آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہوں۔

ہاں اگر وہ لوگ سلام میں خود پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ھداک اللہ کہا جائے نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی ضرورت ومجبوری کی بناء پر یہود ونصاری کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔اسلامی سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی یوں کہے کہ اسرجعت سلامی میں اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرتا ہوں۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاری جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکر و فریب کی طاقتوں کے ذریعہ اللہ کے جھنڈے کو سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تا کہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ مشکوٰۃ کے بعض حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تا کہ راستے کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی آمد و رفت کے لئے مخصوص رہے۔

## سورہ زخرف کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ زخرف کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الدُّخَان

## یہ قرآن مجید کی سورت دخان ہے

### سورت دخان کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الدُّخَان (مَكِّيَّة إِلَّا آيَة 15 وَآيَاتهَا 56 أَوْ 57 أَوْ 59)

سورہ دخان مکی ہے، اس میں تین رکوع اور ستاون یا انسٹھ آیات اور تین سو چھیالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو اکتیس حروف ہیں۔

### سورت دخان کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۱۰ میں لفظ دخان استعمال ہوا ہے جس کا معنی دھواں ہے۔ کہ قیامت کے دن آسمان مثل دھواں آئے گا۔ لہٰذا اسی بیان قیامت میں آسمان کے آنے کی مناسبت سے یہ سورت دخان کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت دخان کو رات میں پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص رات میں حم الدخان (یعنی سورت دخان) پڑھتا ہے تو وہ اس حالت میں صبح کرتا ہے کہ ستر ہزار فرشتے اس کے لئے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 660)

اور حدیث میں ہے کہ جس نے اس سورۃ کو جمعہ کی رات پڑھا اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن صیاد کے سامنے اپنے دل میں سورہ دخان کو پوشیدہ کر کے اس سے پوچھا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے؟ اس نے کہا (درخ) آپ نے فرمایا بس پرے ہٹ جا نامراد رہ گیا جو اللہ چاہتا ہے ہوتا ہے پھر آپ لوٹ گئے۔ (مسند بزار)

| |
|---|
| حٰمٓ ○ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ○ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ○ |
| حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں روشن کتاب کی قسم، ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات |
| میں نازل کیا ہے ہم بیشک عذاب سے ڈرانے والے تھے۔ اس رات میں تمام حکمت و مصلحت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ |

## قرآن مجید کا برکت والی رات میں نازل ہونے کا بیان

"حم" اللّٰـه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "وَالْكِتَاب" الْقُرْآن "الْمُبِين" الْمُظْهِر الْحَلَال مِنْ الْحَرَام "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَة مُبَارَكَة" هِيَ لَيْلَة الْقَدْر أَوْ لَيْلَة النِّصْف مِنْ شَعْبَان نَزَلَ فِيهَا مِنْ أُمّ الْكِتَاب مِنْ السَّمَاء السَّابِعَة إِلَى سَمَاء الدُّنْيَا "إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ" مُخَوِّفِينَ بِهِ
"فِيهَا" أَيْ فِي لَيْلَة الْقَدْر أَوْ لَيْلَة النِّصْف مِنْ شَعْبَان "يُفْرَق" يُفْصَل "كُلّ أَمْر حَكِيم" مُحْكَم مِنْ الْأَرْزَاق وَالْآجَال وَغَيْرهمَا الَّتِي تَكُون فِي السَّنَة إِلَى مِثْل تِلْكَ اللَّيْلَة

حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ روشن کتاب یعنی قرآن کی قسم، جو حلال کو حرام سے ظاہر کر دینے والی ہے۔ ہم نے اس قرآن کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ اور قدر کی رات ہے یا وہ نصف شعبان کی رات ہے۔ کیونکہ اس میں ام الکتاب جو سات آسمانوں سے آسمان دنیا پر نازل ہوئی ہے۔ ہم بیشک عذاب سے ڈرانے والے تھے۔ اس رات یعنی لیلۃ القدر یا نصف شعبان کی رات میں میں تمام حکمت و مصلحت کے امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ جن کا تعلق رزق، اموات وغیرہما سے ہے۔ جو اس سال میں آنے والی اسی رات کیلئے ہوتے ہیں۔

## شب قدر یا شب برأت مراد ہونے میں مفسرین کے اقوال کا بیان

مبارک رات سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک شب قدر ہے جو رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔ اس رات کو مبارک فرمانا اس لئے ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر بے شمار خیرات و برکات نازل ہوتی ہیں اور قرآن کریم کا شب قدر میں نازل ہونا قرآن کی سورہ قدر میں تصریح کے ساتھ آیا ہے۔ (آیت) انا انزلنہ فی لیلۃ القدر، اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں بھی لیلۃ مبارکہ سے مراد شب قدر ہی ہے۔ اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں ابتداء دنیا سے آخر تک اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمائی ہیں وہ سب کی سب ماہ رمضان المبارک ہی کی مختلف تاریخوں میں نازل ہوئی ہیں۔

حضرت قتادہ نے بروایت واثلہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صحف ابراہیم علیہ السلام رمضان کی پہلی تاریخ میں اور تورات رمضان کی چھٹی تاریخ میں، زبور بارہویں میں، انجیل اٹھارویں میں اور قرآن چوبیس تاریخ گزرنے کے بعد یعنی پچیسویں شب میں نازل ہوا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ دخان، بیروت)

قرآن کے شب قدر میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوح محفوظ سے پورا قرآن سماء دنیا پر اسی رات میں نازل کر دیا گیا تھا۔ پھر تیئس سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ ہر سال میں جتنا قرآن نازل ہونا مقدر ہوتا تھا اتنا ہی شب قدر میں لوح محفوظ سے سماء دنیا پر نازل کر دیا جاتا تھا۔

اور بعض مفسرین عکرمہ وغیرہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اس آیت میں لیلہ مبارکہ سے مراد شب برات یعنی نصف شعبان کی

رات قرار دی ہے مگر اس رات میں نزول قرآن دوسری تمام نصوص قرآن اور روایات حدیث کے خلاف ہے (آیت) شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن اور انا انزلنا فی لیلۃ القدر جیسی کھلی نصوص کے ہوتے ہوئے بغیر کسی قوی دلیل کے نہیں کہا جا سکتا کہ نزول قرآن شب برات میں ہوا۔ البتہ شعبان کی پندرھویں شب کو بعض روایات حدیث میں شب برات یا لیلۃ الصک کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس رات کا مبارک ہونا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کا ذکر ہے۔ اس کے ساتھ بعض روایات میں یہ مضمون بھی آیا ہے جو اس جگہ لیلہ مبارکہ کی صفت میں بیان فرمایا ہے یعنی (آیت) فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ۔ امرا من عندنا یعنی اس رات میں ہر حکمت والے معاملہ کا فیصلہ ہماری طرف سے کیا جاتا ہے، جس کے معنی حضرت ابن عباس یہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ رات جس میں نزول قرآن ہوا، یعنی شب قدر، اسی میں مخلوقات کے متعلق تمام اہم امور جن کے فیصلے اس سال میں اگلی شب قدر تک واقع ہونے والے ہیں طے کیے جاتے ہیں کہ کون کون اس سال مین پیدا ہوں گے، کون کون آدمی اس میں مریں گے، کس کو کس قدر رزق اس سال میں دیا جائے گا۔

یہی تفسیر دوسرے ائمہ تفسیر حضرت قتادہ، مجاہد، حسن وغیرہم سے بھی منقول ہے اور مہدوی نے فرمایا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ یہ تمام فیصلے جو تقدیر الٰہی میں پہلے ہی سے طے شدہ تھے اس رات میں متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں، کیونکہ قرآن وسنت کی دوسری نصوص اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلے انسان کی پیدائش سے بھی پہلے ازل ہی میں لکھ دیئے تھے۔ تو اس رات میں ان کے طے کرنے کا حاصل یہی ہو سکتا ہے کہ قضا وقدر کی تنفیذ جن فرشتوں کے ذریعہ ہوتی ہے اس رات میں یہ سالانہ احکام ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ دخان، بیروت)

## شب برأت کی فضیلت و برکت کا بیان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک (مرتبہ اپنی باری میں) رات کو میں نے سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہیں پایا (جب میں نے تلاش کیا تو) یکا یک کیا دیکھتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں موجود ہیں (مجھے دیکھ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے "؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے خیال ہوا تھا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کسی اور بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف ماہ شعبان کی رات (یعنی شعبان کی پندرھویں شب) کو آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان) پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب (کی بکریوں) کے ریوڑ کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں گناہ بخشتا ہے اور رزین نے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں کہ "مومنین میں سے) جو لوگ دوزخ کے مستحق ہو چکے ہیں انہیں بخشتا ہے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1272)

"بقیع" مدینہ منورہ میں ایک قبرستان کا نام ہے اسی کو جنت البقیع بھی کہتے ہیں۔ یہاں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کیا گیا ہے ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ اسی واقعہ کو ذرا تفصیل کے ساتھ اس طرح بیان فرماتی ہیں کہ "جب میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو اپنی باری کے موقعہ پر بستر پر نہیں پایا تو میں نے اپنے بدن پر اپنے کپڑے لپیٹے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم ڈھونڈتی ہوئی باہر نکل گئی اچانک میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں سجدے میں پڑے ہوئے اور سجدہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا دراز کیا کہ مجھے تو یہ شبہ ہوا کہ (خدانخواستہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بہت دیر کے بعد سجدے سے اٹھ کر سلام پھیر چکے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم ڈرتی تھی کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارے ساتھ ظلم کا معاملہ کریں گے، یعنی تمہیں یہ خیال ہو گیا تھا کہ میں تمہاری باری چھوڑ کر کسی اور بیوی کے ہاں چلا گیا ہوں"؟ (اس جملے میں "اللہ" کا ذکر زینت اور حسن کلام کے لئے ہے) اس کے بعد حضرت عائشہ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ "یا رسول اللہ ﷺ میں نے یہ گمان نہیں کیا (نعوذ باللہ) اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ ظلم کا معاملہ کیا ہے بلکہ مجھے تو خیال ہو گیا تھا کہ یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے ہی اجتہاد سے میرے پاس سے اٹھ کر کسی دوسری بیوی کے ہاں چلے گئے ہیں۔

حضرت علامہ ابن حجر حضرت عائشہ کے اس جواب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "خدانخواستہ اگر حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں نعم (جی ہاں) فرما دیتیں تو معاملہ اتنا نازک تھا کہ حضرت عائشہ کا یہ جواب کفر شمار ہوتا مگر حضرت عائشہ اپنی فراست اور ذہانت سے صورت حال سمجھ گئیں اس لئے جواب انہوں نے اس پیرایہ سے دیا کہ اس کی پریشانی و حیرانی کا عذر بیان کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے پاس سے اٹھ آنے کا عذر بیان کیا کہ "شعبان کی پندرہویں شب کو اللہ جل شانہ آسمان دنیا پر نزول جلال فرماتا ہے یعنی اس کی رحمت کاملہ کا فیضان اس بیکراں طور پر ہوتا ہے۔ کہ قبیلہ بنو قلب کے ریوڑ کے جتنے بال ہیں اس سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

لہٰذا یہ وقت چونکہ برکات ربانی اور تجلیات رحمانی کے اترنے کا تھا اس لئے میں نے چاہا کہ ایسے بابرکت اور مقدس وقت میں اپنی امت کے لوگوں کیلئے بخشش کی دعا کروں چنانچہ میں جنت البقیع میں پہنچ کر اپنے پروردگار کی مناجات اور اس سے دعا مانگنے میں مشغول ہو گیا۔ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آخر روایت میں حضرت امام ترمذی کے قول سے معلوم ہوا۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی کئی جگہ بتایا جا چکا ہے کہ فضائل اعمال کے سلسلہ میں ضعیف احادیث پر عمل کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ یہ حدیث اگرچہ اس باب سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی لیکن معنوی طور پر اس حدیث کو باب سے مناسبت یہ ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب بھی اس فضیلت و برکت کی زیادتی کی بناء پر قیام رمضان کے مقدمہ کی مانند ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری بہ تصرف)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ جل شانہ، نصف شعبان کی رات کو (یعنی شب برأت کو دنیا والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے"

(سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1279)

| |
|---|
| اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ |
| ہماری بارگاہ کے حکم سے، بیشک ہم ہی بھیجنے والے ہیں۔ آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، |
| بیشک وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ |

## انبیائے کرام کے ذریعے لوگوں پر رحمت بھیجنے کا بیان

"أَمْرًا" فَرْقًا "مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ" الرُّسُل مُحَمَّدًا وَمَنْ قَبْله "رَحْمَة" رَأْفَة بِالْمُرْسَلِ إِلَيْهِمْ "مِنْ رَبّك إِنَّهُ هُوَ السَّمِيع" لِأَقْوَالِهِمْ "الْعَلِيم" بِأَفْعَالِهِمْ،

ہماری بارگاہ کے حکم سے، بیشک ہم ہی حضرت محمد ﷺ اور آپ سے پہلے رسولان گرامی کو بھیجنے والے ہیں۔ یہ آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، جو اس نے اپنے رسولان گرامی کے ذریعے ان کی جانب بھیجی ہے۔ بیشک وہ ان کے اقوال کو سننے والا، ان کے کاموں کو جاننے والا ہے۔

یعنی سال بھر کے متعلق قضاء وقدر کے حکیمانہ اور اٹل فیصلے اسی عظیم الشان رات میں "لوح محفوظ" سے نقل کر کے ان فرشتوں کے حوالہ کیے جاتے ہیں جو شعبہ ہائے تکوینیات میں کام کرنے والے ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شعبان کی پندرھویں رات ہے جسے شب برات کہتے ہیں۔ ممکن ہے وہاں سے اس کام کی ابتداء اور شب قدر پر انتہاء ہوئی ہو۔ یعنی فرشتوں کو ہر کام پر جو ان کے مناسب ہو۔ چنانچہ جبرائیل کو قرآن دے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

| |
|---|
| رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ |
| رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ |
| آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا رب جو ان دونوں کے درمیان ہیں، اگر تم یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ |
| زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔ بلکہ وہ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔ |

## کفار کا بعث کے بارے میں شک و مذاق کا بیان

"رَبّ السَّمَوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا" بِرَفْعِ رَبّ خَبَر ثَالِث وَبِجَرِّهِ بَدَل مِنْ رَبّك "إِنْ كُنْتُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "مُوقِنِيْنَ" بِأَنَّهُ تَعَالَى رَبّ السَّمَاوَات وَالْأَرْض فَأَيْقِنُوا بِأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوله

"بَلْ هُمْ فِي شَكّ" مِنْ الْبَعْث "يَلْعَبُونَ" اسْتِهْزَاء بِك يَا مُحَمَّد فَقَالَ: "اللّٰهُمَّ أَعِنِّي عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوسُف"

آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا رب جو ان دونوں کے درمیان ہیں، یہاں پر لفظ رب خبر ثالث ہونے کی وجہ سے مرفوع

ہے جبکہ من ربک سے بدل ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔اے اہل مکہ! اگر تم یقین کرنے والے ہو۔کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا رب ہے اور لہٰذا یقین کرو کہ حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، تمھارا رب ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔

بلکہ وہ بعث کے بارے میں شک میں پڑے کھیل رہے ہیں۔یعنی یا محمد ﷺ وہ آپ کے ساتھ مذاق کرنے والے ہیں۔تو نبی کریم ﷺ نے ان کیلئے فرمایا کہ اے اللہ ان پر سات سال قحط ڈال جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے اہل مصر پر قحط ڈالا تھا۔

## کفار مکہ پر قحط مسلط ہونے کا بیان

ان کا قرار علم و یقین سے نہیں بلکہ ان کی بات میں ہنسی اور تمسخر شامل ہے اور وہ آپ کے ساتھ استہزاء کرتے ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر دعا کی کہ یارب انہیں ایسی ہفت سالہ قحط کی مصیبت میں مبتلا کر جیسے سات سال کا قحط حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں بھیجا تھا، یہ دعا مستجاب ہوئی اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا۔

## دخان کی تفسیر میں تفسیری اقوال کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد مسروق کہتے ہیں کہ ایک روز ہم کوفے کی مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک واعظ لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا ہے۔اس نے آیت: يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ پڑھی، پھر کہنے لگا، جانتے ہو یہ کیسا دھواں ہے؟ یہ دھواں قیامت کے روز آئے گا اور کفار و منافقین کو اندھا بہرا کر دے گا، مگر اہل ایمان پر اس کا اثر بس اس قدر ہوگا کہ جیسے زکام لاحق ہو گیا ہو۔اس کی یہ بات سن کر ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے واعظ کی یہ تفسیر بیان کی۔

حضرت عبداللہ لیٹے ہوئے تھے۔یہ تفسیر سن کر گھبرا کے اٹھ بیٹھے اور کہنے لگے کہ آدمی کو علم نہ ہو تو اسے جاننے والوں سے پوچھ لینا چاہیے۔اصل بات یہ ہے کہ جب قریش کے لوگ اسلام قبول کرنے سے انکار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہی چلے گئے تو حضور نے دعا کی کہ خدایا یوسف علیہ السلام کے قحط جیسے قحط سے میری مدد فرما۔چنانچہ ایسا شدید کال پڑا کہ لوگ ہڈیاں اور چمڑا اور مردار تک کھا گئے۔اس زمانے میں حالت یہ تھی کہ جو شخص آسمان کی طرف دیکھتا تھا اسے بھوک کی شدت میں بس دھواں ہی دھواں نظر آتا تھا۔آخر کار ابوسفیان نے آ کر حضور سے کہا کہ آپ تو صلہ رحمی کی دعوت دیتے ہیں۔آپ کی قوم بھوکوں مر رہی ہے۔اللہ سے دعا کیجیے کہ اس مصیبت کو دور کر دے۔یہی زمانہ تھا جب قریش کے لوگ کہتے لگے تھے کہ خدایا ہم پر سے یہ عذاب دور کر دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔اسی واقعہ کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے۔اور بڑی ضرب سے مراد وہ ضرب ہے جو آخر کار جنگ بدر کے روز قریش کو لگائی گئی۔

یہ روایت امام احمد، بخاری، ترمذی، نسائی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے متعدد سندوں کے ساتھ مسروق سے نقل کی ہے۔اور مسروق کے علاوہ ابراہیم نخعی، قتادہ، عاصم اور عامر کا بھی یہی بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہ تفسیر

ارشاد فرمائی تھی۔اس لیے اس امر میں کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرت موصوف کی رائے فی الواقع یہی تھی۔تابعین میں سے مجاہد،قتادہ، ابوالعالیہ، مقاتل، ابراہیم النخعی، ضحاک اور عطیۃ العوفی وغیرہ حضرات نے بھی اس تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے اتفاق کیا ہے۔

دوسری طرف حضرت علی، ابن عمر، ابن عباس، ابوسعید خدری، زید بن علی اور حسن بصری جیسے اکابر کہتے ہیں کہ ان آیات میں سارا ذکر قیامت کے قریب زمانے کا کیا گیا ہے اور وہ دھواں جس کی خبر دی گئی ہے، اسی زمانے میں زمین پر چھائے گا۔مزید تقویت اس تفسیر کو ان روایات سے ملتی ہے جو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔خذیفہ بن اُسید الغفاری کہتے ہیں کہ ایک روز ہم قیامت کے متعلق آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔اتنے میں حضور برآمد ہوئے اور فرمایا قیامت قائم نہ ہوگی جب تک دس علامات یکے بعد دیگرے ظاہر نہ ہولیں گی: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔دھواں۔دابہ۔یاجوج و ماجوج کا خروج۔عیسیٰ ابن مریم کا نزول۔زمین کا دھنسا مشرق میں، مغرب میں اور جزیرۃ العرب میں۔اور عدن سے آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانکتی ہوئی لے جائے گی (مسلم)

اسی کی تائید ابو مالک اشعری کی وہ روایت کرتی ہے جسے ابن جریر اور طبرانی نے نقل کیا ہے، اور ابوسعید خدری کی روایت جسے ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے۔ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوئیں کو علامات قیامت میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ دھواں جب چھائے گا تو مومن پر اس کا اثر صرف زکام جیسا ہوگا، اور کافر کی نس نس میں وہ بھر جائے گا اور اس کے ہر منفذ سے نکلے گا۔(تفسیر ابن ابی حاتم، جامع البیان، ابن کثیر، روح البیان، خازن)

| |
|---|
| فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۝ یَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ |
| عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰی لَهُمُ الذِّكْرٰی وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ۝ |
| تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔یہ دردناک عذاب ہے۔ |
| اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کردے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔اب ان کا نصیحت ماننا کہاں |
| ہوسکتا ہے حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آچکے۔ |

## کفار مکہ کا نزول عذاب کے وقت نبی کریم ﷺ کی تصدیق کا اقرار کرنے کا بیان

فَارْتَقِبْ یَوْم تَأْتِی السَّمَاء بِدُخَانٍ مُبِین "فَأَجْدَبَتْ الْأَرْض وَاشْتَدَّ بِهِمْ الْجُوع إِلَى أَنْ رَأَوْا مِنْ شِدَّته كَهَيْئَةِ الدُّخَان بَيْن السَّمَاء وَالْأَرْض "يَغْشَى النَّاس" فَقَالُوا "هَذَا عَذَاب أَلِيم" "رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَاب إِنَّا مُؤْمِنُونَ" مُصَدِّقُونَ نَبِيّك "أَنَّى لَهُمْ الذِّكْرَى" أَيْ لَا يَنْفَعهُمْ الْإِيمَان عِنْد نُزُول الْعَذَاب "وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُول مُبِين" بَيِّنُ الرِّسَالَة،

تو تم اس دن کے منتظر رہو جب آسمان ایک ظاہر دھواں لائے گا۔تو زمین پر خشک سالی ظاہر ہوگئی۔اور انہیں شدید بھوک ہوئی

حتیٰ کہ انہیں زمین وآسمان کے درمیان دھوئیں کی شکل میں کچھ نظر آنے لگا، جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا۔ تو کہنے لگے کہ یہ دردناک عذاب ہے۔

اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کردے، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں۔ اور تیرے نبی مکرم ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔ اب ان کا نصیحت ماننا کہاں مفید ہوسکتا ہے یعنی نزول عذاب کے وقت ان کا ایمان کہاں فائدے مند ہوسکتا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس واضح بیان فرمانے والے رسول آچکے۔ یعنی رسالت کے واضح دلائل لائے۔

## نبی کریم ﷺ کی دعا سے کفار مکہ سے عذاب دور ہو جانے کا بیان

مسروق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک واعظ بیان کر رہا تھا کہ قیامت کے قریب زمین میں سے ایسا دھواں نکلے کہ اس سے کافروں کے کان بند ہو جائیں گے اور مومنوں کو زکام کا سا ہو جائے گا۔ مسروق کہتے ہیں کہ اس پر عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے ہو گئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے (پہلے تکیہ لگائے بیٹھے تھے) اور فرمایا اگر کسی سے ایسی بات پوچھی جائے جس کا اس کے پاس علم ہو تو بیان کرے یا فرمایا بتا دے اور اگر نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ اللہ جانتا ہے۔ یہ بھی انسان کا علم ہے کہ جو چیز نہیں جانتا اس کے بارے میں کہے کہ اللہ اعلم، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہہ دیجئے میں تم لوگوں سے اجرت نہیں مانگا اور میں اپنے پاس سے بات بنانے والا نہیں ہوں۔ اس دھوئیں کی حقیقت یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ قریشی نافرمانی پر تل چکے ہیں تو دعا کی یا اللہ پر یوسف علیہ السلام کے زمانے کی طرح سات سال کا قحط نازل فرما۔ چنانچہ قحط آیا اور سب چیزیں ختم ہو گئی، یہاں تک کہ لوگ کھالیں اور مردار کھانے لگے۔ اعمش یا منصور کہتے ہیں کہ ہڈیاں بھی کھانے لگے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ پھر زمین میں سے ایک دھواں نکلنے لگا۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر ابوسفیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی کہ آپ کی قوم ہلاک ہو گئی ہے (فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ، سو اس دن کا انتظار کیجئے کہ آسمان دھواں ظاہر لائے، جو لوگوں کو ڈھانپ لے۔ یہی دردناک عذاب ہے)۔ منصور کہتے ہیں یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ لوگ دعا کریں گے ربنا اکشف الآیۃ (اے ہمارے رب! ہم سے یہ عذاب دور کردے بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں)۔ کیوں کہ قیامت کا عذاب تو دور نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی یہ آیت بھی عبداللہ کے قول کی تائید کرتی ہے) عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بطشہ لزام اور دخان کے عذاب گذر چکے ہیں۔ اعمش یا منصور کہتے ہیں چاند کا پھٹنا بھی گذر گیا۔ اور پھر ان دونوں میں سے ایک یہ بھی کہتے ہیں کہ روم غالب ہونا بھی گذر گیا، امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لزام سے مراد جنگ بدر کے موقع پر جو لوگ قتل ہوئے ہیں وہ ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1202)

## کفار مکہ پر دھواں مسلط ہو جانے کا بیان

فرماتا ہے کہ حق آچکا اور یہ شک شبہ میں اور لہو لعب میں مشغول ومصروف ہیں انہیں اس دن سے آگاہ کر دے جس دن آسمان

سے سخت دھواں آئے گا حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ کوفے کی مسجد میں گئے جو کندہ کے دروازوں کے پاس ہے تو دیکھا کہ ایک حضرت اپنے ساتھیوں میں قصہ گوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جس دھوئیں کا ذکر ہے اس سے مراد وہ دھواں ہے جو قیامت کے دن منافقوں کے کانوں اور آنکھوں میں بھر جائے گا اور مومنوں کو مثل زکام کے ہو جائے گا۔ ہم وہاں سے جب واپس لوٹے اور حضرت ابن مسعود سے اس کا ذکر کیا تو آپ لیٹے لیٹے بیتابی کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا اور میں تکلف کرنے والوں میں نہیں ہوں۔ یہ بھی علم ہے کہ انسان جس چیز کو نہ جانتا ہو کہہ دے کہ اللہ جانے سنو میں تمہیں اس آیت کا صحیح مطلب سناؤں جب کہ قریشیوں نے اسلام قبول کرنے میں تاخیر کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے لگے تو آپ نے ان پر دعائے ضرر کی کہ یوسف کے زمانے جیسا قحط ان پر آپڑے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی اور ایسی خشک سالی آئی کہ انہوں نے ہڈیاں اور مردار چبانا شروع کیا۔ اور آسمان کی طرف نگاہیں ڈالتے تھے تو دھویں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ بوجہ بھوک کے ان کی آنکھوں میں چکر آنے لگے جب آسمان کی طرف نظر اٹھاتے تو درمیان میں ایک دھواں نظر آتا۔ اسی کا بیان ان دو آیتوں میں ہے۔ لیکن پھر اس کے بعد لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی ہلاکت کی شکایت کی۔ آپ کو رحم آ گیا اور آپ نے جناب باری تعالیٰ میں التجا کی چنانچہ بارش برسی اسی کا بیان اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ عذاب کے ہٹتے ہی پھر کفر کرنے لگیں گے۔ اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ دنیا کا عذاب ہے کیونکہ آخرت کے عذاب تو ہٹتے کھلتے اور دور ہوتے نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دخان، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝ |
| پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے، سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب تھوڑی دیر کے لیے دور کرنے والے ہیں، بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔ |

## عذاب کے بعد کفار کا کفر کی جانب لوٹ جانے کا بیان

"ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّم" أَيْ يُعَلِّمهُ الْقُرْآن بَشَر "إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَاب" أَيْ الْجُوع عَنْكُمْ زَمَنًا "قَلِيلًا" فَكَشَفَ عَنْهُمْ "إِنَّكُمْ عَائِدُونَ" إلَى كُفْركُمْ فَعَادُوا إلَيْهِ

پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور (گستاخی کرتے ہوئے) کہنے لگے، وہ سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔ یعنی کوئی شخص اس کو قرآن سکھاتا ہے۔ بے شک ہم یہ عذاب جو بھوک کا تھا تھوڑی دیر کے لیے ان سے دور کرنے والے ہیں، تو ہم نے ان سے دور کر دیا بے شک تم دوبارہ وہی کچھ کرنے والے ہو۔ یعنی تم کفر کی جانب لوٹنے والے ہو۔

## قحط ختم ہوتے کفار کے اعراض عن الحق کا بیان

اب موقع سمجھنے اور نصیحت سے فائدہ اٹھانے کا کہاں رہا۔ اس وقت تو مانا نہیں جب ہمارا پیغمبر کھلے کھلے نشان اور کھلی کھلی ہدایات لے کر آیا تھا۔ اس وقت کہتے تھے کہ یہ باؤلا ہے۔ کبھی کہتے کہ کسی دوسرے سے سیکھ کر اس نے یہ کتاب تیار کر لی ہے (ابن عباس کی تفسیر پر یہ مطلب ہوا) اور ابن مسعود کی تفسیر کے موافق یہ معنی ہوں گے کہ اہل مکہ نے قحط وغیرہ سے تنگ آ کر درخواست کی کہ یہ آفت ہم سے دور کیجئے۔

بعض روایات میں ہے کہ ابوسفیان وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فریاد کی کہ آپ تو کہتے ہیں کہ میں رحمت ہوں اور یہ آپ کی قوم قحط وخشک سالی سے تباہ ہو رہی ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم اور قرابت کا واسطہ دیتے ہیں کہ اس مصیبت کے دور ہونے کی دعا کیجئے۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ چنانچہ آپ کی دعا سے بارش ہوئی اور ثمامہ نے جو غلہ روک دیا تھا وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلوا دیا پھر بھی وہ ایمان نہ لائے۔ اسی کو فرماتے ہیں "انی لہم الذکریٰ" یعنی یہ لوگ ان باتوں سے ماننے والے کہاں ہیں، اس قسم کی چیزوں میں تو ہزار تاویلیں گھڑ لیں جو چیز بالکل کھلی ہوئی آفتاب اور زیادہ روشن تھی یعنی آپ کی پیغمبری۔ اسی کو نہ مانا۔ کوئی مجنون بتلانے لگا، کسی نے کہا کہ صاحب! فلاں رومی غلام سے کچھ مضامین سیکھ آئے ہیں ان کو اپنی عبادت میں ادا کر دیتے ہیں۔ ایسے متعصب معاندین سے سمجھنے کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ دخان، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝ |
| وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ۝ |
| جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔ اور درحقیقت ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کی |
| آزمائش کی تھی اور ان کے پاس بزرگی والے رسول (موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے۔ |

## کفار مکہ سے پہلے فرعون کی آزمائش ہو چکنے کا بیان

اُذْكُرْ "يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى" هُوَ يَوْمُ بَدْرٍ وَالْبَطْشُ الْاَخْذُ بِقُوَّةٍ "اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ" مِنْهُمْ "وَلَقَدْ فَتَنَّا" بَلَوْنَا "قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ" مَعَهُ "وَجَاءَهُمْ رَسُوْلٌ" هُوَ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ "كَرِيْمٌ" عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى،

یاد کریں کہ جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے، اور وہ یوم بدر ہے اور بطش کا معنی مضبوطی سے پکڑنا ہے۔ بے شک ہم انتقام لینے والے ہیں۔ اور درحقیقت ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کی بھی آزمائش کی تھی اور ان کے پاس بزرگی والے رسول موسیٰ علیہ السلام آئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے نزدیک بڑی پکڑ قیامت ہوگی۔ غرض یہ ہے کہ آخرت کا عذاب نہیں ٹلتا۔ اور ابن مسعود کے

نزدیک "بڑی پکڑ" سے معرکہ "بدر" کا واقعہ مراد ہے۔ "بدر" میں ان لوگوں سے بدلہ لے لیا گیا۔

اس سے مراد جنگ بدر کی گرفت ہے، جس میں ستر کافر مارے گئے اور ستر قیدی بنا لئے گئے۔ دوسری تفسیر کی رو سے یہ سخت گرفت قیامت والے دن ہوگی۔ یہ اس گرفت خاص کا ذکر ہے جو جنگ بدر میں ہوئی، کیونکہ قریش کے سیاق میں ہی اس کا ذکر ہے، اگرچہ قیامت والے دن بھی اللہ تعالیٰ سخت گرفت فرمائے گا تاہم وہ گرفت عام ہوگی، ہر نافرمان اس میں شامل ہوگا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مشرکین سے پہلے مصر کے قبطیوں کو ہم نے جانچا ان کی طرف اپنے بزرگ رسول حضرت موسیٰ کو بھیجا انہوں نے میرا پیغام پہنچایا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کردو انہیں دکھ نہ دو میں اپنی نبوت پر گواہی دینے والے معجزے اپنے ساتھ لایا ہوں اور ہدایت کے ماننے والے سلامتی سے رہیں گے مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنا کر تمہاری طرف بھیجا ہے میں تمہیں اس کا پیغام پہنچا رہا ہوں تمہیں رب کی باتوں کے ماننے سے سرکشی نہ کرنی چاہئے اس کے بیان کردہ دلائل واحکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اس کی عبادتوں سے جی چرانے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم واصل ہوتے ہیں میں تو تمہارے سامنے کھلی دلیل اور واضح آیت رکھتا ہوں میں تمہاری بدگوئی اور اہتمام سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں۔

| |
|---|
| اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ |
| وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَي اللّٰهِ ۚ اِنِّىْٓ اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ |
| کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کردو بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں |
| سرکشی نہ کرو، میں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔ |

## رسالت کی تصدیق کی بہ جائے سنگسار کی دھمکی دینے والے کفار کا بیان

"أَنْ" أَيْ بِأَنْ "أَدُّوا إِلَيَّ" مَا أَدْعُوكُمْ إِلَيْهِ مِنْ الْإِيمَان أَيْ أَظْهِرُوا إِيمَانكُمْ لِي يَا "عِبَاد اللَّه إِنِّي لَكُمْ رَسُول أَمِين" عَلَى مَا أُرْسِلْت بِهِ

"وَأَنْ لَا تَعْلُوا" تَتَجَبَّرُوا "عَلَى اللَّه" بِتَرْكِ طَاعَته "إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ" بُرْهَان "مُبِين" بَيِّن عَلَى رِسَالَتِي فَتَوَعَّدُوهُ بِالرَّجْمِ

کہ اللہ کے بندوں کو مجھے سپرد کردو یعنی میں تمہیں جس ایمان کی طرف بلاتا ہوں وہ ایمان مجھ پر ظاہر کرواے اللہ کے بندو! بیشک میں تمہارے لیے امانت والا رسول ہوں۔ یعنی جس رسالت کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اللہ کے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، یعنی اطاعت کو چھوڑ کر تکبر مت کرو۔ میں تمہارے پاس روشن دلیل لے کر آیا ہوں۔ جو میری رسالت پر واضح دلیل ہے لیکن انہوں نے سنگسار کرنے کی دھمکی دے دی۔

ابن عباس اور ابو صالح تو یہی کہتے ہیں اور قتادہ کہتے ہیں مراد پتھراؤ کرنا پتھروں سے مار ڈالنا ہے یعنی زبانی ایذاء سے اور دستی

ایذاء سے میں اپنے رب کی جو تمہارا بھی مالک ہے پناہ چاہتا ہوں اچھا اگر تم میری نہیں مانتے مجھ پر بھروسہ نہیں کرتے اللہ پر ایمان نہیں لاتے تو کم از کم میری تکلیف دہی اور ایذاء رسانی سے تو باز رہو۔ اور اس کے منتظر رہو جب کہ خود اللہ ہم میں تم میں فیصلہ کر دے گا پھر جب اللہ کے نبی کلیم اللہ حضرت موسیٰ نے ایک لمبی مدت ان میں گذاری خوب دل کھول کھول کر تبلیغ کر لی ہر طرح کی خیر خواہی کی ان کی ہدایت کے لئے ہر چند جتن کر لئے اور دیکھا کہ وہ روز بروز اپنے کفر میں بڑھتے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے انکے لئے بددعا کی جیسے اور آیت میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے امراء کو دنیوی نمائش اور مال ومتاع دے رکھی ہے اے اللہ یہ اس سے دوسروں کو بھی تیری راہ سے بھٹکا رہے ہیں تو ان کا مال غارت کر اور ان کے دل اور سخت کر دے تا کہ دردناک عذابوں کے معائنہ تک انہیں ایمان نصیب ہی نہ ہو اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰ اور اے ہارون میں نے تمہاری دعا قبول کر لی۔

| |
|---|
| وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ٥ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ٥ |
| فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ٥ |
| اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے سنگسار کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے |
| تو مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ پھر انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک یہ لوگ مجرم قوم ہیں۔ |

## کفار کے شر سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کا بیان

"وَاِنِّی عُذْتُ بِرَبِّی وَرَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُونِی" بِالْحِجَارَةِ "وَاِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِی" تُصَدِّقُونِی "فَاعْتَزِلُونِ" فَاتْرُکُوا اَذَایَ فَلَمْ یَتْرُکُوهُ "فَدَعَا رَبّه اَنَّ" اَیْ بِاَنَّ "هٰؤُلَاءِ قَوْم مُجْرِمُونَ" مُشْرِکُونَ،

اور میں پناہ لیتا ہوں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس سے کہ تم مجھے پتھروں سے سنگسار کرو۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے یعنی میری تصدیق نہ کی تو مجھ سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ یعنی مجھے اذیت دینا چھوڑ دو لیکن انہوں نے اذیت دینا نہ چھوڑا۔ پھر انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ بیشک یہ لوگ یعنی مشرک مجرم قوم ہیں۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب اندر ہی اندر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پھیل رہی تھی۔ بنی اسرائیل کے علاوہ قوم فرعون کے بھی بہت سے آدمی در پردہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے اور فرعون کو اپنی سلطنت کے چھن جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا اور اس نے اپنے درباریوں سے اور قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ "مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کئے دیتا ہوں ورنہ وہ تمہارا دین بھی تباہ کر دے گا اور ملک میں سخت بدامنی پھیلا دے گا" اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کی پناہ میں آ چکا ہوں۔ لہٰذا تم میرا بال بھی بیکا نہ کر سکو گے۔ مجھے رجم کرنا تو دور کی بات ہے۔

فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ○وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًاؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ○

پھر تم میرے بندوں کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ بیشک تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔اور دریا کو ساکن اور کھلا چھوڑ دینا، بیشک وہ ایسا لشکر ہے جسے ڈبو دیا جائے گا۔

## بنی اسرائیل کو راتوں رات مصر سے لے جانے کا بیان

"فَأَسْرِ" بِقَطْعِ الْهَمْزَة وَوَصْلهَا "بِعِبَادِی" بَنِی إسْرَائِيل "لَيْلًا إنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ" يَتَّبِعكُمْ فِرْعَوْن وَقَوْمه،

"وَاتْرُكِ الْبَحْر" إذَا قَطَعْته أَنْتَ وَأَصْحَابك "رَهْوًا" سَاكِنًا مُنْفَرِجًا حَتَّى يَدْخُلهُ الْقِبْط "إنَّهُمْ جُنْد مُغْرَقُونَ" فَاطْمَأَنَّ بِذَلِكَ فَأُغْرِقُوا،

ارشاد ہوا، پھر تم میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات لے کر چلے جاؤ۔ یہاں پر لفظ فاسر میں ہمزہ قطعی ہے اور اس کا وصل کیا گیا ہے بیشک فرعون اور اس کی قوم کے ذریعے تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔اور تمہارے اور تمہارے اصحاب کے گزر جانے کے بعد دریا کو ساکن اور کھلا چھوڑ دینا، تا کہ اس میں قبطی داخل ہو جائیں۔ بیشک وہ ایسا لشکر ہے جسے ڈبو دیا جائے گا۔پس جب اطمینان ہوا تو وہ انہیں غرق کر دیا گیا۔

## بنی اسرائیل کی نجات کیلئے رات کو لے کر جانے کا بیان

اب تم استقامت پر تل جاؤ یہاں فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ سے کہا کہ میرے بندوں یعنی بنی اسرائیل کو راتوں رات فرعون اور فرعونیوں کی بیخبری میں یہاں سے لے کر چلے جاؤ۔ یہ کفار تمہارا پیچھا کریں گے لیکن تم بیخوف وخطر چلے جاؤ میں تمہارے لئے دریا کو خشک کر دوں گا اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چل پڑے فرعونی لشکر مع فرعون کے ان کے پکڑنے کو چلا بیچ میں دریا حائل ہوا آپ بنی اسرائیل کو لے کر اس میں اتر گئے دریا کا پانی سوکھ گیا اور آپ اپنے ساتھیوں سمیت پار ہو گئے تو چاہا کہ دریا پر لکڑی مار کر اسے کہدیں کہ اب تو اپنی روانی پر آ جا تا کہ فرعون اس سے گزر نہ سکے وہیں اللہ نے وحی بھیجی کہ اسے اسی حال میں سکون کے ساتھ ہی رہنے دو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتا دی کہ یہ سب اسی میں ڈوب مریں گے۔ پھر تو تم سب بالکل ہی مطمئن اور بیخوف ہو جاؤ گے غرض حکم ہوا تھا کہ دریا کو خشک چھوڑ کر چل دیں (رھوا) کے معنی سوکھا راستہ جو اصلی حالت پر ہو۔

مقصد یہ ہے کہ پار ہو کر دریا کو روانی کا حکم نہ دینا یہاں تک کہ دشمنوں میں سے ایک ایک اس میں آ نہ جائے اب آسے جاری ہونے کا حکم ملتے ہی سب کو غرق کر دے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھو کیسے غارت ہوئے۔ باغات کھتیاں نہریں مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں مصر کا دریائے نیل مشرق مغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت

ہیں جب اس کی روانی اللہ کو منظور ہوتی ہیں تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے جہاں تک رب کو منظور ہو اس میں پانی آ جاتا ہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ اب اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ اور فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر مسلسل چلے گئے تھے رسواں سے لے کر رشید تک اس کا سلسلہ تھا اور اس کی نو خلیجیں تھیں۔ خلیج اسکندریہ، دمیاط، خلیج سردوس، خلیج منصف، خلیج منتہی اور ان سب میں اتصال تھا ایک دوسرے سے متصل تھیں اور پہاڑوں کے دامن میں ان کی کھیتیاں تھیں جو مصر سے لے کر دریا تک برابر چلی آتی تھیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دخان، بیروت)

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝

وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور زراعتیں اور عالی شان عمارتیں۔ اور خوش حالی، جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔

## دنیا کی کثیر نعمتوں کو چھوڑ کر جانے والے کفار کا بیان

"كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنَّات" بَسَاتِين "وَعُيُوْن" تَجْرِي "وَزُرُوْع وَمَقَام كَرِيم" مَجْلِس حَسَن "وَنَعْمَة" مُتْعَة "كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ" نَاعِمِينَ

وہ کتنے ہی باغات اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور زراعتیں اور عالی شان عمارتیں۔ اور خوش حالی، کتنی آرام دہ مجلسیں چھوڑنے والے جن میں وہ مزے اڑانے والے تھے۔ یعنی جن میں آرام کرنے والے تھے۔

ان تمام کو بھی دریا سیراب کرتا تھا بڑے امن چین کی زندگی گذار رہے تھے لیکن مغرور ہو گئے اور آخر ساری نعمتیں یونہی چھوڑ کر تباہ کر دیئے گئے۔ مال اولاد جاہ و مال سلطنت وعزت ایک ہی رات میں چھوڑ گئے اور بھس کی طرح اڑا دیئے گئے اور گذشتہ کل کی طرح بے نشان کر دیئے گئے ایسے ڈبوئے گئے کہ ابھر نہ سکے جہنم واصل ہو گئے اور بدترین جگہ پہنچ گئے ان کی یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دے دیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دخان، بیروت)

كَذٰلِكَ ۣ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝

اسی طرح ہوا اور ہم نے ان کا وارث اور لوگوں کو بنا دیا۔ پھر نہ ان پر آسمان وزمین روئے اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔

## کفار کی ہلاکت پر زمین وآسمان میں سے کسی چیز کے بھی افسوس نہ کرنے کا بیان

"كَذٰلِكَ" خَبَر مُبْتَدَأ أَيْ الْأَمْر "وَأَوْرَثْنَاهَا" أَيْ أَمْوَالهمْ "قَوْمًا آخَرِينَ" أَيْ بَنِي إِسْرَائِيل "فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاء وَالْأَرْض" بِخِلَافِ الْمُؤْمِنِينَ يَبْكِي عَلَيْهِمْ بِمَوْتِهِمْ مُصَلَّاهُمْ مِنَ الْأَرْض وَمُصْعَد عَمَلهمْ مِنَ السَّمَاء "وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ" مُؤَخَّرِينَ لِلتَّوْبَةِ،

اسی طرح ہوا، یہاں پر لفظ کذلک یہ مبتداء کی خبر ہے۔ یعنی معاملہ ایسا ہی ہے۔ اور ہم نے ان کے اموال کا وارث اور لوگوں یعنی بنی اسرائیل کو بنا دیا۔ پھر نہ ان پر آسمان وزمین روئے۔ جبکہ اہل ایمان کی موت پر ان کی نماز والی جگہ روتی ہے۔ اور جن

راستوں پر ان کے نیک اعمال آسمان کی طرف چڑھتے تھے وہ راستے بھی روتے ہیں۔ اور نہ وہ مہلت پانے والے ہوئے۔ یعنی توبہ کیلئے انہیں کوئی تاخیر نہ دی جائے گی۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بعد مصر کی سرزمین کا وارث بنادیا۔ اور قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد دوسرے لوگ ہیں جو آل فرعون کے بعد مصر کے وارث ہوئے، کیونکہ تاریخوں میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ملتا کہ مصر سے نکلنے کے بعد بنی اسرائیل کبھی وہاں واپس گئے ہوں اور وہاں اس زمین کے وارث ہوئے ہوں یہی اختلاف بعد کے مفسرین میں بھی پایا جاتا ہے۔

## مؤمن کی وفات پر زمین وآسمان کے رونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مومن کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک سے اس کے نیک عمل اوپر چڑھتے ہیں اور دوسرے سے اس کا رزق اترتا ہے۔ جب وہ مرجاتا ہے تو دونوں اس کی موت پر روتے ہیں۔ چنانچہ کفار کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ، نہ آسمان رویا، نہ زمین اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو اس ذلت کے عذاب سے نجات دی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے مرفوعاً جانتے ہیں۔ اور موسیٰ بن عبیدہ اور یزید بن ابان رقاشی حدیث میں ضعیف ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1203)

کیونکہ وہ ایماندار نہ تھے اور ایماندار جب مرتا تو اس پر آسمان وزمین چالیس روز تک روتے ہیں، جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے مجاہد سے کہا گیا کہ مومن کی موت پر آسمان وزمین روتے ہیں، فرمایا زمین کیوں نہ روئے اس بندے پر جو زمین کو اپنے رکوع وسجود سے آباد رکھتا تھا اور آسمان کیوں نہ روئے اس بندے پر جس کی تسبیح وتکبیر آسمان میں پہنچتی تھی۔ حسن کا قول ہے کہ مومن کی موت پر آسمان والے اور زمین والے روتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ دخان، لاہور)

| |
|---|
| وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۝ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب سے نجات دی۔ فرعون سے، بے شک |
| وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ایک سرکش شخص تھا۔ |

## بنی اسرائیل کو عذاب سے نجات دلانے کا بیان

"وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيل مِنَ الْعَذَاب الْمُهِين" قَتْل الْأَبْنَاء وَاسْتِخْدَام النِّسَاء "مِنْ فِرْعَوْن" قِيلَ بَدَل مِنْ الْعَذَاب بِتَقْدِيرِ مُضَاف أَيْ عَذَاب وَقِيلَ حَال مِنْ الْعَذَاب،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو ذلیل کرنے والے عذاب یعنی بیٹوں کے قتل اور عورتوں سے خدمت لینے والے عذاب

سے نجات دی۔ فرعون سے، کہا گیا کہ فرعون عذاب تقدیر مضاف کے سبب بدل ہے۔ یعنی عذاب اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عذاب سے حال ہے۔ بے شک وہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ایک سرکش شخص تھا۔

یعنی حد سے بڑھنے والے تو اور بھی بہت سے لوگ تھے۔ ایسے لوگوں میں بھی فرعون کا سر سب سے اونچا تھا۔ جس کی حکومت اپنے دور میں سب سے بڑی اور مستحکم تھی۔ جس کا خاندان اپنے آپ کو سورج بنسی خاندان سے منسوب کرتا تھا اور جو اپنی رعایا کا قانونی اور سیاسی خدا بنا ہوا تھا اور ایسی خدائی کا دھڑلے سے دعویٰ بھی رکھتا تھا۔ اس نے جب اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور اس کی مخالفت پر اتر آیا تو اے کفار مکہ! تم نے اس کا حشر دیکھ لیا اور تم تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اپنی چھوٹی چھوٹی قبائلی سرداریوں پر اتراتے پھرتے ہو۔ تم اگر وہی فرعون والی سرکشی کی راہ اختیار کرو گے تو اپنا انجام خود سوچ لو۔

| |
|---|
| وَلَقَدِ اخْتَرْنٰـهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ وَاٰتَيْنٰـهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓـؤٌا مُّبِيْنٌ ○ |
| اور بیشک ہم نے ان کو علم کی بنا پر ساری دنیا پر چن لیا تھا۔ اور ہم نے انھیں وہ نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔ |

## بنی اسرائیل کو اس زمانے میں فضیلت ملنے کا بیان

"وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ" أَيْ بَنِي إِسْرَائِيل "عَلَى عِلْم" مِنَّا بِحَالِهِمْ "عَلَى الْعَالَمِينَ" أَيْ عَالِمِي زَمَانهمْ أَيْ الْعُقَلَاء،

"وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَات مَا فِيهِ بَلَاء مُبِين" نِعْمَة ظَاهِرَة مِنْ فَلْق الْبَحْر وَالْمَنّ وَالسَّلْوَى وَغَيْرهَا،

اور بیشک ہم نے ان بنی اسرائیل کو علم کی بنا پر ساری دنیا کی معاصر تہذیبوں پر چن لیا تھا۔ یعنی اس زمانے کے اہل عقل پر چن لیا اور ہم نے انھیں وہ نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔ یعنی واضح نعمتیں جس طرح سمندر کو پھاڑ دینا، من سلویٰ وغیرہ کا نزول ہے۔

اس سے بنی اسرائیل کا امت محمدیہ علی صاحبہا السلام پر فائق ہونا لازمی نہیں آتا۔ کیونکہ اس سے مراد اس زمانے کے دنیا جہان والے ہیں اور اس وقت بلاشبہ وہ تمام اقوام سے افضل تھے اور یہ ایسا ہی ہے جیسے حضرت مریم کے لئے نساء العالمین پر فضیلت کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص پہلو سے بنی اسرائیل کو تمام دنیا اور ہر زمانے کے لوگوں پر کوئی فضیلت حاصل ہو لیکن مجموعی حیثیت سے افضلیت امت محمدیہ ہی کو حاصل ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ابن کثیر وغیرہ) اور علیٰ علم (اپنے علم کی رو سے) کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے پس ان کو فوقیت دینا چونکہ ہمارے علم میں حکمت و مصلحت کا تقاضا تھا، اس لئے ہم نے ان کو فوقیت دے دی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ دخان، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ○ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ○ |
| فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ |

| |
|---|
| بے شک یہ لوگ یقیناً کہتے ہیں۔ کہ ہماری اس پہلی موت کے سوا کوئی نہیں اور نہ ہم کبھی دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ |
| تو ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ |

## کفار مکہ کا دوبارہ زندہ ہونے کے انکار کی دلیل بتانے کا بیان

"إِنَّ هَؤُلَاءِ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "إِنْ هِيَ" مَا الْمَوْتَة الَّتِي بَعْدهَا الْحَيَاة "إِلَّا مَوْتَتنَا الْأُولَى" أَيْ وَهُمْ نُطَف "وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِينَ" بِمَبْعُوثِينَ أَحْيَاء بَعْد الثَّانِيَة "فَأْتُوا بِآبَائِنَا" أَحْيَاء "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" أَنَّا نُبْعَث بَعْد مَوْتنَا أَيْ نُحْيَا،

بے شک یہ لوگ یعنی کفار مکہ یقیناً کہتے ہیں۔ کہ ہماری اس پہلی موت کے سوا کوئی موت نہیں یعنی اس موت کے بعد کوئی زندگی ہی نہیں ہے۔ (تو موت کیسے ہوگی) اور پہلی موت سے مراد نطفہ سے زندہ ہونے کے بعد آنے والی موت ہے۔ اور نہ ہم کبھی دوبارہ اٹھائے جانے والے ہیں۔ یعنی ہم دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے۔ تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ یعنی اس بات میں سچے ہو کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔

یہاں مشرکین کا انکار قیامت اور اس کی دلیل بیان فرما کر اللہ تعالیٰ اس کی تردید کرتا ہے ان کا خیال تھا کہ قیامت آنی نہیں مرنے کے بعد جینا نہیں۔ حشر اور نشر سب غلط ہے دلیل یہ پیش کرتے تھے کہ ہمارے باپ دادا مر گئے وہ کیوں دوبارہ جی کر نہیں آئے؟ خیال کیجئے یہ کس قدر بودی اور بیہودہ دلیل ہے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا مرنے کے بعد جینا قیامت کو ہوگا نہ کہ دنیا میں پھر لوٹ کر آئیں گے۔ اس دن یہ ظالم جہنم کا ایندھن بنیں گے اس وقت یہ امت اگلی امتوں پر گواہی دے گی اور ان پر انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں ڈرا رہا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جو عذاب اسی جرم پر اگلی قوموں پر آئے وہ تم پر بھی آجائیں اور ان کی طرح بے نام ونشان کر دیئے جاؤ۔

| |
|---|
| اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ○ |
| وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ |
| بھلا یہ لوگ بہتر ہیں یا تُبَّع کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا تھا، بیشک وہ لوگ مجرم تھے۔ |
| اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے محض کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ |

## قوم تبع کا بیان

"أَهُوَ خَيْر أَمْ قَوْم تُبَّع" هُوَ نَبِيّ أَوْ رَجُل صَالِح "وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" مِنْ الْأُمَم "أَهْلَكْنَاهُمْ" بِكُفْرِهِمْ وَالْمَعْنَى لَيْسُوا أَقْوَى مِنْهُمْ وَأُهْلِكُوا "وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا لَاعِبِينَ" بِخَلْقِ ذَلِكَ حَال،

بھلا یہ لوگ بہتر ہیں یا (بادشاہِ یمن اسعد ابو کریب) تُبّع (الحمیری) کی قوم اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے، وہ تبع نبی تھا یا نیک شخص تھا۔ ہم نے ان سب امم کو ان کے کفر کے سبب ہلاک کر ڈالا تھا، معنی یہ ہے کہ یہ سب لوگ ان سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں بیشک وہ لوگ مجرم تھے۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے محض کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ جو لاعبین سے حال ہے۔

## بادشاہ تبع سے متعلق تاریخی روایات کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ شاہانِ یمن میں ایک بادشاہ تبع ابو کرم تبان اسعد گزرا ہے۔ یمن کا ہر بادشاہ تبع کہلاتا تھا جیسے زمانہ ماقبل میں فارس کے ہر بادشاہ کو کسریٰ اور مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا۔ فراعنہ مصر کی طرح تبابعہ یمن تبابان ملک یمن ہوتے تھے۔ اسعد نامی بادشاہ یمن قبیلہ حمیری سے تھا اسی لیے اسے تبع الحمیری سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ قبیلہ بنی عدی بن نجار کے کسی یہودی مذہب رکھنے والے شخص نے جو مدینہ کا باشندہ تھا اصحاب تبع میں سے کسی آدمی پر زیادتی کی اور اسے معمولی سی بات پر قتل کر دیا۔ اس بنا پر تبع ان یہودیوں سے قتال کرتا رہا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع ابھی یہودیوں کے قتال میں مصروف تھا کہ اس کے پاس بنی قریظہ کے احبار یہود میں سے دو حبر (یعنی عالم) آئے جو اپنے علم میں بڑے راسخ تھے۔ انہوں نے سنا تھا کہ تبع مدینہ اور مدین کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے کے در پے ہیں۔ ان دونوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ! تو ایسا نہ کر۔ اگر تو اپنے اس ارادہ سے باز نہ آیا تو ہمیں خوف ہے کہ تیرے اس ارادہ فاسدہ کے بروئے کار آنے سے پہلے کہیں تجھ پر سخت عذاب نہ آ جائے۔ تبع نے کہا یہ کیوں؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ شہر مدینہ اس نبی آخر الزمان ﷺ کا مقام ہجرت ہے جو اس حرم سے قبیلہ قریش سے پیدا ہوگا اور مدینہ اس کا دار اور جائے قرار رہے گا۔ تبع یہ سن کر اپنے ارادہ سے باز آ گیا اور اس نے سوچا کہ یہ دونوں اہل علم ہیں۔ ان دونوں کی باتیں بھی اسے بہت پسند آئیں اور وہ ان دونوں کا دین اختیار کر کے مدینہ سے واپس چلا گیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع اور اس کی ساری قوم بتوں کے پجاری تھے۔ تبع مدینہ سے یمن کی طرف جاتے ہوئے مکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ اس کا راستہ ہی مکہ کی طرف سے تھا جب وہ عسفان اور امج کے درمیان پہنچا تو اس کے پاس ہزیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان کے قبیلے کے چند افراد آئے اور وہ کہنے لگے کہ اے بادشاہ! کیا ہم ایک ایسے گھر کی طرف تیری رہنمائی نہ کریں جو اموال کثیرہ کا مخزن ہے۔ آپ سے پہلے تمام بادشاہ اس کی طرف سے غافل رہے۔ اس میں موتی، زبرجد، یاقوت اور سونا چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔ تبع نے کہا کیوں نہیں! آپ ضرور میری راہنمائی کیجیے۔ انہوں نے کہا وہ ایک گھر ہے مکہ میں، مکے والے اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے قریب اپنے مذہب کے مطابق عبادت کے طریقے بجالاتے ہیں۔ قبیلہ بنی ہزیل کے جن لوگوں نے اسے یہ مشورہ دیا تھا وہ چاہتے یہ تھے کہ تبع کسی طرح ہلاک ہو جائے کیونکہ وہ جان چکے تھے کہ جس بادشاہ نے بھی بیت اللہ شریف پر لشکر کشی کی وہ ضرور ہلاک ہو گیا۔ تبع ان لوگوں کے مشورہ کے مطابق عمل کرنے کے لیے جب تیار

ہو گیا تو اس نے ان دونوں یہودی عالموں کے پاس پیغام بھیجا اور اس بارے میں ان سے دریافت کیا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جن لوگوں نے آپ کو یہ مشورہ دیا ہے وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا تمام لشکر ہلاک ہو جائے۔ خدا کی قسم! ہم تمام روئے زمین میں اس کے سوا کوئی ایسا گھر نہیں جانتے جسے اللہ عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف منسوب ہونے کا شرف بخشا ہو۔ اگر آپ نے ان کے مشورہ پر عمل کیا۔

تو یقیناً آپ اور آپ کے تمام ساتھی ہلاک ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر تبع نے ان یہودی عالموں سے دوبارہ سوال کیا کہ اگر بالفرض میں بیت اللہ پر حاضر ہوں تو مجھے وہاں کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے جواب دیا کہ آپ وہی کام کریں جو وہاں جا کر بیت اللہ کے آداب بجالانے والے کرتے ہیں۔ آپ وہاں طوافِ کعبہ کریں۔ اس کی تعظیم و تکریم بجالائیں اور اپنا سر منڈائیں۔ اور وہاں سے واپس آنے تک برابر عاجزی کرتے رہیں۔ اس کے بعد تبع نے ان دونوں یہودی عالموں سے پوچھا کہ آپ خود ایسا کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم وہ بے شک ہمارے جدِّ امجد ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا گھر ہے اور وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ہم نے آپ کو بتایا۔ مگر بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں جن لوگوں کا وہاں قبضہ ہے وہ ہمارے اور اس بیت اللہ کے درمیان حائل ہیں۔ انہوں نے کعبہ کے گرد و پیش بت نصب کیے ہوئے ہیں اور وہ خدا کے گھر کے نزدیک ان بتوں کے لیے جانوروں کا خون بہاتے ہیں۔ وہ لوگ اکثر اہل شرک ہیں اور شرک کی نجاست میں مبتلا ہیں۔

تبع ان کی نصیحت کو خوب سمجھا اور اسے ان کی باتوں کا پورا یقین ہو گیا۔ قبیلہ بنی ہذیل کے اس گروہ کو بلا کر اس نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے۔ پھر کعبہ کی حاضری دی۔ طواف کعبہ کیا اور حرم کعبہ کے نزدیک قربانی کی۔ اپنا سر منڈایا اور چھ دن مکہ میں قیام کیا۔ ان ایام میں وہ بہت سے جانور ذبح کر کے مکہ والوں کو کھلاتا رہا اور شہد وغیرہ پلا کر ان کی خاطر مدارات کرتا رہا۔ انہی دنوں اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ خانہ کعبہ کو غلاف پہنا رہا ہے۔ پہلے اس نے چمڑے کا موٹا غلاف پہنایا۔ پھر اس نے خواب دیکھا کہ وہ اچھا لباس پہنا رہا ہے۔ تو اس نے معافر کے کپڑوں کا بنا ہوا پہلے سے اچھا لباس خانہ کعبہ کو پہنایا۔ پھر تیسری مرتبہ اس نے خواب میں دیکھا کہ میں اس سے بھی اچھا لباس خانہ کعبہ کو پہنا رہا ہوں۔ چنانچہ اس نے بیدار ہونے کے بعد ایک خاص قسم کا قیمتی کپڑا جو اس زمانہ میں رانوں پر پہنا جاتا تھا جس کو ملاء کہتے ہیں اور بہترین یمنی چادروں کا لباس پہنایا۔

اور تبع لوگوں کے گمان کے موافق وہ پہلا شخص ہے جس نے خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا اور اپنے حکام کو اس کی وصیت کی جو قبیلہ بنی جرہم سے تھے اور ان سب کو امر کیا کہ وہ خانہ کعبہ کو ہمیشہ پاک صاف رکھیں۔ کسی قسم کا خون اور مردار اور کسی قسم کی آلائش و نجاست اس کے قریب نہ آنے پائے۔ تبع نے خانہ کعبہ کا ایک دروازہ بھی تعمیر کر دیا اور اس کی ایک کنجی بھی بنوادی۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ملک تبع یہ سب کام کر کے اپنے ساتھیوں، تمام لشکروں اور دونوں یہودی عالموں کو ساتھ لے کر اپنے ملک یمن کی طرف متوجہ ہوا۔ جب اس میں داخل ہوا تو اس نے اپنی قوم کو بھی اپنے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ سب نے انکار کر دیا اور وہ آگ کی طرف اپنا مقدمہ لے گئے۔ ابراہیم بن محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ تبع جب یمن کے قریب آیا اور اس نے اپنے ملک میں داخل ہونے کا ارادہ

کیا تو قبیلہ حمیر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جب تم نے ہمارے دین کو چھوڑ دیا تو اب تم ہم پر داخل نہیں ہو سکتے۔ تبع نے ان کو اپنے دین کی طرف بلایا اور کہا کہ یہ تمہارے دین سے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم آگ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرتے ہیں۔ تبع راضی ہو گیا۔ یمن میں ایک آگ تھی جس کے متعلق اہل یمن کا اعتقاد تھا کہ وہ باہمی اختلافات اور مقدمات کا فیصلہ کر دیتی ہے۔ ظالم کو پکڑ لیتی ہے اور مظلوم کو نقصان نہیں دیتی۔

قوم حمیر کے لوگ اپنے بتوں اور باطل معبودوں کے ساتھ میدان میں آئے اور وہ دونوں یہودی عالم بھی اپنے مصاحف کو اپنی گردنوں میں لٹکائے ہوئے حاضر ہو گئے۔ سب لوگ اس جگہ بیٹھ گئے جہاں سے آگ باہر نکلتی تھی۔ اچانک آگ نکلی جب لوگوں کی طرف بڑھی تو لوگ بھاگنے لگے۔ تبع نے تمام لوگوں کو جھڑکا اور کہا کہ سب ٹھہرے رہیں۔ لوگ ٹھہر گئے۔ یہاں تک کہ آگ نے سب لوگوں کو ڈھانک لیا۔ بتوں کو اور تمام باطل معبودوں کو ان سب لوگوں کو جو بت لے کر آئے تھے، آگ نے جلا دیا اور وہ دونوں یہودی عالم اپنی گردنوں میں اپنے صحیفے لٹکائے ہوئے اس آگ کی لپیٹ سے باہر نکل آئے۔ ان کی پیشانیاں عرق آلود تھیں مگر آگ نے انہیں کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچایا تھا۔ یہ واقعہ دیکھ کر قبیلہ حمیر کے تمام لوگوں نے ان یہودی عالموں کا مذہب اختیار کر لیا۔ اسی وجہ سے یمن میں یہودیت نے جڑ پکڑی۔ ہم نے اس حدیث کی تفسیر میں جو نبی کریم ﷺ سے وارد ہوئی "لا تسبوا تبعا فانہ قد کان اسلم" ہم نے ذکر کیا کہ سہیلی فرماتے ہیں کہ معمر نے ہمام بن منبہ سے روایت کی۔ وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "لا تسبوا اسعد الحمیری فانہ اول من کسا الکعبۃ" "تم اسعد حمیری کو برا نہ کہو کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے کعبہ کو غلاف پہنایا۔" سہیلی فرماتے ہیں کہ جب ان دونوں یہودی عالموں نے ملک تبع کو رسول اللہ ﷺ کے تشریف لانے کی خوشخبری سنائی تو ملک تبع نے یہ شعر کہے۔ شھدت علی احمد انہ رسول من اللہ باری النسم

"میں اس بات پر شاہد ہوں کہ احمد مجتبیٰ ﷺ اس اللہ کے رسول ہیں جو تمام جانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔"

فلو مد عمری الی عمرہ لکنت وزیر الہ وابن عم

"اگر میری عمر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ تک دراز ہوئی تو میں ان کا بوجھ اٹھاؤں گا اور چچازادوں کی طرف ان کی مدد کروں گا۔"

وجاھدت بالسیف اعدائہ وخرجت عن صدرہ کل ھم

"اور تلوار لے کر میں ان کے دشمنوں سے لڑوں گا اور ان کے سینے سے ہر قسم کے رنج والم کو دور کر دوں گا۔"

سہیلی کہتے ہیں کہ انصار توارث کے ساتھ ان اشعار کو محفوظ کرتے چلے آئے اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس یہ شعر تھے۔

"سہیلی نے کہا کہ ابن ابی الدنیا محدث کتاب القبور میں لکھتے ہیں کہ صنعاء میں ایک قبر کھودی گئی۔" اس میں دو عورتیں پائی گئیں۔ ان کے ساتھ چاندی کی ایک تختی تھی جس پر سونے کے پانی سے لکھا ہوا تھا یہ قبر لمیس اور حُبی کی ہے جو دونوں ملک تبع کی بیٹیاں ہیں۔ وہ دونوں اس حال میں مری ہیں کہ وہ شہادت دیتی تھیں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اور اس

کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی شہادت پر ان سے پہلے نیک لوگوں کی موت واقع ہوئی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، مصری)

## تبع حمیری اور مدینہ منورہ کی تعمیر کا واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم آب وگل میں تشریف آوری سے تقریباً ایک ہزار چالیس سال قبل یمن کے ایک بادشاہ تبع ابوکرب اسعد الحمیری نے بھی خانہ کعبہ کو مسمار کر کے اہل مکہ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اس مذموم عمل کو سرانجام دینے سے پہلے ہی اسے اچانک ایک آسمانی مہلک بیماری نے آن گھیرا۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ تبع ابوکرب الحمیری یمن سے جنگی مشن لے کر نکلا تھا کہ بیشتر علاقوں کو زیر نگین کر کے اپنی سلطنت وسیع کروں گا۔ اس سلسلہ میں اس نے اپنا پہلا ہدف مکہ معظمہ کو بنانا چاہا۔ اس کے پاس ان گنت جنگی سپاہی، ماہر نشانہ باز، تیر انداز اور ہزاروں کی تعداد میں مشیر اور وزیر تھے۔ بعد از مشاورت تبع ابوکرب الحمیری نے اپنا اردواہ بدل کر جنگی سفر کا آغاز یمن سے مصر کی جانب کر لیا اور وہاں کے کئی علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیا۔ بعد ازاں وہ بحیرہ احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتا ہوا سرزمین حجاز کے متبرک شہر مکہ کی سنگلاخ چوٹیوں میں گھری ہوئی بے آب وگیاہ وادیوں میں داخل ہوا۔

جب وہ شہر کی حدود میں پہنچا تو یہ منظر دیکھ کر حیران وششدر رہ گیا کہ اہل شہر پر کوئی خوف وہراس طاری نہیں اور نہ ہی انہوں نے اس کا والہانہ استقبال کیا ہے۔ گویا وہ تمام اطمینان کی تصویر بنے اپنے حال میں مست تھے۔ اس خلاف توقع صورتحال کی بابت اس نے اپنے مشیران سے استفسار کیا، اُسے بتایا گیا کہ اس شہر میں چونکہ بیت اللہ موجود ہے، جس کی خدمت کا فریضہ اہل مکہ خود انجام دیتے ہیں اور اس کام کو وہ بڑا اعزاز واکرام تصور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ کسی بڑی شخصیت یا حکمران کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ارا کین سلطنت کا یہ جواب سن کر تبع الحمیری کو بہت غصہ آیا اور گرجدار آواز میں بولا: میں ایسے کعبہ کو مسمار کروں گا اور اس کے خدمت گاروں کو تہ تیغ کر دوں گا۔ اس نے کعبہ پر فوری اور شدید حملہ کرنے کا حکم دیا۔

اس سے قبل کہ اس کے حکم کی تعمیل ہوتی اچانک تبع الحمیری کے پورے بدن میں شدید درد کی لہر اٹھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم سوکھی لکڑی کی طرح اکڑنے لگا اور وہ مکمل طور پر حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔ شاہ یمن کی اچانک یہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھ کر اس کی فوج نے اپنی برہنہ تلواریں میانوں میں رکھ لیں، گھوڑوں کی ہنہناہٹ آہستہ آہستہ مدہم پڑتی گئی اور ماہر تیر اندازوں نے اپنے نوکیلے تیر دوبارہ ترکشوں کے اندر رکھ لئے۔ پوری فوج پر سکتہ اور سارے ماحول پر ایک ماتمی سناٹا طاری ہو گیا۔

الحمیری کا درد میں مبتلا جسم ایک بے حس وحرکت لاش کی طرح پڑا تھا اور ہر کوئی اس سوچ وفکر میں گم تھا کہ اب کیا ہوگا؟ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جارہی تھیں، تشویش وغم کا مہیب دائرہ پھیلتا جارہا تھا۔ کافی دنوں تک یہ حمیری لشکر شہر مکہ میں یونہی بیکار پڑا رہا۔ الحمیری کا سارا جنگی منصوبہ گویا دم توڑتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ لشکر میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ مشیران شاہی نے یہ فیصلہ کیا کہ شاہ یمن کے علاج کے لئے کسی حاذق اور ماہر حکیم کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ کافی تگ ودو کے بعد کئی اطباء کو بلایا گیا مگر مریض کی حالت دیکھ کر ہر حکیم نے معذوری کا اظہار کیا۔ بے امیدی کی فضا اور گہری ہوتی گئی، جملہ اطباء کی رائے میں شاہ یمن کی

بیماری عقل وفہم سے باہر تھی۔ بعض کے مطابق یہ عارضہ جسمانی نہیں بلکہ آسمانی ہے اور اس کا علاج صرف وحدہ لاشریک کے پاس ہے۔

جب ہر طرف سے ناامیدی کے بادل چھانے لگے تو اچانک ایک دن کسی صاحب بصیرت حکیم نے چپکے سے آ کر تبع الحمیری کے کان میں کہا: اے شاہ یمن! میں اس بیماری کا علاج صرف اس شرط پر کروں گا کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا سچ سچ جواب دینا۔ اگر ذرا بھی غلط بیانی سے کام لیا تو یاد رکھیں یہ مہلک اور خطرناک مرض جلد آپ کو موت کے منہ میں دھکیلنے والا ہے۔ بادشاہ کو طبیب کی یہ بات سن کر امید کی ایک روشن کرن دکھائی دی، چنانچہ اس نے حق کہنے کا وعدہ کر لیا۔

## تبع کی مرض کے اسباب بیان کرنے والے حکیم کا بیان

حکیم نے جو سوالات پوچھے، شاہ الحمیری نے ان کا صحیح جواب دیا۔ دوران گفتگو جونہی تبع الحمیری نے حکیم کو خانہ کعبہ پر حملہ اور مکہ مکرمہ کو نیست و نابود کرنے کی بات بتائی تو حکیم ایک دم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں کہا: بس کریں شاہ یمن، بس کریں۔ آگے مت بولیں۔ یہی وہ اصل وجہ ہے جس نے آپ کو بیماری کے اس عذاب میں گرفتار کر رکھا ہے۔۔۔ اس کا علاج صرف یہی ہے کہ فوراً اس مذموم خیال اور شیطانی ارادے کو اپنے دل و دماغ سے خارج کریں اور مالک کائنات سے معافی طلب کریں۔۔۔ شاید آپ نہیں جانتے کہ اس عظیم گھر بیت اللہ کا مالک، مالکِ کُل ہے، جو حیات و ممات، صحت و علالت کا مالک ہے، وہ خود ہی اپنے اس گھر کا محافظ ہے۔ آج تک جس نے بھی اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا، وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا ہو کر تباہ ہو گیا۔

شاہ یمن یاد رکھیں! آپ بھی ایک ایسے ہی جرم اور گناہ میں مبتلا ہو کر اس بیماری کا شکار بن گئے ہیں۔ حکیم کی یہ لرزہ خیز اور بصیرت افروز باتیں سن کر الحمیری کے لاغر و ساکت بدن میں جیسے برقی لہر دوڑ گئی، اس کا رگ و ریشہ کانپنے لگا، چہرہ پر ندامت و شرمندگی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ بلا تاخیر اس نے اسی حالت میں ارحم الراحمین سے صدقِ دل سے معافی طلب کی اور اپنے ارادہ کو دل سے نکالا۔ جونہی اس نے ارادہ ترک کیا، رب ذی الجلال کی رحمت خاص سے الحمیری کو صحت نصیب ہوئی۔

## تبع حمیری کا کعبۃ اللہ پر پہلا غلاف چڑھانے کا واقعہ

صحت یابی کے فوراً بعد اس نے خود کو پاک صاف کر کے بیت اللہ کا طواف کیا اور تمام اہل شہر کو چند دنوں کے بعد ایک عظیم الشان شاہی ضیافت میں مدعو کیا۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر تبع الحمیری نے اپنی عجز و نیازمندی کا اظہار کرتے ہوئے ایک نہایت قیمتی، دیدہ زیب، مرصع و منقش خوبصورت غلاف تیار کرا کر کعبہ پر چڑھایا۔ اس موقع پر بیت اللہ کی عمارت کو نہایت دلکش انداز میں سجایا گیا۔ الحمیری نے اظہار تشکر کے طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عظیمہ میں ہزاروں درہم و دینار کا نذرانہ پیش کیا، انہیں غرباء میں تقسیم کیا اور کئی اونٹوں کی قربانی بھی دی۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، (مکہ پر حملہ)، 1: 24 (ازرقی، اخبار مکۃ، 1: 134)

مکمل شفاء پانے کے بعد شاہ یمن کا جارحانہ مزاج بہت حد تک معتدل ہو گیا۔ تاہم اس نے اپنے جنگی مشن کو جاری رکھا اور

مکہ سے روانہ ہو کر کئی علاقوں کو زیر تسلط کیا۔ بالآخر جب شہر یثرب پہنچا تو اہل یثرب نے دفاعی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے خود کو محفوظ پناہ گاہوں میں محصور کر لیا۔ یہ صورت حال کئی ماہ تک بدستور قائم رہی مگر کوئی خاطر خواہ اور موثر نتیجہ برآمد نہ ہوا۔

## آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار

الحمیری نے اپنے مشیروں سے اس بابت بھی رائے طلب کی، فیصلہ کیا گیا کہ اہل یثرب کے معززین سے رابطہ کیا جائے۔ چنانچہ یمنی فوج کا ایک وفد شہر کی بارسوخ اور محترم شخصیات سے ملا۔ انہوں نے بتلایا کہ ہم اہل یثرب مختلف قوموں، نسلوں اور علاقوں کے باشندے ہیں جو اپنے آبائی اوطان چھوڑ کر اس شہر میں اس لئے آکر آباد ہوئے ہیں کہ ہم کو یہ بتایا گیا کہ یثرب، سرزمین عرب کی وہ وادی ہے جہاں کائنات کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر آباد ہونگے اور پھر اسی بستی کو اپنی جائے سکونت بنالیں گے۔ چنانچہ ہم ایک عرصہ سے اس نبی برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے ہیں۔

یمنی وفد نے واپس جا کر جب یہ حیرت انگیز بات شاہ یمن کو بتائی تو وہ بے حد متاثر و حیران ہوا۔ رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کا تذکرہ سن کر اس کا دل گداز ہو گیا اور آنکھوں میں اشکوں کی نمی جھلکنے لگی۔ وہ اس خواہش سے بے تاب ہو گیا کہ کاش وہ بھی اس برگزیدہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کر سکے۔ اس شوقِ زیارت نے اس کے پیکر جسمانی میں اضطراب واشتیاق دید کی ایک لہر دوڑا دی۔

## ایک ہزار سال قبل استقبالِ میلاد کا جلوس

وہ شب، شاہ یمن کی زندگی میں آنے والی سب سے انوکھی اور مضطرب شب تھی۔ اس شب کی صبح بیدار ہو کر الحمیری نے اپنے فوجیوں کے ہمراہ شہر یثرب کی گلی کوچوں اور بازاروں میں ایک بڑے جلوس کی شکل میں گھومنا شروع کیا۔ یہ جلوس اتنی شاندار طریقے اور نظم وضبط سے شہر کے مختلف علاقوں میں گھومتا رہا کہ اہل یثرب ان لوگوں کے ذوق وشوق اور عقیدت کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ تبع الحمیری بہ نفس نفیس خوش الحانی اور سوز وگداز سے دل میں اتر جانے والے عقیدت واحترام سے بھرپور اشعار بلند آواز سے پڑھتے جا رہے تھے۔ ذیل میں ان سے چند منتخب اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

شهدت على احمد انه رسول من الله بارى النسم ،ولو مد عمرى الى عمره لكنت وزيرا له

وابن عم ، وجاهدت بالسيف اعداءه وفرجت عن صدره كل غم

میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے برحق رسول ہیں، وہ اللہ جو ارواح کو پیدا فرمانے والا ہے۔ اگر میری عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ضرور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچازاد بیٹے کی طرح آپ کا مددومعاون بنوں گا اور شمشیر بکف ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں سے ایسا جہاد کروں گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام دلی غم دور ہو جائیں۔ (ابن ہشام، السیرۃ النبویہ (مدینہ پر حملہ)، 1:21، (22)

عالمی تاریخ کا یہ ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ ہے کہ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس صدیاں پہلے میلاد النبی صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک عظیم الشان جلوس شاہ یمن کی زیر قیادت اُسی شہر میں بڑے تزک واحتشام سے نکالا گیا جس شہر کے باسی اسی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی آس لگائے ان کی راہ دیکھ رہے تھے۔

تاریخی شواہد اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ جلوس اتنا وجد آفرین تھا کہ حلاوت وعقیدت میں ڈوبے ہوئے اشعار کے علاوہ اس جلوس میں شامل لوگ یا محمد یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ایمان افروز نعرے بھی لگا رہے تھے جس سے اردگرد کا ماحول نہایت رقت آمیز ہو گیا تھا۔

## زیارتِ مصطفیٰ ﷺ کی نیت سے مدینہ میں سکونت

مورخین رقمطراز ہیں کہ تبع الحمیر ی کے ہمراہ اس جلوس میں علماء وفصحاء، دانشور اور اہل قلم کی ایک کثیر تعداد بھی شریک تھی۔ ان میں سے علماء کی ایک جماعت نے شاہِ یمن سے یہ کہا کہ ان کو اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ زیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرفراز وفیض یاب ہو سکیں۔ شاہ یمن نے جواب دیا کہ میں خود بھی ایک سال تک یثرب میں ہی قیام کروں گا، ممکن ہے اس دوران آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مژدہ جاں فزاء سن لوں مگر رب کریم کو ابھی یہ منظور نہ تھا کیونکہ جان کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت میں ابھی ایک ہزار چالیس سال باقی تھے۔ جب یہ پورا سال گزر گیا تو شاہ یمن نے اپنی روانگی سے پہلے ایک مکتوب بحضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحریر کیا اور ڈبہ میں بند کر کے شامول نامی ایک عالم کو امانتاً یہ کہہ کر دیا کہ اگر آپ کو یہ زیارت نصیب ہو تو میرا اعجزانہ یہ مکتوب آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کر دینا۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو سکے تو اپنی آنے والی نسلوں کو امانتاً یہ خط منتقل کرتے رہنا یہاں تک یہ اس خوش نصیب انسان تک پہنچ جائے جسے رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ودیدار نصیب ہو۔ تبع الحمیر ی کے اس مکتوب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

## حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تبع الحمیر ی کا مکتوب

اے رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کتاب پر ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب پر جو تمام جہانوں کا مالک ومولیٰ ہے میں ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضیلتیں نازل ہوئیں میں نے ان کو قبول وتسلیم کیا۔ اگر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پایا تو میں نے گویا نعمت حاصل کر لی اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے روز قیامت شفاعت فرمادیں اس لئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولین امت میں سے ہوں، للہ اس روز مجھے فراموش نہ کیجئے گا کیونکہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع، تشریف آوری اور اللہ کی طرف سے مبعوث بہ رسالت ہونے کی تصدیق کی ہے۔

یہ مکتوب عقیدت شاہ یمن کی ہدایت کے مطابق شامول کی نسل میں مسلسل سفر کرتا ہوا مشہور صحابی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ تک جا پہنچا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت صدیوں پرانا یہ راز اس وقت افشا ہوا جب ناقۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھٹنے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ٹیک دیئے اور پھر یہی گھر آقا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یثرب میں پہلی قیام گاہ بنا کیونکہ تبع الحمیر ی کا وہ مکتوب 21 ویں پشت سے انہی کے پاس من وعن موجود تھا۔ مرحبا یا الاخ الصالح

جب یہ مکتوب انہوں نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسے پڑھنے کا حکم دیا۔ اس مکتوب کو بغور سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف تبع الحمیر ی کا مسلمان ہونا قبول فرمایا بلکہ اس کی پیش کردہ شفاعت کی عرض داشت بھی منظور فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبع الحمیر ی کے پیام محبت سے اتنے مسرور وشاداں اور متاثر ہوئے کہ بے ساختہ لب ہائے مبارک پر تین بار مرحبا یا الاخ الصالح کے الفاظ ادا ہوئے یعنی میں اپنے صالح بھائی تبع الحمیر ی کو مرحبا کہتا ہوں۔ (شامی، سبل الہدیٰ والرشاد، 3:274)

مذکورہ مضمون کے مندرجات سے ثابت ہوا کہ بعثت نبوی سے 1040 سال پہلے شاہ یمن نے عقیدت ومحبت میں ڈوب کر یثرب کی گلیوں اور بازاروں میں میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا ارضی جلوس نکالا تھا۔ اسی وقت اپنے ساتھیوں سمیت رسالت ونبوت پر ایمان لاکر مسلمان ہوگیا تھا۔ اس طرح یہ تمام یمنی لوگ سابقون والاولون میں شمار ہوئے۔ اللہ ان کی قبروں پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری لکھا ہے کہ جب تبع نے حجاز پر لشکر کشی کی تو اس کا گزر یثرب سے ہوا جہاں اس کے پاس چار سو یہودی علماء آئے اور اس کو بیت اللہ کی تعظیم کے وجوب سے آگاہ کرتے ہوئے اس کو یہ بھی بتایا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں جن کا مسکن یثرب ہوگا، یہ سن کر تبع نے ان کی تکریم کی اور بیت اللہ کی تعظیم اس پر غلاف چڑھا کر کی اور ایک خط لکھ کر اس کو ان علماء میں سے ایک کے حوالہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر اس کو آنے والے نبی کا زمانہ ملے تو وہ یہ خط ان کی خدمت میں پیش کرے، کہا جاتا ہے کہ ابوایوب اسی شخص کی اولاد میں سے تھے، ابن ہشام نے اس کو اپنی کتاب التیجان میں بیان کیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں تبع کے ذکر کے ضمن میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، مطبوعہ بیروت)

| |
|---|
| مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ |
| ہم نے ان دونوں کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔ |

## زمین وآسمان کی تخلیق کا اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلیل ہونے کا بیان

"مَا خَلَقْنَاهُمَا" وَمَا بَيْنَهُمَا "إِلَّا بِالْحَقّ" أَيْ مُحِقِّينَ فِي ذَلِكَ لِيُسْتَدَلّ بِهِ عَلَى قُدْرَتنَا وَوَحْدَانِيّتنَا وَغَيْر ذَلِكَ "وَلَكِنَّ أَكْثَرهمْ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "إِنَّ يَوْم الْفَصْل" يَوْم الْقِيَامَة يَفْصِل اللَّه فِيهِ بَيْن الْعِبَاد "مِيقَاتهمْ أَجْمَعِينَ" لِلْعَذَابِ الدَّائِم،

ہم نے ان دونوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اس کو حق ہی کے ساتھ پیدا کیا ہے یعنی اس کا حق ہونا ہماری قدرت وتوحید پر دلالت کرنے والا ہے۔ اور لیکن ان کے اکثر لوگ یعنی کفار مکہ نہیں جانتے۔ یقیناً فیصلے کا دن ان سب کا مقرر وقت ہے۔

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرمادے گا۔ان کا سب کے دائمی عذاب کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر سوچنے سمجھنے والی عقل ہو تو آسمان وزمین اور ان کے اندر جو مخلوقات پیدا کی گئی ہیں وہ سب بہت سے حقائق پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً ایک تو قدرت خداوندی پر۔دوسرے آخرت کے امکان پر، کیونکہ جس ذات نے ان عظیم اجسام کو عدم سے وجود عطا کیا وہ یقیناً اس بات پر بھی قادر ہے کہ انہیں ایک مرتبہ فنا کر کے دوبارہ پیدا کر دے۔تیسرے جزاوسزا کی ضرورت پر، کیونکہ اگر آخرت کی جزاوسزا نہ ہو تو یہ سارا کارخانہ وجود بیکار ہو جاتا ہے۔اس کی تخلیق کی تو حکمت ہی یہ ہے کہ اسے دارالامتحان بنایا جائے اور اس کے بعد آخرت میں جزاوسزا دی جائے ورنہ نیک وبد دونوں کا انجام ایک ہونا لازم آتا ہے جو اللہ کی شان حکمت سے بعید ہے۔چوتھے یہ کائنات سوچنے سمجھنے والوں کو اطاعت خداوندی پر ابھارنے والی بھی ہے کیونکہ یہ ساری مخلوقات اس کا بہت بڑا انعام ہیں اور بندے پر واجب ہے کہ اس نعمت کا شکر اس کے اخلاق کی اطاعت کر کے ادا کرے۔

| |
|---|
| يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ |
| جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، |
| بے شک وہی سب پر غالب، نہایت رحم والا ہے۔ |

## قیامت کے دن کفار کی دوستی کام نہ آنے کا بیان

"يَوْم لَا يُغْنِي مَوْلَى عَنْ مَوْلَى" بِقَرَابَةٍ أَوْ صَدَاقَة أَيْ لَا يَدْفَع عَنْهُ , وَيَوْم بَدَل مِنْ يَوْم الْفَصْل "شَيْئًا" مِنْ الْعَذَاب "وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ" يُمْنَعُونَ مِنْهُ

"إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّه" وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ فَإِنَّهُ يَشْفَع بَعْضهمْ لِبَعْضٍ بِإِذْنِ اللَّه "إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيز" الْغَالِب فِي انْتِقَامه مِنْ الْكُفَّار "الرَّحِيم" بِالْمُؤْمِنِينَ،

جس دن کوئی دوست کسی دوست کے بہ طور قرابت یا دوستی کے کچھ کام نہ آئے گا یعنی اس سے کچھ بھی عذاب دور نہ کر سکے گا۔ اور یوم یہ یوم فصل سے بدل ہے۔جو عذاب سے ہے۔اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی۔یعنی ان سے کوئی عذاب روکا نہ جائے گا مگر جس پر اللہ نے رحم کیا، اور وہ اہل ایمان ہوں گے جو اللہ کے اذن سے ایک دوسرے کی سفارش کریں گے۔بے شک وہی کفار سے انتقام لینے میں غالب، اہل ایمان پر نہایت رحم والا ہے۔

## قیامت کے دن کفار ومنافقین کے سخت عذاب کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مؤمن کو اپنے (فضل وکرم اور اپنی رحمت کے) قریب کرے گا اور (پھر) اس کو اپنی حفاظت اور اپنی عنایت کے سائے میں چھپائے گا تاکہ وہ اہل محشر پر اپنے گناہوں اور اپنی بداعمالیوں کے کھل جانے کی وجہ سے شرمندہ اور رسوا نہ ہو) پھر اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے پوچھے گا کہ

کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، کیا تو اس گناہ کو جانتا ہے، یعنی کیا تجھے یاد اور اعتراف ہے کہ تو نے دنیا میں فلاں فلاں گناہ کئے تھے؟ وہ (مؤمن) عرض کرے گا کہ ہاں اے پروردگار (مجھے اپنا وہ گناہ یاد ہے اور اپنی بدعملی کا اعتراف کرتا ہوں غرضیکہ اللہ تعالیٰ اس (مؤمن) سے اس کے تمام گناہوں کا اعتراف واقرار کرائے گا اور وہ (مؤمن) اپنے دل میں کہتا ہوگا کہ (ان گناہوں کی پاداش) میں اب ہلاک ہوا، اب تباہ ہوا! لیکن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں اور ان عیوب کی پردہ پوشی کی اور آج بھی میں تیرے ان گناہوں کو بخش دوں گا" پس اس (مؤمن) کو اس کی نیکیوں کا اعمال نامہ دے دیا جائے گا (اور برائیوں کا اعمالنامہ کالعدم کر دیا جائے گا) اور جہاں تک کافروں اور منافق لوگوں کا تعلق ہے تو ان کو تمام مخلوق کے سامنے طلب کیا جائے گا اور پکار کر کہا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کفر وشرک کے ذریعہ) اپنے رب پر بہتان باندھا تھا، جان لو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 125)

| |
|---|
| اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ○ كَالْمُهْلِ ۚ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ○ |
| بیشک آخرت میں ایک تھوہڑ کا درخت ہے۔ جو گناہگاروں کی غذا ہے وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش |
| کھائے گا۔ جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے۔ |

## جہنم میں ہونے والے شجر زقوم کا بیان

"إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوم" هِيَ مِنْ أَخْبَث الشَّجَر الْمُرّ بِتِهَامَة يُنْبِتهَا اللّٰه تَعَالَى فِي الْجَحِيم "طَعَام الْأَثِيم" أَبِي جَهْل وَأَصْحَابه ذَوِي الْإِثْم الْكَبِير، "كَالْمُهْلِ" أَيْ كَدُرْدِيّ الزَّيْت الْأَسْوَد خَبَر ثَانٍ "يَغْلِي فِي الْبُطُون" بِالْفَوْقَانِية خَبَر ثَالِث وبالتَّحْتَانِيّة حَال مِنْ الْمُهْل "كَغَلْيِ الْحَمِيم" الْمَاء الشَّدِيد الْحَرَارَة،

بیشک آخرت میں ایک تھوہڑ کا درخت ہے۔ یہ کڑا درخت ہے جو خبیث ترین تہامہ میں اگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اگائے گا، جو گناہگاروں کی غذا ہے۔ جس طرح ابو جہل اور اس کے ساتھی جو بڑے گناہوں والے ہیں۔ وہ پگھلے ہوئے تانبے کی مانند پیٹ میں جوش کھائے گا۔ یعنی جس طرح تارکول ہوتا ہے اور یہاں پر کالمہل یہ خبر ثانی ہے۔ اور یغلی یہ فوقانیہ کے ساتھ خبر ثالث ہے۔ اور تحتانیہ کے ساتھ یہ مہل سے حال ہے۔ جیسے گرم پانی جوش کھاتا ہے۔ یعنی سخت گرم پانی ہوتا ہے۔

## دوزخیوں کیلئے زقوم کے درخت کی خوراک کا بیان

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے احاطہ کے لئے چار دیواریں ہوں گی جن میں سے ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابو سعید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا (یعنی خراب خون

اور پیپ) اگراس کا ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ، آل عمران:102) تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا اگر (دوزخ کے) زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کردے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 246)

| |
|---|
| خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ٥ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ٥ |
| ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ٥اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ٥ |
| فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے پکڑو اور بیچوں بیچ جہنم تک لے جاؤ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو فرمادیں کہ |
| اب اپنے کیے کا مزہ چکھو کہ تم تو بڑے صاحب عزت اور محترم کہے جاتے تھے۔ یہی وہ عذاب ہے جس میں تم شک پیدا کررہے تھے۔ |

## اہل دوزخ پر کھولتے ہوئے پانی کو ڈال دیئے جانے کا بیان

"خُذُوْهُ" يُقَال لِلزَّبَانِيَةِ : خُذُوا الْأَثِيم "فَاعْتِلُوْهُ" بِكَسْرِ التَّاء وَضَمّهَا جُرُّوْهُ بِغِلْظَةٍ وَشِدَّة "إِلَى سَوَاء الْجَحِيم" وَسَط النَّار

"ثُمَّ صُبُّوا فَوْق رَأْسه مِنْ عَذَاب الْحَمِيم " أَيْ مِنَ الْحَمِيم الَّذِي لَا يُفَارِقهُ الْعَذَاب فَهُوَ أَبْلَغ مِمَّا فِي آيَة "يُصَبّ مِنْ فَوْق رُءُوسهمْ الْحَمِيم"

وَيُقَال لَهُ "ذُقْ" أَيْ الْعَذَاب "إِنَّك أَنْتَ الْعَزِيز الْكَرِيم " بِزَعْمِك وَقَوْلك مَا بَيْن جَبَلَيْهَا أَعَزّ وَأَكْرَم مِنِّي "إِنَّ هَذَا" الَّذِي تَرَوْنَ مِنْ الْعَذَاب "مَا كُنْتُمْ بِهِ تَمْتَرُوْنَ" فِيهِ تَشُكُّوْنَ،

فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے یعنی گناہگاروں کو پکڑو اور جہنم کے اندر تک لے جاؤ۔ یعنی جہنم کے درمیان میں لے آؤ، یہاں پر فاعتلوا یہ تاء کے کسرہ اور اس کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دیں۔ یعنی ایسا کھولتا ہوا پانی کا عذاب جو ان سے الگ نہ ہوگا۔ اور یہ اس آیت " "يُصَبّ مِنْ فَوْق رُءُوسِهِمُ الْحَمِيم" " سے زیادہ بلیغ ہے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے کیے کا مزہ چکھو یعنی عذاب چکھو کہ تم تو اپنے خیال میں بڑے صاحب عزت اور محترم کہے جاتے تھے۔ یعنی آپ کا یہ قول یہ دونوں پہاڑوں کے درمیان مجھ سے زیادہ عزت احترام والا کوئی نہیں۔ یہی وہ عذاب تم دیکھ رہو جس میں تم شک پیدا کر رہے تھے۔

## گرم پانی کے سبب جہنمیوں کی آنتوں کے باہر نکل آنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں یہاں تک کہ وہ گرم پانی پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹتا اور گلاتا ہوا پیروں کے راستہ سے باہر نکل جائے گا اور صہر کے یہی معنی ہیں پھر وہ دوزخی کہ جس کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل ہوگا ویسا کا ویسا ہو جائے گا۔ (ترمذی، مشکوٰۃ شریف، 244)

- صہر کے معنی گلنے اور پگھلنے کے ہیں اور یہ لفظ جس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی قرآن کریم کی اس آیت میں آیا ہے۔ (يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ 19 يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ، الحج:19) (اور) ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑ دیا جائے گا جس سے پیٹ کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی پھر وہ ویسا کا ویسا ہی ہو جائے گا کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل عذاب کے طور پر مسلسل باقی رکھا جائے گا، یعنی اس عذاب کے بعد وہ اپنی سابق حالت پر واپس آجائیں گے ان کی کھال جوں کی توں ہو جائے گی اور ان کی آنتیں پیٹ میں اپنی اپنی جگہ صحیح سالم ہو جائیں گی، تب پھر ان کے سر پر وہی گرم پانی ڈالا جائے گا جو اندر تک تاثیر کرتا ہوا پیٹ تک پہنچے گا اور آنتیں وغیرہ کو کاٹتا گلاتا ہوا دونوں پیروں کے راستہ باہر نکل جائے گا۔

| |
|---|
| اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ o فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ o يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ o |
| كَذٰلِكَ ۛ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ o يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِيْنَ o |
| بیشک وہ صاحبانِ تقویٰ محفوظ مقام پر ہوں گے۔ باغات اور چشموں کے درمیان۔ وہ ریشم کی باریک اور موٹی پوشاک |
| پہنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوگا اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے |
| جوڑے لگا دیں گے۔ وہ وہاں ہر قسم کے میوے سکون کے ساتھ طلب کریں گے |

## اہل جنت کے امن والے مقام اور جنتی نعمتوں کا بیان

"اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَام" مَجْلِس "أَمِين" يُؤْمَن فِيهِ الْخَوْف "فِي جَنَّات" بَسَاتِين "يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُس وَإِسْتَبْرَق" أَيْ مَا رَقَّ مِنْ الدِّيبَاج وَمَا غَلُظَ مِنْهُ "مُتَقَابِلِينَ" حَال أَيْ لَا يَنْظُر بَعْضهمْ إلَى قَفَا بَعْض لِدَوَرَانِ الْأَسِرَّة بِهِمْ،

"كَذَلِكَ" يُقَدَّر قَبْله الْأَمْر "وَزَوَّجْنَاهُمْ" مِنْ التَّزْوِيج أَوْ قَرَنَّاهُمْ "بِحُورٍ عِين" بِنِسَاءٍ بِيض وَاسِعَات الْأَعْيُن حِسَانهَا،

"يَدْعُونَ" يَطْلُبُونَ الْخَدَم "فِيهَا" أَيْ الْجَنَّة أَنْ يَأْتُوا "بِكُلِّ فَاكِهَة" مِنْهَا "آمِنِينَ" مِنْ انْقِطَاعهَا

وَمَضَرَّتِهَا وَمِنْ كُلِّ مَخُوف حَال،

بیشک وہ صاحبانِ تقویٰ محفوظ مقام یعنی جگہ پر ہوں گے۔ جس میں خوف سے امن ہوگا۔ باغات اور چشموں کے درمیان۔ وہ ریشم کی باریک اور موٹی پوشاک پہنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ متقابلین یہ حال ہے۔ یعنی ان کے صوفوں کے گول ہونے کے سبب کوئی کسی جانب پشت نہ کرے گا۔ ایسا ہی ہوگا یہاں کذلک سے پہلے الأمر مقدر مانا جائے گا۔ اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے ان کے جوڑے لگا دیں گے۔ وہ وہاں ہر قسم کے میوے سکون کے ساتھ طلب کریں گے۔ یعنی اہل جنت جنتی خادمین سے پھل وغیرہ طلب کریں گے۔ لہٰذا جنت میں انہیں ہر قسم کا پھل دیا جائے گا۔ جو ہر قسم کے نقصان اور ختم ہونے کے اندیشہ سے پاک ہوں گے۔ یہاں پر آمنین کے یدعون کی ضمیر سے حال ہے۔

## اہل جنت کیلئے انعام کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "صبح کو شام کو ایک بار اللہ کی راہ میں نکلنا دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے اور اگر جنتیوں میں سے کسی کی عورت (یعنی کوئی حور) زمین کی طرف جھانک لے تو مشرق ومغرب کے درمیان کو (یعنی دنیا کے اس کونے سے لے کر اس کونے تک کی تمام چیزوں کو) روشن ومنور کردے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کی تمام فضاء کو خوشبو سے بھردے، نیز اس کے سر کی ایک اوڑھنی اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔"

(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 181)

صبح اور شام کی تخصیص معمول کا لحاظ رکھتے ہوئے ہے کہ عام طور پر فوج ولشکر کی روانگی میدان جنگ میں معرکہ آرائی اور حملہ وغیرہ کی ابتداء انہی اوقات میں ہوئی ہے۔ ورنہ یہاں نطق مراد ہے خواہ وہ صبح وشام کا وقت ہو یا کوئی اور وقت "اللہ کی راہ" سے مراد جہاد وغیرہ بھی ہے اور ہجرات بھی، اسی طرح حج، طلب علم اور ہر اس مقصد کے لئے گھر سے نکلنا اور سفر کرنا بھی مراد ہے جس کا مطمع نظر اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کا حصول اور بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر اسی کے فرمان کی بجا آوری ہو یہاں تک کہ اپنے اہل وعیال کا نفقہ پورا کرنے کے لئے اور عبادت الٰہی اور احکام الٰہی کی بجا آوری میں دلجمی واطمینان اور حضور قلب کے حصول کی غرض سے رزق حلال کی تلاش میں نکلنا اور سفر کرنا بھی اللہ کی راہ میں نکلنے کا مفہوم رکھتا ہے! حاصل یہ ہے کہ "الہ کی راہ" میں گھربار چھوڑ کر مصروف عمل رہنے والے لوگوں کو جو فضیلت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ صرف اس بات سے لگا دیا جائے کہ جو شخص محض ایک بار بھی اللہ کی راہ میں نکلتا ہے اور اس کے نتیجہ میں اس کو جو اجر وثواب ملتا ہے یا اس کو آخرت میں جو نعمتیں حاصل ہوں گی وہ اس دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہیں! نیز ذکر چونکہ اللہ کے راستہ میں نکلنے کی فضیلت کا تھا جس کا اجر اللہ کے ہاں جنت ہے اس مناسبت سے جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت (یعنی حور) کی کچھ خوبیاں بھی بیان فرمائی گئیں۔ لفظ بینہما کی ضمیریں مشرق ومغرب کی طرف لوٹائی گئی ہیں، لیکن یہ ضمیریں آسمان وزمین کی طرف یا جنت اور زمین کی طرف بھی لوٹائی جا سکتی ہیں، ویسے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ جنت اور زمین کی طرف راجع ہوں کیونکہ عبارت میں بھی یہی دونوں صریحاً مذکور ہیں۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر ان حوروں میں سے کوئی کھاری سمندر میں تھوک دے تو اس کا سارا پانی میٹھا ہو جائے پھر وہاں یہ جس میوے کی طلب کریں گے موجود ہو گا جو مانگیں گے ملے گا ادھر ارادہ کیا ادھر موجود ہوا، خواہش ہوئی اور حاضر ہوا پھر نہایت بےفکری سے کسی کا خوف نہیں ہو گا ختم ہو جانے کا کھٹکا نہیں ہو گا پھر فرمایا وہاں انہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر استثناء منقطع لا کر اس کی تاکید کر دی۔

| |
|---|
| لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُولٰى ۚ وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ |
| اور وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا مزہ نہیں چکھنا ہو گا اور خدا انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ |

## پہلی موت کے بعد دوبارہ موت نہ آنے کا بیان

"لَا يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَى" أَيْ الَّتِي فِي الدُّنْيَا بَعْد حَيَاتهمْ فِيهَا قَالَ بَعْضهمْ إِلَّا بِمَعْنَى بَعْد،

اور وہاں پہلی موت کے علاوہ کسی موت کا مزہ نہیں چکھنا ہو گا یعنی جو موت دنیا میں ان کے زندگی کے بعد اس میں آئی تھی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہاں پر لفظ الا بہ معنی بعد کے آیا ہے۔ اور خدا انہیں جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔

## موت کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دینے کا بیان

ابوصالح حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن موت کو نمکین رنگ کے ایک دنبے کی شکل میں لایا جائے گا ابو کریب کی روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ اس دنبے کو جنت اور دوزخ کے درمیان لا کر کھڑا کر دیا جائے گا پھر اللہ فرمائے گا۔

اے جنت والو کیا تم اسے پہچانتے ہو جنتی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے اور کہیں گے جی ہاں یہ موت ہے پھر اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا کہ اسے ذبح کر دیا جائے (پھر اُسے ذبح کر دیا جائے گا) پھر اللہ فرمائے گا اے جنت والو اب جنت میں ہمیشہ رہنا ہے موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو اب تمہیں دوزخ میں رہنا ہے اب موت نہیں ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی (وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ) اور ان لوگوں کو حسرت کی دن سے ڈرایئے جب ہر بات کا فیصلہ ہو جائے گا اور وہ غفلت میں پڑے ہیں ایمان نہیں لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ مبارک سے دنیا کی طرف ارشاد فرما رہے تھے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2680)

| |
|---|
| فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ |
| لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝ |

یہ سب آپ کے پروردگار کا فضل وکرم ہے اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے۔ پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان سے آسان کر دیا ہے کہ شاید یہ لوگ نصیحت حاصل کرلیں۔ پھر آپ انتظار کریں اور یہ لوگ بھی انتظار کر ہی رہے ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کے سبب قرآن مجید کے آسان ہونے کا بیان

"فَضْلًا" مَصْدَر بِمَعْنَى تَفَضُّلًا مَنْصُوب بِتَفَضُّلٍ مُقَدَّرًا "فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ" سَهَّلْنَا الْقُرْآن "بِلِسَانِك" بِلُغَتِك لِتَفْهَمهُ الْعَرَب مِنْك "لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ" يَتَّعِظُونَ فَيُؤْمِنُونَ لَكِنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ، "فَارْتَقِبْ" انْتَظِرْ هَلَاكهمْ "إِنَّهُمْ مُرْتَقِبُونَ" هَلَاكك وَهَذَا قَبْل نُزُول الْأَمْر بِجِهَادِهِمْ،

یہ سب آپ کے پروردگار کا فضل وکرم ہے۔ یہاں پر لفظ فضل یہ مصدر بہ معنی تفضّل جو تفضّل فعل مقدر کے منصوب ہے اور یہی انسان کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہے۔ پس ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان سے آسان کر دیا ہے یعنی آپ کی لغت پر تا کہ اہل عرب اس کو سمجھ سکیں۔ کہ شاید یہ لوگ نصیحت حاصل کرلیں۔ تو ایمان لے آئیں۔ لیکن وہ ایمان نہ لائے۔ پھر آپ ان کی ہلاکت کا انتظار کریں اور یہ لوگ بھی ہلاکت کا انتظار کر ہی رہے ہیں۔ اور یہ حکم ان کے ساتھ جہاد کرنے سے پہلے نازل ہونے والا ہے۔

## اہل جنت کی زبان عربی ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تین اسباب کی بناء پر تمہیں عرب سے محبت رکھنی چاہئے ایک تو اس وجہ سے کہ میں عرب میں سے ہوں (اور ظاہر ہے کہ جو چیز حبیب کی طرف سے منسوب ہوتی ہے اس کو محبوب ہونا چاہئے) دوسرے اس وجہ سے کہ قرآن عربی زبان میں ہے (یعنی قرآن کریم اس زبان میں اترا ہے جو عرب کی زبان ہے اور ان کی زبان ولغت ہی کے ذریعہ اس کی فصاحت وبلاغت جانی جاتی ہے) اور تیسرے اس وجہ سے کہ جنتیوں کی زبان عربی ہے (اس روایت کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 605)

جنتیوں کی زبان عربی ہے" سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ دوزخیوں کی زبان عربی نہیں ہوگی، بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عرب اور اہل عرب کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ فضیلت و برتری حاصل ہے نیز اس حدیث میں محبت کرنے کے صرف وہ تین اسباب بیان کئے گئے ہیں جو اس بارے میں نہایت اعلیٰ ہیں ورنہ ان کے علاوہ اور بھی اسباب و وجوہ ہیں جن کے بناء پر عرب اور اہل عرب سے محبت کرنا یا محبت ہونا لازمی چیز ہے مثلاً یہ کہ اہل عرب ہی نے شارع علیہ السلام سے براہ راست دین وشریعت کا علم حاصل کیا اور پھر اس علم کو ہم تک پہنچایا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال، عادات اور معجزات کو منضبط ومحفوظ کیا اور اس سرمایہ کو ہم تک منتقل کیا، عرب اور اہل عرب دراصل اسلام کے مددگار اور ہماری ملی زندگی کی جوہری توانائی ہیں انہوں نے اسلام کی خاطر دنیا بھر سے لوہا لیا بڑی بڑی طاقتوں سے جنگیں کیں، جان ومال کی قربانیاں دے کر بڑے بڑے علاقے فتح کئے شہر شہر، قریہ قریہ، اسلام پھیلایا، اطراف عالم میں دین کا جھنڈا بلند کیا اور مسلمانوں کو جو عزت، برتری اور شان وشوکت حاصل ہوئی وہ

انہی کی جدو جہد اور کوششوں کا نتیجہ ہے ہماری ملی تاریخ کی تمام تر عظمت و سر بلندی انہی کی مرہون منت ہے، اہل عرب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کی نسلی وانسانی خصوصیات اور خوبیوں کے امین ہیں اور نہ صرف یہ کہ ان کی زبان اہل جنت کی زبان ہوگی، بلکہ قبر میں منکر نکیر کا سوال بھی انہی کی زبان میں ہوگا اور انہی اسباب کی بناء پر کہا گیا ہے۔ **من اسلم فھو عربی** ۔" جو بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوا وہ عربی ہے۔

## کفار کیلئے ٹھکانہ دوزخ کے انتظار کا بیان

عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو (قبر کے اندر) صبح اور شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے لایا جاتا ہے۔

اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ اس کا انتظار کر، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھا کر وہاں بھیجے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 124

## سورہ دخان کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ دخان کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْجَاثِيَة

## یہ قرآن مجید کی سورت جاثیہ ہے

### سورت جاثیہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْجَاثِيَة (مَكِّيَّة إِلَّا آيَاتهَا سِتّ أَوْ سَبع وَثَلَاثُونَ)

یہ سورہ جاثیہ ہے، اس کا نام سورہ شریعہ بھی ہے، یہ سورت مکیہ ہے سوائے آیت (قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ، الجاثیۃ: 14) کے، اس سورت میں چار رکوع، سینتیس آیات، چار سو اٹھاسی کلمات، دو ہزار ایک سو اکیانوے حروف ہیں۔

### سورت جاثیہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کا نام جاثیہ ہے۔ اس سورت کی آیت مبارکہ ۲۸ میں لفظ جاثیہ کا استعمال ہوا ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگ گھٹنے کے بل بیٹھے ہوں گے۔ اس مناسبت سے یہ سورت جاثیہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| حٰمٓ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ○ |
| حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ کتاب کا اتارا جانا اللہ کی جانب سے ہے جو بڑی |
| عزت والا بڑی حکمت والا ہے۔ بلاشبہ آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ |

### زمین وآسمانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ پر قدرت پر دلائل کا بیان

"حم" اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "تَنْزِيل الْكِتَاب" الْقُرْآن مُبْتَدَأ "مِنَ اللّٰه" خَبَره "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

"إِنَّ فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَيْ فِي خَلْقهمَا "لَآيَات" دَالَّة عَلَى قُدْرَة اللّٰه وَوَحْدَانِيَّته تَعَالَى،

حا، میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کی جانب سے ہے۔ یہاں پر لفظ کتاب مبتداء ہے اور من اللہ اس کی خبر ہے۔ جو اپنی بادشاہت میں غالب، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔ بلاشبہ

آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں ایمان والوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو ہدایت فرماتا ہے کہ وہ قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کریں۔ اللہ کی نعمتوں کو جانیں اور پہچانیں پھر ان کا شکر بجالائیں دیکھیں کہ اللہ کتنی بڑی قدرتوں والا ہے جس نے آسمان و زمین اور مختلف قسم کی تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے فرشتے، جن، انسان، چوپائے، پرند، جنگلی جانور، درندے، کیڑے، پتنگے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سمندر کی بیشمار مخلوق کا خالق بھی وہی ایک ہے۔ دن کو رات کے بعد اور رات کو دن کے پیچھے وہی لا رہا ہے رات کا اندھیرا دن کا اجالا اسی کے قبضے کی چیزیں ہیں۔ حاجت کے وقت انداز کے مطابق بادلوں سے پانی وہی برساتا ہے رزق سے مراد بارش ہے اس لئے کہ اسی سے کھانے کی چیزیں اگتی ہیں۔ خشک بنجر زمین سبز و شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کی پیداوار اگاتی ہے۔ شمالی جنوبی پروا پچھوا تر و خشک کم و بیش رات اور دن کی ہوائیں وہی چلاتا ہے۔ بعض ہوائیں بارش کو لاتی ہیں بعض بادلوں کو پانی والا کر دیتی ہیں۔ بعض روح کی غذا بنتی ہیں اور بعض ان کے سوا کاموں کے لئے چلتی ہیں۔ پہلے فرمایا کہ اس میں ایمان والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ |
| اور تمھارے پیدا کرنے میں اور ان جاندار چیزوں میں جنھیں وہ پھیلاتا ہے، ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو یقین رکھتے ہیں۔ |

## زمین پر چلنے والے انسانوں وحیوانات سے استدلال قدرت کا بیان

"وَفِي خَلْقِكُمْ" أَيْ فِي خَلْق كُلّ مِنْكُمْ مِنْ نُطْفَة ثُمَّ عَلَقَة ثُمَّ مُضْغَة إلَى أَنْ صَارَ إنْسَانًا "وَمَا يَبُثّ" يُفَرِّق فِي الْأَرْض "مِنْ دَابَّة" هِيَ مَا يَدِبّ عَلَى الْأَرْض مِنْ النَّاس وَغَيْرهمْ "آيَات لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ" بِالْبَعْثِ،

اور تمھارے پیدا کرنے میں یعنی تم سب کو نطفہ سے پھر لوتھڑے سے پھر گوشت سے حتیٰ کہ وہ انسان بن گیا۔ اور ان جاندار چیزوں میں جنھیں وہ پھیلاتا ہے، دابہ ہر وہ چیز جو زمین پر چلے جیسے انسان وغیرہ ہیں۔ ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو لوگ بعث پر یقین رکھتے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وما یبث من دابۃ ۔ واو عاطفہ۔ جملہ کا عطف خلقکم پر ہے ما موصولہ۔ یبث مضارع واحد مذکر غائب۔ بث (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ دابۃ جانور، چلنے والا۔ رینگنے والا۔ پاوں دھرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مونث، دونوں کے لئے مستعمل ہے ۃ وحدت کی ہے دواب جمع ہے (تمہاری) اور ان جانوروں کی پیدائش میں جن کو اللہ نے (زمین پر) پھیلا رکھا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔

| |
|---|
| وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ |
| بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ٥ |
| اور رات اور دن کے بدلنے میں اور اس رزق میں جو اللہ نے آسمان سے اتارا، پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے |
| بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو سمجھتے ہیں۔ |

## دن رات کے اختلاف میں دلائل قدرت کا بیان

"وَ" فِي "اخْتِلَاف اللَّيْل وَالنَّهَار" ذَهَابهمَا وَمَجِيئُهُمَا "وَمَا أَنْزَلَ اللّٰه مِنَ السَّمَاء مِنْ رِزْق" مَطَر لِأَنَّهُ سَبَب الرِّزْق "فَأَحْيَا الْأَرْض بَعْد مَوْتهَا وَتَصْرِيف الرِّيَاح" تَقْلِيبهَا مَرَّة جَنُوبًا وَمَرَّة شِمَالًا وَبَارِدَة وَحَارَّة "آيَات لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ" الدَّلِيل فَيُؤْمِنُونَ.

اور رات اور دن کے بدلنے میں یعنی ان دونوں کے آنے جانے میں اور اس رزق میں جو اللہ نے آسمان سے بارش کے ذریعے اتارا، کیونکہ وہ رزق کا سبب ہے۔ پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیا اور ہواؤں کے پھیرنے میں جو کبھی جنوب سے چلتی ہیں اور کبھی شمال سے کبھی وہ ٹھنڈی ہوتی ہیں اور کبھی وہ گرم ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں دلائل ہیں جو سمجھتے ہیں۔ تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔

رات اور دن کا یہ فرق واختلاف اس اعتبار سے بھی نشانی ہے کہ دونوں پوری باقاعدگی کے ساتھ ایک دوسرے کے بعد آتے ہیں، اور اس اعتبار سے بھی کہ ایک روشن ہے اور دوسرا تاریک، اور اس اعتبار سے بھی کہ ایک مدت تک بڑی تدریج دن بڑا اور رات چھوٹی ہوتی چلی جاتی ہے، پھر ایک وقت جا کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے فرق واختلاف جو رات اور دن میں پائے جاتے ہیں اور ان سے جو عظیم حکمتیں وابستہ ہیں، وہ اس بات کی صریح علامت ہیں کہ سورج اور زمین اور موجودات زمین کا خالق ایک ہی ہے، اور ان دونوں کروں کو ایک ہی زبردست اقتدار نے قابو میں رکھا ہے، اور وہ کوئی اندھا بہرا بے حکمت اقتدار نہیں ہے بلکہ ایسا حکیمانہ اقتدار ہے جس نے یہ اٹل حساب قائم کر کے اپنی زمین کو زندگی کی ان بے شمار انواع کے لیے موزوں جگہ بنا دیا ہے جو نباتات، حیوانات اور انسان کی شکل میں اس نے یہاں پیدا کی ہیں۔

| |
|---|
| تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ٥ |
| یہ اللہ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم آپ پر پوری سچائی کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیتوں |
| کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی آیات کے برحق ہونے کا بیان

"تِلْكَ" الْآيَات الْمَذْكُورَة "آيَات اللّٰه" حُجَجه الدَّالَّة عَلَى وَحْدَانِيَّته "نَتْلُوهَا" نَقُصّهَا

"عَلَيْكَ بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِنَتْلُو "فَبِأَيِّ حَدِيث بَعْد اللّٰه" أَيْ حَدِيثه وَهُوَ الْقُرْآن "وَآيَاته" حُجَجه "يُؤْمِنُونَ" أَيْ كُفَّار مَكَّة أَيْ لَا يُؤْمِنُونَ وَفِي قِرَاءَة بِالتَّاءِ

یہ اللہ کی آیتیں ہیں یعنی جن کوذکر کیا گیا ہے۔ جن کی دلالت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ہے۔ جنہیں ہم آپ پر پوری سچائی کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں، یہاں پر لفظ بالحق یہ نتلوا کے متعلق ہے۔ پھر اللہ اور اس کی آیتوں یعنی قرآن کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے۔ یعنی کفار مکہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ ایک یؤمنون تاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## قرآن عظیم کی حقانیت کا بیان

مطلب یہ ہے کہ قرآن جوحق کی طرف نہایت صفائی اور وضاحت سے نازل ہوا ہے۔ اس کی روشن آیتیں تجھ پر تلاوت کی جا رہی ہیں۔ جسے یہ سن رہے ہیں اور پھر بھی نہ ایمان لاتے ہیں نہ عمل کرتے ہیں تو پھر آخر ایمان کس چیز پر لائیں گے؟ ان کے لئے ویل ہے اور ان پر افسوس ہے جو زبان کے جھوٹے کام کے گنہگار اور دل کے کافر ہیں اس کی باتیں سنتے ہوئے اپنے کفر انکار اور بد باطنی پر اڑے ہوئے ہیں گویا سنا ہی نہیں انہیں سنا دو کہ ان کے لئے اللہ کے ہاں دکھ کی مار ہے قرآن کی آیتیں ان کے مذاق کی چیز رہ گئی ہیں۔ تو جس طرح یہ میرے کلام کی آج اہانت کرتے ہیں کل میں انہیں ذلت کی سزا دوں گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ قرآن لے کر دشمنوں کے ملک میں نہ جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی اہانت وبیقدری کریں پھر اس ذلیل کرنے والے کا عذاب کا بیان فرمایا کہ ان خصلتوں والے لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ان کے مال واولاد اور ان کے وہ جھوٹے معبود جنہیں یہ زندگی بھر پوجتے رہے انہیں کچھ کام نہ آئیں گے انہیں زبردست اور بہت بڑے عذاب بھگتنے پڑیں گے پھر ارشاد ہوا کہ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے اور اس کی آیت سے جو منکر ہیں ان کے لئے سخت اور المناک عذاب ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا |
| كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ |
| بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جو اس پر پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں پھر اصرار |
| کرتا ہے تکبر کرتے ہوئے، گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں، تو آپ اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ |

## سخت جھوٹے گناہگاروں کیلئے ہلاکت کا بیان

"وَيْل" كَلِمَة عَذَاب "لِكُلِّ أَفَّاك" كَذَّاب "أَثِيم" كَثِير الْإِثْم "يَسْمَع آيَات اللّٰه" الْقُرْآن "تُتْلَى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرّ" عَلَى كُفْره "مُسْتَكْبِرًا" مُتَكَبِّرًا عَنْ الْإِيمَان "كَأَنْ لَمْ يَسْمَعهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيم" مُؤْلِم،

یہاں پر لفظ ویل یہ کلمہ عذاب ہے۔ بڑی ہلاکت ہے ہر سخت جھوٹے، گناہ گار کے لیے۔ یعنی زیادہ گناہ کرنے والے کیلئے۔

جو اللہ کی اُن آیتوں یعنی قرآن کو سنتا ہے جو اس پر پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں پھر اپنے کفر پر اصرار کرتا ہے تکبّر کرتے ہوئے، گویا اس نے انہیں سنا ہی نہیں، یعنی ایمان لانے سے تکبر کرتا ہے۔ جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو۔ تو آپ اسے دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

## سورہ جاثیہ آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

کہا گیا ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے حق میں نازل ہوئی جو عجم کے قصّے کہانیاں سنا کر لوگوں کو قرآن پاک سننے سے روکتا تھا اور یہ آیت ہر ایسے شخص کے لئے عام ہے جو دین کو ضرر پہنچائے اور ایمان لانے اور قرآن سننے سے تکبر کرے۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ جاثیہ، لاہور)

## تکبر کے سبب دین حق کو نہ سمجھنے کا بیان

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس چیز کی مثال جسے اللہ نے مجھے دے کر بھیجا ہے یعنی علم اور ہدایت کثیر بارش کی مانند ہے جو زمین پر بوئی چنانچہ زمین کے اچھے ٹکڑے نے اسے قبول کر لیا یعنی اپنے اندر جذب کر لیا، اس سے بہت زیادہ خشک و ہری گھاس پیدا ہوئی اور زمین کا ایک ٹکڑا ایسا سخت تھا کہ اس کے اوپر پانی جمع ہو گیا اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا اور لوگوں نے اسے پیا اور پلایا اور کھیتی کو سیراب کیا اور یہ (بارش کا پانی) زمین کے ایسے ٹکڑے پر بھی (پہنچا) جو چٹیل سخت میدان تھا نہ تو اس نے پانی کو روکا اور نہ گھاس کو اگایا لہٰذا یہ سب (مذکورہ مثالیں) اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھا اور جو چیز اللہ تعالیٰ نے میری وساطت سے بھیجی تھی اس نے اس سے نفع اٹھایا پس اس نے خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور اس آدمی کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو سمجھنے کے لئے تکبر کی وجہ سے سر نہیں اٹھایا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو جو میرے ذریعہ بھیجی گئی تھی قبول نہیں کیا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 147)

| |
|---|
| وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؕ مِنْ وَّرَآئِهِمْ |
| جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا كَسَبُوْا شَيْـًٔا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ |
| عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ هٰذَا هُدًى ۚ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ؕ |
| اور جب وہ ہماری آیات میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا |
| کرنے والا عذاب ہے۔ اُن کے بعد دوزخ ہے اور جو انہوں نے کما رکھا ہے ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ وہ بت، |
| جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے کارساز بنا رکھا ہے، اور ان کے لئے بہت سخت عذاب ہے۔ یہ ہدایت ہے، اور جن لوگوں |
| نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے سخت ترین دردناک عذاب ہے۔ |

## آیات قرآنی کا مذاق اڑانے والوں کیلئے اہانت والے عذاب کا بیان

"وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا" أَيِ الْقُرْآن "شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا" أَيْ مَهْزُوءًا بِهَا "أُولَئِكَ" أَيِ الْأَفَّاكُونَ "لَهُمْ عَذَاب مُهِين" ذُو إِهَانَة، "مِنْ وَرَائِهِمْ" أَيْ أَمَامهمْ لِأَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا "جَهَنَّم وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ مَا كَسَبُوا" مِنَ الْمَال وَالْفِعَال "شَيْئًا وَلَا اتَّخَذُوا مِنْ دُون اللّٰه" أَيِ الْأَصْنَام، "هَذَا" أَيِ الْقُرْآن "هُدًى" مِنَ الضَّلَالَة "وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبّهمْ لَهُمْ عَذَاب" حَظّ "مِنْ رِجْز" أَيْ عَذَاب "أَلِيم" مُوجِع

اور جب وہ ہماری آیات یعنی قرآن میں سے کوئی چیز معلوم کر لیتا ہے تو اسے مذاق بنا لیتا ہے، یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب ہوگا۔

اُن کے اس عرصہ حیات کے بعد دوزخ ہے اور جو مالِ دنیا وسامان انہوں نے کما رکھا ہے ان کے کچھ کام نہیں آئے گا اور نہ وہ بت ہی کام آئیں گے، جنہیں اللہ کے سوا انہوں نے کارساز بنا رکھا ہے، اور ان کے لئے بہت سخت عذاب ہے۔

یہ قرآن ہدایت ہے، یعنی ان کیلئے گمراہی سے ہدایت میں لانے والا ہے۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کے ساتھ کفر کیا ان کے لئے سخت ترین دردناک عذاب ہے۔

## اہل دوزخ کو ہر جانب سے جہنم کے گھیر لینے کا بیان

ورآء کا معنی آگے بھی اور پیچھے بھی، ادھر بھی اور ادھر بھی۔ اس لحاظ سے اس کے دو مطلب ہوئے۔ ایک یہ کہ ایسے لوگوں کو دنیا میں ذلت کا عذاب ہوگا پھر اس کے بعد ان کے لیے عذاب جہنم بھی تیار ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ اس ذلت کے عذاب کے بعد جہنم بھی ان کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

یعنی مال ودولت کام آئے گی اور نہ آل اولاد اور نہ ان کے اچھے اعمال۔ کیونکہ دنیا میں اگر انہوں نے کچھ اچھے عمل کیے بھی ہوں گے وہ برباد ہو جائیں گے اور ان کے کسی کام نہ آئیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وہ کام اس نیت سے کیے ہی نہ تھے کہ وہ آخرت میں ان کے کام آئیں گے بلکہ ان کا آخرت پر یقین ہی نہیں تھا۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ |
| وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ |
| اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۝ |
| اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں جہاز اور کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش |
| کر سکو، اور اس لئے کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔ اور اس نے تمہاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو |

اپنی طرف سے مسخر کردیا، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

## کائنات عالم میں مختلف چیزوں کی تسخیر کا بیان

"اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ" السُّفُن "فِيهِ بِأَمْرِهِ" بِإِذْنِهِ "وَلِتَبْتَغُوا" تَطْلُبُوا بِالتِّجَارَةِ، "وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَات" مِنْ شَمْس وَقَمَر وَنُجُوم وَمَاء وَغَيْره "وَمَا فِي الْأَرْض" مِنْ دَابَّة وَشَجَر وَنَبَات وَأَنْهَار وَغَيْرهَا أَيْ خَلَقَ ذَلِكَ لِمَنَافِعِكُمْ "جَمِيعًا" تَأْكِيد "مِنْهُ" حَال أَيْ سَخَّرَهَا كَائِنَة مِنْهُ تَعَالَى "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَات لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ" فِيهَا فَيُؤْمِنُونَ

اللہ ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کردیا تا کہ اس کے حکم سے اس میں جہاز اور کشتیاں چلیں اور تا کہ تم بحری راستوں سے بھی اس کا فضل تجارت کے ذریعے تلاش کرسکو، اور اس لئے کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔

اور اس نے تمہاری خاطر جو کچھ آسمانوں میں سورج، چاند، ستارے اور پانی وغیرہ ہے اور جو کچھ زمین میں جانور، درخت، نباتات اور نہریں وغیرہ ہیں۔ سب کو اپنی طرف سے مسخر کردیا، یعنی ان سب کو تمہارے فائدے کیلئے بنایا۔ یہاں پر جمیعا منه اس حال ہے۔ یعنی ان میں ہونے والی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔ تا کہ وہ ایمان لے آئیں۔

قرآن کریم میں فضل تلاش کرنے سے مراد عموماً کسب معاش کی جدوجہد ہوتی ہے۔ یہاں اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہیں سمندر میں کشتی رانی پر اس لئے قدرت دی گئی تا کہ اس کے ذریعہ تم تجارت کرسکو اور یہ بھی ممکن ہے کہ فضل تلاش کرنے کا کشتی رانی سے کوئی تعلق نہ ہو بلکہ یہ تسخیر بحر کی ایک مستقل قسم ہو اور مطلب یہ ہو کہ سمندر میں ہم نے بہت سی نفع بخش چیزیں پیدا کر کے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے تا کہ تم انہیں تلاش کر کے نفع اٹھاؤ چنانچہ جدید سائنس کی رو سے یہ معلوم ہے کہ سمندر میں اس قدر معدنی ذخائر اور زمین کی پوشیدہ دولتیں ہیں کہ اتنی خشکی میں بھی نہیں ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ۝

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کردیں جو اللہ کے دنوں کی امید اور خوف نہیں رکھتے تا کہ وہ ان لوگوں کو ان کا پورا بدلہ دے دے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ جس نے کوئی نیک عمل کیا تو وہ اسی کے لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

## اچھے اور برے اعمال پر بدلہ دیا جانے کا بیان

"قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ" يَخَافُونَ "أَيَّام اللَّه" وَقَائِعه أَيْ اغْفِرُوا لِلْكُفَّارِ مَا

وَقَعَ مِنهُمْ مِنَ الْأَذَى لَكُمْ وَهَذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِجِهَادِهِمْ "لِيَجْزِيَ" أَيِ اللَّه وَفِي قِرَاءَة بِالنُّونِ "قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" مِنَ الْغَفْرِ لِلْكُفَّارِ أَذَاهُمْ، "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ" عَمِلَ "وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا" أَسَاءَ "ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ" تَصِيرُونَ فَيُجَازِي الْمُصْلِح وَالْمُسِيء

آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کر دیں جو اللہ کے دنوں کی آمد کی امید اور خوف نہیں رکھتے۔یعنی کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف پر انہیں معاف کر دیں۔اور یہ حکم بھی ان کے ساتھ جہاد کرنے والے حکم سے پہلے نازل ہوا ہے تاکہ وہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے دے جو وہ کمایا کرتے تھے۔یعنی کفار کو ان کی تکالیف پر معاف کر دینا، یہاں پر لفظ یجزی ایک قرأت میں نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔

جس نے کوئی نیک عمل کیا تو وہ اسی کے لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے، پھر تم اپنے رب ہی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔لہٰذا انہیں اچھے اور برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

## سورہ جاثیہ آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

عطاء کی روایت ہے کہ میں حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یہاں (ایمان والوں سے) حضرت عمر خاص طور پر مراد ہیں اور خدا کیدنوں کی توقع رکھنے والوں سے عبداللہ بن ابی مراد ہے۔وہ اس طرح کہ مسلمان غزوہ بنو مصطلق میں بئر مریسع پر اترے تو عبداللہ نے اپنے غلام کو پانی لانے کے لیے بھیجا اس نے آنے میں کچھ دیر کر دی جب وہ آیا تو اس نے کہا تجھے کس نے روک لیا تھا؟ اس نے کہا عمر کے غلام نے وہ کنویں کی من پر بیٹھا تھا اور کسی ایک کو بھی اس وقت تک نہ لینے دیتا جب تک وہ نبی اور ابوبکر اپنے مولا کی مشک نہ بھروالیتا۔عبداللہ نے کہا ہماری اور ان لوگوں کی مثال اس مقولے کی طرح ہے کہ اپنے کتے کو موٹا کر تجھے کھا جائے اس کی بات حضرت عمر تک پہنچی وہ جلدی سے تلوار پکڑ کر اس کے ارادے سے نکلے کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی۔

(نیسابوری 312، زاد المسیر 7-357، قرطبی 16-(161)

میمون بن مہران حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔(من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا) (سورہ بقرہ) کوئی ہے جو خدا کو قرض حسنہ دے کہ وہ اس کے بدلے کو کئی گنا زیادہ دے گا۔

تو مدینہ میں ایک یہودی فنحاص کہنے لگا کہ محمد کا رب محتاج ہو گیا جب عمر نے یہ سنا تو اپنی تلوار لے کر تیزی سے اس کے طرف نکلے تو حضرت جبرائیل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا بے شک آپ کا رب فرماتا ہے۔قُلْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ خدا کے دنوں کی (جو اعمال کے بدلے کے لیے مقرر ہیں) توقع نہیں رکھتے ان سے درگزر کریں۔اور یہ بتایا کہ عمر تلوار لے کر اس یہودی کی طرف نکلا ہے رسول اللہ نے کسی کو حضرت عمر کے پیچھے بھیجا جب وہ آئے تو آپ نے فرمایا آپ اپنی تلوار رکھ دو انہوں نے کہا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق کو دے کر بھیجے گئے ہیں آپ نے فرمایا کیوں کہ تیرا رب فرماتا ہے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ )۔ حضرت عمر نے کہا یقیناً جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا ہے میرے چہرے پر غصے کو پسند نہیں فرماتا۔ (نیسابوری 313، قرطبی 16-161)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ |
| وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکم اور نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ |

## بنی اسرائیل کو کتاب ونبوت دیئے جانے کا بیان

"وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيل الْكِتَاب" التَّوْرَاة "وَالْحُكْم" بِهِ بَيْن النَّاس "وَالنُّبُوَّة" لِمُوسَى وَهَارُونَ مِنْهُمْ "وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَات" الْحَلَالَاتِ كَالْمَنّ وَالسَّلْوَى "وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ" عَالِمِي زَمَانهمْ الْعُقَلَاء،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب یعنی تورات اور حکم یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ اور حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو نبوت دی اور انھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا جیسے من وسلوٰی اور انھیں جہانوں پر فضیلت بخشی۔ یعنی ان کے زمانے کے اہل عقل پر فضیلت دی۔

## بنی اسرائیل اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا بیان

بنی اسرائیل پر جو نعمتیں رحیم وکریم اللہ نے انعام فرمائی تھیں ان کا ذکر فرما رہا ہے کہ کتابیں ان پر اتاریں رسول ان میں بھیجے حکومت انہیں دی۔ بہترین غذائیں اور ستھری صاف چیزیں انہیں عطا فرمائیں اور اس زمانے کے اور لوگوں پر انہیں برتری دی اور انہیں امر دین کی عمدہ اور کھلی ہوئی دلیلیں پہنچا دیں اور ان پر حجت اللہ قائم ہوگئی۔ پھر ان لوگوں نے پھوٹ ڈالی اور مختلف گروہ بن گئے اور اس کا باعث بجز نفسانیت اور خودی کے اور کچھ نہ تھا اے نبی تیرا رب ان کے ان اختلافات کا فیصلہ قیامت کے دن خود ہی کر دے گا اس میں اس امت کو چوکنا کیا گیا ہے کہ خبردار تم ان جیسے نہ ہونا ان کی چال نہ چلنا اسی لئے اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ تو اپنے رب کی وحی کا تابعدار بنا رہ مشرکوں سے کوئی مطلب نہ رکھ بے علموں کی ریس نہ کر یہ تجھے اللہ کے ہاں کیا کام آئیں گے؟ ان کی دوستیاں تو ان میں آپس میں ہی ہیں یہ تو اپنے ملنے والوں کو نقصان ہی پہنچایا کرتے ہیں۔

پرہیزگاروں کا ولی وناصر رفیق وکارساز پروردگار عالم ہے جو انہیں اندھیروں سے ہٹا کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے ہٹا کر اندھیریوں میں جھونکتے ہیں یہ قرآن ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں دلائل کے ساتھ ہی ہدایت ورحمت ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ |
| اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ |
| اور ہم نے ان کو دین کے واضح دلائل اور نشانیاں دی ہیں مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا انہوں نے |
| اختلاف کیا محض باہمی حسد وعداوت کے باعث، بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن |
| اس امر کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ |

## بنی اسرائیل کے پاس نبی کریم ﷺ کی بعثت کے علم کا بیان

"وَآتَيْنَاهُمْ بَيِّنَات مِنَ الْأَمْر " أَمْر الدِّين مِنْ الْحَلَال وَالْحَرَام وَبَعْثَة مُحَمَّد عَلَيْهِ أَفْضَل الصَّلَاة وَالسَّلَام "فَمَا اخْتَلَفُوا " فِي بَعْثَته "إلَّا مِنْ بَعْد مَا جَاءَهُمُ الْعِلْم بَغْيًا بَيْنهمْ " أَيْ لِبَغْيٍ حَدَثَ بَيْنهمْ حَسَدًا لَهُ،

اور ہم نے ان کو دین کے واضح دلائل اور نشانیاں دی ہیں۔یعنی دین میں حلال وحرام کے احکام، اور حضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم آ چکا انہوں نے اس سے اختلاف کیا محض باہمی حسد وعداوت کے باعث، بیشک آپ کا رب ان کے درمیان قیامت کے دن اس امر کا فیصلہ فرما دے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

اور علم زوالِ اختلاف کا سبب ہوتا ہے اور یہاں ان لوگوں کے لئے اختلاف کا سبب ہوا، اس کا باعث یہ ہے کہ علم ان کا مقصود نہ تھا بلکہ مقصود ان کا جاہ وریاست کی طلب تھی، اسی لئے انہوں نے اختلاف کیا۔

اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جلوہ افروزی کے بعد اپنے جاہ وریاست کے اندیشہ سے آپ کے ساتھ حسد اور دشمنی کی اور کافر ہو گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ جاثیہ، لاہور)

| |
|---|
| ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| پھر ہم نے آپ کو دین کے کھلے راستے پر مامور فرما دیا، سو آپ اسی راہ پر چلتے جایئے اور ان لوگوں کی |
| خواہشوں کو قبول نہ فرمایئے جنہیں علم ہی نہیں ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی شریعت کا بیان

"ثُمَّ جَعَلْنَاكَ " يَا مُحَمَّد "عَلَى شَرِيعَة " طَرِيقَة "مِنَ الْأَمْر " أَمْر الدِّين "فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِع أَهْوَاء الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ " فِي عِبَادَة غَيْر اللَّه،

یا محمد ﷺ پھر ہم نے آپ کو دین کے کھلے راستے شریعت پر مامور فرما دیا، سو آپ اسی راہ پر چلتے جایئے اور ان لوگوں کی خواہشوں کو قبول نہ فرمائیے جنہیں علم ہی نہیں ہے۔ یعنی جو غیر اللہ کی عبادت کی حیثیت کو نہیں جانتے۔ کہ اس کی وجہ سے ہلاکت کتنی ہے۔

شریعت کے لغوی معنی ہیں، ملت اور منہاج۔ شاہراہ کو بھی شارع کہا جاتا ہے کہ وہ مقصد اور منزل تک پہنچاتی ہے پس شریعت سے مراد، وہ دین ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمایا ہے تا کہ لوگ اس پر چل کر اللہ کی رضا کا مقصد حاصل کر لیں۔ آیت کا مطلب ہے، ہم نے آپ کو دین کے ایک واضح راستے یا طریقے پر قائم کر دیا ہے جو آپ کو حق تک پہنچا دے گا۔

| |
|---|
| اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ |
| بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے اور یقیناً ظالم لوگ، ان کے بعض بعض کے |
| دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔ |

## اہل تقویٰ کیلئے اللہ تعالیٰ کی دوستی کا بیان

"اِنَّهُمْ لَنْ يُغْنُوا" يَدْفَعُوا "عَنْكَ مِنَ اللّٰه" مِنْ عَذَابه "شَيْئًا وَإِنَّ الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ

بلاشبہ وہ اللہ کے مقابلے میں ہرگز تیرے کسی کام نہ آئیں گے یعنی عذاب سے بچانے میں کام نہ آئیں گے۔ اور یقیناً ظالم لوگ، یعنی کافر لوگ ان کے بعض بعض کے دوست ہیں اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔

یعنی حق کے مقابلہ میں سب بے انصاف اور ظالم لوگ مل بیٹھتے ہیں اور آپس میں اتحاد کر لیتے ہیں۔ اگر چہ ان میں خاصے باہمی اختلافات موجود ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں اللہ کے فرمانبرداروں اور اس سے ڈرنے والوں کا حامی و ناصر صرف اللہ ہوتا ہے جو ان کے سب کام سیدھے کئے جاتا ہے اور اس کی یہ کارسازی دائمی اور پائیدار ہے جو اس دنیا سے آگے آخرت میں بھی برقرار رہے گی۔

| |
|---|
| هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ |
| یہ لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔ |

## قرآن مجید کا بصائر، ہدایت اور رحمت ہونے کا بیان

"هَذَا" الْقُرْآن "بَصَائِر لِلنَّاسِ" مَعَالِم يَتَبَصَّرُونَ بِهَا فِي الْأَحْكَام وَالْحُدُود "وَهُدًى وَرَحْمَة لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ" بِالْبَعْثِ،

یہ قرآن لوگوں کے لیے سمجھ کی باتیں ہیں جو اس کے ذریعے احکام و حدود کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے لیے جو بعث پر یقین رکھتے ہیں ہدایت اور رحمت ہے۔

یعنی اس قرآن میں بصیرت افروز دلائل تو سب لوگوں کے لیے موجود ہیں۔لیکن ان دلائل سے فائدہ صرف وہ لوگ اٹھا سکتے ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔پھر جو لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں یہ کتاب دنیا میں زندگی گزارنے کے طریقہ کی مکمل رہنمائی کرتی ہے۔اس طریقہ زندگی پر عمل کرنے سے انسان کی آخرت بھی سنور جاتی ہے۔یہ تو اللہ کی رحمت کا ایک پہلو ہوا کہ اس نے اس دنیا میں ہی اخروی زندگی کی فلاح ونجات کا طریقہ بتا دیا۔اور اللہ کی رحمت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ قرآن زندگی گزارنے اور اس دنیا میں پرامن رہنے کے لیے سب انسانوں کے لیے ایسے متناسب اور متوازن اصول پیش کرتا ہے۔جن سے سب لوگوں کے حقوق کی ٹھیک تعیین ہو جاتی ہے اور کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔انسان کی عقل اگر ہزاروں سال بھی تجربے کرتی اور ٹھوکریں کھاتی پھرتی تب بھی ایسے متوازن اور متناسب اصول دریافت نہ کر سکتی تھی۔اللہ کی لوگوں پر خاص رحمت ہے کہ اس نے اس قرآن کے ذریعہ لوگوں کو ایسی ہدایات مفت میں دے دی ہیں۔

| |
|---|
| اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ |
| سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ |
| کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا،انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے |
| جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ |

## آخرت میں عیش وآرام کا نظریہ رکھنے والے خود فریبی کفار کا بیان

"أَمْ" بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار "حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا" اكْتَسَبُوا "السَّيِّئَات" الْكُفْر وَالْمَعَاصِي "أَنْ نَجْعَلهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات سَوَاء" خَبَر "مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتهمْ" مُبْتَدَأ وَمَعْطُوف وَالْجُمْلَة بَدَل مِنْ الْكَاف وَالضَّمِيرَانِ لِلْكُفَّارِ الْمَعْنَى: أَحَسِبُوا أَنْ نَجْعَلهُمْ فِي الْآخِرَة فِي خَيْر كَالْمُؤْمِنِينَ فِي رَغَد مِنْ الْعَيْش مُسَاوٍ لِعَيْشِهِمْ فِي الدُّنْيَا حَيْثُ قَالُوا لِلْمُؤْمِنِينَ: لَئِنْ بُعِثْنَا لَنُعْطَى مِنْ الْخَيْر مِثْل مَا تُعْطُونَ قَالَ تَعَالَى عَلَى وَفْق إنْكَاره بِالْهَمْزَةِ "سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ" أَيْ لَيْسَ الْأَمْر كَذَلِكَ فَهُمْ فِي الْآخِرَة فِي الْعَذَاب عَلَى خِلَاف عَيْشهمْ فِي الدُّنْيَا وَالْمُؤْمِنُونَ فِي الْآخِرَة فِي الثَّوَاب بِعَمَلِهِمْ الصَّالِحَات فِي الدُّنْيَا مِنْ الصَّلَاة وَالزَّكَاة وَالصِّيَام وَغَيْر ذَلِكَ وَمَا مَصْدَرِيَّة أَيْ بِئْسَ حُكْمًا حُكْمهمْ هَذَا

یہاں پر لفظ اَم یہ معنی ہمزہ انکاری ہے۔کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں یعنی کفر ومعاصی کا ارتکاب کیا،انھوں نے گمان کرلیا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے؟ان کا جینا اور ان کا مرنا برابر ہوگا؟ یہاں پر لفظ سواء یہ خبر ہے۔اور محیاھم اور مماتھم یہ مبتداء ہے۔اور معطوف ہے۔اور جملہ کاف سے بدل ہے جبکہ دونوں اضمار کفار کی

جانب لوٹنے والی ہیں۔جس کا معنی یہ ہے کہ انہوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم آخرت میں اہل ایمان کی طرح ہوں گے۔جس طرح وہ دنیا میں عیش وآرام میں ہیں۔اور یہ بات انہوں نے مؤمنین سے کہی۔کہ اگر ہم زندہ کیے بھی گئے تو اسی طرح ہمیں بھلائی عطا کی جائے گی۔جس طرح تمہیں عطا کی جائے گی۔تو اللہ تعالیٰ نے ہمزہ انکاری کی صورت میں ارشاد فرمایا کہ برا ہے جو وہ فیصلہ کر رہے ہیں۔کیونکہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ ان کیلئے آخرت میں عذاب ہوگا۔جبکہ دنیا میں ان کی عیاشی تھی اور ایمان کیلئے آخرت میں دنیا کے نیک اعمال نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ کے بدلے ثواب ہوگا۔اور یہاں لفظ ما، یہ مصدر یہ ہے یعنی ان کا یہ فیصلہ کتنا برا ہے؟

## سورہ جاثیہ آیت ۲۱ کے شان نزول کا بیان

مشرکینِ مکہ کی ایک جماعت نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر تمہاری بات حق ہو اور مرنے کے بعد اٹھنا ہو تو بھی ہمیں ہی افضل رہیں گے جیسا کہ دنیا میں، ہم تم سے بہتر رہے، ان کی رد میں یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ جاثیہ، لاہور)

## اصل دین چار چیزیں ہیں

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مؤمن وکافر برابر نہیں جیسے اور آیت میں ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں جنتی کامیاب ہیں یہاں بھی فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کفر و برائی والے اور ایمان و اچھائی والے موت و زیست میں دنیا و آخرت میں برابر ہو جائیں۔یہ تو ہماری ذات اور ہماری صفت عدل کے ساتھ پرلے درجے کی بدگمانی ہے۔

مسند ابویعلیٰ میں ہے حضرت ابوذر فرماتے ہیں چار چیزوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی بنا رکھی ہے جو ان سے ہٹ جائے اور ان پر عامل نہ بنے وہ اللہ سے فاسق ہو کر ملاقات کرے گا پوچھا گیا کہ وہ چاروں چیزیں کیا ہیں؟ فرمایا یہ کہ کامل عقیدہ رکھے کہ حلال حرام حکم اور ممانعت یہ چاروں صرف اللہ کی اختیار میں ہیں اس کے حلال کو حلال اس کے حرام بتائے ہوئے کو حرام ماننا، اس کے حکموں کو قابل تعمیل اور لائق تسلیم جاننا، اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے باز آ جانا اور حلال حرام امر و نہی کا مالک صرف اسی کو جاننا بس یہ دین کی اصل ہے۔

حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس طرح ببول کے درخت سے انگور پیدا نہیں ہو سکتے اسی طرح بدکار لوگ نیک کاروں کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے یہ حدیث غریب ہے۔

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ کعبۃ اللہ کی نیو میں سے ایک پتھر نکلا تھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ تم برائیاں کرتے ہوئے نیکیوں کی امید رکھتے ہو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی خاردار درخت میں سے انگور چننا چاہتا ہو۔طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رات بھر تہجد میں اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو عدل کے ساتھ پیدا کیا ہے وہ ہر ایک شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دے گا اور کسی پر اس کی طرف سے ذرا سا بھی ظلم نہ کیا جائے گا پھر اللہ تعالیٰ جل وعلا فرماتا ہے کہ تم نے انہیں بھی دیکھا جو اپنی خواہشوں کو اللہ بنائے ہوئے ہیں۔جس کام کی طرف طبیعت جھکی کر ڈالا جس سے دل رکا چھوڑ دیا۔یہ آیت معتزلہ کے اس اصول کو رد کرتی ہے کہ اچھائی برائی عقلی ہے۔

حضرت امام مالک اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے دل میں جس کی عبادت کا خیال گذرتا ہے اسی کو پوجنے لگتا ہے اس کے بعد کے جملے کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی بناء پر اسے مستحق گمراہی جان کر گمراہ کر دیا دوسرا معنی یہ کہ اس کے پاس علم و حجت دلیل وسند آ گئی پھر اسے گمراہ کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۝ |
| اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ |

## ہر شخص کیلئے اعمال کی جزاء ہونے کا بیان

"وَخَلَقَ اللّٰه السَّمَوَات وَالْأَرْض بِالْحَقِّ" مُتَعَلِّق بِخَلَقَ لِيَدُلّ عَلَى قُدْرَته وَوَحْدَانِيّته "وَلِتُجْزَى كُلّ نَفْس بِمَا كَسَبَتْ" مِنْ الْمَعَاصِي وَالطَّاعَات فَلَا يُسَاوِي الْكَافِر الْمُؤْمِن

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا یہاں پر لفظ بالحق یہ خلق کے متعلق ہے۔ تا کہ وہ اس کی قدرت وتوحید پر دلالت کرے۔ اور تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے نافرمانی یا طاعات سے کمایا لہٰذا مؤمن اور کافر برابر نہیں ہیں۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

مخالف سرکش مخلص فرمانبردار کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟ مومنین جنّاتِ عالیات میں عزت وکرامت اور عیش وراحت پائیں گے اور کفار اسفل السافلین میں ذلّت واہانت کے ساتھ سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

نیک نیکی کا اور بد بدی کا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ اس عالم کی پیدائش سے اظہار عدل ورحمت مقصود ہے اور یہ پوری طرح قیامت ہی میں ہوسکتا ہے کہ اہل حق اور اہل باطل میں امتیاز کامل ہو، مومن مخلص درجاتِ جنت میں ہوں اور کافر نافرمان درکاتِ جہنم میں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ |
| وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۝ |
| کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ ٹھہرا دیا ہے اور |
| اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، پھر اسے اللہ کے بعد کون ہدایت کر سکتا ہے، سو کیا تم |
| نصیحت قبول نہیں کرتے۔ |

## کفار کے کانوں، دلوں پر مہر ہونے کا بیان

"أَفَرَأَيْت" أَخْبِرْنِي "مَنْ اتَّخَذَ إلَهه هَوَاهُ" مَا يَهْوَاهُ مِنْ حَجَر بَعْد حَجَر يَرَاهُ أَحْسَن "وَأَضَلَّهُ اللّٰه عَلَى عِلْم" مِنْهُ تَعَالَى: أَيْ عَالِمًا بِأَنَّهُ مِنْ أَهْل الضَّلَالَة قَبْل خَلْقه "وَخَتَمَ عَلَى سَمْعه

وَقَلْبِه" فَلَمْ يَسْمَعِ الْهُدَى وَلَمْ يَعْقِلهُ "وَجَعَلَ عَلَى بَصَرِه غِشَاوَة" ظُلْمَة فَلَمْ يُبْصِرِ الْهُدَى وَيُقَدَّر هُنَا الْمَفْعُول الثَّانِي لِرَأَيْت أَيَهْتَدِي "فَمَنْ يَهْدِيه مِنْ بَعْد اللَّه" أَيْ بَعْد إضْلَاله إيَّاهُ أَيْ لَا يَهْتَدِي "أَفَلَا تَذَكَّرُونَ" تَتَّعِظُونَ فِيهِ إدْغَام إحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الذَّال،

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے یعنی وہ جس پتھر کو پسند کرتا اس کے بعد پھر کسی اور پتھر کو پسند کرتا ہے تو اسے معبود بنالیتا ہے۔ اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ ٹھہرا دیا ہے یعنی اللہ اس کی تخلیق سے پہلے ہی اسی گمراہ کو جاننے والا ہے۔ اور اس کے کان اور اس کے دل پر مہر لگادی ہے لہٰذا وہ ہدایت کو نہیں سن سکتا۔ اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے، لہٰذا وہ ہدایت کو نہیں دیکھ سکتا۔ یہاں پر لرأیت کا مفعول ثانی أیہدی مقدر ہے۔ پھر اسے اللہ کے بعد کون ہدایت کرسکتا ہے، یعنی اس کے گمراہ ہوجانے کے بعد وہ کیسے ہدایت پائے گا۔ پس کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے۔ تذکرون میں ایک تاء کا ذال میں ادغام ہے۔

## نفسانی خواہشات کو معبود بنالینے والے کا بیان

وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفسانی کو اپنا معبود بنالیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی کافر بھی اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا خدا یا معبود نہیں کہتا مگر قرآن کریم کی اس آیت نے یہ بتلایا کہ عبادت درحقیقت اطاعت کا نام ہے جو شخص خدا کی اطاعت کے مقابلے میں کسی دوسرے کی اطاعت اختیار کرے وہ ہی اس کا معبود کہلائے گا تو جس شخص کو حلال وحرام اور جائز ناجائز کی پروا نہ ہو خدا تعالیٰ نے جس کو حرام کہا ہے وہ اس میں خدا کا حکم ماننے کے بجائے اپنے نفس کی پیروی کرے تو گو وہ اپنے نفس کو زبان سے اپنا معبود نہ کہے مگر حقیقۃً وہی اس کا معبود ہوا اسی مضمون کو کسی عارف نے ایک شعر میں کہا ہے۔

سودہ گشت از سجدہ راہ بتاں پیشانیم — چند برخود تہمت دین مسلمانی نہم

اس میں خواہشات نفسانی کو بتوں سے تعبیر کیا ہے۔ جس نے اپنی خواہشات کو ہی امام ومقتدا بنالیا اور ان کے پیچھے چلنے لگا تو گویا یہ خواہشات ہی اس کے بت ہیں۔

حضرت ابوامامہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ زیر آسمان دنیا میں جتنے معبودوں کی عبادت کی گئی ہے ان میں سب سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک ہوی ہے یعنی خواہش نفسانی ہے۔

حضرت شداد بن اوس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانشمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور مابعد الموت کے واسطے عمل کرے اور فاجر وہ ہے جو اپنے نفس کو اس کی خواہش کے پیچھے چھوڑ دے اور اس کے باوجود اللہ سے آخرت کی بھلائی کی تمنا کرتا رہے اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ تمہاری بیماری تمہاری نفسانی خواہشات ہیں۔ ہاں اگر تم ان کی مخالفت کرو تو یہ بیماری ہی تمہاری دوا بھی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ جاثیہ، بیروت)

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ

وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ٥

اور انھوں نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی نہیں، ہم جیتے اور مرتے ہیں اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک

نہیں کرتا، حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کررہے ہیں۔

## منکرین بعث کا موت کو مرورِ زمانہ سے تعبیر کرنے کا بیان

"وَقَالُوا" أَيْ مُنْكِرُو الْبَعْث "مَا هِيَ" أَيْ الْحَيَاة "إِلَّا حَيَاتنَا" الَّتِي فِي "الدُّنْيَا نَمُوت وَنَحْيَا" أَيْ يَمُوت بَعْض وَيَحْيَا بَعْض بِأَنْ يُولَدُوا "وَمَا يُهْلِكنَا إِلَّا الدَّهْر" أَيْ مُرُور الزَّمَان "وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ" الْمَقُول "مِنْ عِلْم إِنْ" مَا،

اور انھوں نے یعنی منکرین بعث نے کہا ہماری اس دنیا کی زندگی کے سوا کوئی زندگی نہیں، ہم یہیں جیتے اور مرتے ہیں یعنی یہاں پر بعض مرجاتے ہیں اور بعض زندہ ہوجاتے ہیں جس طرح وہ پیدا ہوتے ہیں۔اور ہمیں زمانے کے سوا کوئی ہلاک نہیں کرتا، یعنی زمانہ گزر جاتا ہے۔حالانکہ انھیں اس کے بارے میں کچھ علم نہیں، وہ محض گمان کررہے ہیں۔

## دہریہ کفار کے رد کا بیان

دہریہ کفار اور ان کے ہم عقیدہ مشرکین کا بیان ہورہا ہے کہ یہ قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا ہی ابتداء اور انتہاء ہے کچھ جیتے ہیں کچھ مرتے ہیں قیامت کوئی چیز نہیں فلاسفہ اور علم کلام کے قائل یہی کہتے تھے یہ لوگ ابتداء اور انتہاء کے قائل نہ تھے اور فلاسفہ میں سے جو لوگ دھریہ اور دوریہ تھے وہ خالق کے بھی منکر تھے ان کا خیال تھا کہ ہر چھتیس ہزار سال کے بعد زمانے کا ایک دور ختم ہوتا ہے اور ہر چیز اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے اور ایسے کئی دور کے وہ قائل تھے دراصل یہ معقول سے بھی بیکار جھگڑتے تھے اور منقول سے بھی روگردانی کرتے تھے اور کہتے تھے کہ گردش زمانہ ہی ہلاک کرنے والی ہے نہ کہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور بجز وہم وخیال کے کوئی سند وہ پیش نہیں کرسکتے۔

ابوداؤد وغیرہ کی صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے ابن آدم ایذاء دیتا ہے وہ دہر کو (یعنی زمانے کو) گالیاں دیتا ہے دراصل زمانہ میں ہی ہوں تمام کام میرے ہاتھ ہیں دن رات کا ہیر پھیر کرتا ہوں۔ایک روایت میں ہے دہر (زمانہ) کو گالی نہ دو اللہ ہی زمانہ ہے۔ابن جریر نے اسے ایک بالکل غریب سند سے وارد کیا ہے اس میں ہے اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ہمیں دن رات ہی ہلاک کرتے ہیں وہی ہمیں مارتے جلاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کریم میں اسے نقل فرمایا وہ زمانے کو برا کہتے تھے پس اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے ابن آدم ایذاء پہنچاتا ہے وہ زمانے کو برا کہتا ہے اور زمانہ میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہیں میں دن رات کا لے آنے لے جانے والا ہوں۔

ابن ابی حاتم میں ہے ابن آدم زمانے کو گالیاں دیتا ہے میں زمانہ ہوں دن رات میرے ہاتھ میں ہیں۔ اور حدیث میں ہے میں نے اپنے بندے سے قرض طلب کیا اس نے مجھے نہ دیا مجھے میرے بندے گالیاں دیں وہ کہتا ہے ہائے ہائے زمانہ اور زمانہ میں ہوں۔

امام شافعی اور ابو عبیدہ وغیرہ ائمہ لغت وتفسیر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے عربوں کو جب کوئی بلا اور شدت وتکلیف پہنچتی تو وہ اسے زمانے کی طرف نسبت کرتے اور زمانے کو برا کہتے دراصل زمانہ خود تو کچھ کرتا نہیں ہر کام کا کرتا دھرتا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے اس کا زمانے کا گالی دینا فی الواقع اسے برا کہنا تھا جس کی ہاتھ میں اور جس کے بس میں زمانہ ہے جو راحت ورنج کا مالک ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ عز اسمہ ہے پس وہ گالی حقیقی فاعل یعنی اللہ تعالیٰ پر پڑتی ہے اس لئے اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اور لوگوں کو اس سے روک دیا یہی شرح بہت ٹھیک اور بالکل درست ہے۔

امام ابن حزم وغیرہ نے اس حدیث سے جو یہ سمجھ لیا ہے کہ دہر اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام ہے یہ بالکل غلط ہے واللہ اعلم پھر ان بیعلموں کی کج بحثی بیان ہو رہی ہے کہ قیامت قائم ہونے کی اور دوبارہ جلائے جانے کی بالکل صاف دلیلیں جب انہیں دی جاتی ہیں اور قائل معقول کر دیا جاتا ہے تو چونکہ جب کچھ بن نہیں پڑتا جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ اچھا پھر ہمارے مردہ باپ دادوں پردادوں کو زندہ کر کے ہمیں دکھا دو تو ہم مان لیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم اپنا پیدا کیا جانا اور مر جانا تو اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہو کہ تم کچھ نہ تھے اور اس نے تمہیں موجود کر دیا پھر وہ تمہیں مار ڈالتا ہے تو جو ابتداً پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ جی اٹھانے پر قادر کیسے نہ ہوگا؟ بلکہ عقلاً ہدایت (واضح طور پر) کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ جو شروع شروع کسی چیز کو بنا دے اس پر دوبارہ اس کا بنانا بہ نسبت پہلی دفعہ کے بہت آسان ہوتا ہے، پس یہاں فرمایا کہ پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا۔ وہ دنیا میں تمہیں دوبارہ لانے کا نہیں جو تم کہہ رہے ہو کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر لاؤ۔ یہ تو دار عمل ہے دار جزا قیامت کا دن ہے یہاں تو ہر ایک کو تھوڑی بہت تاخیر مل جاتی ہے جس میں وہ اگر چاہے اس دوسرے گھر کے لئے تیاریاں کر سکتا ہے بس اپنی بے علمی کی بناء پر تمہیں اس کا انکار نہ کرنا چاہیے تم گو اسے دور جان رہے ہو لیکن دراصل وہ قریب ہی ہے تم گو اس کا آنا محال سمجھ رہے ہو لیکن فی الواقع اس کا آنا یقینی ہے مومن باعلم اور ذی عقل ہیں کہ وہ اس پر یقین کامل رکھ کر عمل میں لگے ہوئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جاثیہ، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ |
| اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ کہتے ہیں |
| ہمارے باپ دادا کو لے آؤ، اگر تم سچے ہو۔ |

## منکرین بعث کی طلب دلیل کا بیان

"وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتنَا" مِنْ الْقُرْآن الدَّالَّة عَلَى قُدْرَتنَا عَلَى الْبَعْث "بَيِّنَات" وَاضِحَات حَال

"مَا كَانَ حُجَّتهمْ إلَّا أَنْ قَالُوا ائْتُوا بِآبَائِنَا" أَحْيَاء "إنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" أَنَّا نُبْعَث

اور جب ان کے سامنے قرآن سے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں جن کی دلالت ہماری قدرت علی البعث پر ہوتی ہے۔ یہاں پر بینات یہ حال ہے۔تو ان کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ کہتے ہیں ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آ و، اگر تم بعث کے بارے میں سچے ہو۔

یعنی جب قرآن کی آیات یا بعث بعد الموت کے دلائل اس کو سنائی جاتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں کسی دلیل کو نہیں مانوں گا۔بس اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہوتو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھلا دو۔تب ہم تسلیم کریں گے کہ بیشک موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔

| |
|---|
| قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ |
| وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ٥ |
| فرمادیجئے: اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے اور پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر تم سب کو قیامت کے دن کی طرف جمع فرمائے گا |
| جس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ |

## زندگی و موت اللہ دینے والا ہے

"قُلِ اللَّه يُحْيِيكُمْ" حِين كُنْتُمْ نُطَفًا "ثُمَّ يُمِيتكُمْ ثُمَّ يَجْمَعكُمْ" أَحْيَاء "إلَى يَوْم الْقِيَامَة لَا رَيْب" شَكّ "فِيهِ وَلَكِنَّ أَكْثَر النَّاس" وَهُمْ الْقَائِلُونَ مَا ذُكِرَ،

فرمادیجئے: اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے جس وقت تمہیں نطفہ تھے۔اور پھر وہی تمہیں موت دیتا ہے پھر تم سب کو قیامت کے دن کی طرف جمع فرمائے گا جس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔اور وہ کہنے والے ہیں جن کو ذکر کیا گیا ہے۔

یعنی تم نہ اتفاقی طور پر پیدا ہوتے ہو اور نہ اپنے اختیار سے پیدا ہوتے ہو۔اسی طرح تمہاری موت نہ اتفاقی طور پر آتی ہے۔ اور نہ تمہارے اپنے اختیار سے آتی ہے بلکہ تمہاری زندگی اور تمہاری موت کی باگ ڈور مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔وہی تمہیں زندہ کرتا اور مارتا ہے۔اور جب چاہے گا تمہیں دوبارہ بھی زندہ اٹھا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔اس میں تمہارا اپنا عملی دخل یا اختیار کچھ بھی نہیں ہوگا۔

یعنی تمہیں متفرق طور پر زندہ نہیں کرے گا کہ کچھ لوگوں کو ایک وقت زندہ کیا۔دوسروں کو کسی اور وقت اور باقی کو کسی تیسرے وقت جیسا کہ اس دنیا میں ہوتا ہے بلکہ سب اگلوں پچھلوں کو ایک ہی وقت زندہ کر کے جمع کر دے گا اور وہ وقوع قیامت کے بعد ہوگا۔اس سے پہلے نہیں۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ۝

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن باطل والے خسارہ پائیں گے۔

## قیامت کے دن کفار پر نقصان ظاہر ہو جانے کا بیان

"وَلِلّٰـهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْض وَيَوْم تَقُوم السَّاعَة" يُبْدَل مِنْهُ "يَـوْمئِذٍ يَخْسَر الْمُبْطِلُونَ" الْكَافِرُونَ أَيْ يَظْهَر خُسْرَانهمْ بِأَنْ يَصِيرُوا إِلَى النَّار،

اور اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس دن قیامت قائم ہوگی یہاں پر " وَيَـوْم تَـقُوم السَّاعَة " سے یومئذ بدل ہے۔ اس دن باطل والے یعنی کفار خسارہ پائیں گے۔ یعنی ان کا نقصان اس وقت ظاہر ہو جائے گا جب انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

## قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہود کا ایک عالم حاضر ہوا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک انگلی پر زمینوں کو ایک انگلی پر پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور پانی کے نیچے کی تر مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوقات کو انگلی پر رکھے گا اور انگلیوں کو ہلاتے ہوئے فرمائے گا، میں ہوں بادشاہ میں ہوں اللہ (یہ سن کر) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس یہودی عالم کی زبانی ان باتوں پر اظہار تعجب کرتے ہوئے مسکرائے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِه وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِه سُبْحٰنَه وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ، الزمر: 67) اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے (یعنی مشرکوں نے) خدائے تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی۔ جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں (اور کوئی دوسرا ایسا ہے پس) وہ پاک و برتر ہے ان کے شرک سے، اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 96)

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝

اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا بیٹھا ہوگا، ہر فرقے کو اس کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا،

آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

## قیامت کے دن ہر امت کے جاثیہ ہونے کا بیان

"وَتَرَى كُلّ أُمَّة" أَيْ أَهْل دِين "جَاثِيَة" عَلَى الرُّكَب أَوْ مُجْتَمِعَة "كُلّ أُمَّة تُدْعَى إِلَى كِتَابهَا" كِتَاب أَعْمَالهَا وَيُقَال لَهُمْ "الْيَوْم تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" أَيْ جَزَاءَهُ،

اور آپ دیکھیں گے ہر گروہ یعنی اہل دین گھٹنوں کے بل گرا ہوا بیٹھا ہو گا یا اکٹھے بیٹھے ہوں گے، ہر فرقے کو اس کے اعمال کی کتاب کی طرف بلایا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گویا کہ میں تمہیں جہنم کے پاس زانو پر جھکے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ اور مرفوع حدیث میں جس میں صور وغیرہ کا بیان ہے یہ بھی ہے کہ پھر لوگ جدا جدا کر دیئے جائیں گے اور تمام امتیں زانو پر جھکیں پڑیں گی۔ اس میں دونوں حالتیں جمع کر دی ہیں پس دراصل دونوں تفسیروں میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں

| |
|---|
| هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۚ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا |
| وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝ |
| یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، جو تم عمل کرتے تھے۔ پھر جو لوگ تو |
| ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو انھیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔ |

## قیامت کے دن نامہ اعمال کی کتاب دیئے جانے کا بیان

"هٰذَا كِتَابنَا" دِيوَان الْحَفَظَة "يَنْطِق عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخ" نُثْبِت وَنَحْفَظ، "فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَيُدْخِلهُمْ رَبّهمْ فِي رَحْمَته" جَنَّته "ذَلِكَ هُوَ الْفَوْز الْمُبِين" الْبَيِّن الظَّاهِر،

یہ ہماری کتاب یعنی حفاظت کرنے والوں کا دیوان ہے جو تم پر حق کے ساتھ بولتی ہے، بے شک ہم لکھواتے جاتے تھے، اور محفوظ کرتے رہے ہیں۔ جو تم عمل کرتے تھے۔ پھر جو لوگ تو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے سو انھیں ان کا رب اپنی رحمت یعنی جنت میں داخل کرے گا، یہی واضح کامیابی ہے۔

## نامہ اعمال پر گواہی کا بیان

پھر فرمایا ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا۔ جیسے ارشاد ہے (وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ، الزمر:69)، نامہ اعمال رکھا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ آج تمہیں تمہارے ہر ہر عمل کا بدلہ بھر پور دیا جائے گا جیسے فرمان ہے آیت (يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ، القیامۃ:13)، انسان کو ہر اس چیز سے باخبر کر دیا جائے گا جو اس نے آگے بھیجی اور پیچھے چھوڑی اس کے اگلے پچھلے تمام اعمال ہوں گے بلکہ خود انسان اپنے حال پر خوب مطلع ہو جائے گا گو اپنے تمام تر حیلے سامنے لا ڈالے۔

یہ اعمال نامہ جو ہمارے حکم سے ہمارے امین اور سچے فرشتوں نے لکھا ہے وہ تمہارے اعمال کو تمہارے سامنے پیش کر دینے کے لئے کافی وافی ہیں جیسے ارشاد ہے (وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا

الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا، الکہف:49)،یعنی نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا تو تو دیکھے گا کہ گنہگار اس سے خوفزدہ ہو جائیں گے اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی اور عمل نامے کی تو یہ صفت ہے کہ کسی چھوٹے بڑے عمل کو قلم بند کئے بغیر چھوڑا ہی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب سامنے حاضر پالیں گے۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے محافظ فرشتوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمہارے اعمال لکھتے رہا کریں۔

حضرت ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں کہ فرشتے بندوں کے اعمال لکھتے ہیں پھر انہیں لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کے دیوان عمل کے رشتے اس نامہ اعمال کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے اعمال سے ملاتے ہیں جو ہر رات اس کی مقدار کے مطابق ان پر ظاہر ہوتا ہے جسے اللہ نے اپنی مخلوق کی پیدائش سے پہلے ہی لکھا ہے تو ایک حرف کی کمی زیادتی نہیں پاتے پھر آپ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ جاثیہ، بیروت)

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ○

وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ

اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ○

اور جن لوگوں نے کفر کیا کیا میری آیتیں تم پر پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پس تم نے تکبر کیا اور تم مُجرم لوگ تھے۔

اور جب کہا جاتا تھا کہ یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے اور جو قیامت ہے اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے

قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے نہیں۔

## کفار سے آیات سے منحرف ہونے کے بارے میں پوچھا جائے گا

"وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا" فَيُقَال لَهُمْ "اَفَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي" الْقُرْآن "تُتْلَى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ" تَكَبَّرْتُمْ "وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُجْرِمِينَ" كَافِرِينَ، "وَاِذَا قِيلَ" لَكُمْ اَيُّهَا الْكُفَّار "اِنَّ وَعْد اللّٰه" بِالْبَعْثِ "حَقّ "وَالسَّاعَة" بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب "لَا رَيْب" شَكّ "فِيهَا قُلْتُمْ مَا نَدْرِي مَا السَّاعَة إِنْ" "مَا "نَظُنّ إِلَّا ظَنًّا" قَالَ الْمُبَرِّد : أَصْله إِنْ نَحْنُ إِلَّا نَظُنّ ظَنًّا "وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ" أَنَّهَا آتِيَة

اور جن لوگوں نے کفر کیا اُن سے کہا جائے گا: کیا میری آیات یعنی قرآنی آیات تم پر پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں، پس تم نے تکبر کیا اور تم مُجرم لوگ یعنی کفار تھے۔

اور جب کہا جاتا تھا اے کافرو! کہ یقیناً اللہ کا وعدہ بعث حق ہے اور جو قیامت ہے، یہاں پر لفظ ساعۃ یہ مرفوع اور منصوب دونوں طرح آیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں تو تم کہتے تھے ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، ہم تو محض معمولی سا گمان کرتے ہیں۔ امام مبرد نے نحوی نے کہا ہے کہ ان نظن الا ظنا یہ اصل میں ان نحن الا نظن ظنا تھا۔ اور ہم ہرگز پورا یقین کرنے والے

نہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ زمین کو اپنے پنجہ میں لے لے گا اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور پھر فرمائے گا میں بادشاہ ہوں (یعنی بادشاہت میرے علاوہ اور کسی کو سزاوار نہیں میں ہی شہنشاہ ہوں) کہاں ہیں وہ لوگ جو زمین پر اپنی بادشاہی کا دعویٰ کرتے تھے؟۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 94)

زمین کو اپنے پنجہ میں لے لینے اور آسمانوں کو اپنے داہنے ہاتھ میں لپیٹ لینے" سے مراد شاید اللہ تعالیٰ کا ان دونوں (زمین وآسمان) کو تبدیل کر دینا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض والسموات یا یہ کہ یہ الفاظ دراصل حق تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور جلال سے کنایہ ہیں اور اس طرف اشارہ کرنے کے لئے ہیں کہ وہ عظیم کارنامے اور افعال جن کے سامنے پوری کائنات انسانی کی عقلیں حیران ہیں اللہ رب العزت کی نظر میں بالکل آسان کام ہے اور چونکہ آسمان کو زمین کی نسبت زیادہ شرف وعظمت حاصل ہے اس لئے اس کو دائیں ہاتھ سے زیادہ شرف وفضیلت رکھتا ہے، پس پروردگار زمین کو مٹھی میں لے گا اور آسمانوں کو داہنے ہاتھ پر، جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے لپیٹ لے گا۔

| |
|---|
| وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ |
| اور ان کے لیے ان اعمال کی برائیاں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے کیے اور انھیں وہ چیز گھیر لے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ |

## عذاب کا مذاق اڑانے والوں کو عذاب کے گھیر لینے کا بیان

"وَبَدَا" ظَهَرَ "لَهُمْ" فِي الْآخِرَة "سَيِّئَات مَا عَمِلُوا" فِي الدُّنْيَا أَيْ جَزَاؤُهَا "وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" أَيْ الْعَذَاب،

اور ان کے لیے ان اعمال کی برائیاں آخرت میں ظاہر ہو جائیں گی جو انھوں نے دنیا میں کیے اور انھیں وہ چیز یعنی ان کی جزاء عذاب سے گھیر لے گی جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

## قیامت کے دن جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کا بیان

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص نے ایک آدمی کی (مبالغہ آمیزی کے ساتھ) تعریف کرنی شروع کی (اور وہ شخص جس کی تعریف کر رہا تھا وہ وہاں موجود تھا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف کرنے والے سے فرمایا۔ کہ افسوس ہے کہ تم پر تم نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی آپ نے یہ الفاظ تین بار دہرائے اور پھر یہ فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی کی تعریف کرنا ضروری سمجھے تو اس کو چاہیے کہ مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص کے بارے یہ گمان رکھتا ہوں کہ وہ نیک آدمی ہے۔

جب کہ اس شخص کی حقیقی حالت سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے اور وہی ان کے اعمال کا حساب لینے والا ہے نیز اگر تعریف کرنے والا یہ گمان رکھتا ہے کہ اس نے جس شخص کی تعریف کی ہے وہ واقعتا ایسا ہی ہو تو اس صورت میں بھی وہ اللہ کی طرف سے کسی شخص پر جزم ویقین کے ساتھ حکم نہ لگائے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 764)

| |
|---|
| وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسٰكُمْ كَمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۝ |
| اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں، جس طرح تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا |
| دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ |

## کفار کو جہنم میں چھوڑ کر بھلا دیئے جانے کا بیان

"وَقِيلَ الْيَوْمَ نَنسَاكُمْ" نَتْرُكُكُمْ فِي النَّار "كَمَا نَسِيتُمْ لِقَاء يَوْمِكُمْ هَذَا" أَيْ تَرَكْتُمْ الْعَمَل لِلِقَائِهِ "وَمَأْوَاكُمْ النَّار وَمَا لَكُمْ مِنْ نَاصِرِينَ" مَانِعِينَ مِنْهُ،

اور کہا جائے گا آج ہم تمہیں بھلائے دیتے ہیں یعنی تمہیں جہنم میں چھوڑ دیتے ہیں۔ جس طرح تم نے اپنے اس دن کی پیشی کو بھلا دیا تھا یعنی تم اس دن کی ملاقات کیلئے عمل کو چھوڑ دیا تھا۔ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔ یعنی تمہیں اس کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

جیسے حدیث میں آتا ہے۔ اللہ اپنے بعض بندوں سے کہے گا' کیا میں نے تجھے بیوی نہیں دی تھی؟ کیا میں نے تیرا اکرام نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے گھوڑے اور بیل وغیرہ تیری ماتحتی میں نہیں دیئے تھے؟ تو سرداری بھی کرتا اور چنگی بھی وصول کرتا رہا۔ وہ کہے گا ہاں یہ تو ٹھیک ہے میرے رب! اللہ تعالیٰ پوچھے گا، کیا تجھے میری ملاقات کا یقین تھا؟ وہ کہے گا نہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں بھی (تجھے جہنم میں ڈال کر) بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھولے رہا (صحیح مسلم)

| |
|---|
| ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا |
| فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۝ |
| یہ اس وجہ سے کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیوی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا، سو آج نہ تو |
| وہ اس سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے توبہ کے ذریعے رضا جوئی قبول کی جائے گی۔ |

## آخرت میں توبہ قبول نہ کیے جانے کا بیان

"ذَلِكُمْ بِأَنَّكُمْ اتَّخَذْتُمْ آيَات اللّٰه" الْقُرْآن "هُزُوًا وَغَرَّتْكُمْ الْحَيَاة الدُّنْيَا" حَتّٰى قُلْتُمْ لَا بَعْث وَلَا حِسَاب "فَالْيَوْم لَا يُخْرَجُونَ" بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ وَلِلْمَفْعُولِ "مِنْهَا" مِنَ النَّار "وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ" لَا يُطْلَب مِنْهُمْ أَنْ يُرْضُوا رَبّهمْ بِالتَّوْبَةِ وَالطَّاعَة لِأَنَّهَا لَا تَنْفَع يَوْمَئِذٍ

یہ اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ کی آیتوں یعنی قرآن کو مذاق بنا رکھا تھا اور دنیوی زندگی نے تمہیں دھوکہ میں ڈال دیا تھا، یہاں تک کہ تم نے کہہ دیا تھا کوئی بعث وحساب نہ ہوگا۔ سو آج نہ تو وہ اس دوزخ سے نکالے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ یخرجون یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔ اور نہ ان سے توبہ وطاعت کے ذریعے اللہ کی رضا جوئی قبول کی جائے گی۔ کیونکہ اس کا دن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

## قیامت کے دن توبہ کے مفید نہ ہونے کا بیان

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مغرب کی جانب ایک دروازہ بنایا ہے جو توبہ کے لئے ہے اور جس کا عرض ستر سال کی مسافت کے بقدر ہے اور یہ دروازہ اس وقت تک بند نہیں کیا جائے گا جب تک کہ آفتاب مغرب کی سمت سے نکلے یعنی مغرب کی سمت سے آفتاب کا نکلنا قبولیت توبہ کا مانع ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کہ اس دن آویں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی نہیں نفع دے گا کسی ایسی جان کو ایمان لانا جو پہلے سے ایمان نہیں لائی تھی کا یہی مطلب ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 877)

جو توبہ کے لئے ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے والوں کے لئے کھلا ہوا ہے یا یہ کہ وہ توبہ کے صحیح ہونے اور توبہ کے قبول ہونے کی علامت ہے! حاصل یہ کہ جب آفتاب مغرب کی جانب سے نہیں نکلتا لوگوں کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کا جی چاہے اپنے شرک وکفر سے توبہ کرے اور جس کا جی چاہے اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اس دروازہ کے ذریعہ آخرت کی ابدی راحتوں اور سعادتوں کا مستحق ہو جائے۔ جب مغرب کی سمت سے آفتاب نکلے گا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا حدیث میں جس آیت کریمہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ پوری یوں ہے۔ آیت (يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْ اِيْمَانِهَا خَيْرًا، الانعام:158)۔ اس دن آویں گی بعض نشانیاں تیرے پروردگار کی (یعنی قرب قیامت پروردگار بعض نشانیاں ظاہر کرے گا ان ہی میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ایک دن آفتاب مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوگا اس دن نہیں نفع دے گا کسی ایسی جان کو ایمان لانا جو پہلے سے (یعنی پروردگار کی نشانی ظاہر ہونے سے پہلے) ایمان لائی تھی اور اس جان کو کہ جس نے حالت ایمان بھلائی (یعنی توبہ) نہیں کی تھی (اس دن اس کی توبہ اس کو کوئی نفع نہیں دے گی)۔ اس آیت کا حاصل یہی ہے کہ جس دن آفتاب مغرب کی سمت سے طلوع ہوگا تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا یا ایمان پر تو ہوگا مگر توبہ نہیں کی ہوگی اب نہ اس کا ایمان نفع پہنچائے گا نہ اس کی توبہ کوئی فائدہ پہنچائے گی۔

| |
|---|
| فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ |
| تو اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہاں کا رب ہے۔ |

## تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کیلئے ہونے کا بیان

"فَلِلّٰهِ الْحَمْد" الْوَصْف بِالْجَمِيلِ عَلَى وَفَاء وَعْده فِي الْمُكَذِّبِينَ "رَبّ السَّمَاوَات وَرَبّ

الْأَرْض رَبّ الْعَالَمِينَ " خَالِق مَا ذُكِرَ وَالْعَالَم مَا سِوَى اللَّه وَجُمِعَ لِاخْتِلَافِ أَنْوَاعه وَرَبّ بَدَل،

تو اللہ ہی کے لیے سب خوبیاں ہیں یعنی جھوٹوں پر اس کے وعدہ کے پورے ہونے پر اسی کیلئے وصف جمیل ہے۔آسمانوں کا رب اور زمین کا رب اور سارے جہاں کا رب ہے۔یعنی وہی عالم کا خالق ہے اور اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ سب عالم میں شامل ہے اور اس کی انواع کے مختلف ہونے کے سبب اس کو جمع لایا گیا ہے۔اور لفظ رب یہ لفظ اللہ سے بدل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فللّٰہ الحمد: للّٰہ میں لام اختصاص کا ہے۔الحمد کو اللہ کے ساتھ مختص کیا گیا ہے۔الحمد میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف و ثناء صرف اور صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔الحمد مبتداء للّٰہ اس کی خبر۔خبر کو تاکید کے لئے مقدم لایا گیا ہے۔رب السموت ورب الارض ۔اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہے۔رب العالمین ماقبل سے بدل ہے۔لفظ رب کی تکرار کے لئے ہے۔

| وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ |
| --- |
| اور اسی کے لیے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں، اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کیلئے کبریائی ہونے کا بیان

"وَلَهُ الْكِبْرِيَاء " الْعَظَمَة "فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" حَال أَيْ كَائِنَة فِيهِمَا "وَهُوَ الْعَزِيز الْحَكِيم" تَقَدَّمَ،

اور اسی کے لیے بڑائی یعنی عظمت ہے آسمانوں اور زمین میں، یعنی حال یہ ہے کہ اس کی عظمت ان دونوں میں ظاہر ہونے والی ہے۔اور وہی عزت وحکمت والا ہے۔جس کا بیان گزر چکا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کیلئے عظمت و بڑائی ہونے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر موجود نہ پایا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہی تھی کہ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو جا لگا (چنانچہ میں نے دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں پاؤں مبارک کھڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہہ رہے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِه ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ، اے اللہ! میں تیری خوشنودی کے ذریعے تیرے غیظ و غضب سے (یعنی ان افعال سے جو مجھ پر یا میری امت پر تیرے غضب کا ذریعہ بنیں پناہ مانگتا ہوں، تیری معافی کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں اور تجھ سے (یعنی تیری رحمت کے ذریعے تیرے قہر سے) پناہ کا طلبگار ہوں۔میں تیری تعریف کا شمار و احاطہ نہیں کر سکتا۔تو ایسا ہی ہے جیسا

کہ خود تو نے اپنی تعریف کی ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 857)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے چھونے سے مرد کا وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حنفیہ کا مسلک ہے کہ عورت کو چھونا ناقص وضو نہیں ہے۔ لا احصہ ثناء علیک کا مطلب یہ ہے کہ پروردگار! مجھ میں اتنی طاقت وقوت نہیں ہے کہ تیری ایسی تعریف کر سکوں جو تیری شان کے لائق ہو۔ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے خود اپنی تعریف میں کہا ہے کہ آیت (فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ 36 وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، الجاثیہ: 36-37) "تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا، پروردگار جہانوں کا ہے اور زمین وآسمانوں میں اسی کے لئے بڑائی وبزرگی ہے اور وہ غالب ودانا ہے۔

## سورہ جاثیہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ جاثیہ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَةُ الۡاَحۡقَاف

## یہ قرآن مجید کی سورت احقاف ہے

### سورت احقاف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْأَحْقَاف (مَكِّيَّةٌ إِلَّا الْآيَات 10 و15 و35 فَمَدَنِيَّةٌ وَآيَاتُهَا 34 أَوْ 35)

سورہ احقاف مکیہ ہے، مگر بعض کے نزدیک اس کی چند آیتیں مدنی ہیں جیسے کہ آیت (قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ) -46 الأحقاف: 4) اور آیت (فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ، الأحقاف:35) اور تین آیتیں (وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا، الأحقاف:15) اس سورت میں چار۴ رکوع اور پینتیس آیات اور چھ سو چوالیس کلمات اور دو ہزار پانچ سو چھانوے حروف ہیں۔

### سورت احقاف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۲۱ میں لفظ احقاف استعمال ہوا ہے جو یمن کی ایک وادی کا نام ہے۔ جہاں بسنے والی قوم کو اللہ کے عذاب ڈرایا گیا لیکن وہ ایمان نہ لائے جس کے سبب وہ ہلاک ہوئے۔ اسی واقعہ کی مناسبت سے یہ سورت احقاف کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| حٰمٓ○ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ○ |
| حا،میم، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ ہم نے آسمان وزمین اور ان چیزوں کو جو انکے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے۔ وہ اس سے اعراض کرنے والے ہیں۔ |

## عذاب قیامت سے ڈرانے کے باوجود اعراض کرنے کا بیان

"حمٓ" اَللّٰهُ أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "تَنْزِيل الْكِتَاب" الْقُرْآن مُبْتَدَأ "مِنْ اللّٰه" خَبَره "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

"مَا خَلَقْنَا السَّمَوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا إِلَّا" خَلْقًا "بِالْحَقِّ" لِيَدُلّ عَلَى قُدْرَتنَا وَوَحْدَانِيَّتنَا "وَأَجَل مُسَمًّى" إِلَى فَنَائِهِمَا يَوْم الْقِيَامَة "وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنْذِرُوا" خُوِّفُوا بِهِ مِنْ الْعَذَاب،

حا،میم ،حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں ۔اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے ۔یہاں پر لفظ تنزیل الکتاب یہ مبتداء ہے اور من اللہ اس کی خبر ہے ۔جو اپنے ملک میں غالب ،اپنی صنعت میں حکمت والا ہے ۔ہم نے آسمان وزمین اور ان چیزوں کو جو انکے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین یعنی قیامت تک کے لئے پیدا کیا ہے ۔تا کہ ہماری قدرت اور وحدانیت پر دلالت کرے ۔اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز یعنی عذاب سے ڈرایا جاتا ہے ۔وہ اس سے اعراض کرنے والے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس قرآن کریم کو اس نے اپنے بندے اور اپنے سچے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور بیان فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بڑی عزت والا ہے جو کبھی کم نہ ہوگی ۔اور ایسی زبردست حکمت والا ہے جس کا کوئی قول کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں پھر ارشاد فرماتا ہے کہ آسمان وزمین وغیرہ تمام چیزیں اس نے عبث اور باطل پیدا نہیں کیں بلکہ سراسر حق کے ساتھ اور بہترین تدبیر کے ساتھ بنائی ہیں اور ان سب کے لئے وقت مقرر ہے جو نہ گھٹے نہ بڑھے ۔اس رسول سے اس کتاب سے اور اللہ کے ڈراوے کی اور نشانیوں سے جو بدباطن لوگ بیپرواہی اور لاابالی کرتے ہیں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ انہوں نے کس قدر خود اپنا ہی نقصان کیا ۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي |
| السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَاۤ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ |
| آپ فرمادیں کہ مجھے بتاؤ تو کہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا چیز تخلیق کی ہے یا |
| آسمانوں میں ان کی کوئی شراکت ہے ۔تم میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب یا علم کا کوئی بقیہ حصہ پیش کرو اگر تم سچے ہو ۔ |

## مشرکین کے نظریہ شرک پر کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ" أَخْبِرُونِي "مَا تَدْعُونَ" تَعْبُدُونَ "مِنْ دُون اللّٰه" أَيْ الْأَصْنَام مَفْعُول أَوَّل "أَرُونِي" أَخْبِرُونِي مَا تَأْكِيد "مَاذَا خَلَقُوا" مَفْعُول ثَانٍ "مِنْ الْأَرْض" بَيَان مَا "أَمْ لَهُمْ شِرْك" مُشَارَكَة "فِي" خَلْق "السَّمَاوَات" مَعَ اللّٰه وَأَمْ بِمَعْنَى هَمْزَة الْإِنْكَار "ائْتُونِي بِكِتَاب" مُنَزَّل "مِنْ قَبْل

هَذَا" الْقُرْآن "أَوْ أَثَارَة" بَقِيَّة "مِنْ عِلْم" يُؤْثَر عَنْ الْأَوَّلِينَ بِصِحَّةِ دَعْوَاكُمْ فِي عِبَادَة الْأَصْنَام أَنَّهَا تُقَرِّبكُمْ إلَى اللَّه "إنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِي دَعْوَاكُمْ،

آپ فرمادیں کہ مجھے بتاؤ تو کہ جن بتوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ یہاں پر لفظ ما یہ تدعون کا مفعول اول ہے اور ارونی کا معنی اخبرونی ہے اور لفظ ما تاکید کیلئے آیا ہے۔ اور ماذا خلقوا یہ مفعول ثانی ہے اور من الارض ی لفظ ما کا بیان ہے۔ مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا چیز تخلیق کی ہے یا یہ دکھا دو کہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کی کوئی شراکت ہے۔ یہاں پر لفظ اُم بہ معنی ہمزہ انکاری ہے۔ تم میرے پاس اس قرآن سے پہلے کی کوئی کتاب یا اگلوں کے علم کا کوئی بقیہ حصہ جو منقول چلا آ رہا ہو جس طرح تمہارا یہ دعویٰ کہ بتوں کی عبادت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی وجہ تمہارا اللہ کے قریب ہونا ہے۔ لہٰذا ثبوت کے طور پر پیش کرو اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

قل، ای قل یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ارایتم۔ ہمزہ استفہامیہ، تنبیہ کے طور پر آیا ہے۔ رایتم ماضی جمع مذکر حاضر رویۃ (باب فتح) مصدر ر ای مادہ۔ کیا تم نے دیکھا۔ اخبرونی: یعنی مجھے بتاؤ تو سہی بھلا تم نے غور سے دیکھا۔ اسی طرح الم تر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے نہیں معلوم، یا ھل تری۔ کیا تمہارا یہ خیال نہیں کہ

ما تدعون، ما موصولہ ہے تدعون جمع مذکر حاضر، دعاء (باب نصر) مصدر۔ تم پکارتے ہو۔ تم پوجا کرتے ہو۔ قل، فعل امر، کفار سے مندرجہ ذیل سوال پوچھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ ان سے پوچھئے: کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (خدا سمجھ کر) بھلا تم نے کبھی ان کو (غور سے) دیکھا ہے۔ ان سے پوچھئے: جو انہوں نے زمین سے پیدا کیا ہے بھلا مجھے بھی تو دکھاؤ۔ ارونی اراءۃ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ۔ یٔ ضمیر متکلم۔ تم مجھے دکھاؤ۔

ماذا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذا موصول۔ یا اگر کلمہ ماذا واحد لیا جاوے تو ماذا استفہامیہ بمعنی جو ہوگا۔ ان سے پوچھئے:۔ ام لہم شرک فی السموت کیا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کچھ حصہ ہے۔

ان سے پوچھئے:۔ ایتونی بکتب من قبل ھذا۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے (یعنی قرآن مجید سے قبل) اتری ہو (جس میں من دون اللہ کی پوجا کرنے یا اس کو خالق و معبود ٹھہرانے کی سند ہو)۔

ایتونی تم میرے پاس لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اتیان مصدر (باب ضرب) بصلہ ب۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

ان سے پوچھئے۔ او اثرۃ من علم۔ ای او ایتونی باثرۃ من علم یا لاؤ میرے پاس کوئی (دوسرا) علمی ثبوت۔ اثرۃ وہ روایت یا تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو۔ ان کنتم صدقین: اگر تم سچے ہو۔ اوپر متذکرۃ الصدر عبارت جواب شرط اور جملہ ہذا شرط۔ شرط کو موخر اور جواب شرط کو مقدم لایا گیا ہے۔

## مشرکین سے بتوں کے متعلق پوچھنے کا بیان

ذرا ان مشرکین سے پوچھو تو کہ اللہ کے سوا جن کے نام تم پوجتے ہو جنہیں تم پکارتے ہو اور جن کی عبادت کرتے ہو ذرا مجھے بھی تو ان کی طاقت قدرت دکھاؤ بتاؤ تو زمین کے کس ٹکڑے کو خود انہوں نے بنایا ہے؟ یا ثابت تو کرو کہ آسمانوں میں ان کی شرکت کتنی ہے اور کہاں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آسمان ہوں یا زمینیں ہوں یا اور چیزیں ہوں ان سب کا پیدا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بجز اس کے کسی کو ایک ذرے کا بھی اختیار نہیں تمام ملک کا مالک وہی ہے وہ ہر چیز پر کامل تصرف اور قبضہ رکھنے والا ہے تم اس کے سوا دوسروں کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ کیوں اس کے سوا دوسروں کو اپنی مصیبتوں میں پکارتے ہو؟ تمہیں یہ تعلیم کس نے دی؟ کس نے یہ شرک تمہیں سکھایا؟ دراصل کسی بھلے اور سمجھدار شخص کی یہ تعلیم نہیں ہو سکتی۔ نہ اللہ نے یہ تعلیم دی ہے اگر تم اللہ کے سوا اوروں کی پوجا پر کوئی آسمانی دلیل رکھتے ہو تو اچھا اس کتاب کو تو جانے دو اور کوئی آسمانی صحیفہ ہی پیش کر دو۔ اچھا نہ سہی اپنے مسلک پر کوئی دلیل علم ہی قائم کر و لیکن یہ تو جب ہو سکتا ہے کہ تمہارا یہ فعل صحیح بھی ہو اس باطل فعل پر تو نہ تو تم کوئی نقلی دلیل پیش کر سکتے ہو نہ عقلی ایک قرأت میں آیت (اواثرۃ من علم) یعنی کوئی صحیح علم کی نقل اگلوں سے ہی پیش کرو۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ کسی کو پیش کرو جو علم کی نقل کرے۔ ابن عباس فرماتے ہیں اس امر کی کوئی بھی دلیل لے آؤ مسند احمد میں ہے اس سے مراد علمی تحریر ہے راوی کہتے ہیں میرا تو خیال ہے یہ حدیث مرفوع ہے۔ حضرت ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں مراد بقیہ علم ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کسی مخفی دلیل کو ہی پیش کر دو ان اور بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ مراد اس سے اگلی تحریریں ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کوئی خاص علم، اور یہ سب اقوال قریب قریب ہم معنی ہیں۔ مراد وہی ہے جو ہم نے شروع میں بیان کر دی امام ابن جریر نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، ابن ابی حاتم، احقاف، بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ |
| غٰفِلُوْنَ۝ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۝ |
| اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کی عبادت کرتا ہے جو قیامت کے دن تک اسے جواب |
| نہ دے سکیں اور وہ ان کی دعاء وعبادت سے بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے |
| اور ان کی عبادت سے ہی منکر ہو جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن بتوں کا اپنے عابدین کی عبادت سے انکار کر دینے کا بیان

"وَمَنْ" اسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي أَيْ لَا أَحَد "أَضَلّ مِمَّنْ يَدْعُو" يَعْبُد "مِنْ دُون اللَّه" أَيْ غَيْره "مَنْ لَا يَسْتَجِيب لَهُ إِلَى يَوْم الْقِيَامَة" وَهُمْ الْأَصْنَام لَا يُجِيبُونَ عَابِدِيهِمْ إِلَى شَيْء يَسْأَلُونَهُ أَبَدًا "وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ" عِبَادَتهمْ "غَافِلُونَ" لِأَنَّهُمْ جَمَاد لَا يَعْقِلُونَ، "وَإِذَا حُشِرَ النَّاس

كَانُوا " أَیْ الْأَصْنَام "لَهُمْ" لِعَابِدِيهِمْ "أَعْدَاء وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ" بِعِبَادَةِ عَابِدِيهِمْ "كَافِرِينَ" جَاحِدِينَ،

یہاں پر لفظ من استفہامیہ بہ معنی نفی ہے۔یعنی کوئی ایک بھی نہیں ہے۔اور اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتا ہے جو قیامت کے دن تک اسے سوال کا جواب نہ دے سکیں یعنی وہ بت اپنے عابدین کی عبادت کا کوئی جواب نہیں دیتے۔اور وہ بت ان کی دعاء وعبادت سے ہی بے خبر ہیں۔کیونکہ وہ غیر عاقل جماد ہیں۔

اور جب لوگ قیامت کے دن جمع کئے جائیں گے تو وہ معبودانِ باطلہ بت ان کے یعنی اپنے عابدین دشمن ہوں گے اور اپنی برات کی خاطر ان کی عبادت سے ہی منکر ہو جائیں گے۔

## قیامت کے دن بتوں کے عابد ومعبود کی عداوت کا بیان

قیامت کے دن جب سب لوگ اکھٹے کئے جائیں گے تو یہ معبودان باطل اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے اور اس بات سے کہ یہ لوگ ان کی پوجا کرتے تھے صاف انکار کر جائیں گے جیسے اللہ عزوجل کا اور جگہ ارشاد ہے آیت (وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا، مریم: 81)،یعنی ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں تا کہ وہ ان کی عزت کا باعث بنیں۔ واقعہ ایسا نہیں بلکہ وہ تو ان کی عبادت کا انکار کر جائیں گے اور ان کے پورے مخالف ہو جائیں گے یعنی جب کہ یہ ان کے پورے محتاج ہونگے اس وقت وہ ان سے منہ پھیر لیں گے۔حضرت خلیل نے اپنی امت سے فرمایا تھا آیت (اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ، العنکبوت:25)،یعنی تم نے اللہ کے سوا بتوں سے جو تعلقات قائم کر لئے ہیں اس کا نتیجہ قیامت کے دن دیکھ لو گے جب کہ تم ایک دوسرے سے انکار کر جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگو گے اور تمہاری جگہ جہنم مقرر اور متعین ہو جائے گی اور تم اپنا مددگار کسی کو نہ پاؤ گے۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ احقاف،بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ٥ |
| اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا حق کے بارے میں، |
| جب وہ ان کے پاس آیا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔ |

## کفار مکہ کا قرآن کو جادو کہنے کا بیان

"وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ " أَیْ أَهْل مَكَّة "آيَاتنَا" الْقُرْآن "بَيِّنَات" ظَاهِرَات حَال "قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْهُمْ "لِلْحَقِّ" أَیْ الْقُرْآن "لَمَّا جَاءَهُمْ هَذَا سِحْر مُبِين" بَيِّن ظَاهِر

اور جب ان کے یعنی اہل مکہ کے سامنے ہماری واضح آیات یعنی قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں یہاں پر بینات حال ہے۔تو وہ

لوگ جنھوں نے کفر کیا حق یعنی قرآن کے بارے میں، جب وہ ان کے پاس آیا، کہتے ہیں یہ کھلا جادو ہے۔

## جادوگر کہنے والی خاتون کے مسلمان ہو جانے کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ کسی سفر میں ہم (صحابہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات بھر چلتے رہے جب صبح نزدیک ہوئی، تو سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ ابوبکر تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند سے بیدار نہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بیدار ہوں پھر عمر بیدار ہوئے اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے اور بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ قوم میں سے ایک آدمی علیحدہ رہا اس نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے فلاں! تجھ کو ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے باز رکھا؟ اس نے عرض کیا مجھے جنابت پیش آ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مٹی سے تیمم کرلو! اس کے بعد اس نے نماز ادا کی اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کے ہمراہ آگے بھیج دیا ہم لوگ سخت پیاسے تھے لیکن چلے جا رہے تھے۔ اچانک ہم کو ایک عورت ملی جو اپنے دو پیر بڑی مشکوں کے درمیان لٹکائے ہوئے تھی۔ ہم نے اس عورت سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا پانی نہیں ہے۔ ہم نے دریافت کیا تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا ایک دن رات کا! پھر ہم نے کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چل۔ اس نے کہا کون رسول اللہ؟ ہم اس کو مجبور کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اس نے ویسا کہا جیسا ہم سے کہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ یتیم بچوں کی ماں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی دونوں مشکوں کے کھولنے کا حکم دیا۔ اور ان کے دہانہ پر ہاتھ پھیرا چنانچہ ہم چالیس پیاسے آدمیوں نے خوب پانی پیا اور ہم سب سیراب ہو گئے اور ہم نے جس قدر مشکیں اور برتن ہمارے پاس تھے سب بھر لئے صرف ہم نے اونٹوں کو پانی نہ پلایا پھر بھی اس کی مشک زیادہ بھری ہونے کی وجہ سے پھٹنے والی تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ پاس ہے۔ لے آؤ چنانچہ اس کے لئے روٹی کے ٹکڑے اور چھوہارے جمع کر دیئے گئے۔ حتیٰ کہ وہ اپنے گھر والوں کے پاس گئی اور اس نے کہا! میں نے ایک بڑے جادوگر کو دیکھا، لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعے اس گاؤں کے لوگوں کو ہدایت کی وہ بھی مسلمان ہو گئی اور وہ سب بھی مسلمان ہو گئے۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 825)

| |
|---|
| اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا |
| تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ |
| کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو گھڑ لیا ہے۔ آپ فرما دیں، اگر اسے میں نے گھڑا ہے تو تم میرے لئے اللہ سے کچھ بھی |

اختیار نہیں رکھتے، اور وہ ان کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارے میں طعنہ زنی کے طور پر کر رہے ہو۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، اور وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## کفار کا قرآن پر بہتان وافتراء کا بیان

"اَمْ" بِمَعْنَى بَلْ وَهَمْزَةِ الْإِنْكَارِ "يَقُولُونَ افْتَرَاهُ" أَيِ الْقُرْآن "قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُه" فَرْضًا "فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّه " أَيْ مِنْ عَذَابه "شَيْئًا" أَيْ لَا تَقْدِرُونَ عَلَى دَفْعِ عَذَابِ اللَّه عَنِّي إِذَا عَذَّبَنِي اللَّه "هُوَ أَعْلَم بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ" يَقُولُونَ فِي الْقُرْآن "كَفَى بِهِ" تَعَالَى "شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنكُمْ وَهُوَ الْغَفُور" لِمَنْ تَابَ "الرَّحِيم" بِهِ فَلَمْ يُعَاجِلكُمْ بِالْعُقُوبَةِ،

یہاں پر لفظ ام بہ معنی بل اور ہمزہ انکاری کے ہے۔ کیا وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو گھڑ لیا یعنی فرض کر لیا ہے۔ آپ فرما دیں: اگر اسے میں نے گھڑا ہے تو تم مجھے اللہ کے عذاب سے بچانے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے، یعنی جب وہ مجھے عذاب دے تو تم مجھ سے وہ عذاب دور کرنے کی کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ اور وہ ان باتوں کو خوب جانتا ہے جو تم اس قرآن کے بارے میں طعنہ زنی کے طور پر کر رہے ہو۔ وہی اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، اور وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ لہٰذا وہ تمہیں جلدی سزا دینے والا نہیں ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ام یقولون افتراہ** ۔ ام بطور حرف اضراب استعمال ہوا ہے۔ **انتقال من حکایت شناعتھم السابقة الی حکایة ما ھو اشنع منھا** ۔ ان کے ایک قبیح امر سے دوسرے کی طرف انتقال جو پہلے قبیح امر سے بھی قبیح تر ہے، یہ بل (حرف اضراب) کی وہ صورت ہے کہ بل سے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے مابعد کو اس حکم اور زیادہ کر دیا جائے۔ مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ **بل قالوا اضغاث احلام بل افتراہ بل ھو شاعر** ، بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ خیالات پریشان ہیں بلکہ اس نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالات پریشاں کہتے ہیں پھر مزید اسے افترا بتاتے ہیں۔ پھر اس پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ (نعوذ باللہ) آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

ان افتریتہ میں ان شرطیہ ہے افتریت ماضی واحد متکلم افتراء (افتعال) مصدر ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ معنی یہ کہ:۔ اگر اس کو میں نے از خود گھڑ لیا ہے (اور اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے)۔

الفری (باب نصر) کے معنی چمڑے کے سینے اور درست کرنے کے لئے اسے کاٹنے کے ہیں۔ اور افراء (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ افتراء (باب افتعال) کا لفظ اصلاح وفساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر

استعمال فساد کے لئے ہی ہوتا ہے، اسی قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

لاتملکون۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ملک (باب ضرب) تم اختیار نہیں رکھتے ہو، مطلب یہ کہ:۔ اگر میں نے اس قرآن مجید کو از خود گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام منسوب کر دیا ہے تو اس افتراء پر اللہ کی طرف سے مجھ پر جو عذاب آئے گا اس کو تم میرے اوپر سے دفع کرنے کی بالکل قدرت نہیں رکھتے۔ پھر میں کیوں ایسا کر کے اللہ کا عذاب اپنے اوپر لوں۔

ھو۔ ای اللہ۔ اعلم۔ علم سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ خوب جاننے والا ہے۔

بما تفیضون فیہ: ب بمعنی کو، ما موصولہ۔ تفیضون فیہ اس کا صلہ، فیہ کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو۔ (ضیاء القرآن)۔

ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فیہ کی ضمیر الحق یا القرآن کی طرف راجع ہے اور ترجمہ ہوگا: وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کے باب میں بنا رہے ہو (ماجدی) وہ باتیں کیا تھیں؟ کافروں کی وحی من اللہ کے متعلق بدگوئی۔ آیات اللہ کی بابت طعن، ان کو کبھی جادو کہنا اور کبھی من گھڑت قرار دینا۔

تفیضون مضارع جمع مذکر حاضر افاضۃ (افعال) مصدر۔ جس کا استعمال جب باتوں کے متعلق ہوتا ہے تو باتوں میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں۔ تفیضون قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرا استعمال: اذ تفیضون فیہ (10:61) جب تم کسی (عمل) میں مصروف ہوتے ہو۔ (ف ی ض) مادہ۔

فاض الماء کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا کے ہیں۔ آنسوں کے بہنے کے لئے بھی آیا ہے مثلاً تری اعینھم تفیض من الدمع، تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ پانی کے اوپر سے نیچے گرانے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً ان افیضوا علینا من الماء ۔ کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔ اور عرفات سے واپسی کے متعلق ارشاد ہے:۔ فاذا افضتم من عرفات، جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو۔

کفی بہ۔ کفی ماضی واحد مذکر غائب کفایۃ (باب ضرب) مصدر کافی ہونا کفی بہ۔ وہی کافی ہے۔ کفی باللہ شھیدا بطور گواہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ یعنی اس کی گواہی دوسروں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کفی بہ یہ فاعل کا قائم مقام ہے۔ یعنی اللہ کافی ہے۔ شھیدا حال ہے،

فائدہ: اللہ کی شہادت نبی کریم ﷺ اور منکرین کے متعلق یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ وسلم کے صدق و بلاغ اور مخالفین کے کذب و انکار کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ وھو الغفور الرحیم۔ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کے لئے غفور اور رحیم ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

یعنی اگر بالفرض میں دل سے بناتا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا کلام بتاتا تو وہ اللہ تعالیٰ پر افتراء ہوتا اور اللہ تبارک و تعالیٰ ایسے افتراء کرنے والے کو جلد عقوبت میں گرفتار کرتا ہے، تمہیں تو یہ قدرت نہیں کہ تم اس کی عقوبت سے بچا سکو یا اس کے عذاب کو دفع کر سکو تو

کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احقاف، لاہور)

| |
|---|
| قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ؕ |
| اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| آپ فرمادیں کہ میں کوئی پہلا رسول نہیں آیا اور میں اَز خود نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور نہ وہ جو تمہارے ساتھ |
| کیا جائے گا، میں صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف واضح ڈر سنانے والا ہوں۔ |

## نبی کریم ﷺ کا کفار کو سابقہ رسولان گرامی کی بعثت بیان کر کے رسالت سمجھانے کا بیان

"قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا " بَدِيعًا "مِنَ الرُّسُلِ " أَيْ لَسْتُ أَوَّلَ مُرْسَلٍ فَقَدْ سَبَقَ قَبْلِي كَثِيرُونَ مِنْهُمْ فَكَيْفَ تُكَذِّبُونِي "وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ " فِي الدُّنْيَا أَأُخْرَجُ مِنْ بَلَدِي أَمْ أُقْتَلُ كَمَا فُعِلَ بِالْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي أَوْ تَرْمُونِي بِالْحِجَارَةِ أَمْ يُخْسَفُ بِكُمْ كَالْمُكَذِّبِينَ قَبْلَكُمْ "إِنْ" مَا "أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ" أَيْ الْقُرْآنَ وَلَا أَبْتَدِعُ مِنْ عِنْدِي شَيْئًا "وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ" بَيِّنُ الْإِنْذَارِ،

آپ فرمادیں کہ میں انسانوں کی طرف کوئی پہلا رسول نہیں آیا بلکہ مجھ سے قبل کثیر رسولان گرامی کی بعثت ہو چکی۔ لہٰذا تم میری تکذیب کیسے کر سکتے ہو۔ اور میں اَز خود (یعنی محض اپنی عقل و درایت سے) نہیں جانتا کہ دنیا میں میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا کہ مجھے میرے شہر سے جلاوطنی پر مجبور کیا جائے گا یا شہید کیا جائے گا جس طرح مجھ پہلے انبیائے کرام کے ساتھ ہوا یا تم مجھے پتھر مارو گے۔ اور نہ وہ جو تمہارے ساتھ کیا جائے گا، یعنی تم پہلے لوگوں کی طرح زمین میں دھنسا دیئے جاؤ میرا علم تو یہ ہے کہ میں صرف اس وحی یعنی قرآن کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف بھیجی جاتی ہے۔ میں اس میں کوئی اپنی جانب سے کوئی چیز داخل کرنے والا نہیں ہوں۔ (وہی مجھے ہر شے کا علم عطا کرتی ہے) اور میں تو صرف اس علم بالوحی کی بنا پر واضح ڈر سنانے والا ہوں۔

## سورہ احقاف آیت ۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر سختیاں اور تکالیف بڑھ گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ کھجور، درخت اور پانی والی سرزمین کی طرف ہجرت فرما رہے ہیں آپ ﷺ نے یہ اپنے صحابہ سے بیان کیا تو وہ حضرات بہت خوش ہوئے اور انہوں نے سوچا کہ اس میں مشرکین کی ان تکالیف سے کچھ تو کشائش ہوگی پھر وہ ایک عرصہ تک اسی طرح ٹھہرے رہے۔ اور انہوں نے آپ کو ہجرت فرماتے نہ دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس سرزمین کی طف جو آپ نے خواب میں دیکھی ہے کب ہجرت کریں گے؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور اللہ نے آپ پر یہ آیت نازل فرمائی۔ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۔ یعنی مجھے معلوم نہیں کہ اس سرزمین کی طرف جو میں نے خواب میں دیکھی ہے

نکلوں گا بھی یا نہیں پھر آپ ﷺ نے فرمایا وہ صرف ایک چیز تھی جو میں نے خواب میں دیکھی میں صرف نازل ہونے والی وحی کی پیروی کروں گا۔ (نیسابوری 314، زاد المسیر 7۔372، قرطبی 16۔185)

## اہل ایمان کی بخشش کا نبی کریم ﷺ کے علم میں ہونے کا بیان

اس کے معنی میں مفسرین کی چند قول ہیں، ایک تو یہ کہ قیامت میں جو میرے اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا؟ وہ مجھے معلوم نہیں، یہ معنی ہوں تو یہ آیت منسوخ ہے، مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مشرک خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ لات وعزیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارا اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یکساں حال ہے، انہیں ہم پر کچھ بھی فضیلت نہیں، اگر یہ قرآن انکا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو ان کا بھیجنے والا انہیں ضرور خبر دیتا کہ ان کے ساتھ کیا کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے آیت (لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا، الفتح:2) نازل فرمائی، صحابہ نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور کو مبارک ہو آپ کو تو معلوم ہو گیا کہ آپ کے ساتھ کیا کیا جائے گا، یہ انتظار ہے کہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا، الفتح:5) اور یہ آیت نازل ہوئی (وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا، الأحزاب:47) تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا کرے گا اور مومنین کے ساتھ کیا، دوسرا قول آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ آخرت کا حال تو حضور کو اپنا بھی معلوم ہے، مومنین کا بھی، مکذبین کا بھی، معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کیا کیا جائے گا؟ یہ معلوم نہیں، اگر یہ معنی لئے جائیں تو بھی آیت منسوخ ہے، اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی بتادیا (لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ، الصّف:9) اور (وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ، الانفال:33) بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور کے ساتھ اور حضور کی امت کے ساتھ پیش آنے والے امور پر مطلع فرمادیا خواہ وہ دنیا کے ہوں یا آخرت کے اور اگر درایت بمعنی ادراک بالقیاس یعنی عقل سے جاننے کے معنی میں لیا جائے تو مضمون اور بھی زیادہ صاف ہے اور آیت کا اس کے بعد والا جملہ اس کا مؤید ہے، علامہ نیشاپوری نے اس آیت کے تحت میں فرمایا کہ اس میں نفی اپنی ذات سے جاننے کی ہے، من جہت الوحی جاننے کی نفی نہیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ احقاف، لاہور)

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ |
| عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| فرمادیجئے: ذرا بتاؤ تو اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کر دیا ہو اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس جیسی کتاب |
| پر گواہی دے پھر وہ ایمان لایا ہو اور تم غرور کرتے رہے۔ بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## قرآن مجید کی صداقت پر دلیل کا بنی اسرائیل سے ہونے کا بیان

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ" أَخْبِرُونِي مَاذَا حَالُكُمْ "إِنْ كَانَ" أَيْ الْقُرْآن "مِنْ عِنْد اللّٰه وَكَفَرْتُمْ بِهِ" جُمْلَة حَالِيَّة "وَشَهِدَ شَاهِد مِنْ بَنِي إِسْرَائِيل" هُوَ عَبْد اللّٰه بْن سَلَام "عَلَى مِثْله" أَيْ عَلَيْهِ أَنَّهُ مِنْ عِنْد اللّٰه "فَآمَنَ" الشَّاهِد "وَاسْتَكْبَرْتُمْ" تَكَبَّرْتُمْ عَنْ الْإِيمَان وَجَوَاب الشَّرْط بِمَا عُطِفَ عَلَيْهِ : أَلَسْتُمْ ظَالِمِينَ دَلَّ عَلَيْهِ "إِنَّ اللّٰه لَا يَهْدِي الْقَوْم الظَّالِمِينَ"

فرمادیجئے، ذرا بتاؤ تمہاری کیا حالت ہے؟ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کردیا ہو۔ یہاں پر کفرتم بہ جملہ حالیہ ہے۔ اور بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس جیسی کتاب کے اترنے کے ذکر پر گواہی دے۔ اور وہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر وہ اس پر ایمان بھی لایا ہو۔ اور تم اس کے باوجود ایمان لانے غرور کرتے رہے (تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟) یہ جواب شرط ہے جس کا اُلستم ظالمین پر عطف کیا گیا ہے۔ جس پر آنے والے جملے کی دلالت ہے جو یہ ہے، بیشک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## سورت احقاف آیت ۱۰ کے شان نزول کا بیان

امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے نبی کریم ﷺ اور میں اکٹھے چلے یہاں تک کہ ہم یہود کی عید کے دن ان کے کنیسہ میں داخل ہوئے اور انہوں نے ہمارا آنا پسند کیا رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا اے یہود کی جماعت تم مجھے اپنے میں سے بارہ آدمی دے دو جو یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اللہ تعالیٰ آسمان تلے ہر یہودی سے غضب کو ہٹا دیں گے وہ سب خاموش رہے ان میں سے ایک نے بھی کوئی جواب نہ دیا آپ واپس ہوئے تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی اے محمد ﷺ اپنی جگہ پر کھڑے رہو وہ آپ کے قریب آیا اور کہا اے یہود کی جماعت تم مجھے اپنی جماعت میں سے کیسا جانتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم ہم اپنی جماعت میں تجھ سے بڑھ کر کتاب اللہ کو جاننے والا اور سمجھنے والا کوئی شخص نہیں پاتے اور نہ تجھ سے پہلے تیرے باپ سے اور اس سے پہلے تیرے دادا سے بڑھ کر کوئی شخص پاتے ہیں اس نے کہا پھر میں گواہی دیتا ہوں یہ وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ تم تورات میں پاتے ہو انہوں نے کہا تو نے جھوٹ بولا پھر انہوں نے اس کا رد کیا اور اس کی نسبت بری باتیں کہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔

(معجم طبرانی الکبیر 18۔46، مجمع الزوائد 7۔106، طبری 16۔11، مسند احمد 6۔(25)

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيٓ اِسْرَاءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ ۔ ترجمہ۔ اور بنی اسرائیل میں سے ایک (کتاب) کی گواہی دے چکا اور ایمان لے آیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام سے منقول ہے کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی۔ (سیوطی 258، زاد المسیر 7۔373، ابن کثیر 4۔156)

## سورت احقاف آیت ۱۰ کی تفسیر بہ روایت کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے بیان کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کیوں آئے ہیں؟ عبداللہ کہنے لگے آپ کی مدد کے لئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ آپ جائیں اور لوگوں کو مجھ سے دور رکھیں کیونکہ آپ کا باہر رہنا میرے لئے اندر رہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ عبداللہ بن سلام باہر نکلے اور لوگوں سے کہنے لگے کہ لوگو زمانہ جاہلیت میں میرا یہ نام تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا اور میرے بارے میں کئی آیات نازل ہوئیں چنانچہ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْ اِسْرَا ءِيْلَ عَلٰى مِثْلِه فَاٰمَنَ وَاسْ تَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْ قَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ؛ اور بنی اسرائیل کا ایک گواہ ایک ایسی کتاب پر گواہی دے کر ایمان بھی لے آیا اور تم اکڑے ہی رہے۔ بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا)۔ اور (كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ، یہ دونوں آیتیں میرے بارے میں ہی نازل ہوئیں۔ (اور جان لو) کہ تم سے اللہ کی ایک تلوار چھپی ہوئی ہے اور فرشتے تمہارے اس شہر میں جس میں تمہارے نبی رہے پڑوسی ہیں۔ لہٰذا تم لوگ اس شخص (عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم اگر تم لوگوں نے اسے قتل کر دیا تو فرشتے تمہارا پڑوس چھوڑ دیں گے اور تم لوگوں پر اللہ کی وہ تلوار نکل آئے گی جو چھپی ہوئی تھی اور پھر اس کے بعد قیامت تک میان میں نہیں ڈالی جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر لوگ کہنے لگے کہ اس یہودی (عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عثمان دونوں کو قتل کر دو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اس حدیث کو شعیب بن صفوان، عبدالملک بن عمیر سے وہ ابن محمد بن عبداللہ بن سلام سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن سلام سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1204)

| |
|---|
| وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ |
| يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝ |
| اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے کہا جو ایمان لائے اگر یہ کچھ بھی بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے اس کی طرف |
| نہ آتے اور جب انھوں نے اس سے ہدایت نہیں پائی تو ضرور کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔ |

## ہدایت سے محروم لوگوں کا قرآن کو عدم بھلائی سے تعبیر کرنے کا بیان

"وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا" أَيْ فِي حَقّهمْ "لَوْ كَانَ" الْإِيمَان "خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إلَيْهِ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا" أَيْ الْقَائِلُونَ "بِهِ" أَيْ الْقُرْآن "فَسَيَقُولُونَ هَذَا" أَيْ الْقُرْآن "إفْك" كَذِب،

اور ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، ان لوگوں کے حق میں کہا جو ایمان لائے اگر یہ ایمان کچھ بھی بہتر ہوتا تو یہ ہم سے پہلے اس کی طرف نہ آتے اور جب انھوں نے یعنی کہنے والوں نے اس سے یعنی قرآن سے ہدایت نہیں پائی تو وہ عنقریب ضرور کہیں گے

کہ یہ قرآن پرانا جھوٹ ہے۔

## سورت احقاف آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ کچھ مشرکین نے کہا ہم بہت عزت والے ہیں ہم ایسے ہیں اور ہم ایسے ہیں اگر اس دین میں بھلائی ہوتی تو فلاں اور فلاں اسے قبول کرنے میں ہم سے آگے نہ بڑھتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

عوف بن ابی شداد سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کی ایک باندی تھی جو ان سے پہلے ایمان لے آئی اس کا نام زنین تھا عمر اس سے اس کے اسلام لانے پر اس قدر مارا کرتے یہاں تک کہ خود ہی نرم پڑ جاتے قریش کے کفار کہتے اگر اس دین میں بھلائی ہوتی تو زنین ہم سے سبقت نہ کرتی تو اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن سعد نے ضحاک اور حسن سے اسی طرح نقل کیا ہے

(سیوطی259، زادالمیسر 7۔375، قرطبی16۔189)

## فقراء اہل ایمان کے سبب کفار کی سرکشی کا بیان

تکبر و غرور انسان کی عقل کو بھی مسخ کر دیتا ہے۔ متکبر آدمی اپنی عقل اور اپنے عمل کو معیار حسن و قبح و خیر و شر سمجھنے لگتا ہے جو چیز اس کو پسند نہ ہو خواہ دوسرے لوگ اس کو کتنا ہی اچھا سمجھیں یہ ان سب کو بیوقوف سمجھتا ہے حالانکہ خود بیوقوف ہے کفار کے اسی درجہ غرور تکبر کا اس آیت میں بیان ہے کہ اسلام و ایمان چونکہ ان کو پسند نہیں تھا تو دوسرے لوگ جو ایمان کے دلدادہ تھے ان کو یہ کہتے تھے کہ اگر یہ ایمان کوئی اچھی چیز ہوتی تو سب سے پہلے ہمیں پسند آتی، ان دوسرے غریب فقیر لوگوں کی پسند کا کیا اعتبار۔ ابن منذر وغیرہ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ عمر بن خطاب جب مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ان کی ایک کنیز جس کا نام زنیرہ تھا پہلے مسلمان ہوگئی تھی یہ اس کو اس کے اسلام پر مارتے اور دھمکاتے تھے کہ کسی طرح یہ اسلام کو چھوڑ دے اور کفار قریش کہا کرتے تھے کہ اسلام کوئی اچھی چیز ہوتی تو زنین جیسی حقیر عورت اس میں ہم سے آگے نہ ہوتی، اس کے متعلق آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری، سورہ احقاف، لاہور)

## اہل ایمان غریبوں کیلئے مبارک ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسلام غربت میں شروع ہوا اور آخر میں بھی ایسا ہی ہو جائے گا لہٰذا غرباء کے لئے خوشخبری ہے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 156)

مطلب یہ ہے کہ اسلام کی ابتداء غریبوں سے ہوئی اور آخر میں بھی اسلام غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔ یعنی ابتداء اسلام میں مسلمان غریب اور کم تھے جس کی وجہ سے انہیں اپنے وطن کو چھوڑ کر دوسرے ملکوں کی طرف ہجرت کرنی پڑی، اسی طرح آخر میں بھی ایسا ہی ہوگا کہ اسلام غریبوں ہی کی طرف لوٹ آئے گا، لہٰذا ان غرباء کے لئے جن کے قلوب ایمان و اسلام کی روشنی سے پوری طرح منور ہوں گے خوش بختی و سعادت ہے۔ اس لئے کہ آخر زمانہ میں یہی بے چارے اسلام پر ثابت قدم رہیں گے اور کتاب و سنت کے علوم و معارف سے اپنی زندگیوں کو منور کریں گے۔

| |
|---|
| وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا |
| عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ |
| اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی اور یہ ایک تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، تا کہ |
| ان لوگوں کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں کے لیے بشارت ہو۔ |

## قرآن مجید کا سابقہ کتب سماویہ کی تصدیق کرنے کا بیان

"وَمِنْ قَبْلِه" أَیْ الْقُرْآن "كِتَاب مُوسَى" أَیْ التَّوْرَاة "إِمَامًا وَرَحْمَة" لِلْمُؤْمِنِينَ بِهِ حَالَانِ "وَهَذَا" أَیْ الْقُرْآن "كِتَاب مُصَدِّق" لِلْكُتُبِ قَبْله "لِسَانًا عَرَبِيًّا" حَال مِنْ الضَّمِير فِي مُصَدِّق "لِيُنْذِر الَّذِينَ ظَلَمُوا" مُشْرِكِي مَكَّة "وَبُشْرَى لِلْمُحْسِنِينَ" الْمُؤْمِنِينَ

اور اس سے یعنی قرآن سے پہلے موسیٰ کی کتاب یعنی تورات ایمان والوں کیلئے پیشوا اور رحمت تھی یہاں پر لفظ اماما اور رحمہ یہ دونوں حال ہیں۔اور یہ قرآن ایک تصدیق کرنے یعنی سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والی کتاب عربی زبان میں ہے، یہاں پر لسان عربی یہ مصدق کی ضمیر سے حال ہے۔تا کہ ان لوگوں یعنی مشرکین مکہ کو ڈرائے جنھوں نے ظلم کیا اور نیکی کرنے والوں یعنی اہل ایمان کے لیے بشارت ہو۔

نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت سے ہزاروں برس پہلے تورات نے جو اصولی تعلیم دی تھی۔انبیاء و اولیاء کی ایک کثیر تعداد اس تعلیم سے رہنمائی حاصل کرتی رہی۔اس کتاب نے بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے راستی اور ہدایت کی راہ ڈال دی اور یہ لوگوں پر اللہ کی بہت بڑی رحمت تھی۔اور یہ موجودہ کتاب قرآن بھی تورات کو سچا ثابت کرتا ہے۔گویا یہ دونوں کتابیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔اور ان دونوں کتابوں میں مجرموں کے لیے وعید اور نیک لوگوں کے لیے جنت کی بشارت موجود ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ |
| اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |
| بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ |
| یہی لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔یہ ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔ |

## اللہ تعالیٰ کو رب ماننے اور اس پر استقامت اختیار کرنے والوں کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبّنَا اللَّه ثُمَّ اسْتَقَامُوا" عَلَى الطَّاعَة "أُولَئِكَ أَصْحَاب الْجَنَّة خَالِدِينَ فِيهَا" حَال "جَزَاء" مَنْصُوب عَلَى الْمَصْدَر بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر أَیْ يُجْزَوْنَ،

بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر اطاعت پر خوب قائم رہے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہی لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہاں پر لفظ جزاء یہ اپنے فعل مقدر یجزون کی وجہ سے بر بنائے مصدریت منصوب ہے۔ یہ ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ بکثرت یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلٰی دِینِكَ، اے اللہ! میرے دل کو اپنے دین پر استقامت عطا فرما دیجئے۔ ایک مرد نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ کو ہمارے بارے میں اندیشہ ہے حالانکہ ہم آپ پر ایمان لا چکے اور جو دین آپ لائے اس کی تصدیق کر چکے۔ فرمایا بلاشبہ دل اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ وہ ان کو پلٹ دیتے ہیں اور اعمش (راوی) نے اپنی دونوں انگلیوں سے اشارہ بھی کیا۔

(سنن ابن ماجہ: جلد سوم: حدیث نمبر 714)

## استقامت اختیار کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِه، النساء: 123) جو کوئی بھی کوئی برا عمل کرے گا تو اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا مسلمانوں کو اس سے بہت سخت پریشانی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میانہ روی اور استقامت اختیار کرو مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جو اسے ٹھوکر لگتی ہے یا اسے کوئی کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالرحمٰن بن محیصن مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2068)

حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر کچھ لوگ تیزی سے قوم ثمود کے کھنڈرات میں جانے لگے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کروادی کہ نماز تیار ہے ابو کبشہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں داخل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ کو پکڑا ہوا تھا اور فرما رہے تھے تم ایسی قوم پر کیوں داخل ہوتے ہو جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا؟ ایک آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ان پر تعجب کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے زیادہ تعجب انگیز بات نہ بتاؤں؟ تم ہی میں کا ایک آدمی تمہیں ماضی اور مستقبل کے واقعات کی خبر دیتا ہے، لہٰذا استقامت اور سیدھا راستہ اختیار کرو، کیونکہ اللہ کو تمہارے عذاب میں مبتلا ہونے کی کوئی پروانہیں ہوگی اور عنقریب ایک ایسی قوم آئے گی جو کسی بھی چیز کے ذریعے اپنا دفاع نہیں کر سکے گی۔ گذشتہ حدیث اس دوسری سند سے بھی مروی ہے۔ (مسند احمد: جلد ہفتم: حدیث نمبر 1132)

حضرت عبداللہ بن سفیان بیان کرتے ہیں اپنے والد کے حوالے سے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ مجھے کسی ایسے اسلامی عمل کے بارے میں بتائیں جس کے بارے میں مجھے کسی اور سے دریافت نہ کرنا پڑے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرو اور پھر استقامت اختیار کرو۔ حضرت سفیان بیان کرتے ہیں میں نے عرض کی پھر اس کے بعد کون سی چیز ہے نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا اس کی حفاظت کرو۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 552)

| |
|---|
| وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ |
| وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ |
| اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ |
| وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ |
| اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، اس کی ماں نے اسے ناگواری کی حالت میں اٹھائے رکھا |
| اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، یہاں تک کہ جب |
| وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا اور چالیس برس کو پہنچ گیا تو اس نے کہا اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر |
| کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے |
| میری اولاد میں اصلاح فرما دے، بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔ |

## والدین کے ساتھ نیکی کرنے کے حکم کا بیان

"وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَان بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا" وَفِي قِرَاءَة إِحْسَانًا أَيْ أَمَرْنَاهُ أَنْ يُحْسِن إِلَيْهِمَا فَنَصَبَ إِحْسَانًا عَلَى الْمَصْدَر بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر وَمِثْله حَسَنًا "حَمَلَتْهُ أُمّه كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا" أَيْ عَلَى مَشَقَّة "وَحَمْله وَفِصَاله" مِنْ الرَّضَاع "ثَلَاثُونَ شَهْرًا" سِتَّة أَشْهُر أَقَلّ مُدَّة الْحَمْل وَالْبَاقِي أَكْثَر مُدَّة الرَّضَاع وَقِيلَ إِنْ حَمَلَتْ بِهِ سِتَّة أَوْ تِسْعَة أَرْضَعَتْهُ الْبَاقِي "حَتَّى" غَايَة لِجُمْلَةٍ مُقَدَّرَة أَيْ وَعَاشَ حَتَّى "إِذَا بَلَغَ أَشُدّهُ" هُوَ كَمَال قُوَّته وَعَقْله وَرَأْيه أَقَلّه ثَلَاث وَثَلَاثُونَ سَنَة أَوْ ثَلَاثُونَ "وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَة" أَيْ تَمَامهَا وَهُوَ أَكْثَر الْأَشُدّ "قَالَ رَبّ" إلَخْ نَزَلَ فِي أَبِي بَكْر الصِّدِّيق لَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَة بَعْد سَنَتَيْنِ مِنْ مَبْعَث النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ بِهِ ثُمَّ آمَنَ أَبَوَاهُ ثُمَّ ابْنه عَبْد الرَّحْمَن وَابْن عَبْد الرَّحْمَن أَبُو عَتِيق "أَوْزِعْنِي" أَلْهِمْنِي "أَنْ أَشْكُر نِعْمَتك الَّتِي أَنْعَمْت" بِهَا "عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ" وَهِيَ التَّوْحِيد "وَأَنْ أَعْمَل صَالِحًا تَرْضَاهُ" فَأَعْتَقَ تِسْعَة مِنْ الْمُؤْمِنِينَ يُعَذَّبُونَ فِي اللّٰه "وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي" فَكُلّهمْ مُؤْمِنُونَ،

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید کی، یہاں پر لفظ احسانا ایک قرأت میں اس کا معنی امرناہ ہے یعنی وہ ان دونوں سے احسان کرے۔ اور یہ اپنے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ جو حسن کی مثل ہے۔

اس کی ماں نے اسے ناگواری یعنی مشقت کی حالت میں اٹھائے رکھا اور اسے ناگواری کی حالت میں جنا اور اس کے حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے، لہٰذا حمل کی مدت کم از کم چھ مہینے ہے۔ اور بقیہ اس کی اکثر مدت ہے۔ اور باقی اکثر مدت رضاعت ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر حمل چھ ماہ یا نو ماہ کی مدت وضع ہو تو بقیہ مدت رضاعت کی ہے۔ اور یہاں پر حتیٰ یہ جملہ مقدرہ کی غایت کیلئے آیا ہے۔ یعنی عاش، یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری قوت کو پہنچا یعنی اپنی طاقت، عقل اور رائے میں کمال کو پہنچا اور وہ کم از کم ۳۳ سال ہے یا ۳۰ سال ہے اور چالیس برس کو پہنچ گیا یعنی وہ مکمل ہو گیا اور وہ پختہ ہونے کی اکثر مدت ہے۔ تو اس نے کہا اے میرے رب! الی آخرہ، یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ جب آپ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے دو سال بعد چالیس سال کی عمر میں پہنچے تو آپ نبی کریم ﷺ پر ایمان لائے اس کے بعد آپ کے والدین ایمان لائے۔ اور آپ کے بیٹے عبد الرحمٰن ایمان لائے اور ان کے بیٹے ابوعتیق ایمان لائے۔ مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر توحید کا انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے پس آپ نے ۱۹ ایسے غلاموں کو آزاد کرایا جنہیں اللہ کے دین کی وجہ سے تکالیف دی جارہی تھی۔ اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح فرما دے، یعنی وہ سب ایمان لے آئیں۔ بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔

## سورہ احقاف آیت ۱۵ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی، آپ کی عمر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو سال کم تھی، جب حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو آپ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اختیار کی، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف بیس سال کی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمراہی میں بغرض تجارت ملکِ شام کا سفر کیا، ایک منزل پر ٹھہرے، وہاں ایک بیری کا درخت تھا، حضور سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سایہ میں تشریف فرما ہوئے، قریب ہی ایک راہب رہتا تھا، حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے پاس چلے گئے، راہب نے آپ سے کہا یہ کون صاحب ہیں جو اس بیری کے سایہ میں جلوہ فرما ہیں۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابن عبد اللہ ہیں، عبد المطلب کے پوتے، راہب نے کہا خدا کی قسم یہ نبی ہیں، اس بیری کے سایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے آج تک ان کے سوا کوئی نہیں بیٹھا، یہی نبی آخر الزماں ﷺ ہیں، راہب کی یہ بات حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اثر کر گئی اور نبوت کا یقین آپ کے دل میں جم گیا اور آپ نے صحبت شریف کی ملازمت اختیار کی، سفر و حضر میں آپ سے جدا نہ ہوتے۔

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نبوت و

رسالت کے ساتھ سرفراز فرمایا تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ پر ایمان لائے اس وقت حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اڑتیس سال کی تھی، جب حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر چالیس سال کی ہوئی تو انہوں [illegible] (تفسیر [illegible] بیروت)

## مدت حمل اور مدت رضاعت میں فقہی مذاہب کا بیان

اکثر مدت حمل امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک دو سال ہیں، امام مالک سے مختلف روایات منقول ہیں چار سال، پانچ سال، سات سال، امام شافعی کے نزدیک چار سال، امام احمد کی بھی مشہور روایت چار ہی سال کی ہے اور اکثر مدت رضاعت جس کے ساتھ حرمت رضاعت کے احکام متعلق ہوتے ہیں جمہور فقہاء کے نزدیک دو سال ہیں۔ امام مالک شافعی، احمد بن حنبل اور ائمہ حنفیہ میں سے ابو یوسف اور امام محمد سب اس پر متفق ہیں اور صحابہ کرام میں حضرت عمر و ابن عباس کا بھی یہ قول ہے (رواہ الدار قطنی علی مرتضی عبداللہ بن مسعود کا بھی یہی ارشاد ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) صرف امام اعظم ابوحنیفہ سے یہ منقول ہے کہ ڈھائی سال تک بچہ کو دودھ پلایا جاسکتا ہے۔

جس کا حاصل جمہور حنفیہ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر بچہ کمزور ہو، ماں کے دودھ کے سوا کوئی غذا دو سال تک بھی نہ لیتا ہو تو مزید چھ ماہ دودھ پلانے کی اجازت ہے کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مدت رضاعت پوری ہونے کے بعد ماں کا دودھ بچے کو پلانا حرام ہے مگر فتویٰ فقہائے حنفیہ کا بھی جمہور ائمہ کے مسلک پر ہے کہ دو سال کی مدت کے بعد اگر دودھ پلایا گیا تو اس سے حرمت رضاعت کے احکام ثابت نہیں ہوں گے۔ (تفسیر مظہری، سورہ احقاف، لاہور)

## چالیس، ساٹھ اور نوے سال کی عمر کا بیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب مسلمان بندہ چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس [illegible] خفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف جھکنا نصیب فرماتا ہے اور جب [illegible] آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیکیاں [illegible] برائیاں مٹا دیتا ہے اور جب نوے سال کا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے گھرانے کے آدمیوں کے بارے میں اسے شفاعت کرنے والا بناتا ہے۔ اور آسمانوں میں لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کی زمین میں اس [illegible] ہے۔ یہ حدیث دوسری سند سے مسند احمد میں بھی ہے۔

بنو امیہ کے دمشقی گورنر حجاج بن عبداللہ حلیمی فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی عمر میں تو میں نے نافرمانیوں اور گناہوں کو لوگوں کی شرم و حیا سے چھوڑا تھا اس کے بعد گناہوں کے چھوڑنے کا باعث خود ذات اللہ سے حیا تھی۔ عرب شاعر کہتا ہے بچپنے میں ناسمجھی کی حالت میں تو جو کچھ ہو گیا ہو گیا لیکن جس وقت بڑھاپے نے منہ دکھایا تو سر کی سفیدی نے خود ہی برائیوں سے کہہ دیا کہ اب تم کوچ کر جاؤ۔

حضرت عثمان غنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن جب چالیس سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا حساب آسان فرما دیتے ہیں اور جب ساٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو اس کو اپنی طرف رجوع وانابت نصیب فرما دیتے ہیں اور جب ستر سال کی عمر کو پہنچ جائے تو تمام آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو قائم فرما دیتے ہیں اور اس کے سیئات کو مٹا دیتے ہیں اور جب نوے سال کی عمر ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو اپنے اہل بیت کے متعلق شفاعت کرنے کا حق دیدیتے ہیں اور آسمان میں اس کے نام کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ اسیر اللہ فی الارض ہے یعنی زمین میں اللہ کی طرف سے قیدی ہے۔ (مسند ابی یعلی ومسند احمد بن حنبل)

## چھ ماہ کی مدت میں بچے کو جنم دینے کا بیان

حضرت معمر بن عبداللہ جہنی فرماتے ہیں کہ ہمارے قبیلے کے ایک شخص نے جہنیہ کی ایک عورت سے نکاح کیا چھ مہینے پورے ہوتے ہی اسے بچہ تولد ہوا اس کے خاوند نے حضرت عثمان سے ذکر کیا آپ نے اس عورت کے پاس آدمی بھیجا وہ تیار ہو کر آنے لگی تو ان کی بہن نے گریہ وزاری شروع کر دی اس بیوی صاحبہ نے اپنی بہن کو تسکین دی اور فرمایا کیوں روتی ہو اللہ کی قسم اس کی مخلوق میں سے کسی سے میں نہیں ملی میں نے کبھی کوئی برا فعل نہیں کیا تو دیکھو کہ اللہ کا فیصلہ میرے بارے میں کیا ہوتا ہے۔ جب حضرت عثمان کے پاس یہ آئیں تو آپ نے انہیں رجم کرنے کا حکم دیا۔

جب حضرت علی کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے خلیفۃ المسلمین سے دریافت کیا کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اس عورت کو نکاح کے چھ مہینے کے بعد بچہ ہوا ہے جو ناممکن ہے۔ یہ سن کر علی مرتضیٰ نے فرمایا کیا آپ نے قرآن نہیں پڑھا؟ فرمایا ہاں پڑھا ہے فرمایا کیا یہ آیت نہیں پڑھی (وَحَمْلُهُ وَفِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا، الاَحقاف:15) اور ساتھ ہی یہ آیت بھی (حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ،البقرۃ:233) پس مدت حمل اور مدت دودھ پلائی دونوں کے مل کر تیس مہینے اور اس میں سے جب دودھ پلائی کی کل مدت دو سال کے چوبیس وضع کر دئے جائیں تو باقی چھ مہینے رہ جاتے ہیں تو قرآن کریم سے معلوم ہوا کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے اور اس بیوی صاحبہ کو بھی اتنی ہی مدت میں بچہ ہوا پھر اس پر زنا کا الزام کیسے قائم کر رہے ہیں؟ حضرت عثمان نے فرمایا واللہ یہ بات بہت ٹھیک ہے افسوس میرا خیال ہے میں اس طرف نہیں گیا جاؤ اس عورت کو لے آؤ پس لوگوں نے اس عورت کو اس حال پر پایا کہ اسے فراغت ہو چکی تھی۔ حضرت معمر فرماتے ہیں واللہ ایک کوا دوسرے کوے سے اور ایک انڈا دوسرے انڈے سے بھی اتنا مشابہ نہیں ہوتا جتنا اس عورت کا یہ بچہ اپنے باپ سے مشابہ تھا خود اس کے والد نے بھی اسے دیکھ کر کہا اللہ کی قسم اس بچے کے بارے میں مجھے اب کوئی شک نہیں رہا اور اسے اللہ تعالیٰ نے ایک ناسور کے ساتھ مبتلا کیا جو اس کے چہرے پر تھا وہ ہی اسے گھلاتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ احقاف، بیروت)

## ماں کی شان کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ میرے حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، عرض کیا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں، پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں پوچھا پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا باپ ہے۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 931)

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ |
| فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ |
| یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر |
| کرتے ہیں، یہی جنت والوں میں ہیں۔ سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ |

## جنت کے وعدہ صدق کا بیان

"أُولَئِكَ" أَيْ قَائِلُو هَذَا الْقَوْل أَبُو بَكْر وَغَيْره "الَّذِينَ نَتَقَبَّل عَنْهُمْ أَحْسَن" بِمَعْنَى حَسَن "مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَز عَنْ سَيِّئَاتهمْ فِي أَصْحَاب الْجَنَّة" حَال أَيْ كَائِنِينَ فِي جُمْلَتهمْ "وَعْد الصِّدْق الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ" فِي قَوْله تَعَالَى "وَعَدَ اللَّه الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات جَنَّات"

یہی وہ لوگ یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وغیرہ ہیں جنہوں نے کہا ہے لہٰذا ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں۔ یہاں پر احسن بہ معنی حسن ہے۔ جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے درگزر کرتے ہیں، یہی جنت والوں میں ہیں۔ یہاں پر اصحاب الجنة یہ کائنین فی جملتهم سے حال ہے۔ سچے وعدے کے مطابق جو ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان مرد و عورتوں کیلئے جنتوں کا وعدہ کیا ہے۔

## درگزر کرنے والوں کیلئے جنت کا بیان

ایسے مؤمن مسلمان جن کے یہ حالات ہوں جو اوپر گزرے ہیں ان کی حسنات قبول کر لی جاتی ہیں اور گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں یہ حکم بھی عام ہے، اگر اس کے سبب نزول صدیق اکبر ہوں تو وہ اس کے پہلے مصداق ہوں گے۔ حضرت علی کے ارشاد ذیل سے بھی آیت کے مفہوم کا عام ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ محمد ابن حاطب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ کی خدمت میں حاضر تھا، اس وقت ان کے پاس کچھ دوسرے حضرات بھی موجود تھے جنہوں نے حضرت عثمان پر کچھ عیب لگائے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ، ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ، بخدا اس آیت کے مصداق حضرت عثمان اور ان کے ساتھی ہیں۔ یہ بات حضرت علی نے تین مرتبہ فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ وَهُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ |
| اللّٰهَ وَیْلَكَ اٰمِنْ ﳓ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوْلُ مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ |
| اور جس نے اپنے والدین سے کہا تم سے بیزاری ہے، تم مجھے وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی |
| امتیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرنے لگے، تو ہلاک ہوگا، ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ |
| تو وہ کہتا ہے، یہ اگلے لوگوں کے جھوٹے افسانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ |

## والدین سے تکلیف دہ کلام کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ" وَفِی قِرَاءَ ةٍ بِالْإِدْغَامِ أُرِیدَ بِهِ الْجِنْس "أُفٍّ" بِكَسْرِ الْفَاء وَفَتْحهَا بِمَعْنَی مَصْدَر أَیْ نَتْنًا وَقُبْحًا "لَكُمَا" أَتَضَجَّر مِنْكُمَا "أَتَعِدَانِنِی" وَفِی قِرَاءَ ة بِالْإِدْغَامِ "أَنْ أُخْرَجَ" مِنْ الْقَبْر "وَقَدْ خَلَتْ الْقُرُون" الْأُمَم "مِنْ قَبْلِی" وَلَمْ تَخْرُج مِنْ الْقُبُور "وَهُمَا یَسْتَغِیثَانِ اللّٰه" یَسْأَلَانِهِ الْغَوْث بِرُجُوعِهِ وَیَقُولُونَ إنْ لَمْ تَرْجِع "وَیْلك" أَیْ هَلَاكك بِمَعْنَی هَلَكْت "آمِنْ" بِالْبَعْثِ "إنَّ وَعْد اللّٰه حَقّ فَیَقُول مَا هَذَا" أَیْ الْقَوْل بِالْبَعْثِ "إلَّا أَسَاطِیر الْأَوَّلِینَ" أَكَاذِیبهمْ،

اور جس نے اپنے والدین سے کہا، تم سے بیزاری ہے، یہاں پر لفظ اُف ایک قرأت کے مطابق یہ ادغام کیساتھ آیا ہے۔ جس سے جنس مراد لی گئی ہے اور یہ لفظ فاء کی کسرہ اور اس کی فتحہ کے مصدری معنی کے طور پر بھی آیا ہے۔ یعنی تمہارے لئے بدبو اور قباحت ہے تم مجھے یہ وعدہ دیتے ہو یہاں پر أتعدانی یہ ایک ادغام کے ساتھ بھی آیا ہے۔ کہ میں قبر سے دوبارہ زندہ کر کے نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکیں۔ جبکہ وہ قبروں سے نہیں نکالی گئیں۔ اب وہ دونوں ماں باپ اللہ سے فریاد کرنے لگے یعنی ایمان کی طرف اس کے لوٹنے کی مدد مانگتے ہیں۔ اور لڑکے سے کہا کہ اگر تو نہ لوٹا تو ہلاک ہوگا۔ جو بہ معنی ہلاکت ہے اے لڑکے بعث پر ایمان لے آ، بیشک اللہ کا وعدہ حق ہے۔ تو وہ جواب میں کہتا ہے: یہ بعث کا قول اگلے لوگوں کے جھوٹے افسانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں یعنی ان کے جھوٹ ہیں۔

## کافر فاجر شخص کا والدین کی نافرمانی کرنے کا بیان

حضرت حسن اور حضرت قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کافر فاجر ماں باپ کا نافرمان اور مر کر جی اٹھنے کا منکر ہے، ابن عساکر کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ چار شخصوں پر اللہ عزوجل نے اپنے عرش پر سے لعنت کی ہے اور اس پر فرشتوں نے آمین کہی ہے جو کسی مسکین کو بہکائے اور کہے کہ آ تجھے کچھ دوں گا اور جب وہ آئے تو کہدے کہ میرے پاس تو کچھ نہیں اور جو ماعون سے کہے سب حاضر ہے حالانکہ اس کے آگے کچھ نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کسی کو اس کے اس سوال کے جواب میں فلاں کا مکان

کونسا ہے؟ کسی دوسرے کا مکان بتا دیں اور وہ جو اپنے ماں باپ کو مارے یہاں تک کہ تنگ آ جائیں اور چیخ و پکار کرنے لگیں۔ پھر فرماتا ہے ہر ایک کے لئے اس کی برائی کے مطابق سزا ہے اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بلکہ اس سے بھی کم کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں جہنم کے درجے نیچے ہیں اور جنت کے درجے اونچے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

## والدین کی نافرمانی کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمائی کرنا، ناحق کسی کو مار ڈالنا اور جھوٹی قسم کھانا بڑے گناہ ہیں (صحیح البخاری) اور حضرت انس کی روایت میں "جھوٹی قسم کھانا" کے بجائے "جھوٹی گواہی دینا" کی الفاظ ہیں۔" (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 47)

عقوق" کے ایک معنی ایذاء دینے کے بھی آتے ہیں، لہٰذا شریعت نے نہ صرف یہ کہ والدین کی نافرمانی کو بڑا گناہ قرار دیا ہے بلکہ یہ بھی حکم ہے کہ مسلمان ماں باپ کو نہ کوئی اذیت پہنچائی جائے اور نہ ان کو ناحق ستایا جائے، ویسے کافر ماں باپ کو بھی اذیت پہنچانے سے روکا گیا ہے، لیکن ان کو کفر کی لعنت سے نکالنے اور قبول اسلام پر آمادہ کرنے کے لئے ان کے ساتھ تھوڑے بہت سخت برتاؤ کی اجازت ہے، بشرطیکہ وہ سخت برتاؤ قطعی طور پر ناگزیر ہو اور اخلاق وانسانیت سے گرا ہوا نہ ہو۔

تفسیر عزیزی میں ارشاد ربانی (ایت وبالوالدین احسانا) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ احسان اور حسن سلوک کا حکم بطور خاص تین باتوں کو شامل ہے اور یہ کہ ان کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائے خواہ ہاتھ سے ہو یا زبان وغیرہ سے، یعنی نہ تو ان کو مار پیٹ کر تکلیف پہنچائے اور نہ ان کے ساتھ بدزبانی وبدکلامی کرے، دوسرے یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے جان ومال دونوں طرح سے ان کی خدمت کرے اور تیسرے یہ کہ ان کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور وہ جس وقت اور جس ضرورت سے بلائیں فوراً ان کے پاس حاضر ہو جائے۔

| |
|---|
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا |
| خٰسِرِيْنَ ○ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○ |
| یہی وہ لوگ ہیں جن پر بات ثابت ہو گئی ان امتوں سمیت جو جن وانس میں سے ان سے پہلے گزر چکیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے۔ |

اور سب کے لئے ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے درجات مقرر ہیں تا کہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

## اہل ایمان اور جہنمیوں کے آخرت میں الگ درجات کا بیان

"أُولَئِكَ الَّذِينَ حَقَّ" وَجَبَ "عَلَيْهِمْ الْقَوْل" بِالْعَذَابِ، "وَلِكُلٍّ" مِنْ جِنْس الْمُؤْمِن وَالْكَافِر "دَرَجَات" فَدَرَجَات الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجَنَّة عَالِيَة وَدَرَجَات الْكَافِرِينَ فِي النَّار سَافِلَة "مِمَّا

عَمِلُوا" أَیِ الْمُؤْمِنُونَ مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْکَافِرُونَ مِنَ الْمَعَاصِی "وَلِیُوَفِّیَهُمْ" أَیِ اللّٰهُ وَفِی قِرَاءَ ةٍ بِالنُّونِ "أَعْمَالَهُمْ" أَیْ جَزَاءَهَا "وَهُمْ لَا یُظْلَمُونَ" شَیْئًا یُنْقَصُ لِلْمُؤْمِنِینَ وَیُزَادُ لِلْکُفَّارِ،

یہی وہ لوگ ہیں جن پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی ان امتوں سمیت جو جن وانس میں سے ان سے پہلے گزر چکیں، یقیناً وہ خسارہ پانے والے تھے۔

اور سب یعنی مؤمن وکافر کے لئے ان نیک وبد اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے کئے جنت میں اونچے اور دوزخ میں میں نیچے الگ الگ درجات مقرر ہیں۔یعنی اہل ایمان نے نیک اعمال کیے اور کفار نے برے اعمال کیے۔تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے۔ایک قرأت میں یوفی کہ بہ جائے نوفی یعنی نون کے ساتھ آیا ہے۔اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔کوئی چیز اہل ایمان سے کم نہ کی جائے گی اور کوئی چیز کفار پر زیادہ نہ کی جائے گی۔

یعنی منازل ومراتب ہیں، اللہ تعالٰی کے نزدیک روز قیامت جنت کے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اور جہنم کے درجات پست ہوتے چلے جاتے ہیں تو جن کے عمل اچھے ہوں وہ جنت کے اونچے درجے میں ہوں گے اور جو کفر ومعصیت میں انتہا کو پہنچ گئے ہوں وہ جہنم کے سب سے نیچے درجے میں ہوں گے۔

| |
|---|
| وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِینَ کَفَرُوا عَلَی النَّارِ ط اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ج |
| فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ○ |
| اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے |
| اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے |
| بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔ |

## کفار کو دنیاوی آسائشیں یاد دلا کر جہنم میں ڈال دیئے جانے کا بیان

"وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِینَ کَفَرُوا عَلَی النَّارِ" بِأَنْ تُکْشَفَ لَهُمْ یُقَالُ لَهُمْ "أَذْهَبْتُمْ" بِهَمْزَةٍ وَبِهَمْزَتَیْنِ وَبِهَمْزَةٍ وَمَدَّةٍ وَبِهِمَا وَتَسْهِیلِ الثَّانِیَةِ "طَیِّبَاتِکُمْ" بِاشْتِغَالِکُمْ بِلَذَّاتِکُمْ "فِی حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ" تَمَتَّعْتُمْ "بِهَا فَالْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ" أَیِ الْهَوَانِ "بِمَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُونَ" تَتَکَبَّرُونَ "فِی الْأَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَبِمَا کُنْتُمْ تَفْسُقُونَ" بِهِ وَتُعَذَّبُونَ بِهَا،

اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، اور دوزخ سے پردے ہٹادیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔تم اپنی نیکیاں اپنی دنیا کی زندگی میں لے جا چکے اور تم ان سے فائدہ اٹھا چکے، کلا، یہاں پر اَذْهَبتم ایک ہمزہ اور دو ہمزوں کے ساتھ بھی آیا ہے۔ایک ہمزہ اور مدت کے ساتھ اور ان دونوں کے ساتھ بھی اور دوسرے ہمزے کی تسہیل کے ساتھ بھی

آیا ہے۔یعنی دنیا لذتیں اٹھا چکے ہو۔سو آج تمھیں ذلت کے عذاب کا بدلہ دیا جائے گا، اس لیے کہ تم زمین میں کسی حق کے بغیر تکبر کرتے تھے اور اس لیے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔لہٰذا اسی کے سبب تمہیں عذاب دیا جائے گا۔

## دنیا لذات میں رہنے والے کفار کا بیان

کفار کو خطاب کر کے یہ کہا جائے گا کہ تم نے اگر کچھ اچھے کام دنیا میں کیے تھے تو ان کا بدلہ بھی تمہیں دنیوی نعمتوں اور عیش وعشرت کی صورت میں دیا جا چکا ہے اب آخرت میں تمہارا کچھ حصہ باقی نہیں رہا۔ یہ خطاب کفار کو ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے نیک اعمال جو ایمان نہ لانے کی وجہ سے اللہ کے نزدیک مقبول نہیں آخرت میں تو ان کی کوئی قیمت نہیں مگر دنیا میں اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ اس کو دیدیتے ہیں۔کفار فجار کو مال ودولت اور عزت وجاہت وغیرہ جو دنیا میں ملتا ہے وہ ان کے نیک اعمال، سخاوت، ہمدردی، سچائی وغیرہ کا بدلہ ہوتا ہے۔ مؤمنین کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ اگر ان کو دنیا میں کوئی نعمت مال ودولت وغیرہ مل جائیں تو آخرت کے حق سے محروم ہو جائیں۔

اس آیت میں کفار کو عتاب وعقاب ان کے دنیوی لذتوں میں منہمک رہنے کی بناء پر کیا گیا۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین نے لذائذ دنیا کو ترک کرنے کی عادت بنالی جیسا کہ ان کی سیرت اس پر شاہد ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجنے کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا کے تنعم سے پرہیز کرتے رہنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے تھوڑا رزق لینے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتے ہیں۔(تفسیر بغوی، سورہ احقاف، بیروت)

حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دنیا میں کی ہوئی اپنی نیکیاں قیامت کے دن گم پائیں گے اور ان سے یہی کہا جائے گا۔پھر فرماتا ہے آج انہیں ذلت کے عذابوں کی سزا دی جائے گی ان کے تکبر اور ان کے فسق کی وجہ سے جیسا عمل ویسا ہی بدلہ ملا۔دنیا میں یہ ناز ونعمت سے اپنی جانوں کو پالنے والے اور نخوت وبڑائی سے اتباع حق کو چھوڑنے والے اور برائیوں اور نافرمانیوں میں ہمہ تن مشغول رہنے والے تھے تو آج قیامت کے دن انہیں اہانت اور رسوائی والے عذاب اور سخت دردناک سزائیں اور ہائے وائے اور افسوس وحسرت کے ساتھ جہنم کے نیچے کے طبقوں میں جگہ ملے گی اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں ان سب باتوں سے محفوظ رکھے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ |
| اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ |
| اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قوم عاد کے بھائی (ہود علیہ السلام) کا ذکر کیجئے، جب انہوں نے احقاف میں |
| اپنی قوم کو ڈرایا حالانکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد ڈرانے والے گزر چکے تھے کہ تم اللہ کے سوا کسی اور |
| کی پرستش نہ کرنا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم پر بڑے دن کا عذاب (نہ) آ جائے۔ |

## حضرت ہود علیہ السلام اور وادی احقاف کا بیان

"وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ" هُوَ هُود عَلَيْهِ السَّلَام "إِذْ" إِلَخ بَدَل اشْتِمَال "أَنْذَرَ قَوْمه" خَوَّفَهُمْ "بِالْأَحْقَافِ" وَادٍ بِالْيَمَنِ بِهِ مَنَازِلهمْ "وَقَدْ خَلَتْ النُّذُر" مَضَتْ الرُّسُل "مِنْ بَيْن يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفه" أَيْ مِنْ قَبْل هُود وَمِنْ بَعْده إِلَى أَقْوَامهمْ "أَنْ" أَيْ بِأَنْ قَالَ "لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّه" وَجُمْلَة "وَقَدْ خَلَتْ" مُعْتَرِضَة "إِنِّي أَخَاف عَلَيْكُمْ" إِنْ عَبَدْتُمْ غَيْر اللَّه،

اور (اے حبیب ﷺ) آپ قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کا ذکر کیجئے، یہاں پر اذ سے لے کر اُخاعاد تک یہ بدل اشتمال ہے۔ جب اُنہوں نے اَحقاف میں اپنی قوم کو ڈرایا۔ احقاف یمن کی ایک وادی ہے جہاں ان کے مکانات تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی کئی ڈرانے والے پیغمبر گزر چکے تھے یعنی ہود علیہ السلام سے پہلے اور ان کے بعد کئی اقوام گزر چکی ہیں فرمایا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی پرستش نہ کرنا، یہاں پر جملہ قد خلت یہ معترضہ ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم غیر اللہ کی عبادت کی وجہ سے تم پر بڑے ہولناک دن کا عذاب نہ آ جائے۔

## وادی احقاف والوں کی ہلاکت کا بیان

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی قوم آپ کو جھٹلائے تو آپ اگلے انبیاء کے واقعات یاد کر لیجئے کہ ان کی قوم نے بھی ان کی تکذیب کی عادیوں کے بھائی سے مراد حضرت ہود پیغمبر ہیں علیہ السلام والصلوۃ۔ انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عاد اولیٰ کی طرف بھیجا تھا جو احقاف میں رہتے تھے احقاف جمع ہے حقف کی اور حقف کہتے ہیں ریت کے پہاڑ کو۔ مطلق پہاڑ اور غار اور حضر موت کی وادی جس کا نام برہوت ہے جہاں کفار کی روحیں ڈالی جاتی ہیں یہ مطلب بھی احقاف کا بیان کیا گیا ہے۔

قتادہ کا قول ہے کہ یمن میں سمندر کے کنارے ریت کے ٹیلوں میں ایک جگہ تھی جس کا نام شہر تھا یہاں یہ لوگ آباد تھے امام ابن ماجہ نے باب باندھا ہے کہ جب دعا مانگے تو اپنے نفس سے شروع کرے اس میں ایک حدیث لائے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہم پر اور عادیوں کے بھائی پر رحم کرے پھر فرماتا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے اردگرد کے شہروں میں بھی اپنے رسول مبعوث فرمائے تھے۔ جیسے اور آیت میں ہے آیت (فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ، البقرۃ:66) اور جیسے اللہ جل وعلا کا فرمان ہے آیت (فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ، فصلت:13)، پھر فرماتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم موحد بن جاؤ ورنہ تمہیں اس بڑے بھاری دن میں عذاب ہوگا۔ جس پر قوم نے کہا کیا تو ہمیں ہمارے معبودوں سے روک رہا ہے؟ جا جس عذاب سے تو ہمیں ڈرا رہا ہے وہ لے آ۔ یہ تو اپنے ذہن میں اسے محال جانتے تھے تو جرات کر کے جلد طلب کیا۔ جیسے کہ اور آیت میں ہے آیت (يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا، الشوریٰ:18) یعنی ایمان نہ لانے والے ہمارے عذابوں کے جلد آنے کی خواہش کرتے ہیں۔ اس

کے جواب میں ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ ہی کو بہتر علم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ |
| اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ |
| وہ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں، پس وہ لے آئیں |
| جس سے ہمیں ڈرا رہے ہیں اگر آپ سچوں میں سے ہیں۔ اس نے کہا یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں تمہیں |
| وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور لیکن میں تمہیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جہالت برتتے ہو۔ |

## کفار کا عذاب کا مطالبہ کرنے کا بیان

"قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا" لِتَصْرِفَنَا عَنْ عِبَادَتِهَا "فَأْتِنَا بِمَا تَعِدنَا" مِنْ الْعَذَاب عَلَى عِبَادَتهَا "إِنْ كُنْت مِنَ الصَّادِقِينَ" فِي أَنَّهُ يَأْتِينَا، "قَالَ" هُود "إِنَّمَا الْعِلْم عِنْد اللّٰه" هُوَ الَّذِي يَعْلَم مَتَى يَأْتِيكُمْ الْعَذَاب "وَأُبَلِّغكُمْ مَا أُرْسِلْت بِهِ" إلَيْكُمْ "وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ" بِاسْتِعْجَالِكُمْ الْعَذَاب،

وہ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیں، یعنی ہمیں اپنے معبودوں کی عبادت سے پھیر دیں۔ پس وہ عذاب لے آئیں جس کے سبب ہمیں بتوں کی عبادت سے ڈرا رہے ہیں اگر آپ اس کے لانے پر سچوں میں سے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے کہا یہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ وہ تم پر عذاب کب لائے گا۔ اور میں تمہیں وہ پیغام پہنچاتا ہوں جو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے اور لیکن میں تمہیں ایسے لوگ دیکھتا ہوں کہ تم جلدی عذاب کو طلب کر کے جہالت برتتے ہو۔

اگر وہ تمہیں اسی لائق جانے گا تو تم پر عذاب بھیج دے گا۔ میرا منصب تو صرف اتنا ہی ہے کہ میں اپنے رب کی رسالت تمہیں پہنچا دوں لیکن میں جانتا ہوں کہ تم بالکل بے عقل اور بیوقوف لوگ ہو اب اللہ کا عذاب آ گیا انہوں نے دیکھا کہ ایک کالا ابر ان کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے چونکہ خشک سالی تھی گرمی سخت تھی یہ خوشیاں منانے لگے کہ اچھا ہوا ابر چڑھا ہے اور اسی طرف رخ ہے اب بارش برسے گی۔ دراصل ابر کی صورت میں یہ وہ قہر الٰہی تھا جس کے آنے کی وہ جلدی مچا رہے تھے اس میں وہ عذاب تھا جسے حضرت ہود سے یہ طلب کر رہے تھے وہ عذاب ان کی بستیوں کی تمام ان چیزوں کو بھی جن کی بربادی ہونے والی تھی تہس نہس کرتا ہوا آیا اور اسی کا اسے اللہ کا حکم تھا جیسے اور آیت میں ہے آیت (مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ، الذاریات: 42) یعنی جس چیز پر وہ گذر جاتی تھی اسے چورا چورا کر دیتی تھی۔ پس سب کے سب ہلاک و تباہ ہو گئے ایک بھی نہ بچ سکا۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

توجب انھوں نے اسے ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، جس میں دردناک عذاب ہے۔

## قوم ہود پر بادل کی صورت میں عذاب آنے کا بیان

"فَلَمَّا رَأَوْهُ" أَیْ مَا هُوَ الْعَذَاب "عَارِضًا" سَحَابًا عَرَضَ فِي أُفُق السَّمَاء "مُسْتَقْبِل أَوْدِيَتهمْ قَالُوا هَذَا عَارِض مُمْطِرنَا" أَیْ مُمْطِر إِيَّانَا "بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ" مِنْ الْعَذَاب "رِيح" بَدَل مِنْ مَا "فِيهَا عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم،

توجب انھوں نے اسے یعنی عذاب کو ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں کا رخ کیے ہوئے دیکھا جو دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر پھیل گیا۔ تو انھوں نے کہا یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جو تم نے جلدی مانگا تھا، آندھی ہے، یہاں پر لفظ ریح یہ ما سے بدل ہے۔ جس میں دردناک عذاب ہے۔

## سورت احقاف آیت ۲۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بادل دیکھتے تو اندر آتے اور باہر جاتے پھر جب بارش ہونے لگتی تو خوش ہو جاتے۔ فرماتی ہیں میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم نہیں شاید یہ اس طرح جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ، پھر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ابر ہے جو ہم پر برسے گا۔ (نہیں) بلکہ یہ وہی ہے جسے تم جلدی چاہتے تھے یعنی آندھی جس میں دردناک عذاب ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1205)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ جب کبھی ابر یا آندھی دیکھتے تو آپ ﷺ کے چہرے پر فکر معلوم ہوتی۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ لوگ تو جب بادل دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اب بارش ہوگی۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ جب بادل آئے تو آپ کے چہرہ پر ناگواری معلوم ہوتی ہے؟" آپ نے فرمایا: "عائشہ رضی اللہ عنہا! مجھے یہ خطرہ لاحق ہو جاتا ہے کہ کہیں اس میں عذاب نہ ہو۔ ایک قوم (عاد) پر آندھی کا عذاب آیا۔ جب انہوں نے بادل دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسنے والا ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کردے گی، پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا

کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

## عذاب کے طوفان کا زمین وآسمان کے درمیان معلق کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کا بیان

"تُدَمِّرُ" تُهْلِكُ "كُلَّ شَيْءٍ" مَرَّتْ عَلَيْهِ "بِأَمْرِ رَبِّهَا" بِإِرَادَتِهِ أَيْ كُلَّ شَيْءٍ أَرَادَ إِهْلَاكَهُ بِهَا فَأَهْلَكَتْ رِجَالَهُمْ وَنِسَاءَهُمْ وَصِغَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ طَارَتْ بِذَلِكَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَمَزَّقَتْهُ وَبَقِيَ هُودٌ وَمَنْ آمَنَ مَعَهُ "فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ كَذَلِكَ" كَمَا جَزَيْنَاهُمْ "نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ" غَيْرَهُمْ،

جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے برباد کر دے گی، یہاں پر ہر چیز سے مراد ہر چیز کی ہلاکت کا ارادہ ہے۔ پس ان کے مرد عورتیں، ان کے چھوٹے اور ان کے اموال کو ہلاک کر دیا اور وہ اس طرح انہیں زمین وآسمان کے درمیان تک لے اڑا۔ اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جبکہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والے محفوظ رہے۔ پس وہ اس طرح ہو گئے کہ ان کے رہنے کی جگہوں کے سوا کوئی چیز دکھائی نہ دیتی تھی، اسی طرح ہم مجرم لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی ان کے علاوہ بھی مجرموں کو ہم ایسے ہی سزا دیتے ہیں۔

چنانچہ اس آندھی کے عذاب نے ان کے مردوں، عورتوں، چھوٹوں، بڑوں کو ہلاک کر دیا، ان کے اموال آسمان وزمین کے درمیان اڑتے پھرتے تھے، چیزیں پارہ پارہ ہو گئیں، حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور اپنے او پر ایمان لانے والوں کے گرد ایک خط کھینچ دیا تھا ہوا، جب اس خط کے اندر آتی تو نہایت نرم، پاکیزہ، فرحت انگیز، سرد۔ اور وہی ہوا قوم پر شدید، سخت، مہلک، اور یہ حضرت ہود علیہ السلام کا ایک معجزہ عظیمہ تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احقاف، لاہور)

سات رات اور آٹھ دن مسلسل ہوا کا وہ غضب ناک طوفان چلا جس کے سامنے درخت، آدمی اور جانوروں کی حقیقت تنکوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہر چیز ہوا نے اکھاڑ پھینکی اور چاروں طرف تباہی نازل ہوگئی۔ آخر مکانوں کے کھنڈرات کے سوا کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ دیکھ لیا! اللہ کے مجرموں کا حال یہ ہوتا ہے۔ چاہیے کہ ان واقعات کو سن کر ہوش میں آؤ۔ ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو سکتا ہے۔

## قوم کے عاد کے قاصد کے معروف واقعہ کا بیان

حضرت حارث کہتے ہیں میں علا بن حضرمی کی شکایت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہا تھا ربذہ میں مجھے بنوتمیم کی ایک بڑھیا ملی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی مجھ سے کہنے لگی اے اللہ کے بندے میرا ایک کام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کیا تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دے گا؟ میں نے اقرار کیا اور انہیں اپنی سواری پر بٹھا لیا اور مدینہ شریف پہنچا میں نے دیکھا کہ مسجد شریف لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی ہے سیاہ رنگ جھنڈا لہرا رہا ہے اور حضرت بلال تلوار لٹکائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہیں میں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو لوگوں نے مجھ سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن عاص کو کسی طرف بھیجنا چاہتے ہیں میں ایک طرف بیٹھ گیا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل یا اپنے خیمے میں تشریف لے گئے تو میں

بھی گیا اجازت طلب کی اور اجازت ملنے پر آپ کی خدمت میں باریاب ہوا۔

السلام علیکم کی تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے اور بنوتمیم کے درمیان کچھ رنجش تھی؟ میں نے کہا ہاں اور ہم ان پر غالب رہے تھے اور اب میرے اس سفر میں بنوتمیم کی ایک نادار بڑھیا راستے میں مجھے ملی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ میں اسے اپنے ساتھ آپ کی خدمت میں پہنچاؤں چنانچہ میں اسے اپنے ساتھ لایا ہوں اور وہ دروازہ پر منتظر ہے آپ نے فرمایا اسے بھی اندر بلا لو چنانچہ وہ آ گئیں میں نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ ہم میں اور بنوتمیم میں کوئی روک کر سکتے ہیں تو اسے کر دیجئے اس پر بڑھیا کو حمیت لاحق ہوئی اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی کہ پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا مضطر کہاں قرار کرے گا؟ میں نے کہا سبحان اللہ میری تو وہی مثل ہوئی کہ "اپنے پاؤں میں آپ ہی کلہاڑی ماری" مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری ہی دشمنی کرے گی؟ ورنہ میں اسے لاتا ہی کیوں؟ اللہ کی پناہ واللہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی مثل عادیوں کے قاصد کے ہو جاؤں۔

آپ نے دریافت فرمایا کہ عادیوں کے قاصد کا واقعہ کیا ہے؟ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے بہ نسبت میرے بہت زیادہ واقف تھے لیکن آپ کے فرمان پر میں نے وہ قصہ بیان کیا کہ عادیوں کی بستیوں میں جب سخت قحط سالی ہوئی تو انہوں نے اپنا ایک قاصد قیل نامی روانہ کیا، یہ راستے میں معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر ٹھہرا اور شراب پینے لگا اور اس کی دونوں کنیزوں کا گانا سننے میں جن کا نام جرادہ تھا اس قدر مشغول ہوا کہ مہینہ بھر تک یہیں پڑا رہا پھر چلا اور جبال مہرہ میں جا کر اس نے دعا کی کہ اللہ تو خوب جانتا ہے میں کسی مریض کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کا فدیہ ادا کرنے کے لئے تو آیا نہیں الٰہی عادیوں کو وہ پلا جو تو نے انہیں پلانے والا ہے۔ چنانچہ چند سیاہ رنگ بادل اٹھے اور ان میں سے ایک آواز آئی کہ ان میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے چنانچہ اس نے سخت سیاہ بادل کو پسند کر لیا اسی وقت ان میں سے ایک آواز آئی کہ اسے راکھ اور خاک بنانے والا کر دے تاکہ عادیوں میں سے کوئی باقی نہ رہے۔ کہا اور مجھے جہاں تک علم ہوا ہے یہی ہے کہ ہواؤں کے مخزن میں سے صرف پہلے ہی سوراخ سے ہوا چھوڑی گئی تھی جیسے میری اس انگوٹھی کا حلقہ اسی سے سب ہلاک ہو گئے۔

ابووائل کہتے ہیں یہ بالکل ٹھیک نقل ہے عرب میں دستور تھا کہ جب کسی قاصد کو بھیجتے تو کہہ دیتے کہ عادیوں کے قاصد کی طرح نہ کرنا۔ یہ روایت ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّ اَفْئِدَةً |
| فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا |
| يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان |
| کے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، |

کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انھیں اس چیز نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

## کفار کے کان، آنکھ اور دلوں کا حق سے دور ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا" فِي الَّذِي "إِنْ" نَافِيَةٌ أَوْ زَائِدَةٌ "مَكَّنَّاكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "فِيهِ" مِنْ الْقُوَّة وَالْمَال "وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا" بِمَعْنَى أَسْمَاعًا "وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَة" قُلُوبًا "فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ سَمْعهمْ وَلَا أَبْصَارهمْ وَلَا أَفْئِدَتهمْ مِنْ شَيْء" أَيْ شَيْئًا مِنْ الْإِغْنَاء وَمِنْ زَائِدَة "إِذْ" مَعْمُولَة لِأَغْنَى وَأُشْرِبَتْ مَعْنَى التَّعْلِيل "كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ اللَّه" بِحُجَجِهِ الْبَيِّنَة "وَحَاقَ" نَزَلَ "بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ" أَيْ الْعَذَاب،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے انھیں ان چیزوں میں قدرت دی۔ یہاں پر لفظ اِن نافیہ ہے یا زائدہ ہے۔ اے اہل مکہ جن میں ہم نے تمھیں قدرت نہیں دی یعنی طاقت اور مال میں انہیں قوت دی۔ اور ہم نے ان کے لیے کان، یہاں پر سمع بہ معنی اسماع آنکھیں، اور دل بنائے تو نہ ان کے کان ان کے کسی کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل، یعنی ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہ آئی۔ یہاں پر من زائدہ ہے۔ اور اِذْ یہ اغنی کا معمول ہے۔ جس معنی تعلیل کیلئے آیا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے یعنی واضح دلیل ہونے کے باوجود انکار کرتے تھے۔ اور انھیں اس چیز یعنی عذاب نے گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

## مغضوب شدہ قوموں کی نشاندہی کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کو جو اسباب دنیوی مال واولاد وغیرہ ہماری طرف سے دیئے گئے تھے ویسے تو تمہیں اب تک مہیا بھی نہیں ان کے بھی کان آنکھیں اور دل تھے لیکن جس وقت انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور ہمارے عذابوں کا مذاق اڑایا تو بالاخران کے ظاہری اسباب انہیں کچھ کام نہ آئے اور وہ سزائیں ان پر برس پڑیں جن کی یہ ہمیشہ ہنسی کرتے رہے تھے۔ پس تمہیں انکی طرح نہ ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کہ انکے سے عذاب تم پر بھی آ جائیں اور تم بھی ان کی طرح جڑ سے کاٹ دیئے جاؤ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے اے اہل مکہ تم اپنے آس پاس ہی ایک نظر ڈالو اور دیکھو کہ کس قدر قومیں نیست ونابود کر دی گئی ہیں اور کس طرح انہوں نے اپنے کرتوت بدلے پائے ہیں احقاف جو یمن کے پاس ہے۔

حضر موت کے علاقہ میں ہے یہاں کے بسنے والے عادیوں کے انجام پر نظر ڈالو تمہارے اور شام کے درمیان ثمودیوں کا جو حشر ہوا اسے دیکھو اہل یمن اور اہل مدین کی قوم سبا کے نتیجہ پر غور کرو تم تو اکثر غزوات اور تجارت وغیرہ کے لئے وہاں سے آتے جاتے رہتے ہو، بحیرہ قوم لوط سے عبرت حاصل کرو وہ بھی تمہارے راستے میں ہی پڑتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، احقاف، بیروت)

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ۝ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۝

| |
|---|
| اور بیشک ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کرڈالا جو تمہارے اردگرد تھیں اور ہم نے اپنی نشانیاں بار بار ظاہر کیں |
| تا کہ وہ رجوع کرلیں۔ پھران لوگوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ |
| کے سوا معبود بنایا؟ بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔ |

## عذاب کے وقت معبودان باطلہ کے غائب ہوجانے کا بیان

"وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرَى" أَيْ مِنْ أَهْلِهَا كَثَمُودِ وَعَادٍ وَقَوْم لُوط "وَصَرَّفْنَا الْآيَات" كَرَّرْنَا الْحُجَج الْبَيِّنَات،

"فَلَوْلَا" هَلَّا "نَصَرَهُمْ" بِدَفْعِ الْعَذَاب عَنْهُمْ "الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُون اللَّه " أَيْ غَيْره "قُرْبَانًا" مُتَقَرَّبًا بِهِمْ إلَى اللَّه "آلِهَة" مَعَهُ وَهُمْ الْأَصْنَام وَمَفْعُول اتَّخَذَ الْأَوَّل ضَمِير مَحْذُوف يَعُود عَلَى الْمَوْصُول أَيْ هُمْ وَقُرْبَانًا الثَّانِي وَآلِهَة بَدَل مِنْهُ "بَلْ ضَلُّوا" غَابُوا "عَنْهُمْ" عِنْد نُزُول الْعَذَاب "وَذَلِكَ" أَيْ اتِّخَاذهمْ الْأَصْنَام آلِهَة قُرْبَانًا "إفْكهمْ" كَذِبهمْ "وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ" يَكْذِبُونَ وَمَا مَصْدَرِيَّة أَوْ مَوْصُولَة وَالْعَائِد مَحْذُوف أَيْ فِيهِ،

اور (اے اہل مکہ!) بیشک ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کرڈالا جو تمہارے اردگرد تھیں جس طرح ثمود اور قوم عاد اور قوم لوط ہے۔اور ہم نے اپنی نشانیاں یعنی دلائل بار بار ظاہر کیے۔تا کہ وہ کفر سے رجوع کرلیں۔

پھران لوگوں نے ان کی عذاب کو دور کرکے مدد کیوں نہ کی جنھیں انھوں نے قرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے سوا معبود بنایا ؟ یعنی وہ جو بت ہیں۔یہاں پر اتخذ وا کا مفعول اول ضمیر محذوف ہے جو موصول کی جانب لوٹنے والی ہے۔اور وہ ضمیر ھم ہے۔جبکہ قربانا یہ مفعول ثانی ہے۔اور اسی سے الہہ بدل ہے۔بلکہ وہ ان سے گم ہوگئے یعنی عذاب نازل ہونے کے وقت وہ غائب ہوگئے اور یہ بتوں کو معبود بنانا تا کہ قرب حاصل ہوجائے ان کا جھوٹ تھا اور جو وہ بہتان باندھتے تھے۔یہاں پر لفظ ما مصدریہ ہے یا موصولہ ہے اور اس میں لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے یعنی فیہ ہے۔

پھر فرماتا ہے ہم نے اپنی نشانیوں اور آیتوں سے خوب واضح کردیا ہے تا کہ لوگ برائیوں سے بھلائیوں کی طرف لوٹ آئیں پھر فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن معبودان باطل کی پرستش شروع کررکھی تھی گو اس میں ان کا اپنا خیال تھا کہ اس کی وجہ سے ہم قرب الٰہی حاصل کریں گے، لیکن کیا ہمارے عذابوں کے وقت جبکہ ان کو ان کی مدد کی پوری ضرورت تھی انہوں نے ان کی کسی طرح مدد کی؟ ہرگز نہیں بلکہ ان کی احتیاج اور مصیبت کے وقت وہ گم ہوگئے ان سے بھاگ گئے ان کا پتہ بھی نہ چلا الغرض ان کا پوجنا صریح غلطی تھی غرض جھوٹ تھا اور صاف افتراء اور فضول بہتان تھا کہ یہ انہیں معبود سمجھ رہے تھے پس ان کی عبادت کرنے میں اور ان پر اعتماد کرنے میں یہ دھوکے میں اور نقصان میں ہی رہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَیْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ

قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِیْنَ ۝

اور جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا جو قرآن غور سے سنتے تھے۔ پھر جب وہ وہاں حاضر ہوئے

تو انہوں نے کہا: خاموش رہو، پھر جب ختم ہوگیا تو وہ اپنی قوم کی طرف ڈر سنانے والے بن کر واپس گئے۔

## نبی کریم ﷺ سے قرآن سن کر جنات کے اسلام قبول کرنے کا بیان

"وَ" "إِذْ صَرَفْنَا" أَمَلْنَا "إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنّ" جِنّ نَصِيبِينَ بِالْيَمَنِ أَوْ جِنّ نِينَوَى وَكَانُوا سَبْعَة أَوْ تِسْعَة (وَكَانَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَطْنِ نَخل يُصَلِّي بِأَصْحَابِهِ الْفَجْر) رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآن فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا" أَيْ قَالَ بَعْضهمْ لِبَعْضٍ "أَنْصِتُوا" اصْغَوْا لِاسْتِمَاعِهِ "فَلَمَّا قُضِيَ" فُرِغَ مِنْ قِرَاءَته "وَلَّوْا" رَجَعُوا "إِلَى قَوْمهمْ مُنْذِرِينَ" مُخَوِّفِينَ قَوْمهمْ الْعَذَاب إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا وَكَانُوا يَهُودًا وَقَدْ أَسْلَمُوا،

اور اے حبیب ﷺ جب ہم نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔ وہ نصیبین جن جو یمن یا نینوئی کے تھے۔ جو سات یا نو تھے۔ اور نبی کریم ﷺ اس وقت بطن نخلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ جو قرآن غور سے سنتے تھے۔ پھر جب وہ وہاں یعنی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپس میں کہا خاموش رہو، پھر جب پڑھنا ختم ہوگیا یعنی آپ ﷺ قرأت سے فارغ ہوئے۔ تو وہ اپنی قوم کی طرف عذاب ڈر سنانے والے بن کر واپس گئے۔ یعنی انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو عذاب ہوگا اور وہ یہودی تھے پس اب انہوں نے اسلام کو قبول کرلیا۔

## طائف سے واپسی پر جنات نے کلام الٰہی سنا، شیطان بوکھلایا

مسند امام احمد میں حضرت زبیر سے اس آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ واقعہ نخلہ کا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز عشاء ادا کر رہے تھے، یہ سب جنات سمٹ کر آپ کے اردگرد بھیڑ کی شکل میں کھڑے ہوگئے ابن عباس کی روایت میں ہے کہ یہ جنات (نصیبین) کے تھے تعداد میں سات تھے کتاب دلائل النبوۃ میں بروایت ابن عباس مروی ہے کہ نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کو سنانے کی غرض سے قرآن پڑھا تھا نہ آپ نے انہیں دیکھا آپ تو اپنے صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار جا رہے تھے ادھر یہ ہوا تھا شیاطین کے اور آسمانوں کی خبروں کے درمیان روک ہوگئی تھی اور ان پر شعلے برسنے شروع ہو گئے تھے۔ شیاطین نے آ کر اپنی قوم کو یہ خبر دی تو انہوں نے کہا کوئی نہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جاؤ تلاش کرو پس یہ نکل کھڑے ہوئے ان میں کی جو جماعت عرب کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ جب یہاں پہنچی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخلہ میں

اپنے اصحاب کی نماز پڑھا رہے تھے ان کے کانوں میں جب آپ کی تلاوت کی آواز پہنچی تو یہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر بغور سننے لگے اسکے بعد انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ بس یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے تمہارا آسمانوں تک پہنچنا موقوف کردیا گیا ہے یہاں سے فوراً ہی واپس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس پہنچے اور ان سے کہنے لگے ہم نے عجیب قرآن سنا جو نیکی کا رہبر ہے ہم تو اس پر ایمان لاچکے اور اقرار کرتے ہیں کہ اب ناممکن ہے کہ اللہ کے ساتھ ہم کسی اور کو شریک کریں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| قَالُوْا یٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا کِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰی مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ |
| یَدَیْهِ یَهْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَ اِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۝ |
| انھوں نے کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، اس کی تصدیق |
| کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے، وہ حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ |

## جنات کا اپنی قوم کو دعوت اسلام دینے کا بیان

"قَالُوا یَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا کِتَابًا" هُوَ الْقُرْآن "أُنْزِلَ مِنْ بَعْد مُوسَی مُصَدِّقًا لِمَا بَیْن یَدَیْهِ" أَیْ تَقَدَّمه کَالتَّوْرَاةِ "یَهْدِی إِلَی الْحَقّ" الْإِسْلَام "وَإِلَی طَرِیق مُسْتَقِیم" أَیْ طَرِیقه

انھوں نے کہا اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب یعنی قرآن سنا ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کیا گیا ہے، اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے تورات ہے، وہ حق یعنی اسلام کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

عطاء نے کہا چونکہ وہ جن دین یہودیت پر تھے اس لئے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا اور حضرت علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لیا۔ بعض مفسرین نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کتاب کا نام نہ لینے کا باعث یہ ہے کہ اس میں صرف مواعظ ہیں، احکام بہت ہی کم ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ احقاف، لاہور)

اب بیان ہورہا ہے جنات کے اس وعظ کا جو انہوں نے اپنی قوم میں کیا۔ فرمایا کہ ہم نے اس کتاب کو سنا ہے جو حضرت موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے حضرت عیسیٰ کی کتاب انجیل کا ذکر اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ دراصل توراۃ پوری کرنے والی تھی۔ اس میں زیادہ تر وعظ کے اور دل کو نرم کرنے کے بیانات تھے حرام حلال کے مسائل بہت کم تھے پس اصل چیز توراۃ ہی رہی اسی لئے ان مسلم جنات نے اسی کا ذکر کیا اور اسی بات کو پیش نظر رکھ کر حضرت ورقہ بن نوفل نے جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضرت جبرائیل کے اول دفعہ آنے کا حال سنا تو کہا تھا کہ واہ واہ یہی تو وہ مبارک وجود اللہ کے راز داں کا ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا کرتے تھے کاش کہ میں اور کچھ زمانہ زندہ رہتا، الخ، پھر قرآن کی اور صفت بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے سے پہلے تمام آسمانی کتابوں کو سچا بتلاتا ہے۔

| |
|---|
| یٰقَوْمَنَآ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۝ |
| اے ہماری قوم! تم اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرلو اور ان پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہ بخش |

دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔

## نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کے سبب گناہوں سے بخشش کا بیان

"یَا قَوْمَنَا أَجِیبُوا دَاعِیَ اللّٰہ" مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إلَی الْإِیمَان "وَآمِنُوا بِہِ یَغْفِر" اللّٰہ "لَکُمْ مِنْ ذُنُوبکُمْ" أَیْ بَعْضهَا لِأَنَّ مِنْهَا الْمَظَالِم وَلَا تُغْفَر إلَّا بِرِضَا أَصْحَابهَا "وَیُجِرْکُمْ مِنْ عَذَاب أَلِیم" مُؤْلِم،

اے ہماری قوم! تم اللہ کی طرف بلانے والے یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر آپ کی بات قبول کر لو اور ان پر ایمان لے آ ؤ تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور گناہوں میں بعض ایسے مظالم ہیں جن حقوق العباد ہیں اور صاحب حق کی مرضی کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔

پھر کہتے ہیں اے ہماری قوم اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس میں دلالت ہے اس امر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی دونوں جماعتوں کی طرف اللہ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اس لئے کہ آپ نے جنات کو اللہ کی طرف دعوت دی اور ان کے سامنے قرآن کریم کی وہ سورت پڑھی جس میں ان دونوں جماعتوں کو مخاطب کیا گیا ہے اور ان کے نام احکام جاری فرمائے ہیں اور وعدہ وعید بیان کیا ہے یعنی سورہ الرحمٰن۔ پھر فرماتے ہیں ایسا کرنے سے وہ تمہارے بعض گناہ بخش دے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ من کو زائدہ نہ مانیں، چنانچہ ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے اور قاعدے کے مطابق اثبات کے موقعہ پر لفظ من بہت ہی کم زائد آتا ہے اور اگر زائد مان لیا جائے تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تمہیں اپنے المناک عذاب سے وہ چھٹکارا پالیں گے یہی ان کی نیک اعمالیوں کا بدلہ ہے اور اگر اس سے زیادہ مرتبہ بھی انہیں ملنے والا ہوتا تو اس مقام پر یہ مومن جن اسے ضرور بیان کر دیتے۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ مومن جن جنت میں نہیں جائیں گے اس لئے کہ وہ ابلیس کی اولاد سے ہیں اور اولاد ابلیس جنت میں نہیں جائے گی۔ لیکن حق یہ ہے کہ مومن جن مثل ایماندار انسانوں کے ہیں اور وہ جنت میں جگہ پائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ احقاف، بیروت)

| |
|---|
| وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ |
| مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ |
| اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں عاجز |
| نہیں کر سکے گا اور نہ ہی اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہوں گے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ |

## گمراہوں کیلئے عذاب سے بچنے کا کوئی وسیلہ نہ ہونے کا بیان

"وَمَنْ لَا یُجِبْ دَاعِی اللّٰہ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْأَرْض" أَیْ لَا یُعْجِز اللّٰہ بِالْهَرَبِ مِنْهُ فَیَفُوتهُ

"وَلَيْسَ لَهُ" لِمَنْ لَا يُجِبْ "مِنْ دُونِهِ" أَيِ اللّٰهِ "أَوْلِيَاءُ" أَنْصَارٌ يَدْفَعُونَ عَنْهُ الْعَذَابَ "أُولٰئِكَ" الَّذِينَ لَمْ يُجِيبُوا "فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ" بَيِّنٍ ظَاهِرٍ

اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں بھاگ کر اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا یعنی ایسا نہ ہوگا کہ وہ عذاب سے اپنے آپ کو بچالے۔ اور نہ ہی اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہوں گے۔ یعنی کوئی مددگار نہ ہوں گے جو ان کو عذاب سے بچائیں۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ومن: واؤ عاطفہ من شرطیہ ہے۔ من لا یجب داعی اللہ جملہ شرط ہے۔ اور فلیس بمعجز فی الارض۔ جواب شرط ہے۔ لایجب مضارع منفی واحد مذکر غائب (مضارع مجزوم بوجہ عمل من شرطیہ ہے) جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔

فلیس بمعجز۔ اس میں ف جواب شرط کا ہے لیس فعل ناقص واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں ہے۔ معجز اسم فاعل واحد مذکر۔ اعجاز (افعال) مصدر۔ عاجز کرنے والا۔ تھکا دینے والا۔ تو وہ زمین پر خدا کو عاجز نہیں کر سکے گا۔ (کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینا چاہے اور وہ اس کی دسترس سے بچ نکلے۔ اولئک: یعنی جو لوگ اللہ کے داعی کے کہنے کو نہ مانیں گے۔ ضلل مبین: موصوف وصفت کھلی گمراہی۔

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ |
| عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| اور کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، |
| وہ اس بات پر قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کردے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ مخلوقات کی تخلیق کے سبب تھکنے سے بے نیاز ہے

"أَوَلَمْ يَرَوْا" يَعْلَمُوا أَيْ مُنْكِرُو الْبَعْثِ "أَنَّ اللّٰهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ, وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ" لَمْ يَعْجِزْ عَنْهُ "بِقَادِرٍ" خَبَرُ أَنَّ وَزِيدَتِ الْبَاءُ فِيهِ لِأَنَّ الْكَلَامَ فِي قُوَّةِ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِقَادِرٍ "عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى بَلَى" هُوَ قَادِرٌ عَلَى إِحْيَاءِ الْمَوْتَى،

اور کیا انھوں یعنی منکرین بعث نے نہیں دیکھا کہ بے شک وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور وہ ان کے پیدا کرنے سے نہیں تھکا، یعنی وہ اس سے عاجز نہ ہوا۔ وہ اس بات پر قادر ہے، یہاں پر لفظ بقادر یہ اِن کی خبر ہے۔ اور اس میں باء کو زیادہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ کلام میں قوت کیلئے جو "أَلَيْسَ اللّٰهِ بِقَادِرٍ" میں ہے۔ کہ مردوں کو زندہ کردے؟ کیوں نہیں! یقیناً وہ ہر

چیز پر خوب قادر ہے۔ یعنی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ان لوگوں نے جو مرنے کے بعد جینے کے منکر ہیں اور قیامت کے دن جسموں سمیت جی اٹھنے کو محال جانتے ہیں یہ نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کل آسمانوں اور تمام زمینوں کو پیدا کیا اور ان کی پیدائش نے اسے کچھ نہ تھکایا بلکہ صرف ہو جا کے کہنے سے ہی ہو گئیں کون تھا جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا یا مخالفت کرتا بلکہ حکم برداری سے راضی خوشی ڈرے دبے سب موجود ہو گئے، کیا اتنی کامل قدرت وقوت والا مردوں کے زندہ کر دینے کی سکت نہیں رکھتا؟ چنانچہ دوسری آیت میں ہے آیت (لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ، غافر: 57) یعنی انسانوں کی پیدائش سے تو بہت بھاری اور مشکل اور بہت بڑی اہم پیدائش آسمان وزمین کی ہے لیکن اکثر لوگ بےسمجھ ہیں۔ جب زمین وآسمان کو اس نے پیدا کر دیا تو انسان کا پیدا کر دینا خواہ ابتداءً ہو خواہ دوبارہ ہو اس پر کیا مشکل ہے؟ اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ ہاں وہ ہر شے پر قادر ہے اور انہی میں سے موت کے بعد زندہ کرتا ہے کہ اس پر بھی وہ صحیح طور پر قادر ہے۔

| |
|---|
| وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى |
| وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ |
| اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، کیا یہ حق نہیں ہے؟ کہیں گے کیوں نہیں، |
| ہمارے رب کی قسم! وہ کہے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔ |

## کفار کو عذاب کے وقت عذاب کے برحق ہونے کا پوچھ لیا جائے گا

"وَيَوْم يُعْرَض الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّار" بِأَنْ يُعَذَّبُوا بِهَا يُقَال لَهُمْ "أَلَيْسَ هَذَا" التَّعْذِيب "بِالْحَقِّ"

اور جس دن وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، آگ پر پیش کیے جائیں گے، یعنی ان کو آگ کے ساتھ عذاب دیا جائے گا۔ تو ان سے کہا جائے گا کیا یہ عذاب دینا حق نہیں ہے؟ کہیں گے کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم! وہ کہے گا پھر چکھو عذاب اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے۔

پھر اللہ جل وعلا کافروں کو ڈراتا ہے کہ قیامت والے دن جہنم میں ڈالے جائیں گے اس سے پہلے جہنم کے کنارے پر انہیں کھڑا کر کے ایک مرتبہ پھر لاجواب اور بے حجت کیا جائے گا اور کہا جائے گا کیوں جی ہمارے وعدے اور یہ دوزخ کے عذاب اب تو صحیح نکلے یا اب بھی شک وشبہ اور انکار وتکذیب ہے؟ یہ جادو تو نہیں تمہاری آنکھیں تو اندھی نہیں ہو گئیں؟ جو دیکھ رہے ہو یا در حقیقت صحیح نہیں؟ اب سوائے اقرار کے کچھ نہ بن پڑے گا جواب دیں گے کہ ہاں ہاں سب حق ہے جو کہا گیا تھا وہی نکلا قسم اللہ کی اب ہمیں رتی برابر بھی شک نہیں۔

| |
|---|
| فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ |
| مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ |
| پس آپ صبر کئے جائیں جس طرح عالی ہمت پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور آپ ان کے لئے جلدی نہ فرمائیں، |
| جس دن وہ اس کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو گویا وہ دن کی ایک گھڑی کے سوا ٹھہرے ہی نہیں |
| تھے، پیغام کا پہنچایا جانا ہے، نافرمان قوم کے سوا دیگر لوگ ہلاک نہیں کئے جائیں گے۔ |

## کفار کی جانب سے پہنچائی جانے والی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

"فَاصْبِرْ" عَلَى أَذَى قَوْمك "كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَزْم" ذَوُو الثَّبَات وَالصَّبْر عَلَى الشَّدَائِد "مِنَ الرُّسُل" قَبْلك فَتَكُون ذَا عَزْم وَمِنْ لِلْبَيَانِ فَكُلّهمْ ذَوُو عَزْم وَقِيلَ لِلتَّبْعِيضِ فَلَيْسَ مِنْهُمْ آدَم لِقَوْلِهِ تَعَالَى "وَلَمْ نَجِد لَهُ عَزْمًا" وَلَا يُونُس لِقَوْلِهِ تَعَالَى "وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوت" "وَلَا تَسْتَعْجِل لَهُمْ" لِقَوْمِك نُزُول الْعَذَاب بِهِمْ قِيلَ كَأَنَّهُ ضَجِرَ مِنْهُمْ فَأَحَبَّ نُزُول الْعَذَاب بِهِمْ فَأُمِرَ بِالصَّبْرِ وَتَرْك الِاسْتِعْجَال لِلْعَذَابِ فَإِنَّهُ نَازِل لَا مَحَالَة "كَأَنَّهُمْ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ" مِنَ الْعَذَاب فِي الْآخِرَة لِطُولِهِ "لَمْ يَلْبَثُوا" فِي الدُّنْيَا فِي ظَنّهمْ "بَلَاغ" هَذَا الْقُرْآن تَبْلِيغ مِنَ اللَّه إِلَيْكُمْ "فَهَلْ" أَيْ لَا "يُهْلَك" عِنْد رُؤْيَة الْعَذَاب "إِلَّا الْقَوْم الْفَاسِقُونَ" أَيْ الْكَافِرُونَ،

اے حبیب ﷺ! پس آپ اپنی قوم کی تکالیف پر صبر کئے جائیں جس طرح دوسرے عالی ہمت پیغمبروں نے صبر کیا تھا یعنی جو آپ سے پہلے تھے جو مشکلات پر صبر کرتے اور ثابت قدم رہتے تھے۔ جبکہ آپ ﷺ بھی اولوالعزم شان والے ہیں۔ اور جب یہاں من بیانیہ ہو تو سب کے سب اولوالعزم ہوں گے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں پر من تبعیضیہ ہے لہٰذا ان میں سے آدم علیہ السلام نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَلَمْ نَجِد لَهُ عَزْمًا" اور یونس علیہ السلام بھی ان میں شمار نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوت"

اور آپ ان منکروں کے لئے طلب عذاب میں جلدی نہ فرمائیں، یعنی آپ ﷺ نے ان کی تکالیف پہنچانے کے سبب جلد عذاب کو پسند کیا تو آپ سے کہا گیا کہ آپ صبر کریں۔ اور جلد عذاب طلب کرنے کو رہنے دیں کیونکہ عذاب تو ان پر یقیناً آنے والا ہے۔ جس دن وہ اس عذاب کے طوالت کو آخرت میں دیکھیں گے جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے تو خیال کریں گے گویا وہ دنیا میں دن کی ایک گھڑی کے سوا ٹھہرے ہی نہیں تھے، یہ قرآن اللہ کی طرف سے پیغام کا پہنچایا جانا ہے، کیا وہ عذاب کو دیکھنے کے وقت ہلاک نہ ہوں گے۔ ہاں البتہ نافرمان قوم کے سوا دیگر لوگ ہلاک نہیں کئے جائیں گے۔

## نبی کریم ﷺ کے اولعزم رسول ہونے اور صبر کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے پھر روزہ رکھا پھر بھوکے ہی رہے اور پھر روزہ رکھا پھر فرمانے لگے عائشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق تو دنیا ہے ہی نہیں۔ عائشہ دنیا کی بلاؤں اور مصیبتوں پر صبر کرنے اور دنیا کی خواہش کی چیزوں سے اپنے تئیں بچائے رکھنے کا حکم اولوالعزم رسول کئے گئے اور وہی تکلیف مجھے بھی دی گئی ہے جوان عالی ہمت رسولوں کو دی گئی تھی۔ قسم اللہ کی میں بھی انہی کی طرح اپنی طاقت بھر صبر وسہارے سے ہی کام لوں گا اللہ کی قوت کے بھروسے پر یہ بات زبان سے نکال رہا ہوں۔ پھر فرمایا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ عذابوں میں مبتلا کئے جائیں اس کی جلدی نہ کرو۔ جیسے اور آیت میں ہے آیت (فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ، القلم:44)، یعنی کافروں کو مہلت دو، انہیں تھوڑی دیر چھوڑ دو پھر فرماتا ہے جس دن یہ ان چیزوں کا مشاہدہ کرلیں گے جن کے وعدے آج دیئے جاتے ہیں اس دن انہیں معلوم ہونے لگے گا کہ دنیا میں صرف دن کا کچھ ہی حصہ گذارا ہے اور آیت میں ہے آیت (كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا، النازعات:46) یعنی جس دن یہ قیامت کو دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا دنیا میں صرف ایک صبح یا ایک شام ہی گذاری تھی (وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ، یونس:45) یعنی جس دن ہم انہیں جمع کریں گے تو یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ گویا دن کی ایک ساعت ہی دنیا میں رہے تھے پھر فرمایا پہنچا دینا ہے۔

اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک تو یہ کہ دنیا کا ٹھہرنا صرف ہماری طرف سے ہماری باتوں کے پہنچا دینے کے لئے تھا دوسرے یہ کہ یہ قرآن صرف پہنچا دینے کیلئے ہے یہ کھلی تبلیغ ہے پھر فرماتا ہے سوائے فاسقوں کے اور کسی کو ہلاکی نہیں۔ یہ اللہ جل وعلا کا عدل ہے کہ جو خود ہلاک ہوا اسے ہی وہ ہلاک کرتا ہے عذاب اسی کو ہوتے ہیں جو خود اپنے ہاتھوں اپنے لئے عذاب مہیا کرے اور اپنے آپ کو مستحق عذاب کردے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ احقاف، بیروت)

## سورہ احقاف کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ احقاف کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ

## یہ قرآن مجید کی سورت محمد ہے

### سورت محمد کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْقِتَال أَوْ مُحَمَّد (مَدَنِيَّة إِلَّا الْآيَة 13 أَوْ مَكِّيَّة وَآيَاتها ثَمَان أَوْ تِسْع وَثَلَاثُونَ آيَة)

سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مدنیہ ہے، اس میں چار ۴ رکوع اور اڑتیس آیات، پانچ سو اٹھاون کلمات، دو ہزار چار سو چھتر حروف ہیں۔

### سورت محمد کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی دوسری آیت میں نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ آیا ہے کہ اس پر ایمان لائے جو آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے۔لہٰذا اسی مناسبت سے یہ سورت مبارکہ لفظ محمد (ﷺ) کے نام کے معروف ہوئی ہے۔

(1) الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ أَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ○ |
| وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔ |

### کفار مکہ کا دوسروں کو بھی ایمان سے روکنے کا بیان

"الَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْ أَهْل مَكَّة "وَصَدُّوا" غَيْرهمْ "عَنْ سَبِيل اللَّه" أَيْ الْإِيمَان "أَضَلَّ" أَحْبَطَ "أَعْمَالهمْ" كَإِطْعَامِ الطَّعَام وَصِلَة الْأَرْحَام فَلَا يَرَوْنَ لَهَا فِي الْآخِرَة ثَوَابًا وَيُجْزَوْنَ بِهَا فِي الدُّنْيَا مِنْ فَضْله تَعَالَى

وہ لوگ یعنی اہل مکہ جنھوں نے کفر کیا اور دوسروں کو اللہ کے راستے یعنی ایمان سے روکا، اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔جس طرح کھانا کھلانا ہے اور صلہ رحمی کرنا ہے۔لہٰذا وہ آخرت میں اس کا ثواب نہ دیکھیں گے۔

### کفار کے اعمال باطل ہو جانے کا بیان

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ کفار مکہ نے جو کچھ بھی اعمال کیے ہوں خواہ بھوکوں کو کھلایا ہو یا اسیروں کو چھڑایا ہو یا غریبوں کی

مدد کی ہو یا مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ کی عمارت میں کوئی خدمت کی ہو سب برباد ہوئی، آخرت میں اس کا کچھ ثواب نہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ مراد یہ ہے کہ کفار نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو مکر سوچے تھے اور حیلے بنائے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے وہ تمام کام باطل کر دیئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ |
| وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس پر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی گئی |
| ہے اور وہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے اللہ نے ان کے گناہ ان سے مٹا دیئے اور ان کا حال سنوار دیا۔ |

## قرآن مجید کا نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا" أَيْ الْأَنْصَار وَغَيْرهمْ "وَعَمِلُوا الصَّالِحَات وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّد" أَيْ الْقُرْآن "وَهُوَ الْحَقّ مِنْ رَبّهمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ" غَفَرَ لَهُمْ "سَيِّئَاتهمْ وَأَصْلَحَ بَالهمْ" حَالهمْ فَلَا يَعْصُونَهُ،

اور جو لوگ یعنی انصار وغیرہ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور اس قرآن پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ اور وہی ان کے رب کی جانب سے حق ہے اللہ نے ان کے گناہ ان کے نامہ اعمال سے مٹا دیئے اور ان کا حال سنوار دیا۔ پس اب وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔

حضرت ابوہریرہ راوی ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز پڑھو فرض زکوۃ ادا کرو اور رمضان کر روزے رکھو۔

یہ سن کر دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نہ تو اس پر کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا، جب وہ دیہاتی چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی سعادت اور مسرت حاصل کرنا چاہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 13)

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ |
| مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○ |
| یہ اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل کی پیروی کی اور بے شک جو لوگ ایمان لائے وہ اپنے |

رب کی طرف سے حق کے پیچھے چلے۔اسی طرح اللہ لوگوں کے لیے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔

## اتباع حق کے سبب گناہوں کی بخشش کا بیان

"ذٰلِكَ" أَيْ إِضْلَال الْأَعْمَال وَتَكْفِير السَّيِّئَات "بِأَنَّ" بِسَبَبِ أَنَّ "الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِل" الشَّيْطَان "وَأَنَّ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقّ" الْقُرْآن "مِنْ رَبّهمْ كَذٰلِكَ" أَيْ مِثْل ذٰلِك الْبَيَان "يَضْرِب اللّٰه لِلنَّاسِ أَمْثَالهمْ" يُبَيِّن أَحْوَالهمْ أَيْ فَالْكَافِر يُحْبِط عَمَله وَالْمُؤْمِن يَغْفِر لَهُ،

یہ یعنی اعمال کی بربادی اور گناہوں کو مٹادینا اس لیے کہ بے شک جن لوگوں نے کفر کیا انھوں نے باطل یعنی شیطان کی پیروی کی اور بے شک جو لوگ ایمان لائے وہ اپنے رب کی طرف سے حق یعنی قرآن کے پیچھے چلے۔اسی طرح یعنی یہ مثال بیان کے طور پر ہے۔اللہ لوگوں کے لیے ان کے حالات بیان کرتا ہے۔یعنی ان کے احوال کو بیان کرتا ہے۔لہٰذا کافر کا عمل برباد ہو جائے گا جبکہ مؤمن کیلئے بخشش ہوگی۔

اللہ تعالیٰ حق کی پیروی کرنے والوں اور باطل کی پیروی کرنے والوں کی ٹھیک ٹھاک مثالیں بیان کرتا ہے۔حق کی پیروی کرنے والوں کی صورت حال یہ ہوگی کہ ان کی نیکیاں برقرار رہیں گی اور گناہ معاف کردیے جائیں گے۔اور باطل کی پیروی کرنے والوں کی صورت حال یہ ہوگی کہ ان کی نیکیاں برباد اور گناہ لازم و برقرار رہیں گے۔کیونکہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔

| |
|---|
| فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا |
| بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۚۛ ذٰلِكَ ؕۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ |
| وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ |
| پھر جب تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو تو ان کی گردنیں اڑادو، یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو تو مضبوطی سے |
| باندھ لو، پھر اس کے بعد یا تو احسان کر کے یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے (یعنی صلح وامن |
| کا اعلان کردے)۔یہی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا مگر تا کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے |
| آزمائے، اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیے گئے تو وہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ |

## کفار سے جہاد کرنے کا بیان

"فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْب الرِّقَاب" مَصْدَر بَدَل مِنْ اللَّفْظ بِفِعْلِهِ أَيْ فَاضْرِبُوا رِقَابهمْ

أَيْ اُقْتُلُوهُمْ وَعَبَّرَ بِضَرْبِ الرِّقَابِ لِأَنَّ الْغَالِبَ فِي الْقَتْلِ أَنْ يَكُونَ بِضَرْبِ الرَّقَبَةِ "حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ" أَكْثَرْتُمْ فِيهِمُ الْقَتْلَ "فَشُدُّوا" فَأَمْسِكُوا عَنْهُمْ وَأْسِرُوهُمْ وَشُدُّوا "الْوَثَاقَ" مَا يُوثَقُ بِهِ الْأَسْرَى "فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ" مَصْدَرٌ بَدَلٌ مِنَ اللَّفْظِ بِفِعْلِهِ أَيْ تَمُنُّونَ عَلَيْهِمْ بِإِطْلَاقِهِمْ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ "وَإِمَّا فِدَاءً" تُفَادُونَهُمْ بِمَالٍ أَوْ أَسْرَى مُسْلِمِينَ "حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ" أَيْ أَهْلُهَا "أَوْزَارَهَا" أَثْقَالَهَا مِنَ السِّلَاحِ وَغَيْرِهِ بِأَنْ يُسْلِمَ الْكُفَّارُ أَوْ يَدْخُلُوا فِي الْعَهْدِ وَهَذِهِ غَايَةٌ لِلْقَتْلِ وَالْأَسْرِ "ذَلِكَ" خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مُقَدَّرٍ أَيِ الْأَمْرُ فِيهِمْ مَا ذُكِرَ "وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ" بِغَيْرِ قِتَالٍ "وَلَكِنْ" أَمَرَكُمْ بِهِ "لِيَبْلُوَ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ" مِنْهُمْ فِي الْقِتَالِ فَيَصِيرَ مَنْ قُتِلَ مِنْكُمْ إِلَى الْجَنَّةِ وَمِنْهُمْ إِلَى النَّارِ "وَالَّذِينَ قُتِلُوا" وَفِي قِرَاءَةٍ قَاتَلُوا الْآيَةُ نَزَلَتْ يَوْمَ أُحُدٍ وَقَدْ فَشَا فِي الْمُسْلِمِينَ الْقَتْلُ وَالْجِرَاحَاتُ "فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ" يُحْبِطَ

پھر جب تمہارا مقابلہ کافروں سے ہو تو ان کی گردنیں اڑا دو، یہاں پر لفظ ضرب یہ مصدر بہ لفظ فعل ہے یعنی اضربوا رقابہم یعنی ان کو قتل کردو اور یہاں لفظ رقاب یعنی گردن کو قتل سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ غالب طور پر قتل کرنا گردن سے آسان ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم انہیں خوب قتل کر چکو یعنی ان کے زیادہ قتل کر چکو۔ تو بقیہ قیدیوں کو مضبوطی سے باندھ لو، اور وثاق وہ چیز ہے جس کے ساتھ قیدیوں کو باندھا جائے۔ پھر اس کے بعد یا تو انہیں بلا معاوضہ احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ یعنی معاوضہء رہائی لے کر آزاد کردو۔ یہاں پر لفظ منا یہ اپنے فعل کے بدلے میں بہ طور مصدر آیا ہے۔ اس کو فعل تمنون ہے جس کا اطلاق غیر چیز پر ہوتا ہے۔ اور یا پھر ان سے مال یا مسلمان قیدیوں کے تبادلے میں رہا کردو۔ یہاں تک کہ جنگ کرنے والی مخالف فوج اپنے ہتھیار رکھ دے یعنی صلح وامن کا اعلان کردے۔ یعنی کفار اسلام لے آئیں یا وہ عہد میں داخل ہو جائیں۔ یہ قتل اور قید کی غایت ہے۔ یہی حکم ہے، یہاں پر لفظ ذلک یہ مبتداء مقدر کی خبر ہے اور وہ الامر ذلک ہے۔ یعنی اس معاملہ کا حکم یہی ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے بغیر جنگ انتقام لے لیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا تاکہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعے آزمائے، یعنی تم سے جو جہاد پر جائے اور شہید ہو جائے تو وہ جنت میں جائے اور ان کفار میں سے جو قتل ہو وہ دوزخ میں جائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے گئے۔ یہاں پر لفظ قتلوا ایک قرأت میں قاتلوا آیا ہے۔ اور یہ آیت غزوہ احد کے دن نازل ہوئی۔ جس وقت مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں قتل اور زخم عام ہو چکے تھے۔ تو وہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

## سورہ محمد آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت قتادہ سے اس فرمان باری تعالیٰ کے بارے میں منقول ہے۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ، فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ یہ آیت غزوہ احد کے دن نازل ہوئی رسول اللہ ﷺ لوگوں کی جماعت میں تھے جن میں زخمی اور قتل ہونے والے بہت زیادہ تھے مشرکین نے اس دن نعرہ لگایا ہبل بلند ہے اور مسلمانوں نے نعرہ لگایا اللہ زیادہ بلند و برتر

ہے مشرکین نے کہا ہمارے ساتھ عزی ہے تمہارے ساتھ کوئی عزی نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم کہو کہ اللہ ہمارا مولی (حامی وناصر) ہے اور تمہارا کوئی مولی نہیں۔ (سیوطی 261، قرطبی 16۔225)

## قیدیوں کے فدیہ وعدم فدیہ میں فقہی مذاہب کا بیان

امام قرطبی اس آیت کے تحت قیدیوں سے متعلق احکام ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آیت انفال نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا بھی ممنوع کر دیا تو بلا معاوضہ چھوڑنا بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اور سورہ محمد کی آیت مذکورہ نے ان دونوں چیزوں کو جائز قرار دیا ہے اس لئے اکثر صحابہ اور ائمہ فقہاء نے فرمایا کہ سورہ محمد کی اس آیت نے سورہ انفال کی آیت کو منسوخ کر دیا تفسیر مظہری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حسن اور عطاء اور اکثر صحابہ و جمہور فقہاء کا یہی قول ہے اور ائمہ فقہاء میں سے ثوری، شافعی، احمد، اسحاق رحمہم اللہ کا بھی یہی مذہب ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی قلت تھی اس وقت من وفداء کی ممانعت آئی اور پھر جب مسلمانوں کی شوکت وتعداد بڑھ گئی تو سورہ محمد میں من وفداء کی اجازت دے دی گئی۔

تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ یہی قول صحیح اور مختار ہے کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل فرمایا اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے اس پر عمل فرمایا اس لئے یہ آیت سورہ انفال کی آیت کے لئے ناسخ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سورہ انفال کی آیت غزوہ بدر کے وقت نازل ہوئی جو ہجرت کے دوسرے سال میں ہوا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 6 ہجری غزوہ حدیبیہ میں جن قیدیوں کو بلا معاوضہ آزاد فرمایا ہے وہ سورہ محمد کی اس آیت مذکورہ کے مطابق ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت انس سے روایت ہے کہ اہل مکہ میں سے اسی آدمی اچانک جبل تنعیم سے اترے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبر پا کر قتل کرنے کا ارادہ کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو زندہ گرفتار کر لیا پھر بلا معاوضہ آزاد کر دیا۔ اسی پر سورہ فتح کی یہ آیت نازل ہوئی (آیت) **وهو الذی کف ایدیهم عنكم و ایدیکم عنهم ببطن مكة من بعد ان اظفركم عليهم**، امام اعظم ابوحنیفہ کا مشہور مذہب ان کی ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ جنگی قیدیوں کو بلا معاوضہ یا معاوضہ لے کر آزاد کرنا جائز نہیں اسی لئے علماء حنفیہ نے سورہ محمد کی آیت مذکورہ کو امام اعظم کے نزدیک منسوخ اور سورہ انفال کی آیت کو ناسخ قرار دیا ہے مگر تفسیر مظہری نے یہ واضح کر دیا کہ سورہ انفال کی آیت پہلے اور سورہ محمد کی آیت بعد میں نازل ہوئی ہے اس لئے وہی ناسخ اور انفال کی آیت منسوخ ہے اور امام اعظم کا مختار مذہب بھی جمہور صحابہ وفقہاء کے مطابق آزاد کر دینے کے جواز کا نقل کیا ہے جبکہ مسلمانوں کی مصلحت اس میں ہو، اور فرمایا کہ یہی اصح اور مختار ہے۔

علماء حنفیہ میں سے علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں اسی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ قدوری اور ہدایہ کی روایت کے مطابق امام اعظم کے نزدیک قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد نہیں کیا جا سکتا اور یہ ایک روایت ہے، امام اعظم ابوحنیفہ سے مگر انہی سے دوسری روایت سیر کبیر میں جمہور کے قول کے مطابق جواز کی منقول ہے اور یہی ان دونوں روایتوں میں اظہر ہے اور امام طحاوی نے معانی الآثار میں اسی کو ابوحنیفہ کا مذہب قرار دیا ہے۔

سورہ محمد اور سورہ انفال کی دونوں آیتیں جمہور صحابہ وائمہ کے نزدیک منسوخ نہیں، مسلمانوں کے حالات اور ضرورت کے تابع امام المسلمین کو اختیار ہے کہ ان میں جس صورت کو مناسب سمجھے اختیار کرلے۔ قرطبی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل سے یہ ثابت کیا ہے کہ جنگی قیدیوں کو کبھی قتل کیا گیا ہے اور کبھی غلام بنایا گیا اور کبھی فدیہ لے کر چھوڑ اگیا اور کبھی بغیر فدیہ کے آزاد کردیا گیا۔ فدیہ لینے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کے بدلے میں مسلمان قیدی آزاد کرالئے جائیں اور یہ بھی کہ ان سے کچھ مال لے کر چھوڑا جائے، دونوں قسم کی صورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل سے ثابت ہیں اس تفصیل کو نقل کرنے کے بعد انہوں نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس معاملہ میں جن آیتوں کو ناسخ منسوخ کہا گیا در حقیقت وہ سب محکم ہیں ان میں سے کوئی منسوخ نہیں، اس لئے کہ جب کفار قید ہو کر ہمارے قبضے میں آئیں تو امام المسلمین کو چار چیزوں کا اختیار ہے کہ مناسب سمجھے تو قتل کردے اور مصلحت مسلمانوں کی سمجھے تو ان کو غلام اور لونڈی بنالے، اور فدیہ لے کر چھوڑنے میں مصلحت ہو تو فدیہ مال کا یا مسلمان قیدیوں کا لے کر چھوڑ دے یا بغیر کسی معاوضہ کے آزاد کردے۔ قرطبی نے یہ تفصیل نقل کر کے لکھا ہے وھذا القول یروی من اھل المدینتہ و الشافعی و ابی عبیدہ وحکاہ الطحاوی مذھبا عن ابی حنیفتہ و المشھود ما قدمناہ، یعنی علمائے مدینہ کا یہی قول ہے اور یہی قول امام شافعی اور ابوعبید کا ہے اور امام طحاوی نے ابوحنیفہ کا بھی یہی قول نقل کیا ہے اگرچہ مشہور مذہب ان کا اس کے خلاف ہے۔ (قرطبی ص228 ج۱۶، بیروت)

## جنگی قیدیوں سے متعلق فقہی تصریحات کا بیان

اس سلسلے میں فقہائے اسلام نے تین تصریحات اور بھی کی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر قیدی اسلام قبول کرلے تو اسے قتل کیا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ قیدی صرف اسی وقت تک قتل کیا جاسکتا ہے جب تک وہ حکومت کی تحویل میں ہو۔ تقسیم یا بیع کے ذریعہ سے اگر وہ کسی شخص کی ملک میں جا چکا ہو تو پھر اسے قتل نہیں کیا جاسکتا۔ تیسرے یہ کہ قیدی کو قتل کرنا ہو تو بس سیدھی طرح قتل کردیا جائے، عذاب دے دے کر نہ مارا جائے۔

جنگی قیدیوں کے بارے میں عام حکم جو دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یا ان پر احسان کرو، یا فدیے کا معاملہ کرلو۔ احسان میں چار چیزیں شامل ہیں: ایک یہ کہ قید کی حالت میں ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ دوسرے یہ کہ قتل یا دائمی قید کے بجائے ان کو غلام بنا کر افراد مسلمین کے حوالہ کردیا جائے۔ تیسرے یہ کہ جزیہ لگا کر ان کو ذمی بنالیا جائے۔ چوتھے یہ کہ ان کو بلا معاوضہ رہا کردیا جائے۔

فدیے کا معاملہ کرنے کی تین صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مالی معاوضہ لے کر انہیں چھوڑا جائے۔ دوسرے یہ کہ رہائی کی شرط کے طور پر کوئی خاص خدمت لینے کے بعد چھوڑ دیا جائے۔ تیسرے یہ کہ اپنے ان آدمیوں سے جو دشمن کے قبضے میں ہوں، ان کا تبادلہ کرلیا جائے۔

ان سب مختلف صورتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے مختلف اوقات میں حسب موقع عمل فرمایا ہے۔ خدا کی شریعت نے اسلامی حکومت کا کسی ایک ہی شکل کا پابند نہیں کردیا ہے۔ حکومت جس وقت جس طریقے کو مناسب ترین پائے اس پر عمل کرسکتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے عمل سے یہ ثابت ہے کہ ایک جنگی قیدی جب ایک حکومت کی قید میں رہے، اس کی غذا اور لباس، اور اگر وہ بیمار یا زخمی ہو تو اس کا علاج، حکومت کے ذمہ ہے۔ قیدیوں کو بھوکا ننگا رکھنے، یا ان کو عذاب دینے کا کوئی جواز اسلامی شریعت میں نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس حسن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت بھی کی گئی ہے اور عملاً بھی اسی کی نظیریں سنت میں ملتی ہیں۔ جنگ بدر کے قیدیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کے گھروں میں بانٹ دیا اور ہدایت فرمائی کہ استوصوابالاسارى خيراً، ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ ان میں سے ایک قیدی، ابوعزیز کا بیان ہے کہ مجھے جن انصاریوں کے گھر میں رکھا گیا تھا وہ صبح شام مجھ کو روٹی کھلاتے تھے اور خود صرف کھجوریں کھا کر رہ جاتے تھے۔ ایک اور قیدی سہیل بن عمرو کے متعلق حضور سے کہا گیا کہ یہ بڑا آتش بیان مقرر ہے، آپ کے خلاف تقریریں کرتا رہا ہے، اس کے دانت تڑوا دیجیے۔ حضور نے جواب دیا اگر میں اس کے دانت تڑواؤں تو اللہ میرے دانت توڑ دے گا اگر چہ میں نبی ہوں (سیرت بن ہشام)۔ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال جب گرفتار ہو کر آئے تو جب تک وہ قید میں رہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمدہ کھانا اور دودھ ان کے لیے مہیا کیا جاتا رہا۔ (سیرت ابن ہشام)

یہی طرز عمل صحابہ کرام کے دور میں بھی رہا۔ جنگی قیدیوں سے بُرے سلوک کی کوئی نظیر اس دور میں نہیں ملتی۔

قیدیوں کے معاملے میں یہ شکل اسلام نے سرے سے اپنے ہاں رکھی ہی نہیں ہے کہ ان کو ہمیشہ قید رکھا جائے اور حکومت ان سے جبری محنت لیتی رہے۔ اگر ان کے ساتھ یا ان کی قوم کے ساتھ تبادلہ اسیران جنگ یا فدیے کا کوئی معاملہ طے نہ ہو سکے تو ان کے معاملے میں احسان کا طریقہ یہ رکھا گیا ہے کہ انہیں غلام بنا کر افراد کی ملکیت میں دے دیا جائے اور ان کے مالکوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس طریقے پر عمل کیا گیا ہے، صحابہ کرام کے عہد میں بھی یہ جاری رہا ہے،

اور فقہائے اسلام بالاتفاق اس جواز کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بات جان لینی چاہیے کہ جو شخص قید میں آنے سے پہلے اسلام قبول کر چکا ہو اور پھر کسی طرح گرفتار ہو جائے وہ تو آزاد کر دیا جائے گا، مگر جو شخص قید ہونے کے بعد اسلام قبول کرے، یا کسی شخص کی ملکیت میں دے دیے جانے کے بعد مسلمان ہو تو یہ اسلام اس کے لیے آزادی کا سبب نہیں بن سکتا۔

مسند احمد، مسلم اور ترمذی میں حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ بنی عقیل کا اک شخص گرفتار ہو کر آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔: لو قلتها وانت تملك امرك افلحت كل الفلاح۔ اگر یہ بات تو نے اس وقت کہی ہوتے جب تو آزاد تھا تو یقیناً فلاح پا جاتا۔ یہی بت حضرت عمرؓ نے فرمائی ہے کہ اذااسلم الا سير في ايدى المسلمين فقش امن من القتل وهو رفيق جب قیدی مسلمانوں کے قبضے میں آنے کے بعد مسلمان ہو تو وہ قتل سے تو محفوظ ہو جائے گا مگر غلام رہے گا۔ اسی بنا پر فقہائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قید ہونے کے بعد مسلمان ہونے والا غلامی سے نہیں بچ سکتا

(السير الكبير، امام محمد)

اور یہ بات سراسر معقول بھی ہے۔ اگر ہمارا قانون یہ ہوتا کہ جو شخص بھی گرفتار ہونے کے بعد اسلام قبول کر لے گا وہ آزاد کر دیا جائے گا تو آخر وہ کونسا نادان قیدی ہوتا جو کلمہ پڑھ کر رہائی نہ حاصل کر لیتا۔

قیدیوں کے ساتھ احسان کی تیسری صورت اسلام میں یہ رکھی گئی ہے کہ جزیہ لگا کر ان کو دارالاسلام کی ذمی رعایا بنا لیا جائے اور وہ اسلامی مملکت میں اسی طرح آزاد ہو کر رہیں جس طرح مسلمان رہتے ہیں۔

امام محمد السیر الکبیر میں لکھتے ہیں کہ ہر وہ شخص جس کو غلام بنانا جائز ہے اس پر جزیہ لگا کر اسے ذمی بنا لینا بھی جائز ہے۔ اور ایک دوسرے جگہ فرماتے ہیں مسلمانوں کے فرمانروا کو یہ حق ہے کہ ان پر جزیہ اور ان کی زمینوں پر خراج لگا کر انہیں اصلاً آزاد قرار دے دے۔ اس طریقے پر بالعموم ان حالات میں حل کیا گیا ہے جبکہ قید ہونے والے لوگ جس علاقے کے باشندے ہوں وہ مفتوح ہو کر اسلامی مملکت میں شامل ہو چکا ہو۔ مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر کے معاملہ میں یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا، اور پھر حضرت عمرؓ نے سواد عراق اور دوسرے علاقوں کی فتح کے بعد بڑے پیمانے پر اس کی پیروی کی۔ ابوعبید نے کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ عراق کی فتح کے بعد اس علاقے کے سرکردہ لوگوں کا ایک وفد حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین، پہلے اہل ایران ہم پر مسلط تھے۔ انہیں نے ہم کو بہت ستایا، بڑا برا برتاؤ ہمارے ساتھ کیا اور طرح طرح کی زیادتیاں ہم پر کرتے رہے۔ پھر جب خدا نے آپ لوگوں کو بھیجا تو ہم آپ کی آمد سے بڑے خوش ہوئے اور آپ کے مقابلے میں نہ کوئی مدافعت ہم نے کی نہ جنگ میں کوئی حصہ لیا۔ اب ہم نے سنا ہے کہ آپ ہمیں غلام بنا لینا چاہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا تم کو اختیار ہے کہ مسلمان ہو جاؤ، یا جزیہ قبول کر کے آزاد رہو۔ ان لوگوں نے جزیہ قبول کر لیا اور وہ آزاد چھوڑ دیے گئے۔ ایک اور جگہ اسی کتاب میں ابوعبید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کو لکھا کہ جنگ میں جو لوگ پکڑے گئے ہیں ان میں سے ہر کاشت کار اور کسان کو چھوڑ دو۔

احسان کی چوتھی صورت یہ ہے کہ قیدی کو بلا کسی فدیے اور معاوضے کے یونہی رہا کر دیا جائے۔ یہ ایک خاص رعایت ہے جو اسلامی حکومت صرف اسی حالت میں کر سکتی ہے جبکہ کسی خاص قیدی کے حالات اس کے متقاضی ہوں۔ یا توقع ہو کی یہ رعایت اس قیدی کو ہمیشہ کے لیے ممنون احسان کر دے گی اور وہ دشمن سے دوست یا کافر مومن بن جائے گا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ دشمن قوم کے اسی شخص کو اس لیے چھوڑ دینا کہ وہ پھر ہم سے لڑنے آ جائے کسی طرح بھی تقاضائے مصلحت نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے فقہائے اسلام نے بالعموم اس کی مخالفت کی ہے اور اس کے جواز کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر امام مسلمین قیدیوں کو، یا ان میں سے بعض کو بطور احسان چھوڑ دینے میں مصلحت پائے تو ایسا کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ (السیر الکبیر)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں اور قریب قریب سب میں مصلحت کا پہلو نمایاں ہے۔

جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ نے فرمایا **لو کان المطعم بن عدیؓ حیًّا ثم کلّمنی فی ھؤلاء النتنیٰ لترکتھم له** (بخاری، ابوداؤد، مسند احمد)

اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ مجھ سے ان گھناؤنے لوگوں کے بارے میں بات کرتا تو میں اس کی خاطر انہیں یونہی چھوڑ دیتا۔ یہ بات حضور ﷺ نے اس لیے فرمائی تھی کہ آپ جب طائف سے مکہ معظمہ واپس ہوئے تھے اس وقت مطعم ہی نے آپ کو اپنی پناہ میں لیا تھا اور اس کے لڑکے ہتھیار باندھ کر اپنی حفاظت میں آپ کو حرم میں لے گئے تھے۔ اس لیے آپ اس کے احسان کا بدلہ اس طرح اتارنا چاہتے تھے۔

بخاری، مسلم، اور مسند احمد کی روایت ہے کہ یمامہ کے سردار ثمامہ بن اُثال جب گرفتار ہو کر آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا ثمامہ، تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایسے شخص کو قتل کریں گے جس کا خون کچھ قیمت رکھتا ہے، اگر مجھ پر احسان کریں گے تو ایسے شخص پر کریں گے جو احسان ماننے والا ہے، اور اگر آپ مال لینا چاہتے ہیں تو مانگیے، آپ کو دیا جائے گا۔ تین دن تک آپ ان سے یہی بات پوچھتے رہے اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔ آخر کو آپ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ رہائی پاتے ہی وہ قریب کے ایک نخلستان میں گئے، نہا دھو کر واپس آئے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے اور عرض کیا کہ آج سے پہلے کوئی شخص میرے لیے آپ سے اور کوئی دین آپ کے دین سے بڑھ کر مبغوض نہ تھا، مگر اب کوئی شخص اور کوئی دین مجھے آپ سے اور آپ کے دین سے بڑھ کر محبوب نہیں ہے۔ پھر وہ عمرہ کے لیے مکے گئے اور وہاں قریش کے لوگوں کو نوٹس دے دیا کہ آج کے بعد کوئی غلہ تمہیں یمامہ سے نہ پہنچے گا جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اجازت نہ دیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسی ہی کیا اور مکہ والوں کو حضور ﷺ سے التجا کرنی پڑی کہ یمامہ سے ہمارے غلہ کی رسد بند نہ کرائیں۔

بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے آپ نے زبیر بن باطا اور عمرو بن سعد (یا ابن سعدیٰ) کی جان بخشی کی۔ زبیر کو اس لیے چھوڑا کہ اس نے جاہلیت کے زمانے میں جنگ معاث کے موقع پر حضرت ثابت بن قیس انصاری کو پناہ دی تھی، اس لیے آپ نے اس کے حضرت ثابت کے حوالہ کر دیا تا کہ ان کے احسان کا بدلہ ادا کر دیں۔ اور عمرو بن سعد کو اس لیے چھوڑا کہ جب بنی قریظہ حضور کے ساتھ بدعہدی کر رہے تھے اس وقت یہی شخص اپنے قبیلے کو غداری سے منع کر رہا تھا۔ (کتاب الاموال لابی عبید)

غزوہ بنی المصطلق کے بعد جب اس قبیلے کے قیدی لائے گئے اور لوگوں میں تقسیم کر دیے گئے، اس وقت حضرت جویریہ جس شخص کے حصے میں آئی تھیں اس کو ان کا معاوضہ ادا کر کے آپ نے انہیں رہا کرایا اور پھر ان سے خود نکاح کر لیا۔ اس پر تمام مسلمانوں نے یہ کہ کر اپنے اپنے حصے کے قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ یہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار ہو چکے ہیں۔ اس طرح سو 100 خاندانوں کے آدمی رہا ہو گئے۔ (مسند احمد۔ طبقات ابن سعد۔ سیرت ابن ہشام)

صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے 80 آدمی تنعیم کی طرف سے آئے اور فجر کی نماز کے قریب انہوں نے آپ کے کیمپ پر اچانک شبخون مارنے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ سب کے سب پکڑ لیے گئے اور حضور ﷺ نے سب کو چھوڑ دیا تا کہ اس نازک موقع پر یہ معاملہ لڑائی کا موجب نہ بن جائے۔ (مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مسند احمد)

فتح مکہ کے موقع پر آپ نے چند آدمیوں کو مستثنیٰ کر کے تمام اہل مکہ کو بطور احسان معاف کر دیا، اور جنہیں مستثنیٰ کیا تھا ان میں

سے بھی تین چار کے سوا کوئی قتل نہ کیا گیا۔ سارا عرب اس بات کو جانتا تھا کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کیسے کیسے ظلم کیے تھے۔ اس کے مقابلہ میں فتح پا کر جس عالی حوصلگی کے ساتھ حضور ﷺ نے ان لوگوں معاف فرمایا اس سے اہل عرب کو یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ ان کا سابقہ کسی جبار سے نہیں بلکہ ایک نہایت رحیم و شفیق اور فیاض رہنما سے ہے۔ اسی بنا پر فتح مکہ کے بعد پورے جزیرۃ العرب کو مسخر ہونے میں دو سال سے زیادہ دیر نہ لگی۔

جنگ حنین کے بعد جب قبیلہ ہَوازِن کا وفد اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے حاضر ہوا تو سارے قیدی تقسیم کیے جا چکے تھے۔ حضور ﷺ نے سب مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا یہ لوگ تایب ہو کر آئے ہیں اور میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی ان کو واپس دے دیے جائیں۔ تم میں سے جو کوئی بخوشی اپنے حصے میں آئے ہوئے قیدی کو بلا معاوضہ چھوڑنا چاہے وہ اس طرح چھوڑ دے، اور جو معاوضہ لینا چاہے اس کو ہم بیت المال میں آنے والی پہلی آمدنی سے معاوضہ دے دیں گے۔ چنانچہ چھ ہزار قیدی رہا کر دیے گئے اور جن لوگوں نے معاوضہ لینا چاہا انہیں حکومت کی طرف سے معاوضہ دے دیا گیا، (بخاری، ابوداؤد، مسند احمد، طبقات ابن سعد)۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ تقسیم ہو چکنے کے بعد حکومت قیدیوں کو خود رہا کر دینے کی مجاز نہیں رہتی، بلکہ یہ کام ان لوگوں کی رضامندی سے، یا ان کو معاوضہ دے کر کیا جا سکتا ہے جن کی ملکیت میں قیدی دیے جا چکے ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابۂ کرام کے دور میں بھی بطور احسان قیدیوں کو رہا کرنے کی نظیریں مسلسل ملتی ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اشعث بن قیس کندی کو رہا کیا، اور حضرت عمرؓ نے ہُرمُزان کو اور مناذِر اور میسان کے قیدیوں کو آزادی عطا کی۔

(کتاب الاموال لابی عبید)

مالی معاوضہ لے کر قیدیوں کو چھوڑنے کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں صرف جنگ بدر کے موقع پر ملتی ہے جب کہ فی قیدی ایک ہزار سے چار ہزار تک کی رقمیں لے کر ان کو رہا کیا گیا (طبقات ابن سعد۔ کتاب الاموال)

صحابۂ کرام کے دور میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی اور فقہائے اسلام نے بالعموم اس کا ناپسند کیا ہے، کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم روپیہ لے کر دشمن کے ایک آدمی کو چھوڑ دیں تاکہ وہ پھر ہمارے خلاف تلوار اٹھائے۔ لیکن چونکہ قرآن میں فدیہ لینے کی اجازت دی گئی ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس پر عمل بھی کیا ہے، اس لیے ایسا کرنا مطلقاً ممنوع نہیں ہے۔

امام محمد السیر الکبیر میں کہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو اس کی ضرورت پیش آئے تو وہ مالی معاوضہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ کوئی خدمت لے کر چھوڑنے کی مثال بھی جنگ بدر کے موقع پر ملتی ہے۔ قریش کے قیدیوں میں سے جو لوگ مالی فدیہ دینے کے قابل نہ تھے، ان کی رہائی کے لیے حضور ﷺ نے یہ شرط عائد کر دی کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

(مسند احمد، طبقات ابن سعد، کتاب الاموال)

قیدیوں کے تبادلے کی متعدد مثالیں ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک مہم پر بھیجا اور اس میں چند قیدی گرفتار ہوئے۔ ان میں ایک نہایت خوبصورت عورت بھی تھی جو حضرت سلمہ بن اکوع

کے حصے میں آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باصرار اس کو حضرت سلمہ سے مانگ لیا اور پھر اسے مکہ بھیج کر اس کے بدلے کئی مسلمان قیدیوں کو رہا کرایا۔ (مسلم۔ ابوداؤد۔ طحاوی۔ کتاب الاموال لابی عبید۔ طبقات ابن سعد)

حضرت عمران بن حصین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ ثقیف نے مسلمانوں کے دو آدمیوں کو قید کر لیا۔ اس کچھ مدت بعد ثقیف کے حلیف قبیلے، بنی عقیل کا ایک آدمی مسلمانوں کے پاس گرفتار ہو گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو طائف بھیج کر اس کے بدلے ان دونوں مسلمانوں کر رہا کرالیا۔ (مسلم، ترمذی، مسند احمد)

## قیدیوں میں باہمی تبادلے میں مذاہب اربعہ

فقہاء میں سے امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد تبادلہ اسیران کو جائز رکھتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کا ایک قول یہ ہے کہ تبادلہ نہیں کرنا چاہیے، مگر دوسرا قول ان کا بھی یہی ہے کہ تبادلہ کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ جو قیدی مسلمان ہو جائے اسے تبادلہ میں کفار کے حوالہ نہ کیا جائے۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے اسیران جنگ کے معاملہ میں ایک ایسا وسیع ضابطہ بنایا ہے جس کے اندر ہر زمانے اور ہر طرح کے حالات میں اس مسئلے سے عہدہ برآ ہونے کی گنجائش ہے۔ جو لوگ قرآن مجید کی اس آیت کا بس یہ مختصر سا مطلب لے لیتے کہ جنگ میں قید ہونے والوں کو یا تو بطور احسان چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کر دیا جائے، وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ جنگی قیدیوں کا معاملہ کتنے مختلف پہلو رکھتا ہے، اور مختلف زمانوں میں وہ کتنے مسائل پیدا کرتا رہا ہے اور آئندہ کر سکتا ہے۔

(سیر صغیر، از امام محمد علیہ الرحمہ، بتصرف، بیروت)

| |
|---|
| سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ |
| يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ |
| وہ ضرور انھیں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال درست کر دے گا۔ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں |
| پہچان کروا دی ہے۔ اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط رکھے گا۔ |

## شہداء کیلئے دنیا و آخرت میں بھلائی و جنت ہونے کا بیان

"سَيَهْدِيهِمْ" فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة إِلَى مَا يَنْفَعهُمْ "وَيُصْلِح بَالهمْ" حَالهمْ فِيهِمَا وَمَا فِي الدُّنْيَا لِمَنْ لَمْ يُقْتَل وَأُدْرِجُوا فِي قُتِلُوا تَغْلِيبًا

"وَيُدْخِلهُمْ الْجَنَّة عَرَّفَهَا" بَيَّنَهَا "لَهُمْ" فَيَهْتَدُونَ إِلَى مَسَاكِنهمْ مِنْهَا وَأَزْوَاجهمْ وَخَدَمهمْ مِنْ غَيْر اسْتِدْلَال

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَنْصُرُوا اللَّه" أَيْ دِينه وَرَسُوله "يَنْصُركُمْ" عَلَى عَدُوّكُمْ "وَيُثَبِّت

أَقْدَامَكُمْ" يُثَبِّتُكُمْ فِي الْمُعْتَرَكِ

وہ ضرور انھیں دنیا اور آخرت میں راستہ دکھائے گا اور ان کا حال یعنی ان دونوں کا حال درست کر دے گا۔اور جو کچھ دنیا میں ہے یہ اس شخص کیلئے ہے جو شہید نہیں ہوا۔لیکن بہ طور تغلیب اس کو بھی شہداء میں شامل کر دیا جائے گا۔

اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس کی اس نے انھیں پہچان کروادی ہے۔لہٰذا وہ جنت میں اپنے مکانوں کی جانب اور اپنی ازواج کی جانب اور اپنے خادمین کی طرف بغیر بتائے پہنچ جائیں گے۔اے ایمان والو! اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرو گے تو وہ تمہارے دشمن پر تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط رکھے گا۔یعنی تمہارے قدموں کو لغزش سے بچائے گا۔

## اہل جنت کا اپنے گھروں سے مانوس ہو جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے دین حق دے کر بھیجا ہے کہ تم دنیا میں جس طرح اپنی بیبیوں اور گھروں سے واقف اور مانوس ہو اس سے بھی زیادہ اپنے جنت کے مقام اور وہاں کی بیبیوں سے واقف اور مانوس ہو جاؤ گے۔(رواہ ابن جریر وطبرانی وابو یعلی والبیہقی)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک فرشتہ ہر ایک جنتی کے لئے مقرر کر دیا جائے گا جو ان کا اپنے مقام جنت اور وہاں کی بیبیوں سے تعارف کرائے گا۔

وہ منازلِ جنت میں نو وارد، نا آشنا کی طرح نہ پہنچیں گے جو کسی مقام پر جاتا ہے تو اس کو ہر چیز کے دریافت کرنے کی حاجت درپیش ہوتی ہے بلکہ وہ واقف کارانہ داخل ہوں گے، اپنے منازل اور مساکن پہچانتے ہوں گے، اپنی زوجہ اور خدام کو جانتے ہوں گے، ہر چیز کا موقع ان کے علم میں ہوگا گویا کہ وہ ہمیشہ سے یہیں کے رہنے بسنے والے ہیں۔(تفسیر خزائن العرفان، محمد، لاہور)

| |
|---|
| وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ |
| اور جن لوگوں نے کفر کیا سو ان کے لیے ہلاکت ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔یہ اس لیے کہ بے شک |
| انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ |

## قرآن کے احکام کو پسند نہ کرنے کے سبب کفار کی بربادی کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا" مِنْ أَهْل مَكَّة مُبْتَدَأ خَبَره تَعِسُوا يَدُلّ عَلَيْهِ "فَتَعْسًا لَهُمْ" أَيْ هَلَاكًا وَخَيْبَة مِنْ اللّٰه "وَأَضَلَّ أَعْمَالهمْ" عُطِفَ عَلَى تَعِسُوا،

"ذٰلِكَ" التَّعْس وَالْإِضْلَال "بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰه" مِنْ الْقُرْآن الْمُشْتَمِل عَلَى التَّكَالِيف

اور جن لوگوں یعنی اہل مکہ نے کفر کیا۔یہاں پر والذین کفروا یہ مبتداء ہے اور اس کی خبر تعسوا ہے جس کے حذف ہونے پر تعسا

لہم دلالت کرنے والا ہے۔ان کے لیے ہلاکت و بربادی ہے اور اس نے ان کے اعمال برباد کر دیے۔اس کا عطف تعسوا پر ہے۔یہ بربادی و گمراہی اس لیے ہے کیونکہ انھوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی۔جو قرآن ہے اور وہ احکام پر مشتمل ہے۔لہٰذا اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔

## تعسا کے لغوی مفہوم کا بیان

تعسًا کے معنی ٹھوکر کھا کر گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا ہے یا کسی گڑھے میں گر کر ہلاک ہو جانا ہے (مفردات) گویا اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں کے تو اللہ تعالیٰ پاؤں جما دیتا ہے اس کے برعکس منکروں کو منہ کے بل گرا کر ہلاک کر دیا جاتا ہے اور مومنوں کی تو مدد کی جاتی ہے جبکہ کافروں کے سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَيَنۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ‌ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ |
| وَلِلۡكٰفِرِيۡنَ اَمۡثَالُهَا۝ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوۡلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاَنَّ الۡكٰفِرِيۡنَ لَا مَوۡلٰى لَهُمۡ۝ |
| کیا انہوں نے زمین میں سفر و سیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔اللہ نے |
| ان پر ہلاکت و بربادی ڈال دی۔اور کافروں کے لئے اسی طرح کی بہت سی ہلاکتیں ہیں۔یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ |
| ان لوگوں کا ولی و مددگار ہے جو ایمان لائے ہیں اور بیشک کافروں کے لئے کوئی ولی و مددگار نہیں ہے۔ |

## کفار کی ہلاکت و بربادیوں کے باعث عبرت ہونے کا بیان

"أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْض فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَة الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ دَمَّرَ اللَّه عَلَيْهِمْ" أَهْلَكَ أَنْفُسهمْ وَأَوْلَادهمْ وَأَمْوَالهمْ "وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالهَا" أَيْ أَمْثَال عَاقِبَة مَا قَبْلهمْ "ذَلِكَ" نَصْر الْمُؤْمِنِينَ وَقَهْر الْكَافِرِينَ "بِأَنَّ اللَّه مَوْلَى" وَلِيّ وَنَاصِر

کیا انہوں نے زمین میں سفر و سیاحت نہیں کی کہ وہ دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے تھے۔اللہ نے ان پر ہلاکت و بربادی ڈال دی۔یعنی ان کو اور ان کی اولادوں کو اور ان کے اموال کو ہلاک کر دیا۔اور کافروں کے لئے اسی طرح کی بہت سی ہلاکتیں ہیں۔جس طرح ان سے پہلے ہلاک ہوئے ہیں۔یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ان لوگوں کا ولی و مددگار ہے جو ایمان لائے ہیں اور بیشک کافروں کے لئے کوئی ولی و مددگار نہیں ہے۔کیونکہ مدد کرنے والا تو اللہ ہی ہے۔

اس آیت کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ پہلی قوموں نے سرکشی کی راہ اختیار کی تو اللہ نے مختلف قسم کے عذاب بھیج کر انہیں تباہ و برباد کر دیا تھا۔اسی طرح کے عذاب بھیج کر ان موجودہ کافروں کو بھی تباہ کر سکتا ہے۔اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس طرح کافروں کو دنیا میں طرح طرح کی سزائیں دی ہیں۔اسی طرح کئی طرح کی سزائیں آخرت میں بھی دے گا۔

## غزوہ احد کے اختتام پر ابوسفیان کی نعرہ بازی اور اس کے جواب کا بیان

کافر یہ سمجھتے ضرور ہیں کہ ان کی دیویاں اور دیوتا ان کی مدد کو پہنچتے ہیں حالانکہ یہ محض ان کا وہم ہوتا ہے۔ دور نبوی کے حق و باطل کے معرکوں میں صرف غزوہ احد ہی وہ جنگ ہے جس میں ابتداء مسلمانوں کو ان کی اپنی ہی غلطی سے عارضی طور پر شکست سے دوچار ہونا پڑا اور آخر میں میدان برابر رہا۔ ابوسفیان نے اپنی اتنی سی کامیابی کو بھی غنیمت سمجھ کر اپنے سب سے بڑے دیوتا اور بت ہبل کا نعرہ لگاتے ہوئے کہا کہ ہبل سربلند ہوا، تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں سے کہا اسے یہ جواب دو! اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلّ، سربلند تو صرف اللہ ہے اور وہی بزرگ و برتر ہے) پھر ابوسفیان نے کہا: لنا عُزّٰی ولا عُزّٰی لکم (ہمارے لیے تو عزت دینے والی دیوی عزیٰ ہے اور تمہارے لیے کوئی عزیٰ نہیں) آپ نے مسلمانوں سے فرمایا: (اَللّٰهُ مولنَا وَلَا مَوْلٰى لَكُم) (ہمارا تو اللہ حامی و ناصر ہے لیکن تمہارا کوئی حامی و ناصر نہیں) آپ کا جواب اسی آیت کی تفسیر تھا۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی۔ ابوسفیان جب احد کے میدان کو چھوڑ کر کئی میل مکہ کی طرف جا چکا تو اسے خیال آیا کہ اس جنگ کا فیصلہ تو کچھ بھی نہ ہوا لہٰذا واپس جا کر مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر کے اسے نتیجہ خیز بنانا چاہیے۔ لیکن اللہ نے مسلمانوں کی نصرت کا یہ سبب پیدا کر دیا کہ مسلمان خود اس سے پہلے ہی ابوسفیان کے لشکر کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب ابوسفیان کو یہ صورت حال معلوم ہوئی تو اللہ نے کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور انہوں نے مکہ کی راہ لی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ |
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝ |
| بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، |
| اور جن لوگوں نے کفر کیا اور فائدے اٹھا رہے ہیں اور کھا رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں سو دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے۔ |

## ایمان والوں کیلئے جنت جبکہ کفار کیلئے دوزخ ہونے کا بیان

"إِنَّ اللّٰه يُدْخِل الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات جَنَّات تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ " فِي الدُّنْيَا "وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُل الْأَنْعَام" أَيْ لَيْسَ لَهُمْ هَمّ إِلَّا بُطُونهمْ وَفُرُوجهمْ وَلَا يَلْتَفِتُونَ إِلَى الْآخِرَة "وَالنَّار مَثْوًى لَهُمْ" مَنْزِل وَمُقَام وَمَصِير،

بیشک اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اور جن لوگوں نے کفر کیا اور دنیوی فائدے اٹھا رہے ہیں اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے چوپائے جانور کھاتے ہیں۔ یعنی ان کے ہاں شہوت پیٹ اور شہوت فروج کے سوا کوئی چیز اہم ہی نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ آخرت کی طرف کوئی توجہ کرتے ہیں۔ لہٰذا دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے۔ یعنی ان کے رہنے کی جگہ ہے۔

دنیا میں چند روز غفلت کے ساتھ اپنے انجام ومآل کو فراموش کئے ہوئے۔ اور انہیں تمیز نہ ہو کہ وہ اس کھانے کے بعد وہ ذبح کیے جائیں گے، یہی حال کفار کا ہے جو غفلت کے ساتھ دنیا طلبی میں مشغول ہیں اور آنے والی مصیبتوں کا خیال بھی نہیں کرتے۔

| |
|---|
| وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ۝ |
| اور کتنی ہی بستیاں تھیں جن کے باشندے آپ کے اس شہر سے زیادہ طاقتور تھے جس نے آپ کو نکال دیا ہے، |
| ہم نے انہیں ہلاک کر ڈالا پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ |

## بڑے بڑے شہروں والے کفار کی ہلاکتوں کا بیان

"وَكَاَيِّنْ" وَكَمْ "مِنْ قَرْيَة" أُرِيدَ بِهَا أَهْلُهَا "هِيَ أَشَدّ قُوَّة مِنْ قَرْيَتك" مَكَّة أَيْ أَهْلُهَا "الَّتِي أَخْرَجَتْك" رُوعِيَ لَفْظ قَرْيَة "أَهْلَكْنَاهُمْ" رُوعِيَ مَعْنَى قَرْيَة الْأُولَى "فَلَا نَاصِر لَهُمْ" مِنْ إهْلَاكنَا،

اور کتنی ہی بستیاں تھیں یعنی بستیوں والے تھے۔ جن کے باشندے آپ کے اس شہر مکہ کے باشندوں سے زیادہ طاقتور تھے جنہوں نے آپ کو (بصورتِ ہجرت) نکال دیا ہے، یہاں پر لفظ اخرجتک میں لفظ قریہ کی رعایت کی گئی ہے۔ ہم نے انہیں بھی ہلاک کر ڈالا، یہاں پر پہلے لفظ قریہ کے معنی کی رعایت کی گئی ہے۔ پھر ان کا کوئی مددگار نہ ہوا جو انہیں ہلاکت سے بچا سکتا۔

## سورت محمد آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

جب سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی اور غار کی طرف تشریف لے چلے تو مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے اور اللہ تعالیٰ کے شہروں میں تو مجھے بہت پیارا ہے، اگر مشرکین مجھے نہ نکالتے تو میں تجھ سے نہ نکلتا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مسند ابویعلی، ج ۵، ص ۶۹، بیروت)

| |
|---|
| اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۝ |
| تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے اس کے |
| برے اعمال مزین کر دیے گئے اور انھوں نے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟ |

## اہل ایمان اور کفار میں کوئی مماثلت نہ ہونے کا بیان

"أَفَمَنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَة" حُجَّة وَبُرْهَان "مِنْ رَبّه" وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ "كَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوء عَمَله" فَرَآهُ حَسَنًا وَهُمْ كُفَّار مَكَّة "وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ" فِي عِبَادَة الْأَوْثَان أَيْ لَا مُمَاثَلَة بَيْنهمَا،

تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہے اور وہ اہل ایمان ہیں۔ اس شخص کی طرح ہے جس کے لیے

اس کے برے اعمال مزین کر دیے گئے جن کو وہ دیکھ کر اچھا سمجھتا ہے۔اور وہ کفار مکہ ہیں۔اور انھوں نے بتوں کی پوجا کر کے اپنی خواہشوں کی پیروی کی؟ لہٰذا ان دونوں میں کسی قسم کی کوئی مماثلت نہیں۔

یعنی ایک شخص نہایت شرح صدر اور فہم وبصیرت کے ساتھ سچائی کی صاف اور کشادہ سڑک پر بیکھٹکے چلا جا رہا ہے، اور دوسرا اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھاتا ہے، جس کو سیاہ وسفید یا نیک وبد کی کچھ تمیز نہیں، حتیٰ کہ اپنی بدتمیزی سے برائی کو بھلائی سمجھتا ہے اور خواہشات کی پیروی میں اندھا ہو رہا ہے، کیا ان دونوں کا مرتبہ اور انجام برابر ہو جائے گا؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حق تعالیٰ کی شان حکومت وعدل کے منافی ہے۔

| |
|---|
| مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝ |
| جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہوں گی جس میں کبھی تغیر نہ آئے گا، اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا ذائقہ اور مزہ کبھی نہ بدلے گا، اور شراب (طہور) کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہے، اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہوں گی، اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی جانب سے بخشائش ہوگی، ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں اور جنہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ |

## اہل جنت اور دوزخیوں میں کوئی برابری نہ ہونے کا بیان

"مَثَل" أَیْ صِفَة "الْجَنَّة الَّتِی وُعِدَ الْمُتَّقُونَ" الْمُشْتَرَكَة بَيْن دَاخِلِيهَا مُبْتَدَأ خَبَره "فِيهَا أَنْهَار مِنْ مَاء غَيْر آسِن" بِالْمَدِّ وَالْقَصْر كَضَارِبٍ وَحَذِر أَیْ غَيْر مُتَغَيِّر بِخِلَافِ مَاء الدُّنْيَا فَيَتَغَيَّر بِعَارِضٍ "وَأَنْهَار مِنْ لَبَن لَمْ يَتَغَيَّر طَعْمه" بِخِلَافِ لَبَن الدُّنْيَا لِخُرُوجِهِ مِنْ الضُّرُوع "وَأَنْهَار مِنْ خَمْر لَذَّة" لَذِيذَة "لِلشَّارِبِينَ" بِخِلَافِ خَمْر الدُّنْيَا فَإِنَّهَا كَرِيهَة عِنْد الشُّرْب "وَأَنْهَار مِنْ عَسَل مُصَفًّى" بِخِلَافِ عَسَل الدُّنْيَا فَإِنَّهُ بِخُرُوجِهِ مِنْ بُطُون النَّحْل يُخَالِط الشَّمْع وَغَيْره "وَلَهُمْ فِيهَا" أَصْنَاف "مِنْ كُلّ الثَّمَرَات وَمَغْفِرَة مِنْ رَبّهمْ" فَهُوَ رَاضٍ عَنْهُمْ مَعَ إحْسَانه إلَيْهِمْ بِمَا ذُكِرَ بِخِلَافِ سَيِّد الْعَبِيد فِي الدُّنْيَا فَإِنَّهُ قَدْ يَكُون مَعَ إحْسَانه إلَيْهِمْ سَاخِطًا عَلَيْهِمْ "كَمَنْ هُوَ خَالِد فِي النَّار" خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر أَیْ أَمَّنْ هُوَ فِي هَذَا النَّعِيم "وَسُقُوا مَاء حَمِيمًا"

أَيْ شَدِيدُ الْحَرَارَةِ "فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ" أَيْ مَصَارِينَهُمْ فَخَرَجَتْ مِنْ أَدْبَارِهِمْ وَهُوَ جَمْعُ مِعًى بِالْقَصْرِ وَأَلِفُهُ عَنْ يَاءٍ لِقَوْلِهِمْ مِعْيَانِ،

جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے جو اس میں داخل ہونے والوں میں مشترک ہے۔اس کی صفت یہ ہے، یہاں پر جنت مبتداء اور فیہا انہار اس کی خبر ہے۔اس میں ایسے پانی کی نہریں ہوں گی جس میں کبھی تغیر نہ آئے گا، جس طرح دنیا کے پانی میں کسی عارضے کی وجہ سے تبدیلی آتی ہے۔اور لفظ آسن کو مد اور بغیر مد کے بھی پڑھا گیا ہے۔جس طرح ضارب اور حذر ہے۔اور اس میں ایسے دودھ کی نہریں ہوں گی جس کا ذائقہ اور مزہ کبھی نہ بدلے گا، بہ خلاف دنیا کے دودھ کے جو تھنوں سے نکالا جاتا ہے اور ایسے شراب طہور کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہے، جبکہ دنیاوی شراب پینے کے وقت بدمزہ ہو جاتی ہے اور خوب صاف کئے ہوئے شہد کی نہریں ہوں گی، جبکہ دنیا میں شہد جب مکھی کے پیٹ سے خارج ہوتا ہے تو اس میں موم وغیرہ کی ملاوٹ ہو جاتی ہے۔اور ان کے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی جانب سے ہر طرح کی بخشائش ہوگی یعنی وہ ان احسانات کے باوجود ان سے راضی ہوگا جبکہ دنیا میں بعض اوقات احسان کرنے والے احسان کے سبب ناراض ہو جایا کرتے ہیں۔( کیا یہ پرہیز گار ) ان لوگوں کی طرح ہو سکتا ہے جو ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں یہ مبتدائے مقدر کی خبر ہے اور وہ اُمن ھو فی ھذا النعیم ہے۔اور جنہیں کھولتا ہوا پانی جو سخت گرم ہوگا وہ پلایا جائے گا تو وہ ان کی آنتوں کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔یعنی وہ آنتوں کو کاٹ کر ان کی دبروں کی جانب سے نکل جائے گا اور لفظ امعاء یہ معی کی جمع ہے اور قصر کے ساتھ آیا ہے اور اس کا الف یاء کے بدلے میں آیا ہوا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کا تثنیہ میعان آتا ہے۔

## جنت کی نہروں اور مشروبات کا بیان

حکیم ابن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" جنت میں پانی کا دریا ہے اور شہد کا دریا ہے اور دودھ کا دریا ہے اور شراب کا دریا ہے اور پھر ( جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد ) ان دریاؤں سے نہریں نکلیں گی۔" ( ترمذی ) دارمی نے اس روایت کو معاویہ سے نقل کیا ہے۔( مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 215 )

ظاہر ہے کہ حدیث میں مذکورہ دریاؤں سے مراد ان نہروں کے چشمے اور منبع ہیں جن کا ذکر قرآن کی اس آیت میں کیا گیا ہے۔ ( فِيهَا أَنْهَرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّرِبِينَ وَأَنْهَرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى، محمد:15 )"اس ( جنت ) میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف شفاف ہوگا۔" یہ نہریں وہ ہوں گی جو حدیث میں مذکورہ دریاؤں سے نکلیں گی اور پھر ان نہروں سے چھوٹی چھوٹی نہریں شاخ در شاخ نکل کر ابرار و اخیار کے خیموں کی طرف جاری ہونگی اور محلات کے نیچے بہیں گیں۔بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حدیث میں جن دریاؤں کا ذکر ہے وہ دراصل وہی نہریں ہے جن کو قرآن کی مذکورہ آیت میں " نہر " ہی

کے نام سے ذکر کیا گیا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ حدیث میں ان کو "دریا" سے تعبیر کیا گیا ہے اور قرآن نے ان کو ان کے معنیٰ "جاری ہونے اور بہنے کی مناسبت سے نہر کا نام دیا ہے۔

| |
|---|
| وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا |
| قَالَ اٰنِفًا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ○ |
| اوران میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو آپ کی طرف صرف کان لگائے سنتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے |
| نکل کر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں جنہیں علم عطا کیا گیا ہے کہ ابھی انہوں نے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| نے) کیا فرمایا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔ |

## منافقین کا خطبہ جمعہ توجہ سے نہ سننے کا بیان

"وَمِنْهُمْ" أَيْ الْكُفَّار "مَنْ يَسْتَمِع إِلَيْك" فِي خُطْبَة الْجُمُعَة وَهُمْ الْمُنَافِقُونَ "حَتَّى إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدك قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم " لِعُلَمَاء الصَّحَابَة مِنْهُمْ ابْن مَسْعُود وَابْن عَبَّاس اسْتِهْزَاء وَسُخْرِيَّة "مَاذَا قَالَ آنِفًا" بِالْمَدِّ وَالْقَصْر أَيْ السَّاعَة أَيْ لَا نَرْجِع إِلَيْهِ "أُولَئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّه عَلَى قُلُوبهمْ" بِالْكُفْرِ "وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ" فِي النِّفَاق،

اوران میں سے یعنی کفار میں سے بعض وہ لوگ بھی ہیں جو آپ کی طرف دل اور دھیان لگائے بغیر صرف کان لگائے جمعہ کا خطبہ سنتے رہتے ہیں اور وہ منافقین ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے پاس سے نکل کر باہر جاتے ہیں تو ان لوگوں سے پوچھتے ہیں جنہیں علم نافع عطا کیا گیا ہے۔ جس طرح صحابہ کرام میں سے علماء صحابہ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ ان سے بہ طور استہزاء و مذاق پوچھتے ہیں کہ ابھی انہوں نے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) کیا فرمایا تھا؟ یہاں پر لفظ آنفا یہ مد اور بغیر مد کے بھی آیا ہے جس کا معنی ساعت یعنی گھڑی ہے۔ معنی یہ ہے کہ انہوں نے کیا کہا کیونکہ ہم نے ان کی جانب کوئی توجہ نہیں کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے کفر کے ساتھ مہر لگا دی ہے اور وہ منافقت میں اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔

## سورہ محمد آیت ۱۶ کے شان نزول کا بیان

ابن جریج سے روایت ہے کہ مومنین اور منافقین دونوں نبی کی مجلس میں جمع ہوتے مومنین آپ کی بات کو پوری توجہ سے سنتے اور یاد کر لیتے جبکہ منافقین بے توجہی سے سنتے اور یاد نہ کرتے جب مجلس سے باہر نکلتے تو مومنین سے پوچھتے ابھی حضرت نے کیا کہا اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل کی ۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ) (سیوطی 262، قرطبی 16۔238)

| |
|---|
| وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰـهُمْ تَقْوٰهُمْ○ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ |
| اَنْ تَاْتِیَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ○ |
| اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کی اس نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔تو وہ کس چیز |
| کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، پھر ان |
| کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔ |

## اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کیلئے تقویٰ میں اضافہ فرما دیتا ہے

"وَالَّذِینَ اهْتَدَوْا" وَهُمُ الْمُؤْمِنُونَ "زَادَهُمْ" اللّٰه "هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ" أَلْهَمَهُمْ مَا يَتَّقُونَ بِهِ النَّار،

"فَهَلْ يَنْظُرُونَ" مَا يَنْتَظِرُونَ أَيْ كُفَّار مَكَّة "إِلَّا السَّاعَة أَنْ تَأْتِيهِمْ" بَدَل اشْتِمَال مِنْ السَّاعَة أَيْ لَيْسَ الْأَمْر إِلَّا أَنْ تَأْتِيهِمْ "بَغْتَة" فَجْأَة "فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطهَا" عَلَامَاتهَا : مِنْهَا بَعْثَة النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَانْشِقَاق الْقَمَر وَالدُّخَان "فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ" السَّاعَة "ذِكْرَاهُمْ" تَذَكُّرهمْ أَيْ لَا يَنْفَعهُمْ،

اور وہ لوگ جنھوں نے ہدایت قبول کیا اور اہل ایمان ہیں۔اس نے یعنی اللہ نے انھیں ہدایت میں بڑھا دیا اور انھیں ان کا تقویٰ عطا کر دیا۔جس کی وجہ سے جہنم سے ڈرتے ہیں۔تو وہ کفار مکہ کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں سوائے قیامت کے کہ وہ ان پر اچانک آ جائے، یہاں پر لفظ الساعہ یہ تاتیہم سے بدل اشتمال ہے۔یعنی ایسا معاملہ نہیں رہا کہ اب قیامت نہ آئے بلکہ وہ اچانک آئے گی۔پس یقیناً اس کی نشانیاں آ چکیں، اور ان میں سے نبی کریم ﷺ کی بعثت ہے اور شق قمر ہے اور دھواں ہے، پھر ان کے لیے ان کی نصیحت کیسے ممکن ہوگی، جب وہ ان کے پاس آ جائے گی۔یعنی تب نصیحت ان کیلئے کوئی فائدے مند نہ ہوگی۔

## قیامت کی اشراط وعلامات کا بیان

شرط (را کے جزم کے ساتھ) کے معنی ہیں۔کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ وابستہ کرنا یا کسی چیز کا لازم کرنا جیسا کہ یوں کہا جائے اگر ایسا ہو تو ایسا ہوگا! اس کی جمع "شروط" آتی ہے "شرط" (را کے زبر کے ساتھ) کے معنی ہیں علامت یعنی وہ چیز جو کسی وقوع پذیر ہونے والی چیز کو ظاہر کرے! اس کی جمع "اشراط" ہے پس یہاں سے "اشراط" سے مراد وہ نشانیاں اور علامتیں ہیں جو قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کریں گی۔ویسے لغت میں "شرط" کے معنی کسی چیز کا اول، مال کا زوال اور چھوٹا وکمتر مال" لکھے ہیں۔" ساعۃ " شب وروز کے اجزاء میں سے کسی بھی ایک جزء کو کہتے ہیں یہ لفظ "موجودہ وقت" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔پس قیامت یا قیامت کے آنے کو ساعت اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ جب اس کا وقت غیر معلوم ہے تو وہ کسی بھی وقت آ سکتی ہے یہاں تک آنے

والا لمحہ یہ احتمال رکھتا ہے کہ اسی وقت قیامت نہ آ جائے۔علماء نے وضاحت کی ہے کہ اشراط ساعت یعنی قیامت کی علامتوں سے مراد وہ نسبتاً چھوٹی چیزیں ہیں جو قیامت آنے سے پہلے وقوع پذیر ہوں گی اور جن کو لوگ قیامت کی علامتیں تسلیم نہیں کریں گے مثلاً لونڈی کا اپنے مالک کو جننا، فلک بوس عمارتیں بنانا اوران پر فخر کرنا، جہل و نادانی، زنا کاری اور شراب خوری کی کثرت، مردوں کی کمی اور عورتوں کی زیادتی، امانتوں میں خیانت و بدیانتی، لڑائیوں اور فتنہ فساد کی زیادتی اور اس طرح کی دوسری برائیوں کا ذکر اس باب میں آئے گا۔"اشراط" کی وضاحت اس معنی کے ساتھ اس لئے کی جاتی ہے کہ وہ بڑی علامتیں کہ جو قیامت کے بالکل قریب ظاہر ہوں گی۔

| |
|---|
| فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ |
| وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ۠ |
| تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے |
| گناہوں کی معافی مانگو، اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔ |

## نبی کریم ﷺ کا اہل ایمان کیلئے بخشش طلب کرنے کا بیان

"فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه" أَيْ دُمْ يَا مُحَمَّد عَلَى عِلْمك بِذَلِكَ النَّافِع فِي الْقِيَامَة "وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِك" لِأَجْلِهِ قِيلَ لَهُ ذَلِكَ مَعَ عِصْمَته لِتَسْتَنّ بِهِ أُمَّته وَقَدْ فَعَلَهُ قَالَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنِّي لَأَسْتَغْفِر اللَّه فِي كُلّ يَوْم مِائَة مَرَّة) "وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات" فِيهِ إِكْرَام لَهُمْ بِأَمْرِ نَبِيّهمْ بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ "وَاَللَّه يَعْلَم مُتَقَلَّبكُمْ" مُتَصَرَّفكُمْ لِإِشْغَالِكُمْ فِي النَّهَار "وَمَثْوَاكُمْ" مَأْوَاكُمْ إِلَى مَضَاجِعكُمْ بِاللَّيْلِ أَيْ هُوَ عَالِم بِجَمِيعِ أَحْوَالكُمْ لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء مِنْهَا فَاحْذَرُوهُ وَالْخِطَاب لِلْمُؤْمِنِينَ وَغَيْرهمْ

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب ﷺ تم اپنے اس علم پر جو قیامت کے دن کیلئے بھی فائدے مند ہے اسی پر قائم رہو۔اور اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو، یعنی آپ کی وجہ سے بخشش ہوگی۔کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے باوجود عصمت کے ایسا اس لئے فرمایا کہ تا کہ امت کیلئے پیروی کا سبب بن جائے۔اور آپ ﷺ نے ایسا کیا ہے اور فرمایا کہ میں ہر دن سو بار اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔لہٰذا آپ اہل ایمان مرد و عورتوں کیلئے بخشش طلب کریں۔اور اس میں ان کیلئے اعزاز ہے۔کیونکہ ان کے نبی کریم ﷺ سے ان کیلئے بخشش طلب کرنے کا کہا جارہا ہے۔اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا یعنی دن کے کاروبار میں مصروف ہونا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔یعنی آرامگاہوں کو جانتا ہے۔یعنی وہ تمہارے تمام احوال کو جاننے والا ہے لہٰذا اس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔پس تم اس سے ڈرو اور یہ خطاب اہل ایمان وغیرہ کو ہے۔

یہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں اور آپ شفیع، مقبول الشفاعت ہیں۔ اس کے بعد مومنین وغیر مومنین سب سے عام خطاب ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور میں تم کو حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔ اور میری وفات میں بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجاء کرتا ہوں۔ (الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۸۱۰، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

| |
|---|
| وَيَقُولُ الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ |
| رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى |
| لَهُمْ ○ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ○ |
| اور ایمان والے کہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی واضح سورت نازل کی جاتی ہے اور اس میں |
| جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے ملاحظہ فرماتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں |
| جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔ پس ان کیلئے بہتر تھا کہ فرمانبرداری اور اچھی گفتگو بہتر ہے، |
| پھر جب حکم جہاد قطعی ہو گیا تو اگر وہ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ |

## ایمان والوں کا جہاد کیلئے محکم سورت کو طلب کرنے کا بیان

"وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا" طَلَبًا لِلْجِهَادِ "لَوْلَا" هَلَّا "نُزِّلَتْ سُوْرَة" فِيْهَا ذِكْر الْجِهَاد "فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُوْرَة مُحْكَمَة" أَيْ لَمْ يُنْسَخ مِنْهَا شَيْء "وَذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَال" أَيْ طَلَبه "رَأَيْت الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوبهمْ مَرَض" أَيْ شَكّ وَهُمْ الْمُنَافِقُوْنَ "يَنْظُرُوْنَ إِلَيْك نَظَرَ الْمَغْشِيّ عَلَيْهِ مِنْ الْمَوْت" خَوْفًا مِنْهُ وَكَرَاهَة لَهُ أَيْ فَهُمْ يَخَافُوْنَ مِنْ الْقِتَال وَيَكْرَهُوْنَهُ "فَأَوْلَى لَهُمْ" مُبْتَدَأ خَبَره، "طَاعَة وَقَوْل مَعْرُوْف" أَيْ حَسَن لَك "فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْر" أَيْ فُرِضَ الْقِتَال "فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰه" فِي الْإِيْمَان وَالطَّاعَة وَجُمْلَة لَوْ جَوَاب إِذَا،

اور ایمان والے کہتے ہیں کہ حکم جہاد سے متعلق کوئی سورت کیوں نہیں اتاری جاتی؟ یعنی ایسی سورت نازل کیوں نہ ہوئی جس میں جہاد کا ذکر ہو۔ پھر جب کوئی واضح سورت نازل کی جاتی ہے یعنی جس میں سے کچھ بھی منسوخ نہیں ہے۔ اور اس میں صریحاً جہاد کا ذکر کیا جاتا ہے یعنی جہاد طلب کیا جاتا ہے۔ تو آپ ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں شک ونفاق کی بیماری کو ملاحظہ فرماتے ہیں اور وہ منافقین ہیں۔ کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھتا ہے جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔ یعنی موت کے

خوف سے اوراس کو ناپسند کرنے کی وجہ سے وہ جہاد کرنے سے ڈرتے ہیں اور جہاد کو پسند نہیں کرتے ۔لہٰذا انہیں جہاد کا کہنا آپ کیلئے بہتر ہے۔ یہاں پر فاولی لہم یہ مبتداء ہے اور طاعۃ وقول معروف یہ خبر ہے۔ پس ان کیلئے بہتر تھا۔ فرمانبرداری اور اچھی گفتگو ان کے حق میں بہتر ہے، پھر جب حکم جہاد قطعی اور پختہ ہو گیا یعنی ان پر فرض کر دیا گیا۔ تو اگر وہ اللہ سے اپنے ایمان اور طاعت میں سچے رہتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔ یہاں پر جملہ لو یہ اذا کا جواب ہے۔

## سورت محمد آیت ۲۱ کے شان نزول کا بیان

مومنین کو جہاد فی سبیل اللہ تعالیٰ کا بہت ہی شوق تھا، وہ کہتے تھے کہ ایسی سورت کیوں نہیں اترتی جس میں جہاد کا حکم ہوتا کہ ہم جہاد کریں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

## لفظ محکمہ کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

سورۃ محکمۃ، محکمہ کے لفظی معنی مضبوط و مستحکم کے ہیں اس لغوی معنی کے اعتبار سے تو قرآن کی ہر سورت محکمہ ہے لیکن اصطلاح شرع میں محکم بمقابلہ منسوخ استعمال ہوتا ہے، یہاں سورۃ کے ساتھ محکمہ کی قید کا اضافہ اس لئے ہے کہ عمل کا شوق تو جبھی پورا ہو سکتا ہے جبکہ وہ سورت منسوخ نہ ہو، اور قتادہ نے فرمایا کہ جتنی سورتوں میں قتال و جہاد کے احکام آئے ہیں وہ سب محکمہ ہیں، یہاں چونکہ اصل مقصود حکم جہاد اور اس پر عمل ہے اس لئے سورت کے ساتھ محکمہ کا لفظ بڑھا کر ذکر جہاد کی طرف اشارہ کر دیا جس کی آگے تصریح آ رہی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ محمد، بیروت)

| |
|---|
| فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ۝ |
| اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ۝ |
| پھر یقیناً تم قریب ہو اگر تم حاکم بن جاؤ کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یہی وہ لوگ ہیں |
| جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کو بہرا کر دیا ہے اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔ |

## زمین فساد کرنے والے ظالم لوگوں کا بیان

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ" بِكَسْرِ السِّين وَفَتْحهَا وَفِيهِ اِلْتِفَات عَنْ الْغَيْبَة إِلَى الْخِطَاب أَيْ لَعَلَّكُمْ "إِنْ تَوَلَّيْتُمْ" أَعْرَضْتُمْ عَنْ الْإِيمَان "أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْض وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامكُمْ" أَيْ تَعُودُوا إِلَى أَمْر الْجَاهِلِيَّة مِنْ الْبَغْي وَالْقِتَال، "أُولَئِكَ" أَيْ الْمُفْسِدُونَ "الَّذِينَ لَعَنَهُمْ اللَّه فَأَصَمَّهُمْ" عَنْ اسْتِمَاع الْحَقّ "وَأَعْمَى أَبْصَارهمْ" عَنْ طَرِيق الْهُدَى

پھر یقیناً تم قریب ہو، یہاں پر لفظ عسیتم یہ سین کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اس میں غیبت سے خطاب کی جانب التفات ہے۔ اگر تم حاکم بن جاؤ تو ایمان سے اعراض کرو کہ زمین میں فساد کرو اور اپنے رشتوں کو بالکل ہی قطع کر دو۔ یعنی تم دور

جاہلیت کی بغاوت وقتل کی طرف لوٹ جاؤ گے۔

یہی وہ فسادی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اوران کے کانوں کو حق سننے سے بہرا کر دیا ہے اوران کی آنکھوں راہ حق کو دیکھنے کو اندھا کر دیا ہے۔

## صلہ رحمی کرنے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل صلہ رحم کرنے والا شخص وہ نہیں ہے جو بدلہ چکائے بلکہ کامل صلہ رحم کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کی قرابت کو منقطع کیا جائے تو وہ اس قرابت کو قائم رکھے۔

(بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 854)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اس قرابت دار کے ساتھ بدلہ کے طور پر احسان اور نیک سلوک کرنا چاہے جس نے اس کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا ہے تو اس کو حقیقی معنی میں صلہ رحمی نہیں کہیں گے بلکہ احسان چکانا کہیں گے ہاں اگر اس نے ایسے قرابت دار کے ساتھ احسان اور نیک سلوک کیا جس نے خود اس کی قرابت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا ہے اور کبھی اس کے ساتھ کوئی احسان اور نیک سلوک کیا تو اس کا حسان و نیک سلوک بے شک کامل صلہ رحم کہلائے گا اور اس سے معلوم ہوا کہ صلہ رحمی کا کامل ترین جذبہ وہ ہے جس کی بنیاد بدلہ چکانے پر نہ ہو بلکہ محض حق شناسی اور حق ادائیگی کے احساس پر ہو خواہ خود اس کا حق کسی نے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جوان مرد وہی شخص ہے جو اپنا حق کسی سے طلب نہ کرے اور خود دوسروں کا حق ادا کرے۔

| |
|---|
| اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ |
| تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے ، یا کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟ |

## دلوں پر اقفال کے سبب حق کو نہ سمجھ سکنے کا بیان

"أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآن" فَيَعْرِفُونَ الْحَق "أَمْ" بَلْ "عَلَى قُلُوب" لَهُمْ "أَقْفَالهَا" فَلَا يَفْهَمُونَهُ

تو کیا وہ قرآن میں غور نہیں کرتے ، تا کہ وہ حق کو پہچان لیتے۔ یہاں پر اَم بہ معنی بل ہے۔ بلکہ کچھ دلوں پر ان کے قفل پڑے ہوئے ہیں؟ لہٰذا وہ کچھ نہیں سمجھ سکتے۔

ابن جریر میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے ایک نوجوان یمنی نے کہا بلکہ ان پر ان کے قفل ہیں جب تک اللہ نہ کھولے اور الگ نہ کرے پس حضرت عمر کے دل میں یہ بات رہی یہاں تک کہ اپنی خلافت کے زمانے میں اس سے مدد لیتے رہے۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ ہدایت ظاہر ہو چکنے کے بعد ایمان سے الگ ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے دراصل شیطان نے اس کار بد کو ان کی نگاہوں میں اچھا دکھا دیا ہے اور انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ دراصل ان کا یہ کفر سزا ہے ان کے اس نفاق کی جو ان کے دل میں تھا جس کی وجہ سے وہ ظاہر کے خلاف اپنا باطن رکھتے تھے۔ کافروں سے مل جل کر انہیں اپنا

کرنے کے لئے ان سے باطن میں باطل پر موافقت کر کے کہتے تھے گھبراؤ نہیں ابھی ابھی ہم بھی بعض امور پر تمہارا ساتھ دیں گے لیکن یہ باتیں اس اللہ سے تو چھپ نہیں سکتیں جو اندرونی اور بیرونی حالات سے یکسر اور یکساں واقف ہو جو راتوں کے وقت کی پوشیدہ اور راز کی باتیں بھی سنتا ہو جس کے علم کی انتہا نہ ہو۔ پھر فرماتا ہے ان کا کیا حال ہوگا؟ جبکہ فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کو آئیں گے اور ان کی روحیں جسموں میں چھپتی پھریں گی۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ محمد، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ○ |
| بیشک جو لوگ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انہیں اچھا |
| کر کے دکھایا، اور انہیں طویل زندگی کی امید دلائی۔ |

## منافقت کے ساتھ مرتد ہو جانے والوں کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا" بِالنِّفَاقِ "عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْد مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ الْهُدَى الشَّيْطَان سَوَّلَ" أَيْ زَيَّنَ "لَهُمْ وَأُمْلِيَ لَهُمْ" بِضَمِّ أَوَّله وَبِفَتْحِهِ وَاللَّام وَالْمُمْلِي الشَّيْطَان بِإِرَادَتِهِ تَعَالَى فَهُوَ الْمُضِلّ لَهُمْ

بیشک جو لوگ منافقت کے ساتھ پیٹھ پھیر کر پیچھے لوٹ گئے اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی شیطان نے انہیں کفر کی طرف واپس پلٹنا دھوکہ دہی سے اچھا کر کے دکھایا، یہاں پر اُملی یہ حرف اول کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی انہیں دھوکہ دینے والا شیطان ہے جو اللہ کی طرف سے مہلت یافتہ ہے۔ اور انہیں دنیا میں طویل زندگی کی امید دلائی۔

قتادہ نے کہا کہ یہ کفار اہل کتاب کا حال ہے جنہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانا اور آپ کی نعت وصفت اپنی کتاب میں دیکھی، پھر باوجود جاننے پہچاننے کے کفر اختیار کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ضحاک وسدی کا قول ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں جو ایمان لا کر کفر کی طرف پھر گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

اس میں شیطان کی طرف دو کاموں کی نسبت کی گئی۔ ایک تسویل جس کے معنی تزئین کے ہیں کہ بری چیز یا برے عمل کو کسی کی نظروں میں اچھا اور مزین کر دے۔ دوسرا املاء، جس کے معنے امہال اور مہلت دینے کے ہیں مراد یہ ہے کہ شیطان نے اول تو ان کے برے اعمال کو ان کی نظروں میں اچھا اور مزین کر کے دکھلایا پھر ان کو ایسی طویل آرزوؤں اور امیدوں میں الجھا دیا جو پوری ہونے والی نہیں۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ○ |
| یہ اس لئے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری |
| پیروی کریں گے، اور اللہ ان کے خفیہ مشورہ کرنے کو خوب جانتا ہے۔ |

## منافقین کا نبی کریم ﷺ کے خلاف مشرکین کی مدد کرنے کا بیان

"ذٰلِكَ" أَيْ إِضْلَالهمْ "بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰه " أَيْ لِلْمُشْرِكِينَ "سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْض الْأَمْر" أَيْ الْمُعَاوَنَة عَلَى عَدَاوَة النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَثْبِيط النَّاس عَنْ الْجِهَاد مَعَهُ قَالُوا ذٰلِكَ سِرًّا فَأَظْهَرَهُ اللّٰه تَعَالَى "وَاللّٰه يَعْلَم إِسْرَارهمْ" بِفَتْحِ الْهَمْزَة جَمْع سِرّ وَبِكَسْرِهَا مَصْدَر،

یہ گمراہی اس لئے ہے کہ انہوں نے ان لوگوں یعنی مشرکین سے کہا جو اللہ کی نازل کردہ کتاب کو ناپسند کرتے تھے کہ ہم بعض امور میں تمہاری پیروی کریں گے، یعنی ہم نبی کریم ﷺ کی عداوت میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ اور لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد پر جانے روکیں گے انہوں نے اس بات کو بہ طور راز کہا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ظاہر کر دیا۔ اور اللہ ان کے خفیہ مشورہ کرنے کو خوب جانتا ہے۔ یہاں پر لفظ اُسرار یہ ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جو سر کی جمع ہے جو کسرہ کے ساتھ ہے اور مصدر ہے۔

یعنی منافقوں نے یہود وغیرہ سے کہا کہ گو ہم ظاہر میں مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ ہرگز تم سے نہ لڑیں گے بلکہ موقع ملا تو تم کو مدد دیں گے اور اس قسم کے کاموں میں تمہاری بات مانیں گے۔

| |
|---|
| فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ○ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا |
| مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ○ |
| تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرینگے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ بے شک |
| انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔ |

## اللہ کی رضا کو پسند نہ کرنے والوں کے اعمال کی بربادی کا بیان

"فَكَيْفَ" حَالهمْ "إِذْ تَوَفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَة يَضْرِبُونَ" حَال مِنْ الْمَلَائِكَة "وُجُوههمْ وَأَدْبَارهمْ" ظُهُورهمْ بِمَقَامِع مِنْ حَدِيد، "ذٰلِكَ" التَّوَفِّي عَلَى الْحَالَة الْمَذْكُورَة "بِأَنَّهُمْ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللّٰه وَكَرِهُوا رِضْوَانه" أَيْ الْعَمَل بِمَا يُرْضِيه،

تو کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روح قبض کرینگے، یہاں پر لفظ یضربون یہ ملائکہ سے حال ہے۔ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر لوہے سے مارتے ہوں گے۔

یہ یعنی ذکر کردہ حالت اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ کو ناراض کر دیا اور اس کی خوشنودی کو برا جانا یعنی ایسا عمل جس پر وہ راضی ہو اس کو پسند نہ کیا۔ تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے۔

یعنی آج تو جہاد سے گریز کی راہ اختیار کر کے اپنی جانوں کو بچانے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں مگر اس دن اپنے آپ کو کیسے بچا

سکیں گے جب فرشتے ان کی جان نکالنے کے لیے آئیں گے اور لوہے کے گرزوں سے انہیں خوب مار رہے ہوں گے۔ یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہیں جن سے عذاب قبر یا عذاب برزخ ثابت ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ عذاب قیامت کے دن کے عذاب سے پہلے ہوگا۔ قیامت کے عذاب کی نسبت سے ہلکا ہوگا اور مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔

اور وہ بات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جہاد کو جانے سے روکنا اور کافروں کی مدد کرنا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ وہ بات توریت کے ان مضامین کا چھپانا ہے جن میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت شریف ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

| |
|---|
| اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ٥ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ |
| فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ٥ |
| کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں اور عداوتوں کو ہرگز ظاہر نہ فرمائے گا۔ |
| اور اگر ہم چاہیں تو ضرور تجھے وہ لوگ دکھا دیں، پھر یقیناً تو انھیں ان کی نشانی سے پہچان لے گا اور تو انھیں بات کے |
| انداز سے ضرور ہی پہچان لے گا اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔ |

## منافقین کے دلوں کی مرض کو ظاہر کر دیے جانے کا بیان

"أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَض أَنْ لَنْ يُخْرِج اللَّه أَضْغَانهمْ" يُظْهِر أَحْقَادهمْ عَلَى النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ، "وَلَوْ نَشَاء لَأَرَيْنَاكَهُمْ" عَرَّفْنَاكَهُمْ وَكُرِّرَتْ اللَّام فِي "فَلَعَرَفْتهمْ بِسِيمَاهُمْ" عَلَامَتهمْ "وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ" الْوَاو لِقَسَمٍ مَحْذُوف وَمَا بَعْدهَا جَوَابه "فِي لَحْن الْقَوْل" أَيْ مَعْنَاهُ إذَا تَكَلَّمُوا عِنْدك بِأَنْ يَعْرِضُوا بِمَا فِيهِ تَهْجِين أَمْر الْمُسْلِمِينَ،

کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ ان کے کینوں اور عداوتوں کو ہرگز ظاہر نہ فرمائے گا۔ یعنی وہ ان کی عداوت کو نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان پر ظاہر نہ کرے گا۔

اور اگر ہم چاہیں تو ضرور آپ کو وہ لوگ دکھا دیں، یعنی ہم ان کو پہچان تمہیں کرا دیں یہاں پر لعرف میں لام مکرر ہے۔ پھر یقیناً آپ انھیں ان کی نشانی یعنی پیشانیوں سے پہچان لیں گے۔ اور آپ انھیں بات کے انداز سے ضرور ہی پہچان لیں گے، یہاں پر واؤ قسمیہ جو محذوف ہے اور اس کا مابعد اس کا جواب ہے۔ معنی یہ ہے کہ جب وہ آپ کے پاس کلام کریں گے تو وہ ایسی تعریض کریں گے جس سے اہل ایمان کی حقارت ہو۔ اور اللہ تمھارے اعمال جانتا ہے۔

## منافقین کو ظاہر کر دیئے جانے کا بیان

ضغان جمع ضغن کی ہے جس کے معنی مخفی عداوت اور حسد و کینہ کے ہیں۔ منافقین جو اسلام کا دعویٰ اور ظاہر میں رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم سے محبت کا اظہار اور باطن میں عداوت و کینہ رکھتے تھے ان کے بارے میں نازل ہوا کہ یہ لوگ اللہ رب العالمین کو عالم الغیب جانتے ہوئے اس بات سے کیوں بے فکر ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے باطنی راز اور مخفی عداوت کو لوگوں پر ظاہر کر دیں۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ برات میں ان کے ایسے اعمال و افعال اور حرکتوں کا پتہ دے دیا جن سے منافقین کے نفاق کا پتہ چل جائے اور وہ پہچانے جائیں، اسی لئے سورہ برات کو فاضحہ بھی کہا جاتا ہے یعنی رسوا کرنے والی کیونکہ اس نے منافقین کی خاص خاص علامتیں ظاہر کر دی ہیں۔

جو شخص اپنے دل میں کوئی بات چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے وجود پر اس چیز کی چادر اڑھا دیتے ہیں۔ اگر وہ چیز کوئی اچھی بھلی ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور بری ہے تو وہ ظاہر ہو کر رہتی ہے اور بعض روایات حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ منافقین کی ایک جماعت کا آپ کو شخصی طور پر بھی علم دے دیا گیا تھا۔

جیسا کہ مسند احمد میں عقبہ ابن عمرو کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں خاص خاص منافقین کے نام لے کر ان کو مجلس سے اٹھا دیا اس میں چھتیس آدمیوں کے نام شمار کئے گئے ہیں۔ (ابن کثیر، سورت محمد، بیروت)

| |
|---|
| وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَكُمْ ○ |
| اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو |
| ظاہر کر دیں اور تمہاری خبریں ظاہر کر دیں۔ |

## جہاد کے ذریعے آزمائش کرنے کا بیان

"وَلَنَبْلُوَنَّكُم" نَخْتَبِرَنَّكُمْ بِالْجِهَادِ وَغَيْره "حَتَّى نَعْلَمَ" عِلْم ظُهُور "الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ" فِي الْجِهَاد وَغَيْره "وَنَبْلُو" نُظْهِر "أَخْبَارَكُمْ" مِنْ طَاعَتكُمْ وَعِصْيَانكُمْ فِي الْجِهَاد وَغَيْره بِالْيَاءِ وَالنُّون فِي الْأَفْعَال الثَّلَاثَة،

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش یعنی جہاد وغیرہ کے ذریعے آزمایا کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو بھی ظاہر کر دیں یعنی تم میں سے مجاہدین اور صبر کرنے والے کون ہیں۔ اور تمہاری منافقانہ بزدلی کی مخفی خبریں بھی ظاہر کر دیں۔ یعنی کون جہاد کے حکم میں طاعت کرتے ہیں اور کون جہاد کے حکم وغیرہ میں نافرمانی کرتے ہیں۔

یہاں پر تینوں افعال یاء اور نون کے ساتھ آئے ہیں۔

تا کہ ظاہر ہو جائے کہ طاعت و اخلاص کے دعوے میں تم میں سے کون اچھا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ |
| لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْــًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ○ |

| |
|---|
| بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے اور اللہ ان کے اعمال کو نیست و نابود کر دے گا۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے سبب اعمال کے ضائع ہو جانے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيل اللَّه" طَرِيق الْحَقّ "وَشَاقُّوا الرَّسُول" خَالَفُوهُ "مِنْ بَعْد مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ الْهُدَى" هُوَ مَعْنَى سَبِيل اللَّه "لَنْ يَضُرُّوا اللَّه شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالهمْ" يُبْطِلهَا مِنْ صَدَقَة وَنَحْوهَا فَلَا يَرَوْنَ لَهَا فِي الْآخِرَة ثَوَابًا نَزَلَتْ فِي الْمُطْعِمِينَ مِنْ أَصْحَاب بَدْر أَوْ فِي قُرَيْظَة وَالنَّضِير،

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ان پر ہدایت واضح ہو چکی تھی اور وہ اللہ کا راستہ ہے۔ وہ اللہ کا ہرگز کچھ نقصان نہیں کر سکیں گے (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت کو گھٹا نہیں سکیں گے)، اور اللہ ان کے سارے اعمال کو (مخالفتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باعث) نیست و نابود کر دے گا۔ یعنی جو انہوں نے صدقہ وغیرہ کیا ہوگا وہ آخرت میں اس کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ یہ آیت اصحاب بدر یا بنو قریظہ یا بنو نضیر کے کھانا کھلانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## سورت محمد آیت ۳۲ کے شان نزول کا بیان

جنگ بدر کے لئے جب قریش نکلے تو وہ سال قحط کا تھا، لشکر کا کھانا قریش کے دولتمندوں نے نوبت بنوبت اپنے ذمہ لے لیا تھا، مکہ مکرمہ سے نکل کر سب سے پہلا کھانا ابو جہل کی طرف سے تھا، جس کے لئے اس نے دس اونٹ ذبح کئے تھے، پھر صفوان نے مقامِ عُسفان میں نو اونٹ، پھر سہل نے مقامِ قدید میں دس، یہاں سے وہ لوگ سمندر کی طرف پھر گئے اور رستہ گم ہو گیا، ایک دن ٹھہرے، وہاں شیبہ کی طرف سے کھانا ہوا، نو اونٹ ذبح ہوئے، پھر مقامِ ابواء میں پہنچے، وہاں مُقَیِّس جمحی نے نو اونٹ ذبح کئے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف سے بھی دعوت ہوئی، اس وقت تک آپ مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے، آپ کی طرف سے دس اونٹ ذبح کئے گئے، پھر حارث کی طرف سے نو، اور ابو البختری کی طرف سے بدر کے چشمے پر دس اونٹ۔ ان کھانا دینے والوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

فائدہ۔ اور وہ صدقہ وغیرہ کسی چیز کا ثواب نہ پائیں گے کیونکہ جو کام اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہوا اس کا ثواب ہی کیا؟

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ۝ |
| اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰه وَأَطِیعُوا الرَّسُول وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالکُمْ" بِالْمَعَاصِي مَثَلًا

اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کیا کرو اور نافرمانی کے سبب اپنے اعمال برباد مت کرو۔

## سورت محمد آیت ۳۳ کے شان نزول کا بیان

بعض لوگوں کا خیال تھا کہ جیسے شرک کی وجہ سے تمام نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں اسی طرح ایمان کی برکت سے کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ مومن کے لئے اطاعت خدا اور رسول ضروری ہے گناہوں سے بچنا لازم ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، پھر پوچھا گیا "وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی نے میری اطاعت وفرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔ (صحیح البخاری، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 140)

صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قبول کرنے والا اور سرکشی اختیار کرنے والا کون ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی کہ جس نے میری اطاعت نہیں کی اور میرے احکام وفرمان سے روگردانی کی وہ سرکش ہے جو جنت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ اپنی سرکشی اور نافرمانی کی بناء پر اللہ کے عذاب کا مستوجب گردانا جائے گا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۝ |
| بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ انہیں کبھی نہ بخشے گا۔ |

## اللہ کی راہ سے روکنے والے کفار کا بیان

"إِنَّ الَّذِینَ کَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِیل اللّٰه " طَرِیقه وَهُوَ الْهُدَی "ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ کُفَّار فَلَنْ یَغْفِر اللّٰه لَهُمْ" نَزَلَتْ فِي أَصْحَاب الْقَلِیب،

بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا یعنی ہدایت کی راہ سے روک دیا۔ پھر اس حال میں مر گئے کہ وہ کافر تھے تو اللہ انہیں کبھی نہ بخشے گا۔ یہ آیت اصحاب قلیب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

## سورت محمد آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت اہل قلیب کے حق میں نازل ہوئی۔ قلیب بدر میں ایک کنواں ہے جس میں مقتول کفار ڈالے گئے تھے ابوجہل اور اس

کے ساتھی، اور حکم آیت کا ہر کافر کے لئے عام ہے جو کفر پر مرا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہ فرمائے گا، اس کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور حکم میں تمام مسلمان شامل ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ محمد، لاہور)

| |
|---|
| فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۝ |
| پس تم ہمت نہ ہارو اور ان سے صلح کی درخواست نہ کرو، اور تم ہی غالب رہو گے، اور اللہ تمہارے ساتھ ہے |
| اور وہ تمہارے اعمال ہرگز کم نہ کرے گا۔ |

## ایمان والوں کیلئے سبق استقامت کا بیان

"فَلَا تَهِنُوْا" تَضْعُفُوْا "وَتَدْعُوْا إِلَى السَّلْمِ" بِفَتْحِ السِّيْنِ وَكَسْرِهَا أَيْ الصُّلْح مَعَ الْكُفَّار إِذَا لَقِيتُمُوهُمْ "وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ" حُذِفَ مِنْهُ وَاو لَام الْفِعْل : الْأَغْلَبُوْنَ الْقَاهِرُوْنَ "وَاللّٰه مَعَكُمْ" بِالْعَوْنِ وَالنَّصْر "وَلَنْ يَتِرَكُمْ" يُنْقِصكُمْ "أَعْمَالكُمْ" أَيْ ثَوَابهَا،

پس تم ہمت نہ ہارو یعنی کمزوری نہ دکھاؤ اور ان متحارب کافروں سے صلح کی درخواست نہ کرو (کہیں تمہاری کمزوری ظاہر نہ ہو)، یہاں پر لفظ سلم یہ سین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور تم ہی غالب رہو گے، یہاں پر اعلون میں لام فعل کی واؤ حذف کیا گیا ہے۔ یعنی غالب و طاقتور ہونے والے ہو۔ اور اللہ کی مدد اور نصرت تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال کا ثواب ہرگز کم نہ کرے گا۔

## مصلحت کے مطابق حکم کے اجراء کا بیان

امام قرطبی اس آیت کے حکم میں علماء کا اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ آیت (وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، الانفال: 61) کی ناسخ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے صلح کی طرف مائل ہونے کو منع فرمایا جب کہ صلح کی حاجت نہ ہو اور بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے اور آیت "وَاِنْ جَنَحُوْا" اس کی ناسخ، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے اور دونوں آیتیں دو مختلف وقتوں اور مختلف حالتوں میں نازل ہوئیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آیت (وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، الانفال: 61) کا حکم ایک معین قوم کے ساتھ خاص ہے اور یہ آیت عام ہے کہ کفار کے ساتھ معاہدہ جائز نہیں مگر عند الضرورت جب کہ مسلمان ضعیف ہوں اور مقابلہ نہ کر سکیں۔

(تفسیر قرطبی، سورت محمد، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۝ |
| بس دنیا کی زندگی تو محض کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمہیں تمہارے ثواب |
| عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا۔ |

## دنیاوی مصروفیات کا محض کھیل وتماشہ ہونے کا بیان

"إِنَّمَا الْحَيَاة الدُّنْيَا " أَيْ الِاشْتِغَال فِيهَا "لَعِب وَلَهْو وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا " اللّٰه وَذٰلِكَ مِنْ أُمُور الْآخِرَة "يُؤْتِكُمْ أُجُوركُمْ وَلَا يَسْأَلكُمْ أَمْوَالكُمْ" جَمِيعهَا بَلْ الزَّكَاة الْمَفْرُوضَة فِيهَا،

بس دنیا کی زندگی میں مصروف ہونا تو محض کھیل اور تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لے آ ؤ اور تقویٰ اختیار کرو یعنی اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ امور آخرت میں سے ہے۔ تو وہ تمہیں تمہارے اعمال پر کامل ثواب عطا فرمائے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ ان میں زکوٰۃ کی مقدار کو فرض کیا ہے۔

## سخاوت کے فائدے اور بخل کے نقصانات کا بیان

دنیا کی حقارت اور اس کی قلت وذلت بیان ہورہی ہے کہ اس سے سوائے کھیل تماشے کے اور کچھ حاصل نہیں ہاں جو کام اللہ کے لئے کئے جائیں وہ باقی رہ جاتے ہیں پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی ذات بےپرواہ ہے تمہارے بھلے کام تمہارے ہی نفع کیلئے ہیں وہ تمہارے مالوں کا بھوکا نہیں اس نے تمہیں جو خیرات کا حکم دیا ہے وہ صرف اس لئے کہ تمہارے ہی غرباء، فقراء کی پرورش ہو اور پھر تم دار آخرت میں مستحق ثواب بنو۔ پھر انسان کے بخل اور بخل کے بعد دلی کینے کے ظاہر ہونے کا حال بیان فرمایا فال کے نکالنے میں یہ تو ہوتا ہی ہے کہ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے اور اس کا نکلنا اس پر گراں گذرتا ہے۔

پھر بخیلوں کی بخیلی کے وبال کا ذکر ہورہا ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مال کو روکنا دراصل اپنا ہی نقصان کرنا ہے کیونکہ بخیلی کا وبال اسی پر پڑے گا۔ صدقے کی فضیلت اور اسکے اجر سے محروم بھی رہے گا۔ اللہ سب سے غنی ہے اور سب اس کے در کے بھکاری ہیں۔ غناء اللہ تعالیٰ کا وصف لازم ہے اور احتیاج مخلوق کا وصف لازم ہے۔ نہ یہ اس سے کبھی الگ ہوں نہ وہ اس سے پھر فرماتا ہے اگر تم اس کی اطاعت سے روگرداں ہوگئے اس کی شریعت کی تابعداری چھوڑ دی تو وہ تمہارے بدلے تمہارے سوا اور قوم لائے گا جو تم جیسی نہ ہوگی بلکہ وہ سننے اور ماننے والے حکم بردار، نافرمانیوں سے بیزار ہوں گے۔

ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیت تلاوت فرمائی تو صحابہ نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں جو ہمارے بدلے لائے جاتے اور ہم جیسے نہ ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی کے شانے پر رکھ کر فرمایا یہ اور ان کی قوم اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اسے فارس کے لوگ لے آتے، اس کے ایک راوی مسلم بن خالد زنجی کے بارے میں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ محمد، بیروت)

| |
|---|
| اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ |
| اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے تم بخل کروگے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل ظاہر کردے گا۔ |

## خرچ نہ کرنے کے سبب دلوں میں میل ہونے کا بیان

"إِنْ يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ" يُبَالِغ فِي طَلَبهَا "تَبْخَلُوا وَيُخْرِج" الْبُخْل "أَضْغَانكُمْ" لِدِينِ الْإِسْلَام،

اگر انہیں تم سے طلب کرے اور زیادہ طلب کرے یعنی طلب کرنے میں اضافہ کرے۔ تو تم بخل کرو گے اور وہ بخل تمہارے دلوں کے میل جو دین اسلام کے بارے میں ہے اس کو ظاہر کر دے گا۔

حفا کا لغوی معنی کسی چیز کی طلب میں مبالغہ اور اصرار ہے پھر اسی مبالغہ اور اصرار سے بعض دفعہ تنگ کرنے کے معنی بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تم سے سارے ہی مال کا مطالبہ کر لیتا کیونکہ یہ مال اسی کا دیا ہوا تھا تو کتنے لوگ ایسے ہو سکتے ہیں جو فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے اس حکم پر لبیک کہیں گے۔ اکثر ایسے ہی لوگ ہوں گے جو بخل اور تنگ دلی کا ثبوت دیں گے اور مال خرچ کرتے وقت ان کے دل کی کبیدگی اور گھٹن از خود ظاہر ہو جائے گی۔

| |
|---|
| هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ |
| نَّفْسِهٖ ؕ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝ |
| یاد رکھو! تم وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں، |
| اور جو کوئی بھی بخل کرتا ہے وہ محض اپنی جان ہی سے بخل کرتا ہے، اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو، اور اگر تم رُوگردانی |
| کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔ |

## مالوں میں بخل کرنے کی مذمت کا بیان

"هَا أَنْتُمْ" يَا "هَؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوا فِي سَبِيل اللّٰه" مَا فُرِضَ عَلَيْكُمْ "فَمِنْكُمْ مَنْ يَبْخَل وَمَنْ يَبْخَل فَإِنَّمَا يَبْخَل عَنْ نَفْسه" يُقَال بَخِلَ عَلَيْهِ وَعَنْهُ "وَاللّٰه الْغَنِيّ" عَنْ نَفَقَتكُمْ "وَأَنْتُمْ الْفُقَرَاء" إِلَيْهِ "وَإِنْ تَتَوَلَّوْا" عَنْ طَاعَته "يَسْتَبْدِل قَوْمًا غَيْركُمْ" أَيْ يَجْعَلهُمْ بَدَلكُمْ "ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالكُمْ" فِي التَّوَلِّي عَنْ طَاعَته بَلْ مُطِيعِينَ لَهُ عَزَّ وَجَلَّ،

یاد رکھو! تم وہ لوگ ہو جنہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے یعنی جو تم پر فرض کیا گیا ہے۔ تو تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں، اور جو کوئی بھی بخل کرتا ہے وہ محض اپنی جان ہی سے بخل کرتا ہے، کیونکہ اسی کو اس پر اس کیلئے بخیل کہا جاتا ہے۔ اور اللہ تمہارے خرچ سے بے نیاز ہے اور تم سب اسی کے محتاج ہو، اور اگر تم حکم الٰہی سے رُوگردانی کرو گے تو وہ تمہاری جگہ بدل کر دوسری قوم کو لے آئے گا۔ یعنی تمہارے بدلے میں لائے گا۔ پھر وہ تمہارے جیسے نہ ہوں گے۔ یعنی اطاعت سے اعراض میں تمہارے جیسے نہ ہوں گے بلکہ وہ اللہ عزوجل کے فرمانبردار ہوں گے۔

## اہل فارس لوگوں کے ایمان کی تعریف کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَكُمْ، اور اگر تم نہ مانو گے تو وہ اور قوم سوائے تمہارے بدل دے گا پھر وہ تمہاری طرح نہ ہوں گے)۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جگہ کون لوگ آئیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا یہ اور اس کی قوم یہ اور اس کی قوم۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں کلام ہے۔ عبداللہ بن جعفر بھی یہ حدیث علاء بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1208)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم لوگ روگردانی کریں تو وہ ہماری جگہ دوسرے لوگوں کو لے آئے گا۔ وہ کون لوگ ہیں جو ہماری طرح نہیں ہوں گے؟ راوی کہتے ہیں کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ اور اس کے ساتھی اور اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا (بلند ستارہ) میں بھی لٹکتا ہوتا تو اہل فارس میں سے چند لوگ اسے لے آتے۔

عبداللہ بن جعفر بن نجیح علی بن مدینی کے والد ہیں۔ علی بن حجر عبداللہ بن جعفر سے بہت کچھ روایت کرتے ہیں۔ پھر علی یہی حدیث اسماعیل بن جعفر سے اور وہ عبداللہ بن جعفر بن نجیح سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1209)

## سورہ محمد تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ محمد کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الْفَتْح

## یہ قرآن مجید کی سورت فتح ہے

### سورت فتح کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْفَتْح (مَدَنِيَّة نَزَلَتْ فِي الطَّرِيقِ عِنْدَ الِانْصِرَافِ مِنْ الْحُدَيْبِيَة وَآيَاتهَا 29)

سورہ فتح مدنیہ ہے، اس میں چار ہر کوع انتیس آیات پانچ سو اڑسٹھ کلمات دو ہزار پانچ سو انسٹھ حروف ہیں۔ اور یہ سورت حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی ہے۔

### سورت فتح کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت مبارکہ جس میں لفظ فتح مبین آیا ہے۔ جس کو تاریخ اسلام میں فتح مکہ کہتے ہیں۔ لہٰذا اسی فتح مبین کی مناسبت کی وجہ سے یہ سورت فتح کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت فتح کے شان نزول کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چپ رہے، میں نے دوبارہ عرض کیا تو اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو میں نے اپنے اونٹ کو چلایا اور ایک کنارے ہو گیا پھر (حضرت عمر رضی اللہ اپنے آپ سے) کہنے اے ابن خطاب تیری ماں تجھ پر روئے۔ تو نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ سوال کیا اور کسی مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا۔ تو اسی کے لائق ہے کہ تیرے بارے میں قرآن نازل ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی ٹھہرا بھی نہیں تھا کہ کسی پکارنے والا کی آواز سنی جو مجھے بلا رہا تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن خطاب! آج رات مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی جو میرے نزدیک ان سب چیزوں سے پیاری ہے جن پر سورج نکلتا ہے اور وہ یہ ہے (اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا، بے شک ہم آپ کو کھلم کھلا فتح دی)۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1210)

| |
|---|
| اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ |
| وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۝ وَّ يَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا۝ |
| بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح عطا دی۔تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے |
| اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔اور اللہ آپ کو نہایت باعزت مدد و نصرت سے نوازے۔ |

## نبی کریم ﷺ کیلئے فتح مبین کی بشارت کا بیان

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ" قَضَيْنَا بِفَتْحِ مَكَّة وَغَيْرهَا فِي الْمُسْتَقْبَل عِنْوَة بِجِهَادِك "فَتْحًا مُبِينًا" بَيِّنًا ظَاهِرًا،

"لِيَغْفِر لَكَ اللَّه" بِجِهَادِك "مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبك وَمَا تَأَخَّرَ" مِنْهُ لِتُرَغِّب أُمَّتك فِي الْجِهَاد وَهُوَ مُؤَوَّل لِعِصْمَةِ الْأَنْبِيَاء عَلَيْهِمْ الصَّلَاة وَالسَّلَام بِالدَّلِيلِ الْعَقْلِيّ الْقَاطِع مِنْ الذُّنُوب وَاللَّام لِلْعِلَّةِ الْغَائِيَّة فَمَدْخُولهَا مُسَبَّب لَا سَبَب "وَيُتِمّ" بِالْفَتْحِ الْمَذْكُور "نِعْمَته" إنْعَامه "عَلَيْك وَيَهْدِيَك" بِهِ "صِرَاطًا" طَرِيقًا "مُسْتَقِيمًا" يُثَبِّتك عَلَيْهِ وَهُوَ دِين الْإِسْلَام

"وَيَنْصُرك اللَّه" بِهِ "نَصْرًا عَزِيزًا" ذَا عِزّ لَا ذُلّ لَهُ،

بیشک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح عطا دی۔یعنی آپ کے جہاد کے سبب مستقبل میں ہم نے فتح مکہ وغیرہ کا فیصلہ کردیا ہے جو ظاہر والی عظیم فتح ہے۔تا کہ اللہ تمہارے سبب یعنی آپ کے جہاد کے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے،اس میں آپ کی امت کو جہاد کی طرف ترغیب ہے۔اور اور یہی انبیائے کرام علیہم السلام کی عصمت کیلئے تاویل ہے۔کیونکہ عصمت انبیاء کا ثبوت دلیل عقلی قطعی سے ہے۔جو انبیائے کرام علیہم السلام کے معصوم عن الخطاء ہونے پر ہے۔اور یہاں پر لام علت غائیہ کیلئے آیا ہے لہٰذا اس کا مدخول مسبب ہے سبب نہیں ہے۔اور مذکورہ فتح کے ذریعے اپنی نعمتیں یعنی انعام کو تم پر تمام کردے اور تمہیں سیدھی راہ دکھادے۔یعنی آپ کو اس پر ثابت قدم رکھے۔اور وہ دین اسلام ہے۔اور اللہ آپ کو نہایت باعزت مدد و نصرت سے نوازے۔یعنی ایسی عزت والی مدد جس میں کوئی کمزوری نہ ہو۔

## سورت فتح آیت ا کے شان نزول کا بیان

(اِنَّـا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا) -48الفتح:1) حدیبیہ سے واپس ہوتے ہوئے حضور ﷺ پر نازل ہوئی،حضور ﷺ کو اس کے نازل ہونے سے بہت خوشی حاصل ہوئی اور صحابہ نے حضور ﷺ کو مبارکبادیں دیں۔(بخاری و مسلم و ترمذی)

حدیبیہ ایک کنواں ہے مکہ مکرمہ کے نزدیک۔مختصر واقعہ یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ حضور مع اپنے اصحاب کے امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے،کوئی حلق کئے ہوئے،کوئی قصر کئے ہوئے اور کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے،کعبہ کی کنجی

لی، طواف فرمایا، عمرہ کیا، اصحاب کو اس خواب کی خبر دی، سب خوش ہوئے، پھر حضور ﷺ نے عمرہ کا قصد فرمایا اور ایک ہزار چار سو اصحاب کے ساتھ یکم ذی القعدہ ۶ ھ ہجری کو روانہ ہوگئے، ذوالحلیفہ میں پہنچ کر وہاں مسجد میں دو رکعتیں پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھا اور حضور کے ساتھ اکثر اصحاب نے بھی، بعض اصحاب نے جحفہ سے احرام باندھا، راہ میں پانی ختم ہوگیا، اصحاب نے عرض کیا کہ پانی لشکر میں بالکل باقی نہیں ہے سوائے حضور کے آفتابہ کے کہ اس میں تھوڑا سا ہے، حضور نے آفتابہ میں دستِ مبارک ڈالا تو انگشت ہائے مبارک سے چشمے جوش مارنے لگے تمام لشکر نے پیا، وضو کئے، جب مقامِ عُسفان میں پہنچے تو خبر آئی کہ کفار قریش بڑے سروسامان کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہیں، جب حدیبیہ پر پہنچے تو اس کا پانی ختم ہوگیا، ایک قطرہ نہ رہا، گرمی بہت شدید تھی، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کنوئیں میں کلی فرمائی، اس کی برکت سے کنواں پانی سے بھر گیا، سب نے پیا، اونٹوں کو پلایا۔ یہاں کفار قریش کی طرف سے حال معلوم کرنے کے لئے کئی شخص بھیجے گئے، سب نے جا کر یہی بیان کیا کہ حضور عمرہ کے لئے تشریف لائے ہیں، جنگ کا ارادہ نہیں ہے۔

لیکن انہیں یقین نہ آیا، آخر کار انہوں نے عروہ بن مسعود ثقفی کو جو طائف کے بڑے سردار اور عرب کے نہایت متموّل شخص تھے تحقیق حال کے لئے بھیجا، انہوں نے آ کر دیکھا کہ حضور دستِ مبارک دھوتے ہیں تو صحابہ تبرک کے لئے غسالہ شریف حاصل کرنے کے لئے ٹوٹے پڑتے ہیں، اگر کبھی تھوکتے ہیں تو لوگ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جس کو وہ حاصل ہو جاتا ہے وہ اپنے چہروں اور بدن پر برکت کے لئے ملتا ہے، کوئی بال جسمِ اقدس کا گرنے نہیں پاتا اگر احیاناً جدا ہوا تو صحابہ اس کو بہت ادب کے ساتھ لیتے اور جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، جب حضور کلام فرماتے ہیں تو سب ساکت ہو جاتے ہیں۔ حضور کے ادب و تعظیم سے کوئی شخص نظر اوپر کو نہیں اٹھا سکتا۔

عروہ نے قریش سے جا کر یہ سب حال بیان کیا اور کہا کہ میں بادشاہانِ فارس و روم و مصر کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کسی بادشاہ کی یہ عظمت نہیں دیکھی جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے اصحاب میں ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ان کے مقابل کامیاب نہ ہو سکو گے، قریش نے کہا ایسی بات مت کہو، ہم اس سال انہیں واپس کر دیں گے، وہ اگلے سال آئیں، عروہ نے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچے۔ یہ کہہ کر وہ معہ اپنے ہمراہیوں کے طائف واپس چلے گئے اور اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں مشرّف بہ اسلام کیا، یہیں حضور نے اپنے اصحاب سے بیعت لی، اس کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں، بیعت کی خبر سے کفار خوف زدہ ہوئے اور ان کے اہل الرائے نے یہی مناسب سمجھا کہ صلح کر لیں، چنانچہ صلح نامہ لکھا گیا اور سالِ آئندہ حضور کا تشریف لانا قرار پایا اور یہ صلح مسلمانوں کے حق میں بہت نافع ہوئی بلکہ نتائج کے اعتبار سے فتح ثابت ہوئی، اسی لئے اکثر مفسرین فتح سے صلحِ حدیبیہ مراد لیتے ہیں اور بعض تمام فتوحاتِ اسلام جو آئندہ ہونے والی تھیں۔ اور ماضی کے صیغہ سے تعبیر ان کے یقینی ہونے کی وجہ سے ہے۔ (خازن وروح البیان، تفسیر خزائن العرفان، سورہ فتح)

## امت کیلئے گناہوں کی دعائے بخشش کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری زندگی بھی تمہارے لئے خیر ہے

کیونکہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور میں تم کو حلال وحرام کی خبر دیتا ہوں۔ اور میری وفات میں بھی تمہارے لئے خیر ہے کیونکہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں نیک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور جو تمہارے گناہ ہوتے ہیں ان کیلئے میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی التجاء کرتا ہوں۔ (الوفاء با حوال المصطفے ص ۸۱۰، مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

(4) هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

| |
|---|
| هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ |
| وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ |
| وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تا کہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو، اور آسمانوں |
| اور زمین کے سارے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اہل ایمان کے دلوں پر نزول سکون کا بیان

"هُوَ الَّذِي أَنزَلَ السَّكِينَة" الطُّمَأْنِينَة "فِي قُلُوب الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانهمْ" بِشَرَائِع الدِّين كُلَّمَا نَزَلَ وَاحِدَة مِنْهَا آمَنُوا بِهَا وَمِنْهَا الْجِهَاد "وَلِلَّهِ جُنُود السَّمَاوَات وَالْأَرْض" فَلَوْ أَرَادَ نَصْر دِينه بِغَيْرِكُمْ لَفَعَلَ "وَكَانَ اللَّه عَلِيمًا" بِخَلْقِهِ "حَكِيمًا" فِي صُنْعه أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ،

وہی ذات ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین یعنی اطمینان نازل فرمایا تا کہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو یعنی شریعت اسلامیہ کے احکام کیونکہ جب ایک حکم نازل ہوتا تو وہ اس پر ایمان لاتے اور ان میں سے جہاد کا حکم ہے، اور آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ ہی کے لئے ہیں، کیونکہ اگر وہ دین کی مدد تمہارے علاوہ کسی اور سے چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا۔ اور اللہ اپنی مخلوق کو خوب جاننے والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ انہی اوصاف کے ساتھ متصف رہنے والا ہے۔

سکینہ کے معنی ہیں اطمینان رحمت اور وقار کے۔ فرمان ہے کہ حدیبیہ والے دن جن باایمان صحابہ نے اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لی اللہ نے ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا اور ان کے ایمان اور بڑھ گئے۔

اس سے حضرت امام بخاری وغیرہ ائمہ کرام نے استدلال کیا ہے کہ دلوں میں ایمان بڑھتا ہے اور اسی طرح گھٹتا بھی ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے لشکروں کی کمی نہیں وہ اگر چاہتا تو خود ہی کفار کو ہلاک کر دیتا۔ ایک فرشتے کو بھیج دیتا تو وہ ان سب کو برباد اور بینشان کر دینے کے لئے بس تھا لیکن اس نے اپنی حکمت بالغہ سے ایمانداروں کو جہاد کا حکم دیا جس میں اس کی حجت بھی پوری ہو جائے اور دلیل بھی سامنے آ جائے اس کا کوئی کام علم وحکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ ایمانداروں کو

اپنی بہترین نعمتیں اس بہانے عطا فرمائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا |
| وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ |
| تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں |
| رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔ |

## اہل ایمان کیلئے دائمی کامیابی کا بیان

"لِيُدْخِل" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ أَيْ أَمَرَ بِالْجِهَادِ،

یہاں پر لیدخل کا متعلق محذوف یعنی اُمر بالجہاد ہے۔ تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ان باغوں میں داخل کرے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے اور ان سے ان کی برائیاں دور کرے اور یہ ہمیشہ سے اللہ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

## سورت فتح آیت ۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ، تو آپ حدیبیہ سے واپس آ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ مجھے زمین پر موجود ہر چیز سے زیادہ محبوب ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یہ خوشگوار بات مبارک ہو یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں تو بتا دیا لیکن معلوم نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا، تاکہ ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بہشتوں میں داخل کرے، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان پر سے ان کے گناہ دور کر دیئے جائیں گے اور اللہ کے ہاں یہ بڑی کامیابی ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور اس باب میں مجمع بن جاریہ سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1211)

| |
|---|
| وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ |
| عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ |
| اور ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں |

| |
|---|
| گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے اور اللہ ان پر غصے ہوا اور اس نے ان پر لعنت کی اور |
| ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔ |

## منافقین اور مشرکین وغیرہ کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَيُعَذِّب الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَات وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَات الظَّانِّينَ بِاَللَّهِ ظَنّ السَّوْء " بِفَتْحِ السِّين وَضَمّهَا فِي الْمَوَاضِع الثَّلَاثَة ظَنُّوا أَنَّهُ لَا يَنْصُر مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ "عَلَيْهِمْ دَائِرَة السَّوْء " بِالذُّلِّ وَالْعَذَاب "وَغَضِبَ اللّٰه عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ" أَبْعَدَهُمْ "وَأَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّم وَسَاءَتْ مَصِيرًا" مَرْجِعًا،

اور تا کہ ان منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے جو اللہ کے بارے میں گمان کرنے والے ہیں، برا گمان، انھی پر بری گردش ہے یہاں پر لفظ سوء یہ سین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ تینوں مقامات پر آیا ہے۔ کیونکہ ان کا گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ اور اہل ایمان کی مدد نہ کرے گا۔ یہ ان کی بری گردش یعنی ذلت وعذاب کے ساتھ ہے۔ اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور اس نے ان پر لعنت کی یعنی وہ رحمت سے دور ہوئے۔ اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔

## منافقین کے توہمات اور ان کی سزا کا بیان

غزوہ حدیبیہ میں کوئی منافق شریک نہ ہوا تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس غزوہ میں اموال غنیمت کا کوئی قصہ ہی نہ تھا۔ اور مسلمان محض رضائے الٰہی کے لئے عمرہ کرنے جا رہے تھے تو کافروں نے مسلمانوں کو حدیبیہ کے مقام پر روک دیا اور حالات کشیدہ ہوتے گئے تو یہ خبریں مدینہ میں پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ منافقوں نے خوب بغلیں بجانا شروع کر دیں کہ پہلے تو قریش مکہ یہاں اپنے وطن سے بہت دور آ کر لڑائی کرتے تھے لیکن اب مسلمان خود ان کے گھر پہنچ گئے ہیں۔ اب یہ وہاں سے بچ کر کبھی نہ آ سکیں گے۔ اس صلح سے اور مسلمانوں کے بخیر و عافیت واپس مدینہ پہنچ جانے سے منافقوں کی دل کی جلن میں مزید اضافہ ہو گیا اور ان کے درپردہ کئی منصوبوں پر پانی پھر گیا یہی ان کے لئے کافی سزا تھی۔

دوسری طرف مشرکین مکہ اس بات پر بغلیں بجا رہے تھے کہ وہ مسلمانوں سے اپنی من مانی شرائط ان تسلیم کروانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ حالانکہ بعد میں یہی شرائط ان کی جڑ کاٹ دینے والی ثابت ہوئیں۔ سب سے توہین آمیز شرط یہ تھی کہ اگر مکہ سے کوئی مسلمان اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مدینہ چلا جائے تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ آ جائے تو قریش مکہ اسے مسلمانوں کو واپس نہیں کریں گے۔ اس شرط کا جو نتیجہ نکلا اس کا حال ہم ابتدا میں لکھ چکے ہیں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ قبائل عرب میں سے جو کوئی فریقین میں سے کسی کا حلیف بننا چاہے بن سکتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں بنوخزاعہ مسلمانوں کے حلیف بن گئے

اور بنو بکر قریش مکہ کے۔ بنو خزاعہ اور بنو بکر میں جھگڑا ہو گیا تو قریش مکہ نے صلح نامہ حدیبیہ کے علی الرغم بد عہدی کر کے اپنے حلیف بنو بکر کی مدد کی اور بنو خزاعہ پر زیادتی کی۔

چنانچہ مشرکین مکہ کی یہی بد عہدی فتح مکہ، ان پر وبال اور ان کے زوال کا سبب بن گئی۔ تیسری شرط یہ تھی کہ فریقین دس سال تک جنگ نہیں کریں گے۔ اس شرط کا حشر یہ ہوا کہ جب بنو خزاعہ نے جا کر مدینہ میں آپ سے فریاد کی اور قریش مکہ کی زیادتی اور بد عہدی کا ذکر کیا تو اس معاہدہ کو برقرار رکھنے کے لئے خود ابو سفیان کو مدینہ جا کر منتیں کرنا پڑیں۔ پھر بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ اور چوتھی شرط یہ تھی کہ مسلمان اگلے سال آ کر عمرہ کریں گے۔

اور تین دن کے لئے مشرکین مکہ اس شہر کو خالی کر دیں گے۔ اس شرط پر ٹھیک طور پر عمل درآمد ہوا۔ اور یہ مسلمانوں کی انتہائی دیانتداری اور شرافت تھی کہ وہ اپنے عہد کو ملحوظ رکھتے ہوئے عمرہ کر کے تین دن کے بعد واپس چلے گئے۔ مسلمانوں کے بجائے کوئی اور ہوتا تو جس طرح شہر خالی پڑا تھا فوراً اس پر قبضہ کر لیتا۔ اور یہ خطرہ مشرکین مکہ کو بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے منافقوں اور مشرکوں کی آرزوؤں اور تدبیروں کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ ان کی تدبیریں انہی پر الٹ پڑیں۔ بعد میں انہیں جو عذاب دنیا میں دیکھنے پڑے یا آخرت میں ان سے دوچار ہونا پڑے گا۔ وہ مستزاد ہیں۔ (سیرت ابن اسحاق)

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ |
| اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر، اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ |

## زمین و آسمان کے سب لشکر اللہ کیلئے ہیں

**"وَلِلّٰهِ جُنُود السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَكَانَ اللّٰه عَزِيزًا" فِي مُلْكه "حَكِيمًا" فِي صُنْعه أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ،**

اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمانوں اور زمین کے سب لشکر، اور اللہ اپنے ملک میں عزت والا، اپنی صنعت میں حکمت والا ہے۔ وہ ہمیشہ ان اوصاف کے ساتھ متصف رہنے والا ہے۔

یہ لشکر فرشتے ہوں یا ہوائیں ہوں غرضیکہ جتنے بھی باطنی اسباب ہیں۔ سب اللہ کے قبضہ میں ہیں وہ ان سے یہ کام بھی لے سکتا ہے کہ میدان جنگ میں ان سے مسلمانوں کی مدد کرے اور کافروں کو پٹوا دے اور یہ کام بھی لے سکتا ہے کہ بدکردار لوگوں کے مکر و فریب کی چالوں کو انہی پر الٹ دے اور حالات ہی ایسے پیدا کر دے کہ وہ خود ہی اپنے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس جائیں۔ اور یہ سب کچھ اس کی اپنی حکمت اور صوابدید پر منحصر ہے۔

| |
|---|
| اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ○ |
| بیشک ہم نے آپ کو مشاہدہ فرمانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کے اوصاف شاہد، مبشر اور نذیر ہونے کا بیان

"إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا" عَلَى أُمَّتِكَ فِي الْقِيَامَةِ "وَمُبَشِّرًا" لَهُمْ فِي الدُّنْيَا "وَنَذِيرًا" مُنْذِرًا مُخَوِّفًا فِيهَا مَنْ عَمِلَ سُوءًا بِالنَّارِ،

بیشک ہم نے آپ کو روز قیامت گواہی دینے کے لئے اعمال واحوالِ امت کا مشاہدہ فرمانے والا اور دنیا میں خوشخبری سنانے والا اور اس میں برے عمل سے ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ اس کا سبب دوزخ ہے۔

تفسیر میں قرطبی نے لکھا ہے کہ انبیاءؑ کی یہ گواہی اپنے زمانے کے موجودہ لوگوں کے متعلق ہوگی کہ ان کی دعوت حق کو کس نے قبول کیا اور کس نے نافرمانی کی، اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گواہی اپنے زمانے کے لوگوں کے متعلق ہوگی اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ گواہی تمام امت کے اعمال اطاعات وسیئات پر ہوگی کیونکہ بعض روایات کے مطابق امت کے اعمال صبح شام رسول اللہ ﷺ کے سامنے فرشتے پیش کرتے ہیں اس لئے آپ تمام امت کے اعمال سے باخبر ہوں گے۔

اور بشیر کے معنی بشارت دینے والا، نذیر کے معنی ڈرانے والا، مراد یہ ہے کہ آپ امت کے مومنین اور اطاعت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں اور کفار فجار کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ |
| تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بولو۔ |

## ایمان کے بعد بھی نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کے فرض ہونے کا بیان

"لِيُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ" بِالْيَاءِ وَالتَّاءِ فِيهِ وَفِي الثَّلَاثَةِ بَعْدَهُ "وَيُعَزِّرُوهُ" يَنْصُرُوهُ وَقُرِءَ بِزَايَيْنِ مَعَ الْفَوْقَانِيَّةِ "وَيُوَقِّرُوهُ" يُعَظِّمُوهُ وَضَمِيرهَا لِلَّهِ أَوْ لِرَسُولِهِ "وَيُسَبِّحُوهُ" أَيِ اللَّهَ "بُكْرَةً وَأَصِيلًا" بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ،

تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، یہاں پر لتومنو یا اور تاء دونوں طرح آیا ہے اور بعد والے تینوں افعال میں بھی ایسا ہے۔ اور رسول ﷺ کی تعظیم کرو یعنی آپ ﷺ کی مدد کرو۔ یہاں پر لفظ تعزروہ کو دو زاؤں کے ساتھ بھی مع فوقانیہ کے پڑھا گیا ہے۔ توقیر کرو یعنی آپ ﷺ کی تعظیم کرو۔ اور اس کی ضمیر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب لوٹنے والی ہے۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعزروہ اور توقروہ میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یہاں وقف تام ہے۔ اور تسبحوا سے نیا سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ |
| عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ |
| بیشک جولوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ |
| پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے بات کو پورا کیا |
| جس پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ |

## حدیبیہ میں بیعت رضوان کا بیان

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ " بَیْعَة الرِّضْوَان بِالْحُدَیْبِیَةِ "اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰه" هُوَ نَحو "مَنْ یُطِعِ الرَّسُول فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه" "یَد اللّٰه فَوْق اَیْدِیهِمْ" اَلَّتِی بَایَعُوا بِهَا النَّبِیّ اَیْ هُوَ تَعَالٰی مُطَّلِع عَلٰی مُبَایَعَتِهِمْ فَیُجَازِیهِمْ عَلَیْهَا "فَمَنْ نَّكَثَ" نَقَضَ الْبَیْعَة "فَاِنَّمَا یَنْكُث" یَرْجِع وَبَال نَقْضه "عَلٰی نَفْسه وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عَاهَدَ عَلَیْهِ اللّٰه فَسَیُؤْتِیهِ" بِالْیَاءِ وَالنُّون،

اے حبیب ﷺ! بیشک جولوگ آپ سے مقام حدیبیہ پر بیعت رضوان کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، اور یہ فرمان الٰہی ایسے جیسے ''مَنْ یُطِعِ الرَّسُول فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه '' ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ یعنی جنہوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی اللہ تعالیٰ ان کی بیعت پر مطلع ہے لہٰذا ان کو جزاء دی جائے گی۔ پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا یعنی اس بیعت توڑنے کا نقصان بھی اسی پر ہوگا۔ اور جس نے اس بات کو پورا کیا جس کے پورا کرنے پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔ یہاں پر لفظ یؤتی یہ یاء اور نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## بیعت رضوان سے متعلق بعض تاریخی واقعات کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے راہ اللہ میں تلوار اٹھالی اس نے اللہ سے بیعت کرلی اور حدیث میں ہے حجر اسود کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کھڑا کرے گا اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس نے اسے حق کے ساتھ بوسہ دیا ہے اس کی گواہی دے گا اسے بوسہ دینے والا دراصل اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والا ہے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرماتا ہے جو بیعت کے بعد عہد شکنی کرے اس کا وبال خود اسی پر ہوگا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور جو اپنی بیعت کو نبھا جائے وہ بڑا ثواب پائے گا یہاں جس بیعت کا ذکر ہے وہ بیعت الرضوان ہے جو ایک ببول کے درخت تلے حدیبیہ کے میدان میں ہوئی تھی اس دن بیعت کرنے والے صحابہ کی تعداد تیرہ سو چودہ سو یا پندرہ سو تھی ٹھیک یہ ہے کہ چودہ سو تھی اس واقعہ کی حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

بخاری شریف میں ہے، ہم اس دن چودہ سو تھے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے آپ نے اس پانی میں ہاتھ رکھا پس آپ کی

انگلیوں کے درمیان سے اس پانی کی سوتیں ابلنے لگیں۔ یہ حدیث مختصر ہے اس حدیث سے جس میں ہے کہ صحابہ سخت پیاسے ہوئے پانی تھا نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ترکش میں سے ایک تیر نکال کر دیا انہوں نے جا کر حدیبیہ کے کنویں میں اسے گاڑ دیا اب تو پانی جوش کے ساتھ ابلنے لگا یہاں تک کہ سب کو کافی ہو گیا حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ اس روز تم کتنے تھے؟ فرمایا چودہ سو لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی اس قدر تھا کہ سب کو کافی ہو جاتا، بخاری کی روایت میں ہے کہ "پندرہ سو تھے" حضرت جابر سے ایک روایت میں پندرہ سو بھی مروی ہے۔

امام بیہقی فرماتے ہیں فی الواقع تھے تو پندرہ سو اور یہی حضرت جابر کا قول تھا پھر آپ کو کچھ وہم سا ہو گیا اور چودہ سو فرمانے لگے ابن عباس سے مروی ہے کہ سوا پندرہ سو تھے۔ لیکن آپ سے مشہور روایت چودہ سو کی ہے! اکثر راویوں اور اکثر سیرت نویس بزرگوں کا یہی قول ہے کہ چودہ سو تھے ایک روایت میں ہے اصحاب شجرہ چودہ سو تھے اور اس دن آٹھواں حصہ مہاجرین کا مسلمان ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حدیبیہ والے سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ سات سو صحابہ کو لے کر زیارت بیت اللہ کے ارادے سے مدینہ سے چلے قربانی کے ستر اونٹ بھی آپ کے ہمراہ تھے ہر دس اشخاص کی طرف سے ایک اونٹ ہاں حضرت جابر سے روایت ہے کہ آپ کے ساتھی اس دن چودہ سو تھے ابن اسحاق اسی طرح کہتے ہیں اور یہ ان کے اوہام میں شمار ہے، بخاری و مسلم جو محفوظ ہے وہ یہ کہ ایک ہزار کئی سو تھے۔

اس بیعت کا سبب سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلوایا کہ آپ کو مکہ بھیج کر قریش کے سرداروں سے کہلوائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی بھڑائی کے ارادے سے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ شریف کے عمرے کے لئے آئے ہیں لیکن حضرت عمر نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے خیال سے تو اس کام کے لئے آپ حضرت عثمان کو بھیجیں کیونکہ مکہ میں میرے خاندان میں سے کوئی نہیں یعنی بنو عدی بن کعب کا قبیلہ نہیں جو میری حمایت کرے آپ جانتے ہیں کہ قریش سے میں نے کتنی کچھ اور کیا کچھ دشمنی کی ہے اور وہ مجھ سے وہ کس قدر خار کھائے ہوئے ہیں مجھے تو وہ زندہ ہی نہیں چھوڑیں گے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرما کر جناب عثمان ذوالنورین کو ابوسفیاں اور سرداران قریش کے پاس بھیجا آپ جا ہی رہے تھے کہ راستے میں یا مکہ میں داخل ہوتے ہی ابان بن سعید بن عاص مل گیا اور اس نے آپ کو اپنے آگے سواری پر بٹھا لیا اپنی امان میں انہیں اپنے ساتھ مکہ میں لے گیا آپ قریش کے بڑوں کے پاس گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا انہوں نے کہا کہ اگر آپ بیت اللہ شریف کا طواف کرنا چاہیں تو کر لیجئے آپ نے جواب دیا کہ یہ ناممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے میں طواف کرلوں، اب ان لوگوں نے جناب ذوالنورین کو روک لیا ادھر لشکر اسلام میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا گیا، اس وحشت اثر خبر نے مسلمانوں کو اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ پہنچایا اور آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم بغیر فیصلہ کئے یہاں سے نہیں ہٹیں گے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو بلوایا اور ان سے بیعت لی ایک درخت تلے یہ بیعت

الرضوان ہوئی۔ لوگ کہتے ہیں یہ بیعت موت پر لی تھی یعنی لڑتے لڑتے مر جائیں گے لیکن حضرت جابر کا بیان ہے کہ موت پر بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس اقرار پر کہ ہم لڑائی سے بھاگیں گے نہیں جتنے مسلمان صحابہ اس میدان میں تھے سب نے آپ سے بہ رضامندی بیعت کی سوائے جد بن قیس کے جو قبیلہ بنوسلمہ کا ایک شخص تھا یہ اپنی اونٹنی کی آڑ میں چھپ گیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان کی شہادت کی افواہ غلط تھی اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو، حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز بن حفص کو آپ کے پاس بھیجا یہ لوگ ابھی یہیں تھے کہ بعض مسلمانوں اور بعض مشرکوں میں کچھ تیز کلامی شروع ہو گئی نوبت یہاں تک پہنچی کہ سنگ باری اور تیر باری بھی ہوئی اور دونوں طرف کے لوگ آمنے سامنے ہو گئے ادھر ان لوگوں نے حضرت عثمان وغیرہ کو روک لیا ادھر یہ لوگ رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے ندا کر دی کہ روح القدس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بیعت کا حکم دے گئے آؤ اللہ کا نام لے کر بیعت کر جاؤ اب کیا تھا مسلمان بیتابانہ دوڑے ہوئے حاضر ہوئے آپ اس وقت درخت تلے تھے سب نے بیعت کی اس بات پر کہ وہ ہرگز ہرگز کسی صورت میں میدان سے منہ موڑنے کا نام نہ لیں گے اس سے مشرکین کانپ اٹھے اور جتنے مسلمان ان کے پاس تھے سب کو چھوڑ دیا اور صلح کی درخواست کرنے لگے۔

بیہقی میں ہے کہ بیعت کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی عثمان تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو گئے ہوئے ہیں پس آپ نے خود اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھا گویا حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔ پس حضرت عثمان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ان کے اپنے ہاتھ سے بہت افضل تھا۔ اس بیعت میں سب سے پہل کرنے والے حضرت ابوسنان اسدی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے سب سے آگے بڑھ کر فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلایئے تا کہ میں بیعت کرلوں آپ نے فرمایا کس بات پر بیعت کرتے ہو؟ جواب دیا جو آپ کے دل میں ہو اس پر آپ کے والد کا نام وہب تھا

صحیح بخاری میں شریف میں حضرت نافع سے مروی ہے کہ لوگ کہتے ہیں حضرت عمر کے لڑکے حضرت عبداللہ نے اپنے والد سے پہلے اسلام قبول کیا دراصل واقعہ یوں نہیں۔ بات یہ ہے کہ حدیبیہ والے سال حضرت عمر نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو ایک انصاری کے پاس بھیجا کہ جا کر اپنے گھوڑے لے آؤ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بیعت لے رہے تھے حضرت عمر کو اس کا علم نہ تھا یہ اپنے طور پوشیدگی سے لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی ہے تو یہ بیعت سے مشرف ہوئے پھر گھوڑا لینے گئے اور گھوڑا لا کر حضرت عمر کے پاس آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیعت لے رہے ہیں اب جناب فاروق آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اس بنا پر لوگ کہتے ہیں کہ بیٹے کا اسلام باپ سے پہلے کا ہے۔

بخاری کی دوسری روایت میں ہے لوگ الگ الگ درختوں تلے آرام کر رہے تھے کہ حضرت عمر نے دیکھا کہ ہر ایک کی نگاہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں اور لوگ آپ کو گھیرے ہوئے ہیں حضرت عبداللہ سے فرمایا جاؤ ذرا دیکھو تو کیا ہو رہا ہے؟ یہ آئے دیکھا کہ بیعت ہو رہی ہے تو بیعت کر لی پھر جا کر حضرت عمر کو خبر کی چنانچہ آپ بھی فوراً آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت جابر کا

بیان ہے کہ جب ہم نے بیعت کی ہے اس وقت حضرت عمر فاروق آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے اور آپ ایک ببول کے درخت تلے تھے۔

حضرت معقل بن یسار کا بیان ہے کہ اس موقعہ پر درخت کی ایک جھکی ہوئی شاخ کو آپ کے سر سے اوپر کو اٹھا کر میں تھامے ہوئے تھا ہم نے آپ سے موت پر بیعت نہیں کی بلکہ نہ بھاگنے پر۔ حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں ہم نے مرنے پر بیعت کی تھی آپ فرماتے ہیں ایک مرتبہ بیعت کر کے میں ہٹ کر ایک طرف کو کھڑا ہو گیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو بیعت کر لی آپ نے فرمایا خیر آؤ بیعت کرو چنانچہ میں نے قریب جا کر پھر بیعت کی۔ حدیبیہ کا وہ کنواں جس کا ذکر اوپر گذرا صرف اتنے پانی کا تھا کہ پچاس بکریاں بھی آسودہ نہ ہو سکیں آپ فرماتے ہیں کہ دوبارہ بیعت کر لینے کے بعد آپ نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں بیسپر ہوں تو آپ نے مجھے ایک ڈھال عنایت فرمائی پھر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی پھر آخری مرتبہ میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تم بیعت نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ جن لوگوں نے بیعت کی میں نے ان کے ساتھ ہی بیعت کی تھی پھر بیچ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں آپ نے فرمایا اچھا پھر سہی چنانچہ اس آخری جماعت کے ساتھ بھی میں نے بیعت کی آپ نے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا سلمہ تمہیں ہم نے جو ڈھال دی تھی وہ کیا ہوئی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عامر سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے پاس دشمن کا وار روکنے والی کوئی چیز نہیں میں نے وہ ڈھال انہیں دے دی تو آپ ہنسے اور فرمایا تم بھی اس شخص کی طرح ہو جس نے اللہ سے دعا کی کہ اے الٰہی میرے پاس کسی ایسے کو بھیج دے جو مجھے میری جان سے زیادہ عزیز ہو۔

پھر اہل مکہ سے صلح کی تحریک کی آمد و رفت ہوئی اور صلح ہو گئی میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا خادم تھا ان کے گھوڑے کی اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا وہ مجھے کھانے کو دے دیتے تھے میں تو اپنا گھر بار بال بچے مال دولت سب راہ اللہ میں چھوڑ کر ہجرت کر کے چلا آیا تھا، جب صلح ہو چکی ادھر کے لوگ ادھر ادھر کے ادھر آنے لگے تو میں ایک درخت تلے جا کر کانٹے وغیرہ ہٹا کر اس کی جڑ سے لگ کر سو گیا اچانک مشرکین مکہ میں سے چار شخص وہیں آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخانہ کلمات سے آپس میں باتیں کرنے لگے مجھے بڑا برا معلوم ہوا میں وہاں سے اٹھ کر دوسرے درخت تلے چلا گیا، اب لوگوں نے اپنے ہتھیار اتارے درخت پر لٹکا کر وہاں لیٹ گئے تھوڑی دیر گذری ہوگی جو میں نے سنا کہ وادی کے نیچے کے حصہ سے کوئی منادی ندا کر رہا ہے کہ اے مہاجر بھائیو حضرت ذہیم قتل کر دیئے گئے میں نے جھٹ سے تلوار تان لی اور اسی درخت تلے گیا جہاں چاروں سوئے ہوئے تھے جاتے ہی پہلے تو ان کے ہتھیار قبضے میں کئے اور اپنے ایک ہاتھ میں انہیں دبا کر دوسرے ہاتھ سے تلوار تول کر ان سے کہا سنو اس اللہ کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت دی ہے تم میں سے جس نے بھی سر اٹھایا میں اس کا سر قلم کر دونگا جب وہ اسے مان چکے میں نے کہا اٹھو اور میرے آگے آگے چلو چنانچہ ان چاروں کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ادھر میرے چچا حضرت عامر بھی مکرز نامی عبلات کے ایک مشرک کو گرفتار کر کے لائے اور بھی اسی طرح کے ستر مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر کئے گئے تھے آپ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا انہیں چھوڑ دو برائی کی ابتداء بھی انہی کے سر ہے اور پھر اس کی تکرار کے ذمہ دار بھی یہی رہیں چنانچہ ان سب کو رہا کر دیا گیا اسی کا بیان آیت (وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا، الفتح:24)، میں ہے۔ حضرت سعید بن مسیب کے والد بھی اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کا بیان ہے کہ اگلے سال جب ہم حج کو گئے تو اس درخت کی جگہ ہم پر پوشیدہ رہی ہم معلوم نہ کر سکے کہ کس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ہم نے بیعت کی تھی اب اگر تم پر یہ پوشیدگی کھل گئی ہو تو تم جانو۔

ایک روایت میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج زمین پر جتنے ہیں ان سب پر افضل تم لوگ ہو۔ آپ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں ہوتیں تو میں تمہیں اس درخت کی جگہ دکھا دیتا، حضرت سفیان فرماتے ہیں اس جگہ کی تعین میں بڑا اختلاف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جن لوگوں نے اس بیعت میں شرکت کی ہے ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا۔ (بخاری و مسلم تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَاۤ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ |
| یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا |
| اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ○ |
| عنقریب دیہاتیوں میں سے وہ لوگ جو پیچھے رہ گئے تھے آپ سے کہیں گے کہ ہمارے اموال اور اہل و عیال نے ہمیں |
| مشغول کر رکھا تھا۔ پس آپ ہمارے لئے بخشش طلب کریں۔ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں |
| نہیں ہیں۔ آپ فرما دیں کہ کون ہے جو تمہیں اللہ کے خلاف بچانے کا اختیار رکھتا ہو اگر اس نے تمہارے نقصان کا ارادہ |
| فرما لیا ہو یا تمہارے نفع کا ارادہ فرما لیا ہو، بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔ |

## مقام حدیبیہ پر نہ جانے والوں کے عذر کی تکذیب کا بیان

"سَیَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَاب" حَوْل الْمَدِینَة أَیْ الَّذِینَ خَلَّفَهُمْ اللّٰه عَنْ صُحْبَتك لَمَّا طَلَبْتهمْ لِیَخْرُجُوا مَعَك إلَی مَكَّة خَوْفًا مِنْ تَعَرُّض قُرَیْش لَك عَام الْحُدَیْبِیَة إذَا رَجَعْت مِنْهَا "شَغَلَتْنَا أَمْوَالنَا وَأَهْلُونَا" عَنْ الْخُرُوج مَعَك "فَاسْتَغْفِرْ لَنَا" اللّٰه مِنْ تَرْك الْخُرُوج مَعَك قَالَ تَعَالَی مُكَذِّبًا لَهُمْ "یَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ" أَیْ مِنْ طَلَب الِاسْتِغْفَار وَمَا قَبْله "مَا لَیْسَ فِی قُلُوبهمْ" فَهُمْ كَاذِبُونَ فِی اعْتِذَارهمْ "قُلْ فَمَنْ" اسْتِفْهَام بِمَعْنَی النَّفْی أَیْ لَا أَحَد "یَمْلِك لَكُمْ مِنْ اللّٰه شَیْئًا إنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا" بِفَتْحِ الضَّاد وَضَمّهَا "أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللّٰه بِمَا تَعْمَلُونَ

خَبِيرًا" أَیْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذٰلِكَ،

عنقریب دیہاتیوں یعنی جو مدینہ کے گردونواح میں سے وہ لوگ جو حدیبیہ میں شرکت سے پیچھے رہ گئے تھے۔ یعنی جب آپ نے انہیں طلب فرمایا کہ وہ مکہ مکرمہ میں آپ کے ساتھ چلیں تو حدیبیہ والے سال انہیں قریش سے تعرض کا اندیشہ ہوا۔ آپ سے معذرۃً یہ کہیں گے کہ ہمارے اموال اور اہل وعیال نے ہمیں مشغول کر رکھا تھا اس لئے ہم آپ کی معیت سے محروم رہ گئے، سو آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں یعنی استغفار ومعافی مانگ رہے ہیں۔ اور جو اس سے پہلے بات کہی ہے۔ جو ان کے دلوں میں نہیں ہیں۔ لہٰذا یہ اپنے عذر میں جھوٹے ہیں۔ آپ فرمادیں کہ کون ہے، یہاں پر لفظ من بہ معنی نفی ہے یعنی کوئی ایک بھی نہیں ہے۔ جو تمہیں اللہ کے (فیصلے کے) خلاف بچانے کا اختیار رکھتا ہو اگر اس نے تمہارے نقصان کا ارادہ فرمالیا ہو، یہاں پر لفظ ضرا یہ ضاد کے فتحہ کے اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یا تمہارے نفع کا ارادہ فرمالیا ہو، بلکہ اللہ تمہارے کاموں سے اچھی طرح باخبر ہے۔ یعنی وہ ہمیشہ اس صفت کے ساتھ متصف ہے۔

قبیلہ غِفار و مُزَینَہ و جُہَینَہ و اشجع و اسلم کے جب کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سالِ حدیبیہ بہ نیتِ عمرہ مکہ مکرمہ کا ارادہ فرمایا تو حوالیِ مدینہ کے گاؤں والے اور اہل بادیہ بخوف قریش آپ کے ساتھ جانے سے رکے باوجود یہ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اور قربانیاں ساتھ تھیں اور اس سے صاف ظاہر تھا کہ جنگ کا ارادہ نہیں ہے پھر بھی بہت سے اعراب پر جانا بار ہوا اور وہ کام کا حیلہ کر کے رہ گئے اور ان کا گمان یہ تھا کہ قریش بہت طاقتور ہیں، مسلمان ان سے بچ کر نہ آئیں گے، سب وہیں ہلاک ہو جائیں گے، اب جب کہ مددِ الٰہی سے معاملہ ان کے خیال کے بالکل خلاف ہوا تو انہیں اپنے نہ جانے پر افسوس ہوگا اور معذرت کریں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فتح، لاہور)

| |
|---|
| بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ |
| ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا ۢ بُوْرًا ٥ |
| بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اہل ایمان اب کبھی بھی پلٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں |
| گے اور یہ تمہارے دلوں میں خوب آراستہ کر دیا گیا تھا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا، اور تم ہلاک ہونے والی قوم بن گئے۔ |

## گمان نفس کے سبب حدیبیہ میں ساتھ نہ جانے والوں کا بیان

"بَلْ" فِي الْمَوْضِعَيْنِ لِلانْتِقَالِ مِنْ غَرَضٍ إِلَى آخَرَ "ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُول وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذٰلِكَ فِي قُلُوبكُمْ" أَيْ أَنَّهُمْ يُسْتَأْصَلُونَ بِالْقَتْلِ فَلَا يَرْجِعُونَ "وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْء" هَذَا وَغَيْره "وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا" جَمْع بَائِر أَيْ هَالِكِينَ عِنْد اللّٰه بِهَذَا الظَّنّ

یہاں پر لفظ بل دونوں مقامات پر ایک مقصد سے دوسرے کی جانب منتقل ہونے کے معنی کیلئے آیا ہے۔ بلکہ تم نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اب کبھی بھی پلٹ کر اپنے گھر والوں کی طرف نہیں آئیں گے اور یہ گمان تمہارے دلوں میں تمہارے نفس کی طرف سے خوب آراستہ کر دیا گیا تھا یعنی یہ لوگ قتل کے ذریعے ختم ہو جائیں لہٰذا کبھی بھی لوٹ کر نہ آئیں گے۔ اور تم نے بہت ہی برا یعنی یہ اور اس طرح کا اور برا گمان کیا، اور تم ہلاک ہونے والی قوم بن گئے۔ یہاں پر لفظ بورا یہ بائر کی جمع ہے۔ یعنی اس گمان کے سبب اللہ کے ہاں ہلاک ہونے والی قوم ہو۔

صاف طور پر تمہارا نفاق اس کے باعث تھا تمہارے دل ایمان سے خالی ہیں اللہ پر بھروسہ نہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں بھلائی کا یقین نہیں اس وجہ سے تمہاری جانیں تم پر گراں ہیں تم اپنی نسبت تو کیا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بھی یہی خیال کرتے تھے کہ یہ قتل کر دیئے جائیں گے ان کی بھوسی اڑا دی جائے گی ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکے گا جو ان کی خبر تو لا کر دے، ان بدخیالیوں نے تمہیں نامرد بنا رکھا تھا تم دراصل برباد شدہ لوگ ہو کہا گیا ہے کہ (بورا) لغت عمان ہے جو شخص اپنا عمل خالص نہ کرے اپنا عقیدہ مضبوط نہ بنا لے اسے اللہ تعالیٰ دوزخ کی آگ میں عذاب کرے گا گو دنیا میں وہ بہ خلاف اپنے باطن کے ظاہر کرتے رہے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے ملک اپنی شہنشاہی اور اپنے اختیارات کا بیان فرماتا ہے کہ مالک ومتصرف وہی ہے بخشش اور عذاب پر قادر وہ ہے لیکن ہے غفور اور رحیم جو بھی اس کی طرف جھکے وہ اس کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور جو اس کا در کھٹکھٹائے وہ اس کے لئے اپنا دروازہ کھول دیتا ہے خواہ کتنے ہی گناہ کئے ہوں جب توبہ کرے اللہ قبول فرما لیتا ہے اور گناہ بخش دیتا ہے بلکہ رحم اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ |
| اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہ لانے والوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَمَنْ لَمْ يُؤْمِن بِاَللّٰهِ وَرَسُوله فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا" نَارًا شَدِيدَة

اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ جس کی آگ سخت ہے۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے بدظنی رکھے یا مسلمان ہونے کے باوجود اس کی ہمدردیاں اسلام دشمن گروہ کے ساتھ ہوں وہ ایماندار نہیں رہتا بلکہ غیر مومن ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اسی آیت کا اگلا حصہ یہ وضاحت کر رہا ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے اور اسے آخرت میں کافروں جیسا ہی عذاب ہوگا۔ اگرچہ اس دنیا میں ایمانداروں میں ہی ملا جلا رہے۔

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ |
| اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے |
| اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَات وَالْأَرْض يَغْفِر لِمَنْ يَشَاء وَيُعَذِّب مَنْ يَشَاء وَكَانَ اللَّه غَفُورًا رَحِيمًا" أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِمَا ذُكِرَ

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے، وہ بخش دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور سزا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ وہ ہمیشہ انہی اوصاف کے ساتھ متصف ہے جن کا ذکر کیا گیا ہے۔

یعنی وہ جسے چاہے فائدہ پہنچا سکتا ہے خواہ حالات اس کے برعکس نظر آ رہے ہوں۔ اسی طرح وہ جسے چاہے ذلیل ورسوا کر سکتا ہے اس لئے یہ کائنات ساری کی ساری اس کی مملوک ہے اور ظاہری اور باطنی اسباب اسی کے قبضہ قدرت ہیں۔ جن میں وہ ہر طرح سے تصرف کر سکتا ہے۔ ہاں اگر تم اپنے برے اعمال اور بدباطنی سے باز آ جاؤ تو وہ تمہیں معاف بھی کر دے گا۔ کیونکہ حقیقتاً وہ اپنے بندوں پر مہربانی کا سلوک کرنے سے ہی خوش ہوتا ہے۔

| |
|---|
| سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ |
| اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ |
| بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ |
| جب تم اَموالِ غنیمت کو حاصل کرنے کی طرف چلو گے تو پیچھے رہ جانے والے لوگ کہیں گے، ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے |
| پیچھے ہو کر چلیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ فرما دیجئے: تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آ سکتے اسی طرح اللہ نے |
| پہلے سے فرما دیا تھا۔ سو اب وہ کہیں گے، بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، بات یہ ہے کہ یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔ |

## خیبر کی غنائم کے حصول کا بیان

"سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ" الْمَذْكُورُونَ "إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَانِم" هِيَ مَغَانِم خَيْبَر "لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا" اتْرُكُونَا "نَتَّبِعكُمْ" لِنَأْخُذ مِنْهَا "يُرِيدُونَ" بِذَلِكَ "أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَام اللَّه" وَفِي قِرَاءَة: كَلِم اللَّه بِكَسْرِ اللَّام أَيْ مَوَاعِيده بِغَنَائِم خَيْبَر أَهْل الْحُدَيْبِيَة خَاصَّة "قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَلِكُمْ قَالَ اللَّه مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل عَوْدنَا "فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا" أَنْ نُصِيب مَعَكُمْ مِنْ الْغَنَائِم

فَقُلْتُمْ ذٰلِكَ "بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ" مِنَ الدِّيْن "اِلَّا قَلِيْلًا" مِنْهُمْ،

جب تم خیبر کے اَموالِ غنیمت کو حاصل کرنے کی طرف چلو گے۔ یعنی جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ تو سفرِ حدیبیہ میں پیچھے رہ جانے والے لوگ کہیں گے، ہمیں بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے پیچھے ہو کر چلیں۔ تا کہ ہم بھی ان غنائم سے کچھ حاصل کریں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں۔ ایک قرأت کے مطابق کلم اللہ میں لام کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ یعنی خاص طور پر اہل حدیبیہ کیلئے ملنے والی غنائم کو بدل دیں۔ فرما دیجئے، تم ہرگز ہمارے پیچھے نہیں آسکتے اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا تھا۔ یعنی ہمارے لوٹنے سے پہلے۔ سو اب وہ کہیں گے، بلکہ تم ہم سے حسد کرتے ہو، کہ غنائم میں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ تو تم اس طرح کہہ دینا کہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ دین کو بہت ہی کم سمجھتے ہیں۔

## اہل حدیبیہ کی تخصیص سے متعلق بیان

علماء نے فرمایا کہ یہ تخصیص اہل حدیبیہ کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اس کا قرآن میں کہیں صراحتہ ذکر نہیں، بلکہ یہ تخصیص اہل حدیبیہ کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے وحی غیر متلو کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر حدیبیہ میں فرمایا تھا، اسی کو اس جگہ کلام اللہ اور قال اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ علاوہ احکام قرآن کے جو احکام احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں وہ بھی حسب تصریح اس آیت کے کلام اللہ اور قول اللہ میں داخل ہیں۔ جو ملحدین احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت دین نہیں مانتے یہ آیتیں ان کے الحاد کو کھولنے کے لئے کافی ہیں، رہا یہ معاملہ کہ اسی سورت میں جو سفر حدیبیہ کے شروع میں نازل ہوئی ہے یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں (آیت) اثابهم فتحا قريبا، اور باتفاق مفسرین یہاں فتح قریب سے فتح خیبر مراد ہے تو اس طرح قرآن میں فتح خیبر کا اور اس کے غنائم اہل حدیبیہ کو ملنے کا وعدہ آ گیا وہی اس لفظ کلام اللہ اور قال اللہ کی مراد ہو سکتی ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں غنیمت کا وعدہ تو ہے مگر اس کا کہیں ذکر نہیں کہ یہ غنیمت اہل حدیبیہ کے ساتھ مخصوص ہوگی دوسرے اس میں شریک نہ ہو سکیں گے یہ تخصیص تو بلا شبہ حدیث رسول ہی سے معلوم ہوئی ہے وہی کلام اللہ اور قال اللہ کا مصداق ہے اور بعض حضرات نے جو سورہ توبہ کی آیت کو اس کا مصداق قرار دیا ہے یعنی (آیت) فاستاذنوك للخروج فقل لن تخرجوا معی ابدا ولن تقاتلوا معی عدوا انكم رضيتم بالقعود اول مرة تو اس لئے صحیح نہیں کہ یہ آیات غزوہ تبوک کے متعلق آئی ہیں اور وہ غزوہ خیبر کے بعد سن 9 ہجری میں ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ |
| تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| آپ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیں کہ تم عنقریب ایک سخت جنگ جو قوم کی طرف بلائے جاؤ گے |
| تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، سو اگر تم حکم مان لو گے تو اللہ تمہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ |

اور اگر تم رُوگردانی کرو گے جیسے تم نے پہلے رُوگردانی کی تھی تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

## سخت جنگجو قوم سے جہاد کے ذریعے آزمائش کا بیان

"قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَاب" الْمَذْكُورِينَ اخْتِبَارًا "سَتُدْعَوْنَ إِلَى قَوْم أُولِي" أَصْحَاب "بَأْس شَدِيد" قِيلَ هُمْ بَنُو حَنِيفَة أَصْحَاب الْيَمَامَة وَقِيلَ فَارِس وَالرُّوم "تُقَاتِلُونَهُمْ" حَال مُقَدَّرَة هِيَ الْمَدْعُوّ إِلَيْهَا فِي الْمَعْنَى "أَوْ" هُمْ "يُسْلِمُونَ" فَلَا تُقَاتِلُونَ "فَإِنْ تُطِيعُوا" إِلَى قِتَالهمْ "يُؤْتِكُمْ اللَّه أَجْرًا حَسَنًا وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْل يُعَذِّبكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا" مُؤْلِمًا،

آپ مذکورہ دیہاتیوں میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے فرما دیں کہ تم عنقریب ایک سخت جنگ جو قوم سے جہاد کی طرف بلائے جاؤ گے۔ کہا گیا ہے وہ بنو حنیفہ یمامہ کے رہنے والے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اہل فارس وروم ہیں۔ تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، یہاں پر حال مقدرہ ہے یعنی ان کو دعوت دیتے رہو گے۔ اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو ان سے جنگ نہ کرنا۔ سو اگر تم حکم مان لو گے تو اللہ تمہیں بہترین اجر عطا فرمائے گا۔ اور اگر تم رُوگردانی کرو گے جیسے تم نے پہلے رُوگردانی کی تھی تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

## سخت جنگو قوم سے متعلق مختلف اقوال کا بیان

وہ سخت لڑاکا قوم جن سے لڑنے کی طرف یہ بلائے جائیں گے کونسی قوم ہے؟ اس میں کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ہوازن ہے دوسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ ثقیف ہے تیسرے یہ کہ اس سے مراد قبیلہ بنو حنیف ہے چوتھے یہ کہ اس سے مراد اہل فارس ہیں پانچویں یہ کہ اس سے مراد رومی ہیں چھٹے یہ کہ اس سے مراد بت پرست ہیں بعض فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اس سے مراد کوئی خاص قبیلہ یا گروہ نہیں بلکہ مطلق جنگجو قوم مراد ہے جو ابھی تک مقابلہ میں نہیں آئی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں ایک مرفوع حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم ایک ایسی قوم سے نہ لڑو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوں گی اور ناک بیٹھی ہوئی ہوگی ان کے منہ مثل تہ بہ تہ ڈھالوں کے ہوں گے۔

حضرت سفیان فرماتے ہیں اس سے مراد ترک ہیں ایک حدیث میں ہے کہ تمہیں ایک قوم سے جہاد کرنا پڑے گا جن کی جوتیاں بال دار ہوں گی۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں اس سے مراد کرد لوگ ہیں پھر فرماتا ہے کہ ان سے جہاد وقتال تم پر مشروع کر دیا گیا ہے اور یہ حکم باقی ہی رہے گا اللہ تعالیٰ ان پر تمہاری مدد کرے گا یا یہ کہ وہ خود بخود بغیر لڑے بھڑے دین اسلام قبول کر لیں گے پھر ارشاد ہوتا ہے اگر تم مان لو گے اور جہاد کے لئے اٹھ کھڑے ہو جاؤ گے اور حکم کی بجا آوری کرو گے تو تمہیں بہت ساری نیکیاں ملیں گی اور اگر تم نے وہی

کیا جو حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا یعنی بزدلی سے بیٹھے رہے جہاد میں شرکت نہ کی احکام کی تعمیل سے جی چرایا تو تمہیں المناک عذاب ہو گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| لَيۡسَ عَلَى الۡاَعۡمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الۡمَرِيۡضِ حَرَجٌ ؕ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ |
| وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبۡهُ عَذَابًا اَلِيۡمًا |
| نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول |
| (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرے گا وہ اسے بہشتوں میں داخل فرما دے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، |
| اور جو شخص منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ |

## معذور لوگوں کیلئے جہاد سے رخصت ہونے کا بیان

"لَيۡسَ عَلَى الۡأَعۡمَى حَرَج وَلَا عَلَى الۡأَعۡرَج حَرَج وَلَا عَلَى الۡمَرِيض حَرَج" فِي تَرۡك الۡجِهَاد "وَمَنۡ يُطِعِ اللّٰه وَرَسُوله يُدۡخِلهُ" بِالۡيَاءِ وَالنُّون "جَنَّات تَجۡرِي مِنۡ تَحۡتهَا الۡأَنۡهَار وَمَنۡ يَتَوَلَّ يُعَذِّبهُ" بِالۡيَاءِ وَالنُّون،

جہاد سے رہ جانے میں نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی بیمار پر کوئی گناہ ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ اسے بہشتوں میں داخل فرما دے گا، یہاں پر یدخل یاء اور نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی، اور جو شخص اطاعت سے منہ پھیرے گا وہ اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ یہاں پر یعذب یاء اور نون کے ساتھ بھی آیا ہے۔

## ترک جہاد میں صحیح عذر والوں کیلئے رعایت کا بیان

پھر جہاد کے ترک کرنے کے جو صحیح عذر ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے پس دو عذر تو وہ بیان فرمائے جو لازمی ہیں یعنی اندھا پن اور لنگڑا پن اور ایک عذر وہ بیان فرمایا جو عارضی ہے جیسے بیماری کہ چند دن رہی پھر چلی گئی۔ پس یہ بھی اپنی بیماری کے زمانہ میں معذور ہیں ہاں تندرست ہونے کے بعد یہ معذور نہیں پھر جہاد کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار جنتی ہے اور جو جہاد سے بیرغبتی کرے اور دنیا کی طرف سراسر متوجہ ہو جائے، معاش کے پیچھے معاد کو بھول جائے اس کی سزا دنیا میں ذلت اور آخرت کی دکھ مار ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب اوپر کی آیات میں جہاد کی شرکت سے ہٹنے والوں کے لئے عذاب کی وعید آئی (آیت) وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا كَمَا تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا، تو کچھ معذور لوگ جو صحابہ کرام میں تھے ان کو فکر ہوئی کہ ہم تو شرکت جہاد کے قابل نہیں، کہیں ہم بھی اس وعید میں شامل نہ ہوں، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں اندھے، لنگڑے اور بیمار کو حکم

جہاد سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَافِي قُلُوْ بِهِمْ فَاَنْزَلَ |
| السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا○ وَّمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا○ |
| بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ تو اللہ نے جانا جو |
| ان کے دلوں میں ہے۔ تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سے اموالِ غنیمت |
| جو وہ حاصل کر رہے ہیں، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ |

## فتح خیبر کے ذریعے غنائم وانعام کا بیان

"لَقَدْ رَضِيَ اللَّه عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إذْ يُبَايِعُونَك " بِالْحُدَيْبِيَةِ "تَحْت الشَّجَرَة " هِيَ سَمُرَة وَهُمْ أَلْف وَثَلَثمِائَةِ أَوْ أَكْثَر ثُمَّ بَايَعَهُمْ عَلَى أَنْ يُنَاجِزُوا قُرَيْشًا وَأَنْ لَا يَفِرُّوا مِنْ الْمَوْت "فَعَلِمَ" اللَّه "مَا فِي قُلُوبهمْ " مِنْ الصِّدْق وَالْوَفَاء "فَأَنْزَلَ السَّكِينَة عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا" هُوَ فَتْح خَيْبَر بَعْد انْصِرَافهمْ مِنْ الْحُدَيْبِيَة، "وَمَغَانِم كَثِيرَة يَأْخُذُونَهَا" مِنْ خَيْبَر "وَكَانَ اللَّه عَزِيزًا حَكِيمًا" أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ

بیشک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس درخت کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے۔ جو حدیبیہ کے پاس ہے اور وہ اصحاب ایک ہزار تین سو یا اس سے زیادہ تھے۔ پھر انہوں نے اس بات پر بیعت کی کہ وہ قریش سے لڑیں گے اور وہ موت فرار اختیار نہ کریں گے۔ تو اللہ نے ظاہر فرما دیا جو ان کے دلوں میں صدق اور وفاء ہے۔ تو ان پر اطمینان اتارا اور انہیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور وہ فتح خیبر ہے جو حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد ہوئی۔

اور بہت سے اموالِ غنیمت بھی جو وہ خیبر سے حاصل کر رہے ہیں، اور اللہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ وہ ہمیشہ انہی اوصاف سے متصف رہنے والا ہے۔

## درخت کے نیچے بیعت لینے کا بیان

حدیبیہ میں چونکہ ان بیعت کرنے والوں کو رضائے الٰہی کی بشارت دی گئی اس لئے اس بیعت کو بیعتِ رضوان کہتے ہیں، اس بیعت کے سبب باسبابِ ظاہر یہ پیش آیا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اشراف قریش کے پاس مکہ مکرمہ بھیجا کہ انہیں خبر دیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت اللہ کی زیارت کے لئے بقصدِ عمرہ تشریف لائے ہیں، آپ کا ارادہ جنگ کا نہیں ہے اور یہ بھی فرما دیا تھا کہ جو کمزور مسلمان وہاں ہیں انہیں اطمینان دلا دیں کہ مکہ مکرمہ عنقریب فتح ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب فرمائے گا، قریش اس بات پر متفق رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سال تو تشریف نہ لائیں

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر آپ کعبہ معظّمہ کا طواف کرنا چاہیں تو کریں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں بغیر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طواف کروں یہاں مسلمانوں نے کہا کہ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خوش نصیب ہیں جو کعبہ معظّمہ پہنچے اور طواف سے مشرف ہوئے، حضور نے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے بغیر طواف نہ کریں گے۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ مکرّمہ کے ضعیف مسلمانوں کو حسبِ حکم فتح کی بشارت بھی پہنچائی، پھر قریش نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روک لیا، یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کردیئے گئے، اس پر مسلمانوں کو بہت جوش آیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے کفار کے مقابل جہاد میں ثابت رہنے پر بیعت لی، یہ بیعت ایک بڑے خاردار درخت کے نیچے ہوئی، جس کو عرب میں سَمُرَہ کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بایاں دستِ مبارک داہنے دستِ اقدس میں لیا اور فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت ہے اور فرمایا یا رب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیرے اور تیرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نورِ نبوت سے معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید نہیں ہوئے جبھی تو ان کی بیعت لی، مشرکین اس بیعت کا حال سن کر خائف ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا۔

حدیث شریف میں ہے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم شریف، تفسیر خزائن العرفان، سورہ فتح، لاہور)

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کیلئے فضیلت بیعت کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان غنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندہ خصوصی کی حیثیت سے مکہ گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے (جاں نثاری کی) بیعت لی اور (جب تمام مسلمان بیعت کر چکے۔

اور حضرت عثمان وہاں موجود نہیں تھے تو) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان! اللہ (کے دین) اور اللہ کے رسول کے کام پر گئے ہوئے ہیں اور (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ہاتھ جو حضرت عثمان کی طرف سے تھا باقی تمام صحابہ کے ان ہاتھوں سے کہیں افضل و بہتر تھا جو ان کے اپنی طرف سے تھے۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 682)

بیعت رضوان" اس بیعت کو کہتے ہیں جو مکہ سے تقریباً پندرہ سولہ میل کے فاصلہ پر مقام حدیبیہ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں سے لی تھی۔ یہ نام قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہے جو اسی واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی۔ (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، الفتح: 18)" بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں

سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت (سمر) کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔

اس واقعہ کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ ذی قعدہ ۶ ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ عمرہ کے لئے مکہ روانہ ہوئے جب حدیبیہ کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش مکہ نے مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے کی اجازت سے انکار کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو اپنا نمائندہ خصوصی بنا کر قریش مکہ کے پاس روانہ کیا تا کہ وہ ان کو سمجھائیں۔ کہ مسلمانوں کی آمد کا مقصد جنگ و جدال نہیں ہے بلکہ صرف عمرہ کرنا ہے لہٰذا اہل مکہ کو چاہئے کہ مسلمانوں کو عمرہ کے لئے مکہ میں داخل ہونے دیں، حضرت عثمان اپنے مشن پر مکہ میں تھے کہ یہاں حدیبیہ میں مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان کو اہل مکہ نے قتل کر دیا ہے یہ شہرت سن کر۔ یہ شہرت سن کر مسلمانوں میں سخت اضطراب و ہیجان پیدا ہو گیا اور طے ہوا کہ خون عثمان کا بدلہ لیا جائے گا، چنانچہ اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر تمام مسلمانوں سے اس بات کا عہد و اقرار لیا کہ اپنی جانوں کی بازی لگا کر خون عثمان کا بدلہ اہل مکہ سے لیں گے، صحابہ میں ایک ایک آدمی آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر بیعت کرتا تھا، جب سب لوگ بیعت کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان کے ہاتھ کے قائم مقام کیا اور اس ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر گویا حضرت عثمان کی طرف سے بیعت کی۔

اس طرح حضرت عثمان کو خصوصی فضیلت حاصل ہوئی، کہ اگر وہ خود اس موقعہ پر موجود ہوتے اور اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مار کر بیعت کرتے جیسا کہ اور لوگوں نے کیا تو ان کو یہ شرف نصیب نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کے ہاتھ کے قائم مقام ہوا اور اس بناء پر ان کی طبیعت گویا سب لوگوں کی طبیعت سے افضل و اشرف رہی۔ پس اس موقع پر ان کا غیر موجود ہونا ان کے مرتبہ میں نقصان کا باعث نہ ہوا بلکہ فضیلت اور منقبت کا سبب بن گیا بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جس ہاتھ کو حضرت عثمان کے ہاتھ کے قائم مقام کیا تھا وہ بایاں ہاتھ تھا لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ دایاں ہاتھ تھا۔

| |
|---|
| وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ |
| وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ |
| اللہ نے تم سے بہت سی غنائم کا وعدہ کیا جنھیں تم حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ جلدی عطا کر دی اور لوگوں کے ہاتھ |
| تم سے روک دیے اور تا کہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے اور وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ |

## فتوحات کے ذریعے حصول غنائم کا بیان

"وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا" مِنَ الْفُتُوحَاتِ "فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهِ" غَنِيمَةَ خَيْبَرَ "وَكَفَّ

أَيْدِيَ النَّاس عَنْكُمْ "فِي عِيَالكُمْ لَمَّا خَرَجْتُمْ وَهَمَّتْ بِهِمْ الْيَهُود فَقَذَفَ اللّٰه فِي قُلُوبهمْ الرُّعْب "وَلِتَكُونَ" أَيْ الْمُعَجَّلَة عَطْف عَلَى مُقَدَّر أَيْ لِتَشْكُرُوهُ "آيَة لِلْمُؤْمِنِينَ" فِي نَصْرهمْ "وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا" أَيْ طَرِيق التَّوَكُّل عَلَيْهِ وَتَفْوِيض الْأَمْر إلَيْهِ تَعَالَى

اللہ نے تم سے بہت سی غنائم کا وعدہ کیا جنھیں تم فتوحات کے ذریعے حاصل کرو گے، پھر اس نے تمھیں یہ خیبر کی غنائم جلدی عطا کر دی ہیں اور لوگوں کے ہاتھ تم سے یعنی تمہارے عیال سے روک دیے جب تم جہاد کیلئے نکلے تو یہود نے تمہارے اہل و عیال کا ارادہ کیا لیکن اللہ نے ان پر رعب طاری کر دیا۔ اور تا کہ یہ ایمان والوں کے لیے ایک نشانی بنے، یہاں پر لتکون کا عطف لتشکروا مقدرہ پر ہے۔ یعنی ان کی مدد میں اہل ایمان کیلئے نشانی بن جائے۔ اور تا کہ وہ تمھیں سیدھے راستے پر چلائے۔ یعنی توکل کرنے کا راستہ اور اپنے آپ کو اسی کے سپرد کر دینا ہے۔

## فتح خیبر اور فاتح خیبر کا بیان

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن فرمایا: کل میں یہ جھنڈا (کہ جو کمانداری کی علامت ہے) ایسے شخص کو عطا کروں گا کہ جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں" چنانچہ تمام صحابہ نے اس انتظار اور شوق میں پوری رات جاگ کر گزاری کہ دیکھئے کل صبح یہ سرفرازی کس کے حصہ میں آتی ہے اور جب) صبح ہوئی تو ہر شخص اس آرزو کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسی کو ملے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (تمام صحابہ پر نظر ڈال کر فرمایا کہ "علی ابن ابی طالب کہاں ہیں" دراصل حضرت علی آشوب چشم میں مبتلا ہو گئے تھے اور اس وجہ سے اس وقت وہاں حاضر نہیں تھے) صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آنکھوں نے ان کو پریشان کر رکھا ہے (اور اس عذر کی بنا پر وہ یہاں موجود نہیں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو بھیج کر ان کو بلوالو، چنانچہ حضرت علی کو بلا کر لایا گیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور وہ آنکھیں ایک دم اس طرح اچھی ہو گئیں جیسے ان میں کوئی تکلیف اور خرابی تھی نہیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی (اس سرفرازی سے بہت خوش ہوئے اور) بولے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان لوگوں (دشمنوں سے) اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ اور نرمی و بردباری کے ساتھ چل کر ان (دشمنوں) علاقہ میں پہنچو، پھر (سب سے پہلے) ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو اللہ کے وہ حقوق بتاؤ جو اسلام میں ان پر عائد ہوتے ہیں (اور پھر اگر وہ دعوت اسلام کو ٹھکرا دیں تو ان سے جزیہ طلب کرو، اگر وہ جزیہ پر صلح کرنے سے انکار کر دیں تو پھر آخر میں ان کے خلاف اعلان جنگ کرو اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں یا جزیہ دے کر اسلامی نظام کی سیاسی اطاعت قبول کرنے پر تیار نہ ہو جائیں) پس (اے علی) اللہ کی قسم، یہ بات کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے، تمہیں ملنے والے سرخ اور چوپائیوں سے کہیں

بہتر ہے۔" (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 704)

خیبر "ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ساٹھ میل دور ملک شام کی سمت واقع ہے، یہ غزوہ ۷ھ میں پیش آیا تھا۔ "بس" (اے علی) اللہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کی جو راہ نمائی فرمائی تھی کہ کفار کو اپنے اسلام کی دعوت دین تو اسی کی تاکید کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے کے جملے قسم کھا کر ارشاد فرمائے، اس پر تاکید راہنمائی کی وجہ یہ احساس تھا کہ جنگ وقتال کی صورت میں اگرچہ مال غنیمت مثلا اعلی و عمدہ اونٹ اور چوپائے وغیرہ حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر کفار کو نرمی و بردباری کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ دعوت اکثر بار آور ہو جاتی ہے اور مخالفین اسلام کی بڑی تعداد جنگ وجدل کے بغیر مسلمان ہو جاتی ہے جو اسلام کا اصل منشاء و مقصد ہے علامہ ابن ہمام نے اسی بنیاد پر بڑی پیاری بات کہی ہے کہ: ایک مؤمن کا پیدا کرنا ہزار کفار کو معدوم کرنے سے بہتر ہے۔

| |
|---|
| وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرًا ۝ |
| اور کئی، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ |

## اللہ کے علم میں متعدد مغانم کے ہونے کا بیان

"وَأُخْرَى" صِفَة مَغَانِم مُقَدَّرًا مُبْتَدَأ "لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا" هِيَ مِنْ فَارِس وَالرُّوم "قَدْ أَحَاطَ اللَّه بِهَا" عَلِمَ أَنَّهَا سَتَكُونُ لَكُمْ "وَكَانَ اللَّه عَلَى كُلّ شَيْء قَدِيرًا" أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ

یہاں پر اخریٰ یہ مغانم مقدرہ مبتداء کی صفت ہے۔ اور کئی اور غنائم کا بھی، جن پر تم قادر نہیں ہوئے۔ وہ اہل فارس وروم کی طرف سے ہیں۔ یقیناً اللہ نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے یعنی اس کے علم میں ہے کہ وہ تمہارے لئے ہیں۔ اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ وہ ہمیشہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہے۔

مراد اس سے یا مغانمِ فارس وروم ہیں یا خیبر جس کا اللہ تعالیٰ نے پہلے سے وعدہ فرمایا تھا اور مسلمانوں کو امید کامیابی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ فتحِ مکہ ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ہر فتح ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عطا فرمائی۔

| |
|---|
| وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ |
| اور اگر کافر لوگ تم سے جنگ کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر وہ نہ کوئی دوست پاتے اور نہ مددگار |
| (مگر اللہ کو صرف یہ ایک ہی نہیں بلکہ کئی فتوحات کا دروازہ تمہارے لئے کھولنا مقصود تھا)۔ |

## صلح حدیبیہ کے بعض مخفی فوائد کا بیان

"وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا" بِالْحُدَيْبِيَة "لَوَلَّوُا الْأَدْبَار ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا" يَحْرُسهُمْ

اور اگر کافر لوگ حدیبیہ میں تم سے جنگ کرتے تو وہ ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر وہ نہ کوئی دوست پاتے اور نہ مددگار یعنی ان کا کوئی کارساز نہیں۔ (مگر اللہ کو صرف یہ ایک ہی نہیں بلکہ کئی فتوحات کا دروازہ تمہارے لئے کھولنا مقصود تھا)۔

یعنی لڑائی ہوتی تو تم ہی غالب رہتے اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگتے کوئی مدد کر کے ان کو آفت سے نہ بچا سکتا۔ مگر اللہ کی حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ فی الحال صلح ہو جائے۔ اور اس کی عظیم الشان برکات سے مسلمان مستفید ہوں۔

## حدیبیہ کے موقع پر ابوجندل کی قید کا بیان

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن تین باتوں پر صلح کی تھی۔ اول تو یہ کہ (مکہ کے) مشرکین میں سے جو شخص (مسلمان ہو کر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مشرکین کے پاس واپس کر دیں گے اور مسلمانوں میں سے جو شخص مشرکین کے پاس آئے گا اس کو مشرکین واپس نہیں کریں گے، دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (حج و عمرہ کے لئے اس سال مکہ میں داخل نہ ہوں بلکہ) آئندہ سال مکہ آئیں اور صرف تین دن مکہ میں ٹھہریں اور سوم یہ کہ (آئندہ سال) مکہ میں جب داخل ہوں تو اپنے تمام ہتھیار، تلوار، کمان اور اسی طرح کی دوسری چیزیں غلاف میں رکھ کر لائیں۔ اس موقع پر ابوجندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں پہنچے کہ ان کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے وہ کود (کود کر چل رہے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مشرکین کے پاس واپس بھیج دیا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1134)

جلبان چمڑے کا ایک تھیلا ہوتا تھا جس کا مصرف یہ تھا کہ جب لوگ سفر کرتے تو نیام سمیت تلواریں اور دوسرے ہتھیار وغیرہ اس میں رکھ کر گھوڑے کی زین کے پچھلے حصہ میں لٹکا دیتے تھے۔ یہاں جلبان یعنی غلاف میں ہتھیاروں کو رکھ کر لانے کی شرط سے مشرکین کی مراد یہ تھی کہ جب آئندہ سال مسلمان مکہ آئیں تو اپنے ہتھیار ننگے کھلے لے کر شہر میں نہ داخل ہوں بلکہ ان کو نیام وغیرہ میں رکھیں تا کہ اس طرح مسلمانوں کے غلبہ ان کی طاقت کی فوقیت و برتری اور ان کے جنگی ارادوں کا اظہار نہ ہو۔

حضرت ابوجندل ابن سہیل جن کے بارے میں پچھلی حدیث کے ضمن میں بھی بیان کیا جا چکا ہے، مکہ ہی میں اسلام قبول کر چکے تھے اور جن دنوں صلح حدیبیہ ہوئی ہے وہ مشرکین مکہ کی قید میں تھے، چنانچہ وہ کسی طرح مکہ سے بھاگ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حدیبیہ پہنچے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ صلح کے پیش نظر ان کو مشرکین کے حوالے کر دیا اور انہیں صبر و استقامت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ ابوجندل! صبر و استقامت کی راہ اختیار کرو اور آخرت کے اجر و ثواب کی امید رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بھی اور دوسرے ضعیف و بے بس لوگوں کے لئے بھی (جلد ہی) خلاصی و نجات اور شادمانی کے سامان پیدا کر دے گا۔

علماء لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مکہ کی ان شرائط کو قبول کرنا جو بظاہر مسلمانوں کے لئے سوہان روح اور ان کی ملی حمیت و وقار کے منافی تھیں، اس وجہ سے تھا کہ ایک تو اس وقت مسلمان بہر حال کمزور و خستہ حال تھے اور ان میں اتنی مادی طاقت اور ان کے پاس اتنے وسائل نہیں تھے جن کے ذریعہ وہ اہل مکہ کا مقابلہ کر پاتے، دوسرے یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ سے

کسی جنگ کے ارادے سے نہیں چلے تھے بلکہ عمرہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اوراس کے لئے احرام بھی باندھ چکے تھے، ادھر حدود حرم کی عظمت اوران کے شرعی تقاضوں کالحاظ بھی ضروری تھا، نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنگ کرنے کا حکم بھی نازل نہیں ہوا تھا ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مصلحتیں تھیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھیں۔ چنانچہ انجام کار اس معاہدہ صلح کے بہت زیادہ فائدے ظاہر ہوئے کہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے ایسے مواقع میسر آئے جنہوں نے دور دراز تک کی فضا کو مسلمانوں کے حق میں بدل دیا اور اسلام کی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح عظیم عطا فرمائی، وہاں کے لوگوں کو اسلام کے دامن میں پہنچا دیا اور اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی پیش کردہ شرائط پر معاہدہ صلح کرکے اپنے جذبہ امن پسندی وانسانیت نوازی ہی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اپنی بے مثال سیاسی بصیرت وبالغ نظری اور دور اندیشی کا نمونہ بھی پیش کیا اور سب سے بڑھ کر حقیقت میں منشاء الٰہی اور حکم الٰہی کی فرماں برداری کی اور کمال عبودیت کا اظہار کیا۔

| |
|---|
| سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ○ |
| اللہ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے، اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد جبکہ کفار کو شکست دیتا ہے

"سُنَّةَ اللّٰه" مَصْدَر مُؤَكِّد لِمَضْمُونِ الْجُمْلَة قَبْله مِنْ هَزِيمَة الْكَافِرِينَ وَنَصْر الْمُؤْمِنِينَ أَيْ سَنَّ اللّٰه ذَلِكَ سُنَّة "الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْل وَلَنْ تَجِد لِسُنَّةِ اللّٰه تَبْدِيلًا" مِنْهُ

یہ اللہ کی سنت ہے یہاں پر لفظ سنت یہ مصدر ہے جو ماقبل مضمون جملہ کی تاکید کیلئے آئی ہے۔ یعنی کفار کی شکست اور مؤمنین کی مدد ہے۔ اور اللہ کی سنت تو پہلے سے چلی آرہی ہے، اور آپ اللہ کے دستور میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔

یعنی جب اہل حق اور باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہو جائے تو آخر کار اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب ومقہور کیے جاتے ہیں یہ ہی عادت اللہ کی ہمیشہ سے چلی آتی ہے جس میں کوئی تبدل وتغیر نہیں۔ ہاں یہ شرط ہے کہ اہل حق بحیثیت مجموعی پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں۔ اور بعض نے (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا، کے معنی یوں کیے ہیں کہ اللہ قانون کوئی دوسرا نہیں بدل سکتا۔ یعنی کسی اور کو قدرت نہیں کہ وہ کام نہ ہونے دے جو سنت اللہ کے موافق ہونا چاہیے تھا

| |
|---|
| وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ |
| اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ |
| اور وہی ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ |
| تمہیں ان پر فتح دے دی اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## ۸۰ افراد کی رہائی کا صلح حدیبیہ کا باعث بن جانے کا بیان

"وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيهِمْ عَنْكُمْ وَأَيْدِيكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ" بِالْحُدَيْبِيَةِ "مِنْ بَعْدِ أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ" فَإِنَّ ثَمَانِينَ مِنْهُمْ طَافُوا بِعَسْكَرِكُمْ لِيُصِيبُوا مِنْكُمْ فَأُخِذُوا وَأُتِيَ بِهِمْ إِلَى رَسُول اللَّه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَفَا عَنْهُمْ وَخَلَّى سَبِيلهمْ فَكَانَ ذَلِكَ سَبَب الصُّلْح "وَكَانَ اللَّه بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا" بِالْيَاءِ وَالتَّاء أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ،

اور وہی ذات ہے جس نے مکہ کی وادی حدیبیہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیے، اس کے بعد کہ تمہیں ان پر فتح دے دی۔ پس ان کے ۸۰ افراد نے تمہارے لشکر کو گھیر لیا تا کہ وہ تم پر حملہ کریں لیکن وہ گرفتار کر لیے گئے اور جب انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ تو آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا اور انہیں رہا کر دیا یہی واقعہ صلح کا باعث بنا۔ اور اللہ اس کو جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے خوب دیکھنے والا ہے۔ یہاں پر لفظ تعملون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اوصاف کے ساتھ متصف رہتا ہے۔

## سورت فتح آیت ۲۴ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تنعیم کے پہاڑ سے مکہ والوں کے اسی آدمی جو کہ اسلحہ سے مسلح تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اترے وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو غفلت میں رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو پکڑ کر پھر چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ نازل فرمائی اور وہی ہے جس نے وادی مکہ میں ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اس کے بعد کہ اس نے تمہیں ان پر غالب کر دیا تھا۔

(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 182)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تنعیم کے پہاڑ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی طرف اسی (۸۰) کافر نکلے۔ صبح کی نماز کا وقت تھا وہ لوگ چاہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں لیکن سب کے سب پکڑے گئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ یعنی وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے تم سے اور تمہارے ان سے ہاتھ روک دیئے) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1212)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ (وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى، اور ان کو پرہیزگاری کی بات پر قائم رکھا اور اس کے لائق اور قابل بھی تھے)۔ کلمۃ التقوی سے مراد لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1213)

| |
|---|
| هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْ لَا |
| رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ |
| لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی، جو اپنی جگہ پہنچنے سے رکے |
| پڑے رہے، اور اگر کئی ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں، جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو کہ تم انہیں پامال کر ڈالو گے اور تمہیں بھی |
| لاعلمی میں ان کی طرف سے کوئی سختی اور تکلیف پہنچ جائے گی تا کہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل فرمالے۔ اگر الگ الگ |
| ہو کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ |

## صلح حدیبیہ کے بعض اسباب وحکمتوں کا بیان

"هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِد الْحَرَام" أَيْ عَنِ الْوُصُول إلَيْهِ "وَالْهَدْيَ" مَعْطُوف عَلَى كم "مَعْكُوفًا" مَحْبُوسًا حَال "أَنْ يَبْلُغ مَحِلّه" أَيْ مَكَانه الَّذِي يُنْحَر فِيهِ عَادَة وَهُوَ الْحَرَم بَدَل اشْتِمَال "وَلَوْلَا رِجَال مُؤْمِنُونَ وَنِسَاء مُؤْمِنَات" مَوْجُودُونَ بِمَكَّةَ مَعَ الْكُفَّار "لَمْ تَعْلَمُوهُمْ" بِصِفَةِ الْإِيمَان "أَنْ تَطَئُوهُمْ" أَيْ تَقْتُلُوهُمْ مَعَ الْكُفَّار لَوْ أُذِنَ لَكُمْ فِي الْفَتْح بَدَل اشْتِمَال مِنْ هُمْ "فَتُصِيبكُمْ مِنْهُمْ مَعَرَّة" أَيْ إثْم "بِغَيْرِ عِلْم" مِنْكُمْ بِهِ وَضَمَائِر الْغَيْبَة لِلصِّنْفَيْنِ بِتَغْلِيبِ الذُّكُور وَجَوَاب لَوْلَا مَحْذُوف أَيْ لَأُذِنَ لَكُمْ فِي الْفَتْح لَكِنْ لَمْ يُؤْذَن فِيهِ حِينَئِذٍ "لِيُدْخِل اللّٰه فِي رَحْمَته مَنْ يَشَاء" كَالْمُؤْمِنِينَ الْمَذْكُورِينَ "لَوْ تَزَيَّلُوا" تَمَيَّزُوا عَنْ الْكُفَّار "لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ" مِنْ أَهْل مَكَّة حِينَئِذٍ بِأَنْ نَأْذَن لَكُمْ فِي فَتْحهَا "عَذَابًا أَلِيمًا" مُؤْلِمًا،

یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روک دیا یعنی اس میں پہنچنے سے روک لیا۔ اور قربانی کے جانوروں کو بھی، یہاں پر لفظ ہدی کا عطف کم ضمیر پر ہے۔ جو اپنی جگہ پہنچنے سے رکے پڑے رہے، یعنی اس جگہ سے روکا جہاں پر عام طور قربانی کی جاتی ہے اور وہ حرم ہے۔ یہاں پر لفظ ان یبلغ یہ ہدی سے بدل اشتمال ہے۔ اور اگر کئی ایسے مومن مرد اور مومن عورتیں مکہ میں کفار کے ساتھ موجود نہ ہوتیں، جنہیں تم جانتے بھی نہیں ہو یعنی ان کی صفت ایمان سے مطلع نہیں ہوئے۔ کہ تم انہیں پامال کر ڈالو گے۔ یعنی کفار کے ہمراہ انہیں بھی قتل کر دو گے اگر تمہیں فتح کا حکم دے دیا جاتا۔ یہاں پر لفظ ان تطوہم یہ ھم ضمیر سے بدل اشتمال ہے اور تمہیں بھی لاعلمی میں ان کی طرف سے کوئی سختی اور تکلیف پہنچ جائے گی۔ یہاں ضمائر کا غائب جو بہ طور غلبہ مذکر لائی گئی ہیں۔ اور لولا کا جواب محذوف ہے۔ یعنی لاذن

لکم فی الفتح، تو ہم تمہیں اسی موقع پر ہی جنگ کی اجازت دے دیتے۔ مگر فتحِ مکہ کو مؤخر اس لئے کیا گیا۔ تا کہ اللہ جسے چاہے صلح کے نتیجے میں اپنی رحمت میں داخل فرمالے۔ جس طرح اہل ایمان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر وہاں کے کافر اور مسلمان الگ الگ ہو کر ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں یعنی کفار مکہ کو دردناک عذاب کی سزا دیتے۔ یعنی اگر تمہیں فتح کی اجازت دے دی جاتی۔

## سورت فتح آیت ۲۵ کے شان نزول کا بیان

ابو جمعہ جنید بن سبع سے روایت ہے کہ میں حالت کفر میں شروع دن میں نبی کریم ﷺ کے خلاف لڑائی کرتا رہا اور آخر دن میں حالت اسلام میں آپ کی معیت میں لڑائی کی ہم تین مرد تھے اور ہمارے ساتھ سات عورتیں تھیں اور یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ۔وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنٰتٌ۔ (سیوطی 265، مسند ابی یعلی 3۔129، مجمع الزوائد 9۔398)

## اہل ایمان کا مسجد حرام کے اصل حقدار ہونے کا بیان

مشرکین عرب جو قریش تھے اور جو ان کے ساتھ اس عہد پر تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کریں گے ان کی نسبت قرآن خبر دیتا ہے کہ دراصل یہ لوگ کفر پر ہیں انہوں نے ہی تمہیں مسجد حرام بیت اللہ شریف سے روکا ہے حالانکہ اصلی حقدار اور زیادہ لائق بیت اللہ کے تم ہی لوگ تھے پھر ان کی سرکشی اور مخالفت نے انہیں یہاں تک اندھا کر دیا کہ اللہ کی راہ کی قربانیوں کو بھی قربان گاہ تک نہ جانے دیا یہ قربانیاں تعداد میں ستر تھیں۔

پھر فرماتا ہے کہ سردست تمہیں لڑائی کی اجازت نہ دینے مین یہ راز پوشیدہ تھے کہ ابھی چند کمزور مسلمان مکے میں ایسے ہیں جو ان ظالموں کی وجہ سے نہ اپنے ایمان کو ظاہر کر سکے ہیں نہ ہجرت کر کے تم میں مل سکے ہیں اور نہ تم انہیں جانتے ہو تو یوں دفعۃً اگر تمہیں اجازت دے دی جاتی اور تم اہل مکہ پر چھاپہ مارتے تو وہ سچے پکے مسلمان بھی تمہارے ہاتھوں شہید ہو جاتے اور بے علمی میں تم ہی مستحق گناہ اور مستحق دیت بن جاتے، پاس ان کفار کی سزا کو اللہ نے کچھ اور پیچھے ہٹا دیا تا کہ ان کمزور مسلمانوں کو چھٹکارا مل جائے اور بھی جن کی قسمت میں ایمان ہے وہ ایمان لے آئیں۔ اگر یہ مومن ان میں نہ ہوتے تو یقیناً ہم تمہیں ان کفار پر ابھی اسی وقت غلبہ دے دیتے اور ان کا نام مٹا دیتے۔

حضرت جنید بن سبیع فرماتے ہیں صبح کو میں کافروں کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑ رہا تھا لیکن اسی شام کو اللہ تعالیٰ نے میرا دل پھیر دیا میں مسلمان ہو گیا اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کفار سے لڑ رہا تھا، ہمارے ہی بارے میں یہ آیت (لولا رجال) الخ، نازل ہوئی ہے ہم کل نو شخص تھے سات مرد و عورتیں (طبرانی) اور روایت میں ہے کہ ہم تین مرد تھے اور نو عورتیں تھیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اگر یہ مومن ان کافروں میں ملے جلے نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت مسلمانوں کے ہاتھوں ان کافروں کو سخت سزا دیتا یہ قتل کر دیئے جاتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ○

جب ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، اپنے دلوں میں ضد رکھ لی، جو جاہلیت کی ضد تھی تو اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اتار دی اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا اور وہ اس کے زیادہ حق دار اور اس کے لائق تھے اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## معاہدہ حدیبیہ کر لینے کے سبب پابند تقویٰ ہو جانے کا بیان

"إِذْ جَعَلَ" مُتَعَلِّق بِعَذَّبْنَا "الَّذِينَ كَفَرُوا" فَاعِل "فِي قُلُوبهمْ الْحَمِيَّة" الْأَنَفَة مِنْ الشَّيْء "حَمِيَّة الْجَاهِلِيَّة" بَدَل مِنْ الْحَمِيَّة وَهِيَ صَدّهمْ النَّبِيّ وَأَصْحَابه عَنْ الْمَسْجِد الْحَرَام "فَأَنْزَلَ اللَّه سَكِينَته عَلَى رَسُوله وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ" فَصَالَحُوهُمْ عَلَى أَنْ يَعُودُوا مِنْ قَابِل وَلَمْ يَلْحَقهُمْ مِنْ الْحَمِيَّة مَا لَحِقَ الْكُفَّار حَتَّى يُقَاتِلُوهُمْ "وَأَلْزَمَهُمْ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ "كَلِمَة التَّقْوَى" لَا إِلَه إِلَّا اللَّه مُحَمَّد رَسُول اللَّه وَأُضِيفَتْ إِلَى التَّقْوَى لِأَنَّهَا سَبَبهَا "وَكَانُوا أَحَقّ بِهَا" بِالْكَلِمَةِ مِنْ الْكُفَّار "وَأَهْلهَا" عَطْف تَفْسِيرِيّ "وَكَانَ اللَّه بِكُلِّ شَيْء عَلِيمًا" أَيْ لَمْ يَزَلْ مُتَّصِفًا بِذَلِكَ وَمِنْ مَعْلُومه تَعَالَى أَنَّهُمْ أَهْلهَا.

یہاں پر لفظ اذ جعل یہ عذبنا سے متعلق ہے۔اور جعل کا فاعل الذین کفروا ہے اور جاہلیت یہ حمیت سے بدل ہے۔ جب ان لوگوں نے جنھوں نے کفر کیا، اپنے دلوں میں ضد رکھ لی، جو جاہلیت کی ضد تھی۔ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کے اصحاب کو مسجد حرام سے روک لیا۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اتار دی۔ پس ان سے صلح کر لی گئی کہ وہ آئندہ سال آئیں گے جو حمیت کفار کو لاحق ہوئی وہ انہیں لاحق نہیں ہوئی کہ وہ ان سے جہاد کرتے۔ اور انھیں تقویٰ کی بات پر قائم رکھا، جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، ﷺ ہے یعنی یہ سبب تقویٰ ہے۔ اس لئے اسی جانب اضافت کی گئی ہے۔ اور وہ کفار کی بہ نسبت اس کلمہ کے زیادہ حق دار تھے اور اور اس کے لائق تھے یہ عطف تفسیری ہے۔ اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان اوصاف کے ساتھ متصف رہتا ہے۔ اور ان کا اس تقویٰ کا اہل ہونا یہ اللہ تعالیٰ کے علوم میں سے ہے۔

## کفار کا بہ وقت صلح حمیت جاہلیہ کے اظہار کا بیان

پھر فرماتا ہے جبکہ یہ کافر اپنے دلوں میں غیرت وحمیت جاہلیت کو جما چکے تھے صلح نامہ میں آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) لکھنے سے انکار کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوانے سے انکار کیا، پس اللہ تعالیٰ نے اس وقت اپنے نبی اور مومنوں کے دل کھول دیئے ان پر اپنی سکینت نازل فرما کر انہیں مضبوط کر دیا اور تقوے کے کلمے پر انہیں جما دیا

یعنی آیت (لا الہ الا اللہ) پر جیسے ابن عباس کا فرمان ہے اور جیسے کہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں موجود ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ آیت (لا الہ الا اللہ) نہ کہہ لیں جس نے آیت (لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے مال کو اور اپنی جان کو بچا لیا مگر حق اسلام کی وجہ سے اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں نازل فرمایا ایک قوم کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا آیت (اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ، الصافات:35) یعنی ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں تو یہ تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ جل ثناء نے یہاں مسلمانوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہی اس کے زیادہ حقدار اور یہی اس کے قابل بھی تھے۔ یہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے انہوں نے اس سے تکبر کیا اور مشرکین قریش نے اسی سے حدیبیہ والے دن تکبر کیا پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایک مدت معینہ تک کے لئے صلح نامہ مکمل کر لیا، ابن جریر میں بھی یہ حدیث ان ہی زیادتیوں کے ساتھ مروی ہے لیکن بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پچھلے جملے راوی کے اپنے ہیں یعنی حضرت زہری کا قول ہے جو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ گویا حدیث میں ہی ہے مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد وہ اخلاص ہے

عطا فرماتے ہیں وہ کلمہ یہ ہے حدیث (لا الـه الا الله وحده لا شريك له الملك و له الحمد وهو على كل شي قـديـر) حضرت فرماتے ہیں اس سے مراد حدیث (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ) ہے حضرت علی فرماتے ہیں اس سے حدیث (لا الـه الا الـلّـه والـلّـه اكبر) مراد ہے یہی قول حضرت ابن عمر کا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اللہ کی وحدانیت کی شہادت ہے جو تمام تقوے کی جڑ ہے۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے مراد حدیث (لا الہ الا اللہ) بھی ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی ہے۔

حضرت عطا خراسانی فرماتے ہیں کلمہ تقویٰ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے حضرت زہری فرماتے ہیں آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) مراد ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں مراد حدیث (لا الہ الا اللہ) ہے پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے اسے معلوم ہے کہ مستحق خیر کون ہے؟ اور مستحق شر کون ہے؟

حضرت ابی بن کعب کی قرأت اسی طرح ہے (اذ جعل الذین کفروا فی قلوبهم الحمیۃ حمیۃ الجاهلیۃ ولو حمیتم کما حموا الفسد المسجد الحرام) یعنی کافروں نے جس وقت اپنے دل میں جاہلانہ ضد پیدا کر لی اگر اس وقت تم بھی ان کی طرح ضد پر آ جاتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسجد حرام میں فساد برپا ہو جاتا جب حضرت عمر کو اس قرأت کی خبر پہنچی تو بہت تیز ہوئے لیکن حضرت ابی نے فرمایا یہ تو آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا جاتا رہتا تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ آپ کو سکھاتا تھا آپ اس میں سے مجھے بھی سکھاتے تھے اس پر جناب عمر فاروق نے فرمایا آپ ذی علم اور قرآن دان ہیں آپ کو جو کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے وہ پڑھیئے اور سکھایئے۔ (سنن نسائی، تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ |
| رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ○ |
| بیشک اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حقیقت کے عین مطابق سچا خواب دکھایا تھا کہ تم لوگ، اگر اللہ نے چاہا |
| تو ضرور بالضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے امن وامان کے ساتھ، اپنے سر منڈوائے ہوئے اور بال کتروائے ہوئے، |
| تم خوفزدہ نہیں ہو گے، پس وہ جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے سو اس نے اس سے بھی پہلے ایک فوری فتح عطا کر دی۔ |

## فتح مکہ اور نبی کریم ﷺ کے خواب کا بیان

"لَقَدْ صَدَقَ اللّٰه رَسُوله الرُّؤْيَا بِالْحَقّ" رَأَى رَسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْم عَام الْحُدَيْبِيَة قَبْل خُرُوجه أَنَّهُ يَدْخُل مَكَّة هُوَ وَأَصْحَابه آمِنِينَ وَيَحْلِقُونَ وَيُقَصِّرُونَ فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ أَصْحَابه فَفَرِحُوا فَلَمَّا خَرَجُوا مَعَهُ وَصَدَّهُمْ الْكُفَّار بِالْحُدَيْبِيَةِ وَرَجَعُوا وَشَقَّ عَلَيْهِمْ ذَلِكَ وَرَابَ بَعْض الْمُنَافِقِينَ نَزَلَتْ وَقَوْله (بِالْحَقِّ مُتَعَلِّق بِصَدَقَ أَوْ حَال مِنْ الرُّؤْيَا وَمَا بَعْدهَا "لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِد الْحَرَام إنْ شَاءَ اللّٰه" لِلتَّبَرُّكِ "آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُءُوسكُمْ" أَيْ جَمِيع شُعُورهَا "وَمُقَصِّرِينَ" بَعْض شُعُورهَا وَهُمَا حَالَانِ مُقَدَّرَتَانِ "لَا تَخَافُونَ" أَبَدًا "فَعَلِمَ" فِي الصُّلْح "مَا لَمْ تَعْلَمُوا" مِنْ الصَّلَاح "فَجَعَلَ مِنْ دُون ذَلِكَ" أَيْ الدُّخُول "فَتْحًا قَرِيبًا" هُوَ فَتْح خَيْبَر , وَتَحَقَّقَتْ الرُّؤْيَا فِي الْعَام الْقَابِل،

بیشک اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حقیقت کے عین مطابق سچا خواب دکھایا تھا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے سال حالت نیند میں مدینہ منورہ سے خروج سے پہلے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب مکہ میں امن کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے حلق کروائے ہیں اور قصر کروا رہے ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ نے اس کی اطلاع صحابہ کرام کو دی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ شریف کی طرف خروج کیا اور کفار نے آپ کو حدیبیہ کے مقام پر روک لیا اور واپس بھجوا دیا۔ تو یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشکل لگا۔ اور بعض منافقین نے شک کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا، یعنی بالحق جو صدق کے متعلق ہے یا رؤیا سے حال ہے۔ اور اس کا مابعد اس کی تفسیر ہے۔ کہ تم لوگ، اگر اللہ نے چاہا تو ضرور بالضرور مسجد حرام میں بہ طور برکت داخل ہو گے امن وامان کے ساتھ، کچھ اپنے سر منڈوائے ہوئے اور کچھ بال کتروائے ہوئے۔ محلق تمام بال منڈوانے والا جبکہ مقصر بعض بال کتروانے والا، اور یہ دونوں لاتخافون سے حال مقدرہ ہیں۔ اس حال میں کہ تم خوفزدہ نہیں ہو گے، پس وہ صلح حدیبیہ کو اس خواب کی تعبیر کے پیش خیمہ کے طور پر جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے سو اس نے اس فتح مکہ سے بھی پہلے ایک فوری فتح حدیبیہ سے پلٹتے ہی فتح خیبر عطا کر دی اور اس سے اگلے سال فتح مکہ اور داخلہ حرم عطا فرما دیا۔ جس

سے خواب کی تعبیر ثابت ہوگئی۔

## سورت فتح آیت ۲۷ کے شان نزول کا بیان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کا قصد فرمانے سے قبل مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا تھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ معظمہ میں بامن داخل ہوئے اور اصحاب نے سر کے بال منڈائے، بعض نے ترشوائے، یہ خواب آپ نے اپنے اصحاب سے بیان فرمایا تو انہیں خوشی ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ اسی سال وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں گے، جب مسلمان حدیبیہ سے بعد صلح کے واپس ہوئے اور اس سال مکہ مکرمہ میں داخلہ نہ ہوا تو منافقین نے تمسخر کیا، طعن کئے اور کہا کہ وہ خواب کیا ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس خواب کے مضمون کی تصدیق فرمائی کہ ضرور ایسا ہوگا چنانچہ اگلے سال ایسا ہی ہوا اور مسلمان اگلے سال بڑے شان وشکوہ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ فتح، بیروت)

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ میں گئے اور بیت اللہ شریف کا طواف کیا۔ آپ نے اس کا ذکر اپنے اصحاب سے مدینہ شریف میں ہی کر دیا تھا حدیبیہ والے سال جب آپ عمرے کے ارادے سے چلے تو اس خواب کی بنا پر صحابہ کو یقین کامل تھا کہ اس سفر میں ہی کامیابی کے ساتھ اس خواب کا ظہور دیکھ لیں گے۔ وہاں جا کر جو رنگت بدلی ہوئی دیکھی یہاں تک کہ صلح نامہ لکھ کر بغیر زیارت بیت اللہ واپس ہونا پڑا تو ان صحابہ پر نہایت شاق گذرا۔ چنانچہ حضرت عمر نے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا بھی کہ آپ نے تو ہم سے فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ جائیں گے اور طواف سے مشرف ہوں گے آپ نے فرمایا یہ صحیح ہے لیکن یہ تو میں نے نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہوگا؟ حضرت عمر نے فرمایا ہاں یہ تو نہیں فرمایا تھا آپ نے فرمایا پھر جلدی کیا ہے؟ تم بیت اللہ میں جاؤ گے ضرور اور طواف بھی یقیناً کرو گے۔

پھر حضرت صدیق سے یہی کہا اور ٹھیک یہی جواب پایا۔ اس آیت میں جو ان شاء اللہ ہے یہ استثناء کے لئے نہیں بلکہ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے اس مبارک خواب کی تاویل کو صحابہ نے دیکھ لیا اور پورے امن واطمینان کے ساتھ مکہ میں گئے اور وہاں جا کر احرام کھولتے ہوئے بعض نے اپنا سر منڈوایا اور بعض نے بال کتروائے۔ صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سر منڈوانے والوں پر رحم کرے لوگوں نے کہا حضرت اور کتروانے والوں پر بھی۔ آپ نے دوبارہ بھی یہی فرمایا پھر لوگوں نے وہی کہا آخر تیسری یا چوتھی دفعہ میں آپ نے کتروانے والوں کے لئے بھی رحم کی دعا کی۔ پھر فرمایا بیخوف ہو کر یعنی مکہ جاتے وقت بھی امن وامان سے ہو گے اور مکہ کا قیام بھی بیخوفی کا ہوگا چنانچہ عمرۃ القضاء میں یہی ہوا یہ عمرہ ذی قعدہ سنہ ۷ ہجری میں ہوا تھا۔ حدیبیہ سے آپ ذی قعدہ کے مہینے میں لوٹے ذی الحجہ اور محرم تو مدینہ شریف میں قیام رہا صفر میں خیبر کی طرف گئے اس کا کچھ حصہ تو از روئے جنگ فتح ہوا اور کچھ حصہ از روئے صلح مسخر ہوا یہ بہت بڑا علاقہ تھا اس میں کھجوروں کے باغات اور کھیتیاں بکثرت تھیں، یہیں کے یہودیوں کو آپ نے بطور خادم یہاں رکھ کر ان سے یہ معاملہ طے کیا کہ وہ باغوں اور کھیتیوں کی حفاظت اور خدمت کریں

اور پیداوار کا نصف حصہ دے دیا کریں ۔

خیبر کی تقسیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان ہی صحابہ میں کی جو حدیبیہ میں موجود تھے ان کے سوا کسی اور کو اس جنگ میں آپ نے حصہ دار نہیں بنایا، سوائے ان لوگوں کے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ سب اس فتح خیبر میں بھی ساتھ تھے ۔حضرت ابو دجانہ، سماک بن خرشہ کے سوا چیسے کہ اس کا پورا بیان اپنی جگہ ہے یہاں سے آپ سالم وغنیمت لئے ہوئے واپس تشریف لائے اور ماہ ذوالقعدہ سنہ ۷ ہجری میں مکہ کی طرف بارادہ عمرہ اہل حدیبیہ کو ساتھ لے کر آپ روانہ ہوئے، ذوالحلفیہ سے احرام باندھا قربانی کے لئے ساٹھ اونٹ ساتھ لئے اور لبیک پکارتے ہوئے ظہران میں پہنچے جہاں سے کعبہ کے بت دکھائی دیتے تھے تو آپ نے تمام نیزے بھالے تیر کمان بطن یاجج میں بھیج دیئے، مطابق شرط کے صرف تلواریں پاس رکھ لیں اور وہ بھی میان میں تھیں ابھی آپ راستے میں ہی تھے جو قریش کا بھیجا ہوا آدمی مکرز بن حفص آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عادت تو توڑنے کی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا کہ آپ تیر اور نیزے لے کر آرہے ہیں آپ نے فرمایا نہیں تو ہم نے وہ سب یاجج بھیج دیے ہیں اس نے کہا یہی ہمیں آپ کی ذات سے امید تھی آپ ہمیشہ سے بھلائی اور نیکی اور وفاداری ہی کرنے والے ہیں سرداران کفار تو بوجہ غیظ وغضب اور رنج وغم کے شہر سے باہر چلے گئے کیونکہ وہ تو آپ کو اور آپ کے اصحاب کو دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور لوگ جو مکہ میں رہ گئے تھے وہ مرد عورت بچے تمام راستوں پر اور کوٹھوں پر اور چھتوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک استعجاب کی نظر سے اس مخلص گروہ کو اس پاک لشکر کو اس اللہ کی فوج کو دیکھ رہے تھے آپ نے قربانی کے جانور ذی طوٰی میں بھیج دیئے تھے خود آپ اپنی مشہور ومعروف سواری اونٹنی قصوا پر سوار تھے آگے آگے آپ کے اصحاب تھے جو برابر لبیک پکار رہے تھے حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری آپ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے

باسم الذی لا دین الا دینہ بسم الذی محمد رسولہ

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نضربکم علی تاویلہ

کما ضربنا کم علی تنزیلہ ضربا یزیل الھام عن مقیلہ

ویذھل الخلیل عن خلیلہ قد انزل الرحمن فی تنزیلہ

فی صحف تتلی علی رسولہ بان خیر القتل فی سبیلہ

یارب انی مومن بقیلہ

یعنی اس اللہ عزوجل کے نام جس کے دین کے سوا اور کوئی دین قابل قبول نہیں ۔اس اللہ کے نام سے جس کے رسول حضرت محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اے کافروں کے بچو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ آج ہم تمہیں آپ کے لوٹنے پر بھی ویسا ہی ماریں گے جیسا آپ کے آنے پر مارا تھا وہ مار جو دماغ کو اس کے ٹھکانے سے ہٹا دے اور دوست کو دوست سے بھلا دے۔

اللہ تعالیٰ رحم والے نے اپنی وحی میں نازل فرمایا ہے جو ان صحیفوں میں محفوظ ہے جو اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلاوت کیے جاتے ہیں کہ سب سے بہتر موت شہادت کی موت ہے جو اس کی راہ میں ہو۔ اے میرے پروردگار میں اس بات پر ایمان لا چکا ہوں۔ بعض روایتوں میں الفاظ میں کچھ ہیر پھیر بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ اس عمرے کے سفر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مرالظہران) میں پہنچے تو صحابہ نے سنا کہ اہل مکہ کہتے ہیں یہ لوگ بوجہ لاغری اور کمزوری کے اٹھ بیٹھ نہیں سکتے یہ سن کر صحابہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنی سواریوں کے چند جانور ذبح کر لیں ان کا گوشت کھائیں اور شوربا پئیں اور تازہ دم ہو کر مکہ میں جائیں آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو تمہارے پاس جو کھانا ہوا سے جمع کرو چنانچہ جمع کیا دستر خوان بچھایا اور کھانے بیٹھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے کھانے میں اتنی برکت ہوئی کہ سب نے کھا پی لیا اور توشے دان بھر لئے۔ آپ مکہ شریف آئے سیدھے بیت اللہ گئے قریشی حطیم کی طرف بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چادر کے پلے دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لئے اور اصحاب سے فرمایا یہ لوگ تم میں سستی اور لاغری محسوس نہ کریں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ۝ |
| وہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق عطا فرما کر بھیجا تاکہ |
| اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اور اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ |

## دین اسلام کے دین حق ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِی أَرْسَلَ رَسُوله بِالْهُدَى وَدِين الْحَقّ لِيُظْهِرهُ" أَیْ دِين الْحَقّ "عَلَى الدِّين كُلّه" عَلَى جَمِيع بَاقِي الْأَدْيَان "وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا" أَنَّك مُرْسَل بِمَا ذُكِرَ كَمَا قَالَ اللَّه تَعَالَى،

وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق عطا فرما کر بھیجا تاکہ اسے تمام بقیہ ادیان پر غالب کر دے، اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وحقانیت پر اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

گذشتہ آیات میں جو فتوحات اور غنائم کے وعدے اور اہل حدیبیہ کے خصوصاً اور تمام صحابہ کے عموماً فضائل اور بشارتیں مذکور ہوئے ہیں اب خاتمہ سورت میں ان مضامین کی تلخیص وتاکید ہے اور چونکہ یہ سب نعمتیں اور بشارتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تصدیق کی بنا پر ہوئیں اس لئے اس تصدیق واطاعت کی مزید تاکید کے لئے نیز منکرین رسالت محمدیہ پر رد کرنے کے لئے اور صلح حدیبیہ کے وقت جو بعض مسلمانوں کے دلوں میں کچھ شکوک پیدا ہو گئے تھے ان کے ازالہ کے لئے ان آیات میں آپ کی رسالت کا اثبات بلکہ تمام دنیا کے دینوں پر آپ کے دین کو غالب کرنے کی بشارت دی گئی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ
فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ ۚ
وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ
لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۚ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی معیت اور سنگت میں ہیں کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔ آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں ہیں اور ان کے اوصاف انجیل میں ہیں۔ وہ کھیتی کی طرح ہیں جس نے اپنی باریک سی کونپل نکالی، پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی تاکہ ان کے ذریعے وہ کافروں کے دل جلائے، اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

## حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

"مُحَمَّد" مُبْتَدَأ "رَسُول اللّٰه" خَبَره "وَالَّذِينَ مَعَهُ" أَيْ أَصْحَابه مِنَ الْمُؤْمِنِينَ مُبْتَدَأ خَبَره "أَشِدَّاء" غِلَاظ "عَلَى الْكُفَّار" لَا يَرْحَمُونَهُمْ "رُحَمَاء بَيْنهمْ" خَبَر ثَانٍ أَيْ مُتَعَاطِفُونَ مُتَوَادُّونَ كَالْوَالِدِ مَعَ الْوَلَد "تَرَاهُمْ" تُبْصِرهُمْ "رُكَّعًا سُجَّدًا" حَالَانِ "يَبْتَغُونَ" مُسْتَأْنَف يَطْلُبُونَ "فَضْلًا مِنَ اللّٰه وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ" عَلَامَتهمْ مُبْتَدَأ "فِي وُجُوههمْ" خَبَره وَهُوَ نُور وَبَيَاض يُعْرَفُونَ بِهِ فِي الْآخِرَة أَنَّهُمْ سَجَدُوا فِي الدُّنْيَا "مِنْ أَثَر السُّجُود" مُتَعَلِّق بِمَا تَعَلَّقَ بِهِ الْخَبَر أَيْ كَائِنَة وَأُعْرِبَ حَالًا مِنْ ضَمِيره الْمُنْتَقِل إلَى الْخَبَر "ذَلِكَ" الْوَصْف الْمَذْكُور "مَثَلهمْ" صِفَتهمْ مُبْتَدَأ "فِي التَّوْرَاة" خَبَره "وَمَثَلهمْ فِي الْإِنْجِيل" مُبْتَدَأ خَبَره "كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ" بِسُكُونِ الطَّاء وَفَتْحهَا: فِرَاخه "فَآزَرَهُ" بِالْمَدِّ وَالْقَصْر قَوَّاهُ وَأَعَانَهُ "فَاسْتَغْلَظَ" غَلُظَ "فَاسْتَوَى" قَوِيَ وَاسْتَقَامَ "عَلَى سُوقه" أُصُوله جَمْع سَاق "يُعْجِب الزُّرَّاع" أَيْ زُرَّاعه لِحُسْنِهِ مِثْل الصَّحَابَة رَضِيَ اللّٰه عَنْهُمْ بِذَلِكَ لِأَنَّهُمْ بَدَءُوا فِي قِلَّة وَضَعْف فَكَثُرُوا وَقَوُوا عَلَى أَحْسَن الْوُجُوه "لِيَغِيظ بِهِمُ الْكُفَّار" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْله أَيْ شُبِّهُوا بِذَلِكَ "وَعَدَ اللّٰه الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات مِنْهُمْ" الصَّحَابَة وَمِنْ لِبَيَانِ الْجِنْس لَا لِلتَّبْعِيض

لِاَنَّهُمْ كُلَّهُمْ بِالصِّفَةِ الْمَذْكُورَة "مَغْفِرَة وَّأَجْرًا عَظِيمًا" الْجَنَّة وَهُمَا لِمَنْ بَعْدهمْ أَيْضًا فِي آيَات

یہاں پر لفظ محمد (ﷺ) مبتداء ہے اور رسول اللہ اس کی خبر ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اہل ایمان صحابہ ہیں یہاں پر والذین معہ مبتداء ہے اور اشداء اس کی خبر ہے۔ وہ کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں یہاں پر رحماء بینھم یہ خبر ثانی ہے۔ یعنی آپس میں اس طرح ایک دوسرے پر رحم دل ہیں جس طرح ایک باپ اپنے بیٹے کیلئے رحم دل ہوتا ہے آپ انہیں کثرت سے رکوع کرتے ہوئے، سجود کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، یہاں پر رکعا اور سجدا یہ دونوں حال ہیں۔ وہ صرف اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلب گار ہیں۔ یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ ان کی نشانی ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر ہے جو بصورتِ نور نمایاں ہے۔ یہاں پر سیماہم مبتداء ہے اور فی وجوہم اس کی خبر ہے۔ اور وہ ایک نور ہے جس کے ذریعے وہ قیامت کے دن پہچانے جائیں گے۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں اللہ کو سجدہ کیا ہے من اثر السجود اسی سے متعلق ہے جس سے متعلق خبر ہے اور کائنۃ ہے۔ اور من اثر السجود خبر سے متعلق کائنۃ سے حال ہے۔ جو خبر کی جانب لوٹنے والی ہے۔ ان کے یہ اوصاف تورات میں بھی مذکور ہیں یہاں پر ذلک مثلھم یہ مبتداء اور خبر ہیں۔ اور ان کے یہی اوصاف انجیل میں بھی مرقوم ہیں۔ وہ (صحابہ ہمارے محبوبِ مکرم ﷺ کی) کھیتی کی طرح ہیں جس نے سب سے پہلے اپنی باریک سی کونپل نکالی، یہاں پر مثلھم مبتداء اور کزرع الخ اس کی خبر ہے۔ اور لفظ شطاء یہ طاء کے فتحہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اس نے اپنی کونپل نکالی۔ پھر اسے طاقتور اور مضبوط کیا، لفظ فآزرہ یہ مد اور بغیر مد کے بھی آیا ہے۔ پھر وہ موٹی اور دبیز ہوگئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی۔ یعنی اپنی جڑ پر یہاں پر سوق یہ ساق کی جمع ہے۔ (اور جب سرسبز و شاداب ہو کر لہلہائی تو) کاشتکاروں کو کیا ہی اچھی لگنے لگی۔ یہاں کھیتی سے تشبیہ اس لئے دی گئی ہے کہ ابتداء میں وہ تھوڑے اور کمزور تھے جبکہ بعض انہیں کثرت و طاقت ملی۔ (اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسی طرح ایمان کے تناور درخت بنایا ہے) تا کہ ان کے ذریعے وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جلنے والے) کافروں کے دل جلائے، یہاں پر لیغیظ کا متعلق محذوف ہے جس پر اس کا ماقبل دلالت کرنے والا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھیتی سے تشبیہ دی ہے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔ یہاں پر لفظ من یہ جنس کیلئے آیا ہے بعض کیلئے نہیں آیا لہٰذا تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفت مذکورہ کے ساتھ متصف رہنے والے ہیں۔ مغفرت اور اجرِ عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ جس طرح بعد کی آیات میں آیا ہے۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں خشوع اور تواضع ہے، حضرت منصور حضرت مجاہد سے کہتے ہیں میرا تو یہ خیال تھا کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں حضرت سدی فرماتے ہیں

نماز ان کے چہرے اچھے کر دیتی ہے۔ بعض سلف سے منقول ہے جو رات کو بکثرت نماز پڑھے گا اس کا چہرہ دن کو خوبصورت ہوگا۔

حضرت جابر کی روایت سے ابن ماجہ کی ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے چہرے پر روشنی آتی ہے روزی میں کشادگی ہوتی ہے لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ امیر المومنین حضرت عثمان کا فرمان ہے کہ جو شخص اپنے اندرونی پوشیدہ حالات کی اصلاح کرے اور بھلائیاں پوشیدگی سے کرے اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کی سلوٹوں پر اور اسکی زبان کے کناروں پر ان نیکیوں کو ظاہر کر دیتا ہے الغرض دل کا آئینہ چہرہ ہے جو اس میں ہوتا ہے اس کا اثر چہرہ پر ہوتا ہے پس مومن جب اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں جو شخص اپنے باطن کی اصلاح کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو بھی آراستہ و پیراستہ کر دیتا ہے، طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص جیسی بات کو پوشیدہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی کی چادر اڑھا دیتا ہے اگر وہ پوشیدگی بھلی ہے تو بھلائی کی اور اگر بری ہے تو برائی کی۔ لیکن اس کا ایک راوی عراقی متروک ہے۔ مسند احمد میں آپ کا فرمان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ٹھوس چٹان میں گھس کر جس کا نہ کوئی دروازہ ہو نہ اس میں کوئی سوراخ ہو کوئی عمل کرے گا اللہ اسے بھی لوگوں کے سامنے رکھ دے گا برائی ہو تو یا بھلائی ہو تو۔ مسند کی اور حدیث میں ہے نیک طریقہ، اچھا خلق، میانہ روی نبوۃ کے پچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے۔ الغرض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نیتیں خالص تھیں اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے پاک چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاکبازی جچ جاتی تھی اور وہ ان کے چال چلن اور ان کے اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔

حضرت امام مالک کا فرمان ہے کہ جن صحابہ نے شام کا ملک فتح کیا جب وہاں کے نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بیساختہ پکار اٹھتے اللہ کی قسم یہ حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ فی الواقع ان کا یہ قول سچا ہے اگلی کتابوں میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول ان کے بہتر بزرگ اصحاب رسول ہیں اور خود ان کا ذکر بھی اگلی اللہ کی کتابوں میں اور پہلے کے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی توراۃ میں ہے۔

پھر فرماتا ہے اور ان کی مثال انجیل کی مانند کھیتی کے بیان کی گئی ہے جو اپنا سبزہ نکالتی ہے پھر اسے مضبوط اور قوی کرتی ہے پھر وہ طاقتور اور موٹا ہو جاتا ہے اور اپنی بال پر سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے اب کھیتی والے کی خوشی کا کیا پوچھنا ہے؟ اسی طرح اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ انہوں نے آپ کی تائید و نصرت کی پس وہ آپ کے ساتھ وہی تعلق رکھتے ہیں جو پٹھے اور سبزے کو کھیتی سے تھا یہ اس لئے کہ کفار جھنپیں۔

حضرت امام مالک نے اس آیت سے رافضیوں کے کفر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ صحابہ سے چڑتے اور ان سے بغض رکھنے والا کافر ہے۔ علماء کی ایک جماعت بھی اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ ہے صحابہ کرام کے فضائل میں اور ان کی لغزشوں سے چشم

پوشی کرنے میں بہت سی احادیث آئی ہیں خود اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریفیں بیان کیں اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے کیا ان کی بزرگی میں یہ کافی نہیں؟ پھر فرماتا ہے ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے گناہ معاف اور ان کا اجر عظیم اور رزق کریم ثواب جزیل اور بدلہ کبیر ثابت یاد رہے کہ (منھم) میں جو (من) ہے وہ یہاں بیان جنس کے لئے ہے اللہ کا یہ سچا اور اٹل وعدہ ہے جو نہ بدلے نہ خلاف ہو ان کے قدم بقدم چلنے والوں ان کی روش پر کاربند ہونے والوں سے بھی اللہ کا یہ وعدہ ثابت ہے لیکن فضیلت اور سبقت کمال اور بزرگی جو انہیں ہے امت میں سے کسی کو حاصل نہیں اللہ ان سے خوش اللہ ان سے راضی یہ جنتی ہو چکے اور بدلے پالئے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے صحابہ کو برا نہ کہو ان کی بے ادبی اور گستاخی نہ کرو اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے تین پاؤ اناج بلکہ ڈیڑھ پاؤ اناج کے اجر کو بھی نہیں پا سکتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فتح، بیروت)

## سورہ فتح کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ فتح کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الْحُجُرَات

## یہ قرآن مجید کی سورت حجرات ہے

### سورت حجرات کی آیات وکلمات کا بیان

سُوْرَةُ الْحُجُرَات (مَدَنِيَّة وَ آيَاتها ثَمَانِي عَشْرَة آيَة)

سورہ حجرات مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، اٹھارہ آیات، تین سو تینتالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں۔

### سورت حجرات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی آیت چار میں لفظ حجرات استعمال ہوا ہے جس کا معنی حجرہ یا مکان یا گھر ہے۔ اور اس میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے آداب سکھائے گئے ہیں۔ اسی مناسبت کے سبب اس سورت کا نام حجرات ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ |
| اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آگے نہ بڑھا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو |
| (کہ کہیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی نہ ہو جائے)، بیشک اللہ سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ |

### نبی کریم ﷺ سے تقدم کی ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا " مِنْ قَدَّمَ بِمَعْنَى تَقَدَّمَ أَيْ لَا تُقَدِّمُوا بِقَوْلٍ وَلَا فِعْل "بَيْن يَدَيِ اللَّه وَرَسُوله " الْمُبَلِّغ عَنْهُ أَيْ بِغَيْرِ إذْنهمَا "وَاتَّقُوا اللَّه إنَّ اللَّه سَمِيع " لِقَوْلِكُمْ "عَلِيم" بِفِعْلِكُمْ نَزَلَتْ فِي مُجَادَلَة أَبِي بَكْر وَعُمَر رَضِيَ اللَّه عَنْهُمَا عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَأْمِير الْأَقْرَع بْن حَابِس أَوْ الْقَعْقَاع بْن مَعْبَد وَنَزَلَ فِيمَنْ رَفَعَ صَوْته عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھو یہ لفظ "قدم" سے ماخوذ ہے اور تقدم کے معنی میں ہے یعنی تم عملی طور پر اور زبانی طور پر آگے بڑھنے کی (کوشش نہ کرو) اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرنے والے ہیں یعنی ان دونوں کی اجازت کے بغیر (ایسا نہ کرو) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا ہے تمہاری باتوں کو اور جاننے والا

ہے تمہارے کام کو۔ یہ آیت حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی بحث کے بارے میں نازل ہوئی جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اقرع بن حابس یا قعقاع بن معبد کو امیر مقرر کرنے کے بارے میں کی تھی۔

## سورت حجرات آیت ا کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ بنو تمیم کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو ابوبکر نے کہا قعقاع بن معبد کو ان پر امیر مقرر کر دیجیے اور عمر نے کہا بلکہ اقرع بن حابس کو امیر بنا دیجیے ابوبکر نے کہا تم نے محض میری مخالفت کا ارادہ کیا ہے اور عمر نے کہا میں نے تمہاری مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اس بات پر دونوں کا جھگڑا ہوا یہاں تک کہ دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں تو اس بارے میں اللہ کا یہ فرمان نازل ہوا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ الی قوله وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ ،مومنو! (کسی کے جواب میں) خدا اور اس کے رسول ﷺ سے پہلے نہ بول اٹھا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا سنتا جانتا ہے۔ اے اہل ایمان اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو (اس طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا نہ کرو۔ جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کیے رہتے یہاں تک کہ تم خود نکل کر ان کے پاس آتے تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔

(نیسا بوری 317، بخاری 4566، زاد المسیر 7۔454، تفسیر قرطبی 16۔300، ابن کثیر 4۔205)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ |
| كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○ |
| اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبیٔ مکرّم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آواز سے بلندمت کیا کرو اور ان کے ساتھ |
| اس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو (ایسا نہ ہو) |
| کہ تمہارے سارے اعمال ہی غارت ہو جائیں اور تمہیں شعور تک بھی نہ ہو۔ |

## بارگاہ رسالت ﷺ میں آواز بلند کرنے کی ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتكُمْ " إذَا نَطَقْتُمْ "فَوْق صَوْت النَّبِيّ " إذَا نَطَقَ "وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ" إذَا نَاجَيْتُمُوهُ "كَجَهْرِ بَعْضكُمْ لِبَعْضٍ " بَلْ دُون ذَلِكَ إجْلَالًا لَهُ "أَنْ تَحْبَط أَعْمَالكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ" أَيْ خَشْيَة ذَلِكَ بِالرَّفْعِ وَالْجَهْر الْمَذْكُورَيْنِ،

یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آواز کو بلند کیا تھا۔

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو جب تم بات کرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے جب وہ بات کر رہے ہوں اور تم انہیں اس طرح سے نہ بلاؤ جب تم انہیں پکارتے ہو جس طرح ایک دوسرے کو بلاتے ہو بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہوئے

دوسرے طریقے سے مخاطب کرو (یا ہلکی آواز میں مخاطب کرو) ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے یعنی اس آواز کو بلند کرنے اور بلانے کے طریقے کے حوالے سے ڈرتے ہوئے جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

## سورت حجرات آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس کے حق میں نازل ہوئی انہیں ثقلِ سماعت تھا اور آواز ان کی اونچی تھی، بات کرنے میں آواز بلند ہو جایا کرتی تھی، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ثابت اپنے گھر میں بیٹھ رہے اور کہنے لگے کہ میں اہل نار سے ہوں، حضور نے حضرت سعد سے ان کا حال دریافت فرمایا، انھوں نے عرض کیا کہ وہ میرے پڑوسی ہیں اور میرے علم میں انہیں کوئی بیماری تو نہیں ہوئی، پھر آ کر حضرت ثابت سے اس کا ذکر کیا، ثابت نے کہا، یہ آیت نازل ہوئی اور تم جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ بلند آواز ہوں تو میں جہنمی ہو گیا، حضرت سعد نے یہ حال خدمتِ اقدس میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اہل جنت سے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حجرات، بیروت)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! انہیں ان کی قوم پر عامل مقرر کر دیجئے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا انہیں عامل نہ بنائیے۔

چنانچہ دونوں میں تکرار ہو گئی یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے کہ تمہارا مقصد صرف مجھ سے اختلاف کرنا ہے۔ انہوں نے فرمایا میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کیا کرو اور نہ بلند آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بار کیا کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو)۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حال تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات کرتے تو ان کی آواز اس وقت تک سنائی نہ دیتی جب تک سمجھا کر بات نہ کرتے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1214)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ |
| لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ |
| بیشک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں (ادب و نیاز کے باعث) اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں، یہی وہ |
| لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے چن کر خالص کر لیا ہے۔ ان ہی کے لئے بخشش ہے اور اجرِ عظیم ہے۔ |

## بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنے والوں کیلئے عظیم ثواب ہونے کا بیان

وَنَزَلَ فِيمَنْ كَانَ يَخْفِض صَوْته عِنْد النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَبِي بَكْر وَعُمَر وَغَيْرهمَا

رَضِیَ اللّٰہ عَنۡھُمۡ

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتھمۡ عِنۡد رَسُول اللّٰہ اُولٰئِکَ الَّذِیۡنَ امۡتَحَنَ " اخۡتَبَرَ "اللّٰہ قُلُوبھمۡ لِلتَّقۡوٰی" اَیۡ لِتَظۡھَر مِنۡھُمۡ "لَھُمۡ مَغۡفِرَة وَّاَجۡر عَظِیۡم" الۡجَنَّة،

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اپنی آواز پست کرتے تھے جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر حضرات ۔ بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ امتحان لیا ہے یعنی خبر معلوم کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کی تقویٰ کے لئے، یعنی تقویٰ کو ان سے ظاہر کردے۔ان لوگوں کے لئے عظیم اجر ہے اور بخشش ہے۔

## صحابہ کرام کا نبی کریم ﷺ کی تعظیم کیلئے آوازں کو پست کر لینے کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی (لاترفعوا اصواتکم) تو ابوبکر نے قسم اٹھائی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے ایسے گفتگو کیا کروں گا کہ جیسے کوئی خفیہ بات کرنے والا کرتا ہے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔اِنَّ الَّذِیۡنَ یَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَھُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ، جولوگ پیغمبر خدا کے سامنے دبی آواز سے بولتے ہیں خدا نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزمالیے ہیں ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔(نیسابوری 317، قرطبی 16۔308، زادالمسیر 7۔457)

طارق حضرت ابوبکر سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی پر یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے قسم اٹھالی کہ میں رسول اللہ ﷺ سے رازدان (اور بھیدی) کی طرح ہی بات کروں گا۔(مستدرک 3۔47۔مجمع الزوائد 7۔108)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ۝ |
| بیشک جولوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام ومرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے۔ |

## نبی کریم ﷺ کی دعوت پر آنے کے آداب کا بیان

وَنَزَلَ فِی قَوۡم جَاءُوا وَقۡت الظَّھِیۡرَة وَالنَّبِیّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ فِی مَنۡزِله فَنَادَوۡہُ "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَك مِنۡ وَرَاء الۡحُجُرَات " حُجُرَات نِسَائِہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ جَمۡع حُجۡرَة وَھِیَ مَا یُحۡجَر عَلَیۡہِ مِنَ الۡاَرۡض بِحَائِطٍ وَنَحۡوہ وَکَانَ کُلّ وَاحِد مِنۡھُمۡ نَادٰی خَلۡف حُجۡرَة لِاَنَّھُمۡ لَمۡ یَعۡلَمُوۡہُ فِی اَیّ حُجۡرَة مُنَادَاة الۡاَعۡرَاب بِغِلۡظَةٍ وَجَفَاء "اَکۡثَرھمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ" فِیۡمَا فَعَلُوۡہُ مَحَلّك الرَّفِیۡع وَمَا یُنَاسِبهُ مِنَ التَّعۡظِیۡم

یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو دوپہر کے وقت آئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنے گھر میں موجود تھے۔انہوں نے بلند آواز میں پکارا (ارشاد باری تعالیٰ ہے) بے شک وہ لوگ جو تمہیں حجرے کے باہر سے بلاتے ہیں اس

سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حجرات ہیں۔لفظ حجرہ کی جمع ہے اور اس سے مراد زمین کا وہ حصہ ہے جسے چاردیواری کے ذریعے محفوظ کر دیا جائے۔ان لوگوں میں سے ہر ایک نے آپ کو ہر ایک حجرے کے باہر سے بلایا کیونکہ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ اس وقت کون سے حجرے میں ہیں اور انہوں نے دیہاتیوں کے مخصوص انداز میں بدتمیزی کے ساتھ بلایا تھا۔(ارشاد باری تعالیٰ ہے) ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے اس چیز کے بارے میں جو وہ کر رہے ہوتے ہیں اور آپ کی بلند شان کے بارے میں نہیں جانتے۔پھر جو مناسب تعظیم ہے اس کے بارے میں بھی نہیں جانتے۔

## سورت حجرات آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

ابو مسلم بجلی کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم کو یہ بیان کرتے سنا کہ نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ میں تھے کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے اور آپ کو بلند آواز سے یا محمد یا محمد کہہ کر پکارنا شروع کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ) محمد بن اسحاق اور کچھ دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت بنو تمیم کے بداخلاق اور اجڈ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ان کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور مسجد میں داخل ہو گیا اور آپ کو آپ کے حجرے کے باہر سے بلند آواز سے پکارنا شروع کر دیا اے محمد ﷺ باہر نکلو ہماری مدح زینت ہے اور ہماری مذمت عیب ہے نبی کریم ﷺ کو ان کے شور و غل سے بہت اذیت پہنچی آپ باہر تشریف لائے تو انہوں نے کہا اے محمد ﷺ ہم تمہارے پاس تمہارے مقابلے میں تفاخر کے لیے آئے ہیں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ان میں اقرع بن حابس، عیینہ بن حصن، زبرقان بن بدر اور قیس بن عاصم بھی تھے۔(نیسابوری 319، سیوطی 268، قرطبی 16۔309)

## نبی کریم ﷺ کی خدمت حاضر ہونے کے آداب کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مذمت بیان کرتا ہے جو آپ کے مکانوں کے پیچھے سے آپ کو آوازیں دیتے اور پکارتے ہیں جس طرح اعراب میں دستور تھا تو فرمایا کہ ان میں سے اکثر بےعقل ہیں پھر اس کی بابت ادب سکھاتے ہوئے فرماتا ہے کہ چاہیے تھا کہ آپ کے انتظار میں ٹھہر جاتے اور جب آپ مکان سے باہر نکلتے تو آپ سے جو کہنا ہوتا کہتے۔نہ کہ آوازیں دے کر باہر سے پکارتے۔دنیا اور دین کی مصلحت اور بہتری اسی میں تھی پھر حکم دیتا ہے کہ ایسے لوگوں کو توبہ استغفار کرنا چاہیے کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔یہ آیت حضرت اقرع بن حابس تمیمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کا نام لے کر پکارا یا محمد! یا محمد! آپ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو اس نے کہا سنئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا تعریف کرنا بڑائی کا سبب ہے اور میرا مذمت کرنا ذلت کا سبب ہے آپ نے فرمایا ایسی ذات محض اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔بشر بن غالب نے حجاج کے سامنے بشر بن عطارد وغیرہ سے کہا کہ تیری قوم بنو تمیم کے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔

جب حضرت سعید بن جبیر سے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ عالم ہوتے تو اس کے بعد کی آیت (یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ، الحجرات:17) پڑھ دیتے وہ کہتے کہ ہم اسلام لائے اور بنو اسد نے آپ کو تسلیم کرنے میں کچھ دیر نہیں کی۔

حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ کچھ عرب جمع ہوئے اور کہنے لگے ہمیں اس شخص کے پاس لے چلو اگر وہ سچا نبی ہے تو سب سے زیادہ اس سے سعادت حاصل کرنے کے مستحق ہم ہیں اور اگر وہ بادشاہ ہے تو ہم اس کے پروں تلے پل جائیں گے میں نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا پھر وہ لوگ آئے اور حجرے کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنے لگے اس پر یہ آیت اتری حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی اللہ تعالیٰ نے تیری بات سچی کر دی، (تفسیر جامع البیان، سورہ حجرات، بیروت)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس قول (اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ، بے شک جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں اکثر ان میں سے عقل نہیں رکھتے)۔ کا سبب نزول بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ میری تعریف عزت اور میری ذلت ذلت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شان تو اللہ رب العزت کی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1215)

| |
|---|
| وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ |
| اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ہی ان کی طرف باہر تشریف لے آتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا، |
| اور اللہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## صبر اپنانے کا بیان

"وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا" "أَنَّهُمْ فِي مَحَلّ رَفْع بِالِابْتِدَاءِ وَقِيلَ فَاعِل لِفِعْلٍ مُقَدَّر أَيْ ثَبَتَ "حَتَّى تَخْرُج إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاَللَّه غَفُور رَحِيم" لِمَنْ تَابَ مِنْهُمْ ,وَنَزَلَ فِي الْوَلِيد بْن عُقْبَة وَقَدْ بَعَثَهُ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَنِي الْمُصْطَلِق مُصَدِّقًا فَخَافَهُمْ لِتِرَةٍ كَانَتْ بَيْنه وَبَيْنهمْ فِي الْجَاهِلِيَّة فَرَجَعَ وَقَالَ إِنَّهُمْ مَنَعُوا الصَّدَقَة وَهَمُّوا بِقَتْلِهِ فَهَمَّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغَزْوِهِمْ فَجَاءُوا مُنْكِرِينَ مَا قَالَهُ عَنْهُمْ

اور اگر وہ صبر سے کام لیں۔ یہ محل رفع میں ہے مبتدا ہونے کی وجہ سے اور ایک قول کے مطابق یہ محذوف فعل ثبت کا فاعل ہے یعنی یہ بات ثابت ہے یہاں تک کہ آپ نکل کر ان کے پاس جائیں تو یہ ان کے لئے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے اس شخص کے لئے جو ان میں سے توبہ کر لے۔

یہ ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کی طرف بھیجا تھا تاکہ ان سے صدقات وصول کرے۔ اسے ان لوگوں کی طرف سے زیادتی کا اندیشہ ہوا کیونکہ اس کے اور ان قبیلوں والوں کے درمیان زمانہ جاہلیت سے اختلاف چلا آ رہا تھا وہ واپس آیا اور بولا: انہوں نے صدقہ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ صحابہ کرام نے ان کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کیا تو وہ لوگ آئے اور انہوں نے اس بات کا انکار کیا جو اس شخص نے ان لوگوں کے حوالے سے بیان کی تھی۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ |
| بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ○ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ |
| تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ۔ |

## فاسق کی خبر پر تحقیق کر لینے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ" خَبَرٍ "فَتَبَيَّنُوا" صِدْقَه مِنْ كَذِبه وَفِي قِرَاءَة فَتَثَبَّتُوا مِنْ الثَّبَات "أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا" مَفْعُول لَهُ أَيْ خَشْيَة ذَلِكَ "بِجَهَالَةٍ" حَال مِنْ الْفَاعِل ; أَيْ جَاهِلِينَ "فَتُصْبِحُوا" تَصِيرُوا "عَلَى مَا فَعَلْتُمْ" مِنْ الْخَطَأ بِالْقَوْمِ "نَادِمِينَ" وَأَرْسَلَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ سَلَّمَ إِلَيْهِمْ بَعْد عَوْدهمْ إِلَى بِلَادهمْ خَالِدًا فَلَمْ يَرَ فِيهِمْ إِلَّا الطَّاعَة وَالْخَيْر فَأَخْبَرَ النَّبِيّ بِذَلِكَ

(ارشاد باری تعالیٰ ہے) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق شخص خبر لے کر تمہارے پاس آئے یعنی اطلاع لے کر تو تم تحقیق کر لو' اس کے سچ یا جھوٹ ہونے کی۔ ایک قرات کے مطابق لفظ 'فتثبتوا' ہے جو لفظ ثبات سے ماخوذ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم پر حملہ کر دو یہ مفعول لہ ہے یعنی اس بات سے بچتے ہوئے جہالت کی وجہ سے یہ لفظ فاعل کا حال ہے یعنی ناواقفیت کی حالت میں' تو تم ہو جاؤ گے یعنی بن جاؤ گے نادم وہ جو تم نے کیا ہے اس کے اوپر یعنی کسی قوم کے ساتھ جو غلطی کی وجہ سے کیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اپنے علاقے واپس چلے جانے کے بعد ان کی طرف حضرت خالد کو بھیجا تو حضرت خالد نے ان میں صرف اطاعت اور بھلائی ہی پائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حوالے سے آگاہ کیا۔

## سورت حجرات آیت ۶ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بنو مصطلق کی طرف زکوۃ صدقات کی وصولی کے لیے بھیجا اس کے اور ان کے درمیان زمانہ جاہلیت میں کچھ عداوت تھی جب قوم کو اس کی آمد کی خبر پہنچی تو وہ اللہ اور اس کے

رسول کی تعظیم کی خاطر اس کے خیر مقدم کے لیے نکلے تو شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ تجھے قتل کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ راستے سے ہی رسول اللہ کے پاس واپس لوٹ آیا اور کہا بنو مصطلق نے صدقات دینے سے انکار کر دیا اور انہوں نے قتل کا ارادہ بھی کیا رسول اللہ کو ان پر بہت غصہ آیا اور آپ نے ان کے خلاف جہاد کا ارادہ فرمالیا دوسری طرف جب ان لوگوں کو ولید کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ رسول اللہ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہم نے آپ کے قاصد کی آمد کے بارے میں سنا تو ہم اس کے خیر مقدم اور اکرام کے لیے نکلے تاکہ اللہ کے حق کو اسے ادا کریں لیکن یہ واپس لوٹ گیا تو ہمیں اس بات کا ڈر رہا شاید اسے آپ کے ہم پر غضب کا خط ملا ہو جس کی وجہ سے یہ واپس لوٹ گیا ہم اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (ابن کثیر 4-208، قرطبی 16-(311)

اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ولید بن عقبہ کا حارث کی طرف اس کے پاس جمع کردہ زکوۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ولید رستے میں پہنچا تو اس پر خوف طاری ہو گیا جس کی وجہ سے یہ واپس آ گیا اور حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ حارث نے مجھے زکوۃ دینے سے نہ صرف منع کر دیا ہے بلکہ میرے قتل کا ارادہ بھی کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے حارث کی طرف ایک جماعت بھیجی ادھر سے حارث بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی طرف نکلا اس کا اس جماعت سے سامنا ہوا یہ مدینہ سے باہر نکل چکا تھا ان سے ملا تو انہوں نے کہا یہ ہے حارث۔ جب یہ ان کے قریب ہوا تو اس نے ان سے پوچھا تمہیں کس کی طرف بھیجا گیا تھا انہوں نے کہا تیری طرف اس نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تیری طرف ولید بن عقبہ کو قاصد بنا کر بھیجا اس نے واپس جا کر یہ کہا کہ تو نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے قتل کا ارادہ بھی کیا اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے محمد کو حق دے کر بھیجا ہے نہ وہ میرے پاس آیا اور نہ ہی میں نے اسے دیکھا ہے جب حارث رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ نے فرمایا تو نے زکوۃ دینے سے انکار کیوں کیا اور میرے قاصد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اس نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے نہیں میں نے تو آپ کا قاصد کو دیکھا بھی نہیں اور نہ ہی وہ میرے پاس آیا ہے اور میں بھی صرف آپ کے قاصد کے رکنے کی وجہ سے آپ کی طرف آ رہا تھا کہ شاید اس کا نہ آنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کی وجہ سے نہ ہو اس پر سورہ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی، سورت حجرات، بیروت)

| |
|---|
| وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ |
| الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ |
| اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمہارا کہنا مان لیں |
| تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ |
| فرما دیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمہیں متنفر کر دیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے حکم کا بیان

"وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ" فَلا تَقُولُوا الْبَاطِل فَإِنَّ اللَّه يُخْبِرهُ بِالْحَالِ "لَوْ يُطِيعكُمْ فِي كَثِير مِنَ الْأَمْر" الَّذِي تُخْبِرُونَ بِهِ عَلَى خِلَاف الْوَاقِع فَيُرَتَّب عَلَى ذَلِكَ مُقْتَضَاهُ "لَعَنِتُّمْ" لَأَثِمْتُمْ دُونه إِثْم التَّسَبُّب إِلَى الْمُرَتَّب "وَلَكِنَّ اللَّه حَبَّبَ إِلَيْكُمْ الْإِيمَان وَزَيَّنَهُ" حَسَّنَهُ "فِي قُلُوبكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمْ الْكُفْر وَالْفُسُوق وَالْعِصْيَان" اسْتِدْرَاك مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى دُون اللَّفْظ لِأَنَّ مَنْ حُبِّبَ إِلَيْهِ الْإِيمَان إلَخْ غَايَرَتْ صِفَته صِفَة مَنْ تَقَدَّمَ ذِكْره "أُولَئِكَ هُمْ" فِيهِ الْتِفَات عَنْ الْخِطَاب "الرَّاشِدُونَ" الثَّابِتُونَ عَلَى دِينهمْ

یہ بات جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے اور تم جھوٹی بات نہ کہو کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں حقیقت حال کے بارے میں اطلاع کر دے گا۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لے جو تم انہیں اطلاع دیتے ہو جو خلاف واقعہ ہوتی ہیں اور وہ اس کے مقتضیٰ پر عمل کرے تو تم لوگ گنہگار ہو جاؤ گے وہ گنہگار نہیں ہوں گے چونکہ یہاں پر سبب بننے کو نتیجے کا گناہ مقرر کیا گیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب کر دیا ہے اور اسے آراستہ کر دیا ہے یعنی خوشنما کر دیا ہے تمہارے دلوں میں اور اس نے تمہارے لیے کفر کو اور گناہ کو ناپسند کیا ہے۔ یہ معنوی اعتبار سے استدراک ہے اور لفظی اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ جس شخص کے لئے ایمان کو محبوب کر دیا جائے اس شخص کی صفات اس شخص کی صفت سے مختلف ہو جاتی ہیں جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں یہاں خطاب کی طرف التفات ہے جو ہدایت یافتہ ہیں یعنی اپنے دین پر ثابت ہیں۔

## سورت حجرات آیت ۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابونضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ نے یہ آیت پڑھی (وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ، اور جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ بہت سے باتوں میں تمہارا کہا مانے تو تم پر مشکل پڑ جائے)۔ اور فرمایا کہ یہ آیت تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل کی گئی جب کہ تمہارے آئمہ اور اس کے بہترین لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تھے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی چیزوں میں تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ گے تو آج تم لوگوں کا کیا حال ہوگا۔ یہ حدیث غریب حسن ہے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں میں نے یحییٰ بن سعید سے مستمر بن دیان کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1217)

حق تعالیٰ نے جو فراست اور دانش اپنے رسول کو عنایت فرمائی ہے وہ تمہیں حاصل نہیں ہے اس لئے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری رائے پر چلا کریں تو بہت سے معالات میں نقصان و مصیبت میں پڑ جاؤ گے اور کہیں شاذ و نادر تمہاری رائے ہی میں مصلحت ہو اور تم اطاعت رسول کیلئے اپنی رائے کو چھوڑ دو جس سے تمہیں کچھ دنیوی نقصان بھی پہنچ جاوے تو اس میں اتنی مضرت نہیں جتنی تمہاری رائے کے تابع ہو کر چلنے میں ہے کیونکہ اس صورت میں اگر کچھ دنیوی نقصان ہو بھی گیا تو اطاعت رسول کا اجر و ثواب

اس کا بہتر بدل موجود ہے اور لفظ عنتم، عنت سے مشتق ہے جس کے معنی گناہ کے بھی آتے ہیں اور کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بھی یہاں دونوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورت حجرات، بیروت)

| |
|---|
| فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ |
| (یہ) اللہ کے فضل اور (اس کی) نعمت (یعنی تم میں رسولِ اُمّی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور موجودگی) |
| کے باعث ہے، اور اللہ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔ |

## نبی کریم ﷺ کا باعث فضل ونعمت ہونے کا بیان

"فَضْلًا مِنَ اللَّه" مَصْدَر مَنْصُوب بِفِعْلِهِ الْمُقَدَّر أَيْ أَفْضَل "وَنِعْمَة" مِنْهُ "وَاَللَّه عَلِيم" بِهِمْ "حَكِيم" فِي إنْعَامه عَلَيْهِمْ

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے یہ مصدر ہے اور محذوف فعل کا منصوب ہے یعنی افضل اور یہ اس کی طرف سے نعمت ہے اور وہ علم رکھنے والا ہے ان لوگوں کے بارے میں اور حکمت والا ہے ان پر انعام کرنے کے حوالے سے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فضلا من اللہ ونعمۃ: فضلا و نعمۃ مفعول لہ ہیں حبب، زین، کرہ کے۔ یعنی اللہ کی طرف سے تحبیب، تزئین، تکریہ، اس کے فضل اور نعمت کے لئے تھی۔ یعنی فضل ونعمت کی وجہ سے تھی۔

بیضاوی لکھتے ہیں: ۔فضلا من اللہ ونعمۃ تعلیل لکرہ او حبب وما بینھما اعتراض ۔ فضلا من اللہ ونعمۃ تعلیل ہے کرہ کی یا حبب کی اور دونوں کے مابین جملہ معترضہ ہے۔

واللہ علیم حکیم: اور اللہ مومنین کے احوال کو خوب جانتا ہے اور حکیم مسلمانوں پر فضل وانعام (کا مصلحت شناس ہے) بتوفیق اسباب کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا |
| عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ |
| فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ |
| اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو، پھر اگر ان میں سے ایک (گروہ) |
| دوسرے پر زیادتی اور سرکشی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کا مرتکب ہو رہا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم |
| کی طرف لوٹ آئے، پھر اگر وہ رجوع کر لے تو دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے |

کام لو، بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو بہت پسند فرماتا ہے۔

## نبی کریم ﷺ کی سواری دراز گوش کی بے ادبی کرنے کی ممانعت کا بیان

"وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ " الْآيَة نَزَلَتْ فِي قَضِيَّة هِيَ أَنَّ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ حِمَارًا وَمَرَّ عَلَى ابْن أُبَيّ فَبَالَ الْحِمَار فَسَدَّ ابْن أُبَيّ أَنْفه فَقَالَ ابْن رَوَاحَة : وَاَللَّه لَبَوْل حِمَاره أَطْيَب رِيحًا مِنْ مِسْكك فَكَانَ بَيْن قَوْمَيْهِمَا ضَرْب بِالْأَيْدِي وَالنِّعَال وَالسَّعَف "اقْتَتَلُوا" جُمِعَ نَظَرًا إلَى الْمَعْنَى لِأَنَّ كُلّ طَائِفَة جَمَاعَة وَقُرِءَ اقْتَتَلَتَا "فَأَصْلِحُوا بَيْنهمَا " ثُنِّيَ نَظَرًا إلَى اللَّفْظ "فَإِنْ بَغَتْ " تَعَدَّتْ "إحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيء " تَرْجِع "إلَى أَمْر اللَّه" الْحَقّ "فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنهمَا بِالْعَدْلِ" بِالْإِنْصَافِ "وَأَقْسِطُوا" اعْدِلُوا،

اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ یہ آیت ایک مقدمے کے بارے میں نازل ہوئی اور وہ یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے پر سوار ہوئے۔ آپ ''ابن ابی'' کے پاس سے گزرے۔ گدھے نے پیشاب کر دیا تو ابن ابی نے اپنی ناک کے اوپر کپڑا رکھ لیا تو ابن رواحہ نے کہا اللہ کی قسم! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گدھے کا پیشاب تمہاری مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے تو اس بات پر لوگوں کے درمیان ہاتھوں، لاٹھیوں اور جوتوں کے ذریعے لڑائی ہوگئی (ارشاد باری تعالیٰ ہے) اگر وہ آپس میں لڑ پڑیں اس کو معنی کا لحاظ کرتے ہوئے جمع کے طور پر لایا گیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک گروہ ایک جماعت تھا اور ایک قرات کے مطابق اس کو لفظ ''اقتتلتا'' بھی پڑھا گیا ہے تو ان کے درمیان صلح کرا دو تو یہاں پر لفظ کے اعتبار سے تثنیہ کا لفظ لایا گیا ہے۔ پس اگر کوئی سرکشی اختیار کرے یعنی حد سے تجاوز کرے یعنی ان میں سے ہر ایک دوسرے کیخلاف تو اس سے لڑو جو حد سے تجاوز کرتا ہو یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے یہاں پر لفظ تَفِیْئَ ترجع کے معنی میں ہے جس کا مطلب لوٹنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف یعنی حق کی طرف تو اگر وہ لوٹ آئیں تو ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کروا دو اور انصاف کرو یعنی عدل سے کام لو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

## سورت حجرات آیت ۹ کے شان نزول کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دراز گوش پر سوار تشریف لے جاتے تھے، انصار کی مجلس پر گزر ہوا، وہاں تھوڑا سا توقف فرمایا، اس جگہ دراز گوش نے پیشاب کیا تو ابن اُبَی نے ناک بند کر لی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور کے دراز گوش کا پیشاب تیرے مشک سے بہتر خوشبو رکھتا ہے، حضور تو تشریف لے گئے، ان دونوں میں بات بڑھ گئی اور ان دونوں کی قومیں آپس میں لڑ گئیں اور ہاتھا پائی تک نوبت پہنچی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے اور ان میں صلح کرادی اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (نیسابوری 324، سیوطی 270، بخاری 2545، ابن کثیر 4-211)

## دو متحارب "مسلمان جماعتوں" میں صلح کرانا ہر مسلمان کا فرض ہے

یہاں حکم ہو رہا ہے کہ اگر مسلمانوں کی کوئی دو جماعتیں لڑنے لگ جائیں تو دوسرے مسلمانوں کو چاہیے کہ ان میں صلح کرا دیں

آپس میں لڑنے والی جماعتوں کو مومن کہنا اس سے حضرت امام بخاری نے استدلال کیا ہے کہ نافرمانی گو کتنی ہی بڑی وہ انسان کو ایمان سے الگ نہیں کرتی۔ خارجیوں کا اور ان کے موافق معتزلہ کا مذہب اس بارے میں خلاف حق ہے، اسی آیت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے آپ کے ساتھ منبر پر حضرت حسن بن علی بھی تھے آپ کبھی ان کی طرف دیکھتے کبھی لوگوں کی طرف اور فرماتے کہ میرا یہ بچہ سید ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔ آپ کی یہ پیش گوئی سچی نکلی اور اہل شام اور اہل عراق میں بڑی لمبی لڑائیوں اور بڑے ناپسندیدہ واقعات کے بعد آپ کی وجہ سے صلح ہوگئی۔ (بخاری و مسلم)

| |
|---|
| اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝ |
| بات یہی ہے کہ اہل ایمان بھائی ہیں۔ سو تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ |

## اہل ایمان کا آپس میں بھائی بھائی ہونے کا بیان

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَة " فِي الدِّين "فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ " إِذَا تَنَازَعَا وَقُرِءَ إِخْوَتكُمْ بِالفوقانية

بے شک اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دینی اعتبار سے تو تم صلح کروا دو اپنے بھائیوں کے درمیان جب وہ آپس میں لڑ پڑیں اس کو 'ت' کے ساتھ یعنی بین اخوتکم بھی پڑھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی صلح کروانے کے معاملے میں تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن بندوں کی مثال ان کی آپس میں محبت اور اتحاد اور شفقت میں جسم کی طرح ہے کہ جب جسم کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو اس کے سارے جسم کو نیند نہیں آئے اور بخار چڑھ جانے میں اس کا شریک ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2085)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ |
| نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ |
| بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝ |
| اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں |
| ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں ان (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں، اور نہ |
| آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد |

اسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے، اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## غریب مسلمانوں کے مذاق اڑانے کی ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَر " الْآيَة نَزَلَتْ فِي وَفْد تَمِيم حِين سَخِرُوا مِنْ فُقَرَاء الْمُسْلِمِينَ كَعَمَّارٍ وَصُهَيْب وَالسُّخْرِيَّة : الِازْدِرَاء وَالِاحْتِقَار "قَوْم" أَيْ رِجَال مِنْكُمْ "مِنْ قَوْم عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ" عِنْد اللَّه "وَلَا نِسَاء " مِنْكُمْ "مِنْ نِسَاء عَسَى أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسكُمْ" لَا تَعِيبُوا فَتُعَابُوا أَيْ لَا يَعِبْ بَعْضكُمْ بَعْضًا "وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ" لَا يَدْعُو بَعْضكُمْ بَعْضًا بِلَقَبٍ يَكْرَههُ وَمِنْهُ يَا فَاسِق يَا كَافِر "بِئْسَ الِاسْم" أَيْ الْمَذْكُور مِنْ السُّخْرِيَّة وَاللَّمْز وَالتَّنَابُز "الْفُسُوق بَعْد الْإِيمَان " بَدَل مِنْ الِاسْم أَنَّهُ فِسْق لِتَكَرُّرِهِ عَادَة "وَمَنْ لَمْ يَتُبْ" مِنْ ذَلِكَ،

اے ایمان والو! مذاق نہ اڑاؤ۔ یہ آیت بنو تمیم کے وفد کے بارے میں نازل ہوئی تھی جب انہوں نے غریب مسلمانوں حضرت عمار اور حضرت صہیب کا مذاق اڑایا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: مذاق نہ کرو، یہاں پر سخریت کا مطلب ایک دوسرے کو حقیر سمجھنا ہے۔ کوئی ایک گروہ یعنی تم میں سے ایک گروہ کسی دوسرے گروہ کو، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور نہ ہی عورتیں یعنی تم میں سے دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ہوسکتا ہے کہ وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں اور تم ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو یعنی تم ایک دوسرے کے اوپر کوئی عیب نہ لگاؤ کہ تمہارا عیب بیان کیا جائے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کرو اور ایک دوسرے کو برے ناموں سے بھی یاد نہ کرو یعنی ایسے القاب سے نہ بلاؤ جو ناپسندیدہ ہوں۔ جن میں اے فاسق اور اے کافر کہنا شامل ہے۔ برا نام اس سے مراد مذاق، طعنہ زنی اور برے القاب سے پکارنا ہے، فسق ہے۔ ایمان لانے کے بعد یہاں پر لفظ فسوق الاسم کا بدل ہے تاکہ یہ مقصد حاصل ہو جائے کہ اگر کوئی شخص کے طور پر اس طرح کرتا رہے تو وہ فسق ہو جاتا ہے اور جو شخص توبہ نہ کرے برے عمل سے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## مسلمانوں سے مذاق کرنے کی ممانعت کا بیان

تحریہ کی ممانعت کا قرآن کریم نے اتنا اہتمام فرمایا کہ اس میں مردوں کو الگ مخاطب فرمایا عورتوں کو الگ، مردوں کو لفظ قوم سے تعبیر فرمایا کیونکہ اصل میں یہ لفظ مردوں ہی کے لئے وضع کیا گیا ہے اگرچہ مجازاً وتوسعاً عورتوں کو اکثر شامل ہو جاتا ہے اور قرآن کریم نے عموماً لفظ قوم مردوں عورتوں دونوں ہی کے لئے استعمال کیا ہے مگر یہاں لفظ قوم خاص مردوں کے لئے استعمال فرمایا اس کے بالمقابل عورتوں کا ذکر لفظ نساء سے فرمایا اور دونوں میں یہ ہدایت فرمائی کہ جو مرد کسی دوسرے مرد کے ساتھ استہزاء و تمسخر کرتا ہے اس کو کیا خبر ہے کہ شاید وہ اللہ کے نزدیک استہزاء کرنے والے سے بہتر ہو، اسی طرح جو عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کا معاملہ کرتی ہے اس کو کیا خبر ہے شاید وہی اللہ کے نزدیک اس سے بہتر ہو۔ قرآن میں مردوں کا مردوں کے ساتھ اور عورتوں

کا عورتوں کے ساتھ استہزاء کرنے اور اس کی حرمت کا ذکر فرمایا حالانکہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ یا کوئی عورت کسی مرد کے ساتھ استہزاء کرے تو وہ بھی اس حرمت میں داخل ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ عورتوں اور مردوں کا اختلاط ہی شرعاً ممنوع اور مذموم ہے جب اختلاط نہیں تو تمسخر کا تحقق ہی نہیں ہوگا۔ حاصل آیت کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے بدن یا صورت یا قد وقامت وغیرہ میں کوئی عیب نظر آوے تو کسی کو اس پر ہنسنے یا استہزاء کرنے کی جرات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید وہ اپنے صدق واخلاص وغیرہ کے سبب اللہ کے نزدیک اس سے بہتر اور افضل ہو۔ اس آیت کو سن کر سلف صالحین کا حال یہ ہو گیا تھا کہ عمرو بن شرجیل نے فرمایا کہ میں اگر کسی شخص کو بکری کے تھنوں سے منہ لگا کر دودھ پیتے دیکھوں اور اس پر مجھے ہنسی آ جائے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں بھی ایسا ہی نہ ہو جاؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں اگر کسی کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو مجھے ڈر ہوتا ہے کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حجرات، بیروت)

## مسلمانوں میں عیب تلاش کرنے کی ممانعت کا بیان

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی صورتوں اور ان کے مال و دولت پر نظر نہیں فرماتا بلکہ ان کے قلوب اور اعمال کو دیکھتا ہے قرطبی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ایک ضابطہ اور اصل یہ معلوم ہوئی کہ کسی شخص کے معاملہ میں اس کے ظاہری حال کو دیکھ کر کوئی قطعی حکم لگا دینا درست نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس شخص کے ظاہری اعمال وافعال کو ہم بہت اچھا سمجھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ جو اس کے باطنی حالات اور قلبی کیفیات کو جانتا ہے وہ اس کے نزدیک مذموم ہو اور جس شخص کے ظاہری حال اور اعمال برے ہیں ہوسکتا ہے کہ اس کے باطنی حالات اور قلبی کیفیات اس کے اعمال بد کا کفارہ بن جائیں اس لئے جس شخص کو بری حالت یا برے اعمال میں مبتلا دیکھو تو اس کی اس حالت کو تو برا سمجھو مگر اس شخص کو حقیر و ذلیل سمجھنے کی اجازت نہیں، دوسری چیز جس کی ممانعت اس آیت میں کی گئی ہے وہ لمز ہے۔ لمز کے معنی کسی میں عیب نکالنے اور عیب ظاہر کرنے یا عیب پر طعنہ زنی کرنے کے ہیں آیت میں ارشاد فرمایا وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، یعنی تم اپنے عیب نہ نکالو۔ یہ ارشاد ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں ہے لاتقتلوا انفسکم، جس کے معنی یہ ہیں کہ تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، دونوں جگہ اپنے آپ کو قتل کرنے یا اپنے عیب نکالنے سے مراد یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور اس عنوان سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ بتلانا ہے کہ کسی دوسرے کو قتل کرنا ایک حیثیت سے اپنے آپ ہی کو قتل کرنا ہے کیونکہ اکثر تو ایسا واقع ہو ہی جاتا ہے کہ ایک نے دوسرے کو قتل کیا دوسرے کے حمایتی لوگوں نے اس کو قتل کر دیا اور اگر یہ بھی نہ ہو تو اصل بات یہ ہے کہ مسلمان سب بھائی بھائی ہیں اپنے بھائی کو قتل کرنا گویا خود اپنے آپ کو قتل کرنا اور بے دست و پا بنانا ہے یہی معنی یہاں وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ میں ہیں کہ تم جو دوسروں کے عیب نکالو اور طعنہ دو تو یاد رکھو کہ عیب سے تو کوئی انسان عادۃً خالی نہیں ہوتا، تم اس کے عیب نکالو گے تو وہ تمہارے عیب نکالے گا جیسا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ وفیک عیوب وللناس اعین، یعنی تم میں بھی کچھ عیوب ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ہیں جو ان کو دیکھتی ہیں تم کسی کے عیب نکالو گے اور طعنہ زنی کرو گے تو وہ تم پر یہی عمل کریں گے اور بالفرض اگر اس نے صبر

بھی کیا تو بات وہی ہے کہ اپنے ایک بھائی کی بدنامی اور تذلیل پر غور کریں تو اپنی ہی تذلیل و تحقیر ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حجرات، بیروت)

## برے ناموں سے پکارنے کی ممانعت کا بیان

تیسری چیز جس سے آیت میں ممانعت کی گئی ہے وہ کسی دوسرے کو برے لقب سے پکارنا ہے جس سے وہ ناراض ہوتا ہو، جیسے کسی کو لنگڑا لولا یا اندھا کانا کہہ کر پکارنا یا اس لفظ سے اس کا ذکر کرنا اسی طرح جو نام کسی شخص کی تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا ہو اس نام سے اس کو پکارنا، حضرت ابو جبیرہ انصاری نے فرمایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو ہم میں اکثر آدمی ایسے تھے جن کے دو یا تین نام مشہور تھے اور ان میں سے بعض نام ایسے تھے جو لوگوں نے اس کو عار دلانے اور تحقیر و توہین کے لئے مشہور کر دیئے تھے۔ آپ کو یہ معلوم نہ تھا بعض اوقات وہی برا نام لے کر آپ اس کو خطاب کرتے تو صحابہ عرض کرتے کہ یا رسول اللہ وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ آیت میں تنابزو بالالقاب سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا ہو اور پھر اس سے تائب ہو گیا ہو اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے نام سے پکارنا، مثلاً چور یا زانی یا شرابی وغیرہ جس نے چوری، زنا، شراب سے توبہ کر لی ہو اس کو اس پچھلے عمل سے عار دلانا اور تحقیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر عار دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے تو اللہ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے کہ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حجرات، بیروت)

حضرت ابو جبیرہ بن ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کے دو دو تین تین نام کرتے تھے۔ چنانچہ بعض ناموں سے پکارا جانا وہ اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ، اور نہ ایک دوسرے کے نام دھرو)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو ابو سلمہ بشیر بن مفضل سے وہ داؤد بن ابی ہند سے وہ ابو شعبی سے وہ ابو جبیرہ بن ضحاک سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ ابو جبیرہ ثابت بن ضحاک انصاری کے بھائی ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1216)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝

اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بیشک بعض گمان (ایسے) گناہ ہوتے ہیں (جن پر اُخروی سزا واجب ہوتی ہے) اور (کسی کے عیبوں اور رازوں کی) جستجو نہ کیا کرو اور نہ پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کی برائی کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، سو تم اس سے نفرت کرتے ہو۔ اور (ان تمام معاملات میں) اللہ سے ڈرو بیشک اللہ توبہ کو بہت قبول فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## اکثر گمان سے بچنے کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ" أَیْ مُؤْثِمٌ وَهُوَ کَثِیرٌ کَظَنِّ السَّوْءِ بِأَهْلِ الْخَیْرِ مِنْ الْمُؤْمِنِینَ وَهُمْ کَثِیرٌ بِخِلَافِهِ بِالْفُسَّاقِ مِنْهُمْ فَلَا إِثْمَ فِیهِ فِی نَحْوِ مَا یَظْهَرُ مِنْهُمْ "وَلَا تَجَسَّسُوا" حُذِفَ مِنْهُ إِحْدَی التَّاءَیْنِ لَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِینَ وَمَعَایِبَهُمْ بِالْبَحْثِ عَنْهَا "وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا" لَا یَذْکُرهُ بِشَیْءٍ یَکْرَههُ وَإِنْ کَانَ فِیهِ "أَیُحِبُّ أَحَدُکُمْ أَنْ یَأْکُلَ لَحْمَ أَخِیهِ مَیْتًا" بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِیدِ أَیْ لَا یَحْسُنُ بِهِ "فَکَرِهْتُمُوهُ" أَیْ فَاغْتِیَابُهُ فِی حَیَاتِهِ کَأَکْلِ لَحْمِهِ بَعْدَ مَمَاتِهِ وَقَدْ عُرِضَ عَلَیْکُمْ الثَّانِی فَکَرِهْتُمُوهُ فَاکْرَهُوا الْأَوَّلَ "وَاتَّقُوا اللَّهَ" أَیْ عِقَابَهُ فِی الِاغْتِیَابِ بِأَنْ تَتُوبُوا مِنْهُ "إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ" قَابِلُ تَوْبَةِ التَّائِبِینَ "رَحِیمٌ" بِهِمْ

اے ایمان والو! بکثرت گمان کرنے سے بچو! بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ یعنی گناہ میں مبتلا کر دیتے ہیں اور اس سے مراد نیک مومنوں کے بارے میں بدگمانی کرنا ہے اور یہ بہت بری بات ہے اور اس کے برعکس مسلمانوں کے بارے میں ایسی بدگمانی گناہ نہیں ہے، ان کاموں کے حوالے سے جو ان سے ظاہر ہوتے ہیں اور تم تجسس نہ کرو۔ اس میں ایک ت کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں اور عیب جاننے کی کوشش نہ کرو تا کہ تم ان کے بارے میں بحث کرو اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے یعنی ایسی بات کے ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔ اگر چہ وہ اس میں موجود ہو۔ کیا کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ یہاں پر لفظ میتاً کو شد کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے اور تخفیف کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے یعنی وہ اس بات کا احساس نہیں کرتا پس تم اس بات کو پسند نہیں کرو گے یعنی زندگی میں اس شخص کی غیبت کرنا بالکل اس طرح ہے جیسے مرنے کے بعد اس شخص کا گوشت کھانا ہے تو جب تم دوسری بات کو ناپسند کرتے ہو تو پہلی کو بھی اسی طرح ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو یعنی غیبت کرنے کے معاملے میں جو عذاب ہوگا اس سے بچنے کی کوشش کرو اور اس سے توبہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے یعنی توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور رحم کرنے والا یعنی ان لوگوں پر۔

## سورت حجرات آیت ۱۲ کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب جہاد کے لئے روانہ ہوتے اور سفر فرماتے تو ہر دو مال داروں کے ساتھ ایک غریب مسلمان کو کر دیتے کہ وہ غریب ان کی خدمت کرے وہ اسے کھلائیں پلائیں ہر ایک کا کام چلے اسی طرح حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو آدمیوں کے ساتھ کئے گئے تھے، ایک روز وہ سو گئے اور کھانا تیار نہ کر سکے تو ان دونوں نے انہیں کھانا طلب کرنے کے لئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور کے خادمِ مطبخ حضرت اُسامہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے پاس کچھ رہا نہ تھا، انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے یہی آ کر کہہ دیا تو ان دونوں رفیقوں نے کہا کہ اُسامہ (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) نے بخل کیا، جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا میں تمہارے منہ میں گوشت کی رنگت دیکھتا ہوں، انہوں نے عرض کیا ہم نے گوشت کھایا ہی نہیں، فرمایا تم نے غیبت کی اور جو مسلمان کی غیبت کرے اس نے مسلمان کا گوشت کھایا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجرات، لاہور)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ |
| لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۝ |
| اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں |
| (تقسیم) کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں |
| زیادہ پرہیزگار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔ |

## لوگوں کی پہچان کیلئے قبائل ہونے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّاس إنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَر وَأُنْثَى" آدَم وَحَوَّاء "وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا" جَمْع شَعْب بِفَتْحِ الشِّين هُوَ أَعْلَى طَبَقَات النَّسَب "وَقَبَائِل" هِيَ دُون الشُّعُوب وَبَعْدهَا الْعَمَائِر ثُمَّ الْبُطُون ثُمَّ الْأَفْخَاذ ثُمَّ الْفَصَائِل آخِرهَا مِثَاله خُزَيْمَة : شَعْب كِنَانَة : قَبِيلَة قُرَيْش : عِمَارَة بِكَسْرِ الْعَيْن قُصَيّ : بَطْن هَاشِم : فَخْذ الْعَبَّاس : فَصِيلَة "لِتَعَارَفُوا" حُذِفَ مِنْهُ إحْدَى التَّاءَيْنِ لِيَعْرِف بَعْضكُمْ بَعْضًا لَا لِتَفَاخَرُوا بِعُلُوِّ النَّسَب وَإِنَّمَا الْفَخْر بِالتَّقْوَى "إنَّ أَكْرَمكُمْ عِنْد اللَّه أَتْقَاكُمْ إنَّ اللَّه عَلِيم" بِكُمْ "خَبِير" بِبَوَاطِنِكُمْ،

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے ایک مرد سے اور ایک عورت سے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا سے۔ اور ہم نے تمہیں قبیلوں کی شکل میں بنایا ہے۔ یہاں پر لفظ شعوب شعب کی جمع ہے۔ ش پر زبر پڑھی جائے گی اور اس سے مراد نسب کا سب سے اعلیٰ ترین طبقہ ہے اور شعوب سے نیچے قبیلہ ہوتا ہے اس کے بعد عمائر ہوتے ہیں۔ اس کے بعد بطون ہیں اس کے بعد افخاذ ہیں پھر فصائل ہیں جو سب سے آخر میں ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے خزیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ ہے قریش عمارہ ہے اس میں ع پر زیر پڑھی جائے گی۔ قصی بطن ہے اور ہاشم فخذ ہے۔ عباس فصیلہ ہے (یہ اس لیے بنائے ہیں) تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان جاؤ یہاں پر ایک ت کو حذف کیا گیا ہے تا کہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو جان لے' اس لیے نہیں کہ تم ایک دوسرے کے مقابلے میں نسب کی بلندی کے اعتبار سے فخر کرو کیونکہ فخر صرف تقویٰ کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ علم رکھنے والا ہے اور خبر رکھنے والا ہے تمہارے باطن کے بارے میں۔

## سورت حجرات آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازارِ مدینہ میں ایک حبشی غلام ملاحظہ فرمایا جو یہ کہہ رہا تھا کہ جو مجھے خریدے اس سے میری یہ شرط ہے کہ مجھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں پانچوں نمازیں ادا کرنے سے منع نہ کرے، اس غلام کو ایک شخص نے خرید لیا، پھر وہ غلام بیمار ہو گیا تو سید عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دفن میں تشریف لائے، اس پر لوگوں نے کچھ کہا، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حجرات، لاہور)

## معیار شان تقویٰ ہونے کا بیان

یہ آیت فتح مکہ کے موقع پر اس وقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا تو قریش مکہ جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ان میں سے ایک نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد پہلے ہی وفات پا گئے ان کو یہ روز بد دیکھنا نہیں پڑا اور حارث بن ہشام نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کالے کوے کے سوا کوئی آدمی نہیں جڑا کہ جو مسجد حرام میں اذان دے۔ ابوسفیان بولے کہ میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ میں کچھ کہوں گا تو آسمانوں کا مالک ان کو خبر کر دے گا، چنانچہ جبرئیل امین تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تمام گفتگو کی اطلاع دی، آپ نے ان لوگوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا انہوں نے اقرار کرلیا اسی پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلایا کہ فخر و عزت کی چیز درحقیقت ایمان اور تقویٰ ہے جس سے تم لوگ خالی اور حضرت بلال آراستہ ہیں اس لئے وہ تم سب سے افضل واشرف ہیں (تفسیر بغوی، سورہ حجرات، بیروت)

## تمام لوگوں کا آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے زمانہ جاہلیت کا فخر اور اپنے آباء واجداد کی وجہ تکبر کرنا دور کر دیا ہے۔ اب لوگ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو اللہ کے نزدیک متقی اور کری ہے۔

دوسرا وہ جو اللہ کے نزدیک بدکار بدبخت اور ذلیل ہے۔ تمام لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ، اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے خاندان اور قومیں جو بنائی ہیں تاکہ تمہیں آپس میں پہچان ہو۔ بے شک زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا اخبردار ہے)۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو عبداللہ بن دینار کی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کے متعلق صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یحییٰ بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ علی بن مدینی کے والد ہیں اور باب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1218)

| |
|---|
| قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ |
| وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| دیہاتی لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، آپ فرما دیجئے: تم ایمان نہیں لائے، ہاں یہ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور ابھی |
| ایمان تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا، اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو تو |
| وہ تمہارے اعمال (کے ثواب میں) سے کچھ بھی کم نہیں کرے گا، بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## اہل اعراب کے قبول ایمان کا بیان

"قَالَتِ الْأَعْرَاب" نَفَر مِنْ بَنِي أَسَد "آمَنَّا" صَدَّقْنَا بِقُلُوبِنَا "قُلْ" لَهُمْ "لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا" انْقَدْنَا ظَاهِرًا "وَلَمَّا" أَيْ : لَمْ "يَدْخُل الْإِيمَان فِي قُلُوبكُمْ" إلَى الْآن لَكِنَّهُ يَتَوَقَّع مِنْكُمْ "وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّه وَرَسُوله" بِالْإِيمَانِ وَغَيْره "لَا يَلِتْكُمْ" بِالْهَمْزِ وَتَرْكه وَبِإِبْدَالِهِ أَلِفًا : لَا يُنْقِصكُمْ "مِنْ أَعْمَالكُمْ" أَيْ مِنْ ثَوَابهَا "شَيْئًا إنَّ اللَّه غَفُور" لِلْمُؤْمِنِينَ "رَحِيم" بِهِمْ

دیہاتی یہ کہتے ہیں اس سے مراد بنو اسد کا ایک گروہ ہے، ہم ایمان لائے یعنی ہم نے اپنے دلوں کے ذریعے تصدیق کی تم ان سے فرما دو کہ تم لوگ ایمان نہیں لائے بلکہ تم لوگوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ یعنی ظاہری طور پر اطاعت کی ہے اور جب ایسا ہے کہ ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا ابھی تک۔ لیکن اس کی تم سے توقع کی جا سکتی ہے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی ایمان کے ذریعے یا اس کے علاوہ تو کمی نہیں ہوگی۔ اس میں لفظ ہمزہ کو پڑھا جا سکتا ہے اور ترک بھی کیا جا سکتا ہے الف کی شکل میں بدل کر یعنی وہ کمی نہیں کرے گا تمہارے اعمال میں سے یا اس کے ثواب کے اعتبار سے کسی بھی چیز کی۔ بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا ہے مومنوں کی اور رحم کرنے والا ہے ان پر۔

## سورت حجرات آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت بنو اسد بن خزیمہ کے دیہاتیوں کے بارے میں نازل ہوئی یہ رسول اللہ ﷺ کے پاس قحط سالی کے سال مدینہ آئے اور توحید اور رسالت کی شہادت ظاہر کی مگر حقیقتاً مومن نہ تھے انہوں نے مدینہ کے رستوں کو گھیوں کے ردی حصے سے خراب کر دیا اور اس کے نرخ بڑھا دیا یہ رسول اللہ ﷺ سے کہتے تھے کہ ہم بوجھ اور عیال کے ساتھ آپ کے پاس آئے ہیں اور ہم نے فلاں قبیلے کی طرح آپ سے قتال نہیں کیا آپ ہمیں اپنے صدقات میں سے کچھ مال عطا کیجیے اور آپ پر احسان جتلانا شروع کر دیا اس پر اللہ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 327، زاد المسیر 7-475، ابن کثیر 4-219، قرطبی 16-348)

## قبیلہ بنی اسد کے لوگوں کے اقرار اسلام کرانے کا بیان

امام بغوی کی روایت کے مطابق یہ ہے کہ قبیلہ بنی اسد کے چند آدمی مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قحط شدید کے زمانے میں حاضر ہوئے، یہ لوگ دل سے تو مومن تھے نہیں محض صدقات حاصل کرنے کے لئے اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا اور چونکہ واقع میں مومن نہ تھے اسلامی احکام وآداب سے بے خبر اور غافل تھے انہوں نے مدینہ کے راستوں پر غلاظت و نجاست پھیلا دی اور بازاروں میں اشیاء ضرورت کی قیمت بڑھا دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک تو جھوٹا دعویٰ ایمان لانے کا کیا، دوسرے آپ کو دھوکا دینا چاہا۔

تیسرے آپ پر احسان جتلایا کہ دوسرے لوگ تو ایک زمانہ تک آپ سے برسرپیکار رہے آپ کے خلاف جنگیں لڑیں پھر مسلمان ہوئے ہم بغیر کسی جنگ کے خود آپ کے پاس حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے اس لئے ہماری قدر کرنی چاہئے جو شان رسالت میں ایک طرح کی گستاخی بھی تھی کہ اپنے مسلمان ہو جانے کا احسان آپ پر جتلایا اور مقصود اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کی صدقات سے اپنی مفلسی دور کریں اور اگر یہ واقعی اور سچے مسلمان ہی ہو جاتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا احسان تھا خود اپنا ہی نفع تھا اس پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں جن میں ان کے جھوٹے دعوے کی تکذیب اور احسان جتلانے پر مذمت کی گئی ہے۔

(آیت) وَلٰـكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا، چونکہ ان کے دلوں میں ایمان نہ تھا جھوٹا دعویٰ صرف ظاہری افعال کی بناء پر کر رہے تھے اس لئے قرآن نے ان کے ایمان کی نفی اور دعوائے ایمان کے غلط ہونے کو بیان کر کے یہ فرمایا کہ تمہارا آمنا کہنا تو جھوٹ ہے تم زیادہ سے زیادہ اسلمنا کہہ سکتے ہو کیونکہ اسلام کے لفظی معنی ظاہری افعال میں اطاعت کرنے کے ہیں اور یہ لوگ اپنے دعوائے ایمان کو سچا ثابت کرنے کے لئے کچھ اعمال مسلمانوں جیسے کرنے لگے تھے اس لئے لفظی اعتبار سے ایک درجہ کی اطاعت ہو گئی اس لئے لغوی معنی کے اعتبار سے اسلمنا کہنا صحیح ہو سکتا ہے۔ (تفسیر بغوی، سورت حجرات، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ |
| وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ |
| مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر انھوں نے شک نہیں کیا اور انھوں نے اپنے مالوں |
| اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔ |

## ایمان میں لوگوں کے سچے ہونے کا بیان

"إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ" أَيِ الصَّادِقُونَ فِي إِيمَانهمْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ بَعْد "الَّذِينَ آمَنُوا بِاَللَّهِ وَرَسُوله ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا" لَمْ يَشُكُّوا فِي الْإِيمَان "وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسهمْ فِي سَبِيل اللَّه" فَجِهَادهمْ يَظْهَر بِصِدْقِ إِيمَانهمْ "أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ" فِي إِيمَانهمْ لَا مَنْ قَالُوا آمَنَّا وَلَمْ يُوجَد مِنْهُمْ

غَيْرِ الْإِسْلَامِ

بے شک اہل ایمان! یعنی جولوگ اپنے ایمان میں سچے ہوں جیسا کہ اس کے بعد اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر انہوں نے شک نہیں کیا یعنی اپنے ایمان کے بارے میں شک کا شکار نہیں ہوئے اور انہوں نے اپنی جانوں کے ذریعے اور اموال کے ذریعے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو ان کا یہ جہاد ان کے ایمان کی سچائی کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی لوگ سچے ہیں اپنے ایمان کے حوالے سے' نہ کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ ان سے صرف اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔

اس آیت میں مومنوں اور منافقوں کا تقابل پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ حقیقی مومن اللہ، اس کے وعدوں اور اس کے رسول پر پوری طرح یقین رکھتے ہیں۔ وہ مفاد پرست نہیں ہوتے لہٰذا جو کچھ اللہ اور اس کا رسول کہے فوراً اس کی اطاعت کرتے اور بوقت ضرورت جان و مال کی قربانیاں بھی پیش کر دیتے ہیں۔ اور منافقوں کی طرح حیلوں بہانوں سے فرار کی راہ اختیار نہیں کرتے۔ ایسے ہی لوگ راستباز ہوتے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِیْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ |
| فرما دیجئے: کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلا رہے ہو، حالانکہ اللہ ان چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں |
| اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ |

اپنی دینداری کو جتلانے کا بیان

"قُلْ لَهُمْ "أَتُعَلِّمُونَ اللّٰهَ بِدِينِكُمْ " مُضَعَّف عَلِمَ بِمَعْنَى شَعَرَ أَیْ أَتُشْعِرُونَهُ بِمَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ فِي قَوْلكُمْ آمَنَّا

تم فرما دو یعنی ان سے' کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتاؤ گے اپنے دین کے بارے میں؟ یہ لفظ علم سے باب تفعیل کے وزن پر ہے اور یہ شعور کے معنی میں ہے۔ کیا تم اسے یہ شعور دلاؤ گے کہ تم اپنے قول "آمنا" کے ذریعے کس حالت میں ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر کہا یہ تھا کہ ہم اسلام لے آئے اور ان کا یہ اسلام لانا چڑھتے سورج کو سلام کرنے کے مترادف تھا۔ وہ اسلام لا کر اپنے جان و مال کی حفاظت اور اموال غنائم سے اپنا حصہ طلب کرنا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جیسا تم اسلام لا رہے ہو۔ اللہ کو اس کا ٹھیک پتا ہے اور جن اغراض کے تحت لا رہے ہو وہ بھی معلوم ہے۔

| |
|---|
| یَمُنُّوْنَ عَلَیْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ |
| عَلَیْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ |

اے محبوب وہ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے، تم فرماؤ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی اگر تم سچے ہو۔

## اسلام کو قبول کرنا بھی احسان الٰہی ہونے کا بیان

"يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا " مِنْ غَيْر قِتَال بِخِلَافِ غَيْرهمْ مِمَّنْ أَسْلَمَ بَعْد قِتَاله مِنْهُمْ "قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامكُمْ " مَنْصُوب بِنَزْعِ الْخَافِض الْبَاء وَيُقَدَّر قَبْل أَنْ فِي الْمَوْضِعَيْنِ "بَلِ اللّٰه يَمُنّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِي قَوْلكُمْ آمَنَّا

تم فرماؤ یعنی ان سے، کیا تم اللہ تعالیٰ کو بتاؤ گے اپنے دین کے بارے میں؟ یہ لفظ علم سے باب تفعیل کے وزن پر ہے اور یہ شعور کے معنی میں ہے۔ کیا تم اسے یہ شعور دلاؤ گے کہ تم اپنے قول "آمنا" کے ذریعے کس حالت میں ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

لوگ تم پر احسان کرتے ہیں، وہ اسلام لائے ہیں یعنی کسی جنگ کے بغیر جبکہ اس کے برعکس دوسرے لوگ وہ ہیں جو ایمان لائے تھے آپ کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد۔ تم فرماؤ تم لوگ مجھ پر اپنے اسلام کے ذریعے احسان نہ کرو۔ اسے منصوب پڑھا گیا ہے کیونکہ نصب دینے والی "ب" کو وہاں سے ہٹا لیا گیا ہے اور یہاں پر دونوں جگہ پر "اَنْ" سے پہلے یہ مقدر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی ہے اگر تم سچے ہوئے اپنے قول "آمنّا" کے حوالے سے۔

## سورت حجرات آیت ۱۷ کے شان نزول کا بیان

عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ عرب کے کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہم اسلام لائے اور ہم نے آپ سے فلاں قبیلہ کی طرح قتال نہیں کیا تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بزار نے سعید بن جبیر کے طریق سے حضرت ابن عباس سے اس کے مثل روایت نقل کیا ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے حسن سے اس کے مثل روایت نقل کی ہے اور یہ کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب مکہ فتح ہو چکا تھا محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ قبیلہ بنو اسد کے دس افراد نو ہجری کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے ان میں طلحہ بن خولید بھی تھے رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ انہوں نے سلام کیا اور ان کے متکلم نے کہا یا رسول اللہ ہم نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ﷺ ہیں یا رسول اللہ ﷺ ہم خود آپ کے پاس آئے ہیں آپ نے ہماری طرف کوئی جماعت نہیں بھیجی۔

اور ہم اپنے سے پچھلوں کے لیے سلامتی ہیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰىکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۔ حضرت سعید بن جبیر سے روایت

ہے کہ بنو اسد کے دیہاتیوں کی ایک جماعت نبی کی خدمت میں آئی اور کہا ہم آپ ک پاس آئے ہیں اور آپ سے قتال نہیں کیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 272، ابن ابی حاتم رازی)

یہاں لفظ ایمان فرمانے سے شبہ نہ کیا جائے کہ اس کا ایمان ہونا تسلیم کرلیا گیا، بات یہ ہے کہ یہاں بطور فرض کے گفتگو ہے جس میں ان کی طرف سے حکایت کی گئی ہے جیسا ان کنتم صدقین میں قرینہ ہے، یعنی اگر بالفرض تمہارے دعوے کے موافق اس کو ایمان مان لیا جائے تو بھی خدا ہی کا احسان ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے سب غیب جانتا ہے، اور اللہ جو عمل بھی تم کرتے ہو اسے خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے ظاہر و پوشیدہ کو جاننے والا ہے

"إِنَّ اللَّـه يَعْلَم غَيْب السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَيْ مَا غَابَ فِيهِمَا "وَاللَّـه بَصِير بِمَا يَعْمَلُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء لَا يَخْفَى عَلَيْهِ شَيْء مِنْهُ

بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے غیب کے بارے میں یعنی جو بھی ان دونوں میں غیب کی حالت میں ہے اور اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے اس چیز کو جو تم عمل کرتے ہو اس کو "ی" اور "ت" کے ساتھ (غائب اور حاضر) سے پڑھا گیا ہے۔ اس پر اس میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے۔

پس اپنے ایمان و اسلام کے بارے میں زبانی کلامی دعوے کرنے اور ان کو زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اصل ضرورت جس چیز کی ہے وہ ہے صدق ایمان اور صفاءِ عمل و کردار، کیونکہ معاملہ اس اللہ وحدہ لاشریک کے ساتھ ہے جو آسمانوں اور زمین کی سب چھپی باتوں کو جانتا ہے، اور پوری طرح جانتا ہے، اور وہ تمہارے ان اعمال کو بھی پوری طرح دیکھ رہا ہے جو تم لوگ ظاہر کرتے ہو، اور ان کو بھی جو تم لوگ چھپاتے ہو، کیونکہ اسکے یہاں غیب و شہادت اور نہاں و عیاں دونوں ایک برابر ہیں۔

## سورہ حجرات کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ حجرات کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوۡرَۃُ قٓ

## یہ قرآن مجید کی سورت ق ہے

### سورت ق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ ق (مَکِّیَّۃ اِلَّا آیۃ 38 فَمَدَنِیَّۃ و آیاتہا 45)

سورہ قٓ مکیہ ہے، اس میں تین رکوع، پینتالیس آیات، تین سوستاون کلمات اور ایک ہزار چار سو چورانوے حروف ہیں۔

### سورت ق کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا آغاز حرف ق جو حروف مقطعات میں سے ہے اس کے ساتھ ہوا ہے۔ پس اسی سبب سے یہ سورت ق کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت ق کی نماز میں قرأت کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد لیثی سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازوں میں کونسی سورت پڑھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: ق وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ، اور اقتربت الساعۃ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں بکثرت سورہ ق تلاوت فرماتے تھے، (یہ سورت خاصی بڑی ہے) مگر اس کے باوجود نماز ہلکی رہتی تھی۔ (تفسیر قرطبی، سورت ق، بیروت)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تلاوت کا خاص اثر تھا کہ بڑی سے بڑی سورت اور طویل سے طویل نماز بھی پڑھنے والوں پر ہلکی رہتی تھی۔

| |
|---|
| قٓ ۚ وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِيۡدِ ۞ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ فَقَالَ الۡكٰفِرُوۡنَ |
| هٰذَا شَىۡءٌ عَجِيۡبٌ ۞ ءَاِذَا مِتۡنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجۡعٌۢ بَعِيۡدٌ ۞ |
| ق، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ قسم ہے قرآن کی جو بہت بڑی شان والا ہے۔ |
| بلکہ ان لوگوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے، سو کافر کہتے ہیں، |
| یہ عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔ |

## کفار مکہ کا ایمان لانے کی بجائے بعث پر اظہار تعجب کرنے کا بیان

"ق" اللّٰهُ أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "وَالْقُرْآن الْمَجِيد" الْكَرِيم مَا آمَنَ كُفَّار مَكَّة بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِر مِنْهُمْ" رَسُول مِنْ أَنْفُسهمْ يُخَوِّفهُمْ بِالنَّارِ بَعْد الْبَعْث "فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا" الْإِنْذَار،

"أَإِذَا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ "مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا" نَرْجِع ؟ "ذَلِكَ رَجْع بَعِيد" فِي غَايَة الْبُعْد،

ق، حقیقی معنی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ قسم ہے قرآن مجید کی جو بہت بڑی شان والا ہے۔ جبکہ کفار مکہ نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائے۔ بلکہ ان لوگوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈر سنانے والا آ گیا ہے، جس انہیں بعث کے بعد جہنم میں ڈال دیئے جانے سے ڈراتا ہے۔ پس کافر کہتے ہیں یہ ڈر سنانا عجیب بات ہے۔ یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ ثانی کی تسہیل اور دونوں صورتوں میں ان کے درمیان الف کو داخل کیا جائے گا۔ کیا جب ہم مر گئے اور ہم مٹی ہو گئے؟ تو کیا واپس لوٹ آئیں گے؟ یہ واپس لوٹنا بہت دور ہے۔ یعنی بعد کی انتہاء ہے۔

## قرآن مجید کی صداقت کا بیان

جس کی عدالت و امانت اور صدق و راست بازی کو وہ خوب جانتے ہیں اور یہ بھی ان کے دل نشین ہے کہ ایسے صفات کا شخص سچا، ناصح ہوتا ہے باوجود اس کے ان کا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور حضور کے انذار سے تعجب و انکار کرنا قابلِ حیرت ہے۔ (تفسیر خازن، سورہ ق، بیروت)

سورہ ق میں بیشتر مضامین آخرت اور قیامت اور مردوں کے زندہ ہونے اور حساب و کتاب سے متعلق ہیں اور یہی مناسبت ہے اس کو اس سے پہلی سورہ حجرات سے کہ اس کے آخر میں انہی مضامین کا ذکر تھا۔ سورہ ق کی ایک خاص اہمیت اس حدیث سے معلوم ہوتی ہے کہ ام ہشام بنت حارثہ بن النعمان کہتی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب میرا مکان تھا) دو سال کے قریب ہمارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور (جس میں روٹی پکتی تھی) ایک ہی تھا، مجھے سورہ ق پوری اس طرح حفظ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سورت ہر جمعہ کو منبر پر خطبہ میں تلاوت فرماتے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○ |
| بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ○ |
| بیشک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان سے کتنا کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ |
| بلکہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آ چکا سو وہ خود الجھن اور اضطراب کی بات میں ہیں۔ |

## کفار کا قرآن مجید کو کہانت وغیرہ کہہ دینے کا بیان

"قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُص الْأَرْض" تَأْكُل "مِنْهُمْ وَعِنْدنَا كِتَاب حَفِيظ " هُوَ اللَّوْح الْمَحْفُوظ فِيهِ جَمِيع الْأَشْيَاء الْمُقَدَّرَة

"بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ" بِالْقُرْآنِ "لَمَّا جَاءَهُمْ فَهُمْ " فِي شَأْن النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآن "فِي أَمْر مَرِيج " مُضْطَرِب قَالُوا مَرَّة : سَاحِر وَسِحْر وَمَرَّة : شَاعِر وَشِعْر وَمَرَّة : كَاهِن وَكَهَانَة،

بیشک ہم جانتے ہیں کہ زمین ان کے جسموں سے کھا کھا کر کتنا کم کرتی ہے، اور ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جس میں سب کچھ محفوظ ہے۔ اور لوح محفوظ ہے جس میں تمام اشیائے مقدرہ ہیں۔ بلکہ عجیب اور فہم وادراک سے بعید بات تو یہ ہے کہ انہوں نے حق یعنی قرآن کو جھٹلا دیا جب وہ یعنی نبی کریم ﷺ اور قرآن ان کے پاس آ چکا پس وہ خود ہی الجھن اور اضطراب کی بات میں پڑے ہیں۔ یعنی کبھی ساحر اور سحر کبھی شاعر اور شعر اور کبھی کاہن اور کہانت کہہ دیا۔

## اللہ تعالیٰ کے علم سے کچھ مخفی نہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا علم تو اتنا وسیع اور محیط ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا ایک ایک جزاس کی نظر میں ہے، وہ جانتا ہے کہ مردے کے کس کس حصہ کو زمین نے کھا لیا ہے، کیونکہ اس کی کچھ ہڈیاں تو اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہیں کہ ان کو زمین نہیں کھاتی اور جن کو زمین کھا کر مٹی کر دیتی ہے پھر وہ مٹی دنیا جہان کے جس گوشہ میں پہنچتی ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے، جب وہ چاہے گا سب کو ایک جگہ جمع کر دے گا اور ذرا غور کرو تو اس وقت ہر انسان کا جسم جن اجزاء سے مرکب چلتا پھرتا نظر آتا ہے اس میں بھی تو ساری دنیا کے مختلف گوشوں کے اجزاء جمع ہیں، کوئی غذا کی صورت میں کوئی دوا کی صورت میں سارے عالم کے مختلف شہروں اور جنگلوں کے اجزاء ہی تو ہیں جن سے یہ موجودہ جسم مرکب ہوا ہے، پھر اس کے لئے کیا دشوار ہے کہ دوبارہ ان اجزاء کو دنیا میں منتشر کرنے کے بعد پھر ایک جگہ جمع کر دے اور صرف یہی نہیں کہ اب مرنے اور مٹی ہونے کے بعد انسان کے یہ اجزاء اس کے علم میں آئے ہوں، بلکہ انسان کے پیدا کرنے سے پہلے ہی اس کی زندگی کا ہر ہر لمحہ اور اس میں پیدا ہونے والے تغیرات اور پھر مرنے کے بعد اس پر کیا کیا حالات پیش آئیں گے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس پہلے سے لکھا ہوا لوح محفوظ میں موجود ہے۔

پھر جو ایسا علیم و بصیر ہے اور جس کی قدرت اتنی کامل اور سب چیزوں پر حاوی ہے اس کے متعلق یہ تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے، مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس اور مجاہد اور جمہور مفسرین سے منقول ہے۔ (تفسیر بحر محیط، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَ مَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ۝ |
| تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے کیسے اسے بنایا اور اسے سجایا اور اس میں کوئی درزیں نہیں ہیں۔ |

## تحقیق آسمان سے دلیل بعث کا بیان

"اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا" بِعُیُوْنِہِمْ مُعْتَبِرِیْنَ بِعُقُوْلِہِمْ حِیْنَ اَنْکَرُوا الْبَعْث "اِلَی السَّمَاءِ" کَائِنَة "فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنَاهَا" بِلَا عَمَد "وَزَیَّنّٰهَا" بِالْکَوَاکِبِ "وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْج" شُقُوْق تَعِیْبهَا،

تو کیا انھوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا یعنی اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اپنی عقلوں س عبرت حاصل نہیں کی۔ جبکہ انہوں نے بعث کا انکار کر دیا ہے۔ کہ ہم نے کیسے اسے بنایا یعنی ان کے اوپر کس طرح بغیر ستونوں کے کھڑا کر دیا ہے۔ اور اسے ستاروں کے ذریعے سجایا اور اس میں کوئی دراڑیں نہیں ہیں۔ یعنی کوئی عیب دار کرنے والا شگاف نہیں ہے۔

یہ لوگ جس چیز کو ناممکن خیال کرتے تھے پروردگار عالم اس سے بھی بہت زیادہ بڑھے چڑھے ہوئے اپنی قدرت کے نمونے پیش کر رہا ہے کہ آسمان کو دیکھو اس کی بناوٹ پر غور کرو اس کے روشن ستاروں کو دیکھو اور دیکھو کہ اتنے بڑے آسمان میں ایک سوراخ، ایک چھید، ایک شگاف، ایک دراڑ نہیں چنانچہ سورہ تبارک میں فرمایا آیت (اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ، الملک:3)، اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے تو اللہ کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا تو پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار غور کر اور دیکھ تیری نگاہ نامراد اور عاجز ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰـهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝ۙ |
| اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں ہم نے بہت بھاری پہاڑ رکھے اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اُگائے۔ |

## اثبات زمین کیلئے پہاڑوں کو بنانے کا بیان

"وَالْاَرْض" مَعْطُوف عَلَی مَوْضِع اِلَی السَّمَاء کَیْفَ "مَدَدْنَاهَا" دَحَوْنَاهَا عَلَی وَجْه الْمَاء "وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ" جِبَالًا تُثَبِّتهَا "وَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلّ زَوْج" صِنْف "بَهِیج" یُبْهِج بِهِ لِحُسْنِهِ،

اور اسی طرح ہم نے زمین کو پھیلایا یہاں پر لفظ الارض کا الی سماء کے محل پر عطف ہے۔ ہم نے اس کو پانی پر کس طرح پھیلا رکھا ہے۔ اور اس میں ہم نے بہت بھاری پہاڑ رکھے یعنی ایسے پہاڑ جو اس کو ثابت رکھتے ہیں۔ اور ہم نے اس میں ہر قسم کے خوش نما پودے اُگائے۔ کہ ان کی خوبصورتی سے خوشی حاصل کی جائے۔

پھر فرمایا زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور بچھا دیا اور اس میں پہاڑ جما دیئے تا کہ ہل نہ سکے کیونکہ وہ ہر طرف سے پانی سے گھری ہوئی ہے اور اس میں ہر قسم کی کھیتیاں پھل سبزے اور قسم قسم کی چیزیں اگا دیں جیسے اور جگہ ہے ہر چیز کو ہم نے جوڑ جوڑ پیدا کیا تا کہ تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ (بهیج) کے معنی خوشنما، خوش منظر، بارونق۔ پھر فرمایا آسمان و زمین اور ان کے علاوہ قدرت کے اور

نشانات دانائی اور بینائی کا ذریعہ ہیں ہر اس شخص کے لئے جو اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کی طرف رغبت کرنے والا ہو۔

| |
|---|
| تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ○ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ○ |
| ہر اس بندے کو دکھانے اور یاد دلانے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے۔اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت |
| پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی کے دانے اگائے۔ |

## اہل بصیرت کیلئے زمین وآسمان کے عجائب کا بیان

"تَبْصِرَة" مَفْعُول لَهُ أَيْ فَعَلْنَا ذٰلِكَ تَبْصِيرًا مِنَّا "وَذِكْرَى" تَذْكِيرًا "لِكُلِّ عَبْد مُنِيب" رَجَّاع إِلَى طَاعَتنَا،

"وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاء مَاء مُبَارَكًا" كَثِير الْبَرَكَة "فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّات" بَسَاتِين "وَحَبّ" الزَّرْع "الْحَصِيد" الْمَحْصُود،

یہاں پر لفظ تبصرۃ یہ مفعول لہ ہے۔ ہر اس بندے کو دکھانے اور یاد دلانے کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے۔یعنی جو ہماری اطاعت کی جانب رجوع کرنے والا ہے۔اور ہم نے آسمان سے ایک بہت بابرکت پانی اتارا،یعنی جس میں کثیر برکت ہے۔پھر ہم نے اس کے ساتھ باغات اور کاٹی جانے والی کھیتی کے دانے اگائے

## نفع دینے والا پانی برسانے سے استدلال قدرت کا بیان

پھر فرماتا ہے ہم نے نفع دینے والا پانی آسمان سے برسا کر اس سے باغات بنائے اور وہ کھیتیاں بنائیں جو کاٹی جاتی ہیں اور جن کے اناج کھلیان میں ڈالے جاتے ہیں اور اونچے اونچے کھجور کے درخت اگا دیئے جو بھرپور میوے لادتے اور لدے رہتے ہیں یہ مخلوق کی روزیاں ہیں اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا وہ لہلہانے لگی اور خشکی کے بعد تروتازہ ہوگئی۔اور چٹیل سوکھے میدان سرسبز ہوگئے یہ مثال ہے موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کی اور ہلاکت کے بعد آباد ہونے کی یہ نشانیاں جنہیں تم روزمرہ دیکھ رہے ہو کیا تمہاری رہبری اس امر کی طرف نہیں کرتیں ؟ کہ اللہ مردوں کے جلانے پر قادر ہے چنانچہ اور آیت میں ہے آیت (لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ، غافر:57)یعنی آسمان وزمین کی پیدائش انسانی پیدائش سے بہت بڑی ہے اور آیت میں ہے آیت (اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، الاحقاف:33)یعنی کیا وہ نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کر دیا اور ان کی پیدائش سے نہ تھکا کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مردوں کو جلا دے؟ بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے آیت (وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ،فصلت:39)، یعنی تو دیکھتا ہے کہ

زمین بالکل خشک اور بنجر ہوتی ہے ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جس سے وہ لہلہانے اور پیداوار اگانے لگتی ہے کیا یہ میری قدرت کی نشانی نہیں بتاتی ؟ کہ جس ذات نے اسے زندہ کر دیا وہ مردوں کے جلانے پر بلا شک وشبہ قادر ہے یقیناً وہ تمام تر چیزوں پر قدرت رکھتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ق، بیروت)

(10) وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَهَا طَلْعٌ نَضِيدٌ (11) رِزْقًا لِلْعِبَادِ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا كَذَلِكَ الْخُرُوجُ

| |
|---|
| وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ۝ |
| اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے |
| اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔ |

## نباتات کی خلقت سے استدلالِ بعث کا بیان

"وَالنَّخْل بَاسِقَات" طِوَالًا حَال مُقَدَّرَة "لَهَا طَلْع نَضِيد" مُتَرَاكِب بَعْضه فَوْق بَعْض "رِزْقًا لِلْعِبَادِ" مَفْعُول لَهُ "وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلَدًا مَيْتًا" يَسْتَوِي فِيهِ الْمُذَكَّر وَالْمُؤَنَّث "كَذَلِكَ" أَيْ مِثْل هَذَا الْإِحْيَاء "الْخُرُوج" مِنْ الْقُبُور فَكَيْفَ تُنْكِرُونَهُ وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ نَظَرُوا وَعَلِمُوا مَا ذُكِرَ،

اور کھجوروں کے درخت لمبے لمبے، یہاں پر لفظ طوالا یہ حال مقدرہ ہے۔ جن کے تہ بہ تہ خوشے ہیں۔ یعنی وہ آپ میں جڑے ہوئے ہیں۔ یہاں پر لفظ رزقا یہ مفعول لہ ہے۔ بندوں کو روزی دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ساتھ ایک مردہ شہر کو زندہ کر دیا، اسی طرح نکلنا ہے۔ جس میں تذکیر و تانیث برابر ہے۔ اسی طرح اس زندگی کی مثال ہے کہ جب قبروں سے نکالا جائے گا۔ لہٰذا وہ اس کا انکار کیسے کر سکتے ہیں۔ اور یہ استفہام تقریری ہے۔ اور معنی یہ ہے جب انہوں نے غور کیا اور سمجھ لیا ہے جو ذکر کیا گیا ہے۔

## نباتات کی روئیدگی سے بعث بعد الموت پر دلیل کا بیان

عرب کے اور بالخصوص مکہ اور اس کے ارد گرد کے پہاڑ سخت خشک قسم کے پہاڑ ہیں جہاں کوئی ہریاول نظر نہیں آتی۔ شدید گرمی پڑتی ہے اور وہاں کچھ علاقے ایسے بھی ہیں جہاں کئی کئی سال بارش نہیں ہوتی۔ لیکن جب بارش ہوتی ہے تو وہاں بھی کچھ نہ کچھ سبزہ اگ آتا ہے۔ گھاس اگ آتی ہے اور حشرات الارض بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ میدانی علاقوں میں تو یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ شاید وہاں پچھلے سال کی گھاس کی جڑیں کچھ نہ کچھ باقی رہ گئی ہوں گی یا کوئی نہ کوئی زمینی کیڑا ہی کسی پناہ گاہ میں پناہ لے کر بچ گیا ہوگا اور بارش میں اس کی نسل پھلنے پھولنے لگی ہوگی یا کسی درخت کا بیج ہی زمین میں پڑا ہوگا اور اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی ہوگی اور بارش ہونے پر وہ اگ آیا ہوگا۔ لیکن ایسے علاقے جو سخت گرم اور پتھریلے ہیں۔ وہاں تو کسی بیج یا زمینی کیڑے کے اگلی بارش کے موسم تک

زندہ رہ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اور جو سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آخر ایسے علاقوں میں حشرات الارض یا نباتات کہاں سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ نباتات اور حشرات الارض کے بیج کے بغیر بھی یہ چیزیں زمین سے بر آمد کر سکتا ہے۔ تو یقیناً ہزار ہا برس کے مرے ہوئے اور زمین میں ملے ہوئے انسانوں کو بھی زندہ کر کے زمین سے نکال سکتا ہے۔

| |
|---|
| كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ○ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ○ لا |
| وَاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ط كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ○ |
| ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا اور کنویں والوں نے اور ثمود نے۔اور عاد اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے، |
| اور درختوں کے جھنڈ والوں نے اور تبع کی قوم نے، ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔ |

## سابقہ اقوام کفر کی تکذیب اور قریش کفار کی تکذیب کا بیان

"كَذَّبَتْ قَبْلَهُم قَوْمُ نُوح" تَأْنِيث الْفِعْل بِمَعْنَى قَوْم "وَأَصْحَاب الرَّسّ" هِيَ بِئْر كَانُوا مُقِيمِينَ عَلَيْهَا بِمَوَاشِيهِمْ يَعْبُدُونَ الْأَصْنَام وَنَبِيّهمْ : قِيلَ حَنْظَلَة بْن صَفْوَان وَقِيلَ غَيْره "وَثَمُود" قَوْم صَالِح "وَعَادٌ" قَوْم هُود،

"وَأَصْحَاب الْأَيْكَة" الْغَيْضَة قَوْم شُعَيْب "وَقَوْم تُبَّع" هُوَ مَلِك كَانَ بِالْيَمَنِ أَسْلَمَ وَدَعَا قَوْمه إِلَى الْإِسْلَام فَكَذَّبُوهُ "كُلّ" مِنْ الْمَذْكُورِينَ "كَذَّبَ الرُّسُل" كَقُرَيْشٍ "فَحَقَّ وَعِيد" وَجَبَ نُزُول الْعَذَاب عَلَى الْجَمِيع فَلَا يَضِيق صَدْرك مِنْ كُفْر قُرَيْش بِك،

ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا یہاں پر لفظ نوح کے فعل کو مؤنث اس لئے لایا گیا کیونکہ قوم مؤنث ہے۔اور کنویں والوں نے یعنی وہ کنواں جہاں وہ اپنے مویشیوں کے ساتھ رہتے تھے۔اور وہ بتوں کو پوجا کرتے تھے اور کہا گیا ہے کہ ان کے نبی حنظلہ بن صفوان اور ان کے علاوہ بھی کہا گیا ہے۔اور ثمود نے جو حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی۔اور عاد جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی۔اور فرعون نے اور لوط کے بھائیوں نے، اور درختوں کے جھنڈ والوں نے جو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔اور تبع کی قوم نے، تبع یہ یمن کا بادشاہ تھا اس نے اسلام قبول کیا اور جب اس نے اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی۔ان سب یعنی مذکورہ افراد نے رسولوں کو جھٹلایا جس طرح قریش نے تکذیب کی ہے۔تو میرے عذاب کا وعدہ ثابت ہو گیا۔یعنی عذاب کا نازل کرنا ان پر سب پر لازم ہو گیا۔لہٰذا آپ کے سینہ مبارک میں قریش کے کفر کی وجہ سے مشکل نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ اہل مکہ کو ان عذابوں سے ڈرا رہا ہے جو ان جیسے جھٹلانے والوں پر ان سے پہلے آچکے ہیں جیسے کہ نوح کی قوم جنہیں اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کر دیا اور اصحاب رس جن کا پورا قصہ سورہ فرقان کی تفسیر میں گذر چکا ہے اور ثمود اور عاد اور امت لوط جسے زمین میں دھنسا دیا اور اس زمین کو سڑا ہوا دلدل بنا دیا یہ سب کیا تھا؟ ان کے کفر، ان کی سرکشی، اور مخالفت حق کا نتیجہ تھا اصحاب ایکہ

سے مراد قوم شعیب ہے علیہ الصلوۃ والسلام اور قوم تبع سے مراد یمانی ہیں، سورہ دخان میں ان کا واقعہ بھی گزر چکا ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر ہے یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں۔

| |
|---|
| اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ |
| تو کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے کے ساتھ تھک کر رہ گئے ہیں؟ بلکہ وہ ایک نئے پیدا کیے جانے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کا تھکاوٹ سے پاک ہونے کا بیان

"أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّل " أَيْ لَمْ نَعْيَ بِهِ فَلَا نَعْيَا بِالْإِعَادَةِ "بَلْ هُمْ فِي لَبْس" شَكّ "مِنْ خَلْق جَدِيد" وَهُوَ الْبَعْث،

تو کیا ہم پہلی دفعہ پیدا کرنے کے ساتھ تھک کر رہ گئے ہیں؟ پس ہم نہ پہلے تھکے ہیں اور نہ آئندہ پیدا کر کے تھکیں گے۔ بلکہ وہ ایک نئے پیدا کیے جانے کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ اور وہ دوبارہ زندہ ہونا ہے۔

یعنی دوبارہ نئے سرے سے پیدا کرنے میں انہیں فضول دھوکا لگ رہا ہے۔ جس نے پہلی بار پیدا کیا دوسری مرتبہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے؟ کیا یہ گمان کرتے ہو کہ (معاذ اللہ) وہ پہلی دفعہ دنیا کو بنا کر تھک گیا ہوگا؟ اس قادر مطلق کی نسبت ایسے توہمات قائم کرنا سخت جہالت اور گستاخی ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۝ |
| اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور ہم ان وسوسوں کو جانتے ہیں جو اس کا نفس ڈالتا ہے۔ |
| اور ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَان وَنَعْلَم " حَال بِتَقْدِيرِ نَحْنُ "مَا" مَصْدَرِيَّة "تُوَسْوِس" تُحَدِّث "بِهِ" الْبَاء زَائِدَة وَالضَّمِير لِلْإِنْسَانِ "وَنَحْنُ أَقْرَب إِلَيْهِ" بِالْعِلْمِ "مِنْ حَبْل الْوَرِيد" الْإِضَافَة لِلْبَيَانِ وَالْوَرِيدَانِ عِرْقَانِ بِصَفْحَتَيْ الْعُنُق،

اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے یہاں پر لفظ نعلم یہ نحن کی تقدیر سے حال ہے۔ اور ما مصدریہ ہے۔ اور ہم ان وسوسوں کو بھی جانتے ہیں جو اس کا نفس اس کے دل و دماغ میں ڈالتا ہے۔ یہاں پر بہ میں باء زائدہ ہے اور ضمیر انسان کی جانب لوٹنے والی ہے اور ہم علم کے اعتبار سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ یہاں پر اضافت بیانیہ ہے۔ اور ورید سے مراد گردن کی دو رگیں ہیں۔

## شیطان کا خون کی طرح انسانی رگوں میں گردش کرنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے اندر شیطان اس طرح دوڑتا پھرتا ہے جیسے رگوں میں خون گردش کرتا رہتا ہے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 64)

مطلب یہ کہ شیطان انسان کو بہکانے کی کامل قدرت رکھتا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ وہ مختلف صورتوں میں اچھے انسانوں اور نیک بندوں کو نیکی و بھلائی کے راستہ پر چلنے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے بلکہ انسان کی داخلی کائنات میں گھس کر اس کے ذہن وفکر اور اس کے قلب ودماغ کو پراگندہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے قرب کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو اس جیسی دس نیکیوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ دیتا ہوں جس کو چاہتا ہوں اس کو اس سے صدق واخلاص کے مطابق سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ ثواب دیتا ہوں جو شخص کوئی برائی کرتا ہے تو اس کو اسی برائی کے برابر سزا ملتی ہے یا میں اسے بھی معاف کر دیتا ہوں۔ جو شخص اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعے ایک بالشت (یعنی بقدر قلیل) میری طرف آتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف آتا ہوں (یعنی میں اس کی توجہ والتفات سے کہیں زیادہ اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہوں) جو شخص میری طرف ایک گز آتا ہے میں اس کی جانب دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کے برابر بڑھتا ہوں۔

جو شخص میری طرف اپنی چال سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں اور جو شخص زمین کے برابر بھی گناہ لے کر مجھ سے ملے گا بشرطیکہ اس نے میرے ساتھ شریک نہ کیا ہو یعنی شرک میں مبتلا نہ ہو تو اگر میں چاہوں گا تو اس کو زمین کے برابر ہی مغفرت عطا کروں گا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 786)

اللہ تعالیٰ کتنا رحیم وکریم ہے اس کی رحمت کتنی وسیع ہے اپنے بندوں پر وہ کتنا مہربان ہے اس کی شان عفو کس قدر بے پایاں ہے اور اس کا فضل کس قدر بے کراں ہے اس کا ایک ہلکا سا اندازہ اس حدیث سے ہو جاتا ہے۔ حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اگر بندہ اللہ کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ اور رجوع کرتا ہے تو اس کی طرف بارگاہ الٰہی سے اس کی توجہ کہیں زیادہ توجہ، التفات اور رحمت اس کی طرف منعطف ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی کو ایذاء پہنچاتا ہے تو میں اس کے ساتھ اپنی لڑائی کا اعلان کرتا ہوں اور میرا کوئی بندہ مومن میرا تقرب (اعمال میں سے) ایسی کسی چیز کے ذریعہ حاصل نہیں کرتا جو میرے نزدیک ہو جیسے ادائیگی فریضہ کے ذریعہ میرا تقرب حاصل ہے ہمیشہ نوافل کے ذریعے (یعنی ان طاعات وعبادات کے ذریعہ جو فرائض کے علاوہ اور فرائض سے زائد ہیں میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا دوست بنا لیتا ہوں۔ (کیونکہ وہ فرائض ونوافل دونوں کو اختیار کرتا ہے) اور جب میں اسے اپنا دوست بنا لیتا

ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ سنتا ہے میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں وہ اسی کے ذریعہ دیکھتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ پکڑتا ہے میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں کہ وہ اسی کے ذریعہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور وہ برائیوں اور مکروہات سے میری پناہ چاہتا ہے۔

تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور جس کام کو میں کرنے والا ہوں اس میں اس طرح تردد نہیں کرتا جس طرح کہ میں بندہ مومن کی جان قبض کرنے میں تردد کرتا ہوں کیونکہ وہ موت کو پسند نہیں کرتا حالانکہ اس کی ناپسندیدگی کو میں ناپسند کرتا ہوں اور موت سے کسی حال میں مفر نہیں ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 787)

| |
|---|
| اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ۝ |
| جب دو لینے والے لے لیتے ہیں جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ کوئی بھی بات |
| نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔ |

## کراما کاتبین کا نامہ اعمال کو لکھ لینے کا بیان

"إِذْ" مَنْصُوبَة بِاذْكُرْ مُقَدَّرًا "يَتَلَقَّى" يَأْخُذ وَيُثْبِت "الْمُتَلَقِّيَانِ" الْمَلَكَانِ الْمُوَكَّلَانِ بِالْإِنْسَانِ مَا يَعْمَلهُ "عَنِ الْيَمِين وَعَنِ الشِّمَال" مِنْهُ "قَعِيد" أَيْ قَاعِدَانِ وَهُوَ مُبْتَدَأ خَبَره مَا قَبْله، "مَا يَلْفِظ مِنْ قَوْل إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيب" حَافِظ "عَتِيد" حَاضِر وَكُلّ مِنْهُمَا بِمَعْنَى الْمُثَنَّى،

یہاں پر لفظ اذ یہ اذکر مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اور یتلقی کا معنی یأ خذ اور یثبت ہے۔ جب دو لینے والے فرشتے اس کے ہر قول وفعل کو تحریر میں لے لیتے ہیں یعنی جو وہ عمل کرتا ہے۔ جو دائیں طرف اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہاں پر قعید جو قاعدان کے معنی میں مبتداء ہے اور اس کا ماقبل اس کی خبر ہے۔ وہ کوئی بھی بات نہیں بولتا مگر اس کے پاس ایک تیار نگران ہوتا ہے۔

یہاں پر عتید اور قعید یہ دونوں تثنیہ کے معنی میں ہیں۔

## دائیں جانب تھوکنے ممانعت اور کراما کاتبین کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے سامنے نہ تھوکے اس لئے کہ وہ جب تک نماز کی حالت میں ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے اور اسے اپنے دائیں طرف بھی نہیں تھوکنا چاہیے کیونکہ دائیں طرف ایک فرشتہ ہوتا ہے ہاں بائیں طرف یا قدموں کے نیچے تھوک لے اور پھر اسے زمین میں دبا دے۔ ابوسعید کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوک لے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 675)

اس حدیث میں نمازی کو اس آدمی سے تشبیہ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے سرگوشی کرتا ہے لہٰذا جس

طرح اس موقع پر وہ آدمی اپنے مالک کی عزت احترام کے تمام آداب کو ملحوظ رکھتا ہے اسی طرح نمازی کے لئے بھی واجب ہے کہ جب وہ اپنے پروردگار حقیقی کے سامنے نماز کے لئے کھڑا ہو تو حضوری کے تمام شرائط وآداب کو پورا پورا خیال رکھے۔ اور اس سلسلے میں ایک اہم ادب یہ ہے کہ اپنے سامنے نہ تھوکے، گو رب قدوس کی ذات پاک جہت وسمت کی قیود سے پاک ہے تاہم سامنے نہ تھوکنے کی قید لگا کر آداب حضوری کے راستے سے روشناس کرایا جارہا ہے کہ پروردگار عالم کے دربار میں حاضری کے وقت ایسا کوئی طریقہ اختیار نہ کیا جائے۔ جو رب ذوالجلال کی شان وعظمت وکبریائی کی منافی ہو۔ "فرشتہ" سے مراد یا کراما کاتبین کے علاوہ وہ فرشتہ ہے جو خاص طور پر نماز کے وقت نمازی کی تائید اور اس کی رہبری اور اس کی دعا پر آمین کہنے کے لئے حاضر ہوتا ہے لہٰذا نمازی پر واجب ہے کہ اس فرشتے کی مہمانی کا خیال کرتے ہوئے کراما کاتبین سے زیادہ اس کا اکرام واحترام کرے کیونکہ کراما کاتبین تو ہر وقت ہی ساتھ رہتے ہیں اور اس کے اکرام واحترام کی شکل یہی ہو سکتی ہے کہ دوران نماز اپنی دائیں طرف نہ تھوکے کہ یہ فرشتہ اسی سمت رہتا ہے۔ یا پھر "فرشتہ" سے مراد کراما کاتبین ہے کہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دائیں طرف تھوکنے سے اس لئے منع فرمایا تا کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ دائیں طرف کا فرشتہ جو بندے کے نیک اعمال لکھنے پر مقرر ہے بائیں طرف کے فرشتے سے جو بندہ کے برے اعمال لکھنے پر متعین ہے رتبے کے اعتبار سے زیادہ افضل ہے جس طرح کہ دائیں سمت بائیں سمت سے افضل ہوتی ہے یا رحمت کا فرشتے عذاب کے فرشتہ سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

| |
|---|
| وَ جَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ٥ وَنُفِخَ |
| فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ٥ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ٥ |
| اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آئے گی۔ یہ ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔ اور صور پھونکا جائے گا، یہی وعید کا دن ہے۔ |
| اور ہر شخص آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک گواہی دینے والا ہے۔ |

## قیامت کے دن فرشتوں کا ہانک کر لوگوں کو جمع کرنے کا بیان

"وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْت " غَمْرَته وَشِدَّته "بِالْحَقِّ" مِنْ أَمْر الْآخِرَة حَتَّى الْمُنْكِر لَهَا عِيَانًا وَهُوَ نَفْس الشِّدَّة "ذَٰلِكَ" أَيْ الْمَوْت "مَا كُنْت مِنْهُ تَحِيد " تَهْرُب وَتَفْزَع "وَنُفِخَ فِي الصُّور" لِلْبَعْثِ "ذَٰلِكَ" أَيْ يَوْم النَّفْخ "يَوْم الْوَعِيد" لِلْكُفَّارِ بِالْعَذَابِ،

"وَجَاءَتْ" فِيهِ "كُلّ نَفْس" إلَى الْمَحْشَر "مَعَهَا سَائِق " مَلَك يَسُوقهَا إلَيْهِ "وَشَهِيد" يَشْهَد عَلَيْهَا بِعَمَلِهَا وَهُوَ الْأَيْدِي وَالْأَرْجُل وَغَيْرهَا وَيُقَال لِلْكَافِرِ،

اور موت کی بے ہوشی یعنی اپنی شدت وسکرات حق کے ساتھ آئے گی۔ اور یہ امر آخرت ہے اور جو اس کا منکر ہے وہ بھی کھلی آنکھوں اس کو دیکھ لے گا۔ اور وہ نفس شدت ہے۔ یہ موت ہے وہ جس سے تو بھاگتا تھا۔ یعنی خوف زدہ ہوتا اور بھاگتا تھا۔ اور دوبارہ

زندہ کرنے کیلئے صور پھونکا جائے گا، یہی کفار کیلئے عذاب ہی وعید کا دن ہے۔ اور ہر شخص محشر کے دن آئے گا، اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور ایک گواہی دینے والا جو اس کے عمل کی گواہی دے گا اور وہ اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ ہوں گے اور کفار سے کہا جائے گا۔

## سکرات موت پر مدد طلب کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکرات الموت میں مبتلا تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیالہ میں اپنا ہاتھ ڈبوتے پھر اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے اور یہ فرماتے تھے۔ دعا (اللھم اعنی علی منکرات الموت او سکرات الموت) ۔ اے اللہ موت کی سخت دور کرنے کے ساتھ میری مدد فرما۔ "موت کی سختی" کے بجائے "موت کی شدت" فرماتے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 43)

سکرات الموت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ کو پانی میں تر کر کے چہرہ مبارک پر اس لئے پھیرتے تھے تاکہ موت کی سختی اور شدت کی وجہ سے جو حرارت اور گرمی پیدا ہوگئی تھی اس میں تخفیف ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کی سختی اور شدت کے بارہ میں علماء نے کئی وجہیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک توجیہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سکرات الموت کی یہ کیفیت اس لئے طاری ہوئی تاکہ امت کے لوگ اس کے سبب سے اپنی موت کے بارہ میں زیادہ پریشان اور ہراساں نہ ہوں جب امتی یہ دیکھیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح جسد مبارک سے جدائی حاصل کی تو وہ اپنے بارہ میں صبر کے دامن کو پکڑے رہیں گے جس کی وجہ سے ان کی جان کنی میں آسانی ہوگی۔

جو اس کے عملوں کی گواہی دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ہانکنے والا فرشتہ ہوگا اور گواہ خود اس کا اپنا نفس۔ ضحاک کا قول ہے کہ ہانکنے والا فرشتہ ہے اور گواہ اپنے اعضائے بدن ہاتھ، پاؤں وغیرہ۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بَرسرِ منبر فرمایا کہ ہانکنے والا بھی فرشتہ ہے اور گواہ بھی فرشتہ۔ (تفسیر جمل، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ |
| وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ |
| بلاشبہ یقیناً تو اس سے بڑی غفلت میں تھا، سو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔ اور اس کا ساتھی |
| کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ جہنم میں پھینک دو، تم دونوں ہر زبردست ناشکرے کو، جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ |

## دنیا کے غافل انسان کو موت کے وقت ساری غفلتیں دیکھا دی جائیں گی

"لَقَدْ كُنْتَ " فِي الدُّنْيَا "فِي غَفْلَةٍ مِنْ هٰذَا " النَّازِل بِك الْيَوْم "فَكَشَفْنَا عَنْك غِطَاءَك " أَزَلْنَا

غَفْلَتك بِمَا تُشَاهِدهُ الْيَوْم "فَبَصَرك الْيَوْم حَدِيد" حَادّ تُدْرِك بِهِ مَا أَنْكَرْته فِي الدُّنْيَا، "وَقَالَ قَرِينه" الْمَلَك الْمُوَكَّل بِهِ "هَذَا مَا" أَيْ الَّذِي "لَدَيَّ عَتِيد" حَاضِر فَيَقَال لِمَالِكٍ، "أَلْقِيَا فِي جَهَنَّم" أَيْ: أَلْقِ أَلْقِ أَوْ أَلْقِيَن وَبِهِ قَرَأَ الْحَسَن فَأُبْدِلَتْ النُّون أَلِفًا "كُلّ كَفَّار عَنِيد" مُعَانِد لِلْحَقِّ،

بلاشبہ یقیناً تو دنیا میں اس سے بڑی غفلت میں تھا، پس آج کے دن یہ حکم لاکر ہم نے تجھ سے تیرا پردہ دور کر دیا، یعنی تجھ سے تیری غفلت کو دور کر دیا ہے جس کی وجہ سے تو خود اپنی نظروں سے اس مصیبت کو دیکھ رہا ہے۔ تو تیری نگاہ آج بہت تیز ہے۔ لہٰذا آج اسی کو دیکھ جس میں دنیا میں تو انکار کرتا تھا۔ اور اس کا ساتھی فرشتہ کہے گا یہ ہے وہ جو میرے پاس تیار ہے۔ یعنی دوزخ کے نگران فرشتے سے کہے گا کہ جہنم میں پھینک دو، تم دونوں فرشتے ہر زبردست ناشکرے کو، یہاں پر لفظ اُلقین کو نون خفیفہ کے ساتھ بھی پڑھا ہے اور یہ حسن کی قرأت ہے کہ یہاں پر نون خفیفہ کو الف کے ساتھ بدلہ ہے۔ جو بہت عناد رکھنے والا ہے۔ یعنی جو حق کے ساتھ عناد رکھنے والا ہے۔

## ہمارے اعمال کے گواہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جو فرشتہ ابن آدم کے اعمال پر مقرر ہے وہ اس کے اعمال کی شہادت دے گا اور کہے گا کہ یہ ہے میرے پاس تفصیل بلاکم و کاست حاضر ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یہ اس فرشتے کا کلام ہوگا جسے سائق کہا گیا ہے جو اس کو محشر میں لے آیا تھا۔ امام ابن جریر فرماتے ہیں میرے نزدیک مختار قول یہ ہے کہ وہ اس فرشتے پر بھی اور گواہی دینے والے فرشتے دونوں پہ مشتمل ہے اب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے فیصلے عدل و انصاف سے کرے گا۔ (القیا) تثنیہ کا صیغہ ہے بعض نحوی کہتے ہیں کہ بعض عرب واحد کو (تثنیہ) کر دیا کرتے ہیں جیسے کہ حجاج کا مقولہ مشہور ہے کہ وہ اپنے جلاد سے کہتا تھا (اضربا عنقہ) تم دونوں اس کی گردن مار دو حالانکہ جلاد ایک ہی ہوتا تھا۔ ابن جریر نے اسکی شہادت میں عربی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ دراصل یہ نون تاکید ہے جس کی تسہیل الف کی طرف کر لی ہے لیکن یہ بعید ہے اس لئے کہ ایسا تو وقف کی حالت میں ہوتا ہے بظاہر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطاب اوپر والے دونوں فرشتوں سے ہوگا لانے والے فرشتے نے اسے حساب کے لئے پیش کیا اور گواہی دینے والے نے گواہی دے دی تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو حکم دے گا کہ اسے جہنمی آگ میں ڈال دو جو بدترین جگہ ہے اللہ ہمیں محفوظ رکھے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہر کافر اور ہر حق کے مخالف اور ہر حق کے نہ ادا کرنے والے اور ہر نیکی صلہ رحمی اور بھلائی سے خالی رہنے والے اور ہر حد سے گذر جانے والے خواہ وہ مال کے خرچ میں اسراف کرتا ہو خواہ بولنے اور چلنے پھرنے میں اللہ کے احکام کی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہر شک کرنے والے اور ہر اللہ کے ساتھ شرک کرنے والے کے لئے یہی حکم ہے کہ اسے پکڑ کر سخت عذاب میں ڈال دو۔

پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ جہنم قیامت کے دن لوگوں کے سامنے اپنی گردن نکالے گی اور باآواز بلند پکار کر کہے گی جسے تمام

محشر کا مجمع سنے گا کہ میں تین قسم کے لوگوں پر مقرر کی گئی ہوں ہر سرکش حق کے مخالف کے لئے اور ہر مشرک کے لئے اور ہر تصویر بنانے والے کے لئے پھر وہ ان سب سے لپٹ جائے گی۔ مسند کی حدیث میں تیسری قسم کے لوگ وہ بتائے ہیں جو ظالمانہ قتل کرنے والے ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰـهُ |
| فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰـكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ ۢ بَعِيْدٍ ۝ |
| جو نیکی سے روکنے والا ہے، حد سے بڑھ جانے والا ہے، شک کرنے اور ڈالنے والا ہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ |
| دوسرا معبود ٹھہرا رکھا تھا سو تم اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اس کا ساتھی کہے گا، اے ہمارے رب! اسے |
| میں نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا تھا۔ |

## شیطان کا لوگوں کو اپنی جانب بلا کر گمراہ کرنے کا بیان

"مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ" كَالزَّكَاةِ "مُعْتَدٍ" ظَالِم "مُرِيب" شَاكّ فِي دِينه "الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰه إلَهًا آخَر" مُبْتَدَأ ضُمِّنَ مَعْنَى الشَّرْط خَبَره "فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَاب الشَّدِيد" تَفْسِيره مِثْل مَا تَقَدَّمَ "قَالَ قَرِينه" الشَّيْطَان "رَبَّنَا مَا أَطْغَيْته" أَضْلَلْته "وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَال بَعِيد" فَدَعَوْته فَاسْتَجَابَ لِي وَقَالَ هُوَ أَطْغَانِي بِدُعَائِهِ لَهُ،

جو نیکی سے روکنے والا ہے، حد سے بڑھ جانے والا ظالم ہے، دین میں شک کرنے والا جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہرا رکھا تھا سو تم اسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ یہاں پر مبتداء معنی شرط کو لازم کیے ہوئے ہے۔ اور فالقیاہ اس کی خبر ہے۔ اور عذاب ڈالنے والا ہے۔ اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ اب اس کا دوسرا ساتھی شیطان کہے گا: اے ہمارے رب! اسے میں نے گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا تھا۔ جب میں نے اس کو بلایا تو اس نے میری بات کو تسلیم کرلیا۔ جبکہ کافر نے کہا کہ اسی نے مجھے اپنی جانب بلا کر گمراہ کیا ہے۔

## قیامت کے دن شیطان کا گمراہی کو گمراہ کی جانب منسوب کرنے کا بیان

پھر فرمایا اس کا ساتھی کہے گا اس سے مراد شیطان ہے جو اس کے ساتھ موکل تھا یہ اس کافر کو دیکھ کر اپنی برات کرے گا اور کہے گا کہ میں نے اسے نہیں بہکایا بلکہ یہ تو خود گمراہ تھا باطل کو از خود قبول کر لیتا تھا حق کا اپنے آپ مخالف تھا جیسے دوسری آیت میں ہے کہ شیطان جب دیکھے گا کہ کام ختم ہوا تو کہے گا اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں تو وعدہ خلاف ہوں ہی میرا کوئی زور تو تم پر تھا ہی نہیں میں نے تم سے کہا تم نے فوراً مان لیا اب مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنی جانوں کو ملامت کرو نہ میں تمہیں کام دے سکوں گا نہ تم میرے کام آسکو تم جو مجھے شریک بنا رہے تھے تو میں پہلے ہی سے ان کا انکاری تھا ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ

انسان سے اور اس کے ساتھی شیطان سے فرمائے گا کہ میرے سامنے نہ جھگڑو کیونکہ انسان کہہ رہا ہوگا کہ اللہ اس نے مجھے جبکہ میرے پاس نصیحت آ چکی گمراہ کر دیا اور شیطان سے کہے گا اللہ میں نے اسے گمراہ نہیں کیا۔

تو اللہ انہیں تو تو میں میں سے روک دے گا اور فرمائے گا میں تو اپنی حجت ختم کر چکا رسولوں کی زبانی یہ سب باتیں تمہیں سنا چکا تھا تمہیں کتابیں بھیج دی تھیں اور ہر ہر طریقہ سے ہر طرح سے تمہیں سمجھا بجھا دیا تھا۔ ہر شخص پر اتمام حجت ہو چکی اور ہر شخص اپنے گناہوں کا آپ ذمہ دار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِo مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ |
| اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِo یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍo |
| فرمایا میرے پاس جھگڑا مت کرو، حالانکہ میں نے تو تمہاری طرف ڈرانے کا پیغام پہلے بھیج دیا تھا۔ میری بارگاہ میں فرمان بدلا نہیں |
| جاتا اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟ |

## قیامت کے دن کوئی کسی بھی ظلم کے نہ ہونے کا بیان

"قَالَ" تَعَالَی "لَا تَخْتَصِمُوا لَدَیَّ" أَیْ مَا یَنْفَع الْخِصَام هُنَا "وَقَدْ قَدَّمْت إِلَیْكُمْ" فِی الدُّنْیَا "بِالْوَعِیدِ" بِالْعَذَابِ فِی الْآخِرَة لَوْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَا بُدّ مِنْهُ

"مَا یُبَدَّل" یُغَیَّر "الْقَوْل لَدَیَّ" فِی ذَلِكَ "وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِیدِ" فَأُعَذِّبهُمْ بِغَیْرِ جُرْم وَظَلَّام بِمَعْنَی ذِی ظُلْم لِقَوْلِهِ "لَا ظُلْم الْیَوْم"

"یَوْم" نَاصِبه ظَلَّام "نَقُول" بِالنُّونِ وَالْیَاء "لِجَهَنَّم هَلْ امْتَلَأْت" اسْتِفْهَام تَحْقِیق لِوَعْدِهِ بِمَلْئِهَا "وَتَقُول" بِصُورَةِ الِاسْتِفْهَام كَالسُّؤَالِ "هَلْ مِنْ مَزِید" أَیْ لَا أَسَع غَیْر مَا امْتَلَأْت بِهِ أَیْ قَدْ امْتَلَأْت،

فرمایا میرے پاس جھگڑا مت کرو، یعنی یہاں جھگڑنے کا تمہارا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ حالانکہ میں نے تو تمہاری طرف دنیا میں ڈرانے کا پیغام یعنی آخرت میں آنے والے عذاب کی وعید کو پہلے بھیج دیا تھا۔ کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو وہ عذاب لازمی طور پر تم پر آئے گا۔ میری بارگاہ میں فرمان بدلا نہیں جاتا اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں۔ یعنی بغیر جرم کے سزا دینے والا نہیں ہوں اور لفظ ظلام بہ معنی ذی ظلم یعنی ظلم کرنے والا ہے۔ جبکہ آج کے دن کوئی ظلم نہ ہوگا۔ یہاں پر لفظ یوم کا ناصب ظلام ہے۔ اور لفظ نقول یہ نون اور یاء کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کیا تو بھر گئی؟ یہ استفہام تحقیقی بھرنے کے وعدے سے متعلق ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ استفہام کی صورت میں پوچھے گا جس طرح سوال کیا جاتا ہے۔ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟ یعنی جتنے میں بھر گئی ہوں اس سے زیادہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

## دوزخ کا زیادہ جہنمیوں کو طلب کرنے کا بیان

سیدنا انس کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "دوزخی دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو دوزخ یہی کہتی رہے گی کہ کچھ اور بھی ہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم اس پر رکھ دے گا اس وقت وہ کہے گی، بس بس (میں بھر گئی")(بخاری۔کتاب التفسیر)

اور دوسرے یہ کہ جہنم اس دن اس قدر غیظ وغضب میں بھڑک رہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے اس سوال پر وہ جواب دے گی کہ جتنے مجھ میں داخل ہونے کے مستحق ہیں سب کو لے آؤ میں آج کسی کو چھوڑوں گی نہیں۔

| |
|---|
| وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ |
| وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ نِادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ |
| اور جنت پرہیزگاروں کے لیے قریب کردی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ یہ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اس شخص کے لیے |
| جو بہت رجوع والا، خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ اس میں سلامتی |
| کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔ |

## جنت کو اہل تقویٰ کے قریب کردیئے جانے کا بیان

"وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّة" قُرِّبَتْ "لِلْمُتَّقِينَ" مَكَانًا "غَيْر بَعِيد" مِنْهُمْ فَيَرَوْنَهَا وَيُقَال لَهُمْ: "هَذَا" الْمَرْئِيّ "مَا تُوعَدُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء فِي الدُّنْيَا وَيُبْدَل مِنْ لِلْمُتَّقِينَ قَوْله: "لِكُلِّ أَوَّاب" رَجَّاع إلَى طَاعَة اللَّه "حَفِيظ" حَافِظ لِحُدُودِهِ،

"مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَن بِالْغَيْبِ" خَافَهُ وَلَمْ يَرَهُ "وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيب" مُقْبِل عَلَى طَاعَته وَيُقَال لِلْمُتَّقِينَ أَيْضًا "اُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ" سَالِمِينَ مِنْ كُلّ مَخُوف أَوْ مَعَ سَلَام أَيْ سَلِّمُوا وَادْخُلُوا "ذَلِكَ" الْيَوْم الَّذِي حَصَلَ فِيهِ الدُّخُول "يَوْم الْخُلُود" الدَّوَام فِي الْجَنَّة "لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيد" زِيَادَة عَلَى مَا عَمِلُوا وَطَلَبُوا،

اور جنت یعنی جنت کا مقام پرہیزگاروں کے لیے قریب کردی جائے گی، جو کچھ دور نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ اس کو دیکھیں گے اور ان سے کہا جائے گا یہی دیکھی جانے والی جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں وعدہ کیا جاتا تھا، یہاں پر لفظ توعدون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے اور متقین سے بدل ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی طاعت کی جانب بہت رجوع والا، اس کی حدود کی خوب حفاظت کرنے والا ہو۔ جو رحمان سے بغیر دیکھے ڈر گیا یعنی اس نے رحمٰن کو دیکھا نہیں لیکن ڈر گیا۔ اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔ یعنی اطاعت کو قبول کرنے والا دل لے کر آیا۔ تو اہل تقویٰ سے کہا جائے گا کہ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یعنی ہر قسم کے خوف سے سلامتی کے ساتھ یا سلام کے ساتھ یعنی سلام کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ یہی ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔ جس میں دخول حاصل ہوا

ہے۔یعنی ہمیشہ جنت میں رہنا ہے۔ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں ہوگا اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔یعنی جس کا انہیں علم ہوا اور جس کو انہوں نے طلب کیا اس سے بھی زیادہ ہوگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت اور دوزخ آپس میں تکرار کرنے لگیں۔دوزخ نے کہا کہ مجھ میں وہ لوگ آئیں گے جو متکبر اور جابر ہیں اور جنت کہے گی کہ مجھ میں تو کمزور اور ناتواں قسم کے لوگ داخل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: "تو میری رحمت ہے، میں تیری وجہ سے اپنے جن بندوں پر چاہوں گا رحمت کروں گا" اور دوزخ سے فرمایا: "تو میرا عذاب ہے، میں تیری وجہ سے اپنے جن بندوں کو چاہوں گا عذاب دوں گا۔

اور ان میں سے ہر ایک کو بھر دیا جائے گا۔دوزخ تو کسی طرح نہیں بھرے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا پاؤں اس پر رکھ دے گا۔تب وہ کہے گی کہ بس بس، اور بھر کر سمٹ جائے گی اور اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہیں کرے گا۔رہی جنت تو اسے پر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور خلقت پیدا کر دے گا" (بخاری۔کتاب التفسیر)

## اہل جنت کی خواہش کے مطابق عطاء ہونے کا بیان

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اگر کسی شخص کو اولاد کی خواہش ہوگی تو حمل اور وضع حمل، پھر بچے کا بڑھنا یہ سب ایک ساعت میں ہو جائے گا۔ وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ، یعنی ہمارے پاس ایسی نعمتیں بھی ہیں جن کی طرف انسان کا وہم وخیال بھی نہیں جا سکتا اس لئے وہ ان کی خواہش بھی نہیں کر سکتا، حضرت انس اور جابر نے فرمایا کہ یہ مزید نعمت حق تعالیٰ کی زیارت بلا کیف ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی، اس مضمون کی احادیث خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آیت للذین احسنوا الحسنی و زیادة کی تفسیر میں روایت کی گئی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اہل جنت کو زیارت حق سبحانہ و تعالیٰ جمعہ کے روز ہوا کرے گی۔(تفسیر قرطبی، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ |
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝ |
| اور ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔پس انہوں نے شہروں |
| کو چھان مارا، کیا بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟ بلاشبہ اس میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل ہو، |
| یا کان لگائے، اس حال میں کہ وہ (دل سے) حاضر ہو۔ |

## کفار قریش سے پہلے کفار کی کثیر امم کی ہلاکتوں کا بیان

"وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلهمْ مِنْ قَرْن " أَيْ أَهْلَكْنَا قَبْل كُفَّار قُرَيْش قُرُونًا كَثِيرَة مِنْ الْكُفَّار "هُمْ أَشَدّ بَطْشًا " قُوَّة "فَنَقَّبُوا" فَتَّشُوا "فِي الْبِلَاد هَلْ مِنْ مَحِيص " لَهُمْ أَوْ لِغَيْرِهِمْ مِنْ الْمَوْت فَلَمْ

يَجِدُوا،

"إِنَّ فِي ذَٰلِكَ" الْمَذْكُور "لَذِكْرَىٰ" لَعِظَة "لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْب" عَقْل "أَوْ أَلْقَى السَّمْع" اسْتَمَعَ الْوَعْظ "وَهُوَ شَهِيد" حَاضِر بِالْقَلْبِ،

اور ہم نے کفار قریش سے پہلے کتنی ہی نسلیں ہلاک کر دیں، جو کافروں کی کثیر امتیں تھیں۔ جو پکڑنے میں ان سے زیادہ سخت تھیں۔ پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، کیاان کیلئے اوران کے علاوہ دوسروں کیلئے بھاگنے کی کوئی جگہ ہے؟ تو انہوں نے کہیں کوئی جگہ نہ پائی۔ بلاشبہ اس میں یعنی مذکور میں اس شخص کے لیے یقیناً نصیحت ہے جس کا کوئی دل یعنی عقل ہو، یا کان لگائے تا کہ نصیحت کو سنے۔ اس حال میں کہ وہ دل سے حاضر ہو۔

ارشاد ہوتا ہے کہ یہ کفار تو کیا چیز ہیں؟ ان سے بہت زیادہ قوت وطاقت اور اسباب تعداد کے لوگوں کو اسی جرم پر ہم تہ وبالا کر چکے ہیں جنہوں نے شہروں میں اپنی یادگاریں چھوڑی ہیں زمین میں خوب فساد کیا۔ لمبے لمبے سفر کرتے تھے ہمارے عذاب دیکھ کر بچنے کی جگہ تلاش کرنے لگے مگر یہ کوشش بالکل بیسود تھی اللہ کی قضاوقدر اوراس کی پکڑ دھکڑ سے کون بچ سکتا تھا؟ پس تم بھی یادرکھو کہ جس وقت میرا عذاب آ گیا بغلیں جھانکتے رہ جاؤ گے اور بھوسی کی طرح اڑا دیئے جاؤ گے۔ ہر عقلمند کے لئے اس میں کافی عبرت ہے اگر کوئی ایسا بھی ہو جو سمجھ داری کے ساتھ دھیان لگائے وہ بھی اس میں بہت کچھ پا سکتا ہے یعنی دل کو حاضر کر کے کانوں سے سنے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا |
| اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔ |

## ہفتہ کے روز آرام سے متعلق نظریہ یہود کی تردید کا بیان

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَمَا بَيْنهمَا فِي سِتَّة أَيَّام" أَوَّلهَا الْأَحَد وَآخِرهَا الْجُمُعَة "وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوب" تَعَب نَزَلَ رَدًّا عَلَى الْيَهُود فِي قَوْلهمْ: إنَّ اللّٰه اسْتَرَاحَ يَوْم السَّبْت وَانْتِفَاء التَّعَب عَنْهُ لِتَنَزُّهِهِ تَعَالَى عَنْ صِفَات الْمَخْلُوقِينَ وَلِعَدَمِ الْمُمَاسَّة بَيْنه وَبَيْن غَيْره "إنَّمَا أَمْره إذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون"

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دنوں میں پیدا کیا یعنی ان کی تخلیق کا پہلا دن یوم الاحد جبکہ آخری دن جمعہ تھا۔ اور ہمیں کسی قسم کی تھکاوٹ نے نہیں چھوا۔ یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی کیونکہ ان کا نظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن آرام کیا۔ یہاں اس بات کی نفی کی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے پاک ہے کیونکہ اس کے درمیان اور مخلوق کے درمیان کوئی مجانسبت ومناسبت وغیرہ نہیں ہے بلکہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو وہ لفظ کن کہہ دیتا تو وہ چیز موجود ہو جاتی ہے۔

## یہود کے نظریہ راحت کی تردید کا بیان

پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں کو زمین کو اور اسکے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کر دیا اور وہ تھکا نہیں اس میں بھی موت کے بعد کی زندگی پر اللہ کے قادر ہونے کا ثبوت ہے کہ جو ایسی بڑی مخلوق کو اولاً پیدا کر چکا ہے اس پر مردوں کا جلانا کیا بھاری ہے؟ حضرت قتادہ کا فرمان ہے کہ ملعون یہود کہتے تھے کہ چھ دن میں مخلوق کو رچا کر خالق نے ساتویں روز آرام کیا اور یہ دن ہفتہ کا تھا اس کا نام ہی انہوں نے یوم الراحت رکھ چھوڑا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اس واہی خیال کی تردید کی کہ ہمیں تھکن ہی نہ تھی آرام کیسا؟ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ٥ |
| وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ٥ |
| پس آپ ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوعِ آفتاب سے پہلے اور |
| غروبِ آفتاب سے پہلے۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور نمازوں کے بعد بھی۔ |

## نمازوں کے اوقات میں حمد کے ساتھ تسبیح پڑھنے کا بیان

"فَاصْبِرْ" خِطَابٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "عَلٰى مَا يَقُولُونَ" أَیْ الْيَهُود وَغَيرهم مِنَ التَّشْبِيه وَالتَّكْذِيب "وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ" صَلِّ حَامِدًا "قَبْل طُلُوع الشَّمْس" أَیْ صَلَاة الصُّبْح "وَقَبْل الْغُرُوب" أَیْ صَلَاة الظُّهْر وَالْعَصْر،

"وَمِنَ اللَّيْل فَسَبِّحْهُ" أَیْ صَلِّ الْعِشَاءَيْنِ "وَأَدْبَار السُّجُود" بِفَتْحِ الْهَمْزَة جَمْع دُبُر وَكَسْرهَا مَصْدَر أَدْبَرَ أَیْ صَلِّ النَّوَافِل الْمَسْنُونَة عَقِب الْفَرَائِض وَقِيلَ الْمُرَاد حَقِيقَة التَّسْبِيح فِي هٰذِهِ الْأَوْقَات مُلَابِسًا لِلْحَمْدِ،

پس آپ ان یعنی یہود وغیرہ کی باتوں پر جو وہ تشبیہ وتکذیب ، کہتے ہیں صبر کیجئے، یہاں نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے طلوعِ آفتاب سے پہلے یعنی نماز فجر اور غروبِ آفتاب سے پہلے۔ یعنی نماز ظہر اور عصر اور رات کے بعض اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے یعنی نماز مغرب وعشاء۔ اور نمازوں کے بعد بھی۔ یہاں پر لفظ ادبار یہ ہمزہ کے فتحہ جو دبر کی جمع ہے۔ اور کسرہ کے ساتھ بھی اُدبر مصدر ہے یعنی مسنون نوافل جو فرائض کے بعد ہوتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے ان اوقات میں حمد کے ساتھ تسبیح پڑھنا مراد ہے۔

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہ جھٹلانے اور انکار کرنے والے جو کہتے ہیں اسے صبر سے سنتے رہو اور انہیں مہلت دو ان کو چھوڑ دو اور سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے اور رات کو اللہ کی پاکی اور تعریف کیا کرو۔ معراج سے پہلے صبح اور عصر کی نماز فرض تھی اور

رات کی تہجد آپ پر اور آپ کی امت پر ایک سال تک واجب رہی اس کے بعد رہی اس کے بعد آپ کی امت سے اس کا وجوب منسوخ ہوگیا اس کے بعد معراج والی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں جن میں فجر اور عصر کی نمازیں جوں کی توں رہیں۔ پس سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے مراد فجر کی اور عصر کی نماز ہے مسند احمد میں ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں رات کے چاند کو دیکھا اور فرمایا تم اپنے رب کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اسے اس طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو جس کے دیکھنے میں کوئی دھکا پیلی نہیں پس اگر تم سے ہو سکے تو خبردار سورج نکلنے سے پہلے کی اور سورج ڈوبنے سے پہلے کی نمازوں سے غافل نہ ہو جایا کرو، پھر آپ نے آیت (وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى، طٰہٰ:130) پڑھی یہ حدیث بخاری ومسلم میں بھی ہے۔

## نماز فجر اور عصر کی زیادہ تاکید کا بیان

سیدنا جریر بن عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ ایک رات ہم آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چاند کو دیکھا جو چودھویں رات کا تھا۔ عنقریب تم (جنت میں) اپنے پروردگار کو یوں بے تکلف دیکھو گے جیسے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تمہیں کوئی تکلیف محسوس نہ ہوگی۔ پھر اگر تم ایسا کر سکو کہ تم سے طلوع آفتاب سے پہلے کی نماز (فجر) اور غروب آفتاب سے پہلے کی نماز (عصر) قضا نہ ہونے پائے تو ایسا ضرور کرو۔ اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی۔ (فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ، الحجر:98)

(بخاری۔ کتاب التفسیر)

## نمازوں کے بعد تسبیح فاطمہ کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خادم مانگیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتادوں جو خادم سے بہتر ہے۔ (اور وہ یہ ہے) ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کرو۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 920)

سونے کے وقت ان تسبیحات کا پڑھنا دن بھر کی مشقت ومحنت وکوفت اور ہر قسم کے رنج وغم کو دور کرتا ہے۔

| |
|---|
| وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ |
| اور خوب سن لیجئے جس دن ایک پکارنے والا قریبی جگہ سے پکارے گا۔ جس دن لوگ سخت چنگھاڑ کی آواز کو |
| بالیقین سنیں گے، یہی قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ |

## اسرافیل کا لوگوں کو پکار کر جمع کرنے کا بیان

"وَاسْتَمِعْ" يَا مُخَاطَب مَقُولِي "يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ" هُوَ إِسْرَافِيل "مِنْ مَكَان قَرِيب" مِنْ السَّمَاء وَهُوَ صَخْرَة بَيْت الْمَقْدِس أَقْرَب مَوْضِع مِنْ الْأَرْض إِلَى السَّمَاء يَقُول: أَيَّتهَا الْعِظَام الْبَالِيَة وَالْأَوْصَال الْمُتَقَطِّعَة وَاللُّحُوم الْمُتَمَزِّقَة وَالشُّعُور الْمُتَفَرِّقَة إِنَّ اللَّه يَأْمُركُنَّ أَنْ تَجْتَمِعْنَ لِفَصْلِ الْقَضَاء

"يَوْم" بَدَل مِنْ يَوْم قَبْله "يَسْمَعُونَ" أَيْ الْخَلْق كُلّهمْ "الصَّيْحَة بِالْحَقِّ" بِالْبَعْثِ وَهِيَ النَّفْخَة الثَّانِيَة مِنْ إِسْرَافِيل وَيُحْتَمَل أَنْ تَكُون قَبْل نِدَائِهِ وَبَعْده "ذَلِكَ" أَيْ يَوْم النِّدَاء وَالسَّمَاع "يَوْم الْخُرُوج" مِنْ الْقُبُور وَنَاصِب يَوْم يُنَادِي مُقَدَّرًا أَيْ يَعْلَمُونَ عَاقِبَة تَكْذِيبهمْ.

اور اے مخاطب! اس دن کا حال خوب سن لیجئے جس دن ایک پکارنے والا قریبی جگہ سے پکارے گا۔ اور وہ اسرافیل ہوگا جو جو آسمان س قریبی جگہ پر پکارے گا۔ اور وہ بیت المقدس کا پتھر ہے جو زمین سے آسمان کی جانب قریبی مکان ہے۔ وہ کہے گا اے بوسیدہ ہوجانیوالی ہڈیو! اکھڑ جانے والے جوڑو اور ریزہ ریزہ ہونے والے گوشت اور بال، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم آج کے دن جمع ہوجاؤ جو فیصلے کا دن ہے۔ یہاں پر لفظ یوم یہ ماقبل یوم سے بدل ہے۔ جس دن لوگ یعنی ساری مخلوق سخت چنگھاڑ کی آواز کو بالیقین سنیں گے، یہی بعث اور اسرافیل کا صور ثانی ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس نداء سے پہلے ہوگا یا بعد میں ہوگا۔ یعنی نداء کا دن جو سنا جائے گا۔ یہی قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ یہاں پر لفظ یوم یہ ینادی کے مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی وہ اپنی تکذیب کے انجام عذاب کو جان لیں گے۔

## جب ہم سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم دے گا کہ بیت المقدس کے پتھر پر کھڑا ہو کر یہ آواز لگائے کہ اے سڑی گلی ہڈیو اور اے جسم کے متفرق اجزاء! اللہ تمہیں جمع ہوجانے کا حکم دیتا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کردے، پس مراد اس سے صور ہے یہ حق اس شک وشبہ اور اختلاف کو مٹادے گا جو اس سے پہلے تھا یہ قبروں سے نکل کھڑے ہونے کا دن ہوگا ابتداءً یہ پیدا کرنا پھر لوٹانا اور تمام خلائق کو ایک جگہ لوٹا لانا یہ ہمارے ہی بس کی بات ہے۔

اس وقت ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ہم دیں گے تمام بھلائی برائی کا عوض ہر ہر شخص کو پالے گا زمین پھٹ جائے گی اور سب جلدی جلدی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا جس سے مخلوقات کے بدن اگنے لگیں گے جس طرح کیچڑ میں پڑا ہوا دانہ بارش سے اگ جاتا ہے۔ جب جسم کی پوری نشوونما ہوجائے گی تو اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل کو صور پھونکنے کا حکم دے گا۔ تمام روحیں صور کے سوراخ میں ہوں گی ان کے صور پھونکتے ہی روحیں آسمان کے درمیان پھرنے لگ جائیں گی اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے عزت وجلال کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے جسے اس نے دنیا میں آباد رکھا تھا۔ پس ہر روح

اپنے اپنے اصلی جسم میں جا ملے گی اور جس طرح زہریلے جانور کا اثر چوپائے کے رگ وریشہ میں بہت جلد پہنچ جاتا ہے اس طرح اس جسم کے رگ وریشے میں فوراً روح دوڑ جائے گی اور ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے ماتحت دوڑتی ہوئی جلد از جلد میدان محشر میں حاضر ہو جائے گی یہ وقت ہوگا جو کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔ فرمان باری ہے آیت (یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا، الاسراء:52)، یعنی جس دن وہ تمہیں پکارے گا تم اس کی تعریفیں کرتے ہوئے جواب دو گے اور سمجھتے ہو گے کہ تم بہت ہی کم ٹھہرے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ ۝ یَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَیْنَا یَسِیْرٌ ۝ |
| بیشک ہم ہی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان سے پھٹے گی، |
| اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔ |

## زمین کے پھٹنے اور لوگوں کے تیز دوڑ کر جانے کا بیان

"یَوْم" بَدَل مِنْ یَوْم قَبْله وَمَا بَیْنهمَا اعْتِرَاض "تَشَقَّق" بِتَخْفِیفِ الشِّین وَتَشْدِیدهَا بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِیَة فِی الْأَصْل فِیهَا "الْأَرْض عَنْهُمْ سِرَاعًا" جَمْع سَرِیع حَال مِنْ مُقَدَّر أَیْ فَیَخْرُجُونَ مُسْرِعِینَ "ذَلِكَ حَشْر عَلَیْنَا یَسِیر" فِیهِ فَصْل بَیْن الْمَوْصُوف وَالصِّفَة بِمُتَعَلِّقِهَا لِلاخْتِصَاصِ وَهُوَ لَا یَضُرّ وَذَلِكَ إشَارَة إلَی مَعْنَی الْحَشْر الْمُخْبَر بِهِ عَنْهُ وَهُوَ الْإِحْیَاء بَعْد الْفَنَاء وَالْجَمْع لِلْعَرْضِ وَالْحِسَاب،

بیشک ہم ہی زندہ رکھتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔

یہاں پر بھی لفظ یوم یہ ماقبل یوم سے بدل ہے۔ اور ان کے درمیان جملہ معترضہ ہے۔ اور لفظ تشقق یہ شین کے تخفیف اور تشدید کے ساتھ تائے ثانیہ کے ادغام کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس دن زمین ان سے پھٹے گی، یہاں پر لفظ سراعا یہ سریع کی جمع ہے۔ جو سراعا سے حال ہے۔ اور اس حال میں کہ وہ تیز دوڑنے والے ہوں گے، یہ ایسا اکٹھا کرنا ہے جو ہمارے لیے نہایت آسان ہے۔ اس میں موصوف اور صفت کے درمیان فصل موجود ہے جو اختصاص کیلئے ہے لہٰذا وہ نقصان دہ نہیں ہے۔ اور یہاں معنی حشر کی جانب اشارہ ہے۔ جو ذلک کا مخبر بہ ہے اور وہ فناء کے بعد زندہ کرنا ہے۔ اور حساب وکتاب کیلئے جمع کرنا ہے۔

## ملک شام کی جانب دوڑنے کا بیان

جب زمین پھٹ کر یہ سب مردے نکل آئیں گے اور دوڑتے ہوں گے۔ حدیث سے معلوم ہے کہ یہ دوڑنا ملک شام کی طرف ہوگا، جہاں صخرہ بیت المقدس پر اسرافیل علیہ السلام ندا کرتے ہوں گے۔ جامع ترمذی میں حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے ملک شام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہاں سے اس طرف (یعنی شام

کی طرف) تم سب اٹھائے جاؤ گے کچھ لوگ سوار کچھ پیدا اور بعض کو چہروں کے بل گھسیٹ کر قیامت کے روز اس میدان میں لایا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ق، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ٥ |
| ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس قرآن کے ذریعے |
| اس شخص کو نصیحت فرمائیے جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ |

## قرآن کے ذریعے اہل ایمان کو نصیحت کرنے کا بیان

"نَحْنُ أَعْلَم بِمَا يَقُولُونَ" أَيْ كُفَّار قُرَيْش "وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ" تُجْبِرهُمْ عَلَى الْإِيمَان وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْجِهَادِ "فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَاف وَعِيد" وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ،

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کفار قریش کہتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، یعنی انہیں زبردستی ایمان پر مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔ اور یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔ پس قرآن کے ذریعے اس شخص کو نصیحت فرمائیے جو میرے وعدہ عذاب سے ڈرتا ہے۔ اور وہ اہل ایمان ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ایمان لانے پر مجبور کریں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف تبلیغ و دعوت ہے، وہ کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ذکر سے وہی نصیحت حاصل کرے گا جو اللہ سے اور اس کی سزا کی دھمکیوں سے ڈرتا اور اس کے وعدوں پر یقین رکھتا ہوگا اسی لئے حضرت قتادہ یہ دعا فرماتے 'اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے کر جو تیری وعیدوں سے ڈرتے اور تیرے وعدوں کی امید رکھتے ہیں۔ اے احسان کرنے والے رحم فرمانے والے۔ اور یہ حکم جہاد والے کے نازل سے پہلے کا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، بہ تصرف، سورہ ق، لاہور)

## سورہ ق کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات۔ کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ ق کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الذّٰرِيٰتِ

## یہ قرآن مجید کی سورت زاریات ھے

### سورت ذاریات کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةَ الذَّارِيَات (مَكِّيَّة وَآيَاتهَا سِتُّونَ)

سورہ ذاریات مکیہ ہے، اس میں تین رکوع، ساٹھ آیات، تین سو ساٹھ کلمات، ایک ہزار دو سو انتالیس حروف ہیں۔

### سورت ذاریات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا پہلا لفظ ہی ذاریات ہے جس کا معنی مٹی کو اڑانے والی ہوائیں ہے۔ یہاں پر ان ہواؤں کے کمال اور ان کی طاقت وقدرت کو بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا میں طاقت رکھی ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت ذاریات کے نام سے معروف ہوئی ہے۔ واللہ اعلم۔

| |
|---|
| وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ |
| فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ |
| اُڑا کر بکھیر دینے والی ہواؤں کی قسم، اور بارِ گراں اٹھانے والی بدلیوں کی قسم۔ پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں۔ |
| اور کام تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قسم۔ بیشک جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے بالکل سچا ہے۔ |

### اُڑا کر لے جانے والی ہواؤں کی قسم کا بیان

"وَالذَّارِيَات" الرِّيَاح تَذْرُو التُّرَاب وَغَيْره "ذَرْوًا" مَصْدَر وَيُقَال تَذْرِيه ذَرْيًا: تَهُبّ بِهِ "فَالْحَامِلَات" السُّحُب تَحْمِل الْمَاء "وِقْرًا" ثِقَلًا مَفْعُول الْحَامِلَات "فَالْجَارِيَات" السُّفُن تَجْرِي عَلَى وَجْه الْمَاء "يُسْرًا" بِسُهُولَةٍ مَصْدَر فِي مَوْضِع الْحَال أَيْ مُيَسَّرَة "فَالْمُقَسِّمَات أَمْرًا" الْمَلَائِكَة تَقْسِم الْأَرْزَاق وَالْأَمْطَار وَغَيْرهَا بَيْن الْبِلَاد وَالْعِبَاد "إِنَّمَا تُوعَدُونَ" مَا مَصْدَرِيَّة أَيْ وَعْدهمْ بِالْبَعْثِ وَغَيْره "لَصَادِق" لَوَعْد صَادِق،

اُڑا کر بکھیر دینے والی ہواؤں کی قَسم جو گرد و غبار وغیرہ کو اڑاتی ہیں۔ یہاں پر لفظ ذروا یہ مصدر ہے اور تذریہ ذروا بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ چیزوں کو اٹھانے والی ہیں۔ اور پانی کا بارِ گراں اٹھانے والی بدلیوں کی قَسم، یہاں پر لفظ ثقلا یہ حاملات کا مفعول ہے پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے پانی پر چلتی ہیں یہاں پر لفظ یسرا مصدر ہے جس کا معنی آسانی ہے اور حال یعنی میسرہ کے جگہ پر واقع ہے، اور کام تقسیم کرنے والے فرشتوں کی قَسم۔ یعنی وہ فرشتے جو لوگوں اور شہروں کے درمیان رزق، اور بارش وغیرہ کو تقسیم کرتے ہیں بیشک آخرت کا جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے، یہاں پر لفظ ما، یہ مصدر یہ ہے۔ یعنی ان سے بعث وغیرہ کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ جو بالکل سچا ہے۔

## ذاریات سے متعلق ابن الکواء کے سوالات کا بیان

خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفے کے منبر پر چڑھ کر ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ قرآن کریم کی جس آیت کی بابت اور جس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو کر لو۔ اس پر ابن الکواء نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ (ذاریات) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا، پوچھا (حاملات) سے؟ فرمایا ابر۔ کہا (جاریات) سے؟ فرمایا کشتیاں، کہا (مقسمات) سے؟ فرمایا فرشتے اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے۔ بزار میں ہے (صبیغ) تمیمی امیر المومنین حضرت عمر کے پاس آیا اور کہا بتاؤ (ذاریات) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا ہوا۔ اور اسے اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا نہ ہوتا تو میں کبھی یہ مطلب نہ کہتا۔ پوچھا (مقسمات) سے کیا مراد ہے؟ فرمایا فرشتے اور اسے بھی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن رکھا ہے۔ پوچھا (جاریات) سے کیا مطلب ہے؟ فرمایا کشتیاں۔ یہ بھی میں نے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو تجھ سے نہ کہتا۔

پھر حکم دیا کہ اسے سو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اسے درے مارے گئے اور ایک مکان میں رکھا گیا جب زخم اچھے ہو گئے تو بلوا کر پھر کوڑے پٹوائے، اور سوار کرا کر حضرت ابو موسیٰ کو لکھ بھیجا کہ یہ کسی مجلس میں نہ بیٹھنے پائے کچھ دنوں بعد یہ حضرت موسیٰ کے پاس آئے اور بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھا کر انہیں یقین دلایا کہ اب میرے خیالات کی پوری اصلاح ہو چکی اب میرے دل میں بد عقیدگی نہیں رہی جو پہلے تھی۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ نے جناب امیر المومنین کی خدمت میں اس کی اطلاع دی اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس کے جواب میں دربار خلافت سے فرمان پہنچا کہ پھر انہیں مجلس میں بیٹھنے کی اجازت دے دی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؁ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ؁ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ؁ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؁ |
| اور بلاشبہ جزا یقیناً واقع ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔ کہ بلاشبہ تم یقیناً |
| ایک اختلاف والی بات میں پڑے ہوئے ہو۔ اس وہی پھرتا ہے۔ جسے پھیر دیا گیا۔ |

## نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے سے پھرنے والوں کا بیان

"وَإِنَّ الدِّيْن" الْجَزَاء بَعْد الْحِسَاب "لَوَاقِع" لَا مَحَالَة "وَالسَّمَاء ذَات الْحُبُك" جَمْع حَبِيكَة

كَطَرِيقَةٍ وَطَرِيق أَيْ صَاحِبَة الطُّرُق فِي الْخِلْقَة كَالطَّرِيقِ فِي الرَّمَل،
"إِنَّكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة فِي شَأْن النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآن "لَفِي قَوْل مُخْتَلِف" قِيلَ شَاعِر سَاحِر كَاهِن شِعْر سِحْر كَهَانَة،
"يُؤْفَكُ" يُصْرَف "عَنْهُ" عَنْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآن أَيْ عَنْ الْإِيمَان بِهِ "مَنْ أُفِكَ" صُرِفَ عَنْ الْهِدَايَة فِي عِلْم اللّٰه تَعَالَى،

اور بلاشبہ جزا یعنی حساب کے یقیناً واقع ہونے والی ہے۔جس کے وقوع میں کوئی شک نہیں ہے۔قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے۔یہاں پر لفظ حبک یہ حبیکہ کی جمع ہے جس طرح طریق یعنی طرق والا یہ طریقہ کی جمع ہے۔لہٰذا وہ آسمان خلقت کے اعتبار سے ایسے ہیں کہ جن میں ایسے راستے ہیں جس طرح ریتلے علاقوں میں ریت کے راستے ہوتے ہیں۔اے اہل مکہ! بے شک تم یقیناً نبی کریم ﷺ اور قرآن کے بارے میں ایک اختلاف والی بات میں پڑے ہوئے ہو یعنی کبھی انہیں ساحر، شاعر، اور کاہن یا قرآن کو سحر، شعر، اور کہانت کہہ دیا جاتا ہے۔۔اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے سے وہی پھرتا ہے جسے علم ازلی سے پھیر دیا گیا۔یعنی جس کو علم الٰہی کے مطابق ہدایت سے پھیر دیا گیا ہو۔

## آسمانی راستوں کا بیان

یہاں پر لفظ حبک، حبیکہ کی جمع ہے، کپڑے کی بناوٹ میں جو دھاریاں ہو جاتی ہیں ان کو حبک کہا جاتا ہے، وہ چونکہ راستہ اور سڑک کے مشابہ ہوتی ہیں اس لئے راستوں کو بھی حبک کہہ دیا جاتا ہے، بہت سے حضرات مفسرین نے اس جگہ یہی معنی مراد لئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے، راستوں سے وہ راستے بھی مراد ہو سکتے ہیں جن سے فرشتے آتے جاتے ہیں اور اس سے مراد ستاروں اور سیاروں کے راستے اور ان کے مدار بھی ہو سکتے ہیں جو دیکھنے والوں کو آسمان میں نظر آتے ہیں
اور چونکہ یہ بناوٹ کی دھاریاں کپڑے کی زینت اور حسن بھی ہوتی ہیں، اس لئے بعض حضرات مفسرین نے یہاں حبک کے معنی زینت اور حسن کیلئے ہیں کہ قسم ہے آسمان کی جو حسن و زینت والا ہے، یہ قسم جس مضمون کے لئے آئی ہے وہ (اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ) میں مذکور ہے، بظاہر اس کے مخاطب مشرکین مکہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مختلف اور متضاد باتیں کہا کرتے تھے، کبھی مجنون، کبھی جادوگر، کبھی شاعر وغیرہ کے لغو خطابات دیتے تھے اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اس کے مخاطب عام امت کے لوگ مسلم و کافر سب ہوں اور قول مختلف سے مراد یہ ہو کہ بعض تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور تصدیق کرتے ہیں، بعض انکار و مخالفت سے پیش آتے ہیں۔(تفسیر مظہری، سورہ ذاریات، لاہور)

قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۝ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ۝ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝

| |
|---|
| اندازے لگانے والے مارے گئے۔وہ جوخود بڑی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔پوچھتے ہیں جزا کا دن کب ہے؟ |
| جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔اپنے جلنے کا مزہ چکھو،یہی ہے جسے تم جلدی مانگتے تھے۔ |

## ملعون کفارعذاب تعجیل والوں کے وعدہ کے پورے ہونے کا بیان

"قُتِلَ الْخَرَّاصُونَ" لُعِنَ الْكَذَّابُونَ أَصْحَاب الْقَوْل الْمُخْتَلِف "الَّذِينَ هُمْ فِي غَمْرَة" جَهْل يَغْمُرهُمْ "سَاهُونَ" غَافِلُونَ عَنْ أَمْر الْآخِرَة،

"يَسْأَلُونَ" النَّبِيّ اسْتِفْهَام اسْتِهْزَاء "أَيَّانَ يَوْم الدِّين" أَيْ مَتَى مَجِيئُهُ وَجَوَابهمْ : يَجِيء

"يَوْم هُمْ عَلَى النَّار يُفْتَنُونَ" أَيْ يُعَذَّبُونَ فِيهَا وَيُقَال لَهُمْ حِين التَّعْذِيب :

"ذُوقُوا فِتْنَتكُمْ" تَعْذِيبكُمْ "هَذَا" التَّعْذِيب "الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ" فِي الدُّنْيَا اسْتِهْزَاء

انکل لگانے والے مارے گئے۔یعنی اختلاف کرنے والوں کی جھوٹی باتوں کے سبب لعنت کی گئی ہے۔وہ جوخود بڑی غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔یعنی وہ جہالت میں غرق اور آخرت سے غافل ہیں۔وہ نبی کریم ﷺ سے پوچھتے ہیں یعنی یہ استفہام بہ طور مذاق ہے۔جزا کا دن کب ہے؟یعنی وہ دن کب آئے گا۔تو ان کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔اس وقت وہ دن آجائے گا۔یعنی اس میں دن میں انہیں عذاب دیا جائے گا۔اوران سے عذاب دیئے جانے کے وقت کہا جائے گا۔اپنے جلنے کا مزہ چکھو،یہی عذاب ہے جسے تم دنیا میں بہ طور مذاق جلدی مانگتے تھے۔

آخرت سے انکار بلا دلیل ہے اور محض وہم وقیاس ہے۔یعنی جو لوگ عقیدہ آخرت کے منکر ہیں ان کے پاس کوئی علمی بنیاد نہیں۔آخرت کا علم نہ انسان کو مشاہدہ سے حاصل ہوسکتا ہے اور نہ محسوسات اور ادراکات سے۔اس کے متعلق علمی بات جو کہی جاسکتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کے ہونے اور نہ ہونے کے یعنی دونوں طرح کے امکانات موجود ہیں۔آخرت کے قائم ہونے کے متعلق تو بہت سے دلائل بھی موجود ہیں۔سب پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کی یہی تعلیم رہی ہے پھر کائنات کا نظام بھی اس پر قوی دلیل ہے تو کیوں نہ اس احتمال کو تسلیم کیا جائے جس کی تائید میں بے شمار دلائل مل جاتے ہیں۔اوراس کے نہ ہونے کے لیے اگر کوئی دلیل موجود نہیں تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ محض ان کا وہم وگمان ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝ |
| كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ |
| بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔لینے والے ہوں گے جوان کا رب انھیں دے گا،یقیناً وہ اس سے پہلے |
| نیکی کرنے والے تھے۔وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔اور رات کے پچھلے پہروں میں مغفرت طلب کرتے تھے۔ |

## اہل جنت کیلئے جنت کو قریب کردینے کا بیان

"إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّات " بَسَاتِين "وَعُيُون" تَجْرِي فِيهَا "آخِذِينَ" حَال مِنْ الضَّمِير فِي خَبَر إِنَّ "مَا آتَاهُمْ " أَعْطَاهُمْ "رَبّهمْ" مِنْ الثَّوَاب "إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْل ذَلِكَ" أَيْ دُخُولهمْ الْجَنَّة "مُحْسِنِينَ" فِي الدُّنْيَا،

"كَانُوا قَلِيلًا مِنَ اللَّيْل مَا يَهْجَعُونَ " يَنَامُونَ وَمَا زَائِدَة وَيَهْجَعُونَ خَبَر كَانَ وَقَلِيلًا ظَرْف أَيْ يَنَامُونَ فِي زَمَن يَسِير مِنْ اللَّيْل وَيُصَلُّونَ أَكْثَره "وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ" يَقُولُونَ : اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا،

بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔یعنی جن کے نیچے چشمے جاری ہوں گے۔یہاں پر لفظ آخذین ضمیر سے حال ہے جو لفظ اِن کی خبر میں ہے۔یعنی جو ان کا رب انہیں عطا کرے گا۔وہ ثواب لینے والے ہوں گے جو ان کا رب انھیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے یعنی جنت میں داخل ہونے سے پہلے دنیا میں نیکی کرنے والے تھے۔وہ رات کے بہت تھوڑے حصے میں سوتے تھے۔یہاں پر لفظ ما،یہ زائدہ ہے۔اور یہجعون یہ کان کی خبر ہے اور قلیلا یہ ظرف ہے یعنی وہ رات میں بہت کم وقت سوتے ہیں۔اور رات کے پچھلے پہروں میں اٹھ اٹھ کر مغفرت طلب کرتے تھے۔اور یوں کہتے ہیں۔اے ہمارے رب! ہمیں بخشش دے۔

## اہل جنت کی عبادت کے احوال کا بیان

حضرت زید بن اسلم سے قبیلہ بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا اے ابو سلمہ یہ صفت تو ہم میں نہیں پائی جاتی کہ ہم رات کو بہت کم سوتے ہوں بلکہ ہم تو بہت کم وقت عبادت اللہ میں گذارتے ہیں تو آپ نے فرمایا وہ شخص بھی بہت ہی خوش نصیب ہے جو نیند آئے تو سو جائے اور جاگے تو اللہ سے ڈرتا رہے، حضرت عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں جب شروع شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں تشریف لائے تو لوگ آپ کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑے اور اس مجمع میں میں بھی تھا واللہ آپ کے مبارک چہرہ پر نظر پڑتے ہی اتنا تو میں نے یقین کر لیا کہ یہ نورانی چہرہ کسی جھوٹے انسان کا نہیں ہو سکتا۔سب سے پہلی بات جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میرے کان میں پڑی یہ تھی کہ آپ نے یہ فرمایا اے لوگو کھانا کھلاتے رہو اور صلہ رحمی کرتے رہو اور سلام کیا کرو اور راتوں کو جب لوگ سوئے ہوئے ہوں نماز ادا کرو تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کے اندر کا حصہ باہر سے اور باہر کا حصہ اندر سے نظر آتا ہے یہ سن کر حضرت موسیٰ اشعری نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کن کے لئے ہیں؟ فرمایا ان کے لئے جو نرم کلام کریں اور دوسروں کو کھلاتے پلاتے رہیں اور جب لوگ سوتے ہوں یہ نمازیں پڑھتے رہیں۔

حضرت زہری اور حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کا اکثر حصہ تہجد گذاری میں نکالتے ہیں حضرت ابن عباس اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ رات کا بہت کم حصہ وہ سوتے ہیں۔

حضرت ضحاک (کانوا قلیلا) کو اس سے پہلے کے جملے کے ساتھ ملاتے ہیں اور (من اللیل) سے ابتداء بتاتے ہیں لیکن اس قول میں بہت دوری اور تکلف ہے۔ پھر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے سحر کے وقت وہ استغفار کرتے ہیں مجاہد وغیرہ فرماتے ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور مفسرین فرماتے ہیں راتوں کو قیام کرتے ہیں اور صبح کے ہونے کے وقت اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| وَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ○ وَ فِی الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ○ |
| وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ○ |
| اوران کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔ اور زمین میں صاحبان ایقان کے لئے |
| بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ |

## اپنے اموال سے سائل ومحروم شخص کو دینے کا بیان

"وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوم" الَّذِي لَا يَسْأَل لِتَعَفُّفِهِ "وَفِي الْأَرْض" مِنْ الْجِبَال وَالْبِحَار وَالْأَشْجَار وَالثِّمَار وَالنَّبَات وَغَيْرهَا "آيَات" دَلَالَات عَلَى قُدْرَة اللّٰه سُبْحَانه وَتَعَالَى وَوَحْدَانِيَّته،

"وَفِي أَنْفُسكُمْ" آيَات أَيْضًا مِنْ مَبْدَأ خَلْقكُمْ إلَى مُنْتَهَاهُ وَمَا فِي تَرْكِيب خَلْقكُمْ مِنْ الْعَجَائِب "أَفَلَا تُبْصِرُونَ" ذَلِكَ فَتَسْتَدِلُّونَ بِهِ عَلَى صَانِعه وَقُدْرَته،

اوران کے مالوں میں سوال کرنے والے اور محروم کے لیے ایک حصہ تھا۔ یعنی جو شخص سوال کرنے سے بچتا ہو۔ اور زمین پہاڑ، سمندر، درخت، پھل اور نباتات وغیرہ ہیں ان میں کامل یقین والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ یعنی ایسے دلائل ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں بھی ہیں یعنی تمہاری تخلیق کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک جو تمہاری تخلیق میں عجائب ہیں۔، پس کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ تاکہ تم ان سے ان کے بنانے والے اور بنانے والی کی قدرت پر استدلال کرسکو۔

## محروم کے بارے میں تفسیری تصریحات کا بیان

پھر ان کا یہ وصف بیان کیا جاتا ہے کہ جہاں یہ نمازی ہیں اور حق اللہ ادا کرتے ہیں وہاں لوگوں کے حق بھی نہیں بھولتے زکوٰۃ دیتے ہیں سلوک احسان اور صلہ رحمی کرتے ہیں ان کے مال میں ایک مقررہ حصہ مانگنے والوں اور ان حقداروں کا ہے جو سوال سے

بچتے ہیں۔

ابوداؤد وغیرہ میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سائل کا حق ہے گو وہ گھوڑ سوار ہو (محروم) وہ ہے جس کا کوئی حصہ بیت المال میں نہ ہو خود اس کے پاس کوئی کام کاج نہ ہو صنعت وحرفت یاد نہ ہو جس سے روزی کما سکے۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ کچھ سلسلہ کمانے کا کر رکھا ہے لیکن اتنا نہیں پاتے کہ انہیں کافی ہو جائے، حضرت ضحاک فرماتے ہیں وہ شخص جو مالدار تھا لیکن مال تباہ ہو گیا چنانچہ یمامہ میں جب پانی کی طغیانی آئی اور ایک شخص کا تمام مال اسباب بہالے گئی تو ایک صحابی نے فرمایا یہ محروم ہے اور بزرگ مفسرین فرماتے ہیں محروم سے مراد وہ شخص ہے جو حاجت کے باوجود کسی سے سوال نہیں کرتا۔ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مسکین صرف وہی لوگ نہیں جو گھومتے پھرتے ہیں اور جنہیں ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں تم دے دیا کرتے وہ بلکہ حقیقتاً وہ لوگ بھی مسکین ہیں جو اتنا نہیں پاتے کہ انہیں حاجت نہ رہے اپنا حال قال ایسا رکھتے ہیں کہ کسی پر ان کی حاجت وافلاس ظاہر ہو اور کوئی انہیں صدقہ دے۔(بخاری ومسلم)

حضرت عمر بن عبدالعزیز مکے شریف جارہے تھے کہ راستے میں ایک کتا پاس آ کر کھڑا ہو گیا آپ نے ذبح کردہ بکری کا ایک شانہ کاٹ کر اس کی طرف ڈال دیا اور فرمایا لوگ کہتے ہیں یہ بھی محروم میں سے ہے۔حضرت شعبی فرماتے ہیں میں تو عاجز آ گیا لیکن محروم معنی معلوم نہ کر سکا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں محروم وہ ہے جس کے پاس مال نہ رہا ہو خواہ وجہ کچھ بھی ہو۔یعنی حاصل ہی نہ کر سکا کمانے کھانے کا سلیقہ ہی نہ ہو یا کام ہی نا چلتا ہو یا کسی آفت کے باعث جمع شدہ مال ضائع ہو گیا ہے۔(تفسیر جامع البیان، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ○ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ○ |
| اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم بیشک |
| یہ قرآن حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔ |

## دنیا میں بدیہی امور سے آخرت کی بداہت پر استدلال کا بیان

"وَفِي السَّمَاء رِزْقُكُمْ " أَيْ الْـمَطَر الْمُسَبِّب عَنْهُ النَّبَات الَّذِي هُوَ رِزْق "وَمَا تُوعَدُونَ " مِنْ الْمَآب وَالثَّوَاب وَالْعِقَاب أَيْ مَكْتُوب ذَلِكَ فِي السَّمَاء،

"فَوَرَبّ السَّمَاء وَالْأَرْض إنَّهُ " أَيْ مَا تُوعَدُونَ "لَـحَقّ مِثْل مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ" بِرَفْعِ مِثْل صِفَة وَمَـا مَزِيدَة وَبِفَتْحِ اللَّام مُرَكَّبَة مَعَ مَا الْمَعْنَى : مِثْل نُطْقكُمْ فِي حَقِيقَته أَيْ مَعْلُومِيَّته عِنْدكُمْ ضَرُورَة صُدُوره عَنْكُمْ،

اور آسمان میں تمہارا رزق بھی ہے یعنی بارش جو نباتات وغیرہ کا سبب ہے وہی رزق ہے۔اور وہ سب کچھ بھی جس کا تم سے

وعدہ کیا جاتا ہے۔یعنی تمہارے لئے ثواب اور عذاب جو آسمان میں لکھ دیا گیا ہے۔تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم! بیشک یہ حق ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔یہاں پر مثل بہ صفت مرفوع ہے اور ما زائدہ ہے اور مثل کا لام فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جب وہ ما کے ساتھ مرکب ہو جس کا معنی یہ ہے کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے ایسے ہی حقیقت ہے جیسے تمہارا گفتگو کرنا ہے۔یعنی جیسے تمہارا کلام کرنا بداہت سے ثابت ویسے ہی وعدہ اس وقت بداہت کے ساتھ پورا ہونے والا ہے۔

## بارش کے سبب رزق عطاء کرنے کا بیان

آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔اس کے بے غبار و بے تکلف تفسیر وہ ہے جو خلاصہ تفسیر میں اختیار کی گئی، یعنی آسمان میں ہونے سے مراد آسمان میں لوح محفوظ کے اندر لکھا ہونا مراد ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہر انسان کا رزق اور جو کچھ اس سے وعدے کئے گئے اور اس کا جو کچھ انجام ہونا ہے وہ سب لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

حدیث میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے مقررہ رزق سے بچنے اور بھاگنے کی بھی کوشش کرے تو رزق اس کے پیچھے پیچھے بھاگے گا جیسے موت سے انسان بھاگ نہیں سکتا ایسے ہی رزق سے بھی فرار ممکن نہیں۔(تفسیر قرطبی، سورہ ذاریات، بیروت)

## انسانی کلام کی بداہت سے قیام قیامت پر استدلال کا بیان

جس طرح تمہیں اپنے اپنے کلام کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اسی طرح قیامت کا آنا بھی ایسا ہی واضح ہے اور کھلا ہوا ہے، اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں، انسان کے محسوسات جو دیکھنے، سننے، چکھنے، چھونے اور سونگھنے سے متعلق ہیں، ان سب میں سے اس جگہ نطق یعنی بولنے کو خاص طور سے انتخاب شاید اس لئے کیا کہ مذکورہ سب محسوسات میں کبھی کبھی کسی مرض وغیرہ کے سبب سے التباس ہو جاتا ہے، دیکھنے سننے میں فرق ہو جانا معروف ہے، بیماری میں ذائقہ بعض اوقات خراب ہو کر میٹھے کو کڑوا بتلانے لگتا ہے، مگر نطق و گویائی ایسی چیز ہے کہ اس میں کسی دھوکہ اور تلبیس کا شائبہ نہیں ہو سکتا۔(تفسیر قرطبی، سورہ ذاریات، بیروت)

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ۚ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ۝ۙ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝

کیا آپ کے پاس ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام پیش کیا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کہا، یہ اجنبی لوگ ہیں۔پھر جلدی سے اپنے گھر کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کی یخنی لے آئے۔پھر اسے ان کے سامنے پیش کر دیا، فرمانے لگے، کیا تم نہیں کھاؤ گے۔پھر ان سے دل میں ہلکی سے گھبراہٹ محسوس کی۔وہ کہنے لگے، آپ گھبرائیے نہیں، اور ان کو علم و دانش والے بیٹے (اسحاق علیہ السلام) کی خوشخبری سنادی۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان فرشتوں کے آنے کا بیان

"هَلْ أَتَاكَ" خِطَاب لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "حَدِيث ضَيْف إِبْرَاهِيم الْمُكْرَمِينَ" وَهُمْ مَلَائِكَة اثْنَا عَشَر أَوْ عَشَرَة أَوْ ثَلَاثَة مِنْهُمْ جِبْرِيل،

"إِذْ" ظَرْف لِحَدِيثِ ضَيْف "دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا" أَيْ هَذَا اللَّفْظ "قَالَ سَلَام" أَيْ هَذَا اللَّفْظ "قَوْم مُنْكَرُونَ" لَا نَعْرِفهُمْ قَالَ ذَلِكَ فِي نَفْسه وَهُوَ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر أَيْ هَؤُلَاءِ،

"فَرَاغَ" مَالَ "إِلَى أَهْله" سِرًّا "فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِين" وَفِي سُورَة هُود "بِعِجْلٍ حَنِيذ" أَيْ مَشْوِيّ "فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ" عَرَضَ عَلَيْهِمْ الْأَكْل فَلَمْ يُجِيبُوا،

"فَأَوْجَسَ" أَضْمَرَ فِي نَفْسه "مِنْهُمْ خِيفَة قَالُوا لَا تَخَفْ" إِنَّا رُسُل رَبّك "وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيم" ذِي عِلْم كَثِير وَهُوَ إِسْحَاق كَمَا ذُكِرَ فِي هُود،

کیا آپ کے پاس ابراہیم علیہ السلام کے معزز مہمانوں کی خبر پہنچی ہے۔اس میں نبی کریم ﷺ سے خطاب ہے۔جب وہ فرشتے ان کے پاس آئے۔اور وہ بارہ یا دس یا تین فرشتے تھے جن میں حضرت جبرائیل بھی تھے۔یہاں پر لفظ اذ یہ حدیث ضیف کیلئے ظرف ہے تو انہوں نے سلام پیش کیا یعنی انہوں نے لفظ سلام کہا، ابراہیم علیہ السلام نے بھی جواباً سلام کہا، ساتھ ہی دل میں سوچنے لگے کہ یہ اجنبی لوگ ہیں۔یہاں پر قوم منکرون یہ مبتداء مقدر کی خبر ہے وہ ھؤلاء ہے۔پھر جلدی سے یعنی خاموشی سے اپنے گھر کی طرف گئے اور ایک فربہ بچھڑے کی تخی لے آئے۔اور سورہ ہود میں آیا ہے کہ بعجل حنید یعنی بھنا ہوا بچھڑا لائے۔پھر اسے ان کے سامنے پیش کر دیا، فرمانے لگے کیا تم نہیں کھاؤ گے۔یعنی کیا تمہیں کھانا نہیں کھاؤ گے تو انہوں نے کوئی توجہ نہ کی۔نہ کوئی جواب دیا پھر ان کے نہ کھانے سے دل میں ہلکی سے گھبراہٹ محسوس کی۔وہ فرشتے کہنے لگے آپ گھبرائیے نہیں، ہم آپ کے رب کی طرف سے بھیجے گئے فرشتے ہیں۔اور ان کو علم و دانش والے بیٹے اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنا دی۔یعنی کثیر علم رکھنے والے اور وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جن کا ذکر سورہ ہود میں آیا ہے۔

## فرشتوں کی دعوت کے واقعہ کا بیان

یہ فرشتے حضرت جبرائیل حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام تھے۔جو خوبصورت نوجوان انسانوں کی شکل میں آئے تھے ان کے چہروں پر ہیبت و جلال تھا حضرت ابراہیم اب ان کے لئے کھانے کی تیاری میں مصروف ہو گئے اور چپ چاپ بہت جلد اپنے گھر والوں کی طرف گئے اور ذرا سی دیر میں تیار بچھڑے کا گوشت بھنا بھنایا ہوا لے آئے اور انکے سامنے رکھ دیا اور فرمایا آپ کھاتے کیوں نہیں؟ اس سے ضیافت کے آداب معلوم ہوئے کہ مہمان سے پوچھے بغیر ہی ان پر شروع سے احسان رکھنے سے پہلے آپ چپ چاپ انہیں خبر کئے بغیر ہی چلے گئے اور بہ عجلت بہتر سے بہتر جو چیز پائی اسے تیار کر کے لے آئے۔تیار فربہ کم عمر بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے آئے اور کہیں اور رکھ کر مہمان کی کھینچ تان نہ کی بلکہ ان کے سامنے ان کے پاس لا کر رکھا۔پھر انہیں

یوں نہیں کہتے کہ کھاؤ کیونکہ اس میں بھی ایک حکم پایا جاتا ہے۔

بلکہ نہایت تواضع اور پیار سے فرماتے ہیں آپ تناول فرمانا شروع کیوں نہیں کرتے؟ جیسے کوئی شخص کسی سے کہے کہ اگر آپ فضل وکرم احسان وسلوک کرنا چاہیں تو کیجئے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ خلیل اللہ اپنے دل میں ان سے خوفزدہ ہو گئے جیسے کہ اور آیت میں ہے آیت (فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ، ھود:70)، یعنی آپ نے جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف بڑھتے نہیں تو دہشت زدہ ہو گئے اور دل میں خوف کھانے لگے اس پر مہمانوں نے کہا ڈرو مت ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کے لئے آئے ہیں آپ کی بیوی صاحبہ جو کھڑی ہوئی سن رہی تھیں وہ سن کر ہنس دیں تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی کہ تمہارے ہاں حضرت اسحاق پیدا ہوں گے اور ان کے ہاں حضرت یعقوب اس پر بیوی صاحبہ کو تعجب ہوا اور کہا ہائے افسوس اب میرے ہاں بچہ کیسے ہوگا؟ میں تو بڑھیا پھوس ہو گئی ہوں اور میرے شوہر بھی بالکل بوڑھے ہو گئے۔ یہ سخت تر تعجب کی چیز ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے کاموں سے تعجب کرتی ہو؟ خصوصاً تم جیسی ایسی پاک گھرانے کی عورت؟ تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تعریفوں کے لائق اور بڑی بزرگی اور اعلیٰ شان والا ہے۔

یہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ بشارت حضرت ابراہیم کو دی گئی کیونکہ بچے کا ہونا دونوں کی خوشی کا موجب ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ بشارت سن کر آپ کی اہلیہ صاحبہ کے منہ سے زور کی آواز نکل گئی اور اپنے تئیں دوہتڑ مار کر ایسی عجیب وغریب خبر کو سن کر حیرت کے ساتھ کہنے لگیں کہ جوانی میں تو میں بانجھ رہی اب میاں بیوی دونوں بوڑھے ہو گئے تو مجھے حمل ٹھہرے گا؟ اس کے جواب میں فرشتوں نے کہا کہ یہ خوشخبری کچھ ہم اپنی طرف سے نہیں دے رہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ ہم تمہیں یہ خبر پہنچائیں۔ وہ حکمت والا اور علم والا ہے۔ تم جس عزت وکرامت کے مستحق ہو وہ خوب جانتا ہے اور اس کا فرمان ہے کہ تمہارے ہاں اس عمر میں بچہ ہوگا اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں نہ اس کا کوئی فرمان حکمت سے خالی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ○ |
| قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ ○ |
| پھر ان کی بیوی حیرت وحسرت کی آواز نکالتے ہوئے متوجہ ہوئیں اور تعجب سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں، |
| بوڑھیا بانجھ عورت۔ کہا ایسے ہی ہوگا، تمہارے رب نے فرمایا ہے۔ بیشک وہ بڑی حکمت والا بہت علم والا ہے۔ |

## حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا بڑھاپے میں بچے کی خوشخبری پر اظہار تعجب کا بیان

"فَاَقْبَلَتْ امْرَاَته" سَارَّة "فِی صَرَّة" صَیْحَة حَال اَیْ جَاءَتْ صَائِحَة "فَصَكَّتْ وَجْههَا" لَطَمَتْهُ "وَقَالَتْ عَجُوز عَقِیم" "لَمْ تَلِد قَطُّ وَعُمْرهَا تِسْع وَتِسْعُونَ سَنَة وَعُمْر اِبْرَاهِیم مِائَة سَنَة اَوْ

عُـمُـره مِائَة وَعِشْرُونَ سَنَة وَعُمرهَا تِسْعُونَ سَنَة، "قَالُوا كَذٰلِك" أَيْ مِثْل قَوْلنَا فِي الْبِشَارَة "قَالَ رَبّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيم" فِي صُنْعه "الْعَلِيم" بِخَلْقِهِ،

پھر ان کی بیوی سارہ حیرت وحسرت کی آواز نکالتے ہوئے متوجہ ہوئیں یہاں پر فی صرۃ حال ہے۔ یعنی از راہِ تعجب آئیں اور تعجب سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگی کیا بوڑھیا بانجھ عورت بچہ جنے گی؟ جو بچہ نہ جن سکتی ہو اور اس وقت ان کی عمر ۹۹ سال تھی جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ۱۲۰ سال اور ان کی زوجہ کی عمر ۹۰ سال تھی۔ فرشتوں نے کہا ایسے ہی ہوگا، جس طرح ہم نے بشارت دے دی ہے۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے۔ بیشک وہ اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا، اپنی مخلوق میں بہت علم والا ہے۔

صرۃ کے معنی غیر معمولی آواز کے ہیں صریر قلم سے نکلنے والی آواز کو کہا جاتا ہے، مراد یہ ہے کہ حضرت سارہ نے جب سنا کہ فرشتے ابراہیم علیہ السلام کو بچے کی پیدائش کی خوشخبری دے رہے ہیں اور یہ ظاہر تھا کہ بچہ بیوی سے پیدا ہوتا ہے، بیوی حضرت سارہ ہی تھیں تو سمجھیں کہ یہ خوشخبری ہم دونوں ہی کے لئے ہے، تو غیر اختیاری طور پر ان کے منہ سے کچھ الفاظ حیرت وتعجب کے نکلے اور کہا عَجُوزٌ عَقِيمٌ کہ اول تو میں بڑھیا، پھر بانجھ یعنی جوانی میں بھی اولاد کے قابل نہیں تھی، اب بڑھاپے میں یہ کیسے ہوگا جس کے جواب میں فرشتوں نے فرمایا کذلک، یعنی اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے، یہ کام یونہی ہوگا۔

چنانچہ جس وقت اس بشارت کے مطابق حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ کی عمر ننانوے سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر سو سال کی تھی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ○ |
| لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ○ |
| کہا اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا بنیادی مقصد کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ ہم ان پر |
| مٹی کے پتھر پھینکیں۔ حد سے گزر جانے والوں کے لئے آپ کے رب کی طرف سے نشان لگا دیا گیا ہے۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں سے آمد کا مقصد پوچھنے کا بیان

"قَالَ فَمَا خَطْبكُمْ" شَأْنكُمْ "قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْم مُجْرِمِينَ" كَافِرِينَ هُمْ قَوْم لُوط "لِنُرْسِل عَلَيْهِمْ حِجَارَة مِنْ طِين" مَطْبُوخ بِالنَّارِ، "مُسَوَّمَة" مُعَلَّمَة عَلَيْهَا اسْم مَنْ يُرْمَى بِهَا "عِنْد رَبّك" ظَرْف لَهَا "لِلْمُسْرِفِينَ" بِإِتْيَانِهِمْ الذُّكُور مَعَ كُفْرهمْ،

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا بنیادی مقصد کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم مجرم قوم یعنی قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تا کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر کنکر پھینکیں۔ یعنی وہ مٹی کے پتھر جنہیں آگ سے پکایا گیا ہو۔ (وہ پتھر جن پر) حد

سے گزر جانے والوں کے لئے آپ کے رب کی طرف سے نشان لگا دیا گیا ہے۔ یعنی ان پتھروں پر نشان سے مراد جس شخص کو انہوں نے ہلاک کرنا تھا اس کی علامت پر لگی ہوئی تھی۔ حد سے بڑھنے کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے پاس آتے تھے۔

## خطب کے لغوی مفہوم کا بیان

خطب بمعنی حال، معاملہ، مقصد خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اور یہ لفظ عام طور پر کسی ناپسندیدہ معاملہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ فرشتے ہیں اور فرشتے انسانی شکل میں غیر معمولی حالات میں ہی آیا کرتے ہیں۔ بیٹے کی بشارت سے ان کا اپنا ڈر تو دور ہو گیا تاہم ابھی اصل حیرت کا معاملہ باقی تھا۔ لہٰذا آپ نے فرشتوں سے پوچھا کہ آپ کس مہم پر تشریف لائے ہیں اور کیا مقصد ہے؟

## نشان زدہ کنکریوں کے ذریعے ہلاک کرنے کا بیان

یعنی کنکریاں اللہ کی طرف سے خاص علامت لگی ہوئی ہوں گی، بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہر کنکری پر اس شخص کا نام لکھا تھا جس کو ہلاک کرنے کے لئے یہ بھیجی گئی تھی اور وہ جس طرف بھاگا اس کنکری نے اس کا تعاقب کیا اور دوسری آیات میں جو اس قوم کا عذاب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ جبرائیل امین نے اس پورے شہر کو اٹھا کر پلٹ دیا تو یہ اس کے منافی نہیں کہ پہلے یہ پتھراؤ کیا گیا ہو اس کے بعد پوری زمین کا تختہ الٹا دیا گیا ہو۔

| |
|---|
| فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ○ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ○ |
| وَ تَرَكْنَا فِيهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ○ |
| پھر ہم نے ہر اس شخص کو باہر نکال دیا جو اس میں اہل ایمان میں سے تھا۔ سو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر |
| کے سوا نہیں پایا۔ اور ہم نے اس میں ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ |

## قوم لوط کی ہلاکت کا باعث عبرت ہونے کا بیان

"فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا" أَيْ قُرَى قَوْم لُوط "مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" لِإِهْلَاكِ الْكَافِرِينَ "فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْر بَيْت مِنَ الْمُسْلِمِينَ" وَهُمْ لُوط وَابْنَتَاهُ وُصِفُوا بِالْإِيمَانِ وَالْإِسْلَام أَيْ هُمْ مُصَدِّقُونَ بِقُلُوبِهِمْ عَامِلُونَ بِجَوَارِحِهِمْ الطَّاعَات،

"وَتَرَكْنَا فِيهَا" بَعْد إِهْلَاك الْكَافِرِينَ "آيَة" عَلَامَة عَلَى إِهْلَاكهمْ "لِلَّذِينَ يَخَافُونَ الْعَذَاب الْأَلِيم" فَلَا يَفْعَلُونَ مِثْل فِعْلهمْ،

پھر ہم نے ہر اس شخص کو قوم لوط کی بستی سے باہر نکال دیا جو اس میں اہل ایمان میں سے تھا۔ سو ہم نے اس بستی میں مسلمانوں کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہیں پایا۔ اس میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ان کو ایمان سے موصوف کیا

ہے اور اسلام یہ ہے کہ انہوں نے دلوں سے تصدیق کی اور اعضاء سے اطاعت کی۔ اور ہم نے اس میں یعنی ان کفار کی ہلاکت کے بعد ان لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جوان کی ہلاکت پر دلیل ہے۔ یہ دلیل ان لوگوں کیلئے ہے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔ پس وہ ان کی مثل نہیں کرتے۔

قوم لوط میں مسلمانوں کا صرف ایک گھرانہ تھا:۔ یہ سیدنا لوط علیہ السلام کا گھرانہ تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ یہ کل تیرہ افراد تھے جو اس تباہ کن عذاب سے بچے تھے۔ ان کی بیوی بھی تباہ ہو جانے والوں میں شامل تھی۔ ممکن ہے آپ پر ایمان لانے والوں نے بھی آپ کے ہی گھر میں پناہ لے رکھی ہو۔ واضح رہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمان ہی کے لقب سے نوازا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک دین حق صرف اسلام ہی ہے اور سب نبیوں پر ایمان لانے والے مسلمان ہی ہوتے تھے۔ اور ابتداء مسلمان ہی کہلاتے تھے۔ بعد میں ہر نبی کی امت نے اپنے لیے علیحدہ علیحدہ نام رکھ لیے تھے۔ پھر وہ انہیں ناموں سے متعارف ہونے لگے۔

| |
|---|
| وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰـهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ○ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ |
| سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ○ فَاَخَذْنٰـهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰـهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ○ |
| اور موسیٰ میں جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا۔ تو اس نے اپنے ارکینِ سلطنت سمیت |
| رُوگردانی کی اور کہنے لگا، جادوگر یا دیوانہ ہے۔ پس ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر انھیں سمندر میں |
| پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔ |

## فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت میں نشان عبرت کا بیان

"وَفِي مُوسَى" مَعْطُوف عَلَى فِيهَا الْمَعْنَى: وَجَعَلْنَا فِي قِصَّة مُوسَى آيَة "إذْ أَرْسَلْنَاهُ إلَى فِرْعَوْن" مُلْتَبِسًا "بِسُلْطَانٍ مُبِين" بِحُجَّةٍ وَاضِحَة

"فَتَوَلَّى" أَعْرَضَ عَنْ الْإِيمَان "بِرُكْنِهِ" مَعَ جُنُوده لِأَنَّهُمْ لَهُ كَالرُّكْنِ "وَقَالَ" لِمُوسَى هُوَ "سَاحِر أَوْ مَجْنُون"

"فَأَخَذْنَاهُ وَجُنُوده فَنَبَذْنَاهُمْ" طَرَحْنَاهُمْ "فِي الْيَمّ" الْبَحْر فَغَرِقُوا "وَهُوَ" أَيْ فِرْعَوْن "مُلِيم" آتٍ بِمَا يُلَام عَلَيْهِ مِنْ تَكْذِيب الرُّسُل وَدَعْوَى الرُّبُوبِيَّة -

یہاں پر لفظ فی موسیٰ میں اس معنی پر معطوف ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بھی نشانیاں ہیں۔ جب ہم نے انہیں فرعون کی طرف واضح دلیل دے کر بھیجا۔ یعنی جس میں واضح حجت تھی۔ تو اس نے اپنے ارکینِ سلطنت سمیت ایمان لانے سے رُوگردانی کی یعنی اس کا جنود مثل رکن ہے۔ اور کہنے لگا: یہ جادوگر یا دیوانہ ہے۔ پس ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر

انھیں سمندر میں پھینک دیا، اس حال میں کہ وہ قابل ملامت کام کرنے والا تھا۔ کیونکہ اس بد بخت نے ہمارے رُسل کی تکذیب کی اور ربوبیت کا دعویٰ کر دیا۔

## انجام تکبر

ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح قوم لوط کے انجام کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کر سکتے ہیں اسی قسم کا فرعونیوں کا واقعہ ہے ہم نے ان کی طرف اپنے کلیم پیغمبر حضرت موسیٰ کو روشن دلیلیں اور واضح برہان دے کر بھیجا لیکن ان کے سردار فرعون نے جو تکبر کا مجسمہ تھا حق کے ماننے سے عناد کیا اور ہمارے فرمان کو بے پرواہی سے ٹال دیا اس دشمن الٰہی نے اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ پر اپنے راج لشکر کے بل بوتے پر رب کے فرمان کی عزت نہ کی اور اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضرت موسیٰ کی ایذاء رسانی پر اتر آیا اور کہنے لگا کہ موسیٰ یا تو جادوگر ہے یا دیوانہ ہے پس اس ملامتی کافر، فاجر، معاند متکبر شخص کو ہم نے اس کے لاؤ لشکر سمیت دریا برد کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| وَ فِیْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ○مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ○ |
| اور عاد میں، جب ہم نے ان پر بانجھ (خیر وبرکت سے خالی) آندھی بھیجی۔ وہ جس چیز پر بھی گزرتی تھی |
| اسے ریزہ ریزہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی تھی۔ |

## قوم عاد کی ہلاکت میں نشان عبرت کا بیان

"وَفِی" إِهْلَاكِ "عَادٍ" آيَة "إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ الرِّيح الْعَقِيم" هِيَ الَّتِي لَا خَيْر فِيهَا لِأَنَّهَا لَا تَحْمِل الْمَطَر وَلَا تُلَقِّح الشَّجَر وَهِيَ الدَّبُور
"مَا تَذَر مِنْ شَيْء" نَفْس أَوْ مَال "أَتَتْ عَلَيْهِ إلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيمِ" كَالْبَالِي الْمُتَفَتِّت -

اور قوم عاد کی ہلاکت میں بھی نشانی ہے، جب ہم نے ان پر بانجھ خیر وبرکت سے خالی آندھی بھیجی۔ کیونکہ وہ ہوا نہ تو بارش کو اٹھانے والی تھی اور نہ ہی درختوں کو بار آور کرنے والی ہے کہا گیا ہے کہ وہ جنوبی ہوا ہے۔ وہ جس چیز یعنی مال یا جان پر بھی گزرتی تھی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کیے بغیر نہیں چھوڑتی تھی۔

## ہوا کے ذریعے قوم عاد پر عذاب آنے کا بیان

حضرت ابووائل قبیلہ ربیعہ کے ایک شخص سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں مدینہ آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں قوم عاد کے قاصد کا ذکر آیا تو میں نے کہا کہ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں بھی اس کی طرح ہو جاؤں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ قوم عاد کا قاصد کیسا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اچھے واقف کار سے آپ کا واسطہ پڑا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب قوم عاد پر قحط پڑا تو قیل (ایک آدمی کا نام) کو بھیجا گیا وہ بکر بن معاویہ کے پاس ٹھہرا۔ اس نے

اسے شراب پلائی اور دو خوش آواز گانے والیوں نے اسے گانا سنایا پھر وہ مہرہ کے پہاڑوں کا ارادہ کر کے نکلا اور چل دیا۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میں کسی بیماری کے علاج یا کسی قیدی کو چھڑانے کیلئے نہیں آیا کہ میں فدیہ دوں۔ لہٰذا تو اپنے بندے کو جو پلانا ہو پلا۔ ساتھ ہی ساتھ بکر بن معاویہ کو بھی پلا۔ اسطرح وہ بکر بن معاویہ کے شراب پلانے کا شکریہ ادا کرتا تھا۔ پھر اس کے لئے کئی بدلیاں آئیں جن میں سے اس نے کالی بدلی پسند کی پھر کہا گیا کہ جلی ہوئی راکھ لے لو جو قوم عاد کے کسی فرد کو نہ چھوڑے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم عاد پر صرف اس انگوٹھی کے حلقے کے برابر ہوا چھوڑی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھی (اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ، مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ، اور قوم عاد میں بھی (عبرت ہے) جب ہم نے ان پر سخت آندھی بھیجی جو کسی چیز کو نہ چھوڑتی جس پر سے وہ گزرتی مگر اسے بوسیدہ ہڈیوں کی طرح کر دیتی۔ یہ حدیث کئی راوی سلام ابومنذر سے وہ عاصم بن ابوالنجود سے وہ ابووائل سے اور وہ حارث بن حسان سے نقل کرتے ہیں۔ انہیں حارث بن یزید بھی کہا جاتا ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1221)

| |
|---|
| وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ○ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ○ |
| اور ثمود میں بھی جبکہ ان سے کہا گیا کہ تم ایک معیّنہ وقت تک فائدہ اٹھالو۔ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی تو انھیں |
| کڑک نے پکڑ لیا اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ انھوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی اور نہ وہ بدلہ لینے والے تھے۔ |

## قوم ثمود کی ہلاکت میں نشان عبرت کا بیان

"وَفِي" إهْلَاك "ثَمُود" آيَة "إذْ قِيلَ لَهُمْ" بَعْد عَقْر النَّاقَة "تَمَتَّعُوا حَتَّى حِين" إلَى انْقِضَاء آجَالكُمْ كَمَا فِي آيَة،

"فَعَتَوْا" تَكَبَّرُوا "عَنْ أَمْر رَبّهمْ" أَيْ عَنْ امْتِثَاله "فَأَخَذَتْهُمْ الصَّاعِقَة" بَعْد مُضِيّ الثَّلَاثَة أَيَّام أَيْ الصَّيْحَة الْمُهْلِكَة "وَهُمْ يَنْظُرُونَ" أَيْ بِالنَّهَارِ

"فَلَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَام" أَيْ مَا قَدَرُوا عَلَى النُّهُوض حِين نُزُول الْعَذَاب "وَمَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ" عَلَى مَنْ أَهْلَكَهُمْ،

اور قوم ثمود کی ہلاکت میں بھی عبرت کی نشانی ہے جبکہ ان سے کہا گیا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کے بعد ان سے کہا گیا کہ تم ایک معیّنہ وقت تک فائدہ اٹھالو۔ یہاں تک کہ تمہاری موت آنے والی ہے جس طرح آیت میں آیا ہے۔ پھر انھوں نے اپنے رب کے حکم یعنی اس کی مثل احکام سے سرکشی کی یعنی تکبر کیا۔ تو تین دن گزر جانے کے بعد انھیں کڑک نے پکڑ لیا جو ہلاک کرنے والی کڑک تھی۔ اور وہ دن میں دیکھ رہے تھے۔ پھر نہ انھوں نے کسی طرح کھڑے ہونے کی طاقت پائی یعنی عذاب کے وقت ان کے پاس کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ تھی۔ اور نہ وہ اپنے ہلاکت کا بدلہ لینے والے تھے۔ جس نے انہیں ہلاک کیا۔

گرنے والی بجلی کا عذاب:۔ صاعقۃ آسمان سے گرنے والی بجلی کو کہتے ہیں اور وہ جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔ قوم ثمود کا قصہ بھی پہلے بہت سے مقامات پر گزر چکا ہے۔ ان پر جو عذاب نازل ہوا اس کے لیے کہیں صیحہ (زبردست چیخ، کڑک، دھماکہ) کا لفظ آیا ہے اور کہیں رجفۃ (زلزلہ) کا۔ گویا ان پر زمین سے عذاب آیا تھا اور آسمان سے بھی اور ہر مقام پر کسی ایک پہلو کا ذکر کر دیا گیا ہے۔

| |
|---|
| وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۝ وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۝ |
| اور اس سے پہلے نُوح (علیہ السلام) کی قوم کو، بیشک وہ سخت نافرمان لوگ تھے۔ اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت |
| کے ذریعہ سے بنایا اور یقیناً ہم وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں۔ |

## قوم نوح کی ہلاکت میں نشان عبرت کا بیان

"وَقَوْمَ نُوح" بِالْجَرِّ عُطِفَ عَلَى ثَمُود أَيْ وَفِي إِهْلَاكِهِمْ بِمَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ آيَة وَبِالنَّصْبِ أَيْ وَأَهْلَكْنَا قَوْم نُوح "مِنْ قَبْل" أَيْ قَبْل إِهْلَاك هٰؤُلَاءِ الْمَذْكُورِينَ "وَالسَّمَاء بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ" بِقُوَّةٍ "وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ" قَادِرُونَ يُقَال: آدَ الرَّجُل يَئِيد قَوِيَ وَأَوْسَعَ الرَّجُل: صَارَ ذَا سِعَة وَقُوَّة.

اور اس سے پہلے نُوح علیہ السلام کی قوم کو بھی ہلاک کیا، یہاں پر لفظ قوم ماقبل لفظ ثمود پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے یعنی ان کی ہلاکت میں ان سب کیلئے جو زمین و آسمان میں ہے نشانی ہے۔ اور لفظ قوم منصوب بھی آیا ہے جب اس سے پہلے اہلکنا مقدر ہو یعنی" وَأَهْلَكْنَا قَوْم نُوح "یعنی ان مذکورہ اقوام سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ بیشک وہ سخت نافرمان لوگ تھے۔ اور آسمانی کائنات کو ہم نے بڑی قوت کے ذریعہ سے بنایا یعنی اپنے دست قدرت سے بنایا ہے۔ اور یقیناً ہم اس کائنات کو وسعت اور پھیلاؤ دیتے جا رہے ہیں۔ جس طرح کہا جاتا ہے "آدَ الرَّجُل يَئِيد قَوِيَ" آدمی طاقتور ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے" وَأَوْسَعَ الرَّجُل "آدمی وسعت و طاقت والا ہے۔

آسمان کی پیدائش کا بھی یہی حال ہے یہاں آسمان سے مراد پہلا آسمان یا کوئی خاص آسمان نہیں بلکہ یہاں سماء سے مراد فضائے بسیط ہے جب کہ اس آیت (ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ،البقرۃ:29) میں بھی سماء سے مراد فضائے بسیط ہے۔ جس میں لاتعداد مجمع النجوم اور کہکشائیں ہیئت دانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال کر ان کے علم کو ہر آن چیلنج کر رہی ہیں۔ مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ ہیئت دان جوں جوں پہلے سے زیادہ طاقتور اور جدید قسم کی دوربینیں ایجاد کر رہے ہیں توں توں اس بات کا بھی انکشاف ہو رہا ہے کہ کائنات میں ہر آن مزید وسعت پیدا ہو رہی ہے۔ سیاروں کے درمیانی فاصلے بھی بڑھ رہے ہیں اور نئے نئے اجرام بھی مشاہدہ میں آ رہے ہیں۔

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ○وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○

اور زمین کو ہم ہی نے فرش بنایا سو ہم کیا خوب سنوارنے اور سیدھا کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے پیدا فرمائے تا کہ تم دھیان کرو اور سمجھو۔

## زمین کے فرش ہونے سے استدلال الوہیت کا بیان

"وَالْاَرْضَ فَرَشْنَاهَا" مَهَّدْنَاهَا "فَنِعْمَ الْمَاهِدُوْنَ" نَحْنُ "وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ" مُتَعَلِّقٌ بِقَوْلِهِ : خَلَقْنَا "خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ" صِنْفَيْنِ كَالذَّكَرِ وَالْاُنْثَى وَالسَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالسَّهْلِ وَالْجَبَلِ وَالصَّيْفِ وَالشِّتَاءِ وَالْحُلْوِ وَالْحَامِضِ وَالنُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" بِحَذْفِ اِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنَ الْاَصْلِ فَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ خَالِقَ الْاَزْوَاجِ فَرْدٌ فَتَعْبُدُوْهُ .

اور سطحِ زمین کو ہم ہی نے قابلِ رہائش فرش بنایا سو ہم کیا خوب سنوارنے اور سیدھا کرنے والے ہیں۔ یہاں پر من کل شئی یہ خلقنا کے متعلق ہے۔ اور ہم نے ہر چیز سے دو جوڑے پیدا فرمائے یعنی مذکر ومؤنث، آسمان وزمین، شمس وقمر، میدان و پہاڑ، اور گرامی وسردی اور میٹھا کڑوا اور نور وظلمت کو بنایا ہے۔ تا کہ تم دھیان کرو اور سمجھو۔ یہاں پر تذکرون میں دونوں تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ پس تم سمجھ لو کہ جوڑے کو پیدا کرنے والا فرد ہے لہٰذا تم اسی وحدہ لاشریک کی عبادت کرو۔

## ہر چیز کے جوڑے اور زوج کے مختلف مفہوم کا بیان

زوج کا لفظ عربی میں تین معنوں میں آتا ہے۔ (۱) متضاد اشیاء جیسے دن اور رات، دھوپ اور سایہ، روشنی اور تاریکی، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوشحالی اور تنگدستی وغیرہ۔ (۲) ہم مثل اشیاء کے لیے جیسے پاؤں کے دونوں جوتے ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ اسی طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ ایک ہی نوعیت کے مجرم ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ (۳) نر و مادہ کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے، بیوی خاوند کی زوج ہے۔ ہر نر مادہ کا زوج ہے اور ہر مادہ نر کا زوج ہے۔ اور اس آیت میں غالباً اسی قسم کے زوج مراد ہیں۔ جانداروں میں ایک دوسرے کا زوج تو سب کے مشاہدہ میں آچکا ہے۔ نباتات میں بھی یہ سلسلہ قائم ہے۔ بار بردار ہوائیں نر درختوں کا تخم مادہ درختوں پر ڈال دیتی ہیں تو تب ہی ان میں پھل لگتا اور پکتا ہے اور جدید تحقیق کے مطابق یہ سلسلہ جمادات میں بھی پایا جاتا ہے۔ بجلی کا مثبت اور منفی ہونا یا ایک حقیر سے ذرہ میں الیکٹرون اور پروٹون کا مثبت اور منفی ہونا انسان کے علم میں آچکا ہے۔ مقناطیس میں بھی مثبت اور منفی سرے ہوتے ہیں۔ اور جمادات تو کیا ہر چیز ذرات ہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس نر و مادہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ چلایا کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک تیسری چیز وجود میں آتی ہے جس میں بعض دفعہ تو اصل نر اور مادہ کے کچھ کچھ خواص موجود ہوتے ہیں اور بعض دفعہ یہ تیسری چیز ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے خواص پہلی دونوں چیزوں سے بالکل جدا گانہ ہوتے ہیں اور اسی چیز کا نام کیمیا یا کیمسٹری ہے۔ انسان کا علم جس حد تک پہنچ چکا ہے وہ بہر حال محدود ہے۔ جبکہ وحی الٰہی پورا

علم ہے، جس میں یہ خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے ہیں اور ان میں غور کرنے سے انسان کو اللہ کی قدرت کاملہ سے متعلق بہت سبق ملتے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

| |
|---|
| فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ |
| اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ |
| پس تم اللہ کی طرف دوڑ چلو، بیشک میں اس کی طرف سے تمہیں کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے سوا |
| کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ، بیشک میں اس کی جانب سے تمہیں کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے حکم کا بیان

"فَفِرُّوا إِلَى اللَّه " أَيْ إِلَى ثَوَابه مِنْ عِقَابه بِأَنْ تُطِيعُوهُ وَلَا تَعْصُوهُ "إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِير مُبِين" بَيِّن الْإِنْذَار،

"وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّه إِلَهًا آخَر إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِير مُبِين" يُقَدَّر قَبْل فَفِرُّوا قُلْ لَهُمْ،

پس تم اللہ کی طرف دوڑ چلو، یعنی اس کے عذاب سے بچتے ہوئے اس کے ثواب کی جانب چلو اس طرح کہ تم اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی نہ کرو۔ بیشک میں اس کی طرف سے تمہیں کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ اور اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہ بناؤ، بیشک میں اس کی جانب سے تمہیں کھلا ڈر سنانے والا ہوں۔ یہاں پر ففروا سے پہلے قل لہم مقدر مانا جائے گا۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا مراد یہ ہے کہ اپنے گناہوں سے بھاگو اللہ کی طرف توبہ کے ذریعہ، ابوبکر وراق او جنید بغدادی نے فرمایا کہ نفس وشیطان معاصی کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور بہکانے والے ہیں، تم ان سے بھاگ کر اللہ کی طرف پناہ لو تو وہ تمہیں ان کے شر سے بچالیں گے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ |
| اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے یہی کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ |

## کفار اقوام کی تکذیب انبیاء میں مماثلت کا بیان

"كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ مِنْ رَسُول إِلَّا قَالُوا" هُوَ "سَاحِر أَوْ مَجْنُون " أَيْ مِثْل تَكْذِيبهمْ لَك بِقَوْلِهِمْ إِنَّك سَاحِر أَوْ مَجْنُون تَكْذِيب الْأُمَم قَبْلهمْ رُسُلهمْ بِقَوْلِهِمْ ذَلِكَ

اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس بھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادوگر ہے یا دیوانہ ہے۔ یعنی جس طرح انہوں نے آپ کو ساحر یا مجنون کہہ کر آپ کی تکذیب کی ہے۔ اس سے پہلے بھی کوئی امتوں نے اپنے رسولان گرامی کی ایسے ہی تکذیب کی ہے۔

## تبلیغ میں صبر وضبط کی اہمیت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ کفار جو آپ کو کہتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں ان سے پہلے کا کافروں نے بھی اپنے اپنے زمانہ کے رسولوں سے یہی کہا ہے، کافروں کا یہ قول سلسلہ بہ سلسلہ یونہی چلا آیا ہے جیسے آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کر کے جاتا ہو سچ تو یہ ہے کہ سرکشی اور سرتابی میں یہ سب یکساں ہیں اس لئے جو بات پہلے والوں کے منہ سے نکلی وہی ان کی زبان سے نکلتی ہے کیونکہ سخت دلی میں سب ایک سے ہیں پس آپ چشم پوشی کیجئے یہ مجنون کہیں جادوگر کہیں آپ صبر وضبط سے سن لیں ہاں نصیحت کی تبلیغ نہ چھوڑیئے اللہ کی باتیں پہچانتے چلے جایئے۔ جن دلوں میں ایمان کی قبولیت کا مادہ ہے وہ ایک نہ ایک روز راہ پر لگ جائیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ○ |
| کیا انھوں نے ایک دوسرے کو اس کی وصیت کی ہے؟ (نہیں) بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں۔ |
| سو آپ ان سے نظرِ التفات ہٹالیں پس آپ پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ |

## سرکشی کرنے والے لوگوں سے امید نصیحت نہ ہونے کا بیان

"أَتَوَاصَوْا بِهِ" كُلّهمْ اسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي "بَلْ هُمْ قَوْم طَاغُونَ" جَمَعَهُمْ عَلَى هَذَا الْقَوْل طُغْيَانهمْ "فَتَوَلَّ" أَعْرِض "عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ" لِأَنَّك بَلَّغْتهمْ الرِّسَالَة،

کیا انھوں نے ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کی ہے؟ نہیں، یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے۔ بلکہ یہ خود ہی سرکش لوگ ہیں۔یعنی ان کی سرکشی نے ان کو اس قول پر جمع کیا ہوا ہے۔پس آپ ان سے نظرِ التفات ہٹالیں پس آپ پر (اُن کے ایمان نہ لانے کی) کوئی ملامت نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کی رسالت ان تک پہنچ چکی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اتواصوا بہ۔ ہمزہ استفہامیہ انکار اور تنبیہ کے لئے آتا ہے۔ تواصوا مضارع جمع مذکر غائب۔ تواصی (تفاعل) مصدر بمعنی ایک دوسرے کو نصیحت کرنا۔ وصیت کرنا۔ کہہ مرنا۔ بہ میں ضمیرہ کا مرجع ان کا وہ قول کہ رسول یا تو ساحر ہے یا مجنون۔ ترجمہ ہوگا:۔ کیا ان کے اگلے اور پچھلوں کو یہی وصیت کرتے چلے آئے تھے؟

بل ہم قوم طاغون: بل حرف اضراب ہے۔ ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے۔نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ لوگ فطرتاً سرکش ونافرمان تھے۔

طاغون: اسم فاعل جمع مذکر طغیان (باب فرح) مصدر بمعنی سرکش، نافرمان، معصیت میں حد سے بڑھ جانا، سمندر کا جوش مارنا۔ طاغی کی جمع بحالت رفع ہے۔ مطلب: نہیں یہ نہیں کہ ان کے اگلے پچھلوں کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ دراصل یہ لوگ

فطرتاً ہی سرکش و نافرمان و باغی تھے۔

| |
|---|
| وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ٥وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ٥ |
| اور آپ نصیحت کرتے رہیں کہ بیشک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔اور میں نے جنات اور انسانوں کو |
| صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔ |

## جن وانس کی تخلیق میں مقصد عبادت ہونے کا بیان

"وَذَكِّرْ" عِظْ بِالْقُرْآنِ "فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَع الْمُؤْمِنِينَ" مَنْ عَلِمَ اللّٰه تَعَالَى أَنَّهُ يُؤْمِن "وَمَا خَلَقْت الْجِنّ وَالْإِنْس إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" وَلَا يُنَافِي ذٰلِكَ عَدَم عِبَادَة الْكَافِرِينَ لِأَنَّ الْغَايَة لَا يَلْزَم وُجُودهَا كَمَا فِي قَوْلك : بَرَيْت هٰذَا الْقَلَم لِأَكْتُب بِهِ فَإِنَّك قَدْ لَا تَكْتُب بِهِ،

اور آپ قرآن کے ساتھ نصیحت کرتے رہیں کہ بیشک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔کیونکہ جس نے ایمان لانا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اسی لئے پیدا کیا کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔یہ حکم کفار کی عدم عبادت کے منافی نہیں ہے۔کیونکہ غایت اس کے وجود کو لازم نہیں ہوا کرتی۔جس طرح تیرا یہ قول ہے۔کہ میں یہ قلم لکھنے کیلئے بنایا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ اس قلم سے نہیں لکھ رہے ہوتے۔

پھر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے کہ میں نے انسانوں اور جنوں کو کسی اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ صرف اس لئے کہ میں انہیں ان کے نفع کے لئے اپنی عبادت کا حکم دوں وہ خوشی ناخوشی میرے معبود برحق ہونے کا اقرار کریں مجھے پہچانیں حضرت سدی فرماتے ہیں بعض عبادتیں نفع دیتی ہیں اور بعض عبادتیں بالکل نفع نہیں پہنچاتیں جیسے قرآن میں ایک جگہ ہے کہ اگر تم ان کافروں سے پوچھو کہ آسمان وزمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یہ جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو گو یہ بھی عبادت ہے مگر مشرکوں کو کام نہ آئے گی غرض عابد سب ہیں خواہ عبادت ان کے لئے نافع ہو یا نہ ہو، اور حضرت ضحاک فرماتے ہیں اس سے مراد مسلمان انسان اور ایمان والے جنات ہیں۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں پڑھایا ہے حدیث (اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ،الذاریات:58) یہ حدیث ابوداؤد ترمذی اور نسائی میں بھی ہے امام ترمذی اسے حسن صحیح بتاتے ہیں۔غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بندگی کیلئے پیدا کیا ہے اب اس کی عبادت یکسوئی کے ساتھ جو بجالائے گا کسی کو اس کا شریک نہ کرے گا وہ انسے پوری پوری جزا عنایت فرمائے گا اور جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرے گا وہ بدترین سزائیں بھگتے گا اللہ کسی کا محتاج نہیں بلکہ کل مخلوق ہر حال اور ہر وقت میں اس کی پوری محتاج ہے بلکہ محض بیدست و پا اور سراسر فقیر ہے خالق رزاق اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| مَآ اُرِیْدُ مِنْھُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ○اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ○ |
| نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ بے شک اللہ ہی بے حد رزق |
| دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ سب کو رزق عطا کرنے والا ہے

"مَا أُرِيد مِنْهُمْ مِنْ رِزْق" لِي وَلِأَنْفُسِهِمْ وَغَيْرهمْ "وَمَا أُرِيد أَنْ يُطْعِمُونِ" وَلَا أَنْفُسهمْ وَلَا غَيْرهمْ "إِنَّ اللَّه هُوَ الرَّزَّاق ذُو الْقُوَّة الْمَتِين" الشَّدِيد

نہ میں ان سے کوئی رزق چاہتا ہوں یعنی نہ خود ان سے اور نہ ان کے سوا سے، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ یعنی نہ وہ خود اور نہ اس کے سوا، بے شک اللہ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے۔

مسند احمد میں حدیث قدسی ہے کہ اے ابن آدم میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا میں تیرا سینہ تونگری اور بے نیازی سے پر کر دونگا اور تیری فقیری روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری کو ہرگز بند نہ کروں گا ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث شریف ہے، امام ترمذی اسے حسن غریب کہتے ہیں خالد کے دونوں لڑکے حضرت حبہ اور حضرت سواء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کسی کام میں مشغول تھے یا کوئی دیوار بنا رہے تھے یا کسی چیز کو درست کر رہے تھے ہم بھی اسی کام میں لگ گئے جب کام ختم ہوا تو آپ نے ہمیں دعا دی اور فرمایا سر ہل جانے تک روزی سے مایوس نہ ہونا دیکھو انسان جب پیدا ہوتا ہے ایک سرخ بوٹی ہوتا ہے بدن پر ایک چھلکا بھی نہیں ہوتا پھر اللہ تعالیٰ اسے سب کچھ دیتا ہے (مسند احمد)

بعض آسمانی کتابوں میں ہے اے ابن آدم میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اس لئے تو اس سے غفلت نہ کر تیرے رزق کا میں ضامن ہوں تو اس میں بیجا تکلیف نہ کر مجھے ڈھونڈ تا کہ مجھے پالے جب تو نے مجھے پالیا تو یقین مان کہ تو نے سب کچھ پالیا اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا سن تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہونی چاہیے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ذاریات، بیروت)

| |
|---|
| فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِھِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ○ |
| فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِھِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ○ |
| پس یقیناً ان لوگوں کے لیے جنھوں نے ظلم کیا، ان کے ساتھیوں کی مثل کی طرح ایک باری ہے، سو وہ مجھ سے جلدی |
| نہ مانگیں غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جسکا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ |

## کفار مکہ کیلئے دوسرے کفار کی طرح عذاب ہونے کا بیان

"فَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا" أَنْفُسهمْ بِالْكُفْرِ مِنْ أَهْل مَكَّة وَغَيْرهمْ "ذَنُوبًا" نَصِيبًا مِنْ الْعَذَاب "مِثْل ذَنُوب" نَصِيب "أَصْحَابهمْ" الْهَالِكِينَ قَبْلهمْ "فَلَا يَسْتَعْجِلُونَ" بِالْعَذَابِ إنْ أَخَّرْتهمْ إلَى يَوْم الْقِيَامَة،

"فَوَيْل" شِدَّة عَذَاب "لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ" فِي "يَوْمهمْ الَّذِي يُوعَدُونَ" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة

پس یقیناً ان لوگوں یعنی اہل مکہ وغیرہ کے لیے جنھوں نے کفر کر کے ظلم کیا، ان کے ساتھیوں کی باری کی طرح عذاب کی ایک باری ہے، پس وہ مجھ سے جلدی عذاب نہ مانگیں۔ کیونکہ میں نے اس کو قیامت کے دن تک کیلئے مؤخر کر دیا ہے۔ غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی یعنی سخت عذاب ہوگا جس کا ان سے اس دن میں یعنی قیامت کے دن میں وعدہ کیا جاتا ہے۔

## لفظ ذنوب کے مفہوم اور اس پر مرتب ہونے والے عذاب کا بیان

لفظ ذنوب بفتح الذال اصل میں بڑے ڈول کو کہا جاتا ہے اور بستی کے عام کنوؤں پر پانی بھرنے کے لئے بغرض سہولت بھرنے والوں کے نمبر اور باری مقرر کر لی جاتی ہے، ہر ایک پانی بھرنے والا اپنی باری میں پانی بھرتا ہے، اس لئے یہاں لفظ ذنوب کے معنی باری اور حصہ کے لئے گئے ہیں، مراد یہ ہے کہ جس طرح پچھلی امتوں کو اپنے اپنے وقت میں عمل کرنے کا موقع اور باری دی گئی جن لوگوں نے اپنی باری میں کام نہیں کیا وہ ہلاک و برباد اور گرفتار عذاب ہوئے، اسی طرح موجودہ مشرکین کی بھی باری اور وقت مقرر ہے، اگر اس وقت تک یہ اپنے کفر سے باز نہ آئے تو خدا کا عذاب ان کو کبھی تو اسی دنیا میں اور نہیں تو آخرت میں ضرور پکڑیگا، اس لئے ان کو فرما دیجئے کہ اپنی جلد بازی سے باز آ جاؤ یعنی یہ کفار جو بطور تکذیب و انکار کے یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم واقعی مجرم ہیں اور مجرمین پر عذاب آنا آپ کے قول سے ثابت ہے تو پھر ہم پر عذاب کیوں نہیں آ جاتا؟ ان کا جواب یہ ہے کہ عذاب اپنے مقررہ وقت پر اور اپنی باری پر آتا ہے، تمہاری باری بھی آنے والی ہے جلد بازی نہ کرو۔ (تفسیر قرطبی، مظہری، سورہ ذاریات، بیروت)

پھر فرماتا ہے یہ کافر میرے عذاب کو جلدی کیوں مانگ رہے ہیں؟ وہ عذاب تو انہیں اپنے وقت پر پہنچ کر ہی رہیں گے جیسے ان سے پہلے کافروں کو پہنچے قیامت کے دن جس دن کا ان سے وعدہ ہے انہیں بڑی خرابی ہوگی۔

## سورہ ذاریات کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ ذاریات کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَۃُ الطُّوْر

## یہ قرآن مجید کی سورت طور ہے

### سورت طور کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الطُّور (مَکِّیَّۃ وَ آیَاتھَا تِسع وَاَربَعُونَ)

سورہ طور مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، انچاس آیات، تین سو بارہ کلمات، ایک ہزار پانچ سو حروف ہیں۔

### سورت طور کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا پہلا لفظ ہی طور ہے اور طور اس پہاڑ کا نام ہے جہاں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا شرف حاصل کیا۔ لہٰذا اسی مناسبت کے سبب یہ سورت طور کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت کی تلاوت وقرأت کا بیان

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں "سورہ طور" پڑھتے ہوئے سنا ہے آپ سے زیادہ خوش آواز اور آپ سے زیادہ اچھی قرأت والا میں نے تو کسی کو نہیں سنا۔ (موطا امام مالک)

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں زمانہ حج میں میں بیمار تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اپنا حال کہا تو آپ نے فرمایا تم سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پیچھے پیچھے طواف کر لو، چنانچہ میں نے سواری پر بیٹھ کر طواف کیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے تھے اور آیت (وَالطُّوْرِ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ، الطور: 1) کی تلاوت فرمار ہے تھے۔ (بخاری)

| |
|---|
| وَالطُّوْرِ ٥ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ٥ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ٥ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ٥ |
| وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ٥ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ٥ |
| قسم ہے طور کی، اور لکھی ہوئی کتاب کی، ایسے ورق میں جو کھلا ہوا ہے۔ اور آباد گھر کی، اور اونچی اٹھائی ہوئی |
| چھت کی، اور اُبلتے ہوئے سمندر کی قسم۔ |

### کلام کی تاکید کیلئے قسموں کو اٹھانے کا بیان

"وَالطُّور" أَیْ الْجَبَل الَّذِی کَلَّمَ اللّٰه عَلَیْهِ مُوسَی "فِی رَقّ مَنْشُور" أَیْ التَّوْرَاة أَوْ الْقُرْآن

"وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ" هُوَ فِي السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ أَوِ السَّادِسَةِ أَوِ السَّابِعَةِ بِحِيَالِ الْكَعْبَةِ يَزُورُهُ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ بِالطَّوَافِ وَالصَّلَاةِ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ أَبَدًا "وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ" أَيِ السَّمَاءِ "وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ" أَيِ الْمَمْلُوءِ،

قسم ہے طور یعنی وہ پہاڑ جہاں پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔کی،اور لکھی ہوئی کتاب یعنی تورات یہ قرآن کی،ایسے ورق میں جو کھلا ہوا ہے۔اور آباد گھر کی،بیت المعمور وہ گھر جو تیسرے آسمان یا چھٹے یا ساتویں آسمان پر کعبہ شریف کے مد مقابل ہے۔وہاں پر زیارت ہر دن ستر ہزار فرشتے آتے ہیں جو وہاں طواف ونماز کے ذریعے زیارت کرتے ہیں۔اور دوبارہ کبھی بھی ان کی باری نہیں آتی۔اور اونچی اٹھائی ہوئی چھت یعنی آسمان کی،اور اُبلتے ہوئے یعنی بھرے ہوئے سمندر کی قسم۔

## لفظ طور کے مفہوم کا بیان

طور کے معنی عبرانی زبان میں پہاڑ کے ہیں جس پر درخت اگتے ہوں،یہاں طور سے مراد وہ طور سینین ہے جو ارض مدین میں واقع ہے،جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ سے شرف ہم کلامی نصیب ہوا،بعض روایات حدیث میں ہے کہ دنیا میں چار پہاڑ جنت کے ہیں ان میں سے ایک طور ہے۔(تفسیر قرطبی،سورہ طور،بیروت)

## کتاب مسطور کے مفہوم کا بیان

لفظ رق دراصل پتلی باریک کھال کے لئے بولا جاتا ہے،جو لکھنے کے واسطے کاغذ کی جگہ بنائی جاتی تھی،مراد اس سے وہ چیز ہے جس پر لکھا گیا ہو،اس لئے اس کا ترجمہ کاغذ سے کر دیا جاتا ہے اور کتاب مسطور سے مراد تو انسان کا نامہ اعمال ہے جیسا کہ خلاصہ تفسیر میں لکھا گیا ہے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد قرآن کریم قرار دیا ہے۔(تفسیر قرطبی،سورہ طور،بیروت)

## لفظ رق کے لغوی مفہوم کا بیان

رَقّ بمعنی پتلا اور نرم ہونا اور رق ہر وہ چیز ہے جو پتلی اور نرم ہو۔مثلاً درختوں کے پتے جھلی،پتلا چمڑہ اور کاغذ وغیرہ (مفردات)

اور کتب سماویہ عموماً جھلی اور پتلے چمڑے پر لکھے جاتی تھیں۔تا کہ امتداد زمانہ کا ساتھ دے سکیں اور خراب نہ ہوں۔اور نشر کے معنی کھولنا بھی ہے اور پھیلانا بھی۔پہلے معنی کے لحاظ سے اس کا مطلب ہوگا وہ کتاب جس کے صفحات کھلے ہوئے ہیں،کہتے ہیں نَشَرْتُ الْكِتَابَ ثُمَّ طَوَيْتُه، میں نے کتاب کھولی پھر بند کر دی اور اس سے مراد کوئی بھی آسمانی کتاب ہو سکتی ہے بلکہ لوح محفوظ بھی اور ربط مضمون یا طور کے ذکر کے لحاظ سے تورات کی تختیاں بھی۔اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اس سے مراد اہل کتاب کی کتابوں کا وہ مجموعہ ہے جو دور نبوی میں بھی دستیاب تھا،نایاب نہیں تھا اور لوگوں میں معروف ومشہور تھا۔

## بیت معمور کی مراد کا بیان

بیت المعمور ساتویں آسمان میں عرش کے سامنے کعبہ شریف کے بالکل مقابل ہے،یہ آسمان والوں کا قبلہ ہے،ہر روز ستر ہزار

فرشتے اس میں طواف ونماز کے لئے حاضر ہوتے ہیں، پھر کبھی انہیں لوٹنے کا موقع نہیں ملتا ہر روز نئے ستر ہزار حاضر ہوتے ہیں۔
حدیث معراج میں بصحت ثابت ہوا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتویں آسمان میں بیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا۔
آباد گھر" سے مراد حضرت حسن بصری کے نزدیک بیت اللہ، یعنی خانہ کعبہ ہے جو کبھی حج اور عمرہ اور طواف وزیارت کرنے والوں سے خالی نہیں رہتا۔ اور حضرت علی، ابن عباس، عکرمہ، مجاہد، قتادہ، ضحاک، ابن زید اور دوسرے مفسرین اس سے مراد وہ بیت معمور لیتے ہیں جس کا ذکر معراج کے سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔
جس کی دیوار سے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ٹیک لگائے دیکھا تھا۔ مجاہد، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ جس طرح خانہ کعبہ اہل زمین کے لیے خدا پرستوں کا مرکز ومرجع ہے، اسی طرح ہر آسمان میں اس کے باشندوں کے لیے ایسا ہی ایک کعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں کے لیے ایسی ہی مرکزیت رکھتا ہے۔ ان ہی میں سے ایک کعبہ وہ تھا جس کی دیوار سے ٹیک لگائے حضرت ابراہیم علیہ السلام معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آئے تھے، اور اس سے حضرت ابراہیم کی مناسبت فطری تھی کیونکہ آپ ہی زمین والے کعبہ کے بانی ہیں۔ اس تشریح کو نگاہ میں رکھا جائے تو یہ دوسری تفسیر حضرت حسن بصری کی تفسیر کے خلاف نہیں پڑتی، بلکہ دونوں کو ملا کر ہم یوں سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں قسم صرف زمین ہی کے کعبہ کی نہیں کھائی گئی ہے بلکہ اس میں ان تمام کعبوں کی قسم بھی شامل ہے جو ساری کائنات میں موجود ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طور، بیروت)

## سقف مرفوع سے مراد عرش ہونے کا بیان

اس سے مراد آسمان ہے جو زمین کے لئے بمنزلہ چھت کے ہے۔ قرآن نے دوسرے مقام پر اسے 'محفوظ چھت' کہا ہے، بعض نے اس سے عرش مراد لیا ہے جو تمام مخلوقات کے لئے چھت ہے۔ (وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا، الانبیاء:32)۔
بعض نے اس سے عرش مراد لیا ہے جو تمام مخلوقات کے لیے چھت ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طور، بیروت)

## بحر مسجور کے مفہوم کا بیان

مسجور کے معنی ہیں بھڑکے ہوئے۔ بعض کہتے ہیں، اس سے وہ پانی مراد ہے جو زیر عرش ہے جس سے قیامت والے دن بارش نازل ہوگی، اس سے مردہ جسم زندہ ہو جائیں گے۔ بعض کہتے ہیں اس سے مراد سمندر ہیں ان میں قیامت والے دن آگ بھڑک اٹھے گی۔ جیسے فرمایا واذا البحار سجرت اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔ اور بعض نے مسجور کے معنی مملوء بھرے ہوئے کے لیے ہیں یعنی فی الحال سمندروں میں آگ تو نہیں ہے البتہ وہ پانی سے بھرے ہوئے ہیں امام طبری نے اس قول کو اختیار کیا ہے اس کے اور بھی کئی معنی بیان کیے گئے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا۝ |
| وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝ |

| |
|---|
| بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ جس دن آسمان سخت تھرتھراہٹ |
| کے ساتھ لرزے گا۔ اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## وقوع عذاب کے برحق ہونے کا بیان

"إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ " لَنَازِل بِمُسْتَحِقِّهِ "مَا لَهُ مِنْ دَافِعٍ " عَنْهُ "يَوْم" مَعْمُول لَوَاقِع "تَمُور السَّمَاء مَوْرًا " تَتَحَرَّك وَتَدُور "وَتَسِير الْجِبَال سَيْرًا" تَصِير هَبَاء مَنْثُورًا وَذَلِكَ فِي يَوْم الْقِيَامَة"فَوَيْل" شِدَّة عَذَاب "يَوْمئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ" أَيْ الْمُكَذِّبِينَ لِلرُّسُلِ،

بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور واقع ہو کر رہے گا۔ جو عذاب کا حقدار ہوگا۔ اسے کوئی ہٹانے والا نہیں۔ یعنی اس سے عذاب کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہاں یوم لواقع کا معمول ہے۔ جس دن آسمان سخت تھرتھراہٹ کے ساتھ لرزے گا۔ یعنی حرکت میں آئے گا اور گھومنے لگے گا۔ اور پہاڑ چلنے لگیں گے۔ یعنی وہ قیامت کے دن میں ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑنے لگیں گے۔ تو اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ ویل سے مراد عذاب کی سختی ہے۔ جو رسولان گرامی کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہے۔

## عذاب واقع اور جبیر بن مطعم کے قبول اسلام کا بیان

حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میں مسلمان ہونے سے پہلے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ اس لئے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدر کے قیدیوں کے متعلق گفتگو کروں، میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے اور آواز مسجد سے باہر تک پہنچ رہی تھی، جب یہ آیت پڑھی اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَه مِنْ دَافِعٍ ،اچانک میری یہ حالت ہوئی کہ گویا میرا دل خوف سے پھٹ جائے گا، میں نے فوراً اسلام قبول کیا، مجھے اس وقت یہ محسوس ہو رہا تھا کہ میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکوں گا کہ مجھ پر عذاب آجائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طور، بیروت)

## یوم تمور کے مفہوم کا بیان

مور کا لغوی مفہوم۔ تمور۔ مار میں بنیادی تصور حرکت اور تیز رفتاری ہے اَلنَّاقَةُ تَمُوْرُ فِي سَيْرِهَا بمعنی اونٹنی کا تیز رفتاری کی وجہ سے غبار اڑاتے چلے جانا (مفردات) اور مور بمعنی غبار بن کر ہوا میں اڑنا (فقہ اللغۃ) اور مَارَ الشَّي بمعنی کسی چیز کا تیز رفتاری کی وجہ سے آگے پیچھے ہلنا، لرزنا اور توازن کھو دینا (منجد) گویا اس دن آسمان کے انجر پنجر ہل جائیں گے وہ کانپنے، لرزنے، ہچکولے کھانے، ڈگمگانے اور بالآخر ذرات کی شکل میں تبدیل ہو کر اڑنے لگے گا۔

یعنی وہ پہاڑ جو زمین کی ڈگمگاہٹ اور ہچکولوں کو بند کرنے کے لیے زمین پر پھیلائے گئے تھے ان کی زمین میں اپنی گرفت ڈھیلی پڑ جائے گی اور وہ خود تیزی سے اڑتے پھریں گے اور ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ دھنکی ہوئی روئی کے گالے ہیں جو اڑ رہے ہیں۔

اس طرح زمین و آسمان کا سارا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ |
| جو باطل میں پڑے غفلت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ جس دن کو وہ دھکیل دھکیل کر آتش دوزخ کی طرف لائے جائیں گے۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ سو کیا یہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔ |

## کفر کے سبب دنیا کی غفلتوں میں پڑے رہنے کا بیان

"الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْض " بَاطِل "يَلْعَبُونَ" أَيْ يَتَشَاغَلُونَ بِكُفْرِهِمْ "يَوْم يُدَعُّونَ إِلَى نَار جَهَنَّم دَعًّا " يُدْفَعُونَ بِعُنْفٍ بَدَل مِنْ يَوْم تَمُور وَيُقَال لَهُمْ تَبْكِيتًا : "هَذِهِ النَّار الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ" "أَفَسِحْر هَذَا" الْعَذَاب الَّذِي تَرَوْنَ كَمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ فِي الْوَحْي هَذَا سِحْر،

جو اپنے کفر کی وجہ سے باطل بے ہودگی میں پڑے غفلت کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ جس دن کو وہ دھکیل دھکیل کر آتش دوزخ کی طرف لائے جائیں گے۔ یعنی دھکیل دیئے جائیں گے۔ یہاں لفظ یوم تمور سے بدل ہے۔ اور انہیں لاجواب کرنے کے طور پر کہہ دیا جائے گا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ پس کیا یہ عذاب جادو ہے جو تم دیکھ رہے ہو جس طرح تم وحی کے بارے میں کہتے تھے کہ جادو ہے یا تمہیں دکھائی نہیں دیتا۔

## کفار کے ہاتھ گردنوں سے باندھ کر جہنم میں ڈال دیئے جانے کا بیان

اور جہنم کے خازن کافروں کے ہاتھ گردنوں سے اور پاؤں پیشانیوں سے ملا کر باندھیں گے اور انہیں منہ کے بل جہنم میں ڈھکیل دیں گے اور ان سے کہا جائے گا۔

یعنی فرشتے ان کو سخت ذلت کے ساتھ دھکیلتے ہوئے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور وہاں پہنچا کر کہا جائے گا کہ یہ وہ آگ حاضر ہے جس کو تم جھوٹ جانتے تھے۔

یہ ان سے اس لئے کہا جائے گا کہ وہ دنیا میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سحر کی نسبت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری نظر بندی کر دی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ طور، لاہور)

| |
|---|
| اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اس میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا صبر نہ کرو، تم پر برابر ہے، تمہیں صرف انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ |

## کفار کا آتش دوزخ پر صبر کرنے یا نہ کرنے کے برابر ہونے کا بیان

"اصْلَوْهَا فَاصْبِرُوا " عَلَيْهَا "أَوْ لَا تَصْبِرُوا" صَبْركُمْ وَجَزَعكُمْ "سَوَاء عَلَيْكُمْ "لِأَنَّ صَبْركُمْ

لَا يَنفَعُكُمْ "إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" أَيْ جَزَاءَهُ،

اس میں داخل ہو جاؤ، پھر تم اس پر صبر کرو یا صبر نہ کرو، لہٰذا تمہارا صبر کرنا نہ کرنا تم پر برابر ہے، کیونکہ تمہارا صبر تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔ تمہیں صرف انہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے۔ یعنی انہی اعمال کی جزاء ہے۔

تم نے دنیا میں یہ طے کر لیا تھا کہ جو کچھ بھی ہو ہم کبھی اس دعوت حق کو قبول نہیں کریں گے اور پھر اپنی اس ہٹ دھرمی پر ڈٹ گئے تھے۔ اسی طرح تمہارے عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی تم چیخو چلاؤ یا صبر کر کے عذاب برداشت کرتے جاؤ۔ اس سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

| |
|---|
| إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّ نَعِيمٍ ۝ فٰكِهِينَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۝ |
| بیشک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ خوش اور لطف اندوز ہوں گے ان سے جن سے ان کے رب نے |
| انہیں نوازا ہوگا، اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ |

## پرہیزگاروں کا عذاب سے محفوظ رہنے کا بیان

"فَاكِهِينَ" مُتَلَذِّذِينَ "بِمَا" مَصْدَرِيَّة "آتَاهُمْ" أَعْطَاهُمْ "رَبّهمْ وَوَقَاهُمْ رَبّهمْ عَذَاب الْجَحِيم" عَطْفًا عَلَى آتَاهُمْ أَيْ بِإِتْيَانِهِمْ وَوِقَايَتهمْ وَيُقَال لَهُمْ :

بیشک پرہیزگار باغوں اور چین میں ہیں۔ خوش اور لطف اندوز ہوں گے ان عطاؤں سے جن سے ان کے رب نے انہیں نوازا ہوگا، یہاں پر لفظ فاکہین سے مراد لذیذ پھل ہیں اور ما مصدریہ ہے۔ اور اٰتاہم سے اعطاہم ہے۔ اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا۔ یہاں پر وقاہم کا عطف اٰتاہم پر ہے۔ جو اتیان ووقوع کے معنی میں ہے۔ اُن سے کہا جائے گا۔

## اہل جنت کی جنت کی نعمتوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نیک بختوں کا انجام بیان فرما رہا ہے کہ عذاب وسزا جو ان بدبختوں کو ہو رہا ہے یہ اس سے محفوظ کر کے جنتوں میں پہنچا دیئے گئے جہاں کی بہترین نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر طرح خوش حال خوش دل ہیں قسم قسم کے کھانے طرح طرح کے پینے بہترین لباس، عمدہ عمدہ سواریاں، بلند و بالا مکانات اور ہر طرح کی نعمتیں انہیں مہیا ہیں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں اللہ فرما چکا ہے کہ تمہیں میرے عذابوں سے نجات مل گئی غرض دکھ سے دور، سکھ سے مسرور، راحت ولذت میں مخمور ہیں جو چیز سامنے آتی ہے وہ ایسی ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہو نہ کسی کان نے سنا ہو نہ کسی دل پر خیال تک گذرا ہو پھر اللہ کی طرف سے بار بار مہمان نوازی کے طور پر ان سے کہا جاتا ہے کہ کھاتے پیتے رہو خوش گوار خوش ذائقہ بے تکلف مزید مرغوب چیزیں تمہارے لئے مہیا ہیں پھر ان کا دل خوش کرنے حوصلہ بڑھانے اور طبیعت میں امنگ پیدا کرنے کے لئے ساتھ ہی اعلان ہوتا ہے کہ یہ تو تمہارے اعمال کا بدلہ ہے جو تم اس جہان میں کر آئے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طور، بیروت)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَّ زَوَّجْنٰـهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ○

تم ان اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے رہے تھے خوب مزے سے کھاؤ اور پیو۔ وہ صف در صف بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے ہوں گے، اور ہم گوری رنگت، دلکش آنکھوں والی حوروں کو ان کی زوجیت میں دے دیں گے۔

## اہل جنت کیلئے کھانے پینے کا بیان

"كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا" حَال أَيْ : مُهَنَّئِينَ "بِمَا" الْبَاء سَبَبِيَّة "مُتَّكِئِينَ" حَال مِنْ الضَّمِير الْمُسْتَكِن فِي قَوْله "عَلَى سُرَر مَصْفُوفَة" بَعْضهَا إلَى جَنْب بَعْض "وَزَوَّجْنَاهُمْ" عُطِفَ عَلَى جَنَّات أَيْ قَرَنَّاهُمْ "بِحُورٍ عِين" عِظَام الْأَعْيُن حِسَانهَا،

تم ان نیک اعمال کے صلہ میں جو تم کرتے رہے تھے خوب مزے سے کھاؤ اور پیو۔ یہاں پر لفظ ہینئا حال ہے جو مہنئین کے معنی میں ہے۔ اور بما میں باء برائے سبب ہے۔ اور متکئین یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان فی جنات کی ضمیر سے حال ہے۔ وہ صف در صف بچھے ہوئے تختوں پر تکیے لگائے ایک دوسرے کی جانب بیٹھے ہوں گے، اور ہم گوری رنگت اور دلکش آنکھوں والی حوروں کو ان کی زوجیت میں دے دیں گے۔ یہاں پر زوجنا ہم کا عطف جنات پر یعنی قرنا ہم کے معنی میں ہے۔ اور حور عین سے مراد بڑی بڑی آنکھوں والی حسینائیں ہیں۔

## اہل جنت کے تاج وتخت کا بیان

مرصع اور جڑاؤ شاہانہ تخت پر بڑی بے فکری اور فارغ البالی سے تکئے لگائے بیٹھے ہوں گے ستر ستر سال گذر جائیں گے انہیں ضرورت نہ ہوگی کہ اٹھیں یا ہلیں جلیں بیشمار سلیقہ شعار ادب دان خدام ہر طرح کی خدمت کے لئے کمر بستہ جس چیز کو جی چاہے آن کی آن میں موجود آنکھوں کا نور دل کا سرور وافر و موفور سامنے بے انتہاء خوبصورت خوب سیرت گورے گورے پنڈے والی بڑی بڑی رسیلی آنکھوں والی بہت سی حوریں پاک دل عفت مآب عصمت خوش دل بہلانے اور خواہش پوری کرنے کے لئے سامنے کھڑی ہر ایک نعمت ورحمت چاروں طرف بکھری ہوئی پھر بھلا انہیں کس چیز کی کمی۔ ستر سال کے بعد جب دوسری طرف مائل ہوتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہاں اور ہی منظر ہے ہر چیز نئی ہے ہر نعمت جوبن پر ہے اس طرف کی حوروں پر نظریں ڈالتے ہیں تو ان کے نور کی چکا چوند حیرت میں ڈال دیتی ہے ان کی پیاری پیاری بھولی بھالی شکلیں اچھوتے پنڈے اور کنوار۔پنے کی شرمیلی نظریں اور جوانی کا بانکپن دل پر مقناطیسی اثر ڈالتا ہے جنتی کچھ کہے اس سے پہلے ہی وہ اپنی شیریں کلامی سے عجیب انداز سے کہتی ہیں شکر ہے کہ آپکا التفات ہماری طرف بھی ہوا غرض اسی طرح من مانی نعمتوں سے مست ہو رہے ہیں۔ پھر ان جنتیوں کے تخت باوجود قطار وار ہونے کے اس طرح نہ ہوں گے کہ کسی کو کسی کی پیٹھ ہو بلکہ آمنے سامنے ہوں گے جیسے اور جگہ ہے آیت (وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ 47)۔15 الحجر:47) تختوں پر ہوں گے اور ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے پھر فرماتا ہے ہم نے انکے نکاح میں حوریں دے رکھی ہیں جو کبھی دل میلا نہ کریں جب آنکھ پڑے جی خوش ہو جائے اور ظاہری خوبصورتی کی تو کسی

سے تعریف ہی کیا ہوسکتی ہے؟ انکے اوصاف کے بیان کی حدیثیں وغیرہ کئی مقامات پر گزر چکی ہیں اسلئے انہیں یہاں وارد کرنا کچھ چنداں ضروری نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ |
| مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ |
| اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔ |
| اور ہم ان کے ثوابِ اعمال سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے، ہر شخص اپنے ہی عمل میں گرفتار ہوگا۔ |

## اہل ایمان کی چھوٹی اولاد کو جنت میں والدین سے ملا دینے کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا" مُبْتَدَأ "وَاتَّبَعَتْهُمْ" وَأَتْبَعْنَاهُمْ وَفِي قِرَاءَة وَاتَّبَعَتْهُمْ مَعْطُوف عَلَى آمَنُوا "ذُرِّيَّتهمْ" وَفِي قِرَاءَة ذُرِّيَّاتهمْ الصِّغَار وَالْكِبَار "بِإِيمَانٍ" مِنْ الْكِبَار وَمِنْ أَوْلَادهمْ الصِّغَار "أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتهمْ" خَبَر الْمَذْكُورِينَ فِي الْجَنَّة فَيَكُونُونَ فِي دَرَجَتهمْ وَإِنْ لَمْ يَعْمَلُوا تَكْرِمَة لِلْآبَاءِ بِاجْتِمَاعِ الْأَوْلَاد إلَيْهِمْ "وَمَا أَلَتْنَاهُمْ" بِفَتْحِ اللَّام وَكَسْرهَا نَقَصْنَاهُمْ "مِنْ عَمَلهمْ مِنْ" زَائِدَة "شَيْء" يُزَاد فِي عَمَل الْأَوْلَاد "كُلّ امْرِءٍ بِمَا كَسَبَ" مِنْ عَمَلٍ خَيْر أَوْ شَرّ "رَهِين" مَرْهُون يُؤَاخَذ بِالشَّرِّ وَيُجَازَى بِالْخَيْرِ،

یہاں پر والذین آمنوا مبتداء ہے۔اور واتبعتھم سے واتبعناھم ہےاور ایک قرأت میں واتبعتھم ہے۔اور اس کا عطف آمنوا پر ہے۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد یعنی چھوٹی یا بڑی اولاد جبکہ بڑی اولاد نے ایمان میں ان کی پیروی کی، ہم ان کی چھوٹی اولاد کو بھی درجاتِ جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے۔یہ مذکورین فی الجنت کی خبر ہے۔خواہ ان کے اپنے عمل اس درجہ کے نہ بھی ہوں یہ صرف ان کے صالح آباء کے اکرام میں ہوگا۔لہٰذا ان کو جمع کر دیا جائے گا۔اور ہم ان صالح آباء کے ثوابِ اعمال سے بھی کوئی کمی نہیں کریں گے، یہاں پر لفظ التنا ہم لام کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے جس کا معنی کم کرنا ہے۔اور من عملھم میں من زائدہ ہے۔یعنی اولاد کے عمل میں اضافہ کیا جائے گا علاوہ اس کے ہر شخص اپنے ہی عمل کی جزا و سزا میں گرفتار ہوگا۔یعنی جو اس نے اچھا یا برا عمل کیا ہوگا۔یعنی برے عمل پر پکڑ ہوگی جبکہ اچھے عمل پر جزاء دی جائے گی۔

## اہل جنت کا اپنی اولاد سے ملنے کا بیان

اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے فضل و کرم اور لطف و رحم اپنے احسان اور انعام کا بیان فرماتا ہے کہ جن مومنوں کی اولاد بھی ایمان میں اپنے باپ دادا کی راہ میں لگ جائے لیکن اعمال صالحہ میں اپنے بڑوں سے کم ہو پروردگار ان کے نیک اعمال کا بدلہ بڑھا چڑھا کر

انہیں ان کے بڑوں کے درجے میں پہنچا دے گا تا کہ بڑوں کی آنکھیں چھوٹوں کو اپنے پاس دیکھ کر ٹھنڈی رہیں اور چھوٹے بھی اپنے بڑوں کے پاس ہشاش بشاش رہیں ان کے عملوں کی بڑھوتری ان کے بزرگوں کے اعمال کی کمی سے نہ کی جائے گی بلکہ محسن ومہربان اللہ انہیں اپنے معمور خزانوں میں سے عطا فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس اس آیت کی تفسیر یہی فرماتے ہیں۔ایک مرفوع حدیث بھی اس مضمون کی مروی ہے ایک اور روایت میں ہے کہ جب جنتی شخص جنت میں جائے گا اور اپنے ماں باپ اور بیوی بچوں کو نہ پائے گا تو دریافت کرے گا کہ وہ کہاں ہیں جواب ملے گا کہ وہ تمہارے مرتبہ تک نہیں پہنچے یہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تو اپنے لئے اور انکے لئے نیک اعمال کئے تھے چنانچہ حکم دیا جائے گا اور انہیں بھی ان کے درجے میں پہنچا دیا جائے گا۔

یہ بھی مروی ہے کہ جنتیوں کے بچوں نے ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے وہ تو ان کے ساتھ ملا دیئے جائیں گے لیکن ان کے جو چھوٹے بچے چھٹ پن ہی میں انتقال کر گئے تھے وہ بھی ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔حضرت ابن عباس، شعبی، سعید بن جبیر ابراہیم قتادہ ابوصالح ربیع بن انس ضحاک بن زید بھی یہی کہتے ہیں امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت خدیجہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچوں کی نسبت دریافت کیا جو زمانہ جاہلیت میں مرے تھے تو آپ نے فرمایا وہ دونوں جہنم میں ہیں، پھر جب مائی صاحبہ کو غمگین دیکھا تو فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تمہارے دل میں ان کا بغض پیدا ہو جاتا مائی صاحبہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بچہ جو آپ سے ہوا وہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جنت میں ہے مومن مع اپنی اولاد کے جنت میں ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی یہ تو ہوئی ماں باپ کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اولاد کی بزرگی اب اولاد کی دعا خیر کی وجہ سے ماں باپ کی بزرگی ملاحظہ وہ مسند احمد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کا درجہ جنت میں دفعۃً بڑھاتا ہے وہ دریافت کرتا ہے کہ اللہ میرا یہ درجہ کیسے بڑھ گیا؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیری اولاد نے تیرے لئے استغفار کیا اس بنا پر میں نے تیرا درجہ بڑھا دیا اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہیں گو بخاری مسلم میں ان لفظوں سے نہیں آئی لیکن اس جیسی ایک روایت صحیح مسلم میں اسی طرح مروی ہے کہ ابن آدم کے مرتے ہی اس کے اعمال موقوف ہو جاتے ہیں لیکن تین عمل کہ وہ مرنے کے بعد بھی ثواب پہنچاتے رہتے ہیں۔

صدقہ جاریہ علم دین جس سے نفع پہنچتا ہے نیک اولاد جو مرنے والے کے لئے دعائے خیر کرتی رہے چونکہ یہاں بیان ہوا تھا کہ مومنوں کی اولاد کے درجے بے عمل بڑھا دیئے گئے تھے تو ساتھ ہی ساتھ اپنے اس فضل کے بعد اپنے عدل کا بیان فرماتا ہے کہ کسی کو کسی کے اعمال میں پکڑا نہ جائے گا بلکہ ہر شخص اپنے اپنے عمل میں رہن ہوگا باپ کا بوجھ بیٹے پر اور بیٹے کا باپ پر نہ ہوگا جیسے اور جگہ ہے آیت (كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ، المدثر:38)، ہر شخص اپنے کئے ہوئے کاموں میں گرفتار ہے مگر وہ جن کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پہنچے وہ جنتوں میں بیٹھے ہوئے گنہگاروں سے دریافت کرتے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ طور، بیروت)

وَ اَمۡدَدۡنٰہُمۡ بِفَاکِہَۃٍ وَّ لَحۡمٍ مِّمَّا یَشۡتَہُوۡنَ ۝ یَتَنَازَعُوۡنَ فِیۡہَا کَاۡسًا لَّا لَغۡوٌ فِیۡہَا وَ لَا تَاۡثِیۡمٌ ۝

وَ یَطُوۡفُ عَلَیۡہِمۡ غِلۡمَانٌ لَّہُمۡ کَاَنَّہُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّکۡنُوۡنٌ ۝

اور ہم انہیں پھل اور گوشت، جو وہ چاہیں گے زیادہ سے زیادہ دیتے رہیں گے۔ وہاں یہ لوگ جھپٹ جھپٹ کر جام لیں گے، اس میں نہ کوئی بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ گاری ہوگی۔ اور نوجوان ان کے اِردگرد گھومتے ہوں گے، گویا وہ غلاف میں چھپائے ہوئے موتی ہیں۔

## اہل جنت کیلئے پھلوں اور گوشت کے ہونے کا بیان

"وَأَمۡدَدۡنَاهُمۡ" زِدۡنَاهُمۡ فِي وَقۡت بَعۡد وَقۡت "بِفَاكِهَةٍ وَلَحۡم مِمَّا يَشۡتَهُونَ" وَإِنۡ لَمۡ يُصَرِّحُوا بِطَلَبِهِ،

"يَتَنَازَعُونَ" يَتَعَاطَوۡنَ بَيۡنهمۡ "فِيهَا" أَيۡ الۡجَنَّة "كَأۡسًا" خَمۡرًا "لَا لَغۡو فِيهَا" أَيۡ بِسَبَبِ شُرۡبهَا يَقَع بَيۡنهمۡ "وَلَا تَأۡثِيم" بِهِ يَلۡحَقهُمۡ بِخِلَافِ خَمۡر الدُّنۡيَا،

"وَيَطُوف عَلَيۡهِمۡ" لِلۡخِدۡمَةِ "غِلۡمَان" أَرِقَّاء "لَهُمۡ كَأَنَّهُمۡ" حُسۡنًا وَلَطَافَة "لُؤۡلُؤ مَكۡنُون" مَصُون فِي الصَّدَف لِأَنَّهُ فِيهَا أَحۡسَن مِنۡهُ فِي غَيۡرهَا،

اور ہم انہیں پھل اور گوشت، جو وہ چاہیں گے وقفہ سے وقفہ زیادہ سے زیادہ دیتے رہیں گے۔ اگر چہ وہ اس کو طلب کرنے پر اصرار نہ کریں گے۔ وہاں یعنی جنت یہ لوگ جھپٹ جھپٹ کر شراب طہور کے جام لیں گے، اس شراب جنت میں اس کو پینے کی وجہ سے نہ کوئی بیہودہ گوئی ہوگی اور نہ گناہ گاری ہوگی۔ یعنی جو انہیں دنیا میں لاحق ہوتی ہے وہ گناہگاری وہاں نہ ہوگی۔ اور نوجوان خدمت گزار ان کے اِردگرد گھومتے ہوں گے، گویا وہ غلاف میں چھپائے ہوئے موتی ہیں۔ یعنی وہ حسن ولطافت میں موتی ہوں گے کیونکہ جو موتی صدف میں ہوتا ہے وہ اس موتی سے کہیں زیادہ حسین ہوتا ہے جس صدف کے سوا ہوتا ہے۔

## اہل جنت کیلئے مختلف کھانوں کے ہونے کا بیان

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان جنتیوں کو قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے گوشت دیئے جاتے ہیں جس چیز کو جی چاہے جس پر دل آئے وہ یک لخت موجود ہو جاتی ہے شراب طہور کے چھلکتے ہوئے جام ایک دوسرے کو پلا رہے ہیں جس کے پینے سے سرور اور کیف لطف اور بہار حاصل ہوتا ہے لیکن بدزبانی بیہودہ گوئی نہیں ہوتی ہذیان نہیں بکتے بیہوش نہیں ہوتے سچا سرور اور پوری خوشی حاصل بک جھک سے دور گناہ سے غافل باطل وکذب سے دور غیبت وگناہ سے نفور دنیا میں شرابیوں کی حالت دیکھی ہوگی کہ ان کے سر میں چکر پیٹ میں درد عقل زائل بکواس بہت بو بری چہرے بیرونق اسی طرح شراب کے بدذائقہ اور بدبو یہاں جنت کی شراب ان تمام گندگیوں سے کوسوں دور ہے یہ رنگ میں سفید پینے میں خوش ذائقہ نہ اس کے پینے سے حواس معطل ہوں نہ بک جھک ہو نہ بہکیں نہ بھٹکیں نہ مستی ہو نہ اور کسی طرح ضرر پہنچائے ہنسی خوشی اس پاک شراب کے جام پلا رہے ہوں گے ان کے غلام کمسن نوعمر بچے جو حسن

وخوبی میں ایسے ہیں جیسے مروارید ہوں اور وہ بھی ڈبے میں بند رکھے گئے ہوں کسی کا ہاتھ بھی نہ لگا ہو اور ابھی ابھی تازے تازے نکالے ہوں ان کی آبداری صفائی چمک دمک روپ رنگ کا کیا پوچھنا؟ لیکن ان غلمان کے حسین چہرے انہیں بھی ماند کر دیتے ہیں اور جگہ یہ مضمون ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے آیت (یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ، الواقعۃ:17) یعنی ہمیشہ نوعمر اور کمسن رہنے والے بچے آبخورے آفتابے اور ایسی شراب صاف کے جام کہ جن کے پینے سے نہ سر میں درد ہو نہ بہکیں اور جس قسم کا میوہ یہ پسند کریں اور جس پرند کا گوشت یہ چاہیں ان کے پاس بار بار لانے کے لئے چاروں طرف کمر بستہ چل رہے ہیں اس دور شراب کے وقت آپس میں گھل مل کر طرح طرح کی باتیں کریں گے دنیا کے احوال یاد آئیں گے کہیں گے کہ ہم دنیا میں جب اپنے والوں میں تھے تو اپنے رب کے آج کے دن کے عذاب سے سخت لرزاں و ترساں تھے الحمد اللہ رب نے ہم پر خاص احسان کیا اور ہمارے خوف کی چیز سے ہمیں امن دیا ہم اسی سے دعائیں اور التجائیں کرتے رہے اس نے ہماری دعائیں قبول فرمائیں اور ہمارا قول پورا کر دیا یقیناً وہ بہت ہی نیک سلوک اور رحم والا ہے۔

مسند بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی اپنے دوستوں سے ملنا چاہے گا تو ادھر دوست کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہوگی اس کا تخت اڑے گا اور راستہ میں دونوں مل جائیں گے اپنے اپنے تختوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے باتیں کرنے لگیں گے دنیا کے ذکر کو چھیڑیں گے اور کہیں گے کہ فلاں دن فلاں جگہ ہم نے اپنی بخشش کی دعا مانگی تھی اللہ نے اسے قبول فرمایا۔ اس حدیث کی سند کمزور ہے حضرت مائی عائشہ نے جب اس آیت کی تلاوت کی تو یہ دعا پڑھی (اللھم من علینا وقنا عذاب السموم انک انت البر الرحیم) حضرت اعمش راوی حدیث سے پوچھا گیا کہ اس آیت کو پڑھ کر یہ دعا ام المومنین نے نماز میں مانگی تھی؟ جواب دیا ہاں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ○ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ○ |
| فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ○ |
| اور ان کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ کہیں گے بلاشبہ ہم اس سے پہلے اپنے |
| گھر والوں میں ڈرنے والے تھے۔ پس اللہ نے ہم پر احسان فرما دیا اور ہمیں نارِ جہنم کے عذاب سے بچا لیا۔ |

## اہل جنت کے باہمی کلام کرنے کا بیان

"وَأَقْبَلَ بَعْضهمْ عَلَى بَعْض يَتَسَاءَلُونَ" يَسْأَل بَعْضهمْ بَعْضًا عَمَّا كَانُوا عَلَيْهِ وَمَا وَصَلُوا إلَيْهِ تَلَذُّذًا وَاعْتِرَافًا بِالنِّعْمَةِ

"قَالُوا" إيمَاء إلَى عِلَّة الْوُصُول "إنَّا كُنَّا قَبْل فِي أَهْلنَا" فِي الدُّنْيَا "مُشْفِقِينَ" خَائِفِينَ مِنْ عَذَاب اللَّه

"فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا" بِالْمَغْفِرَةِ "وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُوْم" النَّار لِدُخُولِهَا فِي الْمَسَامّ وَقَالُوا إِيمَاءً أَيْضًا

اوران کے بعض بعض پر متوجہ ہوں گے، ایک دوسرے سے سوال کرتے ہوں گے۔ جو کام وہ دنیا میں کرتے تھے اور جو انہیں عطاء ہوا ہوگا۔ یہ بہ طور لذت اور نعمت کے اعتراف کے طور پر ہوگا۔ کہیں گے، یعنی سبب وصول کی علت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ بلاشبہ ہم اس سے پہلے دنیا میں اپنے گھر والوں میں اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے تھے۔ پس اللہ نے ہمیں بخش کر ہم پر احسان فرمادیا اور ہمیں نارِ جہنم کے عذاب سے بچالیا۔ جہنم کی آگ کو سموم اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ مسامات میں داخل ہوجاتی ہے۔ لہٰذا وہ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہوں گے۔

یعنی جنتی جنت میں ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ دنیا میں کس حال میں تھے اور کیا عمل کرتے تھے، اور یہ دریافت کرنا نعمتِ الٰہی کے اعتراف کے لئے ہوگا۔

یعنی دنیا میں بیتے ہوئے ایام کی یادتازہ کرنا چاہیں گے اور کہیں گے ہمیں تو ہر وقت یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ ہم سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوجائے جس کی پاداش میں اللہ کے حضور ہماری جواب طلبی اور گرفت ہوجائے۔ اور گھر والوں کا ذکر اس لیے کریں گے کہ انسان دنیا میں بہت سے گناہ کے کام محض اہل وعیال کی خاطر کرتا ہے۔ مال ودولت کی ہوس کی وجہ سے اسے مال کمانے میں حرام وحلال کی تمیز نہیں رہتی۔

| |
|---|
| اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ○ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ○ |
| بیشک ہم پہلے سے ہی اسی کی عبادت کیا کرتے تھے، بیشک وہ احسان فرمانے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ |
| سو آپ نصیحت فرماتے رہیں پس آپ اپنے رب کے فضل وکرم سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ دیوانے۔ |

## مشرکین کو دعوت توحید دیتے رہنے کا بیان

"إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْل" أَيْ فِي الدُّنْيَا "نَدْعُوهُ" نَعْبُدهُ مُوَحِّدِينَ "إِنَّهُ" بِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا وَإِنْ كَانَ تَعْلِيلًا مَعْنًى وَبِالْفَتْحِ تَعْلِيلًا لَفْظًا "هُوَ الْبَرّ" الْمُحْسِن الصَّادِق فِي وَعْده "الرَّحِيم" الْعَظِيم الرَّحْمَة،

"فَذَكِّرْ" دُمْ عَلَى تَذْكِير الْمُشْرِكِينَ وَلَا تَرْجِع عَنْهُ لِقَوْلِهِمْ لَك كَاهِن مَجْنُون "فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبّك" بِإِنْعَامِهِ عَلَيْك "بِكَاهِنٍ" خَبَر مَا "وَلَا مَجْنُون" مَعْطُوف عَلَيْهِ،

بیشک ہم پہلے یعنی دنیا سے ہی اسی کی عبادت کیا کرتے تھے، یعنی ہم توحید والے اسی کی عبادت کرتے تھے۔ یہاں پر لفظ اِنَّ کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے جب یہ نیا جملہ ہو۔ جب معنوی تعلیل کیلئے ہو اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جب لفظی تعلیل ہو۔ بیشک وہ احسان فرمانے والا یعنی اپنے وعدے میں سچا ہے۔ بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ پس آپ نصیحت فرماتے رہیں یعنی آپ دائمی طور پر مشرکین کو نصیحت کرتے رہیں۔ اور ان کے قول کاہن ومجنون وغیرہ کے سبب ان سے توجہ نہ ہٹائیں۔ پس آپ اپنے رب کے

فضل وکرم سے نہ تو کاہن (یعنی جنات کے ذریعے خبریں دینے والے) ہیں اور نہ دیوانے۔ یعنی جو اس ذات نے آپ پر انعام کیا ہے۔ یہاں پر لفظ کاہن یہ ماء کی خبر ہے اور لا مجنون کا اس پر عطف کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کی رسالت اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہیں ساتھ ہی بدکاروں نے جو بہتان آپ پر باندھ رکھے تھے ان سے آپ کی صفائی کرتا ہے کاہن اسے کہتے ہیں جس کے پاس کبھی کبھی کوئی خبر جن پہنچا دیتا ہے تو ارشاد ہوا کہ دین حق کی تبلیغ کیجئے۔ الحمد اللہ آپ نہ تو جنات والے ہیں نہ جنوں والے۔

| |
|---|
| اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ۝ |
| کیا کہتے ہیں کہ شاعر ہیں؟ ہم ان کے حق میں حوادث زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں؟۔ فرما دیجئے: تم منتظر رہو |
| اور میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ |

## کفار کی ہلاکت کے انتظار کا بیان

"أَمْ" بَلْ "يَقُولُونَ" هُوَ "شَاعِر نَتَرَبَّص بِهِ رَيْب الْمَنُون" حَوَادِث الدَّهْر فَيَهْلَك كَغَيْرِهِ مِنْ الشُّعَرَاء،

"قُلْ تَرَبَّصُوا" هَلَاكِي "فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ" هَلَاككُمْ فَعُذِّبُوا بِالسَّيْفِ يَوْم بَدْر وَالتَّرَبُّص الِانْتِظَار،

یہاں پر اَم بہ معنی بل ہے۔ کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں؟ ہم ان کے حق میں حوادث زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں؟۔ یعنی دوسرے شعراء کی طرح ان کا بھی اختتام ہو جائے گا۔ فرما دیجئے: تم بھی میرے اختتام پر منتظر رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ تمہاری ہلاکت کا انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ لہٰذا انہیں بدر کے دن تلوار کے عذاب سے ہلاک کیا گیا۔ اور تربص کا معنی انتظار ہے۔

پھر کافروں کا قول نقل فرماتا ہے کہ یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شاعر ہیں انہیں کہنے دو جو کہہ رہے ہیں ان کے انتقال کے بعد ان کی سی کون کہے گا؟ ان کا یہ دین ان کے ساتھ ہی فنا ہو جائے گا پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا جواب دینے کو فرماتا ہے کہ اچھا ادھر تم انتظار کرتے ہو ادھر میں بھی منتظر ہوں دنیا دیکھ لے گی کہ انجام کار غلبہ اور غیر فانی کامیابی کسے حاصل ہوتی ہے؟ دار الندوہ میں قریش کا مشورہ ہوا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی مثل اور شاعروں کے ایک شعر گو ہیں انہیں قید کر لو ہیں یہ ہلاک ہو جائیں گے جس طرح زہیر اور نابغہ شاعروں کا حشر ہوا۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۝ |
| کیا ان کی عقلیں انہیں یہ سمجھاتی ہیں یا وہ سرکش وباغی لوگ ہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ |
| اس نے اس کو از خود گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ مانتے ہی نہیں ہیں۔ |

## کفار کا قرآن مجید پر بہتان باندھنے کا بیان

"أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ" عُقُولُهُمْ "بِهَذَا" قَوْلُهُمْ لَهُ : سَاحِر كَاهِن مَجْنُون أَيْ لَا تَأْمُرُهُمْ بِذَلِكَ "أَمْ" بَلْ "هُمْ قَوْم طَاغُونَ" بِعِنَادِهِمْ

"أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ" اخْتَلَقَ الْقُرْآن لَمْ يَخْتَلِقهُ "بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ" اسْتِكْبَارًا فَإِنْ قَالُوا اخْتَلَقَهُ،

کیاان کی عقلیں انہیں یہ بے عقلی کی باتیں سجھاتی ہیں جس کی وجہ سے ان کا یہ قول یہ آپ ساحر، کاہن مجنون ہیں۔یعنی وہ ان کو ایسا حکم نہیں دیتیں۔یہاں پر بھی ام بہ معنی بل ہے۔ بلکہ وہ لوگ عناد کی وجہ سے سرکش و باغی لوگ ہیں۔یا وہ کہتے ہیں کہ اس رسول نے اس قرآن کو از خود گھڑ لیا ہے، حالانکہ آپ نے اس کو گھڑا نہیں ہے۔ بلکہ وہ حق کو مانتے ہی نہیں ہیں۔یعنی بہ طور تکبر ان کا یہ گھڑنے والا قول ہے۔

پھر فرماتا ہے کیا ان کی دانائی انہیں یہی سمجھاتی ہے کہ باوجود جاننے کے پھر بھی تیری نسبت غلط افواہیں اڑائیں اور بہتان بازی کریں حقیقت یہ ہے کہ یہ بڑے سرکش گمراہ اور عناد رکھنے والے لوگ ہیں دشمنی میں آ کر واقعات سے چشم پوشی کر کے آپ کو مفت میں برا بھلا کہتے ہیں کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود آپ بنالیا ہے؟ فی الواقع ایسا تو نہیں لیکن ان کا کفران کے منہ سے یہ غلط اور جھوٹ بات نکلوا رہا ہے اگر یہ سچے ہیں تو پھر یہ خود بھی مل جل کر ہی ایک ایسی بات بنا کر دکھا دیں یہ کفار قریش تو کیا؟ اگر ان کیساتھ روئے زمین کے جنات وانسان مل جائیں جب بھی اس قرآن کی نظیر سے وہ سب عاجز رہیں گے اور پورا قرآن تو بڑی چیز ہے اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی قیامت تک بنا کر نہیں لا سکتے۔

| |
|---|
| فَلْيَاتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ○اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ○ |
| پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی خالق ہیں۔ |

## وجود مخلوق سے وجود خالق پر دلیل ہونے کا بیان

"فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ" مُخْتَلَق "مِثْله إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ" فِي قَوْلهمْ "أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْر شَيْء" مِنْ غَيْر خَالِق "أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ" أَنْفُسهمْ وَلَا يُعْقَل مَخْلُوق بِغَيْرِ خَالِق وَلَا مَعْدُوم يَخْلُق فَلَا بُدّ لَهُمْ مِنْ خَالِق هُوَ اللّٰه الْوَاحِد فَلِمَ لَا يُوَحِّدُونَهُ وَيُؤْمِنُونَ بِرَسُولِهِ وَكِتَابه،

پس وہ اس جیسی ایک ہی بات بنا کر لے آئیں، اگر سچے ہیں۔یعنی اگر وہ اپنے قول کہ قرآن گھڑا ہوا ہے تو وہ بھی ایک ہی آیت اس کی مثل گھڑ کر لے آئیں۔کیا وہ کسی شے کے بغیر ہی پیدا کر دیئے گئے ہیں یا وہ خود ہی خالق ہیں۔لہٰذا یہ بات عقل میں آنے والی نہیں ہے کہ کوئی چیز ہو لیکن وہ بغیر خالق ہو اور اسی طرح یہ عقل میں آنے والی بات نہیں ہے کہ معدوم چیز نے کسی چیز کی تخلیق کر دی ہو۔لہٰذا خالق کا ہونا ثابت ہوگا۔اور وہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔لہٰذا اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے۔پس وہ اس کی توحید پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ہی اس کے رسولان گرامی اور اس کی کتابوں پر ایمان لاتے ہیں۔

## بتوں کے خود مخلوق ہونے کا بیان

کیا وہ ماں باپ سے پیدا نہ ہوئے، جماد بےعقل ہیں جن پر حجت قائم نہ کی جائے گی ایسا نہیں یا یہ معنی ہیں کہ کیا وہ نطفہ سے پیدا نہیں ہوئے اور کیا انہیں خدا نے نہیں بنایا۔

کہ انہوں نے اپنے آپ کو خود ہی بنالیا ہو یہ بھی محال ہے تو لامحالہ انہیں اقرار کرنا پڑے گا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پھر کیا سبب ہے کہ وہ اس کی عبادت نہیں کرتے اور بتوں کو پوجتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ طور، لاہور)

| |
|---|
| اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝ |
| یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس تیرے رب |
| کے خزانے ہیں، یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟ |

## زمین وآسمان کی تخلیق سے حق عبادت پر دلیل ہونے کا بیان

"اَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَات وَالْاَرْض" وَلَا يَقْدِر عَلَى خَلْقهمَا إِلَّا اللّٰه الْخَالِق فَلِمَ لَا يَعْبُدُونَهُ "بَلْ لَا يُوقِنُونَ" بِهِ وَإِلَّا لَآمَنُوا بِنَبِيِّهِ

"اَمْ عِنْدهمْ خَزَائِن رَبّك" مِنَ النُّبُوَّة وَالرِّزْق وَغَيْرهمَا فَيَخُصُّوا مَنْ شَاءُوا بِمَا شَاءُوا "اَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ" الْمُتَسَلِّطُونَ الْجَبَّارُونَ وَفِعْله سَيْطَرَ وَمِثْله بَيْطَرَ وَبَيْقَرَ،

یا انھوں نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی تخلیق پر کوئی قادر ہی نہیں ہے۔ لہٰذا وہ اس کی عبادت کیوں نہیں کرتے۔ بلکہ وہ یقین نہیں کرتے۔ ورنہ وہ نبی مکرم ﷺ پر ایمان لے آتے۔ یا ان کے پاس تیرے رب کے خزانے ہیں، یعنی جو نبوت اور روزق وغیرہ ہے۔ جبکہ ان کے ساتھ وہ خاص فرماتا ہے جسے وہ چاہتا ہے۔ یا وہی حکم چلانے والے ہیں؟ یعنی وہ مسلط حکمران ہیں۔ اور اس کا فعل سیطر اور اس کی مثل بیطر اور بیقر ہے۔

یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سنا رہا ہے وہ اللہ کا کلام نہیں؟ بلکہ اپنے دل سے گھڑ لایا؟ اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا؟ سو نہ ماننے کے ہزار بہانے۔ جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہے وہ اسی طرح کے بیسروپا احتمالات نکالا کرتا ہے ورنہ آدمی ماننا چاہے تو اتنی بات سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں لا سکتے۔ اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین، اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کسی سے ممکن نہیں، اس کے قرآن جیسا قرآن بنالانا بھی محال ہے۔

| |
|---|
| اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ |
| یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے وہ اس میں کان لگا کر باتیں سن لیتے ہیں؟ سو جو ان میں سے سننے والا ہے |

اُسے چاہئے کہ روشن دلیل لائے۔ یا اس کے لیے تو بیٹیاں ہیں اور تمھارے لیے بیٹے؟

## مشرکین کے بے تکے نظریات فاسدہ کا بیان

"أَمْ لَهُمْ سُلَّم " مَرْقَى إِلَى السَّمَاء "يَسْتَمِعُونَ فِيهِ" أَيْ عَلَيْهِ كَلام الْمَلَائِكَة حَتَّى يُمْكِنهُمْ مُنَازَعَة النَّبِيّ بِزَعْمِهِمْ إِنْ ادَّعَوْا ذَلِكَ "فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعهمْ " مُدَّعِي الِاسْتِمَاع عَلَيْهِ "بِسُلْطَانٍ مُبِين" بِحُجَّةٍ بَيِّنَة وَاضِحَة وَلِشِبْهِ هَذَا الزَّعْم بِزَعْمِهِمْ أَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات اللَّه "أَمْ لَهُ الْبَنَات" بِزَعْمِكُمْ "وَلَكُمْ الْبَنُونَ" تَعَالَى اللَّه عَمَّا زَعَمْتُمُوهُ،

یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ اس آسمان میں کان لگا کر باتیں سن لیتے ہیں؟ یعنی فرشتوں کا کلام سنتے ہوں تو پھر ان کیلئے نبی کریم ﷺ سے منازعت ممکن ہو جائے۔ جس طرح ان کے دعویٰ میں ان کا گمان ہے۔ سو جو ان میں سے سننے والا ہے یعنی سننے کا مدعی ہے اسے چاہئے کہ روشن دلیل لائے۔ کیونکہ ان کا یہ وہم اس وہم کے مشابہ ہے۔ کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں۔ یا اس کے لیے تو بیٹیاں ہیں جس طرح تمہارا گمان ہے۔ اور تمھارے لیے بیٹے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے جس طرح تم نے گمان کیا ہوا ہے۔

پھر فرمایا کیا تو اپنی تبلیغ پر ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتا ہے جو ان پر بھاری پڑے؟ یعنی نبی اللہ دین اللہ کے پہنچانے پر کسی سے کوئی اجرت نہیں مانگتے پھر انہیں یہ پہنچانا کیوں بھاری پڑتا ہے؟ کیا یہ لوگ غیب دان ہیں؟ نہیں بلکہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق میں سے کوئی بھی غیب کی باتیں نہیں جانتا کیا یہ لوگ دین اللہ اور رسول اللہ کی نسبت بکواس کر کے خود رسول کو مومنوں اور عام لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں یاد رکھو یہی دھوکے باز دھوکے میں رہ جائیں گے اور اخروی عذاب سمیٹیں گے پھر فرمایا کیا اللہ کے سوا ان کے اور معبود ہیں؟ اللہ کی عبادت میں بتوں کو اور دوسری چیزوں کو یہ کیوں شریک کرتے ہیں؟ اللہ تو شرکت سے مبرا شرک سے پاک اور مشرکوں کے اس فعل سے سخت بیزار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ۝ |
| کیا آپ ان سے کوئی اُجرت طلب فرماتے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ |
| کیا ان کے پاس غیب ہے کہ وہ لکھ لیتے ہیں۔ |

## کفار سے دعوت دین پر کوئی اجرت نہ لینے کا بیان

"أَمْ تَسْأَلهُمْ أَجْرًا" عَلَى مَا جِئْتُمْ بِهِ مِنْ الدِّين "فَهُمْ مِنْ مَغْرَم" غُرْم ذَلِكَ "مُثْقَلُونَ" فَلَا يُسْلِمُونَ

"أَمْ عِنْدهمْ الْغَيْب" أَيْ عِلْمه "فَهُمْ يَكْتُبُونَ" ذَلِكَ حَتَّى يُمْكِنهُمْ مُنَازَعَة النَّبِيّ صَلَّى اللَّه

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَعْثِ وَأُمُورِ الْآخِرَةِ بِزَعْمِهِمْ،

کیا آپ ان سے کوئی اُجرت طلب فرماتے ہیں یعنی اس کے بدلے میں جو آپ دین لے کر آئے ہیں۔ کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ اسلام کو قبول نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ لکھ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کیلئے نبی کریم ﷺ کی بعثت میں اور ان کے خیال کے مطابق امور آخرت سے متعلق جھگڑا کرنا ممکن ہو سکے۔

## اہل باطل کے مذہب باطل پر کوئی دلیل نہ ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس کے نزدیک الغیب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ جس میں تمام کائنات کا اندراج ہوتا ہے فھو یکتبون کہ جہاں سے وہ لکھ لیتے ہیں۔ بیضاوی کا بھی یہی قول ہے۔

قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جواب ہے کافروں کے قول کا۔ کافروں نے کہا تھا کہ نتربص بہ ریب المنون۔ اللہ نے اس کا جواب دیا۔ کیا ان کو علم غیب ہے کہ (حضرت) اس صورت میں فھو یکتبون کا ترجمہ ہوگا۔ جس کی بنا پر وہ فیصلہ دے رہے ہیں۔ یکتبون بمعنی یحکمون ہے۔

یعنی کیا خود ان پر اللہ اپنی وحی بھیجتا اور پیغمبروں کی طرح اپنے بھید پر مطلع کرتا ہے جسے یہ لوگ لکھ لیتے ہیں جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے۔ اس لیے ان کو آپ کی پیروی کی ضرورت نہیں۔

| |
|---|
| أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ |
| سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ |
| یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔ |
| کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے، اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ |

## دار ندوہ میں کفار مکہ کی نبی کریم ﷺ کے خلاف سازش کرنے کا بیان

"أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا" بِك لِيُهْلِكُوك فِي دَار النَّدْوَة "فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ" الْمَغْلُوبُونَ الْمُهْلَكُونَ فَحَفِظَهُ اللَّه مِنْهُمْ ثُمَّ أَهْلَكَهُمْ بِبَدْرٍ

"أَمْ لَهُمْ إِلَه غَيْر اللَّه سُبْحَان اللَّه عَمَّا يُشْرِكُونَ" بِهِ مِنَ الْآلِهَة وَالِاسْتِفْهَام بِأَمْ فِي مَوَاضِعهَا لِلتَّقْبِيحِ وَالتَّوْبِيخ،

یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ تا کہ آپ کو دار ندوہ میں ختم کر دیں۔ (نعوذ باللہ) تو جن لوگوں نے کفر کیا وہی چال میں آنے والے ہیں۔ یعنی وہ خود ہلاک ہونے والے ہیں۔ پس اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی جبکہ ان ہیں بدر میں ہلاک کر دیا۔ کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی معبود ہے، اللہ ہر اس چیز سے پاک ہے جسے یعنی جن دوسرے معبودان باطلہ کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ کیونکہ

استفہام جب اَم کے ساتھ آئے تو وہ تمام مقامات پر قباحت وتوبیخ کیلئے آیا کرتا ہے۔

## دارندوہ والوں کی سازش کا بیان

دارالندوہ میں جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے نبی ہادیِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضرر وقتل کے مشورے کرتے ہیں۔ انکے مکر وکید کا وبال انہیں پر پڑے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے مکر سے محفوظ رکھا اور انہیں بدر میں ہلاک کیا۔ (تفسیر خازن، سورہ طور، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ○فَذَرْهُمْ |
| حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ○ |
| اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا دیکھ لیں تو کہہ دیں گے یہ ایک تہ بہ تہ بادل ہے۔ سو آپ ان کو (اُن کے حال پر) |
| چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے آملیں جس میں وہ ہلاک کردیئے جائیں گے۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم ﷺ سے آسمان گرادینے کا مطالبہ کرنے کا بیان

"وَاِنْ يَرَوْا كِسْفًا" بَعْضًا "مِنَ السَّمَاء سَاقِطًا" عَلَيْهِمْ كَمَا قَالُوْا : "فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِنَ السَّمَاء" أَيْ تَعْذِيبًا لَهُمْ "يَقُولُوا" هَذَا "سَحَاب مَرْكُوم" مُتَرَاكِب نُرْوَى بِهِ وَلَا يُؤْمِنُونَ "فَذَرْهُمْ حَتَّى يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ" يَمُوتُونَ،

اور اگر وہ آسمان سے گرتا ہوا کوئی ٹکڑا دیکھ لیں یعنی جس طرح ان کا قول تھا کہ ہم پر بہ طور عذاب آسمان سے کوئی ٹکڑا گرادو۔ تو کہہ دیں گے یہ ایک تہ بہ تہ بادل ہے۔ جو ہمیں سیراب کرنے آیا ہے لہٰذا وہ ایمان نہ لائیں گے۔ سو آپ اُن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے آملیں جس میں وہ ہلاک کردیئے جائیں گے۔ یعنی جب وہ مریں گے۔

## کفار ومشرکین کی بدبختی کا بیان

مشرکوں اور کافروں کے عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ اپنی سرکشی ضد اور ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اللہ کے عذاب کو محسوس کر لینے کے بعد بھی انہیں ایمان کی توفیق نہ ہوگی یہ اگر دیکھ لیں گے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا اللہ کا عذاب بن کر ان کے سروں پر گر رہا ہے تو بھی انہیں تصدیق ویقین نہ ہوگا بلکہ صاف کہدیں گے کہ غلیظ ابر ہے جو پانی برسانے کو آ رہا ہے۔ جیسے اور جگہ فرمایا آیت (وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ، الحجر:14)، اگر ہم ان کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیں اور یہ وہاں چڑھ جائیں تب بھی یہ تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں باندھ دی گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے یعنی معجزات جو یہ طلب کر رہے ہیں اگر ان کی چاہت کے مطابق ہی دکھا دیئے جائیں بلکہ خود انہیں آسمانوں پر چڑھا دیا جائے جب بھی یہ کوئی بات بنا کر ٹال دیں گے اور ایمان نہ لائیں گے یہ جواب ہے کفار کے اس مقولہ کا جو کہتے تھے کہ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا کر عذاب کیجئے،

اللہ تعالیٰ اسی کے جواب میں فرماتا ہے کہ ان کا کفر و عناد اس حد پر پہنچ گیا ہے کہ اگر ان پر ایسا ہی کیا جائے کہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیا جائے اور آسمان سے اسے گرتے ہوئے دیکھیں تو بھی کفر سے باز نہ آئیں اور براہِ عناد یہی کہیں کہ یہ تو ابر ہے اس سے ہم سیراب ہوں گے۔ (تفسیر خزائن العرفان بہ تصرف، سورہ طور، لاہور)

| |
|---|
| يَوْمَ لَا يُغْنِىْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ |
| ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| جس دن نہ ان کا مکر و فریب ان کے کچھ کام آئے گا اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گے۔ اور بیشک جو لوگ ظلم کر رہے ہیں |
| ان کے لئے اس عذاب کے علاوہ بھی عذاب ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ |

## کفار مکہ پر قحط و قتل کے ذریعے دنیا میں عذاب آنے کا بیان

"يَوْم لَا يُغْنِي" بَدَل مِنْ يَوْمهمْ "عَنْهُمْ كَيْدهمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ" يُمْنَعُونَ مِنْ الْعَذَاب فِي الْآخِرَة،

"وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا" بِكُفْرِهِمْ "عَذَابًا دُون ذَلِكَ" فِي الدُّنْيَا قَبْل مَوْتهمْ فَعُذِّبُوا بِالْجُوعِ وَالْقَحْط سَبْع سِنِينَ وَبِالْقَتْلِ يَوْم بَدْر "وَلَكِنَّ أَكْثَرهمْ لَا يَعْلَمُونَ" أَنَّ الْعَذَاب يَنْزِل بِهِمْ ۔

جس دن نہ ان کا مکر و فریب ان کے کچھ کام آئے گا۔ یہاں پر یوم لایغنی یہ یومہم سے بدل ہے۔ اور نہ ہی ان کی مدد کی جائے گے۔ یعنی آخرت میں کوئی ان سے عذاب کو دور کر کے ان کی مدد کرنے والا نہ ہوگا۔ اور بیشک جو لوگ کفر کر کے ظلم کر رہے ہیں ان کے لئے اس دنیا کے عذاب کے علاوہ بھی ان کے مرنے سے پہلے عذاب ہے، لہٰذا ان کو سات سال کی بھوک قحط اور یوم بدر قتل کا عذاب کا دیا گیا۔ لیکن ان میں سے اکثر لوگ ان پر نازل ہونے والے اس عذاب کو جانتے نہیں ہیں۔

یعنی ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی زیادہ ضرورت نہیں۔ چھوڑ دیجیے کہ چند روز اور کھیل لیں اور باتیں بنالیں۔ آخر وہ دن آتا ہے جب قہر الٰہی کی کڑک بجلی سے ان کے ہوش و حواس جاتے رہیں گے۔ اور بچاؤ کی کوئی تدبیر کام نہ دے گی، نہ کسی طرف سے مدد پہنچے گی۔

| |
|---|
| وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ |
| وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝ |
| اور آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر جاری رکھئے بیشک آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ اور آپ اپنے رب کی حمد کے |
| ساتھ تسبیح کیجئے جب بھی آپ کھڑے ہوں۔ اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور جب ستارے چھپتے ہیں۔ |

## صبر کی تلقین اور تسبیح پڑھنے کے حکم کا بیان

"وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ" بِإِمْهَالِهِمْ وَلَا يَضِقْ صَدْرك "فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا" بِمَرْأًى مِنَّا نَرَاك وَنَحْفَظك "وَسَبِّحْ" مُتَلَبِّسًا "بِحَمْدِ رَبِّك" أَيْ قُلْ : سُبْحَانَ اللَّه وَبِحَمْدِهِ "حِين تَقُوم" مِنْ مَنَامك أَوْ مِنْ مَجْلِسك

"وَمِنَ اللَّيْل فَسَبِّحْهُ" حَقِيقَة أَيْضًا "وَإِدْبَار النُّجُوم" مَصْدَر أَيْ عَقِب غُرُوبهَا سَبِّحْهُ أَيْضًا أَوْ صَلِّ فِي الْأَوَّل الْعِشَاءَيْنِ وَفِي الثَّانِي الْفَجْر وَقِيلَ الصُّبْح،

اور اے حبیب مکرم ﷺ ان کی باتوں سے غم زدہ نہ ہوں، آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر جاری رکھئے۔ کیونکہ انہیں مہلت دی گئی ہے۔ بیشک آپ ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے رہتے ہیں۔ لہٰذا ہم آپ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجئے۔ یعنی آپ فرمادیں'' : سُبْحَانَ اللَّه وَبِحَمْدِهِ '' جب بھی آپ محو استراحت سے یا جلوہ نرما ہونے کی جگہ سے کھڑے ہوں۔ اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیجئے اور پچھلی رات بھی جب ستارے چھپتے ہیں۔ نجوم مصدر ہے جو غروب کے بعد آتا ہے۔ اس وقت تسبیح فرمائیں یا اسی طرح جب مغرب اور عشاء کی نماز پڑھیں۔ اور ثانی فجر میں اور کہا گیا ہے وہ صبح ہے۔

## سنن کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستاروں کے بعد (یعنی فجر سے پہلے) دو سنتیں اور سجود (مغرب) کے بعد بھی دو رکعت سنتیں ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف محمد بن فضل کی روایت سے اسی سے مرفوع جانتے ہیں۔ محمد بن فضل، رشد بن کریب سے نقل کرتے ہیں۔

(امام ترمذی کہتے ہیں) میں نے امام بخاری سے پوچھا کہ محمد اور رشدین بن کریب میں سے کون زیادہ ثقہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں ہی ایک جیسے ہیں لیکن محمد میرے نزدیک زیادہ راجح ہیں پھر میں نے (یعنی امام ترمذی نے) عبداللہ بن عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ دونوں ایک جیسے ہیں لیکن رشدین میرے نزدیک زیادہ ارجح ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1223)

## صبح وشام دعا پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا! یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی دعا پڑھنے کا حکم دیجئے جسے میں صبح اور شام کے وقت (بطریق ورد) پڑھ لیا کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پڑھ لیا کرو دعا (اللھم عالم الغیب والشھادۃ فاطر السموات والارض رب کل شیء وملیکہ اشھد ان لا الہ الا انت اعوذبك من شر نفسي ومن شر الشیطان وشرکہ ۔ (نیز آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا) تم اس دعا کو صبح کے وقت پڑھ لیا کرو، شام کے وقت پڑھ لیا کرو اور سونے کے وقت بھی۔

(ترمذی، ابوداؤد، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 922)

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مکرم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بندہ روزانہ صبح وشام کے وقت یہ کہے دعا (**بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم**) اور یہ تین مرتبہ کہے تو اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔ (یعنی اگر کوئی شخص اس دعا کو صبح وشام تین تین بار پڑھ لے تو نہ اسے کوئی چیز ضرر ونقصان پہنچائے گی اور نہ وہ کسی آفت ومصیبت میں مبتلا ہوگا (اور اتفاق کی بات کہ اس وقت) حضرت ابان فالج کی ایک قسم میں مبتلا تھے چنانچہ اس شخص نے جو اس روایت کو سن رہا تھا حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف (بڑی تعجب کی نظروں سے) دیکھنا شروع کیا (کہ یہ کہہ تو یہ رہے ہیں کہ جو شخص اس دعا کو پڑھے اسے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا حالانکہ یہ خود فالج میں گرفتار ہیں) حضرت ابان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا تم میری طرف بنظر تعجب کیا دیکھ رہے ہو؟ اچھی طرح جان لو، یہ حدیث اسی طرح جس طرح میں نے بیان کی ہے یعنی بالکل صحیح ہے البتہ جس دن میں اس مرض میں مبتلا ہوا اس دن میں نے یہ دعا نہیں پڑھی تھی تا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں جو کچھ لکھ دیا تھا وہ پورا ہو۔ (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 923)

اور ابوداؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص اس دعا کو شام کے وقت پڑھے وہ صبح تک کسی ناگہانی بلاء میں گرفتار نہیں ہوگا اور جو شخص اس کو صبح کے وقت پڑھے وہ شام تک کسی بلائے ناگہانی میں مبتلا نہیں ہوتا۔

## سورہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ احقاف کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ النَّجْمُ

## یہ قرآن مجید کی سورت نجم ھے

### سورت نجم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ النَّجْم (مَکِّيَّة وَ آيَاتُهَا اثْنَتَانِ وَسِتُّوْنَ)

سورۃ النجم مکیہ ہے، اس میں تین رکوع، باسٹھ آیات، تین سو ساٹھ کلمات، ایک ہزار چار سو پانچ حروف ہیں۔ یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا اور حرم شریف میں مشرکین کے روبرو پڑھی۔

### سورت نجم کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں لفظ نجم استعمال ہوا ہے جس کا لغوی معنی ستارہ ہے۔ جبکہ اس سے مراد نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے کہ جب آپ معراج شریف پر تشریف لے گئے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت اسی نجم کے لفظ سے معروف ہوئی ہے۔

### لفظ کی تفسیر کی مراد کا بیان

نجم کی تفسیر میں مفسرین کے بہت سے قول ہیں بعض نے ثریا مراد لیا ہے اگرچہ ثریا کئی تارے ہیں لیکن نجم کا اطلاق ان پر عرب کی عادت ہے۔ بعض نے نجم سے جنسِ نجوم مراد لی ہے۔ بعض نے وہ نباتات جو ساق نہیں رکھتے، زمین پر پھیلتے ہیں۔ بعض نے نجم سے قرآن مراد لیا ہے لیکن سب سے لذیذ تفسیر وہ ہے جو حضرت مترجم قدس سرہ نے اختیار فرمائی کہ نجم سے مراد ہے ذاتِ گرامی ہادیِ برحق سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ (تفسیر خازن، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ |
| اس پیارے چمکتے تارے محمد (ﷺ) کی قسم! جب یہ معراج سے اترے۔ |

"وَالنَّجْم" الثُّرَيَّا "إِذَا هَوَى" غَابَ

اور ستارے یعنی ثریا کی قسم جب وہ غائب ہو جاتا ہے۔

## لفظ نجم کے لغوی مفہوم کا بیان

عربی لغت میں نجم کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔

## لفظِ نجم کا پہلا معنی

یہ لفظ عربی زبان وادب میں کبھی اسم کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور کبھی اس کا استعمال بطور مصدر عمل میں لایا جاتا ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر لفظ نجم بطور اسم استعمال ہو تو اس کا ایک معنی یہ لیا جائے گا کہ کسی چیز کی اصل، مبداء مثلاً کسی درخت کی جڑ، جو ایک تناور درخت کی اصل ہوتی ہے۔ جس جگہ سے کوئی چشمہ پھوٹے اس جگہ کو بھی نجم کہا جاتا ہے۔ چشمہ سب کو سیراب کرتا ہے۔ سنگلاخ چٹانوں کو بھی شاداب موسموں کی نوید دیتا ہے۔

فن حدیث میں لفظ نجم استعمال ہوتا ہے۔ یہ اس حدیث کے لئے آتا ہے جو اپنا اصل نہ رکھتی ہو، یعنی بے بنیاد اور من گھڑت ہو مثلاً جب یہ کہا جائے کہ ھذا الحدیث لانجم لہ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں۔ یہ بے بنیاد اور من گھڑت ہے۔

## لفظ نجم کا دوسرا معنی

آیتِ مذکورہ میں نجم سے مراد حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ قسم ہے ستارے کی جب وہ اترے معراج کی شب عظمت کا تاج کس رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر سجایا گیا، کھلے آسمانوں کی سیر کرائی گئی۔ ظاہر ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تھی اور خدا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستارے سے تشبیہ دے رہا ہے۔ ستارا جو روشنی کی علامت ہے، ستارہ جو حرکت اور زندگی کا استعارہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں النجم انہ محمد۔ (روح المعانی، 14:(45 (تفسیر المظہری، 9:(103)

نجم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

## لفظ نجم کا تیسرا معنی

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ نجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر ہے، وہ قلب مقدس جس پر اس عظیم سفر کی جزئیات رقم ہوئیں۔ اگر یہ معنی لیا جائے تو بھی مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی ٹھہرتی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کا پہلا معنی۔۔۔ اصلِ کائنات

اکثر محدثین ومفسرین نے نجم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی لیا ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں، علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں، امام خازن رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر خازن اور ربہان بقلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرائس البیان میں نجم کے اسی مفہوم کو اعتماد واعتبار کی سند عطا کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر متعدد ائمہ تفسیر نے بھی نجم سے مراد سیاح لامکاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہی لی ہے۔

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نجم کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: خدا کی ذات بابرکات نے کنائے اور اشارے کے پیرائے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رخشندہ وتابندہ ذات کی قسم کھائی اور فرمایا: قسم ہے اے محبوب! کہ تو اصل ہے۔
(المفردات:483)

## وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى میں مخفی حقائق کا بیان

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کا پہلا معنی بلندیوں تک پہنچنا ہے۔ معراج کی شب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وجود بشری کے ساتھ ان بلندیوں سے بھی آگے تشریف لے گئے جن بلندیوں پر جبرئیل جیسے مقرب فرشتے کے بھی پر جلتے ہیں۔ کلام خدا پر جتنا بھی غور کیا جائے تفہیم کی نئی نئی پرتیں خود بخود سامنے آتی جاتی ہیں۔ اگر والنجم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مسعود مراد لیا جائے اور لفظ هَوٰى هَوِیٌّ سے مشتق ہو تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم جو زمین کی پستیوں سے ابھر کر عالم لامکاں کی بلندیوں کی انتہاء تک پہنچا۔ حقیقت معراج روز روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے۔ اب اس استدلال کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ یہ کسی خواب کی کیفیت بیان نہیں ہو رہی بلکہ روح کا جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا ہی معراج ہے۔ اس کا ذکر رب کائنات نے قسم کھا کر کیا ہے کہ یہ واقعہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔

بحالت خواب روحانی معراج کی مطلقاً کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ ربّ کائنات کو قسم کھانے کی ضرورت تھی کہ خواب میں تو اس قسم کے محیر العقول مشاہدات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ ربّ العزت کا قسم کھانا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ واقعہ غیر معمولی نوعیت کا ہے۔ اگر اس سے یہ مراد لی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے واپس لوٹ آئے (جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے) تو پھر بھی یہ واقعہ اتنی اہمیت کا حامل نہ ہوتا کہ سدرۃ المنتہیٰ تک تو جبرئیل کو بھی رسائی حاصل ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ عالم ملوکیت کی آخری حد ہے، جہاں شہداء اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا گزر رہتا ہے، لہٰذا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا اتنی عظیم بات نہ ہوتی اور اسے اس اہتمام سے بیان بھی نہ کیا جاتا لیکن بات سدرۃ المنتہیٰ سے آگے کی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے قسم کھانے سے اس استدلال کو تقویت ملتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پروردگار عالم کی عطا کردہ قوت سے عالم بالا کے اس آخری کنارے تک پہنچے جہاں کوئی نبی مرسل یا فرشتہ پہنچنے کی نہ تاب رکھتا ہے اور نہ جرات، وہاں تک مرغ تخیل کی رسائی بھی ممکن نہیں۔

لفظ هَوٰى سدرۃ المنتہیٰ سے قاب قوسین تک کے سفر کو بیان کر رہا ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس لمحہ کی قسم جب میرے محبوب تو لامکاں کی حدوں کو پار کر کے میرے مقام قرب تک پہنچا۔ خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ خدائے علیم وخبیر نے اس آیت مقدسہ میں اس چمکتے ہوئے ستارے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کھائی جو شب معراج عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار ہوئے بلکہ سب رفعتوں اور عظمتوں کو اپنے قدموں کے نیچے چھوڑتے ہوئے بلندیوں کی آخری منزل تک جا پہنچے۔ اس منزل تک جس منزل تک عام انسان تو کجا فرشتوں تک کے پہنچنے کا تصور بھی محال ہے۔

## سفرِ معراج کا نقطۂ آغاز اور منتہائے کمال

طائف کے بازاروں میں اوباش لڑکوں کی سنگ باری کا دلخراش سانحہ گزر چکا تھا، مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کے مقفل دروازے کھل چکے تھے۔ قلب اطہر کفار و مشرکین مکہ کی مسلسل چیرہ دستیوں پر ملول تھا لیکن لب اقدس پر دعا کے پھول کھل رہے تھے۔ تحریک اسلامی کی قیادت عظمیٰ آزمائش کے مراحل سے گزر چکی تھی۔ دلجوئی کے لئے نہ عبدالمطلب تھے نہ ابو طالب، اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کی دلجوئی اس طرح کی کہ انہیں عظمتوں اور رفعتوں کی اس منزل تک لے گیا جس کا تصور بھی ذہن انسانی میں نہیں سما سکتا۔ سدرۃ المنتہیٰ کی وہ منزل جس سے آگے جبرئیل جیسے مقرب فرشتے کو بھی دم مارنے کی جانہیں، آپ کے سفر معراج کا ایک پڑاؤ ٹھہری۔

اس سفر عظیم کا آغاز حطیم کعبہ سے ہوا۔ آقائے کائنات استراحت فرما تھے۔ ادھر آسمانوں پر حور و ملائکہ محبوب کبریا کی پیشوائی کے منتظر تھے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اور وہ آسمانی مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہوں میں اپنی آنکھیں بچھانے کا اعزاز حاصل کرے۔ جبرئیل امین آسمانوں سے اترے، حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیدار کیا اور ایک سواری حاضر کی، جو دراز گوش سے اونچی اور خچر سے قدرے نیچی تھی۔ اس سواری کا نام براق تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر سوار ہوئے۔ یہ ایک تیز رفتار سواری تھی۔ اس کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ اس کا ہر ہر قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا۔ سفر کے پہلے مرحلے پر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس لے جائے گئے جہاں تمام انبیاء آپ کے منتظر تھے۔ نماز کا وقت ہوا، صفیں درست ہوئیں اور جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیاء کی امامت کے لئے مصلیٰ پر کھڑا کر دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک۔ تمام انبیائے کرام نے سردار انبیاء کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ یہاں سے براق پر سوار ہو کر آپ نے آسمان دنیا پر ورود فرمایا۔ آسمان دنیا کے دروازے پر جبرئیل امین نے دستک دی تو دربان نے پوچھا کہ جبرئیل تمہارے ساتھ کون ہے؟ جب جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لیا تو دروازہ کھل گیا۔

حور و غلمان صف بہ صف کھڑے تھے۔ خوش آمدید یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش آمدید، مرحبا یا نبی مرحبا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ نے نسل انسانی کے جدامجد کو سلام کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے صالح بیٹے اور صالح نبی کہہ کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا استقبال کیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے ساتوں آسمانوں کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ عرش معلیٰ پر جشن کا سا سماں تھا۔ ہر طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے چرچے تھے۔ آج وہ مہمان ذی وقار آرہے ہیں جن کے بارے میں رب کائنات نے فرمایا کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو یہ زمین ہوتی اور نہ یہ آسمان، پیارے یہ کائنات رنگ و بو تیرے قدموں کا صدقہ ہے، یہ زمین و آسمان تیرے نقوش پا کی خیرات ہے۔ فرشتے جوق در جوق استقبال کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ کائنات ارض و سماوات عالم بشریت کی زد میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمتوں اور رفعتوں کا یہ عظیم سفر طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

عروج آدم خاکی سے سہمے ہوئے النجم بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان پر آپ کی ملاقات بالترتیب حضرت یحیٰ وعیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام سے ہوئی۔ گویا آپ جہاں گئے انبیاء سے فرشتوں تک تمام آسمانی مخلوقات آپ کے لئے چشم براہ تھیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کا مقام بلند آ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام رک گئے اور آگے بڑھنے سے معذوری کا اظہار کیا: **لو دنوت انملة لاحترقت**. اگر ایک پور برابر بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں گا۔ (روح البیان تفسیر نیشاپوری (الیواقیت والجواہر،2:35)

| |
|---|
| **مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ○ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى ○** |
| **عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ○ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ○ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ○** |
| تمہیں صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| نہ راہ بھولے اور نہ راہ سے بھٹکے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل |
| کی جاتی ہے۔ ان کو بڑی قوّتوں والے نے علم سے نوازا۔ پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا، اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| شب معراج عالم مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالمِ خلق کی انتہاء پر تھے)۔ |

## نبی کریم ﷺ کی شان وحی کا بیان

**"مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ" مُحَمَّد عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام عَنْ طَرِيق الْهِدَايَة "وَمَا غَوَى" مَا لَابَسَ الْغَيّ وَهُوَ جَهْل مِنْ اعْتِقَاد فَاسِد "وَمَا يَنْطِق" بِمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ "عَنِ الْهَوَى" هَوَى نَفْسه "إِنْ" مَا "هُوَ إِلَّا وَحْي يُوحَى" إِلَيْهِ "عَلَّمَهُ" إِيَّاهُ مَلَك، "ذُو مِرَّة" قُوَّة وَشِدَّة أَوْ مَنْظَر حَسَن أَيْ جِبْرِيل عَلَيْهِ السَّلَام "فَاسْتَوَى" اسْتَقَرَّ "وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى" أُفُق الشَّمْس أَيْ عِنْد مَطْلَعهَا عَلَى صُورَته الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا فَرَآهُ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ بِحِرَاءٍ قَدْ سَدَّ الْأُفُق إِلَى الْمَغْرِب فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ وَكَانَ قَدْ سَأَلَهُ أَنْ يُرِيه نَفْسه عَلَى صُورَته الَّتِي خُلِقَ عَلَيْهَا فَوَاعَدَهُ بِحِرَاءٍ فَنَزَلَ جِبْرِيل لَهُ فِي صُورَة الْآدَمِيِّينَ،**

تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے یعنی تمہیں اپنے فیضِ صحبت سے صحابی بنانے والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ کبھی ہدایت کی راہ سے بھولے اور نہ کبھی راہ سے بھٹکے۔ کیونکہ غی اعتقاد فاسد کے سبب پیدا ہونے والا جہل ہے۔ اور وہ کوئی بات اپنی خواہش یعنی جو بھی بات آپ لاتے ہیں، اپنی خواہش سے نہیں کرتے۔ وہ تو صرف وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔ یعنی وحی بذریعہ فرشتے نازل ہوتی ہے۔ ان کو بڑی قوّتوں والے (رب) نے (براہِ راست) علم (کامل) سے نوازا۔ پھر اس جلوہ یعنی جبرائیل نے

قصد فرمایا، اور وہ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب معراج عالم مکاں کے) سب سے اونچے کنارے پر تھے (یعنی عالمِ خلق کی انتہاء پر تھے)۔یعنی جو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ جبرائیل امین اس صورت میں آئے جس پر انہیں کی تخلیق ہوئی تھی۔تو نبی کریم ﷺ نے انہیں دیکھا کیونکہ حراء میں آپ نے ان کو دیکھا تھا۔تو اس نے افق مغرب یعنی غروب ہونے کی جگہ تک کو بھرلیا۔تو آپ پر بے ہوشی کی کیفیت طاری ہوئی۔ جبکہ وہ جبرائیل امین آپ سے وعدہ کر چکے تھے۔کہ اپنی اصلی صورت میں حاضر ہوں گے۔اور یہ وعدہ غار حراء میں ہوا تھا لہٰذا جبرائیل زمین انسانی شکل میں آئے۔

"صَاحِبُکُم" سے مراد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔معنی یہ ہیں کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی طریق حق وہدایت سے عدول نہ کیا، ہمیشہ اپنے رب کی توحید وعبادت میں رہے، آپ کے دامنِ عصمت پر کبھی کسی امرِ مکروہ کی گرد نہ آئی۔اور بیراہ نہ چلنے سے یہ مراد ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ رشد وہدایت کی اعلیٰ منزل پر متمکن رہے۔اعتقادِ فاسد کا شائبہ بھی کبھی آپ کے حاشیہ بساط تک نہ پہنچ سکا۔

## نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے حق بیان ہونے کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو وہی کہتا ہوں جو کہتا ہوں۔مسند کی اور حدیث میں ہے حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنتا تھا اسے حفظ کرنے کے لئے لکھ لیا کرتا تھا پس بعض قریشیوں نے مجھے اس سے روکا اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں کبھی کبھی غصے اور غضب میں بھی کچھ فرما دیا کرتے ہیں چنانچہ میں لکھنے سے رک گیا پھر میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا لکھ لیا کرو اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میری زبان سے سوائے حق بات کے اور کوئی کلمہ نہیں نکلتا یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ میں بھی ہے بزار میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں جس امر کی خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوتا مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا میں سوائے حق کے اور کچھ نہیں کہتا۔اس پر بعض صحابہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ہم سے خوش طبعی بھی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس وقت بھی میری زبان سے ناحق نہیں نکلتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

## شدید قویٰ سے مراد ہونے کا بیان

بعض مفسرینؒ اس طرف گئے ہیں کہ سخت قوتوں والے طاقتور سے مراد حضرت جبریل ہیں اور سکھانے سے مراد تعلیمِ الٰہی سکھانا یعنی وحیِ الٰہی کا پہنچانا ہے۔حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ (عَلَّمَهُ شَدِيْدُ الْقُوٰى - ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى، النجم:6) سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اس نے اپنی ذات کو اس وصف کے ساتھ ذکر فرمایا معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بیواسطہ تعلیم فرمائی۔ (تفسیر روح البیان، سورہ نجم، بیروت)

## فاستویٰ کی تفسیر کا بیان

عام مفسرین نے فَاسْتَوٰی کا فاعل بھی حضرت جبریل کو قرار دیا ہے اور یہ معنی لئے ہیں کہ حضرت جبریل امین اپنی اصلی صورت

پر قائم ہوئے اور اس کا سبب یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی اصلی صورت میں ملاحظہ فرمانے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی تو حضرت جبریل جناب مشرق میں حضور کے سامنے نمودار ہوئے اور ان کے وجود سے مشرق سے مغرب تک بھر گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی انسان نے حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل کو دیکھنا تو صحیح ہے اور حدیث سے ثابت ہے لیکن یہ حدیث میں نہیں ہے کہ اس آیت میں حضرت جبریل کو دیکھنا مراد ہے بلکہ ظاہر تفسیر میں یہ ہے کہ مراد فَاسْتَوٰی سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکانِ عالی اور منزلت رفیعہ میں استوٰی فرمانا ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ نجم، بیروت)

تفسیر روح البیان میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افقِ اعلٰی یعنی آسمانوں کے اوپر استوٰی فرمایا اور حضرت جبریل سدرۃ المنتہیٰ پر رک گئے آگے نہ بڑھ سکے انہوں نے کہا اگر میں ذرا بھی آگے بڑھوں تو تجلیاتِ جلال مجھے جلا ڈالیں اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ گئے اور مستوائے عرش سے بھی گزر گئے۔

اور حضرت مترجم قدس سرّہ کا ترجمہ اس طرف مشیر ہے کہ استوٰی کی اسناد حضرت ربُّ العزّت عزّ واعلٰی کی طرف ہے، اور یہی قول حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

## افق اعلٰی کے مفہوم کا بیان

یہاں بھی عام مفسرین اسی طرف گئے ہیں کہ یہ حال جبریلِ امین کا ہے لیکن امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حال سید عالم محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے کہ آپ افقِ اعلٰی یعنی فوقِ سمٰوات تھے جس طرح کہنے والا کہتا ہے کہ میں نے چھت پر چاند دیکھا پہاڑ پر چاند دیکھا اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ چاند چھت پر یا پہاڑ پر تھا۔
بلکہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ دیکھنے والا چھت یا پہاڑ پر تھا اسی طرح یہاں معنی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوقِ سمٰوات پر پہنچے تو تجلیِ ربانی آپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

| |
|---|
| ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۝ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ۝ |
| مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ۝ |
| پھر وہ (ربّ العزّت اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے) قریب ہوا پھر اور زیادہ قریب ہو گیا۔ پھر (جلوہ حق اور حبیب مکرّم |
| صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف) دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا (انتہائے قرب میں) اس سے بھی کم (ہو گیا)۔ پس (اس |
| خاص مقامِ قرب ووصال پر) اس (اللہ) نے اپنے عبدِ (محبوب) کی طرف وحی فرمائی جو (بھی) وحی فرمائی۔ (اُن کے) دل نے |
| اس کے خلاف نہیں جانا جو (اُن کی) آنکھوں نے دیکھا۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا۔ |

## شب معراج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام قرب کا بیان

"ثُمَّ دَنَا" قَرُبَ مِنْهُ "فَتَدَلّٰى" زَادَ فِي الْقُرْب "فَكَانَ" مِنْهُ "قَاب" قَدْر "قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى" مِنْ ذٰلِكَ حَتّٰى أَفَاقَ وَسَكَنَ رَوْعَهُ،

"فَأَوْحٰى" تَعَالٰى "إِلٰى عَبْده" جِبْرِيل "مَا أَوْحٰى" جِبْرِيل إِلَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَذْكُر الْمُوحٰى تَفْخِيمًا لِشَأْنِهِ،

"مَا كَذَبَ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد أَنْكَرَ "الْفُؤَاد" فُؤَاد النَّبِيّ "مَا رَأٰى" بِبَصَرِهِ مِنْ صُورَة جِبْرِيل،

"أَفَتُمَارُونَهُ" تُجَادِلُونَهُ وَتَغْلِبُونَهُ "عَلٰى مَا يَرٰى" خِطَاب لِلْمُشْرِكِينَ الْمُنْكِرِينَ رُؤْيَة النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِجِبْرِيل،

پھر وہ قریب ہوا پھراور زیادہ قریب ہو گیا۔ یعنی قرب میں زیادہ قربت ہوئی۔ پھر دو کمانوں کی مقدار فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم ہو گیا۔ یہاں تک کہ جب افاقہ ہوا تو آپ سے خوف جاتا رہا۔ پس اس خاص مقام قرب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی جو جبرائیل نے آپ کی طرف وحی فرمائی جو بھی وحی فرمائی۔ جبکہ شان کے اعلیٰ ہونے کے سبب موحی بہ کا ذکر نہیں ہے۔ اُن کے دل یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے اس کے خلاف نہیں جانا، یہاں پر ما کذب تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ جو اُن کی آنکھوں نے صورت جبرائیل کو دیکھا۔ کیا تم ان سے اس پر جھگڑتے ہو کہ جو انہوں نے دیکھا۔ یہاں مشرکین ومنکرین سے خطاب ہے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل کو دیکھنے سے متعلق جھگڑا کرتے تھے۔

## دنا فتدلیٰ کے مفہوم کا بیان

اس کے معنی میں بھی مفسرین کے کئی قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبریل کا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریب ہونا مراد ہے کہ وہ اپنی صورت اصلی دکھا دینے کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب میں حاضر ہوئے دوسرے معنی یہ ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حق کے قرب سے مشرف ہوئے تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے قرب کی نعمت سے نوازا اور یہی صحیح تر ہے۔

شیبانی سے روایت ہے کہ میں نے زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى، پھر فاصلہ کمان کے برابر تھا اس سے بھی کم)۔ کی تفسیر پوچھی۔

تو انہوں نے فرمایا کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1225)

## قاب قوسین او ادنیٰ کے مفہوم کا بیان

اس میں چند قول ہیں ایک تو یہ کہ نزدیک ہونے سے حضور ﷺ کا عروج و وصول مراد ہے اور اتر آنے سے نزول و رجوع تو حاصلِ معنی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے قرب میں باریاب ہوئے پھر وصال کی نعمتوں سے فیض یاب ہو کر خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضرت ربُّ العزّت اپنے لطف و رحمت کے ساتھ اپنے حبیب سے قریب ہوا اور اس قرب میں زیادتی فرمائی تیسرا قول یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقربِ درگاہِ ربوبیّت ہو کر سجدہ طاعت ادا کیا۔ (روح البیان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ قریب ہوا جبار ربُّ العزّت الخ۔ (تفسیر خازن، سورہ نجم، بیروت)

## پوشیدہ راز والی وحی کا بیان

اکثر علماءِ مفسرین کے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی فرمائی۔ (تفسیر جمل، سورہ نجم، بیروت)

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی یہ وحی بیواسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان کے اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔ بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خَلق سے مخفی رکھا اور نہ بیان فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور محبّ و محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (تفسیر روح البیان، سورہ نجم، بیروت)

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قِسم کے علوم تھے۔ ایک تو علم شرائع و احکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں تیسرے حقائق و نتائجِ علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو تلقین کئے جاتے ہیں اور ایک قِسم وہ اسرار جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا۔ (تفسیر روح البیان، سورہ نجم، بیروت)

## اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کا بیان

آنکھ نے یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک نے اس کی تصدیق کی جو چشم مبارک نے دیکھا۔ معنی یہ ہیں کہ آنکھ سے دیکھا دل سے پہچانا اور اس رویت و معرفت میں شک و تردّد نے راہ نہ پائی اب یہ بات کہ کیا دیکھا بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ حضرت جبریل کو دیکھا لیکن مذہب صحیح یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا اور یہ دیکھنا کس طرح تھا چشم سر سے یا چشم دل سے اس میں مفسرین کے دونوں قول پائے جاتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب عزّ وجلّ کو اپنے قلب مبارک سے دوبار دیکھا (رواہ مسلم)

ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ آپ نے رب عزّ وجلّ کو حقیقۃً چشم مبارک سے دیکھا۔ یہ قول حضرت انس بن مالک اور حسن و عکرمہ کا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو خُلّت اور حضرت موسیٰ علیہ

السلام کو کلام اور سید عالم محمد مصطفیٰ کو اپنے دیدار سے امتیاز بخشا۔ (صلوات اللہ تعالیٰ علیہم) کعب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو بار کلام فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دیکھا۔ (ترمذی)

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیدار کا انکار کیا اور آیت کو حضرت جبریل کے دیدار پر محمول کیا اور فرمایا کہ جو کوئی کہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور سند میں (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ، الانعام:103) تلاوت فرمائی۔ یہاں چند باتیں قابلِ لحاظ ہیں ایک یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول نفی میں ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اثبات میں اور مثبت ہی مقدم ہوتا ہے کیونکہ نافی کسی چیز کی نفی اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا نہیں اور مثبت اثبات اس لئے کرتا ہے کہ اس نے سنا اور جانا تو علم مثبت کے پاس ہے علاوہ بریں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ کلام حضور سے نقل نہیں کیا بلکہ آیت سے اپنے استنباط پر اعتماد فرمایا یہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی رائے ہے اور آیت میں ادراک یعنی احاطہ کی نفی ہے نہ رویت کی۔

صحیح یہ ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدارِ الٰہی سے مشرّف فرمائے گئے۔ مسلم شریف کی حدیث مرفوع سے بھی یہی ثابت ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو بحر الامۃ ہیں، وہ بھی اسی پر ہیں۔ مسلم کی حدیث ہے رَاَيْتُ رَبِّيْ بِعَيْنِيْ وَبِقَلْبِيْ میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھ اور اپنے دل سے دیکھا۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ قسم کھاتے تھے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قائل ہوں حضور نے اپنے رب کو دیکھا اس کو دیکھا اس کو دیکھا۔ امام صاحب یہ فرماتے ہی رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہوگیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھانے کیلئے آنے میں دیر کر دی حتی کہ سورج کے نکلنے کا وقت قریب آ گیا، پھر آپ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے بہ آواز بلند فرمایا: تم جس طرح بیٹھے ہو اپنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں عنقریب تم سے بیان کروں گا کہ مجھے صبح آنے میں تاخیر کیوں ہوگئی، آپ نے فرمایا: میں رات کو اٹھا اور میں نے وضو کر کے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لئے مقدر کر دی گئی تھی، پھر مجھے نماز میں نیند آ گئی اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد (ﷺ)! میں نے کہا یا میرے رب، لبیک! فرمایا: فرشتے کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟

میں نے کہا اے میرے رب! مجھے از خود علم نہیں، یہ مکالمہ تین بار ہوا، پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی۔ پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے جان لیا۔ (الحدیث) امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن، صحیح ہے اور میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۳۲۴۶) مسند احمد، رقم الحدیث ۲۲۷۰۰)

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى○ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى○ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى○ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى○

اور بیشک انہوں نے تو اس کو دوسری مرتبہ دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔
اسی کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ جب نورِ حق کی تجلیات سدرۃ (المنتہٰی) کو ڈھانپ رہی تھیں جو کہ سایہ فگن تھیں۔

## سدرہ منتہی اور جنت ماویٰ کا بیان

"وَلَقَدْ رَآهُ" عَلَى صُورَته "نَزْلَة" مَرَّة "عِنْد سِدْرَة الْمُنْتَهَى" لَمَّا أُسْرِيَ بِهِ فِي السَّمَاوَات وَهِيَ شَجَرَة نَبِق عَنْ يَمِين الْعَرْش لَا يَتَجَاوَزهَا أَحَد مِنْ الْمَلَائِكَة وَغَيْرهمْ "عِنْدهَا جَنَّة الْمَأْوَى" تَأْوِي إلَيْهَا الْمَلَائِكَة وَأَرْوَاح الشُّهَدَاء الْمُتَّقِينَ "إذْ" حِين وَإِذْ مَعْمُولَة لِرَآهُ "يَغْشَى السِّدْرَة مَا يَغْشَى" مِنْ طَيْر وَغَيْره،

اور بیشک انہوں نے تو اس (جلوہ حق) کو اس کی صورت پر دوسری مرتبہ پھر دیکھا (اور تم ایک بار دیکھنے پر ہی جھگڑ رہے ہو)۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ جب نبی کریم ﷺ شب معراج آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ سدرہ وہ بیری کا درخت جو عرش کی دائیں جانب ہے اس سے آگے کوئی فرشتہ بھی جا سکتا۔ اسی کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ جہاں پر فرشتوں اور شہداء کی ارواح اور اہل تقویٰ لوگوں کی ارواح رہتی ہیں۔ جب نورِ حق کی تجلیات سدرۃ (المنتہٰی) کو بھی ڈھانپ رہی تھیں جو کہ اس پر سایہ فگن تھیں۔ پرند وغیرہ ہیں۔

## نبی کریم ﷺ کا دوبارہ دیدار کرنے کا بیان

کیونکہ تخفیف کی درخواستوں کے لئے چند بار عروج ونزول ہوا، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رب عزّ وجلّ کو اپنے قلب مبارک سے دو مرتبہ دیکھا اور انہیں سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور نے رب عزّ وجلّ کو آنکھ سے دیکھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مجھے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ عکرمہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتے (لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمانے لگے تیرا ستیاناس ہو یہ تو جب ہے کہ وہ اپنے نور کے ساتھ تجلی فرمائے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1227)

حضرت ابن عباس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى 11 اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى 12 وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى 13)53۔ النجم:11-12-13) (ترجمہ: اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط نہیں کہا اس چیز کی بابت جو انہوں نے آنکھوں سے دیکھی یعنی ذات اقدس تعالیٰ کو اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے پروردگار کو ایک مرتبہ اور دیکھا

کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار کو دل کی آنکھوں سے ہر مرتبہ دیکھا۔

(مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 226)

اور ترمذی کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (مذکورہ آیت کی تفسیر میں) کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔" حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ (میں نے یہ سن کر اپنا اشکال ظاہر کیا اور) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا کہ (قرآن کریم میں اپنی ذات کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اشکال کے جواب میں) کہا کہ تم پر افسوس ہے (کہ تم بات نہیں سمجھ سکے، حقیقت یہ کہ) یہ (مفہوم جو تم نے اس آیت کے ذریعہ پیش کیا ہے) اس وقت کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے اور اپنے اس نور کے ساتھ ظاہر ہو جو اس کی ذات خاص کا نور ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 226)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پروردگار کو دل سے دو مرتبہ دیکھا۔" یعنی اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں میں بینائی کی بھی وہ طاقت ودیعت فرمائی جو آنکھ میں ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو ادراک کی بھی وہ طاقت عطا فرمائی جو قلب میں ہوتی ہے، پس یہ کہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو بچشم قلب دیکھا یا یہ کہ بچشم سر دیکھا، دونوں کے ایک ہی معنی ہیں یہ مطلب اس لئے اختیار کیا گیا، تاکہ جو حضرات جیسے حضرت ابن عباس وغیرہ) یہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں پروردگار کو بچشم سر دیکھا ہے اور حضرات یہ کہتے ہیں کہ بچشم قلب دیکھا ہے، ان دونوں کے اقوال کی رعایت ہو جائے جیسا کہ اوپر اجمالاً ذکر کیا گیا پہلے اختلاف تو یہی ہے کہ سورت نجم کی ابتدائی آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کس کو دیکھنے کا ذکر ہے حق تعالیٰ کو یا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حق تعالیٰ کو دیکھنا مراد لیتے ہیں جمہور صحابہ ان کی تائید میں ہیں اور سلف میں جمہور مفسرین بھی اسی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک دنی فتدلی قاب قوسین او ادنی کے الفاظ (جو ان آیات میں آئے ہیں) معراج کے موقعہ پر بارگاہ ربوبیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب اور پروردگار کے مشاہدہ وزیارت کا بیان ہیں۔ پھر اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بچشم سر دیکھا ہے یا بچشم قلب؟ بعضوں نے تو یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر ہی کی آنکھوں سے اپنے پروردگار کو دیکھا۔

امام نووی کی تحقیق کے مطابق اکثر علماء کے نزدیک ترجیحی قول یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا۔ جو حضرات آیات مذکورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دیکھنا مراد لیتے ہیں ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل

ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ان آیات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اس قرب و مشاہدہ کا بیان و ذکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل امین کی اصل صورت کے ساتھ شب معراج میں اور اس سے پہلے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاصل ہوا تھا۔ یہ اس وقت کے لئے ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی ظاہر فرمائے الخ" کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات حق تعالیٰ کی مشیت و قدرت پر منحصر ہے اگر اس کی ذات خاص کی تجلی ظاہر ہو تو اس میں شبہ نہیں کہ کسی کی بھی نگاہ و بصر کی توانائی برداشت کر سکتی ہو تو یقیناً نگاہ اس کی طرف اٹھ سکتی ہے اور آنکھیں دیدار اور زیارت کی تاب لاسکتی ہیں رہی اس آیت کی بات جس کا حوالہ حضرت عکرمہ نے دیا تو اس کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ اس آیت میں "ادراک" کا ذکر ہے جس کے لغوی معنی کسی چیز کا اس کے تمام اطراف و جوانب اور تمام سرحدوں کے ساتھ احاطہ کرنا ہیں اور ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ کے لئے نہ کوئی حد و نہایت ہے اور نہ اس کے اطراف و جانب ہیں، اس کی ذات ان چیزوں سے ماوراء اور لامحدود ہے، اس معنی میں کوئی بھی نگاہ و بصر اس کی ذات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس آیت میں "احاطہ" کی نفی مراد ہے مطلق دیدار کی نفی مراد نہیں ہے جس سے یہ اشکال واقع ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شب معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی بات اس آیت کے خلاف پڑتی ہے۔

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا۔ "میں دو مرتبہ" کی وضاحت بعض محدثین نے یہ کی ہے کہ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہی کے قریب اور ایک مرتبہ عرش پر اور ملا علی قاری نے اس جملہ کے تحت یہ لکھا ہے کہ "دو مرتبہ دیکھا" سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مرتبہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے یہ اختلاف مطالب اس لئے ہے کہ کسی بھی روایت میں وضاحت کے ساتھ منقول نہیں ہے (جیسا کہ اس روایت میں بھی نہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دوبار دیکھا۔

## سدرہ منتہی کے مفہوم کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى تک پہنچے (یعنی شب معراج میں) اور منتہی سے مراد وہ چیز ہے جس کی طرف زمین سے چڑھا اور اس سے زمین کی طرف اترا جائے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین ایسی چیزیں عطا کیں جو کسی اور نبی کو نہیں دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں، سورت بقرہ کی آخری آیات عطا کی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سارے کبیرہ گنا معاف کر دیئے گئے بشرطیکہ وہ لوگ اللہ کے ساتھ شرک نہ کریں۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ آیت پڑھی (اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى، جب کہ اس سدرۃ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا)۔ اور فرمایا کہ سدرہ چھٹے آسمان پر ہے۔ سفیان کہتے ہیں کہ وہ علیہ السلام پٹنے والی چیز سونے کے پروانے تھے اور پھر ہاتھ ہلا کر بتایا کہ اس طرح اڑ رہے تھے۔ مالک بن غلول کے علاوہ دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ وہ مخلوق کے علم کی انتہا ہے اس کے بعد کوئی کسی چیز کے متعلق نہیں جانتا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1224)

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت ہے کہ اس وقت سدرۃ المنتہٰی پر سونے کے بنے ہوئے پروانے ہر طرف

گرر ہے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس روز سدرۃ المنتہیٰ کو خاص طور سے سجایا گیا تھا جس میں آنے والے مہمان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز تھا۔

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ اس وقت جب کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (سدرۃ المنتہیٰ ایسا درخت ہے کہ) کوئی (تیز رفتار) سوار اس کی شاخوں کے سائے میں سو سال تک چلتا رہے یا یہ فرمایا کہ اس کے سائے میں بیک وقت سو سوار دم لے سکیں، اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں ہیں گویا اس کے پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔"

(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 205)

سدرۃ المنتہیٰ" کے معنی ہیں "بیری کا وہ درخت جس پر انتہاء ہے۔" اس درخت کو "سدرۃ المنتہیٰ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت کے اس انتہائی کنارے پر واقع ہے جس کے پرے کسی کو کچھ علم نہیں کیا ہے، اس کے آگے کسی فرشتے تک کو جانے کا حکم نہیں ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آخری رسائی بھی یہیں تک ہے، اس کے آگے وہ بھی نہیں جاسکتے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات میں اس درخت سے آگے گئے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ درخت چھٹے آسمان پر ہے۔

لیکن مشہور روایت یہ ہے کہ ساتویں آسمان پر۔ "اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں ہیں۔" سے شاید یہ مراد ہے کہ اس درخت پر جو نورانی فرشتے ہیں ان کے پر اس طرح چمکتے اور جھلملاتے ہیں جیسے اس کی شاخوں پر سونے کی چمکدار ٹڈیاں ادھر ادھر پھدک رہی ہوں یا یہ کہ اس درخت سے جو انوار اٹھتے ہیں اور شاخوں پر ایک خاص قسم کی روشنی پھوٹتی رہتی ہے اس کو سونے کی "ٹڈیاں" سے تعبیر فرمایا۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں ہیں۔" دراصل اس آیت کریمہ (اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى، النجم:16) (جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ رکھا جو کچھ کہ ڈھانپتا ہے) کی تفسیر ہے، چنانچہ بیضاوی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ فرشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہے اس درخت کو ڈھانپے رہتی ہے۔

| |
|---|
| مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ○ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ○ |
| اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)۔ |
| بیشک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ |

## شب معراج نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک کا کمال کے ساتھ دیکھنے کا بیان

"مَا زَاغَ الْبَصَر " مِنْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَمَا طَغَى " أَيْ مَا مَالَ بَصَره عَنْ مَرْئِيّه الْمَقْصُود لَهُ وَلَا جَاوَزَهُ تِلْكَ اللَّيْلَة

"لَقَدْ رَأَى " فِي تِلْكَ اللَّيْلَة "مِنْ آيَات رَبّه الْكُبْرَى " الْعِظَام أَيْ بَعْضهَا فَرَأَى مِنْ عَجَائِب

الْمَلَكُوت رَفْرَفًا أَخْضَر سَدَّ أُفُق السَّمَاء وَجِبْرِيل لَهُ سِتّ مِائَةِ جَنَاح

اُن کی آنکھ یعنی نبی کریم ﷺ کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی۔ یعنی اس رات میں نبی کریم ﷺ کی نظر مبارک نے جس کو دیکھنا مقصود تھا اسی کو دیکھا اس کے سوا کسی طرف نہ پھری۔ اور نہ حد سے بڑھی۔ (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)۔ بیشک انہوں نے معراج کی شب اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔ یعنی ملکوتی عجائب سبز رفرف کو دیکھا جس نے آسمانی افق کو بھر دیا اور جبرائیل کو دیکھا جس کے چھ سو پر تھے۔

اس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ قوت کا اظہار ہے کہ اس مقام میں جہاں عقلیں حیرت زدہ ہیں آپ ثابت رہے اور جس نور کا دیدار مقصود تھا اس سے بہرہ اندوز ہوئے، داہنے بائیں کسی طرف ملتفت نہ ہوئے، نہ مقصود کی دید سے آنکھ پھیری، نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح بیہوش ہوئے بلکہ اس مقام عظیم میں ثابت رہے۔ (تفسیر خازن، سورہ نجم، بیروت)

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج عجائبِ ملک وملکوت کا ملاحظہ فرمایا اور آپ کا علم تمام معلومات غیبیہ ملکوتیہ پر محیط ہو گیا جیسا کہ حدیث اختصام ملائکہ میں وارد ہوا ہے اور دوسری اور احادیث میں آیا ہے۔ (روح البیان، نجم، بیروت)

| |
|---|
| اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ○ |
| تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ○ |
| پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور منات کو۔ کیا تمھارے لیے لڑکے ہیں |
| اور اس کے لیے لڑکیاں؟ تب تو یہ تقسیم بڑی ناانصافی ہے۔ |

## لات، منات اور عزیٰ جیسے بیکار بتوں کا بیان

"وَمَنَاة الثَّالِثَة" لِلَّتَيْنِ قَبْلهَا "الْأُخْرَى" صِفَة ذَمّ لِلثَّالِثَةِ وَهِيَ أَصْنَام مِنْ حِجَارَة كَانَ الْمُشْرِكُونَ يَعْبُدُونَهَا وَيَزْعُمُونَ أَنَّهَا تَشْفَع لَهُمْ عِنْد اللَّه وَمَفْعُول أَفَرَأَيْتُمْ الْأَوَّل اللَّاتِي وَمَا عُطِفَ عَلَيْهِ وَالثَّانِي مَحْذُوف وَالْمَعْنَى أَخْبِرُونِي أَلِهَذِهِ الْأَصْنَام قُدْرَة عَلَى شَيْء مَا فَتَعْبُدُونَهَا دُون اللَّه الْقَادِر عَلَى مَا تَقَدَّمَ ذِكْره وَلَمَّا زَعَمُوا أَيْضًا أَنَّ الْمَلَائِكَة بَنَات اللَّه مَعَ كَرَاهَتهمْ الْبَنَات نَزَلَتْ

"ضِيزَى" جَائِرَة مِنْ ضَازَهُ يَضِيزهُ إِذَا ظَلَمَهُ وَجَارَ عَلَيْهِ

پھر کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسری ایک اور دیوی منات کو۔ یہاں الاخریٰ یہ ثالثہ کی صفت ذم ہے۔ اور وہ پتھر کے بت ہیں۔ مشرکین جن کی عبادت کرتے تھے اور ان کو یہ نظریہ تھا کہ وہ اللہ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ اور الات یہ رایتم کا مفعول اول ہے جس کا اس پر عطف کیا گیا ہے جبکہ اس کا مفعول ثانی محذوف ہے۔ معنی یہ ہے کہ مجھے ان بتوں کے بارے میں بتاؤ

کہ ان کی کس چیز پر قدرت ہے۔ جس کی وجہ سے تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی پوجا کرتے ہو۔ جس طرح پہلے بیان ہوا ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ حالانکہ وہ خود بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اس کے لیے لڑکیاں؟ (اگر تمہارا تصور درست ہے) تب تو یہ تقسیم بڑی ناانصافی ہے۔ یہاں پر لفظ ضیزی یہ ضازہ یضیزہ سے مشتق ہے یعنی جب ظلم وجارحیت ہے۔

## دور جاہلیت کے معروف بت اور ان کے تعارف کا بیان

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ مشرکین کو ڈانٹ رہا ہے کہ وہ بتوں کی اور اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں اور جس طرح خلیل اللہ نے بحکم اللہ بیت اللہ بنایا ہے یہ لوگ اپنے اپنے معبودان باطل کے پرستش کدے بنا رہے ہیں۔ لات ایک سفید پتھر منقش تھا جس پر قبہ بنا رکھا تھا غلاف چڑھائے جاتے تھے مجاور محافظ اور جاروب کش مقرر تھے اس کے آس پاس کی جگہ مثل حرم کی حرمت و بزرگی والی جانتے تھے اہل طائف کا یہ بت کدہ تھا قبیلہ ثقیف اس کا پجاری اور اس کا متولی تھا۔ قریش کے سوا باقی اور سب پر یہ لوگ اپنا فخر جتایا کرتے تھے۔ ابن جریر فرماتے ہیں ان لوگوں نے لفظ اللہ سے لفظ لات بنایا تھا گویا اس کا مؤنث بنایا تھا اللہ کی ذات تمام شریکوں سے پاک ہے ایک قرأت میں لفظ لات تاکہ تشدید کے ساتھ ہے یعنی گھولنے والا اسے لات اس معنی میں اس لئے کہتے تھے کہ یہ ایک نیک شخص تھا موسم حج میں حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلاتا تھا اس کے انتقال کے بعد لوگوں نے اس کی قبر پر مجاورت شروع کر دی رفتہ رفتہ اسی کی عبادت کرنے لگے۔ اسی طرح لفظ عزیٰ لفظ عزیز سے لیا گیا ہے مکے اور طائف کے درمیان نخلہ میں یہ ایک درخت تھا اس پر بھی قبہ بنا ہوا تھا چادریں چڑھی ہوئی تھیں قریش اس کی عظمت کرتے تھے۔

ابو سفیان نے احد والے دن بھی کہا تھا ہمارا عزیٰ ہے اور تمہارا نہیں جس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہلوایا تھا اللہ ہمارا والی ہے اور تمہاری کوئی نہیں صحیح بخاری میں ہے جو شخص لات عزیٰ کی قسم کھا بیٹھے اسے چاہیے کہ فوراً لا الہ الا اللہ کہہ لے اور جو اپنے ساتھی سے کہہ دے کہ آ جوا کھیلیں اسے صدقہ کرنا چاہیے، مطلب یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں چونکہ اسی کی قسم کھائی جاتی تھی تو اب اسلام کے بعد اگر کسی کی زبان سے اگلی عادت کے موافق یہ الفاظ نکل جائیں تو اسے کلمہ پڑھ لینا چاہیے۔

حضرت سعد بن وقاص ایک مرتبہ اسی طرح لات وعزیٰ کی قسم کھا بیٹھے جس پر لوگوں نے انہیں متنبہ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے آپ نے فرمایا دعا (لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئی قدیر) پڑھ لو اور تین مرتبہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ کر اپنی بائیں جانب تھوک دو اور آئندہ سے ایسا نہ کرنا مکے اور مدینے کے درمیان قدید کے پاس مشلل میں مناۃ تھا۔ قبیلہ خزاعہ، اوس، اور خزرج جاہلیت میں اس کی بہت عظمت کرتے تھے یہیں سے احرام باندھ کر وہ حج کعبہ کے لئے جاتے تھے اسی طرح ان تین کی شہرت بہت زیادہ تھی اس لئے یہاں صرف ان تین کا ہی بیان فرمایا۔ ان مقامات کا یہ لوگ طواف بھی کرتے تھے قربانیوں کے جانور وہاں لے جاتے تھے ان کے نام پر جانور چڑھائے جاتے تھے باوجود اس کے یہ سب لوگ کعبہ کی حرمت وعظمت کے قائل تھے اسے مسجد ابراہیم مانتے تھے اور اس کی خاطر خواہ توقیر کرتے تھے

سیرۃ ابن اسحاق میں ہے کہ قریش اور بنو کنانہ عزیٰ کے پجاری تھے جونخلہ میں تھا۔ اس کا نگہبان اور متولی قبیلہ بنوشیبان تھا جو قبیلہ سلیم کی شاخ تھا اور بنو ہاشم کے ساتھ ان کا بھائی چارہ تھا اس بت کے توڑنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کہتے جاتے تھے۔ **یا عزی کفرانك لا سبحانك انی رایت الله قد اهانك**

اے عزیٰ میں تیرا منکر ہوں تیری پاکی بیان کرنے والا نہیں ہوں میرا ایمان ہے کہ تیری عزت کو اللہ نے خاک میں ملا دیا۔ یہ ببول کے تین درختوں پر تھا کاٹ ڈالے گئے اور قبہ ڈھا دیا اور واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی آپ نے فرمایا تم نے کچھ نہیں کیا لوٹ کر پھر دوبارہ جاؤ حضرت خالد کے دوبارہ تشریف لے جانے پر وہاں کے محافظ اور خدام نے بڑے بڑے مکر و فریب کئے اور خوب غل مچا مچا کر یا عزیٰ یا عزیٰ کے نعرے لگائے حضرت خالد نے جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ننگی عورت ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور اپنے سر پر مٹی ڈال رہی ہے آپ نے تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا اور واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا عزیٰ یہی تھی۔

لات قبیلہ ثقیف کا بت تھا جو طائف میں تھا۔ اس کی تولیت اور مجاورت بنو معتب میں تھی یہاں اس کے ڈھانے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت ابوسفیان صخر بن حرب کو بھیجا تھا جنہوں نے اسے معدوم کر کے اس کی جگہ مسجد بنادی، مناۃ اوس وخزرج اور اس کے ہم خیال لوگوں کا بت تھا یہ مثلل کی طرف سے سمندر کے کنارے قدید میں تھا یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان کو بھیجا اور آپ نے اس کے ریزے ریزے کر دیئے۔ بعض کا قول ہے کہ حضرت علی کے ہاتھوں یہ کفرستان فنا ہوا۔ ذوالخلصہ نامی بت خانہ دوس اور خثعم اور بجیلہ کا تھا اور جو لوگ اس کے ہم وطن تھے یہ تبالہ میں تھا اور اسے یہ لوگ کعبہ یمانیہ کہتے تھے اور مکہ کے کعبہ کو کعبہ شامیہ کہتے تھے یہ حضرت جریر بن عبداللہ کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فنا ہوا فلس نامی بت خانہ قبیلہ طے اور ان کے آس پاس کے عربوں کا تھا یہ جبل طے میں سلمیٰ اور اجا کے درمیان تھا اس کے توڑنے پر حضرت علی مامور ہوئے تھے آپ نے اسے توڑ دیا اور یہاں سے دو تلواریں لے گئے تھے۔

ایک رسوب دوسری مخزم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں تلواریں انہی کو دے دیں، قبیلہ حمیر اہل یمن نے اپنا بت خانہ صنعاء میں ریام نامی بنا رکھا تھا مذکور ہے کہ اس میں ایک سیاہ کتا تھا اور وہ دو حمیری جو تبع کے ساتھ نکلے تھے انہوں نے اسے نکال کر قتل کر دیا اور اس بت خانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور رضا نامی بت کدہ بنو ربیعہ بن سعد کا تھا اس کو مستوغر بن ربیعہ بن کعب بن اسد نے اسلام میں ڈھایا۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تین سو تیس سال کی ہوئی تھی جس کا بیان خود انہوں نے اپنے اشعار میں کیا ہے ذوالکعبات نامی صنم خانہ بکر تغلب اور یاد قبیلے کا سنداد میں تھا پھر فرماتا ہے کہ تمہارے لئے لڑکے ہوں اور اللہ کی لڑکیاں ہوں؟ کیونکہ مشرکین اپنے زعم باطل میں فرشتوں کو اللہ کی لڑکیاں سمجھتے تھے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم آپس میں تقسیم کرو اور کسی کو صرف لڑکیاں اور کسی کو

صرف لڑکے دو تو وہ بھی راضی نہ ہوگا اور یہ تقسیم نامنصفی کی سمجھی جائے گی چہ جائیکہ تم اللہ کے لئے لڑکیاں ثابت کرو اور خود تم اپنے لئے لڑکے پسند کرو پھر فرماتا ہے ان کو تم نے اپنی طرف سے بغیر کسی دلیل کے مضبوط ٹھہرا کر جا چاہا نام گھڑ لیا ہے۔

ورنہ نہ وہ معبود ہیں نہ کسی ایسے پاک نام کے مستحق ہیں خود یہ لوگ بھی ان کی پوجا پاٹ پر کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے صرف اپنے بڑوں پر حسن ظن رکھ کر جو انہوں نے کیا تھا یہ بھی کر رہے ہیں مکھی پر مکھی مارتے چلے جاتے ہیں مصیبت تو یہ ہے کہ دلیل آ جانے اللہ کی باتیں واضح ہو جانے کے باوجود بھی باپ دادا کی غلط راہ کو نہیں چھوڑتے۔ پھر فرماتا ہے کیا ہر انسان تمنا پر تمہارے لئے کیا لکھا جائے گا؟ تمام امور کا مالک اللہ تعالیٰ ہے دنیا اور آخرت میں تصرف اسی کا ہے جو اس نے جو چاہا ہو رہا ہے اور جو چاہے گا ہوگا۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بڑے سے بڑا فرشتہ بھی کسی کے لئے سفارش کا لفظ بھی نہیں نکال سکتا۔ جیسے فرمایا آیت (مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَه لَه وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ، الحدید: 11) کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش پیش کر سکے اس کے فرمان کے بغیر کسی کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے سکتی۔ جبکہ بڑے بڑے قریبی فرشتوں کا یہ حال ہے تو پھر اے ناواقفو! تمہارے یہ بت اور تھان کیا نفع پہنچا دیں گے؟ ان کی پرستش سے اللہ روک رہا ہے تمام رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کل آسمانی کتابیں اللہ کے سوا اوروں کی عبادت سے روکنا اپنا عظیم الشان مقصد بتاتی ہیں پھر تم ان کو اپنا سفارشی سمجھ رہے ہو کس قدر غلط راہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ |
| اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ |
| مگر وہ محض نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے ان کی نسبت کوئی دلیل نہیں اتاری، وہ لوگ |
| محض وہم و گمان کی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آ چکی ہے۔ |

### بت پرستوں کا بت پرستی پر قائم رہنے کا بیان

"إِنْ هِیَ" أَیْ مَا الْمَذْكُورَات "إِلَّا أَسْمَاء سَمَّیْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ" أَیْ سَمَّیْتُمْ بِهَا أَصْنَامًا تَعْبُدُونَهَا "مَا أَنْزَلَ اللّٰه بِهَا" أَیْ بِعِبَادَتِهَا "مِنْ سُلْطَان" حُجَّة وَبُرْهَان "إِنْ" مَا "یَتَّبِعُونَ" فِی عِبَادَتهَا "إِلَّا الظَّنّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُس" مِمَّا زَیَّنَ لَهُمْ الشَّیْطَان مِنْ أَنَّهَا تَشْفَع لَهُمْ عِنْد اللّٰه تَعَالَى "وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبّهمْ الْهُدَى" عَلَى لِسَان النَّبِیّ صَلَّى اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْبُرْهَانِ الْقَاطِع فَلَمْ یَرْجِعُوا عَمَّا هُمْ عَلَیْهِ،

مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مذکورہ بت محض نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ یعنی تم نے ان کا نام بت رکھا ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اللہ نے ان کی عبادت کی نسبت کوئی دلیل یعنی حجت و برہان نہیں اتاری، وہ لوگ ان کی

عبادت میں محض وہم وگمان کی اور نفسانی خواہشات کی پیروی کررہے ہیں۔ کیونکہ شیطان نے ان کیلئے مزین کردیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی سفارش کریں گے۔ حالانکہ ان کے پاس نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس کے ذریعے ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ جو دلیل قطعی کے ساتھ ہے لیکن وہ جس پر لگے ہیں انہوں نے اس سے رجوع نہ کیا۔

لفظ ظن عربی زبان میں مختلف معانی کے لئے بولا جاتا ہے، ایک معنی یہ بھی ہیں کہ بے بنیاد خیالات کو ظن کہا جاتا ہے، آیت میں یہی مراد ہے اور یہی مشرکین مکہ کی بت پرستی کا سبب تھا، اسی کے ازالہ کے لئے یہ فرمایا گیا ہے، دوسرے معنی ظن کے وہ ہیں جو یقین کے بالمقابل آتے ہیں، یقین کہا جاتا ہے اس علم قطعی مطابق للواقع کو جس میں کسی شک وشبہ کی راہ نہ ہو، جیسے قرآن کریم یا احادیث متواترہ سے حاصل شدہ علم، اس کے مقابل ظن اس علم کو کہا جاتا ہے جو بے بنیاد خیالات تو نہیں دلیل کی بنیاد پر قائم ہے، مگر یہ دلیل اس درجہ قطعی نہیں جس میں کوئی دوسرا احتمال ہی نہ رہے، جیسے عام روایات حدیث سے ثابت ہونے والے احکام، اسی لئے قسم اول کے مسائل کو قطعیات اور یقینیات کہا جاتا ہے، اور دوسری قسم کو ظنیات، اور یہ ظن شریعت میں معتبر ہے، قرآن وحدیث میں اس کے معتبر ہونے کے شواہد موجود ہیں اور تمام امت کے نزدیک واجب العمل ہے، آیت مذکورہ میں ظن کو جو ناقابل اعتبار قرار دیا ہے اس سے مراد ظن بمعنی بے بنیاد بے دلیل خیالات ہیں، اس لئے کوئی اشکال نہیں۔

| |
|---|
| اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ○ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی ○ |
| کیا انسان کے لئے وہ میسر ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے ہاں بتوں کی سفارش کے باطل ہونے کا بیان

"أَمْ لِلْإِنْسَانِ" أَيْ لِكُلِّ إِنْسَان مِنْهُمْ "مَا تَمَنّٰى" مِنْ أَنَّ الْأَصْنَام تَشْفَع لَهُمْ ؟ لَيْسَ الْأَمْر كَذٰلِكَ، "فَلِلّٰهِ الْآخِرَة وَالْأُولَى" أَيْ الدُّنْيَا فَلَا يَقَع فِيهِمَا إِلَّا مَا يُرِيدهُ تَعَالَى،

کیا ان میں سے ہر انسان کے لئے وہ سب کچھ میسر ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔ کہ بت ان کی سفارش کریں گے۔ جبکہ معاملہ ایسا نہیں ہے۔ تو آخرت اور دنیا سب کا مالک اللہ ہی ہے۔ لہٰذا دونوں جہانوں میں وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔

یعنی سمجھتے ہیں کہ یہ بت ہمارے سفارشی بنیں گے۔ یہ خالی خیالات اور آرزوئیں ہیں۔ کیا انسان جو تمنا کرے وہ ہی مل جائے گا۔ یادرہے دنیا اور آخرت کی سب بھلائی اللہ کے پاس ہے۔

| |
|---|
| وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ○ |
| اور کتنے ہی فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دے دے جس کیلئے چاہے اور پسند فرمائے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش کرنے کا بیان

"وَكَمْ مِنْ مَلَك" أَيْ وَكَثِير مِنْ الْمَلَائِكَة "فِي السَّمٰوَات" وَمَا أَكْرَمَهُمْ عِنْد اللّٰه "لَا تُغْنِي

شَفَاعَتهم شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْد أَنْ يَأْذَن اللَّه " لَهُمْ فِيهَا "لِمَنْ يَشَاء " مِنْ عِبَاده "وَيَرْضَى" عَنْهُ لِقَوْلِهِ "وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى " وَمَعْلُوم أَنَّهَا لَا تُوجَد مِنْهُمْ إِلَّا بَعْد الْإِذْن فِيهَا "مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَع عِنْده إِلَّا بِإِذْنِهِ"

اور کتنے ہی زیادہ فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ ان کی سفارش کچھ کام نہیں آتی مگر جبکہ اللہ اجازت دے دے۔ جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا شفاعت کا اذن دے گا۔ کیونکہ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ کہ وہ سفارش نہیں کرتے مگر جس وہ پسند کرلے۔ معلوم ہوا کہ سفارش صرف اسی کی اجازت سے ہوگی۔ اور یہ فرمان بھی ہے کہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے۔

یعنی ملائکہ باوجود یہ کہ بارگاہ الٰہی میں قرب ومنزلت رکھتے ہیں، بعد ازاں صرف اس کے لئے شفاعت کریں گے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی ہو یعنی مومن موحّد کے لئے، تو بتوں سے شفاعت کی امید رکھنا نہایت باطل ہے کہ نہ انہیں بارگاہ حق میں قرب حاصل، نہ کفار شفاعت کے اہل۔ (خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

| اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ |
|---|
| بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔ |

## مشرکین کا فرشتوں کے نام رکھنے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَة تَسْمِيَة الْأُنْثَى" حَيْثُ قَالُوا : هُمْ بَنَات اللَّه

بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یقیناً وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے ناموں کی طرح رکھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ وہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ مشرکین کے اس قول کی تردید فرماتا ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کی لڑکیاں ہیں۔ جیسے اور جگہ ہے آیت (وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْــَٔلُوْنَ ، الزخرف:19)، یعنی اللہ کے مقبول بندوں اور فرشتوں کو انہوں نے اللہ کی لڑکیاں ٹھہرا دیا ہے کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ موجود تھے؟ ان کی شہادت لکھی جائے گی اور ان سے پرستش کی جائے گی یہاں بھی فرمایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے زنانہ نام رکھتے ہیں جو ان کی بے علمی کا نتیجہ ہے محض جھوٹ کھلا بہتان بلکہ صریح شرک ہے یہ صرف ان کی اٹکل ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اٹکل پچو کی باتیں حق کے قائم مقام نہیں ہوسکتیں۔

حدیث شریف میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹ ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نجم، بیروت)

| وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْــًٔا ۝ |
|---|
| حالانکہ انھیں اس کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔ |

## یقین کے مقابلے میں گمان کے بیکار ہونے کا بیان

"وَمَا لَهُمْ بِهِ" بِهٰذَا الْقَوْلِ "مِنْ عِلْمٍ اِنْ" مَا "يَتَّبِعُونَ" فِيهِ "اِلَّا الظَّنَّ" الَّذِي تَخَيَّلُوهُ "وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا" اَيْ عَنِ الْعِلْمِ فِيمَا الْمَطْلُوب فِيهِ الْعِلْم

حالانکہ انھیں اس یعنی اس قول کے متعلق کوئی علم نہیں، وہ صرف گمان کے پیچھے چل رہے ہیں جوان کے ذہن میں آیا ہے اور بے شک گمان حق کے مقابلے میں کسی کام نہیں آتا۔ یعنی ایسا علم جس میں مقصد ہو وہاں گمان کیا کرے گا۔

یعنی جن کو آخرت کا یقین نہیں وہ سزا کی طرف سے بیفکر ہوکر ایسی گستاخیاں کرتے ہیں۔ مثلاً فرشتوں کو زنانہ قرار دے کر خدا کی بیٹیاں کہہ دیا۔ یہ ان کی محض جہالت ہے۔ بھلا فرشتوں کو مرد اور عورت ہونے سے واسطہ۔ اور خدا کے لیے اولاد کیسی۔ کیا سچی اور ٹھیک بات پر قائم ہونا ہو تو ایسی اٹکلوں اور بادر ہوا اوہام سے کام چل سکتا ہے۔ اور کیا تخمینے اور اٹکلیں حقائق ثابتہ کے قائم مقام ہوسکتی ہیں؟

| فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ |
|---|
| سو آپ اپنی توجہ اس سے ہٹالیں جو ہماری یاد سے رُوگردانی کرتا ہے اور سوائے دنیوی زندگی کے اور کوئی مقصد نہیں رکھتا۔ |

## قرآن سے اعراض کرنے والے کیلئے وعید کا بیان

"فَاَعْرِضْ عَمَّنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا" اَيِ الْقُرْآن "وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا" وَهٰذَا قَبْلَ الْاَمْرِ بِالْجِهَادِ

پس آپ اپنی توجہ اس سے ہٹالیں جو ہماری یاد یعنی قرآن سے رُوگردانی کرتا ہے اور سوائے دنیوی زندگی کے اور کوئی مقصد نہیں رکھتا۔ یہ حکم جہاد کے حکم سے پہلے کا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ حق سے اعراض کرنے والوں سے آپ بھی اعراض کرلیں ان کا مطمع نظر صرف دنیا کی زندگی ہے اور جس کی غایت یہ سفلی دنیا ہو اس کا انجام کبھی نیک نہیں ہوتا ان کے علم کی غایت بھی یہی ہے کہ دنیا طلبی اور کوشش دنیا میں ہر وقت منہمک رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) گھر نہ ہو اور دنیا اس کا مال ہے جس کا مال (آخرت میں) کنگال نہ ہو، ایک منقول دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بھی آئے ہیں (اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا) پروردگار تو ہماری اہم تر کوشش اور مطمع نظر اور مقصد معلومات صرف دنیا ہی کو نہ کر۔ پھر فرماتا ہے کہ جمیع مخلوقات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے صحیح طور پر وہی واقف ہے جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے ضلالت دے سب کچھ اس کی قدرت علم اور حکمت سے ہو رہا ہے وہ عادل ہے اپنی شریعت میں اور انداز مقرر کرنے میں ظلم و بے انصافی نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ○

یہ علم میں ان کی انتہا ہے، یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا

اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔

## دنیا اور آخرت کے طالب کا بیان

"ذَلِكَ" أَيْ طَلَبَ الدُّنْيَا "مَبْلَغهمْ مِنَ الْعِلْم" أَيْ نِهَايَة عِلْمهم أَنْ آثَرُوا الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَة "إِنَّ رَبّك هُوَ أَعْلَم بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيله وَهُوَ أَعْلَم بِمَنِ اهْتَدَى" عَالِم بِهِمَا فَيُجَازِيهِمَا

یہ یعنی دنیا کی طلب میں علم میں ان کی انتہا ہے، یعنی ان کے علم کا انتہاء یہی ہے کیونکہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی ہے یقیناً تیرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو اس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہی زیادہ جاننے والا ہے اسے جو راستے پر چلا۔ لہٰذا وہ ان دونوں کا جزاء دینے والا ہے۔

## دنیا اور آخرت کی مثال کا بیان

حضرت مستورد بن شداد کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ "اللہ کی قسم! آخرت (کے زمانہ اور وہاں کی نعمتوں) کے مقابلے میں دنیا (کے زمانہ اور اس کی نعمتوں) کی مثال ایسی ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ وہ انگلی کیا چیز لے کر واپس آئی ہے۔ (مسلم، مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 1082)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو کر باہر نکالے تو وہ دیکھے گا کہ اس کی انگلی سمندر میں سے محض تری یا صرف ایک آدھ قطرہ پانی کا لے کر واپس آئی ہے، پس سمجھنا چاہئے کہ آخرت کے زمانہ اور وہاں کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کا زمانہ اور دنیا کی تمام نعمتیں اسی قدر قلیل و کمتر ہیں جس قدر کہ سمندر کے مقابلہ میں اس کی انگلی کو لگا ہوا پانی، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تمثیل بھی محض لوگوں کو سمجھانے کے لئے ہے ورنہ متناہی کو غیر متناہی کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی، پانی کا وہ ایک قطرہ جو دریا سے باہر آیا ہے اپنی کمتری و بے وقعتی کے باوجود سمندر سے کچھ نہ کچھ نسبت ضرور رکھتا ہے مگر دنیا، آخرت سے اس قدر بھی نسبت نہیں رکھتی۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ نہ تو نہایت جلد فنا ہو جانے والی دنیا کی نعمتوں اور آسائشوں پر مغرور ہو اور نہ اس کی سختیوں اور پریشانیوں پر روئے پیٹے اور نہ شکوہ و شکایت کرے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے مطابق یہی کہے کہ: اللهم لا عيش الا عيش الاخرة، "اے اللہ! اصل زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے" نیز اس حقیقت کو ہر لحہ مدنظر رکھے کہ یہ دنیا، مزرعۃ الاخرۃ (آخرت کی کھیتی ہے) اور یہاں کی زندگانی بس ایک ساعت کی ہے لہٰذا اس ایک ساعت کو گنوانے کی بجائے طلب الٰہی میں مصروف رکھنا ہی سب سے بڑی دانشوری ہے۔

| |
|---|
| وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا |
| وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی۝ |
| اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں تا کہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا |
| بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔ |

## نیک اعمال کرنے والوں کیلئے جنت ہونے کا بیان

"وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَات وَمَا فِی الْأَرْض" هُوَ مَالِك لِذٰلِكَ وَمِنْهُ الضَّالّ وَالْمُهْتَدِی یُضِلّ مَنْ یَشَاء وَیَهْدِی مَنْ یَشَاء "لِیَجْزِیَ الَّذِینَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوْا" مِنْ الشِّرْك وَغَیْره "وَیَجْزِیَ الَّذِینَ أَحْسَنُوا" بِالتَّوْحِیدِ وَغَیْره مِنْ الطَّاعَات "بِالْحُسْنَی" الْجَنَّة وَبَیَّنَ الْمُحْسِنِینَ بِقَوْلِهِ،

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یعنی وہ مالک ہے۔اور اسی طرح ضلالت وہدایت ہے، لہٰذا وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔تا کہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے جو انہوں نے شرک وغیرہ جیسے کام کیے ہیں۔اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے۔کیونکہ انہوں نے توحید وغیرہ ذریعے طاعات کی ہیں۔اور حسنیٰ سے مراد جنت ہے۔جس کو احسان کرنے والوں کیلئے بیان کیا گیا ہے۔جیسا آئندہ آیت میں قول ہے۔

اے اللہ جبکہ تو معاف فرماتا ہے تو سب کچھ ہی معاف فرمادے ورنہ یوں آلودہ عصیاں تو ہر انسان ہے۔مجاہد فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے طواف میں عموماً اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔ابن جریر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شعر کو پڑھنا بھی مروی ہے ترمذی میں بھی یہ مروی ہے اور امام ترمذی اسے حسن صحیح غریب کہتے ہیں، بزار فرماتے ہیں ہمیں اس کی اور سند معلوم نہیں صرف اسی سند سے مرفوعاً مروی ہے۔

ابن ابی حاتم اور بغوی نے بھی اسے نقل کیا ہے بغوی نے اسے سورہ تنزیل میں روایت کیا ہے لیکن اس مرفوع کی صحت میں نظر ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مراد یہ ہے کہ زنا سے نزدیکی ہونے کے بعد توبہ کرے اور پھر نہ لوٹے چوری کے قریب ہوجانے کے بعد چوری نہ کی اور توبہ کر کے لوٹ آیا اسی طرح شراب پینے کے قریب ہوکر شراب نہ پی اور توبہ کر کے لوٹ گیا یہ سب الممام ہیں جو ایک مومن کو معاف ہیں، حضرت حسن سے بھی یہی مروی ہے ایک روایت میں ہے صحابہ سے عموماً اس کا مروی ہونا بیان کیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں مراد اس سے شرک کے علاوہ گناہ ہیں۔ابن زبیر فرماتے ہیں دو حدوں کے درمیان حد زنا اور عذاب آخرت ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر وہ چیز جو دو حدوں کے درمیان حد دنیا اور حد آخرت نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں

اور وہ ہر واجب کر دینے والی سے کم ہے حد دنیا تو وہ ہے جو کسی گناہ پر اللہ نے دنیاوی سزا مقرر کر دی ہے اور اس کی سزا دنیا میں مقرر نہیں کی۔ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے ہر چیز کو گھیر لیا ہے اور تمام گناہوں پر اس کا احاطہ ہے جیسے فرمان ہے آیت (قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ 53)-39الزمر:53) اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جان پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑی بخشش والا اور بڑے رحم والا ہے پھر فرمایا وہ تمہیں دیکھنے والا اور تمہارے ہر حال کا علم رکھنے والا اور تمہارے ہر کلام کو سننے والا اور تمہارے تمام تر اعمال سے واقف ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ |
| هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ |
| فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ |
| وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے، |
| وہ تمہیں زیادہ جاننے والا ہے جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں |
| بچے تھے۔ سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔ |

## بڑے گناہوں سے احتراز کے سبب صغائر کی معافی کا بیان

"اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِش إِلَّا اللَّمَم" هُوَ صِغَار الذُّنُوب كَالنَّظْرَةِ وَالْقُبْلَة وَاللَّمْسَة فَهُوَ اسْتِثْنَاء مُنْقَطِع وَالْمَعْنَى لَكِنَّ اللَّمَم يُغْفَر بِاجْتِنَابِ الْكَبَائِر "إِنَّ رَبّك وَاسِع الْمَغْفِرَة" بِذَلِكَ وَبِقَبُولِ التَّوْبَة وَنَزَلَ فِيمَنْ كَانَ يَقُول : صَلَاتنَا صِيَامنَا حَجّنَا "هُوَ أَعْلَم" أَيْ عَالِم "بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنْ الْأَرْض" أَيْ خَلَقَ أَبَاكُمْ آدَم مِنْ التُّرَاب "وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّة" جَمْع جَنِين "فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسكُمْ" لَا تَمْدَحُوهَا عَلَى سَبِيل الْإِعْجَاب أَمَّا عَلَى سَبِيل الِاعْتِرَاف بِالنِّعْمَةِ فَحَسَن "هُوَ أَعْلَم" أَيْ عَالِم،

وہ لوگ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہ، یعنی جیسے نظر، بوسہ، چھونا پس یہ استثناء منقطع ہے۔ معنی یہ ہے کہ بڑے گناہوں سے بچنے کیلئے چھوٹے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ یقیناً تیرا رب وسیع بخشش والا ہے، کیونکہ وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔

یہ آیت مبارکہ اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہتا ہے کہ میری نماز، روزہ اور حج ہے۔ وہ تمہیں زیادہ جاننے والا

ہے جب اس نے تمھیں زمین سے پیدا کیا یعنی تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کومٹی سے بنایا ہے۔اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے۔ یہاں پر لفظ اجنہ یہ جنین کی جمع ہے۔سو اپنی پاکیزگی کا دعویٰ نہ کرو، یعنی بہ طور تعجب اپنی تعریف نہ کرو۔ جبکہ اعتراف نعمت کے طور پر ہوتو اچھا ہے۔وہ زیادہ جاننے والا ہے کہ کون پرہیز گار ہے۔

## سورہ نجم آیت ۳۲ کے شان نزول کا بیان

ثابت بن انصاری سے منقول ہے کہ جب یہود کا کوئی چھوٹی عمر کا بچہ مرجاتا تو وہ کہتے یہ صدیق ہے یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہود نے جھوٹ کہا اللہ جس جان کو بھی اس کی ماں کے پیٹ میں پیدا فرماتا ہے اس کے بارے میں جانتا ہے کہ یہ بد بخت ہے یا نیک بخت اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔(سیوطی 277،نیسابوری 328،قرطبی 17-110)

## سورہ نجم آیت ۳۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ الایۃ (وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر صغیرہ گناہوں سے۔ بے شک آپ کا رب بڑا وسیع بخشش والا ہے۔النجم)۔کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا اللہ اگر تو بخشتا ہے تو سارے گناہ بخش دے تیرا کونسا ایسا بندہ ہے جو گناہوں سے آلودہ نہ ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1232)

## کبیرہ گناہ کا معنی اور بعض کبائر کا بیان

گناہ کبیرہ" کے معنی ہیں۔ بڑے گناہ! چنانچہ اصطلاح شریعت میں" گناہ کبیرہ" اس بڑے فعل کو فرماتے ہیں جس کا ارتکاب کرنے والا حد یعنی شریعت کی متعین کردہ سزا کا موجب ہوتا ہے، یا جس کے ارتکاب پر قرآن وحدیث میں سخت وعید وتنبیہ مذکورہ ہو، یا جس کے ارتکاب کو شریعت نے بطور مبالغہ ارتکاب کفر سے تعبیر کیا ہو (جیسے قصداً نماز ترک کرنے پر حدیث میں یہ وعید آئی ہے (حدیث من ترك الصلوة متعمد افقد کفر) یعنی جس آدمی نے نماز قصداً ترک کردی وہ کافر ہوگیا) یا جس کا فساد ونقصان گناہ کبیرہ کے فساد ونقصان کے برابر یا اس سے زیادہ ہو، یا جس کی ممانعت دلیل قطعی کے ساتھ ثابت ہو اور جس کا اختیار کرنا حرمت دین کی ہتک کا موجب ہو پس جس فعل اور بات میں ان میں سے کوئی بھی چیز پائی جائے گی اس کو گناہ کبیرہ یعنی بڑا گناہ کہیں گے اور جس فعل یا بات میں ان میں سے کوئی چیز نہیں پائی جائے گی۔

اور وہ اسلامی تعلیمات اور دینی تقاضا کے خلاف ہوگی اس کو گناہ صغیرہ یعنی چھوٹا گناہ کہا جائے گا یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ بعض اعتبار سے اگرچہ گناہ کبیرہ کے مختلف درجات ہیں کہ بعض کبیرہ گناہ تو بہت ہی برے اور نہایت ہی قابل نفرت ہیں اور بعض گناہ نسبۃ کچھ ہلکے درجہ کے ہیں لیکن شریعت کی نظر میں قابل مواخذہ وگرفت اور موجب عذاب ہونے کے اعتبار سے سب یکساں نوعیت رکھتے ہیں۔احادیث میں ایک جگہ تمام کبیرہ گناہوں کا تعین اور تفصیل کے ساتھ ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ موقع محل کی مناسبت

یا کسی سائل کو جواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان کردہ کبیرہ گناہوں کی جو فہرست مرتب کی ہے وہ مختصراً یوں ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا یعنی کسی کو اس کی عبادت یا اس کی صفات میں شریک کرنا مثلاً استعانت (مدد چاہنے) میں، علم میں، قدرت میں، تصرف میں، تخلیق میں، پکارنے میں، نام رکھنے میں، ذبح کرنے میں، نذر ماننے میں اور لوگوں سے امور سونپنے میں کسی کو بھی وہ درجہ اور حیثیت دینا جو صرف اللہ تعالیٰ کی سزاوار ہے۔ (۲) گناہ پر اصرار و دوام کی نیت رکھنا۔ (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا (۴) زنا کرنا۔ (۵) لواطت کرنا۔ (۶) چوری کرنا۔ (۷) جادو سیکھنا اور جادو کرنا (۸) شراب پینا اور نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنا۔ (۹) محارم یعنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، نانی اور خالہ وغیرہ سے نکاح کرنا۔ (۱۰) جوا سیکھنا اور جوا کھیلنا (۱۱) دارالحرب سے ہجرت نہ کرنا۔ (۱۲) دشمناں دین سے ناروا دوستی اور تعلق رکھنا۔ (۱۳) طاقت وقوت اور غالب حیثیت رکھنے کے باوجود دشمنان دین سے جہاد نہ کرنا۔ (۱۴) سود کھانا۔ (۱۵) خنزیر اور مردار کے گوشت کا استعمال کرنا۔ (۱۶) نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا۔ (۱۸) ناحق کسی کا مال ہڑپ کر لینا۔ (۱۸) پاکباز مرد یا پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت دھرنا۔ (۱۹) جھوٹی گواہی دینا۔ (۲۰) کسی عذر شرعی کے بغیر قصداً رمضان کا روزہ نہ رکھنا یا روزہ توڑنا۔ (۲۱) جھوٹی قسم کھانا۔ (۲۲) قطع تعلق کرنا۔ (۲۳) ماں باپ کو ستانا اور ان کی نافرمانی کرنا۔ (۲۴) جنگ کے موقع پر دشمناں دین کے مقابلہ سے فرار اختیار کرنا۔ (۲۵) یتیموں کا مال ناحق کھانا۔ (۲۶) ناپ تول میں خیانت کرنا۔ (۲۷) نماز کو وقت پر نہ پڑھنا۔ (۲۸) مسلمانوں سے ناحق لڑنا جھگڑنا۔ (۲۹) ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا الزام لگانا۔ (۳۰) رسول، کتاب اللہ اور فرشتوں کا انکار کرنا یا ان کا مذاق اڑانا۔ (۳۱) احکام دین اور مسائل شریعت کا انکار کرنا۔ (۳۲) فرائض پر عمل نہ کرنا یعنی نماز نہ پڑھنا، زکوۃ ادا نہ کرنا، رمضان کے روزے نہ رکھنا اور استطاعت کے باوجود حج نہ کرنا۔ (صحابہ یا کسی صحابی کو برا کہنا۔ (۳۴) بالعذر کتمان شہادت کرنا۔ (۳۵) رشوت لینا۔ (۳۶) میاں بیوی کے درمیان نفاق ڈلوانا۔ (۳۷) حاکم کے سامنے کسی کی چغل خوری کرنا۔ (۳۸) غیبت کرنا۔ (۳۹) اسراف میں مبتلا ہونا۔ (۴۰) رہزنی کا ارتکاب کرنا۔ (۴۱) دین کے نام پر یا کسی دنیوی غرض کے تحت روئے زمین پر فتنہ وفساد پھیلانا۔ (۴۲) گناہ صغیرہ پر اصرار و دوام اختیار کرنا۔ (۴۳) کسی کو گناہ کی طرف راغب کرنا یا گناہ کے ارتکاب میں مدد دینا۔ (۴۴) ہارمونیم، طبلہ اور دوسرے ممنوع باجوں کے ساتھ گانا۔ (۴۵) نہاتے وقت دوسروں کے سامنے ستر کھولنا۔ (۴۶) مالی مطالبات وواجبات کی ادائیگی میں بخل کرنا۔ (۴۷) خودکشی کرنا۔ (۴۸) اپنے اعضاء بدن میں سے کسی عضو کو ضائع کرنا اور تلف کر دینا۔ (۴۹) منی اور پیشاب کی گندگی سے صفائی اور پاکی حاصل نہ کرنا۔ (۵۰) تقدیر کو جھٹلانا۔ (۵۱) اپنے سردار اور حاکم سے عہد شکنی کرنا۔ (۵۲) کسی کی ذات اور نسب میں طعنہ زنی کرنا۔ (۵۳) غرور اور تکبر کے تحت پائنچے لٹکانا۔ (۵۴) لوگوں کو گمراہی کی طرف بلانا۔ (۵۵) میت پر نوحہ کرنا۔ (۵۶) برے طریقے اور بیہودہ رسمیں رائج کرنا۔ (۵۷) دھاردار آلہ سے کسی مسلمان کی طرف اشارہ کرنا۔ (۵۸) کسی کو خصی کر دینا۔ (۵۹) اپنے بدن کے کسی حصہ کو کاٹنا۔ مثلاً داڑھی منڈانا یا ناک وغیرہ تھوڑی سی کاٹ ڈالنا۔ (۶۰) اپنے محسن سے احسان فراموشی کرنا۔ (۶۱) حدود حرم میں ان کاموں کو کرنا جن کی ممانعت ہے۔ (۶۲) حدود حرم میں جاسوسی کرنا۔ (۶۳) نرد کھیلنا یا ایسا کوئی بھی کھیل کھیلنا

جو بالاتفاق حرام ہو۔ (۶۴) کسی مسلمان کو کافر کہنا یا اس کو کسی ایسے الفاظ سے مخاطب کرنا جو صرف کافر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (۶۵) اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان باری میں عدل نہ کرنا۔ (۶۶) جلق کرنا (مشت زنی کرنا)۔ (۶۷) غلہ وغیرہ کی گرانی سے خوش ہونا۔ (۶۸) جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنا۔ (۶۹) عالم کا اپنے علم پر عمل نہ کرنا۔ (۷۰) دنیا کی محبت میں مبتلا ہونا۔ (۷۱) امرد پر بری نظر رکھنا۔ (۷۲) دوسروں کے گھر میں جھانکنا۔ (۷۳) صاحب خانہ کی اجازت کے بغیر اس کے گھر کے اندر داخل ہونا۔ (۷۴) دیوثی اور قرم ساقی کرنا۔ (۷۵) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھے کاموں کی تبلیغ وتلقین اور برے کاموں سے روکنے) کا فریضہ باوجود قدرت کے انجام نہ دینا۔ (۷۶) پڑھنے کے بعد قرآن مجید کو بھلا دینا۔ (۷۷) جانوروں کو آگ میں جلانا (۷۸) عورت کا بغیر عذر شرعی اپنے شوہر کی نافرمانی کرنا۔ (۷۹) مرد کا عورت پر ظلم کرنا۔ (۸۰) اللہ کی رحمت ومغفرت سے ناامید ہونا۔ (۸۱) اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونا۔ (۸۲) علماء اور حفاظ کی توہین وتحقیر کرنا۔ (۸۳) بیوی سے ظہار کرنا، بعض علماء نے کبائر کی فہرست میں کچھ اور گناہوں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن یہاں اختصار کی پیش نظر اسی فہرست پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰیo وَاَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَکْدٰیo اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰیo |
| کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا۔ اور تھوڑا سا دیا اور رک گیا۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے؟ پس وہ دیکھ رہا ہے۔ |

## عار دلانے کے سبب اعراض کرنے کا بیان

"أَفَرَأَيْت الَّذِي تَوَلَّى" عَنْ الْإِيمَان ارْتَدَّ لَمَّا عُيِّرَ بِهِ وَقَالَ إِنِّي خَشِيت عِقَاب اللَّه فَضَمِنَ لَهُ الْمُعِير لَهُ أَنْ يَحْمِل عَنْهُ عَذَاب اللَّه إِنْ رَجَعَ إِلَى شِرْكه وَأَعْطَاهُ مِنْ مَاله كَذَا فَرَجَعَ "وَأَعْطَى قَلِيلًا" مِنْ الْمَال الْمُسَمَّى "وَأَكْدَى" مَنَعَ الْبَاقِي مَأْخُوذ مِنْ الْكُدْيَة وَهِيَ أَرْض صُلْبَة كَالصَّخْرَةِ تَمْنَع حَافِر الْبِئْر إِذَا وَصَلَ إِلَيْهَا مِنْ الْحَفْر "أَعِنْده عِلْم الْغَيْب فَهُوَ يَرَى" يَعْلَم مِنْ جُمْلَته أَنَّ غَيْره يَتَحَمَّل عَنْهُ عَذَاب الْآخِرَة ؟ لَا وَهُوَ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة أَوْ غَيْره وَجُمْلَة أَعِنْده الْمَفْعُول الثَّانِي لِرَأَيْت بِمَعْنَى أَخْبِرْنِي

کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ایمان سے منہ پھیر لیا۔ یعنی جب اس کو ایمان کی عار دلائی گئی تو وہ مرتد ہو گیا۔ اور کہا کہ میں اللہ کے عذاب سے ڈرنے والا ہوں لہٰذا وہ عار دلانے والا اس کیلئے ضامن ہو جائے گا۔ کہ وہ اس سے اللہ کے عذاب کو اٹھائے گا۔ یہ کہ وہ شرک کی لوٹ آئے۔ اور اس کو اس کے مال سے دیا تو وہ لوٹ آیا ہے۔ اور تھوڑا مقرر کردہ مال سے تھوڑا سا مال دیا اور باقی سے رک گیا۔ یہاں پر لفظ اکدیٰ یہ کدیہ سے مشتق ہے اور وہ ایسی زمین ہے جو پتھریلی ہو جس کنواں کھودنے والے کو چٹان آ جانے کی وجہ سے کنواں کھودنے سے روک دے۔ کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے؟ پس وہ دیکھ رہا ہے۔ یعنی ان علوم میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے علاوہ کے عذاب کو اٹھا لے گا ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ولید بن مغیرہ ہے۔ اور اس کے علاوہ کوئی ہو۔ اور جملہ اعندہ یہ

رائیت بہ معنی اخبرنی کا مفعول ثانی ہے۔

## سورت نجم ۳۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ کے لیے نکلے تو ایک شخص آپ کے پاس سواری کے لیے آیا لیکن اسے سواری نہ مل سکی جس پر سوار ہو کر وہ آپ کے ساتھ نکل سکے وہ اپنے ایک دوست سے ملا اور اس سے کہا مجھے کچھ دے دے اس نے کہا میں تجھے یہ چیز اس شرط پر دیتا ہوں کہ تو میرے گناہ اٹھائے گا اس شخص نے کہا ٹھیک ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دراج سے روایت ہے کہ میں جہاد کی غرض سے نکلنے والے ایک لشکر میں نکلا ایک شخص نے آپ سے سواری طلب کی تو آپ نے فرمایا میرے پاس تجھے سوار کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے چنانچہ وہ غمگین ہو گیا وہ ایک شخص کے پاس سے گزرا جس کا اونٹ اس کے سامنے بندھا ہوا تھا اس نے اس شخص سے اپنی بے بسی کی شکایت کی تو اس نے کہا کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے تیری نیکیوں کے بدلے اس سواری پر سوار کر دوں تا کہ تو لشکر میں شامل ہو جائے اُس نے کہا ٹھیک ہے اور سوار ہو گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن زید سے روایت ہے کہ ایک شخص اسلام لے آیا تو اسے ایک آدمی ملا اس پر طعن کیا اور کہا کہ تو نے پچھلوں کا دین چھوڑ کر انہیں گمراہ قرار دیا اور یہ گمان کیا کہ وہ جہنمی ہیں اس نے کہا مجھے اللہ کے عذاب سے ڈر ہے۔

اس آدمی نے کہا مجھے کچھ دے دے میں اس کے بدلے تیرا تمام عذاب برداشت کروں گا اس نے اسے کچھ نہ دیا اس نے کہا مزید دو یہ ابتداء متفق نہ ہوا پھر آخر کار کچھ مزید بھی دے دیا گیا اور ایک دستاویز لکھی اور گواہ بھی قائم کیے اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔(سیوطی278،طبری27۔41،زادالمیسر 8۔(77)

ابن عباس، سدی، کلبی، اور میتب بن شریک کہتے ہیں کہ یہ آیت عثمان بن عفان کے بارے میں نازل ہوئی یہ خیر کے کاموں میں صدقہ وخیرات کے طور پر بہت خرچ کرتے تھے ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے کہا یہ تم کیا کرتے ہو؟ قریب ہے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہ بچے عثمان نے کہا میرے بہت گناہ اور خطائیں ہیں میں اس طرح اللہ کی رضا طلب کرتا ہوں اور اسکی معافی کی امید رکھتا ہوں عبداللہ نے کہا مجھے اپنی اونٹنی کجاوے سمیت دے دو میں اس کے بدلے میں تمہارے تمام گناہوں کا بوجھ اٹھاؤں گا انہوں نے وہ اونٹنی دے دی اور گواہ بھی قائم کر لیے اور اپنے صدقات وغیرہ کے عمل سے رک گئے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔اَفَرَءَيْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی وَاَعْطٰی قَلِيْلًا وَّاَكْدٰی، بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے منہ پھیر لیا اور تھوڑا سا دیا پھر ہاتھ روک لیا کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔تو عثمان دوبارہ اس بھلائی اور خیر کے کاموں کی طرف لوٹ آئے۔(قرطبی17۔(111)

مجاہد اور ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی اس نے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کر لی تو کسی مشرک نے اسے عار دلائی اور کہا کہ تو نے اپنے بزرگوں کے دین کو چھوڑ کر انہیں گمراہ قرار دیا اور کیوں کہا کہ وہ جہنمی ہیں؟ اس

نے کہا مجھے اللہ کے عذاب کا ڈر ہے تو اس مشرک نے کہا اگر تو اپنے مال کا کچھ حصہ مجھے دے دے اور شرک کی طرف واپس لوٹ جائے تو میں تیری جانب سے اللہ کا عذاب برداشت کرلوں گا چنانچہ اس نے اس ڈانٹنے والے کو اس مال میں جس کا وعدہ کیا تھا کچھ دے دیا اور پھر بخل کیا اور بقیہ دینے سے انکار کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ (نیسا بوری 329، قرطبی 17۔112)

## لفظ اکدیٰ کے مفہوم کا بیان

اکدی، کدیہ سے مشتق ہے، کدیہ اس سخت پتھر کو کہا جاتا ہے جو کوئی کنواں یا بنیاد کھودتے ہوئے زمین میں نکل آوے اور کھدائی کے لئے رکاوٹ بن جاوے، اس لئے اکدی کے معنی یہ ہوئے کہ پہلے کچھ دیا پھر دینے سے رک گیا، آیت کے شان نزول میں جو ایک واقعہ اوپر بیان ہو چکا ہے اس کے مطابق تو معنی ظاہر ہیں اور اس سے قطع نظر کی جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص جس نے اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کیا پھر چھوڑ دیا، یا شروع میں کچھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف مائل ہوا، کچھ کرنے لگا پھر چھوڑ بیٹھا، اس لفظ کی یہ تفسیر حضرت مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی○وَاِبْرٰھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی○ |
| یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے۔ اور ابراہیم کے جس نے پورا کیا۔ |

## حضرت موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کے صحائف کا بیان

"أَمْ" بَلْ "لَمْ یُنَبَّأْ بِمَا فِی صُحُف مُوسَی" أَسْفَار التَّوْرَاة أَوْ صُحُف قَبْلهَا "و" صُحُف "إِبْرَاهِیم الَّذِی وَفَّی" تَمَّمَ مَا أُمِرَ بِهِ نَحْو "وَإِذْ ابْتَلَی إِبْرَاهِیم رَبّه بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهنَّ" وَبَیَان مَا،

یہاں پر لفظ اَم بمعنی بل ہے۔ یا اسے اس بات کی خبر نہیں دی گئی جو موسیٰ کے صحیفوں یعنی جو اسفار تورات اور اس سے پہلے صحائف میں ہے۔ اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے عہد پورا کیا۔ یعنی مکمل ہوا جس کا حکم دیا گیا جیسے "وَإِذْ ابْتَلَی إِبْرَاهِیم رَبّه بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهنَّ" اور یہ ما کا بیان ہے۔

یہ حضرت ابراہیم کی صفت ہے کہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا وہ انہوں نے پورے طور پر ادا کیا اس میں بیٹے کا ذبح بھی ہے اور اپنا آگ میں ڈالا جانا بھی اور اس کے علاوہ اور مامورات بھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس مضمون کا ذکر فرماتا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں مذکور فرمایا گیا تھا۔ (تفسیر خازن، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی○وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی○ |
| کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔ |

## دوسروں کے گناہوں کا بوجھ نہ اٹھانے کا بیان

"أَ" أَنْ "لَا تَزِر وَازِرَة وِزْر أُخْرَی" إلَخ وَأَنْ مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِیلَة أَیْ لَا تَحْمِل نَفْس ذَنْب

غَيْرِهَا،

"وَأَنْ" أَيْ أَنَّهُ "لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى" مِنْ خَيْرٍ فَلَيْسَ لَهُ مِنْ سَعْيِ غَيْرِهِ الْخَيْرِ شَيْءٌ،

یہاں پرلفظ اَلا اصل میں اَن لا تھا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ یہاں پر اَن یہ ثقل سے مخففہ ہے۔ اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے کوشش کی۔

اور کوئی دوسرے کے گناہ پر نہیں پکڑا جاتا اس میں اس شخص کے قول کا ابطال ہے جو ولید بن مغیرہ کے عذاب کا ذمہ دار بنا تھا اور اس کے گناہ اپنے ذمہ لینے کو کہتا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زمانہ حضرت ابراہیم سے پہلے لوگ آدمی کو دوسرے کے گناہ پر بھی پکڑ لیتے تھے اگر کسی نے کسی کو قتل کیا ہوتا تو بجائے اس قاتل کے اس کے بیٹے یا بھائی یا بی بی یا غلام کو قتل کر دیتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آیا تو آپ نے اس کی ممانعت فرمائی اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم پہنچایا کہ کوئی کسی کے بار گناہ میں ماخوذ نہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

## دوسروں سبب ثواب حاصل کر سکنے کا بیان

یعنی عمل۔ مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی نیکیوں سے فائدہ پاتا ہے یہ مضمون بھی صُحف ابراہیم وموسیٰ کا ہے۔ علیہما السلام اور کہا گیا ہے کہ ان ہی امتوں کے لئے خاص تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ حکم ہماری شریعت میں آیت (اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ، الطّور: 21) سے منسوخ ہو گیا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کی وفات ہو گئی اگر میں اس کی طرف سے صدقہ دوں کیا نافع ہو گا؟ فرمایا: ہاں۔ مسائل اور بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ میت کو صدقات وطاعات سے جو ثواب پہنچایا جاتا ہے پہنچتا ہے اور اس پر علماءِ امت کا اجماع ہے اور اسی لئے مسلمانوں میں معمول ہے کہ وہ اپنے اموات کو فاتحہ، سوم، چہلم، برسی، عرس وغیرہ میں طاعات وصدقات سے ثواب پہنچاتے رہتے ہیں یہ عمل احادیث کے بالکل مطابق ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں انسان سے کافر مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ کافر کو کوئی بھلائی نہ ملے گی بجز اس کے جو اس نے کی ہو کہ دنیا ہی میں وسعتِ رزق یا تندرستی وغیرہ سے اس کا بدلہ دے دیا جائے گا۔

تا کہ آخرت میں اس کا کچھ حصہ باقی نہ رہے۔ اور ایک معنی آیت کے مفسرین نے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ آدمی بمقتضائے عدل وہی پائے گا جو اس نے کیا ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جو چاہے عطا فرمائے۔ اور ایک قول مفسرین کا یہ بھی ہے کہ مومن کے لئے دوسرا مومن جو نیکی کرتا ہے وہ نیکی خود اسی مومن کی شمار کی جاتی ہے جس کے لئے کی گئی ہو کیونکہ اس کا کرنے والا مثل نائب و وکیل کے اس کا قائم مقام ہوتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نجم، لاہور)

| |
|---|
| وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝ |
| اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ |
| اور یہ کہ آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔ |

## اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جانے کا بیان

"وَأَنَّ سَعْيه سَوْف يُرَى" يُبْصَر فِي الْآخِرَة "ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاء الْأَوْفَى" الْأَكْمَل يُقَال : جَزَيْته سَعْيه وَبِسَعْيِهِ،

"وَأَنَّ" بِالْفَتْحِ عَطْفًا وَقُرِئَ بِالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا وَكَذَا مَا بَعْدهَا فَلَا يَكُون مَضْمُون الْجُمَل فِي الصُّحُف عَلَى الثَّانِي "إِلَى رَبّك الْمُنْتَهَى" الْمَرْجِع وَالْمَصِير بَعْد الْمَوْت فَيُجَازِيهِمْ،

اور یہ کہ یقیناً اس کی کوشش جلد ہی اسے آخرت میں دکھائی جائے گی۔ پھر اسے اس کی ہر کوشش کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ جزیتہ سعیہ وبسعیہ کہ میں نے اس کی کوشش کا پورا پورا بدل دے دیا ہے۔ اور یہاں پر اَن فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس کا عطف کیا گیا ہے۔ اور نئے جملے طور پر اس کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اور اس طرح اس کے مابعد کا جملہ جبکہ صحف ثانی پر مضمون جملہ نہ ہوگا۔ اور یہ کہ بالآخر سب کو آپ کے رب ہی کی طرف پہنچنا ہے۔ یعنی موت کے بعد اسی کی جانب لوٹ کر آنا ہے لہٰذا ان کو اس پر جزاء دی جائے گی۔

## دنیا یا آخرت میں اعمال کا بدلہ دیا جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ مومن کی نیکی کا اجر ضائع نہیں کرتا، کہ اس کی اس نیکی کے سبب اس کو دنیا میں بھلائیاں دی جاتی ہیں اور آخرت میں بھی اس کا اجر وثواب دیا جائے گا۔ اور کافر اللہ کی خوشنودی کے لئے جو اچھے کام کرتا ہے اس کو اس کے بدلہ میں اس دنیا میں کھلا پلا دیا جاتا ہے (یعنی وہ ان اچھے کاموں کی وجہ سے جس بھلائی کا مستحق ہوتا ہے وہ اس کو نعمتوں اور راحتوں کی صورت میں اس دنیا میں دے دی جاتی ہے) یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایسی کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کی وجہ سے اس کو وہاں اجر وثواب دیا جائے۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1085)

اس ارشاد گرامی کے ذریعہ اس حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی بھلائی اور وہاں کے اجر وثواب کا دارومدار دنیا میں محض اچھے کام کرنے پر نہیں ہے بلکہ ایمان وعقیدہ پر ہے چنانچہ وہ نیک کام جو اللہ کی خوشنودی کے لئے کئے جاتے ہیں اور جن سے اللہ یقیناً خوش ہوتا ہے، جب کوئی مومن کرتا ہے تو اس کو ان نیک کاموں کی وجہ سے دنیا میں بھی اچھا بدلہ ملتا ہے۔ بایں طور پر کہ اس کے کاروبار معیشت اور رزق میں وسعت وفراخی عطا کی جاتی ہے۔

اس کی زندگی کو چین وسکون اور خوش حالی وقلبی اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے اور پھر اس کو ہر طرح کی آفات و بلیات اور ناپسندیدہ عناصر سے محفوظ و مامون رکھا جاتا ہے اور پھر جب وہ اس دنیا کی زندگی کو پورا کر کے آخرت میں پہنچے گا تو اس کو وہاں بھی ان نیک کاموں کا پورا پورا اجر وثواب ملے گا۔ اس کے برخلاف جب کافر اچھے اعمال کرتا ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہو جیسے فقیر ومحتاج کو کھانا کھلانا اور اس کی مدد کرنا، یتیم اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک اور احسان کرنا اور اس طرح کے دوسرے فلاح ورفاہی کے کام تو اس کے ان اچھے کاموں کا پورا بدلہ اس کو دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے، جب کہ آخرت میں وہ ان اچھے کاموں کا کوئی اجر وثواب پانے کا مستحق نہیں ہوگا۔ رہی یہ بات کہ جس طرح مومن کو دنیا میں اپنے اچھے کاموں کا بدلہ اچھا ملتا ہے اسی طرح کیا اس کو دنیا میں برے کاموں کی سزا بھی ملتی ہے؟ تو اس کا جواب اثبات میں ہوگا کہ حق تعالیٰ اپنے جس بندہ کو آخرت کے عذاب وشدائد سے بچانا چاہتا ہے اس کو اس کی برائیوں کی سزا اس دنیا میں دے دیتا ہے۔

چنانچہ ایک دوسری حدیث میں منقول ہے کہ مومن کو اس کے برے کاموں کا بدلہ دنیا میں مختلف قسم کے مصائب وآلام اور تکالیف وپریشانیوں کی صورت میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ جب آخرت میں پہنچے گا تو اس کے نامہ اعمال میں ایسی کوئی برائی نہیں ہوگی جس پر وہ عذاب کا مستوجب قرار پائے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو احمد اور ابن حبان نے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ من یعمل سوء یجز بہ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر ایسا ہے کہ بندہ سے جو بھی برائی صادر ہوگی اس کی وجہ سے اس کو آخرت میں ضرور سزا دی جائے گی اور ظاہر ہے کہ دنیا میں ہر بندے سے چھوٹی یا بڑی کوئی نہ کوئی برائی ضرور صادر ہوتی ہے) تو پھر نجات پانے والا کون شخص ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "اللہ تمہیں بخشے، کیا تم غمگین نہیں ہوتے، کیا تم رنج والم نہیں اٹھاتے، کیا تم بیمار نہیں ہوتے اور کیا تمہیں کوئی آفت یا بلا نہیں پہنچتی؟" انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" (تو یاد رکھو) یہ چیز (یعنی تمہارا کسی تکلیف ومصیبت اور رنج والم میں مبتلا ہونا) دراصل تمہارے حق میں اس برائی کی سزا اور بدلہ ہے جو تم سے صادر ہو جاتی ہے۔

| |
|---|
| وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰی ○ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْیَا ○ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰی ○ |
| اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے ہنسایا اور رلایا۔ اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ |
| اور یہ کہ بے شک اسی نے دو قسمیں نر اور مادہ پیدا کیں۔ |

## خوشی ہنسانے اور غمی سے رولا دینے والے کا بیان

"وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ" مَنْ شَاءَ اَفْرَحَهٗ "وَاَبْكٰی" مَنْ شَاءَ اَحْزَنَهٗ "وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ" فِي الدُّنْيَا "وَاَحْیَا" لِلْبَعْثِ "وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ" الصِّنْفَيْنِ،

اور یہ کہ بے شک حقیقت یہ ہے کہ اسی نے خوشی سے ہنسایا اور غم سے رلایا۔ جس اس نے چاہا۔ اور یہ کہ وہی دنیا میں مارتا ہے اور بعث کیلئے جلاتا ہے۔ اور یہ کہ بے شک اسی نے دو قسمیں نر اور مادہ پیدا کیں۔

## دنیا کی حقیقت کی معرفت کے سبب رونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ اور ہنسا کم ہو جائے (یعنی قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیاں، مبداُ ومعاد کی حقیقت گنہگاروں کے تئیں اللہ تعالیٰ کا عتاب وعذاب یوم حساب کی شدت پرسش اور باری تعالیٰ کی صفات قہریہ وجلالیہ کو، جو خوف مصیبت کا باعث ہیں جس قدر میں جانتا ہوں اور پھر ان چیزوں کے تعلق سے تمہارے انجام کار کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم وخوف طاری رہتا ہے اگر تم بھی ان سب چیزوں سے پوری طرح آگاہ ہو جاؤ تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خوف وہیبت کے مارے تم ہنسا بھول جاؤ اور اپنا زیادہ وقت رونے اور غم کھانے میں صرف کرو، کیونکہ اس صورت میں تم رجا یعنی رحمت الٰہی کی امید کے مقابلہ پر عذاب الٰہی کے خوف کو زیادہ ترجیح دینے لگو)۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1269)

اس ارشاد گرامی میں امت کے لئے ایک تنبیہ تو یہ ہے کہ اپنے اوپر گریہ طاری رکھنا چاہئے اور ان چیزوں کی یاد تازہ رکھنی چاہئے جو رونے وہلانے اور غم کھانے کا باعث ہوتی ہیں جیسے خوف الٰہی کا احساس اور عظمت وجلال حق کی حقیقت معلوم کرنا۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ جاہل وغافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسنے اور راحت چین اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف عفو مغفرت اور اس کی رحمت پر امید کی وجہ سے فی الجملہ راحت چین اختیار کرنا ایک حد تک گنجائش رکھتا ہے۔

| |
|---|
| مِنۡ نُّطۡفَةٍ اِذَا تُمۡنٰی○وَاَنَّ عَلَیۡهِ النَّشۡاَةَ الۡاُخۡرٰی○ |
| نطفہ سے جبکہ وہ ٹپکایا جاتا ہے۔ اور یہ کہ دوبارہ زندہ کرنا اسی پر ہے۔ |

## انسان کی تخلیق اول سے بعث کی حیات پر دلیل ہونے کا بیان

"مِنْ نُطْفَة" مَنِيّ "إذَا تُمْنَى" تُصَبّ فِي الرَّحِم "وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَة" بِالْمَدِّ وَالْقَصْر "الْأُخْرَى" الْخَلْقَة الْأُخْرَى لِلْبَعْثِ بَعْد الْخَلْقَة الْأُولَى،

نطفہ ایک تولیدی قطرہ سے جبکہ وہ رَحم مادہ میں ٹپکایا جاتا ہے۔ اور یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا بھی اسی پر ہے۔ یہاں پر لفظ نشاءیہ مد اور بغیر مد کے بھی پڑھا گیا ہے۔ یعنی وہ خلقت اولی کے بعد دوبارہ اٹھانے کیلئے زندہ کرے گا۔

| |
|---|
| وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغۡنٰی وَ اَقۡنٰی○وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعۡرٰی○ |
| اور یہ کہ بے شک اسی نے غنی کیا اور خزانہ بخشا۔ اور یہ کہ بے شک وہی شعریٰ کا رب ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی کفالت کے مطابق مال دینے کا بیان

"وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَى" النَّاس بِالْكِفَايَةِ بِالْأَمْوَالِ "وَأَقْنَى" أَعْطَى الْمَال الْمُتَّخَذ قِنْيَة "وَأَنَّهُ هُوَ رَبّ الشِّعْرَى" هُوَ كَوْكَب خَلْف الْجَوْزَاء كَانَتْ تُعْبَد فِي الْجَاهِلِيَّة

اور یہ کہ بے شک اسی نے غنی کیا یعنی لوگوں کو اموال کے ساتھ خود کفیل بنایا۔ اور خزانہ بخشا۔ یعنی ان مال دیا اور یہ کہ بے شک وہی شعریٰ ستارے کا رب ہے۔ شعریٰ وہ ستارہ ہے جو جوزاء کے بعد آتا ہے دور جاہلیت میں اس کی پوجا کی جاتی تھی۔

اقنی کا لغوی مفہوم:۔ اقنی بمعنی غنی کرنا اور راضی کرنا (مفردات) یعنی اتنا مال و دولت دینا کہ اس کی احتیاج پوری کرنے کے علاوہ وہ خوش بھی ہو جائے اور بعض اہل لغت کے نزدیک اقنی اغنیٰ کی ضد ہے بمعنی مفلس بنا دینا۔ گویا اقنی لغت اضداد سے ہے۔ ان آیات میں چونکہ متقابل چیز کا ذکر ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہاں دوسرا معنی ہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فلہٰذا ترجمہ میں یہی دوسرا معنی اختیار کیا گیا ہے۔

ایک ستارے کا نام ہے جو جوزا کے پیچھے ہے، عرب کی بعض اقوام اس ستارے کی پرستش کرتی تھیں، اس لئے خصوصیت سے اس کا نام لے کر بتلایا کہ اس ستارے کا مالک اور پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے، اگرچہ وہ سارے ہی ستاروں، آسمانوں، زمینوں کا خالق و مالک اور پروردگار ہے۔

| |
|---|
| وَ اَنَّـهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا نِ الْاُوْلٰى ۝ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ۝ |
| اور یہ کہ بے شک اسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا۔ اور ثمود کو، پس باقی نہیں چھوڑا۔ اور ان سے پہلے نوح |
| کی قوم کو، یقیناً وہی زیادہ ظالم اور زیادہ حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ |

## قوم عاد، ثمود اور قوم نوح کی ہلاکتوں کا بیان

"وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَى " وَفِي قِرَاءَة بِإِدْغَامِ التَّنْوِين فِي اللَّام وَضَمّهَا بِلَا هَمْزَة وَهِيَ قَوْم عَادٍ وَالْأُخْرَى قَوْم صَالِح

"وَثَمُودَ" بِالصَّرْفِ اسْم لِلْأَبِ وَبِلَا صَرْف لِلْقَبِيلَةِ وَهُوَ مَعْطُوف عَلَى عَادًا "فَمَا أَبْقَى" مِنْهُمْ أَحَدًا

"وَقَوْم نُوح مِنْ قَبْل " أَيْ قَبْل عَادٍ وَثَمُود أَهْلَكْنَاهُمْ "إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَم وَأَطْغَى" مِنْ عَادٍ وَثَمُود لِطُولِ لُبْث نُوح فِيهِمْ "فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْف سَنَة إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا" وَهُمْ مَعَ عَدَم إِيمَانهمْ بِهِ يُؤْذُونَهُ وَيَضْرِبُونَهُ

اور یہ کہ بے شک اسی نے پہلی قوم عاد کو ہلاک کیا۔ ایک قرأت کے مطابق تنوین کے لام میں ادغام کے ساتھ اور ضمہ کے

ساتھ بغیر ہمزہ کے پڑھا گیا ہے۔ اور وہ قوم عاد ہے۔ جبکہ دوسرے قوم صالح ہے۔ اور ثمود کو، یہاں پر لفظ ثمود جب باپ کا نام ہو تو منصرف اور قبیلہ کا نام ہو تو غیر منصرف پڑھا گیا ہے۔ اور اس کا عطف عاد پر ہے۔ پس ان میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑا۔ اور ان سے پہلے نوح کی قوم کو، یعنی قوم عاد وثمود سے پہلے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ یقیناً وہی عاد وثمود سے زیادہ ظالم اور زیادہ حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ کیونکہ ان میں حضرت نوح علیہ السلام نے طویل قیام فرمایا تھا۔ پس آپ ان میں ساڑھے نو سو سال رہے۔ لیکن وہ آپ پر ایمان نہ لائے بلکہ وہ آپ کو تکالیف پہنچاتے۔ اور آپ مارتے۔

## عذاب الٰہی کے واقعات کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

عاد اولیٰ جن کی طرف سیدنا ہود مبعوث ہوئے اور عاد ثانیہ یا قوم ثمود جن کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اور قوم فرعون یہ سب لوگ آخرت کے منکر، اکثر باز اپنے رسولوں کو ایذائیں اور دکھ پہنچانے والے اللہ کے باغی اور شرارتیں کرنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو تباہ کر ڈالا۔ قوم عاد دنیا کی قوی اور سخت ترین قوم ہے، ان کے دو طبقے یکے بعد دیگرے اولیٰ اور اخریٰ کے نام سے موسوم ہیں، ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا، نافرمانی پر ہوا کے طوفان کا عذاب آیا، پوری قوم ہلاک ہوئی، قوم نوح علیہ السلام کے بعد عذاب سے ہلاک ہونے والی یہ پہلی قوم ہے۔ اور ثمود بھی انہی کی نظیر دوسری شاخ ہے، جن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا، ان کی نافرمانی کرنے والوں پر سخت آواز کا عذاب آیا، جس سے ان کے کلیجے پھٹ کر ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ○ فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ○ |
| اور الٹی ہوئی بستیوں کو اسی نے نیچے دے پٹکا۔ پس ان کو ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ |
| سو تو اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا۔ |

## قوم لوط کی بستیوں کو الٹا کر پٹخ دینے کا بیان

"وَالْمُؤْتَفِكَة" وَهِيَ قُرَى قَوْم لُوط "أَهْوَى" أَسْقَطَهَا بَعْد رَفْعهَا إِلَى السَّمَاء مَقْلُوبَة إِلَى الْأَرْض بِأَمْرِهِ جِبْرِيل بِذَلِكَ،

"فَغَشَّاهَا" مِنْ الْحِجَارَة بَعْد ذَلِكَ "مَا غَشَّى" أُبْهِمَ تَهْوِيلًا وَفِي هُود : "جَعَلْنَا عَالِيهَا سَافِلهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَة مِنْ سِجِّيل"

"فَبِأَيِّ آلَاء رَبّك" أَنْعُمه الدَّالَّة عَلَى وَحْدَانِيّته وَقُدْرَته "تَتَمَارَى" تَتَشَكَّك أَيّهَا الْإِنْسَان أَوْ تُكَذِّب،

اور قوم لوط کی الٹی ہوئی بستیوں کو اوپر اٹھا کر آسمان تک بلند کرنے کے بعد الٹا کر کے اسی نے نیچے زمین کی طرف دے

پٹکا۔یعنی اس ذات کے حکم سے جبرائیل نے ایسا کیا۔پس ان کو ڈھانپ لیا۔یہاں پر ماغشیٰ کی ہولنا کی کو ظاہر کرنے کیلئے ابہام میں رکھا ہے۔جس نے ڈھانپ لیا یعنی ان بستیوں کو اوپر لے جا کر نیچے پھینک دیا پھر ان پر پتھروں کی بارش کر دی گئی۔پس تو اپنے پروردگار کی کن کن نعمتوں میں شک کرے گا۔یعنی جو اللہ کی نعمتیں تجھ پر ہیں۔جو اس کی وحدانیت وقدرت پر دلیل ہیں۔اے انسان تو ان میں شک کرتا ہے یا ان کی تکذیب کرتا ہے۔

موتفکہ کے لفظی معنے موتلفہ کے ہیں، یہ چند بستیاں اور شہر متصل تھے حضرت لوط علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے، نافرمانی اور بے حیائی کے اعمال کی سزا میں ان کی بستیاں جبرئیل امین نے الٹ دیں۔

تماری کے معنی جھگڑا اور مخالفت کرنا ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ خطاب ہر انسان کو ہے، کہ سابقہ آیات اور صحف موسیٰ وابراہیم علیہا السلام میں آئی ہوئی آیات ربانی میں کوئی ذرا بھی غور وفکر کرے تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی وحی اور تعلیمات کے حق ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی اور اقوام سابقہ کی ہلاکت وعذاب کے واقعات سن کر مخالفت سے باز آ جانے کا اچھا موقع ملتا ہے جو حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے، اس کے باوجود تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت میں جھگڑا اور خلاف کرتے رہو گے۔(تفسیر قرطبی، سورہ نجم، بیروت)

| |
|---|
| هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ○ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ○ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ○ |
| یہ اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔آنے والی قریب آ پہنچی۔اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔ |

## نبی کریم ﷺ کا سابقہ رسولان گرامی کی طرح مبعوث ہونے کا بیان

"هَذَا" مُحَمَّد "نَـذِير مِنْ النُّذُر الْأُولَى" مِـنْ جِـنْسهمْ أَيْ رَسُول كَالرُّسُلِ قَبْله أُرْسَلَ إِلَيْكُمْ كَمَا أُرْسِلُوا إِلَى أَقْوَامهمْ "أَزِفَتِ الْآزِفَة" قَرُبَتْ الْقِيَامَة، "لَيْسَ لَهَا مِنْ دُون اللَّه " نَفْس "كَاشِفَة" أَيْ لَا يَـكْشِفهَا وَيُظْهِرهَا إِلَّا هُوَ كَقَوْلِهِ "لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ"

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اگلے ڈر سنانے والوں میں سے ایک ڈر سنانے والے ہیں۔یعنی انہی رسولان گرامی کی جنس میں سے ہیں جس طرح وہ پہلے رسولان گرامی تھے۔جن کو تمہاری طرف اسی طرح مبعوث کیا گیا ہے جس سے سابقہ اقوام کی طرف رسولان گرامی کی بعثت ہوئی۔آنے والی قیامت کی گھڑی قریب آ پہنچی۔اللہ کے سوا اس کا کوئی کھولنے والا نہیں۔یعنی اس کو ظاہر کرنے والا اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔جس طرح یہ فرمان ہے کہ اس کے وقت کو وہی ظاہر کرے گا۔

## انبیائے کرام کا صفت انذار کے ساتھ مبعوث ہونے کا بیان

یہ خوف اور ڈر سے آگاہ کرنے والے ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی رسالت بھی ایسی ہی ہے جیسے آپ سے

پہلے رسولوں کی رسالت تھی جیسے اور آیت میں ہے آیت (قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ، الاحقاف: 9) یعنی میں کوئی نیا رسول تو ہوں نہیں رسالت مجھ سے شروع نہیں ہوئی بلکہ دنیا میں مجھ سے پہلے بھی بہت سے رسول آ چکے ہیں قریب آنے والی کا وقت آئے گا یعنی قیامت قریب آ گئی۔ نہ تو اسے کوئی دفع کر سکے نہ اس کے آنے کے صحیح وقت معین کا کسی کو علم ہے۔

نذیر عربی میں اسے کہتے ہیں مثلاً ایک جماعت ہے جس میں سے ایک شخص نے کوئی ڈراؤنی چیز دیکھی اور اپنی قوم کو اس سے آگاہ کرتا ہے یعنی ڈر اور خوف سنانے والا جیسے اور آیت میں ہے آیت (اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ، سبأ: 46) میں تمہیں سخت عذاب سے مطلع کرنے والا ہوں حدیث میں ہے تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ یعنی جس طرح کوئی شخص کسی برائی کو دیکھ لے کہ وہ قوم کے قریب پہنچ چکی ہے اور پھر جس حالت میں ہو اسی میں دوڑا بھاگا آ جائے اور قوم کو دفعۃً متنبہ کر دے کہ دیکھو وہ بلا آ رہی ہے فوراً تدارک کر لو اسی طرح قیامت کے ہولناک عذاب بھی لوگوں کی غفلت کی حالت میں ان سے بالکل قریب ہو گئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان عذابوں سے ہوشیار کر رہے ہیں جیسے اس کے بعد کی سورت میں ہے آیت (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، القمر: 1) قیامت قریب آ چکی۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے لوگو گناہوں کو چھوٹا اور حقیر جاننے سے بچو سنو چھوٹے چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک قافلہ کسی جگہ اترا سب ادھر ادھر چلے گئے اور لکڑیاں سمیٹ کر تھوڑی تھوڑی لے آئے تو چاہے ہر ایک کے پاس لکڑیاں کم کم ہیں لیکن جب وہ سب جمع کر لی جائیں تو ایک انبار لگ جاتا ہے جس سے دیگیں پک جائیں اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اور اچانک اس گنہگار کو پکڑ لیتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اور حدیث میں ہے میری اور قیامت کی مثال ایسی ہے پھر آپ نے اپنی شہادت کی اور درمیان کی انگلی اٹھا کر ان کا فاصلہ دکھایا میری اور قیامت کی مثال دو ساعتوں کی سی ہے میری اور آخرت کے دن کی مثال ٹھیک اسی طرح ہے جس طرح ایک قوم نے کسی شخص کو اطلاع لانے کے لئے بھیجا اس نے دشمن کے لشکر کو بالکل نزدیک کی کمین گاہ میں چھاپہ مارنے کے لئے تیار دیکھا یہاں تک کہ اسے ڈر لگا کہ میرے پہنچنے سے پہلے ہی کہیں یہ نہ پہنچ جائیں تو وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہیں کپڑا ہلا ہلا کر انہیں اشارے سے بتا دیا کہ خبردار ہو جاؤ دشمن سر پر موجود ہے پس میں ایسا ہی ڈرانے والا ہوں اس حدیث کی شہادت میں اور بھی بہت سی حسن اور صحیح حدیثیں موجود ہیں۔ پھر مشرکین کے اس فعل پر انکار فرمایا کہ وہ قرآن سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق سنتے ہیں مگر اعراض کرتے ہیں اور بے پرواہی برتتے ہیں۔

بلکہ اس کی رحمت سے تعجب کے ساتھ انکار کر بیٹھتے ہیں اور اس سے مذاق اور ہنسی کرنے لگتے ہیں چاہیے یہ تھا کہ مثل ایمان داروں کے اسے سن کر روتے عبرت حاصل کرتے جیسے مومنوں کی حالت بیان فرمائی کہ وہ اس کلام اللہ شریف کو سن کر روتے ہوئے سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور خشوع وخضوع میں بڑھ جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نجم، بیروت)

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ○ وَتَضْحَكُوْنَ وَ لَاتَبْكُوْنَ○

تو کیا اس بات سے تم تعجب کرتے ہو؟ اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں ہو۔

## دنیا میں مذاق کی ہنسیوں سے ہنس کر گزر جانے کا بیان

"أَفَمِنْ هَذَا الْحَدِيث" أَيْ الْقُرْآن "تَعْجَبُونَ" تَكْذِيبًا "وَتَضْحَكُونَ" اسْتِهْزَاء "وَلَا تَبْكُونَ" لِسَمَاعِ وَعْده وَوَعِيده،

تو کیا اس بات یعنی قرآن سے تم تعجب کرتے ہو؟ یعنی تکذیب کررہے ہو۔ اور تم بہ طور مذاق ہنستے ہو اور وعدہ وعید کو سن کر روتے نہیں ہو۔

## دنیا میں رونے اور سجدہ ریز ہونے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے (یعنی قیامت کی علامتیں، قدرت کی کرشمہ سازیوں کی نشانیاں اور اللہ تعالیٰ کی صفات قہریہ وجلالیہ جس طرح میرے سامنے ہیں اور میں ان کو دیکھتا ہوں اس طرح نہ تمہارے سامنے ہیں اور نہ تم انہیں دیکھتے ہو، نیز احوال آخرت کے اسرار واخبار، قیامت کی ہولناکیوں اور دوزخ کے عذاب کی شدت وسختی کی باتوں کو جس طرح میں سنتا ہوں تم نہیں سنتے) آسمان میں سے آواز نکلتی ہے اور اس میں سے آواز کا نکلنا بجا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگشت کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں فرشتے اللہ کے حضور اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں۔
اللہ کی قسم اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تم بہت کم ہنسو اور زیادہ رونے لگو۔ اور بستروں پر اپنی عورتوں سے لذت حاصل کرنا چھوڑ دو اور یقیناً تم اللہ سے نالہ وفریاد کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل جاؤ جیسا کہ رنج اٹھانے والوں اور غموں سے تنگ آجانے والوں کا شیوہ ہوتا ہے کہ وہ گھروں سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور صحرا صحرا جنگل جنگل گھومتے پھرتے ہیں تاکہ زمین کا بوجھ کم ہو اور دل کچھ ٹھکانے لگے۔ حضرت ابوذر نے یہ حدیث بیان کر کے ارادہ حسرت و دردنا کی کہا کہ کاش میں درخت ہوتا جس کو کاٹا جاتا۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1277)

"اطت" دراصل "اط" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں آواز نکالنا، پالان اور زین وغیرہ کا چرچرانا، اونٹ کا تعب کی وجہ سے بلبلانا، اس حدیث میں آسمان سے آواز نکلنے کی جو بات فرمائی گئی ہے اس کا مفہوم بالکل ظاہر ہے کہ فرشتوں کی کثرت وازدہام اور ان کے بوجھ کی وجہ سے آسمان میں سے آواز نکلتی ہے جیسا کہ سواری کا جانور سواری کے بوجھ کی وجہ سے ایک خاص قسم کی آواز نکالتا ہے یا کسی تخت وپلنگ پر جب زیادہ لوگ بیٹھ جاتے ہیں تو وہ چرچرانے لگتا ہے یا آسمان میں سے نکلنے کا مطلب آسمان کا اللہ کے خوف سے نالہ وفریاد کرنا ہے اور اس جملے کا مقصد یہ آگاہی ہے کہ جب آسمان ایک غیر ذی روح اور منجمد چیز ہوتے ہوئے اور مقدس

ملائکہ کی قرار گاہ کی حیثیت رکھنے کے باوجود خوف الٰہی سے نالہ وفریاد کرتا ہے تو انسان کہ جو جاندار ہے اور گناہ ومعصیت کی آلودگی رکھتا ہے، وہ کہیں زیادہ اس لائق ہے کہ خوف الٰہی سے گریہ وزاری اور نالہ وفریاد کرے۔

یہ معنی حدیث کے اصل مقصد سے زیادہ قریب اور مناسب تر ہیں۔ "اپنا سر سجدہ ریز کئے ہوئے نہ پڑے ہوں" سے مراد فرشتوں کا اللہ تعالیٰ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہونا ہے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے تاکہ وہ بات بھی اس جملے کے دائرہ مفہوم میں آجائے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر فرشتہ اللہ کی عبادت وتابعداری میں مشغول ہے کہ کچھ تو قیام کی حالت میں عبادت گزار ہیں، کچھ رکوع کی حالت میں ہیں اور کچھ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں یا یہ بات بھی کہی جاسکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان میں سے کسی خاص آسمان کا ذکر فرمایا ہے اور اس آسمان میں جو فرشتے ہیں وہ سب کے سب سجدہ کی ہی حالت میں پڑے ہوئے اللہ کی عبادت کررہے ہیں۔ "صعدات" اصل میں "صعد" کی جمع ہے اور صعد جمع ہے صعید کی جیسے طرقات جمع ہے طرق کی اور طرق جمع ہے طریق کی۔ صعید کے لغوی معنی مٹی، راستہ اور زمین کے بلند حصے کے ہیں اور یہاں حدیث میں اس سے مراد جنگل ہے۔ " کاش میں درخت ہوتا" یعنی انسان ہونے کی حیثیت سے گناہوں اور برائیوں کے ارتکاب سے بچنا بڑا مشکل ہے شیطان ہر وقت پیچھے لگا رہتا ہے نہ جانے کب اس کا داؤ چل جائے گا اور گناہ ومعصیت کا ارتکاب ہوجائے۔ جس کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی اور اس کا عذاب مول لینا پڑ جائے گا۔

لہٰذا حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آرزو ظاہر کی کہ کاش میں انسان نہ ہوتا تاکہ کل قیامت کے دن گناہوں کی آلودگی کے ساتھ نہ اٹھتا۔ اور جس طرح ایک درخت کو کاٹ ڈالا جاتا ہے تو وہ سرے سے مٹ جاتا ہے، اسی طرح میں بھی ہوتا کہ مجھے کاٹ کر پھینک دیا جاتا اور میں آخرت میں ندامت وشرمندگی اور عذاب سے بچ جاتا۔ واضح رہے کہ اس طرح کی غمناک اور دردانگیز آرزوئیں دوسرے بڑے صحابہ سے بھی منقول ہیں، مثلاً ایک صحابی نے کہا تھا کہ کاش، میں بکری ہوتا جس کو لوگ کاٹ کر کھا جاتے ہیں۔

دوسرے صحابی نے کہا کاش میں پرندہ ہوتا کہ وہ جہاں چاہتا ہے بیٹھ جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔ اس پر کوئی فکر اور کسی چیز کا دباؤ نہیں ہوتا یہ سب مقدس صحابہ وہ تھے جن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی اور آخرت کے اعتبار سے ان کی عافیت کے بخیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا لیکن جب ان پاک نفس حضرات کے احساس اور فکر آخرت کا یہ حال تھا تو دوسروں کو کیا کہا جاسکتا ہے۔

اگرچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعدہ ہے کہ ہر مومن انشاء اللہ مغفرت وبخشش سے نوازا جائے گا اور اس کی عاقبت بخیر ہوگی لیکن بارگاہ بے نیازی کا خوف ہی کمر توڑے ڈالتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کیا کیا نہ اپنے زہد واطاعت پہ ناز تھا بس دم نکل گیا جو سنا بے نیاز ہے۔

| وَ اَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ۝ فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ وَاعۡبُدُوۡا۝ |
| --- |
| اور تم کھیل میں پڑے ہو۔ تو اللہ کے لیئے سجدہ اور اس کی بندگی کرو۔ (السجدۃ) |

## اللہ تعالیٰ کیلئے سجدہ کرنے کا بیان

"وَأَنْتُمْ سَامِدُونَ" لَاهُونَ غَافِلُونَ عَمَّا يُطْلَبُ مِنْكُمْ "فَاسْجُدُوا لِلَّهِ" الَّذِي خَلَقَكُمْ "وَاعْبُدُوا" وَلَا تَسْجُدُوا لِلْأَصْنَامِ وَلَا تَعْبُدُوهَا

اور تم کھیل میں پڑے ہو۔یعنی جو تم سے مقصد تھا اس سے تم غافل ہوئے ہو۔تو اللہ کے لیے سجدہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اس کی بندگی کرو۔لہٰذا بتوں کی پوجا نہ کرو۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں (سمد) کلام پڑھنے کو کہتے ہیں یہ یمنی لغت ہے آپ سے (سامدون) کے معنی اعراض کرنے والے اور تکبر کرنے والے بھی مروی ہیں حضرت علی اور حسن فرماتے ہیں غفلت کرنے والے۔ پھر اپنے بندوں کا حکم دیتا ہے کہ توحید واخلاص کے پابند رہو خضوع، خلوص اور توحید کے ماننے والے بن جاؤ۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں نے مشرکوں نے اور جن وانس نے سورۃ النجم کے سجدے کے موقعہ پر سجدہ کیا۔مسند احمد میں ہے کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی پس آپ نے سجدہ کیا اور ان لوگوں نے بھی جو آپ کے پاس تھے راوی حدیث مطلب بن ابی وداعہ کہتے ہیں میں نے اپنا سر اٹھایا اور سجدہ نہ کیا یہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اسلام کے بعد جس کسی کی زبانی اس سورہ مبارکہ کی تلاوت سنتے سجدہ کرتے یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نجم، بیروت)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث کو روایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کا اللہ سے قریب ترین ہونا اس وقت شمار ہوتا ہے جب کہ وہ سجدہ میں ہو اس لئے تم (سجدے میں) بہت زیادہ دعا کیا کرو۔(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 858)

یوں تو اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر حال میں اپنے بندوں سے نزدیک رہتا ہے مگر سب سے زیادہ نزدیک اس وقت ہوتا ہے جب بندہ سجدہ میں ہوتا ہے یعنی سجدے کی حالت میں اللہ بندہ سے راضی ہوتا ہے اور دعا قبول کرتا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ سجدہ میں کثرت سے دعا مانگنی چاہئے تاکہ وہ قبولیت کے درجے کو پہنچے۔

## سورہ کی نجم تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم ﷺ کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔انہی کے تصدق سے سورنجم کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی،ہدایت کی پختگی،تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما،امین،بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

7

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

# تفسیر مصباحین

ترجمہ وشرح

# تفسیر جلالین

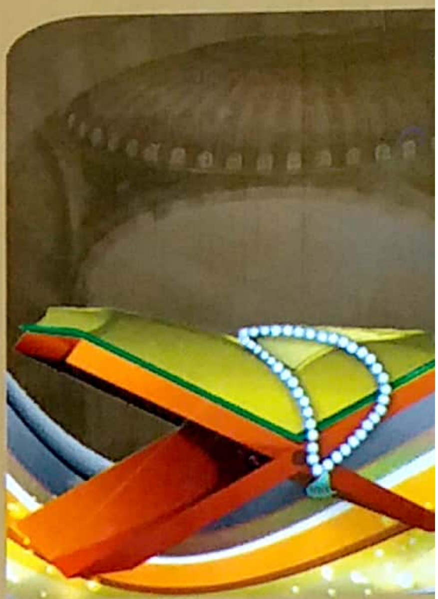

تصنیف

امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم وشارح

علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

سورۃ القمر تا سورۃ الناس

قرآن و حدیث دونوں ہدایت کے چراغ ہیں

اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَةٍ وہ چراغ ایک فانوس میں ہے

نمبر 7

# تفسیر مصباحین ترجمہ و شرح تفسیر جلالین

سُورَةُ الْقَمَر

سُورَةُ الرَّحْمٰن | سُورَةُ الْوَاقِعَة | سُورَةُ الْحَدِيْد | سُورَةُ الْمُجَادِلَة | سُورَةُ الْحَشْر | سُورَةُ الْمُمْتَحِنَة | سُورَةُ الصَّف | سُورَةُ الْجُمُعَة | سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْن | سُورَةُ التَّغَابُن

سُورَةُ الطَّلَاق | سُورَةُ التَّحْرِيْم | سُورَةُ الْمُلْك | سُورَةُ الْقَلَم | سُورَةُ الْحَاقَّة | سُورَةُ الْمَعَارِج | سُورَةُ نُوْح | سُورَةُ الْجِنّ | سُورَةُ الْمُزَّمِّل | سُورَةُ الْمُدَّثِّر

سُورَةُ الْقِيٰمَة | سُورَةُ الدَّهْر | سُورَةُ الْمُرْسَلٰت | سُورَةُ النَّبَا | سُورَةُ النّٰزِعٰت | سُورَةُ عَبَس | سُورَةُ التَّكْوِيْر | سُورَةُ الْاِنْفِطَار | سُورَةُ الْمُطَفِّفِيْن | سُورَةُ الْاِنْشِقَاق

سُورَةُ الْبُرُوْج | سُورَةُ الطَّارِق | سُورَةُ الْاَعْلٰى | سُورَةُ الْغَاشِيَة | سُورَةُ الْفَجْر | سُورَةُ الْبَلَد | سُورَةُ الشَّمْس | سُورَةُ الَّيْل | سُورَةُ الضُّحٰى | سُورَةُ اَلَمْ نَشْرَح

سُورَةُ التِّيْن | سُورَةُ الْعَلَق | سُورَةُ الْقَدْر | سُورَةُ الْبَيِّنَة | سُورَةُ الزِّلْزَال | سُورَةُ الْعٰدِيٰت | سُورَةُ الْقَارِعَة | سُورَةُ التَّكَاثُر | سُورَةُ الْعَصْر | سُورَةُ الْهُمَزَة

سُورَةُ الْفِيْل | سُورَةُ قُرَيْش | سُورَةُ الْمَاعُوْن | سُورَةُ الْكَوْثَر | سُورَةُ الْكٰفِرُوْن | سُورَةُ النَّصْر | سُورَةُ اللَّهَب | سُورَةُ الْاِخْلَاص | سُورَةُ الْفَلَق | سُورَةُ النَّاس


تصنیف
امام جلال الدین محلی شافعی رحمۃ اللہ علیہ
امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم و شارح
علامہ محمد لیاقت علی رضوی حنفی مدظلہ العالیہ



شبیر برادرز ®
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو القادر




نام کتاب ــــ (نمبر 7) ــــ تفسیر مصباحین فی تفسیر جلالین

تصنیف ــــ امام جلال الدین محلی شافعی / امام جلال الدین سیوطی شافعی

مترجم ــــ علامہ محمد لیاقت علی رضوی

کمپوزنگ ــــ ورڈز میکر

باہتمام ــــ ملک شبیر حسین

سن اشاعت ــــ مئی 2014ء

سرورق ــــ اے ایف ایس ایڈورٹائزر 0322-7202212

طباعت ــــ اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ہدیہ ــــ روپے

شبیر برادرز® زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

فون: 042-37246006

shabbirborther786@gmail.com

شبیر برادرز اردو بازار لاہور


## ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کردی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکرگزار ہوگا۔

# ترتیب

## سُورَةُ الرَّحْمٰن

## سُورَةُ الْوَاقِعَة

## سُورَةُ الْحَدِيد

## سُورَةُ الْمُجَادَلَة

## سُورَةُ الْحَشْر

## سُورَةُ الْمُمْتَحِنَة

## سُوْرَةُ الصَّفِّ



## سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

## سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ



## سُوْرَةُ التَّغَابُنِ

## سُورَةُ الطَّلَاق

## سُورَةُ التَّحْرِيم



## سُورَةُ الْمُلْك

## سُوْرَةُ الْقَلَم

## سُورَةُ الْحَاقَّة



## سُورَةُ الْمَعَارِج

## سُورَةُ نُوح



## سُورَةُ الجِنّ

## سُورَةُ الْمُزَّمِّل

## سُورَةُ الْمُدَّثِّر



## سُورَةُ الْقِيَامَة

## سورۃ الانسان

## سُورَۃ الْمُرْسَلَات



## سورۃ النبأ

## سورة النازعات



## سورة عبس

## سورۃ التکویر



## سورۃ الانفطار



## سورۃ المطففین

## سورۃ الانشقاق



## سورۃ البروج

## سورة الطارق



## سورة الأعلى



## سورة الغاشية



## سورة الفجر

## سورۃ البلد



## سورۃ الشمس



## سورۃ اللیل



## سورۃ الضحی



## سورۃ الانشراح

## سورۃ التین



## سورۃ العلق



## سورۃ القدر



## سورۃ البینۃ



## سورۃ الزلزالۃ



## سورۃ العادیات



## سورۃ القارعۃ

## سورۃ التکاثر



## سورۃ العصر



## سورۃ الھمزۃ



## سورۃ الفیل



## سورۃ قریش



## سورۃ الماعون



## سورۃ الکوثر



## سورۃ الکافرون



## سورۃ النصر

## سورة اللهب



## سورة الإخلاص



## سورة الفلق



## سورة الناس

# مقدمہ تفسیر مصباحین

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن کریم پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گا اور (خاص طور پر) جگمگاتی ہوئی دو سورتیں کہ وہ سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہیں پڑھو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح ظاہر ہوں گی گویا کہ وہ ابر کی دو ٹکڑیاں ہیں یا دو سایہ کرنے والی چیزیں ہیں یا پرندوں کی صف باندھے ہوئے دو ٹکڑیاں ہیں اور وہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف جھگڑیں گے اور سورت بقرہ پڑھو کیونکہ اس کے پڑھنے پر مداومت اس کے مفہوم و معانی میں غور و فکر اور اس کے حکم پر عمل کرنا برکت (نفع عظیم ہے اور اس کو ترک کرنا قیامت کے دن حسرت یعنی ندامت کا باعث ہوگا اور یاد رکھو کہ سورت بقرہ کے طویل ہونے کی وجہ سے اس کے پڑھنے کی طاقت وہی لوگ نہیں رکھتے جو اہل باطل ہوتے ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 632)

قرآن کریم پڑھا کرو، کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اور اس کے مفہوم و معانی میں غور و فکر کرنے کو نعمت اور اپنے حق میں باعث سعادت جانو اور اس کے پڑھنے پر مداومت اختیار کرو۔ سورت بقرہ اور سورت آل عمران کو جگمگاتی ہوئی سورتیں فرمایا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں سورتیں نور و ہدایت اور ثواب کی زیادتی کی وجہ سے روشن ہیں گویا اللہ رب العزت کے نزدیک ان دونوں سورتوں میں اور بقیہ تمام سورتوں میں چاند اور ستاروں کی نسبت ہے کہ یہ سورتیں تو بمنزلہ چاند کے ہیں بنسبت تمام سورتوں کے وہ بمنزلہ تمام ستاروں کے ہیں۔ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے حق میں ان سورتوں کی برکات کو متشکل طور پر ظاہر ہونے کو تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے پہلی صورت تو یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ سورتیں قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے گویا ابر کی دو ٹکڑیاں ہوں گی۔ جو میدان حشر میں کھڑے ہوئے ان پر آفتاب کی تمازت اور گرمی سے بچاؤ کے سایہ کریں گی، دوسری صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ یا وہ سایہ کرنے والی دو چیزیں ہوں گی یعنی خواہ وہ ابر کی صورت میں ہوں یا کسی اور شکل میں مفہوم اس کا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں پر سایہ فگن ہوں گے فرق صرف اتنا ہے کہ اس صورت میں ان سایہ دار چیزوں کا دل پہلی صورت کی بہ نسبت کم ہوگا اور وہ اپنے پڑھنے والوں کے سر سے بالکل قریب ہوں گی جیسا کہ امراء و سلاطین کے سروں پر چھتری وغیر کا سایہ کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس صورت میں ان کے سروں پر سایہ بھی ہوگا اور روشنی بھی ہوگی۔ تیسری صورت یہ بتائی گئی ہے کہ یا وہ پرندوں کی صف باندھے ہوئے دو ٹکڑیاں ہوگی جن کا سایہ بھی ہوگا اور جو اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے اس بات کی وکالت و سفارش کریں گی کہ انہیں آخرت کی تمام ابدی سعادتوں سے نوازا جائے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ تین صورتیں بیک وقت ہوں گی جن کا تعلق اپنے پڑھنے والوں کے حال کی مناسبت سے ہوگا لہٰذا اول یعنی ابر کی صورت کا تعلق اس شخص سے ہوگا جس نے یہ سورتیں پڑھیں مگر ان کے مفہوم و معانی کو نہ سمجھا دوم یعنی سایہ کی چیز کا تعلق اس شخص سے ہوگا جس نے ان سورتوں کو پڑھا بھی اور ان کے معنی بھی سمجھے اور دوسروں کو ان سورتوں کی تعلیم بھی دی۔

# سُورَةُ الْقَمَر

## یہ قرآن مجید کی سورت قمر ہے

### سورت قمر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْقَمَر (مَكِّيَّة إِلَّا الْآيَة 45 فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا خَمْس وَخَمْسُونَ آيَة)

سورہ قمر مکیہ ہے سوائے آیت (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ، القمر:45) کے، اس میں تین رکوع، پچپن آیات اور تین سو بیالیس کلمات اور ایک ہزار چار سو تیئیس حروف ہیں۔

### سورت قمر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں انشقاق قمر کا بیان ہے۔ جس کی وجہ سے یہی لفظ اس سورت کے نام کے طور پر معروف ہوا ہے۔ لہٰذا اسی مناسبت سے اس کا نام قمر ہے۔

### عید کی نماز میں سورت قمر کی قرأت کا بیان

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید میں کہاں سے تلاوت فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا سورت ق اور سورت قمر سے قرأت فرمایا کرتے تھے۔ (مسند احمد: جلد نہم: حدیث نمبر 1965)

| |
|---|
| اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ |
| قیامت بہت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ |
| ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق قمر دیکھ کر کفار کے اعراض کرنے کا بیان

"اقْتَرَبَتِ السَّاعَة" قَرُبَتْ الْقِيَامَة "وَانْشَقَّ الْقَمَر" انْفَلَقَ فِلْقَتَيْنِ عَلَى أَبِي قُبَيْسٍ وَقُيَقْعَانَ آيَة لَهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ سُئِلَهَا فَقَالَ "اشْهَدُوا" رَوَاهُ الشَّيْخَان،

"وَإِنْ يَرَوْا" أَيْ كُفَّار قُرَيْش "آيَة" مُعْجِزَة لَهُ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا" هَذَا "سِحْر مُسْتَمِرّ" قَوِيّ مِنْ الْمِرَّة : الْقُوَّة أَوْ دَائِم،

قیامت بہت قریب آ گئی یعنی اس کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور چاند پھٹ گیا۔ یعنی اس کے دو ٹکڑے ہوئے ایک ٹکڑا ابی قبیس پہاڑ پر تھا۔ جبکہ دوسرا ٹکڑا قیقعان پر تھا۔ اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔ (بخاری و مسلم)

اور اگر وہ یعنی کفار قریش مکہ کوئی نشانی یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک جادو ہے جو گزر جانے والا ہے۔ یہاں پر لفظ مرۃ بہ معنی قوت یا دائم آیا ہے۔

## سورت قمر کی ابتدائی آیات کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شق قمر (چاند دو ٹکڑے) ہوا تو قریش نے کہا یہ ابن ابی کبشہ (کفار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کے لیے اس کنیت سے آپ کو پکارتے) کا جادو ہے جو اس نے تم پر کیا ہے تم سفر کرنے والوں سے پوچھ لو انہوں نے سفر سے آنے والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ہم نے بھی ایسا ہوتے دیکھا۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ، قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا اور اگر کافر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمیشہ کا جادو ہے۔ (نیسا بوری 330، ابن کثیر 4۔62، قرطبی 17۔126)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے چاند دو ٹکڑے ہو جانے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم منیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزے سے) چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اس پار اور دوسرا اس پار۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ گواہ رہنا یعنی (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ، قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1233)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند درمیان میں سے شق ہو کر اس طرح دو ٹکڑے ہو گیا کہ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر کی جانب تھا اور دوسرا نیچے کے طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (کافروں کی طلب پر یہ معجزہ دکھا کر ان سے) فرمایا کہ میری نبوت یا میرے معجزہ کی شہادت دو۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 437)

شہادت دو" کہ ایک معنی بعض حضرات نے یہ لکھے ہیں کہ۔ "آؤ اس معجزہ کو دیکھو۔ اس معنی کی صورت میں اشہدوا کو شہادت سے مشتق کہا جائے گا پہلے معنی کی صورت میں (جو ترجمہ میں بیان ہوئے ہیں اشہدوا کو شہود سے مشتق مانا جائے گا۔ "شق القمر کا معجزہ: یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کے اشارہ پر چاند کے دو ٹکڑے ہو جانا، ایک حقیقی واقعہ ہے، جس کی صداقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، اس واقعہ سے متعلق روایت کو صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے بیان کیا ہے اور ان کے واسطہ سے بے شمار محدثین نے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ علامہ ابن سبکی نے شرح مختصر ابن حاجب میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک صحیح یہ ہے

کہ شق قمر کی روایت متواتر ہے اور اس کو بخاری و مسلم نیز دوسرے، بہت سے ائمہ حدیث نے اتنے زیادہ طرق سے نقل کیا ہے کہ اس میں کہیں سے بھی شک کا گزر نہیں، علاوہ ازیں اس معجزہ کی صداقت کا سب سے بڑا ثبوت خود قرآن کریم ہے چنانچہ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ۔ (اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ، القمر:1-2) قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر یہ لوگ (کافر) کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو روگردانی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔" میں وہی شق قمر مراد ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کے طور پر واقع ہوا نہ کہ وہ انشقاق قمر مراد ہے جو قیامت کے دن واقع ہوگا، اس کی واضح دلیل خود آیت کے الفاظ آیت (وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ،القمر:2) ہیں۔ بہت سے بے دینوں اور فلسفیوں نے اس معجزہ کا انکار کیا ہے، ان کے انکار کی بنیاد اس اعتقاد پر ہے کہ فلکیات میں خرق والتیام ممکن نہیں ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ذہن میں رہنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی فلکیات کا خلق اور قادر مطلق ہے، تمام فلک اس کی قدرت کے مسخر اور کے حکم کے تابع ہیں، اس کائنات میں جو کچھ ہم، خواہ زمین ہو یا آسمان، چاند، ستارے، ہوں یا سورج، ان میں سے جس کو چاہے وہ توڑ پھوڑ کر ایک طرف کر سکتا ہے، خود اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قیامت کے دن وہ آسمان کو اس طرح لپیٹ دے گا جس طرح کاغذ کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ فلکیات میں خرق والتیام کے محال کا نظریہ جو اس وقت بھی بہت سے فلاسفہ کے نزدیک محل نظر تھا تحقیق و تجربہ کے بعد اب بالکل ہی باطل ہو چکا ہے اس دور کے انسان نے چاند پر پہنچ کر شق القمر کے معجزہ کو زبردست تائید بھی پہنچائی ہے لہٰذا خرق والتیام کی بحث اٹھا کر اس معجزہ کے خلاف دلیل قائم کرنا بالکل بے معنی بات ہوگئی ہے۔

منکرین صداقت ایک اعتراض اور کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ چاند میں اتنا زبردست تغیر ہو جانا کہ وہ ٹکڑوں میں بٹ گیا کوئی معمولی بات نہیں تھی اگر حقیقت میں ایسا ہوا تھا تو اس کا مشاہدہ صرف اہل مکہ تک محدود نہ رہتا بلکہ اس کرشمہ کو تمام اہل زمین دیکھتے اور بلا تفریق مذہب و ملت تمام مورخین تواتر کے ساتھ اس کا تذکرہ کرتے، اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو اس معجزہ کا وقوع کچھ خاص لوگوں کے مطالبہ پر ہوا تھا اور انہیں کو یہ کرشمہ دکھانا اور ان کو لاجواب کرنا مقصود تھا، علاوہ ازیں یہ رات کے وقت کا واقعہ ہے، جو ایک لمحہ کے لئے تھا ظاہر ہے کہ ایسے میں جب کہ اکثر لوگ محو خواب ہوں گے اس لمحاتی کرشمہ کا عام مشاہدہ کیسے ممکن تھا دوسرے یہ کہ اختلاف مطالع کی بناء پر یہ ممکن ہی نہیں ہو سکتا کہ چاند ایک وقت میں ایک ہی مطلع پر دنیا کے تمام خطوں میں نظر آئے اس لئے معجزہ کے وقوع کے وقت کا چاند دنیا کے تمام خطوں میں سے کچھ کو نظر آیا اور کچھ کو نظر نہیں، جیسا کہ جب چاند گرہن ہوتا ہے تو اس وقت کچھ خطوں میں نظر آتا ہے اور کچھ خطوں میں نظر نہیں آتا، علاوہ ازیں بعض روایتوں میں آتا ہے اس دن عرب کے باہر کے جو لوگ مکہ مکرمہ یا اس کے کسی قریبی علاقوں میں آئے ہوئے تھے انہوں نے اپنے شہروں اور علاقوں میں پہنچ کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔

جہاں تک تاریخ میں اس عجیب و غریب واقعہ (شق قمر) کے ذکر کا تعلق ہے تو اسلامی تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس واقعہ کا ذکر تواتر کے ساتھ موجود ہی ہے، گو اسلام مخالف اور دین بیزار لوگ اس سے انکار کریں، لیکن اسلامی تاریخ کے علاوہ بعض دوسری

قوموں کے تذکرہ اور احوال میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، جیسے ہندوستان کے علاقہ ملیبار یا مالوہ کے شہر وہار کے راجہ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ تو صرف اس واقعہ کے مشاہدہ یا تصدیق کی وجہ ہی سے مشرف باسلام ہو گئے تھے۔

| |
|---|
| وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ هُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ۝ |
| اور انھوں نے جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر کام انجام کو پہنچنے والا ہے۔اور بلاشبہ یقیناً ان کے |
| پاس کئی خبریں آئی ہیں، جن میں عبرت کا سامان ہے۔ |

## کفار مکہ کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَكَذَّبُوا" النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَاتَّبَعُوا أَهْوَاء هُمْ" فِي الْبَاطِل "وَكُلّ أَمْر" مِنْ الْخَيْر وَالشَّرّ "مُسْتَقِرّ" بِأَهْلِهِ فِي الْجَنَّة أَوْ النَّار،

"وَلَقَدْ جَاء هُمْ مِنَ الْأَنْبَاء" أَخْبَار إِهْلَاك الْأُمَم الْمُكَذِّبَة رُسُلهمْ "مَا فِيهِ مُزْدَجَر" لَهُمْ اسْم مَصْدَر أَوْ اسْم مَكَان وَالدَّال بَدَل مِنْ تَاء الِافْتِعَال وَازْدَجَرْته وَزَجَرْته : نَهَيْته بِغِلْظَةٍ وَمَا مَوْصُولَة أَوْ مَوْصُوفَة،

اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جھٹلا دیا اور اپنی خواہشوں میں باطل کی پیروی کی اور ہر کام اچھا ہو یا برا ہو انجام کو پہنچنے والا ہے یعنی اس کے اہل کو جنت یا جہنم میں لے جانے والا ہے۔اور بلاشبہ یقیناً ان کے پاس کئی خبریں آئی ہیں، یعنی ان قوموں کی ہلاکتوں کے واقعات جنہوں نے رسولان گرامی کی تکذیب کی ہے۔جن میں عبرت کا سامان ہے۔یہاں پر لفظ مزدجر یہ ان کیلئے اسم مصدر یا اسم مکان ہے۔اس کی دال باب افتعال کی تاء سے بدل کر آئی ہوئی ہے۔اور وہ وازدجرتہ اور زجرتہ آیا ہے یعنی میں نے سختی سے روک دیا ہے۔اور یہاں ما موصولہ ہے یا پھر موصوفہ ہے۔

## سابقہ اقوام کے واقعات کا بہ طور عبرت ہونے کا بیان

اہل مکہ جب اس مشاہدہ کی تکذیب نہ کر سکے تو اس کو جادو یا سخت جادو کہہ کر اپنے دلوں کو تسلی دینے لگے، وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ، استقر کے لغوی معنی قرار پکڑنے کے ہیں، مفہوم آیت کا یہ ہے کہ ہر کام اور ہر چیز اپنی غایت پر پہنچ کر آخر کار صاف ہو جاتی ہے، کسی جعل سازی سے جو پردہ حقیقت پر ڈالا جاتا ہے وہ انجام کار کھل کر رہتا ہے اور حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

ائمہ تفسیر میں سے مجاہد اور قتادہ نے اس جگہ یہی معنی بیان کئے ہیں، اس پر مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ یہ جادو کا اثر ہے جو دیر تک نہیں چلا کرتا خود ہی گزر جائے گا اور ختم ہو جائے گا اور ایک معنی مستمر کے قوی وشدید کے بھی آتے ہیں، ابوالعالیہ اور ضحاک نے اس آیت میں مستمر کی یہی تفسیر کی ہے اور مراد یہ ہوگی کہ یہ بڑا قوی جادو ہے۔(تفسیر بغوی، سورت قمر، بیروت)

یعنی قرآن میں اقوام سابقہ کی سرگزشت کو اس لیے بار بار دہرایا گیا ہے کہ لوگ ان اقوام کے انجام اور عذاب سے عبرت

حاصل کریں اور ان واقعات کا ذکر ان کے لیے تازیانہ کا کام دے۔ (جسے شرعی اصطلاح میں تذکیر بایام اللہ کہا جاتا ہے) ان واقعات میں لوگوں کے عبرت اور سبق حاصل کرنے کے لیے مواد تو بہت موجود ہے لیکن اگر کوئی شخص ادھر توجہ ہی نہ کرے تو یہ تنبیہات اس کے کس کام آ سکتی ہیں؟۔

| |
|---|
| حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ |
| کامل دانائی وحکمت ہے کیا پھر بھی ڈر سنانے والے کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ سو آپ ان سے منہ پھیر لیں، |
| جس دن بلانے والا ایک نہایت ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ |

## قرآن مجید کا حکمت بالغہ کے ساتھ انذار کا بیان

"حِكْمَةٌ" خَبَرُ مُبْتَدَأٍ مَحْذُوفٍ أَوْ بَدَلٌ مِنْ مَا أَوْ مِنْ مُزْدَجَرٍ "بَالِغَةٌ" تَامَّةٌ "فَمَا تُغْنِ" تَنْفَعُ فِيهِمْ مَا لِلنَّفْيِ أَوْ لِلِاسْتِفْهَامِ الْإِنْكَارِيِّ وَهِيَ عَلَى الثَّانِي مَفْعُولٌ مُقَدَّمٌ "النُّذُرُ" جَمْعُ نَذِيرٍ بِمَعْنَى مُنْذِرٍ أَيْ الْأُمُورِ الْمُنْذِرَةِ لَهُمْ،

"فَتَوَلَّ عَنْهُمْ" هُوَ فَائِدَةُ مَا قَبْلَهُ وَتَمَّ بِهِ الْكَلَامُ "يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِي" هُوَ إِسْرَافِيلُ وَنَاصِبُ يَوْمَ يَخْرُجُونَ بَعْدُ "إِلَى شَيْءٍ نُكُرٍ" بِضَمِّ الْكَافِ وَسُكُونِهَا أَيْ مُنْكَرٍ تُنْكِرُهُ النُّفُوسُ وَهُوَ الْحِسَابُ،

یہاں پر لفظ حکمت یہ، مبتداء محذوف کی خبر ہے یا پھر یہ ماء سے بدل ہے یا مزدجر سے بدل ہے۔ اور بالغہ سے مراد بالغہ تامہ ہے۔ اور لفظ فما میں ما نفی کیلئے آیا ہے۔ یا استفہام انکاری کیلئے آیا ہے۔ اور ثانی کی صورت میں یہ مفعول ہوگا جس طرح گزر چکا ہے اور نذر یہ نذیر کی جمع بہ معنی منذر ہے یعنی وہ امور جن میں ان کیلئے ڈرایا جائے۔

یہ قرآن کامل دانائی وحکمت ہے کیا پھر بھی ڈر سنانے والے کچھ فائدہ نہیں دیتے۔ سو آپ ان سے منہ پھیر لیں، جو ماقبل سے فائدہ ہے اور اس کے ساتھ کلام مکمل ہے جس دن آواز دینے والا آواز دے گا اور وہ اسرافیل ہوں گے اور یخرجون کے سبب یوم منصوب ہے۔ اور لفظ نکر یہ کاف کے ضمہ اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی منکر جس کو پسند نہ کرتے ہوئے لوگوں کے دل گھبرائیں۔ اور وہ حساب ہے۔ جس دن بلانے والا فرشتہ ایک نہایت ناگوار چیز میدانِ حشر کی طرف بلائے گا۔

## قیامت کے دن صور پھونکے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "دونوں نفخوں (یعنی ایک مرتبہ مارنے کے لئے اور دوسری مرتبہ جلانے کے لئے دونوں مرتبہ پھونکے جانے والے صور کے درمیان کا وقفہ چالیس ہوگا لوگوں نے (یہ سن کر) پوچھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا (چالیس سے) چالیس دن مراد ہیں؟ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں

معلوم! پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیا چالیس مہینے مراد ہیں؟ ابو ہریرہ نے جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم ان لوگوں نے پھر پوچھا کہ کیا چالیس سال مراد ہیں؟ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر یہی جواب دیا کہ مجھے نہیں معلوم اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے پانی برسائے گا اور اس پانی سے لوگ (یعنی انسان اور تمام جاندار) اس طرح اگیں کہ جیسے سبزہ اگتا ہے" نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انسان کے جسم و بدن کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو پرانی اور بوسیدہ نہ ہو جاتی ہو (یعنی گل سڑ کر ختم نہ ہو جاتی ہو) علاوہ ایک ہڈی کے جس کو عجب الذنب کہتے ہیں اور قیامت کے دن ہر جاندار کی اسی ہڈی سے اس کے تمام جسم کو مرکب کیا جائے گا۔"

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 93)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب دینا کہ مجھے نہیں معلوم، اس بنا پر تھا کہ یا تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو اسی طرح مجملا سنا تھا یا سنا تو مفصل تھا مگر وہ یہ بھول گئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم "چالیس" کے بعد کیا فرمایا تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے مذکورہ جواب کے ذریعہ واضح کیا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ "چالیس" سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد چالیس دن تھے، یا چالیس مہینے اور یا چالیس سال بہر حال اس حدیث میں چالیس کا لفظ مجمل نقل ہوا ہے جب کہ ایک دوسری حدیث میں یہ لفظ تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ چالیس برس ہے پس دونوں نفخوں کے درمیان جو وقفہ ہوگا وہ چالیس سال کے برابر ہوگا۔ "عجب الذنب" اس ہڈی کو کہتے ہیں جو ریڑھ کے نیچے دونوں کولھوں کے درمیان ہوتی ہے جہاں جانور کی دم کا جوڑ ہوتا ہے اور عام طور پر اس کو ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بعض روایتوں میں عجب الذنب میں "عجب" کے بجائے "عجم کا لفظ ہے ویسے جوڑ ہوتا ہے اس لئے اس کا نام عجب الذنب یا عجم الذنب ہے حاصل یہ کہ ریڑھ کی ہڈی گویا انسان کا بیج ہے کہ اسی سے ابتدائی تخلیق ہوتی ہے اور قیامت کے دن دوبارہ اسی کے ذریعہ تمام اعضاء جسمانی کو از سر نو ترتیب دیا جائے گا بس مرنے کے بعد انسان یا کوئی بھی جاندار گل سڑ کر نابود ہو جاتا ہے اور اس کے پورے جسم کی ہڈیوں کو مٹی کھا جاتی ہے مگر ریڑھ کی ہڈی نہ تو گلتی سڑتی ہے اور نہ اس کو مٹی کھاتی ہے واضح رہے کہ یہ ان لوگوں کی حالت کا بیان ہے جن کے بدن گل سڑ جاتے ہیں انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ ان کا سارا بدن محفوظ رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے جسموں کو کھانا حرام کیا ہے۔

یہی بات ان لوگوں کے حق میں کہی جاسکتی ہے جو اس بارے میں انبیاء کے حکم میں ہیں یعنی شہداء اور اولیاء اللہ اور وہ مؤذن جو محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اذان دیتے ہیں چنانچہ یہ سب لوگ اپنی قبروں میں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح اس دنیا میں زندہ لوگ ہیں۔

| |
|---|
| خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ |
| مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ |

ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ پکارنے والے کی طرف دوڑ کر جا رہے ہوں گے، کفار کہتے ہوں گے: یہ بڑا سخت دن ہے۔

## قیامت کے دن ٹڈیوں کی طرح دوڑ کر جمع ہونے کا بیان

"خُشَّعًا" أَیْ ذَلِیلًا وَفِی قِرَاءَة خُشَّعًا بِضَمِّ الْخَاء وَفَتْح الشِّین مُشَدَّدَة "أَبْصَارهمْ" حَال مِنْ الْفَاعِل "یَخْرُجُونَ" أَیْ النَّاس "مِنَ الْأَجْدَاث" الْقُبُور "کَأَنَّهُمْ جَرَاد مُنْتَشِر" لَا یَدْرُونَ أَیْنَ یَذْهَبُونَ مِنْ الْخَوْف وَالْحِیرَة وَالْجُمْلَة حَال مِنْ فَاعِل یَخْرُجُونَ

"مُهْطِعِینَ" مُسْرِعِینَ مَادِّینِ أَعْنَاقهمْ "إِلَى الدَّاعِ یَقُول الْکَافِرُونَ" مِنْهُمْ "هَذَا یَوْم عَسِر" صَعْب عَلَى الْکَافِرِینَ کَمَا فِی الْمُدَّثِّر "یَوْم عَسِیر عَلَى الْکَافِرِینَ"

یہاں پر لفظ خشعا کا معنی ذلیل ہے اور ایک قرأت میں خشعا یہ خاء کے ضمہ اور شین مشددہ کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ کیونکہ فاعل سے حال ہے۔ ان کی نظریں جھکی ہوں گی، وہ لوگ قبروں سے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہوں۔ یعنی خوف وحیرت کے سبب انہیں معلوم بھی نہ ہوگا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ اور جملہ یخرجون کے فاعل سے حال ہے۔ پکارنے والے کی طرف دوڑ کر گردنیں اٹھا کر بلانے والے کی طرف جا رہے ہوں گے، کفار کہتے ہوں گے یہ بڑا سخت دن ہے۔ کیونکہ وہ کفار پر بہت سخت ہوگا جس طرح سورہ مدثر میں آیا ہے۔ یَوْم عَسِیر عَلَى الْکَافِرِینَ"

## قیامت کے دن ندامت سے سر جھکائے ہونے کا بیان

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کو پتنگوں سے جو تشبیہ دی گئی ہے، یہ ان کی پراگندہ حالی اور پریشان حالی کے اعتبار سے ہے، کہ پتنگے اسی طرح ہوتے ہیں، جب کہ ٹڈی دل سے ان کی تشبیہ ان کی کثرت اور بہتات کے اعتبار سے ہے، اور یہ اس لیے کہ ان کی کوئی ایک جہت نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر طرف پھیلے ہوتے ہیں۔ سو یہی حال ان لوگوں کا اس وقت ہوگا جبکہ یہ قبروں سے نکل نکل کر مارے خوف ودہشت کے ہر طرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے۔ (زاد المسیر، سورہ قمر، بیروت)

مھطعین کے لفظی معنی سر اٹھا ہونے کے ہیں، معنی آیت کے یہ ہیں کہ بلانے والے کی آواز کی سمت میں دیکھتے ہوئے محشر کی طرف دوڑیں گے اور اس سے پہلی آیت میں جو خُشَّعًا اَبْصَارُھُمْ آیا ہے جس کے معنی ہیں نگاہ اور سر جھکانے کے، ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ محشر کے مواقف مختلف ہوں گے، کسی موقف میں ایسا بھی ہوگا کہ سب کے سر جھکے ہوئے ہوں گے۔

## کفار کا قیامت کے دن منہ کے بل چل کر آنے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن کافر منہ کے بل چل کر کس طرح میدان حشر میں آئیں گے یعنی کسی کے لئے منہ کے بل چلنا کیسے ممکن ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا" حقیقت یہ ہے کہ جس ذات (یعنی اللہ تعالیٰ نے اس (کافر) کو دنیا میں پاؤں کے بل چلایا وہی ذات اس کو قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ (بخاری ومسلم،مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 110)

| |
|---|
| كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَ قَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ٥ |
| فَدَعَا رَبَّهٗ اَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ٥ |
| اِن سے پہلے قوم نوح نے جھٹلایا تھا۔سوانہوں نے ہمارے بندہ (مُرسَل نُوح علیہ السلام) کی تکذیب کی اور کہادیوانہ ہے، |
| اورانہیں دھمکیاں دی گئیں۔سوانہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں عاجز ہوں پس تو انتقام لے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی تکذیب کا بیان

"كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ" قَبْل قُرَيْش "قَوْم نُوح" وَتَأْنِيث الْفِعْل كَذَّبَتْ لِمَعْنَى قَوْم "فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا" نُوحًا "وَقَالُوا مَجْنُون وَازْدُجِرَ" انْتَهَرُوهُ بِالسَّبِّ وَغَيْره "فَدَعَا رَبّه اَنِّي" بِالْفَتْحِ أَيْ بِأَنِّي

اِن سے یعنی قریش سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا تھا۔لفظ کذبت کو معنی قوم کی رعایت کیلئے مؤنث لایا گیا ہے۔سوانہوں نے ہمارے بندہ مُرسَل نُوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے، اورانہیں دھمکیاں دی گئیں۔اور گالیاں وغیرہ دیں سو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی، یہاں پر لفظ اَنی فتح کے ساتھ آیا ہے یعنی بأنی کہ میں اپنی قوم کے مظالم سے عاجز ہوں پس تو انتقام لے۔

## قوم نوح کی ہلاکت کا بیان

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امت سے پہلے امت نوح نے بھی اپنے نبی کو جو ہمارے بندے حضرت نوح تھے تکذیب کی اسے مجنون کہا اور ہر طرح ڈانٹا ڈپٹا اور دھمکایا، صاف کہہ دیا تھا کہ اے نوح اگر تم باز نہ رہے تو ہم تجھے پتھروں سے مار ڈالیں گے، ہمارے بندے اور رسول حضرت نوح نے ہمیں پکارا کہ پروردگار میں ان کے مقابلہ میں محض ناتواں اور ضعیف ہوں میں کسی طرح نہ اپنی ہستی کو سنبھال سکتا ہوں نہ تیرے دین کی حفاظت کر سکتا ہوں تو ہی میری مدد فرما اور مجھے غلبہ دے ان کی یہ دعا قبول ہوتی ہے اور ان کی کافر قوم پر مشہور طوفان نوح بھیجا جاتا ہے۔موسلا دھار بارش کے دروازے آسمان سے اور ابلتے ہوئے پانی کے چشمے زمین سے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ جو پانی کی جگہ نہ تھی مثلاً تنور وغیرہ وہاں سے زمین پانی اگل دیتی ہے ہر طرف پانی بھر جاتا ہے نہ آسمان سے برسنا رکتا ہے نہ زمین سے ابلنا تھمتا ہے پس حد حکم تک پہنچ جاتا ہے۔ہمیشہ پانی ابر سے برستا ہے لیکن اس وقت آسمان سے پانی کے دروازے کھول دیئے گئے تھے اور عذاب الٰہی پانی کی شکل میں برس رہا تھا نہ اس سے پہلے کبھی اتنا پانی برسا نہ اس کے بعد کبھی ایسا برسے ادھر سے آسمان کی یہ رنگت ادھر سے زمین کو حکم کہ پانی اگل دے پس ریل پیل ہو گئی، حضرت علی فرماتے ہیں کہ آسمان کے دہانے کھول دیئے گئے اور ان میں سے براہ راست پانی برسا۔اس طوفان سے ہم نے

اپنے بندے کو بچا لیا انہیں کشتی پر سوار کر لیا جو تختوں میں کیلیں لگا کر بنائی گئی تھی۔ دسر کے معنی کشتی کے دائیں بائیں طرف کا حصہ اور ابتدائی حصہ جس پر موج تھپیڑے مارتی ہے اور اس کے جوڑے اور اس کی اصل کے بھی کئے گئے ہیں، وہ ہمارے حکم سے ہماری آنکھوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چل رہی تھی اور صحیح وسالم آر پار جارہی تھی۔ حضرت نوح کی مدد تھی اور کفار سے یہ انتقام تھا ہم نے اسے نشانی بنا کر چھوڑا۔ یعنی اس کشتی کو بطور عبرت کے باقی رکھا۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس امت کے اوائل لوگوں نے بھی اسے دیکھا ہے لیکن ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس کشتی کے نمونے پر اور کشتیاں ہم نے بطور نشان کے دنیا میں قائم رکھیں، جیسے اور آیت میں ہے آیت (وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ، یس: 41) یعنی ان کے لئے نشانی ہے کہ ہم نے نسل آدم کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور کشتی کے مانند اور بھی ایسی سواریاں دیں جن پر وہ سوار ہوں اور جگہ ہے آیت (اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ، الحاقۃ: 11) یعنی جب پانی نے طغیانی کی ہم نے تمہیں کشتی میں لے لیا تا کہ تمہارے لئے نصیحت و عبرت ہو اور یاد رکھنے والے کان اسے محفوظ رکھ سکیں، پس کوئی ہے جو ذکر و وعظ حاصل کرے؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ٥ وَّ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ٥ |
| تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ اور زمین کو چشموں کے ساتھ |
| پھاڑ دیا، تو تمام پانی مل گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ |

## بارش و چشموں کے پانی مل کر قوم نوح کی غرقابی کا سبب بننے کا بیان

**"فَفَتَحْنَا" بِالتَّخْفِیفِ وَالتَّشْدِید "أَبْوَاب السَّمَاء بِمَاءٍ مُنْهَمِر " مُنْصَبّ انْصِبَابًا شَدِیدًا "وَفَجَّرْنَا الْأَرْض عُیُونًا " تَنْبُع "فَالْتَقَى الْمَاء " مَاء السَّمَاء وَالْأَرْض "عَلَى أَمْر " حَال "قَدْ قُدِرَ" قُضِیَ بِهِ فِی الْأَزَل وَهُوَ هَلَاکهمْ غَرَقًا،**

تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیے، یہاں پر لفظ فتحنا یہ تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے ایسے پانی کے ساتھ جو زور سے برسنے والا تھا۔ یعنی زور والے پانی سے، اور زمین کو چشموں کے ساتھ پھاڑ دیا، تو تمام پانی یعنی آسمان اور چشموں کا پانی مل کر ایک ہو گیا، اس کام کے لیے جو طے ہو چکا تھا۔ جس کا فیصلہ ازل میں ہو چکا تھا اور وہ ان کو غرق کر کے ہلاک کرنا تھا۔

اوپر آسمان سے موسلا دھار، متواتر اور لگاتار بارش ہونے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان نے اپنے دہانے کھول دیئے ہیں۔ نیچے زمین سے پہلے تنور سے پانی نکلنا شروع ہوا۔ پھر بے شمار چشمے پھوٹ پڑے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری زمین چشمے ہی چشمے بن گئی ہے۔ جدھر دیکھو پانی کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ یہ عمل متواتر چھ ماہ جاری رہا اور پانی کی سطح اس قدر بلند ہوگئی کہ چھوٹے موٹے پہاڑ تک پانی میں ڈوب گئے اور پانی اس سطح تک پہنچ گیا جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا۔

| وَحَمَلْنٰهُ عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِىْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ |
| --- |
| اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی پر سوار کر دیا۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے چلتی تھی، |
| اس شخص (نوح علیہ السلام) کا بدلہ لینے کی خاطر تھا جس کا انکار کیا گیا تھا۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی اور کفار کی ہلاکت کا بیان

"وَحَمَلْنَاهُ" أَيْ نُوحًا "عَلَى" سَفِينَة "ذَات أَلْوَاح وَدُسُر" وَهُوَ مَا تُشَدّ بِهِ الْأَلْوَاح مِنْ الْمَسَامِير وَغَيْرهَا وَاحِدهَا دِسَار كَكِتَابٍ،

"تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا" بِمَرْأًى مِنَّا أَيْ مَحْفُوظَة "جَزَاء" مَنْصُوب بِفِعْلٍ مُقَدَّر أَيْ أُغْرِقُوا انْتِصَارًا "لِمَنْ كَانَ كُفِرَ" وَهُوَ نُوح عَلَيْهِ السَّلَام وَقُرِءَ كَفَرَ بِالْبِنَاءِ لِلْفَاعِلِ أَيْ أُغْرِقُوا عِقَابًا لَهُمْ،

اور ہم نے اسے تختوں اور میخوں والی کشتی پر سوار کر دیا۔ دُسر ایسی چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے تختے جوڑے جاتے ہیں۔ جس کا واحد دسار ہے جس طرح کتب کا واحد کتاب ہے۔ جو ہماری نگاہوں کے سامنے ہماری حفاظت میں چلتی تھی، یہاں پر لفظ جزاء یہ اپنے فعل مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی اغرقوا انتصارا ہے۔ یہ سب کچھ اس ایک شخص نوح علیہ السلام کا بدلہ لینے کی خاطر تھا جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور وہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اور ایک قرأت میں کفر کو معروف پڑھا گیا ہے۔ یعنی ان کو سزا کے طور پر غرق کیا گیا ہے۔

یعنی جوں جوں پانی کی سطح بلند ہوتی جاتی تھی یہ کشتی خود بخود اوپر اٹھتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ پہاڑ تک پانی میں غرق ہو گئے۔ اس وقت سیدنا نوح علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ ہم نے کس طرف کشتی کا رخ موڑنا ہے اور ہماری منزل کون سی ہے وہ بھی اللہ کے سہارے اس کشتی میں جانیں محفوظ کیے بیٹھے تھے اس کے علاوہ انہیں کچھ علم نہ تھا اور نیچے پانی کا سمندر بن گیا تھا۔ اللہ ہی اس کشتی کی حفاظت اور نگرانی فرما رہا تھا اور اس کے حکم سے یہ کشتی اپنا رخ بدلتی تھی۔

## امت مسلمہ کو غرق ہونے سے بچانے کی دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

حضرت سعد بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (انصار کے ایک قبیلہ) بنی معاویہ کی مسجد کے قریب سے گذرے تو اندر (مسجد میں) تشریف لائے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی، اس میں آپ کے ساتھ ہم بھی شریک ہوئے، (نماز کے بعد) صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار سے بڑی طویل دعا مانگی (یعنی بہت دیر تک دعا میں مصروف رہے) پھر جب نماز و دعا سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں نے (آج اپنی دعا میں) اپنے پروردگار سے تین چیزیں مانگی تھیں، ان میں سے دو چیزیں تو مجھے عطا فرما دی گئیں اور ایک چیز سے منع کر دیا گیا، ایک چیز کی درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو قحط عام میں ہلاک نہ کیا جائے، یہ درخواست قبول فرمائی گئی۔

دوسری درخواست میں نے یہ کی تھی کہ میری امت کو پانی میں غرق کر کے ہلاک نہ کیا جائے (یعنی جس طرح فرعون کی قوم دریائے نیل میں غرق کر کے ہلاک کر دی گئی، یا نوح علیہ السلام کی قوم پانی کے طوفان میں مبتلا کر کے نیست و نابود کر دی گئی۔ اس طرح میری پوری امت پانی میں ڈبو کر ہلاک نہ کی جائے) اور میری یہ درخواست بھی قبول فرمائی گئی تیسری درخواست یہ تھی کہ میری امت کے لوگ آپس میں دست و گریبان نہ ہوں (یعنی مسلمان، مسلمان سے برسرِ پیکار نہ ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی نہ کریں) لیکن میری یہ درخواست قبول نہیں ہوئی۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 335)

بنو معاویہ "انصار مدینہ کے ایک قبیلہ کا نام تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اس قبیلہ میں تشریف لے گئے ہوں گے کسی فرض نماز کا وقت آ گیا ہو گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرض نماز اس قبیلہ کی مسجد میں ادا فرمائی یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نماز میں التحیات کے دوران یا سلام پھیر کر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے حق میں جو تین دعائیں مانگیں اور ان میں سے جو ایک دعا قبول نہیں ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کی بھی بعض دعا قبول نہیں ہوتی تھی۔

## اہل ایمان کی نجات کو کشتی نوح سے تشبیہ دینے کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) انہوں نے کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یوں بیان کیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یاد رکھو، تمہارے حق میں میرے اہل بیت کی وہی اہمیت ہے جو نوح کی کشتی میں سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو شخص اس کشتی میں سوار ہونے سے رہ گیا وہ ہلاک ہوا۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 821)

مطلب یہ کہ جس طرح طوفان نوح کے وقت وہی شخص زندہ سلامت بچا اور اس دنیا میں باقی رہا جو نوح علیہ السلام کی کشتی میں سوار ہو گیا تھا اور جو کشتی میں سوار نہیں ہوا وہ ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکا، طوفان کی بلاخیز موجوں نے اس کا نام و نشان تک مٹا کر رکھ دیا ٹھیک اسی طرح امت محمدیہ کے حق میں اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی پناہ گاہ ہیں کہ جو شخص ان کے دامان عاطفت سے وابستہ ہو گیا، جس نے ان کے اکرام و احترام اور ان کی محبت و متابعت کو لازم پکڑ لیا اس نے دارین میں نجات پائی اور جو شخص ان کے دامن محبت و متابعت سے وابستہ نہیں ہو سکا وہ دونوں جہاں میں ہلاک ہونے سے بچ نہیں سکتا خواہ وہ کتنا مال لٹا دے، کیسی ہی عزت و جاہ کا سہارہ لے لے، کتنی بڑی طاقت سے اپنے آپ کو وابستہ کر لے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ کیا کہ اس سمندر کی بلاخیزی اور ہلاکت آمیزی سے وہی شخص زندہ سلامت بچ سکتا ہے، نجات پا سکتا ہے جو میرے اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہو جائے اس معنوی سیاق میں دیکھا جائے تو اس حدیث کہ جس میں فرمایا گیا ہے اصحابی مثل النجوم من اقتدی بشیء منہ اہتدی (او کما قال) اور اس کے ارشاد گرامی کہ: میرے اہل بیت نوح کشتی کی مانند ہیں" کے درمیان گہرا اور لطیف ربط خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ "ہم اہل سنت و جماعت الحمد للہ اہل بیت کی محبت کی کشتی میں سوار ہوئے اور راہ ہدایت کے ستاروں یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ راہ یاب ہوئے چنانچہ ہم قیامت کی ہولناکیوں،

تاریکیوں اور دوزخ کی ہلاکت خیزیوں سے نجات کی۔

اور درجات نجات اور وہاں کی ابدی نعمتوں تک پہنچنے کا راستہ پانے کی امید رکھتے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص اس کشتی میں سرے سے سوار ہی نہیں ہوا جیسے خوارج تو وہ ہلاک ہونے والوں کے ساتھ اول دہلہ ہی میں ہلاک ہو گیا اور جو شخص اس کشتی میں سوار تو ہوا لیکن ہدایت کے ستاروں کے ذریعہ راستہ پانے سے محروم رہا جیسے روافض تو وہ گمراہی اور تاریکیوں میں اس طرح پھنس کر رہ گیا کہ اس کا زندہ سلامت بچ کر نکلنا ناممکن ہے۔ (تفسیر کبیر، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے ایک نشانی بنا کر چھوڑا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ |

## قرآن اور سابقہ قوموں کے واقعات سے نصیحت حاصل کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا" أَبْقَيْنَا هَذِهِ الْفِعْلَةَ "آيَةً" لِمَنْ يَعْتَبِر بِهَا أَيْ شَاعَ خَبَرهَا وَاسْتَمَرَّ "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِر" مُعْتَبِر وَمُتَّعِظ بِهَا وَأَصْله مُذْتَكِر أُبْدِلَتْ التَّاء دَالًا مُهْمَلَة وَكَذَا الْمُعْجَمَة وَأُدْغِمَتْ فِيهَا،

"فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُر" أَيْ إِنْذَارِي اسْتِفْهَام تَقْرِير وَكَيْفَ خَبَر كَانَ وَهِيَ لِلسُّؤَالِ عَنْ الْحَال وَالْمَعْنَى حَمْل الْمُخَاطَبِينَ عَلَى الْإِقْرَار بِوُقُوعِ عَذَابه تَعَالَى بِالْمُكَذِّبِينَ لِنُوحٍ مَوْقِعه،

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اسے یعنی اس واقعہ کو ایک نشانی بنا کر چھوڑا، تا کہ اس کی وجہ سے عبرت حاصل کی جائے۔ لہٰذا وہ خبر شائع ہو گئی اور باقی بھی رہ گئی ہے۔ تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ پھر یعنی اس سے وعظ حاصل کرنے والا اور مدکر اصل میں مذتکر تھا۔ یہاں پر تاء دال مہملہ کے ساتھ بدلہ گیا ہے۔ اور اسی طرح ذال معجمہ کو دال سے بدلہ گیا ہے۔ میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ یہ استفہام تقریری ہے۔ اور کیف کان کی خبر ہے۔ اور کیف حالت سے سوال کرنے کیلئے آیا ہے۔ اور معنی وقوع عذاب کا مخاطبین سے اقرار ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہے۔

یعنی اس واقعہ کو کہ کفار غرق کر کے ہلاک کر دیئے گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کو نجات دی گئی۔ اور بعض مفسرین کے نزدیک تَرَكْنٰهَا کی ضمیر کشتی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ قتادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کشتی کو سرزمین جزیرہ میں اور بعض کے نزدیک جودی پہاڑ پر مدتوں باقی رکھا یہاں تک کہ ہماری امت کے پہلے لوگوں نے اس کو دیکھا۔

(تفسیر خزائن العرفان، سورہ قمر، لاہور)

| |
|---|
| وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ |

## قرآن مجید کا یاد کرنے کیلئے آسان ہونے کا بیان

**"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ " سَهَّلْنَاهُ لِلْحِفْظِ وَهَيَّأْنَاهُ لِلتَّذَكُّرِ "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ " مُتَّعِظٍ بِهِ وَحَافِظٍ لَهُ وَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر أَيْ احْفَظُوهُ وَاتَّعِظُوا بِهِ وَلَيْسَ يُحْفَظ مِنْ كُتُب اللَّه عَنْ ظَهْر الْقَلْب غَيْره**

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے یعنی حفظ کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے۔ کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ تا کہ وہ اس کے ساتھ نصیحت حاصل کرے یہاں پر استفہام بہ معنی امر ہے۔ یعنی تم اس کو یاد کرو اور اس کے ساتھ نصیحت حاصل کرو۔ کیونکہ قرآن کے سوا جو اللہ کی کتابیں ہیں۔ ان کو دل میں یاد نہیں رکھا جاسکتا۔

## قرآن مجید کے حفظ کو آسان بنا دینے کا بیان

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مدکر) پڑھایا ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس لفظ کی قرأت اسی طرح مروی ہے، حضرت اسود سے سوال ہوتا ہے کہ یہ لفظ دال سے ہے یا ذال سے؟ فرمایا میں نے عبداللہ سے دال کے ساتھ سنا ہے اور وہ فرماتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دال کے ساتھ سنا ہے۔

ضحاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر اللہ پاک اس کتاب حق کو لوگوں کی زبان پر آسان نہ فرما دیتا تو کسی کے بس میں نہ تھا کہ وہ اس کو زبان سے ادا بھی کر سکتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قمر، بیروت)

ذکر کے معنی یاد کرنے اور حفظ کرنے کے بھی آتے ہیں اور کسی کلام سے نصیحت و عبرت حاصل کرنے کے بھی، یہ دونوں معنی یہاں مراد ہو سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن کریم کو حفظ کرنے کے لئے آسان کر دیا، یہ بات اس سے پہلے کسی کتاب کو حاصل نہیں ہوئی کہ پوری کتاب تورات یا انجیل یا زبور لوگوں کو برزباں یاد ہو اور یہ حق تعالیٰ ہی کی تفسیر اور آسانی کا اثر ہے کہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے بچے پورے قرآن کو ایسا حفظ کر لیتے ہیں کہ ایک زیر زبر کا فرق نہیں آتا، چودہ سو برس سے ہر زمانہ ہر طبقہ ہر خطے میں ہزاروں لاکھوں حافظوں کے سینوں میں یہ اللہ کی کتاب محفوظ ہے۔

## قرآن میں بیان کردہ عبر ونصائح کے آسان ہونے کا بیان

بعض لوگوں نے يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ کے الفاظ سے یہ غلط مطلب نکال لیا ہے کہ قرآن ایک آسان کتاب ہے، اسے سمجھنے کے لیے کسی علم کی ضرورت نہیں، حتیٰ کہ عربی زبان تک سے واقفیت کے بغیر جو شخص چاہے اس کی تفسیر کر سکتا ہے اور حدیث وفقہ سے بے نیاز ہو کر اس کی آیات سے جو احکام چاہے مستنبط کر سکتا ہے۔ حالانکہ جس سیاق وسباق میں یہ الفاظ آئے ہیں اس کو نگاہ میں رکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد کا مدعا لوگوں کو یہ سمجھانا ہے کہ نصیحت کا ایک ذریعہ تو ہیں وہ عبرتناک عذاب جو سرکش قوموں پر نازل ہوئے، اور دوسرا ذریعہ ہے یہ قرآن جو دلائل اور وعظ و تلقین سے تم کو سیدھا راستہ بتا رہا ہے۔ اس ذریعہ کے مقابلے میں نصیحت کا یہ ذریعہ زیادہ آسان ہے۔ پھر کیوں تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور عذاب ہی دیکھنے پر اصرار کیے جاتے ہو؟ یہ تو

سراسر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اپنے نبی کے ذریعہ سے یہ کتاب بھیج کر وہ تمہیں خبردار کر رہا ہے کہ جن راہوں پر تم لوگ جا رہے ہو وہ کس تباہی کی طرف جاتی ہیں اور تمہاری خیر کس راہ میں ہے۔ نصیحت کا یہ طریقہ اسی لیے تو اختیار کیا گیا ہے کہ تباہی کے گڑھے میں گرنے سے پہلے تمہیں اس سے بچا لیا جائے۔ اب اس سے زیادہ نادان اور کون ہوگا جو سیدھی طرح سمجھانے سے نہ مانے اور گڑھے میں گر کر ہی یہ تسلیم کرے کہ واقعی یہ گڑھا تھا۔

| |
|---|
| كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ اِنَّـآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا |
| فِىْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝ |
| قوم عاد نے جھٹلا دیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بے شک ہم نے ان پر ایک تیز آندھی بھیجی، ایسے دن میں |
| جو دائمی نحوست والا تھا۔ جو لوگوں کو اکھاڑ پھینکتی تھی گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں۔ |

## قوم عاد کی تکذیب و ہلاکت کا بیان

"كَذَّبَتْ عَاد" نَبِيّهمْ هُودًا فَعُذِّبُوا "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِى وَنُذُر" إِنْذَارِى لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْل نُزُوله أَيْ وَقَعَ مَوْقِعه وَقَدْ بَيَّنَهُ تَعَالَى فِي الْآيَة التَّالِيَة،

"إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا" أَيْ شَدِيدَة الصَّوْت "فِي يَوْم نَحْس" شُؤْم "مُسْتَمِرّ" دَائِم الشُّؤْم أَوْ قَوِيّه وَكَانَ يَوْم الْأَرْبِعَاء آخِر الشَّهْر،

"تَنْزِع النَّاس" تَقْلَعهُمْ مِنْ حُفَر الْأَرْض الْمُنْدَسِّينَ فِيهَا وَتَصْرَعهُمْ عَلَى رُءُوسهمْ فَتَدُقّ رِقَابهمْ فَتُبَيِّن الرَّأْس عَنْ الْجَسَد "كَأَنَّهُمْ" وَحَالهمْ مَا ذُكِرَ "أَعْجَاز" أُصُول "نَخْل مُنْقَعِر" مُنْقَطِع سَاقِط عَلَى الْأَرْض وَشُبِّهُوا بِالنَّخْلِ لِطُولِهِمْ وَذُكِّرَ هُنَا وَأُنِّثَ فِي الْحَاقَّة "نَخْل خَاوِيَة" مُرَاعَاة لِلْفَوَاصِلِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ،

قوم عاد جن کے نبی حضرت ہود علیہ السلام تھے انہوں نے جھٹلا دیا تو ان کو عذاب دیا گیا تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ یعنی میرا ان کو عذاب سے ڈرانا جو اس کے نزول سے پہلے تھا۔ یعنی وہ موقع پر واقع ہوا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے آنے والی آیت میں بیان کیا ہے۔ بے شک ہم نے ان پر ایک تیز آندھی سخت آواز والی بھیجی، ایسے دن میں جو دائمی نحوست والا تھا۔ یعنی دائمی نحوست تھی۔ جو مہینے کا آخری چہار شنبہ ہے۔ جو لوگوں کو اس طرح اکھاڑ پھینکتی تھی یعنی ان کو گڑھوں سے نکال کر پھینک رہی تھی۔ جو ان کی سر کے بل پٹخ رہی تھی۔ اور ان کی گردنوں کو کاٹ دیتی۔ اور ان کا سر جسم سے الگ ہو جاتا تھا۔ گویا وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے درختوں کے تنے ہیں۔ یہاں ان کے لمبے ہونے کی وجہ سے کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہاں مذکر لایا گیا ہے جبکہ سورہ حاقہ میں مونث لایا گیا ہے۔ جو نخل خاویہ اور یہاں دونوں مقامات پر فواصل کی رعایت کی گئی ہے۔

## کفار کی بدترین روایات کے سبب عذاب کا بیان

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ قوم ہود نے بھی اللہ کے رسولوں کو جھوٹا کہا اور بالکل قوم نوح کی طرح سرکشی پر اتر آئے تو ان پر سخت ٹھنڈی مہلک ہوا بھیجی گئی وہ دن ان کے لئے سراسر منحوس تھا برابر ان پر ہوائیں چلتی رہیں اور انہیں تہ و بالا کرتی رہیں، دنیوی اور اخروی عذاب میں گرفتار کر لئے گئے ہوا کا جھونکا آتا ان میں سے کسی کو اٹھا کر لے جاتا۔

یہاں تک کہ زمین والوں کی حد نظر سے وہ بالا ہو جاتا پھر اسے زمین پر اوندھے منہ پھینک دیتا سر کچل جاتا بھیجا نکل پڑتا، سر الگ دھڑ الگ ایسا معلوم ہوتا گویا کھجور کے درخت کے بن سرے ٹنڈ ہیں دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا؟ میں نے قرآن کو آسان کر دیا جو چاہے نصیحت و عبرت حاصل کر لے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قمر، بیروت)

قوم عاد" کے لوگ بڑے تنومند اور قد آور تھے، لیکن ہوا کا جھکڑ ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹکتا تھا جیسے کھجور کا تنہ جڑ سے اکھاڑ کر زمین پر پھینک دیا جائے۔

| فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ۝ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ |
|---|
| پھر میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، |
| تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ |

## عذاب کی ہولناکی کے ادراک کے سبب ڈرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابوالقاسم (محمد) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم اس چیز کو جان لو جس کو میں جانتا ہوں تو یقیناً تمہارا رونا زیادہ اور ہنسنا کم ہو جائے (یعنی قیامت کے احوال اور اس کی ہولناکیاں، مبدأ و معاد کی حقیقت گنہگاروں کے تئیں اللہ تعالیٰ کا عتاب و عذاب یوم حساب کی شدت پرسش اور باری تعالیٰ کی صفات قہریہ و جلالیہ کو، جو خوف مصیبت کا باعث ہیں جس قدر میں جانتا ہوں اور پھر ان چیزوں کے تعلق سے تمہارے انجام کار کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے اور جس کی وجہ سے میرے دل پر ہر وقت غم و خوف طاری رہتا ہے اگر تم بھی ان سب چیزوں سے پوری طرح آگاہ ہو جاؤ تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خوف و ہیبت کے مارے تم ہنسنا بھول جاؤ اور اپنا زیادہ وقت رونے اور غم کھانے میں صرف کرو، کیونکہ اس صورت میں تم رجا یعنی رحمت الٰہی کی امید کے مقابلہ پر عذاب الٰہی کے خوف کو زیادہ ترجیح دینے لگو)۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1269)

اس ارشاد گرامی میں امت کے لئے ایک تنبیہ تو یہ ہے کہ اپنے اوپر گریہ طاری رکھنا چاہئے اور ان چیزوں کی یاد تازہ رکھنی چاہئے جو رونے دہلانے اور غم کھانے کا باعث ہوتی ہیں جیسے خوف الٰہی کا احساس اور عظمت و جلال حق کی حقیقت معلوم کرنا۔ دوسری تنبیہ یہ ہے کہ جاہل و غافل لوگوں کی طرح بہت زیادہ ہنسنے اور راحت چین اختیار کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی

طرف عفو مغفرت اور اس کی رحمت پر امید کی وجہ سے فی الجملہ راحت چین اختیار کرنا ایک حد تک گنجائش رکھتا ہے۔

| |
|---|
| كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ○ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ○ |
| ثمود نے بھی ڈرسنانے والے پیغمبروں کو جھٹلایا۔پس وہ کہنے لگے: کیا ایک بشر جو ہم ہی میں سے ہے، |
| ہم اس کی پیروی کریں، تب تو ہم یقیناً گمراہی اور دیوانگی میں ہوں گے۔ |

## حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا ان کی تکذیب کرنے کا بیان

"كَذَّبَتْ ثَمُود بِالنُّذُرِ" جَمْع نَذِير بِمَعْنَى مُنْذِر أَيْ بِالْأُمُورِ الَّتِي أَنْذَرَهُمْ بِهَا نَبِيّهمْ صَالِح إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ وَيَتَّبِعُوهُ،

"فَقَالُوا أَبَشَرًا" مَنْصُوب عَلَى الِاشْتِغَال "مِنَّا وَاحِدًا" صِفَتَانِ لِبَشَرًا "نَتَّبِعهُ" مُفَسِّر لِلْفِعْلِ النَّاصِب لَهُ وَالِاسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي الْمَعْنِيّ كَيْفَ نَتَّبِعهُ وَنَحْنُ جَمَاعَة كَثِيرَة وَهُوَ وَاحِد مِنَّا وَلَيْسَ بِمَلَكٍ أَيْ لَا نَتَّبِعهُ "إِنَّا إِذًا" إِنِ اتَّبَعْنَاهُ "لَفِي ضَلَال" ذَهَاب عَنْ الصَّوَاب "وَسُعُر" جُنُون،

قوم ثمود نے بھی ڈرسنانے والے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ یہاں لفظ نذر یہ نذیر کی جمع ہے۔ جو منذر کے معنی میں ہے یعنی وہ کام جن سے ان کے نبی مکرم حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو ڈرایا لیکن وہ ایمان نہ لائے اور نہ ہی انہوں نے اتباع کی۔ پس وہ کہنے لگے کیا ایک بشر جو ہم ہی میں سے ہے، یہاں پر لفظ بشرا یہ ما اضمر ہ کے قانون کے سبب، منصوب ہے۔ اور منا واحدا یہ دونوں صفات ہیں۔ جو بشرا کی صفات ہیں۔ اور فعل ناصب کی تفسیر ہے۔ یہاں پر استفہام بہ معنی نفی ہے۔ ہم اس کی پیروی کریں، یعنی ہم اس کی پیروی کیسے کریں کیونکہ ہم خود بڑی جماعت ہیں۔ جبکہ وہ ہم میں سے ایک ہیں۔ اور وہ فرشتہ بھی نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم اس کی اتباع نہ کریں گے۔ تب تو ہم یقیناً گمراہی میں ہوں گے یعنی ہم سے صحیح راستہ چلا جائے گا۔ اور دیوانگی میں ہوں گے۔

## قوم ثمود کی گمراہی و ہلاکت کا بیان

ثمودیوں نے رسول اللہ حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور تعجب کے طور پر محال سمجھ کر کہنے لگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم ہمیں میں سے ایک شخص کے تابعدار بن جائیں؟ آخر اس کی اتنی بڑی فضیلت کی کیا وجہ؟ پھر اس سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ہم نہیں مان سکتے کہ ہم سب میں سے صرف اسی ایک پر اللہ کی باتیں نازل کی جائیں، پھر اس سے بھی قدم بڑھایا اور نبی اللہ کو کھلے لفظوں میں جھوٹا اور پرلے سرے کا جھوٹا کہا بطور ڈانٹ کے اللہ فرماتا ہے اب تو جو چاہو کہہ لو لیکن کل کھل جائے گا کہ دراصل جھوٹا اور جھوٹ میں حد سے بڑھ جانے والا کون تھا؟ ان کی آزمائش کے لئے فتنہ بنا کر ہم ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی طلب کے موافق پتھر کی ایک سخت چٹان میں سے ایک چکلے چوڑے اعضاء والی گابھن اونٹنی نکلی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم علیہ السلام سے فرمایا کہ

تم اب دیکھتے رہو کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے اور ان کی سختیوں پر صبر کرو دنیا اور آخرت میں انجام کار غلبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا رہے گا اب ان سے کہہ دیجئے کہ پانی پر ایک دن تو ان کا اختیار ہوگا اور ایک دن اس اونٹنی کا۔ جیسے اور آیت میں ہے آیت (قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ،الشعراء:155) ہر باری موجود کی گئی ہے یعنی جب اونٹنی نہ ہو تو پانی موجود ہے اور جب اونٹنی ہو تو اس کا دودھ حاضر ہے انہوں نے مل جل کر اپنے رفیق قدار بن سالف کو آواز دی اور یہ بڑا ہی بد بخت تھا، جیسے اور آیت میں ہے آیت (اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ،الشمس:12) ان کا بدترین آدمی اٹھا اس نے آ کر اسے پکڑا اور زخمی کیا پھر تو ان کے کفر و تکذیب کا میں نے بھی پورا بدلہ لیا اور جس طرح کھیتی کے کٹے ہوئے سوکھے پتے اڑ اڑ کر کافور ہو جاتے ہیں انہیں بھی ہم نے بینام و نشان کر دیا۔

خشک چارہ جس طرح جنگل میں اڑتا پھرتا ہے اسی میں انہیں بھی برباد کر دیا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو خشک کانٹوں دار باڑے میں رکھ لیا کرتے تھے۔ جب اس باڑھ کو روندھ دیا جائے اس وقت اس کی جیسی حالت ہو جاتی ہے وہی حالت ان کی ہوگئی کہ ایک بھی نہ بچا نہ بچ سکا۔ جیسے مٹی دیوار سے جھڑ جاتی ہے اسی طرح ان کے بھی پرزے اکھڑ گئے یہ سب اقوال مفسرین کے اس جملہ کی تفسیریں ہیں لیکن اول قوی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ |
| کیا یہ نصیحت ہمارے درمیان میں سے اسی پر نازل کی گئی ہے؟ بلکہ وہ بہت جھوٹا ہے، متکبر ہے۔ |
| عنقریب وہ کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟ |

## نبی مکرم علیہ السلام کی تکذیب کے سبب عذاب آنے کا بیان

"ءَاُلْقِيَ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ وَتَرْكه "الذِّكْر" الْوَحْي "عَلَيْهِ مِنْ بَيْننَا" أَيْ لَمْ يُوحَ إلَيْهِ "بَلْ هُوَ كَذَّاب" فِي قَوْله إنَّهُ أُوحِيَ إلَيْهِ مَا ذُكِرَ "أَشِر" مُتَكَبِّر بَطِر،

"سَيَعْلَمُونَ غَدًا" فِي الْآخِرَة "مَنِ الْكَذَّاب الْأَشِر" وَهُوَ هُمْ بِأَنْ يُعَذَّبُوا عَلَى تَكْذِيبهمْ نَبِيّهمْ صَالِحًا،

کیا یہ نصیحت ہمارے درمیان میں سے اسی پر نازل کی گئی ہے؟ یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ دوسرے کی تسہیل جب ان دونوں کے درمیان دونوں صورتوں میں الف کو داخل کیا جائے۔ یا ترک کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بلکہ وہ بہت جھوٹا ہے، یعنی اس کی جانب کوئی وحی نہیں کی گئی۔ جو اس نے ذکر کیا ہے۔ متکبر ہے۔ عنقریب وہ آخرت میں کل جان لیں گے کہ بہت جھوٹا، متکبر کون ہے؟ حالانکہ وہ انہیں ان کے نبی مکرم حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کے سبب عذاب دیا جائے گا۔

## قوم ثمود کے سیدنا صالح کو جھٹلانے کی تین وجوہ کا بیان

قوم ثمود نے تین وجوہ کی بنا پر سیدنا صالح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا ایک یہ کہ وہ ہم ہی جیسا ایک انسان ہے۔ کھاتا ہے، پیتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کوئی مافوق الفطرت بات اس میں ہم نہیں دیکھتے۔ دوسری یہ کہ وہ اکیلا ہے اس کے ساتھ نہ کوئی جتھا ہے نہ فوج نہ یار و مددگار اور نہ جاہ و حشم، پھر آخر ہم کس بنا پر اس کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کی اطاعت کرنے لگیں تو ہم جیسا احمق اور پاگل کون ہوگا۔ اور تیسری وجہ یہ کہ اگر اللہ کو اپنا کوئی رسول بنانا ہی تھا تو کیا اسے یہی شخص پسند آیا تھا؟ جس کے پاس نہ مال و دولت ہے اور نہ جاہ و حشم، پھر آخرت ہم کس بنا پر اس کی اطاعت کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم اس کی اطاعت کرنے لگیں تو ہم جیسا احمق اور پاگل کون ہوگا۔

| |
|---|
| اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ۝ وَ نَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ |
| قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ |
| بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں، پس (اے صالح!) ان کا انتظار کریں اور صبر جاری رکھیں۔ اور انہیں |
| اس بات سے آگاہ کر دیں کہ ان کے درمیان پانی تقسیم کر دیا گیا ہے، ہر ایک پانی کا حصہ اس کی باری پر حاضر کیا جائے گا۔ |

## اونٹنی کو قتل کر کے عذاب سے ہلاک ہونے والوں کا بیان

"إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَة" مُخْرِجُوهَا مِنْ الْهَضْبَة الصَّخْرَة كَمَا سَأَلُوا "فِتْنَة" مِحْنَة "لَهُمْ" لِنَخْتَبِرهُمْ "فَارْتَقِبْهُمْ" يَا صَالِح أَيْ انْتَظِرْ مَا هُمْ صَانِعُونَ وَمَا يُصْنَع بِهِمْ "وَاصْطَبِرْ" الطَّاء بَدَل مِنْ تَاء الِافْتِعَال أَيْ اصْبِرْ عَلَى أَذَاهُمْ،

"وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاء قِسْمَة" مَقْسُوم "بَيْنهمْ" وَبَيْن النَّاقَة يَوْم لَهُمْ وَيَوْم لَهَا "كُلّ شِرْب" نَصِيب مِنْ الْمَاء "مُحْتَضَر" يَحْضُرهُ الْقَوْم يَوْمهمْ وَالنَّاقَة يَوْمهَا فَتَمَادَوْا عَلَى ذَلِكَ ثُمَّ مَلُّوهُ فَهَمُّوا بِقَتْلِ النَّاقَة؛

بیشک ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی بھیجنے والے ہیں، جو پتھر سے نکالی گئی تھی۔ جس طرح انہوں نے سوال کیا۔ تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں۔ پس اے صالح! ان کے انجام کا انتظار کریں۔ کہ وہ کیا کرنے والے ہیں اور ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور صبر جاری رکھیں۔ اور صطبر کی طاء یہ تاء سے بدل کر آئی ہے۔ یعنی آپ ان کی تکالیف پر صبر کریں۔ اور انہیں اس بات سے آگاہ کر دیں کہ ان کے اور اونٹنی کے درمیان پانی تقسیم کر دیا گیا ہے، یعنی ایک دن ان کیلئے ہوگا اور ایک دن اونٹنی کیلئے ہوگا۔ ہر ایک کو پانی کا حصہ اس کی باری پر حاضر کیا جائے گا۔ یعنی جو پانی میں حصہ ہے۔ لہٰذا قوم اپنے دن آیا کرے گی۔ اور اونٹنی اپنے دن میں آیا کرے گی۔ وہ ایک مدت تک اس پر قائم رہے۔ اس کے بعد اس سے اکتا کر انہوں نے اونٹنی کو قتل کر ڈالا۔

## حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ اونٹنی کا بیان

حضرت صالح فرماتے ہیں لوگوں تمہارے پاس دلیل الہٰی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے۔ان لوگوں نے حضرت صالح سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جوان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اس سے آپ ایک اونٹنی نکلایں جو گابھن ہو(دودھ دینے والی اونٹنی جو دس ماہ کی حاملہ ہو) حضرت صالح نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو تم ایمان قبول کرلو گے؟ انہوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیان کئے۔حضرت صالح علیہ السلام نے نماز پڑھی دعا کی ان سب کے دیکھتے ہی چٹان نے ہلنا شروع کیا اور چیخ گئی اس کے بیچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی۔اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کرلیا اور اس کے ساتھیوں نے بھی۔باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کیلئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن ہمر بن جلمس وغیرہ نے انہیں روک دیا۔حضرت جندع کا بھتیجا شہاب نامی تھا یہ ثمودیوں کا بڑا عالم فاضل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کرلیا تھا لیکن انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا جس پر ایک مومن ثمودی مہوش بن غنمہ نے کہا کہ آل عمرو نے شہاب کو دین حق کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف باسلام ہو جائے اور اگر ہو جاتا تو اس کی عزت سیوا ہو جاتی مگر بدبختوں نے اسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔اس حاملہ اونٹنی کو اس وقت بچہ ہوا ایک مدت تک دونوں ان میں رہے۔ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی۔اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے

ایک روایت میں ہے کہ ہجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معجزے نہ طلب کرو دیکھو قوم صالح نے معجزہ طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی لیکن ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے۔بجز اس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو غال یہ بھی جب حد حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف سے ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا۔تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحید الہٰی سکھائی کہ فقط اس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔اللہ کا فرمان ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، صرف میری ہی عبادت کرو اور ارشاد ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ○ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِىْ وَ نُذُرِ ○ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً |
| وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ○ وَ لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ |

| |
|---|
| پس انہوں نے اپنے ایک ساتھی کو بلایا، اس نے وار کیا اور کونچیں کاٹ دیں۔ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ بیشک |
| ہم نے ان پر ایک نہایت خوفناک آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے بچے ہوئے اور روندے گئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔ |
| اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ |

## تیز خوفناک آواز کے ذریعے عذاب آنے کا بیان

**"فَنَادَوْا صَاحِبهمْ" قِدَارًا لِيَقْتُلَهَا "فَتَعَاطَى" تَنَاوَلَ السَّيْف "فَعَقَرَ" بِهِ النَّاقَة أَيْ قَتَلَهَا مُوَافَقَة لَهُمْ "فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُر" إِنْذَارِي لَهُمْ بِالْعَذَابِ قَبْل نُزُوله أَيْ وَقَعَ مَوْقِعه وَبَيَّنَهُ تَعَالَى فِي الْآيَة التَّالِيَة**

**"إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَة وَاحِدَة فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِر" هُوَ الَّذِي يَجْعَل لِغَنَمِهِ حَظِيرَة مِنْ يَابِس الشَّجَر وَالشَّوْك يَحْفَظهُنَّ فِيهَا مِنْ الذِّئَاب وَالسِّبَاع وَمَا سَقَطَ مِنْ ذَلِكَ فَدَاسَتْهُ هُوَ الْهَشِيم**

پس انہوں نے قدار نامی اپنے ایک ساتھی کو بلایا، تاکہ وہ اونٹنی کو قتل کر دے تو اس نے اونٹنی پر تلوار سے وار کیا اور کونچیں کاٹ دیں۔ یعنی ان کے مشورے کے مطابق اس نے قتل کر دیا۔ تو میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا تھا؟ یعنی ان پر عذاب نازل کرنے سے پہلے ان کو ڈرانا یہ کیسا رہا یعنی عین موقع کے مطابق تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے آنے والی آیت میں بیان کیا ہے۔ بیشک ہم نے ان پر ایک نہایت خوفناک آواز بھیجی سو وہ باڑ لگانے والے کے بچے ہوئے اور روندے گئے بھوسے کی طرح ہو گئے۔ اور، محتضر اس خشک گھاس وغیرہ کو کہتے جو بکریوں والا بھیڑیوں کی حفاظت سے بچانے کیلئے لگاتا ہے۔ تاکہ وہ درندوں سے بھی محفوظ رہیں۔ اور بکریاں ان کو روند ڈالتی ہیں۔ اور ہشیم اسی کو کہتے ہیں۔

اور بلاشبہ یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا، تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟

## قوم ثمود کی تباہی کا بیان

امام ابن جریر وغیرہ کا فرمان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت غنم بن مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالح سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار۔ اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمودیوں کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جس کا نام صدقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار تھا۔ یہ بھی حسن کے علاوہ مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا۔ اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے، صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آ جاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے لیکن اس نے انکار کر دیا،

اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اسے بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتون تھا اس برائی پر آمادہ ہو گیا۔ ادھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کرے اسے میں تجھے دے دوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا یہ تھا بھی زنا کاری کا بچہ، سالف کی اولاد میں نہ تھا، جیسان نامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کاری کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا اب دونوں چلے اور اہل ثمود اور دوسرے شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نو فسادی شخص اس بدارادے پر تل گئے۔

اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی ہی تھے۔ چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کا راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑی پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصری فرماتے ہیں اس نے اللہ کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقعہ پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بیجان پڑی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے، ہوا بھی یہی۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور ان مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آتا تو بھی آؤ روز روز کے اس جھنجھٹ سے پاک ہو جائیں۔
چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور اسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کر دو اور صاف انکار کر دو کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بیخبر رہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کو یہ اپنی بدنیتی سے حضرت صالح کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑی کی بلندی پر تھا ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب کو ہی پیس ڈالا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ قمر، بیروت)

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ بِالنُّذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ۝

قوم لوط نے بھی ڈر سنانے والوں کو جھٹلایا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط کے گھر

والوں کے، انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔

## قوم لوط کی پتھروں کے عذاب کے سبب ہلاکت کا بیان

**"كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ" بِالْأُمُورِ الْمُنْذِرَة لَهُمْ عَلَى لِسَانه "إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا" رِيحًا تَرْمِيهِمْ بِالْحَصْبَاءِ وَهِيَ صِغَار الْحِجَارَة الْوَاحِد دُون مِلْء الْكَفّ فَهَلَكُوا "إِلَّا آلَ لُوطٍ" وَهُمْ ابْنَتَاهُ مَعَهُ "نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ" مِنْ الْأَسْحَار وَقْت الصُّبْح مِنْ يَوْم غَيْر مُعَيَّن وَلَوْ أُرِيدَ مِنْ يَوْم مُعَيَّن لَمُنِعَ مِنَ الصَّرْف لِأَنَّهُ مَعْرِفَة مَعْدُول عَنْ السَّحَر لِأَنَّ حَقّه أَنْ يُسْتَعْمَل فِي الْمَعْرِفَة بِأَلْ وَهَلْ أُرْسِلَ الْحَاصِب عَلَى آل لُوط أَوْ لَا؟ قَوْلَانِ وَعَبَّرَ عَنْ الِاسْتِثْنَاء عَلَى الْأَوَّل بِأَنَّهُ مُتَّصِل وَعَلَى الثَّانِي بِأَنَّهُ مُنْقَطِع وَإِنْ كَانَ مِنْ الْجِنْس تَسَمُّحًا،**

قوم لوط نے بھی ڈرسنانے والوں کو جھٹلایا۔ انہیں حضرت لوط علیہ السلام کی زبان سے ڈرایا۔ بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، یعنی ایسی ہوا تھی جوان پر کنکریاں برسانے والی تھی۔ اور وہ ایک چھوٹی کنکری تھی۔ جبکہ مٹھی بھر نہ تھی۔ لہٰذا وہ ہلاک ہوئے۔ سوائے لوط کے گھر والوں کے، اور ان کے ساتھ ان کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ انھیں ہم نے صبح سے کچھ پہلے نجات دی۔ یعنی اسحار میں ایک غیر معین دن میں صبح کے وقت نجات دی۔ اور اگر یوم سے مراد معین دن ہوتو یہ غیر منصرف ہوگا کیونکہ وہ معرفہ ہے جو سحر سے عدول کر کے آیا ہے۔ کیونکہ اس کا حق ہے کہ معرفہ میں وہ الف لام کے ساتھ استعمال ہو۔ جبکہ آل لوط پر پتھر برسانے والی ہوا بھیجی گئی یا نہیں بھیجی گئی اس میں دو اقوال ہیں۔ ہوا بھیجنے کی صورت میں استثناء متصل ہوگا ورنہ منقطع ہوگا۔ جبکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔

## قوم لوط کی برائی و ہلاکت کا بیان

لوطیوں کا واقعہ بیان ہورہا ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے رسولوں کا انکار کیا اور ان کی مخالفت کر کے کس مکروہ کام کو کیا جسے ان سے پہلے کسی نے نہ کیا تھا یعنی اغلام بازی، اسی لئے ان کی ہلاکت کی صورت بھی ایسی ہی انوکھی ہوئی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل نے کی بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب پہنچا کر اوندھی ماردیں اور ان پر آسمان سے ان کے نام کے پتھر برسائے مگر لوط کے ماننے والوں کو سحر کے وقت یعنی رات کی آخری گھڑی میں بچالیا انہیں حکم دیا گیا کہ تم اس بستی سے چلے جاؤ، حضرت لوط پر ان کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا یہاں تک کہ خود حضرت لوط کی بیوی بھی کافرہ ہی تھی قوم میں سے ایک بھی شخص کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ پس عذاب الٰہی سے بھی کوئی نہ بچا آپ کی بیوی بھی قوم کے ساتھ ہی ساتھ ہلاک ہوئی صرف آپ اور آپ کی لڑکیاں اس نحوست سے بچا لیئے گئے شاکروں کو اللہ اسی برے اور آڑے وقت میں کام آتا ہے اور انہیں ان کی شکر گذاری کا پھل دیتا ہے۔ عذاب کے آنے سے پہلے حضرت لوط انہیں آگاہ کر چکے تھے لیکن انہوں نے توجہ تک نہ کی بلکہ شک وشبہ اور جھگڑا کیا، اور ان کے مہمانوں کے بارے میں انہیں چکمہ دینا چاہا۔ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل، وغیرہ فرشتے انسانی صورتوں

میں حضرت لوط کے گھر مہمان بن کر آئے تھے، نہایت خوبصورت چہرے پیاری پیاری شکلیں اور عنفوان شباب کی عمر۔ادھر یہ رات کے وقت حضرت لوط کے گھر اترے ان کی بیوی کافرہ تھی قوم کو اطلاع دی کہ آج لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں ان لوگوں کو اغلام کی بدعادت تو تھی ہی دوڑ بھاگ کر حضرت لوط کے مکان کو گھیر لیا حضرت لوط نے دروازے بند کر لئے انہوں نے ترکیبیں شروع کیں کہ کسی طرح مہمان ہاتھ لگیں جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا شام کا وقت تھا حضرت لوط انہیں سمجھا رہے تھے ان سے کہہ رہے تھے کہ یہ میری بیٹیاں یعنی جو تمہاری جوروئیں موجود ہیں تم اس بدفعلی کو چھوڑو اور حلال چیز سے فائدہ اٹھاؤ لیکن ان سرکشوں کا جواب تھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمیں عورتوں کی چاہت نہیں ہمارا جو ارادہ ہے وہ آپ سے مخفی نہیں تم ہمیں اپنے مہمان سونپ دو۔ جب اسی بحث ومباحثہ میں بہت وقت گذر چکا اور وہ لوگ مقابلہ پر تل گئے اور حضرت لوط بیحد زچ آ گئے اور بہت ہی تنگ ہوئے۔

تب حضرت جبرائیل باہر نکلے اور اپنا پران کی آنکھوں پر پھیرا سب اندھے بن گئے آنکھیں بالکل جاتی رہیں اب تو حضرت لوط کو برا کہتے ہوئے دیواریں ٹٹولتے ہوئے صبح کا وعدہ دے کر پچھلے پاؤں واپس ہوئے۔

لیکن صبح کے وقت ہی ان پر عذاب الٰہی آ گیا جس میں سے نہ بھاگ سکے نہ اس سے پیچھا چھڑا سکے عذاب کے مزے اور ڈراوے کی طرف دھیان نہ دینے کا وبال انہوں نے چکھ لیا یہ قرآن تو بہت ہی آسان ہے جو چاہے نصیحت حاصل کر سکتا ہے کوئی ہے جو بھی اس سے پند و وعظ حاصل کر لے؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ |
| اپنی طرف سے خاص انعام کے ساتھ، اسی طرح ہم اس شخص کو جزادیا کرتے ہیں جو شکرگزار ہوتا ہے۔اور بیشک لوط (علیہ السلام) |
| نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا پھر ان لوگوں نے ان کے ڈرانے میں شک کرتے ہوئے جھٹلایا۔ |

## قوم لوط کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے کا بیان

"نِعْمَةً" مَصْدَر أَيْ إِنْعَامًا "مِنْ عِنْدنَا كَذَلِكَ" أَيْ مِثْل ذَلِكَ الْجَزَاء "نَجْزِي مَنْ شَكَرَ" أَنْعُمَنَا وَهُوَ مُؤْمِن أَوْ مَنْ آمَنَ بِاَللَّهِ وَرَسُوله وَأَطَاعَهُمَا،

"وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ" خَوَّفَهُمْ لُوط "بَطْشَتنَا" أَخْذَتنَا إيَّاهُمْ بِالْعَذَابِ "فَتَمَارَوْا" تَجَادَلُوا وَكَذَّبُوا "بِالنُّذُرِ" بِإِنْذَارِهِ،

یہاں پر لفظ نعمت مصدر ہے یعنی انعام، اپنی طرف سے خاص انعام کے ساتھ، اسی طرح ہم اس شخص کو جزادیا کرتے ہیں جو ہمارے انعام پر شکرگزار ہوتا ہے۔اور وہ مؤمن ہے۔ یا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور ان دونوں کی اطاعت کی۔اور بیشک لوط علیہ السلام نے انہیں ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا یعنی ہمارے عذاب سے ڈرایا۔تو انہوں نے جھگڑنا شروع کیا۔پھر ان لوگوں نے ان کے ڈرانے میں شک کرتے ہوئے جھٹلایا۔اور انہوں نے ہمارے انذار کی تکذیب کی۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اور شکر گزار وہ ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کی اطاعت کرے۔
یعنی وہ پچھلی رات میں اپنے گھر والوں کو لے کر صاف نکل گئے۔ ان کو ہم نے عذاب کی ذرا بھی آنچ نہ لگنے دی۔ اور یہ ہی ہماری عادت ہے۔ حق شناس اور شکر گزار بندوں کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

## قوم لوط کا نصیحت کی بہ جائے جھگڑا کرنے کا بیان

سیدنا لوط علیہ السلام نے قوم کو ڈرایا تو تھا مگر یہ بدبخت قوم بھلا ان کی نصیحت کو بلکہ خود ان کو بھی کیا سمجھتی تھی۔ وہ الٹا لوط علیہ السلام کو دھمکیاں دینے لگی۔ اگر تم اتنے ہی پاکباز ہو تو ہماری اس گندی بستی سے نکل جاؤ۔ ورنہ ہم خود تمہیں یہاں سے نکال دیں گے۔ نیز انہوں نے سیدنا لوط علیہ السلام پر یہ پابندی بھی لگا رکھی تھی کہ باہر سے آنے والے مسافروں اور مہمانوں کو اپنے ہاں پناہ نہ دیا کرو۔ ورنہ اس کے نتائج کے ذمہ دار تم خود ہو گے۔ اور جو بات لوط علیہ السلام انہیں سمجھانا چاہتے تھے اور انہیں ان کے انجام سے مطلع کر کے انہیں اللہ کے حضور جوابدہی سے ڈرانا چاہتے تھے اس کو بھلا یہ لاتوں کے بھوت کب ماننے والے تھے بس الٹی سیدھی باتیں بنا کر جھگڑے کی راہ پیدا کر لیتے تھے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ○ |
| وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ○ |
| اور بیشک ان لوگوں نے لوط (علیہ السلام) سے ان کے مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا سو ہم نے ان کی آنکھوں کی ساخت مٹا کر |
| انہیں بینور کر دیا۔ پھر میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور بیشک ان پر صبح سویرے ہی ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب آ پہنچا۔ |

## قوم لوط کیلئے آخرت سے متصل دائمی عذاب کا بیان

"وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفه" أَنْ يُخَلِّي بَيْنهمْ وَبَيْن الْقَوْم الَّذِينَ أَتَوْهُ فِي صُورَة الْأَضْيَاف لِيَخْبُثُوا بِهِمْ وَكَانُوا مَلَائِكَة "فَطَمَسْنَا أَعْيُنهمْ" أَعْمَيْنَاهَا وَجَعَلْنَاهَا بِلَا شَقّ كَبَاقِي الْوَجْه بِأَنْ صَفَقَهَا جِبْرِيل بِجَنَاحِهِ "فَذُوقُوا" فَقُلْنَا لَهُمْ ذُوقُوا "عَذَابِي وَنُذُر" إنْذَارِي وَتَخْوِيفِي أَيْ ثَمَرَته وَفَائِدَته،

"وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَة" وَقْت الصُّبْح مِنْ يَوْم غَيْر مُعَيَّن "عَذَاب مُسْتَقِرّ" دَائِم مُتَّصِل بِعَذَابِ الْآخِرَة،

اور بیشک ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا یعنی انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کا کہا کہ آپ ہمارے اور ان مہمانوں کے درمیان میں نہ آئیں۔ کیونکہ وہ ان سے وہی خبیث عمل کرنا چاہتے تھے حالانکہ وہ فرشتے تھے سو ہم نے ان کی آنکھوں کی ساخت مٹا کر انہیں بینور کر دیا۔ یعنی ہم نے انہیں اندھا کر دیا اور وہ بغیر گڑھے کے چہروں پر نشان ہی رہ

گئے اور یہ ایسا اس لئے ہوا کہ جبرائیل امین نے پر مارے۔ پھر ہم اُن سے کہا کہ میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ یعنی اس کا ثمر وفائدہ حاصل کرو۔ اور بیشک ان پر صبح سویرے ہی ہمیشہ قائم رہنے والا عذاب آ پہنچا۔ یعنی صبح کے وقت جو غیر معین دن تھا۔ اور دائمی عذاب جو آخرت سے متصل تھا۔

## حضرت جبرائیل کے پروں نے قوم لوط کو اندھا کر دیا

اور حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہمارے اور اپنے مہمانوں کے درمیان دخیل نہ ہوں، انہیں ہمارے حوالہ کر دیں اور یہ انہوں نے نیت فاسد اور خبیث ارادہ سے کہا تھا اور مہمان فرشتے تھے، انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ آپ انہیں چھوڑ دیجئے، گھر میں آنے دیجئے، جبھی وہ گھر میں آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک دستک دی۔ فوراً وہ اندھے ہوگئے اور آنکھیں ایسی ناپید ہوگئیں کہ نشان بھی باقی نہ رہا، چہرے سپاٹ ہوگئے، حیرت زدہ مارے مارے پھرتے تھے، دروازہ ہاتھ نہ آتا تھا، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں دروازے سے باہر کیا۔ (تفسیر خازن، سورہ قمر، بیروت)

پھر دوسرے دن صبح کے وقت ان پر جو بڑا عذاب آیا اس کی تفصیل پہلے کئی مقامات پر گزر چکی ہے۔ پہلے اس پورے خطہ زمین کو جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں پر اٹھایا اور بلندی پر لے جا کر پھر الٹا کر زمین پر دے مارا۔ جس سے یہ خطہ زمین میں دھنس گیا۔ اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ پھر اس دھنسے ہوئے خطہ زمین پر سمندر کا پانی چڑھ آیا جو متعفن اور بدبودار ہوگیا۔ اس طرح اس قوم کے نام ونشان کو صفحہ ہستی سے مٹا ڈالا۔

| |
|---|
| فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ○ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ○ |
| پھر میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ اور بیشک ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے |
| تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ |

## قوم لوط کے عذاب کا باعث عبرت ہونے کا بیان

یعنی اندھا کرنے کے بعد ان کی بستیاں الٹ دی گئیں۔ اور اوپر سے پتھر برسائے گئے۔ اس چھوٹے عذاب کے بعد یہ بڑا عذاب تھا۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ○ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ ○ |
| اور بلاشبہ یقیناً فرعون کی آل کے پاس ڈرانے والے آئے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلا دیا |
| پھر ہم نے انہیں بڑے غالب بڑی قدرت والے کی پکڑ کی شان کے مطابق پکڑ لیا۔ |

## قوم فرعون کا نو معجزات کی تکذیب کرنے کا بیان

"وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ" قَوْمه مَعَهُ "النُّذُر" الْإِنْذَار عَلَى لِسَان مُوسَى وَهَارُون فَلَمْ يُؤْمِنُوا

"كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا " التِّسع الَّتِي أُوتِيَهَا مُوسَى "فَأَخَذْنَاهُمْ" بِالْعَذَابِ "أَخْذَ عَزِيزٍ " قَوِيّ "مُقْتَدِرٍ " قَادِرٍ لَا يُعْجِزهُ شَيْء،

اور بلاشبہ یقیناً فرعون کی آل یعنی اس کی قوم کے پاس ڈرانے والے آئے۔یعنی انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی زبان سے ڈرسنایا گیا۔لیکن وہ ایمان نہ لائے انہوں نے ہماری سب یعنی نو نشانیوں کو جھٹلا دیا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزات دیئے گئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں بڑے غالب بڑی قدرت والے کی پکڑ کی شان کے مطابق پکڑ لیا۔یعنی انہیں مضبوط عذاب نے پکڑ لیا لہٰذا اس کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔

فرعون اور اس کی قوم کا قصہ بیان ہو رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بشارت اور ڈراوے لے کر آتے ہیں بڑے بڑے معجزے اور زبردست نشانیاں اللہ کی طرف سے انہیں دی جاتی ہیں جو ان کی نبوت کی حقانیت پر پوری پوری دلیل ہوتی ہیں۔لیکن یہ فرعونی ان سب کو جھٹلاتے ہیں جس کی بدبختی میں ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتے ہیں اور انہیں بالکل ہی سوکھے تنکوں کی طرح اڑا دیا جاتا ہے۔

| |
|---|
| اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ اَمْ لَكُمْ بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ |
| کیا تمہارے کافر ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے کتابوں میں نجات لکھی ہوئی ہے۔یا یہ کہتے ہیں کہ |
| ہم غالب رہنے والی مضبوط جماعت ہیں۔ |

## کفار مکہ کا سابقہ کفار اقوام سے موازنہ کرنے کا بیان

"أَكُفَّارُكُمْ" يَا قُرَيْش "خَيْر مِنْ أُولَئِكُمْ " الْمَذْكُورِينَ مِنْ قَوْم نُوح إِلَى فِرْعَوْن فَلَمْ يُعَذَّبُوا "أَمْ لَكُمْ" يَا كُفَّار قُرَيْش "بَرَاءَة" مِنْ الْعَذَاب "فِي الزُّبُر" الْكُتُب وَالِاسْتِفْهَام فِي الْمَوْضِعَيْنِ بِمَعْنَى النَّفْي أَيْ لَيْسَ الْأَمْر كَذَلِكَ

"أَمْ يَقُولُونَ" أَيْ كُفَّار قُرَيْش "نَحْنُ جَمِيع" جَمْع "مُنْتَصِر" عَلَى مُحَمَّد،

اے قریشِ مکہ! کیا تمہارے کافر ان اگلے قوم نوح سے قوم فرعون تک مذکورہ لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں نجات لکھی ہوئی ہے۔ یہاں پر استفہام دونوں مقامات پر بہ معنی نفی ہے یعنی ایسا نہیں ہے۔یا یہ کفار قریش کہتے ہیں کہ ہم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غالب رہنے والی مضبوط جماعت ہیں۔

پھر فرماتا ہے اے مشرکین قریش اب بتلاؤ تم ان سے کچھ بہتر ہو؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے لئے اللہ نے اپنی کتابوں میں چھوٹ دے رکھی ہے؟ کہ ان کے کفر پر تو انہیں عذاب کیا جائے لیکن تم کفر کئے جاؤ اور تمہیں کوئی سزا نہ جائے؟

زُبُر زبور کی جمع ہے،لغت میں ہر لکھی ہوئی کتاب کو زبور کہتے ہیں اور اس خاص کتاب کا نام بھی زبور ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

گذشتہ اقوام کے واقعات سنا کر موجودہ لوگوں کو خطاب ہے یعنی تم میں سے کافر کیا ان پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں جو کفر و طغیان کی سزا میں تباہ نہیں کیے جائیں گے؟ یا اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھ دیا گیا ہے کہ تم جو چاہو شرارت کرتے رہو، سزا نہیں ملے گی؟ یا یہ سمجھتے ہوئے ہیں کہ ہمارا مجمع اور جتھا بہت بڑا ہے۔ اور سب مل کر جب ایک دوسرے کی مدد پر آ جائیں گے تو سب بدلہ لے کر چھوڑیں گے اور کسی کو اپنے مقابلہ میں کامیاب نہ ہونے دیں گے۔ (تفسیر خازن، سورہ قمر، بیروت)

| |
|---|
| سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝ |
| عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ بلکہ قیامت ان کے وعدے کا وقت ہے |
| اور قیامت زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔ |

## قیامت کے دن کے عذاب کا دنیا کے عذاب سے سخت ہونے کا بیان

"سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُر " وَلَمَّا قَالَ أَبُو جَهْل يَوْم بَدْر إِنَّا جَمْع مُنْتَصِر نَزَلَتْ الْآيَة فَهُزِمُوا بِبَدْرٍ وَنُصِرَ رَسُولُ اللَّه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ،

"بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ " بِالْعَذَابِ "وَالسَّاعَة" أَيْ عَذَابهَا "أَدْهَى" أَعْظَم بَلِيَّة "وَأَمَرّ" أَشَدّ مَرَارَة مِنْ عَذَاب الدُّنْيَا،

عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ کیونکہ جب ابوجہل نے بدر کے دن کہا کہ ہم مضبوط جماعت ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لہٰذا بدر کے ان کو شکست ہوئی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے خلاف مدد کی گئی۔ بلکہ قیامت عذاب کے ساتھ ان کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت یعنی اس کا عذاب زیادہ بڑی مصیبت اور زیادہ کڑوی ہے۔ یعنی وہ دنیا کے عذاب سے کہیں زیادہ سخت عذاب ہے۔

## سورت قمر آیت ۴۵ کے شان نزول کا بیان

روز بدر جب ابوجہل نے کہا کہ ہم سب مل کر بدلہ لیں گے، یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زرہ پہن کر یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر ایسا ہی ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح ہوئی اور کفار کو ہزیمت ہوئی۔

(تفسیر قرطبی، سورہ قمر، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے دن ایک خیمہ میں یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیری امان مانگتا ہوں اور تیرے وعدہ کا ایفاء چاہتا ہوں اے اللہ! اگر تو یہی چاہتا ہے (کہ یہاں دشمنوں کے مقابلہ پر مسلمان ہلاک ہو جائیں) تو (روئے زمین پر کوئی مسلمان باقی نہیں رہے گا اور) آج کے بعد تیری عبادت نہیں ہوگی" جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گڑگڑا کر یہ دعا مانگتے ہی رہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ

لیا اور کہا: یارسول اللہ! بس کیجئے اتنا ہی دعا مانگنا بہت کافی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت الحاح وزاری کے ساتھ اپنے پروردگار سے فتح ونصرت کی التجا کی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہنے ہوئے تھے (فرط مسرت سے) بڑی تیزی کے ساتھ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور یہ آیت (جو اس وقت نازل ہوئی تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (بآواز بلند) پڑھ رہے تھے۔ (سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ) 54۔ القمر:45)" (کفار کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔ اس روایت کو بخاری نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 459)

## سورت قمر آیت ۴۶ کے محل نزول کا بیان

حضرت یوسف بن مالک روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پاس تھا کہ ایک عراقی آیا اور پوچھا کون سا کفن بہتر ہے؟ انہوں نے کہا افسوس ہے تجھ پر تجھے کیا چیز تکلیف دیتی ہے اس نے کہا مجھے اپنا مصحف دکھایئے انہوں نے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں قرآن کو اس کی ترتیب کے موافق کرلوں کیونکہ لوگ ترتیب کے خلاف پڑھتے ہیں انہوں نے کہا کوئی حرج نہیں جو آیت بھی چاہو پہلے پڑھ لو سورت مفصل میں سب سے پہلے وہ سورت نازل ہوئی ہے جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے تو حلال وحرام کی آیت نازل ہوئی اگر پہلے ہی یہ آیت نازل ہو جاتی کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ آیت نازل ہوتی کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز زنا نہیں چھوڑیں گے اور جب میں کم سن بچی تھی اور کھیلتی تھی تو اسی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ، القمر:46) اور سورت بقرہ اور سورت نساء اس وقت نازل ہوئیں جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی راوی کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے لئے وہ مصحف نکال لائیں اور انہوں نے ان کو سورت کی آیتیں لکھا دیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2228)

| |
|---|
| اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ |
| یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔ جس دن وہ لوگ اپنے منہ کے بل دوزخ میں |
| گھسیٹے جائیں گے۔ آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔ |

## اہل جہنم کو گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دیئے جانے کا بیان

"اِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَال" هَلَاك بِالْقَتْلِ فِي الدُّنْيَا "وَسُعُر" نَار مُسَعَّرَة بِالتَّشْدِيدِ أَيْ مُهَيَّجَة فِي الْآخِرَة،

"يَوْم يُسْحَبُونَ فِي النَّار عَلَى وُجُوههمْ" فِي الْآخِرَة وَيُقَال لَهُمْ "ذُوقُوا مَسَّ سَقَر" إصَابَة جَهَنَّم لَكُمْ،

یقیناً مجرم لوگ بڑی گمراہی اور دیوانگی میں ہیں۔یعنی دنیا میں ان کی ہلاکت قتل کے ساتھ ہوئی۔لفظ مسعرۃ تشدید کے ساتھ آیا ہے یعنی وہ آخرت میں سخت بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔جس دن یعنی آخرت میں وہ لوگ اپنے منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا آگ میں جلنے کا مزہ چکھو۔کیونکہ دوزخ تمہارے لئے ہے۔

## سورت قمر آیت ۴۷ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ قریش کے مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں جھگڑنے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ الی قوله تعالی اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ،بے شک گناہ گار لوگ گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہین اس روز منہ کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے اب آگ کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز اندازہ کے ساتھ پیدا کی ہے۔(مسلم 2656،نیسابوری 331،ابن کثیر 4۔(267)

ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یہ آیت قدریہ (تقدیر کا انکار کرنے والوں) کے متعلق نازل ہوئی۔(ابن کثیر 4۔267،زادالمسیر 8۔101،درمنثور 6۔137)

## سورت قمر آیت ۴۸ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکینِ قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کرنے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی (یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ، القمر:48) جس دن وہ جہنم میں اوندھے منہ گھسیٹے جائیں گے اور کہا جائے گا دوزخ کا عذاب چکھو بے شک ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2251)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین تقدیر کے متعلق جھگڑتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی (یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ 48 اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ،جس دن گھسیٹے جائیں گے آگ میں اوندھے منہ، چکھو مزا آگ کا۔ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر)۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1238)

| |
|---|
| اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ ۝ |
| بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقرر اندازے کے مطابق بنایا ہے۔اور ہمارا حکم تو فقط یک بارگی واقع ہو جاتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی شان کا لفظ کن سے اظہار کا بیان

"اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ" مَنْصُوب بِفِعْلٍ يُفَسِّرهُ "خَلَقْنَاهُ" وَقُرِءَ كُلّ بِالرَّفْعِ مُبْتَدَأ خَبَره خَلَقْنَاهُ "خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" بِتَقْدِيرٍ حَال مِنْ كُلّ أَيْ مُقَدَّرًا

"وَمَا أَمْرُنَا" لِشَيْءٍ نُرِيد وُجُودَه "إِلَّا" مَرَّة "وَاحِدَة كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ" فِي السُّرْعَة وَهِيَ قَوْل : كُنْ فَيُوجَد "إِنَّمَا أَمْره إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون"

بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقرّرہ اندازے کے مطابق بنایا ہے۔ یہاں پر لفظ کل فعل مقدر خلقناہ کے سبب منصوب ہے اور ایک قرأت میں لفظ کل مبتداء ہونے کی وجہ مرفوع بھی پڑھا گیا جبکہ اس کی خبر خلقناہ ہے یعنی ہم نے مقرر اندازے سے پیدا کیا۔ جو من کل سے حال یعنی مقدرا ہے۔ اور ہمارا حکم تو فقط یک بارگی واقع ہو جاتا ہے یعنی جب ہم کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتے ہیں جیسے آنکھ کا جھپکنا ہے۔ یعنی اتنی تیزی کے ساتھ اور ایک قول یہ ہے لفظ کن پایا جاتا ہے۔ ""إِنَّمَا أَمْره إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُول لَهُ كُنْ فَيَكُون""

## سورت قمر آیت ۴۹ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت قَدَریوں کے رد میں نازل ہوئی جو قدرت الٰہی کے منکر ہیں اور حوادث کو کواکب وغیرہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مسائل احادیث میں انہیں اس امت کا مجوس فرمایا گیا اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کے ساتھ کلام شروع کرنے اور وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت کرنے اور مر جائیں تو ان کے جنازے میں شریک ہونے کی ممانعت فرمائی گئی اور انہیں دجّال کا ساتھی فرمایا گیا، وہ بدترین خَلق ہیں۔ (تفسیر خازن، سورہ قمر، بیروت)

## مسئلہ تقدیر سے متعلق تفسیری بیان

قدر کے لغوی معنی اندازہ کرنے اور کسی چیز کو حکمت و مصلحت کے مطابق اندازے سے بنانے کے ہیں، اس آیت میں یہ لغوی معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے عالم کی تمام مخلوقات کو اور اس کی ہر نوع و صنف کو ایک حکیمانہ اندازہ سے بڑا چھوٹا اور مختلف ہیئت و صورت میں بنایا ہے، پھر ہر نوع و صنف کے ہر فرد کی تخلیق میں بھی حکیمانہ انداز بڑی حکمت کے ساتھ رکھا ہے، انگلیاں سب یکساں نہیں بنائیں، طول میں فرق رکھا، ہاتھوں پاؤں کے طول و عرض اور ان کے کھلنے بند ہونے سمٹنے اور پھیلنے کے لئے اسپرنگ لگائے، ایک ایک عضو کے ایک ایک جز کو دیکھو تو قدرت و حکمت خداوندی کے عجیب و غریب دروازے کھلتے نظر آنے لگیں۔

اور اصطلاح شرع میں لفظ قدر بمعنی تقدیر الٰہی بھی استعمال ہوتا ہے اور اکثر ائمہ تفسیر نے بعض روایات حدیث کی بناء پر اس آیت میں قدر سے تقدیر الٰہی مراد لی ہے۔

مسند احمد، مسلم، ترمذی میں حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ مشرکین قریش ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ تقدیر کے متعلق مخاصمت کرنے لگے، تو اس پر یہ آیت قرآن نازل ہوئی، اس معنی کے اعتبار سے مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ ہم نے تمام عالم کی ایک ایک چیز کو اپنی تقدیر ازلی کے مطابق بنایا ہے، یعنی ازل میں پیدا ہونے والی چیز اور اس کی مقدار زمانہ و مکان اور اس کے بڑھنے گھٹنے کا پیمانہ عالم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھ دیا گیا تھا جو کچھ عالم میں پیدا ہوتا ہے وہ اسی تقدیر ازلی کے مطابق ہوتا ہے۔

تقدیر کا یہ مسئلہ اسلام کا قطعی عقیدہ ہے اس کا منکر کافر، اور جو فرقے بتاویل انکار کرتے ہیں وہ فاسق ہیں امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرامت میں کچھ لوگ مجوسی ہوتے ہیں ،اس امت محمدیہ کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں، ایسے لوگ بیمار پڑیں تو ان کی بیمار پرسی کو نہ جاؤ اور مر جائیں تو ان کے کفن دفن میں شریک نہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ قمر، بیروت)

## تقدیر پر ایمان لانے کا بیان

تقدیر پر ایمان لانا فرض اور لازم ہے یعنی وجود ایمان کے لئے یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ بندوں کے تمام اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد، ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ دیئے گئے ہیں، بندہ سے جو عمل بھی سرزد ہوتا ہے وہ اللہ کے علم و اندازہ کے مطابق ہوتا ہے، لیکن اللہ نے انسان کو عقل و دانش کی دولت سے نواز کر اس کے سامنے نیکی اور بدی دونوں راستے واضح کر دیئے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار دے دیا اور بتا دیا کہ اگر نیکی کے (راستہ کو) اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا جس پر جزاء و انعام سے نوازے جاؤ گے اور اگر بدی کے راستہ کو اختیار کرو گے تو یہ اللہ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوگا جس کی وجہ سے سزا اور عذاب کے مستحق گردانے جاؤ گے۔

منقول ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے قضا و قدر کے بارہ میں سوال کیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "یہ ایک بڑا راستہ ہے اس پر نہ چلو" اس آدمی نے "پھر یہی سوال کیا" "انہوں نے فرمایا" یہ ایک گہرا دریا ہے، اس میں نہ اترو وہ آدمی نہ مانا اور اس نے پھر سوال کیا۔ آخر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: یہ اللہ کا ایک راز ہے جو تم سے پوشیدہ ہے اس لئے اس کی تفتیش و تحقیق میں مت پڑو"۔ لہٰذا اخروی سعادت اسی میں ہے کہ اس مسئلہ کے بارہ میں اللہ اور اللہ کے رسول نے جو کچھ بتایا ہے اور جن اعتقادات کو ماننے کے لئے کہا ہے اس پر عمل پیرا ہو جائے، ورنہ اپنی عقل کے تیر چلانا در حقیقت گمراہی کا راستہ اختیار کرنا اور تباہی و بربادی کی راہ پر لگنا ہے۔

## زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تقدیر کے لکھ دیئے جانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ اور "فرمایا" (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔

(صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 76)

ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات اجسام ظاہری اور مادیات کی ثقاوت سے پاک ہے اس لئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے خود اپنے ہاتھ سے تقدیریں لکھ دی تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں قلم کو جاری ہونے کا حکم دے کر اس کے ذریعہ لوح محفوظ میں ثبت کر دی تھیں، یا یہ کہ فرشتوں کو حکم دے کر ان سے تقدیریں لکھوا دی تھیں۔

منقول ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے پانی ہی پانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ پانی کا استقرار ہوا پر تھا اور ہوا

اللہ کی قدرت پر قائم تھی۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس عالم میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے تمام واقعات واعمال اسی وقت اللہ کے علم میں تھے۔ جب کہ یہ زمین وآسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور اس کا عرش پانی پر تھا جس کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔

## مسئلہ تقدیر اور آدم وموسیٰ علیہما السلام کے درمیان بحث کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (عالم ارواح میں) آدم وموسیٰ علیہما السلام نے اپنے پروردگار کے سامنے مناظرہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام حضرت موسی علیہ السلام پر غالب آ گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ وہی آدم ہیں جن کو اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا آپ میں اپنی روح پھونکی تھی، فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا تھا اور اپنی جنت میں آپ کو رکھا تھا اور پھر آپ نے اپنی خطاء سے لوگوں کو زمین پر اتروا دیا تھا (یعنی اگر آپ خطا نہ کرتے تو یہاں زمین پر نہ اتارے جاتے اور آپ کی اولاد اس دنیا میں نہ پھیلتی بلکہ جنت میں رہتی) آدم علیہ السلام نے کہا تم وہی موسیٰ ہو جن کو اللہ نے اپنے منصب رسالت سے نواز کر برگزیدہ کیا اور ہم کلامی کے شرف سے مشرف فرمایا تھا اور تم کو وہ تختیاں دی تھیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا اور پھر تم کو سرگوشی کے لئے تقرب کی عزت بخشی تھی اور کیا تم جانتے ہو اللہ نے میری پیدائش سے کتنے عرصہ پہلے تورات کو لکھ دیا تھا؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا" چالیس سال پہلے! آدم علیہ السلام نے پوچھا" کیا تم نے تورات میں یہ لکھے ہوئے الفاظ نہیں پائے (ایت وعصی آدم ربہ فغوی) (یعنی آدم نے اپنے رب کے حکم میں لغزش کھائی اور اس سے دور ہو گئے۔ موسی علیہ السلام نے کہاں ہاں۔ آدم علیہ السلام نے کہا پھر تم مجھ کو میرے اس عمل پر کیوں ملامت کرتے ہو جس کو اللہ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میرے لئے لکھ دیا تھا،" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اس دلیل سے) آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 78)

حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جو دلیل پیش کی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ نے چونکہ میری پیدائش سے بھی چالیس سال پہلے یہ لکھ دیا تھا کہ میں شیطان کے گمراہ کرنے کی وجہ سے بہک جاؤں گا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے شجر ممنوع کا استعمال کرلوں گا۔ لہٰذا اس میں میرے کسب واختیار کو کوئی دخل نہیں ہے بلکہ یہ گمراہی میرے مقدر میں لکھی گئی تھی اس لئے اس کا مجھ سے صادر ہونا لازم وضروری تھا لہٰذا میں مورد الزام نہیں ٹھہر سکتا۔ علامہ تورپشتی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس گمراہی کو میری پیدائش سے بھی پہلے میرے لئے لوح محفوظ میں مقدر فرما دیا تھا جس کا ملطب یہ تھا کہ وہ ضرور بروقت وقوع پذیر ہوگی، لہٰذا جب وقت مقدر آ پہنچا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ امر مقدر اور اللہ تعالیٰ کے علم کے خلاف وہ عمل ممنوع سرزد نہ ہوتا چنانچہ تم مجھ پر یہ الزام تو ڈال رہے ہو اور تمہیں سبب ظاہری یعنی میرا کسب واختیار تو یاد رہا لیکن اصل چیز یعنی مقدر سے تم صرف نظر کر گئے۔ حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ اس عالم دنیا میں نہیں ہوا جہاں اسباب سے قطع نظر درست نہیں ہے بلکہ یہ مناظرہ عالم بالا میں ان دونوں کی روحوں کے درمیان ہوا تھا۔ اسی لئے یہاں یہ بات بطور خاص ذہن نشین کر

لینی چاہیے کہ اگر کوئی عاصی و گناہ گار اس قسم کی دلیل کا سہارا لینے لگے تو وہ اس کے لئے کارآمد نہیں ہوگی، کیونکہ حضرت آدم کا معاملہ اس جہاں میں تھا جہاں وہ اسباب کے مکلف نہیں تھے اور پھر ان کی یہ خطاء بارگاہ الوہیت سے معاف بھی کردی گئی تھی، للهذا یہاں تو کسب و اختیار اور ابواب کی بنا پر مواخذہ ہوگا کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ پر جو تختیاں اتری تھیں وہ زمرد کی تھیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ستر اونٹوں پر لادی جاتی تھیں، ان تختیوں میں ان کی قوم کے لئے اللہ کی جانب سے احکام و مسائل لکھے ہوئے تھے، ان تختیوں میں جو مضامین مذکور تھے وہ قدیم ہیں للهذا چالیس سال کی تحدید ان مضامین کے بارہ میں نہیں ہوگی بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ مضامین جو ان تختیوں پر لکھے گئے تھے، ان کے لکھنے کی مدت آدم کی پیدائش سے چالیس سال قبل ہے۔

## حکم تقدیر کے غالب آجانے کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ صادق و مصدوق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا۔تم میں سے ہر آدمی کی تخلیق اس طرح ہوتی ہے کہ (پہلے) اس کا نطفہ ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے، پھر اتنے ہی دنوں یعنی چالیس دن کے بعد وہ جما ہوا خون بنتا ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں کے بعد وہ لوتھڑا ہو جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایک فرشتہ کو چار باتوں کے لکھنے کے لئے بھیجتا ہے، چنانچہ وہ فرشتہ اس کے عمل اس کی موت (کا وقت) اس کے رزق (کی مقدار) اور اس کا بدبخت و نیک بخت ہونا اللہ کے حکم سے اس کی تقدیر میں لکھ دیتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تم میں سے ایک آدمی جنت والوں کے سے عمل کرتا رہتا ہے۔

یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا ہوا آگے آتا ہے۔اور وہ دوزخیوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں ایک آدمی دوزخیوں کے سے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا سامنے آتا ہے اور وہ جنت والوں کے سے کام کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 79)

## دعا کی برکت سے تقدیر معلق کے بدل جانے کا بیان

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تقدیر کو دعا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو نیکی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بڑھاتی۔(ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 756)

تقدیر سے مراد ہے ایسی ناپسندیدہ چیز کا پیش آنا جس سے انسان ڈرتا ہے، للهذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ جب بندہ کو دعا کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ایسی چیز کو دور کرتا ہے۔تقدیر کی قسمیں خوب سمجھ لیجئے کہ تقدیر کی دو قسمیں ہیں ایک تو "مبرم" اور دوسری "معلق" تقدیر مبرم تو حق تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہوتا ہے جو چیز پیش آنے والی ہوتی ہے اس میں کچھ بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے مگر تقدیر معلق میں بعض اسباب کی بنا پر تغیر و تبدل بھی ہوتا ہے۔للهذا یہاں حدیث میں جس تقدیر کے بارہ میں کہا ہے کہ وہ دعا سے بدل جاتی ہے وہ تقدیر معلق ہی ہے یہاں تقدیر مبرم مراد نہیں ہے۔نیکی سے عمر میں اضافہ کا مطلب حدیث سے جو یہ بات

معلوم ہوتی ہے کہ نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے بارہ میں بھی سمجھ لیجئے کہ یہاں بھی عمر کی کمی و زیادتی تقدیر معلق کے اعتبار سے ہے یعنی تقدیر میں لکھ دیا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر نیکی کرے گا تو اتنی عمر ہوگی اور اگر نیکی نہ کرے گا تو اتنی عمر ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ لوح محفوظ میں اس طرح لکھا جاتا ہے کہ مثلاً اگر فلاں شخص حج کرے گا یا جہاد کرے گا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی اور اگر حج و جہاد دونوں کرے گا تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی لہٰذا اگر اس شخص نے حج بھی کیا اور جہاد بھی کیا تو اس کی عمر ساٹھ سال کی ہوگی اس طرح اس کی عمر بڑھ گئی اور اگر اس نے صرف جہاد ہی کیا یا صرف حج ہی کیا تو اس کی عمر چالیس سال کی ہوگی اس طرح اس کی عمر انتہاء عمر سے کہ وہ ساٹھ سال تھی کم ہوئی۔ بعض حضرات نے حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جس شخص نے نیکی کی اس کی عمر ضائع نہیں ہوئی پس گویا اس کی عمر زیادہ ہوئی اس اعتبار سے یہاں فرمایا گیا ہے کہ نیکی انسان کی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ |
| وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ |
| اور بیشک ہم نے تمہارے گروہوں کو ہلاک کر ڈالا، سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ |
| اور ہر چیز جسے انھوں نے کیا وہ دفتروں میں درج ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ |

## ہر چھوٹی و بڑی چیز کا لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہونے کا بیان

"وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ " أَشْبَاهكُمْ فِي الْكُفْر مِنَ الْأُمَم الْمَاضِيَة "فَهَلْ مِنْ مُدَّكِر " اسْتِفْهَام بِمَعْنَى الْأَمْر أَيْ اُذْكُرُوا وَاتَّعِظُوا "وَكُلّ شَيْء فَعَلُوهُ " أَيْ الْعِبَاد مَكْتُوب "فِي الزُّبُر " كُتُب الْحَفَظَة،

"وَكُلّ صَغِير وَكَبِير" مِنَ الذَّنْب أَوْ الْعَمَل "مُسْتَطَر" مَكْتُوب فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ،

اور بیشک ہم نے تمہارے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر ڈالا، یعنی جو سابقہ قومیں کفر میں تمہارے جیسی تھیں۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ یہاں پر بھی استفہام بہ معنی امر ہے۔ یعنی نصیحت و وعظ حاصل کرو۔ اور ہر چیز جسے انھوں نے کیا وہ دفتروں میں درج ہے۔ یعنی فرشتوں کی کتابوں میں محفوظ ہے۔ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ یعنی جو بھی گناہ یا عمل ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

اَدْھٰی وَ اَمَرُّ، ادھی کے معنی زیادہ ہیبت ناک اور اَمَر مُرٌّ سے ماخوذ ہے، جس کے اصلی معنی کڑوے کے ہیں اور ہر سخت اور تکلیف دہ چیز کو بھی مرادراً امر کہہ دیا جاتا ہے، فِی ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ، ضلال کے معنی معروف ہیں گمراہی اور سعر کے معنی اس جگہ جہنم کی آگ کے ہیں، اَشْیَاعَکُم، اشیاع، شیعہ کی جمع ہے، جس کی معنی متبع اور پیرو کار کے ہیں، مراد وہ لوگ ہیں جو عمل میں ان کے متبع یا مثل ہیں،

مَقْعَدِ صِدْقٍ، مقعد کے معنی مجلس اور مقام کے ہیں اور صدق بمعنی حق ہے، مراد یہ ہے کہ یہ مجلس حق ہوگی جس میں کوئی لغو و بیہودہ بات نہ ہوگی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قمر، بیروت)

## اچھے برے اعمال کے لکھ لئے جانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور برائیاں لکھی یعنی فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ لوح محفوظ میں نیکیوں اور برائیوں کے بارہ میں یہ تفصیل لکھ دیں کہ جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے اور وہ اس پر عمل نہ کر سکے (یعنی ارادہ کے باوجود وہ کسی عذر کی بناء پر اس نیکی کو کرنے پر قادر نہ ہو سکے) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے ہاں اس ارادہ ہی کو ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر اس نیکی کو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے ہاں دس گنا سے سات سو گنا تک بلکہ اس سے بھی زیادہ نیکیاں لکھ لیتا ہے۔

یعنی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے اللہ چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے بحسب اخلاص اور ادائیگی شرائط و آداب اس سے بھی زیادہ ثواب لکھتا ہے اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اللہ کے خوف کی وجہ سے اس برائی میں بھی مبتلا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے اور جس شخص نے کسی برائی کا ارادہ کیا تو پھر اس برائی میں مبتلا بھی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک ہی برائی لکھتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 906)

نیکیوں سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو کرنے سے ثواب ملتا ہے اور برائیوں سے مراد وہ اعمال ہیں جن کو کرنے سے عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ جو شخص کسی نیکی کا اردہ کرے اور وہ نیکی کسی وجہ سے نہ کر سکے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی اس لئے لکھی جاتی ہے کہ کسی بھی عمل کا ثواب نیت پر موقوف ہے اور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر اور افضل ہوتی ہے بلکہ یوں کہئے کہ اصل تو نیت ہی ہے عمل کا درجہ اس کے بعد ہے کیونکہ عمل کے بغیر صرف نیت پر تو ثواب دیا جاتا ہے مگر نیت کے بغیر صرف عمل پر ثواب نہیں دیا جاتا ہاں اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ بغیر عمل کے نیت پر جو ثواب ملتا ہے وہ مضاعف نہیں ہوتا۔ نیکی پر ثواب کے مضاعف ہونے کی مقدار کو سات سو تک بیان کیا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ثواب میں کتنا اضافہ کرتا ہے اس کی آخر حد اور مقدار کسی کو معلوم نہیں ہے کیونکہ سات سو کے بعد مقدار کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کی طرف رغبت دلانے کے لئے اس کو معین کر کے ذکر کرنے کی بجائے مبہم ذکر کرنا زیادہ موثر ہوتا ہے اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ آیت (فلا تعلم نفس ماخفی لھم من قرۃ اعین)

| |
|---|
| اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ |
| بیشک پرہیزگار جنتوں اور نہروں میں ہوں گے۔ |

## اہل جنت کیلئے مختلف نہروں کے ہونے کا بیان

"اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّات" بَسَاتِين "وَنَهَر" أُرِيدَ بِهِ الْجِنْس وَقُرِءَ بِضَمِّ النُّون وَالْهَاء جَمْعًا

كَأَسَدٍ وَأُسْد.وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ يَشْرَبُونَ مِنْ أَنْهَارِهَا الْمَاء.وَاللَّبَن وَالْعَسَل وَالْخَمْر،

بیشک پرہیز گار جنتوں اور نہروں میں لطف اندوز ہوں گے۔ یہاں پر جنس نہر کا ارادہ کیا گیا ہے یہاں پر لفظ نہر کا نون کے ضمہ اور ہاء کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ جس طرح اسد اور اُسد ہے۔ معنی یہ ہے کہ جنتی ان نہروں سے پانی اور دودھ، شہد اور شراب طہور پئیں گے۔

## جنت کے درجات اور جنت فردوس کا بیان

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں سو درجے ہیں ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ زمین و آسمان کے درمیان ہے اور فردوس صورۃ اور معنی وہ اپنے درجات (کی بلندی) کے اعتبار سے سب جنتوں سے اعلیٰ و برتر ہے اور اسی فردوس سے بہشت کی چاروں نہریں نکلتی ہیں اور فردوس ہی کے اوپر عرش الٰہی ہے پس جب تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو (جو سب سے اعلیٰ و برتر ہے)" اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 184)

سو درجے" میں سو کا عدد تعین و تحدید کے لئے نہیں بلکہ " کثرت" کے اظہار کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس کی تائید حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو بیہقی نے نقل کیا ہے اور جس میں جنت کے درجات کی تعداد قرآن کی آیتوں کے برابر بیان کی گئی ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں **عدد درج الجنت عدد ای القران فمن دخل الجنة من اهل القران فليس فوقه درجة** اور یہ بھی ممکن ہے کہ "سو" سے یہ خاص عدد ہی مراد ہو اور اس کے ذریعہ جنت کے کثیر درجات میں صرف ان سو درجوں کا بیان کرنا مقصود ہو، جن میں سے ہر دو درجوں کا درمیانی فاصلہ مذکور فاصلہ سے کم یا زیادہ ہوگا۔

امام دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ مرفوع روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک درجہ وہ ہے جس تک اصحاب ہموم کے علاوہ اور کوئی نہیں پہنچے گا" فردوس" جنت کا نام ہے اور یہ نام قرآن کریم میں بایں طور مذکور ہے کہ:

(أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ 10 الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ،المؤمنون:10-11)"

یہی (پاک طینت پاک کردار) لوگ (جن کا پچھلی آیتوں میں ذکر ہوا) وارث بنیں گے (یعنی فردوس کی میراث حاصل کریں گے (اور) اس میں ہمشہ ہمیشہ رہیں گے "چاروں نہروں" سے مراد پانی، دودھ شہد اور شراب کی وہ نہریں ہیں جن کا ذکر قرآن کریم کی ان آیات میں کیا گیا ہے۔ **"فيها انهار من ماء غير اسن وانهار من لبن لم يتغير طعمه وانهار من خمر لذة للشاربين وانهار من عسل مصفى** ۔"جنت میں بہت سی چیزیں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلہ ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں شہد کی ہیں جو بالکل صاف وشفاف ہوگا۔ "فردوس ہی کے اوپر عرش الٰہی ہے" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ فردوس سب جنتوں سے افضل اور اوپر ہے کہ اس کے اوپر بس عرش الٰہی ہے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگو تا کہ سب سے اعلیٰ اور سب سے بہتر جنت تمہیں حاصل ہو۔

| |
|---|
| فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ٥ |
| صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔ |

## مجلس صدق کا بیان

**"فِي مَقْعَد صِدْق" مَجْلِس حَقّ لَا لَغْو فِيهِ وَلَا تَأْثِيم أُرِيدَ بِهِ الْجِنْس وَقُرِءَ مَقَاعِد الْمَعْنَى أَنَّهُمْ فِي مَجَالِس مِنْ الْجَنَّات سَالِمَة مِنْ اللَّغْو وَالتَّأْثِيم بِخِلَافِ مَجَالِس الدُّنْيَا فَقَلَّ أَنْ تَسْلَم مِنْ ذَلِكَ وَأُعْرِبَ هَذَا خَبَرًا ثَانِيًا وَبَدَلًا وَهُوَ صَادِق بِبَدَلِ الْبَعْض وَغَيْره "عِنْد مَلِيك" مِثَال مُبَالَغَة أَيْ عَزِيز الْمُلْك وَاسِعه "مُقْتَدِر" قَادِر لَا يُعْجِزهُ شَيْء وَهُوَ اللّٰه تَعَالَى وَعِنْده إِشَارَة إِلَى الرُّتْبَة وَالْقُرْبَة مِنْ فَضْله تَعَالَى،**

صدق کی مجلس میں، یعنی حق کی مجلس میں ہوں گے جہاں پر کوئی فضول باتیں اور گناہ کی باتیں نہ ہوں گی۔ اور یہاں پر جنس کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اور مقاعد پڑھا گیا ہے اور معنی یہ ہے کہ وہ مجالس جنتوں میں ہوں گی جو لغو و گناہ سے پاک ہوں گی جبکہ دنیا کی مجالس میں میں بہت کم ہے جو اسی طرح کی ہوں۔ اور مقعد صدق کو ان کی خبر ثانی کا اعراب بھی دیا گیا ہے۔ جب وہ جنت سے بدل ہو۔ اور وہ بدل بعض وغیرہ پر بھی صادق آتا ہے۔ عظیم بادشاہ کے پاس، یہ مبالغہ کی مثال ہے۔ یعنی وسیع مملکت والا ہے۔ جو بے حد قدرت والا ہے۔ لہٰذا اس کو کوئی چیز عاجز کرنیوالی نہیں ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے اور عند سے مرتبے کی جانب اشارہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے مراد اس کا قرب ہے۔

## دنیا میں ذکر کرنے والے کا اعلیٰ مجلس میں ذکر ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارہ میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں کا مطلب یہ ہے کہ میرا بندہ میری نسبت جو گمان وخیال رکھتا ہے میں اس کے لئے

ویسا ہی ہوں اور اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جس کی وہ مجھ سے توقع رکھتا ہے اگر وہ مجھ سے عفو معافی کی امید رکھتا ہے تو اس کو معافی دیتا ہوں اور اگر وہ میرے عذاب کا گمان رکھتا ہے تو پھر عذاب دیتا ہوں۔ اس ارشاد کے ذریعہ گویا ترغیب دلائی جارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کی امید اس کے عذاب کے خوف پر غالب ہونی چاہئے اور اس کے بارہ میں اچھا گمان رکھنا چاہئے کہ وہ مجھے اپنی بے پایاں بخشش اور لامحدود رحمت سے نوازے گا۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اللہ ایک شخص کو دوزخ میں لے جانے کا حکم کرے گا جب اسے کنارہ دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب تیرے بارے میں میرا گمان اچھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کو واپس لے آ ؤ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے۔ امید کا مطلب اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ عمل کیا جائے اور پھر بخشش کا امیدوار رہے بغیر عمل صرف امید ہی پر تکیہ کر لینا ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا ہے یعنی ایسی امید کا کوئی فائدہ نہیں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو شخص میری یاد میں مشغول رہتا ہے تو میں اسے مزید نیکیوں اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہوں اور اس پر رحمت نازل کرتا ہوں اور اس کی مدد و حفاظت کرتا ہوں۔

## مقام صدق میں لوگوں کے احوال کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے (یعنی انبیاء علیہم السلام) وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن و منور ہونگے اور ان کے بعد جو لوگ داخل ہوں گے (یعنی علماء، اولیاء، شہدا اور صلحاء) وہ اس ستارے کی مانند روشن و چمکدار ہوں گے جو آسمان پر بہت تیز چمکتا ہے (اور چاند و سورج سے کم لیکن اور ستاروں سے زیادہ روشن ہوتا ہے) تمام جنتیوں کے دل ایک شخص کے دل کی مانند ہوں گے (یعنی ان کے درمیان اس طرح باہمی ربط و اتفاق ہوگا کہ وہ سب ایک دل اور ایک جان ہوں گے) نہ تو ان میں کوئی باہمی اختلاف ہوگا اور نہ وہ ایک دوسرے سے کوئی بغض وعداوت رکھیں گے۔ ان میں سے ہر ایک شخص کے لئے حور عین میں سے دو دو بیویاں ہوں گی (جو اتنی زیادہ حسین و جمیل اور صاف شفاف ہوں گی کہ) ان کی پنڈلیوں کی ہڈی کا گودا ہڈی اور گوشت کے باہر سے نظر آئے گا۔ تمام جنتی صبح وشام (یعنی ہر وقت) اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کریں گے وہ نہ تو بیمار ہوں گے، نہ پیشاب کریں گے، نہ پاخانہ پھریں گے، نہ تھوکیں گے اور نہ (رینٹھ) سنکیں گے، ان کے برتن سونے چاندی کے ہوں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن "اگر" ہوگا۔ ان کا پسینہ مشک کی طرح خوشبودار ہوگا اور سارے جنتی ایک شخص کی سی عادت وسیرت کے ہوں گے (یعنی سب کے سب یکساں طور پر خوش خلق وملنسار اور ایک دوسرے سے گہرا ربط و تعلق رکھنے والے ہوں گے) نیز وہ سب شکل و صورت میں باپ آدم علیہ السلام کی طرح ہوں گے اور ساٹھ گز اونچا قد رکھتے ہوں گے۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 186)

## سورہ قمر کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ قمر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے ،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُوْرَةُ الرَّحْمٰن

## یہ قرآن مجید کی سورت الرحمن ہے

### سورت الرحمٰن کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُوْرَةُ الرَّحْمَن (مَكِّيَّةٌ إِلَّا آيَة 29 فَمَدَنِيَّةٌ وَآيَاتهَا سِتٌّ أَوْ ثَمَان وَسَبْعُونَ آيَة)**

سورہ رحمٰن مکیہ ہے، اس میں تین رکوع اور اس میں ۷۶ یا ۷۸ آیات ہیں اور تین سو اکیاون کلمات، ایک ہزار چھ سو چھتیس حروف ہیں۔

### سورت الرحمٰن کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا پہلا لفظ ہی الرحمٰن ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک خاص نام ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے عموم کا بھی بیان ہوا ہے۔ پس اسی مناسبت سے یہ سورت الرحمٰن کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

اسی طرح کی اور بھی چند روایات قرطبی نے نقل کی ہیں جن سے اس سورت کا مکی ہونا معلوم ہوتا ہے اس سورت کو لفظ رحمٰن سے شروع کیا گیا اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے رحمٰن سے واقف نہ تھے، اسی لئے کہتے تھے وما الرحمٰن کہ رحمٰن کیا چیز ہے، ان لوگوں کو واقف کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے یہاں رحمٰن کا انتخاب کیا گیا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ آگے جو کام رحمٰن کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی تعلیم قرآن، اس میں یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اس تعلیم قرآن کا مقتضی اور سبب داعی صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، ورنہ اس کے ذمہ کوئی کام واجب وضروری نہیں، جس کا اس سے سوال کیا جاسکے اور نہ وہ کسی کا محتاج ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

### سورت الرحمٰن کا قرآن کی زینت ہونے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر چیز کے لئے زینت ہوتی ہے اور قرآن کریم کی زینت سورت رحمٰن ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 690)

سورت رحمٰن کو قرآن کریم کی زینت اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس میں دنیا وآخرت کی نعمتوں کا بیان ہے حوروں کے اوصاف کا بیان ہے جو جنت کی دلہنیں ہیں اور ان حوروں کے زیورات وغیرہ کا بیان ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ٥ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ٥ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ٥ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ٥ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ٥

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ اس نے انسان کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔

سورج اور چاند مقررّہ حساب سے چل رہے ہیں۔

## اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سکھایا

"الرَّحْمَن" اللّٰه تَعَالَى "عَلَّمَ" مَنْ شَاء "خَلَقَ الْإِنْسَان " أَيْ الْجِنْس "عَلَّمَهُ الْبَيَان " النُّطْق "الشَّمْس وَالْقَمَر بِحُسْبَانٍ" يَجْرِيَانِ

رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ اس نے انسان یعنی جنس انسان کو پیدا کیا۔ ما کان وما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔ یعنی بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند اسی کے مقررّہ حساب سے چل رہے ہیں۔

## سورت الرحمٰن آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

جب آیت (وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ، السجدہ، الفرقان:60) نازل ہوئی، کفار مکہ نے کہا رحمٰن کیا ہے، ہم نہیں جانتے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اَلرَّحْمٰن نازل فرمائی کہ رحمٰن جس کا تم انکار کرتے ہو، وہی ہے جس نے قرآن نازل فرمایا، اور ایک قول یہ ہے کہ اہل مکہ نے جب کہا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کوئی بشر سکھاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ رحمٰن نے قرآن اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھایا۔ (تفسیر خازن، سورہ الرحمٰن، بیروت)

انسان سے اس آیت میں سید عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں اور بیان سے مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا بیان، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوّلین وآخرین کی خبریں دیتے تھے۔ (تفسیر خازن، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت تک کے احوال کو بیان کردینے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرمایا: اس مقام میں قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر سب کو بیان فرمادیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۳۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## آنے والے وقت اور موت کا علم ہونے کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ اور اُس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا (یعنی جس جگہ آپ نے اس کا نام لیکر کہا تھا کہ وہ یہاں مرے گا وہ وہیں مرا) (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کا اظہار فرماتے ہوئے جن کافروں کی موت کی خبر دی، وہ کافر اسی

جگہ مرا، کیونکہ موت کا علم غیب کا علم ہے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح آنے والے وقت کا علم بھی اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کافر کے بارے میں جس جگہ نشاندہی کی تھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو ایک محدث اور جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ کافر اسی جگہ مرا، اس جگہ سے ذرا برابر بھی اِدھر یا اُدھر نہ ہو سکا۔

## قبر کے عذاب وثواب کے علم کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی۔

اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔ (صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث میں کتنی صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پاس گزرتے ہی ان کے عذاب کا ادراک کر لیا جو کہ علم غیب میں سے ہے کیونکہ وہاں سے ہزاروں لوگ اگر ہزاروں سال گزرتے رہتے مگر کسی کو عذاب وثواب کا علم نہ ہوتا۔ آج بھی یہی حال ہے کہ قبر میں میت کو عذاب ہو یا اسے ثواب ملے لیکن لوگ اس سے بے خبر ہیں کیونکہ قبر کے عذاب وثواب کو لوگوں سے پردے میں رکھا گیا ہے حتیٰ کہ جدید دور میں کئی نام نہاد میڈیا کے لوگوں نے کوشش کی ہے کہ وہ اس غیب کا مشاہدہ کریں لیکن اللہ تعالی نے ایسا کرنے والوں کو دنیا ہی میں عذاب دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے لاؤڈ سپیکر ON کر کے قبر کے سوال وجواب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ کی قدرت نے ان سے ایسا سلوک کیا کہ ان لوگوں کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ کیونکہ وہ اس علم غیب کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جبکہ یہی علم غیب اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

## جنتی یا دوزخی ہونے کے علم کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ سورج ڈھل چکا تھا آپ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر کیا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا: جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے، خدا کی قسم! جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کسی بات کا سوال ہم سے کرو گے ہم ضرور تمہیں اس کی خبر دیں گے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا: جہنم میں۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے، مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو۔ (الخ) (صحیح بخاری، ج ۲، ۱۰۸۳، وزارت تعلیم اسلام آباد)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ٹھکانہ بتادیا کہ وہ جہنمی ہے۔حالانکہ جہنمی ہونا یا جنتی ہونا یہ قیامت کے بعد حساب وکتاب کے بعد کا علم ہے اور اللہ نے اس علم کو لوگوں سے پردے میں رکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں قطعی علم نہیں رکھتا کہ وہ دوزخی ہوگا یا جنتی ہوگا، تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی عطا سے اس غیب کا اظہار فرمادیا ہے۔

## کون مومن ہوگا کون کافر ہوگا کا علم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتادیا گیا ہے کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے پیدائش سے پہلے ہی کافر ومومن کی خبر ہوگئی ہے، جبکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے نہیں۔یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: ان قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں ہم سے جو بھی پوچھو گے، ہم تم کو خبر دیں گے۔(تفسیر خازن، پارہ نمبر ۴، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعنہ کرنا منافقوں کا کام ہے۔اس سے وہ بدعقیدہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اردو ادب کی چند لکیریں پڑھ کر علم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے ہیں اور بے باک ہوکر یہ کہہ دیتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم نہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ تمہاری اس بدعقیدگی کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ بدعقیدہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر طعنہ کرکے منافقین کے نقش قدم پر چلیں گے۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کائنات کی ہر چیز منکشف ہوگئی

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھانے کیلئے آنے میں دیر کردی حتی کہ سورج کے نکلنے کا وقت قریب آگیا، پھر آپ نے جلدی جلدی نماز پڑھائی، پھر سلام پھیرنے کے بعد آپ نے بہ آواز بلند فرمایا: تم جس طرح بیٹھے ہوا پنی اپنی صفوں پر بیٹھے رہو، پھر آپ نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا: میں عنقریب تم سے بیان کروں گا کہ مجھے صبح آنے میں تاخیر کیوں ہوگئی، آپ نے فرمایا: میں رات کو اٹھا اور میں نے وضو کرکے اتنی نماز پڑھی جتنی میرے لئے مقدر کردی گئی تھی، پھر مجھے نماز میں نیند آگئی۔اچانک میں نے اپنے رب تبارک وتعالی کو نہایت حسین صورت میں دیکھا اللہ تعالی نے فرمایا: یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں نے کہا یا میرے رب، لبیک! فرمایا: فرشتے کس چیز میں بحث کررہے ہیں؟

میں نے کہا اے میرے رب! مجھے از خود علم نہیں، یہ مکالمہ تین بار ہوا، پھر میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی نے اپنا ہاتھ میرے دو کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اس کے پوروں کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی۔پھر ہر چیز مجھ پر منکشف ہوگئی اور میں نے جان لیا۔(الحدیث) امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن، صحیح ہے اور میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔(جامع ترمذی، رقم الحدیث، ۳۲۴۶) مسند احمد، رقم الحدیث، ۲۲۰۰۹)

جامع ترمذی کی دوسری سند کے مطابق یہ الفاظ بھی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جان لیا جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔اور آپ نے پوروں کی ٹھنڈک اور علم حاصل ہونے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں جواب دیا کہ مقرب فرشتے کفارات کے بارے میں بحث کرر ہے ہیں۔(ترمذی)

## سورج اور چاند کے حساب کا بیان

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سورج غروب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج جاتا ہے حتیٰ کہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ پھر (طلوع ہونے کی) اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ یہ (جا کر) سجدہ کرے گا تو وہ مقبول نہ ہوگا اور (طلوع ہونے کی) اجازت چاہے گا تو اجازت نہ ملے گی بلکہ اسے حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں واپس چلا جا اس وقت یہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی اس آیت کریمہ کا مطلب ہے اور آفتاب اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس کا جو زبردست ہے علم والا ہے۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 459)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند اور سورج کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے بلکہ یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں لہٰذا جب تم ان دونوں کو گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 461)

## سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنے کا بیان

حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سورج گرہن کے وقت (اس طرح) نماز پڑھائی (کہ) ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں سنتے تھے۔

(جامع ترمذی، ابوداؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1463)

یہ حدیث اور اسی قسم کی اور احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کسوف میں امام با آواز بلند قرات نہ کرے چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ علیہما کا مسلک یہ ہے۔ صحیح البخاری و صحیح مسلم نیز دوسری کتابوں میں ایسی روایات بھی منقول ہیں کہ جن سے نماز کسوف کی قرات کا با آواز بلند ہونا ثابت ہوتا ہے۔ روایات کے اس تعارض کے پیش نظر حضرت ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب روایتوں میں تعارض پیدا ہوا تو ان روایتوں کو ترجیح دینا ضروری ہوا جن سے قراء کا با آواز آہستہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ دن کی نماز میں قرات کا با آواز آہستہ ہونا اصل ہے۔

## آفتاب مکمل ہونے تک کسوف پڑھنے کا بیان

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت نماز پڑھنی شروع کی) یعنی دو رکعت نماز پڑھ کر دیکھتے اگر گرہن ختم نہ ہوتا تو پھر دو دو رکعت نماز پڑھتے اسی طرح گرہن تک نماز پڑھتے رہے) اور (اللہ تعالیٰ سے یہ دعا) مانگتے (کہ یا اللہ آفتاب روشن کر دے یا یہ کہ ہر دو دو رکعت کے بعد لوگوں سے گرہن کے بارہ میں پوچھتے کہ گرہن ختم ہوا یا نہیں؟ اگر لوگ کہتے کہ ابھی گرہن باقی ہے تو پھر نماز میں مشغول ہو جاتے) جہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔" (ابوداؤد) اور سنن نسائی کی روایت ہے کہ "جب سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی جس میں رکوع وسجدہ کرتے تھے" سنن نسائی کی ایک دوسری روایت کے لفاظ یہ ہیں کہ "ایک روز جب کہ سورج کو گرہن ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عجلت کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھی یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زمانہ جاہلیت کے لوگ کہا کرتے تھے کہ زمین پر رہنے والے بڑے آدمیوں میں سے کسی بڑے آدمی کے مرجانے کی وجہ سے سورج اور چاند کو گرہن لگتا ہے، حالانکہ (حقیقت یہ ہے کہ) سورج وچاند نہ تو کسی کے مرجانے کی وجہ سے گرہن میں آتے ہیں اور نہ کسی کی پیدائش کی وجہ سے۔ یہ دونوں محض اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے دو مخلوق ہیں، اللہ جو چاہتا ہے اپنی مخلوق میں تغیر (مثلاً گرہن، روشنی اور اندھیرا) پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا جب ان میں سے کوئی گرہن میں آئے تو تم نماز پڑھنی شروع کر دو یہاں تک کہ وہ روشن ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم ظاہر ہو جائے (یعنی عذاب آ جائے یا قیامت شروع ہو جائے)۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1466)

حدیث کے الفاظ "ہماری نماز کی طرح کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف کی ہر رکعت میں کئی کئی رکوع نہیں کیئے بلکہ جس طرح کہ ہم روزمرہ نماز پڑھتے ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وقت نماز پڑھی اور ہر رکعت میں ایک ایک رکوع اور دو دو سجدے کئے۔" یہ حدیث حنیفہ کے مسلک کی دلیل ہیں اس کے علاوہ اور احادیث بھی منقول ہیں جو اس مسئلہ میں حنیفہ کے مسلک کی تائید کرتی ہیں۔

## نماز کسوف میں لمبی قرأت کرنے میں فقہی مذاہب اربعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھی اس میں قرات کی پھر رکوع کیا پھر قرات کی پھر رکوع کیا پھر دو سجدے کئے اور دوسری رکعت بھی اسی طرح پڑھی اس باب میں علی عائشہ عبداللہ بن عمرو نعمان بن بشیر مغیرہ بن شعبہ ابومسعود ابوبکر سمرہ ابن مسعود ابوبکر سمرہ ابن مسعود اسماء بنت ابوبکر ابن عمر قبیصہ ہلالی جابر بن عبداللہ ابوموسی عبدالرحمٰن بن سمرہ اور ابی بن کعب سے بھی روایت ہے امام ترمذی کہتے ہیں ابن عباس کی حدیث حسن صحیح ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف میں دو رکعتوں میں چار رکوع کئے یہ امام شافعی احمد اور اسحاق کا قول ہے نماز کسوف میں قرات کے متعلق علماء کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ دن کے وقت بغیر آواز قرات کرے جبکہ بعض اہل علم بلند آواز سے قرات کے قائل ہیں جیسے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

حضرت امام مالک، امام احمد اور اسحاق اسی کے قائل ہیں کہ بلند آواز سے پڑھے لیکن امام شافعی بغیر آواز سے پڑھنے کا

کہتے ہیں پھر یہ دونوں حدیثیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہیں ایک حدیث یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار رکوع اور چار سجدے کئے دوسری یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار سجدوں میں چھ رکوع کئے اہل علم کے نزدیک یہ کسوف کی مقدار کے ساتھ جائز ہے یعنی اگر سورج گرہن لمبا ہو تو چھ رکوع اور چار سجدے کرنا جائز ہے لیکن اگر چار رکوع اور چار سجدے کرے اور قرات بھی لمبی کرے تو یہ بھی جائز ہے ہمارے اصحاب کے نزدیک سورج گرہن اور چاند گرہن دونوں میں نماز باجماعت پڑھی جائے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 547 )

| |
|---|
| وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ٥ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ٥ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ٥ |
| اور زمین پر پھیلنے والی بوٹیاں اور سب درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ اور اسی نے آسمان کو بلند کر رکھا ہے |
| اور ترازو قائم کر رکھی ہے۔ تا کہ تم تولنے میں بے اعتدالی نہ کرو۔ |

## گھاس اور درختوں کے سجدہ کرنے کا بیان

**"وَالنَّجْم" مَا لَا سَاقَ لَهُ مِنْ النَّبَات "وَالشَّجَر" مَا لَهُ سَاق "يَسْجُدَان" يَخْضَعَانِ لِمَا يُرَاد مِنْهُمَا "وَالسَّمَاء رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَان" أَثْبَتَ الْعَدْل "أَلَّا تَطْغَوْا" أَيْ لِأَجْلِ أَنْ لَا تَجُورُوا "فِي الْمِيزَان" مَا يُوزَن بِهِ،**

اور زمین پر پھیلنے والی بوٹیاں یعنی وہ گھاس جس کا تنا نہ ہو۔ اور سب درخت اسی کو سجدہ کر رہے ہیں یعنی درخت جن کا تنا ہو اور یعنی وہ جھکتے ہیں جب ارادہ کیا جائے۔ اسی نے آسمان کو بلند کر رکھا ہے اور اسی نے عدل کے لئے ترازو قائم کر رکھی ہے۔ تا کہ تم تولنے میں بے اعتدالی نہ کرو۔ یعنی وزن میں کمی نہ کرو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

والنجم والشجر یسجدان اور بیلیں (بے تنے کے پودے) اور درخت (تنے والے پودے) (اسی کے حکم سے) سجدہ ریز ہیں۔ النجم کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔ بعض علماء کا قول ہے کہ:۔ (1) النجم سے مراد نباتات کی وہ قسم ہے جس کا تنا نہ ہو جیسے بیلیں وغیرہ۔ اور الشجر سے مراد وہ قسم ہے جس کا تنا ہو۔ (2) مقید کا قول ہے کہ:۔ النجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور اس پر وہ سورۃ الحج کی یہ آیت دلیل لائے ہیں۔ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والشجر والدواب وکثیر من الناس ،کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چارپائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔

روح المعانی میں ہے کہ:۔ والمراد بالنجم النبات الذی ینجم ای یظھر ویطلع من الوض ولا ساق لہ .... اقترانہ بالشجر یدل علیہ۔ النجم سے مراد وہ سبزی یا نباتات ہے جو زمین سے اگتی اور نکلتی ہے اور اس کا تنا نہیں

ہوتا۔شجر کے ساتھ اس کا ذکر کرنا اس کی دلیل اور قرینہ ہے۔ بیضاوی کا یہی قول ہے۔

یسجدان، مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ سجود (باب نصر) سے مصدر۔ وہ دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ بیلوں اور درختوں کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایہ کا سر بسجود ہونا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ یتفیئوا ظلله عن الیمین والشمائل سجدا لله وهم داخرون، جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد ان کا ہر طرح سے خدا کا تابع فرمان ہونا ہے۔ ان کا اگنا، بڑھنا، پھل دینا، سوکھ جانا۔ بالارادہ نہیں بلکہ ارادہ بلا چون و چراء قانون الٰہی کے پابند ہیں۔ اگر النجم کے معنی ستارے لئے جائیں تو ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا طلوع و غروب ہے یا ان کا کائنات میں ایک متعینہ نظام کے تحت گردش کرنا ہے۔

## نجم سے مراد جڑی بوٹیاں ہونے کا بیان

اصل میں لفظ النجم استعمال ہوا ہے جس کے معروف اور متبادر معنی تارے کے ہیں۔ لیکن لغت عرب میں یہ لفظ ایسے پودوں اور بیل بوٹوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے جن کا تنا نہیں ہوتا، مثلاً ترکاریاں، خربوزے، تربوز وغیرہ۔ مفسرین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ یہاں یہ لفظ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ابن عباس سعید بن جبیر، سدی اور سفیان ثوری اس کو بے تنے والی نباتات کے معنی میں لیتے ہیں، کیونکہ اس کے بعد لفظ الشجر (درخت) استعمال فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ یہی معنی زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے مجاہد، قتادہ اور حسن بصری کہتے ہیں کہ نجم سے مراد یہاں بھی زمین کے بوٹے نہیں بلکہ آسمان کے تارے ہی ہیں، کیونکہ یہی اس کے معروف معنی ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## قیامت کے دن میزان، حساب اور قصاص کا بیان

"میزان" اس چیز سے تعبیر ہے جس کے ذریعہ بندوں کے اعمال کی مقدار و حیثیت جانی جا سکے اور جمہور علماء کا قول ہے کہ وہ چیز میزان یعنی ترازو ہی کی شکل میں ہوگی جس کے دو پلے ہوں گے اور ایک زبان ہوگی اور دونوں پلوں کے درمیان مشرق و مغرب جیسا فاصلہ ہوگا اس میزان کے ذریعہ بندوں کے اعمال تولے جائیں گے یعنی ایک پلے میں نیکیوں کے اعمال نامے اور دوسرے پلے میں برائیوں کے اعمال نامے رکھے جائیں گے اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حسنات یعنی نیک اعمال کو اچھی صورتوں میں اور سیأت یعنی برے عمل کو بری صورتوں میں ڈھال دیا جائے گا اور ان دونوں کو تولا جائے گا لیکن بعض روایتوں میں پہلا قول ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں ان کا ظاہری مفہوم اسی پر دلالت کرتا ہے۔

حساب" کے معنی ہیں گننا، شمار کرنا! اور یہاں سے مراد ہے قیامت کے دن بندوں کے اعمال و کردار کو گننا اور ان کا حساب کرنا! واضح رہے کہ حق تعالٰی کی علیم و خبیر ذات کو سب کچھ معلوم ہے اور بندہ اس دنیا میں جو بھی عمل کرتا ہے وہ اس پر روشن و عیاں ہے لیکن قیامت کے دن بندوں کے اعمال و کردار کا حساب اس لئے ہوگا تا کہ ان پر حجت قائم ہو اور تمام مخلوق پر روشن ہو جائے کہ دنیا میں کس نے کیا کیا ہے اور کون کس درجہ کا آدمی ہے! پس قیامت کے دن کا یہ حساب قرآن مجید اور صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس

کا عقیدہ رکھنا واجب ہے۔"

قصاص" کے معنی بدلہ ومکافات کے ہیں یعنی جس شخص نے جیسا کیا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی کرنا! مثلاً اگر کسی شخص نے کسی شخص کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی قتل کرنا اور اگر کسی شخص نے کسی شخص کو زخمی کیا ہے تو اس کے بدلہ میں اس کو بھی زخمی کرنا قصاص کہلاتا ہے قیامت کے دن، جان کا بدلہ جان، زخم اور تکلیف ہوگا اور دنیا میں جس نے جس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا ہوگا کہ خواہ اس کو آزردہ کیا ہو اور خواہ کوئی بھی جسمانی اور روحانی اذیت پہنچائی ہو اور وہ چیونٹی یا مکھی ہی کیوں نہ ہو، تو قیامت کے دن اس سے اس کا بدلہ لیا جائے گا اگرچہ وہ مکلف نہ ہو چنانچہ تمام حیوانات کو بھی قیامت کے دن اسی لئے اٹھایا جائے گا تا کہ ان کو بھی ایک دوسرے کا بدلہ دلوایا جا سکے مثلاً اگر کسی سینگ والی بکری نے کسی بے سینگ بکری کو مارا ہوگا تو اس دن اس کو قصاص یعنی بدلہ دینا ہوگا۔

## میزان میں بھاری اعمال کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ کہنا آدمی میزان اعمال کو یعنی (میزان اعمال کے اس پلڑے کو جو نیکیوں کو تولنے کے لئے مخصوص ہوگا) بھر دیتا ہے الحمدللہ کہنا پوری میزان عمل کو بھر دیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے لئے اللہ تک پہنچنے میں کوئی پردہ حائل نہیں، یہ سیدھا اللہ تک پہنچتا ہے امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 844)

الحمدللہ کہنا پوری میزان عمل کو بھر دیتا ہے کا مطلب یہ ہے کہ صرف الحمدللہ کا ثواب ہی پوری میزان کو بھر دیتا ہے اور یہ کہ الحمدللہ، سبحان اللہ سے افضل ہے! یا پھر مراد یہ ہے کہ الحمدللہ، سبحان اللہ کے برابر ہے کہ آدمی میزان کو تو سبحان اللہ کا ثواب بھر دیتا ہے اور آدھی میزان کو الحمدللہ کا ثواب بھر دیتا ہے اس طرح دونوں مل کر پوری میزان کو بھر دیتے ہیں۔ حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ بارگاہ کبریائی میں بہت جلد قبول ہوتا ہے اور اس کو پڑھنے والا بہت ثواب پاتا ہے اس طرح حدیث کا یہ آخری جزء وضاحت کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ سبحان اللہ اور الحمدللہ سے لا الہ الا اللہ افضل ہے۔

## میزان میں سب سے زیادہ بھاری کلمہ کا بیان

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" قیامت کے دن (میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے طلب کرے گا اور اس کے سامنے ننانویں رجسٹر کھول کر ڈال دے گا جن میں کا ہر رجسٹر حد نظر تک پھیلا ہوا نظر آئے گا) پھر اس شخص سے فرمائے گا کہ ان رجسٹروں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا تو اس میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے (اور یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہے کہ ان رجسٹروں سے میرے جن برے اعمال کا پتہ چلتا ہے وہ میں نے نہیں کئے ہیں) اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میرے لکھنے والوں نے (یعنی نامہ اعمال لکھنے والے ان فرشتوں نے جو تیرے افعال واحوال کے نگہبان تھے) تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! نہیں (نہ تو میں ان رجسٹروں میں لکھے ہوئے اپنے نامہ اعمال سے انکار کر سکتا ہوں اور نہ یہ سمجھتا ہوں کہ نامہ لکھنے والے فرشتوں نے ان رجسٹروں میں غلط اندراجات کے

ذریعہ میرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے) پھر پروردگار فرمائے گا کیا تو کوئی عذر رکھتا ہے (یعنی تو نے دنیا میں جو برے اعمال کئے اور جو ان رجسٹروں میں لکھے ہوئے ہیں کیا تو ان کی معذرت میں کچھ کہنا چاہتا ہے کہ میں نے سہوایا جہلا یا خطاء اور یا کسی بھی فلاں وجہ سے برا کام کیا تھا؟) وہ بندہ عرض کرے گا کہ نہیں! میرے پروردگار! (میں کوئی عذر بیان نہیں کر سکتا) تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ " ہاں (ہمارے پاس ایک چیز ہے جو تیرے عذر کے قائم مقام ہے یعنی) ہمارے یہاں تیری ایک بہت بڑی) نیکی ہے (جو ہماری بارگاہ میں قبول کی جا چکی ہے اور جو تیرے تمام گناہوں کو مٹا دے گی) اور یقیناً آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (یعنی نہ تو تیری اس نیکی کے ثواب کو گھٹایا جائے گا اور نہ تجھے عذاب دینے کے لئے تیرے گناہوں کو بڑھایا جائے گا) پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں اشهد ان لا الـه الا الله و ان محمدا عبده و رسوله لکھا ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ جاؤ اپنے اعمال (کے تولے جانے کی جگہ یا اعمال تولے جانے کے وقت اور یا اعمال تولے جانے کی چیز یعنی میزان) کے پاس پہنچ جا (تاکہ جب تیری نیکی کا یہ چھوٹا سا پرچہ تیرے گناہوں سے بھرے ہوئے ننانوے رجسٹروں کے ساتھ تولا جائے تو تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارا عدل وانصاف کسی طرح ظاہر ہوتا ہے اور تجھ پر کسی ظلم وزیادتی کی بجائے ہمارے فضل واحسان کا سایہ کسی طرح سایہ فگن ہوا ہے ") وہ بندہ (حیرت واستعجاب کے ساتھ) عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! بھلا اس ایک چھوٹے سے پرچہ کو اتنے بڑے بڑے اور اتنے زیادہ رجسٹروں کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ (کہاں میری ایک نیکی کا یہ ایک چھوٹا سا پرچہ اور کہاں میرے تمام گناہوں پر مشتمل یہ دفتر کے دفتر؟ اس صورت میں اس پرچہ کو ان رجسٹروں کے مقابلہ میں تولنے کا کیا فائدہ؟ (پروردگار فرمائے گا کہ "(تو جا کر دیکھ تو سہی) یقیناً تیرے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا! (یعنی اس پرچہ کو معمولی مت جان یہ بہت عظیم القدر اور بہت بھاری ہے اس کا تولا جانا ضروری ہے تاکہ تجھ پر ظلم نہ ہو جائے۔ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے "یقیناً تیرے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا" کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس ایک نیکی کا پرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم القدر اور بہت بھاری ہے، کیونکہ اللہ کے نام کے مقابلہ پر کوئی بھی چیز بھاری نہیں ہے" اور اگر اس کے نام سے بھی بھاری کوئی چیز ہوگی تو تجھ پر ظلم ہو جائے گا یعنی پھر تو اپنے گناہوں کی پاداش میں مارا جائے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پھر ان رجسٹروں کی پوٹ ترازو کے ایک پلے میں رکھی جائے گی اور اس پرچہ کو دوسرے پلے میں پس وہ رجسٹر ہلکے پڑ جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا (یعنی ان رجسٹروں کا پلا اوپر اٹھ جائے گا اور اس پرچہ کا پلا نیچے جھک جائے گا) حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے زیادہ وزن دار کوئی چیز نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کا نام سب سے بڑا اور سب سے بھاری ہے اگرچہ گناہوں کے بڑے سے بڑے پہاڑ جیسے رجسٹر کیوں نہ ہوں۔"

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 132)

## قیامت کے دن میزان قسط رکھ دیئے جانے کا بیان

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آ کر بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں

خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، چنانچہ میں (از راہ تادیب و تنبیہ) ان کو برا بھلا کہتا ہوں اور ان کو مارتا ہوں تو ان کی وجہ سے قیامت کے دن (اللہ تعالیٰ کے ہاں) میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا (یعنی کیا مجھے ان کو برا بھلا کہنے ڈانٹنے ڈپٹنے اور مارنے پیٹنے کا حساب دینا ہوگا اور ان چیزوں کی وجہ سے میرا مواخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا) اور ہر شخص کے ایک ایک عمل اور ایک ایک چیز کی پوچھ گچھ ہوگی) تو غلاموں نے تمہارے مال میں جو خیانت کی ہوگی، تمہاری جو نافرمانی کی ہوگی اور تمہارے ساتھ جو جھوٹ بولا ہوگا، ان سب کا حساب ہوگا، اسی طرح تم نے ان کو جو کچھ سزا دی ہوگی اس کا بھی حساب ہوگا پس اگر تمہاری دی ہوئی سزا (رائج ضابطہ اخلاق وقانون اور عام عادت معمول کے مطابق) ان کے جرائم کے بقدر ثابت ہوئی تو تمہارا برابر سرابر رہے گا کہ نہ تمہیں کوئی ثواب ملے گا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا کیونکہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ تم نے ان کے ساتھ حالات کے مطابق اور مباح معاملہ کیا ہے جس پر تم کسی مواخذہ وعذاب کے مستوجب نہیں ہوگے) اور تم نے ان کو سزا دی ہوگی وہ اگر ان کے جرائم سے کم ثابت ہوگی تو وہ تمہارا زائد حق ہوگا (یعنی تمہارا ان کو ان کے جرائم سے کم سزا دینا ان پر تمہارے لئے ایک ایسے حق کو واجب کردے کہ اگر تم چاہو گے تو اس کے عوض تمہیں انعام دیا جائے گا ورنہ نہیں) اور تمہاری دی ہوئی سزا ان کے جرائم سے زیادہ ہوگی تو پھر ان کے لئے تم سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا (یعنی اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ کرے گا کہ تم نے چونکہ اپنے ان غلاموں کو ان کے جرائم سے زیادہ سزا دی تھی جس کا تمہیں کوئی حق نہیں تھا لہٰذا اب تم اپنے ان غلاموں کو اس زیادتی کا بدلہ دو) وہ شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر) الگ جا بیٹھا اور رونے چلانے لگا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد کو مؤکد اور ثابت کرنے کے لئے) فرمایا کہ کیا تم (قرآن کریم میں) اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے ہو کہ: **ونضع الموازين القسط ليوم القيامة فلا تظلم نفس شيأ وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها و كفى بنا حاسبين** ۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "اور قیامت کے دن ہم عدل وانصاف کی میزان کھڑی کریں گے (جس کے ذریعہ سب کے اعمال کا ٹھیک ٹھیک وزن کیا جائے گا) پس کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا (یعنی جس کا بھی حق ہوگا وہ اس کو یقیناً دلوایا جائے گا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر ہوگا تو (اس سے صرف نظر نہیں کی جائے گا بلکہ) ہم اس کو (بھی وہاں) حاضر کریں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (یعنی ہمارے وزن اور حساب کے بعد حساب کتاب کی اور کسی مرافعہ کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ ہم سے بڑھ کر عدل وانصاف کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اس وقت ہمارا فیصلہ بالکل آخری فیصلہ ہوگا جس پر کسی کو شک وشبہ کرنے کی ہم گنجائش ہی نہیں چھوڑیں گے)" اس شخص نے (یہ سن کر) عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے اور ان غلاموں کے حق میں ان کی جدائی سے بہتر اور کوئی بات نہیں جانتا (یعنی اس صورت میں میرا خیال ہے کہ قیامت کے دن کے محاسبہ و مواخذہ سے بچنے اور وہاں کی جواب دہی سے محفوظ رہنے کی خاطر میرے اور میرے ان غلاموں دونوں کے حق میں سب سے بہتر بات یہی ہے کہ وہ مجھ سے الگ ہو جائیں بایں طور کہ میں ان کو آزادی دے دوں) لہٰذا میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ وہ سب غلام آزاد ہیں۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 134)

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝

اورانصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھواور ترازو میں کمی مت کرو۔اورزمین،اس نے اسے مخلوق کے لیے بچھادیا۔

## عدل وانصاف کے ساتھ ناپ تول کرنے کا بیان

"وَأَقِيمُوا الْوَزْنِ بِالْقِسْطِ" بِالْعَدْلِ "وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَان" تُنقِصُوا الْمَوْزُون "وَالْأَرْض وَضَعَهَا" أَثْبَتَهَا "لِلْأَنَامِ" لِلْخَلْقِ الْإِنس وَالْجِنّ وَغَيْرهمْ،

اورانصاف کے ساتھ تول سیدھا رکھواور ترازو میں کمی مت کرو۔یعنی موزونی چیز میں کمی نہ کرواورزمین،اس نے اسے مخلوق کے لیے بچھادیا۔یعنی انس وجن وغیرہ کیلئے اس کو بچھادیا ہے۔

قسط کے لفظی معنی انصاف کے ہیں،مراد ظاہر ہے کہ وزن کو ٹھیک ٹھیک قائم کروانصاف کے ساتھ۔ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ، خسر کے معنی وزن میں کمی کرنے کے ہیں،جو بات پہلے جملے وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ میں مثبت انداز سے بیان کی گئی ہے،یہ اسی کا منفی پہلو ہے کہ وزن میں کم تولنا حرام ہے۔

انام سے مراد ہر وہ جاندار مخلوق ہے جو روئے زمین پر پائی جاتی ہے۔خواہ وہ چرند ہوں،یا پرند،مویشی ہوں یا درندے،انسان ہوں یا جن،اورانام سے مرادانسان اور جن لینا اس لحاظ سے زیادہ مناسب ہے کہ آگے انہیں دوانواع کا ذکر آرہا ہے۔مطلب یہ ہے کہ زمین پر بسنے والی تمام مخلوق کا رزق ہم نے زمین سے ہی وابستہ کردیا ہے۔یہی ان کی جائے پیدائش یہی ان کا مسکن اور یہی ان کا مدفن ہے۔(تفسیر بیضاوی،سورہ الرحمٰن،بیروت)

فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝

اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت جو غلافوں والے ہیں۔اور بھوسہ والا اناج ہے اور خوشبودار پھول ہیں۔

## پھلوں اور کھجور کے درختوں کا بیان

"فِيهَا فَاكِهَة وَالنَّخْل" الْمَعْهُود "ذَات الْأَكْمَام" أَوْعِيَة طَلْعهَا "وَالْحَبّ" كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِير "ذُو الْعَصْف" التِّبْن "وَالرَّيْحَان" الْوَرَق الْمَشْمُوم،

اس میں پھل ہیں اور کھجور کے درخت جو خوشوں پر غلافوں والے ہیں۔یعنی غلاف والے ہیں۔اور بھوسہ والا اناج ہے۔جس طرح گندم،جو ہیں۔اور خوشبودار پھل پھول ہیں۔یعنی وہ پتوں والے ہیں۔

## عصف اور ریحان کے مفہوم کا بیان

لفظ حب بفتح حاء وتشدید باء دانے یعنی غلے کو کہا جاتا ہے،جیسے گندم،چنا،چاول،ماش،مسور وغیرہ اور عصف اس بھوسے کو کہتے ہیں جس کے اندر پیک کیا ہوا دانہ بقدرت خداوندی وحکمت بالغہ پیدا کیا جاتا ہے،عصف یعنی بھوسے کے غلاف میں پیک ہوکر

خراب ہواؤں اور مکھی مچھر وغیرہ سے پاک وصاف رہتا ہے، دانے کی پیدائش کے ساتھ ذُو الْعَصْفِ کا لفظ بڑھا کر غافل انسان کو اس طرف بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ یہ روٹی، دال وغیرہ جو وہ دن میں کئی کئی مرتبہ کھاتا ہے اس کا ایک ایک دانہ مالک وخالق نے کیسی کیسی صنعت عجیبہ کے ساتھ مٹی اور پانی سے پیدا کیا اور پھر کس طرح اس کو حشرات الارض سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک ایک دانہ پر غلاف چڑھایا، جب وہ تمہارا لقمہ تر بنا، اس کے ساتھ شاید عصف کو ذکر کرنے سے ایک دوسری نعمت کی طرف بھی اشارہ ہو کہ یہ عصف (بھوسہ) تمہارے مویشی کی غذا بنتا ہے، جن کا تم دودھ پیتے ہو اور سواری وبار برداری کی خدمت ان سے لیتے ہو۔ ریحان کے مشہور معنی خوشبو کے ہیں اور ابن زید نے یہی معنی آیت میں مراد لئے ہیں کہ اس نے زمین سے پیدا ہونے والے درختوں سے طرح طرح کی خوشبوئیں اور خوشبودار پھول پیدا فرمائے اور کبھی لفظ ریحان بمعنی مغز اور رزق بھی استعمال کیا جاتا ہے، خرجت اطلب ریحان اللہ، یعنی میں نکلا اللہ کا رزق تلاش کرنے کے لئے حضرت ابن عباس نے اس آیت میں ریحان کی تفسیر رزق ہی سے کی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## زمین میں ہونے والے مختلف خزانوں کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک خلیفہ (یعنی سلطان برحق) پیدا ہوگا جو ضرورت مندوں، مستحقین کو خوب مال تقسیم کرے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا۔ یعنی لوگوں میں بے حساب مال ودولت تقسیم کرے گا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ میری امت کے آخری زمانہ میں ایک خلیفہ پیدا ہوگا جو لوگوں کو مٹھی یا چلو بھر کر مال دولت دے گا اور اس کو شمار نہیں کرے گا جیسا کہ شمار کیا جاتا ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 6)

حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نظام حکومت کی مالی حالت بہت زیادہ اچھی ہوگی، فتوحات اور مال غنیمت وغیرہ کے ذریعہ ان کی آمدنی کا کوئی حساب نہیں ہوگا، لیکن وہ اس مال ودولت کو اپنی شان وشوکت بڑھانے اور اپنی زندگی کو پر عیش بنانے پر خرچ نہیں کریں گے یا جمع کر کے اپنے خزانوں میں بند کر کے نہیں رکھیں گے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے حکمران اور بادشاہوں کا دستور ہے، بلکہ وہ اس دولت کو مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی ضروریات میں خرچ کریں گے اور اپنی طبعی سخاوت کی وجہ سے دونوں ہاتھ بھر بھر کر یہ دولت لوگوں میں تقسیم کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ " (قیامت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ) زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو نکال کر باہر پھینک دے گی جو سونے چاندی کے ستونوں کے مانند ہوں گے۔ پس ایک شخص کہ جس نے محض مال حاصل کرنے کے لئے قتل کا ارتکاب کیا ہوگا آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) اسی کے لئے میں نے لوگوں کو قتل کیا ہے اور ایک شخص کہ جس نے ناطہ توڑا ہوگا (یعنی جس نے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان وسلوک نہیں کیا ہوگا) آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) میں نے اسی مال کے لئے رشتہ داروں سے ناطہ توڑا ہے اور پھر چور آئے گا اور کہے گا کہ (کیا) اسی مال کے لئے میرا ہاتھ کاٹا گیا ہے (یعنی ان سب کے کہنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مال ودولت ایسی چیز ہے جس کی محبت میں اور جس کو حاصل کرنے کے

لئے ہم نے ایسے ایسے گناہ کئے اور ایسی ایسی پریشانیوں سے دوچار ہوئے لیکن اب جب کہ یہ مال ودولت ہمارے سامنے اور ہمارے اختیار میں ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی ہے اور ہمیں اس کی کوئی حاجت وضرورت محسوس نہیں ہوتی) چنانچہ وہ سب لوگ اس مال ودولت کو یوں ہی چھوڑیں گے کہ کوئی بھی اس میں سے کچھ نہیں لے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 9)

افلاذ "اصل میں "فلذۃ" کی جمع ہے جس کے معنی کسی چیز کے اس ٹکڑے کے ہیں جس کو لمبائی میں کاٹا گیا ہو اور قاموس میں لکھا ہے کہ فلذ (ف کے زیر کے ساتھ) کے معنی ہیں اونٹ کا جگر، جب کہ فلذۃ (یعنی ۃ کے ساتھ، کے معنی ہیں جگر کا ٹکڑا، سونے یا چاندی کا ٹکڑا اور گوشت کا ٹکڑا۔ واضح رہے کہ زمین کے جگر ٹکڑے سے مراد زمین کے نیچے چھپے ہوئے خزینے یعنی معدنیات ہیں اور معدنیات کو "جگر کے ٹکڑوں" سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے۔

زمین کا خلاصہ اور جوہر اصل میں معدنیات ہی ہیں جیسا کہ اونٹ کی سب سے اصل چیز اس کا جگر ہوتا ہے نیز معدنیات، زمین کی چیزوں میں سے سب سے زیادہ قابل اعتناء اور سب سے زیادہ پسندیدہ چیز ہے جیسا کہ پیٹ کے اندر کی چیزوں میں سے جگر ہی سب سے اعلیٰ ہے۔ بہرحال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آخر زمانہ میں زمین کا سینہ بڑی فراخ دلی کے ساتھ اپنے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو باہر اگل دے گا ہر طرف معدنیات کا کام زور شور کے ساتھ جاری ہوگا اور ایک ایک ملک میں مختلف قسم کی مفید کارآمد اور قیمتی چیزیں کانوں کے ذریعہ نکالی جائیں گی جس کے ذریعہ نسل انسانی مال ودولت کی فراوانی میں غرق ہو جائے گی۔

| |
|---|
| فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ٥ |
| تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ |

## جن وانس اللہ تعالیٰ کی کونسی نعمتوں کی تکذیب کریں گے

"فَبِأَيِّ آلَاءِ "نِعَم "رَبِّكُمَا" أَيُّهَا الْإِنْس وَالْجِنّ "تُكَذِّبَانِ" ذُكِرَتْ إِحْدَى وَثَلَاثِينَ مَرَّة وَالِاسْتِفْهَام فِيهَا لِلتَّقْرِيرِ لِمَا رَوَى الْحَاكِم عَنْ جَابِر قَالَ: "قَرَأَ عَلَيْنَا رَسُول اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُورَة الرَّحْمَن حَتَّى خَتَمَهَا ثُمَّ قَالَ: مَالِي أَرَاكُمْ سُكُوتًا لَلْجِنّ كَانُوا أَحْسَنَ مِنْكُمْ رَدًّا مَا قَرَأْت عَلَيْهِمْ هَذِهِ الْآيَة مِنْ مَرَّة "فَبِأَيِّ آلَاء رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ" إِلَّا قَالُوا: وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمك رَبّنَا نُكَذِّب فَلَك الْحَمْد

تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ اس آیت کو یہاں پر اس سورت میں ۳۱ بار بیان کیا گیا ہے اور استفہام تقریری ہے۔

امام حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سورت رحمٰن کو پڑھا یہاں تک کہ وہ مکمل ہوگئی۔ اس کے بعد فرمایا کہ کیا بات ہے میں تمہیں خاموش دیکھ رہا ہوں جبکہ جنات تم کہیں زیادہ اچھے ہیں۔ کہ وہ اس کی قرأت کے جواب میں یعنی اس آیت "فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ" کے جواب یہ کہتے ہیں۔ "اِلَّا قَالُوْا:

وَلَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعَمِكَ رَبَّنَا نُكَذِّبُ فَلَكَ الْحَمْدُ،

## سورت الرحمٰن آیت ۱۳ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف آئے اور سورت رحمٰن شروع سے آخر تک تلاوت فرمائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاموش رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے یہ سورت جنوں کے پڑھی تھی تو ان لوگوں نے تم سے بہتر جواب دیا۔ چنانچہ جب میں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ الایۃ پڑھتا تو وہ کہتے اے ہمارے پروردگار ہم تیری نعمتوں میں سے کسی چیز کو نہیں جھٹلاتے اور تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ولید بن مسلم کی روایت سے جانتے ہیں۔ ولید بن مسلم زبیر بن محمد سے نقل کرتے ہیں۔ احمد بن زبیر کا خیال ہے کہ زبیر بن محمد وہ نہیں ہوں جو شام کی طرف گئے ہیں۔ اور اہل عراق ان سے روایت کرتے ہیں بلکہ شائید کوئی اور ہیں۔ لوگوں نے ان کا نام بدل دیا کیونکہ لوگ ان سے منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ شام کے لوگ زبیر بن محمد منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں اور اہل عراق ان میں سے ایسی احادیث نقل کرتے ہیں جو صحت کے قریب ہوتی ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1239)

## لفظ آلاء کے مختلف معانی کا بیان

اصل میں لفظ آلاء استعمال ہوا ہے جسے آگے کی آیتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ہم نے مختلف مقامات پر اس کا مفہوم مختلف الفاظ میں ادا کیا ہے۔ اس لیے آغاز ہی میں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس لفظ میں معنی کی کتنی وسعت ہے اور اس میں کیا کیا مفہومات شامل ہیں۔

آلاء کے معنی اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم "نعمتوں" کے بیان کیے ہیں۔ تمام مترجمین نے بھی یہی اس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ اور یہی معنی ابن عباس، قتادہ اور حسن بصری سے منقول ہیں۔ سب سے بڑی دلیل اس معنی کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو سن کر بار بار لا بشی ء من نعمک ربنا نکذب کہتے تھے۔ لہٰذا زمانہ حال کے بعض محققین کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے کہ آلاء نعمتوں کے معنی میں سرے سے استعمال ہی نہیں ہوتا۔

دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت اور عجائب قدرت یا کمالات قدرت ہیں۔ ابن جریر طبری نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ فبای الاء ربکما کے معنی ہیں فبای قدرۃ اللہ۔

ابن جریر نے خود بھی آیات 37۔38 کی تفسیر میں آلاء کو قدرت کے معنی میں لیا ہے۔ امام رازی نے بھی آیات 14۔15۔16 کی تفسیر میں لکھا ہے۔ "ان آیات بیان نعمت کے لیے نہیں بلکہ بیان قدرت کے لیے ہیں۔ اور آیات 22۔23 کی تفسیر میں وہ فرماتے ہیں "یہ اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت کے بیان میں ہے نہ کہ نعمتوں کے بیان میں۔ اس کے تیسرے معنی ہیں خوبیاں، اوصاف حمیدہ اور کمالات وفضائل ہیں۔

اس معنی کو اہل لغت اور تفسیر نے بیان نہیں کیا ہے، مگر اشعار عرب میں یہ لفظ کثرت سے اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نابغہ کہتا ہے۔ هم الملوك و ابناء الملوك لهم فضل على الناس فى الالاء و النعم وہ بادشاہ اور شاہزادے ہیں ان کو لوگوں پر اپنی خوبیوں ور نعمتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ (تفسیر جامع البیان، کبیر، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## نعمتوں کے شکر پر ثواب جبکہ ناشکری پر سزا ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ان میں ایک تو کوڑھی تھا دوسرا گنجا اور تیسرا اندھا اللہ تعالیٰ نے انہیں آزمانا چاہا کہ یہ نعمت الٰہی کا شکر ادا کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس ایک فرشتہ مسکین وفقیر کی صورت میں بھیجا وہ فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ کوڑھی نے کہا کہ اچھا رنگ اور جسم کی بہترین جلد نیز یہ کہ مجھے اس چیز یعنی وڑھ سے نجات مل جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ سن کر فرشتہ نے کوڑھی کے بدن پر ہاتھ پھیرا چنانچہ اس کا کوڑھ جاتا رہا۔ اسے بہترین رنگ وروپ اور بہترین جلد عطا کر دی گئی۔ پھر فرشتہ نے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟

اس شخص نے کہا کہ "اونٹ" "یا کہا" گائیں۔ (حدیث کے ایک راوی اسحٰق کو شک ہے کہ) گائے کے لئے کوڑھی نے کہا تھا یا گنجے نے کہا تھا بہرحال یہ طے ہے کہ ان میں سے ایک نے تو اونٹ کے لئے کہا تھا اور دوسرے نے گائے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس شخص کو حاملہ اونٹنیاں عطا کر دی گئیں پھر فرشتے نے یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ گنجے نے کہا کہ بہترین قسم کے بال اور یہ کہ یہ چیز یعنی گنجے پن سے نجات پا جاؤں جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا گنج جاتا رہا نیز اسے بہترین قسم کے بال عطا کر دیئے گئے۔ پھر فرشتہ نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کونسا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس شخص نے کہا کہ گائیں چنانچہ اسے حاملہ گائیں عطا کر دی گئیں اور فرشتہ نے اسے دعا بھی دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس مال میں برکت عطا فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ اس کے بعد پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ تمہیں کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟

اندھے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میری بینائی دے تا کہ میں اس کے ذریعے لوگوں کو دیکھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے اس اس پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی بینائی عطا فرما دی، پھر فرشتے نے اس سے پوچھا کہ اب تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا بکریاں چنانچہ اسے بہت سی بچے دینے والی بکریاں عنایت فرما دی گئیں اس کے کچھ عرصے کے بعد کوڑھی اور گنجے نے اونٹنیوں اور گائیوں کے ذریعے اور اندھے نے بکریوں کے ذریعے بچے حاصل کئے گویا اللہ نے

تینوں کے مال میں بے انتہا برکت دی یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے ایک جنگل بھر گیا گنجے کی گائیوں سے ایک جنگل بھر گیا اور اندھے کی بکریوں سے ایک جنگل بھر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے بعد فرشتہ پھر کوڑھی کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ میں ایک مسکین شخص ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے اس لئے آج منزل مقصود تک میرا پہنچنا ممکن نہیں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ومہربانی ہو جائے اور اس کے بعد تم ذریعہ بن جاؤ تو میری یہ مشکل آسان ہو جائے گی۔

لہٰذا میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہیں اچھا رنگ، بہترین جلد اور مال عطا کیا ہے ایک اونٹ مانگتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے میرا سفر پورا ہو جائے اور میں اپنی منزل مقصود تک پہنچ جاؤں اس کوڑھی نے کہا کہ میرے اوپر حق بہت زیادہ ہیں (یعنی اس کوڑھی نے فرشتے کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کہا کہ میرے اس مال کے حقدار بہت ہیں اس لئے تمہیں کوئی اونٹ نہیں مل سکتا) فرشتے نے کہا کہ میں تمہیں پہچانتا ہوں کیا تم وہی کوڑھی نہیں ہو جس سے لوگوں کو گھن آتی تھی اور تم محتاج وقلاش تھے مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بہترین رنگ وروپ کے ساتھ صحت عطا فرمائی اور مال سے نوازا کوڑھی نے کہا کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ مال تو مجھے اپنے باپ دادا کی طرف سے وراثت میں ملا ہے۔ فرشتے نے کہا کہ تم جھوٹے ہو، تو اللہ تعالیٰ تمہیں اسی حالت کی طرف پھیر دے جس میں تم پہلے مبتلا تھے یعنی تمہیں پھر کوڑھی اور مفلس بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ پھر فرشتہ گنجے کے پاس اپنی پہلی سی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی وہی کہا جو اس نے کوڑھی سے کہا تھا چنانچہ گنجے نے بھی وہی جواب دیا جو جواب کوڑھی نے دیا تھا فرشتے نے گنجے سے بھی یہی کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے جیسا کہ تم پہلے گنجے اور محتاج تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس اپنی اسی پہلی شکل وصورت میں آیا اور اس سے بھی یہی کہا کہ میں ایک مسکین انسان اور مسافر ہوں میرا تمام سامان سفر کے دوران جاتا رہا ہے۔

اس لئے آج منزل مقصود تک پہنچنا اس شکل میں ممکن ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی میرے شامل حال ہو جائے اور اس کے بعد تم اس کا ذریعہ بن جاؤ لہٰذا میں اس ذات کا واسطہ دے کر جس نے تمہاری بینائی واپس کر دی تم سے ایک بکری مانگتا ہوں تا کہ اس کے ذریعے میں اپنا سفر پورا کر سکوں اندھے نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کہا کہ بے شک پہلے میں ایک اندھا تھا اللہ تعالیٰ نے میری بینائی واپس کر دی ہے لہٰذا میری تمام بکریاں حاضر ہیں اس میں تم جو چاہو لے لو اور جو نہ چاہو اسے چھوڑ دو تم جو کچھ بھی لو گے میں اللہ کی قسم تمہیں اس کو واپس کرنے کی تکلیف نہیں دوں گا۔ یہ سن کر فرشتے نے کہا کہ تمہیں تمہارا مال مبارک تم اپنا مال اپنے پاس رکھو مجھے تمہارے مال کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت تو صرف تمہیں آزمائش میں مبتلا کیا گیا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارا امتحان لیا تھا کہ آیا تمہیں اپنا پرانا حال یاد بھی ہے یا نہیں؟ اور تم اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہو یا نہیں؟ سو تم آزمائش میں پورے اترے چنانچہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہوا اور تمہارے وہ دونوں بدبخت ساتھی یعنی کوڑھی اور گنجا ناشکرے ثابت ہوئے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض قرار پائے۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 376)

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ○ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

اسی نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتے ہوئے خشک گارے سے بنایا۔اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## انسان و جنات کی تخلیق کا بیان

"خَلَقَ الْاِنْسَان" آدم "مِنْ صَلْصَال" طِين يَابِس يُسْمَع لَهُ صَلْصَلَة أَيْ صَوْت إِذَا نُقِرَ "كَالْفَخَّارِ" وَهُوَ مَا طُبِخَ مِنْ طِين

"وَخَلَقَ الْجَانّ" أَبَا الْجِنّ وَهُوَ إِبْلِيس "مِنْ مَارِج مِنْ نَار" هُوَ لَهَبهَا الْخَالِص مِنْ الدُّخَان

اسی نے انسان یعنی آدم علیہ السلام کو ٹھیکری کی طرح بجتے ہوئے خشک گارے سے بنایا۔یعنی وہ خشک مٹی کی ٹھیکری جس سے گھنٹی کی آواز سنی جائے۔جب اس کو بجایا جائے اور ایسی مٹی جس کو پکایا گیا ہو۔اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔یعنی ابوالجن جو ابلیس ہے۔اور مارج سے مراد آگ کا وہ شعلہ جس میں دھواں نہ ہو۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

صَلصَال خشک مٹی جس میں آواز ہو۔فَخَّار آگ میں پکی ہوئی مٹی، جسے ٹھیکری کہتے ہیں۔انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جن کا پہلے مٹی کا پتلا بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا کو پیدا فرمایا، اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی چلی۔

## حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور مٹی کو اٹھانے کا واقعہ

جنات کئی ہزار سال پہلے حضرت آدم کی پیدائش سے قبل دنیا پر آباد تھے۔پروردگار عالم جلالہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل کو فرمایا کہ روئے زمین سے ہر رنگ کی مٹی سفید سرخ سیاہ شور شیریں نرم سخت میں سے ایک مشت حال اُٹھا کر لا کہ میں ایک مخلوق پیدا کرتا ہوں۔جب حضرت جبرائیل زمین کے پاس گئے اور چاہا کہ ایک مشت خاک اُٹھائے تو زمین نے پوچھا کس واسطے اتنی کم کرتا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس سے ایک مخلوق پیدا کرے گا جو زمین پر رہیں گے نیک اور بد بھی ہونگے۔عذاب اور ثواب اُن کے واسطے ہوگا۔پھر زمین نے عرض کیا کہ میں اللہ کی عزت کی پناہ پکڑتی ہوں کہ تو مجھ سے مٹی نہ اُٹھا کیونکہ لوگ نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں جلیں گے۔حضرت جبرائیل زمین کی فریاد سن کر واپس چلے گئے اور عرض کی الٰہی زمین تیری عزت کی پناہ چاہتی ہے۔میں تیرے نام کی عزت سے مٹی کو اُٹھا نہ سکا۔

پھر حق تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت میکائیل کو بھیجا وہ بھی واپس آ گئے۔پھر پروردگارِ عالم نے اسرافیل علیہ السلام کو بھیجا وہ بھی اسی طرح خالی ہاتھ واپس آ گئے۔پھر پروردگارِ عالم نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو بھیجا تو عزرائیل علیہ السلام نے زمین کی منت

سماجت وزاری نہ سنی اور کہا کہ میں اللہ کے حکم کو تیری منت وزاری پر نہیں چھوڑ سکتا۔ میں خدا تعالیٰ کا تابعدار ہوں۔ ملک الموت فرشتہ مٹی لیکر واپس آ گیا پھر اللہ نے روحوں کے قبض کرنے کا کام اسی کے سپرد کیا۔

## انتالیس دن غم اور ایک دن کی خوشی کی بارش کا واقعہ

پھر چالیس دن اس پر بارش کرنے کیلئے کعبہ مکرمہ میں رکھنے کا حکم دیا۔ انتالیس دن غم اور ایک دن خوشی کی بارش برسائی گئی فرشتوں نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسی خاک کا گارا بنایا پھر وہ کیچڑ خشک کیا گیا۔ جیسا کمہار برتن خشک پر وہ برتن آواز کرتا ہے پھر اس گارے کو خدا کے حکم سے وادئ لقمان جو مکر اور طائف کے راستے عرفات سے متصل ہے۔ لے جا کر فرشتوں نے ڈالا۔ پھر اللہ نے اپنے دست قدرت سے اس گارے سے حضرت آدم علیہ السلام کا خوبصورت قالب بنایا پھر فرشتے اس قالب کو دیکھ کر حیران ہو گئے اس کے گرداگرد پھرتے رہے اور ابلیس بھی اس قالب کو دیکھنے آیا اور تعجب سے کہا کہ یہ اندر جسم خالی ہے جگہ جگہ خلل ہیں۔ یہ بغیر سیر ہونے پر نہ ہوگا اور سیر ہو گیا تو پھٹ جائے گا اور چلنے پھرنے میں سُست ہوگا۔ اور اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا۔ مگر جب سینہ بائیں طرف سے دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ حجرہ بغیر دروازہ کے ہے۔

## روح کے سر کی جانب سے داخل ہونے کا واقعہ

میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا چیز پوشیدہ ہے شاید یہ وہی لطیفہ ربانی ہے کہ جس کے سبب سے خلافت کو استحقاق حاصل کرے بعض روایات میں ہے کہ غالباً چالیس سال تک وہاں ہی بے جان پڑا رہا جب پروردگارِ عالم نے چاہا تو اس قالب میں روح کو داخل ہونے کا حکم دیا۔ حکم دیا داخل ہو جا اے روح اس بدن میں جب روح کے حکم سے سر کی طرف داخل ہوتی ہے تو جہاں جہاں تک روح پہنچتی گئی وہ خاکی بدن جو ٹھیکری کی طرح تھا گوشت پوست ہڈی سے بدلتا گیا جب روح ستر تک پہنچی تو حضرت آدم نے اُٹھنے کا ارادہ کیا تو وزمین پر گر گیا۔

پھر اللہ نے فرمایا پیدا کیا گیا جلد باز انسان پھر اسی حالت میں آدم علیہ السلام کو چھینک بھی آئی تو الہام الٰہی سے آدم علیہ السلام نے کہا کہ الحمد للہ اسکے جواب میں اللہ نے فرمایا یَــرحـمكُ الله یعنی تیرے پر اللہ رحم کرے۔ اسکے بعد اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ بہشت سے ایک جوڑا لایا اور آدم علیہ السلام کو خلعت الٰہی سے مشرق ومکرم کیا اور عزت واحترام سے تخت پر جمعہ المبارک کے دن بٹھایا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ رحمٰن، بیروت)

## حضرت آدم علیہ السلام کی نبوت وخلافت کا اعزاز

حضرت آدم علیہ السلام کی اس بہت بڑی بزرگی کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اپنا بہت بڑا احسان فرمایا اور خبر دی کہ اس نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں۔ اس کی تصدیق میں بہت سی حدیثیں ہیں ایک تو حدیث شفاعت جو ابھی بیان ہوئی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری ملاقات حضرت آدم علیہ السلام سے کرا دیجئے جو خود بھی جنت سے نکلے اور ہم سب کو بھی نکالا۔ جب دونوں پیغمبر جمع ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم وہ

آدم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح تم میں بھی پھونکی اور اپنے فرشتوں سے تمہیں سجدہ کرایا۔

ابن عباس فرماتے ہیں ابلیس فرشتوں کے ایک قبیلہ میں سے تھا جنہیں جن کہتے تھے جو آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا اور جنت کا خازن تھا۔ اس قبیلے کے سوا اور فرشتے سب کے سب نوری تھے۔ قرآن نے بھی ان جنوں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے آیت (وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ) 55۔ الرحمن:15) آگ کے شعلے کی جو تیزی سے بلند ہوتے ہیں اسے مارج کہتے ہیں جس سے جن پیدا کیے گئے تھے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا۔ زمین میں پہلے جن بستے تھے۔

## جنات کے فساد کے سبب ہلاکت کا بیان

انہوں نے فساد اور خون ریزی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجا انہی کو "جن" کہا جاتا تھا۔ ابلیس نے لڑ بھڑ کر مارتے اور قتل کرتے ہوئے انہیں سمندر کے جزیروں اور پہاڑوں کے دامنوں میں پہنچا دیا اور ابلیس کے دل میں یہ تکبر سما گیا کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو کسی اور سے نہ ہو سکا۔ چونکہ دل کی اس بدی اور اس پوشیدہ خودی کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔ جب پروردگار نے فرمایا کہ زمین میں خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو ان فرشتوں نے عرض کیا کہ ایسے کو کیوں پیدا کرتا ہے جو اگلی قوم کی طرح فساد و خونریزی کریں تو انہیں جواب دیا گیا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی ابلیس کے دل میں جو کبر و غرور ہے اس کا مجھی کو علم ہے تمہیں خبر نہیں پھر آدم علیہ السلام کی مٹی اٹھائی گئی جو چکنی اور اچھی تھی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ، بیروت)

## انسان اور جنات کی پیدائش میں فرق

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ انسان کی پیدائش بجنے والی ٹھیکری جیسی مٹی سے ہوئی ہے اور جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے ہوئی ہے جو خالص اور احسن تھا مسند کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فرشتے نور سے جنات نار سے اور انسان اس مٹی سے جس کا ذکر تمہارے سامنے ہو چکا ہے پیدا کیے گئے ہیں۔ (مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ٥ |
| دونوں مشرقوں کا مالک ہے اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |
| اسی نے دو سمندر رواں کیے جو باہم مل جاتے ہیں۔ |

## مشرقین و مغربین کے رب ہونے کا بیان

"رَبّ الْمَشْرِقَيْنِ" مَشْرِق الشِّتَاء وَمَشْرِق الصَّيْف "وَرَبّ الْمَغْرِبَيْنِ" مَغْرِب الصَّيْف وَمَغْرِب الشِّتَاء ، فَبِأَيِّ آلَاء رَبّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

"مَرَجَ" أَرْسَلَ "الْبَحْرَيْنِ" الْعَذْب وَالْمِلْح "يَلْتَقِيَانِ" فِي رَأْي الْعَيْن

وہی دونوں مشرقوں کا مالک ہے یعنی سردیوں کے مشرق اور گرمیوں کے مشرق کا رب ہے۔ اور وہی دونوں مغربوں کا مالک

ہے۔یعنی گرمیوں اور سردیوں کے مغرب کا رب ہے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔اسی نے دوسمندر جو میٹھے اور کڑوے ہیں رواں کئے جو دیکھنے والے مطابق باہم مل جاتے ہیں۔

## سردی اور گرمی میں مشرقین ومغربین کا بیان

سردی اور گرمی کے دوسورج کے نکلنے اور ڈوبنے کے مقامات کا رب اللہ ہی ہے دو سے مراد سورج نکلنے اور ڈوبنے کی دو مختلف جگہیں ہیں کہ وہاں سے سورج چڑھتا اترتا ہے اور موسم کے لحاظ سے یہ بدلتی جگہیں رہتی ہیں ہر دن انقلاب لاتا ہے جیسے دوسری آیت میں مشرق ومغرب کا رب وہی ہے تو اسی کو اپنا وکیل سمجھ تو یہاں مراد جنس مشرق ومغرب ہے اور دوسری مشرق مغرب سے مراد طلوع وغرب کی دو جگہ ہیں،اور چونکہ طلوع وغروب کی جگہ کے جدا جدا ہونے میں انسانی منفعت اور اس کی مصلحت بنی تھی اس لئے پھر فرمایا کہ کیا اب بھی تم اپنے رب کی نعمتوں کے منکر ہی رہو گے؟ (تفسیر ابن کثیر،سورہ الرحمٰن،بیروت)

## میٹھے اور کڑوے پانی والے دوسمندروں کے باہم ملے ہوئے ہونے کا بیان

اس کی قدرت کا مظاہرہ دیکھو کہ دوسمندر برابر چل رہے ہیں ایک کھاری پانی کا ہے دوسرا میٹھے پانی کا لیکن نہ اس کا پانی اس میں مل کر اسے کھاری کرتا ہے نہ اس کا میٹھا پانی اس میں مل کر اسے میٹھا کر سکتا ہے بلکہ دونوں اپنی رفتار سے چل رہے ہیں دونوں کے درمیان ایک پردہ حائل ہے نہ وہ اس میں مل سکے نہ وہ اس میں جا سکے یہ اپنی حد میں ہے وہ اپنی حد میں اور قدرتی فاصلہ انہیں الگ الگ کئے ہوئے ہے حالانکہ دونوں پانی ملے ہوئے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ الرحمٰن،بیروت)

| بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ○فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ |
|---|
| ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے۔آگے نہیں بڑھتے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## دوسمندروں کے پانی کا باہم نہ مل سکنے کا بیان

"بَيْنَهمَا بَرْزَخ" حَاجِز مِنْ قُدْرَته تَعَالَى "لَا يَبْغِيَانِ" لَا يَبْغِي وَاحِد مِنْهُمَا عَلَى الْآخَر فَيَخْتَلِط بِهِ،،فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

ان دونوں کے درمیان ایک پردہ ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت ان کے درمیان پردہ ہے۔لہٰذا وہ دونوں آگے نہیں بڑھتے۔یعنی ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے میں مکس نہیں ہو سکتا۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

بینهما ۔ ای بین البحرین ۔ دونوں دریاؤں کے درمیان برزخ:روک۔اوٹ۔دو چیزوں کے درمیان کی حد۔موت سے حشر تک کے عالم کو عالم برزخ کہتے ہیں۔لا یبغین: مضارع منفی تثنیہ مذکر غائب بغی (باب ضرب) مصدر وہ دونوں اپنے حدود سے آگے نہیں بڑھتے۔یعنی اپنی درمیانی حد فاصل سے تجاوز کر کے آپس میں مل نہیں جاتے بلکہ قریب قریب اور متصل بہنے کے

باوجود اپنی علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔

| |
|---|
| يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ |
| ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## موتی اور مرجان کے نکلنے کا بیان

"يَخْرُج" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ "مِنْهُمَا" مِنْ مَجْمُوعهمَا الصَّادِق بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ الْمِلْح "اللُّؤْلُؤ وَالْمَرْجَان" خَرَز أَحْمَر أَوْ صِغَار اللُّؤْلُؤ ،فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

ان دونوں سے موتی اور مرجان نکلتے ہیں۔ یخرج یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔یعنی دونوں کے اکٹھے ہونے سے موتی وہیرے نکلتے ہیں۔لؤلؤ چھوٹے سرخ موتی کو جبکہ مرجان بڑے موتی کو کہتے ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## لؤلؤ اور مرجان کی تفسیر کا بیان

امام ابن جریر یہ بھی فرماتے ہیں کہ آسمان میں جو پانی کا قطرہ ہے اور صدف جو زمین کے دریا میں ہے ان دونوں سے مل کر لؤلؤ پیدا ہوتا ہے واقعہ تو یہ ٹھیک ہے لیکن اس آیت کی تفسیر اس طرح کرنی کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ آیت میں ان دونوں کے درمیان برزخ یعنی آڑ کا ہونا بیان فرمایا گیا ہے جو اس کو اس سے اور اس کو اس سے روکے ہوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں زمین میں ہی ہیں بلکہ ایک دوسرے سے لگے لگے چلتے ہیں مگر قدرت انہیں جدا رکھتی ہے آسمان وزمین کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ برزخ اور حجر نہیں کہا جاتا اس لئے صحیح قول یہی ہے کہ یہ زمین کے دو دریاؤں کا ذکر ہے نہ کہ آسمان اور زمین کے دریا کا۔ان دونوں میں سے یعنی دونوں میں سے ایک میں سے۔ جیسے اور جگہ جن وانس کو خطاب کر کے سوال ہوا ہے کہ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ ظاہر ہے کہ رسول صرف انسان میں سے ہی ہوئے ہیں جنات میں کوئی جن رسول نہیں آیا تو جیسے یہاں اطلاع صحیح ہے حالانکہ وقوع ایک میں ہی ہے اسی طرح اس آیت میں بھی اطلاق دونوں دریا پر ہے اور وقوع ایک میں ہی ہے لؤلؤ یعنی موتی کو کہتے ہیں کہ اور کہا گیا ہے کہ بہترین اور عمدہ موتی کو مرجان کہتے ہیں بعض کہتے ہیں سرخ رنگ جواہر کو کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں سرخ مہرے کا نام ہے اور آیت میں ہے (وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ،فاطر:12) یعنی تم ہر ایک میں سے نکلا ہوا گوشت کھاتے ہو جو تازہ ہوتا ہے اور پہننے کے زیور نکال لیتے ہو تو خیر مچھلی تو کھاری اور میٹھے دونوں پانی سے نکلتی ہے اور موتی مونگے صرف کھاری پانی میں سے نکلتے ہیں میٹھے میں سے نہیں نکلتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان کا جو قطرہ سمندر کی سیپ کے منہ میں سیدھا جاتا ہے وہ لؤلؤ بن جاتا ہے

اور جب صدف میں نہیں جاتا تو اس سے عنبر پیدا ہوتا ہے مینہ برستے وقت سیپ اپنا منہ کھول دیتی ہے۔
پس اس نعمت کو بیان فرما کر پھر دریافت فرماتا ہے کہ ایسی ہی بیشمار نعمتیں جس رب کی ہیں تم بھلا کس کس نعمت کی تکذیب کرو گے؟ (تفسیر جامع البیان، سورہ الرحمٰن، بیروت)

لولو کے معنی موتی اور مرجان کے معنی مونگا، یہ بھی قیمتی جواہرات سے ہے، اس میں درخت کے مشابہ شاخیں ہوتی ہے، یہ دونوں چیزیں دریا سے نکلتی ہیں مگر معروف یہ ہے کہ موتی اور جواہرات دریائے شور سے نکلتے ہیں، شیریں دریا سے نہیں، اس آیت میں دونوں سے نکلنا بیان فرمایا ہے، اس کی توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ موتی دونوں ہی دریاؤں میں پیدا ہوتے مگر شیریں دریا سب جاری ہوتے ہیں ان سے موتی کا نکالنا آسان نہیں اور شیریں دریا سب جا کر دریائے شور میں گر جاتے ہیں، وہیں سے موتی نکالے جاتے ہیں، اس لئے موتیوں کا منبع دریائے شور کو کہا جاتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| --- |
| اور اسی کے ہیں بادبان اٹھائے ہوئے جہاز سمندر میں، جو پہاڑوں کی طرح ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## سمندروں میں پہاڑوں کی مانند کشتیوں کا بیان

"وَلَهُ الْجَوَارِ" السُّفُن "الْمُنْشَآت" الْمُحْدَثَات "فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ" كَالْجِبَالِ عِظَمًا وَارْتِفَاعًا، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

اور اسی کے ہیں بادبان اٹھائے ہوئے جہاز سمندر میں، جو پہاڑوں کی طرح ہیں۔ یعنی بڑے ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

جواری، جاریہ کی جمع ہے، اس کے ایک معنی کشتی کے بھی آتے ہیں وہی یہاں مراد ہیں، منشئت، نشاء سے مشتق ہے جس کے معنی ابھرنے اور بلند ہونے کے ہیں، مراد کشتیوں کے بادبان ہیں جو جھنڈوں کی طرح اونچے اور بلند بنائے جاتے ہیں، اس میں کشتی کی صنعت اور اس کے پانی کے اوپر چلنے کی حکمت کا بیان ہے۔ جن چیزوں سے وہ کشتیاں بنائی گئیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کیں اور ان کو ترکیب دینے اور کشتی بنانے اور صناعی کرنے کی عقل بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا کی اور دریاؤں میں ان کشتیوں کا چلنا اور تیرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الرحمٰن، لاہور)

| كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ |
| --- |
| ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے۔ |

## زمین میں ہونے والی ہر چیز کے فنا ہو جانے کا بیان

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا" أَيْ الْأَرْض مِنْ الْحَيَوَان "فَان" هَالِك وَعَبَّرَ بِمَنْ تَغْلِيبًا لِلْعُقَلَاءِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ

رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ،

ہر کوئی جو بھی زمین پر ہے فنا ہو جانے والا ہے۔یعنی جو بھی حیوان ہے۔پس وہ اگر وہ ہلاک ہوا اور اس کو بہ طور غلبہ اہل عقل کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

فرماتا ہے کہ زمین کی کل مخلوق فنا ہونے والی ہے ایک دن آئے گا کہ اس پر کچھ نہ ہوگا کل جاندار مخلوق کو موت آ جائے گی اسی طرح کل آسمان والے بھی موت کا مزہ چکھیں گے مگر جسے اللہ چاہے صرف اللہ کی ذات باقی رہ جائے گی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک ہے جو موت وفوت سے پاک ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں اولا تو پیدائش عالم کا ذکر فرمایا پھر ان کی فنا کا بیان کیا۔

## انبیائے کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کی سلامتی کا بیان

حضرت اوس بن اوس بیان کرتے ہیں کہ سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جمعہ کا دن تمہارے لئے بہترین دنوں میں سے ہے۔(کیونکہ) اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق کی گئی اسی دن ان کی روح قبض کی گئی،اسی دن (دوسرا) صور پھونکا جائے گا۔(جس کی آواز سے مردے زندہ ہو کر میدان حشر میں جمع ہوں گے)۔) اسی دن (پہلا) صور پھونکا جائے گا (جس کی آواز سے قیامت قائم ہوگی اور تمام مخلوق فنا کے گھاٹ اتر جائے گی) لہٰذا اس دن تم لوگ مجھ پر زیادہ درود بھیجو کیونکہ تمہارے درود میرے سامنے پیش کئے جائینگے۔صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کس طرح پیش کئے جائیں گے۔جب کہ (ہمارے درود بھیجے کے وقت) آپ کی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی؟ راوی فرماتے ہیں کہ لفظ ارمت سے صحابہ کی مراد لفظ بلیت تھی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک بوسیدہ ہو چکا ہوگا۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے زمین کے لئے انبیاء کرام کے جسم حرام کر دیئے ہیں۔(یعنی انبیاء کے جسم زمین فنا نہیں کرتی۔

(سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، دارمی، بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1334)

## صفت فنا اور صفت بقا کے مفہوم تصوف کا بیان

یہ صفتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہیں چنانچہ آپ اسی طریقت کے رہنماؤں کے امام ہیں آپ کا دل اغیار سے خالی تھا جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پاک کے وقت کاشانہ مقدسہ میں دل شکستہ ہو کر جمع ہوئے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے جس نے بھی یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔اس وقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا؛خبردار ہو جاؤ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا ہے تو بے شک وہ زندہ ہے جسے موت نہیں ہے۔اس وقت آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہی ہیں آپ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں پس اگر آپ وصال فرمائیں یا شہید ہو جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے۔

مطلب یہ تھا کہ جس کے معبود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو وہ وصال فرما گئے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کی عبادت کرتا تھا وہ زندہ ہے ہرگز اس پر موت نہیں آنی ہے یعنی جس کا فانی سے پیوستہ ہوتا ہے تو وہ فانی تو فنا ہو جاتا ہے اور اس کا رنج باقی رہ جاتا ہے لیکن جس کا دل حضرت سبحانہ تعالیٰ سے لگا ہوا ہو تو جب نفس فنا ہو جاتا ہے تو وہ دل باقی کے ساتھ رہتا ہے پس جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت کی آنکھ سے دیکھا (اور آپ کو اپنے جیسا بشر سمجھا) تو جب آپ نے دنیا سے وصال فرمایا تو اب اس کے دل سے وہ تعظیم جاتی رہی جو موجود تھی اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت کی آنکھ سے دیکھا۔

تو اس کیلئے آپ کا وصال فرمانا یا دنیا میں رہنا برابر ہے کیونکہ اس نے آپ کی موجودگی اور حالت بقا کو حق تعالیٰ کے بقا کے ساتھ اور آپ کے وصال کو حق تعالیٰ سے واصل و فنا اور پلٹنے والی چیزوں سے روگرداں ہو کر پلٹانے والے وجود کو محول یعنی پلٹانے والی ذات کے ساتھ قائم دیکھا اور حق تعالیٰ کی جس طرح تعظیم و تکریم کی جاتی ہے اسی طرح اس نے وجود واصل کی تعظیم و تکریم کی اور دل کی راہیں کسی مخلوق کیلئے نہ کھولیں اور اپنی نظریں کسی غیر کی طرف نہ پھیلائیں کیونکہ جس نے مخلوق کی طرف نظر اٹھائی وہ ہلاک ہوا اور جس نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا وہ مالک ہوا۔ (کشف المحجوب ص ۷۱، نوری بک ڈپو لاہور)

صفت بندگی کی فنا، صفت حق کی بقاء کے ساتھ ہے اور یہ صفت حق ہے اور اس کے ظاہری رسم و حالت بندہ کی دائمی ریاضت و مجاہدہ کا تقاضہ کرتی ہے اور دائمی ریاضت و مجاہدہ بندہ کا ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے (اصل میں بندے کا یہ عمل اجر کے بقاء کی وجہ سے باقی رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اچھے عمل کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کرتا) اس مفہوم و معنی کو اس طرح سمجھو کہ حق تعالیٰ نے بندے کو روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے اب روزہ رکھنے کی وجہ سے بندہ روزہ دار کہلائے گا تو وہ روزہ از روئے ظاہر بندہ کی صفت ہوئی لیکن حقیقت کے اعتبار سے وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خبر دی کہ "الصوم لی و انا اجزی بہ" روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزاء دوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ میرے لئے ہے اور جو اس کے مفعولات ہیں وہ سب اسکی ملکیت ہیں۔ (کشف المحجوب ص ۷۷، لاہور)

| |
|---|
| وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ٥ |
| اور آپ کے رب ہی کی ذات باقی رہے گی جو صاحب عظمت و جلال اور صاحب انعام و اکرام ہے۔ |
| تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## اللہ کی ذات کے لئے بقاء کا بیان

"وَيَبْقَى وَجه رَبِّك" ذَاته "ذُو الْجَلَال" الْعَظَمَة "وَالْإِكْرَام" لِلْمُؤْمِنِينَ بِأَنْعُمِهِ عَلَيْهِمْ، ۔فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

اور آپ کے رب ہی کی ذات باقی رہے گی جو صاحب عظمت و جلال اور صاحب انعام و اکرام ہے۔ کیونکہ اس نے اہل

ایمان پر انعام کیا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

وجہ سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک ذات حق سبحانہ وتعالیٰ ہے اور ربک میں ضمیر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے، یہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اعزاز واکرام ہے کہ آپ کو خاص مقام مدح میں کہیں تو عبدہ کا خطاب ہوا ہے اور کہیں رب الارباب نے اپنی ذات کی نسبت حضور کی طرف کر کے ربک سے خطاب فرمایا ہے۔

مشہور تفسیر کے مطابق معنی آیت کے یہ ہو گئے کہ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے جن میں جن وانس بھی داخل ہیں سب کے سب فانی ہیں، باقی رہنے والی ایک ہی ذات حق جل وعلا شانہ کی ہے۔

فانی ہونے سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں اس وقت بھی اپنی ذات میں فانی ہیں، ان میں دوام وبقاء کی صلاحیت نہیں اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ قیامت کے روز یہ سب چیزیں فنا ہو جائیں گی۔

اور بعض حضرات مفسرین نے وَجْهُ رَبِّكَ کی تفسیر جہت اور سمت سے کی ہے، اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہو جائیں گے کہ کل موجودات میں بقا صرف اس چیز کو ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب میں ہے اس میں اس کی ذات وصفات بھی داخل ہیں اور مخلوقات کے اعمال واحوال میں جس چیز کا تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ بھی شامل ہے، جس کا حاصل یہ ہوگا کہ انسان اور جن اور فرشتے جو کام اللہ کے لئے کرتے ہیں وہ کام بھی باقی ہے وہ فنا نہیں ہوگا (کذا فی المظھری والقرطبی والروح) اور اس مفہوم کی تائید قرآن مجید کی ایک آیت سے بھی ہوتی ہے مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ "یعنی جو کچھ تمہارے پاس ہے مال ودولت ہو یا قوت وطاقت یا راحت وکلفت یا کسی کی محبت وعداوت یہ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے" اللہ کے پاس انسان کے اعمال واحوال میں سے وہ چیز ہے جس کا تعلق حق تعالیٰ سے ہے کہ اس کو فنا نہیں، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ یعنی وہ رب صاحب عظمت وجلال بھی ہے اور صاحب اکرام بھی، صاحب اکرام ہونے کا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ درحقیقت ہر اکرام واعزاز کا مستحق تنہا وہی ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ خود صاحب عظمت وجلال ہونے کے باوجود عام دنیا کے بادشاہوں اور عظمت والوں کی طرح نہیں کہ ان کو دوسروں کی اور غریبوں کی طرف التفات وتوجہ نہ ہو، بلکہ وہ عظمت وجلال کے ساتھ اپنی مخلوقات کا بھی اکرام کرتا ہے، کہ ان کو عطاء وجود کے بعد طرح طرح کی بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہے اور ان کی درخواستیں اور دعائیں سنتا ہے، اگلی آیت اسی دوسرے معنی کی شہادت دیتی ہے اور یہ لفظ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ حق تعالیٰ کی ان خاص صفات میں سے ہے کہ ان کو ذکر کر کے انسان جو دعا مانگتا ہے قبول ہوتی ہے، ترمذی، نسائی اور مسند احمد میں ربیعہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الظوا بیا ذا الجلال والاکرام، الظوا، الظاظ سے مشتق ہے، جس کے معنی لازم پکڑنے کے ہیں، مراد حدیث کی یہ ہے کہ اپنی دعاؤں میں يَا ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ کو یاد رکھو اور اس کے ساتھ دعا کیا کرو (کیونکہ وہ اقرب الی القبول ہے۔ (تفسیر مظہری، سورۃ الرحمٰن، لاہور)

## صفت جلالت واکرام کے اظہار سے دعا مانگنے کا بیان

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب (فرض نماز کا) سلام پھیر لیتے تھے تو صرف اس دعا کے بقدر بیٹھتے تھے اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذای الجلال و الاکرام۔ (رواہ صحیح مسلم) اے اللہ! تو سالم ہے (یعنی تمام عیوب سے پاک ہے) اور تجھی سے (بندوں کی تمام آفات سے) سلامتی ہے۔ اے بزرگی وبخشش والے تو برتر ہے۔" (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 926)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں ان کے سلام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اسی قدر بیٹھتے تھے کہ یہ دعا پڑھ لیں۔ لیکن جن فرض نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں۔ جیسے فجر، عصر، ان کے سلام پھیرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے زیادہ بیٹھنا بھی ثابت ہے، چنانچہ اسی بناء پر علماء کرام لکھتے ہیں کہ ان نمازوں کے بعد طلوع آفتاب وغروب آفتاب تک ذکر میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ سلام کے بعد "نہ بیٹھنے" کی ایک توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیئت نماز میں صرف اتنی ہی دیر تک بیٹھے رہتے کہ یہ دعا پڑھ لیں یا یہ کہ آپ اکثر و بیشتر صرف اسی قدر بیٹھتے تھے۔

## لفظ ذوالجلال والاکرام سے دعا مانگنے کا بیان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے سنا جو اس طرح کہہ رہا تھا اے اللہ میں تجھ سے پوری نعمت مانگتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پوری نعمت کیا چیز ہے؟ اس شخص نے کہا یہ دعا ہے جس کے ذریعہ میں زیادہ مال کے حصول کی امید رکھتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نادان! جان لے جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے نجات پانا پوری نعمت ہے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دعا مانگتے سنا جو بارگاہ حق میں ان الفاظ کے ذریعہ عرض رساں تھا یا ذالجلال والاکرام یعنی اے بزرگی وبخشش کے مالک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہاری دعا قبول کی گئی لہٰذا جو مانگنا ہو مانگ لو۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا ایک شخص یہ دعا مانگ رہا تھا اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم تو اللہ تعالیٰ سے بلا مانگ رہے ہو۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ تم اس سے عافیت مانگو۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلددوم: حدیث نمبر 963)

| |
|---|
| يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ |
| سب اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہ ہر آن نئی شان میں ہوتا ہے۔ |
| تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## زمین وآسمان کی ساری مخلوق کے محتاج ہونے کا بیان

"يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ" بِنُطْقٍ أَوْ حَالٍ : مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ مِنَ الْقُوَّةِ عَلَى الْعِبَادَةِ وَالرِّزْقِ وَالْمَغْفِرَةِ وَغَيْرِ ذَلِكَ "كُلَّ يَوْمٍ" وَقْتٍ "هُوَ فِي شَأْنٍ" أَمْرٍ يُظْهِرُهُ عَلَى وَفْقِ مَا قَدَّرَهُ فِي الْأَزَلِ مِنْ إِحْيَاءٍ وَإِمَاتَةٍ وَإِعْزَازٍ وَإِذْلَالٍ وَإِغْنَاءٍ وَإِعْدَامٍ وَإِجَابَةِ دَاعٍ وَإِعْطَاءِ سَائِلٍ وَغَيْرِ ذَلِكَ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

سب اسی سے مانگتے ہیں جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ یعنی زبان سے بول کر یا حالت سے مانگتے ہیں۔ یعنی جس چیز کی ان کو ضرورت ہوتی ہے اگرچہ وہ عبادت کی توفیق ہو اور رزق ہو اور مغفرت وغیرہ ہو۔ وہ ہر آن یعنی ہر وقت نئی شان میں ہوتا ہے۔ یعنی وہ امر ظاہر کرتا ہے جس کو اس نے ازل میں لکھ دیا ہے جس طرح زندگی دینا اور موت دینا ہے عزت دینا ہے اور ذلت دینا ہے اور مالدار کرتا ہے اور مفلس کرتا ہے اور دعا مانگنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہے اور سوال کرنے والے کو دیتا ہے وغیرہ ذلک، تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## سورت الرحمٰن آیت ۲۹ کے شان نزول کا بیان

کہا گیا ہے کہ یہ آیت یہود کے رد میں نازل ہوئی جو کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سنیچر کے روز کوئی کام نہیں کرتا، ان کے قول کا بطلان ظاہر فرمایا گیا، منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے اس آیت کے معنی دریافت کئے اس نے ایک روز کی مہلت چاہی اور نہایت متفکر و مغموم ہو کر اپنے مکان پر آیا، اس کے ایک حبشی غلام نے وزیر کو پریشان دیکھ کر کہا: اے میرے آقا آپ کو کیا مصیبت پیش آئی، بیان کیجئے، وزیر نے بیان کیا تو غلام نے کہا کہ اس کے معنی بادشاہ کو میں سمجھا دوں گا۔

وزیر نے اس کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو غلام نے کہا کہ اے بادشاہ اللہ کی شان یہ ہے کہ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور مردے سے زندہ نکالتا ہے اور زندے سے مردہ اور بیمار کو تندرستی دیتا ہے اور تندرست کو بیمار کرتا ہے، مصیبت زدہ کو رہائی دیتا ہے اور بے غموں کو مصیبت میں مبتلا کرتا ہے، عزت والوں کو ذلیل کرتا ہے، ذلیلوں کو عزت دیتا ہے، مالداروں کو محتاج کرتا ہے، محتاجوں کو مالدار، بادشاہ نے غلام کا جواب پسند کیا اور وزیر کو حکم دیا کہ اس غلام کو خلعتِ وزارت پہنائے، غلام نے وزیر سے کہا اے آقا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک شان ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ الرحمٰن، لاہور)

## ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے راحت طلب کرتی ہے

زمین وآسمان کی ساری مخلوقات حق تعالیٰ کی محتاج ہیں اور اسی سے اپنی حاجات مانگتی ہیں، زمین والے اپنے مناسب حاجات رزق اور صحت وعافیت اور آرام وراحت پھر آخرت کی مغفرت وراحت اور جنت مانگتے ہیں، آسمان والے اگرچہ کھاتے پیتے نہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت کے ہر وقت محتاج ہیں، وہ بھی رحمت ومغفرت وغیرہ اپنی حاجات کے طلب گار رہتے ہیں، آگے کُلَّ یَوْمٍ اسی یَسْئَلُ کا ظرف ہے، یعنی ان کے سوالات اور درخواستیں حق تعالیٰ سے ہر روز رہتی ہیں اور یوم اور روز سے مراد بھی عرفی

دن نہیں، بلکہ مطلقاً وقت مراد ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ساری مخلوقات مختلف خطوں، مختلف زبانوں میں اس سے اپنی اپنی حاجات ہروقت مانگتی رہتی ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ پوری مخلوقات ارضی وسمائی اوران کے ایک ایک فرد کی بے شمار حاجتیں اور وہ بھی ہر گھڑی ہر آن سوائے اس عظمت وجلال والے قادر مطلق کے کون سن سکتا ہے اور کون ان کو پورا کرسکتا ہے، اسی لئے کُلَّ یَوْمٍ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ھُوَ فِی شَانٍ یعنی ہروقت ہرلحظہ حق تعالیٰ کی ایک خاص شان ہوتی ہے وہ کسی کو زندہ کرتا ہے، کسی کو موت دیتا ہے، کسی کو عزت دیتا ہے کسی کو ذلت دیتا ہے، کسی تندرست کو بیمار اور کسی بیمار کو تندرست کرتا ہے، کسی مصیبت زدہ کو مصیبت سے نجات دیتا ہے کسی غم زدہ رونے والے کو ہنسا دیتا ہے، کسی سائل کو اس کی مانگی ہوئی چیز عطا کردیتا ہے، کسی کا گناہ معاف کرکے جنت میں داخل ہونے کا مستحق بنا دیتا ہے، کسی قوم کو بلند وصاحب اقتدار بنا دیتا ہے کسی قوم کو پست وذلیل کردیتا ہے، غرض ہر آن ہر لحمہ حق تعالیٰ جل شانہ کی ایک خاص شان ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○ |
| اے ہردوگروہان (اِنس وجن!) ہم عنقریب تمہارے حساب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## انس وجن کے دونوں گروہوں سے خطاب کا بیان

"سَنَفْرُغُ لَكُمْ" سَنَقْصِدُ لِحِسَابِكُمْ "اَيُّهَا الثَّقَلَانِ" الْاِنْس وَالْجِنّ. فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

اے ہردوگروہان (اِنس وجن!) ہم عنقریب تمہارے حساب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## ثقلان کے مفہوم کا بیان

ثقلان ثقل کا تثنیہ ہے جس کے معنی وزن اور بوجھ کے ہیں، ثقلان دو بوجھ، مراد اس سے انسان اور جنات ہیں، لفظ ثقل عربی زبان میں ہر ایسی چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس کا وزن اور قدر وقیمت معروف ہو، اسی لئے حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، انی تارك فيكم الثقلين الخ یعنی میں اپنے بعد دو وزن دار قابل قدر چیزیں چھوڑتا ہوں، جو تمہاری ہدایت واصلاح کا کام دیتی رہیں گی، ان دونوں چیزوں کا بیان بعض روایات میں کتاب اللہ وعترتی آیا ہے، بعض میں کتاب اللہ وسنتی اور حاصل دونوں کا ایک ہی ہے کیونکہ عترت سے مراد اپنی اولاد ہے جس میں نسبی اور روحانی دونوں قسم کی اولاد شامل ہے، اس لئے مراد سب صحابہ کرام ہوئے اور معنی حدیث کے یہ ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دو چیزیں مسلمانوں کی ہدایت واصلاح کا ذریعہ ہوں گی، ایک اللہ کی کتاب دوسرے آپ کے صحابہ کرام اور معاملات واحکام میں ان کا تعامل اور جس روایت میں عترت کی جگہ سنت آیا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات جو صحابہ کرام کے واسطے سے مسلمانوں کو پہنچی ہیں۔

بہرحال اس حدیث میں ثقلین سے مراد دو وزن دار قابل قدر چیزیں ہیں، آیت مذکورہ میں جن وانس کی دونوں نوعوں کو ثقلین اسی مفہوم کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ زمین پر بسنے رہنے والی سب ذی روح چیزوں میں جن وانس سب سے زیادہ وزن دار اور قابل قدر ہیں

اور سنفرغ، فراغ سے مشتق ہے، جس کے معنی کسی شغل سے فارغ اور خالی ہونے کے ہیں، فراغ کا مقابل لغت میں شغل ہے اور لفظ فراغ دو چیزوں کی خبر دیتا ہے اول یہ کہ کسی شغل میں مشغول تھا، دوسرے یہ کہ اب اس شغل کو ختم کر کے فارغ ہو گیا، یہ دونوں باتیں مخلوقات میں تو معروف و مشہور ہیں، انسان کبھی ایک شغل میں لگا ہوا ہوتا ہے پھر اس سے فارغ ہو جاتا ہے مگر حق تعالیٰ جل شانہ ان دونوں سے بری ہیں نہ ان کو ایک شغل دوسرے شغل سے مانع ہوتا ہے نہ وہ کبھی اس طرح فارغ ہوتے ہیں جس طرح انسان فارغ ہوا کرتا ہے۔

اس لئے آیت مذکورہ میں سنفرغ کا لفظ ایک تشبیہ واستعارہ کے طور پر لایا گیا ہے جو عام انسانوں میں رائج ہے کہ کسی کام کی اہمیت بتلانے کے لئے کہا جاتا ہے کہ ہم اس کام کے لئے فارغ ہو گئے یعنی اب پوری توجہ اسی کام پر ہے اور جو آدمی کسی کام پر اپنی پوری توجہ خرچ کرتا ہے اس کے لئے محاورہ میں کہا جاتا ہے کہ اس کو تو اس کے سوا کوئی کام نہیں۔ اس سے پہلی آیت میں جو یہ مذکور تھا کہ آسمان وزمین کی ساری مخلوقات اور ان کا ایک ایک فرد حق تعالیٰ سے اپنی حاجات مانگتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر حال میں ان کی درخواست پورا کرنے کے لحاظ سے ایک خاص شان میں ہوتے ہیں، آیت سنفرغ لکم الخ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز درخواستوں اور ان کے قبول اور ان پر عمل کا سب سلسلہ بند ہو جائے گا اس وقت کام صرف ایک رہ جائے گا اور شیون مختلفہ میں سے صرف ایک شان ہو گی، یعنی حساب و کتاب اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## لوگوں کے حساب کا وقت آجانے کا بیان

فرمایا گیا ہے کہ صرف تمہاری طرف پوری توجہ فرمانے کا زمانہ قریب آ گیا ہے اب کھرے کھرے فیصلے ہو جائیں گے اسے کوئی اور چیز مشغول نہ کرے گی بلکہ صرف تمہارا حساب ہی ہوگا، محاورہ عرب کے مطابق یہ کلام کیا گیا ہے جیسے غصہ کے وقت کوئی کسی سے کہتا ہے اچھا فرصت میں تجھ سے نپٹ لوں گا، تو یہ معنی نہیں کہ اس وقت مشغول ہوں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ایک خاص وقت تجھ سے نمٹنے کا نکالوں گا اور تیری غفلت میں تجھے پکڑ لوں گا۔ (ثقلین) سے مراد انسان اور جن ہیں جیسے ایک حدیث میں ہے اسے سوائے ثقلین کے ہر چیز سنتی ہے اور دوسری حدیث میں ہے سوائے انسانوں اور جنوں کے اور حدیث صور میں صاف ہے کہ ثقلین یعنی جن و انس پھر تم اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کا انکار کر سکتے ہو؟ (تفسیر جامع البیان، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ |
| فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ |
| اے گروہ جن وانس! اگر تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل سکو تو تم نکل جاؤ، |
| تم جس مقام پر بھی نکل کر جاؤ گے وہاں بھی اسی کی سلطنت ہوگی۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## زمین وآسمان میں ہر جگہ اسی کی بادشاہت کا بیان

"یَا مَعْشَر الْجِنّ وَالْإِنْس إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا" تَخْرُجُوا "مِنْ أَقْطَار" نَوَاحِي "السَّمَاوَات

وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا " أَمْر تَعْجِيز "لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ " بِقُوَّةٍ وَلَا قُوَّة لَكُمْ عَلَى ذَلِكَ ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

اے گروہ جن وانس! اگر تم اس بات پر قدرت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل سکو تو تم نکل جاؤ، تم جس مقام پر بھی نکل کر جاؤ گے، یہاں امر عجز کیلئے آیا ہے۔ وہاں بھی اسی کی سلطنت ہوگی۔ لہٰذا تمہیں وہاں سے نکل سکنے کی وئی طاقت نہیں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

اے جنو اور انسانو! تم اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر سے بھاگ کر بچ نہیں سکتے بلکہ وہ تم سب کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے اس کا ہر ہر حکم تم پر بیروک جاری ہے جہاں جاؤ اسی کی سلطنت ہے حقیقتا یہ میدان محشر میں واقع ہوگا کہ مخلوقات کو ہر طرف سے فرشتے احاطہ کئے ہوئے ہوں گے چاروں جانب ان کی سات سات صفیں ہوں گی کوئی شخص بغیر دلیل کے ادھر سے ادھر نہ ہو سکے گا اور دلیل سوائے امر الٰہی یعنی حکم اللہ کے اور کچھ نہیں انسان اس دن کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کدھر ہے؟ لیکن جواب ملے گا کہ آج تو رب کے سامنے ہی کھڑا ہونے کی جگہ ہے۔

## جن وانس کیلئے موت وحساب سے کوئی فرار نہ ہونے کا بیان

اس آیت میں یہ بتلانا منظور ہے کہ روز جزاء کی حاضری اور حساب اعمال سے کوئی شخص راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا، کسی کی مجال نہیں جو موت سے یا روز قیامت کے حساب سے کہیں بھاگ کر بچ نکلے، اس آیت میں ثقلین کے بجائے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ کے صریح نام ذکر فرمائے اور جن کو انس پر مقدم کیا، شاید اس میں اشارہ اس طرف ہو کہ آسمان وزمین کے اقطار سے پار نکل جانا بڑی قوت وقدرت چاہتا ہے، جنات کو حق تعالیٰ نے ایسے امور کی قوت انسان سے زیادہ بخشی ہے، اس لئے جن کے ذکر کو مقدم کیا گیا، مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے جنات اور انسانو! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ ہم کہیں بھاگ جائیں گے اور اس طرح ملک الموت کے تصرف سے بچ جائیں یا میدان حشر سے بھاگ کر نکل جائیں گے اور حساب کتاب سے بچ جائیں گے تو لو اپنی قوت آزما دیکھو، اگر تمہیں اس پر قدرت ہے کہ آسمان وزمین کے دائروں سے باہر نکل جاؤ تو نکل کر دکھلاؤ، یہ کوئی آسان کام نہیں، اس کے لئے تو بہت بڑی قوت وقدرت درکار ہے، جو جن وانس کی دونوں قوموں کو حاصل نہیں۔ اس کا حاصل ان کا اقطار سماء وارض سے باہر نکلنے کا امکان واحتمال بتلانا نہیں، بلکہ بطور فرض محال ان کا عاجز ہونا دکھلانا ہے۔ آیت میں مراد اگر موت سے فرار ہے تو یہی دنیا اس کا مصداق ہے کہ کسی کے امکان میں نہیں کہ زمین سے آسمانوں تک کی حدود کو پھلانگ کر باہر نکل جائے اور موت سے بچ جائے، ان حدود کو پار کرنے کا ذکر بھی انسانی خیال کے مطابق کیا گیا ہے، ورنہ بالفرض کوئی آسمانوں کی حدود سے باہر نکل جائے تو اللہ تعالیٰ کے احاطہ قدرت سے بھی باہر نہیں اور اگر مراد محشر کے حساب وکتاب اور جواب دہی سے فرار کا ناممکن ہونا بتلانا ہے، تو اس کی عملی صورت قرآن کریم کی دوسری آیات اور روایات حدیث میں یہ ہے کہ قیامت کے روز آسمان شق ہو کر سب فرشتے زمین کے کناروں پر آ جائیں گے اور ہر طرف سے محاصرہ ہوگا جن وانس قیامت کی ہولناک چیزوں کو دیکھ کر مختلف سمتوں میں بھاگیں گے، ہر سمت میں

فرشتوں کا محاصرہ دیکھ کر پھر اپنی جگہ لوٹ آئیں گے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ |
| تم دونوں پر آگ کے خالص شعلے بھیج دیئے جائیں گے اور دھواں اور تم دونوں ان سے بچ نہ سکو گے۔ |
| تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## آگ سے شواظ ونحاس کو بھیجنے کا بیان

"يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِنْ نَار" هُوَ لَهبهَا الْخَالِص مِنْ الدُّخَان أَوْ مَعَهُ "وَنُحَاس" أَيْ دُخَان لَا لَهَب فِيهِ "فَلَا تَنْتَصِرَانِ" تَمْتَنِعَانِ مِنْ ذَلِكَ بَلْ يَسُوقكُمْ إِلَى الْمَحْشَر، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

تم دونوں پر آگ کے خالص شعلے بھیج دیئے جائیں گے اور دھواں، یہاں پر لفظ شواظ وہ دھواں ہے جس میں شعلہ نہ ہو اور یا دھوئیں کے ساتھ۔ اور نحاس وہ دھواں ہیں جس میں شعلہ نہ ہو۔ اور تم دونوں ان سے بچ نہ سکو گے یعنی اس سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ تمہیں محشر کی ہانک کر لے جائیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## شواظ ونحاس کے مفہوم کا بیان

(شواظ) کے معنی آگ کے شعلے جو دھواں ملے ہوئے سبز رنگ کے جھلسا دینے والے ہوں۔ بعض کہتے ہیں بیدھوئیں کا آگ کا اوپر کا شعلہ جو اس طرح لپکتا ہے کہ گویا پانی کی موج ہے (نحاس) کہتے ہیں دھوئیں کو، یہ لفظ نون کے زبر سے بھی آتا ہے لیکن یہاں قرأت نون کے پیش سے ہی ہے۔ نابغہ کے شعر میں بھی یہ لفظ اسی معنی میں ہے ہاں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ شواظ سے مراد وہ شعلہ ہے جس میں دھواں نہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سند میں امیہ بن صلت کا شعر پڑھ کر سنایا۔ اور نحاس کے معنی آپ نے کئے ہیں محض دھواں جس میں شعلہ نہ ہو اور اس کی شہادت میں بھی ایک عربی شعر نابغہ کا پڑھ کر سنایا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں نحاس سے مراد پیتل ہے جو پگھلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا۔ بہرصورت مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت کے دن میدان محشر سے بھاگنا چاہو تو میرے فرشتے اور جہنم کے داروغے تم پر آگ برسا کر دھواں چھوڑ کر تمہارے سر پر پگھلا ہوا پیتل بہا کر تمہیں واپس لوٹا لائیں گے تم نہ ان کا مقابلہ کر سکتے ہو نہ انہیں دفع کر سکتے ہو نہ ان سے انتقام لے سکتے ہو۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت سے انکار کرو گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ٥ |
| پھر جب آسمان پھٹ جائے گا، تو وہ سرخ چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## قیام قیامت کے وقت آسمان کے دروازوں کو کھول دینے کا بیان

"فَإِذَا انْشَقَّتِ السَّمَاء " انْفَرَجَتْ أَبْوَابًا لِنُزُولِ الْمَلَائِكَة "فَكَانَتْ وَرْدَة " أَيْ مِثْلهَا مُحْمَرَّة "كَالدِّهَانِ" كَالْأَدِيمِ الْأَحْمَر عَلَى خِلَاف الْعَهْد بِهَا وَجَوَاب إِذَا فَمَا أَعْظَم الْهَوْل، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

پھر جب آسمان پھٹ جائے گا، یعنی فرشتوں کے نازل ہونے کیلئے دروازوں کو کھول دیا جائے گا۔ تو وہ سرخ چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ جس طرح سرخ چمڑے کا کا رنگ خلاف عہد کے سبب ہو جاتا ہے اور یہاں پر اذا کا جواب **فما اعظم الهول** یہ محذوف ہے یعنی وہ منظر کتنا ہلا دینے والا ہوگا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی کیا حال ہوگا اس وقت جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے گا لال چمڑے کی طرح۔ یعنی آگ کی تپش اور گرمی سے آسمان اس طرح سرخ ہو جائے گا، جیسا کہ سرخ چمڑا (قالہ ابن عباس، روح، خازن وغیرہ)

اور بعض نے اس کے معنی تیل کی تلچھت کے کیے ہیں، کہ اس روز آسمان اس طرح مختلف رنگ بدلے گا کہ کبھی سرخ ہوگا، کبھی زرد اور کبھی سبز ہوگا۔ (جامع البیان، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## محشر میں جمع کرتے وقت سوال و جواب نہ ہونے کا بیان

"فَيَوْمَئِذٍ لَا يُسْأَل عَنْ ذَنْبه إِنْس وَلَا جَانّ " عَنْ ذَنْبه وَيُسْأَلُونَ فِي وَقْت آخَر "فَوَرَبِّك لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ " وَالْجَانّ هُنَا وَفِيمَا سَيَأْتِي بِمَعْنَى الْجِنّ وَالْإِنْس فِيهِمَا بِمَعْنَى الْإِنْسِيّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

پھر اس دن نہ کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق پوچھا جائے گا اور نہ کسی جن سے اس کے گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ بلکہ ان سے دوسرے وقت میں پوچھا جائے گا۔ جس طرح یہ فرمان الٰہی ہے کہ آپ کے رب کی قسم ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے۔ یہاں پر لفظ جاَن ہے جس میں معنی جن آتے ہیں اور انس میں معنی انسی آتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## قیامت کے دن تین بار حساب کیلئے پیش ہونے کا بیان

حضرت حسن بصری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن لوگوں کو (اللہ تعالیٰ کے سامنے) تین مرتبہ پیش کیا جائے گا اور دو مرتبہ تو بحث و جرح اور عذر آرائی ہوگی

اور جب تیسری مرتبہ پیش ہوں گے تو اس وقت (چونکہ حساب، کتاب اور پوچھ گچھ کا مرحلہ نمٹ چکا ہوگا اس لئے) اعمال نامے اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائیں گے پس ان میں سے کچھ لوگ (کہ جو اہل سعادت اور خوش نصیب ہوں گے اپنے دائیں ہاتھوں میں اعمال نامے لیں گے اور کچھ لوگ (کہ جو اہل شقاوت اور بد بخت ہوں گے) اپنے بائیں ہاتھوں میں اعمال نامے لیں گے اس روایت کو امام احمد اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ روایت اس اعتبار سے صحیح نہیں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت حسن بصری کا سماع ثابت نہیں ہے بعض محدثین نے اس روایت کو حضرت حسن بصری سے اور انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 131)

دو مرتبہ تو بحث و جرح اور عذر آرائی ہوگی۔" کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ پہلی مرتبہ پیش ہوں گے تو اس وقت وہ اپنے گناہ و معصیت اور اپنی بدعملیوں کا اقرار و اعتراف نہیں کرینگے اور اپنے آپ کو مستوجب عذاب ہونے سے بچانے کی کوشش کریں گے یعنی حق تعالیٰ کے سامنے بحث و مباحثہ کریں گے اور کہیں گے کہ ہم تک کسی بھی نبی نے آپ کے احکام نہیں پہنچائے اور نہ کسی نے ہمیں یہ بتایا کہ ہمارا کون سا عمل درست ہے اور کون سا عمل نادرست! اور جب ہم تک ہدایت پہنچی ہی نہیں اور ہمارے سامنے برائی اور بھلائی کے راستوں کو واضح ہی نہیں کیا گیا تو ہمارے خلاف بدعملیوں اور گناہوں کی فرد جرم کیوں عائد ہو؟ لیکن جب اللہ تعالیٰ مختلف دلائل اور گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت فرمادے گا کہ ان تک ہدایت کا پیغام پہنچایا تھا اور مختلف زمانوں میں اس کے پیغمبر اور رسول ان کے پاس اللہ کے احکام پہنچاتے رہے تھے جن کو انہوں نے یا تو قبول نہیں کیا یا ان پر صحیح طرح سے عمل نہیں کیا تو دوسری مرتبہ کی پیشی کے وقت وہ اپنے گناہوں اور اپنی بدعملیوں کا اقرار و اعتراف کریں گے اور پھر عذر آرائی کرنے لگیں کے مثلاً کوئی تو یوں کہے گا کہ میں نے از راہ سہو خطا کاروں کا راستہ اختیار کر لیا تھا، کوئی یوں کہے گا کہ میں جہالت و غفلت کے اندھیروں میں کھو گیا تھا اور اس کی وجہ سے ہدایت کے راستہ پر نہیں چل سکا اور کوئی یوں کہے گا کہ میں تیری رحمت کی امید پر کوتاہ عمل اور غفلت کا شکار ہو گیا تھا، غرض کہ ہر ایک اسی طرح کے عذر بیان کرے گا۔

اور پھر تیسری مرتبہ جب لوگوں کے تمام معاملات منقح ہو کر سامنے آجائیں گے اور ہر ایک کے عقیدہ و عمل کی چھان بین پوری ہو جائے گی تو پھر آخری فیصلہ ظاہر ہو جائے گا اور سب کے سامنے اہل ہدایت اور ضلالت کے درمیان فرق و امتیاز بالکل واضح ہو جائے گا جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ جنت کی سعادت سے نوازے جانے والے ہوں گے ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے اور جن کو دوزخ میں ڈالا جانا ہوگا ان کے نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں پہنچا دیئے جائیں گے۔

## قیامت کے دن مجرمین کی پہچان ہو جانے کا بیان

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ اس دن کسی مجرم سے اس کا جرم نہ پوچھا جائے گا جیسے ایک اور آیت میں ہے (هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ، المرسلات:35)، یہ وہ دن ہے کہ بات نہ کریں گے نہ انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر معذرت کریں۔ ہاں اور آیات میں ان کا بولنا عذر کرنا ان سے حساب لیا جانا وغیرہ بھی بیان ہوا ہے فرمان ہے آیت (فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ، الحجر:92)

تیرے رب کی قسم ہم سب سے سوال کریں گے اور ان کے تمام کاموں کی پرسش کریں گے۔ تو مطلب یہ ہے کہ ایک موقعہ پر یہ ہے پرسش ہوئی حساب کتاب ہوا عذر معذرت ختم کر دی گئی اب منہ پر مہر لگ گئی ہاتھ پاؤں اور اعضاء جسم نے گواہی دی پھر پوچھ گچھ کی ضرورت نہ رہی عذر معذرت توڑ دی گئی۔ اور یہ تطبیق بھی ہے کہ کسی سے نہ پوچھا جائے گا کہ فلاں عمل کیا؟ یا نہیں کیا؟ کیونکہ اللہ کو جو خوب معلوم ہے اس سے جو سوال ہوگا وہ یہ کہ ایسا کیوں کیا؟ تیسرا قول یہ ہے کہ فرشتے پوچھیں گے نہیں وہ تو چہرہ دیکھتے ہی پہچان لیں گے اور جہنمی کو زنجیروں میں باندھ کر اوندھے گھسیٹ کر جہنم واصل کر دیں گے جیسے اس کے بعد ہی فرمایا کہ یہ گنہگار اپنے چہروں اور اپنی خاص علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے چہرے سیاہ ہوں گے آنکھیں کیری ہوں گی ٹھیک اسی طرح مومنوں کے چہرے بھی الگ ممتاز ہوں گے۔ ان کے اعضائے وضو چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ گنہگاروں کو پیشانیوں اور قدموں سے پکڑا جائے گا اور جہنم میں ڈال دیا جائے گا جس طرح بڑی لکڑی کو دو طرف سے پکڑ کر تنور میں جھونک دیا جاتا ہے پیٹھ کی طرف زنجیر لا کر گردن اور پاؤں ایک کر کے باندھ دیے جائیں گے۔ کمر توڑ دی جائے گی اور قدم اور پیشانی ملا دیجائے گی اور جکڑ دیا جائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ۝فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ |
| مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لئے جائیں گے پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے |
| پکڑ کر کھینچا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## قیامت کے دن پیشانیوں سے مجرموں کے پہچانے جانے کا بیان

"يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ " سَوَاد الْوُجُوه وَزُرْقَة الْعُيُون "فَيُؤْخَذ بِالنَّوَاصِي وَالْأَقْدَام" "فَبِأَيِّ آلَاء رَبّكُمَا تُكَذِّبَانِ" تُضَمّ نَاصِيَة كُلّ مِنْهُمْ إلَى قَدَمَيْهِ مِنْ خَلْف أَوْ قُدَّام وَيُلْقَى فِي النَّار وَيُقَال لَهُمْ : "هَذِهِ جَهَنَّم الَّتِي يُكَذِّب بِهَا الْمُجْرِمُونَ"،

مجرم لوگ اپنے چہروں کی سیاہی سے پہچان لئے جائیں گے یعنی ان کے چہرے سیاہ ہوں گے اور آنکھیں نیلی ہوں گی۔ پس انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر کھینچا جائے گا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ یعنی ان میں سے ہر ایک کی پیشانی آگے اور پیچھے سے قدموں سے ملا دی جائے گی اور انہیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ دوزخ ہے جس کا مجرمین سے وعدہ کیا گیا تھا۔

سیماء کے معنی علامت کے ہیں، حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ اس روز مجرمین جن کو جہنم میں ڈالنے کا فیصلہ ہوگا ان کی علامت یہ ہوگی کہ چہرے سیاہ اور آنکھیں نیلگوں ہوں گی، رنج و غم سے چہرے فق ہوں گے، فرشتے اسی علامت کے ذریعہ ان کو پکڑیں گے۔

نواصی ناصیۃ کی جمع ہے پیشانی کے بالوں کو کہا جاتا ہے نواصی اور اقدام سے پکڑنے کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو سر کے بال پکڑ کر گھسیٹا جائے گا، کسی کا ٹانگیں پکڑ کر یا کبھی اس طرح کبھی اس طرح گھسیٹا جائے گا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں کو ایک جگہ جکڑ دیا جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## دوزخیوں کے اجسام کے بڑا ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر دوزخی کی کھال بیالیس ہاتھ موٹی ہوگی، اس کے دانت احد پہاڑ کے برابر ہوں گے اور دوزخ میں اس کے بیٹھنے کی جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر ہوگی۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 240)

ایک روایت میں بیالیس ہاتھ کی وضاحت کے لئے بذرع الجبار کے الفاظ بھی منقول ہیں یعنی ہاتھ بھی کونسا، ایک لمبے چوڑے شخص کا ہاتھ اوپر کی حدیث میں کافر دوزخی کے بیٹھنے جگہ مدینہ اور ربذہ کے درمیانی فاصلہ کے برابر بیان فرمائی گئی ہے جب کہ اس حدیث میں مکہ اور مدینہ کے درمیانی فاصلہ کا ذکر ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے کہ مقدار کا یہ فرق واختلاف دراصل کافر دوزخی کو دیئے جانے والے عذاب میں فرق واختلاف کی بنیاد پر ہے کہ جو کافر سخت ترین عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت بھی اسی اعتبار سے لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لحاظ سے بیٹھنے کی جگہ بھی زیادہ لمبی چوڑی ہوگی اور جو کافر نسبتاً ہلکے عذاب کا مستوجب ہوگا اس کی جسامت نسبتاً کم لمبی چوڑی ہوگی اور اسی لہٰذا سے اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی کم لمبی چوڑی ہوگی اسی پر کھال وغیرہ کی مقدار اختلاف کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری)

| |
|---|
| هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ |
| فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان |
| چکر کاٹتے رہیں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## اہل دوزخ کا گرم پانی کے گرد چکر کاٹنے کا بیان

"يَطُوْفُوْنَ" يَسْعَوْنَ "بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْم" مَاء حَارّ "آنٍ" شَدِيد الْحَرَارَة يُسْقَوْنَهُ إذَا اسْتَغَاثُوا مِنْ حَرّ النَّار وَهُوَ مَنْقُوص كَقَاضٍ،، فَبِأَيِّ آلاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

یہی ہے وہ جہنم جسے مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ اس کے درمیان اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر کاٹتے رہیں گے۔ لفظ حار سخت حرارت کو کہتے ہیں۔ یعنی آگ کی گرمی سے جب فریاد کریں گے تو انہیں گرم پانی پلایا جائے گا۔ اور وہ منقوص جس سے کا

قاض آیا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## اہل جہنم سے جاری ہونے والے پانی کی شدت کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ کے احاطہ کے لئے چار دیواریں ہوں گی جن میں سے ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی مسافت کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخیوں کے زخموں سے جو زرد پانی بہے گا (یعنی خراب خون اور پیپ) اگر اس کا ڈول بھر کر دنیا میں انڈیل دیا جائے تو یقیناً تمام دنیا والے سڑ جائیں۔ (ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ، آل عمران:102) تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا اگر (دوزخ کے) زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کردے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 246)

حق تقاتہ (جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے) کا مطلب یہ ہے، واجبات کو بجالانا اور سیأات سے پرہیز کرنا۔ حضرت ابن مسعود نے ان الفاظ کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ۔ **هو ان يطاع فلا يعصى ويشكر فلايكفر ويذكر فلا ينسى** ۔ وہ (اللہ سے ڈرنے کا حق) یہ ہے کہ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور کسی حال میں اس کی نافرمانی نہ کی جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے اور کسی بھی حال میں کفران نعمت نہ کیا جائے، اس کو یاد کیا جائے اور کسی بھی حال میں اس کو بھولا نہ جائے۔

امام حاکم نے یہ تفسیر و وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی ہے، اسی طرح ابن مردویہ اور ابن حاتم نے بھی اور محدثین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، بہر حال اگر یہ الفاظ حق تقاتہ کمال تقویٰ کو بیان کرنے کے لئے ہیں (یعنی یہ کہا جائے کہ "حق تقاتہ" سے مراد کمال تقویٰ ہے) تو پھر کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا اور اگر ان الفاظ کو اصل تقویٰ کی تعبیر قرار دیا جائے تو پھر یہ کہا جائے گا کہ یہ آیت قرآن ہی کی اس دوسری آیت (فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ،التغابن:16) کے ذریعہ منسوخ ہے کیونکہ اصل تقویٰ یعنی حق تعالیٰ سے اس کے مرتبہ کے لائق خشیت بھلا کون بشر اختیار کرسکتا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد جو مضمون ارشاد فرمایا وہ اس آیت کے ساتھ کیا مناسبت رکھتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل تقوی، عذاب دوزخ سے سلامت و محفوظ رکھنے کا سبب ہے اور تقویٰ اختیار نہ کرنا گویا عذاب دوزخ میں گرفتار ہونا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مناسبت سے دوزخ کے بعض عذاب کا ذکر کرنا مناسب سمجھا۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرنے والے کیلئے دو جنتیں ہونے کا بیان

"وَلِمَنْ خَافَ " أَیْ لِكُلٍّ مِنْهُمْ أَوْ لِمَجْمُوعِهِمْ "مَقَامَ رَبِّهٖ " قِيَامَه بَيْنَ يَدَيْهِ لِلْحِسَابِ فَتَرَكَ مَعْصِيَته،فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے یعنی ان میں ہر ایک کیلئے یا دونوں کے مجموعہ کیلئے ، جو حساب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور نافرمانی کو چھوڑ دیتا ہے۔اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## سورت الرحمٰن آیت ۴۶ کے شان نزول کا بیان

ابن شوذب اور عطا خراسانی فرماتے ہیں آیت (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ،الرحمٰن:46) حضرت صدیق اکبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، حضرت عطیہ بن قیس فرماتے ہیں یہ آیت اس شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے کہا تھا مجھے آگ میں جلا دینا تاکہ میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈانے پر نہ ملوں یہ کلمہ کہنے کے بعد ایک رات ایک دن توبہ کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اسے جنت میں لے گیا۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے۔

حضرت ابن عباس وغیرہ کا قول بھی یہی ہے۔مطلب یہ ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کا ڈر اپنے دل میں رکھتا ہے اور اپنے آپ کو نفس کی خواہشوں سے بچاتا ہے اور سرکشی نہیں کرتا زندگانی دنیا کے پیچھے پڑ کر آخرت سے غفلت نہیں کرتا بلکہ آخرت کی فکر زیادہ کرتا ہے اور اسے بہتر اور پائدار سمجھتا ہے فرائض بجالاتا ہے محرمات سے رکتا ہے قیامت کے دن اسے ایک چھوڑ دو دو جنتیں ملیں گی۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ الرحمٰن،بیروت)

## سونے چاندی کی ۲،۲ جنتیں ہونے کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کا عرض ایک اور روایت میں ہے کہ "جس کا طول ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہوگا،اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس (مومن) کے اہل خانہ ہونگے اور ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ان سب اہل خانہ کے پاس مومن آتا جاتا رہے گا۔(مومن کے لئے) دو جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، باسن (مکانات ومحلات اور خانہ داری کے دوسرے ضروری وآرائشی سامان تخت کرسی میز پلنگ، جھاڑ، فانوس، یہاں تک درخت وغیرہ) سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتوں کے برتن باسن اور ان میں ہر چیز سونے کی ہوگی اور جنت العدن میں جنتیوں اور

پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے پردہ کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔
(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 183)

یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ زیادہ صحیح اس روایت کے الفاظ ہیں جس میں اس خیمہ کا عرض ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر بیان کیا گیا ہے یا اس روایت کے الفاظ زیادہ صحیح ہیں جس میں خیمہ کے طول کو ساتھ کوس کی مسافت کے بقدر بتایا گیا ہے، اصل مقصد اس خیمہ کی وسعت و کشادگی کو بیان کرنا ہے جو دونوں روایتوں سے حاصل ہو جاتا ہے، اگر یہ کہا جائے کہ اس خیمہ کی چوڑائی ساتھ کوس کے بقدر ہے تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی لمبائی کتنی زیادہ ہوگی اور اگر یہ کہا جائے کہ اس کی لمبائی ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہے تو اس پر قیاس کر کے اس کی چوڑائی کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔ "اہل خانہ" سے مراد بیوی وغیرہ ہیں۔

اور ایک شارح نے لکھا ہے کہ "اہل" سے مراد بیویاں ہیں جو اس مومن کو وہاں ملیں گی اور جن سے وہ جنسی لذت حاصل کرے گا، چنانچہ "آتا جاتا رہے گا" کے الفاظ کے ذریعہ اسی بات کو کنایہ بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ مومن اپنی ان بیویوں کے ساتھ جنسی اختلاط کرتا رہے گا۔ اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو جنتیں خالص چاندی کی اور دو جنتیں خالص سونے کی ہوں گی جب کہ ایک روایت میں جنت کی عمارتوں اور محلات کی تعریف میں بیان کیا گیا ہے کہ ان میں جو اینٹیں لگی ہوں گی ان کی ترتیب یہ ہوگی کہ ایک اینٹ تو سونے کی ہوگی اور ایک اینٹ چاندی کی۔ پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہوگی کہ پہلی روایت میں ان چیزوں کا ذکر ہے جو جنت کے اندر ہوں گی، جیسے برتن، باسن اور دیگر اشیاء چنانچہ ایک جنت میں تو تمام چیزیں سونے کی ہوں گی اور ایک جنت میں تمام چیزیں چاندی کی ہوں گی اور دوسری روایت میں جنت کی عمارتوں کی خوبی بیان کی گئی ہے کہ جنت کی ہر عمارت و محل کی دیوار میں سونے اور چاندی کی اینٹیں ہوں گی۔

جنتوں کی تعداد اور ان کے نام علامہ بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جنتیں چار ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے سورت رحمٰن میں فرمایا ہے۔ (وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ، الرحمٰن: 46) "اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا ہو اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔" اس کے بعد کی آیتوں میں ان دونوں جنتوں کی تعریف و توصیف بیان فرمائی گئی ہے اور پھر ارشاد ہوا۔ (وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ، الرحمٰن: 16) "اور ان دو جنتوں سے کم درجہ میں دو جنتیں اور ہیں۔" پہلی دو جنتوں کی طرح آگے کی آیات میں ان دو جنتوں کی بھی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے رہی حدیث کی بات تو اوپر حضرت ابو موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کہ یہ الفاظ جنتان من فضة انیتهما وما فیها و جنتان من ذهب انیتهما وما فیها اس پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ جنتیں چار ہیں۔

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے کہ جنتان من الذهب للسابقین و جنتان من فضة لا صحاب الیمین۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آیت میں "جنتان" (دو جنتوں) کا جو لفظ ہے اس سے جنت کی دو قسمیں مراد ہوں یعنی ان جنتوں میں سے ایک سونے کی اور دوسری چاندی کی ہوگی۔ حاصل یہ نکلا کہ اصل میں چار جنتیں ہیں، دو سونے کی ہیں جو خاص مقربین کے لئے ہیں اور دو

چاندی کی ہیں جو عام مؤمنین کے لئے ہیں، لیکن یہ بھی واضح رہے کہ "جنتان" کو تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ کا صیغہ ہے مگر بعض موقعوں پر تثنیہ سے کثرت (یعنی دو سے زائد کی تعداد) بھی مراد ہوتی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ "جنتان" سے مراد چار چار جنتیں ہوں اور " کاملین" کو ان دو اصل جنتوں کے علاوہ جو دو جنتیں اور عطا ہوں جو سونے اور چاندی ہی کی ہوں گی اور وہ جنتیں زیبائش وخوشنمائی کے لئے ان کاملین کے محلات کے دائیں بائیں واقع ہوں گی، اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے۔

جن میں جنت کے تعلق سے آٹھ نام ذکر ہوئے ہیں اور وہ یہ ہیں (۱) جنت العدن (۲) جنت الفردوس (۳) جنت الخلد (۴) جنت النعیم (۵) جنت الماوی (۶) دار السلام (۷) دار القرار (۸) دار المقامہ۔ "اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف ان کو دیکھنے۔۔ الخ۔ کے ذریعہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب جنتی لوگ جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ جسمانی حجاب اور طبعی کدورتیں جو بندے اور پروردگار کے دیدار کے درمیان حائل ہوتی ہیں اٹھ جائیں گی مگر ذات مقدس کی کبریائی وعظمت اور ہیبت وجلال کا پردہ باقی رہے گا تاہم اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس پردہ کو بھی اٹھا دے گا یعنی نظروں کو تاب دیدار بخش دے گا اور جنتی لوگ اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

## خوف الٰہی کی کیفیت میں فوت ہونے کیلئے دو جنتیں ہونے کا بیان

حضرت یحییٰ بن ایوب الخزاعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک عبادت گزار نوجوان تھا جس نے مسجد کو لازم کرلیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے بہت خوش تھے اس کا ایک بوڑھا باپ تھا وہ عشاء کی نماز پڑھ کر واپس اپنے باپ کی طرف لوٹ آتا تھا اس کے راستے میں ایک عورت کے گھر کا دروازہ تھا وہ اس پر فریفتہ ہوگئی تھی وہ اس کے راستے میں کھڑی ہو جایا کرتی تھی ایک رات وہ گزرا تو وہ اس کو مسلسل بہکاتی رہی، حتیٰ کہ وہ اس کے ساتھ چلا گیا، جب وہ اس کے دروازے کے پاس پہنچا تو وہ بھی داخل ہوگئی، اس نوجوان نے اللہ کو یاد کرنا شروع کر دیا اور اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہو گئی۔

ترجمہ: بے شک جو لوگ اللہ سے ڈرتے ہیں انہیں اگر شیطان کی طرف سے کوئی خیال چھو بھی جائے تو وہ خبردار ہو جاتے ہیں اور اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ (اعراف، ۲۰۱)

پھر وہ نوجوان بے ہوش ہوگیا اس عورت نے اپنی باندی کو بلایا اور دونوں نے مل کر اس نوجوان کو اٹھایا اور اسے اس کے گھر کے دروازہ پر چھوڑ آئیں، اس کے گھر والے اسے اٹھا کر لے گئے، کافی رات گزرنے کے بعد وہ نوجوان ہوش میں آیا، اس کے باپ نے پوچھا اے بیٹے! تمہیں کیا ہوا تھا۔ اس نے کہا خیر ہے باپ نے پھر پوچھا؟ تو اس نے پورا واقعہ سنایا۔ باپ نے پوچھا بیٹے تم نے کونسی آیت پڑھی تھی؟ تو اس نے اس آیت کو دہرایا جس کو پڑھا تھا۔

وہ پھر بے ہوش ہوگیا گھر والوں نے اسے ہلایا جُلایا لیکن وہ فوت ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کو غسل دیا اور اسے لے جا کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو اس بات کی خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے والد پاس تعزیت کیلئے آئے اور فرمایا: تم

نے مجھے خبر کیوں نہ دی؟ اس کے باپ نے کہا رات کا وقت تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی قبر کی طرف لے چلو، پھر حضرت عمر اور ان کے اصحاب اس کی قبر پر گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے نوجوان! جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کیلئے دو جنتیں ہیں؟ تو اس نوجوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا: اے عمر! مجھے میرے رب عزوجل نے جنت میں دو بار دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔ (مختصر تاریخ دمشق، جامع رقم الحدیث ۱۱۱۴، ج ۱۹، ص ۱۹۰، بیروت)

| |
|---|
| ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ |
| دونوں بہت شاخوں والے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## دو بہت شاخوں والوں کا بیان

"ذَوَاتَا" تَثْنِيَة ذَوَات عَلَى الْأَصْل وَلَامهَا يَاء "أَفْنَان" أَغْصَان جَمْع فَنَن كَطَلَلٍ، ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾

دونوں بہت شاخوں والے ہیں۔ یہاں پر لفظ ذواتا یہ ذات کی تثنیہ ہے اور اس کا لام اصل میں یاء سے آیا ہے۔ اور افنان یہ فنن کی جمع ہے۔ جس طلل یہ طلال کی جمع ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## جنت کے درخت طوبیٰ کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت میں ایک درخت ہے (جس کا نام طوبیٰ ہے) اگر کوئی سوار اس درخت کے سائے میں سو برس تک چلتا رہے تب بھی اس کی مسافت ختم نہ ہوگی اور جنت میں تمہارے کمان کی برابر جگہ ان تمام چیزوں سے بہتر و برتر ہے جن پر آفتاب طلوع یا غروب ہوتا ہے۔

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 182)

جن پر آفتاب طلوع وغروب ہوتا ہے۔" سے مراد تمام دنیا اور دنیا کی تمام چیزیں ہیں۔ "طلوع یا غروب" میں حرف "یا" یا تو راوی کے شک کو ظاہر کرنے کے لئے ہے یا اظہار حیرت کے لئے ہے، یا "اور" کے معنی میں ہے اس طرح کی پہلے جو حدیث گزری ہے اس میں "ایک کوڑے کے برابر جگہ" کا ذکر ہے اور یہاں "ایک کمان کی برابر جگہ" کا ذکر کیا گیا ہے تو دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور یہاں بھی وہی وضاحت پیش نظر رہنی چاہئے جو پہلے بیان ہو چکی ہے، البتہ اس فرق کو سامنے رکھنا چاہئے کہ سفر کے دوران سوار تو اترنے کی جگہ اپنا کوڑا ڈال دیا کرتا تھا اور جو شخص پیدل ہوتا تھا وہ جس جگہ ٹھہرنا چاہتا وہاں اپنی کمان ڈال دیتا تھا تاکہ وہ جگہ اس کے ٹھہرنے کے لئے مخصوص ہو جائے۔

## جنت میں درختوں اور باغات کا بیان

صراح میں لکھا ہے کہ "جنت" کے معنی ہیں باغ بہشت "جنت" اصل میں "ڈھانپنے" کے معنی میں آتا ہے۔ اس مناسبت

سے پہلے اس لفظ کا اطلاق "سایہ دار درختوں" پر ہوتا تھا جو اپنے نیچے کی چیز کو گویا اپنے سائے میں چھپائے اور ڈھانپتے رہتے ہیں، پھر اس لفظ کو "باغ" کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا جو سایہ دار درختوں کا مجموعہ ہوتا ہے اور پھر آخر میں یہ لفظ "ثواب وانعام ملنے کی جگہ یعنی بہشت" کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا، چنانچہ بہشت کو "جنت" اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہاں گھنے درخت اور باغات ہیں جو ہر چیز کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہیں۔

ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ، یہ پہلے دو باغوں کی صفت ہے کہ بہت شاخوں والے ہوں گے، جس کا یہ اثر لازمی ہے کہ ان کا سایہ بھی گھنا ہوگا اور پھل بھی زیادہ ہوگا، دوسرے دو باغ جن کا ذکر آگے آتا ہے ان میں یہ صفت مذکور نہیں، جس سے اس معاملہ میں ان کی کمی کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ افنان۔ فن کی جمع ہے یعنی بہت بڑا اور لمبا ٹہنا یعنی ان دو باغوں کے جتنے درخت ہوں گے ان سب کے دو بڑے بڑے ٹہنے ہوں گے۔ پھر ان ٹہنوں کی چھوٹی چھوٹی ٹہنیاں نکلیں گی۔ اس آیت میں اللہ کی اس قدرت کا اظہار ہے کہ ان باغوں کے درختوں کی نشو ونما میں ایک دوسرے سے پوری طرح یکسانیت اور ہم آہنگی ہوگی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| ان دونوں میں دو چشمے ہیں، جو بہہ رہے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## جنت میں بہنے والے دو چشموں کا بیان

ان دونوں باغوں کی عظمت شان کے بارے میں مزید ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں میں دو عظیم الشان چشمے جاری ہوں گے۔ یعنی دونوں میں سے ہر باغ میں ایک ایک چشمہ ہوگا جو اس کو سیراب کرتا ہوگا اور اہل جنت اپنی مرضی سے اسے جہاں اور جدھر چاہیں گے بہا کر لے جائیں گے، یفجرونھا تفجیرًا ، سو ان دونوں باغوں کے اندر بہنے والے یہ عظیم الشان چشمے ان کی زرخیزی اور شادابی کی ضمانت ہوں گے، اللہ نصیب فرمائے اور محض اپنے فضل وکرم سے نصیب فرمائے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کو تسنیم کہا جائے گا اور دوسرے کو سلسبیل کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا گیا کہ ان دونوں باغوں میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہونگی۔ ایک وہ جو تمہاری دیکھی بھالی ہوگی، اور دوسری وہ جو تم نے ابھی تک دیکھی بھی نہ ہوگی، یا ایک خشک اور دوسری تر، اور دونوں لذت ومزہ اور خوشبو وغیرہ فوائد ومزایا میں ایک جیسے ہوں گے، دنیاوی پھلوں کی طرح نہیں کہ جہاں تازہ پھل خشک پھل کے مقابلے میں زیادہ اچھے ہوتے ہیں۔ (ابن کثیر، ابن جریر، قرطبی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| ان دونوں میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## دنیا کے کڑوے پھل بھی آخرت میں میٹھے ہوں گے

"فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ" فِي الدُّنْيَا اَوْ كُلِّ مَا يُتَفَكَّهُ بِهِ "زَوْجَانِ" نَوْعَانِ رَطْب وَيَابِس وَالْمُرّ

مِنْهُمَا فِی الدُّنْیَا کَالْحَنْظَلِ حُلْو، فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ،
ان دونوں میں یعنی دنیا میں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں۔ یا ہر وہ پھل جس کو کھایا جائے۔ دو اقسام سے مراد بعض تر بعض خشک ہیں اور ان دونوں اقسام میں جو دنیا میں کڑوا ہے وہ آخرت میں میٹھا ہوگا جس طرح حنظلہ ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

پہلے دو باغوں کی صفت میں فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ کے الفاظ سے تمام انواع فواکہ کا ہونا بیان فرمایا ہے، اس کے بالمقابل دوسرے باغوں میں فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ کے بجائے صرف فَاکِهَةٍ کے الفاظ ہیں اور زوجان کے معنی یہ ہیں کہ ہر میوے کی دو دو قسمیں ہوں گی، یہ دو قسمیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خشک و تر کی ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک تو عام معروف و مشہور اور مزے کی ہو اور دوسری غیر معمولی انداز کی۔ (تفسیر مظہری، سورہ الرحمٰن، لاہور)

| |
|---|
| مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ○ |
| ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے، جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں اور دونوں باغوں کا پھل قریب ہے۔ |
| تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## اہل جنت کا بستروں پر تکیہ لگائے بیٹھنے کا بیان

"مُتَّکِئِیْنَ" حَال عَامِله مَحْذُوف أَیْ یَتَنَعَّمُوْنَ "عَلٰی فُرُش بَطَائِنهَا مِنْ إِسْتَبْرَق" مَا غَلُظَ مِنَ الدِّیبَاج وَخَشُنَ وَالظَّهَائِر مِنَ السُّنْدُس "وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ" ثَمَرهمَا "دَانٍ" قَرِیب یَنَالهُ الْقَائِم وَالْقَاعِد وَالْمُضْطَجِع، فَبِأَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ،
ایسے بستروں پر تکیہ لگائے ہوئے، یہاں پر لفظ متکئین یہ حال ہے اور اس کا عامل محذوف ہے یعنی یتنعمون، جن کے استر موٹے ریشم کے ہیں۔ استبرق ریشم کے اس کپڑے کو کہتے ہیں جو دبیز اور کھردرا ہو۔ جبکہ سندس باریک ریشم کے کپڑے کو کہتے ہیں اور دونوں باغوں کا پھل قریب ہے۔ جس کو کھڑا شخص اور بیٹھا شخص اور لیٹنے والا بھی بہ آسانی حاصل کرسکتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## اہل جنت کے انداز راحت و آرام کا بیان

جنتی لوگ بے فکری سے تکئے لگائے ہوئے ہوں گے خواہ لیٹے ہوئے ہوں خواہ با آرام بیٹھے ہوئے تکیہ سے لگے ہوئے ہوں ان کے بچھاؤنے بھی اتنے بڑھیا ہوں گے کہ ان کے اندر کا استر بھی دبیز اور خالص زرین ریشم کا ہوگا پھر اوپر کا ابرا کچھ ایسا ہوگا اسے تم آپ سوچ لو۔

مالک بن دینار اور سفیان ثوری فرماتے ہیں استر کا یہ حال ہے اور ابرا تو محض نورانی ہوگا جو سراسر اظہار رحمت و نور ہوگا۔ پھر اس

پر بہترین گلکاریاں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ان جنتوں کے پھل جنتیوں سے بالکل قریب ہیں۔ جب چاہے جس حال میں چاہیں وہاں سے لے لیں لیٹے ہوں تو بیٹھا ہونے کی اور بیٹھے ہوں تو کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں خود بخود شاخیں جھوم جھوم کر جھکتی رہتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## اہل جنت کے بچھونوں کی بلندی کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وفرش موفوعۃ (اور اونچے اونچے فرش اور بچھونے ہوں گے) کی تفسیر میں فرمایا کہ "ان بچھونوں کی بلندی اتنی ہوگی جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے یعنی پانچ سو برس کا راستہ۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔
(مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 199)

مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجوں میں جو فرش اور بچھونے ہوں گے وہ اتنے اونچے اونچے ہوں گے کہ بظاہر یہ نظر آئے گا کہ وہ آسمان جیسی بلندی تک چلے گئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں جن اونچے اونچے فرش اور بچھونوں کا ذکر ہے وہ جنت کے ان درجات میں بچھے ہوں گے جو زمین سے آسمان تک کی مسافت کے بقدر بلند ہوں گے اور جن کی اس بلندی کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ ان للجنۃ مائۃ درجۃ ما بین کل درجتین کما بین السماء والارض (جنت میں سو درجے ہیں اور ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان۔

بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ "فرش مرفوعۃ" میں لفظ "فرش" سے مراد حوران جنت ہیں اور "مرفوعۃ" سے مراد ان حوران جنت کا حسن و جمال میں دنیا کی عورتوں سے فائق و برتر ہونا ہے، لیکن ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں مومن عورتیں حوروں سے بھی زیادہ حسین و جمیل ہوں گی اور ان کو حوروں پر فضیلت اس نماز روزہ کے سبب حاصل ہوگی جو وہ دنیا میں کرتی تھیں۔

| |
|---|
| فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| اوران میں نیچی نگاہ رکھنے والی ہوں گی جنہیں پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ |
| تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## جنت میں حوروں کے ہونے کا بیان

"فِيهِنَّ" فِي الْجَنَّتَيْنِ وَمَا اشْتَمَلَتَا عَلَيْهِ مِنَ الْعَلَالِيِّ وَالْقُصُور "قَاصِرَات الطَّرْف" الْعَيْن عَلَى أَزْوَاجهنَّ الْمُتَّكِئِينَ مِنَ الْإِنْس وَالْجِنّ "لَمْ يَطْمِثْهُنَّ" يَفْتَضّهُنَّ وَهُنَّ مِنَ الْحُور أَوْ مِنْ نِسَاء الدُّنْيَا الْمُنْشَآت،، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

اوران میں یعنی دونوں جنتیں جو بڑے محلات وعالی شان مکانوں پر مشتمل ہوں گی۔ ان میں نیچی نگاہ رکھنے والی حوریں ہوں گی

جنہیں پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ اور وہ حوریں ہوں گی یا دنیا کی وہ عورتیں ہوں گی۔ جنہیں ولادت کے توسط کے بغیر پیدا کیا گیا۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## جنت کی عورتوں اور حوروں کے اوصاف کا بیان

فرمایا کہ ان فروش پر ان کے ساتھ ان کی بیویاں ہوں گی، جو عفیفہ، پاکدامن، شرمیلی نگاہوں والی ہوں گی اپنے خاوندوں کے سوا کسی پر نظریں نہ ڈالیں گے اور ان کے خاوند بھی ان پر سو جان سے مائل ہوں گے۔ یہ بھی جنت کی کسی چیز کو اپنے ان مومن خاوندوں سے بہتر نہ پائیں گی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یہ حوریں اپنے خاوندوں سے کہیں گی اللہ کی قسم ساری جنت میں میرے لئے تم سے بہتر کوئی چیز نہیں اللہ خوب جانتا ہے کہ میرے دل میں جنت کی کسی چیز کی خواہش ومحبت اتنی نہیں جتنی آپ کی ہے، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو میرے حصے میں کر دیا اور مجھے آپ کی خدمت کا شرف بخشا۔ یہ حوریں کنواری اچھوتی نوجوان ہوں گی ان جنتیوں سے پہلے ان کے پاک جسم کو کسی انس وجن کا ہاتھ بھی نہ لگا۔ یہ آیت بھی مومن جنوں کے جنت میں جانے کی دلیل ہے۔

حضرت ضمرہ بن حبیب سے سوال ہوتا ہے کہ کیا مومن جن بھی جنت میں جائیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں اور جنیہ عورتوں سے ان کے نکاح ہوں گے جیسے انسان کے انسان عورتوں سے۔ پھر یہی آیتیں تلاوت کیں پھر ان حوروں کی تعریف بیان ہو رہی ہے کہ وہ اپنی صفائی خوبی اور حسن میں ایسی ہیں جیسے یاقوت ومرجان، یاقوت سے صفائی میں تشبیہ دی اور مرجان سے بیاض میں پس مرجان سے مراد یہاں لؤلؤ ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اہل جنت کی بیویوں میں سے ہر ایک ایسی ہے کہ ان کی پنڈلی کی سفیدی ستر ستر حلوں کے پہننے کے بعد بھی نظر آتی ہے یہاں تک کہ اندر کا گودا بھی آپ نے آیت (كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ، الرحمٰن:58) پڑھی اور فرمایا دیکھو یاقوت ایک پتھر ہے لیکن قدرت نے اس کی صفائی اور جوت ایسی رکھی ہے کہ اس کے بیچ میں دھاگہ پرو دو تو باہر سے نظر آتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ |
| گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## یاقوت ومرجان کا بیان

"كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوت" مِنْ صَفَاء "وَالْمَرْجَان" اللُّؤْلُؤ بَيَاضًا، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان

گویا وہ حوریں یاقوت اور مرجان ہیں۔ اور لؤلؤ سفید موتی کو کہتے ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## اہل جنت کیلئے کثرت ازواج ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں میں سب سے کم مرتبہ کا جو شخص ہوگا اس کے اسی ہزار خادم اور بہتر بیویاں ہوں گی، (جن میں سے دو بیویاں دنیا کی عورتوں میں سے اور ستر بیویاں حوران جنت میں

سے ہوں گی) اس لئے جو خیمہ کھڑا کیا جائے گا وہ موتی زمرد اور یاقوت سے (بنا ہوگا یا یہ کہ ان چیزوں سے مرصع ومزین) ہوگا۔" اسی اسناد کے ساتھ (حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہونے والی) ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ لوگ جن کو جنت میں داخل کیا جائے گا دنیا میں خواہ چھوٹی عمر میں مریں یا بڑی عمر میں جنت کے اندر تیس تیس سال کی عمر کے ہو کر جائیں گے اور وہ کبھی بھی اس عمر سے زیادہ کے نہیں ہوں گے، یہی معاملہ دوزخیوں کا بھی ہوگا۔" اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں کے سروں پر جو تاج ہوگا اس کا سب سے معمولی موتی بھی ایسا ہوگا کہ مشرق سے مغرب تک کو روشن ومنور کر دے۔" اور اسی اسناد کے ساتھ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر (بالفرض) کوئی مسلمان جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو (اس کی خواہش اس طرح پوری کی جائے گی کہ) بچہ کا حمل قرار پانا، اس کا پیدا ہونا اور اس کا انتہائی عمر (یعنی تیس سال کی عمر) تک پہنچنا سب کچھ ایک ساعت میں عمل پذیر ہو جائے گا۔" حضرت ابواسحاق بن ابراہیم اس آخری روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی مومن جنت میں اولاد کا خواہش مند ہوگا تو اس کی خواہش ایک ساعت میں پوری تو ہو جائے گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی خواہش کوئی بھی نہیں کرے گا اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ ابن ماجہ نے چوتھی روایت نقل کی ہے اور دارمی نے صرف آخر کا حصہ (جو ابواسحق سے منقول ہے) نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 213)

یہی معاملہ دوزخیوں کا بھی ہوگا۔" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اہل جنت تیس تیس سال کی عمر کے ہو کر جنت میں داخل ہوں گے خواہ وہ دنیا میں چھوٹی عمر میں مرے ہوں یا بڑی عمر میں، اسی طرح دوزخی بھی تیس تیس سال ہی کی عمر کے ہو کر دوزخ میں جائیں گے اور جنتیوں کی طرح وہ دوزخی بھی ہمیشہ تیس ہی سال کی عمر کے رہیں گے واضح رہے کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے لئے ہمیشہ کی عمر تیس سال مقرر ہونا شاید اس لئے ہو کہ جو مستحق چین وراحت ہوں انہیں کامل راحت نصیب ہو سکے اور جو مستحق عذاب ہوں انہیں کامل عذاب ملے، پس جس طرح اہل جنت دارالقرار میں ہمیشہ ہمیشہ اپنی اس بھری عمر کے ساتھ راحت وچین کا پورا سکھ اٹھاتے رہیں گے اسی طرح اہل دوزخ دارالبوار میں ہمیشہ ہمیشہ اپنی بھری عمر کے ساتھ عذاب وسختی کا پورا دکھ جھیلتے رہیں گے۔

| |
|---|
| هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## نیکی کا بدلہ نیکی ہونے کا بیان

"هَلْ" مَا "جَزَاءُ الْاِحْسَانِ" بِالطَّاعَةِ "اِلَّا الْاِحْسَانُ" بِالنَّعِيمِ، فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ
نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا یعنی طاعت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

یعنی جس نے دنیا میں نیکی کی اس کی جزا آخرت میں احسان الٰہی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا قائل ہو اور شریعت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عامل، اس کی جزا جنت ہے۔

## کلمہ طیبہ پر یقین رکھنے والے کا خاتمہ باعث جنت ہے

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص لَا اِلٰہ اِلَّا اللہ کا یقین رکھتے ہوئے مرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 139)

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہ تھی اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں، پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں نے عرض کیا میں حاضر ہوں، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم (! پھر تھوڑی دور چلے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس کے بعد پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر چلتے رہے پھر فرمایا اے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے؟ بشرطیکہ وہ ایسا کریں یعنی شرک نہ کریں، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 146)

## کلمہ طیبہ پر فوت ہونے والے کیلئے جنت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے ہمارے ساتھ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور دیر تک تشریف نہ لائے ہم ڈر گئے کہ کہیں (اللہ نہ کرے) آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو۔ اس لئے ہم گھبرا کر کھڑے ہو گئے سب سے پہلے مجھے گھبراہٹ ہوئی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ بنی نجار کے باغ تک پہنچ گیا ہر چند باغ کے چاروں طرف گھوما مگر اندر جانے کا کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک نالہ دکھائی دیا جو بیرونی کنوئیں سے باغ کے اندر جارہا تھا میں اسی نالہ میں سمٹ کر گھر کے اندر داخل ہوا اور آپ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کا کیا حال ہے؟ آپ ہمارے سامنے تشریف فرما تھے اور اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے اور دیر ہو گئی تو ہمیں ڈر ہوا کہ کہیں کوئی حادثہ نہ گزرا ہو اس لئے ہم گھبرا گئے۔ سب سے پہلے مجھے ہی گھبراہٹ ہوئی (تلاش کرتے کرتے) اس باغ تک پہنچ گیا اور لومڑی کی طرح سمٹ کر (نالہ کے راستہ سے) اندر آ گیا اور لوگ میرے پیچھے ہیں۔ آپ نے اپنے نعلین مبارک مجھے دے کر فرمایا ابوہریرہ! میری یہ دونوں نعلین (بطور نشانی) کے لے جاؤ اور جو شخص باغ کے باہر دل

کے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا ملے اس کو جنت کی بشارت دے دو۔ (میں نے حکم کی تعمیل کی) سب سے پہلے مجھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے۔ انہوں نے کہا اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جوتیاں ہیں۔ آپ نے مجھے یہ نعلین دے کر بھیجا ہے کہ جو مجھے دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوا ملے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کو جنت کی بشارت دے دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر ہاتھ سے میرے سینے پر ایک ضرب رسید کی جس کی وجہ سے میں سرینوں کے بل گر پڑا۔ کہنے لگے اے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ! لوٹ جا۔ میں لوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور میں رو پڑنے کے قریب تھا۔ میرے پیچھے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آ پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میری ملاقات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور جو پیغام آپ نے مجھے دے کر بھیجا تھا میں نے ان کو پہنچا دیا۔ انہوں نے میرے سینے پر ایک ضرب رسید کی جس کی وجہ سے میں سرینوں کے بل گر پڑا اور کہنے لگے لوٹ جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر تم نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! کیا آپ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نعلین دے کر حکم دیا تھا کہ جو شخص دل کے یقین کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے اس کو جنت کی بشارت دے دینا۔ فرمایا ہاں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا آپ ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے خوف ہے کہ لوگ (عمل کرنا چھوڑ دیں گے) اور اسی فرمان پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ ان کو عمل کرنے دیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (اچھا تو) رہنے دو۔

(صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 150)

| |
|---|
| وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| اور ان دو کے علاوہ اور دو باغ ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## خوف خدا والے کیلئے جنت کے کئی باغات ہونے کا بیان

"وَمِنْ دُونِهِمَا" مِنْ دُونِ الْجَنَّتَيْنِ الْمَذْكُورَتَيْنِ "جَنَّتَانِ" أَيْضًا لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّه، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

اور ان دو مذکورہ باغوں کے علاوہ اور دو باغ ہیں۔ یعنی اس شخص کیلئے جو اپنے رب سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## اہل تقویٰ کیلئے مزید دو جنتیں ہونے کا بیان

یہ دونوں جنتیں ہیں جن کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان جنتوں سے کم مرتبہ ہیں جن کا ذکر پہلے گذرا اور وہ حدیث بھی بیان ہو چکی جس میں ہے دو جنتیں سونے کی اور دو چاندی کی۔ پہلی دو تو مقربین خاص کی جگہ ہیں اور یہ دوسری دو اصحاب یمین کی الغرض درجے

اور فضیلت میں یہ دوان دو سے کم ہیں جس کی دلیلیں بہت سی ہیں ایک یہ کہ ان کا ذکر اور صف ان سے پہلے بیان ہوئی اور یہ تقدیم بیان بھی دلیل ہے ان کی فضیلت کی، پھر یہاں آیت (وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ، الرحمٰن:62) فرمانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ ان سے کم مرتبہ ہیں وہاں ان کی تعریف میں آیت (ذَوَاتَـآ اَفْـنَـانٍ ، الرحمٰن:48) یعنی بکثرت مختلف مزے کے میووں والی شاخ دار۔

یہاں فرمایا آیت:

(مُدْهَامَّتٰنِ ، الرحمٰن:64) یعنی پانی کی پوری تری سے سیاہ ابن عباس فرماتے ہیں سبز، محمد بن کعب فرماتے ہیں سبزی سے پُر، قتادہ فرماتے ہیں اس قدر پھل پکے ہوئے تیار ہیں کہ وہ ساری جنت سرسبز معلوم ہو رہی ہے الغرض وہاں شاخوں کی پھیلاوٹ بیان ہوئی یہاں درختوں کی کثرت بیان فرمائی گئی تو ظاہر ہے کہ اس میں اور اس میں بھی بہت فرق ہے ان کی نہروں کی بابت لفظ آیت (تجریان) ہے اور یہاں لفظ آیت (فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ، الرحمٰن:66) ہے یعنی ابلنے والی اور یہ ظاہر ہے کہ نضخ سے جری یعنی ابلنے سے بہنا بہت بر تری والا ہے حضرت ضحاک فرماتے ہیں یعنی پُر ہیں پانی رکتا نہیں اور لیجئے وہاں فرمایا تھا کہ ہر قسم کے میووں کے جوڑے ہیں اور یہاں فرمایا ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں تو ظاہر ہے کہ پہلے کے الفاظ عمومیت کے لئے ہوئے ہیں وہ قسم کے اعتبار سے اور کیفیت کے اعتبار سے بھی اس سے افضلیت رکھتے ہیں کیونکہ یہاں لفظ فاکھہ گو نکرہ ہے لیکن سیاق میں اثبات کے ہے اس لئے عام نہ ہوگا اسی لئے بطور تفسیر کے بعد میں نخل و رمان کہہ دیا۔ جیسے عطف خاص عام پر ہوتا ہے امام بخاری وغیرہ کی تحقیق بھی یہی ہے کھجور اور انار کو خاصتہ اس لئے ذکر کیا کہ اور میووں پر انہیں شرف ہے۔

| |
|---|
| مُدْهَآمَّـتٰنِ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۝ |
| وہ دونوں گہری سبز رنگت میں سیاہی مائل لگتی ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## گہرے سبز رنگ میں ہونے کا بیان

"مُدْهَامَّتَانِ" سَوْدَاوَانِ مِنْ شِدَّةِ خُضْرَتِهِمَا، فَبِاَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

وہ دونوں گہری سبز رنگت میں سیاہی مائل لگتی ہیں۔ یعنی سبزی کی شدت کے سبب وہ گہری سبز ہوں گی۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

ہاں پہلی جنتوں کی حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں یہاں ان کے لئے یہ نہیں فرمایا گیا پھر سوال ہوا کہ حوروں کے اوصاف میں اتنا جملہ وہاں تھا کہ وہ یاقوت و مرجان جیسی ہیں، یہاں ان کے لئے یہ نہیں فرمایا گیا پھر سوال ہوا کہ تمہیں رب کی کس کس نعمت کا انکار ہے؟ یعنی کسی نعمت کا انکار نہ کرنا چاہیے یہ جنتی سبز رنگ اعلیٰ قیمتی فرشوں غالیچوں اور تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے تخت ہوں گے اور تختوں پر پاکیزہ اعلیٰ فرش ہوں گے اور بہترین منقش تکئے لگے ہوئے ہوں گے یہ تخت یہ فرش یہ تکئے جنت کے باغیچوں اور ان کی کیاریوں پر ہوں گے اور یہی ان کے فرش ہوں گے کوئی سرخ رنگ ہوگا کوئی زرد رنگ اور کوئی سبز رنگ جنتیوں کے کپڑے بھی ایسے ہی اعلیٰ اور بالا ہوں گے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے انہیں تشبیہ دی جاسکے یہ

بسترے مخملی ہوں گے جو بہت نرم اور بالکل خالص ہوں گے کئی کئی رنگ کے ملے جلے نقش ان میں بنے ہوئے ہوں گے ابو عبیدہ فرماتے ہیں عبقرہ ایک جگہ کا نام ہے جہاں منقش بہترین کپڑے بنے جاتے تھے۔

| |
|---|
| فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ |
| وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ |
| ان دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |
| ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## پانی کے چشموں کے فوارہ مارنے کا بیان

"فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتَانِ" فَوَّارَتَانِ بِالْمَاءِ ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ "فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْل وَرُمَّان" هُمَا مِنْهَا وَقِيلَ مِنْ غَيْرِهَا ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ

ان دونوں میں جوش مارتے ہوئے دو چشمے ہیں۔یعنی جو پانی کے فوارے مارتے ہوں گے۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ان دونوں میں پھل اور کھجوروں کے درخت اور انار ہیں۔تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## جنت میں ہونے والے پھلوں کا بیان

مسند عبد بن حمید میں ہے یہودیوں نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا ہاں ہیں انہوں نے پوچھا کیا جنتی دنیا کی طرح وہاں بھی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں بلکہ بہت کچھ زیادہ اور بہت کچھ زیادہ انہوں نے کہا پھر وہاں فضلہ بھی نکلے گا؟ آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ پسینہ آ کر سب ہضم ہو جائے گا۔

ابن ابی حاتم کی ایک مرفوع حدیث میں ہے جنتی کھجور کے درختوں کے ریش کا جنتیوں کا لباس بنائیں گے۔یہ سرخ رنگ سونے کے ہوں گے اس کے تنے سبز زمرد میں ہوں گے اس کے پھل شہد سے زیادہ میٹھے اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گے گٹھلی بالکل نہ ہوگی۔ایک اور حدیث میں ہے کہ میں نے جنت کے انار دیکھے اتنے بڑے تھے جیسے اونٹ مع ہودج۔خیرات کے معنی بہ کثرت اور بہت حسین نہایت نیک خلق اور بہتر خلق ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ معنی مروی ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ حور عین :۔اشعار پڑھیں گی ان میں یہ بھی ہوگا ہم خوش خلق خوبصورت ہیں جو بزرگ خاوندوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔

یہ لفظ تشدید سے بھی پڑھا گیا ہے پھر سوال ہوتا ہے کہ اب تم اپنے رب کی کس کس نعمت کی تکذیب کرتے ہو؟ حوریں ہیں جو خیموں میں رہتی سہتی ہیں یہاں بھی وہی فرق ملاحظہ ہو کہ وہاں تو فرمایا تھا کہ خود وہ حوریں اپنی نگاہ نیچی رکھتی ہیں اور یہاں فرمایا ان کی نگاہیں نیچی کی گئی ہیں، پس اپنے آپ ایک کام کرنا اور دوسرے سے کرایا جانا ان دونوں میں کس قدر فرق ہے گو پردہ دونوں صورتوں

میں حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ہر مسلمان کے لئے خیرہ یعنی نیک اور بہترین نورانی حور اور ہر خیرہ کے لئے خیمہ ہے اور خیمہ کے چار دروازے ہیں جن میں سے ہر روز تحفہ کرامت ہدیہ اور انعام آتا رہتا ہے۔ نہ وہاں کوئی فساد ہے نہ سختی نہ گندگی نہ بدبو۔ حوروں کی صحبت ہے جو اچھوتے صاف سفید چمکیلے موتیوں جیسی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہے در مجوف، جس کا عرض ساٹھ میل کا ہے اس کے ہر ہر کونے میں جنتی کی بیویاں ہیں جو دوسرے کونے والیوں کو نظر نہیں آتیں مومن ان سب کے پاس آتا جاتا رہے گا۔

دوسری روایت میں چوڑائی کا تیس میل ہونا مروی ہے یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں بھی ہے حضرت ابودرداء فرماتے ہیں خیمہ ایک ہی لولو کا ہے جس میں ستر دروازے موتی کے ہیں ابن عباس فرماتے ہیں جنت میں ایک خیمہ ہوگا جو ایک موتی کا بنا ہوا ہوگا چار فرسخ چوڑا جس کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور چوکھٹیں سب کی سونے کی ہوں گی ایک مرفوع حدیث میں ہے ادنیٰ درجے کے جنتی کے اسی ہزار خادم ہوں گے اور بہتر بیویاں ہوں گی اور لولو زبرجد کا محل ہوگا جو جابیہ سے صنعاء تک پہنچے پھر فرماتا ہے ان بیمثل حسینوں کے پنڈے اچھوتے ہیں کسی جن وانس کا گذران کے پاس سے نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، بیروت)

| |
|---|
| فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ |
| فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ |
| ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ ایسی حوریں |
| جو خیموں میں پردہ نشین ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## پردہ نشین حوروں کا بیان

"فِيهِنَّ" أَيِ الْجَنَّتَيْنِ وَمَا فِيهِمَا "خَيْرَات" أَخلَاقهَا خَيِّرَة "حِسَان" حَسَنَة الْوُجُوه، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، "حُور" شَدِيدَات سَوَاد الْعُيُون وَبَيَاضهَا "مَقْصُورَات" مَسْتُورَات "فِي الْخِيَام" خِيَام مِنْ دُرّ مُجَوَّف مُضَافَة إلَى الْقُصُور شَبِيهَة بِالْخُدُورِ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَان

ان میں کئی خوب سیرت، خوبصورت عورتیں ہیں یعنی جن اخلاق اچھے ہوں گے اور چہرے خوبصورت ہوں گے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ ایسی حوریں جو خیموں میں پردہ نشین ہیں۔ جن کی آنکھوں کی سیاہی زیادہ سیاہ جبکہ سفیدی زیادہ سفید ہوگی۔ اور خیام در مجوف کو کہتے ہیں۔ ان کو خیموں کی طرف مضاف اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ اوڑھنی کے مشابہ ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## خیام میں ہونے والی حورات مقصورات کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رمضان کے استقبال کے لئے جنت شروع سال سے آخر سال تک اپنی زیب وزینت کرتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب چنانچہ جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کئے نیچے جنت کے درختوں کے پتوں سے حورعین کے سر پر ہوا چلتی ہے۔

پھر حوریں کہتی ہیں اے ہمارے پروردگار! اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے شوہر بنادے کہ ان (کی صحبت وہم نشینی کے سرور و کیف) ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہمارے دیدار و وصل سے ٹھنڈک پائیں۔ (یہ تینوں روایتیں بیہقی شعب الایمان میں درج کی ہیں)۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 471)

تشریح شروع سال سے مراد محرم کا ابتدائی دن ہے لیکن یہ بھی بعید نہیں کہ جنت در مضان کے اعتبار سے شروع سال سے مراد شوال کا ابتدائی دن ہو۔ حاصل یہ کہ رمضان اور رمضان کی برکات یعنی کثرت ومغفرت اور بلندی درجات وغیرہ کے آنے کی خوشی میں جنت تمام سال اپنا بناؤ سنگار کرتی ہے۔ اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے شوہر بنادے، بندہ سے اللہ کے وہ نیک وفرمانبردار بندے مراد ہیں جو رمضان کے دنوں میں روزہ رکھتے ہیں اور راتوں میں نماز تراویح میں مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ جو بندہ رمضان میں روزہ رکھتا ہے تو اس کے ہر دن کے روزہ کے بدلے میں اسے موتیوں کے خیمے میں حورعین میں سے ایک زوجہ عطا کی جاتی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے حور مقصورات فی الخیام۔

| |
|---|
| لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى |
| رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۞ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۞ |
| انہیں پہلے نہ کسی انسان ہی نے ہاتھ سے چھوا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |
| وہ ایسے قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں جو سبز ہیں اور نادر، نفیس ہیں۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔ |

## جنتی ازواج کی تعریف کا بیان

"لَمْ يَطْمِثْهُنَّ إِنْس قَبْلهمْ" قَبْل أَزْوَاجهنَّ، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ، "مُتَّكِئِينَ" أَيْ أَزْوَاجهمْ وَإِعْرَابه كَمَا تَقَدَّمَ "عَلَى رَفْرَف خُضْر" جَمْع رَفْرَفَة أَيْ بُسُط أَوْ وَسَائِد "وَعَبْقَرِيّ حِسَان" جَمْع عَبْقَرِيَّة أَيْ طَنَافِس، فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ،

انہیں پہلے یعنی ان کے شوہروں سے پہلے نہ کسی انسان ہی نے ہاتھ سے چھوا ہے اور نہ کسی جن نے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

وہ یعنی ان کے شوہر ایسے قالینوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں جو سبز ہیں اور نادر، نفیس ہیں۔ یہاں پر متکئین کا اعراب وہی ہے جو

پہلے گزر چکا ہے۔ اور رفرف یہ رفرفہ کی جمع ہے۔ یعنی بچھائے ہوئے ہوں گے۔ یا تکیے۔ اور عبقری یہ عبقریۃ کی جمع ہے جس کا معنی طنافس ہے۔ تو تم دونوں اپنے رب کی کونسی نعمت جھٹلاؤ گے۔

## لفظ عبقری کے مفہوم کا بیان

قاموس میں ہے کہ رفرف سبز رنگ کا ریشمی کپڑا ہے جس کے فرش اور تکیئے اور دوسرا زینت کا سامان بنایا جاتا ہے اور صحاح میں ہے کہ اس پر نقش ونگار درختوں اور پھولوں کے ہوتے ہیں، جس کو اردو میں مشجر کہا جاتا ہے عبقری ہر عمدہ خوبصورت کپڑے کو کہا جاتا ہے حسان سے اسی کا وصف خوبصورتی بیان کیا گیا ہے۔

خلیل بن احمد فرماتے ہیں ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو عرب عبقری کہتے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب کی نسبت فرمایا میں نے کسی عبقری کو نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی کے بڑے بڑے ڈول کھینچتا ہو یہاں یہ بھی خیال فرمایئے کہ پہلی دو جنتوں کے فرش وفروش اور وہاں کے تکیوں کی جو صفت بیان کی گئی ہے وہ ان سے اعلیٰ ہے وہاں بیان فرمایا گیا تھا کہ ان کے استر یعنی اندر کا کپڑا خالص دبیز ریشم ہوگا پھر اوپر کے کپڑے کا بیان نہیں ہوا تھا اس لئے کہ جس کا استر اتنا اعلیٰ ہے اس کے ابرے یعنی اوپر کے کپڑے کا تو کہنا ہی کیا ہے؟ پھر اگلی دو جنتوں کے اوصاف میں احسان کو بیان فرمایا جو اعلیٰ مرتبہ اور غایت ہے جیسے کہ حضرت جبرائیل والی حدیث میں ہے کہ انہوں نے اسلام کے بارے میں سوال کیا پھر ایمان کے بارے پھر احسان کے بارے میں پس یہ کئی کئی وجوہ ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلے کہ دو جنتوں کو ان دو جنتوں پر بہترین فضیلت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کریم ووہاب سے ہمارا سوال ہے کہ وہ ہمیں بھی ان جنتیوں میں سے کرے جو ان دو جنتوں میں ہوں گے جن کے اوصاف پہلے بیان ہوئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ الرحمٰن، بیروت)

| |
|---|
| تَبٰـرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ٥ |
| آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے، جو صاحب عظمت وجلال اور صاحب انعام واکرام ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت کا بیان

"تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلَال وَالْاِكْرَام" تَقَدَّمَ وَلَفْظ اسْم زَائِد،

آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے، جو صاحب عظمت وجلال اور صاحب انعام واکرام ہے۔ پہلے ذکر گزر چکا ہے جبکہ یہاں پر لفظ اسم یہ زائد ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن (میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو تمام مخلوقات کے سامنے طلب کرے گا اور اس کے سامنے ننانویں رجسٹر کھول کر ڈال دے گا جن میں کا ہر رجسٹر حد نظر تک پھیلا ہوا نظر آئے گا) پھر اس شخص سے فرمائے گا کہ ان رجسٹروں میں جو کچھ لکھا ہوا ہے کیا تو اس

میں سے کسی چیز کا انکار کرتا ہے (اور یہ کہنے کی جرأت رکھتا ہے کہ ان رجسٹروں سے میرے جن برے اعمال کا پتہ چلتا ہے وہ میں نے نہیں کئے ہیں) اور کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میرے لکھنے والوں نے (یعنی نامہ اعمال لکھنے والے ان فرشتوں نے جو تیرے افعال واحوال کے نگہبان تھے) تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! نہیں (نہ تو میں ان رجسٹروں میں لکھے ہوئے اپنے نامہ اعمال سے انکار کر سکتا ہوں۔

اور نہ یہ سمجھتا ہوں کہ نامہ لکھنے والے فرشتوں نے ان رجسٹروں میں غلط اندراجات کے ذریعہ میرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے) پھر پروردگار فرمائے گا کیا تو کوئی عذر رکھتا ہے (یعنی تو نے دنیا میں جو برے اعمال کئے اور جو ان رجسٹروں میں لکھے ہوئے ہیں کیا تو ان کی معذرت میں کچھ کہنا چاہتا ہے کہ میں نے سہوا یا جہلا یا خطاء اور یا کسی بھی فلاں وجہ سے برا کام کیا تھا؟) وہ بندہ عرض کرے گا کہ نہیں! میرے پروردگار! (میں کوئی عذر بیان نہیں کر سکتا) تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "ہاں (ہمارے پاس ایک چیز ہے جو تیرے عذر کے قائم مقام ہے یعنی) ہمارے یہاں تیری ایک بہت بڑی) نیکی ہے (جو ہماری بارگاہ میں قبول کی جا چکی ہے اور جو تیرے تمام گناہوں کو مٹا دے گی) اور یقیناً آج کے دن تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (یعنی نہ تو تیری اس نیکی کے ثواب کو گھٹایا جائے گا اور نہ تجھے عذاب دینے کے لئے تیرے گناہوں کو بڑھایا جائے گا) پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله لکھا ہوگا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس شخص سے فرمائے گا کہ جاؤ اپنے اعمال (کے تولے جانے کی جگہ یا اعمال تولے جانے کے وقت اور یا اعمال تولے جانے کی چیز یعنی میزان) کے پاس پہنچ جا (تاکہ جب تیری نیکی کا یہ چھوٹا سا پرچہ تیرے گناہوں سے بھرے ہوئے ننانوے رجسٹروں کے ساتھ تولا جائے تو تجھ پر ظاہر ہو جائے کہ ہمارا عدل وانصاف کس طرح ظاہر ہوتا ہے اور تجھ پر کسی ظلم وزیادتی کی بجائے ہمارے فضل واحسان کا سایہ کس طرح سایہ فگن ہوا ہے") وہ بندہ (حیرت واستعجاب کے ساتھ) عرض کرے گا کہ میرے پروردگار! بھلا اس ایک چھوٹے سے پرچہ کو اتنے بڑے بڑے اور اتنے زیادہ رجسٹروں کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ (کہاں میری ایک نیکی کا یہ ایک چھوٹا سا پرچہ اور کہاں میرے تمام گناہوں پر مشتمل یہ دفتر کے دفتر؟ اس صورت میں اس پرچہ کو ان رجسٹروں کے مقابلہ میں تولنے کا کیا فائدہ؟ (پروردگار فرمائے گا کہ "(تو جا کر دیکھ تو سہی) یقیناً تیرے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا! (یعنی اس پرچہ کو معمولی مت جان یہ بہت عظیم القدر اور بہت بھاری ہے اس کا تولا جانا ضروری ہے تاکہ تجھ پر ظلم نہ ہو جائے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے "یقیناً تیرے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا، کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اس ایک نیکی کا پرچہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت عظیم القدر اور بہت بھاری ہے، کیونکہ اللہ کے نام کے مقابلہ پر کوئی بھی چیز بھاری نہیں ہے "اور اگر اس کے نام سے بھی بھاری کوئی چیز ہوگی تو تجھ پر ظلم ہو جائے گا یعنی پھر تو اپنے گناہوں کی پاداش میں مارا جائے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پھر ان رجسٹروں کی پوٹ کی پوٹ ترازو کے ایک پلے میں رکھی جائے گی اور اس پرچہ کو دوسرے پلے میں پس وہ رجسٹر ہلکے پڑ جائیں گے اور وہ پرچہ بھاری ہو جائے گا (یعنی ان رجسٹروں کا پلا اوپر اٹھ جائے گا اور اس پرچہ کا پلا نیچے جھک جائے گا) حاصل یہ

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام سے زیادہ وزن دار کوئی چیز نہیں ہوگی کیونکہ اللہ کا نام سب سے بڑا اور سب سے بھاری ہے اگرچہ گناہوں کے بڑے سے بڑے پہاڑ جیسے رجسٹر کیوں نہ ہوں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 132)

## وہی مستحق احترام واکرام ہے

پھر فرماتا ہے تیرے رب ذوالجلال والاکرام کا نام بابرکت ہے وہ جلال والا ہے یعنی اس لائق ہے کہ اس کا جلال مانا جائے اور اس کی بزرگی کا پاس کر کے اس کی نافرمانی نہ کی جائے بلکہ کامل اطاعت گذاری کی جائے اور وہ اس قابل ہے کہ اس کا اکرام کیا جائے یعنی اس کی عبادت کی جائے اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کی جائے اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے اس کا ذکر کیا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔ وہ عظمت اور کبریائی والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا اجلال کرو اس کی عظمت کو مانو وہ تمہیں بخش دے گا۔ (احمد)

ایک اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت ماننے میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی اور بادشاہ کی اور عامل قرآن جو قرآن میں کمی زیادتی نہ کرتا ہو یعنی نہ اس میں غلو کرتا ہو نہ کمی کرتا ہو عزت کی جائے۔ ابویعلیٰ میں ہے (یاذاالجلال والاکرام) کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ (مسند ابویعلی، ابن ابی حاتم رازی، سورہ الرحمٰن، بیروت)

## سورت الرحمٰن کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت الرحمٰن کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَةُ الْوَاقِعَة

## یہ قرآن مجید کی سورت واقعہ ہے

### سورت واقعہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْوَاقِعَة (مَكِّيَّة إِلَّا آيَتَيْ 81 و 82 فَمَدَنِيَّتَانِ) "وَآيَاتهَا 96 و 97 و 99"

سورہ واقعہ مکیہ ہے سوائے آیت (اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ، الواقعۃ: 81) اور آیت (ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ، الواقعۃ: 13) کے، اس سورت میں تین رکوع اور چھیانوے ۹۶ یا ستانوے یا ننانوے آیتیں اور تین سو اٹھتر کلمے اور ایک ہزار سات سو تین حرف ہیں۔ امام بغوی نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر شب پڑھے وہ فاقہ سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ (تفسیر خازن، سورہ الرحمن، بیروت)

### سورت واقعہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں لفظ واقعہ آیا ہے۔ جس سے مراد قیامت ہے یعنی جب قیامت واقع ہو جائے گی۔ اسی لفظ واقعہ کے سبب یہ سورت واقعہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### رات کے وقت سورت واقعہ پڑھنے کے سبب رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب میں سورت واقعہ پڑھتا ہے وہ کبھی بھی فاقہ کی حالت کو نہیں پہنچتا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی صاحبزادیوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ ہر شب میں یہ سورت پڑھا کریں۔ (بیہقی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 691)

فاقہ کے معنی ہیں محتاجگی اور حاجت مندی۔ لہٰذا اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص روزانہ رات میں سورت واقعہ پڑھتا ہے اس کے لئے محتاجگی، نقصان و پریشانی کا باعث نہیں بنتی اس وجہ سے کہ اسے صبر وقناعت کی دولت فرمادی جاتی ہے یا یہ کہ ایسے شخص کو دل کی محتاجگی نہیں ہوتی یعنی ظاہری محتاجگی کے باوجود اس کا دل مستغنی ہوتا ہے کیونکہ اس کے قلب میں وسعت وفراخی عطا کی جاتی ہے، معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور توکل واعتماد کا سرمایہ اس کے قلب وروح میں طمانیت پیدا کر دیتا ہے اور اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص اس سورت کے معانی ومفہوم سے استفادہ کرتا ہے۔ بہر کیف اتنی بات جان لینی چاہئے کہ شارع نے بعض ان عبادات و نیکیوں کی طرف رغبت دلائی ہے جو نہ صرف یہ کہ اخروی طور پر باعث فلاح وسعادت ہوتی ہیں بلکہ ان دنیاوی امور میں بھی نافع اور موثر بنتی ہیں جن کا حصول انسان کے لئے ممد ومعاون ہوتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ بہر صورت کسی نہ کسی طرح عبادت اور

نیک کاموں میں مصروف رہیں۔

## سورت واقعہ سے فکر آخرت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے سورت ہود، واقعہ، مرسلات، عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ اور إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کر دیا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ علی بن صالح بھی یہ حدیث ابواسحاق سے اور وہ ابوجحیفہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ پھر کوئی راوی ابواسحاق سے ابومیسرہ کے حوالے سے بھی کچھ مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1245)

## فاقہ سے بچنے کیلئے سورت واقعہ پڑھنے کا بیان

حافظ ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود کے واقعات میں ایک روایت لائے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بیمار ہوئے جس بیماری سے آپ جاں بر نہ ہوئے اس بیماری میں حضرت عثمان بن عفان ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے پوچھا آپ کو کیا شکوہ ہے؟ فرمایا اپنے گناہوں کا، دریافت کیا خواہش کیا ہے؟

فرمایا اپنے رب کی رحمت کی، پوچھا کسی طبیب کو بھیج دوں؟ فرمایا طبیب نے ہی تو بیمار ڈالا ہے۔ پوچھا کچھ مال بھیج دوں؟ فرمایا مال کی کوئی حاجت نہیں، کہا آپ کے بچوں کے کام آئے گا فرمایا کیا میری بچیوں کی نسبت آپ کو فقیری کا ڈر ہے؟ سنئے میں نے اپنی سب لڑکیوں کو کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص سورہ واقعہ کو ہر روز پڑھ لیا کرے اس کو ہرگز ہرگز فاقہ نہ پہنچے گا۔ (تاریخ ابن عساکر، دمشق، بیروت)

| |
|---|
| إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ○ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ○ |
| جب قیامت واقع ہوگی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ کسی کو پست کرنے والی، کسی کو بلندی |
| دینے والی، جب زمین کپکپا کر شدید لرزنے لگے گی۔ |

## قیامت قائم ہو کر اہل جنت ودوزخ میں فیصلہ کردے گی

"إِذَا وَقَعَتْ الْوَاقِعَة" قَامَتْ الْقِيَامَة "لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَة" نَفْس تُكَذِّب بِأَنْ تَنْفِيهَا كَمَا نَفَتْهَا فِي الدُّنْيَا،

"خَافِضَة رَافِعَة" أَيْ هِيَ مُظْهِرَة لِخَفْضِ أَقْوَام بِدُخُولِهِمْ النَّار وَلِرَفْعِ آخَرِينَ بِدُخُولِهِمْ الْجَنَّة

"إِذَا رُجَّتْ الْأَرْض رَجًّا" حُرِّكَتْ حَرَكَة شَدِيدَة وَإِذًا هَذِهِ بَدَل مِنْ الْأُولَى،

جب قیامت واقع ہوگی۔ یعنی قائم ہو جائے گی۔ اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ یعنی اس کی تکذیب سے وئی

فائدہ نہیں ہے جس طرح دنیا میں ممکن کوئی شخص جھوٹ بول کر فائدہ حاصل کر لے۔ کسی کو پست کرنے والی، یعنی کئی اقوام کو جہنم میں داخل کر کے پست کر دیا جائے گا۔ کسی کو بلندی دینے والی، یعنی اہل جنت کو جنت میں داخل کر کے بلند کر دیا جائے گا۔ جب زمین کپکپا کر شدید لرزنے لگے گی۔ یعنی زمین میں سخت حرکت آئے گی۔ اور یہاں پر اذا پہلے والے اذا سے بدل ہے۔

## وقوع قیامت کے وقت کے احوال کا بیان

واقع قیامت کا نام ہے کیونکہ اس کا ہونا یقینی امر ہے۔ جسے اور آیت میں ہے آیت (فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ 15)-69 الحاقۃ: 15) اس دن ہو پڑے گی، اس کا واقعہ ہونا حتمی امر ہے، نہ اسے کوئی ٹال سکے نہ ہٹا سکے وہ اپنے مقررہ وقت پر آ کر ہی رہے گی، جسے اور آیت میں ہے، آیت (اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ 47) -42 الشوری: 47) اپنے پروردگار کی باتیں مان لو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں اور جگہ فرمایا آیت (سَاَلَ سَاۗىِٕلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ) -70 المعارج: 1) سائل کا سوال اس کے متعلق ہے جو یقیناً آنے والا ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اور آیت میں ہے آیت (وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ 73)-6 الانعام: 73) جس دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہو جا تو ہو جائے گی۔ وہ عالم غیب و ظاہر ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے، قیامت کاذبہ نہیں یعنی برحق ہے ضرور ہونے والی ہے اس دن نہ تو دوبارہ آنا ہے نہ وہاں سے لوٹنا ہے نہ واپس آنا ہے۔

(کاذبہ) مصدر ہے جیسے (عاقبۃ) اور (عافیہ) وہ دن پست کرنے والا اور ترقی دینے والا ہے، بہت لوگوں کو پست کر کے جہنم میں پہنچا دے گا جو دنیا میں بڑے ذی عزت و وقعت تھے اور بہت سے لوگوں کو وہ اونچا کر دے گا اعلیٰ علیین ہو کر جنتی ہو جائیں گے، متکبرین کو وہ ذلیل کر دے گی اور متواضعین کو وہ عزیز کر دے وہی نزدیک و دور والوں کو سنا دے گی اور ہر اک کو چوکنا کر دے گی وہ نیچا کرے گی اور قریب والوں کو سنائے گی پھر اونچی ہو گی اور دور والوں کو سنائے گی، زمین ساری کی ساری لرزنے لگے گی، چپہ چپہ کپکپانے لگے گا طور وعرج زمین میں زلزلہ پڑ جائے گا، اور بے طرح ہلنے لگے گی۔

یہ حالت ہو جائے گی کہ گویا چھلنی میں کوئی چیز ہے جسے کوئی ہلا رہا ہے اور آیت میں ہے (اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا، الزلزلۃ: 1) اور جگہ ہے آیت (يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ، الحج: 1) لوگو اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے یقین مانو کہ قیامت کا زلزلہ بہت بری چیز ہے۔ پھر فرمایا کہ پہاڑ اس دن ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور جگہ الفاظ آیت (يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا، المزمل: 14) آئے ہیں، پس وہ مثل غبار پریشان کے ہو جائیں گے جسے ہوا ادھر ادھر بکھیر دے اور کچھ نہ رہے (ھباء) ان شراروں کو بھی کہتے ہیں جو آگ جلاتے وقت پتنگوں کی طرح اڑتے ہیں، نیچے گرنے پر وہ کچھ نہیں رہتے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| وَّ بُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا۝ فَكَانَتۡ هَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا۝ وَّ كُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً۝ فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ |
| مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ۝ وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ۝ |
| اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔ اور تم لوگ تین قسموں میں |
| بٹ جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، کیا ہیں دائیں ہاتھ والے۔ اور بائیں ہاتھ والے، کیا ہیں بائیں ہاتھ والے۔ |

## دائیں اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے کا بیان

"وَبُسَّتْ الْجِبَال بَسًّا" فُتِّتَتْ "فَكَانَتْ هَبَاء" غُبَارًا "مُنْبَثًّا" مُنْتَشِرًا "وَكُنْتُمْ" فِي الْقِيَامَة "أَزْوَاجًا" أَصْنَافًا "فَأَصْحَاب الْمَيْمَنَة" وَهُمْ الَّذِينَ يُؤْتَوْنَ كُتُبهمْ بِأَيْمَانِهِمْ مُبْتَدَأ خَبَره "مَا أَصْحَاب الْمَيْمَنَة" تَعْظِيم لِشَأْنِهِمْ بِدُخُولِهِمْ الْجَنَّة،

"وَأَصْحَاب الْمَشْأَمَة" أَيْ الشِّمَال بِأَنْ يُؤْتَى كُلّ مِنْهُمْ كِتَابه بِشِمَالِهِ "مَا أَصْحَاب الْمَشْأَمَة" تَحْقِير لِشَأْنِهِمْ بِدُخُولِهِمْ النَّار،

اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ پس وہ پھیلا ہوا غبار بن جائیں گے۔ اور تم لوگ قیامت کے دن تین قسموں میں بٹ جاؤ گے۔ پس دائیں ہاتھ والے، یعنی جن کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا کیا خوب ہیں دائیں ہاتھ والے۔ یہاں پر اصحاب میمنہ یہ مبتداء ہے۔ اور ما اصحاب میمنہ اس کی خبر ہے۔ اور یہ ان کی شان ہوگی کیونکہ ان کو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور بائیں ہاتھ والے، یعنی جن کو نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ کیا برے ہیں بائیں ہاتھ والے۔ یہ ان کیلئے حقارت ہوگی کیونکہ انہیں دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔

## وقوع قیامت کے وقت پہاڑوں وغیرہ کے احوال کا بیان

(منبث) اس چیز کو کہتے ہیں جسے ہوا اوپر کر دے اور پھیلا کر نابود کر دے جیسے خشک پتوں کے چورے کو ہوا ادھر سے ادھر کر دیتی ہے۔ اس قسم کی اور آیتیں بھی بہت سی ہیں جن سے ثابت ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ ٹل جائیں گے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ریزہ ریزہ ہو کر بے نام ونشان ہو جائیں گے۔ لوگ اس دن تین قسموں میں منقسم ہو جائیں گے۔ ایک جماعت عرش کے دائیں ہوگی اور یہ لوگ وہ ہوں گے جو حضرت آدم کی دائیں کروٹ سے نکلے تھے نامہ اعمال داہنے ہاتھ دیئے جائیں گے اور دائیں جانب چلائے جائیں گے، یہ جنتیوں کا عام گروہ ہے۔

دوسری جماعت عرش کے بائیں جانب ہوگی یہ وہ لوگ ہوں گے جو حضرت آدم کی بائیں کروٹ سے نکالے گئے تھے انہیں نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے گئے تھے اور بائیں طرف کی راہ پر لگائے گئے تھے۔ یہ سب جہنمی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھے۔ تیسری جماعت اللہ عزوجل کے سامنے ہوگی یہ خاص الخاص لوگ ہیں یہ اصحاب یمین سے بھی زیادہ باقعت اور خاص قرب

کے مالک ہیں۔ یہ اہل جنت کے سردار ہیں ان میں رسول ہیں انبیاء ہیں صدیق و شہداء ہیں۔ یہ تعداد میں بہت دائیں ہاتھ والوں کی نسبت کم ہیں۔ پس تمام اہل محشر یہ تین قسمیں ہو جائیں گی جیسے کہ اس سورت کے آخر میں بھی اختصار کے ساتھ ان کی یہی تقسیم کی گئی ہے۔ اسی طرح سورۃ ملائکہ میں فرمایا ہے آیت (ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ،فاطر:32) یعنی پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث اپنا چیدہ بندوں کو بنایا پس ان میں سے بعض تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض میانہ روش ہیں اور بعض اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف آگے بڑھنے والے ہیں۔ پس یہاں بھی تین قسمیں ہیں یہ اس وقت جبکہ آیت (وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ، الصافات:113) کی وہ تفسیر لیں جو اس کے مطابق ہے، ورنہ ایک دوسرا قول بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر گذر چکا۔ حضرت ابن عباس وغیرہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ دو گروہ تو جنتی اور ایک جہنمی۔

ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں آیت (وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ،التکویر:7) جب لوگوں کے جوڑے ملائے جائیں فرمایا قسم قسم کی یعنی ہر عمل کے عامل کی ایک جماعت جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تین قسم پر ہو جاؤ گے، یعنی اصحاب یمین اصحاب شمال اور سابقین۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اور اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیا بند کر لیں اور فرمایا یہ جنتی ہیں مجھے کوئی پرواہ نہیں یہ سب جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو اللہ تعالیٰ کے سائے کی طرف قیامت کے دن سب سے پہلے کون لوگ جائیں گے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور رسول خوب جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جو جب اپنا حق دیئے جائیں قبول تو کر لیں اور جو حق ان پر ہو جب مانگا جائے ادا کر دیں اور لوگوں کے لئے بھی وہی حکم کریں جو خود اپنے لئے کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ واقعہ، بیروت)

## اصحاب یمین و شمال والوں کا بیان

حضرت ابوذر بیان کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں مکہ میں اپنے گھر میں (سویا ہوا) تھا کہ (اچانک) مکان کی چھت کھلی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، انہوں نے میرا سینہ چاک کر کے آب زمزم سے دھویا پھر وہ سونے کا ایک طشت لائے جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا، اس کو میرے سینہ میں الٹ دیا گیا اور پھر سینہ (کی چاکی) کو ملا کر برابر کر دیا گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آسمان کی طرف چڑھا کر لے گئے، جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ کھولو، داروغہ نے پوچھا: کیا تمہارے ساتھ اور کوئی بھی ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں، میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ داروغہ نے پوچھا: کیا ان کو بلوایا گیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں!! چنانچہ دروازہ کھولا گیا اور جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اور (ان کی اولاد و ذریات میں سے) کچھ لوگ ان کے دائیں اور کچھ بائیں بیٹھے ہوئے ہیں (پھر میں نے یہ بھی دیکھا ک)

جب وہ اپنی دائیں جانب دیکھتے ہیں تو ہنسنے لگتے ہیں الخ۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 448)

اور یہ لوگ جوان کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں" کے تحت شارحین نے لکھا ہے کہ چونکہ منقول ہے کہ مؤمنوں کی روحیں تو "علیین" میں چین کرتی ہیں اور کافروں کی روحیں "سجین" میں محبوس ہیں لہٰذا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب روحیں ایک مقام میں (یعنی آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں) کیسے جمع ہوئیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شاید ایک وقت معین میں یہ روحیں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش ہوتی ہوں گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان دنیا پر پہنچے اور حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی تو وہ وہی وقت تھا جب تمام روحیں حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے پیش تھیں۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں جو روحیں دیکھی تھیں وہ ان لوگوں کی تھیں جو اس وقت تک دنیا میں پیدا نہیں ہوئے تھے اور وہ روحیں اپنے اپنے اجسام میں نہیں گئی تھیں اور ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے رہنے کی جگہ حضرت آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں ہو، نیز حضرت آدم علیہ السلام ان روحوں کا انجام جانتے تھے کہ جو روحیں دائیں طرف ہیں وہ دنیا میں اچھے عقائد و اعمال اختیار کر کے جنت میں جائیں گی اور جو روحیں بائیں طرف ہیں وہ دنیا میں برے عقائد و اعمال اختیار کر کے دوزخ میں جائیں گی۔

| |
|---|
| وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ |
| ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَ قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ |
| اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ |
| بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ اور پچھلے لوگوں میں سے تھوڑے ہوں گے۔ |

## انبیائے کرام علیہم السلام کی پہل کرنے کا بیان

"وَالسَّابِقُونَ" إِلَى الْخَيْرِ وَهُمُ الْأَنْبِيَاء مُبْتَدَأ "السَّابِقُونَ" تَأْكِيد لِتَعْظِيمِ "ثُلَّة مِنَ الْأَوَّلِينَ" مُبْتَدَأ أَيْ جَمَاعَة مِنَ الْأُمَم الْمَاضِيَة،

"وَقَلِيل مِنَ الْآخِرِينَ" مِنْ أُمَّة مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمُ السَّابِقُونَ مِنَ الْأُمَم الْمَاضِيَة وَهَذِهِ الْأُمَّة وَالْخَبَر،

اور جو پہل کرنے والے ہیں، اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ یہاں پر سابقون یہ مبتداء ہے اور دوسرا سابقون یہ تعظیم کیلئے و تاکید کیلئے آیا ہے۔ وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ وہی مقرب بارگاہ ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔ ان مقربین میں بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا۔ یہ مبتداء ہے یعنی امم ماضیہ میں سے ہوگا۔ اور پچھلے لوگوں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ان میں امم ماضیہ کی بہ نسبت تھوڑے ہوں گے۔ اور وہ یہ امت ہے۔ اور یہ خبر ہے۔

## سورت واقعہ آیت ۱۴،۱۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں پر بہت شاق گزرا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ) ،اور یہ بہت سے تو اگلے لوگوں میں سے ہیں اور بہت سے پچھلوں میں سے۔حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۔جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔

اور اس میں یہ ذکر بھی کیا گیا ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ،وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پچھلوں میں سے بڑی جماعت اور ہم میں تھوڑے سے؟ سورہ کا آخری حصہ ایک سال تک نازل نہ ہوا تو پھر ایک سال بعد یہ آیات نازل ہوئیں۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ،ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے عمر جو اللہ نے نازل فرمایا سن لے۔(سیوطی 281،ابن کثیر 4۔284،قرطبی 17۔200)

## اللہ تعالیٰ کے مقربین لوگوں کیلئے اعلیٰ مقام ہونے کا بیان

سابقون کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں، مثلاً انبیاء اہل علیین حضرت یوشع بن نون جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے وہ مومن جن کا ذکر سوۃ یاسین میں ہے جو حضرت عیسیٰ پر پہلے ایمان لائے تھے، حضرت علی بن ابی طالب جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کر گئے تھے، وہ لوگ جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی، ہر امت کے وہ لوگ جو اپنے نبیوں پر پہلے پہل ایمان لائے تھے، وہ لوگ جو مسجد میں سب سے پہلے جاتے ہیں، جو جہاد میں سب سے آگے نکلتے ہیں۔ یہ سب اقوال دراصل صحیح ہیں یعنی یہ سب لوگ سابقون ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فرمان کو آگے بڑھ کر دوسروں پر سبقت کر کے قبول کرنے والے سب اس میں داخل ہیں، قرآن کریم میں اور جگہ ہے آیت (وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ،آل عمران:133) اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کا عرض مثل آسمان وزمین کے ہے، پس جس شخص نے اس دنیا میں نیکیوں کی طرف سبقت کی وہ آخرت میں اللہ کی نعمتوں کی طرف بھی سابق ہی رہے گا، ہر عمل کی جزا اسی جنس سے ہوتی ہے جیسا جو کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے، اسی لئے یہاں ان کی نسبت فرمایا گیا یہ مقربین اللہ ہیں یہ نعمتوں والی جنت میں ہیں۔

ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ فرشتوں نے درگاہ اللہ میں عرض کی کہ پروردگار تو نے ابن آدم کے لئے تو دنیا بنادی ہے وہ وہاں کھاتے پیتے ہیں اور بیوی بچوں سے لطف اٹھاتے ہیں پس ہمارے لئے آخرت کر دے جواب ملا کہ میں ایسا نہیں کروں گا انہوں نے تین مرتبہ یہی دعا کی، پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے جسے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسے ان جیسا ہرگز نہ کروں گا جنہیں میں نے صرف لفظ کن سے پیدا کیا، حضرت امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اثر کو اپنی کتاب (الرد علی الجہمیہ) میں وارد کیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ عزوجل نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اس کی نیک اولاد کو میں اس جیسا نہ کروں گا جیسے میں نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ واقعہ، بیروت)

## جنت میں درجات میں تفاوت ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت والے اپنے اوپر کے بالا خانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا صحابہ کرام نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ انبیاء کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے کہ ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کئے جائیں گے کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2643)

## مقربین کون ہیں؟ اور اولین کون؟

حافظ ابن کثیر شافعی لکھتے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے کہ مقربین خاص بہت سے پہلے کے ہیں اور کچھ پچھلوں میں سے بھی ہیں، ان اولین و آخرین کی تفسیر میں کئی قول ہیں، مثلاً اگلی امتوں میں سے اور اس امت میں سے، امام ابن جریر اسی قول کو پسند کرتے ہیں اور اس حدیث کو بھی اس قول کی پختگی میں پیش کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہم پچھلے ہیں اور قیامت کے دن پہلے ہیں۔

اور اس قول کی تائید ابن ابی حاتم کی اس روایت سے بھی ہوسکتی ہے کہ جب یہ آیت اتری اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت گراں گزری۔ پس یہ آیت اتری (ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ، الواقعہ:13) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے امید ہے کہ کل اہل جنت کی چوتھائی تم ہو بلکہ تہائی تم ہو بلکہ آدھوں آدھ تم ہو تم آدھی جنت کے مالک ہو گے اور باقی آدھی تمام امتوں میں تقسیم ہوگی جن میں تم بھی شریک ہو۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے۔

ابن عساکر میں ہے حضرت عمر نے اس آیت کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اگلی امتوں میں سے بہت لوگ سابقین میں داخل ہوں گے اور ہم میں سے کم لوگ؟ اس کے ایک سال کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگلوں میں سے بھی بہت اور پچھلوں میں سے بھی بہت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو بلا کر کہا سنو حضرت آدم سے لے کر مجھ تک ثلہ ہے اور صرف میری امت ثلہ ہے، ہم اپنے (ثلہ) کو پورا کرنے کے لئے ان حبشیوں کو بھی لے لیں گے جو اونٹ کے چرواہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لاشریک ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں نظر ہے، ہاں بہت سی سندوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ثابت ہے کہ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کی چوتھائی ہو آخر تک۔ پس الحمد اللہ یہ ایک بہترین خوشخبری ہے۔

امام ابن جریر نے جس قول کو پسند فرمایا ہے اس میں ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے بلکہ دراصل یہ قول بہت کمزور ہے۔ کیونکہ الفاظ قرآن سے اس امت کا اور تمام امتوں سے افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہے، پھر کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ مقربین بارگاہ صمدیت اور امتوں میں سے تو بہت سے ہوئے اور اس بہترین امت میں سے کم ہوں، ہاں یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ ان تمام امتوں کے مقرب مل کر

صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگلی امتوں کے مقربین سے صرف اس ایک امت کے مقربین کی تعداد سے بڑھ جائیں، لیکن بہ ظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کل امتوں کے مقربین سے صرف اس امت کے مقربین کی تعداد زیادہ ہوگی۔ آگے اللہ کو علم ہے۔

دوسرا قول اس جملہ کی تفسیر میں یہ ہے کہ اس امت کے شروع زمانے کے لوگوں میں سے مقربین کی تعداد بہت زیادہ ہے اور بعد کے لوگوں میں کم۔ یہی قول رائج ہے۔ چنانچہ حضرت حسن سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تلاوت کی اور فرمایا سابقین تو گذر چکے اے اللہ تو ہمیں اصحاب یمین میں کر دے ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں سے جو گزر چکے ان میں مقربین بہت تھے۔

امام ابن سیرین بھی یہی فرماتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہر امت میں یہی ہوتا چلا آیا ہے کہ شروع میں بہت سے مقربین ہوتے ہیں اور بعد والوں میں یہ تعداد کم ہو جاتی ہے، تو یہ بھی ممکن ہے کہ مراد یونہی ہو یعنی ہر امت کے اگلے لوگ سبقت کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں بہ نسبت ہر امت کے پچھلے لوگوں کے، چنانچہ صحاح وغیرہ کی احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد والا پھر اس کا متصل زمانہ، الخ۔ ہاں ایک حدیث میں یہ بھی آیا میری امت کی مثال بارش جیسی ہے نہ معلوم کہ شروع زمانے کی بارش بہتر ہو یا آخر زمانے کی، تو یہ حدیث جب کہ اس کی اسناد کو صحت کا حکم دے دیا جائے اس امر پر محمول ہے کہ جس طرح دین کو شروع کے لوگوں کی ضرورت تھی جو اس کی تبلیغ اپنے بعد والوں کو کریں اسی طرح آ کر میں بھی اسے قائم رکھنے والوں کی ضرورت ہے جو لوگوں کو سنت رسول پر جمائیں اس کی روایتیں کریں اسے لوگوں پر ظاہر کریں، لیکن فضیلت اول والوں کی ہی رہے گی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کھیت کو شروع بارش کی اور آخری بارش کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑا فائدہ ابتدائی بارش سے ہی ہوتا ہے اس لئے کہ اگر شروع شروع بارش نہ ہو تو دانے اگیں ہی نہیں نہ ان کی جڑیں جمیں۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ایک جماعت میری امت میں سے ہمیشہ حق پر رہ کر غالب رہے گی ان کے دشمن انہیں ضرر نہ پہنچا سکیں گے، ان کے مخالف انہیں رسوا اور پست نہ کر سکیں گے یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے گی اور وہ اس طرح ہوں۔ الغرض یہ امت باقی تمام امتوں سے افضل واشرف ہے اور اس میں مقربین الیہہ بہ نسبت اور امتوں کے بہت ہیں، اور بہت بڑے مرتبے والے کیونکہ دین کے کامل ہونے اور نبی کے عالی مرتبہ ہونے کے لحاظ سے یہ سب بہتر ہیں۔ تواتر کے ساتھ یہ حدیث ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب کے جنت میں جائیں گے اور ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے۔

طبرانی میں ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے ایک بہت بڑی جماعت قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی جو اس قدر بری اور گنتی میں زائد ہوگی کہ گویا رات آ گئی زمین کے تمام کناروں کو گھیرا لے گی فرشتے کہنے لگیں گے سب نبیوں کے ساتھ جتنے لوگ آئے ہیں ان سے بہت ہی زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں۔

مناسب مقام یہ ہے کہ بہت بری جماعت اگلوں میں سے اور بہت ہی بڑی پچھلوں میں سے والی آیت کی تفسیر کے موقع پر یہ حدیث ذکر کردی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ۝ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۝ |
| بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ وَ كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ۝ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ۝ |
| یہ لوگ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔ہمیشہ ایک ہی حال میں |
| رہنے والے نوجوان خدمت گاران کے اردگرد گھومتے ہوں گے۔ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے |
| ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔ |

## سونے اور جواہر سے بنے تخت پر رہنے والوں کا بیان

"عَلٰى سُرُرٍ مَوْضُونَةٍ" مَنْسُوجَة بِقُضْبَانِ الذَّهَب وَالْجَوَاهِر "مُتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ" حَالَانِ مِنْ الضَّمِير فِي الْخَبَر،

"يَطُوف عَلَيْهِمْ" لِلْخِدْمَةِ "وِلْدَان مُخَلَّدُونَ" عَلَى شَكْل الْأَوْلَاد لَا يَهْرَمُونَ "بِأَكْوَاب" أَقْدَاح لَا عُرَا لَهَا "وَأَبَارِيق" لَهَا عُرَا وَخَرَاطِيم "وَكَأْس" إنَاء شُرْب الْخَمْر "مِنْ مَعِين" أَيْ خَمْر جَارِيَة مِنْ مَنْبَع لَا يَنْقَطِع أَبَدًا

"لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُونَ" بِفَتْحِ الزَّاي وَكَسْرهَا مِنْ نَزَفَ الشَّارِب وَأَنْزَفَ أَيْ لَا يَحْصُل لَهُمْ مِنْهَا صُدَاع وَلَا ذَهَاب عَقْل بِخِلَافِ خَمْر الدُّنْيَا،

یہ لوگ سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر۔یعنی وہ تخت جو سونے اور جواہر کے بنے ہوئے ہوں گے۔ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہونگے۔یہاں پر متکئین اور متقابلین یہ دونوں خبر کی ضمیر سے حال ہیں۔ہمیشہ ایک ہی حال میں رہنے والے نوجوان خدمت گاران کے اردگرد گھومتے ہوں گے۔یعنی وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے جو کبھی بوڑھے نہ ہوں گے۔ایسے کوزے اور ٹونٹی والی صراحیاں اور لبالب بھرے ہوئے پیالے لے کر جو بہتی ہوئی شراب کے ہوں گے۔کاس شراب کے برتن کو کہتے ہیں۔اور وہ ایسی شراب ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔بلکہ ہمیشہ جاری رہے گی۔نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا۔یہاں پر لفظ ینزفون یہ زاء کی فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔جو نزف الشارب سے ہے۔اور انزف سے ہے یعنی ان کو پینے کے سبب عقل میں فتور نہ آئے گا جبکہ دنیاوی شراب کے سبب عقل میں فتور آجاتا ہے۔

## اہل جنت کے بعض احوال وانعامات کا بیان

حافظ ابوبکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل نبوۃ میں وارد کی ہے کہ رسول اللہ لی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھتے پاؤں موڑے

ہوئے ہی ستر مرتبہ یہ پڑھتے دعا (سبحان اللہ وبحمدہ استغفر اللہ ان اللہ کان توابا) پھر فرماتے ستر کے بدلے سات سو ہیں جس کے ایک دن کے گناہ سات سو سے بھی بڑھ جائیں وہ بیخبر ہے پھر مرتبہ اسی کو فرماتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے پوچھتے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟

ابو زمل کہتے ہیں ایک دن اسی طرح حسب عادت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تو میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے، فرمایا اللہ خیر سے ملائے شر سے بچائے ہمارے لئے بہتر بنائے اور ہمارے دشمنوں کے لئے بدتر بنائے ہر قسم کی تعریفوں کا مستحق وہ اللہ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، اپنا خواب بیان کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ ایک راستہ ہے کشادہ، آسان، نرم، صاف اور بیشمار لوگ اس راستے میں چلے جا رہے ہیں یہ راستہ جاتے جاتے ایک سرسبز باغ کو نکلتا ہے کہ میری آنکھوں نے ایسا لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ کبھی نہیں دیکھا پانی ہر سو رواں ہے سبزے سے پٹا پڑا ہے انواع واقوام کے درخت خوشنما پھلے پھولے کھڑے ہیں اب میں نے دیکھا کہ پہلی جماعت جو آئی اور اس باغ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اپنی سواریاں تیز کر لیں دائیں بائیں نہیں گئے اور تیز رفتاری کے ساتھ یہاں سے گزر گئے۔

پھر دوسری جماعت آئی جو تعداد میں بہت زیادہ تھی، جب یہاں پہنچے تو بعض لوگوں نے اپنے جانوروں کو چرانا چگانا شروع کیا اور بعضوں نے کچھ لے لیا اور چل دیئے پھر تو بہت زیادہ لوگ آئے جب ان کا گذر اس گل وگلزار پر ہوا تو یہ تو پھول گئے اور کہنے لگے یہ سب سے اچھی جگہ ہے گویا میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ دائیں بائیں جھک پڑے میں نے یہ دیکھا لیکن میں آپ تو چلتا ہی رہا جب دور نکل گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک منبر سات سیڑھیوں کا بچھا ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اعلیٰ درجہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں جانب ایک صاحب ہیں گندم گوں رنگ بھری انگلیوں والے دراز قد جب کلام کرتے ہیں تو سب خاموشی سے سنتے ہیں اور لوگ اونچے ہو ہو کر توجہ سے ان کی باتیں سنتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف ایک شخص ہیں بھرے جسم کے درمیانہ قد کے جن کے چہرہ پر بکثرت تل ہیں ان کے بال گویا پانی سے تر ہیں جب وہ بات کرتے ہیں تو ان کے اکرام کی وجہ سے سب لوگ جھک جاتے ہیں پھر اس سے آگے ایک شخص ہیں جو اخلاق وعادات میں اور چہرے نقشے میں بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں۔

آپ لوگ سب ان کی طرف پوری توجہ کرتے ہیں اور ان کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ان سے آگے ایک دبلی پتلی بڑھیا اونٹنی ہے میں نے دیکھا کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اٹھا رہے ہیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر ہو گیا تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت بدل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سیدھے سچے اور صحیح راستے سے مراد تو وہ دین ہے جسے میں لے کر اللہ کی طرف سے آیا ہوں اور جس ہدایت پر تم ہو، ہر بھرا سبز باغ جو تم نے دیکھا ہے وہ دنیا ہے اور اس کی عیش وعشرت کا دل لبھانے والا سامان، میں اور میرے اصحاب تو اس سے گذر جائیں گے نہ تم اس میں مشغول ہوں گے نہ وہ ہمیں چمٹے گی نہ ہمارا تعلق اس سے ہوگا نہ اس کا تعلق ہم سے نہ ہم اس کی چاہت کریں گے نہ وہ ہمیں لپٹے گی،

پھر ہمارے بعد دوسری جماعت آئے گی جو ہم سے تعداد میں بہت زیادہ ہوگی ان میں سے بعض تو اس دنیا میں پھنس جائیں گے اور بعض بقدر حاجت لے لیں گے اور چل دیں گے اور نجات پالیں گے، پھر ان کے بعد زبردست جماعت آئے جو اس دنیا میں بالکل مستغرق ہو جائے گی اور دائیں بائیں بہک جائے گی آیت (فانا للہ وانا الیہ راجعون)۔اب رہے تم سو تم اپنی سیدھی راہ چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے تمہاری ملاقات ہو جائے گی، جس منبر کے آخری ساتوں درجہ پر تم نے مجھے دیکھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال کی ہے میں آخری ہزارویں سال میں ہوں۔

میرے دائیں جس گندمی رنگ موٹی ہتھیلی والے انسان کو تم نے دیکھا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جب وہ کلام کرتے ہیں تو لوگ اونچے ہو جاتے ہیں اس لئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی ہو چکا ہے اور جنہیں تم نے میرے بائیں دیکھا جو درمیانہ قد کے بھرے جسم کے بہت سے تلوں والے تھے جن کے بال پانی سے تر نظر آتے تھے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں چونکہ ان کا اکرام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے ہم سب بھی ان کی بزرگی کرتے ہیں اور جن شیخ کو تم نے بالکل مجھ سا دیکھا وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہم سب ان کا قصد کرتے ہیں اور ان کی اقتداء اور تابعداری کرتے ہیں اور جس اونٹنی کو تم نے دیکھا کہ میں اسے کھڑی کر رہا ہوں اور اس سے مراد قیامت ہے جو میری امت پر قائم ہوگی نہ میرے بعد کوئی نبی آئے گا، نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔

فرماتے ہیں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھنا چھوڑ دیا کہ کسی نے خواب دیکھا ہے؟ ہاں اگر کوئی شخص اپنے آپ اپنا خواب بیان کر دے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعبیر دے دیا کرتے تھے۔ان کے بیٹھنے کے تخت اور آرام کرنے کے پلنگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے ہوں گے جن میں جگہ جگہ موتی ٹکے ہوئے ہوں گے درو یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ فعیل معنی میں مفعول کے ہے اسی لئے اونٹنی کے پیٹ کے نیچے والے کو وضین کہتے ہیں۔ سب کے منہ ایک دوسرے کے سامنے ہوں گے کوئی کسی کی طرف پیٹھ دیئے ہوئے نہ ہوگا، وہ علماء ان کی خدمت گزاری میں مشغول ہوں گے جو عمر میں ویسے ہی چھوٹے رہیں گے نہ بڑے ہوں نہ بوڑھے ہوں۔ نہ ان میں تغیر تبدیل آئے۔

اکواب کہتے ہیں ان کوزوں کو جن کی ٹونٹی اور پکڑنے کی چیز نہ ہو اور اباریق وہ آفتابے جو ٹونٹی دار اور پکڑے جانے کے قابل ہوں۔ یہ سب شراب کی جاری نہر سے چھلکتے ہوئے ہوں گے جو شراب نہ ختم ہو نہ کم ہو کیونکہ اس کے چشمے بہ رہے ہیں، جام چھلکتے ہوئے ہر وقت اپنے نازک ہاتھوں میں لئے ہوئے یہ گل اندام ساقی ادھر ادھر گشت کر رہے ہوں گے۔اس شراب سے انہیں درد سر ہو نہ ان کی عقل زائل ہو بلکہ باوجود پورے سرور اور کیف کے عقل وحواس اپنی جگہ قائم رہیں گے اور کامل لذت حاصل ہوگی۔شراب میں چار صفتیں ہیں نشہ سر دردتی اور پیشاب، پس پروردگار عالم نے جنت کی شراب کا ذکر کر کے ان چاروں نقصانوں کی نفی کر دی کہ وہ شراب ان نقصانات سے پاک ہے۔ پھر قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کے پرندوں کے گوشت انہیں ملیں گے جس میوے کو جی چاہے اور جس طرح کے گوشت کی طرف دل کی رغبت ہو موجود ہو جائیگا، یہ تمام چیزیں لئے ہوئے ان کے سلیقہ شعار خدام ہر وقت

ان کے اردگرد گھومتے رہیں گے تا کہ جس چیز کی جب بھی خواہش ہو لے لیں، اس آیت میں دلیل ہے کہ آدمی میوے چن چن کر اپنی خواہش کے مطابق کھا سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ واقعہ، بیروت)

## اہل جنت کیلئے اعلیٰ محلات کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی اپنے اوپر کے بالا خانے والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے مشرقی یا مغربی افق میں ہوتا ہے اور اس (بالا خانوں کی بلندی وخوشنمائی) کا تعلق فرق مراتب سے ہوگا جو اہل جنت کے درمیان پایا جاتا ہے۔" صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بالا خانے اوپر کے پرشکوہ محلات۔ کیا انبیاء علیہم السلام کے مکان ہونگے جن تک انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان بلند و بالا محلات اور بالا خانوں تک ان لوگوں کی بھی رسائی ہوگی جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (مسلم بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 190)

لفظ عابر اصل میں عبور سے مشتق ہے جس کے معنی باقی رہنا، ٹھہرنا ہیں اور پھر یہاں وہ روشن ستارہ مراد ہے جو ڈوبنے کے قریب ہو یا طلوع فجر کے بعد آسمان کے کنارے میں باقی رہ گیا ہو، ایک روایت میں غابر منقول ہے جو غور سے ہے اور جس کے معنی نشیب، پست جگہ کے ہیں، لیکن زیادہ صحیح اور مشہور پہلی ہی روایت ہے جس میں غابر منقول ہے۔ اور اس کا تعلق فرق مراتب سے ہوگا الخ کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں میں یہ فرق مراتب ہوگا کہ بعض اعلی مرتبہ کے ہوں گے، بعض درمیانی مرتبہ کے اور بعض ادنیٰ مرتبہ کے اور اسی کے اعتبار سے سب کو محلات و مکانات اور منازل و مراتب بھی اعلی، درمیانی اور ادنیٰ عطا ہوں گے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ جنت میں منزلیں ہوں گی، اعلی منزل تو سابقین کے لئے درمیانی مقصدین کے لئے اور نیچے کی منزل مخلطین کے لئے ہوگی۔ جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی "یعنی وہ اولیاء واتقیاء جو ایمان باللہ اور اتباع رسول میں کامل ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور رسولوں کے احکام واوامر کو ماننے والے اور ان کی طرف سے ممنوع قرار دی جانے والی چیزوں سے اجتناب کرنے والے ہیں اور جن کی تعریف قرآن کریم کی ان آیات: وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا الایۃ "اور رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں الخ میں یہ بات فرمائی گئی ہے اور پھر ان کی مختلف اعلی صفات بیان کرنے کے بعد ان کے حق میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ اولئك یجزون الغرفۃ بما صبروا (الایۃ) "ایسے لوگوں کو (جنت میں رہنے کے لئے) بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے ثابت قدم رہنے کے الخ۔"

| |
|---|
| وَ فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَ حُوْرٌ عِيْنٌ ۝ |
| كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ |

| |
|---|
| اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے۔ اوران پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ اوران کے لئے خوبصورت آنکھوں |
| والی عظیم الشان حوریں ہوں گی۔ جیسے محفوظ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔ ان اعمال کی جزا ہوگی جو وہ کرتے رہے تھے۔ |

## اہل جنت کیلئے جنتی نعمتوں کا بیان

"وَلَحْم طَيْر مِمَّا يَشْتَهُونَ " لَهُمْ لِلاسْتِمْتَاع "وَحُور" نِسَاء شَدِيدَات سَوَاد الْعُيُون وَبَيَاضهَا "عِين" ضِخَام الْعُيُون كُسِرَتْ عَيْنه بَدَل ضَمّهَا لِمُجَانَسَةِ الْيَاء وَمُفْرَده عَيْنَاء كَحَمْرَاء وَفِي قِرَاءَة بِجَرِّ حُور عِين "كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤ الْمَكْنُون" الْمَصُون

"جَزَاء " مَفْعُول لَهُ أَوْ مَصْدَر وَالْعَامِل الْمُقَدَّر أَيْ جَعَلْنَا لَهُمْ مَا ذُكِرَ لِلْجَزَاءِ أَوْ جَزَيْنَاهُمْ

اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے۔ اوران پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ ان کے فائدے کیلئے ہوگا اور ان کے لئے خوبصورت آنکھوں والی عظیم الشان حوریں ہوں گی۔ یعنی وہ حوریں جن کی آنکھوں کی سیاہی کمال سیاہی اور سفیدی کمال سفیدی ہوگی۔ اور عیون کے عین کا یاء کی مناسبت کی وجہ سے ضمہ سے بدل کر کسرہ دیا گیا ہے۔ جو عیناء کا مفرد ہے جس حمراء یہ حمر کا مفرد ہے۔ اور ایک قرأت میں حور عین کو جر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ جیسے محفوظ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔ یہ ان نیک اعمال کی جزا ہوگی جو وہ کرتے رہے تھے۔ یہاں پر لفظ جزاء مفعول لہ ہے یا مصدر ہے اور اس کا عامل مقدر ہے یعنی جعلنا کہ ذکر کردہ کو ہم نے ان کیلئے بہ طور جزاء بنایا ہے۔

## اہل جنت کیلئے جنتی عورتوں کے ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی مرد جزا یافتہ شخص جنت میں ستر مسندوں کا تکیہ لگا کر بیٹھے گا قبل اس کے کہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے پھر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت اس کے پاس آئے گی اور (اس کو اپنی طرف متوجہ و مائل کرنے کے لئے) اس کے کاندھے پر ٹھوکا دے گی، وہ مرد اس طرف متوجہ ہوگا اس کے رخساروں میں جو آئینہ سے زیادہ صاف وروشن ہوں گے اپنا چہرہ دیکھے گا اور حقیقت یہ ہے کہ اس عورت کے (کسی زیور یا تاج میں جڑا ہوا) ایک معمولی سا موتی بھی (اس قدر بیش قیمت اور نظر کو خیرہ کرنے والا ہوگا کہ) اگر وہ دنیا میں آ جائے تو مشرق سے مغرب تک (کی ہر چیز) کو روشن و منور کر دے۔ بہر حال وہ عورت اس مرد کو سلام کرے گی اور مرد اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گی کہ میں مزید "میں سے ہوں۔ صورت حال یہ ہوگی کہ اس عورت کے جسم پر ستر (رنگ برنگ) کپڑوں کا (تہ در تہ لباس ہوگا اور اس مرد کی نظر عورت کے اس لباس میں سے بھی پار ہو جائے گی (یعنی وہ لباس کے نیچے چھپے ہوئے عورت کے حسن و جمال اور اس کے جسم کی نزاکت ولطافت کا نظارا کرے گا) یہاں تک کہ وہ مرد اس عورت کی پنڈلی کے گودے کو لباس کے پیچھے سے دیکھے گا (گویا اس کی نگاہ اتنی تیز اور صاف ہوگی کہ کوئی بھی چیز اس کے) آگے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنے گی) اور اس عورت کے سر پر تاج رکھے ہونگے اور ان تاجوں کا معمولی سا موتی بھی ایسا ہوگا کہ اگر وہ (دنیا میں آ جائے)

تو مشرق سے مغرب تک (کی ہر چیز) کو روشن و منور کر دے۔ (احمد، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 216)

قبل اس کے کہ وہ ایک پہلو سے دوسرا پہلو بدلے" کے ذریعہ اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ اس مرد کے پہلوؤں میں اتنے زیادہ گاؤ تکئے رکھے ہونگے کہ وہ ایک ہی پہلو پر بیٹھا ہوا دوسرا پہلو بدلنے تک طرح طرح کے ستر تکیوں سے ٹیک لگائے گا۔"

میں، مزید، میں سے ہوں۔ "یعنی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہوں جن کا حق تعالیٰ نے تمہاری نیکو کاریوں کے بدلہ و جزاء کے علاوہ خصوصی انعام کے طور پر مزید عطا کرنے کا وعدہ کیا تھا یہ گویا قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہوگا کہ: (لَهُمْ مَّا يَشَاءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ، ق:35)" ان (اہل ایمان) کو جنت میں وہ کچھ ملے گا جو ہم (جزاء کے طور پر) دینا چاہیں گے اس کے علاوہ ہمارے پاس اور بھی (خصوصی انعام) ہیں اس مضمون کی ایک آیت یہ بھی ہے: (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ، یونس:26)" نیک کاروں کے لئے جنت ہیں مزید برآں۔

ویسے مفسرین نے اس آیت میں زیادۃ (مزید برآں) کی تفسیر 'حق تعالیٰ کا دیدار" کیا ہے، تاہم یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان مزید نعمتوں (خصوصی انعام) میں سے ایک نعمت بعض حوریں بھی ہیں، رہی یہ بات کہ حوران جنت کی اس نعمت کو "مزید یا زیادہ سے کیوں تعبیر فرمایا گیا ہے تو وجہ یہ ہے کہ وہ فضل الٰہی سے بندوں کو ان نیک اعمال کی جزاء میں عطا کی جائیں گی، اب وہ جنت عطا ہونے کے بعد پھر بندوں کو جو کچھ ملے گا وہ خصوصی عنایت و انعام اور فضل بر فضل ہوگا اور ظاہر ہے کہ اصل اجر و بدلہ سے زائد چیز ہوگی۔

| |
|---|
| لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا○اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا○ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ |
| مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ○فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ○ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ○ |
| وہ نہ تو وہاں کوئی بیکار بات سنیں گے اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات، بس سلام ہی سلام کی آواز سنائی دے گی۔ |
| اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ ایسی بیریوں میں ہوں گے |
| جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ |

## اہل جنت کیلئے پھلوں کی بعض نعمتوں کا بیان

"لَا يَسْمَعُوْنَ فِيهَا" فِي الْجَنَّة "لَغْوًا" فَاحِشًا مِنْ الْكَلَام "وَلَا تَأْثِيمًا" مَا يُؤْثِم "إِلَّا" لَكِنْ "قِيلًا" قَوْلًا "سَلَامًا سَلَامًا" بَدَل مِنْ قِيلًا فَإِنَّهُمْ يَسْمَعُونَهُ "فِي سِدْر" شَجَر النَّبْق "مَخْضُود" لَا شَوْك فِيهِ "وَطَلْح" شَجَر الْمَوْز "مَنْضُود" بِالْحَمْلِ مِنْ أَسْفَله إِلَى أَعْلَاهُ.

وہ نہ تو وہاں یعنی جنت میں کوئی بیکار بات سنیں گے اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات، یعنی جس میں کوئی گناہ ہو۔ بس سلام ہی سلام کی آواز سنائی دے گی۔ یہاں پر لفظ سلام یہ قولا سے بدل ہے۔ کیونکہ وہ اس کو سنیں گے۔ اور دائیں بازو والے، دائیں بازو والوں کی

خوش نصیبی کا کیا کہنا۔ وہ ایسی بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے ہوئے ہیں۔ سدر بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ جس میں کانٹے نہ ہوں گے۔ اور ایسے کیلوں میں جو تہ بہ تہ لگے ہوئے ہیں۔ لفظ طلح کا معنی کیلا ہے جو نیچے سے اوپر تک لدے ہوئے ہوں گے۔

## اہل جنت کے کلام میں سلام ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ گز کی تھی جب اللہ نے ان کو بنایا تو ان سے فرمایا جاؤ اور اس جماعت کو سلام کرو اور وہ جماعت فرشتوں کی تھی جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتی ہے وہ جو جواب دے گا وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا جواب ہے۔ چنانچہ حضرت آدم اس حکم الٰہی کی تعمیل میں فرشتوں کی اس جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ السلام علیکم فرشتوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمہ اللہ (یعنی تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو) آنحضرت نے فرمایا کہ گویا آدم کے سلام کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا پھر آپ نے فرمایا کہ پس جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ آدم کی صورت پر ہوگا بایں طور پر کہ اس کی لمبائی ساٹھ گز کی ہوگی یعنی جنت میں جانے والے حضرت آدم کے قد کی مذکورہ بلندی اور ان کے حسن و جمال کے ساتھ وہاں داخل ہوں گے۔ پھر حضرت آدم کے بعد لوگوں کی ساخت برابر کم ہوتی رہی یہاں تک کہ موجودہ مقدار کو پہنچی۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 562)

اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا۔ اس ارشاد گرامی کے معنی میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد گرامی احادیث صفات میں سے ہے جس کے حقیقی مفہوم و مطلب تک رسائی ممکن نہیں ہے اس لئے اس بارے میں کوئی تاویل و توجیہ کرنے کے بجائے سکوت ہی بہتر ہے جیسا کہ اس قسم کے ان اقوال و ارشادات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جاتا ہے جو متشابہات کہلاتے ہیں علماء سلف اسی قول کی طرف مائل ہیں جب کہ بعض دوسرے حضرات اس ارشاد گرامی کی مختلف تاویلیں کرتے ہیں جن سے مشہور تاویل یہ ہے کہ فلاں معاملہ کی صورت مسئلہ یہ ہے یا صورت حال یوں ہے ظاہر ہے کہ جس طرح کسی مسئلہ یا حال کی کوئی ظاہر صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے ساتھ صورت کا لفظ استعمال کر کے حقیقت میں اس مسئلہ یا حال کی صفت و کیفیت مراد ہوتی ہے اس طرح یہاں اللہ کی صورت کا لفظ سے مراد اللہ کی صفت جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صفت پر بنایا اور ان کو صفات کے ساتھ موصوف کیا جو صفات کریمہ باری تعالیٰ کا پرتو ہے چنانچہ اللہ نے ان کو، حی، عالم، قادر، مرید، متکلم، سمیع اور بصیر بنایا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف، شرف و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ جیسا کہ روح اللہ اور بیت اللہ میں روح اور بیت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس لطیف و جمیل صورت پر پیدا کیا جو اسرار و لطائف پر مشتمل ہے اور جس کو اس نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعہ اپنے پاس سے عطا کیا۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صورتہ کی ضمیر حضرت آدم کی طرف راجع ہے یعنی اللہ نے آدم کو انہی کی صورت پر بنایا مطلب یہ ہے کہ وہ ابتداء آفرینش سے ہی شکل پر تھے دوسرے انسانوں کی طرح ان کی تخلیق اس تدریجی طور پر نہیں ہوئی تھی کہ

پہلے وہ نطفہ تھے پھر مضغہ ہوئے پھر جنین، پھر طفل، پھر صبی اور پھر پورے مرد ہوئے بلکہ وہ ابتداء ہی میں تمام اعضاء و جوارح، کامل شکل وصورت اور ساٹھ گز کے قد کے پورے انسان بنائے گئے تھے۔

لہٰذا اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا سے مراد آدم کی تخلیق و پیدائش کی حقیقت کو واضح کرنا ہے اور چونکہ دیگر صفات کے برخلاف قد کی لمبائی ایک غیر معروف چیز تھی اس لئے اس کو خاص طور پر ذکر کیا اسی طرح چونکہ لمبائی پر چوڑائی بھی قیاس کی جاسکتی ہے اور اجمالی طور پر اس کا تصور ذہن میں آسکتا ہے لہٰذا چوڑائی کو ذکر نہیں کیا۔ ورحمۃ اللہ کا لفظ فرشتوں نے زیادہ کیا اس کے ذریعہ سلام کے جواب کے سلسلے میں ایک تہذیب و شائستگی اور ادب فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا چنانچہ افضل طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی شخص السلام علیک کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے اسی طرح اگر کوئی السلام علیک ورحمۃ اللہ کہے تو اس کے جواب میں وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا جائے ایک روایت میں ورحمۃ اللہ کے بعد ومغفرۃ کا لفظ بھی منقول ہے حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام کے جواب میں وعلیک السلام کے بجائے السلام علیک کہنا بھی درست ہے کیونکہ معنی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک افضل یہی ہے کہ جواب میں وعلیک السلام یا وعلیکم السلام ہی کہا جائے رہی یہ بات کہ فرشتوں نے حضرت آدم کے سلام کے جواب میں وعلیک کے بجائے السلام علیک کیوں کہا تو ہوسکتا ہے کہ ملائکہ نے بھی یہ چاہا ہوگا کہ سلام کرنے میں وہ خود ابتداء کریں، جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے کہ جب دو آدمی ملتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک سلام میں ابتداء کرنا چاہتا ہے تو دونوں ہی ایک دوسرے سے السلام علیک یا السلام علیکم کہتے ہیں لیکن یہ بات واضح رہے کہ جواب کے درست و صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جواب سلام کے بعد واقع ہو نہ کہ دونوں ایک ساتھ واقع ہوں جیسا کہ فاستمع ما یحیونک سے واضح ہوتا ہے۔

چنانچہ فاستمع میں حرف فا تعقیب کے لئے ہے جو مذکورہ وضاحت کی دلیل ہے عام طور پر لوگ اس مسئلہ سے بہت غافل ہیں اس لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر دو شخص ملیں اور دونوں ایک ہی ساتھ السلام علیکم کہیں تو دونوں میں سے ہر ایک پر جواب دینا واجب ہوگا۔ حدیث کا آخری جملہ، تقدیم و تاخیر، پر دلالت کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا قد ساٹھ گز تھا ان کے بعد لوگوں کے قد بتدریج کوتاہ ہوتے گئے پھر جنت میں داخل ہوں گے تو سب کے قد دراز ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت آدم کا قد تھا۔

| |
|---|
| وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ○ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ○ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ○ |
| اور ایسے سائے میں جو خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ |
| جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور اونچے اونچے فرش ہونگے۔ |

## اہل جنت کیلئے دائمی سایوں کے ہونے کا بیان

"وَظِلّ مَمْدُود" دَائِم "وَمَاء مَسْكُوب" جَارٍ دَائِمًا "لَا مَقْطُوعَة" فِي زَمَن "وَلَا مَمْنُوعَة" بِثَمَنٍ "وَفُرُش مَرْفُوعَة" عَلَى السُّرَر،

اور ایسے سائے میں جو ہمیشہ خوب پھیلا ہوا ہے۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ جو ہمیشہ جاری رہے گا اور کثرت سے میوے ہوں گے۔ جو نہ کبھی ختم ہوں گے یعنی کسی وقت بھی ختم نہ ہوں گے۔ اور نہ ان سے قیمت کے بدلے میں کوئی روک ٹوک ہوگی۔ اور مسہریوں پر اونچے اونچے فرش ہونگے۔

## جنت کے سائے ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جنت میں ایسے درخت ہیں کہ کوئی سوار اگر اس کے سایہ میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا (الظِّلُّ الْمَمْدُوْدُ) پھیلے ہوئے سائے سے یہی مراد ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 423)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی چیز (جنت) تیار کی ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہے۔ نہ کسی کان نے (اس کے متعلق) سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال آیا ہے۔ اگر جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو (فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یعنی کوئی نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیا چیز تیار کی گئی ہے جو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہے)۔ اور جنت میں ایک درخت ہے اگر کوئی سوار اس کے سائے میں چلنے لگے تو سو سال تک چلنے کے باوجود بھی اسے طے نہ کر سکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو (وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ، اور لمبا سایہ۔

اور جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہے لہذا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ الاية (یعنی جو شخص دوزخ سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سودا ہے)۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1240)

## جنت کے درجات میں زمین وآسمان کے برابر فاصلہ ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ، اور بچھونے اونچے) کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ ان کی بلندی ایسی ہوگی جیسے زمین سے آسمان اور دونوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو برس کا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف رشدین کی روایت سے جانتے ہیں۔

بعض اہل علم اس بلندی کے متعلق کہتے ہیں کہ اس سے مراد درجات ہیں۔ یعنی ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1242)

| |
|---|
| اِنَّـآ اَنْشَاْنٰـهُنَّ اِنْشَآءً ○ فَجَعَلْنٰـهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ○ |
| بلاشبہ ہم نے ان کو پیدا کیا، نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنادیا۔ |
| جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ یہ سب اصحاب یمین کے لئے ہیں۔ |

## اہل جنت کیلئے ہم عمر حوروں کے ہونے کا بیان

"إِنَّـا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً " أَيْ الْـحُور الْعِين مِنْ غَيْر وِلَادَة "فَـجَـعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا" عَـذَارَى كُلَّمَا أَتَاهُنَّ أَزْوَاجهنَّ وَجَدُوهُنَّ عَذَارَى وَلَا وَجَع "عُرُبًا" بِضَمِّ الرَّاء وَسُكُونهَا جَمْع عَرُوب وَهِيَ الْـمُتَـحَبِّبَة إِلَـى زَوْجهَا عِشْقًا لَهُ "أَتْـرَابًا" جَـمْـع تِرْب أَيْ مُسْتَوِيَات فِي السِّنّ "لِأَصْحَابِ الْيَمِين" صِلَة أَنْشَأْنَاهُنَّ أَوْ جَعَلْنَاهُنَّ وَهُمْ : "

بلاشبہ ہم نے ان بستروں والی عورتوں کو پیدا کیا، یعنی انہیں بغیر ولادت کے پیدا کیا ہے۔ نئے سرے سے پیدا کرنا۔ پس ہم نے انھیں کنواریاں بنادیا یعنی جب بھی ان کے شوہران کے پاس آئیں گے تو وہ انہیں کنواری پائیں گے۔ اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوگی جو خاوندوں کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ یہاں پر لفظ عربا یہ راء کے ضمہ اور اس کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے جو عروب کی جمع ہے یعنی وہ اپنے شوہروں کو بہت پسند آئیں گی۔ اور اترابا یہ ترب کی جمع ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ وہ عمر میں برابر ہوں گی۔ یہ سب اصحاب یمین کے لئے ہیں۔ یہاں اصحاب یمین یہ انشانا ہن سے یا جعلنا ہن سے متعلق ہے۔

## جنت کی خواتین کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (اِنَّـآ اَنْشَـاْنٰهُنَّ اِنْشَـآءً اور ہم نے اٹھایا ان عورتوں کو ایک اچھی اٹھان پر)۔ کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خاص طور پر بنائی جانے والی عورتیں وہ ہیں جو دنیا میں بوڑھی تھیں ان کی آنکھیں کمزور تھیں اور ان کی آنکھوں سے پانی بہتا تھا۔ یہ حدیث غریب ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف موسیٰ بن عبیدہ کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں موسیٰ بن عبیدہ اور یزید بن ربان رقاشی دونوں محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1244)

| |
|---|
| ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ وَ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ○ |
| فِيْ سَمُوْمٍ وَّ حَمِيْمٍ ○ وَّ ظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ○ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ○ |
| جن کا ایک گروہ پہلے لوگوں کا ہے اور ایک گروہ آخری لوگوں کا ہے اور بائیں ہاتھ والے تو ان کا کیا پوچھنا ہے |
| گرم گرم ہوا کھولتا ہوا پانی کالے سیاہ دھوئیں کا سایہ جو نہ ٹھنڈا ہو اور نہ اچھا لگے۔ |

## بعد لوگوں سے بھی ایک بڑے گروہ کے ہونے کا بیان

ثُلَّة مِنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّة مِنَ الْآخِرِينَ "" فِي سَمُوم " رِيح حَارَّة مِنَ النَّار تَنْفُذ فِي الْمَسَامّ "وَحَمِيم" مَاء شَدِيد الْحَرَارَة "وَظِلّ مِنْ يَحْمُوم " دُخَان شَدِيد السَّوَاد "لَا بَارِد" كَغَيْرِهِ مِنْ الظِّلَال "وَلَا كَرِيم" حَسَن الْمَنْظَر،

جن کا ایک گروہ پہلے لوگوں کا ہے اور ایک گروہ آخری لوگوں کا ہے اور بائیں ہاتھ والے تو ان کا کیا پوچھنا ہے۔

گرم گرم ہوا کھولتا ہوا، سموم اس لئے کہا ہے کہ وہ اپنی اہل دوزخ کے مسامات میں داخل ہو جائے گا۔ اور وہ سخت گرم پانی ہوگا پانی کالے سیاہ دھوئیں کا ہوگا یعنی یحموم جو سخت سیاہ دھواں ہوگا۔ سایہ جو نہ ٹھنڈا ہو اور نہ اچھا لگے۔ یعنی دوسرے سایوں کی طرح ٹھنڈا نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی اس میں سکون ہوگا۔

## امت مسلمہ میں سے بغیر حساب جنت میں جانے والوں کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا اور (ان ستر ہزار میں سے) ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار اور میرے پروردگار کے چلوں میں سے تین چلو بھر کر لوگ جنت میں جائیں گے۔"

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 130)

حساب وعذاب کے بغیر" سے مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس سخت حساب کے مرحلہ سے گزرنا نہیں پڑے گا جس میں بندہ پرسش ومواخذہ، دارو گیر اور سخت پوچھ گچھ سے دوچار ہونے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار الخ" کا مطلب یہ ہے کہ ستر ہزار لوگ تو حساب وعذاب کے مرحلہ سے گزرے بغیر جنت میں جائیں ہی گے لیکن ان میں سے بھی ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار لوگ ہوں گے اور پھر اللہ تعالیٰ اپنے تین چلو بھر کر اور لوگ ان کے ساتھ کر دے گا! اب رہی یہ بات کہ ستر ہزار سے کیا مراد ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ خاص عدد ہی مراد ہو اور یا یہ کہ اس عدد سے " کثرت "مراد ہے نیز" تین چلوں" کے الفاظ بھی کثرت ومبالغہ سے کنایہ ہیں پس حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ میری امت کے اتنے زیادہ لوگوں کو کہ جو شمار بھی نہیں کئے جاسکتے حساب عذاب کے بغیر جنت میں داخل کرے گا۔

## جنت میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد سب سے زیادہ ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" (قیامت کے دن میدان حشر میں) اللہ تعالیٰ آواز دے گا کہ اے آدم!" آدم جواب دیں گے کہ میں حاضر ہوں تیری تابعداری کے لئے تیار ہوں ساری بھلائیاں تیرے ہی ہاتھوں میں ہیں اللہ تعالیٰ فرمائے گا" آگ والوں کے لشکر کو نکال لو یعنی ہمیں تمہاری اولاد میں سے جن لوگو کو دوزخ میں بھیجنا منظور ہے ان کو علیحدہ کرلو۔" آدم عرض کریں گے کہ دوزخیوں کے لشکر کو نکال لو یعنی ہمیں تمہاری

اولاد میں سے جن لوگوں کو دوزخ میں بھیجنا منظور ہے ان کو علیحدہ کر لو۔ " آدم عرض کریں گے کہ دوزخیوں کے لشکر کی تعداد (کا تناسب) کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہر ہزار میں سے نوسوننانویں (یعنی دوزخیوں کا تناسب یہ ہے کہ ہر ہزار میں سے ایک آدمی جنت میں جائے گا اور باقی دوزخ میں ڈالے جائیں گے)! یہ حکم الٰہی سن کر چھوٹی عمر والا بوڑھا ہو جائے گا اور ہر حاملہ عورت اپنا حمل ضائع کر دے گی۔ اور اس وقت) تم دیکھو گے کہ لوگ گویا نشہ میں مست ہیں حالانکہ وہ (شراب جیسے نشہ سے مست نہیں ہوں گے بلکہ عذاب الٰہی بہت سخت ہے (یعنی لوگوں کی وہ سرمستی و مدہوشی، عذاب الٰہی کے خوف و دہشت کی بناء پر ہوگی) صحابہ کرام نے (جب یہ سنا کہ جنت میں جائے گا) ہم میں کون ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو سمجھانے اور تسلی دینے کے لئے) فرمایا اطمینان رکھو غم نہ کھاؤ (جنت میں جانے والا) ایک شخص تم میں سے ہوگا اور (دوزخ میں جانے والے ہزار شخص یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں امید رکھتا ہوں کہ (اے میری امت کے لوگو) تم اہل جنت کی مجموعی تعداد میں جنت کے مستحق ہوں گے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر (اور بڑی بشارت دینے کے لئے) فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ تم اہل جنت کی مجموعی تعداد کا تہائی حصہ ہونگے، (یہ سن کر) ہم نے پھر نعرہ تکبیر بلند کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں۔ "(تم لوگوں یعنی امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ایک عظیم فضیلت ہے کہ جنت میں جانے والوں میں سب سے بڑی تعداد اسی امت کی ہوگی جب کہ اس دنیا میں) لوگوں کے درمیان تمہاری تعداد اتنی کم ہے جیسا کہ سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ تل یا ایک کالے بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہو۔" (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 114)

ہر ہزار میں سے نوسوننانویں ان الفاظ کے اعتبار سے یہ روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل کردہ اس حدیث کے مخالف ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ ہر سو ننانویں لوگ دوزخی ہوں گے؟ پس کرمانی نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ان دونوں روایتوں میں کسی خاص عدد کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اصل مقصد اہل ایمان کی تعداد کے کم ہونے اور اہل کفر کی تعداد کے زیادہ ہونے کو بیان کرنا ہے! پس یہاں ہر ہزار میں سے نوسوننانویں کا جو تناسب بیان کیا گیا ہے وہ کافروں کے اعتبار سے ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں "ہر سو میں سے ننانویں جو تناسب ذکر کیا گیا ہے وہ گنہگاروں کے اعتبار سے ہے! اور ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کے مفہوم کو تو حضرت آدم علیہ السلام کی تمام ذریت پر محمول کیا جائے (یعنی یہاں حدیث میں اہل دوزخ کے لئے ہر ہزار میں سے نوسوننانویں کا جو تناسب ذکر کیا گیا ہے وہ از اول تا آخر تمام انسانوں کے اعتبار سے ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اہل دوزخ کے لئے "ہر سو ننانوے" کا جو تناسب ذکر کیا گیا ہے اس کو یاجوج ماجوج کے علاوہ دوسرے لوگوں پر محمول کیا جائے۔

اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا ذکر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی روایت میں ہے نہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں پایا کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا تعلق تمام مخلوق سے ہے اور حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کا تعلق صرف امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے! اور یا یہ کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں اہل دوزخ کے لشکر سے مراد تمام کفار اور تمام گنہگار ہیں جب کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں "اہل دوزخ کے لشکر سے مراد صرف مسلمان گنہگار ہیں! بہر حال ان تاویلات اور توجیہات سے ان دونوں روایتوں کے درمیان کوئی تضاد نہیں رہتا۔ اور ہر حاملہ اپنا حمل ضائع کر دیگی" کے بارے میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ بات فرض کرنے کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بالفرض اس وقت کوئی چھوٹی عمر کا ہو تو وہ اس صورت حال کی ہیبت اور اس فیصلہ الٰہی کے صدمہ وخوف سے بوڑھا ہو جائے اسی طرح اس وقت اگر کوئی عورت حمل سے ہو تو مارے ہیبت کے اس کا پیٹ گر پڑے اور بعض حضرات نے یہ احتمال بیان کیا ہے کہ جو عورتیں حمل کی حالت میں مری ہوں گی وہ اپنے حمل کے ساتھ اٹھ کر میدان حشر میں آئینگی اور اس وقت وہ حکم الٰہی سن کر مارے ہیبت کے ان کا حمل گر پڑے گا اسی طرح چھوٹی عمر والے اٹھ کر میدان حشر میں آئیں گے وہ مارے ہیبت کے بوڑھے ہو جائیں گے یہ اور بات ہے کہ وہ جنت میں جاتے وقت جوان ہو جائیں گے۔ اطمینان رکھو غم نہ کھاؤ الخ کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے خوف وخدشہ کو دور فرمایا کہ دراصل یاجوج وماجوج کی قوم کے لوگ اتنی کثرت میں ہوں گے کہ اگر تمہاری اور ان کی تعداد کا تناسب نکالا جائے تو وہ اس طرح ہوگا کہ ان میں سے تو ایک ہزار شخص اور تم میں سے صرف ایک شخص اور اس صورت حال میں بھی اہل جنت کی تعداد کچھ کم نہیں ہوگی بلکہ بہت ہوگی۔

لہٰذا تمہیں اس خدشہ میں نہ پڑنا چاہئے کہ جنت میں جانے والون کا تناسب دوزخ میں جانے والوں کے تناسب سے اس قدر کم ہوگا تو ہم میں سے بہت ہی کم لوگ جنت میں جائینگے! تاہم اس بات سے یہ ضرور واضح ہوگیا کہ مجموعی طور پر دوزخ میں جانے والوں کی تعداد زیادہ ہوگی اور جنت میں جانے والوں کی تعداد کم! لیکن اگر اہل جنت میں ملائکہ اور حوروں کو بھی شامل کر لیا جائے تو شاید اہل جنت کی تعداد، اہل دوزخ کی تعداد سے زیادہ بڑھ جائے گی اور اس صورت میں حدیث قدسی غلبت رحمتی علی غضبی (میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوئی) کے معنی بھی صحیح ہوں گے۔ واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تناسب بیان فرمایا اس کو بتدریج ذکر فرمایا یکبارگی ذکر نہیں کیا تا کہ صحابہ کرام کے دل خوشی کے مارے پھٹ نہ جائیں، یا بتدریج ذکر اس بنا پر فرمایا کہ شاید امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگ کئی مراحل میں اسی تناسب کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے یعنی پہلے مرحلہ میں جو لوگ جنت میں جائیں گے وہ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا تہائی حصہ بنے گا یہاں تک کہ جب سب لوگ جنت میں پہنچ جائینگے تو پھر امت محمدی کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا آدھا حصہ ہوں گے اور یا یہ کہ اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد بار وحی نازل ہوئی اور مذکورہ تناسب کو اسی تدریج کے ساتھ بتایا گیا، چنانچہ جب بھی وحی نازل ہوتی اور اس میں جس تناسب کا ذکر ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بشارت دینے کے لئے اسی کو بیان فرما دیتے! بہر حال یہ احتمالات مذکورہ تناسب کو بتدریج ذکر کرنے کے سلسلہ میں ہیں جو اصل بات ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ امت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم کے لوگ اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہوں گے۔

حالانکہ زیادہ صحیح بات ہے کہ جنت میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کا دو تہائی حصہ ہوگی، چنانچہ یہ ثابت ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس ۱۲۰ صفیں ہوں گی، جن میں سے ۸۰ (اسی) صفیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر مشتمل ہوں گی اور چالیس صفیں باقی تمام امتیوں کی ہوں گی، پس ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ حدیث (کہ جس سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل جنت کی مجموعی تعداد کا نصف حصہ ہونا معلوم ہوتا ہے) ارشاد فرمائی تھی اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اہل جنت کی کل تعداد کا دو تہائی حصہ ہوگی! اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "نصف حصہ" والی بات ابتدائی مرحلہ میں جنت میں جانے والوں کے تناسب کے اعتبار سے فرمائی ہو۔

## کامل ایمان والوں کا بغیر حساب جنت میں جانے کا بیان

اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ابن سکن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے دن لوگوں کو ایک فراخ و ہموار میدان میں جمع کیا جائے گا، پھر ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستروں اور خواب گاہوں سے جدا رہتے تھے (یہ اعلان سن کر) اہل محشر میں سے بہت تھوڑے لوگ (جو اہل اسلام میں ہوں گے اٹھیں گے (یعنی مجمع سے نکل کر باہر آئیں گے) اور حساب کتاب کے (مرحلہ سے گزرے) بغیر جنت میں چلے جائیں گے، پھر باقی لوگوں سے حساب کا حکم دیا جائے گا" (اس روایت کو امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 138)

جن کے پہلو بستروں اور خواب گاہوں سے جدا رہتے تھے) سے مراد یا تو وہ بندگان اللہ ہیں جو رات میں اپنی پر سکون نیند کی راحت سے صرف نظر کر کے اور اپنے آرام دہ بستروں اور خواب گاہوں کو چھوڑ کر اپنے خالق کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں اور نماز تہجد پڑھتے ہیں! اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ شاید وہ لوگ مراد ہوں جو صلوۃ الاوابین پڑھتے ہیں! نیز یہ بھی احتمال ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہوں جو عشاء اور فجر کی نماز پڑھتے ہیں بہر حال حدیث کے ان الفاظ سے قرآن کریم کی ان آیتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبادت گزار اور پاکباز بندوں کو یوں متعارف کرایا ہے کہ: (اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ 15 تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ 16 فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ، السجدہ 15-16-17) بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لائے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ (ایمان لانے اور اللہ کے احکام ماننے سے) تکبر نہیں کرتے (جیسا کہ کافر لوگ تکبر کرتے ہیں اور از راہ خوف اللہ کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہیں) نیز (رات کو ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں (خواہ عشاء فجر کی نماز یا تہجد کی نماز اور خواہ صلوۃ الاوبین پڑھنے کے لئے اور ان کے پہلو خواب گاہوں سے صرف علیحدہ

ہی نہیں رہتے بلکہ وہ لوگ اپنے رب کو ثواب کی ) امید اور (عذاب کے ) خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے (ہماری راہ میں ) خرچ کرتے ہیں۔

پس کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے، یہ ان کو ان کے نیک اعمال کا صلہ ملا ہے "پس ان آیات میں ان صفات اور خوبیوں کا ذکر ہے جو اہل ایمان کا خاصہ ہیں اور جن میں سے بعض صفات تو ایسی ہیں جن پر خود ایمان ہی موقوف ہے اور بعض صفات ایسی ہیں جن پر ایمان کا کامل ہونا موقوف ہے نیز مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان وعمل کا کمال رکھنے والے بندگان خاص قیامت کے دن حساب کتاب کے مرحلہ سے محفوظ رہیں گے ان پر کوئی سختی نہیں ہوگی ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا اور وہ اپنے رب کی بے پایاں عنایتوں اور رحمتوں کے سائے میں رہتے ہوئے حساب کتاب کے بغیر سیدھے جنت میں پہنچادیئے جائیں گے۔**الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وقلیل ما ھم** ۔مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں ! اور ایک موقع پر یوں اراشاد ہوا ہے۔**وقلیل من عبادی الشکور**۔اور میرے بندوں میں (طاعت وعبادت کے ذریعہ میرا ) شکرادا کرنے والے کم ہی ہوتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان اور اہل حق کا اقلیت میں ہونا اور اس اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ان کا مختلف قسم کے سماجی، معاشرتی اور سیاسی مصائب وآلام میں مبتلا ہونا اور طرح طرح کے ظلم وجور سہنا ان کے لئے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے وہ تنگ دل اور مایوسی کا شکار ہوں بلکہ حقیقت میں ان کے اللہ کی طرف سے ان کے لئے ایک اعزاز اور ایک سعادت ہے اور آخر کار جس کا صلہ انہیں ابدی راحتوں اور نعمتوں کی صورت میں ملنے والا ہے اللہ کے ان بندگان خاص یعنی ایمان وعمل کا کمال رکھنے والوں کو حساب کتاب کے بغیر جنت میں اس لئے داخل کیا جائے گا کہ انہوں نے دنیا میں ہدایت کے راستہ کو اختیار کیا، اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی فرمانبرداری کی، دین کی راہ پر استقامت واستقلال کے ساتھ چلے، اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے طاعت وعبادت کی مشقت برداشت کی، دنیا کی لذتوں اور راحتوں کو ترک کیا اور اس طرح انہوں نے "صبر" کا مقام اختیار کیا تو پھر ان کو اللہ کے یہاں کی سعادتوں اور بے پایاں راحتوں کا مستحق ہونا ہی ہے اور ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں یوں بشارت دیتا ہے کہ **قل یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنة وارض اللہ واسعة انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مؤمنین کو میری طرف سے ) کہیں کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو (یعنی طاعت پر دوام اور گناہوں سے پرہیز کرو ) جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے (یعنی اگر تمہیں دین کر راہ میں اپنا وطن بھی چھوڑنا پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرو اور ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ ) اور (ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دین کی راہ میں ) استقلال اختیار کرنے والوں (اور ہر طرح کی مشقت وتکلیف پر صبر کرنے والوں کو) ان کا صلہ بے حسب ملے گا۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن میدان حشر میں (ترازو) کھڑی کرے گا جس کے دو پلے اور ایک چوٹی

ہوگی اور اس ترازو کے ذریعہ بندوں کے نیک اور برے اعمال کو وزن کرے گا معتزلہ، مرجیہ اور فارجیہ فرقے کے لوگوں کو "ترازو" کے وجود سے انکار ہے وہ کہتے ہیں کہ "ترازو" سے مراد "میزان عدل" ہے، اعمال کا تولنا اور وزن کرنا مراد نہیں ہے لیکن قرآن کریم اور احادیث نبویہ کی رو سے یہ لوگ جھوٹے ہیں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔ **ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيأ وان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها وكفى بنا حاسبين** ٥ اور وہاں ہم قیامت کے دن عدل کے لئے ترازو رکھیں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) پس کسی پر کسی بات کا ظلم نہ ہوگا اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اسے دی جائے گی (یعنی اس نیکی کو وہاں حاضر کر کے میزان عدل میں رکھا جائے گا) اور ہم ہی حساب کے لئے کافی ہیں ایک موقع پر یوں فرمایا ہے۔ **فاما من ثقلت موازينه فهو في عيشة راضية واما من خفت موازينه فامه هاوية** ۔ (پھر اعمال کے وزن کے بعد) جس شخص (کے ایمان وعمل) کا پلہ بھاری ہوگا وہ ہمیشہ عیش وراحت میں رہے گا اور جس شخص (کے ایمان وعمل) کا پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ پس عدل کی تعریف سب کی اور گرانی درست نہیں، بلکہ ظہار عدل کے لئے درحقیت ترازو میں اعمال کو تولنا مراد ہے اور علماء نے لکھا ہے کہ یہ ترازو اللہ تعالیٰ کے اپنے دست قدرت میں ہوگی کیونکہ بندوں کا حساب اللہ تعالیٰ بلند کرے گا اور ایک کو پست کرے گا۔

بیان کیا گیا ہے کہ بندوں کی نیکیاں رائی کے دانہ اور چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے برابر ہوں گی جو بہت خوبصورت ہونگی، انہیں نور کے پلے میں رکھا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ پلہ بھاری ہو جائے گا برائیوں کی شکل بہت بھونڈی ہوگی اور انہیں ظلمت کے پلے میں رکھا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ پلہ ہلکا ہو جائے گا اعمال کے تلنے میں لوگوں کا حال تین طرح سے ہوگا بعض وہ ہوں گے جن کے نیک اعمال کا پلہ برے اعمال کے پلہ کی نسبت سے بھاری ہوگا، ایسے لوگ بہشت میں جائیں گے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہوگا جن کے نیک اعمال کی نسبت ان کے برے اعمال کا پلہ بھاری ہوگا ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے، تیسرا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگا جن کے نیک اعمال اور برے اعمال کے دونوں پلے برابر ہوں گے، ایسے لوگوں کو اعراف میں پہنچایا جائے گا اور پھر خواہ شفاعت کی وجہ سے سزا سے پہلے ہی خواہ سزا کے بعد ان کو بھی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اہل سنت کے نزدیک پل صراط پر ایمان لانا بھی واجب ہے، یہ وہ پل ہے جو دوزخ کی پیٹھ پر سے گزرتا ہے اور جو بال سے زیادہ باریک اور آگ سے زیادہ گرم اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

قیامت کے دن تمام مخلوق کو اس پل پر سے گزارا جائے گا، جو اہل جنت ہوں گے وہ اپنے ایمان وعمل کے مراتب کے مطابق آسانی یا پریشانی کے ساتھ پل پر سے گزر کر جنت میں چلے جائیں گے اور جو اہل دوزخ ہوں گے وہ اس پر سے گر کر دوزخ میں جا پڑیں گے اہل ایمان کو ان کے عمل کے مطابق نور عطا کیا جائے گا جس کی روشنی میں وہ اس پل کے راستہ کو طے کریں گے ان میں سے بعض سوار ہو کر اور دوڑنے کر برابر ہو جائیں گے بعض گھٹنوں کے بل اور بعض سرین کے بل رینگتے ہوئے جائیں گے پل صراط کی مسافت آخرت کے سالوں کے حساب سے تین ہزار سال ہے! ایک روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ دوزخ پر سات پل ہیں اور ہر

پل کے درمیان ستر برس کی مسافت جتنا فاصلہ۔

ہے اور ہر پل تلوار کی دھار جتنا تیز ہے اس کے اوپر سے گزرنے والے گروہوں میں سے پہلا گروہ آنکھ جھپکتے ہی گزر جائے گا دوسرا گروہ اس طرح گزرے گا جس طرح بجلی اچک لے جاتی ہے تیسرا گروہ تیز ہوا کہ طرح گزر جائے گا، چوتھا گروہ پرندوں کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائے گا پانچواں گروہ گھوڑوں کی طرح دوڑ کر گزر جائے گا چھٹا گروہ دوڑتے ہوئے آدمیوں کی طرح سے عبور کرے گا اور ساتواں گروہ پیدل چلنے والے لوگوں کی طرح سے گزر جائے گا۔

ان سب کے بعد آخر میں ایک گروہ وہ باقی رہ جائے گا جب انہیں گزرنے کے لئے کہا جائے گا تو وہ اپنا پاؤں پل صراط پر رکھیں گے، مگر ان کے پاؤں لرزنے لگیں گے، چنانچہ وہ گھٹنوں کے بل چلنے لگیں گے اور دوزخ کی آگ کی چنگاریاں ان کے پاؤں اور پوست تک پہنچیں گی، تب یہ لوگ پیٹ کے بل گھسیٹے چلیں گے پھر ہاتھوں کے ذریعہ پل کے ساتھ لپٹ جائیں گے، آگ بھی ان سے لپٹ جائے گی، تب آگ سے چھٹکارا پانے کے لئے وہ پیٹ کے بل گھسٹنے لگیں گے یہاں تک کہ دوزخ کو عبور کرلیں گے، عبور کرنے کے بعد پلٹ کر دوزخ کی طرف نگاہ دوڑائیں گے اور کہیں گے جس اللہ نے اس (دوزخ) سے ہمیں پار کر دیا ہے وہ پاک ہے، بیشک اس نے اپنے لطف و کرم سے میرے حال پر مہربانی فرمائی ہے، آج تک از اول تا آخر اس نے میرے سوا اور کسی پر فضل نہیں کیا، مجھے اپنے فضل سے پل صراط کے پنجہ سے رہائی دلائی۔

| |
|---|
| اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝ وَ كَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝ |
| وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ |
| یہ وہی لوگ ہیں جو پہلے بہت آرام کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور بڑے بڑے گناہوں پر اصرار کر رہے تھے۔ |
| اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈی ہوجائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ |

## دنیا میں گناہوں پر اصرار کرنے والوں کا بیان

"اِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ " فِي الدُّنْيَا "مُتْرَفِينَ" مُنَعَّمِينَ لَا يَتْعَبُونَ فِي الطَّاعَة "وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْث" الذَّنْب "الْعَظِيم" أَيْ الشِّرْك،

"وَكَانُوا يَقُولُونَ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ " فِي الْهَمْزَتَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ التَّحْقِيق وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ،

یہ وہی لوگ ہیں جو دنیا میں پہلے بہت آرام کی زندگی گزار رہے تھے۔ اور وہ طاعت کی اتباع نہیں کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے گناہوں یعنی شرک پر اصرار کر رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک اور ہڈی ہوجائیں گے تو ہمیں دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ یہاں پر دونوں ہمزے دونوں مقامات پر تحقیق کیلئے اور ثانی تسہیل کیلئے جبکہ دونوں کے درمیان دونوں

مقامات پر الف داخل کیا جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ بیان فرمایا ہے یہ لوگ ان سزاؤں کے مستحق اس لئے ہوئے کہ دنیا میں جو اللہ کی نعمتیں انہیں ملی تھیں ان میں یہ ست ہو گئے۔ رسولوں کی باتوں کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی۔ بدکاریوں میں پڑ گئے اور پھر توبہ کی طرف دلی توجہ بھی نہ رہی۔ (حنث عظیم) سے مراد بقول حضرت ابن عباس کفر شرک ہے، بعض کہتے ہیں جھوٹی قسم ہے، پھر ان کا ایک اور عیب بیان ہو رہا ہے کہ یہ قیامت کا ہونا بھی محال جانتے تھے، اس کی تکذیب کرتے تھے اور عقلی استدلال پیش کرتے تھے کہ مر کر مٹی میں مل کر پھر بھی کہیں کوئی جی سکتا ہے؟ انہیں جواب مل رہا ہے کہ تمام اولاد آدم قیامت کے دن نئی زندگی میں پیدا ہو کر اور ایک میدان میں جمع ہوگی، کوئی ایک وجود بھی ایسا نہ ہوگا جو دنیا میں آیا ہو اور یہاں نہ ہو، جیسے اور جگہ ہے اس دن سب جمع کر دیئے جائیں گے یہ حاضر باشی کا دن ہے، تمہیں دنیا میں چند روز مہلت ہے قیامت کے دن کون ہے جو بلا اجازت اللہ لب بھی ہلا سکے انسان دو قسم پر تقسیم کر دیئے جائیں گے نیک الگ اور بد علیحدہ۔ وقت قیامت محدود اور مقرر ہے، کمی زیادتی تقدیم تاخیر اس میں بالکل نہ ہوگی۔

پھر تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو زقوم کے درخت تمہیں پینا پڑے گا اور وہ بھی اس طرح جیسے پیاسا اونٹ پی رہا ہو، ہیم جمع ہے اس کا واحد اہیم ہے مونث ہماء ہے ہائم اور ہوتی اور نہ اس بیماری سے اونٹ جانبر ہوتا ہے، اسی طرح یہ جنت جبراً سخت گرم پانی پلائے جائیں گے جو خود ایک بدترین عذاب ہوگا بھلا اس سے پیاس کیا رکتی ہے؟ حضرت خالد بن معدان رضی اللہ فرماتے ہیں کہ ایک ہی سانس میں پانی پینا یہ بھی پیاس والے اونٹ کا سا پینا ہے اس لیے مکروہ ہے پھر فرمایا ان مجرموں کی ضیافت آج جزا کے دن یہی ہے، جیسے متقین کے بارے میں اور جگہ ہے کہ ان کی مہمانداری جنت الفردوس ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ واقعہ، بیروت)

## دنیا میں تکبر کرنے والوں کی کوئی حیثیت نہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن (میدان حشر میں) جاہ و مال کے اعتبار سے) ایک بڑا اور خوب موٹا تازہ شخص آئے گا لیکن اللہ کے نزدیک وہ مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت اور کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا ہوگا اور (اے مؤمنین) تم یہ آیت پڑھا کرو (تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ وہ دنیا دار جو اپنی دنیاوی حیثیت و وقعت پر نازاں اور مغرور ہیں اور اپنے کردار و عمل کو اچھا سمجھتے ہیں حقیقت کے اعتبار سے وہ بے حیثیت ہیں اور ان کے تمام اعمال و کردار ضائع و نابود ہو جانے والے ہیں اور وہ آیت یہ ہے کہ (فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا، الکہف:105) قیامت کے دن ہم ان کو کوئی قدر و منزلت نہیں دیں گے۔ اس روایت کو بخاری و مسلم نے نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 116)

| |
|---|
| اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ○ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ○ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ○ |
| کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اولین و آخرین سب کے سب۔ |
| ایک مقرر دن کی وعدہ گاہ پر جمع کئے جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن سب اولین وآخرین کو جمع کیے جانے کا بیان

"أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ" بِفَتْحِ الْوَاو لِلْعَطْفِ وَالْهَمْزَة لِلِاسْتِفْهَامِ وَهُوَ فِي ذَلِكَ وَفِيمَا قَبْله لِلِاسْتِبْعَادِ وَفِي قِرَاءَة بِسُكُونِ الْوَاو عَطْفًا بِأَوْ وَالْمَعْطُوف عَلَيْهِ مَحَلّ إنَّ وَاسْمهَا "لَمَجْمُوعُونَ إلَى مِيقَات" لِوَقْتِ "يَوْم مَعْلُوم" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة،

کیا ہمارے باپ دادا بھی اٹھائے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ اولون یہ لام کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور عطف کیلئے آیا ہے اور ہمزہ استفہام کیلئے آیا ہے۔ اور وہ اس میں بھی اسی طرح ہے جس طرح اس سے پہلے میں آیا ہے۔ جو استبعاد کیلئے ہے اور ایک قرأت میں واؤ سکون کے ساتھ یا اَو واؤ مفتوحہ کے ساتھ عطف کیلئے آیا ہے۔ کیونکہ یہ اِن کا محل ہے اور اس کے اسم کا محل ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اولین وآخرین سب کے سب۔ ایک مقرر دن یعنی قیامت کے دن کی وعدہ گاہ پر جمع کئے جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

او اباء نا الاولون: ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واو عاطفہ ہے۔ جس کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ ای ء انا لمبعوثون واباء نا الاولون۔ کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اولین باپ دادا بھی۔ جملہ استفہام انکاریہ ہے۔ اباء نا مضاف مضاف الیہ ہمارے آباء واجداد۔ باپ دادے، الاولون ہم سے پہلے، ہمارے اگلے، اسلاف۔

آیت 47 میں ائذا متنا اور ءانا میں ہمزہ استفہامیہ کے تکرار کے متعلق اور آیت 48 میں واو عاطفہ پر ہمزہ استفہامیہ داخل کرنے کے متعلق بیضاوی میں ہے۔

ہمزہ کا تکرار بعث سے مطلقاً انکار کی دلیل ہے یعنی اگر ہمزہ کو دوبارہ نہ لایا جاتا تو انکار بعث محض مٹی اور ہڈیاں کے دوبارہ جی اٹھنے پر محدود رہ جاتا ہے یا میت کے مٹی اور ہڈیاں ہونے تک۔ بعث کے متعلق انکار کے لئے ہمزہ استفہامیہ انکاریہ کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ ایسے ہی او اباء نا میں ہمزہ کو واو عاطفہ سے قبل لایا گیا۔ گویا کہ انہوں (منکرین بعث) نے کہا ہو کہ ہمیں اس سے انکار ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے۔ اور ہمارے باپ دادا کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا تو اس سے بھی زیادہ قابل انکار ہے۔

| |
|---|
| ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ٥ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ٥ |
| فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ٥ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ٥ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ٥ |
| اس کے بعد تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! تھوہڑ کے درخت کے کھانے والے ہو گے۔ پھر اس سے اپنے پیٹ بھرو گے، |
| پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ پھر اس طرح پیو گے جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ |

## اہل دوزخ کیلئے کھولتا ہوا پانی پیاسے اونٹوں کی طرح پینے کا بیان

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّالُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ "لَآكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّوْمٍ" بَيَانٌ لِلشَّجَرِ "فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا" مِنَ الشَّجَرِ "فَشَارِبُوْنَ عَلَيْهِ" أَيِ الزَّقُّوْمِ الْمَأْكُوْلِ،

"فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ" بِفَتْحِ الشِّيْنِ وَضَمِّهَا مَصْدَرٌ "الْهِيْمِ" الْإِبِلِ الْعِطَاشِ جَمْعُ هَيْمَانَ لِلذَّكَرِ وَهَيْمَى لِلْأُنْثَى كَعَطْشَانَ وَعَطْشَى،

اس کے بعد تم اے گمراہو اور جھٹلانے والو! تھوہڑ کے درخت کے کھانے والے ہوگے۔ یہاں پر من زقوم یہ شجر کا بیان ہے پھر اس سے زقوم کو کھا کر اپنے پیٹ بھرو گے، پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پیو گے۔ یہاں پر لفظ شرب یہ شین کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور مصدر ہے۔ پھر اس طرح پیو گے جس طرح پیاسے اونٹ پیتے ہیں۔ اور لفظ ہیم پیاسے اونٹ کو کہتے ہیں۔ جو ہیمان کی جمع ہے۔ جو مذکر کیلئے آتا ہے اور اس کی مؤنث ہیمی آتا ہے جس طرح عطشان اور عطشی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت (يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ، آل عمران:102) تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا اگر (دوزخ کے) زقوم یعنی تھوہر کے درخت کا ایک قطرہ بھی اس دنیا کے گھر میں ٹپک پڑے تو یقیناً دنیا والوں کے سامان زندگی کو تہس نہس کر دے پھر (سوچو) اس شخص کا کیا حال ہوگا جس کی خوراک ہی زقوم ہوگی۔ اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی، قیامت کا بیان)

| |
|---|
| هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ |
| اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ |
| یہ قیامت کے دن ان کی مہمانداری کا سامان ہوگا۔ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے تو دوبارہ پیدا کرنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ |
| کیا تم نے اس نطفہ کو دیکھا ہے جو رحم میں ڈالتے ہو۔ اسے تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ |

## انسان کی تخلیق سے دلیل بعث کا بیان

"هٰذَا نُزُلُهُمْ" مَا أُعِدَّ لَهُمْ "يَوْمَ الدِّيْنِ" يَوْمَ الْقِيَامَةِ "نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ" أَوْجَدْنَاكُمْ مِنْ عَدَمٍ "فَلَوْلَا" هَلَّا "تُصَدِّقُوْنَ" بِالْبَعْثِ إِذِ الْقَادِرُ عَلَى الْإِنْشَاءِ قَادِرٌ عَلَى الْإِعَادَةِ،

"أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُوْنَ" تُرِيْقُوْنَ مِنَ الْمَنِيِّ فِي أَرْحَامِ النِّسَاءِ "أَأَنْتُمْ" بِتَحْقِيْقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَالِ الثَّانِيَةِ أَلِفًا وَتَسْهِيْلِهَا وَإِدْخَالِ أَلِفٍ بَيْنَ الْمُسَهَّلَةِ وَالْأُخْرَى وَتَرْكِهِ فِي الْمَوَاضِعِ الْأُخْرَى "تَخْلُقُوْنَهُ" أَيِ الْمَنِيَّ بَشَرًا،

یہ قیامت کے دن ان کی مہمانداری کا سامان ہوگا۔ جو قیامت کے دن ان کیلئے تیار کیا جائے گا۔ ہم نے تم کو پیدا کیا ہے یعنی ہم تمہیں عدم سے وجود میں لائے ہیں۔ تو دوبارہ پیدا کرنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ یعنی بعث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے لہٰذا جب وہ پہلی بار پیدا کرنے پر قادر ہے تو لوٹانے پر بھی قادر ہے۔ کیا تم نے اس نطفہ کو دیکھا ہے جو رحم میں ڈالتے ہو۔ یعنی جو منی عورتوں کے رحم میں ڈالتے ہو۔ یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق اور دوسرے کو الف سے بدلہ گیا ہے اور دونوں کی تسہیل کے ساتھ بھی جبکہ ان کے درمیان الف داخل کیا جائے اور اسی طرح ترک ادخال الف کے ساتھ بھی دوسری مقام پر آیا ہے۔ اسے تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ یعنی منی سے بشر تم بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں۔

## منکرین قیامت کو جواب دینے کا بیان

اللہ تعالیٰ قیامت کے منکرین کو لاجواب کرنے کے لئے قیامت کے قائم ہونے اور لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کی دلیل دے رہا ہے، فرماتا ہے کہ جب ہم نے پہلی مرتبہ جبکہ تم کچھ نہ تھے تمہیں پیدا کر دیا تو اب فنا ہونے کے بعد جبکہ کچھ نہ کچھ تو تم رہو گے ہی۔ تمہیں دوبارہ پیدا کرنا ہم پر کیا گراں ہوگا؟ جب ابتدائی اور پہلی پیدائش کو مانتے ہو تو پھر دوسری مرتبہ کے پیدا ہونے سے کیوں انکار کرتے ہو؟ دیکھو انسان کے خاص پانی کے قطرے تو عورت کے بچہ دان میں پہنچ جاتے ہیں اتنا کام تو تمہارا تھا لیکن اب ان قطروں کو بصورت انسان پیدا کرنا یہ کس کا کام ہے؟ ظاہر ہے کہ تمہارا اس میں کوئی دخل نہیں کوئی ہاتھ نہیں کوئی قدرت نہیں کوئی تدبیر نہیں، پیدا کرنا یہ صفت صرف خالق کل اللہ رب العزت کی ہی ہے ٹھیک اسی طرح مار ڈالنے پر بھی وہی قادر ہے۔ کل آسمان وزمین والوں کی موت کا متصرف بھی اللہ ہی ہے۔ پھر بھلا اتنی بڑی قدرتوں کا مالک کیا یہ نہیں کر سکتا کہ قیامت کے دن تمہاری پیدائش میں تبدیلی کر کے جس صفت اور جس حال میں چاہے تمہیں از سر نو پیدا کر دے۔ پس جبکہ جانتے ہو مانتے ہو کہ ابتدائے آفرینش اسی نے کی ہے اور عقل باور کرتی ہے کہ پہلی پہلی پیدائش دوسری پیدائش سے مشکل ہے پھر دوسری پیدائش کا انکار کیوں کرتے ہو؟ یہی اور جگہ ہے آیت (وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُه وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ،الروم: 27) اللہ ہی نے پہلی پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے اور وہی دوبارہ دوہرائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے، سورۃ یاسین میں آیت (اولم یر الانسان) سے علیم) تک ارشاد فرمایا یعنی ہم انسان کو نطفے سے پیدا کرتے ہیں پھر وہ حجت بازیاں کرنے لگتا ہے اور ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگتا ہے۔

اور کہتا پھرتا ہے ان بوسیدہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے جواب دو کہ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلے پہل پیدا کیا ہے وہ ہر پیدائش کا علم رکھنے والا ہے سورۃ قیامہ میں فرمایا آیت (اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ، القیامۃ: 36) سے آخر سورۃ تک یعنی کیا انسان یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے یونہی آوارہ چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا یہ ایک غلیظ پانی کے نطفے کی شکل میں نہ تھا، پھر خون کے لوتھڑے کی صورت میں نمایا ہوا تھا؟ پھر اللہ نے اسے پیدا کیا درست کیا مرد عورت بنایا ایسا اللہ مردوں کے زندہ کرنے پر قادر نہیں؟ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ واقعہ، بیروت)

## انسان کی تخلیق سے استدلال بعث کا بیان

انسان کی خلقت کے بارے میں دعوت غور فکر کے طور پر ارشاد فرمایا گیا کہ کیا تم لوگوں نے کبھی اس بارے میں بھی غور وفکر سے کام لیا کہ جو منی تم گراتے ہو کیا اس سے بچہ تم لوگ پیدا کرتے ہو یا ہم ہی پیدا کرنے والے ہیں؟ اور ظاہر ہے کہ اس کو جواب ایک اور یقیناً ایک ہی ہے، کہ یہ سب کچھ از اول تا آخر ہماری ہی قدرت وکارستانی کا نتیجہ ہے، ورنہ تمہیں تو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ نطفہ ءِ منی اور قطرہ ءِ آب کہاں پہنچا اور بطنِ مادر میں اس پر کیا کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، اور وہ قطرہ آب کن کن مرحلوں سے گزرتا ہے اور خود اس ماں کو بھی اس کی کوئی خبر نہیں ہوتی جس کے پیٹ کے اندر اور اس کے رحم میں یہ سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔ سو جب ہم اس طرح تمہیں ابتداءً نعمت وجود بخش سکتے ہیں تو پھر دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ اور جب تمہیں اس بات کا اقرار واعتراف ہے کہ پہلی مرتبہ ہم پیدا کرتے اور عدم سے وجود میں ہم ہی لاتے ہیں، تو پھر ہماری طرف سے دوبارہ پیدا کیے جانے اور " بعث بعد الموت " کا آخر تم لوگ کیوں کیسے انکار کرتے ہو، سو تمہارا یہ وجود بذات خود بعث بعد الموت پر دلیل اور اس کا ایک بین اور واضح ثبوت ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِيْنَ ۝ |
| عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَ نُنْشِئَكُمْ فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں |
| اور تمہیں اس عالم میں دوبارہ ایجاد کر دیں جسے تم جانتے بھی نہیں ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ کا انسانوں کیلئے موت کو مقدر کر دینے کا بیان

"نَحْنُ قَدَّرْنَا " بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "بَيْنَكُمُ الْمَوْت وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ " بِعَاجِزِينَ "عَلَى" عَنْ "أَنْ نُبَدِّل " نَجْعَل "أَمْثَالكُمْ" مَكَانكُمْ "وَنُنْشِئكُمْ" نَخْلُقكُمْ "فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ " مِنْ الصُّوَر كَالْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِير،

ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا ہے۔ یہاں پر لفظ قدرنا یہ تشدید اور تخفیف دونوں کے ساتھ آیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تم جیسے اور لوگ پیدا کر دیں یعنی تمہاری طرح اور لوگوں کو تمہاری جگہ پیدا کرنے سے ہم عاجز نہیں ہے۔ اور تمہیں اس عالم میں دوبارہ ایجاد کر دیں جسے تم جانتے بھی نہیں ہو۔ جس طرح بندر اور خنازیر کی صورتیں ہیں۔

یعنی حسبِ اقتضائے حکمت ومشیئت اور عمریں مختلف رکھیں کوئی بچپن میں ہی مر جاتا ہے، کوئی جوان ہو کر، کوئی ادھیڑ عمر میں کوئی بڑھاپے تک پہنچتا ہے جو ہم مقدر کرتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

## انسان پر تقدیر کے غالب آجانے کا بیان

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کا نطفہ اس کی ماں کے پیٹ میں چالیس دن جمع رہتا ہے پھر اسی میں جما (پھٹکی بنا ہوا) ہوا خون اتنی مدت رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں گوشت کا لوتھڑا بن جاتا ہے پھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس میں روح پھونکتا ہے اور اسے چار کلمات لکھنے کا حکم دیا جاتا ہے اس کا رزق، عمر، عمل اور شقی یا سعید ہونا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں بے شک تم میں سے کوئی اہل جنت کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم کا سا عمل کر لیتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے کوئی اہل جہنم جیسے اعمال کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر تقدیر کا لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت والا عمل کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2222)

| |
|---|
| وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۝ |
| ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۝ |
| اور تم پہلی خلقت کو تو جانتے ہو تو پھر اس میں غور کیوں نہیں کرتے ہو اس دانہ کو بھی دیکھا ہے جو تم زمین میں |
| بوتے ہو اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ |

## زمین میں دانہ بیجنے والے کا اگانے والے کی طرف نظر کرنے کا بیان

**"وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَى" وَفِي قِرَاءَة بِسُكُون الشِّين "فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ" فِيهِ إِدْغَام التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِي الذَّال "أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَحْرُثُونَ" تُثِيرُونَ فِي الْأَرْض وَتُلْقُونَ الْبَذْر فِيهَا "أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ" تُنْبِتُونَهُ،**

اور تم پہلی خلقت کو تو جانتے ہو، یہاں پر لفظ نشاء ایک قرأت میں شین کے سکون کے ساتھ آیا ہے۔ تو پھر اس میں غور کیوں نہیں کرتے ہو۔ یہاں پر لفظ تذکرون میں تائے ثانیہ کو اصل میں ذال میں ادغام کیا گیا ہے۔ اس دانہ کو بھی دیکھا ہے جو تم زمین میں بوتے ہو، یعنی جسے تم زمین میں پھینک دیتے ہو۔ اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

یعنی تم یہ تو جانتے ہی ہو کہ پہلے تم کیسے پیدا کیے گئے تھے۔ کس طرح باپ کی صلب سے وہ نطفہ منتقل ہوا جس سے تم وجود میں آئے کس طرح رحم مادر میں، جو قبر سے کچھ کم تاریک نہ تھا، تمہیں پرورش کر کے زندہ انسان بنایا گیا۔ کس طرح ایک ذرہ بے مقدار کو نشوونما دے کر یہ دل و دماغ، یہ آنکھ کان اور یہ ہاتھ پاؤں اس میں پیدا کیے گئے اور عقل وشعور، علم وحکمت، صنعت وایجاد اور تدبیر و تسخیر کی یہ حیرت انگیز صلاحیتیں اس کو عطا کی گئیں۔ کیا یہ معجزہ مردوں کو دوبارہ جلا اٹھانے سے کچھ کم عجیب ہے۔؟ اس عجیب معجزے

کو جب تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور خود اس کی زندہ شہادت کے طور پر دنیا میں موجود ہو تو کیوں اس سے یہ سبق نہیں سیکھتے کہ جس خدا کی قدرت سے یہ معجزہ بھی رونما ہو سکتا ہے۔؟

## تخلیق انسانی میں غور وفکر کرنے کا بیان

تخلیق انسانی کے معاملے میں انسان کی غفلت اور اسباب طبعیہ کے پردہ میں الجھ کر اصل خالق و مالک سے بے خبر ہونے کا پردہ چاک کرنے کے بعد اس کی غذا جو اس کی زندگی کا مدار ہے اس کی حقیقت اسی انداز سے ظاہر فرمائی کہ سوال کیا کہ تم جو کچھ زمین میں بیج بوتے ہو ذرا غور تو کرو کہ اس بیج میں سے درخت پیدا کرنے میں تمہارے عمل کا کیا اور کتنا دخل ہے، غور کرو گے تو جواب اس کے سوا نہ ملے گا کہ کاشتکار کا دخل اس میں اس سے زیادہ نہیں کہ اس نے زمین کو ہل چلا کر پھر کھاد ڈال کر نرم کر دیا کہ جو ضعیف کونپل اس دانہ سے پیدا ہو کر اوپر آنا چاہئے اس کی راہ میں زمین کی سختی رکاوٹ نہ بنے بیج بونے والے انسان کی ساری کوشش اسی ایک نقطہ کے گرد دائر ہے اور جب درخت نمودار ہو جائے تو اس کی حفاظت پر یہ کوشش لگ جاتی ہے، لیکن ایک دانہ کے اندر سے درخت نکال لانا نہ اس کے بس کا ہے، نہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نے یہ درخت بنایا ہے، تو پھر وہی سوال آتا ہے کہ منوں مٹی کے چھپر میں پڑے ہوئے دانے کے اندر سے یہ خوبصورت اور ہزاروں فوائد پر مشتمل درخت کس نے بنایا؟ تو جواب اس کے سوا کیا ہے کہ وہی مالک و خالق کائنات کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ اس کی بنانے والی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ○ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ○ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ○ |
| اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں پھر تم تعجب اور ندامت ہی کرتے رہ جاؤ۔ |
| کہ ہم تو بڑے گھاٹے میں رہے۔ بلکہ ہم تو محروم ہی رہ گئے۔ |

## زمین پر بیج دیئے جانے سے رزق ہونے نہ ہونے کا بیان

"لَوْ نَشَاء لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا" نَبَاتًا يَابِسًا لَا حَبَّ فِيهِ "فَظَلْتُمْ" أَصْله ظَلِلْتُمْ بِكَسْرِ اللَّام حُذِفَتْ تَخْفِيفًا أَيْ أَقَمْتُمْ نَهَارًا "تَفَكَّهُونَ" حُذِفَتْ مِنْهُ إِحْدَى التَّاءَيْنِ فِي الْأَصْل تَعْجَبُونَ مِنْ ذَلِكَ وَتَقُولُونَ : "إِنَّا لَمُغْرَمُونَ" نَفَقَة زَرْعنَا "بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ" مَمْنُوعُونَ رِزْقنَا،

اگر ہم چاہیں تو اسے ریزہ ریزہ کر دیں یعنی اس کو خشک کر دیں کہ ایک دانہ بھی اس میں نہ ہو۔ پھر تم تعجب اور ندامت ہی کرتے رہ جاؤ۔ یہاں پر لفظ ظلتم اصل میں ظللتم تھا لام کے کسرہ کو تخفیف کے پیش نظر حذف کر دیا جس کا معنی اقمتم ہوا۔ اور تفکھون میں دو تاؤں میں سے ایک تاء کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یعنی تم تعجب کرتے ہو اور کہتے ہو۔ کہ ہم تو بڑے گھاٹے میں رہے بلکہ ہم تو محروم ہی رہ گئے۔ یعنی ہم رزق سے محروم رہ گئے۔

یعنی تمہارا کام صرف زمین میں بیج ڈالنا ہے پھر اس کے بعد زمین کی تاریکیوں میں اس بیج پر جو تخلیقی مراحل آتے ہیں یا جو

تغیرات واقع ہوتے ہیں ان کا نہ تمہیں علم ہے اور نہ ان میں کچھ تمہارا عمل دخل ہے۔ دانہ سے نازک سی کونپل کیسے بنتی ہے؟ پھر اس نازک سی کونپل میں اتنا زور کہاں سے آتا ہے کہ وہ زمین کو پھاڑ کر باہر نکل آتی ہے بیج بے جان اور مردہ تھا۔ اس سے جاندار نباتات پیدا ہوگئی جو پھلتی پھولتی اور بڑھتی ہے اور تمہارے لیے رزق کا سامان مہیا کرتی ہے اب دیکھئے لاکھوں کی تعداد میں مردہ بیج زمین کے پیٹ میں دفن کیے جاتے ہیں۔ پھر اسی زمین کے قبرستان سے وہی مردہ بیج نئی زندگی اور نئی آن بان سے تمہارے سامنے پیدا ہو رہے ہیں پھر بھی تمہیں اس بات میں شک ہے کہ تم زمین میں دفن ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کیے اور زمین سے نکالے نہیں جا سکتے؟

| |
|---|
| اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ؁ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ؁ |
| لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ؁ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ؁ |
| کیا تم نے اس پانی کو دیکھا ہے جس کو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں اگر ہم چاہتے |
| تو اسے کھارا بنا دیتے تو پھر تم ہمارا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے ہو کیا تم نے اس آگ کو دیکھا ہے جسے لکڑی سے نکالتے ہو۔ |

## سبز درخت سے نکلنے والی آگ کا بیان

"ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ" السَّحَاب جَمْع مُزْنَة "لَوْ نَشَاء جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا" مِلْحًا لَا يُمْكِن شُرْبه "فَلَوْلَا" هَلَّا "أَفَرَأَيْتُمْ النَّار الَّتِي تُورُونَ" تُخْرِجُونَ مِنْ الشَّجَر الْأَخْضَر،

کیا تم نے اس پانی کو دیکھا ہے جس کو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں۔ یہاں پر لفظ مزن جو مزنہ کی جمع ہے۔ جس کا معنی بادل ہے۔ اگر ہم چاہتے تو اسے کھارا بنا دیتے جو تمہارے لئے پینا ممکن نہ ہوتا۔ تو پھر تم ہمارا شکریہ کیوں نہیں ادا کرتے ہو کیا تم نے اس آگ کو دیکھا ہے جسے لکڑی سے نکالتے ہو۔ یعنی جو سبز درخت سے نکلتی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لونشاء جملہ شرطیہ ہے۔ جعلنہ اجاجا جواب شرط۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب المزن کی طرف راجع ہے۔ اجاجا مفعول ثانی جعلنا کا سخت گرم اور سخت کھاری پانی۔ اج ج مادہ۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے: ھذا عذب فرات و ھذا ملح اجاج ، ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا۔

یہ اجاج: اجیج النار (شعلہ نار یا اس کی شدید تپش اور حرارت) واجتھا وقد اجت (میں نے آگ بھڑکائی اور وہ بھڑک اٹھی) وغیرہ محاورات سے ماخوذ ہے۔ فلولا: فھلا پھر کیوں نہیں۔ ف سببیہ ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت 57 متذکرہ الصدر۔ تشکرون: مضارع جمع مذکر حاضر۔ شکر (باب نصر) مصدر سے۔ تم شکر کرتے ہو۔ تم احسان مانتے ہو۔

## آگ کے سبب نصیحت حاصل کرنے کا بیان

درخت سے مراد یا تو وہ درخت ہیں جن سے آگ جلانے کے لیے لکڑی فراہم ہوتی ہے، یا مرخ اور عفار نامی وہ درخت ہیں

جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو ایک دوسرے پر مار کر قدیم زمانے میں اہل عرب آگ جھاڑا کرتے تھے۔
ابوداؤد وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں میں تمام مسلمانوں کا برابر کا حصہ ہے آگ گھاس اور پانی۔ ابن ماجہ میں ہے یہ تینوں چیزیں روکنے کا کسی کو حق نہیں۔ ایک روایت میں ان کی قیمت کا ذکر بھی ہے۔
پھر فرماتا ہے تم سب کو چاہیئے کہ اس بہت بڑی قدرتوں کے مالک اللہ کی ہر وقت پاکیزگی بیان کرتے رہو جس نے آگ جیسی جلا دینے والی چیز کو تمہارے لئے نفع دینے والی بنا دیا۔ جس نے پانی کو کھاری اور کڑوا نہ کر دیا کہ تم پیاس کے مارے تکلیف اٹھاؤ بلکہ اسے میٹھا صاف شفاف اور مزیدار بنایا، دنیا میں رب کی ان نعمتوں سے فائدے اٹھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ تو پھر آخرت میں بھی فائدے ہی فائدے ہیں دنیا میں یہ آگ اس نے تمہارے فائدہ کے لئے بنائی ہے اور ساتھ ہی اس لئے کہ آخرت کی آگ کا بھی اندازہ تم کر سکو اور اس سے بچنے کے لئے اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰـهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ۝ |
| فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۝ |
| اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں۔ ہم نے اسے یاد دہانی کا ذریعہ اور مسافروں |
| کے لئے نفع کا سامان قرار دیا ہے اب آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کریں۔ |

## درختوں کی تخلیق سے استدلال قدرت کا بیان

"ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا" كَالْمَرْخِ وَالْعَفَار والكلخ "نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً" لِنَارِ جَهَنَّم "وَمَتَاعًا" بُلْغَةً "لِلْمُقْوِينَ" لِلْمُسَافِرِينَ مِنْ أَقْوَى الْقَوْم : أَيْ صَارُوا بالقوا بِالْقَصْرِ وَالْمَدّ أَيْ الْقَفْر وَهُوَ مَفَازَة لَا نَبَات فِيهَا وَلَا مَاء "فَسَبِّحْ" نَزِّهْ "بِاسْمِ" زَائِدَة "رَبّك الْعَظِيم" اللَّه،

اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں۔ جس طرح مرخ، عفار اور کلخ ہے۔ ہم نے اسے یاد دہانی کا ذریعہ یعنی جہنم کی آگ کو اور مسافروں کے لئے نفع کا سامان قرار دیا ہے۔ یہاں پر مقوین یہ من اقوی القوم سے مشتق ہے۔ یعنی وہ طاقت والا ہو گیا اور یہ قصر کے ساتھ آیا ہے اور مد کے ساتھ جیسے قفر یعنی ایسا جنگل جس میں کوئی پانی شافی نہ ہو۔ اب آپ اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح یعنی اس کی پاکی بیان کریں۔ یہاں پر لفظ اسم زائدہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

جعلنا ھا۔ میں ضمیر ھا واحد مونث غائب النار کے لئے ہے۔ تذکرۃ: یاد دہانی۔ نصیحت، یاد کرنے کی چیز، بروزن تفعلۃ (باب تفعیل) کا مصدر ہے۔ جعلنا کا مفعول ثانی۔ ومتاعا فائدہ اور تمتع کی چیز۔ اسباب خانہ۔ جمع امتعۃ۔ کلام کے وزن پر۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ جعلنا کا مفعول ثالث۔

المقوین: اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ المقوی واحد۔ اقواء (افعال) مصدر قواء یا قوۃ ماخذ۔ اس لفظ کے ترجمہ میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں۔ مقوین کا ترجمہ کیا گیا ہے مسافر۔ یہ لفظ قواء سے مشتق ہے قواء کا معنی ہے ویران، بیابان۔ جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ آبادی سے دور۔ سو مسافروں کو بہ نسبت اہل اقامت آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ درندوں اور جنگلی جانوروں سے حفاظت کے لئے وہ اکثر اوقات رات کو آگ روشن رکھتے ہیں (کہیں ٹیلے یا پہاڑی پر) آگ جل رہی ہو تو مسافروں کو راستہ مل جاتا ہے۔ پھر سردی کی وجہ سے ان کو تاپنے کی اور جسم کو سینکنے کی بھی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اسی لئے مسافروں کے لئے فائدہ رساں ہونے کا ذکر کیا۔ اکثر اہل تفسیر نے مقوین کا یہی ترجمہ کیا ہے۔ ہم نے ہی اس کو مسافروں کے لئے نصیحت اور فائدہ مند چیز بنایا۔

مقوین، اقواء سے مشتق ہے اور وہ قواء بمعنی صحرا سے مشتق ہے، مقوی کے معنے ہوئے صحرا میں اترنے والا، مراد اس سے مسافر ہے جو جنگل میں کہیں ٹھہر کر اپنے کھانے کے انتظام میں لگا ہو اور مراد آیت کی یہ ہے کہ یہ سب تحقیقات ہماری ہی قدرت وحکمت کا نتیجہ ہیں۔

| |
|---|
| فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ○ وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِيۡمٌ ○ اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ كَرِيۡمٌ ○ فِىۡ كِتٰبٍ مَّكۡنُوۡنٍ ○ |
| تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔ اور اگر تم سمجھو تو بیشک یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بیشک یہ بڑی عظمت والا |
| قرآن ہے (جو بڑی عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتر رہا ہے)۔ ایک پوشیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ |

## نجوم کی قسم کو عظیم کہنے کا بیان

**"فَلَا أُقۡسِم" لَا زَائِدَة "بِمَوَاقِعِ النُّجُوم" بِمَسَاقِطِهَا لِغُرُوبِهَا "وَإِنَّهُ" أَيۡ الۡقَسَم بِهَا "لَقَسَم لَوۡ تَعۡلَمُونَ عَظِيم" لَوۡ كُنۡتُمۡ مِنۡ ذَوِي الۡعِلۡم لَعَلِمۡتُمۡ عِظَم هَذَا الۡقَسَم "إِنَّهُ" أَيۡ الۡمَتۡلُوّ عَلَيۡكُمۡ "فِي كِتَاب" مَكۡتُوب "مَكۡنُون" مَصُون وَهُوَ الۡمُصۡحَف،**

تو مجھے قسم ہے ان جگہوں کی جہاں تارے ڈوبتے ہیں۔ یہاں پر حرف لا یہ زائدہ ہے۔ یعنی وقت غروب جہاں تارے گرتے ہیں۔ اور اگر تم سمجھو تو بیشک یہ بہت بڑی قسم ہے۔ یعنی اگر تمہیں اس کی قسم کی عظمت کا علم ہو جائے۔ بیشک یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے (جو بڑی عظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتر رہا ہے)۔ ایک پوشیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ یعنی پاکیزہ کلام اور وہ مصحف ہے۔

## ستاروں کو مؤثر ماننے کی ممانعت کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بارش ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ شکر کرتے ہوئے صبح کرتے ہیں اور کچھ لوگ ناشکری کرتے ہوئے صبح کرتے ہیں شکر

گزاروں نے کہا کہ یہ اللہ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا کہ ستارہ کی وجہ سے بارش ہوئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (فَلَا اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ، الواقعہ:75) میں ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں یہاں تک پہنچے (اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ) تم جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بتاتے ہو۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 236)

## مواقع نجوم کے مفہوم کا بیان

لفظ لاقسم کے شروع میں ایک عام محاورہ ہے، جیسے لا واللہ اور جاہلیت کی قسموں میں لا وابیک مشہور ہے، بعض حضرات نے اس حرف لا کو زائد قرار دیا ہے اور بعض نے اس کی توجیہ یہ کی کہ اس موقع پر حرف لا مخاطب کے گمان کی نفی کے لئے ہوتا ہے، یعنی لیس کما تقول، یعنی جیسا تم کہتے اور سمجھتے ہو وہ بات نہیں، بلکہ حقیقت وہ ہے جو آگے قسم کھا کر بتلائی جاتی ہے۔

مواقع، موقع کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ستاروں کے غروب ہونے کی جگہ یا وقت، اس آیت میں ستاروں کی قسم کو غروب کے وقت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، جیسے سورہ نجم میں بھی وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى میں بھی وقت غروب کی قید ہے، اس قید کی حکمت یہ ہے کہ غروب کے وقت ہر ستارے کے عمل کا اس افق سے انقطاع نظر آتا ہے اور اس کے آثار کی فنا کا مشاہدہ ہوتا ہے جس سے ان کا حادث اور قدرت الٰہیہ کا محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ واقعہ، بیروت)

## ستاروں کی تاثیر کا بیان

حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد (حضرت ابو موسیٰ اشعری) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے یعنی حضرت ابو موسی نے بیان کیا کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف اپنا سر مبارک اٹھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر (وحی کے انتظار میں) آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے اور پھر فرمایا: ستارے آسمان کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہیں جس وقت یہ ستارے جاتے رہیں گے تو آسمان کے لئے وہ چیز آجائے گی جو موعود و مقدر ہے۔ میں اپنے صحابہ کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہوں، جب میں (اس دنیا سے) چلا جاؤں گا۔

تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امن وسلامتی کا باعث ہیں جب میرے صحابہ (اس دنیا سے) رخصت ہو جائیں گے تو میری امت پر وہ چیز آپڑے گی جو موعود و مقدر ہے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 615)

ستارے " کا لفظ سورج اور چاند کو بھی شامل ہے۔ اور ستاروں کے جاتے رہنے " سے مراد سورج، چاند اور تمام ستاروں کا بے نور ہو جانا ٹوٹ پھوٹ کر گر پڑنا اور معدوم ہو جانا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے۔ اذا الشمس کورت واذا النجوم انکدرت جب (قیامت کے دن) آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ "" آسمان کے لئے جو چیز موعود و مقدر ہے " سے مراد قیامت کے دن آسمانوں کا پھٹ جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روئی کے گالوں کی طرح اڑنا ہے، اس کی خبر قرآن کریم نے اذا السماء انفطرت (جب آسمان پھٹ جائے گا) اور اذا السماء انشقت (جب آسمان ٹکڑے ٹکڑے

ہو جائے گا) الفاظ میں دی ہے۔ صحابہ کے لئے موعود و مقدر چیز" سے مراد فتنہ و فساد، اختلاف و نزاعات باہمی جنگ و جدل اور بعض اعرابی قبائل کا مرتد ہو جانا اسی طرح "امت کے لئے موعود و مقدر چیز" سے مراد بداعتقادی و بدعملی کے فتنوں کا امنڈ پڑنا، بدعات کا زور ہو جانا، مسلمانوں پر دینی و ملی سانحات و حادثات کا واقع ہونا، اہل خیر و برکت کا اس دنیا سے اٹھ جانا، اہل شر کا باقی رہنا اور ان (اہل شر) پر قیامت قائم ہونا، پس اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل خیر کا وجود شر کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، جب اہل خیر اٹھ جاتے ہیں تو شر کو در آنے کا موقع مل جاتا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے شر سے حفاظت کا مکمل ضامن تھا، کسی بھی معاشرے میں فتنہ کی ابتداء مختلف الذہن اور مختلف الخیال لوگوں کی باہمی آویزش اور ایک دوسرے کے خلاف رائے ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلو بیان فرمادیتے جو حقیقت کے مطابق ہوتا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی پر جم جاتے تھے۔ اسی صورت میں کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا سوال ہی نہیں ہوتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے تو صورت حال مختلف ہوگئی۔ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم مسلمانوں کی کثرت ہوتی گئی خود رائی کا رجحان پیدا ہونے لگا اور چونکہ اس خود رائی کی بنیاد ذاتی اغراض اور نفسیاتی خواہشات ہوتی تھی اس لئے فتنہ و فساد جنم لینے لگے، وہ تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بڑی تعداد موجود تھی جو کسی بھی معاملہ میں اپنی ذاتی خواہش اور رجحان کو اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ ہر معاملہ اور ہر مسئلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل اور یا دلالت حال سے استناد کرتے تھے اور ذات رسالت پناہ کی صحبت و رفاقت کے انوار سے بھرپور تھے، اس لئے ان کا وجود بہر حال اتنا باعث خیر و برکت تھا کہ فتنوں اور برائیوں کے اندھیرے زیادہ پھیلنے نہیں پائے لیکن جب ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وجود بھی اس دنیا سے رخصت ہوگیا تو انوار و برکات میں بہت ہی کمی آ گئی اور تاریکیوں کو بڑھنے پھیلنے کا موقع مل گیا۔

اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ستاروں اور آسمان کی مثال کے ذریعہ پہلے سے بیان فرمادیا تھا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ آسمان کا وجود اسی وقت تک ہے جب تک چاند سورج اور ستارے اپنی ضیا پاشیوں کے ساتھ موجود ہیں جب یہ ستارے ختم ہو جائیں گے تو آسمان کے وجود کے خاتمہ کا وقت آ جائے اور جب آسمان کا وجود ختم ہو جائے گا تو پوری کائنات اپنے عدم کی تاریکی میں گم ہو جائے گی۔ پس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان ستاروں کی مانند ہیں جن کے وجود سے کائنات کو روشنی ملتی ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں جس کی بھی اقتدا کرو گے راہ یاب ہو گے۔

| لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ○ |
| --- |
| اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے گا۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ سو کیا تم اسی کلام کی تحقیر کرتے ہو۔ |

## قرآن مجید کو چھونے کیلئے وجوب طہارت کا بیان

"لَا يَمَسُّهُ" خَبَر بِمَعْنَى النَّهْي "إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ" الَّذِينَ طَهَّرُوا أَنْفُسهمْ مِنَ الْأَحْدَاث "تَنْزِيل" مُنَزَّل "أَفَبِهَذَا الْحَدِيث" الْقُرْآن "أَنْتُمْ مُدْهِنُونَ" مُتَهَاوِنُونَ مُكَذِّبُونَ،

اس کو پاک طہارت والے لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھوئے گا۔ یہاں پر خبر بہ معنی نہی ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ احداث سے پاک کرلیا ہو۔ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے اتارا گیا قرآن ہے۔ سو کیا تم اسی کلام کی تحقیر کرتے ہو۔ یعنی تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔

یہاں دو مسئلے غور طلب اور ائمہ تفسیر میں مختلف فیہ ہیں، اول یہ کہ نحوی ترکیب کے اعتبار سے اس جملے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ جس کتاب کی ایک صفت مکنون آئی یہ جملہ اسی کتاب کی دوسری صفت ہے اور ضمیر لایمسہ کی اسی کتاب کی طرف راجع ہے، اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوتے ہیں کتاب مکنون یعنی لوح محفوظ کو سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھو سکتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس صورت میں مطہرون کی مراد صرف فرشتے ہی ہو سکتے ہیں، جن کی رسائی لوح محفوظ تک ہو سکے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس صورت میں لفظ مس اپنے حقیقی معنی ہاتھ سے چھونے کے مفہوم میں نہیں لیا جاسکتا، بلکہ مس کرنے اور چھونے کے مجازی اور لازمی معنی مراد لینے ہوں گے، یعنی لوح محفوظ میں لکھے ہوئے مضامین پر مطلع ہونا کیونکہ لوح محفوظ کو ہاتھ سے چھونا کسی مخلوق فرشتے وغیرہ کا کام نہیں۔ (قرطبی)

دوسرا احتمال اس جملے کی ترکیب نحوی میں یہ ہے کہ اس کو قرآن کی صفت بنایا جائے جو اوپر اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ میں مذکور ہے اس صورت میں لایمسہ کی ضمیر قرآن کی طرف راجع ہوگی اور اس سے مراد وہ صحیفہ ہوگا جس میں قرآن لکھا ہوا ہو اور لفظ مس اپنے حقیقی معنی ہاتھ سے چھونے کے مفہوم میں رہے گا، مجاز کی ضرورت نہ ہوگی، اسی لئے قرطبی وغیرہ مفسرین نے اس کو ترجیح دی ہے اور امام مالک نے فرمایا کہ آیت لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی تفسیر میں کچھ میں نے سنا ہے ان سب میں بہتر یہ قول ہے کہ اس کا وہی مفہوم ہے جو سورہ عبس کی آیت کا ہے یعنی فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭ بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ۔ (قرطبی و روح المعانی)

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ جملہ کتاب مکنون کی صفت نہیں بلکہ قرآن کی صفت ہے اور قرآن سے مراد وہ صحیفے ہیں جو وحی لانے والے فرشتوں کے ہاتھ میں دیئے جاتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ غور طلب اور مختلف فیہ اس آیت میں یہ ہے کہ مطہرون سے کون مراد ہیں، صحابہ و تابعین اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک مطہرون سے مراد فرشتے ہیں جو معاصی اور رذائل سے پاک و معصوم ہیں، یہ قول حضرت انس اور سعید بن جبیر سے منقول ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ واقعہ، بیروت)

حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ قرآن سے مراد وہ مصحف ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے اور مطہرون سے مراد وہ لوگ ہیں جو نجاست ظاہری اور معنوی یعنی حدث اصغر و اکبر سے پاک ہوں، حدث اصغر کے معنی بے وضو ہونے کے ہیں، اس کا ازالہ وضو کرنے سے ہو جاتا ہے اور حدث اکبر جنابت اور حیض و نفاس کو کہا جاتا ہے جس سے پاکی کے لئے غسل ضروری ہے، یہ تفسیر حضرت عطاء، طاؤس، سالم اور حضرت محمد باقر سے منقول

ہے۔(روح)

اس صورت میں جملہ لایمسہ اگر چہ جملہ خبر یہ ہے مگر اس خبر کو بحکم انشاء یعنی نہی وممانعت کے معنی میں قرار دیا جائے گا اور مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مصحف قرآن کو چھونا بغیر طہارت کے جائز نہیں اور طہارت کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ ظاہری نجاست سے بھی اس کا ہاتھ پاک ہو اور بے وضو بھی نہ ہو اور حدث اکبر یعنی جنابت بھی نہ ہو، قرطبی نے اسی تفسیر کو اظہر فرمایا ہے، تفسیر مظہری میں اسی کی ترجیح پر زور دیا ہے۔

حضرت فاروق اعظم کے اسلام لانے کے واقعہ میں جو مذکور ہے کہ انہوں اپنی بہن کو قرآن پڑھتے ہوئے پایا تو اوراق قرآن کو دیکھنا چاہا، ان کی بہن نے یہی آیت پڑھ کر اوراق قرآن ان کے ہاتھ میں دینے سے انکار کیا کہ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا، فاروق اعظم نے مجبور ہو کر غسل کیا، پھر یہ اوراق پڑھے، اس واقعہ سے بھی اسی آخری تفسیر کی ترجیح ہوتی ہے اور روایات حدیث جن میں غیر طاہر کو قرآن کے چھونے سے منع کیا گیا ہے، ان روایات کو بھی بعض حضرات نے اس آخری تفسیر کی ترجیح کے لئے پیش کیا ہے۔

مگر چونکہ اس مسئلے میں حضرت ابن عباس اور حضرت انس وغیرہ کا اختلاف ہے جو اوپر آ چکا ہے، اس لئے بہت سے حضرات نے بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانے کی ممانعت کے مسئلے میں آیت مذکورہ سے استدلال چھوڑ کر صرف روایات حدیث کو پیش کیا (روح المعانی) وہ احادیث یہ ہیں۔

امام مالک نے مؤطاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مکتوب گرامی نقل کیا ہے جو آپ نے حضرت عمرو بن حزم کو لکھا تھا، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے لایمس القران الا طاھر (ابن کثیر) یعنی قرآن کو وہ شخص نہ چھوئے جو طاہر نہ ہو۔

اور روح المعانی میں روایت مسند عبدالرزاق، ابن ابی داؤد اور ابن المنذر سے بھی نقل کی ہے اور طبرانی و ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **لا یمس القران الا طاھر** (روح المعانی) یعنی قرآن کو ہاتھ نہ لگائے بجز اس شخص کے جو پاک ہو۔

## مس قرآن کیلئے شرط طہارت میں فقہی مذاہب اربعہ

روایات مذکورہ کی بنا پر جمہور امت اور ائمہ اربعہ کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کو ہاتھ لگانے کے لئے طہارت شرط ہے اس کے خلاف گناہ ہے، ظاہری نجاست سے ہاتھ کا پاک ہونا، باوضو ہونا، حالت جنابت میں نہ ہونا سب اس میں داخل ہے، حضرت علی مرتضٰی، ابن مسعود، سعد بن ابی وقاص، سعید ابن زید، عطاء اور زہری، نخعی، حکم، حماد، امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ سب کا یہی مسلک ہے، اوپر جو اختلاف اقوال نقل کیا گیا ہے وہ صرف اس بات میں ہے کہ یہ مسئلہ جو احادیث مذکورہ سے ثابت اور جمہور امت کے نزدیک مسلم ہے، کیا یہ بات قرآن کی آیت مذکورہ سے بھی ثابت ہے یا نہیں، بعض حضرات نے اس آیت کا مفہوم اور احادیث مذکورہ کا مفہوم ایک قرار دیا اور اس آیت اور احادیث مذکورہ کے مجموعہ سے اس مسئلہ کو ثابت کیا، دوسرے حضرات نے آیت کو استدلال میں

پیش کرنے سے بوجہ اختلاف صحابہ احتیاط کی، لیکن احادیث مذکورہ کی بناء پر مسلک سب نے یہی اختیار کیا کہ بے وضو و بے طہارت قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں، اس لئے خلاف مسئلے میں نہیں، بلکہ اس کی دلیل میں ہوا ہے۔ قرآن مجید کا غلاف جو جلد کے ساتھ سلا ہوا ہو وہ بھی بحکم قرآن ہے، اس کو بھی بغیر وضو و بغیر طہارت کے ہاتھ لگانا باتفاق ائمہ اربعہ ناجائز ہے، البتہ قرآن مجید کا جزدان جو علیحدہ کپڑے کا ہوتا ہے اگر اس میں قرآن بند ہے تو اس جزدان کے ساتھ قرآن کریم کو ہاتھ لگنا بلا وضو ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے، مگر امام مالک اور شافعی کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ واقعہ، لاہور)

| |
|---|
| وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ۝ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ۝ وَ اَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ۝ |
| اور تم اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔ پھر کیوں نہیں، جب وہ حلق تک آ پہنچتی ہے۔ |
| اور تم اس وقت دیکھتے ہی رہ جاتے ہو۔ |

## میت کی پرواز روح کے وقت لوگوں کے دیکھتے ہی رہ جانے کا بیان

"وَتَجْعَلُونَ رِزْقكُمْ" مِنْ الْمَطَر أَيْ شُكْره "أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ" بِسُقْيَا اللّٰه حَيْثُ قُلْتُمْ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا "فَلَوْلَا" فَهَلَّا "إِذَا بَلَغَتْ" الرُّوح وَقْت النَّزْع "الْحُلْقُوم" هُوَ مَجْرَى الطَّعَام "وَأَنْتُمْ" يَا حَاضِرِي الْمَيِّت "حِينَئِذٍ تَنْظُرُونَ" تَنْظُرُونَ إِلَيْهِ

اور تم بارش سے یعنی اس کے شکر سے اپنا حصہ یہ ٹھہراتے ہو کہ بے شک تم جھٹلاتے ہو۔ یعنی سیراب اللہ تعالیٰ کرتا ہے اور تم کہتے ہو کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ پھر کیوں نہیں روح کو واپس لوٹا لیتے جب وہ وہ وقت نزع پرواز کرنے کے لئے حلق تک آ پہنچتی ہے۔ اور حلقوم جہاں سے کھانا گزرتا ہے۔ اور تم اس وقت موجود میت کو دیکھتے ہی رہ جاتے ہو۔

## سورت واقعہ آیت ۸۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ، اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اس کو جھٹلاتے ہو)۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے رزق کا شکر یوں ادا کرتے ہو کہ تم کہتے ہو کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے، سفیان یہ حدیث عبدالاعلی سے اسی سند سے غیر مرفوع روایت کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1243)

| |
|---|
| وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ۝ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ |
| غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۝ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ |
| اور ہم اس سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں ہو۔ پھر کیوں نہیں، |
| اگر تم کسی کی مِلک و اختیار میں نہیں ہو۔ تم اسے واپس لے آتے، اگر تم سچے ہو۔ |

## میت کی روح کو نہ روک سکنے سے استدلال بعث کا بیان

"وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ" بِالْعِلْمِ "وَلٰكِنْ لَا تُبْصِرُونَ" مِنَ الْبَصِيرَةِ أَيْ لَا تَعْلَمُونَ ذٰلِكَ "فَلَوْلَا" فَهَلَّا "إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ" مَجْزِيِّينَ بِأَنْ تُبْعَثُوا أَيْ غَيْرَ مَبْعُوثِينَ بِزَعْمِكُمْ، "تَرْجِعُونَهَا" تَرُدُّونَ الرُّوحَ إِلَى الْجَسَدِ بَعْدَ بُلُوغِ الْحُلْقُومِ "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِيمَا زَعَمْتُمْ فَلَوْلَا الثَّانِيَةُ تَأْكِيدٌ لِلْأُولَى وَإِذَا ظَرْفٌ لِتَرْجِعُونَ الْمُتَعَلِّقِ بِهِ الشَّرْطَانِ وَالْمَعْنَى: هَلَّا تَرْجِعُونَهَا إِنْ نَفَيْتُمُ الْبَعْثَ صَادِقِينَ فِي نَفْيِهِ أَيْ لِيَنْتَفِيَ عَنْ مَحَلِّهَا الْمَوْتُ كَالْبَعْثِ،

اور ہم اس مرنے والے سے تمہاری نسبت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم ہمیں دیکھتے نہیں ہو۔یعنی تمہارے پاس ہمیں جاننے کیلئے بصیرت نہیں ہے۔ پھر کیوں نہیں ایسا کر سکتے اگر تم کسی کی مِلک واختیار میں نہیں ہو۔ یہ کہ تم اس کو دوبارہ لے آؤ۔ یعنی تمہارے نظریے کے مطابق تم زندہ ہو کر دوبارہ آنے والے نہیں ہو۔ تم اسے یعنی اس روح کو حلقوم تک پہنچنے کے بعد واپس جس میں لے آتے، اگر تم اپنے نظریے میں سچے ہو۔ یہاں پر لولا ثانی یہ اول کی تاکید کیلئے آیا ہے۔اور لفظ اذا یہ ظرف کیلئے آیا ہے اور ترجعون سے دو شرائط متعلق ہیں۔ جن کا معنی یہ ہے اگر تم بعث کی نفی کرنے میں سچے ہو تو تم اس کو کیوں نہیں لوٹا سکتے۔ تاکہ موت اپنے محل سے ختم ہو جائے۔ جیسا کہ تمہارے لئے بعث ہے۔

دین کا ایک معنی قانون جزا وسزا بھی ہے اور اس قانون کے مطابق اچھے اور برے اعمال کی جزا اور سزا دینا بھی۔ ان چند آیات میں مرنے والے اور اس کے عزیز و اقارب سب کی انتہائی بے بسی کا منظر پیش کیا گیا ہے۔ ایک طرف مرنے والا ہے جسے اپنی جان بچانا سب باتوں سے زیادہ عزیز ہے۔ پھر اس کے ساتھ اس کے عزیز و اقارب ہیں جنہوں نے اس کے علاج معالجہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی اور چاہتے ہیں کہ اس کی جان بچ جائے۔ دوسری طرف اللہ کے فرشتے ہوتے ہیں جو اس کی روح قبض کرنے آتے ہیں۔ پھر دیکھ لو غالب کون رہتا ہے اور مغلوب کون؟ اللہ تعالیٰ کا ان منکرین آخرت سے سوال یہ ہے کہ آخرت کی چوکھٹ یا نقطہ آغاز موت ہے۔ اگر تم اپنے آپ کو کسی بالائی قانون کی گرفت سے آزاد سمجھتے ہو تو میت کی جان کو لوٹا کیوں نہیں لیتے پھر جب تم ہمارے فرشتوں سے پہلے قدم پر ہی مات کھا گئے تو آگے کیسے بچ سکو گے؟

| |
|---|
| فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ○ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ○ |
| وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ○ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ○ |
| پھر اگر وہ مقربین میں سے تھا۔ تو راحت اور خوشبودار پھول اور نعمت والی جنت ہے۔ اور لیکن اگر وہ دائیں ہاتھ |
| والوں سے ہوا۔ تو تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے۔ |

## اہل جنت کیلئے ہر طرف سے سلامتی ہونے کا بیان

"فَأَمَّا إِنْ كَانَ" الْمَيِّت "فَرَوْح" أَيْ فَلَهُ اسْتِرَاحَة "وَرَيْحَان" أَيْ رِزْق حَسَن "وَجَنَّة نَعِيم" وَهَلْ الْجَوَاب لِأَمَّا أَوْ لِإِنْ أَوْ لَهُمَا؟ أَقْوَال .

"فَسَلَام لَك" أَيْ لَهُ السَّلَامَة مِنْ الْعَذَاب "مِنْ أَصْحَاب الْيَمِين" مِنْ جِهَة أَنَّهُ مِنْهُمْ

پھر اگر وہ وفات پانے والا مقربین میں سے تھا۔ تو اس کے لیے راحت اور خوشبودار پھول یعنی اچھا رزق اور نعمت والی جنت ہے۔ یہاں پر لفظ ھل یہ لاما یا لان یا دونوں کا جواب ہے۔ اس میں کئی اقوال ہیں۔ ور لیکن اگر وہ دائیں ہاتھ والوں سے ہوا۔ تو اس سے کہا جائے گا، تمہارے لئے دائیں جانب والوں کی طرف سے سلام ہے۔ یعنی انہیں ہر جانب سے عذاب سے سلامتی حاصل ہے۔

## وقت موت کے احوال کا بیان

یہاں وہ احوال بیان ہو رہے ہیں جو موت کے وقت سکرات کے وقت دنیا کی آخری ساعت میں انسانوں کے ہوتے ہیں کہ یا تو وہ اعلیٰ درجہ کا اللہ کا مرقب ہے یا اس سے کم درج کا ہے جن کے داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا۔ یا بالکل بدنصیب ہے جو اللہ سے جاہل رہا اور راہ حق سے غافل رہا۔ فرماتا ہے کہ جو مقربین بارگاہ الٰہی ہیں، جو احکام کے عامل تھے، نافرمانیوں کے تارک تھے انہیں تو فرشتے طرح طرح کی خوشخبریاں سناتے ہیں۔ جیسے کہ پہلے براء کی حدیث گذری کہ رحمت کے فرشتے اس سے کہتے ہیں اے پاک روح پاک جسم والی روح چل راحت و آرام کی طرف چل کبھی نہ ناراض ہونے والے رحمٰن کی طرف۔ روح سے مرد راحت ہے اور ریحان سے مراد آرام ہے۔

غرض دنیا کے مصائب سے راحت مل جاتی ہے ابدی سرور اور سچی خوشی اللہ کے غلام کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے وہ ایک فراخی اور وسعت دیکھتا ہے اس کے سامنے رزق اور رحمت ہوتی ہے وہ جنت عدن کی طرف لپکتا ہے۔ حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں جنت کی ایک ہری بھری شاخ آتی ہے اور اس وقت مقرب اللہ کی روح قبض کی جاتی ہے۔ محمد بن کعب فرماتے ہیں مرنے سے پہلے ہی ہر مرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی ہے (یا اللہ! ہمارے اس وقت میں تو ہماری مدد کر ہمیں ایمان سے اٹھا اور اپنی رضامندی کی خوشخبری سنا کر سکون و راحت کے ساتھ یہاں سے لے جا آمین) گو سکرات کے وقت کی احادیث ہم سورہ ابراہیم کی آیت (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ،ابراھیم: 27)، کی تفسیر میں وارد کر چکے ہیں لیکن چونکہ یہ ان کا بہترین موقعہ ہے اس لئے یہاں ایک ٹکڑا بیان کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ حضرت ملک الموت علیہ السلام سے فرماتا ہے میرے فلاں بندے کے پاس جا اور اسے میرے دربار میں لے آ میں نے اسے رنج راحت و آرام تکلیف خوشی ناخوشی غرض ہر آزمائش میں آزما لیا اور اپنی مرضی کے مطابق پایا بس اب میں اسے ابدی راحت دینا چاہتا ہوں جا اسے میرے خاص دربار میں پیش کر۔ ملک الموت پانچ سو رحمت کے

فرشتے اور جنت کے کفن اور جنتی خوشبوئیں ساتھ لے کر اس کے پاس آتے ہیں گوریحان ایک ہی ہوتا ہے لیکن سرے پر بیس قسمیں ہوتی ہیں ہر ایک کی جداگانہ مہک ہوتی ہے سفید ریشم ساتھ ہوتا ہے جس میں مشک کی لپٹیں آتی ہیں، الخ۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت فروح رے کے پیش سے تھی۔ لیکن تمام قاریوں کی قرأت رے کے زبر سے ہے یعنی فروح مسند میں ہے حضرت ام ہانی نے رسول مقبول علیہ السلام سے پوچھا کیا مرنے کے بعد ہم آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے؟ اور ایک دوسرے کو دیکھیں گے؟ آپ نے فرمایا روح ایک پرند ہو جائے گی جو درختوں کے میوے چگے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہوا اس وقت اپنے اپنے جسم میں چلی جائیگی، اس حدیث میں ہر مومن کے لئے بہت بڑی بشارت ہے۔

مسند احمد میں بھی اس کی شاہد ایک حدیث ہے جس کی اسناد بہت بہتر ہے اور متن بھی بہت قوی ہے اور صحیح روایت میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں، ساری جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی رہتی ہیں اور عرش تلے لٹکی ہوئی قندیلوں میں آ بیٹھتی ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابو یعلی ایک جنازے میں گدھے پر سوار جا رہے تھے آپ کی عمر اس وقت بڑھاپے کی تھی سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اسی اثناء میں آپ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا جانتا ہے اللہ بھی اس کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے صحابہ یہ سن کر سر جھکائے رونے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روتے کیوں ہو؟ صحابہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھلا موت کون چاہتا ہے؟ فرمایا سنو سنو مطلب سکرات کے وقت سے ہے اس وقت نیک مقرب بندے کو تو راحت وانعام اور آرام دہ جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے جس پر وہ تڑپ اٹھتا ہے اور چاہتا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو جلد اللہ سے ملے تا کہ ان نعمتوں سے مالا مال ہو جائے پس اللہ بھی اس کی ملاقات کی تمنا کرتا ہے اور اگر بد بندہ ہے تو اسے موت کے وقت گرم پانی اور جہنم کی مہمانی کی خبر دی جاتی ہے جس سے یہ بیزار ہوؤں پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

پھر فرماتا ہے اگر وہ سعادت مندوں سے ہے تو موت کے فرشتے اسے سلام کہتے ہیں تجھ پر سلامتی ہو تو اصحاب یمین میں سے ہے، اللہ کے عذاب سے تو سلامتی پائے گا اور خود فرشتے بھی اسے سلام کرتے ہیں۔ جیسے اور آیت میں ہے (اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ،الأحقاف:13) یعنی سچے پکے توحید والوں کے پاس ان کے انتقال کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور انہیں بشارت دیتے ہیں کہ کچھ ڈر خوف نہیں کچھ رنج غم نہ کر جنت تیرے لئے حسب وعدہ تیار ہے، دنیا اور آخرت میں ہم تیری حمایت کے لئے موجود ہیں جو تمہارا جی چاہے تمہارے لئے موجود ہے جو تمنا تم کرو گے پوری ہو کر رہے گی، غفور ورحیم اللہ کے تم ذی عزت مہمان ہو۔

بخاری میں ہے یعنی تیرے لئے مسلم ہے کہ تو اصحاب یمین میں سے ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلام یہاں دعا کے معنی میں ہو، واللہ اعلم اور اگر مرنے والا حق کی تکذیب کرنے والا اور ہدایت سے کھویا ہوا ہے تو اس کی ضیافت اس گرم حمیم سے ہوگی جو آنتیں اور

کھال تک جھلسا دے پھر چاروں طرف سے جہنم کی آگ گھیر لے گی جس میں جلتا بھنتا رہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ واقعہ، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ۝ |
| اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۝ |
| اور اگر وہ جھٹلانے والے گمراہوں میں سے تھا۔ تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔ اور جہنم میں |
| داخل کیا جانا ہے۔ بیشک یہی قطعی طور پر حق الیقین ہے۔ لہٰذا اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔ |

## اہل دوزخ کیلئے عذاب کے حق الیقین ہونے کا بیان

"اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْن" مِنْ إضَافَة الْمَوْصُوف إلَى صِفَته "فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّك الْعَظِيم" تَقَدَّمَ،

اور اگر وہ مرنے والا جھٹلانے والے گمراہوں میں سے تھا۔ تو اس کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے۔ اور جہنم میں داخل کیا جانا ہے۔ بیشک یہی قطعی طور پر حق الیقین ہے۔ یہاں پر موصوف سے صفت کی طرف اضافت کی گئی ہے۔ لہٰذا اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہو۔ جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر فرمایا یہ یقینی باتیں ہیں جن کے حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ پس اپنے بڑے رب کے نام کی تسبیح کرتا رہے۔ مسند میں ہے اس آیت کے اترنے پر آپ نے فرمایا اسے رکوع میں رکھو اور آیت (سبح اسم ربك الاعلى) اترنے پر فرمایا اسے سجدے میں رکھو۔ آپ فرماتے ہیں جس نے حدیث (سبحان الله العظيم و بحمده) کہا اس کے لئے جنت میں ایک درخت لگایا جاتا۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں اور زبان پر نہایت ہلکے ہیں مگر میزان (تول) میں بہت بھاری ہیں، وہ کلمات یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 2456)

## سورت الواقعہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت الواقعہ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار رہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ الْحَدِید

## یہ قرآن مجید کی سورت حدید ہے

### سورت حدید کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ الْحَدِید (مَکِّیَّۃ اَوْ مَدَنِیَّۃ وَ آیَاتُھَا تِسْع وَعِشْرُوْنَ)

سورہ حدید مکّیہ ہے یا مدنیہ، اس میں چار ۴ رکوع، انتیس آیات، پانچ سو چوالیس کلمات، دو ہزار چار سو چھہتر حروف ہیں۔

### سورت حدید کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں لفظ حدید آیا ہے جس کا معنی لوہا ہے۔ یعنی لوہے سے متعلق بیان آیا ہے جیسا موجودہ دور میں لوہے سے بنائی گئی حیرت انگیز ایجادات ہیں۔ جنہیں دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت مبارکہ حدید کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سونے سے پہلے مسبحات کو پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سونے سے پہلے مسبحات پڑھتے تھے کہ ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے۔ ترمذی، ابوداؤد، نیز دارمی نے اس روایت کو خالد بن معدان سے بطریق ارسال نقل کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 662)

مسبحات ان سورتوں کو کہتے ہیں جن کی ابتداء لفظ سبحان یا سَبَّحَ یا سَبِّحْ یا یُسَبِّحُ سے ہوتی ہے اور وہ سات سورتیں ہیں (۱) سبحان الذی اسری بعبدہ الآیہ یعنی سورت بنی اسرائیل (۲) سورت حدید (۳) سورت حشر (۴) سورت صف (۵) سورت جمعہ (۶) سورت تغابن (۷) سورت اعلیٰ۔ ان میں ایک آیت ہے جو ہزار آیتوں سے بہتر ہے کے بارہ میں بعض فرماتے ہیں کہ وہ آیت (لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ) 59۔الحشر:21) ہے اور دوسرے بعض حضرات کہتے ہیں وہ آیت یہ ہے (ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ) 57۔الحدید:3) لیکن حضرت علامہ طیبی کے نزدیک ان سورتوں میں کسی آیت کو متعین کر کے یہ بتانا بہت مشکل ہے کہ وہ فلاں آیت ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح لیلۃ القدر یا ساعت جمعہ (یعنی جمع کے دن ساعت قبولیت) کے بارہ میں کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا اسی طرح یہ آیت بھی پوشیدہ ہے لہٰذا علماء لکھتے ہیں کہ علامہ طیبی کی بات ہی زیادہ صحیح ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اورزمین میں ہیں، اوروہی بڑی عزت والا بڑی حکمت والا ہے۔اسی کے لیے آسمانوں اورزمین کی بادشاہی ہے، وہ زندگی بخشا اورموت دیتا ہے اوروہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

## زمین وآسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بیان کرنا

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَالْأَرْض" أَيْ نَزَّهَهُ كُلّ شَيْء فَاللَّام مَزِيدَة وَجِيء بِمَا دُون مِنْ تَغْلِيبًا لِلْأَكْثَرِ "وَهُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه "لَهُ مُلْك السَّمَوَات وَالْأَرْض يُحْيِي" بِالْإِنْشَاءِ "وَيُمِيت" بَعْده،

اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں جو بھی آسمانوں اورزمین میں ہیں، یعنی ہر چیز اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔یہاں پر لام زائدہ ہے۔ یہاں پر من کی بہ جائے ماء کو استعمال کیا گیا ہے اور بہ طور تغلیب اہل عقل کیلئے آیا ہے۔اوروہی اپنے ملک میں بڑی عزت والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔اسی کے لیے آسمانوں اورزمین کی بادشاہی ہے، وہ زندگی بخشا یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے اوراس کے بعد موت دیتا ہے اوروہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے تو ہم وہی کرتے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں (سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں اوروہی ہے زبردست حکم والا، اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے)۔عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ سورت پڑھائی اورابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سورت پڑھی۔یحییٰ کہتے ہیں کہ پھر ابوسلمہ نے ہمارے سامنے تلاوت کی، ابن کثیر کے سامنے اوزاعی نے اورعبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ابن کثیر نے پڑھ کر سنائی۔محمد بن کثیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ابن مبارک، اوزاعی سے وہ یحییٰ بن کثیر سے وہ ہلال بن ابی میمونہ سے وہ عطاء سے اوروہ عبداللہ بن سلام سے یا ابوسلمہ کے واسطے سے عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں۔ولید بن مسلم بھی یہ حدیث اوزاعی سے محمد بن کثیر کی روایت کی طرح نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1257)

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

وہی اوّل اور آخر ہے اور ظاہر اور پوشیدہ ہے، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی اول و آخر صفات کا بیان

"هُوَ الْاَوَّلُ" قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا بِدَايَةٍ "وَالْآخِرُ" بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ بِلَا نِهَايَةٍ "وَالظَّاهِرُ" بِالْأَدِلَّةِ عَلَيْهِ "وَالْبَاطِنُ" عَنْ إِدْرَاكِ الْحَوَاسِّ

وہی ہر چیز کو ظاہر کیے بغیر اوّل اور ہر چیز کے بغیر منتہی ہونے کے بعد آخر ہے اور ظاہر یعنی جس پر دلائل ہیں اور پوشیدہ یعنی جس کو حواس سے ادراک کیا جائے پوشیدہ ہے، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## اول و آخر اور ظاہر و باطن صفات کے مفہوم کا بیان

اس آیت کی تفسیر اور اول و آخر، ظاہر و باطن کے معنی میں حضرات مفسرین کے اقوال دس سے زیادہ منقول ہیں، جن میں کوئی تعارض نہیں، سبھی کی گنجائش ہے، لفظ اول کے معنی تو تقریباً متعین ہیں، یعنی وجود کے اعتبار سے تمام موجودات و کائنات سے مقدم اور پہلا ہے، کیونکہ ساری موجودات اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اس لئے وہ سب سے اول ہے اور آخر کے معنی بعض حضرات نے یہ کئے ہیں کہ تمام موجودات کے فنا ہونے کے بعد بھی وہ باقی رہے گا، جیسا کہ آیت (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَه) میں اس کی تصریح ہے، اور فنا سے مراد عام ہے خواہ فنا وعدم کا وقوع ہو جائے، جیسا قیامت کے روز عام مخلوقات فنا ہو جاوے گی، یا فنا کا وقوع نہ ہو، مگر اس کی فنا وعدم کا وقوع ہو جائے۔

جس طرح قیامت کے روز عام مخلوقات فنا ہو جاوے گی، یا فنا کا وقوع نہ ہو، مگر اُس کی فنا وعدم ممکن ہو اور وہ اپنی ذات میں عدم کے خطرہ سے خالی نہ ہو، اس کو موجود ہونے کے وقت بھی فانی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی مثال جنت و دوزخ اور ان میں داخل ہونے والے اچھے برے انسان ہیں کہ ان کا وجود فنا نہیں ہوگا مگر باوجود وقوعاً فنا نہ ہونے کے امکان و احتمال فنا سے پھر بھی خالی نہیں، صرف حق تعالیٰ کی ذات ہے جس پر کسی حیثیت اور کسی مفہوم سے نہ پہلے کبھی عدم طاری ہوا اور نہ آئندہ کبھی اس کا امکان ہے، اس لئے اس کو سب سے آخر کہہ سکتے ہیں۔ اور امام غزالی نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کو آخر باعتبار معرفت کے کہا گیا ہے کہ سب سے آخر معرفت اس کی ہے انسان علم و معرفت میں ترقی کرتا رہتا ہے، مگر یہ سب درجات جو اس کو حاصل ہوئے راستہ کی مختلف منزلیں ہیں اس کی انتہا اور آخری حد حق تعالیٰ کی معرفت ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ حدید، بیروت)

## سورت حدید آیت ۳ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ بادل آ گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو یہ کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا

اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ بادل زمین کو سیراب کرنے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں کی طرف ہانکتے ہیں جو اس کا شکر ادا نہیں کرتے اور اسے پکارتے نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو تمہارے اوپر کیا ہے۔ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ رقیع یعنی اونچی چھت ہے جس سے حفاظت کی گئی۔ اور یہ موج کی طرح ہے جو بغیر ستون کے ہے۔ پھر پوچھا کیا جاتے ہو کہ تمہارے اور اس کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا جانتے ہو اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے اوپر دو آسمان ہیں جنکے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح سات آسمان گنوائے اور بتایا ہر دو آسمانوں کے درمان آسمان و زمین کے درمیان کے فاصلے کے برابر فاصلہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا جانتے ہو کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے اوپر عرش ہے اور وہ آسمان سے اتنا دور ہے جتنا زمین سے آسمان۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے نیچے کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتا ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ زمین ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں معلوم ہے اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کے نیچے دوسری زمین ہے پہلی زمین اور دوسری زمین کے درمیان پانچ سو برس کی مسافت ہے۔ پھر پوچھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سات زمینیں گنوائیں اور بتایا کہ ہر دو کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے اگر تم لوگ نیچے زمین کی طرف رسی پھینکو گے تو وہ اللہ تک پہنچے گی اور پھر یہ آیت پڑھی ہو

(هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ،

وہی ہے سب سے پہلا اور سب سے پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب کچھ جانتا ہے)۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے اور ایوب، یونس بن عبید اور علی بن زید سے منقول ہے کہ حسن نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنی۔ بعض اہل علم اس حدیث کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد اس رسی کا اللہ کے علم، اس کی قدرت اور حکومت تک پہنچنا ہے کیونکہ اللہ کا علم، اس کی قدرت اور اس کی حکومت ہر جگہ ہے اور وہ عرش پر ہے جیسا کہ اس نے خود اپنی کتاب (قرآن مجید) میں فرمایا ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1246)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط |
| یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَ مَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا |
| یَعْرُجُ فِیْهَا ط وَ هُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ط وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ o |
| وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں |
| داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے اور وہ |
| تمہارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی چھ دن میں تخلیق ہونے کا بیان

**"هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَات وَالْأَرْض فِی سِتَّة أَیَّام" مِنْ أَیَّام الدُّنْیَا أَوَّلهَا الْأَحَد وَآخِرهَا الْجُمُعَة "ثُمَّ اسْتَوَی عَلَی الْعَرْش" الْكُرْسِیّ اسْتِوَاء یَلِیق بِهِ "یَعْلَم مَا یَلِج" یَدْخُل "فِی الْأَرْض" كَالْمَطَرِ وَالْأَمْوَات "وَمَا یَخْرُج مِنْهَا" كَالنَّبَاتِ وَالْمَعَادِن "وَمَا یَنْزِل مِنْ السَّمَاء" كَالرَّحْمَةِ وَالْعَذَاب "وَمَا یَعْرُج" یَصْعَد "فِیهَا" كَالْأَعْمَالِ الصَّالِحَة وَالسَّیِّئَة "وَهُوَ مَعَكُمْ" بِعِلْمِهِ**

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، یعنی دنیا کے دنوں کے حساب سے جس کا پہلا دن یوم الاحد اور آخری دن جمعہ تھا۔ پھر وہ عرش یعنی کرسی پر بلند ہوا، یعنی ایسا استواء جو اس کے شایان شان ہے۔ وہ جانتا ہے جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے جس طرح بارش اور اموات ہیں اور جو اس سے نکلتی ہے جس طرح نباتات اور معدنیات ہیں۔ اور جو آسمان سے اترتی ہے یعنی رحمت اور عذاب اور جو اس میں چڑھتی ہے جس طرح نیک اور برے اعمال ہیں۔ اور وہ اپنے علم میں تمہارے ساتھ ہے، جہاں بھی تم ہو اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔

## استواء علی العرش سے متعلق تفسیری بیان

استوی: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استوا (افتعال) مصدر۔ سوی حروف مادہ۔ استوی علی سواری پر جم کر بیٹھنا۔ ثم استوی علی العرش پھر وہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔ اس استواء علی العرش کی کیفیت کیا ہے؟

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔ یہ آیت متشابہات میں سے ہے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اس کی مراد کی تشریح نہ کی جائے کہ استوی علی العرش کا کیا مطلب ہے؟ کی مراد ہے؟ اس کو اللہ ہی کے سپرد کر دیا جائے۔ یعنی یہ ان متشابہات میں سے ہے کہ جن کی تشریح نہ شارع نے کی ہے نہ اپنی مراد بیان کی ہے؟ اور نہ قیاس کو اس میں دخل ہے۔ (تفسیر مظہری)

استوی کے متعلق لغات القرآن میں ذرا تفصیلی بحث ہے جو قاری کے فائدے کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔استعی اس نے قصد کیا۔اس نے قرار پکڑا۔وہ قائم ہوا۔وہ سنبھل گیا۔وہ چڑھا۔وہ سیدھا بیٹھا۔استواء سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

استواء کے جب وہ فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے آتے ہیں۔جیسے لا یستوی الخبیث و الطیب (100:5) برابر نہیں ناپاک اور پاک،اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے،درست ہونے،اور سیدھے رہنے کے معنی آتے ہیں جیسے فاستوی وھو بالافق الاعلی،پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔

اور ولما بلغ اشدہ واستوی جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔اس صورت میں استوا کے معنی میں کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔اور جب اس کا تعدیہ علی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے،قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں۔جیسے واستوت علی الجودی،اور وہ کشتی جودی پر جا ٹھہری اور جیسے لتستوا علی ظھورہ،اور تا کہ تم اس کی پیٹھ پر جا بیٹھو۔اور جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے ثم استوی الی السماء،پھر قصد کیا آسمان کی طرف۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے استواء علی العرش کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن وحدیث میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی بیان کئے گئے ہیں اور مخلوق کے اوصاف میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے۔جیسے حی۔سمیع۔بصیر کہ یہ الفاظ اللہ عزوجل کے لئے بھی استعمال کئے گئے ہیں اور بندے کے لئے بھی۔لیکن دونوں جگہ اس کے استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔

کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔اب یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک تو وہ آلہ جو سننے اور دیکھنے کا مبدا اور ذریعہ ہے یعنی کان اور آنکھ۔دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض وغایت۔یعنی وہ خاص علم جو آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔پس جب مخلوق کو سمیع وبصیر کہا جائے تو اس کے حق میں یہ مبداء اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی۔جن کی کیفیات ہم کو معلوم ہیں لیکن یہی الفاظ جب اللہ عزوجل کے متعلق استعمال کئے جائیں گے تو یقیناً ان سے وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں لئے جا سکتے جو مخلوق کے خواص میں داخل ہیں۔اور جن سے جناب باری عزاسمہ قطعاً منزہ ہیں۔البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ سمع وبصر کا مبداء ومعاد اس ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت وسمع سے حاصل ہوتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔

رہا یہ کہ وہ مبداء کیسا ہے اور دیکھنے اور سننے کی کیا کیفیت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سوال کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دیکھنا اور سننا مخلوق کی طرح نہیں ہے۔غرض اسی طرح اس کی تمام صفات کو سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا اور غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔اور نہ کسی آسمانی شریعت نے کبھی انسان کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان حقائق میں غور وخوض کر کے جو اس کی عقل وادراک کی دسترس سے باہر ہیں بے کار اپنے عقل ودماغ کو پریشان کرے۔

اسی اصول پر استواء علی العرش کو بھی سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تخت حکومت پر اس طرح قابض ہو کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطہ اقتدار باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت۔ یعنی ملک پر پورا تسلط اور اقتدار اور نفوذ وتصرف کی قدرت حاصل ہونا۔

سو حق تعالیٰ کے استعا علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے کہ تمام مخلوقات اور ساری کائنات پر پورا تسلط واقتدار اور مالکانہ وشہنشاہانہ تصرف اور نفوذ بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔

آیت شریفہ **ثم استوی علی العرش یغشی الیل النهار یطلبه حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره** ۔ پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس سے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا۔ اور آفتاب ماہتاب اور ستارے (سب) اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اور آیت شریفہ: **ثم استوی علی العرش یدبر الامر ما من شفیع الا من بعد اذنه**، پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کام کی۔ کوئی سفارش نہیں کرسکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔ سے بخوبی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے۔

رہا **استواء علی العرش** کا مبداء اس کی ظاہری کیفیت وصورت، پس دیگر صفات سمع وبصر کی طرح یقیناً اس کی کوئی ایسی صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ اس میں مخلوق کی صفت اور حدوث کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ پھر وہ کیونکر اور کس طرح اس کی کیفیت کے لئے اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ **لیس کمثله شیء** نہیں ہے اس طرح کا سا کوئی۔ اور ہمارا کیا مایہ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کرسکیں۔

**یعلم ما بین ایدیهم وما خلفهم ولا یحیطون به علما** وہ تو جو کچھ لوگوں کے آگے پیچھے ہے سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کرسکتے۔

حضرت ام سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں (ترجمہ) استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے۔

قاضی ابو العلاء صاعد بن محمد نے کتاب الاعتقاد میں امام ابو یوسف کی روایت سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔ (ترجمہ) کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بارے میں اس کی ذات کے متعلق ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اس طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کہے۔ (بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے سارے جہان کا سچ ہے:۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان ووہم — وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر — ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یلج: مضارع واحد مذکر غائب ولوج (باب ضرب) مصدر۔ وہ داخل ہوتی ہے اسی سے ولیجۃ بمعنی گہرا دوست یا اندرونی دوست ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ، اور خدا اور اس کے رسول اور مومنون کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

مایلج فی الارض (جو زمین میں داخل ہوتا ہے) سے مراد پانی۔ بناتات کے تخم، خزانے، مردوں کی لاشیں وغیرہ۔ مایخرج منھا (اور جو اس سے باہر نکلتا ہے) مثلاً کھیتی، گھاس، پودے، بخارات، کانیں اور قیامت کے دن مردے بھی اسی سے زندہ ہو کر برآمد ہوں گے۔

وما ینزل من السماء (جو چیز آسمان سے اترتی ہے) جیسے بارش، فرشتے، برکات، اللہ کے احکام وغیرہ۔ وما یعرج فیھا (اور جو آسمان میں چڑھتی ہے) جیسے، بخارات، ملائکہ۔ بندوں کے اعمال، لوگوں کی روحیں وغیرہ۔ یعرج مضارع واحد مذکر غائب عروج (باب نصر) مصدر۔ وہ اوپر چڑھتا ہے۔

وھو معکم این ما کنتم اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی معیت بے کیف ہے نہ جسمانی ہے نہ زمانی ہے نہ مکانی، نا قابل بیان ہے۔ (انوار البیان، سورہ حدید)

| |
|---|
| لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ |
| وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ؕ وَ هُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ |
| اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو |
| دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## تمام موجودات کا اللہ کی طرف لوٹ جانے کا بیان

"لَهُ مُلْك السَّمَاوَات وَالْأَرْض وَإِلَى اللَّه تُرْجَع الْأُمُور" الْمَوْجُودَات جَمِيعهَا "يُولِج اللَّيْل" يُدْخِلهُ "فِي النَّهَار" فَيَزِيد وَيَنْقُص اللَّيْل "وَيُولِج النَّهَار فِي اللَّيْل" فَيَزِيد وَيَنْقُص النَّهَار "وَهُوَ عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِيهَا مِنْ الْأَسْرَار وَالْمُعْتَقَدَات،

اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور تمام معاملات یعنی جمیع موجودات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے یعنی اس کو زیادہ اور کم کرتا ہے۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے یعنی اس کو زیادہ اور کم کرتا ہے۔ اور وہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ تمہارے پوشیدہ اعتقادات ہیں۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان

عالم سفلی سے لے کر عالم علوی تک اور جسمانی سے لے کر روحانی تک جن کے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں۔ سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے۔ سب کا میلان اسی طرف ہے۔ ہمہ روسوئے تو بود وہمہ سوروئے تو بود

مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم ورواج کی تقلید کے پتھر اس کے راستے میں حائل ہو کر اس کو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کے دور کرنے کو انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں۔

ترجع مضارع مجہول واحد مونث غائب رجع (باب ضرب) مصدر بمعنی لوٹانا۔ اور ر، ج، ع: مادہ سے رجوع (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لوٹنا۔ (فعل لازم آتا ہے) یہاں ترجع۔ رجع سے آیا ہے۔ جملہ لہ ملک السموت والارض آیت 2 کے شروع میں بھی آیا ہے اور یہاں اس کا تکرار ہے وہاں آغاز آفرینش کا ذکر کر کے یہ آیت ذکر کی تھی اور دوبارہ اب یہاں انجام امور کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے گویا آیت آغاز وانجام دونوں کی تمہید ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ حدید، لاہور)

| |
|---|
| اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا |
| مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ○ |
| اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اس میں سے خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں |
| اپنا نائب بنایا ہے، پس تم میں۔ ۔ گ ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان پر دوام اختیار کرنے کا بیان

"آمِنُوا" دَاوِمُوا عَلَى الْإِيمَان "بِاَللَّهِ وَرَسُوله وَأَنْفِقُوا" فِي سَبِيل اللَّه "مِمَّا جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِينَ فِيهِ" مِنْ مَال مَنْ تَقَدَّمَكُمْ وَسَيَخْلُفُكُمْ فِيهِ مَنْ بَعْدكُمْ نَزَلَ فِي غَزْوَة الْعُسْرَة وَهِيَ غَزْوَة تَبُوك "فَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَنْفَقُوا" إشَارَة إلَى عُثْمَان رَضِيَ اللَّه عَنْهُ،

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاؤ یعنی اس ایمان پر دوام اختیار کرو اور اس مال و دولت میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے، یعنی ان لوگوں کے اموال کا نائب جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور یہ آیت غزوہ عسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور وہی غزوہ تبوک ہے۔ پس تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے خرچ کیا اس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب اشارہ ہے۔ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور غزوہ عسرہ میں خرچ کرنے کا بیان

حضرت عبدالرحمٰن ابن خباب بیان کرتے ہیں: اس وقت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں حاضر تھا جب آپ جیش عسرۃ (جنگ عسرۃ) کی مالی امداد کے لئے لوگوں کو جوش دلا رہے تھے۔ حضرت عثمان (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پر جوش تلقین سن کر) کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی راہ میں کام آنے کے لئے سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے میں اپنے ذمہ لیتا ہوں (یعنی اس جنگ کے لئے میں اللہ کی راہ میں سو اونٹ مع ان کے ساز و سامان کے پیش کرتا ہوں) اس کے بعد (اسی مجلس میں یا کسی اور موقع پر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لوگوں کو اس جنگ کے لئے امداد و معاونت کی طرف متوجہ اور راغب کیا تو حضرت عثمان کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ (پہلے سو اونٹوں کے علاوہ مزید) دو سو اونٹ مع ان کی جھولوں اور پالانوں کے اللہ کی راہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ پس (حضرت عبدالرحمٰن ابن خباب کہتے ہیں کہ) میں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اس کے بعد اب عثمان جو بھی کریں ان سے ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

(ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 680)

جیش عسرۃ اس اسلامی لشکر کو کہتے ہیں کہ جو غزوہ تبوک کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ دراصل "عسرۃ" تنگی اور مالی اور بدحالی کو کہتے ہیں اور وہ زمانہ کہ جنگ تبوک کا مرحلہ درپیش تھا مسلمانوں کے لئے سخت عسرت و تنگی کا تھا، ایک طرف تو خشک سالی اور قحط نے نہ صرف یہ کہ غذا اور پانی کی کمیابی کے سبب انسانوں کو درخت کے پتے کھانے اور منہ کی خشکی دور کرنے کے لئے اونٹوں کی اوجھڑی نچوڑنے پر مجبور کر رکھا تھا، دوسری طرف مسلمانوں کی کمی اور ان کے مقابلہ پر دشمنوں کی کثرت، محاذ جنگ کی نہایت دوری سامان جنگ اور زاد راہ کی کمی، شدید گرمی اور دھوپ اور بے سروسامانی کی پریشانی نے نہایت سخت صورت حال پیدا کر رکھی تھی۔ اس لئے جنگ تبوک کے لشکر کا نام جیش عسرۃ (پریشان حال لشکر) ہوگیا۔" اس روایت کے مطابق حضرت عثمان نے چھ سو اونٹ اس لشکر کے لئے اللہ کی راہ میں پیش کیے، پہلی مرتبہ سو اونٹ پیش کئے، پھر دو سو اونٹ اور پھر تین سو اونٹ، اس طرح کل ملا کر چھ سو اونٹ کی پیش کش ان کی طرف سے ہوئی۔ اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت عثمان نے غزوہ تبوک کے ساڑھے نو سو اونٹ اپنی طرف سے پیش کئے تھے۔ اور ہزار کا عدد پورا کرنے کے لئے پچاس گھوڑے بھی دیئے تھے۔ حضرت عثمان کے اس زبردست مالی ایثار اور ان کے حوصلہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو الفاظ ارشاد فرمائے اور اہمیت ظاہر کرنے کے لئے بار بار ارشاد فرمائے ان کا حاصل یہ تھا کہ عثمان کا یہ عمل نہ صرف یہ کہ ان کے گزشتہ گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ بن گیا ہے بلکہ آئندہ بھی بالفرض ان سے کوئی خطا صادر ہو تو وہ اس عمل کے سبب معاف ہو جائے گی پس ان الفاظ میں گویا اس بشارت کی طرف اشارہ تھا کہ عثمان کو خاتمہ بخیر کی سعادت حاصل ہوگی۔ اور ایک شارح نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان الفاظ کا مطلب یہ تھا کہ اس عمل کے بعد عثمان اب اگر از قسم نفل (نہ کہ از قسم فرض) کوئی عبادت اور کوئی نیک کام نہ کریں تو ان کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ ان کا یہ عظیم عمل تمام نفل عبادتوں اور

نیکیوں کے واسطے کافی ہو گیا ہے۔

## ایمان لانے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم

اللہ تبارک وتعالیٰ خود اپنے اوپر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور اس پر مضبوطی اور ہمیشگی کے ساتھ جم کر رہنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اپنی راہ میں خیرات کرنے کی رغبت دلاتا ہے جو مال ہاتھوں ہاتھ تمہیں اس نے پہنچایا ہو تم اس کی اطاعت گذاری میں اسے خرچ کرو اور سمجھ لو کہ جس طرح دوسرے ہاتھوں سے تمہیں ملا ہے اسی طرح عنقریب تمہارے ہاتھوں سے دوسرے ہاتھوں میں چلا جائے گا اور تم پر حساب اور عتاب رہ جائے گا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ تیرے بعد تیرا وارث ممکن ہے نیک ہو اور وہ تیرے ترکے کو میری راہ میں خرچ کر کے مجھ سے قربت حاصل کرے اور ممکن ہے کہ وہ بد اور اپنی مستی اور سیاہ کاری میں تیرا اندوختہ فنا کر دے اور اس کی بدیوں کا باعث تو بنے نہ تو چھوڑتا نہ اڑاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ (الھکم) پڑھ کر فرمانے لگے انسان گو کہتا رہتا ہے یہ بھی میرا مال ہے یہ بھی میرا مال ہے حالانکہ دراصل انسان کا مال وہ ہے جو کھا لیا پہن لیا صدقہ کر دیا کھایا ہوا فنا ہو گیا پہنا ہوا پرانا ہو کر برباد ہو گیا، ہاں راہ اللہ دیا ہوا بطور خزانہ کے جمع رہا۔ (مسلم)

اور جو باقی رہے گا وہ تو اوروں کا مال ہے تو تو اسے جمع کر کے چھوڑ جانے والا ہے۔ پھر ان ہی دونوں باتوں کی ترغیب دلاتا ہے اور بہت بڑے اجر کا وعدہ دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے تمہیں ایمان سے کون سی چیز روکتی ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہیں وہ تمہیں ایمان کیطرف بلا رہے ہیں دلیلیں دے رہے ہیں اور معجزے دکھا رہے ہیں۔

صحیح بخاری کی شرح کے ابتدائی حصہ کتاب الایمان میں ہم یہ حدیث بیان کر آئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سب سے زیادہ اچھے ایمان والے تمہارے نزدیک کون ہیں؟ کہا فرشتے، فرمایا وہ تو اللہ کے پاس ہی ہیں پھر ایمان کیوں نہ لاتے؟ کہا پھر انبیاء فرمایا ان پر تو وحی اور کلام اللہ اترتا ہے وہ کیسے ایمان نہ لاتے؟ کہا پھر ہم فرمایا واہ تم ایمان سے کیسے رک سکتے تھے، میں تم میں زندہ موجود ہوں، سنو بہترین اور عجیب تر ایماندار وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے، صحیفوں میں لکھا دیکھیں گے اور ایمان قبول کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ |
| وَ قَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ |
| اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے، حالانکہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں بلا رہے ہیں کہ |
| تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک تم سے مضبوط عہد لے چکا ہے، اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ |

## عالم ارواح کے عہد کو یاد دلانے سے ایمان کی دعوت دینے کا بیان

"وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ" خِطَاب لِلْكُفَّارِ أَيْ لَا مَانِع لَكُمْ مِنَ الْإِيمَان "بِاَللّٰهِ وَالرَّسُول يَدْعُوكُمْ

لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أُخِذَ "بِضَمِّ الْهَمْزَةِ وَكَسْرِ الْخَاءِ وَبِفَتْحِهَا وَنَصْبِ مَا بَعْدَه "مِيْثَاقُكُمْ" عَلَيْهِ أَيْ أَخَذَهُ اللَّهُ فِي عَالَمِ الذَّرِّ حِينَ أَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ "إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" أَيْ مُرِيدِينَ الْإِيمَانَ بِهِ فَبَادِرُوا إِلَيْهِ،

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے اس میں کفار کیلئے خطاب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے ،یعنی تمہیں ایمان لانے سے کیا چیز روکنے والی ہے۔حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بیشک اللہ تم سے مضبوط عہد لے چکا ہے، یہاں پر لفظ اخذ یہ ہمزہ کے ضمہ اور خاء کے کسرہ اور اس کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔اور اس کے مابعد کو نصب دیا گیا ہے۔یعنی اللہ تعالی نے عالم ذر میں ان سے عہد لیا اور خود کو ان پر گواہ بنایا جب انہوں نے بلیٰ کہا تھا۔اگر تم ایمان لانے والے ہو۔یعنی اگر تم ایمان لانے کا ارادہ رکھتے ہو تو اس کی جانب تیزی سے آؤ۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

مالکم۔تم کو کیا عذر ہے۔تم کیسے ہو۔تم کو کیا ہو گیا ہے۔تمہارے لئے کیا سبب ہے۔اور جگہ قرآن مجید میں ہے وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔اور دوسری جگہ ہے:۔وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ،اور کہتے ہیں یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔

وما لکم لا تومنون باللہ ۔ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔والرسول یدعوکم لتومنوا بربکم: جملہ حالیہ ہے۔حالانکہ رسول تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کے لئے (برابر) بلا رہا ہے۔لتومنوا میں لام تعلیل کا ہے۔یہ اصل میں تومنون تھا (مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ایمان مصدر سے) نون اعرابی عامل کی وجہ سے گر گیا۔

وقد اخذ میثاقکم واو عاطفہ ہے اور جملہ حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے ای وقیل ذلك قد اخذ اللہ میثاقکم حین اخرجکم من ظھر ادم علیہ السلام بان اللہ ربکم لا الہ لکم سواہ ۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا تھا جب اس نے تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے برآمد کیا۔(اور کہا کہ) اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔الست بربکم قالوا بلی شھدنا ،یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے۔

میثاقکم مضاف مضاف الیہ۔دونوں مل کر اخذ کا مفعول۔تمہارا میثاق، پختہ۔عہد۔قول وقرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔وثق یثق وثوق (باب ضرب) مصدر اعتماد کرنا۔مطمئن ہونا۔الوثاق والوثاق اس زنجیر یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھ دیا جائے۔اور اوثقہ (باب افعال) زنجیر میں جکڑنا۔رسی سے کس کر باندھنا۔میثاق وہ عہد جو قسموں یا شرطوں سے جکڑ کر کیا گیا ہو۔بمعنی پختہ ومضبوط عہد۔قرآن مجید میں ہے:۔ولا یوثق وثاقہ احد (26:89) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا۔ان کنتم مومنین ٥

جملہ شرط ہے اور جواب شرط محذوف۔

اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو تردد میں مت پڑو اور بغیر کسی تردد کے ایمان لے آو، تم جو اپنے خیال میں اللہ پر ایمان لانے کے مدعی ہو اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آو۔ (تفسیر مظہری، سورہ حدید، لاہور)

| |
|---|
| هُوَالَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ |
| وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۝ |
| وہی ہے جو اپنے بندے پر واضح نشانیاں نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جائے، |
| اور بیشک اللہ تم پر نہایت شفقت فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کفر سے ایمان کی طرف نکالنے والا ہے

"هُوَ الَّذِي يُنَزِّل عَلَى عَبْده آيَات بَيِّنَات" آيَات الْقُرْآن "لِيُخْرِجكُمْ مِنْ الظُّلُمَات" الْكُفْر "إلَى النُّور" الْإِيمَان "وَإِنَّ اللّه بِكُمْ" أَيْ فِي إخْرَاجكُمْ مِنْ الْكُفْر إلَى الْإِيمَان

وہی ہے جو اپنے برگزیدہ بندے پر واضح نشانیاں یعنی قرآنی آیات نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں یعنی کفر سے روشنی یعنی ایمان کی طرف نکال لے جائے، اور بیشک اللہ تمہیں کفر سے ایمان کی طرف نکالنے میں تم پر نہایت شفقت فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

یعنی قرآن اتارا اور صداقت کے نشان دیے تاکہ ان کے ذریعہ سے تم کو کفر و جہل کے اندھیروں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لے آئے۔ یہ اللہ کی بہت ہی بڑی شفقت اور مہربانی ہے، اگر سختی کرتا تو ان ہی اندھیروں میں پڑا چھوڑ کر تم کو ہلاک کر دیتا۔ یا ایمان لانے کے بعد بھی پچھلی خطاؤں کو معاف نہ کرتا۔

| |
|---|
| وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِىْ |
| مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا |
| مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۝ |
| اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے، تم میں سے جن |
| لوگوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا وہ برابر نہیں ہو سکتے، وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال |
| خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، مگر اللہ نے حسنِ آخرت کا وعدہ سب سے فرما دیا ہے، اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے خوب آگاہ ہے۔ |

## اللہ تعالی کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دینے کا بیان

"وَمَا لَكُمْ" وَمَا حَالُكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ "أَلَّا" فِيهِ إِدْغَام نُون أَنْ فِي لَام لَا "تُنْفِقُوا فِي سَبِيل اللَّه وَلِلَّهِ مِيرَاث السَّمَاوَات وَالْأَرْض" بِمَا فِيهِمَا فَتَصِل إِلَيْهِ أَمْوَالكُمْ مِنْ غَيْر أَجْر الْإِنْفَاق بِخِلَافِ مَا لَوْ أَنْفَقْتُمْ فَتُؤْجَرُونَ "لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْل الْفَتْح" لِمَكَّة "وَقَاتَلَ أُولَئِكَ أَعْظَم دَرَجَة مِنْ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْد وَقَاتَلُوا وَكُلًّا" مِنْ الْفَرِيقَيْنِ وَفِي قِرَاءَة بِالرَّفْعِ مُبْتَدَأ "وَعَدَ اللَّه الْحُسْنَى" الْجَنَّة "وَاَللَّه بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِير" فَيُجَازِيكُمْ بِهِ،

اور تمہیں ایمان لانے کے بعد کیا ہوگیا ہے یہاں پر لفظ الا میں اَن کے نون کا لام میں ادغام ہے۔ کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری ملکیت اللہ ہی کی ہے یعنی جو کچھ ان میں ہے جبکہ تمہارے اموال انفاق کے ثواب کے بغیر بھی پہنچنے والے ہیں۔ بہ خلاف اس کے کہ جو تم خرچ کرتے ہوتا کہ تمہیں اجر دیا جائے گا۔ تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کیا اور قتال کیا وہ اور تم برابر نہیں ہو سکتے، وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کیا ہے اور قتال کیا ہے، مگر اللہ نے حسن آخرت یعنی جنت کا وعدہ سب یعنی دونوں فریقین سے فرما دیا ہے، یہاں پر لفظ کل ایک قرأت کے مطابق مرفوع آیا ہے اور مبتداء ہے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو ان سے خوب آگاہ ہے۔ پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ومالکم اور تم کو کیا ہوا ہے۔ الا مرکب ہے ان مصدریہ اور لا نفی سے۔ کہ (تم) نہیں (خرچ کرتے ہو) لا زائدہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔ اور تمہیں کیا عذر ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔ وللہ میراث السموت والارض۔ جملہ حالیہ ہے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے۔ میراث السموت والارض مضاف مضاف الیہ آسمانوں کی اور زمین کی وراثت یعنی ملکیت)۔ میراث کا لفظ قرآن میں دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔ وللہ میراث السموت والارض، ورثۃ ارث اور تراث مصدر ہیں باب حسب سے۔ ورثۃ اور ارث کا اصل معنی ہے۔ بغیر بیع و شراء اور بلا ہبہ وغیرہ کسی کی طرف کسی مالی ملکیت کا دوسرے کی جانب منتقل ہونا۔ اسی مناسبت سے میت کے متروکہ مال کو جو میت کے بعد اس کے اقرباء کے پاس منتقل ہو کر آتا ہے میراث کہا جاتا ہے۔ لیکن اس معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہیں، جن کے لئے وراثت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

(1) بلا عوض اور بغیر مشقت کسی چیز کا مالک ہو جانا جس طرح مومنین صالحین جنت کے وارث ہوں گے اس صورت میں ایک کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ ابتداء بلا انتقال ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

(2) علم یا کتاب کا وارث ہونا۔ اس صورت میں مال کی ملکیت نہیں ہوتی۔ نہ منقولہ نہ ابتدائی، بلکہ ایک کا علم اس کے بعد دوسرے کو ملتا ہے یعنی جو علم یا دستور اسلاف کا تھا اخلاف اس کے حامل ہو جاتے ہیں جیسے العلماء ورثة الانبیاء علماء انبیاء کے علم کے حامل ہوتے ہیں

## میراث سے مراد حقیقی ملکیت کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ:۔ انت اخی ووارثی۔ تم میرے بھائی اور میرے علم کے حامل ہو۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے:۔ ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا ، پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کر لیا۔

اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالک حقیقی ہونا۔ اللہ سارے عالم کا وارث ہے۔ یعنی مالک حقیقی ہے اور قیامت کے دن اللہ کے وارث ہونے کا مطلب ہے کہ:۔ ہر چیز کا ظاہری، باطنی، صوری، حقیقی اختیار اللہ کو ہونا اور کسی دوسرے کا کسی طرح مالک نہ ہونا۔ کیونکہ ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی۔

ورث عنہ اور ورثہ دونوں طرح مستعمل ہے۔ ایراث (افعال) توریث (تفعیل) وارث بنانا۔ کسی کو ورثہ میں شریک بنانا۔ توارث (تفاعل) باہم وراثت کی طلب۔

لا یستوی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استواء (افتعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہے۔ وہ برابر نہیں ہوسکتا۔ من انفق من قبل الفتح وقاتل۔ اس جملہ کے بعد ایک اور جملہ محذوف ہے عبارت کچھ یوں بنے گی۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل (ومن انفق بعد الفتح وقاتل)۔ تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور وہ شخص جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، برابر نہیں ہے۔ برابر نہیں ہوسکتا۔

انفق ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب انفاق (افتعال) مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا۔ الفتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔ اولئک اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ۔ مراد ہیں وہ اصحاب جنہوں نے فتح مکہ سے قبل راہ حق میں خرچ کیا اور جنگ کی۔ اعظم: فعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ عظامۃ (باب کرم) مصدر سے بمعنی بہت بڑا۔ درجۃ تمیز۔ یعنی از روئے درجہ کے۔ بلحاظ درجہ کے۔

کلا۔ سب، سارے۔ کلھم ہر ایک، کل لفظاً واحد ہے اور معنی جمع اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے مذکر اور مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے کل کا مضاف ہونا ضروری ہے۔ اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔ جیسے و کلا جعلنا صلحین ،اور سب کو نیک بخت کیا۔ اور و کل من الصبرین، یہ سب صبر کرنے والے واتھے۔ یہاں آیت ہذا میں کلا" ای وعد اللہ کلا منہم۔ کلا منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اور مضاف ہے۔ ہم مضاف الیہ محذوف۔ الحسنی افعل التفضیل کا صیغہ واحد مونث صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے ای المثوبۃ الحسنی۔ عبارت کچھ یوں ہوگی:۔ و کلا منھم وعد اللہ المثوبة الحسنی (ویسے تو)

ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھے عمدہ ثواب یا اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (تفسیر انوار البیان، سورہ حدید)

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ۟

کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، اچھا قرض، تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔

## اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے سبب رزق میں اضافہ ہونے کا بیان

"مَنْ ذَا الَّذِی یُقْرِض اللّٰه" بِإِنْفَاقِ مَاله فِي سَبِيل اللّٰه "قَرْضًا حَسَنًا" بِأَنْ يُنْفِقهُ لِلّٰهِ "فَيُضَاعِفهُ" وَفِي قِرَاءَة فَيُضَعِّفهُ بِالتَّشْدِيدِ "لَهُ" مِنْ عَشْر إلَى أَكْثَر مِنْ سَبْعِمِائَة كَمَا ذُكِرَ فِي الْبَقَرَة "وَلَهُ" مَعَ الْمُضَاعَفَة "أَجْر كَرِيم" مُقْتَرِن بِهِ رِضَا وَإِقْبَال

کون ہے وہ جو اللہ کو قرض دے، یعنی جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ اچھا قرض، یعنی اس کو اللہ کی رضا کیلئے خرچ کرے۔ تو وہ اسے اس کے لیے کئی گنا کر دے، یہاں پر لفظ یضاعف ایک قرأت کے مطابق تشدید کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یعنی اس کیلئے ثواب دس گنا سے لیکر سات سو گنا تک ہے جس طرح سورہ بقرہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اس کے لیے باعزت اجر ہو۔ یعنی اس ثواب میں رضا مندی اور قبولیت بھی ہے۔

## ابو دحداح اور منافع کے سودے کا بیان

سرکارِ دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان تشریف فرما تھے کہ ایک یتیم جوان شکایت لیئے حاضر خدمت ہوا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ؛ میں اپنی کھجورو باغ کے اردگرد دیوار تعمیر کرا رہا تھا کہ میرے ہمسائے کی کھجور کا ایک درخت دیوار کے درمیان میں آ گیا۔ میں نے اپنے ہمسائے سے درخواست کی کہ وہ اپنی کھجور کا درخت میرے لیئے چھوڑ دے تا کہ میں اپنی دیوار سیدھی بنا سکوں، اُس نے دینے سے انکار کیا تو میں نے اُس کھجور کے درخت کو خریدنے کی پیشکش کر ڈالی، میرے ہمسائے نے مجھے کھجور کا درخت بیچنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نوجوان کے ہمسائے کو بلا بھیجا۔ ہمسایہ حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نوجوان کی شکایت سُنائی جسے اُس نے تسلیم کیا کہ واقعتاً ایسا ہی ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا کہ تم اپنی کھجور کا درخت اِس نوجوان کیلئے چھوڑ دو یا اُس درخت کو نوجوان کے ہاتھوں فروخت کر دو اور قیمت لے لو۔ اُس آدمی نے دونوں حالتوں میں انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو ایک بار پھر دہرایا؛ کھجور کا درخت اِس نوجوان کو فروخت کر کے پیسے بھی وصول کر لو اور تمہیں جنت میں بھی ایک عظیم الشان کھجور کا درخت ملے گا جس کے سائے کی طوالت میں سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ دُنیا کیا یک درخت کے بدلے میں جنت میں ایک درخت کی پیشکش ایسی عظیم تھی جسکو سُن کر مجلس میں موجود سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہما دنگ رہ گئے۔ سب یہی سوچ رہے تھے کہ ایسا شخص جو جنت میں ایسے عظیم الشان درخت کا مالک ہو کیسے جنت سے محروم ہو کر دوزخ میں جائے گا۔

مگر وائے قسمت کہ دنیاوی مال ومتاع کی لالچ اور طمع آڑے آ گئی اور اُس شخص نے اپنا کھجور کا درخت بیچنے سے انکار کر دیا۔

مجلس میں موجود ایک صحابی (اباالدحداح) آگے بڑھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اگر میں کسی طرح وہ درخت خرید کر اِس نوجوان کو دیدوں تو کیا مجھے جنت کا وہ درخت ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں تمہیں وہ درخت ملے گا۔ اباالدحداح اُس آدمی کی طرف پلٹے اور اُس سے پوچھا میرے کھجوروں کے باغ کو جانتے ہو؟ اُس آدمی نے فوراً جواب دیا؛ جی کیوں نہیں، مدینے کا کونسا ایسا شخص ہے جو اباالدحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کو نہ جانتا ہو، ایسا باغ جس کے اندر ہی ایک محل تعمیر کیا گیا ہے، باغ میں میٹھے پانی کا ایک کنواں اور باغ کے ارد گرد تعمیر خوبصورت اور نمایاں دیوار دور سے ہی نظر آتی ہے۔ مدینہ کے سارے تاجر تیرے باغ کی اعلیٰ اقسام کی کھجوروں کو کھانے اور خریدنے کے انتظار میں رہتے ہیں۔ ابالداحداح نے اُس شخص کی بات کو مکمل ہونے پر کہا، تو پھر کیا تم اپنے اُس کھجور کے ایک درخت کو میرے سارے باغ، محل، کنویں اور اُس خوبصورت دیوار کے بدلے میں فروخت کرتے ہو؟ اُس شخص نے غیر یقینی سے سرکارِ دوعالم کی طرف دیکھا کہ کیا عقل مانتی ہے کہ ایک کھجور کے بدلے میں اُسے ابالداحداح کے چھ سو کھجوروں کے باغ کا قبضہ بھی مِل پائے گا کہ نہیں؟ معاملہ تو ہر لحاظ سے فائدہ مند نظر آرہا تھا۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مجلس میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے گواہی دی اور معاملہ طے پا گیا۔

ابالداحداح نے خوشی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور سوال کیا؛ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جنت میں میرا ایک کھجور کا درخت پکا ہو گیا ناں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ابالدحداح سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے حیرت زدہ سے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو مکمل کرتے ہوئے جو کچھ فرمایا اُس کا مفہوم یوں بنتا ہے کہ؛ اللہ رب العزت نے تو جنت میں ایک درخت محض ایک درخت کے بدلے میں دینا تھا۔ تم نے تو اپنا پورا باغ ہی دیدیا۔

اللہ رب العزت جود وکرم میں بے مثال ہیں اُنہوں نے تجھے جنت میں کھجوروں کے اتنے باغات عطاء کیئے ہیں کثرت کی بنا پر جنکے درختوں کی گنتی بھی نہیں کی جاسکتی۔ ابالدحداح، میں تجھے پھل سے لدے ہوئے اُن درختوں کی کسقدر تعریف بیان کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اِس بات کو اسقدر دہراتے رہے کہ محفل میں موجود ہر شخص یہ حسرت کرنے لگا اے کاش وہ ابالداحداح ہوتا۔ ابالداحداح وہاں سے اُٹھ کر جب اپنے گھر کو لوٹے تو خوشی کو چُھپا نہ پا رہے تھے۔ گھر کے باہر سے ہی اپنی بیوی کو آواز دی کہ میں نے چار دیواری سمیت یہ باغ، محل اور کنواں بیچ دیا ہے۔ بیوی اپنے خاوند کی کاروباری خوبیوں اور صلاحیتوں کو اچھی طرح جانتی تھی، اُس نے اپنے خاوند سے پوچھا؛ ابالداحداح کتنے میں بیچا ہے یہ سب کُچھ؟ ابالداحداح نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے یہاں کا ایک درخت جنت میں لگے ایسے ایک درخت کے بدلے میں بیچا ہے جِس کے سایہ میں سوار سو سال تک چلتا رہے۔ ابالداحداح کی بیوی نے خوشی سے چلاتے ہوئے کہا. ابالداحداح، تو نے منافع کا سِودا کیا ہے۔ ابالداحداح، تو نے منافع کا سودا کیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب تیزی سے چل رہا ہوگا تمہیں بشارت ہو آج جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں ہمیشہ ان میں رہو گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

## قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ ایمان کے چلنے کا بیان

اُذْكُرْ "يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات يَسْعَى نُورهمْ بَيْن أَيْدِيهمْ" أَمَامهمْ "و" يَكُون "بِأَيْمَانِهِمْ" وَيُقَال لَهُمْ : "بُشْرَاكُمْ الْيَوْم جَنَّات" أَيْ اُدْخُلُوهَا

آپ یاد کریں جس دن آپ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب تیزی سے چل رہا ہوگا یعنی وہ ان کا ایمان ہوگا۔ اور ان سے کہا جائے گا تمہیں بشارت ہو آج تمہارے لئے جنتیں ہیں لہٰذا تم ان میں داخل ہو جاؤ۔ جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں تم ہمیشہ ان میں رہو گے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

## قیامت کے دن ایمان کے نور سے چلنے کا بیان

یہاں بیان ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے نیک اعمال کے مطابق انہیں نور ملے گا جو قیامت کے دن کے ان کے ساتھ ساتھ رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان میں بعض کا نور پہاڑوں کے برابر ہوگا اور بعض کا کھجوروں کے درختوں کے برابر اور بعض کا کھڑے انسان کے قد کے برابر سب سے کم نور جس گنہگار مومن کا ہوگا اس کے پیر کے انگوٹھے پر نور ہوگا جو کبھی روشن ہوتا ہوگا اور کبھی بجھ جاتا ہوگا (ابن جریر)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے بعض مومن ایسے بھی ہوں گے جن کا نور اس قدر ہوگا کہ جس قدر مدینہ سے عدن دور ہے اور ابین دور ہے اور صنعا دور ہے۔ بعض اس سے کم بعض اس سے کم یہاں تک کہ بعض وہ بھی ہوں گے جن کے نور سے صرف ان کے دونوں قدموں کے پاس ہی اجالا ہوگا۔

حضرت جنادہ بن ابوامیہ فرماتے ہیں لوگو! تمہارے نام مع ولدیت کے اور خاص نشانیوں کے اللہ کے ہاں لکھے ہوئے ہیں اسی طرح تمہارا ہر ظاہر باطن عمل بھی وہاں لکھا ہوا ہے قیامت کے دن نام لے کر پکار کر کہہ دیا جائے گا کہ اے فلاں یہ تیرا نور ہے اور اے فلاں تیرے لئے کوئی نور ہمارے ہاں نہیں۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں اول اول تو ہر شخص کو نور عطا ہوگا لیکن جب پل صراط پر جائیں گے تو منافقوں کا نور بجھ جائے گا اسے دیکھ کر مومن بھی ڈرنے لگیں گے کہ ایسا نہ ہو ہمارا نور بھی بجھ جائے تو اللہ سے دعائیں کریں گے کہ یا اللہ ہمارا نور ہمارے لئے پورا پورا کر۔

حضرت حسن فرماتے ہیں اس آیت سے مراد پل صراط پر نور کا ملنا ہے تاکہ اس اندھیری جگہ سے با آرام گذر جائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے سجدے کی اجازت قیامت کے دن مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا حکم بھی مجھے ہوگا میں آگے پیچھے دائیں بائیں نظریں ڈالوں گا اور اپنی امت کو پہچان لوں گا تو ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آپ کی امت تک کی تمام امتیں اس میدان میں اکٹھی ہوں گی ان میں سے آپ اپنی امت کی شناخت کیسے کریں گے؟ آپ نے فرمایا بعض مخصوص نشانیوں کی وجہ سے میری امت کے اعضاء وضو چمک رہے ہوں گے یہ وصف کسی اور امت میں نہ ہوگا اور انہیں ان کے نامہ اعمال ان کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور ان کے چہرے چمک رہے ہوں گے اور ان کا نور ان کے آگے آگے چلتا ہوگا اور ان کی اولاد ان کے ساتھ ہی ہوگی۔ ضحاک فرماتے ہیں ان کے دائیں ہاتھ میں ان کا عمل نامہ ہوگا جیسے اور آیتوں میں تشریح ہے۔

ان سے کہا جائے گا کہ آج تمہیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے چپے چپے پر چشمے جاری ہیں جہاں سے کبھی نکلنا نہیں، یہ زبردست کامیابی ہے۔ اس کے بعد کی آیت میں میدان قیامت کے ہولناک دل شکن اور کپکپا دینے والے واقعہ کا بیان ہے کہ سوائے سچے ایمان اور کھرے اعمال والوں کے نجات کسی کو منہ دکھائے گی۔ سلیم بن عامر فرماتے ہیں ہم ایک جنازے کے ساتھ باب دمشق میں تھے جب جنازے کی نماز ہو چکی اور دفن کا کام شروع ہوا تو حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لوگو! تم اس دنیا کی منزل میں آج صبح شام کر رہے ہو نیکیاں برائیاں کر سکتے ہو اس کے بعد ایک اور منزل کی طرف تم سب کوچ کرنے والے ہو وہ منزل یہی قبر کی ہے جو تنہائی کا، اندھیرے کا، کیڑوں کا اور تنگی اور تاریکی والا گھر ہے مگر جس کے لئے اللہ تعالیٰ اسے وسعت دے دے۔ یہاں سے تم پھر میدان قیامت کے مختلف مقامات پر وارد ہو گے۔ ایک جگہ بہت سے لوگوں کے چہرے سفید ہو جائیں گے اور بہت سے لوگوں کے سیاہ پڑ جائیں گے، پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ج |
| قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ط فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ط |
| بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ○ |
| جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل |
| کر لیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس میں ایک |
| دروازہ ہوگا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہوگی اور اس کی بیرونی جانب، اس کی طرف عذاب ہوگا۔ |

## قیامت کے دن منافقین کا اہل ایمان سے روشنی مانگنے کا بیان

"يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَات لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا" أَبْصِرُونَا وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ الْهَمْزَة وَكَسْر الظَّاء: أَمْهِلُونَا "نَقْتَبِس" نَأْخُذ الْقَبَس وَالْإِضَاءَة "مِنْ نُوركُمْ قِيلَ" لَهُمْ اسْتِهْزَاء بِهِمْ "ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا" فَرَجَعُوا "فَضُرِبَ بَيْنهمْ" وَبَيْن الْمُؤْمِنِينَ "بِسُورٍ" قِيلَ هُوَ سُور الْأَعْرَاف "لَهُ بَاب بَاطِنه فِيهِ الرَّحْمَة" مِنْ جِهَة الْمُؤْمِنِينَ "وَظَاهِره" مِنْ جِهَة الْمُنَافِقِينَ،

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ان لوگوں سے کہیں گے جو ایمان لائے ہمارا انتظار کرو کہ ہم تمھاری روشنی سے کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ تاکہ اس میں کچھ دیکھ سکیں۔ یہاں پر لفظ انظرونا ایک قرأت کے مطابق ہمزہ کے فتحہ اور ظاء کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی کچھ دیر ٹھہرو تاکہ ہم کچھ روشنی حاصل کرلیں۔ جو تمہارے نور کی ہے۔ تو انہیں بہ طور استہزاء کہا جائے گا اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پس کچھ روشنی تلاش کرو، تو وہ پیچھے لوٹیں گے۔ پھر ان کے درمیان اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار بنادی جائے گی۔ اور کہا گیا ہے وہ اہل اعراف کی دیوار ہے۔ جس میں ایک دروازہ ہوگا، اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہوگی جو اہل ایمان کی جانب سے ہوگی۔ اور اس کی بیرونی جانب، منافقین کی جانب ہوگی۔ اس کی طرف عذاب ہوگا۔

## منافقین کیلئے قیامت کے دن نور ایمان نہ ہونے کا بیان

پھر ایک اور میدان میں جاؤ گے جہاں سخت اندھیرا ہوگا وہاں ایمانداروں کو نور تقسیم کیا جائے گا اور کافر و منافق بینور رہ جائے گا، اسی کا ذکر آیت (اوظلمات) الخ، میں ہے پس جس طرح آنکھوں والے کی بصارت سے اندھا کوئی نفع حاصل نہیں کرسکتا منافق و کافر ایماندار کے نور سے کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے گا۔ تو منافق ایمانداروں سے آرزو کریں گے کہ اس قدر آگے نہ بڑھ جاؤ کچھ تو ٹھہرو جو ہم بھی تمہارے نور کے سہارے چلیں تو جس طرح یہ دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ مکروفریب کرتے تھے آج ان سے کہا جائے گا کہ لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرلاؤ یہ واپس نور کی تقسیم کی جگہ جائیں گے لیکن وہاں کچھ نہ پائیں گے، یہی اللہ کا وہ مکر ہے جس کا بیان آیت (اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَاۗءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۱۴۲)۔4النسآء:142)، میں ہے۔ اب لوٹ کر یہاں جو آئیں گے تو دیکھیں گے کہ مومنوں اور ان کے درمیان ایک دیوار حائل ہوگئی ہے جس کے اس طرف رحمت ہی رحمت ہے اور اس طرف عذاب وسزا ہے۔ پس منافق نور کی تقسیم کے وقت تک دھوکے میں ہی پڑ رہے گا نور مل جانے پر بھید کھل جائے گا تمیز ہو جائے گی اور یہ منافق اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائیں گے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب کامل اندھیرا چھایا ہوا ہوگا کہ کوئی انسان اپنا ہاتھ بھی نہ دیکھ سکے اس وقت اللہ تعالیٰ ایک نور ظاہر کرے گا مسلمان اس طرف جانے لگیں گے تو منافق بھی پیچھے لگ جائیں گے۔ جب مومن زیادہ آگے نکل جائیں گے تو یہ انہیں ٹھہرانے کے لئے آواز دیں گے اور یاد دلائیں گے کہ دنیا میں ہم سب ساتھ ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت

کے دن لوگوں کو ان کی پردہ پوشی کے لئے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا لیکن پل صراط پر تمیز ہو جائے گی مومنوں کو نور ملے گا اور منافقوں کو بھی ملے گا لیکن جب درمیان میں پہنچ جائیں گے منافقوں کا نور بجھ جائے گا یہ مومنوں کو آواز دیں گے لیکن اس وقت خود مومن خوف زدہ ہو رہے ہوں گے یہ وہ وقت ہوگا کہ ہر ایک آپا دھاپی میں ہوگا، جس دیوار کا یہاں ذکر ہے یہ جنت و دوزخ کے درمیان حد فاصل ہوگی اسی کا ذکر آیت (وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ،الاعراف:46) میں ہے۔ پس جنت میں رحمت اور جہنم میں عذاب۔ ٹھیک بات یہی ہے لیکن بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی دیوار ہے جو جہنم کی وادی کے پاس ہوگی، ابن عمر سے مروی ہے کہ یہ دیوار بیت المقدس کی شرقی دیوار ہے جس کے باطن میں مسجد وغیرہ ہے اور جس کے ظاہر میں وادی جہنم ہے اور بعض بزرگوں نے بھی یہی کہا ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ بعینہ یہی دیوار اس آیت میں مراد ہے بلکہ اس کا ذکر بطور قرب کے معنی میں آیت کی تفسیر میں ان حضرات نے کر دیا ہے اس لئے کہ جنت آسمانوں میں اعلیٰ علیین میں ہے اور جہنم اسفل السافلین میں حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ جس دروازے کا ذکر اس آیت میں ہے اس سے مراد مسجد کا باب الرحمت ہے یہ بنو اسرائیل کی روایت ہے جو ہمارے لئے سند نہیں بن سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دیوار قیامت کے دن مومنوں اور منافقوں کے درمیان علیحدگی کے لئے کھڑی کی جائے گی مومن تو اس کے دروازے میں سے جا کر جنت میں پہنچ جائیں گے پھر دروازہ بند ہو جائے گا اور منافق حیرت زدہ ظلمت و عذاب میں رہ جائیں گے۔ جیسے کہ دنیا میں بھی یہ لوگ کفر و جہالت شک و حیرت کی اندھیروں میں تھے، اب یہ یاد دلائیں گے کہ دیکھو دنیا میں ہم تمہارے ساتھ تھے جمعہ جماعت ادا کرتے تھے عرفات اور غزوات میں موجود رہتے تھے واجبات ادا کرتے تھے۔ ایماندار کہیں گے ہاں بات تو ٹھیک ہے لیکن اپنے کرتوت تو دیکھو گناہوں میں نفسانی خواہشوں میں اللہ کی نافرمانیوں میں عمر بھر تم لذتیں اٹھاتے رہے اور آج توبہ کر لیں گے کل بداعمالیوں چھوڑ دیں گے اسی میں رہے۔ انتظار میں ہی عمر گزاری دی کہ دیکھیں مسلمانوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور تمہیں یہ بھی یقین نہ آیا کہ قیامت آئے گی بھی یا نہیں؟ اور پھر اس آرزو میں رہے کہ اگر آئے گی پھر تو ہم ضرور بخش دیئے جائیں گے اور مرتے دم تک اللہ کی طرف یقین خلوص کے ساتھ جھکنے کی توفیق میسر نہ آئی اور اللہ کے ساتھ تمہیں دھوکے باز شیطان نے دھوکے میں ہی رکھا۔ یہاں تک کہ آج تم جہنم واصل ہو گئے۔ مطلب یہ ہے کہ جسموں سے تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن دل اور نیت سے ہمارے ساتھ نہ تھے بلکہ حیرت و شک میں ہی پڑے رہے ریا کاری میں رہے اور دل لگا کر یاد الٰہی کرنا بھی تمہیں نصیب نہ ہوا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ منافق مومنوں کے ساتھ تھے نکاح بیاہ مجلس مجمع موت زیست میں شریک رہے۔ کہ خبردار ان کا رنگ تم پر نہ چڑھ جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

| |
|---|
| يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ |
| وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ |

| |
|---|
| وہ ان کو پکار کر کہیں گے کیا ہم تمہاری سنگت میں نہ تھے؟ وہ کہیں گے، کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا |
| اور تم منتظر رہتے تھے اور تم (نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین اسلام میں) شک کرتے تھے اور باطل امیدوں |
| نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، یہاں تک کہ اللہ کا اَمرِ آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دغاباز دھوکہ دیتا رہا۔ |

## قیامت کے دن منافقین کا اہل ایمان سے ساتھ طلب کرنے کا بیان

"يُنَادُونَهُمْ أَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ " عَلَى الطَّاعَة "قَالُوا بَلَى وَلَكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ أَنْفُسكُمْ " بِالنِّفَاقِ "وَتَرَبَّصْتُمْ" بِالْمُؤْمِنِينَ الدَّوَائِر "وَارْتَبْتُمْ " شَكَكْتُمْ فِي دِين الْإِسْلَام "وَغَرَّتْكُمْ الْأَمَانِيّ " الْأَطْمَاع "حَتَّى جَاءَ أَمْر اللَّه" الْمَوْت "وَغَرَّكُمْ بِاَللَّهِ الْغَرُور " الشَّيْطَان

وہ منافق ان مومنوں کو پکار کر کہیں گے، کیا ہم طاعت میں تمہاری سنگت میں نہ تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن تم نے اپنے آپ کو منافقت کے فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا اور تم ہمارے لئے برائی اور نقصان کے منتظر رہتے تھے اور تم دین اسلام میں شک کرتے تھے اور باطل امیدوں نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا، یہاں تک کہ اللہ کا امرِ موت آ پہنچا اور تمہیں اللہ کے بارے میں دغا باز شیطان دھوکہ دیتا رہا۔

بیشک دنیا میں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے تھے۔ لیکن اندرونی حال یہ تھا کہ لذات وشہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکا دے کر ہلاکت میں ڈالا۔ پھر توبہ نہ کی بلکہ راہ دیکھتے رہے کہ کب اسلام اور مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑتی ہے اور دین کے متعلق شکوک وشبہات کی دلدل میں پھنسے رہے۔ یہی دھوکا رہا کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کچھ خمیازہ بھگتنا نہیں۔ بلکہ یہ خیالات اور امیدیں پکالیں کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا یہ سب قصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آخر ہم ہی غالب ہوں گے۔ رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔ انہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور موت نے آ دبایا اور اس بڑے دغاباز (شیطان) نے تم کو بہکا کر ایسا کھو دیا کہ اب تمہیں رستگاری کی نہیں رہی۔

| |
|---|
| فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار کیا، تمہارا ٹھکانا ہی آگ ہے، |
| وہی تمہاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ |

## قیامت کے دن کوئی فدیہ نہ لیے جانے کا بیان

"فَالْيَوْم لَا يُؤْخَذ " بِالْيَاءِ وَالتَّاء "مِنْكُمْ فِدْيَة وَلَا مِنْ الَّذِينَ كَفَرُوا مَأْوَاكُمْ النَّار هِيَ مَوْلَاكُمْ " أَوْلَى بِكُمْ "وَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ،

پس آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا یہاں پر لفظ یوخذ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ اور نہ ان لوگوں سے جنھوں نے انکار

کیا، تمہارا ٹھکانا ہی آگ ہے، وہی تمہاری دوست ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

یعنی بالفرض اگر آج تم (منافق) اور جو کھلے بندوں کافر تھے کچھ معاوضہ وغیرہ دے کر سزا سے بچنا چاہو تو اس کے منظور کیے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ بس تم سب کو اب اسی گھر میں رہنا ہے۔ یہ ہی دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا ہے اور یہ ہی رفیق ہے۔ کسی دوسرے سے رفاقت کی توقع مت رکھو۔

| |
|---|
| اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ |
| اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○ |
| کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے رِقّت کے ساتھ جھک جائیں |
| اور اس حق کے لئے جو نازل ہوا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی |
| پھر ان پر مدت دراز گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کے نرم ہو جانے کا بیان

"أَلَمْ يَأْنِ " يَحِنْ "لِلَّذِينَ آمَنُوا" نَزَلَتْ فِي شَأْنِ الصَّحَابَة لَمَّا أَكْثَرُوا الْمِزَاح "أَنْ تَخْشَع قُلُوبهمْ لِذِكْرِ اللَّه وَمَا نَزَّلَ " بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "مِنْ الْحَقّ " الْقُرْآن "وَلَا يَكُونُوا " مَعْطُوف عَلَى تَخْشَع "كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب مِنْ قَبْل " هُمْ الْيَهُود وَالنَّصَارَى "فَطَالَ عَلَيْهِمْ الْأَمَد " الزَّمَن بَيْنهمْ وَبَيْن أَنْبِيَائِهِمْ "فَقَسَتْ قُلُوبهمْ " لَمْ تَلِنْ لِذِكْرِ اللَّه،

کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا یہ آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی جب ان میں مزاح کی کثرت ہونے لگی۔ کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے رِقّت کے ساتھ جھک جائیں اور اس حق یعنی قرآن سے جو نازل ہوا ہے یہاں پر لفظ نزل یہ تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں، یہاں پر لفظ ولا یکونوا کا عطف تخشع پر کیا گیا ہے۔ جنہیں اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور وہ یہود ونصاریٰ ہیں۔ پھر ان پر مدت دراز گزر گئی یعنی ان کے درمیان اور انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان زمانہ طویل ہو گیا۔ تو ان کے دل سخت ہو گئے، جو اللہ کے ذکر سے نرم نہیں ہوا کرتے تھے۔ اور ان میں بہت سے لوگ نافرمان ہیں۔

## سورت حدید آیت ۱۶ کے شان نزول کا بیان

کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ہجرت کے ایک سال بعد منافقین کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے سلمان فارسی سے ایک دن کہا کہ ہمیں تورات کی کچھ باتیں سناؤ کیونکہ کہ اس میں بہت سی عجیب باتیں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان حضرات کے علاوہ مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت مومنین کے بارے میں نازل ہوئی۔ یہی قول صحیح ہے۔

عبدالعزیز بن ابی رواد سے روایت ہے کہ نبی کے صحابہ میں کچھ ہنسی مذاق کا دو چلا تو آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل بن حیان سے روایت ہے کہ نبی کے صحابہ میں کسی چیز میں مذاق شروع ہو گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ اعمش سے روایت ہے کہ رسول اللہ کے صحابہ مدینہ آئے تو انہیں اس تنگی کے بعد جس میں وہ ایک عرصہ مبتلا رہے جب فراخی نصیب ہوئی تو وہ خیر کے کاموں میں تھوڑا سست پڑ گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ۔ (سیوطی 283، ابن کثیر 4۔310، قرطبی 17۔248)

مصعب بن سعد حضرت سعد سے روایت کرتے ہیں کہ قرآن کریم رسول اللہ پر ایک زمانہ تک اتر تا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ پر ایک زمانہ تک اسے تلاوت فرماتے رہے (ایک مرتبہ) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش کہ آپ ہمیں کوئی قصہ سنائیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نحن نقص علیک احسن القصص)۔ ترجمہ۔ اے پیغمبر اس قرآن کے ذریعے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانہ تک قرآن کی تلاوت فرمائی تو ایک مرتبہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش کہ آپ ہمیں کوئی حدیث سنائیں اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی۔ اللہ نزل احسن الحدیث ۔ ترجمہ۔ خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہر مرتبہ انہیں قرآن ہی کا حکم دیا گیا۔ (مستدرک 2۔345)

خلاد کہتے ہیں کہ دوسرے راوی نے یہ الفاظ مزید نقل کیے ہیں کہ پھر صحابہ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش کہ آپ ہمارے سامنے کچھ ذکر فرمائیں تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ، کیا ابھی تک مومنوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کرنے کے وقت اور قرآن جو (خدائے) برحق (کی طرف) سے نازل ہوا ہے اس کے سننے کے وقت ان کے دل نرم ہو جائیں۔ (نیسابوری 335)

**اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○**

جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے، بلاشبہ ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، تاکہ تم سمجھو۔

## زمین کی حیات سے دلوں کی حیات پر استدلال کا بیان

"اعْلَمُوا " خِطَاب لِلْمُؤْمِنِينَ الْمَذْكُورِينَ "أَنَّ اللَّه يُحْيِي الْأَرْض بَعْد مَوْتهَا " بِالنَّبَاتِ فَكَذَلِكَ يَفْعَل بِقُلُوبِكُمْ يَرُدّهَا إلَى الْخُشُوع "قَدْ بَيَّنَّا لَكُمْ الْآيَات " الدَّالَّة عَلَى قُدْرَتنَا بِهَذَا وَغَيْره،

یہاں پر ذکر کردہ اہل ایمان سے خطاب ہے۔ جان لو کہ بے شک اللہ زمین کو اس کی موت کے بعد نباتات کے ذریعے زندہ کرتا ہے، پس اسی طرح ہم تمہارے دلوں کو خشوع کی طرف لوٹا دیں گے۔ بلاشبہ ہم نے تمہارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، جو ہماری قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ تاکہ تم سمجھو۔

مینہ برسا کر سبزہ اُگا کر بعد اس کے کہ خشک ہوگئی تھی ایسے ہی دلوں کو سخت ہو جانے کے بعد نرم کرتا ہے اور انہیں علم وحکمت سے زندگی عطا فرماتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ تمثیل ہے ذکر کے دلوں میں اثر کرنے کی جس طرح بارش سے زمین کو زندگی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی ذکرِ الٰہی سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حدید، لاہور)

## مومن اور منافق پر وحی کے اثر کا تقابل کا بیان

زمین پر بارش ہو تو وہ گلزار بن جاتی ہے اور کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں۔ مگر بنجر زمین اس بارش کا بھی الٹا اثر لیتی ہے۔ وہاں شور پیدا ہو جاتا ہے یا خاردار جھاڑیاں اور فضول قسم کی نباتات اُگ آتی ہے۔ یہی حال منافقوں کا ہے۔ انسان کا دل زمین ہے اور وحی الٰہی باران رحمت۔ اس سے سلیم الطبع لوگوں کے ایمان کی کھیتیاں تو لہلہانے لگتی ہیں مگر منافقوں کے دلوں میں یہی آیات الٰہی مزید شکوک وشبہات کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ اپنی ناپاک سازشوں میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہو جاتے ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ الْمُصَّدِّقِیْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِیْمٌ۝ |
| بیشک صدقہ وخیرات دینے والے مرد اور صدقہ وخیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ کے طور پر |
| قرض دیا ان کے لئے کئی گنا بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے بڑی عزت والا ثواب ہوگا۔ |

## صدقہ کرنے والے مرد وخواتین کی فضیلت کا بیان

"إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ " مِنْ التَّصَدُّق أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الصَّاد أَيْ الَّذِينَ تَصَدَّقُوا "وَالْمُصَّدِّقَات" اللَّاتِي تَصَدَّقْنَ وَفِي قِرَاءَة بِتَخْفِيفِ الصَّاد فِيهِمَا مِنْ التَّصْدِيق وَالْإِيمَان "وَأَقْرَضُوا اللَّه قَرْضًا حَسَنًا " رَاجِع إلَى الذُّكُور وَالْإِنَاث بِالتَّغْلِيبِ وَعَطَفَ الْفِعْل عَلَى الِاسْم فِي صِلَة أَلْ لِأَنَّهُ فِيهَا حَلَّ مَحَلّ الْفِعْل وَذَكَرَ الْقَرْض بِوَصْفِهِ بَعْد التَّصَدُّق تَقْيِيد لَهُ "يُضَاعَف " وَفِي قِرَاءَة يُضَعَّف بِالتَّشْدِيدِ أَيْ قَرْضهمْ ،

بیشک صدقہ وخیرات دینے والے مرد، یہاں پر لفظ مصدقین یہ تصدق سے مشتق ہے۔ جس میں تاء کا صاد میں ادغام کیا گیا ہے یعنی جنہوں نے صدقہ کیا۔ اور صدقہ وخیرات دینے والی عورتیں یعنی وہ عورتیں جنہوں نے صدقہ کیا۔ اور یہ ایک قرأت میں ان دونوں میں صاد کی تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ جو تصدیق اور ایمان سے ہے۔ اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ کے طور پر قرض دیا اور یہ مرد اور عورتوں دونوں کو شامل ہے جبکہ لفظی تغلیب کے طور لایا گیا ہے۔ اور یہاں پر فعل کا عطف اسم پر ہے جو الف لام کے صلہ میں ہے۔ کیونکہ وہ محل فعل میں واقع ہوا ہے۔ اور قرض کو صدقے کی قید کے بعد وصف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ان کے لئے صدقہ و قرضہ کا اجر کئی گنا بڑھا دیا جائے گا یہاں پر بھی لفظ یضاعف ایک قرأت کے مطابق تشدید کے ساتھ یضعف آیا ہے۔ یعنی جو ان کا قرض ہے۔ اور ان کے لئے بڑی عزت والا ثواب ہوگا۔

## صدقہ کرنے کے ثواب میں اضافہ ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص کھجور برابر (خواہ صورت میں خواہ قیمت میں) حلال کمائی میں خرچ کرے (اور یہ جان لو کہ) اللہ تعالیٰ صرف مال حلال قبول کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔

اور پھر اس صدقہ کو صدقہ دینے والے کے لئے اسی طرح پالتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنا بچھڑا پالتا ہے یہاں تک کہ وہ (صدقہ یا اس کا ثواب) پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 387)

کسب کے معنی ہیں جمع کرنا یہاں "کسب طیب" سے مراد وہ مال ہے جسے حلال ذریعوں سے جمع کیا جائے یعنی شرعی اصولوں کے تحت ہونے والی تجارت وصنعت زراعت و ملازمت اور وراثت یا حصہ میں حاصل ہونے والا مال۔ "ولا یقبل اللہ الا الطیب" (اللہ تعالیٰ صرف حلال مال قبول کرتا ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے کہ بارگاہ الوہیت میں صرف وہی صدقہ قبول ہوتا ہے جو حلال مال کا ہو، غیر حلال مال قبول نہیں ہوتا نیز اس سے یہ نکتہ بھی پیدا ہوا کہ حلال مال اچھی اور نیک جگہ ہی خرچ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنے داہنے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کیا جانے والا حلال مال بارگاہ الوہیت میں کمال قبول کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ حلال مال خرچ کرنے والے سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے اسی مفہوم کو یہاں "داہنے سے لینے" سے اس لئے محاورۃ اور عرفاً تعبیر کیا گیا ہے کہ پسندیدہ اور محبوب چیز داہنے ہاتھ ہی سے لی جاتی ہے۔ "پالتا" ہے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کے ثواب کو بڑھاتا جاتا ہے تاکہ وہ قیامت کے روز میزان عمل میں گراں ثابت ہو۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ |
| وَنُوْرُهُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ |
| اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لئے |
| ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے، اور جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہی لوگ دوزخی ہیں۔ |

## ایمان وصداقت وشہادت والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُله أُولَئِكَ هُمْ الصِّدِّيقُونَ " الْمُبَالِغُونَ فِي التَّصْدِيق "وَالشُّهَدَاء عِنْد رَبّهمْ " عَلَى الْمُكَذِّبِينَ مِنْ الْأُمَم "لَهُمْ أَجْرهمْ وَنُورهمْ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا " الدَّالَّة عَلَى وَحْدَانِيّتنَا "أُولَئِكَ أَصْحَاب الْجَحِيم " النَّار،

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، یعنی تصدیق میں مبالغہ کرنے والے ہیں۔ اور اپنے رب کے ہاں شہید ہیں۔ جو تکذیب کرنے والی امم پر گواہ ہیں۔ ان کے لئے ان کا اجر بھی ہے اور

ان کا نور بھی ہے، اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یعنی جن کی دلالت ہماری وحدانیت پر تھی۔ وہی لوگ دوزخی ہیں۔

## صدقہ وخیرات کرنے والوں کے لئے اجر وثواب

فقیر مسکین محتاجوں اور حاجت مندوں کو خالص اللہ کی مرضی کی جستجو میں جو لوگ اپنے حلال مال نیک نیتی سے اللہ کی راہ میں صدقہ دیتے ہیں ان کے بدلے بہت کچھ بڑھا چڑھا کر اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرمائے گا۔ دس دس گنے اور اس سے بھی زیادہ سات سات سو تک بلکہ اس سے بھی سوا ان کے ثواب بیحساب ہیں ان کے اجر بہت بڑے ہیں۔ اللہ رسول پر ایمان رکھنے والے ہی صدیق وشہید ہیں، ان دونوں اوصاف کے مستحق صرف باایمان لوگ ہیں، بعض حضرات نے الشہداء کو الگ جملہ مانا ہے، غرض تین قسمیں ہوئیں مصدقین صدیقین شہداء جیسے اور روایت میں ہے اللہ اور اس کے رسول کا اطاعت گذار انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہے جو نبی، صدیق، شہید اور صالح لوگ ہیں، پس صدیق وشہید میں یہاں بھی فرق کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ ہیں، صدیق کا درجہ شہید سے یقیناً بڑا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جنتی لوگ اپنے سے اوپر کے بالا خانے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چمکتے ہوئے مشرقی یا مغربی ستارے کو تم آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو، لوگوں نے کہا یہ درجے تو صرف انبیاء کے ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (بخاری مسلم)

ایک غریب حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شہید اور صدیق دونوں وصف اس آیت میں اسی مومن کے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے مومن شہید ہیں، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ حضرت عمرو بن میمون کا قول ہے یہ دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قیامت کے دن آئیں گے، بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے شہیدوں کی روحیں سبز رنگ، پرندوں کے قالب میں ہوں گی جنت میں جہاں چاہیں کھاتی پیتی پھریں گی اور رات کو قندیلوں میں سہارا لیں گی ان کے رب نے ان کی طرف ایک بار دیکھا اور پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا یہ کہ تو ہمیں دنیا میں دوبارہ بھیج تا کہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور شہادت حاصل کریں اللہ نے جواب دیا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی لوٹ کر پھر دنیا میں نہیں جائے گا پھر فرماتا ہے کہ انہیں اجر و نور ملے گا جو نور ان کے سامنے رہے گا اور ان کے اعمال کے مطابق ہوگا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے شہیدوں کی چار قسمیں ہیں۔ -1 وہ پکے ایمان والا مومن جو دشمن اللہ سے بھڑ گیا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کا وہ درجہ ہے کہ اہل محشر اس طرح سر اٹھا اٹھا کر اس کی طرف دیکھیں گے اور یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنا سر اس قدر بلند کیا کہ ٹوپی نیچے گر گئی اور اس حدیث کے راوی حضرت عمر نے بھی اسے بیان کرنے کے وقت اتنا ہی اپنا سر بلند کیا کہ آپ کی ٹوپی بھی زمین پر جا پڑی۔ 2 دوسرا وہ ایمان دار نکلا جہاد میں لیکن دل میں جرات کم ہے کہ یکا یک ایک تیر آ لگا اور روح پرواز کر گئی یہ دوسرے درجہ کا شہید جنتی ہے۔ 3 تیسرا وہ جس کے بھلے برے اعمال تھے لیکن رب نے اسے پسند فرما لیا اور میدان جہاد میں کفار کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی تیسرے درجے میں ہیں۔

چوتھا وہ جس کے گناہ بہت زیادہ ہیں جہاد میں نکلا اور اللہ نے شہادت نصیب فرما کر اپنے پاس بلوالیا۔ان نیک لوگوں کا انجام بیان کر کے اب بدلوگوں کا نتیجہ بیان کیا کہ یہ جہنمی ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

| |
|---|
| اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّ زِیْنَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَیْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ |
| وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَكُوْنُ حُطٰمًا ؕ وَفِی |
| الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ○ |
| جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خود ستائی ہے اور ایک دوسرے پر |
| مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، اس کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خشک |
| ہو جاتی ہے پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں سخت عذاب ہے |
| اور اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے، اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ |

## دنیا کی زندگی کو کھیل تماشہ سمجھنے والوں کا بیان

"اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاة الدُّنْيَا لَعِب وَلَهْو وَزِينَة "تَزْيِين "وَتَفَاخُر بَيْنكُمْ وَتَكَاثُر فِي الْأَمْوَال وَالْأَوْلَاد " أَيْ الِاشْتِغَال فِيهَا وَأَمَّا الطَّاعَات وَمَا يُعِين عَلَيْهَا فَمِنْ أُمُور الْآخِرَة "كَمَثَلِ" أَيْ هِيَ فِي إعْجَابهَا لَكُمْ وَاضْمِحْلَالهَا كَمَثَلِ "غَيْث" مَطَر "أَعْجَبَ الْكُفَّار " الزُّرَّاع "نَبَاته " النَّاشِء عَنْهُ "ثُمَّ يَهِيج" يَيْبَس "فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُون حُطَامًا " فُتَاتًا يَضْمَحِلّ بِالرِّيَاحِ "وَفِي الْآخِرَة عَذَاب شَدِيد "لِمَنْ آثَرَ عَلَيْهَا الدُّنْيَا "وَمَغْفِرَة مِنْ اللَّه وَرِضْوَان "لِمَنْ لَمْ يُؤْثِر عَلَيْهَا الدُّنْيَا "وَمَا الْحَيَاة الدُّنْيَا" مَا التَّمَتُّع فِيهَا،

جان لو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا ہے یعنی تمہارا باہمی فخر کرنا اور تمہارے اموال اور اولاد میں کثرت کا ہونا یعنی ان میں مصروف ہو جانا۔اور ظاہری آرائش ہے اور آپس میں فخر اور خود ستائی ہے اور ایک دوسرے پر مال و اولاد میں زیادتی کی طلب ہے، جبکہ اس کے برخلاف طاعات جس کا معائنہ آخرت کے امور سے ہے۔اس کی مثال بارش کی سی ہے کہ جس کی پیداوار کسانوں کو بھلی لگتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے پھر تم اسے پک کر زرد ہوتا دیکھتے ہو پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے، اور آخرت میں نافرمانوں کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے جو دنیا میں اثر چھوڑا ہے۔اور فرمانبرداروں کے لئے اللہ کی جانب سے مغفرت اور عظیم خوشنودی ہے، جن پر دنیاوی خواہشات اثر نہ کر سکیں۔اور دنیا کی زندگی دھوکے کی پونجی کے سوا کچھ نہیں ہے۔یعنی اس میں حقیقت میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

## لوگوں کی خواہشات کے مزین ہونے کا بیان

لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزوں کو مزین کر دیا گیا ہے جیسے عورتیں بچے وغیرہ پھر حیات دنیا کی مثال بیان ہو رہی ہے کہ اس کی تازگی فانی ہے اور یہاں کی نعمتیں زوال پذیر ہیں۔ غیث کہتے ہیں اس بارش کو جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد برسے۔ جیسے فرمان ہے آیت (وَهُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَه وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ ،الشوری:28)، اللہ وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش برساتا ہے۔ پس جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سے کھیتیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ لہلہاتی ہوئی کسان کی آنکھوں کو بھی بھلی معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح اہل دنیا اسباب دنیوی پر پھولتے ہیں، لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی ہری بھری کھیتی خشک ہو کر زرد پڑ جاتی ہے پھر آخر سوکھ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔

ٹھیک اسی طرح دنیا کی تروتازگی اور یہاں کی بہبودی اور ترقی بھی خاک میں مل جانے والی ہے، دنیا کی بھی یہی صورتیں ہوتی ہیں کہ ایک وقت جوان ہے پھر ادھیڑ ہے پھر بڑھیا ہے، ٹھیک اسی طرح خود انسان کی حالت ہے اس کے بچپن جوانی ادھیڑ عمر اور بڑھاپے کو دیکھتے جائیے پھر اس کی موت اور فنا کو سامنے رکھے، کہاں جوانی کے وقت اس کا جوش وخروش زور طاقت اور کس بل؟ اور کہاں بڑھاپے کی کمزوری جھریاں پڑا ہوا جسم خمیدہ کمر اور بیطاقت ہڈیاں؟ جیسے ارشاد باری ہے آیت (اللہ ھو الذی خلقکم من ضعف) اللہ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری کی حالت میں پیدا کیا پھر اس کمزوری کے بعد قوت دی پھر اس وقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا وہ جو چاہے پیدا کرتا ہے اور وہ عالم اور قادر ہے۔ اس مثال سے دنیا کی فنا اور اس کا زوال ظاہر کر کے پھر آخرت کے دونوں منظر دکھا کر ایک سے ڈراتا ہے اور دوسرے کی رغبت دلاتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ حدید، بیروت)

## صدقہ کرنے والے اور بخیل کی مثال کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بخیل اور صدقہ دینے والے کی مثال ایسے دو شخصوں کی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زرہیں اور ان زرہوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے ان دونوں کے ہاتھ ان کی چھاتیوں اور گردن کی ہنسلی کی طرف چمٹے ہوئے ہوں چنانچہ جب صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کھل جاتی ہے اور جب بخیل صدقہ دینے کا قصد کرتا ہے تو اس کی زرہ کے حلقے اور تنگ ہو جاتے ہیں اور اپنی جگہ پر ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں۔

(بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 362)

اس ارشاد گرامی کا مطلب یہ ہے کہ سخی انسان جب اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا مال خرچ کرنے کا قصد کرتا ہے تو اس جذبہ صدق کی بنا پر اس کا سینہ کشادہ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ اس کے قلب واحساسات کے تابع ہوتے ہیں بایں طور کہ وہ مال خرچ کرنے کے لئے دراز ہوتے ہیں اس کے برخلاف ایسے مواقع پر بخیل انسان کا سینہ تنگ ہوتا ہے اور اس کے ہاتھ سمٹ جاتے ہیں۔
اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ جب سخی انسان خیر وبھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو توفیق الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے بایں طور کہ اس کے لئے خیر وبھلائی اور نیکی کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے اور بخیل کے لئے نیکی وبھلائی کا راستہ دشوار گزار ہو جاتا ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیز لپکو اور جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی وسعت جتنی ہے، ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

## مغفرت وجنت کی طرف آنے کے حکم کا بیان

"سَابِقُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ " لَوْ وُصِلَتْ إِحْدَاهُمَا بِالْأُخْرَى وَالْعَرْض : السَّعَة،

تم اپنے رب کی بخشش کی طرف تیز لپکو اور جنت کی طرف بھی جس کی چوڑائی ہی آسمان اور زمین کی وسعت جتنی ہے، یعنی جب ایک کو دوسرے سے ملایا جائے۔ اور عرض سے مراد وسعت ہے۔ ان لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے اسے عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

## جنت کی طرف مسابقت کرنے کا بیان

مسابقت کرو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کا عرض آسمان و زمین کے عرض کے برابر ہے۔ مسابقت کرنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ عمر اور صحت وقدرت کا کچھ بھروسہ نہیں، نیک اعمال میں سستی اور ٹال مٹول نہ کرو ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی بیماری یا عذر آ کر تمہیں اس کام کے قابل نہ چھوڑے، یا موت ہی آ جائے تو حاصل مسابقت کا یہ ہے کہ عجز وضعف اور موت سے مسابقت کرو کہ ان کے آنے سے پہلے پہلے ایسے اعمال کا ذخیرہ کر لو جو جنت تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکیں۔

اور مسابقت کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ نیک اعمال میں دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جیسا کہ حضرت علی نے اپنی نصائح میں فرمایا کہ تم مسجد میں سب سے پہلے جانے والے اور سب سے آخر میں نکلنے والے بنو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ جہاد کی صفوف میں سے پہلی صف میں رہنے کے لئے بڑھو، حضرت انس نے فرمایا کہ جماعت نماز میں پہلی تکبیر میں حاضر رہنے کی کوشش کرو۔

جنت کی تعریف میں فرمایا کہ اس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہوگا، سورہ آل عمران میں بھی اسی مضمون کی آیت پہلے آ چکی ہے، اس میں لفظ سمٰوٰت جمع کے ساتھ آیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ آسمان سے مراد ساتوں آسمان ہیں اور معنی یہ ہیں کہ ساتوں آسمانوں اور زمین کی وسعت کو ایک جگہ جمع کر لو تو وہ جنت کا عرض ہو، یعنی چوڑائی اور یہ ظاہر ہے کہ طول ہر چیز کا اس کے عرض سے زائد ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ جنت کی وسعت ساتوں آسمانوں اور زمین کی وسعت سے بڑھی ہوئی ہے اور لفظ عرض کبھی مطلق وسعت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس میں طویل کا مقابلہ مقصود نہیں ہوتا، دونوں صورتوں میں جنت کی عظیم الشان وسعت کا

بیان ہو گیا۔

اس سے پہلی آیت میں جنت اور اس کی نعمتوں کے لئے مسابقت اور کوشش کا حکم تھا، اس سے کسی کو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ جنت اور اس کی لازوال نعمتیں ہمارے عمل کا ثمرہ اور ہمارا عمل اس کے لئے کافی ہے، اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے اعمال حصول جنت کے لئے علت کافیہ نہیں ہیں، جن پر عطاء جنت کا مرتب ہونا لازمی ہی ہو، انسان کے عمر بھر کے اعمال تو ان نعمتوں کا بدلہ بھی نہیں ہو سکتے جو دنیا میں اس کو مل چکی ہیں۔

ہمارے یہ اعمال جنت کی لازوال نعمتوں کی قیمت نہیں بن سکتے، جنت میں جو بھی داخل ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان ہی سے داخل ہوگا، جیسے صحیحین میں حضرت ابوہریرہ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کو صرف اس کا عمل نجات نہیں دلا سکتا، صحابہ نے عرض کیا کہ کیا آپ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں میں بھی اپنے عمل سے جنت حاصل نہیں کر سکتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت ہو جائے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ حدید، بیروت)

| |
|---|
| مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط |
| اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌo |
| کوئی بھی مصیبت نہ تو زمین میں پہنچتی ہے اور نہ تمہاری زندگیوں میں مگر وہ ایک کتاب میں اس سے قبل کہ |
| ہم اسے پیدا کریں ہوتی ہے، بیشک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔ |

## لوح محفوظ پر تقدیر کے لکھ دیئے جانے کا بیان

"مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَة فِي الْأَرْض " بِالْجَدْبِ "وَلَا فِي أَنْفُسكُمْ" كَالْمَرَضِ وَفَقْد الْوَلَد "إِلَّا فِي كِتَاب" يَعْنِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ "مِنْ قَبْل أَنْ نَبْرَأهَا " نَخْلُقهَا وَيُقَال فِي النِّعْمَة كَذَلِكَ،

کوئی بھی مصیبت یعنی خشک سالی نہ تو زمین میں پہنچتی ہے اور نہ تمہاری زندگیوں میں جس طرح بیماری اور بچے کا فوت ہو جانا ہے۔ مگر وہ ایک کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں ہے اس سے قبل کہ ہم اسے پیدا کریں اور اس نعمت کے بارے میں کہا جاتا ہے تو وہ موجود ہوتی ہے، بیشک یہ (علم محیط وکامل) اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔

## تقدیر کے مطابق وقوع واقعات کا بیان

ملک میں جو عام آفت آئے مثلاً قحط، زلزلہ وغیرہ اور خود تم کو جو مصیبت لاحق ہو مثلاً مرض وغیرہ وہ سب اللہ کے علم میں قدیم سے طے شدہ ہے اور لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ اسی کے موافق دنیا میں ظہور ہو کر رہے گا۔ ایک ذرہ بھر کم وبیش یا پس وپیش نہیں ہو سکتا۔

یعنی اللہ کو ہر چیز کا علم ذاتی ہے کچھ محنت سے حاصل کرنا نہیں پڑا پھر اپنے علم محیط کے موافق تمام واقعات وحوادث کو قبل از وقوع

کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے۔

ابی خزامہ اپنے والد مکرم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ عملیات جن کو ہم (شفاء کے لئے) پڑھواتے ہیں اور وہ دوائیں جن کو ہم (حصول صحت کے لئے) استعمال کرتے ہیں اور وہ ہر چیزیں جن سے ہم حفاظت حاصل کرتے ہیں (مثلاً ڈھال اور زرہ وغیرہ ان کے بارے میں مجھے بتائیے کہ کیا یہ سب چیزیں نوشتہ تقدیر میں کچھ اثر انداز ہو جاتی ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ چیزیں بھی نوشتہ تقدیر ہی کے مطابق ہیں)۔

(مسند احمد بن حنبل، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 94)

| |
|---|
| لِّكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰـكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ |
| تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور اس چیز پر نہ اتراؤ جو اس نے تمہیں عطا کی، |
| اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ |

## بعض نعمتوں کے چلے جانے پر غم نہ کرنے کا بیان

"لِكَيْلَا" كَيْ نَاصِبَة لِلْفِعْلِ بِمَعْنَى أَنْ أَيْ أَخْبَرَ تَعَالَى بِذَلِكَ لِئَلَّا "تَأْسَوْا" تَحْزَنُوا "عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا" فَرَح بَطَر بَلْ فَرَح شُكْر عَلَى النِّعْمَة "بِمَا آتَاكُمْ" بِالْمَدِّ أَعْطَاكُمْ وَبِالْقَصْرِ جَاءَكُمْ مِنْهُ "وَاَللّٰه لَا يُحِبّ كُلّ مُخْتَال" مُتَكَبِّر بِمَا أُوتِيَ "فَخُور" بِهِ عَلَى النَّاس

تا کہ تم اس چیز پر غم نہ کرو، یہاں پر لفظ کی یہ ناصب فعل بہ معنی اَن ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے۔ جو تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی اور اس چیز پر نہ اتراؤ بلکہ تم خوش ہو کر اس پر شکر ادا کرو۔ جو اس نے تمہیں عطا کی، یہاں پر لفظ اتاکم یہ مد اور بغیر مد دونوں طرح آیا ہے۔ اور اللہ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ یعنی جب اس کو دیا جائے تو وہ اس کے سبب لوگوں پر تکبر کرے۔

اور یہ سمجھ لو کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے ضرور ہونا ہے نہ غم کرنے سے کوئی ضائع شدہ چیز واپس مل سکتی ہیں، نہ فنا ہونے والی چیز اترانے کے لائق ہے تو چاہئے کہ خوشی کی جگہ شکر اور غم کی جگہ صبر اختیار کرو۔ غم سے مراد یہاں انسان کی وہ حالت ہے جس میں صبر اور رضا بقضائے الٰہی اور امید ثواب باقی نہ رہے۔ اور خوشی سے وہ اترانا مراد ہے جس میں مست ہو کر آدمی شکر سے غافل ہو جائے۔ اور وہ غم ورنج جس میں بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کی رضا پر راضی ہو ایسے ہی وہ خوشی جس پر حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو ممنوع نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اے فرزند آدم کسی چیز کے فقدان پر کیوں غم کرتا ہے یہ اس کو تیرے پاس واپس نہ لائے گا اور کسی موجود چیز پر کیوں اتراتا ہے موت اس کو تیرے ہاتھ میں نہ چھوڑے گی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ حدید)

| |
|---|
| الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ |
| وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں اور جو منہ موڑ جائے تو یقیناً اللہ ہی ہے |
| جو بڑا بے پرواہے، بہت تعریفوں والا ہے۔ |

## بخل کرنے اور بخل کا حکم دینے والوں کا بیان

"الَّذِينَ يَبْخَلُونَ " بِمَا يَجِب عَلَيْهِمْ "وَيَأْمُرُونَ النَّاس بِالْبُخْلِ " بِهِ لَهُمْ وَعِيد شَدِيد "وَمَنْ يَتَوَلَّ" عَمَّا يَجِب عَلَيْهِ "فَإِنَّ اللَّه هُوَ" ضَمِير فَصْل وَفِي قِرَاءَة بِسُقُوطِهِ "الْغَنِيّ " عَنْ غَيْره "الْحَمِيد" لِأَوْلِيَائِهِ،

وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں یعنی جن پر واجبات ہیں۔اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں لہٰذا اس کنجوسی کے سبب ان کیلئے سخت وعید ہے۔اور جو منہ موڑ جائے اس سے جو اس پر واجب تھا۔تو یقیناً اللہ ہی ہے، یہاں پر ھو ضمیر فصل ہے۔اور ایک قرأت میں اس کے سقوط کے ساتھ بھی آیا ہے۔جو اپنے غیر سے بڑا بے پرواہے، اپنے اولیاء کیلئے بہت تعریفوں والا ہے۔

## بخل کی مذمت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک فرشتہ تو سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطا فرما یعنی جو شخص جائز جگہ اپنا مال خرچ کرتا ہے اس کو بہت زیادہ بدلہ عطا فرما بایں طور کہ یا تو دنیا میں اسے خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مال دے دے یا آخرت میں اجر و ثواب عطا فرما اور دوسرا فرشتہ بخیل کے لئے بد دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کو تلف (نقصان) دے اور یعنی جو شخص مال و دولت جمع کرتا ہے اور جائز جگہ خرچ نہیں کرتا بلکہ بے محل اور بے مصرف خرچ کرتا ہے تو اس کا مال تلف و ضائع کر دے۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 358)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ظلم سے بچو کیونکہ قیامت کے روز ظلم اندھیروں کی شکل میں ہوگا (جس میں ظالم بھٹکتا پھرے گا) اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے ان لوگوں کو ہلاک کیا ہے جو تم سے پہلے گزرے ہیں بخل ہی کے باعث انہوں نے خونریزی کی اور حرام کو حلال جانا۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 363)

| |
|---|
| لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ |
| وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ |
| وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ |

| |
|---|
| بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور ترازو کو نازل کیا، تا کہ لوگ انصاف |
| پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی ہے اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ اللہ جان |
| لے کہ کون دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔ |

## رسولان گرامی کی بعثت کا دلائل قواطع کے ساتھ ہونے کا بیان

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلنَا " الْمَلَائِكَة إلَى الْأَنْبِيَاء "بِالْبَيِّنَاتِ " بِالْحُجَجِ الْقَوَاطِع "وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمْ الْكِتَاب " بِمَعْنَى الْكُتُب "وَالْمِيزَان " الْعَدْل "لِيَقُومَ النَّاس بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيد " أَخْرَجْنَاهُ مِنْ الْمَعَادِن "فِيهِ بَأْس شَدِيد" يُقَاتِل بِهِ "وَمَنَافِع لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّه " عِلْم مُشَاهَدَة مَعْطُوف عَلَى لِيَقُومَ النَّاس "مَنْ يَنْصُرهُ " بِأَنْ يَنْصُر دِينه بِآلَاتِ الْحَرْب مِنْ الْحَدِيد وَغَيْره "وَرُسُله بِالْغَيْبِ " حَال مِنْ هَاء يَنْصُرهُ أَيْ غَائِبًا عَنْهُمْ فِي الدُّنْيَا قَالَ ابْن عَبَّاس : يَنْصُرُونَهُ وَلَا يُبْصِرُونَهُ "إنَّ اللَّه قَوِيّ عَزِيز" لَا حَاجَة لَهُ إلَى النُّصْرَة لَكِنَّهَا تَنْفَع مَنْ يَأْتِي بِهَا،

بلاشبہ یقیناً ہم نے اپنے رسولوں یعنی فرشتوں کو انبیائے کرام کی طرف واضح دلیلوں کے ساتھ بھیجا یعنی دلائل قواطع کے ساتھ بھیجا ہے۔ اور ان کے ساتھ کتاب بہ معنی کتب اور ترازو یعنی عدل کو نازل کیا، تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اتارا یعنی اس کو معادن سے نکالا ہے۔ جس میں سخت لڑائی کا سامان ہے جس کے ساتھ وہ لڑتے ہیں۔ اور لوگوں کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور تا کہ اللہ آزمائش کر لے یعنی جو اس کا علم مشاہدہ ہے۔ یہاں پر اس کا عطف لیقوم کیا گیا ہے۔ کہ کون دیکھے بغیر اس کی یعنی اس کے دین کی لوہے وغیرہ کے جنگی سامان سے مدد کرتا ہے۔ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یہاں پر لفظ بالغیب یہ ینصرہ کی ضمیر سے حال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ وہ اس کی مدد کرتے ہیں جبکہ اس کو دیکھتے نہیں۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔ لہٰذا اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو ایسا کرتا ہے وہ اپنے لئے فائدہ کرتا ہے۔

## لوہے کے ذریعے منکرین حق پر تغلیب کا بیان

پھر فرماتا ہے ہم نے منکرین حق کی سرکوبی کے لئے لوہا بنایا ہے، یعنی اولاً تو کتاب و رسول اور حق سے حجت قائم کی پھر ٹیڑھے دل والوں کی کجی نکالنے کے لئے لوہے کو پیدا کر دیا تا کہ اس کے ہتھیار بنیں اور اللہ دوست حضرات اللہ کے دشمنوں کے دل کا کانٹا نکال دیں، یہی نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بالکل عیاں نظر آتا ہے کہ مکہ شریف کے تیرہ سال مشرکین کو سمجھانے، توحید و سنت کی دعوت دینے، ان کے عقائد کی اصلاح کرنے میں گذارے۔ خود اپنے اوپر مصیبتیں جھیلیں لیکن جب یہ حجت ختم ہوگئی تو شرع نے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دی، پھر حکم دیا کہ اب ان مخالفین سے جنہوں نے اسلام کی اشاعت کو روک رکھا ہے مسلمانوں کو تنگ کر رکھا ہے ان کی زندگی دوبھر کر دی ہے ان سے باقاعدہ جنگ کرو، ان کی گردنیں مارو اور ان مخالفین وحی الٰہی سے زمین کو پاک کرو۔

مسند احمد اور ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں قیامت کے آگے تلوار کے ساتھ بھیجا گیا ہوں یہاں تک کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ہی عبادت کی جائے اور میرا رزق میرے نیزے کے سایہ تلے رکھا گیا ہے اور کمینہ پن اور ذلت ان لوگوں پر ہے جو میرے حکم کی مخالفت کریں اور جو کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے۔ پس لوہے سے لڑائی کے ہتھیار بنتے ہیں جیسے تلوار نیزے چھریاں تیز زرہیں وغیرہ اور لوگوں کے لئے اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جیسے سکے، کدال، پھاوڑے، آرے، کھیتی کے آلات، بننے کے آلات، پکانے کے برتن، توے وغیرہ وغیرہ اور بھی بہت سی ایسی ہی چیزیں جو انسانی زندگی کی ضروریات سے ہیں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں تین چیزیں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آئیں نہائی، سنی اور ہتھوڑا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ حدید، بیروت)

## لوہے کے فوائد کا بیان

کتاب اور میزان کے بعد ایک تیسری چیز کے نازل کرنے کا ذکر ہے، یعنی حدید (لوہا) اس کے نازل کرنے کا مطلب بھی اس کو پیدا کرنا، جیسا کہ قرآن کریم کی ایک آیت میں چوپایہ جانوروں کے متعلق بھی لفظ انزال استعمال فرمایا ہے، حالانکہ وہ کہیں آسمان سے نازل نہیں ہوتے، زمین پر پیدا ہوتے ہیں، آیت یہ ہے (آیت) **وانزل لکم من الانعام ثمنیۃ ازواج**، یہاں باتفاق انزلنا سے مراد خلقنا ہے یعنی تخلیق کو انزال کے لفظ سے تعبیر کر دیا کہ جس میں اشارہ اس طرف پایا جاتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب اس اعتبار سے **منزل من السماء** ہے کہ اس کے پیدا ہونے سے بھی بہت پہلے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا۔ حدید یعنی لوہے کو نازل کرنے کی دو حکمتیں آیت میں بیان فرمائی ہیں، اول یہ کہ مخالفین پر اس کا رعب پڑتا ہے اور سرکشوں کو اس کے ذریعہ احکام الٰہیہ اور عدل وانصاف کے احکام کا پابند بنایا جا سکتا ہے، دوسرے یہ کہ اس میں لوگوں کے لئے بہت منافع حق تعالیٰ نے رکھے ہیں کہ جس قدر صنعتیں اور ایجادات ومصنوعات دنیا میں ہوئی یا آئندہ ہو رہی ہیں ان سب میں لوہے کی ضرورت ہے، لوہے کے بغیر کوئی صنعت نہیں چل سکتی۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ حدید بہ تصرف، بیروت)

| |
|---|
| وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ |
| فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ |
| اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو بھیجا اور ہم نے دونوں کی اولاد میں رسالت اور کتاب |
| مقرر فرما دی تو ان میں سے ہدایت یافتہ ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ |

## حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت وکتابیں آنے کا بیان

"وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيم وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتهمَا النُّبُوَّة وَالْكِتَاب " يَعْنِي الْكُتُب الْأَرْبَعَة: التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل وَالزَّبُور وَالْفُرْقَان فَإِنَّهَا فِي ذُرِّيَّة إبْرَاهِيم،

اور بیشک ہم نے نوح اور ابراہیم علیہما السلام کو بھیجا اور ہم نے دونوں کی اولاد میں رسالت اور کتاب مقرر فرمادی یعنی کتب اربعہ جیسے تورات، انجیل، زبور اور فرقان ہے۔ پس بے شک یہ اولاد ابراہیم علیہ السلام میں ہیں۔ تو ان میں سے بعض ہدایت یافتہ ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

## انبیائے کرام کی بعثت کا دلائل کے ساتھ ہونے کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو پکارا آپ نے لبیک کہا آپ نے فرمایا سنو بنی اسرائیل کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے تین نے نجات پائی، پہلے فرقہ نے تو بنی اسرائیل کی گمراہی دیکھ کر ان کی ہدایت کے لئے اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر ان کے بڑوں کو تبلیغ شروع کی لیکن آخر وہ لوگ جدال وقتال پر اترے آئے اور بادشاہ اور امراء نے جو اس تبلیغ سے بہت گھبراتے تھے ان پر لشکر کشی کی اور انہیں قتل بھی کیا قید بھی کیا ان لوگوں نے تو نجات حاصل کر لی، پھر دوسری جماعت کھڑی ہوئی ان میں مقابلہ کی طاقت تو نہ تھی تاہم اپنے دین کی قوت سے سرکشوں اور بادشاہوں کے دربار میں حق گوئی شروع کی اور اللہ کے سچے دین اور حضرت عیسیٰ کے اصلی مسلک کی طرف انہیں دعوت دینے لگے، ان بدنصیبوں نے انہیں قتل بھی کرایا آروں سے بھی چیرا اور آگ میں بھی جلایا جسے اس جماعت نے صبر وشکر کے ساتھ برداشت کیا اور نجات حاصل کی، پھر تیسری جماعت اٹھی یہ ان سے بھی زیادہ کمزور تھے ان میں طاقت نہ تھی کہ اصل دین کے احکام کی تبلیغ ان ظالموں میں کریں اس لئے انہوں نے اپنے دین کا بچاؤ اسی میں سمجھا کہ جنگلوں میں نکل جائیں اور پہاڑوں پر چڑھ جائیں عبادت میں مشغول ہو جائیں اور دنیا کو ترک کر دیں انہی کا ذکر رہبانیت والی آیت میں ہے، یہی حدیث دوسری سند سے بھی مروی ہے اس میں تہتر فرقوں کا بیان ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اجر انہیں ملے گا جو مجھ پر ایمان لائیں اور میری تصدیق کریں اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں ایسے ہیں جو مجھے جھٹلائیں اور میرا خلاف کریں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ حدید، بیروت)

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ِۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ○

پھر ہم نے ان رسولوں کے نقوشِ قدم پر رسولوں کو بھیجا اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم (علیہما السلام) کو بھیجا اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جو ان کی پیروی کر رہے تھے شفقت اور رحمت پیدا کر دی۔ اور رہبانیت کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، مگر محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، پھر اس کی عملی نگہداشت کا جو حق تھا وہ اس کی ویسی نگہداشت نہ کر سکے، سو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے تھے، ان کا اجر وثواب عطا کر دیا اور ان میں سے اکثر لوگ بہت نافرمان ہیں۔

## دین عیسوی اور تصور رہبانیت کا بیان

"ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةً " هِيَ رَفْضُ النِّسَاءِ وَاتِّخَاذُ الصَّوَامِعِ "ابْتَدَعُوهَا " مِنْ قَبْلِ أَنْفُسِهِمْ "مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ" مَا أَمَرْنَاهُمْ بِهَا "إِلَّا " لَكِنْ فَعَلُوهَا "ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ " مَرْضَاةِ "اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا " إِذْ تَرَكَهَا كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَكَفَرُوا بِدِينِ عِيسَى وَدَخَلُوا فِي دِينِ مَلِكِهِمْ وَبَقِيَ عَلَى دِينِ عِيسَى كَثِيرٌ مِنْهُمْ فَآمَنُوا بِنَبِيِّنَا "فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا " بِهِ،

پھر ہم نے ان رسولوں کے نقوشِ قدم پر دوسرے رسولوں کو بھیجا اور ہم نے ان کے پیچھے عیسٰی ابن مریم علیہما السلام کو بھیجا اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں جو ان کی (یعنی عیسٰی علیہ السلام کی صحیح) پیروی کر رہے تھے شفقت اور رحمت پیدا کر دی۔ اور رہبانیت (یعنی عبادتِ الٰہی کے لئے عورتوں کو ترک کرنا اور عبادت خانے کو لازم پکڑ لینا ہے۔ اس کی بدعت انہوں نے خود ایجاد کر لی تھی، اسے ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا، یعنی ہم نے انہیں اس کا حکم نہ دیا تھا۔ مگر انہوں نے رہبانیت کی یہ بدعت محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے شروع کی تھی۔ پھر اس کی عملی نگہداشت کا جو حق تھا وہ اس کی ویسی نگہداشت نہ کر سکے یعنی اسے اسی جذبہ اور پابندی سے جاری نہ رکھ سکی۔ پس انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بادشاہوں کے دین میں داخل ہو گئے۔ اور ان میں سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے دین پر بھی کثیر رہے جو ہمارے انبیائے کرام پر ایمان لائے۔ سو ہم نے ان لوگوں کو جو ان میں سے ایمان لائے تھے، ان کا اجر و ثواب عطا کر دیا اور ان میں سے اکثر لوگ بہت نافرمان ہیں۔

## عبادت کیلئے تنہائی اختیار کر جانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں نے حضرت عیسٰی کے بعد توریت وانجیل میں تبدیلیاں کر لیں، لیکن ایک جماعت ایمان پر قائم رہی اور اصلی تورات وانجیل ان کے ہاتھوں میں رہی جسے وہ تلاوت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ان لوگوں نے (جنہوں نے کتاب اللہ میں ردوبدل کر لیا تھا) اپنے بادشاہوں سے ان سچے مومنوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ کتاب اللہ کہہ کر جس کتاب کو پڑھتے ہیں اس میں تو ہمیں گالیاں لکھی ہیں اس میں لکھا ہوا ہے جو کوئی اللہ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے اور اسی طرح کی بہت سی آیتیں ہیں، پھر یہ لوگ ہمارے اعمال پر بھی عیب گیری کرتے رہتے ہیں، پس آپ انہیں دربار میں بلوائیے اور انہیں مجبور کیجئے کہ یا تو وہ اسی طرح پڑھیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں اور ویسا ہی عقیدہ ایمان رکھیں جیسا ہمارا ہے ورنہ انہیں بدترین عبرت ناک سزا دیجیے، چنانچہ ان سچے مسلمانوں کو دربار میں بلوایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یا تو ہماری اصلاح کردہ کتاب پڑھا کرو اور تمہارے اپنے ہاتھوں میں جو الہامی کتابیں انہیں چھوڑ دو ورنہ جان سے ہاتھ دھو لو اور قتل گاہ کی طرف قدم بڑھاؤ، اس پر ان پاک بازوں کی ایک جماعت نے کہا کہ تم ہمیں ستاؤ نہیں تم اونچی عمارت بنا دو ہمیں وہاں پہنچا دو اور

ڈوری چھتری دیدو ہمارا کھانا پینا اس میں ڈال دیا کرو ہم اوپر سے گھسیٹ لیا کریں گے نیچے اتریں گے ہی نہیں اور تم میں آئیں گے ہی نہیں، ایک جماعت نے کہا سنو ہم یہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں نکل جاتے ہیں تمہاری بادشاہت کی سرزمین سے باہر ہو جاتے ہیں چشموں، نہروں، ندیوں، نالوں اور تالابوں سے جانوروں کی طرح منہ لگا کر پانی پیا کریں گے اور جو پھول پات مل جائیں گے ان پر گزارہ کرلیں گے۔ اس کے بعد اگر تم ہمیں اپنے ملک میں دیکھ لو تو بیشک گردن اڑا دینا، تیسری جماعت نے کہا ہمیں اپنی آبادی کے ایک طرف کچھ زمین دیدو اور وہاں حصار کھینچ دو وہیں ہم کنویں کھود لیں گے اور کھیتی کرلیا کریں گے تم میں ہرگز نہ آئیں گے۔ چونکہ اس اللہ پرست جماعت سے ان لوگوں کی قریبی رشتہ داریاں تھیں اس لئے یہ درخواستیں منظور کر لی گئیں اور یہ لوگ اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے، لیکن ان کے ساتھ بعض اور لوگ بھی لگ گئے جنہیں دراصل علم و ایمان نہ تھا تقلیداً ساتھ ہو لیے، ان کے بارے میں یہ آیت (وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ، الحدید: 27) نازل ہوئی، پس جب اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس وقت ان میں سے بہت کم لوگ رہ گئے تھے آپ کی بعثت کی خبر سنتے ہی خانقاہوں والے اپنی خانقاہوں سے اور جنگلوں والے اپنے جنگلوں سے اور حصاروالے اپنے حصاروں سے نکل کھڑے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی جس کا ذکر اس آیت میں ہے (یا ایها الذین امنوا برسوله یؤتکم کفلین من رحمته ویجعل لکم نورا تمشون به) الخ، یعنی ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ تمہیں اللہ اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا (یعنی حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا) اور تمہیں نور دے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو (یعنی قرآن وسنت) تاکہ اہل کتاب جان لیں (جو تم جیسے ہیں) کہ اللہ کے کسی فضل کا انہیں اختیار نہیں اور سارا فضل اللہ کے ہاتھ ہے جسے چاہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

ابویعلی میں ہے کہ لوگ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت کے زمانہ میں آئے، آپ اس وقت امیر مدینہ تھے جب یہ آئے اس وقت حضرت انس نماز ادا کر رہے تھے اور بہت ہلکی نماز پڑھ رہے تھے جیسے مسافرت کی نماز ہو یا اس کے قریب قریب جب سلام پھیرا تو لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے فرض نماز پڑھی یا نفل؟ فرمایا فرض اور یہی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی، میں نے اپنے خیال سے اپنی یاد برابر تو اس میں کوئی خطا نہیں کی، ہاں اگر کچھ بھول گیا ہوں تو اس کی بابت نہیں کہہ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو ورنہ تم پر سختی کی جائے گی، ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی اور ان پر بھی سختی کی گئی پس ان کی بقیہ خانقاہوں میں اور گھروں میں اب بھی دیکھ لو ترک دنیا کی ہی وہی سختی تھی جسے اللہ نے ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ دوسرے دن ہم لوگوں نے کہا آیئے سواریوں پر چلیں اور دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔

حضرت انس نے فرمایا بہت اچھا ہم سوار ہو کر چلے اور کئی ایک بستیاں دیکھیں جو بالکل اجڑ گئی تھیں اور مکانات اوندھے پڑے

ہوئے تھے تو ہم نے کہا ان شہروں سے آپ واقف ہیں؟ فرمایا خوب اچھی طرح بلکہ ان کے باشندوں سے بھی انہیں سرکشی اور حسد نے ہلاک کیا۔ حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے اور سرکشی اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔ آنکھ کا بھی زنا ہے ہاتھ اور قدم اور زبان کا بھی زنا ہے اور شرمگاہ اسے سچ ثابت کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حدید، بیروت)

## اسلام میں رہبانیت نہ ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، تم اپنے نفس پر سختی نہ کرو اس لئے کہ پھر اللہ بھی تم پر سختی کرے گا، ایک قوم (یعنی بنی اسرائیل) نے اپنے نفس پر سختی کی تھی چنانچہ اللہ نے بھی اس پر سختی کی۔ پس آج جو لوگ صومعوں اور دیار میں پائے جاتے ہیں یہ انہیں لوگوں نے پیدا کیا ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی۔

(ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 176)

مطلب یہ ہے کہ اپنی جانوں کو خواہ مخواہ زیادہ محنت و مشقت میں مبتلا نہ کرو یعنی ریاضت ومجاہدہ میں ایسے طریقے اختیار نہ کرو جن کو تمہارے قوی برداشت کرنے کے اہل نہ ہوں اور نہ تمہارا نفس اتنی محنت ومشقت برداشت کر سکتا ہو اور اسی طرح ایسی چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کرو جو اللہ نے تمہارے لئے مباح قرار دی ہیں اس لئے کہ اگر تم اپنی طرف سے اپنی جانوں پر سختی کرو گے اور زیادہ محنت ومشقت میں پڑو گے تو اللہ انہیں چیزوں کو تمہارے اوپر فرض کرے گا لیکن تمہارے اندر اتنی طاقت نہیں ہوگی کہ تم ان کے حقوق ادا کر سکو، نتیجہ میں آخرت کی تباہی وہلاکت اپنے ذمہ لے لو گے۔

صومعہ اس جگہ کو فرماتے ہیں جہاں عیسائی عبادت کیا کرتے ہیں جسے گرجا کہا جاتا ہے اور دیار یہود کے عبادت کرنے کو جگہ کو کہتے ہیں اسی طرح رہبانیت اسے کہتے ہیں کہ عبادت وریاضت بہت زیادہ کی جائے اپنے نفس کو مشقتوں اور تکلیفوں میں ڈالا جائے دنیا سے بالکل بے تعلق ہو جائے تمام لوگوں سے اپنے کو منقطع کر لے ٹاٹ کے پیراہن استعمال کرے گردن میں زنجیر باندھ لے قوت مردانگی کو ختم کرنے کے لئے نفسانی خواہشات کو مار ڈالنے کے لئے بالکل غیر فطری طور پر جنسی محرکات کو منقطع کر ڈالے اور دنیاوی زندگی کو یکسر چھوڑ کر جنگل و پہاڑ پر جا کر بسیرا ڈال لے، جیسا کہ رہبانیت اہل کتاب نے اپنے اوپر ضروری کر رکھی تھی اور ان کے عابد و زاہد لوگ ایسا کیا کرتے تھے لیکن چونکہ رہبانیت اسلام کے فطری اصولوں سے بالکل جدا اور الگ ہے اس لئے شریعت نے کبھی اس کا جائز قرار نہیں دیا۔

لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت اسلام میں ناجائز قرار دی ہے اور فرمایا ہے الحدیث (**لا رھبانیة فی الاسلام**) یعنی اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے، بلکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رہبانیت کسی بھی آسمانی دین میں ضروری نہیں تھی بلکہ خود اس دین کے ماننے والے رہبانیت کو اپنی دینی ودنیاوی فلاح وکامیابی کا ذریعہ سمجھتے تھے، چنانچہ یہود ونصاریٰ میں بھی لوگوں نے خود ہی ان چیزوں کا اختراع کیا تھا اور ایسی مشقتیں و تکلیفیں اپنے اوپر لازم کر لی تھیں جو شریعت کی جانب سے ان پر فرض نہ کی گئی تھیں لیکن یہ قوم میں چونکہ فطرتاً غیر مستقل مزاج، خواہشات نفسانی کی پابند اور آزاد طبع واقع ہوئی ہیں اس لئے وہ اپنے اوپر خود فرض کی ہوئی

چیزوں کو بھی پورا نہ کر سکیں ان کے ذہن وقوی نہ ان کے حقوق ادا کر سکے اور نہ وہ ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے دین سے بھی ہاتھ دھونا پڑا چنانچہ اکثر نہ ان کے حقوق ادا کر سکے اور نہ وہ ان پر مستقل مزاجی سے قائم رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں اپنے دین سے بھی ہاتھ دھونا پڑا چنانچہ اکثر عیسائی اپنے دین سے منحرف ہو گئے اور انہوں نے یہودی مذہب قبول کر لیا بہت سے یہودی رہبانیت کو چھوڑ چھاڑ کر نصرانیت کی طرف مائل ہو گئے کچھ ایسے بھی تھے جو اپنے دین پر قائم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

بہر حال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اسی طرح تم رہبانیت کو اختیار نہ کرو اور نہ غیر شرعی فطری مشقتوں میں اپنی جانوں کو مبتلا کرو بلکہ شریعت نے جو حدود متعین کر دی ہیں انہیں کے اندر اپنی زندگی گزارو اور خداوند کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرائض بتائے ہیں وہی ادا کرتے رہو۔

مسند احمد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کیلئے رہبانیت تھی اور میری امت کی رہبانیت اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ (مسند احمد بن حنبل، بیروت)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ |
| وَیَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۙ |
| اے ایمان والو! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو اور اس کے رسول (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لے آؤ |
| وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور پیدا فرما دے گا جس میں تم چلا کرو گے |
| اور تمہاری مغفرت فرما دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## نور ایمان سے چل کر پل صراط سے گزرنے کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا " بِعِیسَى "اتَّقُوا اللّٰه وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ " مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِیسَى "یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ " نَصِیبَیْنِ "مِنْ رَحْمَته " لِإِیمَانِكُمْ بِالنَّبِیَّیْنِ "وَیَجْعَل لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ " عَلَى الصِّرَاط،

اے عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان والو! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو اور اس کے رسول مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آؤ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا کیونکہ تم انبیائے کرام پر ایمان لائے ہو۔ اور تمہارے لئے نور پیدا فرما دے گا جس میں تم پل صراط پر چلا کرو گے اور تمہاری مغفرت فرما دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## تقوٰی اختیار کرنے کا بیان

ایک شخص حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھ

سے وہ سوال کیا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرتے رہنے کی، یہی تمام نیکیوں کا سر ہے اور تو جہاد کو لازم پکڑے رہ یہی اسلام کی رہبانیت ہے اور ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پر مداومت کر۔ وہی آسمان میں، زمین میں تیری راحت و روح ہے اور تیری یاد ہے۔

## دیگر امتوں کی بہ نسبت امت مسلمہ کے اجر میں دو قیراط ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: دوسری امتوں کے لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا عرصہ حیات اتنا ہے جتنا کہ (سارے دن کے مقابلہ میں) نماز عصر کے بعد سے غروب افتاب تک کا درمیانی وقت، علاوہ ازیں (اللہ رب العزت کے ساتھ) تمہارا معاملہ اور یہود و نصاریٰ کا معاملہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی شخص اجرت پر کام کرنے کے لئے کچھ مزدوروں کو طلب کرے اور ان سے کہے کہ کوئی ہے جو دو پہر تک میرا کام کرے اور میں (اتنے عرصہ کام کرنے کی اجرت کے طور پر) ہر شخص کو ایک ایک قیراط دوں گا۔ چنانچہ اس اجرت کو منظور کر کے) یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا، پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو دوپہر سے عصر تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو ایک ایک قیراط دونگا چنانچہ یہود کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والے لوگوں نے یعنی) انصاری نے دوپہر سے عصر کے وقت ایک ایک قیراط پر کام کیا اور پھر اس شخص نے کہا کوئی ہے جو نماز عصر سے غروب آفتاب تک میرا کام کرے اور میں ہر شخص کو دو دو قیراط دوں گا (اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا) جان لو (اس مثال میں) تم ہی وہ لوگ ہو جو عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک کام کرنے والے ہیں، یاد رکھو تمہارا اجر دوگنا ہے اور اسی وجہ سے (کہ تمہارے کام کی مدت تو کم ہے لیکن مستحق دوگنے اجر کے قرار پائے ہو) یہود و نصاریٰ بھڑک اٹھے اور بولے کہ عمل کے اعتبار سے تو ہم بہت بڑھے ہوئے ہیں اجر و ثواب میں ہمارا حصہ بہت کم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ کچھ ظلم کیا ہے یعنی میں نے تمہاری جو اجرت مقرر کی تھی اور تمہیں جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا کیا اس میں کچھ کمی کی ہے، یہود و نصاریٰ نے کہا! نہیں (ہمارے حق میں تو نے کچھ کم نہیں کیا ہے لیکن تیری طرف سے یہ تفاوت اور تفریق کیسی ہے؟) پروردگار نے فرمایا حقیقت یہ ہے کہ یہ زیادہ اجر دینا میرا فضل و احسان ہے میں جس کو چاہوں زیادہ دوں (میں فاعل مختار ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں)۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 980)

| |
|---|
| لِئَـلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ |
| بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ |
| کہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے اور کہ سارا فضل اللہ ہی کے دستِ قدرت میں |
| ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ فضل والا عظمت والا ہے۔ |

## اہل تورات کے وہم احباء ہونے کی تردید کا بیان

"لِئَلَّا يَعْلَم " أَيْ أَعْلَمَكُمْ بِذَلِكَ لِيَعْلَم "أَهْل الْكِتَاب" التَّوْرَاة الَّذِينَ لَمْ يُؤْمِنُوا بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "أَنْ " مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا ضَمِير الشَّأْن وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ "لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْء مِنْ فَضْل اللَّه " خِلَاف مَا فِي زَعْمهمْ أَنَّهُمْ أَحِبَّاء اللَّه وَأَهْل رِضْوَانه "وَأَنَّ الْفَضْل بِيَدِ اللَّه يُؤْتِيه " يُعْطِيه "مَنْ يَشَاء " فَآتَى الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُمْ أَجْرهمْ مَرَّتَيْنِ كَمَا تَقَدَّمَ،

یہ بیان اس لئے ہے کہ اہل کتاب یعنی تورات والے جان لیں کیونکہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے۔ یہاں پر لفظ اَن یہ ثقل سے مخففہ ہے۔اوراس کا اسم ضمیر شان ہے۔اور یہ انہم کے معنی میں ہے۔کہ وہ اللہ کے فضل پر کچھ قدرت نہیں رکھتے یعنی ایسا نہیں ہے جس طرح ان کا وہم ہے کہ وہ اللہ کے پیارے اوراس کی رضا والے ہیں۔اور یہ کہ سارا فضل اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے،اور اللہ فضل والا عظمت والا ہے۔پس اس نے ان میں ایمان لانے والوں کو دوگنا اجر دیا جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے۔

## سورت حدید آیت ۲۹ کے شان نزول کا بیان

حضرت قتادہ کہتے ہیں ہمیں خبر پہنچی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔یوتکم کفلین من رحمته )۔ترجمہ۔وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔تو اہل کتاب مومنین نے مسلمانوں سے اس پر حسد کیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ یہود نے کہا قریب ہے کہ ہم میں سے ایک نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے جو ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں سے ظا ئے تو انہوں نے آپ کا انکار کر دیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔فضل سے مراد نبوت ہے۔(نیسابوری284،قرطبی 17۔268)

جب اوپر کی آیت نازل ہوئی اوراس میں مومنینِ اہل کتاب کو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر ایمان لانے پر دو نے اجر کا وعدہ دیا گیا تو کفار اہل کتاب نے کہا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں تو دونا اجر ملے اور اگر نہ لائیں تو ایک اجر جب بھی رہے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اوران کے اس خیال کا ابطال کر دیا گیا۔

(تفسیر خازن،سورہ حدید،بیروت)

حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کو دو دو اجر ملیں گے۔اس اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جو (پہلے) اپنے نبی پر ایمان رکھتا اور پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لایا۔اس غلام کو جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے حق کو بھی ادا کرتا رہے۔اس آدمی کو جسکی کوئی لونڈی تھی اور وہ اس سے صحت کرتا تھا۔پہلے اس کو اچھا ہنر مند بنایا پھر اس کو خوب اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو یہ بھی دوہرے اجر کا حقدار ہوگا۔(صحیح البخاری وصحیح مسلم،مشکوۃ شریف:جلد اول:حدیث نمبر 10)

## سورت حدید کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالی کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت حدید کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے،اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی،ہدایت کی پختگی،تیری نعمت کا شکرادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما،آمین،بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ الْمُجَادِلَۃ

## یہ قرآن مجید کی سورت مجادلہ ہے

### سورت مجادلہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ الْمُجَادَلَۃ (مَدَنِيَّة وَآيَاتهَا اثْنَتَانِ وَعِشْرُونَ)

سورہ مجادلہ مدنیہ ہے، اس میں تین رکوع، بائیس آیات، چارسوتہتر کلمات، ایک ہزار سات سو بانوے حروف ہیں۔

### سورت مجادلہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں لفظ تجادل آیا ہے جس کا معنی فریاد کرنا ہے یا مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ اور اس سورت کے آغاز میں ہی مسئلہ ظہار بیان کیا گیا ہے۔ پس اسی سبب سے یہ سورت مجادلہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ۖۗ |
| وَاللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ |
| بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی، |
| اور اللہ آپ دونوں کے باہمی سوال وجواب سن رہا تھا، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ ظہار پوچھنے کا بیان

"قَدْ سَمِعَ اللَّه قَوْل الَّتِي تُجَادِلك" تُرَاجِعك أَيّهَا النَّبِيّ "فِي زَوْجهَا" الْمُظَاهِر مِنْهَا وَكَانَ قَالَ لَهَا : أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي وَقَدْ سَأَلَتْ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَأَجَابَهَا بِأَنَّهَا حَرُمَتْ عَلَيْهِ عَلَى مَا هُوَ الْمَعْهُود عِنْدهمْ مِنْ أَنَّ الظِّهَار مُوجِبه فُرْقَة مُؤَبَّدَة وَهِيَ خَوْلَة بِنْت ثَعْلَبَة وَهُوَ أَوْس بْن الصَّامِت "وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّه" وَحْدتهَا وَفَاقَتهَا وَصِبْيَة صِغَارًا إِنْ ضَمَّتْهُمْ إِلَيْهِ ضَاعُوا أَوْ إِلَيْهَا جَاعُوا "وَاَللَّه يَسْمَع تَحَاوُركُمَا" تُرَاجِعكُمَا "إِنَّ اللَّه سَمِيع بَصِير" عَالِم،

بیشک اللہ نے اس عورت کی بات سن لی ہے یا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی یعنی جس کے شوہر نے اس سے ظہار کیا اور اس نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ تو اس عورت نے

اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے موجود دستور کے مطابق فرمایا کہ وہ حرام ہو چکی ہے۔ کیونکہ ظہار دائمی جدائی کرا دیتا ہے۔ اور وہ خولہ بنت ثعلبہ تھیں۔ اور ان کے شوہر اوس بن صامت تھے۔ اور اللہ سے فریاد کر رہی تھی، یعنی تنہائی میں فریاد کر رہی تھی کہ اگر وہ اپنے چھوٹے بچوں کو شوہر کے حوالے کر دے تو وہ ضائع کر دے گا اور ان کو اپنے پاس ٹھہرائے تو بھوک کے سبب ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ اور اللہ آپ دونوں کے باہمی سوال و جواب سن رہا تھا، بیشک اللہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔

## سورت مجادلہ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ برکت والی ہے وہ ذات جس کی سماعت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہیں خولہ بنت ثعلبہ کے کلام کو سن رہی تھی اور اس کی بعض باتیں مجھ پر بھی مخفی رہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے خاوند کی شکایت کر رہی تھیں کہ اور کہہ رہی تھی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری جوانی کو کھا گیا میں نے اس کے لیے بہت بچے جنے یہاں تک کہ جب میری عمر زیادہ ہو گئی اور میری اولاد مجھ سے جدا ہو گئی اس نے مجھ سے اظہار کیا اے اللہ میں تجھ سے ہی شکایت کرتی ہوں وہ یہی جگہ کھڑی رہی یہاں تک کہ جبرائیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔ اس کا خاوند اوس بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔

(مستدرک 23۔81، ابن کثیر 4۔318، تفسیر نسائی 950، ابن ماجہ (188)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس کی سماعت تمام آوازوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جھگڑنے والی آئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو میں کمرے کی ایک جانب میں تھی مجھے معلوم نہیں کہ اس نے کیا کہا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 336، قرطبی 17۔269)

## حضرت خولہ بنت ثعلبہ اور مسئلہ ظہار کا بیان

امام ابن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ فرمان اس طرح منقول ہے کہ بابرکت ہے وہ الہ جو ہر اونچی نیچی آواز کو سنتا ہے، یہ شکایت کرنے والی بی بی صاحبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس طرح سرگوشیاں کر رہی تھیں کہ کوئی لفظ تو کان تک پہنچ جاتا تھا ورنہ اکثر باتیں باوجود اسی گھر میں موجود ہونے کے میرے کانوں تک نہیں پہنچتی تھیں۔ اپنے میاں کی شکایت کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری جوانی تو ان کے ساتھ کٹی بچے ان سے ہوئے اب جبکہ میں بڑھیا ہو گئی بچے پیدا کرنے کے قابل نہ رہی تو میرے میاں نے مجھ سے ظہار کر لیا، اے اللہ میں تیرے سامنے اپنے اس دکھڑے کا رونا روتی ہوں، ابھی یہ بی بی صاحبہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے، ان کے خاوند کا نام حضرت اوس بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔

انہیں بھی کچھ جنون سا ہو جاتا تھا اس حالت میں اپنی بیوی صاحبہ سے ظہار کر لیتے پھر جب اچھے ہو جاتے تو گویا کچھ کہا ہی نہ تھا، یہ بی بی صاحبہ حضور سے فتویٰ پوچھنے اور اللہ کے سامنے اپنی التجا بیان کرنے کو آئیں جس پر یہ آیت اتری۔ حضرت یزید فرماتے

ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں اور لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک عورت نے آواز دے کر ٹھہرالیا، حضرت عمر فوراً ٹھہر گئے اور ان کے پاس جا کر توجہ اور ادب سے سر جھکائے ان کی باتیں سننے لگے، جب وہ اپنی فرمائش کی تعمیل کرا چکیں اور خود لوٹ گئیں تب امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی واپس ہمارے پاس آئے، ایک شخص نے کہا امیر المومنین ایک بڑھیا کے کہنے سے آپ رک گئے اور اتنے آدمیوں کو آپ کی وجہ سے اب تک رکنا پڑا، آپ نے فرمایا افسوس جانتے بھی ہو یہ کون تھیں؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا یہ وہ عورت ہیں جن کی شکایت اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر سنی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اگر یہ آج صبح سے شام چھوڑ رات کر دیتیں اور مجھ سے کچھ فرماتی رہتیں تو بھی میں ان کی خدمت سے نہ ٹلتا ہاں نماز کے وقت نماز ادا کر لیتا اور پھر کمر بستہ خدمت کیلئے حاضر ہو جاتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مجادلہ، بیروت)

| |
|---|
| اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ؕ |
| وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ |
| تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظِہار کر بیٹھتے ہیں، تو وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں)، ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں جنہوں |
| نے ان کو جنا ہے، اور بیشک وہ لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور درگزر فرمانے والا بڑا بخشنے والا ہے۔ |

## اپنی بیویوں سے ظہار کے ناپسندیدہ ہونے کا بیان

"اَلَّذِينَ يُظَاهِرُونَ" أَصْلُه يَتَظَهَّرُونَ أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الظَّاء وَفِي قِرَاءَة بِأَلِفٍ بَيْنَ الظَّاء وَالْهَاء الْخَفِيفَة وَفِي أُخْرَى كَيُقَاتِلُونَ وَالْمَوْضِع الثَّانِي كَذَلِكَ "مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتهمْ إنْ أُمَّهَاتهمْ إلَّا اللَّائِي" بِهَمْزَةٍ وَيَاء وَبِلَا يَاء "وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ" بِالظِّهَارِ "لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنْ الْقَوْل وَزُورًا" كَذِبًا "وَإِنَّ اللَّه لَعَفُوّ غَفُور" لِلْمُظَاهِرِ بِالْكَفَّارَةِ

تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر بیٹھتے ہیں یہاں پر لفظ یظاھرون اصل میں یتظھرون تھا۔ تو یہاں پر تاء کو ظاء میں ادغام کیا گیا ہے۔ اور ایک قرأت کے مطابق ظاء اور ھاء کے درمیان الف ہے اور دوسری قرأت کے مطابق یقاتلون کی طرح ہے۔ اور دوسرے مقام پر بھی ایسے ہی ہے۔ (یعنی یہ کہہ بیٹھتے ہیں کہ تم مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہو)، تو (یہ کہنے سے) وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں)، ان کی مائیں تو صرف وہی ہیں، یہاں پر لفظ اللائی یہ ہمزہ اور یاء کے ساتھ یا بغیر یاء کے بھی آیا ہے جنہوں نے ان کو جنا ہے، اور بیشک وہ یعنی ظہار لوگ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور بیشک اللہ ضرور درگزر فرمانے ولا بڑا بخشنے والا ہے۔ یعنی ایسے مظاہر کو جو کفارہ دینے والا ہو۔

## سورت مجادلہ آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ اوس بن صامت نے اپنی بیوی خویلہ بنت ثعلبہ سے ظہار کر لیا تو یہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس شکایت کے لیے آئی اور کہا جب میری عمر زیادہ ہوگئی اور ہڈیاں کمزور پڑ گئیں تو میرے خاوند نے مجھ سے ظہار کرلیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت ظہار نازل فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے کہا تم ایک غلام آزاد کرو اس نے کہا میرے پاس اتنی وسعت نہیں ہے آپ نے فرمایا دو ماہ مسلسل روزے رکھ لو اس نے کہا مجھ سے اگر ایک دن کھانا چھوٹ جائے تو میری نگاہ کام کرنا چھوڑ دیتی ہے آپ نے فرمایا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اس نے کہا میرے پاس یہ بھی نہیں ہے ہاں البتہ اگر آپ اپنی امداد اور اعانت سے میری مدد فرمائیں آپ نے پندرہ صاع سے اس کی مدد فرمائی یہاں تک کہ اللہ نے اس کے لیے اتنی مقدار جمع فرمادی اور اللہ بہت رحیم ہے صحابہ خیال کرتے تھے کہ اس کے پاس اس کے مثل (یعنی پندرہ صاع) موجود تھا یہ کل (یعنی تیس صاع) ساٹھ مسکینوں کا کھانا بنتا ہے۔ (نیسابوری 337، درمنثور 6۔180، قرطبی 17۔273)

## ظہار سے حرمت دلیل کا بیان

حضرت امام شافعی کا مطلب یہ ہے کہ ظہار کیا پھر اس عورت کو روک رکھا یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر گیا کہ اگر چاہتا تو اس میں باقاعدہ طلاق دے سکتا تھا لیکن طلاق نہ دی۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ پھر لوٹے جماع کی طرف یا ارادہ کرے تو یہ حلال نہیں تاوقتیکہ مذکورہ کفارہ ادا نہ کرے۔

امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے جماع کا ارادہ یا پھر بسانے کا عزم یا جماع ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ وغیرہ کہتے ہیں مراد ظہار کی طرف لوٹنا ہے اس کی حرمت اور جاہلیت کے حکم کے اٹھ جانے کے بعد پس جو شخص اب ظہار کرے گا اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی جب تک کہ یہ کفارہ ادا نہ کرے۔ حضرت سعید فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ جس چیز کو اس نے اپنی جان پر حرام کرلیا تھا اب پھر اس کام کو کرنا چاہے تو اس کا کفارہ ادا کرے۔

حضرت حسن بصری کا قول ہے کہ مجامعت کرنا چاہے ورنہ اور طرح چھونے میں قبل کفارہ کے بھی ان کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔ ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یہاں مس سے مراد صحبت کرنا ہے۔ زہری فرماتے ہیں کہ ہاتھ لگانا پیار کرنا بھی کفارہ کی ادائیگی سے پہلے جائز نہیں۔

## کفارہ ظہار سے قبل جماع کرنے میں اعادہ کفارہ کے عدم پر فقہی مذاہب اربعہ

حضرت سلمہ بن صخر بیاضی سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ظہارہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کرے اس پر ایک کفارہ ہے یہ حدیث حسن غریب ہے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے سفیان، ثوری، مالک، شافعی، احمد، اور اسحاق کا بھی یہی قول ہے بعض اہل علم کے نزدیک ایسے شخص پر دو کفارہ واجب ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی کا بھی یہی قول ہے۔ جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1210

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی سے ظہار کرنے کے بعد اس سے صحبت کر بیٹھا پھر وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے اپنی بیوی سے ظہار کیا تھا اور کفارہ ادا کرنے سے پہلے اس سے صحبت کرلی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تم پر رحم کرے تمہیں کس چیز نے اس پر مجبور کیا وہ

کہنے لگا میں نے چاند کی روشنی میں اس کی پازیب دیکھ لی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اللہ کا حکم (کفارہ ادا) پورا کرنے سے پہلے اس کے پاس نہ جانا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1211

اکثر علماء کا یہی مسلک ہے کہ اگر کوئی شخص ظہار کرے اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لے تو اس پر بھی ایک ہی کفارہ واجب ہوگا لیکن بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لینے کی صورت میں دو کفارے واجب ہو جاتے ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی ایک سے زائد دو یا تین اور چار بیویوں سے ظہار کرے یعنی ان سب سے یوں کہے کہ تم سب مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی مانند حرام ہو تو اس صورت میں متفقہ طور پر تمام علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ان سب سے ظہار کرنے والا ہو جاتا ہے البتہ اس بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ اس پر کفارہ ایک واجب ہوگا یا کئی واجب ہوں گے۔

چنانچہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی کے نزدیک تو اس پر کئی کفارے واجب ہوں گے یعنی وہ ان بیویوں میں سے جس کسی کے ساتھ بھی جماع کا ارادہ کرے گا پہلے کفارہ ادا کرنا واجب ہوگا حسن، زہری اور ثوری وغیرہ کا بھی یہی قول ہے جبکہ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ اور حضرت امام احمد یہ فرماتے ہیں کہ اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا یعنی وہ پہلے ایک کفارہ ادا کر دے اس کے بعد ہر بیوی کے ساتھ جماع کرنا جائز ہوگا۔

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی سے ظہار کیا اور پھر کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا اس کے بعد وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ ذکر کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر آمادہ کیا یعنی کیا دلیل پیش آئی کہ تم کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر بیٹھے اس نے عرض کیا کہ چاندنی میں اس کی پازیب کی سفیدی پر میری نظر پڑ گئی اور میں جماع کرنے سے پہلے اپنے آپ کو نہ روک سکا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے۔ اور اس کو یہ حکم دیا کہ اب دوبارہ اس سے اس وقت تک جماع نہ کرنا جب تک کفارہ ادا نہ کرو۔ (ابن ماجہ)

ترمذی نے بھی اسی طرح کی یعنی اس کے ہم معنی روایت نقل کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے، نیز ابوداؤد اور نسائی نے اس طرح کی روایت مسند اور مرسل نقل کی ہے اور نسائی نے کہا ہے کہ مسند کی بہ نسبت مرسل زیادہ صحیح ہے۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ |
| ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ |
| اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انھوں نے کہا، تو ایک گردن آزاد |
| کرنا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یہ ہے وہ جس کے ساتھ تم نصیحت کیے جاؤ گے، |
| اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔ |

## مظاہر کا جماع سے قبل کفار ظہار ادا کرنے کا بیان

"وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا" أَىْ فِيهِ بِأَنْ يُخَالِفُوهُ بِإِمْسَاكِ الْمُظَاهِرِ مِنْهَا الَّذِى هُوَ خِلَافُ مَقْصُودِ الظِّهَارِ مِنْ وَصْفِ الْمَرْأَةِ بِالتَّحْرِيمِ "فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ" أَىْ إِعْتَاقُهَا عَلَيْهِ "مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا" بِالْوَطْءِ،

اور وہ لوگ جو اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اس سے رجوع کر لیتے ہیں جو انھوں نے کہا یعنی جب مظاہر مظاہر منہا کو روک کر جو اس نے مقصد ظہار کے طور پر عورت کو حرمت کے ساتھ متصف کیا تھا اس کے خلاف کرنا چاہتا ہے۔ تو ایک گردن آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، یعنی جماع کریں۔ یہ ہے وہ کفارہ جس کے ساتھ تم نصیحت کیے جاؤ گے، اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، پوری طرح باخبر ہے۔

## کفارہ ظہار کے طریقے میں فقہی بیان

حضرت ابوسلمہ کہتے ہیں کہ ایک صحابی سلمان ابن صخر نے کہ جن کو سلمہ ابن صخر بیاضی کہا جاتا تھا اپنی بیوی کو اپنے لئے اپنی ماں کی پشت کی مانند قرار دیا تاوقتیکہ رمضان ختم ہو (یعنی انہوں نے بیوی سے یوں کہا کہ ختم رمضان تک کے لیے تو مجھ پر میری ماں کی پشت کے مثل ہے گویا اس طرح انہوں نے اپنی بیوی کو رمضان کے ختم تک کے لئے اپنے اوپر حرام قرار دیا) مگر ابھی آدھا ہی رمضان گزرا تھا کہ انہوں نے اسی رات اپنی بیوی سے صحبت کر لی پھر جب صبح ہوئی۔

تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک غلام آزاد کرو انہوں نے عرض کیا کہ میں اس کی استطاعت نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا دو مہینے یعنی پے درپے روزے رکھو انہوں نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی طاقت نہیں ہے کیونکہ حکم خداوندی تو یہ ہے کہ دو مہینے مسلسل اس طرح روزے رکھے جائیں کہ ان مہینوں میں جماع سے کلیۃ اجتناب کیا جائے اور میں اپنے جنسی ہیجان کی دلیل سے اتنے دنوں تک جماع سے باز نہیں رہ سکتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ! انہوں نے عرض کیا میں اس کی بھی استطاعت نہیں رکھتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور صحابی حضرت فروہ ابن عمرو سے فرمایا کہ ان کو کھجوروں کا فرق دیدو فرق کھجور کے درخت کے پتوں سے بنے ہوئے تھیلے چھابے) کو کہتے ہیں جس میں پندرہ صاع یا سولہ صاع (یعنی تقریبا ساڑھے باون سیر یا چھپن سیر) کھجور سماتی ہیں۔ (ترمذی ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 497)

اور دارمی نے اس روایت کو سلیمان ابن یسار سے اور انہوں نے حضرت سلمہ ابن صخر سے اسی طرح نقل کیا ہے جس میں حضرت سلمہ کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ میں اپنی عورتوں سے اس قدر قربت کیا کرتا تھا کہ کوئی اور شخص میری برابر قربت نہیں کرتا تھا چنانچہ جنسی ہیجان کے اتنے زیادہ غلبہ ہی کی دلیل سے میں اپنی بیوی سے صحبت کرنے سے نہ رک سکا) اور ان دونوں میں یعنی ابوداؤد اور دارمی کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ فرمانے کی جگہ یہ فرمایا کہ ساٹھ

مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلاؤ۔

اس حدیث میں ظہار کا حکم بیان کیا گیا ہے ظہار اس کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو اس اس کے جسم کے کسی ایسے جسمے کو کہ اس کو بول کر پورا بدن مراد لیا جاتا ہو اور یا اسکے جسم کے کسی ایسے حصہ کو جو شائع غیر متعین ہو محرمات ابدیہ یعنی ماں بہن اور پھوپھی وغیرہ) کے جسم کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کی طرف نظر کرنا حلال نہ ہو جیسے وہ اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح حرام ہو یا تمہارا سر یا تمہارے بدن کا نصف حصہ میری ماں کی پیٹھ یا پیٹ کے مانند ہے یا میری ماں کی ران کے مانند ہے یا میری بہن یا میری پھوپھی کی پیٹھ کے مانند ہے اس طرح کہنے سے اس بیوی سے جماع کرنا یا ایسا کوئی بھی فعل کرنا جو جماع کا سبب بنتا ہے جیسے مساس کرنا یا بوسہ لینا اس وقت تک کے لئے حرام ہو جاتا ہے جب تک کہ کفارہ ظہار ادا نہ کر دیا جائے اور اگر کسی شخص نے کفارہ ادا کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو اس پر پہلے کفارہ کے علاوہ کچھ اور واجب نہیں ہوگا ہاں اسے چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے اور پھر جب تک کفارہ ادا نہ کرے دوبارہ جماع نہ کرے۔

یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ کہ ظہار صرف بیوی سے ہوتا ہے اور بیوی خواہ آزاد عورت ہو اور خواہ کسی کی لونڈی ہو اسی طرح خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ یعنی عیسائی و یہودی ہو ظہار کے باقی مسائل فقہ کی کتابوں میں دیکھنے چاہئیں۔

علامہ طیب فرماتے ہیں کہ حدیث الفاظ (حتی یمضی رمضان) (جب تک کہ رمضان ختم ہو) کہ ظاہر موقت صحیح ہو جاتا ہے اور قاضی خان نے کہا ہے کہ جب کوئی شخص موقت یعنی کسی متعین مدت و عرصہ کے لیے ظہار کرتا ہے تو وہ اسی وقت ظہار کرنے والا ہو جاتا ہے اور جب وہ متعینہ عرصہ گزر جاتا ہے تو ظہار باطل ہو جاتا ہے۔

محقق علام حضرت ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص ظہار کرے اور مثلاً جمعہ کے دن استثناء کر دے تو صحیح نہیں ہوتا اور اگر ایک دن یا ایک مہینہ کے لئے ظہار کر دے (یعنی کسی مدت متعین کے لئے ظہار کرے) تو اس مدت کی قید لگانی صحیح ہے اور پھر اس مدت کے گزر جانے کے بعد ظہار باقی نہیں رہتا۔

حدیث (اطعم ستین مسکینا) یعنی ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ سے دونوں باتیں مراد تھیں کہ یا تو تم ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو یا ان میں سے ہر ایک کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر کچا اناج یا اس کی قیمت دیدو اور جس طرح کفارہ ادا کرنے کے لئے غلام آزاد کرنے کی صورت میں جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ضروری ہے یا کفارہ ادا کرنے کے لئے دو مہینے کے روزے رکھنے کی صورت میں جماع سے پہلے دو مہینے مسلسل روزے رکھنا ضروری ہے اس طرح ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا بھی جماع کرنے سے پہلے ضروری ہے۔

حدیث کے اس جملہ تا کہ یہ ساٹھ مسکینوں کو کھلا دیں کے بارے میں بظاہر ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساٹھ مسکینوں کو کھلانے کے لئے حضرت سلمہ ابن صخر کو جو کھجوریں دلائیں انکی مقدار خود روایت کی وضاحت کے مطابق پندرہ یا سولہ صاع تھی اس سے معلوم ہوا کہ ہر مسکین کو ایک ایک صاع دینا واجب نہیں ہے جب کہ فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ اگر

کھجوریں دی جائیں تو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر یعنی ایک ایک صاع دی جائیں۔

گویا حدیث کے اس جملہ اور فقہی حکم میں تعارض واقع ہوگیا لیکن اگر اس جملہ کا یہ ترجمہ کیا جائیگا کہ تاکہ یہ ان کھجوروں کو ساٹھ مسکینوں کو کھلانے میں صرف کردیں۔ تو پھر کوئی تعارض باقی نہیں رہے گا کیونکہ اس طرح اس ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کھجوروں میں اپنے پاس سے بھی کھجوریں ملا کر ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کردو۔

اس کے علاوہ ابوداؤد دارمی کی دوسری روایت کے یہ الفاظ کہ ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق کھجوریں کھلاؤ) بھی اس بات کی دلیل ہیں کہ اس جملہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ صرف یہی کھجوریں ساٹھ مسکینوں کو کھلاؤ بلکہ مراد یہ ہے کہ ان کھجوروں میں اپنے پاس سے کھجوریں ملا کر ایک وسق کی مقدار پوری کرلو اور پھر ہر ایک مسکین کو ایک ایک صاع کھجور دے دو واضح رہے کہ ایک وسق ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہے۔

## کفارہ ظہار کے غلام میں مذہبی قید کے معدوم ہونے کا بیان

حضرت معاویہ ابن حکم کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک لونڈی ہے جو میرا ریوڑ چراتی ہے میں جب اس کے پاس گیا اور ریوڑ میں اپنی بکری کم پائی تو میں نے اس بکری کے بارے میں پوچھا کہ کیا ہوئی؟ اس نے کہا کہ بھیڑیا لے گیا مجھ کو اس پر غصہ آ گیا اور چونکہ میں بنی آدم میں سے ہوں یعنی ایک انسان ہوں اور انسان بتقاضائے بشریت مغلوب الغضب ہو جاتا ہے اس لیے میں نے اس لونڈی کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا اور اس وقت کفارہ ظہار یا کفارہ قسم کے طور پر اور یا کسی اور سبب سے مجھ پر ایک بردہ یعنی ایک لونڈی یا ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے تو کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر دوں تاکہ میرے ذمہ سے وہ کفارہ بھی ادا ہو جائے اور اس کو تھپڑ مار دینے کی دلیل سے میں جس ندامت و شرمندگی میں مبتلا ہوں اس سے بھی نجات پا جاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو آزاد کر دو (مالک) مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد پہاڑ اور جوانیہ کے اطراف میں میرا ریوڑ چرایا کرتی تھی جوانیہ احد پہاڑ کے قریب ہی ایک جگہ کا نام ہے ایک دن جو میں نے اپنا ریوڑ دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ بھیڑیا میری ایک بکری کو ریوڑ میں سے اٹھا کر لے گیا ہے میں بنی آدم کا ایک مرد ہوں اور جس طرح کسی نقصان و اتلاف کی دلیل سے اولاد آدم کو غصہ آ جاتا ہے اسی طرح مجھے بھی غصہ آ گیا (چنانچہ اس غصہ کی دلیل سے میں نے چاہا کہ اس لونڈی کو خوب ماروں لیکن میں اس کو ایک ہی تھپڑ مار کر رہ گیا پھر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ سارا ماجرا بیان کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو میرے حق میں ایک امر اہم جانا اور فرمایا کہ تم نے یہ بڑا گناہ کیا ہے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس بلاؤ میں لونڈی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بلا لایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کہاں ہے اس نے جواب دیا

کہ آسمان میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لونڈی کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 499) اس باب میں اس حدیث کو نقل کرنے سے مصنف کتاب کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ظہار میں بطور کفارہ جو بردہ یعنی غلام یا لونڈی آزاد کیا جائے اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے چنانچہ حضرت امام شافعی کا مسلک یہی ہے لیکن حنفی مسلک میں چونکہ یہ ضروری نہیں ہے اس لئے حنفیہ اس حدیث کو افضیلت پر محمول کرتے ہیں یعنی ان کے نزدیک اس حدیث کی مراد صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کفارہ ظہار میں آزاد کیا جانیوالا بردہ اگر مسلمان ہو تو یہ افضل اور بہتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟ ان الفاظ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اللہ تعالیٰ کے مکان کے بارے میں سوال نہیں تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو مکان وزمان سے پاک ہے بلکہ اس موڑ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ سوال کرنا تھا کہ بتاؤ اللہ تعالیٰ کا حکم کہاں جاری وساری ہے اور اس کی بادشاہت وقدرت کس جگہ ظاہر و باہر ہے اور اس سوال کی ضرورت یہ تھی کہ اس وقت عرب کے کفار بتوں ہی کو معبود جانتے تھے اور جاہل لوگ ان بتوں کے علاوہ اور کسی کو معبود نہیں مانتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاننا چاہا کہ آیا یہ لونڈی موحدہ یا مشرکہ ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد دراصل ان بے شمار معبودوں کی نفی کرنی تھی جو زمین پر موجود تھے نہ کہ آسمان کو اللہ تعالیٰ کا مکان ثابت کرنا تھا چنانچہ جب اس لونڈی نے مذکورہ جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ یہ موحدہ ہے مشرکہ نہیں ہے۔

مالک کی روایت میں تو حضرت معاویہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک بردہ آزاد کرنا مجھ پر کسی اور سبب سے واجب ہے تو کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر دوں تا کہ وہ کفارہ بھی ادا ہو جائے جو واجب ہے اور اس کو مارنے کی دلیل سے مجھے جو پشیمانی اور شرمندگی ہے وہ بھی جاتی رہے لیکن مسلم نے جو روایت نقل کی ہے اس کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ نے اس لونڈی کو محض اس دلیل سے آزاد کرنا چاہا کہ انہوں نے اس کو غصہ میں ماردیا تھا۔

گویا دونوں روایتوں کے مفہوم میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ان دونوں میں قطعا کوئی تضاد نہیں ہے کیونکہ مالک کی روایت میں تو اس مفہوم کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یوں تو کسی اور سبب سے مجھ پر بردہ آزاد کرنا واجب ہے لیکن مارنے کی دلیل سے بھی اس کو آزاد کرنا میرے لئے ضروری ہو گیا ہے تو اگر میں اس کو آزاد کر دوں تو ان دونوں سبب کا تقاضا پورا ہو جائے گا اس کے برخلاف مسلم کی روایت اس بارے میں مطلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں باتوں پر محمول کیا جاسکتا ہے لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ مسلم کی روایت کا مطلق مفہوم مالک کی روایت کے مقید مفہوم پر محمول ہے یعنی مسلم کی روایت کے الفاظ کا مطلب بھی وہی ہے جو مالک کی روایت کے الفاظ کا ہے کہ اگر میں اس لونڈی کو آزاد کر دوں تو کیا دونوں سبب پورے ہو جائیں گے یا نہیں؟

## کفارے میں اباحت کے جواز کا فقہی مفہوم

اباحت کا مطلب یہ ہے کہ کھانا پکا کر فقیر کے سامنے رکھ دیا جائے تا کہ وہ اس میں سے جس قدر کھانا چاہے کھالے چنانچہ یہ

اباحت کفارات اور رمضان کے روزے کے بدلے میں دیئے جانیوالے) فدیہ میں تو جائز ہے لیکن صدقات واجبہ مثلاً زکوۃ وغیرہ میں جائز نہیں ہے کیونکہ صدقات واجبہ یعنی زکوۃ وغیرہ میں فقیر کو مال کا مالک بنا دینا ضروری ہے اس وضاحت کے بعد اب سمجھئے کہ ظہار کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا جائے خواہ ایک ہی دن میں دو وقت یعنی دوپہر اور رات میں کھلا دیا جائے۔ اسی طرح کھلانے میں پیٹ بھرنے کا اعتبار ہے خواہ کتنے ہی تھوڑے کھانے میں ان کا پیٹ بھر جائے جہاں تک کھانے کی نوعیت کا سوال ہے تو اس کا انحصار کھلانے والے کی حیثیت واستطاعت پر ہے کہ وہ جیسا کھانا کھلا سکتا ہو کھلائے اگر کھانے میں جو کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ سالن ہونا ضروری ہے البتہ گیہوں کی روٹی کے ساتھ سالن ضروری نہیں ہے اگر دو وقت ساٹھ فقیروں کو کھلانے کی بجائے ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلائے تو بھی جائز ہے لیکن ایک ہی فقیر کو ایک ہی دن ساٹھ فقیروں کا کھانا دیدیا تو یہ جائز نہیں ہوگا اس صورت میں صرف ایک ہی دن کا ادا ہوگا۔

ظہار کرنے والے نے اگر کھانا کھلانے کے درمیان جماع کر لیا تو اس صورت میں اگرچہ وہ گنہگار ہوگا مگر از سر نو کھانا کھلانا نہ پڑے گا اگر کسی شخص پر دو ظہار کے دو کفارے واجب ہوں اور وہ ساٹھ فقیروں کو مثلاً گیہوں نصف صاع فی کفارہ کا اعتبار کرکے ایک ایک صاع دے تو دونوں ظہار کا کفارہ ادا نہیں ہوگا بلکہ ایک ہی ظہار کا کفارہ ادا ہوگا۔ ہاں اگر کسی شخص پر ایک ایک کفارہ تو ظہار کا اور ایک کفارہ روزہ توڑنے کا واجب ہو اور وہ ہر فقیر کو ایک ایک صاع گیہوں دے تو یہ جائز ہوگا اور دونوں کفارے ادا ہو جائیں گے۔

## مطلق کے اطلاق پر جاری رہنے کا قاعدہ فقہیہ

**المطلق يجری علی اطلاقه والمقيد علی تقييده (اصول شاشی)**

مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے اور مقید اپنی قید کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ وہ شرعی احکام جن کا حکم نصوص شرعیہ سے مطلقا وارد ہوا ہے وہ اپنے اطلاق پر جاری رہیں گے اور جن احکام کی تقیید نصوص شرعیہ سے وارد ہوئی وہ اس کے مطابق جاری رہیں گے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کر لیں پھر عمل زوجیت کی طرف لوٹنا چاہیں جس کے متعلق وہ اتنی سخت بات کہہ چکے ہیں تو ان پر عمل زوجیت سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا ہے یہ وہ جس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کی خوب خبر رکھنے والا ہے پس جو غلام کو نہ پائے تو اس پر عمل زوجیت سے پہلے دو ماہ کے لگا تار روزے رکھنا ہے پس جو روزوں کی طاقت نہ رکھے تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ (جل جلالہ) اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان برقرار رکھ سکو اور یہ اللہ کی حدود ہیں اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (المجادلہ ۳۔۴)

اس آیت میں کفارہ ظہار ادا کرنے کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اسکی ادائیگی کیلئے تین اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے کہ کفارہ ظہار ادا کرنے والا ان تینوں میں سے جسے چاہے اختیار کر لے۔

۱۔غلام آزاد کرنا ۲۔دو ماہ کے لگا تار روزے ۳۔ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

اس آیت میں غلام آزاد کرنے اور دو ماہ کے لگا تار روزوں کو عمل زوجیت سے پہلے ادا کرنے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کہ ان دونوں میں کسی ایک ادائیگی عمل زوجیت سے پہلے ضروری ہے۔جبکہ ساٹھ مسکینوں کے کھانے کو مطلق بیان کیا گیا ہے لہٰذا وہاں عمل زوجیت سے پہلے مکمل ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری نہ ہوگا کیونکہ یہ مطلق ہے جو اپنے اطلاق پر جاری رہے گا اور عتاق و صیام کا حکم مقید ہے جو اپنی قید کے ساتھ جاری ہوگا۔

صاحب نصب الرایہ لکھتے ہیں:

اور کھانا کھلانے میں یہ قید نہیں لگائی گئی کہ جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں اس لئے یہ کفارہ اپنے اطلاق پر رہے گا اور کھانا کھلانے کے دوران وہ جماع کرسکتا ہے۔(نصب الرایہ ج ۳ ص ۳۵۱، ادارۃ القرآن کراچی)

| |
|---|
| فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ج فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ |
| مِسْكِيْنًا ط ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ط وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ط وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ |
| پھر جسے میسر نہ ہو تو دو ماہ متواتر روزے رکھنا، قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، پھر جو شخص اس کی طاقت |
| نہ رکھے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| پر ایمان رکھو۔اور یہ اللہ کی حدود ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ |

## کفار ظہار میں غلام، صیام اور طعام ہونے کا بیان

"فَمَنْ لَمْ يَجِد" رَقَبَة "فَصِيَام شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْل أَنْ يَتَمَاسَّا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ" أَيْ الصِّيَام "فَإِطْعَام سِتِّينَ مِسْكِينًا" عَلَيْهِ : أَيْ مِنْ قَبْل أَنْ يَتَمَاسَّا حَمْلًا لِلْمُطْلَقِ عَلَى الْمُقَيَّد لِكُلِّ مِسْكِين مُدّ مِنْ غَالِب قُوت الْبَلَد "ذَلِكَ" أَيْ التَّخْفِيف فِي الْكَفَّارَة "لِتُؤْمِنُوا بِاَللَّهِ وَرَسُوله وَتِلْكَ" أَيْ الْأَحْكَام الْمَذْكُورَة "حُدُود اللَّه وَلِلْكَافِرِينَ" أَيْ وَلِلْكَافِرِينَ بِهَا "عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم،

پھر جسے غلام یا باندی میسر نہ ہو تو دو ماہ متواتر روزے رکھنا لازم ہے قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مَس کریں، پھر جو شخص اس روزوں کی بھی طاقت نہ رکھے تو جماع سے قبل ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا لازم ہے، یہاں مطلق کو مقید پر محمول کیا گیا ہے۔اور وہ ہر مسکین کیلئے شہر کے غالب پیمانے کے مطابق ایک صاع ہے۔یہ یعنی کفارے میں تخفیف اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھو۔اور یہ ذکر کردہ احکام اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔یعنی تکلیف پہنچانے والا عذاب ہے۔

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ ایک مسکین کو ساٹھ دن تک دونوں وقت کھلایا یا ہر روز بقدر صدقہ فطر اُسے دیدیا جب بھی ادا ہوگیا اور اگر ایک ہی دن میں ایک مسکین کو سب دیدیا ایک دفعہ میں یا ساٹھ دفعہ کر کے یا اُس کو سب بطور لباحت دیا تو صرف اُس ایک دن کا ادا ہوا۔ یونہی اگر تیس مساکین کو ایک ایک صاع گیہوں دیے یا دو دو صاع جَو تو صرف تیس کو دینا قرار پائیگا یعنی تیس مساکین کو پھر دینا پڑے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ ایک دن میں دیے ہوں۔

اور دو دنوں میں دیے تو جائز ہے۔ ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع گیہوں دیے تو ضرور ہے کہ ان میں ہر ایک کو اور پاؤ پاؤ صاع دے اور اگر ان کی عوض میں اور ساٹھ مساکین کو پاؤ پاؤ صاع دیے تو کفارہ ادا نہ ہوا۔ ایک سو بیس مساکین کو ایک وقت کھانا کھلا دیا تو کفارہ ادا نہ ہوا بلکہ ضرور ہے کہ ان میں سے ساٹھ کو پھر ایک وقت کھلائے خواہ اُسی دن یا کسی دوسرے دن اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مساکین کو دونوں وقت کھلائے۔ (درمختار، کتاب طلاق، باب ظہار)

## روزوں پر عدم قدرت کے اعتبار میں فقہی مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کے نزدیک روزوں پر قادر نہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آدمی یا تو بڑھاپے کی دلیل سے قادر نہ ہو، یا مرض کے سبب سے، یا اس سبب سے کہ وہ مسلسل دو مہینے تک مباشرت سے پرہیز نہ کر سکتا ہو اور اسے اندیشہ ہو کہ اس دوران میں کہیں بے صبری نہ کر بیٹھے۔ ان تینوں عذرات کا صحیح ہونا اس احادیث سے ثابت ہے جو اوس بن صامت انصاری اور سلمہ بن صخر بیاضی کے معاملہ میں وارد ہوئی ہیں۔ البتہ مرض کے معاملہ میں فقہاء کے درمیان تھوڑا سا اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ مرض کا عذر اس صورت میں صحیح ہوگا جب کہ یا تو اس کے زائل ہونے کی امید نہ ہو، یا روزوں سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ شافعیہ کہتے ہیں کہ اگر روزوں سے ایسی شدید مشقت لاحق ہوتی ہو جس سے آدمی کو یہ خطرہ ہو کہ دو مہینے کے دوران میں کہیں سلسلہ منقطع نہ کرنا پڑے، تو یہ عذر بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ مالکیہ کہتے ہیں کہ اگر آدمی کا گمان غالب یہ ہو کہ وہ مستقبل میں روزہ رکھنے کے قابل ہو سکے گا تو انتظار کر لے، اور اگر گمان غالب اس قابل نہ ہو سکنے کا ہو تو مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔ حنابلہ کہتے ہیں کہ روزے سے مرض بڑھ جانے کا اندیشہ بالکل کافی عذر ہے۔ کھانا صرف ان مساکین کو دیا جا سکتا ہے جن کا نفقہ آدمی کے ذمہ واجب نہ ہوتا ہو۔

حنفیہ کہتے ہیں کہ کھانا مسلمان اور ذمی، دونوں قسم کے مساکین کو دیا جا سکتا ہے، البتہ حربی اور مستامن کفار کو نہیں دیا جا سکتا۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ صرف مسلمان مساکین ہی کو دیا جا سکتا ہے۔

یہ امر متفق علیہ ہے کہ کھانا دینے سے مراد دو وقت کا پیٹ بھر کھانا دینا ہے۔ البتہ کھانا دینے کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ دو وقت کی شکم سیری کے قابل غلہ دے دینا، یا کھانا پکا کر دو وقت کھلا دینا، دونوں یکساں صحیح ہیں، کیونکہ قرآن مجید میں اطعام کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی خوراک دینے کے بھی ہیں اور کھلانے کے بھی۔ مگر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ پکا کر کھلانے کو صحیح نہیں سمجھتے بلکہ غلہ دے دینا ہی ضروری قرار دیتے ہیں غلہ دینے کی صورت میں یہ امر متفق علیہ ہے کہ وہ غلہ دینا چاہیے جو اس شہر یا علاقے کے لوگوں کی عام غذا ہو۔ اور سب مسکینوں کو برابر دینا چاہیے۔

حنفیہ کے نزدیک اگر ایک ہی مسکین کو 60 دن تک کھانا دیا جائے تو یہ بھی صحیح ہے، البتہ یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک ہی دن اسے 60 دنوں کی خوراک دے دی جائے۔ لیکن باقی تینوں مذاہب ایک مسکین کو دینا صحیح نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک 60 ہی مساکین کو دینا ضروری ہے۔ اور یہ بات چاروں مذاہب میں جائز نہیں ہے کہ 60 آدمیوں کو ایک وقت کی خوراک اور دوسرے 60 آدمیوں کو دوسرے وقت کی خوراک دی جائے۔

## کفارے کی عدم تجزی میں فقہی مذاہب اربعہ

یہ بات چاروں مذاہب میں سے کسی میں جائز نہیں ہے کہ آدمی 30 دن کے روزے رکھے اور 30 مسکینوں کو کھانا دے۔ دو کفارے جمع نہیں کیے جاسکتے۔ روزے رکھنے ہوں تو پورے دو مہینوں کے مسلسل رکھنے چاہییں۔ کھانا کھلانا ہو تو 60 مسکینوں کو کھلایا جائے۔

اگرچہ قرآن مجید میں کفارہ طعام کے متعلق یہ الفاظ استعمال نہیں کیے گئے ہیں کہ یہ کفارہ بھی زوجین کے ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا ہونا چاہیے، لیکن فحوائے کلام اس کا مقتضی ہے کہ اس تیسرے کفارے پر بھی اس قید کا اطلاق ہوگا۔ اسی لیے ائمہ اربعہ نے اس کو جائز نہیں رکھا ہے کہ کفارہ طعام کے دوران میں آدمی بیوی کے پاس جائے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ جو شخص ایسا کر بیٹھے اس کے متعلق حنابلہ یہ حکم دیتے ہیں کہ اسے ازسر نو کھانا دینا ہوگا۔ اور حنفیہ اس معاملہ میں رعایت کرتے ہیں، کیونکہ اس تیسرے کفارے کے معاملے میں مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کی صراحت نہیں ہے اور یہ چیز رعایت کی گنجائش دیتی ہے۔

یہ احکام فقہ کی حسب ذیل کتابوں سے اخذ کیے گئے ہیں:: ھدایہ۔ فتح القدیر۔ بدایع الصنائع۔ احکام القرآن للجصاص۔ فقہ شافعی: المنهاج للنوَوِی مع شرح مغنی المحتاج۔ تفسیر کبیر۔ فقہ مالکی: حادیة الد سَوقی علی اشرح الکبری۔ هدایة المجتهد۔ احکام القرآن ابن عربی۔ فقہ حنبلی: المغنی لا بن قدامہ۔ فقہ ظاہری: المحلّیٰ لا بن حزْم۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ |
| وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۟ |
| بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان |
| سے پہلے لوگ ذلیل کئے جا چکے ہیں اور بیشک ہم نے واضح آیتیں نازل فرما دی ہیں، اور کافروں کے لئے ذلت انگیز عذاب ہے۔ |

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والوں کیلئے ذلت کا بیان

"إنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ" يُخَالِفُونَ "اللَّه وَرَسُوله كُبِتُوا" أُذِلُّوا "كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ" فِي مُخَالَفَتهمْ رُسُلهمْ "وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَات بَيِّنَات" دَالَّة عَلَى صِدْق الرَّسُول "وَلِلْكَافِرِينَ" بِالْآيَاتِ "عَذَاب مُهِين" ذُو إهَانَة،

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل کئے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل کئے جا چکے ہیں جنہوں نے رسولان گرامی کی مخالفت کی تھی۔ اور بیشک ہم نے واضح آیات نازل فرما دی ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل ہیں۔ اور کافروں یعنی آیات کا انکار کرنے والوں کے لئے ذلت انگیز عذاب ہے۔ یعنی اہانت والا عذاب ہے۔

## رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے کیلئے رسوائی کا بیان

فرمان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے اور احکام شرع سے سرتابی کرنے والے ذلت ادبار نحوست اور پھٹکار کے لائق ہیں جس طرح ان سے اگلے انہی اعمال کے باعث برباد اور رسوا کر دیئے گئے، اسی طرح واضح، اس قدر ظاہر، اتنی صاف اور ایسی کھلی ہوئی آیتیں بیان کر دی ہیں اور نشانیاں ظاہر کر دی ہیں کہ سوائے اس کے جس کے دل میں سرکشی ہو کوئی ان سے انکار نہیں سکتا اور جو ان کا انکار کرے وہ کافر ہے اور ایسے کفار کیلئے یہاں کی ذلت کے بعد وہاں کے بھی اہانت والے عذاب ہیں، یہاں ان کے تکبر نے اللہ کی طرف جھکنے سے روکا وہاں اس کے بدلے انہیں بے انتہا ذلیل کیا جائے گا، خوب روندا جائے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا اور جو بھلائی برائی جس کسی نے کی تھی اس سے اسے آگاہ کرے گا۔ گو یہ بھول گئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے تو اسے یاد رکھا تھا اس کے فرشتوں نے اسے لکھ رکھا تھا۔ نہ تو اللہ پر کوء چیز چھپ سکے نہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو بھولے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مجادلہ، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ |
| جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انہیں بتائے گا جو انھوں نے کیا۔ اللہ نے اسے محفوظ رکھا |
| اور وہ اسے بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ |

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

یوم: اذکر فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یاد کر جس دن یبعثھم: مضارع واحد مذکر غائب۔ بعث (باب فتح) مصدر۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (جس دن) وہ ان کو اٹھائے گا۔ (یعنی دوبارہ زندہ کرکے ان کو اٹھا کھڑا کرے گا قیامت کے دن (ینبئھم مضارع واحد مذکر غائب تنبیہ (تفعل) مصدر۔ وہ بتادے گا۔ وہ خبر دیدے گا۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

احصہ اللہ۔ احصی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب احصاء (افعال) مصدر۔ بمعنی شمار کرنا۔ گننا۔ محفوظ کر لینا۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع ما عملوا ہے احصاء (افعال) حصا سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ چونکہ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کرتے تھے اس لئے شمار کرنے اور محفوظ کرنے کے لئے احصاء بولا جانے لگا۔

احصی افعل التفضیل کا صیغہ بھی ہے بمعنی خوب گننے والا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔ واحصی لما لبثوا امدہ دونوں

جماعتوں میں سے ان کے غار میں رہنے کی مدت کو بہتر کون جاننے والا ہے۔ ونسوہ جملہ حالیہ ہے جبکہ وہ اسے بھلا چکے تھے۔
واللہ علی کل شیء شہید، جملہ اعتراضیہ ہے اللہ تعالیٰ کا ان کے اعمال کو بخوبی گن کر محفوظ کر لینے کی تائید میں لایا گیا ہے۔ شہید بمعنی شاہد یعنی وہ ہر شے پر مطلع ہے۔ کوئی شے اس سے غائب نہیں۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ |
| رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا |
| كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ |
| کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی |
| مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے |
| ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## سرگوشیوں کا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہونے کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَعْلَم "اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوَاتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَجْوٰى ثَلَاثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ" اَيْ بِعِلْمِهِ،

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ کوئی تین آدمیوں کی کوئی سرگوشی نہیں ہوتی مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے یعنی اس کے علم میں ہے۔ اور نہ کوئی پانچ آدمیوں کی مگر وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے اور نہ اس سے کم ہوتے ہیں اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے، جہاں بھی ہوں، پھر وہ انھیں قیامت کے دن بتائے گا جو کچھ انھوں نے کیا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

یعنی صرف ان کے اعمال ہی پر کیا منحصر ہے، اللہ کے علم میں تو آسمان وزمین کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے۔ کوئی مجلس، کوئی سرگوشی اور کوئی خفیہ سے خفیہ مشورہ نہیں ہوتا جہاں اللہ اپنے علم محیط کے ساتھ موجود نہ ہو جہاں تین آدمی چھپ کر مشورہ کرتے ہوں نہ سمجھیں کہ وہاں کوئی چوتھا نہیں سن رہا۔ اور پانچ کی کمیٹی خیال نہ کرے کہ کوئی چھٹا سننے والا نہیں۔ خوب سمجھ لو تین ہوں یا پانچ یا اس سے کم زیادہ، کہیں ہوں، کسی حالت میں ہوں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے علم محیط سے ان کے ساتھ ہے کسی وقت ان سے جدا نہیں۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ |
| وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ |
| لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |

| |
|---|
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیوں سے منع کیا گیا تھا پھر وہ لوگ وہی کام کرنے لگے جس سے روکے گئے تھے اور |
| وہ گناہ اور سرکشی اور نافرمانی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے متعلق سرگوشیاں کرتے ہیں اور جب آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں |
| تو آپ کو ان کلمات کے ساتھ سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ ہمیں ان پر |
| عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ انہیں دوزخ ہی کافی ہے، وہ اسی میں داخل ہوں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## یہود و منافقین کو سرگرشیوں سے منع کرنے کا بیان

"أَلَمْ تَرَ" تَنْظُر "إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنْ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَان وَمَعْصِيَة الرَّسُول" هُمْ الْيَهُود نَهَاهُمْ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَمَّا كَانُوا يَفْعَلُونَ مِنْ تَنَاجِيهِمْ أَيْ تَحَدُّثهمْ سِرًّا نَاظِرِينَ إلَى الْمُؤْمِنِينَ لِيُوقِعُوا فِي قُلُوبهمْ الرِّيبَة "وَإِذَا جَاءُوك" أَيُّهَا النَّبِيّ "حَيَّوْك بِمَا لَمْ يُحَيِّك بِهِ اللَّه" وَهُوَ قَوْلهمْ: السَّام عَلَيْك أَيْ الْمَوْت "وَيَقُولُونَ فِي أَنْفُسهمْ لَوْلَا" هَلَّا "يُعَذِّبنَا اللَّه بِمَا نَقُول" أَيْ بِمَا نَقُول مِنْ التَّحِيَّة وَأَنَّهُ لَيْسَ بِنَبِيٍّ إنْ كَانَ نَبِيًّا "حَسْبهمْ جَهَنَّم يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ،

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیوں سے منع کیا گیا تھا پھر وہ لوگ وہی کام کرنے لگے جس سے روکے گئے تھے اور وہ گناہ اور سرکشی اور نافرمانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ یہود تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا کیونکہ وہ خاموشی خاموشی سے اہل ایمان کی طرف دیکھتے ہوئے باتیں کرتے تھے تا کہ ان کو شک میں ڈالیں۔ یا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو آپ کو ان نازیبا کلمات کے ساتھ سلام کرتے ہیں جن سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا یعنی ان کا قول السام علیک کہ آپ پر موت طاری ہو۔ اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اگر یہ رسول سچے ہیں تو اللہ ہمیں ان باتوں پر عذاب کیوں نہیں دیتا جو ہم کہتے ہیں؟ لہٰذا یہ نبی نہیں ہیں۔ انہیں دوزخ کا عذاب ہی کافی ہے، وہ اسی میں داخل ہوں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

## سورت مجادلہ آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس آیا اور کہا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ (یعنی تم پر موت آئے) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اسے جواب دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کہا؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے سلام کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انہیں بلکہ اس نے ایسی بات کہی ہے اسے میرے پاس لاؤ۔

جب اسے لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تم نے السَّامُ عَلَيْكُمْ کہا۔ اس نے کہا کہ ہاں السَّامُ عَلَيْكُمْ کہا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اہل کتاب میں سے جو بھی سلام کرے اسے یہ جواب دیا کرو کہ عَلَيْكَ مَا قُلْتَ یعنی جو تم نے کہا تم ہی پر ہو) پھر یہ آیت پڑھی (وَإِذَا جَاءُوكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللَّهُ ، اور جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسے لفظوں سے سلام کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام نہیں دیا اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ اس پر کیوں عذاب نہیں دیتا جو ہم کر رہے ہیں)۔
یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1248)

حضرت ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہود اور منافقین کے متعلق نازل ہوئی اور یہ مسلمانوں کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے اور مومنین کی طرف دیکھتے اور انہیں اپنی آنکھوں سے اشارے کرتے جب مومن انہیں سرگوشیاں کرتے دیکھتے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں ہمارے رشتہ داروں اور ساتھیوں کے متعلق جو جہاد میں نکلے تھے قتل، موت، مصیبت یا شکست کی خبر پہنچی ہے شاید یہ بات ان کے دل میں آتی ہے اور انہیں اس وجہ سے غم ہوتا ہے وہ مسلسل یہی کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کے ساتھی اور رشتہ دار واپس آ گئے جب زیادہ عرصہ گزر گیا اور ان کی یہ حرکت مزید بڑھ گئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ نے انہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشیاں کرنے سے منع فرمایا لیکن وہ اس سے باز نہ آئے اور سرگوشیاں کرنے پر مصرر ہے تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(نیسابوری 339، ترمذی 3301)

امام ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات کو حاضر ہوتے کہ اگر کوئی کام کاج ہو تو کریں، ایک رات کو باری والے آ گئے اور کچھ اور لوگ بھی بہ نیت ثواب آ گئے چونکہ لوگ زیادہ جمع ہو گئے تو ہم ٹولیاں ٹولیاں بن کر ادھر ادھر بیٹھ گئے اور ہر جماعت آپس میں باتیں کرنے لگی، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا یہ سرگوشیاں کیا ہو رہی ہیں؟ کیا تمہیں اس سے روکا نہیں گیا؟

ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہماری توبہ ہم مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے کیونکہ اس سے کھٹکا لگا رہتا ہے، آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ خوف کی چیز بتاؤں وہ پوشیدہ شرک ہے اس طرح کہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہو اور دوسروں کے دکھانے کیلئے کوئی دینی کام کرے۔

(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مجادلہ، بیروت)

اہل ایمان کے خلاف نقصان دہ سرگوشی کرنے کی ممانعت کا بیان

| |
|---|
| یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ |
| وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ۝ |
| اے ایمان والو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ اور ظلم و سرکشی اور نافرمانی رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| کی سرگوشی نہ کیا کرو اور نیکی اور پرہیز گاری کی بات ایک دوسرے کے کان میں کہہ لیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو |
| جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ |

پھر اللہ تعالیٰ مومنوں کو ادب سکھاتا ہے کہ تم ان منافقوں اور یہودیوں کے سے کام نہ کرنا تم گناہ کے کاموں اور حد سے گزر جانے اور نبی کے نہ ماننے کے مشورے نہ کرنا بلکہ تمہیں ان کے برخلاف نیکی اور اپنے بچاؤ کے مشورے کرنے چاہئیں۔ تمہیں ہر وقت اس اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے جس کی طرف تمہیں جمع ہونا ہے، جو اس وقت تمہیں ہر نیکی بدی کی جزا سزا دے گا اور تمام اعمال واقوال سے متنبہ کرے گا گو تم بھول گئے لیکن اس کے پاس سب محفوظ اور موجود ہیں۔

حضرت صفوان فرماتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر کا ہاتھ تھامے ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور پوچھا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مومن کی جو سرگوشی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ہوگی اس کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب بلائے گا اور اس قدر قریب کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور لوگوں سے اسے پردے میں کر لے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرائے گا اور پوچھے گا یاد ہے؟ فلاں گناہ تم نے کیا تھا فلاں کیا تھا فلاں کیا تھا یہ اقرار کرتا جائے گا اور دل دھڑک رہا ہوگا کہ اب ہلاک ہوا۔

اتنے میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھ دنیا میں بھی میں نے تیری پردہ پوشی کی اور آج بھی میں نے بخشش کی، پھر اسے اس کی نیکیوں کا نامہ اعمال دیا جائے گا لیکن کافر و منافق کے بارے میں تو گواہ پکار کر کہہ دیں گے کہ یہ اللہ پر جھوٹ بولنے والے لوگ ہیں خبردار ہو جاؤ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (بخاری ومسلم)

| |
|---|
| اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا |
| اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝ |
| یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم |
| کے بغیر انھیں ہرگز کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اور پس لازم ہے کہ مومن اللہ ہی پر بھروسا کریں۔ |

## سرگوشیوں میں گناہ اور شیطان ہونے کا بیان

"إِنَّمَا النَّجْوَى" بِالْإِثْمِ وَنَحْوِه أَيِ النَّجْوَى بِالْإِثْمِ وَنَحْوِه "مِنَ الشَّيْطَانِ" بِغُرُورِهِ "لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ" هُوَ "بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ" أَيْ إِرَادَتِه،

یہ سرگوشی تو شیطان ہی کی طرف سے ہے، یعنی گناہ وغیرہ سے ہے۔ تاکہ وہ یعنی شیطان ان لوگوں کو غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم یعنی اس کے ارادے کے بغیر انھیں ہرگز کوئی نقصان پہنچانے والا نہیں اور پس لازم ہے کہ مومن اللہ ہی پر بھروسا کریں۔

پھر فرمان ہے کہ اس قسم کی سرگوشی جس سے مسلمان کو تکلیف پہنچے اور اسے بدگمانی ہو شیطان کی طرف سے ہے شیطان ان منافقوں سے یہ کام اس لئے کراتا ہے کہ مومنوں کو غم و رنج ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی شیطان یا کوئی اور انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، جسے کوئی ایسی حرکت معلوم ہو اسے چاہئے کہ اعوذ پڑھے اللہ کی پناہ لے اور اللہ پر بھروسہ رکھے انشاء اللہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ ایسی کانا پھوسی جو کسی مسلمان کو ناگوار گزرے، حدیث میں بھی منع آئی ہے،

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تین آدمی ہوں تو وہ آدمی ایک کو چھوڑ کو آپس میں سرگوشی نہ کریں۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1197)

## یہود کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لفظ سلام کو بگاڑ کر کہنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن یہودی کی ایک جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی چنانچہ ان کو اجازت دے دی گئی اور جب وہ آپ کے پاس آئے تو کہا کہ بلکہ تمہیں موت آئے اور تم پر لعنت ہو آنحضرت نے فرمایا عائشہ! اللہ تعالیٰ محبت و نرمی کرنے والا ہے۔

اور ہر کام میں محبت و نرمی کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کیا کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے سلام کے بجائے کیا لفظ کہا ہے؟ آنحضرت نے فرمایا بیشک میں نے سنا ہے اور میں نے اُن کے جواب میں کہا ہے کہ وعلیکم اور ایک روایت میں یہ لفظ علیکم ہے یعنی واوٗ کا ذکر نہیں ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 572)

اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ایک دن کچھ یہودی نبی کریم کے پاس آئے اور انہوں نے السلام علیکم کہنے کے بجائے یہ کہا کہ السام علیکم آنحضرت نے ان کے جواب میں فرمایا وعلیکم۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہودیوں کی یہ بدتمیزی مجھ سے برداشت نہ ہوئی اور میں نے ان کے جواب میں کہا کہ تمہیں موت آئے اور تم پر اللہ کی لعنت ہو اور تم پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔ آنحضرت نے جب میری زبان سے ایسے الفاظ سنے تو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رک جاؤ! تمہیں نرمی اختیار کرنی چاہیے نیز سخت گوئی اور لچر باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا لفظ کہا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کیا تم نے نہیں سنا کہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے میں نے اس پر کیا جواب دیا ہے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے حق میں میری دعا یا دعائے ضرر تو قبول ہوتی ہے لیکن میرے حق میں ان کی دعا یا بد دعا قبول نہیں ہوتی اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تم لچر باتیں کرنے والی مت بنو کیونکہ اللہ تعالیٰ لچر باتوں کو اور بہ تکلف لچر باتیں بنانے کو پسند نہیں کرتا۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ |
| لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا |
| الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ |
| اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو اللہ تمہیں کشادگی عطا فرمائے گا |
| اور جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ تو تم کھڑے ہو جایا کرو، اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے |
| ایمان لائے اور جنہیں علم سے نوازا گیا، اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔ |

## مجالس میں کشادگی پیدا کرنے کے حکم کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا" تَوَسَّعُوا "فِي الْمَجْلِس" مَجْلِس النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالذِّكْر حَتَّى يَجْلِس مَنْ جَاءَكُمْ وَفِي قِرَاءَة الْمَجَالِس "فَافْسَحُوا يَفْسَح اللَّه لَكُمْ" فِي الْجَنَّة "وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا" قُومُوا إِلَى الصَّلَاة وَغَيْرهَا مِنْ الْخَيْرَات "فَانْشُزُوا" وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الشِّين فِيهِمَا "يَرْفَع اللَّه الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ" بِالطَّاعَةِ فِي ذَلِكَ "وَ" يَرْفَع "الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْم دَرَجَات" فِي الْجَنَّة ،

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو تو کشادہ ہو جایا کرو یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یا مجلس ذکر میں، ایک قرأت کے مطابق مجالس آیا ہے۔ اللہ تمہیں جنت میں کشادگی عطا فرمائے گا اور جب کہا جائے نماز اور خیرات وغیرہ کی طرف کھڑے ہو جاؤ تو تم کھڑے ہو جایا کرو، یہاں پر لفظ انشزوا ایک قرأت کے مطابق شین کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ اللہ ان لوگوں کے درجات بلند فرما دے گا جو تم میں سے ایمان لائے یعنی اس حکم میں طاعت اختیار کی۔ اور جنہیں علم سے نوازا گیا، ان کے درجے جنت میں بلند فرماتا ہے۔ اور اللہ ان کاموں سے جو تم کرتے ہو خوب آگاہ ہے۔

## سورت مجادلہ آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چبوترے میں تھے جگہ کچھ تنگ تھی اور یہ جمعہ کا دن تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

عادت شریفہ تھی کہ آپ مہاجرین وانصار میں سے اہل بدر کا اکرام فرماتے چنانچہ کچھ بدری صحابہ آئے جبکہ مجلس ان سے پہلے پر ہو چکی تھی یہ نبی کے سامنے اپنے قدموں پر ہی اس انتظار میں رہے کہ ان کے لیے مجلس میں جگہ بنائی جائے لیکن ایسا نہ کیا گیا یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزری آپ نے اپنے گرد اہل بدر کے علاوہ لوگوں سے کہا اے فلاں تم کھڑے ہو جاؤ اور آپ نے مجلس میں بدری صحابہ جو کھڑے تھے کے بقدر افراد کو مجلس سے اٹھا دیا اور اس بات سے ان افراد کو جنہیں مجلس سے اٹھا گیا تھا کافی ناگوار گزری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں پر بھی کراہت کے آثار کا مشاہدہ فرمالیا منافقین نے مسلمانوں سے کہا تم تو کہتے تھے کہ تمہارے نبی لوگوں کے درمیان عدل کرتے ہیں اللہ کی قسم ان کے ساتھ تمہارے نبی عدل نہیں کرتے یہ لوگ مجلس میں پہلے آئے اور بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے مشتاق تھے انہیں اٹھا دیا اور دیر سے آنے والوں کو ان کی جگہ پر بٹھا دیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (نیسابوری 339 سیوطی 286، درمنثور 6۔184، ابن کثیر 324، قرطبی 17۔296)

## دوسرے مسلمان بھائی کیلئے مجلس میں جگہ کشادہ کرنے کا بیان

حضرت واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا جب کہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جگہ دینے کے لئے اپنی جگہ سے حرکت کی اور ایک طرف کھسک گئے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ مکان میں جگہ بیٹھنے کی کافی کشادہ ہے میں کہیں بھی بیٹھ جاؤں گا آپ نے میرے لئے اپنی جگہ سے حرکت کرنے اور کھسکنے کی زحمت کیوں گوارا فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مسلمان کا حق ہے کہ جب اس کو اس کا مسلمان بھائی مجلس میں یا اپنے پاس آتا دیکھے تو جگہ کی فراخی وتنگی سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے لئے اپنی جگہ چھوڑ دے اور ایک طرف کو کھسک جائے یعنی آنے والے کے لئے اپنی جگہ سے حرکت کرنا اور کھسک جانا دراصل اس کا اکرام واعزاز ہے اور ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی پر اس اکرام واعزاز کا بجا طور پر حق رکھتا ہے اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 644)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایسا نہ ہونا چاہیے کہ جو آدمی جس جگہ بیٹھ گیا ہو کوئی شخص اس کو وہاں سے اٹھا کر خود اس جگہ بیٹھ جائے، البتہ بیٹھنے کی جگہ کو کشادہ رکھو اور آنے والے کو جگہ دو تا کہ اٹھانے کی حاجت نہ پڑے۔ (بخاری، مسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 634)

بعض حضرات نے یہ کہا کہ ولکن کے بعد لیقل کا لفظ مقدر ہے یعنی مفہوم کے اعتبار سے اصل عبارت یوں ہے کہ ولکن لیقل تفسحوا وتوسعوا، اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ کوئی شخص کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے) بلکہ اس سے یہ کہنا چاہیے کہ کشادگی کے ساتھ بیٹھو اور آنے والے کو جگہ دو۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ ممانعت نہی تحریمی کے طور پر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ پہلے پہنچ کر بیٹھ جائے جو کسی کے لئے مخصوص نہیں ہے مثلاً جمعہ وغیرہ کے دن مسجد وغیرہ میں پہلے پہنچ جائے اور آگے کی صف میں بیٹھ جائے یا اس کے علاوہ کسی اور مجلس میں پہلے پہنچ کر کسی عام جگہ پر بیٹھ جائے تو اس جگہ بیٹھنے کا سب

سے بڑا حق دار وہی ہوگا دوسرے کسی شخص کے لئے یہ حرام ہوگا کہ وہ اس شخص کو اس جگہ سے اٹھا کر وہاں خود بیٹھ جائے۔

## عارضی پر طور پر جگہ چھوڑنے والے کیلئے حق مجلس کا بیان

حضرت سعید ابن ابوالحسن، جو ایک جلیل القدر اور ثقہ تابعی ہیں اور حضرت حسن بصری کے بھائی ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس ایک ایسے مقدمہ میں گواہی دینے کے لئے تشریف لائے جس میں وہ گواہ تھے ایک شخص اس کے احترام میں اپنی جگہ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تا کہ وہ اس جگہ بیٹھ جائیں لیکن انہوں نے اس جگہ پر بیٹھنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یعنی آپ نے اس جگہ پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے جہاں کوئی شخص پہلے سے بیٹھا ہوا ہو اور عارضی طور پر اس جگہ سے اٹھ گیا ہو، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ کوئی آدمی کسی ایسے شخص کے کپڑے سے اپنے ہاتھ پونچھے جس کو اس نے کپڑا نہیں پہنایا۔ (ابوداود، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 639)

حدیث میں مذکور دوسری ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کھانے وغیرہ میں ہاتھ بھر گئے ہوں تو ان ہاتھوں کو کسی اجنبی کے کپڑے سے نہ پونچھے بلکہ ایسے کپڑے سے ہاتھ پونچھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے جس کو اس نے کپڑے پہنائے اور دیئے ہوں جیسے اپنی اولاد، یا غلام، یا خادم، وغیرہ اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس اجنبی کے کپڑے سے پونچھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں جو اس بات پر راضی ہو۔

اس پر حدیث کے پہلے جزو کے مسئلہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ کوئی شخص اس کے لئے اپنی جگہ سے بخوشی اٹھا ہے تو اس کی جگہ بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ اس آیت (تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ، المجادلہ:11) سے مفہوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اس پر حدیث بھی دلالت کرتی ہے۔ نیز اس طرح اور بہت سے منقولات ہیں جن سے یہ وضاحت مفہوم ہوتی ہے رہی یہ بات کہ جب وہ شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اپنی مرضی سے جگہ چھوڑ کر اٹھا تھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹھنے سے کیوں انکار کیا؟ تو ان کے انکار کا سبب یہ تھا کہ ان کو اس شخص کی رضامندی کے بارے میں شک ہوا ہوگا اور انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ شخص ازخود بطیب خاطر اپنی جگہ سے نہیں اٹھا ہے بلکہ کسی اور شخص کے کہنے سے اٹھا ہے یا شرم حضوری میں اٹھا ہے اور یا یہ کہ اس شخص کی رضامندی جاننے کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احتیاط وتقویٰ اسی میں دیکھا ہوگا کہ وہ اس کی جگہ پر نہ بیٹھیں یا انہوں نے ممانعت کی حدیث کو اطلاق پر محمول کیا ہوگا اور رضامندی کو بھی عدم ممانعت کا سبب نہیں سمجھتے ہوں گے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً |
| ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| اے ایمان والو! جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کوئی راز کی بات تنہائی میں عرض کرنا چاہو تو |

| |
|---|
| اپنی راز دارانہ بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات کرلیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے، |
| پھر اگر کچھ نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب کا بیان

"یَا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُول" أَرَدْتُمْ مُنَاجَاته "فَقَدِّمُوا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوَاکُمْ" قَبْلَھَا "وَأَطْھَر" لِذُنُوبِکُمْ "فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا" مَا تَتَصَدَّقُونَ بِهِ "فَإِنَّ اللّٰه غَفُور" لِمُنَاجَاتِکُمْ "رَحِیم" بِکُمْ یَعْنِی فَلَا عَلَیْکُمْ فِی الْمُنَاجَاة مِنْ غَیْر صَدَقَة ثُمَّ نَسَخَ ذٰلِكَ بِقَوْلِهِ:

اے ایمان والو! جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی راز کی بات تنہائی میں عرض کرنا چاہو تو اپنی راز دارانہ بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ وخیرات کرلیا کرو، تاکہ خطاء سے پاک ہو جاؤ یہ عمل تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے، پھر اگر خیرات کے لئے کچھ نہ پاؤ تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا ہے جو تم مناجات کرتے ہو۔ بہت رحم فرمانے والا ہے۔ یعنی تم پر لازم نہیں ہے بغیر صدقہ کے اس کے بعد اس حکم سے اس قول کے مطابق رجوع کرلیا۔

## سورت مجادلہ آیت ۱۲ کے شان نزول کا بیان

مقاتل بن حیان کہتے ہیں کہ یہ آیت اغنیاء کے بارے میں نازل ہوئی یہ لوگ نبی کے پاس آتے اور آپ کے کان میں بہت مرتبہ باتیں کرتے اور مجالس میں فقراء پر غالب آجاتے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا دیر تک بیٹھے رہنا اور کان میں گفتگو کرنا ناپسند ہوتا اور اس پر اللہ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور کان میں گفتگو سے پہلے صدقہ کا حکم دیا اب تنگ دست کے پاس تو مال نہ ہوا تو اور خوش حال لوگ بخل کرتے تو یہ نبی کے صحابہ پر شاق گزرا تو اللہ کی طرف سے رخصت نازل ہوئی۔ علی بن ابی طالب کہتے ہیں کہ کتاب اللہ میں ایک آیت ہے جس پر مجھ سے پہلے کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ میرے بعد اس پر کوئی عمل کرے گا وہ آیت یہ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ۔ میرے پاس ایک دینار تھا میں نے اسے بیچ دیا اور جب بھی میں نے نبی سے کان میں گفتگو کرنا ہوتی تو میں ایک درہم صدقہ کر دیتا یہاں تک کہ وہ دینار ختم ہو گئے پھر یہ آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہو گئی۔ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۔ (نیسابوری 340، سیوطی 287، زادالمسیر 8-194، ابن کثیر 4-326)

## سرگوشی کیلئے صدقہ دینے کا بیان

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ، اے ایمان والو جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دے لیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزہ بات ہے)۔ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے مشورہ لیا کہ صدقہ کی کتنی مقدار مقرر کی جائے، ایک دینار۔ میں نے عرض کیا کہ لوگ ایک دینار نہیں دے سکیں گے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نصف دینار۔ میں نے عرض کیا نصف دینار بھی نہیں دے سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر کتنی مقدار مقرر کی جائے۔ میں نے عرض کیا ایک جو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تو بہت کمی کرنے والے ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوتی۔(ءَ اَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰیكُمْ صَدَقٰتٍ ،کیا تم اپنی سرگوشی سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے۔ پھر جب تم نے نہ کیا اور اللہ نے تمہیں معاف بھی کر دیا تو (بس) نماز ادا کرو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور ایک جو سے مراد جو کے برابر سونا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1249)

| |
|---|
| ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فَاَقِیْمُوا |
| الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| کیا تنہائی و رازداری کے ساتھ بات کرنے سے قبل صدقات و خیرات دینے سے تم گھبرا گئے؟ پھر جب تم نے نہ کیا |
| اور اللہ نے تم سے باز پرس اٹھا لی تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم |
| کی اطاعت بجالاتے رہو، اور اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب آگاہ ہے۔ |

## حکم صدقہ کے لزوم و نسخ کا بیان

"أَأَشْفَقْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه أَيْ خِفْتُمْ مِنْ "أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْن يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَات" لِفَقْرٍ "فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا" الصَّدَقَة "وَتَابَ اللَّه عَلَيْكُمْ" رَجَعَ بِكُمْ عَنْهَا "فَأَقِيمُوا الصَّلَاة وَآتُوا الزَّكَاة وَأَطِيعُوا اللَّه وَرَسُوله" أَيْ دَاوِمُوا عَلَى ذَلِكَ

یہاں پر دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ ابدال ثانیہ بہ الف اور دونوں کی تسہیل جبکہ مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف لایا جائے اور ترک کے ساتھ بھی آیا ہے۔ کیا (بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں) تنہائی و رازداری کے ساتھ بات کرنے سے قبل صدقات و خیرات دینے سے تم گھبرا گئے؟ یعنی فقر کی وجہ سے پھر جب تم نے ایسا نہ کیا یعنی صدقہ نہ دیا اور اللہ نے تم سے باز پرس اٹھا لی یعنی یہ پابندی اٹھا دی تو اب نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت بجا لاتے رہو، یعنی اس پر دوام اختیار کرو۔ اور اللہ تمہارے سب کاموں سے خوب آگاہ ہے۔

## انتہائی قلیل مدت میں منسوخ ہونے والے حکم کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس میری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر تخفیف کر دی، ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں مسلمان برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رازداری کرنے سے پہلے صدقہ

نکالا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ کے حکم نے اسے اٹھادیا، آپ فرماتے ہیں صحابہ نے کثرت سے سوالات کرنے شروع کردیئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دے کر آپ پر تخفیف کردی کیونکہ اب لوگوں نے سوالات چھوڑ دیئے، پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کشادگی کردی اور اس حکم کو منسوخ کردیا۔

عکرمہ اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے، حضرت قتادہ اور حضرت مقاتل بھی یہی فرماتے ہیں، حضرت قتادہ کا قول ہے کہ صرف دن کی چند ساعتوں تک یہ حکم رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ صرف میں ہی عمل کرسکا تھا اور دن کا تھوڑا ہی حصہ اس حکم کو نازل ہوئے تھا کہ منسوخ ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مجادلہ، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ |
| وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۝ |
| کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو ایسی جماعت کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں جن پر اللہ نے غضب فرمایا، |
| نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ |

## منافقین کی یہود سے دوستیوں کا بیان

"أَلَمْ تَرَ" تَنْظُر "إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا" هُمُ الْمُنَافِقُونَ "قَوْمًا" هُمُ الْيَهُود "غَضِبَ اللّٰه عَلَيْهِمْ مَا هُمْ" أَيْ الْمُنَافِقُونَ "مِنْكُمْ" مِنَ الْمُؤْمِنِينَ "وَلَا مِنْهُمْ" مِنَ الْيَهُود بَلْ هُمْ مُذَبْذَبُونَ "وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِب" أَيْ قَوْلهمْ إِنَّهُمْ مُؤْمِنُونَ "وَهُمْ يَعْلَمُونَ" أَنَّهُمْ كَاذِبُونَ فِيهِ،

کیا آپ نے ان لوگوں یعنی منافقین کو نہیں دیکھا جو ایسی جماعت یعنی یہود کے ساتھ دوستی رکھتے ہیں جن پر اللہ نے غضب فرمایا، نہ وہ منافقین تم یعنی اہل ایمان میں سے ہیں اور نہ ان یہود میں سے ہیں بلکہ وہ شکوک شبہات میں رہنے والے ہیں۔ اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو مؤمن کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ اس میں جھوٹ بولنے والے ہیں۔

## سورت مجادلہ آیت ۲۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت عبداللہ ابن ابی اور عبداللہ بن نبتل منافق کے بارے میں نازل ہوئی جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف رکھتے تھے تو فرمایا کہ اب تمہارے پاس ایک ایسا شخص آنے والا ہے جس کا قلب قلب جبار ہے اور جو شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، اس کے بعد ہی عبداللہ بن نبتل منافق داخل ہوا جو نیلگوں چشم، گندم گوں، پست قد، خفیف اللحیہ تھا، آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی مجھے کیوں گالیاں دیتے ہو؟

اس نے حلف کھا کے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا، پھر اپنے ساتھیوں کو بھی بلالیا انہوں نے بھی یہ جھوٹا حلف کرلیا، حق تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے جھوٹ کی خبر دے دی۔ (تفسیر قرطبی، درمنثور، سورہ مجادلہ، بیروت)

حضرت ابن عباس بیان فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اپنے حجرے کے سائے میں تھے اور آپ کے پاس مسلمانوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی قریب تھا کہ سایہ ان سے سکڑ جائے آپ نے ان سے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک ایسا انسان آنے والا ہے جو شیطان کی آنکھ سے دیکھے گا جب وہ تمہارے پاس آئے تو تم اس سے بات نہ کرنا چنانچہ ایک نیلی آنکھوں والا شخص آیا اور آپ نے اسے بلایا اور اس سے گفتگو کی اور فرمایا تو اور تیرے ساتھی مجھے کس بات پر برا بھلا کہہ رہے ہیں آپ نے ان کے ساتھیوں کے نام بھی لیے۔ اور انہیں بلایا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھائی اور آپ کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

**يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَه كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ** ۔ جس دن خدا ان سب کو جلا اٹھائے گا تو جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں (اسی طرح) خدا کے سامنے قسمیں کھائیں گے اور خیال کریں گے (کہ ایسا کرنے سے) کام لے نکلے ہیں اور دیکھو یہ جھوٹے (اور برسر غلط) ہیں۔

(نیسابوری 341، مستدرک 2۔482، مسند احمد 1۔340، مجمع الزوائد 7۔122)

| |
|---|
| **اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ** |
| **جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝** |
| اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، بے شک یہ لوگ، برا ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں |
| کو ایک طرح کی ڈھال بنالیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا، سو ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ |

## منافقین کا جھوٹی قسمیں اٹھا کر اپنی جان و مال کو بچانے کا بیان

**"أَعَدَّ اللَّه لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ " مِنْ الْمَعَاصِي "اتَّخَذُوا أَيْمَانهمْ جُنَّة" سَتْرًا عَلَى أَنْفُسهمْ وَأَمْوَالهمْ "فَصَدُّوا" بِهَا الْمُؤْمِنِينَ "عَنْ سَبِيل اللَّه" أَيْ الْجِهَاد فِيهِمْ بِقَتْلِهِمْ وَأَخْذ أَمْوَالهمْ "فَلَهُمْ عَذَاب مُهِين" ذُو إِهَانَة،**

اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، بے شک یہ لوگ برا یعنی معصیت ہے جو کچھ کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے اپنی قسموں کو ایک طرح کی ڈھال بنالیا، تاکہ وہ اپنی جانوں اور اموال کو بچائیں۔ پس انھوں نے اہل ایمان کو اللہ کی راہ یعنی جہاد سے روکا، کہ کہیں وہ خود اس میں قتل ہو جائیں اور ان کے مال لے لئے جائیں گے۔ سو ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ یعنی توہین کرنے والا عذاب ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اتخذوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اتخاذ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔ انہوں نے اختیار کرلیا۔ ایمانہم مضاف

مضاف الیہ۔ اپنی قسموں کو۔ ایمان جمع ہے اس کا واحد یمین ہے۔ یمین کے معنی اصل میں تو وہ اپنے ہاتھ کے ہیں۔ معاہدہ کرنے والا حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے۔ یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے۔ جنۃ: سپر، ڈھال، آڑ، پردہ، جنن جمع ہے۔ جن سے مشتق ہے چونکہ ڈھال سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جنۃ کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے (اپنے بچاؤ کے لئے)۔ فصدوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صدو صدود (باب نصر) مصدر سے پھر خدا کی راہ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔ عذاب مھین: موصوف وصفت۔ مھین اسم فاعل واحد مذکر اھانۃ (افعال) مصدر۔ ذلیل وخوار کرنے والا۔

| |
|---|
| لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا ط اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ |
| ان کے اموال اللہ کے مقابلے میں ہرگز ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد۔ |
| یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ |

## منافقین کو مال واولاد کا عذاب الٰہی سے بچانہ سکنے کا بیان

"لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالهمْ وَلَا أَوْلَادهمْ مِنْ اللّٰه" مِنْ عَذَابه "شَيْئًا" مِنْ الْإِغْنَاء

ان کے اموال اللہ کے مقابلے میں ہرگز ان کے کسی کام نہ آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد۔ یعنی اس کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گے۔ یہ لوگ آگ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان ومال کو بچاتے ہیں اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرایہ میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پا سکتے۔ سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے اور جب سزا کا وقت آئے گا، اللہ کے ہاتھ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ نہ مال کام آئے گا اور نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں۔

| |
|---|
| يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ |
| اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ط اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ |
| جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں |
| کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر ہیں، سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔ |

## منافقین کی جھوٹی قسموں کا آخرت میں کام نہ آنے کا بیان

"يَوْم يَبْعَثهُمْ اللّٰه جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ" أَنَّهُمْ مُؤْمِنُونَ "كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَى شَيْء" مِنْ نَفْع حَلِفهمْ فِي الْآخِرَة كَالدُّنْيَا،

جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اس کے سامنے قسمیں کھائیں گے کہ وہ مؤمن ہیں۔ جس طرح تمھارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں اور گمان کریں گے کہ بے شک وہ کسی چیز پر قائم ہیں، یعنی جیسے دنیا میں جھوٹی قسموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی جھوٹی قسموں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔ سن لو! یقیناً وہی اصل جھوٹے ہیں۔

## منافق میں چار عادتیں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں چار باتیں ہوں گی وہ پورا منافق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جائے گی (تو سمجھ لو) اس میں نفاق کی ایک خصلت پیدا ہوئی تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے (اور وہ چار باتیں یہ ہیں) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب قول واقرار کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب جھگڑے تو گالیاں بکے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 51)

| |
|---|
| اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطٰنُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطٰنِ ؕ |
| اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطٰنِ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ○ |
| شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً |
| شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## منافقین کے گروہ کا شیطانی گروہ ہونے کا بیان

"اِسْتَحْوَذَ" اسْتَوْلَی "عَلَیْهِمُ الشَّیْطَان" بِطَاعَتِهِمْ لَهُ "فَأَنْسَاهُمْ ذِکْر اللّٰه أُولَئِکَ حِزْب الشَّیْطَان" أَتْبَاعه،

شیطان ان پر غالب آ گیا، سو اس نے انھیں اللہ کی یاد بھلا دی، کیونکہ انہوں نے شیطان کی اطاعت کی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ سن لو! یقیناً شیطان کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں یعنی اس کی اتباع کرنے والے ہیں۔ جو خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

## شیطان کے غالب آ جانے کا بیان

پھر فرماتا ہے ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے اور ان کے دل کو اپنی مٹھی میں کر لیا ہے یاد اللہ ذکر اللہ سے انہیں دور ڈال دیا ہے۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کسی بستی یا جنگل میں تین شخص بھی ہوں اور ان میں نماز نہ قائم کی جاتی ہو تو شیطان ان پر چھا جاتا ہے پس تو جماعت کو لازم پکڑے رہ، بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہو۔ حضرت سائب فرماتے ہیں یہاں مراد جماعت سے نماز کی جماعت ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ اللہ کے ذکر کو فراموش کرنے والے اور شیطان کے قبضے میں پھنس جانے والے شیطانی جماعت کے افراد

ہیں، شیطان کا یہ لشکر یقیناً نامراد اور زیاں کار ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مجادلہ، بیروت)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ○

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عداوت رکھتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔

## اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کیلئے ذلت کا بیان

"اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَادُّوْنَ" يُخَالِفُوْنَ "اللّٰهَ وَرَسُوْله أُولٰئِكَ فِي الْأَذَلِّيْنَ" الْمَغْلُوْبِيْنَ

بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھتے ہیں یعنی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔ یعنی وہ مغلوبین ہیں۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ جو لوگ حق سے برگشتہ ہیں ہدایت سے دور ہیں اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں احکام شرع کی اطاعت سے الگ ہیں یہ لوگ انتہا درجے کے ذلیل بیوقار اور خستہ حال ہیں، رحمت رب سے دور اللہ کی مہربانی بھری نظروں سے اوجھل اور دنیا و آخرت میں برباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فیصلہ کر چکا ہے بلکہ اپنی پہلی کتاب میں ہی لکھ چکا ہے اور مقدر کر چکا ہے جو تقدیر اور جو تحریر نہ مٹے نہ بدلے نہ اسے ہیر پھیر کرنے کی کسی میں طاقت، کہ وہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور اس کے مومن بندے دنیا اور آخرت میں غالب رہیں گے۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ○

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی قدرت کے غالب رہنے کا بیان

"كَتَبَ اللّٰهُ" فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظ أَوْ قَضَى "لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي" بِالْحُجَّةِ أَوْ السَّيْف

اللہ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے یا فیصلہ کر دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یعنی دلیل اور تلوار کے ساتھ غلبہ ہوگا۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔

یعنی تقدیر اور لوح محفوظ میں جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی یہ مضمون سورہ مومن میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ بات لکھنے والا، سب پر غالب اور نہایت زور آور ہے تو پھر اور کون ہے جو اس فیصلے میں تبدیلی کر سکے۔؟ مطلب یہ ہوا کہ یہ فیصلہ قدر محکم اور امر مبرم ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ

مِّنۡهُ ؕ وَ یُدۡخِلُهُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۝

آپ ان لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت ایمانی کا بیان

"لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ" يُصَادِقُونَ "مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا" أَيْ الْمُحَادُّونَ "آبَاءَهُمْ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ "أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ" بَلْ يَقْصِدُونَهُمْ بِالسُّوءِ وَيُقَاتِلُونَهُمْ عَلَى الْإِيمَانِ كَمَا وَقَعَ لِجَمَاعَةٍ مِنْ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ "أُولَئِكَ" الَّذِينَ لَا يُوَادُّونَهُمْ "كَتَبَ" أَثْبَتَ "فِي قُلُوبِهِمْ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ" بِنُورٍ "مِنْهُ" تَعَالَى "وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ" بِطَاعَتِهِ "وَرَضُوا عَنْهُ" بِثَوَابِهِ "أُولَئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ" يَتَّبِعُونَ أَمْرَهُ وَيَجْتَنِبُونَ نَهْيَهُ "أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" الْفَائِزُونَ،

آپ ان لوگوں کو جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ دشمنی رکھنے والے ان یعنی اہل ایمان کے باپ اور دادا ہوں یا بیٹے اور پوتے، بھائی یا قبیلے سے ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ بلکہ انہوں نے برائی کا ارادہ کیا ہے۔ جبکہ وہ ان سے ایمان کی وجہ سے لڑتے ہیں۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں واقعہ پیش آیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس اللہ نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح یعنی نور کے فیض خاص سے تقویت بخشی ہے، اور انہیں ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ والوں کی جماعت ہے، یعنی جو اللہ کے حکم کی اتباع کرتے ہیں اور منع کردہ کاموں سے رکتے ہیں۔ یاد رکھو! بیشک اللہ والوں کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

## سورت مجادلہ آیت ۲۲ کے شان نزول کا بیان

ابن جریج فرماتے ہیں کہ ابوقحافہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے زوردار تھپڑ رسید کیا جس کی وجہ سے وہ گر گیا پھر یہ بات آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے ایسا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا اب ایسا نہ کرنا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میرے قریب تلوار ہوتی تو میں اسے قتل کر دیتا اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ یہ آیت ابوعبیدہ بن جراح کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے اپنے باپ عبداللہ بن جراح کو غزوہ احد میں قتل کیا اور ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے بدر کے دن اپنے بیٹے کو مبارزہ کی دعوت دی انہوں نے کہا یا رسول اللہ مجھے جانے دیجیے تا کہ میں آگے لڑنے والی جماعت میں سے ہو جاؤں تو رسول اللہ نے فرمایا اے ابوبکر ابھی ہمیں اپنی ذات سے نفع اٹھانے دو کیا تم نہیں جانتے کہ تم میرے ہاں میرے کان اور آنکھ کے بمنزلہ ہو اور مصعب بن سعد کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے احد کے دن اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کر دیا۔

اور حضرت عمر کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو بدر کے دن قتل کیا اور حضرت علی اور حمزہ کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے ربیعہ کے بیٹوں اور عتبہ اور شیبہ کو اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کیا اور یہی اللہ کے اس فرمان میں ہے۔ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۔ خواہ وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ (نیسابوری 342، سیوطی 288، قرطبی 17-307)

## محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تقاضہ ایمان کا بیان

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی آدمی اس وقت تک (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 6)

محبت "ایک تو طبعی ہوتی ہے جیسے اولاد کو باپ کی یا باپ کو اولاد کی محبت۔ اس محبت کی بنیاد طبعی وابستگی و پسند اور فطری تقاضہ ہوتا ہے۔ اس میں عقلی یا خارجی ضرورت اور دباؤ کا دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف ایک محبت عقلی ہوتی ہے جو کسی طبعی و فطری وابستگی اور تقاضے کے تحت نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی عقلی ضرورت و مناسبت اور خارجی وابستگی کے تحت کی جاتی ہے۔ اس کی مثال مریض اور دوا ہے یعنی بیمار آدمی دوا کو اس لئے پسند نہیں کرتا کہ دوا لینا اس کا طبعی اور فطری تقاضہ ہے بلکہ یہ دراصل عقل کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر بیماری کو ختم کرنا ہے اور صحت عزیز ہے تو دوا استعمال کرنی ہوگی خواہ اس دوا کی تلخی اور کڑواہٹ کا طبیعت پر کتنا ہی بار کیوں نہ ہو، اسی طرح اگر کسی آدمی کے جسم کا کوئی حصہ پھوڑے پھنسی کے فاسد مادہ سے بھر گیا ہو تو وہ آپریشن کے لئے اپنے آپ کو کسی ماہر جراح اور سرجن کے حوالہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کی نظر میں آلات جراحی کی چمک دمک اچھی لگتی ہے یا اس کی طبیعت اپنے جسم کے اس حصہ پر نشتر

زنی کو پسند کرتی ہے، بلکہ یہ عقل و دانائی کا تقاضا ہوتا ہے کہ اگر جسم کو فاسد مادہ سے صاف کرنا ہے تو خود کو اس جراح یا سرجن کے حوالے کر دینا ضروری ہے۔ کسی چیز کو عقلی طور پر چاہنے اور پسند کرنے کی وہ کیفیت جس کو "عقلی محبت" سے تعبیر کرتے ہیں، بعض حالات میں اتنی شدید، اتنی گہری اور اتنی اہم بن جاتی ہے کہ بڑی سے بڑی طبعی محبت اور بڑے سے بڑے فطری تقاضے پر بھی غالب آجاتی ہے۔ پس یہ حدیث ذات رسالت سے جس محبت اور وابستگی کا مطالبہ کر رہی ہے۔

وہ علماء و محدثین کے نزدیک یہی "عقلی محبت" ہے لیکن کمال ایمان و یقین کی بنا پر یہ "عقلی محبت" اتنی پر اثر، اتنی بھر پور اور اس کی قدر جذباتی وابستگی کے ساتھ ہو کہ "طبعی محبت" پر غالب آجائے۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ہدایت اور کسی شرعی حکم کی تعمیل میں کوئی خونی رشتہ جیسے باپ کی محبت، اولاد کا پیار یا کوئی بھی اور طبعی تعلق رکاوٹ ڈالے تو اس ہدایت رسول اور شرعی حکم کو پورا کرنے کے لئے اس خون کے رشتے اور طبعی تقاضا و محبت کو بالکل نظر انداز کر دینا چاہیے، ایمانیات اور شریعت کے نقطہ نظر سے بہت بڑا مقام ہے اور یہ مقام اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جب ایمان و اسلام اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی کرنے والا اپنے نفس کو احکام شریعت اور ذات رسالت میں فنا کر دے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے علاوہ اس کا اور کوئی مقصد حیات نہ ہو۔

مثال کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان جاری ہوتا ہے کہ اہل ایمان جہاد کے لئے نکلیں، اس حکم کی تعمیل میں اہل ایمان، دشمنان دین سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں پہنچتے ہیں۔ جب دونوں طرف سے صف آرائی ہوتی ہے اور حریف فوجیں آمنے سامنے آتی ہیں تو کسی مسلمان کو اپنا لڑکا دشمن کی صف میں نظر آتا ہے اور کسی کو اپنا باپ۔ اب ایک طرف تو وہ طبعی محبت ہے، جو کیسے گوارا کرلے کہ اس کی تلوار اپنے باپ یا اپنی ہی اولاد کے خون سے رنگی جائے، دوسری طرف حکم رسول ہے کہ دشمن کا کوئی بھی فرد تلوار کی زد سے امان نہ پائے چاہے وہ اپنا باپ یا بیٹا کیوں نہ ہو، تاریخ کی ناقابل تردید صداقت گواہی دیتی ہے کہ ایسے نازک موقع پر اہل ایمان پل بھر کے لئے بھی ذہنی کشمکش میں مبتلا نہیں ہوتے، ان کو یہ فیصلہ کر لینے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں ہوتی کہ حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہ باپ کی محبت کوئی معنی رکھتی ہے نہ اولاد کی۔ اور پھر میدان جنگ میں باپ کی تلوار بے دریغ اپنی اولاد کا خون بہاتی نظر آتی ہے اور بیٹا اپنے باپ کو موقع نہیں دیتا کہ بچ کر نکل جائے۔

بہر حال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تکمیل ایمان کا مدار حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جس آدمی میں ذات رسالت سے اس درجہ کی محبت نہ ہو کہ اس کے مقابلہ پر دنیا کے بڑے سے بڑے رشتے، بڑے سے بڑے تعلق اور بڑی سے بڑی چیز کی محبت و چاہت بھی بے معنی ہو، وہ کامل مسلمان نہیں ہو سکتا، اگر چہ زبان اور قول سے وہ اپنے ایمان و اسلام کا کتنا ہی بڑا دعوی کرے۔

حضرت عمر فاروق کے بارہ میں منقول ہے کہ انہوں نے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا میں صرف اپنی جان کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں" یعنی دنیا کے اور تمام رشتوں اور چیزوں سے زیادہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھتا ہوں مگر اپنی جان سے زیادہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اس ذات کی قسم

جس کے قبضہ میری جان ہے تم اب بھی کامل مومن نہیں ہوئے اس لئے کہ یہ مرتبہ اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں"۔ ان الفاظ نبوت نے جیسے آن واحد میں حضرت عمر فاروق کے دل و دماغ کی دنیا تبدیل کر دی ہو، وہ بے اختیار بولے۔ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو خوشخبری سنائی کہ اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہوا اور تم پکے مومن ہو گئے۔" اور صرف عمر فاروق ہی نہیں، تمام صحابہ اسی کیفیت سے معمور اور حب رسول سے سرشار تھے، ان کی زندگیوں کا مقصد ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اشارہ ابرو پر اپنی جانوں کو نچھاور کر دینا تھا، بلاشبہ دنیا کا کوئی مذہب اپنے راہنما اور پیروؤں کے باہمی تعلق اور محبت کی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس بلاشک صحابہ کے لئے شمع کی سی تھی جس پر وہ پروانہ وار نچھاور ہونا ہی اپنی سعادت و خوش بختی تصور کیا کرتے تھے۔ اسلام کے اس دور کی شاندار تاریخ اپنے دامن میں بے شمار ایسے واقعات چھپائے ہوئے ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام اجمعین کی جذباتی وابستگی اور والہانہ محبت و تعلق کی شاندار غمازی کرتے ہیں۔

غزوہ احد کا واقعہ ہے۔ میدان جنگ میں جب معرکہ کارزار گرم ہوا اور حق کی مٹھی بھر جماعت پر باطل کے لشکر جرار نے پوری قوت اور طاقت سے حملہ کیا تو دیکھا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت کے شوہر، باپ اور بھائی تینوں نے جام شہادت پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر دیوانہ وار فدا ہو گئے، یہ دل دہلا دینے والی خبر اس عورت کو بھی پہنچائی گئی مگر اللہ پر ایمان کی پختگی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا اثر کہ بجائے اس کے کہ وہ عورت اپنے لواحقین کی شہادت پر نالہ وشیون اور ماتم و فریاد کرتی اس نے سب سے پہلے سوال کیا: "خدارا مجھے یہ بتاؤ کہ میرے آقا اور سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری جان قربان) تو بخیر ہیں؟۔ "لوگوں نے کہا۔ ہاں" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں" مگر اس سے اس کی تسکین نہ ہوئی اور بے تابانہ کہنے لگی: "اچھا چلو! میں اپنی آنکھوں سے دیدار کر لوں تو یقین ہوگا" اور جب اس نے اپنی آنکھوں سے چہرہ انور کی زیارت کر لی تو بولی: کل مصیبۃ بعدک جلل۔ جب آپ زندہ سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے اہل و عیال اور مال سب سے زیادہ محبوب ہیں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آتی ہے تو صبر نہیں آتا جب تک کہ یہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے انور کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی نہیں کر لیتا۔ مگر اب تو یہی غم کھائے جاتا ہے کہ وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہوں گے، وہاں میری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیسے کر سکیں گی۔ جب ہی یہ آیت نازل ہوئی: فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا ،النساء ۶۹) "جو لوگ اللہ و رسول کا کہنا مانتے ہیں وہ (آخرت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام ہیں یعنی نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی صحبت بڑی غنیمت ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو یہ خوشخبری سنا

دی۔

عبداللہ بن زید بن عبدربہ جو صاحب اذان کے لقب سے مشہور تھے اپنے باغ میں کام کررہے تھے کہ اسی حالت میں ان کے صاحبزادہ نے آکر پریشانی والی خبر سنائی کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصال فرما گئے۔ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار اور محبت رسول سے سرمست، یہ صحابی اس جان گداز خبر کی تاب ضبط نہ لا سکے، بے تابانہ ہاتھ فضا میں بلند ہوئے اور زبان سے یہ حسرت ناک الفاظ نکلے: خداوندا اب مجھے بینائی کی دولت سے محروم کردے تاکہ یہ آنکھیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف و منور ہوا کرتی تھیں اب کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکیں (ترجمہ السنۃ)۔

## سورت مجادلہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالی کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت مجادلہ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمۃ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃُ الْحَشْر

## یہ قرآن مجید کی سورت حشر ہے

### سورت حشر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ الْحَشْر (مَدَنِیَّۃ وَ آیَاتھا أَرْبَع وَعِشْرُونَ)

سورہ حشر مدنیہ ہے، اس میں تین رکوع، چوبیس آیات، چارسو پینتالیس کلمات، ایک ہزار نوسو تیرہ حروف ہیں۔

### سورت حشر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی دوسری آیت میں لفظ حشر آیا ہے۔ اس لفظ کے سبب کیونکہ اس میں قبیلہ بن نضیر کی جلاوطنی کا بیان ہے جو شام کی طرف ہوئی جو حشر کی جگہ ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت حشر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت حشر کے سبب نزول کا بیان

بخاری ومسلم میں حضرت سعید بن جُبیر کی روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے سورہ حشر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس طرح سورہ انفال غزوہ بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت سعید بن جبیر کی دوسری روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ ہیں کہ قل سورۃ النَّضِیر یعنی یوں کہو کہ یہ سورہ نضیر ہے۔ یہی بات مجاہد، قتادہ، زہری، ابن زید، یزید بن رومان، محمد بن اسحاق وغیرہ حضرات سے بھی مروی ہے۔ ان سب کا متفقہ بیان یہ ہے کہ اس میں جن اہل کتاب کے نکالے جانے کا ذکر ہے ان سے مراد بنی النضیر ہی ہیں۔ یزید بن رومان، مجاہد اور محمد بن اسحاق کا قول یہ ہے کہ از اول تا آخر یہ پوری سورۃ اسی غزوہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ |
| جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہی غالب ہے حکمت والا ہے۔ |

### زمین وآسمان کی سب چیزوں کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بیان کرنا

"سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض " أَيْ نَزَّهَهُ فَاللَّام مَزِيدَة وَفِي الْإِتْيَان بِمَا تَغْلِيب لِلْأَكْثَرِ "وَهُوَ الْعَزِيز الْحَكِيم" فِي مُلْكه وَصُنْعه

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں یعنی اس کی پاکی بولتے ہیں، یہاں پر لام زائدہ ہے جس کا بہ طور تغلیب اکثر کیلئے آنا ہوا ہے۔ اور وہی اپنے ملک وصنعت میں غالب ہے حکمت والا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی دن میں سومرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ پڑھا تو اس کے گناہ ختم کردیئے جاتے ہیں اگرچہ وہ دریا کے جھاگ کی مانند یعنی کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔

(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 826)

علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ سومرتبہ چاہے تو کئی مرتبہ کرکے پڑھا جائے دن کے ابتدائی یا آخری حصہ میں ایک ہی دفعہ میں پڑھ لیا جائے دونوں طرح درست ہے لیکن افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ دن کے ابتدائی حصہ میں ایک ہی دفعہ پڑھ لیا جائے افضل ہے۔

| |
|---|
| هُوَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ |
| يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ |
| فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ |
| وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو پہلی جلاوطنی میں گھروں سے نکال دیا۔ تمہیں یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے |
| اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے پھر اللہ نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے |
| وہ گمان نہ کرسکتے تھے اور اس نے ان کے دلوں میں رعب ودبدبہ ڈال دیا وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور |
| اہل ایمان کے ہاتھوں ویران کررہے تھے۔ پس اے دیکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔ |

## قبیلہ یہود بنونضیر کی جلاوطنی کا بیان

"هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْل الْكِتَاب" هُمْ بَنُو النَّضِير مِنْ الْيَهُود "مِنْ دِيَارهمْ" مَسَاكِنهمْ بِالْمَدِينَةِ "لِأَوَّلِ الْحَشْر" هُوَ حَشْرهمْ إلَى الشَّام وَآخِره أَنْ أَجْلَاهُمْ عُمَر فِي خِلَافَته إلَى خَيْبَر "مَا ظَنَنْتُمْ" أَيّهَا الْمُؤْمِنُونَ "أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتهمْ" خَبَر أَنَّ "حُصُونهمْ" فَاعِله تَمَّ بِهِ الْخَبَر "مِنْ اللَّه" مِنْ عَذَابه "فَأَتَاهُمْ اللَّه" أَمْره وَعَذَابه "مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا" لَمْ يَخْطِر بِبَالِهِمْ مِنْ جِهَة الْمُؤْمِنِينَ "وَقَذَفَ" أَلْقَى "فِي قُلُوبهمْ الرُّعْب" بِسُكُونِ الْعَيْن وَضَمّهَا الْخَوْف بِقَتْلِ سَيِّدهمْ كَعْب بْن الْأَشْرَف "يُخْرِبُونَ" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف مِنْ أَخْرَبَ "بُيُوتهمْ" لِيَنْقُلُوا مَا اسْتَحْسَنُوهُ مِنْهَا مِنْ خَشَب وَغَيْره

وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو یعنی یہود بنونضیر کو پہلی جلاوطنی میں گھروں سے جمع کرکے مدینہ سے شام کی طرف نکال دیا۔ اور ان کا دوسرا حشر تب ہوا جب انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں خیبر سے نکالا گیا۔ اے ایمان والو! تمہیں یہ

گمان بھی نہ تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور انہیں یہ گمان تھا کہ ان کے مضبوط قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے یہاں پر لفظ اُن کی خبر مانعتھم ہے اور اس کا فاعل حصونہم سے ہے۔جس کے ساتھ خبر مکمل ہوگئی۔پھر اللہ کے عذاب نے ان کو وہاں سے آلیا جہاں سے وہ گمان بھی نہ کر سکتے تھے۔یعنی ان کو اہل ایمان کی جانب سے کوئی خطرہ نہ تھا۔اور اس اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ودبدبہ ڈال دیا ،یہاں پر لفظ رعب عین کے سکون اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔کیونکہ اُن کو اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا خوف تھا۔وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور اہل ایمان کے ہاتھوں ویران کررہے تھے۔یہاں پر لفظ یخرجون یہ تشدید اور تخفیف دونوں طرح آیا ہے تاکہ وہ اپنی پسند کی لکڑی وغیرہ کو بھی لے جائیں۔پس اے دیکھنے والو!اس سے عبرت حاصل کرو۔

## بنو نضیر یہود کی بدعہدیوں اور ان پر سختی کا بیان

جس نے اہل کتاب کے کافروں یعنی قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ،اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ مدینہ میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان یہودیوں سے صلح کرلی تھی کہ نہ آپ ان سے لڑیں نہ یہ آپ سے لڑیں ،لیکن ان لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا جن کی وجہ سے اللہ کا غضب ان پر نازل ہوا ،اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غالب کیا اور آپ نے انہیں یہاں سے نکال دیا ،مسلمانوں کو کبھی اس کا خیال تک نہ تھا ،خود یہ یہود بھی سمجھ رہے تھے کہ ان مضبوط قلعوں کے ہوتے ہوئے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ،لیکن جب اللہ کی پکڑ آئی یہ سب چیزیں یونہی رکھی کی رکھی رہ گئیں اور اچانک اس طرح گرفت میں آ گئے کہ حیران رہ گئے اور آپ نے انہیں مدینہ سے نکلوا دیا ،بعض تو شام کی زراعتی زمینوں میں چلے گئے جو حشر ونشر کی جگہ ہے اور بعض خیبر کی طرف جا نکلے ،ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ اپنے اونٹوں پر لاد کر جو لے جا سکو اپنے ساتھ لے جاؤ ،اس لئے انہوں نے اپنے گھروں کو توڑ پھوڑ کر جو چیزیں لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ اٹھالیں ،جو رہ گئیں وہ مسلمانوں کے ہاتھ لگیں ،اس واقعہ کو بیان کر کے فرماتا ہے کہ اللہ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا انجام دیکھو اور اس سے عبرت حاصل کرو کہ کس طرح ان پر عذاب الٰہی اچانک آ پڑا اور دنیا میں بھی تباہ وبرباد کئے گئے اور آخرت میں بھی ذلیل ورسوا ہو گئے اور دردناک عذاب میں جا پڑا۔

ابوداؤد میں ہے کہ ابن ابی اور اس کے مشرک ساتھیوں کو جو قبیلہ اوس وخزرج میں سے تھے کفار قریش نے خط لکھا یہ خط انہیں حضور علیہ السلام کے میدان بدر سے واپس لوٹنے سے پہلے مل گیا تھا اس میں تحریر تھا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں ٹھہرایا ہے پس یا تو تم اس سے لڑائی کرو اور اسے نکال کر باہر کر دو یا ہم تمہیں نکال دیں گے اور اپنے تمام لشکروں کو لے کر تم پر حملہ کریں گے اور تمہارے تمام لڑنے والوں کو ہم تہ تیغ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں لڑکیوں کو لونڈیاں بنالیں گے اللہ کی قسم یہ ہو کر ہی رہے گا اب تم سوچ سمجھ لو ،عبداللہ بن ابی اور اس کے بت پرست ساتھیوں نے اس خط کو پا کر آپس میں مشورہ کیا اور خفیہ طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑائی کرنے کی تجویز بالاتفاق منظور کرلی ،جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو آپ خود ان کے پاس گئے اور ان سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ قریشیوں کا خط کام کر گیا اور تم لوگ اپنی موت کے سامان اپنے ہاتھوں کرنے لگے ہو تم اپنی اولادوں اور اپنے بھائیوں کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا چاہتے ہو میں تمہیں پھر ایک مرتبہ موقعہ دیتا ہوں کہ سوچ سمجھ لو اور اپنے اس بد

ارادے سے باز آؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے ان پر اثر کیا اور وہ لوگ اپنی اپنی جگہ چلے گئے لیکن قریش نے بدر سے فارغ ہو کر انہیں پھر ایک خط لکھا اور اسی طرح دھمکایا انہیں ان کی قوت ان کی تعداد اور ان کے مضبوط قلعے یاد دلائے مگر یہ پھر اکڑ میں آ گئے اور بنو نضیر نے صاف طور پر بدعہدی پر کمر باندھ لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قاصد بھیجا کہ آپ تیس آدمی لے کر آیئے ہم میں سے بھی تیس ذی علم آدمی آتے ہیں، ہمارے تمہارے درمیان کی جگہ پر یہ ساٹھ آدمی ملیں اور آپس میں بات چیت ہو اگر یہ لوگ آپ کو سچا مان لیں اور ایمان لے آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہیں۔اس بدعہدی کی وجہ سے دوسرے دن صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لشکر لے جا کر ان کا محاصرہ کر لیا اور ان سے فرمایا کہ اب اگر تم نئے سرے سے امن وامان کا عہد و پیمان کرو تو خیر ورنہ تمہیں امن نہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا اور لڑنے مرنے پر تیار ہو گئے، چنانچہ دن بھر لڑائی ہوتی رہی، دوسری صبح کو آپ بنو قریظہ کی طرف لشکر لے کر بڑھے اور بنو نضیر کو یونہی چھوڑا ان سے بھی یہی فرمایا کہ تم نئے سرے سے عہد و پیمان کرو انہوں نے منظور کر لیا اور معاہدہ ہو گیا، آپ وہاں سے فارغ ہو کر پھر بنو نضیر کے پاس آئے لڑائی شروع ہوئی، آخر یہ ہارے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ تم مدینہ خالی کر دو جو اسباب لے جانا چاہو اور اونٹوں پر لاد کر لے جاؤ چنانچہ انہوں نے گھر بار کا اسباب یہاں تک کہ دروازے اور لکڑیاں بھی اونٹوں پر لاد دیں اور جلاوطن ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| وَلَوْ لَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ |
| اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں عذاب دیتا، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے۔ |

## بنو نضیر کیلئے عذاب وسختی کا بیان

"وَلَوْلَا أَنْ كَتَبَ اللّٰه" قَضَى "عَلَيْهِمُ الْجَلَاء" الْخُرُوج مِنَ الْوَطَن "لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا" بِالْقَتْلِ وَالسَّبْي كَمَا فَعَلَ بِقُرَيْظَةَ مِنَ الْيَهُود ،

اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی لکھ نہ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں اور سخت عذاب دیتا، جو جلاوطنی سے زیادہ سخت ہوتا جو قتل وقید کی سزا دی جاتی۔ جس طرح قریظہ کے یہود ساتھ کیا گیا تھا۔ اور ان کے لئے آخرت میں بھی دوزخ کا عذاب ہے۔

یعنی ان کی قسمت میں جلاوطنی کی سزا لکھی تھی۔ یہ بات نہ ہوتی تو کوئی دوسری سزا دنیا میں دی جاتی۔ مثلاً بنی قریظہ کی طرح مارے جاتے۔ غرض سزا سے بچ نہیں سکتے۔ یہ خدا کی حکمت ہے قتل کے بجائے محض جلاوطنی پر اکتفا کیا گیا۔ لیکن یہ تخفیف صرف دنیاوی سزا میں ہے آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان کافروں سے ٹل نہیں سکتی۔

جب یہ قوم ملک شام سے بھاگ کر یہاں آئی تھی تو ان کے بڑوں نے کہا تھا کہ ایک دن تم کو یہاں سے ویران ہو کر پھر شام میں جانا پڑے گا۔ چنانچہ اس وقت اجڑ کر (بعض شام میں چلے گئے اور بعض) خیبر میں رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں وہاں سے اجڑ کر شام میں گئے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ |
| یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے شدید عداوت کی، |
| اور جو شخص اللہ مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ |

## اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کے سبب عذاب کا بیان

"ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا" خَالَفُوا "اللّٰه وَرَسُولَه وَمَنْ يُشَاقّ اللّٰه فَإِنَّ اللّٰه شَدِيد الْعِقَاب" لَهُ

یہ اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید عداوت کی، اور جو شخص اللہ مخالفت کرتا ہے تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ذلک: یعنی وہ عذاب جوان پر نازل ہوا یا نازل ہوگا۔ بـانـهـم: ب سببیہ ہے یہ بہ سبب اس امر کے کہ انہوں نے۔ شاقوا اللہ ورسولہ۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ شاقوا ماضی جمع مذکر غائب۔ شقاق و مشاقۃ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی مخالفت، ضد، مقابلہ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔ شق بمعنی طرف۔ من۔ شرطیہ ہے۔ جو۔ یشاق۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب۔ شقاق (مفاعلۃ) مصدر۔ اصل میں یشاقق تھا۔ ق کو ق میں ادغام کیا گیا (اور جو) مخالفت کرتا ہے (اللہ کی) من یشاق اللہ جملہ شرط ہے۔

فان اللہ شدید العقاب: ف جواب شرط کے لئے ہے اللہ منصوب بوجہ عمل اسم ان ہے۔ شدید العقاب مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ان۔ ترجمہ: تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

| |
|---|
| مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ○ |
| جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے۔ |

## یہود کے درختوں کو کاٹ دینے کا بیان

"مَا قَطَعْتُمْ" يَا مُسْلِمُونَ "مِنْ لِينَة" نَخْلَة "أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَة عَلَى أُصُولهَا فَبِإِذْنِ اللّٰه" أَيْ خَيَّرَكُمْ فِي ذٰلِكَ "وَلِيُخْزِيَ" بِالْإِذْنِ فِي الْقَطْع "الْفَاسِقِينَ" الْيَهُود فِي اعْتِرَاضهمْ أَنَّ قَطْع الشَّجَر الْمُثْمِر فَسَاد،

اے مسلمانو! جو بھی کھجور کا درخت تم نے کاٹا، یا اسے اس کی جڑوں پر کھڑا چھوڑا تو وہ اللہ کی اجازت سے تھا یعنی اس میں تمہارے لئے بہتری تھی۔ اور تا کہ وہ اس درختوں کو کاٹنے والے حکم سے نافرمانوں کو ذلیل کرے۔ اور یہ یہود کے اس اعتراض کے

## سورت حشر آیت ۵ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بنونضیر کے کھجور کے درختوں کو کاٹ کر جلا دیا۔ اس مقام کا نام بویرہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ، مسلمانو تم نے جو کھجور کا پیڑ کاٹ ڈالا یا اس کو اس کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا اور تا کہ وہ نافرمانوں کو ذلیل کرے)۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1250)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے قول مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ الاية کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لینۃ، کھجور کا درخت ہے اور وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِيْنَ سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں نے ان (یہودیوں) کو ان کے قلعوں سے اتار دیا پھر جب ان کے درختوں کے کاٹنے کا حکم ہوا تو ان کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم نے کچھ درخت کاٹے ہیں اور کچھ چھوڑ دیئے ہیں۔ ان کا کاٹنا باعث ثواب اور جو چھوڑ دیئے ہیں لہٰذا مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا جو درخت ہم نے کاٹے ہیں۔ ان کا کاٹنا باعث ثواب اور جو چھوڑ دیئے ہیں۔ ان پر عذاب ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلٰى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ بعض اس حدیث کو حفص بن غیاث سے اور وہ سعید بن جبیر سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر نہیں کرتے۔ ہم سے اس حدیث کو عبداللہ بن عبدالرحمن نے ہارون بن معاویہ کے حوالے سے انہوں نے حفص بن غیاث سے انہوں نے حبیب بن ابوعمرہ سے انہوں نے سعید بن جبیر سے اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ امام محمد بن اسماعیل بخاری نے یہ حدیث مجھ ہی سے سنی ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1251)

## بنونضیر کے درختوں کو اکھاڑ کر بیخ کنی کرنے کا بیان

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کو ان کے قلعوں میں جن میں وہ پناہ گزین تھے اتارا اور ان کے کھجوروں کے درختوں کو کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا تو اللہ کے دشمنوں کو اس سے بڑی سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو کہتے ہیں کہ میں اصلاح چاہتا ہوں کیا پھل دار درختوں اور کھجور کے درختوں کو کاٹ دینا یہ اصلاح کا کام ہے؟ اور یہ زمین میں فساد برپا کرنا آپ نے اس وحی میں جس کے نزول کے آپ مدعی ہی پایا ہے؟ یہ بات نبی پر انتہائی شاق گزری اور مسلمانوں نے بھی اپنے دلوں میں ان کی بات سے کچھ محسوس کیا اور اس بات سے کہ یہ خدانخواستہ فساد نہ ہو ڈر گئے اور آپس میں اختلاف کرنے لگے بعض نے کہا درختوں کو نہ کاٹو یہ اللہ نے ہمیں غنیمت میں دیے ہیں اور بعض نے کہا انہیں کاٹ ڈالو اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ۔ اس نے کاٹنے سے منع کرنے والے کی بھی تصدیق کر دی اور کاٹنے والے کے لے حلت بھی بیان کر دی اور یہ خبر دی کہ ان درختوں کو کاٹنا اور ان کی حالت پر چھوڑ دینا دونوں اللہ کے حکم سے تھے۔ (نیسابوری 343، سیوطی 290، ترمذی (3303)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ نضیر کے کھجور کے درخت کاٹ دیئے اور جلا دیے یہ مقام بویرہ میں تھے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ (مومنو) کھجور کے درخت جو تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو خدا کے حکم سے تھا۔اور مقصود یہ تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

(بخاری602،مسلم1746،قرطبی18۔6،زادالمسیر 8۔207)

| |
|---|
| وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ |
| وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| اور جو (اَموالِ فَے) اللہ نے ان سے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لَوٹا دیئے تو تم نے نہ تو ان پر گھوڑے دوڑائے تھے |
| اور نہ اونٹ، ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ وتسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ |

## مال فئی اور اس کی تقسیم کا بیان

"وَمَا أَفَاءَ" رَدَّ "اللّٰه عَلَى رَسُوله مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ" أَسْرَعْتُمْ يَا مُسْلِمُونَ "عَلَيْهِ مِنْ" زَائِدَة "خَيْل وَلَا رِكَاب" إِبِل أَيْ لَمْ تُقَاسُوا فِيهِ مَشَقَّة "وَلَكِنَّ اللّٰه يُسَلِّط رُسُله عَلَى مَنْ يَشَاء وَاَللّٰه عَلَى كُلّ شَيْء قَدِير" فَلَا حَقّ لَكُمْ فِيهِ وَيَخْتَصّ بِهِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ ذُكِرَ مَعَهُ فِي الْآيَة الثَّانِيَة مِنْ الْأَصْنَاف الْأَرْبَعَة عَلَى مَا كَانَ يَقْسِمهُ مِنْ أَنَّ لِكُلٍّ مِنْهُمْ خُمُس الْخُمُس وَلَهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَاقِي يَفْعَل فِيهِ مَا يَشَاء فَأَعْطَى مِنْهُ الْمُهَاجِرِينَ وَثَلَاثَة مِنْ الْأَنْصَار لِفَقْرِهِمْ،

اور جو اَموالِ فَے اللہ نے ان سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لَوٹا دیئے۔اے مسلمانو! تو تم نے نہ تو ان کے حصول پر گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ اونٹ، یعنی تم نے اس میں کوئی مشقت نہیں اٹھائی۔ہاں! اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ وتسلط عطا فرما دیتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔پس تمہیں اس مال میں کوئی حق حاصل نہیں ہے۔کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔اور جو آپ کے ساتھ دوسری آیت میں چار اقسام کو بیان کیا گیا ہے۔جن میں آپ ہر ایک کیلئے دسواں حصہ تقسیم کر دیتے اور بقیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوتا تھا۔اور باقی میں آپ جس طرح چاہتے دے دیا کرتے تھے۔پس آپ ان میں مہاجرین کو دیتے اور انصار میں سے ان کے تین فقراء کو دیتے۔

## مال فے کی تعریف ومصرف کا بیان

فے اس مال کو کہتے ہیں جو دشمن سے لڑے بھڑے بغیر مسلمانوں کے قبضے میں آ جائے، جیسے بنو نضیر کا یہ مال تھا جس کا ذکر اوپر گذر چکا کہ مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ اس پر نہیں دوڑائے تھے یعنی ان کفار سے آمنے سامنے کوئی مقابلہ اور لڑائی نہیں

ہوئی بلکہ انکے دل اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے بھر دیئے اور وہ اپنے قلعہ خالی کر کے قبضہ میں آ گئے، اسے "فے" کہتے ہیں اور یہ مال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو گیا، آپ جس طرح چاہیں اس میں تصرف کریں۔ پس آپ نے نیکی اور اصلاح کے کاموں میں اسے خرچ کیا جس کا بیان اس کے بعد والی اور دوسری روایت میں ہے۔ پس فرماتا ہے کہ بنونضیر کا جو مال بطور فے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو دلوایا۔

جس پر مسلمانوں نے اپنے گھوڑے یا اونٹ دوڑائے نہ تھے بلکہ صرف اللہ نے اپنے فضل سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر غلبہ دے دیا تھا اور اللہ پر یہ کیا مشکل ہے؟ وہ تو ہر اک چیز پر قدرت رکھتا ہے نہ اس پر کسی کا غلبہ نہ اسے کوئی روکنے والا بلکہ سب پر غالب وہی، سب اس کے تابع فرمان۔ پھر فرمایا کہ جو شہر اس طرح فتح کئے جائیں ان کے مال کا یہی حکم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے قبضہ میں کریں گے پھر انہیں دیں گے جن کا بیان اس آیت میں ہے اور اس کے بعد والی آیت میں ہے، یہ ہے فے کے مال کا مصرف اور اس کے خرچ کا حکم۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ بنونضیر کے مال بطور فے کے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گئے تھے آپ اس میں سے اپنے گھر والوں کو سال بھر تک کا خرچ دیتے تھے اور جو بچ رہتا اسے آلات جنگ اور سامان حرب میں خرچ کرتے۔ (سنن ومسند، تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى |
| وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ |
| الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ |
| جو (اَموالِ فَے) اللہ نے بستیوں والوں سے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول |
| (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے ہیں اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لئے ہیں، تاکہ |
| تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے۔ اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں سو اسے |
| لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنائت وعطاء پر راضی رہنے کا بیان

"مَا أَفَاءَ اللّٰه عَلَى رَسُوله مِنْ أَهْل الْقُرَى" كَالصَّفْرَاءِ وَوَادِي الْقُرَى وَيَنْبُع "فَلِلّٰهِ" يَأْمُر فِيهِ بِمَا يَشَاء "وَلِذِي" صَاحِب "الْقُرْبَى" قَرَابَة النَّبِيّ مِنْ بَنِي هَاشِم وَبَنِي الْمُطَّلِب "وَالْيَتَامَى" أَطْفَال الْمُسْلِمِينَ الَّذِينَ هَلَكَتْ آبَاؤُهُمْ وَهُمْ فُقَرَاء "وَالْمَسَاكِين" ذَوِي الْحَاجَة مِنْ الْمُسْلِمِينَ "وَابْن السَّبِيل" الْمُنْقَطِع فِي سَفَره مِنْ الْمُسْلِمِينَ أَيْ يَسْتَحِقّهُ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَصْنَاف الْأَرْبَعَة . عَلَى مَا كَانَ يَقْسِمهُ مِنْ أَنَّ لِكُلٍّ مِنْ الْأَرْبَعَة خُمُس

الْخُمُس وَلَهُ الْبَاقِي "كَيْ لَا" كَيْ بِمَعْنَى اللَّامِ وَأَنْ مُقَدَّرَة بَعْدَهَا "يَكُون" الْفَيْء عِلَّة لِقَسْمِهِ كَذَلِكَ "دُولَة" مُتَدَاوَلًا "بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنْكُمْ وَمَا آتَاكُمْ الرَّسُول" أَعْطَاكُمْ مِنْ الْفَيْء وَغَيْره

جو (اَموالِ فَےْ) اللہ نے بستیوں والوں یعنی صفراء، وادی القریٰ اور ینبع سے نکال کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہیں یعنی اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے جیسے آپ چاہیں تصرف فرمائیں۔اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں یعنی بنو ہاشم اور بنو المطلب کے لئے اور معاشرے کے عام یتیموں یعنی وہ مسلمان بچے جن والدین فوت ہو گئے ہیں۔اور وہ فقراء ہیں۔اور محتاجوں یعنی مسلمانوں میں سے جنہیں ضرورت ہے۔اور مسافروں یعنی جو مسلمانوں سے سفر میں الگ ہو گیا ہے ان کے لئے ہیں، یعنی اس کا حق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اقسام اربعہ کیلئے ہے۔جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرمایا کرتے تھے۔اور باقی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہوا کرتا تھا۔یہ نظام تقسیم اس لئے ہے تا کہ سارا مال صرف تمہارے مال داروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے، یہاں پر لفظ کیلا میں کی بہ معنی لام ہے اور اس کے بعد اَن مقدرہ ہے۔اور فئی علت تقسیم ہے۔اور جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں مال فئی میں سے عطا فرمائیں سوا سے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو اس سے رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم وعطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو)، بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

## مال فئے میں حق داروں کی تفصیل کا بیان

مال کے حقداروں میں چھ نام ذکر کئے گئے، اللہ، رسول، ذوی، القربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر، یہ ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ تو دنیا و آخرت اور تمام مخلوقات کا مالک حقیقی ہے، اس کا نام مبارک تو حصوں کے بیان میں محض تبرکا اس فائدہ کے لئے ہے کہ اس سے اس مال کی شرافت وفضیلت اور حلال وطیب ہونے کی طرف اشارہ ہو جائے، حسن بصری، قتادہ، عطاء، ابراہیم، شعبی اور عام مفسرین کا یہی قول ہے۔

اللہ جل شانہ کا نام ذکر کرنے سے اس مال کی فضیلت وشرافت کی طرف اشارہ کس طرح ہوا اس کا تفصیلی بیان سورہ انفال کی تفسیر میں ہو چکا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے مال صدقہ جو مسلمانوں سے حاصل ہوتا ہے، وہ بھی حلال نہیں فرمایا، مال غنیمت اور فئی جو کافروں سے حاصل ہوا اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کیسے حلال ہوا؟ اس شبہ کا ازالہ اللہ جل شانہ کا نام اس جگہ ذکر کر کے اس طرح کیا گیا کہ درحقیقت ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، اس نے اپنے فضل سے ایک خالص قانون کے تحت انسانوں کو حق ملکیت دیا ہے، لیکن جو انسان باغی ہو جائیں ان کو صحیح راستہ پر لانے کے لئے اول تو انبیاء علیہم السلام اور آسمانی ہدایات بھیجی گئیں جو ان سے بھی متاثر نہیں ہوئے ان کو یہ حق دیا گیا کہ کم از کم اسلامی قانون کی اطاعت قبول کرلیں اور مقررہ جزیہ وخراج اپنے مال میں سے حکومت کو ادا کیا کریں۔

جن لوگوں نے اس سے بھی بغاوت کی ان کے مقابلہ میں جہاد وقتال کا حکم ہو گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی جان اور مال

قابل احترام نہیں، ان کے اموال بحق حکومت الٰہیہ ضبط ہو گئے اور بذریعہ جہاد و قتال جو مال ان سے حاصل ہو اوہ کسی انسان کی ذاتی ملکیت نہیں رہا بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی ملک میں واپس ہو گیا اور لفظ فَیْ میں اس مفہوم کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اس کے اصلی معنی لوٹنے ہی کے ہیں، اس مال کو فئے اس لئے کہا گیا کہ یہ اصل مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی طرف لوٹ گیا اب اس میں کسی انسانی ملکیت کا کوئی دخل نہیں، اس کے بعد جن مستحقین کو اس میں کوئی حصہ دیا جائے گا یہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، اس لئے ایسا ہی حلال طیب ہوگا جیسے پانی اور خود اگنے والی گھاس جو براہ راست حق تعالیٰ کا عطیہ انسان کے لئے ہے اور حلال طیب ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام اس جگہ ذکر کرنے سے اشارہ اس طرف ہے کہ یہ سارا مال دراصل اللہ کا ہے، اس کی طرف سے مستحقین کو دیا جاتا ہے، یہ کسی کا صدقہ وخیرات نہیں۔ اب مستحقین اور مصارف کل پانچ رہ گئے، رسول، ذوی القربیٰ، یتیم، مسکین، مسافر یہی پانچ مصارف مال غنیمت کے خمس کے ہیں، جس کا بیان سورہ انفال میں آیا ہے اور یہی مصارف مال فئی کے ہیں اور دونوں کا حکم یہ ہے کہ یہ سب اموال درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے مکمل اختیار میں ہوتے ہیں وہ چاہیں تو ان سب اموال کو عام مسلمانوں کے مفاد کے لئے روک لیں اور بیت المال میں جمع کر دیں، کسی کو کچھ نہ دیں اور چاہیں تقسیم کر دیں، البتہ تقسیم کئے جاویں تو ان پانچ اقسام میں دائر رہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

## مال غنیمت وفئے کے فرق کا بیان

بعض فقہاء نے یہ ہی فرق رکھا ہے "غنیمت" میں اور "فئے" میں۔ جو مال لڑائی سے ہاتھ لگا وہ غنیمت ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ کی نیاز (جس کی تفصیل دسویں پارہ کے شروع میں گزر چکی ہے) اور چار حصے لشکر کو تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اور جو بغیر جنگ کے ہاتھ آیا وہ سب کا سب مسلمانوں کے خزانہ میں رہے (ان کی مصالح عامہ میں) اور جو کام ضروری ہو اس پر خرچ ہو۔ "(تنبیہ) اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد کفار مرعوب ہو کر صلح کی طرف مسارعت کریں اور مسلمان قبول کر لیں۔ اس صورت میں جو اموال صلح سے حاصل ہوں گے وہ بھی حکم "فئے" میں داخل ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اموال "فئے" خالص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف میں ہوتے تھے۔ ممکن ہے کہ یہ اختیار مالکانہ ہو جو صرف آپ کے لیے مخصوص تھا۔ جیسا کہ آیت حاضرہ میں "علی رسولہ" کے لفظ سے متبادر ہوتا ہے۔ اور احتمال ہے کہ محض حاکمانہ ہو بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان اموال کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلی آیت میں ہدایت فرمادی کہ وجوباً یا ندباً فلاں فلاں مصارف میں صرف کیے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ اموال امام کے اختیار وتصرف میں چلے جاتے ہیں۔ لیکن اس کا تصرف مالکانہ نہیں ہوتا محض حاکمانہ ہوتا ہے۔ وہ ان کو اپنی صوابدید اور مشورہ سے مسلمانوں کی عام ضروریات ومصالح میں خرچ کرے گا۔ باقی اموالِ غنیمت کا حکم اس سے جداگانہ ہے۔ وہ خمس نکالے جانے کے بعد خالص لشکر کا حق ہوتا ہے۔ کما یدل علیٰ قولہ تعالیٰ۔ (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ) 8۔ الانفال: 41) لشکری اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو وہ

علیحدہ بات رہی۔

البتہ شیخ ابوبکر رازی حنفی نے "احکام القرآن" میں نقل کیا ہے کہ یہ حکم اموال منقولہ کا ہے غیر منقولہ میں امام کو اختیار ہے کہ مصلحت سمجھے تو لشکر پر تقسیم کردے اور مصلحت نہ سمجھے تو مصالح عامہ کے لیے رہنے دے۔ جیسا کہ سوادِ عراق میں حضرت عمر نے بعض جلیل القدر صحابہ کے مشورہ سے یہ ہی عمل درآمد رکھا۔ اسی مسلک کے موافق شیخ ابوبکر رازی نے (وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ) 8 ۔ الانفال: 41) کو اموال منقولہ پر اور سورہ "حشر" کی آیات کو اموال غیر منقولہ پر حمل کیا ہے۔ اس طرح کی پہلی آیت (وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ) 59 ۔ الحشر: 6) حکم "فیئ" پر اور دوسری آیت (مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى) 59۔الحشر: 7) حکم "غنیمت" پر محمول ہے۔ اور لغۃً "غنیمت" کو لفظ "فیئ" سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کی عطاء پر راضی ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایک شخص کو احرام کی حالت میں سلے ہوئے کپڑے پہنے دیکھا تو حکم دیا کہ یہ کپڑے اتار دو، اس شخص نے کہا کہ آپ اس کے متعلق مجھے قرآن کی کوئی آیت بتا سکتے ہیں؟ جس میں سلے ہوئے کپڑوں کی ممانعت ہو، حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہاں وہ آیت میں بتاتا ہوں، پھر یہی آیت وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ پڑھ کر سنادی، امام شافعی نے ایک مرتبہ لوگوں سے کہا کہ میں تمہارے ہر سوال کا جواب قرآن سے دے سکتا ہوں، پوچھو جو کچھ پوچھنا ہے، ایک شخص نے عرض کیا کہ ایک محرم نے زنبور (تتیا) مارڈالا تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام شافعی نے یہی آیت وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ تلاوت کر کے حدیث سے اس کا حکم بیان فرما دیا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ |
| وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۞ |
| ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے |
| کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ |

## مال فئی کا فقراء کیلئے ہونے کا بیان

"لِلْفُقَرَاءِ" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ أَيْ اعْجَبُوا "الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارهمْ وَأَمْوَالهمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ اللَّه وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّه وَرَسُوله أُولَئِكَ هُمْ الصَّادِقُونَ" فِي إيمَانهمْ

یہاں پر لفظ للفقراء کا متعلق محذوف ہے یعنی اعجبوا ، یہ مال ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ اپنے ایمان میں سچے ہیں۔

## مال فے کے حقداروں کا بیان

اوپر بیان ہوا تھا کہ فے کا مال یعنی کافروں کا جو مال مسلمانوں کے قبضے میں میدان جنگ میں لڑے بھڑے بغیر آ گیا ہو اس کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں پھر آپ یہ مال کسے دیں گے؟ اس کا بیان ہو رہا ہے کہ اس کے حق دار وہ غریب مہاجر ہیں جنہوں نے اللہ کو رضامند کرنے کے لئے اپنی قوم کو ناراض کر لیا یہاں تک کہ انہیں اپنا وطن عزیز اور اپنے ہاتھ کا مشکلوں سے جمع کیا ہوا مال وغیرہ سب چھوڑ چھاڑ کر چل دینا پڑا، اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں برابر مشغول ہیں، اللہ کے فضل وخوشنودی کے متلاشی ہیں، یہی سچے لوگ ہیں جنہوں نے اپنا فعل اپنے قول کے مطابق کر دکھایا۔

یہ اوصاف سادات مہاجرین میں تھے رضی اللہ عنہم۔ پھر انصار کی مدح بیان ہو رہی ہے اور ان کی فضیلت شرافت کرم اور بزرگی کا اظہار ہو رہا ہے، ان کی کشادہ دلی، نیک نفسی، ایثار اور سخاوت کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے مہاجرین سے پہلے ہی دارالہجرت مدینہ میں اپنی بود وباش رکھی اور ایمان پر قیام رکھا، مہاجرین کے پہنچنے سے پہلے ہی یہ ایمان لا چکے تھے بلکہ بہت سے مہاجرین سے بھی پہلے یہ ایمان دار بن گئے تھے۔

صحیح بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر کے موقعہ پر یہ روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اولین کے حق ادا کرتا رہے، ان کی خاطر مدارت میں کمی نہ کرے اور میری وصیت ہے کہ انصار کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرے جنہوں نے مدینہ میں جگہ بنائی اور ایمان میں جگہ حاصل کی، ان کے بھلے لوگوں کی بھلائیاں قبول کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر اور چشم پوشی کرلے۔ ان کی شرافت طبعی ملاحظہ ہو کر جو بھی راہ اللہ میں ہجرت کر کے آئے یہ اپنے دل میں اسے گھر دیتے ہیں اور اپنا جان ومال ان پر سے نثار کرنا اپنا فخر جانتے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ مہاجرین نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ ہم نے تو دنیا میں ان انصار جیسے لوگ نہیں دیکھے تھوڑے میں سے تھوڑا اور بہت میں سے بہت برابر ہمیں دے رہے ہیں، مدتوں سے ہمارا کل خرچ اٹھا رہے ہیں بلکہ ناز برداریاں کر رہے ہیں اور کبھی چہرے پر شکن بھی نہیں بلکہ خدمت کرتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، دیتے ہیں اور احسان نہیں رکھتے کام کاج خود کریں اور کمائی ہمیں دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو ڈر ہے کہ کہیں ہمارے اعمال کا سارا کا سارا اجر انہی کو نہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک تم ان کی ثناء اور تعریف کرتے رہو گے اور ان کے لئے دعائیں مانگتے رہو گے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاریوں کو بلا کر فرمایا کہ میں بحرین کا علاقہ تمہارے نام لکھ دیتا ہوں، انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک آپ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ دیں ہم اسے نہ لیں گے آپ نے فرمایا اچھا اگر نہیں لیتے تو دیکھو آئندہ بھی صبر کرتے رہنا میرے بعد ایسا وقت بھی آئے گا کہ اوروں کو دیا جائے گا اور تمہیں چھوڑ دیا جائے گا، صحیح بخاری شریف کی اور حدیث میں ہے کہ انصاریوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے کھجوروں کے باغات ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم کر دیجئے آپ نے فرمایا نہیں، پھر فرمایا سنو کام کاج بھی تم ہی کرو اور ہم سب کو تو

پیداوار میں شریک رکھو، انصار نے جواب دیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بھی بخوشی منظور ہے۔

## مسلمان بھائیوں کیلئے دل میں جذبہ خیر خواہی کا بیان

پھر فرماتا ہے یہ اپنے دلوں میں کوئی حسد ان مہاجرین کی قدر و منزلت اور ذکر و مرتبت پر نہیں کرتے، جو انہیں مل جائے انہیں اس پر رشک نہیں ہوتا، اسی مطلب پر اس حدیث کی دلالت بھی ہے جو مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا ابھی ایک جنتی شخص آنے والا ہے، تھوڑی دیر میں ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی جوتیاں لئے ہوئے تازہ وضو کر کے آ رہے تھے داڑھی پر سے پانی ٹپک رہا تھا دوسرے دن بھی اسی طرح ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یہی فرمایا اور وہی شخص اسی طرح آئے تیسرے دن بھی یہی ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص آج دیکھتے بھالتے رہے اور جب مجلس نبوی ختم ہوئی اور یہ بزرگ وہاں سے اٹھ کر چلے تو یہ بھی ان کے پیچھے ہو لئے اور انصاری سے کہنے لگے حضرت مجھ میں اور میرے والد میں کچھ بول چال ہو گئی ہے جس پر میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین دن تک اپنے گھر نہیں جاؤں گا پس اگر آپ مہربانی فرما کر مجھے اجازت دیں تو میں یہ تین دن آپ کے ہاں گذار دوں انہوں نے کہا بہت اچھا چنانچہ حضرت عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تین راتیں ان کے گھر ان کے ساتھ گزاریں دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کی لمبی نماز بھی نہیں پڑھتے صرف اتنا کرتے ہیں کہ جب آنکھ کھلے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کی بڑائی اپنے بستر پر ہی لیٹے لیٹے کر لیتے ہیں یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے اٹھیں ہاں یہ ضروری بات تھی کہ میں نے ان کے منہ سے سوائے کلمہ خیر کے اور کچھ نہیں سنا، جب تین راتیں گذر گئیں۔

تو مجھے ان کا عمل بہت ہی ہلکا سا معلوم ہونے لگا اب میں نے ان سے کہا کہ حضرت دراصل نہ تو میرے اور میرے والد صاحب کے درمیان کوئی ایسی باتیں ہوئی تھیں نہ میں نے ناراضگی کے باعث گھر چھوڑا تھا بلکہ واقعہ یہ ہوا کہ تین مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی ایک جنتی شخص آ رہا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تو میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی خدمت میں کچھ دن رہ کر دیکھوں تو سہی کہ آپ ایسی کونسی عبادتیں کرتے ہیں جو جیتے جی بہ زبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جنتی ہونے کی یقینی خبر ہم تک پہنچ گئی چنانچہ میں نے یہ بہانہ کیا اور تین رات تک آپ کی خدمت میں رہا تا کہ آپ کے اعمال دیکھ کر میں بھی ویسے ہی عمل شروع کر دوں لیکن میں نے تو آپ کو نہ تو کوئی نیا اور اہم عمل کرتے ہوئے دیکھا نہ عبادت میں ہی اوروں سے زیادہ بڑھا ہوا دیکھا اب جا رہا ہوں لیکن زبانی ایک سوال ہے کہ آپ ہی بتایئے آخر وہ کونسا عمل ہے جس نے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنتی بنایا؟ آپ نے فرمایا بس تم میرے اعمال تو دیکھ چکے ان کے سوا اور کوئی خاص پوشیدہ عمل تو ہے نہیں چنانچہ میں ان سے رخصت ہو کر چلا تھوڑی ہی دور نکلا تھا جو انہوں نے مجھے آواز دی اور فرمایا ہاں میرا ایک عمل سنتے جاؤ وہ یہ کہ میرے دل میں کبھی کسی مسلمان سے دھوکہ بازی، حسد اور بغض کا ارادہ بھی نہیں ہوا میں کبھی کسی مسلمان کا بدخواہ نہیں بنا، حضرت عبداللہ نے یہ سن کر فرمایا کہ بس اب معلوم ہو گیا اسی عمل نے آپ کو اس درجہ تک پہنچایا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو ہر ایک کے بس کی نہیں۔ امام نسائی بھی اپنی کتاب عمل

الیوم واللیلہ میں اس حدیث کو لائے ہیں، غرض یہ ہے کہ ان انصار میں یہ وصف تھا کہ مہاجرین کو اگر کوئی مال وغیرہ دیا جائے اور انہیں نہ ملے تو یہ برا نہیں مانتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ |
| فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط |
| وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ |
| جنہوں نے ان سے پہلے ہی شہر اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔ یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ |
| اور یہ اپنے سینوں میں اس کی نسبت کوئی طلب نہیں پاتے جو ان کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں |
| اگر چہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔ |

## انصار و مہاجرین کی ایمان سے محبت کا بیان

"وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّار " أَيْ الْمَدِينَة "وَالْإِيمَان" أَيْ أَلِفُوهُ وَهُمْ الْأَنْصَار "مِنْ قَبْلهمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورهمْ حَاجَة " حَسَدًا "مِمَّا أُوتُوا " أَيْ آتَى النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرِينَ مِنْ أَمْوَال بَنِي النَّضِير الْمُخْتَصَّة بِهِمْ "وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسهمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَة " حَاجَة إِلَى مَا يُؤْثِرُونَ بِهِ "وَمَنْ يُوقَ شُحّ نَفْسه " حِرْصهَا عَلَى الْمَال،

یہ مال ان انصار کے لئے بھی ہے جنہوں نے ان مہاجرین سے پہلے ہی شہر مدینہ اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔ یعنی ایمان سے محبت کر لی اور وہ انصار ہیں۔ یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اور یہ اپنے سینوں میں اس مال کی نسبت کوئی طلب یا تنگی نہیں پاتے جو ان مہاجرین کو دیا جاتا ہے یعنی جو مال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے اموال سے ان کیلئے خاص کر دیتے تھے۔ اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگر چہ خود انہیں شدید حاجت ہی ہو، یعنی اپنی ضرورت کو چھوڑ کر ایثار کرتے تھے۔ اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا یعنی مال کی حرص سے بچ گیا۔ پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔

## سورت حشر آیت ۹ کے سبب نزول کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک انصاری شخص کے پاس ایک مہمان آیا تو اس کے پاس صرف اتنا ہی کھانا تھا کہ خود کھا سکے اور بچوں کو کھلا سکے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ بچوں کو سلا دو اور چراغ گل کر کے جو کچھ ہے مہمان کے آگے رکھ دو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ، اور مقدم رکھتے ہیں ان کو اپنے جان سے اور اگر چہ ہو اپنے اوپر فاقہ) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1252)

حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بھوکا شخص آیا، حضور نے ازواجِ مطہرات کے حجروں پر معلوم کرایا کیا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ معلوم ہوا کسی بی بی صاحبہ کے یہاں کچھ بھی نہیں ہے، تب حضور نے اصحاب سے فرمایا جو اس شخص کو مہمان بنائے، اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے، حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہو گئے اور حضور سے اجازت لے کر مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بی بی سے دریافت کیا، کچھ ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں، صرف بچوں کے لئے تھوڑا سا کھانا رکھا ہے، حضرت ابوطلحہ نے فرمایا بچوں کو بہلا کر سُلا دو اور جب مہمان کھانے بیٹھے تو چراغ درست کرنے اٹھو اور چراغ کو بجھا دو تا کہ وہ اچھی طرح کھالے، یہ اسلئے تجویز کی کہ مہمان یہ نہ جان سکے کہ اہل خانہ اس کے ساتھ نہیں کھا رہے ہیں کیونکہ اس کو یہ معلوم ہوگا تو وہ اصرار کرے گا اور کھانا کم ہے بھوکا رہ جائے گا، اس طرح مہمان کو کھلایا اور آپ ان صاحبوں نے بھوکے رات گذاری، جب صبح ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رات فلاں فلاں لوگوں میں عجیب معاملہ پیش آیا، اللہ تعالیٰ ان سے بہت راضی ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ حشر، بیروت)

## ایثار کے بے مثل واقعات کا بیان

امام قشیری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام میں سے ایک بزرگ کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بطور ہدیہ پیش کیا، اس بزرگ نے خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھلائی اور اس کے اہل و عیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں، یہ سر ان کے پاس بھیج دیا، اس دوسرے بزرگ کے پاس پہنچا تو اسی طرح انہوں نے تیسرے کے پاس اور تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا، یہاں تک کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد پھر پہلے بزرگ کے پاس واپس آ گیا، اس واقعہ پر آیات مذکورہ نازل ہوئیں، یہی واقعہ ثعلبی نے حضرت انس سے بھی روایت کیا ہے۔

مؤطاء امام مالک میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مسکین نے اس سے سوال کیا، ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی اور ان کا اس روز روزہ تھا، آپ نے اپنی خادمہ سے فرمایا کہ یہ روٹی اس کو دیدو خادمہ نے کہا کہ اگر یہ دے دی گئی تو شام کو آپ کے افطار کرنے کے لئے کوئی چیز نہ رہے گی، حضرت صدیقہ نے فرمایا کہ پھر بھی دیدو، یہ خادمہ کہتی ہیں کہ جب شام ہوئی تو ایک ایسے شخص نے جس کی طرف سے ہدیہ دینے کی کوئی رسم نہ تھی ایک سالم بکری بھنی ہوئی اور اس کے اوپر آٹے میدے کا خول چڑھا ہوا پختہ، جو عرب میں سب سے بہترین کھانا سمجھا جاتا ہے، ان کے پاس بطور ہدیہ بھیج دیا، حضرت صدیقہ نے خادمہ کو بلایا کہ آؤ یہ کھاؤ یہ تمہاری اس روٹی سے بہتر ہے۔

اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر کا واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ بیمار تھے اور انگور کو جی چاہا ان کے لئے ایک درہم میں ایک خوشہ انگور کا خرید کر لایا گیا، اتفاق سے ایک مسکین آ گیا اور سوال کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ خوشہ اس کو دیدو، حاضرین میں سے ایک شخص خفیہ طور پر اس کے پیچھے گیا اور خوشہ اس مسکین سے خرید کر پھر ابن عمر کو پیش کر دیا، مگر یہ سائل پھر آیا اور سوال کیا تو حضرت ابن عمر نے پھر اس کو دیدیا، پھر کوئی صاحب خفیہ طور پر گئے اور اس مسکین کو ایک درہم دے کر خوشہ خرید لائے اور حضرت ابن عمر کی خدمت میں پیش

کردیا، وہ سائل پھر آنا چاہتا تھا لوگوں نے منع کردیا اور حضرت ابن عمر کو یہ اطلاع ہوتی کہ یہ وہی خوشہ ہے جوانہوں نے صدقہ میں دے دیا تھا، تو ہرگز نہ کھاتے، مگر ان کو یہ خیال ہوا کہ لانے والا بازار سے لایا ہے اس لئے استعمال فرمالیا۔

اور ابن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم نے چار سو دینار ایک تھیلی میں بھر کر تھیلی غلام کے سپرد کی کہ ابوعبیدہ بن جراح کے پاس لے جاؤ کہ ہدیہ ہے قبول کر کے اپنی ضرورت میں صرف کریں اور غلام کو ہدایت کردی کہ ہدیہ دینے کے بعد کچھ دیر گھر میں ٹھہر جانا اور یہ دیکھنا کہ ابوعبیدہ اس رقم کو کیا کرتے ہیں، غلام نے حسب ہدایت یہ تھیلی حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں پیش کردی اور ذرا اٹھہر گیا، ابوعبیدہ نے تھیلی لے کر کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو یعنی عمر بن خطاب کو اس کا صلہ دے اور ان پر رحمت فرمائے اور اسی وقت اپنی کنیز کو کہا کہ لو یہ سات فلاں شخص کو پانچ فلاں کو دے آؤ، یہاں تک کہ پورے چار سو دینار اسی وقت تقسیم کردیئے۔

غلام نے واپس آکر واقعہ بیان کردیا، حضرت عمر بن خطاب نے اسی طرح چار سو دینار کی ایک دوسری تھیلی تیار کی ہوئی غلام کو دے کر ہدایت کی کہ معاذ بن جبل کو دے آؤ اور وہاں بھی دیکھو وہ کیا کرتے ہیں، یہ غلام لے گیا، انہوں نے تھیلی لے کر حضرت عمر کے حق میں دعا دی رحمہ اللہ و وصلہ یعنی اللہ ان پر رحمت فرمائے اور ان کو صلہ دے اور یہ بھی تھیلی لے کر فوراً تقسیم کرنے کے لئے بیٹھ گئے اور اس کے بہت سے حصے کر کے مختلف گھروں میں بھیجتے رہے، حضرت معاذ کی بیوی یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھیں، آخر میں بولیں کہ ہم بھی تو بخدا مسکین ہی ہیں، ہمیں بھی کچھ ملنا چاہئے، اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے وہ ان کو دے دیے، غلام یہ دیکھنے کے بعد لوٹا اور حضرت عمر سے بیان کیا، تو آپ نے فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں سب کا مزاج ایک ہی ہے۔

اور حذیفہ عدوی فرماتے ہیں کہ میں جنگ یرموک میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش شہداء کی لاشوں میں کرنے کے لئے نکلا اور کچھ پانی ساتھ لیا کہ اگر ان میں کچھ جان ہوئی تو پانی پلادوں گا، ان کے پاس پہنچا تو کچھ رمق زندگی کی باقی تھی، میں نے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلادوں، اشارہ سے کہا ہاں، مگر فوراً ہی قریب سے ایک دوسرے شہید کی آواز آہ آہ کی آئی تو میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی ان کو دے دو، ان کے پاس پہنچا اور پانی دینا چاہا تو تیسرے آدمی کی آواز ان کے کان میں آئی، اس نے بھی اس تیسرے کو دینے کے لئے کہہ دیا، اسی طرح یکے بعد دیگرے سات شہیدوں کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا، جب ساتویں شہید کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑ چکے تھے، یہاں سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

حضرات مہاجرین کے معاملہ میں حضرات انصار نے بڑے ایثار سے کام لیا، اپنے مکانوں، دکانوں، کاروبار، زمین اور زراعت میں ان کو شریک کرلیا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان مہاجرین کو وسعت عطا فرمائی تو انہوں نے بھی حضرات انصار کے احسانات کی مکافات میں کمی نہیں کی۔

قرطبی نے بحوالہ صحیحین حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے کہ جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ تھا اور انصار مدینہ زمین و جائیداد والے تھے، انصار نے ان حضرات کو ہر چیز نصفا نصف تقسیم کردی، اپنے باغات کے

آدھے پھل سالانہ ان کو دینے لگے اور حضرت انس کی والدہ ام سلیم نے اپنے چند درخت کھجور کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیے تھے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کی والدہ ام ایمن کو عطا فرما دیئے۔

امام زہری کہتے ہیں کہ مجھے حضرت انس بن مالک نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر کے جہاد سے کامیابی کے ساتھ فارغ ہو کر مدینہ طیبہ واپس آئے (اس غزوہ میں مسلمانوں کو اموال غنیمت کافی مقدار میں ہاتھ آئے) تو سب مہاجرین نے حضرات انصار کے سب عطایا کا حساب کر کے ان کو واپس کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری والدہ کے درخت ام ایمن سے لے کر ان کو واپس کر دیئے اور اس کی جگہ ام ایمن کو اپنے باغ میں سے درخت عطا فرمائے۔ (جامع البیان، حشر، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ |
| وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۠ |
| اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، |
| جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ |
| اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ |

## فوت شدہ اہل ایمان کیلئے بخشش کی دعا مانگنے کی فضیلت کا بیان

"وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ" "مِنْ بَعْدِ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَة "يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا يَجِدُونَ فِي قُلُوبِهِمْ غِلًّا" حِقْدًا،

اور وہ لوگ بھی جو ان مہاجرین وانصار کے بعد قیامت کے دن تک آئیں گے اور عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ۔ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔

## غنائم کو امت مسلمہ کی آنے والی نسلوں کیلئے وقف کرنے کا بیان

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے مفہوم میں صحابہ کرام مہاجرین وانصار کے بعد پیدا ہونے والے قیامت تک کے مسلمان شامل ہیں اور اس آیت نے ان سب کو مال فئی میں حقدار قرار دیا ہے۔

یہی سبب تھا کہ حضرت فاروق اعظم نے دنیا کے بڑے ممالک عراق، شام، مصر وغیرہ فتح کئے، تو ان کی زمینوں کو غانمین میں تقسیم نہیں فرمایا بلکہ ان کو اگلی آنے والی نسلوں کے لئے وقف عام رکھا کہ ان کی آمدنی اسلامی بیت المال میں آتی رہے اور اس سے قیامت تک آنے والے مسلمان فائدہ اٹھا سکیں، بعض صحابہ کرام نے جو ان سے مفتوحہ زمینوں کی تقسیم کا سوال کیا تو انہوں نے اسی آیت کا حوالہ دے کر فرمایا کہ اگر میرے سامنے آئندہ آنے والی نسلوں کا معاملہ نہ ہوتا تو میں جو ملک فتح کرتا اس کی سب زمینوں کو

بھی غانمین میں تقسیم کر دیتا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمینوں کو تقسیم فرما دیا تھا، اگر یہ ساری زمینیں موجودہ مسلمانوں میں تقسیم ہو گئیں تو آنے والے مسلمانوں کے لئے کیا باقی رہے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

## غنائم، فیئ اور زکوٰۃ کے مصارف کا بیان

حضرت مالک ابن اوس بن حدثان کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس مال فئی کے سلسلے میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص خصوصیت عطاء کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو وہ خصوصیت عطاء نہیں کی۔" پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت (وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ، الحشر:6) پڑھی اور فرمایا کہ چنانچہ یہ مال صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہو گیا تھا۔

جس میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اس کے بعد اس میں سے جو کچھ بچ رہتا تھا اس کو ان جگہوں میں خرچ کرتے جو اللہ کا مال خرچ کئے جانے کی جگہیں ہیں (یعنی اس باقی مال کو مسلمانوں کے مفاد و مصالح جیسے ہتھیاروں اور گھوڑوں وغیرہ کی خریداری پر خرچ کر دیا کرتے تھے، نیز محتاج و مساکین میں سے جس کو چاہتے اس کی مدد کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد سوم: حدیث نمبر 1148)

مذکورہ آیت کریمہ سورت حشر کی ہے جو پوری اس طرح ہے۔ آیت (وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ) 59۔ الحشر:6) اور جو کچھ (مال) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا ہے وہ رسول کے لئے مخصوص ہو گیا ہے) تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (یعنی تم نے اس کے حصول کے لئے کسی جنگ و جدال کی مشقت برداشت نہیں کی ہے نہ سفر کی پریشانیاں جھیلی ہیں، بلکہ پیدل ہی چلے گئے تھے) لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلّط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔" اس آیت کریمہ کے ذریعہ گویا مسلمانوں پر یہ واضح کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے قبیلہ بنونضیر کے مال و جائداد کا جو مالک و متصرف بنایا ہے تو وہ مال اس طرح کا ہے جس کو تم نے جنگ و جدال کے ذریعہ ان (بنونضیر) پر غلبہ پا کر اور دور دراز کے سفر کی مشقت برداشت کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ بلا کسی جدوجہد کے ہاتھ لگا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کر دینے کا حکم دیا گیا اور بنونضیر نے اس حکم کی تعمیل کرنے میں چوں و چرا کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو لے کر اس جگہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں بنونضیر کے محلات، قلعے اور جائدادیں تھیں۔

وہ جگہ چونکہ مدینہ سے صرف دو میل کے فاصلے پر تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور سب ہی لوگ پیدل تھے، وہاں پہنچنے پر جنگ و جدال کی نوبت نہیں آئی، کچھ عرصہ کے محاصرہ کے بعد بنونضیر نے ہتھیار ڈال دیئے اور وہ جو کچھ سامان اپنے

ساتھ لے جاسکتے تھے اونٹوں پر لاد کر خیبر کو روانہ ہو گئے اس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غلبہ وتسلط عطاء فرمایا جیسا کہ حق تعالیٰ کی عادت یہی ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور دین کے علمبرداروں کو دشمنان دین پر غلبہ وتسلط عطاء فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کی جائداد وزمین وغیرہ بحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضبط کر لی گئیں اور وہاں کا سارا مال (فئی) کے حکم میں ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار میں آ گیا۔ اسی لئے جب مسلمانوں نے اس مال کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو مذکورہ آیت نازل ہوئی اور اس مال کا یہ حکم بتایا گیا کہ اس طرح کا مال "مال غنیمت" کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے تصرف وخرچ کا سارا اختیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح چاہیں خرچ کریں اور جس کو چاہیں اس میں سے دیں۔

چنانچہ احادیث میں اس مال کے مصرف بھی بیان کیئے گئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنی بیویوں کو انکا سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے اور پھر جو باقی بچتا اس کو مسلمانوں کے اجتماعی مفاد ومصالح میں خرچ کرتے اور جن فقراء ومساکین وغیرہ کو چاہتے ان کو دیتے۔ مال فئی کے مسئلہ میں حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

لیکن طیبی نے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مسلک اس طرح بیان کیا کہ مال فئی میں چار خمس اور ایک خمس کے پانچویں حصے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہوتا تھا، یعنی وہ مال پچیس حصوں میں تقسیم ہو کر اکیس حصے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذاتی تصرف واختیار میں آتا اور باقی چار حصے آپ اپنے ذوی القربیٰ یتیموں مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔

تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی کے مصرف کے بارہ میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں۔ چنانچہ ایک جماعت کا قول تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مال فئی اسلامی مملکت وخلافت کے سربراہ کا حق ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو قول ہیں ایک قول تو یہ ہے کہ وہ مجاہدین ومقاتلین کا حق ہے کہ اس کے ان کے درمیان تقسیم کیا جائے۔ اور دوسرا قول ہے کہ اس مال کے عام مسلمانوں کے اجتماعی مفاد ومصالح میں خرچ کیا جائے۔ "سال بھر کا خرچ دیا کرتے تھے" اس موقع پر ذہن میں یہ اشکال پیدا ہوسکتا ہے کہ احادیث میں تو یہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو پھر سال بھر کا خرچ کس طرح جمع کر کے رکھتے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل تک کے لئے کوئی بھی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے تو اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لئے کسی چیز کو بچا کر یا جمع کر کے رکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اور یہاں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال سے ہے۔

لیکن واضح رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات کو سال بھر خرچ کبھی کبھی دیتے تھے مستقل طور پر یہ معمول نہیں تھا، تاہم امام نووی فرماتے ہیں کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ سال بھر کی ضروریات زندگی کی چیزیں مہیا کر کے رکھ لینا جائز ہے اور یہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ (تفسیر معالم تنزیل بہ تصرف، سورۂ حشر، بیروت)

## دنیا سے رخصت ہونے والے کی قبر پر ثابت قدمی کی دعا کا بیان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کی تدفین سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہو کر (لوگوں سے) فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو، یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت اس کو ثابت قدم رکھے اس لئے کہ اس وقت اس سے سوال کیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 130)

## احادیث کی روشنی میں ایصال ثواب کا ثبوت وتحقیق کا بیان

(۱) حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رویت ہے: ان کی والدہ فوت ہوگئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا؟ میری ماں فوت ہوگئی ہے کیا میں اسکی طرف سے صدقہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پلانا۔ (احمد، نسائی)

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قبر میں میت کی مثال ڈوبنے والے اور فریاد کرنے والے کی طرح ہے، جو اپنے ماں باپ، بھائی یا کسی دوست کی دُعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اسے دُعا پہنچتی ہے تو اسے یہ دنیا جہاں کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بیشک اہل دنیا کی دُعا سے اللہ تعالیٰ اہل قبور کو پہاڑوں کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ مردوں کیلئے زندوں کا بہترین تحفہ ان کیلئے استغفار کرنا ہے۔ (بیہقی)

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ جنت میں نیک آدمی کا درجہ بلند فرماتا ہے تو آدمی عرض کرتا ہے، یا اللہ! یہ درجہ مجھے کیسے حاصل ہوا؟ اللہ رب العالمین فرماتا ہے: تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کیا ہے۔ (احمد)

(۴) حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو جب حد زنا لگنے سے سنگسار کر دیا تو بعد از دفن جب دو دن یا تین گزر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے جہاں صحابہ کرام بیٹھے تھے پس سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بیٹھ گئے اور صحابہ کرام کو فرمایا کہ ماعز بن مالک کی بخشش کی دعا کرو تو صحابہ کرام نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کی مغفرت کی دعا مانگی۔ (مسلم، جلد دوم) بفضلہٖ تعالیٰ اہل سنت وجماعت کا یہی معمول ہے۔

ساتواں:

(۵) حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ بے شک مردے سات دن تک اپنی قبروں میں آزمائے جاتے ہیں تو صحابہ کرام سات روز تک ان کی جانب سے کھانا کھلانا مستحب سمجھتے تھے۔ (شرح الصدور ابو نعیم فی الحلیہ) چنانچہ شیخ المحدثین حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا و تصدیق کردہ شود از میت بعد رفتن او از عالم تا ہفت روز۔ (اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ) اور میت کے مرنے کے بعد سات روز تک صدقہ کرنا چاہیئے۔

دسواں:

(۶) فرمایا دس دنوں میں قرآن ختم کرو۔ (بخاری شریف، جلد اول) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ

قرآن کتنے دنوں میں پڑھا جائے فرمایا دس دنوں میں۔ (ابوداؤد مترجم جلد اول) لہٰذا قرآن پڑھ کر میت کو بخشنے میں کوئی حرج نہیں!

(۷) حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کو سکھایا کرتے تھے کہ وہ جب قبرستان جائیں تو وہاں یہ کہیں دعا (**السلام علیکم اهل الدیار من المومنین والمسلمین وانا ان شاء اللہ للاحقون نسأل اللہ لنا ولکم العافیة**) سلامتی ہو تم پر اے گھر والے مومنین و مسلمین سے! یقیناً ہم بھی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم سے ضرور ملیں گے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے عافیت یعنی مکروہات سے نجات مانگتے ہیں۔ (مسلم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو گھر اس لیے فرمایا ہے کہ جس طرح زندہ انسان اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہیں اسی طرح مردے اپنی اپنی قبروں میں رہتے ہیں۔

**اهل الدیار من المومنین والمسلمین من المومنین اهل الدیار** کا بیان اور اس کی وضاحت ہے اسی طرح و **المسلمین من المومنین** کی تاکید کے لیے استعمال فرمایا گیا ہے۔

(۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے قبرستان سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی طرف روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ دعا (**السلام علیکم یا اهل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر**)۔ اے قبر والو! تمہاری خدمت میں سلام پیش ہے اور اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم میں سے پہلے پہنچے ہوئے ہو اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے ہی والے ہیں۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حدیث کے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبروں کی طرف اپنا روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے، میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی شخص اہل قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے لیے مستحب ہے کہ اس وقت اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعاء مغفرت و فاتحہ خوانی وغیرہ کے لیے قبر پر کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے چنانچہ علماء و مجتہدین کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے صرف علامہ ابن حجر اس کے خلاف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک مستحب ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والا دعائے مغفرت و فاتحہ خوانی کے وقت اپنا منہ قبلہ کی طرف رکھے۔

مظہر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے لہٰذا جس طرح کسی شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کے منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا ہے اس طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے منہ کے سامنے رکھا جائے پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ و آداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں نشست و برخاست کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات و فضائل کی بنا پر عظیم المرتبت و رفیع القدر تھا ادب و احترام کے پیش نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو اب اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے اور اگر اس کی

زندگی میں بوقت ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا کہ جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے۔
جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۃ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد تین مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخش کر اس کے لیے دعائے مغفرت کرے۔

## ائمہ اربعہ کے مطابق ایصالِ ثواب کا ثبوت کا بیان

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اور بدنی عبادتوں کے ذریعہ ایصال ثواب حدیث سے ثابت ہے اور یہی ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کی رائے ہے اور فقہاء شوافع میں سے بھی بہت سے لوگ اسی کے قائل ہیں؛ البتہ عمل کیلئے اخلاص چاہئے اور جس میں اخلاص ہو، جو عمل اخلاص سے خالی ہو وہ خود لائق ثواب نہیں اور جو عمل خود ہی لائق ثواب نہ ہو اس کا ثواب دوسروں کو کیوں کر ایصال کیا جا سکتا ہے؟ یہی بات مشہور فقیہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔

(رد المحتار ،ابن عابدین شامی)

حافظ سیوطی شرح الصدور میں لکھتے ہیں کہ: جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد) کے نزدیک میت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب پہنچتا ہے، لیکن اس مسئلے میں ہمارے امام شافعی کا اختلاف ہے۔
انہوں نے امام قرطبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: شیخ عزّ الدین بن عبدالسلام فتویٰ دیا کرتے تھے کہ میت کو تلاوتِ قرآنِ کریم کا ثواب نہیں پہنچتا، جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے کسی شاگرد کو خواب میں ان کی زیارت ہوئی، اور ان سے دریافت کیا کہ آپ زندگی میں یہ فتویٰ دیا کرتے تھے، اب تو مشاہدہ ہو گیا ہوگا، اب کیا رائے ہے؟ فرمانے لگے کہ: میں دُنیا میں یہ فتویٰ دیا کرتا تھا، لیکن یہاں آ کر جو اللہ تعالیٰ کے کرم کا مشاہدہ کیا تو اس فتویٰ سے رُجوع کر لیا، میت کو قرآنِ کریم کی تلاوت کا ثواب پہنچتا ہے۔ امام محی الدین نووی شافعی شرح المہذب میں لکھتے ہیں کہ: قبر کی زیارت کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ جس قدر ہو سکے قرآنِ کریم کی تلاوت کرے، اس کے بعد اہلِ قبور کے لئے دُعا کرے، امام شافعی نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور اس پر ہمارے اصحاب متفق ہیں۔ فقہائے حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کی کتابوں میں بھی ایصالِ ثواب کی تصریحات موجود ہیں، اس لئے میت کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی تو بلاشبہ دُرست ہے۔ (شرح مہذب، ج۵، ص۳۱۱، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ |
| مَعَكُمْ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ |
| کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہو گئے ہیں کہ اگر تم نکالے گئے |
| تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ہی نکل چلیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی بھی کسی ایک کی بھی اطاعت نہیں کریں گے |
| اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور بالضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ |

## منافقین کی اپنے یہود بھائیوں سے دوستی کا بیان

"اَلَمْ تَرَ" تَنظُر "اِلَی الَّذِینَ نَافَقُوا یَقُولُونَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِینَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ " وَهُمْ بَنُو النَّضِیر وَاِخْوَانهم فِی الْكُفْر "لَئِنْ" لَام قَسَم فِی الْاَرْبَعَة "اُخْرِجْتُمْ" مِنَ الْمَدِینَة "لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِیع فِیكُمْ" فِی خِذْلَانكُمْ "اَحَدًا اَبَدًا وَاِنْ قُوتِلْتُمْ" حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّام الْمُوَطِّئَة

کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے ان بھائیوں سے کہتے ہیں جو اہل کتاب میں سے کافر ہو گئے ہیں اور وہ بنو نضیر ہیں کیونکہ وہ کفر میں ان کے بھائی ہیں۔ کہ اگر تم یہاں سے یعنی مدینہ منورہ سے نکالے گئے، یہاں پر لفظ لئن میں چاروں مقامات پر لام قسمیہ ہے تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ ہی نکل چلیں گے اور ہم تمہارے معاملے میں کبھی بھی کسی ایک کی بھی اطاعت نہیں کریں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی، یہاں پر قوتلتم میں لام مؤطرہ (قسمیہ) کو حذف کیا گیا ہے۔ تو ہم ضرور بالضرور تمہاری مدد کریں گے، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

## منافقین کے جھوٹ کے ظاہر ہو جانے کا بیان

عبداللہ بن ابی اور اسی جیسے منافقین کی چالبازی اور عیاری کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہوں نے یہودیان بنو نضیر کو سبز باغ دکھا کر جھوٹا دلاسا دلا کر غلط وعدہ کر کے مسلمانوں سے لڑوا دیا، ان سے وعدہ کیا کہ ہم تمہارے ساتھی ہیں لڑنے میں تمہاری مدد کریں گے اور اگر تم ہار گئے اور مدینہ سے دیس نکالا ملا تو ہم بھی تمہارے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیں گے، لیکن بوقت وعدہ ہی ایفا کرنے کی نیت نہ تھی اور یہ بھی کہ ان میں اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ ایسا کر سکیں نہ لڑائی میں ان کی مدد کر سکیں نہ برے وقت ان کا ساتھ دیں، اگر بدنامی کے خیال سے میدان میں آ بھی جائیں تو یہاں آتے ہی تیز وتلوار کی صورت دیکھتے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور نامردی کے ساتھ بھاگتے ہی بن پڑے، پھر مستقل طور پر پیش گوئی فرماتا ہے کہ ان کی تمہارے مقابلہ میں امداد نہ کی جائے گی، یہ اللہ سے بھی اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے خوف کھاتے ہیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی اور کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا۔ اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبداللہ بن ابی اور ابن عجل تھے۔ کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے ڈرو نہیں ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ تم اکیلے نہیں ہو۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دو ہزار مسلح بہادروں کا لشکر لے کر ہم تمہارے ساتھ آملیں گے تمہیں جلاوطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے۔ اس کے ماننے سے صاف انکار کر دو۔ اور اگر تم کو مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم تنہا مدینہ نہیں چھوڑو گے بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہی اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ لوگ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بالفرض والمحال ان بزدلوں نے میدان جنگ میں انے کی جسارت کی تھی تو تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے۔ اور اگر بنی نضیر کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ اسی طرح ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔ الم تر:

ہمزہ استفہامیہ لم ترنفی جحد بلم ۔صیغہ واحد مذکر حاضر ۔کیا تو نے نہیں دیکھا۔

الذین نافقوا۔ موصول وصلہ۔ نافقوا ماضی جمع مذکر غائب۔ منافقۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ انہوں نے دوزخی کی۔ انہوں نے منافقت کی۔ انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا۔ اور اسلام کو ظاہر کیا۔ الذین نافقوا منافق لوگ۔ کیا تو نے منافقوں کو نہیں دیکھا۔ ان منافق لوگوں سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے گروہ کے لوگ ہیں۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ |
| وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ |
| اگر وہ نکال دیئے گئے تو یہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، |
| اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی، تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر ان کی مدد نہ ہو سکے گی۔ |

## قتال واخراج میں منافقین کا یہود سے تعاون نہ کر سکنے کا بیان

"لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ" أَيْ جَاءُوا لِنَصْرِهِمْ "لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَار" وَاسْتُغْنِيَ بِجَوَابِ الْقَسَم الْمُقَدَّر عَنْ جَوَاب الشَّرْط فِي الْمَوَاضِع الْخَمْسَة "ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ" أَيْ الْيَهُود،

اگر وہ (کفار یہود مدینہ سے) نکال دیئے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ کبھی نہیں نکلیں گے، اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر انہوں نے ان کی مدد کی بھی تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، یہاں پر پانچوں مقامات پر جواب قسم مقدر ہونے کے سبب جواب شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر ان یہود کی مدد کہیں سے نہ ہو سکے گی۔

پس منافقوں کے ایک ایک قول وقرار کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ پھر ان کی کہیں سے کوئی مدد نہیں کی ہوگی۔ یعنی منافقوں کی۔ کیونکہ منافقت اور نفاق کا لبادہ اتر جانے کے بعد، ایمان کے یہ زبانی کلامی دعوے ان کو کچھ کام نہ آسکیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہود ہیں کہ وہ ہار جائیں گے اور منافقوں کی یہ مدد ان کے کچھ کام نہ آسکے گی۔

(محاسن التاویل، جامع البیان، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ○ |
| بیشک ان کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ تمہارا رعب اور خوف ہے، یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ ہی نہیں رکھتے۔ |

## منافقین کے دلوں میں مسلمانوں کے رعب کا بیان

"لَأَنْتُمْ أَشَدّ رَهْبَة" خَوْفًا "فِي صُدُورهمْ" أَيْ الْمُنَافِقِينَ "مِنْ اللّٰه" لِتَأْخِيرِ عَذَابه

(اے مسلمانو!) بیشک ان کے یعنی منافقین دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ تمہارا رعب اور خوف ہے، کیونکہ اللہ کے عذاب میں

تاخیر ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

یعنی منافقوں کا بنونضیر سے اپنے کئے ہوئے وعدوں کو پورا نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اللہ سے ڈر گئے ہیں۔ یا انہیں اپنے دعویٰ اسلام کا کچھ پاس ہونے لگا ہے۔ یا انہیں یہ خطرہ ہے کہ قیامت کے دن انہیں کافروں کی حمایت کے جرم کی پاداش میں سزا ملے گی۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ تمہارے جیسے سچے مسلمانوں کے آپس میں باہمی اتفاق اور اللہ کی راہ میں سردھڑ کی بازی لگا دینے سے وہ کچھ اس طرح مرعوب ہو چکے ہیں کہ انہیں یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر وہ یہودیوں کی حمایت میں لڑنے کو نکلے تو یہودیوں کے ساتھ یہ خود بھی پس جائیں گے۔

| |
|---|
| لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ |
| تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ |
| وہ سب مل کر بھی تم سے جنگ نہ کر سکیں گے سوائے قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کی آڑ میں، ان کی لڑائی ان کے آپس |
| میں سخت ہے، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل باہم متفرق ہیں، یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ |

## یہود و منافقین کے متفرقہ دلوں کا بیان

"لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ" أَیِ الْيَهُوْد "جَمِيعًا" مُجْتَمِعِيْنَ "إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جِدَار" سُور وَفِي قِرَاءَة جُدُر "بَأْسهمْ" حَرْبهمْ "بَيْنهمْ شَدِيد تَحْسَبهُمْ جَمِيعًا" مُجْتَمِعِيْنَ "وَقُلُوبهمْ شَتَّى" مُتَفَرِّقَة خِلَاف الْحُسْبَان،

وہ مدینہ کے یہود اور منافقین سب مل کر بھی تم سے جنگ نہ کر سکیں گے سوائے قلعہ بند شہروں میں یا دیواروں کی آڑ میں، ایک قرأت کے مطابق جدر آیا ہے۔ ان کی لڑائی ان کے آپس میں ہی سخت ہے، تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل باہم متفرق ہیں، یعنی تمہارے خیال کے خلاف بکھرے ہوئے ہیں۔ یہ اس لئے کہ وہ لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔

اس آیت کے مخاطب یہود بھی ہیں اور منافقین بھی۔ دونوں ایک جیسے مکار، دغاباز، وعدے کے جھوٹے اور مفاد پرست ہیں۔ ایسے لوگ بزدل ہوتے ہیں کبھی کھلے میدان میں لڑنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ ہاں ایسی جگہ بیٹھ کر لڑ سکتے ہیں جہاں ان کی جان کو کچھ خطرہ نہ ہو۔ مورچوں میں یا قلعہ بند ہو کر تو یہ تیر و تفنگ کا کھیل کھیل سکتے ہیں مگر سامنے آ کر دست بدست جنگ کرنا ان کے بس کا روگ نہیں۔ بھلا جسے ہر وقت اپنی جان بچانے کا دھڑکا لگا رہتا ہو تو وہ مقابلہ کیا کر سکتا ہے؟ کیا یہود کیا منافق اور کیا ان کی ذیلی شاخیں؟

| |
|---|
| كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ |
| ان لوگوں کے حال کی طرح جو ان سے پہلے قریب ہی تھے، انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لیے دردناک سزا ہے۔ |

## بدر میں قتل ہونے والے مشرکین سے مثال سمجھنے کا بیان

**مَثَلُهُمْ فِي تَرْكِ الْإِيمَان "كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا" بِزَمَنٍ قَرِيب وَهُمْ أَهْل بَدْر مِنْ الْمُشْرِكِينَ "ذَاقُوا وَبَال أَمْرهمْ" عُقُوبَته فِي الدُّنْيَا مِنْ الْقَتْل وَغَيْره "وَلَهُمْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم فِي الْآخِرَة،**

ان کے ترک ایمان کی مثال ایسے ہے کہ ان لوگوں کے حال کی طرح جوان سے پہلے قریب ہی تھے، یعنی زمانے کی بات ہے اور وہ اہل بدر مشرکین ہیں۔ انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا جب ان کو دنیا میں قتل وغیرہ کی سزا دی گئی۔ اور آخرت میں ان کے لیے دردناک سزا ہے۔

## عہد شکن یہود اور غزوہ بنوقینقاع کا بیان

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو مدینہ کے آس پاس جتنے قبائل یہود کے تھے سب کے ساتھ ایک معاہدہ صلح کا ہو گیا تھا جس کی شرائط میں یہ داخل تھا کہ ان سے کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے کسی مخالف کی امداد نہ کرے گا، ان معاہدہ کرنے والوں میں قبیلہ بنوقینقاع بھی شامل تھا، مگر اس نے چند مہینوں کے بعد ہی غدر و عہد شکنی شروع کر دی اور غزوہ بدر کے موقع پر مشرکین کے ساتھ خفیہ سازش و امداد کے کچھ واقعات سامنے آئے، اس وقت یہ آیت قرآن نازل ہوئی (آیت) (واما تخافن من قوم خیانته فانبذ الیهم علٰی سواء) یعنی اگر (معاہدہ اور صلح کے بعد) کسی قوم کی خیانت کا خطرہ لاحق ہو تو آپ ان کا معاہدہ صلح ختم کر سکتے ہیں بنوقینقاع اس معاہدہ کو اپنی غداری سے خود توڑ چکے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کا اعلان فرمایا اور علم جہاد حضرت حمزہ کو عطا فرمایا اور مدینہ طیبہ کے شہر پر حضرت ابولبابہ کو اپنا خلیفہ مقرر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی تشریف لے گئے، یہ لوگ مسلمانوں کا لشکر دیکھ کر اپنے قلعہ میں بند ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا، پندرہ روز تک تو یہ لوگ محصور ہو کر صبر کرتے رہے، بالآخر اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور یہ سمجھ گئے کہ مقابلہ سے کام نہ چلے گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں جو آپ ہمارے بارے میں نافذ کریں۔

آپ کا فیصلہ ان کے مردوں کے قتل کا ہونے والا تھا کہ عبداللہ بن ابی منافق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد اصرار و الحاح کیا کہ ان کی جاں بخشی کر دی جائے، بالآخر آپ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ یہ لوگ بستی خالی کر کے جلاوطن ہو جائیں اور ان کے اموال مسلمانوں کا مال غنیمت ہوں گے، اس قرارداد کے مطابق یہ لوگ مدینہ چھوڑ کر ملک شام کے علاقہ اذرعات میں چلے گئے اور ان کے اموال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کے قانون کے مطابق اس طرح تقسیم فرمایا کہ ایک خمس بیت المال کا رکھ کر باقی چار خمس غانمین میں تقسیم کر دیئے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ |
| مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ |
| شیطان کے حال کی طرح، جب اس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر جب وہ کفر کر چکا تو اس نے کہا بلاشبہ میں |
| تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ |

## منافقین کی مثال شیطان کی مثال کی طرح ہونے کا بیان

مَثَلهمْ أَيْضًا فِي سَمَاعهمْ مِنْ الْمُنَافِقِينَ وَتَخَلُّفهمْ عَنْهُمْ "كَمَثَلِ الشَّيْطَان إذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اُكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إنِّي بَرِيء مِنْك إنِّي أَخَاف اللَّه رَبّ الْعَالَمِينَ" كَذِبًا مِنْهُ وَرِيَاء

منافقین کی بات سننے اور ان کے ان یہود سے انحراف کرنے کی مثال شیطان کے حال کی طرح ہے۔ جب اس نے انسان سے کہا کفر کر، پھر جب وہ کفر کر چکا تو اس نے کہا بلاشبہ میں تجھ سے لاتعلق ہوں، بے شک میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ کیونکہ اس کا قول جھوٹ اور ریاء کی بنیاد پر تھا۔

## تلبیس ابلیس کے مختلف انداز کا بیان

ایک مثال سے سمجھایا جاتا ہے کہ دیکھو شیطان بھی اسی طرح انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب یہ کفر کر چکتا ہے تو خود بھی اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنا اللہ والا ہونا ظاہر کرنے لگتا ہے، اس مثال کا ایک واقعہ بھی سن لیجئے، بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا ساٹھ سال اسے عبادت الٰہی میں گذر چکے تھے شیطان نے اسے ورغلانا چاہا لیکن وہ قابو میں نہ آیا اس نے ایک عورت پر اپنا اثر ڈالا اور یہ ظاہر کیا کہ گویا اسے جنات ستا رہے ہیں ادھر اس عورت کے بھائیوں کو یہ وسوسہ ڈالا کہ اس کا علاج اسی عابد سے ہو سکتا ہے یہ اس عورت کو اس عابد کے پاس لائے اس نے علاج معالجہ یعنی دم کرنا شروع کیا اور یہ عورت یہیں رہنے لگی، ایک دن عابد اس کے پاس ہی تھا جو شیطان نے اس کے خیالات خراب کرنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زنا کر بیٹھا اور وہ عورت حاملہ ہوگئی۔ اب رسوائی کے خوف سے شیطان نے چھٹکارے کی یہ صورت بتائی کہ اس عورت کو مار ڈال ورنہ راز کھل جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسے قتل کر ڈالا، ادھر اس نے جا کر عورت کے بھائیوں کو شک دلوایا وہ دوڑے آئے، شیطان راہب کے پاس آیا اور کہا وہ لوگ آرہے ہیں اب عزت بھی جائے گی اور جان بھی جائے گی۔ اگر مجھے خوش کرلے اور میرا کہا مان لے تو عزت اور جان دونوں بچ سکتی ہیں۔ شیطان نے کہا مجھے سجدہ کر، عابد نے اسے سجدہ کرلیا، یہ کہنے لگا تف ہے تجھ پر کم بخت میں تو اب تجھ سے بیزار ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، جو رب العالمین ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ حشر، بیروت)

ایک اور روایت میں اس طرح ہے کہ ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی اور ایک راہب کی خانقاہ تلے رات گذارا کرتی تھی اس کے چار بھائی تھے ایک دن شیطان نے راہب کو گدگدایا اور اس سے زنا کر بیٹھا اسے حمل رہ گیا شیطان نے راہب کے دل میں ڈالا

کہ اب بڑی رسوائی ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اسے مار ڈال اور کہیں دفن کر دے تیرے تقدس کو دیکھتے ہوئے تیری طرف تو کسی کا خیال بھی نہ جائے گا اور اگر بالفرض پھر بھی کچھ پوچھ گچھ ہو تو جھوٹ موٹ کہہ دینا، بھلا کون ہے جو تیری بات کو غلط جانے؟ اس کی سمجھ میں بھی یہ بات آ گئی، ایک روز رات کے وقت موقعہ پا کر اس عورت کو جان سے مار ڈالا اور کسی اجاڑ جگہ زمین میں دبا دیا۔ اب شیطان اس کے چاروں بھائیوں کے پاس پہنچا اور ہر ایک کے خواب میں اسے سارا واقعہ کہہ سنایا اور اس کے دفن کی جگہ بھی بتا دی، صبح جب یہ جاگے تو ایک نے کہا آج کی رات تو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے ہمت نہیں پڑتی کہ آپ سے بیان کروں دوسروں نے کہا نہیں کہو تو سہی چنانچہ اس نے اپنا پورا خواب بیان کیا کہ اس طرح فلاں عابد نے اس سے بدکاری کی پھر جب حمل ٹھہر گیا تو اسے قتل کر دیا اور فلاں جگہ اس کی لاش دبا آیا ہے، ان تینوں میں سے ہر ایک نے کہا مجھے بھی یہی خواب آیا ہے اب تو انہیں یقین ہو گیا کہ سچا خواب ہے، چنانچہ انہوں نے جا کر اطلاع دی اور بادشاہ کے حکم سے اس راہب کو اس خانقاہ سے ساتھ لیا اور اس جگہ پہنچ کر زمین کھود کر اس کی لاش برآمد کی، کامل ثبوت کے بعد اب اسے شاہی دربار میں لے چلے اس وقت شیطان اس کے سامنے ظاہر ہوتا ہے اور کہتا ہے یہ سب میرے کرتوت ہیں اب بھی اگر تو مجھے راضی کر لے تو جان بچا دوں گا اس نے کہا جو تو کہے کروں گا، کہا مجھے سجدہ کر لے اس نے یہ بھی کر دیا، پس پورا بے ایمان بنا کر شیطان کہتا ہے میں تو تجھ سے بری ہوں میں تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام جہانوں کا رب ہے ڈرتا ہوں، چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا اور پادری صاحب کو قتل کر دیا گیا، مشہور ہے کہ اس پادری کا نام برصیصا تھا۔ حضرت علی حضرت عبداللہ بن مسعود، طاؤس، مقاتل بن حیان وغیرہ سے یہ قصہ مختلف الفاظ سے کمی بیشی کے ساتھ مروی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ |
| پس ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بے شک وہ دونوں آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی ظالموں کا بدلہ ہے۔ |

## گمراہ کرنے اور ہونے والوں کیلئے دوزخ ہونے کا بیان

"فَكَانَ عَاقِبَتهمَا" أَيْ الْغَاوِي وَالْمُغْوِي وَقُرِءَ بِالرَّفْعِ اسْم كَانَ "أَنَّهُمَا فِي النَّار خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَلِكَ جَزَاء الظَّالِمِينَ" أَيْ الْكَافِرِينَ،

پس ان دونوں یعنی گمراہ کرنے والا اور گمراہ ہونے والا ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ بے شک وہ دونوں آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور یہی ظالموں یعنی کفار کا بدلہ ہے۔ یہاں پر لفظ عقابتھما کا کان کے اسم کے سبب مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔

شیطان آخرت میں یہ بات کہے گا اور "بدر" کے دن بھی ایک کافر کی صورت میں لوگوں کو لڑواتا تھا۔ جب فرشتے نظر آئے تو بھاگا۔ جس کا ذکر سورہ "انفال" میں گزر چکا ہے۔ یہی مثال منافقوں کی ہے۔ وہ "بنی نضیر" کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا دلا کر بھرے پر چڑھاتے رہے۔ آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے۔ لیکن کیا وہ اس طرح اللہ کے عذاب سے بچ

سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہئے کہ اس نے کل کے لئے آگے کیا بھیجا ہے، |
| اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## تقویٰ اختیار کرنے اور اعمال کا خیال رکھنے کا بیان

"یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْس مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ" لِیَوْمِ الْقِیَامَة

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہئے کہ اس نے کل قیامت کے دن کے لئے آگے کیا بھیجا ہے، اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ ان کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔

## تقویٰ اور جذبہ خیرات کا بیان

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ (ایک روز) ہم دن کے ابتدائی حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی جو ننگے بدن تھی اور عبایا کمبل لپیٹے ہوئے تھی اور گلے میں تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں سے اکثر بلکہ سب کے سب قبیلہ مضر کے لوگ تھے۔ ان پر فاقہ کا اثر دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرا مبارک متغیر ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے لئے کھانے کی تلاش میں) گھر تشریف لے گئے اور (جب گھر میں کچھ نہ ملا) تو واپس تشریف لائے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (اذان کہنے کا) حکم دیا، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی اور تکبیر پڑھی اور جمعہ کی یا ظہر کی نماز پڑھی گئی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور یہ آیت پڑھی آیت (یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ، النساء:1) ترجمہ!" اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا ہے۔" پوری آیت تلاوت کی جس کا آخری حصہ یہ ہے۔" البتہ اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔" اور پھر یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی جو سورۂ حشر میں ہے آیت (وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ، الحشر:18) ترجمہ!" (اے ایمان والو!) اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر آدمی دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔" خیرات کرے آدمی اپنے دینار میں سے اپنے درہم میں سے اپنے کپڑے میں سے اپنے گیہوں کے پیمانے میں سے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیرات کرے اگرچہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ راوی فرماتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی دینار یا درہم سے بھری ہوئی ایک تھیلی لایا جس کے وزن سے اس کا ہاتھ تھکنے کے قریب تھا بلکہ تھک گیا تھا۔ پھر لوگوں نے پے در پے چیزوں کا لانا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں نے دو تو لے غلہ اور کپڑے کے (جمع شدہ)

دیکھے پھر میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ اقدس (خوشی کی وجہ سے) کندن کی طرح چمک رہا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اسلام میں کسی نیک طریقہ کو رائج کرے تو اسے اس کا بھی ثواب ملے گا اور اس کا ثواب بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کرے لیکن عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی اور جس آدمی نے اسلام میں کسی برے طریقہ کو رائج کیا تو اسے اس کا بھی گناہ ہوگا اور اس آدمی کا بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کرے گا۔ لیکن عمل کرنے والے کے گناہ میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ (صحیح مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 205)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پہلی آیت تلاوت فرمائی وہ سورۂ نساء میں ہے، اس آیت میں خیرات کرنے اور قرابت داروں سے حسن سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خیرات کرنے اور آنے والی جماعت کی امداد واعانت پر ترغیب دلائی۔

| |
|---|
| وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ٥ |
| اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اللہ کو بھلا بیٹھے پھر اللہ نے ان کی جانوں کو ہی ان سے بھلا دیا، وہی لوگ نافرمان ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بھلا دینے والوں کی طرح نہ ہونے کا بیان

"وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰه" تَرَكُوا طَاعَته "فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسهمْ" أَنْ يُقَدِّمُوا لَهَا خَيْرًا،

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اطاعت کو چھوڑ کر اللہ کو بھلا بیٹھے پھر اللہ نے ان کی جانوں کو ہی ان سے بھلا دیا کہ وہ اپنی جانوں کے لئے ہی کچھ بھلائی آگے بھیج دیتے، وہی لوگ نافرمان ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے اور جو اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرے اللہ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس باب میں حضرت ابوموسی، ابوہریرہ اور عائشہ سے بھی روایت ہے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث عبادہ بن صامت حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1064)

## اہل جنت اور اہل دوزخ کے برابر نہ ہونے کا بیان

| |
|---|
| لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ط اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ٥ |
| اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں ہو سکتے، اہل جنت ہی کامیاب و کامران ہیں۔ |

جنہوں نے اللہ کو بھول کر یہ بات بھی بھلائے رکھی کہ اس طرح وہ خود اپنے ہی نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں اور ایک دن آئے گا کہ اس کے نتیجے میں ان کے یہ جسم جن کے لیے دنیا میں وہ بڑے بڑے پاپڑ بیلتے تھے جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے اور ان کے مقابلے میں دوسرے وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کو یاد رکھا اس کے احکام کے مطابق زندگی گزاری ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ

انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے گا اور اپنی جنت میں انہیں داخل فرمائے گا جہاں ان کے آرام وراحت کے لیے ہر طرح کی نعمتیں اور سہولتیں ہوں گی یہ دونوں فریق یعنی جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہوں گے بھلا یہ برابر ہو بھی کس طرح سکتے ہیں ایک نے اپنے انجام کو یاد رکھا اور اس کے لیے تیاری کرتا رہا دوسرا اپنے انجام سے غافل رہا اس لیے اس کے لیے تیاری میں بھی مجرمانہ غفلت برتی۔

| |
|---|
| لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ |
| وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ |
| اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو یقیناً تو اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتا۔ |
| اور یہ مثالیں ہیں، ہم انھیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ |

## نزول قرآن کے سبب پہاڑوں کا بھی ریزہ ریزہ ہو جانے کا بیان

"لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآن عَلَى جَبَل " وَجُعِلَ فِيهِ تَمْيِيز كَالْإِنْسَانِ "لَرَأَيْته خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا" مُتَشَقِّقًا "مِنْ خَشْيَة اللَّه وَتِلْكَ الْأَمْثَال" الْمَذْكُورَة "نَضْرِبهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ" فَيُؤْمِنُونَ،

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو اس کے اندر انسان کی طرح شعور پیدا کر دیا جاتا۔ تو یقیناً تو اسے اللہ کے ڈر سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتا۔ اور یہ مذکورہ مثالیں ہیں، ہم انھیں لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں، تا کہ وہ غور وفکر کریں۔ تا کہ وہ ایمان لائیں۔

قرآن کریم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ فی الواقع یہ پاک کتاب اس قدر بلند مرتبہ ہے کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں، رونگٹے کھڑے ہو جائیں، کلیجے کپکپائیں، اس کے سچے وعدے اور اس کی حقانی ڈانٹ ڈپٹ ہر سننے والے کو بید کی طرح تھرادے، اور دربار اللہ میں سر بہ سجود کرا دے، اگر یہ قرآن جناب باری کسی سخت بلند اور اونچے پہاڑ پر بھی نازل فرماتا اور اسے غور وفکر اور فہم و فراست کی حس بھی دیتا تو وہ بھی اللہ کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو جاتا، پھر انسانوں کے دلوں پر جو نسبتاً بہت نرم اور چھوٹے ہیں۔ جنہیں پوری سمجھ بوجھ ہے، اس کا بہت بڑا اثر پڑنا چاہئے، ان مثالوں کو لوگوں کے سامنے ان کے غور وفکر کے لئے اللہ تالی نے بیان فرما دیا، مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو بھی ڈر اور عاجزی چاہئے، متواتر حدیث میں ہے کہ منبر تیار ہونے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے تنے پر ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب منبر بن گیا، بچھ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے اور وہ تنا دور ہو گیا، تو اس میں سے رونے کی آواز آنے لگی اور اس طرح سسکیاں لے لے کر وہ رونے لگا جیسے کوئی بچہ بلک بلک کر روتا ہو اور اسے چپ کرایا جا رہا ہو کیونکہ وہ ذکر وحی کے سننے سے کچھ دور ہو گیا تھا۔ امام بصری اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے تھے کہ "لوگو ایک کھجور کا تنا اس قدر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شائق ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس سے بہت زیادہ شوق

اور چاہت تم رکھو۔ "اسی طرح کی یہ آیت ہے کہ "جب ایک پہاڑ کا یہ حال ہو تو تمہیں چاہئے کہ تم تو اس حالت میں اس سے آگے رہو" اور جگہ فرمان اللہ ہے (ترجمہ) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے باعث پہاڑ چلا دیئے جائیں یا زمین کاٹ دی جائے یا مردے بول پڑیں (تو اس کے قابل یہی قرآن تھا) (مگر پھر بھی ان کفار کو ایمان نصیب نہ ہوتا) اور جگہ فرمان عالی شان ہے (ترجمہ) الخ، یعنی بعض پتھر ایسے ہیں جن میں سے نہریں بہ نکلتی ہیں بعض وہ ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلتا ہے بعض اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حشر، بیروت)

| |
|---|
| هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۝ |
| وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہی بیحد رحمت فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی صفات علم، شہادت، رحمٰن، رحیم کا بیان

"هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَة" السِّرّ وَالْعَلَانِيَة

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہی رحمت فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔

## سورت حشر کی آخری تین آیات کی فضیلت کا بیان

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کہے اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم (میں اللہ تعالیٰ کی جو سننے والا جاننے والا ہے پناہ پکڑتا ہوں مردود شیطان سے) اور پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے متعین کرتا ہے جو اس کے لئے شام تک خیر و بھلائی کی توفیق کی دعا مانگتے ہیں اور اس کے گناہوں کی بخشش چاہتے ہیں اور اگر وہ شخص اس دن میں مر جاتا ہے تو شہادت کی موت پاتا ہے اور جو شخص اس کو یعنی اعوذ باللہ الخ اور ان آیتوں کو شام کے وقت پڑھے تو اس صبح تک یہ (مذکورہ بالا سعادت حاصل ہوتی ہے۔ (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 667)

| |
|---|
| هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ |
| الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ۝ |
| وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، |
| اپنی مرضی چلانے والا، بے حد بڑائی والا ہے، پاک ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی صفات مالک، قدوس، سلام وغیرہ کا بیان

"هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوس" الطَّاهِر عَمَّا لَا يَلِيق بِهِ "السَّلَام" ذُو السَّلَامَة

مِنَ النَّقَائِص "الْمُؤْمِن" الْمُصَدِّق رُسُله بِخَلْقِ الْمُعْجِزَة لَهُمْ "الْمُهَيْمِن" مِنْ هَيْمَنَ يُهَيْمِن إِذَا كَانَ رَقِيبًا عَلَى الشَّيْء أَيْ الشَّهِيد عَلَى عِبَاده بِأَعْمَالِهِمْ "الْعَزِيز" الْقَوِيّ "الْجَبَّار" جَبَرَ خَلْقه عَلَى مَا أَرَادَ "الْمُتَكَبِّر" عَمَّا لَا يَلِيق بِهِ "سُبْحَان اللّٰه" نَزَّهَ نَفْسه "عَمَّا يُشْرِكُونَ" بِهِ،

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے،۔ نہایت پاک یعنی ان باتوں سے پاک ہے جو اس کے شایان شان نہیں ہیں، سلامتی والا، ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے۔ امن دینے والا، یعنی اپنے رسولان گرامی کو معجزات دیکر ان کی تصدیق کرا کے مدد کرنے والا ہے۔ نگہبان، یہ لفظ یھیمن سے مشتق ہے یعنی جب کوئی کسی چیز پر رقیب ہو یعنی وہ اپنے بندوں کے اعمال کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ سب پر غالب، اپنی مرضی چلانے والا، یعنی مخلوق کو ایسا بنایا جیسا اس نے چاہا۔ بے حد بڑائی والا ہے، یعنی اس سے اعلیٰ ہے جو اس کے لائق نہیں۔ پاک و منزہ ہے اللہ اس سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

## الملک کے معانی وخواص کا بیان

حقیقی بادشاہ۔ یعنی وہ زمین و آسمان اور تمام عالم کا حقیقی بادشاہ ہے دونوں جہاں اسی کے تصرف اور قبضہ میں ہیں وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج لہٰذا جب بندہ نے اس کی یہ حیثیت وصفت جان لی تو اس پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ کا بندہ وغلام اور اسی کے در کا گدا بنے اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اسی کے آستانہ عزت وجاہ کی طلب کرے۔ نیز بندہ پر لازم ہے کہ اس کی بارگاہ قدرت وتصرف سے تعلق پیدا کرے اس کے علاوہ ہر ایک سے کلیۃً بے نیازی اختیار کرے۔ نہ کسی سے اپنی ضرورت وحاجت بیان کرے اور نہ کسی سے ڈرے نہ امید رکھے اپنے دل اپنے نفس اور اپنے قالب کی دنیا کا حاکم بنے اور اپنے اعضاء اور اپنے قوی کو قابو میں رکھ کر اس کی اطاعت وعبادت اور شریعت کی فرمانبرداری میں لگا دے تاکہ صحیح معنی میں اپنے وجود کی دنیا کا حاکم کہلائے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو القدوس کے ساتھ (یعنی ملک القدوس) پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے تو اگر وہ صاحب ملک اور سلطنت ہوگا تو اس کے ملک اور سلطنت کو اللہ تعالیٰ قائم ودائم رکھے گا اور جو صاحب سلطنت نہ ہوگا تو اس کی برکت سے اس کا اپنا نفس مطیع وفرمانبردار رہے گا اور جو شخص اسے عزت وجاہ کے لئے پڑھے تو اس کا مقصود حاصل ہوگا اور اس بارہ میں یہ عمل مجرب ہے۔ حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے اس کی خاصیت یہ لکھی ہے کہ جو شخص اس اسم "الملک" کو روزانہ نوے بار پڑھے تو نہ صرف یہ کہ روشن اور تونگر ہوگا بلکہ حکام وسلاطین اس کے لئے مسخر ہو جائیں گے اور عزت واحترام اور جاہ کی زیادتی کے حصول کے لئے مجرب ہے۔

## القدوس کے معانی وخواص کا بیان

نہایت پاک۔ قشیری رحمہ اللہ نے کہا کہ جس شخص نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نہایت پاک ہے تو اب اس کو چاہئے کہ اس بات کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ہر حالت میں عیوب اور آفات سے دور اور گناہوں کی نجاست سے پاک رکھے۔ خاصیت جو شخص اس اسم پاک کو ہر روز زوال آفتاب کے وقت پڑھے اس کا دل صاف ہو اور جو شخص نماز جمعہ کے بعد اس اسم واسم السبوح کے ساتھ

(یعنی القدس السبوح) روٹی کے ٹکڑے پر لکھ کر کھائے تو فرشتہ صفت ہو اور بھگدڑ کے وقت دشمنوں سے حفاظت کے وقت اس اسم کو جتنا پڑھا جا سکے پڑھا جائے اور مسافر اس کو برابر پڑھتا رہے اور کبھی ماندہ اور عاجز نہ ہو اور اگر اس کو تین سو انیس بار شیرنی پر پڑھ کر دشمن کو کھلا دے تو وہ مہربان ہو۔

## السلام کے معانی وخواص کا بیان

بے عیب وسلامت۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ بتایا ہے کہ مسلمان اس کی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ وسلامت رہیں بلکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کا معاملہ کرے جب وہ کسی ایسے مسلمان کو دیکھے جو اس سے عمر میں بڑا ہو تو یہ کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری نسبت زیادہ عبادت واطاعت کی ہے اور ایمان ومعرفت میں مجھ پر سبقت رکھتا ہے اور اگر کسی ایسے مسلمان کو دیکھے جو عمر میں اس سے چھوٹا ہو تو بھی یہی کہے یہ مجھ سے بہتر ہے کیونکہ اس نے میری بہ نسبت گناہ کم کئے ہیں۔نیز اگر کسی مسلمان بھائی سے کوئی قصور ہو جائے اور وہ معذرت کرے تو اس کی معذرت قبول کر کے اس کا قصور معاف کر دیا جائے۔ خاصیت اگر کوئی شخص اس اسم مبارک کو کسی بیمار پر ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے تو انشاءاللہ حق تعالیٰ اسے صحت وشفا عطا فرمائے گا اور اگر کوئی شخص اس کو برابر پڑھتا رہے تو خوف سے نڈر ہو گا۔

## المؤمن کے معانی وخواص کا بیان

امن دینے والا۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ مخلوق اللہ کو نہ صرف اپنے شر اور اپنی برائی سے بلکہ دوسروں کی برائی اور شر سے بھی امن میں رکھے۔خاصیت جو شخص اس اسم کو بہت پڑھتا رہے یا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو حق تعالیٰ اس کو شیطان کے شر سے نڈر رکھے گا اور کوئی شخص اس پر حاوی نہیں ہو گا نیز اس کا ظاہر اور اس کا باطن حق تعالیٰ کی امان میں رہے گا اور جو شخص اس کو بہت زیادہ پڑھتا رہے گا مخلوق اللہ اس کی مطیع اور فرمانبردار ہو گی۔

## المہیمن کے معانی وخواص کا بیان

ہر چیز کا اچھی طرح محافظ نگہبان۔اس اسم سے عارف کا نصیب یہ ہے کہ بری عادتوں، برے عقیدوں اور بری چیزوں مثلاً حسد اور کینہ وغیرہما سے اپنے دل کی نگہبانی کرے اپنے احوال درست کرے اور اپنے قوی اور اپنے اعضا کو ان چیزوں میں مشغول ہونے سے محفوظ رکھے جو دل کو اللہ کی طرف سے غفلت میں ڈالنے والی ہوں۔خاصیت جو شخص غسل کے بعد اس اسم کو ایک سو پندرہ مرتبہ پڑھے وہ غیب اور باطن کی باتوں پر مطلع ہو اور جو شخص اس کو برابر پڑھتا رہے وہ تمام آفات سے پناہ پائے اور جنتیوں کی جماعت میں شامل ہو۔

## العزیز کے معانی وخواص کا بیان

غالب وبے مثل کہ کوئی اس پر غالب نہیں۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس، اپنی خواہشات اور شیطان پر

غالب رہے علم وعمل اور عرفات میں بے مثل بنے اور مخلوق اللہ کے آگے ہاتھ نہ پھیلا کر اپنی ذات کو عزت بخشے اور غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ ابوالعباس مریسی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! عزت تو میں نے مخلوق اللہ سے بلند ہمتی اختیار کرنے (یعنی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے ہی میں دیکھی ہے)۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کو عزیز وغالب وبے مثل تو اسی نے جانا جس نے اس کے احکام اور اس کی شریعت کو عزیز یعنی (اپنے اوپر غالب) کیا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں بے مثل بنا اور جس نے ان چیزوں میں سہل پسندی اور بے اعتنائی کا رویہ اختیار کیا اس نے اللہ کی عزت نہیں پہچانی یعنی اسے عزیز نہیں مانا۔ اور ارشاد ربانی ہے۔ آیت (و للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون)۔ اور اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے عزت ہے اور لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو فجر کی نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھے وہ دنیا اور آخرت میں کسی کا محتاج نہ ہو اور بعد خواری کے عزیز ہو اس کے علاوہ بھی اس اسم مبارک کی بڑی عجیب وغریب خاصیتیں مذکور ہیں۔

## الجبار کے معانی وخواص کا بیان

بگڑے کاموں کو درست کرنے والا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں، بندوں کو اس چیز کی طرف لانے والا جس کا ارادہ کرتا ہے۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ فضائل وکمال حاصل کر کے اپنے نفس کی خرابیوں کو درست کرے اور تقویٰ وپرہیزگاری اور طاعت پر مداومت اختیار کر کے اپنے نفس پر غالب ہو اور اس طرح درجہ کامل کو پہنچے۔ قشیری کہتے ہیں کہ بعض کتابوں میں یہ منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے! کسی چیز کا تو بھی ارادہ کرتا ہے اور میں بھی ارادہ کرتا ہوں (یعنی اس چیز کے بارے میں تیری خواہش کچھ ہوتی ہے اور میری مشیت کچھ اور) ہوتا وہی ہے جو میں ارادہ کرتا ہوں لہٰذا تو اگر اس پر راضی ہو جائے جس کا میں ارادہ کرتا ہوں (یعنی اس چیز کے بارہ میں میری طرف جو فیصلہ صادر ہو جائے تو اپنی خواہش کے علی الرغم اس کو بلا چوں وچرا مان لے اور اس پر راضی ہو جائے) تو تو جو ارادہ کرتا ہے میں اس پر تجھ سے کفایت کروں گا۔ (یعنی اس کا نعم البدل عطا کروں گا) اور تو اگر اس پر راضی نہ ہو ہوا۔ جس کا میں ارادہ کرتا ہوں تو پھر میں اس میں تجھ سے کفایت نہیں کروں گا جس کا تو ارادہ کرتا ہے (یعنی تجھے نعم البدل عطا نہیں کروں گا۔ اور پھر ہوگا وہی جو میں ارادہ کرتا ہوں اور تو محروم کا محروم رہ جائے گا)۔ خاصیت جو شخص مسبعات عشر کے بعد اس اسم کو اکیس بار پڑھے وہ ظالموں کے شر سے امن میں رہے گا جو شخص اس اسم کو پڑھنے پر ہمیشگی اختیار کرے گا وہ غیب اور مخلوق کی بدگوئی سے نڈر اور امان میں رہے گا اور اہل دولت وسلطنت میں سے ہوگا اور اگر کوئی شخص اس اسم کو انگوٹھی پر نقش کرا کے پہنے تو لوگوں کے دل میں اس کی ہیبت اور شوکت بیٹھ جائے گی۔

## المتکبر کے معانی وخواص کا بیان

نہایت بزرگ۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اسے حق تعالیٰ کی یہ بزرگی معلوم ہوئی تو اب اسے چاہئے کہ وہ خواہشات نفسانی کی طرف میلان ور لذات شہوانی کی طرف رغبت سے تکبر یعنی پرہیز کرے کیونکہ ان چیزوں کی طرف رغبت کرے

گا تو جانور کا شریک ہوگا۔ بلکہ ہر اس چیز سے تکبر کرنا چاہئے جو باطن کو حق سے باز رکھے اور حق تعالیٰ کی طرف پہنچنے کے علاوہ ہر چیز کو حقیر جاننا اور تواضع وتذلل کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور اپنی ذات سے تکبر کے تمام دعوؤں کو زائل کرنا چاہئے تا کہ نفس صاف ہو اور اس میں اللہ کی محبت جاگزیں ہو اور اس طرح نہ نفس کا اختیار باقی رہے اور نہ غیر اللہ کے ساتھ قرار۔ خاصیت جو شخص اپنی بیوی سے مباشرت کے وقت دخول سے پہلے اس مبارک اسم کو دس مرتبہ پڑھے تو انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے پرہیزگار فرزند خلف عطا فرمائے گا اور جو شخص اپنے ہر کام کی ابتداء میں یہ اسم مبارک بہت پڑھے تو اللہ نے چاہا وہ اپنی مراد کو پہنچے گا۔

| |
|---|
| هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا |
| فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ |
| وہی اللہ ہے جو پیدا فرمانے والا ہے، عدم سے وجود میں لانے والا ہے، صورت عطا فرمانے والا ہے۔ سب اچھے نام اسی کے ہیں، |
| اس کے لئے وہ چیزیں تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ بڑی عزت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی صفات خالق، باری، مصور وغیرہ کا بیان

"هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِء" الْمُنْشِء مِنَ الْعَدَمِ "الْمُصَوِّر لَهُ الْأَسْمَاء الْحُسْنَى" التِّسْعَة وَالتِّسْعُونَ الْوَارِد بِهَا الْحَدِيث وَالْحُسْنَى مُؤَنَّث الْأَحْسَن "يُسَبِّح لَهُ مَا فِي السَّمَوَات وَالْأَرْض وَهُوَ الْعَزِيز الْحَكِيم" تَقَدَّمَ أَوَّلهَا،

وہی اللہ ہے جو پیدا فرمانے والا ہے، عدم سے وجود میں لانے والا یعنی ایجاد فرمانے والا ہے، صورت عطا فرمانے والا ہے۔ الغرض سب اچھے نام اسی کے ہیں، جو ۹۹ ہیں جس طرح حدیث میں آئے ہیں۔ اور لفظ حسنیٰ یہ احسن کی مؤنث ہے۔ اس کے لئے وہ سب چیزیں تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ بڑی عزت والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔ جس طرح اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

## الخالق کے معانی وخواص کا بیان

مشیت وحکمت کے موافق پیدا ہونے والی چیز کا اندازہ کرنے والا۔ خاصیت جو شخص اس اسم مبارک کو برابر پڑھتا رہتا ہے حق تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے تا کہ وہ اس کی طرف سے قیامت کے دن تک عبادت کرتا رہے نیز حق تعالیٰ اس اسم مبارک کی برکت سے اس شخص کا دل اور منہ، روشن ونورانی کر دیتا ہے! حضرت شاہ عبدالرحمٰن نے لکھا ہے کہ جو شخص رات میں یہ اسم بہت زیادہ پڑھے گا اس کا دل اور منہ روشن ومنور ہوگا اور وہ تمام کاموں پر حاوی رہے گا۔

## الباری کے معانی وخواص کا بیان

پیدا کرنے ولا۔ خاصیت جو شخص اس اسم کو ہفتہ میں سو بار پڑھ لیا کرے حق تعالیٰ اس کو قبر میں نہیں چھوڑے گا بلکہ ریاض قدس

میں لے جائے گا اور جو حکیم و معالج اس اسم کو مستقل طور پر پڑھتا رہے وہ جو بھی علاج کرے گا کامیاب رہے گا۔"

## المصور کے معانی و خواص کا بیان

صورت بنانے والا۔ مذکورہ بالا ان تینوں ناموں سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ جب کوئی چیز دیکھے اور جب بھی کسی چیز کا تصور کرے تو اللہ کی قدرتوں اور عجائبات میں غور و فکر کرے جو اس چیز میں موجود ہیں۔ خاصیت اگر کوئی عورت بانجھ ہو اور اولاد کی دولت سے محرورم ہو تو اسے چاہئے کہ وہ سات دن روزے رکھے اور ہر روز افطار کے وقت اکیس بار المصور پڑھ کر پانی پر دم کرے اور اسے پی لے انشاء اللہ حق تعالیٰ اسے فرزند نیک عطا فرمائے گا جو شخص کسی دشوار اور مشکل کام کے وقت اس اسم کو بہت پڑھے وہ کام آسان ہو جائے گا۔

## اسمائے حسنیٰ کو یاد کرنے والے کیلئے خوشخبری کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں یعنی ایک کم سو جس شخص نے ان ناموں کو یاد کیا وہ ابتدا ہی میں بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوگا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 808)

## سورت حشر کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت حشر کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ و شرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃ المُمتَحَنَۃ

## یہ قرآن مجید کی سورت ممتحنہ ھے

### سورت ممتحنہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ المُمتَحَنَۃ (مَدَنِیَّۃ وَ آیَاتُھَا ثَلاثَ عَشْرَۃ)

سورہ ممتحنہ مدنیّہ ہے، اس میں دو رکوع، تیرہ آیات، تین سواڑتالیس کلمات، ایک ہزار پانچ سو دس حروف ہیں۔

### سورت ممتحنہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورہ کی آیت نمبر 10 میں حکم دیا گیا ہے کہ جو عورتیں ہجرت کر کے آئیں اور مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں ان کا امتحان لیا جائے۔ اسی مناسبت سے اس کا نام الممتحنہ رکھا گیا ہے۔ اس کا تلفظ مُمتَحَنہ بھی کیا جاتا ہے اور مُمتَحِنہ بھی۔ پہلے تلفظ کے لحاظ سے معنی ہیں "وہ عورت جس کا امتحان لیا جائے"۔ اور دوسرے تلفظ کے لحاظ سے معنی ہیں "امتحان لینے والی سورۃ۔

### سورت ممتحنہ کے شان نزول کا بیان

بنی ہاشم کے خاندان کی ایک باندی سارہ مدینہ طیبہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئی جب کہ حضور فتح مکہ کا سامان فرما رہے تھے حضور نے اس سے فرمایا کیا تو مسلمان ہو کر آئی؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کیا ہجرت کر کے آئی؟ عرض کیا نہیں فرمایا پھر کیوں آئی؟ اس نے کہا محتاجی سے تنگ ہو کر، بنی عبدالمطلب نے اس کی امداد کی، کپڑے بنائے، سامان دیا۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ملے انہوں نے اس کو دس دینار دیئے ایک چادر دی اور ایک خط اہل مکہ کے پاس اس کی معرفت بھیجا جس کا مضمون یہ تھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں تم سے اپنے بچاؤ کی جو تدبیر ہو سکے کرو، سارہ یہ خط لے کر روانہ ہو گئی اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس کی خبر دی حضور نے اپنے چند اصحاب کو جن میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے گھوڑوں پر روانہ کیا اور فرمایا مقامِ روضہ خاخ پر تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی اس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا خط ہے جو اہل مکہ کے نام لکھا گیا ہے وہ خط اس سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو اگر انکار کرے تو اس کی گردن مار دو یہ حضرات روانہ ہوئے اور عورت کو ٹھیک اسی مقام پر پایا جہاں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اس سے خط مانگا وہ انکار کر گئی اور قسم کھا گئی صحابہ نے واپسی کا قصد کیا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بقسم فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر خلاف ہو ہی نہیں سکتی اور تلوار کھینچ کر

عورت سے فرمایا یا خط نکال یا گردن رکھ جب اس نے دیکھا کہ حضرت بالکل آمادہ قتل ہیں تو اپنے جوڑے میں سے خط نکالا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ اے حاطب اس کا کیا باعث؟ انہوں نے عرض کیا یارسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب سے اسلام لایا کبھی میں نے کفر نہیں کیا اور جب سے حضور کی نیازمندی میسر آئی کبھی حضور کی خیانت نہ کی اور جب سے اہل مکہ کو چھوڑا کبھی ان کی محبت نہ آئی۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ میں قریش میں رہتا تھا اور انکی قوم سے نہ تھا میرے سوائے اور جو مہاجرین ہیں ان کے مکہ مکرمہ میں رشتہ دار ہیں جو ان کے گھر بار کی نگرانی کرتے ہیں مجھے اپنے گھر والوں کا اندیشہ تھا اسلئے میں نے یہ چاہا کہ میں اہل مکہ پر کچھ احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے گھر والوں کو نہ ستائیں اور یہ میں یقین سے جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اہل مکہ پر عذاب نازل فرمانے والا ہے میرا خط انہیں بچا نہ سکے گا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا یہ عذر قبول فرمایا اور ان کی تصدیق کی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجئے اس منافق کی گردن ماردوں حضور نے فرمایا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ تعالیٰ خبردار ہے جب ہی اس نے اہل بدر کے حق میں فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنسو جاری ہو گئے اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تفسیر قرطبی، خزائن، خازن، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا |
| بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ |
| خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ |
| بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، |
| حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں اس لیے نکالتے ہیں کہ |
| تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے |
| نکلے ہو۔ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور |
| جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ |

## کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "أَوْلِيَاء تُلْقُونَ" تُوصِلُونَ "إِلَيْهِمْ" قَصْد النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَزْوهمْ الَّذِي أَسَرَّهُ إِلَيْكُمْ وَوَرَّى بِحُنَيْنٍ

"بِالْمَوَدَّةِ" بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ كَتَبَ حَاطِبُ بْنُ أَبِي بَلْتَعَةَ إِلَيْهِمْ كِتَابًا بِذٰلِكَ لِمَا لَهُ عِنْدَهُمْ مِنَ الْأَوْلَادِ وَالْأَهْلِ الْمُشْرِكِينَ فَاسْتَرَدَّهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ أَرْسَلَهُ مَعَهُ بِإِعْلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهُ بِذٰلِكَ وَقَبِلَ عُذْرَ حَاطِبٍ فِيهِ "وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ" أَيْ دِينِ الْإِسْلَامِ وَالْقُرْآنِ "يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ" مِنْ مَكَّةَ بِتَضْيِيقِهِمْ عَلَيْكُمْ "أَنْ تُؤْمِنُوا" أَيْ لِأَجْلِ أَنْ آمَنْتُمْ "بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا" لِلْجِهَادِ "فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي" وَجَوَابُ الشَّرْطِ دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْلَهُ أَيْ فَلَا تَتَّخِذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ "تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ" أَيْ إِسْرَارَ خَبَرِ النَّبِيِّ إِلَيْهِمْ "فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ" أَخْطَأَ طَرِيقَ الْهُدٰى وَالسَّوَاءُ فِي الْأَصْلِ الْوَسَطُ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں یعنی کفار مکہ کو دوست مت بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، کیونکہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے غزوے کو پوشیدہ ارادہ کیا یعنی حنین کا ارادہ کیا۔ تو اس پر حاطب بن ابی بلتعہ کے ان کی مشرکین کی جانب خط لکھا کیونکہ ان کے پاس ان کی مشرک اولاد و اہل خانہ تھے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی کی خط کی اطلاع ہوئی تو آپ نے وہ خط واپس ہٹوالیا۔ اور اس میں حاطب بن ابی بلتعہ کے عذر کو قبول کیا۔ حالانکہ یقیناً انھوں نے اس حق یعنی دین اسلام اور قرآن سے انکار کیا جو تمھارے پاس آیا ہے، وہ رسول کو اور خود تمھیں مکہ سے تنگ کر کے اس لیے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو، جو تمھارا رب ہے، اگر تم میرے راستے میں جہاد کے لیے اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے نکلے ہو۔ یہ جواب شرط ہے جس پر اس کے ماقبل کی دلالت ہے۔ پس تم ان کو دوست نہ بناؤ تم ان کی طرف چھپا کر دوستی کے پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ میں زیادہ جاننے والا ہوں جو کچھ تم نے چھپایا اور جو تم نے ظاہر کیا اور تم میں سے جو کوئی ایسا کرے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات خفیہ طریقے سے ان تک پہنچائے۔ تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ یعنی وہ ہدایت کے راستے سے ہٹ گیا۔ اور سوا اصل میں درمیان کو کہتے ہیں۔

## اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سچے عذر کے قبول ہونے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے، زبیر اور مقداد کو بھیجا اور فرمایا کہ خاخ باغ کی طرف جاؤ وہاں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی جس کے پاس خط ہوگا پس تم وہ خط اس سے لے لینا۔ پس گھوڑے دوڑاتے ہوئے چل پڑے پس جب تم عورت کے پاس پہنچے تو اس سے کہا خط نکالو اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا خط نکال دے ورنہ اپنے کپڑے اتار۔ پس اس نے وہ خط اپنے سر کی میں مینڈھیوں سے نکال کر دے دیا ہم وہ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس میں یہ لکھا تھا حاطب بن ابی بلتعہ کی طرف سے اہل مکہ کے مشرکین لوگوں کی طرف اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معاملات کی خبر دی تھی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب یہ کیا ہے؟ انہوں نے

عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے متعلق جلدی میں کوئی فیصلہ نہ کریں میں قریش سے ملا ہوا یعنی ان کا حلیف آدمی تھا سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ مشرکین کا حلیف تھا لیکن ان کے خاندان سے نہ تھا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین میں سے صحابہ ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں اور انہی رشتہ داریوں کی وجہ سے وہ ان کے اہل وعیال کی حفاظت کریں گے پس میں نے پسند کیا کہ ان کے ساتھ میرا نسبی تعلق تو ہے نہیں کہ میں ان پر ایک احسان ہی کر دوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی بھی حفاظت کریں گے اور میں نے ایسا نہ تو کفر کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ہی اپنے دین سے مرتد ہونے کی وجہ سے کیا ہے اور نہ ہی اسلام قبول کرنے کے بعد کفر پر راضی رہنے کی وجہ سے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیں تا کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ غزوہ بدر میں شریک ہو گیا ہے اور تمہیں کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے (آئندہ) حالات سے واقفیت کے باوجود فرمایا ہے تم جو چاہو عمل کرو تحقیق میں نے تمہیں معاف کر دیا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی (یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ ) 66 ۔ الممتحنہ : 1) اے ایمان والوں میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1900)

| |
|---|
| اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ یَکُوْنُوْا لَکُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ وَاَلْسِنَتَھُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَکْفُرُوْنَ٥ |
| اگر وہ تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمہاری طرف برائی کے ساتھ |
| بڑھائیں گے اور چاہیں گے کاش! تم کفر کرو۔ |

## کفار کا کبھی بھی مسلمانوں کا خیر خواہ نہ ہونے کا بیان

"اِنْ یَّثْقَفُوْکُمْ" یَظْفَرُوا بِکُمْ "یَکُوْنُوا لَکُمْ أَعْدَاء وَیَبْسُطُوا إِلَیْکُمْ أَیْدِیھمْ" بِالْقَتْلِ وَالضَّرْب "وَأَلْسِنَتھمْ بِالسُّوءِ" بِالسَّبِّ وَالشَّتْم "وَوَدُّوا" تَمَنَّوْا،

اگر وہ تمہیں پائیں یعنی تم پر کامیابی پائیں۔ تو تمہارے دشمن ہوں گے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں تمہاری طرف برائی یعنی قتل اور مارنے کے ساتھ بڑھائیں گے اور گالی گلوچ چاہیں گے یعنی تمنا کریں گے کہ کاش! تم کفر کرو۔

یعنی ان کافروں سے بحالت موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو۔ خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے۔ وہ کبھی مسلمان کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو چڑھ جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگزر نہ کریں۔ زبان سے، ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت سے منکر ہیں، کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں۔ کیا ایسے شریر و بد باطن اس لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے۔

| |
|---|
| لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ |
| قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری اولاد، وہ تمھارے درمیان |
| فیصلہ کرے گا اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## قیامت کے دن مشرک اولاد وقرابت کے کام نہ آنے کا بیان

"لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ" قَرَابَاتُكُمْ "وَلَا أَوْلَادُكُمْ" الْمُشْرِكُونَ الَّذِينَ لِأَجْلِهِمْ أَسْرَرْتُمُ الْخَبَرَ مِنَ الْعَذَابِ فِي الْآخِرَةِ "يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ" بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَالْفَاعِلِ "بَيْنَكُمْ" بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ فَتَكُونُونَ فِي الْجَنَّةِ وَهُمْ فِي جُمْلَةِ الْكُفَّارِ فِي النَّارِ،

قیامت کے دن ہرگز نہ تمھاری رشتہ داریاں تمھیں فائدہ دیں گی اور نہ تمھاری مشرک اولادیں جن سے تم نے خفیہ پیغام پہنچایا ہے۔وہ آخرت کے عذاب سے بچانے کیلئے تمہارے کام نہ آئیں گے۔ وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا یہاں پر لفظ فصل یہ معروف ومجہول دونوں طرح آیا ہے۔لہٰذا تم سب جنت میں داخل ہو گے جبکہ سب کفار دوزخ میں جائیں گے۔اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو خوب دیکھنے والا ہے۔

یعنی قیامت کے روز تمہارے رشتے ناتے اور تمہاری اولاد تمہارے کام نہ آئیں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز یہ سب تعلقات ختم کردیں گے اولاد ماں باپ سے اور ماں باپ اولاد سے بھاگتے پھریں گے، اس میں حضرت حاطب کے عذر کی تردید ہے کہ جس اولاد کی محبت میں مبتلا ہو کر یہ کام کیا تھا سمجھ لو کہ قیامت کے دن وہ اولاد تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور اللہ تعالیٰ سے کوئی راز اور خفیہ چیز چھپنے والی نہیں۔

| |
|---|
| قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ |
| وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا |
| حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ |
| مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| بیشک تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: ہم تم |
| سے اور ان بتوں سے جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کلیتہً بیزار ہیں، ہم نے تم سب کا کھلا انکار کیا ہمارے اور تمہارے درمیان |
| دشمنی اور نفرت وعناد ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو چکا، یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے (پرورش |
| کرنے والے) باپ سے یہ کہنا کہ میں تمہارے لئے ضرور بخشش طلب کروں گا، اور یہ کہ میں تمہارے لئے اللہ کے حضور کسی چیز کا |

مالک نہیں ہوں۔اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور ہم نے تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

## حضرت ابراہیم علیہ السلام اوران کے ساتھ اہل ایمان میں نمونہ ہونے کا بیان

"قَدْ كَانَتْ لَكُمْ إِسْوَة" بِكَسْرِ الْهَمْزَة وَضَمّهَا فِي الْمَوْضِعَيْنِ قُدْوَة "حَسَنَة فِي إِبْرَاهِيم" أَيْ بِهِ قَوْلًا وَفِعْلًا "وَالَّذِينَ مَعَهُ" مِنْ الْمُؤْمِنِينَ "إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآء" جَمْع بَرِيء كَظَرِيفٍ "مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُون اللَّه كَفَرْنَا بِكُمْ" أَنْكَرْنَاكُمْ "وَبَدَا بَيْننَا وَبَيْنكُمْ الْعَدَاوَة وَالْبَغْضَاء أَبَدًا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَإِبْدَال الثَّانِيَة وَاوًا "حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاَللَّهِ وَحْده إِلَّا قَوْل إِبْرَاهِيم لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَن لَك" مُسْتَثْنَى مِنْ أُسْوَة فَلَيْسَ لَكُمْ التَّأَسِّي بِهِ فِي ذَلِكَ بِأَنْ تَسْتَغْفِرُوا لِلْكُفَّارِ وَقَوْله "وَمَا أَمْلِك لَك مِنْ اللَّه" أَيْ مِنْ عَذَابه وَثَوَابه "مِنْ شَيْء" كَنَّى بِهِ عَنْ أَنَّهُ لَا يَمْلِك لَهُ غَيْر الِاسْتِغْفَار فَهُوَ مَبْنِيّ عَلَيْهِ مُسْتَثْنًى مِنْ حَيْثُ الْمُرَاد مِنْهُ وَإِنْ كَانَ مِنْ حَيْثُ ظَاهِره مِمَّا يُتَأَسَّى فِيهِ "قُلْ فَمَنْ يَمْلِك لَكُمْ مِنْ اللَّه شَيْئًا" وَاسْتِغْفَاره لَهُ قَبْل أَنْ يَتَبَيَّن لَهُ أَنَّهُ عَدُوّ لِلَّهِ كَمَا ذَكَرَهُ فِي "بَرَاءَة" "رَبّنَا عَلَيْك تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْك أَنَبْنَا وَإِلَيْك الْمَصِير" مِنْ مَقُول الْخَلِيل وَمَنْ مَعَهُ أَيْ قَالُوا،

بیشک تمہارے لئے ابراہیم علیہ السلام میں اوران کے ساتھیوں یعنی اہل ایمان میں بہترین نمونہ اقتداء ہے، یہاں پر لفظ اسوہ یہ ہمزہ کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی دونوں مقامات پر آیا ہے۔جس کا معنی قدوۃ ہے۔یعنی بہ طور قول وفعل نمونہ ہے۔جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا ہم تم سے اوران بتوں سے جن کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو کلیتہً بیزار اور لاتعلق ہیں، یہاں پر لفظ براء یہ بری ء کی جمع ہے جس طرح ظریف کی جمع ظرفاء ہے۔ہم نے تم سب کا کھلا انکار کیا ہمارے اور تمہارے درمیان دشمنی اور نفرت وعناد ہمیشہ کے لئے ظاہر ہو چکا، یہاں پر لفظ أبدا میں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ ابدال ثانیہ کا واؤ کے ساتھ آتا ہے۔یہاں تک کہ تم ایک اللہ پر ایمان لے آؤ، مگر ابراہیم علیہ السلام کا اپنے پرورش کرنے والے باپ سے یہ کہنا کہ میں تمہارے لئے ضرور بخشش طلب کروں گا، یہ اسوہ سے مستثنیٰ ہے۔کیونکہ تمہارے لئے یہ درست نہیں ہے کہ تم کفار کیلئے استغفار کرنے لگو۔پس آپ کا استغفار یہ استثناء کی بنیاد پر تھا۔اور یہ کہ میں تمہارے لئے اللہ کے حضور کسی چیز یعنی عذاب وثواب کا مالک نہیں ہوں۔اور یہ استغفار ان کی اللہ سے عداوت کے اظہار سے پہلے کا تھا۔جس طرح سورہ برات میں بیان ہوا ہے۔اے ہمارے رب! ہم نے تجھ پر ہی بھروسہ کیا اور ہم نے تیری طرف ہی رجوع کیا اور سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کا قول ہے یعنی انہوں نے کہا۔

## دین ابراہیم کا باعث اسوہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو کفار سے موالات اور دوستی نہ کرنے کی ہدایت فرما کر ان کے سامنے اپنے خلیل اوران کے

اصحاب کا نمونہ پیش کر رہا ہے کہ انہوں نے صاف طور پر اپنے رشتہ کنبے اور قوم کے لوگوں سے برملا فرمادیا کہ ہم تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہوان سے بیزار بری الذمہ اور الگ تھلگ ہیں، ہم تمہارے دین اور طریقے سے متنفر ہیں، جب تک تم اسی طریقے اور اسی مذہب پر ہوتم ہمیں اپنا دشمن سمجھو ناممکن ہے کہ برادری کی وجہ سے ہم تمہارے اس کفر کے باوجود تم سے بھائی چارہ اور دوستانہ تعلقات رکھیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ اللہ تمہیں ہدایت دے اور تم اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آؤ اس کی توحید کو مان لو اور اسی ایک کی ابدت شروع کر دو اور جن جن کو تم نے اللہ کا شریک اور ساجھی ٹھہرا رکھا ہے اور جن جن کی پوجا پاٹ میں مشغول ہوان سب کو ترک کر دو اپنی اس روش کفر اور طریق شرک سے ہٹ جاؤ تم پھر بیشک ہمارے بھائی ہو ہمارے عزیز ہو ورنہ ہم میں تم میں کوئی اتحاد و اتفاق نہیں ہم تم سے اور تم ہم سے علیحدہ ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْلَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا اور ہمیں بخش دے |
| اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## فتنوں سے بچنے کیلئے دعا مانگنے کا بیان

"رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا" أَيْ لَا تُظْهِرهُمْ عَلَيْنَا فَيَظُنُّوا أَنَّهُمْ عَلَى الْحَقّ فَيَفْتَتُوا أَيْ تَذْهَب عُقُولهمْ بِنَا "وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا إِنَّك أَنْتَ الْعَزِيز الْحَكِيم" فِي مُلْكك وَصُنْعك،

اے ہمارے رب! ہمیں ان لوگوں کے لیے آزمائش نہ بنا جنھوں نے کفر کیا یعنی ان کو ہم پر غالب نہ کرنا کہیں وہ یہ گمان نہ کر بیٹھیں کہ وہی حق پر ہیں لہٰذا وہ فتنے میں مبتلاء ہو جائیں اور ان کے دماغ خراب ہو جائیں۔ اور ہمیں بخش دے اے ہمارے رب! یقیناً تو ہی اپنے ملک وصنعت میں سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔

## فتنہ کے مفہوم کا بیان

"فتن" اصل میں فتنہ کی جمع ہے جیسا کہ محن محنۃ کی جمع آتی ہے فتنہ کے مختلف معنی ہیں مثلاً آزمائش وامتحان، ابتلا، گناہ، فضیحت، عذاب، مال ودولت، اولاد، بیماری، جنون، محنت، عبرت، گمراہ کرنا و گمراہ ہونا اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا نیز لوگوں کی رائے میں اختلاف پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

## لوگوں کے دلوں پر کثیر فتنے ڈالے جانے کا بیان

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں یعنی جس طرح چٹائی میں تنکے ایک کے پیچھے ایک لگائے جاتے ہیں اسی طرح سے دلوں پر ایک کے بعد ایک فتنے ڈالے جائیں گے پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ

نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا پس انسان ان فتنوں کے پیش آنے اور ان کے دلوں پر ان فتنوں کی تاثیر وعدم تاثیر کے اعتبار سے دو قسموں میں بٹ جائیں گے (یا یہ کہ انسان کے دل مذکورہ اعتبار کے مطابق دو قسم کے ہو جائیں گے) ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے کہ جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی واضح رہے کہ اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے بلکہ سختی اور قوت کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا ہے چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز اور مسرت رساں نہیں ہوگا جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں (یعنی اس دل کی یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیال دل، اوندھے برتن کی مانند (کہ اس میں جو کچھ بھی ہو گر پڑے، مطلب یہ کہ اس طرح کا دل راکھ کی مانند سیاہ اور اوندھے برتن کی طرح ایمان ومعرفت کے نور سے خالی ہوگا چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک واچھے اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا، وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جو از قسم خواہشات اس میں رچ بس گئی ہے اور جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔ (یعنی وہ طبعی طور پر نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا اور اچھی وبری کا امتیاز کئے بغیر ہر اس چیز کے پیچھے بھاگے گا جو اس کے نفس کو مرغوب ہوگی۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1312)

## فتنوں کے سبب لوگوں کا کفر کی طرف چلے جانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین ومذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1315)

اعمال صالحہ میں جلدی کرو" کی ہدایت کا حاصل یہ ہے کہ اس تغیر پذیر دنیا کو کسی ایک رخ پر قرار نہیں اور وقت حالت کا بہاؤ ایک ہی سمت نہیں رہتا، اگر اب ایسے حالات ہیں جو عقیدہ وعمل کا رخ صحیح سمت رکھنے میں معاون بنتے ہیں تو بعد میں ایسے حالات بھی پیدا ہو سکتے ہیں جو فکر ونظریات اور عقیدہ وعمل کا سفر ٹھیک رخ پر جاری رکھنے میں زبردست رکاوٹ پیدا کر دیں اور ایسے میں کم ہی انسان ایسے ہوتے ہیں جن کے ذہن وفکر اور دل ودماغ ان حالات کی تاثیر سے محفوظ رہ پائیں اور جن کے اعمال صالحہ میں رکاوٹ نہ پیدا ہوتی ہو، پس جس شخص کو جو بھی موقع ملے اس میں اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور جس قدر بھی اعمال کئے جا سکتے ہوں کر لئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔ "فتنوں" کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی، لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی دینی زندگی کو مضبوط ومستحکم بنا لو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین وشریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات ومصائب میں اس طرح گم ہو کر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے۔ وہ

وقت لوگوں کے ذہن و فکر اور اعمال و کردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ مثلاً آدمی جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہنچ جائے گا۔ رہی یہ بات کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ تو ہو سکتا ہے کہ اصل کفر مراد ہو، یعنی وہ شخص واقعۃً کفر کے دائرہ میں داخل ہو جائے گا یا یہ مراد ہے کہ وہ کفران نعمت کرنے والا ہو جائے گا، یا وہ کافروں کی مشابہت اختیار کرلے گا اور یا یہ کہ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مذکورہ جملہ کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن و فکر اور اس کے عقیدے میں اس طرح انقلاب آجائے گا کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

اس پر جملہ کے دوسرے جزء یعنی شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔ کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ عام لوگ ان فتنوں کی وجہ سے دین و شریعت کے معاملات میں تذبذب و تردد کا شکار ہو جائیں اور نام نہاد دانشور و عالم اور دنیادار مقتداؤں کے پیچھے چلنے لگیں گے۔

مظہر نے کہا ہے کہ مذکورہ صورت حال کے کئی وجوہ و اسباب اور مختلف مظاہر ہوں گے ایک تو یہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا اور وہ مخالف گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ پس ان کے درمیان محض عصبیت اور بغض و عناد کی وجہ سے خونریزی ہوگی اور دونوں گروہوں کے لوگ اپنے مخالفین کے جان و مال کو نقصان پہنچانے اور ایک دوسرے کی آبروریزی کرنے کو حلال و جائز جانیں گے، دوسرے یہ کہ مسلمانوں کے حاکم و امراء ظلم و جور کا شیوہ اپنالیں گے۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کا ناحق خون بہائیں گے، زور زبردستی ان کا مال لیں گے زنا کاری کریں گے، شراب پئیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے، لیکن ان کی صریح زیادتیوں اور بدکاریوں کے باوجود بعض لوگ یہ عقیدہ رکھیں گے اور دوسرے حرام امور کا ارتکاب کریں گے۔

لیکن ان کی بدعقیدگی کے اس فتنہ میں مبتلا کرنے والے وہ نام نہاد علماء ہوں گے جن کو علماء سو کہا جاتا ہے۔ ان کی طرف سے بے محابا ان امراء و حکام کے ان کاموں کے جواز کا فتویٰ دیا جائے گا جو وہ مسلمانوں کی خونریزی اور حرام امور کے ارتکاب کی صورت میں کریں گے اور تیسرے یہ کہ عام مسلمانوں میں جہالت اور دین کی ناواقفیت کی وجہ سے جو برائیاں پھیل جائیں گی اور ان سے جن غیر شرعی امور کا صدور ہوگا جیسے خرید و فروخت کے معاملات اور دوسرے سماجی امور و تعلقات میں دین و شریعت کے احکام کی خلاف ورزی، ان کو حلال و جائز مانیں گے۔

اور حضرت شیخ عبدالحق نے یہ لکھا ہے کہ مذکورہ صورت حال اس وجہ سے پیدا ہوگی کہ لوگ اپنے اغراض و منافع کی خاطر، دنیادار امراء و حکام اور اہل دولت و ثروت سے میل جول رکھیں گے ان سے حاجت روائی کی امید میں ان کے ہاں گھستے پھریں گے

ان کی حاشیہ نشینی اور مصاحبت کو بڑا اعزاز سمجھیں گے، پس اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ ان کے تابع محض اور جی حضوری بن جائیں گے اور ان کے خلاف شریعت امور ومعاملات میں ان کی موافقت تائید کرنے پر مجبور ہوں گے۔

آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا الخ" کے ایک معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ آدمی صبح کو اٹھے گا تو اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال وعزت کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھنے کے سبب ایمان کی حالت میں ہوگا مگر شام ہوتے ہوئے اس کے عقیدے میں تبدیلی آ جائے گی اور وہ اپنے مسلمان بھائی کے خون اور مال کو حلال سمجھنے لگے گا اور اس کے سبب وہ کافر قرار دیا جائے گا یہ معنی اختیار کرنے کی صورت میں فتنوں سے مراد جنگ وقتال ہوگا۔ لیکن اس جملہ کے جو معنی پہلے بیان کئے گئے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد گرامی کے زیادہ مناسب ہیں۔ (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ)

| |
|---|
| لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۚ |
| وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ |
| بیشک تمہارے لئے ان میں بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، |
| اور جو شخص رُوگردانی کرتا ہے تو بیشک اللہ بےنیاز اور لائق ہر حمد وثناء ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر امید رکھنے والے کا بیان

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ" يَا أُمَّةَ مُحَمَّد جَوَاب قَسَم مُقَدَّر "فِيهِمْ أُسْوَة حَسَنَة لِمَنْ كَانَ" بَدَل اشْتِمَال مِنْ كُمْ بِإِعَادَةِ الْجَار "يَرْجُوا اللّٰه وَالْيَوْم الْآخِر" أَيْ يَخَافهُمَا أَوْ يَظُنّ الثَّوَاب وَالْعِقَاب "وَمَنْ يَتَوَلَّ" بِأَنْ يُوَالِي الْكُفَّار "فَإِنَّ اللّٰه هُوَ الْغَنِيّ" عَنْ خَلْقه "الْحَمِيد" لِأَهْلِ طَاعَته،

اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک تمہارے لئے ان میں بہترین نمونہ اِقْتِدَاء ہے یہاں قسم مقدر کا جواب ہے۔ جو من کم اعادہ جار سے بدل اشتمال ہے۔ خاص طور پر ہر اس شخص کے لئے جو اللہ کی بارگاہ میں حاضری کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے، یعنی وہ کفار کی دوستی سے ڈرتا ہے کیونکہ وہ ثواب وعذاب پر یقین رکھتا ہے۔ اور جو شخص کفار سے دوستی رکھ کر رُوگردانی کرتا ہے تو بیشک اللہ اپنی مخلوق سے بے نیاز اور اہل طاعت کیلئے لائق ہر حمد وثناء ہے۔

## ملت ابراہیمی میں اسوہ حسنہ ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ مومنین سے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھ والے لوگوں انبیاء واولیاء میں مشرک قرابت داروں کے ساتھ عداوت رکھنے میں تمہارے لیے ایک نمونہ ہے جس کی پیروی ضروری ہے جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس نے محض اللہ کے لیے مومنو کو اپنے مشرک قرابت داروں کا دشمن بنا دیا انہوں نے اپنے مشرک قرابت داروں سے عداوت اور براءت کا اظہار کیا اللہ کو اس صورت حال پر مومنوں کے احساسات کی سنگینی کا علم ہو گیا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی عسى الله ان يجعل بينكم ۔ پھر اللہ نے

یہ یوں کر دیکھایا کہ مشرکوں میں سے کثیر تعداد نے اسلام قبول کرلیا اس طرح یہ لوگ مومنوں کے دوست اور بھائی بن گئے اللہ نے انہیں آپس میں گھلا ملا دیا اور ان کے درمیان مناکحت قائم رکھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیا بن حرب کی بیٹی ام حبیبہ سے شادی کرلی اسی طرح ابوسفیان ان کے لیے نرم ہو گیا جب اسے یہ اطلاع ملی تو وہ ابھی شرک ہی کی حالت میں تھی۔ اس نے کہا کہ ذاك الفحل لایقرع انفه۔ یعنی آپ ایسے نر ہیں جن کی ناک نہیں کاٹ سکتی بالفاظ اگر آپ کی عزت پر کسی قسم کا داغ نہیں لگ سکتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ |
| وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| قریب ہے کہ اللہ تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم ان میں سے دشمنی رکھتے ہو، دوستی پیدا کردے |
| اور اللہ بہت قدرت رکھنے والا ہے اور اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی خاطر دوستی و دشمنی رکھنے کا بیان

"عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ" مِنْ كُفَّار مَكَّة طَاعَة لِلّٰهِ تَعَالَى "مَوَدَّة" بِأَنْ يَهْدِيهِمْ لِلْإِيمَانِ فَيَصِيرُوا لَكُمْ أَوْلِيَاء "وَاللّٰهُ قَدِير" عَلَى ذَلِكَ وَقَدْ فَعَلَهُ بَعْد فَتْح مَكَّة "وَاللّٰهُ غَفُور" لَهُمْ مَا سَلَفَ "رَحِيم" بِهِمْ

قریب ہے کہ اللہ تمھارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تم ان میں یعنی کفار مکہ سے اللہ کی طاعت کیلئے دشمنی رکھتے ہو، دوستی پیدا کردے یعنی وہ ان کو ایمان کی توفیق عطا کردے۔ لہٰذا وہ بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ اور اللہ بہت قدرت رکھنے والا ہے یعنی ایسا کرنے پر اور یقیناً فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا۔ اور جو گزر گیا ان کیلئے اس کو اللہ بے حد بخشنے والا، ان کے ساتھ نہایت رحم والا ہے۔

## سورت ممتحنہ آیت ۷ کے سبب نزول کا بیان

حضرت مقاتل بن حیان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت ابوسفیان صخر بن حرب کے بارے میں نازل ہوئی ہے ان کی صاحبزادی صاحبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرلیا تھا اور یہی مناکحت جحت کا سبب بن گئی، لیکن یہ قول کچھ جی کو نہیں لگتا اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نکاح فتح مکہ سے بہت پہلے ہوا تھا اور حضرت ابوسفیان کا اسلام بالاتفاق فتح مکہ کی رات کا ہے، بلکہ اس سے بہت اچھی توجیہ تو وہ ہے۔ جو ابن ابی حاتم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان صخر بن حرب کو کسی باغ کے پھلوں کا عامل بنا رکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ آ رہے تھے کہ راستے میں ذوالخمار مرتد مل گیا آپ نے اس سے جنگ کی اور باقاعدہ لڑے پس مرتدین سے پہلے پہل لڑائی لڑنے والے مجاہد فی الدین آپ ہیں، حضرت ابن

شہاب کا قول ہے کہ انہی کے بارے میں یہ آیت عسی اللہ الخ، اتری ہے، صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوسفیان نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری تین درخواستیں ہیں اگر اجازت ہو تو عرض کروں آپ نے فرمایا کہو اس نے کہا اول تو یہ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ جس طرح میں کفر کے زمانے میں مسلمانوں سے مسلسل جنگ کرتا رہا اب اسلام کے زمانہ میں کافروں سے برابر لڑائی جاری رکھوں آپ نے اسے منظور فرمایا، پھر کہا میرے لڑکے معاویہ کو اپنا منشی بنا لیجئے آپ نے اسے بھی منظور فرمایا (اس پر جو کلام ہے وہ پہلے گذر چکا ہے) اور میری بہترین عرب بچی ام حبیبہ کو آپ اپنی زوجیت میں قبول فرمائیں، آپ نے یہ بھی منظور فرمالیا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ |
| اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ |
| اللہ تمھیں ان لوگوں سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا کہ |
| تم ان سے نیک سلوک کرو اور ان کے حق میں انصاف کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ |

## عدل وانصاف کرنے کا بیان

"لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ" مِنَ الْكُفَّارِ "فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ" بَدَلُ اشْتِمَالٍ مِنَ الَّذِيْنَ "وَتُقْسِطُوْا" تَقْضُوْا "إِلَيْهِمْ" بِالْقِسْطِ أَيْ بِالْعَدْلِ وَهٰذَا قَبْلَ الْأَمْرِ بِجِهَادِهِمْ "إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ" الْعَادِلِيْنَ،

اللہ تمھیں ان لوگوں یعنی ان کفار سے منع نہیں کرتا جنھوں نے نہ تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا، کہ تم ان سے نیک سلوک کرو، جو الذین سے بدل اشتمال ہے۔ اور ان کے حق میں انصاف کرو، یہ حکم بھی جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔ یقیناً اللہ عدل وانصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

## سورت ممتحنہ آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

اسماء بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ میری والدہ میرے پاس رغبت سے آئیں تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کیا میں اس سے صلہ رحمی کروں؟ آپ نے اجازت دے دی اس بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن زہیر فرماتے ہیں کہ قتیلہ اپنی بیٹی اسماء بنت ابوبکر کے پاس آئی ابوبکر نے اسے زمانہ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ یہ اپنی بیٹی کے پاس تحائف لائی تو اسماء نے اس سے وہ تحائف قبول کرنے سے یا اسے گھر میں داخل کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت عائشہ کی طرف پیغام بھیجا کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے تحائف قبول کرنے اور اسے گھر میں داخل کرنے کی اجازت دے دی اس موقع پر اللہ نے یہ

آیت نازل فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت خزاعہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شرط پر صلح کی تھی کہ نہ آپ سے قتال کریں گے نہ آپ کے مخالف کو مدد دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے کی اجازت دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ یہ آیت ان کی والدہ اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ان کی والدہ مدینہ طیبہ میں ان کے لئے تحفے لے کر آئی تھیں اور تھیں مشرکہ، تو حضرت اسماء نے ان کے ہدایا قبول نہ کئے اور انہیں اپنے گھر میں آنے کی اجازت نہ دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی کہ انہیں گھر میں بلائیں ان کے ہدایا قبول کریں ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ (سیوطی 294، زادالمسیر 8۔236، قرطبی 18۔59،)

## مشرک والدین سے صلہ رحمی کرنے کا بیان

حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میری والدہ شرک کی حالت میں مکہ سے مدینہ آئیں جبکہ قریش کے ساتھ صلح کا زمانہ تھا یعنی مدینہ میں میری والدہ کے آنے کا یہ واقعہ اس زمانہ کا ہے جبکہ صلح حدیبیہ کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو چکا تھا اور میری والدہ اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی تھیں چنانچہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں اور وہ اسلام سے بیزار ہیں کیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 844)

| |
|---|
| اِنَّمَا يَنۡهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيۡنَ قٰتَلُوۡكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَاَخۡرَجُوۡكُمۡ مِّنۡ دِيَارِكُمۡ وَظٰهَرُوۡا |
| عَلٰٓى اِخۡرَاجِكُمۡ اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ‌ۚ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝ |
| اللہ تو تمہیں انہی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا |
| اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ |

## سرکش کفار سے دوستی کرنے کی ممانعت کا بیان

"إِنَّمَا يَنْهَاكُمْ اللَّه عَنْ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّين وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَاركُمْ وَظَاهَرُوا" عَاوَنُوا "عَلَى إخْرَاجكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ" بَدَل اشْتِمَال مِنْ الَّذِينَ أَيْ تَتَّخِذُوهُمْ أَوْلِيَاء

اللہ تو تمہیں انہی لوگوں سے منع کرتا ہے جنھوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں ایک دوسرے کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو۔ یہ بھی الذین سے بدل اشتمال ہے۔ یعنی جن سے تم دوستی کرتے ہو اور جو ان سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

## حربی کفار سے ترک موالات وغیرہ کا بیان

اس آیت میں ان کفار کا بیان ہے جو مسلمانوں کے مقابلہ میں جنگ وقتال کر رہے ہوں اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے میں کوئی حصہ لے رہے ہوں، ان کے بارے میں ارشاد یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ موالات اور دوستی سے منع فرماتا ہے، اس میں بر واحسان کا معاملہ کرنے کی ممانعت نہیں، بلکہ صرف قلبی دوستی اور دوستانہ تعلقات کی ممانعت ہے اور یہ ممانعت کچھ ان میں برسر پیکار دشمنوں کے ساتھ نہیں بلکہ اہل ذمہ اور اہل صلح کافروں کے ساتھ بھی قلبی موالات اور دوستی جائز نہیں۔

اس سے تفسیر مظہری میں یہ مسئلہ نکالا ہے کہ حربی یعنی برسر جنگ کفار کے ساتھ عدل وانصاف تو اسلام میں ضروری ہے ہی اور ممانعت صرف موالات یعنی دوستی کی کی گئی، بر واحسان کی ممانعت نہیں کی گئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محسنانہ سلوک برسر پیکار دشمنوں کے ساتھ بھی جائز ہے، البتہ دوسری نصوص کی بنا پر یہ شرط ہے کہ ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے مسلمانوں کو کسی نقصان وضرر کا خطرہ نہ ہو، جہاں یہ خطرہ ہو وہاں بر واحسان ان پر جائز نہیں، ہاں عدل وانصاف ہر حال میں ہر شخص کیلئے ضروری اور واجب ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ ممتحنہ، لاہور)

| |
|---|
| یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِهِنَّ ۚ |
| فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ |
| یَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ |
| اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْیَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ |
| ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو انہیں اچھی طرح جانچ لیا کرو، اللہ ان کے ایمان سے خوب |
| آگاہ ہے، پھر اگر تمہیں ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ بھیجو، نہ یہ ان کے لئے حلال ہیں اور |
| نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں، اور ان نے جو خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو، اور تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جبکہ تم ان کا |
| مہر انہیں ادا کر دو، اور تم بھی کافر عورتوں کو عقد نکاح میں نہ روکے رکھو اور تم وہ طلب کر لو جو تم نے خرچ کیا تھا اور وہ وہ مانگ لیں جو |
| انہوں نے خرچ کیا تھا، یہی اللہ کا حکم ہے، اور وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرما رہا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## صلح حدیبیہ کے بعد مشرکین کے ہاں سے آنے والی مہاجرات کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ" بِأَلْسِنَتِهِنَّ "مُهَاجِرَات" مِنَ الْكُفَّار بَعْدَ الصُّلْح مَعَهُمْ فِي الْحُدَیْبِیَة عَلَى أَنَّ مَنْ جَاءَ مِنْهُمْ إِلَى الْمُؤْمِنِینَ یُرَدّ "فَامْتَحِنُوهُنَّ" بِالْحَلِفِ عَلَى

أَنَّهُنَّ مَا خَرَجْنَ إِلَّا رَغْبَةً فِي الْإِسْلَام لَا بُغْضًا لِأَزْوَاجِهِنَّ الْكُفَّار وَلَا عِشْقًا لِرِجَالٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ كَذَا كَانَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَلِّفهُنَّ "اللَّه أَعْلَم بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ" ظَنَنْتُمُوهُنَّ بِالْحَلِفِ "مُؤْمِنَات فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ" تَرُدُّوهُنَّ "إِلَى الْكُفَّار لَا هُنَّ حِلّ لَهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُمْ" أَيْ أَعْطُوا الْكُفَّار أَزْوَاجهنَّ "مَا أَنْفَقُوا" عَلَيْهِنَّ مِنْ الْمُهُور "وَلَا جُنَاح عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ" بِشَرْطِهِ "إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورهنَّ" مُهُورهنَّ "وَلَا تَمَسَّكُوا" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "بِعِصَمِ الْكَوَافِر" زَوْجَاتكُمْ لِقَطْعِ إِسْلَامكُمْ لَهَا بِشَرْطِهِ أَوْ اللَّاحِقَات بِالْمُشْرِكِينَ مُرْتَدَّات لِقَطْعِ ارْتِدَادهنَّ نِكَاحكُمْ بِشَرْطِهِ "وَاسْأَلُوا" اُطْلُبُوا "مَا أَنْفَقْتُمْ" عَلَيْهِنَّ مِنْ الْمُهُور فِي صُورَة الِارْتِدَاد مِمَّنْ تَزَوَّجَهُنَّ مِنْ الْكُفَّار "وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا" عَلَى الْمُهَاجِرَات كَمَا تَقَدَّمَ أَنَّهُمْ يُؤْتُونَهُ "ذَلِكُمْ حُكْم اللَّه يَحْكُم بَيْنكُمْ" بِهِ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آئیں یعنی جب کفار سے حدیبیہ میں اس معاہدہ پر صلح ہوگئی کہ جو بھی ان میں سے اہل ایمان کی طرف آئے گا اس کو لوٹا دیا جائے گا۔ تو انہیں حلف سے اچھی طرح جانچ لیا کرو، کہ وہ عورتیں اسلام سے رغبت رکھنے کی وجہ سے آئی ہیں۔ یا اپنے کفار شوہروں کے خلاف بغض کی وجہ سے آئی ہیں۔ اور نہ ہی وہ مسلمانوں میں سے کسی کو پسند کرنے کیلئے آئی ہوں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ایسے قسم لیا کرتے تھے۔ اللہ ان کے ایمان کی حقیقت سے خوب آگاہ ہے، پھر اگر تمہیں حلف کے ذریعے ان کے مومن ہونے کا یقین ہو جائے تو انہیں کافروں کی طرف واپس نہ بھیجو، نہ یہ مومنات ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کفار ان مومن عورتوں کے لئے حلال ہیں، اور ان کافروں نے جو مال بصورتِ مَہر ان پر خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو، اور تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کر لو جبکہ تم ان عورتوں کا مَہر انہیں ادا کر دو، اور (اے مسلمانو!) تم بھی کافر عورتوں کو اپنے عقدِ نکاح میں نہ روکے رکھو، یہاں پر لفظ تمسکوا تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ کیونکہ تمہاری ازواج تمہارے اسلام لانے کی وجہ سے منقطع ہوگئی ہیں یا وہ مشرکین سے مل کر مرتد ہونے کی وجہ سے منقطع ہوگئی ہیں۔ کیونکہ جب انہوں نے ارتداد کرتے ہوئے مشرکین سے نکاح کیا ہے۔

اور تم کفار سے وہ مال طلب کر لو جو تم نے اُن عورتوں پر بصورتِ مَہر خرچ کیا تھا اور وہ کفار تم سے وہ مال مانگ لیں جو انہوں نے اِن عورتوں پر بصورتِ مَہر خرچ کیا تھا، یعنی جس طرح پہلے ان کو دیا کرتے تھے۔ یہی اللہ کا حکم ہے، اور وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرما رہا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

## سورت ممتحنہ آیت ۱۰ کے شان نزول کا بیان

شیخین نے مسور اور مروان بن حکم سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حدیبیہ کے دن کفار قریش سے معاہدہ کیا تو آپ کے پاس مومن عورتیں آ گئیں اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ ۔

حضرت عبداللہ بن ابی احمد سے سند ضعیف کے ساتھ روایت ہے کہ ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط نے صلح کے دوران ہجرت کی تو ان کے دو بھائی عمارہ بن عتبہ اور ولید بن عتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ام کلثوم کے بارے میں آپ سے بات کی کہ اسے واپس لوٹا دیں تو اللہ نے عورتوں کے معاملے میں مشرکین سے معاہدہ کو توڑ دیا مشرکین کی طرف سے عورتوں کو لوٹانے سے منع فرما دیا اور یہ آیت امتحان نازل فرمائی۔

ابن ابی حاتم نے یزید بن ابی حبیب سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت ابوحسان دحداحہ کی بیوی امیمہ بنت بشر کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور مقاتل نے نقل کیا ہے کہ ایک سعیدہ نامی عورت صیفی بن راہب کے ہاں جو کہ مکہ میں مشرک تھا ہی صلح کے دور میں مدینہ آ گئی تو مشرکین نے کہا اسے واپس لوٹاؤ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابن جریر نے زہری سے نقل کیا ہے کہ یہ آپ پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ حدیبیہ کی نچلی جانب میں تھے اور آپ نے مشرکین سے اس بات پر صلح کر لی تھی جو بھی آپ کے پاس آئے گا آپ اسے مشرکین کو لوٹا دیں گے جب آپ کے پاس عورتیں آئیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب اسلام لے آئے اور ان کی بیوی مشرکین میں پیچھے رہ گئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی "وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ" اور کافر عورتوں کو ناموس کو قبضے میں نہ رکھو۔ (سیوطی 295، نیسابوری 349، زاد المسیر 8-238، قرطبی 18-61)

## صلح حدیبیہ اور مہاجرین و مہاجرات کے احوال کا بیان

سورہ فتح کی تفسیر میں صلح حدیبیہ کا واقعہ مفصل بیان ہو چکا ہے، اس صلح کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش کے درمیان جو شرائط ہوئی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ جو کافر مسلمان ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا جائے آپ اسے اہل مکہ کو واپس کر دیں، لیکن قرآن کریم نے ان میں سے ان عورتوں کو مخصوص کر دیا کہ جو عورت ایمان قبول کر کے آئے اور فی الواقع ہو بھی وہ سچی ایمان دار تو مسلمان اسے کافروں کو واپس نہ دیں، حدیث شریف کی تخصیص قرآن کریم سے ہونے کی یہ ایک بہترین مثال ہے اور بعض سلف کے نزدیک، یہ آیت اس حدیث کی ناسخ ہے۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضرت ام کلثوم بنت عقبہ بن ابو میط رضی اللہ تعالیٰ عنہا مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ چلی آئیں، ان کے دونوں بھائی عمارہ اور ولید ان کے واپس لینے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے کہا سنا پس یہ آیت امتحان نازل ہوئی اور مومنہ عورتوں کو واپس لوٹانے سے ممانعت کر دی گئی، حضرت ابن عباس سے سوال ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کا امتحان کس طرح لیتے تھے؟ فرمایا اس طرح کہ اللہ کی قسم کھا کر سچ سچ کہے کہ وہ اپنے خاوند کی ناچاقی کی وجہ سے نہیں چلی آئی صرف آب و ہوا اور زمین کی تبدیلی کرنے کے لئے بطور سیر و سیاحت نہیں آئی کسی دنیا طلبی کے لئے نہیں آئی بلکہ صرف اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اسلام کی خاطر ترک وطن کیا ہے اور کوئی غرض نہیں، قسم دے کر ان سوالات کا کرنا اور خوب آزما لینا یہ کام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا۔

اور روایت میں ہے کہ امتحان اس طرح ہوتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق اور لاشریک ہونے کی گواہی دیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بندے اور اس کے بھیجے ہوئے رسول ہونے کی شہادت دیں، اگر آزمائش میں کسی غرض دنیوی کا پتہ چل جاتا تو انہیں واپس لوٹا دینے کا حکم تھا۔ مثلاً یہ معلوم ہو جائے کہ میاں بیوی کی ان بن کی وجہ سے یا کسی اور شخص کی محبت میں چلی آئی ہے وغیرہ، اس آیت کے اس جملہ سے کہ اگر تمہیں معلم ہو جائے کہ یہ باایمان عورت ہے تو پھر اسے کافروں کی طرف مت لوٹاؤ ثابت ہوتا ہے کہ ایمان پر بھی یقینی طور پر مطلع ہو جانا ممکن امر ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ مسلمان عورتیں کافروں پر اور کافر مرد مسلمان عورتوں کے لئے حلال نہیں، اس آیت نے اس رشتہ کو حرام کر دیا ورنہ اس سے پہلے مومنہ عورتوں کا نکاح کافر مردوں سے جائز تھا، جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا حالانکہ یہ اس وقت کافر تھے اور بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسلمہ تھیں، بدر کی لڑائی میں یہ بھی کافروں کے ساتھ تھے اور جو کافر زندہ پکڑے گئے تھے ان میں یہ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔

حضرت زینب نے اپنی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار ان کے فدیئے میں بھیجا تھا کہ یہ آزاد ہو کر آئیں جسے دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی رقت طاری ہوئی اور آپ نے مسلمانوں سے فرمایا اگر میری بیٹی کے قیدی کو چھوڑ دینا تم پسند کرتے ہو تو اسے رہا کر دو مسلمانوں نے بہ خوشی بغیر فدیہ کے انہیں چھوڑ دینا منظور کیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر دیا اور فرما دیا کہ آپ کی صاحبزادی کو آپ کے پاس مدینہ میں بھیج دیں انہوں نے اسے منظور کر لیا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھیج بھی دیا، یہ واقعہ سنہ 2 ہجری کا ہے، حضرت زینب نے مدینہ میں ہی اقامت فرمائی اور یونہی بیٹھی رہیں یہاں تک کہ سنہ 8 ہجری میں ان کے خاوند حضرت ابوالعاص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق اسلام دی اور وہ مسلمان ہو گئے تو حضور نے پھر اسی اگلے نکاح بغیر نئے مہر کے اپنی صاحبزادی کو ان کے پاس رخصت کر دیا اور روایت میں ہے کہ دو سال کے بعد حضرت ابوالعاص مسلمان ہو گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہلے نکاح پر حضرت زینب کو لوٹا دیا تھا یہی صحیح ہے اس لئے کہ مسلمان عورتوں کے مشرک مردوں پر حرام ہونے کے دو سال بعد یہ مسلمان ہو گئے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے اسلام کے بعد نئے سرے سے نکاح ہوا اور نیا مہر بندھا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یزید نے فرمایا ہے پہلی روایت کے راوی حضرت ابن عباس ہیں اور وہ روایت از روئے اسناد کے بہت اعلیٰ اور دوسری روایت کے راوی حضرت عمرو بن شعیب ہیں اور عمل اسی پر ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ عمرو بن شعیب والی روایت کے ایک راوی حجاج بن ارطاۃ کو حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ضعیف بتاتے ہیں، حضرت ابن عباس والی حدیث کا جواب جمہور یہ دیتے ہیں کہ یہ شخصی واقعہ ہے ممکن ہے ان کی عدت ختم ہی نہ ہوئی ہو، اکثر حضرات کا مذہب یہ ہے کہ اس صورت میں جب عورت نے عدت کے دن پورے کر لئے اور اب تک اس کا کافر خاوند مسلمان نہیں ہوا تو وہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے، ہاں بعض حضرات کا مذہب یہ بھی ہے کہ عدت پوری کر لینے کے بعد عورت کو اختیار ہے اگر چاہے اپنے اس نکاح کو باقی رکھے گا ر چاہے فسخ کر کے دوسرا نکاح کر لے اور اسی پر ابن عباس والی روایت کو محمول کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ ان مہاجر عورتوں کے کافر

خاوندوں کو ان کے خرچ اخراجات جو ہوئے ہیں وہ ادا کر دو جیسے کہ مہر۔ پھر فرمان ہے کہ اب انہیں ان کے مہر دے کر ان سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی حرج نہیں، عدت کا گذر جانا ولی کا مقرر کرنا وغیرہ جو امور نکاح میں ضروری ہیں ان شرائط کو پورا کر کے ان مہاجرہ عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ |
| مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ○ |
| اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے پھر تم جنگ میں غالب آ جاؤ اور مال غنیمت پاؤ تو ان |
| لوگوں کو جن کی عورتیں چلی گئی تھیں اس قدر ادا کر دو جتنا وہ خرچ کر چکے تھے، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ |

## دار الحرب سے ہجرت کر کے آنے والی خواتین سے متعلق احکام کا بیان

"وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ" اَيْ وَاحِدَةٌ فَاَكْثَرُ مِنْهُنَّ اَوْ شَيْءٌ مِنْ مُهُوْرِهِنَّ بِالذَّهَابِ "اِلَى الْكُفَّارِ" مُرْتَدَّاتٍ "فَعَاقَبْتُمْ" فَغَزَوْتُمْ وَغَنِمْتُمْ "فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ" مِنَ الْغَنِيْمَةِ "مِثْلَ مَا اَنْفَقُوْا" لِفَوَاتِهِ عَلَيْهِمْ مِنْ جِهَةِ الْكُفَّارِ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ" وَقَدْ فَعَلَ الْمُؤْمِنُوْنَ مَا اُمِرُوْا بِهٖ مِنَ الْاِيْتَاءِ لِلْكُفَّارِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ثُمَّ ارْتَفَعَ هٰذَا الْحُكْمُ،

اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی تم سے چھوٹ کر کافروں کی طرف چلی جائے اور وہ ایک بیوی ہو یا زیادہ ہوں یا ان کے مہر میں سے کچھ رہ گیا ہو اور وہ مرتد ہو کر کفار کی طرف چلی گئیں ہیں۔ پھر جب تم جنگ میں غالب آ جاؤ اور مال غنیمت پاؤ تو اس میں سے ان لوگوں کو جن کی عورتیں چلی گئی تھیں اس قدر مال ادا کر دو جتنا وہ اُن کے مہر میں خرچ کر چکے تھے، کیونکہ کفار سے ان کا نفقہ کفار کی جانب سے ختم ہو چکا ہے۔ اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ اور اہل ایمان نے اس پر عمل کیا جس کا انہیں حکم دیا گیا اور اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

## سورت ممتحنہ آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت حسن سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ یہ آیت ام حکم بنت ابی سفیان کے بارے میں نازل ہوئی یہ مرتد ہو گئی اور اس سے قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے نکاح کر لیا قریش میں سے اس کے علاوہ اور کوئی عورت مرتد نہیں ہوئی۔

(سیوطی 295، زاد المسیر 8۔243)

اس صورت میں مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مسلمان کی کچھ عورتیں اگر کفار کے قبضہ میں آ جائیں تو شرط صلح کے ماتحت اوروں پر لازم تھا کہ ان کے مسلمان شوہروں کو ان کا دیا ہوا مہر وغیرہ واپس کریں جیسا کہ مسلمانوں کی طرف سے مہاجرات کے کافر شوہروں کو ان کا مہر واپس کیا گیا، لیکن جب کفار نے ایسا نہ کیا اور مسلمانوں عورتوں کے مہر ان کو ادا نہ کیے تو ان کیلئے عمل کا اگر تم انتقام اور بدلہ

لے لو اس طرح کہ کفار مکہ کو جو رقم مہاجرات کے مہر کی ادا کرنا تھی تم بھی وہ اپنے حق کے مطابق روک لو تو اس کا حکم یہ ہے کہ "فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا" یعنی تم اس رقم میں سے جو مہاجرات کے مہر کی روک لی گئی، ان مسلمان شوہروں کے خرچ کیے ہوئے مہر وغیرہ ادا کر دو جن کی عورتیں کفار مکہ کے قبضہ میں آ گئی ہیں۔

دوسرے معنی عاقبتم، عقبتم، اعقبتم کے جنگ میں مال غنیمت حاصل کرنے کے بھی ہیں اور اس آیت میں لفظ عاقبتم کی یہ تینوں قراتیں بھی مختلف قراء سے منقول ہیں اور حضرت قتادہؒ و مجاہدؒ سے ان تینوں لفظوں کے معنی غنیمت کے بھی منقول ہیں، اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ جن مسلمان شوہروں کی عورتیں کفار کے قبضہ میں چلی گئیں اور شرط صلح کے مطابق کفار نے ان کے مہر مسلمان شوہروں کو ادا نہیں کیا پھر مسلمانوں کو مال غنیمت حاصل ہوا تو ان شوہروں کا حق مال غنیمت سے ان کو ادا کر دیا جائے۔

اس آیت میں جس معاملے کا حکم بیان کیا گیا ہے اس کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک صرف ایک ہی پیش آیا تھا کہ حضرت عیاض بن غنم قریشی کی بیوی ام الحکم بنت ابی سفیان مرتد ہو کر مکہ مکرمہ چلی گئی تھی اور پھر یہ بھی اسلام کی طرف لوٹ آئی۔

اور حضرت ابن عباس نے کل چھ عورتوں کا اسلام سے انحراف اور کفار کے ساتھ مل جانا ذکر فرمایا ہے، جن میں سے ایک تو یہی ام الحکم بنت ابی سفیان تھیں اور باقی پانچ عورتیں وہ تھیں جو ہجرت کے وقت ہی مکہ مکرمہ میں رک گئیں اور پہلے ہی سے کافر تھیں، جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جس نے مسلم و کافرہ کے نکاح کو توڑ دیا، اس وقت بھی وہ مسلمان ہونے کے لئے تیار نہ ہوئیں، اس کے نتیجہ میں یہ بھی ان عورتوں میں شمار کی گئیں، جن کا مہر ان کے مسلمان شوہروں کو کفار مکہ کی طرف سے واپس ملنا چاہئے تھا، جب انہوں نے نہیں دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے ان کا یہ حق ادا کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ سے مکہ چلے جانے اور مرتد ہونے کا تو صرف ایک ہی کا واقعہ تھا، باقی پانچ عورتیں پہلے ہی سے کفر پر تھیں اور کفر پر قائم رہنے کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے نکاح سے اس آیت کی بناء پر نکل گئیں، اس لئے ان کو بھی اس ضمن میں شمار کیا گیا ہے اور ایک عورت جس کو مرتد ہو کر مکہ چلے جانا مذکور ہوا ہے یہ بھی بعد میں پھر مسلمان ہو گئیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰۤی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ لَا یَسْرِقْنَ |
| وَ لَا یَزْنِیْنَ وَ لَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ |
| وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ |
| اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک |
| نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں |
| کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی اور امر شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے |
| بیعت لے لیا کریں اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں سے بیعت لینے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ إِذَا جَاءَك الْمُؤْمِنَات يُبَايِعْنَك عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاَللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادهنَّ" كَمَا كَانَ يَفْعَل فِي الْجَاهِلِيَّة مِنْ وَأْد الْبَنَات أَيْ دَفْنهنَّ أَحْيَاء خَوْف الْعَار وَالْفَقْر "وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْن أَيْدِيهنَّ وَأَرْجُلهنَّ" أَيْ بِوَلَدٍ مَلْقُوط يَنْسُبْنَهُ إلَى الزَّوْج وَوُصِفَ بِصِفَةِ الْوَلَد الْحَقِيقِيّ فَإِنَّ الْأُمّ إذَا وَضَعَتْهُ سَقَطَ بَيْن يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا "وَلَا يَعْصِينَك فِي" فِعْل "مَعْرُوف" هُوَ مَا وَافَقَ طَاعَة اللَّه كَتَرْكِ النِّيَاحَة وَتَمْزِيق الثِّيَاب وَجَزّ الشُّعُور وَشَقّ الْجَيْب وَخَمْش الْوَجْه "فَبَايِعْهُنَّ" فَعَلَ ذَلِكَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقَوْلِ وَلَمْ يُصَافِح وَاحِدَة مِنْهُنَّ،

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی جس طرح وہ دور جاہلیت میں کیا کرتی تھیں۔ یعنی عار اور فقر کے اندیشہ کے سبب بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتی تھیں۔ اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گھڑ کر نہیں لائیں گی، یعنی اپنے شوہر کو دھوکہ دیتے ہوئے کسی اٹھائے ہوئے بچے کو اپنے پیٹ سے جنا ہوا نہیں بتائیں گی۔ کیونکہ ماں جب بچے کو جنم دیتی ہے تو وہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گرتا ہے۔ اور کسی بھی امر شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، یعنی جو اللہ کی اطاعت کے مطابق ہو جس طرح نوحہ کو چھوڑ دینا، کپڑے پھاڑنے، بال نوچنے اور گریبان پھاڑنے اور چہرے پیٹنے کو چھوڑ دینا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بیعت لے لیا کریں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قول کے ذریعے بیعت لی۔ اور ان میں سے کسی ایک بھی مصافحہ نہیں کیا۔ اور ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## سورت ممتحنہ آیت ۱۲ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کی وجہ سے امتحان لیا کرتے تھے اِذَا جَاءكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعنَكَ الاية، اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب آئیں تیرے پاس مسلمان عورتیں بیعت کرنے کو، اس بات پر کہ شریک نہ ٹھہرائیں اللہ کا کسی کو اور چوری نہ کریں اور بدکاری نہ کریں اور اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں اور طوفان نہ لائیں باندھ کر اپنے ہاتھوں اور پاؤں میں اور تیری نافرمانی نہ کریں کسی بھلے کام میں تو ان کی بیعت کر لے۔

اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ معمر کہتے ہیں کہ ابن طاؤس نے مجھے اپنے والد کے حوالے سے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے ان عورتوں کے علاوہ جو آپ کی ملکیت میں تھیں کبھی کسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1254)

حضرت ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ معروف کیا چیز ہے جس میں ہمارے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرنا جائز نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ یہی ہے کہ تم نوحہ مت کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں قبیلے کا عورتیں میرے چچا کی وفات پر میرے ساتھ نوحہ میں شریک تھیں لہٰذا ان کا بدلہ دنیا ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پھر میں نے کئی مرتبہ عرض کیا تو اجازت دے دی کہ ان کے احسان کا بدلہ دے دوں۔ اس کے بعد میں نے کبھی کسی پر نوحہ نہیں کیا اور عورتوں میں سے میرے علاوہ ایسی کوئی عورت باقی نہ رہی جس نے بیعت کی ہو اور پھر نوحہ بھی کیا ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس باب میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے بھی روایت ہے۔ عبداللہ بن حمید کہتے ہیں کہ ام سلمہ انصاریہ رضی اللہ تعالی عنہا کا نام اسماء بنت یزید بن سکن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1255)

## خواتین کے طریقہ بیعت اور عہدو پیمان کا بیان

صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے جو مسلمان عورتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آتی تھیں ان کا امتحان اسی آیت سے ہوتا تھا جو عورت ان تمام باتوں کا اقرار کر لیتی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زبانی فرما دیتے کہ میں نے تم سے بیعت کی یہ نہیں کہ آپ ان کے ہاتھ سے ہاتھ ملاتے ہوں اللہ کی قسم آپ نے کبھی بیعت کرتے ہوئے کسی عورت کے ہاتھ کو ہاتھ نہیں لگایا صرف زبانی فرما دیتے کہ ان باتوں پر میں نے تیری بیعت لی، ترمذی نسائی ابن ماجہ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت امیہ بنت رفیقہ فرماتی ہیں کئی ایک عورتوں کے ساتھ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئی تو قرآن کی اس آیت کے مطابق آپ نے ہم سے عہد و پیمان لیا اور ہم بھلی ابتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی کے اقرار کے وقت فرمایا یہ بھی کہہ لو کہ جہاں تک تمہاری طاقت ہے، ہم نے کہا اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا خیال ہم سے بہت زیادہ ہے اور ان کی مہربانی بھی ہم پر خود ہماری مہربانی سے بڑھ چڑھ کر ہے پھر ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم سے مصافحہ نہیں کرتے؟ فرمایا نہیں میں غیر عورتوں سے مصافحہ نہیں کیا کرتا میرا ایک عورت سے کہہ دینا سو عورتوں کی بیعت کے لئے کافی ہے بس بیعت ہو چکی، امام ترمذی اس حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں، مسند احمد میں اتنی زیادتی اور بھی ہے کہ ہم میں سے کسی عورت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصافحہ نہیں کیا، یہ حضرت امیہ حضرت خدیجہ کی بہن اور حضرت فاطمہ کی خالہ ہوتی ہیں، مسند احمد میں حضرت سلمیٰ بنت قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ تھیں اور دونوں قبلوں کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی تھی جو بنو عدی بن نجار کے قبیلہ میں سے تھیں فرماتی ہیں انصار کی عورتوں کے اسھ خدمت نبوی میں بیعت کرنے کے لئے میں بھی آئی تھی اور اس آیت میں جن باتوں کا ذکر ہے ان کا ہم نے اقرار کیا آپ نے فرمایا اس بات کا بھی اقرار کرو کہ اپنے خاوندوں کی خیانت اور ان کے ساتھ دھوکہ نہ کرو گی ہم نے اس کا بھی اقرار کیا بیعت کی اور جانے لگیں پھر مجھے خیال آیا اور ایک عورت کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ وہ دریافت کرلیں کہ خیانت و دھوکہ نہ کرنے

سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ اس کا مال چپکے سے کسی اور کو نہ دو۔ مسند کی حدیث میں ہے حضرت ائشہ بنت قدامہ فرماتی ہیں میں اپنی والدہ رابطہ بنت سفیان نزاعیہ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والیوں میں تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں پر بیعت لے رہے تھے اور عورتیں ان کا اقرار کرتی تھیں میری والدہ کے فرمان سے میں نے بھی اقرار کیا اور بیعت والیوں میں شامل ہوئی، صحیح بخاری شریف میں حضرت ام عطیہ سے منقول ہے کہ ہم نے ان باتوں پر اور اس امر پر کہ ہم کسی مرے پر نوحہ نہ کریں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اسی اثناء میں ایک عورت نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور کہا میں نوحہ کرنے سے باز رہنے پر بیعت نہیں کرتی اس لئے کہ فلاں عورت نے میرے فلاں مرے پر نوحہ کرنے میں میری مدد کی ہے تو میں اس کا بدلہ ضرور اتاروں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے سن کر خاموش ہو رہے اور کچھ نہ فرمایا وہ چلی گئیں لیکن پھر تھوڑی ہی دیر میں واپس آئیں اور بیعت کر لی۔

مسلم شریف میں بھی یہ حدیث ہے اور اتنی زادتی بھی ہے کہ اس شرط کو صرف اس عورت نے اور حضرت ام سلیم بنت ملحان نے ہی پورا کیا، بخاری کی اور روایت میں ہے کہ پانچ عورتوں نے اس عہد کو پورا کیا، ام سلیم ام علام، ابوسبرہ کی بیٹی جو حضرت معاذ کیب بیوی تھیں اور دو اور عورتیں یا ابوسبرہ کی بیٹی اور حضرت معاذ کی بیوی اور ایک عورت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید والے دن بھی عورتوں سے اس بیعت کا معاہدہ لیا کرتے تھے۔

بخاری میں ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رمضان کی عید کی نماز میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور ابوبکر عمر عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ پڑھی ہے سب کے سب خطبے سے پہلے نماز پڑھتے تھے، پھر نماز کے بعد خطبہ کہتے تھے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبے سے اترے گویا وہ نقشہ میری نگاہ کے سامنے ہے کہ لوگوں کو بٹھایا جا تا تھا اور آپ ان کے درمیان سے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ عورتوں کے پاس آئے آپ کے ساتھ حضرت بلال تھے یہاں پہنچ کر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم اپنے اس اقرار پر ثابت قدم ہو ایک عورت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں کسی اور نے جواب نہیں دیا، راوی حدیث حضرت حسن کو یہ معلوم نہیں کہ یہ جواب دینے والی کونسی عورت تھیں، پھر آپ نے فرمایا اچھا خیرات کرو اور حضرت بلال نے اپنا کپڑا پھیلا دیا چنانچہ عورتوں نے اس پر بے نگینہ کی اور نگینہ دار انگوٹھیاں راہ اللہ ڈال دیں، مسند احمد کی روایت میں حضرت امیمہ کی بیعت کے ذکر میں آیت کے علاوہ اتنا اور بھی ہے کہ نوحہ کرنا اور جاہلیت کے زمانہ کی طرح اپنا بناؤ سنگھار غیر مردوں کو نہ دکھانا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ممتحنہ، بیروت)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ |
| كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝ |
| اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو جن پر اللہ غضبناک ہوا ہے بیشک وہ آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں |
| جیسے کفار اہل قبور سے مایوس ہیں۔ |

## کفار کا آخرت سے مایوس ہونے کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ" هُمُ الْیَهُود "قَدْ یَئِسُوا مِنَ الْآخِرَة" مِنْ ثَوَابِهَا مَعَ إِیقَانِهِمْ بِهَا لِعِنَادِهِمُ النَّبِیَّ مَعَ عِلْمِهِمْ بِصِدْقِهِ "کَمَا یَئِسَ الْکُفَّار" الْکَائِنُونَ "مِنْ أَصْحَاب الْقُبُور" أَیْ الْمَقْبُورِینَ مِنْ خَیْر الْآخِرَة إِذْ تُعْرَض عَلَیْهِمْ مَقَاعِدهمْ مِنَ الْجَنَّة لَوْ کَانُوا آمَنُوا وَمَا یَصِیرُونَ إِلَیْهِ مِنَ النَّار،

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو جن پر اللہ غضبناک ہوا ہے اور وہ یہود ہیں۔ بیشک وہ آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں یعنی انہیں آخرت کے ثواب پر یقین ہیں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھنے کی وجہ سے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے برحق ہونے کا بھی انہیں یقین ہے۔ جیسے کفار اہل قبور سے مایوس ہیں۔ کیونکہ قبروں سے آخرت کی خبر ملنے والی ہے جب ان پر جنت کا ٹھکانہ ان کو دیکھایا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان لاتے تو ان کا ٹھکانہ یہ ہوتا اور انہیں دوزخ میں بھی ان کا ٹھکانہ دیکھایا جاتا ہے جس کی طرف انہوں نے جانا ہے۔

## سورت ممتحنہ آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت کچھ مسلمان فقراء کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی خبریں یہود تک پہنچاتے تھے اور ان سے اس طرح سے تعلق قائم کر کے ان سے منافع حاصل کرنے کی کوشش کرتے جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع فرما دیا ہے۔ (نیسابوری 350، سیوطی 296، زاد المسیر 8۔247، درمنثور 6۔211)

آخرت سے مایوس ہونے کا مطلب، قیامت کے برپا ہونے سے انکار ہے۔ ایک دوسرے معنی اس کے یہ کئے گئے ہیں کہ قبروں میں مدفون کافر، ہر قسم کی خیر سے مایوس ہو گئے۔ کیونکہ مر کر انہوں نے اپنے کفر کا انجام دیکھ لیا، اب وہ خیر کی کیا توقع کر سکتے ہیں (ابن جریر طبری، سورہ ممتحنہ، بیروت)

## میت کو صبح و شام ٹھکانہ دیکھایا جانے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے اعزا و احباب واپس آتے ہیں تو وہ (مردہ) ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور اس کے پاس (قبر میں) دو فرشتے آتے ہیں اور ان کو بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ تم اس آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ کیا کہتے تھے؟ اس کے جواب میں بندہ مومن کہتا ہے، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ پھر اس بندہ سے کہا جاتا ہے کہ تم اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھو جس کو اللہ نے بدل دیا ہے اور اس کے بدلے میں تمہیں جنت میں جگہ دی گئی ہے۔

چنانچہ وہ مردہ دونوں مقامات (جنت و دوزخ) کو دیکھتا ہے۔ اور جو مردہ منافق یا کافر ہوتا ہے اس سے بھی یہی سوال کیا جاتا

ہے کہ اس آدمی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارہ میں تو کیا کہتا تھا؟ وہ اس کے جواب میں کہتا کہ میں کچھ نہیں جانتا، جو لوگ (مومن) کہتے تھے وہی میں بھی کہہ دیتا تھا اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے عقل سے پہچانا اور نہ تو نے قرآن شریف پڑھا؟ یہ کہہ کر اس کو لوہے کے گرزوں سے مارا جاتا ہے کہ اس کے چیخنے اور چلانے کی آواز سوائے جنوں اور انسانوں کے قریب کی تمام چیزیں سنتی ہیں۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم الفاظ صحیح البخاری کے ہیں، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 123)

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مرتا ہے تو (قبر کے اندر) صبح اور شام اس کا ٹھکانہ اس کے سامنے لایا جاتا ہے اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا ٹھکانہ اس کا انتظار کر، یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تجھے اٹھا کر وہاں بھیجے۔

(صحیح بخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 124)

## سورت ممتحنہ کی تفسیر مصباحین اختتامی کلمات کا بیان

الحمدللہ! اللہ تعالی کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورت ممتحنہ کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی

# سُورَۃُ الصَّف

## یہ قرآن مجید کی سورت صف ہے

### سورت صف کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَۃُ الصَّفّ (مَكِّيَّة أَوْ مَدَنِيَّة وَ آیاتھا 14)

سورہ صف مکیہ ہے اور بقولِ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و جمہور مفسرین مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، چودہ آیات، دوسو اکیس کلمات اور نو سو حروف ہیں۔

### سورت صف کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی چوتھی آیت مبارکہ میں لفظ صف استعمال ہوا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے صف بستہ ہیں۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت صف کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت صف کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ ایک دن بیٹھے بیٹھے آپس میں یہ تذکرے کر رہے تھے کہ کوئی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرے کہ اللہ کو سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ مگر ابھی کوئی کھڑا بھی نہ ہوا تھا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا اور ہم میں سے ایک ایک کو بلا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا جب ہم سب جمع ہو گئے تو آپ نے اس پوری سورت کی تلاوت کی۔ (مسند احمد بن حنبل)

ابن ابی حاتم کی اس حدیث میں ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے ڈرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سورت پڑھ کر سنائی تھی اسی طرح اس روایت بیان کرنے والے صحابی نے تابعی کو پڑھ کر سنائی اور تابعی نے اپنے شاگرد کو اور اس نے اپنے شاگرد کو اسی طرح آخر تک اور روایت میں ہے کہ ہم نے کہا تھا اگر ہمیں ایسے عمل کی خبر ہو جائے تو ہم ضرور اس پر عامل ہو جائیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ صف، بیروت)

| |
|---|
| سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ بڑی عزت وغلبہ والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالی کی تسبیح کو بیان کرنا

"سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض" أَيْ نَزَّهَهُ فَاللَّام مَزِيدَة وَجِيء بِمَا دُون مَنْ تَغْلِيبًا لِلْأَكْثَرِ "وَهُوَ الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه.

جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، یعنی اس کی پاکی بولتے ہیں اور یہاں پر لام زائدہ ہے اور من کی بہ جائے ما کو غلبہ اکثریت کے طور پر لایا گیا ہے۔ اور وہ اپنے ملک میں بڑی عزت وغلبہ والا، اپنی صنعت میں بڑی حکمت والا ہے۔

## سورت صف آیت ۲، ا کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیٹھے ہوئے تھے کہ آپس میں کہنے لگے کہ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ اللہ کو کونسا عمل زیادہ محبوب ہے تو ہم وہی کرتے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیات نازل ہوئیں (سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ،يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں اور وہی ہے زبردست حکم والا، اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے)۔ عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ سورت پڑھائی اور ابوسلمہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ سورت پڑھی۔ یحیٰ کہتے ہیں کہ پھر ابوسلمہ نے ہمارے سامنے تلاوت کی، ابن کثیر کے سامنے اوزاعی نے اور عبداللہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے ابن کثیر نے پڑھ کر سنائی۔ محمد بن کثیر میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ابن مبارک، اوزاعی سے وہ یحیٰ بن کثیر سے وہ ہلال بن ابی میمونہ سے وہ عطاء سے اور وہ عبداللہ بن سلام سے یا ابوسلمہ کے واسطے سے عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں۔ ولید بن مسلم بھی یہ حدیث اوزاعی سے محمد بن کثیر کی روایت کی طرح نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1257)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ |
| اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ○ |
| اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک بہت سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ |
| تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔ بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر |
| لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔ |

## قول وعمل میں تضاد کی ممانعت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ" فِي طَلَب الْجِهَاد "مَا لَا تَفْعَلُونَ" إِذْ انْهَزَمْتُمْ بِأُحُدٍ "كَبُرَ"

عَظُمَ "مَقْتًا" تَمْيِيز "عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا" فَاعِل كَبُرَ

"إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ" يَنْصُر وَيُكْرِم "الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيله صَفًّا" حَال أَيْ صَافِّينَ "كَأَنَّهُمْ بُنْيَان مَرْصُوص" مُلْزَق بَعْضه إِلَى بَعْض ثَابِت

اے ایمان والو! تم طلب جہاد میں وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔ جب تم احد میں گھبرا گئے۔ اللہ کے نزدیک بہت سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔ یہاں پر لفظ مقتا یہ تمیز ہے اور تقولوا کبر کا فاعل ہے۔

بلاشبہ اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان کی مدد اور عزت کرتا ہے۔ جو اس کی راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، جیسے وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔ یعنی وہ دیوار آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے۔

## زبان سے کیے گئے اقرار کو پورا کرنے کا بیان

مسند احمد اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا کھیل کود کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے آواز دے کر کہا ادھر آ کچھ دوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ دینا بھی چاہتی ہو؟ میری والدہ نے کہا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھجوریں دوں گی آپ نے فرمایا پھر تو خیر ورنہ یاد رکھو کچھ نہ دینے کا ارادہ ہوتا اور یوں کہتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھا جاتا۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب وعدے کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کی تاکید کا تعلق ہو تو اس وعدے کو فوا کرنا واجب ہو جاتا ہے، مثلاً کسی شخص نے کسی سے کہہ دیا کہ تو نکاح کر لے اور اتنا اتنا ہر روز میں تجھے دیتا رہوں گا اس نے نکاح کر لیا تو جب نکاح باقی ہے اس شخص پر واجب ہے کہ اسے اپنے وعدے کے مطابق دیتا رہے اس لئے کہ اس میں آدمی کے حق کا تعلق ثابت ہو گیا جس پر اس سے باز پرس سختی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صف، بیروت)

## سورت صف آیت ۲ کے سبب نزول سے متعلق روایات کا بیان

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ایفاء عہد مطلق واجب ہی نہیں، اس آیت کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ جب لوگوں نے جہاد کی فرضیت کی خواہش کی اور فرض ہو گیا تو اب بعض لوگ دیکھنے لگے جس پر یہ آیت اتری، جیسے اور جگہ ہے۔ الخ یعنی کیا تو نے انہیں نہ دیکھا جن سے کہا گیا تم اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز و زکوٰۃ کا خیال رکھو، پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ان میں ایسے لوگ بھی نکل آئے جو لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگے جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہنے لگے پروردگار تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کر دیا؟ کیوں ہمیں ایک وقت مقرر تک اس حکم کو موخر نہ کیا جو قریب ہی تو ہے۔ تو کہہ دے کہ اسباب دنیا تو بہت ہی کم ہیں ہاں پرہیزگاروں کے لئے آخرت بہترین چیز ہے۔ تم پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا تم کہیں بھی ہو تمہیں موت ڈھونڈ نکالے گی گو تم مضبوط محلوں میں ہو، اور جگہ ہے الخ، یعنی مسلمان کہتے ہیں کیوں کوئی سورت نہیں اتاری جاتی؟ پھر جب کوئی محکمہ سورت اتاری جاتی ہے اور اس میں لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو دیکھے گا کہ بیمار دل والے تیری طرف اس طرح دیکھیں گے جیسے وہ دیکھتا ہے جس پر موت کی بیہوشی

ہو، اسی طرح کی یہ آیت بھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض مومنوں نے جہاد کی فرضیت سے پہلے کا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اللہ تعالیٰ ہمیں وہ عمل بتاتا جو اسے سب سے زیادہ پسند ہوتا تاکہ ہم اس پر عامل ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کی کہ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل میرے نزدیک ایمان ہے جو شک شبہ سے پاک ہو اور بے ایمانوں سے جہاد کرنا ہے تو بعض مسلمانوں پر یہ گراں گزرا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ وہ باتیں زبان سے کیوں نکالتے ہو جنہیں کرتے نہیں۔

امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں، حضرت مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے کہا اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کس عمل کو اللہ تعالیٰ بہت پسند فرماتا ہے تو ہم ضرور وہ عمل بجالاتے اس پر اللہ عزوجل نے وہ عمل بتایا کہ میری راہ میں صف باندھ کر مضبوطی کے ساتھ جم کر جہاد کرنے والوں کو میں بہت پسند فرماتا ہوں پھر احد والے دن ان کی آزمائش ہوگئی اور لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے جس پر یہ فرمان الیشان اترا کہ کیوں وہ کہتے ہو جو کہ نہیں دکھاتے؟

بعض حضرات فرماتے ہیں یہ ان کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کہیں ہم نے جہاد کیا اور حالانکہ جہاد نہ کیا ہو منہ سے کہیں کہ ہم زخمی ہوئے اور زخمی نہ ہوئے ہوں کہیں کہ ہم پر مار پڑی اور مار نہ پڑی ہو منہ سے کہیں کہ ہم قید کئے گئے اور قید نہ کئے گئے ہوں، ابن زید فرماتے ہیں اس سے مراد منافق ہیں کہ مسلمانوں کی مدد کا وعدہ کرتے لیکن وقت پر پورا نہ کرتے، زید بن اسلم جہاد مراد لیتے ہیں۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں ان کہنے والوں میں حضرت عبداللہ بن رواحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جب آیت اتری اور معلوم ہوا کہ جہاد سب سے زیادہ عمدہ عمل ہے تو آپ نے عہد کرلیا کہ میں تو اب سے لے کر مرتے دم تک اللہ کی راہ میں اپنے آپ کو وقف کر چکا چنانچہ اسی پر قائم بھی رہے یہاں تک کہ فی سبیل اللہ شہید ہو گئے، حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے قاریوں کو ایک مرتبہ بلوایا تو تین سو قاری ان کے پاس آئے جن میں سے ہر ایک قاری قرآن تھا۔ پھر فرمایا تم اہل بصرہ کے قاری اور ان میں سے بہترین لوگ ہو سنو ہم ایک سورت پڑھتے تھے جو مسبحات کی سورتوں کے مشابہ تھی پھر ہم اسے بھلا دیئے گئے ہاں مجھے اس میں سے اتنا یاد رہ گیا۔ (آیت) یعنی اے ایمان والو وہ کیوں کہو جو نہ کرو پھر وہ لکھا جائے اور تمہاری گردنوں میں بطور گواہ کے لٹکا دیا جائے پھر قیامت کے دن اس کی بابت باز پرس ہو۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو صفیں باندھ کر دشمنان اللہ کے مقابلے میں ڈٹ جاتے ہیں تاکہ اللہ کا بول بالا ہو اسلام کی حفاظت ہو اور دین کا غلبہ ہو۔ مسند میں ہے تین قسم کے لوگوں کی تین حالتیں ہیں جنہیں دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ خوش ہوتا ہے اور ہنس دیتا ہے رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے والے نماز کے لئے صفیں باندھنے والے، میدان جنگ میں صف بندی کرنے والے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صف، بیروت)

## جہاد میں صف باندھ کر لڑنے کی فضیلت کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے حضرت مطرف فرماتے ہیں مجھے یہ روایت حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک حدیث پہنچی تھی میرے جی میں تھا کہ خود حضرت ابوذر سے مل کر یہ حدیث آمنے سامنے سن لوں چنانچہ ایک مرتبہ جا کر آپ سے ملاقات کی اور واقعہ بیان کیا

آپ نے خوشنودی کا اظہار فرما کر کہا وہ حدیث کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کو دشمن جانتا ہے اور تین کو دوست رکھتا ہے فرمایا ہاں میں نے اپنے خلیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول سکتا فی الواقع آپ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے، میں نے پوچھا وہ تین کون ہیں؟ جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب جانتا ہے فرمایا ایک تو وہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے خالص خوشنودی اللہ کی نیت سے نکلے دشمن سے جب مقابلہ ہو تو دلیرانہ جہاد کرے تم اس کی تصدیق خود کتاب اللہ میں بھی دیکھ سکتے ہو پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور پھر پوری حدیث بیان کی۔

حضرت کعب احبار سے ابن ابی حاتم میں منقول ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے آپ میرے بندے متوکل اور پسندیدہ ہیں بدخلق بدزبان بازاروں میں شور وغل کرنے والے نہیں برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے بلکہ درگذر کرکے معاف کر دیتے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش مکہ ہے، جائے ہجرت طابہ ہے، ملک آپ کا شام ہے، امت آپ کی بکثرت حمد اللہ کرنے والی ہے، ہر حال میں اور ہر منزل میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے رہتے ہیں۔ صبح کے وقت ذکر اللہ میں ان کی پست آوازیں برابر سنائی دیتی ہیں جیسے شہد کی مکھیوں کی بھن بھناہٹ اپنے ناخن اور مونچھیں کترتے ہیں اور اپنے تہمد اپنی آدھی پنڈلیوں تک باندھتے ہیں ان کی صفیں میدان جہاد میں ایسی ہوتی ہیں جیسی نماز میں، پھر حضرت کعب نے اسی آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا سورج کی نگہبانی کرنے والے جہاں وقت نماز آجائے نماز ادا کر لینے والے گو سواری پر ہوں۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ بنوا لیتے دشمن سے لڑائی شروع نہیں کرتے تھے، پس صف بندی کی تعلیم مسلمانوں کو اللہ کی دی ہوئی ہے ایک دوسرے سے ملے کھڑے رہیں، ثابت قدم رہیں اور ٹلیں نہیں تم نہیں دیکھتے کہ عمارت کا بنانے والا نہیں چاہتا کہ اس کی عمارت میں کہیں اونچ نیچ ہو ٹیڑھی ترچھی ہو یا سوراخ رہ جائیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ اس کے امر میں اختلاف ہو میدان جنگ میں اور بوقت نماز مسلمانوں کی صف بندی خود اس نے کی ہے پس تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو جو احکام بجالائے گا یہ اس کے لئے عصمت اور بچاؤ ثابت ہے۔

ابو بحریہ فرماتے ہیں مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑنا پسند نہیں کرتے تھے انہیں تو یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر پیدل صفیں بنا کر آمنے سامنے کا مقابلہ کریں، آپ فرماتے ہیں جب تم مجھے دیکھو کہ میں نے صف میں سے ادھر ادھر توجہ کی تو تم جو چاہو ملامت کرنا اور برا بھلا کہنا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ صف، بیروت)

| |
|---|
| وَإِذْ قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِىْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ط |
| فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ |
| اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ بے شک میں تمہاری |
| طرف اللہ کا رسول ہوں۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم کو تکذیب سے منع کرنے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "إِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي" قَالُوا : إِنَّهُ آدَر أَيْ مُنْتَفِخ الْخُصْيَة وَلَيْسَ كَذَلِكَ وَكَذَّبُوهُ "وَقَدْ" لِلتَّحْقِيقِ "تَعْلَمُونَ أَنِّي رَسُول اللّٰه إِلَيْكُمْ" الْجُمْلَة حَال وَالرَّسُول يُحْتَرَم "فَلَمَّا زَاغُوا" عَدَلُوا عَنْ الْحَقّ بِإِيذَائِهِ "أَزَاغَ اللّٰه قُلُوبهمْ" أَمَالَهَا عَنْ الْهُدَى عَلَى وَفْق مَا قَدَّرَهُ فِي الْأَزَل "وَاللّٰه لَا يَهْدِي الْقَوْم الْفَاسِقِينَ" الْكَافِرِينَ فِي عِلْمه،

اور یاد کریں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم! تم مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو، تو انہوں نے آپ کو آدر (انتفاخ خصیتین والا کہا) کہا حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ اور انہوں نے آپ کی تکذیب کی۔ اور قد تحقیق کیلئے آیا ہے۔ حالانکہ یقیناً تم جانتے ہو کہ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اور یہ جمہ حالیہ ہے۔ اور رسول مکرم جس کا احترام کیا جائے۔ پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے یعنی جب وہ آپ کو تکالیف پہنچا کر حق سے ہٹ گئے۔ تو اللہ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔ یعنی ان کو ہدایت سے دور کر کے ویسا کر دیا جو ازل میں لکھ دیا گیا تھا۔ اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یعنی کفار اس کے علم میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کلیم اللہ حضرت موسیٰ بن عمران نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم میری رسالت کی سچائی جانتے ہو پھر کیوں میرے درپے آزار ہو رہے ہو؟ اس میں گویا ایک طرح سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے، چنانچہ آپ بھی جب ستائے جاتے تو فرماتے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحمت نازل فرمائے وہ اس سے زیادہ ستائے گئے لیکن پھر بھی صابر رہے اور ساتھ ہی اس میں مومنوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء نہ پہنچائیں ایسا نہ کریں جس سے آپ کا دل دکھتا ہو، جیسے اور جگہ ہے الخ ایمان والو تم ایسے نہ ہونا جیسے موسیٰ کو ایذاء دینے والے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ذی عزت بندے کو اس کے بہتانوں سے پاک کیا، پس جبکہ یہ لوگ علم کے باوجود اتباع حق سے ہٹ گئے اور ٹیڑھے چلنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دل ہدایت سے ہٹا دیئے شک و حیرت ان میں سما گئی، جیسے اور جگہ ہے الخ، یعنی ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے جس طرح یہ ہماری آیتوں پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں ان کی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیں گے جس میں وہ سرگرداں رہیں گے اور جگہ ہے الخ، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے ہدایت ظاہر ہو جانے کے بعد اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی دوسرے کی تابعداری کرے ہم اسے ایسی طرف متوجہ کریں گے جس طرف وہ متوجہ ہوا ہے اور بالآخر اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بری جگہ ہے، یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فاسقوں کی رہبری نہیں کرتا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صف، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا |
| بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ |
| بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |

| |
|---|
| اور جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے کہا: اے بنی اسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے |
| پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسولِ (معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں |
| جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے، پھر جب وہ (رسولِ |
| آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس تشریف لے آئے تو وہ کہنے لگے: یہ تو کھلا جادو ہے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بنی اسرائیل کو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دینے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "إِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ" لَمْ يَقُلْ : يَا قَوْمِ لِأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَة "إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ" قَبْلِي "مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ" قَالَ تَعَالَى "فَلَمَّا جَاءَهُمْ" جَاءَ أَحْمَدُ الْكُفَّارَ "بِالْبَيِّنَاتِ" الْآيَاتِ وَالْعَلَامَاتِ "قَالُوا هَذَا" أَيْ الْمَجِيءُ بِهِ "سِحْرٌ" وَفِي قِرَاءَةٍ سَاحِرٌ أَيْ الْجَائِي بِهِ "مُبِينٌ" بَيِّنٌ

اور وہ وقت بھی یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کہا اے بنی اسرائیل! یہاں پر قوم کی بہ جائے بنی اسرائیل کہا گیا ہے کیونکہ آپ کی بن اسرائیل میں قرابت نہ تھی۔ بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر جب وہ رسولِ آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واضح نشانیاں لے کر ان کے پاس تشریف لے آئے تو کفار ان لائی ہوئی نشانیوں کے بارے میں کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔ یہاں پر لفظ سحر ایک قرأت میں ساحر ہے۔ یعنی وہ جادو کے ساتھ آنے والے ہیں۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا بیان

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اصحاب کرام نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تو نجاشی بادشاہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اگر امورِ سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجالاتا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ توریت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت مذکور ہے اور یہ بھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس مدفون ہوں گے۔ ابوداؤد مدنی نے کہا کہ روضہ اقدس میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ (ترمذی)

حضرت کعب احبار سے مروی ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا یا روح اللہ کیا ہمارے بعد اور کوئی امت بھی ہے فرمایا ہاں احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت، وہ لوگ حکماء، علماء، ابرار و اتقیاء ہیں اور فقہ میں نائب انبیاء ہیں اللہ تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی اور اللہ تعالیٰ ان سے تھوڑے عمل پر راضی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ صف، لاہور)

| |
|---|
| وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ |
| اوراس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو |
| اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ |

## اللہ تعالی کی طرف شرک کی نسبت کرنے والے کے ظلم کا بیان

"وَمَنْ" أَیْ لَا أَحَد "أَظْلَم" أَشَدّ ظُلْمًا "مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّه الْكَذِب" بِنِسْبَةِ الشَّرِيك وَالْوَلَد إلَيْهِ وَوَصْف آيَاته بِالسِّحْرِ "وَهُوَ يُدْعَى إلَى الْإِسْلَام وَاَللَّه لَا يَهْدِي الْقَوْم الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ

اوراس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے یعنی کوئی ایک بھی اس سے بڑھ کر ظالم نہیں ہے۔ جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یعنی اس کی جانب بیٹے کو شریک جانے اور اس کی آیات کو جادو کی طرف منسوب کرے۔ جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو اور اللہ ظالم لوگوں یعنی کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

یعنی جب مسلمان ہونے کو کہا جاتا ہے تو حق کو چھپا کر اور جھوٹی باتیں بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ خدا کو بشر یا بشر کو خدا بنانے کا جھوٹ تو ایک طرف رہا، کتب سماویہ میں تحریف کر کے جو چیزیں واقعی موجود تھیں ان کا انکار کرتے اور جو نہیں تھیں ان کو درج کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ظلم اور کیا ہوگا۔

یعنی ایسے بے انصافوں کو ہدایت کہاں نصیب ہوتی ہے اور ممکن ہے "لایہدی" میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ یہ ظالم کتنا ہی انکار اور تحریف وتاویل کریں، خدا ان کو کامیابی کی راہ نہ دے گا۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جن خبروں کو وہ چھپانا یا مٹانا چاہتے ہیں، چھپ یا مٹ نہ سکیں گی۔ چنانچہ باوجود ہزاروں طرح کی قطع و برید کے آج بھی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بشارات کا ایک کثیر ذخیرہ موجود ہے۔

| |
|---|
| يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ |
| یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں، جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے اگر چہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔ |

## اللہ تعالی کے دین کو مٹانے کی بیکار کوشش کرنے والے کفار کا بیان

"يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا" مَنْصُوب بِأَنْ مُقَدَّرَة وَاللَّام مَزِيدَة "نُور اللَّه" شَرْعه وَبَرَاهِينه "بِأَفْوَاهِهِمْ" بِأَقْوَالِهِمْ إنَّهُ سِحْر وَشِعْر وَكِهَانَة "وَاَللَّه مُتِمّ" مُظْهِر "نُوره" وَفِي قِرَاءَة بِالْإِضَافَةِ "وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" ذَلِكَ،

یہاں پر لفظ لیطفئوا اَن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے اور لام زائدہ ہے یہ منکرین حق چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور یعنی اس کی

شریعت اور اس کے دلائل کو اپنے منہ سے بجھادیں، یعنی اپنے اقوال کے ذریعے جو انہوں نے سحر، شعر اور کہانت کہا ہے۔ جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے اگرچہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں۔ یہاں پر لفظ متم نورہ ایک قرأت کے مطابق اضافت کے ساتھ بھی آیا ہے۔

ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھے اور اس کے شریک وسہیم مقرر کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اگر یہ شخص بیخبر ہوتا جب بھی ایک بات تھی یہاں تو یہ حالت ہے کہ وہ توحید اور اخلاص کی طرف برابر بلایا جارہا ہے، بھلا ایسے ظالموں کی قسمت میں ہدایت کہاں؟ ان کفار کی چاہت تو یہ ہے کہ حق کو باطل سے رد کردیں، ان کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی سورج کی شعاع کو اپنے منہ کی پھونک سے بینور کرنا ہے، جس طرح اس کے منہ کی پھونک سے سورج کی روشنی کا جاتا رہنا محال ہے۔ اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ اللہ کا دین ان کفار سے رد ہو جائے، اللہ تعالیٰ فیصلہ کرچکا ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا کرکے ہی رہے گا، کافر برا مانیں تو مانتے رہیں۔ اس کے بعد اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین کی حقانیت کو واضح فرمایا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ صف، بیروت)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ |
| وہی ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر |
| غالب وسربلند کردے خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دین حق کے ساتھ ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُوله بِالْهُدَى وَدِين الْحَق لِيُظْهِرهُ" يُغلِبه "عَلَى الدِّين كُلّه" جَمِيع الْأَدْيَان الْمُخَالِفَة لَهُ "وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ" ذَلِكَ

وہی ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب وسربلند کردے یعنی ان تمام ادیان پر جو اس کے مخالف ہیں۔ خواہ مشرک کتنا ہی ناپسند کریں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنا رسول خوشی سے مان لیا تو (سمجھو کہ) اس نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔"

(صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 8)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی ذات وصفات پر ایمان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت پر یقین واعتقاد، دین و شریعت کی حقانیت وصداقت پر کامل اعتماد اور اسلامی تعلیمات واحکام کی پیروی، اس کیفیت کے ساتھ ہونے چاہیے کہ دل ودماغ کے کسی گوشہ میں کوئی دباؤ، کوئی گھٹن، کوئی تکدر اور کوئی ناگواری ذرہ برابر محسوس نہ ہوتی ہو۔ رضا ورغبت، اطمینان خاطر اور دماغی و ذہنی سکون کی وہ لہر پورے داخلی وخارجی وجود میں سرایت کئے ہوئے ہو، جو کسی انمول چیز کے حاصل ہو جانے پر دل ودماغ اور جسم کے پورے وجود کو مسرت وشادمانی اور احساس سرفرازی سے سرشار کردیتی ہے یہ بہت اہم بات ہے اس کو ہر حالت میں مدنظر رکھنا

چاہیے۔اس ایمان ویقین اور عمل آوری میں اگر کسی طرح کا کوئی انقباض اور تکدر پیدا ہوا تو سمجھو کہ ایمان کی روح رخصت ہوئی۔ ایسے آدمی پر اگرچہ ظاہری طور سے ایمان واسلام کے احکام نافذ ہوں گے مگر "اخلاص" سے خالی ہونے کے سبب نہ اس کا ایمان کامل سمجھا جائے گا اور نہ اس کو "حسن اسلام" نصیب ہوگا اور نہ ایمان ویقین کی حقیقی لذت سے وہ لطف اندوز ہو سکے گا۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ |
| اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتادوں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟۔ |

## عذاب سے نجات دلوانے والی تجارت کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى تِجَارَة تُنْجِيكُمْ" بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد "مِنْ عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم فَكَأَنَّهُمْ قَالُوا نَعَمْ،

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت بتادوں۔ جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟۔ یہاں پر لفظ تنجی یہ تشدید اور تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔پس انہوں نے اس پر جی ہاں کہا۔

## سورت صف آیت ۱۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنا چاہا کہ سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ تعالیٰ کو کونسا ہے؟ اس پر اللہ عزوجل نے یہ سورت نازل فرمائی۔

مومنین نے کہا تھا کہ اگر ہم جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل بہت پسند ہے تو ہم وہی کرتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں اس عمل کو تجارت سے تعبیر فرمایا گیا کیونکہ جس طرح تجارت سے نفع کی امید ہوتی ہے اسی طرح ان اعمال سے بہترین نفع رضائے الٰہی اور جنت ونجات حاصل ہوتی ہے۔

اس عمل کو تجارت سے تعبیر کیا، اس لئے کہ اس میں بھی انہیں تجارت کی طرح ہی نفع ہوگا وہ نفع کیا ہے؟ جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات۔اس سے بڑا نفع اور کیا ہوگا۔اور وہ نفع کیا ہے اس بات کو دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ،التوبہ:111) اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کا سودا جنت کے بدلے میں کرلیا ہے۔(تفسیر خزائن العرفان بہ تصرف،سورہ صف، لاہور)

| |
|---|
| تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ |
| ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| تم اللہ پر اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان رکھو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال وجان سے جہاد کرو، |
| یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ |

## ایمان کامل اور جہاد کے سبب نجات کا بیان

"تُؤْمِنُونَ" تَدُومُونَ عَلَى الْإِيمَانِ "بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" أَنَّهُ خَيْرٌ لَكُمْ فَافْعَلُوهُ

وہ یہ ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل ایمان رکھو یعنی اس پر دوام اختیار کرو اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ یقیناً تمہارے لئے بہتر ہے پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔

جس میں فرمارہا ہے کہ آؤ میں تمہیں ایک سراسر نفع والی تجارت بتاؤں جس میں گھاٹے کی کوئی صورت ہی نہیں جس سے مقصود حاصل اور ڈر زائل ہو جائے گا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کی وحدانیت اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاؤ اپنا جان مال اس کی راہ میں قربان کرنے پر تل جاؤ، جان لو کہ یہ دنیا کی تجارت اور اس کے لئے کدوکاوش کرنے سے بہت ہی بہتر ہے، اگر میری اس بتائی ہوئی تجارت کے تاجر تم بن گئے تو تمہاری ہر لغزش سے ہر گناہ سے میں درگزر کرلوں گا اور جنتوں کے پاکیزہ محلات میں اور بلند و بالا درجوں میں تمہیں پہنچاؤں گا، تمہارے بالا خانوں اور ان ہیشگی والے باغات کے درختوں تلے سے صاف شفاف نہریں پوری روانی سے جاری ہوں گی، یقین مانو کہ زبردست کامیابی اور اعلیٰ مقصد وری یہی ہے، اچھا اس سے بھی زیادہ سنو تم جو ہمیشہ دشمنوں کے مقابلہ پر میری مدد طلب کرتے رہتے ہو اور اپنی فتح چاہتے ہو میرا وعدہ ہے کہ یہ بھی تمہیں دوں گا ادھر مقابلہ ہوا ادھر فتح ہوئی ادھر سامنے آئے ادھر فتح ونصرت نے رکاب بوسی کی۔

| |
|---|
| يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ |
| وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ o |
| وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی |
| اور نہایت عمدہ رہائش گاہوں میں جو جنات عدن میں ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔ |

## ایمان و نیک اعمال کی جزا میں جنت عدن نصیب ہونے کا بیان

"يَغْفِرْ" جَوَابُ شَرْطٍ مُقَدَّرٍ أَيْ إِنْ تَفْعَلُوهُ يَغْفِرْ "لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ" إِقَامَةٍ

وہ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا یہاں پر لفظ یغفر یہ شرط مقدر کا جواب ہے۔ یعنی اگر تم ایسا عمل کرو گے تو وہ تمہیں بخش دے گا اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور نہایت عمدہ رہائش گاہوں میں ٹھہرائے گا جو جنات عدن یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتوں میں ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔

## جنت عدن کی خوبصورتی کا بیان

حضرت ابوموسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو جنت میں جو خیمہ ملے گا وہ پورا ایک کھوکھلا موتی ہوگا جس کا عرض ایک اور روایت میں ہے کہ "جس کا طول ساٹھ کوس کی مسافت کے بقدر ہوگا، اس خیمہ کے ہر گوشہ میں اس (مومن) کے اہل خانہ ہونگے اور ایک گوشہ کے آدمی دوسرے گوشہ کے آدمیوں کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ ان سب اہل خانہ کے پاس مومن آتا جاتا رہے گا۔ (مومن کے لئے) دو جنتیں چاندی کی ہوں گی کہ ان جنتیوں کے برتن، باسن (مکانات ومحلات اور خانہ داری کے دوسرے ضروری و آرائشی سامان تخت کرسی میز پلنگ، جھاڑ، فانوس، یہاں تک درخت وغیرہ) سب چاندی کے ہوں گے اور دو جنتیں سونے کی ہوں گی کہ ان جنتوں کے برتن باسن اور ان میں ہر چیز سونے کی ہوگی اور جنت العدن میں جنتیوں اور پروردگار کی طرف سے ان کے دیکھنے کے درمیان ذات باری تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے پردہ کے علاوہ اور کوئی چیز حائل نہیں ہوگی۔

(بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 183)

| |
|---|
| وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ |
| اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو خوشخبری سنا دے۔ |

## اللہ کی مدد و کامیابی کا اہل ایمان کے قریب ہونے کا بیان

"وَ" وَیُؤْتِکُمْ نِعْمَة "اُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْر مِنْ اللّٰه وَفَتْح قَرِیب وَبَشِّرْ الْمُؤْمِنِینَ" بِالنَّصْرِ وَالْفَتْح

اور ایک اور چیز جسے تم پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور قریب فتح ہے اور ایمان والوں کو مدد اور کامیابی کی خوشخبری سنا دے۔

اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدمی عنایت فرمائے گا، اور فرمان ہے یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ کے دین کی مدد کرے بیشک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور غیر فانی عزت والا ہے، یہ مدد اور یہ فتح دنیا میں اور وہ جنت اور نعمت آخرت میں ان لوگوں کے حصہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی اطاعت میں لگے رہیں اور دین اللہ کی خدمت میں جان و مال سے دریغ نہ کریں اسی لئے فرمادیا کہ اے نبی ان ایمان والوں کو میری طرف سے یہ خوش خبری پہنچا دو۔

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ |
| مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ |
| اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ ○ |

| |
|---|
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ کی طرف میرے |
| مددگار کون ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ |
| نے کفر کیا، پھر ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔ |

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنْصَارَ اللَّه" لِدِينِهِ وَفِي قِرَاءَة بِالْإِضَافَةِ "كَمَا قَالَ" إلَخْ الْمَعْنَى: كَمَا كَانَ الْحَوَارِيُّونَ كَذَلِكَ الدَّالّ عَلَيْهِ قَالَ "عِيسَى ابْن مَرْيَم لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إلَى اللَّه" أَيْ مَنْ الْأَنْصَار الَّذِينَ يَكُونُونَ مَعِي مُتَوَجِّهًا إلَى نُصْرَة اللَّه "قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَار اللَّه" وَالْحَوَارِيُّونَ أَصْفِيَاء عِيسَى وَهُمْ أَوَّل مَنْ آمَنَ بِهِ وَكَانُوا اثْنَيْ عَشَر رَجُلًا مِنْ الْحُور وَهُوَ الْبَيَاض الْخَالِص وَقِيلَ كَانُوا قَصَّارِينَ يُحَوِّرُونَ الثِّيَاب أَيْ يُبَيِّضُونَهَا "فَآمَنَتْ طَائِفَة مِنْ بَنِي إسْرَائِيل" بِعِيسَى وَقَالُوا إنَّهُ عَبْد اللَّه رُفِعَ إلَى السَّمَاء "وَكَفَرَتْ طَائِفَة" لِقَوْلِهِمْ إنَّهُ ابْن اللَّه رَفَعَهُ إلَيْهِ فَاقْتَتَلَتْ الطَّائِفَتَانِ "فَأَيَّدْنَا" قَوَّيْنَا "الَّذِينَ آمَنُوا" مِنْ الطَّائِفَتَيْنِ "عَلَى عَدُوّهمْ" الطَّائِفَة الْكَافِرَة "فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ" غَالِبِينَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے مددگار بن جاؤ، یعنی اس کے دین کیلئے مدد کرنے والے بن جاؤ۔ اور ایک قرأت میں انصار اللہ اضافت کے ساتھ ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوئے جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان دلالت کر رہا ہے۔ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا اللہ کی طرف میرے مددگار کون ہیں؟ یعنی کون ہیں وہ انصار جو اللہ تعالیٰ کی مدد کی طرف میرے ساتھ متوجہ ہوں تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ اور حواریوں سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہ اصفیاء ہیں جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائے۔ اور وہ بارہ آدمی تھے۔ اور یہ لفظ حور سے بنا ہے جو خالص سفید رنگ والے کو کہا جاتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے جو کپڑوں کو سفید کرتے تھے۔ تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا اور انہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ اور ایک گروہ نے کفر کیا، جنہوں نے کہا کہ وہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور اللہ نے ان کو اپنی جانب اٹھا لیا ہے پس وہ دونوں گروہ لڑنے لگے۔ پھر ہم نے ان لوگوں یعنی ان دونوں گروہوں میں سے جو ایمان لائے تھے، ان کے دشمنوں یعنی کافر گروہ کے خلاف مدد کی تو وہ غالب ہو گئے۔

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کا بیان

اس آیت میں زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک واقعہ کا ذکر کر کے مسلمانوں کو اس کی ترغیب دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے تیار ہو جائیں، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دشمنوں سے تنگ آئے تو لوگوں سے کہا من انصاری الی اللہ، یعنی اللہ کے

دین کی اشاعت میں کون میرا مددگار ہوتا ہے جس پر بارہ آدمیوں نے وفاداری کا عہد کیا اور پھر دین عیسوی کی اشاعت میں خدمات انجام دیں، تو مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ اللہ کے دین کے انصار و مددگار بنیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس حکم کی تعمیل ایسی کی کہ پچھلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور دین کی خاطر سب عرب وعجم سے دشمنی خریدی، ان کی ایذائیں سہیں، اپنی جان و مال اور اولاد کو اس پر قربان کیا اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح ونصرت سے نوازا اور سب دشمنوں پر ان کو غالب فرمایا ان کے ممالک ان کے ہاتھ آئے اور دنیا کی فرمانروائی بھی ان کو نصیب ہوئی۔

## نصاریٰ کے تین معروف فرقوں کا بیان

امام بغوی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان میں اٹھالیا تو عیسائیوں میں تین فرقے ہو گئے، ایک فرقہ نے کہا کہ وہ خود خدا ہی تھے آسمان میں چلے گئے، دوسرے فرقہ نے کہا کہ وہ خدا تو نہیں بلکہ خدا کے بیٹے تھے اللہ نے ان کو اٹھالیا اور دشمنوں پر فوقیت دیدی۔

تیسرے فرقہ نے وہ بات کہی جو صحیح اور حق ہے کہ وہ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنوں سے حفاظت اور رفعت درجہ کے لئے اٹھالیا، یہ لوگ صحیح مومن تھے، تینوں فرقوں کے ساتھ کچھ عوام لگ گئے اور باہمی نزاع بڑھتے بڑھتے باہم قتال کی نوبت آ گئی، اتفاق سے دونوں کافر فرقے مومنین پر غالب آ گئے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا جنہوں نے اس مومن فرقہ کی تائید کی اس طرح انجام کار وہ مومن فرقہ بحیثیت حجت ودلیل کے غالب آ گیا۔ (تفسیر مظہری، سورہ صف، لاہور)

اس تفسیر کے مطابق الذین آمنوا سے مومنین امت عیسیٰ علیہ السلام ہی مراد ہوں گے جو حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وحمایت سے مظفر و منصور ہوں گے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں دو فرقے ہو گئے، ایک عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دے کر مشرک ہو گیا، دوسرا صحیح دین پر قائم رہا جو ان کو اللہ کا بندہ اور رسول کہنے کا قائل تھا، پھر ان مشرکین و مومنین میں باہم جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مومنین امت عیسیٰ علیہ السلام کو اس امت کے کافروں پر غالب کر دیا، مگر مشہور یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذہب میں جہاد وقتال کا حکم نہیں تھا، اس لئے مومنین کا قتال کرنا بعید معلوم ہوتا ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورہ صف، بیروت)

## حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر بلند کرنے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جب اللہ کا ارادہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھا لے آپ نہا دھو کر اپنے اصحاب کے پاس آئے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے یہ بارہ صحابہ تھے جو ایک گھر میں بیٹھے ہوئے تھے آتے ہی فرمایا تم میں وہ بھی ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں لیکن پھر میرے ساتھ کفر کریں گے اور ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بارہ بارہ مرتبہ، پھر فرمایا تم میں سے کون اس بات پر

آمادہ ہے کہ اس پر میری مشابہت ڈالی جائے اور وہ میرے بدلے قتل کیا جائے اور جنت میں میرے درجے میں میرا ساتھی بنے، ایک نوجوان جوان سب میں کم عمر تھا، اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے آپ کو پیش کیا، آپ نے فرمایا تم بیٹھ جاؤ، پھر وہی بات کہی اب کی مرتبہ بھی کم عمر نوجوان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے۔ حضرت عیسیٰ نے اب کی مرتبہ بھی انہیں بٹھادیا، پھر تیسری مرتبہ یہی سوال کیا ،اب کی مرتبہ بھی یہی نوجوان کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا بہت بہتر، اسی وقت ان کی شکل وصورت بالکل حضرت عیسیٰ جیسی ہوگئی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس گھر کے ایک روزن سے آسمان کی طرف اٹھالئے گئے۔

اب یہودیوں کی فوج آئی اور انہوں نے اس نوجوان کو حضرت عیسیٰ سمجھ کر گرفتار کرلیا اور قتل کردیا اور سولی پر چڑھادیا اور حضرت عیسیٰ کی پیشین گوئی کے مطابق ان باقی کے گیارہ لوگوں میں سے بعض نے بارہ بارہ مرتبہ کفر کیا، حالانکہ وہ اس سے پہلے ایماندار تھے، پھر بنی اسرائیل کے ماننے والے گروہ کے تین فرقے ہوگئے، ایک فرقے نے تو کہا کہ خود اللہ ہمارے درمیان بصورت مسیح تھا، جب تک چاہا رہا پھر آسمان پر چڑھ گیا، انہیں یعقوبیہ کہا جاتا ہے، ایک فرقے نے کہا ہم میں اللہ کا بیٹا تھا جب تک اللہ نے چاہا اسے ہم میں رکھا اور جب چاہا اپنی طرف چڑھالیا، انہیں سطوریہ کہا جاتا ہے۔

تیسری جماعت حق پر قائم رہی ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول حضرت عیسیٰ ہم میں تھے، جب تک اللہ کا ارادہ رہا آپ ہم میں موجود رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا، یہ جماعت مسلمانوں کی ہے۔ پھر ان دونوں کافر جماعتوں کی طاقت بڑھ گئی اور انہوں نے ان مسلمانوں کو مار پیٹ کر قتل وغارت کرنا شروع کیا اور یہ دبے بھی ہوئے اور مغلوب ہی رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، پس بنی اسرائیل کی وہ مسلمان جماعت آپ پر بھی ایمان لائی اور ان کافر جماعتوں نے آپ سے بھی کفر کیا، ان ایمان والون کی اللہ تعالیٰ نے مدد کی اور انہیں ان کے دشمنوں پر غالب کردیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غالب آجانا اور دین اسلام کا تمام ادیان کو مغلوب کردینا ہی ان کا غالب آنا اور اپنے دشمنوں پر فتح پانا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ صف، بیروت)

# سُورَةُ الْجُمُعَةِ

## یہ قرآن مجید کی سورت جمعہ ہے

## سورت جمعہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُورَةُ الْجُمُعَة (مَدَنِيَّة وَآيَاتهَا إحْدَى عَشْرَة)**

سورہ جمعہ مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، گیارہ آیات، ایک سو اسی کلمات، سات سو بیس حروف ہیں۔

## سورت جمعہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں نماز جمعہ کیلئے جب اذان دی جائے تو جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے۔ اس کا بیان کیا گیا ہے پس اسی کے سبب سے یہ سورت جمعہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| **يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ○** |
| جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے بادشاہ ہے، پاک ہے، عزت وغلبہ والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔ |

## زمین وآسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ تسبیح بیان کرنے کا بیان

**"يُسَبِّح اللَّه" يُنَزِّههُ فَاللَّام زَائِدَة "مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض" فِي ذِكْر مَا تَغْلِيب لِلْأَكْثَرِ "الْمَلِك الْقُدُّوس" الْمُنَزَّه عَمَّا لَا يَلِيق بِهِ "الْعَزِيز الْحَكِيم" فِي مُلْكه وَصُنْعه**

یہاں پر لفظ یسبح یہ ینزھہ کے معنی میں ہے یعنی وہ پاک ہے اور لام زائدہ ہے۔ اور لفظ ماء کی اکثریت کے غلبہ کے سبب ذکر کیا گیا ہے۔ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو حقیقی بادشاہ ہے، ہر نقص وعیب سے پاک ہے، جو اپنے ملک اور صنعت میں عزت وغلبہ والا ہے بڑی حکمت والا ہے۔

تسبیح تین طرح کی ہے ایک تسبیح خلقت کہ ہر شے کی ذات اور اس کی پیدائش حضرت خالق قدیر جلّ جلالہ کی قدرت و حکمت اور اس کی وحدانیت اور تنزیہ پر دلالت کرتی ہے دوسری تسبیح معرفت کہ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے مخلوق میں اپنی معرفت پیدا کرے تیسری تسبیح ضروری وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک جوہر پر اپنی تسبیح جاری فرماتا ہے یہ تسبیح معرفت پر مرتب نہیں۔

## تسبیح کے سبب گناہوں کی بخشش ہونے کا بیان

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ہر روز ایک ہزار نیکیاں حاصل کرے؟ مجلس میں موجود صحابہ میں سے ایک صحابی نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی شخص (روزانہ بسہولت) ایک ہزار نیکیاں کس طرح حاصل کرسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وہ ایک سو مرتبہ سبحان اللہ پڑھ لے اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی بایں حساب کہ ہر نیکی پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں یا اس کے ایک ہزار صغیرہ اگر اللہ چاہے گا تو کبیرہ گناہ دور کئے جائیں گے۔ (مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 829)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ |
| وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ |
| وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھیجا وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے |
| ہیں اور ان کو پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بیشک وہ لوگ ان سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد کا بیان

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ" الْعَرَب وَالْأُمِّيّ : مَنْ لَا يَكْتُب وَلَا يَقْرَأ كِتَابًا "رَسُولًا مِنْهُمْ" هُوَ مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاته" الْقُرْآن "وَيُزَكِّيهِمْ" يُطَهِّرهُمْ مِنْ الشِّرْك "وَيُعَلِّمهُمْ الْكِتَاب" الْقُرْآن "وَالْحِكْمَة" مَا فِيهِ مِنْ الْأَحْكَام "وَإِنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ وَإِنَّهُمْ "كَانُوا مِنْ قَبْل" قَبْل مَجِيئِهِ "لَفِي ضَلَال مُبِين" بَيِّن

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی یعنی اہل عرب میں سے ایک رسول اُمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور اُمی وہ ہے جس نے کہیں سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو۔ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ ان پر اس کی آیات یعنی قرآن کی آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو شرک سے پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب یعنی قرآن اور حکمت یعنی جو کچھ اس میں احکام ہیں ان کی تعلیم دیتے ہیں، اور یہاں پر لفظ اِن یہ ثقل سے مخفف ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے۔ یعنی وہ انہم ہے۔ بیشک وہ لوگ ان کے تشریف لانے سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

جس کے نسب وشرافت کو وہ اچھی طرح جانتے پہچانتے ہیں ان کا نام پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت نبی اُمّی ہے اس کے بہت وجوہ ہیں ایک ان میں سے یہ ہے کہ آپ امت اُمیہ کی طرف معبوث ہوئے کتاب شعیاء میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اُمیوں میں ایک اُمّی بھیجوں گا اور اس پر نبوت ختم کردوں گا اور ایک وجہ یہ ہے کہ

آپ کی بعثت اُمُّ القریٰ یعنی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھتے اور کتاب سے کچھ پڑھتے نہ تھے اور یہ آپ کی فضیلت تھی کہ غایتِ حضورِ علم سے اس کی حاجت نہ تھی خط ایک صنعتِ ذہنیہ ہے جو آلۂ جسمانیہ سے صادر ہوتی ہے تو جو ذات ایسی ہو کہ قلمِ اعلیٰ اس کے زیر فرمان ہو اس کو اس کتابت کی کیا حاجت پھر حضور کا کتابت نہ فرمانا اور کتابت کا ماہر ہونا ایک معجزۂ عظیمہ ہے کاتبوں کو علم خط اور رسمِ کتابت کی تعلیم فرماتے اور اہل حرفت کو حرفتوں کی تعلیم دیتے اور ہر کمالِ دنیوی واخروی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام خلق سے اعلم کیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ جمعہ، لاہور)

وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۝

اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد میں آنے والوں کی بعض فضیلت کا بیان

"وَآخَرِينَ" عَطف عَلَى الْأُمِّيِّينَ أَيْ الْمَوْجُودِينَ "مِنْهُمْ" وَالْآتِينَ مِنْهُمْ بَعْدهمْ "لَمَّا" لَمْ "يَلْحَقُوا بِهِمْ" فِي السَّابِقَة وَالْفَضْل "وَهُوَ الْعَزِيز الْحَكِيم" فِي مُلْكه وَصُنْعه وَهُمْ التَّابِعُونَ وَالِاقْتِصَار عَلَيْهِمْ كَاف فِي بَيَان فَضْل الصَّحَابَة الْمَبْعُوث فِيهِمْ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَنْ عَدَاهُمْ مِمَّنْ بَعَثَ إلَيْهِمْ وَآمَنُوا بِهِ مِنْ جَمِيع الْإِنْس وَالْجِنّ إلَى يَوْم الْقِيَامَة لِأَنَّ كُلّ قَرْن خَيْر مِمَّنْ يَلِيه

یہاں پر لفظ آخرین کا عطف امیین یعنی موجودین پر ہے۔ اور جو ان کے بعد آئیں گے۔ جبکہ وہ سبقت وفضیلت میں ان کے برابر نہیں ہیں۔ اور ان میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ وتعلیم کے لئے بھیجا ہے) جو ابھی ان لوگوں سے نہیں ملے۔ (جو اس وقت موجود ہیں یعنی ان کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)، اور وہ اپنے ملک وصنعت میں بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ اور یہاں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو تابعین پر اقتصار کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ کیونکہ ان کی فضیلت تابعین پر جو ہے اسی سے سمجھنا کافی ہوگا۔ کیونکہ ان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ اور یہ حکم صحابہ کرام کے بعد تابعین اور ان کے بعد قیامت تک آنے والے ہر جن وانس صاحب ایمان کیلئے ہے۔ کیونکہ ہر زمانہ جو مقترن ہوگا وہی بہتر ہے۔

## حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے بعد والوں کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورت الجمعہ نازل ہوئی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ پڑھی (وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ، الجمعہ: 3) یعنی پاک ہے وہ ذات کہ جس نے عرب اور دوسری قوموں کی طرف اپنے رسولوں کو بھیجا ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (یہ عرب کے علاوہ دوسرے لوگوں سے کون مراد ہیں؟)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک کہ اس آدمی نے آپ سے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ پوچھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رکھا اور فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو بھی ان کی قوم میں سے کچھ لوگ وہاں تک پہنچ جاتے۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1997)

حضرت مجاہد وغیرہ بھی فرماتے ہیں اس سے مراد عجمی لوگ ہیں یعنی رب کے سوا کے جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور آپ کی وحی کی تصدیق کریں۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ اب سے تین تین پشتوں کے بعد آنے والے میرے امتی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے، پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ وہ اللہ عزت وحکمت والا ہے، اپنی شریعت اور اپنی تقدیر میں غالب باحکمت ہے، پھر فرمان ہے یہ اللہ کا فضل ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی زبردست عظیم الشان نبوت کے ساتھ سرفراز فرمانا اور اس امت کو اس فضل عظیم سے بہرہ ور کرنا، یہ خاص اللہ کا فضل ہے، اللہ اپنا فضل جسے چاہے دے، وہ بہت بڑے فضل وکرم والا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ جمعہ، بیروت)

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ اس سے قطعی طور پر امام اعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت و برتری ثابت ہوتی ہے کیونکہ اہل فارس میں ان کے علم وتقویٰ کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ |
| یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ |

## انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتے ہیں

"ذَٰلِكَ فَضْل اللّٰه يُؤْتِيه مَنْ يَشَاء " النَّبِيّ وَمَنْ ذُكِرَ مَعَهُ

یہ اللہ کا فضل ہے، وہ اسے اس کو دیتا ہے جسے چاہتا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔

یعنی رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بڑائی دی اور اس امت کو اتنے بڑے مرتبہ والا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیا۔ چاہیے کہ مسلمان اس انعام واکرام کی قدر پہچانیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تعلیم وتزکیہ سے مستفید ومنتفع ہونے میں کوتاہی نہ کریں۔ آگے عبرت کے لیے یہود کی مثال بیان فرماتے ہیں جنہوں نے اپنی کتاب اور پیغمبر سے استفادہ کرنے میں سخت غفلت اور کوتاہی برتی۔

| |
|---|
| مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ |
| مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ |

| |
|---|
| ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ |
| اٹھائے ہوئے ہے، ان لوگوں کی مثال بری ہے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ |

## تورات پر عمل نہ کرنے والوں کی مثال کا بیان

"مَثَل الَّذِينَ حَمِّلُوا التَّوْرَاة" كُلِّفُوا الْعَمَل بِهَا "ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا" لَمْ يَعْمَلُوا بِمَا فِيهَا مِنْ نَعْته صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ "كَمَثَلِ الْحِمَار يَحْمِل أَسْفَارًا" أَيْ كُتُبًا فِي عَدَم انْتِفَاعه بِهَا "بِئْسَ مَثَل الْقَوْم الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّه" الْمُصَدِّقَة لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَخْصُوص بِالذَّمِّ مَحْذُوف تَقْدِيره هَذَا الْمَثَل "وَاَللَّه لَا يَهْدِي الْقَوْم الظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ

ان لوگوں کی مثال جن پر تورات کا بوجھ رکھا گیا، یعنی اس پر عمل کرنے کا مکلّف کیا گیا۔ پھر انھوں نے اسے نہیں اٹھایا، یعنی اس پر عمل نہ کیا کیونکہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہے پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ گدھے کی مثال کی سی ہے جو کئی کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے، یعنی کتابیں اٹھائے ہوئے ہیں جن سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ان لوگوں کی مثال بری ہے جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلا دیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل تھیں۔ اور یہاں پر مخصوص بہ ذم محذوف ہے جس کی تقدیر ہذا المثل ہے اور اللہ ظالم لوگوں یعنی کفار کو ہدایت نہیں دیتا۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لانے والے یہود کی مثال کا بیان

سابقہ آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و نبوت امیین میں ہونا اور آپ کی بعثت کے تین مقاصد کا ذکر جن الفاظ میں آیا ہے، پچھلی آسمانی کتاب تورات میں بھی آپ کا ذکر تقریباً انہی الفاظ و صفات کے ساتھ آیا ہے، جس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی آپ پر ایمان لے آتے، مگر ان کو دنیا کے جاہ و مال نے تورات کے احکام سے اندھا کر دیا اور باوجود تورات کا علم ہونے کے عمل کے اعتبار سے ایسے ہو گئے جیسے بالکل جاہل ناواقف ہوں ان لوگوں کی مذمت مذکورہ آیت میں اس طرح کی گئی کہ یہ لوگ جن پر تورات لا د دی گئی تھی، یعنی ان کو بے مانگے اللہ کی یہ نعمت دے دی گئی تھی، مگر انہوں نے اس کے اٹھانے کا حق ادا نہ کیا یعنی تورات کے احکام کی پرواہ نہ کی، ان کی مثال ایسی ہے جیسے گدھے کی پشت پر علوم و فنون کی بڑی بڑی کتابیں لاد دی جاتی ہیں، یہ گدھا ان کا بوجھ تو اٹھاتا ہے مگر ان کے مضامین کی نہ اس کو کچھ خبر ہے نہ ان سے کوئی فائدہ اس کو پہنچتا ہے، یہود کا بھی یہی حال ہے کہ دنیا سازی کے لئے تورات تو لئے پھرتے ہیں اور لوگوں میں اس کے ذریعہ جاہ اور اپنا مقام بھی پیدا کرنا چاہتے ہیں مگر اس کی ہدایت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ جمعہ، بیروت)

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن امام کے خطبہ کی حالت میں بات کرے، وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو اور جو اسے کہے کہ چپ رہ اس کا بھی جمعہ جاتا رہا۔ (مسند احمد بن حنبل)

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

آپ فرمادیجئے ،اے یہودیو! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

## یہود کی دلیل اللہ کے دوست ہونے کی تردید کا بیان

"قُلْ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاء لِلَّهِ مِنْ دُون النَّاس فَتَمَنَّوْا الْمَوْت إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" تَعَلَّقَ بِتَمَنَّوْا الشَّرْطَانِ عَلَى أَنَّ الْأَوَّل قَيْد فِي الثَّانِي أَيْ إِنْ صَدَقْتُمْ فِي زَعْمكُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاء اللَّه وَالْوَلِيّ يُؤْثِر الْآخِرَة وَمَبْدَؤُهَا الْمَوْت فَتَمَنَّوْهُ

آپ فرمادیجئے: اے یہودیو! اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست (یعنی اولیاء) ہو تو موت کی آرزو کرو۔ اگر تم سچے ہو۔ یہاں پر تمنوا دو شرائط کے ساتھ متعلق ہے۔ اور وہ اس طرح یہ پہلی شرط دوسری میں مقید ہے۔ یعنی اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو حالانکہ دوستی آخرت میں مؤثر ہے۔ جس کی ابتداء موت ہے پس تم اس موت کی تمنا کرو تاکہ آخرت میں جا کر عیش و آرام کی زندگی بسر کرو۔

پھر فرماتا ہے اے یہود! اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ تم حق پر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ناحق پر ہیں تو آؤ اور دعا مانگو کہ ہم دونوں میں سے جو حق پر نہ ہو اللہ اسے موت دے، پھر فرماتا ہے کہ انہوں نے جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں وہ ان کے سامنے ہیں مثلاً کفر فجور ظلم نافرمانی وغیرہ اس وجہ سے ہماری پیشین گوئی ہے کہ وہ اس پر آمادگی نہیں کریں گے، ان ظالموں کو اللہ بخوبی جانتا ہے۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ○

اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا اور اللہ ظالموں کو خوب جاننے والا ہے۔

## یہود کبھی بھی موت کی تمنا نہ کریں گے

"وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهمْ" مِنْ كُفْرهمْ بِالنَّبِيِّ الْمُسْتَلْزِم لِكَذِبِهِمْ "وَاَللَّه عَلِيم بِالظَّالِمِينَ" الْكَافِرِينَ،

اور وہ کبھی اس کی تمنا نہیں کریں گے، اس کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا یعنی انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ جو ان کے جھوٹ کو مستلزم ہے۔ اور اللہ ظالموں یعنی کفار کو خوب جاننے والا ہے۔

یہودی موت کی آرزو کیوں نہیں کرتے؟ مگر حقیقت حال اس کے بالکل برعکس تھی۔ اس آیت کے نزول کے بعد محض اپنے دعوے کو سچا قرار دینے کی خاطر انہوں نے جھوٹ موٹ یا زبانی طور پر موت کی آرزو نہیں کی۔ اس لیے کہ انہیں اپنی بداطواریوں کا

پوری طرح علم ہے اور انہیں دل سے یہ یقین ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی جنت کی بجائے سیدھے جہنم رسید ہوں گے۔ لہٰذا نہ صرف یہ کہ مرنے کی آرزو نہیں کرتے بلکہ زیادہ سے زیادہ مدت زندہ رہنے پر انتہائی حریص واقع ہوئے ہیں۔

| |
|---|
| قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ |
| وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۠ |
| فرمادیجئے: جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے پھر تم ہر پوشیدہ و ظاہر چیز کو جاننے والے کی طرف |
| لوٹائے جاؤ گے، سو وہ تمہیں آگاہ کردے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ |

## موت سے کسی طرح بھی فرار ممکن نہ ہوسکنے کا بیان

"قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ" اَلْفَاء زَائِدَة "مُلَاقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلَى عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ" السِّرّ وَالْعَلَانِیَة "فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ" فَیُجَازِیكُمْ بِهِ،

فرمادیجئے جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ ضرور تمہیں ملنے والی ہے۔ یہاں پر لفظ فانہ میں فاء زائدہ ہے۔ پھر تم ہر پوشیدہ و ظاہر چیز کو جاننے والے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے، سو وہ تمہیں آگاہ کردے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ پس وہ تمہیں اس پر جزاء دے گا۔

مسند احمد میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوجہل لعنۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کے پاس دیکھوں گا تو اس کی گردن ناپوں گا جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا اگر یہ ایسا کرتا تو سب کے دیکھتے فرشتے اسے پکڑ لیتے اور اگر یہود میرے مقابلہ پر آ کر موت طلب کرتے تو یقیناً وہ مر جاتے اور اپنی جگہ جہنم میں دیکھ لیتے اور اگر مباہلہ کے لئے لوگ نکلتے تو وہ لوٹ کر اپنے اہل و مال کو ہرگز نہ پاتے۔ یہ حدیث بخاری ترمذی اور نسائی میں بھی موجود ہے، پھر فرماتا ہے موت سے تو کوئی بچ نہیں سکتا، جیسے سورہ نساء میں ہے (ترجمہ) یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو وہاں تمہیں موت پا ہی لے گی گو مضبوط محلوں میں ہو۔

معجم طبرانی کی ایک مرفوع حدیث میں ہے موت سے بھاگنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک لومڑی ہو جس پر زمین کا کچھ قرض ہو وہ اس خوف سے کہ کہیں یہ مجھ سے مانگ نہ بیٹھے، بھاگے، بھاگتے بھاگتے جب تھک جائے تب اپنے بھٹ میں گھس جائے جہاں گھسی اور زمین نے پھر اس سے تقاضا کیا کہ لومڑی میرا قرض ادا کردو پھر وہاں سے دم دبائے ہوئے تیزی سے بھاگی آخر یونہی بھاگتے بھاگتے ہلاک ہوگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جمعہ، بیروت)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ |
| وَذَرُوا الْبَیْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۠ |

| |
|---|
| اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف تیزی سے چل پڑو |
| اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ |

## نماز جمعہ کی طرف حکم سعی کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نُودِیَ لِلصَّلَاةِ مِنْ " بِمَعْنَى فِی "یَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا " فَامْضُوا "إِلَى ذِکْرِ اللَّه" لِلصَّلَاةِ "وَذَرُوا الْبَیْع" اُتْرُکُوا عَقْده "ذَلِکُمْ خَیْر لَکُمْ إِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُونَ " أَنَّهُ خَیْر فَافْعَلُوا

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے لئے اذان دی جائے۔ یہاں پر لفظ من بہ معنی فی ہے۔ تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ ونماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یعنی اس کا عقد کرنا چھوڑ دو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ یعنی اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو اس پر عمل کرو۔

## لفظ جمعہ کی وجہ تسمیہ اور معنی ومفہوم کا بیان

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لفظ جمعہ میم کے ساکن کے ساتھ اور جمعہ میم کے فتح کے ساتھ ہر دو طرح سے بولا گیا ہے۔ قال فی الفتح قد اختلف فی تسمیة الیوم بالجمعة مع الاتفاق علی انه کان لیسمی فی الجاهلیة والعروبة بفتح العین وضم الراء وبالوحدة الخ یعنی جمعہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عہد جاہلیت میں اس کو یوعروبہ کہا کرتے تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس دن مخلوق کی خلقت تکمیل کو پہنچی اس لیے اسے جمعہ کہا گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تخلیق آدم کی تکمیل اسی دن ہوئی اس وجہ سے اسے جمعہ کہا گیا۔ ابن حمید میں سند صحیح سے مروی ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے ساتھ انصار نے جمع ہو کر نماز ادا کی اور حضرت اسعد بن زرارہ نے ان کو وعظ فرمایا پس اس کا نام انہوں نے جمعہ رکھ دیا کیوں کہ وہ سب اس میں جمع ہوئے یہ بھی ہے کہ کعب بن لوی اس دن اپنی قوم کو حرم شریف میں جمع کر کے ان کو وعظ کیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اس حرم سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے۔ یوم عروبہ کا نام سب سے پہلے یوم جمعہ کعب بن لوی ہی نے رکھا۔ یہ دن بڑی فضیلت رکھتا ہے اس میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں جو نیک دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی روش کے مطابق نماز جمعہ کی فرضیت کے لیے آیت قرآنی سے استدلال فرمایا جیسا کہ باب ذیل سے ظاہر ہے۔ جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تا کہ نام کے معنی کا ثبوت ہو۔ (بدائع الصنائع فصل شرائط الجمعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

## جامع شہر کی تعریف کا بیان

امام عبدالرزاق علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ اپنی مصنف میں لکھتے ہیں کہ ہمیں ابن جریج نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا کہ جب تم کسی جامع قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا نہ، کہتے ہیں میں نے عطاء سے پوچھا کہ جامع قریہ کون سا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر، قاضی اور متعدد کوچے اس میں ملے جلے ہوں جس طرح جدّہ ہے۔ (المصنف لعبدالرزاق، باب القری الصغار مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت)

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کرسکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعۃ کا یہ عذر کرنا کہ احکامِ شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادثات میں اس کی طرف رجوع کرسکیں اور یہی اصح ہے۔ (شرح منیہ ج،ص ۵۵۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

## جہاں جواز جمعہ میں شک تو کیا کرنا چاہیے

علامہ ابراہیم حلبی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ اس اختلاف اور تعریف شہر میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جواز جمعہ میں شک ہو وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں، تو احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف ہے اور جمعہ کا ضرورت کے پیش نظر متعدد جگہ پر جواز کے فتویٰ کا صحیح ہونا شرعاً تقویٰ کے طور پر احتیاط کے منافی نہیں۔

(شرح منیہ ج،ص ۵۵۰، سہیل اکیڈمی لاہور)

## فنائے شہر کی تعریف کا بیان

جو جگہ خود شہر نہ ہو اُس میں صحت جمعہ کیلئے فنائے مصر ہونا ضرور ہے فنائے مصر حوالی شہر کے اُن مقامات کو کہتے ہیں جو مصالح شہر کے لئے رکھے گئے ہوں مثلاً وہاں شہر کی عیدگاہ یا شہر کے مقابر ہوں یا حفاظت شہر کے لئے جو فوج رکھی جاتی ہے اُس کی چھاونی یا شہر کی گھوڑ دوڑ یا چاند ماری کا میدان یا کچہریاں، اگرچہ مواضع شہر سے کتنے ہی میل ہوں اگرچہ بیچ میں کچھ کھیت حائل ہوں، اور جو نہ شہر ہے نہ فنائے شہر اس میں جمعہ پڑھنا حرام ہے اور نہ صرف حرام بلکہ باطل کہ فرضِ ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ صحت جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فنا سے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے، مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان ہو۔ (درمختار، باب الجمعہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

## جمعہ سے متعلق احادیث وتفسیری روایات کا بیان

صحیح احادیث میں آیا ہے، ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان سے پوچھا جانتے ہو جمعہ کا دن کیا ہے؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے فرمایا اسی دن تیرے ماں باپ (یعنی آدم وحوا) کو اللہ تعالیٰ نے جمع کیا۔ یا یوں فرمایا کہ تمہارے باپ کو جمع کیا۔ اسی طرح ایک موقوف حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے فاللہ اعلم، پہلے اسے یوم العروبہ کہا جاتا تھا، پہلی امتوں کو بھی ہر سات دن میں ایک دن دیا گیا تھا، لیکن جمعہ کی ہدایت انہیں نہ ہوئی، یہودیوں نے ہفتہ پسند کیا جس میں مخلوق کی پیدائش شروع بھی نہ ہوئی تھی، نصاریٰ نے اتوار اختیار کیا جس میں مخلوق کی پیدائش کی ابتدا ہوئی ہے اور اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو سند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو پسند فرمایا جس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پورا کیا تھا۔

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب کے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن سب سے پہلے ہوں گے سوائے اس کے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب اللہ دی گئی، پھر ان کے اس دن میں انہوں نے اختلاف کیا اللہ تعالیٰ نے ہمیں راہ راست دکھائی پس لوگ اس میں بھی ہمارے پیچھے ہیں یہودی کل اور نصرانی پرسوں، مسلم میں اتنا اور بھی ہے کہ قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلہ ہمارے بارے میں کیا جائے گا، یہاں اللہ تعالیٰ مومنوں کو جمعہ کے دن اپنی عبادت کے لئے جمع ہونے کا حکم دے رہا ہے، سعی سے مراد یہاں دوڑنا نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ذکر اللہ یعنی نماز کے لئے قصد کرو چل پڑو کوشش کرو کام کاج چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاؤ، جیسے اس آیت میں سعی کوشش کے معنی میں ہے ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا یعنی جو شخص آخرت کا ارادہ کرے پھر اس کے لئے کوشش بھی کرے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرائت میں بجائے فاسعوا کے فامضوا ہے، یہ یاد رہے کہ نماز کے لئے دوڑ کر جانا منع ہے۔ بخاری ومسلم میں ہے جب تم اقامت سنو تو نماز کیلئے سکینت اور وقار کے ساتھ چلو، دوڑو نہیں، جو پاؤ پڑھ لو، جو فوت ہو ادا کرلو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نماز میں تھے کہ لوگوں کے پاؤں کی آہٹ زور زور سے سنی، فارغ ہو کر فرمایا کیا بات ہے؟ لوگون نے کہا حضرت ہم جلدی جلدی نماز میں شامل ہوئے فرمایا ایسا نہ کرو نماز کو اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ جو پاؤ پڑھ لو جو چھوٹ جائے پوری کرلو، حضرت حسن فرماتے ہیں اللہ کی قسم یہاں یہ حکم نہیں کہ دوڑ کر نماز کے لئے آؤ یہ تو منع ہے بلکہ مراد دل اور نیت اور خشوع خضوع ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اپنے دل اور اپنے عمل سے کوشش کرو، جیسے اور جگہ ہے فلما بلغ معہ السعی حضرت ذبیح اللہ جب خلیل اللہ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے، جمعہ کے لئے آنے والے کو غسل بھی کرنا چاہئے، بخاری مسلم میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کی نماز کے لئے جانے کا ارادہ کرے وہ غسل کرلیا کرے، اور حدیث میں ہے جمعہ کے دن کا غسل ہر بالغ پر واجب ہے اور روایت میں ہے کہ ہر بالغ پر ساتویں دن سر اور جسم کا دھونا ہے صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ وہ دن جمعہ کا دن ہے۔

سنن اربعہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح غسل کرے اور سویرے سے ہی مسجد کی طرف چل دے پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام سے قریب ہو کر بیٹھے خطبے کو کان لگا کر سنے لغو کام نہ کرے تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے سال بھر کے روزوں اور سال بھر کے قیام کا ثواب ہے، بخاری مسلم میں ہے جو شخص جمعہ کے دن جنابت کے غسل کی طرح غسل کرے، اول ساعت میں جائے اس نے گویا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کیا دوسری ساعت میں جانے والا مثل گائے کی قربانی کرنے والے کے ہے، تیسری ساعت میں جانے والا مرغ راہ اللہ میں تصدق کرنے والے کی طرح ہے، پانچویں ساعت میں جانے والا انڈا راہ اللہ دینے والے جیسا ہے، پھر جب امام آئے فرشتے خطبہ سننے کے لئے حاضر ہو جاتے ہیں، مستحب ہے کہ جمعہ کے دن اپنی طاقت کے مطابق اچھا لباس پہنے خوشبو لگائے مسواک کرے اور صفائی اور پاکیزگی کے ساتھ جمعہ کی نماز کے لئے آئے، ایک حدیث میں غسل کے بیان کے ساتھ ہی مسواک کرنا اور خوشبو ملنا بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنے گھر والوں کو خوشبو ملے اگر ہو اور اچھا لباس پہنے پھر مسجد میں آئے اور کچھ نوافل پڑھے اگر جی چاہے اور کسی کے ایذاء نہ دے (یعنی گردنیں پھلانگ کر نہ آئے نہ کسی بیٹھے ہوئے کو ہٹائے) پھر جب امام آ جائے اور خطبہ شروع ہو خاموشی سے سنے تو اس کے گناہ جو اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک کے ہوں سب کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر بیان فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کسی پر کیا حرج ہے اگر وہ اپنے روزمرہ کے محنتی لباس کے علاوہ دو کپڑے خرید کر جمعہ کے لئے مخصوص رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمان اس وقت فرمایا جب لوگوں پر وہی معمولی چادریں دیکھیں تو فرمایا کہ اگر طاقت ہو تو ایسا کیوں نہ کر لو۔ جس اذان کا یہاں اس آیت میں ذکر ہے اس سے مراد وہ اذان ہے جو امام کے منبر پر بیٹھ جانے کے بعد ہوتی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہی اذان تھی جب آپ گھر سے تشریف لاتے منبر پر جاتے اور آپ کے بیٹھ جانے کے بعد آپ کے سامنے یہ اذان ہوتی تھی، اس سے پہلے کی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی اسے امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف لوگوں کی کثرت کو دیکھ کر زیادہ کیا۔

صحیح بخاری شریف میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق کے زمانے میں جمعہ کی اذان صرف اسی وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کہنے کے لئے بیٹھ جاتا، حضرت عثمان کے زمانے میں جب لوگ بہت زیادہ ہو گئے تو آپ نے دوسری اذان ایک الگ مکان پر کہلوائی زیادہ کی اس مکان کا نام زوراتھا مسجد سے قریب سب سے بلند یہی مکان تھا۔

حضرت مکحول سے ابن ابی حاتم میں روایت ہے کہ اذان صرف ایک ہی تھی جب امام آتا تھا اس کے بعد صرف تکبیر ہوتی تھی، جب نماز کھڑی ہونے لگے، اسی اذان کے وقت خرید و فروخت حرام ہوتی ہے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پہلے کی اذان کا حکم صرف اس لئے دیا تھا کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ جمعہ میں آنے کا حکم آزاد مردوں کو ہے عورتوں، غلاموں اور بچوں کو نہیں،

مسافر مریض اور تیماردار اور ایسے ہی اور عذر والے بھی معذور گنے گئے ہیں جیسے کہ کتب فروغ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ دو یعنی ذکر اللہ کے لئے چل پڑو تجارت کو ترک کر دو، جب نماز جمعہ کی اذان ہو جائے علماء کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ اذان کے بعد خرید و فروخت حرام ہے، اس میں اختلاف ہے کہ دینے والا اگر دے تو وہ بھی صحیح ہے یا نہیں؟ ظاہر آیت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی صحیح نہ ٹھہرے گا۔

پھر فرماتا ہے بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ اور نماز کی طرف تمہارا آنا ہی تمہارے حق میں دین دنیا کی بہتری کا باعث ہے اگر تم میں علم ہو۔ ہاں جب نماز سے فراغت ہو جائے تو اس مجمع سے چلے جانا اور اللہ کے فضل کی تلاش میں لگ جانا تمہارے لئے حلال ہے۔ عراک بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر لوٹ کر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور یہ دعا پڑھتے (ترجمہ) یعنی اے اللہ میں نے تیری آواز پر حاضری دی اور تیری فرض کردہ نماز ادا کی پھر تیرے حکم کے مطابق اس مجمع سے اٹھ آیا، اب تو مجھے اپنا فضل نصیب فرما تو سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ جمعہ، بیروت)

اس آیت کو پیش نظر رکھ کر بعض سلف صالحین نے فرمایا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد خرید و فروخت کرے اسے اللہ تعالیٰ ستر حصے زیادہ برکت دے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ خرید فروخت کی حالت میں بھی ذکر اللہ کیا کرو دنیا کے نفع میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ آخروی نفع بھول بیٹھو۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص کسی بازار جائے اور وہاں (ترجمہ) پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھتا ہے اور ایک لاکھ برائیاں معاف فرماتا ہے۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں بندہ کثیر الذکر اسی وقت کہلاتا ہے جبکہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر وقت اللہ کی یاد کرتا رہے۔

## نماز جمعہ کو ترک کرنے پر سخت وعید کا بیان

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی بغیر کسی عذر کے نماز جمعہ چھوڑ دیتا ہے وہ ایسی کتاب میں منافق لکھا جاتا ہے جو نہ کبھی مٹائی جاتی ہے اور نہ تبدیل کی جاتی ہے" اور بعض روایات میں یہ ہے کہ جو آدمی تین جمعے چھوڑ دے (یہ وعید اس کے لئے ہے)۔ (شافعی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1350)

من غیر ضرورۃ کا مطلب یہ ہے کہ ترک جماعت کے جو عذر ہیں مثلاً کسی ظالم اور دشمن کا خوف، پانی برسن، برف پڑنا یا راستے میں کیچڑ وغیرہ کا ہونا وغیرہ وغیرہ اگر ان میں سے کسی عذر کی بنا پر جمعہ کی نماز کیلئے نہ جائے تو وہ منافق نہیں لکھا جائے گا ہاں بغیر کسی عذر اور مجبوری کے جمعہ چھوڑنے والا منافق لکھا جائے گا۔ فی کتبا لا یمحی و لا یبدل میں کتاب سے مراد "نامہ اعمال" ہے حاصل یہ ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے والا اپنے نامہ اعمال میں کہ جس میں نہ تنسیخ ممکن ہے اور نہ تغیر و تبدل، منافق لکھ دیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ نفاق جیسی ملعون صفت ہمیشہ کے لئے چپک کر رہ جاتی ہے تا کہ آخرت میں یا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے عذاب میں مبتلا کر دے یا اپنے فضل و کرم سے درگزر فرماتے ہوئے اسے بخش دے غور و فکر کا مقام ہے کہ نماز جمعہ چھوڑنے کی کتنی شدید وعید ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝

پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

## نماز جمعہ سے فارغ ہو کر رزق تلاش کیلئے نکلنے کا بیان

"فَإِذَا قُضِيَتْ الصَّلَاة فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْض " أَمْر إبَاحَة "وَابْتَغُوا" اُطْلُبُوا الرِّزْق "مِنْ فَضْل اللَّه وَاذْكُرُوا اللَّه " ذِكْرًا "كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" تَفُوزُونَ كَانَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُب يَوْم الْجُمُعَة فَقَدِمَتْ عِير وَضُرِبَ لِقُدُومِهَا الطَّبْل عَلَى الْعَادَة فَخَرَجَ لَهَا النَّاس مِنْ الْمَسْجِد غَيْر اثْنَيْ عَشَر رَجُلًا فَنَزَلَتْ،

پھر جب نماز ادا ہو چکے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ، یہاں پر امر اباحت کیلئے آیا ہے۔ اور پھر اللہ کا فضل یعنی رزق تلاش کرنے لگو اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ مبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ کہ اسی دوران تجارتی قافلہ آیا تو حسب دستور اس کا طبل بج گیا تو بارہ آدمیوں کے سوا لوگ مسجد سے اس کی جانب چلے گئے جس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**فاذا قضيت الصلوٰة:** ف عاطفہ، اذا۔ جب۔ ظرف زمان۔ شرطیہ۔ قضیت: ماضی مجہول واحد مونث غائب قضاء (باب ضرب) مصدر۔ نماز ادا کرنا ق۔ ض۔ ی مادہ۔ پھر جب نماز ادا ہو چکے۔ جملہ شرط ہے۔

**فانشروا:** ف جواب شرط کے لئے ہے انشروا: فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ انتشار (افعال) مصدر۔ تم منتشر ہو جاو۔ تم الگ الگ ہو جاو۔ تم بکھر جاو۔ عربی میں لوگوں کے انتشار کا مطلب ان کا پھیل کر اپنے اپنے کام میں لگ جانا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔

**وابتغوا من فضل الله . واو عاطفه ابتغوا** فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ابتغاء (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔ من تبعیضیہ ہے۔ فضل اللہ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا فضل۔ فضل سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

(1) بعض اہل علم نے کہا کہ زمین پر پھیل جانے سے مراد دنیا کمانے کے لئے پھیلنا نہیں ہے۔ بلکہ بیمار کی عیادت، کسی جنازہ کی شرکت اور اللہ کی رضا کی خاطر دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔

(2) بعض نے خداداد روزی اس کا مطلب لیا ہے۔ (3) بعض نے اس سے علم حاصل کرنا مراد لیا ہے۔

فضل اللہ کی تلاش کے لئے پھیل جانا وجوبی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ اور یہ بھی جواب شرط میں ہے۔

واذکروا اللہ کثیرا ۔ یہ بھی جملہ معطوفہ ہے اور جواب شرط میں ہے۔ یعنی نہ صرف زمین میں پھیل جاو اور اللہ کا رزق تلاش کرو بلکہ ہر حال میں اللہ کو ہرگز نہ بھولو اور اسے ہر وقت اور کثرت سے یاد کیا کرو۔ ذکر اللہ کو محض نماز تک مخصوص اور محدود نہ رکھو۔ بلکہ ہر وقت دوسرے دنیاوی کام کرتے وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو۔

اذکروا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ذکر (باب نصر) مصدر سے۔ کثیرا صفت ہے موصوف محذوف ہے۔ ای ذکرا کثیرا مفعول مطلق ہے۔ لعلکم: تاکہ تم۔ بمعنی کی۔ تاکہ۔ تفلحون۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ افلاح (افعال) مصدر۔ تم فلاح پاو۔ تم فلاح پاوگے۔

| |
|---|
| وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ اۨنْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ |
| خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۠ |
| اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا تو اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کو کھڑے چھوڑ گئے، فرما دیجئے: |
| جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے

"وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَة أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إلَيْهَا" أَيْ التِّجَارَة لِأَنَّهَا مَطْلُوبهمْ دُون اللَّهْو "وَتَرَكُوك" فِي الْخُطْبَة "قَائِمًا قُلْ مَا عِنْد اللَّه" مِنْ الثَّوَاب "خَيْر" لِلَّذِينَ آمَنُوا "مِنْ اللَّهْو وَمِنْ التِّجَارَة وَاَللَّه خَيْر الرَّازِقِينَ" يُقَال : كُلّ إنْسَان يَرْزُق عَائِلَته أَيْ مِنْ رِزْق اللَّه تَعَالَى،

اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھا یعنی ان کا مقصد تجارت تھا نہ کہ لہو تھا۔ تو (اپنی حاجت مندی اور معاشی تنگی کے باعث) اس کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے اور آپ کو خطبہ میں کھڑے چھوڑ گئے، فرما دیجئے: جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ایمان والوں کیلئے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ ہر شخص اپنے اہل وعیال کو رزق دیتا ہے یعنی وہ اللہ کے رزق میں سے دیتا ہے۔

## سورت جمعہ آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک مدینہ کا قافلہ آیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کی طرف دوڑ پڑے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف بارہ آدمی رہ گئے جن میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے اور یہ آیت نازل ہوئی (وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَا يمًا، اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشہ، متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا۔ تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر روزی دینے والا ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1259)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم ایک جمعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ (تجارتی) اونٹ آئے جن پر اناج لدا ہوا تھا تو بارہ افراد کے علاوہ سب لوگ (آپ کے پاس سے) اٹھ کر چلے گئے اس موقع پر آیت نازل ہوئی۔ (بخاری 894، مسلم 863، قرطبی 18۔109)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ کے حاجت مندوں کو فاقہ اور بھاؤ چڑھنے کے وبال کے سامنا ہوا تو دحیہ بن خلیف کلبی شام کی تجارت میں آیا اس کے آنے پر ڈھول بجایا گیا تا کہ لوگوں کو اس کے آنے خبر ہو جائے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو تمام لوگ اس کی طرف چلے گئے اور مسجد میں بارہ افراد کے علاوہ اور کوئی بھی نہ بچا جن میں حضرت ابوبکر اور عمر بھی تھے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس طرح جاتے رہتے حتی کہ تم میں ایک بھی (میرے پاس) نہ رہتا تو تم پر یہ وادی اگ اگل دیتی۔ (زاد المسیر 8۔269)

# سُورَةُ الْمُنٰفِقُوْن

## یہ قرآن مجید کی سورت منافقون ہے

### سورت منافقون کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ الْمُنَافِقُونَ (مَکِّیَّة وَ آیَاتھَا إحْدَی عَشْرَۃ آیَة )

سورہ منافقون مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، گیارہ آیات، ایک سو اسی کلمات اور نو سو چھہتر حروف ہیں۔

### سورت منافقوں کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کا نام منافقون کے لفظ سے معروف ہوا ہے کیونکہ اس سورت میں منافقین کے جھوٹ کو اور ان کے باطنی ارادوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ پس اسی کے سبب سے یہ سورت منافقون کے لفظ سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت منافقون کے شان نزول کا بیان

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کے لئے گئے ہمارے ساتھ کچھ دیہاتی بھی تھے۔ ہم لوگ تیزی سے پانی کی طرف دوڑے۔ دیہاتی ہم سے پہلے وہاں پہنچ گئے اور ایک دیہاتی نے پہنچ کر حوض بھرا اور اس کے گرد پتھر لگا کر اس پر چمڑا ڈال دیا۔ ( تاکہ کوئی اور پانی نہ لے سکے ) صرف اس کے ساتھی ہی وہاں آئیں۔ ایک انصاری اس کے پاس گیا اور اپنی اونٹنی کی مہار ڈھیلی کر دی تاکہ وہ پانی پی لے۔ لیکن دیہاتی نے انکار کر دیا۔ اس پر انصاری نے پانی کی روک ہٹادی ( تاکہ پانی بہہ جائے ) اس دیہاتی نے ایک لکڑی اٹھائی اور انصاری کے سر پر ماردی جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور وہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کے پاس آیا۔ یہ قصہ سن کر عبداللہ بن ابی نے کہا کہ ان لوگوں پر خرچ نہ کرو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ان کے پاس سے چلے جائیں۔ یعنی دیہاتی لوگ۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانے کے وقت حاضر ہوا کرتے تھے۔ عبداللہ بن ابی کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کھانا اس وقت لے کر جایا کرو جب یہ لوگ جا چکیں جب ہم مدینہ واپس جائیں گے تو وہاں کے عزت دار لوگوں کو چاہیے کہ ذلیل لوگوں (یعنی اعراب) کو وہاں سے نکال دیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ میں نے عبداللہ کی بات سنی اور پر اپنے چچا کو بتادی۔ چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلوایا تو اس نے آکر قسم کھائی اور اس بات کا انکار کر دیا کہ اس نے یہ نہیں کہا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سچا سمجھ کر مجھے جھٹلا دیا۔ پھر میرے چچا میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم یہی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے ناراض ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان تمہیں جھٹلا دیں۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ مجھے اس کا اتنا دکھ ہوا کہ کسی اور کو نہ ہوا ہوگا۔ پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سر جھکائے چل رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میرا کان کھینچ کہ میرے سامنے ہنسنے لگے۔ مجھے اگر دنیا میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری بھی ملتی تو بھی میں اتنا خوش نہ ہوتا جتنا اس وقت ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ملے اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا کچھ فرمایا تو نہیں بس میرا کان ملا اور ہنسنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تمہیں بشارت ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ملے۔ انہوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور میں نے بھی وہی جواب دیا۔ چنانچہ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورت منافقون پڑھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1262)

| |
|---|
| اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ |
| وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۞ |
| جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے |
| کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ |

## منافقین کی جھوٹی شہادت دینے کا بیان

"إذَا جَاءَك الْمُنَافِقُونَ قَالُوا " بِأَلْسِنَتِهِمْ عَلَى خِلَاف مَا فِي قُلُوبهمْ "نَشْهَد إنَّك لَرَسُول اللَّه وَاَللَّه يَعْلَم إنَّك لَرَسُوله وَاَللَّه يَشْهَد " يَعْلَم "إنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ " فِيمَا أَضْمَرُوهُ مُخَالِفًا لِمَا قَالُوهُ

جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں، یعنی وہ اپنی زبانوں سے جو کہتے ہیں دلوں میں اس کے خلاف ہوتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ اس کے رسول ہیں، اور اللہ گواہی دیتا ہے یعنی وہ جانتا ہے کہ یقیناً منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں ان کے کہے ہوئے کے خلاف ہے۔

## منافقین کے جھوٹے قول وقرار کا بیان

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے چچا کے ساتھ تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں ان پر خرچ مت کرو۔ یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے ہٹ جائیں۔ اور اگر ہم مدینہ واپس آئے تو عزت دار لوگ ذلیل لوگوں (یعنی صحابہ مہاجرین) کو نکال دیں گے۔ میں نے اس

بات کا ذکر اپنے چچا سے کیا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک بات پہنچا دی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلوا کر پوچھا۔ میں نے پوری بات بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلوایا۔ انہوں نے آ کر قسم کھائی کہ ہم نے یہ بات نہیں کی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جھٹلایا اور ان کو سچا تسلیم کر لیا۔ حضرت زید فرماتے ہیں مجھے اس کا اتنا دکھ ہوا کہ کبھی زندگی میں اتنا دکھ نہیں ہوا۔ میں اگھر میں بیٹھ گیا تو چچا کہنے لگے کہ تم یہی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جھٹلا دیں اور تجھ سے خفا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی (اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ، جب آئیں تیرے پاس منافق کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہے اللہ کا اور اللہ جانتا ہے کہ تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلوایا اور یہ سورت پڑھنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تصدیق کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1261)

## منافقین کی بعض علامات کا بیان

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافقوں کی بہت سی علامتیں ہیں جن سے وہ پہچان لئے جاتے ہیں ان کا سلام لعنت ہے ان کی خوراک لوٹ مار ہے ان کی غنیمت حرام اور خیانت ہے وہ مسجدوں کی نزدیکی ناپسند کرتے ہیں وہ نمازوں کے لئے آخری وقت آتے ہیں تکبر اور نخوت والے ہوتے ہیں نرمی اور سلوک تواضع اور انکساری سے محروم ہوتے ہیں نہ خود ان کاموں کو کریں نہ دوسروں کے ان کاموں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھیں رات کی لکڑیاں اور دن کے شور وغل کرنے والے اور روایت میں ہے دن کو خوب کھانے پینے والے اور رات کو خشک لکڑیوں کی طرح پڑے رہنے والے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ منافقون، بیروت)

| |
|---|
| اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ |
| انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، پس انھوں نے اللہ کی راہ سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔ |

## منافقین کا قسموں کے ذریعے اموال وجانوں کو محفوظ بنانے کا بیان

"اتَّخَذُوا أَيْمَانهمْ جُنَّة" سُتْرَة عَلَى أَمْوَالهمْ وَدِمَائِهِمْ "فَصَدُّوا" بِهَا "عَنْ سَبِيل اللَّه" أَيْ عَنْ الْجِهَاد فِيهِمْ

انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا، تاکہ اپنے اموال اور خون محفوظ کرلیں۔ پس انھوں نے اللہ کی راہ یعنی جہاد سے روکا۔ یقیناً یہ لوگ جو کچھ کرتے رہے ہیں برا ہے۔

یعنی جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھنے کے لیے ان ہی قسموں کی آڑ پکڑتے ہیں۔ جہاں کوئی بات قابل گرفت ان سے سرزد ہوئی اور مسلمانوں کی طرف سے مواخذہ کا خوف ہوا، فوراً جھوٹی قسمیں کھا کر بری ہوگئے۔

یعنی اسلام اور مسلمانوں کی نسبت طعن و تشنیع اور عیب جوئی کر کے دوسروں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور لوگ ان کو بظاہر مسلمان دیکھ کر دھوکا کھا جاتے ہیں، تو ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر فساد ان ہی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر برا کام اور کیا ہوگا۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ |
| یہ اس لیے کہ بے شک وہ ایمان لائے، پھر انھوں نے کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی، سو وہ نہیں سمجھتے۔ |

## منافقین کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دینے کا بیان

"ذَلِكَ" أَيْ سُوء عَمَلهمْ "بِأَنَّهُمْ آمَنُوا" بِاللِّسَانِ "ثُمَّ كَفَرُوا" بِالْقَلْبِ أَيْ اسْتَمَرُّوا عَلَى كُفْرهمْ بِهِ "فَطُبِعَ" خُتِمَ "عَلَى قُلُوبهمْ" بِالْكُفْرِ "فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ" الْإِيمَان،

یہ یعنی ان کا برا عمل اس لیے ہے کہ بے شک وہ زبانی ایمان لائے، پھر انھوں نے دل میں کفر کیا یعنی اس پر کفر پر باقی رہے تو ان کے دلوں پر کفر کی مہر لگا دی گئی، سو وہ ایمان کو نہیں سمجھتے۔

یعنی زبان سے ایمان لائے، دل سے منکر رہے اور مدعی ایمان ہو کر کافروں جیسے کام کیے اس بے ایمانی اور انتہائی فریب و دغا کا اثر یہ ہوا کہ ان کے دلوں پر مہر لگ گئی۔ جن میں ایمان و خیر اور حق و صداقت کے سرایت کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہی۔ ظاہر ہے کہ اب اس حالت پر پہنچ کر ان سے سمجھنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ جب آدمی کا قلب اس کی بدکاریوں اور بے ایمانیوں سے بالکل مسخ ہو جائے پھر نیک و بد کے سمجھنے کی صلاحیت کہاں باقی رہے گی۔

| |
|---|
| وَ اِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ |
| یَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَیْحَةٍ عَلَیْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ؗ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ○ |
| اور جب تو انھیں دیکھے تجھے ان کے جسم اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو تو ان کی بات پر کان لگائے گا، |
| گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، ہر بلند آواز کو اپنے خلاف گمان کرتے ہیں۔ یہی اصل دشمن ہیں، |
| پس ان سے ہوشیار رہ۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔ |

## منافقین کے ظاہری جمال و خطاب پر تعجب کرنے کا بیان

"وَإِذَا رَأَيْتهمْ تُعْجِبك أَجْسَامهمْ" لِجَمَالِهَا "وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَع لِقَوْلِهِمْ" لِفَصَاحَتِهِ "كَأَنَّهُمْ" مِنْ عِظَم أَجْسَامهمْ فِي تَرْك التَّفَهُّم "خُشُب" بِسُكُونِ الشِّين وَضَمّهَا "مُسَنَّدَة" مُمَالَة إلَى الْجِدَار "يَحْسَبُونَ كُلّ صَيْحَة" تُصَاح كَنِدَاءٍ فِي الْعَسْكَر وَإِنْشَاد ضَالَّة "عَلَيْهِمْ" لِمَا فِي

قُلُوبِهِمْ مِنَ الرُّعْبِ أَنْ يَنْزِلَ فِيهِمْ مَا يُبِيحُ دِمَاءَهُمْ "هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ" فَإِنَّهُمْ يُفْشُونَ سِرَّكَ لِلْكُفَّارِ "قَاتَلَهُمُ اللَّهُ" أَهْلَكَهُمْ "أَنَّى يُؤْفَكُونَ" كَيْفَ يُصْرَفُونَ عَنِ الْإِيمَانِ بَعْدَ قِيَامِ الْبُرْهَانِ،

اور جب آپ انہیں دیکھیں تو وہ آپ کو جسم کے جمال کی وجہ سے اچھے لگیں گے اور اگر وہ بات کریں تو آپ ان کی بات پر فصاحت کی وجہ سے کان لگائیں گے، گویا وہ ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں ہیں، یہاں پر لفظ خشب یہ شین کے سکون اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جیسے کوئی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہوتا ہے۔ ہر بلند آواز کو اپنے خلاف گمان کرتے ہیں۔ جس طرح لشکر میں آواز لگاتا ہے یا کسی گم شدہ کی آواز لگاتا ہے۔ کیونکہ ان کے دلوں میں یہ رعب بیٹھ گیا ہے کہ کہیں ان کے خون حلال ہونے کا کوئی حکم نازل نہ ہو جائے۔ یہی اصل دشمن ہیں، پس ان سے ہوشیار رہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے راز کفار میں پھیلاتے ہیں۔ اللہ انھیں ہلاک کرے، کہاں بہکائے جا رہے ہیں۔ یعنی وہ دلیل قائم ہو جانے کے بعد کیوں ایمان سے پھرنے والے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بڑے ڈیل ڈول کا، تندرست، خوش شکل اور چرب زبان آدمی تھا۔ اور یہی شان اس کے بہت سے ساتھیوں کی تھی۔ یہ سب مدینہ کے رئیس لوگ تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو دیواروں سے تکیے لگا کر بیٹھتے اور بڑی لچھے دار باتیں کرتے۔ ان کے جثے بشرے کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سن کر کوئی یہ گمان تک نہ کر سکتا تھا کہ بستی کے یہ معززین اپنے کردار کے لحاظ سے اتنے ذلیل ہوں گے۔

کوئی کسی کو پکارتا ہو، یا اپنی گمی چیز ڈھونڈھتا ہو، یا لشکر میں کسی مقصد کے لئے کوئی بات بلند آواز سے کہیں تو یہ اپنے خبث نفس اور سوءِ ظن سے یہی سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ کہا گیا اور انہیں یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ان کے حق میں کوئی ایسا مضمون نازل ہوا جس سے ان کے راز فاش ہو جائیں۔ (تفسیر خزائن العرفان بہ تصرف، سورہ منافقون، لاہور)

| |
|---|
| وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○ |
| اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائیں تو یہ اپنے |
| سر جھٹک کر پھیر لیتے ہیں اور آپ انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے گریز کرتے ہیں۔ |

## منافقین کا تکبر کرتے ہوئے معذرت نہ کرنے کا بیان

"وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا" مُعْتَذِرِينَ "يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ عَطَفُوا "رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ" يُعْرِضُونَ عَنْ ذَلِكَ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم معذرت کرتے ہوئے آؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائیں تو یہ (منافق گستاخی سے) اپنے سر جھٹک کر پھیر لیتے ہیں یہاں پر لفظ لولوا یہ تشدید و تخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ اور آپ

انہیں دیکھتے ہیں کہ وہ تکبر کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آنے سے گریز کرتے ہیں۔

## سورت منافقون آیت ۵ کے شان نزول کا بیان

غزوہ مریسیع سے فارغ ہو کر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ چاہ نزول فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجیر جہجاہ غِفاری اور ابن اُبی کے حلیف سنان بن دبر جُہنی کے درمیان جنگ ہوگئی، جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا، اس وقت ابن اُبَی منافق نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں بہت گستاخانہ اور بیہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ طیبہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں، اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں، اس کی یہ ناشائستہ گفتگو سن کر زید بن ارقم کو تاب نہ رہی انہوں نے اس سے فرمایا کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک پر معراج کا تاج ہے۔

حضرت رحمٰن نے انہیں عزت وقوت دی ہے، ابن اُبَی کہنے لگا چپ میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا، زید بن ارقم نے یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچائی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن اُبَی کے قتل کی اجازت چاہی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن اُبَی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہیں تھیں؟ وہ مُکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا، اس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے، وہ عرض کرنے لگے کہ ابن اُبَی بوڑھا بڑا شخص ہے، یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے، زید بن ارقم کو شاید دھوکا ہوا اور بات یاد نہ رہی ہو، پھر جب اوپر کی آیتیں نازل ہوئیں اور ابن اُبَی کا جھوٹ ظاہر ہو گیا تو اس سے کہا گیا کہ جا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کر، حضور تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں، تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم نے کہا، ایمان لا تو میں ایمان لے آیا، تم نے کہا، زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی، اب یہی باقی رہ گیا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کروں، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ منافقون، لاہور)

## منافقین کی حیلہ سازیوں کے مختلف احوال کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے کہ سفیان راوی نے اپنا منہ دائیں جانب پھیر لیا تھا اور غضب وتکبر کے ساتھ ترچھی آنکھ سے گھور کر دکھایا تھا اسی کا ذکر اس آیت میں ہے اور سلف میں سے اکثر حضرات کا فرمان ہے کہ یہ سب کا سب بیان عبداللہ بن ابی بن سلول کا ہے جیسے کہ عنقریب آ رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی قوم کا بڑا اور شریف شخص تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھتے تھے تو یہ کھڑا ہو جاتا تھا اور کہتا تھا لوگو یہ ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو تم میں موجود ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا اکرام کیا اور تمہیں عزت دی اب تم پر فرض ہے کہ تم آپ کی مدد کرو اور آپ کی عزت وتکریم کرو آپ کا فرمان سنو اور جو فرمائیں بجالاؤ یہ کہہ کر بیٹھ جایا کرتا تھا، احد کے میدان میں اس کا نفاق کھل گیا اور یہ وہاں

سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی نافرمانی کر کے تہائی لشکر کو لے کر مدینہ کو واپس لوٹ آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد سے فارغ ہوئے اور مدینہ میں مع لاخیر تشریف لائے جمعہ کا دن آیا اور آپ منبر پر چڑھے تو حسب عادت یہ آج بھی کھڑا ہوا اور کہنا چاہتا ہی تھا کہ بعض صحابہ ادھر ادھر سے کھڑے ہو گئے اور اس کے کپڑے پکڑ کر کہنے لگے دشمن اللہ بیٹھ جا تو اب یہ کہنے کا منہ نہیں رکھتا تو نے جو کچھ کیا وہ کسی سے مخفی نہیں اب تو اس کا اہل نہیں کہ زبان سے جو جی میں آئے بک دے، یہ ناراض ہو کر لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا باہر نکل گیا اور کہتا جاتا تھا کہ گویا میں کسی بدیات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا میں تو اس کا کام اور مضبوط کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا جو چند اصحاب مجھ پر اچھل کر آ گئے مجھے گھسیٹنے لگے اور ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے گویا کہ میں کسی بڑی بات کے کہنے کے لئے کھڑا ہوا تھا حالانکہ میری نیت یہ تھی کہ میں آپ کی باتوں کی تائید کروں انہوں نے کہا خیر اب تم واپس چلو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں گے آپ تمہارے لئے اللہ سے بخشش چاہیں گے اس نے کہا مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت قتادہ اور حضرت سدی فرماتے ہیں یہ آیت عبداللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے واقعہ یہ تھا کہ اسی کی قوم کے ایک نوجوان مسلمان نے اس کی ایسی ہی چند بری باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنائی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوایا تو یہ صاف انکار کر گیا اور قسمیں کھا گیا، انصاریوں نے صحابی کو ملامت اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور اسے جھوٹا سمجھا اس پر یہ آیتیں اتریں اور اس منافق کی جھوٹی قسموں اور اس نوجوان صحابی کی سچائی کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اب اس سے کہا گیا کہ تو چل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کرا تو اس نے انکار کے لہجے میں سر ہلا دیا اور نہ گیا۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک تھی کہ جس منزل میں اترتے وہاں سے کوچ نہ کرتے جب تک نماز نہ پڑھ لیں، غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ عبداللہ بن ابی کہہ رہا ہے کہ ہم عزت والے ان ذلت والوں کو مدینہ پہنچ کر نکال دیں گے پس آپ نے آخری دن میں اترنے سے پہلے ہی کوچ کر دیا اسے کہا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اپنی خطا کی معافی اللہ سے طلب کر اس کا بیان اس آیت میں ہے، اس کی اسناد سعید بن جبیر تک صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک کا ہے اس میں نظر ہے بلکہ یہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول تو اس غزوہ میں تھا ہی نہیں بلکہ لشکر کی ایک جماعت کو لے کر یہ تو لوٹ گیا تھا۔

کتب سیر و مغازی کے مصنفین میں تو یہ مشہور ہے کہ یہ واقعہ غزوہ مریسیع یعنی غزوہ بنو المصطلق کا ہے چنانچہ اس قصہ میں حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان اور حضرت عبداللہ بن ابو بکر اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ سے مروی ہے کہ اس لڑائی کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جگہ قیام تھا، وہاں حضرت جھجاہ بن سعید غفاری اور حضرت سنان بن یزید کا پانی کے ازدہام پر کچھ جھگڑا ہو گیا جھجاہ حضرت عمر کے کارندے تھے، جھگڑے نے طول پکڑا سنان نے انصاریوں کو اپنی مدد کے لئے آواز دی اور جھجاہ نے مہاجرین کو اس وقت حضرت زید بن ارقم وغیرہ انصاری کی ایک جماعت عبداللہ بن ابی کے پاس بیٹھی ہوئی تھی، اس نے جب یہ فریاد سنی تو کہنے لگا لو ہمارے ہی شہروں میں ان لوگوں نے ہم پر حملے شروع کر دیئے اللہ کی قسم ہماری اور ان قریشیوں کی مثال وہی ہے جو کسی نے کہا

ہے کہ اپنے کتے کو موٹا تازہ کرتا کہ تجھے ہی کاٹے اللہ کی قسم اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے تو ہم ذی مقدور لوگ ان بیمقدروں کو وہاں سے نکال دیں گے پھر اس کی قوم کے جو لوگ اس کے پاس بیٹھے تھے ان سے کہنے لگا یہ سب آفت تم نے خود اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لی ہے تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا تم نے انہیں اپنے مال آدھوں آدھ حصہ دیا اب بھی اگر تم ان کی مالی امداد نہ کرو تو یہ خود تنگ آ کر مدینہ سے نکل بھاگیں گے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تمام باتیں سنیں آپ اس وقت بہت کم عمر تھے سیدھے سرکار نبوت میں حاضر ہوئے اور کل واقعہ بیان فرمایا اس وقت آپ کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے غضبناک ہو کر فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عباد بن بشیر کو حکم فرمائیے کہ اس کی گردن الگ کر دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو لوگوں میں یہ مشہور ہو جائے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی گردنیں مارتے ہیں یہ ٹھیک نہیں جاؤ لوگوں میں کوچ کی منادی کر دو، عبداللہ بن ابی کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی گفتگو کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا تو بہت سٹ پٹایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر معذرت اور حیلے حوالے تاویل اور تحریف کرنے لگا اور قسمیں کھا گیا کہ میں نے ایسا ہرگز نہیں کہا، چونکہ یہ شخص اپنی قوم میں ذی عزت اور باوقعت تھا اور لوگ بھی کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس بچے نے ہی غلطی کی یا اسے وہم ہو گیا ہو واقعہ ثابت تو ہوتا نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے جلدی ہی کوچ کے وقت سے پہلے ہی تشریف لے چلے راستے میں حضرت اسید بن نضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملے اور آپ کی شان نبوت کے قابل باادب سلام کیا پھر عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آج کیا بات ہے کہ وقت سے پہلے ہی جناب نے کوچ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ملوم نہیں کہ تمہارے ساتھی ابن ابی نے کیا کہا وہ کہتا ہے کہ مدینہ جا کر ہم عزیز ان ذلیلوں کو نکال دیں گے حضرت اسید نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے آپ ہیں اور ذلیل وہ ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس کی ان باتوں کا خیال بھی نہ فرمائیے دراصل یہ بہت جلا ہوا ہے سنئے اہل مدینہ نے اسے سردار بنانے پر اتفاق کر لیا تھا تاج تیار ہو رہا تھا کہ اللہ رب العزت آپ کو لایا اس کے ہاتھ سے ملک نکل گیا پس یہ چراغ پا ہو رہا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلتے رہے، دوپہر کو ہی چل دیئے تھے شام ہوئی رات ہوئی صبح ہوئی یہاں تک کہ دھوپ میں تیزی آ گئی تب آپ نے پڑاؤ کیا تا کہ لوگ اس بات میں پھر نہ الجھ جائیں، چونکہ تمام لوگ تھکے ہارے اور رات کے جاگے ہوئے تھے اترتے ہی سب سو گئے ادھر یہ سورت نازل ہوئی۔ (سیرۃ ابن اسحاق)

بیہقی میں ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک مہاجر نے ایک انصار کو پتھر مار دیا اس پر بات بڑھ گئی اور دونوں نے اپنی اپنی جماعت سے فریاد کی اور انہیں پکارا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے یہ کیا جاہلیت کی ہانک لگانے لگے اس فضول خراب عادت کو چھوڑو، عبداللہ بن ابی بن سلول کہنے لگا اب مہاجر یہ کرنے لگ گئے اللہ کی قسم مدینہ پہنچتے ہی ہم ذی عزت ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے، اس وقت مدینہ شریف میں انصار کی تعداد مہاجرین سے بہت زیادہ تھی گو بعد میں مہاجرین بہت زیادہ ہو گئے تھے، حضرت عمر کو جب ابن ابی کے اس قول کا علم ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس کے قتل کرنے کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا۔

مسند احمد میں حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں میں نے جب اس منافق کا یہ قول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا اور اس نے آ کر انکار کیا اور قسمیں کھا گیا اس وقت میری قوم نے مجھے بہت کچھ برا کہا اور ہر طرح ملامت کی کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نہایت غمگین دل ہو کر وہاں سے چل دیا اور سخت رنج وغم میں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا عذر نازل فرمایا ہے اور تیری سچائی ظاہر کی ہے اور یہ آیت اتری ھم الذین الخ یہ حدیث اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔

مسند احمد میں ہے حضرت زید بن ارقم کا یہ بیان اس طرح ہے کہ میں اسے چچا کے ساتھ ایک غزوے میں تھا اور میں نے عبداللہ بن ابی کی یہ دونوں باتیں سنیں میں نے اپنے چچا سے بیان کیں اور میرے چچا نے حضور سے عرض کیں جب آپ نے اسے بلایا اس نے انکار کیا اور قسمیں کھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا اور مجھے جھوٹا جانا میرے چچا نے بھی مجھے برا بھلا کہا مجھے اس قدر غم اور ندامت ہوئی کہ میں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ یہ سورت اتری اور آپ نے میری تصدیق کی اور مجھے یہ پڑھ سنائی۔ مسند کی اور روایت میں ہے کہ ایک سفر کے موقعہ پر جب صحابہ کو تنگی پہنچی تو اس نے انہیں کچھ دینے کی ممانعت کر دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں اس لئے بلوایا کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں تو انہوں نے اس سے بھی منہ پھیر لیا، قرآن کریم نے انہیں ٹیک لگائی ہوئی لکڑیاں اس لئے کہا ہے کہ یہ لوگ اچھے جمیل جسم والے تھے۔

ترمذی وغیرہ میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک غزوے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے ہمارے ساتھ کچھ اعراب لوگ بھی تھے پانی کی جگہ وہ پہلے پہنچنا چاہتے تھے اسی رطح ہم بھی اسی کی کوشش میں رہتے تھے ایک مرتبہ ایک اعرابی نے جا کر پانی پر بضہ کر کے حوض پر کر لیا اور اس کے ارد گرد پتھر رکھ دیئے اور اوپر سے چمڑا پھیلا دیا ایک انصاری نے آ کر اس حوض میں سے اپنے اونٹ کو پانی پلانا چاہا اس نے روکا انصاری نے پلانے پر زور دیا اس نے ایک لکڑی اٹھا کر انصاری کے سر پر ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ یہ چونکہ عبداللہ بن ابی کا ساتھی تھا سیدھا اس کے پاس آیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا عبداللہ بہت بگڑا اور کہنے لگا ان اعرابیوں کو کچھ نہ دو یہ خود بھوکے مرتے بھاگ جائیں گے، یہ اعرابی کھانے کے قوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ جاتے تھے اور کھا لیا کرتے تھے تو عبداللہ بن ابی نے کہا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا لے کر ایسے وقت جاؤ جب یہ لوگ نہ ہوں آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھا لیں گے یہ رہ جائیں گے یونہی بھوکوں مرتے بھاگ جائیں گے اور اب ہم مدینہ جا کر ان کمینوں کو نکال باہر کریں گے، میں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا اور میں نے یہ سب سنا اپنے چچا سے ذکر کیا چچا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے اسے بلوایا یہ انکار کر گیا اور حلف اٹھا لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سچا سمجھا اور مجھے جھوٹا قرار دیا میرے چچا میرے پاس آئے اور کہا تم نے یہ کیا حرکت کی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تجھ پر ناراض ہو گئے اور تجھے جھوٹا جانا اور دیگر مسلمانوں نے بھی تجھے جھوٹا سمجھا مجھ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا سخت غم واندوہ کی حالت میں سر جھکائے میں حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تھوڑی ہی دیر گذری ہوگی کہ آپ میرے پاس آئے۔

میرا کان پکڑا، جب میں نے سر اٹھا کر آپ کی طرف دیکھا تو آپ مسکرائے اور چل دیئے، اللہ کی قسم مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے اگر دنیا کی ابدی زندگی مجھے مل جاتی جب بھی میں اتنا خوش نہ ہوسکتا تھا پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے اور پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا؟ میں نے کہا؟ فرمایا تو کچھ بھی نہیں مسکراتے ہوئے تشریف لے گئے، آپ نے فرمایا بس پھر خوش ہو، آپ کے بعد ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہی سوال مجھ سے کیا اور میں نے یہی جواب دیا صبح کو سورہ منافقون نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ منافقون، بیروت)

| |
|---|
| سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط |
| اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○ |
| ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا آپ ان کے لئے استغفار نہ کریں، اللہ ان کو ہرگز نہیں |
| بخشے گا۔ بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔ |

## منافقین کیلئے استغفار کے سبب بخشش نہ ہونے کا بیان

"سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ" أُسْتُغْنِيَ بِهَمْزَةِ الِاسْتِفْهَام عَنْ هَمْزَةِ الْوَصْل

ان کے حق میں برابر ہے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا آپ ان کے لئے استغفار نہ کریں، یہاں پر ہمزہ استفہام ہونے کے وجہ سے ہمزہ وصلی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ ان کو (تو) ہرگز نہیں بخشے گا (کیونکہ یہ آپ پر طعنہ زنی کرنے والے اور آپ سے بیرخی اور تکبر کرنے والے لوگ ہیں)۔ بیشک اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔

## سورت منافقون آیت ۶ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جب سورہ برات کی آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سن رہا ہوں کہ اللہ نے مجھے ان کے بارے میں رخصت دی ہے اللہ کی قسم میں ان کے لیے ستر سے زائد مرتبہ استغفار کروں گا شاید اللہ انہیں معاف کردے اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (سیوطی 300، طبری 28۔72)

| |
|---|
| هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ط |
| وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ |
| یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں رہتے ہیں ان پر خرچ مت کرو |
| یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔ |

## منافقین کا مہاجرین پر خرچ کرنے سے روکنے کا بیان

"هُمْ الَّذِينَ يَقُولُونَ" "لِأَصْحَابِهِمْ مِنْ الْأَنْصَار "لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْد رَسُول اللّٰه" مِنْ الْمُهَاجِرِينَ "حَتّٰى يَنْفَضُّوا" "يَتَفَرَّقُوا عَنْهُ "وَلِلّٰهِ خَزَائِن السَّمَاوَات وَالْأَرْض" بِالرِّزْقِ فَهُوَ الرَّازِق لِلْمُهَاجِرِينَ وَغَيْرهمْ

یہی وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جو درویش اور فقراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہتے ہیں ان پر خرچ مت کرو (یعنی ان کی مالی اعانت نہ کرو) یہاں تک کہ وہ سب انہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں، منتشر ہو جائیں، حالانکہ آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافقین نہیں سمجھتے۔اور انہی خزانوں میں سے رزق بھی ہے جو مہاجرین وغیرہ کیلئے ہے۔

## سورت منافقون آیت ۷ کے شان نزول کا بیان

محمد بن کعب قرظی، حکم بن عتیبہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن کعب قرظی سے چالیس سال پہلے زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث سنی کہ عبداللہ بن ابی نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا کہ جب ہم مدینہ جائیں گے تو وہاں کے عزت دار لوگ ذلیل لوگوں کو باہر کریں گے۔وہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور یہ بات بتائی تو عبداللہ بن ابی نے قسم کھائی کہ میں نے یہ بات نہیں کی۔اس پر میری قوم کے لوگ مجھے ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اس جھوٹ بولنے سے تمہارا کیا مقصد تھا؟ میں گھر آیا اور غمگین وحزین ہو کر سو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے یا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تمہاری بات کی تصدیق کی ہے۔پھر یہ آیت نازل ہوئی (هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ، وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو ان پر، جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں تک کہ متفرق ہو جائیں)۔یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1263)

| |
|---|
| يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ |
| وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| وہ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں کو باہر نکال دیں گے، حالانکہ عزت تو صرف |
| اللہ کے لئے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے مگر منافقین جانتے نہیں ہیں۔ |

## عزت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کیلئے ہونے کا بیان

"يَقُولُونَ لَئِنْ رَجَعْنَا" أَيْ مِنْ غَزْوَة بَنِي الْمُصْطَلِق "إِلَى الْمَدِينَة لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزّ" عَنَوْا بِهِ أَنْفُسهمْ "مِنْهَا الْأَذَلّ" عَنَوْا بِهِ الْمُؤْمِنِينَ "وَلِلّٰهِ الْعِزَّة" الْغَلَبَة "وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلٰكِنَّ

الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ" ذَلِكَ

وہ کہتے ہیں اگر اب ہم مدینہ واپس ہوئے یعنی غزوہ بن مصطلق سے لوٹ کر مدینے میں گئے تو ہم عزت والے لوگ وہاں سے ذلیل لوگوں یعنی مسلمانوں کو باہر نکال دیں گے، یعنی وہ اپنے آپ کو عزت والا سمجھتے تھے۔ اور اذلہ سے مراد مسلمان لیتے تھے حالانکہ عزت یعنی غلبہ تو صرف اللہ کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور مومنوں کے لئے ہے مگر منافقین اس حقیقت کو جانتے نہیں ہیں۔

## غزوہ بنی مصطلق اور منافقین کے کردار کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ میں تھے۔ سفیان کہتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غزوہ بنی مصطلق کا واقعہ ہے۔ اس میں ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھتکار دیا۔ اس پر مہاجر کہنے لگے اے مہاجرو اور انصاری انصار کو پکارنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ سنا تو فرمایا کیا بات ہے یہ جاہلیت کی پکار کی کیا وجہ ہے؟ عرض کیا گیا کہ ایک مہاجر نے ایک انصاری کو دھتکار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کی (اس عادت) کو چھوڑ دو یہ بری چیز ہے۔ یہ بات عبداللہ بن ابی نے سنی تو کہنے لگا کہ ان لوگوں نے اس طرح کیا ہے؟ جب ہم مدینہ جائیں گے تو وہاں کے معززین، ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جانے دو، ورنہ لوگ کہیں گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ دوسرے راوی کہتے ہیں کہ اس پر عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے اپنے باپ سے کہا کہ اللہ کی قسم ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں جائیں گے جب تک تم اس بات کا اقرار نہ کرو کہ تم ذلیل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معزز ہیں۔ پھر اس نے اقرار کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1264)

سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پکے سچے مسلمان تھے اس واقعہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گذارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے سنا ہے کہ میرے باپ نے جو بکواس کی ہے اس کے بدلے آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں اگر یونہی ہے تو اس کے قتل کا حکم آپ کسی اور کو نہ کیجئے میں خود جاتا ہوں اور ابھی اس کا سر آپ کے قدموں تلے ڈالتا ہوں، قسم اللہ کی قبیلہ خزرج کا ایک ایک شخص جانتا ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی بیٹا اپنے باپ سے احسان وسلوک اور محبت وعزت کرنے والا نہیں (لیکن میں نے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے پیارے باپ کی گردن مارنے کو تیار ہوں) اگر آپ نے کسی اور کو یہ حکم دیا اور اس نے اسے مارا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں جوش انتقام میں میں اسے نہ مار بیٹھوں اور ظاہر ہے کہ اگر یہ حرکت مجھ سے ہوگئی تو میں ایک کافر کے بدلے ایک مسلمان کو مار کر جہنمی بن جاؤں گا آپ میرے باپ کے قتل کا حکم دیجئے آپ نے فرمایا نہیں نہیں میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا ہم تو اس سے اور نرمی برتیں گے اور اس کے

ساتھ حسن سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ ہے، حضرت عکرمہ اور حضرت ابن زید کا بیان ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لشکروں سمیت مدینے پہنچے تو اس منافق عبداللہ بن ابی کے لڑکے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم دینہ شریف کے دروازے پر کھڑے ہو گئے تلوار کھینچ لی لوگ مدینہ میں داخل ہونے لگے یہاں تک کہ ان کا باپ آیا تو یہ فرمانے لگے پرے رہو، مدینہ میں نہ جاؤ اس نے کہا کیا بات ہے؟ مجھے کیوں روک رہا ہے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا تو مدینہ میں نہیں جاسکتا جب تک کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے اجازت نہ دیں، عزت والے آپ ہی ہیں اور تو ذلیل ہے، یہ رک کر کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ کی عادت مبارک تھی کہ لشکر کے آخری حصہ میں ہوتے تھے آپ کو دیکھ کر اس منافق نے اپنے بیٹے کی شکایت کی آپ نے ان سے پوچھا کہ اسے کیوں روک رکھا ہے؟ انہوں نے کہا قسم ہے اللہ کی جب تک آپ کی اجازت نہ ہو یہ اندر نہیں جاسکتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی اب حضرت عبداللہ نے اپنے باپ کو شہر میں داخل ہونے دیا۔

مسند حمیدی میں ہے کہ آپ نے اپنے والد سے کہا جب تک تو اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے اور میں ذلیل تو مدینہ میں نہیں جاسکتا اور اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے باپ کی ہیبت کی وجہ سے میں نے آج تک نگاہ اونچی کر کے ان کے چہرے کو بھی نہیں دیکھا لیکن آپ اگر اس پر ناراض ہیں تو مجھے حکم دیجئے ابھی اس کی گردن حاضر کرتا ہوں کسی اور کو اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ایسا نہ ہو کہ میں اپنے باپ کے قتل کو اپنی آنکھوں سے چلتا پھرتا نہ دیکھ سکوں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ منافقون، بیروت)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ |
| وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں |
| اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔ |

## اموال و اولاد کے سبب نمازوں سے غفلت ہو جانے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ " تَشْغَلكُمْ "أَمْوَالكُمْ وَلَا أَوْلَادكُمْ عَنْ ذِكْر اللَّه " الصَّلَوَات الْخَمْس

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھیں اللہ کی یاد یعنی پانچوں سے نمازوں سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے تو وہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔

## سورت منافقون آیت ۹ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ حج بیت اللہ کے لئے جاسکے یا اس

مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہو لیکن وہ نہ حج کرے اور نہ زکوۃ دے تو موت کے وقت اس کی تمنا ہوگی کہ کاش میں واپس دنیا میں چلا جاؤں۔ ایک شخص نے عرض کیا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اللہ سے ڈرو (دنیا میں) لوٹنے کی تمنا تو کفار کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میں اس کے متعلق تمہارے سامنے قرآن مجید پڑھتا ہوں پھر آیت پڑھی (یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ، اے ایمان والو غافل نہ کردیں تم کو تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے اور جو کوئی یہ کام کرے تو وہی لوگ ہیں خسارے میں اور خرچ کرو کچھ ہمارا دیا ہوا، اس سے پہلے کہ آ پہنچے تم میں کسی کو موت۔ تب کہے اے رب کیوں نہ ڈھیل دی تو نے مجھ کو ایک تھوڑی سی مدت کہ میں خیرات کرتا اور ہو جاتا نیک لوگوں میں اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی جی کو۔ جب آ پہنچا اس کا وعدہ اور اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو) اس شخص نے پوچھا کہ زکوۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر دو سو درہم یا اس سے زیادہ ہو۔ پھر اس نے پوچھا کہ حج کب فرض ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زادراہ اور سواری ہونے پر۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1265)

| |
|---|
| وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ |
| لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝ |
| اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! |
| تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ |

## موت کے صدقہ کرنے کی تمنا کرنے کا بیان

"وَأَنْفِقُوا " فِي الزَّكَاة "مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْل أَنْ يَأْتِي أَحَدكُمْ الْمَوْت فَيَقُول رَبّ لَوْلَا " بِمَعْنَى هَلَّا أَوْ لَا زَائِدَة وَلَوْ لِلتَّمَنِّي "أَخَّرْتَنِي إلَى أَجَل قَرِيب فَأَصَّدَّق " بِإِدْغَامِ التَّاء فِي الْأَصْل فِي الصَّاد أَتَصَدَّق بِالزَّكَاةِ "وَأَكُنْ مِنْ الصَّالِحِينَ " بِأَنْ أَحُجّ قَالَ ابْن عَبَّاس رَضِيَ اللَّه عَنْهُمَا : مَا قَصَّرَ أَحَد فِي الزَّكَاة وَالْحَجّ إلَّا سَأَلَ الرَّجْعَة عِنْد الْمَوْت

اور اس میں یعنی زکوۃ میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے، پھر وہ کہے اے میرے رب! تو نے مجھے قریب مدت تک مہلت کیوں نہ دی یہاں پر لفظ لولا یہ ھلا کے معنی میں ہے اور لا زائدہ ہے۔ اور لفظ لو یہ تمنی کیلئے آیا ہے۔ کہ میں صدقہ کرتا، یہاں پر اصدق کے میں اصل میں تاء کا صاد میں ادغام ہے۔ یعنی میں زکوۃ کے ذریعے صدقہ کرتا۔ اور یہ کہ میں حج کر کے نیک لوگوں میں سے ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے زکوۃ اور حج میں کوئی کوتاہی نہ کی مگر یہ کہ اس نے موت کے وقت واپسی کا سوال نہ کیا ہو۔

## تندرستی کی حالت میں صدقہ کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اورعرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا صدقہ اجر کے اعتبار سے زیادہ بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تو صدقہ کرے اس حال میں کہ تندرست ہے، بخیل ہے اور فقر سے ڈرتا ہے۔

اور مال داری کی امید کرتا ہے اور نہ توقف کراتنا کہ جان حلق تک آ جائے اور تو کہے کہ اتنا مال فلاں شخص کے لئے ہے اور اتنا مال فلاں شخص کو دے دیا جائے حالانکہ اب تو وہ مال فلاں کا ہو ہی چکا ہے۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1360)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کونسا صدقہ افضل ہے، فرمایا کہ تمہاری تندرستی کے زمانہ میں جب کہ تمہیں دولت کی حرص ہو، سرمایہ داری کی خواہش ہو، تنگدستی کا خوف ہو، اس وقت صدقہ دو اور صدقہ میں اتنی تاخیر نہ کرو کہ جب جاں حلق میں پہنچ جائے، تو تم کہو فلاں شخص کو اس قدر دینا اور فلاں شخص کو اس قدر دینا، کیونکہ اب تو وہ فلاں شخص کا ہی ہے یعنی وارث کا ترکہ ہوگا۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 21)

ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ اس تمنا کو قیامت کے دن پر حمل کرتے ہیں۔ یعنی محشر میں یہ آرزو کرے گا کہ کاش مجھے پھر دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لیے لوٹا دیا جائے تو خوب صدقہ کر کے اور نیک بن کر آؤں۔ اس کو یہ بھی خبر ہے کہ اگر بالفرض تمہاری موت ملتوی کر دی جائے یا محشر سے پھر دنیا کی طرف واپس کریں تب تم کیسے عمل کرو گے۔ وہ سب کی اندرونی استعدادوں کو جانتا ہے اور سب کے ظاہری و باطنی اعمال سے پوری طرح خبردار ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

| |
|---|
| وَ لَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اور اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## موت آ جانے کے بعد کوئی مہلت نہ ہونے کا بیان

"وَلَنْ يُؤَخِّر اللّٰه نَفْسًا إِذَا جَاء أَجَلهَا وَاَللّٰه خَبِير بِمَا تَعْمَلُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء

اور اللہ ہرگز کسی شخص کو مہلت نہیں دیتا جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ یہاں پر لفظ تعملون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اذا جاء اجلها جب اس کی موت آ جاتی ہے۔ جب اس کا وقت آ جاتا ہے۔ جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے۔ ھا ضمیر واحد مونث نفسا کے لئے ہے۔ واللہ خبیر بما تعملون اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو۔ یہ عدم تاخر کی تاکید میں ارشاد فرمایا۔ اولا یہ کہ جب کسی کا وقت آ جاتا ہے تو اس میں وہ تاخیر و تعجیل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ محض تمہارے کہنے کی

باتیں ہیں کہ اگر مہلت مل جائے تو نیک اعمال کر کے صالحین میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر بالفرض مہلت مل بھی جائے تو پھر وہی کچھ کرو گے جو کرتے چلے آئے ہو۔ اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے۔

**(1) وانذر الناس یوم یاتیھم العذاب فیقول الذین ظلموا ربنا اخرنا الی اجل قریب نجب دعوتك ونتبع الرسل ، اولم تکونوا اقسم مالکم من زوال،**

اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کرو جب ان پر عذاب آ جائے گا۔ تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) کو قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کی اتباع کر لیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تم (اس حال سے کہ جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔

**حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون ○ لعلی اعمل صلحا فیما ترکت کلا ۔ انھا کلمۃ ھو قائلھا** ، یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آ جائیگی تو وہ کہے گا اے میرے پروردگار مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تا کہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک (ایسی) بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہے (اور اس پر یہ عمل نہیں کرے گا)۔

## موت کا مقرر مقام پر آنے کا بیان

حضرت مطر بن عکاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کی کسی جگہ موت لکھی ہوتی ہے تو وہاں کوئی ضرورت پیدا کر دیتا ہے اس باب میں ابوعزہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 18)

# سُورَةُ التَّغَابُن

## یہ قرآن مجید کی سورت تغابن ہے

### سورت تغابن کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ التَّغَابُن (مَكِّيَّةٌ أَوْ مَدَنِيَّةٌ وَ آيَاتُهَا ثَمَانِي عَشْرَةَ آيَةً)

سورہ تغابن اکثر کے نزدیک مدنیہ ہے اور بعض مفسرین کا قول ہے کہ مکّیہ ہے سوائے تین آیتوں کے جو "يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ" سے شروع ہوتی ہیں، اس سورت میں دو رکوع، اٹھارہ آیات، دوسو اکتالیس کلمات، ایک ہزار ستر حروف ہیں۔

### سورت تغابن کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت ۹ میں لفظ تغابن آیا ہے۔ تغابن بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ساتھ غبن والا معاملہ کرنا۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے حصہ سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے فریق کا نفع اٹھا لیجانا۔ یا کچھ لوگوں کا کچھ لوگوں کے مقابلہ میں ضعیف الرائے ہونا۔ لہٰذا کفار قیامت کے دن نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔ پس اسی مناسبت کے سبب اس سورت کا نام تغابن رکھا گیا ہے۔

| |
|---|
| يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اسی کی ساری بادشاہت ہے |
| اور اسی کے لئے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

### زمین وآسمان کی ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو بیان کرنے کا بیان

"يُسَبِّح لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَات وَمَا فِي الْأَرْض "يُنَزِّههُ فَاللَّام زَائِدَة وَأَتَى بِمَا دُون مَنْ تَغْلِيبًا لِلْأَكْثَرِ،

ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ یعنی اس کی پاکی بیان کرتی ہے۔ یہاں پر لفظ للہ میں لام زائدہ ہے اور اکثریت کو غالب کرنے کیلئے لفظ ماء کو لایا گیا ہے۔ اسی کی ساری بادشاہت ہے اور اسی کے لئے ساری تعریف ہے اور

وہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا کلام بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ کلام جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے چن لیا ہے (اور وہ یہ ہے)۔سبحان اللہ وبحمدہ۔
(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 830)

| |
|---|
| هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنكُمْ مُّؤْمِنٌ ط وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ |
| وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے |
| اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## انسان کی پیدائش کا فطرت پر ہونے کا بیان

"هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُمْ مُؤْمِنٌ" فِى أَصْلِ الْخِلْقَة ثُمَّ يُمِيتكُمْ وَيُعِيدكُمْ عَلَى ذَلِكَ،

وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے یعنی اصل خلقت کے اعتبار سے پس وہ تمہیں مارتا ہے اور وہ اسی طرح تمہیں دوبارہ لوٹائے گا۔اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"جو بچہ پیدا ہوتا ہے اس کو فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے (یعنی امر حق کو قبول کرنے کی اس میں صلاحیت ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جس طرح ایک چار پایہ جانور پورا چار پایہ بچہ دیتا ہے، کیا تم اس میں کوئی کمی پاتے ہو" پھر آپ نے یہ آیت تلاوتی فرمائی (ترجمہ) یہ اللہ تعالیٰ کی اس بنائی کے موافق ہے جس پر اللہ نے آدمیوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی خلقت میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا یہ دین مستحکم ہے۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 87)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق فطرت پر کی ہے اور فطرت صرف امر حق یعنی ایمان و اسلام کو قبول کر سکتی ہے۔لہٰذا جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔تو وہ اس فطرت پر ہوتا ہے لیکن خارجی اثر سے وہ فطرت کے تقاضوں سے دور ہو جاتا ہے اور خلاف اصول و فطرت طریقوں پر چلنے لگتا ہے یعنی اگر اس کے ماں باپ مجوسی ہوتے ہیں تو وہ بھی ان کے مذہب میں رنگ جاتا ہے۔چنانچہ مثال کے طور پر فرمایا کہ جس طرح کسی جانور کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی اصلی حالت میں پیدا ہوتا ہے اس کے اندر کسی قسم کی کوئی کمی یا کوئی نقصان نہیں ہوتا، ہاں اگر خارجی طور پر کوئی اس کے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے یا اس کے جسم میں کوئی عیب پیدا کر دے تو وہ اپنی اصلی اور تخلیقی حالت کھو دیتا ہے، اسی طرح انسان پیدا کے وقت اپنی اصلی فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کا ماحول، اس کی سوسائٹی یعنی ماں باپ وغیرہ اس کے احساسات و شعور اور اس کے عقائد پر اپنے مذہب کا رنگ چڑھا کر اس کے ذہن و فکر اور قلب و دماغ کو غلط راستہ پر موڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنی اصلی اور تخلیقی فطرت پر قائم نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے، ہاں اگر ایسا نہیں ہوتا اور

اس کے ماں باپ مسلمان ہوتے ہیں تو وہ بھی مسلمان رہتا ہے۔

| |
|---|
| خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ○ |
| اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری صورتیں |
| اچھی بنائیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ |

## انسان کی تخلیق کو اعلیٰ صورت میں بنانے کا بیان

"خَلَقَ السَّمٰوَات وَالْاَرْض بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ" إِذْ جَعَلَ شَكْل الْآدَمِيّ أَحْسَن الْأَشْكَال

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں تو تمہاری صورتیں اچھی بنائیں یعنی انسان کی شکل کو خوبصورت بنایا ہے۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

صورت گری درحقیقت خالق کائنات کی مخصوص صفت ہے، اسی لئے اسماء الٰہیہ میں اللہ تعالیٰ کا نام مصور آیا ہے اور غور کرو کہ کائنات میں کتنی اجناس مختلفہ ہیں اور ہر جنس میں کتنی انواع مختلفہ، ہر نوع میں اصناف مختلفہ اور ہر صنف میں لاکھوں کروڑوں افراد مختلفہ پائے جاتے ہیں، ایک کی صورت دوسرے سے نہیں ملتی، ایک نوع انسانی میں ملکوں اور خطوں کے اختلاف سے نسلوں اور قوموں کے اختلاف سے شکل وصورت میں کھبے ہوئے امتیازات، پھر ان میں ہر فرد کی شکل وصورت کا دوسرے سب سے ممتاز ہونا ایک ایسی حیرت انگیز صنعت وصورت گری ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، انسانی چہرہ جو کچھ سات مربع انچ سے زیادہ نہیں، اربوں، پدموں انسانوں میں ایک ہی طرح کا چہرہ ہونے کے باوجود ایک کی صورت بالکلیہ دوسرے سے نہیں ملتی کہ پہچاننا دشوار ہو جائے، آیت مذکورہ میں ایک نعمت صورت گری ہے اس کا ذکر فرمایا اس کے بعد فرمایا فاحسن صورکم، یعنی شکل انسانی کو ہم نے تمام کائنات ومخلوقات کی صورتوں سے زیادہ حسین اور بہتر بنایا ہے، کوئی انسان اپنی جماعت میں کتنا ہی بدشکل بدصورت سمجھا جاتا ہو مگر باقی تمام حیوانات وغیرہ کے اشکال کے اعتبار سے وہ بھی حسین ہے۔

| |
|---|
| يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ |
| وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو |
| اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## سینوں میں پوشیدہ راز وعقائد کو جاننے کا بیان

"يَعْلَم مَا فِي السَّمٰوَات وَالْأَرْض وَيَعْلَم مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ وَاللّٰه عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِيهَا مِنْ الْأَسْرَار وَالْمُعْتَقَدَات

وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی وہ تمہارے راز اور عقائد ہیں وہ ان کو جاننے والا ہے۔

یعنی جو باتیں تم دل میں چھپاتے یا چھپائے رکھتے ہو انہیں بھی جانتا ہے اور جو کچھ زبان سے کہہ دیتے ہو اسے بھی۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جو اعمال تم لوگوں سے چھپ چھپا کر کرتے ہو۔ اللہ انہیں جانتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے کرتے ہو انہیں بھی۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ جو کام تم نے کیا ہے وہ کس نیت اور کس ارادہ سے کیا ہے پھر اسی کے مطابق تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔

| |
|---|
| اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَ بَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ |
| کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا، پھر اپنے کام کا وبال چکھا |
| اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ |

## کفار کیلئے دنیا و آخرت میں عذاب ہونے کا بیان

"أَلَمْ يَأْتِكُمْ" يَا كُفَّار مَكَّة "نَبَأ" خَبَر "الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْل فَذَاقُوا وَبَال أَمْرهمْ" عُقُوبَة الْكُفْر فِي الدُّنْيَا "وَلَهُمْ" فِي الْآخِرَة "عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم

اے کفار مکہ! کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا، پھر اپنے کام کا وبال چکھا یعنی دنیا میں اپنے کفر کی سزا بھگتی۔ اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو تکلیف پہنچانے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**الم یاتکم:** ا ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ لم یاتی مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب اتیان (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی آنا۔ آ جانا۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ خطاب کفار مکہ یا تمام اہل مکہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس نہیں آئی۔ (اے اہل مکہ یا اے کفار مکہ)۔ نبوا اسم مرفوع۔ خبر۔ اطلاع۔ مضاف۔ الذین کفروا اسم موصول وصلہ جنہوں نے کفر کیا۔

**من قبل:** ای من قبلکم تم سے پہلے۔ متعلق صلہ۔ اسم موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ نبو کا۔ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے قبل کفر اختیار کیا (مثل قوم نوح وقوم ہود علیہ السلام، قوم صالح علیہ السلام وغیرہ)

**فذاقوا،** ف ترتیب کا ہے یعنی وہ خبر یہ ہے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والا انجام بھی انہوں نے چکھ لیا۔ ذاقوا ماضی جمع مذکر غائب ذوق (باب نصر) مصدر۔ انہوں نے چکھا۔ انہوں نے چکھ لیا۔

**وبال امرھم:** امرھم مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وبال مضاف کا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل ذاقوا کا۔ وبال کسی کام کا انجام بد۔ وہ بوجھ اور سختی جو کسی کام کے انجام کے طور پر مرتب ہو۔ الوبیل۔ وہ طعام جو معدہ پر گراں گزرے۔ الوابل وہ بارش جو موٹی موٹی بوندوں والی ہو۔ پس چکھ لیا انہوں نے اپنے فعل کے انجام کا ضرر (اس دنیا میں) **و لھم عذاب الیھم:** اور

(آخرت میں) ان کے لئے ہے دردناک عذاب عذاب الیم موصوف وصفت۔

| |
|---|
| ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا |
| وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ |
| یہ اس لئے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آتے تھے تو وہ کہتے تھے: کیا (ہماری ہی مثل اور ہم جنس) بشر ہمیں |
| ہدایت کریں گے؟ سو وہ کافر ہو گئے اور انہوں نے رُوگردانی کی اور اللہ نے بھی کچھ پرواہ نہ کی، اور اللہ بے نیاز ہے لائقِ حمد وثنا ہے۔ |

## کفار کا انبیائے کرام کو بشر کہہ کر تکذیب کرنے کا بیان

"ذٰلِكَ" أَيْ عَذَاب الدُّنْيَا "بِأَنَّهُ" ضَمِير الشَّأْن "كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلهمْ بِالْبَيِّنَاتِ" الْحُجَج الظَّاهِرَات عَلَى الْإِيمَان "فَقَالُوا أَبَشَر" أُرِيدَ بِهِ الْجِنْس "يَهْدُونَنَا فَكَفَرُوا وَتَوَلَّوْا" عَنْ الْإِيمَان "وَاسْتَغْنَى اللّٰه" عَنْ إِيمَانهمْ "وَاللّٰه غَنِيّ" عَنْ خَلْقه "حَمِيد" مَحْمُود فِي أَفْعَاله،

یہ یعنی دنیا کا عذاب اس لئے ہے کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح نشانیاں یعنی ایسے ظاہری دلائل جن کی دلالت ایمان پر ہوتی وہ لے کر آتے تھے۔ یہاں لفظ انہ میں ضمیر شان ہے۔ تو وہ کہتے تھے کیا۔ ہماری ہی مثل اور ہم جنس بشر ہمیں ہدایت کریں گے؟ سو وہ کافر ہو گئے اور ایمان سے پھر گئے۔ اور انہوں نے ایمان سے رُوگردانی کی اور اللہ نے بھی اُن کی کچھ پرواہ نہ کی، اور اللہ اپنی مخلوق سے بے نیاز ہے اپنے افعال میں لائقِ حمد وثنا ہے۔

یعنی کیا ہم ہی جیسے آدمی ہادی بنا کر بھیجے گئے۔ بھیجنا تھا تو آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتے گویا ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی۔ اسی لیے انہوں نے کفر اختیار کیا اور رسولوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

(تنبیہ) اس آیت سے یہ ثابت کرنا کہ رسول کو بشر کہنے والا کافر ہے انتہائی جہل والحاد ہے۔ اس کے برعکس اگر کوئی یہ کہہ دے کہ آیت ان لوگوں کے کفر پر دلالت کر رہی ہے جو رسل بنی آدم کے بشر ہونے کا انکار کریں، تو یہ دعویٰ پہلے دعوے سے زیادہ قوی ہوگا۔ (تفسیر عثمانی، سورہ تغابن، لاہور)

| |
|---|
| زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ |
| بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ |
| کافر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ فرما دیجئے، کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! |
| تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں بتا دیا جائے گا جو کچھ تم نے کیا تھا، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ |

## کفار کے گمان عدم بعث کا بیان

"زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ" مُخَفَّفَة وَاسْمُهَا مَحْذُوف أَيْ أَنَّهُمْ

کافر لوگ یہ خیال کرتے ہیں یہاں پر لفظ اَن مخففہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہم ہے۔ کہ وہ ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ فرما دیجئے: کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تمہیں بتا دیا جائے گا جو کچھ تم نے کیا تھا، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔

## منکرین قیامت مشرکین وملحدین

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار مشرکین ملحدین کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد نہیں اٹھیں گے، اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہہ دو کہ ہاں اٹھو گے پھر تمہارے تمام چھوٹے بڑے چھپے کھلے اعمال کا اظہار تم پر کیا جائے گا، سنو تمہارا دوبارہ پیدا کرنا تمہیں بدلے دینا وغیرہ تمام کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہیں، یہ تیسری آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم کھا کر قیامت کی حقانیت کے بیان کرنے کو فرمایا ہے، پہلی آیت تو سورہ یونس میں ہے (ترجمہ) یعنی یہ لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ حق ہے؟ تو کہہ میرے رب کی قسم وہ حق ہے اور تم اللہ کو ہرا نہیں سکتے، دوسری آیت سورہ سبا میں ہے۔ (ترجمہ) کافر کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی تو فرما دیں دیں کہ ہاں میرے رب کی قسم یقیناً اور بالضرور آئے گی۔

| |
|---|
| فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ○ |
| پس تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور اس نور پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، |
| اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ |

## اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا بیان

"فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُوله وَالنُّور" الْقُرْآن

پس تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور اس نور یعنی قرآن پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔

نور سے مراد اس جگہ قرآن ہے، کیونکہ نور کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خود بھی ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو بھی ظاہر و روشن کر دے، قرآن کا اپنے اعجاز کی وجہ سے خود روشن اور ظاہر ہونا کھلی بات ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے اور ناراض ہونے کے اسباب اور احکام و شرائع اور تمام حقائق عالم آخرت جن کے جاننے کے انسان کو ضرورت ہے وہ روشن ہو جاتے ہیں۔

| |
|---|
| يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ |
| سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ |
| جس دن وہ تمہیں جمع ہونے کے دن اکٹھا کرے گا یہ ہار اور نقصان ظاہر ہونے کا دن ہے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے |
| اور نیک عمل کرتا ہے تو اس سے اس کی خطائیں مٹادے گا اور اسے جنتوں میں داخل فرمادے گا جن کے نیچے سے نہریں |
| بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ |

## یوم تغابن میں کفار کیلئے نقصان ظاہر ہوجانے کا بیان

"يَوْمَ يَجْمَعكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْع " يَوْم الْقِيَامَة "ذٰلِكَ يَوْم التَّغَابُن " يَغْبِن الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ بِأَخْذِ مَنَازِلهمْ وَأَهْلِيهِمْ فِي الْجَنَّة لَوْ آمَنُوا "وَمَنْ يُؤْمِن بِاَللّٰهِ وَيَعْمَل صَالِحًا يُكَفِّر عَنْهُ سَيِّئَاته وَيُدْخِلهُ" وَفِي قِرَاءَة بِالنُّونِ فِي الْفِعْلَيْنِ

جس دن یعنی قیامت کے دن وہ تمہیں جمع ہونے کے دن میدان حشر میں اکٹھا کرے گا یہ ہار اور نقصان ظاہر ہونے کا دن ہے۔ یعنی اہل ایمان کفار کو ہرادیں گے کیونکہ وہ اپنے اہل کو لیکر جنت میں جائیں گے۔ اگر وہ ایمان لاتے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ اس کے نامہ اعمال سے اس کی خطائیں مٹادے گا اور اسے جنتوں میں داخل فرمادے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ یہاں پر یکفر اور یدخل ایک قرأت میں دونوں نون کے ساتھ بھی آئے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ پر، رسول اللہ پر، نور منزل یعنی قرآن کریم پر ایمان لاؤ تمہارا کوئی خفیہ عمل بھی اللہ تعالیٰ پر پوشیدہ نہیں۔ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تم سب کو جمع کرے گا اور اسی لئے اس کا نام یوم الجمع ہے، جیسے اور جگہ ہے (ترجمہ) یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے (ترجمہ) یہ لوگوں کے جمع کئے جانے اور ان کے حاضر باش ہونے کا دن ہے اور جگہ ہے (ترجمہ) یعنی قیامت والے دن تمام اولین اور آخرین جمع کئے جائیں گے، ابن عباس فرماتے ہیں یوم التغابن قیامت کا ایک نام ہے، اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اہل جنت اہل دوزخ کو نقصان میں ڈالیں گے حضرت مجاہد فرماتے ہیں اس سے زیادہ تغابن کیا ہوگا کہ ان کے سامنے انہیں جنت میں اور ان کے سامنے انہیں جہنم میں لے جائیں گے۔ گویا اسی کی تفسیر اس کے بعد والی آیت میں ہے کہ ایماندار، نیک اعمال والوں کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور بہتی نہروں والی ہمیشہ رہنے والی جنت میں انہیں داخل کیا جائے گا اور پوری کامیابی کو پہنچ جائے گا اور کفر و تکذیب کرنے والے جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں ہمیشہ جلنے کا عذاب پاتے رہیں گے بھلا اس سے برا ٹھکانا اور کیا ہوسکتا ہے؟ (تفسیر ابن کثیر، سورہ تغابن، بیروت)

## قیامت کے دن احساس وحسرت ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس اور دوسرے ائمہ تفسیر نے قیامت کو یوم التغابن کہنے کی یہی وجہ بیان کی ہے اور بہت سے ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اس دن غبن اور خسارے کا احساس صرف کفار فجار اور اشقیاء ہی کو نہیں بلکہ صالحین مومنین کو بھی اس طرح ہوگا کہ کاش ہم عمل اور زیادہ کرتے تا کہ جنت کے مزید درجات حاصل کرتے ، اس روز ہر شخص کو اپنی عمر کے اوقات پر حسرت ہوگی ، جو فضول ضائع کیے ، جیسا کہ حدیث میں ہے ۔ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور پوری مجلس میں اللہ کا ذکر نہ کیا تو یہ مجلس قیامت کے روز اس کے لئے حسرت بنے گی ۔ قرطبی میں ہے کہ ہر مومن اس روز احسان عمل میں اپنی کوتاہی پر اپنے غبن وخسارہ کا احساس کرے گا قیامت کا نام یوم تغابن رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سورہ مریم میں اس کا نام یوم الحسر ۃ آیا ہے۔

روح المعانی میں اس آیت کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ اس روز ظالم اور بدعمل لوگ اپنی تقصیرات پر حسرت کریں گے اور مومنین صالحین نے بھی جو احسان عمل میں کوتاہی کی ہے اس پر ان کو حسرت ہوگی اس طرح قیامت کے روز سبھی اپنی اپنی کوتاہی پر نادم اور عمل کی کمی پر غبن وخسارہ کا احساس کریں گے ، اس لئے اس کو یوم التغابن کہا گیا۔

(تفسیر قرطبی، روح المعانی، سورہ تغابن، بیروت)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ، وہ آگ والے ہیں ، اس میں ہمیشہ رہنے والے |
| اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔ |

## قرآن کی تکذیب اور کفر کرنے والوں کیلئے جہنم ہونے کا بیان

"وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا" الْقُرْآن "أُولَئِكَ أَصْحَاب النَّار خَالِدِينَ فِيهَا وَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات یعنی قرآن کو جھٹلایا ، وہ آگ والے ہیں ، اس میں ہمیشہ رہنے والے اور وہ لوٹ کر جانے کی بری جگہ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

والذین کفروا او کذبو بایتنا ۔ موصول اور صلہ مل کر مبتداء ۔ اولئک ، الخ سارا جملہ اس کی خبر ہے ۔ اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اس آگ میں ہمیشہ رہا کریں گے اور (وہ) برا ٹھکانہ ہے ۔ جزا وسزاء کی دونوں آیات تغابن کی تفصیل ہیں ۔ یا ۔ یوم الجمع میں جو سب کو جمع کیا جائے گا اس کی اصل غرض ومقصد کا اظہار اور دونوں فریقوں کے الگ الگ نتیجہ کا بیان ہے ۔ یہ الفاظ خود کفر کے مفہوم کو واضح کر دیتے ہیں ۔ کتاب اللہ کی آیات کو اللہ کی آیات نہ ماننا ، اور ان حقائق کو تسلیم نہ کرنا جو ان

آیات میں بیان کیے گئے ہیں، اوران احکام کی پیروی سے انکار کر دینا جو ان میں ارشاد ہوئے ہیں، یہی کفر ہے اوراس کے نتائج وہ ہیں جو آگے بیان ہو رہے ہیں۔

| |
|---|
| مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ |
| کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر اللہ کے اذن سے اور جو اللہ پر ایمان لے آئے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے |
| اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## مصیبت پر صبر کی ہدایت ہونے کا بیان

"مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَة إِلَّا بِإِذْنِ اللَّه" بِقَضَائِهِ "وَمَنْ يُؤْمِن بِاَللَّهِ" فِي قَوْله إِنَّ الْمُصِيبَة بِقَضَائِهِ "يَهْدِ قَلْبه" لِلصَّبْرِ عَلَيْهَا،

کوئی مصیبت نہیں پہنچی مگر اللہ کے اذن سے یعنی اس کے فیصلے سے اور جو اللہ پر ایمان لے آئے یعنی اس کے قول میں مصیبت اس کے فیصلہ کے مطابق آئی لہٰذا وہ اس کے دل کو صبر ہدایت دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

## مصائب سے بچنے والے اعمال کا بیان

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ وہ دنیا وآخرت کی آفات ومصیبتوں سے محفوظ رکھے گا۔ ایک تو وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے چنانچہ وہ اللہ کی ذمہ داریوں میں ہے کہ یا تو اسے موت یعنی شہادت کا درجہ دے کر جنت میں پہنچادے یا اس کو ثواب و مال غنیمت دے کر گھر واپس پہنچادے پہلی اور دوسری صورت یعنی شہادت وثواب میں تو اسے دین کی سعادت حاصل ہوتی ہے اور تیسری یعنی مال غنیمت میں دنیا کی سعادت وبھلائی ملتی ہے اور وہ دوسرا شخص ہے جو مسجد جائے تو اللہ اس کا بھی ضامن ہے کہ عبادت کے لئے اس کی کوشش اور اس کا ثواب ضائع نہ کرے گا۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو تو وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہے۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 689)

اللہ تعالیٰ پر پہلے شخص کے لئے جو ذمہ ہے اسے تو بیان کر دیا گیا کہ اسے دین ودنیا دونوں جگہ کیا کیا انعامات ملیں گے لیکن دوسرے اور تیسرے شخص کے لئے جو ذمہ ہے اللہ تعالیٰ پر ہے چونکہ وہ ظاہر تھا اس لئے اس کو بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی گھر میں سلام کرتا ہوا داخل ہو اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ گھر میں داخل ہو سلام کرتا ہوا چنانچہ اس صورت میں اس کے لئے اللہ پر ذمہ ہے کہ اس کو اور اس کے گھر والوں کو خیر وبرکت سے نوازے گا اور ان پر اپنی رحمتوں اور عنایتوں کے دروازے کھول دے گا دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب گھر میں داخل ہو جائے تو لوگوں کی صحبت سے امن وسلامتی حاصل کرنے کے لئے گھر ہی میں رہنا اپنے اوپر لازم کرلے اور گھر سے باہر نہ نکلے چنانچہ اس صورت میں اس کے لئے اللہ پر یہ ذمہ ہے کہ وہ اسے مصائب وآفات سے محفوظ و

سلامت رکھے گا۔

| |
|---|
| وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ |
| اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو |
| ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذمّہ صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا بیان

"وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ" الْبَيِّن

اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو، پھر اگر تم نے رُوگردانی کی تو یاد رکھو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمّہ صرف واضح طور پر احکام کو پہنچا دینا ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی اہمیت کا بیان

حضرت انس راوی راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بیٹے! اگر تم اس پر قدرت رکھتے ہو کہ صبح سے لے کر شام تک اس حال میں بسر کرو کہ تمہارے دل میں کسی سے کینہ نہ ہو تو ایسا ہی کرو! پھر فرمایا: اے میرے بیٹے! یہی میری سنت ہے لہٰذا جس آدمی نے میری سنت کو محبوب رکھا اس نے مجھ کو محبوب رکھا اور جس نے مجھ کو محبوب رکھا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 170)

اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو پسند کرنا اور اسے محبوب رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کا سبب اور جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جیسی نعمت عظیم کے حصول کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا یہ سوچنے کی بات ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے پر یہ خوشخبری ہے تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا کتنی بڑی سعادت و خوش بختی کی بات ہوگی۔ ذرا غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو پسند کرنے والوں کا کتنا بڑا مرتبہ ہے وہ یہ ہے کہ انہیں جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و معیت کا شرف حاصل ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ دونوں جہان کی تمام نعمتیں اگر ایک طرف ہوں اور دوسری طرف یہ نعمت ہو تو یقیناً سعادت و خوشی کے اعتبار سے یہ نعمت بڑھ جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس سنت کو محبوب رکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم سب اس نعمت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ (آمین)۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ |
| اللہ (ہی معبود) ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔ |

## توکل کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

لغت میں وکل اوکول کا لفظ آتا ہے جس کے معنی ہیں سونپ دینا، سپرد کردینا، کسی پر بھروسہ کر کے کام چھوڑ دینا اس کا اسم وکالت اور رکالت ہے اسی لفظ سے توکل نکلا ہے جس کے معنی اپنے عجز و بیچارگی کو ظاہر کرنے اور دوسرے پر اعتماد و بھروسہ کرنے ہیں، اس کا اسم تکلان ہے، اصطلاح شریعت میں توکل اس کو کہتے ہیں کہ بندہ اپنے معاملہ و کام کو اللہ کے سپرد کردے اپنی تدبیر و سعی کو ترک کر دے اور اپنی ذاتی طاقت وقدرت سے بے پرواہ ہو کر تقدیر اور رضائے الٰہی پر کامل اعتماد کرے، یعنی اس بات پر یقین رکھے کہ اپنی تدبیر و سعی اور ذاتی طاقت وقدرت، اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلہ کو بدل نہیں سکتا، جو لکھا ہی نہیں گیا وہ رونما نہیں ہو سکتا۔ یوں تو توکل کا تعلق تمام امور اور معاملات پر ہوتا ہے لیکن اکثر اس کا استعمال رزق کے بارے میں ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ توکل کا جو اصل مفہوم ہے وہ اس بات پر اعتماد و بھروسہ کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے رزق کا ضامن ہے۔ حصول معاش کے لئے جائز وحلال ظاہری وسائل وذرائع کو ترک کرنا گو توکل کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اصل اعتماد و بھروسہ ان وسائل وذرائع پر نہ ہو۔ چنانچہ توکل کا تعلق اصل میں دل سے ہے اگر دل میں حق تعالیٰ کے ضامن ہونے کا یقین جاگزین ہو گیا تو توکل کا مفہوم پورا ہو جائے گا۔ (مفردات وغیرہ)

## توکل اختیار کرنے والوں کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ (حالت کشف یا خواب میں) میرے سامنے امتوں کو (ان کے انبیاء کے ساتھ) پیش کیا گیا (یعنی ہر نبی کو اس کی امت کے ساتھ مجھے دکھایا گیا) پس (جب ان انبیاء نے اپنی امتوں کے ساتھ گزرنا) شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی کے ساتھ صرف ایک شخص تھا (یعنی دنیا میں اس کی پیروی کرنے والا اس ایک شخص کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوا) اور ایک نبی ایسا تھا کہ اس کے ساتھ دو شخص تھے، ایک اور نبی گزرا تو اس کی معیت میں پوری ایک جماعت تھی اور پھر ایک نبی ایسا بھی گزرا کہ اس کے ساتھ ایک بھی شخص نہیں تھا (یعنی دنیا میں اس کی پیروی کسی ایک شخص نے بھی نہیں کی) اس کے بعد میں نے اپنے سامنے ایک بہت بڑا انبوہ دیکھا جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا اتنی بڑی امت دیکھ کر میں نے امید باندھی کہ یہ میری امت ہوگی لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی امت کے لوگ ہیں کہ جو ان پر ایمان لائے تھے پھر مجھ سے کہا گیا کہ ذرا آپ نظر اٹھا کر دیکھئے میں نے جو نظر اٹھائی تو اپنے سامنے دیکھا کہ ایک بڑا ہجوم بے پناہ ہے جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا ہے (میں اتنا بڑا انبوہ دیکھ کر مطمئن ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا) پھر مجھ سے کہا گیا کہ آپ اس انبوہ کو بس نہ سمجھئے آپ اس سے کہیں زیادہ لوگوں کو دیکھیں گے ذرا ادھر ادھر یعنی دائیں بائیں بھی نظر گھما کر تو دیکھئے چنانچہ میں نے دائیں بائیں نظر گھما کر دیکھا تو دونوں طرف بے پناہ ہجوم تھا جو آسمان کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے بعد مجھ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور دائیں بائیں آسمان کے کناروں تک جو انسانوں کا ایک بحر بیکراں نظر آتا ہے یہ سب آپ کی امت کے لوگ ہیں اور ان کے علاوہ ان کے آگے ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو جنت میں بغیر

حساب کے جائیں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ تو بدفالی لیتے ہیں، نہ منتر پڑھواتے ہیں اور نہ اپنے جسم کو دغواتے ہیں اور اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں۔ یہ سن کر، ایک صحابی عکاشہ بن محصن کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے جو اللہ پر توکل کرتے ہیں اور بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ الٰہی عکاشہ کو ان لوگوں میں شامل فرمادے، پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور اس نے بھی عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ وہ مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس دعا کے سلسلہ میں عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1224)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ |
| وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ |
| اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہو۔ |
| اور اگر تم صرف نظر کرلو اور درگزر کرو اور معاف کردو تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## بیویوں اور اولاد میں سے بعض کے دشمن ہونے کا بیان

"یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ" أَنْ تُطِیعُوهُمْ فِی التَّخَلُّف عَنْ الْخَیْر كَالْجِهَادِ وَالْهِجْرَة فَإِنَّ سَبَب نُزُول الْآیَة الْإِطَاعَة فِی ذَلِكَ "وَإِنْ تَعْفُوا" عَنْهُمْ فِی تَثْبِیطهمْ إِیَّاكُمْ عَنْ ذَلِكَ الْخَیْر مُعْتَلِّینَ بِمَشَقَّةِ فِرَاقكُمْ عَلَیْهِمْ،

اے ایمان والو! بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں پس ان سے ہوشیار رہو۔ یعنی اگر تم ان کی اطاعت کر کے بھلائی سے پیچھے رہ گئے جس طرح جہاد اور ہجرت سے پیچھے رہ جانا ہے۔ پس اس آیت کا سبب نزول اس میں ان کی اطاعت ہے۔ اور اگر تم صرف نظر کرلو اور درگزر کرو یعنی تم اس بھلائی کرنے پر ثابت قدم رہ سکو۔ جو تمہیں ان کی جدائی کے سبب مشقت پہنچی ہے۔ اور معاف کردو تو بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

## سورت تغابن آیت ۱۴ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کسی نے اس آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ، اے ایمان والو بے شک تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بھی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے)۔ کی تفسیر پوچھی۔

تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ میں اسلام لائے تھے اور چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوں لیکن انہیں ان کی بیویوں اور اولاد نے روک دیا۔ چنانچہ وہ لوگ مدینہ آئے تو دیکھا کہ لوگ دین کو کافی سمجھنے لگے ہیں تو

انہوں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سزا دیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور حکم دیا کہ ان سے ہوشیار رہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1267)

| |
|---|
| اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ |
| تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہی ہیں، اور اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا اجر ہے۔ |

## اموال واولاد کا بہ طور آزمائش ہونے کا بیان

"إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" لَكُمْ شَاغِلَةٌ عَنْ أُمُور الْآخِرَة "وَاَللَّه عِنْده أَجْر عَظِيم" فَلَا تَفُوتُوهُ بِاشْتِغَالِكُمْ بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَاد

تمہارے مال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہی ہیں، کیونکہ یہ تمہیں امور آخرت سے مشغول کرتے ہیں۔ اور اللہ کی بارگاہ میں بہت بڑا اجر ہے۔ لہٰذا تم اپنے اموال واولاد کی طرف مشغول ہو کر اس سے محروم نہ بنو۔

## اموال واولاد کا بہ طور فتنہ ہونے کا بیان

ارشاد ہوتا ہے کہ بعض عورتیں اپنے مردوں کو اور بعض اولاد اپنے ماں باپ کو یاد اللہ اور نیک عمل سے روک دیتی ہے جو درحقیقت دشمنی ہے، جس سے پہلے تنبیہ ہو چکی ہے کہ ایسا نہ ہو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں یاد اللہ سے غافل کر دیں اگر ایسا ہو گیا تو تمہیں بڑا گھاٹا رہے گا یہاں بھی فرماتا ہے کہ ان سے ہوشیار رہو، اپنے دین کی نگہبانی ان کی ضروریات اور فرمائشات کے پورا کرنے پر مقدم رکھو، بیوی بچوں اور مال کی خاطر انسان قطع رحمی کر گزرتا ہے اللہ کی نافرمانی پر تل جاتا ہے ان کی محبت میں پھنس کر احکام اسلامی کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں بعض اہل مکہ اسلام قبول کر چکے تھے مگر زن وفرزند کی محبت نے انہیں ہجرت سے روک دیا پھر جب اسلام کا خوب افشا ہو گیا تب یہ لوگ حاضر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے دیکھا کہ ان سے پہلے کے مہاجرین نے بہت کچھ علم دین حاصل کر لیا ہے اب جی میں آیا کہ اپنے ہاں بچوں کو سزا دیں جس پر یہ فرمان ہوا کہ ان تعفوا الخ، یعنی اب درگزر کرو آئندہ کے لئے ہوشیار رہو، اللہ تعالیٰ مال واولاد دے کر انسان کو پرکھ لیتا ہے کہ معصیت میں مبتلا ہونے والے کون ہیں اور اطاعت گذار کون ہیں؟ اللہ کے پاس جو اجر عظیم ہے تمہیں چاہئے اس پر نگاہیں رکھو جیسے اور جگہ فرمان ہے (ترجمہ) الخ، یعنی بطور آزمائش کے لوگوں کے لئے دنیوی خواہشات یعنی بیویاں اور اولاد، سونے چاندی کے بڑے بڑے لگے ہوئے ڈھیر، شائستہ گھوڑے، مویشی، کھیتی کی محبت کو زینت دی گئی ہے مگر یہ سب دنیا کی چندروزہ زندگی کا سامان ہے اور ہمیشہ رہنے والا اچھا ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین لمبے لمبے کرتے پہنے آ گئے دونوں بچے کرتوں میں الجھ الجھ کر گرتے پڑتے آ رہے تھے یہ کرتے سرخ، رنگ کے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں

جب ان پر پڑیں تو منبر سے اتر کر انہیں اٹھا کر لائے اور اپنے سامنے بٹھا لیا پھر فرمانے لگے اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اولاد آزمائش ہیں۔

میں ان دونوں کو گرتے پڑتے آتے دیکھ کر صبر نہ کر سکا آخر خطبہ چھوڑ کر انہیں اٹھانا پڑا۔ مسند میں ہے حضرت اشعث بن قیس فرماتے ہیں کندہ قبیلے کے وفد میں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا تمہاری کچھ اولاد بھی ہے میں نے کہا ہاں اب آتے ہوئے ایک لڑکا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا آپ نے فرمایا خبردار ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ تغابن، بیروت)

| |
|---|
| فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ |
| وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ |
| سو اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو اور سنو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمہارے اپنے لیے بہتر ہوگا اور |
| جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔ |

## حسب طاقت تقویٰ اختیار کرنے کا بیان

"فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" نَاسِخَة لِقَوْلِهِ "اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِه" "وَاسْمَعُوْا" مَا أُمِرْتُمْ بِهِ سَمَاع قَبُول "وَأَطِيْعُوْا وَأَنْفِقُوْا" فِي الطَّاعَة "خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ" خَبَر يَكُنْ مُقَدَّرَة جَوَاب الْأَمْر "وَمَنْ يُوقَ شُحّ نَفْسه فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ" الْفَائِزُونَ،

پس اللہ سے ڈرو جتنی طاقت رکھو یہ حکم اس قول ''"اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِه "'' کا ناسخ ہے۔ اور سنو یعنی جو تمہیں حکم دیا جائے اس کو سنو اور قبول کرو اور حکم مانو اور خرچ کرو، تمہارے اپنے لیے بہتر ہوگا یہاں پر لفظ خیر یہ یکن مقدرہ کی خبر ہے جو انفقوا کا امر کا جواب ہے۔ اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچا لیے جائیں سو وہی کامیاب ہیں۔

یعنی تقویٰ اختیار کرو مقدور بھر جب آیت اتقوا اللہ حق تقاتہ نازل ہوئی جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سے ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اللہ کا حق ہے تو صحابہ کرام پر بہت بھاری اور شاق ہوا کہ اللہ کے حق کے مطابق تقویٰ کس کے بس میں ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی طاقت اور مقدور سے زیادہ تکلیف نہیں دی، تقویٰ بھی اپنی طاقت کے مطابق واجب ہے، مقصد یہ ہے کہ حصول تقویٰ میں اپنی پوری توانائی اور کوشش کر لے تو اس سے اللہ کا حق ادا ہو جائے گا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ تغابن، بیروت)

## تقویٰ اختیار کرنے کی تدابیر اپنانے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ

اس کا دشمن رات کے آخری حصے میں دھاوا بولنے والا ہے تو وہ رات کے پہلے ہی حصے میں اپنے بچاؤ کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تا کہ دشمن کی غارت گری سے محفوظ رہ سکے اور جو شخص رات کے پہلے حصے میں بھاگنا شروع کر دیتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے جان لو اللہ کا مال بہت قیمتی ہے جو نہایت اونچی قیمت چکائے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا اور وہ اونچی قیمت اس کی راہ میں جان و مال کی قربانی ہے اور یاد رکھو اللہ کا مال جنت ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1278)

منزل" سے مراد مطلوب ومقصود کو حاصل کر لینا ہے طیبی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعے گویا رہرو آخرت کی مثال بیان فرمائی ہے کہ شیطان اس کی تاک میں ہے نفس اور اس کی باطل آرزوئیں اس شیطان کی مددگار ہیں اور اس طرح وہ اس شخص کی مانند ہے جس کا طاقتور اور عیار دشمن اس پر دھاوا بولنے کے لئے تیار کھڑا ہوا اور انتظار کر رہا ہو کہ رات کا پچھلا پہر آئے تو تاریکی اور سناٹے میں اس پر حملہ کر کے اس کو غارت وتباہ کر دے، پس اگر وہ رہرو آخرت ہوشیار ہو جائے، راہ ہدایت پر ابتداء ہی سے چلنا شروع کر دے اور اپنے اعمال میں نیت کا اخلاص پیدا کر لے تو وہ یقیناً شیطان سے اور اس کے مکر سے محفوظ رہے گا۔ ورنہ وہ اتنا عیار دشمن ہے کہ جہاں ذرا سی غفلت دیکھتا ہے اپنے مددگاروں کو لے کر فورا دھاوا بول دیتا ہے اور ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس امر کی راہنمائی فرمائی کہ راہ آخرت پر چلنا نہایت دشوار اور وہاں کی نعمتیں وسعادتیں حاصل کرنا سخت مشکل ہے، اس راستے میں ذرا سی غفلت وسستی بھی منزل کو دور سے دور کر دیتی ہے جب تک زیادہ سے زیادہ محنت وعمل اور سعی وکوشش نہیں کی جاتی وہ نعمتیں اور سعادتیں پوری طرح حاصل نہیں ہوسکتیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے " جان لو اللہ کا مال بہت قیمتی ہے " کے ذریعے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حدیث کے آخری جملے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مال یعنی جنت کی اگر کوئی قیمت ہوسکتی ہے اور اگر اس کو کسی چیز کے بدلے میں حاصل کیا جا سکتا ہے تو وہ اللہ پرستی وخدا ترسی اور نیک اعمال کا سرمایہ ہے اگر اللہ کی جنت حاصل کرنا چاہتے ہو تو نیکی کے راستے کو اختیار کرو، برائی کے نزدیک بھی نہ بھٹکو اور زیادہ سے زیادہ اچھے کام کرو۔ اسی مفہوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔ آیت (والباقیات الصالحات خیر عند ربك ثوابا وخیر املا )۔ اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجے بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجے بہتر ہے۔ اور فرمایا۔ آیت (ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ) ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی۔

| |
|---|
| اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ |
| اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے تو وہ اسے تمہارے لئے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدر شناس ہے بردبار ہے۔ |

## صدقہ کا ثواب سات سو گنا سے بھی بڑھا کر دیئے جانے کا بیان

"إِنْ تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا" بِأَنْ تَتَصَدَّقُوا عَنْ طِيب قَلْب "يُضَاعِفهُ لَكُمْ" وَفِي قِرَاءَة

يُضَعِّفهُ بِالتَّشْدِيدِ بِالْوَاحِدَةِ عَشْرًا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ وَأَكْثَر "وَيَغْفِر لَكُمْ" مَا يَشَاء "وَاَللَّه شَكُور" مُجَازٍ عَلَى الطَّاعَة "حَلِيم" فِي الْعِقَاب عَلَى الْمَعْصِيَة،

اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے یعنی پاکیزہ دل کے ساتھ تم صدقہ کرو تو وہ اسے تمہارے لئے کئی گنا بڑھا دے گا یہاں پر لفظ یضاعف ایک قرأت کے مطابق یضعف تشدید کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جو دس گنا سے لیکر سات سو یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور تمہیں بخش دے گا، جس کو وہ چاہے گا۔ اور اللہ بڑا قدر شناس ہے یعنی وہ اطاعت پر اجر دینے والا ہے۔ نافرمانی کی سزا دینے میں بردبار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص (صدق دل اور اخلاص نیت کی بنا پر) اپنے ایمان کو اچھا بنالیتا ہے تو وہ بھی جو نیک عمل کرتا ہے اس پر اس کے اعمالنامہ میں اس جیسی دس سے لے کر سات سو تک نیکیوں کا زائد اجر لکھا جاتا ہے اور وہ جو برا عمل کرتا ہے اس پر اس کے نامہ اعمال میں اس ایک ہی عمل کا گناہ لکھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملاقات کرے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 40)

اس امت کو اللہ نے اس فضل وکرم اور خصوصی احسان کے تحت جن خاص انعامات سے نوازا ہے ان میں سے ایک بہت بڑا انعام یہ بھی دیا ہے کہ جب کوئی آدمی مخلص اور صادق مومن نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بے حساب اس کا اجر صرف اسی ایک عمل کے برابر دینے پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ اس جیسے دس عمل کا ثواب اس کو دیا جاتا ہے اور اس پر بھی بس نہیں ہوتا بلکہ جوں جوں ایمان میں صدق واستقامت اور عمل میں خلوص و نیک نیتی بڑھتی جاتی ہے اسی قدر اجر وانعامات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہی نیک عمل پر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر عنایت فرمائے جاتے ہیں، بلکہ بعض حالات میں تو یہ اضافہ سینکڑوں اور ہزاروں کی حد سے بھی تجاوز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اگر حرم پاک میں کوئی نیک عمل کیا جائے تو اس مقدس جگہ کی عظمت و فضیلت کے طفیل میں اس پر ایک لاکھ اجر لکھے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اگر مومن سے بتقضائے بشریت کوئی برائی سرزد ہو جاتی ہے تو اس کا گناہ اضافہ کے ساتھ نہیں لکھا جاتا بلکہ جیسی برائی سرزد ہوتی ہے ویسا ہی یا اتنا ہی گناہ لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس احسان کرم کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

| |
|---|
| عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ |
| ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کا بیان

"عَالِم الْغَيْب" السِّرّ "وَالشَّهَادَة" الْعَلَانِيَة "الْعَزِيز" فِي مُلْكه "الْحَكِيم" فِي صُنْعه،

ہر پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا، اپنے ملک میں غالب، اپنی صنعت میں کمال حکمت والا ہے۔

## العزیز کے معانی وخواص کا بیان

"العزیز"۔غالب وبے مثل کہ کوئی اس پر غالب نہیں۔اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ اپنے نفس، اپنی خواہشات اور شیطان پر غالب رہے علم وعمل اور عرفات میں بے مثل بنے اور مخلوق اللہ کے آگے ہاتھ نہ پھیلا کر اپنی ذات کو عزت بخشے اور غیر اللہ کے آگے دست سوال دراز کر کے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔

ابوالعباس مریسی کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! عزت تو میں نے مخلوق اللہ سے بلند ہمتی اختیار کرنے (یعنی کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے ہی میں دیکھی ہے)۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ کو عزیز وغالب وبے مثل تو اسی نے جانا جس نے اس کے احکام اور اس کی شریعت کو عزیز یعنی (اپنے اوپر غالب) کیا اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں بے مثل بنا اور جس نے ان چیزوں میں سہل پسندی اور بے اعتنائی کا رویہ اختیار کیا اس نے اللہ کی عزت نہیں پہچانی یعنی اسے عزیز نہیں مانا۔اور ارشاد ربانی ہے۔آیت (و اللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لا یعلمون)۔اور اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے عزت ہے اور لیکن منافق اسے نہیں جانتے۔خاصیت جو شخص اس اسم کو فجر کی نماز کے بعد اکتالیس بار پڑھے وہ دنیا اور آخرت میں کسی کا محتاج نہ ہو اور بعد خواری کے عزیز ہو اس کے علاوہ بھی اس اسم مبارک کی بڑی عجیب وغریب خاصیتیں مذکور ہیں۔

# سُورَةُ الطَّلَاقِ

## یہ قرآن مجید کی سورت طلاق ھے

### سورت طلاق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الطَّلَاق (مَدَنِيَّة وَآيَاتهَا اثْنَتَا عَشْرَةَ آيَة)

سورہ طلاق مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، بارہ آیات اور دو سو انچاس کلمات اور ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔

### سورت طلاق کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں طلاق سے متعلق بعض احکام شرعیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ سورت طلاق کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ |
| لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ |
| وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ |
| اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کے طہر کے زمانہ میں انہیں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو، اور اللہ سے ڈرتے |
| رہو جو تمہارا رب ہے، اور انہیں ان کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی |
| کر بیٹھیں، اور یہ اللہ کی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، |
| (اے شخص!) تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے بعد کوئی نئی صورت پیدا فرما دے۔ |

### عورتوں کو طلاق دینے کے طریقہ کار کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ" الْمُرَاد أُمَّته بِقَرِينَةِ مَا بَعْده أَوْ قُلْ لَهُمْ "إِذَا طَلَّقْتُمْ النِّسَاء" أَيْ أَرَدْتُمْ الطَّلَاق "فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ" لِأَوَّلِهَا بِأَنْ يَكُون الطَّلَاق فِي طُهْر لَمْ تُمَسّ فِيهِ لِتَفْسِيرِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ رَوَاهُ الشَّيْخَانِ "وَأَحْصُوا الْعِدَّة" احْفَظُوهَا لِتُرَاجِعُوا قَبْل فَرَاغهَا "وَاتَّقُوا اللَّه رَبّكُمْ" أَطِيعُوهُ فِي أَمْره وَنَهْيه "لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتهنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ" مِنْهَا حَتَّى

تَـنـقَضِی عِدَّتھنَّ "اِلَّا اَنْ یَـاْتِیـنَ بِفَاحِشَۃٍ" زِنَا "مُبَیِّنَۃٍ" بِـفَـتـحِ الْیَـاءِ وَکَسْرِھَا بُیِّنَتْ اَوْ بَیِّنَۃ فَیَخْرُجْنَ لِاِقَامَۃِ الْحَدِّ عَلَیْھِنَّ "وَتِلْکَ" الْمَذْکُورَات "حُـدُود اللّٰہ وَمَنْ یَتَعَدَّ حُدُود اللّٰہ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسه لَا تَدْرِی لَعَلَّ اللّٰہ یُحْدِث بَعْد ذٰلِکَ" الطَّلَاق "اَمْرًا" مُرَاجَعَة فِیمَا اِذَا کَانَ وَاحِدَۃ اَوْ اثْنَتَیْنِ

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے فرمادیں۔جس سے مراد آپ کی امت ہے کیونکہ اس کے بعد آنے والا قرینہ موجود ہے اور وہ قل لہم ہے۔جب تم عورتوں کو طلاق دینا چاہو یعنی جب طلاق دینے کا ارادہ کرو تو ان کے طُہر کے زمانہ میں انہیں طلاق دو۔کیونکہ طلاق ایسے طہر میں ہو جس میں تم نے جماع نہ کیا ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی تفسیر نقل کی گئی ہے جس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔اور عِدّت کو شمار کرو، یعنی اس کو تم یاد رکھو تا کہ تم اس سے فراغت سے پہلے رجوع کرسکو۔اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے، یعنی امر ونہی میں اس کی اطاعت کرو۔اور انہیں ان کے گھروں سے باہر مت نکالو اور نہ وہ خود باہر نکلیں حتیٰ کہ ان کی عدت مکمل ہو جائے۔سوائے اس کے کہ وہ کھلی بے حیائی یعنی زنا کر بیٹھیں، یہاں پر لفظ مبینہ یہ یاء کی فتح اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے جو بینت یا بینۃ سے آیا ہے۔لہٰذا ان پر حد قائم کرنے کیلئے انہیں نکالا جائے۔اور یہ ذکر کردہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی حدود سے تجاوز کرے تو بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، (اے شخص!) تو نہیں جانتا شاید اللہ اس کے طلاق دینے کے بعد رجوع کی کوئی نئی صورت پیدا فرمادے۔جبکہ طلاق رجعی ایک ہو یا دو ہوں۔

## سورت طلاق آیت ا کے شان نزول کا بیان

یہ آیت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حق میں نازل ہوئی، انہوں نے اپنی بی بی کو عورتوں کے ایام مخصوصہ میں طلاق دی تھی، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ رجعت کریں، پھر اگر طلاق دینا چاہیں تو طہر یعنی پاکی کے زمانہ میں طلاق دیں، اس آیت میں عورتوں سے مراد مدخول بہا عورتیں ہیں۔

(جو اپنے شوہروں کے پاس گئی ہوں) صغیرہ، حاملہ اور آئسہ نہ ہوں۔آئسہ وہ عورت ہے جس کے ایام بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو گئے ہوں، ان کا وقت نہ رہا ہو۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ طلاق، لاہور)

حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ سے کہا گیا کہ آپ رجوع کر لیجیے کیونکہ وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والی اور بہت قیام کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں آپ کی ازواج میں سے ایک ہیں۔(قرطبی 18۔148)

سدی کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن عمر کے بارے میں نازل ہوئی انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی تو رسول اللہ نے انہیں مراجعت کا اور اس وقت تک اسے روکے رکھنے کا حکم دیا جب تک وہ پاک نہ ہو جائے پھر اسے حیض آئے اور پھر وہ پاک ہو تو اب چاہے تو جماع سے پہلے پہلے طلاق دے دو کیونکہ یہی عدت ہے جس کا اللہ نے حکم فرمایا ہے۔(زادالمسیر 8۔287)

| |
|---|
| فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا |
| ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ |
| وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ |
| پھر جب وہ اپنی مقررہ میعاد کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ |
| اور اپنوں میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنالو اور گواہی اللہ کے لئے قائم کیا کرو، ان سے اسی شخص کو نصیحت کی جاتی ہے |
| جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔ |

## عورتوں کے ساتھ معروف سلوک کرنے کا بیان

"فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ" قَارَبْنَ انْقِضَاءَ عِدَّتِهِنَّ "فَاَمْسِكُوْهُنَّ" بِاَنْ تُرَاجِعُوْهُنَّ "بِمَعْرُوْفٍ" مِنْ غَيْرِ ضِرَارٍ "اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ" اُتْرُكُوْهُنَّ حَتّٰى تَنْقَضِيَ عِدَّتُهُنَّ وَلَا تُضَارُّوْهُنَّ بِالْمُرَاجَعَةِ "وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ" عَلَى الْمُرَاجَعَةِ اَوِ الْفِرَاقِ "وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ" لَا لِلْمَشْهُوْدِ عَلَيْهِ اَوْ لَهُ "ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا" مِنْ كَرْبِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ،

پھر جب وہ اپنی مقررہ میعاد کے ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں بھلائی کے ساتھ یعنی بغیر نقصان پہنچائے رجوع کر کے اپنی زوجیت میں روک لو یا انہیں بھلائی کے ساتھ جدا کر دو۔ یعنی ان کو چھوڑ دو حتیٰ کہ عدت پوری ہو جائے اور تم رجوع کے ذریعے انہیں نقصان نہ پہنچاؤ اور اپنوں میں سے دو عادل مردوں کو گواہ بنالو جو رجوع یا جدائی پر گواہ ہوں۔ اور گواہی اللہ کے لئے قائم کیا کرو، نہ کہ مشہود علیہ کیلئے۔ ان باتوں سے اسی شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لئے دنیا و آخرت کے رنج و غم سے نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے۔

## سورت طلاق آیت ۲ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت عوف بن مالک اشجعی کے بارے میں نازل ہوئی وہ اس طرح کہ مشرکین نے ان کا بیٹا قید کر لیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی بدحالی کی شکایت لائے اور عرض کیا کیا دشمن نے میرے بیٹے کو قید کر لیا ہے اور ماں بہت غمزدہ ہے آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور صبر کرو میں تجھے بھی اور اسے (تیری بیوی کو) بھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کثرت سے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس نے کہا آپ نے ہمیں بڑی اچھی چیز کا حکم فرمایا انہوں نے یہ پڑھنا شروع کر دیا تو ان کے بیٹے سے دشمن غافل ہو گئے اور اور وہ ان کی بکریاں ہانک کر اپنے والد کے پاس لے آیا ان بکریوں کی تعداد چار ہزار تھی اس

موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (نیسابوری 355، سیوطی 304، ابن کثیر 4۔380، قرطبی 18۔160)

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ یہ آیت اشجع قبیلے کے ایک فقیر شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو تنگ دست اور کثیر العیال تھا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا اللہ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا رسول اللہ نے تجھے کیا عطا کیا اس نے کہا آپ نے مجھے کچھ نہیں دیا بس فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ وہ کچھ دیر ہی رکا کہ اس کا بیٹا اس کے پاس بکریاں لے آیا دشمن نے اسے پکڑ لیا تھا یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے ان بکریوں کے بارے میں سوال کیا اور اس نے آپ کو ان کی خبر دی تو آپ نے فرمایا انہیں سنبھالے رکھو۔ (نیسابوری 356، سیوطی 305، قرطبی 18۔160)

| |
|---|
| وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ |
| اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ |
| اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، |
| بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنے والے کیلئے رزق کا بیان

"وَيَرْزُقهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِب" يَخْطِر بِبَالِهِ "وَمَنْ يَتَوَكَّل عَلَى اللّٰه" فِي أُمُوره "فَهُوَ حَسْبه" كَافِيه "إِنَّ اللّٰه بَالِغ أَمْره" مُرَاده "قَدْ جَعَلَ اللّٰه لِكُلِّ شَيْء" كَرِخَاءٍ وَشِدَّة "قَدْرًا" مِيقَاتًا

اور اسے رزق دے گا جہاں سے وہ گمان نہیں کرتا یعنی جو اس کے دل میں بھی نہیں کھٹکا اور جو کوئی اپنے معاملات میں اللہ پر بھروسا کرے تو وہ اسے کافی ہے، بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کرنے والا ہے، یقیناً اللہ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے جس طرح رزق میں تنگی اور وسعت ہے۔

## رزق کے معاملہ میں توکل اختیار کرنے کی تعلیم کا بیان

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر توکل واعتماد کرو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو یقیناً وہ تمہیں اسی طرح روزی دے گا جس طرح کہ پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ (وہ پرندے صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھرے اپنے گھونسلوں میں واپس آتے ہیں۔

(ترمذی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1227)

توکل کا حق یہ ہے کہ اول تو اس بات پر پورا یقین واعتقاد ہو کہ کسی بھی چیز کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اور ہر موجودہ کو خواہ وہ جاندار یا غیر جاندار مخلوق ہو یا رزق، کسی چیز کا ملنا ہو یا نہ ملنا ہو، ضرر ہو یا نفع ہو، غربت وافلاس ہو یا

ثروت و مال داری ہو، مرض ہو یا صحت ہو اور موت ہو یا حیات ہو، غرضیکہ کوئی بھی چیز ہو، سب کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور سب چیزیں اسی کی طرف سے ہیں، پھر اس امر کا پختہ اعتقاد ہو کہ رزق کا ضامن بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اور پھر اس یقین واعتقاد کے ساتھ حصول معاش کی سعی و جہد میں اچھے طور طریقوں سے اور مناسب و معقول صورت میں مشغول ہو، یعنی کسب و کمائی میں زیادہ تعب ومشقت برداشت نہ کرے، حرص ولالچ میں مبتلا نہ ہو، ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی جدو جہد نہ کرے اور کمانے کی دھن میں غرق نہ ہو جائے کہ حلال وحرام کی تمیز بھی نہ کر سکے۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا گمان یہ ہو کہ "توکل" نام سے کسب و عمل کے ترک کر دینے کا" اور ہاتھ پاؤں کو معطل کر دینے اور اپاہج بن کر" پڑے رہنے کا کہ جس طرح کسی کپڑے کو زمین پر ڈال دیا جائے تو، وہ شخص نرا جاہل ہے۔

حضرت امام قشیری رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ "توکل کا اصل مقام قلب ہے اور حصول معاش کے لئے حرکت و عمل ایک ظاہری فعل ہے جو توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ اصل اعتماد اپنے کسب و عمل کی بجائے محض اللہ تعالیٰ پر ہو، اسی لئے حدیث میں پرندہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور وہ اگر چہ اپنی روزی کی تلاش میں نکلتا ہے اور سارے جہاں میں مارا مارا پھرتا ہے لیکن اس کا اصل اعتماد اللہ تعالیٰ ہی پر ہوتا ہے، نہ کہ اپنی طلب اور جدو جہد اور اپنی تدبیر وقوت پر لہٰذا اس سے واضح ہوا کہ انسان کا حصول معاش کے لئے معقول اور مناسب طریقہ پر جدو جہد اور سعی کرنا اللہ تعالیٰ پر اعتماد و بھروسہ کرنے کے منافی نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آیت (**وکاین من دابة لا تحمل رزقها الله یرزقها وایاکم**) یعنی اور کوئی جانور اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتا بلکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کو بھی اور تمہیں بھی رزق عطا کرتا ہے۔ حاصل یہ کہ حدیث کا مفہوم اس امر سے آگاہ کرنا ہے کہ سعی جدو جہد اور کسب و عمل حقیقت میں رزق پہنچانے والا نہیں ہے بلکہ رزق پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اسی طرح حدیث کا مقصد یہ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اپنی روزی کمانے کے لئے حرکت و عمل سے باز رکھا جائے کیونکہ اللہ پر توکل واعتماد کا تعلق دل سے ہے جو اعضائے ظاہری کی حرکت و عمل کے مطلقاً منافی نہیں ہے، گو بسا اوقات اعضاء وجوارح کی حرکت اور کسی کسب و عمل کے بغیر بھی اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے بلکہ توکل کی برکت تو یہاں تک ہوتی ہے کہ متوکل کو اپنا رزق لینے کے لئے حرکت بھی کرنا نہیں پڑتی بلکہ دوسرے حرکت کر کے اس تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق پہنچاتے ہیں جیسا کہ اس ارشاد ربانی کے عمومی مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔ آیت (**ومامن دابة فی الارض الا علی الله رزقها**) ۔ کہ جب کوے کے بچے انڈے سے باہر آتے ہیں تو بالکل سفید ہوتے ہیں اور کوا ان بچوں کو دیکھتا ہے تو وہ اسے بہت برے لگتے ہیں چنانچہ ان بچوں کو چھوڑ کر کوا چلا جاتا ہے۔ اور وہ تنہا پڑے رہ جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کے پاس مکھی اور چیونٹیاں بھیجتا ہے جن کو وہ بچے چن چن کر کھاتے ہیں اور پرورش پاتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو اپنا رنگ بدل دیتے ہیں اور بالکل سیاہ ہو جاتے ہیں، پھر جب کچھ عرصہ کے بعد کوا ان بچوں کے پاس آتا ہے اور ان کو سیاہ رنگ کو دیکھتا ہے تو ان کو لے کر بیٹھ جاتا ہے اور ان کی پرورش کرنے لگتا ہے اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ بغیر حرکت وسعی کے بھی کسی طرح رزق پہنچاتا ہے۔

## توکل اور شداد کے واقعہ کا بیان

اس سلسلے میں کافی حکایتیں بیان کی جاتی ہیں لیکن یہ حکایت تو بہت ہی عجیب وغریب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روح قبض کرنے والے فرشتے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ کیا کسی کی روح نکالتے وقت تجھے رحم بھی کبھی آیا ہے؟ عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ہاں اے میرے پروردگار، ایک موقع پر تو مجھے بہت ہی رحم آیا تھا اور وہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ ایک کشتی ٹوٹ گئی تھی اور اس کے لوگ پانی میں غرق ہو گئے تھے لیکن کچھ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے تھے اور کشتی کے باقی ماندہ تختوں پر تیر رہے تھے، انہی میں ایک عورت تھی جو ایک تیرتے ہوئے تختے پر بیٹھی ہوئی اپنے شیر خوار بچے کو دودھ پلا رہی تھی، جبھی تیرا حکم ہوا کہ اس عورت کی روح قبض کر لی جائے چنانچہ میں نے اس عورت کی روح قبض کر لی، لیکن اس کے بچے پر بہت رحم آیا جو اس دریا میں ایک ٹوٹے ہوئے تختے پر تنہا رہ گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے اس بچے کا انجام کیا ہو؟ میں نے اس تیرتے ہوئے تختے کو ایک جزیرہ کے کنارے لگ جانے کا حکم دیا جہاں اس نے بچہ کو ساحل پر ڈال دیا، پھر میں نے ایک شیرنی اس بچے کے پاس بھیجی جس نے اس کو اپنا دودھ پلا پلا کر پرورش کیا، جب وہ کچھ بڑا ہو گیا تو میں نے کچھ جنات متعین کر دیئے تاکہ وہ اس بچے کو آدمیوں کی بول چال اور رہن سہن کی تعلیم دیں، یہاں تک کہ وہ ایک مضبوط جوان ہو گیا اور پھر علم وفضل میں کمال حاصل کرتا ہوا علماء کی صف میں داخل ہو گیا، دولت وامارت سے بہرہ مند ہوا اور آخر کار سلطنت کے مرتبہ کو پہنچ کر تمام روئے زمین کا بادشاہ وحکمران بن گیا، تب وہ اپنی اصل حقیقت کو بھول گیا، روئے زمین پر چلنے والی اس کی مطلق العنانی اس کی انسانیت وعبودیت کی سب سے بڑی دشمن بن گئی، اس نے عبودیت کے مرتبہ اور ربوبیت کے حقوق کو فراموش کر دیا اس کو یہ یاد نہ رہا کہ اللہ تو وہ ذات ہے جس نے اس کو دریا کی لہروں سے زندہ بچا کر اپنی قدرت کے ذریعہ پرورش وتربیت کے مراحل سے گزارا اور پھر اس مرتبہ تک پہنچایا کہ آج وہ تمام روئے زمین کا بادشاہ اور مطلق العنان حکمران بنا بیٹھا ہے، جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟ وہ اس دنیا میں شداد کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ بہرحال اہل ایمان کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بہت رحیم وکریم ہے وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے، جب وہ اپنے دشمنوں کو رزق دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ان بندوں کو بھول جائے جو اس کے دوست اور محبوب ہیں۔

| |
|---|
| وَالّٰٓـئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـئِیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ |
| وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ○ |
| اور وہ عورتیں جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، اگر تم شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور |
| ان کی بھی جنھیں حیض نہیں آیا اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں اور جو کوئی |
| اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں آسانی پیدا کر دے گا۔ |

## عورتوں کے عدت کا بیان

"وَاللَّائِي" بِهَمْزَةٍ وَيَاء وَبِلَا يَاء فِي الْمَوْضِعَيْنِ "يَئِسْنَ مِنْ الْمَحِيض" بِمَعْنَى الْحَيْض "مِنْ نِسَائِكُمْ إنْ ارْتَبْتُمْ" شَكَكْتُمْ فِي عِدَّتهنَّ "فَعِدَّتهنَّ ثَلَاثَة أَشْهُر وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ" لِصِغَرِهِنَّ فَعِدَّتهنَّ ثَلَاثَة أَشْهُر وَالْمَسْأَلَتَانِ فِي غَيْر الْمُتَوَفَّى عَنْهُنَّ أَزْوَاجهنَّ أَمَّا هُنَّ فَعِدَّتهنَّ مَا فِي آيَة "يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَة أَشْهُر وَعَشْرًا" "وَأُولَات الْأَحْمَال أَجَلهنَّ" انْقِضَاء عِدَّتهنَّ مُطَلَّقَات أَوْ مُتَوَفَّى عَنْهُنَّ أَزْوَاجهنَّ "أَنْ يَضَعْنَ حَمْلهنَّ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّه يَجْعَل لَهُ مِنْ أَمْره يُسْرًا" فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة،

یہاں پر لفظ اللائی دونوں مقامات پر ہمزہ اور یاء کے ساتھ اور بغیر یاء کے بھی آیا ہے۔ اور وہ عورتیں جو تمھاری عورتوں میں سے حیض سے ناامید ہو چکی ہیں، یہاں پر لفظ محیض بہ معنی حیض ہے۔ اگر تم ان کی عدت میں شک کرو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں بچپن کے سبب حیض نہیں آیا اور یہ دونوں مسائل ان عورتوں کیلئے ہیں جن کے شوہر فوت نہیں ہوئے۔ جبکہ شوہر فوت ہونے والی عورتوں کی عدت آیت میں چار ماہ دس دن بیان ہوئی ہے۔ اور جو حمل والی ہیں ان کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کر دیں اگرچہ ان کی طلاق والی عدت یا عدت وفات پوری ہو جائے۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے اس کے کام میں دنیا اور آخرت میں آسانی پیدا کر دے گا۔

## سورت طلاق آیت ۴ کے شان نزول کا بیان

مقاتل کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (والمطلقت یتربصن بانفسهن) (سورہ بقرہ 228) اور طلاق والی عورتیں تین حیض تک اپنے تئیں روکے رہیں۔ تو خلاد بن نعمان بن قیس انصاری نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو یا ابھی حیض آنا شروع نہ ہوا ہو اور ان کی حاملہ عورتوں کی عدت کیا ہے؟ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(نیسابوری 356، ابن کثیر 4۔ 381، قرطبی 18۔ 162)

ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ جب سورہ بقرہ میں ایک طرح کی عورتوں کی عدت نازل ہوئی تو انہوں نے کہا ابھی ان عورتوں کی جو بہت چھوٹی ہوں (اور حیض شروع ہی نہ ہوا ہو) یا بہت بڑی ہوں (کہ حیض نہ آتا ہو) یا حاملہ ہوں کی عدت ذکر نہیں کی گئی تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مقاتل نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ خلاد بن عمرو بن جموح نے ان عورتوں کی عدت کے بارے میں پوچھا جنہیں حیض نہ آتا ہو تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (سیوطی 306، طبری 17۔ 91، قرطبی 18۔ 162، ابن کثیر 4۔ 381)

## اگر عدت دو طرح کی جمع ہو جائے تو زیادہ مدت والی عدت کا اعتبار کیا جائے گا۔ قاعدہ فقہیہ

اگر عدت دو طرح کی جمع ہو جائے تو زیادہ مدت والی عدت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (الفروق)

## عدت کی تعریف

عدت یہ ہے کہ زوال نکاح کے سبب عورت کو روکا جاتا ہے۔ (جوہرہ نیرہ ج ۲۴۲، رحمانیہ لاہور)

جبکہ اصطلاح شریعت میں کسی عورت کے وہ ایام جن میں اسے زوال نکاح کی وجہ سے روکا جاتا ہے اور ان دنوں میں اس کا نان ونفقہ اس کے شوہر کے ذمے لازم ہوتا ہے اور اسی مدت کے دوران اگر اسکا شوہر فوت ہو جائے تو وہ وراثت سے حصہ بھی حاصل کرے گی۔ اس قاعدہ کا ثبوت یہ ہے۔ ترجمہ: اور وہ لوگ جو تم میں سے وفات پا جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) چار ماہ دس دن تک اپنے آپ کو روک رکھیں۔ (البقرہ)

اس آیت میں عدت وفات کو بیان کیا گیا ہے کہ شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد اسکی بیوی کو چار ماہ دس دن کی عدت گذارنے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ یہ عدت گذارنے کے بعد جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

اسی طرح یہ حکم ہے۔ ترجمہ: حمل والی عورتوں کی عدت یہ ہے جبکہ وہ حمل سے فارغ ہو جائیں۔ (الطلاق پارہ ۲۸)

اس آیت میں حاملہ عورتوں کی عدت کو بیان کیا گیا ہے کہ ان کی عدت وضع حمل ہے اگر حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو گیا تو اس عورت میں دو عدتیں جمع ہو گئیں، یعنی عدت وفات اور عدت حمل، تو اس قاعدہ کے مطابق ہر وہ عدت جس کی مدت زیادہ ہو گی اس کا اعتبار کیا جائے گا، کیونکہ تھوڑی مدت تو زیادہ مدت کے اندر موجود ہوتی ہے جبکہ زیادہ مدت کو کم مدت کے اندر منحصر نہیں کیا جا سکتا۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔ اگر کسی عورت کو طلاق رجعی دی گئی اور وہ عدت میں تھی کہ اس کے شوہر کا وصال ہو گیا تو بالا جماع وہ عدت وفات کو پورا کرے گی۔

## انتباہ

فقہاء فرماتے ہیں کہ عدت میں علت یہ ہوتی ہے کہ استبراء رحم ہو جائے اور اگر کسی حاملہ عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور اس کا حمل ایک ماہ بعد از وفات یا اسکی وفات کے چند دن بعد اگر وضع ہو جائے، یعنی اس نے اگر بچہ جن لیا تو اسکی عدت ختم ہو جائے گی، کیونکہ عدت حمل کا اعتبار تھا اور وہ مکمل ہو گئی اور عدت استبرائے رحم تھی وہ تو ہو چکی للہذا حاملہ عورت کی عدت ہر حال میں وضع حمل ہے اور اس کے ختم ہوتے ہی اسکی عدت مکمل ہو جائے گی۔

### عدت کی اقسام:

### ا۔ عدت مطلقہ کا بیان

ہر وہ شادی شدہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور آزاد ہو اور اسے طلاق دے دی گئی تو اس کی عدت تین حیض ہے جس طرح قرآن پاک میں آیا ہے کہ حیض والی عورتیں اپنے آپ کو تین قروء یعنی حیض روک رکھیں۔

## ۲۔عدت وفات کا بیان

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔اور اگر وہ باندی ہے تو اسکی عدت دو ماہ پانچ دن ہے کیونکہ آزاد کی عدت کا نصف یہی ہے۔

## ۳۔عدت حمل کا بیان

ہر وہ عورت جو حاملہ ہو اس کی عدت وضع حمل ہے چاہے اسے طلاق دی گئی یا فسخ نکاح ہوا یا اس کا شوہر فوت ہو گیا۔

## ۴۔عدت آئسہ کا بیان

وہ عورت جس کو حیض نہ آتا ہو اور اس کے شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو اسکی عدت تین ماہ ہے۔جس طرح قرآن میں آیا ہے،''اور تمہاری عورتوں میں سے جن کو حیض نہ آئے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔

## ۵۔باندی کی عدت کا بیان

باندی کی عدت دو حیض ہے کیونکہ حدیث مبارکہ ہے کہ باندی کیلئے دو طلاقیں ہیں اور عدت بھی دو حیض ہے۔

## ۶۔انتقال عدت کا بیان

اگر کسی شخص نے باندی کو طلاق رجعی کی عدت میں اسے آزاد کر دیا تو اسکی عدت آزاد عورتوں کی عدت کی طرف لوٹ جائے گی اور اب وہ آزاد عورتوں کے نصاب عدت کے مطابق ایام پورے کرے گی۔

(ہدایہ اولین ج ۲ ص ۴۰۳، مجتبائی دہلی)

## ۷۔منکوحہ فاسدہ اور موطوءِ مشتبابہ کی عدت کا بیان

اگر کسی عورت کا نکاح بھی نکاح فاسد تھا یا کسی شخص نے کسی عورت سے اشتباہ کی وجہ سے جماع کر لیا تو اسکی عدت تین حیض ہو گی کیونکہ استبرائے رحم کیلئے وہی عدت معروف ہے۔

## ۸۔مفقود الشوہر عورت کی عدت کا بیان

وہ عورت جس کا شوہر غائب ہو جائے اور اسکی زندگی یا موت کا بالکل پتہ نہ چلے تو اس عورت کی عدت فقہاء مالکیہ کے نزدیک چار سال ہے۔کہ وہ چار سال تک اپنے شوہر کا انتظار کرے اور اس کے بعد وہ کسی دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے۔

## ۹۔ذمیہ عورت کی عدت کا بیان

امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ عورت جو ذمیہ ہو اور اس کے ذمی شوہر نے اگر اسے طلاق دے دی تو اس ذمیہ پر کوئی عدت نہیں ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کی عدت ہے۔(ہدایہ اولین ج ۲ ص ۴۰۶، مجتبائی دہلی)

| |
|---|
| ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ |
| یہ اللہ کا حکم ہے جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے |
| اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔ |

## اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے حکم کا بیان

"ذٰلِكَ" الْمَذْكُور فِي الْعِدَّة "أَمْر اللّٰه" حُكْمه

یہ اللہ کا حکم ہے جو عدت کے بارے میں نازل کیا گیا ہے۔ جسے اس نے تمھاری طرف نازل کیا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہر وہ بندہ مومن جس کی آنکھوں سے اللہ کے خوف میں آنسو نکلیں اگر چہ وہ آنسو مکھی کے سر کے برابر (یعنی بہت معمولی مقدار میں) کیوں نہ ہوں۔ اور پھر وہ آنسو بہہ کر اس کے وجیہ (خوبصورت) پر پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دے گا۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1289)

| |
|---|
| اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ |
| اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ |
| اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝ |
| انھیں وہاں سے رہائش دو جہاں تم رہتے ہو، اپنی طاقت کے مطابق اور انھیں اس لیے تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو اور اگر وہ حمل والی |
| ہوں تو ان پر خرچ کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں، پھر اگر وہ تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی اجرتیں دو اور |
| آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرو اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو عنقریب اسے کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔ |

## عورتوں کو عدت میں مسکن ونفقہ دینے کا بیان

"أَسْكِنُوهُنَّ" أَيْ الْمُطَلَّقَات "مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ" أَيْ بَعْض مَسَاكِنكُمْ "مِنْ وُجْدكُمْ" أَيْ سَعَتكُمْ عَطْف بَيَان أَوْ بَدَل مِمَّا قَبْله بِإِعَادَةِ الْجَار وَتَقْدِير مُضَاف أَيْ أَمْكِنَة سَعَتكُمْ لَا مَا دُونهَا "وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ" الْمَسَاكِن فَيَحْتَجْنَ إِلَى الْخُرُوج أَوْ النَّفَقَة فَيَفْتَدِينَ مِنْكُمْ "وَإِنْ كُنَّ أُولَات حَمْل فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى يَضَعْنَ حَمْلهنَّ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ" أَوْلَادكُمْ مِنْهُنَّ "فَآتُوهُنَّ أُجُورهنَّ" عَلَى الْإِرْضَاع "وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ" وَبَيْنهنَّ "بِمَعْرُوفٍ"

بِجَمِيلٍ فِي حَقِّ الْأَوْلَادِ بِالتَّوَافُقِ عَلَى أَجْرٍ مَعْلُومٍ عَلَى الْإِرْضَاعِ "وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ" تَضَايَقْتُمْ فِي الْإِرْضَاعِ فَامْتَنَعَ الْأَبُ مِنَ الْأُجْرَةِ وَالْأُمُّ مِنْ فِعْلِهِ "فَسَتُرْضِعُ لَهُ" لِلْأَبِ "أُخْرَى" وَلَا تُكْرَهُ الْأُمُّ عَلَى إِرْضَاعِهِ

انھیں یعنی مطلقات کو وہاں سے رہائش دو جہاں تم رہتے ہو، یعنی اپنے بعض گھروں میں رہائش دو جو تمہارے پاس ہو، اپنی طاقت کے مطابق، یہاں پر لفظ سعتکم یہ عطف بیان ہے یا ماقبل اعادہ جار سے بدل ہے اور مضاف مقدر ہے یعنی انہیں اپنی حیثیت کے مطابق ٹھہراؤ۔ جبکہ اس سے کم نہیں۔ اور انھیں اس لیے تکلیف نہ دو کہ ان پر تنگی کرو کہ وہ وہاں سے خروج پر مجبور ہو جائیں۔ یا نہیں نفقہ پر مجبور کرو کہ وہ نکل جائیں۔ اور اگر وہ حمل والی ہوں تو ان پر خرچ کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل وضع کر لیں، پھر اگر وہ تمھارے لیے دودھ پلائیں تو انھیں ان کی رضاعت کی اجرتیں دو اور آپس میں اچھے طریقے سے مشورہ کرو یعنی جو تمہاری اولاد کے حق میں اچھا ہو جس میں دودھ پلانے کی اجرت معلوم ہو۔ اور اگر تم آپس میں تنگی کرو تو عنقریب اسے کوئی اور عورت دودھ پلا دے گی۔ لہٰذا ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

## طلاق کے بعد بھی سلوک کی ہدایت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی اپنی بیوی کو طلاق دے تو عدت کے گذر جانے تک اس کے رہنے سہنے کو اپنا مکان دے، یہ جگہ اپنی طاقت کے مطابق ہے یہاں تک کہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اگر زیادہ وسعت نہ ہو تو اپنے ہی مکان کا ایک کونہ اسے دے دے، اسے تکلیفیں پہنچا کر اس قدر تنگ نہ کرو کہ وہ مکان چھوڑ کر چلی جائے یا تم سے چھوٹنے کے لئے اپنا حق مہر چھوڑ دے یا اس طرح کہ طلاق دی دیکھا کہ دو ایک روز عدت کے رہ گئے ہیں رجوع کا اعلان کر دیا پھر طلاق دے دی اور عدت کے ختم ہونے کے قریب رجعت کر لی تا کہ نہ وہ بیچاری سہاگن رہے نہ رانڈ، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر طلاق والی عورت حمل سے ہو تو بچہ ہونے تک اس کا نان نفقہ اس کے خاوند کے ذمہ ہے۔

اکثر علماء کا فرمان ہے کہ یہ خاص ان عورتوں کے لئے بیان ہو رہا ہے جنہیں آخری طلاق دے دی گئی ہو جس سے رجوع کرنے کا حق ان کے خاوندوں کو نہ رہا ہو اس لئے کہ جن سے رجوع ہو سکتا ہے ان کی عدت تک کا خرچ تو خاوند کے ذمہ ہے ہی وہ حمل سے ہوں تب اور بے حمل ہوں تو بھی اور حضرات علماء فرماتے ہیں یہ حکم بھی انہیں عورتوں کا بیان ہو رہا ہے جن سے رجعت کا حق حاصل ہے کیونکہ اوپر بھی انہی کا بیان تھا اسے الگ اس لئے بیان کر دیا کہ عموماً حمل کی مدت لمبی ہوتی ہے اس لیے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ عدت کے زمانے جتنا نفقہ تو ہمارے ذمہ ہے پھر نہیں اس لئے صاف طور پر فرما دیا کہ رجعت والی طلاق کے وقت اگر عورت حمل سے ہو تو جب تک بچہ نہ ہو اس کا کھلانا پلانا خاوند کے ذمہ ہے۔ پھر اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے کہ خرچ اس کے لئے حمل کے واسطے سے ہے یا حمل کے لئے ہے۔

امام شافعی وغیرہ سے دونوں قول مروی ہیں اور اس بناء پر بہت سے فروعی مسائل میں بھی اختلاف رونما ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے

کہ جب یہ مطلقہ عورتیں حمل سے فارغ ہو جائیں تو اگر تمہاری اولاد کو وہ دودھ پلائیں تو تمہیں ان کی دودھ پلائی دینی چاہئے۔ ہاں عورت کو اختیار ہے خواہ دودھ پلائے یا نہ پلائے لیکن اول دفعہ کا دودھ اسے ضرور پلانا چاہئے گو پھر دودھ نہ پلائے کیونکہ عموماً بچہ کی زندگی اس دودھ کے ساتھ وابستہ ہے اگر وہ بعد میں بھی دودھ پلاتی رہے تو ماں باپ کے درمیان جو اجرت طے ہو جائے وہ ادا کرنی چاہئے، تم میں آپس میں جو کام ہوں وہ بھلائی کے ساتھ باقاعدہ دستور کے مطابق ہونے چاہئیں نہ اس کے نقصان کے درپے رہے نہ وہ اسے ایذاء پہنچانے کی کوشش کرے، جیسے سورہ بقرہ میں فرمایا (ترجمہ) یعنی بچہ کے بارے میں نہ اس کی ماں کو ضرور پہنچایا جائے نہ اس کے باپ کو۔

پھر فرماتا ہے اگر آپس میں اختلاف بڑھ جائے مثلاً لڑکے کا باپ کم دینا چاہتا ہے اور اس کی ماں کو منظور نہیں یا ماں زائد مانگتی ہے جو باپ پر گراں ہے اور موافقت نہیں ہو سکتی دونوں کسی بات پر رضا مند نہیں ہوتے تو اختیار ہے کہ کسی اور دایہ کو دیں ہاں جو اور دایہ کو دیا جانا منظور کیا جاتا ہے اگر اسی پر اس بچہ کی ماں رضا مند ہو جائے تو زیادہ مستحق یہی ہے، پھر فرماتا ہے کہ بچے کا باپ یا ولی جو اسے چاہئے کہ بچے پر اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے، تنگی والا اپنی طاقت کے مطابق دے، طاقت سے بڑھ کر تکلیف کسی کو اللہ نہیں دیتا۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ کی بابت حضرت عمر نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مٹوا کپڑا پہنتے ہیں اور ہلکی غذا کھاتے ہیں آپ نے حکم دیا کہ انہیں ایک ہزار دینار بھجوا دو اور جس کے ہاتھ بھجوائے ان سے کہہ دیا کہ دیکھنا وہ ان دیناروں کو پا کر کیا کرتے ہیں؟ جب یہ اشرفیاں انہیں مل گئیں تو انہوں نے باریک کپڑے پہننے اور نہایت نفیس غذائیں کھانی شروع کر دیں، قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے اس نے اس آیت پر عمل کیا کہ کشادگی والا اپنی کشادگی کے مطابق خرچ کرے اور تنگی و ترشی والا اپنی حالت کے موافق، طبرانی کی ایک غریب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شخص کے پاس دس دینار تھے اس نے ان میں سے ایک راہ اللہ صدقہ کیا دوسرے کے پاس دس اوقیہ تھے اس نے اس میں سے ایک اوقیہ یعنی چالیس درہم خرچ کئے تیسرے کے پاس سو اوقیہ تھے جس میں سے اس نے اللہ کے نام پر دس اوقیہ خرچ کئے تو یہ سب اجر میں اللہ کے نزدیک برابر ہیں اس لئے کہ ہر ایک نے اپنے مال کا دسواں حصہ فی سبیل اللہ دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سچا وعدہ دیتا ہے کہ وہ تنگی کے بعد آسانی کر دے گا جیسے اور جگہ فرمایا (ترجمہ) تحقیق کے ساتھ آسانی ہے۔

مسند احمد کی حدیث اس جگہ وارد کرنے کے قابل ہے جس میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اگلے زمانہ میں ایک میاں بیوی تھے جو فقر و فاقہ سے اپنی زندگی گذار رہے تھے پاس کچھ بھی نہ تھا ایک مرتبہ یہ شخص سفر سے آیا اور سخت بھوکا تھا بھوک کے مارے بیتاب تھا آتے ہی اپنی بیوی سے پوچھا کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا آپ خوش ہو جایئے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روزی ہمارے ہاں آ پہنچی ہے اس نے کہا پھر لاؤ جو کچھ ہو دے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ بیوی نے کہا اور ذرا سی دیر صبر کر لو اللہ کی رحمت سے

ہمیں بہت کچھ امید ہے پھر جب کچھ دیر اور ہوگئی اس نے بیتاب ہو کر کہا جو کچھ تمہارے پاس ہے دیتی کیوں نہیں؟ مجھے تو بھوک سے سخت تکلیف ہو رہی ہے بیوی نے کہا اتنی جلدی کیوں کرتے ہو؟ اب تنور کھولتی ہوں، تھوڑی دیر گذرنے کے بعد جب بیوی نے دیکھا کہ یہ اب پھر تقاضہ کرنا چاہتے ہیں تو خود بخود کہنے لگیں اب اٹھ کر تنور کو دیکھتی ہوں اٹھ کر جو دیکھتی ہیں تو قدرت اللہ سے ان کے توکل کے بدلے وہ بکری کے پہلو کے گوشت سے بھرا ہوا ہے دیکھتی ہیں کہ گھر کی دونوں چکیاں از خود چل رہی ہیں اور برابر آٹا نکل رہا ہے انہوں نے تنور میں سے سب گوشت نکال لیا اور چکیوں میں سارا آٹا اٹھالیا اور جھاڑ دیں۔

حضرت ابو ہریرہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اگر وہ صرف آٹا لے لیتیں اور چکی نہ جھاڑتیں تو وہ قیامت تک چلتی رہتیں اور روایت میں ہے کہ ایک شخص اپنے گھر پہنچا دیکھا کہ بھوک کے مارے گھر والوں کا برا حال ہے آپ جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے یہاں ان کی نیک بخت بیوی صاحبہ نے جب دیکھا کہ میاں بھی پریشان حال ہیں اور یہ منظر دیکھ نہیں سکے اور چل دیئے تو چکی کو ٹھیک ٹھاک کیا تنور سلگایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگیں اے اللہ ہمیں روزی دے دعا کر کے اٹھیں تو دیکھا کہ ہنڈیا گوشت سے پر ہے تنور میں روٹیاں لگ رہی ہیں اور چکی سے برابر آٹا ابلا چلا آتا ہے اتنے میں میاں بھی تشریف لائے پوچھا کہ میرے بعد تمہیں کچھ ملا؟ بیوی صاحبہ نے کہا ہاں ہمارے رب نے ہمیں بہت کچھ عطا فرمادیا اس نے جا کر چکی کے دوسرے پاٹ کو اٹھالیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان ہوا تو آپ نے فرمایا اگر وہ اسے نہ اٹھاتا تو قیامت تک یہ چکی چلتی ہی رہتی۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، سورہ طلاق، بیروت)

| |
|---|
| لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ |
| لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ |
| لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ |
| نے اسے دیا ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔ |

## عسر و یسر کے مطابق مطلقات پر خرچ کرنے کا بیان

"لِيُنْفِقْ" عَلَى الْمُطَلَّقَات وَالْمُرْضِعَات "ذُو سَعَة مِنْ سَعَته وَمَنْ قُدِرَ" ضُيِّقَ "عَلَيْهِ رِزْقه فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ" أَعْطَاهُ "اللَّه" عَلَى قَدْره "لَا يُكَلِّف اللَّه نَفْسًا إلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّه بَعْد عُسْر يُسْرًا" وَقَدْ جَعَلَهُ بِالْفُتُوحِ،

لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے مطلقات اور مرضعات پر خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔ یعنی وہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔ یقیناً اس نے فتوحات کے ساتھ ایسا کیا ہے۔

## بیوی اور اولاد کا بقدر ضرورت نفقہ خاوند پر واجب ہے

ام المؤمنین حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہندہ بنت عتبہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا شوہر ابوسفیان بہت بخیل اور حریص ہے وہ مجھ کو اتنا خرچ نہیں دیتا جو مجھے اور میری اولاد کی ضروریات کے لئے کافی ہو جائے البتہ اگر میں اس کے مال میں سے خود کچھ نکال لوں اس طرح اس کو خبر نہ ہو تو ہماری ضروریات پوری ہو جاتی ہیں تو کیا یہ جائز ہے کہ میں شوہر کو خبر کئے بغیر اس کے مال میں سے اپنی اور اولاد کی ضروریات کے بقدر کچھ نکال لوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی ضروریات کے بقدر کہ جو شریعت کے مطابق ہو یعنی اوسط درجہ کا خرچ اس کے مال میں سے لے لیا کرو۔ (بخاری ومسلم)

امام نووی شافعی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نفقہ بقدر ضرورت واجب ہے۔ چنانچہ تمام علماء کا اس پر اجماع و اتفاق ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت ہوتے ہیں (۱) مرد پر اس کی بیوی اور نابالغ اولاد (جس کی ذاتی ملکیت میں مال نہ ہو) کا نفقہ واجب ہے (۲) نفقہ ضرورت و حاجت کے بقدر واجب ہوتا ہے (۳) فتویٰ دیتے وقت یا کوئی شرعی حق نافذ کرتے وقت اجنبی عورت کا کلام سننا جائز ہے (۴) کسی شخص کے بارے میں ایسی کوئی بات بیان کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناگواری محسوس کرے جائز ہے بشرطیکہ یہ بیان کرنا کہ کوئی مسئلہ پوچھنے یا فتویٰ لینے کی غرض سے ہو (۵) اگر کسی شخص پر کسی دوسرے شخص کا کوئی مالی مطالبہ ہو اور وہ اس کی ادائیگی نہ کرتا ہو تو مطالبہ والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اس شخص کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے اپنے مطالب کے بقدر لے لے (۶) بیوی بھی اپنے شوہر کے مال کے ذریعہ اپنی اولاد پر خرچ کرنے اور ان کی کفالت کرنے کی ذمہ دار ہے (۷) بیوی کو اپنی ضرورت کے تحت گھر سے باہر نکلنا جائز ہے خواہ شوہر نے اس کی صریحاً اجازت دے دی ہو یا بیوی کو اس کی رضامندی کا علم ہو (۸) قاضی اور حاکم کو یہ اختیار ہے کہ اگر وہ کسی معاملہ میں مناسب سمجھے تو محض اپنے علم اور اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم جاری کر دے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندہ سے گواہ طلب نہیں کئے بلکہ اپنی معلومات کی بنیاد پر حکم دے دیا۔ (شرح مسلم، نووی)

## مطلقہ ثلاثہ کے نفقہ میں مذاہب اربعہ

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے فرمایا میرے شوہر نے رسول اللہ کے زمانے میں مجھے تین طلاقیں دیں تو آپ نے فرمایا تیرے لیے نہ تو گھر ہے اور نہ نفقہ۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے جب ابراہیم سے اس حدیث کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑ سکتے جس کے متعلق ہمیں یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اسے یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے حضرت عمر تین طلاق والی کو گھر اور کپڑا دیتے تھے۔

(جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1189)

حضرت شعبی سے روایت ہے کہ میں فاطمہ بنت قیس کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے معاملے میں کیا فیصلہ فرمایا تھا؟ کہا کہ میرے خاوند نے مجھے لفظ 'بتہ' کے ساتھ طلاق دی تھی تو میں نے ان سے نان نفقہ اور

گھر کے لیے جھگڑا کیا لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر اور نان نفقہ نہ دیا۔ داؤد کی حدیث میں یہ بھی ہے پھر مجھے حکم دیا کہ ام مکتوم کے گھر عدت کے دن گزار دوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے بصری، عطاء بن ابی رباح، احمد اور اسحاق وغیرہ کا بھی قول ہے کہ جب شوہر کے پاس رجوع کا اختیار باقی نہ رہے تو رہائش اور نان نفقہ بھی اس کے ذمہ نہیں رہتا لیکن بعض علماء صحابہ جن میں عمر بن خطاب، اور عبداللہ بن مسعود بھی شامل ہیں کہتے ہیں کہ تین طلاق کے بعد بھی عدت پوری ہونے تک گھر اور نان نفقہ مہیا کرنا شوہر کے ذمہ ہے، سفیان اور اہل کوفہ کا یہ قول ہے بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ شوہر کے ذمے صرف رہائش کا بندوبست رہ جاتا ہے نان نفقہ کی ذمہ داری نہیں۔ مالک لیث بن سعد اور شافعی کا بھی یہی قول ہے امام شافعی اپنے قول کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے فرمایا (لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ) امام شافعی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت قیس کو اس لئے گھر نہیں دلوایا کہ وہ اپنے شوہر سے سخت کلامی کرتی تھیں۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ فاطمہ بنت قیس کے واقعہ پر مشتمل حدیث کی رو سے ایسی عورت کے لیے نفقہ بھی نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد اول: حدیث نمبر 1190 )

## نفقہ میں اصل عسر و یسر ہونے کا قاعدہ فقہیہ

**واجب نفقہ میں اصل عسر و یسر ہے۔** (الہدایہ، ۴۱۷)

اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ شوہر پر بیوی کا جو نفقہ واجب ہے اس کی مقدار شوہر کے حال کے مطابق ہوگی اگر شوہر امیر و دولت مند ہے تو نفقہ امراء لوگوں کی طرح ادا کرے اور اگر شوہر غریب مفلس ہے تو نفقہ غرباء و مفلس لوگوں کی طرح ادا کرے، لہٰذا کسی غریب شخص کی بیوی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دولت مند لوگوں کی بیویوں کی طرح نفقہ کا مطالبہ کرے۔ اور کسی امیر و دولت مند شخص کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی بیوی کو غریب عورت کی طرح نفقہ دے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔

**و علی المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف لا تكلف نفس الا وسعها** (البقرہ، ۲۳۳)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے مطابق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہننا ہے اور کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کیا جائے گا۔

## نفقہ کی تعریف کا بیان

عقد نکاح کے بعد شوہر پر بیوی کیلئے کھانا، لباس اور مکان کا لازم ہونا نفقہ کہلاتا ہے جبکہ عرف و معاشرے میں محض کھانے کو نفقہ کہا جاتا ہے۔

## تعین نفقہ کا فقہی مفہوم

علامہ علاؤالدین حنفی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں۔ نفقہ کی مقدار معین کی جائے تو اس میں جو طریقہ آسان ہو وہ برتا جائے مثلاً مزدوری کرنے والے کے لیے یہ حکم دیا جائیگا کہ وہ عورت کو روزانہ شام کو اتنا دے دیا کرے کہ دوسرے دن کے لیے کافی ہو کہ مزدور ایک

مہینے کے تمام مصارف ایک ساتھ نہیں دے سکتا اور تاجر اور نوکری پیشہ جو ماہوار تنخواہ پاتے ہیں مہینے کا نفقہ ایک ساتھ دے دیا کریں اور ہفتہ میں تنخواہ ملتی ہے تو ہفتہ وار اور کھیتی کرنے والے ہر سال یا ربیع وخریف دو فصلوں میں دیا کریں۔

اگر باہم رضا مندی سے کوئی مقدار معین ہوئی یا قاضی نے معین کر دی اور چند ماہ تک وہ رقم نہ دی تو عورت وصول کر سکتی ہے اور معاف کرنا چاہے تو کر سکتی ہے بلکہ جو مہینہ آ گیا ہے اُس کا بھی نفقہ معاف کر سکتی ہے جبکہ ماہ بماہ نفقہ دینا ٹھہرا ہو اور سالانہ مقرر ہوا تو اس سال اور سال گزشتہ کا معاف کر سکتی ہے۔ پہلی صورت میں بعد والے مہینے کا دوسری میں اُس سال کا جو ابھی نہیں آیا معاف نہیں کر سکتی اور اگر نہ باہم کوئی مقدار معین ہوئی نہ قاضی نے معین کی تو زمانہ گزشتہ کا نفقہ نہ طلب کر سکتی ہے، نہ معاف کر سکتی ہے کہ وہ شوہر کے ذمہ واجب ہی نہیں، ہاں اگر اس شرط پر خلع ہوا کہ عورت عدت کا نفقہ معاف کر دے تو یہ معاف ہو جائیگا۔ عورت کو مثلاً مہینے بھر کا نفقہ دیدیا اُس نے فضول خرچی سے مہینہ پورا ہونے سے پہلے خرچ کر ڈالا یا چوری جاتا رہا یا کسی اور وجہ سے ہلاک ہو گیا تو اس مہینے کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ (درمختار، باب نفقہ، ج ۵، ص ۳۰۰، بیروت)

| |
|---|
| وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًا وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا۝ |
| اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے ان کا محاسبہ کیا، |
| بہت سخت محاسبہ اور انھیں سزا دی، ایسی سزا جو دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔ |

## سرکشی کے سبب کتنی ہی بستیوں کیلئے عذاب ہونے کا بیان

"وَكَاَیِّنْ" هِیَ كَافُ الْجَرِّ دَخَلَتْ عَلَى أَیِّ بِمَعْنَى كَمْ "مِنْ قَرْیَةٍ" أَیْ وَكَثِیرٍ مِنْ الْقُرَى "عَتَتْ" عَصَتْ یَعْنِی أَهْلَهَا "عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُله فَحَاسَبْنَاهَا" فِی الْآخِرَة وَإِنْ لَمْ تَجِءْ لِتَحَقُّقِ وُقُوعهَا "حِسَابًا شَدِیدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُكْرًا" بِسُكُونِ الْكَاف وَضَمّهَا فَظِیعًا وَهُوَ عَذَاب النَّار،

یہاں پر لفظ کاین میں کاف جر ہے جو ای پر داخل ہوا ہے جو بہ معنی کم ہے۔ اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں یعنی اس کے رہنے والوں نے اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم نے آخرت میں ان کا محاسبہ کیا، اگرچہ اس کا وقوع واقع نہیں لیکن وقوع کے یقینی ہونے کے سبب اس کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہت سخت محاسبہ اور انھیں سزا دی، یہاں پر لفظ نکرا یہ کاف کے ضمہ اور اور سکون کے ساتھ بھی آیا ہے اور وہ آگ کا عذاب ہے۔ ایسی سزا جو دیکھنے سننے میں نہ آئی تھی۔

اس آیت میں ان قوموں کے حساب وعذاب کا جو ذکر ہے وہ آخرت میں ہونیوالا ہے مگر یہاں اس کو بلفظ ماضی حاسبنا اور عذبنا سے تعبیر کر دینا یا تو اس کے یقینی ہونے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے کہ گویا یہ کام ہو چکا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حساب سے مراد اس جگہ سوالات اور پرسش نہ ہو بلکہ اس کی سا کی تعیین ہو جیسا کہ خلاصہ تفسیر مذکور میں لیا گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حساب شدید اگرچہ آخرت میں ہوگا مگر صحائف اعمال میں اس کی کتابت تو ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے اس کو حساب کر دینے سے تعبیر کیا گیا

اور عذاب سے مراد دنیا کا عذاب ہو جو بہت سی پہلی قوموں پر نازل ہوا ہے اس صورت میں بعد میں آنے والا جملہ اَعَدَّ اللّٰہُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا صرف یہ آخرت کے عذاب سے متعلق رہے گا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ طلاق، بیروت)

| |
|---|
| فَذَاقَتْ وَ بَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ○ |
| تو انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام خسارہ تھا۔ |

## برے کاموں کی سزا کا بیان

"فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا" عُقُوبَته "وَكَانَ عَاقِبَةَ أَمْرِهَا خُسْرًا" خَسَارًا وَهَلَاكًا

تو انھوں نے اپنے کام کا وبال چکھا یعنی سزا چکھی اور ان کے کام کا انجام خسارہ تھا۔ یعنی ہلاکت ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**فذاقت**، ف عاطفہ یا ترتیب کا ہے۔ پس چکھ لیا (ان بستیوں نے یعنی ان بستیوں کے رہنے والوں نے)۔ **وبال امرھا**: اپنے فعل کے انجام کا ضرر، **وکان عاقبة امرھا خسرا**: کان افعال ناقصہ سے ہے۔ عاقبۃ مضاف امرھا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر عاقبۃ کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کان کا اسم۔ خسرا اس کی خبر۔ اور ان کے کام کا انجام نرا خسارہ ہی رہا۔ بعض کے نزدیک فذاقت وبال امرھا کا تعلق عذاب دینا سے ہے اور **وکان عاقبة امرھا خسرا**۔ کا عذاب آخرت سے ہے۔

بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے:۔ کہ آیت کے الفاظ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے کہ:۔ ہم نے دنیا میں ان کو بھوک، قحط، طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کیا اور آخرت میں ان کی حساب فہمی سختی کے ساتھ کریں گے اور انجام کار ان کو خسارہ ہی ہوگا۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک سب جگہ آخرت کا حساب اور عذاب ہی مراد ہے۔ ماضی کے صیغے اس لئے استعمال کئے کہ یہ حساب و عذاب یقیناً ہوگا اس کا ہونا قطعی اور اتنا یقینی ہے کہ گویا ہو گیا۔ (تفسیر مظہری، سورہ طلاق، لاہور)

| |
|---|
| اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۚ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ○ |
| اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، سو اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو جو ایمان لائے ہو! |
| یقیناً اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے۔ |

## قرآن کو بہ طور نصیحت کے نازل کرنے کا بیان

"أَعَدَّ اللّٰه لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا" تَكْرِير الْوَعِيد تَوْكِيد "فَاتَّقُوا اللّٰه يَا أُولِي الْأَلْبَاب" أَصْحَاب الْعُقُول "الَّذِينَ آمَنُوا" نَعْت لِلْمُنَادَى أَوْ بَيَان لَهُ "قَدْ أَنْزَلَ اللّٰه إِلَيْكُمْ ذِكْرًا" هُوَ الْقُرْآن،

اللہ نے ان کے لیے بہت سخت عذاب تیار کیا ہے، یہ تکرار وعید کی تاکید کیلئے ہے۔ سو اللہ سے ڈرو اے عقلوں والو جو ایمان لائے ہو! یہاں پر الذین آمنوا یہ منادی کی نعت ہے یا اس کا بیان ہے۔ یقیناً اللہ نے تمھاری طرف ایک نصیحت نازل کی ہے۔ جو

قرآن ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اعد۔ ماضی واحد مذکر غائب اعداد (افعال) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔ اس نے تیار کیا۔ لہم میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب بستیوں میں رہنے والوں کے لئے ہے۔ عذابا شدیدا: عذابا مفعول بہ موصوف، شدیدا صفت، سخت عذاب۔

فائدہ: اعد اللہ لھم عذابا شدیدا ۔ (آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ مخاطبین کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم نے بستیوں کے مکینوں کا حال سنا کہ کس طرح ان کی رب سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی ان کے سخت محاسبہ اور شدید عذاب پر منتج ہوئی اور ان کا انجام خسران یعنی گھاٹا ہی رہا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو نتیجہ انہوں نے اپنی کرتوتوں کا اس دنیا میں دیکھ لیا آخرت میں عذاب شدید ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

فاتقوا اللہ میں ف سببیہ ہے۔ پس بایں وجہ اتقوا اللہ اللہ سے ڈرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر سے پس ڈرو اللہ سے۔ یاولی الالباب: یا حرف ندی۔ اولی والے۔ جمع ہے۔ اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض ذو کو اس کا واحد بتاتے ہیں اولوا بحالت رفع اور اولی بحالت نصب یا جر ہوگا۔ یہاں اولی منادی ہے۔ اور مفعول بہ آتا ہے۔ لہٰذا منصوب ہے۔ یہ مضاف ہے اور الباب جمع ہے۔ لب کی بمعنی عقلیں۔ مجاف الیہ ہے۔ یاولی الالباب: اے عقلمندو۔ اے دانشمندو۔

فائدہ: الالباب پر معانقہ ہے اور امنوا پر بھی۔ معانقہ کی صورت میں الالباب پر بھی وقف کر سکتے ہیں اور امنوا پر بھی۔ لیکن الالباب پر معانقہ کے اشارہ کے ساتھ صلے کا اشارہ ہے جو الوصل اولی کا اختصار ہے یعنی یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے آگے امنوا پر اشارہ وقف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاو۔ لہٰذا یہاں امنوا پر وقف کرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں آئے گی:۔

فاتقوا اللہ یاولی الالباب الذین امنوا ۔ تو اس صورت میں الذین امنوا بدل ہوگا۔ فاتقوا اللہ کا۔ یعنی اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اولی الالباب سے مقصود الذین امنوا ہے۔ مراد وہ مومن جو نزول قرآن کے بعد ایمان لائے۔ قد انزل اللہ الیکم ذکرا: قد ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور فعل کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ ذکرا: ای القران ۔ رسولا: اس سے قبل فعل محذوف ہے: ای وارسل رسولا: رسولا مفعول بہ ہے۔ (انوار البیان، سورہ طلاق)

| |
|---|
| رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ |
| مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِؕ وَ مَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ یَعْمَلْ صَالِحًا یُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ |
| مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًاؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا۝ |
| رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو جو تم پر اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، |

اور نیک اعمال کرتے ہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور
نیک عمل کرتا ہے وہ اسے ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ
رہنے والے ہیں، بیشک اللہ نے اس کے لئے نہایت عمدہ رزق رکھا ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور قرآن کے ذریعے نور ایمان ملنے کا بیان

"رَسُولًا" أَیْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْصُوب بِفِعْلٍ مُقَدَّر أَیْ وَأَرْسَلَ "يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَات اللّٰه مُبَيِّنَات" بِفَتْحِ الْيَاء وَكَسْرهَا كَمَا تَقَدَّمَ "لِيُخْرِج الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات" بَعْد مَجِيء الذِّكْر وَالرَّسُول "مِنْ الظُّلُمَات" الْكُفْر الَّذِی كَانُوا عَلَيْهِ "إِلَى النُّور" الْإِيمَان الَّذِی قَامَ بِهِمْ بَعْد الْكُفْر "وَمَنْ يُؤْمِن بِاَللّٰهِ وَيَعْمَل صَالِحًا يُدْخِلهُ" وَفِی قِرَاءَة بِالنُّونِ "جَنَّات تَجْرِی مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللّٰه لَهُ رِزْقًا" هُوَ رِزْق الْجَنَّة الَّتِی لَا يَنْقَطِع نَعِيمهَا،

رسول یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی بھیجا ہے۔ یہاں پر لفظ رسول یہ فعل مقدر کے سبب منصوب ہے جو رسل ہے جو تم پر اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتے ہیں۔ یہاں پر لفظ مبینات یاء کی فتحہ اور کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ جس طرح پہلے گزر چکا ہے تا کہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے، یعنی اس نزول قرآن اور بعثت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا ہوا۔ یہاں پر ظلمات سے مراد کفر ہے جس میں تھے اور نور سے مراد ایمان ہے جس کے ساتھ وہ اب موجود ہیں۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے وہ اسے ان جنتوں میں داخل فرمائے گا یہاں پر لفظ یدخل ایک قرأت میں نون کے ساتھ آیا ہے۔ جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، بیشک اللہ نے اس کے لئے نہایت عمدہ رزق تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ رزق جنت اور اس کی نعمتیں ہیں جو نہ ختم ہونے والی ہیں۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی مثال کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ (کچھ) فرشتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہا۔ تمہارے اس دوست یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مثال ہے اس کو ان کے سامنے بیان کرو، دوسرے فرشتوں نے کہا، وہ سوئے ہوئے ہیں (لہٰذا بیان کرنے سے کیا فائدہ) ان میں بعض نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے، پھر اس نے کہا، ان کی مثال اس آدمی کی سی ہے جس نے گھر بنایا اور لوگوں کے کھانا کھانے کے لئے دستر خوان چنا اور پھر لوگوں کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا لہٰذا جس نے بلانے والی بات کو مان لیا وہ گھر میں داخل ہوگا اور کھانا کھائے گا اور جس نے بلانے والے کی بات کو قبول نہ کیا وہ نہ گھر میں داخل ہوگا اور نہ کھانا کھائے گا یہ سن

کر فرشتوں نے آپس میں کہا، اس کو (وضاحت کے ساتھ) بیان کرو تا کہ یہ اسے سمجھ لیں، بعض فرشتوں نے کہا بیان کرنے سے کیا فائدہ کیونکہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسروں نے کہا، بے شک آنکھیں سو رہی ہیں لیکن دل تو جاگتا ہے اور پھر کہا، گھر سے مراد تو جنت ہے اور بلانے والے سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔ (صحیح البخاری، مشکوٰۃ شریف، جلد اول، حدیث نمبر 141)

اس آدمی سے مراد جس نے گھر بنایا اور دستر خوان چنا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی طرح دستر خوان اور کھانے سے مراد بہشت کی نعمتیں ہیں چونکہ یہ ظاہری طور پر مفہوم ہو رہے ہیں اس لئے ان کی وضاحت نہیں کی گئی آخر میں بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی لوگوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے یعنی کافر و مومن حق و باطل اور صالح و فاسق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرق کرنے والے ہیں۔

| |
|---|
| اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا |
| اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۠ |
| اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، تا کہ تم جان لو کہ |
| بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔ |

## سات آسمانوں اور سات زمینوں کے درمیان حکم وحی آنے کا بیان

"اللّٰه الَّذِي خَلَقَ سَبْع سَمَاوَات وَمِنْ الْأَرْض مِثْلهنَّ" يَعْنِي سَبْع أَرَضِينَ "يَتَنَزَّل الْأَمْر" الْوَحْي "بَيْنهنَّ" بَيْن السَّمَاوَات وَالْأَرْض يَنْزِل بِهِ جِبْرِيل مِنْ السَّمَاء السَّابِعَة إلَى الْأَرْض السَّابِعَة "لِتَعْلَمُوا" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ أَيْ أَعْلَمَكُمْ بِذَلِكَ الْخَلْق وَالتَّنْزِيل،

اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔ یعنی سات زمینیں ہیں۔ ان کے درمیان حکم نازل ہوتا ہے، جو وحی ہے۔ جو جبرائیل ساتویں آسمان سے ساتویں زمین کی طرف لیکر آتے ہیں۔ تا کہ تم جان لو، یہاں پر لتعلموا کا متعلق محذوف ہے یعنی "أَعْلَمَكُمْ بِذَلِكَ الْخَلْق وَالتَّنْزِيل" کہ بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے اور یہ کہ بے شک اللہ نے یقیناً ہر چیز کو علم سے گھیر رکھا ہے۔

یعنی سات آسمانوں کی طرح، اللہ نے سات زمینیں بھی پیدا کی ہیں۔ بعض نے اس سے سات اقالیم مراد لیے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں۔ بلکہ جس طرح اوپر نیچے سات آسمان ہیں۔ اسی طرح سات زمینیں ہیں، جن کے درمیان بعد و مسافت ہے اور ہر زمین میں اللہ کی مخلوق آباد ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طلاق، بیروت)

## زمینوں کے سات ہونے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا تھا اور ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے (نماز کے بعد) یہ دعا مانگی۔ یا الٰہی میں تجھ سے اپنا مطلب اس وسیلہ کے ساتھ مانگتا ہوں کہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں تو بہت مہربان بہت دینے والا اور آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے اے بزرگی و بخشش کے مالک! اے زندہ اے خبر گیری کرنے والے! میں تجھ سے ہی سوال کرتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے بڑے نام کے ساتھ دعا مانگی ایسا بڑا نام کہ جب اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ سوال کیا جاتا ہے تو وہ سوال پورا کرتا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 819)

حضرت ابی بن کعب اس آیت (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ) الاعراف: 172) (جب تمہارے پروردگار نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی)۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ نے (اولاد آدم کو) جمع کیا اور ان کو طرح طرح کا قرار دیا (یعنی کسی کو مالدار کسی کو غریب کرنے کا ارادہ کیا پھر ان کو شکل وصورت عطا کی اور پھر گویائی بخشی اور انہوں نے باتیں کیں پھر ان سے عہد و پیمان کیا اور پھر ان کو اپنے اوپر گواہ قرار دے کر پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ اولاد آدم نے کہا، بے شک! (آپ ہمارے رب ہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں سات آسمانوں اور ساتوں زمینوں کو تمہارے سامنے گواہ بناتا ہوں اور تمہارے باپ آدم کو بھی شاہد قرار دیتا ہوں اس لئے کہ قیامت کے دن کہیں تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہم اس سے ناواقف تھے (اس وقت) تم اچھی طرح جان لو کہ نہ تو میرے سوا کوئی معبود ہے اور نہ میرے سوا کوئی پروردگار ہے، (اور خبردار) کسی کو میرا شریک قرار نہ دینا، میں تمہارے پاس عنقریب اپنے رسول بھیجوں گا، جو تمہیں میرا عہد و پیماں یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں نازل کروں گا (یہ سن کر) اولاد آدم نے کہا، ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے اور تو ہی ہمارا معبود ہے، تیرے سوا نہ تو ہمارا کوئی پروردگار ہے اور نہ تیرے علاوہ ہمارا کوئی معبود ہے، چنانچہ آدم کی ساری اولاد نے اس کا اقرار کیا الخ۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 118)

# سُورَةُ التَّحْرِيم

## یہ قرآن مجید کی سورت تحریم ہے

### سورت تحریم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُورَةُ التَّحْرِيم (مَدَنِيَّة وَآيَاتهَا اثْنَتَا عَشْرَة آيَة)**

سورہ تحریم مدنیہ ہے، اس میں دو رکوع، بارہ آیات، دوسوسینتالیس کلمات، ایک ہزار ساٹھ حروف ہیں۔

### سورت تحریم کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا نام تحریم اس لئے ہے کہ اس کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ تحریم استعمال ہوا ہے۔ اسی لفظ تحریم جس کے تحت شان نزول میں مکمل واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے سبب سے یہ سورت تحریم کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت تحریم کے شان نزول کا بیان

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اُمّ المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے، وہ حضور کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفرازِ خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ پر گراں گذرا، حضور نے ان کی دلجوئی کے لئے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ میرے بعد امورِ امّت کے مالک ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہونگے، وہ اس سے خوش ہوگئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا گیا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کی یعنی ماریہ قبطیہ آپ انہیں اپنے لئے کیوں حرام کئے لیتے ہیں، اپنی بیبیوں حفصہ و عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی رضا جوئی کے لئے، اور ایک قول اس آیت کی شان نزول میں یہ بھی ہے کہ اُمّ المومنین زینب بنتِ جحش کے یہاں جب حضور تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتیں، اس ذریعہ سے ان کے یہاں کچھ زیادہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرھما کو ناگوار گزری اور انہیں رشک ہوا، انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ جب حضور تشریف فرما ہوں تو عرض کیا جائے کہ دہنِ مبارک سے مغافیر کی بو آتی ہے اور مغافیر کی بو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناپسند تھی، چنانچہ ایسا کیا گیا، حضور کو ان کا منشاء معلوم تھا، فرمایا مغافیر تو میرے قریب نہیں آیا، زینب کے یہاں شہد میں نے پیا ہے، اس کو میں اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے یہاں شہد کا شغل ہونے سے تمہاری دل شکنی ہوتی ہے تو ہم شہد ہی ترک

فرمائے دیتے ہیں۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ تحریم، لاہور)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ |
| اے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خود کو اس چیز (یعنی شہد کے نوش کرنے) سے کیوں منع فرماتے ہیں جسے اللہ نے |
| آپ کے لئے حلال فرما رکھا ہے۔آپ اپنی ازواج کی دل جوئی فرماتے ہیں، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات کی رضا کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ" مِنْ أَمَتِكَ مَارِيَةَ الْقِبْطِيَّةِ لَمَّا وَاقَعَهَا فِي بَيْتِ حَفْصَةَ وَكَانَتْ غَائِبَةً فَجَاءَتْ وَشَقَّ عَلَيْهَا كَوْن ذٰلِكَ فِي بَيْتِهَا وَعَلٰى فِرَاشِهَا حَيْثُ قُلْتَ: هِيَ حَرَام عَلَيَّ "تَبْتَغِي" بِتَحْرِيمِهَا "مَرْضَاة أَزْوَاجك" أَيْ رِضَاهُنَّ "وَاللّٰه غَفُور رَحِيم" غَفَرَ لَكَ هٰذَا التَّحْرِيم،

اے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود کو اس چیز یعنی شہد کے نوش کرنے سے کیوں منع فرماتے ہیں جسے اللہ نے آپ کے لئے حلال فرما رکھا ہے۔جب آپ اپنی باندی ماریہ قبطیہ کے پاس حضرت حفصہ کے گھر میں واقع ہوئے۔تو اس وقت حضرت حفصہ موجود نہ تھیں جب وہ آئیں تو ان کی یہ گراں گزرا۔کہ وہ ان کے گھر میں گھر میں ان کے بستر پر ہوں تو اس وقت آپ نے یہ کہہ دیا کہ یہ مجھ پر حرام ہیں۔آپ اپنی ازواج کی اس قدر دل جوئی فرماتے ہیں، یعنی ان کو راضی رکھنے کیلئے۔اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہد اور میٹھی چیز پسند کرتے تھے اور جب نماز عصر سے فارغ ہوتے تو اپنی بیویوں کے پاس تشریف لاتے اور ان میں سے کسی کے پاس جاتے، ایک دن حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے اور معمول سے زیادہ ٹھہرے، مجھے رشک ہوا تو میں نے اس کے متعلق دریافت کیا، مجھے بتایا گیا کہ ان کے پاس ان کی قوم کی کسی عورت نے تھوڑا سا شہد تحفۃ بھیجا تھا اس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا پلایا، تو میں نے کہا واللہ میں کچھ حیلہ کروں گی، میں نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ عنقریب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس تشریف لے جائیں گے جب تمہارے پاس آئیں تو کہنا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے پھر تجھ سے کہیں گے کہ نہیں تو کہنا پھر کس چیز کی بو آرہی ہے، آپ (یقیناً) فرمائیں گے کہ مجھے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوجہا تھوڑا شہد پلایا ہے، تم جواب دینا کہ شاید مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہوگا، میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ رضی اللہ عنہا! تم بھی یہی کہنا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں کہ بخدا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر تشریف لائے ہی تھے کہ میں نے تمہارے ڈر کے سبب سے وہ بات کہنی چاہی جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قریب پہنچے تو سودہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، سودہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا پھر یہ کس چیز کی بو آرہی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے تھوڑا سا شہد پلایا ہے، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا شاید مکھیوں نے عرفط کا رس چوسا ہوگا جب آپ میرے پاس آئے تو میں نے بھی یہی کہا اور صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا، جب آپ دوبارہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں آپ کو شہد نہ پلاؤں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں، سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں بخدا! ہم نے اس کو آپ پر حرام کرادیا، میں نے سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا خاموش رہ (کہیں آپ کو خبر نہ ہو جائے)۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 252)

| |
|---|
| قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰـكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ |
| بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کھول ڈالنا مقرر فرمادیا ہے۔ اور اللہ تمہارا مددگار و کارساز ہے، |
| اور وہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ |

## کفارہ کے ذریعے قسموں کو تحلیل کردینے کا بیان

"قَدْ فَرَضَ اللّٰه" شَرَعَ "لَكُمْ تَحِلَّة أَيْمَانكُمْ" تَحْلِيلهَا بِالْكَفَّارَةِ الْمَذْكُورَة فِي سُورَة "الْمَائِدَة" وَمِنْ الْأَيْمَان تَحْرِيم الْأَمَة وَهَلْ كَفَّرَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مُقَاتِل : أَعْتَقَ رَقَبَة فِي تَحْرِيم مَارِيَة وَقَالَ الْحَسَن : لَمْ يُكَفِّر لِأَنَّهُ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَغْفُور لَهُ "وَاللّٰه مَوْلَاكُمْ" نَاصِركُمْ

(اے مومنو!) بیشک اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ دے کر کھول ڈالنا مقرر فرمادیا ہے۔ یعنی کفارہ دیکر ان کو حلال کرلو جس طرح سورت مائدہ میں آیا ہے۔ اور باندی کو حرام ٹھہرلینا بھی اس میں شامل ہے۔ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارادا کیا تھا تو مقاتل کہتے ہیں کہ آپ نے ایک ماریہ کی تحریم پر ایک غلام آزاد کیا جبکہ حسن نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ ادا نہیں کیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کفارہ معاف ہے۔ اور اللہ تمہارا مددگار و کارساز ہے، اور وہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔

یعنی کفارہ تو ماریہ کو خدمت سے سرفراز فرمایئے یا شہد نوش فرمایئے یا قسم کے اوتار سے یہ مراد ہے کہ قسم کے بعد انشاء اللہ کہا جائے تا کہ اس کے خلاف کرنے سے حِنث (قسم شکنی) نہ ہو۔ مقاتل سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ماریہ کی تحریم کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کیا اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفارہ نہیں دیا کیونکہ آپ مغفور ہیں، کفارہ کا حکم تعلیم امت کے لئے ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ تحریم، لاہور)

| |
|---|
| وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ |
| وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ |

| |
|---|
| اور جب نبی (مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی ایک زوجہ سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، پھر جب وہ اس کا ذکر |
| کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اسے ظاہر فرما دیا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں اس کا کچھ حصہ |
| جتا دیا اور کچھ حصہ سے چشم پوشی فرمائی، پھر جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں اس کی خبر دے دی تو وہ بولیں آپ کو |
| یہ کس نے بتا دیا ہے؟ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے بڑے علم والے بڑی آگاہی والے نے بتا دیا ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رازدارانہ بات بتانے کا بیان

"وَ" اذْكُرْ "إِذْ أَسَرَّ النَّبِيّ إِلَى بَعْض أَزْوَاجه " هِيَ حَفْصَة "حَدِيثًا" هُوَ تَحْرِيم مَارِيَة وَقَالَ لَهَا لَا تُفْشِيه "فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ" عَائِشَة ظَنًّا مِنْهَا أَنْ لَا حَرَج فِي ذَلِكَ "وَأَظْهَرَهُ اللَّه" أَطْلَعَهُ "عَلَيْهِ" عَلَى الْمُنَبَّأ بِهِ "عَرَّفَ بَعْضه" لِحَفْصَةَ "وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْض" تَكَرُّمًا مِنْهُ "فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَك هَذَا قَالَ نَبَّأَنِي الْعَلِيم الْخَبِير" أَيْ اللَّه،

اور جب نبی مکرّم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ جو حضرت حفصہ تھیں ان سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، جو تحریم ماریہ والی بات ہے اور ان سے فرمایا کہ اس کو بتانا نہیں ہے۔ پھر جب وہ اس بات کا ذکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کر بیٹھیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔ اور اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اسے ظاہر فرما دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرما دیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں یعنی حضرت حفصہ کو اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ حصہ بتانے سے چشم پوشی فرمائی، یہ بہ طور اکرام تھا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کی خبر دے دی (کہ آپ راز افشاء کر بیٹھی ہیں) تو وہ بولیں کہ آپ کو یہ کس نے بتا دیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بڑے علم والے بڑی آگاہی والے یعنی اللہ نے بتا دیا ہے۔

یعنی جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک راز کی بات کہی۔ وہ راز کی بات صحیح اور اکثر روایات کی رو سے یہی تھی کہ آپ نے حضرت زینب کے پاس جو شہد پیا اور دوسری ازواج کو بھاری معلوم ہوا آپ نے ان کو راضی کرنے کے لئے شہد نہ پینے کی قسم کھالی مگر یہ فرمایا کہ اس کی کسی کو خبر نہ ہوتا کہ زینب کو رنج نہ پہنچے مگر اس بی بی نے یہ راز دوسری پر ظاہر کر دیا جسکا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ اس راز کی بات کے متعلق دوسری روایات میں اور بھی چند چیزیں منقول ہیں مگر اکثر اور صحیح روایات میں یہی ہے جو لکھا گیا۔

**فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَه وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ** ،یعنی جب اس بی بی نے وہ راز کی بات دوسری بی بی سے کہہ ڈالی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر کر دی کہ اس نے آپکا راز فاش کر دیا تو آپ نے اس بی بی سے افشاء راز کا شکوہ تو کیا مگر پوری بات نہیں کھولی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم اور حسن خلق تھا کہ پوری بات کھولنے سے ان کو زیادہ خجالت اور شرمندگی ہوگی۔ جس بی بی سے راز کی بات کہی گئی تھی وہ کون تھیں اور جس پر راز ظاہر کیا وہ کون، قرآن کریم نے اس کو

بیان نہیں کیا، اکثر روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ راز کی بات حضرت حفصہ سے کہی گئی تھی انہوں نے حضرت عائشہ سے ذکر کر دیا، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں حضرت ابن عباس سے اس کا بیان آگے آئے گا۔

بعض روایات حدیث میں ہے کہ حضرت حفصہ کے راز فاش کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا مگر اللہ نے جبرئیل امین کو بھیج کر ان کی طلاق سے روک دیا اور فرمایا کہ بہت نماز گزار بکثرت روزے رکھنے والی ہیں اور ان کا نام جنت میں آپ کی بیبیوں میں لکھا ہوا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ تحریم، لاہور)

| |
|---|
| اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ |
| وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝ |
| اگر تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو کیونکہ تم دونوں کے دل جھک گئے ہیں، اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت |
| کی، پس بیشک اللہ ہی ان کا دوست و مددگار ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد فرشتے بھی مددگار ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ اور آداب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان

"إِنْ تَتُوبَا" أَيْ حَفْصَة وَعَائِشَة "إِلَى اللَّه فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبكُمَا" مَالَتْ إِلَى تَحْرِيم مَارِيَة أَيْ سَرَّكُمَا ذَلِكَ مَعَ كَرَاهَة النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ وَذَلِكَ ذَنْب وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوف أَيْ تَقَبَّلَا وَأَطْلَقَ قُلُوب عَلَى قَلْبَيْنِ وَلَمْ يُعَبِّر بِهِ لِاسْتِثْقَالِ الْجَمْع بَيْن تَثْنِيَتَيْنِ فِيمَا هُوَ كَالْكَلِمَةِ الْوَاحِدَة "وَإِنْ تَظَاهَرَا" بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِي الظَّاء وَفِي قِرَاءَة بِدُونِهَا تَتَعَاوَنَا "عَلَيْهِ" أَيْ النَّبِيّ فِيمَا يَكْرَههُ "فَإِنَّ اللَّه هُوَ" فَصْل "مَوْلَاهُ" نَاصِره "وَجِبْرِيل وَصَالِح الْمُؤْمِنِينَ" أَبُو بَكْر وَعُمَر رَضِيَ اللَّه عَنْهُمَا مَعْطُوف عَلَى مَحَلّ اسْم إِنَّ فَيَكُونُونَ نَاصِرِيهِ "وَالْمَلَائِكَة بَعْد ذَلِكَ" بَعْد نَصْر اللَّه وَالْمَذْكُورِينَ "ظَهِير" ظُهَرَاء أَعْوَان لَهُ فِي نَصْره عَلَيْكُمَا،

اگر تم دونوں یعنی حضرت حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ تم دونوں کے دل ایک ہی بات کی طرف جھک گئے ہیں، جو تحریم ماریہ کی تھی۔ کیونکہ تم دونوں کو اس تحریم نے خوش کیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ تھی۔ کیونکہ یہ برا معاملہ ہے اور یہاں پر جواب شرط محذوف ہے یعنی تقبلا اور یہاں پر قلوب کا اطلاق دو دلوں پر ہوا ہے اور جبکہ تثنیہ سے اس کو تعبیر نہیں کیا کیونکہ تثنیہ کا کلمہ واحدہ کی طرح ہونے اور جمع کے ساتھ ثقل کے سبب اس کو تثنیہ سے تعبیر نہ کیا۔ اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت کی، یہاں پر تظاہرا میں تائے ثانیہ کا اصل میں ظاء میں ادغام ہے۔ اور ایک قرأت میں بغیر ادغام کے بھی آیا ہے۔ تو یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث رنج ہو سکتا ہے پس بیشک اللہ ہی ان کا دوست و

مددگار ہے، اور جبریل اور صالح مومنین یعنی حضرت ابو بکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما، اس کا عطف ان کے اسم کے محل پر ہے۔ اور اس کے بعد سارے فرشتے بھی اُن کے مددگار ہیں۔ یعنی تمہارے مقابلہ میں ان کے مددگار ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں چاہتا ہوں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان دو عورتوں کے متعلق پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے کون ہیں جن کے متعلق یہ آیات نازل ہوئی (اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا، اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے)۔ یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حج کیا میں ان کے ساتھ ہی تھا۔ پھر میں نے برتن سے ان کو وضو کرانے کے لئے پانی ڈالنا شروع کیا اور اسی دوران ان سے عرض کیا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ دو بیویاں کون سی ہیں جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے تعجب ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ تمہیں یہ بھی معلوم نہیں۔

زہری کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ برا لگا لیکن انہوں نے چھپایا نہیں اور فرمایا وہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ پھر قصہ سنانے لگے کہ ہم قریش والے عورتوں کو دبا کر رکھتے تھے۔ جب ہم لوگ مدینہ آئے تو ایسے لوگوں سے ملے جن کی عورتیں ان پر غالب رہتی تھیں۔ میں ایک دن اپنی بیوی کو غصہ ہوا تو وہ مجھے جواب دینے لگی۔ مجھے یہ بہت ناگوار گزرا۔ وہ کہنے لگی تمہیں کیوں ناگوار گزرا ہے۔ اللہ کی قسم ازواج مطہرات بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیتی ہیں دن سے رات تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (بات کرنا) ترک کر دیتی ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ جس نے ایسا کیا وہ تو نقصان میں رہ گئی۔ میں قبیلہ بنو امیہ کے ساتھ عوالی کے مقام پر مقیم تھا۔ میرا ایک انصاری پڑوسی تھا۔ میں اور وہ باری باری نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے۔ ایک دن وہ اور ایک دن میں اور دونوں ایک دوسرے کو وحی وغیرہ کے متعلق بتایا کرتے تھے۔ ہم لوگوں میں (ان دنوں) اس بات کا چرچا تھا کہ غسان ہم لوگوں سے جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ ایک دن میرا پڑوسی آیا اور رات کے وقت میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نکلا تو کہنے لگا کہ ایک بڑی بات ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کیا ہوا۔ کیا غسان آ گیا ہے۔ کہنے لگا اس سے بھی بڑی اور وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ناکام اور محروم ہوگئی۔ میں پہلے ہی سوچ رہا تھا کہ یہ ہونے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز پڑھی اور کپڑے وغیرہ لے کر نکل کھڑا ہوا۔ جب حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں پہنچا تو وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ کہنے لگی مجھے نہیں معلوم۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حجرہ کے میں الگ تھلگ ہو کر بیٹھ گئے ہیں، پھر میں ایک کالے لڑکے کے پاس گیا اور اسے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اجازت مانگو۔ وہ اندر گیا اور واپس آ کر بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں مسجد گیا تو دیکھا کہ منبر کے گرد چند آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں بھی ان کے قریب بیٹھ گیا لیکن وہی سوچ غالب ہوئی تو وہ دوبارہ اس لڑکے کو اجازت لینے کے لئے بھیجا۔ اس نے واپس آ کر وہی جواب دیا۔ میں دوبارہ مسجد کی طرف آ گیا لیکن اس مرتبہ اور شدت سے اس فکر کا غلبہ ہوا اور میں پھر لڑکے کے پاس آیا اور اسے اجازت لینے کے لئے بھیجا۔ اس مرتبہ بھی اس نے واپس آ کر وہی جواب دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں جانے کے لئے مڑا تو دفعۃً اس لڑکے نے مجھے پکارا اور کہا کہ اندر چلے جائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک چٹائی پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ جس کے نشانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں جانب واضح تھے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھئے ہم قریش والے عورتوں پر غالب رہتے تھے پھر جب ہم مدینہ آ گئے تو ہم ایسی قوم سے ملے جن کی عورتیں ان پر غالب ہوتی ہیں۔ اور ان کی عادتیں ہماری عورتیں بھی سیکھنے لگیں۔

چنانچہ میں ایک مرتبہ اپنی بیوی پر غصہ ہوا تو وہ مجھے جواب دینے لگی تو مجھے بہت برا لگا تو کہنے لگی کہ تمہیں کیوں برا لگتا ہے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیتی ہیں۔ اور ایسی بھی ہیں جو پورا پورا دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خفا رہتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ پھر میں نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب دیتی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں اور ہم میں سے ایسی بھی ہیں۔ جو دن سے رات تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خفا رہتی ہیں۔ میں نے کہا بے شک تم میں سے جس نے ایسا کیا وہ برباد ہوگئی۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات سے نہیں ڈرتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ اس سے ناراض نہ ہو جائیں اور وہ ہلاک ہو جائے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے مت بولنا، ان سے کوئی چیز مت مانگنا۔ تمہیں جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے مانگ لیا کرو اور اس خیال میں مت رہو کہ تمہاری سوکن تم سے زیادہ خوبصورت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ (یعنی اس کی برابری نہ کر) اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ مسکرائے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں بیٹھا رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو گھر میں تین کھالوں کے علاوہ کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سے دعا کیجئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کشادگی (وسعت رزق) کرے اس نے فارس اور روم کو اس کی عبادت نہ کرنے کے باوجود خوب مال دیا ہے۔ اس مرتبہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا اے ابن خطاب کیا تم ابھی تک شک میں ہو، وہ لوگ تو ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیوں کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھائی تھی کہ ایک ماہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے عتاب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ زہری کہتے ہیں کہ مجھے عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بتایا کہ جب انتیس دن گزر رے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے ابتداء کی اور فرمایا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں تمہارے سامنے ایک بار کا ذکر کرتا ہوں تم جواب دینے میں جلدی نہ کرنا اور اپنے والدین سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ، یعنی اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع (مال) دے کر بخوبی رخصت کردوں اور اگر اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرت کو چاہتی ہو تو اللہ تعالیٰ نے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ میرے ماں باپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑنے کا حکم نہیں دیں گے۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اس میں والدین سے مشورہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرت کو ترجیح دیتی ہوں۔ معمر کہتے ہیں کہ مجھے ایوب نے بتایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری بیویوں کو نہ بتائیے گا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا ہے نہ کہ مشقت میں ڈالنے کے لئے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور کئی سندوں سے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1268)

| |
|---|
| عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ |
| تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ○ |
| اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر ازواج بدلہ میں عطا فرما دے، فرمانبردار، ایماندار، |
| اطاعت گزار، توبہ شعار، عبادت گزار، روزہ دار، شوہر دیدہ اور کنواریاں ہوں گی۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ازواج سے بے نیاز ہونے کا بیان

"عَسٰى رَبُّه اِنْ طَلَّقَكُنَّ" أَيْ طَلَّقَ النَّبِيُّ أَزْوَاجه "أَنْ يُبْدِلهُ" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف "أَزْوَاجًا

خَيْرًا مِنكُنَّ " خَبر عَسَى وَالْجُمْلَة جَوَاب الشَّرْط وَلَمْ يَقَع التَّبْدِيل لِعَدَمِ وُقُوع الشَّرْط "مُسْلِمَات" مُقِرَّات بِالْإِسْلَامِ "مُؤْمِنَات" مُخْلِصَات "قَانِتَات" مُطِيعَات "تَائِبَات عَابِدَات سَائِحَات" صَائِمَات أَوْ مُهَاجِرَات،

اگر وہ یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا رب انہیں تم سے بہتر ازواج بدلہ میں عطا فرما دے، یہاں پر یبدلہ کی دال تشدید وتخفیف دونوں طرح آئی ہے۔ اور ازواجا یہ عسی کی خبر ہے اور جملہ جواب شرط ہے کیونکہ تبدیلی واقع نہیں ہوئی کیونکہ وقوع شرط نہیں پایا گیا۔ جو فرمانبردار، یعنی اسلام کا اقرار کرنے والی، ایماندار، اطاعت گزار، توبہ شعار، عبادت گزار، روزہ دار، بعض شوہر دیدہ اور بعض کنواریاں ہوں گی۔

یہ تخویف ہے ازواجِ مطہرات کو کہ اگر انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آزردہ کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں طلاق دی تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اور بہتر بیبیاں عطا فرمائے گا۔ اس تخویف سے ازواجِ مطہرات متاثر ہوئیں اور انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف خدمت کو ہر نعمت سے زیادہ سمجھا اور حضور کی دلجوئی اور رضا طلبی مقدم جانی، لہٰذا آپ نے انہیں طلاق نہ دی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ تحریم، لاہور)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا |
| مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ |
| اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر سخت |
| دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔ |

## اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو جہنم کی آگ سے بچانے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسكُمْ وَأَهْلِيكُمْ " بِالْحَمْلِ عَلَى طَاعَة اللّٰه "نَارًا وَقُودهَا النَّاس " الْكُفَّار "وَالْحِجَارَة" كَأَصْنَامِهِمْ مِنْهَا يَعْنِي أَنَّهَا مُفْرِطَة الْحَرَارَة تَتَّقِد بِمَا ذُكِرَ لَا كَنَارِ الدُّنْيَا تَتَّقِد بِالْحَطَبِ وَنَحْوه "عَلَيْهَا مَلَائِكَة" خَزَنَتهَا عُدَّتهمْ تِسْعَة عَشَر كَمَا سَيَأْتِي فِي "الْمُدَّثِّر" "غِلَاظ" مِنْ غِلَظ الْقَلْب "شِدَاد" فِي الْبَطْش "لَا يَعْصُونَ اللّٰه مَا أَمَرَهُمْ " بَدَل مِنْ الْجَلَالَة أَيْ لَا يَعْصُونَ أَمْر اللّٰه "وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ " تَأْكِيد وَالْآيَة تَخْوِيف لِلْمُؤْمِنِينَ عَنْ الِارْتِدَاد وَلِلْمُنَافِقِينَ الْمُؤْمِنِينَ بِأَلْسِنَتِهِمْ دُون قُلُوبهمْ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اللہ کی اطاعت پر لگا کر اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ یعنی کفار اور پتھر ہیں، جس طرح ان کے بت ہیں۔ یعنی سخت آگ ہوگی جس کو مذکورہ چیزوں سے جلایا جائے گا جبکہ دنیاوی آگ کی

طرح نہیں کہ جس کو لکڑی وغیرہ کے ساتھ جلایا جاتا ہے۔اس پر سخت دل، بہت مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جو اس کے نگران ہیں جن کی تعداد انیس ہے جس طرح سورت مدثر میں آرہا ہے۔اور غلاظ یہ غلظ القلب سے ہے جس کا معنی سخت ہے۔جو اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انھیں حکم دے یہاں پر ما امر اللہ یہ لفظ اللہ سے بدل ہے۔یعنی وہ نافرمانی نہیں کرتے۔اور وہ کرتے ہیں جو حکم دیے جاتے ہیں۔یہ تاکید ہے۔اس آیت میں اہل ایمان کیلئے ارتداد سے ڈرانا مقصود ہے۔جبکہ منافقین کیلئے جو زبانی ایمان لانے والے ہیں دل سے نہیں ہیں۔

## اہل وعیال سے متعلق دینی فرائض کا بیان

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ارشاد ربانی ہے کہ اپنے گھرانے کے لوگوں کو علم وادب سکھاؤ، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اللہ کے فرمان بجالاؤ اس کی نافرمانیاں مت کرو اپنے گھرانے کے لوگوں کو ذکر اللہ کی تاکید کرو تاکہ اللہ تمہیں جہنم سے بچالے، مجاہد فرماتے ہیں اللہ سے ڈرو اور اپنے گھر والوں کو بھی یہی تلقین کرو۔

قتادہ فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت کا انہیں حکم دو اور نافرمانیوں سے روکتے رہو ان پر اللہ کے حکم قائم رکھو اور انہیں احکام اللہ بجالانے کی تاکید کرتے رہو نیک کاموں میں ان کی مدد کرو اور برے کاموں پر انہیں ڈانٹو ڈپٹو۔ضحاک ومقاتل فرماتے ہیں ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنے رشتے کنبے کے لوگوں کو اور اپنے لونڈی غلام کو اللہ کے فرمان بجالانے کی اور اس کی نافرمانیوں سے رکنے کی تعلیم دیتا رہے۔

مسند احمد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب بچے سات سال کے ہو جائیں انہیں نماز پڑھنے کو کہتے سنتے رہا کرو جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز میں سستی کریں تو انہیں مار کر دھمکا کر پڑھاؤ، یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے، فقہاء کا فرمان ہے کہ اسی طرح روزے کی بھی تاکید اور تنبیہ اس عمر سے شروع کر دینی چاہیے تاکہ بالغ ہونے تک پوری طرح نماز روزے کی عادت ہو جائے اطاعت کے بجالانے اور معصیت سے بچتے رہنے اور برائی سے دور رہنے کا سلیقہ پیدا ہو جائے۔ان کاموں سے تم اور وہ جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے جس آگ کا ایندھن انسانوں کے جسم اور پتھر ہیں ان چیزوں سے یہ آگ سلگائی گئی ہے پھر خیال کرلو کہ کس قدر تیز ہوگی؟ پتھر سے مراد یا تو وہ پتھر ہے جن کی دنیا میں پرستش ہوتی رہی جیسے اور جگہ ہے ترجمہ تم اور تمہارے معبود جہنم کی لکڑیاں ہو، یا گندھک کے نہایت ہی بدبودار پتھر ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی اس وقت آپ کی خدمت میں بعض اصحاب تھے جن میں سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جہنم کا ایک پتھر ساری دنیا کے تمام پتھروں سے بڑا ہے انہیں یہ سن کر غشی آ گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دل دھڑک رہا تھا آپ نے انہیں آواز دی کہ اے شیخ کہو لا الہ الا اللہ اس نے اسے پڑھا پھر آپ نے اسے جنت کی خوشخبری دی تو آپ کے اصحاب نے کہا کیا ہم سب کے درمیان صرف اسی کو یہ خوشخبری دی جا رہی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں دیکھو قرآن میں ہے ترجمہ یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے اور میرے

دھمکیوں کا ڈر رکھتا ہو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے اس آگ سے عذاب کرنے والے فرشتے سخت طبیعت والے ہیں جن کے دلوں میں کافروں کے لئے اللہ نے رحم رکھا ہی نہیں اور جو بدترین ترکیبوں میں بڑی بھاری سزائیں کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے بھی پتہ پانی اور کلیجہ چھلنی ہو جائے، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں جب دوزخیوں کا پہلا جتھا جہنم کو چلا جائے گا تو دیکھے گا کہ پہلے دروازہ پر چار لاکھ فرشتے عذاب کرنے والے تیار ہیں جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور نہایت سیاہ ہیں کچلیاں باہر کو نکلی ہوئی ہیں سخت بیرحم ہیں ایک ذرے کے برابر بھی اللہ نے ان کے دلوں میں رحم نہیں رکھا اس قدر جسیم ہیں کہ اگر کوئی پرندان کے ایک کھوے سے اڑ کر دوسرے کھوے تک پہنچنا چاہے تو کئی مہینے گذر جائیں، پھر دروازہ پر انیس فرشتے پائیں گے جن کے سینوں کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے پھر ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے پانچ سو سال تک گرتے رہنے کے بعد دوسرا دروازہ آئے گا وہاں بھی اسی طرح ایسے ہی اور اتنے ہی فرشتوں کو موجود پائیں گے اسی طرح ہر ایک دروازہ پر یہ فرشتے اللہ کے فرمان کے تابع ہیں ادھر فرمایا گیا ادھر انہوں نے عمل شروع کر دیا ان کا نام زبانیہ ہے اللہ ہمیں اپنے عذاب سے پناہ دے آمین۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ تحریم، بیروت)

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ |
| اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، بس تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کرتے رہے تھے۔ |

## دخول جہنم کے وقت کفار کا کوئی عذر قبول نہ ہونے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْم" يُقَال لَهُمْ ذَلِكَ عِنْد دُخُولهمْ النَّار أَيْ لِأَنَّهُ لَا يَنْفَعكُمْ "إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" أَيْ جَزَاءَهُ،

اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، تو ان سے کہہ دیا جائے گا کہ یہ دن تمہارے لئے جہنم میں داخل ہونے کا دن ہے۔ کیونکہ اب تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بس تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کرتے رہے تھے۔ یعنی جو تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

قیامت کے دن کفار سے فرمایا جائے گا کہ آج تم بیکار عذر پیش نہ کرو کوئی معذرت ہمارے سامنے نہ چل سکے گی، تمہارے کرتوت کا مزہ تمہیں چکھنا ہی پڑے گا۔ پھر ارشاد ہے کہ اے ایمان والو تم سچی اور خالص توبہ کرو جس سے تمہارے اگلے گناہ معاف ہو جائیں میل کچیل دھل جائے، برائیوں کی عادت ختم ہو جائے۔

| |
|---|
| يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ |
| جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ |
| اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ |
| اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوع کامل سے خالص توبہ کر لو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور |

| |
|---|
| تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اور ان اہل |
| ایمان کو جو ان کی معیت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف تیزی سے چل رہا ہوگا، وہ عرض |
| کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بیشک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ |

## اللہ تعالی کی بارگاہ میں توبہ نصوح کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا" بِفَتْحِ النُّون وَضَمّهَا : صَادِقَة بِأَنْ لَا يُعَاد إِلَى الذَّنْب وَلَا يُرَاد الْعَوْد إِلَيْهِ "عَسَى رَبّكُمْ" تَرْجِيَة تَقَع "أَنْ يُكَفِّر عَنْكُمْ سَيِّئَاتكُمْ وَيُدْخِلكُمْ جَنَّات" بَسَاتِين "تَجْرِي مِنْ تَحْتهَا الْأَنْهَار يَوْم لَا يُخْزِي اللَّه" بِإِدْخَالِ النَّار "النَّبِيّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورهمْ يَسْعَى بَيْن أَيْدِيهمْ" أَمَامهمْ "وَ" يَكُون "بِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ" مُسْتَأْنَف "رَبّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورنَا" إِلَى الْجَنَّة وَالْمُنَافِقُونَ يُطْفَأ نُورهمْ "وَاغْفِرْ لَنَا" رَبّنَا

اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوع کامل سے خالص توبہ کرلو، یہاں پر لفظ نصوح یہ نون کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی ایسی سچی توبہ جس کے بعد گناہ کی طرف نہ لوٹنا ہو۔ اور نہ ہی گناہ کا ارادہ کریں۔ یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں یعنی باغات میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان اہل ایمان کو جو ان کی ظاہری یا باطنی معیت میں ہیں انہیں دخول نار کے سبب رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف روشنی دیتا ہوا تیزی سے چل رہا ہوگا، وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لئے مکمل فرما دے یعنی ہمیں جنت تک پہنچا دے۔ جبکہ منافقین کا نور بجھ جائے گا۔ اور ہماری مغفرت فرما دے، بیشک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔

## توبہ نصوح سے متعلق تصریحات کا بیان

حضرت نعمان بن بشیر نے اپنے ایک خطبے میں بیان فرمایا کہ لوگو میں نے حضرت عمر بن خطاب سے سنا ہے کہ خلاص توبہ یہ ہے کہ انسان گناہ کی معافی چاہے اور پھر اس گناہ کو نہ کرے اور روایت میں ہے پھر اس کے کرنے کا ارادہ بھی نہ کرے۔

علماء سلف فرماتے ہیں توبہ خالص یہ ہے کہ گناہ کو اس وقت چھوڑ دے جو ہو چکا ہے اس پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پختہ عزم ہو، اور اگر گناہ میں کسی انسان کا حق ہے تو چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ حق باقاعدہ ادا کر دے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نادم ہونا بھی توبہ کرنا ہے۔

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں ہمیں کہا گیا تھا کہ اس امت کے آخری لوگ قیامت کے قریب کیا کیا کام کریں گے؟ ان میں ایک یہ ہے کہ انسان اپنی بیوی یا لونڈی سے اس کے پاخانہ کی جگہ میں وطی کرے گا جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق حرام کر دیا ہے اور جس فعل پر اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہوتی ہے، اسی طرح مرد مرد سے بدفعلی کریں گے جو حرام اور باعث ناراضی اللہ و رسول اللہ ہے، ان لوگوں کی نماز بھی اللہ کے ہاں مقبول نہیں جب تک کہ یہ توبہ نصوح نہ کریں، حضرت ابوذر نے

حضرت ابی سے پوچھا توبتہ النصوح کیا ہے؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا قصور سے گناہ ہو گیا پھر اس پر نادم ہونا اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنا اور پھر اس گناہ کی طرف مائل نہ ہونا، حضرت حسن فرماتے ہیں توبہ نصوح یہ ہے کہ جیسے گناہ کی محبت تھی ویسا ہی بغض دل میں بیٹھ جائے اور جب وہ گناہ یاد آئے اس سے استغفار ہو، جب کوئی شخص توبہ کرنے پر پختگی کر لیتا ہے اور اپنی توبہ پر جما رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام اگلی خطائیں مٹا دیتا ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ اسلام لانے سے پہلے کی تمام برائیاں اسلام فنا کر دیتا ہے اور توبہ سے پہلے کی تمام خطائیں توبہ سوخت کر دیتی ہے، اب رہی یہ بات کہ توبہ نصوح میں یہ شرط بھی ہے کہ توبہ کرنے والا پھر مرتے دم تک یہ گناہ نہ کرے۔ جیسے کہ احادیث و آثار ابھی بیان ہوئے جن میں ہے کہ پھر کبھی نہ کرے، یا صرف اس کا عزم راسخ کافی ہے کہ اسے اب کبھی نہ کروں گا گو پھر بہ مقتضائے بشریت بھولے چوکے ہو جائے، جیسے کہ ابھی حدیث گذری کہ توبہ اپنے سے پہلے گناہوں کو بالکل مٹا دیتی ہے، تو تنہا توبہ کے ساتھ ہی گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا پھر مرتے دم تک اس کام کا نہ ہونا گناہ کی معافی کی شرط کے طور پر ہے؟

پس پہلی بات کی دلیل تو یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص اسلام میں نیکیاں کرے وہ اپنی جاہلیت کی برائیوں پر پکڑا نہ جائے گا اور جو اسلام لا کر بھی برائیوں میں مبتلا رہے وہ اسلام اور جاہلیت کی دونوں برائیوں میں پکڑا جائے گا، پس اسلام جو کہ گناہوں کو دور کرنے میں توبہ سے بڑھ کر ہے جب اس کے بعد بھی اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے پہلی برائیوں میں بھی پکڑ ہوئی تو توبہ کے بعد بطور اولیٰ ہونی چاہئے۔

لفظ عسی گو تمنا امید اور امکان کے معنی دیتا ہے لیکن کلام اللہ میں اس کے معنی تحقیق کے ہوتے ہیں پس فرمان ہے کہ خالص توبہ کرنے والے قطعاً اپنے گناہوں کو معاف کروالیں گے اور سرسبز و شاداب جنتوں میں آئیں گے۔ پھر ارشاد ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو ہرگز شرمندہ نہ کرے گا، انہیں اللہ کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوگا۔ اور سب اندھیروں میں ہوں گے اور یہ روشنی میں ہوں گے۔

جب یہ دیکھیں گے کہ منافقوں کو جو روشنی ملی تھیں عین ضرورت کے وقت وہ ان سے چھین لی گئی اور وہ اندھیروں میں بھٹکتے رہ گئے تو دعا کریں گے کہ اے اللہ ہمارے ساتھ ایسا نہ ہو ہماری روشنی تو آخر وقت تک ہمارے ساتھ ہی رہے ہمارا نور ایمان بجھنے نہ پائے۔ بنو کنانہ کے ایک صحابی فرماتے ہیں فتح مکہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں نے نماز پڑھی تو میں نے آپ کی اس دعا کو سنا (ترجمہ) میرے اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا، ایک حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے سجدے کی اجازت مجھے دی جائے گی اور اسی طرح سب سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے کی اجازت بھی مجھی کو مرحمت ہوگی میں اپنے سامنے اور دائیں بائیں نظریں ڈال کر اپنی امت کو پہچان لوں گا ایک صحابی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیسے پہچانیں گے؟ وہاں تو بہت سی امتیں مخلوط ہوں گی آپ نے فرمایا میری امت کے لوگوں کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ ان کے اعضاء وضو منور ہوں گے چمک رہے ہوں گے کسی اور امت میں یہ بات نہ ہوگی دوسری پہچان یہ ہے کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے، تیسری نشانی یہ ہوگی کہ سجدے کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہوں گے جن سے میں پہچان لوں گا چوتھی

علامت یہ ہے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ تحریم، بیروت)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں انہیں یہ خوشخبری پہنچا دو کہ قیامت کے دن (اس کے سبب سے) ان کو کامل روشنی نصیب ہوگی۔

(جامع ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 685)

اس ارشاد میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ آیت (نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا، التحریم:8) "ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (اور) یوں دعا کرتے ہوں گے اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھیے۔

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ |
| اے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی فرمائیے، |
| اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ |

## کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا النَّبِيّ جَاهِدْ الْكُفَّار " بِالسَّيْفِ "وَالْمُنَافِقِينَ" بِاللِّسَانِ وَالْحُجَّة "وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ " بِالِانْتِهَاءِ وَالْمَقْت "وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّم وَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ،

اے نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کافروں کے ساتھ تلوار سے اور منافقوں کے ساتھ زبان سے اور حجت سے جہاد کیجئے اور ان پر انتہائی سختی فرمائیے، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ پوچھا گیا کہ پھر کون سا عمل؟ فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، پوچھا گیا کہ پھر کون سا، فرمایا حج مقبول۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1043)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ (۱) جہاد کرنے والے (۲) حج کرنے والے (۳) عمرہ کرنے والے۔

(نسائی، بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1076)

| |
|---|
| ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا |
| صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝ |
| اللہ نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا ہے نوح (علیہ السلام) کی عورت اور لوط (علیہ السلام) کی عورت کی مثال بیان فرمائی |

ہے، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں، سو دونوں نے ان سے خیانت کی پس وہ اللہ کے سامنے ان کے کچھ کام نہ آئے اور ان سے کہہ دیا گیا کہ تم دونوں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔

## عورتوں کی دین میں خیانت کرنے کا بیان

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَاهُمَا" أَيْ فَخَانَتَاهُمَا فِي الدِّين إِذْ كَفَرَتَا وَكَانَتْ امْرَأَة نُوح وَاسْمهَا وَاهِلَة تَقُول لِقَوْمِهِ : إِنَّهُ مَجْنُون وَامْرَأَة لُوط وَاسْمهَا وَاعِلَة تَدُلّ قَوْمه عَلَى أَضْيَافه إِذَا نَزَلُوا بِهِ لَيْلًا بِإِيقَادِ النَّار وَنَهَارًا بِالتَّدْخِينِ "فَلَمْ يُغْنِيَا" أَيْ نُوح وَلُوط "عَنْهُمَا مِنْ اللّٰه" مِنْ عَذَابه "شَيْئًا وَقِيلَ" أَيْ وَقِيلَ لَهُمَا "اُدْخُلَا النَّار مَعَ الدَّاخِلِينَ" مِنْ كُفَّار قَوْم نُوح وَقَوْم لُوط

اللہ نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے کفر کیا ہے نوح علیہ السلام کی عورت اور لوط علیہ السلام کی عورت کی مثال بیان فرمائی ہے، وہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو صالح بندوں کے نکاح میں تھیں، سو دونوں نے ان سے خیانت کی یعنی ان دونوں نے دین میں خیانت کی ہے جب ان دونوں نے کفر کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام واہلہ تھا اور وہ اپنی قوم سے کہتی تھی کہ وہ مجنون ہے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام واعلہ تھا اس نے اپنی قوم کو حضرت لوط علیہ السلام کے مہمانوں کی طرف رہنمائی کی تھی۔ جب وہ رات کے وقت آئے۔ یعنی رات کو آگ جلا کر اور دن کو دھواں جلا کر رہنمائی کرتی تھی۔ پس وہ اللہ کے عذاب کے سامنے ان کے کچھ کام نہ آئے یعنی نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام نے انہیں عذاب سے نہ بچایا اور ان سے کہہ دیا گیا کہ تم دونوں عورتیں داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ یعنی قوم نوح اور قوم لوط کے کفار کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

دِین میں کہ کفر اختیار کیا، حضرت نوح کی عورت واہلہ اپنی قوم سے حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت کہتی تھی کہ وہ مجنون ہیں اور حضرت لوط علیہ السلام کی عورت واعلہ اپنا نفاق چھپاتی تھی اور جو مہمان آپ کے یہاں آتے تھے آگ جلا کر اپنی قوم کو ان کے آنے سے خبردار کرتی تھی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ تحریم، لاہور)

## خیانت سے پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے تھے۔ (اللّٰهم انی اعوذبك من الجوع فانه بئس الضجيع واعوذبك من الخيانة فانها بئست البطانة، اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں بھوک سے کہ وہ بدترین ہم خواب ہے اور تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے کہ وہ باطن کی بدترین خصلت ہے۔

(ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 1000)

بھوک سے اس لئے پناہ مانگی کہ اس کی وجہ سے انسان کے بدن، قوی اور حواس میں کمزوری ہو جاتی ہے اور اس کا اثر عبادت میں نقصان اور حضوری میں خلل کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے لہٰذا بدترین بھوک وہی ہے جو نقصان و خلل کا باعث بنے اور اکثر ہو جب کہ

وہ بھوک جو ریاضت ومجاہدہ کے مقصد سے بطریق اعتدال اور اپنی حالت کے موافق ہو بدترین نہیں ہے۔ بلکہ وہ باطن کی صفائی دل کی نورانیت اور بیماریوں سے بدن کی صحت وسلامتی کا سبب ہے۔ "خیانت" سے مراد ہے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا ارتکاب کرنا اور لوگوں کے اموال اور ان کے رازوں میں بے ایمانی وخیانت کرنا چنانچہ قرآن کریم کی یہ آیت اسی پر دلالت کرتی ہے۔آیت (یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ، الانفال:27)۔اے ایمان والو! نافرمانی کے ذریعہ اللہ اور رسول کے حق میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنے اموال میں خیانت کرو۔

| |
|---|
| وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا |
| فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ |
| اور اللہ نے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں زوجہ فرعون کی مثال بیان فرمائی ہے، جب اس نے عرض کیا: اے میرے رب! تو |
| میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل سے نجات دیدے اور مجھے ظالم قوم سے بچالے۔ |

## حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا پر تکلیف کے وقت فرشتوں کے سایہ کرنے کا بیان

"وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ" آمَنَتْ بِمُوسَى وَاسْمهَا آسِيَة فَعَذَّبَهَا فِرْعَوْن بِأَنْ أَوْتَدَ يَدَيْهَا وَرِجْلَيْهَا وَأَلْقَى عَلَى صَدْرهَا رَحًى عَظِيمَة وَاسْتَقْبَلَ بِهَا الشَّمْس فَكَانَتْ إذَا تَفَرَّقَ عَنْهَا مَنْ وُكِلَ بِهَا ظَلَّلَتْهَا الْمَلَائِكَة "إذْ قَالَتْ" فِي حَال التَّعْذِيب "رَبّ ابْنِ لِي عِنْدك بَيْتًا فِي الْجَنَّة" فَكُشِفَ لَهَا فَرَأَتْهُ فَسَهُلَ عَلَيْهَا التَّعْذِيب "وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْن وَعَمَله" وَتَعْذِيبه "وَنَجِّنِي مِنْ الْقَوْم الظَّالِمِينَ" أَهْل دِينه فَقَبَضَ اللّٰه رُوحهَا وَقَالَ ابْن كَيْسَان: رُفِعَتْ إلَى الْجَنَّة حَيَّة فَهِيَ تَأْكُل وَتَشْرَب،

اور اللہ نے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں زوجہ فرعون کی مثال بیان فرمائی ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائیں جن کا نام آسیہ تھا۔فرعون اس کے ہاتھ اور پاؤں میں میخ گاڑ دیتا تھا۔اور اس کے سینے پر پتھر رکھ دیتا اور اس کا رخ سورج کی جانب کردیتا اور جب وہ اس سے الگ ہوتے تو فرشتے اس پر سایہ کرتے تھے۔جب اس نے عرض کیا یعنی حالت سختی میں کہا اے میرے رب! تو میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنادے تو اللہ تعالیٰ نے اس کیلئے پردے اٹھادیئے پس اس نے اپنا مکان دیکھ لیا جس کے سبب اس کو سختی برداشت کرنا آسان ہوگیا۔ اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل عذاب سے نجات دے دے اور مجھے ظالم قوم سے بھی بچالے۔یعنی اس کے مذہب والے لوگوں سے بچا۔پس اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو قبض کرلیا۔اور ابن کیسان نے کہا کہ ان کو جنت کی طرف زندہ اٹھالیا گیا پس وہ کھاتی ہیں اور پیتی ہیں۔

## حضرت آسیہ کے ایمان واستقامت کی لازوال مثال کا بیان

حضرت قتادہ فرماتے ہیں روئے زمین کے تمام تر لوگوں میں سب سے زیادہ سرکش فرعون تھا لیکن اس کے کفر نے بھی اس کی بیوی کو کچھ نقصان نہ پہنچایا اس لئے کہ وہ اپنے زبردست ایمان پر پوری طرح قائم تھیں اور رہیں جان لو کہ اللہ تعالیٰ عادل حاکم ہے وہ ایک گناہ پر دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

حضرت سلمان فرماتے ہیں فرعون اس نیک بخت بیوی کو طرح طرح سے ستاتا تھا سخت گرمیوں میں انہیں دھوپ میں کھڑا کر دیتا لیکن پروردگار اپنے فرشتوں کے پروں کا سایہ ان پر کر دیتا اور انہیں گرمی کی تکلیف سے بچالیتا بلکہ ان کے جنتی مکان کو دکھا دیتا جس سے ان کی روح کی تازگی اور ایمان کی زیادتی ہو جاتی ،فرعون اور حضرت موسیٰ کی بابت یہ دریافت کرتی رہتی تھیں کہ کون غالب رہا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ غالب رہے بس یہی ان کے ایمان کا باعث بنا اور یہ پکار اٹھیں کہ میں موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لائی۔فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی پتھر کی چٹان تمہیں ملے اسے اٹھوالاؤ اسے چت لٹاؤ اور اسے کہو کہ اپنے اس عقیدے سے باز آئے اگر باز آ جائے تو میری بیوی ہے عزت وحرمت کے ساتھ واپس لاؤ اور اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرادو اور اس کا قیمہ قیمہ کر ڈالو، جب یہ لوگ پتھر لائے انہیں لے گئے لٹایا اور پتھر ان پر گرانے کے لئے اٹھایا تو انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پروردگار نے حجاب ہٹا دیئے اور جنت کو اور وہاں جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا اسے انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا اور اسی میں ان کی روح پرواز کر گئی جس وقت پتھر پھینکا گیا اس وقت ان میں روح تھی ہی نہیں، اپنی شہادت کے وقت دعا مانگتی ہیں کہ اللہ جنت میں اپنے قریب کی جگہ مجھے عنایت فرما اس دعا کی اس باریکی پر بھی نگاہ ڈالئے کہ پہلے اللہ کا پڑوس مانگا جا رہا ہے پھر گھر کی درخواست کی جا رہی ہے۔اس واقعہ کے بیان میں مرفوع حدیث بھی وارد ہوئی ہے، پھر دعا کرتی ہیں کہ مجھے فرعون اور اس کے عمل سے نجات دے میں اس کی کفریہ حرکتوں سے بیزار ہوں، مجھے اس ظالم قوم سے عافیت میں رکھ، ان بیوی صاحبہ کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا رضی اللہ عنہا۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ تحریم، بیروت)

## حضرت آسیہ کے بیٹوں کی شہادت کا بیان

ان کے ایمان کا باعث بنا، وہ ایک روز فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی اچانک کنگھی ہاتھ سے گر گئی اور ان کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں اس پر فرعون کی لڑکی نے پوچھا کہ کیا میرے باپ کے سوا تو کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرے باپ کا اور ہر چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے، اس نے غصہ میں آ کر انہیں خوب مارا پیٹا اور اپنے باپ کو اس کی خبر دی، فرعون نے انہیں بلا کر خود پوچھا کہ کیا تم میرے سوا کسی اور کی عبادت کرتی ہو؟ جواب دیا کہ ہاں میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہے میں اسی کی عبادت کرتی ہوں، فرعون نے حکم دیا اور انہیں چت لٹا کر ان کے ہاتھ پیروں پر میخیں گڑ وا دیں اور سانپ چھوڑ دیئے جو انہیں کاٹتے رہیں، پھر ایک دن آیا اور کہا اب تیرے خیالات درست ہوئے؟ وہاں سے جواب ملا کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا رب اللہ ہی ہے، فرعون نے کہا اب تیرے سامنے میں تیرے لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دونگا ورنہ اب بھی میرا کہا مان لے اور اس دین سے باز آ جا، انہوں نے

جواب دیا کہ جو کچھ تو کرسکتا ہو کرڈال، اس ظالم نے ان کے لڑکے کو منگوایا اور ان کے سامنے اسے مارڈالا جب اس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا اے ماں خوش ہو جا تیرے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں اور فلاں فلاں نعمتیں تجھے ملیں گی، انہوں نے اس روح فرسا سانحہ کو بچشم خود دیکھا لیکن صبر کیا اور راضی بہ قضاء ہو کر بیٹھی رہیں فرعون نے انہیں پھر اسی طرح باندھ کرڈلوا دیا اور سانپ چھوڑ دیئے پھر ایک دن آیا اور اپنی بات دہرائی بیوی صاحبہ نے پھر نہایت صبر واستقلال سے وہی جواب دیا اس نے پھر وہی دھمکی دی اور ان کے دوسرے بچے کو بھی ان کے سامنے ہی قتل کرادیا۔ اس کی روح نے بھی اسی طرح اپنی والدہ کو خوشخبری دی اور صبر کی تلقین کی، فرعون کی بیوی صاحبہ نے بڑے بچہ کی روح کی خوش خبری سنی تھی اب اس چھوٹے بچے کی روح کی بھی خوش خبری سنی اور ایمان لے آئیں، ادھر ان بیوی صاحبہ کی روح اللہ تعالیٰ نے قبض کرلی اور ان کی منزل ومرتبہ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو دکھا دیا گیا۔ یہ اپنے ایمان ویقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی ان کے ایمان کی خبر ہو گئی، اس نے ایک روز اپنے درباریوں سے کہا تمہیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے کیا جانتے ہو؟ سب نے بڑی تعریف کی اور ان کی بھلائیاں بیان کیں فرعون نے کہا تمہیں نہیں معلوم ہو بھی میرا سوا دوسرے کو اللہ مانتی ہے پھر مشورہ ہوا کہ انہیں قتل کر دیا جائے، چنانچہ میخیں گاڑی گئیں اور ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کرڈال دیا گیا اس وقت حضرت آسیہ نے اپنے رب سے دعا کی کہ پروردگار میرے لئے اپنے پاس جنت میں مکان بنا، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حجاب ہٹا کر انہیں ان کا جنتی درجہ دکھا دیا جس پر یہ ہنسنے لگیں، ٹھیک اسی وقت فرعون آ گیا اور انہیں ہنستا ہوا دیکھ کر کہنے لگا لوگو تمہیں تعجب نہیں معلوم ہوتا کہ اتنی سخت سزا میں یہ مبتلا ہے اور پھر ہنس رہی ہے یقیناً اس کا دماغ ٹھکانے نہیں، بہرحال ایسی ہی سختیوں میں آپ شہید ہوئیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ تحریم، بیروت)

| |
|---|
| وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ |
| بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۝ |
| اور عمران کی بیٹی مریم کی، جس نے اپنی عصمت وعفت کی خوب حفاظت کی تو ہم نے گریبان میں اپنی روح پھونک دی |
| اور اس نے اپنے رب کے فرامین اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی۔ |

## حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا بیان

"وَمَرْيَمَ" عَطْف عَلَى امْرَأَة فِرْعَوْن "ابْنَت عِمْرَان الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجهَا" حَفِظَتْهُ "فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُوحنَا" أَيْ جِبْرِيل حَيْثُ نَفَخَ فِي جَيْب دِرْعهَا بِخَلْقِ اللّٰه تَعَالَى فَعَلَهُ الْوَاصِل إِلَى فَرْجهَا فَحَمَلَتْ بِعِيسَى "وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبّهَا" شَرَائِعه "وَكُتُبه" أَيْ وَكُتُبه الْمُنَزَّلَة "وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ" مِنَ الْقَوْم الْمُطِيعِينَ.

اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال بیان فرمائی ہے۔ اس کا عطف امراۃ فرعون پر ہے۔ جس نے اپنی عصمت وعفت کی خوب

حفاظت کی تو ہم نے یعنی جبرائیل نے گریبان میں اپنی روح پھونک دی جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا جس سے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے بطن مبارک میں اٹھایا۔ اور اس نے اپنے رب کے فرامین یعنی شرائع اور اس کی نازل کردہ کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزاروں میں سے تھی۔ یعنی اہل اطاعت میں سے تھیں۔

## حضرت آسیہ و مریم کے فضائل کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں لیکن عورتوں میں سوائے آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران کے کوئی کامل نہیں ہوئی اور عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے شوربے میں بھیگی ہوئی روٹی کی تمام کھانوں پر (اس زمانہ میں یہ کھانا تمام کھانوں سے بہتر سمجھا جاتا تھا)۔
(صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 672)

عبادۃ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اس بات کا قائل ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے نبی، حضرت مریم کے بیٹے اور کلمۃ اللہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف القاء کیا تھا اور روح اللہ ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 143)

آدم شعبہ عمرو بن مرہ مرہ ابوموسیٰ اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر مردوں میں تو بہت کامل ہوئے مگر عورتوں میں سوائے مریم بنت عمران اور آسیہ زوجہ فرعون کے کوئی کامل نہیں ہوئی ابن وہب یونس ابن شہاب سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا قریش کی عورتیں اونٹ پر سوار ہونے والی تمام عورتوں (یعنی عرب عورتوں) سے بہتر ہیں سب سے زیادہ بچہ سے محبت رکھنے والی اور شوہر کے مال کی حفاظت کرنے والی ہیں اس کے بعد ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ مریم بنت عمران کبھی اونٹ پر سوار نہیں ہوئیں۔ اس کے متابع حدیث زہری کے بھتیجے اور اسحاق کلبی نے زہری سے روایت کی ہے اور قول الٰہی اے اہل کتاب اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ کی شان میں غلط بات نہ کہو مسیح عیسیٰ بن مریم تو کچھ بھی نہیں البتہ اللہ کے رسول اور اس کے ایک کلمہ ہیں جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اس کی طرف سے ایک جان ہیں سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین اللہ ہیں باز آ جاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کی ملک ہے اور اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ کلمتہ سے مراد (اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ) کن بس وہ کام ہو جاتا ہے دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ روح منہ کے یہ معنی ہیں کہ اللہ نے انہیں زندہ کیا اور روح دی اور یہ نہ کہو کہ (خدا) تین ہیں۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 695)

# سُوْرَةُ الْمُلْك

## یہ قرآن مجید کی سورت ملک ہے

### سورت ملک کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

**سُوْرَةُ الْمُلْكِ (مَكِّيَّة وَآيَاتُهَا ثَلَاثُوْنَ آيَة)**

سورۃُ المُلک مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، تیس آیات، تین سو تیس کلمات، ایک ہزار تین سو تیرہ حروف ہیں۔

### سورت ملک کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت میں لفظ ملک استعمال ہوا ہے جس کا معنی بادشاہت ہے۔ کیونکہ دنیا وآخرت میں ہر طرح کی ملکیت و بادشاہت اللہ کیلئے ہے۔ پس اسی سبب سے یہ سورت ملک کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت ملک کی شفاعت کے ذریعے بخشش کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم میں ایک سورت ہے جس میں تیس آیتیں ہیں اس سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی یہاں تک کہ اس کی بخشش کی گئی اور وہ سورت ملک تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 663)

اس سورت کے شفاعت کے معنی میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ اس لفظ کے ذریعہ زمانہ ماضی کی خبر دی گئی ہے کہ ایک شخص سورت تبارک الذی پڑھا کرتا تھا اور اس سورت کی بہت زیادہ قدر کیا کرتا تھا چنانچہ جب اس کا انتقال ہوا تو اس سورت نے بارگاہ حق میں اس کی سفارش کی جس کے نتیجہ میں اس شخص کو عذاب سے بچایا گیا۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ شفعت مستقبل کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص یہ سورت پڑھے گا اس کے بارہ میں یہ قیامت کے دن شفاعت وسفارش کرے گی اور حق تعالیٰ اس کی سفارش کو قبول فرمائے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص نے اپنا خیمہ قبر پر کھڑا کر لیا مگر انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے چنانچہ ناگہاں انہوں نے سنا کہ اس (قبر) میں ایک شخص تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے یہاں تک کہ اس نے وہ سورت ختم کی اس کے بعد خیمہ کھڑا کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سورت ملک منع کرنے

والی اور نجات دینے والی ہے یہ سورت اپنے پڑھنے والے کو اللہ کے عذاب سے چھٹکارا دلاتی ہے۔ امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 664)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک شخص سے کہا آ مین تجھے ایک ایسا تحفہ دوں کہ تو خوش ہو جائے (سورۃ ملک) پڑھا کر اور اسے اپنے اہل وعیال کو اولاد کو گھر کے بچوں کو اور پڑوسیوں کو سکھا یہ سورت نجات دلوانے والی اور شفاعت کرنے والی ہے قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کی طرف سے اللہ سے سفارش کرے گی اور اسے عذاب آگ سے بچالے گی اور عذاب قبر سے بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ایک ایک امتی کے دل میں یہ ہو۔ (مسند حمیدی)

| |
|---|
| تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُﹰ |
| بہت برکت والا ہے وہ کہ تمام بادشاہی صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی برکت وقدرت کا بیان

"تَبَارَكَ" تَنَزَّهَ عَنْ صِفَاتِ الْمُحْدَثِیْنَ "الَّذِی بِیَدِهِ" فِی تَصَرُّفه "الْمُلْكُ" السُّلْطَان وَالْقُدْرَة،

بہت برکت والا ہے یعنی حدوث کی صفات سے پاک ہے۔ کہ تمام بادشاہی کا تصرف صرف اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

تبارک: ماضی واحد مذکر غائب تبارک (تفاعل) مصدر۔ وہ بہت برکت والا ہے، وہ بڑی برکت والا ہے، مخاطب کا تبارکت بھی آتا ہے صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اسے اسم فعل بتاتے ہیں۔ البرکۃ کے معنی کسی شے میں خیر الٰہی ثابت ہونا کے ہیں۔ آیت ہذا میں تنبیہ کی ہے کہ وہ تمام خیرات جن کو لفظ تبارک کے تحت ذکر کیا ہے ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔ الذی بیدہ الملک: الذی اسم موصول۔ الملک مبتداء، بیدہ خبر، دونوں مل کر موصول کا صلہ اور یہ سارا جملہ مل کر فاعل ہے تبارک کا۔ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (دارین کی) بادشاہت ہے۔ تبارک برکت کے معنی کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا ثابت ہونا ہے (مفردات)

یعنی جو کام کیا جائے اس میں متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہونے کا نام برکت ہے۔ بشرطیکہ یہ کام خیر کا پہلو رکھتا ہو اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثابت ہو وہ مبارک ہے۔ اور تبرک کا لفظ اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور صرف ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہیں۔ اس آیت میں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک چیز کو جس بہتر مقصد کے لیے پیدا فرمایا تھا وہ چونکہ بدرجہ اتم وہ مقصد پورا کر رہی ہے لہٰذا اللہ کی ذات تبارک یعنی بابرکت ہوئی۔

| |
|---|
| نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ |
| وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا، تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے |
| اور وہی سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ |

## موت وحیات کی تخلیق کے مقصد کا بیان

"اَلَّذِی خَلَقَ الْمَوْت" فِی الدُّنْیَا "وَالْحَیَاۃ" فِی الْآخِرَۃ أَوْ ھُمَا فِی الدُّنْیَا فَالنُّطْفَۃ تَعْرِض لَھَا الْحَیَاۃ وَھِیَ مَا بِہِ الْإِحْسَاس وَالْمَوْت ضِدّھَا أَوْ عَدَمھَا قَوْلَان وَالْخَلْق عَلَی الثَّانِی بِمَعْنَی التَّقْدِیر "لِیَبْلُوکُمْ" لِیَخْتَبِرکُمْ فِی الْحَیَاۃ "أَیّکُمْ أَحْسَن عَمَلًا" أَطْوَع لِلّٰہِ "وَھُوَ الْعَزِیز" فِی انْتِقَامہ مِمَّنْ عَصَاہُ "الْغَفُور" لِمَنْ تَابَ إِلَیْہِ،

وہ جس نے دنیا میں موت اور آخرت میں زندگی کو پیدا کیا، یا ان دونوں کو دنیا میں پیدا کیا۔ پس اس نے نطفہ میں حیات ڈالی ہے۔ اور حیات وہ ہے جس سے محسوس کیا جائے۔ جبکہ موت اس کی ضد ہے۔ اور عدم حیات کا نام موت ہے۔ یہی دونوں اقوال ہیں اور دوسری صورت میں خلق کا معنی تقدیر ہوگا۔ تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون دنیا کی زندگی میں عمل میں زیادہ اچھا ہے یعنی اللہ کی اطاعت زیادہ کرتا ہے۔ اور وہی سب پر غالب، یعنی جو اس کی نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے۔ بے حد بخشنے والا ہے۔ اس شخص کو جو اس کی بارگاہ میں توبہ کرنے والا ہے۔

## زندگی میں اعمال کی آزمائش کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان فرما رہا ہے اور خبر دے رہا ہے کہ تمام مخلوق پر اسی کا قبضہ ہے جو چاہے کرے۔ کوئی اس کے احکام کو ٹال نہیں سکتا اس کے غلبہ اور حکمت اور عدل کی وجہ سے اس سے کوئی باز پرس بھی نہیں کر سکتا وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے۔ پھر خود موت وحیات کا پیدا کرنا بیان کر رہا ہے، اس آیت سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت ایک وجودی امر ہے کیونکہ وہ بھی پیدا کردہ شدہ ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا تا کہ اچھے اعمال والوں کا امتحان ہو جائے جیسے اور جگہ ہے آیت (کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ، البقرۃ:28) تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیوں کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے پھر اس نے تمہیں زندہ کر دیا، پس پہلے حال یعنی عدم کو یہاں بھی موت کہا گیا اور اس پیدائش کو حیات کہا گیا اسی لئے اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے آیت (ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ، البقرۃ:28) وہ پھر تمہیں مار ڈالے گا اور پھر زندہ کر دے گا۔

ابن ابی حاتم میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بنی آدم موت کی ذلت میں تھے۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے حیات کا گھر بنا دیا پھر موت کا اور آخرت کو جزا کا پھر بقاء کا۔

لیکن یہی روایت اور جگہ حضرت قتادہ کا اپنا قول ہونا بیان کی گئی ہے، آزمائش اس امر کی ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے؟ اکثر عمل والا نہیں بلکہ بہتر عمل والا، وہ باوجود غالب اور بلند جناب ہونے کے پھر عاصیوں اور سرتاب لوگوں کے لئے، جب وہ رجوع کریں اور توبہ کریں معاف کرنے اور بخشنے والا بھی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ملک، بیروت)

## احسن عمل کے مفہوم کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی یہاں تک کہ احسن عملاً تک پہنچے تو فرمایا کہ (احسن عملاً) وہ شخص ہے جو اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہو اور اللہ کی اطاعت میں ہر وقت مستعد و تیار ہو۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ملک، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًاؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍؕ |
| فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ |
| وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ |
| پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے؟ |

## آسمانوں کی تخلیق سے دلیل قدرت کا بیان

"اَلَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَات طِبَاقًا" بَعْضهَا فَوْق بَعْض مِنْ غَيْر مُمَاسَّة "مَا تَرَى فِي خَلْق الرَّحْمَانِ" لَهُنَّ أَوْ لِغَيْرِهِنَّ "مِنْ تَفَاوُت" تَبَايُن وَعَدَم تَنَاسُب "فَارْجِعْ الْبَصَر" أَعِدْهُ إلَى السَّمَاء "هَلْ تَرَى" فِيهَا "مِنْ فُطُور" صُدُوع وَشُقُوق

وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا فرمائے۔ یعنی بغیر کسی اتصال کے بعض آسمان بعض آسمانوں کے اوپر ہیں۔ رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ یعنی ان میں کوئی فرق یا غیر مناسبت نہ دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، یعنی اس کو آسمان کی طرف کر، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی یعنی کوئی شگاف یا سوراخ کی جگہ نظر آتی ہے؟

## آسمانوں کی تخلیق میں ترتیب کا بیان

جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ایک پر ایک گو بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ایک پر ایک ملا ہوا ہے لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ درمیان میں جگہ ہے اور ایک دوسرے کے اوپر فاصلہ ہے، زیادہ صحیح یہی قول ہے، اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے، پروردگار کی مخلوق میں تو کوئی نقصان نہ پائے گا بلکہ تو دیکھے گا کہ وہ برابر ہے، نہ ہیر پھیر ہے نہ مخالفت اور بے ربطی ہے، نہ نقصان اور عیب اور خلل ہے۔ اپنی نظر آسمان کی طرف ڈال اور غور سے دیکھ کر کہیں کوئی عیب ٹوٹ پھوٹ جوڑ توڑ شگاف و سوراخ دکھائی دیتا ہے؟ پھر بھی اگر شک رہے تو دو دفعہ دیکھ لے کوئی نقصان نظر نہ آئے گا تو نے خوب نظریں جما کر ٹٹول کر دیکھا ہو

پھر بھی ناممکن ہے کہ تجھے کوئی شکست وریخت نظر آئے تیری نگاہیں تھک کر اور ناکام ہو کر نیچی ہو جائیں گی۔ نقصان کی نفی کر کے اب کمال کا اثبات ہو رہا ہے تو فرمایا آسمان دنیا کو ہم نے ان قدرتی چراغوں یعنی ستاروں سے بارونق بنا رکھا ہے جن میں بعض چلنے پھرنے والے ہیں اور بعض ایک جا ٹھہرے رہنے والے ہیں، پھر ان کا ایک اور فائدہ بیان ہو رہا ہے کہ ان سے شیطانوں کو مارا جاتا ہے ان میں سے شعلے نکل کر ان پر گرتے ہیں یہ نہیں کہ خود ستارہ ان پر ٹوٹے۔ شیطین کی دنیا میں یہ رسوائی تو دیکھتے ہی ہو آخرت میں بھی ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ جیسے سورہ صافات کے شروع میں ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی ہے اور سرکش شیطانوں کی حفاظت میں انہیں رکھا ہے، وہ بلند و بالا فرشتوں کی باتیں سن نہیں سکتے اور چاروں طرف سے حملہ کر کے بھگا دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے اگر کوئی ان میں سے ایک آدھ بات اچک کر لے بھاگتا ہے تو اس کے پیچھے چمکدار تیز شعلہ لپکتا ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں ستارے تین فائدوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں، آسمان کی زینت، شیطانوں کی مار اور راہ پانے کے نشانات۔ جس شخص نے اس کے سوا کوئی اور بات تلاش کی اس نے رائے کی پیروی کی اور اپنا صحیح حصہ کھو دیا اور باوجود علم نہ ہونے کی تکلف کیا۔ (جامع البیان، ابن ابی حاتم، سورہ ملک، بیروت)

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت بطحاء کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدلی گزری لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس کا نام کیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں یہ بادل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور مزن بھی۔ عرض کیا جی ہاں مزن بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور عنان بھی۔ عرض کیا جی ہاں عنان بھی پھر پوچھا کہ کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ عرض کیا نہیں اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں اکہتر، بہتر یا تہتر برس کا فرق ہے۔ پھر اس سے اوپر کا آسمان بھی اتنا ہی دور ہے اور اسی طرح ساتوں آسمان گنوائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتوں آسمان پر ایک سمندر ہے اس کے نچلے اور اوپر کے کناروں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا۔ اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جو پہاڑی بکروں کی طرح ہیں۔ ان کے کھروں اور ٹخنوں کا درمیانی فاصلہ بھی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا ہے اور ان کی پیٹھ پر عرش ہے اس کے نچلے اور اوپر کے کنارے کے درمیان بھی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے اور اس کے اوپر اللہ ہے۔ عبد بن حمید، یحییٰ بن معین کا قول نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن سعد حج کے لئے کیوں نہیں جاتے تاکہ لوگ ان سے یہ حدیث سن سکیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ولید بن ابی ثور بھی سماک سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں، یہ مرفوع ہے۔ شریک بھی سماک سے اس کا کچھ حصہ موقوفاً نقل کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعد رازی ہیں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1270)

| |
|---|
| ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ○ |
| تم پھر نگاہ کو بار بار پھیر کر دیکھو، نظر تمہاری طرف تھک کر پلٹ آئے گی اور وہ ناکام ہوگی۔ |

## آسمانوں کی خلقت میں کوئی نقص نہ ہونے کا بیان

"ثُمَّ ارْجِعْ الْبَصَر كَرَّتَيْنِ " كَرَّة بَعْد كَرَّة "يَنْقَلِب" يَرْجِع "إِلَيْك الْبَصَر خَاسِئًا " ذَلِيلًا لِعَدَمِ إِدْرَاك خَلَل "وَهُوَ حَسِير" مُنْقَطِع عَنْ رُؤْيَة خَلَل،

تم پھر نگاہِ تحقیق کو بار بار پھیر کر دیکھو، ہر بار نظر تمہاری طرف تھک کر یعنی خلل تلاش نہ کر سکنے کی وجہ سے ذلیل ہو کر پلٹ آئے گی اور وہ کوئی بھی نقص تلاش کرنے میں ناکام ہوگی۔ کیونکہ وہ رؤیت خلل میں منقطع ہو چکی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ثم ارجع البصر كرتين ۔ اس جملہ کا عطف فارجع پر ہے اور تثنیہ (یعنی لفظ کرتین جو کرۃ کا تثنیہ ہے) تکثیر کے لئے ہے۔ صرف دو دفعہ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ بار بار دیکھنا مراد ہے پھر بار بار نگاہ ڈالو۔ ینقلب: مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) صیغہ واحد مذکر غائب۔ انقلاب (انفعال) مصدر۔ وہ (نگاہ تیری طرف) لوٹے گی۔ خسئا، خسا (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بمعنی درماندہ، ذلیل وخوار، تھک کر رہ جانے والا۔ دھتکارا ہوا۔ عربی میں ہے خسات الکلب فخسا میں نے کتے کو دھتکارا پس وہ دور ہو گیا۔ کسی کو دھتکارنے کے لئے عربی میں اخسا کہا جاتا ہے۔

یعنی ممکن ہے ایک آدھ مرتبہ دیکھنے میں نگاہ خطا کر جائے، اس لیے پوری کوشش سے بار بار دیکھ، کہیں کوئی رخنہ تو دکھائی نہیں دیتا خوب غور وفکر اور نظر ثانی کر کہ قدرت کے انتظام میں کہیں انگلی رکھنے کی جگہ تو نہیں۔ یاد رکھ! تیری نگاہ تھک جائے گی اور ذلیل و درماندہ ہو کر واپس آ جائے گی۔ لیکن خدائی مصنوعات وانتظامات میں کوئی عیب وقصور نہ نکال سکے گی۔

| |
|---|
| وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ○ |
| اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور ہم نے انہیں شیطانوں کو مارنے کے لیے آلہ |
| بنا دیا ہے اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## آسمانوں کو ستاروں سے سجا دیئے جانے کا بیان

"وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاء الدُّنْيَا" الْقُرْبَى إِلَى الْأَرْض "بِمَصَابِيح" بِنُجُوم "وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا" مَرَاجِم "لِلشَّيَاطِينِ" إِذَا اسْتَرَقُوا السَّمْع بِأَنْ يَنْفَصِل شِهَاب عَنْ الْكَوْكَب كَالْقَبَسِ يُؤْخَذ مِنْ النَّار فَيَقْتُل الْجِنِّيّ أَوْ يَخْبِلهُ لَا أَنَّ الْكَوْكَب يَزُول عَنْ مَكَانه "وَأَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاب السَّعِير" النَّار الْمُوقَدَة،

اور ہم نے دنیا کے آسمان کو چراغوں یعنی ستاروں سے آراستہ کیا ہے جو زمین کے قریب ہیں۔اور ہم نے انہیں شیطانوں کو مارنے کے لیے آلہ بنادیا ہے یعنی جب وہ چوری چھپے سننے کیلئے کان لگاتے ہیں۔تو ستارے سے شعلہ الگ ہوتا ہے۔جس طرح کوئی چنگاری آگ سے الگ ہوتی ہے۔تو وہ جنی کو قتل کردیتا ہے یا اس کو پاگل بنادیتا ہے۔جبکہ ستارہ اپنی جگہ سے ہٹنے والا نہیں ہے۔اور ہم نے ان کے لیے بھڑکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح:** واو عاطفہ لقد میں لام تاکید کا اور قد ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے۔زینا ماضی جمع متکلم تزیین (تفعیل) مصدر۔ہم نے زینت دی۔ہم نے سنوارا۔ہم نے آراستہ کیا۔السماء موصوف الدنیا صفت،موصوف وصفت مل کر زینا کا مفعول الدنیا۔دانیۃ اور دنیۃ کا اسم تفضیل کا صیغہ واحد مونث ہے۔اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور نزدیک کے ہیں اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے معنی ہیں۔اس کی جمع دنی ہے جیسے کبری کی جمع کبر اور صغری کی جمع صغر ہے۔جب دنیا کا استعمال آخرت کے مقابلے میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے ہوتے ہیں اور جب قصوی کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب کے ہوتے ہیں۔

السماء الدنیا نیچے والا آسمان جو دوسرے آسمانوں سے زمین کے سب سے زیادہ قریب ہے۔بمصابیح۔ب حرف جر مصابیح جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے جیسے مساجد۔مصابیح بمعنی چراغ۔جمع ستاروں کو چراغ اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چراغوں کی طرح روشن وتاباں ہیں۔ترجمہ ہوگا:۔اور ہم نے قریب کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے روشن وآراستہ کر رکھا ہے۔

**وجعلنها رجوما للشیطین۔** جملہ معطوف ہے جعلنا کا عطف زینا پر ہے۔ھا مفعول ثانی ہے۔رجوما آلات سنگ باری رجم کی جمع ہے رجم اصل میں مصدر ہے اور جس چیز کے لئے سنگسار کیا جائے اس کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

فائدہ،مطلب آیت کا یہ ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننا چاہتے ہیں تو ان کے مارنے کے لئے ستاروں کو ہم نے آتشیں پتھر بنایا ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطانوں پر پتھروں کی طرح برستے ہیں بلکہ ان سے مجسم شعلے پھوٹ کر شیطانوں پر برستے ہیں۔

**واعتدنا لھم عذاب السعیر:** اعتدنا کا عطف زینا پر ہے لھم میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الشیاطین ہے۔عذاب السعیر مضاف مضاف الیہ مل کر اعتدنا کا مفعول ہے۔السعیر۔دہکتی ہوئی آگ۔دوزخ۔سعر (باب فتح) مصدر۔بمعنی آگ بھڑکانا۔سے بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دہکتی ہوئی آگ۔دوزخ۔ مطلب یہ کہ وہ شیاطین جو ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو شہاب ثاقب کی شکل میں ستاروں سے سنگباری ہوتی ہے۔اور آخرت میں ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

## مصابیح سے آسمان کی تزئین کا بیان

مصابیح سے مراد ستارے ہیں اور نیچے کے آسمان کو ستاروں سے مزین کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ستارے آسمان کے اندر یا اس کے اوپر لگے ہوئے ہوں بلکہ یہ تزیین اس صورت میں بھی صادق ہے جبکہ ستارے آسمان سے بہت نیچے خلا میں ہوں جیسا کہ تحقیق جدید سے اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

یہ اس کے منافی نہیں اور ستاروں کو شیاطین کے دفع کرنے کے لئے انگارے بنا دینے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ ستاروں میں سے کوئی مادہ آتشیں ان کی طرف چھوڑ دیا جاتا ہو ستارے اپنی جگہ رہتے ہوں، عوام کی نظر میں چونکہ یہ شعلہ ستارہ کی طرح حرکت کرتا ہوا نظر آتا ہے اس لئے اس کو ستارہ ٹوٹنا اور عربی میں انقضاض الکوب کہہ دیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ ملک، لاہور)

| |
|---|
| وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ |
| اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ○ |
| اور ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا دوزخ کا عذاب ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ |
| جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی خوف ناک آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ |

## منکرین کے لئے جہنم میں ٹھکانہ ہونے کا بیان

"وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَاب جَهَنَّم وَبِئْسَ الْمَصِير" هِيَ "إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا" صَوْتًا مُنْكَرًا كَصَوْتِ الْحِمَار "وَهِيَ تَفُور" تَغْلِي

اور ایسے لوگوں کے لئے جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا دوزخ کا عذاب ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے۔ جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کی خوف ناک آوازیں سنیں گے جس طرح گدھے کی آواز ہوتی ہے۔ اور وہ آگ جوش مار رہی ہوگی۔

## جہنم کا داروغہ سوال کرے گا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو بھی اس کے ساتھ کفر کرے، وہ جہنمی ہے اس کا انجام اور جگہ بد سے بد ہے۔ یہ بلند اور مکروہ گدھے کی سی آوازیں مارنے والی اور جوش مارنے والی جہنم ہے جو ان پر جل رہی ہے اور جوش اور غضب سے اس طرح کچ کچا رہی ہے کہ گویا ابھی ٹوٹ پھوٹ جائے گی، اور دوزخیوں کو زیادہ ذلیل کرنے اور آخری حجت قائم کرنے اور اقبالی مجرم بنانے کے لئے داروغہ جہنم ان سے پوچھتے ہیں کہ بدنصیبو! کیا اللہ کے رسولوں نے تمہیں اس سے ڈرایا نہ تھا؟ تو یہ ہائے وائے کرتے ہوئے اپنی جانوں کو کوستے ہوئے جواب دیتے ہیں کہ آئے تو تھے لیکن وائے بدنصیبی کہ ہم نے انہیں جھوٹا جانا اور اللہ کی کتاب کو بھی نہ مانا اور پیغمبروں کو بے راہ بتایا، اب اللہ کا عدل صاف ثابت ہو چکا ہے اور فرمان باری پورا اترتا ہے جو اس نے فرمایا آیت (وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا، الاسراء:15) ہم جب تک رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے۔

| |
|---|
| تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ٥ |
| گویا شدتِ غضب سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی، جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے داروغے |
| ان سے پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔ |

## جہنم کی آگ کا شدت سے پھٹنے کی طرح ہونے کا بیان

"تَكَادُ تَمَيَّز" وَقُرِءَ تَتَمَيَّز عَلَى الْأَصْل تَتَقَطَّع "مِنْ الْغَيْظ" غَضَبًا عَلَى الْكَافِر "كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْج" جَمَاعَة مِنْهُمْ "سَأَلَهُمْ خَزَنَتهَا" سُؤَال تَوْبِيخ "أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِير" رَسُول يُنْذِركُمْ عَذَاب اللّٰه تَعَالَى،

یہاں پر لفظ تمیز اصل میں تتمیز بھی پڑھا گیا ہے جس کا معنی تتقطع ہے۔ گویا ابھی کفار پر شدتِ غضب سے پھٹ کر پارہ پارہ ہو جائے گی، جب اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے داروغے ان سے بہ طور توبیخ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہیں آیا تھا۔ یعنی کوئی رسول مکرم علیہ السلام تشریف نہیں لائے جو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے۔

یہ پوچھنا اور زیادہ ذلیل و محجوب کرنے کے لیے ہوگا یعنی تم جو اس مصیبت میں آ کر پھنسے ہو، کیا کسی نے تم کو متنبہ نہ کیا تھا؟ اور ڈرایا نہ تھا کہ اس راستے سے مت چلو ورنہ سیدھے دوزخ میں گرو گے جہاں ایسے ایسے عذاب ہوں گے۔

| |
|---|
| قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ٥ |
| وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ٥ |
| وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی |
| گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے، یا سمجھتے ہوتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔ |

## فرشتوں کا جہنم میں جانے والوں سے پوچھنے کا بیان

"قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِير فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰه مِنْ شَيْء إنْ" مَا "أَنْتُمْ إلَّا فِي ضَلَال كَبِير" يَحْتَمِل أَنْ يَكُون مِنْ كَلَام الْمَلَائِكَة لِلْكُفَّارِ حِين أُخْبِرُوا بِالتَّكْذِيبِ وَيَحْتَمِل أَنْ يَكُون مِنْ كَلَام الْكُفَّار لِلنُّذُرِ، "وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَع" أَيْ سَمَاع تَفَهُّم "أَوْ نَعْقِل" أَيْ عَقْل تَفَكُّر

وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ یقیناً ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا اللہ نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم تو ایک بڑی گمراہی میں ہی پڑے ہوئے ہو۔ یہاں پر یہ احتمال بھی ہے کہ یہ کلام فرشتوں کا ہو جب وہ کفار کیلئے ہو جب انہیں تکذیب

کی خبر دی جائے گی۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ کلام کفار کو ڈرانے کیلئے ہو۔اور وہ کہیں گے اگر ہم سنتے ہوتے ، یا سمجھتے ہوتے یعنی عقل ہوتی اور غور فکر کرتے تو بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے۔

یعنی کھسیانے ہو کر حسرت وندامت سے جواب دیں گے کہ بیشک ڈرانے والے آئے تھے مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی برابر جھٹلایا کیے کہ تم سب غلط کہتے ہو۔نہ اللہ نے تم کو بھیجا نہ تم پر وحی اتاری بلکہ تم عقل وفہم کے راستہ سے بہک کر بڑی سخت گمراہی میں جا پڑے ہو۔

| |
|---|
| فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ○ |
| پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔ |

## آخرت میں اعتراف گناہ کا کوئی فائدہ نہ ہونے کا بیان

"فَاعْتَرَفُوا" حَيْثُ لَا يَنْفَع الِاعْتِرَاف "بِذَنْبِهِمْ" وَهُوَ تَكْذِيب النُّذُر "فَسُحْقًا" بِسُكُونِ الْحَاء وَضَمّهَا "لِأَصْحَابِ السَّعِير" فَبُعْدًا لَهُمْ عَنْ رَحْمَة اللّٰه،

پس وہ اپنے گناہ یعنی ڈر کی تکذیب کا اقرار کریں گے،لیکن ان کو یہ اعتراف انہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔یہاں پر لفظ سحقا یہ حاء کے سکون اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔پس دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے۔یعنی وہ اللہ کی رحمت سے دور ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگ جب تک دنیا میں اپنے آپ میں غور کریں گے اور اپنی برائیوں کو آپ دیکھ لیں گے ہلاک نہ ہوں گے۔(مسند احمد بن حنبل)

اور حدیث میں ہے کہ قیامت والے دن اس طرح حجت قائم کی جائے گی کہ خود انسان سمجھ لے گا کہ میں دوزخ میں جانے کے ہی قابل ہوں۔(مسند احمد بن حنبل)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ○ |
| بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ |

## بن دیکھے ڈرنے والوں کیلئے مغفرت ہونے کا بیان

"إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبّهمْ" يَخَافُونَهُ "بِالْغَيْبِ" فِي غَيْبَتهمْ عَنْ أَعْيُن النَّاس فَيُطِيعُونَهُ سِرًّا فَيَكُون عَلَانِيَة أَوْلَى "لَهُمْ مَغْفِرَة وَأَجْر كَبِير" أَيْ الْجَنَّة،

بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یعنی جب وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہ کر ڈرتے ہیں جو بہ طور اعلانیہ وہ بدرجہ اولیٰ اطاعت کرتے۔ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر یعنی جنت ہے۔

## نافرمانی سے خائف ہی مستحق ثواب ہیں

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو خوشخبری دے رہا ہے جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہتے ہیں، گو تنہائی میں ہوں جہاں کسی کی نگاہیں ان پر نہ پڑسکیں تاہم خوف اللہ سے کسی نافرمانی کے کام کو نہیں کرتے نہ اطاعت وعبادت سے جی چراتے ہیں، ان کے گناہ بھی وہ معاف فرما دیتا ہے اور زبردست ثواب اور بہترین اجر عنایت فرمائے گا۔

جیسے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ جن سات شخصوں کو جناب باری اپنے عرش کا سایہ اس دن دے گا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا ان میں ایک وہ ہے جسے کوئی مال وجمال والی عورت زنا کاری کی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اسے بھی جو اس طرح پوشیدگی سے صدقہ کرے کہ دائیں ہاتھ کے خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو بھی نہ لگے مسند بزار میں ہے کہ صحابہ نے ایک مرتبہ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دلوں کی جو کیفیت آپ کے سامنے ہوتی ہے آپ کے بعد وہ نہیں رہتی آپ نے فرمایا یہ بتاؤ رب کے ساتھ تمہارا کیا خیال رہتا ہے؟ جواب دیا کہ ظاہر باطن اللہ ہی کو ہم رب مانتے ہیں، فرمایا جاؤ پھر یہ نفاق نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ملک، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ |
| اور تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو، یقیناً وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ سے کوئی جہر و مخفی پوشیدہ نہ ہونے کا بیان

"وَأَسِرُّوا" أَيُّهَا النَّاس "قَوْلكُمْ أَوْ اجْهَرُوا بِهِ إِنَّهُ" تَعَالَى "عَلِيم بِذَاتِ الصُّدُور" بِمَا فِيهَا فَكَيْفَ بِمَا نَطَقْتُمْ بِهِ وَسَبَب نُزُول ذَلِكَ أَنَّ الْمُشْرِكِينَ قَالَ بَعْضهمْ لِبَعْضٍ : أَسِرُّوا قَوْلكُمْ لَا يَسْمَعكُمْ إِلَه مُحَمَّد

اور اے لوگو! تم اپنی بات کو چھپاؤ، یا اسے بلند آواز سے کرو برابر ہے، یقیناً اللہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔ یعنی جو کچھ ان میں ہے۔ لہٰذا جو تم بولتے ہو اس کا کیا عالم ہوگا۔ اس آیت مبارکہ کا سبب نزول یہ ہے کہ مشرکین آپس میں کہا کرتے تھے کہ تم اپنی باتیں آہستہ کہا کرو کہیں ایسا نہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود ان کو سن لے۔

## سورت ملک آیت ۱۳ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عیب لگاتے اور جبرائیل آپ کو اس کی خبر دیتے تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا اپنی باتیں آہستہ کرو تا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا سن نہ لے اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (زاد المسیر 8۔321، قرطبی 18۔214)

اسروا او اجھروا۔ دونوں امر کے صیغے ہیں لیکن امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارا چپکے چپکے باتیں کرنا اور بلند آواز سے بولنا دونوں

علم الٰہی میں برابر ہیں۔ پہلے کفار کا ذکر غائبانہ تھا اب اس آیت میں تہدید کے طور پر غائب سے حاضر کی طرف کلام کو موڑ کر روئے خطاب کافروں کی طرف کر دیا گیا ہے۔

انه علیم بذات الصدور ۔ بے شک وہ دلوں کی بات بھی (خوب) جانتا ہے یعنی زبان پر لانے سے پہلے ہی وہ ان باتوں کو جانتا ہے نہ اس کو بلند آواز سے بولنے کی ضرورت ہے نہ آہستہ آہستہ کہنے کی۔ یہ مساوات (سابقہ) یعنی بلند آواز یا آہستہ بولنے کا اس کے نزدیک برابر ہونا اس کی یہ علت ہے کہ وہ تو بولنے سے قبل ہی اس بات کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے بلند آواز سے بولنا یا آہستہ بولنا سب اس کے نزدیک برابر ہے۔

| اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝ |
|---|
| کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے اور وہی تو ہے جو نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے علم سے کسی چیز کے مخفی نہ ہونے کا بیان

"اَلَا يَعْلَم مَنْ خَلَقَ " مَا تُسِرُّوْنَ اَیْ اَیَنْتَفِی عِلْمه بِذٰلِكَ "وَهُوَ اللَّطِيف" فِی عِلْمه "الْخَبِير" فِيهِ،

کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا کیا ہے جو تم اس سے چھپاتے ہو کیا وہ اس کے علم سے مخفی ہو سکتا ہے۔ اور وہی تو ہے جو اپنے علم میں نہایت باریک بین ہے، کامل خبر رکھنے والا ہے۔

## اللطیف کے معانی وخواص کا بیان

اپنے بندوں پر نرمی کرنے والا اور باریک بین کہ اس کے لئے دور و نزدیک یکساں ہیں۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ وہ امور دین و دنیا میں غور و فکر کرے اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو راہ حق کی طرف بلائے۔

خاصیت جس شخص کو اسباب معیشت مہیا نہ ہوں اور فقر و فاقہ میں مبتلا رہتا ہو، یا غربت میں کوئی غمخوار نہ ہو یا بیمار ہو اور کوئی اس کی تیمارداری نہ کرتا ہو یا اس کے لڑکی ہو کہ اس کا رشتہ وغیرہ نہ آتا ہو تو اسے چاہئے کہ پہلے اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس اسم پاک کو اپنے مقصد کی نیت کے ساتھ سو بار پڑھے انشاء اللہ حق تعالیٰ اس کی مشکل کو آسان کرے گا اسی طرح لڑکیوں کا نصیب کھلنے کے لئے، امراض سے صحت یابی کے لئے اور مہمات کی تکمیل کے لئے کسی خالی جگہ میں اس اسم کی دعا کی شرائط کے ساتھ سولہ ہزار تین سو اکتالیس مرتبہ پڑھا جائے انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔

## الخبیر کے معانی وخواص کا بیان

دل کی باتوں اور تمام چیزوں کی خبر رکھنے والا۔ اس اسم سے بندہ کا نصیب یہ ہے کہ جب اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ میرے بھیدوں پر مطلع ہے اور میرے دل کی باتیں تک جانتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ بھی اس کو یاد رکھے اور اس کی یاد کے آگے اس

کے ماسوا کو بھول جائے۔ ضلالت کے راستوں سے پرہیز کرے۔ اپنی ذات پر ریاکاری کے ترک اور تقویٰ کے اختیار کو لازم کرے باطن کی اصلاح میں مشغول رہے اس سے غفلت نہ برتے اور دین و دنیا کی بہترین کھلی باتوں کی خبر رکھنے والا ہو۔

خاصیت جو شخص نفس امارہ کے ہاتھوں گرفتار ہو وہ اس اسم پاک کو بہت زیادہ پڑھتا رہے اللہ نے چاہا تو اس سے نجات پائے گا۔

| |
|---|
| هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝ |
| وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، سو اس کے کندھوں پر چلو اور اس کے دیے ہوئے |
| میں سے کھاؤ اور اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔ |

## چلنے کیلئے نعمت زمین کا بیان

"هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا" سَهْلَةً لِلْمَشْیِ فِیْهَا "فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا" جَوَانِبِهَا "وَ كُلُوْا مِنْ رِزْقِه" الْمَخْلُوقِ لِاَجْلِكُمْ "وَاِلَیْهِ النُّشُوْر" مِنَ الْقُبُوْرِ لِلْجَزَاءِ،

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا، یعنی اس میں چلنا آسان کر دیا ہے۔ سو اس کے کندھوں یعنی اس کے اطراف پر چلو اور اس کے دیے ہوئے میں سے کھاؤ یعنی اس کو مخلوق کیلئے پیدا کیا ہے۔ اور اسی کی طرف قبروں سے اٹھ کر جزاء کیلئے جانا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**هو الذی جعل لكم الارض ذلولا:** الارض مفعول اول۔ فعل جعل کا ذلولا مفعول ثانی، لکم متعلق فعل۔ ذلولا صیغہ صفت مشبہ۔ ذُلل جمع: ذل وذل مصدر۔ پست، نرم، ہموار مطیع۔ یعنی اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکو۔ جعل بسیط ایک مفعول چاہتا ہے اس وقت بمعنی خلق ہوگا۔ جعل مرکب دو مفعول کو چاہتا ہے اس وقت بمعنی صیر ہوگا۔ پہلی صورت میں ذلولا حال ہوگا الارض سے۔

**فامشوا فی مناكبها:** ف ترتیب کے لئے ہے ای لترتیب الامر بالمشی: امشوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ مشی باب ضرب مصدر۔ بمعنی چلنا۔ تم چلو پھرو۔ مناکبھا۔ مضاف مضاف الیہ، نکب مادہ سے منکب بمعنی کندھا۔ (جمع مناکب بمعنی کندھے) استعارہ کے طور پر زمین کے راستوں پر بولا جاتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں۔

اور یہ زمین کے لئے بطور استعارہ ایسے ہی استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ما ترك علی ظهرها من دابة، تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ میں ظھر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حسن، مجاہد، کلبی، مقاتل کا قول ہے:۔ مناکب الارض سے مراد زمین کے راستے، گھاٹیاں، کنارے، اطراف ہیں۔ کس لئے

کہ انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے، جوانب ہیں۔ اس مناسبت سے زمین کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔

**وکلوا من رزقہ**۔ واو عاطفہ، کلوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اکل (باب نصر) مصدر۔ کھاؤ۔ من تبعیضیہ ہے۔ رزقہ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی دی ہوئی روزی سے۔ وکلوا من رزقہ ای اطلبوا: یعنی خدا داد نعمت کی طلب کرو۔ کھانے سے مراد طلب کرنا۔ اور رزق سے مراد ہے نعمت خداوندی۔

**والیہ النشور**: جملہ مستانفہ ہے۔ الیہ میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ النشور (باب نصر) مصدر ہے۔ بمعنی جی اٹھنا۔ یعنی جزاء وسزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ مطلب ہے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کر اسی ہی کی طرف جانا ہے۔ (انوار البیان، سورہ ملک)

| |
|---|
| ءَاَمِنتُم مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝ |
| کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے کہ وہ اچانک لرزنے لگے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے خوف ہونے والوں کا بیان

"أَأَمِنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ وَتَسْهِيلِ الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا وَبَيْنَ الْأُخْرَى وَتَرْكه وَإِبْدَالهَا أَلِفًا "مَنْ فِي السَّمَاء" سُلْطَانه وَقُدْرَته "أَنْ يَخْسِف" بَدَل مِنْ مَنْ "بِكُمْ الْأَرْض فَإِذَا هِيَ تَمُور" تَتَحَرَّك بِكُمْ وَتَرْتَفِع فَوْقكُمْ

یہاں پر لفظ أ أمنتم میں دونوں ہمزوں کی تحقیق جبکہ تسہیل ثانیہ اور ان دونوں کے درمیان دخول الف کے ساتھ اور عدم ترک اور ابدال الف کے ساتھ بھی آیا ہے۔

کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے یعنی اس کی بادشاہت اور قدرت سے بے خوف ہوئے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، یہاں پر أن یخسف بہ بکم الارض سے بدل ہے۔ اس طرح کہ وہ اچانک لرزنے لگے۔ یعنی تمہیں متحرک کردے اور تمہیں اوپر بلند کردے۔

ان آیتوں میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے لطف و رحمت کا بیان فرما رہا ہے کہ لوگوں کے کفر وشرک کی بناء پر وہ طرح طرح کے دنیوی عذاب پر بھی قادر ہے لیکن اس کا علم اور عفو ہے کہ وہ عذاب نہیں کرتا۔ جیسے اور جگہ فرمایا آیت (وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ،فاطر:45)، یعنی اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کی برائیوں پر پکڑ لیتا تو روئے زمین پر کسی کو باقی نہ چھوڑتا لیکن وہ ایک مقررہ وقت تک انہیں مہلت دیئے ہوئے ہے۔ جب ان کا وہ وقت آجائے گا تو اللہ ان مجرم بندوں سے آپ سمجھ لے گا۔ یہاں بھی فرمایا کہ زمین ادھر ادھر ہو جاتی، ہلنے اور کانپنے لگ جاتی اور یہ سارے کے سارے اس میں دھنسا دیئے جاتے، یا ان پر ایسی آندھی

بھیج دی جاتی جس میں پتھر ہوتے اور ان کے دماغ توڑ دیئے جاتے۔ جیسے اور جگہ ہے آیت (اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا ،الاسراء:68) یعنی کیا تم نڈر ہو گئے ہو کہ زمین کے کسی کنارے میں تم دھنس جاؤ یا تم پر وہ پتھر برسائے اور کوئی نہ ہو جو تمہاری وکالت کر سکے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ ملک، بیروت)

اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝

کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے؟ سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔

## مختلف طریقوں سے عذاب سے انذار کا بیان

"أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاء أَنْ يُرْسِل " بَدَل مِنْ مَنْ "عَلَيْكُمْ حَاصِبًا " رِيحًا تَرْمِيكُمْ بِالْحَصْبَاءِ "فَسَتَعْلَمُونَ" عِنْد مُعَايَنَة الْعَذَاب "كَيْفَ نَذِير" إنْذَارِي بِالْعَذَابِ أَيْ أَنَّهُ حَق،

کیا تم آسمان والے سے بے خوف ہو گئے ہو، یہاں پر اَن یرسل یہ لفظ من سے بدل ہے۔ کہ وہ تم پر پتھر برسانے والی ہوا بھیج دے؟ یعنی ایسی ہوا جو تم پر کنکریاں پھینکے سو تم عنقریب عذا کو دیکھ کر جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔ یعنی میرا عذاب سے ڈرانا کیسا ہے یعنی وہ برحق ہے۔

یہاں بھی فرمان ہے کہ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری دھمکیوں کو اور ڈراوے کو نہ ماننے کا انجام کیا ہوتا ہے؟ تم خود دیکھ لو کہ پہلے لوگوں نے بھی نہ مانا اور انکار کر کے میری باتوں کی تکذیب کی تو ان کا کس قدر برا اور عبرتناک انجام ہوا۔ کیا تم میری قدرتوں کا روزمرہ کا یہ مشاہدہ نہیں کر رہے کہ پرند تمہارے سروں پر اڑتے پھرتے ہیں کبھی دونوں پروں سے کبھی کسی کو روک کر، پھر کیا میرے سوا کوئی اور انہیں تھامے ہوئے ہے؟ میں نے ہواؤں کو مسخر کر دیا ہے اور یہ معلق اڑتے پھرتے ہیں یہ بھی میرا لطف و کرم اور رحمت و نعمت ہے۔ مخلوقات کی حاجتیں ضرورتیں ان کی اصلاح اور بہتری کا نگراں اور کفیل میں ہی ہوں، جیسے اور جگہ فرمایا آیت (اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ،النحل:79) کیا انہوں نے ان پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان و زمین کے درمیان مسخر ہیں جن کا تھامنے والا سوائے ذات باری کے اور کوئی نہیں یقیناً اس میں ایمانداروں کے لئے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ ملک، بیروت)

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝

اور بیشک ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے تھے، سو میرا انکار کیسا ہوا۔

## حق کی تکذیب کرنے والوں کیلئے عذاب کا بیان

"وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلهمْ " مِنْ الْأُمَم "فَكَيْفَ كَانَ نَكِير " فَكَيْفَ كَانَ إنْكَارِي عَلَيْهِمْ بِالتَّكْذِيبِ عِنْد إهْلَاكهمْ أَيْ أَنَّهُ حَق

اور بیشک ان لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا جوان سے پہلی اقوام تھیں سو میرا انکار کیسا عبرت ناک ثابت ہوا۔ یعنی وہ کس طرح انکار کریں گے جب وہ مکذبین کی ہلاکت کے وقت آئے گا۔ کیونکہ اس کا آنا برحق ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ولقد کذب الذین من قبلھم فکیف کان نکیر: قبلھم میں ہم ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ پہلا کلام خطابی ہے اور اب یہ کلام بصورت غائب، یہ التفات ضمائر کفار مکہ کی مسلسل روگردانی کے پیش نظر نفرت اور ناگوارہ کے اظہار کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ والالتفات الی الغیبة لابراز الاعراض عنھم ۔ الذین من قبلھم سے مراد وہ قومیں ہیں جو کفار مکہ سے قبل ہو گزریں اور جنہوں نے پیغمبروں کا جھٹلایا۔ مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، وغیرہ۔

فکیف کان نکیر سے قبل جملہ مقدرہ ہے۔ تم خود دیکھ لو میرا انکار کیسا تھا۔ اس کی ترکیب نحوی مثل کیف کان نذیر ہے۔ لغات القرآن میں جمل، روح المعانی کے حوالہ سے نکیر کی تشریح یوں تحریر ہے:۔ نکیر، مصدر بمعنی انکار اصل میں نکیری تھا انکار سے مراد ان آیات میں زبانی یا دلی انکار نہیں بلکہ ان کی حالت کو برعکس اور مخالف حالت سے بدل ڈالنا مراد ہے یعنی تغییر الضد بالضد مثلاً زندگی کو موت سے آبادی کو ویرانی سے بدل ڈالنا۔ کس سخت، ہیبت ناک، دشوار مصیبت میں مبتلا کر دینا ہی اللہ کی طرف سے انکار کرنے کا معنی ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ ملک، بیروت)

| |
|---|
| اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝ |
| کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر پر پھیلائے ہوئے اور پر سمیٹے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہیں کوئی نہیں روک سکتا |
| سوائے رحمان کے، بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## پرندوں کے فضاء میں پر پھیلانے سے استدلال قدرت کا بیان

"أَوَلَمْ يَرَوْا" يَنْظُرُوا "إِلَى الطَّيْر فَوْقهمْ" فِي الْهَوَاء "صَافَّات" بَاسِطَات أَجْنِحَتهنَّ "وَيَقْبِضْنَ" أَجْنِحَتهنَّ بَعْد الْبَسْط أَيْ وَقَابِضَات "مَا يُمْسِكهُنَّ" عَنْ الْوُقُوع فِي حَال الْبَسْط وَالْقَبْض "إِلَّا الرَّحْمَان" بِقُدْرَتِهِ "إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْء بَصِير" الْمَعْنَى : أَلَمْ يَسْتَدِلُّوا بِثُبُوتِ الطَّيْر فِي الْهَوَاء عَلَى قُدْرَتنَا أَنْ نَفْعَل بِهِمْ مَا تَقَدَّمَ وَغَيْره مِنْ الْعَذَاب

کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر یعنی فضاء پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہیں فضا میں گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا سوائے رحمان کے بنائے ہوئے قانون کے، یعنی حالت قبض وبسط میں اسی کی قدرت سے وہ رہتے ہیں بیشک وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔ معنی یہ ہے کہ کیا وہ فضاء میں پرندوں کے ثبوت سے ہماری قدرت پر استدلال نہیں کرتے۔ یہ کہ ہم ان کے ساتھ ویسا کریں گے جس طرح پہلے عذاب وغیرہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔

یعنی باوجود یہ کہ پرندے بوجھل، موٹے جسیم ہوتے ہیں اور شے ثقیل طبعاً پستی کی طرف مائل ہوتی ہے وہ فضا میں نہیں رک سکتی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ وہ ٹھہرے رہتے ہیں ایسے ہی آسمانوں کو جب تک وہ چاہے رکے ہوئے ہیں اور وہ نہ روکے تو گر پڑیں۔

| |
|---|
| اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۝ |
| بھلا کوئی ایسا ہے جو تمہاری فوج بن کر رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے؟ کافر محض دھوکہ میں ہیں۔ |

## کفار کا شیطان کے دھوکے میں ہونے کا بیان

"أَمَّنْ" مُبْتَدَأ "هَذَا" خَبَره "الَّذِى" بَدَل مِنْ هَذَا "هُوَ جُنْد" أَعْوَان "لَكُمْ" صِلَة الَّذِى "يَنْصُركُمْ" صِفَة الْجُنْد "مِنْ دُون الرَّحْمَان" أَىْ غَيْره يَدْفَع عَنْكُمْ عَذَابه أَىْ لَا نَاصِر لَكُمْ "إِنْ" مَا "الْكَافِرُونَ إِلَّا فِى غُرُور" غَرَّهُمْ الشَّيْطَان بِأَنَّ الْعَذَاب لَا يَنْزِل بِهِمْ

یہاں پر لفظ اَم من مبتداء ہے اور ھذا اسکی خبر ہے۔ اور الذی یہ ھذا سے بدل ہے۔ اور لفظ جند کا معنی اعوان ہے۔ اور لکم یہ الذی کا صلہ ہے۔ اور ینصرکم یہ جند کی صفت ہے۔ بھلا کوئی ایسا ہے جو تمہاری فوج بن کر خدائے رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے؟ یعنی اس کے سوا کون ہے جو تم سے عذاب کو دور کر سکے۔ یعنی تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ کافر محض دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ ان کو شیطان نے دھوکہ دے رکھا ہے۔ کہ عذاب انہیں نہ ہوگا۔

| |
|---|
| اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۝ |
| بھلا کوئی ایسا ہے جو تمہیں رزق دے سکے اگر اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں مضبوطی سے اَڑے ہوئے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رزق دینے والا نہ ہونے کا بیان

"أَمَّنْ هَذَا الَّذِى يَرْزُقكُمْ إِنْ أَمْسَكَ" الرَّحْمَن "رِزْقه" أَىْ الْمَطَر عَنْكُمْ وَجَوَاب الشَّرْط مَحْذُوف دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْله أَىْ فَمَنْ يَرْزُقكُمْ أَىْ لَا رَازِق لَكُمْ غَيْره "بَلْ لَجُّوا" تَمَادَوْا "فِى عُتُوّ" تَكَبُّر "وَنُفُور" تَبَاعُد فِى الْحَقّ،

بھلا کوئی ایسا ہے جو تمہیں رزق دے سکے اگر اللہ تم سے اپنا رزق یعنی تم سے بارش روک لے؟ اس کا جواب شرط محذوف ہے جس کی ماقبل پر دلالت ہے۔ یعنی پھر تمہیں کون رزق سے لہذا اس کے سوا کوئی تمہیں رزق دینے والا نہیں۔ بلکہ وہ سرکشی اور حق سے نفرت میں مضبوطی سے اَڑے ہوئے ہیں۔ یعنی وہ تکبر و بغاوت کے سبب حق سے اور دور ہو جانے والے ہیں۔

یعنی اللہ اگر روزی کے سامان بند کر لے تو کس کی طاقت ہے جو تم پر روزی کا دروازہ کھول دے؟ یعنی دل میں یہ لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اللہ سے الگ ہو کر نہ کوئی نقصان کو روک سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے۔ مگر محض شرارت اور سرکشی ہے کہ توحید و اسلام کی طرف آتے ہوئے بدکتے ہیں۔

**اَفَمَنْ يَّمْشِىْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِىْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ○**

کیا وہ شخص جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے زیادہ راہ راست پر ہے یا وہ شخص جو سیدھی حالت میں صحیح راہ پر گامزن ہے؟

## مؤمن وکافر کی ہدایت وعدم ہدایت پر ہونے کی مثال کا بیان

**"أَفَمَنْ يَمْشِي مُكِبًّا" وَاقِعًا "عَلَى وَجْهه أَهْدَى أَمَّنْ يَمْشِي سَوِيًّا" مُعْتَدِلًا "عَلَى صِرَاط" طَرِيق "مُسْتَقِيم" وَخَبَر مِنْ الثَّانِيَة مَحْذُوف دَلَّ عَلَيْهِ خَبَر الْأُولَى أَيْ أَهْدَى وَالْمَثَل فِي الْمُؤْمِن وَالْكَافِر أَيّهمَا عَلَى هُدًى،**

کیا وہ شخص جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے یعنی چہرے کے بل چل رہا ہے۔ زیادہ راہِ راست پر ہے یا وہ شخص جو سیدھی حالت میں صحیح راہ پر گامزن ہے؟۔ یہاں پر من ثانیہ کی خبر محذوف ہے جس کی من اول پر دلالت ہے۔ یعنی ہدایت اور یہ مثال مؤمن اور کافر کی ہے کہ ان میں سے کون ہدایت پر ہے۔

پھر مومن وکافر کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کافر کی مثال تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص کمر کبڑی کر کے سر جھکائے نظریں نیچی کئے چلا جا رہا ہے نہ راہ دیکھتا ہے نہ اسے معلوم ہے کہ کہاں جا رہا ہے بلکہ حیران، پریشان، راہ بھولا اور ہکا بکا ہے۔ اور مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سیدھی راہ پر سیدھا کھڑا ہوا چل رہا ہے راستہ خود صاف اور بالکل سیدھا ہے یہ شخص خود اسے بخوبی جانتا ہے اور برابر صحیح طور پر اچھی چال سے چل رہا ہے، یہی حال ان کا قیامت کے دن ہوگا کہ کافر تو اوندھے منہ جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے اور مسلمان عزت کے ساتھ جنت میں پہنچائے جائیں گے۔

جیسے اور جگہ ہے آیت (اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ، الصافات:22) ترجمہ ظالموں کو اور ان جیسوں کو اور ان کے ان معبودوں کو جو اللہ کے سوا تھے جمع کر کے جہنم کا راستہ دکھادو،

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگ منہ کے بل چلا کر کس طرح حشر کئے جائیں گے، آپ نے فرمایا جس نے پیروں کے بل چلایا ہے وہ منہ کے بل چلانے پر بھی قادر ہے۔ بخاری ومسلم میں بھی یہ روایت ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پہلی مرتبہ جب کہ تم کچھ نہ تھے پیدا کیا تمہیں کان آنکھ اور دل دیئے یعنی عقل وادراک تم میں پیدا کیا لیکن تم بہت ہی کم شکر گذاری کرتے ہو یعنی اپنی ان قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں اور اس کی نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی کم خرچ کرتے ہو۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا، تمہاری زبانیں جدا، تمہارے رنگ روپ جدا، تمہاری شکلوں صورتوں میں اختلاف۔ اور تم زمین کے چپہ چپہ پر بسا دیئے گئے، پھر اس پراگندگی اور بکھرنے کے بعد وہ وقت بھی آئے گا کہ تم سب اس کے سامنے کھڑے کر دیئے جاؤ گے اس نے جس طرح تمہیں ادھر ادھر پھیلا دیا ہے، اسی طرح ایک طرف سمیٹ لے گا اور جس طرح اولاً اس نے تمہیں پیدا کیا دوبارہ تمہیں لوٹائے گا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ملک، بیروت)

قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

آپ فرمادیجئے، وہی ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل بنائے، تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔

## اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنے اور ان کا شکرادا کرنے کا بیان

"قُلْ هُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ" خَلَقَكُمْ "وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ" اَلْقُلُوْب "قَلِیْلًا مَا تَشْكُرُوْنَ" مَا مَزِیْدَة وَالْجُمْلَة مُسْتَأْنَفَة مُخْبِرَة بِقِلَّةِ شُكْرِهِمْ جِدًّا عَلٰی هٰذِهِ النِّعَم،

آپ فرمادیجئے: وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا فرمایا اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل بنائے، تم بہت ہی کم شکرادا کرتے ہو۔ یہاں پر لفظ ماء زائدہ ہے۔ اور یہ جملہ مستأنفہ جوقلت شکر کی خبر دینے والا ہے۔ کیونکہ نعمتوں کے مقابلے میں شکر بہت ہی قلیل ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

قل هو الذی انشاکم: مذکورہ بالا دونوں آیات: امن هذا الذی هو جند لکم ینصرکم اور امن هذا الذی هو یرزقکم میں صراحت فرمائی تھی کہ کافروں کا کوئی حمایتی نہ ان کی مدد کر سکتا ہے اور نہ ان کو رزق دے سکتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نصرت اور رزق کون عطا کرتا ہے؟

اس سوال مقدرہ کے جواب میں فرمایا: کہ تم کو نصرت اور رزق وہی عطا فرماتا ہے جس نے تم کو پیدا کیا تا کہ تم اس کو پہچانو اور اس کی عبادت کرو۔ (تفسیر مظہری)

انشا ماضی واحد مذکر غائب انشاء (افعال) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو۔ السمع کان، سننا، الابصار (آنکھیں) بصر کی جمع۔ الافئدۃ (دل) فواد کی جمع۔ السمع اصل میں مصدر ہے۔ اور مصدر کی جمع (اصل وضع کے اعتبار سے) نہیں آتی۔ اس لئے السمع کو بصورت مفرد ذکر کیا۔ لیکن البصر اور الفواد کی یہ حالت نہیں (یہ مصدر نہیں ہیں) اس لئے الابصار، الافئدۃ کو بصورت جمع ذکر کیا۔ ہر سہ السمع، الابصار، الافئدۃ منصوب بوجہ مفعول جعل کے ہیں۔ قلیلا ما تشکرون، قلیلا صفت مشبہ بحالت نسب بوجہ مفعول۔ تھوڑا۔ قلۃ (باب ضرب) مصدر۔ اگر یہاں مراد تھوڑا شکر لیا جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ اور اگر اس کا مطلب کم وقت میں لیا جائے تو یہ مفعول فیہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں موصوف محذوف ہوگا۔

مالفظا زائدہ ہے اور معنی مفہوم قلت کی تاکید ہے۔ بہت ہی تھوڑے وقت میں شکر کرتے ہو۔ قلت شکر سے مجاز انفی شکر ہے۔ بالکل شکر نہیں کرتے، یا کسی وقت بھی شکر نہیں کرتے۔ تشکرون، مضارع جمع مذکر حاضر۔ شکر (باب نصر) مصدر، تم شکر کرتے ہو۔

(تفسیر روح المعانی، خازن، ملک، بیروت)

یعنی اللہ نے سننے کے لیے کان، دیکھنے کے لیے آنکھیں، اور سمجھنے کے لیے دل دیئے تھے کہ اس کا حق مان کر ان قوتوں کو ٹھیک

معرف میں لگاتے، اور اس کی اطاعت وفرمانبرداری میں خرچ کرتے مگر ایسے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔ کافروں کو دیکھو کہ ان نعمتوں کا کیسا حق ادا کیا؟ اس کی دی ہوئی قوتیں اسی کے مقابلہ میں استعمال کیں۔

| |
|---|
| قُلْ هُوَ الَّذِىْ ذَرَاَكُمْ فِى الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ |
| اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ |
| فرما دیجئے: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور تم اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہوگا، |
| اگر تم سچے ہو؟ فرما دیجئے کہ علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو صرف واضح ڈر سنانے والا ہوں۔ |

## قیامت کے وقت کے تعین کو پوشیدہ رکھنے کا بیان

"قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ" خَلَقَكُمْ "فِي الْأَرْض وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ" لِلْحِسَابِ "وَيَقُولُونَ" لِلْمُؤْمِنِينَ "مَتَى هَذَا الْوَعْد" وَعْد الْحَشْر "إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" فِيهِ، "قُلْ إِنَّمَا الْعِلْم" بِمَجِيئِهِ "عِنْد اللَّه وَإِنَّمَا أَنَا نَذِير مُبِين" بَيِّن الْإِنْذَار،

فرما دیجئے: وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا دیا اور تم حساب کیلئے اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ اور وہ اہل ایمان سے کہتے ہیں یہ وعدہ جو حشر کا ہے کب ہوگا، اگر تم اس عقیدے میں سچے ہو؟ فرما دیجئے کہ اس کے وقت کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں تو صرف واضح ڈر سنانے والا ہوں۔

یعنی ابتداء بھی اس سے ہوئی انتہاء بھی اسی پر ہوگی، جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہیے تھا کہ اس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اس کی فکر رکھتے کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

| |
|---|
| فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ○ |
| پس جب وہ اس کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا |
| یہی ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔ |

## عذاب دیکھ کر کفار کے چہروں کے سیاہ ہو جانے کا بیان

"فَلَمَّا رَأَوْهُ" أَيْ الْعَذَاب بَعْد الْحَشْر "زُلْفَة" قَرِيبًا "سِيئَتْ" اسْوَدَّتْ "وُجُوه الَّذِينَ كَفَرُوا وَقِيلَ" أَيْ قَالَ الْخَزَنَة لَهُمْ "هَذَا" أَيْ الْعَذَاب "الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ" بِإِنْذَارِهِ "تَدَّعُونَ" أَنَّكُمْ لَا تُبْعَثُونَ وَهَذِهِ حِكَايَة حَال تَأْتِي عَبَّرَ عَنْهَا بِطَرِيقِ الْمُضِيّ لِتَحَقُّقِ وُقُوعهَا،

پس جب حشر کے بعد وہ اس عذاب کو قریب دیکھیں گے تو ان لوگوں کے چہرے بگڑ جائیں گے یعنی ان کے چہرے سیاہ ہو

جائیں گے جنھوں نے انکار کیا اور کہا جائے گا یعنی جہنم کا داروغہ کہے گا۔ یہی عذاب ہے وہ جو تم مانگا کرتے تھے۔ یعنی جس سے تمہیں ڈرایا جاتا ہے۔ جبکہ تم اس کے آنے کا انکار کرتے تھے۔ اور یہ حکایت حال ہے جس کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس کا وقوع یقینی ہے۔

یعنی ذلت اور ہولنا کی اور دہشت سے ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہونگی۔ جس کو دوسرے مقام پر چہروں کے سیاہ ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی یہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو وہی ہے جسے تم دنیا میں جلد طلب کرتے تھے۔

| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ |
|---|
| فرما دیجئے، بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ مجھے موت سے ہم کنار کر دے اور جو میرے ساتھ ہیں، یا ہم پر رحم فرمائے، |
| تو کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ |

## کفار کو عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہونے کا بیان

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَعِيَ" مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِعَذَابِهِ كَمَا تَقْصِدُونَ "أَوْ رَحِمَنَا" فَلَمْ يُعَذِّبْنَا "فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ" أَيْ لَا مُجِيرَ لَهُمْ مِنْهُ،

فرما دیجئے، بھلا یہ بتاؤ اگر اللہ مجھے موت سے ہم کنار کر دے اور جو میرے ساتھ ہیں یعنی اہل ایمان ہیں عذاب دے جس طرح تمہارا نظریہ ہے، یا ہم پر رحم فرمائے (یعنی ہماری موت کو مؤخر کر دے) تو ان دونوں صورتوں میں کون ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے پناہ دے گا۔ یعنی ان کو عذاب دے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔

کفار مکہ اور دوسرے قبائل اس انتظار میں رہتے تھے کہ اسلام اور مسلمانوں پر کوئی ایسی ناگہانی بلا نازل ہو، جس سے ان کا خاتمہ ہو جائے اور ہماری جان چھوٹے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی اسی آرزو کا جواب دیا ہے۔ اور فرمایا کہ ان سے کہیے۔ کہ ہمارے حق میں دونوں صورتیں ممکن ہیں ایک یہ کہ تمہاری خواہش کے مطابق ہم پر کوئی بلا نازل ہو جو ہمیں ہلاک کر دے۔ اور دوسری یہ کہ اللہ ہم پر رحم فرمائے اور کسی طرح کا ہمیں گزند نہ پہنچے۔ لیکن تم اپنی خیر مناؤ کہ آخرت میں تمہیں یقیناً دردناک عذاب پہنچنے والا ہے۔ اس وقت تمہیں کوئی اس عذاب سے بچا سکتا ہے؟ اور ہماری تو یہ صورت ہے کہ آخرت میں یقیناً ہمیں اللہ سے مغفرت اور جنت کی امید ہے۔

| قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ |
|---|
| فرما دیجئے: وہی رحمان ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، پس تم عنقریب |
| جان لوگے کہ کون شخص کھلی گمراہی میں ہے۔ |

## اللہ رحمٰن پر ایمان لانے والوں کا بیان

"قُلْ هُوَ الرَّحْمَانُ آمَنَّا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاءِ عِنْدَ مُعَايَنَةِ الْعَذَابِ "مَنْ هُوَ

فِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ" بَیِّنٍ أَنَحْنُ أَمْ أَنْتُمْ أَمْ هُمْ،

فرما دیجئے: وہی رحمان ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، پس تم عنقریب جان لو گے، یہاں پر تعلمون تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے یعنی وہ معائنہ کے وقت دیکھ لیں گے۔ کہ کون شخص کھلی گمراہی میں ہے۔ یعنی واضح ہو جائے گا کہ ہم گمراہ ہیں یا تم یا وہ گمراہ ہیں۔

ہماری عاقبت بخیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم رحمٰن پر صرف ایمان ہی نہیں لائے بلکہ اپنے تمام تر امور کا انجام اسی کے سپرد کر رکھا ہے اور اسی پر ہی ہمارا بھروسہ ہے پھر وہ آخر کیوں ہمیں اپنی نعمتوں سے سرفراز نہ کرے گا۔ اور تمہیں جلد ہی اس بات کا پتہ چل جائے گا کہ گمراہی کے راستہ پر ہم پڑے ہوئے ہیں یا تم ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**قل هو الرحمن امنا به:** **ای قل یا محمد** (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو (یعنی اللہ)۔ الرحمٰن: یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ جس کے اختیار میں ہماری ہلاکت یا پناہ ہے وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔ (**ھو** ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع آیت مندرجہ بالا ان اھلکنی اللہ الخ میں اللہ ہے امنا بہ (ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں)

وعلیہ توکلنا (اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں) یہ دونوں جمع الرحمٰن کی صفت ہیں۔ یا **ھو** ضمیر شان ہے۔ اور امنا بہوعلیہ توکلنا خبر ہے الرحمٰن کی۔ ضمیر شان کا فائدہ یہ ہے کہ مخبر عنہ (الرحمٰن) کی تعظیم اور بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا مبہم طریقہ سے ذکر کر کے پھر اس کی تشریح کی جائے۔ علیہ کو توکلنا سے مقدم ذکر کرنا حصر پر دلالت کرتا ہے (اسی پر ہمارا بھروسہ ہے) حصر کا مفہوم ھو الرحمٰن سے بھی مستفاد ہوتا ہے مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مفید حصر ہوتے ہیں۔ (وہی رحمٰن ہے) اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے گویا یہ جملہ سابق دونوں جملوں کی تاکید کر رہا ہے۔

حقیقت میں اس آیت کا مفہوم نتیجہ ہے ان دلائل کا جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اور اسی پر مومنوں اور کافروں کے آئندہ حکم کی بنا ہے اسی لئے اگلے جملے میں ف سببیت کی لائی گئی ہے۔ (تفسیر المظہری)

**فستعلمون من هو فی ضلال مبین** ،ف سببیت کی ہے (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) س مجارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ پس تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ من استفہامیہ محل نصب میں ہے کیونکہ تعلمون کا مفعول ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ |
| فرما دیجئے: اگر تمہارا پانی زمین میں بہت نیچے اتر جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نعمت پانی کا بیان

"قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا" غَائِرًا فِي الْأَرْضِ "فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ" جَارٍ تَنَالُهُ

الْأَيْدِي وَالدِّلَاءِ كَمَائِكُمْ أَيْ لَا يَأْتِي بِهِ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالَى فَكَيْفَ تُنْكِرُونَ أَنْ يَبْعَثَكُمْ؟ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَقُولَ الْقَارِءُ عَقِبَ "مَعِين" : اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ كَمَا وَرَدَ فِي الْحَدِيثِ وَتُلِيَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عِنْدَ بَعْضِ الْمُتَجَبِّرِينَ فَقَالَ : تَأْتِي بِهِ الْفُؤُوسُ وَالْمَعَاوِلُ فَذَهَبَ مَاءُ عَيْنِهِ وَعَمِيَ نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْجَرَاءَةِ عَلَى اللّٰهِ وَعَلَى آيَاتِهِ

فرما دیجئے: اگر تمہارا پانی زمین میں بہت نیچے اتر جائے یعنی زمین میں نیچے چلا جائے۔ تو کون ہے جو تمہیں زمین پر بہتا ہوا پانی لا دے۔ یعنی جس طرح تمہارے پاس موجود ہے پانی ہے جس کو تم ڈولوں سے نکالتے ہو لہٰذا ایسا پانی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لانے والا نہیں۔ پس تم کس طرح عقیدہ بعث کا انکار کرتے ہو۔

مستحب یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا لفظ معین کے بعد کہے۔ جس طرح حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ یہ آیت بعض بدبختوں کے سامنے پڑھی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم کدال اور پھاوڑے لیکر آجائیں گے۔ تو اس کی آنکھ کا پانی چلا گیا جس کے سبب وہ اندھا ہو گیا لہٰذا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اس پر کہ جو اللہ اور اس کی آیات کی بے ادبی کرے۔

اگر اس پانی کو جس کے پینے پر انسانی زندگی کا مدار ہے زمین چوس لے یعنی زمین سے نکلے ہی نہیں گو تم کھودتے تھک جاؤ تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی ہے جو بہنے والا ابلنے اور جاری ہونے والا پانی تمہیں دے سکے؟ یعنی اللہ کے سوا اس پر قادر کوئی نہیں، وہی ہے جو اپنے فضل و کرم سے صاف نتھرے ہوئے اور صاف پانی کو زمین پر جاری کرتا ہے جو ادھر سے ادھر تک پھر جاتا ہے اور بندوں کی حاجتوں کو پوری کرتا ہے، ضرورت کے مطابق ہر جگہ بآسانی مہیا ہو جاتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اصبح: ماضی واحد مذکر غائب افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اصباح (افعال) مصدر۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ ہو گیا۔

ماءکم: مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا پانی، یعنی وہ پانی جو تمہارے استعمال کے لئے تمہیں جیا کہا جاتا ہے۔ جیسے پینے کا پانی، فصلوں کی آبپاشی کے لئے مطلوبہ پانی۔

غورا: غور مصدر ہے بمعنی فاعل۔ غور کے معنی ہیں پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا (باب نصر)۔ یہاں آیت ہذا میں غور (مصدر) بمعنی غایر زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی، جو ہاتھ یا ڈول وغیرہ کی دسترس سے باہر ہو گیا ہو۔ نشیبی جگہ یا گڑھا کو بھی غور کہتے ہیں۔ غورا بوجہ خبر اصبح کے منصوب ہے۔

فمن یاتیکم بماء معین: جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے۔ من استفہامیہ انکاریہ، کون؟ کوئی بھی نہیں۔ ماء معین: موصوف وصفت، جاری پانی۔ معین صیغہ صفت بروزن فعیل بمعنی جاری۔ معن مصدر۔ جاری ہونا۔ جاری کرنا۔ گھاس کا سیراب ہونا۔ بعض کے نزدیک معین میں میم زائد ہے عین کا معنی ہے ظہور۔ وہ جاری پانی جس کو سامنے ہونے کی وجہ سے ہر کوئی دیکھ لے۔ کہیں جھاڑیوں اور جنگلوں میں چھپا ہوا نہ ہو معین کہلاتا ہے۔ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنی لکھے ہیں: بالکل سامنے، جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور ہاتھوں اور ڈولوں سے اس کو لیا جا سکے۔ (انوار البیان، سورہ ملک)

# سُوْرَةُ الْقَلَم

## یہ قرآن مجید کی سورت القلم ھے

### سورت قلم کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْقَلَم (مَكِّيَّة وَآيَاتها اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ آيَة)

اس سورت کا نام سورہ نُون وسورہ قلم ہے، یہ سورۃ مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، باون آیات، تین سو کلمات، ایک ہزار دوسو چھپّن حروف ہیں۔

### سورت قلم کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کے شروع میں قلم اور اس کے لکھنے کو بیان کیا گیا ہے۔جس کی وجہ سے یہ سورت اسی نام سے معروف ہوئی ہے۔

عبدالواحد سلیم کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ آیا تو عطاء بن ابی رباح سے ملاقات کی تو عرض کیا اے ابومحمد ہمارے ہاں کچھ لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔انہوں نے فرمایا میری ایک مرتبہ ولید بن عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنے والد کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے حکم دیا کہ لکھو۔اس نے ہمیشہ ہمیشہ ہونے والی ہر چیز لکھ دی اور اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے حسن صحیح غریب ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1269)

| |
|---|
| نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ٥ |
| ن۔قسم ہے قلم کی! اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔ |

"ن" أَحَد حُرُوف الْهِجَاء اللّٰه أَعْلَم بِمُرَادِهِ بِهِ "وَالْقَلَم" الَّذِي كَتَبَ بِهِ الْكَائِنَات فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ "وَمَا يَسْطُرُونَ" أَيْ الْمَلَائِكَة مِنْ الْخَيْر وَالصَّلَاح

یہاں پر لفظ نون یہ حروف تہجی میں سے ایک حرف ہے۔اس کی مراد کو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔
ن۔قسم ہے قلم کی! جس کے ساتھ کائنات کو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔یعنی جو فرشتے بھلائی وصلاح لکھتے ہیں۔

## نون اور قلم کے مفہوم میں تفسیری تصریحات کا بیان

امام تفسیر امام مجاہد کہتے ہیں کہ قلم سے مراد وہ قلم ہے جس سے ذکر، یعنی قرآن لکھا جا رہا تھا۔ اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ چیز جو لکھی جا رہی تھی اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قلم کی قسم ذکر فرمائی اس قلم سے مراد یا تو لکھنے والوں کے قلم ہیں جن سے دینی دنیوی مصالح وفوائد وابستہ ہیں اور یا قلمِ اعلیٰ مراد ہے جو نوری قلم ہے اور اس کا طول فاصلہ زمین وآسمان کے برابر ہے اس نے بحکم الٰہی لوح محفوظ پر قیامت تک ہونے والے تمام امور لکھ دیئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قلم، لاہور)

کہا گیا ہے کہ یہاں ان سے مراد وہ بڑی مچھلی ہے جو ایک محیط عالم پانی پر ہے جو ساتوں زمینوں کو اٹھائے ہوئے ہے، ابن عباس سے مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا لکھ اس نے کہا کیا لکھوں؟ فرمایا تقدیر لکھ ڈال پس اس دن سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس پر قلم جاری ہوگیا پھر اللہ تعالیٰ نے مچھلی پیدا کی اور پانی کے بخارات بلند کئے، جس سے آسمان بنے اور زمین کو اس مچھلی کی پیٹھ پر رکھا مچھلی نے حرکت کی جس سے زمین بھی ہلنے لگی پس زمین پر پہاڑ گاڑ کر اسے مضبوط اور ساکن کر دیا، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قلم، بیروت)

مطلب یہ ہے کہ یہاں "ن" سے مراد یہ مچھلی ہے، طبرانی میں مرفوعاً مروی ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو اور مچھلی کو پیدا کیا قلم نے دریافت کیا میں کیا لکھوں؟ حکم ہوا ہر وہ چیز جو قیامت تک ہونے والی ہے پھر آپ نے پہلی آیت کی تلاوت کی، پس نون سے مراد یہ مچھلی ہے اور قلم سے مراد یہ قلم ہے۔

ابن عساکر کی حدیث میں ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا پھر نون یعنی دوات کو پھر قلم سے فرمایا لکھ اس نے پوچھا کیا؟ فرمایا جو ہو رہا ہے اور جو ہونے والا ہے عمل، رزق عمر، موت وغیرہ، پس قلم نے سب کچھ لکھ لیا۔ اس آیت میں یہی مراد ہے، پھر قلم پر مہر لگا دی اب وہ قیامت تک نہ چلے گا، پھر عقل کو پیدا کیا اور فرمایا مجھے اپنی عزت کی قسم اپنے دوستوں میں تو میں تجھے کمال تک پہنچاؤں گا اور اپنے دشمنوں میں تجھے ناقص رکھوں گا،

مجاہد فرماتے ہیں یہ مشہور تھا کہ نون سے مراد وہ مچھلی ہے جو ساتویں زمین کے نیچے ہے، بغوی وغیرہ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کی پیٹھ پر ایک چٹان ہے جس کی موٹائی آسمان وزمین کے برابر ہے اس پر ایک بیل ہے جس کے چالیس ہزار سینگ ہیں اس کی پیٹھ پر ساتوں زمینیں اور ان پر تمام مخلوق ہے۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ ان بعض مفسرین نے اس حدیث کو بھی انہی معنی پر محمول کیا ہے جو مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے ہیں تو وہ آپ کے پاس آئے اور بہت کچھ سوالات کیے کہا کہ میں وہ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں جنہیں نبیوں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا بتایئے قیامت کے پہلی نشانی کیا ہے؟ اور جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہے؟ اور کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ اپنے باپ کی صورت میں ہوتا ہے کبھی ماں کی صورت پر؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ

باتیں ابھی ابھی جبرائیل نے مجھے بتا دیں، ابن سلام کہنے لگے فرشتوں میں سے یہی فرشتہ ہے جو یہودیوں کا دشمن ہے، آپ نے فرمایا سنو! قیامت کی پہلی نشانی ایک آگ کا نکلنا ہے جو لوگوں کو مشرق کی طرف سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتیوں کا پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کی زیادتی ہے اور مرد کا پانی عورت کے پانی پر سابق آ جائے تو لڑکا ہوتا ہے اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر سبقت کر جائے تو وہی کھینچ لیتی ہے، دوسری حدیث میں اتنی زیادتی ہے کہ پوچھا جنتیوں کے اس کھانے کے بعد انہیں کیا ملے گا فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت میں چرتا چگتا رہا تھا، پوچھا انہیں پانی کونسا ملے گا؟ فرمایا سلسبیل نامی نہر کا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد "ن" سے نور کی تختی ہے ایک مرسل غریب حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد نور کی تختی اور نور کا حکم ہے جو قیامت تک کے حال پر چل چکا ہے۔

ابن جریج فرماتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ یہ نورانی قلم سو سال کی طوالانی رکھتا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ن" سے مراد دولت ہے اور قلم سے مراد قلم ہے، حسن اور قتادہ بھی یہی فرماتے ہیں، ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ مروی ہے جو ابن ابی حاتم میں ہے کہ اللہ نے نون کو پیدا کیا اور وہ دوات ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نون یعنی دوات کو پیدا کیا اور قلم کو پیدا کیا، پھر فرمایا" لکھ "اس نے پوچھا" کیا لکھوں؟" فرمایا" لکھ "اس نے پوچھا" کیا لکھوں؟" جو قیامت تک ہونے والا ہے، اعمال خواہ نیک ہوں خواہ بد، روزی خواہ حلال ہو خواہ حرام، پھر یہ بھی کہ کونسی چیز دنیا میں کب جائے گی کس قدر رہے گی، کیسے نکلے گی، پھر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر محافظ رشتے مقرر کیے اور کتاب پر داروغے مقرر کیے، محافظ فرشتے ہر دن ان کے عمل خازن فرشتوں سے دریافت کر کے لکھ لیتے ہیں جب رزق ختم ہو جاتا ہے عمر پوری ہو جاتی ہے اجل آ پہنچتی ہے۔

تو محافظ فرشتے داروغہ فرشتوں کے پاس آ کر پوچھتے ہیں کہ بتاؤ آج کے دن کیا سامان ہے؟ وہ کہتے ہیں بس اس شخص کے لئے ہمارے پاس اب کچھ بھی نہیں رہا یہ سن کر یہ فرشتے نیچے اترتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ وہ مر گیا اس بیان کے بعد حضرت ابن عباس نے فرمایا تم تو عرب ہو کیا تم نے قرآن میں محافظ فرشتوں کی بابت یہ نہیں پڑھا آیت (اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، الجاثیۃ:29) مطلب یہ ہے کہ ہم تمہارے اعمال کو اصل سے نقل کر لیا کرتے تھے۔ یہ تو تھا لفظ "ن" کے متعلق بیان، اب قلم کی نسبت سنئے۔ بظاہر مراد یہاں عام قلم ہے جس سے لکھا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، بیروت)

## زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سے پہلے قلم کا تقدیر کو لکھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا ہے۔ اور " فرمایا" (اس وقت) اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 76)

ظاہر ہے کہ اللہ کی ذات اجسام ظاہری اور مادیات کی ثقاوت سے پاک ہے اس لئے یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اللہ نے خود اپنے

ہاتھ سے تقدیریں لکھ دی تھیں، بلکہ اس کا مطلب یہی ہے کہ خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیریں قلم کو جاری ہونے کا حکم دے کر اس کے ذریعہ لوح محفوظ میں ثبت کر دی تھیں، یا یہ کہ فرشتوں کو حکم دے کر ان سے تقدیریں لکھوادی تھیں۔

منقول ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوق کے پیدا ہونے سے پہلے پانی ہی پانی تھا اور کہا جاتا ہے کہ پانی کا استقرار ہوا پر تھا اور ہوا اللہ کی قدرت پر قائم تھی۔ اس لئے فرمایا گیا کہ اس عالم میں ازل سے لے کر ابد تک ہونے والے تمام واقعات و اعمال اسی وقت اللہ کے علم میں تھے۔ جب کہ یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے اور اس کا عرش پانی پر تھا جس کے درمیان کوئی دوسری چیز حائل نہیں تھی۔

| |
|---|
| مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ ۞ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ ۞ |
| آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں۔ اور بیشک آپ کے لئے ایسا اَجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے نہ ختم ہونے والا اجر ہونے کا بیان

"مَا أَنْتَ" يَا مُحَمَّد "بِنِعْمَةِ رَبِّك بِمَجْنُون" أَيْ انْتَفَى الْجُنُون عَنْك بِسَبَب إِنْعَام رَبّك عَلَيْك بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرهَا وَهَذَا رَدّ لِقَوْلِهِمْ إِنَّهُ مَجْنُون "وَإِنَّ لَك لَأَجْرًا غَيْر مَمْنُون" أَيْ أَجْرًا غَيْر مَقْطُوع،

(اے حبیب مکرّم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں۔ یعنی آپ کے رب آپ پر جو نبوت وغیرہ کا انعام کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنون کے منتفی ہونے پر دلیل ہے۔ اور یہاں مجنون کہنے والوں کا رد ہے۔ اور بیشک آپ کے لئے ایسا اَجر ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ یعنی غیر مقطوع ثواب ہے۔

اس کا لطف و کرم تمہارے شاملِ حال ہے اس نے تم پر انعام و احسان فرمائے نبوت اور حکمت عطا کی فصاحتِ تامہ، عقلِ کامل، پاکیزہ خصائل، پسندیدہ اخلاق عطا کئے مخلوق کے لئے جس قدر کمالات امکان میں ہیں سب علیٰ وجہِ الکمال عطا فرمائے، ہر عیب سے ذاتِ عالی صفات کو پاک رکھا۔ اس میں کفار کے اس مقولہ کا رد ہے جو انہوں نے کہا تھا۔

اور بیشک آپ کے لئے اجر عظیم ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں، مطلب یہ ہے کہ آپ کے جس کام کو یہ دیوانی جنون کہہ رہے ہیں وہ تو اللہ کے نزدیک سب سے بڑا مقبول عمل ہے اس پر آپ کو اجر عظیم ملنے والا ہے اور اجر بھی ایسا جو دائمی ہے کبھی منقطع نہیں ہوگا۔ کہیں کسی مجنون کے عمل پر بھی مجنون کو اجر ملا کرتا ہے۔ آگے اسی مضمون کی مزید تائید و تاکید سا جملے سے فرما دی۔

| |
|---|
| وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۞ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَ ۞ بِاَيِّكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ۞ |
| اور بیشک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں۔ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے اور وہ دیکھ لیں گے۔ کہ تم میں کون مجنون تھا |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا بیان

"خُلُق" دِین "بِأَييِّكُمْ الْمَفْتُون" مَصْدَر كَالْمَعْقُولِ أَيْ الْفُتُون بِمَعْنَى الْجُنُون أَيْ أَبِك أَمْ بِهِمْ

اور بیشک آپ عظیم الشان خلق یعنی دین پر قائم ہیں۔ کہ تم میں کون مجنون تھا۔ یہاں پر لفظ مفتون یہ معقول کی طرح فتون سے مصدر ہے۔ جس کا معنی جنون ہے یعنی جنون تمہارے ساتھ ہے یا آپ کے ساتھ ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے کہ اللہ کے نزدیک اس دین اسلام سے زیادہ کوئی محبوب دین نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کا خلق خود قرآن ہی یعنی قرآن کریم جن اعلیٰ اعمال واخلاق کی تعلیم دیتا ہے آپ ان سب کا عملی نمونہ ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ین فرمایا کہ خلق عظیم سے مراد آداب القرآن ہیں یعنی وہ آداب جو قرآن نے سکھائے ہیں حاصل سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں حق تعالیٰ نے تمام ہی اخلاق فاضلہ بدرجہ کمال جمع فرما دیئے تھے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعثت لاتمم مکارم الاخلاق یعنی مجھے اس کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔ (تفسیر ابوحیان، سورہ قلم، بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بہترین تعریف حضرت عائشہ نے اپنے اس قول میں فرمائی ہے کہ کان خلقہ القران۔ "قرآن آپ کا اخلاق تھا"۔ امام احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابن جریر نے تھوڑے سے لفظی اختلاف کے ساتھ ان کا یہ قول متعدد سندوں سے نقل کیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے محض قرآن کی تعلیم ہی پیش نہیں کی تھی بلکہ خود اس کا مجسم نمونہ بن کر دکھا دیا تھا۔ جس چیز کا قرآن میں حکم دیا گیا آپ نے خود سب سے بڑھ کر اس پر عمل کیا، جس چیز سے اس میں روکا گیا آپ نے خود سب سے زیادہ اس سے اجتناب فرمایا، جن اخلاقی صفات کو اس میں فضیلت قرار دیا گیا سب سے بڑھ کر آپ کی ذات ان سے متصف تھی، اور جن صفات کو اس میں ناپسند ٹھیرایا گیا سب سے زیادہ آپ ان سے پاک تھے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہ اٹھایا، جہاد فی سبیل اللہ کے سوا کبھی آپ نے اپنے ہاتھ سے کسی کو نہیں مارا، اپنی ذات کے لیے کبھی کسی ایسی تکلیف کا انتقام نہیں لیا جو آپ کو پہنچائی گئی ہو الا یہ کہ اللہ کی حرمتوں کو توڑا گیا ہو اور آپ نے اللہ کی خاطر اس کا بدلہ لیا ہو، اور آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب دو کاموں میں سے ایک کا آپ کو انتخاب کرنا ہوتا تو آپ آسان تر کام کو پسند فرماتے تھے، الا کہ وہ گناہ ہو، اور اگر کوئی کام گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہتے تھے۔ (مسند احمد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ آپ نے کبھی میری کسی بات پر اف تک نہ کی، کبھی میرے کسی کام پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں کیا اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کیوں

نہ کیا۔ (بخاری ومسلم، تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قلم، بیروت)

## کفار کیلئے دنیا میں بھی ذلت ورسوائی کا بیان

مفتون اس جگہ بمعنے مجنون ہے۔ پچھلی آیات میں آپ کو مجنون کہنے والوں کے طعنہ کو دلائل سے رد کیا گیا تھا اس آیت نے پیش گوئی کے طور پر یہ بتلایا کہ یہ بات یوں ہی ڈھکی چھپی رہنے والی نہیں ہے قریب آنے والے وقت میں سب آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ معاذ اللہ آپ مجنون تھے یا آپ کو مجنون کہنے والے پاگل دیوانے تھے چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ بات کھل کر دنیا کے سامنے آ گئی اور انہیں مجنون کہنے والوں میں سے ہزاروں حلقہ بگوش اسلام ہو کر آپ کے اتباع ومحبت کو سرمایہ سعادت سمجھنے لگے اور بہت سے اشقیاء جن کو توفیق نہیں ہوئی وہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوئے۔

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۝ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ۝ |
| بے شک آپ کا رب اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے، اور وہ ان کو خوب جانتا ہے |
| جو ہدایت یافتہ ہیں پس آپ جھٹلانے والوں کی بات نہ مانیں۔ |

## ہدایت یافتہ اور گمراہوں کا اللہ تعالیٰ کے علم میں ہونے کا بیان

"اِنَّ رَبَّكَ أَعْلَم بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِه وَهُوَ أَعْلَم بِالْمُهْتَدِينَ" لَهُ وَأَعْلَم بِمَعْنَى عَالِم

بے شک آپ کا رب اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے، اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ یہاں پر لفظ اعلم بہ معنی عالم ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اعلم: علم سے (باب سمع) سے مصدر۔ افعل التفضیل کا صیغہ، بمعنی خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ جلالین میں ہے کہ اعلم بمعنی عالم ہے۔

من موصولہ ہے ضل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضلال (باب ضرب) مصدر وہ گمراہ ہوا۔ وہ بہکا۔ وہ راہ سے دور جا پڑا۔ سبیلہ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے راستہ سے ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رب ہے۔

وھو اعلم بالمھتدین۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے راہ ہدایت پانے والوں کو۔ مھتدین: اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب۔ مھتدی کی جمع اھتداء (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانے والے۔

| |
|---|
| وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۝ |
| وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ نرمی اختیار کر لیں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔ |

## کفار مکہ کا بت پرستی سے متعلق رعایت طلب کرنے کا بیان

"وَدُّوا" تَمَنَّوْا "لَوْ" مَصْدَرِيَّة "تُدْهِن" تَلِينَ لَهُمْ "فَيُدْهِنُونَ" يَلِينُونَ لَك وَهُوَ مَعْطُوف عَلَى تُدْهِن وَإِنْ جَعَلَ جَوَاب التَّمَنِّي الْمَفْهُوم مِنْ وَدُّوا قَدْر قَبْله بَعْد الْفَاء هُمْ،

وہ تو چاہتے ہیں یہاں پر لفظ لو مصدریہ ہے۔ کہ آپ ان کیلئے نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں گے۔ تو وہ بھی آپ کیلئے نرمی اختیار کریں گے۔ اس کا عطف تدھن پر ہے۔ اور اس کا عطف جواب تمنی کو قرار دیا جائے جو لفظ ودوا سے مفہوم ہے۔ تو اس سے پہلے اور فاء کے بعد ھم ضمیر کو مقدر مانا جائے گا۔

کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بت پرستی کی نسبت اپنا سخت رویہ ترک کر دیں اور ہمارے معبودوں کی تردید نہ کریں، ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی تعظیم کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور وطریق اور مسلک ومشرب سے متعارض نہ ہوں گے۔ ممکن تھا کہ ایک مصلح اعظم کے دل میں جو "خلق عظیم" پر پیدا کیا گیا ہے۔ نیک نیتی سے یہ خیال آ جائے کہ تھوڑی سی نرمی اختیار کرنے اور ڈھیل دینے سے کام بنتا ہے تو برائے چند نرم روش اختیار کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اس پر حق تعالیٰ نے متنبہ فرمادیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان مکذبین کا کہنا نہ مانیے۔ ان کی غرض محض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھیلا کرنا ہے۔ ایمان لانا اور صداقت کو قبول کرنا مقصود نہیں۔ آپ کی بعثت کی اصلی غرض اس صورت میں حاصل نہیں ہوتی۔ آپ تو ہر طرف سے قطع نظر کر کے اپنا فرض ادا کرتے رہیے۔ کسی کو منوا دینے اور راہ پر لے آنے کے آپ ذمہ دار نہیں۔

| |
|---|
| وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ○ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيمٍ ○ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ ○ |
| اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔ طعنہ زن، عیب جو، لوگوں میں |
| فساد انگیزی کے لئے چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے۔ |
| بد مزاج درشت خو ہے، مزید برآں بد اصل ہے۔ |

## گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے برے اوصاف کا بیان

"وَلَا تُطِعْ كُلّ حَلَّاف" كَثِير الْحَلِف بِالْبَاطِلِ "مَهِين" حَقِير "هَمَّاز" عَيَّاب أَيْ مُغْتَاب "مَشَّاء بِنَمِيم" أَيْ سَاعٍ بِالْكَلَامِ بَيْن النَّاس عَلَى وَجْه الْإِفْسَاد بَيْنهمْ، "مَنَّاع لِلْخَيْرِ" بَخِيل بِالْمَالِ عَنْ الْحُقُوق "مُعْتَدٍ" ظَالِم "أَثِيم" آثِم، "عُتُلّ" غَلِيظ جَافٍ "بَعْد ذٰلِكَ زَنِيم" دَعِيّ فِي قُرَيْش وَهُوَ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة ادَّعَاهُ أَبُوهُ بَعْد ثَمَانِي عَشْرَة سَنَة قَالَ ابْن عَبَّاس : لَا نَعْلَم أَنَّ اللّٰه وَصَفَ أَحَدًا بِمَا وَصَفَهُ بِهِ مِنْ الْعُيُوب فَأَلْحَقَ بِهِ عَارًا لَا يُفَارِقهُ أَبَدًا وَتَعَلَّقَ بِزَنِيمٍ الظَّرْف قَبْله،

اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو باطل پر بہت قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے۔ جو طعنہ زَن، عیب جُو ہے اور لوگوں میں فساد انگیزی کے لئے چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ یعنی لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کیلئے کلام کرنے والا ہے۔ خیر کو بہت روکنے والا، حقوق پر مال خرچ کرنے سے بخل اختیار کرنے والا ہے۔ حد سے بڑھنے والا ظالم، سخت گناہ گار ہے۔ جو بدمزاج دُرشت خو ہے، مزید برآں بداَصل بھی ہے۔ جو قریش میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور وہ ولید بن مغیرہ ہے کہ اس کے باپ نے اٹھارہ سال کے بعد اس کو متبنی بنا یالیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے اس کے سوا کسی اور کو ایسے عیوب کے ساتھ متصف کر کے بیان کیا ہو۔ لہٰذا یہ ایسی شرم کی باتیں اس کے ساتھ لاحق کر دی گئی ہیں جو کبھی بھی اس سے الگ نہ ہو سکیں گی۔ اور یہاں پر لفظ زنیم یہ ظرف ہے اور ماقبل ذلک سے متعلق ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

عتل: یہ عتل مصدر سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سخت مزاج۔ گردن کش اجڈ۔ شوکانی کے نزدیک عتل وہ ہے جو جسم کا مضبوط اور اخلاق کا خراب ہو۔

عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔ عتل: جو جسم کا مضبوط ہو، صحت مند ہو بڑا کھانے پینے والا ہو، جیسے کھانے پینے کو ملتا رہے۔ لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہو اور توند اس کی بڑی ہو۔ بعد ذلک یعنی متذکرہ بالا صفات کے علاوہ (وہ زنیم بھی ہے)

زنیم: الزنیم یا مزنم: اسے کہتے ہیں جو کسی قسم سے نسبتی تعلق تو نہ رکھتا ہو لیکن اس کے ساتھ یونہی ملحق ہو۔ جیسے کہ زنمتا الشاۃ یعنی گوشت کے دو زائد ٹکڑے جو بکری کے گلے یا کان سے نیچے لٹک رہے ہوں۔

زنیم دعی (جمع ادعیاء) بمعنی لے پالک، غیر باپ کی طرف منسوب کو بھی کہتے ہیں۔ اور دعی وہ شخص ہے جو کہ تم اس کو بیٹا بنا لو۔ یا وہ جو حرامی ہونے میں متہم ہو۔ اس سلسلہ میں تین کافروں کا نام لیا جاتا ہے جن میں مندرجہ ذیل بالا صفات کے علاوہ زنیم کی بھی صفت پائی جاتی تھی۔ مثلاً:۔

(1) ولید بن مغیرہ کہ وہ 18 سال کا تھا جب اس کے باپ نے اس کے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اس کے گلے میں ایک لٹکاو بھی تھا جس سے اس کی شناخت ہو جاتی تھی۔ (2) اخنس بن شریق کہ اصل میں ثقفی تھا لیکن اس کا شمار بنی زہرہ میں سے کیا جاتا تھا۔ (3) اسود بن عبد یغوث۔

اکثر کے نزدیک شخص مذکور سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ پانی پتی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ شاید زنیم ہونے کی صفت مذکورہ بالا قبائح سے زیادہ بری تھی اسی لئے تو چند قبائح کا ذکر کرنے کے بعد زنیم کو ذکر کیا۔ یعنی مذکورہ بالا قبائح کے علاوہ وہ زنیم بھی ہے۔ (انوار البیان، سورہ قلم)

یعنی بدگوہر تو اس سے افعالِ خبیثہ کا صدور کیا عجب۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ولید بن مغیرہ نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرے حق میں دس باتیں فرمائیں ہیں نو کو تو میں جانتا ہوں کہ مجھ میں موجود ہیں لیکن دسویں بات اصل میں خطا ہونے کی اس کا حال مجھے معلوم نہیں یا تو مجھے سچ سچ بتادے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا اس پر اس کی ماں نے کہا کہ تیرا باپ نامرد تھا مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ مرجائے گا تو اس کا مال غیر لے جائیں گے۔

تو میں نے ایک چرواہے کو بلالیا تو اس سے ہے۔ ولید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک جھوٹا کلمہ کہا تھا مجنون، اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دس واقعی عیوب ظاہر فرمادیئے اس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت اور شان محبوبیت معلوم ہوتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قلم، لاہور)

| |
|---|
| اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّ بَنِيْنَ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۝ |
| اس لئے کہ وہ مال دار اور صاحب اُولاد ہے۔ جب اس پر ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے |
| پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اب ہم اس کی سونڈ جیسی ناک پر داغ لگادیں گے۔ |

## دنیاوی جاہ وجلال سے فریب میں نہ آنے کا بیان

"أَنْ كَانَ ذَا مَال وَبَنِينَ" أَيْ لِأَنَّ وَهُوَ مُتَعَلِّق بِمَا دَلَّ عَلَيْهِ، "إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتنَا" الْقُرْآن "قَالَ" هِيَ "أَسَاطِير الْأَوَّلِينَ" أَيْ كَذَّبَ بِهَا لِإِنْعَامِنَا عَلَيْهِ بِمَا ذُكِرَ وَفِي قِرَاءَة أَأَنْ بِهَمْزَتَيْنِ مَفْتُوحَتَيْنِ، "سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُوم" سَنَجْعَلُ عَلَى أَنْفه عَلَامَة يُعَيَّر بِهَا مَا عَاشَ فَخُطِمَ أَنْفه بِالسَّيْفِ يَوْم بَدْر،

اس لئے اس کی بات کو اہمیت نہ دیں کہ وہ مال دار اور صاحب اُولاد ہے۔ یہاں پر لفظ اَن یہ لان کے معنی میں ہے۔ کیونکہ اسی پر وہ متعلق ہے جس پر اس کی دلالت ہے جب اس پر ہماری آیات یعنی قرآنی آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یعنی ہمارے اس پر جو انعام ہوئے ہیں ان کی تکذیب کرتا ہے۔ اور ایک قرأت کے مطابق اَاَن دونوں ہمزوں کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اب ہم اس کی سونڈ جیسی ناک پر داغ لگادیں گے۔ یعنی اس کی ناک پر علامت بنادیں گے۔ جس کی وجہ سے زندگی بھر میں اس کو شرم دلائی جائے گی لہٰذا بدر کے دن تلوار سے اس کی ناک پر زخم کر دیا گیا۔

یعنی ایک شخص اگر دنیا میں طالع مند اور خوش قسمت نظر آتا ہے، مثلاً مال واولاد وغیرہ رکھتا ہے تو محض اتنی بات سے اس لائق نہیں ہو جاتا کہ اس کی بات مانی جائے۔ اصل چیز انسان کے اخلاق وعادات ہیں، جس شخص میں شرافت اور خوش اخلاقی نہیں اللہ والوں کا کام نہیں کہ اس کی ابلہ فریب باتوں کی طرف التفات کریں۔ جب ایسے شخص کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ کہانیاں ہیں پہلے لوگوں کی سوار شاد فرمایا گیا کہ ہم عنقریب ہی ایک نشان لگادیں گے اس سونڈ پر جو اس کی تحقیر وتذلیل کا نشان ہوگا، چنانچہ کفر وتکذیب اور انکار واستکبار کی عمومی سیاہی کے علاوہ، بدر کے موقع پر اس کافر کی ناک پر تلوار ایک ایسا وار لگا کہ وہ اس

کے لئے ہمیشہ کا وسمہ تذلیل و عار بن گیا۔ (جامع البیان، مدارک، سورہ قلم، بیروت)

## گستاخ کافر کی ناک پر نشان داغ دیئے جانے کا بیان

ارشاد فرمایا گیا کہ ہم عنقریب ہی نشان لگا دیں گے اس کی سونڈ پر یعنی۔ اس کی ناک پر، اس میں اس کی انتہائی تحقیر و تذلیل ہے کہ اس کی ناک کے لیے خرطوم یعنی سونڈ کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے، جو کہ اپنی اصل کے اعتبار سے ہاتھی اور خنزیر کی سونڈ کے لئے بولا جاتا ہے، کیونکہ یہ شخص اپنی اسی جھوٹی ناک کی بڑائی کے گھمنڈ میں کفر و انکار کا مرتکب ہوا تھا اور اس نے کلام الٰہی کے حق میں توہین کا ارتکاب کیا تھا، رہ گئی یہ بات کہ یہ کون شخص تھا؟

تو اس کے بارے میں حضرات مفسرین کرام نے مختلف نام لئے ہیں، مثلاً اخنس بن شریق، اسود بن عبد یغوث، عبدالرحمٰن بن اسود، ولید بن مغیرہ اور ابوجہل بن ہشام۔ (تفسیر روح المعانی، تفسیر قرطبی، سورہ قلم، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّا بَلَوْنٰـهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝ |
| یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ |
| صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ |

## اہل مکہ پر قحط و بھوک مسلط کر دیئے جانے کا بیان

"إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ" امْتَحَنَّا أَهْلَ مَكَّةَ بِالْقَحْطِ وَالْجُوعِ "كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّة" أَيْ أَصْحَاب الْبُسْتَان "إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا" يَقْطَعُونَ ثَمَرَتَهَا "مُصْبِحِينَ" وَقْتَ الصَّبَاحِ كَيْ لَا يَشْعُر بِهِمْ الْمَسَاكِين فَلَا يُعْطُونَهُمْ مِنْهَا مَا كَانَ أَبُوهُمْ يَتَصَدَّقُ بِهِ عَلَيْهِمْ مِنْهَا،

یقیناً ہم نے انھیں آزمایا ہے، یعنی اہل مکہ کا قحط اور بھوک سے امتحان لیا۔ جیسے ہم نے باغ والوں کو آزمایا، جب انھوں نے قسم کھائی کہ صبح ہوتے ہوتے اس کا پھل ضرور ہی توڑ لیں گے۔ یعنی وہ صبح کے وقت وہ باغ سے پھل اتار لیں گے۔ تاکہ مساکین کو اس کا پتہ نہ چل سکے۔ تاکہ وہ پھل ان پر صدقہ نہ کریں جو ان کے آباؤ اجداد ان پر صدقہ کیا کرتے تھے۔

اہل مکہ کو آزمائش میں ڈالنے سے یہ مراد بھی ہو سکتی کہ جس طرح آئندہ آنے والے قصہ میں باغ والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا انہوں نے ناشکری کی جس کے نتیجہ میں عذاب آ گیا اور ان کی نعمت سلب ہو گئی، حق تعالیٰ نے اہل مکہ پر اپنا سب سے بڑا انعام تو یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اندر پیدا فرمایا اس کے علاوہ ان کی تجارتوں میں برکت عطا فرمائی اور ان کو خوشحال بنا دیا، یہ ان کی آزمائش ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے شکر گزار ہوتے ہیں اور اللہ و رسول پر ایمان لاتے ہیں یا اپنے کفر و عناد پر جمے رہتے ہیں۔ دوسری صورت میں ان کو باغ والوں کے قصہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کفر ان نعمت سے ان پر بھی ایسا ہی عذاب نہ آ جائے۔

یہ تفسیر اس صورت میں بھی صادق ہے جبکہ ان آیات کو بھی مثل اکثر سورت کے مکی قرار دیا جائے لیکن بہت سے حضرات مفسرین نے ان آیات کو مدنی قرار دیا ہے اور جس آزمائش کا یہاں ذکر ہے اس سے مراد وہ قحط کا عذاب ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ان لوگوں پر مسلط ہوا تھا جس میں وہ بھوک سے مرنے لگے اور مردار جانور اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ ہجرت کے بعد کا ہے۔

یہ باغ بعض سلف جیسے حضرت ابن عباس وغیرہ کے قول پر یمن میں تھا اور حضرت سعید بن جبیر کی ایک روایت یہ ہے کہ صنعاء جو یمن کا مشہور شہر اور دارالسلطنت ہے اس سے چھ میل کے فاصلے پر تھا اور بعض حضرات نے اس کا محل وقوع حبشہ کو بتلایا ہے یہ لوگ اہل کتاب میں سے تھے اور یہ واقعہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کے کچھ عرصہ بعد کا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قلم، لاہور)

| |
|---|
| وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ○ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ○ |
| فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ○ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ○ |
| اور انہوں نے اِستثناء نہ کیا۔ پس آپ کے رب کی جانب سے ایک پھرنے والا اس پر پھر گیا اور وہ سوتے ہی رہے۔ |
| تو صبح کو وہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ پھر انھوں نے صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو آواز دی۔ |

## بخل کے سبب پھل صدقہ نہ کرنے والوں کے باغ کی تباہی کا بیان

**"وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ" فِي يَمِينِهِمْ بِمَشِيئَةِ اللّٰهِ تَعَالَى وَالْجُمْلَةُ مُسْتَأْنَفَةٌ أَيْ وَشَأْنُهُمْ ذٰلِكَ، "فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ" نَارٌ أَحْرَقَتْهَا لَيْلًا، "فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ" كَاللَّيْلِ الشَّدِيدِ الظُّلْمَةِ أَيْ سَوْدَاءَ،**

اور انہوں نے اِن شاء اللہ کہہ کر یا غریبوں کے حصہ کا اِستثناء نہ کیا۔ اور یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ اور ان کا معاملہ ایسا ہے۔ پس آپ کے رب کی جانب سے ایک پھرنے والا آگ کا عذاب رات ہی رات میں اس باغ پر پھر گیا جس نے اس کو جلا کر راکھ بنا دیا اور وہ سوتے ہی رہے۔ گویا وہ سخت سیاہ رات تھی۔ تو صبح کو وہ باغ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔

## ان شاء اللہ کہنا بھی بھول جانے والوں کا بیان

یہاں ان کافروں کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو جھٹلا رہے تھے مثال بیان ہو رہی ہے کہ جس طرح یہ باغ والے تھے کہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے عذابوں میں اپنے آپ کو ڈل دیا، یہی حالت ان کافروں کی ہے کہ اللہ کی نعمت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی ناشکری یعنی انکار نے انہیں بھی اللہ کی ناراضگی کا مستحق کر دیا ہے، تو فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں بھی آزمالیا جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا جس باغ میں طرح طرح کے پھل میوے وغیرہ تھے، ان لوگوں نے آپس میں قسمیں کھائیں کہ صبح سے پہلے ہی پہلے رات کے وقت پھل اتار لیں گے تاکہ فقیروں مسکینوں اور سائلوں کو پتہ نہ چلے جو وہ آ کھڑے ہوں اور ہمیں

ان کو بھی دینا پڑے بلکہ کل پھل اور میوے خود ہی لے آئیں گے، اپنی اس تدبیر کی کامیابی پر انہیں غرور تھا اور اس خوشی میں پھولے ہوئے تھے یہاں تک کہ اللہ کو بھی بھول گئے انشاء اللہ تک کسی کی زبان سے نہ نکلا اس لئے ان کی یہ قسم پوری نہ ہوئی، رات ہی رات میں ان کے پہنچنے سے پہلے آسمانی آفت نے سارے باغ کو جلا کر خاکستر کر دیا ایسا ہو گیا جیسے سیاہ رات اور کٹی ہوئی کھیتی، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو گناہوں سے بچو گناہوں کی شامت کی وجہ سے انسان اس روزی سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کر دی گئی ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دو آیتوں کی تلاوت کی کہ یہ لوگ بہ سبب اپنے گناہ کے اپنے باغ کے پھل اور اس کی پیداوار سے بے نصیب ہو گئے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قلم، بیروت)

صبح کے وقت یہ آپس میں ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگے کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو اب دیر نہ لگاؤ سویرے ہی چل پڑو، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ باغ انگور کا تھا، اب یہ چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ کوئی سن نہ لے اور غریب غرباء کو پتہ نہ لگ جائے، چونکہ ان کی سرگوشیاں اس اللہ سے تو پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں جو دلی ارادوں سے بھی پوری طرح واقف رہتا ہے وہ بیان فرماتا ہے کہ ان کی وہ خفیہ باتیں یہ تھیں کہ دیکھو ہوشیار رہو کوئی مسکین بھنک پا کر کہیں آج آنہ جائے ہرگز کسی فقیر کو باغ میں گھسنے ہی نہ دینا اب قوت و شدت کے ساتھ پختہ ارادے اور غریبوں پر غصے کے ساتھ اپنے باغ کو چلے، سدی فرماتے ہیں حردان کی بستی کا نام تھا لیکن یہ کچھ زیادہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ یہ جانتے تھے کہا اب ہم پھلوں پر قابض ہیں ابھی اتار کر سب لے آئیں گے، لیکن جب وہاں پہنچے تو ہکا بکارہ گئے۔ کہ لہلہاتا ہوا ہرا بھرا باغ میوؤں سے لدے ہوئے درخت اور پکے ہوئے پھل سب غارت اور برباد ہو چکے ہیں سارے باغ میں آندھی پھر گئی ہے اور کل باغ میوؤں سمیت جل کر کوئلہ ہو گیا ہے، کوئی پھل نصف دام کا بھی نہیں رہا، ساری تروتازگی پژمردگی سے بدل گئی ہے، باغ سارا کا سارا جل کر راکھ ہو گیا ہے درختوں کے کالے کالے ڈراؤنے ٹنڈ کھڑے ہوئے ہیں، پہلے تو سمجھے کہ ہم راہ بھول گئے کسی اور باغ میں چلے آئے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارا طریقہ کار غلط تھا جس کا یہ نتیجہ ہے پھر بغور دیکھنے سے جب یقین ہو گیا کہ باغ تو یہ ہمارا ہی ہے تب سمجھ گئے اور کہنے لگے ہے تو یہی لیکن ہم بدقسمت ہیں، ہمارے نصیب میں ہی اس کا پھل اور فائدہ نہیں، ان سب میں جو عدل و انصاف والا اور بھلائی اور بہتری والا تھا وہ بول پڑا کہ دیکھو میں تو پہلے ہی تم سے کہتا تھا کہ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے، سدی فرماتے ہیں ان کے زمانہ میں سبحان اللہ کہنا بھی انشاء اللہ کہنے کے قائم مقام تھا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں اس کے معنی ہی انشاء اللہ کہنے کے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے بہتر شخص نے ان سے کہا کہ دیکھو میں نے تو تمہیں پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم کیوں اللہ کی پاکیزگی اور اس کی حمد و ثناء نہیں کرتے؟ یہ سن کر اب وہ کہنے لگ ہمارا رب پاک ہے بیشک ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اب اطاعت بجالائے جبکہ عذاب پہنچ چکا اب اپنی تقصیر کو مانا جب سزا دے دی گئی، اب تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہم نے بہت ہی برا کیا کہ مسکینوں کا حق مارنا چاہا اور اللہ کی فرمانبرداری سے رک گئے، پھر سب نے کہا کہ کوئی شک نہیں ہماری سرکشی حد سے بڑھ گئی اسی وجہ سے اللہ کا عذاب آیا، پھر کہتے ہیں شاید ہمارا رب ہمیں اس سے بہتر

بدلہ دے یعنی دنیا میں اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخرت کے خیال سے انہوں نے یہ کہا ہو۔

بعض سلف کا قول ہے کہ یہ واقعہ اہل یمن کا ہے، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یہ لوگ فروان کے رہنے والے تھے جو صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر ایک بستی ہے اور مفسرین کہتے ہیں کہ یہ اہل حبشہ تھے۔ مذہبا اہل کتاب تھے یہ باغ انہیں ان کے باپ کے ورثے میں ملا تھا اس کا یہ دستور تھا کہ باغ کی پیداوار میں سے باغ کا خرچ نکال کر اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سال بھر کا خرچ رکھ کر باقی نفع اللہ کے نام صدقہ کر دیتا تھا اس کے انتقال کے بعد ان بچوں نے آپس میں مشورہ کیا اور کہا کہ ہمارا باپ تو بیوقوف تھا جو اتنی بڑی رقم ہر سال ادھر ادھر دے دیتا تھا ہم ان فقیروں کو اگر نہ دیں اور اپنا مال با قاعدہ سنبھالیں تو بہت جلد دولت مند بن جائیں یہ ارادہ انہوں نے پختہ کر لیا تو ان پر وہ عذاب آیا جس نے اصل مال بھی تباہ کر دیا اور بالکل خالی ہاتھ رہ گئے، پھر فرماتا ہے جو شخص بھی اللہ کے حکموں کے خلاف کرے اور اللہ کی نعمتوں میں بخل کرے اور مسکینوں محتاجوں کا حق ادا نہ کرے اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے اس پر اسی طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں اور یہ تو دنیوی عذاب ہیں آخرت کے عذاب تو ابھی باقی ہیں جو سخت تر اور بدتر ہیں، بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے وقت کھیتی کاٹنے اور باغ کے پھل اتارنے سے منع فرما دیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، بیروت)

| |
|---|
| اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ٥ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ٥ |
| کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ |

## خوش فہمی میں باغ کے پھلوں کیلئے جانے والوں کا بیان

"أَنْ اُغْدُوا عَلَى حَرْثِكُمْ" غَلَّتِكُمْ تَفْسِير لِتَنَادَوْا أَوْ أَنْ مَصْدَرِيَّة أَيْ بِأَنْ "إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ" مُرِيدِينَ الْقَطْع وَجَوَاب الشَّرْط دَلَّ عَلَيْهِ مَا قَبْله، "فَانْطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ" يَتَسَارُّونَ،

کہ صبح صبح اپنے کھیت پر جا پہنچو، یہاں پر اَن اغدوا یہ تنادوا کی تفسیر ہے یا اَن مصدریہ ہے جو اَی کے معنی میں ہے یا اَن کے معنی میں ہے۔ اگر تم پھل توڑنے والے ہو۔ یہ جواب شرط ہے جس پر اس کے ماقبل کی دلالت ہے۔ چنانچہ وہ چل پڑے اور وہ چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ان اغدوا علی حرثکم:** ان مصدریہ۔ اغدوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ غدو (باب نصر) مصدر سے بمعنی تم سویرے چلو۔ اغدوا (فعل امر) فعل ناقص ہے علی حرثکم اس کی خبر ہے۔ یعنی صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاو۔ یہ جملہ جواب شرط ہے اور شرط سے مقدم آیا ہے۔ ان کنتم صارمین۔ جملہ شرط ہے۔ صارمین اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب کاٹنے والے۔ ترجمہ ہوگا: اگر تم اپنی کھیتی کو کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاو۔

یعنی باغ کی طرف جانے کے لئے ایک تو صبح صبح نکلے دوسرے آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوئے گئے تاکہ کسی کو ان کے جانے کا علم نہ ہو۔

اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْكُمْ مِّسْكِیْنٌ۝ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ۝

کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی محتاج نہ آنے پائے۔ اور وہ صبح سویرے منصوبے پر قادر بنتے ہوئے چل پڑے۔

## مساکین سے کو محروم رکھ کر باغ میں جانے والوں کی خودفریبی کا بیان

"أَنْ لَا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِسْكِين" تَفْسِير لِمَا قَبْلَه أَوْ أَنْ مَصْدَرِيَّة أَيْ بِأَنْ، "وَغَدَوْا عَلَى حَرْد" مَنْع لِلْفُقَرَاءِ "قَادِرِينَ" عَلَيْهِ فِي ظَنّهمْ،

کہ آج اس باغ میں تمہارے پاس ہرگز کوئی محتاج نہ آنے پائے۔ یہ ماقبل کی تفسیر ہے۔ یا یہاں پر اَن مصدریہ ہے جو اَیْ یا اَن کے معنی میں ہے۔ اور وہ صبح سویرے (پھل کاٹنے اور غریبوں کو ان کے حصہ سے محروم کرنے کے) منصوبے پر قادر بنتے ہوئے چل پڑے۔ یعنی یہ ان کا گمان تھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ان لایدخلنها الیوم علیکم مسکین: ان بمعنی کہ، یہ کہ، ان مفسرہ ہے۔ فائدہ، ان مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے کہ او حینا الیه ان اصنع الفلك ، پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا یہ کہ تو کشتی بنا۔

یا دلالت معنوی جیسے وانطلق الملا منهم ان امشوا ، اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو۔ یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔ اور آیت زیر غور میں ہے ان سے قبل فعل یتخافتوں آیا ہے بمعنی وہ چپکے چپکے کہتے تھے۔ لا یدخلنها ۔مضارع نفی تاکید بانون ثقیلہ، صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھا ضمیر مفعول واحد مونث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔ الیوم آج۔ علیکم تمہارے پاس۔ ترجمہ ہوگا: کہ آج کوئی مسکین (محتاج) تمہارے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہووے۔

وغدوا علی حرد قادرین۔ واو عاطفہ۔ غدوا ماضی جمع مذکر غائب غدو (باب نصر) مصدر سے۔ وہ صبح کے وقت چلے۔ غدو صبح کے وقت سفر کرنا۔ غداۃ صبح کا وقت۔ تڑکا۔

حرد۔ اس کے معانی میں مختلف اقوال ہیں۔ لیکن عام فہم اور موقع محل کے مطابق وہ معانی قابل ترجیح ہیں جو کہ صاحب ضیاء القرآن نے اختیار کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

حرد کا معنی قصد اور ارادہ ہے یعنی انہوں نے جو یہ ارادہ کیا تھا کہ آج کسی غریب کو باغ میں ہم داخل نہیں ہونے دیں گے اور باغ کا پھل کاٹ لائیں گے وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ جو ارادہ اور قصد ہم نے کیا ہے اس کو عملی جامعہ پہنانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

قادرین۔اسم فاعل جمع مذکر۔قدرۃ (باب ضرب) مصدر سے۔قدرت رکھنے والے۔یہ غدوا کی خبر ہے۔حرد متعلق بہ قادرین ہے۔(تفسیر ضیاء القرآن،انوار البیان،سورۂ قلم،لاہور)

| فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۝ |
|---|
| پس جب انھوں نے اسے دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔ |

## دوسروں کو محروم رکھنے والوں کے خود محروم ہو جانے کا بیان

"فَلَمَّا رَأَوْهَا" سَوْدَاء مُحْتَرِقَة "قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ" عَنْهَا أَيْ لَيْسَتْ هَذِهِ ثُمَّ قَالُوا لَمَّا عَلِمُوهَا،"بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ" ثَمَرَتهَا بِمَنْعِنَا الْفُقَرَاء مِنْهَا

پس جب انھوں نے باغ کو سیاہ راکھ بنا ہوا دیکھا تو انھوں نے کہا بلاشبہ ہم یقیناً راستہ بھولے ہوئے ہیں۔یعنی یہ باغ ان کا نہیں ہے۔جب غور سے دیکھا تو پکار اٹھے:نہیں نہیں،بلکہ ہم تو محروم ہو گئے ہیں۔یعنی فقراء کو منع کرنے کی وجہ سے ہم خود محروم ہو گئے ہیں۔

جب اس جگہ کھیت باغ کچھ نہ پایا تو اول تو یہ کہنے لگے کہ ہم جگہ کو بھول کر کہیں اور آ گئے،یہاں تو نہ باغ ہے نہ کھیت،مگر پھر قریبی مقامات اور نشانات پر غور کیا تو معلوم ہوا جگہ تو یہی ہے اور کھیت جل کر ختم ہو چکا ہے تو کہنے لگے بل نحن محرومون یعنی ہم اس نعمت سے محروم کر دیئے گئے۔

| قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۝قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ۝ |
|---|
| ان کے ایک عدل پسند زیرک شخص نے کہا:کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم ذکر و تسبیح کیوں نہیں کرتے۔ |
| انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے،بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔ |

## باغ تباہ ہو جانے کے بعد سمجھ آ جانے کا بیان

"قَالَ أَوْسَطهمْ" خَيْرهمْ "أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ لَوْلَا" هَلَّا "تُسَبِّحُونَ" اللّٰه تَائِبِينَ، "قَالُوا سُبْحَان رَبّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ" بِمَنْعِ الْفُقَرَاء حَقّهمْ،

ان کے ایک عدل پسند زیرک شخص نے کہا:کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کا ذکر و تسبیح کیوں نہیں کرتے۔انھوں نے کہا ہمارا رب پاک ہے،بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے۔کیونکہ ہم نے فقراء کا حق روکا ہے۔

ان میں سے جو میانہ روی اختیار کرنے والا آدمی تھا یعنی باپ کی طرح نیک صالح اللہ کی راہ میں خرچ پر خوش ہونے والا تھا دوسرے بھائیوں کی طرح بخیل سخت دل نہ تھا اس نے کہا کہ کیا میں نے تمہیں پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ تم اللہ کے نام کی تسبیح کیوں نہیں کرتے،تسبیح کے لفظی معنی پاکی بیان کرنے کے ہیں،مطلب یہ ہے کہ فقراء و مساکین سے اپنا مال بچا لینے کی تدبیر کا منشاء یہ ہے کہ

آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تم کو اس کے بجائے اور نہ دے گا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ خرچ کرنے والوں کو اپنے پاس سے اور زیادہ دیتا ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ قلم، لاہور)

| |
|---|
| فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ○ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ○ |
| پس وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم ملامت کرنے لگے۔ انھوں نے کہا: |
| ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ |

## پھلوں کی ہلاکت کے بعد حسرت کرنے کا بیان

"قَالُوا يَا" لِلتَّنْبِيهِ "وَيْلَنَا" هَلَاكَنَا

انھوں نے کہا ہائے ہماری ہلاکت! یقیناً ہم ہی حد سے بڑھے ہوئے تھے۔ یعنی ان لوگوں نے اپنے جرم کا تو اعتراف کر لیا، لیکن اب الزام ایک دوسرے پر ڈالنے لگے کہ تو نے ہی اول ایسی غلط رائے دی تھی جس کے نتیجہ میں یہ عذاب آیا۔ حالانکہ یہ جرم ان میں سے کسی کا تنہا نہیں تھا بلکہ سب یا اکثر اس میں شریک تھے۔

| |
|---|
| عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ○ |
| امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ |

## سچی توبہ کرنے والوں پر سلبی نعمت لوٹا دیئے جانے کا بیان

"يُبْدِلَنَا" بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيفِ "خَيْرًا مِنْهَا إِنَّا إِلَى رَبِّنَا رَاغِبُونَ" لِيَقْبَلَ تَوْبَتَنَا وَيَرُدَّ عَلَيْنَا خَيْرًا مِنْ جَنَّتِنَا رُوِيَ أَنَّهُمْ أُبْدِلُوا خَيْرًا مِنْهَا

یہاں پر لفظ یبدلنا تشدید وتخفیف دونوں طرح آیا ہے۔ امید ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر عطا فرمائے گا۔ یقیناً اب ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں۔ یعنی وہ ہماری توبہ کو قبول فرمائے۔ اور ہم پر بھلائی یعنی ہمارے باغ کو لوٹا دے۔ روایت کیا گیا ہے کہ انہیں ان کے باغ سے بہتر باغ دے دیا گیا۔

امام بغوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ جب ان سب لوگوں نے سچے دل سے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرما دیا جس کے انگوروں کے خوشے اتنے بڑے تھے کہ ایک خوشہ ایک خچر پر لادا جاتا تھا۔ (تفسیر مظہری، سورہ قلم، لاہور)

اس کے عفو وکرم کی امید رکھتے ہیں ان لوگوں نے صدق واخلاص سے توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے عوض اس سے بہتر باغ عطا فرمایا جس کا نام باغ حیوان تھا اور اس میں کثرت پیداوار اور لطافتِ آب وہوا کا یہ عالم تھا کہ اس کے انگوروں کا ایک خوشہ ایک گدھے پر بار کیا جاتا تھا۔

| |
|---|
| كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ○ |
| اسی طرح ہے عذاب۔اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے،کاش!وہ جانتے ہوتے۔ |

## کفار عذاب کو جان لیتے تو کبھی انکار نہ کرتے

"كَذٰلِكَ" أَىْ مِثْل الْعَذَاب لِهَؤُلَاءِ "الْعَذَاب" لِمَنْ خَالَفَ أَمْرنَا مِنْ كُفَّار مَكَّة وَغَيْرهمْ "وَلَعَذَاب الْآخِرَة أَكْبَر لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ" عَذَابهَا مَا خَالَفُوا أَمْرنَا وَنَزَلَ لَمَّا قَالُوا إنْ بُعِثْنَا نُعْطَى أَفْضَل مِنْكُمْ،

اسی طرح عذاب ہوتا ہے جس طرح یہ عذاب آیا ہے۔یعنی کفار مکہ وغیرہ میں سے جو ہمارے حکم کی مخالفت کرے گا۔اسے ایسا ہی عذاب دیا جائے گا۔اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں بڑا ہے،کاش!وہ جانتے ہوتے۔اس کا عذاب ان لوگوں کیلئے ہوگا جو ہمارے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔اور یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی جب انہوں نے کہا کہ جب ہم اٹھائے بھی گئے تو ہمیں تمہارے سے بہتر عطاء کیا جائے گا۔

اہل مکہ کے عذاب قحط کا اجمالی اور باغ والوں کے کھیت جل جانے کا تفصیلی ذکر فرمانے کے بعد عام ضابطہ ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اسی طرح آیا کرتا ہے اور دنیا میں عذاب آ جانے سے بھی ان کے آخرت کے عذاب کا کفارہ نہیں ہوتا بلکہ آخرت کا عذاب اس کے علاوہ اور اس سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔

## اہل تقویٰ کیلئے جنات نعیم ہونے کا بیان

| |
|---|
| اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ |
| بلاشبہ ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمت والے باغات ہیں۔ |

## سورہ قلم آیت ۳۴ کے شان نزول کا بیان

مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ اگر مرنے کے بعد پھر ہم اٹھائے بھی گئے تو وہاں بھی ہم تم سے اچھے رہیں گے اور ہمارا ہی درجہ بلند ہوگا جیسے کہ دنیا میں ہمیں آسائش ہے،اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر خزائن العرفان،سورہ قلم،لاہور)

| |
|---|
| اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○ |
| اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ○ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ○ |
| کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے۔تمہیں کیا ہو گیا ہے،کیا فیصلہ کرتے ہو۔کیا تمہارے پاس |
| کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو۔کہ تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ |

## مسلمانوں کا مجرموں کی طرح نہ ہونے کا بیان

"أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ" أَيْ تَابِعِينَ لَهُمْ فِي الْعَطَاءِ ، "مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ" هَذَا الْحُكْمُ الْفَاسِدُ، "أَمْ" أَيْ بَلْ أَ "لَكُمْ كِتَابٌ" مُنَزَّلٌ "فِيهِ تَدْرُسُونَ" أَيْ تَقْرَءُونَ، "إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ" تَخْتَارُونَ،

کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرموں کی طرح محروم کردیں گے۔ یعنی عطاء میں اُن کے تابع کردیں گے۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے، کیا فیصلہ کرتے ہو۔ یعنی کیسا یہ فاسد حکم ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو۔ جو نازل کردہ ہو۔ کہ تمہارے لئے اس میں وہ کچھ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ یعنی جس کو تم اختیار کرتے ہو۔

اوپر چونکہ دنیوی جنت والوں کا حال بیان ہوا تھا اور اللہ کی نافرمانی اور اس کے حکم کے خلاف کرنے سے ان پر جو بلا اور آفت آئی اس کا ذکر ہوا تھا اس لئے اب ان متقی پرہیزگار لوگوں کا حال ذکر کیا گیا جنہیں آخرت میں جنتیں ملیں گی جن کی نعمتیں نہ فنا ہوں، نہ گھٹیں، نہ ختم ہوں، نہ سڑیں، نہ گلیں، پھر فرماتا ہے کیا ہوسکتا ہے کہ مسلمان اور گنہگار جزا میں یکساں ہو جائیں؟ قسم ہے زمین وآسمان کے رب کی کہ یہ نہیں ہوسکتا، کیا ہوگیا ہے تم کس طرح یہ چاہتے ہو؟ کیا تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی طرف سے اتری ہوئی کوئی ایسی کتاب ہے جو خود تمہیں بھی محفوظ ہو اور گزشتہ لوگوں کے ہاتھوں تم پچھلوں تک پہنچی ہو اور اس میں وہی ہو جو تمہاری چاہت ہے اور تم کہہ رہے ہو کہ ہمارا کوئی مضبوط وعدہ اور عہد تم سے ہے کہ تم جو کہہ رہے ہو وہی ہوگا اور تمہاری بیجا اور غلط خواہشیں پوری ہوکر ہی رہیں گی؟ ان سے ذرا پوچھو تو کہ اس بات کا کون ضامن ہے اور کس کے ذمے یہ کفالت ہے؟ نہ سہی تمہارے جو جھوٹے معبود ہیں انہی کو اپنی سچائی کے ثبوت میں پیش کرو۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، بیروت)

| |
|---|
| اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝ |
| یا تمھارے پاس ہمارے ذمے کوئی حلفیہ عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک جا پہنچنے والے ہیں کہ |
| بے شک تمھارے لیے یقیناً وہی ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔ |

## کفار کے نظریہ باطل کو طلب دلیل سے باطل کرنے کا بیان

"أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ" عُهُودٌ "عَلَيْنَا بَالِغَةٌ" وَاثِقَةٌ "إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ" مُتَعَلِّقٌ مَعْنًى بِعَلَيْنَا وَفِي هَذَا الْكَلَامِ مَعْنَى الْقَسَمِ أَيْ أَقْسَمْنَا لَكُمْ وَجَوَابُهُ "إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ" بِهِ لِأَنْفُسِكُمْ

یا تمھارے پاس ہمارے ذمے کوئی حلفیہ عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک جا پہنچنے والے ہیں یہاں پر لفظ الی یوم القیامۃ یہ علینا سے متعلق ہے۔ اور اس کلام میں معنی قسم پایا جاتا ہے یعنی اقسمنا لکم ہے۔ اور جواب قسم "اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ" کہ

بے شک تمہارے لیے یقیناً وہی ہوگا جو تم فیصلہ کرو گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ام لکم ایمان علینا بالغة الی یوم القیامة: ام حرف عطف بمعنی یا، کیا۔ علینا ہم پر (لازم) ایمان: یمین کی جمع بمعنی قسم۔ عہد، بالغۃ بلوغ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث۔ پہنچی ہوئی۔ پہنچنے والی۔ ایمان بالغۃ۔ موصوف وصفت۔ تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔ الی یوم القیامۃ: اس کی دو صورتیں ہیں۔

(1) اس کا تعلق بالغۃ سے نہیں ہے بلکہ فعل محذوف سے ہے یعنی ایسے عہد جو قیامت تک ہم پر لازم رہیں اس کی ذمہ داری سے ہم اس وقت تک سبکدوش نہ ہوں جب تک کہ قیامت کے دن تمہارے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہ ہو جائے۔

(2) یا بالغۃ سے تعلق ہے۔ یعنی قیامر کے دن تک پہنچنے والے عہد۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قلم، لاہور)

| |
|---|
| سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ۝ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۝ |
| ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس کا ذِمّہ دار ہے۔ یا ان کے کچھ اور شریک ہیں؟ |
| تو انہیں چاہئے کہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔ |

## کفار کے قول آخرت کی عنایات کفار کیلئے ہونے کے بطلان کا بیان

"سَلْهُمْ أَيُّهمْ بِذَٰلِكَ" الْحُكم الَّذِي يَحْكُمُونَ بِهِ لِأَنْفُسِهِمْ مِنْ أَنَّهُمْ يُعْطُونَ فِي الْآخِرَة أَفْضَل مِنْ الْمُؤْمِنِينَ "زَعِيم" كَفِيل لَهُمْ، "أَمْ لَهُمْ" أَيْ عِنْدهمْ "شُرَكَاء" مُوَافِقُونَ لَهُمْ فِي هَذَا الْقَوْل يَكْفُلُونَ بِهِ لَهُمْ فَإِنْ كَانَ كَذَلِكَ "فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ" الْكَافِلِينَ لَهُمْ بِهِ

ان سے پوچھئے کہ ان میں سے کون اس قسم کی بیہودہ بات کا ذِمّہ دار ہے۔ یعنی وہ بات جو انہوں نے کہی ہے کہ آخرت میں انہیں اہل ایمان سے افضل عنایات دی جائیں گی۔ لفظ زعیم کا معنی کفیل ہے۔ یا ان کے کچھ اور شریک بھی ہیں؟ یعنی جو ان کے ان کفالت والے قول میں ان کے موافق ہیں۔ تو انہیں چاہئے کہ اپنے شریکوں کو لے آئیں جو ان کے ساتھ ان کے کافلین ہیں۔ اگر وہ سچے ہیں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

سلھم: سل فعل امر واحد مذکر حاضر سوال (باب فتح) مصدر۔ تو سوال کر تو پوچھ لے۔ تو دریافت کر لے۔ تو مانگ لے: س و ل حروف مادہ۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع مشرکین ہے۔ سلھم ای المشرکین (مدارک التنزیل)

ایھم: ای استفہامیہ ہے۔ مضاف ہے۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان میں سے کون؟ ذلک: کا اشارہ اس عہد و پیمان کی طرف ہے۔ زعیم: ضامن، ذمہ دار۔ زعامۃ (باب فتح، نصر) مصدر سے جس کے معنی ضامن بننا یا کفیل ہونا۔

**سلھم ایھم بذلک زعیم:** (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین سے) پوچھیئے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے یا اس کی ذمہ داری لیتا ہے کہ ان کا اللہ سے کوئی عہد و پیمان ہے کہ ان کو وہی ملے گا جس کو وہ چاہیں گے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وانا بہ زعیم، اور میں ہی اس کا ضامن ہوں۔

| |
|---|
| يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ٥ |
| جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ |

## قیامت کے دن کفار سے سخت حساب لیے جانے کا بیان

**"يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ شِدَّةِ الْأَمْرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِلْحِسَابِ وَالْجَزَاءِ يُقَال : كَشَفَتْ الْحَرْب عَنْ سَاق : إذَا اشْتَدَّ الْأَمْر فِيهَا "وَيُدْعَوْنَ إلَى السُّجُود" امْتِحَانًا لِإِيمَانِهِمْ "فَلَا يَسْتَطِيعُونَ" تَصِير ظُهُورهمْ طَبَقًا وَاحِدًا،**

جس دن پنڈلی کھولی جائے گی اور یہ شدت حکم سے عبارت ہے کیونکہ قیامت کے دن جب حساب و جزاء کا معاملہ ہوگا اور کہا جاتا ہے کشفت الحرب عن ساق یہ اس کا وقت بولا جاتا ہے جب رن پڑنے میں شدت آجائے۔ اور وہ سجدے کی طرف بلائے جائیں گے۔ تاکہ اہل ایمان کو آزمایا جائے۔ تو وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ یعنی وہ سجدہ نہ کر سکیں گے کیونکہ ان کی کمریں ایک سخت تختے کی طرح ہو جائیں گی۔

## سجدہ اس وقت منافقوں کے بس میں نہیں ہوگا

اوپر چونکہ بیان ہوا تھا کہ پرہیزگار لوگوں کے لئے نعمتوں والی جنتیں ہیں اسلئے یہاں بیان ہو رہا ہے کہ یہ جنتیں انہیں کب ملیں گی؟ تو فرمایا کہ اس دن جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی۔ یعنی قیامت کے دن جو دن بڑی ہولناکیوں والا زلزلوں والا امتحان والا اور آزمائش والا اور بڑے بڑے اہم امور کے ظاہر ہونے کا دن ہوگا۔

صحیح بخاری شریف میں اس جگہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہمارا رب اپنی پنڈلی کھول دے گا پس ہر مومن مرد اور ہر مومنہ عورت سجدے میں گر پڑے گی ہاں دنیا میں جو لوگ دکھاوے سناوے کے لئے سجدہ کرتے تھے وہ بھی سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی کمر تختہ کی طرف ہو جائے گی، یعنی ان سے سجدے کے لئے جھکا نہ جائے گا۔

یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے اور دوسری کتابوں میں بھی ہے کئی کئی سندوں سے الفاظ کے ہیر پھیر کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث مطول ہے اور مشہور ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں یہ دن تکلیف دکھ درد اور شدت کا دن ہے۔ (ابن جریر)

اور ابن جریر اسے دوسری سند سے شک کے ساتھ بیان کرتے ہیں وہ ابن مسعود یا ابن عباس سے آیت (يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ

سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ، القلم:42) کی تفسیر میں بہت بڑا عظیم الشان امر مروی ہے جیسے شاعر کا قول ہے (شالت الحرب عن ساق) یہاں بھی لڑائی کی عظمت اور بڑائی بیان کی گئی ہے، مجاہد سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں قیامت کے دن کی یہ گھڑی بہت سخت ہوگی، آپ فرماتے ہیں یہ امر بہت سخت بڑی گھبراہٹ والا اور ہولناک ہے، آپ فرماتے ہیں جس وقت امر کھول دیا جائے گا اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور یہ کھلنا آخرت کا آ جاتا ہے اور اس سے کام کا کھل جانا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ قلم، بیروت)

صحیح تفسیر وہی ہے جو بخاری مسلم کے حوالے سے اوپر مرفوع حدیث میں گذری کہ اللہ عزوجل اپنی پنڈلی کھولے گا، دوسری حدیث بھی مطلب کے لحاظ سے ٹھیک ہے کیونکہ اللہ خود نور اور اقوال بھی اسطرح ٹھیک ہیں کہ اللہ عالم کی پنڈلی بھی ظاہر ہوگی اور ساتھ ہی وہ ہولناکیاں اور شدتیں بھی ہوں گی۔

| |
|---|
| خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ |
| ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔ |

## قیامت کے دن نگاہیں نہ اٹھا سکنے کا بیان

"خَاشِعَةً" حَال مِنْ ضَمِير يَدْعُونَ أَيْ ذَلِيلَة "أَبْصَارهمْ" لَا يَرْفَعُونَهَا "تَرْهَقهُمْ" تَغْشَاهُمْ "ذِلَّة وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ" فِي الدُّنْيَا "إِلَى السُّجُود وَهُمْ سَالِمُونَ" فَلَا يَأْتُونَ بِهِ بِأَنْ لَا يُصَلُّوا

یہاں پر لفظ خاشعہ یہ یدعون کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی وہ ذلیل ہوں گے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی، پس وہ ان کو اٹھا نہ سکیں گے۔ ذلت انھیں گھیرے ہوئے ہوگی، حالانکہ انھیں دنیا میں سجدے کی طرف بلایا جاتا تھا، جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔ پس وہ سجدہ نہیں کرتے تھے یعنی نماز نہ پڑھتے تھے۔

پھر فرمایا جس دن ان لوگوں کی آنکھیں اوپر کو نہ اٹھیں گی اور ذلیل و پست ہو جائیں گے کیونکہ دنیا میں بڑے سرکش اور کبر و غرور والے تھے، صحت اور سلامتی کی حالت میں دنیا میں جب انہیں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا تو رک جاتے تھے جس کی سزا یہ ملی کہ آج سجدہ کرنا چاہتے ہیں لیکن نہیں کر سکتے پہلے کر سکتے تھے لیکن نہیں کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کی تجلی دیکھ کر مومن سب سجدے میں گر پڑیں گے لیکن کافر و منافق سجدہ نہ کر سکیں گے کمر تختہ ہو جائے گی جھکے گی ہی نہیں بلکہ پیٹھ کے بل چت گر پڑیں گے، یہاں بھی ان کی حالت مومنوں کے خلاف تھی وہاں بھی خلاف ہی رہے گی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، بیروت)

| |
|---|
| فَذَرْنِىْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ |
| پس آپ مجھے اور اس شخص کو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے چھوڑ دیں، اب ہم انہیں آہستہ آہستہ |
| اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں معلوم تک نہ ہوگا۔ |

## قرآن مجید کی تکذیب کرنے والوں کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"فَذَرْنِی" دَعْنِی "وَمَنْ یُّکَذِّبُ بِھٰذَا الْحَدِیْثِ" الْقُرْآن "سَنَسْتَدْرِجُھُمْ" نَاْخُذُھُمْ قَلِیْلًا قَلِیْلًا

پس آپ مجھے اور اس شخص کو جو اس کلام یعنی قرآن کو جھٹلاتا ہے چھوڑ دیں، اب ہم انہیں آہستہ آہستہ (تباہی کی طرف) اس طرح لے جائیں گے کہ انہیں معلوم تک نہ ہوگا۔

| |
|---|
| وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ۝ اَمْ تَسْئَلُھُمْ اَجْرًا فَھُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۝ |
| اَمْ عِنْدَھُمُ الْغَیْبُ فَھُمْ یَکْتُبُوْنَ۝ |
| اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ کیا آپ ان سے کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ |
| وہ تاوان سے دبے جا رہے ہیں۔ یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، تو وہ لکھتے جاتے ہیں۔ |

پھر فرمایا مجھے اور میری اس حدیث یعنی قرآن کو جھٹلانے والوں کو تو چھوڑ دے، اس میں بڑی وعید ہے اور سخت ڈانٹ ہے کہ تو ٹھہر جا میں آپ ان سے نپٹ لوں گا دیکھ تو سہی کہ کس طرح بتدریج انہیں پکڑتا ہوں یہ اپنی سرکشی اور غرور میں پڑتے جائیں گے میری ڈھیل کے راز کو نہ سمجھیں گے اور پھر ایک دم یہ پاپ کا گھڑا پھوٹے گا اور میں اچانک انہیں پکڑ لوں گا۔ میں انہیں بڑھاتا رہوں گا یہ بدمست ہوتے چلے جائیں گے وہ اسے کرامت سمجھیں گے حالانکہ وہ اہانت ہوگی، جیسے اور جگہ ہے آیت (اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ ،المؤمنون:55) یعنی کیا ان کا گمان ہے کہ مال واولاد کا بڑھنا ان کے لئے ہماری جانب سے کسی بھلائی کی بنا پر ہے نہیں بلکہ یہ بے شعور ہیں۔

اور جگہ فرمایا آیت (فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَةً فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ ،الانعام:44) جب یہ ہمارے وعظ و پند کو بھلا چکے تو ہم نے ان پر تمام چیزوں کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ انہیں جو دیا گیا تھا اس پر اترانے لگے تو ہم نے انہیں ناگہانی پکڑ لیا اور ان کی امیدیں منقطع ہوگئیں۔ یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے میں انہیں ڈھیل دوں گا، بڑھاؤں گا اور اونچا کروں گا، میری تدبیر میرے مخالفوں اور میرے نافرمانوں کے ساتھ بہت بڑی ہے۔

## کفار کیلئے مہلت ہونے کا بیان

"وَأُمْلِی لَهُمْ" أَمْهِلْهُمْ "إِنَّ كَيْدِی مَتِين" شَدِيد لَا يُطَاق، "أَمْ" بَلْ أَ "تَسْأَلُهُمْ" عَلَى تَبْلِيغ الرِّسَالَة "أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَم" مِمَّا يُعْطُونَكَهُ "مُثْقَلُونَ" فَلَا يُؤْمِنُونَ لِذَلِكَ، "أَمْ عِنْدهمْ الْغَيْب" أَيْ اللَّوْح الْمَحْفُوظ الَّذِي فِيهِ الْغَيْب "فَهُمْ يَكْتُبُونَ" مِنْهُ مَا يَقُولُونَ

اور میں انہیں مہلت دے رہا ہوں، بیشک میری تدبیر بہت مضبوط ہے۔ یعنی اتنی سخت ہے جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے، کیا

آپ ان سے تبلیغ رسالت پر کوئی معاوضہ مانگ رہے ہیں کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔جس کے سبب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، جو لوح محفوظ میں ہے۔یعنی جو غیب ہے۔تو وہ لکھتے جاتے ہیں۔جس سے وہ کہتے ہیں۔

بخاری مسلم میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے پھر جب پکڑتا ہے تو چھوڑتا نہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی (وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ،ھود:102) یعنی اسی طرح ہے تیرے رب کی پکڑ جبکہ وہ کسی بستی والوں کو پکڑتا ہے جو ظالم ہوتے ہیں اس کی پکڑ بڑی دردناک اور بہت سخت ہے۔پھر فرمایا تو کچھ ان سے اجرت اور بدلہ تو مانگتا ہی نہیں جو ان پر بھاری پڑتا ہو جس تاوان سے یہ جھکے جاتے ہوں، نہ ان کے پاس کوئی علم غیب ہے جسے یہ لکھ رہے ہوں۔مطلب یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ انہیں اللہ عزوجل کی طرف بغیر اجرت اور بغیر مال طلبی کے اور بغیر بدلے کی چاہت کے بلا رہے ہیں آپ کی غرض سوائے ثواب حاصل کرنے کے اور کوئی نہیں اس پر بھی یہ لوگ صرف اپنی جہالت اور کفر اور سرکشی کی وجہ سے آپ کو جھٹلا رہے ہیں۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم، بیروت)

| |
|---|
| فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ○ |
| لَوْ لَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ○ |
| پس آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر فرمایئے اور مچھلی والے (پیغمبر یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہوں، |
| جب انہوں نے پکارا اس حال میں کہ وہ غم وغصہ سے بھرے ہوئے تھے۔اگر ان کے رب کی رحمت ونعمت ان کی |
| دستگیری نہ کرتی تو وہ ضرور چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے اور وہ ملامت زدہ ہوتے۔ |

## صبر کی تلقین کرنے کا بیان

"فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّك" فِيهِمْ بِمَا يَشَاء "وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوت" فِي الضَّجَر وَالْعَجَلَة وَهُوَ يُونُس عَلَيْهِ السَّلَام "إِذْ نَادَى" دَعَا رَبّه "وَهُوَ مَكْظُوم" مَمْلُوء غَمًّا فِي بَطْن الْحُوت، "لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ" لَوْلَا أَنْ أَدْرَكَهُ "نِعْمَة" رَحْمَة "مِنْ رَبّه لَنُبِذَ" مِنْ بَطْن الْحُوت "بِالْعَرَاء" بِالْأَرْضِ الْفَضَاء "وَهُوَ مَذْمُوم" لَكِنَّهُ رُحِمَ فَنُبِذَ غَيْر مَذْمُوم،

پس آپ اپنے رب کے حکم کے انتظار میں صبر فرمایئے اور مچھلی والے پیغمبر یونس علیہ السلام کی طرح دل گرفتہ نہ ہوں، جنہوں نے عجلت فرمائی، جب انہوں نے اللہ کو پکارا اس حال میں کہ وہ غم سے بھرے ہوئے مچھلی کے پیٹ میں تھے۔اگر ان کے رب کی رحمت ونعمت ان کی دستگیری نہ کرتی تو وہ ضرور مچھلی کے پیٹ سے چٹیل میدان میں پھینک دیئے جاتے اور وہ ملامت زدہ ہوتے لیکن ان پر رحم کیا گیا اور اللہ نے انہیں اس سے محفوظ رکھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فاصبر لحکم ربک۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین کی ایذاء رسانی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابھی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان کے لئے اس تکلیف دہی کے بدلے جو سزا مقدر ہو چکی ہے اس کے لئے جلدی نہ کریں ڈھیل کے بعد ان کی ضرور گرفت ہوگی۔ اور ان کو اپنے کئے کی سزا پوری پوری ملے گی۔ آپ اس فیصلہ خداوندی پر صبر کریں اور انتظار کریں۔

ولا تکن کصاحب الحوت واو عاطفہ ہے لا تکن فعل نہی واحد مذکر حاضر کون (باب نصر) مصدر سے۔ تو مت ہو۔ آپ مت ہوں۔ ک تشبیہ صاحب الحوت مضاف مضاف الیہ۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح تنگ دلی اور عجلت پسندی کا اظہار مت کریں۔

حضرت ابن مسعود کے مطابق حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس رات رہے پھر پتھریوں کی تسبیح کی آواز سن کر اندھیروں کے اندر ہی پکار اٹھے: لا الہ الا انت سبحانك انی کنت من الظلمین۔

اذ نادی وھو مکظوم: الحوت اپرم علامے وقف ہے یہ علامت وقف لازم کی ہے جہاں ضرور ٹھیرنا چاہئے۔ اس سے اگلا جملہ الگ جملہ ہے لہٰذا اذ کا تعلق لاتکن نہی سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اذکر فعل محذوف سے ہے ولاتکن کصاحب الحور پر بات ختم ہوگئی ہے۔ کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے عذاب میں عجلت پسندی کی تھی۔ آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا خیال دل میں نہ لائیں۔ ان کفار اور مشرکین کی کرتوتوں پر عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے جلد یا بدیر ان کو مل کر رہے گا۔

اذ نادی، ای اذکر اذ نادی (بلکہ) یاد کرو جب اس (حضرت یونس علیہ السلام) نے جب کہ وہ غم واندوہ سے بھرا ہوا تھا (اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اذ اسم ظرف ہے نادی ماضی واحد مذکر غائب نداء (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے پکارا۔ یہاں پکارنے سے مراد حضرت یونس کا لا الہ الا انت سبحنك انی کنت من الظلمین پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے۔

| |
|---|
| فَاجْتَبٰـهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ○ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ |
| لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ○ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ○ |
| پھر ان کے رب نے انہیں برگزیدہ بنالیا اور انہیں کامل نیکوکاروں میں فرما دیا۔ اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر |
| لگا کر تمہیں گرادیں گے جب قرآن سنتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ضرور عقل سے دور ہیں۔ اور وہ تو سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ |

## قرآن مجید کا تمام جہانوں کیلئے نصیحت ہونے کا بیان

"فَاجْتَبَاهُ رَبّه" بِالنُّبُوَّةِ "فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ" أَيْ مِنَ الْأَنْبِيَاء ، "وَإِنْ يَكَاد الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ" بِضَمِّ الْيَاء وَفَتْحهَا "بِأَبْصَارِهِمْ" يَنْظُرُونَ إلَيْك نَظَرًا شَدِيدًا يَكَاد أَنْ يَصْرَعك وَيُسْقِطك مِنْ مَكَانك "لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْر" الْقُرْآن "وَيَقُولُونَ" حَسَدًا "إنَّهُ لَمَجْنُون" بِسَبَب

الْقُرْآن الَّذِی جَاءَ بِهِ، "وَمَا هُوَ" أَیْ الْقُرْآن "إِلَّا ذِكْر" مَوْعِظَة "لِلْعَالَمِينَ" الْجِنّ وَالْإِنْس لَا يَحْدُث بِسَبَبِ جُنُون،

پھر ان کے رب نے انہیں نبوت کے ساتھ برگزیدہ بنالیا اور انہیں اپنے قربِ خاص سے نواز کر کامل نیکو کاروں یعنی انبیائے کرام میں شامل فرمادیا۔ اور ضرور کافر تو ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا اپنی بدنظر لگا کر تمہیں گرادیں گے۔ یہاں پر لفظ لیزلقونک یہ یاء کے ضمہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی وہ بدنظری کے سبب آپ کو اپنے مقام سے گرادیں گے۔ جب قرآن سنتے ہیں اور حسد کرتے ہوئے کہتے ہیں ضرور عقل سے دور ہیں۔ بہ سبب اس قرآن کے جو آپ لائے ہیں۔ اور وہ قرآن تو سارے جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ خواہ عالم جن یا انس ہو۔ لہٰذا اس کے سبب جنوں پیدا نہیں ہوتا۔

## سورت قلم آیت ۵۱ کے شان نزول کا بیان

منقول ہے کہ عرب میں بعض لوگ نظر لگانے میں شہرہ آفاق تھے اور ان کی یہ حالت تھی کہ دعویٰ کر کر کے نظر لگاتے تھے اور جس چیز کو انہوں نے گزند پہنچانے کے ارادے سے دیکھا دیکھتے ہی ہلاک ہوگئی، ایسے بہت واقعات ان کے تجربہ میں آچکے تھے کفار نے ان سے کہا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر لگائیں تو ان لوگوں نے حضور کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ ہم نے اب تک نہ ایسا آدمی دیکھا نہ ایسی دلیلیں دیکھیں اور ان کا کسی چیز کو دیکھ کر حیرت کرنا ہی ستم ہوتا تھا لیکن ان کی یہ تمام جدّ وجُہد بھی مثل ان کے اور مکائد کے جو رات دن وہ کرتے رہتے تھے بیکار گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ نے فرمایا جس کو نظر لگے اس پر یہ آیت پڑھ کر دم کردی جائے۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بری نظر سے دیکھنے اور آپ کو نظر لگانے کا ارادہ یا۔ چنانچہ قریش میں سے کچھ لوگوں نے آپ کو دیکھ کر کہا ہم نے اس کے مثل اور اس جیسے دلائل والا کوئی شخص نہیں دیکھا بنی اسد میں سوء نظر بہت مشہور تھی حتی کہ اگر فربہ اونٹنی یا گائے ان میں سے ایک کے پاس سے گزرتی اور وہ اسے سوء نظر سے دیکھ لیتا پھر یہ کہتا اے باندی یہ ٹوکری اور درہم پکڑ اور اس کے گوشت میں سے کچھ ہمارے پاس لا یہ باندی ابھی جگہ پر ہی ہوتی کہ وہ اونٹنی یا گائے مرنے کے قریب پہنچ جاتی اور بالآخر اسے ذبح کرلیا جاتا۔ (ابن کثیر 4۔409، قرطبی 18۔249)

کلبی کہتے ہیں کہ ایک شخص دو یا تین دفعہ کھانا کھاتا پھر اپنے خیمے کی ایک جانب اٹھتا اس کے پاس سے کوئی جانور گزرتا تو وہ کہتا آج اس سے اچھا کسی اونٹ یا بکری نے نہیں چرا وہ جانور تھوڑی ہی دور جاتا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ یا ٹکڑا گر جاتا کفار نے اس شخص سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بری نظر لگاؤ اور آپ کے ساتھ بھی اسی طرح کرے۔ لیکن اللہ نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچالیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ (نیسابوری 361، سیوطی 309)

# سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃ

## یہ قرآن مجید کی سورت الحاقہ ھے

### سورت الحاقہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْحَاقَّة (مَكِّيَّة وَآيَاتها اثْنَتَانِ وَخَمْسُونَ آيَة)

سورہ حاقہ مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، باون آیات، دوسو چھپن کلمات، ایک ہزار چار سو تیئیس حروف ہیں۔

### سورت حاقہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ الحاقہ استعمال ہوا ہے جس کا معنی قیامت آیا ہے گویا قیامت کا بیان یہاں پر کئی منفرد پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسی سبب سے یہ سورت الحاقہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اَلْحَآقَّةُ○ مَا الْحَآقَّةُ○ وَمَآ اَدْرٰ كَ مَا الْحَآقَّةُ○ |
| یقیناً واقع ہونے والی گھڑی، کیا چیز ہے یقیناً واقع ہونے والی گھڑی، اور آپ کو کس چیز نے خبردار کیا کہ یقیناً واقع ہونے والی کیسی ہے۔ |

### وقوع الحاقہ کا بیان

"الْحَاقَّة" الْقِيَامَة الَّتِي يَحِقّ فِيهَا مَا أُنْكِرَ مِنْ الْبَعْث وَالْحِسَاب وَالْجَزَاء أَوْ الْمُظْهِرَة لِذَلِكَ "مَا الْحَاقَّة" تَعْظِيم لِشَأْنِهَا وَهُوَ مُبْتَدَأ وَخَبَر الْحَاقَّة "وَمَا أَدْرَاك" أَعْلَمَك "مَا الْحَاقَّة" زِيَادَة تَعْظِيم لِشَأْنِهَا فَمَا الْأُولَى مُبْتَدَأ وَمَا بَعْدهَا خَبَره وَمَا الثَّانِيَة وَخَبَرهَا فِي مَحَلّ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَدْرَى،

یقیناً واقع ہونے والی گھڑی یعنی قیامت، جس میں وہ چیز ثابت ہوگی جس کا انکار کیا گیا ہے اور وہ بعث اور حساب وجزاء ہے یا یہ چیزیں ظاہر ہو جائیں گی۔ کیا چیز ہے یقیناً واقع ہونے والی گھڑی، یہ جملہ اس کی شان کیلئے آیا ہے اور وہ مبتداء ہے اور الحاقہ کی خبر ہے۔ اور آپ کو کس چیز نے خبردار کیا کہ یقیناً واقع ہونے والی قیامت کیسی ہے۔ یہ جملہ بھی اس کی شان میں زیادتی کیلئے بولا گیا ہے لہٰذا پہلا ماء مبتداء ہے اور اس کے بعد والا اس کی خبر ہے۔ اور دوسرا ماء اور اس کی خبر یہ مفعول ثانی کے محل میں واقع ہیں۔

## حاقہ کے مفہوم میں اقوال مفسرین کا بیان

قیامت کا ایک نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ وعدے وعید کی عملی تعبیر اور حقیقت کا دن وہی ہے، اسی لئے اس دن کی ہولنا کی بیان کرتے ہوئے فرمایا تم اس حاقہ کی صحیح کیفیت سے بیخبر ہو، پھر ان لوگوں کا ذکر فرمایا جن لوگوں نے اسے جھٹلایا اور خمیازہ اٹھایا تھا تو فرمایا ثمودیوں کو دیکھو ایک طرف سے فرشتے کے دہاڑے اور کلیجوں کو پاش پاش کردینے والی آواز آتی ہے تو دوسری جانب سے زمین میں غضبناک بھونچال آتا ہے اور سب تہ وبالا ہو جاتے ہیں۔

حضرت قتادہ کے فرمان کے مطابق (طاغیہ) کے معنی چنگھاڑ کے ہیں، اور مجاہد فرماتے ہیں اس سے مراد گناہ ہیں یعنی وہ اپنے گناہوں کے باعث برباد کردیئے گئے، ربیع بن انس اور ابن زید کا قول ہے کہ اس سے مراد ان کی سرکشی ہے۔

لفظ حاقہ کے معنی حق اور ثابت کے بھی آتے ہیں اور دوسری چیزوں کو حق ثابت کرنے والی چیز کو بھی حاقہ کہتے ہیں۔ قیامت پر یہ لفظ دونوں معنے کے اعتبار سے صادق آتا ہے کیونکہ قیامت خود بھی حق ہے اور اس کا وقوع ثابت اور یقینی ہے اور قیامت مومنین کے لئے جنت اور کفار کے لئے جہنم ثابت اور مقرر کرنے والی بھی ہے۔ یہاں قیامت کے اس نام کے ساتھ سوال کو مکرر کر کے اس کے مافوق القیاس اور حیرت انگیز ہولناک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حاقہ، لاہور)

| كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَ عَادٌ ۢ بِالْقَارِعَةِ○ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ○ |
|---|
| ثمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلا دیا۔ پس قوم ثمود کے لوگ! تو وہ حد سے زیادہ |
| کڑک دار چنگھاڑ والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔ |

## قیامت کو قارعہ کہنے کا بیان

"كَذَّبَتْ ثَمُود وَعَاد بِالْقَارِعَةِ " الْقِيَامَةِ لِأَنَّهَا تَقْرَع الْقُلُوب بِأَهْوَالِهَا "فَأَمَّا ثَمُود فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ" بِالصَّيْحَةِ الْمُجَاوِزَة لِلْحَدِّ فِي الشِّدَّة،

ثمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والی قیامت کو جھٹلا دیا۔ قیامت کو کھڑکھڑانے والی اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے ہیبت سے دل کھڑکھڑا جائیں گے۔ پس قوم ثمود کے لوگ! تو وہ حد سے زیادہ کڑک دار چنگھاڑ والی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے۔ کیونکہ وہ حد سے بڑھنے والے اور بغاوت کرنے والے تھے۔

قارعہ کے لفظی معنے کھڑکھڑانے والی چیز کے ہیں۔ قیامت کے لئے یہ لفظ اس لئے بولا گیا کہ وہ سب لوگوں کو مضطرب اور بے چین کرنے والی اور تمام آسمان وزمین کے اجسام کو منتشر کرنے والی ہے۔

طاغیہ طغیان سے مشتق ہے جس کے معنے حد سے نکل جانے کے ہیں۔ مراد ایسی سخت آواز ہے جو تمام دنیا کی آوازوں کی حد سے باہر ہے اور زیادہ ہے جس کو انسان کا قلب ودماغ برداشت نہ کرسکے۔ قوم ثمود کی نافرمانی جب حد سے بڑھ گئی تو ان پر اللہ کا

عذاب اسی سخت آواز کی صورت میں آیا تھا جس میں تمام دنیا کی بجلیوں کی کڑک اور دنیا بھر کی سب سخت آواز کی صورت میں ایا تھا جس میں تمام دنیا کی بجلیوں کی کڑک اور دنیا بھر کی سب سخت آوازوں کا مجموعہ تھا جس سے ان کے دل پھٹ گئے۔

وَ اَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ○

اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کردیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔

## قوم عاد کی ہلاکت کا بیان

"وَاَمَّا عاد فَأُهْلِكُوا بِرِيحِ صَرصَر عَاتِيَة" قَوِيَّة شَدِيدَة عَلَى عَادٍ مَعَ قُوَّتهمْ وَشِدَّتهمْ

اور جو عاد تھے وہ سخت ٹھنڈی، تند آندھی کے ساتھ ہلاک کردیے گئے، جو قابو سے باہر ہونے والی تھی۔ حالانکہ ان کے مضبوط وطاقتور ہونے کے باوجود شدید تھی۔

ابن زید نے اس کی شہادت میں یہ آیت پڑھی (كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ، الشمس:11) یعنی ثمودیوں نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا، یعنی اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں اور قوم عاد کی ٹھنڈی ہواؤں کے تیز جھونکوں سے دل چھید دیئے اور وہ نیست و نابود کر دیئے گئے، یہ آندھیاں جو خیر و برکت سے خالی تھیں اور فرشتوں کے ہاتھوں سے نکلتی تھیں برابر پے درپے لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن تک چلتی رہیں، ان دنوں میں ان کے لئے سوائے نحوست و بربادی کے اور کوئی بھلائی نہ تھی اور جیسے اور جگہ ہے آیت (فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ، فصلت:16) حضرت ربیع فرماتے ہیں جمعہ کے دن سے یہ شروع ہوئی تھیں بعض کہتے ہیں بدھ کے دن، ان ہواؤں کو عرب اعجاز اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قرآن نے فرمایا ہے قوم عاد کی حالت اعجاز یعنی کھجوروں کے کھوکھلے تنوں جیسی ہوگئی، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً یہ ہوائیں جاڑوں کے آخر میں چلا کرتی ہیں اور عجز کہتے ہیں آخر کو، اور یہ وجہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قوم عاد کی ایک بڑھیا ایک غار میں گھس گئی تھی جوان ہواؤں سے آٹھویں روز وہیں تباہ ہوگئی اور بڑھیا کو عربی میں عجوز کہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حاقہ، بیروت)

سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ○ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ○

اس نے اسے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ سو تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح (زمین پر) گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟

## آٹھ دن رات مسلسل عذاب میں مبتلاء ہونے والی قوم ثمود کا بیان

"سَخَّرَهَا" أَرْسَلَهَا بِالْقَهْرِ "عَلَيْهِمْ سَبْع لَيَالٍ وَثَمَانِيَة أَيَّام" أَوَّلهَا مِنْ صُبْح يَوْم الْأَرْبِعَاء لِثَمَانٍ

بَقِينَ مِنْ شَوَّال وَكَانَتْ فِي عَجُزِ الشِّتَاء "حُسُومًا" مُتَتَابِعَات شُبِّهَتْ بِتَتَابُعِ فِعْل الْحَاسِم فِي إِعَادَة الْكَيّ عَلَى الدَّاء كَرَّة بَعْد أُخْرَى حَتَّى يَنْحَسِم "فَتَرَى الْقَوْم فِيهَا صَرْعَى" مَطْرُوحِينَ هَالِكِينَ "كَأَنَّهُمْ أَعْجَاز" أُصُول "نَخْل خَاوِيَة" سَاقِطَة فَارِغَة، "فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَة" لَا تَرَى لَهُمْ بَاقِيَة،

اس نے اسے یعنی ہوا کو قہر کے ساتھ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلائے رکھا۔ جو چہار شنبہ سے شروع ہوئی تھی جب شوال میں آٹھ دن جب باقی تھے۔ اور اس وقت سردیوں کا موسم تھا۔ یہاں پر فعل کو داغ دینے سے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ بار بار داغ دینے سے مرض ختم ہو جاتا ہے۔ پس تو ان لوگوں کو اس میں اس طرح زمین پر گرے ہوئے دیکھے گا جیسے وہ کھجوروں کے گرے ہوئے تنے ہوں۔ پس کیا ان میں سے کوئی بچ جانے والا بھی دیکھا ہے؟ تو کیا تو ان کا کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتا ہے؟ پس ان میں سے کوئی باقی نہ رہا۔

یہ لوگ بڑے مضبوط جسم والے، طاقتور اور طویل القامت تھے۔ جب ان کو ہود علیہ السلام نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے: (مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ،فصلت:15) (ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟) لیکن جب ہم نے ان پر ہوا کو چھوڑ دیا تو یہ لوگ اس کا بھی مقابلہ نہ کر سکے۔ تند و تیز ہوا نے ان کو یوں چاروں شانے چت گرا دیا کہ طویل القامت ہونے کی وجہ سے ان کے سر گرتے ہی تن سے جدا ہو جاتے تھے۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ کھجوروں کے بے جان اور کھوکھلے تنے پڑے ہوئے ہیں۔

| |
|---|
| وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ○ |
| اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور اُلٹی ہوئی بستیوں نے بڑی خطائیں کی تھیں۔ |

## قوم فرعون و سابقہ اقوام کفار کی ہلاکت کا بیان

"وَجَاء فِرْعَوْن وَمَنْ قَبْله" أَتْبَاعه وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ الْقَاف وَسُكُون الْبَاء أَيْ مَنْ تَقَدَّمَهُ مِنْ الْأُمَم الْكَافِرَة "وَالْمُؤْتَفِكَات" أَيْ أَهْلهَا وَهِيَ قُرَى قَوْم لُوط "بِالْخَاطِئَةِ" بِالْفِعْلَاتِ ذَات الْخَطَأ،

اور فرعون اور جو اس سے پہلے تھے اور قوم لوط کی اُلٹی ہوئی بستیوں کے باشندوں نے بڑی خطائیں کی تھیں۔ یہاں پر لفظ قبل ایک قرأت کے مطابق قاف کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی اس سے پہلے کی امم کفار جو گزری ہیں۔ اور موتفکات سے مراد قوم لوط ہے۔ یعنی وہ قوم برے کام کرتی تھی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وجاء فرعون والموتفکت بالخاطئة ۔ واو عاطفہ ہے بالخاطئہ ب تعدیہ کا ہے۔ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔

(1) فرعون۔ (2) من قبلہ۔ والموتفکت فاعل ہیں فعل جاء کے۔

جاء (باب ضرب) فعل لازم ہے۔ ب کے صلہ کے ساتھ فعل متعدی ہو جاتا ہے جاء بمعنی وہ آیا۔ اور جاء ب وہ لایا۔ خاطئۃ گناہ۔ گنہگار۔ خطی ء یخطا کا مصدر بھی ہے اور اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث بھی۔

جاء بالخاطئة اس نے گناہ کیا۔ من موصولہ ہے۔ اور قبلہ مضاف مضاف الیہ مل کر من کا صلہ۔ اور جو اس سے پہلے گزر چکے۔ یعنی فرعون سے پہلے۔

والموتفکت: اسم فاعل جمع مونث الموتفکة واحد۔ ائتفاك (افتعال) مصدر (اف ک مادہ) الٹی ہوئی منقلب، مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم ولواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔ اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی ہوئی بستیوں میں رہتے تھے (سب نے) گناہ کا ارتکاب کیا۔

| |
|---|
| فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ○ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ○ |
| پس انھوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔ بے شک |
| جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم نے تمہیں رواں کشتی میں سوار کر لیا۔ |

## طوفان نوح میں نجات وغرق ہونے والوں کا بیان

"فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ" أَيْ لُوطًا وَغَيْرِه "فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً" زَائِلَةً فِي الشِّدَّة عَلَى غَيْرِهَا، "إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاء" عَلَا فَوْق كُلّ شَيْء مِنْ الْجِبَال وَغَيْرهَا زَمَن الطُّوفَان "حَمَلْنَاكُمْ" يَعْنِي آبَاءَكُمْ إِذْ أَنْتُمْ فِي أَصْلَابهمْ "فِي الْجَارِيَة" السَّفِينَة الَّتِي عَمِلَهَا نُوح وَنَجَا هُوَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُ فِيهَا وَغَرِقَ الْآخَرُونَ.

پس انھوں نے اپنے رب کے رسول یعنی حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کی نافرمانی کی تو اس نے انھیں ایک سخت گرفت میں پکڑ لیا۔ یعنی وہ شدت میں دوسروں سے زیادہ تھا۔ بے شک جب طوفان نوح کا پانی حد سے گزر گیا یعنی وہ پانی طوفان کے زمانے میں پہاڑوں وغیرہ سے بھی گزر گیا تو ہم نے تمہیں یعنی تمہارے آباؤ اجداد کو رواں کشتی میں سوار کر لیا۔ یعنی جب تم ان کی صلبوں میں تھے وہ کشتی جس کو نوح علیہ السلام نے بنایا تھا۔ اور ان کو اور ان کے ساتھ والوں کو نجات دی جبکہ بقیہ کو غرق کر دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فعصوا: ف عاطفہ اس جملہ کا عطف جاء عطف تفسیری ہے۔ عصوا ماضی جمع مذکر غائب معصیۃ وعصیان (باب ضرب۔ عصی

مادہ) مصدر سے بمعنی نافرمانی کرنا۔عصوا۔اصل میں عصیوا تھا۔یاء متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین سے الف گر گیا۔عصوا رہ گیا۔

**رسول ربھم** مفعول ہے عصوا کا۔ترجمہ ہوگا:۔پس انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی۔(یعنی ہر قوم نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی۔ای فعصی کل امۃ رسولہا۔

**انا لما طغی الماء**: انا مبتداء۔ان حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔تحقیق ہم نے۔تحقیق ہم۔ حملنکم مبتداء کی خبر۔لما طغی الماء ظرف حملنکم کا۔فی الجاریۃ ای فی سفینۃ نوح علیہ السلام۔لما بمعنی جب۔طغی ماضی واحد مذکر غائب۔طغیان باب نصر وسمع) مصدر سے وہ حد سے نکل گیا۔(جب نگاہ اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو بہکنے لگتی ہے اور جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے) یہاں مراد ہے:جب پانی ہر چیز سے اونچا ہوگیا تھا۔الجاریۃ۔کشتی۔ترجمہ ہوگا:۔جب پانی حد سے گزر گیا تھا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کرلیا تھا۔**حملنکم** میں کم ضمیر جمع مذکر حاضر ہے اس سے مراد تمہارے اسلاف ہیں۔کیونکہ تم اس وقت اپنے اسلاف اعلیٰ کی پشتوں میں تھے۔تو جب تمہارے اسلاف کو کشتی میں سوار کیا تو گویا تمہیں کشتی میں سوار کیا۔(تفسیر روح المعانی بہ تصرف،سورہ حاقہ،بیروت)

| |
|---|
| لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۝ |
| تا کہ ہم اس کو تمہارے لئے نصیحت بنادیں اور محفوظ رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔ |

## واقعات عذاب کا بہ طور نصیحت ہونے کا بیان

**"لِنَجْعَلَهَا" أَيْ هَذِهِ الْفَعْلَةَ وَهِيَ إِنْجَاء الْمُؤْمِنِينَ وَإِهْلَاك الْكَافِرِينَ "لَكُمْ تَذْكِرَة" عِظَة "وَتَعِيهَا" وَلِتَحْفَظهَا "أُذُن وَاعِيَة" حَافِظَة لِمَا تَسْمَع،**

تا کہ ہم اس واقعہ کو تمہارے لئے یادگار نصیحت بنادیں۔جس میں کفار کیلئے ہلاکت ہوئی اور اہل ایمان کیلئے نجات ہوئی اور محفوظ رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔لہٰذا جو سنے اسے چاہیے کہ وہ اس کو یاد رکھ لے۔

یعنی نوح کے زمانہ میں جب پانی کا طوفان آیا تو بظاہر اسباب تمام انسانوں میں سے کوئی بھی نہ بچ سکتا تھا۔یہ ہماری قدرت و حکمت اور انعام و احسان تھا کہ سب منکروں کو غرق کر کے نوح کو مع اس کے ساتھیوں کے بچالیا۔بھلا ایسے عظیم الشان طوفان میں ایک کشتی کے سلامت رہنے کی کیا توقع ہوسکتی تھی۔لیکن ہم نے اپنے قدرت و حکمت کا کرشمہ دکھلایا۔تا کہ لوگ رہتی دنیا تک اس واقعہ کو یاد رکھیں اور جو کان کوئی معقول بات سن کر سمجھتے اور محفوظ رکھتے ہیں وہ کبھی نہ بھولیں کہ اللہ کا ہم پر ایک زمانہ میں یہ احسان ہوا ہے اور سمجھیں کہ جس طرح دنیا کے ہنگامہ دار و گیر میں فرمانبرداروں کو نافرمان مجرموں سے علیحدہ رکھا جاتا ہے، یہ ہی حال قیامت کے ہولناک حاقہ میں ہوگا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ۝ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۝

پھر جب صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گے۔اور زمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے،

پھر وہ ایک ہی بار ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے۔

## صور کو پھونک دیئے جانے کا بیان

"فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّور نَفْخَة وَاحِدَة" لِلْفَصْلِ بَیْن الْخَلَائِق وَهِیَ الثَّانِیَة، "وَحُمِلَتْ" رُفِعَتْ "الْأَرْض وَالْجِبَال فَدُكَّتَا" دُقَّتَا،

پھر جب صور میں ایک مرتبہ پھونک ماری جائے گے۔جو مخلوق کے درمیان فیصلے کیلئے پھونکا جائے گا۔اور وہ نفخہ ثانیہ ہے۔اور زمین اور پہاڑ اپنی جگہوں سے اٹھالئے جائیں گے، پھر وہ ایک ہی بار ٹکرا کر ریزہ ریزہ کردیے جائیں گے۔

## نفخہ صعق ونفخہ بعث کا بیان

نفخہ واحدۃ سے مراد یہ ہے کہ یکبارگی اچانک یہ صورت کی آواز ہوگی اور ایک آواز مسلسل رہے گی یہاں تک کہ اس آواز سے سب مرجائیں گے۔قرآن وسنت کی نصوص سے قیامت میں صور کے دو نفخے ہونا ثابت ہیں پہلے نفخہ کو نفخہ صعق کہا جاتا ہے جس کے متعلق قرآن کریم میں (آیت) فصعق من فی السموت ومن فی الارض ہے یعنی اس نفخہ سے تمام آسمان والے فرشتے اور زمین پر بسنے والے جن وانس اور تمام جانور بیہوش ہوجائیں گے (پھر اسی بیہوشی میں سب کو موت آجائے گی) دوسرے نفخہ کو نفخہ بعث کہا جاتا ہے بعث کے معنے اٹھنے کے ہیں اس نفخہ کے ذریعہ سب مردے پھر زندہ ہو کر کھڑے ہوجائیں گے جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے (آیت) ثم نفخ فیہ اخری فاذاھم قیام ینظرون، یعنی پھر صور دوبارہ پھونکا جائے گا جس سے اچانک سب کے سب مردے زندہ ہو کر کھڑے ہوجاویں گے اور دیکھنے لگیں گے۔بعض روایات میں جوان دونوں نفخوں سے پہلے ایک تیسرے نفخہ کا ذکر ہے جس کا نام نفخہ فزع بتلایا گیا ہے۔مجموعہ روایات ونصوص میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا نفخہ ہی ہے اسی کو ابتدا میں نفخہ فزع کہا گیا ہے اور انتہا میں وہی نفخہ صعق ہوجائے گا۔(تفسیر مظہری، سورہ حاقہ، لاہور)

فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ۝ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَةٌ۝

پس اس وقت واقع ہونے والی برپا ہوجائے گے۔اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔

## قیامت کے واقع ہوجانے کا بیان

"فَیَوْمَئِذٍ وَقَعَتْ الْوَاقِعَة" قَامَتْ الْقِیَامَة، "وَانْشَقَّتْ السَّمَاء فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَاهِیَة" ضَعِیفَة

پس اس وقت واقع ہونے والی قیامت برپا ہوجائے گی۔اور آسمان پھٹ جائے گا، پس وہ اس دن کمزور ہوگا۔

## آواز اسرافیل کا صور اور قیام قیامت کا بیان

قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہو رہا ہے جس میں سب سے پہلے گھبراہٹ پیدا کرنے والی چیز صور کا پھونکا جانا ہوگا جس سے سب کے دل ہل جائیں گے پھر نفخہ پھونکا جائے گا جس سے تمام زمین وآسمان کی مخلوق بیہوش ہو جائے گی مگر جسے اللہ چاہے پھر صور پھونکا جائے گا جس کی آواز سے تمام مخلوق اپنے رب کے سامنے کھڑی ہو جائے گی یہاں اسی پہلے نفخہ کا بیان ہے۔ یہاں بطور تاکید کے یہ بھی فرمایا کہ یہ اٹھ کھڑے ہونے کا نفخہ ایک ہی ہے اس لئے کہ جب اللہ کا حکم ہو گیا پھر نہ تو اس کا خلاف ہو سکتا ہے نہ وہ ٹل سکتا ہے نہ دوبارہ فرمان کی ضرورت ہے اور نہ تاکید کی، امام ربیع فرماتے ہیں اس سے مراد آخری نفخہ ہے لیکن ظاہر قول وہی ہے جو ہم نے کہا، اسی لئے یہاں اس کے ساتھ ہی فرمایا کہ زمین وآسمان اٹھا لئے جائیں گے اور کھال کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے اور زمین بدل دی جائے گی اور قیامت واقع ہو جائے گی۔

حضرت علی فرماتے ہیں آسمان ہر کھلنے کی جگہ سے پھٹ جائے گا، جیسے سورہ نبا میں ہے آیت (وَّفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا، النبأ: 19) یعنی آسمان کھول دیا جائے گا اور اس میں دروازے کھول دیے جائیں گے۔

ابن عباس فرماتے ہیں آسمان میں سوراخ اور غاریں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گی عرش اس کے سامنے ہوگا فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والوں کو دیکھ رہے ہوں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حاقہ، بیروت)

| |
|---|
| وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ؕ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ۝ |
| يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝ |
| اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے، اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن ان کے اوپر آٹھ اٹھائے |
| ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔ |

## فرشتوں کا عرش کو اٹھائے ہوئے ہونے کا بیان

"وَالْمَلَكُ" يَعْنِي ،الْمَلَائِكَة "عَلَى أَرْجَائِهَا " جَوَانِب السَّمَاء "وَيَحْمِل عَرْش رَبّك فَوْقهمْ " أَيْ الْمَلَائِكَة الْمَذْكُورِينَ "يَوْمئِذٍ ثَمَانِيَة " مِنْ الْمَلَائِكَة أَوْ مِنْ صُفُوفهمْ، "يَوْمئِذٍ تُعْرَضُونَ " لِلْحِسَابِ "لَا تَخْفَى" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "مِنْكُمْ خَافِيَة" مِنْ السَّرَائِر،

اور فرشتے اس کے کناروں پر کھڑے ہوں گے، اور آپ کے رب کے عرش کو اس دن ان کے اوپر آٹھ فرشتے یا فرشتوں کے طبقات اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دن تم حساب کے لئے پیش کیے جاؤ گے، تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔ یہاں پر لفظ تخفی یہ تاء اور یاء دونوں طرح آئی ہے۔

## قیامت کے دن آٹھ فرشتوں کا عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہونے کا بیان

قیامت والے دن آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہوں گے، پس یا تو مراد عرش عظیم کا اٹھانا ہے یا اس عرش کا اٹھانا مراد ہے جس پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے فیصلوں کے لئے ہوگا۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ فرشتے پہاڑی بکروں کی صورت میں ہوں گے، حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک کا ایک سو سال کا راستہ ہے، ابن ابی حاتم کی مرفوع حدیث میں ہے کہ مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں تمہیں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک کی نسبت خبر دوں کہ اس کی گردن اور کان کے نیچے کے لَو کے درمیان اتنا فاصلہ ہے کہ اڑنے والا پرندہ سات سو سال تک اڑتا چلا جائے، اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں، اسے امام ابوداؤد نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا، حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں اس سے مراد فرشتوں کی آٹھ صفیں ہیں اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہ مروی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اعلیٰ فرشتوں کے آٹھ حصے ہیں جن میں سے ہر ایک حصہ کی گنتی تمام انسانوں جنوں اور سب فرشتوں کے برابر ہے۔ پھر فرمایا قیامت کے روز تم اس اللہ کے سامنے کئے جاؤ گے جو پوشیدہ کو اور ظاہر کو بخوبی جانتا ہے، جس طرح کھلی سے کھلی چیز کا وہ عالم ہے اس طرح چھپی سے چھپی چیز کو بھی وہ جانتا ہے، اسی لئے فرمایا تمہارا کوئی بھید اس روز چھپ نہ سکے گا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے لوگو اپنی جانوں کا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے اعمال کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندازہ کر لو اس سے پہلے کہ ان اعمال کا وزن کیا جائے تاکہ کل قیامت والے دن تم پر آسانی ہو جس دن کو تمہارا پورا پورا حساب لیا جائے گا اور بڑی پیشی میں خود اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سامنے تم پیش کر دیئے جاؤ گے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ حاقہ، بیروت)

| |
|---|
| فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ۟ |
| پس وہ شخص جس کا نامہ اَعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا آ ؤ میرا نامہ اَعمال پڑھ لو۔ |

## نامہ اعمال کا دائیں ہاتھ میں دیئے جانے کا بیان

"فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَه بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْل" خِطَابًا لِجَمَاعَتِهٖ لِمَا سُرَّ بِهٖ "هَاؤُمُ" خُذُوا "اقْرَءُوْا كِتَابِیَ" تَنَازَعَ فِیْهِ هَاؤُمُ وَاقْرَءُوْا،

پس وہ شخص جس کا نامہ اَعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ خوشی سے مخاطب ہو کر اپنے اہل سے کہے گا آ ؤ میرا نامہ اَعمال پڑھ لو۔ یہاں پر ھاؤم اور اقرؤا نے کتابیہ میں تنازع کیا ہے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگ تین مرتبہ اللہ کے سامنے پیش کئے جائیں گے

پہلی اور دوسری بار تو عذر معذرت اور جھگڑا بحث کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی جو آخری ہوگی اس وقت نامہ اعمال اڑائے جائیں گے، کسی کے دائیں ہاتھ میں آئے گا اور کسی کے بائیں ہاتھ میں، یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے حضرت عبداللہ کے قول سے بھی یہی روایت ابن جریر میں مروی ہے اور حضرت قتادہ سے بھی اس جیسی روایت مرسل مروی ہے۔ (جامع البیان، سورہ حاقہ، بیروت)

لفظ ھاؤم، خذو کے معنے میں ہے جمع کے لئے بولا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں آئے گا وہ خوشی کے مارے آس پاس کے لوگوں سے کہنے لگا کہ لو یہ میرا جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں آئے گا وہ خوشی کے مارے آس پاس کے لوگوں سے کہنے لگے گا کہ لو یہ میرا اعمال نامہ پڑھو۔

| |
|---|
| اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ○ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ○ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ○ |
| قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓئًا ۢبِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ○ |
| یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ بلند باغ میں، |
| جس کے میوے قریب ہوں گے۔ کھاؤ اور پیو مزے سے، ان اعمال کے عوض جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔ |

## اہل جنت کیلئے پھلوں کو قریب کر دیئے جانے کا بیان

"اِنِّیْ ظَنَنْتُ" تَیَقَّنْتُ "فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَاضِیَةٍ" مَرْضِیَّةٍ "قُطُوفُهَا" ثِمَارُهَا "دَانِیَةٌ" قَرِیبَةٌ یَتَنَاوَلُهَا الْقَائِمُ وَالْقَاعِدُ وَالْمُضْطَجِعُ،

فَیُقَالُ لَهُمْ "كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِیئًا" حَالٌ أَیْ مُتَهَنِّئِینَ "بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِی الْأَیَّامِ الْخَالِیَةِ" الْمَاضِیَةِ فِی الدُّنْیَا،

یقیناً میں نے سمجھ لیا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔ پس وہ ایک خوشی والی زندگی میں ہوگا۔ بلند باغ میں، جس کے میوے قریب ہوں گے۔ جنہیں کھڑا ہونے والا، بیٹھنے والا اور لیٹنے والا حاصل کر سکے گا۔ پس انہیں کہا جائے گا کہ کھاؤ اور پیو مزے سے، یعنی خوشی کی حالت میں کھاؤ۔ ان اعمال کے عوض جو تم نے دنیا میں گزرے ہوئے دنوں میں آگے بھیجے۔

## جنت کے باہمی درجات کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وفــــــرش مــرفــوعــة (اور اونچے اونچے فرش اور بچھونے ہوں گے) کی تفسیر میں فرمایا کہ "ان بچھونوں کی بلندی اتنی ہوگی جتنی کہ آسمان اور زمین کے درمیان مسافت ہے یعنی پانچ سو برس کا راستہ۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 199)

مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجوں میں جو فرش اور بچھونے ہوں گے وہ اتنے اونچے اونچے ہوں گے کہ بظاہر یہ نظر آئے گا کہ وہ آسمان جیسی بلندی تک چلے گئے ہیں یا یہ مطلب ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت میں جن اونچے اونچے فرش اور بچھونوں کا ذکر ہے

وہ جنت کے ان درجات میں بچھے ہوں گے جو زمین سے آسمان تک کی مسافت کے بقدر بلند ہوں گے اور جن کی اس بلندی کے بارے میں یہ حدیث ہے کہ ان للجنة مائة درجة ما بين كل درجتين كما بين السماء والارض (جنت میں سو درجے ہیں اور ان میں سے ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین وآسمان کے درمیان۔بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ "فرش ومرفوعۃ" میں لفظ "فرش" سے مراد حوران جنت ہیں اور "مرفوعۃ" سے مراد ان حوران جنت کا حسن وجمال میں دنیا کی عورتوں سے فائق وبرتر ہونا ہے،لیکن ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جنت میں مومن عورتیں حوروں سے بھی زیادہ حسین وجمیل ہوں گی اور ان کو حوروں پر فضیلت اس نماز روزہ کے سبب حاصل ہوگی جو وہ دنیا میں کرتی تھیں۔

| |
|---|
| وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتَابِیَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ ۝ |
| یٰلَیْتَهَا کَانَتِ الْقَاضِیَةَ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّیْ سُلْطٰنِیَهْ ۝ |
| اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔اور میں نہ جانتا |
| کہ میرا حساب کیا ہے۔ہائے کاش! وہی کام تمام کر چکی ہوتی۔میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔مجھ سے میری قوت وسلطنت جاتی رہی۔ |

## بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے والوں کیلئے حسرت کا بیان

"وَاَمَّا مَنْ اُوتِیَ کِتَابه بِشِمَالِهٖ فَیَقُول یَا " لِلتَّنبِیهِ "یَا لَیتَهَا " اَیْ الْمَوْتَة فِی الدُّنیَا "کَانَتْ الْقَاضِیَةُ " الْقَاطِعَة لِحَیَاتِی بِاَنْ لَا اُبْعَث، "هَلَكَ عَنِّی سُلْطَانِیَهْ" قُوَّتِی وَحُجَّتِی وَهَاء کِتَابِیَهْ وَحِسَابِیَهْ وَمَالِیَهْ وَسُلْطَانِیَهْ لِلسَّکْتِ تَثْبُت وَقْفًا وَوَصْلًا اِتِّبَاعًا لِلْمُصْحَفِ الْاِمَام وَالنَّقْل وَمِنْهُمْ مَنْ حَذَفَهَا وَصْلًا،

اور لیکن جسے اس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا اے کاش! یہاں پر لفظ یاء یہ انتباہ کیلئے آیا ہے۔مجھے میرا اعمال نامہ نہ دیا جاتا۔اور میں نہ جانتا کہ میرا حساب کیا ہے۔ہائے کاش! وہی موت کام تمام کر چکی ہوتی۔یعنی دنیا میں موت میری زندگی کو ایسا کر دیتی کہ آج میں دوبارہ نہ اٹھایا جاتا۔میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔مجھ سے میری قوت وسلطنت بھی جاتی رہی۔یہاں پر لفظ کتابیہ،حسابیہ،مالیہ اور سلطانیہ میں ھاء سکون کے ساتھ بھی آئی ہے۔اور وقف کو اور وصل کو اور مصحف امام اور نقل کیلئے باقی رکھا ہے۔اور بعض نے وصل کو حذف کیا ہے۔

## بائیں ہاتھ اور نامہ اعمال

یہاں گنہگاروں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جب میدان قیامت میں انہیں ان کا نامہ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یہ نہایت ہی پریشان اور پشیمان ہوں گے اور حسرت وافسوس سے کہیں گے کاش کہ ہمیں عمل نامہ ملتا ہی نہ اور کاش کہ ہم اپنے حساب کی اس کیفیت سے آگاہ ہی نہ ہوتے کاش کہ موت نے ہمارا کام ختم کر دیا ہوتا اور یہ دوسری زندگی سرے سے ہمیں ملتی ہی نہ،جس

موت سے دنیا میں بہت ہی گھبراتے تھے آج اس کی آرزوئیں کریں گے، یہ کہیں گے کہ ہمارے مال و جاہ نے بھی آج ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور ہماری ان چیزوں نے بھی عذاب ہم سے نہ ہٹائے، تنہا حکم دے گا کہ اسے پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈالو اور اسے جہنم میں لے جاؤ اور اس میں پھینک دو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حاقہ، بیروت)

| |
|---|
| خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ○ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ○ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ○ اِنَّهٗ كَانَ |
| لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ○ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ○ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ○ |
| اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے |
| اسے جکڑ دو۔ بلاشبہ وہ بہت عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ |
| سو آج کے دن نہ اس کا کوئی گرم جوش دوست ہے۔ |

## فرشتوں کا جہنمیوں کو پکڑ کر دوزخ میں ڈالنے کا بیان

"خُذُوهُ" خِطَاب لِخَزَنَةِ جَهَنَّم "فَغُلُّوهُ" اجْمَعُوا يَدَيْهِ إِلَى عُنُقه فِي الْغُلّ "ثُمَّ الْجَحِيم" النَّار الْمُحْرِقَة "صَلُّوهُ" أَدْخِلُوهُ، "ثُمَّ فِي سَلْسَلَة ذَرْعهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا" بِذِرَاعِ الْمَلَك "فَاسْلُكُوهُ" أَدْخِلُوهُ فِيهَا بَعْد إِدْخَاله النَّار وَلَمْ تَمْنَع الْفَاء مِنْ تَعَلُّق الْفِعْل بِالظَّرْفِ الْمُتَقَدِّم "فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْم هَاهُنَا حَمِيم" قَرِيب يَنْتَفِع بِهِ،

یہاں پر جہنم کے داروغے کو خطاب ہے کہ اسے پکڑو، پس اسے طوق پہنا دو۔ یعنی اس کے دونوں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جکڑ دو۔ پھر اسے بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دو۔ یعنی اس میں ڈال دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے اسے جکڑ دو۔ یعنی فرشتوں کے ہاتھوں کے حساب سے ستر ہاتھ ہے۔ اس آگ میں داخل کرنے کے بعد جکڑ دو۔ یہاں پر فاء ظرف مقدم سے فعل سے متعلق ہونے کو مانع ہے۔ اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا۔ سو آج کے دن نہ اس کا کوئی گرم جوش دوست ہے۔ تا کہ یہ اس سے فائدہ حاصل کرتا۔

حضرت منہال بن عمرو فرماتے ہیں کہ اللہ کے اس فرمان کو سنتے ہی کہ اسے پکڑو، ستر ہزار فرشتے اس کی طرف لپکیں گے جن میں سے اگر فرشتہ بھی اس طرح اشارہ کرے تو ایک چھوڑ ستر ہزار لوگوں کو پکڑ کر جہنم میں پھینک دے، ابن ابی الدنیا میں ہے کہ چار لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑیں گے اور کوئی چیز باقی نہ رہے گی مگر اسے توڑ پھوڑ دیں گے یہ کہے گا تمہیں مجھ سے تعلق؟ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ تجھ پر غضبناک ہے اور اس وجہ سے ہر چیز تجھ پر غصے میں ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے اس فرمان کے سرزد ہوتے ہی ستر ہزار فرشتے اس کی طرف غصے سے دوڑیں گے جن میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے چاہے گا کہ اسے میں طوق پہناؤں، پھر اسے جہنم کی

آگ میں غوطہ دینے کا حکم ہوگا، پھر ان زنجیروں میں جکڑا جائے گا جن کا ایک ایک حلقہ بقول حضرت کعب احبار کے دنیا بھر کے لوہے کے برابر ہوگا۔

حضرت ابن عباس اور ابن جریج فرماتے ہیں یہ ناپ فرشتوں کے ہاتھ کا ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کا فرمان ہے کہ یہ زنجیریں اس کے جسم میں پرودی جائیں گی پاخانے کے راستے سے ڈال دی جائیں گی اور منہ سے نکالی جائیں گی اور اس طرح آگ میں بھونا جائے گا جیسے سیخ میں کباب اور تیل میں ٹڈی، یہ بھی مروی ہے کہ پیچھے سے یہ زنجیریں ڈالی جائیں گی اور ناک کے دونوں نتھنوں سے نکالی جائیں گی۔ جس سے کہ وہ پیروں کے بل کھڑا ہی نہ ہو سکے گا۔

مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے پھینکا جائے تو زمین پر وہ ایک رات میں آ جائے لیکن اگر اس کو جہنمیوں کے باندھنے کی زنجیر کے سرے پر سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن بتاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ حاقہ، بیروت)

پھر فرمایا کہ یہ اللہ عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا نہ مسکین کو کھلا دینے کی کسی کو رغبت دیتا تھا، یعنی نہ تو اللہ کی عبادت واطاعت کرتا تھا نہ اللہ کی مخلوق کے حق ادا کر کے اسے نفع پہنچاتا تھا، اللہ کا حق یہ ہے کہ ایک دوسرے سے احسان وسلوک کریں اور بھلے کاموں میں آپس میں امداد پہنچاتے رہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حقوق کو عموماً ایک ساتھ بیان فرمایا ہے جیسے نماز پڑھو اور زکوۃ دو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال کے وقت میں ان دونوں کو ایک ساتھ بیان فرمایا کہ نماز کی حفاظت کرو اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ نیک سلوک کرو۔

| |
|---|
| وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ |
| اور نہ پیپ کے سوا کوئی کھانا ہے۔ جسے گناہ گاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ پس میں قسم کھاتا ہوں |
| ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو۔ اور جسے تم نہیں دیکھتے۔ |

## کفار کیلئے اہل دوزخ کی پیپ ہونے کا بیان

"وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ" صَدِيدُ أَهْلِ النَّارِ أَوْ شَجَرٌ فِيهَا "لَا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ" الْكَافِرُونَ "فَلَا" زَائِدَةٌ "أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ" مِنَ الْمَخْلُوقَاتِ "وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ" مِنْهَا أَيْ بِكُلِّ مَخْلُوقٍ

اور نہ پیپ کے سوا اس کے لئے کوئی کھانا ہے۔ جو اہل دوزخ کی پیپ ہوگی یا جو اس میں درخت ہے جسے گناہ گاروں یعنی کفار کے سوا کوئی نہیں کھاتا۔ یہاں پر لاء زائدہ ہے۔ پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جنہیں تم مخلوقات میں سے دیکھتے ہو۔ اور جسے تم نہیں دیکھتے۔ یعنی جو تمام مخلوقات ہیں۔

پھر فرمان ہوتا ہے کہ یہاں پر آج کے دن اس کا کوئی خالص دوست ایسا نہیں نہ کوئی قریبی رشتہ دار یا سفارشی ایسا ہے کہ اسے

اللہ تعالٰی کے عذابوں سے بچا سکے، اور نہ اس کے لئے کوئی غذا ہے سوائے بدترین سڑی بسی بیکار چیز کے جس کا نام (غسلین) ہے، یہ جہنم کا ایک درخت ہے اور ممکن ہے کہ اسی کا دوسرا نام (زقوم) ہو، اور (غسلین) کے یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جہنمیوں کے بدن سے جو خون اور پانی بہتا ہے وہ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی پیپ وغیرہ۔

| |
|---|
| اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ٥ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ٥ |
| وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ٥ |
| بے شک یہ بزرگی وعظمت والے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمان ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، |
| تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے صداقت قرآن کا بیان

"إِنَّهُ" أَىْ الْقُرْآن "لَقَوْل رَسُول كَرِيم" أَىْ قَالَهُ رِسَالَة عَنْ اللّٰه تَعَالَى "وَلَا بِقَوْلِ كَاهِن قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ" بِالتَّاءِ وَالْيَاء فِي الْفِعْلَيْنِ وَمَا مَزِيدَة مُؤَكِّدَة وَالْمَعْنَى أَنَّهُمْ آمَنُوا بِأَشْيَاء يَسِيرَة وَتَذَكَّرُوهَا مِمَّا أَتَى بِهِ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْخَيْر وَالصِّلَة وَالْعَفَاف فَلَمْ تُغْنِ عَنْهُمْ شَيْئًا،

بے شک یہ قرآن بزرگی وعظمت والے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ارشاد فرمایا ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ یہاں پر دونوں افعال یاء اور تاء دونوں طرح آئے ہیں۔ اور ما زائدہ مؤکدہ ہے۔ اور معنی یہ ہے کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے بعض احکام پر ایمان لانا جس طرح صدقہ وخیرات اور صلہ رحمی اور معاف کرنا ہے ان کا انہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

یہاں رسول کریم سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور سورہ تکویر (آیت 19) میں اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں قرآن کو رسول کریم کا قول کہنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ کفار مکہ جبریل کو نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور کاہن کہتے تھے۔ بخلاف اس کے سورۃ تکویر میں قرآن کو رسول کریم کا قول کہنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ وہ رسول بڑی قوت والا ہے، صاحب عرش کے ہاں بلند مرتبہ رکھتا ہے، وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ امانت دار ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روشن افق پر دیکھا ہے۔ قریب قریب یہی مضمون سورہ نجم آیات نمبر 5 تا 10 میں جبریل علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل کا قول کس معنی میں کہا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے جبریل کی زبان سے سن رہے تھے، اس لیے ایک لحاظ سے یہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تھا اور دوسرے لحاظ سے جبریل کا قول، لیکن آگے چل کر یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ فی الاصل یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبریل علیہ السلام کی زبان سے، اور لوگوں کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ خود رسول کا لفظ بھی اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ یہ ان دونوں کا اپنا کلام نہیں ہے بلکہ پیغام بر ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اس پیغام بھیجنے والے کی طرف سے پیش کیا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ حاقہ، بیروت)

| |
|---|
| تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۝ وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَيۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِيۡلِ۝ لَاَخَذۡنَا مِنۡهُ بِالۡيَمِيۡنِ۝ |
| تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور اگر وہ ہم پر کوئی بات بھی گھڑ کر کہہ دیتے۔ |
| تو یقیناً ہم ان کو پوری قوت وقدرت کے ساتھ پکڑ لیتے۔ |

## قرآن مجید کی صداقت پر قرآن سے دلیل کا بیان

بَلْ هُوَ "تَنْزِيل مِنْ رَبّ الْعَالَمِينَ" "وَلَوْ تَقَوَّلَ" أَيْ النَّبِيّ "عَلَيْنَا بَعْض الْأَقَاوِيل" بِأَنْ قَالَ عَنَّا مَا لَمْ نَقُلْهُ "لَأَخَذْنَا" لَنِلْنَا "مِنْهُ" عِقَابًا "بِالْيَمِينِ" بِالْقُوَّةِ وَالْقُدْرَة،

یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور اگر وہ یعنی بہ فرض محال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر کوئی ایک بات بھی گھڑ کر کہہ دیتے۔ یعنی ہماری جانب منسوب کر دیتے جو ہم نے نہ کہی ہوں تو ہم مؤاخذہ کرتے۔ تو یقیناً ہم ان کو پوری قوت و قدرت کے ساتھ پکڑ لیتے۔

تقول کے معنی بات گھڑنے کے ہی اور وہ تین قلب سے نکلنے والی وہ رگ ہے۔ جس سے روح جسم انسانی میں پھیلتی ہے اس کے قطع کر دینے سے موت فوراً واقع ہو جاتی ہے۔

سابقہ آیات میں کفار مکہ کے اس بیہودہ خیال کا رد کیا گیا تھا، کوئی آپ کو شاعر اور آپ کے کلام کو شعر کہتا تھا، کوئی آپ کو کاہن اور کلام کو کہانت کہتا تھا۔ کاہن وہ شخص ہوتا ہے جو کچھ شیاطین سے خبریں پا کر کچھ نجوم کے اثرات سے معلوم کرنے کے آنے والے واقعات میں اٹکل پچو باتیں کیا کرتا تھا۔ غرض آپ کو اشعر یا کاہن کہنے والوں کے الزام کا حاصل یہ تھا کہ آپ جو کالم سناتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے خیالات سے یا کاہنوں کی طرح شیاطین سے کچھ کلمات جمع کر لئے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مذکورہ آیات میں حق تعالیٰ نے ان کے اس خیال باطل کو ایک دوسری صورت سے بڑی شدت کے ساتھ اس طرح رد کیا ہے کہ دیوانو، اگر یہ رسول معاذ اللہ ہماری طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے اور ہم پر افتراء پردازی کرتے تو کیا ہم یوں ہی دیکھتے رہتے اور ان کو ڈھیل دیدیتے کہ خلق خدا کو گمراہ کریں۔ یہ بات کوئی عقل والا باور نہیں کر سکتا اس لئے اس آیت میں بطور فرض محال کے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ رسول کوئی قول بھی اپنی طرف سے گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ کر ان کی رگ جان کاٹ ڈالتے اور پھر ہماری سزا سے ان کو کوئی بھی نہ بچا سکتا۔

یہاں یہ شدت کے الفاظ ان جاہلوں کو سنانے کے لئے فرض محال کے طور پر استعمال فرمائے ہیں۔ داہنا ہاتھ پکڑنے کی

تخصیص غالباً اس لئے ہے کہ جب کسی مجرم کو قتل کیا جاتا ہے تو قتل کرنے والا اس کے بالمقابل کھڑا ہوتا ہے قتل کرنے والے کے بائیں ہاتھ کے مقابل مقتول کا داہنا ہاتھ ہوتا ہے اس کو یہ قتل کرنے والا اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑ کر داہنے ہاتھ سے اس پر حملہ کرتا ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ حاقہ، لاہور)

| |
|---|
| ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ○ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ○ |
| پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ |

## ثبوت دلیل کیلئے مثال کوفرض کر لینے کا بیان

"ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِين" نِيَاط الْقَلْب وَهُوَ عِرْق مُتَّصِل بِهِ إِذَا انْقَطَعَ مَاتَ صَاحِبه "فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَد" هُوَ اسْم مَا وَمِنْ زَائِدَة لِتَأْكِيدِ النَّفْي وَمِنْكُمْ حَال مِنْ أَحَد "عَنْهُ حَاجِزِينَ" مَانِعِين خَبَر مَا وَجُمِعَ لِأَنَّ أَحَدًا فِي سِيَاق النَّفْي بِمَعْنَى الْجَمْع وَضَمِير عَنْهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ لَا مَانِع لَنَا عَنْهُ مِنْ حَيْثُ الْعِقَاب،

پھر یقیناً ہم اس کی جان کی رگ کاٹ دیتے۔ اور قلب کی رگ ہے جو متصل ہوتی ہے اور جب وہ کٹ جائے تو وہ شخص فوت ہو جاتا ہے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ یہاں پر احد یہ ما کا اسم ہے۔ اور لفظ من زائدہ برائے تاکید نفی ہے۔ اور منکم یہ احد سے حال ہے۔ اور حاجزین یہ مانعین کے معنی میں ہے جو ماء کی خبر ہے اور اس کو جمع لایا گیا ہے کیونکہ احد یہ سیاق نفی میں بہ معنی جمع آیا ہے۔ اور عنہ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹنے والی ہے۔ یعنی ہمیں مؤاخذہ کرنے میں کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فما منكم من احد عنه حاجزين: ما نافیہ ہے منکم خطاب عام ہے ای ایھا الناس اے لوگو! من احد میں من زائدہ ہے احد مبتداء حاجزین اس کی خبر۔ احد لفظا واحد لیکن معنی جمع آیا ہے اس لئے حاجزین کو جمع لایا گیا ہے۔ عنه ای عن هذا الفعل وهو القتل۔ اس سے مراد یہ فعل یعنی وتین کا کاٹ دینا اور صاحب رگ کو مار ڈالنا)۔

ترجمہ ہوگا:۔ پھر تم میں سے کوئی ان کو اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ حاجزین: حجز (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بمعنی روکنے والے۔ الحجز کے معنی دو چیزوں کے درمیان روک اور حد فاصل بنانے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔ وجعل بين البحرين حاجزا اور (کس نے) دو دریاؤں کے درمیان اوٹ بنا دی۔

| |
|---|
| وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ○ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ |
| وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ○ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○ |

| |
|---|
| اور پس بلاشبہ یہ پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ |
| جھٹلانے والے ہیں۔اور بے شک وہ یقیناً کافروں کے لیے حسرت ہے۔اور بیشک یہ حق الیقین ہے۔ |
| پس آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیں۔ |

## قرآن مجید کا اہل تقویٰ کیلئے باعث نصیحت ہونے کا بیان

**وَإِنَّهُ" أَيْ الْقُرْآن "وَإِنَّا لَنَعْلَم أَنَّ مِنْكُمْ " أَيُّهَا النَّاس "مُكَذِّبِينَ" بِالْقُرْآنِ وَمُصَدِّقِينَ "وَإِنَّهُ" أَيْ الْقُرْآن "لَحَسْرَة عَلَى الْكَافِرِينَ " إذَا رَأَوْا ثَوَاب الْمُصَدِّقِينَ وَعِقَاب الْمُكَذِّبِينَ بِهِ "وَإِنَّهُ" أَيْ الْقُرْآن "لَحَقّ الْيَقِين " أَيْ الْيَقِين الْحَقّ "فَسَبِّحْ" نَزِّهْ "بِاسْمِ" الْبَاء زَائِدَة "رَبّك الْعَظِيم" سُبْحَانه،**

اور پس بلاشبہ یہ قرآن پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے۔اور اے لوگو! یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک تم میں سے کچھ لوگ قرآن کو اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو جھٹلانے والے ہیں۔اور بے شک قرآن کی تکذیب کرنا یقیناً کافروں کے لیے حسرت کا باعث ہے۔یعنی جب وہ تصدیق کرنے والوں کے ثواب کو تکذیب کرنے والوں کے عذاب کو دیکھیں گے تو حسرت کریں گے اور بیشک یہ قرآن حق الیقین ہے۔پس آپ اپنے عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کرتے رہیں۔یہاں پر لفظ باسم میں باء زائدہ ہے۔ وہی ذات پاک ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔جس نے صبح کے وقت اور شام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل سے بہتر کوئی عمل نہیں لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند یا اس سے زیادہ کہا۔(بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 827)

اس موقع پر ایک اشکال پیدا ہوتا ہے حدیث کی ظاہری عبارت سے یہ مفہوم معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص نے پہلے شخص کی مانند کیا یعنی اس نے پہلے شخص کی طرح صبح وشام کے وقت سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ کہا تو وہ قیامت کے دن اس عمل سے افضل لائے گا جو یہ پہلا لائے گا۔حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسرے شخص نے اگر پہلے شخص کی طرح سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام سو سو مرتبہ کہا تو وہ قیامت کے دن پہلے ہی شخص کی طرح عمل لے کر حاضر ہوگا نہ کہ اس سے افضل عمل لائے گا۔اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی عبارت حقیقت ومعنی کے اعتبار سے یوں ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص اس عمل کے برابر کوئی عمل نہیں لائے گا جو یہ شخص لائے گا اور نہ اس کے عمل سے افضل کوئی عمل لائے گا علاوہ اس شخص کے جس نے اس کی مانند (سبحان اللہ وبحمدہ صبح وشام کے وقت سو سو مرتبہ سے زیادہ کہا) تو وہ اس پہلے شخص کے عمل سے افضل عمل لائے گا۔

# سُورَةُ الْمَعَارِج

## یہ قرآن مجید کی سورت معارج ہے

### سورت معارج کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْمَعَارِج (مَكِّيَّة وَآيَاتها أَرْبع وَأَرْبَعُون آيَة)

سورہ معارج مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، چوالیس آیات، دوسو چوبیس کلمات، نوسو انتیس حروف ہیں۔

### سورت معارج کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی آیت تین چار میں معارج اور فرشتوں کا آسمانی جانب عروج کو بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر وہ عروج جو جبرائیل امین کو حاصل ہے۔ لہٰذا اسی سبب سے یہ سورت معارج کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ؕ |
| تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ |
| ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا جو واقع ہونے والا ہے۔ کافروں کے لئے جسے کوئی دفع |
| کرنے والا نہیں۔ اللہ کی جانب سے جو آسمانی زینوں کا مالک ہے۔ اس کی طرف فرشتے اور روح الامین عروج |
| کرتے ہیں ایک دن میں، جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہے۔ |

### قیامت کے دن کفار کیلئے سختی ہونے کا بیان

"سَأَلَ سَائِل" دَعَا دَاعٍ "لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِع" هُوَ النَّضر بْن الْحَارِث قَالَ "اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَـذَا هُوَ الْحَقّ" الْآيَة "مِنْ اللَّه" مُتَّصِل بِوَاقِعٍ "ذِي الْمَعَارِج" مَصَاعِد الْمَلَائِكَة وَهِيَ السَّمَاوَات،

"تَعْرُج" بِالتَّاءِ وَالْيَاء "الْمَلَائِكَة وَالرُّوح" جِبْرِيل "إِلَيْهِ" إِلَى مَهْبِط أَمْره مِنْ السَّمَاء "فِي يَوْم" مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ أَيْ يَقَع الْعَذَاب بِهِمْ فِي يَوْم الْقِيَامَة "كَانَ مِقْدَاره خَمْسِينَ أَلْف سَنَة" بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْكَافِر لِمَا يَلْقَى فِيهِ مِنْ الشَّدَائِد وَأَمَّا الْمُؤْمِن فَيَكُون أَخَفّ عَلَيْهِ مِنْ

صَلَاۃٌ مَکْتُوْبَۃٌ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا کَمَا جَاءَ فِی الْحَدِیْثِ،

ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے متعلق سوال کیا یعنی کفار کیلئے وہ عذاب طلب کیا جو واقع ہونے والا ہے۔کافروں کے لئے جسے کوئی دفع کرنے والا نہیں۔وہ اللہ کی جانب سے واقع ہوگا۔اور وہ نضر بن حارث تھا اس نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ حق ہے۔یہاں پر من اللہ یہ واقع سے متعلق ہے۔جو آسمانی زینوں چڑھنے والے فرشتے ہیں۔یہاں پر تعرج یہ تاء اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔اور بلند مراتب درجات کا مالک ہے۔اس کے عرش کی طرف فرشتے اور روح الامین یعنی جبرائیل امین عروج کرتے ہیں یعنی آسمان کی جانب چڑھنا ہے اور یہاں فی یوم کا متعلق محذوف ہے۔یعنی قیامت کے دن میں عذاب واقع ہوگا۔ایک دن میں، جس کا اندازہ دنیوی حساب سے پچاس ہزار برس کا ہے۔یہاں پر پچاس ہزار کی نسبت کافر کی جانب کی گئی ہے کیونکہ اس میں اس کو تکالیف پہنچائی جائیں گی۔جبکہ مؤمن کیلئے یہ دن ہلکا یعنی ایک فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا جو نماز وہ دنیا میں پڑھا کرتا تھا۔جس طرح حدیث میں آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

من اللہ ذی المعارج: مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے اللہ کی۔اللہ اور ذی المعارج بحالت جر ہیں بوجہ ب حرف جار کے عمل کے۔ المعارج: عروج (باب نصر) مصدر سے اسم آلہ جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد مفرج اور معراج ہے بمعنی سیڑھی، العروج کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں جیسا کہ اگلی آیت 4 میں تعرج الملئکۃ والروح، الخ آیا ہے۔(فرشتے اور روح اس کی طرف اس دن چڑھ رہے ہوں گے)۔

لیس لہ دافع من اللہ ذی المعارج کا ترجمہ ہوگا:۔جس کو اللہ ذی مراتب کی طرف سے کوئی دفع نہیں کر سکتا۔اللہ کو ذی المعارج اس لئے کہا کہ جملہ درجات عالیہ اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے۔اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں والا ہے اس تک پہنچنے کے لئے ایمان واعمال وخلوص کی سیڑھیاں درکار ہیں۔

## سورت معارج کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت نضر بن الحارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب اس نے کہا تھا اللھم ان کان ھذا ھو الحق یعنی اے خدا گر یہ تیری طرف سے حق اور سچ ہے تو اس نے اپنے حق میں بددعا کر رکھی ہے اور عذاب مانگا تھا چنانچہ بدر کے موقع پر اس کی دعا قبول ہوگئی اور وہ تڑپ تڑپ کر قتل ہوا اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی سَاَلَ سَایِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ۔(مستدرک حاکم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہل مکہ کو عذاب الٰہی کا خوف دلایا تو وہ آپس میں کہنے لگے کہ اس عذاب کے مستحق کون لوگ ہیں؟ اور یہ کن پر آئے گا؟ سید عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو تو انہوں نے حضور سید عالم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔

اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور حضور سے سوال کرنے والا نضر بن حارث تھا، اس نے دعا کی تھی کہ یارب اگر یہ قرآن حق ہو اور تیرا کلام ہو تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھر برسا، یا دردناک عذاب بھیج۔ ان آیتوں میں ارشاد فرمایا گیا کہ کافر طلب کریں یا نہ کریں عذاب جو ان کے لئے مقدر ہے ضرور آنا ہے، اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ معارج، لاہور)

## قیامت کے دن کی مدت پچاس ہزار سال ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دن (قیامت کے دن) کے بارے میں پوچھا گیا جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا کہ اس کی درازی کیا ہوگی (یعنی جب وہ دن اتنا زیادہ لمبا ہوگا تو لوگوں کا کیا حال ہوگا، کیا وہ حساب کتاب اور اپنا فیصلہ سننے کے لئے اس دن کھڑے رہ سکیں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ دن کامل مسلمان پر آسان اور ہلکا کر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دن اس (کامل مسلمان کے لئے اس فرض نماز (کے وقت) سے بھی زیادہ آسان اور ہلکا ہو جائے گا جس کو وہ دنیا میں پڑھتا تھا ان دونوں روایتوں کو بیہقی نے کتاب البعث والنشور میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 137)

یہ حدیث بھی پہلی حدیث کی طرح اہل ایمان کے حق میں بشارت ہے کہ اگر وہ ایمان کامل کے حامل ہیں اور ان کی دنیاوی زندگی اعمال صالح سے معمور ہے تو انہیں قیامت کے دن کی طوالت اور سختی سے مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں کے سائے میں ہوں گے اور وہ دن تمام درازی وسختی کے باوجود ان کے حق میں اس طرح گزر جائے گا جیسے انہوں نے کوئی فرض نماز پڑھ لی ہو۔

| |
|---|
| فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا ۝ إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا ۝ وَّنَرٰهُ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝ |
| پس آپ ہر شکوہ سے پاک صبر فرمائیں۔ بے شک وہ اس کو دور سمجھ رہے ہیں۔ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔ |
| جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ |

## قیامت کے دن کے قریب ویقینی وقوع کا بیان

"فَاصْبِرْ" وَهٰذَا قَبْلَ أَنْ يُؤْمَرَ بِالْقِتَالِ "صَبْرًا جَمِيلًا" أَيْ لَا جَزَعَ فِيهِ "إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ" "أَيْ الْعَذَابَ "بَعِيدًا" غَيْرَ وَاقِعٍ "وَنَرَاهُ قَرِيبًا" وَاقِعًا لَا مَحَالَةَ "يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ" مُتَعَلِّقٌ بِمَحْذُوفٍ تَقْدِيرُهُ يَقَعُ "كَالْمُهْلِ" كَذَائِبِ الْفِضَّةِ،

یہاں پر یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔ آپ ہر شکوہ سے پاک صبر فرمائیں۔ یعنی ایسا صبر جس میں جزع فزع نہ ہو بے شک وہ تو اس عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں۔ یعنی اس کا واقع ہونا بعید ہے۔ اور ہم اسے قریب ہی دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ یقیناً واقع ہونا ہے۔ یہاں پر یوم تکون السماء کا متعلق یقع مقدر محذوف ہے۔ جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اور کالمہل

سے مراد کہ وہ پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہوگا۔

## قیامت کے دن آسمان کا مثل تانبا پگھل جانے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت (یَوْمَ تَکُوْنُ السَّمَآءُ کَالْمُھْلِ ،جس دن ہوگا آسمان جیسے تانبا پگھلا ہوا)۔ کی تفسیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مہل سے مراد تیل کی تلچھٹ ہے۔ پھر جب وہ اسے اپنے منہ کے قریب کرے گا تو اس کے منہ کی کھال اس میں گر جائے گی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف رشدین کی روایت سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1272)

| |
|---|
| وَ تَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ○ وَ لَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا○ یُّبَصَّرُوْنَھُمْ ؕ |
| یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍۭ بِبَنِیْهِ○ |
| اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ اور کوئی دوست کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔ وہ دکھائے جا رہے ہوں گے |
| مجرم آرزو کرے گا کہ کاش! اس دن کے عذاب کے بدلہ میں اپنے بیٹے دے دے۔ |

## قیامت کے دن پہاڑوں کا رنگین اون کی طرح ہو جانے کا بیان

"وَتکُون الْجِبَال کَالْعِهْنِ" کَالصُّوفِ فِي الْخِفَّة وَالطَّیَرَان بِالرِّیحِ "وَلَا یَسْأَل حَمِیم حَمِیمًا" قَرِیب قَرِیبه لِاشْتِغَالِ کُلّ بِحَالِهِ "یُبَصَّرُونَهُمْ" أَیْ یُبْصِر الْأَحْمَاء بَعْضهمْ بَعْضًا وَیَتَعَارَفُونَ وَلَا یَتَکَلَّمُونَ وَالْجُمْلَة مُسْتَأْنَفَة "یَوَدّ الْمُجْرِم" یَتَمَنَّی الْکَافِر "لَوْ" بِمَعْنَی أَنْ "یَفْتَدِی مِنْ عَذَاب یَوْمئِذٍ" بِکَسْرِ الْمِیم وَفَتْحهَا،

اور پہاڑ رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔ یعنی ہلکے ہونے میں اون کی طرح اور ہوا میں اڑتے پرندوں کی طرح ہوں گے اور کوئی دوست قریبی ہونے کے باوجود کسی دوست کی بات نہ پوچھے گا۔ حالانکہ وہ ایک دوسرے کو دکھائے جا رہے ہوں گے، یعنی دوست ایک دوسرے کو دیکھ لیں گے اور پہچان بھی جائیں گے لیکن وہ بات نہ کر سکیں گے۔ اور یبصر یہ جملہ مستأنفہ ہے۔ مجرم یعنی کافر آرزو کرے گا کہ کاش! یہاں پر لفظ لو بہ معنی اَن ہے۔ اس دن کے عذاب سے رہائی کے بدلہ میں اپنے بیٹے دے دے۔ یہاں پر لفظ یومئذ میم کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔

پھر فرماتا ہے کوئی قریبی رشتہ دار کسی اپنے قریبی رشتہ دار سے پوچھ گچھ بھی نہ کرے گا حالانکہ ایک دوسرے کو بری حالت میں دیکھ رہے ہوں گے لیکن خود ایسے مشغول ہوں گے کہ دوسرے کا حال پوچھنے کا بھی ہوش نہیں سب آپا دھاپی میں پڑے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ایک دوسرے کو دیکھے گا پہچانے لگا لیکن پھر بھاگ کھڑا ہوگا، جیسے اور جگہ ہے آیت (لِکُلِّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ،عبس:37) یعنی ہر ایک ایسے مشغلے میں لگا ہوا ہوگا جو دوسرے کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ ہی نہ دے

گا۔ایک اور جگہ فرمان ہے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا اور جگہ ارشاد ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا، گو قرابت دار ہوں اور جگہ فرمان ہے لوگو اپنے رب سے ڈرو اور اس دن کا خوف کرو جس دن باپ اپنی اولاد کے اور اولاد اپنے باپ کے کچھ کام نہ آئے گا اور جگہ ارشاد ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ بٹائے گا، گو قرابت دار ہوں اور جگہ فرمان ہے آیت (فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ، المؤمنون:101) یعنی صور پھونکتے ہی سب آپس کے رشتے ناتے اور پوچھ گچھ ختم ہو جائے گی۔(جامع البیان،سورہ معارج)

| |
|---|
| وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِیْهِ۝ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْیْهِ۝ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ۝ |
| اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔اور اپنے خاندان کو، جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔ |
| اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، پھر اپنے آپ کو بچالے۔ |

## قیامت کے دن جمیع لوگوں کو فدیہ میں دیکر نجات کی تمنا کرنے کا بیان

"وَصَاحِبَتِه" زَوْجَته "وَفَصِیلَته" عَشِیرَته لِفَصْلِهِ مِنْهَا "الَّتِی تُئْوِیهِ" تَضُمّهُ "وَمَنْ فِی الْأَرْض جَمِیعًا ثُمَّ یُنْجِیه" ذَلِكَ الِافْتِدَاء وَالْجُمْلَة عَطف عَلَى یَفْتَدِی،

اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو۔اور اپنے خاندان کو، خاندان کو فصیلہ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ فرد اسی سے جدا ہوتا ہے۔جو اسے جگہ دیا کرتا تھا۔یعنی اپنے ساتھ ملا لیا کرتا تھا۔اور ان تمام لوگوں کو جو زمین میں ہیں، ان کو فدیے میں دیدے پھر اپنے آپ کو بچالے۔یہاں پر اس جملے کا عطف یفتدی ہے۔

یعنی اس دن انسان اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور فرزند سے بھاگتا پھرے گا۔ہر شخص اپنی پریشانیوں کی وجہ سے دوسرے سے غافل ہوگا، یہ وہ دن ہوگا کہ اس دن ہر گنہگار دل سے چاہے گا کہ اپنی اولاد کو اپنے فدیہ میں دے کر جہنم کے آج کے عذاب سے چھوٹ جائے اور اپنی بیوی، بھائی، اپنے رشتے کنبے، اپنے خاندان اور قبیلے کو بلکہ چاہے گا کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کو جہنم میں ڈال دیا جائے لیکن اسے آزاد کر دیا جائے۔آہ! کیا ہی دل گداز منظر ہے کہ انسان اپنے کلیجے کے ٹکڑوں کو، اپنی شاخوں کو، اپنی جڑوں سب کو آج فدا کرنے پر تیار ہے تاکہ خود بچ جائے۔(فصیلہ) کے معنی ماں کے بھی کئے گئے ہیں، غرض تمام تر محبوب ہستیوں کو اپنی طرف سے بھینٹ میں دینے پر دل سے رضامند ہوگا، لیکن کوئی چیز کام نہ آئے گی کوئی بدلہ اور فدیہ نہ کھپے گا، کوئی عوض اور معاوضہ قبول نہ کیا جائے گا بلکہ اس آگ کے عذاب میں ڈالا جائے گا جو اونچے اونچے اور تیز تیز شعلے پھینکنے والی اور سخت بھڑکنے والی ہے جو سر کی کھال تک جھلسا کر کھینچ لاتی ہے، بدن کی کھال دور کر دیتی ہے اور کھوپڑی پلپلی کر دیتی ہے، ہڈیوں کو گوشت سے الگ کر دیتی ہے، رگ پٹھے کھنچنے لگتے ہیں، ہاتھ پاؤں اینٹھنے لگتے ہیں، پنڈلیاں کٹی جاتی ہیں چہرہ بگڑ جاتا ہے، ہر ایک عضو بدل جاتا ہے، چیخ پکار کرتا رہتا ہے، ہڈیوں کا چورا کرتی رہتی ہے، کھالیں جلائی جاتی ہے۔

یہ آگ اپنی فصیح زبان اور اونچی آواز سے اپنے والوں کو جنہوں نے دنیا میں بدکاریاں اور اللہ کی نافرمانیاں کی تھیں پکارتی ہے پھر جس طرح پرند جانور دانہ چگتا ہے اسی طرح میدان محشر میں سے ایسے بدلوگوں کو ایک ایک کر کے دیکھ بھال کر چن لیتی ہے، اب ان کی بداعمالیاں بیان ہو رہی ہیں کہ یہ دل سے جھٹلانے والے اور بدن سے عمل چھوڑ دینے والے تھے، یہ مال کو جمع کرنے والے اور سر بند کر کے رکھ چھوڑنے والے تھے، اللہ تعالیٰ کے ضروری احکام میں بھی مال خرچ کرنے سے بھاگتے تھے بلکہ زکوٰۃ تک ادا نہ کرتے تھے، حدیث شریف میں ہے سمیٹ سمیٹ کر سینت سینت کر نہ رکھ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تجھ سے روک لے گا، حضرت عبداللہ بن حکیم تو اس آیت پر عمل کرتے ہوئے کبھی تھیلی کا منہ ہی نہ باندھتے تھے، امام حسن بصری فرماتے ہیں اے ابن آدم اللہ تعالیٰ کی وعید سن رہا ہے پھر مال سمیٹتا جا رہا ہے؟ حضرت قتادہ فرماتے ہیں مال کو جمع کرنے میں حلال حرام کا پاس نہ رکھتا تھا اور فرمان اللہ ہوتے ہوئے بھی خرچ کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ معارج، بیروت)

| |
|---|
| كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ۝ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ۝ |
| ایسا ہرگز نہ ہوگا، بیشک وہ شعلہ زن آگ ہے۔ سر اور تمام اَعضائے بدن کی کھال اتار دینے والی ہے۔ |
| وہ اسے بلا رہی ہے جس نے پیٹھ پھیری اور رُوگردانی کی۔ اور مال جمع کیا پھر روکے رکھا۔ |

## جہنم کی آگ کا انسانی کھالوں کا اتارنے کا بیان

"كَلَّا" رَدٌّ لِمَا يَوَدُّهُ "إِنَّهَا" أَيْ النَّار "لَظَى" اسْم لِجَهَنَّم لِأَنَّهَا تَتَلَظَّى أَيْ تَتَلَهَّب عَلَى الْكُفَّار "نَزَّاعَة لِلشَّوَى" جَمْع شَوَاة وَهِيَ جِلْدَة الرَّأْس "تَدْعُوا مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّى" عَنْ الْإِيمَان بِأَنْ تَقُول : إِلَيَّ إِلَيَّ "وَجَمَعَ" الْمَال "فَأَوْعَى" أَمْسَكَهُ فِي وِعَائِهِ وَلَمْ يُؤَدِّ حَقَّ اللّٰه مِنْهُ،

ایسا ہرگز نہ ہوگا، یہاں پر اس کافر کی ہونے والی تمنا کی تردید ہے۔ بیشک وہ شعلہ زن آگ ہے۔ یہاں پر لفظ لظی یہ جہنم کا نام ہے۔ کیونکہ وہ بھڑکائی جاتی ہے۔ یعنی کفار پر بھڑکائی جائے گی۔ سر اور تمام اَعضائے بدن کی کھال اتار دینے والی ہے۔ یہاں پر لفظ شویٰ یہ شواۃ کی جمع ہے۔ اور وہ سر کی جلد کو کہتے ہیں۔ وہ اسے بلا رہی ہے جس نے ایمان سے پیٹھ پھیری اور رُوگردانی کی۔ تو جہنم کی آگ کہے گی میری جانب آؤ میری جانب آؤ۔ اور اس نے مال جمع کیا پھر اسے تقسیم سے روکے رکھا۔ اور اس میں جو اللہ کا حق تھا اس کو ادا نہ کیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلا: جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ ک تشبیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے حالت ترکیب میں ک اور ل کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اس لئے لام کو مشدد کیا گیا۔ کلا۔ یعنی مذکورہ بالا تمام چیزوں کو اپنے عوض میں دے کر عذاب سے بچ جائے گا۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔

سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک کلا کے معنی صرف ردع اور رو کنے کے ہیں۔ (خواہ بطور زجر و توبیخ کے ہو یا بطور ترتیب اور ادب آموزی کے) اس لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام 33 مقامات میں جس جس جگہ کلا آیا ہے ہر جگہ کلا پر وقف کرنا جائز ہے۔ اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک قائل ہیں کہ چونکہ کفار مکہ سخت سرکش تھے اور تہدید آمیز کلام انہیں کے لئے زیادہ نازل ہوا ہے اور کلا کے معنی بھی تہدید اور زجر کے ہیں اس لئے جن سورتوں میں کلا آیا ہے ان کی اکثر آیات کو مکہ ہی سمجھنا چاہیے۔

انھا لظی: انھا ۔بے شک وہ۔ بیشک بات یہ ہے۔ ان حرف مشبہ بالفعل ھا ضمیر واحد مونث غائب (ضمیر قصہ) لظی، ان کی خبر۔ ھا ضمیر اس نار کی طرف راجع ہے جو معنی لفظ عذاب سے معلوم ہو رہی ہے۔ لظی اسم علم ہے اس صورت میں اس سے مراد دوزخ میں دوسرے دوجے کے دوزخ کا نام ہے۔ مصدر بھی ہوسکتا ہے بمعنی آگ بھڑکنا۔ اسم مصدر بھی۔ بمعنی بغیر دھویں کے اٹھتا ہوا شعلہ، لپٹ، بھڑک۔ یعنی ایسی آگ جس میں شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔ مطلب یہ کہ بے شک وہ ایسی آگ ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی اور شدت التہاب کا یہ اثر ہوگا کہ دھویں کے بغیر ہوگی۔ (انوار البیان، سورہ معارج)

| |
|---|
| اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا۝ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا۝ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ۝ |
| بے شک انسان بے صبر اور لالچی پیدا ہوا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ |
| اور جب اسے بھلائی حاصل ہو تو بخل کرتا ہے۔ مگر وہ نماز ادا کرنے والے۔ |

## تنگی وخوشحالی کے وقت انسانی فطرت کے اظہار کا بیان

"إِنَّ الْإِنْسَان خُلِقَ هَلُوعًا" حَال مُقَدَّره وَتَفْسِيره "إِذَا مَسَّهُ الشَّرّ جَزُوعًا" وَقْت مَسّ الشَّرّ "وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْر مَنُوعًا" وَقْت مَسّه الْخَيْر أَيْ الْمَال لِحَقِّ اللّٰه مِنْهُ "إِلَّا الْمُصَلِّينَ" أَيْ الْمُؤْمِنِينَ،

بے شک انسان بے صبر اور لالچی پیدا ہوا ہے۔ یہاں پر لفظ ھلوعا یہ حال مقدرہ ہے اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی یا مالی فراخی، حاصل ہو یعنی اللہ کی طرف سے مال حاصل ہوتا ہے تو بخل کرتا ہے۔ مگر وہ نماز ادا کرنے والے۔ یعنی جو اہل ایمان ہیں۔

## انسان کا حرص ولالچ میں عمر بسر کردینے کا بیان

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی خطوط کھینچے جیسا کہ پہلی حدیث میں گزرا کہ آپ نے چار خط کھینچ کر ایک مربع بنایا ہو اور اس مربع کے درمیان ایک اور خط کھینچا جو مربع سے باہر نکلا ہوا تھا پھر فرمایا کہ درمیانی خط کا یہ حصہ جو مربع سے باہر نکلا ہوا ہے انسان کی آرزو ہے اور یہ خط جس نے چاروں طرف سے ایک مربع بنا رکھا ہے اس

انسان کی موت ہے پس انسان اسی حالت میں (یعنی امیدوں اور آرزوؤں کے پورا ہونے کی فکر میں) رہتا ہے کہ اچانک موت کا خط اس کو آ دبوچتا ہے جو اس کے زیادہ قریب ہے۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1194)

اس انسان کی خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اس خط تک پہنچ جائے جہاں اس کی دنیائے آرزو بستی ہے اور جو اس سے بہت دور واقع ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ ناگہاں موت اس کو آ دبوچتی ہے اور وہ آرزو حاصل کئے بغیر اس جہاں سے چل کھڑا ہوتا ہے۔

یہاں انسانی جبلت کی کمزوری بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑا ہی بے صبرا ہے، مصیبت کے وقت تو مارے گھبراہٹ اور پریشانی کے باؤلا سا ہو جاتا ہے، گویا دل اڑ گیا اور گویا اب کوئی آس باقی نہیں رہی، اور راحتؔ کے وقت بخیل کنجوس بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا حق بھی ڈکار جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بدترین چیز انسان میں بخیلی اور اعلیٰ درجہ کی نامردی ہے۔ (ابوداؤد)

پھر فرمایا کہ ہاں اس مذموم خصلت سے وہ لوگ دور ہیں جن پر خاص فضل الٰہی ہے اور جنہیں توفیق خیر ازل سے مل چکی ہے۔

| |
|---|
| الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ٥وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ٥ |
| لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ٥ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ٥ |
| جو اپنی نماز پر ہمیشگی قائم رکھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے |
| اور جسے نہیں دیا جاتا۔ اور وہ لوگ جو روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔ |

## نماز کو قائم اور مال کو خرچ کرنے والوں کا بیان

"الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتهمْ دَائِمُونَ" مُوَاظِبُونَ "وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالهمْ حَقّ مَعْلُوم" هُوَ الزَّكَاة "لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوم" الْمُتَعَفِّف عَنْ السُّؤَال فَيُحْرَم "وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّين" الْجَزَاء،

جو اپنی نماز پر ہمیشگی قائم رکھنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جن کے اَموال میں حصہ مقرر ہے۔ اور وہ زکوٰۃ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور اس کے لیے جسے نہیں دیا جاتا۔ یعنی جو سوال کرنے سے پرہیز کرتا ہے۔ وہی محروم ہے۔ اور وہ لوگ جو روز جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔

## نماز و عبادت میں دوام کی اہمیت کا بیان

الذین هم علی صلوتهم دائمون: یہ المصلین کی صفت ہے جو اپنی نمازوں میں مداومت اور استقامت کرتے ہیں ای لا یقضونها ابدا ما داموا احیاء جب تک زندہ رہتے ہیں نماز قضاء نہیں کرتے۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مرفوعا مذکور ہے:۔ احب الاعمال الی اللہ ادومها و لو قل: اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اس پر استقامت ہے خواہ وہ عمل چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھتے۔احمد اور ابو داود،نسائی۔دارمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔کہ بندہ جب تک نماز کے اندر ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے توجہ ہٹالیتا ہے۔

الانسان الھلوع کی مستثنیات کی یہ پہلی صفت ہے یعنی جو لوگ اپنی نمازوں کو استقامت و مداومت اور توجہ سے پڑھتے ہیں وہ الانسان الہلوع کی جنس سے مستثنیٰ ہیں۔

## سائل ومحروم شخص کے مفہوم کا بیان

سائل سے مراد پیشہ ور بھیک مانگنے والا نہیں بلکہ وہ حاجت مند شخص ہے جو کسی سے مدد مانگے۔اور محروم سے مراد ایسا شخص ہے جو بے روزگار ہو، یا روزی کمانے کی کوشش کرتا ہو مگر اس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں، یا کسی حادثے یا آفت کا شکار ہو کر محتاج ہو گیا ہو، یا روزی کمانے کے قابل ہی نہ ہو۔ایسے لوگوں کے متعلق جب معلوم ہو جائے کہ وہ واقعی محروم ہیں تو ایک خدا پرست انسان اس بات کا انتظار نہیں کرتا کہ وہ اس سے مدد مانگیں، بلکہ ان کی محرومی کا علم ہوتے ہی وہ خود آگے بڑھ کر ان کی مدد کرتا ہے۔محروم سے مراد وہ شخص ہے جو از حد ضرورتمند ہونے کے باوجود بھی کسی کے آگے دست سوال درانہ کرنے سے ہچکچاتا ہو۔

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ |
| لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ |
| اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے |
| بے خوف نہیں ہوا جاسکتا۔اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔سوائے اپنی منکوحہ بیویوں کے |
| یا اپنی مملوکہ کنیزوں کے، پس ان پر کوئی ملامت نہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَاب رَبّهمْ مُشْفِقُونَ" خَائِفُونَ "إِنَّ عَذَاب رَبّهمْ غَيْر مَأْمُون" نُزُوله غَيْر مَأْمُون "إِلَّا عَلَى أَزْوَاجهمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانهمْ" مِنْ الْإِمَاء ،

اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں۔یقیناً ان کے رب کا عذاب ایسا ہے جس سے بے خوف نہیں ہوا جاسکتا۔یعنی اس کا نزول امن دینے والا نہیں ہے۔اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔سوائے اپنی منکوحہ بیویوں کے یا اپنی مملوکہ کنیزوں کے، سو اس میں ان پر کوئی ملامت نہیں۔

ابوحازم، سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کا ضامن ہو تو اس کے لئے جنت کا

ضامن ہوں۔ (صحیح بخاری: جلد سوم: حدیث نمبر 1421)

| |
|---|
| فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ |
| وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ o |
| پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد |
| کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ |

## حلال سے حرام کی جانب تجاوز کرنے والوں کا بیان

"فَمَنْ ابْتَغَى وَرَاء ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ" الْمُتَجَاوِزُونَ الْحَلَال إِلَى الْحَرَام "وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ" وَفِي قِرَاءَة بِالْإِفْرَادِ : مَا ائْتَمَنُوا عَلَيْهِ مِنْ أَمْر الدِّين وَالدُّنْيَا "وَعَهْدهمْ" الْمَأْخُوذ عَلَيْهِمْ فِي ذَلِكَ "رَاعُونَ" حَافِظُونَ "وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ "وَفِي قِرَاءَة بِالْجَمْعِ "قَائِمُونَ" يُقِيمُونَهَا وَلَا يَكْتُمُونَهَا،

پھر جو اس کے علاوہ کوئی راستہ ڈھونڈے تو وہی حد سے گزرنے والے ہیں۔یعنی وہ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والا ہے اور وہ جو اپنی امانتوں کا اور اپنے عہد کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔اور ایک قرأت میں اس کو مفرد بھی پڑھا گیا ہے۔یعنی جو چیزیں ان کی امانت میں دی گئی ہیں خواہ وہ دین کی ہوں یا دنیا کی ہوں۔پس وہ ان کی حفاظت کرنے والے ہیں۔اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں۔ایک قرأت کے مطابق شہادات کو جمع کے ساتھ پڑھا گیا ہے یعنی وہ صحیح گواہیاں دیتے ہیں جن میں سے وہ چھپاتے نہیں ہیں۔

اکثر فقہاء رحمہ اللہ نے استمناء بالید یعنی اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کر لینے کو بھی اس کے عموم میں داخل قرار دے کر حرام قرار دیا ہے۔ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطار سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا مکروہ ہے۔میں نے سنا ہے محشر میں کچھ ایسے لوگ آئیں گے جن کے ہاتھ حاملہ ہوں گے۔میرا گمان یہ ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرتے ہیں اور حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی قوم پر عذاب نازل فرمایا جو اپنے ہاتھوں سے اپنی شرمگاہوں سے کھیلتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ملعن من نکحد یدہ یعنی جو اپنے ہاتھ سے نکاح کرے وہ ملعون ہے۔سند اس کی ضعیف ہے۔(تفسیر مظہری، سورہ معارج، لاہور)

## عہد و پیمان کو پورا کرنے کا بیان

امانتوں سے مراد وہ امانتیں بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے سپرد کی ہیں اور وہ امانتیں بھی جو انسان کسی دوسرے انسان پر اعتماد کر کے اس کے حوالے کرتا ہے۔اسی طرح عہد سے مراد وہ عہد بھی ہیں جو بندہ اپنے خدا سے کرتا ہے،اور عہد بھی جو بندے ایک

دوسرے سے کرتے ہیں۔ ان دونوں قسم کی امانتوں اور دونوں قسم کے عہد و پیمان کا پاس ولحاظ ایک مومن کی سیرت کے لازمی خصائص میں سے ہے۔ حدیث میں حضرت انس کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے جو تقریر بھی فرماتے اس میں یہ بات ضرور ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ **الا، لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له** "خبردار رہو، جس میں امانت نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں، اور جو عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

## شہادت کی تعریف کا بیان

کسی حق کو ثابت کرنے کیلئے (میں گواہی دیتا ہوں) کے الفاظ کے ساتھ فیصلے کی مجلس میں سچی خبر دینا شہادت کہلاتا ہے۔
(فتح القدیر ج ۲ کتاب الشہادات مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر)

## شہادت کی اقسام کا بیان

شہادت کی تین اقسام ہیں۔ ۱۔ عینی شہادت ۲۔ سمعی شہادت ۳۔ شہادت علی شہادت

## عینی شہادت کا بیان

وہ شہادت جس میں گواہ آنکھوں سے دیکھے ہوئے کسی واقعہ کو بیان کرے یہی فیصلہ کن شہادت ہوتی ہے۔

## سمعی شہادت کا بیان

وہ شہادت جس کو گواہ کسی سے سن کر شہادت دے۔ جن امور کا تعلق سننے والی اشیاء سے ہو ان میں سمعی شہادت اتنی ہی معتبر ہوتی ہے جتنی عینی شہادت معتبر ہوتی ہے۔

## شہادت علی شہادت کا بیان

وہ شہادت جس میں اصل گواہ اپنی شہادت پر کسی اور شخص کو گواہ بنائے۔ تب یہ گواہ اصل کی شہادت دے سکتا ہے۔
(ہدایہ اخیرین ص ۶۰۔۱۵۸، مطبوعہ المجتبائے دہلی)

## حصول شہادت کے ذرائع کا بیان

۱۔ عقل ۲۔ حواس خمسہ ۳۔ نقل متواتر ۴۔ نظر واستدلال ،

فقہاء مالکیہ نے ان چاروں ذرائع کی شہادت کو قبول کیا ہے۔ اور نظر واستدلال کی وضاحت اس روایت سے کرتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ شہادت ہے جبکہ ایک شخص نے قئے کی اور اس میں شراب نکلی تو اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم گواہی دے سکتے ہو کہ اس نے شراب پی ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اس نے شراب کی قئے کی ہے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس پر گہرائی کا کیا مطلب ہے ایسی بات نہیں ہے تمہارے پرودگار کی قسم: اس نے شراب پی کر قئے کی ہے۔ (الفروق ص ۱۳ مطبوعہ تونس مصر)

| |
|---|
| وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ٥ |
| فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ٥ |
| اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔ |
| تو کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ |

## نمازوں کی حفاظت کرنے والوں کا بیان

"وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ" بِأَدَائِهَا فِي أَوْقَاتِهَا "فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ" نَحْوكَ "مُهْطِعِينَ" حَال أَيْ مُدِيمِي النَّظَر،

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ یعنی انہیں ان کے اوقات میں ادا کرتے ہیں۔ یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں۔ تو کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آرہے ہیں۔ یہاں پر مہطعین یہ کفروا سے حال ہے۔ یعنی دیکھو دیکھی چلے آرہے ہیں۔

نماز کا ذکر مکرر فرمایا گیا۔ اس میں یہ اظہار ہے کہ نماز بہت اہم ہے یا یہ کہ ایک جگہ فرائض مراد ہیں دوسری جگہ نوافل۔ اور حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس کے ارکان اور واجبات اور سنتوں اور مستحبات کو کامل طور پر ادا کرتے ہیں۔

| |
|---|
| عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ٥ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ٥ كَلَّا ط |
| اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ٥ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ٥ |
| دائیں اور بائیں طرف سے ٹولیاں بن کر۔ کیا ان میں سے ہر آدمی طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمت والی جنت میں داخل کیا |
| جائے گا؟ ہرگز نہیں، بیشک ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔ سو میں مشارق اور مغارب |
| کے رب کی قسم کھاتا ہوں کہ بیشک ہم پوری قدرت رکھتے ہیں۔ |

## جنت میں داخل ہونے کی بے جا تمنا رکھنے والے کفار کا بیان

"عَنْ الْيَمِين وَعَنْ الشِّمَال" مِنْك "عِزِينَ" حَال أَيْضًا أَيْ جَمَاعَات حِلَقًا حِلَقًا يَقُولُونَ اسْتِهْزَاء بِالْمُؤْمِنِينَ : لَئِنْ دَخَلَ هَؤُلَاءِ الْجَنَّة لَنَدْخُلَنَّهَا قَبْلهمْ "كَلَّا" رَدْع لَهُمْ عَنْ طَمَعهمْ فِي الْجَنَّة "إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ" كَغَيْرِهِمْ "مِمَّا يَعْلَمُونَ" مِنْ نُطَف فَلَا يُطْمَع بِذَلِكَ فِي الْجَنَّة وَإِنَّمَا يُطْمَع فِيهَا بِالتَّقْوَى "فَلَا" لَا زَائِدَة "أُقْسِم بِرَبِّ الْمَشَارِق وَالْمَغَارِب" لِلشَّمْسِ وَالْقَمَر وَسَائِر الْكَوَاكِب،

دائیں اور بائیں طرف سے ٹولیاں بن کر۔ یہاں پر لفظ عزین یہ کفروا سے حال ہے۔ یعنی جماعتوں کے حلقے حلقے بن کر آ رہے ہیں۔ اور وہ اہل ایمان سے بہ طور مذاق کہتے ہیں کہ اگر وہ جنت میں داخل ہوئے تو ہم ان سے پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ کیا ان میں سے ہر آدمی طمع رکھتا ہے کہ اسے نعمت والی جنت میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں، بیشک ہم نے انہیں اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ بھی جانتے ہیں۔ یعنی نطفوں سے پیدا کیا ہے لہٰذا اس بنیاد پر وہ جنت کا طمع نہیں کر سکتے بلکہ تقویٰ کی بنیاد پر اس کا طمع کر سکتے ہیں۔ پس میں مشارق اور مغارب یعنی سورج چاند سور ج تمام ستاروں کے رب کی قسم کھاتا ہوں، یہاں پر لفظ فلا میں لا زائدہ ہے۔ کہ بیشک ہم پوری قدرت رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ عزوجل ان کافروں پر انکار کر رہا ہے جو حضور علیہ السلام کے مبارک زمانہ میں تھے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ دیکھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت لے کر آئے وہ ان کے سامنے تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ رہے تھے اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے، جیسے اور جگہ آیت (فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ، المدثر: 49)، یہ نصیحت سے منہ پھیر کر ان گدھوں کی طرح جو شیر سے بھاگ رہے ہوں کیوں بھاگ رہے ہیں؟ یہاں بھی اسی طرح فرما رہا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جا رہے ہیں؟ کیونکہ دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں، حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ نے خواہش نفس پر عمل کرنے والوں کے حق میں یہی فرمایا ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف ہوتے ہیں اور آپس میں بھی مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں کتاب اللہ کی مخالفت میں سب متفقہ ہوتے ہیں، حضرت ابن عباس سے بروایت عوفی مروی ہے کہ وہ ٹولیاں ہو کر بیپرواہی کے ساتھ تیرے دائیں بائیں ہو کر تجھے مذاق سے گھورتے ہیں، حضرت حسن فرماتے ہیں یعنی دائیں بائیں الگ ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص نے کیا کہا؟ حضرت قتادہ فرماتے ہیں دائیں بائیں ٹولیاں ٹولیاں ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد پھرتے رہتے ہیں نہ کتاب اللہ کی چاہت ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس آئے اور وہ متفرق طور پر حلقے حلقے تھے تو فرمایا میں تمہیں الگ الگ جماعتوں کی صورتوں میں کیسے دیکھ رہا ہوں؟ (احمد)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا ان کی چاہت ہے کہ جنت نعیم میں داخل کئے جائیں؟ ایسا نہ ہو گا یعنی جب ان کی یہ حالت ہے کہ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دائیں بائیں کترا جاتے ہیں پھر ان کی یہ چاہت پوری نہیں ہو سکتی بلکہ یہ جہنمی گروہ ہے، اب جس چیز کو یہ محال جانتے تھے اس کا بہترین ثبوت ان ہی کی معلومات اور اقرار سے بیان ہو رہا ہے کہ جس نے تمہیں ضعیف پانی سے پیدا کیا ہے جیسے کہ خود تمہیں بھی معلوم ہے پھر کیا وہ تمہیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا؟ (تفسیر جامع البیان، سورہ معارج، بیروت)

| |
|---|
| عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا |
| وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ○ |

| |
|---|
| اس پر کہ ہم بدل کر ان سے بہتر لوگ لے آئیں، اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ سو آپ انہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بیہودہ باتوں |
| اور کھیل تماشے میں پڑے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ |

## بہتر لوگوں کو لانے پر قدرت ہونے کا بیان

"عَلٰی أَنْ نُبَدِّل" نَأْتِي بَدَلهم "خَيْرًا مِنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ " بِعَاجِزِينَ عَنْ ذٰلِكَ "فَذَرْهُمْ" اُتْرُكْهُمْ "يَخُوضُوا" فِی بَاطِلهمْ "وَيَلْعَبُوا" فِي دُنْيَاهُمْ "حَتّٰى يُلَاقُوا" يَلْقَوْا "يَوْمهمْ الَّذِي يُوعَدُونَ" فِيهِ الْعَذَاب،

اس پر کہ ہم بدل کر ان سے بہتر لوگ لے آئیں، جو ان سے بہتر ہوں گے۔ اور ہم ایسا کرنے پر ہرگز عاجز نہیں ہیں۔ پس آپ انہیں چھوڑ دیجئے کہ وہ اپنی بیہودہ باتوں یعنی اپنے باطل میں اور اپنی دنیا کے کھیل تماشے میں پڑے رہیں یہاں تک کہ اپنے اس دن سے آملیں جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

یعنی جب ان کی جگہ ان سے بہتر لا سکتے ہو تو خود ان کو دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکتے؟ کیا وہ ہمارے قابو سے نکل کر کہیں جا سکتے ہیں؟ "یا خَيْرًا مِنْهُمْ" سے مراد ان ہی کا دوبارہ پیدا کرنا ہو۔ کیونکہ عذاب ہو یا ثواب، دوسری زندگی اس زندگی سے بہر حال اکمل ہوگی۔ یا یہ مطلب ہو کہ ان کفارِ مکہ کو ہنسی ٹھٹھا کرنے دیجئے، ہم خدمت اسلام کے لیے اس سے بہتر قوم لے آئیں گے چنانچہ "قریش" کی جگہ اس نے "انصارِ مدینہ" کو کھڑا کر دیا۔ اور مکہ والے پھر بھی اس کے قابو سے نکل کر کہیں نہ جا سکے۔ آخر اپنی شرارتوں کے مزے چکھنے پڑے۔ مشارق و مغارب کی قسم شاید اس لیے کھائی کہ خدا ہر روز مشرق و مغرب کو بدلتا رہتا ہے اس کو تمہارا تبدیل کرنا کیا مشکل ہے۔

| |
|---|
| يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ |
| خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِىْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ |
| جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے یوں نکلیں گے گویا وہ بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ حال یہ ہوگا |
| کہ ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی، یہی ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ |

## قیامت کے دن قبروں سے نکلنے کا بیان

"يَوْم يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاث" الْقُبُور "سِرَاعًا" إِلَى الْمَحْشَر "كَأَنَّهُمْ إِلَى نُصُب" وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْحَرْفَيْنِ شَيْء مَنْصُوب كَعَلَمٍ أَوْ رَايَة "يُوفِضُونَ" يُسْرِعُونَ "خَاشِعَة" ذَلِيلَة "أَبْصَارهمْ تَرْهَقهُمْ" تَغْشَاهُمْ "ذِلَّة ذَلِكَ الْيَوْم الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ" ذَلِكَ مُبْتَدَأ وَمَا بَعْده خَبَر وَمَعْنَاهُ يَوْم الْقِيَامَة،

جس دن وہ قبروں سے محشر کی جانب دوڑتے ہوئے یوں نکلیں گے گویا وہ بتوں کے استھانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ایک قرأت میں لفظ نصب دونوں حروف کے ضمہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔جو منصوب چیز کو کہتے ہیں۔جس طرح نصب کیا گیا پرچم یا علم ہے۔ان کا حال یہ ہوگا کہ ان کی آنکھیں شرم اور خوف سے جھک رہی ہوں گی،ذلت ان پر چھا رہی ہوگی،یہی ہے وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔یہاں پر لفظ ذلک مبتداء ہے اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے اور اس کا معنی قیامت کا دن ہے۔

## قیامت کے دن دوزخیوں کے احوال کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں پر بھوک اس طرح مسلط کر دی جائے گی کہ اس بھوک کی اذیت اس عذاب کے برابر ہوگی جس میں وہ دوزخی پہلے سے گرفتار ہونگے چنانچہ وہ بھوک کی اذیت سے بے تاب ہو کر فریاد کریں گے اور ان کی فریاد رسی ضریع کے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی جو نہ فربہ کرے گی نہ بھوک کو دفع کرے گا پھر وہ پہلے کھانے کو لا حاصل دیکھ کر دوسری مرتبہ فریاد کریں گے اور اس مرتبہ ان کی فریاد رسی گلے میں پھنسی جانے والے کھانے کے ذریعہ کی جائے گی اس وقت ان کو یہ یاد آئے گا کہ جب (دنیا میں) کھاتے وقت ان کے گلے میں پھنس جاتی تھی تو اس کو وہ کسی پینے والی چیز سے نیچے اتارتے تھے چنانچہ وہ اپنے گلے میں پھنسے ہوئے کھانے کو اتارنے کے لئے کسی پینے والی چیز کی التجاء کریں گے تب ان کو تیز گرم پانی دیا جائے گا جس کو زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھایا جائے گا یعنی جن برتنوں میں وہ تیز گرم پانی ہوگا وہ زنبوروں کے ذریعہ پکڑ کر اٹھائے جائیں گے اور اٹھانے والے یا تو فرشتے ہوں گے یا براہ راست دست قدرت ان کو اٹھا کر دوزخیوں کے منہ کو لگائے گا۔

اور جب گرم پانی کے وہ برتن ان کے مونہوں تک پہنچے گے تو ان کے چہروں (کے گوشت) کو بھون ڈالیں گے اور جب ان برتنوں کے اندر کی چیز (جو ان کو پینے کے لئے دی جائے گی جیسے پیپ پیلا پانی وغیرہ) ان کے پیٹ میں داخل ہوگی تو پیٹ کے اندر کی چیزوں (یعنی آنتوں وغیرہ) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی پس اس صورت حال سے بیتاب ہو کر" وہ دوزخی (جہنم پر) متعین فرشتوں سے کہیں گے اے دوزخ کے سنتریو! اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ کم سے کم ایک ہی دن کے لئے ہمارے اوپر مسلط اس عذاب کو ہلکا کر دے دوزخ کے سنتری جواب دیں گے کہ (اب ہم سے دعا کے لئے کہتے ہو) کیا اللہ کے رسول خدائی معجزے اور واضح دلیلیں لے کر تمہارے پاس نہیں آئے تھے (اور تم سے یہ نہ کہتے تھے کہ کفر و سرکشی کی راہ چھوڑ کر اللہ کے اطاعت و فرمانبرداری کا راستہ اختیار کر لو تا کہ کل آخرت میں دوزخ کے سخت عذاب سے محفوظ رہ سکو؟) وہ کہیں گے کہ بے شک اللہ کے رسول ہمارے پاس آئے تھے اور ان کی تعلیمات ہم تک پہنچی تھی،لیکن وائے افسوس ہم گمراہی میں پڑے رہے اور ایمان و سلامتی کی راہ اختیار نہ کر سکے دوزخ کے سنتری کہیں گے کہ پھر تو تم خود ہی دعا کرو اور اپنا معاملہ سمجھو ہم تو تمہاری شفاعت کرنے سے رہے اور کافروں کی دعا زیان کاری و بے فائدگی کے علاوہ کچھ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخی جب جہنم کے سنتریوں سے دعا و شفاعت کرنے میں ناکام ہو جائیں گے اور انہیں سخت مایوسی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

تو وہ یقین کرلیں گے کہ ہمیں عذاب الٰہی سے نجات ملنے والی نہیں ہے پھر کیوں نہ موت ہی مانگی جائے چنانچہ وہ آپس میں کہیں گے کہ مالک یعنی داروغہ جنت سے مدد کی درخواست کرو! اور پھر وہ التجاء کریں گے کہ اے مالک اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ ہمیں موت دے دے تاکہ ہمیں آرام مل جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخیوں کی التجاء سن کر مالک خود اپنی طرف سے یا پروردگار کی طرف جواب دے گا کہ اس دوزخ سے نجات یا موت کا خیال چھوڑ دو تمہیں ہمیشہ ہمیشہ یہیں اور اسی عذاب میں گرفتار رہنا ہے " حضرت اعمش (جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں) کہتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام نے (بطریق مرفوع یا موقوف) مجھ سے بیان کیا کہ مالک سے ان دوزخیوں کی التجاء اور مالک کی طرف سے ان کو جواب دینے کے درمیان ایک ہزار برس کا وقفہ ہوگا یعنی وہ دوزخی مالک سے التجاء کرنے کے بعد ایک ہزار سال تک جواب کا انتظار کرتے رہیں گے اور اس دوران بھی اس عذاب میں مبتلا رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر وہ دوزخی (آپس میں) کہیں گے کہ اب ہمیں براہ راست اپنے پروردگار ہی سے نجات کی التجا کرنی چاہیئے کیونکہ وہی قادر مطلق رحیم وکریم اور غفار ہے) ہمارے حق میں بھلائی و بہتری کرنے والا اس پروردگار سے بہتر اور کوئی نہیں چنانچہ وہ التجا کریں گے کہ ہمارے پروردگار ہماری بدبختی نے ہمیں گھیر لیا اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم (توحید کے راستہ سے) بھٹک گئے تھے اے پروردگار ہمیں دوزخ (اور یہاں کے عذاب) سے رہائی عطا فرمادے اگر ہم اس کے بعد بھی کفر وشرک کی طرف جائیں تو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کو جواب دے گا دور رہو کم بختو کتوں کی طرح ذلیل وخوار رہو) ایسے دوزخ میں پڑے رہو اور رہائی اور نجات کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرو تمہاری گلوخلاصی ہرگز نہیں ہوسکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر کار وہ دوزخی ہر بھلائی سے مایوس ہو جائیں گے اور تب وہ حسرت اور نالہ وفریاد کرنے لگے گیں۔ (جامع ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 249)

# سُورَۃ نُوح

## یہ قرآن مجید کی سورت نوح ہے

### سورت نوح کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃ نُوح (مَكِّيَّة وَ آيَاتها 28 أَوْ 29 آيَة)

سورہ نوح مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، اٹھائیس، آیات، دوسو چوبیس کلمات، نوسو ننانوے حروف ہیں۔

### سورت نوح کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے احوال اور طوفان نوح کو بیان کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ سورت لفظ نوح سے معروف ہوئی ہے۔ نوح اس سورت کا نام بھی ہے اور اس کے مضمون کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں از اول تا آخر حضرت نوح علیہ السلام ہی کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّآ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَكَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۝ |
| قَالَ يٰقَوۡمِ اِنِّىۡ لَكُمۡ نَذِيۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوۡهُ وَ اَطِيۡعُوۡنِ ۝ |
| بے شک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں قبل اس کے کہ انہیں |
| دردناک عذاب آ پہنچے۔ انہوں نے کہا: اے میری قوم! بیشک میں تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کی |
| عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ |

### قوم نوح کو عذاب سے ڈرانے کا بیان

"أَنْ أَنْذِرْ" أَيْ بِإِنْذَارِ "قَوْمك مِنْ قَبْل أَنْ يَأْتِيهِمْ" إنْ لَمْ يُؤْمِنُوا "عَذَاب أَلِيم" مُؤْلِم فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَة، "قَالَ يَا قَوْم إنِّي لَكُمْ نَذِير مُبِين" بَيِّن الْإِنْذَار "أَنْ" أَيْ بِأَنْ أَقُول لَكُمْ،

بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ آپ اپنی قوم کو ڈرائیں قبل اس کے کہ انہیں دردناک عذاب آ پہنچے۔ جو دنیا و آخرت میں تکلیف دینے والا ہے۔

انہوں نے کہا: اے میری قوم! بیشک میں تمہیں واضح ڈر سنانے والا ہوں۔ کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اور میری

اطاعت کرو۔

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اس نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ عذاب کے آنے سے پہلے اپنی قوم کو ہوشیار کر دو اگر وہ توبہ کرلیں گے اور اللہ کی طرف جھکنے لگیں گے تو اللہ کا عذاب ان سے اٹھ جائے گا، حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچا دیا اور صاف کہہ دیا کہ دیکھو میں کھلے لفظوں میں تمہیں آگاہ کئے دیتا ہوں، میں صاف صاف کہہ رہا ہوں کہ اللہ کی عبادت اس کا ڈر اور میری اطاعت لازمی چیزیں ہیں جو کام رب نے تم پر حرام کئے ہیں ان سے بچو گناہ کے کاموں سے الگ تھلگ رہو جو میں کہوں بجالاؤ جس سے روکوں رک جاؤ میری رسالت کی تصدیق کرو تو اللہ تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، آیت (يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ، نوح:4) میں لفظ (من) یہاں زائد ہے، اثبات کے موقعہ پر بھی کبھی لفظ (من) زائد آجاتا ہے جیسے عرب کے مقولے (قد كان من مطر) میں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ معنی میں عن کے ہو بلکہ ابن جریر تو اسی کو پسند فرماتے ہیں اور یہ قول بھی ہے کہ من تبعیض کے لئے ہے یعنی تمہارے کچھ گناہ معاف فرمادے گا یعنی وہ گناہ جن پر سزا کا وعدہ ہے اور وہ بڑے بڑے گناہ ہیں۔ اگر تم نے یہ تینوں کام کئے تو وہ معاف ہو جائیں گے اور جس عذاب کے ذریعے وہ تمہیں اب تمہاری ان خطاؤں اور غلط کاریوں کی وجہ سے برباد کرنے والا ہے اس عذاب کو ہٹا دے گا اور تمہاری عمریں بڑھا دے گا، اس آیت سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ اطاعت اللہ اور نیک سلوک اور صلہ رحمی سے حقیقتاً عمر بڑھ جاتی ہے، حدیث میں یہ بھی ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ نیک اعمال اس سے پہلے کرلو کہ اللہ کا عذاب آجائے اس لئے جب وہ آجاتا ہے پھر نہ اسے کوئی ہٹا سکتا ہے نہ روک سکتا ہے، اس بڑے کی بڑائی نے ہر چیز کو پست کر رکھا ہے اس کی عزت وعظمت کے سامنے تمام مخلوق پست ہے۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ نوح، بیروت)

| |
|---|
| يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ |
| اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ |
| وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں مقررہ مدت تک مہلت عطا کرے گا، بیشک اللہ کی مدت جب آجائے |
| تو مہلت نہیں دی جاتی، کاش! تم جانتے ہوتے۔ |

## قبول اسلام کے سبب گناہوں کی بخشش ہونے کا بیان

"يَغْفِر لَكُمْ مِنْ ذُنُوبكُمْ" مِنْ زَائِدَة فَإِنَّ الْإِسْلَام يُغْفَر بِهِ مَا قَبْله أَوْ تَبْعِيضِيَّة لِإِخْرَاجِ حُقُوق الْعِبَاد "وَيُؤَخِّركُمْ" بِلَا عَذَاب "إِلَى أَجَل مُسَمًّى" أَجَل الْمَوْت "إِنَّ أَجَل اللَّه" بِعَذَابِكُمْ إِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا "إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّر لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" ذٰلِكَ لَآمَنْتُمْ،

وہ تمہارے گناہ بخش دے گا یہاں پر لفظ من زائدہ ہے کیونکہ اسلام قبول کرنا یہ ماقبل گناہوں کی بخشش کا سبب ہے یا من تبعیضیہ ہے۔ کیونکہ حقوق العباد سے خروج ہے۔ اور تمہیں مقررہ مدت یعنی موت تک مہلت عطا کرے گا، یعنی مؤخر کرے گا۔ بیشک اللہ کی مقرر کردہ مدت یعنی تمہارے لئے عذاب کے ساتھ جب آجائے تو مہلت نہیں دی جاتی، اگرچہ تم ایمان لے آؤ۔ لہٰذا جب وہ آجائے تو تاخیر نہیں ہوتی۔ کاش! تم جانتے ہوتے۔ تاکہ تم ایمان لے آتے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**یغفر لکم من ذنوبکم ویوخرکم الی اجل مسمی**۔ جواب امر میں ہے متذکرہ بالا تینوں احکام کے جواب ہیں۔
یغفر مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ مغفرۃ (باب ضرب) مصدر۔ وہ تمہیں بخش دے گا۔
(1) من تبعیضیہ بھی ہوسکتا ہے، وہ تمہارے بعض گناہ معاف کردے گا۔ یعنی وہ گناہ جن کا تعلق اسکی اپنی ذات سے ہے عوام الناس نہیں (2) یا من زائدہ ہے وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔
ویوخرکم۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یوخر مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ تاخیر (تفعیل) مصدر سے۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہیں مہلت دے گا۔ اجل مسمّی موصوف وصفت۔ اسم مفعول واحد مذکر تسمیۃ (تفعیل) مصدر سے مدت مقررہ۔ معینہ۔ تعین کیا ہوا۔ ترجمہ ہوگا:۔ اور (موت کے) وقت مقررہ تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔
**ان اجل اللہ اذاجاء لایوخر**: حقیقت یہ ہے کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاسکتا۔ ان حرف مشبہ بالفعل اجل اللہ مضاف مضاف الیہ۔ اجل منصوب بوجہ عمل ان۔ لایوخر فعل نہی مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ تاخیر مصدر سے۔ اس میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔ **لو کنتم تعلمون**، کاش تم (یہ حقیقت) جانتے ہوتے۔

| |
|---|
| **قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلاً وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْٓ اِلَّا فِرَارًا ۝** |
| نوح (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! بیشک میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔ |
| لیکن میری دعوت نے ان کے لئے سوائے بھاگنے کے کچھ زیادہ نہیں کیا۔ |

## قوم نوح کا دعوت حق کے باوجود ایمان سے فرار ہونے کا بیان

**"قَالَ رَبِّ اِنِّی دَعَوْت قَوْمِی لَیْلًا وَنَهَارًا" أَیْ دَائِمًا مُتَّصِلًا "فَلَمْ یَزِدْهُمْ اِلَّا فِرَارًا" عَنْ الْاِیمَان**
نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! بیشک میں اپنی قوم کو رات دن بلاتا رہا۔ یعنی میں ہمیشہ مسلسل دعوت پہنچاتا رہا ہوں لیکن میری دعوت نے ان کے لئے ایمان سے سوائے بھاگنے کے کچھ زیادہ نہیں کیا۔
صاحب ضیاء القرآن یوں رقمطراز ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہوگئے۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا۔ طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے، افتراء و بہتان کے طوفان اٹھائے جاتے، حتی

کہ آپ کو مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ آپ پہروں بیہوش پڑے رہتے۔ آپ کو کسی مکان میں بند کر دیا جاتا۔
لیکن اس جور و جفا کے باوجود یہ اللہ کا پیغمبر ان نابکاروں کی اصلاح میں لگا رہا۔ اور بارگاہ الٰہی میں ان کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اور شب روز ان کو تبلیغ بھی کرتے رہے۔ عام اجتماعوں میں بلند آواز سے انہیں وعظ فرماتے اور جب اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ وہاں جا کر رازدارانہ طور پر اور چپکے چپکے ان کو گمراہیاں چھوڑنے کی تلقین کرتے اور یہ سلسلہ جلدی رہا۔ سالوں نہیں بلکہ تو صدیاں بیت گئیں۔ اور ان میں حق پذیری کے آثار نمایاں نہ ہوئے۔ بلکہ ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔

جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی روداد الم بیان کرنی شروع کی۔
عرض کرتے ہیں الٰہی! ان کو سمجھانے میں میں نے دن رات ایک کر دیا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن جتنا میں ان کو حق کی طرف کھینچتا ہوں اتنا ہی وہ اس سے دور بھاگتے ہیں اور ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔
رب اصل میں یاربی تھا۔ شروع سے حرف نداء اور آخر سے ی ضمیر واحد متکلم حذف ہو کر رب رہ گیا۔ لیلا ونھارا۔ دونوں دعوت کے ظرف ہیں۔ رات اور دن۔ (تفسیر ضیاء القرآن، سورہ نوح، لاہور)

| |
|---|
| وَ اِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا |
| ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًاۚ |
| اور بے شک میں نے جب بھی انھیں دعوت دی، تا کہ تو انھیں معاف کر دے، انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں |
| ڈال لیں اور اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور اڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا۔ |

## پیغام حق سننے کی بہ جائے کانوں میں انگلیاں ڈال لینے کا بیان

"وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتهمْ لِتَغْفِر لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعهمْ فِي آذَانهمْ" لِئَلَّا يَسْمَعُوا كَلَامِي "وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابهمْ" غَطَّوْا رُءُوسهمْ بِهَا لِئَلَّا يُنْظِرُونِي "وَأَصَرُّوا" عَلَى كُفْرهمْ "وَاسْتَكْبَرُوا" تَكَبَّرُوا عَنْ الْإِيمَان

اور بے شک میں نے جب بھی انھیں دعوت دی، تا کہ تو انھیں معاف کر دے، انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیں تا کہ وہ میرا کلام نہ سن سکیں۔ اور اپنے کپڑے اپنے سروں پر اوڑھ لیے تا کہ وہ دیکھ نہ سکیں۔ اور اپنے کفر پر اڑ گئے اور ایمان لانے سے تکبر کیا۔
یعنی اگر وہ اللہ پر ایمان لے آئیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں تو اللہ یقیناً ان کے گناہ معاف کر دے گا۔
لیکن ان بدبختوں نے میری بات سننا بھی گوارا نہ کیا۔ بلکہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور دوسرا کام وہ یہ کرتے ہیں کہ جہاں

کہیں مجھے دیکھتے ہیں اپنا منہ ڈھانپ لیتے ہیں کہ میں انہیں دیکھ کر بلا نہ لوں یا پھر انہیں مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ وہ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور اپنے منہ پر کپڑا ڈال لیتے ہیں۔ یہ ہے ان کی ضد اور نفرت کی انتہا انہوں نے تو تیرے احکام کے سامنے اکڑ جانے میں حد کر دی۔

ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُهُمۡ جِهَارًا۝ ثُمَّ اِنِّیۡۤ اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ وَ اَسۡرَرۡتُ لَهُمۡ اِسۡرَارًا۝

پھر میں نے انہیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر میں نے انہیں اعلانیہ سمجھایا اور انہیں پوشیدہ راز دارانہ طور پر سمجھایا۔

## مختلف انداز کلام سے سمجھانے کا بیان

"ثُمَّ اِنِّی دَعَوْتهمْ جِهَارًا" اَیْ بِأَعْلَی صَوْتِی "ثُمَّ اِنِّی أَعْلَنْت لَهُمْ" صَوْتِی "وَأَسْرَرْت" الْكَلَام

پھر میں نے انہیں بلند آواز سے دعوت دی۔ پھر میں نے انہیں اعلانیہ بھی سمجھایا اور انہیں پوشیدہ راز دارانہ طور پر بھی سمجھایا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ثم حرف عطف ہے، ماقبل سے بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا وقتی لحاظ سے ہو (تراخی فی الوقت) خواہ رتبہ (ترتیب) کے لحاظ سے (التراخی فی الرتبہ)۔ بصورت اول اس کے معنی ہوں گے پھر، اس کے بعد، صورت دوم میں اس سے بھی بڑھ کر معنی ہوں گے۔ صورت اول کی مثال:۔ وکنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون ، اور تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی۔ پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

صورت دوم کی مثال:۔ حضرت علی کا شعر ہے؛ فعار ثم عار ثم عار، شقاء المرء من اکل الطعام۔ شرم کی بات ہے، بہت شرم کی بات ہے، بہت ہی شرم کی بات ہے، کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔ لفظ ثم کا اس جگہ استعمال دعوت کے مختلف طریقوں پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سری دعوت سے جہری دعوت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اور صرف سری یا صرف جہری دعوت سے سری اور جہری دعوت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اس طرح ہر (ترتیبی) صورت اول صورت سے بعد کو آتی ہے۔

جھارا: جہر یجھر (باب فتح) کا مصدر ہے۔ پکارنا۔ بلند آواز کرنا۔ کھلم کھلا برملا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے ای مجاھرا ترجمہ ہوگا:۔ پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بھی بلایا۔ (تفسیر مظہری، سورہ نوح، لاہور)

فَقُلۡتُ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا۝ یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ عَلَیۡكُمۡ مِّدۡرَارًا۝

پھر میں نے کہا کہ تم اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر بڑی زوردار بارش بھیجے گا۔

## رزق اور بارش محروم رہ جانے والے لوگوں کا بیان

"فَقُلْت اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ" مِنَ الشِّرْك "يُرْسِل السَّمَاء" الْمَطَر وَكَانُوا قَدْ مَنَعُوهُ "عَلَيْكُمْ

مِدْرَارًا" كَثِير الدُّرُور

پھر ان نے کہا کہ تم شرک کے گناہ کی اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بیشک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔وہ تم پر بڑی زوردار بارش بھیجے گا۔جبکہ وہ لوگ بارش سے محروم کردیئے گئے۔

ایک ایک سے،اور کوئی دقیقہ دعوت کا اٹھانہ رکھا قوم زمانہ دراز تک حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب ہی کرتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک دی اور ان کی عورتوں کو بانجھ کردیا، چالیس سال تک انکے مال ہلاک ہوگئے، جانور مرگئے جب یہ حال ہوا تو حضرت نوح علیہ السلام نے انہیں استغفار کا حکم دیا۔

| |
|---|
| وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا٥ |
| مَالَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا٥ وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا٥ |
| اور تمہاری مدد اَموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اُگائے گا اور تمہارے لئے نہریں |
| جاری کردے گا۔تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اِعتقاد اور معرفت نہیں رکھتے۔حالانکہ اس نے تمہیں |
| طرح طرح کی حالتوں سے پیدا فرمایا۔ |

## انسان کیلئے مال و اولاد کا بہ طور نعمت ہونے کا بیان

"وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَكُمْ جَنَّات" بَسَاتِين "وَيَجْعَل لَكُمْ أَنْهَارًا" جَارِيَة،"مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا" أَيْ تَأْمُلُونَ وَقَار اللّٰه إِيَّاكُمْ بِأَنْ تُؤْمِنُوا "وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا" جَمْع طَوْر وَهُوَ الْحَال فَطَوْرًا نُطْفَة وَطَوْرًا عَلَقَة إِلَى تَمَام خَلْق الْإِنْسَان وَالنَّظَر فِي خَلْقه يُوجِب الْإِيمَان بِخَالِقِهِ،

اور تمہاری مدد اَموال اور اولاد کے ذریعے فرمائے گا اور تمہارے لئے باغات اُگائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کردے گا۔تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اِعتقاد اور معرفت نہیں رکھتے۔یعنی اللہ سے اپنے وقار کی امید نہیں رکھتے کہ تم ایمان لے آؤ۔حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح کی حالتوں سے پیدا فرمایا۔یہاں پر لفظ اطوار یہ طور کی جمع ہے۔اور وہ طورا حال ہے۔جو حالت نطفہ اور حالت علقہ سے انسان کی تخلیق مکمل ہونے تک کی حالت ہے۔لہٰذا جب انسان اپنی تخلیق میں غور وفکر کرے تو ایمان لانا اس پر واجب ہو کہ اس تخلیق کا خالق حق ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے قلتِ بارش کی شکایت کی، آپ نے استغفار کا حکم دیا، دوسرا آیا، اس نے تنگ دستی کی شکایت کی، اسے بھی یہی حکم فرمایا، پھر تیسرا آیا، اس نے قلتِ نسل کی شکایت کی، اس سے بھی یہی فرمایا، پھر چوتھا آیا، اس نے اپنی زمین کی قلتِ پیداوار کی شکایت کی، اس سے بھی یہی فرمایا، ربیع بن صبیح جو حاضر

تھے انھوں نے عرض کیا چند لوگ آئے قسم قسم کی حاجتیں انہوں نے پیش کیں، آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ استغفار کرو تو آپ نے یہ آیت پڑھی۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نوح، لاہور)

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ |
| وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝ |
| کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ پیدا فرمائے۔ |
| اور اس نے ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنا دیا۔ |

## طباق سبعہ کی تخلیق سے دلیل قدرت کا بیان

"أَلَمْ تَرَوْا" تَنْظُرُوا "كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا" بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ" أَيْ فِي مَجْمُوعِهِنَّ الصَّادِقِ بِالسَّمَاءِ الدُّنْيَا "نُورًا وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" مِصْبَاحًا مُضِيئًا وَهُوَ أَقْوَى مِنْ نُورِ الْقَمَرِ،

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ طبق در طبق پیدا فرمائے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہیں۔ اور اس نے ان میں چاند کو نور بنایا یعنی چاند کو ان کے مجموعہ جو آسمان دنیا پر ہے نور بنایا ہے۔ اور سورج کو چراغ بنا دیا۔ یعنی روشنی والا اور سورج کا نور چاند کے نور سے زیادہ قوی ہے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت بطحاء کے مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بدلی گزری لوگ اس کی طرف دیکھنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس کا نام کیا ہے؟ عرض کیا جی ہاں یہ بادل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور مزن بھی۔ عرض کیا جی ہاں مزن بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اور عنان بھی۔ عرض کیا جی ہاں عنان بھی پھر پوچھا کہ کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ آسمان وزمین کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ عرض کیا نہیں اللہ کی قسم ہم نہیں جانتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں اکہتر، بہتر یا تہتر برس کا فرق ہے۔ پھر اس سے اوپر کا آسمان بھی اتنا ہی دور ہے اور اسی طرح ساتوں آسمان گنوائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ساتوں آسمان پر ایک سمندر ہے اس کے نچلے اور اوپر کے کناروں کے درمیان بھی اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا۔ اس کے اوپر آٹھ فرشتے ہیں جو پہاڑی بکروں کی طرح ہیں۔ ان کے کھروں اور ٹخنوں کا درمیانی فاصلہ بھی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا ہے اور ان کی پیٹھ پر عرش ہے اس کے نچلے اور اوپر کے کنارے کے درمیان بھی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ ہے اور اس کے اوپر اللہ ہے۔ عبد بن حمید، یحییٰ بن معین کا قول نقل کرتے ہیں کہ عبد الرحمٰن بن سعد حج کے لئے کیوں نہیں جاتے تا کہ لوگ ان سے یہ حدیث سن سکیں۔ یہ حدیث حسن

غریب ہے۔ ولید بن ابی ثور بھی سماک سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں، یہ مرفوع ہے۔ شریک بھی سماک سے اس کا کچھ حصہ موقوفاً نقل کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سعد رازی ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1270)

| وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا۝ ثُمَّ يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا وَ يُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا۝ |
| --- |
| اور اللہ نے تمہیں زمین سے سبزے کی مانند اُگایا۔ پھر تم کو اسی میں لوٹا دے گا اور تم کو باہر نکالے گا۔ |

## انسان کی تخلیق وموت وبعث کے برحق ہونے کا بیان

"وَاللَّه أَنْبَتكُمْ " خَلَقَكُمْ "مِنْ الْأَرْض" إِذْ خَلَقَ أَبَاكُمْ آدَم مِنْهَا "ثُمَّ يُعِيدكُمْ فِيهَا" مَقْبُورِينَ "وَيُخْرِجكُمْ" لِلْبَعْثِ،

اور اللہ نے تمہیں زمین سے سبزے کی مانند اُگایا۔ یعنی پیدا کیا ہے۔ جب اس نے تمہیں تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمائی ہے۔ پھر تم کو اسی زمین یعنی قبروں میں لوٹا دے گا اور پھر تم کو اسی سے دوبارہ باہر نکالے گا۔

یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو، جنہیں مٹی سے بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔ یا اگر تمام انسانوں کو مخاطب سمجھا جائے، تو مطلب ہوگا کہ تم جس نطفے سے پیدا ہوتے ہو وہ اسی خوراک سے بنتا ہے جو زمین سے حاصل ہوتی ہے، اس اعتبار سے سب کی پیدائش کی اصل زمین ہی قرار پائی ہے۔

| وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا۝ لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا سُبُلًا فِجَاجًا۝ |
| --- |
| اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔ تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔ |

## زمین کو بہ طور فرش اور وسیع راستے بنانے کا بیان

"وَاللَّه جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْض بِسَاطًا" مَبْسُوطَة "لِتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا" طُرُقًا "فِجَاجًا" وَاسِعَة،

اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔ یعنی اس کو بچھونا بنایا ہے تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔ جو وسیع راستے ہیں۔

یعنی اس زمین پر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے کشادہ راستے بنا دیے ہیں تاکہ انسان آسانی کے ساتھ ایک دوسری جگہ، ایک شہر سے دوسرے شہر یا ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکے اس لیے یہ راستے بھی انسان کی کاروباری اور تمدنی ضرورت ہے جس کا انتظام کرکے اللہ نے انسانوں پر احسان عظیم کیا ہے۔

| قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا۝ |
| --- |
| نوح (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور اس کی پیروی کرتے رہے |

جس کے مال ودولت اوراولاد نے انہیں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں بڑھایا۔

## سرکش امراء کی اتباع کرنے والوں کے نقصان کا بیان

"قَالَ نُوح رَبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا" أَيْ السَّفَلَة وَالْفُقَرَاء "مَنْ لَمْ يَزِدْهُ مَاله وَوُلْده" وَهُمْ الرُّؤَسَاء الْمُنْعَم عَلَيْهِمْ بِذَلِكَ وَوُلْد بِضَمِّ الْوَاو وَسُكُون اللَّام وَبِفَتْحِهِمَا وَالْأَوَّل قِيلَ جَمْع وَلَد بِفَتْحِهِمَا كَخُشْبٍ وَخَشَب وَقِيلَ بِمَعْنَاهُ كَبُخْلٍ وَبَخَل "إلَّا خَسَارًا" طُغْيَانًا وَكُفْرًا،

نوح علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور اس کمزور وفقراء سرکش رؤساء کے طبقے کی پیروی کرتے رہے جس کے مال ودولت اور اولاد نے انہیں سوائے نقصان کے اور کچھ نہیں بڑھایا۔ یہاں پر لفظ ولد یہ واؤ کے ضمہ اور لام کے سکون کے ساتھ اور اول کے فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے ولد کی جمع ہے۔ جو واؤ اور لام دونوں کی فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ جس طرح خشب اور خشب آیا ہے اور بخل اور بخل کی طرح بھی کہا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی گزشتہ شکایتوں کے ساتھ ہی جناب باری تعالیٰ میں اپنی قوم کے لوگوں کی اس روش کو بھی بیان کیا کہ میری پکار کو جو ان کے لئے سراسر نفع بخش تھی انہوں نے کان تک نہ لگایا ہاں اپنے مالداروں اور بیفکروں کی مان لی جو تیرے امر سے بالکل غافل تھے اور مال واولاد کے پیچھے مست تھی، گوفی الواقع وہ مال واولاد بھی ان کے لئے سراسر وبال جان تھی، کیونکہ ان کی وجہ سے وہ پھولتے تھے اور اللہ کو بھولتے تھے اور زیادہ نقصان میں اترتے جاتے تھے (ولدہ) کی دوسری قرأت (ولدہ) بھی ہے اور ان رئیسوں نے جو مال وجاہ والے تھے ان سے بڑی مکاری کی۔ (کُبَّارِ) اور (کِبَّار) دونوں معنی میں کبیر کے ہیں یعنی بہت بڑا۔ قیامت کے دن بھی یہ لوگ یہیں کہیں گے کہ تم دن رات مکاری سے ہمیں کفر وشرک کا حکم کرتے رہے اور انہی بڑوں نے ان چھوٹوں سے کہا کہ اپنے ان بتوں کو جنہیں تم پوجتے رہے ہرگز نہ چھوڑنا۔

| |
|---|
| وَ مَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا |
| سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۝ |
| اور وہ بڑی بڑی چالیں چلتے رہے۔ اور کہتے رہے کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا اور وَدّ اور سُوَاع |
| اور یَغُوث اور یَعُوق اور نَسر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ |

## قوم نوح کا بت پرستی پر اڑے رہنے کا بیان

"وَمَكَرُوا" أَيْ الرُّؤَسَاء "مَكْرًا كُبَّارًا" عَظِيمًا جِدًّا بِأَنْ كَذَّبُوا نُوحًا وَآذَوْهُ وَمَنْ اتَّبَعَهُ، "وَقَالُوا" لِلسَّفَلَةِ "لَا تَذَرُونَّ آلِهَتكُمْ وَلَا تَذَرُونَّ وَدًّا" بِفَتْحِ الْوَاو وَضَمّهَا "وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوث وَيَعُوق وَنَسْرًا" هِيَ أَسْمَاء أَصْنَامهمْ،

اور (عوام کو گمراہی میں رکھنے کے لئے) وہ بڑی بڑی چالیں چلتے رہے۔ کیونکہ انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب کی اور آپ کو اور آپ کی اتباع کرنے والوں کا تکالیف دیں اور کہتے رہے کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑنا اور وَدّ، یہاں پر لفظ وَد یہ واؤ فتحہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور سُوَاع اور یغُوث اور یعُوق اور نَسر کو ہر گز نہ چھوڑنا۔ یہ ان کے بتوں کے نام ہیں۔

امام بغوی نے نقل کیا ہے کہ یہ پانچوں دراصل اللہ کے نیک وصالح بندے تھے جو آدم علیہ السلام اور نوح کے درمیانی زمانے میں گزرے تھے ان کے بہت سے لوگ معتقد اور متبع تھے ان لوگوں نے ان کی وفات کے بعد بھی ایک عرصہ دراز تک انہیں کے نقش قدم پر عبادت اور اللہ کے احکام کی اطاعت جاری رکھی۔ کچھ عرصہ کے بعد شیطان نے ان کو سمجھایا کہ تم اپنے جن بزرگوں کے تابع عبادت کرتے ہو اگر ان کی تصویریں بنا کر سامنے رکھا کرو تو تمہاری عبادت بڑی مکمل ہو جائے گی خشوع وخضوع حاصل ہوگا۔ یہ لوگ اس فریب میں آ کے ان کے مجسمے بنا کر عبادت گاہ میں رکھنے اور ان کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہو جانے سے ایک خاص کیفیت محسوس کرنے لگے یہاں تک کہ اسی حال میں یہ لوگ سب یکے بعد دیگرے مرگئے اور بالکل نئی نسل نے ان کی جگہ لے لی تو شیطان نے ان کو یہ پڑھایا کہ تمہارے بزرگوں کے خدا اور معبود بھی بت تھے وہ انہیں کی عبادت کیا کرتے تھے یہاں سے بت پرستی شروع ہوگئی اور ان پانچ بتوں کی عظمت ان کے دلوں میں چونکہ سب سے زیادہ بیٹھی ہوئی تھی اس لئے باہمی معاہدے میں ان کا نام خاص طور سے لیا گیا۔ (تفسیر بغوی، سورہ نوح، بیروت)

| |
|---|
| وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا |
| فَاُدْخِلُوْا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ |
| اور واقعی انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا، سو تو ظالموں کو سوائے گمراہی کے نہ بڑھا۔ وہ اپنے گناہوں کے سبب غرق |
| کردیئے گئے، پھر آگ میں ڈال دیئے گئے، سو وہ اپنے لئے اللہ کے مقابل کسی کو مددگار نہ پا سکے۔ |

## قوم نوح کا کثیر لوگوں کو گمراہ کرنے کا بیان

"وَقَدْ أَضَلُّوا" بِهَا "كَثِيرًا" مِنَ النَّاسِ بِأَنْ أَمَرُوهُمْ بِعِبَادَتِهِمْ "وَلَا تَزِدْ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا" عَطْفًا عَلَى قَدْ أَضَلُّوا دَعَا عَلَيْهِمْ لَمَّا أُوحِيَ إِلَيْهِ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِن مِنْ قَوْمك إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ، "مِمَّا" مَا صِلَة "خَطَايَاهُمْ" وَفِي قِرَاءَة خَطِيئَاتِهِمْ بِالْهَمْزِ "أُغْرِقُوا" بِالطُّوفَانِ "فَأُدْخِلُوا نَارًا" عُوقِبُوا بِهَا عَقِب الْإِغْرَاق تَحْت الْمَاء "فَلَمْ يَجِدُوا لَهُمْ مِنْ دُون" "أَيْ غَيْر "اللَّه أَنْصَارًا" يَمْنَعُونَ عَنْهُمْ الْعَذَاب،

اور واقعی انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا، یعنی وہ ان کا امر ان کی عبادت تھا۔ پس اے میرے رب! تو بھی ان ظالموں کو سوائے گمراہی کے کسی اور چیز میں نہ بڑھا۔ اس کا جملے کا عطف قد اضلوا پر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعائے ضرر اس وقت

کی تھی جب آپ کی طرف وحی کی گئی تھی کہ آپ کی قوم سے جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی اور ایمان نہ لائیں گے۔
بالآخر وہ اپنے گناہوں کے سبب طوفان میں غرق کر دیئے گئے، ایک قرأت میں خطیاتہم ہمزہ کے ساتھ آیا ہے۔ پھر آگ میں ڈال دیئے گئے، یعنی یہ سزا انہیں غرق ہونے کے ساتھ ہی تحت الماء دی گئی۔ سو وہ اپنے لئے اللہ کے مقابل کسی کو مددگار نہ پا سکے۔ جو انہیں عذاب سے بچاتے۔
یعنی یہ بت بہت سے لوگوں کے لئے گمراہی کا سبب ہوئے یا یہ معنی ہیں کہ روساءِ قوم نے بتوں کی عبادت کا حکم کر کے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔
یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ہے جب انہیں وحی سے معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان لا چکے قوم میں انکے سوا اور لوگ ایمان لانے والے نہیں تب آپ نے یہ دعا کی۔

| |
|---|
| وَ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ |
| يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ |
| اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کیا: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا باقی نہ چھوڑ۔ بے شک |
| اگر تو انہیں چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے، اور وہ بدکار سخت کافر اولاد کے سوا کسی کو جنم نہیں دیں گے۔ |

## حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کے فسق و فجور کے سبب دعائے ضرر کرنے کا بیان

"وَقَالَ نُوح رَبّ لَا تَذَر عَلَى الْأَرْض مِنْ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا" أَيْ نَازِل دَار وَالْمَعْنَى أَحَدًا، "إِنَّك إِنْ تَذَرهُمْ يُضِلُّوا عِبَادك وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا" مَنْ يَفْجُر وَيَكْفُر قَالَ ذَلِكَ لِمَا تَقَدَّمَ مِنْ الْإِيحَاء إِلَيْهِ،

اور نوح علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا باقی نہ چھوڑ۔ یعنی جو کوئی گھر میں رہنے والا ہے اس کو زندہ نہ چھوڑ۔ بے شک اگر تو انہیں زندہ چھوڑے گا تو وہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتے رہیں گے، اور وہ بدکار اور سخت کافر اولاد کے سوا کسی کو جنم نہیں دیں گے۔ یعنی جو فسق و کفر کرے گا۔ فرمایا کہ آپ نے یہ دعائے ضرر وحی آنے کے بعد کی تھی۔
اللہ اب تو ان ناشکروں میں سے ایک کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ اور یہی ہوا بھی کہ سارے کے سارے غرق کر دیئے گئے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کا سگا بیٹا جو باپ سے الگ رہا تھا وہ بھی نہ بچ سکا، سمجھا تو یہ تھا کہ پانی میرا کیا بگاڑ لے گا میں کسی بڑے پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا لیکن وہ پانی تو نہ تھا وہ تو غضب الٰہی تھا، وہ تو بددعائے نوح تھا اس سے بھلا کون بچا سکتا تھا؟ پانی نے اسے وہیں جالیا اور اپنے باپ کے سامنے باتیں کرتے کرتے ڈوب گیا۔
ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر طوفان نوح میں اللہ تعالیٰ کسی پر رحم کرتا تو اس کے لائق وہ عورت

تھی جو پانی کو ابلتے اور برستے دیکھ کر اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور پہاڑ پر چڑھ گئی جب پانی وہاں بھی آ گیا ہے تو بچے کو اٹھا کر اپنے مونڈھے پر بٹھا لیا جب پانی وہاں پہنچا تو اس نے بچے کو سر پر اٹھا لیا، جب پانی سر تک جا چڑھا تو اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر سر سے بلند کر لیا لیکن آخر پانی وہاں تک جا پہنچا اور ماں بیٹا ڈوب گئے، اگر اس دن زمین کے کافروں میں سے کوئی بھی قابل رحم ہوتا تو یہ عورت تھی مگر یہ بھی نہ بچ سکی نہ ہی بیٹے کو بچا سکی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نوح، بیروت)

| |
|---|
| رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا |
| وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا۠ |
| اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور ہر اس شخص کو جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہوا |
| اور مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو، اور ظالموں کے لئے سوائے ہلاکت کے کچھ زیادہ نہ فرما۔ |

## اپنے والدین سے لیکر قیامت تک آنے والے اہل ایمان کیلئے دعائے بخشش مانگنے کا بیان

"رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ" وَكَانَا مُؤْمِنَيْنِ "وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي" مَنْزِلِي أَوْ مَسْجِدِي "مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَات" إِلَى يَوْم الْقِيَامَة "وَلَا تَزِدْ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا" هَلَاكًا فَأُهْلِكُوا،

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو جو اہل ایمان تھے۔ اور ہر اس شخص کو جو مومن ہو کر میرے گھر میں داخل ہوا یعنی میرے مکان یا میری مسجد میں داخل ہوا ہے۔ اور جملہ مومن مردوں کو اور مومن عورتوں کو جو قیامت تک آنے والے ہیں، اور ظالموں کے لئے سوائے ہلاکت کے کچھ بھی زیادہ نہ فرما۔ لہٰذا وہ ہلاک کر دیئے گئے۔

صرف وہ باایمان ہستیاں باقی رہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں تھیں اور حضرت نوح نے انہیں اپنے ساتھ اپنی کشتی میں سوار کر لیا تھا، چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو سخت تلخ اور دیرینہ تجربہ ہو چکا تھا اس لئے اپنی ناامیدی کو ظاہر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ یا الٰہی میری چاہت ہے کہ ان تمام کفار کو برباد کر دیا جائے، ان میں سے جو بھی باقی بچ رہا وہ ہی دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے گا اور جو نسل اس کی پھیلے گی وہ بھی اسی جیسی بدکار اور کافر ہو گی، ساتھ ہی اپنے لئے بخشش طلب کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرے رب، مجھے بخش میرے والدین کو بخش اور ہر اس شخص کو جو میرے گھر میں آ جائے اور ہو بھی وہ باایمان، گھر سے مراد مسجد بھی لی ہے لیکن عام مراد یہی ہے، مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن ہی کے ساتھ بیٹھو، رہو، سہو اور صرف پرہیزگار ہی تیرا کھانا کھائیں، یہ حدیث ابوداؤد اور ترمذی میں بھی ہے۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں صرف اسی اسناد سے یہ حدیث معروف ہے، پھر اپنی دعا کو عام کرتے ہیں اور کہتے ہیں تمام ایماندار مرد و عورت کو بھی بخش خواہ زندہ ہوں خواہ مردہ اسی لئے مستحب ہے کہ ہر شخص اپنی دعا میں دوسرے مومنوں کو بھی شامل رکھے تا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اقتدار بھی ہو جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نوح، بیروت)

# سُورَةُ الْجِنّ

# یہ قرآن مجید کی سورت جن ہے

## سورت جن کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْجِنّ (مَكِّيَّة وَ آيَاتهَا ثَمَان وَعِشْرُونَ)

سورۂ جن مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، اٹھائیس، آیات، دوسو پچاس کلمات، آٹھ سو ستر حروف ہیں۔

## سورت جن کی وجہ تسمیہ کا بیان

الجن اس سورت کا نام بھی ہے اوراس کے مضامین کا عنوان بھی، کیونکہ اس میں جنوں کے قرآن سن کر جانے اوراپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کرنے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا اسی مناسب کے سبب یہ سورت الجن کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

## سورت الجن کے شان نزول کا بیان

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ (ایک دن) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ساتھ سوق عکاظ کی طرف ارادہ کر کے چلے اور (اس وقت) شیاطین کو آسمان کی خبریں لانے سے روک دیا گیا تھا اوران پر شعلے پھینکے جاتے تھے، پس شیاطین اپنی قوم کے پاس لوٹ آئے، قوم نے کہا تمہارا کیا حال ہے؟ اب کی مرتبہ کوئی خبر نہیں لائے، شیاطین نے کہا کہ ہمارے لئے آسمان تک جانا ممنوع کر دیا گیا اوراب ہمارے اوپر شعلے پھینکے جاتے ہیں،قوم نے کہا کہ تمہارے آسمان تک جانے کی رکاوٹ کی کوئی خاص ایسی نئی وجہ پیدا ہوئی ہے، جو حال ہی میں ظاہر ہوئی ہے، لہٰذا زمین کے مشرق اور مغرب کی تمام جوانب میں سفر کرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے، جس نے تمہارے اور آسمانی خبر کے درمیان رکاوٹ ڈال دی (چنانچہ وہ لوگ اس تلاش میں نکلے) تو جو لوگ ان میں سے تہامہ کی طرف آئے تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ اس وقت مقام نخلہ میں سوق عکاظ جارہے تھے (چنانچہ جب یہ جنات وہاں پہنچے ہیں تو) آپ (اس وقت) اپنے اصحاب کے ہمراہ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، جب ان جنوں نے قرآن کو سنا تو اس کو سنتے رہے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم یہی ہے جس نے تمہارے اور آسمان کی خبر کے درمیان میں رکاوٹ ڈال دی، پس وہیں سے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر گئے، تو کہنے لگے کہ اے ہماری قوم (کے لوگو!) ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ بتاتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور (اب) ہم ہرگز اپنے پروردگار کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتیں نازل فرمائیں (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا

سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا، الجن:1) اور آپ پر جنوں کی گفتگو نقل کی گئی۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 744)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ جنوں کو دیکھا اور نہ ان کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عکاظ کے بازار جانے کے لئے نکلے تو شیطانوں اور وحی کے درمیان پردہ حائل کر دیا گیا اور ان پر شعلے برسنے لگے اس پر شیاطین اپنی قوم کے پاس واپس آئے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ کہنے لگے ہم سے آسمان کی خبریں روک دی گئی ہیں اور شعلے برسائے جا رہے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ یہ کسی نئے حکم کی وجہ سے ہے لہٰذا تم لوگ مشرق و مغرب میں گھوم پھر کر دیکھو کہ وہ کیا چیز ہے۔ جس کی وجہ سے ہم سے خبریں روک دی گئی ہیں وہ نکلے جو لوگ تہامہ کی طرف جا رہے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نخلہ کے مقام پر پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے۔ کہ اس جگہ فجر کی نماز پڑھنے لگے۔ جب جنوں نے قرآن سنا تو کان لگا کر سننے لگے کہ اللہ کی قسم یہی چیز ہے جو تم لوگوں تک خبریں پہنچنے سے روک رہی ہے پھر وہ واپس اپنی قوم کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے اے قوم ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی (قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا، فرما دیں مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے۔ پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب کہ سمجھاتا ہے نیک راہ۔ سو ہم اس پر یقین لائے اور ہرگز نہ شریک بتلائیں گے ہم اپنے رب کا کسی کو۔ الجن)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جنوں کا قول ہی نازل کر دیا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1273)

| |
|---|
| قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا٥ |
| آپ فرما دیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے غور سے سنا، تو کہنے لگے: |
| بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ |

## نماز فجر میں جنات کی جماعت کے قرآن سننے کا بیان

"قُلْ" يَا مُحَمَّد لِلنَّاسِ "أُوحِيَ إِلَيَّ" أَيْ أُخْبِرْت بِالْوَحْيِ مِنْ اللّٰه تَعَالَى "أَنَّهُ" الضَّمِير لِلشَّأْنِ "اسْتَمَعَ" لِقِرَاءَتِي "نَفَر مِنْ الْجِنّ" جِنّ نَصِيبِينَ وَذَٰلِكَ فِي صَلَاة الصُّبْح بِبَطْنِ نَخْل مَوْضِع بَيْن مَكَّة وَالطَّائِف وَهُمْ الَّذِينَ ذُكِرُوا فِي قَوْله تَعَالَى "وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْك نَفَرًا مِنْ الْجِنّ" الْآيَة "فَقَالُوا" لِقَوْمِهِمْ لَمَّا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ "إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا" يُتَعَجَّب مِنْهُ فِي فَصَاحَته وَغَزَارَة مَعَانِيه وَغَيْر ذَٰلِكَ،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے فرما دیں: میری طرف وحی کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعے خبر دی گئی

ہے یہاں پر لفظ انہ میں ضمیر شان ہے۔ کہ جنات کی ایک جماعت نے میری تلاوت کو غور سے سنا، اور وہ نصیبین جنات کی جماعت تھی اور یہ واقعہ نماز صبح میں پیش آیا جو وادی نخلہ میں پیش آیا تھا اور یہ وادی مکہ اور طائف کے درمیان ہے۔ اور یہ وہی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں آیا ہے "وَاِذْ صَرَفْنَا اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ" الْاٰيَة " تو جا کر اپنی قوم سے کہنے لگے: بیشک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ یعنی اس کی لفظی فصاحت اور معنوی بلاغت وغیرہ پر تعجب کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جن آسمان کی طرف چڑھا کرتے تھے کہ وحی کی باتیں سن سکیں چنانچہ ایک کلمہ سن کر نو بڑھا دیتے۔ لہٰذا جو بات سنی ہوتی وہ سچ ہو جاتی اور زیادہ کرتے تو جھوٹی ہو جاتی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ان کی بھینٹ چھن گئی انہوں نے ابلیس سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس سے پہلے انہیں تاروں سے بھی نہیں مارا جاتا تھا ابلیس کہنے لگا کہ یہ کسی نئے حادثے کی وجہ سے ہوا ہے۔

جو زمین پر واقع ہوا ہے پھر اس نے اپنے لشکر روانہ کئے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاید مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے ہو کر قرآن پڑھتے ہوئے پایا۔ چنانچہ واپس آئے اور اس سے ملاقات کر کے بتایا۔ وہ کہنے لگے یہی نیا واقعہ ہے جو زمین پر ہوا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1275)

| |
|---|
| يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى |
| جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝ |
| جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ |
| اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنا رکھی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد۔ |

## ایمان و حق کی جانب ہدایت دیئے جانے کا بیان

"يَهْدِي إِلَى الرُّشْد" الْإِيمَان وَالصَّوَاب "فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِك" بَعْد الْيَوْم "وَأَنَّهُ" الضَّمِير لِلشَّأْنِ فِيهِ وَفِي الْمَوْضِعَيْنِ بَعْده "تَعَالَى جَدّ رَبّنَا" تَنَزَّهَ جَلَاله وَعَظَمَته عَمَّا نُسِبَ إِلَيْهِ "مَا اتَّخَذَ صَاحِبَة" زَوْجَة،

جو ہدایت یعنی ایمان و حق کی راہ دکھاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور آج کے بعد اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہاں پر بھی انہ میں ضمیر شان ہے۔ جو ان دونوں مقامات اور ان کے بعد ہے۔ اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، یعنی اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و شان میں ان تمام چیزوں سے بلند و بالا ہے جن کی طرف مشرکین منسوب کرتے ہیں اس نے نہ کوئی بیوی بنا رکھی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد۔

پھر یہ جنات اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ ہم رب کے کام قدرت والے اس کے احکام بہت بلند و بالا، بڑا ذیشان اور ذی

عزت ہے، اس کی نعمتیں، قدرتیں اور مخلوق پر مہربانیاں بہت باوقعت ہیں اس کی جلالت وعظمت بلند پایہ ہے اس کا جلال واکرام بڑھا چڑھا ہے اس کا ذکر بلند رتبہ ہے اس کی شان اعلیٰ ہے، ایک روایت میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ (جد) کہتے ہیں باپ کو۔ اگر جنات کو یہ علم ہوتا کہ انسانوں میں جد ہوتا ہے تو وہ اللہ کی نسبت یہ لفظ نہ کہتے، یہ قول گوسنداً قوی ہے لیکن کلام بنتا نہیں اور کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آتا ممکن ہے اس میں کچھ کلام چھوٹ گیا ہو واللہ اعلم، پھر اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اللہ اس سے پاک اور برتر ہے کہ اس کی بیوی ہو یا اس کی اولاد ہو، پھر کہتے ہیں کہ ہمارا بیوقوف یعنی شیطان اللہ پر جھوٹ تہمت رکھتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مراد اس سے عام ہو یعنی جو شخص اللہ کی اولاد اور بیوی ثابت کرتا ہے بے عقل ہے، جھوٹ بکتا ہے، باطل عقیدہ رکھتا ہے اور ظالمانہ بات منہ سے نکالتا ہے، پھر فرماتے ہیں کہ ہم تو اسی خیال میں تھے کہ جن وانس اللہ پر جھوٹ نہیں باندھ سکتے لیکن قرآن سن کر معلوم ہوا کہ یہ دونوں جماعتیں رب العالمین پر تہمت رکھتی تھیں دراصل اللہ کی ذات اس عیب سے پاک ہے، پھر کہتے ہیں کہ جنات کے زیادہ بہکنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ دیکھتے تھے کہ انسان جب کبھی کسی جنگل یا ویرانے میں جاتے ہیں تو جنات کی پناہ طلب کیا کرتے ہیں، جیسے کہ جاہلیت کے زمانہ کے عرب کی عادت تھی کہ جب کبھی کسی پڑاؤ پر اترتے تو کہتے کہ اس جنگل کے بڑے جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اور سمجھتے تھے کہ ایسا کہہ لینے کے بعد تمام جنات کے شر سے ہم محفوظ ہو جاتے ہیں جس طرح کسی شہر میں جاتے تو وہاں کے بڑے رئیس کی پناہ لے لیتے تاکہ شہر کے اور دشمن لوگ انہیں ایذاء نہ پہنچائیں، جنوں نے جب یہ دیکھا کہ انسان بھی ہماری پناہ لیتے ہیں تو ان کی سرکشی اور بڑھ گئی اور انہوں نے اور بری طرح انسانوں کو ستانا شروع کیا اور یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ جنات نے یہ حالت دیکھ کر انسانوں کو اور خوف زدہ کرنا شروع کیا اور انہیں طرح طرح سے ستانے لگے۔

دراصل جنات انسانوں سے ڈرا کرتے تھے جیسے کہ انسان جنوں سے بلکہ اس سے بھی زیادہ یہاں تک کہ جس جنگل بیابان میں انسان جا پہنچتا تھا وہاں سے جنات بھاگ کھڑے ہوتے تھے لیکن جب سے اہل شرک نے خود ان سے پناہ مانگنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس وادی کے سردار جن کی پناہ میں ہم آتے ہیں اس سے کہ ہمیں ہماری اولاد ومال کو کوئی ضرر نہ پہنچے اب جنوں نے سمجھا کہ یہ تو خود ہم سے ڈرتے ہیں تو ان کی جرات بڑھ گئی اور اب طرح طرح سے ڈرانا ستانا اور چھیڑنا انہوں نے شروع کیا، وہ گناہ، خوف، طغیانی اور سرکشی میں اور بڑھ گئے۔ کردم بن ابوسائب انصاری کہتے ہیں میں اپنے والد کے ہمراہ مدینہ سے کسی کام کے لئے باہر نکلا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو چکی تھی اور مکہ شریف میں آپ بحیثیت پیغمبر ظاہر ہو چکے تھے رات کے وقت ہم ایک چرواہے کے پاس جنگل میں ٹھہر گئے آدھی رات کے وقت ایک بھیڑیا آیا اور بکری اٹھا کر لے بھاگا، چرواہا اس کے پیچھے دوڑا اور پکار کر کہنے لگا اے اس جنگل کے آباد رکھنے والے تیری پناہ میں آیا ہوا ایک شخص لٹ گیا ساتھ ہی ایک آواز آئی حالانکہ کوئی شخص نظر نہ آتا تھا کہ اے بھیڑیئے اس بکری کو چھوڑ دے تھوڑی دیر میں ہم نے دیکھا کہ وہی بکری بھاگی بھاگی آئی اور ریوڑ میں مل گئی اسے زخم بھی نہیں لگا تھا یہی بیان اس آیت میں ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں اتری کہ بعض لوگ جنات کی پناہ مانگا کرتے تھے، ممکن ہے کہ یہ بھیڑیا بن کر آنے والا بھی جن ہی ہو اور بکری کے بچے کو پکڑ کر لے گیا ہو اور چرواہے کی اس دہائی پر چھوڑ

دیا ہوتا کہ چرواہے کو اور پھر اس کی بات سن کر اوروں کو اس بات کا یقین کامل ہو جائے کہ جنات کی پناہ میں آ جانے سے نقصانات سے محفوظ رہتے ہیں اور پھر اس عقیدے کے باعث وہ اور گمراہ ہوں اور اللہ کے دین سے خارج ہو جائیں واللہ اعلم۔ یہ مسلمان جن اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ اے جنو جس طرح تمہارا گمان تھا اسی طرح انسان بھی اسی خیال میں تھے کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جن، بیروت)

| |
|---|
| وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝ وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ |
| اور یہ کہ ہم میں سے کوئی اَحمق ہی اللہ کے بارے میں حق سے دور حد سے گزری ہوئی باتیں کہا کرتا تھا۔ |
| اور یہ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ پر بہتان میں غلو کرنے والے جہلاء کا بیان

"سَفِيهُنَا" جَاهِلُنَا "عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا" غَلْوًا فِي الْكَذِبِ بِوَصْفِهِ بِالصَّاحِبَةِ وَالْوَلَد "وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ" مُخَفَّفَةٌ أَيْ أَنَّهُ "لَنْ تَقُول الْإِنْس وَالْجِنّ عَلَى اللّٰه كَذِبًا" بِوَصْفِهِ بِذَلِكَ حَتَّى تَبَيَّنَّا كَذِبهمْ بِذَلِكَ،

اور یہ کہ ہم میں سے کوئی اَحمق ہی اللہ کے بارے میں حق سے دور حد سے گزری ہوئی باتیں کہا کرتا تھا۔ یعنی وہ غلو کرتے ہوئے صاحب وولد کی جھوٹی صفت سے منسوب کرتا ہے۔ اور یہ کہ ہم گمان کرتے تھے، یہاں پر لفظ اَن مخففہ ہے۔ کہ انسان اور جن اللہ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے۔ یہاں تک ان کا جھوٹ ہم پر واضح ہو گیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وانہ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ وانہ تعالیٰ۔ الخ پر ہے واوحرف عطف۔ ان حرف مشبہ بفعل ہ ضمیر شان واسم ان باقی جملہ اس کی خبر۔ ہ ضمیر کا مرجع سفیہنا ہے کان یقول: ماضی استمراری صیغہ واحد مذکر غائب۔ سفیہنا مضاف مضاف الیہ۔ صیغہ سے مراد نادان ہے یا بقول قتادہ مجاہد۔ اس سے مراد ابلیس ہے اذ لیس فوقہ سفیہ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نادان اور جاہل نہیں ہے۔

قاضی بیضاوی اور خازن نے بھی اس سے مراد ابلیس ہی لیا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد سرکش جنات ہیں اور سفیہنا کا ترجمہ ہوگا:۔ ہم میں سے کا جاہل و نادان۔ شططا۔ یہ مصدر ہے (باب نصر وضرب) اس کے اصل معنی افراط بعد کے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ دور ہونے کے ہیں اور چونکہ حد سے بڑھنا جور وستم ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اسی لئے اس بات کو جو حق سے دور ہو شططا کہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن پاک میں آیا ہے:۔

فاحکم بیننا بالحق ولا تشططا تو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی سے کام نہ لیجئے گا۔ آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا:۔ اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف (ایسے بھی ہو گزرے) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور دور از حق باتیں بنایا کرتے

تھے (یعنی یہ کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں)۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا٥

اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض افراد کی پناہ لیتے تھے، سوان لوگوں نے ان جنات کی سرکشی اور بڑھادی۔

## انسانوں کا جنات سے پناہ طلب کرنے کا بیان

"وَاَنَّهُ كَانَ رِجَال مِنْ الْإِنْس يَعُوذُونَ" يَسْتَعِيذُونَ "بِرِجَالٍ مِنْ الْجِنّ" حِين يَنْزِلُونَ فِي سَفَرهمْ بِمَخُوفٍ فَيَقُول كُلّ رَجُل أَعُوذ بِسَيِّدِ هَذَا الْمَكَان مِنْ شَرّ سُفَهَائِهِ "فَزَادُوهُمْ" بِعَوْذِهِمْ بِهِمْ "رَهَقًا" فَقَالُوا سُدْنَا الْجِنّ وَالْإِنْس،

اور یہ کہ انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض افراد کی پناہ لیتے تھے، یعنی جب وہ اپنے سفر میں خوفناک مقام پر ٹھہرتے تو ان میں سے ہر ایک شخص یوں کہتا کہ اس جگہ کے سردار جن کی پناہ میں آتا ہوں جو مجھے بے وقوف جنوں سے بچائے۔ سو ان لوگوں نے ان جنات کی سرکشی اور بڑھادی۔ تو ان جنات نے کہا کہ ہم جن وانس پر سردار ہو گئے ہیں۔

## حضرت رافع بن عمیر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا بیان

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ رافع بن عمیر صحابی نے اپنے اسلام قبول کرنے کا ایک واقعہ یہ بتلایا ہے کہ میں ایک رات ایک ریگستان میں سفر کررہا تھا۔ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا میں اپنی اونٹنی سے اترا اور سو گیا اور سونے سے پہلے میں نے اپنی قوم کی عادت کے مطابق یہ الفاظ کہہ لئے ان اعوذ بعظیم هذا الوادی من الجن یعنی میں پناہ لیتا ہوں اس جنگل کے جنات کے سردار کی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے اس کو وہ میری ناقہ کے سینہ پر رکھنا چاہتا ہے، میں گھبرا کر اٹھا اور دائیں بائیں کچھ نہ پایا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ شیطانی خیال ہے۔ خواب اصلی نہیں اور پھر سو گیا اور بالکل غافل ہو گیا۔ تو پھر وہی خواب دیکھا پھر میں اٹھا اور اپنی ناقہ کے چاروں طرف پھرا کچھ نہ پایا مگر ناقہ کو دیکھا کہ وہ کانپ رہی ہے۔ میں پھر جا کر اپنی جگہ سو گیا تو پھر وہی خواب دیکھا میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ میری ناقہ تڑپ رہی ہے اور پھر دیکھا ایک نوجوان ہے جس کے ہاتھ میں حربہ ہے یہ وہی شخص تھا جس کو خواب میں ناقہ پر حملہ کرتے دیکھا تھا اور ساتھ ہی یہ دیکھا کہ ایک بوڑھے آدمی نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا ہے جو ناقہ پر حملہ کرنے سے اس کو روک رہا ہے۔ اسی عرصہ میں تین گورخر سامنے آئے تو بوڑھے نے اس نوجوان سے کہا ان تینوں میں سے جس کو تو پسند کرے وہ لے لے اور اس انسان کے ناقہ کو چھوڑ دے۔ وہ جوان ایک گورخر لے کر رخصت ہو گیا پھر اس بوڑھے نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے بے وقوف جب تو کسی جنگل میں ٹھہرے اور وہاں کے جنات وشیاطین سے خطرہ ہو تو یہ کہا کہ اعوذ باللہ رب محمد من ہول ہذا الوادی یعنی میں پناہ پکڑتا ہوں رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس جنگل کے خوف اور شر سے اور کسی جن سے پناہ نہ مانگا کر۔ کیونکہ وہ زمانہ چلا گیا جب انسان جنوں کی پناہ لیتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون ہیں۔ اس نے کہا

کہ یہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، نہ شرقی نہ غربی، پیر کے روز یہ مبعوث ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہاں کہاں رہتے ہیں، اس نے بتلایا کہ وہ یثرب میں رہتے ہیں جو کھجوروں کی بستی ہے۔ میں نے صبح ہوتے ہی مدینہ کا راستہ لیا اور سواری کو تیز چلایا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرا سارا واقعہ مجھے سنا دیا اس سے پہلے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ذکر کروں اور مجھے اسلام کی دعوت دی میں مسلمان ہو گیا۔ سعید بن جبیر اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے تھے کہ ہمارے نزدیک اسی معاملہ کے متعلق قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ جن، لاہور)

| |
|---|
| وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا٥ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ |
| فَوَجَدْنٰـهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا٥ |
| اور وہ انسان بھی ایسا ہی گمان کرنے لگے جیسا گمان تم نے کیا کہ اللہ ہرگز کسی کو نہیں اٹھائے گا۔ اور یہ کہ ہم نے |
| آسمانوں کو چھوا، اور انہیں سخت پہرہ داروں اور جلنے اور چمکنے والے ستاروں سے بھرا ہوا پایا۔ |

## شہاب ثاقب وملائکہ سے حفاظت کا بیان

"وَّأَنَّهُمْ" أَيْ الْجِنّ "ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ" يَا إِنْس "أَنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة أَيْ أَنَّهُ "لَنْ يَبْعَث اللَّه أَحَدًا" بَعْد مَوْته، قَالَ الْجِنّ "وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاء" رُمْنَا اسْتِرَاق السَّمْع "فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا" مِنْ الْمَلَائِكَة "شَدِيدًا وَشُهُبًا" نُجُومًا مُحْرِقَة وَذَلِكَ لَمَّا بُعِثَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اور اے انسانو! وہ جنات بھی ایسا ہی گمان کرنے لگے جیسا گمان تم نے کیا، یہاں پر لفظ اَن یہ مخففہ عن ثقیلہ ہے۔ یعنی اَنہ ہے کہ اللہ مرنے کے بعد ہرگز کسی کو نہیں اٹھائے گا۔ اور جنات نے کہا کہ ہم نے آسمانوں کو چھوا، یعنی چوری چھپے سننے کیلئے آسمان کا ارادہ کیا۔ اور انہیں سخت پہرہ داروں اور انگاروں کی طرح جلنے اور چمکنے والے ستاروں اور فرشتوں سے بھرا ہوا پایا۔ یہ اس وقت ہوا ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

مسلمان جن یہ سب گفتگو اپنی قوم سے کر رہے ہیں۔ یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو ہرگز قبروں سے نہ اٹھائے گا۔ یا آئندہ کوئی پیغمبر مبعوث نہ کرے گا۔ جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے۔ اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے جو لوگوں کو بتلاتا ہے کہ تم سب موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جاؤ گے اور رتی رتی کا حساب دینا ہوگا۔

| |
|---|
| وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا٥ |
| وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا٥ |

| |
|---|
| اور یہ کہ ہم اس کے بعض مقامات میں بیٹھا کرتے تھے، مگر اب کوئی سننا چاہے تو وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ پائے گا۔ |
| اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ ان لوگوں کے حق میں جو زمین میں ہیں کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب |
| نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔ |

## جنات کا آسمانی خبروں کو چوری چھپے سننے کا بیان

"وَأَنَّا كُنَّا" أَيْ قَبْل مَبْعَثه "نَقْعُد مِنْهَا مَقَاعِد لِلسَّمْعِ" أَيْ نَسْتَمِع "فَمَنْ يَسْتَمِع الْآن يَجِد لَهُ شِهَابًا رَصَدًا" أُرْصِدَ لَهُ لِيُرْمَى بِهِ،

"وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرّ أُرِيدَ" بَعْد اسْتِرَاق السَّمْع "بِمَنْ فِي الْأَرْض أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبّهمْ رَشَدًا" خَيْرًا،

اور یہ کہ ہم پہلے آسمانی خبریں سننے کے لئے اس کے بعض مقامات میں بیٹھا کرتے تھے، مگر اب کوئی سننا چاہے تو وہ اپنی تاک میں آگ کا شعلہ منتظر پائے گا۔ تا کہ وہ اس کو مارے۔ اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ ہماری بندش سے جو چوری کے بعد ہوئی ہے ان لوگوں کے حق میں جو زمین میں ہیں کسی برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے رب نے ان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔

## بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جنات کا بیان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمانوں پر جاتے کسی جگہ بیٹھتے اور کان لگا کر فرشتوں کی باتیں سنتے اور پھر آکر کاہنوں کو خبر دیتے تھے اور کاہن ان باتوں کو بہت کچھ نمک مرچ لگا کر اپنے ماننے والوں سے کہتے، اب جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور آپ پر قرآن نازل ہونا شروع ہوا تو آسمان پر زبردست پہرے بٹھا دیئے گئے اور ان شیاطین کو پہلے کی طرح وہاں جا بیٹھنے اور باتیں اڑالانے کا موقعہ نہ رہا، تا کہ قرآن کریم اور کاہنوں کا کلام خلط ملط نہ ہو جائے اور حق کے متلاشی کو دقت واقع نہ ہو۔ یہ مسلمان جنات اپنی قوم سے کہتے ہیں کہ پہلے تو ہم آسمان پر جا بیٹھتے تھے مگر اب تو سخت پہرے لگے ہوئے ہیں اور آگ کے شعلے تاک لگائے ہوئے ہیں ایسے چھوٹ کر آتے ہیں کہ خطا ہی نہیں کرتے جلا کر بھسم کر دیتے ہیں، اب ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس سے حقیقی مراد کیا ہے؟ اہل زمین کی کوئی برائی چاہی گئی ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب کا ارادہ نیکی اور بھلائی کا ہے، خیال کیجئے کہ یہ مسلمان جن کس قدر ادب داں تھے کہ برائی کی اسناد کے لئے کسی فاعل کا ذکر نہیں کیا اور بھلائی کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور کہا کہ دراصل آسمان کی اس نگرانی اس حفاظت سے کیا مطلب ہے، اسے ہم نہیں جانتے۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ الٰہی تیری طرف سے شر اور برائی نہیں، ستارے اس سے پہلے بھی کبھی کبھی جھڑتے تھے لیکن اس طرح کثرت سے ان کا آگ برسانا قرآن کریم کی حفاظت وصیانت کے باعث ہوا تھا۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں ایک ستارہ ٹوٹا اور بڑی روشنی

ہوگئی تو آپ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ پہلے اسے جھڑتا دیکھ کر تم کیا کہا کرتے تھے؟ ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا خیال تھا کہ یا تو یہ کسی بڑے آدمی کے تولد پر ٹوٹتا ہے یا کسی بڑے کی موت پر، آپ نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ جب کبھی کسی کام کا آسمان پر فیصلہ کرتا ہے، الخ۔ یہ حدیث پورے طور پر سباء کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ دراصل ستاروں کا بکثرت گرنا، جنات کا ان سے ہلاک ہونا، آسمان کی حفاظت کا بڑھ جانا، ان کا آسمان کی خبروں سے محروم ہو جانا ہی اس امر کا باعث بنا کر یہ نکل کھڑے ہوئے اور انہوں نے چاروں طرف تلاش کر دی کہ کیا وجہ ہوئی کہ ہمارا آسمانوں پر جانا موقوف ہوا چنانچہ ان میں سے ایک جماعت کا گذر عرب میں ہوا اور یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح کی نماز میں قرآن شریف پڑھتے ہوئے سنا اور سمجھ گئے کہ اس نبی کی بعثت اور اس کلام کا نزول ہی ہماری بندش کا سبب ہے، پس خوش نصیب سمجھدار جن تو مسلمان ہو گئے، باقی جنات کو ایمان نصیب نہ ہوا، سورہ احقاف کی آیت (وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ،الأحقاف:29) میں اس کا پورا بیان گذر چکا ہے، ستاروں کا ٹوٹنا آسمان کا محفوظ ہو جانا جنات ہی کے لئے نہیں بلکہ انسانوں کے لئے بھی ایک خوفناک علامت تھی، وہ گھبرا رہے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ اور عموماً انبیاء کی تشریف آوری اور دین اللہ کے اظہار کے وقت ایسا ہوتا بھی تھا۔

حضرت سدی فرماتے ہیں کہ شیاطین اس سے پہلے آسمانی بیٹھوں میں بیٹھ کر فرشتوں کی آپس کی باتیں اڑا لایا کرتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر بنائے گئے تو ایک رات ان شیاطین پر بڑی شعلہ باری ہوئی جسے دیکھ کر اہل طائف گئے کہ شاید آسمان والے ہلاک ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ تابڑ توڑ ستارے ٹوٹ رہے ہیں، شعلے اڑ رہے ہیں اور دور دور تک تیزی کے ساتھ جا رہے ہیں انہوں نے اپنے غلام آزاد کرنے، اپنے جانور راہ اللہ چھوڑنے شروع کر دیئے آخر عبد یا لیل بن عمرہ بن عمیر نے ان سے کہا کہ اے طائف والو تم کیوں اپنے مال برباد کر رہے ہو؟ تم نجوم دیکھو اگر ستاروں کو اپنی اپنی جگہ پاؤ تو سمجھ لو کہ آسمان والے تباہ نہیں ہوئے بلکہ یہ سب کچھ انتظامات صرف ابن ابی کبشہ کے لئے ہو رہے ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے) اور اگر تم دیکھو کہ فی الحقیقت ستارے اپنی مقررہ جگہ پر نہیں تو بیشک اہل آسمان کو ہلاک شدہ مان لو، انہوں نے سونگھی اور سونگھ کر بتایا کہ اس کا انقلاب سبب مکہ میں ہے، سات جنات نصیبین کے رہنے والے مکہ پہنچے یہاں حضور علیہ السلام مسجد حرام میں نماز پڑھا رہے تھے اور قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے جس سن کر ان کے دل نرم ہو گئے بہت ہی قریب ہو کر قرآن سنا پھر اس کے اثر سے مسلمان ہو گئے اور اپنی قوم کو بھی دعوت اسلام دی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جن، بیروت)

| |
|---|
| وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۝ |
| اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔ |

## جنات میں اہل ایمان وکفار ہونے کا بیان

"وَأَنَّـا مِنَّا الصَّالِحُونَ " بَـعْد اسْتِمَاع الْقُرْآن "وَمِنَّا دُون ذَلِكَ " أَيْ قَـوْم غَيْر صَالِحِينَ "كُنَّا

طَرَائِقَ قِدَدًا" فِرَقًا مُخْتَلِفِينَ مُسْلِمِينَ وَكَافِرِينَ،

اور یہ کہ قرآن مجید کو سننے کے بعد بے شک ہم میں سے کچھ نیک ہیں اور ہم میں کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہ چلے آئے ہیں۔ بعض مسلمان ہیں اور بعض کفار ہیں۔

## جنات میں بھی کافر اور مسلمان موجود ہیں

جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیک بھی ہیں اور بد بھی ہیں ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے تھے۔ حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جن ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ اس سے پوچھا کہ تمام کھانوں میں سے تمہیں کونسا کھانا پسند ہے؟ اس نے کہا چاول۔ میں نے لاکر دیئے تو دیکھا کہ لقمہ برابر اٹھ رہا ہے لیکن کھانے والا کوئی نظر نہیں آتا۔ میں نے پوچھا جو خواہشات ہم میں ہیں کیا تم بھی ہیں؟ اس نے کہا ہاں، میں نے پھر پوچھا کہ رافضی تم میں کیسے گنے جاتے ہیں؟ کہا بدترین۔

حافظ ابوالحجاج مزنی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے، ابن عساکر میں ہے حضرت عباس بن احمد دمشقی فرماتے ہیں میں نے رات کے وقت ایک جن کو اشعار میں یہ کہتے سنا کہ دل اللہ کی محبت سے لبریز ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ مشرق و مغرب میں اس کی جڑیں جم گئی ہیں اور اللہ کی محبت میں حیران و پریشان ادھر ادھر پھر رہے ہیں اور انہوں نے مخلوق سے تعلقات کاٹ کر اپنے تعلقات اللہ سے وابستہ کر لئے ہیں۔ پھر ہم کہتے ہیں ہمیں معلوم ہو چکا کہ اللہ کی قدرت ہم پر حاکم ہے ہم اس سے نہ بھاگ کر بچ سکیں نہ کسی اور طرح اسے عاجز کر سکیں۔ اب فخر یہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہدایت نامے کو سنتے ہیں اس پر ایمان لا چکے، فی الواقع ہے بھی یہ فخر کا مقام۔ اس سے زیادہ شرف اور فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے کہ رب کا کلام فوری اثر کرے، پھر کہتے ہیں مومن کے نہ تو عمل نیک ضائع ہوں نہ اس پر خواہ مخواہ کی برائیاں لادی جائیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ، طٰہٰ:112) یعنی نیک مومن کو ظلم و نقصان کا ڈر نہیں۔ پھر کہتے ہیں ہم میں بعض تو مسلمان ہیں اور بعض حق سے ہٹے ہوئے عدل کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ مسلمان تو نجات کے متلاشی ہیں اور ظالم جہنم کی لکڑیاں ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جن، بیروت)

| |
|---|
| وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ٥ |
| اور ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم اللہ کو ہرگز زمین میں عاجز نہیں کر سکتے اور نہ ہی بھاگ کر اسے عاجز کر سکتے ہیں۔ |

## جنات کا قدرت الٰہی سے نہ بچ سکنے کا بیان

"وَاَنَّا ظَنَنَّا اَنْ" مُخَفَّفَة مِنَ الثَّقِيلَةِ أَيْ أَنَّهُ "لَنْ نُعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نَعْجِزَهُ هَرَبًا" لَا نُفَوِّتُهُ كَائِنِينَ فِي الْأَرْضِ أَوْ هَارِبِينَ مِنْهَا فِي السَّمَاءِ،

اور ہم نے یقین کر لیا ہے، یہاں لفظ اَن یہ مخففہ عن ثقیلہ ہے یعنی اَنہ ہے۔ کہ ہم اللہ کو ہرگز زمین میں رہ کر عاجز نہیں کر سکتے اور

نہ ہی زمین سے بھاگ کر اسے عاجز کر سکتے ہیں۔ یا نہ ہی آسمان میں بھاگ کر عاجز کر سکتے ہیں۔

یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ ادھر اُدھر بھاگ کر، یا ہوا میں اڑ کر۔

| |
|---|
| وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًاۙ |
| اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت کو سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے |
| تو وہ نہ نقصان ہی سے خوف زدہ ہوتا ہے اور نہ ظلم سے۔ |

## نیکیوں میں کمی اور گناہوں میں زیادتی نہ ہونے کا بیان

"وَّأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَى" الْقُرْآن "آمَنَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا يَخَاف " بِتَقْدِيرِ هُوَ "بَخْسًا" نَقْصًا مِنْ حَسَنَاته "وَلَا رَهَقًا" ظُلْمًا بِالزِّيَادَةِ فِي سَيِّئَاته،

اور یہ کہ جب ہم نے ہدایت یعنی قرآن کو سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو وہ نیکیوں کے نہ نقصان سے خوف زدہ ہوتا ہے اور نہ ہی ظلم سے۔ یعنی اس گناہوں میں زیادتی نہ ہوگی۔

یعنی ہمارے لیے فخر کا موقع ہے کہ جنوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی۔

یعنی سچے ایماندار کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں۔ نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائیگاں چلی جائے۔ نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مامون و محفوظ ہے۔

| |
|---|
| وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا |
| اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے کچھ ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا |
| تو وہی ہیں جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ |

## جنات میں بعض مسلمان اور بعض قاسطین ہونے کا بیان

"وَّأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ": الْجَائِرُونَ بِكُفْرِهِمْ "فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا" قَصَدُوا هِدَايَة،

اور یہ کہ بے شک ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور ہم میں سے بعض کفر کی وجہ سے ظالم ہیں، پھر جو فرماں بردار ہو گیا تو وہی ہیں جنھوں نے سیدھے راستے کا قصد کیا۔ یعنی جنہوں نے ہدایت کا ارادہ کیا۔

تَحَرَّوْا ۔ اَحریٰ بمعنی لائق تر اور تَحَرِّی بمعنی زیادہ مناسب اور لائق تر چیز کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا۔ یعنی ایمان لانے والے جن اپنی قوم میں واپس آ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ بلاشبہ ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان اور بے راہ رو بھی ہیں۔ اور حق بات یہی ہے کہ جو لوگ اسلام لے آئے انہوں نے عقلمندی کی۔ ہدایت کی راہ کو پسند کر لینا ہی ان کے بہتر انتخاب کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو لوگ اس سیدھی راہ کے علاوہ کوئی اور راہیں اختیار کریں گے وہ گھاٹے میں ہی رہیں گے اور جہنم کا ایندھن بنیں گے "اس مقام پر جنوں کی وہ تقریر یا وعظ و نصیحت ختم ہو جاتی ہے جو انہوں نے ایمان لانے کے بعد واپس آ کر اپنے بھائی بندوں کو کی۔ چنانچہ بہت سے جن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے پھر اس واقعہ کے بعد متعدد بار جن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

| |
|---|
| وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا۝ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا۝ |
| اور جو ظالم ہیں تو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ اور یہ کہ اگر وہ طریقت پر قائم رہتے تو ہم انہیں بہت سے پانی کے ساتھ سیراب کرتے۔ |

## کفار جنات کا جہنم کیلئے ایندھن ہونے کا بیان

"وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا" وَقُودًا وَأَنَّا وَأَنَّهُمْ وَأَنَّهُ فِي اثْنَيْ عَشَر مَوْضِعًا هِيَ وَأَنَّهُ تَعَالَى وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمَا بَيْنهمَا بِكَسْرِ الْهَمْزَة اسْتِئْنَافًا وَبِفَتْحِهَا بِمَا يُوَجَّه بِهِ، "وَأَنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ وَأَنَّهُمْ وَهُوَ مَعْطُوف عَلَى أَنَّهُ اسْتَمَعَ "لَوْ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَة" أَيْ طَرِيقَة الْإِسْلَام "لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاء غَدَقًا" كَثِيرًا مِنْ السَّمَاء وَذَلِكَ بَعْدَمَا رُفِعَ الْمَطَر عَنْهُمْ سَبْع سِنِينَ،

اور جو ظالم ہیں تو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔ یہاں پر لفظ اَنّا اور انہم اور اَنّہ یہ کل بارہ مقامات ہیں۔ اور اَنّہ تعالیٰ ہے۔ اور اَنّا منا مسلمون ہے اور اُن کے درمیان ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ بہ طور نیا جملہ ہے۔ اور فتحہ کے ساتھ بہ طور تاویل بھی آیا ہے۔ اور اَن مخففہ عن ثقیلہ ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی ای انہم ہے اور اس کا عطف اَنّہ استمع پر ہے۔ اور یہ کہ اگر وہ طریقت یعنی طریقہ اسلام پر قائم رہتے تو ہم انہیں بہت سے پانی کے ساتھ سیراب کرتے۔ یعنی آسمان سے کثیر پانی سے سیراب کرتے۔ اور یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد سات سال تک اہل مکہ سے بارش روک لی گئی۔

یعنی نزول قرآن کے بعد ہم میں دو طرح کے لوگ ہیں ایک وہ جنہوں نے اللہ کا پیغام سن کر قبول کیا اور اس کے احکام کے سامنے گردن جھکا دی۔ یہی ہیں جو تلاشِ حق میں کامیاب ہوئے۔ اور اپنی تحقیق و تفحص سے نیکی کے راستہ پر پہنچ گئے۔ دوسرا گروہ بے انصافوں کا ہے جو کجروی و بے انصافی کی راہ سے اپنے پروردگار کے احکام کو جھٹلاتا اور اس کی فرمانبرداری سے انحراف کرتا ہے۔ یہ وہ ہیں جن کو جہنم کا کندا اور دوزخ کا ایندھن کہنا چاہیے۔

| |
|---|
| لِّنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ‌ؕ وَمَنۡ يُّعۡرِضۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهٖ يَسۡلُكۡهُ عَذَابًا صَعَدًا۝ |
| تا کہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں، اور جو شخص اپنے رب کے ذکر سے منہ پھیر لے گا |
| تو وہ اسے نہایت سخت عذاب میں داخل کر دے گا۔ |

## قرآن سے اعراض کرنے والے کیلئے سخت عذاب ہونے کا بیان

"لِنَفۡتِنَهُمۡ" لِنَخۡتَبِرَهُمۡ "فِيهِ" فَنَعۡلَم كَيۡفَ شُكۡرهمۡ عِلۡم ظُهُور "وَمَنۡ يُعۡرِض عَنۡ ذِكۡر رَبّه" الۡقُرۡآن "يَسۡلُكهُ" بِالنُّونِ وَالۡيَاء نُدۡخِلهُ "عَذَابًا صَعَدًا" شَاقًّا،

تا کہ ہم اس نعمت میں ان کی آزمائش کریں، تا کہ ہم آزمائیں کہ ظہور علم کے بعد ان کا شکر کیسا ہے۔ اور جو شخص اپنے رب کے ذکر یعنی قرآن سے منہ پھیر لے گا تو وہ اسے نہایت سخت عذاب میں داخل کر دے گا۔ یہاں پر لفظ یسلکہ یہ نون اور یاء دونوں طرح آیا ہے۔

یعنی اگر جن و انس حق کی سیدھی راہ پر چلتے تو ہم ان کو ایمان و طاعت کی بدولت ظاہری و باطنی برکات سے سیراب کر دیتے اور اس میں بھی ان کی آزمائش ہوتی کہ نعمتوں سے بہرہ ور ہو کر شکر بجالاتے اور طاعت میں مزید ترقی کرتے ہیں یا کفران نعمت کر کے اصل سرمایہ بھی کھو بیٹھتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ اس وقت مکہ والوں کے ظلم و شرارت کی سزا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے کئی سال کا قحط پڑا تھا۔ لوگ خشک سالی سے پریشان ہو رہے تھے۔ اس لیے متنبہ فرما دیا کہ اگر سب لوگ ظلم و شرارت سے باز آ کر اللہ کے راستہ پر چلیں جیسے مسلمان جنوں نے طریقہ اختیار کیا ہے تو قحط دور ہو اور باران رحمت سے ملک سرسبز و شاداب کر دیا جائے۔

| |
|---|
| وَّاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا۝ |
| اور یہ کہ سجدہ گاہیں اللہ کے لئے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش مت کیا کرو۔ |

## مقام عبادات کو شرک سے محفوظ رکھنے کا بیان

"وَأَنَّ الۡمَسَاجِد" مَوَاضِع الصَّلَاة "لِلَّهِ فَلَا تَدۡعُوا" فِيهَا "مَعَ اللَّه أَحَدًا" بِأَنۡ تُشۡرِكُوا كَمَا كَانَتۡ الۡيَهُود وَالنَّصَارَى إذَا دَخَلُوا كَنَائِسهمۡ وَبِيَعهمۡ أَشۡرَكُوا،

اور یہ کہ سجدہ گاہیں یعنی نماز کی جگہیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی اور کی پرستش مت کیا کرو۔ یعنی اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ جس طرح یہود و نصاریٰ کرتے ہیں جب وہ اپنے کنیسوں اور عبادتگاہوں میں داخل ہو کر شرک کرتے ہیں۔

حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے گرجوں اور کنیسوں میں جا کر اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے تھے تو اس امت کو حکم ہو رہا ہے کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ نبی بھی اور امت بھی سب توحید والے رہیں، حضرت ابن عباس فرماتے

ہیں اس آیت کے نزول کے وقت صرف مسجد اقصیٰ تھی اور مسجد حرام، حضرت اعمش نے اس آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ جنات نے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی کہ آپ کی مسجد میں اور انسانوں کے ساتھ نماز ادا کریں، گویا ان سے کہا جا رہا ہے کہ نماز پڑھو لیکن انسانوں کے ساتھ خلط ملط نہ ہو۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں جنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تو دور دراز رہتے ہیں نمازوں میں آپ کی مسجد میں کیسے پہنچ سکیں گے؟ تو انہیں کہا جاتا ہے کہ مقصود نماز کا ادا کرنا اور صرف اللہ ہی کی عبادت بجا لانا ہے خواہ کہیں ہو، حضرت عکرمہ فرماتے ہیں یہ آیت عام ہے اس میں سبھی مساجد شامل ہیں۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ یہ آیت اعضاء سجدہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے یعنی جن اعضاء پر تم سجدہ کرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے ہیں پس تم پر ان اعضاء سے دوسرے کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے، پیشانی اور ہاتھ کے اشارے سے ناک کو بھی اس میں شامل کر لیا اور دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پنجے۔ آیت (لما قام) کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جنات نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی تلاوت قرآن سنی تو اس طرح آگے بڑھ بڑھ کر عقیدت کا اظہار کرنے لگے کہ گویا ایک دوسرے کے سروں پر چڑھے چلے جاتے ہیں، دوسرا مطلب یہ ہے کہ جنات اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی اطاعت وچاہت کی حالت یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو کھڑے ہوتے ہیں اور اصحاب پیچھے ہوتے ہیں تو برابر اطاعت واقتداء میں آخر تک مشغول رہتے ہیں گویا ایک حلقہ ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کا اعلان لوگوں میں کرتے ہیں تو کافر لوگ دانت چبا چبا کر الجھ جاتے ہیں، جنات وانسان مل جاتے ہیں کہ اس امر دین کو مٹا دیں اور اس کی روشنی کو چھپا لیں مگر اللہ کا ارادہ اس کے خلاف ہو چکا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ جن، بیروت)

| |
|---|
| وَ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ |
| اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی عبادت کرنے کھڑے ہوئے تو وہ ان پر ہجوم در ہجوم جمع ہو گئے۔ |

## جنات کا وادی نخلہ میں قرآن مجید کو سننے کا بیان

"وَاَنَّهٗ" بِالْفَتْحِ وَالْكَسْرِ اسْتِئْنَافًا وَالضَّمِيرِ لِلشَّأْنِ "لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ" مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "يَدْعُوهُ" يَعْبُدهُ بِبَطْنِ نَخْل "كَادُوا" أَيْ الْجِنّ الْمُسْتَمِعُونَ لِقِرَاءَتِهِ "يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا" بِكَسْرِ اللَّام وَضَمّهَا جَمْع لُبْدَة كَاللُّبَدِ فِي رُكُوب بَعْضهمْ بَعْضًا ازْدِحَامًا حِرْصًا عَلَى سَمَاع الْقُرْآن،

یہاں پر لفظ اَنّہ یہ فتحہ کے ساتھ اور کسرہ کے ساتھ بھی بہ طور استیناف آیا ہے اور ضمیر شان ہے۔ اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کی عبادت کرنے کیلئے وادی نخلہ میں کھڑے ہوئے تو وہ جنات ان پر ہجوم در ہجوم جمع ہو گئے تا کہ ان کی قرات سن سکیں۔ یہاں پر لفظ لبدا یہ لام کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے جو لبدہ کی جمع ہے جس طرح نمدہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن مجید کو سننے کی حرص میں کثرت ہجوم کے سبب بھیڑ کر چڑھنے لگے۔

## سورت جن آیت ۱۹ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے منقول ہے کہ یہ بھی جنوں کا ہی قول تھا (وَاَنَّـهٗ لَـمَّـا قَـامَ عَـبْـدُ الـلّٰـهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَـكُـوْنُـوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا، اور یہ کہ جب کھڑا ہوا اللہ کا بندہ کہ اس کو پکارے لوگوں کا بندھنے لگتا ہے اس پر ٹھٹھ) ۔فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پڑھنے لگے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ کرتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی سجدہ کرتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع کرتے تو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رکوع کرتے۔ تو ان لوگوں کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اطاعت پر تعجب ہوا اور اپنی قوم سے کہنے لگے لَـمَّـا قَـامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا الآية یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1274)

| |
|---|
| قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۝ |
| آپ فرمادیں کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ |

## شرک سے بیزاری کے اظہار کا بیان

"قَالَ" مُجِيبًا لِلْكُفَّارِ فِي قَوْلهمْ ارْجِعْ عَمَّا أَنْتَ فِيهِ وَفِي قِرَاءَة قُلْ "إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي" إلَهًا،

آپ کفار کے جواب میں ارشاد فرمادیں کیونکہ انہوں نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے دین سے پلٹ آئیں۔ ان سے فرمادیں کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ یہاں پر ایک قرأت کے مطابق لفظ قال کی بہ جائے قل آیا ہے۔

یعنی کفار سے کہہ دیجیے کہ تم مخالفت کی راہ سے بھیڑ کیوں کرتے ہو، کون سی بات ایسی ہے جس پر تمہاری خفگی ہے۔ میں کوئی بری اور نامعقول بات تو نہیں کہتا۔ صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کا شریک کسی کو نہیں سمجھتا۔ تو اس میں لڑنے جھگڑنے کی کون سی بات ہے اور اگر تم سب مل کر مجھ پر ہجوم کرنا چاہتے ہو تو یاد رکھو میرا بھروسہ اکیلے اسی خدا پر ہے جو ہر قسم کی شرکت سے پاک اور بے نیاز ہے۔

| |
|---|
| قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا۝ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ |
| اَحَدٌ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۝ |
| آپ فرمادیں کہ میں تمہارے لئے نہ تو نقصان کا مالک ہوں اور نہ بھلائی کا۔ آپ فرمادیں کہ نہ مجھے ہرگز کوئی اللہ کے |
| عذاب سے پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی میں قطعاً اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔ |

## حقیقی نفع ونقصان کی ملکیت کا بیان

"قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِك لَكُمْ ضَرًّا" غَيًّا "وَلَا رَشَدًا" خَيْرًا "قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرنِي مِنْ اللَّه" مِنْ عَذَابه إنْ عَصَيْته "أَحَد وَلَنْ أَجِد مِنْ دُونه" أَيْ غَيْره "مُلْتَحَدًا" مُلْتَجَأ

آپ فرمادیں کہ میں تمہارے لئے نہ تو نقصان یعنی کفر کا مالک ہوں اور نہ بھلائی یعنی ہدایت کا (گویا حقیقی مالک اللہ ہے میں تو ذریعہ اور وسیلہ ہوں)۔ آپ فرمادیں کہ نہ مجھے ہرگز کوئی اللہ کے (اَمر کے خلاف) عذاب سے پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی میں قطعاً اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لن یجیر نی: لن یجیر مضارع منفی تاکید بلن (منصوب) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اجارۃ (افعال) مصدر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ کوئی مجھے ہرگز نہ بچا سکے گا۔

ولن اجد۔ واو عاطفہ لن اجد مضارع منفی تاکید بلن (منصوب) وجود (باب ضرب) مصدر۔ اور نہ ہی میں ہرگز پاسکوں گا۔ من دونہ: من حرف جار۔ دونہ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مجرور۔ اس کے سوا۔ ملتحدا: اسم ظرف مکان بروزن مفعول التحاد (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا مصدر میمی ہے باب افتعال سے بمعنی پناہ۔ جملہ میں ان عصیتہ مقدرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں نے اس کی (اللہ کی) نافرمانی کی تو میں اس کے سا ہرگز پناہ نہ پاسکوں گا۔ لحد ولحد زمین کے اندر بغلی گڑھا (جو قبر میں کھودا جاتا ہے)۔

| |
|---|
| اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ |
| مگر اللہ کی جانب سے اَحکامات اور اس کے پیغامات کا پہنچانا، اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| کی نافرمانی کرے۔ تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ |

## اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والوں کیلئے دائمی عذاب کا بیان

"إلَّا بَلَاغًا" اسْتِثْنَاء مِنْ مَفْعُول أَمْلِك أَيْ لَا أَمْلِك لَكُمْ إلَّا الْبَلَاغ إلَيْكُمْ "مِنْ اللَّه" أَيْ عَنْهُ "وَرِسَالَاته" عَطْف عَلَى بَلَاغًا وَمَا بَيْن الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ وَالِاسْتِثْنَاء اعْتِرَاض لِتَأْكِيدِ نَفْي الِاسْتِطَاعَة "وَمَنْ يَعْصِ اللَّه وَرَسُوله" فِي التَّوْحِيد فَلَمْ يُؤْمِن "فَإِنَّ لَهُ نَار جَهَنَّم خَالِدِينَ" حَال مِنْ ضَمِير مِنْ فِي مَا رِعَايَة فِي مَعْنَاهَا وَهِيَ حَال مُقَدَّرَة وَالْمَعْنَى يَدْخُلُونَهَا مِقْدَار خُلُودهمْ،

یہاں پر لفظ الا کے ساتھ بلاغا کا املک کے مفعول سے استثناء کیا گیا ہے۔ مگر اللہ کی جانب سے اَحکامات اور اس کے پیغامات کا پہنچانا میری ذِمّہ داری ہے، یہاں پر لفظ رسالاتہ کا عطف بلاغا پر ہے۔ جو مستثنیٰ منہ اور استثناء کے درمیان بہ طور جملہ معترضہ تاکید نفی

کیلئے آیا ہے۔اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرے یعنی توحید کی نفی کرے اور ایمان نہ لائے۔تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔یہاں پر لفظ خالدین یہ من کی جانب لوٹنے والی ضمیر لہ سے بہ طور معنی حال ہے۔اور وہ حال مقدرہ ہے۔یعنی ان کے دخول کی مقدار کو بیان کرنا ہے جو دائمی ہے۔

یعنی اللہ کی طرف سے پیغام لانا اور اس کے بندوں کو پہنچا دینا، یہی چیز ہے جو اس نے میرے اختیار میں دی اور یہی فرض ہے جس کے ادا کرنے سے میں اس کی حمایت اور پناہ میں رہ سکتا ہوں۔اور تمہارے نفع نقصان کا مالک میں نہیں۔لیکن اللہ کی اور میرے نافرمانی کرنے سے نقصان پہنچنا ضروری ہے۔

| |
|---|
| حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا۝ |
| یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ضرور جان لیں گے کہ کون ہے |
| جو مددگار کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے اور جو تعداد میں زیادہ کم ہے؟ |

## کفار کو عذاب سے بچانے والا کوئی نہ ہونے کا بیان

"حَتَّى إِذَا رَأَوْا" ابْتِدَائِيَّة فِيهَا مَعْنَى الْغَايَة لِمُقَدَّرٍ قَبْلهَا أَيْ لَا يَزَالُونَ عَلَى كُفْرهمْ إِلَى أَنْ يَرَوْا "مَا يُوعَدُونَ " بِهِ مِنْ الْعَذَاب "فَسَيَعْلَمُونَ" عِنْد حُلُوله بِهِمْ يَوْم بَدْر أَوْ يَوْم الْقِيَامَة "مَنْ أَضْعَف نَاصِرًا وَأَقَلّ عَدَدًا " أَعْوَانًا أَهُمْ أَمْ الْمُؤْمِنُونَ؟ ! عَلَى الْقَوْل الْأَوَّل أَوْ أَنَا أَمْ هُمْ عَلَى الثَّانِي فَقَالَ بَعْضهمْ مَتَى هَذَا الْوَعْد،

یہاں تک کہ جب وہ چیز دیکھ لیں گے یہاں پر لفظ حتیٰ یہ ابتدائیہ ہے اور اس کا مغیہ مقدر ہے جو اس کے پہلے ہے اور اس کی تقدیری عبارت یوں ہے" لَا يَزَالُونَ عَلَى كُفْرهمْ إِلَى أَنْ يَرَوْا "جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ضرور جان لیں گے یعنی جب وہ ان سے بدر کے دن سلوک ہوا یا قیامت کے دن وہ جان لیں گے۔کہ کون ہے جو مددگار کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے اور جو تعداد میں زیادہ کم ہے؟ یعنی وہ ہیں یا یا اہل ایمان ہیں۔اور پہلے قول پر یعنی جب بدر میں انہیں عذاب ہوا اور قول ثانی پر جب قیامت کے دن انہیں عذاب ہوگا۔تو بعض نے کہا یہ وعدہ کب آئے گا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کی عداوت اور اپنے کفر پر مصر رہیں گے، یہاں تک کہ دنیا یا آخرت میں وہ عذاب دیکھ لیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

یعنی اس وقت ان کو پتہ لگے گا کہ مومنوں کا مددگار کمزور ہے یا مشرکوں کا؟ اہل توحید کی تعداد کم ہے یا غیر اللہ کے پجاریوں کی۔ مطلب یہ ہے کہ پھر مشرکین کا تو سرے سے کوئی مددگار ہی نہیں ہوگا اور اللہ کے ان گنت لشکروں کے مقابلے میں ان مشرکین کی تعداد بھی آٹے میں نمک کے برابر ہوگی۔

| |
|---|
| قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا ○ |
| آپ فرمادیں: میں نہیں جانتا کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لئے |
| میرے رب نے طویل مدت مقرر فرمادی ہے۔ |

## عذاب آنے کا حقیقی علم اللہ کے پاس ہونے کا بیان

"قُلْ اِنْ" أیْ مَا "أَدْرِی أَقَرِیب مَا تُوعَدُونَ" مِنْ الْعَذَاب "أَمْ یَجْعَل لَهُ رَبِّی أَمَدًا" غَایَة وَأَجَلًا لَا یَعْلَمهُ إلَّا هُوَ

آپ فرمادیں: میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لئے میرے رب نے طویل مدت مقرر فرمادی ہے۔ یعنی وہ مدت جس کا حقیقی علم صرف اسی کو ہے۔

حدیث میں ہے کہ ایک دیہات کے رہنے والے نے با آواز بلند آپ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا وہ آئے گی ضرور مگر یہ بتا کہ تونے اس کے لئے کیا تیاری کررکھی ہے؟ اس نے کہا میرے پاس روزے نماز کی اکثرت تو نہیں البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے آپ نے فرمایا پھر تو اس کے ساتھ ہوگا جس کی تجھے محبت ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مسلمان کسی حدیث سے اس قدر خوش نہیں ہوئے جتنے اس حدیث سے، اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قیامت کا ٹھیک وقت آپ کو معلوم نہ تھا، ابن ابی حاتم میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو اگر تم میں علم ہے تو اپنے تئیں مردوں میں شمار کیا کرو اللہ کی قسم جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ یقیناً ایک وقت آنے والی ہے، یہاں بھی آپ کوئی مقررہ وقت نہیں بتاتے، ابوداؤد میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت کو کیا عجب کہ آدھے دن تک کی مہلت دے دے اور روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ حضرت سعد سے پوچھا گیا کہ آدھے دن سے کیا مراد ہے فرمایا پانچ سو سال۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ جن، بیروت)

| |
|---|
| عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ |
| فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○ |
| غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (اُنہی کو مطلع |
| علی الغیب کرتا ہے کیونکہ یہ خاصہ نبوت اور معجزہ رسالت ہے)، تو بیشک وہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) |
| کے آگے اور پیچھے (علم غیب کی حفاظت کے لئے) نگہبان مقرر فرمادیتا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کا انبیائے کرام کو علم غیب عطاء کرنے کا بیان

"عَالِم الْغَیْب" مَا غَابَ عَنْ الْعِبَاد "فَلَا یُظْهِر" یُطْلِع "عَلَی غَیْبه أَحَدًا" مِنْ النَّاس "إلَّا مَنْ

ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ" مَعَ إِطْلَاعِهِ عَلَى مَا شَاءَ مِنْهُ مُعْجِزَةً لَهُ "يَسْلُكُ" يَجْعَلُ وَيَسِيرُ "مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ" أَيِ الرَّسُولِ "وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا" مَلَائِكَةً يَحْفَظُونَهُ حَتَّى يُبَلِّغَهُ فِي جُمْلَةِ الْوَحْيِ،

وہ غیب کا جاننے والا ہے، یعنی جو بندوں سے غائب ہے۔ پس وہ اپنے غیب پر لوگوں میں سے کسی عام شخص کو مطلع نہیں فرماتا۔ سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے اُنہی کو مطلع علی الغیب کرتا ہے کیونکہ معجزہ رسالت ہے، تو بیشک وہ اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے اور پیچھے (علم غیب کی حفاظت کے لئے) نگہبان فرشتوں کو مقرر فرما دیتا ہے۔ جو اس کی حفاظت کرتے ہیں حتیٰ کہ مکمل وحی پہنچادی جاتی ہے۔ تو انہیں غیوب پر مسلط کرتا ہے اور اطلاع کامل اور کشف تام عطا فرماتا ہے اور یہ علم غیب ان کے لئے معجزہ ہوتا ہے، اولیاء کو بھی اگرچہ غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے مگر انبیاء کا علم باعتبار کشف و انجلاء اولیاء کے علم سے بہت بلند و بالا وارفع واعلیٰ ہے اور اولیاء کے علوم انبیاء ہی کے وساطت اور انہیں کے فیض سے ہوتے ہیں۔ معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے وہ اولیاء کے لئے علم غیب کا قائل نہیں اس کا خیال باطل اور احادیث کثیرہ کے خلاف ہے اور اس آیت سے ان کا تمسک صحیح نہیں۔ بیان مذکورہ بالا میں اس کا اشارہ کر دیا گیا ہے سید الرسل خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضیٰ رسولوں میں سب سے اعلیٰ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اشیاء کے علوم عطا فرمائے جیسا کہ صحاح کی معتبر احادیث سے ثابت ہے اور یہ آیت حضور کے اور تمام مرتضیٰ رسولوں کے لئے غیب کا علم ثابت کرتی ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ جن، بیروت)

اس آیت مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر غیب کو جاننے والا ہے اور وہ علم کسی کو عطا نہیں فرماتا لیکن اپنے وہ رسول (علیہ السلام) جنہیں وہ پسند فرمالیتا ہے ان کو اپنے علم غیب پر مطلع فرماتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عطا سے انہیں غیب کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جب انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب کو خود خدا نے بیان فرما دیا ہے تو پھر ان کم علم بدعقیدہ لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے علم غیب کا انکار کرتے رہتے ہیں۔

قرآن وسنت کے مطابق اور اجماع امت کے مطابق یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور مقبول بندے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں علم غیب عطا فرمایا ہے جیسا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی امت کو غیب کی خبریں دیں۔ اور فرمایا: ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ (آل عمران، ۴۹)

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے امتیوں کو اس چیز کی خبر دی جو کچھ وہ کھانا کھا کر آئے تھے اور جو کھانا وہ اپنے گھروں میں رکھ کر آئے تھے۔ اور یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا تھا۔ کون جاہل ہے جو لوگوں میں یہ باور کراتا پھرے کہ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں کیا وہ عطائی علم بھی اللہ میں ثابت کر کے خود شرک کر رہا ہے؟ اور اللہ کو مقام الوہیت سے مقام نبوت کی طرف لاتا ہے حاشا للہ، اللہ ایسے بدعقیدہ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

## آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب کی خبریں بتانے میں بخل نہیں فرماتے

ترجمہ: اور وہ (بلند مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) غیب بتانے میں بخیل نہیں۔ (التکویر، ۲۴)

قرآن کے اس بیان کو غور سے پڑھیں کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ عرف ومعاشرے میں اس شخص کو بخیل کہتے ہیں جس کے پاس کثیر مال اور بڑی دولت ہو لیکن وہ خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچے تو اسے بخیل کہتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ہو ہی غریب تو اسے مال نہ خرچ کرنے پر بخیل نہیں کہیں گے کیونکہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔ دیکھئے قرآن اس میں یہ شہادت بھی دے رہا ہے کہ لوگو! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالی نے علم غیب کے وسیع خزانے عطا فرمائے ہیں اور ساتھ ہی انہیں یہ شان بھی عطا فرمائی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب بیان فرمانے میں کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ سرعام غیب کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرمایا: اس مقام میں قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر سب کو بیان فرمادیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم، ج ۲، ۲۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

## آنے والے وقت اور موت کا علم ہونا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ فلاں کافر کے گرنے کی جگہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اِس جگہ اور اُس جگہ ہاتھ رکھتے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ رکھنے کی جگہ سے کوئی کافر متجاوز نہیں ہوا (یعنی جس جگہ آپ نے اس کا نام لیکر کہا تھا کہ وہ یہاں مرے گا وہ وہیں مرا) (صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۲، قدیمی کتب خانہ کراچی)

غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کا اظہار فرماتے ہوئے جن کافروں کی موت کی خبر دی، وہ کافر اسی جگہ مرا، کیونکہ موت کا علم غیب کا علم ہے جو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح آنے والے وقت کا علم بھی اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمایا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کافر کے بارے میں جس جگہ نشاندہی کی تھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو ایک محدث اور جلیل القدر صحابی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ وہ کافر اسی جگہ مرا، اس جگہ سے ذرا برابر بھی اِدھر یا اُدھر نہ ہوسکا۔

## قبر کے عذاب وثواب کا علم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: ان دونوں کو ضرور عذاب ہو رہا ہے اور ان کو کسی بڑی چیز میں عذاب نہیں ہو رہا، ان میں سے ایک چغلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک تر شاخ توڑی، اور اس کے دو ٹکڑے کئے، پھر ان میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ پھر فرمایا: تحقیق یہ ہے کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، قدیمی کتب خانہ کراچی)

بخاری شریف کی اس حدیث میں کتنی صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے پاس گزرتے ہی ان کے عذاب کا ادراک کرلیا جو کہ علم غیب میں سے ہے کیونکہ وہاں سے ہزاروں لوگ اگر ہزاروں سال گزرتے رہتے مگر کسی کو عذاب وثواب کا علم نہ ہوتا۔ آج بھی یہی حال ہے کہ قبر میں میت کو عذاب ہو یا اسے ثواب ملے لیکن لوگ اس سے بے خبر ہیں کیونکہ

قبر کے عذاب وثواب کولوگوں سے پردے میں رکھا گیا ہے حتیٰ کہ جدید دور میں کئی نام نہاد میڈیا کے لوگوں نے کوشش کی ہے کہ وہ اس غیب کا مشاہدہ کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے والوں کو دُنیا ہی میں عذاب دیا ہے۔ کچھ لوگوں نے لاؤڈ سپیکر ON کر کے قبر کے سوال وجواب معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ کی قدرت نے ان سے ایسا سلوک کیا کہ ان لوگوں کے کانوں کے پردے پھٹ گئے۔ کیونکہ وہ اس علم غیب کو حاصل نہیں کر سکتے۔ جبکہ یہی علم غیب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

## جنتی یا دوزخی ہونے کا علم

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ سورج ڈھل چکا تھا آپ نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے پس قیامت کا ذکر کیا کہ اس سے پہلے بڑے بڑے واقعات ہیں پھر فرمایا: جو شخص جو بات پوچھنا چاہے پوچھ لے، خدا کی قسم! جب تک ہم اس جگہ یعنی منبر پر ہیں تم کسی بات کا سوال ہم سے کرو گے ہم ضرور تمہیں اس کی خبر دیں گے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میرا ٹھکانہ کہاں ہے؟ فرمایا: جہنم میں۔ عبداللہ بن حذافہ نے کھڑے ہو کر دریافت کیا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا: حذافہ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے، مجھ سے سوال کرو، مجھ سے سوال کرو۔ (الخ) (صحیح بخاری، ج ۲، ۱۰۸۳، وزارت تعلیم اسلام آباد)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ٹھکانہ بتادیا کہ وہ جہنمی ہے۔ حالانکہ جہنمی ہونا یا جنتی ہونا یہ قیامت کے بعد حساب وکتاب کے بعد کا علم ہے اور اللہ نے اس علم کو لوگوں سے پردے میں رکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی میں قطعی علم نہیں رکھتا کہ وہ دوزخی ہوگا یا جنتی ہوگا، تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی عطا سے اس غیب کا اظہار فرمادیا ہے۔

## کون مومن ہوگا کون کافر ہوگا کا علم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی ہم کو بتادیا گیا ہے کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔ یہ خبر جب منافقین کو پہنچی تو ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے پیدائش سے پہلے ہی کافر ومومن کی خبر ہوگئی ہے، جبکہ ہم ان کے ساتھ ہیں اور وہ ہم کو پہچانتے نہیں۔ یہ خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثناء کی پھر فرمایا: ان قوموں کا کیا حال ہے کہ ہمارے علم میں طعن کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں ہم سے جو بھی پوچھو گے، ہم تم کو خبر دیں گے۔ (تفسیر خازن، پارہ نمبر ۴، مطبوعہ بیروت)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں طعنہ کرنا منافقوں کا کام ہے۔ اس سے وہ بدعقیدہ لوگ عبرت حاصل کریں جو اردو ادب کی چند لکیریں پڑھ کر علم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بحث ومباحثہ کرتے ہیں اور بے باک ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ انہیں غیب کا علم نہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ تمہاری اس بدعقیدگی کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہے کہ بدعقیدہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر طعنہ کر کے منافقین کے نقش قدم پر چلیں گے۔

| |
|---|
| لِيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ٥ |
| تا کہ اللہ ظاہر فرما دے کہ بیشک انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے، اور جو کچھ ان کے پاس ہے اللہ نے |
| اس کا اِحاطہ فرما رکھا ہے، اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان

"لِيَعْلَمَ" اللّٰهُ عِلْمَ ظُهُوْرٍ "أَنْ" مُخَفَّفَةٌ مِنَ الثَّقِيلَةِ أَيْ أَنَّهُ "قَدْ أَبْلَغُوا" أَيِ الرُّسُلُ "رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ" رُوْعِيَ بِجَمْعِ الضَّمِيرِ مَعْنَى مِنْ "وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ" عَطْفٌ عَلَى مُقَدَّرٍ أَيْ فَعَلِمَ ذٰلِكَ "وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا" تَمْيِيزٌ وَهُوَ مُحَوَّلٌ مِنَ الْمَفْعُوْلِ وَالْأَصْلُ أَحْصَى عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ

تا کہ اللہ اس بات کو ظاہر فرما دے یہاں پر لفظ اَن مخففہ من ثقیلہ ہے۔ یعنی اَنہ ہے۔ کہ بیشک ان رسولان گرامی نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیئے، یہاں پر لفظ ربھم میں جمع کی ضمیر لفظ من کی رعایت کے سبب لائی گئی ہے۔ اور جو کچھ ان کے پاس ہے اللہ نے اس کا اِحاطہ فرما رکھا ہے، یہاں پر احاطہ بما لدیھم کا عطف مقدر ہے یعنی فعلم ذلك ہے۔ اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔ یہاں پر لفظ عددا یہ تمیز ہے۔ جو مفعول سے نقل ہو کر آئی ہے۔ اور اصل میں "أَحْصَى عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ" ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لیعلم: لام حرف علت یعلم مضارع (منصوب بوجہ عمل لام علت) صیغہ واحد مذکر غائب (باب سمع) مصدر۔ تا کہ وہ جان لے

فائدہ: یوں تو ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہے یہاں جاننے سے مراد ہے علمی تعلق کا کسی موجود کے ساتھ ظاہر ہونا۔ یہی مراد آیت لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب میں ہے (94:5) (تا کہ معلوم کرے اللہ کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے) شیاطین سے حفاظت کرنے کے لئے ملائکہ کو مامور کرنے کی یہ علت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حفاظت وحی کے بعد اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں نے اپنے رب کے پیام بلا کم و بیش پہنچا دیئے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کے پیام کو بغیر تبدیل و تغیر اور آمیزش کے پہنچا سکیں اسی غرض کے لئے اللہ نے حفاظت وحی کے لئے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے۔ (تفسیر مظہری)

انہ قد ابلغوا رسلت ربھم: ان مخففہ ہے ان ثقیلہ سے مخفف کیا گیا ہے۔ قد ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ ابلغوا ماضی جمع مذکر غائب ابلاغ (افعال) مصدر۔ انہوں نے پہنچایا۔ انہوں نے پہنچا دیا۔ رسلت ربھم: رسلة کی جمع ہے بمعنی پیغام، مضاف، ربھم مضاف مضاف الیہ مل کر رسلت کا مضاف الیہ۔ ان کے رب کا پیام۔ ترجمہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے۔

ان قد ابلغوا رسلت ربھم: ان مخففہ ان سے۔ ان حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اس کا اسم ضمیرہ محذوف ہے جو ضمیر

شان ہے۔قد ابلغوا۔۔۔۔۔۔اس کی خبر ہے۔

بعض نے فرشتے بھی مراد لئے ہیں۔ترجمہ یوں ہوگا:۔تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیامات پہنچ

دیئے۔واحاط بما لدیھم ۔یہ جملہ یسلک کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔احاط ماضی واحد مذکر غائب احاطۃ (افعال) مصدر۔

اس نے گھیر لیا۔اس نے احاطہ کر لیا۔اس نے قابو میں کر لیا۔احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے فرا

ممکن نہ ہو

ما لدیھم: ما موصولہ۔لدی پاس،نزدیک،اسم ظرف۔مضاف ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔دونوں مل کر صلہ اپنے

موصول کا۔جوان کے پاس ہے۔ان کی ہر چیز ان کے سب حالات۔ان کے سب کام۔ ترجمہ ہوگا:۔اور حقیقت یہ ہے کہ (حال

یہ ہے کہ)ان کے تمام حالات اس کے قبضہ میں ہیں اور ان کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے

واحصی کل شیء عددا ۔اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی یسلک کے فاعل سے حال ہے۔احصی ماضی

واحد مذکر غائب احصاء (افعال) مصدر۔اس نے گن لیا۔اس نے گن رکھا ہے۔کل شیء مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول احصی کا

عددا منصوب بوجہ تمیز۔بمعنی شمار کی رو سے۔تعداد کے لحاظ سے۔اور اس نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔یعلم۔میں ضمیر کا مرجع

کون ہے؟بعض کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تا کہ آپ جان لیں کہ آپ سے پہلے رسولوں نے بھی اللہ کا پیغام اسی طرح

پہنچایا جس طرح آپ نے پہنچایا۔بعض نے فرشتوں کو بتایا ہے کہ فرشتوں نے اللہ کا پیغام نبیوں تک پہنچایا۔اور بعض نے اللہ کو مرجع

بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کی فرشتوں کے ذریعے حفاظت فرماتا ہے۔(تفسیر معالم تنزیل،سورہ جن،بیروت)

# سُورَةُ الْمُزَّمِّلُ

## یہ قرآن مجید کی سورت مزمل ہے

### سورت مزمل کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْمُزَّمِّل (مَكِّيَّة إِلَّا آيَة 20 فَمَدَنِيَّة وَآيَاتهَا عِشْرُونَ آيَة )

سورہ مزّمّل مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، بیس آیات، دو سو پچاسی کلمات، آٹھ سو اڑتیس حروف ہیں۔

### سورت مزمل کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ مزمل کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ جو کمال اظہار محبت ہے۔ پس اسی سبب سے یہ سورت مزمل کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت مزمل کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش مجلس شوری میں جمع ہوئے اور کہا اس شخص کا ایسا نام رکھو جو لوگ اس سے اعراض کرنے لگیں بعض نے کہا کاہن۔ انہوں نے کہا وہ کاہن نہیں ہوسکتا بعض نے کہا مجنون انہوں نے کہا وہ مجنون بھی نہیں ہے بعض نے کہا جادوگر انہوں نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں ہے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے چادر اوڑھ لی اور اس میں لپٹ گئے اس موقع پر جبرائیل آپ کے پاس آئے اور کہا یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو۔ حضرت ابراہیم نخعی سے اس فرمان باری تعالی کے بارے میں منقول ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، کہ یہ آیت آپ پر اس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ ایک چادر لپٹے ہوئے تھے۔ (سیوطی 316، زادالمسیر 8۔388، قرطبی 19۔31)

| |
|---|
| یٰۤاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝ |
| اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ رات کو قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر۔ آدھی رات |
| یا اس سے تھوڑا کم کردیں یا اس پر کچھ زیادہ کردیں اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑے کو اوڑھنے کا ذکر وحی میں ہونے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّل" النَّبِيّ وَأَصْله الْمُتَزَمِّل أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الزَّاي أَيْ الْمُتَلَفِّف بِثِيَابِهِ حِين

مَجِیءِ الْوَحْیِ لَهُ خَوْفًا مِنْهُ لِهَيْبَتِهِ "قُمِ اللَّيْلَ" صَلِّ "نِصْفَهُ" بَدَلٌ مِنْ قَلِيلًا وَقِلَّتُهُ بِالنَّظَرِ إِلَى الْكُلِّ "أَوِ انْقُصْ مِنْهُ" مِنَ النِّصْفِ "قَلِيلًا" إِلَى الثُّلُثِ "أَوْ زِدْ عَلَيْهِ" إِلَى الثُّلُثَيْنِ وَأَوْ لِلتَّخْيِيرِ "وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ" تَثَبَّتْ فِي تِلَاوَتِهِ،

اے کملی کی جھرمٹ والے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم، یہاں پر لفظ مزمل اصل میں متزمل تھا تو تاء کا زاء میں ادغام کیا گیا ہے یعنی آپ کپڑا اوڑھنے والے ہیں۔ جس وقت وحی آئی۔ تاکہ اس کی ہیبت سے بے خوف ہوں۔ آپ رات کو نماز میں قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر کے لئے۔ یہاں پر لفظ نصف یہ قلیلا سے بدل ہے۔ نصف کا قلیل ہونا پوری رات کی طرف نظر کرتے ہوئے ہے۔ آدھی رات یا اس سے تھوڑا کم کر دیں۔ یعنی تہائی یا اس پر کچھ زیادہ کر دیں یعنی دو تہائی اور یہاں پر لفظ اَو اختیار کیلئے آیا ہے۔ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔ تاکہ تلاوت ثابت رہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لفظ مزمل سے پکارنے کا بیان

بزار میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ آؤ مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا نام تجویز کریں کہ سب کی زبان سے وہی نکلے تاکہ باہر کے لوگ ایک ہی آواز سن کر جائیں، تو بعض نے کہا ان کا نام کاہن رکھو اس پر اوروں نے کہا در حقیقت وہ کاہن تو نہیں، کہا اچھا پھر ان کا نام مجنون رکھو اس پر بھی اوروں نے کہا کہ وہ مجنون بھی نہیں، پھر بعض نے کہا ساحر نام رکھو۔

اس پر اور لوگوں نے کہا وہ ساحر یعنی جادوگر بھی نہیں، غرض وہ کوئی ایسا نام تجویز نہ کر سکے جس پر سب کا اتفاق ہو اور یہ مجمع یوں ہی اٹھ کھڑا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر سن کر منہ لپیٹ کر کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اسی طرح یعنی اے کپڑا لپیٹ کر اوڑھنے والے کہہ کر آپ کو مخاطب کیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مزمل، بیروت)

یعنی اپنے کپڑوں سے لپٹنے والے۔ اس کے شان نزول میں کئی قول ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ ابتداءِ زمانہ وحی میں سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف سے اپنے کپڑوں میں لپٹ جاتے تھے، ایسی حالت میں آپ کو حضرت جبریل نے (یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، المزمل:1) کہہ کر ندا کی۔ ایک قول یہ ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر شریف میں لپٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس حالت میں آپ کو ندا کی گئی (یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ، المزمل:1) بہر حال ندا بتاتی ہے کہ محبوب کی ہر ادا پیاری ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ رداءِ نبوت و چادرِ رسالت کے حامل و لائق۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مزمل، لاہور)

## قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے دن) صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور (بہشت کے درجوں پر) چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیسا کہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا پس تیری منزل اس آخری آیت پر ہوگی جسے تو پڑھے گا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 645)

صاحب قرآن: سے مراد وہ شخص ہے جو قرآن کریم کی ہمیشہ تلاوت بھی کرتا رہے اور اس پر عمل پیرا بھی ہو، وہ شخص مراد نہیں ہے جو تلاوت تو کرتا ہے مگر اس پر عمل نہ کرے بلکہ پہلے بتایا بھی جا چکا ہے کہ ایسا شخص کسی جزاء اور انعام کا مستحق تو کیا ہوگا، الٹا قرآن کی لعنت میں گرفتار ہوگا کیونکہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے، مگر اس پر عمل نہیں کرتا قرآن اس پر لعنت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہ روایت پیش نظر رہنی چاہئے کہ جس شخص نے قرآن پر عمل کیا اس نے گویا ہمیشہ قرآن پڑھا اگرچہ حقیقت میں نہ پڑھا ہو اور جس شخص نے قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے گویا قرآن پڑھا ہی نہیں اگرچہ حقیقت میں پڑھا ہو، حاصل یہ کہ قرآن کی محض تلاوت ہی کافی نہیں ہے بلکہ بنیادی چیز قرآن پر عمل کرنا ہے۔ پڑھتا جا اور چڑھتا جا۔ یعنی قرآن کریم پڑھتا جا اور پڑھی ہوئی آیتوں کے بقدر جنت کے درجات پر چڑھتا جا جتنی آیتیں تو پڑھے گا اتنے ہی درجات تک تیری رسائی ہوگی، ایک روایت میں منقول ہے کہ قرآن کریم کی جتنی آیتیں ہیں جنت کے اتنے ہی درجات ہیں لہٰذا اگر کوئی شخص پورا قرآن پڑھے گا تو وہ جنت کے سب سے اونچے درجات میں سے اس درجہ پر پہنچے گا جس کا وہ اہل اور جو اس کے لائق ہوگا۔ یہ بات پہلے ہی بتائی جا چکی ہے کہ آداب تلاوت قرآن کریم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور لب ولہجہ کے پورے سکون ووقار کے ساتھ پڑھا جائے۔ چنانچہ اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو حافظ قرآن کریم ترتیل کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کا جنت میں بڑا مرتبہ ہو گا۔ قرآن کریم کی آیتوں کی تعداد کوفیوں کے اصول کے اعتبار سے جن کا فن قرات اور اصول ہمارے اطراف میں مروج ہے چھ ہزار دو سو سینتیس ہے اس کے علاوہ اور بھی اقوال ہیں مزید تفصیل و وضاحت کے لئے تجوید وقرات کی کتابوں سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

## ترتیل سے پڑھنے کے مفہوم کا بیان

حضرت علقمہ نے ایک شخص کو حسن صوت کیساتھ تلاوت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا لقد (رتل القرآن فداه ابی و امی، یعنی اس شخص نے قرآن کی ترتیل کی ہے میرے ماں باپ اس پر قربان ہوں۔ اور اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف والفاظ کی ادائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور پڑھنے والا اس کے معانی پر غور کر کے اس سے متاثر بھی ہو رہا ہو جیسا کہ حسن بصری سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک شخص پر ہوا جو قرآن کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا بس یہی ترتیل ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مزمل، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ۝ |
| ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ بے شک رات کا اٹھنا سخت پامال کرتا ہے اور زبان سے سیدھی بات نکالتا ہے۔ |

## قرآن مجید کی ہیبت کا بیان

"اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا" قُرْآنًا "ثَقِيْلًا" مُهِيبًا أَوْ شَدِيدًا لِمَا فِيهِ مِنَ التَّكَالِيف "إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ"

الْقِيَام بَعْد النَّوْم "هِيَ أَشَدّ وَطْئًا" مُوَافَقَة السَّمْع لِلْقَلْبِ عَلَى تَفَهُّم الْقُرْآن "وَأَقْوَم قِيلًا" أَبْيَن قَوْلًا،

ترجمہ

ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان یعنی قرآن نازل کریں گے۔ جو ہیبت یا شدت والا ہے کیونکہ اس میں احکام مکلف ہیں بے شک رات کا اُٹھنا یعنی نیند کے بعد اٹھنا نفس کو سخت پامال کرتا ہے اور دِل و دِماغ کی یک سُوئی کے ساتھ تا کہ قرآن کو سمجھیں اور زبان سے سیدھی بات نکالتا ہے۔ جو بالکل واضح ہو۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی اس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ اپنا زانو میرے زانو پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے زانو پر اس وقت ایسا بوجھ پڑا کہ معلوم ہوتا تھا اب ٹوٹ جائے گا۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے سخت سردی کے زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتے دیکھی ہے، آپ کی پیشانی سے اس وقت پسینہ ٹپکنے لگتا تھا (بخاری، مسلم، مالک، ترمذی، نسائی)۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ جب کبھی آپ پر اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ اونٹنی پر بیٹھے ہوں تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر ٹکا دیتی تھی اور اس وقت تک حرکت نہ کر سکتی تھی جب تک نزول وحی کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا۔ (مسند احمد، حاکم، تفسیر جامع البیان، سورہ مزمل، بیروت)

## نماز تہجد اور رات کے قیام کا بیان

امام بغوی نے حضرت صدیقہ عائشہ وغیرہ کی احادیث کی بناء پر یہ فرمایا ہے کہ اس آیت کی رو سے قیام اللیل یعنی رات کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام امت پر فرض تھی اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب پانچ نمازیں فرض نہیں تھیں۔

اس آیت میں قیام اللیل یعنی تہجد کی نماز کو صرف فرض ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں کم از کم ایک چوتھائی رات سے مشغول رہنا بھی فرض قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان آیات میں اصل حکم یہ تھا کہ تمام رات باستثناء قلیل نماز میں مشغول رہیں اور استثناء قلیل کا بیان اور تفصیل آگے آتی ہے۔

امام بغوی روایات حدیث کی بناء پر فرماتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رات کے اکثر حصہ کو نماز تہجد میں صرف فرماتے تھے یہاں تک کہ ان کے قدم ورم کر گئے اور یہ حکم خاصا بھاری معلوم ہوا۔ سال بھر کے بعد اسی سورت کا آخری حصہ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰن نازل ہوا جس نے اس طویل قیام کی پابندی منسوخ کر دی اور اختیار دے دیا کہ جتنی دیر کسی کے لئے آسان ہو سکے اتنا وقت خرچ کرنا نماز تہجد میں کافی ہے یہ مضمون ابوداؤد و نسائی میں حضرت صدیقہ عائشہ سے منقول ہے اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب پانچ نمازوں کی فرضیت شب معراج میں نازل ہوئی تو نماز تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی البتہ سنت پھر بھی رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اس پر مداومت فرمائی اسی طرح اکثر صحابہ کرام بڑی پابندی سے نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری، سورہ مزمل، بیروت)

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ○ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ○

بے شک آپ کے لئے دن میں بہت سی مصروفیات ہوتی ہیں۔اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں اور ہر ایک سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہیں۔

## قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا بیان

"إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا" تَصَرُّفًا فِي إِشْغَالِكَ لَا تَفْرُغُ فِيهِ لِتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ" أَيْ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ فِي ابْتِدَاءِ قِرَاءَتِكَ "وَتَبَتَّلْ" انْقَطِعْ "إِلَيْهِ تَبْتِيلًا" مَصْدَرُ بَتَلَ جِيءَ بِهِ رِعَايَةً لِلْفَوَاصِلِ وَهُوَ مَلْزُومُ التَّبَتُّلِ،

بے شک آپ کے لئے دن میں بہت سی مصروفیات ہوتی ہیں۔جس کے سبب تلاوت قرآن کیلئے فراغت ممکن ہے نہ ہو اور آپ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہیں یعنی ''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ''قرأت کے شروع میں پڑھیں۔اور ہر ایک سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہیں۔لفظ تبتیلا کا مصدر بتل فواصل کے رعایت کے سبب آیا ہے۔اور تبتل کو ملزوم ہے۔

یعنی دن میں لوگوں کو سمجھانا اور دوسرے کئی طرح کے مشاغل رہتے ہیں۔گو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بالواسطہ عبادت ہیں۔تاہم بلاواسطہ پروردگار کی عبادت اور مناجات کے لیے رات کا وقت مخصوص رکھنا چاہیے۔اگر عبادت میں مشغول ہو کر رات کی بعض حوائج چھوٹ جائیں تو کچھ پروا نہیں۔دن میں ان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

حضرات فقہاء نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء و مشائخ جو تعلیم و تربیت اور اصلاح خلق کی خدمتوں میں لگے رہتے ہیں ان کو بھی چاہئے کہ یہ کام دن ہی تک محدود رہنے چاہئیں، رات کا وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری اور عبادت کے لئے فارغ رکھنا بہتر ہے جیسا کہ علمائے سلف کا تعامل اور اس پر شاہد ہی کوئی وقتی ضرورت دینی، تعلیمی، تبلیغی کبھی اتفاقات کو بھی اس میں مشغول رکھنے کی داعی ہو تو وہ بقدر ضرورت مستثنیٰ ہے۔اس کی شہادت بھی بہت سے حضرات علماء و فقہاء کے عمل سے ثابت ہے۔

## تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے کا بیان

تبتل کے لفظی معنے مخلوق سے منقطع ہو کر خالق کی عبادت میں لگ جانے کے ہیں وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ کا عطف قم الیل پر ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام الیل یعنی رات کی نماز کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ضمن میں دن کی خاص خاص عبادتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کمافی قولہ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا اس آیت میں ایک ایسی عبادت کا حکم ہے جو رات یا دن کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر وقت اور ہر حال میں جاری رہتی ہے وہ ہے ذکر اللہ، اور مراد ذکر اللہ کے حکم سے اس پر مداومت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تو تصور ہی نہیں ہو سکتا کہ آپ بالکل ذکر نہ کرتے ہوں اس لئے اس حکم کا منشاء دوام ذکر ہی ہو سکتا ہے۔(تفسیر مظہری، سورہ مزمل، لاہور)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوں جو وہ میرے بارہ میں رکھتا ہے جب وہ دل سے یا زبان سے مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں پس اگر وہ اپنی ذات میں یعنی خفیہ طور پر اپنے دل میں مجھے یاد کرتا ہے۔

تو میں بھی اسے اپنی ذات میں یاد کرتا ہوں (یعنی نہ کہ اس کو صرف پوشیدہ طور پر ثواب دیتا ہوں بلکہ اس کو از خود ثواب دیتا ہوں ثواب دینے کا کام کسی اور کے سپرد نہیں کرتا) اگر وہ مجھے جماعت میں (یعنی ظاہری طور پر) یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کا ذکر جماعت میں کرتا ہوں جو اس کی جماعت سے بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 785)

| |
|---|
| رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ |
| وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ○ |
| مشرق ومغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔ اور آپ ان پر صبر کریں |
| جو کچھ وہ کہتے ہیں، اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔ |

## مشرق ومغرب کے رب ہونے کا بیان

هُوَ "رَبّ الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب لَا إِلَه إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا " مُوَكِّلًا لَهُ أُمُورك "وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ " أَيْ كُفَّار مَكَّة مِنْ أَذَاهُمْ "وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا" لَا جَزَع فِيهِ وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِقِتَالِهِمْ،

وہی مشرق ومغرب کا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، سو اس کو کارساز بنا لے۔ یعنی جو آپ کے معاملات کی وکالت کرے اور آپ ان باتوں پر صبر کریں۔ جو کچھ وہ کفار مکہ آپ کو اذیت دینے کیلئے کہتے ہیں، اور نہایت خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کش ہو جائیں۔ جس میں کوئی جزع نہ ہو۔ اور یہ حکم جہاد والے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔

## کفار کی تکالیف پر صبر کرنے کا بیان

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے نبی کو کفار کی طعن آمیز باتوں پر صبر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ ان کے حال پر بغیر ڈانٹ ڈپٹ کے ہی چھوڑ دے، میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔ میرے غضب اور غصے کے وقت دیکھ لوں گا کہ کیسے یہ لوگ نجات پاتے ہیں۔ ہاں ان کے مالدار خوش حال لوگوں کو جو بیفکر ہیں اور تجھے ستانے کے لئے باتیں بنا رہے ہیں جن پر دوہرے حقوق ہیں مال کے اور جان کے اور یہ ان میں سے ایک بھی ادا نہیں کرتے تو ان سے بے تعلق ہو جا پھر دیکھ کہ میں ان کے ساتھ کیا کرتا ہوں تھوڑی دیر دنیا میں تو چاہے یہ فائدہ اٹھا لیں گے مگر انجام کار عذابوں میں پھنسیں گے اور عذاب بھی کونسے؟ سخت قید و بند کے، بدترین بھڑکتی ہوئی نہ بجھنے والی اور نہ کم ہونے والی آگ کے اور ایسا کھانا جو حلق میں جا کر اٹک جائے نہ نگل سکیں نہ اگل سکیں اور بھی طرح طرح کے

المناک عذاب ہوں گے، پھر وہ وقت بھی ہوگا جب زمینوں میں اور پہاڑوں پر زلزلہ طاری ہوگا سخت اور بڑی چٹانوں والے پہاڑ آپس میں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہوگئے ہوں گے جیسے بھر بھری ریت کے بکھرے ہوئے ذرے ہوں جنہیں ہوا ادھر سے ادھر لے جائے گی اور نام ونشان تک مٹا دے گی اور زمین ایک چٹیل صاف میدان کی طرح رہ جائے گی جس میں کہیں اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔

(تفسیر ابن کثیر، سورہ مزمل، بیروت)

| |
|---|
| وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ○ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَّجَحِيمًا ○ |
| اور چھوڑ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال ہیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دے۔ |
| بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ |

## کفار مکہ کیلئے سخت آگ کے اخروی عذاب کا بیان

"وَذَرْنِي" اُتْرُكْنِي "وَالْمُكَذِّبِينَ" عَطْف عَلَى الْمَفْعُول أَوْ مَفْعُول مَعَهُ وَالْمَعْنَى أَنَا كَافِيكَهُمْ وَهُمْ صَنَادِيد قُرَيْش "أُولِي النَّعْمَة" التَّنَعُّم "وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا" مِنْ الزَّمَن فَقُتِلُوا بَعْد يَسِير مِنْهُ بِبَدْرٍ "إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا" قُيُودًا ثِقَالًا جَمْع نِكْل بِكَسْرِ النُّون "وَجَحِيمًا" نَارًا مُحْرِقَة،

اور چھوڑ مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو جو خوشحال ہیں یہاں پر لفظ مکذبین کا عطف ذرنی کے مفعول پر یا مفعول معہ پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ تمہاری جانب سے ان کفار کو سزا دینے میں کافی ہوں۔ اور وہ قریش کے سردار ہیں اور انھیں تھوڑی سی مہلت دیں۔ پس وہ تھوڑی مدت کے بعد ہی بدر میں قتل کر دیئے گئے۔ بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں یعنی مضبوط بیڑیاں ہیں اور انکال یہ نِکل کی جمع ہے جو نون کے کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔ اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ذرنی: ذر فعل امر واحد مذکر حاضر۔ وذر (باب فتح، سمع) سے مصدر۔ جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہوتے ہیں۔ ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم کی ہے۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ والمکذبین اولی النعمة۔ واو عاطفہ۔ المکذبین اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب۔ بوجہ مفعول) تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ المکذبین کا عطف ذرنی پر ہے یا المکذبین مفعول معہ ہے۔ (مدارک التنزیل)

اولی النعمۃ موصوف وصفت مل کر صفت ہے المکذبین کی۔ مال دار۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: آپ مجھے اور (ان) جھٹلانے والے مالداروں کو (اپنی حالت پر) چھوڑیئے۔ ومھلھم قلیلا: اس کا عطف ذرنی پر ہے۔ واو عاطفہ۔ مہل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تمہیل (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی مہلت دینا۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع المکذبین ہے۔ قلیلا ای زمانا قلیلا تھوڑی سی مدت کے لئے۔ تھوڑی سی مہلت۔ ترجمہ ہوگا: اور آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں۔ یعنی آپ تھوڑا سا انتظار کریں ان کو سزا ملنے ہی والی ہے۔ یقولون میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور واھجر ھم میں ضمیر ھم مفعول جمع مذکر غائب اور المکذبین اولی النعمۃ سے مراد کفار

مکہ اور سرداران قریش ہیں۔

مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ آیت وذرنی، الخ کا نزول مقتولین بدر کے بارے میں ہوا۔ کچھ ہی مدت گزری تھی کہ وہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ یا اس سے مراد دنیاوی زندگی کی مہلت ہے۔ (روح المعانی، مزمل، بیروت)

| |
|---|
| وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا۝ |
| اور حلق میں اٹک جانے والا کھانا اور نہایت دردناک عذاب ہے۔ جس دن زمین اور پہاڑ زور سے لرزنے |
| لگیں گے اور پہاڑ بکھرتی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ |

## اہل جہنم کیلئے حلق میں اٹک جانے والا کھانا ہونے کا بیان

"وَطَعَامًا ذَا غُصَّة" يَغَصّ بِهِ فِي الْحَلْق وَهُوَ الزَّقُّوم أَوْ الضَّرِيع أَوْ الْغِسْلِين أَوْ شَوْك مِنْ نَار لَا يَخْرُج وَلَا يَنْزِل "وَعَذَابًا أَلِيمًا" مُؤْلِمًا زِيَادَة عَلَى مَا ذُكِرَ لِمَنْ كَذَّبَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

"يَوْم تَرْجُف" تُزَلْزَل "الْأَرْض وَالْجِبَال وَكَانَتْ الْجِبَال كَثِيبًا" رَمْلًا مُجْتَمِعًا "مَهِيلًا" سَائِلًا بَعْد اجْتِمَاعه وَهُوَ مِنْ هَالَ يَهِيل وَأَصْله مَهْيُول اُسْتُثْقِلَتْ الضَّمَّة عَلَى الْيَاء فَنُقِلَتْ إلَى الْهَاء وَحُذِفَتْ الْوَاو ثَانِي السَّاكِنَيْنِ لِزِيَادَتِهَا وَقُلِبَتْ الضَّمَّة كَسْرَة لِمُجَانَسَةِ الْيَاء ،

اور حلق میں اٹک جانے والا کھانا اور وہ تھوہر کا ضریع کا یا غسلین کا یا آگ سے شوک کا ہے جو نہ باہر نکلے اور نہ حلق سے نیچے اترے گا۔ اور نہایت دردناک عذاب ہے۔ یعنی جو ذکر کردہ تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوگا۔ ہر اس شخص کیلئے جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی۔ جس دن زمین اور پہاڑ زور سے لرزنے لگیں گے اور پہاڑ بکھرتی ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے۔ یعنی جمع ہونے کے بعد ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور یہاں لفظ مہیل یہ ھال یہیل سے سے ہے اور اصل میں مھیول ہے ضمہ کے یاء پر ثقیل ہونے کے سبب اس کو ھاء کی جانب نقل کر دیا اور ساکنین میں واؤ ثانی کو حذف کر دیا۔ اور یاء ہم جنس ہونے کے سبب ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا۔

## فکر آخرت اور اسلاف کے عمل کا بیان

امام احمد، ابن ابی داؤد، ابن عدی اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سنی تو خوف سے بیہوش ہو گیا اور حضرت حسن بصری ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آ گیا، کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا۔ اگلے روز پھر شام کو ایسا ہی ہوا، کھانا اٹھوا دیا۔ تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحبزادے حضرت ثابت بنانی اور یزید ضبی اور یحییٰ بکار کے پاس گئے اور حال سنایا، یہ تینوں حضرات آئے اور حضرت حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے جب مجبور ہو کر کچھ تناول

فرمایا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ مزمل، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ |
| بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے، |
| جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول کو بھیجا تھا۔ |

## قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی کا بیان

"إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ" يَا أَهْل مَكَّة "رَسُولًا" هُوَ مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "شَاهِدًا عَلَيْكُمْ" يَوْم الْقِيَامَة بِمَا يَصْدُر مِنْكُمْ مِنْ الْعِصْيَان "كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْن رَسُولًا" هُوَ مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام،

اے اہل مکہ، بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھیجا ہے جو تم پر قیامت کے دن گواہی دینے والا ہے، جو کچھ تم سے نافرمانی صادر ہوئی۔ جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول کو بھیجا تھا۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اس سے پہلی آیات میں مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اب خطاب کا رخ کفار مکہ کی طرف مڑ گیا ہے اور انہیں بتایا یہ جا رہا ہے کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تم کمر بستہ ہو گئے ہو۔ تو یہی رسول تمہاری ایک ایک حرکت کی قیامت کے دن تم پر گواہی دینے والا ہے۔ لہٰذا جو قدم اٹھانا ہے سنبھل کر اٹھاؤ۔ اس سے پہلے ہم نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا تھا۔ فرعون تم سے بہت زیادہ طاقتور، جابر اور ایک وسیع خطہ زمین پر حکمران تھا۔ لیکن اس نے بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانی اور اکڑ گیا تو ہم نے اسے دریا میں ڈبو کر اس کا اور اس کی آل کا صفحۂ ہستی سے نام ونشان تک مٹا دیا تھا اور تم تو اس کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ لہٰذا تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے باز آ جاؤ۔

| |
|---|
| فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۝ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ |
| اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ |
| پس فرعون نے اس رسول (علیہ السلام) کی نافرمانی کی، سو ہم نے اس کو ہلاکت انگیز گرفت میں پکڑ لیا۔ |
| پھر تم کیسے بچو گے اگر تم نے کفر کیا، اس دن سے جو بچوں کو بوڑھے کر دے گا۔ |

## قیامت کے دن نافرمانوں کی سخت پکڑ ہونے کا بیان

"فَعَصَى فِرْعَوْن الرَّسُول فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا" شَدِيدًا "فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ كَفَرْتُمْ" فِي الدُّنْيَا "يَوْمًا" مَفْعُول تَتَّقُونَ أَيْ عَذَابه بِأَيِّ حِصْن تَتَحَصَّنُونَ مِنْ عَذَاب يَوْم "يَجْعَل الْوِلْدَان شِيبًا"

جَمْع أَشْيَب لِشِدَّةِ هَوْله وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة وَالْأَصْل فِي شِين شِيبًا الضَّمّ وَكُسِرَتْ لِمُجَانَسَةِ الْيَاء وَيُقَال فِي الْيَوْم الشَّدِيد يَوْم يَشِيب نَوَاصِي الْأَطْفَال وَهُوَ مَجَاز وَيَجُوز أَنْ يَكُون الْمُرَاد فِي الْآيَة الْحَقِيقَة،

پس فرعون نے اس رسول (علیہ السلام) کی نافرمانی کی، سو ہم نے اس کو ہلاکت انگیز گرفت میں پکڑ لیا۔ پھر تم کیسے بچو گے اگر تم نے دنیا میں کفر کیا، اس دن سے جو بچوں کو بوڑھے کر دے گا۔ یہاں پر لفظ یوما یہ تتقون کا مفعول ہے۔ یعنی اس کے دن کے عذاب سے ڈرو۔ یعنی کونسا قلعہ ہوگا جو تمہیں اس دن کے عذاب سے محفوظ کر سکے گا۔ اور لفظ شیبا یہ اشیب کی جمع ہے جو شدت ھول کے معنی میں آیا ہے۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔ اور شیبا میں اصل میں شین ضمہ کے ساتھ آیا ہے لیکن مجانست یاء کے سبب اس کو کسرہ دی گئی ہے۔ اور یوم شیب کو یوم شدید کہا جاتا ہے۔ کہ جس دن بچوں کے بال سفید ہو گئے۔ اور وہ مجاز ہے اور یہاں پر آیت میں حقیقت مراد لینا بھی درست ہے۔

اس کے بعد کفار مکہ کو فرعون اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ سنا کر اس سے ڈرایا گیا کہ جس طرح فرعون اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر کے گرفتار عذاب ہوا، تم بھی اس پر جمے رہے تو سمجھ لو کہ تم پر بھی ایسا ہی کوئی عذاب دنیا میں آ سکتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اگر دنیا میں کوئی عذاب نہ بھی آیا تو قیامت کے اس دن کے عذاب سے تمہیں کون بچا سکے گا جس کی ہولناکی اور طول کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ روز قیامت کے شدید اور ہولناکی اور طول کی وجہ سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ روز قیامت کے شدید اور ہولناک ہونے کا بیان ہے کہ اس میں لوگوں پر ایسا خوف اور ہول طاری ہوگا کہ اگر کوئی بچہ بھی ہو تو بوڑھا ہو جائے غرض مراد اس سے ایک تمثیل ہے اور بعض حضرات نے فرمایا کہ مراد حقیقت ہے اور روز قیامت اس قدر طویل ہوگا کہ اس میں ایک بچہ بھی بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے گا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مزمل، بیروت)

| |
|---|
| السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ○ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ○ |
| اس میں آسمان پھٹ جانے والا ہے، اس کا وعدہ ہمیشہ سے ہو کر رہنے والا ہے۔ یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، |
| تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔ |

## قیامت کی سختی کے سبب آسمان کے پھٹ جانے کا بیان

"السَّمَاء مُنْفَطِر" ذَات انْفِطَار أَيْ انْشِقَاق "بِهِ" بِذَلِكَ الْيَوْم لِشِدَّتِهِ "كَانَ وَعْده" تَعَالَى بِمَجِيءِ ذَلِكَ "مَفْعُولًا" أَيْ هُوَ كَائِن لَا مَحَالَة، "إِنَّ هَذِهِ" الْآيَات الْمَخُوفَة "تَذْكِرَة" عِظَة لِلْخَلْقِ "فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبّه سَبِيلًا" طَرِيقًا بِالْإِيمَانِ وَالطَّاعَة،

اس میں آسمان پھٹ جانے والا ہے، یعنی اس دن کی سختی کے سبب آسمان پھٹ جائے گا۔ اس کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو

کر رہنے والا ہے۔ یعنی وہ لامحالہ ہونے والا ہے۔ یقیناً ان آیات خوف میں ایک نصیحت ہے، جو مخلوق کیلئے وعظ ہے۔ تو جو چاہے اپنے رب کی طرف یعنی ایمان واطاعت کا راستہ اختیار کرلے۔

اس دنیا میں بھی تم پر فرعون اور آل فرعون کی طرح اللہ کا عذاب آکے رہے گا اگر بالفرض اس دنیا میں عذاب نہ بھی آئے تو اس دن کے عذاب سے تم کیونکر بچ سکتے ہو جس دن آسمان پھٹ جائے گا، یہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ اس دن کی دہشت اور ہولناکی کا یہ عالم ہوگا کہ عذاب سے پہلے ہی بچے دہشت کے مارے بوڑھے نظر آنے لگیں گے، چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی۔ لوگ ان دہشت ناک مناظر سے پناہ کی کوئی جگہ تلاش کرنا چاہیں گے تو وہ بھی کہیں نہ مل سکے گی۔ اس کے بعد اس دن کا فروں کو یقینی طور پر جو عذاب ہونے والا ہے اس سے بچنے کی تمہارے پاس کوئی صورت ہے؟

| |
|---|
| اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ؕ |
| وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ |
| عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى وَ اٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ |
| وَ اٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ |
| وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ |
| خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ |
| بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی شب کے قریب اور نصف شب اور ایک تہائی شب (نماز میں) قیام کرتے ہیں، اور |
| ان لوگوں کی ایک جماعت (بھی) جو آپ کے ساتھ ہیں، اور اللہ ہی رات اور دن کا صحیح اندازہ رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس |
| کے اِحاطہ کی طاقت نہیں رکھتے، سو اس نے تم پر (مشقت میں تخفیف کر کے) معافی دے دی، پس جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن |
| پڑھ لیا کرو، وہ جانتا ہے کہ تم میں سے (بعض لوگ) بیمار ہوں گے اور (بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تا کہ اللہ کا |
| فضل تلاش کریں اور (بعض) دیگر اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے، سو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا (ہی) پڑھ لیا کرو، اور نماز |
| قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو قرضِ حسن دیا کرو، اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے حضور بہتر اور |
| اَجر میں بزرگ تر پالو گے، اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو، اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ |

## نماز میں بہ قدر آسانی قرأت کرنے کا بیان

"اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى" اَقَلَّ "مِنْ ثُلُثَيِ اللَّيْلِ وَنِصْفِهٖ وَثُلُثِهٖ" بِالْجَرِّ عَطْف عَلٰى ثُلُثَيْ

وَبِالنَّصْبِ عَلَى أَدْنَى وَقِيَامه كَذَلِكَ نَحو مَا أَمَرَ بِهِ أَوَّل السُّورَة "وَطَائِفَة مِنَ الَّذِينَ مَعَك" عَطْف عَلَى ضَمِير تَقُوم وَجَازَ مِنْ غَيْر تَأْكِيد لِلْفَصْلِ وَقِيَام طَائِفَة مِنْ أَصْحَابه كَذَلِكَ لِلتَّأَسِّي بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَانَ لَا يَدْرِي كَمْ صَلَّى مِنْ اللَّيْل وَكَمْ بَقِيَ مِنْهُ فَكَانَ يَقُوم اللَّيْل كُلّه احْتِيَاطًا فَقَامُوا حَتَّى انْتَفَخَتْ أَقْدَامهمْ سَنَة أَوْ أَكْثَر فَخُفِّفَ عَنْهُمْ "وَاَللَّه يُقَدِّر" يُحْصِي "اللَّيْل وَالنَّهَار عَلِمَ أَنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف أَيْ أَنَّهُ "لَنْ تُحْصُوهُ" أَيْ اللَّيْل لِتَقُومُوا فِيمَا يَجِب الْقِيَام فِيهِ إلَّا بِقِيَامِ جَمِيعه وَذَلِكَ يَشُقّ عَلَيْكُمْ "فَتَابَ عَلَيْكُمْ" رَجَعَ بِكُمْ إلَى التَّخْفِيف "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْ الْقُرْآن" فِي الصَّلَاة بِأَنْ تُصَلُّوا مَا تَيَسَّرَ "عَلِمَ أَنْ" مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة أَيْ أَنَّهُ "سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْضَى وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْض" يُسَافِرُونَ "يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْل اللَّه" يَطْلُبُونَ مِنْ رِزْقه بِالتِّجَارَةِ وَغَيْرهَا "وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيل اللَّه" وَكُلّ مِنْ الْفِرَق الثَّلَاثَة يَشُقّ عَلَيْهِمْ مَا ذُكِرَ فِي قِيَام اللَّيْل فَخَفَّفَ عَنْهُمْ بِقِيَامِ مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ثُمَّ نَسَخَ ذَلِكَ بِالصَّلَوَاتِ الْخَمْس "فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ" كَمَا تَقَدَّمَ "وَأَقِيمُوا الصَّلَاة" الْمَفْرُوضَة "وَآتُوا الزَّكَاة وَأَقْرِضُوا اللَّه" بِأَنْ تُنْفِقُوا مَا سِوَى الْمَفْرُوض مِنْ الْمَال فِي سَبِيل الْخَيْر "قَرْضًا حَسَنًا" عَنْ طِيب قَلْب "وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْر تَجِدُوهُ عِنْد اللَّه هُوَ خَيْرًا" مِمَّا خَلَّفْتُمْ وَهُوَ فَصْل وَمَا بَعْده وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعْرِفَة يُشْبِههَا لِامْتِنَاعِهِ مِنْ التَّعْرِيف "وَأَعْظَم أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّه إنَّ اللَّه غَفُور رَحِيم" لِلْمُؤْمِنِينَ

بے شک آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ کبھی دو تہائی شب کے قریب اور کبھی نصف شب اور کبھی ایک تہائی شب نماز میں قیام کرتے ہیں، یہاں پر لفظ ثلثہ کا عطف جر کی صورت میں ثلثی پر جبکہ نصب کی صورت میں ادنیٰ پر ہوگا۔ اوران لوگوں کی ایک جماعت بھی جو آپ کے ساتھ ہیں قیام میں شریک ہوتی ہے، جس طرح سورت کے شروع میں حکم دیا گیا ہے۔ یہاں پر لفظ طائفہ کا عطف تقوم کی ضمیر پر ہے جو بغیر کسی تاکید کے محض فصل کیلئے آئی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہوتا حتیٰ کہ انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا کہ رات کتنی نماز میں گزری ہے اور کتنی باقی ہے لہٰذا وہ نماز تہجد کیلئے ساری رات نماز میں گزار دیتے یہاں تک کہ ان کے پاؤں پر ورم آ گیا اور انہوں نے ایسا ایک سال تک یا اس سے زیادہ مدت تک کیا پس ان پر آسانی فرمائی گئی۔ اور اللہ ہی رات اور دن کے گھٹنے اور بڑھنے کا صحیح اندازہ رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس کے احاطہ کی طاقت نہیں رکھتے، یہاں پر لفظ اَن مخففہ من ثقیلہ ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی اَنہ ہے۔ سو اس نے تم پر مشقت میں تخفیف کر کے معافی دے دی، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مشقت کے سبب تم تمام رات قیام نہ کر سکو گے پس جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن نماز میں پڑھ لیا کرو، یعنی اس قدر نماز میں پڑھو جو آسان ہو۔ یہاں پر بھی اَن مخففہ من ثقیلہ ہے۔ یعنی اَنہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں

سے بعض لوگ بیمار ہوں گے اور بعض دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے تا کہ اللہ کا فضل تلاش کریں یعنی تجارت وغیرہ کے ساتھ رزق تلاش کریں گے۔اور بعض دیگر اللہ کی راہ میں جنگ کریں گے،لہٰذا اس طرح تینوں اقسام کے لوگوں پر ذکر کردہ قیام میں مشقت ہے لہٰذا ان پر بہ قدر آسانی تخفیف فرمائی۔اس کے بعد یہ حکم پانچوں نمازوں کے حکم کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے۔سو جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا ہی پڑھ لیا کرو،جس طرح پہلے گزر چکا ہے۔اور فرض کردہ نماز قائم رکھو اور زکوۃ دیتے رہو یعنی فرض کردہ مال کے سوا بھی خیر کی راہوں میں مال خرچ کرتے رہو۔اور اللہ کو قرضِ حسن دیا کرو،تا کہ دل پاک ہو جائے۔اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے حضور بہتر اور اَجر میں بزرگ تر پالو گے،اور جو تم نے پیچھے چھوڑی ہے یہاں پر ھو ضمیر فصل ہے اگر چہ اس کا مابعد معرفہ نہیں ہے لیکن وہ مشابہ بہ معرفہ ہے۔لہٰذا تعریف ممتنع ہوئی۔اور اللہ سے بخشش طلب کرتے رہو،اللہ اہل ایمان کو بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

## اعمال صالحہ کے سبب جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کو دیکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ چہرہ اقدس کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں ہو سکتا،پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد جو سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا وہ یہ تھا کہ لوگو! سلام کو ظاہر کرو۔(یعنی السلام علیکم آواز بلند کہو تا کہ جس کو سلام کیا جا رہا ہے وہ سن لے نیز یہ کہ ہر ایک سے سلام کرو چاہے وہ آشنا ہو یا بے گانہ)اور(بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ۔رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو،نیز رات میں اس وقت تہجد کی نماز پڑھو جب کہ لوگ سوتے ہو(اگر یہ کرو گے) تو جنت میں سلامتی کے ساتھ (یعنی بغیر عذاب کے) داخل ہو گے۔(ترمذی،ابن ماجہ،دارمی،مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 406)

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ایکم مالہ احب الیہ من مال وارثہ؟" تم میں سے کون ہے جس کو اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب ہے"؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال اپنے وارث کے مال سے زیادہ محبوب نہ ہو۔فرمایا اعلموا ما تقولون۔سوچ لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا حال واقعی یہی ہے۔اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما مال احدکم ما قدم و مال وارثہ ما اخر۔تمہارا اپنا مال تو وہ ہے جو تم نے اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دیا۔اور جو کچھ تم نے روک کر رکھا وہ تو وارث کا مال ہے"۔(بخاری۔نسائی۔مسند ابو یعلیٰ تفسیر جامع البیان،سورہ مزمل،بیروت)

# سُورَةُ الْمُدَّثِّر

## یہ قرآن مجید کی سورت مدثر ہے

### سورت مدثر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَةُ الْمُدَّثِّر مَكِّيَّة وَآيَاتُهَا سِتّ وَخَمْسُونَ

سورہ مدّثر مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، چھپّن، آیات، دوسوپچپن کلمات، ایک ہزار دس حروف ہیں۔

### سورت مدثر کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ المدثر کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی چادر اوڑھنے والا ہے اور اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بہ طور وحی کے از روئے محبت کے ہوئی لہٰذا اسی نام سے یہ سورت معروف ہوئی ہے۔

### سورت مدثر کے شان نزول کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وحی کے متعلق بتاتے ہوئے سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں چلا جا رہا تھا کہ آسمان سے ایک آواز آتی سنائی دی میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ ہے جو میرے پاس غار حرا میں آیا تھا۔ وہ آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس سے ڈر گیا اور لوٹ آیا۔ پھر میں نے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھاؤ۔ پھر مجھے کمبل اوڑھا دیا گیا اور یہ آیات نازل ہوئیں۔(يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ، وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ، اے لحاف میں لپٹنے والے کھڑا ہو پھر ڈر سنا دے اور اپنے رب کی بڑائی بول اور اپنے کپڑے پاک رکھ اور گندگی سے دور رہ۔ المدثر)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اس حدیث کو یحییٰ بن ابی کثیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نقل کرتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1276)

| |
|---|
| يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ○ قُمْ فَاَنْذِرْ○ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ○ |
| اے چادر اوڑھنے والے (حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) اُٹھیں اور ڈر سنائیں۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان فرمائیں۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت وحی میں چادر مبارک اوڑھنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّر" النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْله الْمُتَدَثِّر أُدْغِمَتْ التَّاء فِي الدَّال أَيْ

الْمُتَلَفِّفِ بِثِيَابِهِ عِنْدَ نُزُولِ الْوَحْيِ عَلَيْهِ "قُمْ فَأَنْذِرْ" خَوِّفْ أَهْلَ مَكَّةَ النَّارَ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا "وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ" عَظِّمْ عَنْ إِشْرَاكِ الْمُشْرِكِينَ،

اے چادر اوڑھنے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھیں، یہاں پر لفظ مدثر اصل میں متدثر تھا تو تاء کا دال میں ادغام کیا گیا ہے۔ یعنی نزول وحی کے وقت کپڑا اوڑھنے والے۔ اور لوگوں یعنی اہل مکہ کو اللہ کا ڈر سنائیں۔ کہ اگر وہ ایمان نہ لائے تو ان کیلئے جہنم کی آگ ہے۔ اور اپنے رب کی بڑائی اور عظمت بیان فرمائیں۔ کیونکہ وہ اس سے عظیم ہے جو مشرکین شریک ٹھہراتے ہیں۔

عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تحنث کیا کرتے، تحنث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے اور اس کے لئے توشہ ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا، چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو، تو لوگوں نے کمبل اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہر گز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبد العزیٰ کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے، زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ چاہتا، نابینا اور بوڑھے ہو گئے تھے، ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے میرے چچا زاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو آپ سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا، بیان کر دیا، ورقہ نے آپ

سے کہا کہ یہی وہ ناموس ہے، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش میں نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا، پھر زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہو گیا۔

ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ جابر بن عبداللہ انصاری وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے، تو اس حدیث میں بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ) اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے، پھر وحی کا سلسلہ گرم ہو گیا اور لگاتار آنے لگی۔ عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح نے اس کے متابع حدیث بیان کی ہے اور ہلال بن رواد نے زہری سے متابعت کی ہے، یونس اور معمر نے فوادہ کی جگہ بوادرہ بیان کیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 3)

| |
|---|
| وَ ثِیَابَکَ فَطَھِّرْ ○ وَ الرُّجْزَ فَاھْجُرْ ○ |
| اور اپنے لباس پاک رکھیں۔ اور بتوں سے الگ رہیں۔ |

## ظاہر و باطن کی صفائی رکھنے کا بیان

"وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ" عَنِ النَّجَاسَۃِ اَوْ قَصِّرْھَا خِلَافَ جَرِّ الْعَرَبِ ثِیَابَھُمْ خُیَلَاءَ فَرُبَّمَا اَصَابَتْھَا نَجَاسَۃٌ "وَالرُّجْزَ" فَسَّرَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْاَوْثَانِ "فَاھْجُرْ" اَیْ دُمْ عَلٰی ھَجْرِہٖ،

اور اپنے لباس پاک رکھیں۔ کیونکہ متکبرین اہل عرب کے کپڑے زمین پر گھسٹنے کی وجہ سے نجاست سے آلودہ ہو جاتے تھے لہٰذا آپ کپڑوں کو اونچا رکھ کر ان کا خلاف کریں۔ اور بتوں سے الگ رہیں۔ لفظ رجز کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتوں سے بچنا بیان فرمائی ہے۔ یعنی بتوں کو ہمیشہ کیلئے چھوڑ دیں۔

اس آیت میں حضرات مفسرین سے سبھی معانی منقول ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی تضاد اور اختلاف نہیں۔ بطور عموم مجاز کے اگر ان الفاظ سے سبھی معنی مراد لئے جاویں تو کوئی بعد نہیں، اور معنے اس حکم کے یہ ہوں گے کہ اپنے کپڑوں اور جسم کو ظاہری ناپاکیوں سے پاک رکھئے قلب اور نفس کو باطل عقائد و خیالات سے اور اخلاق رذیلہ سے پاک رکھیئے۔ پائجامہ یا تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی ممانعت بھی اس سے مستفاد ہوتی ہے کیونکہ نیچے لٹکے ہوئے کپڑوں کا آلودہ ہو جانا بعید نہیں تو تطہیر ثوب کے حکم میں یہ بھی آ گیا کہ کپڑوں کا استعمال اس طرح کرو کہ نجاست سے دور رہیں۔ اور کپڑوں کے پاک رکھنے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ محل حرام سے نہ

بنائے جائیں کسی ایسی وضع وہیت کے نہ بنائے جائیں جو شرعاً ممنوع ہیں۔

اور ظاہر آیت سے یہ ہے کہ یہ تطہیر ثوب کا حکم نماز کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام حالات میں عام ہے اسی لئے فقہاء نے فرمایا ہے کہ غیر حالت نماز میں بھی بغیر کسی ضرورت کے جسم کو ناپاک رکھنا یا ناپاک کپڑے پہنے رکھنا یا ناپاک جگہ میں بیٹھے رہنا جائز نہیں، ضرورت کے اوقات مستثنیٰ ہیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ مدثر، لاہور)

اس سے مراد اخلاق بھی ہیں جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور اس سے مراد اعمال بھی ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے یحشر المرء فی ثوبہ الذین مات فیھما ای عملہ الخبیث و الطیب انسان قیامت کے دن انہی کپڑوں میں اٹھے گا جن میں کہ وہ فوت ہوا۔ یعنی اپنے نیک و بد اعمال کے ساتھ۔ (تفسیر روح البیان، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝ فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ |
| اور احسان نہ کر کہ زیادہ حاصل کرے۔ اور آپ اپنے رب کے لئے صبر کیا کریں۔ پھر جب صور میں پھونک ماری جائے گی۔ |

## اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے صبر کرنے کا بیان

"وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ" بِالرَّفْعِ حَال أَيْ لَا تُعْطِ شَيْئًا لِتَطْلُب أَكْثَر مِنْهُ وَهَذَا خَاصّ بِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ مَأْمُور بِأَجْمَلِ الْأَخْلَاق وَأَشْرَف الْآدَاب،

"وَلِرَبِّك فَاصْبِرْ" عَلَى الْأَوَامِر وَالنَّوَاهِي "فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُور" نُفِخَ فِي الصُّور وَهُوَ الْقَرْن النَّفْخَة الثَّانِيَة،

اور احسان نہ کر کہ زیادہ حاصل کرے۔ یہ رفع کے ساتھ حال ہے یعنی کسی کو مطلوبہ طلب سے زیادہ نہ دیں۔ اور یہ بیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق و آداب سب سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوامر و نواہی پر اپنے رب کے لئے صبر کیا کریں۔ پھر جب دوبارہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔ اور وہ سینگ ہے۔ جو نفخہ ثانیہ ہے۔

یعنی جیسے کہ دنیا میں ہدیئے اور نیوتے دینے کا دستور ہے کہ دینے والا یہ خیال کرتا ہے کہ جس کو میں نے دیا ہے وہ اس سے زیادہ مجھے دے دے گا، اس قسم کے نیوتے اور ہدیئے شرعاً جائز ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے منع فرمایا گیا کیونکہ شان نبوت بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور اس منصبِ عالی کے لائق یہی ہے کہ جس کو جو دیں وہ محض کرم ہو اس سے لینے یا نفع حاصل کرنے کی نیت نہ ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مدثر، لاہور)

صبر کے لفظی معنی اپنے نفس کو روکنے اور قابو میں رکھنے کے ہیں اسلئے صبر کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی پر اپنے نفس کو قائم رکھے اور یہ بھی داخل ہے کہ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے نفس کو روکے اور یہ بھی داخل ہے کہ مصائب اور

تکلیف میں اپنے اختیار کی حدتک جزع فزع اور شکایت سے بچے اسلئے یہ حکم ایک جامع حکم ہے جو تقریباً پورے دین کو شامل ہے اس موقع پر اس حکم کی خصوصیت ممکن ہے اسلئے بھی ہو کہ اوپر کی آیات میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ عام خلق خدا تعالیٰ کو دین حق کی طرف دعوت دیں کفر و شرک اور معاصی سے روکیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے نتیجے میں بہت سے لوگ مخالفت و عداوت اور ایذاء رسانی پر آمادہ ہو جائیں گے اس لئے داعی حق کو صبر و ضبط کا خوگر ہونا چاہئے۔ یہ چند احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کے بعد قیامت اور اس کے ہولناک ہونیکا ذکر ہے۔ ناقور کے معنے صور کے ہیں ورنقر سے مراد صور میں پھونک مار کر آواز نکالنے کے ہیں۔ اور روز قیامت کا سبھی کفار کے لئے سخت و شدید ہونا بیان فرمانے کے بعد ایک خاص شریر کافر کے حالات اور اسکے عذاب شدید کا بیان ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ○ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ○ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ○ |
| پس وہ دن بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ کافروں پر ہرگز آسان نہ ہوگا۔ آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا چھوڑ دیں۔ |

## قیامت کے دن کفار پر سختی ہونے کا بیان

"فَذٰلِكَ" أَيْ وَقْت النَّقْر "يَوْمَئِذٍ" بَدَل مِمَّا قَبْله الْمُبْتَدَأ وَبُنِيَ لِإِضَافَتِهِ إِلَى غَيْر مُتَمَكِّن وَخَبَر الْمُبْتَدَأ "يَوْم عَسِير" وَالْعَامِل فِي إِذَا مَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْجُمْلَة اشْتَدَّ الْأَمْر "عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْر يَسِير" فِيهِ دَلَالَة عَلَى أَنَّهُ يَسِير عَلَى الْمُؤْمِنِينَ فِي عُسْره،

"ذَرْنِي" اُتْرُكْنِي "وَمَنْ خَلَقْت" عَطْف عَلَى الْمَفْعُول أَوْ مَفْعُول مَعَهُ "وَحِيدًا" حَال مِنْ مَنْ أَوْ مِنْ ضَمِيره الْمَحْذُوف مِنْ خَلَقْت مُنْفَرِدًا بِلَا أَهْل وَلَا مَال هُوَ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة الْمَخْزُومِيّ

پس وہ دن یعنی روز قیامت بڑا ہی سخت دن ہوگا۔ یہاں پر لفظ یومئذ یہ ماقبل مبتداء ذلک سے بدل ہے۔ اور غیر متمکن کی جانب اضافت کے سبب مبنی ہوا۔ اور یوم عسیر یہ مبتداء کی خبر ہے۔ اور اِذا اس میں عامل ہے۔ جس کی جملہ پر دلالت ہے۔ اور مدلول اشتد الامر ہے۔ کافروں پر ہرگز آسان نہ ہوگا۔ اس میں یہ دلیل ہوئی کہ وہ اہل ایمان پر آسان ہوگا۔ اگرچہ وہ تنگی میں ہوں۔ آپ مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا (انتقام لینے کے لئے) چھوڑ دیں۔ یہاں پر لفظ من خلقت کا عطف ذرنی کے مفعول یا مفعول معہ پر ہے۔ اور وحیدا یہ لفظ مَن سے یا مَن کی جانب لوٹنے والی ضمیر محذوف سے حال ہے۔ اور منفرد کا معنی یہ کہ وہ بلا اہل و مال پیدا کیا گیا اور وہ ولید بن مغیرہ مخزومی ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ذرنی ومن خلقت وحیدا: ذر فعل امر واحد مذکر حاضر۔ وذر (باب سمع، فتح) مصدر سے۔ بمعنی مع ہے۔ من موصولہ ہے

اور خلقت صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ:۔ تو مجھے اور (بمعہ اس کے) جس کو میں نے پیدا کیا (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دے میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا۔ وحیدا۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(1) یہ ذرنی کے مفعول سے حال ہے، مجھے اس کے لئے چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

(2) یہ خلقت کے فاعل سے حال ہے۔ میں نے تنہا خود بغیر کسی شریک کے پیدا کیا اس کو۔ (3) خلقت کا مفعول محذوف ہے ای خلقتہ اور وحیدا اس مفعول کی ضمیر سے حال ہے۔ میں نے شرارت میں اس کو یکتا پیدا کیا (4) وحید وہ شخص ہوتا ہے جس کا نسب کسی باپ سے نہ ملتا ہو۔ ولید بھی حرامی تھا۔ امام بغوی نے بیان کیا ہے کہ:۔ ولید کا خطاب قوم میں وحید تھا۔ اللہ نے بھی بطور استہزاء اور استخفاف کے اس کو وحید فرمایا۔ (تفسیر بغوی، سورہ مدثر، بیروت)

## سورت مدثر آیت ۱۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ یہ ولید پلید حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ کچھ قرآن سنائیں حضرت صدیق اکبر نے چند آیتیں پڑھ سنائیں جو اس کے دل میں گھر کر گئیں جب یہاں سے نکلا اور کفار قریش کے مجمع میں پہنچا تو کہنے لگا لوگو! تعجب کی بات ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھتے ہیں اللہ کی قسم نہ تو وہ شعر ہے نہ جادو کا منتر ہے نہ مجنونانہ بڑ ہے بلکہ واللہ وہ تو خاص اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے اس میں کوئی شک نہیں، قریشیوں نے یہ سن کر سر پکڑ لیا اور کہنے لگے اگر یہ مسلمان ہو گیا تو بس پھر قریش میں سے ایک بھی بغیر اسلام لائے باقی نہ رہے گا، ابو جہل کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا گھبراؤ نہیں دیکھو میں ایک ترکیب سے اسے اسلام سے پھیر دوں گا یہ کہتے ہی اپنے ذہن میں ایک ترکیب سوچ کر یہ ولید کے گھر پہنچا اور کہنے لگا آپ کی قوم نے آپ کے لئے چندہ کر کے بہت سا مال جمع کر لیا ہے اور وہ آپ کو صدقہ میں دینے والے ہیں، اس نے کہا واہ کیا مزے کی بات ہے مجھے ان کے چندوں اور صدقوں کی کیا ضرورت ہے دنیا جانتی ہے کہ ان سب میں مجھ سے زیادہ مال و اولاد والا کوئی نہیں ابو جہل نے کہا یہ تو ٹھیک ہے لیکن لوگوں میں ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ آپ جو ابو بکر کے پاس آتے جاتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان سے کچھ حاصل وصول ہو، ولید کہنے لگا او ہو میرے خاندان میں میری نسبت یہ چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں مجھے مطلق معلوم نہ تھا اچھا اب قسم اللہ کی نہ میں ابو بکر کے پاس جاؤں نہ عمر کے پاس نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں یعنی آیت (ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا ، المدثر:11) (مستدرک تفسیر قرطبی، سورہ مدثر، بیروت)

## جہنم کی ایک وادی، صعود اور ولید بن مغیرہ

جس خبیث شخص نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا اور قرآن کو انسانی قول کہا اس کی سزاؤں کا ذکر ہو رہا ہے، پہلے جو نعمتیں اس پر انعام ہوئی ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ تن تنہا خالی ہاتھ دنیا میں آیا تھا مال اولاد دیا اور کچھ اس کے پاس نہ تھا پھر اللہ نے اسے مالدار بنا دیا، ہزاروں لاکھوں دینار زر زمین وغیرہ عنایت فرمائی اور باعتبار بعض اقوال کے تیرہ اور بعض اور اقوال کے دس لڑکے دیئے جو

سب کے سب اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے نوکر چاکر لونڈی غلام کام کاج کرتے رہتے اور یہ مزے سے اپنی زندگی اپنی اولاد کے ساتھ گزارتا، غرض دھن دولت لونڈی غلام بال بچے آرام آسائش ہر طرح کی مہیا تھی، پھر بھی خواہش نفس پوری نہیں ہوتی تھی اور چاہتا تھا کہ اللہ اور بڑھا دے، حالانکہ ایسا اب نہ ہوگا، یہ ہمارے احکامات کے علم کے بعد بھی کفر اور سرکشی کرتا ہے اسے صعود پر چڑھایا جائے گا۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کافر گرایا جائے گا چالیس سال تک اندر ہی اندر جاتا رہے گا لیکن پھر بھی تہ تک نہ پہنچے گا اور صعود جہنم کے ایک ناری پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر کو چڑھایا جائے گا ستر سال تک تو چڑھتا ہی رہے گا پھر وہاں سے نیچے گرا دیا جائے گا ستر سال تک نیچے لڑھکتا رہے گا اور اسی ابدی سزا میں گرفتار رہے گا، یہ حدیث ترمذی میں بھی ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے غریب کہتے ہیں، ساتھ ہی یہ حدیث منکر ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ صعود جہنم کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو آگ کا ہے اسے مجبور کیا جائے گا اس پر چڑھے ہاتھ رکھتے ہی رکھتے ہی راکھ ہو جائے گا اور اٹھاتے ہی بدستور ویسا ہی ہو جائے گا اسی طرح پاؤں بھی، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جہنم کا ایک چٹان کا نام ہے جس پر کافر اپنے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، سدی کہتے ہیں یہ پتھر بڑا پھسلنا ہے۔

مجاہد کہتے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ ہم اسے مشقت والا عذاب دیں گے، قتادہ فرماتے ہیں ایسا عذاب جس میں اور جس سے کبھی بھی راحت نہ ہو۔

امام جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے اس تکلیف دہ عذاب سے اس لئے قریب کر دیا کہ وہ ایمان سے بہت دور تھا وہ سوچ سوچ کر خود ساختہ دنیا میں رہتا تھا کہ وہ قرآن کی مانند کہے اور بات بنائے پھر اس پر افسوس کیا جاتا ہے اور محاورہ عرب کے مطابق اس کی ہلاکت کے کلمے کہے جاتے ہیں کہ یہ غارت کر دیا جائے یہ برباد کر دیا جائے کتنا بدکلام، بری سوچ، کتنی بیحیائی سے جھوٹ بات گھڑ لی، اور بار بار غور و فکر کے بعد پیشانی پر بل ڈال کر، منہ بگاڑ کر، حق سے ہٹ کر بھلائی سے منہ موڑ کر اطاعت اللہ سے منہ پھیر کر، دل کڑا کر کے کہہ دیا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے لوگوں کا جادو کا منتر نقل کر لیا کرتے ہیں اور اسی کو سنا رہے ہیں یہ کلام اللہ کا نہیں بلکہ انسانی قول ہے اور جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے، اس ملعون کا نام ولید بن مغیرہ مخزومی تھا، قریش کا سردار تھا۔ (تفسیر جامع البیان، ابن ابی حاتم رازی، سورہ مدثر، بیروت)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس نے کہا تھا قرآن کے بارے میں بہت کچھ غور و خوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ شعر تو نہیں اس میں حلاوت ہے، اس میں چمک ہے، یہ غالب ہے مغلوب نہیں لیکن ہے یقیناً جادو۔ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ابن جریر میں ہے کہ ولید حضور علیہ السلام کے پاس آیا تھا اور قرآن سن کر اس کا دل نرم پڑ گیا تھا اور پورا اثر ہو چکا تھا جب ابوجہل کو یہ معلوم ہوا تو دوڑا بھاگا آیا اور اس ڈر سے کہ کہیں یہ کھلم کھلا مسلمان نہ ہو جائے اس بھڑکانے کے لئے جھوٹ موٹ کہنے لگا کہ چچا آپ کی قوم آپ کے لئے مال جمع کرنا چاہتی ہے پوچھا کیوں؟ کہا اس لئے کہ آپ کو دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کا جانا

چھڑوائیں کیونکہ آپ وہاں مال حاصل کرنے کی غرض سے ہی جاتے آتے ہیں اس نے غصہ میں آ کر کہا میری قوم کو معلوم نہیں کہ میں ان سب سے زیادہ مالدار ہوں؟ ابوجہل نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت تو لوگوں کا یہ خیال پختہ ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مال حاصل کرنے کی غرض سے آپ اسی کے ہو گئے ہیں اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ بات لوگوں کے دلوں سے اٹھ جائے تو آپ اس کے بارے میں کچھ سخت الفاظ کہیں تا کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ آپ اس کے مخالف ہیں اور آپ کو اس سے کوئی طمع نہیں، اس نے کہا بھئی بات تو یہ ہے کہ اس نے جو قرآن مجھے سنایا ہے قسم ہے اللہ کی نہ وہ شعر ہے نہ قصیدہ ہے اور نہ رجز ہے، نہ جنات کا قول اور نہ ان کے اشعار ہیں۔ تمہیں خوب معلوم ہے کہ جنات اور انسان کا کلام مجھے خوب یاد ہے میں خود نامی شاعر ہوں کلام کے حسن وقبح سے خوب واقف ہوں لیکن اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اس میں سے کچھ بھی نہیں اللہ جانتا ہے اس میں عجب حلاوت مٹھاس لذت شیفتگی اور دلیری ہے وہ تمام کلاموں کا سردار ہے اس کے سامنے اور کوئی کلام جچتا نہیں وہ سب پر چھا جاتا ہے اس میں کشش بلندی اور جذب ہے اب تم ہی بتاؤ کہ میں اس کلام کی نسبت کیا کہوں؟ ابوجہل نے کہا سنو جب تک تم اسے برائی کے ساتھ یاد نہ کرو گے تمہاری قوم کے خیالات تمہاری نسبت صاف نہیں ہوں گے، اس نے کہا اچھا تو مجھے مہلت دو میں سوچ کر اس کی نسبت کوئی ایسا کلمہ کہدوں گا چنانچہ سوچ سوچ کر قومی حمیت اور ناک رکھنے کی خاطر اس نے کہدیا کہ یہ تو جادو ہے جسے وہ نقل کرتا ہے اس پر آیت (ذرنی سے تسعۃ عشر) تک کی آیتیں اتریں۔ سدی کہتے ہیں کہ دارالندوہ میں بیٹھ کر ان سب لوگوں نے مشورہ کیا کہ موسم حج پر چاروں طرف سے لوگ آئیں گے تو بتاؤ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہیں؟ کوئی ایسی تجویز کرو کہ سب بہ یک زبان وہی بات کہیں تا کہ عرب بھر میں اور پھر ہر جگہ بھی وہی مشہور ہو جائے تو اب کسی نے شاعر کہا کسی نے جادوگر کہا کسی نے کاہن اور نجومی کہا کسی نے مجنون اور دیوانہ کہا ولید بیٹھا سوچتا رہا اور غور وفکر کر کے دیکھ بھال کر تیوری چڑھا اور منہ بنا کر کہنے لگا جادوگروں کا قول ہے جسے یہ نقل کر رہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًاۙ وَّ بَنِیْنَ شُهُوْدًاۙ وَّ مَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِیْدًاۙ |
| اور میں نے اسے بہت وسیع مال مہیا کیا تھا۔ اور حاضر رہنے والے بیٹے تھے۔ اور میں نے اسے خوب وسعت دی تھی۔ |

## مال واولاد کی کثرت کے سبب تکبر کرنے کا بیان

"وَجَعَلْت لَهُ مَالًا مَمْدُودًا" وَاسِعًا مُتَّصِلًا مِنْ الزُّرُوع وَالضُّرُوع وَالتِّجَارَة "وَبَنِينَ" عَشَرَة أَوْ أَكْثَر "شُهُودًا" يَشْهَدُونَ الْمَحَافِل وَتُسْمَع شَهَادَاتهمْ "وَمَهَّدْت" بَسَطْت "لَهُ" فِي الْعَيْش وَالْعُمُر وَالْوَلَد،

اور میں نے اسے بہت وسیع مال مہیا کیا تھا۔ جو زراعت، مویشی اور تجارت ہے۔ اور اس کے سامنے دس یا زیادہ حاضر رہنے والے بیٹے دیئے تھے۔ جو مجالس میں موجود ہوتے اور ان کی گواہی سنی جاتی۔ اور میں نے اسے سامانِ عیش وعشرت میں، عمر اور اولاد میں خوب وسعت دی تھی۔

## ولید بن مغیرہ کا مال ودولت کے سبب اترانے کا بیان

یہ کافر ولید بن مغیرہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مال ودولت اور اولاد فراوانی کے ساتھ دی تھی، بقول ابن عباس اس کی زمین جائیداد و باغات مکہ سے طائف تک پھیلے ہوئے تھے اور بقول ثوری اس کی سالانہ آمدنی ایک کروڑ دینار تھی، بعض نے اس سے کم بھی بتلایا ہے۔ اتنا سب کے نزدیک مسلم ہے کہ اسکے کھیت اور باغات کی آمدنی اور پیداوار سال بھر سردی گرمی کی ہر موسم میں مسلسل رہتی تھی قرآن کریم میں اسی کو فرمایا ہے وَّجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور یہ عرب کا سردار مانا جاتا تھا۔ لوگوں میں اس کا لقب ریحانہ قریش مشہور تھا یہ خود اپنے آپ کو بطور فخر وبکر کے وحید ابن الوحید، یعنی یکتا کا بیٹا کہا کرتا تھا کہ نہ قوم میں میری کوئی نظیر ہے نہ میرے باپ مغیرہ کی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ ○ کَلَّا ؕ اِنَّہٗ کَانَ لِاٰیٰتِنَا عَنِیْدًا ○ سَاُرْھِقُہٗ صَعُوْدًا ○ |
| پھر وہ حرص رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ کروں۔ ہرگز نہ ہوگا، بیشک وہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔ |
| عنقریب میں اسے سخت مشقت کی تکلیف دوں گا۔ |

## مال کی کثرت کے باوجود حرص ولالچ کا بیان

"کَلَّا" لَا أَزِیدُہُ عَلَی ذَلِكَ "إِنَّہُ کَانَ لِآیَاتِنَا" الْقُرْآن "عَنِیدًا" مُعَانِدًا "سَأُرْھِقُہُ" أُکَلِّفُہُ "صَعُودًا" مَشَقَّۃً مِنْ الْعَذَاب أَوْ جَبَلًا مِنْ نَار یَصْعَد فِیہِ ثُمَّ یَھْوِی أَبَدًا،

پھر بھی وہ حرص رکھتا ہے کہ میں اور زیادہ کروں۔ یہاں پر لفظ کلا میں لا ءزائدہ ہے۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا، بیشک وہ ہماری آیتوں یعنی قرآن کا دشمن رہا ہے۔ عنقریب میں اسے سخت مشقت کے عذاب کی تکلیف دوں گا۔ یا آگ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا جس پر وہ ہمیشہ چڑھتا اور اترتا رہے گا۔

یعنی باوجود کثرت نعمت وثروت کے کبھی حرف شکر زبان سے نہ نکالا۔ بلکہ ہمیشہ بت پرستی اور زیادہ مال جمع کرنے کی حرص میں منہمک رہتا اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے سامنے بہشت کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو کہتا تھا کہ اگر یہ شخص اپنے بیان میں سچا ہے تو یقین کامل ہے کہ وہاں کی نعمتیں بھی مجھے ہی ملیں گی۔ اس کو فرماتے ہیں کہ باوجود اس قدر ناشکری اور حق ناشناسی کے یہ بھی توقع رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت کی نعمتیں اور زیادہ دے گا۔

## جہنم میں صعود نامی پہاڑ ہونے کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صعود جہنم میں ایک پہاڑ کا نام ہے دوزخی کو اس پر ستر برس میں چڑھایا جائے گا۔ اور پھر دھکیل دیا جائے گا اور پھر ہمیشہ اسی طرح ہوتا رہے گا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ابن لہیعہ کی روایت سے مرفوع جانتے ہیں۔ اس کا کچھ حصہ عطیہ نے بھی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً

نقل کیا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1277)

| |
|---|
| اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ۝ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۝ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۝ثُمَّ نَظَرَ۝ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ۝ |
| بے شک اس نے سوچ بچار کی اور ایک تجویز مقرر کر لی۔بس اس پر مار ہو، اس نے کیسی تجویز کی۔ |
| پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔پھر تیوری چڑھائی اور منہ بگاڑا۔ |

## حق کو قبول کرنے کی بہ جائے تیوری چڑھانے والے کا بیان

"إنَّهُ فَكَّرَ " فِيمَا يَقُول فِي الْقُرْآن الَّذِي سَمِعَهُ مِنْ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَقَدَّرَ" فِي نَفْسه ذَلِكَ "فَقُتِلَ" لُعِنَ وَعُذِّبَ "كَيْفَ قَدَّرَ" عَلَى أَيّ حَال كَانَ تَقْدِيره "ثُمَّ نَظَرَ" فِي وُجُوه قَوْمه أَوْ فِيمَا يَقْدَح بِهِ فِيهِ،

"ثُمَّ عَبَسَ" قَبَضَ وَجْهه وَكَلَّحَهُ ضِيقًا بِمَا يَقُول "وَبَسَرَ" زَادَ فِي الْقَبْض وَالْكُلُوح،

بے شک اس نے سوچ بچار کی یعنی جو وہ قرآن کے بارے میں کہتا جس کو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔اور دِل میں ایک تجویز مقرر کر لی۔بس اس پر اللہ کی مار یعنی لعنت ہو، اس نے کیسی تجویز کی۔پھر نظر اٹھا کر اپنی قوم کو دیکھا۔یا غور کیا کہ کس طرح اس میں عیب نکالے۔پھر تیوری چڑھائی یعنی منہ کو سکیڑ لیا۔اور منہ بگاڑا۔یعنی منہ کو تنگ کر لیا۔اور نہایت زیادہ منہ بنا لیا۔

## کفار مکہ کا لوگوں کو قرآن سے دور کرنے کی سازش کا بیان

ولید بن مغیرہ خود بڑا سمجھدار اور عربی کلام کے نشیب و فراز سے خوب واقف تھا۔وہ خود قرآن سے کافی حد تک متاثر ہو چکا تھا۔اب قریشی سرداروں کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر ان کا رئیس مسلمان ہو گیا تو پھر تو ان کا کہیں بھی ٹھکانہ نہ رہے گا۔اس کو اپنے سابقہ دین پر برقرار رکھنے کا بیڑا ابو جہل نے اٹھایا۔(ولید بن مغیرہ کے بعد قریش کی سیادت ابو جہل کے ہاتھ آئی تھی) جب ابو جہل نے اسے سمجھایا کہ اگر وہ مسلمان ہو گیا تو اس کی سب عزت و جاہ خاک میں مل جائے گی اور اسے قریش کی سیادت سے بھی دستبردار ہونا پڑے گا۔تو وہ اسلام لانے سے رک گیا۔اب ایک اور اہم مسئلہ درپیش تھا کہ حج کا موسم قریب آ چکا تھا اور قریشی سرداروں کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ جو لوگ حج کے موقعہ پر باہر سے مکہ آتے ہیں انہیں اسلام کی دعوت سے کیونکر روکا جا سکتا ہے اور وہ پیغمبر اسلام کو کیا کہہ کر لوگوں کو ان سے متنفر کر سکتے ہیں؟

ولید بن مغیرہ کے ہاں مشرکین مکہ کا مشورہ:۔چنانچہ اس غرض کے لیے قریشی سردار ولید بن مغیرہ کے ہاں جمع ہوئے۔ولید بن مغیرہ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اچھا تم لوگ اپنی اپنی تجاویز پیش کرو۔ان میں سے ایک بول اٹھا: "ہم کہیں گے کہ یہ شخص کاہن ہے" ولید کہنے لگا: واللہ! وہ کاہن نہیں، اس کے کلام میں نہ کاہنوں جیسی گنگناہٹ ہے، نہ قافیہ گوئی اور نہ تک بندی۔پھر وہ کاہن کیسے ہو سکتا ہے؟" دوسرے نے کہا ہم کہیں گے: "وہ پاگل ہے" ولید نے کہا: واللہ!" وہ پاگل بھی نہیں، ہم نے پاگلوں کو دیکھا

ہے۔اس کے اندر نہ پاگلوں جیسی دم گھٹنے کی کیفیت ہے، نہ الٹی سیدھی حرکتیں ہیں اور نہ ان جیسی بہکی بہکی باتیں ہیں" تیسرے نے کہا: "ہم کہیں گے، وہ شاعر ہے" ولید کہنے لگا: "وہ شاعر بھی نہیں، ہمیں رجز، ہجز، قریض مقبوض، مبسوط سارے ہی اصناف سخن معلوم ہیں۔اس کی بات بہرحال شعر نہیں ہے۔" تب لوگوں نے کہا: ہم کہیں گے: "وہ جادوگر ہے" ولید نے کہا وہ جادوگر بھی نہیں۔یہ شخص نہ ان کی طرح جھاڑ پھونک کرتا ہے اور نہ گرہ لگاتا ہے" آخر لوگوں نے جھنجھلا کر کہا: پھر تم ہی اپنی بے داغ رائے پیش کرو۔ولید کہنے لگا۔ مجھے ذرا سوچ لینے دو۔پھر اس نے اپنے ساتھیوں پر ایک فاخرانہ نگاہ ڈالی۔پھر از راہ تکبر پیشانی کو سکیڑا جیسے قرآن سے اسے بہت کراہت اور انقباض ہے۔اس کے ساتھی چلے گئے، وہ سوچتا رہا، سوچتا رہا۔بالآخر اس نے اپنی بے داغ رائے یہ پیش کی کہ تم لوگ باہر سے آنے والوں سے یوں کہہ سکتے ہو کہ یہ شخص ایسا کلام پیش کرتا ہے جو ایسا جادو ہے جس سے بھائی بھائی سے، باپ بیٹے سے، شوہر بیوی سے جدا ہو جاتا ہے اور کنبے قبیلے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے" چنانچہ اس تجویز پر متفق ہو کر سب لوگ رخصت ہو گئے۔ اس مکالمہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ پر قرآن کی حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔اب وہ جو کچھ پینترے بدل رہا تھا محض اپنے اقتدار اور جاہ کو محفوظ رکھنے کی خاطر کر رہا تھا۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی ہٹ دھرمی اور کج فکری کا نقشہ پیش کیا ہے۔(عامہ کتب تفاسیر)

| |
|---|
| ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝ |
| پھر پیٹھ پھیر لی اور تکبر کیا۔پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں ۔ |

## کفار کا قرآن مجید کو جادو کہنے کا بیان

"ثُمَّ أَدْبَرَ" عَنْ الْإِيمَان "وَاسْتَكْبَرَ" تَكَبَّرَ عَنْ اتِّبَاع النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "فَقَالَ" فِيمَا جَاءَ بِهِ "إِنْ" مَا "هٰذَا إِلَّا سِحْر يُؤْثَر" يُنْقَل عَنْ السَّحَرَة "إِنْ" مَا "هٰذَا إِلَّا قَوْل الْبَشَر" كَمَا قَالُوا إِنَّمَا يُعَلِّمهُ بَشَر،

پھر ایمان سے پیٹھ پھیر لی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے تکبر کیا۔پھر اس نے کہا یہ جادو کے سوا کچھ نہیں، جو نقل کیا جاتا ہے۔یہ انسان کے قول کے سوا کچھ نہیں۔یعنی یہ پہلے سے چلا آتا ہے جیسے دیگر کفار نے کہا کہ انہیں کوئی انسان سکھاتا ہے۔

## سورت مدثر آیت ۲۵ کے شان نزول کا بیان

جب (حٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ، غافر:2) نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں تلاوت فرمائی، ولید نے سنا اور اس قوم کی مجلس میں آ کر اس نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابھی ایک کلام سنا، نہ وہ آدمی کا، نہ جن کا، بخدا اس میں عجیب شیرینی اور تازگی اور فوائد و دلکشی ہے، وہ کلام سب پر غالب رہے گا، قریش کو اس کی ان

باتوں سے بہت غم ہوااوران میں مشہور ہو گیا کہ ولید آبائی دین سے برگشتہ ہو گیا، ابو جہل نے ولید کو ہموار کرنے کا ذمہ لیا اور اس کے پاس آ کر بہت غمزدہ صورت بنا کر بیٹھ گیا، ولید نے کہا کیا غم ہے؟ ابو جہل نے کہا، غم کیسے نہ ہو تو بوڑھا ہو گیا ہے، قریش تیرے خرچ کے لئے روپیہ جمع کر دیں گے، انہیں خیال ہے کہ تو نے محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے کلام کی تعریف اس لئے کی ہے کہ تجھے ان کے دستر خوان کا بچا کھانا مل جائے، اس پر اسے بہت طیش آیا اور کہنے لگا کہ کیا قریش کو میرے مال و دولت کا حال معلوم نہیں ہے اور کیا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب نے کبھی سیر ہو کر کھانا بھی کھایا ہے، ان کے دستر خوان پر کیا بچے گا، پھر ابو جہل کے ساتھ اٹھا اور قوم میں آ کر کہنے لگا تمہیں خیال ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجنون ہیں، کیا تم نے ان میں کبھی دیوانگی کی کوئی بات دیکھی؟ سب نے کہا ہرگز نہیں، کہنے لگا تم انہیں کاہن سمجھتے ہو، کیا تم نے انہیں کبھی کہانت کرتے دیکھا ہے؟ سب نے کہا نہیں، کہا تم انہیں شاعر گمان کرتے ہو، کیا تم نے کبھی انہیں شعر کہتے پایا؟

سب نے کہا نہیں، کہنے لگا تم انہیں کذاب کہتے ہو، کیا تمہارے تجربہ میں کبھی انہوں نے جھوٹ بولا؟ سب نے کہا نہیں، اور قریش میں آپ کا صدق و دیانت ایسا مشہور تھا کہ قریش آپ کو امین کہا کرتے تھے، یہ سن کر قریش نے کہا، پھر بات کیا ہے تو ولید سوچ کر بولا کہ بات یہ ہے کہ وہ جادوگر ہیں، تم نے دیکھا ہو گا کہ انکی بدولت رشتہ دار رشتہ دار سے، باپ بیٹے سے جدا ہو جاتے ہیں، بس یہی جادوگر کا کام ہے اور جو قرآن وہ پڑھتے ہیں وہ دل میں اثر کر جاتا ہے، اس کا باعث یہ ہے کہ وہ جادو ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس کا ذکر فرمایا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مدثر، لاہور)

| |
|---|
| سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا سَقَرُ ○ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ○ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ○ |
| میں عنقریب اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔ وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ |
| چھوڑتی ہے۔ جسمانی کھال کو جھلسا کر سیاہ کر دینے والی ہے۔ اس پر انیس ہیں۔ |

## جہنم کے انیس داروغے ہونے کا بیان

"سَأُصْلِيهِ" أُدْخِلهُ "سَقَر" جَهَنَّم "وَمَا أَدْرَاك مَا سَقَر" تَعْظِيمًا لِشَأْنِهَا "لَا تُبْقِي وَلَا تَذَر" شَيْئًا مِنْ لَحْم وَلَا عَصَب إلَّا أَهْلَكَتْهُ ثُمَّ يَعُود كَمَا كَانَ "لَوَّاحَة لِلْبَشَرِ" مُحَرِّقَة لِظَاهِرِ الْجِلْد "عَلَيْهَا تِسْعَة عَشَر" مَلَكًا خَزَنَتهَا قَالَ بَعْض الْكُفَّار وَكَانَ قَوِيًّا شَدِيد الْبَأْس أَنَا أَكْفِيكُمْ سَبْعَة عَشَر وَاكْفُونِي أَنْتُمْ اثْنَيْنِ قَالَ تَعَالَى:

میں عنقریب اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تم نے کیا جانا دوزخ کیا ہے۔ یہ جملہ اس کی بڑائی کیلئے آیا ہے۔ وہ ایسی آگ ہے جو نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے۔ یعنی گوشت و عصاب وغیرہ کو ہلاکت کر دیتی ہے پھر وہ ویسے ہی لوٹ آتے ہیں جس طرح وہ پہلی حالت میں تھے۔ وہ جسمانی کھال کو جھلسا کر سیاہ کر دینے والی ہے۔ یعنی کھال کے ظاہر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اس

پرانیس فرشتے داروغے مقرر ہیں۔ بعض کفار میں سے جو طاقتور تھا اس نے کہا کہ سترہ کیلئے میں اکیلا کافی ہوں اور بقیہ دو فرشتوں سے لڑنے میں میری مدد کر دینا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (جو آئندہ آیت میں آ رہا ہے۔)

## جنت کی مٹی اور میدے کی روٹی کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ چند یہودیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا کہ تمہارے نبی کو معلوم ہے کہ جہنم کے کتنے خزانچی ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا ہمیں علم نہیں لیکن ہم پوچھیں گے۔ پھر ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آج ہار گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کس طرح؟ کہنے لگا کہ یہودیوں نے ان سے پوچھا تھا کہ کیا تمہارا نبی جانتا ہے کہ جہنم کے کتنے خزانچی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کیا جواب دیا؟ کہنے لگا کہ انہوں نے کہا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھے بغیر نہیں بتا سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ قوم ہار گئی جس سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھا گیا جو وہ نہیں جانتے؟ (یعنی اس میں تو ہارنے والی کوئی بات نہیں) بلکہ یہودیوں نے تو اپنے نبی سے کہا تھا کہ ہمیں اعلانیہ اللہ کا دیدار کرائے۔ اللہ کے ان دشمنوں کو میرے پاس لاؤ۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ جنت کی مٹی کس چیز کی ہے؟ اور وہ میدہ ہے۔ پھر جب وہ لوگ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگے کہ جہنم کے کتنے خزانچی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں سے دو مرتبہ اشارہ کیا۔ ایک مرتبہ دس انگلیوں سے اور ایک مرتبہ نو انگلیوں سے (یعنی) یہودی کہنے لگے ہاں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ جنت کی مٹی کس چیز کی ہے؟ وہ چند لمحے چپ رہے اور پھر کہنے لگے اے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم روٹی کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میدے کی روٹی ہے۔ اس حدیث کو ہم صرف مجالد کی روایت سے اس سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1278)

| |
|---|
| وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۠ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۙ لِیَسْتَیْقِنَ |
| الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَ یَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِیْمَانًا وَّ لَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ |
| وَ لِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ |
| مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِیَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْبَشَرِ ۝ |
| اور ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے ہی مقرر کیے ہیں اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کے لئے محض آزمائش کے طور پر مقرر کی |
| ہے تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور اہل ایمان کا ایمان مزید بڑھ جائے، اور اہل کتاب اور مومنین شک نہ کر سکیں، اور تا کہ وہ لوگ جن |
| کے دلوں میں بیماری ہے اور کفار یہ کہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ اسی طرح اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جسے چاہتا |
| ہے ہدایت فرماتا ہے، اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور یہ انسان کی نصیحت کے لئے ہی ہے۔ |

## فرشتوں کی تعداد کی تصدیق کا ہدایت ہونے کا بیان

"وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَة" أَيْ فَلَا يُطَاقُونَ كَمَا يَتَوَهَّمُونَ "وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ" ذَلِكَ "إِلَّا فِتْنَة" ضَلَالًا "لِلَّذِينَ كَفَرُوا" بِأَنْ يَقُولُوا لِمَ كَانُوا تِسْعَة عَشَر "لِيَسْتَيْقِن" لِيَسْتَبِينَ "الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب" أَيْ الْيَهُود صِدْق النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَوْنهمْ تِسْعَة عَشَر الْمُوَافِق لِمَا فِي كِتَابهمْ "وَيَزْدَاد الَّذِينَ آمَنُوا" مِنْ أَهْل الْكِتَاب "إِيمَانًا" تَصْدِيقًا لِمُوَافَقَتِهِ مَا أَتَى بِهِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا فِي كِتَابهمْ "وَلَا يَرْتَاب الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب وَالْمُؤْمِنُونَ" مِنْ غَيْرهمْ فِي عَدَد الْمَلَائِكَة "وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبهمْ مَرَض" شَكّ بِالْمَدِينَةِ "وَالْكَافِرُونَ" بِمَكَّة "مَاذَا أَرَادَ اللَّه بِهَذَا" الْعَدَد "مَثَلًا" سَمَّوْهُ لِغَرَابَتِهِ بِذَلِكَ وَأُعْرِبَ حَالًا "كَذَلِكَ" أَيْ مِثْل إِضْلَال مُنْكِر هَذَا الْعَدَد وَهُدَى مُصَدِّقه "يُضِلّ اللَّه مَنْ يَشَاء وَيَهْدِي مَنْ يَشَاء وَمَا يَعْلَم جُنُود رَبّك" أَيْ الْمَلَائِكَة فِي قُوَّتهمْ وَأَعْوَانهمْ "إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ" أَيْ سَقَر،

اور ہم نے دوزخ کے داروغے صرف فرشتے ہی مقرر کیے ہیں جس طرح ان کفار کا وہم ہے اس طرح وہ طاقت نہیں رکھتے اور ہم نے ان کی گنتی کافروں کے لئے محض آزمائش کے طور پر مقرر کی ہے تا کہ اہل کتاب یعنی یہود یقین کر لیں کہ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق ہے کیونکہ ان کی کتب میں بھی یہی تعداد بیان کی گئی تھی۔ کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو لانا اسی کے موافق ہے جو ان کی کتابوں میں ہے۔ اور اہل ایمان کا ایمان اس تصدیق سے مزید بڑھ جائے، اور اہل کتاب اور مومنین فرشتوں کی اس تعداد میں شک نہ کر سکیں، اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے جو اہل مدینہ ہیں اور کفار مکہ یہ کہیں کہ اس تعداد کی مثال سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ غرابت کے سبب اس کا نام مثال رکھا گیا ہے۔ یعنی جو فرشتوں کی مذکورہ تعداد کا منکر ہے۔ گمراہ ہے اور جو تصدیق کرنے والا ہے وہ ہدایت پر ہے۔ اور اسی طرح اللہ ایک ہی بات سے جسے چاہتا ہے گمراہ ٹھہراتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے، اور آپ کے رب کے لشکروں یعنی فرشتوں کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، جو بڑی طاقت اور قوت والے ہیں۔ اور یہ دوزخ کا بیان انسان کی نصیحت کے لئے ہی ہے۔

## فرشتوں کے سخت ہونے سے متعلق روایات کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عذاب دینے پر اور جہنم کی نگہبانی پر ہم نے فرشتے ہی مقرر کئے ہیں جو سخت بیرحم اور سخت کلامی کرنے والے ہیں اس میں مشرکین قریش کی تردید ہے انہیں جس وقت جہنم کے داروغوں کی گنتی بتلائی گئی تو ابوجہل نے کہا اے قریشیوں یہ اگر انیس ہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک سو نوے ہم مل کر انہیں ہرادیں گے اس پر کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتے ہیں انسان نہیں انہیں نہ تم ہرا سکو نہ تھکا سکو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابوالاشدین جس کا نام کلدہ بن اسید بن خلف تھا اس نے اس گنتی کو سن کر کہا کہ قریشیو تم سب مل کر ان میں سے دو کو روک لینا باقی سترہ کو میں کافی ہوں، یہ بڑا مغرور شخص تھا اور ساتھ ہی بڑا قوی تھا یہ گائے کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا پھر

دس طاقتور شخص مل کر اسے اس کے پیروں تلے سے نکالنا چاہتے کھال کے ٹکڑے اڑ جاتے لیکن اس کے قدم جنبش بھی نہ کھاتے، یہی شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر کہا تھا کہ آپ مجھ سے کشتی لڑیں اگر آپ نے مجھے گرا دیا تو میں آپ کی نبوت کو مان لوں گا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کشتی کی اور کئی بار گرایا لیکن اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا، امام ابن اسحاق نے کشتی والا واقعہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب کا بتایا ہے، میں کہتا ہوں ان دونوں میں کچھ تفاوت نہیں (ممکن ہے اس سے اور اس سے دونوں سے کشتی ہوئی ہو) واللہ اعلم۔

پھر فرمایا کہ اس گنتی کا ذکر تھا ہی امتحان کے لئے، ایک طرف کافروں کا کفر کھل گیا، دوسری جانب اہل کتاب کا یقین کامل ہو گیا، کہ اس رسول کی رسالت حق ہے کیونکہ خود ان کی کتاب میں بھی یہی گنتی ہے، تیسری طرف ایماندار اپنے ایمان میں مزید توانا ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کی تصدیق کی اور ایمان بڑھایا، اہل کتاب اور مسلمانوں کو کوئی شک شبہ نہ رہا بیمار دل اور منافق چیخ اٹھے کہ بھلا بتاؤ کہ اسے یہاں ذکر کرنے میں کیا حکمت ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی ہی باتیں بہت سے لوگوں کے ایمان کی مضبوطی کا سبب بن جاتی ہے اور بہت سے لوگوں کے شبہ والے دل اور ڈانواڈول ہو جاتے ہیں اللہ کے یہ سب کام حکمت سے اور اسرار سے ہیں، تیرے رب کے لشکروں کی گنتی اور ان کی صحیح تعداد اور ان کی کثرت کا کسی کو علم نہیں وہی خوب جانتا ہے یہ نہ سمجھ لینا کہ بس انیس ہی ہیں، جیسے یونانی فلسفیوں اور ان کے ہم خیال لوگوں نے اپنی جہالت و ضلالت کی وجہ سے سمجھ لیا کہ اس سے مراد عقول عشرہ اور نفوس تسعہ ہیں حالانکہ یہ مجرد ان کا دعویٰ ہے جس پر دلیل قائم کرنے سے وہ بالکل عاجز ہیں افسوس کہ آیت کے اول پر تو ان کی نظریں ہیں لیکن آخری حصہ کے ساتھ وہ کفر کر رہے ہیں جہاں صاف الفاظ موجود ہیں کہ تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر صرف انیس کے کیا معنی؟

بخاری و مسلم کی معراج والی حدیث میں ثابت ہو چکا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کا صوف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ساتویں آسمان پر ہے اور اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں اسی طرح دوسرے روز دوسرے ستر ہزار فرشتے اسی طرح ہمیشہ تک لیکن فرشتوں کی تعداد اس قدر کثیر ہے کہ جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آنے کی، مسند احمد میں ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان چرچرا رہے ہیں اور انہیں چرچرانے کا حق ہے۔ ایک انگلی ٹکانے کی جگہ ایسی خالی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو۔ اگر تم وہ جان لیتے جو میں جانتا ہوں تم بہت کم ہنستے، بہت زیادہ روتے اور بستروں پر اپنی بیویوں کے ساتھ لذت نہ پا سکتے بلکہ ہفر یاد و زاری کرتے ہوئے جنگلوں کی طرف نکل کھڑے ہوتے۔

اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے بیساختہ یہ نکل جاتا کاش کہ میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا، یہ حدیث ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے اور امام ترمذی اسے حسن غریب بتاتے ہیں اور حضرت ابوذر سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے۔

طبرانی میں ہے ساتوں آسمانوں میں قدم رکھنے کی بالشت بھر یا ہتھیلی جتنی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام کی یا رکوع کی یا سجدے کی حالت میں نہ ہو پھر بھی یہ سب کل قیامت کے دن کہیں گے کہ اللہ تو پاک ہے ہمیں جس قدر تیری عبادت کرنی چاہئے تھی اس قدر ہم سے ادا نہیں ہو سکتی، البتہ ہم نے تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا، امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب الصلوۃ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ سے سوال کیا کہ کیا جو میں سن رہا ہوں تم بھی سن رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا، آپ نے فرمایا آسمانوں کا چر چر بولنا میں سن رہا ہوں اور وہ اس چر چراہٹ پر ملامت نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس پر اس قدر فرشتے ہیں کہ ایک بالشت بھر جگہ خالی نہیں کہیں کوئی رکوع میں ہے اور کہیں کوئی سجدے میں، دوسری روایت میں ہے آسمان دنیا میں ایک قدم رکھنے کی جگہ بھی ایسی نہیں جہاں سجدے میں یا قیام میں کوئی فرشتہ نہ ہو، اسی لئے فرشتوں کا یہ قول قرآن کریم میں موجود ہے۔ آیت (وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ، الصافات: 164) یعنی ہم میں سے ہر ایک کے لئے مقرر جگہ ہے اور ہم صفیں باندھنے اور اللہ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کا مرفوع ہونا بہت ہی غریب ہے، دوسری روایت میں یہ قول حضرت ابن مسعود کا بیان کیا گیا ہے، ایک اور سند سے یہ روایت حضرت ابن علاء بن سعد سے بھی مرفوعاً مروی ہے یہ صحابی فتح مکہ میں اور اس کے بعد کے جہادوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے نماز کھڑی ہوئی تھی اور تین شخص بیٹھے ہوئے تھے جن میں کا ایک ابو جحش لیثی تھا آپ نے فرمایا اٹھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاؤ تو وہ شخص تو کھڑے ہو گئے لیکن ابو جحش کہنے لگا اگر کوئی ایسا شخص آئے جو طاقت وقوت میں مجھ سے زیادہ ہو اور مجھ سے کشتی لڑے اور مجھے گرا دے پھر میرا منہ مٹی میں ملا دے تو تو میں اٹھوں گا ورنہ بس اٹھ چکا، حضرت عمر نے فرمایا اور کون آئے گا آ جا میں تیار ہوں چنانچہ کشتی ہونے لگی اور میں نے اسے پچھاڑا پھر اس کے منہ کو مٹی میں مل دیا اور اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور اسے میرے ہاتھ سے چھڑا دیا، میں بڑا بگڑا اور اسی غصہ کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا ابو حفص آج کیا بات ہے؟ میں نے کل واقعہ کہہ سنایا آپ نے فرمایا اگر عمر اس سے خوش ہوتا تو اس پر رحم کرتا اللہ کی قسم میرے نزدیک تو اس خبیث کا سر اتار لیتا تو اچھا تھا، یہ سنتے ہی حضرت عمر یونہی وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی طرف لپکے۔ خاصی دور نکل چکے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آواز دی اور فرمایا بیٹھو سن تو لو کہ اللہ ابو جحش کی نماز سے بالکل بے نیاز ہے آسمان دنیا میں خشوع وخضوع والے بیشمار فرشتے اللہ کے سامنے سجدے میں پڑے ہوئے ہیں جو قیامت کو سجدے سے سر اٹھائیں گے اور یہ کہتے ہوئے حاضر ہوں گے کہ اب بھی ہمارے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا، اسی طرح دوسرے آسمان میں بھی یہی حال ہے، حضرت عمر نے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تسبیح کیا ہے؟ فرمایا آسمان دنیا کے فرشتے تو کہتے ہیں دعا (سبحان ذی الملك والملكوت) اور دوسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں دعا (سبحان ذی العزة والجبروت) اور تیسرے آسمان کے فرشتے کہتے ہیں دعا

(سبحان الحی الذی لا یموت) عمر تو بھی اپنی نماز میں اسے کہا کرو حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے پہلے جو پڑھنا آپ نے سکھایا ہے اور جس کے پڑھنے کو فرمایا ہے اس کا کیا ہوگا کہا کبھی یہ کہو کبھی وہ پڑھو پہلے جو پڑھنے کو آپ نے فرمایا تھا وہ یہ تھا دعا (اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذ بك منك جل وجهك) یعنی اللہ تیرے ہی پناہ پکڑتا ہوں اور تیرا چہرہ جلال والا ہے۔

ایک حضرت سعید بن جبیر دوسری حضرت حسن بصری سے، پھر ایک اور روایت لائے ہیں کہ حضرت عدی بن ارطاۃ نے مدائن کی جامع مسجد میں اپنے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے ایک صحابی سے سنا ہے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے بہت سے ایسے فرشتے ہیں جو ہر وقت خوف اللہ سے کپکپاتے رہتے ہیں ان کے آنسو گرتے رہتے ہیں اور وہ ان فرشتوں پر ٹپکتے ہیں جو نماز میں مشغول ہیں اور ان میں ایسے فرشتے بھی ہیں جو ابتداء دنیا سے رکوع میں ہی ہیں اور بعض سجدے میں ہی ہیں قیامت کے دن اپنی پیٹھ اور اپنا سر اٹھائیں گے اور نہایت عاجزی سے جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے کہ اللہ تو پاک ہے ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہو سکا۔ اس حدیث کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ پھر فرماتا ہے یہ آگ جس کا وصف تم سن چکے یہ لوگوں کے لئے سراسر باعث عبرت و نصیحت ہے۔ پھر چاند کی رات کے جانے کی صبح کے روشن ہونے کی قسمیں کھا کر فرماتا ہے کہ وہ آگ ایک زبردست اور بہت بڑی چیز ہے، جو اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کی راہ لگنا چاہے لگ جائے۔ جو چاہے اس کے باوجود حق کو پیٹھ ہی دکھاتا رہے، اس سے دور بھاگتا رہے، یا اسے رد کرتا رہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ |
| ہرگز نہیں، چاند کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیر کر رخصت ہونے لگے۔ اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔ |
| بے شک یہ بہت بڑی آفتوں میں سے ایک ہے۔ انسان کو ڈرانے والی ہے۔ |

## چاند اور رات کی قسم اٹھانے کا بیان

"كَلَّا" اسْتِفْتَاح بِمَعْنَى أَلَا "وَاللَّيْل إِذَا" بِفَتْحِ الذَّال "أَدْبَرَ" جَاء بَعْد النَّهَار وَفِي قِرَاءَة إِذَا أَدْبَرَ بِسُكُونِ الذَّال بَعْدهَا هَمْزَة أَيْ مَضَى "وَالصُّبْح إِذَا أَسْفَرَ" ظَهَرَ "إِنَّهَا" أَيْ سَقَر "لَإِحْدَى الْكُبَر" الْبَلَايَا الْعِظَام، "نَذِيرًا" حَال مِنْ إِحْدَى وَذُكِّرَ لِأَنَّهَا بِمَعْنَى الْعَذَاب،

یہاں پر لفظ کلا یہ استفتاح کیلئے آیا ہے جو الا کے معنی میں ہے۔ اور لفظ اذا یہ ذال کے فتحہ کے ساتھ آیا ہے۔ ہرگز نہیں، چاند کی قسم، اور رات کی قسم جب وہ پیٹھ پھیر کر رخصت ہونے لگے۔ یعنی جس کے بعد دن آنے لگے اور ایک قرأت میں اذا دبر یہ ذال کے سکون کے ساتھ آیا ہے اور اس کے بعد ہمزہ جو مضٰی کے معنی میں آیا ہے جس کا معنی گیا ہے۔ اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہو جائے۔ یعنی وہ بڑی چیزوں میں سے ایک ہے بے شک یہ عذاب بہت بڑی آفتوں میں سے ایک ہے۔ انسان کو ڈرانے والی

ہے۔ یہاں پر لفظ نذیرا یہ احدی سے حال ہے۔ کیونکہ وہ بہ معنی عذاب ہے۔

چاند کی شکلیں، ان کا گھٹنا بڑھنا، رات اور دن کا وجود اور ان کا باری باری آنا، رات کی تاریکی کے بعد سپیدہ سحر کا نمودار ہونا۔ اللہ کی یہ نشانیاں بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ چیزیں چونکہ ہر روز انسان کے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں اس لیے وہ ان میں غور کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور جب دوزخ کا ذکر آتا ہے تو وہ فوراً اس کا انکار کر دیتا ہے۔ صرف اس لیے کہ اس نے تا حال دوزخ دیکھی نہیں۔ ورنہ ان اشیاء کی قسم جنہیں انسان دیکھ رہا ہے۔ جہنم کا وجود نا ممکن نہیں ہے۔ اور وہ انسان کے لیے ڈر جانے کی چیز ہے۔ مذاق اڑانے کی نہیں۔

| |
|---|
| لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ○ كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ○ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ○ |
| اس شخص کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے یا جو پیچھے رہ جائے۔ ہر شخص ان کے بدلے جو اس نے |
| کمار کھے ہیں گروی ہے۔ سوائے دائیں جانب والوں کے۔ |

## ہر شخص کا مکسوب پر مرہون ہونے کا بیان

"لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ" بَدَل مِنْ الْبَشَر "أَنْ يَتَقَدَّم" إلَى الْخَيْر أَوْ الْجَنَّة بِالْإِيمَانِ "أَوْ يَتَأَخَّر" إلَى الشَّرّ أَوْ النَّار بِالْكُفْرِ "كُلّ نَفْس بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَة" مَرْهُونَة مَأْخُوذَة بِعَمَلِهَا فِي النَّار "إلَّا أَصْحَاب الْيَمِين" وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ فَنَاجُونَ مِنْهَا كَائِنُونَ،

یہاں پر لفظ لمن شاء یہ بشر سے بدل ہے۔ اس شخص کے لئے جو تم میں سے نیکی یا ایمان بہ جنت میں آگے بڑھنا چاہے یا جو بدی میں یا دوزخ کے انکار میں پیچھے رہ جائے۔ ہر شخص ان اعمال کے بدلے جو اس نے کمار کھے ہیں گروی ہے۔ یعنی اپنے عمل کے سبب جہنم میں ہوگا۔ سوائے دائیں جانب والوں کے۔ اور وہ اہل ایمان ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

یعنی آگے بڑھے نیکی یا بہشت کی طرف اور پیچھے رہے بدی میں پھنسا ہوا یا دوزخ میں پڑا ہوا۔ بہر حال مقصود یہ ہے کہ دوزخ سب مکلفین کے حق میں بڑے ڈراوے کی چیز ہے اور چونکہ اس ڈرانے کے عواقب ونتائج قیامت میں ظاہر ہوں گے۔ اس لیے قسم ایسی چیزوں کی کھائی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے۔ چنانچہ چاند کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشو ونما اور اضمحلال وفنا کا اسی طرح اس عالم دنیا کو عالم آخرت کے ساتھ حقائق کے اختفاء وانکشاف میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ۔ گویا اس عالم کا ختم ہو جانا رات کے گزر جانے اور اس عالم کا ظہور نور صبح کے پھیل جانے کے مشابہ ہے۔

| |
|---|
| فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ ○ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ○ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ○ |
| قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ○ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ○ |

| |
|---|
| باغات میں ہوں گے، اور آپس میں پوچھتے ہوں گے۔ مجرموں کے بارے میں۔ تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی۔ |
| وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔ اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ |

## نماز نہ پڑھنے اور کھانا نہ کھلانے کے سبب دوزخ میں داخل ہونے کا بیان

"فِي جَنّٰتٍ يَتَسَاءَلُونَ" بَيْنَهمْ "عَنِ الْمُجْرِمِينَ" وَحَالهمْ وَيَقُولُونَ لَهُمْ بَعْد إخْرَاج الْمُوَحِّدِينَ مِنَ النَّار "مَا سَلَكَكُمْ" أَدْخَلَكُمْ،

وہ باغات میں ہوں گے، اور آپس میں پوچھتے ہوں گے۔ مجرموں کے بارے میں۔ اور وہ موحدین کے جہنم سے نکلنے کے بعد ان سے کہیں گے تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی۔ وہ کہیں گے ہم نماز ادا کرنے والوں میں نہیں تھے۔ اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اگر چہ جنت پر وقف کی علامت ہے لیکن آیت 38 پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلی علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو آیت 39 کا ترجمہ سوائے اصحاب یمین کے پر جملہ ختم ہو جائے گا۔ اور فی جنت یتساءلون اکٹھا پڑھا جائے گا۔ اور جنت ظرف مکان یتساءلون کا ہوگا۔ اور فی جنت سے قبل ہم محذوف ہوگا اور آیت 41 اس کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی۔ اور کلام یوں ہوگا:۔

**ھم فی جنت یتساء لون عن المجرمین** وہ باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے اور اگر دوسری علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو فی جنت کا ربط جملہ ماسبق سے ہوگا۔ اور کلام یوں ہوگا۔

**الا اصحب الیمین فی جنت** سوائے اصحاب یمین کے جو جنتوں میں ہوں گے۔ آیت 38 تا 42 کا باربط ترجمہ یوں ہوگا:۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے سوائے اصحب الیمین کے کہ وہ باغ ہائے بہشت میں ہوں گے اور گنہگاروں سے پوچھتے ہوں گے۔ یتساءلون بمعنی یتسالون ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ مدثر، بیروت)

| |
|---|
| وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ○ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ○ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِينُ ○ |
| اور بیہودہ مشاغل والوں کے ساتھ ہم بھی بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھے۔ اور ہم روز جزا کو جھٹلایا |
| کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم پر جس کا آنا یقینی تھا آ پہنچی۔ |

## منکرین بعث کے اقرار بعث کا بیان

"وَكُنَّا نَخُوض" فِي الْبَاطِل "وَكُنَّا نُكَذِّب بِيَوْمِ الدِّين" الْبَعْث وَالْجَزَاء "حَتّٰى أَتَانَا الْيَقِين" الْمَوْت،

اور بیہودہ مشاغل والوں یعنی اہل باطل کے ساتھ مل کر ہم بھی بیہودہ مشغلوں میں پڑے رہتے تھے۔ اور ہم روز جزا یعنی بعث وجزاء کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم پر جس کا آنا یقینی تھا وہ موت آ پہنچی۔

وہ بد بخت اپنے دخول دوزخ کے اسباب کے ذکر و بیان کے سلسلے میں مزید کہیں گے اور ہم حق کے خلاف باتیں بنانے میں

لگے رہتے تھے: خوض کے اصل معنی آتے ہیں کثرۃ الکلام یعنی زیادہ باتیں کرنا مگر اس کا زیادہ تر استعمال باطل ہی کیلئے ہی ہوتا ہے۔

یعنی نہ اللہ کا حق پہچانا نہ بندوں کی خبر لی۔ البتہ دوسرے لوگوں کی طرح حق کے خلاف بحثیں کرتے رہے اور بد صحبتوں میں رہ کر شکوک وشبہات کی دلدل میں دھنستے چلے گئے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہم کو یقین نہ ہوا کہ انصاف کا دن بھی آنے والا ہے۔ ہمیشہ اس بات کو جھٹلایا کیسے یہاں تک کہ موت کی گھڑی سر پر آن پہنچی اور آنکھوں سے دیکھ کر ان باتوں کا یقین حاصل ہوا جن کی تکذیب کیا کرتے تھے۔

| |
|---|
| فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ○ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ○ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ○ |
| پس شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ تو ان کو کیا ہو گیا ہے کہ نصیحت سے |
| رُوگردانی کئے ہوئے ہیں۔ جیسے وہ سخت بدکنے والے گدھے ہیں۔ |

## کفار کا نصیحت سے بدکنے والے گدھوں کی طرح اعراض کرنے کا بیان

"فَمَا تَنْفَعهُمْ شَفَاعَة الشَّافِعِينَ" مِنْ الْمَلَائِكَة وَالْأَنْبِيَاء وَالصَّالِحِينَ وَالْمَعْنَى لَا شَفَاعَة لَهُمْ "فَمَا" مُبْتَدَأ "لَهُمْ" خَبَره مُتَعَلِّق بِمَحْذُوفٍ انْتَقَلَ ضَمِيره إلَيْهِ "عَنْ التَّذْكِرَة مُعْرِضِينَ" حَال مِنْ الضَّمِير وَالْمَعْنَى أَيّ شَيْء حَصَلَ لَهُمْ فِي إعْرَاضهمْ عَنْ الِاتِّعَاظ "كَأَنَّهُمْ حُمُر مُسْتَنْفِرَة" وَحْشِيَّة،

پس اب شفاعت کرنے والوں کی شفاعت انہیں کوئی نفع نہیں پہنچائے گی۔ خواہ ان کفار کیلئے فرشتوں کی شفاعت ہو یا انبیائے کرام کی شفاعت یا اولیاء اللہ کی سفارش ہو اور معنی یہ ہے کہ ان کیلئے کوئی شفاعت نہ ہوگی۔ یہاں پر لفظ فما مبتداء ہے اور لھم اس کی خبر ہے جس کا متعلق محذوف ہے جس کی جانب خبر کی ضمیر لوٹنے والی ہے۔ اور معرضین یہ ضمیر سے حال ہے۔ معنی یہ ہے کہ اعراض کرنے سے انہیں کیا حاصل ہوا ہے۔ تو ان کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ پھر بھی نصیحت سے رُوگردانی کئے ہوئے ہیں۔ گویا وہ بدکے ہوئے وحشی گدھے ہیں۔

## جنتیوں اور دوزخیوں میں گفتگو ہوگی

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال میں قیامت کے دن جکڑا بندھا ہوگا لیکن جن کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ آیا وہ جنت کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوئے جہنمیوں کو بدترین عذابوں میں دیکھ کر ان سے پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے نہ تو رب کی عبادت کی نہ مخلوق کے ساتھ احسان کیا بغیر علم کے جو زبان پر آیا بکتے رہے جہاں کسی کو اعتراض کرتے سنا ہم بھی ساتھ ہو گئے اور باتیں بنانے لگ گئے اور قیامت کے دن کی تکذیب ہی کرتے رہے یہاں تک کہ موت آ گئی، یقین کے معنی موت کے اس آیت میں بھی ہیں آیت (وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ،الحجر:99) یعنی موت کے وقت تک اللہ کی عبادت میں لگا رہ اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی نسبت حدیث میں بھی یقین کا لفظ آیا ہے، اب اللہ مالک الملک فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کو کسی کی سفارش اور شفاعت نفع نہ دے گی اس لئے کہ شفاعت وہاں نافع ہو جاتی ہے جہاں

محل شفاعت ہو لیکن جن کا دم ہی کفر پر نکلا ہو ان کے لئے شفاعت کہاں؟ وہ ہمیشہ کے لئے (ہاویہ) میں گئے۔ پھر فرمایا کیا بات ہے کہ کونسی وجہ ہے کہ یہ کافر تیری نصیحت اور دعوت سے منہ پھیر رہے ہیں اور قرآن وحدیث سے اس طرح بھاگتے ہیں جیسے جنگلی گدھے شکاری شیر سے، فارسی زبان میں جسے شیر کہتے ہیں اسے عربی میں اسد کہتے ہیں اور حبشی زبان میں (قسورہ) کہتے ہیں اور نبطی زبان میں رویا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مدثر، بیروت) 36

| |
|---|
| فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى |
| صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ |
| جو شیر سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں۔ |
| ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا، بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے۔ |

## حق سے اعراض کرنے والے کفار کا بیان

"فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَة" أَسَد أَيْ هَرَبَتْ مِنْهُ أَشَدّ الْهَرَب "بَلْ يُرِيد كُلّ امْرِءٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَى صُحُفًا مُنَشَّرَة " أَيْ مِنَ اللّٰه تَعَالَى بِاتِّبَاعِ النَّبِيّ كَمَا قَالُوا : لَنْ نُؤْمِن لَك حَتَّى تُنَزِّل عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرَؤُهُ "كَلَّا" رَدْع عَمَّا أَرَادُوهُ "بَلْ لَا يَخَافُونَ الْآخِرَة" أَيْ عَذَابهَا،

جو شیر سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں۔ یعنی شدید دور دوڑے جا رہے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ہر آدمی یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے ہوئے صحیفے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع دیے جائیں۔ جس طرح انہوں نے کہا تھا کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم پر کوئی کتاب نازل ہو جسے ہم پڑھیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، جس طرح ان کا ارادہ ہے۔ بلکہ وہ آخرت یعنی اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

کفار قریش نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم ہرگز آپ کا اتباع نہ کریں گے جب تک کہ ہم میں ہر ایک کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایک کتاب نہ آئے جس میں لکھا ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، فلاں بن فلاں کے نام، ہم اس میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کا حکم دیتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مدثر، لاہور)

یعنی یہ بیہودہ درخواستیں بھی کچھ اس لیے نہیں کہ ایسا کر دیا جائے تو واقعی مان جائیں گے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ یہ لوگ آخرت کے عذاب سے نہیں ڈرتے اس لیے حق کی طلب نہیں، اور یہ درخواستیں محض تعنت سے ہیں۔ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری کر دی جائیں تب بھی اتباع نہ کریں۔

| |
|---|
| كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ |
| کچھ شک نہیں کہ یہ نصیحت ہے۔ تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔ |

## قرآن مجید کا سراسر نصیحت ہونے کا بیان

"كَلَّا" اسْتِفْتَاح "إِنَّهُ" أَيْ الْقُرْآن "تَذْكِرَة" عِظَة "فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ" قَرَأَهُ فَاتَّعَظَ بِهِ

یہاں پر بھی لفظ کلا استفتاح کیلئے آیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہ قرآن نصیحت ہے۔تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔یعنی تم اس کو پڑھو اور نصیحت حاصل کرو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلا۔کلمہ روع۔(بازداشت، روکنا، جھڑکی، سرزنش) ہے ان کی بے باکی پر۔ایک بازداشت ہے۔یا گذشتہ کلا کی تاکید ہے۔

انہ تذکرۃ: میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔تذکرۃ یاد داشت نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات اور رحمت وعذاب کا اس میں ذکر ہے۔

فمن شاء ذکرہ: ف سببیہ ہے من جو شخص، شاء ماضی واحد مذکر غائب۔مشیئۃ (باب فتح) سے مصدر۔بمعنی چاہنا۔ارادہ کرنا۔ذکر ماضی واحد مذکر غائب ذکر (باب نصر) مصدر سے۔اس نے یاد کیا۔ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔پس جس کا جی چاہے اسے یاد رکھے۔یعنی اس سے نصیحت حاصل کرے۔

| |
|---|
| وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَ اَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ |
| اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی لائق ہے کہ ڈرا جائے اور لائق ہے کہ بخش دے۔ |

## تقویٰ اختیار کرنے والے کیلئے لائق بخشش ہونے کا بیان

"وَمَا يَذْكُرُونَ" بِالْيَاءِ وَالتَّاء "إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّه هُوَ أَهْل التَّقْوَى" بِأَنْ يُتَّقَى "وَأَهْل الْمَغْفِرَة" بِأَنْ يَغْفِر لِمَنْ اتَّقَاهُ،

یہاں پر لفظ یذکرون یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے، وہی لائق ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور لائق ہے کہ بخش دے۔یعنی جو اس سے ڈرے اسی کیلئے لائق ہے اس کو وہ بخش دے۔

## سورت مدثر آیت ۵۶ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت (هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ، وہی ہے جس سے ڈرنا چاہیے اور وہی ہے بخشنے کے لائق) کی تفسیر نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ بندے مجھ سے ڈریں۔پس جو مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا تو میں اس کا اہل ہوں کہ اسے معاف کر دوں۔یہ حدیث حسن غریب ہے۔سہیل محدثین کے نزدیک قوی نہیں اور سہیل نے یہ حدیث ثابت سے نقل کی ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1279)

# سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ

## یہ قرآن مجید کی سورت قیامت ہے

### سورت قیامت کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُوْرَةُ الْقِیَامَة (مَکِّیَّة وَ آیَاتھَا أَرْبَعُوْنَ آیَة)

سورہ قیامہ مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، چالیس، آیات، ایک سو ننانوے کلمات، چھ سو بانوے حروف ہیں۔

### سورت قیامت کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت مبارکہ میں قیامت کے دن کی قسم اٹھائی گئی ہے کہ اس کا وقوع یقینی ہے۔لہٰذا اسی مناسبت کے سبب یہ سورت مبارکہ قیامت کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ٥ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ٥ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ٥ |
| میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی۔ اور میں قسم کھاتا ہوں، ملامت کرنے والے نفس کی۔ کیا انسان گمان کرتا ہے کہ |
| بے شک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ |

### کفار کے انکار بعث کا بیان

"لَا" زَائِدَة فِی الْمَوْضِعَیْنِ "وَلَا أُقْسِم بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَة" الَّتِی تَلُوم نَفْسهَا وَإِنْ اجْتَهَدَتْ فِی الْإِحْسَان وَجَوَاب الْقَسَم مَحْذُوف أَیْ لَتُبْعَثُنَّ دَلَّ عَلَیْهِ : "أَیَحْسَبُ الْإِنْسَان " أَیْ الْکَافِر "أَلَّنْ نَجْمَع عِظَامه" لِلْبَعْثِ وَالْإِحْیَاء

یہاں پر لفظ لا یہ دونوں مقامات پر زائدہ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی۔ اور میں قسم کھاتا ہوں برائیوں پر ملامت کرنے والے نفس کی۔ حالانکہ وہ نیکی کرنے میں محنت کرتا ہے۔ اور جواب قسم محذوف ہے یعنی تمہیں ضرور بہ ضرور زندہ کیا جائے گا اور اَیحسب الانسان کی اس پر دلالت ہے۔ کیا انسان یعنی کافر گمان کرتا ہے کہ بے شک ہم کبھی اس کی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ یعنی بعث کیلئے ہم زندہ نہ ہوں گے۔

### ہم سب اپنے اعمال کا خود آئینہ ہیں

یہ کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جائے اگر وہ رد کرنے کی چیز ہو تو قسم سے پہلے لا کا کلمہ نفی کی تائید کے لئے لانا

جائز ہوتا ہے یہاں قیامت کے ہونے پر اور جاہلوں کے اس قول کی تردید پر قیامت نہ ہوگی قسم کھائی جارہی ہے تو فرماتا ہے قسم ہے قیامت کے دن کی اور قسم ہے ملامت کرنے والی جان کی، حضرتِ حسن تو فرماتے ہیں قیامت کی قسم ہے اور ملامت کرنے والے نفس کی قسم نہیں ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں دونوں کی قسم ہے، حسن اور اعرج کی قرأت آیت (لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ،القیامۃ:1) ہے اس سے بھی حضرت حسن کے قول کی تائید ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک پہلے کی قسم ہے اور دوسرے کی نہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ دونوں کی قسم کھائی ہے جیسے کہ حضرت قتادہ کا فرمان ہے، ابن عباس اور سعید بن جبیر سے بھی یہی مروی ہے۔

اور امام ابن جریر کا مختار قول بھی یہی ہے۔ یوم قیامت کو تو ہر شخص جانتا ہی ہے، نفس لوامہ کی تفسیر میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اس سے مراد مومن کا نفس ہے وہ ہر وقت اپنے تئیں ملامت ہی کرتا رہتا ہے کہ یوں کیوں کہدیا؟ یہ کیوں کھا لیا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟ ہاں فاسق فاجر غافل ہوتا ہے اسے کیا پڑی جو اپنے نفس کو روکے، یہ بھی مروی ہے کہ زمین وآسمان کی تمام مخلوق قیامت کے دن اپنے تئیں ملامت کرے گی، خیر والے خیر کی کمی پر اور شر والے شر کے سرزد ہونے پر، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مذموم نفس ہے جو نافرمان ہو، فوت شدہ پر نادم ہونے والا اور اس پر ملامت کرنے والا۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں یہ سب اقوال قریب قریب ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ نفس والا ہے جو نیکی کی کمی پر برائی کے ہوجانے پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے اور فوت شدہ پر ندامت کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کیا انسان یہ سوچے ہوئے ہے کہ ہم قیامت کے دن اس کی ہڈیوں کے جمع کرنے پر قادر نہ ہوں گے، یہ تو نہایت غلط خیال ہے ہم اسے متفرق جگہ سے جمع کرکے دوبارہ کھڑا کریں گے اور اس کی بالشت بالشت بنادیں گے۔

ابن عباس وغیرہ فرماتے ہیں یعنی ہم قادر ہیں کہ اسے اونٹ یا گھوڑے کے تلوے کی طرح بنادیں، امام ابن جریر فرماتے ہیں یعنی دنیا میں بھی اگر ہم چاہتے اسے ایسا کردیتے، آیت کے لفظوں سے تو ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ (قادرین) حال ہے (نجمع) سے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ہاں ہاں ہم عنقریب جمع کریں گے درآنحالیکہ ہمیں ان کے جمع کرنے کی قدرت ہے بلکہ اگر ہم چاہیں تو جتنا یہ تھا اس سے بھی کچھ زیادہ بنا کر اسے اٹھائیں اس کی انگلیوں کے سرے تک برابر کرکے پیدا کریں۔ ابن قتیبہ اور زجاج کے قول کے یہی معنی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ قیامہ، بیروت)

| |
|---|
| بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ○ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ○ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ○ |
| کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کردیں۔ |
| بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے بھی گناہ کرتا رہے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔ |

## انگلیوں کے پوروں کو درست کردینے سے استدلال بعث کا بیان

"بَلٰى" "نَجْمَعهَا" "قَادِرِيْنَ" مَعَ جَمْعهَا "عَلٰى أَنْ نُسَوِّيَ بَنَانه" وَهُوَ الْأَصَابِع أَيْ نُعِيد عِظَامهَا

كَمَا كَانَتْ مَعَ صِغرِهَا فَكَيْفَ بِالْكَبِيرَةِ،

"بَلْ يُرِيد الْإِنْسَان لِيَفْجُر" اللَّام زَائِدَة وَنَصَبَهُ بِأَنْ مُقَدَّرَة أَيْ أَنْ يُكَذِّب "أَمَامه" أَيْ يَوْم الْقِيَامَة دَلَّ عَلَيْهِ :"يَسْأَل أَيَّانَ" مَتَى "يَوْم الْقِيَامَة" سُؤَال اسْتِهْزَاء وَتَكْذِيب،

کیوں نہیں! ہم تو اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے ایک ایک جوڑ اور پوروں تک کو درست کر دیں۔ یعنی ان کی ہڈیوں کو چھوٹا ہونے کے باوجود اسی حالت میں لوٹا دیں۔ جس پر وہ تھیں تو ان بڑی ہڈیوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ اپنے آگے کی زندگی میں بھی گناہ کرتا رہے۔ یہاں پر لفظ لیفجر میں لام زائدہ ہے اور یہ منصوب اَن مقدرہ کے سبب ہے یعنی وہ تکذیب کرتا ہے۔ جس پر قیامت کے دن کی دلالت ہے۔ پوچھتا ہے قیامت کا دن کب ہوگا۔ اس کا یہ سوال بہ طور استہزاء وتکذیب کے ہے۔

## انسان کا برائی کی جانب جلدی بڑھنے کا بیان

پھر فرماتا ہے کہ انسان اپنے آگے فسق و فجور کرنا چاہتا ہے یعنی قدم بہ قدم بڑھ رہا ہے، امیدیں باندھے ہوئے ہے، کہتا جاتا ہے کہ گناہ کر تو لوں توبہ بھی ہو جائے گی قیامت کے دن سے جو اس کے آگے ہے کفر کرتا ہے، وہ گویا اپنے سر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہا ہے، ہر وقت یہی پایا جاتا ہے کہ ایک ایک قدم اپنے نفس کو اللہ کی معصیت کی طرف بڑھاتا جاتا ہے مگر جن پر رب کا رحم ہے، اکثر سلف کا قول اس آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ گناہوں میں جلدی کرتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں جو یوم حساب کا منکر ہے، ابن زید بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ظاہر مراد ہے کیونکہ اس کے بعد ہی ہے کہ وہ پوچھتا ہے قیامت کب ہوگی، اس کا یہ سوال بھی بطور انکار کے ہے یہ جانتا ہے کہ قیامت کا آنا محال ہے، جیسے اور جگہ ہے آیت (وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔یونس:48)،

کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتا دو کہ قیامت کب آئے گی؟ ان سے کہدے کہ اس کا ایک دن مقرر ہے جس سے نہ تم ایک ساعت آگے بڑھ سکو گے نہ پیچھے ہٹ سکو گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ قیامہ، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ۝ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ۝وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۝ |
| پھر جب آنکھ پتھرا جائے گی۔ اور چاند گہنا جائے گا۔ اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیے جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن سورج و چاند کے جمع ہونے کا بیان

"فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَر" بِكَسْرِ الرَّاء وَفَتْحهَا فِي بَرِقَ بِمَعْنَى دَهَشَ وَتَحَيَّرَ لِمَا رَأَى مِمَّا كَانَ يُكَذِّبهُ "وَخَسَفَ الْقَمَر" أَظْلَمَ وَذَهَبَ ضَوْءُهُ

"وَجُمِعَ الشَّمْس وَالْقَمَر" فَطَلَعَا مِنْ الْمَغْرِب أَوْ ذَهَبَ ضَوْءُهُمَا وَذَلِكَ فِي يَوْم الْقِيَامَة

پھر جب آنکھ پتھرا جائے گی۔ یہاں پر لفظ برق یہ راء کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ بھی آیا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ وہ مدہوش وحیران ہو جائے گا جب وہ ان چیزوں کا دیکھے گا جن کی وہ تکذیب کیا کرتا تھا۔ اور چاند گہنا جائے گا۔ یعنی وہ بے نور ہو جائے گا اور سورج اور چاندا کٹھے کردیے جائیں گے۔ یعنی وہ دونوں مغرب سے طلوع ہوں گے یا وہ ان دونوں کی روشنی چلی جائے گی۔ اور ایسا قیامت کے دن ہوگا۔

## قیامت کے دن آنکھیں پتھرا جانے کا بیان

یہاں بھی فرماتا ہے کہ جب آنکھیں پتھرا جائیں گی، جیسے اور جگہ ہے آیت (لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ،ابراھیم:43)، یعنی پلکیں جھپکیں گی نہیں بلکہ رعب ودہشت خوف ووحشت کے مارے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھتے رہیں گے، برق کی دوسری قرأت برق بھی ہے، معنی قریب قریب ہیں اور چاند کی روشنی بالکل جاتی رہے گی اور سورج چاند جمع کر دیئے جائیں گے یعنی دونوں کو بینور کر کے لپیٹ لیا جائے گا، جیسے فرمایا آیت (اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ،التکویر:1)

حضرت ابن مسعود کی قرأت میں (وجمع بین الشمس والقمر) ہے، انسان جب یہ پریشانی شدت ہول گھبراہٹ اور انتظام عالم کی یہ خطرناک حالت دیکھے گا تو بھاگا جائے گا اور کہے گا کہ جائے پناہ یعنی بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ملے گا کہ کوئی پناہ نہیں رب کے سامنے اور اس کے پاس ٹھہرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں،

لیکن افسوس کہ یہ دوسروں کے عیبوں اور نقصانوں کو دیکھتا ہے اور اپنے کیڑے چننے سے غافل ہے، کہا جاتا ہے کہ توراۃ میں لکھا ہوا ہے اے ابن آدم تو دوسروں کی آنکھوں کا تو تنکا دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کا شہتیر بھی تجھے دکھائی نہیں دیتا؟ قیامت کے دن چاہے انسان فضول بہانے بنائے گا اور جھوٹی دلیلیں دے گا بیکار عذر پیش کرے گا مگر ایک بھی قبول نہ کیا جائے گا۔ اس آیت کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ وہ پردے ڈالے۔ اہل یمن پردے کو عذر کہتے ہیں، لیکن صحیح معنی اوپر والے ہیں جیسے اور جگہ ہے کہ کوئی معقول عذر نہ پا کر اپنے شرک کا سرے سے انکار ہی کر دیں گے کہ اللہ کی قسم ہم مشرک تھے ہی نہیں اور جگہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی قسمیں کھا کھا کر سچا ہونا چاہیں گے جیسے دنیا میں تمہارے سامنے ان کی حالت ہے لیکن اللہ پر تو ان کا جھوٹ ظاہر ہے چاہے کتنا ہی وہ اپنی تئیں کچھ بھی سمجھتے رہیں، غرض عذر معذرت انہیں قیامت کے دن کچھ کار آمد نہ ہوگا۔ جیسے اور جگہ فرماتا ہے آیت (يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ،غافر:52) ظالموں کو ان کی معذرت کچھ کام نہ آئے گی یہ تو اپنے شکر کے ساتھ اپنی تمام بداعمالیوں کا بھی انکار کر دیں گے لیکن بیسود ہوگا۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ قیامہ، بیروت)

| |
|---|
| يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ ۝ |
| اس وقت انسان پکار اٹھے گا کہ بھاگ جانے کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ہرگز نہیں! کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ |
| اس دن آپ کے رب ہی کے پاس قرارگاہ ہوگی۔ |

## قیامت کے دن انسان کیلئے کوئی فرار گاہ نہ ہونے کا بیان

"يَقُولُ الْإِنْسَان يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرّ" الْفِرَار "كَلَّا" رَدْع عَنْ طَلَب الْفِرَار "لَا وَزَر" لَا مَلْجَأ يَتَحَصَّن بِهِ، "إِلَى رَبّك يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرّ" مُسْتَقَرّ الْخَلَائِق فَيُحَاسَبُونَ وَيُجَازُونَ،

اس وقت انسان پکار اٹھے گا کہ بھاگ جانے کا ٹھکانا کہاں ہے۔ ہرگز نہیں! کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ یعنی بھاگنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اور نہ کوئی قلعہ ہے۔ اس دن آپ کے رب ہی کے پاس قرار گاہ ہوگی۔ جہاں تمام مخلوق جمع ہوگی وہاں ان کا حساب کیا جائے گا اور انہیں جزاء دی جائے گی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

این المفر، کافر کا مقولہ ہے:۔ این کہاں۔ ظرف ہے۔ جس طرح متی سے زبان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح این سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔ المفر مصدر میمی ہے، فرار، بھاگنا۔ الفرار۔ خوف سے بھاگنا۔ باب ضرب سے مصدر ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ کہاں ہے بھاگ، کہاں ہے بھاگ کر جانے کی جگہ۔

کلا لاوزر: نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ حرف ردع ہے۔ یہاں طلب مفر سے باز داشت ہے۔ معنی۔ نہیں نہیں (وہاں) بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ وزر۔ اسم منصوب۔ پناہ گاہ۔

زمخشری نے لکھا ہے:۔ لاوزر ای لا ملجا و کل ما التجات الیه من جبل او غیرہ وتخلصت به فھو وزرٌ ۔
لاوزر کے معنی ہیں لا ملجا (کوئی پناہ گاہ نہیں) ہر وہ چیز جس کو تو طلب کرے پناہ کے طور پر خواہ پہاڑ ہو یا کچھ اور جس کے دامن میں تو پناہ اور خلاصی پائے وہ تیرے لئے وزر ہے۔ وزر کا ماخذ وزر ہے جس کا معنی ہے بوجھ۔

الی ربك یومئذ ن المستقر، استقرار (استفعال) سے اسم مفعول واحد مذکر (اسم ظرف مکان واحد) ٹھیرایا ہوا۔ قرار یافتہ شدہ، ٹھیرنے کی جگہ۔ مبتداء الی ربک اس کی خبر، یومئذ متعلق خبر۔

ربک میں ک ضمیر واحد مذکر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور تخصیص کے معنی کے لئے لائی گئی ہے۔ صرف آپ کے رب کے پاس ہی اس روز ٹھکانا ہوگا۔

| |
|---|
| يُنَبَّؤُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ○ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ○ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ○ |
| اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ |
| اگر چہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔ |

## قیامت کے انسان کے بہانوں کے قبول نہ کیے جانے کا بیان

"يُنَبَّأ الْإِنْسَان يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ" بِأَوَّلِ عَمَله وَآخِره "بَلْ الْإِنْسَان عَلَى نَفْسه بَصِيرَة"

شَاهِد تَنطِق جَوَارِحه بِعَمَلِهِ وَالْهَاء لِلْمُبَالَغَةِ فَلا بُدّ مِنْ جَزَائِهِ، "وَلَوْ أَلْقَى مَعَاذِيرَه" جَمْع مَعْذِرَة عَلَى غَيْر قِيَاس أَيْ لَوْ جَاءَ بِكُلِّ مَعْذِرَة مَا قُبِلَتْ مِنْهُ،

اس دن انسان کو بتایا جائے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ یعنی اس کے اول وآخر عمل کے بارے میں بتا دیا جائے گا۔ بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے۔ یعنی اس کے اعضاء اس کے عمل کے ساتھ بولتے ہوں گے۔ یہاں پر لفظ بصیرہ ھاء مبالغہ کیلئے آئی ہے۔ لہٰذا اس کیلئے جزاء لازم ہے۔ اگرچہ وہ اپنے بہانے پیش کرے۔ یہاں پر لفظ معاذیرہ یہ معذرۃ کی جمع ہے جو غیر قیاسی ہے۔ یعنی اگرچہ وہ کتنے ہی بہانے کیوں نہ پیش کردے اس سے کوئی بہانہ قبول نہ کیا جائے گا۔

## قیامت کے دن اعمال بتادیئے جانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس نے فرمایا کہ جو نیک کام اپنی موت سے پہلے کرلیا وہ آگے بھیج دیا، اور جو نیک یا بد مفید یا مضر کوئی طریقہ کوئی رسم ایسی چھوڑی کہ اسکے بعد لوگ اس پر عمل کریں وہ پیچھے چھوڑا (اسکا ثواب یا عذاب اس کو ملتا رہے گا) اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ ماقدم سے مراد وہ عمل صالح ہے جو اپنی زندگی میں کر گزرا اور مآخر سے مراد وہ عمل صالح ہے جس کو کرسکتا تھا مگر نہ کیا اور فرصت ضائع کردی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ قیامہ، بیروت)

بصیر اور بصیرۃ کے معنے دیکھنے والے کے بھی آتے ہیں اور بصیرۃ کے معنے حجت کے بھی آتے ہیں جیسے قرآن کریم میں ہے قد جاءکم بصائر من ربکم اسمیں بصائر بصیرۃ کی جمع ہے اور معنی اسکے حجت کے ہیں اور معاذیر معذار بمعنے عذر کی جمع ہے۔ معنے آیت کے یہ ہیں کہ اگرچہ عدالت کے ضابطہ کی رو سے انسان کے سارے اعمال محشر میں اس کو ایک ایک کرکے بتلائے جاویں گے مگر در حقیقت اس کو اس کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ اپنے اعمال کو خوب جانتا ہے خود اس کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کیا کام کئے، نیز یہ کہ محشر میں تمام اپنے اعمال نیک و بد کا مشادہ بھی اس کے سامنے ہوجائے گا۔

| |
|---|
| لَاتُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ○ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ○ |
| آپ جلدی میں اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ بے شک اسے جمع کرنا اور اسے پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کے ساتھ بوقت وحی قرآن کو حاصل کرنے کا بیان

قَالَ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ "لَا تُحَرِّكْ بِهِ" بِالْقُرْآنِ قَبْل فَرَاغ جِبْرِيل مِنْهُ "لِسَانك لِتَعْجَل بِهِ" خَوْف أَنْ يَنْفَلِت مِنْك،

"إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعه" فِي صَدْرك "وَقُرْآنه" قِرَاءَتك إِيَّاهُ أَيْ جَرَيَانه عَلَى لِسَانك،

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قرآن کو یاد کرنے کی جلدی میں جبرائیل امین کے فارغ ہونے کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ اس اندیشہ کے سبب کہ کہیں کوئی کچھ رہ نہ جائے۔ بے شک اسے آپ کے سینہ میں جمع کرنا اور اسے آپ کی

زبان سے پڑھانا ہمارا ذِمّہ ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت وشفقت کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ قرآن اترتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت محنت اٹھاتے تھے منجملہ ان کے ایک یہ تھا کہ آپ اپنے دونوں ہونٹ ہلاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں ان دونوں کو ہلاتا ہوں، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہلاتے تھے اور سعید نے بیان کیا کہ میں (دونوں ہونٹ) ہلاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جنبش دیتے ہوئے دیکھا، چنانچہ اپنے دونوں ہونٹ ہلا کر دکھائے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ، قیامۃ: آیت 16) نازل فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کو جلد (یاد) کرنے کیلئے اپنی زبان کو نہ ہلاؤ، اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کر دینا اور اس کو تمہارا پڑھنا، پھر جب ہم اس کو پڑھ لیں تو اس کے پڑھنے کی پیروی کرو، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں یعنی اس کو سنو اور چپ رہو، پھر یقیناً اس کا مطلب سمجھا دینا ہمارے ذمہ ہے، پھر بلاشبہ میرے ذمہ ہے کہ تم اس کو پڑھو، اس کے بعد جب جبرائیل آپ کے پاس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غور سے سنتے، پھر جب جبرائیل علیہ السلام چلے جاتے، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے جس طرح جبرائیل نے پڑھا تھا۔ (صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 4)

| |
|---|
| فَإِذَا قَرَأْنَـٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۝ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ |
| پھر جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں۔ پھر بیشک اس کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی |
| ذِمّہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ تم جلد ملنے والی (دنیا) کو محبوب رکھتے ہو۔ اور تم آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے علوم قرآن کو کھول دیئے جانے کا بیان

"فَإِذَا قَرَأْنَاهُ" عَلَيْكَ بِقِرَاءَةِ جِبْرِيل "فَاتَّبِعْ قُرْآنه" اسْتَمِعْ قِرَاءَته فَكَانَ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَمِع ثُمَّ يَقْرَؤُهُ "ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانه" بِالتَّفْهِيمِ لَك وَالْمُنَاسَبَة بَيْن هٰذِهِ الْآيَة وَمَا قَبْلهَا أَنَّ تِلْكَ تَضَمَّنَتْ الْإِعْرَاض عَنْ آيَات اللّٰه وَهٰذِهِ تَضَمَّنَتْ الْمُبَادَرَة إِلَيْهَا بِحِفْظِهَا، "كَلَّا" اسْتِفْتَاح بِمَعْنَى أَلَا "بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَة" الدُّنْيَا بِالْيَاءِ وَالتَّاء فِي الْفِعْلَيْنِ "وَتَذَرُونَ الْآخِرَة" فَلَا يَعْمَلُونَ لَهَا،

پھر جب ہم اسے زبان جبریل سے پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں۔ یعنی جبرائیل امین کی قرأت کے ساتھ آپ سماعت فرمائیں۔ اس کے بعد اس کی قرأت کریں۔ پھر بیشک اس کے معانی کا کھول کر بیان کرنا ہمارا ہی ذِمّہ ہے۔ تا کہ

آپ اس کو سمجھ لیں۔ یہاں پر سابقہ آیات اور ان آیات کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ وہ آیات اللہ سے اعراض والے مضمون کو متضمن ہیں جبکہ آیات اللہ کی حفاظت کی جانب سبقت سے بڑھ کر محفوظ کرنے کے مضمون کو متضمن ہیں۔ یہاں پر بھی لفظ کلا یہ استفتاح کیلئے آیا ہے جو بہ معنی الا ہے۔ حقیقت یہ ہے (اے کفار!) تم جلد ملنے والی دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔ یہاں پر دونوں افعال یاء اور تاء کے ساتھ بھی آئے ہیں۔ اور تم آخرت کو چھوڑے ہوئے ہو۔ یعنی اس کیلئے کوئی عمل نہیں کرتے ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ان علینا جمعه: علینا ہمارے ذمہ ہے ہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای ان علینا جمعه فی صدرك بحیث لایذهب علیك شیء من معافیه یعنی قرآن قرآن کا تمہارے سینہ میں اس طرح جمع کر دینا کہ اس کے معنی سے کوئی شے بھی تم سے مخفی نہ رہ جائے یہ ہمارا ذمہ ہے۔

وقرانه۔ اس کا عطف جمعه پر ہے دونوں منصوب بوجہ عمل ان ہیں۔ قرآن مصدر ہے بمعنی پڑھنا۔ یہ اللہ کی کتاب کا خاص نام ہے جو کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی کسی دوسری آسمانی کتاب کا نام قرآن نہیں ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں:۔ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرات اور تلاوت ہے اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نماز میں۔ دینی محافل میں، مدارس میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ میں ایک شاعر نے کہا تھا۔

ضحوا باسمط عنوان السجود به   یقطع الیل تسبیحا وقرانا

- لوگوں نے ایک ایسی پکی عمر والے سردار کو ذبح کر دیا۔ جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا جو راتیں تسبیح اور تلاوت میں کاٹ دیتا تھا آیت زیر مطالعہ میں تو ویسے ہی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرات قرآن الگ چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کرنا اور پھر اس کا تمہاری زبان پر رواں کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ (انوار البیان، سورہ قیامہ)

| |
|---|
| وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝ |
| اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ |

## قیامت کے دن اہل ایمان کے چہروں کے چمکنے کا بیان

"وُجُوه يَوْمئِذٍ" أَيْ فِي يَوْم الْقِيَامَة "نَاضِرَة" حَسَنَة مُضِيئَة، "إِلَى رَبّهَا نَاظِرَة" أَيْ يَرَوْنَ اللَّه سُبْحَانه وَتَعَالَى فِي الْآخِرَة،

اس دن یعنی قیامت کے دن میں کئی چہرے تروتازہ ہوں گے۔ یعنی خوبصورت چمکدار ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ یعنی وہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کو دیکھنے والے ہوں گے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ادنیٰ درجے کا جنتی بھی اپنے باغوں، بیویوں، خادموں اور تختوں کو ایک برس کی مسافت سے دیکھ سکے گا اور ان میں سب سے زیادہ بلند مرتبے والا وہ ہوگا جو اللہ رب العزت کا صبح وشام دیدار کرے گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں (وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ 22 اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ، کتنے منہ اس دن تازہ ہیں اپنے رب کی طرف دیکھنے والے)۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اسے کئی لوگ اسرائیل سے اسی طرح مرفوعاً نقل کرتے ہیں۔ عبدالملک بن ابجر نے اسے ثویر کے حوالے سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے۔ پھر اشجعی نے بھی اسے سفیان سے انہوں نے ثویر سے انہوں نے مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انہی کا قول نقل کیا ہے اور اس سند میں ثوری کے علاوہ کسی نے مجاہد کا ذکر نہیں کیا۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1281)

| |
|---|
| وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ۢبَاسِرَةٌ ۙ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ۭ |
| اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ گمان کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایسی سختی کی جائے گی جو ان کی کمر توڑ دے گی۔ |

## قیامت کے دن کفار کے چہروں کے اداس ہونے کا بیان

"وَوُجُوه يَوْمَئِذٍ بَاسِرَة " كَالِحَة شَدِيدَة الْعُبُوس "تَظُنّ" تُوقِن "أَنْ يُفْعَل بِهَا فَاقِرَة" دَاهِيَة عَظِيمَة تَكْسِر فَقَار الظَّهْر

اور کئی چہرے اس دن بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی وہ اداس بگڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ گمان یعنی یقین کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ ایسی سختی کی جائے گی جو ان کی کمر توڑ دے گی۔ یعنی ان پر بہت ہی سختی کی جائے گی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ووجوہ یومئذ باسرۃ:** واو عاطفہ ہے وجوہ (اہل قرب کے چہرے کے بالمقابل کافروں کے چہرے یا کچھ چہروں کے مقابل میں کچھ اور چہرے) مبتداء باسرۃ اس کی خبر۔ یومئذ متعلق خبر۔

باسرۃ اداس، بے رونق، پریشان، بسر (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث۔ اصل میں بسر کے معنی ہیں وقت سے پہلے کسی چیز کے متعلق جلدی کرنے کے ہیں۔ یہاں وقت سے پہلے اداس ہونا۔ اور تیور بگڑ جانا مراد ہے۔ مجازاً اس کے معنی ترش رو ہونے اور منہ بگاڑنے کے بھی آتے ہیں۔ ترجمہ ہوگا:۔ اور کئی چہرے یا کافروں کے چہرے اس روز اداس اور بے رونق ہوں گے۔

**تظن ان یفعل بھا فاقرۃ** ۔ یہ جملہ باسرۃ کی صفت ہے۔ تظن مضارع واحد مونث۔ ظن (باب نصر) مصدر سے۔ وہ گمان کرتی ہے وہ خیال کرتی ہے ان مصدریہ یفعل مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل ان) بھا میں ھا ضمیر واحد مونث غائب وجوہ باسرۃ کے لئے ہے۔

فاقرہ اسم فاعل واحد مونث، یہ اگرچہ اسم فاعل مونث ہے لیکن غالباً ان اسماء کی جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے جو موصوف سے بے

نیاز ہیں۔ اور بغیر کسی ذات کے اس کا اسی لئے منتہی الارب میں اس کا ترجمہ بلا و سختی لکھا ہے اور محلی نے فقرات ظہر، یعنی پشت کے مہرے توڑ دینے والی مصیبت لکھا ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ (وجوہ باسرہ) خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا۔

(تفسیر ضیاء القرآن، سورہ قیامہ، لاہور)

| |
|---|
| كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ٥ وَقِيْلَ مَنْ سكتہ رَاقٍ ٥ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ٥ |
| وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ٥ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمَسَاقُ ٥ |
| نہیں نہیں، جب جان گلے تک پہنچ جائے۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ اور وہ یقین کر لے گا کہ یقیناً یہ |
| جدائی ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ تو اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔ |

## روح کے خروج کے وقت جان کا حلق تک پہنچ جانے کا بیان

"كَلَّا" بِمَعْنَى أَلَا "إِذَا بَلَغَتْ" النَّفْس "التَّرَاقِيَ" عِظَام الْحَلْق "وَقِيلَ" قَالَ مَنْ حَوْله "مَنْ رَاقٍ" أَيْ يَرْقِيه لِيُشْفَى "وَظَنَّ" أَيْقَنَ مَنْ بَلَغَتْ نَفْسه ذَلِكَ "أَنَّهُ الْفِرَاق" أَيْ فِرَاق الدُّنْيَا،
"وَالْتَفَّتْ السَّاق بِالسَّاقِ" أَيْ إِحْدَى سَاقَيْهِ بِالْأُخْرَى عِنْد الْمَوْت أَوْ الْتَفَّتْ شِدَّة فِرَاق الدُّنْيَا بِشِدَّةِ إِقْبَال الْآخِرَة،
"إِلَى رَبّك يَوْمئِذٍ الْمَسَاق" أَيْ السَّوْق وَهَذَا يَدُلّ عَلَى الْعَامِل فِي إِذَا وَالْمَعْنَى إِذَا بَلَغَتْ النَّفْس الْحُلْقُوم تُسَاق إِلَى حُكْم رَبّهَا،

یہاں پر بھی لفظ کلا بہ معنی الا ہے۔ نہیں نہیں، جب جان گلے تک یعنی حلق کی ہڈی تک پہنچ جائے۔ اور کہا جائے گا کون ہے دم کرنے والا؟ یعنی وہ دم کرے تا کہ اس کو شفاء ہو جائے۔ اور وہ یقین کر لے گا یعنی جس کے ساتھ ایسا ہوگا کہ یقیناً یہ جدائی ہے۔ یعنی دنیا سے الگ ہونا ہے۔ اور پنڈلی، پنڈلی کے ساتھ لپٹ جائے گی۔ یعنی موت کے وقت ایک پنڈلی دوسری پنڈلی کے ساتھ مل جائے گی۔ یا دنیا کی جدائی کی شدت اور آخرت میں جلد جانے کی شدت کے سبب پنڈلی دوسری پنڈلی سے مل جائے گی، تو اس دن آپ کے رب کی طرف جانا ہوتا ہے۔ یہاں پر لفظ مساق یہ سوق کے معنی میں ہے جس پر اذا کے عامل کی دلالت ہے اور معنی یہ ہے جب جان حلق تک پہنچے گی تو اس کو اللہ کے حکم سے چلایا جائے گا۔

## کفار کیلئے موت کے وقت سختی کا بیان

تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور سیّد عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، عرض کیا کہ رسول اللہ میں نے آپ کی ایک حدیث سنی ہے کہ مومن کی جان ایسی بے تکلف نکال لی جاتی ہے جیسے خمیری آٹے سے بال، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ فرمایا ہاں، عرض کیا کہ قرآن کریم نے تو جان کنی کی سخت شدت اور دشواری بیان فرمائی ہے۔ کلا اذا بلغت التراقی و قیل

من راق وظن انه الفراق والتفت الساق بالساق الٰی ربلك یومئذ ن المساق تو اس حدیث وآیت میں مطابقت کیونکر ہو، فرمایا کہ سورہ یوسف پڑھو، وہاں اس کا جواب مل جاوے گا، اس نے بیدار ہو کر بار بار سورہ یوسف پڑھی، مگر جواب سمجھ میں نہ آیا، مجبور ہو کر عالم وقت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سارا ماجرا بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ سورہ یوسف کی آیت میں تیرے سوال کا جواب ہے۔ فلما راینه اکبرنه وقطعن ایدیهن وقلن حاش لله ما هٰذا بشرا ط ان هٰذا الا ملك کریم ۔

یعنی مصر کی کی عورتوں کی زلیخا نے دعوت کی، کھانے کے بعد ان کے ہاتھوں میں لیموں اور چھری دے دی، اور پھر رخ یوسف سے نقاب اٹھا کر حسن خداداد کی جھلک دکھا کر کہا اب لیموں کاٹو، انہوں نے بے خودی میں بجائے لیموں کے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے، اور بولیں کہ سبحان اللہ، یہ حسین انسان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

دیکھو ان عورتوں کے ہاتھوں پر چاقو چلا، ہاتھ کٹا، خون بہا، درد بھی ہوا، مگر جمال یوسفی میں ایسی محو ہو گئیں، کہ نہ تو ہائے وائے کی، نہ درد کی شکایت، نہ تکلیف کا احساس، بلکہ حال یہ تھا، کہ کٹ رہا ہے اور حسن یوسفی کی مدح خوانی کر رہی ہیں، ایسے ہی مرد صالح کو بوقت نزع جمال مصطفائی کی زیارت ہوتی ہے، تب نقشہ یہ ہوتا ہے کہ جان نکل رہی ہے اور سامنے جمال مصطفیٰ ہے مرنے والا دیکھ دیکھ کر کہہ رہا ہے کہ تمہارے جمال پر قربان، تمہارے کمال کے صدقہ، تمہارے خدوخال پر فدا تمہارے بنانے والے رب ذوالجلال پر قربان، ترے رخسار پر قربان، تیری گفتار پر صدقے، تیری رفتار پر فدا، غرضکہ مرنے والا ان پر قربان ہوتا رہا اور جان نکل گئی، اسے محسوس بھی نہ ہوا، تو قرآن کریم نے اس واقعی تکلیف کا ذکر فرمایا، اور حدیث پاک نے احساس کی نفی کی، دونوں میں مخالفت نہیں، یہ تو زندگی موت کا حال تھا، رہی قبر، وہ تو دیوار مصطفیٰ کی جگہ ہے، وہ بھی ان کی پیاری، رہی قیامت وہ حضرات اس دن سایہ دامان مصطفیٰ میں امن وامان سے ہی، اگلی خبریں ان کیلئے دنیاوی بشارت تھیں اور یہ اخروی بشارت یا دنیاوی بشارت سے اچھی خوابیں یا کشف والہام مراد ہے۔

حدیث پاک میں ارشاد ہوا، اچھی خوابیں نبوت کا چالیسواں حصہ ہیں، کہ زمانہ نبوت 23 سال، اور اس سے پہلے سچی خوابیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چھ ماہ آئیں، اور بشارت سے دنیا میں نیک نامی مراد ہے اور اخروی بشارت سے وہاں کی خوشخبریاں، دیکھ لو اولیاء اللہ بعد وفات بھی دلوں پر حکومت کرتے ہیں، حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی بشارت تو ملائکہ کا بوقت موت خوشخبری سنانا ہے، اور آخروی بشارت وہ ہے جو بعد موت ان کو سنائی جاتی ہے۔ (تفسیر روح البیان، سورہ قیامہ، بیروت)

| |
|---|
| فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی ۝ وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی ۝ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓی |
| اَهْلِهٖ یَتَمَطّٰی ۝ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ۝ |
| تو اس نے نہ تصدیق کی نہ نماز پڑھی۔ بلکہ وہ جھٹلاتا رہا اور رُوگردانی کرتا رہا۔ پھر اپنے اہل خانہ کی طرف اکڑ کر چل دیا۔ |
| یہی تیرے لائق ہے، پھر یہی لائق ہے۔ پھر تمہارے لئے ہلاکت ہے، پھر ہلاکت ہے۔ |

## تصدیق نہ کرنے اور نماز نہ پڑھنے والے کی بدنصیبی کا بیان

"فَلَا صَدَّقَ" اَلْاِنْسَانُ "وَلَا صَلّٰى" أَیْ لَمْ یُصَدِّقْ وَلَمْ یُصَلِّ "وَلٰكِنْ كَذَّبَ" بِالْقُرْآنِ "وَتَوَلّٰى" عَنِ الْإِیْمَانِ "ثُمَّ ذَهَبَ إِلٰى أَهْلِهِ یَتَمَطّٰى" یَتَبَخْتَرُ فِیْ مِشْیَتِهِ إِعْجَابًا "أَوْلٰى لَكَ" فِیْهِ الْتِفَاتٌ عَنِ الْغِیْبَةِ وَالْكَلِمَةُ اسْمُ فِعْلٍ وَاللَّامُ لِلتَّبْیِیْنِ أَیْ وَلِیَكَ مَا تَكْرَهُ "فَأَوْلٰى" أَیْ فَهُوَ أَوْلٰى بِكَ مِنْ غَیْرِكَ "ثُمَّ أَوْلٰى لَكَ فَأَوْلٰى" تَأْكِیْدٌ،

تو (کتنی بدنصیبی ہے کہ) اس نے نہ (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کی) تصدیق کی نہ نماز پڑھی۔ بلکہ وہ قرآن کو جھٹلاتا رہا اور ایمان سے رُوگردانی کرتا رہا۔ پھر اپنے اہل خانہ کی طرف اکڑ کر چل دیا۔ یعنی اپنے چلنے میں تکبر کرتا رہا۔ یہی تیرے لائق ہے، اس میں غیبت سے التفات ہے۔ اور کلمہ ویل یہ اسم فعل ہے اور لام بیانیہ ہے۔ یعنی جس کو تو ناپسند کرتا ہے۔ پھر یہی لائق ہے۔ یعنی جو تمہیں پسند نہیں وہی تمہیں پیش آنے والا ہے۔ پھر تمہارے لئے روز قیامت ہلاکت ہے، پھر دوزخ کی ہلاکت ہے۔ یہ بہ طور تاکید ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فلا صدق ولا صلی: لاصدق ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ تصدیق (تفعیل) مصدر۔ اس نے تصدیق نہیں کی۔ اس نے سچ نہ مانا۔ یعنی اس نے رسول یا قرآن کی تصدیق نہیں کی۔ یا مال کی زکوۃ نہیں دی۔ ولاصلی اور نہ ہی اس نے فرض کردہ نماز ادا کی۔

فلاصدق کا عطف ایحسب کے مضمون پر ہے کیونکہ استفہام سے مراد ہے زجر (اور کسی چیز پر زجر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز واقع ہو چکی ہو۔ اسی لئے اس پر زجر کی جاتی ہے)۔

تو گویا مطلب اس طرح ہوگا: انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہیں جوڑیں گے اور اس کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھائیں گے۔ اسی لئے نہ وہ تصدیق کرتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔ صدق وصلی کی ضمیریں الانسان کی طرف راجع ہیں۔

کلام کی رفتار بتا رہی ہے کہ آیت میں عدی بن ربیعہ مراد ہے۔ ملاحظہ ہو آیت 3:75۔ لیکن بغوی کے نزدیک ابوجہل مراد ہے یقیناً شخصی اس وقت مراد ہوگی اگر الانسان کے الف لام کو ال عہدی قرار دیا جائے لیکن اگر الف لام جنسی ہو تو عدی، ابوجہل (اور ان جیسے سب انسان) الانسان میں داخل ہوں گے۔ (تفسیر مظہری، سورہ قیامہ، لاہور)

## ابوجہل کیلئے دوبار ہلاکت ہونے کا بیان

جب یہ آیت نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطحا میں ابوجہل کے کپڑے پکڑ کر اس سے فرمایا (اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی 34 ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی ،القیامۃ:34) یعنی تیری خرابی آ لگی، اب آ لگی، پھر تیری خرابی آ لگی، اب آ لگی تو ابوجہل نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم مجھے دھمکاتے ہو تم اور تمہارا رب میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، مکہ کے پہاڑوں کے درمیان میں سب سے زیادہ قوی، زور آور، صاحب شوکت وقوت ہوں مگر قرآنی خبر ضرور پوری ہونی تھی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

فرمان ضرور پورا ہونے والا تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جنگ بدر میں ابوجہل ذلت وخواری کے ساتھ بری طرح مارا گیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر امت میں ایک فرعون ہوتا ہے، میری امت کا فرعون ابوجہل ہے، اس آیت میں اس کی خرابی کا ذکر چار مرتبہ فرمایا گیا ہے، پہلی خرابی بے ایمانی کی حالت میں ذلت کی موت، دوسری خرابی قبر کی سختیاں اور وہاں کی شدتیں، تیسری خرابی مرنے کے بعد اٹھنے کے وقت گرفتار مصائب ہونا، چوتھی خرابی عذاب جہنم۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ قیامہ، لاہور)

| |
|---|
| اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی○ اَلَمْ یَکُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی○ ثُمَّ کَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی○ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی○ اَلَیْسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی○ |
| کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ |
| پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، پس درست بنا دیا۔ پھر اس نے اس سے دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ |
| تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر سے زندہ کر دے۔ |

## انسان کی تخلیق سے دلیل بعث کا بیان

"اَیَحْسَبُ" یَظُنّ "الْاِنْسَان اَنْ یُتْرَك سُدًی" هَمَلًا لَا یُکَلَّف بِالشَّرَائِعِ لَا یَحْسَب ذَلِكَ "اَلَمْ یَكُ" أَیْ کَانَ "نُطْفَة مِنْ مَنِیّ یُمْنَی" بِالْیَاءِ وَالتَّاء تُصَبّ فِی الرَّحِم "ثُمَّ کَانَ" الْمَنِیّ "عَلَقَة فَخَلَقَ" اللّٰه مِنْهَا الْاِنْسَان "فَسَوَّی" أَیْ عَدَّلَ أَعْضَاءَهُ "فَجَعَلَ مِنْهُ" مِنْ الْمَنِیّ الَّذِی صَارَ عَلَقَة قِطْعَة دَم ثُمَّ مُضْغَة أَیْ قِطْعَة لَحْم "الزَّوْجَیْنِ" النَّوْعَیْنِ "الذَّکَر وَالْاُنْثَی" یَجْتَمِعَانِ تَارَة وَیَنْفَرِد کُلّ مِنْهُمَا عَنْ الْآخَر تَارَة،

"اَلَیْسَ ذَلِكَ" الْفَعَّال لِهَذِهِ الْاَشْیَاء "بِقَادِرٍ عَلَی اَنْ یُحْیِیَ الْمَوْتَی" قَالَ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَلَی،

کیا انسان گمان کرتا کہ اسے بغیر پوچھے ہی چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا اس کو احکام شریعت کا مکلف نہیں کیا گیا تھا۔ کیا وہ منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو گرایا جاتا ہے۔ یہاں پر لفظ یمنی یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے اور وہ قطرہ جس کو رحم میں گرایا گیا تھا، پھر وہ جما ہوا خون بنا، پھر اس نے پیدا کیا، یعنی اللہ نے انسان کو پیدا کیا پس درست بنا دیا۔ یعنی اس کے اعضاء کو بنایا۔ پھر اس نے اس سے یعنی منی سے جو خون بستہ اور مضغہ اور گوشت کو لوتھڑا تھی۔ دو قسمیں نر اور مادہ بنائیں۔ کبھی کبھی لڑکا لڑکی دونوں جمع ہو جاتے ہیں اور کبھی الگ ہوتے ہیں۔ تو کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ مردوں کو پھر سے زندہ کر دے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں بلکہ وہ ضرور قادر ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ایحسب الانسان: کیا انسان خیال کرتا ہے ان

ایحسب الانسان ان یترک سدی۔ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔

مصدر یہ بمعنی کہ: یترک مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل ان) ترک (باب نصر) مصدر۔ وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ سدی۔ بے قید، مہمل، کہ نہ کسی بات پر مامور ہو اور نہ کسی چیز سے اسے روکا جائے۔ اسداء (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہمل چھوڑ دینے کے ہیں۔ اسم ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔

سدی بے کار چھوڑے ہوئے اونٹ، شتر بے مہار۔ سدی، یترک کی ضمیر نائب فاعل سے حال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کو یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور نہ کسی فعل سے منع کیا جائے گا۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی پابندی امر ونہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون، اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔ ثم کان علقۃ: ای صار المنی قطعۃ دو جامد بعد اربعین یوما (مدارک التنزیل) پھر وہ منی ایک منجمد خون کا لوتھڑا بن گئی۔ فخلق فسوی: ف تعقیب کا۔ سوی ماضی واحد مذکر غائب۔ تسویۃ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی بلندی یا پستی میں برابر بنانے کے ہیں۔ پھر اس نے پورا پورا بنایا۔ ای فخلق اللہ منہ بشرا سویا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس لوتھڑے سے ایک مکمل انسان پیدا کیا۔ (تفسیر مدارک، سورہ قیامہ، بیروت)

## اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اقرار کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے جو آدمی سورت والتین والزیتون پڑھے اور (اس آیت) (اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ، التین: 8) یعنی کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ پر پہنچے تو یہ الفاظ کہا کرے بلی و انا علی ذلک من الشھدین (یعنی ہاں! اور میں اس کی شہادت دینے والوں میں سے ہوں) اور جو آدمی سورت لا اقسم بیوم القیمۃ پڑھے اور (اس آیت) الیس ذلک بقدر علی ان یحییٔ الموتی (یعنی کیا اس اللہ کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے) پر پہنچے تو کہے بلی (یعنی ہاں وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے) اور جو آدمی سورت والمرسلات پڑھے اور اس (آیت) فبای حدیث بعدہ یومنون یعنی اس کے بعد یہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے) تو کہے امنا باللہ (یعنی ہم اللہ پر ایمان لائے) ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو (والتین کی آیت) وانا علی ذلک من الشاھدین تک نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 822)

# سُورَةُ الانسان

## یہ قرآن مجید کی سورت الانسان ھے

### سورت انسان کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورة الإنسان (مكية أو مدنية و آياتها إحدى وثلاثون)

سورہ دہر اس کا نام سورہ انسان بھی ہے، مجاہد و قتادہ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے، بعض نے اس کو مکیہ کہا ہے، اس میں دو رکوع، اکتیس آیات، دوسو چالیس کلمات اور ایک ہزار چوّن حروف ہیں۔

### سورت دہر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کا نام الدہر بھی ہے اور الانسان بھی۔ دونوں نام پہلی ہی آیت کے الفاظ ھل اتی علی الانسان اور حین من الدھر سے ماخوذ ہیں۔ لہٰذا احوال انسان و زمانہ کے سبب یہ سورت انہی ناموں سے معروف ہوئی ہے۔

اکثر مفسرین اس کو مکی قرار دیتے ہیں۔ علامہ زمخشری، امام رازی، قاضی بیضاوی، علامہ نظام الدین نیسا بوری، حافظ ابن کثیر اور دوسرے بہت سے مفسرین نے اسے مکی ہی لکھا ہے، اور علامہ آلوسی کہتے ہیں کہ یہی جمہور کا قول ہے لیکن بعض دوسرے مفسرین نے پوری سورت کو مدنی کہا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ یہ سورت ہے تو مکی مگر آیات 8 تا 10 مدینے میں نازل ہوئی ہیں۔

| |
|---|
| هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ٥ |
| بے شک انسان پر زمانے کا ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔ |

### انسان کی تخلیق کی ابتدائی مدت کا بیان

"هل" قد "أتى على الإنسان" آدم "حين من الدهر " أربعون سنة "لم يكن" فيه "شيئا مذكورا " كان فيه مصورا من طين لا يذكر أو المراد بالإنسان الجنس وبالحين مدة الحمل،

بے شک انسان یعنی آدم پر زمانے کا ایک ایسا وقت یعنی چالیس سال کا وقت گزر چکا ہے کہ وہ کوئی قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا۔ یعنی جس میں وہ صرف ایک مٹی کا پتلا تھا۔ اور انسان سے مراد جنس انسان ہے اور حین سے مراد مدت حمل ہے۔

یعنی انسان اول حضرت آدم ہیں اور حِین (ایک وقت) سے مراد، روح پھونکے جانے سے پہلے کا زمانہ ہے، جو چالیس سال

ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک الانسان کا لفظ بطور جنس کے استعمال ہوا ہے اور حِیْن ، سے مراد حمل یعنی رحم مادر کی مدت ہے جس میں وہ قابل ذکر چیز نہیں ہوتا۔ اس میں گویا انسان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ ایک پیکر حسن و جمال کی صورت میں جب باہر آتا ہے تو رب کے سامنے اکڑتا اور اتراتا ہے، اسے اپنی حیثیت یاد رکھنی چاہیے کہ میں تو وہی ہوں جب میں عالم نیست میں تھا، تو مجھے کون جانتا تھا۔

| |
|---|
| اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ |
| بلاشبہ ہم نے انسان کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، ہم اسے آزماتے ہیں، سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔ |

## انسان کو سمیع و بصیر بنانے کا بیان

"إنا خلقنا الإنسان " الجنس "من نطفة أمشاج " أخلاط, أى من ماء الرجل وماء المرأة المختلطين الممتزجين "نبتليه" نختبره بالتكليف والجملة مستأنفة أو حال مقدرة , أى مريدين ابتلاء ه حين تأهله "فجعلناه" بسبب ذلك،

بلاشبہ ہم نے انسان یعنی جنس انسانیت کو ایک ملے جلے قطرے سے پیدا کیا، یعنی جو مرد اور عورت کے پانی کا مخلوط قطرہ تھا۔ ہم اسے مکلف بنا کر آزماتے ہیں، یہ جملہ مستأنفہ یا حال مقدرہ ہے۔ یعنی اس کو اہل بنا کر آزمانے والے ہیں۔ سو ہم نے اسے خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنا دیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

نطفة امشاج ، موصوف وصفت نطفۃ قطرہ منی۔ امشاج۔ یمشج مشج (باب نصر) بمعنی ملانا۔ خلط ملط کرنا سے مشتق ہے۔ امشاج بمعنی مخلوط یہ جمع لیا گیا ہے کہ اس میں مرد وعورت کا نطفہ (پانی) مخلوط ہوتا ہے۔ اور ہر نطفہ اجزاء، خواص، عقت، قوام کے لحاظ سے مختلف و منفرد ہوتا ہے۔

نبتليه مضارع جمع متکلم ابتلاء (افتعال) مصدر سے ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔ ہم اس کی آزمائش کریں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(1) یہ خلقنا کے فاعل سے حال ہے والمراد مریدین ابتلائه واختباره بالامر والنهی (مدارک التنزیل، روح المعانی) اور مراد ہماری اس کی آزمائش اور امتحان اوامر ونواہی کا مکلف بنانے کے بعد لینا تھا۔

(2) یہ معلول ہے جس کی علت الانسان کو نطفہ امشاج سے پیدا کرنا ہے لام علت محذوف ہے۔ ای خلقنہ لنختبرہ بالامر والنھی تاکہ اوامر ونواہی کے ذریعہ اس کی آزمائش کریں۔ (تفسیر خازن)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔ الذی خلق الموت والحیوۃ لیبلو کم ایکم احسن عملا ، اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے۔

فجعلنه: ف سببیہ ہے ای بسبب ذلک (جلالین) ہ ضمیر مفعول واحد مذکر الانسان کے لئے ہے۔ ہم نے اس کو بنایا۔ سمیعا بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے سننے والا۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ شانہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

بصیرا۔ بروزن فعیل بمعنیٰ فاعل ہے بمعنی دیکھنے والا۔ ترجمہ ہوگا:۔ بے شک ہم نے انسان کو ایک نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔ تا کہ ہم اس کی آزمائش کریں بدیں وجہ ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔

| |
|---|
| اِنَّا هَدَيْنٰـهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا٥ |
| بے شک ہم نے اسے راہ بھی دکھا دی، خواہ وہ شکر گزار ہو جائے یا ناشکر گزار رہے۔ |

## انسان کیلئے راہ ہدایت کو واضح کر دینے کا بیان

"إنا هديناه السبيل" بينا له طريق الهدى ببعث الرسل "إما شاكرا" أى مؤمنا "وإما كفورا" حالان من المفعول, أى بينا له فى حال شكره أو كفره المقدرة وإما لتفصيل الأحوال،

بے شک ہم نے اسے راہ بھی دکھا دی، یعنی جو بعثت رسولان گرامی کے ذریعے ہدایت کو واضح کرنے والی ہے۔ اب خواہ وہ شکر گزار ہو جائے یا ناشکر گزار رہے۔ یہاں پر لفظ شاکرا و کفورا یہ دونوں مفعول سے حال ہیں۔ یعنی اس کیلئے حالت شکر و کفر میں اس کیلئے جو راستہ اس کے مقدر ہے اس کو واضح کر دیا ہے۔ یہاں پر لفظ اما یہ احوال کی تفصیل کیلئے آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

کلام یوں ہے: انا هدينه السبيل ليكون اما شاكرا واما كفورا ۔ ہم نے اس کو راہ حق بتا دی اب چاہے وہ شکر گزار بنے یا چاہے احسان فراموش بنے۔ عربی میں کہتے ہیں:۔ قد نصحت نك ان شئت فاقبل وان شئت فاترك میں نے تجھے نصیحت کر دی ہے اب چاہے قبول کر یا چھوڑ دے۔

اما مرکب ہے ان شرطیہ اور ما زائدہ سے۔ ای بینا له الطریق ان شکر وان کفر۔ ہم نے اس کو سیدھا راستہ بتا دیا ہے اگر وہ شکر گزار ہوتا ہے وہ انکار کرتا ہے۔ یہ اس کی مرضی ہے۔

یعنی اولاً اصل فطرت اور پیدائشی عقل و فہم سے، پھر دلائل عقلیہ و نقلیہ سے نیکی کی راہ سمجھائی جس کا مقتضی یہ تھا کہ سب انسان ایک راہ پر چلتے لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی عوارض سے متاثر ہو کر سب ایک راہ پر نہ رہے۔ بعض نے اللہ کو مانا اور اس کا حق پہچانا، اور بعض نے ناشکری اور ناحق کوشی پر کمر باندھ لی۔ آگے دونوں کا انجام مذکور ہے۔

| |
|---|
| اِنَّـآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا٥ |
| یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ |

## کفار کیلئے طوق وزنجیروں اور بھڑکتی آگ کے عذاب کا بیان

**"إنا أعتدنا" هيأنا "للكافرين سلاسلا" يسحبون بها في النار "وأغلالا" في أعناقهم تشد فيها السلاسل "وسعيرا" نارا مسعرة, أي مهيجة يعذبون بها،**

یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔یعنی طوق ان کی گردنوں میں جس میں انہیں زنجیروں سے باندھا جائے گا۔اور بھڑکتی ہوئی آگ جس میں انہیں جلا کر عذاب دیا جائے گا۔

یہاں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی مخلوق میں سے جو بھی اس سے کفر کرے اس کے لئے زنجیریں طوق اور شعلوں والی بھڑکتی ہوئی تیز آگ تیار ہے، جیسے اور جگہ ہے۔ **اذالاغلال فی اعناقهم والسلاسل يسحبون فی الحميم ثم فی النار يسجرون** ، جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور بیڑیاں ان کے پاؤں میں ہوں گی اور یہ حمیم میں گھسیٹے جائیں گے پھر جہنم میں جلائے جائیں گے۔

| |
|---|
| اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا٥ |
| بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔ |

## نیک لوگوں کیلئے کافوری جام ہونے کا بیان

**"إن الأبرار" جمع بر أو بار وهم المطيعون "يشربون من كأس" هو إناء شرب الخمر وهي فيه والمراد من خمر تسمية للحال باسم المحل ومن للتبعيض "كان مزاجها" ما تمزج به،**

بلاشبہ نیک لوگ ایسے جام سے پییں گے، یہاں پر لفظ ابرار یہ لفظ بر کی جمع ہے۔اور وہ اطاعت کرنے والے ہیں وہ پیالوں میں نوش کریں گے۔لفظ کاس شراب طہور کے برتن کو کہتے ہیں اور جس میں وہ شراب طہور ہوتی ہے۔یہاں پر خمر سے محل کے تسمیہ سے حال کو بیان کیا گیا ہے اور لفظ من تبعیض کیلئے آیا ہے۔جس میں کافور ملا ہوا ہوگا۔یعنی اس کو ملایا گیا ہوگا۔

اب نیک لوگوں کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے کہ انہیں وہ جام پلائے جائیں گے جن کا مشروب کافور نامی نہر کے پانی کا ہوگا، ذائقہ بھی اعلیٰ، خوشبو بھی عمدہ اور فائدہ بھی بہتر کافور کی سی ٹھنڈک اور سونٹھ کی سو خوشبو، کافور ایک نہر کا نام ہے جس سے اللہ کے خاص بندے پانی پیتے ہیں اور صرف اسی سے آسودگی حاصل کرتے ہیں اسی لئے یہاں اسے "ب" سے متعدی کیا اور تمیز کی بنا پر عیناً پر نصب دیا، یہ پانی اپنی خوشبو میں مثل کافور کے ہے یا یہ ٹھیک کافور ہی ہے اور عیناً کا زبر یشرب کی وجہ سے ہے پھر اس نہر تک انہیں آنے کی ضرورت نہیں یہ اپنے باغات مکانات، مجلسوں اور بیٹھکوں میں جہاں بھی جائیں گے اس لے جائیں گے اور وہیں وہ پہنچ جائے گی، تفجیر کے معنی روانی اور اجرا کے ہیں۔(تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ دہر، بیروت)

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا٥

جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔

## اولیاء اللہ کے کیلئے پاکیزہ خوشبو والے جام ہونے کا بیان

"عینا" بدل من کافورا فیها رائحته "یشرب بها" منها "عباد الله" أولیاؤه "یفجرونها تفجیرا" یقودونها حیث شاء وا من منازلهم،

یہاں پر لفظ عینا یہ کافورا سے بدل ہے جس میں خوشبو ہوگی۔ جس میں سے اللہ کے نہایت خاص بندے یعنی اولیاء اللہ پئیں گے اپنے محلوں میں اسے جہاں چاہیں بہا کر لے جائیں گے۔ یعنی اپنے گھروں میں جہاں چاہیں گے اسے لے جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

عینا بعض کے نزدیک کافور بہشت میں ایک چشمے کا نام ہے اس صورت میں عینا، کافورا سے بدل ہے۔ اس صورت میں مطلب ہوگا:۔ کہ وہ مشروب جو ابرار لوگ بہشت میں پئیں گے اس میں چشمہ کافور کا شربت بھی شامل ہوگا۔ یشرب بہا میں باء زائدہ ہے۔ اس کو پئیں گے۔ یا۔ یشرب لذت کے معنی کو متضمن ہے اور یلتذ کے مفعول پر ب آتی ہے اس لئے یشرب کے مفعول پر بھی ب لائی گئی ہے۔ یا مزوجا محذوف ہے بھا اس سے متعلق ہے۔ یا۔ باء ابتدائیہ کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے۔ عباد اللہ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر یشرب کا فاعل، جسے اللہ کے بندے پئیں گے۔

یفجرونها تفجیرا ۔ یفجرون مضارع جمع مذکر غائب۔ تفجیر (تفعیل) مصدر عروہ بہا کر لے جائیں گے۔ وہ (سرچشمہ میں سے کاٹ کر) نکال کر لے جائیں گے۔ الفجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ فجرته فانفجر: میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب عینا کے لئے ہے تفجیرا مفعول مطلق، مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے بندے جنت کے اندر اپنے مکانوں اور محلات میں اوپر نیچے جہاں چاہیں گے اشارہ سے لے جائیں گے بلندی یا پستی یا اس قسم کی کوئی اور چیز اس میں رکاوٹ نہ بن سکے گی۔ (انوار البیان، سورہ دہر)

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ يَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا٥

جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہوگی۔

## اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے نذر کو پورا کرنے والوں کا بیان

"یوفون بالنذر" فی طاعة الله "ویخافون یوما کان شره مستطیرا" منتشرا

جو لوگ اللہ کی اطاعت میں اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی

ہوگی۔

## الفاظ کی لغوی تشریح کا بیان

یوفون بالنذر جملہ مستانفہ ہے جس میں ابرار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کا بیان ہے جن کی وجہ سے ان کو جنت کی مذکورہ بالا نعمتیں عطا ہوں گی۔ یوفون مضارع جمع مذکر غائب ایفاء (افعال) مصدر۔ وہ پوری کرتے ہیں۔ وف ی مادہ۔ الوافی مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ النذر بطور اسم، بمعنی منت بطور مصدر بمعنی منت ماننا۔ نذر کا لغوی معنی ہے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

## نذر کی وضاحت کا بیان

النذر کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء کرام لکھتے ہیں۔ النذر هو ایجاب المكلف على نفسه من الطاعات مالم يوجبه لم يلزمه ۔ یعنی کسی مکلّف (عاقل بالغ مومن کا) اپنے اوپر کسی ایسی چیز کا (نیکی اور عبادت کا) واجب کر لینا۔ کہ اگر وہ خود اس کو لازم کرے تو یہ اس پر لازم نہ ہو۔ گویا ابرار کی پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

ویخافون یوما کان شره مستطیرا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے کان فعل ناقص شرہ (مضاف مضاف الیہ) اسم کان۔ مستطیرا۔ استطار (استفعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر صفت ہے یوما کی۔ یوما سے مراد روز قیامت ہے۔

مادہ ط ی ر سے مشتق ہے بمعنی پھیلا ہوا۔ عام۔ طیران کا اصل معنی ہے اڑنا مجازاً کبھی اس سے سرعت رفتار مراد ہوتی ہے۔ جیسے فرش مطار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ کبھی منتشر ہونا۔ اور پھیلنا۔ جیسے غبار مستطار پھیلا ہوا غبار۔ استطار الحریق: آگ بہت پھیل گئی۔ استطار الفجر صبح کی روشنی بہت پھیل گئی۔ اسی مادہ سے ہے طائر بمعنی پرندہ۔ طیارہ بمعنی ہوئی جہاز۔ اور مطار ہوائی اڈہ، ائیر پورٹ

شرہ (مضاف مضاف الیہ) اس کا شر۔ اس کی برائی۔ اس کی ہولناکی۔ یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیں گے۔ آسمان خاک ہو کر اڑ جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یوما ہے۔ یہ ابرار کی دوسری صفت ہوگی۔ کہ وہ ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر ہر سو پھیلا ہوا ہوگا۔

| |
|---|
| وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۰ |
| اور کھانا اللہ کی محبت میں محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ |

## مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلانے کا بیان

"ويطعمون الطعام على حبه" أي الطعام وشهوتهم له "مسكينا" فقيرا "ويتيما" لا أب له "وأسيرا" يعني المحبوس بحق،

اور اپنا کھانا اللہ کی محبت میں یعنی خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوجود ایثاراً محتاج کو اور یتیم جس کا باپ زندہ نہ ہو اس کو

اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔ یعنی جو کسی کے حق میں قیدی ہو۔

## سورت دہر آیت ۸ کے شان نزول کا بیان

عطاء حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک رات کے لیے حضرت علی نے کچھ سیر جو کے عوض کھجوروں کے باغ کو سیرات کرنے پر اجرت پر کام کیا یہاں تک کہ صبح ہوئی تو آپ نے جو وہ وصول کیا اور ان کے ایک تہائی حصے کو پیس لیا اور گھر والوں نے اس سے ایک خاص قسم کا کھانا جسے خزیرہ کہتے ہیں تیار کر لیا جب وہ پوری طرح پک چکا تو ایک مسکین آیا انہوں نے وہ کھانا اسے دے دیا پھر دوسرے تہائی سے وہی کھانا تیار کیا جب وہ پک چکا تو ایک یتیم آ گیا اور اس نے اس سے کچھ مانگا تو انہوں نے اسے کھلا دیا اور وہ دن اسی طرح گذار دیا تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (نیسابوری 364، در منثور 6-299)

ابن جریر سے اس فرمان کے بارے میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو قیدی نہ بناتے تھے بلکہ یہ مشرکین کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہوئی لوگ انہیں تکالیف میں قید رکھتے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بھلائی کا حکم فرمایا۔ (تفسیر قرطبی 29-129)

## حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور واقعہ ایثار کا بیان

یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں نازل ہوئی، حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار ہوئے، ان حضرات نے ان کی صحت پر تین روزوں کی نذر مانی، اللہ تعالیٰ نے صحت دی، نذر کی وفا کا وقت آیا، سب صاحبوں نے روزے رکھے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک یہودی سے تین صاع (صاع ایک پیمانہ ہے) جَو لائے، حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھیں تو ایک روز مسکین، ایک روز یتیم، ایک روز اسیر آیا اور تینوں روز یہ سب روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں اور صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ دہر، لاہور)

| |
|---|
| اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝ |
| ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی رضا کو طلب کرنے کیلئے نیک عمل کرنے کا بیان

"إنما نطعمكم لوجه الله" لطلب ثوابه "لا نريد منكم جزاء ولا شكورا" شكرا فيه علة الإطعام وهل تكلموا بذلك أو علمه الله منهم فأثنى عليهم به، قولان،

(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لئے تمہیں کھلا رہے ہیں، یعنی ہمارا ارادہ طلب ثواب ہے۔ نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکر گزاری کے خواہش مند ہیں۔ یعنی اس میں کھانا کھلانے کی علت کو بیان کیا گیا ہے اگر چہ یہ بات انہوں

نے کہی ہو یا اللہ تعالیٰ کو ان کی اس بات کا علم ہونے کی وجہ سے اس پر ان کی تعریف فرمائی ہے۔ یہ دونوں اقوال ہیں۔

حضرت ابی امامہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو آدمی اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے بغض وعداوت رکھے اور اللہ ہی کے لئے خرچ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو آدمی اللہ ہی کے لئے محبت کرے اور اللہ ہی کے لئے خرچ نہ کرے تو یقیناً اس نے ایمان کو کامل کیا۔ (ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 28)

اگر وہ کسی سے محبت وتعلق رکھتا ہے یا کسی سے دشمنی وعداوت رکھتا ہے تو اس کی بنیاد محض نفس کی خواہش یا کسی دنیاوی مقصد و غرض پر نہ ہو بلکہ یہ دیکھے کہ کس آدمی سے محبت رکھنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہے اس لئے وہ اس آدمی سے محبت وتعلق رکھے جو نیک، صالح، اطاعت گزار اور مخلص مومن ومسلمان ہوا اور چونکہ ایسے آدمی سے بغض وعداوت رکھنا ہی اللہ کو مطلوب ہے جو سرکش و نافرمانبردار ہو اس لئے اس سے بغض وعداوت رکھے اور اس سے محبت کا تعلق قائم نہ کرے۔ اسی طرح اپنا مال خرچ کرنے اور کرچ نہ کرنے کے بارہ میں بھی اللہ ہی کی رضا وخوشنودی کو سامنے رکھے یعنی اگر خرچ کرے تو ایسی جگہ اور ایسے مصارف میں خرچ کرے جہاں خرچ کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے اور جن مصارف میں خرچ کرنا اللہ کو مطلوب و پسندیدہ ہے، جہاں خرچ کرنا نہ صرف یہ کہ کوئی ثواب کا کام نہیں ہے بلکہ گناہ کو لازم کرتا ہے وہاں خرچ کرنے سے اجتناب کرے اور کسی ایسے آدمی یا جماعت کے ساتھ مالی امداد و معاونت نہ کرے جو اللہ کی نظر میں مقبول و پسندیدہ ہو یہی ہو چیز ہے جس کو تکمیل ایمان کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

| |
|---|
| اِنَّا نَخَافُ مِنۡ رَّبِّنَا يَوۡمًا عَبُوۡسًا قَمۡطَرِيۡرًا ۝ |
| ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا خوف رہتا ہے جو نہایت سیاہ بدنما کر دینے والا ہے۔ |

## قیامت کی شدت کے سبب چہروں کے سیاہ ہو جانے کا بیان

"إنا نخاف من ربنا يوما عبوسا" تكلح الوجوه فيه أي كريه المنظر لشدته "قمطريرا" شديدا في ذلك،

ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا خوف رہتا ہے جو چہروں کو نہایت سیاہ اور بدنما کر دینے والا ہے۔ یعنی قیامت کی شدت کے سبب وہ دیکھنے کے قابل نہیں رہ جاتے۔

چنانچہ عکرمہ وغیرہ سے مروی ہے کہ اس روز کافر کا حال یہ ہوگا کہ اس کا پسینہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان تارکول کی طرح بہہ رہا ہوگا، پس سا دن کے عبوس ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں موجود لوگوں کا حال ایسا اور بہت برا ہوگا، سو یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے وہ نہارہ صائم، ابن عباس کہتے ہیں کہ عبوس سے مراد ہے تنگ وترش اور قمطریر سے مراد ہے طویل، سو ان دونوں وصفوں کے جمع ہو جانے سے اس دن کی شدت اور سختی اور زیادہ بڑھ جائے گی، اور اس قدر کہ اس کا پورا تصور و بیان بھی اس جہاں میں ممکن نہیں، (ابن کثیر، جامع البیان، مدارک، سورہ دہر، بیروت)

فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا۝ وَ جَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا۝

پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچالیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔

اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔

## قیامت کے دن اہل ایمان کے چہروں کو نور دیئے جانے کا بیان

**"فوقاهم الله شر ذلك اليوم ولقاهم" أعطاهم "نضرة" حسنا وإضاءة في وجوههم،"وجزاهم بما صبروا" بصبرهم عن المعصية "جنة" أدخلوها "وحريرا" البسوه،**

پس اللہ نے انھیں اس دن کی مصیبت سے بچالیا اور انھیں انوکھی تازگی اور خوشی عطا فرمائی۔یعنی ان کو حسن اور ان کے چہروں کو نور عطا فرمایا اور انھیں ان کے صبر کرنے کے عوض جنت اور ریشم کا بدلہ عطا فرمایا۔یعنی انہوں نے نافرمانی کرنے سے بچ کر صبر کو اختیار کیا۔

## صبر کے سبب اجر دیئے جانے کا بیان

حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے عیسیٰ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کروں گا جب انہیں کوئی پسندیدہ چیز یعنی نعمت وراحت ملے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور جب کوئی ناپسندیدہ چیز یعنی تکلیف ومصیبت پہنچے گی تو ثواب کی امید رکھیں گے اور صبر کریں گے درآنحالیکہ نہ تو عقل ہوگی اور بردباری۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ کیوں کر ہوگا جب کہ نہ عقل ہوگی نہ بردباری! پروردگار نے فرمایا میں انہیں اپنی بردباری اور اپنے علم میں سے کچھ حصہ دے دوں گا۔یہ دونوں روایتیں بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کی ہیں۔
(مشکوۃ شریف:جلد دوم:حدیث نمبر 251)

یہاں امت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نیک وفرمانبردار اور صلحاء مراد ہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد نہ عقل ہوگی نہ بردباری کا مطلب یہ ہے کہ اس کے باوجود کہ مصبت وتکلیف کی وجہ سے بردباری وعقل جاتی رہے گی،لیکن مصیبت وتکلیف پر صبر کریں گے اور ثواب کے طلب گار رہوں گے یعنی بردباری اور عقل یہ دونوں ایسے وصف ہیں کہ ان کی وجہ سے انسان مصیبت وحادثہ کے وقت جزع وفزع اور بے صبری اختیار کرنے سے باز رہتا ہے اور یہ جان کر صبر وسکون کے دامن کو پکڑے رہتا ہے کہ نفع ونقصان اور تکلیف وراحت سب کچھ اللہ رب العزت ہی کی طرف سے ہے لہٰذا ان دونوں اوصاف کے نہ ہونے کے باوجود صبر وسکون کے دامن کو پکڑے رہنا قابل تعجب بات ہے؟ چنانچہ اسی لئے حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ جب بردباری اور عقل ہی کا فقدان ہوگا تو پھر صبر کرنا کیسے ممکن؟ اور پھر ثواب کی امید کے کیا معنی؟ حضرت عیسیٰ کے اس اشکال اور ان کی اس حیرت کا جواب بارگاہ الوہیت سے یہ

دیا گیا کہ ایسے مواقع پر امت مرحومہ کے افراد کی راہنمائی عقل ودانش اور حلم وبردباری کا وہ نور کرے گا جو کسبی نہیں ہوگا بلکہ میں اپنے پاس سے عقل وبردباری کی دولت بلاکسب عطا کروں گا جس کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبت پر وہ صبر کریں گے اور ثواب کے امیدوار ہوں گے۔

| |
|---|
| مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝ |
| وَ دَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَ ذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝ |
| یہ لوگ اس میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، نہ وہاں دھوپ کی تپش پائیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔ |
| اور سائے ان پر جھک رہے ہوں گے اور ان کے گچھے جھک کر لٹک رہے ہوں گے۔ |

## اہل جنت کیلئے سایہ وپھلوں کے ہونے کا بیان

"متكئين" حال من مرفوع أدخلوها المقدر "فيها على الأرائك" السرر في الحجال "لا يرون" لا يجدون حال ثانية "فيها شمسا ولا زمهريرا" لا حرا ولا بردا وقيل الزمهرير القمر فهي مضيئة من غير شمس ولا قمر، "ودانية" قريبة عطف على محل لا يرون, أي غير رائين "عليهم" منهم "ظلالها" شجرها "وذللت قطوفها تذليلا" أدنيت ثمارها فينالها القائم والقاعد والمضطجع،

یہاں پر لفظ متکئین یہ ادخلوھا مقدر کی ضمیر مرفوع سے حال ہے۔ یہ لوگ اس میں تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، یعنی مسہریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے۔ یہاں پر لا یرون یہ حال ثانی ہے۔ نہ وہاں دھوپ کی تپش پائیں گے اور نہ سردی کی شدّت۔ یعنی گرمی یا سردی نہ ہوگی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمہریر سے مراد چاند ہے جبکہ جنت سورج وچاند کی روشنی کے بغیر منور ہوگی۔ اور لفظ دانیۃ یہ عطف لا یرون کے محل پر ہے۔ اور جنت کے درختوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے اور ان کے میوؤں کے گچھے جھک کر لٹک رہے ہوں گے۔ یعنی ان کے پھل اتنے قریب ہوں گے کہ وہ حالت قیام اور قعود اور لیٹے ہوئے بھی انہیں پالیں گے۔

دائمی خوشگوار موسم اور مسرتوں سے بھرپور زندگی اہل جنت کی نعمت، راحت، ان کے ملک ومال اور جاہ ومنال کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہ لوگ بہ آرام تمام پورے اطمینان اور خوش دلی کے ساتھ جنت کے مرصع، مزین، جڑاؤ تختوں پر بے فکری سے تکئے لگائے سرور اور راحت سے بیٹھے مزے لوٹ رہے ہوں گے، سورہ والصافات کی تفسیر میں اس کی پوری شرح گذر چکی ہے، وہیں یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ اتکا سے مراد لیٹنا ہے یا کہنیاں ٹکانا ہے یا چار زانو بیٹھنا ہے یا کمر لگا کر ٹیک لگانا ہے، اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ ارائک چھپر کھٹوں کو کہتے ہیں، پھر ایک اور نعمت بیان ہو رہی ہے کہ وہاں نہ تو سورج کی تیز شعاعوں سے انہیں کوئی تکلیف پہنچے نہ جاڑے کی بہت سرد ہوائیں انہیں ناگوار گذریں بلکہ بہار کا سا موسم ہر وقت اور ہمیشہ رہتا ہے گرمی سردی کے جھمیلوں سے الگ ہیں، جنتی درختوں کی

شاخیں جھوم جھوم کر ان پر سایہ کئے ہوئے ہوں گی اور میوے ان سے بالکل قریب ہوں گے چاہے لیٹے لیٹے توڑ کر کھالیں، چاہے بیٹھے بیٹھے لے لیں چاہے کھڑے ہو کر لے لیں درختوں پر چڑھنے اور تکلیف کی کوئی حاجت نہیں پر میوے دار گچھے اور لدے ہوئے گچھے لٹک رہے ہیں توڑا اور کھالیا اگر کھڑے ہیں تو میوے اتنے اونچے ہیں بیٹھے تو قدرے جھک گئے لیٹے تو اور قریب آ گئے، نہ تو کانٹوں کی رکاوٹ نہ دوری کی سر دردی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دہر، بیروت)

| |
|---|
| وَ یُطَافُ عَلَیۡهِمۡ بِاٰنِیَةٍ مِّنۡ فِضَّةٍ وَّ اَکۡوَابٍ کَانَتۡ قَوَارِیۡرَا۟ ۙ قَوَارِیۡرَا۟ مِنۡ فِضَّةٍ قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِیۡرًا ۞ |
| اوران کے گرد چاندی کے برتن اور شیشے کے گلاس لئے پھرتے ہوں گے۔اور شیشے بھی چاندی کے ہوں گے |
| جنہیں انہوں نے ٹھیک ٹھیک اندازہ سے بھرا ہوگا۔ |

## اہل جنت کیلئے پاکیزہ جام چاندی کے برتنوں میں پلائے جانے کا بیان

"ویطاف علیهم" فیها "بآنیة من فضة وأكواب" أقداح بلا عری،"قواریرا من فضة" أی أنها من فضة یری باطنها من ظاهرها كالزجاج "قدروها" أی الطائفون "تقدیرا" علی قدر ری الشاربین من غیر زیادة ولا نقص وذلك ألذ الشراب،

اور (خدام) ان کے گرد چاندی کے برتن اور صاف ستھرے شیشے کے گلاس لئے پھرتے ہوں گے۔ اکواب ایسے جام کو کہتے ہیں جس میں ٹونٹی نہ ہو۔ اور شیشے بھی چاندی کے بنے ہوں گے یعنی وہ جام ایسی چاندی کے ہوں گے جن کا اندر باہر سے نظر آئے گا جس طرح کانچ ہوتا ہے۔ جنہیں انہوں نے ہر ایک کی طلب کے مطابق ٹھیک ٹھیک اندازہ سے بھرا ہوگا۔ یعنی پینے والوں کی طلب کے مطابق بغیر کسی کمی بیشی کے انہوں نے بھرے ہوئے ہوں گے۔

## اہل جنت کیلئے عیش وعشرت کا بیان

حضرت مجاہد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جنت کی زمین چاندی کی ہے اور اس کی مٹی مشک خالص ہے اس کے درختوں کے تنے سونے چاندی کے ہیں ڈالیاں لولو زبرجد اور یاقوت کی ہیں، ان کے درمیان پتے اور پھل ہیں جن کے توڑنے میں کوئی وقت اور مشکل نہیں چاہ بیٹھے بیٹھے توڑ لو چاہو کھڑے کھڑے بلکہ اگر چاہیں لیٹے لیٹے ایک طرف خوش خرام، خوش دل، خوبصورت، باادب، سلیقہ شعار، فرمانبردار خادم قسم قسم کے کھانے چاندی کی کشتیوں میں لگائے لئے کھڑے۔ دوسری جانب شراب طہور سے چھلکتے ہوئے بلوریں جام لئے ساقیان مہوش اشارے کے منتظر ہیں، یہ گلاس صفائی میں شیشے جیسے اور سفیدی میں چاندی جیسے ہوں گے، دراصل ہوں گے چاندی کے لیکن شیشے کی طرح شفاف ہوں گے کہ اندر کی چیز باہر سے نظر آئے، جنت کی تمام چیزوں کی یونہی سی برائے نام مشابہت دنیا کی چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے لیکن ان چاندی کے بلوریں گلاسوں کی کوئی نظیر نہیں ملتی، ہاں یہ یاد رہے کہ پہلے کے لفظ قواریر پر زبر تو اس لئے ہے کہ وہ کان کی خبر ہے اور دوسرے پر زبر یا تو بدلیت کی بنا پر ہے یا تمیز کی بنا پر، پھر یہ جام نپے تلے ہوئے

ہیں ساقی کے ہاتھ میں بھی زیب دیں اوران کی ہتھیلیوں پر بھلے معلوم ہوں اور پینے والوں کے حسب خواہش شراب طہور اس میں سما جائے جو نہ بچے نہ گھٹے۔ان نایاب گلاسوں میں جو پاک خوش ذائقہ اور سرور والی بہشتے کی شراب انہیں ملے گی وہ جنت کی نہر سلسبیل کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی، اوپر گذر چکا ہے کہ نہر کافور کے پانی سے مخلوط کر کے دی جائے گی تو مطلب یہ ہے کبھی اس ٹھنڈک والے سرد مزاج پانی سے کبھی اس نفیس گرم مزاج پانی سے تا کہ اعتدال قائم رہے۔

یہ ابرار لوگوں کا ذکر ہے اور خاص مقربین خالص اس نہر کا شربت پئیں گے، سلسبیل بقول عکرمہ جنت کے ایک چشمے کا نام ہے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ مسلسل روانگی سے لہرایا چال بہہ رہا ہے، اس کا پانی بڑا ہلکا، نہایت شیریں، خوش ذائقہ اور خوش بو ہے جو آسانی سے پیا جائے اور ہضم اور جزو بدن ہوتا رہے۔ان نعمتوں کے ساتھ ہی خوبصورت حسین نو خیز کم عمر لڑکے ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں گے، یہ غلمان جنتی جس سن و سال میں ہوں گے اسی میں رہیں گے یہ نہیں کہ سن بڑھ کر صورت بگڑ جائے، نفیس پوشاکیں اور بیش قیمت جڑاؤ زیور پہنے بہ تعداد کثیر ادھر ادھر مختلف کاموں پر بٹے ہوئے ہوں گے جنہیں دوڑ بھاگ کر مستعدی اور چالاکی سے انجام دے رہے ہوں گے ایسا معلوم ہوگا گویا سفید آب دار موتی ادھر ادھر جنت میں بکھرے پڑے ہیں۔حقیت میں اس سے زیادہ اچھی تشبیہ ان کے لئے کوئی اور نہ تھی کہ یہ صاحب جمال خوش خصال بوٹے سے قد والے سفید نورانی چہروں والے پاک صاف سجی ہوئی پوشاکیں پہنے زیور میں لدے اپنے مالک کی فرمانبرداری میں دوڑتے بھاگتے ادھر ادھر پھرتے ایسے بھلے معلوم ہوں گے سجے سجائے پر تکلف فرش پر سفید چمکیلے سچے موتی ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہر ہر جنتی کے ایک ہزار خادم ہوں گے جو مختلف کام کاج میں لگے ہوئے ہوں گے۔ پھر فرماتا ہے اے نبی تم جنت کی جس جگہ نظر ڈالو تمہیں نعمتیں اور عظیم الشان سلطنت نظر آئے گی تم دیکھو گے کہ راحت و سرور نعمت و نور سے چپہ چپہ معمور ہے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو جہنم میں سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا اس سے جناب باری تبارک وتعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس حصے زیادہ دیا، اور حضرت ابن عمر کی روایت سے وہ حدیث بھی پہلے گذر چکی ہے جس میں ہے کہ ادنیٰ جنتی کی ملکیت و ملک دو ہزار سال تک ہوگا ہر قریب و بعید کی چیز پر اس کی یہ یک نظر دیکھے نگاہیں ہوں گی، یہ حال تو ہے ادنیٰ جنتی کا پھر سمجھ لو کہ اعلیٰ جنتی کا درجہ کیا ہوگا؟ اور اس کی نعمتیں کیسی ہوں گی (اے اللہ اے بغیر ہماری دعا اور عمل کے ہمیں شیر مادر کے چشمے عنایت کرنے والے ہم بہ عاجزی و الحاج تیری پاک جناب میں عرض گذار ہیں کہ تو ہمارے مشتاق دل کے ارمان پورے کر اور ہمیں بھی جنت الفردوس نصیب فرما۔گو ایسے اعمال نہ ہوں لیکن ایمان ہے کہ تیری رحمت اعمال پر ہی موقوف نہیں، آمین۔

طبرانی کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں وارد ہے کہ ایک حبشی دربار رسالت میں حاضر ہوا، آپ نے اسے فرمایا تمہیں جو کچھ پوچھنا ہو جس بات کو سمجھنا ہو پوچھ لو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت، شکل، رنگ، روپ، نبوۃ و رسالت میں آپ کو ہم پر فضیلت دی گئی ہے اب بتو فرمائیے کہ اگر میں بھی ان چیزوں پر ایمان لاؤں جن پر آپ ایمان لائے ہیں اور جن پر آپ عمل

کرتے ہیں اگر میں بھی اسی پر عمل کروں تو کیا جنت میں آپ کے ساتھ ہوسکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں قسم ہے اس اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ سیاہ رنگ لوگوں کو جنت میں وہ سفید رنگ دیا جائے گا کہ ایک ہزار سال کے فاصلے سے دکھائی دے گا پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے اللہ کے پاس عہد مقرر ہو جاتا ہے اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ کہے اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں، تو ایک شخص نے کہا پھر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیسے ہلاک ہوں گے؟ آپ نے فرمایا سنو ایک شخص اتنی نیکیاں لائے گا کہ اگر کسی بڑے پہاڑ پر رکھی جائیں تو اس پر بوجھل پڑیں لیکن پھر جو اللہ کی نعمتیں اس کے مقابل آئیں گی تو قریب ہوگا کہ سب فنا ہو جائیں مگر یہ اور بات ہے کہ رحمت رب توجہ فرمائے اس وقت یہ سورت ملکا کبیرا تک اتری اسی حبشی نے کہا کہ اے حضور جو کچھ آپ کی آنکھیں جنت میں دیکھیں گی کیا میری آنکھیں بھی دیکھیں گی؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں، بس وہ رونے لگا یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کرگئی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دہر، بیروت)

| |
|---|
| وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝ |
| اور انہیں وہاں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ اس میں ایک ایسا |
| چشمہ ہے جس کا نام "سلسبیل" رکھا گیا ہے۔ |

## جنت کے چشمہ سلسبیل کا بیان

"ويسقون فيها كأسا" خمرا "كان مزاجها" ما تمزج به "زنجبيلا" يعنى أن ماء ها كالزنجبيل الذى تستلذ به العرب، "عينا" بدل من زنجبيلا "فيها تسمى سلسبيلا" سهل المساغ فى الحلق، .

اور انہیں وہاں شراب طہور کے ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی۔ یعنی اس کا پانی زنجبیل کا ہوگا جس سے اہل عرب لذت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں پر لفظ عینا یہ زنجبیلؔ سے بدل ہے۔ زنجبیل اس جنت میں ایک ایسا چشمہ ہے جس کا نام "سلسبیل" رکھا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حلق سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

عینا فیہا، اگر زنجبیل کو چشمہ کا نام کہا جائے تو عینا اس سے بدل ہوگا ورنہ کاسا سے بدل ہوگا۔ اور مضاف محذوف ہوگا۔

تسمی سلسبیلا۔ اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جو مشروب آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جائے اور خوش گوار ہو وہ سلسبیل ہے سلسل سلسالا و سلسبیلا آسانی اور خوش گواری کے ساتھ حلق میں اتر گیا۔

پہلے کافور کی آمیزش والے مشروب کا ذکر کیا گیا جو اپنی تاثیر کے لحاظ سے ٹھنڈا اور مفرح ہوتا ہے۔ اب زنجبیل یا سونٹھ کی آمیزش والے مشروب کا ذکر کیا گیا۔ زنجبیل کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ اہل عرب کے شوق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ

ایک قدرتی چشمہ ہوگا جس کے مشروب میں سونٹھ کی خوشبو تو ہوگی مگر اسکی تلخی نہیں ہوگی۔

| |
|---|
| وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝ |
| وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا ۝ |
| اوران کے اِردگرد ایسے بچے گھومتے رہیں گے، جو ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے، جب آپ انہیں دیکھیں گے تو انہیں |
| بکھرے ہوئے موتی گمان کریں گے۔اور جب تو وہاں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔ |

## اہل جنت کے خدام کا ہمہ وقت خدمت کیلئے موجود رہنے کا بیان

"ويطوف عليهم ولدان مخلدون" بصفة الولدان لا يشيبون "إذا رأيتهم حسبتهم" لحسنهم وانتشارهم في الخدمة "لؤلؤا منثورا" من سلكه أو من صدفه وهو أحسن منه في غير ذلك، "وإذا رأيت ثم" أي وجدت الرؤية منك في الجنة "رأيت" جواب إذا "نعيما" لا يوصف "وملكا كبيرا" واسعا لا غاية له،

اوران کے اِردگرد ایسے معصوم بچے گھومتے رہیں گے، یعنی ایسے بچے جو جوان نہ ہوں گے۔ جو ہمیشہ اسی حال میں رہیں گے، جب آپ انہیں دیکھیں گے تو انہیں بکھرے ہوئے موتی گمان کریں گے۔ یعنی ہمہ وقت خدمت کیلئے حاضر ہوں گے۔ گویا وہ لڑی یا صدف میں موتی ہیں۔ کیونکہ وہ لڑی یا صدف میں ہی خوبصورت لگتے ہوں گے۔اور جب تو وہاں یعنی جنت میں دیکھے گا تو نعمت ہی نعمت ہوگی یہ اذا کا جواب ہے۔اور بہت بڑی بادشاہی دیکھے گا۔ یعنی اتنی وسیع جس کی کوئی انتہاء نہ ہوگی۔

مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکے اہل جنت کے پاس ہمیشہ موجود رہیں گے۔ کبھی غیر حاضر نہ ہوں گے۔ یعنی ان لڑکوں کا حسن و جمال، ان کی پاکیزگی اور نظافت، ان کی آب و تاب اور ان کے ہمہ وقت ادھر ادھر پھرنے سے یوں معلوم ہوگا کہ یہ خوبصورت موتی ہیں جو ادھر ادھر بکھیر دیئے گئے ہیں۔

## سورت دہر آیت ۲۰ کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کھجوروں کی شاخوں سے بنی ہوئی چٹائی پر آرام فرمارہے تھے اور آپ کے پہلو میں اس کے نشانات تھے تو عمر رو پڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ تو عمر نے کہا مجھے کسری اور اس کی سلطنت اور شاہ حبشہ اور اس کی سلطنت یاد آ گئی اور آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کھجور کی شاخوں کی چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے لیے تو دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت؟ اس موقع پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا اور بہشت میں (جہاں) آنکھ اٹھاؤ گے کثرت سے نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے۔ (سیوطی 322، ابن کثیر 4۔ 457)

عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ وَ سَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ○

ان پر باریک ریشم کے سبز اور دبیز اطلس کے کپڑے ہوں گے، اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے

اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔

## اہل جنت کیلئے ریشم کے سبز لباس کا بیان

"عاليهم" فوقهم فنصبه على الظرفية وهو خبر لمبتدأ بعده وفي قراءة بسكون الياء مبتدأ وما بعده خبر والضمير المتصل به للمعطوف عليهم "ثياب سندس" حرير "خضر" بالرفع "وإستبرق" بالجر ما غلظ من الديباج فهو البطائن والسندس الظهائر وفي قراءة عكس ما ذكر فيهما وفي أخرى. برفعهما وفي أخرى بجرهما "وحلوا أساور من فضة" وفي موضع من ذهب للإيذان بأنهم يحلون من النوعين معا ومفرقا "وسقاهم ربهم شرابا طهورا" مبالغة في طهارته ونظافته بخلاف خمر الدنيا،

یہاں پر لفظ عالیہ یہ ظرفیت کے سبب منصوب ہے اور مابعد مبتداء کی خبر ہے۔ اور یہ لفظ ایک قرأت میں یاء کے سکون کے ساتھ بہ طور مبتداء آیا ہے اور اس کا مابعد اس کی خبر ہے۔ اور ضمیر متصل معطوف علیہ ہے۔ ان کے جسموں پر باریک ریشم کے سبز اور دبیز اطلس کے کپڑے ہوں گے، یہاں پر لفظ خضر یہ مرفوع آیا ہے اور استبرق یہ جر کے ساتھ آیا ہے۔ اور وہ ریشم کے موٹے کپڑے کو کہتے ہیں اور وہ بطائن ہے جبکہ سندس اوپر والے کپڑے کو کہتے ہیں اور ایک قرأت کے مطابق قرأت مذکورہ کا عکس بھی آیا ہے۔ اور ایک قرأت میں دونوں مرفوع جبکہ ایک اور قرأت کے مطابق دونوں مجرور آئے ہیں۔ اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ایک دوسرے مقام پر یہ بھی آیا ہے کہ انہیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور یہ دونوں اقسام کے ایک ساتھ یا الگ الگ پہنائے جائیں گے۔ اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہاں پر لفظ طہور میں طہارت کا مبالغہ ہے۔ جو پاک ہوگی جبکہ دنیاوی شراب میں ایسا نہیں ہوتا۔

یعنی باریک اور دبیز دونوں قسم کے ریشم کے لباس جنتیوں کو ملیں گے۔ اس سورت میں تین جگہ چاندی کے برتنوں اور زیور وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ دوسری جگہ سونے کے بیان کیے گئے ہیں۔ ممکن ہے یہ بھی ہوں اور وہ بھی، کسی کو یہ ملیں، کسی کو وہ۔ یا کبھی یہ کبھی وہ۔ یعنی سب نعمتوں کے بعد شراب طہور کا ایک جام محبوب حقیقی کی طرف سے ملے گا، جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت، نہ سرگرانی، نہ بدبو، اس کے پینے سے دل پاک اور پیٹ صاف ہوں گے، پینے کے بعد بدن سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مشک کی طرح مہکنے والی ہوگی۔

اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّ كَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ○

بے شک یہ تمہارا صلہ ہوگا اور تمہاری محنت مقبول ہو چکی۔

## اعمال کے مقبول ہونے کے صلہ کا بیان

"إن هذا" النعيم،

بے شک یہ نعمتیں تمہارا صلہ ہوگا اور تمہاری محنت مقبول ہو چکی۔

یعنی اہل جنت کو جنت میں پہنچنے کے بعد حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوگا کہ جنت کی یہ محیّر العقول نعمتیں سب تمہارے ان اعمال کی جزاء ہے جو تم نے دنیا میں کئے تھے اور تمہارے عمل اللہ کے نزدیک مقبول ہو گئے۔ یہ کلمات ان کو بطور مبارکباد کے کہے جائیں گے۔ اہل عشق و محبت سے پوچھئے تو جنت کی ساری نعمتیں ایک طرف اور رب العالمین کا یہ فرمانا ایک طرف سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے کہ اس میں حق تعالیٰ ان کو اپنی رضا کامل کی سند دے رہے ہیں۔ عام اہل جنت کے انعامات کا ذکر کرنے کے بعد خاص ان انعامات کا ذکر کیا گیا جو نبی کریم پر مبذول ہوئے ان میں سب سے بڑا انعام تنزیل قرآن ہے اس انعام عظیم کا ذکر کرنے کے بعد اول تو آپ کو اس کی ہدایت کی گئی کہ مخالفین و کفار کی طرف سے جو ضد و انکار اور ان کی ایذاؤں کی تکلیف آپ کو پہنچتی ہے آپ اس پر صبر سے کام لیں۔ دوسرے اللہ کی عبادت کو دن رات کا مشغلہ بنائیں اسی سے کفار کی اذیت کا بھی ازالہ ہوگا۔

| |
|---|
| اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًاۚ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًاۚ |
| بے شک ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔ پس آپ اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر رکھیں |
| اور ان میں سے کسی کاذب و گنہگار یا کافر و ناشکر گزار کی بات پر کان نہ دھریں۔ |

## کفار کی دعوت باطل پر کوئی پرواہ نہ کرنے کا بیان

"إنا نحن " تأكيد لاسم إن أو فصل "نزلنا عليك القرآن تنزيلا" خبر إن أى فصلناه ولم ننزله جملة واحدة، "فاصبر لحكم ربك" عليك بتبليغ رسالته "ولا تطع منهم " أى الكفار "آثما أو كفورا" أى عتبة بن ربيعة والوليد بن المغيرة قالا للنبى صلى الله عليه وسلم ارجع عن هذا الأمر ويجوز أن يراد كل آثم وكافر أى لا تطع أحدهما أيا كان فيما دعاك إليه من إثم أو كفر،

یہاں پر لفظ نحن یہ اسم اَن کی تاکید ہے یا فصل کیلئے آیا ہے۔ اور نزلنا علیک الخ یہ اَن کی خبر ہے۔ یعنی بے شک ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔ لہٰذا ایک بار ہی سارا نازل نہیں کیا۔ پس آپ تبلیغ رسالت پر اپنے رب کے حکم کی خاطر صبر جاری رکھیں۔ اور ان میں سے کسی کاذب و گنہگار یا کافر و ناشکر گزار کی بات پر کان نہ دھریں۔ یعنی اور ان کفار کی بات کی کوئی پرواہ نہ کریں۔ اور عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن مغیرہ ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ یہ کام ترک کر دیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر گناہگار کافر مراد ہو یعنی خواہ ان میں سے کوئی بھی آپ کو دین اسلام کو چھوڑ دینے کی جانب بلائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پرواہ نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا جو خاص کرم کیا ہے اسے یاد دلاتا ہے کہ ہم نے تجھ پر بتدریج تھوڑا تھوڑا کر کے یہ قرآن کریم نازل فرمایا اب اس اکرام کے مقابلہ میں تمہیں بھی چاہئے کہ میری راہ میں صبر وضبط سے کام لو، میری قضاوقدر پر صابر شاکر رہو دیکھو تو سہی کہ میں اپنے حسن تدبیر سے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچاتا ہوں۔

ان کافروں منافقوں کی باتوں میں نہ آنا گو یہ تبلیغ سے روکیں لیکن تم نہ رکنا بلا رو رعایت مایوسی اور تکان کے بغیر ہر وقت وعظ، نصیحت، ارشاد و تلقین سے غرض رکھو میری ذات پر بھروسہ رکھو میں تمہیں لوگوں کی ایذاء سے بچاؤں گا، تمہاری عصمت کا ذمہ دار میں ہوں، فاجر کہتے ہیں، بداعمال عاصی کو اور کفور کہتے ہیں دل کے منکر کو، دن کے اول آخر حصے میں رب کا نام لیا کرو، راتوں کو تہجد کی نماز پڑھو اور دیر تک اللہ کی تسبیح کرو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ دہر، بیروت)

## سورت دہر آیت ۲۴ کے شان نزول کا بیان

عتبہ بن ربیعہ اور ولید ابن مغیرہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اس کام سے باز آیئے یعنی دین سے، عتبہ نے کہا کہ آپ ایسا کریں تو میں اپنی بیٹی آپ کو بیاہ دوں اور بغیر مہر کے آپ کی خدمت میں حاضر کردوں، ولید نے کہا کہ میں آپ کو اتنا مال دے دوں کہ آپ راضی ہو جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ ابو جہل نے کہا اگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھ لیا تو اس کی گردن روند دوں گا اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۔ترجمہ۔ اوران میں سے کسی بدعمل اور ناشکرے کا کہانہ مانو۔ (سیوطی 323، طبری 29۔138)

| |
|---|
| وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۝ |
| اور صبح وشام اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔ اور رات کی کچھ گھڑیاں اس کے حضور سجدہ ریزی کیا کریں |
| اور رات کے طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریں۔ |

## اوقات نماز میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے حکم کا بیان

"واذكر اسم ربك" في الصلاة "بكرة وأصيلا" يعني الفجر والظهر والعصر، "ومن الليل فاسجد له" يعني المغرب والعشاء "وسبحه ليلا طويلا" صل التطوع فيه كما تقدم من ثلثيه أو نصفه أو ثلثه،

اور صبح وشام نماز میں اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کریں۔ یعنی فجر، ظہر اور عصر میں نماز میں اور رات کی کچھ گھڑیاں اس کے حضور سجدہ ریزی کیا کریں یعنی مغرب اور عشاء میں اور رات کے بقیہ طویل حصہ میں اس کی تسبیح کیا کریں۔ یعنی نفلی نماز پڑھیں جس طرح اس کا بیان دو تہائی یا نصف یا ایک تہائی کے ساتھ گزر چکا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

واذکر اسم ربک بکرۃ و اصیلا ۔ واو عاطفہ اذکر فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ذکر (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی یاد کرنے یا ذکر کرنے کے ہیں۔ اسم ربک مضاف مضاف الیہ مل کر اذکر کا مفعول۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کر۔ یہاں ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ ای وصل لربک اپنے رب کی نماز پڑھ۔ بکرۃ دن کا اول حصہ۔ یا اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اصیلا شام۔ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔ دن کا پچھلا حصہ۔ اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ بکرۃ و اصیلا منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ اذکر کے ظرف ہونے کے۔

ومن الیل فاسجدلہ ۔ واو عاطفہ من تبعیضیہ ہے اور رات کے بعض حصہ میں۔ فاسجد میں ف زائدہ ہے اور اما شرطیہ ہے جو مقدر ہے۔ اصل کلام یوں ہے:۔ واما من الیل فاسجد (تفسیر مظہری)

اسجد فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ سجود (باب نصر) مصدر۔ تو سجدہ کر۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

وسبحہ لیلا طویلا: سبح فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تسبیح (تفعیل) مصدرہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رب ہے تو اس کی تسبیح بیان کر۔ تو اس کی پاکی بیان کر۔ لیلا مفعول فیہ۔ رات کو، رات کے دوران۔

طویلا۔ لمبا۔ طویل، دراز، طول (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ یہاں طویلا مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تسبیحا طویلا۔ مراد اس سے آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ دہر، لاہور)

تسبیح سے مراد نماز شب ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے:۔ ای تھجدلہ ھزیعا طویلا من الیل ثلثیہ او نصفہ او ثلثہ اس کے لئے تہجد کی نماز پڑھ۔ رات کے طویل حصہ میں اس کا دو تہائی یا نصف یا اس کا ایک تہائی حصہ۔ (تفسیر مدارک، سورہ دہر، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ هٰٓـؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَ هُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا۝ نَحْنُ خَلَقْنٰـهُمْ |
| وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَـآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا۝ |
| بے شک یہ جلد ملنے والے مفاد کو عزیز رکھتے ہیں اور سخت بھاری دن کو اپنے پسِ پشت چھوڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے ہی انھیں پیدا |
| کیا اور ہم نے ان کا بندھن مضبوط باندھا اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا۔ |

## دنیا کے مفاد کو عزیز رکھنے والے کفار کا بیان

"إن هؤلاء يحبون العاجلة" الدنيا "ويذرون وراء هم يوما ثقيلا" شديدا أى يوم القيامة لا يعملون له، "نحن خلقناهم وشددنا" قوينا "أسرهم" أعضاء هم ومفاصلهم "وإذا شئنا بدلنا" جعلنا "أمثالهم" فى الخلقة بدلا منهم بأن نهلكهم "تبديلا" تأكيد ووقعت إذا موقع إن نحو إن

**يشأ يذهبكم لأنه تعالى لم يشأ ذلك وإذا لما يقع،**

بے شک یہ طالبانِ دنیا جلد ملنے والے مفاد کو عزیز رکھتے ہیں اور سخت بھاری دن کی یاد کو اپنے پسِ پشت چھوڑے ہوئے ہیں اور وہ قیامت کا دن ہے۔ جس کیلئے یہ کوئی عمل نہیں کرتے۔

ہم نے ہی انھیں پیدا کیا اور ہم نے ان کے اعضاء و جوڑوں کا بندھن مضبوط باندھا اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے اور لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا۔ یعنی تخلیق میں بدلنا ایسے ہوگا کہ ہم انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اور لفظ تبدیل یہ تاکید ہے۔ اور اِذا یہ اِن کی جگہ پر واقع ہوا ہے جس طرح اللہ تعالی کے فرمان ان یشاء یذھبکم میں آیا ہے لیکن اللہ نے چاہا نہیں۔

یعنی یہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و ہدایت قبول نہیں کرتے اس کا سبب حب دنیا ہے۔ دنیا چونکہ جلد ہاتھ آنے والی چیز ہے اسی کو یہ چاہتے ہیں اور قیامت کے بھاری دن سے غفلت میں ہیں اس کی کچھ فکر نہیں۔ بلکہ اس کے آنے کا یقین بھی نہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مر کر جب گل سڑ گئے پھر کون دوبارہ ہم کو ایسا ہی بنا کر کھڑا کر دے گا؟ آگے اس کا جواب دیا ہے۔

## دوبارہ زندہ ہونے پر دلیل کا بیان

**نحن خلقنھم** ۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ وشددنا اسرہم: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ شددنا ماضی جمع متکلم۔ شد باب نصر وضرب) مصدر سے جس کا معنی مضبوط باندھنے کے ہیں۔ اسرھم مضاف مضاف الیہ ان کی جوڑ بندی، ان کی قید کی بندش (حاصل مصدر)۔

الاسر کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں یہ اسرت القتب سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں: میں نے پالان کو مضبوطی سے باندھ دیا۔ قیدی کو اسیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ رسی وغیرہ سے باندھا ہوتا ہے۔

آیت ہذا میں ہم نے ان کی بندش کو مضبوطی سے باندھ دیا میں اس حکمت الہی کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی ہیئت ترکیبی میں پائی جاتی ہے۔ قدرت الہی نے انسان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ پٹھوں، ریشوں اور رگوں کے ذریعے بڑی پختگی سے جوڑ دیا ہے سب اعضاء اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے پیوستہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کی قوت و طاقت کا ذریعہ بھی ہیں ایک دوسرے کا بوجھ بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ اگر اسی ایک بات پر تم غور کرو تو تمہارے شکوک و شبہات کے بادل سب چھٹ جائیں گے۔ (راغب، ضیاء القرآن، سورہ دہر، لاہور)

| |
|---|
| اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ○ وَمَا تَشَآءُوْنَ |
| اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ |
| یقیناً یہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔ اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، |
| یقیناً اللہ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نصیحت اختیار کرنے کا بیان

"إن هذه" السورة "تذكرة" عظة للخلق "فمن شاء اتخذ إلى ربه سبيلا" طريقا بالطاعة، "وما تشاءون" بالتاء والياء اتخاذ السبيل بالطاعة "إلا أن يشاء الله" ذلك "إن الله كان عليما" بخلقه "حكيما" في فعله،

یقیناً یہ سورت مبارکہ ایک نصیحت ہے، تو جو چاہے اپنے رب کی طرف جانے والا راستہ اختیار کر لے۔ جو اطاعت کا راستہ ہے۔ اور تم نہیں چاہتے، یہاں پر لفظ تشاؤن یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی اطاعت کے راستے کو پکڑنا نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے، یقیناً اللہ ہمیشہ سے اپنی مخلوق کو جاننے والا، اپنے فعل میں حکمت والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ان ھذہ تذکرۃ: ان حرف تحقیق۔ حرف مشبہ بالفعل ھذہ (یہ سورۃ یا یہ آیات) اسم اشارہ واحد مونث (اسم ان) تذکرۃ۔ ان کی خبر، بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر۔ یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔ ترجمہ ہوگا:۔ یہ (آیات یا یہ سورۃ) ایک نصیحت ہے (سب کے لئے)۔

فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا: ف عطف کے لئے ہے، بمعنی پس، پھر۔ من شرطیہ ہے۔ شاء ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مشیئۃ (باب سمع) مصدر۔ شاء اصل میں شیء تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح۔ اس کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اتخذ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اتخاذ (افتعال) مصدر۔ بمعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔

سبیلا۔ راستہ۔ راہ۔ سبیل، منصوب بوجہ اتخذ کے مفعول ہونے کے ہے۔ سبیلا کا استعمال ہر اس شے کے لیے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جاسکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلا اور اگر راستی کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں۔ اور بطور مونث بھی مستعمل ہے جیسے قل ھذہ سبیلی (108:12) کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ پھر جس نے چاہا اس نے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لیا۔ یا پس جس کا جی چاہے اپنے رب کے قریب کا راستہ اختیار کرے۔ (انوار البیان سورہ دہر)

| |
|---|
| يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ |
| اپنی رحمت میں لیتا ہے جسے چاہے اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ |

## اہل ایمان کا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جانے کا بیان

"يدخل من يشاء في رحمته" جنته وهم المؤمنون "والظالمين" ناصبه فعل مقدر، أي أعد يفسره "أعد لهم عذابا أليما" مؤلما وهم الكافرون،

اپنی رحمت یعنی جنت میں میں لیتا ہے جسے چاہے اور وہ اہل ایمان ہیں۔ اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ یہاں پر لفظ ظالمین یہ فعل مقدر اَعد کے سبب منصوب ہے۔ یعنی اس نے کفار کیلئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

من موصولہ یشاء اس کا صلہ اس کا فاعل اللہ ہے۔ وہ جسے اللہ چاہتا ہے۔ من یشاء مفعول ہے یدخل کا۔ اور اس کا فاعل بھی اللہ ہے۔ رحمتہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بھی اللہ ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔ رحمت سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جنت ہی ہے۔ (روح المعانی۔ السیر التفاسیر، تفسیر مظہری) (کیونکہ آخرت میں جنت ہی محل رحمت ہے۔ (تفسیر مظہری)

والظلمین اعدلہم عذابا الیما۔ واو عاطفہ۔ الظلمین مفعول فعل محذوف کا ہے ای ویکفا الظلمین اور وہ ظالموں کو دھتکارتا ہے۔ یکفا کا عطف یدخل پر ہے۔ حسب محاورہ قرآنی سیاق میں ظالم سے مراد کافر ہی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادہ واختیار سے کام نہ لیا۔ ای الکافرین (مدارک) اے المشرکین (معالم) وہم الکافرون (جلالین)۔ اعدلہم عذابا الیما۔ جملہ حالیہ ہے (ان ظالمین کا حال یہ ہے کہ ان کے لئے اس نے ردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اعد ماضی واحد مذکر غائب اعداد (افعال) مصدر۔ اس نے تیار کیا ہے اس نے تیار کر رکھا ہے۔

عذابا الیما۔ موصوف وصفت: دردناک عذاب، دکھ دینے والا عذاب۔ الم یالم ایلام (افعال) مصدر سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ عذابا بوجہ اعد کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

## جنت کے رحمت ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت اور دوزخ کا آپس میں جھگڑا ہوا دوزخ کہنے لگی مجھے متکبر اور ظالم لوگوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے اور جنت کہنے لگی مجھے کیا ہے میرے اندر تو سوائے کمزور حقیر اور عاجز لوگوں کے اور کوئی داخل نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا رحم کروں گا اور دوزخ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں تیرے ذریعے اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا عذاب دوں گا لیکن تم میں سے ہر ایک کو بھرنا ضروری ہے پھر جب دوزخ نہیں بھرے گی تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھیں گے تو دوزخ کہے گی بس بس بس پھر وہ بھر جائے گی اور اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کو بھرنے کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا فرمائے گا۔ (صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 2674)

# سُورَۃُ الْمُرسَلٰت

## یہ قرآن مجید کی سورت مرسلات ہے

### سورت مرسلات کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سُورَۃُ الْمُرْسَلات (مَکِّیَّۃ وَ آیَاتھا خَمسُونَ)

سورہ مرسلات مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، پچاس آیات، ایک سواسّی کلمات، آٹھ سو سولہ حروف ہیں۔

### سورت مرسلات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ مرسلات آیا ہے جس کا معنی خوشگوار ہوائیں ہیں۔ جو مسلسل چلتی ہیں۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت مرسلات کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت مرسلات کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ والمرسلات شب جنّ میں نازل ہوئی، ہم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رکابِ سعادت میں تھے، جب مِنٰی کے غار میں پہنچے والمرسلات نازل ہوئی، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو پڑھتے تھے اور حضور اس کی تلاوت فرماتے تھے؛ اچانک ایک سانپ نے جست کی، ہم اس کو مارنے کے لئے لپکے، وہ بھاگ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی برائی سے بچائے گئے، وہ تمہاری برائی سے، یہ غار مِنٰی میں غارِ والمرسلات کے نام سے مشہور ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ مرسلات، لاہور)

| |
|---|
| وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًاo فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًاo وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًاo |
| فَالْفٰرِقَاتِ فَرْقًاo فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًاo عُذْرًا اَوْ نُذْرًاo |
| نرم وخوش گوار ہواؤں کی قسم جو پے در پے چلتی ہیں۔ پھر جو تند ہو کر تیز چلنے والی ہیں۔ اور ان کی قسم جو بادلوں کو ہر طرف پھیلا دیتی ہیں۔ پھر جو پھاڑ کر جدا جدا کر دینے والی ہیں۔ پھر ان کی قسم جو نصیحت لانے والی ہیں۔ حجت تمام کرنے یا ڈرانے کے لئے۔ |

### خوشگوار ہواؤں کی قسم کا بیان

"وَالْمُرْسَلات عُرْفًا" أَيْ الرِّيَاح مُتَتَابِعَة كَعُرْفِ الْفَرَس يَتْلُو بَعْضه بَعْضًا وَنَصْبه عَلَى الْحَال

"فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا" الرِّيَاح الشَّدِيدَة "وَالنَّاشِرَات نَشْرًا" الرِّيَاح تَنْشُر الْمَطَر "فَالْفَارِقَات فَرْقًا" أَيْ آيَات الْقُرْآن تَفْرُق بَيْن الْحَقّ وَالْبَاطِل وَالْحَلَال وَالْحَرَام،

"فَالْمُلْقِيَات ذِكْرًا" أَيْ الْمَلَائِكَة تَنْزِل بِالْوَحْيِ إلَى الْأَنْبِيَاء وَالرُّسُل يُلْقُونَ الْوَحْي إلَى الْأُمَم "عُذْرًا أَوْ نُذْرًا" أَيْ لِلْإِعْذَارِ وَالْإِنْذَار مِنْ اللّٰه تَعَالَى وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ ذَال نُذْرًا وَقُرِءَ بِضَمِّ ذَال عُذْرًا،

نرم وخوش گوار ہواؤں کی قسم، جو پے در پے چلتی ہیں۔ جو مسلسل چلنے میں گھوڑے کے بالوں کی طرح ہیں۔ یہاں پر لفظ عرفا یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ پھر جو تند ہو کر تیز چلنے والی ہیں۔ یعنی سخت ہوائیں ہیں۔ اوران کی قسم جو بادلوں یعنی بارش کو ہر طرف پھیلا دیتی ہیں۔ پھر جوانھیں پھاڑ کر جدا جدا کر دینے والی ہیں۔ یعنی وہ قرآن آیات جوحق وباطل اور حلال وحرام کے درمیان فرق کرنے والی ہیں۔ پھران کی قسم جونصیحت لانے والے ہیں۔ یعنی ان فرشتوں کی قسم جوانبیائے کرام اور رسولان گرامی کی طرف وحی لیکر آتے ہیں۔ اوراس وحی سے وہ اقوام کوڈرسناتے ہیں۔ حجت تمام کرنے یاڈرانے کے لئے۔ یعنی اللہ کی جانب سے ڈرسنانے والے ہیں۔ ایک قرأت کے مطابق عذرا اورنذرا یہ ذال کے ضمہ کے ساتھ آئے ہیں۔

## اشیاء خمسہ کی قسم اٹھانے کا بیان

آیت ہذا اوراگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ مثلا (1) المرسلت۔ (2) العصفت۔ (3) النشرت۔ (4) الفرقت۔ (5) الملقیت۔ ان چیزوں سے جن کی قسم کھائی گئی ہے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مثلا: (1) ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں۔ (مقاتل) (2) ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ (مجاہد، قتادہ) (3) ان پانچوں چیزوں سے مراد ایک قسم کی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ متعدد چیزیں مراد ہیں پھراس میں بھی مختلف اقوال ہیں:۔ (1) بعض کہتے ہیں پہلی چار چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور پانچویں سے ملائکہ۔ (2) بعض کہتے ہیں کہ اول دونوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور اخیر تینوں سے ملائکہ ہیں۔ (3) ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں۔ (فراء) (4) یہ بھی احتمال ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے رادنفوس انبیاء ہیں۔

چونکہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ان سے مراد ہوائیں ہیں لہٰذا ہم یہاں سے ہوائیں مراد لے کر تشریح کریں گے۔

عرفا۔ نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے در پے۔ عرف کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔ ایک بمعنی معروف، یعنی نیکی اور نیک کام۔ دوسرے پے در پے۔

محاورہ ہے جاء القوم عرفا عرفا: یعنی لوگ پے در پے اور لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آئے۔ اس معنی میں یہ عرف الفرس سے ماخوذ ہے۔ عرف فرس گھوڑے کے ایال (گردن کے لمبے لمبے بال) کو کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایال کے بال لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی آمد ورفت ہوئی۔

آیت والمرسلت عرفا میں دونوں معنی کیے گئے ہیں۔یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی ہوئی۔یا پے در پے بھیجی ہوئی ہوائیں۔
عرفا کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہوسکتی ہیں۔(1) مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی المرسلت لاجل العرف اس صورت میں عرف بمعنی خوبی واحسان ہوگا۔(2) حال ہونے کی وجہ سے یعنی متتابعۃ ۔(پے در پے) یعنی اس حال میں بھیجی گئیں کہ وہ پے در پے تھیں۔(3) مفعول مطلق ہے بمعنی مصدر۔اور ارسالا کے معنی دے بمعنی المرسلت ارسالا اس صورت میں بھی ارسالا بمعنی لگاتار اور پے در پے ہوگا۔

(4) منصوب ہے نیزع خافض (زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا) بمعنی المرسلت بالعرف اس صورت میں عرف بمعنی معروف ہوگا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔قسم ہے ان ہواوں کی جو پے در پے بھیجی جاتی ہیں یعنی وہ ہوائیں جو پیہم چلتی ہیں نرم نرم خوشگوار، روئیدگی میں مدد دینے والی۔ابر اٹھانے والی۔بابرکت۔(انوار البیان، سورہ مرسلات)

## مرسلات کے مفہوم میں اقوال کا بیان

ان آیتوں میں جو قسمیں مذکور ہیں وہ پانچ صفات ہیں جن کے موصوفات ظاہر میں مذکور نہیں اسی لئے مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت وجوہ ذکر کئے ہیں بعض نے یہ پانچوں صفتیں ہواوں کی قرار دی ہیں، بعض نے ملائکہ کی، بعض نے آیات قرآن کی، بعض نے نفوسِ کاملہ کی جو استکمال کے لئے ابدان کی طرف بھیجے جاتے ہیں، پھر وہ ریاضتوں کے جھونکوں سے ماسوائے حق کو اڑا دیتے ہیں ،پھر تمام اعضاء میں اس اثر کو پھیلاتے ہیں، پھر حق بالذات اور باطل فی نفسہٖ میں فرق کرتے ہیں اور ذات الٰہی کے سوا ہر شے کو ہالک دیکھتے ہیں، پھر ذکر کا القاء کرتے ہیں اس طرح کہ دلوں میں اور زبانوں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہوتا ہے اور ایک وجہ یہ ذکر کی ہے کہ پہلی تین صفتوں سے ہوائیں مراد ہیں اور باقی دو سے فرشتے۔اس تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ قسم ان ہواوں کی جو لگاتار بھیجی جاتی ہیں پھر زور سے جھونکے دیتی ہیں ان سے مراد عذاب کی ہوائیں ہیں۔(تفسیر خازن، سورہ مرسلات، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۝ وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝ |
| وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝ وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۝ |
| بیشک جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔پھر جب ستاروں کی روشنی زائل کر دی جائے گی۔ |
| اور جب آسمان کھولا جائے گا۔اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔اور جب پیغمبر وقت مقررہ پر جمع کئے |
| جائیں گے۔بھلا کس دن کے لئے مدت مقرر کی گئی ہے۔فیصلہ کے دن کے لئے۔ |

## بعث وعذاب اور قیام قیامت کے برحق ہونے کا بیان

"اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ" اَیْ یَا کُفَّار مَکَّۃ مِنَ الْبَعْث وَالْعَذَاب "لَوَاقِعٌ" کَائِن لَا مَحَالَۃ "فَاِذَا النُّجُوم

طُمِسَتْ " مُحِيَ نُورِهَا "وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ " شُقَّتْ "وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ " فُتِّتَتْ وَسُيِّرَتْ "وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَتْ" أُقِّتَتْ بِالْوَاوِ وَبِالْهَمْزَةِ بَدَلًا مِنْهَا أَيْ جُمِعَتْ لِوَقْتٍ "لِأَيِّ يَوْمٍ" لِيَوْمٍ عَظِيمٍ "أُجِّلَتْ" لِلشَّهَادَةِ عَلَى أُمَمِهِمْ بِالتَّبْلِيغِ "لِيَوْمِ الْفَصْلِ " بَيْنَ الْخَلْقِ وَيُؤْخَذُ مِنْهُ جَوَابُ إِذَا أَيْ وَقَعَ الْفَصْلُ بَيْنَ الْخَلَائِقِ،

اے کفار مکہ! بیشک جو تم سے وعدہ بعث وعذاب کیا جا رہا ہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔یعنی لامحالہ واقع ہوگا۔ پھر جب ستاروں کی روشنی زائل کر دی جائے گی۔یعنی اس کا نور ختم ہو جائے گا اور جب آسمان کھولا جائے گا۔یعنی آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے۔اور جب پیغمبر وقت مقررہ پر (اپنی اپنی امتوں پر گواہی کے لئے) جمع کئے جائیں گے۔یہاں لفظ وقتت یہ واؤ یا اس کے عوض میں ہمزہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی وقت کیلئے جمع کیا گیا ہے۔ بھلا کس دن کے لئے یعنی اس دن وہ اپنی امتوں پر پیغام حق پہنچانے کی گواہی دیں گے۔ان سب امور کی مدت مقرر کی گئی ہے۔مخلوق کے درمیان فیصلہ کے دن کے لئے۔اس سے اذا کا جواب اخذ کیا جاتا ہے جو وقع الفصل بین الخلائق ہے۔

## فیصلوں کیلئے انبیائے کرام کی گواہی کا بیان

پھر فرماتا ہے کہ ان رسولوں کو ٹھہرایا گیا تھا اس لئے کہ قیامت کے دن فیصلے ہوں گے، جیسے فرمایا آیت (فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ، ابراہیم:47)، یہ خیال نہ کر کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا نہیں نہیں اللہ تعالیٰ بڑے غلبہ والا اور انتقام والا ہے، جس دن یہ زمین بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب کے سب اللہ واحد و قہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے، اسی کو یہاں فیصلے کا دن کہا گیا، پھر اس دن کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا میرے معلوم کرائے بغیر اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم بھی اس دن کی حقیقت سے باخبر نہیں ہو سکتے، اس دن ان جھٹلانے والوں کے لئے سخت خرابی ہے، ایک غیر صحیح حدیث میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ مرسلات، بیروت)

| |
|---|
| وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ |
| اور آپ کو کس نے بتایا کہ فیصلہ کا دن کیا ہے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |
| کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ پھر ہم بعد کے لوگوں کو بھی ان کے پیچھے چلائے دیتے ہیں۔ |

## تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

"وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ " تَهْوِيلٌ لِشَأْنِهِ "وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ " هَذَا وَعِيدٌ لَهُمْ "أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ" بِتَكْذِيبِهِمْ أَيْ أَهْلَكْنَاهُمْ "ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْآخِرِينَ" مِمَّنْ كَذَّبُوا كَكُفَّارِ مَكَّةَ فَنُهْلِكُهُمْ،

اور آپ کو کس نے بتایا کہ فیصلہ کا دن کیا ہے۔یعنی اس دن کی ہولناکی کو بیان کرنے کیلئے آیا ہے۔اس دن جھٹلانے والوں

کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یہ ان کیلئے وعید ہے۔کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا؟ یعنی انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ پھر ہم بعد کے لوگوں کو بھی ہلاکت میں ان کے پیچھے چلائے دیتے ہیں۔یعنی جنہوں نے کفار مکہ کی طرح تکذیب کی تو ہم انہیں ہلاک کر دیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**وما ادرك ما يوم الفصل** : ما استفہامیہ ہے بمعنی کیا۔کون،کس نے۔ادرک: ماضی واحد مذکر۔ادراء(افعال) مصدر بمعنی واقف کرنا۔بتانا۔ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔اور کس چیز نے تجھے بتایا کہ یوم الفصل کیا ہے۔

مطلب یہ کہ تجھے کیا علم کہ یوم الفصل کیا ہے۔فعل تعجب اظہار تعجب کے لئے ہے۔تعجب بالائے تعجب یوم الفصل کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔مطلب یہ کہ یوم الفصل عظیم الشان چیز ہے تم کو اس کی حقیقت معلوم نہیں نہ اس کی مثل تم نے کوئی دن دیکھا۔(تفسیر مظہری،سورہ مرسلات،لاہور)

## جہنم کی ایک وادی ویل کا بیان

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم کی ایک وادی ہے جس کا نام ویل ہے،کافر اس کی گہرائی میں پہنچنے سے پہلے اس میں چالیس برس تک گرتا رہے گا۔یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس کو حدیث صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1110)

| |
|---|
| كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ۝ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ ۝ |
| ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## مجرموں کیلئے ہلاکت ہونے کا بیان

**"كَذٰلِكَ" مِثۡل مَا فَعَلۡنَا بِالۡمُكَذِّبِينَ "نَفۡعَل بِالۡمُجۡرِمِينَ" بِكُلِّ مَنۡ أَجۡرَمَ فِيمَا يَسۡتَقۡبِل فَنُهۡلِكهُمۡ "وَيۡل يَوۡمئِذٍ لِلۡمُكَذِّبِينَ" تَأۡكِيد،**

ہم مجرموں کے ساتھ اسی طرح کرتے ہیں۔یعنی ہر وہ شخص جس نے آئندہ جرم کیا تو ہم انہیں ہلاک کر دیں گے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یہ بہ طور تاکید ہے۔

منکرین قیامت سمجھتے تھے کہ اتنی بڑی دنیا کہاں ختم ہوتی ہے؟ بھلا کون باور کرے گا کہ سب آدمی بیک وقت مر جائیں گے اور نسل انسانی بالکل نابود ہو جائے گی؟ یہ دوزخ اور عذاب کے ڈراوے سب فرضی اور بناوٹی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔اس کا جواب دیا کہ پہلے کتنے آدمی مر چکے اور کتنی قومیں اپنے گناہوں کی پاداش میں تباہ کی جا چکی ہیں۔پھر ان کے پیچھے بھی موت و ہلاکت کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔جب ہماری قدیم عادت مجرموں کی نسبت معلوم ہو چکی تو سمجھ لو کہ دورِ حاضر کے کفار کو بھی ہم

ان ہی اگلوں کے پیچھے چلتا کر دیں گے۔ جوہستی الگ الگ زمانوں میں بڑے بڑے مضبوط آدمیوں کو مار سکتی اور طاقتور مجرموں کو پکڑ کر ہلاک کر سکتی ہے، وہ اس پر کیوں قادر نہ ہوگی کہ سب مخلوق کو ایک دم میں فنا کر دے۔ اور تمام مجرموں کو بیک وقت عذاب کا مزہ چکھائے۔

| |
|---|
| اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۝ فَجَعَلْنٰـهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۝ |
| فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰـدِرُوْنَ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۝ |
| کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک۔ |
| پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## انسان کی تخلیق میں مراحل کا بیان

"أَلَمْ نَخْلُقكُمْ مِنْ مَاء مَهِين " ضَعِيف وَهُوَ الْمَنِيّ "فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَار مَكِين" حَرِيز وَهُوَ الرَّحِم "إِلَى قَدَر مَعْلُوم" وَهُوَ وَقْت الْوِلَادَة "فَقَدَرْنَا" عَلَى ذَلِكَ "فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ" نَحْنُ،

کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ اور وہ منی ہے۔ پھر ہم نے اسے ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ اور وہ رحم ہے۔ ایک معلوم اندازے تک۔ اور وہ ولادت کا وقت ہے۔ پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم اچھے اندازہ کرنے والے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الم نخلقکم: ا ھمزہ استفہامیہ ہے لم نخلق مضارع نفی جحد بلم کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا۔ ماء مھین موصوف وصفت، مھین ھون (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اصل میں مھیون تھا۔ بروزن مفعول۔ حقیر، ذلیل، گندہ مراد یہاں نطفہ منی سے ہے۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ یعنی ضرور کیا ہے۔

فجعلنہ فی قرار مکین ۔ جملہ کا عطف الم نخلقکم کے مضمون پر ہے اور فجعلنہ میں ف تفسیری ہے تعقیبی نہیں ہے یعنی جملہ سابقہ کی تفصیل اور تشریح اس جملہ میں ہے ایسا نہیں ہے کہ فعل تخلیق کے بعد رحم مادر میں استقرار نطفہ ہوتا ہے۔

قرار مکین: موصوف وصفت، قرار۔ آرام کی جگہ، ٹھہرنے کی جگہ۔ پانی ٹھہرنے کی جگہ۔ رحم۔ مکین۔ عزت والا۔ مرتبہ والا۔ محفوظ جگہ۔ پختہ اور مضبوط جگہ۔ مکانۃ (باب کرم) مصدر سے۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ واحد مذکر۔ پھر ہم نے رکھ دیا اس کو ایک محفوظ جگہ میں۔ (رحم مادر میں) الی قدر معلوم ایک معینہ مدت تک۔ یعنی ایک اتنے وقت تک جس کی مقدار عرفا (عام لوگوں کو) معلوم ہے۔ یا ایک ایسی مدت تک جو اللہ کو معلوم ہے۔ قدر معلوم موصوف وصفت۔ ایک معلوم مقدار۔ ایک معلوم مدت۔

| |
|---|
| اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًاo اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًاo |
| کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اور مردوں کو۔ |

## زندوں کا زمین کی پشت پر جبکہ مردوں کا زمین کے اندر دفن ہونے کا بیان

"كِفَاتًا" مَصْدَر كَفَتَ بِمَعْنَى ضَمَّ أَىْ ضَامَّة "أَحْيَاء" عَلَى ظَهْرِهَا "وَأَمْوَاتًا" فِي بَطْنِهَا،

یہاں پر لفظ کفاتا یہ کفت سے مصدر ہے جس کا معنی ملانا ہے۔کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ زندوں کو اس کی پشت پر اور مردوں کو اس کے اندر سمانے والا۔

یعنی ہم نے زمین کو کفات بنایا ہے زندہ اور مردہ انسانوں کے لئے کفات، کفت سے مشتق ہے جس کے معنے ملانے اور جمع کر لینے کے ہیں کفات وہ چیز جو بہت سی چیزوں کو اپنے اندر جمع کرے۔ زمین کو حق تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ زندہ انسان اس کی پیٹھ پر سوار ہیں اور مردے سب اس کے پیٹ میں جمع ہیں۔

| |
|---|
| وَّ جَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًاo وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَo |
| اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں نہایت میٹھا پانی پلانے کے لیے دیا۔ |
| اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## پہاڑوں کی بلندیوں سے استدلال قدرت کا بیان

"وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِي شَامِخَات" جِبَالًا مُرْتَفِعَات "وَأَسْقَيْنَاكُمْ مَاء فُرَاتًا" عَذْبًا "وَيْل يَوْمئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ" وَيُقَال لِلْمُكَذِّبِينَ يَوْم الْقِيَامَة،

اور ہم نے اس میں بلند پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں نہایت میٹھا پانی پلانے کے لیے دیا۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یعنی قیامت کے دن تکذیب کرنے والوں سے کہا جائے گا۔

یعنی زندہ مخلوق اسی زمین میں بسر کرتی ہے اور مردے بھی اس مٹی میں پہنچ جاتے ہیں۔انسان کو زندگی بھی اس خاک سے ملی اور موت کے بعد بھی یہی اس کا ٹھکانا ہوا۔تو دوبارہ اسی خاک سے اس کو اٹھا دینا کیوں مشکل ہوگا۔

| |
|---|
| اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَo اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍo |
| اس چیز کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ |

## جہنم کے دھوئیں کے بلند ہونے کا بیان

"انْطَلِقُوا إلَى مَا كُنْتُمْ بِهِ" مِنْ الْعَذَاب "انْطَلِقُوا إلَى ظِلّ ذِي ثَلَاث شُعَب" هُوَ دُخَان جَهَنَّم

إِذَا ارْتَفَعَ افْتَرَقَ ثَلَاثَ فِرَقٍ لِعِظَمِہٖ،

اس چیز یعنی عذاب کی طرف چلو جسے تم جھٹلاتے تھے۔ایک سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔اور جہنم کا دھواں ہے جب وہ بلند ہوگا تو اس کے تین حصے بن جائیں گے۔

اس سے جہنم کا دھواں مراد ہے جو اونچا ہو کر تین شاخیں ہو جائے گا ایک کفار کے سروں پر ایک ان کے دائیں اور ایک ان کے بائیں اور حساب سے فارغ ہونے تک انہیں اسی دھوئیں میں رہنے کا حکم ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے اس کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔اس کے بعد جہنم کے دھوئیں کی شان بیان فرمائی جاتی ہے کہ وہ ایسا ہے کہ۔

جو کفار قیامت، جزا سزا اور جنت دوزخ کو جھٹلاتے تھے ان سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ لو جسے سچا نہ مانتے تھے وہ سزا اور وہ دوزخ یہ موجود ہے اس میں جاؤ، اس کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور اونچے ہو ہو کر ان میں تین پھانکیں کھل جاتی ہیں، تین حصے ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی دھواں بھی اوپر کو چڑھتا ہے جس سے نیچے کی طرف چھاؤں پڑتی ہے اور سایہ معلوم ہوتا ہے لیکن فی الواقع نہ تو وہ سایہ ہے نہ آگ کی حرارت کو کم کرتا ہے یہ جہنم اتنی تیز تند سخت اور بہ کثرت آگ والی ہے کہ اس کی چنگاریاں جو اڑتی ہیں وہ بھی مثل قلعہ کے اور تناور درخت کے مضبوط لمبے چوڑے تنے کے ہیں، دیکھنے والے کو یہ لگتا ہے کہ گویا وہ سیاہ رنگ اونٹ ہیں یا کشتیوں کے رسے ہیں یا تانبے کے ٹکڑے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم جاڑے کے موسم میں تین تین ہاتھ کی یا کچھ زیادہ لمبی لکڑیاں لے کر انہیں بلند کر لیتے اسے ہم قصر کہا کرتے تھے، کشتی کی رسیاں جب اکٹھی ہو جاتی ہیں تو خاصی اونچی قد آدم کے برابر ہو جاتی ہیں، اسی کو یہاں مراد لیا گیا ہے، ان جھٹلانے والوں پر حسرت و افسوس ہے، آج نہ یہ بول سکیں گے اور نہ انہیں عذر و معذرت کرنے کی اجازت ملے گی کیونکہ ان پر حجت قائم ہو چکی اور ظالموں پر اللہ کی بات ثابت ہوگئی اب انہیں بولنے کی اجازت نہیں، یہ یاد رہے کہ قرآن کریم میں ان کا بولنا مکرنا چھپانا عذر کرنا بھی بیان ہوا ہے، تو مطلب یہ ہے کہ حجت قائم ہونے سے پہلے عذر معذرت وغیرہ پیش کریں گے جب سب توڑ دیا جائے گا اور دلیلیں پیش ہو جائیں گی تو اب بول چال عذر معذرت ختم ہو جائے گی، غرض میدان حشر کے مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف مواقع اور لوگوں کی مختلف حالتیں ہیں کسی وقت یہ کسی وقت وہ، اسی لئے یہاں ہر کلام کے خاتمہ پر جھٹلانے والوں کی خرابی کی خبر دے دی جاتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ مرسلات، بیروت)

| |
|---|
| لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ |
| كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ |
| جو نہ ٹھنڈا سایہ ہے اور نہ ہی آگ کی تپش سے بچانے والا ہے۔بلاشبہ وہ محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ |
| جیسے وہ زرد اونٹ ہوں۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ |

## آگ کے دھوئیں میں ٹھنڈا سایہ نہ ہونے کا بیان

"لَا ظَلِيل " كَنِين يُظِلّهُمْ مِنْ حَرّ ذَلِكَ الْيَوْم "وَلَا يُغْنِي " يَرُدّ عَنْهُمْ شَيْئًا "مِنْ اللَّهَب " النَّار "إنَّهَا" أَيْ النَّار "تَرْمِي بِشَرَرٍ" هُوَ مَا تَطَايَرَ مِنْهَا "كَالْقَصْرِ" مِنْ الْبِنَاء فِي عِظَمه وَارْتِفَاعه "كَأَنَّهُ جِمَالَات" جِمَالَات جَمْع جَمَل وَفِي قِرَاءَة جِمَالَت "صُفْر" فِي هَيْئَتهَا وَلَوْنهَا وَفِي الْحَدِيث "شِرَار النَّاس أَسْوَد كَالْقِيرِ" وَالْعَرَب تُسَمِّي سُود الْإِبِل صُفْرًا لِشَوْبِ سَوَادهَا بِصُفْرَةٍ فَقِيلَ صُفْر فِي الْآيَة بِمَعْنَى سُود لِمَا ذُكِرَ وَقِيلَ لَا وَالشَّرَر : جَمْع شَرَارَة وَالْقِير : الْقَار،

جو نہ تو ٹھنڈا سایہ ہے یعنی ایسا سایہ نہیں ہے جو اس دن کی گرمی سے بچانے والا ہو۔ اور نہ ہی آگ کی تپش سے بچانے والا ہے۔ بلاشبہ وہ آگ محل جیسے شرارے پھینکے گی۔ چنگاری اس آگ کو کہتے ہیں جو آگ سے اڑتی ہوئی آئے۔ جیسے وہ زرد اونٹ ہوں یعنی وہ چنگارے جب بلند ہوں گے تو بڑی عمارتوں کی طرح لگیں گے۔ جس طرح بڑے بڑے اونٹ ہوتے ہیں اور لفظ جمالات یہ جمل کی جمع ہے اور ایک قرأت میں جمالت آیا ہے۔ اور ان کی ہیئت و رنگ زرد ہو گا۔ اور حدیث میں آیا ہے۔ آگ کے شعلے تارکول کی طرح سیاہ ہوں گے۔ اور اہل عرب کالے اونٹوں کو زرد کہتے ہیں کیونکہ ان میں زردی سیاہی میں ملی ہوئی ہوتی ہیاور آیت میں صفر بہ معنی سود یعنی سیاہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ صفر بہ معنی سود نہیں ہے اور شرر یہ شرارہ کی جمع ہے اور قیر یہ قار سے ہے جس کا معنی تارکول ہے۔ اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔

## جہنم کے شراروں کا مثل اونٹ ہونے کا بیان

قصر کے معنی بڑا عالیشان محل اور جمالہ بمعنے جمل اونٹ کو کہا جاتا ہے۔ صفر، اصفر کی جمع ہے جس کے معنے زرد کے ہیں۔ مراد آیت کی یہ ہے کہ اس جہنم کی آگ سے اتنے بڑے بڑے شرارے اٹھیں گے جو ایک مستقل محل عالیشان کی برابر ہوں گے پھر وہ متفرق ہو کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہوں گے وہ ٹکڑے زرد اونٹوں کہ برابر ہوں گے اور بعض حضرات نے اس جگہ صفر کا ترجمہ سیاہ کیا ہے کیونکہ زرد اونٹ کی زردی سیاہی مائل ہوتی ہے۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ مرسلات، بیروت)

| |
|---|
| هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ○ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ○ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ |
| جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ○ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ○ |
| یہ ایسا دن ہے کہ وہ بول بھی نہ سکیں گے۔ اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔ اس دن جھٹلانے |
| والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پھر اگر تمہارے پاس |

کوئی حیلہ ہے تو داؤ مجھ پر چلالو۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔

## قیامت کے دن کچھ بول نہ سکنے والوں کا بیان

"هٰذَا" أَیْ یَوْمِ الْقِیَامَةِ "یَوْمَ لَا یَنْطِقُوْنَ "فِیهِ بِشَیْءٍ "وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ" فِی الْعُذْرِ "فَیَعْتَذِرُوْنَ" عَطْف عَلَی یُؤْذَن مِنْ غَیْر تَسَبُّب عَنْهُ فَهُوَ دَاخِل فِی حَیِّز النَّفْی أَیْ لَا إِذْن فَلَا اعْتِذَار "هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنَاكُمْ" أَیُّهَا الْمُكَذِّبُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّة "وَالْأَوَّلِیْنَ" مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ قَبْلَكُمْ فَتُحَاسَبُوْنَ وَتُعَذَّبُوْنَ جَمِیْعًا "فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْد" حِیلَة فِی دَفْع الْعَذَاب عَنْكُمْ "فَكِیْدُوْنِ" فَافْعَلُوْهَا،

یہ قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ وہ اس میں کچھ بھی بول نہ سکیں گے۔اور نہ ہی انہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں یہاں پر یعتذرون کا عطف یؤذن پر ہے جو بغیر کسی تسبب کے ہے۔جو نفی کے تحت داخل ہے۔لہٰذا جب اجازت نہیں ہے تو کوئی عذر بھی نہیں ہے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمھیں یعنی اے تکذیب کرنے والو تمہیں اور پہلوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔جو تم سے پہلے تھے۔تاکہ ان کا حساب کریں اور ان سب کو عذاب دیا جائے۔پھر اگر تمہارے پاس عذاب سے بچنے کا کوئی حیلہ اور داؤ ہے تو وہ داؤ مجھ پر چلالو۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لو ایک حدیث میں بھی سنا دوں، اس دن جہنم اپنی گردن دراز کر کے لوگوں کے بیچوں بیچ پہنچا کر بہ آواز بلند کہے گی، اے لوگو تین قسم کے لوگوں کو ابھی ہی پکڑ لینے کا مجھے حکم مل چکا ہے، میں انہیں خوب پہچانتی ہوں کوئی باپ اپنی اولاد کو اور کوئی بھائی اپنے بھائی کو اتنا نہ جانتا ہو گا جتنا میں انہیں پہچانتی ہوں، آج نہ تو وہ مجھ سے کہیں چھپ سکتے ہیں نہ کوئی انہیں چھپا سکتا ہے۔ایک تو وہ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا ہو، دوسرے وہ جو منکر اور متکبر ہو اور تیسرے وہ جو نافرمان شیطان ہو، پھر وہ مڑ مڑ کر چن چن کر ان اوصاف کے لوگوں کو میدان حشر میں چھانٹ لے گی اور ایک ایک کو پکڑ کر نکل جائے گی اور حساب سے چالیس سال پہلے ہی یہ جہنم واصل ہو جائیں گے۔(تفسیر جامع البیان، سورہ مرسلات، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿﴾ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا |
| هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿﴾ |
| یقیناً پرہیز گار لوگ اس دن سایوں اور چشموں میں ہوں گے۔اور پھلوں میں، جس قسم میں سے وہ چاہیں گے۔ |
| مزے سے کھاؤ اور پیو، اس کے عوض جو تم کیا کرتے تھے۔یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ |

## اہل تقویٰ کا جنتی سایوں اور چشموں میں ہونے کا بیان

"إِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِی ظِلَال" أَیْ تَكَاثُف أَشْجَار إِذْ لَا شَمْس یُظِلّ مِنْ حَرّهَا "وَعُیُوْن" نَابِعَة مِنَ

الْمَاء "وَفَوَاكِه مِمَّا يَشْتَهُونَ" فِيهِ إِعْلَام بِأَنَّ الْمَأْكَل وَالْمَشْرَب فِي الْجَنَّة بِحَسَبِ شَهَوَاتهمْ بِخِلَافِ الدُّنْيَا فَبِحَسَبِ مَا يَجِد النَّاس فِي الْأَغْلَب وَيُقَال لَهُمْ:

"كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا" حَال أَيْ مُتَهَنِّئِينَ "بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ" مِنْ الطَّاعَة "إِنَّا كَذَلِكَ" كَمَا جَزَيْنَا الْمُتَّقِينَ،

یقیناً پرہیزگار لوگ اس دن سایوں یعنی گھنے درختوں میں ہوں گے کیونکہ وہاں سورج نہ ہوگا کہ جس کی گرمی سے بچنے کیلئے کسی سائے کی ضرورت ہو۔ اور ابلنے والے پانی کے چشموں میں ہوں گے۔ اور پھلوں میں، جس قسم میں سے وہ چاہیں گے۔ یعنی اہل جنت کے حسب خواہش پھل ومشروبات ہوں گے جبکہ دنیا میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ یہاں پر جو عام طور پر لوگوں کی پہنچ میں ہوں وہ پھل مل سکتے ہیں۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ مزے سے کھاؤ اور پیو، یہاں پر لفظ هنیئا یہ حال بہ معنی متھنئین ہے۔ اس کے عوض جو تم اطاعت کیا کرتے تھے۔ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

## جنت کی نعمتوں کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں تو ہمارے دل نرم اور دنیا سے بیزار ہوتے ہیں اور ہم آخرت والوں میں سے ہوتے ہیں لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور گھر والوں سے مانوس اور اولاد سے ملتے جلتے ہیں تو ہمارے دل بدل جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم اسی حالت میں رہو جس طرح میرے پاس سے جاتے ہو تو فرشتے تمہارے گھروں میں تمہاری ملاقات کریں اور اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ضرور ایک نئی مخلوق لے آئے گا کہ وہ گناہ کریں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مخلوق کو کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پانی سے۔ میں نے پوچھا جنت کس چیز سے بنی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک اینٹ چاندی کی ہے اور ایک اینٹ سونے کی، اس کا گارا نہایت خوشبودار مشک ہے۔ اس کے کنکر موتی اور یاقوت (سے) ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو اس میں داخل ہوگا نعمتوں میں رہے گا اور کبھی مایوس نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر جنتیوں کے کپڑے کبھی پرانے نہیں ہوں گے اور ان کی جوانی کبھی ختم نہیں ہوگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ عادل حاکم، روزہ دار جب افطار کرتا ہے اور مظلوم کی بددعا۔ چنانچہ جب مظلوم دعا کرتا ہے تو اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت کی قسم میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 426)

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ○ كُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ○

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ○ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ○ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ○ 39

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔تھوڑا سا کھالواور فائدہ اٹھالو، یقیناً تم مجرم ہو،اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھوتو نہیں پڑھتے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔پھراس کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

## کفار کیلئے دنیا میں قلیل نفع ہونے کا بیان

"كُلُوا وَتَمَتَّعُوا" خِطَاب لِلْكُفَّارِ فِي الدُّنْيَا "قَلِيلًا" مِنْ الزَّمَان وَغَايَته إلَى الْمَوْت وَفِي هَذَا تَهْدِيد لَهُمْ "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ ارْكَعُوا" صَلُّوا "لَا يَرْكَعُونَ" لَا يُصَلُّونَ،

"فَبِأَيِّ حَدِيث بَعْده" أَيْ الْقُرْآن "يُؤْمِنُونَ" أَيْ لَا يُمْكِن إيمَانهمْ بِغَيْرِهِ مِنْ كُتُب اللّٰه بَعْد تَكْذِيبهمْ بِهِ لِاشْتِمَالِهِ عَلَى الْإِعْجَاز الَّذِي لَمْ يَشْتَمِل عَلَيْهِ غَيْره .

اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔یہ دنیا میں کفار کیلئے خطاب ہے۔اے جھٹلانے والو! تھوڑا سا کھالو،اور فائدہ اٹھالو، جتنی تمہاری عمر ہے جس کی انتہاء موت ہے۔اور یہ ان کیلئے تہدید ہے۔یقیناً تم مجرم ہو،اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔اور جب ان سے کہا جائے کہ نماز پڑھوتو نہیں پڑھتے۔اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔پھراس کے بعد یعنی قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔یعنی قرآن مجید کی تکذیب کے بعد ان کیلئے ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی کتابوں پر ایمان لے آئیں۔کیونکہ اس قرآن میں ایسا اعجاز ہے جو اس کے علاوہ کسی اور میں اعجاز نہیں ہے۔

یعنی کھاؤ پیو اور آرام اٹھالو تھوڑے دن کیونکہ تم مجرم ہو، آخر کار سخت عذاب میں جانا ہے۔یہ مکذبین کو خطاب ہے۔دنیا میں، انبیاء کے ذریعہ ان کو کہا گیا ہے کہ یہ تمہارا عیش وآرام چند روزہ ہے پھر عذاب ہی عذاب ہے۔(تفسیر ابوحیان اندلسی، سورہ مرسلات، بیروت)

## سورہ مرسلات آیت ۴۸ کے شان نزول کا بیان

یہ آیت قبیلہ بنوثقیف کے حق میں نازل ہوئی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز ادا کرنے کا حکم دیا تو کہنے لگے کہ نماز میں تو جھکنا پڑتا ہے اور جھکنے میں ہمیں شرم محسوس ہوتی ہے۔

ایسے لوگوں کے لیے اس دن تباہی ہی تباہی ہے۔ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے حضور سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن کر نہ سکیں گے۔ان کی پشتوں کے پٹھے اکڑ جائیں گے۔(تفسیر قرطبی، سورہ مرسلات، بیروت)

## دعوت ایمان پر اقرار کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے جو آدمی سورت

والتین والزیتون پڑھے اور (اس آیت) (اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ، التین:8) یعنی کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ پر پہنچے۔ تو یہ الفاظ کہا کرے بلی و انا علی ذلك من الشهدين (یعنی ہاں اور میں اس کی شہادت دینے والوں میں سے ہوں) اور جو آدمی سورت لا اقسم بيوم القيمة پڑھے اور (اس آیت) اليس ذلك بقدر على ان يحيى الموتى (یعنی کیا اس اللہ) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے) پر پہنچے تو کہے بلی (یعنی ہاں وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے) اور جو آدمی سورت والمرسلات پڑھے اور اس (آیت) فبای حديث بعده يومنون یعنی اس کے بعد یہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے) تو کہے امنا باللہ (یعنی ہم اللہ پر ایمان لائے) ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو (والتین کی آیت) وانا علی ذلک من الشاهدین تک نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 822)

# سُورَةُ النَّبَا

## یہ قرآن مجید کی سورت النباء ھے

### سورت نباء کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ نباء اس کو سورہ تساؤل اور سورہ (عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ ، بھی کہتے ہیں، یہ سورت مکیہ ہے، اس میں دو رکوع، چالیس یا اکتالیس آیات، ایک سو تہتر کلمات نو سو ستر حروف ہیں۔

### سورت نباء کی وجہ تسمیہ کا بیان

دوسری آیت کے فقرے عن النبا العظیم کے لفظ النبا کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے، اور یہ صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ اس سورت کے مضامین کا عنوان بھی ہے، کیونکہ نبا سے مراد قیامت اور آخرت کی خبر ہے اور سورت میں ساری بحث اسی پر کی گئی ہے۔

| |
|---|
| عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ۝ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ۝ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ۝ |
| كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ۝ ثُمَّ كَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ۝ |
| کس چیز کے بارے میں وہ آپس میں سوال کر رہے ہیں؟ اس بڑی خبر کے بارے میں؟ جس کے بارے میں |
| وہ اختلاف کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں! وہ عنقریب جان جائیں گے۔ پھر ہرگز نہیں، عنقریب وہ جان لیں گے۔ |

### کفار مکہ کا ایک دوسرے سوال واختلاف کرنے کا بیان

" عَمّ " عَنْ أَيّ شَيْء " يَتَسَاءَلُونَ " يَسْأَل بَعْض قُرَيْش بَعْضًا " عَنْ النَّبَإِ الْعَظِيم " بَيَان لِذَلِكَ الشَّيْء وَالِاسْتِفْهَام لِتَفْخِيمِهِ وَهُوَ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْقُرْآن الْمُشْتَمِل عَلَى الْبَعْث وَغَيْره " الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ " فَالْمُؤْمِنُونَ يُثْبِتُونَهُ وَالْكَافِرُونَ يُنْكِرُونَهُ" كَلَّا " رَدْع " سَيَعْلَمُونَ " مَا يَحِلّ بِهِمْ عَلَى إِنْكَارهمْ لَهُ
" ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ " تَأْكِيد وَجِيءَ فِيهِ بِثُمَّ لِلْإِيذَانِ بِأَنَّ الْوَعِيد الثَّانِي أَشَدّ مِنْ الْأَوَّل ، ثُمَّ أَوْمَأَ تَعَالَى إِلَى الْقُدْرَة عَلَى الْبَعْث فَقَالَ : " أَلَمْ نَجْعَل الْأَرْض مِهَادًا "

کس چیز کے بارے میں وہ آپس مین سوال کر رہے ہیں؟ یعنی قریش ایک دوسرے سے سوال کس چیز کے بارے میں

کررہے ہیں۔اس بڑی خبر کے بارے میں؟ یہ اس چیز کا بیان ہے۔اور یہاں پر استفہام تفخیم کیلئے آیا ہے۔اور وہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کو لائے ہیں جو بعث وغیرہ پر مشتمل ہے۔جس کے بارے میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔یعنی اہل ایمان اس کو ثابت کرتے ہیں جبکہ کفار اس کا انکار کرتے ہیں۔ہرگز نہیں! لفظ کلا یہ ردع کیلئے آیا ہے۔وہ عنقریب اس حقیقت کو جان جائیں گے۔کیونکہ وہ ان کے انکار کے سبب ان پر حکم نازل کیا گیا ہے۔پھر ہرگز نہیں، یہ تاکید ہے۔جس کو ثم کے ساتھ لایا گیا ہے، جس کو اس لئے لایا گیا ہے کہ یہ وعید ثانی پہلی سے زیادہ سخت ہے۔اس کے اللہ تعالیٰ نے اس پر قادر ہونے کی جانب اشارہ کیا ہے۔عنقریب وہ جان لیں گے۔کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔

## قیامت سے متعلق اختلاف کرنے والوں کا بیان

جو مشرک اور کفار قیامت کے آنے کے منکر تھے اور بطور انکار کے آپس میں سوالات کیا کرتے تھے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر تعجب کرتے تھے، کے جواب میں اور قیامت کے قائم ہونے کی خبر میں اور اس کے دلائل میں پروردگار عالم فرماتا ہے کہ یہ لوگ آپس میں کس چیز کے بارے میں سوالات کررہے ہیں؟ پھر خود فرماتا ہے کہ یہ قیامت کے قائم ہونے کی بابت سوالات کرتے ہیں جو بڑا بھاری دن ہے اور نہایت دل ہلا دینے والا امر ہے۔

حضرت قتادہ اور ابن زید نے اس نبا عظیم (بہت بڑی خبر) سے مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنا مراد لیا ہے۔مگر حضرت مجاہد سے یہ مروی ہے کہ اس سے مراد قرآن ہے، لیکن بظاہر ٹھیک بات یہی ہے کہ اس سے مراد مرنے کے بعد جینا ہے جیسے کہ حضرت قتادہ اور حضرت ابن زید کا قول ہے، پھر اس آیت (الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ، النبأ: 3) جس میں یہ لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں میں جس اختلاف کا ذکر ہے وہ یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف محاذوں پر ہیں ان کا اختلاف یہ تھا کہ مومن تو مانتے تھے کہ قیامت ہوگی لیکن کفار اس کے منکر تھے، پھر ان منکروں کو اللہ تعالیٰ دھمکاتا ہے کہ تمہیں عنقریب اس کا علم حاصل ہو جائے گا اور تم ابھی ابھی معلوم کرلو گے، اس میں سخت ڈانٹ ڈپٹ ہے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًاۙ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًاۙ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًاۙ |
| وَّ جَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًاۙ وَّ جَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًاۙ |
| کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔اور پہاڑوں کو میخیں۔اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ |
| اور ہم نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا۔اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔ |

## زمین، پہاڑ اور رات سے استدلال قدرت کا بیان

" اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْض مِهَادًا " فِرَاشًا كَالْمَهْدِ " وَالْجِبَال اَوْتَادًا " تُثْبَت بِهَا الْاَرْض كَمَا تُثْبَت الْخِيَام بِالْاَوْتَادِ , وَالِاسْتِفْهَام لِلتَّقْرِيرِ " وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا " ذُكُورًا وَاِنَاثًا " وَجَعَلْنَا نَوْمكُمْ

سُبَاتًا " رَاحَةً لِأَبْدَانِكُمْ " وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا " سَاتِرًا بِسَوَادِهِ،

کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا۔یعنی گہوارے کی طرح بچھونا بنایا۔اور پہاڑوں کو میخیں۔تا کہ ان کے ساتھ زمین ثابت رہے جس طرح میخوں کے ذریعے خیمے قائم رہتے ہیں۔اور یہ استفہام تقریری ہے۔اور ہم نے تمھیں جوڑا جوڑا یعنی مذکر اور مؤنث پیدا کیا۔اور ہم نے تمہارے سونے کو راحت کو چیز بنایا۔جو تمہارے بدنوں کیلئے راحت ہے۔اور ہم نے رات کو لباس بنایا۔یعنی اس کی سیاہی کے سبب ساتر بنا دیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

الم نجعل الارض مهدا۔ یہاں سے لے کر آیت نمبر 16 تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کو نو مصنوعات کا ذکر کر کے اپنی توحید پر، قدرت حشر پر اور اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں کے وجوب شکر پر دلیل ذکر کی ہے تا کہ توحید و عبادت کے داعی کی دعوت کو لوگ مانیں اور اس کا اتباع کریں۔

اہمزہ استفہامیہ ہے لم نجعل مضارع منفی جحد بلم صیغہ جمع متکلم۔کیا ہم نے نہیں بنایا۔الارض مفعول اول مهدا مفعول ثانی۔ جعلنا کے۔مهدا۔بستر، ہموار میدان۔اس کی جمع مهد ہے۔ترجمہ ہوگا:۔کیا ہم نے زمین کو (تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لئے) فرش نہیں بنا دیا ہے (یعنی ضرور بنا دیا ہے) جملہ استفہام تقریری ہے۔یعنی استفہام کی غرض یہ ہے کہ مخاطب کو اقرار و عبادت پر آمادہ کیا جائے۔یا یہ استفہام انکاری ہے اور انکار نفی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

والجبال اوتادا۔اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ای الم نجعل الجبال اوتادا۔کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا زمین کی ساخت ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے جن مختلف عناصر سے اس کی ترکیب عمل میں لائی گئی ہے وہ اپنی اپنی کیفیات میں مختلف ہیں۔ اپنے حجم میں۔اپنے وزن میں اپنی مختلف النوع خصوصیات میں ہر عنصر دوسرے عناصر سے مختلف ہے اور ہر ایک کی کشش ثقل نہ صرف اس کے اپنے جزئیات کو مربوط رکھے ہوئے ہیں بلکہ باہمی تعامل سے ایک عنصر دوسرے عنصر کو اپنے ساتھ جکڑے ہوئے ہیں۔نتیجۃً زمین نے اجزائے ترکیبی اپنے داخلی عمل کے علاوہ خارجی طور پر زمین کی سطح کو ایک ایسی صورت میں قائم و دائم رکھے ہوئے ہیں کہ اس پر بنی نوع انسان اور دوسری ذی روح مخلوقات بس رہی ہے۔اور چل پھر رہی ہے۔

اسی تناظر میں پہاڑ اپنی ضخامت اور جسامت میں چونکہ باقی اجزاء ترکیبی سے نمایاں ترین ہیں اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔اوتاد اوتد کی جمع ہے بمعنی میخیں۔

## نیند کا بہ طور راحت ہونے کا بیان

امام راغب لکھتے ہیں:۔ السبت کے اصل معنی ہیں قطع کرنا۔اور اسی سے کہا جاتا ہے سبت السیر اسم نے تسمیہ کو کاٹا۔سبت شعرہ اس نے اپنے بال مونڈے سبت انفه اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی آیت وجعلنا نومكم سباتا میں سبات کے معنی ہیں حرکت و عمل کو چھوڑ کر آرام کرنا۔اور یہ رات کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آیت لتسكنوا فيه (73:28) (تا کہ تم

رات میں راحت کرو) میں مذکور ہے یعنی رات کو راحت اور سکون کے لئے بنایا ہے۔ ابن الاعرابی نے آیت ہذا میں سبات کو بمعنی قطع کرنے کے لیا ہے گویا جب سو گیا تو لوگوں سے قطع ہو گیا۔

زجاج کہتے ہیں کہ سبات یہ ہے کہ حرکت سے منقطع ہو جائے اور روح بدن میں موجود ہو۔ پس معنی یہ ہیں کہ تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا۔ اور ہم نے نیند کو تمہارے اعمال (بیداری) کو قطع کر دینے والی چیز بنایا تا کہ تمہارے جسمانی اعضا کو سکون و آرام مل جائے۔ (مفردات القرآن، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| وَّ جَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا٥ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا٥ وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا٥ |
| وَّ اَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا٥ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّ نَبَاتًا٥ |
| اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔ اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط بنائے۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم |
| چراغ بنایا۔ اور ہم نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔ تا کہ ہم اس کے ساتھ غلہ اور پودے اگائیں۔ |

## دن کو ذریعہ معاش کیلئے پیدا کرنے کا بیان

" وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا " وَقْتًا لِلْمَعَايِشِ " وَبَنَيْنَا فَوْقكُمْ سَبْعًا " سَبْع سَمَاوَات " شِدَادًا " جَمْع شَدِيدَة ، أَيْ قَوِيَّة مُحْكَمَة لَا يُؤَثِّر فِيهَا مُرُور الزَّمَان،

" وَجَعَلْنَا سِرَاجًا " مُنِيرًا " وَهَّاجًا " وَقَّادًا : يَعْنِي الشَّمْس " وَأَنْزَلْنَا مِنْ الْمُعْصِرَات " السَّحَابَات الَّتِي حَانَ لَهَا أَنْ تُمْطِر ، كَالْمُعْصِرِ الْجَارِيَة الَّتِي دَنَتْ مِنْ الْحَيْض، " مَاء ثَجَّاجًا " صَبَّابًا " لِنُخْرِج بِهِ حَبًّا " كَالْحِنْطَةِ " وَنَبَاتًا " كَالتِّينِ،

اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا۔ یعنی معیشت کا وقت بنایا ہے۔ اور ہم نے تمھارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے۔ یہاں پر لفظ شدادا یہ شدیدۃ کی جمع ہے۔ یعنی ایسا مضبوط کہ زمانے گزر جانے کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور ہم نے ایک بہت روشن گرم چراغ بنایا۔ یعنی چمکتا ہوا سورج بنایا۔ اور ہم نے بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا۔ یعنی ان بادلوں کو برسنے کے قریب ہوں یہ مثل اس عورت کے جو حیض آنے کے قریب یعنی بلوغت کے قریب ہو۔ تا کہ ہم اس کے ساتھ غلہ یعنی گندم اور پودے اگائیں۔ جس طرح انجیر ہے۔

## انسان کی راحت وضروریات کیلئے تخلیقات کا بیان

انسان کی راحت وسکون کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کو غذا وغیرہ کی ضروریات ملیں ورنہ وہ نیند موت ہو جائے گی۔ اگر ہمہ وقت رات ہی رہتی اور آدمی سوتا ہی رہتا تو یہ چیزیں کیسے حاصل ہوتیں، ان کے لئے جدوجہد اور محنت اور دوڑ دھوپ کی ضرورت ہے جو روشنی میں ہو سکتی ہیں اس لئے فرمایا کہ تمہاری راحت کو مکمل کرنے کے لئے ہم نے صرف رات اور اس کی تاریکی ہی نہیں بنائی

بلکہ ایک روشن دن بھی دیا جس میں تم کاروبار کر کے اپنی معاشی ضروریات حاصل کر سکو، (آیت) فتبارك الله احسن الخالقین، اس کے بعد انسان کی راحت کے اس سامان کا ذکر ہے جو آسمان سے متعلق ہیں ان میں سب سے بڑی نفع بخش چیز آفتاب کی روشنی ہے اس کا ذکر فرمایا وّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا یعنی ہم نے آفتاب کو ایک روشن بھڑ کنے والا چراغ بنا دیا، پھر آسمان کے نیچے جو چیزیں انسان کی راحت کے لئے پیدا فرمائیں ان میں سب سے زیادہ ضرورت کی چیز پانی برسانے والے بادل ہیں ان کا ذکر فرمایا۔

معصرت، معصرہ کی جمع ہے جو پانی سے بھرے ہوئے ایسے بادل کو کہا جاتا ہے جو برسنے ہی والا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بارش بادلوں سے نازل ہوتی ہے اور جن آیات میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے یا تو ان میں بھی آسمان سے مراد فضائے آسمانی ہو جیسے کہ قرآن میں بکثرت لفظ سماء اس معنی کے لئے آیا ہے اور یا یہ کہا جائے کہ کسی وقت براہ راست آسمان سے بھی بارش آ سکتی ہے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ (تفسیر قرطبی ومظہری، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۝ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا۝ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا۝ |
| وَّ فُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا۝ وَّ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا۝ |
| اور گھنے باغات۔ یقیناً فیصلے کا دن ایک مقرر وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا، تو تم فوج در فوج چلے آؤ گے۔ اور آسمان |
| پھاڑ دیئے جائیں گے تو وہ دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں گے۔ |

## قیامت کے دن کیلئے صور پھونکے جانے کا بیان

" وَجَنَّات " بَسَاتِين " أَلْفَافًا " مُلْتَفَّة , جَمْع لَفِيف كَشَرِيفِ وَأَشْرَاف " إِنَّ يَوْم الْفَصْل " بَيْن الْخَلَائِق " كَانَ مِيقَاتًا " وَقْتًا لِلثَّوَابِ وَالْعِقَاب " يَوْم يُنْفَخ فِي الصُّور " الْقَرْن بَدَل مِنْ يَوْم الْفَصْل أَوْ بَيَان لَهُ وَالنَّافِخ إِسْرَافِيل " فَتَأْتُونَ " مِنْ قُبُوركُمْ إِلَى الْمَوْقِف " أَفْوَاجًا " جَمَاعَات مُخْتَلِفَة " وَفُتِحَتْ السَّمَاء " بِالتَّشْدِيدِ وَالتَّخْفِيف شُقِّقَتْ لِنُزُولِ الْمَلَائِكَة " فَكَانَتْ أَبْوَابًا " ذَات أَبْوَاب،

" وَسُيِّرَتْ الْجِبَال " ذُهِبَ بِهَا عَنْ أَمَاكِنهَا " فَكَانَتْ سَرَابًا " هَبَاء , أَيْ مِثْله فِي خِفَّة سَيْرهَا،

اور گھنے باغات۔ یہاں پر لفظ الفافا یہ لفیف کے جمع ہے جس طرح شریف اشراف کی جمع ہے۔ یقیناً فیصلے کا دن مخلوقات کے درمیان ایک مقرر وقت ہے۔ جو ثواب وسزا کا وقت ہے۔ جس دن صور میں پھونکا جائے گا، یہاں پر لفظ صور جو قرن کے معنی میں ہے یہ یوم الفصل سے بدل ہے یا اس کا عطف بیان ہے۔ اور صور پھونکنے والے اسرافیل ہیں۔ تو تم فوج در فوج یعنی مختلف جماعتوں کی صورت میں اپنی قبروں سے موقف کی جانب چلے آؤ گے۔ اور آسمان کے طبقات پھاڑ دیئے جائیں گے تو پھٹنے کے باعث گویا وہ دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے۔ تا کہ فرشتہ نازل ہوں۔ اور پہاڑ اپنی جگہوں سے چلائے جائیں گے تو وہ سراب بن جائیں

گے۔یعنی وہ ہلکا ہونے میں غبار کی مانند ہوں گے۔

یعنی فیصلہ کا دن جس سے مراد قیامت ہے وہ ایک موقت اور متعین حد ہے جس پر یہ دنیا ختم ہو جائے گی جبکہ صور پھونکا جائے گا اور دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نفخ صور دو مرتبہ ہوگا پہلے نفخہ سے سارا عالم فنا ہو جائے گا دوسرے نفخہ سے پھر زندہ وقائم ہو جائیگا، اس دوسرے نفخہ کے وقت سارے عالم کے اگلے پچھلے انسان اپنے رب کے سامنے فوج درفوج ہو کر حاضر ہوں گے۔حضرت ابوذر غفاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ قیامت کے روز تین فوجوں میں تقسیم ہوں گے۔

ایک فوج ان لوگوں کی ہوگی جو پیٹ بھرے ہوئے لباس پہنے ہوئے سواریوں پر سوار میدان حشر میں آئیں گے، دوسری فوج پیادہ لوگوں کی ہوگی جو چل کر میدان میں آئیں گے، تیسری فوج ان لوگوں کی ہوگی جن کو چہروں کے بل گھسیٹ کر میدان حشر میں لایا جائے گا۔(تفسیر قرطبی، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا۝ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا۝ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا۝ |
| لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا۝ اِلَّا حَمِيْمًا وَّ غَسَّاقًا۝ |
| بیشک دوزخ ایک گھات ہے۔سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔ |
| نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔ |

## اہل دوزخ کیلئے زخموں سے رسنے والی پیپ پینے کا بیان

" إِنَّ جَهَنَّم كَانَتْ مِرْصَادًا " رَاصِدَة أَوْ مُرْصَدَة" لِلطَّاغِينَ " الْكَافِرِينَ فَلَا يَتَجَاوَزُونَهَا " مَآبًا " مَرْجِعًا لَهُمْ فَيَدْخُلُونَهَا " لَابِثِينَ " حَال مُقَدَّرَة , أَيْ مُقَدَّرًا لُبْثهمْ " فِيهَا أَحْقَابًا " دُهُورًا لَا نِهَايَة لَهَا جَمْع حُقْب بِضَمِّ أَوَّله " لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا " نَوْمًا فَإِنَّهُمْ لَا يَذُوقُونَهُ " وَلَا شَرَابًا " مَا يُشْرَب تَلَذُّذًا،

" إِلَّا " لَكِنْ " حَمِيمًا " مَاء حَارًّا غَايَة الْحَرَارَة " وَغَسَّاقًا " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد مَا يَسِيل مِنْ صَدِيد أَهْل النَّار فَإِنَّهُمْ يَذُوقُونَهُ جُوزُوا بِذَلِكَ،

بیشک دوزخ ایک گھات ہے۔یعنی ٹھہرنے کی جگہ ہے۔سرکشوں یعنی کفار کے لیے ٹھکانا ہے۔جو اس سے بچ نہ سکیں گے۔پس وہ لوٹ کر اسی میں داخل ہوں گے۔یہاں پر لفظ لابثین یہ حال مقدر ہے یعنی ان کا اس میں داخل ہونا یہ مقدر ہو چکا ہے۔وہ مدتوں اسی میں رہنے والے ہیں۔یعنی ایسی مدت جس کوئی انتہاء نہ ہوگی۔یہاں پر لفظ احقابا یہ حقب کی جمع ہے جو حاء کے ضمہ کے ساتھ ہے نہ اس میں کوئی ٹھنڈ چکھیں گے اور نہ کوئی پینے کی چیز۔یعنی وہاں ان کیلئے نیند بھی نہ ہوگی۔اور کوئی مشروب ولذت والا پانی پینے کیلئے نہ ہوگا۔مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔یعنی ایسا گرم پانی جس کی گرمی انتہائی گرم ہوگی۔یہاں پر لفظ غساقا یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح

سے آیا ہے وہ پانی جو اہل جہنم کے زخموں سے بہے گا۔ پس وہ اسی کو چکھیں گے۔

## اہل دوزخ کی جسمانی ساخت کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں کافر کے جسم کو اس قدر موٹا اور فربہ بنادیا جائے گا کہ اس کے دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ دوزخ میں کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا اور اس کے جسم کی کھال تین دن کی مسافت کے برابر موٹی ہوگی۔

(مسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 237)

اس حدیث میں اہل دوزخ کے جسم کے پھیلاؤ اور مٹاپے کا ذکر ہے جب کہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ قیامت کے دن متکبرین کو میدان حشر میں اس حالت میں لایا جائے گا کہ ان کے جسم تو چیونٹیوں کے برابر ہوں گے اور ان کی صورتیں مردوں کی ہوں گی اور پھر انہیں ہانک کر قید خانہ میں لایا جائے گا۔ پس ان دونوں روایتوں میں تطبیق یہ ہے کہ متکبرین سے مراد مؤمن گناہ گار ہیں جب کہ مذکورہ بالا حدیث میں کفار کا ذکر کیا گیا ہے لیکن زیادہ درست یہ کہنا ہے کہ ان کو میدان حشر میں چیونٹیوں ہی کے جسم میں لایا جائے گا جہاں وہ لوگوں کے تلوؤں تلے خوب روندے جائیں گے اس کے بعد پھر ان کے بدن اپنی اصلی حالت میں آجائیں گے اور دوزخ میں ڈالے جائیں گے، دوزخ میں ان کے بدن دوبارہ غیر معمولی ساخت کے ہوجائیں گے اور ان کا مٹاپا اور پھیلاؤ اتنا بڑھ جائے گا جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے نیز ان کے بدن کو اس قدر موٹا اور فربہ اس لئے کیا جائے گا تا کہ انہیں زیادہ سے زیادہ عذاب ہوسکے۔

## اہل دوزخ کیلئے گرم پانی ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا۔

اور ان چیزوں کو کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گرم پانی پیٹ کے اندر کی چیزوں کو کاٹتا اور گلاتا ہوا پیروں کے راستہ سے باہر نکل جائے گا اور صہر کے یہی معنی ہیں پھر وہ دوزخی کہ جس کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل ہوگا ویسا کا ویسا ہوجائے گا۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 244)

صہر کے معنی گلنے اور پگھلنے کے ہیں اور یہ لفظ جس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمائی قرآن کریم کی اس آیت میں آیا ہے۔ (**يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ 19 يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ**، الحج: 19) (اور) ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑ دیا جائے گا جس سے پیٹ کی چیزیں (یعنی انتڑیاں) اور ان کی کھالیں سب گل جاویں گی پھر وہ ویسا کا ویسا ہی ہوجائے گا کا مطلب یہ ہے کہ دوزخیوں کے ساتھ گرم پانی کا یہ عمل عذاب کے طور پر مسلسل باقی رکھا جائے گا، یعنی اس عذاب کے بعد وہ اپنی سابق حالت پر واپس آجائیں گے ان کی کھال جوں کی توں ہوجائے

گی اوران کی آنتیں پیٹ میں اپنی اپنی جگہ صحیح سالم ہو جائیں گی، تب پھران کے سر پر وہی گرم پانی ڈالا جائے گا جو اندر تک تاثیر کرتا ہوا پیٹ تک پہنچے گا اور آنتیں وغیرہ کو کاٹتا گلاتا ہوا دونوں پیروں کے راستہ باہر نکل جائے گا۔

## لابثین کے مفہوم کا بیان

لابثین، لابث کی جمع ہے جس کے معنے ٹھہرنے والے اور قیام کرنے والے کے ہیں، احقاب حقبہ کی جمع ہے، زمانہ دراز کو حقبہ کہا جاتا ہے، اس کی مقدار میں اقوال مختلف ہیں۔

ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس کی مقدار اسی سال نقل کی اور ہر سال بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار سال کا۔ اس طرح تقریباً دو کروڑ اٹھاسی لاکھ سال کا ایک حقبہ اور حضرت ابوہریرہ، عبداللہ بن عمر، ابن عباس وغیرہ نے مقدار حقبہ اسی کے بجائے ستر سال قرار دی باقی حساب وہی ہے۔ (ابن کثیر، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| جَزَآءً وِّفَاقًا۝ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا۝ وَّ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا۝ |
| وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا۝ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا۝ |
| پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ کیونکہ وہ کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور وہ ہماری آیتوں کو خوب جھٹلایا کرتے تھے۔ |
| اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ اب تم مزہ چکھو اب ہم تم پر عذاب ہی کو بڑھاتے جائیں گے۔ |

## کفار کو جہنم میں عذاب پر عذاب دیئے جانے کا بیان

" جَزَاء وِفَاقًا " مُوَافِقًا لِعَمَلِهِمْ فَلَا ذَنْب أَعْظَم مِنْ الْكُفْر وَلَا عَذَاب أَعْظَم مِنْ النَّار " إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ " يَخَافُونَ " حِسَابًا " لِإِنْكَارِهِمْ الْبَعْث " وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا " الْقُرْآن " كِذَّابًا " تَكْذِيبًا " وَكُلّ شَيْء " مِنْ الْأَعْمَال " أَحْصَيْنَاهُ " ضَبَطْنَاهُ " كِتَابًا " كَتْبًا فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ لِنُجَازِيَ عَلَيْهِ وَمِنْ ذَلِكَ تَكْذِيبهمْ بِالْقُرْآنِ " فَذُوقُوا " أَيْ فَيُقَال لَهُمْ فِي الْآخِرَة عِنْد وُقُوع الْعَذَاب ذُوقُوا جَزَاء كُمْ " فَلَنْ نَزِيدكُمْ إِلَّا عَذَابًا " فَوْق عَذَابكُمْ

پورا پورا بدلہ دینے کے لیے۔ جو ان کے عمل کے مطابق ہوگا لہٰذا ان کے کفر سے بڑا کوئی گناہ نہ ہوگا اور جہنم کی آگ سے بڑا کوئی عذاب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ بعث کا انکار کر کے کسی حساب کی امید نہیں رکھتے تھے۔ اور وہ ہماری آیتوں یعنی قرآن کو خوب جھٹلایا کرتے تھے۔ اور ہم نے ہر اعمال کی چیز کو لکھ کر محفوظ کر رکھا ہے۔ جو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے تا کہ ہم انہیں اس پر جزاء دیں۔ اور اسی میں ان کا قرآن کی تکذیب کرنا بھی ہے۔ پس ان سے آخرت میں کہا جائے گا جس وقت وہ عذاب میں ہوں گے کہ اب تم اپنے کیے کا مزہ چکھو اب ہم تم پر عذاب ہی کو بڑھاتے جائیں گے۔ یعنی عذاب پر عذاب دیں گے۔

یعنی جو سزا ان کو جہنم میں دی جائے گی وہ ان کے عقائد باطلہ اور اعمال سیئہ کے مطابق ہوگی از روائے عدل وانصاف اس

میں کوئی زیادتی نہ ہوگی فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا یعنی جس طرح تم دنیا میں اپنے کفروانکار میں زیادتی ہی کرتے چلے گئے اور اگر جبراً تمہیں موت نہ آجاتی تو اور بڑھتے ہی رہتے اسی طرح آج اس کی جزاء یہ ہے کہ تمہارا عذاب بڑھتا ہی چلا جائے یہاں تک کفار وفجار کا بیان تھا آگے اس کے بالمقابل مومنین متقین کے ثواب اور نعمائے جنت کا تذکرہ ہے۔ (تفسیر مظہری، سورہ نباء)

| |
|---|
| اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا۝ حَدَآئِقَ وَ اَعْنَابًا۝ وَّ كَوَاعِبَ اَتْرَابًا۝ |
| وَّ كَاْسًا دِهَاقًا۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا۝ |
| بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔ باغات اور انگور۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ |
| اور چھلکتے ہوئے پیالے۔ وہ اس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھٹلانا۔ |

## جنت میں اہل تقویٰ کیلئے کامیابی کے مقام میں ہونے کا بیان

" إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا " مَكَان فَوْز فِي الْجَنَّة " حَدَائِق " بَسَاتِين بَدَل مِنْ مَفَازًا أَوْ بَيَان لَهُ " وَأَعْنَابًا " عَطْف عَلَى مَفَازًا " وَكَوَاعِب " جَوَارِي تَكَعَّبَتْ ثُدِيّهنَّ جَمْع كَاعِب " أَتْرَابًا " عَلَى سِنّ وَاحِد , جَمْع تِرْب بِكَسْرِ التَّاء وَسُكُون الرَّاء " وَكَأْسًا دِهَاقًا " خَمْرًا مَالِئَة مَحَالّهَا , وَفِي سُورَة الْقِتَال : " وَأَنْهَار مِنْ خَمْر ،

" لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا " أَيْ الْجَنَّة عِنْد شُرْب الْخَمْر وَغَيْرهَا مِنْ الْأَحْوَال " لَغْوًا " بَاطِلًا مِنْ الْقَوْل " وَلَا كِذَّابًا " بِالتَّخْفِيفِ , أَيْ : كَذِبًا , وَبِالتَّشْدِيدِ أَيْ تَكْذِيبًا مِنْ وَاحِد لِغَيْرِهِ بِخِلَافِ مَا يَقَع فِي الدُّنْيَا عِنْد شُرْب الْخَمْر،

بیشک پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔ یعنی جنت میں کامیابی کا مکان ہے۔ باغات اور انگور۔ یہاں پر لفظ حدائق یہ مفازا سے بدل ہے یا اس کا عطف بیان ہے۔ اور اعنابا کا عطف مفازا پر ہے۔ اور ابھری چھاتیوں والی ہم عمر لڑکیاں۔ یہاں پر لفظ کواعب یہ کاعب کی جمع ہے۔ اور اَترابا یہ ترب کی جمع ہے جو تاء کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ آیا ہے جس کا معنی ہم عمر ہے۔ اور چھلکتے ہوئے پیالے، یعنی شراب طہور سے بھرے جام ہیں۔ اور سورہ انفال میں ہے وہ شراب طہور کی نہریں ہیں۔ وہ اس میں یعنی جنت میں شراب طہور کو پیتے وقت نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ ایک دوسرے کو جھٹلانا۔ یعنی ایک دوسرے کی بات کو باطل نہ کریں گے۔ لفظ کذبا یہ تخفیف کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور کذبا یہ تشدید یعنی تکذیبا کے معنی میں بھی آیا ہے۔ یعنی ایسا نہ ہوگا جس طرح دنیا میں لوگ شراب پی کر فضولیات بکنے لگتے ہیں۔

## فضول اور گناہوں سے زندگی کا بیان

نیک لوگوں کے لئے اللہ کے ہاں جو نعمتیں ورحمتیں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ یہ کامیاب مقصد ور اور نصیب دار ہیں کہ جہنم

سے نجات پائی اور جنت میں پہنچ گئے، حدائق کہتے ہیں کھجور وغیرہ کے باغات کو، انہیں نوجوان کنواری حوریں بھی ملیں گی جو ابھرے ہوئے سینے والیاں اور ہم عمر ہوں گی، جیسے کہ سورہ واقعہ کی تفسیر میں اس کا پورا بیان گزر چکا، اس حدیث میں ہے کہ جنتیوں کے لباس ہی اللہ کی رضامندی کے ہوں گے، بادل ان پر آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ بتاؤ ہم تم پر کیا برسائیں؟ پھر جو وہ فرمائیں گے، بادل ان پر برسائیں گے یہاں تک کہ نوجوان کنواری لڑکیاں بھی ان پر برسیں گی۔ (ابن ابی حاتم، سورہ نباء، بیروت)

انہیں شراب طہور کے چھلکتے ہوئے، پاک صاف، بھرپور جام پر جام ملیں گے جس پر نشہ نہ ہوگا کہ بیہودہ گوئی اور لغو باتیں منہ سے نکلیں اور کان میں پڑیں، جیسے اور جگہ ہے آیت (لَا لَغْوٌ فِیْهَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ، الطور: 23) اس میں نہ لغو ہوگا نہ فضول گوئی اور نہ گناہ کی باتیں، کوئی بات جھوٹ اور فضول نہ ہوگی، وہ دارالسلام ہے جس میں کوئی عیب کی اور برائی کی بات ہی نہیں، یہ ان پارسا بزرگوں کو جو کچھ بدلے ملے ہیں یہ ان کے نیک اعمال کا نتیجہ ہے جو اللہ کے فضل و کرم احسان و انعام کی بناء پر ملے ہیں، بیحد کافی، بکثرت اور بھرپور ہیں۔ عرب کہتے ہیں اعطانی فاحسبنی انعام دیا اور بھرپور دیا اسی طرح کہتے ہیں حسبی اللہ یعنی اللہ مجھے ہر طرح کافی وافی ہے۔

| |
|---|
| جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا○ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا |
| بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا○ |
| یہ آپ کے رب کی طرف سے صلہ ہے جو کافی عطا ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، |
| بے حد رحم والا، وہ اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدل دیئے جانے کا بیان

" جَزَاء مِنْ رَبِّك " أَيْ جَزَاهُمْ اللّٰه بِذٰلِكَ جَزَاء " عَطَاء " بَدَل مِنْ جَزَاء " حِسَابًا " أَيْ كَثِيرًا , مِنْ قَوْلهمْ : أَعْطَانِي فَأَحْسَبَنِي , أَيْ أَكْثَر عَلَيَّ حَتّٰى قُلْت حَسْبِي،

" رَبّ السَّمَاوَات وَالْأَرْض " بِالْجَرِّ وَالرَّفْع " وَمَا بَيْنهمَا الرَّحْمٰن " كَذٰلِكَ وَبِرَفْعِهِ مَعَ جَرّ رَبّ " لَا يَمْلِكُونَ " أَيْ الْخَلْق " مِنْهُ " تَعَالٰى " خِطَابًا " أَيْ لَا يَقْدِر أَحَد أَنْ يُخَاطِبهُ خَوْفًا مِنْهُ،

یہ آپ کے رب کی طرف سے صلہ ہے۔ یعنی اللہ نے ان کو بدلہ دیا ہے۔ جو کافی عطا ہے۔ یہاں پر لفظ عطاء یہ جزاء سے بدل ہے۔ اور یہ اہل عرب کے قول اعطانی فاحسبنی سے ماخذ ہے۔ یعنی اتنا زیادہ دینا کہ لینے والا کہہ دے کہ مجھے کافی ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا رب ہے، لفظ ارض جو جرا اور رفع کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور الرحمٰن بھی اسی طرح رفع و جر میں اس کے ساتھ ہے۔ بے حد رحم والا، وہ یعنی مخلوق اس سے کوئی بات کرنے کی قدرت نہیں رکھیں گی۔ یعنی خوف کے سبب کوئی ایک بھی اس سے مخاطب ہونے کی قدرت نہ رکھے گا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

رب السموت والارض وما بینهما الرحمن: جمله رب السموت والارض وما بینهما بدل ہے ربک سے الرحمٰن بھی ربک سے بدل ہے یا اس کی صفت۔ ترجمہ ہوگا:۔ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا رحم وکرم کرنے والا ہے۔

لا یملکون منه خطابا ۔یہ جملہ مستانفہ ہے۔لا یملکون مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ملک (باب ضرب) مصدر۔وہ اختیار نہیں رکھتے۔وہ رب السموت والارض ومافیہا ہے اور رحمٰن بھی ہے۔لیکن اس کے ساتھ یہ ہیبت اور جبروت بھی ہے کہ کوئی بھی بغیر اذن کے اس سے بات نہیں کرسکتا۔

اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اُس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔جس کو جو کچھ بھی دیا وہ محض فضل ہی فضل ہے۔جس کو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی۔کیونکہ اس کو کسی کا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلائے اور گلہ کرے۔لا یملکون میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تمام اہل سموت والارض کے لئے ہے اور منہ کی ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے۔(تفسیر مدارک، سورہ نباء)

| |
|---|
| يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ |
| جس دن جبرائیل اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا، سوائے اس شخص کے جسے |
| خدائے رحمان نے اِذن دے رکھا تھا اور اس نے بات بھی درست کہی تھی۔ |

## قیامت کے جبرائیل امین اور فرشتوں کا صفیں باندھ کر کھڑے ہونے کا بیان

" يَوْم " ظَرْف ل " لَا يَمْلِكُونَ " " يَقُوم الرُّوح " جِبْرِيل أَوْ جُنْد اللّٰه " وَالْمَلَائِكَة صَفًّا " حَال ,أَيْ مُصْطَفِّينَ " لَا يَتَكَلَّمُونَ " أَيْ الْخَلْق " إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَن " فِي الْكَلَام " وَقَالَ " قَوْلًا " صَوَابًا " مِنْ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَة كَأَنْ يَشْفَعُوا لِمَنْ اِرْتَضَى،

جس دن جبرائیل روح الامین یا فرشتوں کا گروہ اور تمام فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے، یہاں پر لفظ صفا یہ حال ہے یعنی صفوں کی حالت میں ہوں گے۔مخلوق میں سے کوئی لب کشائی نہ کر سکے گا، سوائے اس شخص کے جسے خدائے رحمان نے اِذن (شفاعت) دے رکھا تھا۔اور اس نے بات بھی درست کہی تھی۔اور اہل ایمان اور فرشتے ہوں گے وہ شفاعت کریں جس وہ چاہیں گے۔

## فرشتوں کے موجود ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت وجلال کی خبر دے رہا ہے کہ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی تمام مخلوق کا پالنے پوسنے والا ہے، وہ رحمان ہے، جس کے رحم نے تمام چیزوں کو گھیر لیا ہے، جب تک اس کی اجازت نہ ہو کوئی اس کے سامنے لب نہیں ہلا سکتا، جیسے اور جگہ

ہے آیت (مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَـــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ،البقرۃ:255) یعنی کون ہے جو اس کی اجازت بغیر اس کی سی صورتوں والے ہیں کھاتے پیتے ہیں نہ وہ فرشتے ہیں نہ انسان، یا مراد حضرت جرائیل علیہ السلام ہیں، حضرت جرائیل کو اور جگہ بھی روح کہا گیا ہے، ارشاد ہے آیت (نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ (۱۹۳-26الشعراء:193)، اسے امانت دار روح نے تیرے دل پر اتارا ہے تا کہ تو ڈرانے والا بن جائے، یہاں مراد سے یقیناً حضرت جرائیل ہیں

حضرت مقاتل فرماتے ہیں کہ تمام فرشتوں سے بزرگ، اللہ کے مقرب اور وحی لے کر آنے والے بھی ہیں، یا مراد روح سے قرآن ہے، اس کی دلیل میں یہ آیت پیش کی جاسکتی ہے آیت (وَكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ،الشوریٰ:52) یعنی ہم نے اپنے حکم سے تیری طرف روح اتاری یہاں روح سے مراد قرآن ہے، چھٹا قول یہ ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ فرشتہ تمام فرشتوں سے بہت بڑا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ روح نامی فرشتہ چوتھے آسمان میں ہے، تمام آسمانوں کل پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑا ہے، ہر دن بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے ہر ایک تسبیح سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے، قیامت کے دن وہ اکیلا ایک صف بن کر آئے گا۔ لیکن یہ قول بہت ہی غریب ہے، طبرانی میں حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرشتوں میں ایک فرشتہ وہ بھی ہے کہ اگر اسے حکم ہو کہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو لقمہ بنا لے تو وہ ایک لقمہ میں سب کو لے لے اس کی تسبیح یہ ہے سبحانک حیث کنت اللہ تو جہاں کہیں بھی ہے پاک ہے یہ حدیث بھی بہت غریب ہے بلکہ اس کے فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے میں بھی کلام ہے، ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہو، اور بھی بنی اسرائیل سے لیا ہوا۔

امام ابن جریر نے یہ سب اقوال وارد کیے ہیں لیکن کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میرے نزدیک ان تمام اقوال میں سے بہتر قول یہ ہے کہ یہاں روح سے مراد کل انسان ہیں واللہ اعلم پھر فرمایا صرف وہی اس دن بات کر سکے گا جسے وہ رحمٰن اجازت دے جیسے فرمایا آیت (یَوْمَ یَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّسَعِیْدٌ ،ھود:105) یعنی جس دن وہ وقت آئے گا کوئی نفس بغیر اس کی اجازت کے کلام بھی نہیں کر سکے گا۔ (جامع البیان، ابن کثیر، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ مَاٰبًا ○ |
| یہی دن ہے جو حق ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنا لے۔ |

## قیامت کے دن کے برحق ہونے کا بیان

" ذٰلِكَ الْیَوْمُ الْحَقُّ " الثَّابِت وُقُوعه وَهُوَ یَوْم الْقِیَامَة " فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَی رَبّه مَآبًا " مَرْجِعًا أَیْ رَجَعَ إِلَی اللّٰه بِطَاعَتِهِ لِیَسْلَم مِنْ الْعَذَاب فِیهِ،

یہی دن ہے جو حق ہے، یعنی جس کا وقوع ثابت ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔ پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنالے۔ یعنی اطاعت کر کے اللہ کی طرف رجوع کرے تاکہ وہ اس دن کے عذاب سے اپنے آپ کو بچائے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

ذلك اليوم الحق: ذلک اسم اشارہ واحد مذکر۔ مبتداء الیوم الحق موصوف وصفت مل کر خبر۔ وہ برحق دن ہے۔ یاذلک الیوم (مذکورہ بالا احوال والا دن) اسم اشارہ۔ ومشار الیہ مل کر مبتداء الحق اس کی خبر، (حق ہی ہے۔ بلا ریب) حقانیت اور صداقت پر یہ دن مبنی مقصود ہے۔ یعنی الحق خبر ہے۔ اور خبر پر الف لام مفید حصر ہی ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کا دن یقیناً حق ہی ہے۔ فمن شاء اتخذ الی ربہ مآبا۔ ف سببیہ ہے کیونکہ اللہ تک پہنچانے کا راستہ اختیار کرنے کا سبب قیامت کا برحق ہونا ہے۔ مآبا مفعول ہے اتخذ کا اور الی ربہ متعلق مآبا ہے۔ اتخذ ماضی واحد مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر۔ اختیار کرنا۔ مآبا مفعول اب یووف (باب نصر) مصدر بمعنی لوٹنا۔ اسم ظرف زمان بھی ہوسکتا ہے بمعنی لوٹنے کا وقت۔ اسم ظرف مکان بھی ہوسکتا ہے بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ یہاں یہی مراد ہے۔

مطلب ہے اللہ کے قرب تک پہنچانے والا راستہ، یا لوٹنے کی جگہ سے مراد ہے جنت۔ پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنالے۔ (تفسیر الخازن، سورہ نباء، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ |
| بے شک ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، جس دن آدمی دیکھ لے گا |
| جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجا اور کافر کہے گا اے کاش کہ میں مٹی ہوتا۔ |

## قیامت کے دن کافر کا مٹی ہو جانے کی تمنا کرنے کا بیان

"إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ" يَا كُفَّار مَكَّة "عَذَابًا قَرِيبًا" عَذَاب يَوْم الْقِيَامَة الْآتِي , وَكُلّ آتٍ قَرِيب " يَوْم " ظَرْف لِعَذَابًا بِصِفَتِهِ "يَنْظُر الْمَرْء" كُلّ اِمْرِئٍ "مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ" مِنْ خَيْر وَشَرّ "وَيَقُول الْكَافِر يَا" حَرْف تَنْبِيه "لَيْتَنِي كُنْت تُرَابًا" يَعْنِي فَلَا أُعَذَّب يَقُول ذَلِكَ عِنْدَمَا يَقُول اللَّه تَعَالَى لِلْبَهَائِمِ بَعْد الِاقْتِصَاص مِنْ بَعْضهَا : كُونِي تُرَابًا .

اے کفار مکہ! بے شک ہم نے تمھیں ایک ایسے عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب ہے، یعنی قیامت کے دن آنے والا عذاب ہے۔ کیونکہ ہر آنے والا قریب ہے اور یہاں پر یوم مع صفت عذاب کے ظرف ہے۔ جس دن آدمی دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے بھلائی یا برائی آگے بھیجی ہوگی اور کافر کہے گا اے کاش، یہاں پر حرف یاء برائے انتباہ ہے۔ کہ میں مٹی ہوتا۔ تاکہ مجھے عذاب نہ دیا جاتا۔ یہ اس وقت کہے جب اللہ تعالیٰ جانوروں کے ایک دوسرے بدلہ لینے کے بعد ان سے فرمائے گا کہ مٹی ہو جاؤ۔

صحیح حدیث میں بھی ہے کہ اس دن سوائے رسولوں کے کوئی بات نہ کر سکے گا، پھر فرمایا کہ اس کی بات بھی ٹھیک ٹھاک ہو، سب سے زیادہ حق بات لا الہ الا اللہ ہے، پھر فرمایا کہ یہ دن حق ہے یقیناً آنے والا ہے، جو چاہے اپنے رب کے پاس اپنے لوٹنے کی جگہ اور وہ راستہ بنالے جس پر چل کر وہ اس کے پاس سیدھا جا پہنچے، ہم نے تمہیں بالکل قریب آئی ہوئی آفت سے آگاہ کر دیا ہے، آنے والی چیز تو آ گئی ہوئی سمجھنی چاہئے، اس دن نئے پرانے چھوٹے بڑے اچھے برے کل اعمال انسان کے سامنے ہوں گے جیسے فرمایا آیت (ووجدوا ما عملوا حاضرا جو کیا اسے سامنے پالیں گے اور جگہ ہے آیت (يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ،القیامۃ :13) ہر انسان کو اس کے اگلے پچھلے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا، اس دن کافر آرزو کرے گا کاش کہ وہ مٹی ہوتا پیدا ہی نہ کیا جاتا وجود میں ہی نہ آتا، اللہ کے عذاب کو آنکھ سے دیکھ لے گا اپنی بدکاریاں سامنے ہوں گی جو پاک فرشتوں کے منصب ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہیں، پس ایک معنی تو یہ ہوئے کہ دنیا میں ہی مٹی ہونے کی یعنی پیدا نہ ہونے کی آرزو کرے گا، دوسرے معنی یہ ہیں کہ جب جانوروں کا فیصلہ ہوگا اور ان کے قصاص دلوائے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اس سے بھی بدلہ دلوایا جائے گا پھر ان سے کہا جائے گا کہ مٹی ہو جاؤ چنانچہ وہ مٹی ہو جائیں گے، اس وقت یہ کافر انسان بھی کہے گا کہ ہائے کاش میں بھی حیوان ہوتا اور اب مٹی بن جاتا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ نباء، بیروت)

# سُورَةُ النّٰزِعٰت

## یہ قرآن مجید کی سورت نازعات ھے

### سورت نازعات کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ النازعات مکّیہ ہے، اس میں دو رکوع، چھیالیس آیات، ایک سو ستانوے کلمات، سات سو ترپّن حروف ہیں۔

### سورت نازعات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ نازعات آیا ہے جس میں فرشتوں کی قسم اٹھائی گئی ہے جو کفار کی روح کو سختی کے ساتھ نکالتے ہیں جبکہ اہل ایمان کی روح کو نرمی سے نکالتے ہیں۔ لہٰذا اسی سبب سے یہ سورت نازعات کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۝ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا۝ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۝ |
| ان کی قسم جو ڈوب کر سختی سے کھینچ لینے والے ہیں۔ اور جو آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھول دیتے ہیں۔ اور جو |
| تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ پھر ان کی قسم جو لپک کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ پھر ان کی قسم جو مختلف امور کی تدبیر کرتے ہیں۔ |

### فرشتوں کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالنَّازِعَات " الْمَلَائِكَة تَنْزِع أَرْوَاح الْكُفَّار " غَرْقًا " نَزْعًا بِشِدَّةٍ" وَالنَّاشِطَات نَشْطًا " الْمَلَائِكَة تَنْشِط أَرْوَاح الْمُؤْمِنِينَ , أَيْ تَسُلّهَا بِرِفْقٍ " وَالسَّابِحَات سَبْحًا " الْمَلَائِكَة تَسْبَح مِنْ السَّمَاء بِأَمْرِهِ تَعَالَى , أَيْ تَنْزِل،
" فَالسَّابِقَات سَبْقًا " الْمَلَائِكَة تَسْبِق بِأَرْوَاحِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْجَنَّة " فَالْمُدَبِّرَات أَمْرًا " الْمَلَائِكَة تُدَبِّر أَمْر الدُّنْيَا , أَيْ تَنْزِل بِتَدْبِيرِهِ , وَجَوَاب هَذِهِ الْأَقْسَام مَحْذُوف , أَيْ لَتُبْعَثُنَّ يَا كُفَّار مَكَّة وَهُوَ عَامِل فِي " يَوْم تَرْجُف الرَّاجِفَة "

ان فرشتوں کی قسم جو ڈوب کر سختی سے کفار کی روح کھینچ لینے والے ہیں۔ اور جو فرشتے مسلمانوں کی روح آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھول دیتے ہیں۔ یہاں پر اہل ایمان کیلئے نرمی کی تسلی ہے، اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں۔ یعنی نازل ہوتے ہیں پھر ان فرشتوں کی قسم جو لپک کر دوسروں سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ یعنی فرشتوں مسلمانوں کی ارواح کو جنت کی طرف لے جاتے ہیں پھر ان فرشتوں کی قسم جو دنیا کے مختلف امور کی تدبیر کرتے ہیں۔ یعنی تدبیر کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔ اور ان اقسام کا جواب

محذوف ہے۔ جو لتبعثن یا کفار مکہ ہے۔ اور اس میں یہ عامل ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ "

## نازعات وغیرہ کے مفہوم کا بیان

اس سے مراد فرشتے ہیں جو بعض لوگوں کی روحوں کو سختی سے گھسیٹتے ہیں اور بعض روحوں کو بہت آسانی سے نکالتے ہیں جیسے کسی کے بند کھول دیئے جائیں، کفار کی روحیں کھینچی جاتی ہیں پھر بند کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم میں ڈبو دیئے جاتے ہیں، یہ ذکر موت کے وقت کا ہے، بعض کہتے ہیں والنازعات غرقاً سے مراد موت ہے، بعض کہتے ہیں، دونوں پہلی آیتوں سے مطلب ستارے ہیں، بعض کہتے ہیں مراد سخت لڑائی کرنے والے ہیں، لیکن صحیح بات پہلی ہی ہے، یعنی روح نکالنے والے فرشتے، اسی طرح تیسری آیت کی نسبت بھی یہ تینوں تفسیریں مروی ہیں یعنی فرشتے موت اور ستارے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں مراد کشتیاں ہیں، اسی طرح سابقات کی تفسیر میں بھی تینوں قول ہیں، معنی یہ ہیں کہ ایمان اور تصدیق کی طرف آگے بڑھنے والے، عطا فرماتے ہیں مجاہدین کے گھوڑے مراد ہیں، پھر حکم اللہ کی تعمیل تدبیر سے کرنے والے اس سے مراد بھی فرشتے ہیں، جیسے حضرت علی وغیرہ کا قول ہے، آسمان سے زمین کی طرف اللہ عزوجل کے حکم سے تدبیر کرتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ نازعات، بیروت)

## موت اور موت کے بعد مؤمن اور کافر کی حالت کا بیان

حضرت براء بن عازب راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قبر میں مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں کہ "تیرا رب کون ہے؟" وہ جواب دیتا ہے "میرا رب اللہ ہے!" پھر فرشتے پوچھتے ہیں "تیرا دین کیا ہے" وہ جواب میں کہتا ہے، "میرا دین اسلام ہے" پھر فرشتے اس سے سوال کرتے ہیں، جو آدمی (اللہ کی طرف سے) تمہارے پاس بھیجا گیا تھا وہ کون ہے؟ وہ کہتا ہے "وہ اللہ کے رسول ہیں" پھر فرشتے اس سے پوچھتے ہیں یہ تجھے کس نے بتایا وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ جانا، (یعنی جو کلام اللہ پر ایمان لائے گا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلے ایمان لائے گا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا۔ آیت (يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ ، ابراہیم: 27) (الایۃ) یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ثابت قدم رکھتا ہے جو ثابت بات پر ایمان لائے (اخیر آیت تک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آسمان سے پکارنے والا (یعنی اللہ تعالیٰ یا اس کے حکم سے فرشتہ) پکار کر کہتا ہے میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا اس کے لئے جنت کا فرش بچھاؤ اور اس کو جنت کی پوشاک پہناؤ اور اس کے واسطے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو، چنانچہ جنت کی طرف دروزاہ کھول دیا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (جنت کے دروازہ سے) اس کے پاس جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور حد نظر تک اس قبر کو کشادہ کر دیا جاتا ہے اب رہا کافر! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر کیا اور اس کے بعد فرمایا کہ پھر اس کی روح اس کے جسم میں ڈالی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں، "تیرا رب کون ہے؟" وہ کہتا ہے، ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا، پھر وہ پوچھتے ہیں "تیرا دین کیا ہے؟" وہ کہتا ہے، ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا پھر وہ پوچھتے ہیں، یہ آدمی کون ہے (جو اللہ کی جانب سے) تم میں بھیجا گیا تھا، وہ

کہتا ہے "ہاہ ہاہ میں نہیں جانتا" پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا، یہ جھوٹا ہے اس کے لئے آگ کا فرش بچھاؤ، آگ کا لباس اسے پہناؤ اور اس کے واسطے ایک دروازہ دوزخ کی طرف کھول دو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوزخ سے اس کے پاس گرم ہوائیں اور لوئیں آتی ہیں اور فرمایا اور اس کی قبر اس کے لئے تنگ کر دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی پسلیاں ادھر نکل آتی ہیں، پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایسا گرز ہوتا ہے کہ اس کو اگر پہاڑ پر مارا جائے تو پہاڑ مٹی ہو جائے اور وہ فرشتہ اس کو اس گرز سے اس طرح مارتا ہے کہ (اس کے چیخنے چلانے کی آواز مشرق سے مغرب تک تمام مخلوقات سنتی ہے مگر جن وانسان نہیں سنتے اور اس مارنے سے وہ مردہ مٹی ہو جاتا ہے اس کے بعد پھر اس کے اندر روح ڈالی جاتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل وابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 128)

ہاہ ہاہ ایک لفظ ہے جو عربی میں دہشت زدہ اور متحیر آدمی بولتا ہے جیسے اردو میں حیرت و دہشت کے وقت آہ، ہائے اور وائے وائے بولا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس وقت کافر اتنا خوف زدہ ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے ہیبت ناکی سے خوف وحسرت کے الفاظ نکلتے ہیں اور وہ صحیح جواب نہیں دے پاتا اور وہ کہتا ہے کہ "میں نہیں جانتا" اس کے اس جواب پر ندائے غیب سے اس کو جھوٹا قرار دیا جاتا ہے، اس لئے کہ دین اسلام کی آواز مشرق سے لے کر مغرب تک پہنچی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشن چار دانگ عالم میں پھیلایا اور تمام دنیا اس آفاقی وآسمانی مذہب سے باخبر تھی، اس کے باوجود اس کا یہ کہنا کہ میں کچھ نہیں جانتا یا مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا، سراسر کذب اور جھوٹ ہے۔ قبر میں عذاب کے جو فرشتے مقرر کئے جاتے ہیں وہ اندھے اور بہرے ہوتے ہیں، اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ نہ تو مردہ کے چیخنے چلانے کی آواز سن سکیں اور نہ اس کے حال کو دیکھ سکیں تا کہ رحم نہ آسکے۔ نیز اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ معذب مردہ کے جسم میں بار بار روح ڈالی جاتی ہے تا کہ اس پر عذاب شدید سے شدید ہو سکے اور یہ اس چیز کا انجام ہے کہ وہ دنیا میں عذاب قبر کا انکار کیا کرتا تھا اور اس کو جھٹلایا کرتا تھا۔ (نعوذ باللہ)۔

| |
|---|
| يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ |
| اس دن ہر متحرک چیز شدید حرکت میں آجائے گی۔ پیچھے آنے والا ایک اور زلزلہ اس کے پیچھے آئے گا۔ |
| اس دن دل خوف واضطراب سے دھڑکتے ہوں گے۔ ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ |

## صور پھونکے جانے کے سبب نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا بیان

"يَوْم تَرْجُف الرَّاجِفَة" النَّفْخَة الْأُولَى بِهَا يَرْجُف كُلّ شَيْء ، أَيْ يَتَزَلْزَل فَوُصِفَتْ بِمَا يَحْدُث مِنْهَا "تَتْبَعهَا الرَّادِفَة" النَّفْخَة الثَّانِيَة وَبَيْنهمَا أَرْبَعُونَ سَنَة ، وَالْجُمْلَة حَال مِنْ الرَّاجِفَة ، فَالْيَوْم وَاسِع لِلنَّفْخَتَيْنِ وَغَيْرهمَا فَصَحَّ ظَرْفِيَّته لِلْبَعْثِ الْوَاقِع عَقِب الثَّانِيَة "قُلُوب يَوْمَئِذٍ وَاجِفَة" خَائِفَة قَلِقَة" أَبْصَارهَا خَاشِعَة" ذَلِيلَة لِهَوْلِ مَا تَرَى،

جب نفخہ اولیٰ میں انہیں اس نظام کائنات کے درہم برہم کر دینے کا حکم ہوگا تو اس دن کائنات کی ہر متحرک چیز شدید حرکت میں

آ جائے گی۔یعنی ہر چیز پر زلزلہ طاری ہوگا۔پیچھے آنے والا ایک اور زلزلہ یعنی نفخہ ثانیہ اس کے پیچھے آئے گا۔اوران کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔اور یہ جملہ رابطہ سے حال ہے۔لہٰذا دن دونوں نفخات کیلئے وسیع ہے۔لہٰذا بعث کیلئے ظرفیت ہونا جو دوسرے کے بعد آئے گا دُرست ہے۔اس دن لوگوں کے دل خوف واضطراب سے دھڑکتے ہوں گے۔ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔یعنی ہولناک منظر ہونے کے سبب وہ جس کو بھی دیکھیں گی پست ہوجائیں گی۔

## زمین وآسمان کے لرز اٹھنے کا بیان

کانپنے والی کے کانپنے اوراس کے پیچھے آنے والی کے پیچھے آنے سے مراددونوں نفخہ ہیں،پہلے نفخہ کا بیان اس آیت میں بھی ہے (یوم ترجف الارض والجبال) جس دن زمین اور پہاڑ کپکپا جائیں گے،دوسرے نفخہ کا بیان اس آیت میں ہے(وحملت الارض والجبال فدکتا دکتہ واحدۃ) اورزمین اور پہاڑ اٹھالئے جائیں گے،پھر دونوں ایک ہی دفعہ چور چور کردیئے جائیں گے،مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کانپنے والی آئے گی اس کے پیچھے ہی پیچھے آنے والی ہوگی یعنی موت اپنے ساتھ اپنی آفتوں کو لئے ہوئے آئے گی،ایک شخص نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں اپنے وظیفہ کا تمام وقت آپ پر درود پڑھنے میں گزاروں تو؟ آپ نے فرمایا پھر تو اللہ تعالیٰ تجھے دنیا اور آخرت کے تمام غم ورنج سے بچالے گا۔ترمذی میں ہے کہ وہ تہائی رات گزرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے اور فرماتے لوگو اللہ کو یاد کرو کپکانے والی آرہی ہے پھر اس کے پیچھے ہی اور آرہی ہے،موت اپنے ساتھ کی تمام آفات کو لئے ہوئے چلی آرہی ہے۔

اس دن بہت سے دل ڈر رہے ہوں گے،ایسے لوگوں کی نگاہیں ذلت وحقارت کے ساتھ پست ہوں گی کیونکہ وہ اپنے گناہوں اوراللہ کے عذاب کا معائنہ کر چکے ہیں،مشرکین جوروز قیامت کے منکر تھے اورکہا کرتے تھے کہ کیا قبروں میں جانے کے بعد بھی ہم زندہ کئے جائیں گے؟ وہ آج اپنی اس زندگی کو رسوائی اور برائی کے ساتھ آنکھوں سے دیکھ لیں گے،حافرۃ کہتے ہیں قبروں کو بھی، یعنی قبروں میں چلے جانے کے بعد جسم کے ریزے ریزے ہوجانے کے بعد،جسم اور ہڈیوں کے گل سڑ جانے اور کھوکھلی ہوجانے کے بعد بھی کیا ہم زندہ کئے جائیں گے؟ پھر تو یہ دوبارہ کی زندگی خسارے اورگھاٹے والی ہوگی،کفار قریش کا یہ مقولہ تھا،حافرۃ کے معنی موت کے بعد کی زندگی کے بھی مروی ہیں اور جہنم کا نام بھی ہے اس کے نام بہت سے ہیں جیسے جحیم،سقر،جہنم،ہاویہ،حافرہ،لظی، حطمہ وغیرہ ہیں۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ نازعات،بیروت)

| |
|---|
| يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً۝ |
| کہتے ہیں،کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پلٹائے جائیں گے۔کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوجائیں گے۔ |

## موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا بیان

"يَقُوْلُوْنَ" أَيْ أَرْبَاب الْقُلُوب وَالْأَبْصَار اِسْتِهْزَاء وَإِنْكَارًا لِلْبَعْثِ "أَئِنَّا" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ

وَتَسْهِيل الثَّانِيَة وَإِدْخَال أَلِف بَيْنهمَا عَلَى الْوَجْهَيْنِ فِي الْمَوْضِعَيْنِ " لَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَة " أَيْ أَنُرَدُّ بَعْد الْمَوْت إِلَى الْحَيَاة , وَالْحَافِرَة : اِسْم لِأَوَّلِ الْأَمْر , وَمِنْهُ رَجَعَ فُلَان فِي حَافِرَته : إِذَا رَجَعَ مِنْ حَيْثُ جَاء " أَئِذَا كُنَّا عِظَامًا نَخِرَة " وَفِي قِرَاءَة نَاخِرَة بَالِيَة مُتَفَتِّتَة نَحْيَا،

کفار جو دل اور آنکھیں رکھنے کے باوجود بہ طور استہزاء وبعث کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں، کیا ہم پہلی زندگی کی طرف پلٹائے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ أئنا دونوں ہمزوں کی تحقیق اور ثانی کی تسہیل جبکہ دونوں صورتوں میں دونوں مقامات پر ان کے درمیان الف کو داخل کیا جائے۔ یعنی موت کے بعد ہم دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ حافرہ یہ پہلے معاملہ کیلئے آیا ہے اور اسی سے یہ مقولہ ہے کہ وہ شخص اسی حالت میں لوٹ آیا ہے جس طرح گیا تھا۔ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے۔ ایک قرأت کے مطابق ناخرہ بھی آیا ہے یعنی جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی۔ تب زندہ کیے جائیں گے۔

## حافرہ اور نخرہ کے لغوی معنی کا بیان

الحَافِرَةُ: حفر بمعنی گڑھا کھودنا اور حفرۃ بمعنی گڑھا بھی اور قبر بھی۔ اور حافرۃ بمعنی کھودی ہوئی زمین بھی اور ابتدائی حالت بھی اور ردّ فی الحافرۃ بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جہاں سے چلا تھا وہیں واپس جانے والا۔ بقول شاعر: پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا، یعنی کفار مکہ یہ کہتے تھے کہ ہم قبر کے گڑھے میں پہنچ کر کیا پھر الٹے پاؤں زندگی کی طرف واپس کیے جائیں گے؟ ہماری گلی سڑی ہڈیوں میں دوبارہ جان پڑ جائے، یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

نخرۃ عظاما کی صفت ہے۔ نخر (باب سمع) مصدر سے صفت کا صیغہ واحد مونث۔ بوسیدہ۔ نخرۃ: من نخر العظم ای بلی وصار الجوف تمر به الريح فيسمع له نخير ای صوت۔ جب ہڈی بوسیدہ ہو جائے اس کے اندر کا گودا گل جائے اور وہ خالی ہو جائے اور اس میں سے ہوا گزرنے لگے جس سے نخیر پیدا ہو ایسی ہڈیوں کو عظاما نخرۃ کہتے ہیں۔ (روح المعانی، نازعات)

| |
|---|
| قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ o فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ o فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ o |
| وہ کہتے ہیں، یہ تو اس وقت بڑے خسارے کا لوٹنا ہوگا۔ وہ بس ایک گرج دار آواز ہی ہوگی۔ |
| پھر وہ یکایک کھلے میدان میں آ موجود ہوں گے۔ |

## صور پھونکنے کے سبب لوگوں کا میدان حشر میں جمع ہو جانے کا بیان

" قَالُوا تِلْكَ " أَيْ رَجْعَتنَا إِلَى الْحَيَاة " إِذًا " إِنْ صَحَّتْ " كَرَّة " رَجْعَة " خَاسِرَة " ذَات خُسْرَان " فَإِنَّمَا هِيَ " أَيْ الرَّادِفَة الَّتِي يَعْقُبهَا الْبَعْث " زَجْرَة " نَفْخَة " وَاحِدَة " فَإِذَا نُفِخَتْ " فَإِذَا هُمْ " أَيْ كُلّ الْخَلَائِق " بِالسَّاهِرَةِ " بِوَجْهِ الْأَرْض أَحْيَاء بَعْدَمَا كَانُوا بِبَطْنِهَا أَمْوَاتًا،

وہ کہتے ہیں یہ زندگی کی طرف لوٹنا تو اس وقت بڑے خسارے کا لوٹنا ہوگا۔ یعنی بڑا نقصان ہے۔ وہ بس ایک گرج دار آواز ہی ہوگی۔ جس کے بعد بعث ہوگا۔ پھر وہ سب لوگ یکایک کھلے میدان حشر میں آموجود ہوں گے۔ حالانکہ وہ زمین مردہ تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ زمین پر آموجود ہوں گے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس چیز کو یہ بڑی بھاری، ان ہونی اور ناممکن سمجھے ہوئے ہیں وہ ہماری قدرت کاملہ کے ماتحت ایک ادنیٰ سی بات ہے، ادھر ایک آواز دی ادھر سب زندہ ہو کر ایک میدان میں جمع ہو گئے، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل کو حکم دے گا وہ صور پھونک دیں گے بس ان کے صور پھونکتے ہی تمام اگلے پچھلے جی اٹھیں گے اور اللہ کے سامنے ایک ہی میدان میں کھڑے ہو جائیں گے۔

یعنی روئے زمین کے سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے، جو سفید ہوگی اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے آیت (یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ،ابراھیم:48)، یعنی جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہوگی اور آسمان بھی بدل جائیں گا اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد وقہار کے روبرو ہو جائے گی اور جگہ ہے لوگ تجھ سے پہاڑوں کے بارے پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ انہیں میرا رب ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور زمین بالکل ہموار میدان بن جائے گی جس میں کوئی موڑ توڑ ہوگا، نہ اونچی نیچی جگہ اور جگہ ہے ہم پہاڑوں کو چلنے والا کر دیں گے اور زمین صاف ظاہر ہو جائے گی، غرض ایک بالکل نئی زمین ہوگی جس پر نہ کبھی کوئی خطا ہوئی نہ قتل و گناہ۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نازعات، بیروت)

## ساہرہ کے لغوی وتفسیری مفہوم کا بیان

فاذا ہم بالساھرۃ: فاء عطف کے لئے ہے اور اذا مفاجاتیہ ہے۔ (اچانک اور ناگہاں کے معنی میں) ہے۔ اذا کے آنے سے ہم بالساھرۃ جو جملہ اسمیہ تھا جملہ فعلیہ کی قوت میں ہوگیا۔ اسی لئے اس کا عطف جملہ فعلیہ پر صحیح ہو گیا۔

مطلب یہ ہوگا کہ:۔ دنیا میں یہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں مگر جب یہ زمین کے اوپر ایک میدان میں ہوں گے تو ناگہاں وہ وقت آہی جائے گا۔ اس صورت میں فانما ہی زجرۃ واحدۃ جملہ معترضہ ہوگا۔ جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس لرزہ کے یہ منکر ہیں اس کو لانا اللہ کے نزدیک آسان ہے کچھ دشوار نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

الساھرۃ: سھر (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی نیند اڑ جانے کے ہیں۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث ہے۔ مفسرین کے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔

ساھرہ سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اس کے موسوم ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں۔ دوم یہ کہ اس میں سراب رواں ہوتا ہے یہ عرب کے محاورہ عین ساھرۃ سے ماخوذ ہے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ زمین کا نام ساہرہ اس لئے پڑا کہ شدت خوف کے باعث اس میں انسان کی نیند اڑ جاتی ہے تو وہ زمین کہ جس کے اندر قیامت کے موقع پر کافر جمع ہوں گے نہایت ہی خوف میں ہوں گے لہٰذا اس زمین کا نام ساھرۃ اس بناء پر ہوا۔ (تفسیر کبیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ)

اس سے مراد روئے زمین ہے۔ سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہو گی اور بالکل صاف اور خالی ہو گی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے یوم تبدل الارض غیر الارض ۔۔۔ الخ (48:14) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی۔ اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد قہار کے روبرو پیش ہو گی۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس کے معنی ہیں کہ لوگ قیامت کے دن موت کی نیند سے فوراً جاگ اٹھیں گے یہ معنی زیادہ مناسب بھی ہیں کیونکہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سحر بیداری کو کہتے ہیں۔ حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے۔ ثوری کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے۔

عثمان بن ابوالعالیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس کی ایک طرف کا پہاڑ ہے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ساھرہ کہتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ نازعات، بیروت)

| |
|---|
| هَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى○ اِذْ نَادٰهُ رَبُّـهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى○ |
| اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّـهٗ طَغٰى○ |
| کیا آپ کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کی خبر پہنچی ہے۔ جب ان کے رب نے طویٰ کی مقدّس وادی میں |
| انہیں پکارا تھا۔ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی اہمیت کا بیان

" هَلْ أَتَاكَ " يَا مُحَمَّد " حَدِيث مُوسَى " عَامِل فِي " إِذْ نَادَاهُ رَبّه بِالْوَادِ الْمُقَدَّس طُوًى "" إِذْ نَادَاهُ رَبّه بِالْوَادِ الْمُقَدَّس طُوًى " اِسْم الْوَادِي بِالتَّنْوِينِ وَتَرْكه " اِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْن إِنَّهُ طَغَى " تَجَاوَزَ الْحَدّ فِي الْكُفْر،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کی خبر پہنچی ہے۔ یہاں پر اذ ناداہ میں حدیث عامل ہے۔ جب ان کے رب نے طوی کی مقدّس وادی میں انہیں پکارا تھا۔ یہاں پر لفظ طوی ایک وادی کا نام ہے جو تنوین اور ترک تنوین دونوں طرح آیا ہے۔ فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے۔ یعنی کفر میں حد سے بڑھ گیا ہے۔

## فرعون کی سرکشی کے سبب دنیا و آخرت میں ہلاکت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتا ہے کہ اس نے اپنے بندے اور رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی طرف بھیجا اور معجزات سے ان کی تائید کی، لیکن باوجود اس کے فرعون اپنی سرکشی اور اپنے کفر سے باز نہ آیا بالآخر اللہ کا عذاب اترا اور برباد ہو گیا، اسی طرح اے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مخالفین کا بھی حشر ہو گا۔ اسی لئے اس واقعہ کے خاتمہ پر فرمایا ڈر والوں کے لئے اس میں عبرت ہے، پس فرماتا ہے کہ تجھے خبر بھی ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کو اس کے رب نے آواز دی جبکہ وہ ایک

مقدس میدان میں تھے جس کا نام طویٰ ہے۔ اس کا تفصیل سے بیان سورہ طہ میں گزر چکا ہے، آواز دے کر فرمایا کہ فرعون نے سرکشی تکبر، تجبر اور تمرد اختیار کر رکھا ہے تم اس کے پاس پہنچو اور اسے میرا یہ پیغام دو کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میری بات مان کر اس راہ پر چلے جو پاکیزگی کی راہ ہے، میری سن میری مان، سلامتی کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر لے گا، میں تجھے اللہ کی عبادت کے وہ ریقے بتاؤں گا جس سے تیرا دل نرم اور روشن ہو جائے اس میں خشوع وخضع پیدا ہو اور دل کی سختی اور بدبختی دور ہو۔

حضرت موسیٰ فرعون کے پاس پہنچے اللہ کا فرمان پہنچایا، حجت ختم کی دلائل بیان کئے یہاں تک کہ اپنی سچائی کے ثبوت میں معجزات بھی دکھائے لیکن وہ برابر حق کی تکذیب کرتا رہا اور حضرت موسیٰ کی باتوں کی نافرمانی پر جمار ہا چونکہ دل میں کفر جا گزیں ہو چکا تھا اس سے طبیعت نہ ہٹی اور حق واضح ہو جانے کے باوجود ایمان وتسلیم نصیب نہ ہوئی، یہ اور بات ہے کہ دل سے جانتا تھا کہ یہ حق برحق نبی ہیں اور ان کی تعلیم بھی برحق ہے لیکن دل کی معرفت اور چیز ہے اور ایمان اور چیز ہے دل کی معرفت پر عمل کرنے کا نام ایمان ہے کہ حق کا تابع فرمان بن جائے اور اللہ رسول کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے جھک جائے۔ پھر اس نے حق سے منہ موڑ لیا اور خلاف حق کوشش کرنے لگا جادوگروں کو جمع کر کے ان کے ہاتھوں حضرت موسیٰ کو نیچا دکھانا چاہا۔ اپنی قوم کو جمع کیا اور اس میں منادی کی کہ تم سب میں بلند و بالا میں ہی ہوں، اس سے چالیس سال پہلے وہ کہہ چکا تھا کہ آیت (مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ 38)-28 القصص:38) یعنی میں نہیں جانتا کہ میرے سوا تمہارا معبود کوئی اور بھی ہو، اب تو اس کی طغیانی حد سے بڑھ گئی اور صاف کہہ دیا کہ میں ہی رب ہوں، بلندیوں والا اور سب پر غالب میں ہی ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے بھی اس سے وہ انتقام لیا جو اس جیسے تمام سرکشوں کے لئے ہمیشہ ہمیشہ سبب عبرت بن جائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی جس کے بدترین عذاب تو ابھی باقی ہیں، جیسے فرمایا آیت (وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ، القصص:41) یعنی ہم نے انہیں جہنم کی طرف بلانے والے پیش رو بنائے قیامت کے دن یہ مدد نہ کئے جائیں گے، پس صحیح ترمعنی آیت کے یہی ہیں کہ آخرت اور اولیٰ سے مراد دنیا اور آخرت ہے۔ بعض نے کہا ہے اول آخر سے مراد اس کے دونوں قول ہیں یعنی پہلے یہ کہنا کہ میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی اللہ نہیں، پھر یہ کہنا کہ تمہارا سب کا بلند رب میں ہوں، بعض کہتے ہیں مراد کفر و نافرمانی ہے، لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت و نصیحت ہے جو نصیحت حاصل کریں اور باز آ جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نازعات، بیروت)

| |
|---|
| فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰىۙ ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ○ |
| پھر کہو کیا تیری خواہش ہے کہ تو پاک ہو جائے۔ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، پس تو ڈر جائے۔ |

## فرعون کو دعوت تزکیہ دینے کا بیان

" فَقُلْ هَلْ لَكَ " أَدْعُوك " إِلَى أَنْ تَزَكَّى " وَفِي قِرَاءَة بِتَشْدِيدِ الزَّاي بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِيهَا : تَتَطَهَّر مِنْ الشِّرْك بِأَنْ تَشْهَد أَنْ لَا إِلَه إِلَّا اللَّه " وَأَهْدِيَك إِلَى رَبّك " أَدُلّك

عَلَى مَعْرِفَته بِبُرْهَانٍ " فَتَخْشَى " فتخافهُ
پھر اس سے کہو کیا تیری خواہش ہے کہ میں تجھے ایسی چیز کی دعوت دوں کہ تو پاک ہو جائے۔ یہاں پر لفظ تزکی یہ زاء کی تشدید اور اصل میں تاء ثانیہ کے ادغام کے ساتھ ہے۔ یعنی شرک سے پاک کریں اور تو یہ گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور میں تیرے رب کی طرف تیری راہ نمائی کروں، یعنی میں دلیل کے ساتھ اس کی معرفت کی طرف تجھے لے جاؤں۔ پس تو ڈر جائے۔ یعنی تو اس سے خوف زدہ ہو۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فقل هل لك الى ان تزكى ۔ف تعقیب کا ہے قل فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر ہل استفہامیہ ہے لک متعلق باسم محذوف ہے ان مصدریہ۔ تزکی، تزکی (تفعیل) مصدر سے مجارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اصل میں تتزکی تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی۔ تو سنور جائے۔ تو پاک ہو جائے۔

تفسیر المدارک میں ہے:۔ هل لك ميل (رغبة) الى ان تتطهر من الشرك والعصيان بالطاعة والايمان ۔کیا تیری خواہش ہے کہ تو اطاعت اور ایمان کے ذریعے شرک وسرکشی سے پاک ہو جائے۔ (اپنے آپ کو پاک کر لے)۔

(تفسیر مدارک، نازعات)

| |
|---|
| فَاَرٰهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ۝ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ |
| فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ |
| پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔ تو اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی۔ پھر واپس پلٹا، |
| دوڑ بھاگ کرتا تھا پھر اس نے اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پھر اس نے کہا: میں تمہارا سب سے بلند و بالا رب ہوں۔ |
| تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ |

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو معجزہ دیکھانے کا بیان

" فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَى " مِنْ آيَاتـه التِّسْع وَهِيَ الْيَد أَوْ الْعَصَا " فَكَذَّبَ " فِرْعَوْن مُوسَى " وَعَصَى " اللّٰه تَعَالَى " ثُمَّ أَدْبَرَ " عَنْ الْإِيمَان " يَسْعَى " فِي الْأَرْض بِالْفَسَادِ " فَحَشَرَ " جَمَعَ السَّحَرَة وَجُنْده " فَنَادَى "" فَقَالَ أَنَا رَبّكُمْ الْأَعْلَى " لَا رَبّ فَوْقِي " فَأَخَذَهُ اللّٰه " أَهْلَكَهُ بِالْغَرَقِ " نَكَال " عُقُوبَة " الْآخِرَة " أَيْ هَذِهِ الْكَلِمَة " وَالْأُولَى " أَيْ قَوْله قَبْلهَا : " مَا عَلِمْت لَكُمْ مِنْ إِلَه غَيْرِي " وَكَانَ بَيْنهمَا أَرْبَعُونَ سَنَة،

پھر موسیٰ علیہ السلام نے اسے بڑی نشانی دکھائی۔ جو آپ کی نو نشانیوں میں سے تھی اور وہ ہاتھ اور عصا ہے۔ تو فرعون نے موسیٰ

علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ پھر اس نے ایمان سے اعراض کیا۔ زمین میں فساد کے ساتھ دوڑ بھاگ کرتا تھا پھر اس نے جادوگر اور اس کے گروہوں کو اکٹھا کیا، پس پکارا۔ پھر اس نے کہا میں تمہارا سب سے بلند و بالا رب ہوں۔ یعنی مجھے سے اوپر کوئی رب نہیں ہے۔ تو اللہ نے اسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس کو غرق کرنے کے ساتھ دنیا میں ہلاک کر دیا اور آخرت میں سزا ہوگی۔ یعنی اس کا پہلا کلمہ "مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي " اور دوسرے کلمہ کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ تھا۔

اس انتہائی نرم گفتگو کے باوجود اور بات کو سمجھ جانے کے باوجود فرعون اپنے اقتدار اور متکبرانہ روش سے دستبردار ہونے کے لیے قطعاً تیار نہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تم اپنے اس دعویٰ رسالت کی تائید میں اللہ کی طرف سے کوئی نشانی بھی پیش کر سکتے ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کا اثبات میں جواب دیا اور بھرے دربار میں اپنا عصا جو زمین پر پھینکا تو وہ ایک اژدھا بن گیا جس سے فرعون اور سب درباری سخت مرعوب اور دہشت زدہ ہو گئے۔ بالآخر فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ وہ جلد از جلد اس اژدھا کو سنبھال لیں۔ چنانچہ آپ نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا تو وہ پھر سے وہی پہلے والا عصا بن گیا۔

یہ فرعون کی اس تدبیر کی طرف اشارہ ہے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے کے لئے سب سے آخر میں اختیار کی تھی۔ سورہ زخرف میں مذکور ہے کہ جب مصر پر کوئی آفت آتی تو فرعون موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتا کہ وہ اپنے رب سے دعا کریں کہ یہ بلا ٹل جائے۔ اگر ان کی دعا سے یہ بلا ٹل گئی تو وہ ان کی بات مان لے گا لیکن موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب وہ بلا ٹل جاتی

تو وہ اپنے وعدے سے پھر جاتا۔ اس کی بار بار کی اس روش کا یہ اثر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا اثر مصر کے لوگوں میں بڑھنے لگا۔ اس سے گھبرا کر فرعون نے قوم کے تمام بااثر افراد کو جمع کیا اور ان کے اندر اپنا اثر بحال کرنے کی کوشش کی۔ اس موقع پر اس نے جو تقریر کی اس کی طرف یہاں اجمالی اشارہ ہے۔ تفصیل سورہ زخرف کے پانچویں رکوع آیت ۶۴ تا ۶۵ میں بیان ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۞ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ۞ |
| رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ۞ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ۞ |
| بیشک اس میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔ کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے |
| بنایا۔ اس کی چھت کو بلند کیا، پھر اسے برابر کیا۔ اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔ |

## آسمان کی تخلیق سے سبق عبرت کا بیان

"اِنَّ فِي ذَلِكَ" الْمَذْكُور "لَعِبْرَةً لِمَنْ يَخْشَى" اللّٰه تَعَالَى "ءَاَنْتُمْ" بِتَحْقِيقِ الْهَمْزَتَيْنِ

وَإِبْدَال الثَّانِيَة أَلِفًا وَتَسْهِيلهَا وَإِدْخَال أَلِف بَيْن الْمُسَهَّلَة وَالْأُخْرَى وَتَرْكه , أَيْ مُنْكِرُو الْبَعْث "أَشَدّ خَلْقًا أَمْ السَّمَاء " أَشَدّ خَلْقًا " بَنَاهَا " بَيَان لِكَيْفِيَّةِ خَلْقهَا،

" رَفَعَ سَمْكهَا " تَفْسِير لِكَيْفِيَّةِ الْبِنَاء , أَيْ جَعَلَ سَمْتهَا فِي جِهَة الْعُلُوّ رَفِيعًا , وَقِيلَ سَمْكهَا سَقْفهَا " فَسَوَّاهَا " جَعَلَهَا مُسْتَوِيَة بِلَا عَيْب " وَأَغْطَشَ لَيْلهَا " أَظْلَمَهُ " وَأَخْرَجَ ضُحَاهَا " أَبْرَزَ نُور شَمْسهَا وَأُضِيفَ إِلَيْهَا اللَّيْل لِأَنَّهُ ظِلّهَا وَالشَّمْس لِأَنَّهَا سِرَاجهَا،

بیشک اس واقعہ میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔کیا پیدا کرنے میں تم زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اس نے اسے بنایا۔یہاں پر بھی اَ اَنتم دونوں ہمزوں کی تحقیق کے ساتھ اور دوسرے الف کے بدلا گیا ہے اور تسہیل کے ساتھ بھی جبکہ مسہلہ اور دوسرے کے درمیان الف کو داخل کیا جائے اور ترک کے ساتھ بھی آیا ہے۔یعنی اے منکرین بعث،اس کی چھت کو بلند کیا،یہ آسمان کی تخلیق کی کیفیت ہے۔پھر اسے برابر کیا۔یہ بنانے کی کیفیت کی تفسیر ہے۔یعنی اس کی چھت کو بلند کیا۔اور یہ بھی کہا گیا ہے سمکہا سے مراد سقفہا ہے۔یعنی بغیر کسی عیب کے اسے درست کیا۔اور اس کی رات کو تاریک کر دیا اور اس کے دن کی روشنی کو ظاہر کر دیا۔یعنی سورج کی روشنی سے ظاہر کیا۔یہاں پر رات کی اضافت رات کی جانب اس لئے کی گئی ہے کہ وہ اس کا سایہ ہے اور سورج اس کا چراغ ہے۔

## واقعہ فرعون کا بعد والوں کیلئے بہ طور عبرت ہونے کا بیان

نکال ایسے عذاب کو کہا جاتا ہے جس کو دیکھ کر دوسروں کو عبرت ہو اور سب سہم جائیں۔نکال آخرت فرعون کے لئے آخرت کا عذاب ہے،اور نکال اولیٰ سے مراد وہ عذاب ہے جو دنیا میں اس کی پوری قوم کے غرق دریا ہو جانے سے ان کو پہنچا۔اگے پھر منکرین حشر و نشر کے اس استبعاد اور شبہ کا ازالہ ہے کہ مرنے اور مٹی ہو جانے کے بعد کیسے دوبارہ زندہ کئے جاویں گے۔

اس میں حق تعالیٰ نے آسمان و زمین اور انکے اندر پیدا کی ہوئی عظیم مخلوقات کا ذکر کر کے انسان غافل کو اس پر متنبہ کیا ہے کہ جس ذات نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو ابتدائی وجود بغیر کسی مادہ و آلہ کے عطا فرمایا وہ اگر ان کو نیست و نابود کرنے کے بعد دوبارہ وجود عطا فرما دے تو تمہارے تعجب کا کیا مقام ہے۔آگے پھر روز قیامت کی شدت اور اس روز ہر شخص کے اعمال کا سامنے آ جانا اور اہل جنت اور اہل جہنم کے دونوں ٹھکانوں کا بیان اور آخر میں اہل جنت اور اہل دوزخ کی خاص خاص علامات کا بیان ہے جس سے ایک انسان دنیا ہی میں فیصلہ کر سکتا ہے کہ ضابطہ سے میرا ٹھکانا جنت میں ہے یا دوزخ میں،ضابطہ اس لئے کہا گیا ہے کہ کسی کی شفاعت یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کی رحمت سے کسی جہنمی کو اس سے آزاد کر کے جنت میں پہنچا دینا جیسا کہ بہت سی آیات و روایات حدیث اس پر دلالت کرتی ہیں وہ ایک استثنائی حکم ہے اور اصل ضابطہ جنت یا دوزخ میں ٹھکانے کا وہی ہے جو آ گی والی آیت میں بیان فرمایا ہے۔(تفسیر مظہری،سورہ نازعات،بیروت)

| |
|---|
| وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا۝ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا۝ |
| وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا۝ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۝ |
| اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا۔ اسی نے زمین میں سے اس کا پانی نکال لیا اور اس کی نباتات نکالیں۔ |
| اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے۔ |

## زمین کو بچھا دیئے جانے کا بیان

"وَالْاَرْض بَعْد ذٰلِكَ دَحَاهَا" بَسَطَهَا وَكَانَتْ مَخْلُوقَة قَبْل السَّمَاء مِنْ غَيْر دَحْو "أَخْرَجَ" حَال بِإِضْمَارِ قَدْ أَيْ مُخْرِجًا "مِنْهَا مَاءَهَا" بِتَفْجِيرِ عُيُونهَا "وَمَرْعَاهَا" "مَا تَرْعَاهُ النَّعَم مِنْ الشَّجَر وَالْعُشْب وَمَا يَأْكُلهُ النَّاس مِنْ الْأَقْوَات وَالثِّمَار, وَإِطْلَاق الْمَرْعَى عَلَيْهِ اِسْتِعَارَة" وَالْجِبَال أَرْسَاهَا" أَثْبَتَهَا عَلَى وَجْه الْأَرْض لِتَسْكُن" مَتَاعًا" مَفْعُول لَهُ لِمُقَدَّرٍ, أَيْ فَعَلَ ذٰلِكَ مُتْعَة أَوْ مَصْدَر أَيْ تَمْتِيعًا" لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ" جَمْع نَعَم وَهِيَ الْإِبِل وَالْبَقَر وَالْغَنَم،

اور زمین، اس کے بعد اسے بچھا دیا یعنی اس کی تخلیق آسمان کی تخلیق سے پہلے بغیر بچھائے ہوئی۔ یہاں پر لفظ اخرج یہ قد کی اضمار سے حال ہے جو مخرجا کے معنی میں ہے۔ اسی نے زمین میں سے اس کا پانی چشموں کے ذریعے الگ نکال لیا اور بقیہ خشک قطعات میں اس کی نباتات نکالیں۔ جس کو مویشی کھاتے ہیں جو درخت اور گھاس وغیرہ ہے اور لوگ غلہ اور پھل وغیرہ کھاتے ہیں اور مرعیٰ کا اطلاق بہ طور استعارہ ہے۔ اور پہاڑ، اس نے انھیں گاڑ دیا۔ یعنی انہیں زمین پر گاڑ دیا تاکہ وہ ساکن ہو جائے۔ اور لفظ متاعا یہ فعل مقدر کا مفعول لہ ہے۔ یعنی فعل ذلک متعہ یا تمتیعا سے مصدر ہے۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدہ کے لئے کیا۔ لفظ انعام یہ نعم کی جمع ہے جس میں اونٹ، گائے اور بکری شامل ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ سب تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے ہے، یعنی زمین سے چشموں اور نہروں کا جاری کرنا زمین کے پوشیدہ خزانوں کو ظاہر کرنا کھیتیاں اور درخت اگانا پہاڑوں کا گاڑنا تاکہ زمین سے پورا پورا فائدہ تم اٹھا سکو، یہ سب باتیں انسانوں کے فائدے کیلئے ہیں اور ان کے جانوروں کے فائدے کے لئے پھر وہ جانور بھی انہی کے فائدے کے لئے ہیں کہ بعض کا گوشت کھاتے ہیں بعض پر سواریاں لیتے ہیں اور اپنی عمر اس دنیا میں سکھ چین سے بسر کر رہے ہیں۔ ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو وہ کانپنے لگی اور کہنے لگی تو آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے جو اپنی گندگی مجھ پر ڈالیں گے اور میری پیٹھ پر تیری نافرمانیاں کریں گے، اللہ تعالیٰ نے پہاڑ گاڑ کر زمین کو ٹھہرا دیا بہت سے پہاڑ تم دیکھ رہے ہو اور بہت سے تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہیں، زمین کا پہاڑوں کے بعد سکون حاصل کرنا بالکل ایسا ہی تھا جیسے اونٹ کو ذبح کرتے ہی اس کا گوشت تھرکتا رہتا ہے پھر کچھ دیر بعد ٹھہر جاتا ہے۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ نازعات، بیروت)

| |
|---|
| فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰی ۝ یَوْمَ یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی ۝ |
| پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جس دن انسان یاد کرے گا |
| جو اس نے کوشش کی، اور ہر دیکھنے والے کے لئے دوزخ ظاہر کردی جائے گی۔ |

## نفخہ ثانیہ سے قیامت کے دن کے چھا جانے کا بیان

" فَإِذَا جَاءَتْ الطَّامَّة الْكُبْرَى " النَّفْخَة الثَّانِيَة" يَوْم يَتَذَكَّر الْإِنْسَان " بَدَل مِنْ إِذَا " مَا سَعَى " فِي الدُّنْيَا مِنْ خَيْر وَشَرّ" وَبُرِّزَتْ " أُظْهِرَتْ " الْجَحِيم " النَّار الْمُحْرِقَة "لِمَنْ يَرَى " لِكُلِّ رَاءٍ وَجَوَاب إِذَا : " فَأَمَّا مَنْ طَغَى "

پھر جب وہ ہر چیز پر چھا جانے والی سب سے بڑی مصیبت آ جائے گی۔ جو نفخہ ثانیہ سے ہوگی۔ جس دن انسان یاد کرے گا یہاں پر یہ جملہ اذا سے بدل ہے۔ جو اس نے دنیا میں بھلائی یا برائی کوشش کی، اور ہر دیکھنے والے کے لئے دوزخ ظاہر کردی جائے گی۔ یعنی جو اسے دیکھے گا آگ اسکو جلا دے گی۔ اور یہ اذا کا جواب ہے۔ پھر جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔

## انتہائی ہولناک لرزہ خیز لمحات کا بیان

طامۃ الکبریٰ سے مراد قیامت کا دن ہے اس لئے کہ وہ ہولناک اور بڑے ہنگامے والا دن ہوگا، جیسے اور جگہ ہے آیت (وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ، القمر:46) یعنی قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے، اس دن ابن آدم اپنے بھلے برے اعمال کو یاد کرے گا اور کافی نصیحت حاصل کرلے گا، جیسے اور جگہ ہے آیت (یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ، الفجر:23) یعنی اس دن آدمی نصیحت حاصل کرلے گا لیکن آج کی نصیحت اسے کچھ فائدہ نہ دے گی، لوگوں کے سامنے جہنم لائی جائے گی اور وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں گے اس دن سرکشی کرنے والوں اور دنیا کو دین پر ترجیح دینے والوں کو ٹھکانا جہنم ہوگا، ان کی خوراک زقوم ہوگا اور ان کا پانی حمیم ہوگا، ہاں ہمارے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہنے والوں، اپنے آپ کو نفسانی خواہشوں سے بچاتے رہنے والوں خوف اللہ دل میں رکھنے والوں اور برائیوں سے باز رہنے والوں کا ٹھکانا جنت ہے اور وہاں کی تمام نعمتوں کے حصہ دار صرف یہی ہیں۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے بارے میں تم سے سوال ہو رہے ہیں تم کہہ دو کہ نہ مجھے اس کا علم ہے نہ مخلوق میں سے کسی اور کو صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ اس کا صحیح وقت کسی کو معلوم نہیں وہ زمین وآسمان پر بھاری پڑ رہی ہے، حالانکہ دراصل اس کا علم سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اور کسی کو نہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی جس وقت انسانی صورت میں آپ کے پاس آئے اور کچھ سوالات کئے جن کے جوابات آپ نے دیئے پھر یہی قیامت کے دن کے تعیین کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو، نہ وہ اسے جانتا ہے نہ خود پوچھنے والے کو اس کا علم ہے، پھر فرمایا کہ اے نبی تم تو صرف لوگوں کے ڈرانے والے ہو اور اس سے نفع

انہیں کو پہنچے گا جو اس خوفناک دن کا ڈر رکھتے ہیں اور تیاری کر لیں گے اور اس دن کے خطرے سے بچ جائیں گے، باقی جو لوگ ہیں وہ آپ کے فرمان سے عبرت حاصل نہیں کریں گے بلکہ مخالفت کریں گے اور اس دن بدترین نقصان اور مہلک عذابوں میں گرفتار ہوں گے، لوگ جب اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر محشر کے میدان میں جمع ہوں گے، اس وقت اپنی دنیا کی زندگی انہیں بہت ہی تھوڑی نظر آئے گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ صرف صبح کا یا صرف شام کا کچھ حصہ دنیا میں گزارا ہے، ظہر سے لے کر آفتاب کے غروب ہونے کے وقت کو عشیہ کہتے ہیں اور سورج نکلنے سے لے کر آدھے دن تک کے وقت کو ضحیٰ کہتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ آخرت کو دیکھ کر دنیا کی لمبی عمر بھی اتنی کم محسوس ہونے لگی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ نازعات، بیروت)

| |
|---|
| فَاَمَّا مَنْ طَغٰیo وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَاo فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰیo |
| پھر جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔ اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی۔ تو بیشک دوزخ ہی ٹھکانا ہوگا۔ |

## کفر کرنے والوں کا جہنم میں ٹھکانہ ہونے کا بیان

" فَأَمَّا مَنْ طَغَى " كَفَرَ " وَآثَرَ الْحَيَاة الدُّنْيَا " بِاتِّبَاعِ الشَّهَوَات " فَإِنَّ الْجَحِيم هِيَ الْمَأْوَى " مَأْوَاهُ،

پھر جس شخص نے سرکشی کی ہوگی۔ یعنی کفر کیا ہوگا اور اتباع شہوات کے سبب دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ہوگی۔ تو بیشک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔

## نفس کی طغیانی کے مفہوم کا بیان

اول طغیان یعنی اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پابندی کے بجائے سرکشی کرنا، دوسرے دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دینا یعنی جب ایسا کوئی کام سامنے آئے کہ اسکے اختیار کرنے سے دنیا میں تو آرام یا لذت ملتی ہے مگر آخرت میں اس پر عذاب مقرر ہے اس وقت وہ دنیا کی لذت کو ترجیح دے کر آخرت کی فکر کو نظر انداز کر دے۔ جو شخص دنیا میں ان دو بلاؤں میں مبتلا ہے اس کے لئے فرمایا فان الجحیم ھی الماوی، یعنی جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔ اسکے بعد اہل جنت کی اسی طرح دو علامتیں بتلائی ہیں۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى اول یہ کہ جس شخص کو دنیا میں اپنے ہر عمل ہر کام کے وقت یہ خوف لگا رہا کہ مجھے ایک روز حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہو کر ان اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ دوسرے جس نے اپنے نفس کو قابو میں رکھا، ناجائز خواہشوں سے اس کو روک دیا، جس نے دنیا میں یہ دو وصف حاصل کر لئے قرآن کریم نے اس کو یہ خوشخبری دے دی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی یعنی جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

## مخالفت نفس کے تین درجات کا بیان

آیت مذکورہ میں جنت کے ٹھکانے کی دو شرطیں بتلائی ہیں اور غور کیا جائے تو وہ نتیجہ کے اعتبار سے ایک ہی ہے۔ کیونکہ پہلی

شرط خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہی کا خوف ہے۔ دوسری شرط نفس کو ہوای سے روکنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ خدا کا خوف ہی نفس کو اتباع ہوی سے روکنے والی چیز ہے۔

قاضی ثناء اللہ نے تفسیر مظہری میں فرمایا کہ مخالفت ہویٰ کے تین درجے ہیں۔ اول درجہ تو یہ ہے کہ آدمی ان عقائد باطلہ سے بچ جائے جو ظاہر نصوص اور اجماع سلف کے خلاف ہوں، اس درجہ میں پہنچ کر وہ سنی مسلمان کہلانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔

متوسط درجہ یہ ہے کہ وہ کسی معصیت اور گناہ کا ارادہ کرے پھر اس کو یہ بات یاد آ جائے کہ مجھے اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اس خیال کی بنا پر گناہ کو ترک کر دے۔ اسی متوسط درجہ کا تکملہ یہ ہے کہ آدمی شبہات سے بھی پرہیز کرے اور جس مباح و جائز کام میں مشغول ہونے سے کسی ناجائز کام میں مبتلا ہو جانیکا خطرہ ہو اس جائز کام کو بھی ترک کر دے، جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے مشتبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنی آبرو اور دین کو بچالیا اور جو شخص مشتبہات میں مبتلا ہو گیا وہ بالآخر محرمات میں مبتلا ہو جائیگا۔ مراد مشتبہات سے وہ کام ہیں جن میں جائز و ناجائز ہونیکے دونوں احتمال ہوں، یعنی عمل کرنے والے کو یہ شبہ ہو کہ میرے لئے یہ کام جائز ہے یا ناجائز، مثلاً ایک شخص بیمار ہے وضو کرنے پر قادر ہے تو اور اس کا یقین پورا نہیں کہ میرے لئے وضا کرنا اس حالت میں مضر ہی ہے تو تمیم کا جواز اور عدم جواز مشتبہ ہو گیا اسی طرح کھڑے ہو کر نماز پڑھ تو سکتا ہے مگر مشقت بہت زیادہ ہے اس کی وجہ سے یہ اشتباہ ہو گیا کہ بیٹھ کر نماز میرے لئے درست ہے یا نہیں ایسے مواقع میں مشتبہ چیز کو چھوڑ کر یقینی جواز کو اختیار کرنا تقویٰ ہے اور مخالفت کا متوسط درجہ یہی ہے۔

## مکائد نفس کا بیان

نفس کی مخالفت ان چیزوں میں جو صریح طور سے گناہ اور سیئات ہیں یہ تو اگر کوئی کوشش کرے تو باختیار خود بھی اس میں کامیابی ہو جاتی ہے لیکن ایک ہوئی نفس وہ ہے جو عبادات اور اعمال حسنہ میں شامل ہو جاتی ہے۔ ریا و نمود، خود پسندی یہ ایسے دقیق گناہ اور شدید ہوائی نفس ہیں جس میں انسان اکثر خود بھی دھوکا کھاتا ہے اپنے عمل کو درست و صحیح سمجھتا رہتا ہے اور یہی وہ ہوائی نفس ہے جسکی مخالفت سب سے پہلے اور سب سے زیادہ ضروری ہے۔ مگر اس سے بچنے کا صحیح علاج اور مجرب نسخہ اسکے سوا نہیں کہ انسان کوئی ایسا شیخ کامل تلاش کرے جو کسی ماہر شیخ کی خدمت میں رہ کر مجاہدات کر کے عیوب نفس اور انکے معالجہ سے واقف ہو اپنے آپکو اسکے حوالہ کر دے اور اسکے مشورہ پر عمل کرے۔

شیخ امام حضرت یعقوب کرخیؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنی ابتدائی عمر میں نجار تھا (لکڑی کا کام کرتا تھا) میں نے اپنے نفس میں سستی اور باطن میں ایک قسم کی ظلمت محسوس کی تو ارادہ کیا کہ چند روز روزے رکھوں تاکہ یہ ظلمت اور سستی دور ہو جائے۔ اتفاقاً اسی روزے کی حالت میں ایک روز میں شیخ اجل امام بہاؤ الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ نے مہمانوں کے لئے کھانا منگایا اور مجھے بھی کھانیکا حکم دیا اور فرمایا بہت برا بندہ ہے جو اپنی ہوائی نفسانی کا بندہ ہو جو اس کو گمراہ کرے اور فرمایا کہ کھانا کھالینا اس روزے سے بہتر ہے جو ہوائی نفسانی کے ساتھ ہو، اس وقت مجھے احساس ہا کہ میرا نفس عجب و خود پسندی کا شکار ہو رہا تھا جس کو شیخ

نے محسوس کیا اور مجھے ثابت ہوگیا کہ ذکر وشغل اور نفلی عبادات میں کسی شیخ کامل کی اجازت وہدایت درکار ہے کیونکہ وہ مکائد نفس سے واقف ہوتا ہے جس نفلی عمل میں کوئی نفس کا کید ہوگا اسی سے روک دیگا، اس وقت میں نے حضرت شیخ نقشبند قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضرت اگر ایسا شیخ جس کو اصطلاح میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہا جاتا ہے کسی کو میسر نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ شیخ نے فرمایا کہ اس کو چاہیے کہ استغفار ہو جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض اوقات میں اپنے قلب میں کدورت محسوس کرتا ہوں اور میں ہر روز اللہ تعالیٰ سے سومرتبہ استغفار یعنی طلب مغفرت کرتا ہوں۔ تیسرا اعلیٰ درجہ مخالفت ہوائی نفسانی کا یہ ہے کہ کثرت ذکر اور مجاہدات وریاضات کے ذریعہ اپنے نفس کو ایسا مزکی بنالے کہ اس میں وہوائی نفسانی باقی ہی نہ رہے جو انسان کی شر کی طرف کھینچتی ہے یہ مقام ولایت کہا جاتا ہے۔ یہی لوگ قرآن کی اس آیت کے مصداق ہیں جو شیطان کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے ان عبادی لیس لك علیهم سلطن، یعنی میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا اور یہی مصداق ہیں اس حدیث کے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یومن احد کم حتی یکون هواه تبعالما جت به یعنی تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی ہوائی نفسانی میری تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں۔ (تفسیر مظہری بہ تصرف، سورہ نازعات، لاہور)

| |
|---|
| وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىo فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰىo |
| اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اور اس نے نفس کو خواہشات وشہوات سے باز رکھا۔ تو بیشک جنت ہی ٹھکانا ہوگا۔ |

## اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے کیلئے جنت میں مقام ہونے کا بیان

" وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبّه " قِيَامه بَيْن يَدَيْهِ " وَنَهَى النَّفْس " الْأَمَّارَة " عَنْ الْهَوَى " الْمُرْدِي بِاتِّبَاعِ الشَّهَوَات

" فَإِنَّ الْجَنَّة هِيَ الْمَأْوَى " وَحَاصِل الْجَوَاب : فَالْعَاصِي فِي النَّار وَالْمُطِيع فِي الْجَنَّة

اور جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا یعنی اس کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور اس نے اپنے نفس امارہ کو بری خواہشات وشہوات سے باز رکھا۔ تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ عاصی دوزخ میں جبکہ مطیع جنت میں ہوگا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وامـا مـن خـاف مقـام ربـه واو عاطفہ ہے جملہ کا عطف کلام سابقہ پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ مقام مضاف ربہ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ مقام مصدر میمی واسم ظرف مکان ہے۔ کھڑا ہونا۔ کھڑے ہونے کی جگہ خاف ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خوف (باب فتح) مصدر۔ اور (قیامت کے دن حساب کے لئے) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔

ونهـی الـنـفـس عن الهوی ۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ نہی ماضی واحد مذکر غائب نہی (باب فتح) مصدر

سے۔اس نے روکا۔اس نے باز رکھا الھوی اسم مصدر۔(باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز (رغبت) اور اس نے نفس کو ناجائز خواہشات سے روکے رکھا۔

فان الجنۃ ھی الماوی۔تو بے شک جنت اس کے لوٹنے کی جگہ ہوگی۔ماوی۔مصدر اور اسم ظرف مکان۔قیام کرنا۔سکونت پذیر ہونا۔مقام سکونت۔ٹھکانا۔اوی یاوی (ماضی ومضارع) باب ضرب سے۔اوی بھی مصدر ہے۔اگر صلہ میں الی ہو تو پناہ پکڑنے،ٹھکانا بنانے اور فروکش ہونے کے معنی ہوں گے۔جیسے قال ساوی الی جبل یعصمنی من الماء ،اس نے کہا میں ابھی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے مثلاً اویت لہ میں نے اس پر رحم کھایا۔(انوار البیان،سورہ نازعات)

| |
|---|
| يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ |
| آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔اس کے ذکر سے تو |
| کس خیال میں ہے؟ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔ |

## قیام قیامت کے متعلق سوال کرنے کا بیان

"يَسْأَلُونَكَ" أَيْ كُفَّار مَكَّة "عَنْ السَّاعَة أَيَّانَ مُرْسَاهَا" مَتَى وُقُوعهَا وَقِيَامهَا "فِيمَ" فِي أَيّ شَيْء "أَنْتَ مِنْ ذِكْرَاهَا" أَيْ لَيْسَ عِنْدك عِلْمهَا حَتَّى تَذْكُرهَا "إِلَى رَبّك مُنْتَهَاهَا" مُنْتَهَى عِلْمهَا لَا يَعْلَمهُ غَيْره

کفار مکہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا۔یعنی وہ کب قائم ہوگی۔اس کے ذکر سے تو کس خیال میں ہے؟ تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے۔یعنی اس کا علم آپ کیلئے بیان کرنے کیلئے نہیں ہے بلکہ اس کو اللہ کی طرف منسوب کر دیں کہ وہی جانتا ہے۔

## سورت نازعات آیت ۴۲ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مکہ کے مشرکین نے محض مذاق اڑانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی تو اس پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔يَسْـــــــــلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰـهَا الی آخر السورہ ۔ ابن جریر نے طارق بن شہاب سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کا بہت زیادہ ذکر فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ،اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا) ترجمہ۔سو تم اس کے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ اس کا منتھا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار کو ہی (معلوم) ہے۔ابن ابی حاتم نے عروہ سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

(سیوطی 326،طبری 30۔31،ابن کثیر 4۔469،قرطبی 19۔209)

الی ربک منتھٰھا ۔ منتھٰی ۔ن ہ ی مادہ سے باب افتعال سے اسم ظرف زمان ہے یا اسم ظرف مکان ہے بمعنی آخری وقت یا آخری حد۔ مضاف ھا ضمیر واحد مونث مضاف الیہ جس کا مرجع الساعۃ ہے۔اس کے علم کی آخری حد (بغوی)

یعنی قیامت کے برپا ہونے کے متعلق آخری یعنی فائنل وقت یا حد کا علم تیرے پروردگار پرختم ہے۔وہ جب چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی۔(ضیاء القرآن، سورہ نازعات، لاہور)

## قیامت کی بعض نشانیوں کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے سے (کسی سلسلہ میں) باتیں کرر ہے تھے کہ اچانک ایک دیہاتی (مجلس نبوی میں) آیا اور کہنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امانت، تلف کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرنے لگنا۔" دیہاتی نے پوچھا کہ امانت، کیونکر تلف کی جائے گی اور یہ نوبت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"جب حکومت وسلطنت کا کام نااہل لوگوں کے سپرد ہو جائے تو (سمجھنا کہ یہ امانت کا تلف ہو جانا ہے اور اس وقت) قیامت کا انتظار کرنا۔(بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 4)

امانت سے مراد شریعت کی طرف سے عائد کی جانے والی ذمہ داریاں اور دین کے احکام ہیں جیسا کہ قرآن کریم کے ارشاد انا عرضنا الامانۃ میں امانت کا یہی مفہوم ہے یا "امانت" سے لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں مراد ہیں۔حاصل یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کے پوچھنے پر یہ واضح فرمایا کہ قیامت کا متعین وقت عالم الغیوب کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا اور نہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو وہ ذریعہ بتایا ہے جس سے قیامت کا متعینہ وقت جانا جاسکے، ہاں اس نے ایسی علامتیں ضرور مقرر کی ہیں جو قیامت سے پہلے ظاہر ہوں گی اور جو اس امر کی نشانیاں ہوں گی کہ اب قیامت قریب ہے چنانچہ ان علامتوں میں سے ایک علامت امانتوں کا ضائع کرنا ہے کہ لوگ امانتوں میں خیانت کرنے لگیں گے۔"نااہل" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے اندر حکومت وسیادت کی شرائط نہ رکھنے کی وجہ سے حکمراں بننے کا استحقاق نہ رکھتے ہوں گے، جیسے عورتیں، بچے جہلاء، فاسق وبدکار، بخیل اور نامرد وغیرہ، اسی طرح جو شخص قریش النسل نہ ہو وہ بھی اس باب میں" نااہل" ہی کے زمرہ میں شمار ہوگا خواہ وہ سلاطین کی نسل سے کیوں نہ ہو لیکن اس شرط کا تعلق خاص طور پر خلافت سے ہے!حدیث کے اس جزء کا حاصل یہ ہے کہ اگر دین ودنیا کے امور کا نظم وانتظام ایسے شخص کے ہاتھوں میں آجائے جو اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی اہلیت نہ رکھتا ہو تو یقیناً ان امور کا صحیح طور پر انجام پانا ناممکن نہیں ہوگا اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگوں کے حقوق ضائع و پامال ہونے لگیں گے اور ہر شخص بے چین ومضطرب رہے گا۔ "وسد" بصیغہ مجہول اور سین کی تشدید کے ساتھ یا تشدید کے بغیر۔اصل میں "وسادۃ" سے مشتق ہے، جس کے لغوی معنی تکیہ کے ہیں، چنانچہ جس شخص کے سپرد کوئی کام کیا جاتا ہے تو گویا اس کام کے اعتبار سے اس شخص پر تکیہ کیا جاتا ہے۔

إِنَّمَآ أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا ○ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحَاهَا ○

آپ تو محض اس شخص کو ڈرسنانے والے ہیں جو اس سے خائف ہے۔ گویا وہ جس دن اسے دیکھ لیں گے

تو وہ ایک شام یا اس کی صبح کے سوا ٹھہرے ہی نہ تھے۔

## قیامت کے دن قبروں میں ٹھہرنے کی مدت کو کم خیال کرنے کا بیان

" إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِر " إِنَّمَا يَنفَع إِنْذَارك " مَنْ يَخْشَاهَا " يَخَافهَا " كَأَنَّهُمْ يَوْم يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا " فِي قُبُورهمْ " إِلَّا عَشِيَّة أَوْ ضُحَاهَا " عَشِيَّة يَوْم أَوْ بُكْرَته وَصَحَّ إِضَافَة الضُّحَى إِلَى الْعَشِيَّة لِمَا بَيْنهمَا مِنْ الْمُلَابَسَة إِذْ هُمَا طَرَفَا النَّهَار , وَحَسَّنَ الْإِضَافَة وُقُوع الْكَلِمَة الْفَاصِلَة .

آپ تو محض اس شخص کو ڈرسنانے والے ہیں تا کہ آپ کا انذار کو اس فائدہ پہنچائے۔ جو اس سے خائف ہے۔ گویا وہ جس دن اسے دیکھ لیں گے تو یہ خیال کریں گے کہ وہ قبروں میں ایک شام یا اس کی صبح کے سوا ٹھہرے ہی نہ تھے۔ یعنی صبح کے کچھ وقت یا شام کے کچھ وقت ٹھہرے ہیں یہاں پر ضحیٰ کی اضافت عشیہ کی جانب اس لئے کی گئی ہے کیونکہ ان دونوں کے درمیان مناسبت ہے۔ کیونکہ ان دونوں کا وقوع دن کے کناروں میں ہوتا ہے۔ اور کلمہ کے فاصلہ کے وقوع کے سبب اضافت نے اور بھی حسین بنادیا ہے۔

گزشتہ واقعات کے متعلق انسان کا تصور یہ ہوتا ہے کہ بیسیوں سال پہلے گزرے ہوئے واقعہ کے متعلق وہ کہتا ہے کہ یہ کل کی بات ہے۔ یہ اس عالم دنیا کا حال ہے جس میں لیل ونہار کی گردش اسے نظر آتی ہے اور ماہ وسال کا وہ حساب لگا سکتا ہے لیکن عالم برزخ میں تو یہ دن رات بھی نہیں ہوں گے جیسے اصحاب کہف پر تین سو سال گزرنے کے بعد وہ یہ فیصلہ نہ کر سکے تھے کہ وہ اس غار میں پورا دن سوئے رہے ہیں یا دن کا کچھ حصہ۔ بالکل یہی صورت حال قیامت کے دن لوگوں کو پیش آئے گی اور کافر قیامت کا دن دیکھ کر یہی سمجھیں گے کہ ان کی دنیا کی زندگی تو پورا ایک دن بھی نہ تھی۔ کاش یہ تھوڑی سی مدت ہم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں ہی گزار کر یہاں آتے۔ مطلب یہ کہ یوم قیامت جس کے متعلق استہزاء یہ سوال کرتے رہے جب یہ اس دن کو دیکھ لیں گے تو اس کی ہولناکیوں کے پیش نظر دنیا کی زندگی ان کو ایک مختصر سا وقفہ معلوم دے گی اور قیامت کی سختی اور عذاب کا دن ایک طویل اور لامتناہی مدت۔

(تفسیر قرطبی، سورہ نازعات، بیروت)

# سُورَۃ عَبَسَ

## یہ قرآن مجید کی سورت عبس ہے

### سورعبس کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ عبس مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، بیالیس آیات، ایک سوتیں کلمات، پانچ سوتینتیس حروف ہیں۔

### سورت عبس کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ عبس آیا ہے جس کا معنیٰ چہرے کو پھیر لینا یا کسی سے اعراض کرنا ہے۔ پس اسی لفظ کے ساتھ یہ سورت عبس کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت عبس کی ابتدائی آیات کے شان نزول کا بیان

بہت سے مفسرین سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ قریش کے سرداروں کو اسلامی تعلیم سمجھا رہے تھے اور مشغولی کے ساتھ ان کی طرف متوجہ تھے دل میں خیال تھا کہ کیا عجب اللہ انہیں اسلام نصیب کر دے ناگہاں حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، پرانے مسلمان تھے عموماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور دینیا اسلام کی تعلیم سیکھتے رہتے تھے اور مسائل دریافت کیا کرتے تھے، آج بھی حسب عادت آتے ہی سوالات شروع کئے اور آگے بڑھ بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اس وقت ایک اہم امر دینی میں پوری طرح مشغول تھے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ ذرا گراں خاطر گزرا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان اور اعلیٰ اخلاق کے لائق یہ بات نہ تھی کہ اس نابینا سے جو ہمارے خوف سے دوڑتا بھاگتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علم دین سیکھنے کے لئے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منہ پھیر لیں اور ان کی طرف متوجہ ہیں جو سرکش ہیں اور مغرور و متکبر ہیں، بہت ممکن ہے کہ یہی پاک ہو جائے اور اللہ کی باتیں سن کر برائیوں سے بچ جائے اور احکام کی تعمیل میں تیار ہو جائے، یہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان بے پرواہ لوگوں کی جانب تمام تر توجہ فرما لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ان کو راہ راست پر لا کھڑا کرنا ضروری تھوڑے ہی ہے؟ وہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں نہ مانیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے اعمال کی پکڑ ہرگز نہیں، مطلب یہ ہے کہ تبلیغ دین میں شریف وضعیف، فقیر وغنی، آزاد و غلام، مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب برابر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو یکساں نصیحت کیا کریں ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے، وہ اگر کسی کو راہ راست سے دور رکھے تو اس کی حکمت

وہی جانتا ہے جسے اپنی راہ لگا لے اسے بھی وہی خوب جانتا ہے، حضرت ابن ام مکتوم کے آنے کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخاطب ابی بن خلف تھا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن ام مکتوم کی بڑی تکریم اور آؤ بھگت کیا کرتے تھے۔ (مسند ابو یعلی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابن ام مکتوم کو قادسیہ کی لڑائی میں دیکھا ہے، زرہ پہنے ہوئے تھے اور سیاہ جھنڈا لئے ہوئے تھے، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب یہ آئے اور کہنے لگے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھلائی کی باتیں سکھایئے اس وقت رؤساء قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پوری توجہ نہ فرمائی انہیں سمجھاتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہو میری بات ٹھیک ہے وہ کہتے جاتے تھے ہاں حضرت درست ہے، ان لوگوں میں عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبدالمطلب تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی کوشش تھی اور پوری حرص تھی کہ کس طرح یہ لوگ دین حق کو قبول کرلیں ادھر یہ آگئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی کوئی آیت مجھے سنایئے اور اللہ کی باتیں سکھایئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت ان کی بات ذرا بے موقع لگی اور منہ پھیر لیا اور ادھر ہی متوجہ رہے، جب ان سے باتیں پوری کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر جانے لگے تو آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا اور سر نیچا ہوگیا اور یہ آیتیں اتریں، پھر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بڑی عزت کیا کرتے تھے اور پوری توجہ سے کان لگا کر ان کی باتیں سنا کرتے تھے آتے جاتے ہر وقت پوچھتے کہ کچھ کام ہے کچھ حاجت ہے کچھ کہتے ہو کچھ مانگتے ہو؟ (تفسیر جامع البیان، سورہ عبس، بیروت)

| |
|---|
| عَبَسَ وَتَوَلّٰیٓ ○ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ○ |
| ان کے چہرہ (اقدس) پر ناگواری آئی اور رخِ (انور) موڑ لیا۔ اس وجہ سے کہ ان کے پاس |
| ایک نابینا آیا (جس نے آپ کی بات کو ٹوکا)۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قطع کلامی کرنے والے سے اعراض کرنے کا بیان

"عَبَسَ" النَّبِيّ : كَلَحَ وَجْهه "وَتَوَلَّى" أَعْرَضَ لِأَجْلِ "أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى" عَبْد اللَّه بْن أُمّ مَكْتُوم فَقَطَعَهُ عَمَّا هُوَ مَشْغُول بِهِ مِمَّنْ يَرْجُو إِسْلَامه مِنْ أَشْرَاف قُرَيْش الَّذِينَ هُوَ حَرِيص عَلَى إِسْلَامهمْ , وَلَمْ يَدْرِ الْأَعْمَى أَنَّهُ مَشْغُول بِذَلِكَ فَنَادَاهُ : عَلِّمْنِي مِمَّا عَلَّمَك اللَّه , فَانْصَرَفَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بَيْته فَعُوتِبَ فِي ذَلِكَ بِمَا نَزَلَ فِي هَذِهِ السُّورَة , فَكَانَ بَعْد ذَلِكَ يَقُول لَهُ إِذَا جَاءَ : "مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِي فِيهِ رَبِّي" وَيَبْسُط لَهُ رِدَاءَهُ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر ناگواری آئی اور رخ انور موڑ لیا۔ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا اور عبد اللہ بن ام مکتوم تھے۔ تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم قطع کلامی کی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشراف قریش جن کے اسلام کی امید تھی ان سے مصروف گفتگو تھے اور وہ عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا تھے۔ اس لئے وہ آپ کی مصروفیت کو نہ جانتے تھے۔ تو انہوں نے آپ کو پکارا کہ جو کچھ اللہ تعالی نے آپ کو سکھایا ہے مجھے بھی سکھا دیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ تو اس سورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے حکم نازل کیا گیا لہٰذا اس کے بعد بھی عبداللہ بن ام مکتوم آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کیلئے فرماتے خوش مرحبا یعنی خوش آمدید کیونکہ تمہارے متعلق اللہ نے میرے لئے حکم نازل فرمایا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کیلئے چادر بچھا دیا کرتے تھے۔

## سورت عبس آیت ۱ کے شان نزول کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ سورت عبس عبداللہ بن ام مکتوم (نابینا صحابی) کے متعلق نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دین کا راستہ بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس وقت مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے باتیں کرتے رہے اور عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اعراض کیا۔ انہوں نے عرض کیا کیا میری بات میں کوئی مضائقہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس پر یہ سورت نازل ہوئی۔ یہ حدیث غریب ہے بعض لوگوں نے اس حدیث کو ہشام بن عروہ سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سورت عبس حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے متعلق نازل ہوئی۔ اس سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1282)

| وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى ○ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ○ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ○ |
| --- |
| اور آپ کو کیا خبر شاید وہ پاک ہو جاتا۔ یا نصیحت حاصل کرے تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ لیکن جو بے پرواہ ہو گیا۔ |

## سن کر نصیحت حاصل کرنے کی اہمیت کا بیان

" وَمَا يُدْرِيك " يُعْلِمك " لَعَلَّهُ يَزَّكّٰى " فِيهِ إِدْغَام التَّاء فِي الْأَصْل فِي الزَّاي , أَيْ يَتَطَهَّر مِنْ الذُّنُوب بِمَا يَسْمَع مِنْك،

" أَوْ يَذَّكَّر " فِيهِ إِدْغَام التَّاء فِي الْأَصْل فِي الذَّال أَيْ يَتَّعِظ " فَتَنْفَعهُ الذِّكْرَى " الْعِظَة الْمَسْمُوعَة مِنْك وَفِي قِرَاءَة بِنَصْبِ تَنْفَعهُ جَوَاب التَّرَجِّي " أَمَّا مَنْ اِسْتَغْنَى " بِالْمَالِ،

اور آپ کو کیا خبر شاید وہ آپ کی توجہ سے مزید پاک ہو جاتا۔ یہاں پر لفظ یزکی اصل میں تاء کا زاء میں ادغام ہے یعنی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیحت سن کر گناہوں سے پاک ہو جاتا۔ یا نصیحت حاصل کرے۔ یہاں پر یذکر میں اصل میں تاء کا ذال میں ادغام ہے تاکہ وہ وعظ حاصل کرے۔ تو وہ نصیحت اسے فائدہ دے۔ یعنی جو کچھ وہ آپ سے سنے۔ یہاں پر لفظ تنفعہ ایک قرأت کے مطابق جواب ترجی آیا ہے۔ لیکن جو مال سے بے پرواہ ہو گیا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

او یذکر: او بمعنی یا۔ یذکر مضارع مرفوع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تذکر (تفعل) مصدر، اصل میں یتذکر تھا۔ ت کو ذ میں مدغم

کیا گیا۔اس کا عطف یزکی پر ہے۔اور یہ بھی ترجی۔لعل کے حکم میں داخل ہے۔

فتنفعہ ف جواب تمنی کے لئے ہے اور ف کے عمل سے مضارع منصوب ہے۔ ہ کی ضمیر الاعمی کی طرف راجع ہے۔ تنفع مضارع واحد مونث غائب نفع مصدر (باب فتح) وہ اس کو نفع پہنچائے گی۔اس میں ضمیر فاعل واحد مونث غائب ہے جس کا مرجع الذکری ہے۔الذکری تنبیہ، نصیحت، یاد، ذکر یذکر کا مصدر بھی ہے۔کثرت ذکر کے لئے بھی ذکری بولا جاتا ہے۔یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔آیت کا ترجمہ ہوگا:۔یا وہ نصیحت کی باتیں یاد کرتا اور غور وفکر کرتا سو اس کو نصیحت نفع دیتی (یعنی اس کثرت ذکر سے اس کا حضور قلب بڑھ جاتا اور قرب الٰہی کے درجات حاصل ہوتے۔

اما من استغنی: اما۔لیکن۔یا۔سو۔حرف شرط ہے۔اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے اس صورت میں اما کا تکرار ضروری ہے اس کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے۔ یہاں اس آیت میں یہ تفصیل کے لئے استعمال ہوا ہے۔

من شرطیہ ہے۔استغنی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر لاپروائی کرنا۔لیکن جس نے لاپروائی کی۔ جملہ شرطیہ ہے۔اس شرط کا جواب فانت لہ تصدی ہے۔(تفسیر روح المعانی، سورہ عبس، بیروت)

| |
|---|
| اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۝وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی۝ |
| تو آپ اس کے لیے زیادہ اہتمام فرماتے ہیں۔حالانکہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں اگر چہ وہ پاکیزگی اختیار نہ بھی کرے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا لوگوں قبول اسلام کیلئے دعوت دینے کا بیان

" فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى " وَفِي قِرَاءَة بِتَشْدِيدِ الصَّاد بِإِدْغَامِ التَّاء الثَّانِيَة فِي الْأَصْل فِيهَا : تُقْبِل وَتَتَعَرَّض "وَمَا عَلَيْك أَلَّا يَزَّكَّى " يُؤْمِن

تو آپ اس کے (قبولِ اسلام کے) لیے زیادہ اہتمام فرماتے ہیں۔یہاں پر لفظ تصدی میں ایک قرأت کے مطابق صاد کا تاء ثانیہ میں ادغام ہے۔یعنی توجہ کرتے ہیں اور غور وفکر کرتے ہیں۔حالانکہ آپ پر کوئی ذمہ داری کا بوجھ نہیں اگر چہ وہ پاکیزگی ایمان اختیار نہ بھی کرے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فانت لہ تصدی: ف جواب شرط کے لئے ہے تصدی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔تصدی تفعل مصدر سے۔جس کے معنی کسی شے کے درپے ہونے کے ہیں۔یا آمنے سامنے ہونے کے۔صدی آواز بازگشت کو کہتے ہیں۔اعتبار سے تصدی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔

تصدی اصل میں تتصدی تھا۔ایک تاء حذف کردی گئی ہے۔ترجمہ ہوگا:۔آپ اس کی طرف تو متوجہ ہیں آپ اس کے درپے

ہیں کہ طہارت اور تزکیہ کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

| |
|---|
| وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰىۙ۝ وَهُوَ يَخْشٰىۙ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰىۚ۝ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌۚ۝ |
| اور وہ جو آپ کے پاس کوشش کرتا ہوا آیا۔اور وہ ڈرتا بھی ہے۔تو آپ اس سے بے توجہی |
| فرما رہے ہیں۔یوں نہیں بیشک یہ تو نصیحت ہیں۔ |

## قرآنی آیات کا بہ طور نصیحت ہونے کا بیان

" وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى " حَال مِنْ فَاعِل جَاء " وَهُوَ يَخْشَى " اللّٰه حَال مِنْ فَاعِل يَسْعَى وَهُوَ الْأَعْمَى " فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى " فِيهِ حَذْفِ التَّاء الْأُخْرَى فِي الْأَصْل أَيْ تَتَشَاغَل " كَلَّا " لَا تَفْعَل مِثْل ذَلِكَ " إِنَّهَا " أَيْ السُّورَة أَوْ الْآيَات " تَذْكِرَة " عِظَة لِلْخَلْقِ،

اور وہ جو آپ کے پاس خود طلبِ خیر کی کوشش کرتا ہوا آیا۔یہاں پر لفظ یسعی یہ جاء کے فاعل سے حال ہے۔اور وہ اپنے رب سے ڈرتا بھی ہے۔اور یخشی یہ یسعی کے فاعل سے حال ہے۔اور وہ نابینا ہیں۔تو آپ اس سے بے توجہی فرما رہے ہیں۔یہاں پر لفظ تلہی میں اصل میں دوسری تاء کو حذف کیا گیا ہے۔یعنی آپ مصروف ہیں۔یوں نہیں یعنی ایسا نہ فرمائیں بیشک یہ سورت یا آیات قرآنی تو مخلوق کیلئے نصیحت ہیں۔

یعنی اندھا ہونے کے باوجود کوشش کر کے محض اسلام کی باتیں سمجھنے کے لیے آپ تک پہنچا ہے۔اس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا بھی نہیں تھا۔اسے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں کسی گڑھے میں نہ گر جائے یا کسی چیز سے ٹکرا کر گر پڑے۔یا راہ میں اسلام دشمن لوگ اسے ستائیں تو وہ کیا کرے گا محض وہ طلب حق کی خاطر اور اللہ سے ڈرتے ہوئے آپ تک پہنچا ہے تو آپ کو اس کی اس محنت اور طلبِ صادق کی قدر کرنا چاہیے تھی اور اس کی طرف پہلے متوجہ ہونا چاہیے تھا۔

حالانکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہو سکتی ہے کہ ہدایت سے منتفع ہوں گے۔اور اسلام کے کام آئیں گے۔کہتے ہیں کہ یہ ہی نابینا بزرگ زرہ پہنے اور جھنڈا ہاتھ میں لئے جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔آخر اسی معرکہ میں شہید ہوئے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

| |
|---|
| فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗۘ۝ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍۙ۝ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍۭۙ۝ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍۙ۝ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍؕ۝ |
| تو جو چاہے اسے یاد کرے۔ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔جو نہایت بلند مرتبہ پاکیزہ ہیں۔ |
| ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔جو معزز ہیں، نیک ہیں۔ |

## مکرم و عزت والے صحائف کا بیان

" فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهُ " حَفِظَ ذَلِكَ فَاتَّعَظَ بِهِ " فِي صُحُف " خَبَر ثَانٍ لِأَنَّهَا وَمَا قَبْله اِعْتِرَاض "

مُكَرَّمَة "عِنْد اللّٰه" مَرْفُوعَة "فِي السَّمَاء " مُطَهَّرَة " مُنَزَّهَة عَنْ مَسّ الشَّيَاطِين " بِأَيْدِي سَفَرَة " كَتَبَة يَنْسَخُونَهَا مِنْ اللَّوْح الْمَحْفُوظ " كِرَام بَرَرَة " مُطِيعِينَ لِلّٰهِ تَعَالَى وَهُمْ الْمَلَائِكَة،

تو جو چاہے اسے یاد کرے۔ یعنی یاد کر کے نصیحت حاصل کرے۔ ایسے صحیفوں میں ہے جن کی عزت کی جاتی ہے۔ یہاں پر لفظ فی صحف یہ اُن کی خبر ثانی ہے اور اس کا ماقبل جملہ معترضہ ہے۔ جو اللہ کے نزدیک آسمان میں نہایت بلند مرتبہ اور شیطانی مس سے پاکیزہ ہیں۔ ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور وہ فرشتے ہیں جو لوح محفوظ سے اس کو لکھتے ہیں۔ جو معزز ہیں، نیک ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔

## قرآن مجید کو اٹک اٹک کر پڑھنے والے کی فضیلت کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ماہر قرآن ان فرشتوں کے ساتھ ہے جو لکھنے والے اور بزرگ و نیکوکار ہیں اور وہ شخص کہ جو قرآن کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور قرآن پڑھنا اس کے لئے مشکل ہوتا ہے تو اس کے لئے دو ثواب ہیں۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 624)

ماہر قرآن وہ شخص ہے جس کو قرآن خوب یاد ہو، اٹکے بغیر پوری روانی سے پڑھتا ہو اور اس کے لئے قرآن پڑھنا کوئی مشکل اور دشوار امر نہ ہو۔ اسی طرح فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کی کتابیں نقل کرتے ہیں یا وہ فرشتے بھی مراد ہو سکتے ہیں جو بندوں کے اعمال لکھنے پر مامور ہیں۔ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ ماہر قرآن ان عظیم فرشتوں کے ساتھ ہے بایں طور کہ وہ دنیا میں ان ہی جیسا عمل کرتا ہے اور آخرت میں اسے جو منازل اور درجات عالیہ حاصل ہوں گے ان میں وہ فرشتوں کا رفیق ہوگا۔ جس شخص کو قرآن اچھی طرح یاد نہ ہو اور اٹک اٹک کر پڑھتا ہو تو اسے دو ثواب کی بشارت دی گئی ہے ایک ثواب تو پڑھنے کا اور دوسرا ثواب اس مشقت کا جو اسے قرآن پڑھنے میں ہوتی ہے اس طرح گویا قرآن شریف پڑھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو شخص قرآن اٹک اٹک کر پڑھتا ہے وہ ماہر قرآن سے زیادہ ثواب پاتا ہے! کیونکہ ماہر قرآن کو تو بہت زیادہ ثواب ملتا ہے بایں طور کہ ملائکہ مذکورین کی رفاقت جیسی عظیم سعادت کی بشارت دی گئی ہے بہرحال حاصل یہ کہ افضل تو ماہر قرآن ہے لیکن اٹک اٹک کر پڑھنے والے کے لئے بھی باعتبار مشقت ایک طرح کی فضیلت اور ثواب ثابت ہے۔

| |
|---|
| قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۝ |
| مارا جائے انسان! وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا ہے۔ ایک قطرے سے، |
| اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ |

## انسانی تخلیق کے مراحل میں احسانات کا بیان

" قُتِلَ الْإِنْسَان " لُعِنَ الْكَافِر " مَا أَكْفَرَهُ " اِسْتِفْهَام تَوْبِيخ , أَيْ مَا حَمَلَهُ عَلَى الْكُفْر " مِنْ أَيّ

شَيْءٍ خَلَقَهُ " اِسْتِفْهَام تَقْرِير , ثُمَّ بَيَّنَهُ فَقَالَ : " مِنْ نُطْفَة خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ "" مِنْ نُطْفَة خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ " عَلَقَة ثُمَّ مُضْغَة إِلَى آخِر خَلْقه" ثُمَّ السَّبِيل " أَيْ طَرِيق خُرُوجه مِنْ بَطْن أُمّه " يَسَّرَهُ

مارا جائے انسان! یعنی کافر پر لعنت کی گئی۔ وہ کس قدر ناشکرا ہے۔ یہ استفہام بہ طور توبیخ ہے۔ یعنی اس کو کس نے کفر پر بھڑکایا ہے۔ اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا فرمایا ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے اس کے بعد بیان کر دیا کہ ایک قطرے سے، اس نے اسے پیدا کیا، پس اس کا اندازہ مقرر کیا۔ یعنی علقہ سے مضغہ اور اس کے بعد خلق کر دیا۔ پھر اس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ یعنی اس کیلئے ماں کے بطن سے خروج کو آسان کر دیا۔

## بعث کا انکار کرنے والوں کی مذمت کا بیان

جو لوگ مرنے کے بعد جی اٹھنے کے انکاری تھے ان کی یہاں مذمت بیان ہو رہی ہے، ابن عباس فرماتے ہیں یعنی انسان پر لعنت ہو یہ کتنا بڑا ناشکر گزار ہے اور یہ بھی معنی بیان کئے گئے ہیں کہ عموماً تمام انسان جھٹلانے والے ہیں بلا دلیل محض اپنے خیال سے ایک چیز کو ناممکن جان کر باوجود علمی سرمایہ کی کمی کے جھٹ سے اللہ کی باتوں کی تکذیب کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے اس جھٹلانے پر کونسی چیز آمادہ کرتی ہے؟ اس کے بعد اس کی اصلیت جتائی جاتی ہے کہ وہ خیال کرے کہ کس قدر حقیر اور ذلیل چیز سے اللہ نے اسے بنایا ہے کیا وہ اسے دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا؟ اس نے انسان کو منی کے قطرے سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقدر کی یعنی عمر روزی عمل اور نیک و بد ہونا لکھا۔ پھر اس کے لیے ماں کے پیٹ سے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا اور یہ بھی معنی ہیں کہ ہم نے اپنے دین کا راستہ آسان کر دیا یعنی واضح اور ظاہر کر دیا جیسے اور جگہ ہے آیت (اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا) ،الإنسان:3) یعنی ہم نے اسے راہ دکھائی پھر یا تو وہ شکر گزار بنے یا ناشکرا، حسن اور ابن زید اسی کو راجح بتاتے ہیں واللہ اعلم۔ اس کی پیدائش کے بعد پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں لے گیا۔ عرب کا محاورہ ہے کہ وہ جب کسی کو دفن کریں تو کہتے ہیں۔ قَبَرْتُ الرَّجُلَ اور کہتے ہیں اَقْبَرَهُ اللہ اسی طرح کے اور بھی محاورے ہیں مطلب یہ ہے کہ اب اللہ نے اسے قبر والا بنا دیا۔ پھر جب اللہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر دے گا، اسی کی زندگی کو بعثت بھی کہتے ہیں اور نشور بھی کہتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ عبس، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ۝ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ۝ |
| پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے کھڑا کرے گا۔ ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے |
| وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے حکم دیا۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف دیکھے۔ |

## قبر سے بعث کیلئے زندہ کر کے اٹھائے جانے کا بیان

" ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ " جَعَلَهُ فِي قَبْر يَسْتُرهُ " ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ " لِلْبَعْثِ " كَلَّا " حَقًّا " لَمَّا يَقْضِ " لَمْ يَفْعَل " مَا أَمَرَهُ " بِهِ رَبّه " فَلْيَنْظُرْ الْإِنْسَان " نَظَر اِعْتِبَار " إِلَى طَعَامه " كَيْفَ قُدِّرَ وَدُبِّرَ

لَهٗ،

پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا۔ یعنی ایسی قبر میں جس نے اس کو چھپالیا۔ پھر جب وہ چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کرے گا۔ ہرگز نہیں، ابھی تک اس نے وہ کام پورا نہیں کیا جس کا اس نے اسے اس کے رب نے حکم دیا۔ پس انسان کو چاہیے کہ اپنی غذا کی طرف دیکھے اور غور کرے کہ کس طرح تدبیر کی اور کس طرح مقدر کیا ہے۔

تخلیق انسانی کی ابتدا بیان کرنے کے بعد اس کی انتہا موت اور قبر پر ہے اس کا ذکر بسلسلہ انعامات فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی موت درحقیقت کوئی مصیبت نہیں نعمت ہی ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحفۃ المومن الموت کو مومن کا تحفہ موت ہے اور اس میں مجموعہ عالم کے اعتبار سے بڑی حکمتیں ہیں۔

اور فاقبرہ کے معنی پھر اس کو قبر میں داخل کیا یہ بھی ایک انعام ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے عام جانوروں کی طرح نہیں رکھا کہ مر گیا تو وہیں زمین پر سڑتا اور پھولتا پھٹتا ہے، بلکہ اس کا اکرام یہ کیا گیا کہ اس کو نہلا کر نئے اور پاک صاف کپڑوں میں ملبوس کر کے احترام کے ساتھ قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جنہیں کھاتا ہے اور جو اسکی حیات کا سبب ہیں کہ انمیں اس کے رب کی قدرت ظاہر ہے کس طرح جزوِ بدن ہوتے ہیں اور کس نظام عجیب سے کام میں آتے ہیں اور کس طرح رب عزَّ وجلّ عطا فرماتا ہے ان حکمتوں کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ عبس، لاہور)

| |
|---|
| اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا○ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا○ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا○ |
| وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا○ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا○ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا○ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ○ |
| بیشک ہم نے خوب زور سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو پھاڑ کر چیر ڈالا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ |
| اور زیتون اور کھجور۔ اور گھنے گھنے باغات۔ اور پھل اور چارا۔ تمھارے لیے اور تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔ |

## بادلوں کے ذریعے زوردار بارش برسانے کا بیان

" اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاء " مِنَ السَّحَاب " صَبًّا "" ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْض " بِالنَّبَاتِ " شَقًّا "" فَاَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا " كَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِير " وَعِنَبًا وَقَضْبًا " هُوَ الْقَتّ الرَّطْب " وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا "" وَحَدَائِق غُلْبًا " بَسَاتِين كَثِيرَة الْاَشْجَار " وَفَاكِهَة وَاَبًّا " مَا تَرْعَاهُ الْبَهَائِم وَقِيلَ التِّبْن " مَتَاعًا " مُتْعَة اَوْ تَمْتِيعًا كَمَا تَقَدَّمَ فِي السُّورَة قَبْلهَا " لَكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ " تَقَدَّمَ فِيهَا اَيْضًا،

بیشک ہم نے خوب زور سے بادلوں سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے زمین کو نبات کے ساتھ پھاڑ کر چیر ڈالا۔ پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ جس طرح گندم اور جو ہیں۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور سبز چارہ ہے اور زیتون اور کھجور۔ اور گھنے گھنے باغات جن میں کثیر درخت ہیں۔ اور پھل اور چارا پیدا کیا۔ جس کو جانور چرتے ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ گھاس کو پیدا کیا ہے۔ تمھارے لیے اور

تمھارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان۔ یہاں پر لفظ متاعا یہ متعة یا تمتیعا سے ہے جس اس سورت کے شروع میں اس کا بیان گزر چکا ہے۔ اورانعام کے بارے میں بھی گزر چکا ہے۔

اس سے مراد بارش ہے۔ سورج کی حرارت سے بے حد وحساب مقدار میں سمندروں سے پانی بھاپ بنا کر اٹھایا جاتا ہے، پھر اس سے کثیف بادل بنتے ہیں، پھر ہوائیں ان کو لے کر دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلاتی ہیں، پھر عالم بالا کی ٹھنڈک سے وہ بھاپیں از سر نو پانی کی شکل اختیار کرتی اور ہر علاقے میں ایک خاص حساب سے برستی ہیں، پھر وہ پانی براہ راست بھی زمین پر برستا ہے، زیر زمین کنوؤں اور چشموں کی شکل بھی اختیار کرتا ہے، دریاؤں اور ندی نالوں کی شکل میں بھی بہتا ہے، اور پہاڑوں پر برف کی شکل میں جم کر پھر پگھلتا ہے اور بارش کے موسم کے سوا دوسرے موسموں میں بھی دریاؤں کے اندر رواں ہوتا ہے۔ کیا یہ سارے انتظامات انسان نے خود کیے ہیں؟ اس کا خالق اس کی رزق رسانی کے لیے یہ انتظام نہ کرتا تو کیا انسان زمین پر جی سکتا تھا؟

| |
|---|
| فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ۝ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ |
| وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝ |
| پھر جب کان پھاڑ دینے والی آواز آئے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ |
| اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے۔ اس دن ہر شخص کو ایسی حالت لاحق ہوگی جو اسے بے پروا کر دے گی۔ |

## قیامت کے دن اپنے آپ میں مصروف ہو جانے کا بیان

" فَإِذَا جَاءَتْ الصَّاخَّة " النَّفْخَة الثَّانِيَة " وَصَاحِبَته " زَوْجَته " وَبَنِيهِ " يَوْم بَدَل مِنْ إِذَا , وَجَوَابهَا دَلَّ عَلَيْهِ " لِكُلِّ امْرِءٍ مِنْهُمْ يَوْمئِذٍ شَأْن يُغْنِيه " حَال يَشْغَلهُ عَنْ شَأْن غَيْره , أَيْ اِشْتَغَلَ كُلّ وَاحِد بِنَفْسِهِ،

پھر جب کان پھاڑ دینے والی آواز جو نفخہ ثانیہ کے ذریعے آئے گی۔ اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھی۔ یہاں پر لفظ یوم یہ اذا سے بدل ہے جس پر آنے والے جملے کی دلالت ہے اس دن ہر شخص کو ایسی پریشان کن حالت لاحق ہوگی جو اسے ہر دوسرے سے بے پروا کر دے گی۔ یعنی ہر شخص دوسرے کے معاملے سے بے پرواہ ہو کر اپنے معاملے میں مصروف ہوگا۔

## قیامت کا نام صاخہ ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ صاختہ قیامت کا نام ہے اور اس نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نفخہ کی آواز اور ان کا شور وغل کانوں کے پردے پھاڑ دیگا۔ اس دن انسان اپنے ان قریبی رشتہ داروں کو دیکھے گا لیکن بھاگتا پھرے گا کوئی کسی کے کام نہ آئیگا، میاں بیوی کو دیکھ کر کہے گا کہ بتا تیرے ساتھ میں نے دنیا میں کیسا کچھ سلوک کیا وہ کہے گی کہ بیشک آپ نے میرے ساتھ بہت ہی

اچھا سلوک کیا بہت پیار محبت سے رکھا یہ کہے گا کہ آج مجھے ضرورت ہے صرف ایک نیکی دے دو تا کہ اس آفت سے چھوٹ جاؤں، تو وہ جواب دے گی کہ سوال تھوڑی سی چیز کا ہی ہے مگر کیا کروں یہی ضرورت مجھے درپیش ہے اور اسی کا خوف مجھے لگ رہا ہے میں تو نیکی نہیں دے سکتی، بیٹا باپ سے ملے گا یہی کہے گا اور یہی جواب پائے گا۔

صحیح حدیث میں شفاعت کا بیان فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں سے لوگ شفاعت کی طلب کریں گے اور ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ نفسی نفسی یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ صلوات اللہ بھی یہی فرمائیں گے کہ آج میں اللہ کے سوائے اپنی جان کے اور کسی کے لیے کچھ نہ کہوں گا میں تو آج اپنی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کیلئے بھی کچھ نہ کہوں گا جن کے بطن سے میں پیدا ہوا ہوں، الغرض دوست دوست سے رشتہ دار رشتہ دار سے منہ چھپا تا پھرے گا۔ ہر ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادھاپی میں لگا ہوگا، کسی کو دوسرے کا ہوش نہ ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تم ننگے پیروں ننگے بدن اور بے ختنہ اللہ کے ہاں جمع کیے جاؤ گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی صاحبہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر تو ایک دوسروں کی شرمگاہوں پر نظریں پڑیں گی فرمایا اس روز گھبراہٹ کا حیرت انگیز ہنگامہ ہر شخص کو مشغول کیے ہوئے ہوگا، بھلا کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا موقعہ اس دن کہاں؟ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ عبس، بیروت)

## قیامت کے دن نفسا نفسی ہونے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تم لوگ ننگے سر ننگے بدن اور بغیر ختنہ کے اٹھائے جاؤ گے۔ ایک عورت نے پوچھا کہ کیا سب ایک دوسرے کا ستر دیکھیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا اے فلاں عورت (لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ، ہر مرد کو ان میں سے اس دن ایک فکر لگا ہوا ہے جو اس کے لئے کافی ہے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1283)

| |
|---|
| وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ٥ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ٥ |
| اسی دن بہت سے چہرے چمک رہے ہوں گے۔ مسکراتے ہنستے، خوشیاں مناتے ہوں گے۔ |

## قیامت کے دن اہل ایمان کے چہروں کے منور ہونے کا بیان

"وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُسْفِرَةٌ " مُضِيئَةٌ" ضَاحِكَةٌ مُسْتَبْشِرَةٌ " فَرِحَة وَهُمْ الْمُؤْمِنُونَ

اسی دن بہت سے چہرے ایسے بھی ہوں گے جو نور سے چمک رہے ہوں گے۔ وہ مسکراتے ہنستے اور خوشیاں مناتے ہوں گے۔ اور وہ اہل ایمان ہوں گے۔

وہاں لوگوں کے دو گروہ ہوں گے بعض تو وہ ہوں گے جن کے چہرے خوشی سے چمک رہے ہوں گے دل خوشی سے مطمئن ہوں

گے منہ خوبصورت اور نورانی ہوں گے یہ تو جنتی جماعت ہے دوسرا گروہ جہنمیوں کا ہوگا ان کے چہرے سیاہ ہوں گے گرد آلود ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" قیامت کے روز میری امت اس حال میں پکاری جائے گی کہ وضو کے سبب سے ان کی پیشانیاں روشن ہوں گی اور اعضا چمکتے ہوں گے لہٰذا تم میں سے جو آدمی چاہے کہ وہ اپنی پیشانی کی روشنی کو بڑھائے تو اسے چاہئے کہ وہ ایسا ہی کرے۔ (صحیح البخاری وصحیح مسلم،مشکوۃ شریف: جلداول: حدیث نمبر 276)

| |
|---|
| وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ٥ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ٥ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ٥ |
| اور بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔ان پر سیاہی چھائی ہوگی۔یہی ہیں جو کافر ہیں،نافرمان ہیں۔ |

## قیامت کے دن کفار کے چہروں کے خاک آلودہ ہونے کا بیان

" وَوُجُوه يَوْمئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَة " غُبَار " تَرْهَقهَا " تَغْشَاهَا " قَتَرَة " ظُلْمَة وَسَوَاد " أُولَئِكَ " أَهْل هَذِهِ الْحَالَة " هُمْ الْكَفَرَة الْفَجَرَة " أَيْ الْجَامِعُونَ بَيْن الْكُفْر وَالْفُجُور ،

اور بہت سے چہرے ایسے ہوں گے جن پر اس دن گرد پڑی ہوگی۔یعنی خاک سے آلودہ ہوں گے مزید ان چہروں پر سیاہی چھائی ہوگی۔یہی ایسی حالت میں ہوں گے جو کافر ہیں،نافرمان ہیں۔یعنی ان میں کفر و فجور جمع ہوگا۔

میدان محشر میں لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوں گے اور ان کی علامات ان کے چہروں سے نمایاں ہوں گی۔اللہ کے فرمانبرداروں کے چہرے ہشاش بشاش کھلکھلاتے اور مسکراتے ہوئے ہوں گے۔دل میں بھی مسرت کی لہر دوڑ رہی ہوگی اور کچھ لوگوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی۔رنگ فق اور چہرے بگڑے ہوئے اور بے رونق ہوں گے اور یہ اللہ کے نافرمان اور بدکردار لوگ ہوں گے۔گویا لوگ گروہوں میں بٹنے سے پہلے ہی پہچانے جاسکیں گے کہ کون شخص کس گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

# سُورَةُ التَّكْوِيْر

## یہ قرآن مجید کی سورت تکویر ھے

### سورت تکویر کی آیات کلمات کی تعداد کا بیان

سورہ کوّرت مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انتیس آیات، ایک سو چار کلمات، پانچ سو تیں حروف ہیں۔

### سورت تکویر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت میں لفظ کورت استعمال ہوا ہے۔ جس معنی ہے بے نور کر دینا یعنی قیامت کے دن سورج بے نور ہو جائے گا۔ اسی انداز کلام سے قیامت کا بیان ہوا ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت تکویر سے معروف ہوئی ہے۔

پہلی ہی آیت کے لفظ کوّرت سے ماخوذ ہے۔ کوّرت تکویر سے صیغۂ ماضی مجہول ہے جس کے معنی ہیں لپیٹی گئی۔ اس نام سے مراد یہ ہے کہ وہ سورت جس میں لپیٹنے کا ذکر آیا ہے۔

### سورت تکویر اور قیامت کے حال کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص قیامت کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ سورت تکویر، سورت انفطار اور سورت انشقاق پڑھ لے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1284)

| |
|---|
| اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ وَ اِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝ |
| وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ |
| جب آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے۔ |
| اور جب حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوٹی پھریں گی۔ اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے۔ |

### قیام قیامت کے وقت احوال کا بیان

" إِذَا الشَّمس كُوِّرَتْ " لُفِّفَتْ وَذُهِبَ بِنُورِهَا " وَإِذَا النُّجُوم اِنْكَدَرَتْ " اِنْقَضَّتْ وَتَسَاقَطَتْ عَلَى الْأَرْض " وَإِذَا الْجِبَال سُيِّرَتْ " ذُهِبَ بِهَا عَنْ وَجْه الْأَرْض فَصَارَتْ هَبَاء مُنْبَثًّا " وَإِذَا الْعِشَار " النُّوق الْحَوَامِل " عُطِّلَتْ " تُرِكَتْ بِلَا رَاعٍ أَوْ بِلَا حَلْب لِمَا دَهَاهُمْ مِنْ الْأَمْر . وَإِنْ

لَمْ يَكُنْ مَالٌ أَعْجَبَ إِلَيْهِمْ مِنْهَا" وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ " جُمِعَتْ بَعْدَ الْبَعْثِ لِيَقْتَصَّ لِبَعْضٍ مِنْ بَعْضٍ ثُمَّ تَصِيرُ تُرَابًا،

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا۔ یعنی سورج لپیٹ دیا جائے گا اور اس کی روشنی ختم ہو جائے گی۔ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ یعنی زمین پر گر جائیں گے۔ اور جب پہاڑ غبار بنا کر فضا میں چلا دیئے جائیں گے۔ یعنی زمین سے اڑا دیئے جائیں جس طرح گرد و غبار اڑتا ہے۔ اور جب حاملہ اونٹنیاں بیکار چھوٹی پھریں گی کوئی ان کا خبر گیر نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی ان کا دودھ دوہنے والا ہوگا حالانکہ اہل عرب میں دس ماہ کی گابھن اونٹنی سے بڑھ کوئی قیمتی مال شمار نہیں کیا جاتا۔ اور جب وحشی جانور خوف کے مارے جمع کر دیئے جائیں گے۔ یعنی بعث کے بعد زندہ کیے جائیں گے۔ تاکہ انہیں ایک دوسرے سے بدلہ دلوایا جائے اور اس کے بعد وہ مٹی ہو جائیں گے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

اذا الشمس كورت: اذا شرطیہ (جب) الشمس فعل محذوف کا فاعل۔ کورت اسی فعل محذوف کی تفسیر ہے۔ کورت۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مونث غائب۔ تکویر (تفعیل) مصدر سے بمعنی تہ کر کے لپیٹنا۔ سر پر عمامہ باندھنے کے لئے تکویر العمامۃ کے لفظ بولے جاتے ہیں۔ (اکار العمامة علی راسه اس نے پگڑی کو اپنے سر کے گرد لپیٹا)۔ کیونکہ عمامہ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور پھر سر کے گرد اس کو لپیٹا جاتا ہے اسی نسبت سے اس روشنی کو جو سورج سے نکل کر سارے نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامہ سے تشبیہ دی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا۔ یعنی اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا۔

آیت یکور الیل علی النهار ویکور النهار علی الیل، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے کو تکویر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کورت بمعنی اظلمت (تاریک ہو جائے گا) فرمایا ہے۔ اذا شرطیہ جہاں جہاں آیا ہے اس کا جواب آیت نمبر 14 (علمت نفس ما اخضرت) میں دیا گیا ہے۔

یعنی سورج بے نور ہو جائیگا، جاتا رہے گا اوندھا کر کے لپیٹ کر زمین پر پھینک دیا جائیگا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سورج چاند اور ستاروں کو لپیٹ کر بینور کر کے سمندروں میں ڈال دیا جائیگا اور پھر مغربی ہوائیں چلیں گی اور آگ لگ جائیگی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ اس کو تہہ کر کے جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔ اور ایک حدیث میں سورج کے ساتھ چاند کا ذکر بھی ہے لیکن وہ ضعیف ہے صحیح بخاری میں یہ حدیث الفاظ کی تبدیلی سے مروی ہے، اس میں ہے کہ سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ لیے جائیں گے امام بخاری اسے کتاب بدء الخلق میں لائے ہیں لیکن یہاں لانا زیادہ مناسب تھا یا مطابق عادت وہاں اور یہاں دونوں جگہ لاتے جیسے کہ امام صاحب کی عادت ہے حضرت ابو ہریرہ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن یہ ہوگا، تو حضرت حسن کہنے لگے ان کا کیا گناہ ہے؟ فرمایا میں نے حدیث کہی اور تم اس پر باتیں بناتے ہو سورج کی قیامت والے دن یہ حالت ہوگی ستارے

سارے متغیر ہو کر جھڑ جائیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ تکویر، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ |
| اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔ اور جب روحیں ملادی جائیں گی۔ |

## قیامت کے وقت سمندروں کو بھڑکا کر آگ کی طرح بنا دینے کا بیان

" وَإِذَا الْبِحَار سُجِّرَتْ " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد : أُوقِدَتْ فَصَارَتْ نَارًا " وَإِذَا النُّفُوس زُوِّجَتْ " قُرِنَتْ بِأَجْسَادِهَا،

اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ سجرت یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی بھڑکایا جائے گا گویا وہ آگ ہو جائے گا۔ اور جب روحیں اپنے بدنوں سے ملادی جائیں گی۔

سجرت، تسجیر سے مشتق ہے جس کے معنے آگ لگانے اور بڑھکانے کے بھی آتے ہیں۔ حضرت ابن عباس نے اس جگہ یہی معنے لئے ہیں اور اسکے معنے بھر دینے کے بعد آتے ہیں اور گڈ مڈ خلط ملط کر دینے کے بھی بعض ائمہ تفسیر نے یہی معنے لئے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ پہلے سمندر اور میٹھے دریاؤں کو ایک کر دیا جائے گا درمیان کی رکاوٹیں ختم کر دی جائیں گی جس سے دریائے شور اور شیریں دریاؤں کے پانی خلط ملط ہو جائیں گے اور زیادہ بھی، پھر شمس وقمر اور ستاروں کو اس میں ڈال دیا جائے گا پھر اس تمام پانی کو آگ بنا دیا جائے گا جو جہنم میں شامل ہو جائیگا۔ (تفسیر مظہری، سورہ تکویر، لاہور)

| |
|---|
| وَ اِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ |
| وَ اِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ○ وَ اِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ○ |
| اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔ کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی۔ اور جب نامہء اعمال |
| کھولے جائیں گے۔ اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔ اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی۔ |

## زندہ دفن کردہ لڑکیوں سے پوچھا جانے کا بیان

" وَإِذَا الْمَوْءُودَة " الْجَارِيَة تُدْفَن حَيَّة خَوْف الْعَار وَالْحَاجَة " سُئِلَتْ " تَبْكِيتًا لِقَاتِلِهَا " بِأَيِّ ذَنْب قُتِلَتْ " وَقُرِءَ بِكَسْرِ التَّاء حِكَايَة لِمَا تُخَاطَب بِهِ وَجَوَابهَا أَنْ تَقُول : قُتِلْت بِلَا ذَنْب " وَإِذَا الصُّحُف " صُحُف الْأَعْمَال " نُشِرَتْ " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد فُتِحَتْ وَبُسِطَتْ " وَإِذَا السَّمَاء كُشِطَتْ " نُزِعَتْ عَنْ أَمَاكِنهَا كَمَا يُنْزَع الْجِلْد عَنْ الشَّاة" وَإِذَا الْجَحِيم " النَّار " سُعِّرَتْ " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد أُجِّجَتْ،

اور جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا یعنی وہ بچی جس کو عار یا ضرورت کے اندیشہ سے زندہ دفن کر دیا گیا تھا

اس کے قاتل کو لاجواب کرنے کیلئے اس سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے باعث قتل کی گئی تھی۔ یہاں پر لفظ قتلت تاء کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور اس کے مخاطب ہونے کی حکایت ہے اور اس کے جواب میں وہ بچی کہے گی کہ مجھے بغیر کسی قصور قتل کر دیا گیا۔ اور جب نامہء اعمال کھولے جائیں گے۔ یہاں پر لفظ نشرت یا تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔ اور جب آسمان جگہ سے کھینچ لیا جائے۔ یعنی اس کو اس کی جگہ سے یوں ہٹا دیا جائے گا جس طرح بکری کی کھال سے بکری سے اتار دیا جاتا ہے۔ اور جب دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ یہاں پر لفظ سعرت یہ تخفیف اور تشدید دونوں طرح آیا ہے۔

## دور جاہلیت میں زندہ لڑکیوں کو دفن کرنے والوں کا بیان

ابن ابی حاتم میں ہے زندہ دفن کرنے والی اور جسے دفن کیا ہے دونوں جہنم میں ہیں ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوال پر کہ جنت میں کون جائے گا آپ نے فرمایا نبی، شہید، بچے اور زندہ درگور کی ہوئی۔ یہ حدیث مرسل ہے حضرت حسن سے جسے بعض محدثین نے قبولیت کا مرتبہ دیا ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے چھوٹی عمر میں مرے ہوئے بچے جنتی ہیں جو انہیں جہنمی کہے وہ جھوٹا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ،التکویر:8) (ابن ابی حاتم)

قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوال کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی بچیوں کو زندہ دبا دیا ہے میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک غلام آزاد کرو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غلام والا تو میں ہوں نہیں البتہ میرے پاس اونٹ ہیں فرمایا ہر ایک کے بدلے ایک اونٹ اللہ کے نام پر قربان کرو۔ (عبدالرزاق)

دوسری روایت میں ہے کہ میں نے بارہ تیرہ لڑکیاں زندہ دفن کر دی ہیں آپ نے فرمایا ان کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کرو انہوں نے کہا بہت بہتر میں یہی کروں گا دوسرے سال وہاں یک سو اونٹ لے کر آئے اور کہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ میری قوم کا صدقہ ہے جو اس کے بدلے ہے جو میں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا۔

حضرت علی فرماتے ہیں ہم ان اونٹوں کو لے جاتے تھے اور ان کا قیسیہ رکھ چھوڑا تھا۔ پھر ارشاد ہے کہ نامہ اعمال بانٹے جائیں گے کسی کے داہنے ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں، اے ابن آدم تو لکھوا رہا ہے جو لپیٹ کر پھیلا کر تجھے دیا جائے گا دیکھ لے کہ کیا لکھوا کے لایا ہے آسمان گھسیٹ لیا جائے گا اور کھینچ لیا جائے گا اور سمیٹ لیا جائے گا اور برباد ہو جائے گا جہنم بھڑکائی جائے گی اللہ کے غضب اور بنی آدم کے گناہوں سے اس کی آگ تیز ہو جائے گی جنت جنتیوں کے پاس آ جائے گی۔

جب یہ تمام کام ہو چکیں گے اس وقت ہر شخص جان لے گا کہ اس نے اپنی دنیا کی زندگی میں کیا کچھ اعمال کیے تھے وہ سب عمل اس کے سامنے موجود ہوں گے جیسے اور جگہ ہے آیت (يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ،آل عمران:30) جس دن ہر شخص اپنے کیے ہوئے اعمال کو پالے گا نیک ہیں تو سامنے دیکھ لے گا اور بد ہیں تو اس دن وہ آرزو کریگا کہ کاش! اس کے اور اس کے درمیان بہت دوری ہوتی اور جگہ ہے آیت (يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ،القیامۃ:13) اس دن انسان کو اس

کے تمام اگلے پچھلے اعمال سے تنبیہ کی جائے گی حضرت عمر اس سورت کو سنتے رہے اور اس کو سنتے ہی فرمایا اگلی تمام باتیں اسی لیے بیان ہوئی تھیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ تکویر، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۝ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ۝ |
| اور جب جنت قریب کردی جائے گی۔ ہر شخص جان لے گا جو کچھ اس نے حاضر کیا ہے۔ |

## اہل جنت کیلئے جنت کو قریب کردینے کا بیان

"وَإِذَا الْجَنَّة أُزْلِفَتْ" قُرِّبَتْ لِأَهْلِهَا لِيَدْخُلُوهَا وَجَوَاب إِذَا أَوَّل السُّورَة وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا "عَلِمَتْ نَفْس" كُلّ نَفْس وَقْت هَذِهِ الْمَذْكُورَات وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة "مَا أَحْضَرَتْ" مِنْ خَيْر وَشَرّ،

اور جب جنت قریب کردی جائے گی۔ تاکہ اہل جنت اس میں داخل ہو جائیں۔ اور یہ سورت کے شروع میں اذا کا جواب ہے جس پر اس کا عطف کیا گیا ہے۔ ہر شخص جان لے گا جو کچھ اس نے حاضر کیا ہے۔ یعنی ہر جان مذکورہ وقت کو جان لے گی اور قیامت کا دن ہے۔ جس دن خیر وشر کو لایا جائے گا۔ جس اس نے کیا ہے۔

یہ وقت وہ ہوگا جب لوگوں کا حساب کتاب لیا جارہا ہوگا اور اللہ کے فرمانبردار جہنم کو دیکھ کر یہ سمجھ لیں گے کہ اگر وہ اللہ کی فرمانبرداری نہ کرتے تو یہ بھڑکتی ہوئی جہنم ان کا ٹھکانا ہوتا۔ اس پر وہ اللہ کا مزید شکر بجالائیں گے۔ جس نے دنیا میں انہیں راہ راست پر رکھا۔ اور مجرم لوگ جب جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے پھر یہ خیال کریں گے کہ ان کا اصلی ٹھکانا دوزخ ہے تو ان کی حسرت و یاس میں مزید اضافہ ہوگا۔

| |
|---|
| فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ۝ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ۝ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ۝ |
| وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ۝ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۝ |
| میں قسم کھاتا ہوں ان (ستاروں) کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں! جو بلا روک ٹوک چلتے رہتے ہیں۔ چھپ جاتے ہیں۔ اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے۔ اور صبح کی قسم جب اس کی روشنی آنے لگے۔ بیشک یہ بڑی عزت و بزرگی والے رسول کا کلام ہے۔ |

## ستاروں کی قسم اٹھانے کا بیان

"فَلَا أُقْسِم" لَا زَائِدَة "بِالْخُنَّسِ" "الْجَوَارِي الْكُنَّس" هِيَ النُّجُوم الْخَمْسَة: زُحَل وَالْمُشْتَرِي وَالْمِرِّيخ وَالزُّهَرَة وَعُطَارِد, تَخْنُس بِضَمِّ النُّون, أَيْ تَرْجِع فِي مَجْرَاهَا وَرَاءَهَا, بَيْنَمَا نَرَى النَّجْم فِي آخِر الْبُرْج إِذْ كَرَّ رَاجِعًا إِلَى أَوَّله, وَتَكْنِس بِكَسْرِ النُّون: تَدْخُل فِي كِنَاسهَا, أَيْ تَغِيب فِي الْمَوَاضِع الَّتِي تَغِيب فِيهَا "وَاللَّيْل إِذَا عَسْعَسَ" أَقْبَلَ بِظَلَامِهِ أَوْ

أَدْبَرَ" وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ "اِمْتَدَّ حَتّٰى يَصِيرَ نَهَارًا بَيِّنًا" إِنَّهُ "أَيِ الْقُرْآن" لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ "عَلَى اللّٰهِ تَعَالَى وَهُوَ جِبْرِيلُ أُضِيفَ إِلَيْهِ لِنُزُولِهِ بِهِ،

یہاں پر لفظ فلا میں لا ءزائدہ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو پیچھے ہٹنے والے ہیں۔ جو بلا روک ٹوک چلتے رہتے ہیں پھر ظاہر ہو کر چھپ جاتے ہیں۔ اور نجوم خمسہ ہیں۔ جوزحل مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد ہیں۔ اور لفظ تخنس یہ نون کے ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔ جو اپنے پیچھے کی جانب پلٹ جاتے ہیں۔ جب تو ستاروں کو برج کے آخر میں دیکھے تو وہ لوٹ کر اول مقام پر آجاتے ہیں۔ اور لفظ تکنس یہ نون کے کسرہ کے ساتھ بھی آیا ہے۔ یعنی چھپنے کی جگہوں پر چھپ جاتے ہیں۔ اور رات کی قسم جب اس کی تاریکی جانے لگے۔ یعنی وہ تاریکی کے ساتھ آئے یا جائے۔ اور صبح کی قسم جب اس کی روشنی آنے لگے۔ یعنی اس کی روشنی لمبی ہو جاتی ہے حتیٰ کہ دن بن جاتا ہے۔ بیشک یہ قرآن بڑی عزت و بزرگی والے رسول کا پڑھا ہوا کلام ہے۔ اور وہ جبرائیل ہے اور اس کی اضافت جبرائیل کی طرف اس لئے کی گئی ہے کیونکہ یہ اس کے ذریعے نازل ہوا ہے۔

## ستارے، نیل گائے اور ہرن کا بیان

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سورہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اس نماز میں میں بھی مقتدیوں میں شامل تھا۔ (مسلم)

یہ ستاروں کی قسمیں کھائی گئی ہیں جو دن کے وقت پیچھے ہٹ جاتے ہیں یعنی چھپ جاتے ہیں اور رات کو ظاہر ہوتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی فرماتے ہیں اور بھی صحابہ تابعین وغیرہ سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے بعض ائمہ نے فرمایا ہے طلوع کے وقت ستاروں کو خنس کہا جاتا ہے اور اپنی اپنی جگہ پر انہیں جوار کہا جاتا ہے اور چھپ جانے کے وقت انہیں کنس کہا جاتا ہے بعض نے کہا ہے اس سے مراد جنگلی گائے ہے یہ بھی مروی ہے کہ مراد ہرن ہے۔ ابراہیم نے حضرت مجاہد سے اس کے معنی پوچھے تو حضرت مجاہد نے فرمایا کہ ہم نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا البتہ لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستارے ہیں۔ انہوں نے پھر سوال کیا کہ جو تم نے سنا ہو وہ کہو تو فرمایا ہم سنتے ہیں کہ اس سے مراد نیل گائے ہے جبکہ وہ اپنی جگہ چھپ جاتے۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا وہ مجھ پر جھوٹ باندھتے ہیں جیسے حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اسفل کو اعلیٰ اور اعلیٰ کو اسفل کا ضامن بنایا امام ابن جریر نے اس میں سے کسی کی تعیین نہیں کی اور فرمایا ہے ممکن ہے تینوں چیزیں مراد ہوں یعنی ستارے نیل گائے اور ہرن۔ عسعس کے معنی ہیں اندھیری والی ہوئی اور اٹھ کھڑی ہوئی اور لوگوں کو ڈھانپ لیا اور جانے لگی۔ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی ایک مرتبہ نکلے اور فرمانے لگے کہ وتر کے بارے میں پوچھنے والے کہاں ہیں؟ پھر یہ آیت پڑھی۔

امام ابن جریر اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ رات جب جانے لگے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ہے کہ جب صبح چمکنے لگے، شاعروں نے عسعس کو ادبر کے معنی میں باندھا ہے میرے نزدیک ٹھیک معنی یہ ہیں کہ قسم ہے رات کی جب وہ آئے اور اندھیرا پھیلائے اور قسم ہے دن کی جب وہ آئے اور روشنی پھیلائے۔ ہاں بیشک اس لفظ کے معنی پیچھے ہٹنے کے ہی ہیں۔ علماء اصول نے فرمایا ہے

کہ یہ لفظ آگے آنے اور پیچھے جانے کے دونوں کے معنی میں آتا ہے۔اس بناء پر دونوں معنی ٹھیک ہو سکتے ہیں۔اور قسم ہے صبح کی جبکہ وہ طلوع ہو اور روشنی کے ساتھ آئے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ تکویر، بیروت)

| |
|---|
| ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ○ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ○ وَ مَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ○ |
| وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ○ |
| جو قوت وہمت والے ہیں، مالک عرش کے حضور بڑی قدر ومنزلت والے ہیں۔واجب الاطاعت ہیں، |
| امانت دار ہیں۔اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دیوانے |
| نہیں ہیں۔اور بیشک انہوں نے اس کو روشن کنارے پر دیکھا ہے۔ |

## جبرائیل امین کے امین وحی ہونے کا بیان

"ذِی قُوَّۃ "أَیْ شَدِید الْقُوَی "عِنْد ذِی الْعَرْش "أَیْ اللّٰہ تَعَالَی "مَکِین "ذِی مَکَانَۃ مُتَعَلِّق بِہِ عِنْد" مُطَاع ثَمَّ "تُطِیعہُ الْمَلَائِکَۃ فِی السَّمَاوَات "أَمِین "عَلَی الْوَحْی، "وَمَا صَاحِبکُمْ "مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُطِفَ عَلَی إِنَّہُ إِلَی آخِر الْمُقْسَم عَلَیْہِ "بِمَجْنُون "کَمَا زَعَمْتُمْ" وَلَقَدْ رَآہُ "رَأَی مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جِبْرِیل عَلَی صُورَتہ الَّتِی خُلِقَ عَلَیْہَا "بِالْأُفُقِ الْمُبِین "الْبَیِّن وَہُوَ الْأَعْلَی بِنَاحِیَۃِ الْمَشْرِق،

جو قوت وہمت والے ہیں یعنی مضبوط طاقت والے ہیں۔مالک عرش یعنی اللہ تعالی کے حضور بڑی قدر ومنزلت اور جاہ وعظمت والے ہیں۔یہاں پر ذی مکان یہ عند سے متعلق ہے۔واجب الاطاعت ہیں کیونکہ آسمانوں کے فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں، وحی پر امانت دار ہیں۔اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیوانے نہیں ہیں (جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے)۔یہاں پر وما صاحبکم کا عطف انہ جو مقسم علیہ ہے اس پر ہے۔یعنی ایسے نہیں ہیں جس طرح تم نے گمان کیا ہوا ہے۔اور بیشک انہوں نے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یعنی جبرائیل امین کو روشن کنارے پر دیکھا ہے۔یعنی اصلی صورت میں دیکھا۔جس پر وہ پیدا کیا گیا تھا جبکہ وہ مشرق کی جانب اونچے کنارے پر تھا۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ذی قوۃ عند ذی العرش مکین:** اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں رسول کریم کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ رسول کریم بڑا طاقت ور ہے مالک عرش کی جناب میں اس کا رتبہ بڑا بلند ہے اور تمام ملائکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کی امانت میں کسی کو ادنیٰ واہمہ بھی نہیں۔(جب لانے والا ان اوصاف عالیہ سے متصف ہو اور ان مراتب رفیعہ پر فائز ہو تو کون یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس نے اس کلام میں کوئی کمی بیشی کی ہوگی)۔

ذی قوۃ یہ رسول کریم کی دوسری صفت ہے پہلی صفت آیت سابقہ میں کریم آئی ہے۔ رسول بوجہ مضاف الیہ مجرور ہے چونکہ صفت اعراب میں اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہے اس لئے کریم مجرور آیا ہے۔ ذی قوۃ مضاف مضاف الیہ مل کر رسول کریم کی دوسری صفت ہے لہٰذا اعراب میں اپنے موصوف رسول کے تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ ذی قوۃ بڑی طاقت والا (بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کی زبانی ہے جو بڑی طاقت والا ہے)۔

عند: نزدیک، پاس۔ (اس کے) ہاں۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں طرح آیا ہے جیسے عندی مال۔ میرے پاس مال ہے) عند طلوع الشمس: سورج طلوع ہونے کے قریب۔ بطور مضاف استعمال ہوتا ہے۔ عند مضاف ذی العرش مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اپنے مضاف (عند) کا۔ صاحب عرش کے نزدیک۔ مکین: کون (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ عزت والا۔ مرتبہ والا۔ جو صاحب عرش یعنی اللہ کے نزدیک بڑی عزت اور مرتبہ والا ہے یہ رسول کی تیسری صفت ہے۔

(تفسیر روح المعانی، سورہ تکویر، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ٥ وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ٥ فَأَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ٥ |
| اور وہ (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غیب (کے بتانے) پر بالکل بخیل نہیں ہیں۔ اور وہ ہرگز کسی شیطان |
| مردود کا کلام نہیں ہے۔ پھر تم کدھر چلے جا رہے ہو۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب بیان کرنے میں سخاوت کرنے کا بیان

" وَمَا هُوَ " مُحَمَّد صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " عَلَى الْغَيْب " مَا غَابَ مِنْ الْوَحْي وَخَبَر السَّمَاء " بِضَنِينٍ " أَيْ بِمُتَّهَمٍ , وَفِي قِرَاءَة بِالضَّادِ , أَيْ بِبَخِيلٍ فَيَنْتَقِص شَيْئًا مِنْهُ" وَمَا هُوَ " أَيْ الْقُرْآن " بِقَوْلِ شَيْطَان " مُسْتَرِق السَّمْع " رَجِيم " مَرْجُوم" فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ " فَبِأَيِّ طَرِيق تَسْلُكُونَ فِي إنْكَارِكُمْ الْقُرْآن وَإِعْرَاضكُمْ عَنْهُ،

اور وہ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کے بتانے پر بالکل بخیل نہیں ہیں یعنی وہ غیوب جو وحی اور آسمانی خبروں میں سے ہے۔ یعنی متہم نہیں اور ایک قرأت میں ضاد کے ساتھ یعنی بخیل نہیں کہ کسی چیز کو کم کرتے ہوں۔ اور وہ قرآن ہرگز کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے۔ پھر اے بدبختو! تم قرآن کا انکار کرکے اور اس سے اعراض کرکے کدھر چلے جا رہے ہو۔

قرآن کے اس بیان کو غور سے پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ عرف ومعاشرے میں اس شخص کو بخیل کہتے ہیں جس کے پاس کثیر مال اور بڑی دولت ہو لیکن وہ خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچے تو اسے بخیل کہتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ہو ہی غریب تو اسے مال نہ خرچ کرنے پر بخیل نہیں کہیں گے کیونکہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔ دیکھئے قرآن اس میں یہ شہادت بھی دے رہا ہے کہ لوگو! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے علم غیب کے وسیع خزانے عطا فرمائے ہیں اور ساتھ ہی انہیں یہ شان بھی عطا فرمائی ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب بیان فرمانے میں کسی

قسم کے بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ سرعام غیب کی خبریں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں قیام فرمایا: اس مقام میں قیامت تک ہونے والی کسی چیز کو نہ چھوڑا مگر سب کو بیان فرما دیا۔ (الحدیث) (صحیح مسلم، ج ۲، ۲۹۰، قدیمی کتب خانہ کراچی)

| |
|---|
| اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ |
| وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ |
| یہ تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لئے جو سیدھی راہ چلنا چاہے۔ |
| اور تم وہی کچھ چاہ سکتے ہو جو اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ |

## قرآن مجید کا عالم جن وانس کیلئے نصیحت ہونے کا بیان

"اِنْ" "مَا" "هُوَ اِلَّا ذِكْر" "عِظَة" "لِلْعَالَمِينَ" "الْاِنْس وَالْجِنّ" "لِمَنْ شَاء مِنْكُمْ" "بَدَل مِنْ الْعَالَمِينَ بِإِعَادَةِ الْجَارّ" "أَنْ يَسْتَقِيم" "بِاتِّبَاعِ الْحَقّ" "وَمَا تَشَاءُونَ" "الِاسْتِقَامَة عَلَى الْحَقّ" "إِلَّا أَنْ يَشَاء اللَّه رَبّ الْعَالَمِينَ" "الْخَلَائِق اِسْتِقَامَتكُمْ عَلَيْهِ،

یہ قرآن تو تمام جہانوں یعنی عالم انس وجن کے لئے صحیفہ نصیحت ہے۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لئے اس چشمہ سے ہدایت میسر آ سکتی ہے جو ارادہ حق کے ساتھ سیدھی راہ چلنا چاہے۔ یہاں پر لمن شاء یہ اعادہ جار سے عالمین سے بدل ہے۔ اور تم وہی کچھ چاہ سکتے ہو یعنی حق پر استقامت کیلئے جو اللہ چاہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ یعنی جو اللہ اپنی مخلوق کیلئے استقامت حق کو چاہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

لمن شاء منکم ان یستقیم: یہ جملہ العلمین سے بدل ہے ان مصدریہ ہے۔ یستقیم بہ تاویل مصدر شاء کا مفعول ہے۔ ای لمن شاء منکم الاستقامۃ تم میں سے ان کے لئے جو استقامت کا خواستگار ہو یہ قرآن نصیحت ہے۔

یستقیم مضارع منصوب (بوجہ عمل ان) واحد مذکر غائب استقامۃ (استفعال) مصدر سے۔ سیدھا چلنا۔ راہ مستقیم پر چلنا۔ راہ راست پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ۔، جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔

صحیح مسلم میں ہے:۔ سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے بیان کیا کہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اسلام کی کوئی ایسی بات کہہ دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھنا پڑے۔ فرمایا۔ کہو امنت باللہ ثم استقم۔ کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہ۔ یہ ق وم سے مشتق ہے اس مادہ سے کثیر التعداد مشتقات مختلف المعانی میں مستعمل ہے۔

## اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نیک اعمال ہونے کا بیان

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔اور یہ حقیقت تو یہ ہے کہ تم از خود اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ توفیق الٰہی دست گیری نہ کرے فہم وخرد کے سارے چراغ بجھے رہتے ہیں۔راہ راست پر ایک قدم بھی نہیں اٹھ سکتا۔اور جب اس کی نظر لطف چارہ سازی کرتی ہے تو سب حجاب اٹھ جاتے ہیں اور ساری روکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔(تفسیر ضیاء القرآن،سورہ تکویر،لاہور)

# سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ

## یہ قرآن مجید کی سورت الانفطار ہے

### سورت الانفطار کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ انفطار مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انیس آیات، اسّی کلمات، تین سوستائیس حروف ہیں۔

### سورت انفطار کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ اِنْفَطَرَتْ سے ماخوذ ہے۔ انفطار مصدر ہے جس کے معنی پھٹ جانے کے ہیں۔ اس نام کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں آسمان کے پھٹ جانے کا ذکر آیا ہے۔ پس اسی سبب سے یہ سورت انفطار کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ○ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ○ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ○ |
| وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ○ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ○ |
| جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب سیارے گر کر بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندر ابھر کر بہہ جائیں گے۔ |
| اور جب قبریں زیر وزبر کر دی جائیں گی۔ ہر شخص جان لے گا جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا۔ |

### بعض احوال قیامت کا بیان

" إِذَا السَّمَاءِ انْفَطَرَتْ " انْشَقَّتْ " وَإِذَا الْكَوَاكِب انْتَثَرَتْ " انْقَضَّتْ وَتَسَاقَطَتْ " وَإِذَا الْبِحَار فُجِّرَتْ " فُتِحَ بَعْضهَا فِي بَعْض فَصَارَتْ بَحْرًا وَاحِدًا وَاخْتَلَطَ الْعَذْب بِالْمِلْحِ " وَإِذَا الْقُبُور بُعْثِرَتْ " قُلِبَ تُرَابهَا وَبُعِثَ مَوْتَاهَا وَجَوَاب إِذَا وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا،

" عَلِمَتْ نَفْس " أَيْ كُلّ نَفْس وَقْت هَذِهِ الْمَذْكُورَات وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة " مَا قَدَّمَتْ " مِنْ الْأَعْمَال " و " مَا " أَخَّرَتْ " مِنْهَا فَلَمْ تَعْمَلهُ،

جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اور جب سیارے گر کر بکھر جائیں گے۔ اور جب سمندر ابھر کر بہہ جائیں گے۔ یعنی بعض کو بعض پر کھول دیا جائے گا۔ تو ایک ہی بن جائے گا اور شریں اور شور سب مل جائے گا۔ اور جب قبریں زیر وزبر کر دی جائیں گی۔ یعنی ان کی

مٹی پلٹ دی جائے گی اور ان میں دفن مردوں کو زندہ کر دیا جائے گا۔اور یہ اذا کا جواب ہے جس پر اس کا عطف کیا گیا ہے۔ہر شخص جان لے گا جو اس نے اعمال کو آگے بھیجا ہے۔یعنی مذکورہ وقت کو جان لے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔اور جو پیچھے چھوڑا۔یعنی جو اس نے عمل نہیں کیا ہے۔

## قبروں کے زیروزبر ہوجانے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے جیسے فرمایا آیت (السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ، المزمل:18) اور ستارے سب کے سب گر پڑیں گے اور کھاری اور میٹھے سمندر آپس میں خلط ملط ہو جائیں گے۔اور پانی سوکھ جائے گا قبریں پھٹ جائیں گی ان کے شق ہونے کے بعد مردے جی اٹھیں گے پھر ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو بخوبی جان لے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دھمکاتا ہے کہ تم کیوں مغرور ہو گئے ہو؟ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا جواب طلب کرتا ہو یا سکھاتا ہو، بعض نے یہ بھی کہا ہے بلکہ انہوں نے جواب دیا ہے کہ اللہ کے کرم نے غافل کر رکھا ہے، یہ معنی بیان کرنے غلط ہیں صحیح مطلب یہی ہے کہ اے ابن آدم اپنے باعظمت اللہ سے تو نے کیوں بے پرواہی برت رکھی ہے کس چیز نے تجھے اس کی نافرمانی پر اکسا رکھا ہے؟ اور کیوں تو اس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا ہے؟

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم تجھے میری جانب سے کسی چیز نے مغرور کر رکھا تھا؟ ابن آدم بتا تو نے میرے نبیوں کو کیا جواب دیا؟ حضرت عمر نے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا کہ انسانی جہالت نے اسے غافل بنا رکھا ہے، ابن عمر ابن عباس وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے، قتادہ فرماتے ہیں اسے بہکانے والا شیطان ہے۔

حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ سے یہ سوال ہو تو میں جواب دوں گا کہ تیرے لٹکائے ہوئے پردوں نے۔حضرت ابوبکر صدیق فرماتے ہیں میں تو کہوں گا کہ کریم کے کرم نے بے فکر کر دیا، بعض سخن شناس فرماتے ہیں کہ یہاں پر کریم کا لفظ لانا گویا جواب کی طرف اشارہ سکھانا ہے۔لیکن یہ قول کچھ فائدے مند نہیں بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ کرم والوں کو اللہ کے کرم کے مقابلہ میں بدافعال اور برے اعمال نہ کرنے چاہئیں۔کلبی اور مقاتل فرماتے ہیں کہ اسود بن شریق کے بارے میں یہ نازل ہوئی ہے۔اس خبیث نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارا تھا اور اسی وقت چونکہ اس پر کچھ عذاب نہ آیا تو وہ پھول گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ انفطار، بیروت)

| |
|---|
| يَـٰٓأَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ○ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ○ |
| فِيٓ أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ○ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ○ |
| اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، |
| پھر تجھے برابر کیا۔جس صورت میں بھی چاہا اس نے تجھے ترکیب دے دیا۔حقیقت تو یہ ہے تم اس کے برعکس روز جزا کو جھٹلاتے ہو۔ |

## انسان کا دھوکہ کھا کر اللہ تعالی کی نافرمانی کرنے کا بیان

"يَا أَيُّهَا الْإِنْسَان " الْكَافِر " مَا غَرَّك بِرَبِّك الْكَرِيم " حَتَّى عَصَيْته " الَّذِي خَلَقَك " بَعْد أَنْ لَمْ تَكُنْ " فَسَوَّاك " جَعَلَك مُسْتَوِي الْخِلْقَة , سَالِم الْأَعْضَاء " فَعَدَلَك " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد : جَعَلَك مُعْتَدِل الْخَلْق مُتَنَاسِب الْأَعْضَاء لَيْسَتْ يَد أَوْ رِجْل أَطْوَل مِنْ الْأُخْرَى " فِي أَيّ صُورَة مَا " صِلَة " شَاءَ رَكَّبَك "" كَلَّا " رَدْع عَنْ الِاغْتِرَار بِكَرَمِ اللَّه تَعَالَى " بَلْ تُكَذِّبُونَ " أَيْ كُفَّار مَكَّة " بِالدِّينِ " بِالْجَزَاءِ عَلَى الْأَعْمَال،

اے انسان! یعنی کافر، تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ تو نے نافرمانی کی وہ جس نے تجھے پیدا کیا، جب تو کچھ نہ تھا۔ پھر تجھے درست کیا، یعنی اعضاء کا سلامتی کے ساتھ بنایا۔ پھر تجھے برابر کیا۔ یہاں پر لفظ عدلک یہ تخفیف وتشدید دونوں طرح آیا ہے۔ یعنی تخلیق میں مناسبت کے مطابق اعتدال میں بنایا ایسا نہیں کہ کوئی ہاتھ یا پاؤں دوسرے سے لمبا بنا دیا ہو۔ جس صورت میں بھی چاہا، یہ مابعد کا صلہ ہے۔ اس نے تجھے ترکیب دے دیا۔ حقیقت تو یہ ہے اور تم یعنی کفار مکہ اس کے برعکس روز جزا کو جھٹلاتے ہو۔ حالانکہ اس دن بدلہ دیا جائے گا۔

## انسان کی تخلیق اور دلائل قدرت کا بیان

پھر فرماتا ہے وہ اللہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر درست بنایا پھر درمیانہ قد وقامت بخشا خوش شکل اور خوبصورت بنایا، مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ہتھیلی میں تھوکا پھر اس پر اپنی انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم کیا تو مجھے عاجز کرسکتا ہے؟ حالانکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے پھر ٹھیک ٹھاک کیا پھر صحیح قامت بنایا پھر تجھے پہنا اڑھا کر چلنا پھرنا سکھایا آخر کار تیرا ٹھکانہ زمین کے اندر ہے تو نے خوب دولت جمع کی اور میری راہ میں دینے سے باز رہا یہاں تک کہ جب دم حلق میں آ گیا تو کہنے لگا میں صدقہ کرتا ہوں، بھلا اب صدقے کا وقت کہاں؟ جس صورت میں چاہا ترکیب دی یعنی باپ کی ماں کی ماموں کی چچا کی صورت میں پیدا کیا۔ ایک شخص سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے ہاں بچہ کیا ہوگا؟ اس نے کہا یا لڑکا یا لڑکی۔ فرمایا کس کے مشابہ ہوگا؟ کہا یا میرے یا اس کی ماں کے۔ فرمایا خاموش ایسا نہ کہہ نطفہ جب رحم میں ٹھہرتا ہے تو حضرت آدم تک کا نسب اس کے سامنے ہوتا ہے۔ پھر آپ نے آیت (فی ای صورۃٍ ما شاء رکبك) پڑھی اور فرمایا جس صورت میں اسنے چاہا تجھے چلایا۔

بخاری ومسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا میری بیوی کو جو بچہ ہوا ہے وہ سیاہ فام ہے۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس اونٹ بھی ہیں؟ کہا ہاں۔ فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ کہا سرخ رنگ کے۔ فرمایا کہ ان میں کوئی چت کبرا بھی ہے؟ کہا ہاں۔ فرمایا اس کا رنگ کا بچہ سرخ نر و مادہ کے درمیان کیسے پیدا ہو گیا؟ کہنے لگا شاید اوپر کی نسل کی طرف کوئی رگ کھینچ لے گئی ہو۔ آپ نے فرمایا اسی طرح تیرے بچے کے سیاہ رنگ کے ہونے کی وجہ بھی شاید یہی ہو۔ حضرت عکرمہ

فرماتے ہیں اگر چاہے بندر کی صورت بنا دے اگر چاہے سور کی۔ ابو صالح فرماتے ہیں اگر چاہے کتے کی صورت میں بنا دے اگر چاہے گدھے کی اگر چاہے سور کی قتادہ فرماتے ہیں یہ سب سچ ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے لیکن وہ مالک ہمیں بہترین، عمدہ، خوش شکل اور دل لبھانے والی پاکیزہ پاکیزہ شکلیں صورتیں عطا فرماتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس کریم اللہ کی نافرمانیوں پر تمہیں آمادہ کرنے والی چیز صرف یہی ہے کہ تمہارے دلوں میں قیامت کی تکذیب ہے تم اس کا آنا ہی برحق نہیں جانتے اس لیے اس سے بے پرواہی برت رہے ہو۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ انفطار، بیروت)

| |
|---|
| وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ○ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ○ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ○ |
| حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ جو بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ |

## نامہ اعمال کے کاتبین ملائکہ کا بیان

" وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ " مِنْ الْمَلَائِكَةِ لِأَعْمَالِكُمْ " كِرَامًا " عَلَى اللّٰه " كَاتِبِينَ " لَهَا " يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ " جَمِيعه،

حالانکہ تم پر نگہبان فرشتے مقرر ہیں۔ یعنی جو فرشتے تمہارے اعمال پر نگہبان ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت عزت والے ہیں، لکھنے والے ہیں۔ وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔ یعنی سب جانتے ہیں۔

## فرشتوں کا لوگوں کے اعمال کو لکھنے و باخبر رہنے کا بیان

تم یقین مانو کہ تم پر بزرگ محافظ اور کاتب فرشتے مقرر ہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ انکا لحاظ رکھو وہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں تمہیں برائی کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے یہ بزرگ فرشتے تم سے جنابت اور پاخانہ کی حالت کے سوا کسی وقت الگ نہیں ہوتے۔ تم انکا احترام کرو، غسل کے وقت بھی پردہ کرلیا کرو دیوار سے یا اوٹ سے ہی سہی یہ بھی نہ تو اپنے کسی ساتھی کو کھڑا کرلیا کرو تا کہ وہی پردہ ہو جائے۔ (ابن ابی حاتم)

بزار کی اس حدیث کے الفاظ میں کچھ تغیر و تبدل ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ننگا ہونے سے منع کرتا ہے۔ اللہ کے ان فرشتوں سے شرماؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ غسل کے وقت بھی یہ فرشتے دور ہو جاتے ہیں ایک حدیث میں ہے کہ جب یہ کراماً کاتبین بندے کے روزانہ اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اگر شروع اور آخر میں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے درمیان کی سب خطائیں میں نے اپنے غلام کی بخش دیں۔ (بزار)

بزار کی ایک اور ضعیف حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض فرشتے انسانوں کو اور ان کے اعمال کو جانتے پہچانتے ہیں جب کسی بندے کو نیکی میں مشغول پاتے ہیں تو آپس میں کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں شخص نجات پا گیا فلاح حاصل کر گیا اور اس کے خلاف دیکھتے ہیں تو آپس میں ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آج کی رات فلاں ہلاک ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ انفطار، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ۝ وَّ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ۝ یَّصۡلَوۡنَہَا یَوۡمَ الدِّیۡنِ ۝ |
| بیشک نیکوکار جنّتِ نعمت میں ہوں گے۔ اور بے شک نافرمان لوگ یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔ |
| وہ اس میں قیامت کے روز داخل ہوں گے۔ |

## نیک لوگوں کیلئے جنت نعیم ہونے کا بیان

"اِنَّ الْاَبْرَار " الْـمُؤْمِنِينَ الصَّادِقِينَ فِي إِيمَانهمْ "لَفِي نَعِيم " جَنَّة" وَإِنَّ الْفُجَّار " الْكُفَّار " لَفِي جَحِيم " نَار مُحْرِقَة" يَصْلَوْنَهَا " يَدْخُلُونَهَا وَيُقَاسُونَ حَرّهَا " يَوْم الدِّين " الْجَزَاء

بیشک نیکوکار جنّتِ نعمت میں ہوں گے۔ یعنی جو اہل ایمان اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ اور بے شک نافرمان لوگ یعنی کفار یقیناً بھڑکتی آگ میں ہوں گے۔ یعنی وہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور اس کی گرمی کو برداشت کریں گے۔ وہ اس میں قیامت کے روز داخل ہوں گے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار فرمانبردار، گناہوں سے دور رہتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ جنت کی خوش خبری دیتا ہے حدیث میں ہے کہ انہیں ابرار اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے ماں باپ کے فرمانبردار تھے اور اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرتے تھے، بدکار لوگ دائمی عذاب میں پڑیں گے، قیامت کے دن جو حساب کا اور بدلے کا دن ہے ان کا داخلہ اس میں ہوگا ایک ساعت بھی ان پر عذاب ہلکا نہ ہوگا نہ موت آئے گی نہ راحت ملے گی نہ ایک ذرا سی دیر اس سے الگ ہوں گے۔ پھر قیامت کی بڑائی اور اس دن کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لیے دو دو بار فرمایا کہ تمھیں کس چیز نے معلوم کرایا کہ وہ دن کیسا ہے؟ پھر خود ہی بتلایا کہ اس دن کوئی کسی کو کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے گا نہ عذاب سے نجات دلا سکے گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کسی کی سفارش کی اجازت خود اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے۔

| |
|---|
| وَمَا ہُمۡ عَنۡہَا بِغَآئِبِیۡنَ ۝ وَمَاۤ اَدۡرٰکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ۝ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ۝ |
| یَوۡمَ لَا تَمۡلِکُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡئًا ؕ وَ الۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ ۝ |
| اور وہ اس سے غائب نہ ہوسکیں گے۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے۔ پھر آپ نے کیا جانا کہ روز جزا کیا ہے۔ |
| جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار نہ رکھے گی اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔ |

## دوزخیوں کا جہنم سے نہ نکل سکنے کا بیان

" وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ " بِمُخْرَجِينَ " وَمَا أَدْرَاك " أَعْلَمَك " مَا يَوْم الدِّين "" ثُمَّ مَا أَدْرَاك مَا يَوْم الدِّين " تَعْظِيم لِشَأْنِهِ " يَوْم " بِالرَّفْعِ , أَيْ هُوَ يَوْم " لَا تَمْلِك نَفْس لِنَفْسٍ شَيْئًا " مِنْ

الْمَنْفَعَة " وَالْأَمْر يَوْمئِذٍ لِلّٰهِ " لَا أَمْر لِغَيْرِهِ فِيهِ أَيْ لَمْ يُمَكِّن أَحَدًا مِنْ التَّوَسُّط فِيهِ بِخِلَافِ الدُّنْيَا.

اور وہ اس سے غائب نہ ہوسکیں گے۔ یعنی اس سے نکل نہ سکیں گے۔ اور آپ نے کیا سمجھا کہ روز جزا کیا ہے۔ پھر آپ نے کیا جانا کہ روز جزا کیا ہے۔ یہ اہتمام امر کیلئے آیا ہے۔ جس دن کوئی جان کسی جان کے لیے کسی چیز کا اختیار یعنی نفع نہ رکھے گی۔ یہاں پر لفظ یوم رفع کے ساتھ بھی آیا ہے یعنی ھو یوم۔ اور اس دن حکم صرف اللہ کا ہوگا۔ جبکہ اس کے علاوہ کسی کا کوئی حکم نہ ہوگا۔ یعنی بہ خلاف دنیا کے کوئی واسطہ بھی ممکن نہ ہوگا۔

ایسی دوزخ جس سے وہ کبھی باہر نہ نکلیں گے۔ ما نافیہ۔ ھا ضمیر واحد مونث غائب جس کا مرجع الجحیم ہے۔ غائبین غیاث (باب ضرب) مصدر ضمیر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ غائب ہونے والے۔ چھپ جانے والا۔ پوشیدہ ہونے والے۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب۔ فجار کے لئے ہے۔ اور وہ فاجر لوگ کبھی دوزخ سے غائب نہ ہوں گے۔ یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ہم ضمیر الفجار کی طرف راجع ہے۔ اس میں الف لام عہد کا ہے اور معبود وہی تھا جو یوم دین کی تکذین کرتے ہیں یعنی کافر۔ (تفسیر مظہری، سورہ انفطار،)
کوئی کافر کسی کافر کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ (تفسیر خازن، سورہ انفطار، بیروت)

# سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِيْن

## یہ قرآن مجید کی سورت مطففین ہے

### سورت مطففین کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ مطففین ایک قول میں مکّیہ ہے اور ایک میں مدنیہ، اور ایک قول یہ ہے کہ زمانہ ہجرت میں مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ کے درمیان نازل ہوئی۔ اس سورت میں ایک رکوع، چھتیس آیات، ایک سو انہتر کلمات اور سات سوتیس حروف ہیں۔

### سورت مطففین کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت ویل للمطففین سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنی ہے کہ ماپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے ہلاکت ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت مطففین کے نام معروف ہوئی ہے۔

### سورت مطففین کے شان نزول کا بیان

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ لوگ ناپ تول میں تمام لوگوں سے برے تھے اللہ نے یہ آیات نازل فرمائی۔ تو اس کے بعد یہ لوگ اچھے طریقے سے ناپ تول کرنے لگے۔

قرطبی کہتے ہیں کہ مدینہ میں تاجر ناپ تول میں کمی کرتے اور ان کی خرید وفروخت جوئے کے مشابہ ہوتی جیسے منابذہ (اس میں مشتری کنکر پھینکتا اور کہا جس کو یہ کنکر لگ جائے وہ میری ہے) ملامسہ اس میں مشتری جس چیز کو چھو لیتا اس میں بیع واجب ہو جاتی اور مخاطرہ (یعنی شرط بازی کرنا) اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو آپ بازار کی طرف نکلے اور لوگوں پر اس کی تلاوت فرمائی۔

سدی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہاں ایک ابوجہینہ نامی آدمی تھا اس کے پاس دو صاع تھے وہ ایک سے دوسروں کو ناپ کر دیتا اور دوسرے سے اپنے لیے ناپتا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(نیسابوری 370، قرطبی 19۔250، زاد المسیر 9۔52)

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَ اِذَا كَالُوْهُمْ

اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

| |
|---|
| ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ |
| اور جب انہیں (خود) ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے کہ |
| وہ (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ |

## ماپ تول میں کمی کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

" وَيْل " كَلِمَة عَذَاب , أَوْ وَادٍ فِي جَهَنَّم " لِلْمُطَفِّفِينَ "" الَّذِينَ إِذَا اِكْتَالُوا عَلَى " أَيْ مِنْ " النَّاس يَسْتَوْفُونَ " الْكَيْل " وَإِذَا كَالُوهُمْ " أَيْ كَالُوا لَهُمْ " أَوْ وَزَنُوهُمْ " أَيْ وَزَنُوا لَهُمْ " يُخْسِرُونَ " يُنْقِصُونَ الْكَيْل أَوْ الْوَزْن " أَلَا " اِسْتِفْهَام تَوْبِيخ " يَظُنّ " يَتَيَقَّن " أُولَئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ "" لِيَوْمٍ عَظِيم " أَيْ فِيهِ وَهُوَ يَوْم الْقِيَامَة،

لفظ ویل یہ کلمہ عذاب ہے۔ یا یہ جہنم میں ایک وادی ہے۔ ہلاکت ہے ماپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔ وہ لوگ کہ جب لوگوں سے ماپ کر لیتے ہیں تو پورا لیتے ہیں۔ اور جب انہیں خود ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔ یعنی ماپ تول میں وزن کم کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ اس بات کا یقین نہیں رکھتے، یہاں پر استفہام برائے توبیخ کے ہے۔ کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ ایک بڑے دن کے لیے۔ اور وہ قیامت کا دن ہے۔

## ناپ تول میں کمی کے سبب وعید کا بیان

نسائی اور ابن ماجہ میں ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت اہل مدینہ ناپ تول کے اعتبار سے بہت برے تھے۔ جب یہ آیت اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کر لیا ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت ہلال بن طلق نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مکے مدینے والے بہت ہی عمدہ ناپ تول رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے آیت (وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ) 83-المطففین:1) ہے۔ پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے خواہ اس صورت میں کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا۔ اسی لیے انہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے ہیں کہ جب اپنا حق لیں تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں اور دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں۔ ٹھیک یہ ہے کہ کالوا اور وزنو کو متعدی مانیں اور ھُم کو محلا منصوب کہیں گو بعض نے اسے ضمیر موکد مانا ہے۔ جو کالو اور وزنو کی پوشیدہ ضمیر کی تاکید کے لیے ہے اور مفعول محذوف مانا ہے جس پر دلالت کلام موجود ہے دونوں طرح مطلب قریب قریب ایک ہی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ٥ |
| جس دن سب لوگ تمام جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔ |

## تمام خلائق کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع ہونے کا بیان

"يَوْم " بَدَل مِنْ مَحَلّ لِيَوْمٍ فَنَاصِبه مَبْعُوثُونَ "يَقُوم النَّاس " مِنْ قُبُورهمْ "لِرَبِّ الْعَالَمِينَ " الْخَلَائِق لِأَجْلِ أَمْره وَحِسَابه وَجَزَائِهِ،

یہاں پر لفظ یوم یہ لیوم سے بدل ہے۔اس کا ناصب مبعوثون ہے۔جس دن سب لوگ اپنی قبروں سے نکل کر تمام جہانوں کے رب کے حضور کھڑے ہوں گے۔یعنی تمام مخلوقات اس کے حکم کی وجہ سے حساب وجزاء کیلئے نکلیں گی۔

## قیامت کے دن اللہ کے حضور حاضر ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ(يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ .جس دن سب لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے )۔کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس روز لوگ اس حالت میں کھڑے ہوں گے کہ وہ نصف کانوں تک پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1286)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ (ایک دن) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ) مجھے یہ تو بتایئے ،قیامت کے دن کہ جس کے بارے میں خدائے بزرگ و برتر یہ فرماتا ہے(يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)، المطففين : 6)(جس دن کہ تمام لوگ ایک ایک جہان کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے،کس شخص کو(حساب کے لئے )اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کی تاب ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کا دن مؤمن کے لئے آسان کردیا جائے گا یہاں تک کہ وہ دن اس پر فرض نماز ( کی ادائیگی کے وقت ) کے بقدر رہ جائے گے۔(مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 136)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے قرآن کے جن الفاظ کا حوالہ دیا،وہ دراصل پارہ عم کی سورت مطففین (ويل للمطففين ) کی ایک چھوٹی سی آیت ہے،اس سورت میں قیامت کے دن کے احوال اوراس دن اعمال کی جزاء وسزا دیئے جانے کا ذکر ہے اور چونکہ وہ دن اللہ کے عدل وانصاف کے اظہار کا دن ہوگا اس مناسبت سے اس سورت میں خاص طور سے بعض ان اعمال پر وعید مذکورہ ہے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں اور سماجی زندگی میں نہایت قابل نفرت سمجھتے ہیں جیسے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو ان الفاظ میں تہدید کی گئی ہے کہ الا يظن اولئك انهم مبعوثون ليوم عظيم يوم يقوم الناس لرب العلمين کیا ان لوگوں کو(جو ناپ تول میں کمی کر کے حقوق العباد کو نقصان پہنچاتے ہیں) اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن کہ تمام لوگ ایک ایک جہاں کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہوں گے (پس اس دن سے ڈرنا چاہیئے اور ہر اس برائی سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے بندوں کے حقوق پر اثر پڑتا ہو،جس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہو اور جس سے سماجی زندگی باہمی اطمینان واعتماد سے محروم ہوتی ہو،جیسے کم ناپنا اور کم تولنا۔

منقول ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سورت کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت (يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) ، المطففین :6) پر پہنچے تو خوف وخشیت الٰہی سے بے حال ہو گئے اور ان پر گریہ طاری ہو گیا اور پھر اس طرح روئے کہ اس کے بعد کی آیتوں کی تلاوت جاری رکھنے پر قادر نہیں ہو سکے۔ بہر حال حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کا حاصل یہ تھا کہ ایک تو قیامت کا دن خود اپنے اندر ہول و دہشت اور خوف و پریشانی کے صد ہزار عالم لئے ہوگا اور اس پر اپنے اعمال کا کچا چٹھا لے کر خداوند ذوالجلال کی پر ہیبت بارگاہ میں پیش ہوگا ، اس کے عدل وانصاف کی ہیبت اور اس کے لئے اس کی عدالت میں ، اس کی پر جلال بارگاہ میں کھڑا ہو سکے؟ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت عطا فرمائی کہ مسلمانوں کو بہر حال اطمینان رکھنا چاہئے کہ وہ دن اپنی تمام ہولناکیوں کے باوجود ان کے حق میں ایک آسان دن ہوگا وہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم کے سائے میں رہیں گے ، اس لئے قیامت کا وہ پورا دن بس اتنے عرصہ میں گزر جائے گا جتنے عرصہ میں کوئی شخص فرض نماز پڑھ لیتا ہے پس اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ذہن میں رہنی چاہئے کہ "مسلمان" سے مراد کامل مسلمان ہے ، یعنی عقیدہ وفکر کے اعتبار سے پختہ وصالح ، اعمال و کردار کے اعتبار سے پاکباز ومتقی اور پروردگار کی اطاعت وعبادت میں کامل ! اسی طرح "فرض نماز کے بقدر" سے مراد وہ عرصہ ہے جس میں فرض نماز کہ جس کی نہایت چار رکعتیں ہیں ، ادا کی جاتی ہیں یا یہ کہ فرض نماز کا پورا وقت مراد ہے ، یعنی جتنی دیر تک ایک فرض نماز ادا کرنے کا وقت رہتا ہے ، اتنی دیر میں قیامت کا پورا دن گزر جائے گا رہی یہ بات کہ "مسلمانوں کے حق میں قیامت کے دن کا فرض نماز کی ادائیگی کے وقت کے بقدر ہونے" سے کیا یہ مراد ہے کہ ان کے حق میں قیامت کا دن واقعۃً اتنے مختصر سے عرصہ پر محیط ہوگا ، یا یہ مراد ہے کہ وہ دن ہوگا تو بہت زیادہ لمبا طویل لیکن مسلمانوں کو وہ اتنا بڑا دن بس ایسا محسوس ہوگا جیسے ایک فرض نماز کے وقت بقدر ہو کر گزر گیا ہو؟ تو اس سلسلہ میں یہی دوسرا پہلو مراد ہے یعنی وہ دن اپنی اتنی طوالت اور اتنی شدت وسختیوں کے باوجود مسلمانوں کے لئے اتنا ہلکا بنا دیا جائے گا کہ ان کو وہ پورا دن ایک فرض نماز کے مختصر ترین عرصہ کے بقدر گزرتا ہوا معلوم ہوگا جب کہ کافروں کے حق میں اس کے برعکس ہوگا۔

چنانچہ یہ تو اس دنیا میں بھی عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ وقت اور مقدار کے اعتبار سے شب وروز کی گردش ہر شخص کے لئے یکساں ہوتی ہے لیکن جو لوگ عیش وراحت اور خوشحالی کے ساتھ ہوتے ہیں ان کے لئے چوبیس گھنٹوں کے وہی دن ورات لمحوں کے برابر گزرتے محسوس ہوتے ہیں جو مصائب وآلام اور پریشان حالی میں مبتلا لوگوں کے لئے سالوں کے برابر گزرتے معلوم ہوتے ہیں اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کا مسلمانوں کے حق میں آسان وہلکا ہونا یکساں نوعیت نہیں رکھے گا بلکہ ہر مسلمان کے عقیدہ وعمل کے مراتب کے اعتبار سے الگ الگ نوعیت رکھے گا کہ جو شخص دنیا میں اپنے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے زیادہ کامل رہا ہوگا وہ اس دن کو اور وہاں کے احوال کو اتنا ہی زیادہ آسان وہلکا محسوس کرے گا اور دنیا میں جس شخص کا عقیدہ وعمل جتنا زیادہ کمزور رہا ہوگا وہ اس دن کو اتنا ہی کم آسان وہلکا محسوس کرے گا یہاں تک کہ کفار کو وہ دن پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا ، چنانچہ قرآن کریم کے ان الفاظ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَ

نَۃٌ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا ،المعارج:4-5-6)"فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس (عالم بالا میں چڑھ کر جاتی ہیں (اور وہ عذاب) ایسے دن میں ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال کے برابر) ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (اہل کفر کی مخالفت پر) صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو یہ لوگ (یعنی اہل کفر) اس دن کو (بدعقیدگی کی وجہ سے بعداز وقوع دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں۔

"چنانچہ اس آیت میں "اس دن" سے مراد قیامت کا دن ہے جو اپنی درازی اور سختی کے اعتبار سے کفر کو اتنا لمبا معلوم ہوگا اور جس طرح ایمان کے مراتب میں تفاوت ہونے کی وجہ سے وہ ان اہل ایمان میں سے کچھ کو بہت آسان اور ہلکا معلوم ہوگا اور کچھ کو کم آسان اور ہلکا معلوم ہوگا، اسی اعتبار سے ایک آیت میں اس دن کو ایک ہزار سال کے برابر فرمایا گیا ہے پس بعض کافروں کو ہزار سال کے برابر اور بعض کافروں کو پچاس ہزار سال کے برابر معلوم ہوگا۔(فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ ،المدثر:8-9-10)"پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت (یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔" دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اہل ایمان پر وہ دن بہت ہلکا اور آسان ہوگا اور وہ ہلکا وآسان ہونا ان کے ایمان وعمل کے اعتبار سے تفاوت رکھے گا۔ بہر حال اس حدیث میں مسلمانوں کے لئے واضح طور پر یہ ہدایت ہے کہ اگر وہ قیامت کے دن کو اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ آسان و ہلکا اور جلد گزر جانے والا بنانا چاہتے ہیں تو ان کو چاہئے کہ وہ اپنے ایمان وعقیدہ کو زیادہ سے زیادہ پختہ بنائیں اور اپنی عملی زندگی کو زیادہ سے زیادہ طاعت وعبادت اور رضاء الٰہی کے کاموں سے مامور کریں۔

| |
|---|
| كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّیْنٌ ○ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ○ |
| وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُكَذِّبُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ ○ |
| یہ حق ہے کہ بدکرداروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے۔اور آپ نے کیا جانا کہ سجین کیا ہے۔ایک کتاب ہے، |
| واضح لکھی ہوئی۔اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہوگی۔جو لوگ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔ |

## کفار کا نامہ اعمال مقام سجین پر ہونے کا بیان

"كَلَّا" حَقًّا "إِنَّ كِتَاب الْفُجَّار" أَيْ كِتَاب أَعْمَال الْكُفَّار "لَفِي سِجِّين" قِيلَ هُوَ كِتَاب جَامِع لِأَعْمَالِ الشَّيَاطِين وَالْكَفَرَة , وَقِيلَ هُوَ مَكَان أَسْفَل الْأَرْض السَّابِعَة وَهُوَ مَحَلّ إِبْلِيس وَجُنُوده "وَمَا أَدْرَاك مَا سِجِّين" مَا كِتَاب سِجِّين "كِتَاب مَرْقُوم" مَخْتُوم "الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّين" الْجَزَاء بَدَل أَوْ بَيَان لِلْمُكَذِّبِينَ،

یہ حق ہے کہ بدکرداروں یعنی کفار کا نامہ اعمال سجین (یعنی دیوان خانہ جہنم) میں ہے۔کیا گیا ہے وہ شیاطین وکفار کے نامہ

اعمال کو جمع کرنے والی کتاب ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ سات زمینوں سے نچلا مکان ہے۔اور وہ شیطان اور اس کے لشکر کا محل ہے۔اور آپ نے کیا جانا کہ سجین کیا ہے۔یعنی کتاب سجین کیا ہے۔ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی ہوگی۔جو لوگ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔یہاں پر الذین یہ مکذبین کیلئے بیان ہے یا بدل ہے۔

## انتہائی المناک اور دکھ درد کی جگہ کا بیان

مطلب یہ ہے کہ برے لوگوں کا ٹھکانا سجین ہے یہ لفظ فعیل کے وزن پر سجن سے ماخوذ ہے سجن کہتے ہیں لغت میں تنگی کو ضیق شریب خمیر سکیر وغیرہ کی طرح یہ لفظ بھی سجین ہے پھر اس کی مزید برائیاں بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ تمہیں اس کی حقیقت معلوم نہیں وہ المناک اور ہمیشہ کے دکھ درد کی جگہ ہے مروی ہے کہ یہ جگہ ساتوں زمینوں کے نیچے ہے۔

حضرت براء بن عازب کی ایک مطول حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ کافر کی روح کے بارے میں جناب باری ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی کتاب سجین میں لکھ لو اور سجین ساتویں زمین کے نیچے ہے کہا گیا ہے کہ یہ ساتویں زمین کے نیچے سبز رنگ کی ایک چٹان ہے اور کہا گیا ہے کہ جہنم میں ایک گڑھا ہے ابن جریر کی ایک غریب منکر اور غیر صحیح حدیث میں ہے کہ فلق جہنم کا ایک منہ بند کردہ کنواں ہے اور سجین کھلے منہ والا گڑھا ہے صحیح بات یہ ہے کہ اس کے معنی ہیں تنگ جگہ جیل خانہ کے نیچے کی مخلوق میں تنگی ہے اور اوپر کی مخلوق میں کشادگی آسمانوں میں ہر اوپر والا آسمان نیچے والے آسمان سے کشادہ ہے اور زمینوں میں ہر نیچے کی زمین اوپر کی زمین سے تنگ ہے یہاں تک کہ بالکل نیچے کی تہہ بہت تنگ ہے اور سب سے زیادہ تنگ جگہ ساتویں زمین کا وسطی مرکز ہے چونکہ کافروں کے لوٹنے کی جگہ جہنم ہے اور وہ سب سے نیچے ہے۔

کتاب مرقوم یہ سجین کی تفسیر نہیں بلکہ یہ اس کی تفسیر ہے جو ان کے لیے لکھا جا چکا ہے کہ آخرش جہنم میں پہنچیں گے ان کا یہ نتیجہ لکھا جا چکا ہے اور اس سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے نہ اب اس میں کچھ زیادتی ہو نہ کمی، تو فرمایا ان کا انجام سجین ہونا ہماری کتاب میں پہلے سے ہی لکھا جا چکا ہے ان جھٹلانے والوں کی اس دن خرابی ہوگی انہیں جہنم کا قید خانہ اور رسوائی والے المناک عذاب ہوں گے ویل کی مکمل تفسیر اس سے پہلے گزر چکی ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ان کی ہلاکی بربادی اور خرابی ہے جیسے کہا جاتا ہے ویل لفلان مسند اور سنن کی حدیث میں ہے ویل ہے اس شخص کے لیے جو کوئی جھوٹی بات کہہ کر لوگوں کو ہنسانا چاہے اور اسے ویل ہے اسے ویل ہے پھر ان جھٹلانے والے بدکار کافروں کی مزید تشریح کی۔

اور فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو روز جزاء کو نہیں مانتے اسے خلاف عقل کہہ کر اس کے واقع ہونے کو محال جانتے ہیں پھر فرمایا کہ قیامت کا جھٹلانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے کاموں میں حد سے بڑھ جائیں اسی طرح اپنے اقوال میں گنہگار ہوں جھوٹ بولیں وعدہ خلافی کریں گالیاں بکیں وغیرہ یہ لوگ ہیں کہ ہماری آیتوں کو سن کر انہیں جھٹلاتے ہیں بدگمانی کرتے ہیں اور کہہ گزرتے ہیں کہ پہلی کتابوں سے کچھ جمع اکٹھا کر لیا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ○ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○ |
| اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا سوائے ہر اس شخص کے جو سرکش و گنہگار ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھ کر |
| سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ |

## قرآن کی تکذیب کرنے والوں کیلئے ہلاکت کا بیان

"وَمَا يُكَذِّب بِهِ إِلَّا كُلّ مُعْتَدٍ" مُتَجَاوِز الْحَدّ "أَثِيم" صِيغَة مُبَالَغَة "إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتنَا" الْقُرْآن "قَالَ أَسَاطِير الْأَوَّلِينَ" الْحِكَايَات الَّتِي سُطِّرَتْ قَدِيمًا جَمْع أُسْطُورَة بِالضَّمِّ أَوْ إِسْطَارَة بِالْكَسْرِ

اور اسے کوئی نہیں جھٹلاتا سوائے ہر اس شخص کے جو سرکش و گنہگار ہے۔ یعنی حد سے بڑھنے والا ہے۔ اثیم یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس پر ہماری آیتیں یعنی قرآنی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا یا سمجھتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ یعنی پرانی کہانیاں ہیں۔ جو لکھی گئی ہیں۔ اساطیر یہ اسطورۃ کی جمع ہے جو ضمہ کے ساتھ یا اسطارۃ کسرہ کے ساتھ آیا ہے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ،النحل:24) جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا کچھ نازل فرمایا تو کہتے ہیں اگلوں کے افسانے ہیں اور جگہ ہے آیت (وقالوا اساطیر الاولین اکتتبھا فھی تملی علیہ بکرۃ وعشیا) یعنی یہ کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصے ہیں جو اسے صبح شام لکھوائے جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جواب میں فرماتا ہے کہ واقعہ ان کے قول اور ان کے خیال کے مطابق نہیں بلکہ دراصل یہ قرآن کلام الٰہی ہے اس کی وحی ہے جو اس نے اپنے بندے پر نازل کی ہے ہاں ان کے دلوں پر ان کے بداعمال نے پردے ڈال دیئے ہیں گناہوں اور خطاؤں کی کثرت نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے کافروں کے دلوں پر رین ہوتا ہے اور نیک کار لوگوں کے دلوں پر غیم ہوتا ہے ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ بندہ جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ ہو جاتا ہے اگر توبہ کر لیتا ہے تو اس کی صفائی ہو جاتی ہے اور اگر گناہ کرتا ہے تو وہ سیاہی پھیلتی جاتی ہے اسی کا بیان کلا بل ران میں ہے نسائی کے الفاظ میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

| |
|---|
| كَلَّا بَلْ سکتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ○ |
| ہر گز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے۔ |

## دلوں پر زنگ چڑھ جانے کا بیان

"كَلَّا" رَدْع وَزَجْر لِقَوْلِهِمْ ذَلِكَ "بَلْ رَانَ" غَلَبَ "عَلَى قُلُوبهمْ" فَغَشِيَهَا "مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" مِنْ الْمَعَاصِي فَهُوَ كَالصَّدَأ،

یہاں پر لفظ کلا یہ ردع اور زجر کیلئے آیا ہے جو ان کا قول تھا۔ ہر گز نہیں، بلکہ زنگ بن کر چھا گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے

تھے۔یعنی وہ برے زنگ کی طرح ہیں۔

## گناہوں کے سبب دلوں پر سیاہ نقطہ لگ جانے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے۔ پھر وہ اگر اسے ترک کر دے یا استغفار کرے اور توبہ کرے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ گناہ کرے تو سیاہی بڑھا دی جاتی ہے۔

یہاں تک کہ وہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی وہ ران ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ، ہرگز نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے)۔ میں کیا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1285)

| |
|---|
| كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ٥ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ٥ |
| ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِىْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ٥ |
| حق یہ ہے کہ بیشک اس دن انہیں اپنے رب کے دیدار سے پسِ پردہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ دوزخ میں |
| جھونک دیئے جائیں گے۔ پھر کہا جائے گا یہی ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ |

## کفار کیلئے دیدار الٰہی نہ ہونے کا بیان

" كَلَّا " حَقًّا " إِنَّهُمْ عَنْ رَبّهمْ يَوْمئِذٍ " يَوْم الْقِيَامَة " لَمَحْجُوبُونَ " فَلَا يَرَوْنَهُ" ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيم " لَدَاخِلُو النَّار الْمُحْرِقَة" ثُمَّ يُقَال " لَهُمْ " هَذَا " أَيْ الْعَذَاب " الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ "

حق یہ ہے کہ بیشک اس دن یعنی قیامت کے دن انہیں اپنے رب کے دیدار سے محروم کرنے کے لئے پسِ پردہ کر دیا جائے گا۔ پس وہ دیکھ نہ سکیں گے۔ پھر وہ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ یعنی ان کو جلتی ہوئی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر ان سے کہا جائے گا یہی عذاب ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

مسند احمد میں بھی یہ حدیث ہے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا فرمان ہے کہ گناہوں پر گناہ کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور پھر مر جاتا ہے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ان عذابوں میں مبتلا ہو کر دیدار باری سے بھی محروم اور محجوب کر دیئے جائیں گے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے کہ مومن قیامت کے دن دیدار باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے امام صاحب کا یہ فرمان بالکل درست ہے اور آیت کا صاف مفہوم یہی ہے اور دوسری جگہ کھلے الفاظ میں بھی یہ بیان موجود ہے فرمان ہے آیت (وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ، القیامۃ :22) یعنی اس دن بہت سے چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے

صحیح اور متواتر احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ ایمان دار قیامت والے دن اپنے رب عز وجل کو اپنی آنکھوں سے قیامت کے میدان میں اور جنت کے نفیس باغیچوں میں دیکھیں گے۔

حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حجاب ہٹ جائیں گے اور مومن اپنے رب کو دیکھیں گے اور کافر پھر کافروں کو پردوں کے پیچھے کر دیا جائیگا البتہ مومن ہر صبح وشام پروردگار عالم کا دیدار حاصل کریں گے یا اسی جیسا اور کلام ہے پھر فرماتا ہے کہ برے لوگ نہ صرف دیدار الٰہی سے ہی محروم رہیں گے بلکہ یہ لوگ جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے اور انہیں حقارت ذلت اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر غصہ کے ساتھ کہا جائیگا کہ یہی وہ ہے جسے تم جھٹلاتے رہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ |
| یہ حق ہے کہ بیشک نیکوکاروں کا نوشتۂ اعمال علّیّین میں ہے۔ اور آپ نے کیا جانا کہ علّیّین کیا ہے۔ |
| ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ جس کے پاس مقرب حاضر رہتے ہیں۔ |

## نیک لوگوں کا نامہ اعمال مقام علیین پر ہونے کا بیان

"كَلَّا" حَقًّا "إِنَّ كِتَاب الْأَبْرَار" أَيْ كِتَاب أَعْمَال الْمُؤْمِنِينَ الصَّادِقِينَ فِي إِيمَانهمْ "لَفِي عِلِّيِّينَ" قِيلَ هُوَ كِتَاب جَامِع لِأَعْمَالِ الْخَيْر مِنْ الْمَلَائِكَة وَمُؤْمِنِي الثَّقَلَيْنِ , وَقِيلَ هُوَ مَكَان فِي السَّمَاء السَّابِعَة تَحْت الْعَرْش "وَمَا أَدْرَاك" أَعْلَمَك "مَا عِلِّيُّونَ" مَا كِتَاب عِلِّيِّينَ" كِتَاب مَرْقُوم" مَخْتُوم "يَشْهَدهُ الْمُقَرَّبُونَ" مِنْ الْمَلَائِكَة،

یہ بھی حق ہے کہ بیشک نیکوکاروں کا نوشتۂ اعمال علّیّین یعنی دیوان خانہ جنت میں ہے۔ یعنی وہ اہل ایمان جو اپنے ایمان میں سچے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ بھلائی کے اعمال کو جمع کرنے والی کتاب جو اہل ایمان اور فرشتوں کی ہے اور کہا گیا ہے وہ مقام عرش کے نیچے ساتویں آسمان پر ہے۔ اور آپ نے کیا جانا کہ علّیّین کیا ہے۔ یعنی وہ کتاب کیا ہے۔ ایک کتاب ہے، واضح لکھی ہوئی۔ جس کے پاس مقرب فرشتے حاضر رہتے ہیں۔

## نعمتوں، راحتوں اور عزت وجلال کی جگہ کا بیان

بدکاروں کا حشر بیان کرنے کے بعد اب نیک لوگوں کا بیان ہو رہا ہے کہ ان کا ٹھکانا علیین ہے جو کہ سجین کے بالکل برعکس ہے حضرت ابن عباس نے حضرت کعب سے سجین کا سوال کیا تو فرمایا کہ وہ ساتویں زمین ہے اور اس میں کافروں کی روحیں ہیں اور علیین کے سوال کے جواب میں فرمایا یہ ساتواں آسمان ہے اور اس میں مومنوں کی روحیں ہیں ابن عباس فرماتے ہیں مراد اس سے جنت ہے عوفی آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے اعمال اللہ کے نزدیک آسمان میں ہیں قتادہ فرماتے ہیں یہ عرش کا داہنا پایہ ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ سدرۃ المنتہی کے پاس ہے ظاہر یہ ہے کہ لفظ علو یعنی بلندی سے ماخوذ ہے۔ جس قدر کوئی چیز اونچی اور بلند ہوگی

اسی قدر بڑی اور کشادہ ہوگی اس لیے اس کی عظمت و بزرگی کے اظہار کے لیے فرمایا تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہی نہیں پھر اس کی تاکید کی کہ یہ یقینی چیز ہے کتاب میں لکھی جا چکی ہے کہ یہ لوگ علیین میں جائیں گے جس کے پاس ہر آسمان کے مقرب فرشتے جاتے ہیں۔ (تفسیر جامع البیان، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ۝ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ۝ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ۝ |
| بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے۔ |
| تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ |

## نیک لوگوں کا جنت نعیم میں ہونے کا بیان

" إِنَّ الْأَبْرَار لَفِي نَعِيم " جَنَّة" عَلَى الْأَرَائِك " السُّرَر فِي الْحِجَال "يَنْظُرُونَ " مَا أُعْطُوا مِنْ النَّعِيم" تَعْرِف فِي وُجُوههمْ نَضْرَة النَّعِيم " بَهْجَة التَّنَعُّم وَحُسْنه

بے شک نیک لوگ یقیناً بڑی نعمت میں ہوں گے۔ یعنی جنتی خیموں کی مسہریوں پر ہوں گے۔ تختوں پر بیٹھے نظارے کر رہے ہوں گے۔ جو انہیں جنت سے عطاء کیا گیا ہوگا۔ تو ان کے چہروں میں نعمت کی تازگی پہچانے گا۔ یعنی نعمتوں اور حسن کے سبب رونق والے ہوں گے۔

پھر فرمایا کہ قیامت کے دن یہ نیکو کار دائمی والی نعمتوں اور باغات میں ہوں گے یہ مسہریوں پر بیٹھے ہوں گے اپنے ملک و مال نعمتوں راحتوں عزت و جاہ مال و متاع کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں گے یہ خیر و فضل یہ نعمت و رحمت نہ کبھی کم ہو نہ گم ہو نہ گھٹے نہ مٹے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اپنی آرام گاہوں میں تخت سلطنت پر بیٹھے دیدار اللہ سے مشرف ہوتے رہیں گے تو گویا کہ فاجروں کے بالکل برعکس ہوں گے ان پر دیدار باری حرام تھا ان کے لیے ہر وقت اجازت ہے جیسے کہ ابن عمر کی حدیث میں ہے جو پلے بیان ہو چکی کہ سب سے نیچے درجے کا جنتی اپنے ملک اور ملکیت کو دو ہزار سال کی راہ تک دیکھے گا اور سب سے آخر کی چیزیں اس طرح اس کی نظروں کے سامنے ہوں گی جس طرح سب سے اول چیز۔ اور اعلیٰ درجہ کے جنتی تو دن بھر میں دو دو مرتبہ دیدار باری کی نعمت سے اپنے دل کو مسرور اور اپنی آنکھوں کو پرنور کریں گے ان کے چہرے پر کوئی نظر ڈالے تو بیک نگاہ آسودگی اور خوش حالی جاہ و حشمت شوکت و سطوت خوشی و سرور بہجت و نور دیکھ کر ان کا مرتبہ تاڑ لے اور سمجھ لے کہ راحت و آرام میں خوش و خرم ہیں جنتی شراب کا دور چلتا رہتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ۝ |
| وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ۝ |

انھیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو مقابلہ کرنے والے ہیں۔ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی۔ ایک چشمہ ہے جہاں سے صرف اہل قربت پیتے ہیں۔

## اہل جنت کیلئے شراب طہور ہونے کا بیان

"يُسْقَوْنَ مِنْ رَحِيق "خَمْر خَالِصَة مِنْ الدَّنَس "مَخْتُوم" عَلَى إنَائِهَا لَا يُفَكّ خَتْمه غَيْرهمْ" خِتَامه مِسْك "أَيْ آخِر شُرْبه تَفُوح مِنْهُ رَائِحَة الْمِسْك "وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسْ الْمُتَنَافِسُونَ" فَلْيَرْغَبُوا بِالْمُبَادَرَةِ إلَى طَاعَة اللَّه" وَمِزَاجه "أَيْ مَا يُمْزَج بِهِ "مِنْ تَسْنِيم" فُسِّرَ بِقَوْلِهِ" عَيْنًا "" عَيْنًا" فَنَصَبَهُ بِأَمْدَحَ مُقَدَّرًا "يَشْرَب بِهَا الْمُقَرَّبُونَ" مِنْهَا , أَوْ ضَمَّنَ يَشْرَب مَعْنَى يَلْتَذّ،

انھیں ایسی خالص شراب پلائی جائے گی یعنی جو میل سے صاف ستھری ہوگی۔ اس کی صراحی بند ہوگی جس کو وہ خود توڑیں گے۔ جس پر مہر لگی ہوگی۔ یعنی اس کے آخری گھونٹ میں خوشبو مہک رہی ہوگی۔ اس کی مہر کستوری ہوگی اور اسی کو حاصل کرنے میں ان لوگوں کو مقابلہ کرنا لازم ہے جو کسی چیز کے حاصل کرنے میں مقابلہ کرنے والے ہیں۔ لہٰذا ان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سبقت کرنا ہے۔ اور اس کی ملاوٹ تسنیم سے ہوگی۔ یہ تسنیم ایک چشمہ ہے۔ یعنی جس کی تفسیر عینا سے کی گئی ہے اور لفظ عینا یہ امدح مقدر کے سبب منصوب ہے۔ جہاں سے صرف اہل قربت پیتے ہیں۔ یہاں پر یشرب یہ یلتذ کے معنی کو لازم ہے۔

رحیق جنت کی ایک قسم کی شراب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے رحیق مختوم پلائے گا یعنی جنت کی مہر والی شراب اور جو کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے اسے اللہ تعالیٰ جنت کے میوے کھلائے گا اور جو کسی ننگے مسلمان کو کپڑا پہنائے اللہ تعالیٰ اسے جنتی سبز ریشم کے جوڑے پہنائے گا (مسند احمد)

ختام کے معنی ملونی اور آمیزش کے ہیں اسے اللہ نے پاک صاف کر دیا ہے اور مشک کی مہر لگا دی ہے یہ بھی معنی ہیں کہ انجام اس کا مشک ہے یعنی کوئی بدبو نہیں بلکہ مشک کی سی خوشبو ہے چاندی کی طرح سفید رنگ شراب ہے جس قدر مہر لگے گی یا ملاوٹ ہوگی اس قدر خوشبو والی ہے کہ اگر کسی اہل دنیا کی انگلی اس میں تر ہو جائے پھر چاہے اسی وقت اسے وہ نکال لے لیکن تمام دنیا اس کی خوشبو سے مہک جائے اور ختام کے معنی خوشبو کے بھی کیے گئے ہیں پھر فرماتا ہے کہ حرص کرنے والے فخر و مباہات کرنے والے کثرت اور سبقت کرنے والوں کو چاہیے کہ اس کی طرف تمام تر توجہ کریں جیسے اور جگہ ہے آیت (لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ، الصافات: 61) ایسی چیزوں کے لیے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیے تسنیم جنت کی بہترین شراب کا نام ہے یہ ایک نہر ہے جس سے سابقین لوگ تو برابر پیا کرتے ہیں اور داہنے ہاتھ والے اپنی شراب رحیق میں ملا کر پیتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝ وَاِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ۝

بیشک مجرم لوگ ایمان والوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔اور جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوشیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔

## کافر اہل ایمان کا دنیا میں مذاق اڑاتے تھے

" إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا " كَأَبِي جَهْل وَنَحْوه " كَانُوا مِنْ الَّذِينَ آمَنُوا " كَعَمَّارٍ وَبِلَال وَنَحْوهمَا " يَضْحَكُونَ " اِسْتِهْزَاء بِهِمْ

" وَإِذَا مَرُّوا " أَيْ الْمُؤْمِنُونَ " بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ " يُشِير الْمُجْرِمُونَ إِلَى الْمُؤْمِنِينَ بِالْجَفْنِ وَالْحَاجِب اِسْتِهْزَاء

" وَإِذَا انْقَلَبُوا " رَجَعُوا " إِلَى أَهْلهمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ " وَفِي قِرَاءَة فَكِهِينَ مُعْجَبِينَ بِذِكْرِهِمْ الْمُؤْمِنِينَ

بیشک مجرم لوگ جو ابو جہل وغیرہ ہیں۔ایمان والوں یعنی حضرت عمار و بلال رضی اللہ عنہما وغیرہما کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔اور جب وہ ان اہل ایمان کے پاس سے گزرتے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کیا کرتے تھے۔یعنی مذاق کے طور پر ہنستے۔اور جب اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے تو خوشیاں کرتے ہوئے واپس آتے تھے۔یہاں پر لفظ فکہین ایک قرأت کے مطابق فکھین آیا ہے۔یعنی اہل ایمان کے ذکر پر تعجب کرتے تھے۔

دنیا میں تو ان کافروں کی خوب بن آئی تھی ایمان داروں کو مذاق میں اڑاتے رہے، چلتے پھرتے آواز کستے رہے اور حقارت و تذلیل کرتے رہے اور اپنے والوں میں جا کر خوب باتیں بناتے تھے جو چاہتے تھے پاتے تھے لیکن شکر تو کہاں اور کفر پر آمادہ ہو کر مسلمانوں کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے تھے اور چونکہ مسلمان ان کی مانتے نہ تھے تو یہ انہیں گمراہ کہا کرتے تھے اللہ فرماتا ہے کچھ یہ لوگ محافظ بنا کر تو نہیں بھیجے گئے انہیں مومنوں کی کیا پڑی کیوں ہر وقت ان کے پیچھے پڑے ہیں۔

اور ان کے اعمال افعال کی دیکھ بھال رکھتے ہیں اور طعنہ آمیز باتیں بناتے رہتے ہیں؟ جیسے اور جگہ ہے اخسؤا فیھا الخ یعنی اس جہنم میں پڑے جھلتے رہو مجھ سے بات نہ کرو میرے بعض خاص بندے کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش اور ہم پر رحم کر تو سب سے بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے تو تم نے انہیں مذاق میں اڑایا اور اس قدر غافل ہوئے کہ میری یاد بھلا بیٹھے اور ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے۔(تفسیر ابن کثیر، سورہ مطففین، بیروت)

| |
|---|
| وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ○ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ○ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ |
| الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ○ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ○ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ○ |
| اور جب انھیں دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ حالانکہ وہ ان پر نگہبان بنا کرنہیں بھیجے گئے تھے۔ پس آج |
| اہل ایمان کافروں پرہنس رہے ہیں۔ تختوں پر نظارہ کررہے ہیں۔ کیا کافروں کواس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟ |

## اہل جنت کا جنت میں بیٹھ کر کفار کے عذاب پر ہنسنے کا بیان

" وَإِذَا رَأَوْهُمْ " أَيْ الْمُؤْمِنِينَ " قَالُوا إِنَّ هَؤُلَاءِ لَضَالُّونَ " لِإِيمَانِهِمْ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " وَمَا أُرْسِلُوا " أَيْ الْكُفَّار " عَلَيْهِمْ " عَلَى الْمُؤْمِنِينَ " حَافِظِينَ " لَهُمْ أَوْ لِأَعْمَالِهِمْ حَتَّى يَرُدُّوهُمْ إِلَى مَصَالِحهمْ " " فَالْيَوْم " أَيْ يَوْم الْقِيَامَة " الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ الْكُفَّار يَضْحَكُونَ "" عَلَى الْأَرَائِك " فِي الْجَنَّة " يَنْظُرُونَ " مِنْ مَنَازِلهمْ إِلَى الْكُفَّار وَهُمْ يُعَذَّبُونَ فَيَضْحَكُونَ مِنْهُمْ كَمَا ضَحِكَ الْكُفَّار مِنْهُمْ فِي الدُّنْيَا " هَلْ ثُوِّبَ " جُوزِيَ " الْكُفَّار مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ " نَعَمْ.

اور جب انھیں یعنی اہل ایمان کو دیکھتے تو کہا کرتے تھے بلاشبہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں۔ کیونکہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ حالانکہ وہ کفار ان اہل ایمان پر نگہبان بنا کرنہیں بھیجے گئے تھے۔ یا ان کے اعمال کا محافظ بنا کرنہیں بھیجا۔ کہ وہ انہیں اصلاح کی طرف لائیں۔ پس آج قیامت کے دن اہل ایمان کافروں پرہنس رہے ہیں۔ جو جنت میں تختوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہیں۔ یعنی وہ اپنے مکانوں سے کفار کی جانب دیکھیں گے اور وہ کفار عذاب میں ہوں گے تو اہل جنت ان پر اسی طرح ہنسیں گے جس طرح وہ کفار دنیا میں ان اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے۔ کیا کافروں کو اس کا بدلہ دیا گیا جو وہ کیا کرتے تھے؟ ہاں۔

دیکھو آج میں نے انہیں ان کے صبر کا یہ بدلا دیا ہے کہ وہ ہر طرح کامیاب ہیں یہاں بھی اس کے بعد ارشاد فرماتا ہے کہ آج قیامت کے دن ایماندار ان بدکاروں پرہنس رہے ہیں اور تختوں پر بیٹھے اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں جو اس کا صاف ثبوت ہے کہ یہ گمراہ نہ تھے گو تم انہیں گم کردہ راہ کہا کرتے تھے بلکہ یہ دراصل اولیاء اللہ تھے مقربین اللہ تھے اسی لیے آج اللہ کا دیدار ان کی نگاہوں کے سامنے ہے یہ اللہ کے مہمان ہیں اور اس کے بزرگی والے گھر میں ٹھہرے ہوئے ہیں جیسا کچھ ان کافروں نے مسلمانوں کے ساتھ دنیا میں کیا تھا اس کا پورا بدلہ انہیں آخرت میں مل گیا یا نہیں؟ ان کے مذاق کے بدلے آج ان کی ہنسی اڑائی گئی یہ ان کا مرتبہ گھٹاتے تھے اللہ نے ان کا مرتبہ بڑھایا غرض پورا پورا اتمام وکمال بدلہ دے دیا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ مطففین، بیروت)

# سُورَةُ الْاِنْشِقَاق

## یہ قرآن مجید کی سورت انشقاق ھے

### سورت انشقاق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ انشقت جس کو سورہ انشقاق بھی کہتے ہیں مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پچیس آیات، ایک سو سات کلمات، چار سو تیس حروف ہیں۔

### سورت انشقاق کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ انشقت سے ماخوذ ہے۔ انشقاق مصدر ہے جس کے معنی پھٹ جانے کے ہیں اور اس نام کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ سورت ہے جس میں آسمان کے پھٹنے کا ذکر آیا ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت انشقاق کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت انشقاق کی تلاوت اور سجدہ کرنے کا بیان

موطا امام مالک میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور اس میں آیت (اذا السماء انشقت) کی سورت پڑھی اور سجدہ کیا اور فارغ ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے پڑھتے ہوئے سجدہ کیا تھا یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے بخاری میں ہے حضرت ابو رافع فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو ہریرہ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی آپ نے اس میں آیت (اذا السماء انشقت) کی تلاوت کی اور سجدہ کیا میں نے پوچھا تو جواب دیا کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سجدہ کیا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سورت کو نماز میں پڑھا اور آیت سجدہ پر سجدہ کیا اور مقتدیوں نے بھی سجدہ کیا) پس میں تو جب تک آپ سے ملوں گا (اس موقعہ پر) سجدہ کرتا رہوں گا (یعنی مرتے دم تک) اس حدیث کی سندیں اور بھی ہیں اور صحیح مسلم شریف اور سنن میں مروی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سورہ آیت (اذا السماء انشقت) میں اور سورہ آیت (اقراء باسم ربك الذی خلق) میں سجدہ کیا۔ (موطا امام مالک)

| |
|---|
| اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ○ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ○ وَ اِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ○ |
| وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ○ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ○ |

| |
|---|
| جب آسمان پھٹ جائے گا۔اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔اور اس میں جو کچھ ہے اسے باہر پھینک دے گی |
| اور خالی ہو جائے گی۔اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔ |

## قیامت کے دن زمین وآسمان کا اللہ کے حکم کی اطاعت کرنے کا بیان

" وَأَذِنَتْ " سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ فِي الِانْشِقَاق " لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ " أَيْ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَسْمَع وَتُطِيع " وَإِذَا الْأَرْض مُدَّتْ " زِيدَ فِي سَعَتهَا كَمَا يُمَدّ الْأَدِيم وَلَمْ يَبْقَ عَلَيْهَا بِنَاء وَلَا جَبَل " وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا " مِنْ الْمَوْتَى إِلَى ظَاهِرهَا " وَتَخَلَّتْ " عَنْهُ" وَأَذِنَتْ " سَمِعَتْ وَأَطَاعَتْ فِي ذَلِكَ " لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ " وَذَلِكَ كُلّه يَكُون يَوْم الْقِيَامَة , وَجَوَاب إِذَا وَمَا عُطِفَ عَلَيْهَا مَحْذُوف دَلَّ عَلَيْهِ مَا بَعْده تَقْدِيره لَقِيَ الْإِنْسَان عَمَله،

جب آسمان پھٹ جائے گا۔یعنی اللہ تعالی کے حکم پر کان لگائے ہوئے ہے جیسے ہی حکم سنے گا پھٹ جانے میں اس حکم کی تعمیل کرے گا۔اور اس کیلئے یہی حکم ہے کہ حکم کو جیسے ہی سنے گا اس کی اطاعت کرے گا۔اور جب زمین پھیلا دی جائے گی۔یعنی اس کی وسعت میں اضافہ کر دیا جائے گا جس طرح چمڑے کو پھیلا دیا جاتا ہے۔لہٰذا تب اس پر کوئی پہاڑ اور عمارت باقی نہ رہے گی۔اور اس میں جو یعنی مردے وغیرہ ہیں اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔یعنی یہ جیسے ہی حکم کو سنے گی اس کی طاعت کرے گی۔اور اپنے رب کے حکم پر کان لگائے گی اور یہی اس کا حق ہے۔یہ سب کچھ قیامت کے دن ہوگا۔اور یہ اذا کا جواب ہے جس پر اس کا عطف کیا گیا ہے۔اور اس کے مابعد محذوف کی اس پر دلالت ہے۔یعنی لقی الانسان عملہ ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز زمین کو اس طرح کھینچ کر پھیلایا جائے گا جیسے چمڑے (یا ربڑ) کے کھینچ کر بڑا کر دیا جاتا ہے، مگر اس کے باوجود میدان حشر جو اس زمین پر ہوگا اس میں ابتداء دنیا سے قیامت تک کہ تمام انسان جمع ہوں گے تو صورت یہ ہوگی کہ ایک آدمی کے حصہ میں صرف اتنی زمین ہوگی جس پر اس کے پاؤں ہیں۔(مستدرک حاکم)

| |
|---|
| يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ۝ |
| اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے میں سخت مشقتیں برداشت کرتا ہے بالآخر تجھے اسی سے جا ملنا ہے۔ |

## موت کے ذریعے انسان کا اپنے مالک ہاں حاضر ہونے کا بیان

" يَا أَيُّهَا الْإِنْسَان إِنَّك كَادِح " جَاهِد فِي عَمَلك " إِلَى " لِقَاء " رَبّك " وَهُوَ الْمَوْت " كَدْحًا فَمُلَاقِيه " أَيْ مُلَاقٍ عَمَلك الْمَذْكُور مِنْ خَيْر أَوْ شَرّ يَوْم الْقِيَامَة،

اے انسان! تو اپنے رب تک پہنچنے میں سخت مشقتیں برداشت کرتا ہے بالآخر تجھے اسی سے جا ملنا ہے۔اور وہ موت ہے۔

جس کے سبب تجھے ملنا ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن اچھے یا برے عمل سے ملنے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

(6:84) یاایھا الانسان ۔ یا حرف ندا ہے۔ ایھا جب منادی پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں ایھا اور مونث میں ایتھا یا ء کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے الانسان میں منادی پر چونکہ الف لام داخل ہے اس لئے حرف نداء کے بعد الف لام بڑھا دیا گیا ہے یاایھا الانسان۔ اے آدمی۔ اے انسان۔ مونث کی مثال ہے۔ یاایتھا النفس المطمئنة (27:89) اے اطمینان پانے والی روح۔

## الانسان منادی سے متعلق مختلف اقوال کا بیان

(1) بعض نے کہا ہے کہ الانسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اے انسان الیعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلیغ اور سرگرمی دکھا رہے ہیں آپ اس کا نیک بدلہ ضرور پائیں گے آپ کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی۔

(2) بعض کے نزدیک اس سے مراد کافر ابوجہل وابی بن خلف ہے کہ تمہارے کفر پر اصرار، رسالت کی تکذیب اور دنیا کی طلب آخر رنگ لائے گی اور ہیبت ناک شکل میں قیامت کے روز تیرے سامنے ہوگی۔

(3) بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطاب سب بنی نوع انسان سے ہے ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائے گا۔

انک کادح الی ربک کدحا: ان حرف تحقیق مشبہ بالفعل ک ضمیر متصل اسم ان کادح اس کی خبر۔ کدحا مفعول مطلق الی ربک متعلق خبر۔ کادح، کدح (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، کسی چیز کے حصول وکسب میں محنت ومشقت اٹھانا۔ کدح کہلاتا ہے لغت عرب میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا وآخرت کے سلسلہ میں کسی کام میں کوشاں ہو۔ اس کے دل میں اس کی خواہش بھی ہو اور اس کی یہ کوشش لگاتار جاری رہے ان سب امور کے مجموعہ کو کدح کہتے ہیں۔

امام راغب المفردات میں لکھتے ہیں:۔ الکدح بمعنی کوشش کرنا مشقت اٹھانا ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔ اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کر رہا ہے۔ آیت ہذا کے ذیل حاشیہ پر تفہیم القرآن میں تحریر کرتے ہیں:۔ یعنی وہ ساری تگ ودو اور دوڑ دھوپ جو تو دنیا میں کر رہا ہے اس کے متعلق چاہے تو یہی سمجھتا رہے کہ یہ صرف دنیا کی زندگی تک ہے اور دنیوی اغراض کے لئے ہے لیکن درحقیقت تو شعوری یا غیر شعوری طور پر (کشاں کشاں) اپنے رب ہی کی طرف جا رہا ہے اور آخر کار تجھے وہیں پہنچ کر ہی رہنا ہے۔

فملاقیہ: ف بمعنی انجام کار، پس، ملاقیہ مضاف مضاف الیہ۔ ملاقی اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ملاقاۃ (مفاعلة) مصدر سے۔ ملنے والا۔ پالینے والا۔ پاس پہنچنے والا۔ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ، اس کا مرجع رب ہے۔ انجام کار تجھے وہیں پہنچنا ہے۔ (مفردات امام راغب اصفہانی)

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ○ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا○ وَّ یَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا○

پس جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ تو عنقریب اس سے آسان سا حساب لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔

## اہل ایمان کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیئے جانے کا بیان

"فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابه" كِتَاب عَمَله "بِيَمِينِهِ" هُوَ الْمُؤْمِن "فَسَوْفَ يُحَاسَب حِسَابًا يَسِيرًا" هُوَ عَرْض عَمَله عَلَيْهِ كَمَا فِي حَدِيث الصَّحِيحَيْنِ وَفِيهِ "مَنْ نُوقِشَ الْحِسَاب هَلَكَ" وَبَعْد الْعَرْض يُتَجَاوَز عَنْهُ، "وَيَنْقَلِب إِلَى أَهْله" فِي الْجَنَّة "مَسْرُورًا" بِذَلِكَ،

پس جس شخص کا نامہ اعمال یعنی عمل کی کتاب کو اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اور وہ مؤمن ہے۔ تو عنقریب اس سے آسان سا حساب لیا جائے گا۔ یعنی اس میں اس کا عمل پیش کیا جائے گا جس طرح بخاری ومسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ اور اسی میں ہے جس کا حساب کیا گیا وہ ہلاک ہوا البتہ پیش ہونے کے بعد اس سے درگزر کیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش واپس آئے گا۔

## سورت انشقاق آیت ۷ کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس سے حساب کتاب میں پوچھ گچھ کرلی گئی وہ برباد ہو گیا۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ (فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا، سو جس کو ملا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں تو اس سے حساب لینگے آسان حساب)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو صرف نیکیوں کا پیش ہونا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ محمد بن ابان اور کئی راوی بھی عبدالوہاب ثقفی سے وہ ایوب سے وہ ابن ابی ملیکہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتی ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1288)

## اہل ایمان کے حساب کے آسان ہونے کا بیان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جس سے حساب لیا جائے گا وہ تباہ ہو جائے گا (یعنی جو بھی شخص سخت حساب اور دارو گیر سے دوچار ہوگا اس کا بچ نکلنا ممکن نہیں ہوگا نیز یہاں "تباہ ہونے" سے مراد عذاب میں مبتلا ہونا ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ (جب میں نے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ایک کلیہ کے طور پر سنا تو میرے ذہن میں اشکال پیدا ہوا اور اسی اشکال کو دور کرنے کے لئے) میں نے عرض کیا کہ "کیا اللہ تعالیٰ نے اہل نجات کے حق میں یہ نہیں فرمایا کہ (فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا، الانشقاق: 8) یعنی (جس شخص کا نامہ

اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا" پس قریب ہوگا کہ اس کا حساب آسان ہو" (اور جب حساب آسان ہوگا او اس کے تباہ ہونے کے کیا معنی ہوں گے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے اس اشکال کو دور کرنے کے لئے) فرمایا۔ "یہ آسان حساب صرف پیش کرنا اور بیان محض ہے لیکن جس سے حساب میں مناقشہ کیا جائے گا (یعنی جس کو سخت باز پرس اور دار و گیر سے گزرنا پڑے گا) اور وہ یقیناً تباہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 123)

آسان حساب صرف پیش کرنا اور بیان محض ہے" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ پس قریب ہوگا کہ اس کا حساب آسان ہو۔ "تو آسان حساب ہونے سے مراد ہے کہ اس کے اچھے اور برے اعمال اس کو بتلا دیئے جائیں گے مثلاً اس سے کہا جائے گا کہ تو نے یہ کیا ہے، وہ کیا ہے اور برے اعمال پر مواخذہ نہیں کرے گا لیکن جس شخص کے حساب میں دار و گیر اور باز پرس کا دخل ہو جائے گا، اس سے ایک ایک چیز اور ہر چھوٹے بڑے عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا اور اس پر محاسبہ و مواخذہ کی سخت کاروائی نافذ کی جائے گی تو اس شخص کا عذاب سے بچنا ممکن نہیں ہوگا پس وہ تباہ ہو جائے گا اور حقیقت میں حساب یہی ہے۔ اس بات کو ایک دوسرے نقطہ نظر سے یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں جو کچھ فرمایا ہے وہ اس کلیہ کو ظاہر کرتا ہے کہ جو بھی شخص حساب کے مرحلہ سے گزرے گا وہ یقیناً عذاب میں مبتلا ہوگا لیکن قرآن کی مذکورہ آیت میں جو کچھ فرمایا گیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حساب کے مرحلہ سے گزرنے والوں میں سے بعض لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کیا جائے گا اس سے گویا قرآن کی آیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد گرامی میں بظاہر تضاد نظر آتا ہے؟ لہٰذا اس ظاہری تضاد کو رفع کرنے کے لئے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں "حساب" سے مراد صرف عرض ہے یعنی ان لوگوں کے سامنے (کہ جن کو نجات یافتہ قرار دینا مقصود ہوگا ان کے اعمال کی فہرست کھول کر رکھ دی جائے گی، چنانچہ انہوں نے جو برے اعمال کئے ہوں گے وہ ان کا اعتراف و اقرار کریں گے اور حق تعالیٰ اپنا فضل و کرم ظاہر کرتے ہوئے ان کے ساتھ درگزر کا معاملہ فرمائے گا اس کے برخلاف حدیث میں "حساب" سے مراد واقعی محاسبہ و مواخذہ اور دار و گیر ہے جس کو "حساب میں مناقشہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس محاسبہ و دار و گیر کی بنیاد اظہار عدل ہوگا۔

بزار وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جس شخص نے یہ تین اچھی باتیں ہوں گی اس سے اللہ تعالیٰ آسان حساب لے گا اور اس کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرے گا (اور وہ تین اچھی باتیں یہ ہیں کہ تم اس شخص کو (اخلاقی جسمانی اور مالی مدد پہنچاؤ جو تمہیں اپنی مدد سے محروم رکھے تم اس شخص کے ساتھ درگزر کا معاملہ کرو جو تمہارے اوپر ظلم کرے اور تم اس شخص کے ساتھ حسن سلوک کرو جو تمہارا مقاطعہ کرے۔

| |
|---|
| وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖۙ۝ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًاۙ۝ وَّ یَصْلٰى سَعِیْرًاؕ۝ |
| اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ تو وہ عنقریب موت کو پکارے گا۔ |
| اور وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ |

## کفار کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جانے کا بیان

" وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابه وَرَاء ظَهْره " هُوَ الْكَافِر تُغَلّ يُمْنَاهُ إِلَى عُنُقه وَتُجْعَل يُسْرَاهُ وَرَاء ظَهْره فَيَأْخُذ بِهَا كِتَابه" فَسَوْفَ يَدْعُو " عِنْد رُؤْيَته مَا فِيهِ " ثُبُورًا " يُنَادِي هَلَاكه بِقَوْلِهِ : يَا ثُبُورَاه" وَيَصْلَى سَعِيرًا " يَدْخُل النَّار الشَّدِيدَة وَفِي قِرَاءَة بِضَمِّ الْيَاء وَفَتْح الصَّاد وَاللَّام الْمُشَدَّدَة،

اور لیکن وہ شخص جسے اس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا۔ وہ کافر ہے جس کا دایاں ہاتھ گردن کے ساتھ باندھ دیا جائے گا اور اس کا بایاں ہاتھ اس کی پشت کی جانب کر دیا جائے گا جس سے وہ نامہ اعمال کو پکڑے گا۔ تو وہ عنقریب موت کو پکارے گا۔ یعنی جب اپنی ہلاکت کو دیکھے گا۔ اور وہ دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ یہاں پر لفظ یصلی ایک قرأت کے مطابق یاء کے ضمہ اور صاد کے فتحہ اور یاء مشدد کے ساتھ آیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

وراء ظهور۔ ظهره مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف ہے ورآء مضاف الیہ کا۔ اس کی پشت کے پیچھے سے۔ ورآء مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا پیچھے ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ سوا۔ علاوہ۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ ظہر بمعنی پشت۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے واما من اوتی کتبه بشماله(25:69) اور جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ اس کی تشریح میں علامہ بیہقی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ پشت کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ اور اعمال نامہ کو وہ بائیں ہاتھ سے لے گا۔ واما من اوتی کتبه ورآء ظهره جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اس کا جواب۔

| |
|---|
| اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۝ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ۝ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا۝ |
| بیشک وہ اپنے اہل خانہ میں خوش و خرم رہتا تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔ |
| کیوں نہیں! بیشک اس کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔ |

## خواہشات کی اتباع میں خوش رہنے والے کا بیان

" " إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْله " عَشِيرَته فِي الدُّنْيَا " مَسْرُورًا " بَطِرًا بِاتِّبَاعِهِ لِهَوَاهُ" إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ " مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف , أَيْ أَنَّهُ " لَنْ يَحُور " يَرْجِع إِلَى رَبّه" بَلَى " يَرْجِع إِلَيْهِ " إِنَّ رَبّه كَانَ بِهِ بَصِيرًا " عَالِمًا بِرُجُوعِهِ إِلَيْهِ،

بیشک وہ دنیا میں اپنے اہل خانہ میں خوش و خرم رہتا تھا۔ کیونکہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا تھا۔ یقیناً اس نے سمجھا تھا کہ وہ کبھی اپنے رب کی طرف واپس نہیں لوٹے گا۔ یہاں اَن یہ مخففہ من ثقیلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ ہے۔ کیوں نہیں! بیشک اس

کا رب اس کو خوب دیکھنے والا ہے۔یعنی اس کے لوٹنے کو خوب جاننے والا ہے۔
یعنی دنیا میں آخرت سے بے فکر تھا اس کا بدلہ یہ ہے کہ آج سخت غم میں مبتلا ہونا پڑا۔اس کے برعکس جو لوگ دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی فکر میں گھلے جاتے تھے۔ان کو آج بالکل بے فکری اور امن چین ہے۔کافر یہاں مسرور تھا،مومن وہاں مسرور ہے۔

| |
|---|
| فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ |
| پس مجھے قسم ہے شفق کی۔اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں وہ سمیٹ لیتی ہے۔اور چاند کی، |
| جب وہ پورا ہوتا ہے۔تم یقیناً طبق در طبق ضرور سواری کرتے ہوئے جاؤ گے۔ |

## شفق کی قسم اٹھانے کا بیان

" فَلَا أُقْسِم " لَا زَائِدَة " بِالشَّفَقِ " هُوَ الْحُمْرَة فِي الْأُفُق بَعْد غُرُوب الشَّمْس " وَاللَّيْل وَمَا وَسَقَ " جَمَعَ مَا دَخَلَ عَلَيْهِ مِنْ الدَّوَابّ وَغَيْرهَا " وَالْقَمَر إِذَا اِتَّسَقَ " اِجْتَمَعَ وَتَمَّ نُوره وَذَلِكَ فِي اللَّيَالِي الْبِيض

" لَتَرْكَبُنَّ " أَيُّهَا النَّاس أَصْله تَرْكَبُونَنَّ حُذِفَتْ نُون الرَّفْع لِتَوَالِي الْأَمْثَال وَالْوَاو لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ " طَبَقًا عَنْ طَبَق " حَالًا بَعْد حَال , وَهُوَ الْمَوْت ثُمَّ الْحَيَاة وَمَا بَعْدهَا مِنْ أَحْوَال الْقِيَامَة،

پس مجھے قسم ہے شفق یعنی شام کی سرخی یا اس کے بعد کے اُجالے کی۔یہاں پر لفظ فلا میں لا زائدہ ہے۔اور رات کی اور ان چیزوں کی جنہیں وہ اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہے۔یعنی جو اس میں جانور وغیرہ ہیں۔اور چاند کی،جب وہ مکمل ہو جائے اور اس کا نور مکمل ہو جائے۔جب وہ پورا ہوتا ہے۔اور ایسا چاندی راتوں میں ہوتا ہے۔اے لوگو!تم یقیناً طبق در طبق ضرور سواری کرتے ہوئے جاؤ گے۔یہاں پر لفظ لترکبن اصل میں ترکبونن تھا والی امثال کے سبب نون رفع کو جبکہ التقائے ساکنین کے سبب واؤ کو حذف کیا گیا ہے۔اور لفظ طبقا یہ بعد سے حال ہے۔اور وہ موت ہے اس کے حیات اور کے بعد قیامت کے احوال ہیں۔

## شفق کے مفہوم ومراد میں تفسیری اقوال کا بیان

شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے بعد آسمان کے مغربی کناروں پر ظاہر ہوتی ہے حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت عبادہ بن صامت،حضرت ابو ہریرہ،حضرت شداد بن اوس،حضرت عبداللہ بن عمر،محمد بن علی بن حسین مکحول،بکر بن عبداللہ مزنی،بکیر بن الشیخ،مالک بن ابی ذئب،عبدالعزیز بن ابوسلمہ،ماجشون یہی فرماتے ہیں کہ شفق اس سرخی کو کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ سے یہ بھی مروی ہے کہ مراد سفیدی ہے،پس شفق کناروں کی سرخی کو کہتے ہیں وہ طلوع سے پہلے ہو یا غروب کے بعد اور اہل سنت کے

نزدیک مشہور یہی ہے، خلیل کہتے ہیں عشاء کے وقت تک یہ شفق باقی رہتی ہے، جوہری کہتے ہیں سورج کے غروب ہونے کے بعد جو سرخی اور روشنی باقی رہتی ہے اسے شفق کہتے ہیں۔ یہ اول رات سے عشاء کے وقت تک رہتی ہے۔ عکرمہ فرماتے ہیں مغرب سے لے کر عشاء تک، صحیح مسلم کی حدیث میں ہے مغرب کا وقت شفق غائب ہونے تک ہے۔

مجاہد سے البتہ یہ مروی ہے کہ اس سے مراد سارا دن ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مراد سورج ہے، غالباً اس مطلب کی وجہ اس کے بعد کا جملہ ہے تو گویا روشنی اور اندھیرے کی قسم کھائی، امام ابن جریر فرماتے ہیں دن کے جانے اور رات کے آنے کی قسم ہے۔ اوروں نے کہا ہے سفیدی اور سرخی کا نام "شفق" ہے اور قول ہے کہ یہ لفظ ان دونوں مختلف معنوں میں بولا جاتا ہے۔ وسق کے معنی ہیں جمع کیا یعنی رات کے ستاروں اور رات کے جانوروں کی قسم، اسی طرح رات کے اندھیرے میں تمام چیزوں کا اپنی اپنی جگہ چلے جانا، اور چاند کی قسم جبکہ وہ پورا ہو جائے اور پوری روشنی والا بن جائے، لترکبن الخ کی تفسیر بخاری میں مرفوع حدیث سے مروی ہے۔ کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف چڑھتے چلے جاؤ گے، حضرت انس فرماتے ہیں جو سال آئے گا وہ اپنے پہلے سے زیادہ برا ہوگا۔ میں نے اسی طرح تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے اس حدیث سے اور اوپر والی حدیث کے الفاظ بالکل یکساں ہیں۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرفوع حدیث ہے۔ (اللہ اعلم)

اور یہ مطلب بھی اسی حدیث کا بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد ذات نبی ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی تائید حضرت عمر ابن مسعود ابن عباس اور عام اہل مکہ اور اہل کوفہ کی قرأت سے بھی ہوتی ہے۔ ان کی قرأت ہے لترکبن۔ شعبی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اے نبی تم ایک آسمان کے بعد دوسرے آسمان پر چڑھو گے، مراد اس سے معراج ہے، یعنی منزل بمنزل چڑھتے چلے جاؤ گے سدی کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ اپنے اپنے اعمال کے مطابق منزلیں طے کرو گے۔ جیسے حدیث میں ہے، کہ تم اپنے سے اگلے لوگوں کے طریقوں پر چڑھو گے بالکل برابر برابر یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوا ہو تو تم بھی یہی کرو گے، لوگوں نے کہا اگلوں سے مراد آپ کی کیا یہود و نصرانی ہیں؟ آپ نے فرمایا پھر اور کون؟ حضرت مکحول فرماتے ہیں ہر بیس سال کے بعد تم کسی نہ کسی ایسے کام کی ایجاد کرو گے جو اس سے پہلے نہ تھا، عبداللہ فرماتے ہیں، آسمان پھٹے گا پھر سرخ رنگ ہو جائے گا۔ پھر بھی رنگ بدلتے چلے جائیں گے، ابن مسعود فرماتے ہیں کبھی تو آسمان دھواں بن جائے گا پھر پھٹ جائے گا۔ حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں یعنی بہت سے لوگ جو دنیا میں پست و ذلیل تھے آخرت میں بلند و ذی عزت بن جائیں گے، اور بہت سے لوگ دنیا میں مرتبے اور عزت والے تھے وہ آخرت میں ذلیل و نامراد ہو جائیں گے۔ عکرمہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ پہلے دودھ پیتے تھے پھر غذا کھانے لگے، پہلے جوان تھے پھر بڑھے ہوئے۔ حسن بصری فرماتے ہیں نرمی کے بعد سختی سختی کے بعد نرمی، امیری کے بعد فقیری فقیری کے بعد امیری، صحت کے بعد بیماری، بیماری کے بعد تندرستی ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ابن آدم غفلت میں ہے وہ پروانہیں کرتا کہ کس لیے پیدا کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے سے کہتا ہے اس کی روزی اس کی اجل، اس کی زندگی، اس کا بدیا

نیک ہونا لکھ لے پھر وہ فارغ ہو کر چلا جاتا ہے، اور دوسرا فرشتہ آتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے یہاں تک کہ اسے سمجھ آ جائے پھر وہ فرشتہ اٹھ جاتا ہے پھر دو فرشتے اس کا نامہ اعمال لکھنے والے آ جاتے ہیں۔ موت کے وقت وہ بھی چلے جاتے ہیں اور ملک الموت آ جاتے ہیں اس کی روح قبض کرتے ہیں پھر قبر میں اس کی روح لوٹا دی جاتی ہے، ملک الموت چلے جاتے ہیں قیامت کے دن نیکی بدی کے فرشتے آ جائیں گے اور اس کی گردن سے اس کا نامہ اعمال کھول لیں گے، پھر اس کے ساتھ ہی رہیں گے، ایک سائق ہے دوسرا شہید ہے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا آیت (لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ، ق:22) تو اس سے غافل تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آیت لترکبن الخ پڑھی یعنی ایک حال سے دوسرا حال پھر فرمایا لوگو تمھارے آگے بڑے بڑے ہم امور آ رہے ہیں جن کی برداشت تمھارے بس کی بات نہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ بلند و برتر سے مدد چاہو، یہ حدیث ابن ابی حاتم میں ہے، منکر حدیث ہے اور اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں لیکن اس کا مطلب بالکل صحیح اور درست ہے۔

امام ابن جریر نے ان تمام اقوال کو بیان کر کے فرمایا ہے کہ صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت سخت کاموں میں ایک کے بعد ایک سے گزرنے والے ہیں اور گو خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہے لیکن مراد سب لوگ ہیں کہ وہ قیامت کی ایک کے بعد ایک ہولناکی دیکھیں گے، پھر فرمایا کہ انہیں کیا ہو گیا یہ کیوں نہیں ایمان لاتے؟ اور انہیں قرآن سن کر سجدے میں گر پڑنے سے کونسی چیز روکتی ہے، بلکہ یہ کفار تو الٹا جھٹلاتے ہیں اور حق کی مخالفت کرتے ہیں اور سرکشی میں اور برائی میں پھنسے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کی باتوں کو جنھیں یہ چھپا رہے ہیں بخوبی جانتا ہے، تم اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم انہیں خبر پہنچا دو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عذاب تیار کر رکھے ہیں، (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، سورہ انشقاق، بیروت)۔

| |
|---|
| فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ۝ |
| تو انھیں کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔ |

## کفار کا ایمان سے منحرف ہونا بغیر کسی دلیل کے ہونے کا بیان

" فَمَا لَهُمْ " أَيْ الْكُفَّار " لَا يُؤْمِنُونَ " أَيْ أَيّ مَانِع مِنْ الْإِيمَان أَوْ أَيّ حُجَّة لَهُمْ فِي تَرْكه مَعَ وُجُود بَرَاهِينه،

" و " مَا لَهُمْ " إِذَا قُرِءَ عَلَيْهِمْ الْقُرْآن لَا يَسْجُدُونَ " يَخْضَعُونَ بِأَنْ يُؤْمِنُوا بِهِ لِإِعْجَازِهِ،

تو انھیں یعنی کفار کو کیا ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔ یعنی ایمان لانے سے کیا چیز روکنے والی ہے۔ یا کونسی براہین ہیں جس کے سبب انہوں نے اس کو چھوڑ رکھا ہے۔ اور انہیں کیا ہوا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے۔ یعنی وہ کیوں نہیں جھکتے کہ اس کے اعجاز پر ایمان لاتے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔ اس استفہام سے مقصود ہے انکار اور تعجب کا اظہار۔ وعدہ ابرار اور وعید فجار

جواوپر گزرا اس سے یہ کلام تعلق رکھتا ہے درمیان میں جملہ فلا اقسم بطور معترضہ ذکر کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کلام کا ربط آیت لترکبن طبقا عن طبق سے ہو کیونکہ تبدیل احوال سے تبدیل کرنے والے کی ہستی کا پتہ چلتا ہے پھر کیا وجہ کہ اس کو نہیں مانتے۔ (تفسیر مظہری، سورہ انشقاق، لاہور)

## سورت انشقاق آیت ۲۱ کے شان نزول کا بیان

جب سورہ اقراء میں وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ نازل ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا مومنین نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا اور کفار قریش نے سجدہ نہ کیا، ان کے اس فعل کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی کہ کفار پر جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ تلاوت نہیں کرتے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ سجدہ تلاوت واجب ہے سننے والے پر اور حدیث سے ثابت ہے کہ پڑھنے والے سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں سجدہ کی چودہ آیتیں ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے، خواہ سننے والے نے سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نشقاق، لاہور)

| |
|---|
| بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ |
| بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔ |
| سو آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ |

## کفار کا بعث وغیرہ کی تکذیب کرنے کا بیان

"بَلْ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ " بِالْبَعْثِ وَغَيْره" وَاَللّٰه أَعْلَم بِمَا يُوعُونَ "يَجْمَعُونَ فِي صُحُفهمْ مِنْ الْكُفْر وَالتَّكْذِيب وَأَعْمَال السُّوء " فَبَشِّرْهُمْ" أَخْبِرْهُمْ " بِعَذَابٍ أَلِيم " مُؤْلِم

بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ بعث وغیرہ کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اللہ زیادہ جاننے والا ہے جو کچھ وہ جمع کر رہے ہیں۔ جو کچھ وہ اپنے نامہ اعمال میں کفر، تکذیب اور برے اعمال کو جمع کر رہے ہیں۔ پس آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔ جو تکلیف پہنچانے والا ہے۔

یعنی فقط اتنا ہی نہیں کہ اللہ کی آیات سن کر انقیاد و تذلل کا اظہار نہیں کرتے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان کو زبان سے جھٹلاتے ہیں اور دلوں میں جو تکذیب و انکار، بغض و عناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔

| |
|---|
| اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ |
| مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ |

## ایمان اور نیک عمل والوں کیلئے نہ ختم ہونے والے اجر کا بیان

" إِلَّا " لَكِنْ " الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات لَهُ أَجر غَير مَمْنُون " غَيْر مَقْطُوع وَلَا مَنْقُوص وَلَا يُمَنّ بِهِ عَلَيْهِمْ .

مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ان کے لیے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔ یعنی ایسا اجر جو کبھی ختم نہ ہوگا اور نہ کبھی کم ہوگا اور نہ اس اجر پر کوئی احسان جتلایا جائے گا۔

## غیر ممنون اجر کا بیان

اس معنی میں لازم و متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ من میں انقطاع یک دم نہیں ہوتا بلکہ کسی چیز کے آہستہ آہستہ کم ہو کر ختم ہو جانے اور اس طرح سلسلہ منقطع ہو جانے کے معنوں میں آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اہل جنت کو جو اجر ملے گا اس میں نہ کبھی کمی واقع ہوگی اور نہ ہی اس میں انقطاع واقع ہوگا۔ ممنون: من (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غیر ممنون صفت ہے اجر کی جو موصوف ہے کم نہ کیا ہوا۔ غیر منقطع۔ غیر حرف استثناء ہے اس کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے۔ ایسا اجر جس میں کبھی کمی نہ کی جائے گی اور نہ کبھی منقطع ہوگا۔ ترجمہ: لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو بے انتہاء دوامی اجر ملے گا۔ (تفسیر روح المعانی، سورہ انشقاق، بیروت)

# سُوْرَةُ الْبُرُوْج

## یہ قرآن مجید کی سورت بروج ہے

### سورت بروج کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ بروج مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، بائیس آیات، ایک سونوے کلمات، چار سو پینسٹھ حروف ہیں۔

### سورت بروج کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی آیت کے لفظ البروج کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس میں آسمان کو برجوں والا کہہ کر قسم اٹھائی گئی ہے۔ اسی بروج کی اضافت آسمان کے سبب یہ سورت بروج کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت بروج کے شان نزول کا بیان

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوم موعود قیامت کا دن ہے، مشھود عرفہ کا اور شاھد جمعہ کا دن ہے۔ جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اگر ٹھیک اسی ساعت میں کوئی مومن بندہ اللہ سے کسی بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اللہ اس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے اور جس شر سے پناہ مانگتا ہے اس شر سے ضرور بچاتا ہے۔ (مسند احمد، سنن ترمذی، بحوالہ مظہری)

| |
|---|
| وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ٥ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ٥ وَ شَاهِدٍوَّ مَشْهُوْدٍ٥ |
| قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ جو حاضر ہوگا |
| اس کی قسم اور جو کچھ حاضر کیا جائے گا اس کی قسم۔ |

### برجوں والے آسمان کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالسَّمَاء ذَات الْبُرُوج " الْكَوَاكِب اِثْنَىْ عَشَر بُرْجًا تَقَدَّمَتْ فِي الْفُرْقَان " وَالْيَوْم الْمَوْعُود " يَوْم الْقِيَامَة

" وَشَاهِد " يَوْم الْجُمْعَة " وَمَشْهُود " يَوْم عَرَفَة كَذَا فُسِّرَتْ الثَّلَاثَة فِي الْحَدِيث فَالْأَوَّل مَوْعُود بِهِ وَالثَّانِي شَاهِد بِالْعَمَلِ فِيهِ , وَالثَّالِث تَشْهَدهُ النَّاس وَالْمَلَائِكَة , وَجَوَاب الْقَسَم مَحْذُوف صَدْره , تَقْدِيره لَقَدْ،

قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔ان کواکب کی جن کے بارہ برج ہیں جن کا بیان سورہ فرقان میں گزر چکا ہے۔اور اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔جو قیامت کا دن ہے۔جو اس دن یعنی جمعہ کے دن حاضر ہوگا اس کی قسم اور جو کچھ حاضر کیا جائے گا اس کی قسم۔اس کی تفسیر حدیث میں تین دنوں سے کی گئی ہے۔نمبر ایک وہ یوم موعود یہ ہے دوسرا جمعہ جس میں اعمال پیش ہوتے ہیں اور تیسرا وہ عرفہ کا دن جس میں لوگ اور ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔اور جواب قسم محذوف ہے جس کی تقدیر لقد ہے۔

## یوم موعود سے مراد یوم قیامت ہونے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوم موعود قیامت کا دن ہے اور یوم مشہود عرفات کا دن اور شاہد جمعہ کا دن ہے۔سورج اس سے افضل (یعنی سے افضل) دن میں نہ طلوع ہوا اور نہ غروب۔اس میں ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر کوئی مومن اس وقت اللہ تعالیٰ سے اچھی دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر کسی چیز سے (بندہ مومن) پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ اسے پناہ دیتے ہیں۔اس حدیث کو ہم صرف موسیٰ بن عبیدہ کی روایت سے جانتے ہیں۔موسیٰ بن عبیدہ حدیث میں ضعیف ہیں۔موسیٰ بن عبیدہ کو یحییٰ بن سعید وغیرہ نے حافظے کی وجہ سے ضعیف کہا ہے جبکہ شعبہ، سفیان ثوری اور کئی آئمہ، موسیٰ بن عبیدہ سے احادیث نقل کرتے ہیں۔علی بن حجر بھی قران بن تمام اسدی سے اور وہ موسیٰ بن عبیدہ سے اسی سند سے اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں۔موسیٰ بن عبیدہ زیدی کی کنیت ابو عبدالرزاق ہے۔یحییٰ بن سعید قطان وغیرہ نے اس کے حفظ میں کلام کیا ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1290)

| |
|---|
| قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۝ اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ |
| بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۝ |
| خندقوں والے ہلاک کر دیے گئے۔جو سراسر آگ تھی بہت ایندھن والی۔جب وہ اس کے کناروں پر بیٹھے تھے۔ |
| اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ وہ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے۔اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ |
| نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔ |

## اصحاب اخدود کے قتل کے واقعہ کا بیان

" قُتِلَ " لُعِنَ " أَصْحَاب الْأُخْدُود " الشَّقّ فِي الْأَرْض " النَّار " بَدَل اِشْتِمَال مِنْهُ " ذَات الْوُقُود " مَا تُوقَد بِهِ " إِذْ هُمْ عَلَيْهَا " حَوْلهَا عَلَى جَانِب الْأُخْدُود عَلَى الْكَرَاسِيّ " قُعُود " " وَهُمْ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ " بِاَللَّهِ مِنْ تَعْذِيبهمْ بِالْإِلْقَاءِ فِي النَّار إِنْ لَمْ يَرْجِعُوا عَنْ إِيمَانهمْ " شُهُود " حُضُور , رُوِيَ أَنَّ اللَّه أَنْجَى الْمُؤْمِنِينَ الْمُلْقَيْنَ فِي النَّار بِقَبْضِ أَرْوَاحهمْ قَبْل وُقُوعهمْ فِيهَا وَخَرَجَتْ النَّار إِلَى مَنْ ثَمَّ فَأَحْرَقَتْهُمْ " وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا يُؤْمِنُوا بِاَللَّهِ

**الْعَزِیز "فِی مُلْکه" الْحَمِید "الْمَحْمُود،**

خندقوں والے لوگ ہلاک کر دیے گئے۔یعنی زمین کو کھودنے والے ہلاک ہو گئے۔ جو سراسر آگ تھی۔ یہاں پر لفظ النار یہ بدل اشتمال ہے۔ بہت ایندھن والی۔ جس کے ذریعے جلائی گئی ہے۔ جب وہ اس خندق کے کناروں پر کرسیوں پر بیٹھے تھے۔اور وہ خود گواہ ہیں جو کچھ وہ اہل ایمان کے ساتھ کر رہے تھے یعنی انہیں آگ میں پھینک پھینک کر جلا رہے تھے۔روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں آگ میں پہنچنے سے پہلے ان کی ارواح کو قبض کر کے عذاب دے نجات دی۔اور آگ ان لوگوں کی جانب گئی جو وہاں موجود تماشائی بنے ہوئے تھے اور انہیں جلا ڈالا۔اور انھوں نے ان سے اس کے سوا کسی چیز کا بدلہ نہیں لیا کہ وہ اس اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جو اپنے ملک میں سب پر غالب ہے، ہر تعریف کے لائق ہے۔

## اصحاب اخدود کے واقعہ کی تفصیلات کا بیان

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز سے فراغت کے بعد آہستہ آہستہ کچھ پڑھا کرتے تھے۔(ہمس کے معنی بعض کے نزدیک اسطرح ہونٹ ہلانا ہے کہ ایسا معلوم ہو کہ کوئی بات کر رہے ہیں)۔۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر ہونٹوں کو حرکت دیتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک نبی کو امت کی کثرت کا عجب ہوا تو انہوں نے دل ہی دل میں کہا کہ ان کا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ انہیں اختیار دیدیں کہ یا تو خود پر کسی دشمن کا مسلط ہونا اختیار کر لیں یا پھر ہلاکت۔انہوں نے ہلاکت اختیار کی اور ان میں سے ایک ہی دن میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ حدیث بیان کرتے تو یہ بھی بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا جس کا ایک کاہن تھا وہ اسے غیب کی خبریں بتایا کرتا تھا۔اس کاہن نے کہا کہ میرے لئے ایک سمجھدار لڑکا تلاش کر دیا کہا کہ ذہین و فطین لڑکا تلاش کرو جسے میں اپنا یہ علم سکھا سکوں تاکہ ایسا نہ ہو کہ اگر میں مر جاؤں تو تم لوگوں میں سے یہ علم اٹھ جائے اور اس کا جاننے والا کوئی نہ رہے۔لوگوں نے اس کے بتائے ہوئے اوصاف کے مطابق لڑکا تلاش کیا اور اسے کہا کہ روزانہ اس کاہن کے پاس حاضر ہوا کرو اور اس کے پاس آتے جاتے رہا کرو۔اس نے آنا جانا شروع کر دیا۔اس کے راستے میں ایک عبادت خانہ تھا جس میں ایک راہب ہوتا تھا۔معمر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں ان دنوں عبادت خانوں کے لوگ مسلمان ہوا کرتے تھے۔چنانچہ وہ لڑکا جب بھی وہاں سے گزرتا تو اس راہب سے دین کے بارے میں کچھ باتیں سیکھتا یہاں تک کہ اس راہب نے اسے بتایا کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔اس پر اس لڑکے نے راہب کے پاس زیادہ ٹھہرنا شروع کر دیا اور کاہن کے پاس کم کاہن نے اس کے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ اب وہ کم حاضر ہوتا ہے۔لڑکے نے راہب کو یہ بات بتائی تو اس نے کہا کہ ایسا کرو کہ اگر تمہارے گھر والے پوچھیں کہ کہاں تھے۔تو تم کہو کہ کاہن کے پاس اگر کاہن پوچھے تو کہو کہ گھر تھا۔وہ اسی طرح کرتا رہا کہ ایک دن اس کا ایک ایسی جماعت پر گزر ہوا جنہیں کسی جانور نے روک رکھا تھا۔بعض کا خیال ہے کہ وہ جانور شیر تھا۔اس لڑکے نے ایک پتھر اٹھایا کہا کہ یا اللہ اگر راہب کی بات سچ ہے تو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میں اسے قتل کر

سکوں۔ پھر اس نے پتھر مارا جس سے وہ جانور مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ اسے کس نے قتل کیا کہنے لگے کہ اس لڑکے نے۔ لوگ حیران ہو گئے اور کہنے لگا کہ اس نے ایسا علم سیکھ لیا ہے جو کسی نے نہیں سیکھا۔ یہ بات ایک اندھے نے سنی تو اسے کہنے لگا کہ اگر تم میری بینائی لوٹا دو تو میں تمہیں اتنا، اتنا مال دوں گا۔ لڑکا کہنے لگا کہ میں تم سے اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا کہ اگر تمہاری آنکھیں تمہیں مل جائیں تو تم اس پر ایمان لے آؤ جس نے تمہاری بینائی لوٹائی ہو۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ پس لڑکے نے دعا کی اور اس کی آنکھوں کی بینائی آ گئی۔ اور وہ اس پر ایمان لے آیا۔ جب یہ خبر بادشاہ تک پہنچی تو اس نے سب کو بلوایا اور کہنے لگا کہ میں تم سب کو مختلف طریقوں سے قتل کر دوں گا۔ چنانچہ اس نے راہب اور اس سابق نابینا شخص میں سے ایک کو آرے سے چروا (قتل کر) دیا اور دوسرے کو کسی اور طریقے سے قتل کروا دیا۔ پھر لڑکے کے متعلق حکم دیا کہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر گرا دو۔ وہ لوگ اسے پہاڑ پر لے گئے اور جب اس جگہ پہنچے جہاں سے اسے گرانا چاہتے تھے تو خود گرنے لگے یہاں تک کہ لڑکے کے علاوہ سب مر گئے۔ وہ لڑکا بادشاہ کے پاس واپس گیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ وہ لوگ اسے لے کر سمندر کی طرف چل پڑے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو غرق کر دیا اور اس لڑکے کو بچا لیا۔ پھر وہ لڑکا بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم مجھے اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک مجھے باندھ کر تیر نہ چلاؤ اور تیر چلاتے وقت یہ نہ پڑھو بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ (اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے)۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے باندھنے کا حکم دیا اور تیر چلاتے وقت اسی طرح کیا جس طرح لڑکے نے بتایا تھا۔ جب تیر مارا گیا تو اس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا اور مر گیا لوگ کہنے لگے کہ اس لڑکے نے ایسا علم حاصل کیا جو کسی کے پاس نہیں تھا۔ لہٰذا ہم سب بھی اسی کے معبود پر ایمان لاتے ہیں۔ تم تو تین آدمیوں کی مخالفت سے گھبرا رہے تھے لو یہ سارا عالم تمہارا مخالف ہو گیا ہے۔ اس پر بادشاہ نے خندق کھدوائی اور اس میں لکڑیاں جمع کر کے آگ لگوا دی۔ پھر لوگوں کو جمع کیا اور کہنے لگا کہ جو اپنے نئے دین کو چھوڑ دے گا۔ ہم بھی اسے چھوڑ دیں گے اور جو اس پر قائم رہے گا ہم اسے آگ میں پھینک دیں گے اس طرح وہ انہیں اس خندق میں ڈالنے لگا۔ (اس کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا (قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّا اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ، خندقوں والے ہلاک ہوئے جس میں آگ تھی بہت ایندھن والی، جبکہ وہ ان کے کناروں پر بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ایمانداروں سے جو کچھ کہہ رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے اور ان سے اسی کا تو بدلہ لے رہے تھے کہ وہ اللہ زبردست خوبیوں والے پر ایمان لائے تھے)۔ راوی کہتے ہیں کہ لڑکا تو دفن کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی نعش حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نکلی تھی اور اس کی انگلی اس وقت بھی اسی طرح اس کی کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی جس طرح اس نے قتل ہوتے وقت رکھی تھی۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1291)

| |
|---|
| الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ |
| جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ |

## زمین وآسمان کی بادشاہت اللہ کیلئے ہونے کا بیان

"الَّذِی لَهُ مُلْكُ السَّمٰوَات وَالْأَرْض وَاللّٰه عَلَى كُلّ شَیْء شَهِید " أَیْ مَا أَنْكَرَ الْكُفَّار عَلَى الْمُؤْمِنِینَ إِلَّا إِیمَانهمْ،

جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی ساری بادشاہت ہے، اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ یعنی کفار کو دیکھ رہا ہے جبکہ اہل ایمان کو ایمان سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہیں ہے۔

یعنی ان مسلمانوں کا قصور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کفر کی ظلمت سے نکل کر ایک زبردست اور ہر طرح کی تعریف کے لائق خدا پر ایمان لائے۔ جس کی بادشاہت سے زمین وآسمان کا کوئی گوشہ باہر نہیں۔ اور جو ہر چیز کے ذرہ ذرہ احوال سے باخبر ہے۔ جب ایسے خدا کے پرستاروں کو محض اس جرم پر کہ وہ کیوں اسی اکیلے کو پوجتے ہیں، آگ میں جلا دیا جائے تو کیا گمان ہو سکتا ہے کہ ایسا ظلم و ستم یوں ہی خالی چلا جائے گا اور وہ خداوند قہار ظالموں کو سخت ترین سزا نہ دے گا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝ |
| بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیت دی پھر توبہ نہ کی تو ان کے لئے عذاب جہنم ہے |
| اور ان کے لئے آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔ |

## اہل ایمان مرد وخواتین کو اذیت دینے کے سبب عذاب کا بیان

"إِنَّ الَّذِینَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِینَ وَالْمُؤْمِنَات " بِالْإِحْرَاقِ "ثُمَّ لَمْ یَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَاب جَهَنَّم " بِكُفْرِهِمْ " وَلَهُمْ عَذَاب الْحَرِیق " أَیْ عَذَاب إِحْرَاقهمْ الْمُؤْمِنِینَ فِی الْآخِرَة ، وَقِیلَ فِی الدُّنْیَا بِأَنْ أُخْرِجَتْ النَّار فَأَحْرَقَتْهُمْ كَمَا تَقَدَّمَ،

بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جلانے کے ساتھ اذیت دی پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے عذاب جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا۔ اور ان کے لئے بالخصوص آگ میں جلنے کا عذاب ہے۔ یعنی دنیا میں اہل ایمان کو جلانے کے سبب ان کفار کیلئے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کیلئے دنیا آگ کا عذاب ہے جس طرح آگ ان کی جانب نکلی اور ان کو جلا دیا جس طرح اس کا بیان گزر چکا ہے۔

یعنی کچھ اصحاب الاخدود پر منحصر نہیں۔ جو لوگ ایمانداروں کو دین حق سے برگشتہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ (جیسے کفار مکہ کر رہے تھے) پھر اپنی ان نالائق حرکات سے تائب نہ ہوں گے اس سب کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے جس میں بیشمار قسم کی تکلیفیں ہوں گی اور بڑی تکلیف آگ لگنے کی ہوگی جس میں دوزخی کا تن من سب گرفتار ہوگا۔

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِیْرُ ۝ |
| بیشک جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کیلئے جنتیں ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں، یہی بڑی کامیابی ہے۔ |

اپنے دشمنوں کا انجام بیان کر کے اپنے دوستوں کا نتیجہ بیان فرمارہا ہے کہ ان کے لیے جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان جیسی کامیابی اور کسے ملے گی؟ پھر فرمایا ہے کہ تیرے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے وہ اپنے ان دشمنوں کو جو اس کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور ان کی نافرمانیوں میں لگے رہے سخت تر قوت کیساتھ اس طرح پکڑے گا کہ کوئی راہ نجات ان کے لیے باقی نہ رہے، وہ بڑی قوتوں والا ہے جو چاہا کیا جو کچھ چاہتا ہے وہ ایک لحہ میں ہو جاتا ہے اس کی قدرتوں اور طاقتوں کو دیکھ کر اس نے تمہیں پہلے بھی پیدا کیا اور پھر بھی مار ڈالنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا نہ اسے کوئی روکے نہ آگے آئے نہ سامنے پڑے وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے بشرطیکہ وہ اس کی طرف جھکیں اور توبہ کریں اور اس کے سامنے ناک رگڑیں پھر چاہے کیسی ہی خطائیں ہوں ایک دم میں سب معاف ہو جاتی ہیں۔

| |
|---|
| اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ یُبْدِئُ وَ یُعِیْدُ ۝ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ |
| بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ بیشک وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ |
| اور وہ بڑا بخشنے والا بہت محبت فرمانے والا ہے۔ |

## کفار کیلئے اللہ تعالیٰ کی پکڑ کے سخت ہونے کا بیان

" إِنَّ بَطْش رَبّك " بِالْكُفَّارِ " لَشَدِيد " بِحَسْبِ إِرَادَته " إِنَّهُ هُوَ يُبْدِء " الْخَلْق " وَيُعِيد " فَلَا يُعْجِزهُ مَا يُرِيد " وَهُوَ الْغَفُور " لِلْمُذْنِبِينَ الْمُؤْمِنِينَ 4 " الْوَدُود " الْمُتَوَدِّد إِلَى أَوْلِيَائِهِ بِالْكَرَامَةِ،

بیشک آپ کے رب کی پکڑ کفار کیلئے بہت سخت ہے۔ یعنی جس طرح سختی کا وہ ارادہ فرماتا ہے۔ بیشک وہی پہلی بار پیدا فرماتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا فرمائے گا۔ جو وہ ارادہ فرماتا ہے اس کو کوئی عاجز کرنے والا نہیں ہے۔ اور وہ گناہگار اہل ایمان کو بڑا بخشنے والا بہت محبت فرمانے والا ہے۔ یعنی وہ عزت کے ساتھ اپنے اولیاء سے محبت کرنے والا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

**ان بطش ربك لشديد:** ان حرف مشبہ بالفعل۔ بطش مضاف اسم ان۔ ربک مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بطش کا۔ لام تاکید کا شدید خبر ان کی۔ بے شک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔

فائدہ: اوپر ایمان داروں کا ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کے لئے عذاب جہنم اور عذاب حریق کا اور مومنوں اور اعمال صالح کرنے والوں کے لئے باغات اور ان میں جاری وساری نہروں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ان کے مترادف اپنی صفات ارشاد

فرمائیں۔کفار کی سزا کے مقابلہ میں فرمایا کہ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے اس سے کسی صورت چھٹکارا نہیں مل سکے گا۔

| |
|---|
| ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ |
| عرش کا مالک ہے، بڑی شان والا ہے۔وہ جو بھی ارادہ فرماتا ہے خوب کر دینے والا ہے۔ |

## اللہ تعالیٰ عرش کا خالق و مالک ہے

"ذُو الْعَرْش" خَالِقه وَمَالِكه "الْمَجِيد" بِالرَّفْعِ : الْمُسْتَحِقّ لِكَمَالِ صِفَات الْعُلُوّ

"فَعَّال لِمَا يُرِيد" لَا يُعْجِزهُ شَيْء ،

عرش کا مالک ہے، یعنی خالق ہے۔ بڑی شان والا ہے۔یعنی بلند صفات کے کمال کا حق رکھنے والا ہے۔وہ جو بھی ارادہ فرماتا ہے اسے خوب کر دینے والا ہے۔اس کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے۔

## عرش مجید کے مفہوم کا بیان

ذوالعرش مضاف مضاف الیہ۔صاحب عرش، عرش والا۔تخت والا۔المجید بڑی شان والا۔یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔مجد یمجد مجد و مجادۃ۔کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور پہنائی کے ہیں۔یہ دراصل مجدت الابل کے محاورہ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں اونٹوں کا کسی وسیع اور زیادہ چارے والی چراگاہ میں پہنچ جانا۔المجید کے معنی ہیں وہ ذات جو اپنے فضل وکرم سے نوازنے میں نہایت وسعت اور فراخی سے کام لینے والی ہو۔قرآن مجید کی صفت میں بھی المجید آیا ہے کیونکہ قرآن پاک بھی تمام دینوی واخروی مکارم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جلیل القدر کتاب ہے۔چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے بل ھو قران مجید۔

| |
|---|
| هَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا |
| فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ |
| کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے۔جو فرعون اور ثمود تھے۔بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں |
| لگے ہوئے ہیں۔اور اللہ ان کے گرد و پیش سے گھیرے ہوئے ہے۔ |

## فرعون و ثمود کی ہلاکتوں کا بہ طور نصیحت ہونے کا بیان

"هَلْ أَتَاك" يَا مُحَمَّد "حَدِيث الْجُنُود "" فِرْعَوْن وَثَمُود " بَدَل مِنْ الْجُنُود وَاسْتَغْنَى بِذِكْرِ فِرْعَوْن عَنْ أَتْبَاعه , وَحَدِيثهمْ أَنَّهُمْ أُهْلِكُوا بِكُفْرِهِمْ وَهَذَا تَنْبِيه لِمَنْ كَفَرَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآن لِيَتَّعِظُوا "بَلْ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيب" بِمَا ذُكِرَ " وَاَللَّه مِنْ وَرَائِهِمْ

مُحِيط " لَا عَاصِم لَهُمْ مِنْهُ،

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کے پاس لشکروں کی خبر پہنچی ہے۔ جو فرعون اور ثمود تھے۔ یہ جنود سے بدل ہیں۔ جبکہ فرعون کا ذکر اس کی اتباع کے سبب کوئی ضرورت نہیں رکھتا۔ اور قصہ یہ ہے انہیں ان کے کفر کے سبب ہلاک کیا گیا ہے اور یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کیلئے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتا ہے۔ اور قرآن کا انکار کرتا ہے تا کہ وہ سمجھ جائے۔ بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور اللہ ان کے گردو پیش سے انہیں گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

فرعون کو بھی اپنی سلطنت، حکومت اور لاؤ لشکر پر بڑا گھمنڈ تھا اور قوم ثمود بھی اپنے آپ کو بہت طاقتور سمجھے بیٹھے تھے جنہوں نے اپنے مکانات تک پہاڑوں کے اندر بنا رکھے تھے بلکہ شہروں کے شہر پہاڑوں کے اندر آباد کر رکھے تھے۔ اور کہتے تھے کہ قوت میں ہم سے بڑھ کر اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر جب ان لوگوں نے گھمنڈ میں آ کر اللہ کے مقابلے میں سرکشی کی راہ اختیار کی تو اللہ نے انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔

| |
|---|
| بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ |
| بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ جو لوح محفوظ میں ہے۔ |

## قرآن مجید کا لوح محفوظ میں ہونے کا بیان

" بَلْ هُوَ قُرْآن مَجِيد " عَظِيم " فِي لَوْح " هُوَ فِي الْهَوَاء فَوْق السَّمَاء السَّابِعَة " مَحْفُوظ " بِالْجَرِّ مِنْ الشَّيَاطِين وَمِنْ تَغْيِير شَيْء مِنْهُ طُوله مَا بَيْن السَّمَاء وَالْأَرْض , وَعَرْضه مَا بَيْن الْمَشْرِق وَالْمَغْرِب , وَهُوَ دُرَّة بَيْضَاء قَالَهُ اِبْن عَبَّاس رَضِيَ اللَّه عَنْهُمَا .

بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے۔ جو لوح محفوظ میں ہے۔ اور وہ ساتویں آسمان کے اوپر فضاء میں ہے۔ اور محفوظ اس لئے ہے کہ یہ شیاطین کی تبدیلی کرنے سے محفوظ ہے۔ اور اس کی لمبائی زمین و آسمان کی درمیان مسافت کے برابر ہے۔ اور چوڑائی مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ اور وہ سفید موتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے دو ہزار برس پہلے کتاب لکھی یعنی لوح محفوظ میں فرشتوں کو لکھنے کا حکم دیا۔ اس کتاب میں سے وہ دونوں آیتیں نازل فرمائیں جن پر سورت بقرہ کا اختتام ہوتا ہے یعنی آمن الرسول سے آخری سورت تک یہ آیتیں جس مکان میں تین رات تک پڑھی جاتی ہیں شیطان اس کے نزدیک بھی نہیں پھٹکتا۔ (ترمذی، دارمی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 656)

# سُوْرَۃُ الطَّارِقِ

## یہ قرآن مجید کی سورت طارق ھے

### سورت طارق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الطارق مکّیہ ہے۔اس میں ایک رکوع،سترہ آیات،اکسٹھ کلمات،دوسوانتالیس حروف ہیں۔

### سورت طارق کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ الطارق کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ طارق کا معنی رات کو آنے والا ہے۔جس کی تفسیر آگے آرہی ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت طارق کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ○ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ ○ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ○ |
| قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی،اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو آنے والا کیا ہے۔وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ |

### آسمان اور رات کو آنے والے ستاروں کی قسم کا بیان

" وَالسَّمَاء وَالطَّارِق " أَصْله كُلّ آتٍ لَيْلًا وَمِنْهُ النُّجُوم لِطُلُوعِهَا لَيْلًا " وَمَا أَدْرَاك " أَعْلَمك " مَا الطَّارِق " مُبْتَدَأ وَخَبَر فِي مَحَلّ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَدْرَى وَمَا بَعْد مَا الْأُولَى خَبَرهَا وَفِيهِ تَعْظِيم لِشَأْنِ الطَّارِق الْمُفَسَّر بِمَا بَعْده هُوَ" " النَّجْم " أَيْ الثُّرَيَّا أَوْ كُلّ نَجْم " الثَّاقِب " الْمُضِيء لِثَقْبِهِ الظَّلَام بِضَوْئِهِ وَجَوَاب الْقَسَم،

قسم ہے آسمان کی اور رات کو آنے والے کی،طارق ہر وہ چیز جو رات کو آئے۔اور اسی سے ستاروں کا رات کو طلوع ہونا ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ رات کو نظر آنے والا کیا ہے۔یہاں پر لفظ ما الطارق یہ مبتداء اور خبر ہیں۔جو مفعول ثانی کے محل میں واقع ہیں اور لادری اس کا مابعد پہلے کی خبر ہے۔اور اس میں طارق کی اہمیت ہے۔جس کی مابعد طارق سے تفسیر کی گئی ہے۔وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے جو ثریا ہے۔ہر وہ ستارہ جو تاریکی کو ختم کر کے ثاقب کہلائے۔اور یہ جواب قسم ہے۔

### روشن ستاروں سے استدلال قدرت کا بیان

اللہ تعالیٰ آسمانوں کی اور ان کے روشن ستاروں کی قسم کھاتا ہے طارق کی تفسیر چمکتے ستارے سے کی ہے وجہ یہ ہے کہ دن کو چھپے رہتے ہیں اور رات کو ظاہر ہو جاتے ہیں ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی اپنے گھر

رات کے وقت بےخبر آ جائے یہاں بھی لفظ طروق ہے، آپ کی ایک دعا میں بھی طارق کا لفظ آیا ہے ثاقب کہتے ہیں چمکیلے اور روشنی والے کو جو شیطان پر گرتا ہے اور اسے جلا دیتا ہے ہر شخص پر اللہ کی طرف سے ایک محافظ مقرر ہے جو اسے آفات سے بچاتا ہے جیسے اور جگہ ہے کہ آیت (لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ، الرعد: 11) یعنی آگے پیچھے سے باری باری آنے والے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے بندے کی حفاظت کرتے ہیں انسان کی ضعیفی کا بیان ہو رہا ہے کہ دیکھو تو اس کی اصل کیا ہے اور گویا اس میں نہایت باریکی کے ساتھ قیامت کا یقین دلایا گیا ہے کہ جو ابتدائی پیدائش پر قادر ہے وہ لوٹانے پر قادر کیوں نہ ہوگا جیسے فرمایا آیت (وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ، الروم: 27) یعنی جس نے پہلے پیدا کیا وہ ہی دوبارہ لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت ہی آسان ہے انسان اچھلنے والے پانی یعنی عورت مرد کی منی سے پیدا کیا گیا ہے جو مرد کی پیٹھ سے اور عورت کی چھاتی سے نکلتی ہے عورت کا یہ پانی زرد رنگ کا اور پتلا ہوتا ہے اور دونوں سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے ترییہ کہتے ہیں ہار کی جگہ کو کندھوں سے لے کر سینے تک کو بھی کہا گیا ہے اور نرخرے سے نیچے کو بھی کہا گیا ہے اور چھاتیوں سے اوپر کے حصہ کو بھی کہا گیا ہے اور نیچے کی طرف چار پسلیوں کو بھی کہا گیا ہے اور دونوں چھاتیوں اور دونوں پیروں اور دونوں آنکھوں کے درمیان کو بھی کہا گیا ہے دل کے نچوڑ کو بھی کہا گیا ہے سینہ اور پیٹھ کے درمیان کو بھی کہا جاتا ہے وہ اس کے لوٹانے پر قادر ہے یعنی نکلے ہوئے پانی کو اس کی جگہ واپس پہنچا دینے پر اور یہ مطلب کہ اسے دوبارہ پیدا کر کے آخرت کی طرف لوٹانے پر بھی پچھلا قول ہی اچھا ہے اور یہ دلیل کئی مرتبہ بیان ہو چکی ہے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن پوشیدگیاں کھل جائیں گی راز ظاہر ہو جائیں گے بھید آشکار ہو جائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ہر غدار کی رانوں کے درمیان اس کے غدار کا جھنڈا گاڑ دیا جائے گا اور اعلان ہو جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے اس دن نہ تو خود انسان کو کوئی قوت حاصل ہوگی نہ اس کا مددگار کوئی اور کھڑا ہوگا یعنی نہ تو خود اپنے آپ کو عذابوں سے بچا سکے گا نہ کوئی اور ہوگا جو اسے اللہ کے عذاب سے بچا سکے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ طارق، بیروت)

| |
|---|
| اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ○ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ |
| کوئی شخص ایسا نہیں جس پر ایک نگہبان نہیں ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے |
| پیدا کیا گیا۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ |

## ہر شخص پر نگران فرشتوں کے تقرر کا بیان

" اِنْ كُلّ نَفْس لَمَا عَلَيْهَا حَافِظ " بِتَخْفِيفِ مَا فَهِيَ مَزِيدَة وَإِنْ مُخَفَّفَة مِنْ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف , أَيْ إِنَّهُ وَاللَّام فَارِقَة وَبِتَشْدِيدِهَا فَإِنْ نَافِيَة وَلَمَّا بِمَعْنَى إِلَّا وَالْحَافِظ مِنْ الْمَلَائِكَة يَحْفَظ عَمَلهَا مِنْ خَيْر وَشَرّ " فَلْيَنْظُرْ الْإِنْسَان " نَظَر اِعْتِبَار " مِمَّ خُلِقَ " مِنْ أَيّ شَيْء " خُلِقَ مِنْ مَاء دَافِق " هَذَا جَوَاب قَوْله مِمَّ خُلِقَ؟ خُلِقَ مِنْ مَاء دَافِق أَيْ ذِي اِنْدِفَاق مِنْ الرَّجُل

وَالْمَرْأَةِ فِي رَحِمِهَا،

کوئی شخص ایسا نہیں جس پر ایک نگہبان مقرر نہیں ہے۔ یہاں پر لفظ ما یہ تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔ اور زائدہ ہے اور اُن مخففہ من ثقیلہ ہے۔ اور اس کا اسم محذوف ہے یعنی انہ ہے۔ اور لام یہ مخففہ اور نافیہ کے درمیان فرق کرنے کیلئے آیا ہے۔ اور لفظ اُن نافیہ ہے اور لما بہ معنی الا ہے۔ اور نگرانی کرنے والے فرشتے ہیں جو ہر اچھے برے عمل کی نگرانی کرتے ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ دیکھے وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ یعنی غور و فکر کرے۔ وہ ایک اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ یہ جملہ مم خلق کا جواب ہے۔ یعنی اس کو اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا جو مرد سے عورت کے رحم میں ہوتا ہے۔

اس کے رب کی طرف سے جو اس کے اعمال کی نگہبانی کرے اور اس کی نیکی بدی سب لکھ لے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ مراد اس سے فرشتے ہیں۔

| |
|---|
| يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ |
| جو پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ بیشک وہ اس کو پھر واپس لانے پر بھی قادر ہے۔ |

## انسان کی تخلیق سے دلیل بعث پر استدلال کا بیان

"يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ" لِلرَّجُلِ "وَالتَّرَائِبِ" لِلْمَرْأَةِ وَهِيَ عِظَامُ الصَّدْرِ "إِنَّهُ" تَعَالَى "عَلَى رَجْعِهِ" بَعْثِ الْإِنْسَانِ بَعْدَ مَوْتِهِ "لَقَادِرٌ" فَإِذَا اعْتَبَرَ أَصْلَهُ عَلِمَ أَنَّ الْقَادِرَ عَلَى ذَلِكَ قَادِرٌ عَلَى بَعْثِهِ،

جو مرد کی پیٹھ اور عورت کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اور ترائب سینے کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ بیشک وہ یعنی اللہ تعالیٰ اس زندگی کو پھر واپس لانے پر بھی قادر ہے۔ یعنی انسان کو موت کے بعد زندہ کرنے پر قادر ہے۔ لہٰذا اس سے یہ قیاس ہوا کہ وہ بعث پر بھی قدرت رکھنے والا ہے۔

یعنی انسان پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلنے والے پانی سے جو نکلتا ہے پشت اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے۔ عام طور سے حضرات مفسرین نے اس کا یہ مفہوم قرار دیا ہے کہ نطفہ مرد کی پشت اور عورت کے سینہ سے نکلتا ہے مگر اعضائے انسانی کے ماہر اطبا کی تحقیق اور تجربہ یہ ہے کہ نطفہ درحقیقت انسان کے ہر ہر عضو سے نکلتا ہے اور بچے کا ہر عضو اس جز نطفہ سے بنتا ہے جو مرد و عورت کے اسی عضو سے نکلا ہے۔ البتہ دماغ کو اس معاملے میں سب سے زیادہ دخل ہے اسی لئے مشاہدہ ہوتا ہے کہ جماع کی کثرت کرنے والے اکثر ضعف دماغ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی کے ساتھ انکی تحقیق یہ بھی ہے کہ نطفہ تمام اعضا سے منفصل ہو کر نخاع کے ذریعہ خصیتین میں جمع ہوتا اور پھر وہاں سے نکلتا ہے۔

اگر یہ تحقیق صحیح ہے تو حضرات مفسرین نے جو نطفہ کا خروج مرد کی پشت اور عورت کے سینے کے متعلق قرار دیا ہے اس کی توجیہ بھی کچھ بعید نہیں کیونکہ اس پر اطبا کا اتفاق ہے کہ نطفہ کی تولید میں سب سے بڑا دخل دماغ کو ہے اور دماغ کا خلیفہ و قائم مقام نخاع

ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے اندر دماغ سے پشت اور پھر خصیتین تک آیا ہوا ہے، اسی کے کچھ شعبے سینے کی ہڈیوں میں آئے ہوئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ عورت کے نطفہ میں سینے کی ہڈیوں سے آنیوالے نطفہ کا اور مرد کے نطفہ میں پشت سے آنیوالے نطفہ کا دخل زیادہ ہو۔ (ذکرہ البیضاوی)

## انسان کو دوبارہ زندہ کرنے پر قدرت ہونے کا بیان

انه علی رجعه لقادر، رجع کے معنے لوٹا دینے کے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس خالق کائنات نے اول انسان کو نطفہ سے پیدا کیا ہے وہ اس کو دوبارہ لوٹا دینے یعنی مرنے کے بعد زندہ کر دینے پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طارق، بیروت)

| |
|---|
| يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ○ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ○ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ○ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ○ |
| جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ پھر انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا۔ |
| اس آسمانی کائنات کی قسم جو پھر اپنی ابتدائی حالت میں پلٹ جانے والی ہے۔ اس زمین کی قسم جو پھٹ جانے والی ہے۔ |

## قیامت کے دن چھپی باتوں کے اظہار کا بیان

"يَوْمَ تُبْلَى" تُخْتَبَر وَتُكْشَف "السَّرَائِر" ضَمَائِر الْقُلُوب فِي الْعَقَائِد وَالنِّيَّات "فَمَا لَهُ" لِمُنْكِرِ الْبَعْث "مِنْ قُوَّة" يَمْتَنِع بِهَا مِنْ الْعَذَاب "وَلَا نَاصِر" يَدْفَعهُ عَنْهُ" وَالسَّمَاء ذَات الرَّجْع" الْمَطَر لِعَوْدِهِ كُلّ حِين" وَالْأَرْض ذَات الصَّدْع" الشَّقّ عَنْ النَّبَات،

جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔ یعنی عقائد اور نیتوں کو کھول دیا جائے گا۔ پھر انسان یعنی منکر بعث کے پاس نہ خود کوئی قوت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا۔ جو اس سے عذاب کو دور کر سکے۔ اس آسمانی کائنات کی قسم جو پھر اپنی ابتدائی حالت میں پلٹ جانے والی ہے۔ بارش برسانے والے آسمان کو مطر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر بار رجوع کرتا ہے۔ اس زمین کی قسم جو پھٹ کر ریزہ ریزہ ہو جانے والی ہے۔ یعنی اس سے نباتات کے خروج کے سبب شگاف ہوتے ہیں۔

یوم تبلی السرائر، تبلی کے لفظی معنے امتحان لینے اور آزمانے کے ہیں اور سرائر کے معنی ہیں مخفی امور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز انسان کے تمام عقائد و خیالات اور نیت و عزم جو دل میں پوشیدہ تھی دنیا میں اس کو کوئی نہ جانتا تھا اسی طرح وہ اعمال و افعال جو اس نے چھپ کر کئے دنیا میں کسی کو ان کی خبر نہیں، محشر میں سب کا امتحان لیا جائے گا یعنی سب کو ظاہر کر دیا جائے گا، حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انسان کے ہر مخفی راز کو کھولدے گا۔ ہر اچھے برے عقیدے اور عمل کی علامت انسان کے چہرہ پر یا زینت ہو کر یا ظلمت و سیاہی کی صورت میں ظاہر کر دی جائے گی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ طارق، بیروت)،

| |
|---|
| اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ○ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ○ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ○ |
| وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ○ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ○ |

بیشک یہ فیصلہ کن فرمان ہے۔اور یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔ بیشک وہ پُر فریب تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں۔

اور میں اپنی تدبیر فرما رہا ہوں۔ پس آپ کافروں کو مہلت دے دیجئے ،انہیں تھوڑی سی ڈھیل دے دیجئے۔

## فیصلہ قرآن کے قطعی ہونے کا بیان

"إِنَّهُ" أَیِ الْقُرْآن "لَقَوْل فَصْل" يَفْصِل بَيْنَ الْحَقّ وَالْبَاطِل "وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ" بِاللَّعِبِ وَالْبَاطِل "إِنَّهُمْ" أَیِ الْكُفَّار "يَكِيدُونَ كَيْدًا" يَعْمَلُونَ الْمَكَايِد لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "وَأَكِيد كَيْدًا" أَسْتَدْرِجهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ،

"فَمَهِّلْ" يَا مُحَمَّد "الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ" تَأْكِيد حَسَّنَهُ مُخَالَفَة اللَّفْظ , أَیْ أَنْظِرْهُمْ "رُوَيْدًا" قَلِيلًا وَهُوَ مَصْدَر مُؤَكِّد لِمَعْنَى الْعَامِل مُصَغَّر رَوْد أَوْ أَرْوَاد عَلَى التَّرْخِيم وَقَدْ أَخَذَهُمْ اللَّه تَعَالَى بِبَدْرٍ وَنَسَخَ الْإِمْهَال بِآيَةِ السَّيْف , أَیْ الْأَمْر بِالْقِتَالِ وَالْجِهَاد .

بیشک یہ قرآن فیصلہ کن قطعی فرمان ہے۔ جو حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔اور یہ ہنسی کی بات نہیں ہے۔یعنی کھیل تماشہ اور باطل نہیں ہے۔ بیشک وہ کافر پُر فریب تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں۔یعنی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تدبیریں کرتے ہیں۔اور میں اپنی تدبیر فرما رہا ہوں۔ یعنی ان کو مہلت دے رہا ہوں جس کو سمجھ نہیں رہے۔ پس یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں کو ذرا مہلت دے دیجئے ، یہاں پر لفظ امہلہم یہ تاکید لفظی ہے اور لفظی تالیف نے اس میں حسن پیدا کر دیا ہے۔یعنی ان پر نظر فرمائیں (زیادہ نہیں بس) انہیں تھوڑی سی ڈھیل اور دے دیجئے۔ یہاں پر لفظ رویدا یہ مصدر معنی عامل کیلئے مؤکد ہے۔اور یہ مصغر ہے رود یا اورد جو بہ طور ترخیم ہے پس اللہ تعالی نے میدان بدر میں ان کا مواخذہ کیا۔اور یہ مہلت کا حکم جہاد والی آیت کے حکم سے منسوخ ہے کیونکہ اس میں قتال و جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

فمھل الکفرین ۔ ف سببیہ ہے مہل فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تمہیل (تفعیل) مصدر۔ تو مہلت دے۔ یعنی چونکہ میں خود ان سے نپٹ رہا ہوں جب چاہوں گا ان کی کرتوتوں کا ان کو مزہ چکھا دوں گا آپ ان کافروں کو ذرا مہلت دیں ان کی ہلاکت کے لئے بددعا نہ کریں۔ اور ان کی فوری سزایابی کے لئے پریشان نہ ہوں۔ امھلھم رویدا ۔ یہ پہلے حکم مہلت کی تاکید ہے۔ مہل اور امہل دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ محض تغیر لفظی ہے۔ رویدا تھوڑی سی مہلت۔ اسم فعل ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں یہ اصل میں ارادا ہے۔ یہ رویدا اس کی تصغیر ہے۔ رویدا کے معنی مہلت دینے اور ٹھہرنے کے ہیں کہا جاتا ہے امش مشیا رویدا۔ آہستہ چل۔ جلدی نہ کر۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں لکھا ہے: ۔رویدا اسم ہے ہمیشہ مصغر اور ماموربہ ہو کر بولا جاتا ہے یہ رود کی تصغیر ہے جس کے معنی مہلت کے ہیں۔ (الاتقان فی تفسیر القرآن، سورہ طارق، بیروت)

# سُورَۃ الْاَعْلٰی

## یہ قرآن مجید کی سورت اعلیٰ ہے

## سورت اعلیٰ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الاعلیٰ مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انیس آیات، بہتر کلمات، دوسوا کانوے حروف ہیں۔

## سورت اعلیٰ کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت سبح اسم ربك الاعلیٰ کے لفظ الاعلیٰ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وذکر ہی اعلیٰ ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب اس کا نام اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سورت اعلیٰ کو محبوب رکھنے کا بیان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سورت یعنی سبح اسم ربک الاعلیٰ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ (مسند احمد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 692)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورت اعلیٰ یعنی سبح اسم ربک الاعلیٰ کو اس لئے بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے کہ اس میں یہ آیت (اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى 18 صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى الاعلیٰ: 18-19) ہے جو قرآن کریم کی حقانیت وصداقت پر شاہد اور مشرکین واہل کتاب کے خیالات واعتقادات کی بہت مضبوط تردید ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! حضرت ابراہیم کے صحیفوں میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس میں تمام مثالیں بیان کی گئی ہیں مثلاً کہا گیا ہے کہ اے مسلط! گرفتار نفس اور فریب خوردہ بادشاہ میں نے تجھے دنیا میں اس لئے نہیں بھیجا کہ تو دنیا جمع کرنے لگے بلکہ میں نے تجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تھا کہ تو مظلوموں کی بددعا سے بچے کیونکہ میں مظلوموں کی بددعا رد نہیں کرتا خواہ مظلوم کافر ہی کیوں نہ ہو سلیم الطبع اور عقل مند انسان کے لئے لازم ہے کہ جب تک اس میں عقل ہو وہ اپنے لئے چار اوقات مقرر کرے ایک وقت میں تو وہ اپنے رب سے مناجات کرے، دوسرے وقت میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔

تیسرے وقت میں اللہ کی صفت وقدرت میں غور وفکر کرے اور چوتھے وقت میں اپنی حاجت مثلاً کھانے پینے وغیرہ میں مشغول رہے۔ عقل مند کے لئے لازم ہے کہ وہ صرف تین چیزوں کی طمع کرے (ا) معاد (آخرت) کے لئے زادراہ تیار کرنے کی

(۲) یا اپنی معاش کی اصلاح کی (۳) یا غیر حرام سے لذت ونفع حاصل کرنے کی۔ عقلمند کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے زمانہ پر نظر رکھنے والا ہو اپنے حال کی طرف متوجہ ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو (یادرکھو) جس شخص نے اپنے کلام کا اپنے اعمال سے محاسبہ کیا اس کا کلام زیادہ نہیں ہوگا وہ صرف وہی کلام کرے گا جو ضروری ہو۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اچھا حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس میں عبرتیں یعنی ڈرانے کی باتیں تھیں مثلا اس میں یہ کہا گیا ہے کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو موت پر یقین رکھتا ہے مگر اس کے باوجود (وہ اپنی دنیاوی زندگی کے عیش وعشرت پر) خوش بھی ہوتا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دوزخ کی آگ پر یقین رکھتا ہے مگر وہ پھر بھی ہنستا ہے۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے مگر وہ پھر بھی (طلب معاش کے سلسلہ میں) رنج وغم اٹھاتا ہے مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو دنیا اور اس کے انقلابات کو دیکھتا ہے اور پھر بھی اس سے مطمئن رہتا ہے اور مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو کل (قیامت) کے دن کے حساب پر یقین رکھتا ہے اور پھر بھی عمل نہیں کرتا۔

| |
|---|
| سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی |
| ۝ وَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی ۝ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰی ۝ |
| اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں جو سب سے بلند ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا، پس درست بنایا۔ اور وہ |
| جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ اور وہ جس نے چارہ اگایا۔ پھر اسے سیاہی مائل خشک کردیا۔ |

## اللہ تعالیٰ کی تسبیح کو پڑھنے کا بیان

" سَبِّحْ اِسْمِ رَبِّك " أَیْ نَزِّهْ رَبّك عَمَّا لَا یَلِیق بِهِ وَاسْم زَائِد " الْأَعْلَى " صِفَة لِرَبِّك " الَّذِی خَلَقَ فَسَوَّى " مَخْلُوقه , جَعَلَهُ مُتَنَاسِب الْأَجْزَاء غَیْر مُتَفَاوِت " وَالَّذِی قَدَّرَ " مَا شَاءَ " فَهَدَى " إِلَى مَا قَدَّرَهُ مِنْ خَیْر وَشَرّ" وَالَّذِی أَخْرَجَ الْمَرْعَى " أَنْبَتَ الْعُشْب " فَجَعَلَهُ " بَعْد الْخُضْرَة " غُثَاء " جَافًّا هَشِیمًا " أَحْوَى " أَسْوَد یَابِسًا

اپنے رب کے نام کی تسبیح کریں یعنی آپ کا رب اس سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں۔ یہاں پر لفظ اسم زائد ہے اور اعلیٰ یہ لفظ رب کی صفت ہے۔ جو سب سے بلند ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا، پس اس مخلوق کو درست بنایا۔ اور یعنی اس کے اعضاء مناسب بنایا ہے۔ وہ جس نے اندازہ ٹھہرایا، پھر ہدایت کی۔ یعنی خیر وشر کی راہ دیکھائی۔ اور وہ جس نے چارہ اگایا۔ یعنی گھاس اگائی پھر اسے یعنی گھاس کو سبز ہونے کے بعد سیاہی مائل خشک کوڑا کرکٹ کی طرح کردیا۔

## سورت شروع کرنے سے پہلے سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کا بیان

صحابہ کرام حضرت عبداللہ بن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوموسیٰ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہ معمول تھا کہ

جب یہ سورت شروع کرتے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہا کرتے تھے۔یعنی نماز کے سوا جب تلاوت کریں تو ایسا کہنا مستحب ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنی سے روایت ہے کہ جب سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اجعلوها فی سجودكم یعنی یہ کلمہ سبحان ربی الاعلیٰ اپنے سجدہ میں کہا کرو سبح اسم ربك الاعلیٰ، تسبیح کے معنی پاک رکھنے اور پاکی بیان کرنے کے ہیں، سبح اسم ربک کے معنی یہ ہیں کہ اپنے رب کے نام کو پاک رکھئے، اور ہر ایسی چیز سے اس کے نام کو پاک رکھئے جو اسکے شایاں نہیں، اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان ناموں سے پکاریئے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمائے ہیں یا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلائے ہیں ان کے سوا کسی اور نام سے اس کو پکارنا جائز نہیں۔

اسی طرح اس حکم میں یہ بھی داخل ہے کہ جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے وہ کسی مخلوق کیلئے استعال کرنا اس کی تنزیہہ وتقدیس کے خلاف ہے اسلئے جائز نہیں جیسے رحمٰن، رزاق، غفار، قدوس وغیرہ آجکل اس معاملے میں غفلت بڑھتی جارہی ہے، لوگوں کو ناموں کے اختصار کا شوق ہے، عبدالرحمٰن کو رحمٰن، عبدالرزاق کو رزاق، عبدالغفار کو غفار بے تکلف کہتے رہتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا کہنے والا اور سننے والا دونوں گنہگار ہوتے ہیں اور یہ گناہ بے لذت رات دن بلا وجہ ہوتا رہتا ہے۔اور بعض حضرات مفسرین نے اس جگہ اسم سے مراد خود مسمی کو ذات مراد لی ہے اور عربی زبان کے اعتبار سے اس کی گنجائش بھی ہے اور قرآن کریم میں بھی اس معنے کے لئے استعال ہوا ہے، اور حدیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو نماز کے سجدے میں پڑھنے کا حکم دیا اس کی تعمیل میں جو کلمہ اختیار کیا گیا وہ سبحان اسم ربك الاعلیٰ نہیں بلکہ سبحان ربی الاعلیٰ ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اس جگہ مقصود نہیں خود مسمیٰ مراد ہے۔(تفسیر قرطبی، سورہ اعلیٰ، بیروت)

| |
|---|
| سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝ |
| ہم آپ کو خود پڑھائیں گے کہ آپ نہیں بھولیں گے۔مگر جو اللہ چاہے، بیشک وہ جہر اور خفی سب باتوں کو جانتا ہے۔ |

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قرآن مجید کے محفوظ ہو جانے کا بیان

" سَنُقْرِئُك " الْقُرْآن " فَلَا تَنْسَى " مَا تَقْرَؤُهُ " إِلَّا مَا شَاءَ اللَّه " أَنْ تَنْسَاهُ بِنَسْخِ تِلَاوَته وَحُكْمه , وَكَانَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْهَر بِالْقِرَاءَةِ مَعَ قِرَاءَة جِبْرِيل خَوْف النِّسْيَان فَكَأَنَّهُ قِيلَ لَهُ : لَا تَعْجَل بِهَا إِنَّك لَا تَنْسَى فَلَا تُتْعِب نَفْسك بِالْجَهْرِ بِهَا " إِنَّهُ " تَعَالَى " يَعْلَم الْجَهْر " مِنْ الْقَوْل وَالْفِعْل." وَمَا يَخْفَى " مِنْهُمَا،

ہم آپ کو خود قرآن ایسا پڑھائیں گے کہ آپ کبھی نہیں بھولیں گے۔مگر جو اللہ چاہے، یعنی تلاوت اور حکم کو جس قدر منسوخ کردیں گے۔کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل امین کے ساتھ جہر کے ساتھ بھولنے کے اندیشہ کے سبب اہتمام سے قرأت فرمایا کرتے تھے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیلئے فرمایا گیا کہ آپ جلدی نہ فرمائیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی بھولنے

والے نہیں ہیں۔لہٰذا جہر سے اپنی جان پر مشقت نہ اٹھائیں۔ بیشک وہ یعنی اللہ تعالیٰ جہر اور خفی (یعنی ظاہر و پوشیدہ اور بلند و آہستہ) سب باتوں کو جانتا ہے۔

سابقہ آیات میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت وحکمت کے چند مظاہر بیان فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے فریضہ پیغمبری کی طرف چند ہدایات دی ہیں اور ہدایات سے پہلے آپ کے کام کو آسان کردینے کی خوشخبری سنائی ہے وہ یہ کہ ابتداء میں جب آپ پر قرآن نازل ہوتا اور جبرئیل امین کوئی آیت قرآن سناتے تو آپ کو یہ فکر ہوتی تھی کہ ایسا نہ ہو کہ الفاظ آیت ذہن سے نکل جائیں اسلئے جبرئیل امین کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ بھی الفاظ قرآن پڑھتے جاتے تھے۔اس آیت میں حق تعالیٰ نے یہ کام یعنی قرآن کا یاد کرادینا اپنے ذمہ لے لیا اور آپکو بے فکر کردیا کہ جبرئیل امین کے چلے جانے کے بعد آیات قرآن کا آپ سے صحیح صحیح پڑھوا دینا پھر ان کو یاد میں محفوظ کرادینا ہماری ذمہ داری ہے آپ فکر نہ کریں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ فلاتنسی الا ماشاء اللہ یعنی آپ قرآن کی کوئی چیز بھولینگے نہیں بجز اسکے کہ کسی چیز کو اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت ومصلحت کی بنا پر آپ کے ذہن سے بھلا دینا اور محو کردینا چاہیں، مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو بعض آیات قرآن کو منسوخ فرماتے ہیں اس کا ایک طریقہ تو معروف ہے کہ صاف حکم پہلے حکم کیخلاف آ گیا، اور ایک صورت منسوخ کرنے کی یہ بھی ہے کہ اس آیت ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کے ذہنوں سے محو اور فراموش کردیا جائے جیسا کہ نسخ آیات قرآنی کے بیان میں فرمایا مانسخ من ایت او ننسھا یعنی ہم جو آیت منسوخ کرتے ہیں یا آپ کے ذہن سے بھلا دیتے ہیں الخ اور بعض حضرات نے الا ماشاء اللہ کے استثناء کا یہ مفہوم قرار دیا ہے کہ یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مصلحت اور حکمت کی بناء پر عارضی طور پر سے کوئی آیت آپ کے ذہن سے بھلا دیں پھر یاد آ جائے جیسا کہ بعض روایات حدیث میں ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سورت سلاوت فرمائی جس میں ایک آیت پڑھنے سے رہ گئی، حضرت ابی بن کعب جو کاتب وحی تھے انہوں نے یہ سمجھا کہ شاید یہ آیت منسوخ ہوگئی مگر جب آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ منسوخ نہیں مجھ سے سہواً ترک ہوگئی۔ (تفسیر قرطبی، سورہ اعلیٰ، بیروت)

| |
|---|
| وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ |
| اور ہم آپ کو اس آسان کے لئے سہولت فراہم فرمائیں گے۔پس آپ نصیحت فرماتے رہیے |
| بشرطیکہ نصیحت فائدہ دے۔البتہ وہی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہوگا۔ |

## شریعت اسلامیہ کے آسان ہونے کا بیان

" وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرَى " لِلشَّرِيعَةِ السَّهْلَةِ وَهِيَ الْإِسْلَام" فَذَكِّرْ " عِظْ بِالْقُرْآنِ " إِنْ نَفَعَتْ الذِّكْرَى " مِنْ تَذْكِرَة الْمَذْكُور فِي سَيَذَّكَّرُ . يَعْنِي وَإِنْ لَمْ تَنْفَع وَنَفْعهَا لِبَعْضٍ وَعَدَم النَّفْع لِبَعْضٍ آخَر" سَيَذَّكَّرُ " بِهَا " مَنْ يَخْشَى " يَخَاف اللّٰه تَعَالَى كَآيَةِ،

اور ہم آپ کو اس آسان شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لئے بھی سہولت فراہم فرمائیں گے۔اور وہ اسلام ہے۔پس آپ قرآن کے ذریعے نصیحت فرماتے رہیے بشرطیکہ نصیحت سننے والوں کو فائدہ دے۔یعنی اگر نفع نہ دے تب بھی بعض کیلئے نفع مند ہوگی اور بعض کیلئے نفع نہ ہوگا۔البتہ وہی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہوگا۔جس طرح آیت مبارکہ میں آیا ہے۔

یعنی کہ وحی تمہیں بے محنت یاد رہے گی۔مفسرین کا ایک قول یہ ہے کہ آسانی کے سامان سے شریعتِ اسلام مراد ہے جو نہایت سہل و آسان ہے۔

| |
|---|
| وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى○ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى○ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى○ |
| اور بد بخت اس سے پہلو تہی کرے گا۔جو سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔پھر وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ زندہ رہے گا۔ |

## قرآن کی نصیحت کی جانب توجہ نہ کرنے والے کا بیان

" وَيَتَجَنَّبُهَا " أَىْ الذِّكْرَى , أَىْ يَتْرُكهَا جَانِبًا لَا يَلْتَفِت إِلَيْهَا " الْأَشْقَى " بِمَعْنَى الشَّقِيّ أَىْ الْكَافِر " الَّذِى يَصْلَى النَّار الْكُبْرَى " هِيَ نَار الْآخِرَة وَالصُّغْرَى نَار الدُّنْيَا" ثُمَّ لَا يَمُوت فِيهَا " فَيَسْتَرِيح " وَلَا يَحْيَا " حَيَاة هَنِيئَة،

اور بد بخت اس نصیحت سے پہلو تہی کرے گا۔یعنی اس کو چھوڑ دے گا اس کی جانب متوجہ نہ ہوگا۔یہاں پر لفظ اشقی بمعنی شقی یعنی کافر ہے۔جو قیامت کے دن سب سے بڑی آگ میں داخل ہوگا۔اور وہ آخرت کی آگ ہے جبکہ دنیا کی آگ چھوٹی ہے۔پھر وہ نہ اس میں مرے گا تا کہ راحت حاصل کرے۔اور نہ زندہ رہے گا۔کہ خوشی کی زندگی گزارے۔

یعنی اخروی زندگی میں مر تو سکے گا نہیں اور جو زندگی ہوگی وہ عذاب کی وجہ سے موت سے بدتر ہوگی۔ایسی زندگی پر وہ خود بھی موت کو ترجیح دینگے مگر موت نام کی وہاں کوئی چیز نہ ہوگی۔

| |
|---|
| قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى○ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا○ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ |
| وَّاَبْقٰى○ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى○ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى○ |
| بے شک وہ کامیاب ہو گیا جو پاک ہو گیا۔اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔بلکہ تم دنیا کی زندگی |
| کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں |
| میں تھی۔ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحائف ہیں۔ |

## ایمان کی طہارت سے حصول تزکیہ کا بیان

" قَدْ أَفْلَحَ " فَازَ " مَنْ تَزَكَّى " تَطَهَّرَ بِالْإِيمَان " وَذَكَرَ اِسْم رَبّه " مُكَبِّرًا " فَصَلَّى " الصَّلَوَات

الْخَمْس وَذَلِكَ مِنْ أُمُور الْآخِرَة وَكُفَّار مَكَّة مُعْرِضُونَ عَنْهَا" بَلْ تُؤْثِرُونَ " بِالْفَوْقَانِيَّةِ وَالتَّحْتَانِيَّة " الْحَيَاة الدُّنْيَا " عَلَى الْآخِرَة" وَالْآخِرَة " الْمُشْتَمِلَة عَلَى الْجَنَّة " خَيْر وَأَبْقَى "" إِنَّ هَذَا " إِفْلَاح مَنْ تَزَكَّى وَكَوْن الْآخِرَة خَيْرًا " لَفِي الصُّحُف الْأُولَى " أَيْ الْمُنَزَّلَة قَبْل الْقُرْآن" صُحُف إِبْرَاهِيم وَمُوسَى " وَهِيَ عَشْر صُحُف لِإِبْرَاهِيم وَالتَّوْرَاة لِمُوسَى .

بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوگیا۔یعنی جو ایمان کے ساتھ پاک ہوا۔اور وہ اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا یعنی اس کی برائی کو بیان کرتا رہا اور پانچ وقتہ نماز پڑھتا رہا۔کیونکہ یہ امور آخرت سے ہیں اور کفار مکہ انہی سے اعراض کرتے تھے۔بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔یہاں پر لفظ تؤثرون یہ فوقانیہ اور تحتانیہ دونوں طرح آیا ہے۔حالانکہ آخرت کہیں بہتر اور زیادہ باقی رہنے والی ہے۔کیونکہ وہ جنت پر مشتمل ہے۔لہٰذا یہی بات پاکیزگی حاصل کرنے کیلئے کامیابی ہے اور اور آخرت بہتر ودائمی ہے بے شک یہ بات یقیناً پہلے صحیفوں میں ہے۔جو قرآن سے پہلے نازل ہوئے ہیں۔جو ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحائف ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحائف اور موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی ہے۔

## اپنے آپ کو برے اخلاق سے پاک کرنے کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے رذیل اخلاق سے اپنے آپ کو پاک کرلیا احکام اسلام کی تابعداری کی نماز کو ٹھیک وقت پر قائم رکھا صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے اس نے نجات اور فلاح پالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کرکے فرمایا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے کی گواہی دے اس کے سوال کسی کی عبادت نہ کرے اور میری رسالت کو مان لے اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرے وہ نجات پاگیا۔(بزار)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے حضرت ابوالعالیہ نے ایک مرتبہ ابوخلدہ سے فرمایا کہ کل جب عید گاہ جاؤ تو مجھ سے ملتے جانا جب میں گیا تو مجھ سے کہا کچھ کھالیا ہے میں نے کہا ہاں،فرمایا نہا چکے ہو؟ میں نے کہا ہاں فرمایا زکوۃ فطر ادا کرچکے ہو؟ میں نے کہا ہاں،فرمایا بس یہی کہنا تھا کہ اس آیت میں یہی مراد ہے۔اہل مدینہ فطرہ سے اور پانی پلانے سے افضل اور کوئی صدقہ نہیں جانتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی لوگوں کو فطرہ ادا کرنے کا حکم کرتے پھر اسی آیت کی تلاوت کرتے،حضرت ابو الاحواص فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی نماز کا ارادہ کرے اور کوئی سائل آجائے تو اسے خیرات دے دے پھر یہی آیت پڑھی۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں اس نے اپنے مال کو پاک کرلیا اور اپنے رب کو راضی کرلیا پھر ارشاد ہے کہ تم دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دے رہے ہو اور دراصل تمہاری مصلحت تمہارا انفع اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دینے میں ہے دنیا ذلیل ہے فانی ہے آخرت شریف ہے باقی ہے کوئی عاقل ایسا نہیں کرسکتا کہ فانی کو باقی کی جگہ اختیار کرلے اور اس فانی کے انتظام میں پڑ کر اس باقی کے اہتمام کو چھوڑ دے۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں نہ ہو دنیا اس کا مال ہے جس کا مال وہاں نہ ہو اسے جمع کرنے کے پیچھے وہ لگتے ہیں جو بیوقوف ہیں ابن جریر میں ہے کہ حضرت عرفجہ ثقفی اس سورت کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے تو تلاوت چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ سچ ہے ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی لوگ خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ اس لیے کہ ہم دنیا کے گرویدہ ہو گئے کہ یہاں کی زینت کو یہاں کی عورتوں کو یہاں کے کھانے پینے کو ہم نے دیکھ لیا آخرت نظروں سے اوجھل ہے اس لیے ہم نے اس سامنے والی کی طرف توجہ کی اور اس نظر نہ آنے والی سے آنکھیں پھیر لیں یا تو یہ فرمان حضرت عبداللہ کا بطور تواضع کے ہے یا جنس انسان کی بابت فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت رکھی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا تم اے لوگو! باقی رہنے والی کو فنا ہونے والی پر ترجیح دو۔

مسند احمد پھر فرماتا ہے کہ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں بھی یہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سب بیان ان صحیفوں میں بھی تھا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ اعلیٰ، بیروت)

# سُوْرَةُ الْغَاشِيَة

## یہ قرآن مجید کی سورت غاشیہ ہے

### سورت غاشیہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ غاشیہ مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چھبّیس آیات، بانوے کلمات، تین سو اکیاسی حروف ہیں۔

### سورت غاشیہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ الغاشیۃ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی چھا جانے والی ہے جو قیامت کا ایک نام ہے پس اسی نام قیامت کے نام سے یہ سورت معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| هَلْ اَتٰـكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِo وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌo عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌo |
| تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةًo تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍo |
| کیا آپ کو چھا جانے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے۔ اس دن کتنے ہی چہرے ذلیل وخوار ہوں گے۔ محنت کرنے والے، |
| تھک جانے والے۔ دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ |

### قیامت کا اپنی ہولنا کیوں کے ساتھ مخلوقات پر چھا جانے کا بیان

" هَلْ " قَدْ " أَتَـاكَ حَدِيث الْغَاشِيَة " الْـقِيَـامَة لِأَنَّهَا تَغْشَى الْخَلَائِق بِأَهْوَالِهَا" وُجُوه يَوْمَئِذٍ " عَبَّرَ بِهَـا عَنْ الذَّوَات فِي الْمَوْضِعَيْنِ " خَاشِعَة "ذَلِيلَة" عَامِلَة نَاصِبَة " ذَات نَـصَب وَتَعَب بِالسَّلَاسِلِ وَالْأَغْلَال "تَصْلَى " بِـفَتْحِ التَّاء وَضَمّهَا " نَارًا حَامِيَة ""تُسْـقَى مِنْ عَيْن آنِيَة " شَدِيدَة الْحَرَارَة،

کیا آپ کو چھا جانے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہولناک ہونے کے ساتھ ساری مخلوقات پر چھا جائے گی اس دن کتنے ہی چہرے ذلیل وخوار ہوں گے۔ یہاں پر دونوں مقامات پر لوگوں کو چہروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ محنت کرنے والے، تھک جانے والے۔ یعنی طوق اور زنجیروں میں ہونے کے سبب سخت مشقت جھیل رہے ہوں گے۔ دہکتی ہوئی آگ میں جا گریں گے۔ یہاں پر لفظ تصلی یہ تاء کے فتحہ اور ضمہ دونوں طرح آیا ہے۔ وہ ایک کھولتے ہوئے چشمے سے پلائے جائیں گے۔ جو سخت گرم ہوگا

## سب کو ڈھانپنے والی حقیقت قیامت کا بیان

غاشیہ قیامت کا نام ہے اس لیے کہ وہ سب پر آئیگی سب کو گھیرے ہوئے ہوگی اور ہر ایک کو ڈھانپ لے گی ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں جا رہے تھے کہ ایک عورت کی قرآن پڑھنے کی آواز آئی آپ کھڑے ہو کر سننے لگے اس نے یہی آیت ھل اتک پڑھی یعنی کیا تیرے پاس ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات پہنچی ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا نعم قد جاءنی یعنی ہاں میرے پاس پہنچ چکی ہے اس دن بہت سے لوگ ذلیل چہروں والے ہوں گے پستی ان پر برس رہی ہوں گی ان کے اعمال غارت ہوگئے ہوں گے انہوں نے تو بڑے بڑے اعمال کیے تھے سخت تکلیفیں اٹھائی تھیں وہ آج بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگئے ایک مرتبہ حضرت عمر ایک خانقاہ کے پاس سے گزرے وہاں کے راہب کو آواز دی وہ حاضر ہوا آپ اسے دیکھ کر روئے لوگوں نے پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ تو فرمایا اسے دیکھ کر یہ آیت یاد آگئی کہ عبادت اور ریاضت کرتے ہیں لیکن آخر جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد نصرانی ہیں عکرمہ اور سدی فرماتے ہیں کہ دنیا میں گناہوں کے کام کرتے رہے اور آخرت میں عذاب کی اور مار کی تکلیفیں برداشت کریں گے یہ سخت بھڑکنے والی جلتی تپتی آگ میں جائیں گے جہاں سوائے ضریع کے اور کچھ کھانے کو نہ ملے گا جو آگ کا درخت ہے یا جہنم کا پتھر ہے یہ تھوہر کی بیل ہے۔

اس میں زہریلے کانٹے دار پھل لگتے ہیں یہ بدترین کھانا ہے اور نہایت ہی برا نہ بدن بڑھائے نہ بھوک مٹائے یعنی نہ نفع پہنچے نہ نقصان دور ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ غاشیہ، بیروت)

| |
|---|
| لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ○ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِىْ مِنْ جُوْعٍ ○ |
| وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ○ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ○ |
| ان کے لئے خاردار خشک زہریلی جھاڑیوں کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔ |
| کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنی کاوشوں کے باعث خوش وخرم ہوں گے۔ |

## دوزخیوں کیلئے درخت ضریع کی خوراک کا بیان

" لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ " هُوَ نَوْع مِنْ الشَّوْك لَا تَرْعَاهُ دَابَّة لِخُبْثِهِ " وُجُوه يَوْمئِذٍ نَاعِمَة " حَسَنَة " لِسَعْيِهَا " فِي الدُّنْيَا بِالطَّاعَةِ " رَاضِيَة " فِي الْآخِرَة لَمَّا رَأَتْ ثَوَابه

ان کے لئے خاردار خشک زہریلی جھاڑیوں کے سوا کچھ کھانا نہ ہوگا۔ ضریع ایک کانٹے دار جھاڑی ہے جس کی خباثت کی وجہ سے اسے کوئی جانور بھی نہیں کھاتا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک سے کچھ فائدہ دے گا۔ کئی چہرے اس دن تر و تازہ ہوں گے۔ اپنی نیک کاوشوں کے باعث خوش وخرم ہوں گے۔ کیونکہ دنیا میں طاعت کے سبب وہ آخرت میں اس کا ثواب دیکھیں گے۔

لیس لھم طعام الا من ضریع یعنی اہل جہنم کو کھانے کے لئے ضریع کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ ضریع دنیا میں ایک خاص قسم

کی خاردار گھاس ہے جو زمین پر پھیلتی ہے کوئی جانور اس کے پاس نہیں جاتا بد بودار زہریلی کانٹوں والی ہے۔

جہنم میں گھاس درخت کیسے:- یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے گا کہ گھاس درخت تو آگ سے جل جانے والی چیزیں ہیں جہنم میں یہ کیسے رہیں گی کیونکہ جس خالق و مالک نے ان کو دنیا میں پانی اور ہوا سے پالا ہے اس کو یہ بھی قدرت ہے کہ جہنم میں ان درختوں کی غذا آگ ہی بنادے وہ اسی سے پھلیں پھولیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ غاشیہ، بیروت)

| |
|---|
| فِیۡ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ۝ لَّا تَسۡمَعُ فِیۡهَا لَاغِیَةً۝ فِیۡهَا عَیۡنٌ جَارِیَةٌ۝ فِیۡهَا سُرُرٌ مَّرۡفُوۡعَةٌ۝ |
| عالی شان جنت میں ہوں گے۔ وہ اس میں بے ہودگی والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔ اس میں بہتے ہوئے |
| چشمے ہوں گے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں۔ |

## اہل جنت کا اونچے محلات میں ہونے کا بیان

"فِي جَنَّة عَالِيَة " حِسًّا وَمَعْنًى " لَا تَسْمَع " بِالْيَاءِ وَالتَّاء " فِيهَا لَاغِيَة " أَيْ نَفْس ذَات لَغْو : هَذَيَان مِنْ الْكَلَام " فِيهَا عَيْن جَارِيَة " بِالْمَاءِ بِمَعْنَى عُيُون " فِيهَا سُرَر مَرْفُوعَة " ذَاتًا وَقَدْرًا وَمَحِلًّا

عالی شان جنت میں قیام پذیر ہوں گے۔ یعنی جب وہ مقام بہ طور حس وحقیقت میں دیکھیں گے۔ وہ اس میں بے ہودگی والی کوئی بات نہیں سنیں گے۔ یہاں پر لفظ لاتسمع یہ یاء اور تاء دونوں طرح آیا ہے۔ لہٰذا وہ پر کوئی ایسا کلام جو بے ہود ہو وہ نہ ہوگا۔ اس میں پانی کے ساتھ بہتے ہوئے چشمے ہوں گے۔ یہاں پر ماء بہ معنی عیون چشمے ہے۔ اس میں اونچے اونچے تخت ہیں۔ یعنی اونچے محلات میں وہ ہوں گے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتی اپنے اوپر کے بالاخانے والے لوگوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ اس روشن ستارے کو دیکھتے ہو جو آسمان کے مشرقی یا مغربی افق میں ہوتا ہے اور اس (بالا خانوں کی بلندی وخوشنمائی) کا تعلق فرق مراتب سے ہوگا جو اہل جنت کے درمیان پایا جاتا ہے۔ "صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بالا خانے اوپر کے پرشکوہ محلات۔ کیا انبیاء علیہم السلام کے مکان ہونگے جن تک انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کی رسائی نہیں ہوگی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " کیوں نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ان بلند و بالا محلات اور بالا خانوں تک ان لوگوں کی بھی رسائی ہوگی جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔ (مسلم بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 190)

| |
|---|
| وَّ اَکۡوَابٌ مَّوۡضُوۡعَةٌ۝ وَّ نَمَارِقُ مَصۡفُوۡفَةٌ۝ وَّ زَرَابِیُّ مَبۡثُوۡثَةٌ۝ |
| اور جام رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور قطاروں میں لگے ہوئے گاؤ تکیے ہیں۔ اور بچھائے ہوئے مخملی قالین ہیں۔ |

## اہل جنت کیلئے مشروبات وتکیہ گاہوں کا بیان

" وَأَكْوَاب " أَقْدَاح لَا عُرَا لَهَا " مَوْضُوعَة " عَلَى حَافَّات الْعُيُون مُعَدَّة لِشُرْبِهِمْ " وَنَمَارِق " وَسَائِد " مَصْفُوفَة " بَعْضهَا بِجَنْبِ بَعْض يُسْتَنَد إِلَيْهَا " وَزَرَابِيّ " بُسُط طَنَافِس لَهَا خَمْل " مَبْثُوثَة " مَبْسُوطَة،

اور جام بڑے قرینے سے رکھے ہوئے ہوں گے۔ ایسے جام جو بغیر دستہ کے ہوں گے۔ اور اہل جنت کے پینے کیلئے رکھے ہوئے ہوں گے۔ اور قطاروں میں لگے ہوئے گاؤ تکیے ہیں۔ جن پر اہل جنت ٹیک لگائے ہوں گے۔ یعنی بعض کے پہلو بعض پر ٹیک لگائے ہوں گے۔ اور بچھائے ہوئے مخملی قالین ہیں۔ یعنی ایسے فرش ہوں گے جو روئی کی طرح نرم ہوں گے۔

## جنت کے بعض آداب معاشرت کا بیان

واکواب موضوعة اکواب، کوب کی جمع ہے، پانی پینے کے برتن کو کہا جاتا ہے جیسے آبخورے، گلاس وغیرہ اس کی صفت میں لفظ موضوعہ یعنی اپنی مقررہ جگہ پر پانی کے قریب رکھے ہوئے ہوں گے۔ یہ فرما کر آداب معاشرت کے ایک اہم باب کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ پانی پینے کے برتن پانی کے قریب مقررہ جگہ پر رہنے چاہئیں وہاں سے ادھر ادھر ہو جائیں اور پانی پینے کے وقت تلاش کرنا پڑے یہ ایذا وتکلیف کی چیز ہے اس لئے ہر شخص کو اس کا اہتمام چاہئے کہ ایسی استعمالی چیزیں جو سب گھر والوں کے کام میں آتی ہے جیسے لوٹے، گلاس، تولیہ وغیرہ ان کی جگہ مقرر رہنی چاہئے اور استعمال کرنے کے بعد اس کو وہیں رکھنا چاہئے اتکہ دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ یہ اشارہ لفظ موضوعہ سے اس لئے نکلا کہ حق تعالیٰ نے اہل جنت کی راحت وآسائش کے لئے اس کے ذکر کا اہتمام فرمایا کہاں کے پانی پینے کے برتن پانی کے قریب رکھے ہوئے ملیں گے۔

| |
|---|
| اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ○ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ○ |
| وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ○ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ○ |
| تو کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔ اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا۔ |
| اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے۔ اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔ |

## مخلوقات میں غور وفکر سے استدلال توحید کا بیان

" أَفَلَا يَنْظُرُونَ " أَيْ كُفَّار مَكَّة نَظَر اِعْتِبَار " إِلَى الْإِبِل كَيْف خُلِقَتْ "" وَإِلَى الْأَرْض كَيْف سُطِحَتْ " أَيْ بُسِطَتْ , فَيَسْتَدِلُّونَ بِهَا عَلَى قُدْرَة اللَّه تَعَالَى وَوَحْدَانِيّته , وَصُدِّرَتْ بِالْإِبِلِ لِأَنَّهُمْ أَشَدّ مُلَابَسَة لَهَا مِنْ غَيْرهَا , وَقَوْله : " سُطِحَتْ " ظَاهِر فِي أَنَّ الْأَرْض سَطْح , وَعَلَيْهِ عُلَمَاء الشَّرْع , لَا كُرَة كَمَا قَالَهُ أَهْل الْهَيْئَة وَإِنْ لَمْ يَنْقُض رُكْنًا مِنْ أَرْكَان الشَّرْع،

کیا کفار مکہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ غور کریں کہ وہ کیسے پیدا کیے گئے۔اور آسمان کی طرف کہ وہ کیسے بلند کیا گیا۔اور پہاڑوں کی طرف کہ وہ کیسے نصب کیے گئے۔اور زمین کی طرف کہ وہ کیسے بچھائی گئی۔لہٰذا وہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ووحدانیت پر استدلال کریں۔یہاں پر لفظ ابل کو شروع میں اس لئے لایا گیا ہے کیونکہ اہل عرب بہ نسبت دیگر چیزوں کے زیادہ تر اونٹوں میں رہا کرتے تھے۔اور یہ قول سطحت بالکل زمین کے بچھنے میں ظاہر ہے۔یہی نظریہ علمائے شریعت ہے جبکہ زمین گول نہیں ہے جس طرح اہل ہیت کا نظریہ ہے۔اگر چہ زمین کے گول ہونے کی صورت کوئی شرعی رکن ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

## کائنات پر غور وتدبر کی دعوت کا بیان

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی مخلوقات پر تدبر کے ساتھ نظریں ڈالیں اور دیکھیں کہ اس کی بے انتہا قدرت ان میں سے ہر ایک چیز سے کس طرح ظاہر ہوتی ہے اس کی پاک ذات پر ہر ایک چیز کس طرح دلالت کر رہی ہے اونٹ کو ہی دیکھو کہ کس عجیب وغریب ترکیب اور ہیئت کا ہے کتنا مضبوط اور قوی ہے اور اس کے باوجود کس طرح نرمی اور آسانی سے بوجھ لادلیتا ہے اور ایک بچے کیساتھ کس طرح اطاعت گزار بن کر چلتا ہے۔اس کا گوشت بھی تمہارے کھانے میں آئے اس کے بال بھی تمہارے کام آئیں اس کا دودھ تم پیو اور طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ،اونٹ کا حال سب سے پہلے اس لیے بیان کیا گیا کہ عموما عرب کے ملک میں اور عربوں کے پاس یہی جانور تھا حضرت شریح قاضی فرمایا کرتے تھے آؤ چلو چل کر دیکھیں کہ اونٹ کی پیدائش کس طرح ہے اور آسمان کی بلندی زمین سے کس طرح ہے۔(تفسیر ابن کثیر،سورہ غاشیہ،بیروت)

| |
|---|
| فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ |
| پس آپ نصیحت فرماتے رہیے،آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں۔آپ ان پر جابر وقاہر مسلط نہیں ہیں۔ |

## اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور دلائل توحید کو بیان کرتے رہنے کا بیان

"فَذَكِّرْ "هُمْ نِعَمَ اللّٰه وَدَلَائِل تَوْحِيده " إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّر "" لَسْت عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِر " وَفِي قِرَاءَة بِالسِّينِ بَدَل الصَّاد , أَيْ بِمُسَلَّطٍ وَهَذَا قَبْل الْأَمْر بِالْجِهَادِ،

پس آپ نصیحت فرماتے رہیے،یعنی انہیں اللہ کی نعمتوں اور توحید کے دلائل دیتے رہیں۔آپ تو نصیحت ہی فرمانے والے ہیں۔آپ ان پر جابر وقاہر کے طور پر مسلط نہیں ہیں۔ایک قرأت میں مصیطر یہ سین کی بہ جائے صاد کے ساتھ جس کا معنی مسلط ہے اور یہ حکم جہاد والے حکم سے پہلے کا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک جنگ کروں جب تک وہ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللّٰهُ نہ کہنے لگیں۔اگر ان لوگوں نے اس کا اقرار کرلیا تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کرلیا اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی (اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ 21 لَسْتَ

عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1292)

| |
|---|
| اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝ |
| مگر جو رُوگردانی کرے اور کفر کرے۔تو اسے اللہ سب سے بڑا عذاب دے گا۔یقیناً ہماری ہی طرف |
| ان کا لوٹ کر آنا ہے پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔ |

## ایمان سے روگردانی کرنے والوں کیلئے بڑا عذاب ہونے کا بیان

" إِلَّا " لَكِنْ " مَنْ تَوَلَّى " أَعْرَضَ عَنْ الْإِيمَان " وَكَفَرَ " بِالْقُرْآنِ " فَيُعَذِّبُهُ اللَّه الْعَذَاب الْأَكْبَر " عَذَاب الْآخِرَة وَالْأَصْغَر عَذَاب الدُّنْيَا بِالْقَتْلِ وَالْأَسْر " إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابهمْ " رُجُوعهمْ بَعْد الْمَوْت " ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابهمْ " جَزَاءَهُمْ لَا نَتْرُكهُ أَبَدًا .

مگر جو ایمان سے رُوگردانی کرے اور قرآن کا انکار کرے۔تو اسے اللہ سب سے بڑا عذاب دے گا۔جو آخرت کا عذاب ہے جبکہ دنیا کو چھوٹا عذاب قتل وقید ہے۔موت کے بعد یقیناً ہماری ہی طرف ان کا لوٹ کر آنا ہے پھر بیشک ہماری ہی طرف ان کا حساب ہے۔یعنی ان کی جزاء ہے جس کو ہم کبھی ترک نہ کریں گے۔

یعنی ایمان سے روگردانی کرنے والوں کو اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس دنیا میں بھی کئی قسم کے عذاب ملیں گے مثلا بھوک۔ قحط۔قتل۔بیماری وغیرہ۔لیکن یہ عذاب، آخرت کے عذاب (یعنی عذاب جہنم) سے دکھ اور تکلیف میں بہت کم درجے کے ہوں گے اور آخرت کا عذاب ان تمام عذابوں سے بہت بڑا اور دردناک ہوگا۔

# سُورَةُ الْفَجْرُ

## یہ قرآن مجید کی سورت فجر ہے

### سورت فجر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ الفجر مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انتیس یا تیس آیات، ایک سو انتالیس کلمات، پانچ سو ستانوے حروف ہیں۔

### سورت فجر کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ والفجر کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس میں لفظ فجر کو قسم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت فجر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝ وَ الَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝ |
| اس صبح کی قسم، اور دس راتوں کی قسم۔ اور جفت کی قسم اور طاق کی قسم۔ اور رات کی قسم جب گزر چلے۔ |
| بیشک ان میں عقل مند کے لئے بڑی قسم ہے۔ |

### فجر اور دس راتوں کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالْفَجْر " أَيْ فَجْر كُلّ يَوْم " وَلَيَالٍ عَشْر " أَيْ عَشْر ذِي الْحِجَّة " وَالشَّفْع " الزَّوْج " وَالْوَتْر " بِفَتْحِ الْوَاو وَكَسْرهَا لُغَتَانِ : الْفَرْد " وَاللَّيْل إِذَا يَسْرِ " مُقْبِلًا وَمُدْبِرًا " هَلْ فِي ذَلِكَ " الْقَسَم " قَسَم لِذِي حِجْر " عَقْل , وَجَوَاب الْقَسَم مَحْذُوف أَيْ : لَتُعَذَّبُنَّ يَا كُفَّار مَكَّة

فجر کی قسم ہے یعنی ہر دن کی فجر (صبح صادق) کی قسم ہے۔ اور دس راتوں کی قسم ہے یعنی ذوالحج کی دس راتوں کی۔ جفت یعنی جوڑے اور "وتر" اس میں واؤ پر زبر بھی پڑھی گئی ہے اور زیر بھی پڑھی گئی ہے یعنی طاق کی قسم ہے۔ اور رات کی قسم ہے، جب وہ رخصت ہوتی ہے، جب وہ آتی اور جاتی ہے۔ کیا اس میں یعنی قسم میں کسی حجر والے یعنی عقل والے کے لئے قسم ہے یہاں پہ قسم کا جواب محذوف ہے یعنی اے مکہ کے کفار تمہیں ضرور عذاب دیا جائے گا۔

### شفع اور وتر سے مراد نمازیں ہونے کا بیان

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ یعنی جفت

اور طاق)۔ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس سے مراد نمازیں ہیں۔ یعنی بعض جفت ہیں اور بعض طاق۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف قتادہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ خالد بن قیس بھی اسے قتادہ ہی سے نقل کرتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1293)

## شفع اور وتر کے مفہوم کا بیان

فجر تو ہر شخص جانتا ہے یعنی صبح اور یہ مطلب بھی ہے کہ بقر عید کے دن کی صبح، اور یہ مراد بھی ہے کہ صبح کے وقت کی نماز، اور پورا دن اور دس راتوں سے مراد ذی الحجہ مہینے کی پہلی دس راتیں۔ چنانچہ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ کوئی عبادت ان دس دنوں کی عبادت سے افضل نہیں لوگوں نے پوچھا اللہ کی راہ کا جہاد بھی نہیں؟ فرمایا یہ بھی نہیں مگر وہ شخص جو جان مال لے کر نکلا اور پھر کچھ بھی ساتھ لے کر نہ پلٹا بعض نے کہا ہے محرم کے پہلے دس دن مراد ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رمضان شریف کے پہلے دس دن لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے یعنی ذی الحجہ کی شروع کی دس راتیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ عشر سے مراد عید الاضحیٰ کے دس دن ہیں اور وتر سے مراد عرفے کا دن ہے اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے اس کی اسناد میں تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن متن میں نکارت ہے واللہ اعلم۔ وتر سے مراد عرفے کا دن ہے یہ نویں تاریخ ہوتی ہے تو شفع سے مراد دسویں تاریخ یعنی بقر عید کا دن ہے وہ طاق ہے یہ جفت ہے۔

حضرت واصل بن سائب رضی اللہ عنہ نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وتر سے مراد یہی وتر نماز ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں شفع عرفہ کا دن ہے اور وتر عید الاضحیٰ کی رات ہے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ شفع کیا ہے اور وتر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا آیت (فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ، البقرة:203) میں جو دو دن کا ذکر ہے وہ شفع ہے اور من تاخر میں جو ایک دن ہے وہ وتر ہے یعنی گیارہویں بارہویں ذی الحجہ کی شفع اور تیرھویں وتر ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ایام تشریق کا درمیانی دن شفع ہے اور آخری دن وتر ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ایک کم ایک سو نام ہیں جو انہیں یاد کرلے جنتی ہے وہ وتر ہے وتر کو دوست رکھتا ہے زید بن اسلم فرماتے ہیں اس سے مراد تمام مخلوق ہے اس میں شفع بھی ہے اور وتر بھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مخلوق شفع اور اللہ وتر ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع صبح کی نماز ہے اور وتر مغرب کی نماز ہے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شفع سے مراد جوڑ جوڑ اور وتر سے مراد اللہ عزوجل جیسے آسمان، زمین، تری، خشکی جن انس سورج چاند وغیرہ قرآن میں ہے آیت (وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ، الذاريات:49) ہم نے ہر چیز کو جوڑ جوڑ پیدا کیا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کر لو یعنی جان لو کہ ان تمام چیزوں کا خالق اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد گنتی ہے جس میں جفت بھی ہے اور طاق بھی ہے ایک حدیث میں ہے کہ شفع سے مراد دو دن ہیں اور وتر سے مراد تیسرا دن۔ یہ حدیث اس حدیث کے مخالف ہے جو اس سے پہلے گزر چکی ہے ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد نماز ہے کہ اس میں شفع ہے جیسے صبح کی دو ظہر عصر اور عشاء کی چار چار اور وتر ہے جیسے مغرب کی تین رکعتیں جو دن

کے وتر ہیں اور اسی طرح آخری رات کا وتر ایک مرفوع حدیث میں مطلق نماز کے لفظ کے ساتھ مروی ہے بعض صحابہ سے فرض نماز مروی ہے لیکن یہ مرفوع حدیث نہیں زیادہ ٹھیک یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمران بن حصین پر موقوف ہے، واللہ اعلم۔ امام ابن جریر نے ان آٹھ نو اقوال میں سے کسی کو فیصل قرار نہیں دیا۔

پھر فرماتا ہے رات کی قسم جب جانے لگے اور یہ بھی معنی کیے گئے ہیں کہ جب آنے لگے بلکہ یہی معنی زیادہ مناسب اور والفجر سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ فجر کہتے ہیں رات کے جانے کو اور دن کے آنے کو تو یہاں رات کا آنا اور دن کا جانا مراد ہوگا۔ جیسے آیت (وَالَّيۡلِ اِذَا عَسۡعَسَ 17 وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ 18)-81التکویر:17) میں عکرمہ فرماتے ہیں مراد مزدلفہ کی رات ہے۔
(تفسیر جامع البیان، سورہ فجر، بیروت)

## حجر والوں کے قصہ کا بیان

حجر سے مراد عقل ہے، حجر کہتے ہیں روک کو چونکہ عقل بھی غلط کاریوں اور جھوٹی باتوں سے روک دیتی ہے اس لیے اسے عقل کہتے ہیں۔ حطیم کو بھی حجر البیت اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ طواف کرنے والے کو کعبۃ اللہ کی شامی دیوار سے روک دیتا ہے اسی سے ماخوذ ہے حجر یمامہ اور اسی لیے عرب کہتے ہیں حجر الحاکم علی فلان جبکہ کسی شخص کو بادشاہ تصرف سے روک دے اور کہتے ہیں کہ حجرا محجورا تو فرماتا ہے کہ ان میں عقل مندوں کے لیے قابل عبرت قسم ہے کہیں تو قسمیں ہیں عبادتوں کی کہیں عبادت کے وقتوں کی جیسے حج نماز وغیرہ کہ جن سے اس کے نیک بندے اس کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کرتے ہیں اور اس کے سامنے اپنی پستی اور خود فراموشی ظاہر کرتے ہیں جب ان پرہیزگار نیک کار لوگوں کا اور ان کی عاجزی و تواضع خشوع و خضوع کا ذکر کیا تو اب ان کے ساتھ ہی ان کے خلاف جو سرکش اور بدکار لوگ ہیں ان کا ذکر ہو رہا ہے تو فرمایا ہے کہ کیا تم نے نہ دیکھا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے عادیوں کو غارت کر دیا جو کہ سرکش اور متکبر تھے، اللہ کی نافرمانی کرتے، رسول کی تکذیب کرتے اور بدیوں پر جھک پڑتے تھے ان میں اللہ کے رسول حضرت ہود علیہ السلام آئے تھے یہ عاد اولیٰ ہیں جو عاد بن ارم بن سام بن نوح کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایمانداروں کو تو نجات دے دی اور باقی بے ایمانوں کو تیز و تند خوفناک اور ہلاک آفریں ہواؤں سے ہلاک کیا سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ غضب ناک آندھی چلتی رہی اور یہ سارے کے سارے اس طرح غارت ہو گئے کہ ان کے سر الگ تھے اور دھڑ الگ تھے ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہا۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فجر، بیروت)

| |
|---|
| اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ٥ اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ٥ الَّتِىۡ لَمۡ يُخۡلَقۡ مِثۡلُهَا فِى |
| الۡبِلَادِ٥ وَثَمُوۡدَ الَّذِيۡنَ جَابُوا الصَّخۡرَ بِالۡوَادِ٥ وَفِرۡعَوۡنَ ذِى الۡاَوۡتَادِ٥ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد کے ساتھ کیسا کیا۔ ارم تھے، بڑے بڑے ستونوں |
| والے تھے۔ وہ کہ ان جیسا کوئی شہروں میں پیدا نہیں کیا گیا۔ اور ثمود کے ساتھ، جنھوں نے وادی میں |

چٹانوں کو تراشا۔ اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (کس طرح کیا)۔

## قوم عاد کے ساتھ ہونے والے سلوک کا بیان

" اَلَمْ تَرَى " تَعْلَم يَا مُحَمَّد " كَيْف فَعَلَ رَبّك بِعَادٍ "" إِرَم " هِيَ عَاد الْأُولَى , فَإِرَم عَطْف بَيَان أَوْ بَدَل , وَمَنْع الصَّرْف لِلْعَلَمِيَّةِ وَالتَّأْنِيث " ذَات الْعِمَاد " أَيْ الطُّول كَانَ طُول الطَّوِيل مِنْهُمْ أَرْبَعمِائَةِ ذِرَاع " الَّتِي لَمْ يُخْلَق مِثْلهَا فِي الْبِلَاد " فِي بَطْشهمْ وَقُوَّتهمْ

" وَثَمُود الَّذِينَ جَابُوا " قَطَعُوا " الصَّخْر " جَمْع صَخْرَة وَاتَّخَذُوهَا بُيُوتًا " بِالْوَادِ " وَادِي الْقُرَى " وَفِرْعَوْن ذِي الْأَوْتَاد " كَانَ يَتِد أَرْبَعَة أَوْتَاد يَشُدّ إلَيْهَا يَدَيْ وَرِجْلَيْ مَنْ يُعَذِّبهُ

کیا تم نے دیکھا، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ارم یہ پہلے والی عاد قوم ہے۔ ارم عطف بیان ہے یا بدل ہے اور یہ غیر منصرف یعنی علم اور مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے، جو ستون والی تھی یعنی جو لمبے تھے۔ ان کا طویل شخص بھی چار سو ہاتھ جتنا ہوتا تھا۔ یہ وہ لوگ ہیں، کہ ان کے جیسے شہروں میں پیدا نہیں کئے گئے۔ یعنی ان کی گرفت کے حساب سے اور ان کی قوت کے حساب سے۔ اور قوم ثمود جس نے کاٹ دیا چٹانوں کو یہ لفظ صخرۃ کی جمع ہے اور اس نے انہیں گھر بنالیا۔ وادی میں یعنی وادی قریٰ میں اور وہ فرعون جو میخوں والا ہے، جسے وہ سزا دیتا تھا اسے چار کیل لگوا دیتا تھا دو دونوں ہاتھوں پر اور دو دونوں پاؤں پر۔

## ذات عماد والوں کا بیان

ارم ذات العماد یہ عاد کی تفسیر بطور عطف بیان کے ہے تاکہ بخوبی وضاحت ہو جائے یہ لوگ مضبوط اور بلند ستونوں والے گھروں میں رہتے تھے اور اپنے زمانے کے اور لوگوں سے بہت بڑے تن و توش والے قوت و طاقت والے تھے اسی لیے حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ آیت (وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ، الاعراف:69) یعنی یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قوم نوح کے بعد زمین پر خلیفہ بنایا ہے اور تمہیں جسمانی قوت پوری طرح دی تمہیں چاہیے کہ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فسادی بن کر نہ رہو اور جگہ ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق سرکشی کی اور بول اٹھے کہ ہم سے زیادہ قوت والا اور کون ہے؟ کیا وہ بھول گئے کہ ان کا پیدا کرنے والا ان سے بہت ہی زبردست طاقت و قوت والا ہے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ اس قبیلے جیسے طاقتور اور شہروں میں نہ تھے بڑے طویل القامت قوی الجثہ تھے ارم ان کا دار السلطنت تھا۔ انہیں ستونوں والے کہا جاتا تھا اس لیے بھی کہ یہ لوگ بہت دراز قد تھے بلکہ صحیح وجہ یہی ہے۔ مثلھا کی ضمیر کا مرجع عماد بتایا گیا ہے ان جیسے اور شہروں میں نہ تھے یہ احقاف میں بنے ہوئے لمبے لمبے ستون تھے اور بعض نے ضمیر کا مرجع قبیلہ بتایا ہے یعنی اس قبیلے جیسے لوگ اور شہروں میں نہ تھے اور یہی قول ٹھیک ہے اور اگلا قول ضعیف ہے اسی لیے بھی کہ یہی مراد ہوتی تو لم یجعل کہا جاتا نہ کہ لم تخلق ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان میں اس

قدر زور وطاقت تھی کہ ان میں سے کوئی اٹھتا اور اور ایک بڑی ساری چٹان لے کر کسی قبیلے پر پھینک دیتا تو بیچارے سب کے سب دب کر مر جاتے۔

حضرت ثور بن زید دیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق پر یہ لکھا ہوا پڑھا ہے کہ میں شداد بن عاد ہوں میں نے ستون بلند کیے ہیں میں نے ہاتھ مضبوط کیے ہیں میں نے سات ذرائع کے خزانے جمع کیے ہیں جو امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکالے گی غرض خواہ یوں کہو کہ وہ عمدہ اونچے اور مضبوط مکانوں والے تھے خواہ یوں کہو کہ وہ بلند و بالا ستونوں والے تھے یا یوں کہو کہ وہ بہترین ہتھیاروں والے تھے یا یوں کہو لمبے لمبے قد والے تھے مطلب یہ ہے کہ ایک قوم تھی جن کا ذکر قرآن کریم میں کئی جگہ ثمودیوں کے ساتھ آچکا ہے یہاں بھی اسی طرح عادیوں اور ثمودیوں کا دونوں کا ذکر ہے واللہ اعلم۔

بعض حضرات نے یہ بھی کہا کہ ارم ذات العماد ایک شہر ہے یا تو دمشق یا اسکندریہ لیکن یہ قول ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لیے کہ عبارت کا ٹھیک مطلب نہیں بنتا کیونکہ یا تو یہ بدل ہو سکتا ہے یا عطف بیان دوسرے اس لیے بھی کہ یہاں یہ بیان مقصود ہے کہ ہر ایک سرکش قبیلے کو اللہ نے برباد کیا جن کا نام عادی تھا، نہ کہ کسی شہر کو میں نے اس بات کو یہاں اس لیے بیان کر دیا ہے تاکہ جن مفسرین کی جماعت نے یہاں یہ تفسیر کی ہے کہ ان سے کوئی شخص دھوکے میں نہ پڑ جائے وہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جس کی ایک اینٹ سونے کی ہے دوسرے چاندی کی اس کے مکانات باغات محلے وغیرہ سب چاندی سونے کے ہیں کنکر لولو اور جواہر ہیں مٹی مشک ہے نہریں بہہ رہی ہیں پھل تیار ہیں، کوئی رہنے سہنے والا نہیں ہے در و دیوار خالی ہیں کوئی ہاں ہوں کرنے والا بھی نہیں، یہ شہر جگہ بدلتا رہتا ہے کبھی شام میں کبھی یمن میں کبھی عراق میں کبھی کہیں کبھی کہیں۔ وغیرہ یہ سب خرافات بنواسرائیل کی ہیں ان کے بددینوں نے یہ خود ساختہ روایت تیار کی ہے تاکہ جاہلوں میں باتیں بنائیں، ثعلبی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ایک اعرابی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں اپنے گم شدہ اونٹوں کو ڈھونڈ رہا تھا کہ جنگل بیابان میں اس نے اسی صفت کا ایک شہر دیکھا اور اس میں گیا، گھوما پھرا، پھر لوگوں سے آکر ذکر کیا لوگ بھی وہاں گئے لیکن پھر کچھ نظر نہ آیا، ابن ابی حاتم نے یہاں ایسے قصے بہت سے لمبے چوڑے نقل کیے ہیں یہ حکایت بھی صحیح نہیں اور اگر یہ اعرابی والا قصہ سنداً صحیح مان لیں تو ممکن ہے کہ اسے ہوس اور خیال ہوا اور اپنے خیال میں اس نے یہ نقشہ جما لیا ہو اور خیالات کی پختگی اور عقل کی کمی نے اسے یقین دلایا ہو کہ وہ صحیح طور پر یہی دیکھ رہا ہے اور فی الواقع یوں نہ ہو ٹھیک اسی طرح جو جاہل حریص اور خیالات کے کچے ہوں سمجھتے ہیں کہ کسی خاص زمین تلے سونے چاندی کے پل ہیں اور قسم قسم کے جواہر یاقوت لولو اور موتی ہیں اکسیر کبیر ہے لیکن ایسے چند موانع ہیں کہ وہاں لوگ پہنچ نہیں سکتے مثلاً خزانے کے منہ پر کوئی اژدھا بیٹھا ہے کسی جن کا پہرہ ہے وغیرہ یہ سب فضول قصے اور بناوٹی باتیں ہیں انہیں گھڑ گھڑا کر بیوقوفوں اور مال کے حریصوں کو اپنے دام میں پھانس کر ان سے کچھ وصول کرنے کے لیے مکاروں نے مشہور کر رکھے ہیں پھر کبھی چلے کھینچنے کے بہانے سے کبھی بخور کے بہانے سے کبھی کسی اور طرح سے ان سے یہ مکار روپے وصول کر لیتے ہیں اور اپنا پیٹ پالتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ زمین میں سے جاہلیت کے زمانے کا یا مسلمانوں کے زمانے کا کسی کا گاڑا ہوا مال نکل آئے تو اس کا پتہ جسے چل جائے وہ اس کے ہاتھ لگ

جاتا ہے نہ وہاں کوئی مار گنج ہوتا ہے نہ کوئی دیو بھوت جن پری جس طرح ان لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے یہ بالکل غیر صحیح ہے یہ ایسے ہی لوگوں کی خود ساختہ بات ہے یا ان جیسے ہی لوگوں سے سنی سنائی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک سمجھ دے۔

امام ابن جریر نے بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے اس سے قبیلہ مراد ہو اور ممکن ہے شہر مراد ہو لیکن ٹھیک نہیں یہاں تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قوم کا ذکر ہے نہ کہ شہر کا اسی لیے اس کے بعد ہی ثمودیوں کا ذکر کیا کہ وہ ثمودی جو پتھروں کی تراش لیا کرتے تھے جیسے اور جگہ ہے آیت (وَتَنۡحِتُوۡنَ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا فٰرِهِيۡنَ ،الشعراء:149) یعنی تم پہاڑوں میں اپنے کشادہ آرام دہ مکانات اپنے ہاتھوں پتھروں میں تراش لیا کرتے ہو۔ اس کے ثبوت میں کہ اس کے معنی تراش لینے کے ہیں عربی شعر بھی ہیں ابن اسحاق فرماتے ہیں ثمودی عرب تھے وادی القری میں رہتے تھے عادیوں کا قصہ پورا پورا سورہ اعراف میں ہم بیان کر چکے ہیں اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا میخوں والا فرعون اوتاد کے معنی ابن عباس نے لشکروں کے کیے ہیں جو کہ اس کے کاموں کو مضبوط کرتے رہتے تھے یہ بھی مروی ہے کہ فرعون غصے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا چورنگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر پھینکتا تھا جس سے اس کا کچومر نکل جاتا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسیوں اور میخوں وغیرہ سے اس کے سامنے کھیل کیے جاتے تھے اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اس نے اپنی بیوی صاحبہ کو جو مسلمان ہو گئی تھیں لٹا کر دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں میخیں گاڑیں پھر بڑا سا چکی کا پتھر ان کی پیٹھ پر مار کر جان لے لی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فجر، بیروت)

| |
|---|
| الَّذِيۡنَ طَغَوۡا فِى الۡبِلَادِ۞ فَاَكۡثَرُوۡا فِيۡهَا الۡفَسَادَ۞ فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبُّكَ |
| سَوۡطَ عَذَابٍ۞ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالۡمِرۡصَادِ۞ |
| وہ لوگ جو شہروں میں حد سے بڑھ گئے۔ پس انھوں نے ان میں بہت زیادہ فساد پھیلا دیا۔ تو آپ کے رب نے |
| ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ بیشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔ |

## زمین میں فساد کرنے والوں کا بیان

" الَّذِينَ طَغَوۡا " تَجَبَّرُوا " فِي الۡبِلَاد "" فَأَكۡثَرُوا فِيهَا الۡفَسَاد " الۡقَتۡل وَغَيۡره " فَصَبَّ عَلَيۡهِمۡ رَبّك سَوۡط " نَوۡع " عَذَاب "" إِنَّ رَبّك لَبِالۡمِرۡصَادِ " يَرۡصُد أَعۡمَال الۡعِبَاد فَلَا يَفُوتهُ مِنۡهَا شَيۡء لِيُجَازِيَهُمۡ عَلَيۡهَا

جنہوں نے شہروں میں سرکشی اختیار کی۔ انہوں نے ان شہروں میں بکثرت فساد کیا یعنی قتل وغیرہ کیا۔ و تمہارے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یعنی ایک مخصوص قسم کا عذاب نازل کیا۔ بے شک تمہارا پروردگار گھات میں ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے اعمال کو نوٹ کر رہا ہے تاکہ وہ انہیں ان کی جزا دے اور اس سے کوئی بھی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

## الفاظ کے لغوی معانی کا بیان

صب: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ صب مصدر۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے۔ اور اس کا فعل باب نصر سے آئے گا۔ دوسری صورت میں بہنے کے معنی ہوں گے۔ اور فعل باب ضرب سے آئے گا۔ قرآن مجید میں یہ متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ اس نے اوپر سے بہایا۔ اس نے اوپر سے ڈالا۔ سوط عذاب میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہے۔ اصل میں عذاب سوط تھا۔ سوط کا اصل لغوی معنی ہے مخلوط کر دینا۔ کوڑے میں مختلف بل مخلوط ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس کو سوط کہتے ہیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دنیا کا عذاب ایسا ہے جیسے تلوار کے مقابلہ میں کوڑا۔ اسی لئے دنیوی عذاب کو کوڑے سے تشبیہ دی۔ ترجمہ:۔ پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یعنی طرح طرح کا عذاب ان پر نازل کیا۔

| |
|---|
| فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ○ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ |
| فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ○ |
| پس لیکن انسان جب اس کا رب اسے آزمائے، پھر اسے عزت بخشے اور اسے نعمت دے تو کہتا ہے میرے رب |
| نے مجھے عزت بخشی۔ اور لیکن جب وہ اسے آزمائے، پھر اس پر اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے |
| میرے رب نے مجھے ذلیل کردیا۔ ہرگز ایسا نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔ |

## کفار کی آزمائش ہونے کا بیان

"فَاَمَّا الْاِنْسَان" "الْكَافِر" "اِذَا مَا ابْتَلَاهُ" "اِخْتَبَرَهُ" "رَبّه فَاَكْرَمَهُ" "بِالْمَالِ وَغَيْره" "وَنَعَّمَهُ فَيَقُول رَبِّي اَكْرَمَنَ" "وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ" "ضَيَّقَ" "عَلَيْهِ رِزْقه فَيَقُول رَبِّي اَهَانَن" "كَلَّا" رَدْع, اَيْ لَيْسَ الْاِكْرَام بِالْغِنَى وَالْاِهَانَة بِالْفَقْرِ وَاِنَّمَا هُوَ بِالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَة, وَكُفَّار مَكَّة لَا يَنْتَبِهُونَ لِذَلِكَ" بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيم" "لَا يُحْسِنُونَ اِلَيْهِ مَعَ غِنَاهُمْ اَوْ لَا يُعْطُونَهُ حَقّه مِنْ الْمِيرَاث

جہاں تک انسان کا یعنی کافر شخص کا تعلق ہے تو جب پروردگار اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تاکہ جان لے تو اسے مال اور دیگر چیزوں کے ذریعے عزت عطا کرتا ہے اور نعمتیں عطا کرتا ہے۔ تو وہ بندہ یہ کہتا ہے میرے پروردگار نے میری عزت افزائی کی ہے۔ اور جب وہ پروردگار اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور اس کا رزق اس کے لئے تنگ کر دیتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے۔ میرے پروردگار نے میری تذلیل کی ہے۔ لفظ کلا، ردع یعنی (ڈانٹنے) کے لئے ہے یعنی خوشحال شخص کی عزت افزائی اور غریب کی رسوائی نہیں ہوتی بلکہ یہ تو اطاعت اور گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن مکہ کے کفار اس سے آگاہ نہیں ہیں لیکن تم لوگ یتیموں کی عزت افزائی نہیں کرتے یعنی تم ان کے ساتھ ان کے خوشحال ہونے کے باوجود اچھا سلوک نہیں کرتے اور ان کا وراثت میں حق نہیں دیتے۔

## دنیا میں انسانیت کی آمائش وامتحان کا بیان

یہاں انسان سے مراد اصل میں تو کافر انسان ہے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق جو چاہے خیال باندھ لے مگر مفہوم عام کے اعتبار سے وہ مسلمان بھی اس خطاب میں شریک ہے جو اس جیسے خیال میں مبتلا ہو اور وہ خیال یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے رزق میں وسعت اور مال ودولت صحت وتندرستی سے نوازے تو شیطان اس کو دو باطل خیالات میں مبتلا کرتا ہے اول یہ کہ وہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ میری ذاتی صلاحیت اور عقل وفہم اور سعی وعمل کا لازمی نتیجہ ہے جو مجھے ملنا ہی چاہئے میں اس کا مستحق ہوں دوسرے یہ کہ ان چیزوں کے حاصل ہونے سے یہ قرار دے کہ میں اللہ کے نزدیک بھی مقبول ہوں اگر مردود ہوتا تو وہ مجھے یہ نعمتیں کیوں دیتا۔ اسی طرح جب کسی انسان پر رزق میں تنگی اور فرقہ وفاقہ آوے تو اس کو اللہ کے نزدیک مردود ہونے کی دلیل سمجھے اور اس پر اسلئے خفا ہو کہ میں تو مستحق انعام واکرام کا تھا مجھے بے وجہ ذلیل وحقیر کر دیا، ایسے خیالات کفار ومشرکین میں تو ہوتے ہی تھے اور قرآن کریم میں کئی جگہ کفار کے ان خیالات کا اظہار مذکور بھی ہے افسوس ہے کہ آجکل بہت سے مسلمان بھی گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے ان آیات میں ایسے انسانوں کا حال ذکر کر کے فرمایا کلا یعنی تمہارا یہ خیال بالکل باطل بے بنیاد ہے نہ دنیا میں وسعت رزق نیک اور مقبول عند اللہ ہونے کی علامت ہے اور نہ تنگی رزق اور فقر وفاقہ اللہ کے نزدیک مردود یا ذلیل ہونے کی علامت ہے بلکہ اکثر معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ فرعون کو دعوائے خدائی کے ساتھ کبھی دردسر بھی نہ ہوا اور بعض پیغمبروں کو دشمنوں نے آرے سے چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرات مہاجرین میں سے جو فقیر ومفلس تھے وہ اغنیا مہاجرین سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے (رواہ مسلم عن عبداللہ بن عمر، مظہری) اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت فرماتے ہیں اس کو دنیا سے ایسا پرہیز کراتے ہیں جیسے تم لوگ اپنے بیمار کو پانی سے پرہیز کراتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی، سورہ فجر، بیروت)

## یتیم کی عزت کرنے کی فضیلت کا بیان

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا کہ وہ یتیم خواہ اس کا ہو یا کسی اور کا جنت میں اس طرح ہوں گے یہ کہہ کر آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔ (بخاری، مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 883)

وہ یتیم خواہ اس کا ہو یا کسی اور کا" کے ذریعہ اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مطلق یتیم کی کفالت وپرورش کرنے کی فضیلت ہے وہ یتیم خواہ اس کا اپنا قرابتی ہو جیسے پوتا اور بھتیجا وغیرہ یا کوئی غیر قرابتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے واضح کیا کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ ہوگا کہ جتنا کہ ان دونوں انگلیوں کے درمیان ہے نیز آپ نے ان دونوں انگلیوں کے ذریعہ اس طرح بھی اشارہ کیا کہ مرتبہ نبوت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے اور سخاوت ومروت کے مرتبہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔

وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا۝
وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۝ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا۝

اور نہ تم آپس میں مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔اور وراثت کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔اور تم مال و دولت سے حد درجہ محبت رکھتے ہو۔یقیناً جب زمین پاش پاش کر کے ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔

## مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دلانے کا بیان

"وَلَا تَحَاضُّونَ " أَنْفُسهمْ أَوْ غَيْرهمْ " عَلَى طَعَام " أَيْ إِطْعَام " الْمِسْكِين "" وَتَأْكُلُونَ التُّرَاث " الْمِيرَاث " أَكْلًا لَمًّا " أَيْ شَدِيدًا , لِلَمِّهِمْ نَصِيب النِّسَاء وَالصِّبْيَان مِنْ الْمِيرَاث مَعَ نَصِيبهمْ مِنْهُ أَوْ مَعَ مَالهمْ" وَتُحِبُّونَ الْمَال حُبًّا جَمًّا " أَيْ : كَثِيرًا فَلَا يُنْفِقُونَهُ , وَفِي قِرَاءَة بِالْفَوْقَانِيَّةِ فِي الْأَفْعَال الْأَرْبَعَة

"كَلَّا " رَدْع لَهُمْ عَنْ ذَلِكَ " إِذَا دُكَّتْ الْأَرْض دَكًّا دَكًّا " زُلْزِلَتْ حَتَّى يَنْهَدِم كُلّ بِنَاء عَلَيْهَا وَيَنْعَدِم

اور تم لوگ ترغیب نہیں دیتے۔اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی کھانے کی یعنی کھلانے کی غریب کو۔اور تم لوگ میراث کو کھا لیتے ہو مکمل طور پر یا مراد اس شخص پر سختی کرنا ہے' جو خواتین اور بچوں کی وراثت میں سے حصے کو کھا جانے کا ارادہ کرتا ہے باوجود یکہ انہیں اس شخص کی وراثت میں سے بھی حصہ ملتا ہے یا وہ ان کے مال کے ساتھ ایسا کرتا ہے۔اور تم مال سے شدید یعنی بکثرت محبت رکھتے ہو وہ لوگ اسے خرچ نہیں کرتے تھے۔ایک قرأت کے مطابق چاروں افعال میں فوقانیہ ہو گا۔ کلا یہ ان لوگوں کو اس عمل سے جھڑکنے کے لئے ہے' جب زمین کو پاش پاش کر دیا جائے گا یعنی اس پہ زلزلے آئیں گے۔یہاں تک کہ اس میں موجود ہر عمارت منہدم ہو جائے گی اور معدوم ہو جائے گی۔

یعنی دوسروں کے حقوق واجبہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ اوروں کو حقوق واجبہ ادا کرنے کو کہتے ہو اور عملا اس کے تارک اور اعتقادا اس کے منکر ہو،اور ترک واجب کافر کے لئے موجب زیادت تعذیب اور فساد اعتقاد موجب نفس تعذیب ہے۔

وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا۝ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى۝ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۝ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ۝ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ۝

اور آپ کا رب جلوہ فرما ہو گا اور فرشتے قطار در قطار حاضر ہوں گے۔اور اس دن دوزخ پیش کی جائے گی،اس دن انسان کو سمجھ آ جائے گی مگر اسے نصیحت کہاں ہوگی۔کہے گا اے کاش! میں نے اپنی زندگی کے لیے آگے بھیجا ہوتا۔پس اس دن نہ اس کے عذاب کی طرح کوئی عذاب دے سکے گا۔اور نہ اس کے باندھنے جیسا کوئی باندھے گا۔

## فرشتوں کا صف بہ صف حاضر ہونے کا بیان

" وَجَاءَ رَبُّكَ " أَيْ أَمْره " وَالْمَلَكُ " أَيْ الْمَلَائِكَة " صَفًّا صَفًّا " حَال , أَيْ مُصْطَفِّينَ أَوْ ذَوِي صُفُوف كَثِيرَة

" وَجِيءَ يَوْمئِذٍ بِجَهَنَّم " تُقَاد بِسَبْعِينَ أَلْف زِمَام كُلّ زِمَام بِأَيْدِي سَبْعِينَ أَلْف مَلَك لَهَا زَفِير وَتَغَيُّظ " يَوْمئِذٍ " بَدَل مِنْ إذَا وَجَوَابهَا " يَتَذَكَّر الْإِنْسَان " أَيْ الْكَافِر مَا فَرَّطَ فِيهِ " وَأَنَّى لَهُ الذِّكْرَى " اِسْتِفْهَام بِمَعْنَى النَّفْي , أَيْ لَا يَنْفَعهُ تَذَكُّره ذَلِكَ

" يَقُول " مَعَ تَذَكُّره " يَا لَيْتَنِي " لِلتَّنْبِيهِ " قَدَّمْت " الْخَيْر وَالْإِيمَان " لِحَيَاتِي " الطَّيِّبَة فِي الْآخِرَة أَوْ وَقْت حَيَاتِي فِي الدُّنْيَا

" فَيَوْمئِذٍ لَا يُعَذِّب " بِكَسْرِ الذَّال " عَذَابه " أَيْ اللَّه " أَحَد " أَيْ لَا يَكِلهُ إلَى غَيْره

" وَلَا يُوثِق " وَكَذَا " لَا يُوثِق " بِكَسْرِ الثَّاء " وَثَاقه أَحَد " وَفِي قِرَاءَة بِفَتْحِ الذَّال وَالثَّاء فَضَمِير عَذَابه وَوَثَاقه لِلْكَافِرِ وَالْمَعْنَى لَا يُعَذَّب أَحَد مِثْل تَعْذِيبه وَلَا يُوثَق مِثْل إيثَاقه

اور تمہارا پروردگار آئے گا یعنی اس کا حکم آئے گا اور ملک یعنی فرشتے صف بنا کر کھڑے ہوئے ہوں گے یعنی ان کی حالت یہ ہو گی کہ انہوں نے صفیں بنائی ہوئی ہوں گی یا مطلب یہ ہے ان کی بہت زیادہ صفیں ہوں گی۔ اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا یعنی اسے ستر ہزار لگاموں کے ذریعے کھینچ کر لایا جائے گا اور ہر ایک لگام ستر ہزار فرشتوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ وہ آوازیں نکال رہی ہوگی اور جوش مار رہی ہوں گی۔ اس دن یہ اذا کا بدل ہے اور اس کا جواب یہ ہے انسان یاد کرے گا یعنی کافر یاد کرے گا۔ اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی تھی اور اب اس کے لئے یاد کرنے کا وقت کہاں ہے۔ یہ استفہام نفی کے معنی میں ہے یعنی اب اس کا یاد کرنا اسے فائدہ نہیں دے گا۔ وہ یہ کہے گا یعنی یاد کرنے کے ساتھ یہ کہے گا اے یہ تنبیہ کے لئے ہے "کاش" میں نے آگے بھیجا ہوتا یعنی بھلائی اور ایمان میں سے آگے بھیجا ہوتا اپنی زندگی کے لئے یعنی آخرت میں اچھی زندگی کے۔ لئے یا دنیا میں اپنی زندگی کے دوران آگے بھیجا ہوا ہوتا۔ واس دن عذاب نہیں دے گا یہاں پر "ذ" پر "زیر" ہے۔ اس کا عذاب یعنی اللہ کا عذاب کوئی اور یعنی اللہ تعالیٰ اس عذاب کو کسی دوسرے کے سپرد نہیں کرے گا۔ اور اسی طرح کوئی نہیں باندھے گا یہاں پر "ث" پر زبر ہے اس کے باندھنے کو کوئی ایک ایک قرأت کے مطابق (لفظ یعذب) میں "ذ" پر (لفظ یوثق میں) "ث" پر زبر ہے۔ اس صورت میں لفظ عذابہ اور لفظ وثاقہ کی ضمیر کافر کے لئے ہوگی اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح کافر کو عذاب دیا جائے گا۔ اس کی مانند کسی کو نہیں دیا جائے گا اور جس طرح کافر کو باندھا جائے گا اس کی مانند کسی کو نہیں باندھا جائے گا۔

یعنی آئے گا آپ کا رب اور فرشتے صف بصف مراد میدان حشر میں آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آنے کی کیا شان ہوگی اس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ متشابہات میں سے ہے اور فرشتوں کا صف بصف آنا بظاہر ہے وجای یومئذ بجھنم، یعنی لا جائیگا اس روز جہنم کو،

جہنم کو لائے جانے کا کیا مطلب ہے اور کس طرح میدان حشر میں لائی جائے گی اس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ظاہر یہ ہے کہ جہنم جواب ساتویں زمین کی تہ میں ہے اس وقت وہ بھڑک اٹھے گی اور سمندر سب آگ ہو کر اس میں شامل ہو جائیں گے اس طرح جہنم عرصہ حشر میں سب کے سامنے آ جائے گی۔

جہنم کی ستر ہزار باگیں ہوں گی، ہر باگ پر ستر ہزار فرشتے جمع ہو کر اس کو کھینچیں گے اور وہ جوش وغضب میں ہو گی، یہاں تک کہ فرشتے اس کو عرش کے بائیں جانب لائیں گے، اس روز سب نفسی نفسی کہتے ہوں گے، سوائے حضور پُر نور حبیب خدا سید انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، کہ حضور یارب امّتی امّتی فرماتے ہوں گے، جہنم حضور سے عرض کرے گی کہ اے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کا میرا کیا واسطہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ پر حرام کیا ہے۔ (تفسیر جمل، سورہ فجر، لاہور)

| |
|---|
| يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۝ |
| فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۝ |
| اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف واپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی ہو۔ |
| پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ |

## نفس مطمئنہ کو اپنی جناب میں بلانے کا بیان

"يَا أَيَّتهَا النَّفْس الْمُطْمَئِنَّة " الْآمِنَة وَهِيَ الْمُؤْمِنَة" اِرْجِعِي إِلَى رَبّك " يُقَال لَهَا ذَلِكَ عِنْد الْمَوْت , أَيْ اِرْجِعِي إِلَى أَمْره وَإِرَادَته " رَاضِيَة " بِالثَّوَابِ " مَرْضِيَّة " عِنْد اللَّه بِعَمَلِك , أَيْ جَامِعَة بَيْن الْوَصْفَيْنِ وَهُمَا حَالَانِ وَيُقَال لَهَا فِي الْقِيَامَة " فَادْخُلِي فِي " جُمْلَة " عِبَادِي " الصَّالِحِينَ" وَادْخُلِي جَنَّتِي " مَعَهُمْ .

اے مطمئن نفس یعنی امن والے نفس اس سے مراد مومن نفس ہے۔ تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آؤ۔ یہ اس سے موت کے وقت کہا جائے گا یعنی اس کے حکم اور اس کے ارادے کی طرف واپس آ جاؤ۔ راضی ہوتے ہوئے اس کے ثواب سے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوتے ہوئے اپنے عمل کی وجہ سے یعنی جو دونوں صفات کا جامع ہو اور یہ دونوں حال ہیں اور قیامت کے دن اس سے کہا جائے گا۔ تم داخل ہو جاؤ میرے نیک بندوں میں۔ اور تم داخل ہو جاؤ ان کے ساتھ میری جنت میں داخل ہو جاؤ۔

## سورت فجر آیت ۲۷ کے شان نزول کا بیان

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میٹھے پانی کے لیے بئر رومہ (ایک میٹھے پانی کا کنواں تھا) خریدے گا اللہ اس کی مغفرت فرما دیں گے تو اس کنویں کو حضرت عثمان نے خرید لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس کنویں کو لوگوں کے پینے کے لیے وقف کرنا چاہتا ہے انہوں نے کہا جی ہاں اس پر اللہ نے حضرت عثمان کے بارے میں یہ

آیت نازل فرمائی۔ یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۔ اے اطمینان پانے والی روح۔ (سیوطی 334، زادالمسیر 9۔123، قرطبی 20۔58)

## نفس راضیہ ومرضیہ کا بیان

راضیۃ مرضیۃ، یعنی یہ نفس اللہ تعالیٰ سے اسکے تکوینی اور تشریعی احکام پر راضی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہے کیونکہ بندہ کا اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام پر راضی ہونا ہی اس کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے، اگر اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہ ہوتا تو اسکو رضا بالقضا کی توفیق ہی نہ ہوتی۔ یہ نفس اپنی موت کے وقت موت پر بھی راضی اور خوش ہوتا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے **من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاہ، ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاہ**، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملنے کو پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے یہ حدیث سن کر حضرت صدیقہ عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ سے ملنا تو موت ہی کے ذریعہ ہوسکتا ہے لیکن موت تو ہمیں یا کسی کو بھی پسند نہیں، آپ نے فرمایا یہ بات نہیں، حقیقت یہ ہے کہ مومن کو موت کے وقت فرشتوں کے ذریعہ اللہ کی رضا اور جنت کی بشارت دیجاتی ہے جس کو سن کر اس کو موت زیادہ محبوب ہوجاتی ہے۔ اسی طرح کافر کو موت کے وقت عذاب اور سزا سامنے کردی جاتی ہے اسلئے اس کو اس وقت موت سے بڑھ کر کوئی چیز بری اور مکروہ معلوم نہیں ہوتی (رواہ البخاری ومسلم، تفسیر مظہری، سورہ فجر، لاہور)

**فادخلی فی عبدی وادخلی جنتی** نفس مطمئنہ کو مخاطب کرکے یہ حکم ہوگا کہ میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ اس میں پہلے اللہ کے صالح اور مخلص بندوں میں شامل ہونیکا حکم ہے پھر جنت میں داخل ہونیکا، اس میں اشارہ پایا جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونا اس پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ کے صالح مخلص بندوں کے زمرہ میں شامل ہو ان سب کے ساتھ ہی جنت میں داخل ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا میں صالحین کی صحبت ومعیت اختیار کرتا ہے یہ علامت اس کی ہے کہ یہ بھی انکے ساتھ جنت میں جائے گا اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی دعا میں فرمایا **وادخلنی برحمتك فی عبادك الصلحین** اور حضرت یوسف علیہ السلام نے دعا میں فرمایا **والحقنی بالصلحین**، معلوم ہوا کہ صحبت صالحین وہ نعمت کبری ہے کہ انبیا علیہ السلام بھی اس کی دعا سے مستغنی نہیں۔ (تفسیر قرطبی، معارف، سورہ فجر، بیروت)

# سُورَةُ الْبَلَدُ

## یہ قرآن مجید کی سورت بلد ہے

### سورت بلد کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ بلد مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، بیس آیات، بیاسی کلمات، تین سو بیس حروف ہیں۔

### سورت بلد کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ البلد کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی شہر یعنی مکہ ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس شہر میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے قسم اٹھائی۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت بلد کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ○ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ○ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ○ |
| میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ (اے حبیب مکرم!) اس لئے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ |
| اور تمہارے باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی کہ تم ہو۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میلاد کی قسم اٹھانے کا بیان

"لا" زَائِدَة "أُقْسِم بِهَذَا الْبَلَد" "مَكَّة" "وَأَنْتَ" "يَا مُحَمَّد" "حِلّ" "حَلَال" "بِهَذَا الْبَلَد" "بِأَنْ يَحِلّ لَك فَتُقَاتِل فِيهِ, وَقَدْ أَنْجَزَ اللَّه لَهُ هَذَا الْوَعْد يَوْم الْفَتْح, فَالْجُمْلَة اِعْتِرَاض بَيْن الْمُقْسَم بِهِ وَمَا عُطِفَ عَلَيْهِ" "وَوَالِد" "أَيْ آدَم" "وَمَا وَلَدَ" "أَيْ ذُرِّيَّته وَمَا بِمَعْنَى مِنْ

''لا'' یہ زائدہ ہے میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں یعنی مکہ کی۔ اور تم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حلال ہو جاؤ گے اس شہر میں یعنی تمہارے لئے یہ حلال ہو جائے گا کہ تم اس میں جنگ کر سکو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے دن اپنے اس وعدے کو پورا کر دیا تو اب جس چیز کے ساتھ قسم کھائی گئی اور جو اس پر عطف کیا گیا اس کے درمیان یہ جملہ معترضہ ہوگا۔ اور والد یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی قسم ہے اور جو اس کی اولاد ہے یعنی جو ان کی ذریت ہے۔ یہاں پر ''ما'' یہ ''من'' کے معنی میں ہے۔

### شہر مکہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا بیان

فرمایا جا رہا ہے کہ محبوب میں شہر مکہ کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ یہ تیرا شہر ہے ورنہ مجھے کیا پڑی کہ میں کسی شہر کی قسم کھاتا پھروں۔ میں تو ساری زمین کا مالک ومختار ہوں۔ میں تو زمینوں، آسمانوں، سورج، چاند، ستاروں سب کا خالق ہوں، میں کرۂ ارضی

کے کسی خاص ٹکڑے کی قسم کیوں کھاؤں۔ میں کسی چاند یا ستارے کی قسم کیوں کھاؤں، یہ تو سب میری مخلوقات ہیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ میری حمد بیان کرتا ہے، میری ذات کے گرد مصروف طواف رہتا ہے۔ اگر سرزمین مکہ میں کعبہ ہے تو کیا ہوا، یہ تمہارے لئے باعث برکت ہوسکتا ہے، میرے لئے تو یہ محض مخلوقات میں سے ایک ہے۔ اگر شہر مکہ میں صفا اور مروہ ہے تو بھی کیا ہوا! حضرت حاجرہ علیہا السلام کے نقوش پا ہی کو چومنے سے ان کو یہ عظمت ملی۔ یہ تمہارے لئے مقدس پہاڑیاں ہوسکتی ہیں لیکن میرے لئے ان کی حیثیت ریت کے ٹیلوں سے زیادہ نہیں۔ اگر شہر مکہ میں چاہ زم زم ہے تو یہ بھی میرے لئے ایک کنواں ہی ہے جو تمہارے لئے باعث فضیلت ہوسکتا ہے۔ میری ذات تو ان چیزوں سے ماوراء ہے۔ حطیم اور غلاف کعبہ تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہیں لیکن میری ذات تو کسی چیز کی محتاج نہیں۔ مگر میں پھر بھی اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں، اس کی وجہ کعبہ ہے نہ مطاف و زمزم، یہاں ہزاروں انبیاء کے مزارات ہیں لیکن یہ بھی میری قسم کا سبب نہیں بن سکتے۔ آ محبوب! تجھے بتاؤں کہ میں شہر مکہ کی قسم کیوں کھاتا ہوں۔ محبوب! اس لئے کہ یہ تیرا شہر ہے۔ اس سرزمین نے تیرے قدموں کو بوسہ دینے کا اعزاز حاصل کیا ہے۔ یہ ریگ رواں تیرے تلوؤں کا دھوون پینے کی سعادت سے سرفراز ہوئی ہے۔ اس شہر کی قسم اس لئے کھاتا ہوں کہ محبوب تو ان گلیوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ مجھے یہ گلیاں پیاری لگتی ہیں کہ یہ تیری پذیرائی کے لئے چشم براہ رہتی ہیں۔ محبوب! تو چلتا ہے تو یہ تیری راہ میں عقیدت کا آنچل بچھا دیتی ہیں۔ اس شہر میں محبوب تیرا گھر ہے۔ یہ تیرے پیدا ہونے کی جگہ ہے۔ اسی شہر مکہ میں صبح میلا دتو یہ نے تیری آمد کا مژدہ سنا کر رہائی پائی تھی کہ آج ساری انسانیت کا نجات دہندہ پیدا ہوا ہے۔ ان ہواؤں نے طشت تمنا میں تیری سانسوں کے گلاب سجائے ہیں۔ ان فضاؤں نے تیرے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے۔ اسی شہر کے در و دیوار نے تیرے جلوؤں کی تابانی کو اپنا جھومر بنایا ہے۔ اس شہر میں تیرا بچپن گزرا، لڑکپن، جوانی اور بڑھاپا گزرا۔ محبوب! ان فضاؤں میں تیری سانسوں کی خوشبو رچی بسی ہے۔ تیرے لب شیریں کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ یہ فضائیں محبوب! تیرے پسینے کی خوشبوؤں سے مہک رہی ہیں۔ ان ہواؤں نے تیرے دامن کو آنکھوں سے لگایا ہے۔ اے شہر مکہ! تو مجھے محبوب ہے اس لئے کہ تو میرے محبوب کا شہر دلنواز ہے۔

| |
|---|
| لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝ یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝ |
| اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝ |
| بیشک ہم نے انسان کو مشقت میں (مبتلا رہنے والا) پیدا کیا ہے۔ کیا وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی بھی قابو نہ پا سکے گا؟ |
| کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال برباد کر ڈالا۔ کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اُسے کسی نے نہیں دیکھا؟ کیا ہم نے اس کے لئے |
| دو آنکھیں نہیں بنائیں۔ اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے اسے دو واضح راستے دکھا دیے۔ |

## تخلیق انسان اور آزمائش کا بیان

" لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَان " اَیْ الْجِنْس " فِیْ كَبَد " نَصَب وَشِدَّة یُكَابِد مَصَائِب الدُّنْیَا وَشَدَائِد الْآخِرَة

میں اکثر جانوروں کی نسبت ضعیف و کمزور ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ انسان کی دماغی قوت سب سے زیادہ ہے اس لئے اس کی تخصیص کی گئی۔ مکہ مکرمہ اور آدم و اولاد آدم علیہ السلام کی قسم کھا کر حق تعالیٰ نے اس حقیقت کو بیان فرمایا کہ انسان کو ہم نے شدت و محنت اور مشقت ہی میں اور اسی کے لئے پیدا کیا ہے جو اس کی دلیل ہے کہ انسان خود بخود پیدا نہیں ہو گیا یا اس کو کسی دوسرے انسان نے جنم نہیں دیا بلکہ اس کا پیدا کرنے والا ایک قادر مختار ہے جس نے اپنی حکمت سے ہر مخلوق کو خاص خاص مزاج اور خاص اعمال و افعال کی استعداد دے کر پیدا کیا ہے اگر انسان کی تخلیق میں خود انسان کو کچھ دخل ہوتا تو وہ اپنے لئے یہ محنتیں مشقتیں کبھی تجویز نہ کرتا۔ (تفسیر قرطبی، سورہ بلد، بیروت)

## سورت بلد آیت ۵ کے سبب نزول کا بیان

یہ آیت ابوالاشد اسید بن کلدہ کے حق میں نازل ہوئی وہ نہایت قوی اور زور آور تھا اور اس کی طاقت کا یہ عالم تھا کہ چمڑہ پاؤں کے نیچے دبا لیتا تھا دس آدمی اس کو کھینچتے اور وہ پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا مگر جتنا اس کے پاؤں کے نیچے ہوتا ہرگز نہ نکل سکتا۔ اور ایک یہ قول ہے کہ یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی معنی یہ ہیں کہ یہ کافر اپنی قوت پر مغرور مسلمانوں کو کمزور سمجھتا ہے کس گمان میں ہے اللہ قادر برحق کی قدرت کو نہیں جانتا۔ اس کے بعد اس کا مقولہ نقل فرمایا۔ (خزائن، بلد، لاہور)

| |
|---|
| فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ○ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ○ فَكُّ رَقَبَةٍ○ اَوْ اِطْعٰمٌ |
| فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ○يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ○ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ○ |
| وہ تو (دینِ حق اور عمل خیر کی) دشوار گزار گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ وہ گھاٹی کیا ہے۔ |
| وہ کسی گردن کا آزاد کرانا ہے۔ یا کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلانا ہے۔ قرابت دار یتیم کو۔ |
| یا شدید غربت کے مارے ہوئے محتاج کو جو محض خاک نشین ہے۔ |

## عقبہ اور اس کے مفہوم کا بیان

" فَلَا " فَهَلَّا " اِقْتَحَمَ الْعَقَبَة " جَاوَزَهَا" وَمَا أَدْرَاكَ "أَعْلَمَكَ " مَا الْعَقَبَة " الَّتِي يَقْتَحِمهَا تَعْظِيمًا لِشَأْنِهَا , وَالْجُمْلَة اِعْتِرَاض وَبَيَّنَ سَبَب جَوَازهَا" فَكّ رَقَبَة " مِنْ الرِّقّ بِأَنْ أَعْتَقَهَا " أَوْ إِطْعَام فِي يَوْم ذِي مَسْغَبَة " مَجَاعَة " يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَة " قَرَابَة" أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَة " لُصُوق بِالتُّرَابِ لِفَقْرِهِ , وَفِي قِرَاءَة بَدَل الْفِعْلَيْنِ مَصْدَرَانِ مَرْفُوعَانِ مُضَاف الْأَوَّل لِرَقَبَةٍ وَيُنَوَّن الثَّانِي فَيُقَدَّر قَبْل الْعَقَبَة اِقْتِحَام , وَالْقِرَاءَة الْمَذْكُورَة بَيَانه

تو پھر کیوں وہ اس گھاٹی کو عبور نہیں کرتا۔ یعنی اس سے آگے نہیں گزر جاتا۔ اور تمہیں کیا پتا! یعنی تمہیں کس نے بتانا ہے، وہ گھاٹی کیا ہے، جسے وہ دشوار سمجھ رہا ہے۔ یہاں اس گھاٹی کی اہمیت کا اظہار کرنا مقصود ہے اور جملہ معترضہ ہے اور اس کے جواز کے سبب کو ان

" اَیَحْسَبُ " اَیَظُنُّ الْاِنْسَان قَوِیّ قُرَیْش وَهُوَ اَبُو الْاَشَدّ بْن كِلْدَة بِقُوَّتِهِ " اَنْ " مُخَفَّفَة مِنَ الثَّقِيلَة وَاسْمهَا مَحْذُوف , اَیْ اَنَّهُ " لَنْ یَقْدِر عَلَیْهِ اَحَد " وَاَللّٰه قَادِر عَلَیْهِ " یَقُول اَهْلَكْت " عَلَى عَدَاوَة مُحَمَّد " مَالًا لُبَدًا " كَثِیرًا بَعْضه عَلَى بَعْض

" اَیَحْسَبُ اَنْ " اَیْ اَنَّهُ " لَمْ یَرَهُ اَحَد " فِیمَا اَنْفَقَهُ فَیَعْلَم قَدْره , وَاَللّٰه عَالِم بِقَدْرِهِ وَاَنَّهُ لَیْسَ مِمَّا یَتَكَثَّر بِهِ وَمُجَازِیه عَلَى فِعْله السَّیِّء " اَلَمْ نَجْعَل " اِسْتِفْهَام تَقْرِير , اَیْ جَعَلْنَا " لَهُ عَیْنَیْنِ " " وَهَدَیْنَاهُ النَّجْدَیْنِ " بَیَّنَّا لَهُ طَرِیق الْخَیْر وَالشَّرّ

ہم نے انسان کو یعنی انسانوں کی جنس کو پیدا کیا ہے۔ مشقت میں یعنی شدت اور سختی میں کہ وہ دنیاوی مصائب کا سامنا بھی کرتا ہے اور آخرت کی شدت کا بھی سامنا کرے گا۔ کیا وہ سمجھتا ہے یعنی کیا انسان یہ گمان کرتا ہے۔ اس سے مراد قریش کا طاقتور ترین شخص ہے اور وہ ابوالاشدین یا ابوالاشد تھا، (اس کا نام) اسید بن کلدہ جمحی (تھا)' یہ اور اس کی مانند (دیگر افراد مراد ہیں) کیا وہ اپنی قوت کی وجہ سے یہ سمجھتا تھا کہ یہاں پر لفظ "ان" تخفیف کے ساتھ ہے اور ثقیلہ کی جگہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے۔ یعنی وہ شخص ایسا ہے' اس پر کوئی قادر نہیں ہو سکے گا جبکہ اللہ تعالیٰ اس پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے میں نے ضائع کر دیا ہے یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں ایسا کیا ہے۔ بہت سے مال کو یعنی بکثرت مال کو۔ کیا وہ یہ سمجھتا ہے' اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ یعنی اس چیز کو جو وہ خرچ کر رہا ہے۔ صرف وہی اس کی مقدار جانتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی مقدار جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ بات بھی جانتا ہے' وہ مال زیادہ بھی نہیں تھا اور اللہ تعالیٰ اس کے اس برے عمل کا بدلہ اسے ضرور دے گا۔ کیا انہوں نے بنائے نہیں ہیں۔ یہاں پر استفہام پختہ کرنے کے لئے ہے یعنی ہم نے بنائی ہیں۔ اس کے لئے دو آنکھیں۔

اور زبان اور دو ہونٹ اور ہم نے دو ابھری ہوئی چیزوں کی طرف اس کی رہنمائی کی ہے یعنی ہم نے اس کے لئے بھلائی اور برائی کے راستے کو بیان کر دیا ہے۔

## انسانی فطرت کے بعض احوال کا بیان

کبد کے لفظی معنے محنت و مشقت کے ہیں۔ معنے یہ ہیں کہ انسان اپنی فطرت سے ایسا پیدا کیا گیا ہے کہ اول عمر سے آخر تک محنتوں اور مشقتوں میں رہتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ابتدائے حمل سے رحم مادر میں محبوس رہا پھر ولادت کے وقت کی محنت و مشقت برداشت کی، پھر ماں کا دودھ پینے پھر اسکے چھوٹنے کی محنت اور پھر اپنے معاش اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی مشقت پھر بڑھاپے کی تکلیفیں پھر موت پھر قبر، پھر حشر اور اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اعمال کی جوابدہی پھر جزا و سزا، یہ سب دور اس پر محنتوں ہی کے آتے ہیں، اور یہ محنت و مشقت اگرچہ انسان کے ساتھ مخصوص نہیں سب جانور بھی اس میں شریک ہیں مگر اس حال کو انسان کے لئے بالخصوص اسلئے فرمایا کہ اول تو وہ سب جانوروں سے زیادہ شعور و ادراک رکھتا ہے اور محنت کی تکلیف بھی بقدر شعور زیادہ ہوتی ہے، دوسرے آخری اور سب سے بڑی محنت محشر میں دوبارہ زندہ ہو کر عمر بھر کے اعمال کا حساب دینا ہے وہ دوسرے جانوروں میں نہیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ کوئی مخلوق اتنی مشقتیں نہیں جھیلتی جتنی انسان برداشت کرتا ہے باوجودیکہ وہ جسم اور جثہ

الفاظ میں بیان کیا گیا (جو اگلی آیت میں ہے) وہ گردن کو آزاد کرنا ہے۔ یعنی غلامی سے یوں کہ اسے آزاد کر دیا جائے۔ یا پھر مسغبہ یعنی بھوک والے دن کھانا کھلانا ہے۔ ایسے یتیم کو جو قریبی رشتے دار ہو یعنی جس کے ساتھ رشتے داری ہو۔ یا ایسے مسکین کو جو مٹی والا ہو یعنی جو اپنی غربت کی وجہ سے مٹی کے ساتھ ملا ہوا ہو اور ایک قرأت کے مطابق دونوں فصلوں کی جگہ دو مصدر ہیں اور ان دونوں کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ پہلے والا رقبہ کی طرف مضاف ہے اور دوسرے پر تنوین پڑھی گئی ہے تو اب یہاں لفظ العقبہ سے پہلے اقتحام محذوف مانا جائے گا اور مذکورہ قرأت اس کا بیان ہوگی۔

## صدقات اور اعمال صالحہ جہنم سے نجات کے ضامن ہونے کا بیان

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں عقبہ جہنم کے ایک پھسلنے پہاڑ کا نام ہے حضرت کعب احبار فرماتے ہیں اس کے جہنم میں ستر درجے ہیں قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ داخلے کی سخت گھاٹی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے داخل ہو جاؤ پھر اسکا داخلہ بتایا یہ کہہ کر کہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ گھاٹی کیا ہے؟ تو فرمایا غلام آزاد کرنا اور اللہ کے نام کھانا دینا۔

ابن زید فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ نجات اور خیر کی راہوں میں کیوں نہ چلا؟ پھر ہمیں تنبیہ کی اور فرمایا تم کیا جانو عقبہ کیا ہے؟ آزادگی گردن یا صدقہ طعام فک رقبۃ جو اضافت کے ساتھ ہے اسے فک رقبۃ بھی پڑھا گیا یعنی فلع فاعل دونوں قرأتوں کا مطلب قریبا ایک ہی ہے مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کسی مسلمان کی گردن چھڑوائے اللہ تعالیٰ اس کا ہر ایک عضو اس کے ہر عضو کے بدلے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے یہاں تک کہ ہاتھ کے بدلے ہاتھ پاؤں کے بدلے پاؤں اور شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ حضرت علی بن حسین یعنی امام زید العابدین نے جب یہ حدیث سنی تو سعید بن مرجانہ راوی حدیث سے پوچھا کہ کیا تم نے خود حضرت ابو ہریرہ کی زبانی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ مطرف کو بلا لو جب وہ سامنے آیا تو آپ نے فرمایا جاؤ تم اللہ کے نام پر آزاد ہو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی یہ حدیث ہے صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ یہ غلام دس ہزار درہم کا خریدا ہوا تھا اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اس کی ایک ایک ہڈی کے بدلے اس کی ایک ایک ہڈی جہنم سے آزاد ہو جاتی ہے۔ (تفسیر ابن جریر، سورہ بلد، بیروت)

مسند میں ہے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بناتا ہے اور جو مسلمان غلام کو آزاد کرے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنا دیتا ہے اور اسے جہنم سے آزاد کر دیتا ہے جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اسے قیامت کے دن نور ملے گا۔ اور روایت میں یہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ کی راہ میں تیر چلائے خواہ وہ لگے یا نہ لگے اسے اولاد اسمٰعیل میں سے ایک غلام کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور حدیث میں ہے جس مسلمان کے تین بچے بلوغت سے پہلے مر جائیں اسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل کریگا اور جو شخص اللہ کی راہ میں جوڑے دے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا جس سے چاہے چلا جائے ان تمام احادیث کی سندیں نہایت عمدہ ہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے حضرت واثلہ بن اسقع سے کہا کہ ہمیں کوئی ایسی حدیث سنایئے جس میں کوئی کمی زیادتی نہ

ہوتو آپ بہت ناراض ہوئے اور فرمانے لگے تم میں سے کوئی پڑھے اور اس کا قرآن شریف اس کے گھر میں ہوتو کیا وہ کمی زیادتی کرتا ہے؟ ہم نے کہا حضرت ہمارا مطلب یہ نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث ہمیں سناؤ، آپ نے فرمایا ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک ساتھی کے بارے میں حاضر ہوئے جس نے قتل کی وجہ سے اپنے اوپر جہنم واجب کرلی تھی تو آپ نے فرمایا اس کی طرف سے غلام آزاد کرو، اللہ تعالیٰ اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم کی آگ سے آزاد کردے گا، یہ حدیث نسائی شریف میں بھی ہے، اور حدیث میں ہے جو شخص کسی کی گردن آزاد کرائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا فدیہ بنادیتا ہے۔ ایسی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں، مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا کام بتادیجئے جس سے میں جنت میں جاسکوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھوڑے سے الفاظ میں بہت ساری باتیں تو پوچھ بیٹھا۔ نسمہ آزاد کر، رقبۃ چھڑا، اس نے کہا حضرت کیا یہ دونوں ایک چیز نہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں نسمہ کی آزادی کے معنی تو ہیں اکیلا ایک غلام آزاد کرے اور فک رقبۃ کے معنی ہیں کہ تھوڑی بہت مدد کرے دودھ والا جانور دودھ پینے کے لیے کسی مسکین کو دینا، ظالم رشتہ دار سے نیک سلوک کرنا، یہ جنت کے کام ہیں، اگر اس کی تجھے طاقت نہ ہوتو بھوکے کو کھلا، پیاسے کو پلا، نیکیوں کا حکم کر، برائیوں سے روک، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہوتو سوائے بھلائی کے اور نیک بات کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکال۔ ذی مسغبۃ کے معنی ہیں بھوک والا، جبکہ کھانے کی اشتہا ہو، غرض بھوک کے وقت کا کھلانا اور وہ بھی اسے جو نادان بچہ ہے سر سے باپ کا سایہ اٹھ چکا ہے اور اس کا رشتہ دار بھی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مسکین کو صدقہ دینا اکہرا ثواب رکھتا ہے، اور رشتے دار کو دینا دوہرا اجر دلواتا ہے، (مسند احمد)

ایسے مسکین کو دینا جو خاک آلود ہو، راستے میں پڑا ہوا ہو گھر ور نہ ہو، بر بستر نہ ہو، بھوک کی وجہ سے پیٹھ زمین دوز ہو رہی ہو، اپنے گھر سے دور ہو، مسافرت میں ہو، فقیر، مسکین، محتاج، مقروض، مفلس ہو کوئی پرسان حال بھی نہ ہو، اہل وعیال والا ہو، یہ سب معنی قریب قریب ایک ہی ہیں، پھر یہ شخص باوجود ان نیک کاموں کے دل میں ایمان رکھتا ہو ان نیکیوں پر اللہ سے اجر کا طالب ہو جیسے اور جگہ ہے من اراد الاخرۃ الخ جو شخص آخرت کا ارادہ رکھے اور اس کے لیے کوشش کرے اور ہو بھی باایمان تو ان کی کوشش اللہ کے ہاں مشکور ہے اور جگہ ہے۔ من عمل صالحا من ذکر او انثی الخ، ایمان والوں میں سے جو مرد وعورت مطابق سنت عمل کرے یہ جنت میں جائیں گے اور وہاں بیحساب روزیاں پائیں گے پھر ان کا وصف بیان ہو رہا ہے کہ لوگوں کے صدمات سہنے اور ان پر رحم وکرم کرنے کی یہ آپس میں ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں جیسے کہ حدیث میں ہے رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم کرو آسمانوں والا تم پر رحم کرے گا اور حدیث میں ہے جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہیں کیا جاتا، ابوداؤد میں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کے حق کو نہ سمجھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بلد، بیروت)

| |
|---|
| ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ○ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ○ |
| وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ○ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ○ |

| |
|---|
| پھر وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو |
| رحم کرنے کی وصیت کی۔ یہی لوگ دائیں ہاتھ والے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا |
| وہ بائیں طرف والے ہیں۔ ان پر آگ بند کی ہوئی ہوگی۔ |

## صبر کی تلقین کرنے والوں کی رحمت ہونے کا بیان

"ثُمَّ كَانَ" عَطف عَلَى اِقْتَحَمَ وَثُمَّ لِلتَّرْتِيبِ الذِّكْرِيّ , وَالْمَعْنَى كَانَ وَقْتَ الِاقْتِحَام "مِنْ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا" "أَوْصَى بَعْضهمْ بَعْضًا" "بِالصَّبْرِ" عَلَى الطَّاعَة وَعَنْ الْمَعْصِيَة " وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ" الرَّحْمَة عَلَى الْخَلْق،

"أُولَئِكَ" الْمَوْصُوفُونَ بِهَذِهِ الصِّفَات "أَصْحَاب الْمَيْمَنَة" "الْيَمِين" وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَاب الْمَشْأَمَة" "الشِّمَال" عَلَيْهِمْ نَار مُؤْصَدَة" بِالْهَمْزَةِ وَالْوَاو بَدَله مُطْبَقَة.

"پھر ہو" یہ عطف ہے لفظ اقتحام پر اور لفظ ثم ترتیب کے لئے ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے' جس وقت اقتحام ہو اس وقت ایمان والے ایک دوسرے کو صبر کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر گناہوں سے بچنے پر اور ایک دوسرے کو رحمت کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یعنی مخلوق پر رحمت کرنے کی۔ وہ لوگ یعنی جو لوگ ان صفات سے متصف ہیں۔ وہ دائیں طرف والے ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا وہ بائیں طرف والے ہیں۔ ان لوگوں پر تہہ در تہہ آگ ہوگی یہ "ء" کے ساتھ ہے اور اس کا بدل "و" ہے یعنی ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہوگی۔ (یعنی تہہ در تہہ ہوگی)

## دائیں پر ہاتھ میں نامہ اعمال والوں کیلئے محرومی کا بیان

پھر فرمایا کہ یہ لوگ وہ ہیں جن کے داہنے ہاتھ میں اعمالنامہ دیا جائے گا اور ہماری آیتوں کے جھٹلانے والوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملے گا، اور سر بند تہہ بہ تہہ آگ میں جائیں گے، جس سے نہ کبھی چھٹکارا ملے گا نہ نجات نہ راحت نہ آرام، اس آگ کے دروازے ان پر بند رہیں گے مزید بیان اس کا سورہ ویل لکل الخ، میں آئے گا انشاء اللہ۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ نہ اس میں روشنی ہوگی نہ سوراخ ہوگا نہ کبھی وہاں سے نکلنا ملے گا، حضرت ابو عمران جوئی فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن آئے گا اللہ حکم دے گا اور ہر سرکش کو، ہر ایک شیطان کو اور ہر اس شخص کو جس کی شرارت سے لوگ دنیا میں ڈرتے رہتے تھے۔ لوہے کی زنجیروں سے مضبوط باندھ دیا جائے گا۔

پھر جہنم میں جھونک دیا جائے گا پھر جہنم بند کر دی جائے گی۔ اللہ کی قسم کبھی ان کے قدم ٹکیں گے ہی نہیں اللہ کی قسم انہیں کبھی آسمان کی صورت ہی دکھائی نہ دے گی اللہ کی قسم کبھی آرام سے ان کی آنکھ لگے گی ہی نہیں اللہ کی قسم انہیں کبھی کوئی مزے کی چیز کھانے پینے کو ملے گی ہی نہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ بلد، بیروت)

# سُوْرَةُ الشَّمْسِ

## یہ قرآن مجید کی سورت شمس ھے

### سورت شمس کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الشمس مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پندرہ آیات، چوّن کلمات، دوسوسینتالیس حروف ہیں۔

### سورت شمس کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ الشمس کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی سورج ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہے پس اسی مناسبت کے سبب کے سورت اسی نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَ الشَّمْسِ وَضُحٰهَا۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۝ وَ النَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۝ وَ الَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا۝ |
| وَ السَّمَآءِ وَمَا بَنٰـهَا۝ وَ الْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۝ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰهَا۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا |
| وَ تَقْوٰهَا۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَـآ۝ |
| اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰـهَا۝ فَقَالَ لَـهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَـةَ اللّٰهِ وَ سُقْیٰـهَا۝ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا |
| فَدَمْدَمَ عَلَیْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا۝ وَ لَا یَخَافُ عُقْبٰـهَا۝ |
| سورج کی قسم اور اس کی روشنی کی قسم۔ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آئے۔ اور دن کی قسم جب وہ سورج کو ظاہر کرے۔ |
| اور رات کی قسم جب وہ سورج کو ڈھانپ لے۔ اور آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم۔ اور زمین اور اس کے پھیلانے |
| والے کی قسم، اور انسانی جان کی قسم اور اسے ہمہ پہلو توازن ودرستگی دینے والے کی قسم۔ پھر اس نے اسے اس کی بدکاری اور |
| پرہیزگاری (کی تمیز) سمجھادی۔ یقیناً وہ کامیاب ہوگیا جس نے اسے پاک کرلیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں |
| چھپایا۔ (قوم) ثمود نے اپنی سرکشی کی وجہ سے جھٹلا دیا۔ جب اس کا سب سے بڑا بدبخت اٹھا۔ ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا: |
| اللہ کی (اس) اونٹنی اور اس کو پانی پلانے (کے دن) کی حفاظت کرنا۔ تو انہوں نے اس (رسول) کو جھٹلا دیا، پھر اس (اونٹنی) |
| کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کے رب نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر ہلاکت نازل کردی، پھر (پوری) بستی کو (تباہ کرکے |
| عذاب میں سب کو) برابر کردیا۔ اور اللہ کو اس (ہلاکت) کے انجام کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔ |

## سورج و چاند وغیرہ کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالشَّمْس وَضُحَاهَا " ضَوْئِهَا " وَالْقَمَر إِذَا تَلَاهَا " تَبِعَهَا طَالِعًا عِنْد غُرُوبهَا " وَالنَّهَار إِذَا جَلَّاهَا " بِارْتِفَاعِهِ " وَاللَّيْل إِذَا يَغْشَاهَا " يُغَطِّيهَا بِظُلْمَتِهِ وَإِذَا فِي الثَّلَاثَة لِمُجَرَّدِ الظَّرْفِيَّة وَالْعَامِل فِيهَا فِعْل الْقَسَم " وَالْأَرْض وَمَا طَحَاهَا " بَسَطَهَا

" وَنَفْس " بِمَعْنَى نُفُوس " وَمَا سَوَّاهَا " فِي الْخِلْقَة وَمَا فِي الثَّلَاثَة مَصْدَرِيَّة أَوْ بِمَعْنَى مَنْ " فَأَلْهَمَهَا فُجُورهَا وَتَقْوَاهَا " بَيَّنَ لَهَا طَرِيق الْخَيْر وَالشَّرّ وَأَخَّرَ التَّقْوَى رِعَايَة لِرُءُوسِ الْآي وَجَوَاب الْقَسَم : " قَدْ أَفْلَحَ "" قَدْ أَفْلَحَ " حُذِفَتْ مِنْهُ اللَّام لِطُولِ الْكَلَام " مَنْ زَكَّاهَا " طَهَّرَهَا مِنْ الذُّنُوب

" وَقَدْ خَابَ " خَسِرَ " مَنْ دَسَّاهَا " أَخْفَاهَا بِالْمَعْصِيَةِ وَأَصْله دَسَّسَهَا أُبْدِلَتْ السِّين الثَّانِيَة أَلِفًا تَخْفِيفًا " كَذَّبَتْ ثَمُود " رَسُولهَا صَالِحًا " بِطَغْوَاهَا " بِسَبَبِ طُغْيَانهَا " إِذْ انْبَعَثَ " أَسْرَعَ " أَشْقَاهَا " وَاسْمه قُدَار إِلَى عَقْر النَّاقَة بِرِضَاهُمْ

" فَقَالَ لَهُمْ رَسُول اللَّه " صَالِح " نَاقَة اللَّه " أَيْ ذَرُوهَا " وَسُقْيَاهَا " شُرْبهَا فِي يَوْمهَا وَكَانَ لَهَا يَوْم وَلَهُمْ يَوْم " فَكَذَّبُوهُ " فِي قَوْله ذَلِكَ عَنْ اللَّه الْمُرَتَّب عَلَيْهِ نُزُول الْعَذَاب بِهِمْ إِنْ خَالَفُوهُ " فَعَقَرُوهَا " قَتَلُوهَا لِيَسْلَم لَهُمْ مَاء شُرْبهَا " فَدَمْدَمَ " أَطْبَقَ " عَلَيْهِمْ رَبّهمْ " الْعَذَاب " بِذَنْبِهِمْ فَسَوَّاهَا " أَيْ الدَّمْدَمَة عَلَيْهِمْ , أَيْ عَمَّهُمْ بِهَا فَلَمْ يَفْلِت مِنْهُمْ أَحَد " وَلَا " بِالْوَاوِ وَالْفَاء " يَخَاف عُقْبَاهَا " تَبِعَتهَا

سورج کی اور اس کی دھوپ یعنی روشنی کی قسم ہے۔ اور چاند کی قسم ہے جب وہ اس کے پیچھے آئے یعنی اس کی پیروی کرے یعنی اس کے غروب ہونے کے وقت وہ طلوع ہو جائے۔

اور دن کی قسم ہے جب وہ اسے روشن کر دے یعنی سورج کے بلند ہونے سے وہ روشن ہو جائے۔ اور رات کی قسم ہے جب وہ اسے ڈھانپ لے۔ یعنی اپنی تاریکی کے ذریعے اسے ڈھانپ لے۔ ان تینوں جگہوں پر لفظ اذا صرف ظرفیت کے لئے ہے اور اس میں عمل کرنے والی چیز قسم کا فعل ہے۔ اور آسمان کی قسم ہے اور اسے بنانے والے کی قسم ہے۔ اور زمین کی قسم ہے اور اسے بچھانے والے یعنی پھیلانے والے کی قسم ہے۔ اور نفس کی قسم ہے یہ نفوس کے معنی میں ہے اور اس کی قسم ہے جس نے اسے برابر کیا ہے یعنی تخلیق میں برابر کیا ہے ان تینوں جگہ میں استعمال ہونے والا لفظ ''ما'' یا تو مصدر یہ ہے یا ''من'' کے معنی میں ہے۔

پھر اس نے اس کے فجور اور اس کی پرہیز گاری کو اس میں الہام کیا یعنی اس نے اس نفس کے لئے بھلائی اور برائی کے راستے کو بیان کر دیا۔ یہاں تقویٰ کو بعد میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے تاکہ آیات کے اختتام (کے وزن کا خیال رکھا جا سکے) ان تمام قسموں کا جواب یہ ہے۔ (جو اگلی آیت میں مذکور ہے) کر لیا یعنی جس نے اسے گناہوں سے پاک کر لیا۔

اور وہ شخص برباد ہو گیا یعنی خسارے کا شکار ہو گیا جس نے اسے چھپا دیا یعنی گناہوں کے ذریعے اسے پوشیدہ کر دیا۔ یہ اصل میں لفظ دسنھا تھا۔ اس میں دوسری ''س'' کو ''ا'' میں تبدیل کر دیا گیا تا کہ تخفیف ہو جائے۔

ثمود نے اپنے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی اپنی سرکشی کے ساتھ یعنی اپنی سرکشی کی وجہ سے۔ جب چلا یعنی تیزی سے چلا ان کا بدبخت شخص جس کا نام قدار تھا تا کہ ان لوگوں کی رضامندی کی وجہ سے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ دے۔ تو اللہ کے رسول حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا یہ اللہ کی اونٹنی ہے اسے چھوڑ دو اور اس کے پینے کو بھی چھوڑ دو۔ یعنی اس کے اپنے مخصوص دن میں پینے کو چھوڑ دو۔ اس کی وجہ یہ ہے' اس اونٹنی کے لئے ایک مخصوص دن تھا۔ باقی سب لوگوں کے لئے ایک مخصوص دن تھا۔ تو انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ان کی بات کے بارے میں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اور اس کے نتیجے میں ان پر عذاب نازل ہوگا اگر وہ لوگ حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت کریں گے' تو ان لوگوں نے اس اونٹنی کو مار دیا۔ یعنی اسے قتل کر دیا تا کہ اس کے پینے کا حصہ بھی ان لوگوں کو مل جائے' تو تہہ در تہہ ان پر ان کے پروردگار نے عذاب نازل کیا ان کے اس گناہ کی وجہ سے اور اسے برابر کر دیا یعنی اس تہہ در تہہ کو ان پر ایسے کیا' کہ وہ ان سب پر حاوی ہو گیا اور ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں بچ سکا۔ اور اس نے اس کے پیچھے یعنی اس کے بعد کی صورت حال کا خوف نہیں کیا۔ یہاں پر لفظ ''ولا'' ''و، فا'' کے ساتھ ہے۔

## کامیابی کے لیے کیا ضروری ہے؟

حضرت مجاہد فرماتے ہیں "ضحا سے مراد روشنی ہے" قتادہ فرماتے ہیں "پورا دن مراد ہے" امام جریر فرماتے ہیں کہ ٹھیک بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دن کی قسم کھائی ہے اور چاند جبکہ اس کے پیچھے آئے یعنی سورج چھپ جائے اور چاند چمکنے لگے، ابن زید فرماتے ہیں کہ مہینہ کے پہلے پندرہ دن میں تو چاند سورج کے پیچھے رہتا ہے اور پچھلے پندرہ دنوں میں آگے ہوتا ہے، زید بن اسلم فرماتے ہیں مراد اس سے لیلۃ القدر ہے۔ پھر دن کی قسم کھائی جبکہ وہ منور ہو جائے یعنی سورج دن کو گھیر لے، بعض عربی دانوں نے یہ بھی کہا ہے کہ دن جبکہ اندھیرے کو روشن کر دے لیکن اگر یوں کہا جاتا کہ پھیلاوٹ کو وہ جب چمکا دے تو اور اچھا ہوتا ہے تا کہ یغشاہا میں بھی یہ معنی ٹھیک بیٹھتے، اسی لیے حضرت مجاہد فرماتے ہیں دن کی قسم جبکہ وہ اسے روشن کر دے۔

امام ابن جریر اس قوم کو پسند فرماتے ہیں کہ ان سب میں ضمیر ھا کا مرجع شمس ہے کیونکہ اسی کا ذکر چل رہا ہے، رات جبکہ اسے ڈھانپ لے یعنی سورج کو ڈھانپ لے اور چاروں طرف اندھیرا پھیل جائے، یزید بن ذی حمایہ کہتے ہیں کہ جب رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے میرے بندوں کو میری ایک بہت بڑی خلق نے چھپا لیا پس مخلوق رات سے ہیبت کرتی ہے حالانکہ اس کے پیدا کرنے والے سے زیادہ ہیبت کرنی چاہیے، (ابن ابی حاتم) پھر آسمان کی قسم کھاتا ہے یہاں جو ما ہے یہ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے یعنی آسمان اور اس کی بناوٹ کی قسم، حضرت قتادہ کا قول یہی ہے اور یہ ما معنی میں من کے بھی ہو سکتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آسمان کی قسم اور اس کے بنانے والے کی قسم، یعنی خود اللہ کی، مجاہد یہی فرماتے ہیں یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں بنا کے معنی بلندی کے ہیں جیسے اور جگہ ہے والسماء بنینٰھا باید الخ یعنی آسمان کو ہم نے قوت کے ساتھ بنایا اور ہم کشادگی والے ہیں، ہم

نے زمین کو بچھایا اور کیا ہی اچھا ہم بچھانے والے ہیں، اس طرح یہاں بھی فرمایا کہ زمین کی اور اس کی ہمواری کی اسے بچھانے، پھیلانے کی اس کی تقسیم کی، اس کی مخلوق کی قسم زیادہ مشہور قول اس کی تفسیر میں پھیلانے کا ہے۔

اہل لغت کے نزدیک بھی یہی معروف ہے، جوہری فرماتے ہیں طحوتہ مثل دحوتہ کے ہے اور اس کے معنی پھیلانے کے ہیں اکثر مفسرین کا یہی قول ہے پھر فرمایا نفس کی اور اسے ٹھیک ٹھاک بنانے کی قسم یعنی اسے پیدا کیا اور آنحالیکہ یہ ٹھیک ٹھاک اور فطرت پر قائم تھا جیسے اور جگہ ہے فاقم وجھک الخ، اپنے چہرے کو قائم رکھ دین حنیف کے لیے فطرت ہے، اللہ کی جس پر لوگوں کو بنایا اللہ کی خلق کی تبدیل نہیں، حدیث میں ہے ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے چوپائے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے کوئی ان میں کن کٹا نہ پاؤ گے (بخاری و مسلم)

صحیح مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے بندے کو یکسوئی والے پیدا کئے ان کے پاس شیطان پہنچا اور دین سے ورغلا لیا، پھر فرماتا ہے کہ اللہ نے اس کے لیے بدکاری و پرہیزگاری کو بیان کر دیا اور جو چیز اس کی قسمت میں تھی اس کی طرف اس کی رہبری ہوئی، ابن عباس فرماتے ہیں یعنی خیر و شر ظاہر کر دیا، ابن جریر میں ہے حضرت ابوالاسود فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا ذرا بتاؤ تو لوگ جو کچھ اعمال کرتے ہیں اور تکلیفیں اٹھارہے ہیں یہ کیا ان کے لیے اللہ کی جانب سے مقرر ہو چکی ہیں اور ان کی تقدیر میں لکھی جا چکی ہیں یا یہ خود آئندہ کے لیے اپنے طور پر کر رہے ہیں اس بنا پر کہ انبیاء کے پاس آچکے اور اللہ کی حجت ان پر پوری ہوئی میں جواب میں کہا نہیں نہیں بلکہ یہ چیز پہلے سے فیصل شدہ ہے اور مقدر ہو چکی ہے حضرت عمران نے کہا پھر یہ ظلم تو نہ ہوگا میں تو اسے سن کر کانپ اٹھا اور گھبرا کر کہا کہ ہر چیز کا خالق مالک وہی اللہ ہے تمام ملک اسی کے ہاتھ میں ہے اس کے افعال کی باز پرس کوئی نہیں کر سکتا وہ سب سے سوال کر سکتا ہے میرا یہ جواب سن کر حضرت عمران بہت خوش ہوئے اور کہا اللہ تجھے درستگی عنایت فرمائے میں نے تو یہ سوالات اسی لیے کئے تھے کہ امتحان ہو جائے، سنو ایک شخص مزینہ جہینہ قبیلے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہی سوال کیا جو میں نے پہلے تم سے کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وہی جواب دیا جو تم نے دیا تو اس نے کہا پھر ہمارے اعمال سے کیا؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس منزل کے لیے پیدا کیا ہے اس سے ویسے ہی کام ہو کر رہیں گے اگر جنتی ہے تو اعمال جنت اور دوزخی لکھا گیا ہے تو ویسے ہی اعمال اس پر آسان ہوں گے سنو قرآن میں اس کی تصدیق موجود ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ونفس وما سواھا فالھمھا فجورھا وتقوٰھا** یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے، مسند احمد میں بھی ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور بامراد ہوا، یعنی اطاعت رب میں لگا رہا نکمے اعمال رذیل اخلاق چھوڑ دیئے جیسے اور جگہ ہے **قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی** جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام دیا کیا پھر نماز پڑھی اس نے کامیابی پالی اور جس نے اپنے ضمیر کا ستیاناس کیا اور ہدایت سے ہٹا کر اسے برباد کیا، نافرمانیوں میں پڑ گیا اطاعت اللہ کو چھوڑ بیٹھا یہ ناکام اور نامراد ہوا۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس کے نفس کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا اور بامراد ہوا اور جس کے نفس کو اللہ نے نیچے گرا دیا وہ برباد، خائب اور خاسر رہا، عوفی اور علی بن ابوطلحہ حضرت ابن عباس سے یہی روایت کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ شمس، بیروت)

## سورت شمس کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت عمران بن حصین (آپ کا اسم گرامی عمران ابن حصین اور کنیت ابونجید ہے آپ فتح خیبر کے سال اسلام کی نعمت سے مشرف ہوئے تھے بمقام بصرہ ۵۱ھ میں وفات پائی)۔ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ قبیلہ مزینہ کے دو آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بتائیے کہ آج (دنیا میں) لوگ عمل کرتے ہیں اور اعمال کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ کیا یہ وہی چیز ہے جس کا حکم ہو چکا ہے اور نوشتہ تقدیر بن چکا ہے یا یہ عمل ان احکام کے موافق ہیں جو آئندہ ہونے والے ہیں جن کو اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم لایا ہے اور جن پر دلیل قائم ہو چکی ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" نہیں یہ وہی چیز ہیں جس کا فیصلہ ہو چکا ہے اور نوشتہ تقدیر بن چکا ہے اور اس کی تصدیق کتاب اللہ کی اس آیت سے ہوتی ہے وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا، قسم ہے (انسان کی) جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں کا) القاء کیا۔ (صحیح مسلم، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 84)

سوال یہ تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں یہ بتلا دیجئے کہ دنیا میں لوگ جتنے اعمال کرتے ہیں خواہ وہ اعمال خیر ہوں یا اعمال بد کیا یہ وہی ہیں جو ان کے لئے ازل ہی میں مقدر ہو چکے تھے اور اب وقت پر وقوع پذیر ہوتے ہیں یا یہ وہ چیزیں ہیں جو ازل میں تو ان کے لئے نوشتہ تقدیر نہیں بنی تھیں بلکہ اب جب رسول آئے اور انہوں نے اللہ کی جانب سے دیئے گئے معجزات کے ذریعہ اپنی صداقت کا اعلان اور ان احکام و اعمال کے کرنے کا حکم دیا تو یہ اعمال وقوع پذیر ہونے لگے تو ایسی شکل میں کیا یہ کہا جائے گا کہ یہ اعمال بندوں کے مقدر میں پہلے سے نہیں لکھے ہوئے تھے بلکہ اپنے اختیار سے یہ اعمال کرتے ہیں چاہے وہ اچھے اعمال ہوں یا برے اعمال؟ بارگاہ رسالت سے جواب دیا گیا کہ یہ اعمال وہی ہیں جو ازل ہی سے بندوں کے مقدر میں لکھ دیئے گئے ہیں اور اب اسی نوشتہ تقدیر کے مطابق اپنے اپنے وقت پر صادر ہوتے رہتے ہیں۔

## قوم ثمود کے بدبخت انسان کا بیان

حضرت عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور اسے ذبح کرنے والے کے متعلق بیان کرتے ہوئے سنا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا، جب اٹھ کھڑا ہوا ان میں کا بڑا بدبخت)۔

اور فرمایا ایک بدبخت، شریر اور اپنی قوم کا طاقتور ترین شخص (جو ابوزمعہ کی طرح تھا) اٹھا پھر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے کوئی کیوں اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح کوڑے مارے اور پھر دوسرے دن اس کے ساتھ سوئے بھی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ ٹھٹھہ مار کر مت ہنسا کرو اور فرمایا تم میں سے کوئی اپنے ہی کئے پر کیوں ہنستا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1294)

# سُورَةُ الَّيۡل

## یہ قرآن مجید کی سورت اللیل ہے

### سورت اللیل کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ واللیل مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، اکیس آیات، اکہتر کلمات، تین سودس حروف ہیں۔

### سورت اللیل کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ واللیل کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی رات ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت لیل کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ۝ وَ النَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَ الۡاُنۡثٰٓى ۝ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ |
| لَشَتّٰى ۝ فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰى وَ اتَّقٰى ۝ وَ صَدَّقَ بِالۡحُسۡنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡيُسۡرٰى ۝ |
| وَ اَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَ اسۡتَغۡنٰى ۝ وَ كَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰى ۝ |
| قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، اور دن کی قسم جب وہ چمک اٹھے۔ اور اس ذات کی (قسم) جس نے (ہر چیز میں) نر اور مادہ کو |
| پیدا فرمایا۔ بے شک تمھاری کوشش یقیناً مختلف ہے۔ پس جس نے (اپنا مال اللہ کی راہ میں) دیا اور پرہیزگاری اختیار کی۔ اور اس |
| نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور |
| بے پرواہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلا دیا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ |

### رات اور دن کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَاللَّيۡل إِذَا يَغۡشَى " بِظُلۡمَتِهِ كُلّ مَا بَيۡن السَّمَاء وَالۡأَرۡض " وَالنَّهَار إِذَا تَجَلَّى " تَكَشَّفَ وَظَهَرَ وَإِذَا فِي الۡمَوۡضِعَيۡنِ لِمُجَرَّدِ الظَّرۡفِيَّة وَالۡعَامِل فِيهَا فِعۡل الۡقَسَم " وَمَا " بِمَعۡنَى مَنۡ أَوۡ مَصۡدَرِيَّة " خَلَقَ الذَّكَر وَالۡأُنۡثَى " آدَم وَحَوَّاء وَكُلّ ذَكَر وَكُلّ أُنۡثَى , وَالۡخُنۡثَى الۡمُشۡكِل عِنۡدنَا ذَكَر أَوۡ أُنۡثَى عِنۡد اللَّه تَعَالَى فَيَحۡنَث بِتَكۡلِيمِهِ مَنۡ حَلَفَ لَا يُكَلِّم ذَكَرًا وَلَا أُنۡثَى " إِنَّ سَعۡيكُمۡ " عَمَلكُمۡ " لَشَتَّى " مُخۡتَلِف فَعَامِلٌ لِلۡجَنَّةِ بِالطَّاعَةِ وَعَامِل لِلنَّارِ بِالۡمَعۡصِيَةِ

" فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى " حَقَّ اللّٰه " وَاتَّقَى " اللّٰه " وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى " أَيْ بِلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ " فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَى " لِلْجَنَّةِ " وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ " بِحَقِّ اللّٰه " وَاسْتَغْنَى " عَنْ ثَوَابِه

رات کی قسم ہے جب وہ چھا جائے یعنی اپنی تاریکی کے ساتھ چھا جائے اور ہر اس چیز پر جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

اور دن کی قسم ہے جب وہ روشن ہو جائے یعنی جب وہ واضح کر دے اور ظاہر کر دے یہاں پر دونوں جگہ پر لفظ اذا ظرفیت کے لئے استعمال ہوا ہے اور یہاں عمل کرنے والی چیز قسم کا فعل ہے۔

اور "ما" یہ "من" کے معنی میں ہے یا مصدر یہ ہے جس نے مذکر اور مؤنث کو پیدا کیا۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام اور سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا کیا اور ہر مذکر اور ہر مونث جسے ہم ہیجڑا سمجھتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مذکر یا مؤنث۔ اس کی دلیل یہ ہے اگر کوئی شخص یہ قسم اٹھائے کہ وہ کسی مذکر یا کسی مؤنث کے ساتھ کلام نہیں کرے گا (تو ہیجڑے کے ساتھ کلام کرنے سے اس کی قسم ٹوٹ جائے گی۔ بے شک تمہاری کوشش یعنی تمہارا عمل مختلف صورتوں میں ہے۔ کچھ لوگ فرمانبرداری کی شکل میں جنت کے لئے عمل کرتے ہیں اور کچھ لوگ گناہوں کی شکل میں جہنم کے لئے عمل کرتے ہیں۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور اچھائی یعنی لا الٰہ الا اللہ کی تصدیق کرتا ہے دونوں جگہ پر یہی مراد ہے۔ تو ہم اس کے لئے آسانی کی چیز یعنی جنت کو آسان کر دیں گے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے حق کے بارے میں بخل سے کام لے اور اس کے ثواب سے بے نیازی اختیار کر لے۔ اور اچھائی (یعنی لا الٰہ الا اللہ) کی تکذیب کرے۔ تو ہم اس کے لئے آسان کر دیں گے یعنی ہم اس کے لئے تیار کر دیں گے تنگی کو یعنی جہنم کو۔

## نیک اعمال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابن ابی حاتم کی ایک بہت ہی غریب حدیث میں اس پوری سورت کا شان نزول یہ لکھا ہے کہ ایک شخص کا کھجوروں کا باغ تھا ان میں سے ایک درخت کی شاخیں ایک مسکین شخص کے گھر میں جا کر وہاں کی کھجوریں اتارتا اس میں جو کھجوریں نیچے گرتیں انہیں اس غریب شخص کے بچے چن لیتے تو یہ آ کر ان سے چھین لیتا بلکہ اگر کسی بچے نے منہ میں ڈال لی ہے تو انگلی ڈال کر اس کے منہ سے نکلوا لیتا، اس مسکین نے اسکی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کی آپ نے اس سے فرما دیا کہ اچھا تم جاؤ اور آپ اس باغ والے سے ملے اور فرمایا کہ تو اپنا وہ درخت جس کی شاخیں فلاں مسکین کے گھر میں ہیں مجھے دے دے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے تجھے جنت کا ایک درخت دے گا وہ کہنے لگا اچھا حضرت میں نے دیا مگر مجھے اس کی کھجوریں بہت اچھی لگتی ہیں میرے تمام باغ میں ایسی کھجوریں کسی اور درخت کی نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس تشریف لے گئے۔ ایک شخص جو یہ بات چیت سن رہا تھا وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا حضرت اگر یہ درخت میرا ہو جائے اور میں آپ کا کر دوں تو کیا مجھے اس کے بدلے جنتی درخت مل سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، یہ شخص اس باغ والے کے پاس آئے ان کا بھی باغ کھجوروں کا تھا یہ پہلا شخص ان سے وہ ذکر کرنے لگا کہ حضرت مجھے فلاں درخت کھجور کے بدلے جنت کا ایک درخت دینے کو کہہ رہے تھے۔ میں نے

یہ جواب دیا یہ سن کر خاموش ہو رہے پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا کہ کیا تم اسے بیچنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ جو قیمت اس کی مانگوں وہ کوئی مجھے دے دے۔ لیکن کون دے سکتا ہے؟ پوچھا کیا قیمت لینا چاہتے ہو؟ کہا چالیس درخت خرما کے۔ اس نے کہا یہ تو بڑی زبردست قیمت لگا رہے ہو ایک کے چالیس؟

پھر اور باتوں میں لگ گئے پھر کہنے لگے اچھا میں اسے اتنے ہی میں خریدتا ہوں اس نے کہا اچھا اگر سچ مچ خریدنا ہے تو گواہ کر لو، اس نے چند لوگوں کو بلا لیا اور معاملہ طے ہو گیا گواہ مقرر ہو گئے پھر اسے کچھ سوجھی تو کہنے لگا کہ دیکھئے صاحب جب تک ہم تم الگ نہیں ہوئے یہ معاملہ طے نہیں ہوا۔ اس نے بھی کہا بہت اچھا میں بھی ایسا احمق نہیں ہوں کہ تیرے ایک درخت کے بدلے جو خم کھایا ہوا ہے اپنے چالیس درخت دے دوں تو یہ کہنے لگا کہ اچھا اچھا مجھے منظور ہے۔ لیکن درخت جو میں لوں گا وہ تنے والے بہت عمدہ لوں گا اس نے کہا اچھا منظور۔ چنانچہ گواہوں کے روبرو یہ سودا فیصل ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ یہ شخص خوشی خوشی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب وہ درخت میرا ہو گیا اور میں نے اسے آپ کو دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مسکین کے پاس گئے اور فرمانے لگے۔ یہ درخت تمہارا ہے اور تمہارے بال بچوں کا،

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس پر یہ سورت نازل ہوئی ابن جریر میں مروی ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ مکہ شریف میں ابتداء میں اسلام کے زمانے میں بڑھیا عورتوں اور ضعیف لوگوں کو جو مسلمان ہو جاتے تھے آزاد کر دیا کرتے تھے اس پر ایک مرتبہ آپ کے والد حضرت ابو قحافہ نے جواب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے کہا کہ بیٹا تم جوان کمزور ہستیوں کو آزاد کرتے پھرتے ہو اس سے تو یہ اچھا ہو کہ نوجوان طاقت والوں کو آزاد کراؤ تا کہ وقت پر وہ تمہارے کام آئیں، تمہاری مدد کریں اور دشمنوں سے لڑیں۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ابا جی میرا ارادہ دینوی فائدے کا نہیں میں تو صرف رضائے رب اور مرضی مولا چاہتا ہوں۔ اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئیں۔ تردی کے معنی مرنے کے بھی مروی ہیں اور آگ میں گرنے کے بھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ اللیل، بیروت)

## صدقہ دینا اور پرہیزگاری اپنانے کا بیان

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جنازہ کے ساتھ بقیع میں تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے ہم بھی بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی تھی جس سے زمین کو کرید رہے تھے۔ پھر سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا کوئی جان ایسی نہیں جس کا ٹھکانہ لکھا نہ جا چکا ہو۔ لوگ اپنے بارے میں لکھے گئے پر بھروسہ کیوں نہ کر بیٹھیں؟ جو نیکی والا ہو گا وہ نیک عمل ہی کرے گا اور جو بدبخت ہو گا وہ اسی طرح کے عمل کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ عمل کرو۔ ہر ایک کے لئے وہی آسان کر دیا گیا ہے جس کے لئے وہ بنا ہے جو نیک بخت ہے اس کے لئے بھلائی کے کام آسان کر دیئے گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں (فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى، پھر جس نے دیا اور پرہیزگاری کی اور نیک

بات کی تصدیق کی تو ہم اس کے لئے جنت کی راہیں آسان کر دیں گے لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ رہا اور نیک بات کو جھٹلایا تو۔ ہم اس کے لئے جہنم کی راہیں آسان کر دیں گے)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1295)

## سورت للیل آیت ۱۰ کے شان نزول کا بیان

یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمیہ بن خلف کے حق میں نازل ہوئیں جن میں سے ایک حضرت صدیق اتقی ہیں اور دوسرا اُمیہ اشقی۔ اُمیہ ابن خلف حضرت بلال کو جو اس کی مِلک میں تھے دین سے منحرف کرنے کے لئے طرح طرح کی تکلیفیں دیتا تھا۔ اور انتہائی ظلم اور سختیاں کرتا تھا ایک روز حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ اُمیہ نے حضرت بلال کو گرم زمین پر ڈال کر تپتے ہوئے پتھر ان کے سینہ پر رکھے ہیں اور اس حال میں کلمہ ایمان ان کی زبان پر جاری ہے۔

آپ نے اُمیہ سے فرمایا اے بدنصیب ایک خدا پرست پر یہ سختیاں اس نے کہا آپ کو اس کی تکلیف ناگوار ہو تو خرید لیجئے آپ نے گراں قیمت پر ان کو خرید کر آزاد کر دیا اس پر یہ سورت نازل ہوئی اس میں بیان فرمایا گیا کہ تمہاری کوششیں مختلف ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش اور اُمیہ کی اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رضائے الٰہی کے طالب ہیں اُمیہ حق کی دشمنی میں اندھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ للیل، لاہور)

| |
|---|
| وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ○ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ○ وَ اِنَّ لَنَا لَـلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ○ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ○ |
| لَا يَصْلٰـهَآ اِلَّا الْاَشْقَى ○ الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ○ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ○ الَّذِىْ يُؤْتِىْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ○ |
| وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ○ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ○ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ○ |
| اور اس کا مال اس کے کسی کام نہیں آئے گا جب وہ ہلاکت میں گرے گا۔ بیشک ہدایت فرمانا ہمارے ذمہ ہے، اور بیشک |
| ہم ہی آخرت اور دنیا کے مالک ہیں۔ پس میں نے تمھیں ایک ایسی آگ سے ڈرا دیا ہے جو شعلے مارتی ہے۔ جس میں اس |
| بڑے بد بخت کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا۔ اور اس سے اس بڑے پرہیزگار شخص کو بچالیا جائے گا۔ |
| جو اپنا مال دیتا ہے کہ پاک ہو جائے۔ اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں کہ جس کا بدلہ دیا جا رہا ہو۔ صرف اپنے رب کی |
| رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے۔ اور یقیناً عنقریب وہ راضی ہو جائے گا۔ |

## آخرت میں مال کام نہ آنے کا بیان

" وَمَا " نَافِيَة " يُغْنِي عَنْهُ مَاله إِذَا تَرَدَّى " فِي النَّار " إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى " لِتَبْيِين طَرِيق الْهُدَى مِنْ طَرِيق الضَّلَال لِيَمْتَثِل أَمْرنَا بِسُلُوكِ الْأَوَّل وَنَهْينَا عَنْ اِرْتِكَاب الثَّانِي

" وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَة وَالْأُولَى " أَيْ الدُّنْيَا فَمَنْ طَلَبَهُمَا مِنْ غَيْرنَا فَقَدْ أَخْطَأَ " فَأَنْذَرْتُكُمْ " خَوَّفْتُكُمْ يَا أَهْل مَكَّة " نَارًا تَلَظَّى " بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ الْأَصْل وَقُرِئَ بِثُبُوتِهَا , أَيْ

تتوقد

"لَا يَصْلَاهَا "يَدْخُلهَا "إِلَّا الْأَشْقَى "بِمَعْنَى الشَّقِيّ "الَّذِي كَذَّبَ "النَّبِيّ "وَتَوَلَّى "عَنْ الْإِيمَان وَهَذَا الْحَصْر مُؤَوَّل لِقَوْلِهِ تَعَالَى : "وَيَغْفِر مَا دُون ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاء "فَيَكُون الْمُرَاد الصِّلِيّ الْمُؤَبَّد" وَسَيُجَنَّبُهَا "يُبْعَد عَنْهَا "الْأَتْقَى "بِمَعْنَى التَّقِيّ

" "الَّذِي يُؤْتِي مَاله يَتَزَكَّى "مُتَزَكِّيًا بِهِ عِنْد اللَّه تَعَالَى بِأَنْ يُخْرِجهُ لِلَّهِ تَعَالَى لَا رِيَاء وَلَا سُمْعَة , فَيَكُون زَاكِيًا عِنْد اللَّه , وَهَذَا نَزَلَ فِي الصِّدِّيق رَضِيَ اللَّه عَنْهُ لَمَّا اشْتَرَى بِلَالًا الْمُعَذَّب عَلَى إِيمَانه وَأَعْتَقَهُ , فَقَالَ الْكُفَّار : إِنَّمَا فَعَلَ ذَلِكَ لِيَدٍ كَانَتْ لَهُ عِنْده فَنَزَلَتْ . " وَمَا لِأَحَدٍ عِنْده مِنْ نِعْمَة تُجْزَى "" إِلَّا "لَكِنْ فَعَلَ ذَلِكَ "ابْتِغَاء وَجْه رَبّه الْأَعْلَى "أَيْ طَلَب ثَوَاب اللَّه "وَلَسَوْفَ يَرْضَى "بِمَا يُعْطَاهُ مِنْ الثَّوَاب فِي الْجَنَّة وَالْآيَة تَشْمَل مَنْ فَعَلَ مِثْل فِعْله رَضِيَ اللَّه تَعَالَى عَنْهُ فَيُبْعَد عَنْ النَّار وَيُثَاب .

اور اس کا مال اس کے کوئی کام نہیں آ سکے گا' جب وہ جہنم میں گر جائے گا۔ بے شک ہدایت کے بارے میں بتانا ہمارے ذمے ہے یعنی گمراہی کے راستے کے مقابلے میں حق کے راستے کو واضح کر دینا تا کہ پہلے راستے پر چل کر وہ آدمی ہمارے احکام پر عمل پیرا ہو سکے اور ہم نے دوسرے کے ارتکاب سے منع کیا ہے۔ اور آخرت اور پہلے والی یعنی دنیا ہماری ہی ہیں' تو جو شخص ہمارے علاوہ کسی اور سے ان دونوں کو طلب کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔

تو میں تمہیں ڈرا رہا ہوں یعنی اے اہل مکہ میں تمہیں خوفزدہ کر رہا ہوں۔ اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے۔ یہاں پر ایک ''ت'' کو حذف کر دیا گیا ہے۔ اصل سے، اور اس کے ثبوت کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یعنی وہ آگ بھڑکتی ہے۔ اس تک نہیں پہنچے گا یعنی اس میں داخل نہیں ہوگا۔ ماسوائے اس شخص کے جو بدبخت ہو یہ شقی کے معنی میں ہے۔

جس نے نبی کی تکذیب کی اور ایمان سے منہ پھیر لیا۔ اس حصر کی تاویل کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے ذریعے وہ ''اس کے علاوہ جسے چاہے اس کی مغفرت کر سکتا ہے''۔ لہٰذا دوزخ میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے' وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

اور اس سے بچ جائے گا یعنی دور ہوگا۔ پرہیز گار شخص یہ ''تقی'' کے معنی میں ہے۔ جو پاکیزگی کے حصول کے لئے اپنا مال دیتا ہے۔ یعنی اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزگی بھی حاصل کر لیتا ہے' وہ اس مال کو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کرتا ہے۔ دکھاوے کے لئے اور شہرت کے لئے نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پاکیزہ ہو جاتا ہے۔ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق t کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب انہوں نے حضرت بلال t کو خرید لیا تھا۔ جنہیں ایمان لانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا تھا اور انہوں نے حضرت بلال t کو آزاد کر دیا تھا تو کفار نے یہ کہا تھا کہ ابوبکر نے ایسا اس لئے کیا ہے' بلال نے اس پر کوئی احسان کیا ہوگا' تو اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (یعنی اگلی آیت نازل ہوئی) ''اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں ہے' جس کا بدلہ دیا جائے۔'' الا

یعنی اس نے ایسا اس لئے کیا ہے تا کہ اپنے بلند و برتر پروردگار کی رضا حاصل کر لے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اجر وثواب کی طلب میں ایسا کیا ہے۔ تو وہ عنقریب راضی ہو جائے گا یعنی وہ اسے جنت میں اس کا ثواب عطا کرے گا اور یہ آیت ہر اس شخص کے لئے ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے اعمال کرے گا۔ وہ بھی جہنم سے دور ہو جائے گا اور اسے بھی ثواب ملے گا۔

## جہنم کی سختی کا بیان

مسند احمد میں ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں نے خطبہ کی حالت میں سنا ہے آپ بہت بلند آواز سے فرما رہے تھے یہاں تک کہ میری اس جگہ سے بازار تک آواز پہنچے اور بار بار فرماتے جاتے تھے لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا چکا۔ لوگو! میں تمہیں جہنم کی آگ سے ڈرا رہا ہوں، بار بار یہ فرما رہے تھے یہاں تک کہ چادر مبارک کندھوں سے سرک کر پیروں میں گر پڑی صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی قیامت کے دن وہ ہوگا جس کے دونوں قدموں تلے دو انگارے رکھ دیئے جائیں جس سے اس کا دماغ ابل رہا ہو۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے ہلکے عذاب والا ہے جہنمی ہوگا جس کی دونوں جوتیاں اور دونوں تسمے آگ کے ہوں گے جن سے اس کا دماغ اس طرح ابل رہا وہ گا جس طرح ہنڈیا جوش کھا رہی ہو باوجود یہ کہ سب سے ہلکے عذاب والا یہی ہے لیکن اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب والا اور کوئی نہ ہوگا، اس جہنم میں صرف وہی لوگ گھیر گھار کر بدترین عذاب کیے جائیں گے جو بدبخت تر ہوں جن کے دل میں کذب بعض ہو اور اسلام پر عمل نہ ہو، مسند احمد کی حدیث میں بھی ہے کہ جہنم میں صرف شقی لوگ جائیں گے لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جو اطاعت گذار نہ ہوں اور نہ اللہ کے خوف سے کوئی بدی چھوڑتا ہو مسند کی اور حدیث میں ہے میری ساری امت جنت میں جائیگی سوائے اس کے جو جنت میں جانے سے انکار کریں لوگوں نے پوچھا جنت میں جانے سے انکار کرنے والا کون ہے؟ (مسلم)

## اہل اطاعت کیلئے جنت ہونے کا بیان

فرمایا جو میری اطاعت کرے وہ جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کر دیا اور فرمایا جہنم سے دوری اسے ہوگی جو تقوی شعار، پرہیزگار اور اللہ کے ڈر والا ہوگا جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں دے تا کہ خود بھی پاک ہو جائے اور اپنی چیزوں کو بھی پاک کر لے اور دین دنیا میں پاکیزگی حاصل کر لے کیونکہ یہ شخص اس کے لیے کسی کے ساتھ سلوک نہیں کرتا کہ اس کا کوئی احسان اس پر ہے بلکہ اس لیے کہ آخرت میں جنت ملے اور وہاں اللہ کا دیدار نصیب ہو پھر فرماتا ہے کہ بہت جلد بالیقین ایسی پاک صفتوں والا شخص راضی ہو جائیگا۔

اکثر مفسرین کہتے ہیں یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتری ہیں یہاں تک کہ بعض مفسرین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے بیشک صدیق اکبر اس میں داخل ہیں اور اس کی عمومیت میں ساری امت سے پہلے ہیں گو الفاظ آیت

کے عام ہیں لیکن آپ سے اول اس کے مصداق ہیں ان تمام اوصاف میں اور کل کی کل نیکیوں میں سب سے پہلے اور سب سے آگے اور سب سے بڑھے چڑھے ہوئے آپ ہی تھے آپ صدیق تھے پرہیزگار تھے بزرگ تھے سخی تھے۔ آپ مالوں کو اپنے مولا کی اطاعت میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد میں دل کھول کر خرچ کرتے رہتے تھے ہر ایک کیساتھ احسان وسلوک کرتے اور کسی دنیوی فائدے کی چاہت پر نہیں کسی کے احسان کے بدلے نہیں بلکہ صرف اللہ کی مرضی کے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کے لیے جتنے لوگ تھے خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے سب پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احسانات کے بار تھے یہاں تک کہ عروہ بن مسعود جو قبیلہ ثقیف کا سردار تھا صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جبکہ حضرت صدیق نے اسے ڈانٹا ڈپٹا اور دو باتیں سنائیں تو اس نے کہا کہ اگر آپ کے احسان مجھ پر نہ ہوتے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا۔

تو میں آپ کو ضرور جواب دیتا پس جبکہ عرب کے سردار اور قبائل عرب کے بادشاہ کے اوپر آپ کے اس قدر احسان تھے کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا تھا تو بھلا اور تو کہاں؟ اسی لیے یہاں بھی فرمایا گیا کہ کسی پر احسان کا بدلہ انہیں دینا نہیں بلکہ صرف دیدار اللہ کی خواہش ہے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے جو شخص جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے اسے جنت کے داروغے پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے ادھر سے آ یہ سب سے اچھا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کوئی ضرورت تو ایسی نہیں لیکن فرمایئے تو کیا کوئی ایسا بھی ہے جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہے اور مجھے اللہ سے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ لیل، بیروت)

# سُورَۃُ الضُّحیٰ

## یہ قرآن مجید کی سورت ضحیٰ ہے

### سورت ضحیٰ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ والضحیٰ مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، گیارہ آیات، چالیس کلمات، ایک سو بہتّر حروف ہیں۔

### سورت ضحیٰ کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ والضحیٰ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی چاشت کی قسم ہے لہٰذا اسی لفظ سے یہ سورت معروف ہوئی ہے۔

### سورت ضحیٰ کے شان نزول کا بیان

اسود بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ میں نے جندب کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تو ایک یا دو رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد کے لئے) کھڑے نہیں ہو سکے ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں یہی دیکھتی ہوں کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے آیت (وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی، الضحیٰ) نازل فرمائی۔ (صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 2219)

ہشام بن عروہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کافی عرصہ تک نہ آئے اس وجہ سے آپ نہایت خوف زدہ ہوئے تو خدیجہ نے کہا کہ آپ کا رب آپ کے انتہائی خوف کو دیکھ کر آپ سے ناراض ہو گیا ہے اس پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ (ابن کثیر 4۔521)

حضرت خولہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ تھیں سے روایت ہے کہ ایک کتیا کا بچہ گھر میں چارپائی کے نیچے گھسا اور وہیں مر گیا نبی ہر کئی دن وحی نازل نہ ہوئی تو آپ نے فرمایا اے خولہ میرے گھر میں کیا ہوا ہے؟ جبرائیل میرے پاس نہیں آ رہے خولہ کہتی ہیں کہ بہتر ہوتا کہ میں گھر میں جھاڑ دے کر سامان درست کر دیتی ہوں پھر میں نے جھاڑو دیا۔

تو چارپائی کے نیچے جھاڑو بھارا پایا تو وہاں کوئی بھاری چیز پڑی تھی میں نے اسے جھاڑو کے ذریعے نکالا تو وہ مرا ہوا کتیا کا بچہ میں نے اسے دیوار کے پیچھے پھینک دیا نبی ادھر سے آئے تو آپ کے دانت بج رہے تھے جب بھی آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر کپکپی طاری ہو جاتی اور آپ فرما دیتے اے خولہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ اس موقع پر اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ وَالضُّحٰی،

وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی،مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی)(نیسابوری 371،مجمع الزوائد 7۔138)

| |
|---|
| وَالضُّحٰی○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی○ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰی○ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی○ |
| وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی○ اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی○ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی○ وَوَجَدَكَ |
| عَآئِلًا فَاَغْنٰی○ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ○ |
| چاشت کی قسم،اور قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے۔آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا |
| اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔اور بیشک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لئے پہلے سے بہتر |
| (یعنی باعث عظمت ورفعت) ہے۔اور آپ کا رب عنقریب آپ کو (اتنا کچھ) عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ |
| (اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزّز ومکرّم) ٹھکانا دیا۔اور اس نے آپ کو اپنی محبت |
| میں خودرفتہ وگم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذتِ دید |
| سے نواز کر ہمیشہ کے لئے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں۔اور (اپنے در کے) |
| کسی منگتے کو نہ جھڑکیں۔اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔ |

## وقت چاشت اور کی رات کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالضُّحَى " أَیْ أَوَّل النَّهَار أَوْ كُلّه" وَاللَّیْل إِذَا سَجَى " غَطَّى بِظَلَامِهِ أَوْ سَكَنَ" مَا وَدَّعَك " تَرَكَك یَا مُحَمَّد " رَبّك وَمَا قَلَى " أَبْغَضَك نَزَلَ هَذَا لَمَّا قَالَ الْكُفَّار عِنْد تَأَخُّر الْوَحْی عَنْهُ خَمْسَة عَشَر یَوْمًا : إِنَّ رَبّه وَدَّعَهُ وَقَلَاهُ" وَلَلْآخِرَة خَیْر لَك " لِمَا فِیهَا مِنْ الْكَرَامَات لَك " مِنْ الْأُولَى " الدُّنْیَا

" وَلَسَوْفَ یُعْطِیك رَبّك " فِی الْآخِرَة مِنْ الْخَیْرَات عَطَاء جَزِیلًا " فَتَرْضَى " بِهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : " إِذَنْ لَا أَرْضَى وَوَاحِد مِنْ أُمَّتِی فِی النَّار " إِلَى هُنَا تَمَّ جَوَاب الْقَسَم بِمُثْبَتَیْنِ بَعْد مَنْفِیَّیْنِ

" أَلَمْ یَجِدك " اِسْتِفْهَام تَقْرِیر أَیْ وَجَدَك " یَتِیمًا " بِفَقْدِ أَبِیك قَبْل وِلَادَتك أَوْ بَعْدهَا " فَآوَى " بِأَنْ ضَمَّك إِلَى عَمّك أَبِی طَالِب " وَوَجَدَك ضَالًّا " عَمَّا أَنْتَ عَلَیْهِ مِنْ الشَّرِیعَة " فَهَدَى " أَیْ هَدَاك إِلَیْهَا

" وَوَجَدَك عَائِلًا " فَقِیرًا " فَأَغْنَى " أَغْنَاك بِمَا قَنَّعَك بِهِ مِنْ الْغَنِیمَة وَغَیْرهَا وَفِی الْحَدِیث : "

لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَةِ الْعَرَضِ وَلٰکِنَّ الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ "

" فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ " بِأَخْذِ مَالِهٖ أَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ " وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ " تَزْجُرُهُ لِفَقْرِهٖ

" وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ " عَلَيْكَ بِالنُّبُوَّةِ وَغَيْرِهَا " فَحَدِّثْ " أَخْبِرْ , وَحُذِفَ ضَمِيرُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ الْأَفْعَالِ رِعَايَةً لِلْفَوَاصِلِ .

چاشت کی قسم! اس سے مراد دن کا ابتدائی حصہ ہے یا پورا دن مراد ہے اور رات کی قسم! جب وہ ڈھانپ لے یعنی جب وہ اندھیرے کی وجہ سے ہر چیز پر پردہ ڈال دے یا سکون کی حالت میں آ جائے۔ تم کو نہیں چھوڑا ہے یعنی تمہیں ترک نہیں کیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے پروردگار نے اور نہ ہی اس نے تمہیں ناپسند کیا ہے یعنی تم سے بغض نہیں رکھا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کفار نے 15 دن تک وحی نازل نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہا کہ اس کے پروردگار نے اسے چھوڑ دیا اور اسے ناپسند کیا ہے اور تمہاری آنیوالی گھڑی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اس میں جو تمہارے لیے عزت و احترام ہوگا پہلے والی گھڑی سے یعنی دنیا سے۔

اور تمہارا پروردگار عنقریب تمہیں عطا کرے گا یعنی آخرت میں وہ بھلائی جو عظیم عطا ہوگی تو تم راضی ہو جاؤ گے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو میں اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی جہنم میں ہوگا۔

یہاں پر دو منفی جملوں کے بعد دو مثبت باتوں کے ذریعے قسم کا جواب دے دیا گیا ہے۔

کیا اس نے تمہیں نہیں پایا؟ یہاں پر استفہام کسی بات کو پختہ کرنے کے لئے ہے یعنی اس نے تمہیں پایا ہے یتیم۔ یعنی تمہاری ولادت سے پہلے یا بعد میں تمہارے والد موجود نہیں تھے تو اس نے پناہ دی یعنی تمہیں تمہارے چچا ابوطالب تک پہنچا دیا اور اس نے تمہیں پایا "عائل" اس حوالے سے جس پر اب تم شریعت کے حوالے سے گامزن ہو اس نے تمہاری رہنمائی کی یعنی اس شریعت کی طرف تمہاری رہنمائی کی۔

اور اس نے تمہیں پایا حاجت مند یعنی غریب اور پھر اس نے تمہیں خوشحال کر دیا یعنی تمہیں خوشحال کیا اس حوالے سے کہ مال غنیمت اور اس طرح کی دیگر چیزوں کے ذریعے قناعت حاصل کی اور حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ خوشحال ہونے کا مطلب مال زیادہ ہونا نہیں ہے بلکہ اصل خوشحالی نفس کا بے نیاز ہونا ہے۔

جہاں تک یتیم کا معاملہ ہے تو تم اس پر غصہ نہ کرو یعنی اس کا مال نہ لو اور دیگر حوالے سے (نہ جھڑکو)۔ جہاں تک مانگنے والے کا تعلق ہے تو تم اسے جھڑکو نہیں یعنی اس کی غربت کی وجہ سے اسے ڈانٹو نہیں۔

جہاں تک تمہارے پروردگار کی نعمت کا تعلق ہے جو اس نے نبوت وغیرہ کے حوالے سے تم پر کی ہے تو تم اسے بیان کرو یعنی اس کی خبر دو یہاں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضمیر کو حذف کیا گیا ہے بعض افعال میں تا کہ "فواصل" کا خیال

رکھا جاسکے۔

## وقت چاشت اور رات کے مفہوم کا بیان

اور اس کی تاریکی عام ہو جائے۔امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چاشت سے مراد وہ چاشت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔بعض مفسرین نے فرمایا کہ چاشت سے اشارہ ہے نور جمال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور شب کنایہ ہے آپ کے گیسوئے عنبرین سے۔(تفسیر روح البیان، سورہ ضحیٰ، بیروت)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مقام محمود کا بیان

یعنی آخرت دنیا سے بہتر کیونکہ وہاں آپ کے لئے مقامِ محمود و حوضِ مورود و خیرِ موعود اور تمام انبیاء و رُسل پر تقدم اور آپ کی امت کا تمام امتوں پر گواہ ہونا اور آپ کی شفاعت سے مومنین کے مرتبے اور درجے بلند ہونا اور بے انتہا عزتیں اور کرامتیں ہیں جو بیان میں نہیں آتیں۔اور مفسرین نے اس کے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ آنے والے احوال آپ کے لئے گذشتہ سے بہتر و برتر ہیں گویا کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ روز بروز آپ کے درجے بلند کرے گا اور عزت پر عزت اور منصب پر منصب زیادہ فرمائے گا اور ساعت بساعت آپ کے مراتب ترقیوں میں رہیں گے۔(تفسیر خزائن العرفان، سورہ ضحیٰ، لاہور)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی عطا اور رضا کا بیان

اللہ تعالیٰ کا اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ وعدہ کریمہ ان نعمتوں کو بھی شامل ہے جو آپ کو دنیا میں عطا فرمائیں۔ کمال نفس اور علوم اوّلین وآخرین اور ظہورِ امر اور اعلائے دین اور وہ فتوحات جو عہدِ مبارک میں ہوئیں اور عہدِ صحابہ میں ہوئیں اور تاقیامت مسلمانوں کو ہوتی رہیں گی اور دعوت کا عام ہونا اور اسلام کا مشارق و مغارب میں پھیل جانا اور آپ کی امت کا بہترین اُمم ہونا اور آپ کے وہ کرامات و کمالات جن کا اللہ ہی عالم ہے اور آخرت کی عزت و تکریم کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفاعتِ عامہ و خاصہ اور مقامِ محمود وغیرہ جلیل نعمتیں عطا فرمائیں۔مسلم شریف کی حدیث میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں دستِ مبارک اٹھا کر امت کے حق میں رو کر دعا فرمائی اور عرض کیا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِیْ اُمَّتِیْ ، اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں جا کر دریافت کر رونے کا کیا سبب ہے باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ دانا ہے، جبریل نے حسبِ حکم حاضر ہو کر دریافت کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تمام حال بتایا اور غمِ امت کا اظہار فرمایا، جبریلِ امین نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ تیرے حبیب یہ فرماتے ہیں باوجود یہ کہ وہ خوب جاننے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا جاؤ اور میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں عنقریب راضی کریں گے اور آپ کو گراں خاطر نہ ہونے دیں گے، حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے میں راضی نہ ہوں گا۔آیت کریمہ صاف دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں

رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے ثابت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران امت بخش دیئے جائیں تو آیت واحادیث سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت مقبول اور حسب مرضیٔ مبارک گنہگاران امت بخشے جائیں گے، سبحان اللہ کیا رتبہ علیا ہے کہ جس پروردگار کو راضی کرنے کے لئے تمام مقربین تکلیفیں برداشت کرتے اور محنتیں اٹھاتے ہیں، وہ اس حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راضی کرنے کے لئے عطا عام کرتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو آپ کے ابتدائے حال سے آپ پر فرمائیں۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ ضحیٰ، لاہور)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا بیان

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے، حمل دو ماہ کا تھا، آپ کے والد صاحب نے مدینہ شریفہ میں وفات پائی اور نہ کچھ مال چھوڑا، نہ کوئی جگہ چھوڑی، آپ کی خدمت کے متکفل آپ کے دادا عبدالمطلب ہوئے، جب آپ کی عمر شریف چار یا چھ سال کی ہوئی تو والدہ صاحبہ نے بھی وفات پائی، جب عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب نے بھی وفات پائی، انہوں نے اپنی وفات سے پہلے اپنے فرزند ابوطالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے آپ کی خدمت ونگرانی کی وصیت کی ابوطالب آپ کی خدمت میں سرگرم رہے، یہاں تک کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک معنی یہ بیان کئے ہیں کہ یتیم معنی یکتا وبینظیر کے ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے درِ یتیمہ۔ اس تقدیر پر آیت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزّ وشرف میں یکتا وبینظیر پایا اور آپ کو مقامِ قرب میں جگہ دی اور اپنی حفاظت میں آپ کے دشمنوں کے اندر آپ کی پرورش فرمائی اور آپ کو نبوت واصطفا ورسالت کے ساتھ مشرف کیا۔ (خازن وجمل روح البیان، ضحیٰ، بیروت)

اور غیب کے اسرار آپ پر کھول دیئے اور علومِ ما کان وما یکون عطا کئے، اپنی ذات وصفات کی معرفت میں سب سے بلند مرتبہ عنایت کیا۔ مفسرین نے ایک معنی اس آیت کے یہ بھی بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا وارفتہ پایا کہ آپ اپنے نفس اور اپنے مراتب کی خبر بھی نہیں رکھتے تھے تو آپ کو آپ کے ذات وصفات اور مراتب ودرجات کی معرفت عطا فرمائی۔

# سُورَۃ اَلَمۡ نَشۡرَح

## یہ قرآن مجید کی سورت الانشراح ھے

### سورت انشراح کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ الم نشرح مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیات، ستائیس کلمات، ایک سوتین حروف ہیں۔

### سورت الانشراح کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے آیت کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی کھولنا ہے جس طرح تفسیر میں اس کی وضاحت آرہی ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت الانشراح کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ ظَهۡرَكَ ۝ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝ |
| فَاِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ اِنَّ مَعَ الۡعُسۡرِ يُسۡرًا ۝ فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارۡغَبۡ ۝ |
| کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (انوارِ علم وحکمت اور معرفت کے لئے) کشادہ نہیں فرما دیا۔ اور ہم نے آپ کا (غمِ امت کا |
| وہ) بار آپ سے اتار دیا۔ جو آپ کی پشتِ (مبارک) پر گراں ہو رہا تھا۔ اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ |
| ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرما دیا۔ پس بے شک ہر مشکل کے ساتھ ایک آسانی ہے۔ بے شک اسی مشکل کے ساتھ |
| ایک اور آسانی ہے۔ پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت فرمایا کریں۔ اور اپنے رب کی طرف راغب ہوجایا کریں۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شرح صدر ہونے کا بیان

" أَلَمۡ نَشۡرَح " اِسۡتِفۡهَام تَقۡرِير أَیۡ شَرَحۡنَا " لَك " يَا مُحَمَّد " صَدۡرك " بِالنُّبُوَّةِ وَغَيۡرهَا

" وَوَضَعۡنَا " حَطَطۡنَا " عَنۡك وِزۡرك "" الَّذِی أَنۡقَضَ " أَثۡقَل " ظَهۡرك " وَهَذَا كَقَوۡلِهِ تَعَالَى

لِيَغۡفِر لَك اللَّه مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبك "

" وَرَفَعۡنَا لَك ذِكۡرك " بِأَنۡ تُذۡكَر مَعَ ذِكۡرِی فِی الۡأَذَان وَالۡإِقَامَة وَالتَّشَهُّد وَالۡخُطۡبَة وَغَيۡرهَا"

فَإِنَّ مَعَ الۡعُسۡر " الشِّدَّة " يُسۡرًا" سُهُولَة

" إِنَّ مَعَ الۡعُسۡر يُسۡرًا " وَالنَّبِیّ صَلَّى اللَّه عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَاسَى مِنۡ الۡكُفَّار شِدَّة ثُمَّ حَصَلَ لَهُ

الْیُسْر بِنَصْرِہِ عَلَیْہِمْ

" فَإِذَا فَرَغْتَ " مِنْ الصَّلَاة " فَانْصَبْ " اِتْعَبْ فِي الدُّعَاء " وَإِلَى رَبّك فَارْغَبْ " تَضَرَّعْ .

کیا ہم نے کھول نہیں دیا یہاں پر استفہام نے بات کو پختہ کر دیا ہے یعنی ہم نے کھول دیا ہے۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے سینے کو یعنی نبوت وغیرہ کے ذریعے۔ اور ہم نے ہٹا دیا ہے یعنی اتار دیا ہے تم سے تمہارے بوجھ کو۔ جس نے بھاری کیا تھا یا ثقیل کیا تھا تمہاری پشت کو اور وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مانند ہے۔ ''تا کہ اللہ تعالیٰ مغفرت کر دے تمہارے سبب سے اور تمہارے گزشتہ لوگوں کے ذنب کی''۔

اور ہم نے تمہارے لیے تمہارے ذکر کو بلند کیا یعنی اذان واقامت' تشہد خطبے وغیرہ میں' میرے ذکر کے ساتھ تمہارا ذکر کیا جائیگا۔ بے شک ''عسر'' کے ساتھ ''یسر'' ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طرف سے بہت سختی برداشت کی تھی۔ پھر آپ کو ان کیخلاف مدد کی شکل میں آسانی نصیب ہوئی۔ جب تم فارغ ہو جاؤ یعنی نماز سے تو نصب کرو یعنی اہتمام کے ساتھ دعا کرو اور تم اپنے پروردگار کی طرف رغبت رکھو یعنی اس کی بارگاہ میں گڑ گڑاؤ۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارکہ میں علوم ومعارف رکھ دیئے جانے کا بیان

ہم نے آپ کے سینہ کو کشادہ اور وسیع کیا ہدایت ومعرفت اور موعظت ونبوت اور علم وحکمت کے لئے یہاں تک کہ عالمِ غیب و شہادت اس کی وسعت میں سما گئے اور علائقِ جسمانیہ، انوارِ روحانیہ کے لئے مانع نہ ہو سکے اور علومِ لدنیّہ وحکمِ الٰہیہ ومعارف ربانیّہ و حقائقِ رحمانیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے۔ اور ظاہری شرحِ صدر بھی بار بار ہوا ابتدائے عمر شریف میں اور ابتداءِ نزول وحی کے وقت اور شب معراج جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، اس کی شکل یہ تھی کہ جبریلِ امین نے سینہ پاک کو چاک کر کے قلب مبارک نکالا اور زریں طشت میں آب زمزم سے غسل دیا اور نور وحکمت سے بھر کر اس کو اس کی جگہ رکھ دیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مالک اپنی قوم کے ایک شخص مالک بن صعصعہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں بیت اللہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نہ ہی سو رہا تھا اور نہ ہی جاگ رہا تھا۔ کہ ایک شخص کی آواز سنی۔ اس کے ساتھ دو اور بھی تھے۔ وہ لوگ ایک طشت لائے جس میں زمزم تھا۔ اس نے میرے سینے کو چاک کیا۔ یہاں تک کہ قتادہ کہتے کہ میں نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کیا مطلب تو انہوں نے فرمایا کہ پیٹ کے نیچے تک پھر میرے دل کو نکالا اور آب زمزم سے دھونے کے بعد واپس اسی جگہ لگا دیا پھر اس میں ایمان اور حکمت بھر دیا گیا۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1297)

## شق صدر کا بیان

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑی دلیری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے وہ باتیں پوچھ لیا کرتے تھے جسے دوسرے نہ پوچھ سکتے تھے ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امر نبوت میں سب سے پہلے آپ نے کیا دیکھا؟ آپ سنبھل بیٹھے اور فرمانے لگے ابو ہریرہ میں دس سال کچھ ماہ کا تھا جنگل میں کھڑا تھا کہ میں نے اوپر آسمان کی طرف سے کچھ آواز سنی کہ ایک شخص دوسرے سے کہہ رہا ہے کیا یہ وہی ہیں؟ اب دو شخص میرے سامنے آئے جن کے منہ ایسے منور تھے کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ میرے دماغ نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی اور ایسے کپڑے پہنے ہوئے تھے کہ میں نے کبھی کسی پر ایسے کپڑے نہیں دیکھے اور آ کر انہوں نے میرے دونوں بازو تھام لئے لیکن مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی میرے بازو تھامے ہوئے ہے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ انہیں لٹا دو چنانچہ اس نے لٹا دیا لیکن اس میں بھی نہ مجھے تکلیف ہوئی نہ برا محسوس ہوا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ شق کرو چنانچہ میرا سینہ چیر دیا لیکن نہ تو مجھے اس میں کچھ دکھ ہوا اور نہ میں نے خود دیکھا پھر کہا اس میں سے غل وغش، حسد وبغض سب نکال دو، چنانچہ اس نے ایک خون بستہ جیسی کوئی چیز نکالی اور اسے پھینک دیا پھر اس نے کہا اس میں رافت ورحمت رحم وکرم بھر دو پھر ایک چاندی جیسی چیز جتنی نکالی تھی اتنی ڈال دی پھر میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا جائیے اور سلامتی سے زندگی گزاریئے اب میں چلا تو میں نے دیکھا کہ ہر چھوٹے پر میرے دل میں شفقت ہے اور ہر بڑے پر رحمت ہے (مسند احمد)

پھر فرمان ہے کہ ہم نے تیرا بوجھ اتار دیا۔ یہ اسی معنی میں ہے کہ اللہ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے۔ جس بوجھ نے تیری کمر سے آواز نکلوا دی تھی یعنی جس نے تیری کمر کو بوجھل کر دیا تھا۔ ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں یعنی جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر کیا جائے گا جیسے اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کر دیا کوئی خطیب کوئی واعظ کوئی کلمہ گو کوئی نمازی ایسا نہیں جو اللہ کی وحدانیت کا اور آپ کی رسالت کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی بلندی کا بیان

ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل آئے اور فرمایا کہ میرا اور آپ کا رب فرماتا ہے کہ میں آپ کا ذکر کس طرح بلند کروں؟ آپ نے فرمایا اللہ ہی کو پورا علم ہے فرمایا جب میں ذکر کیا جاؤں تو آپ کا بھی ذکر کیا جائے گا، ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب سے ایک سوال کیا لیکن نہ کرتا تو اچھا ہوتا میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے نبیوں میں سے کسی کے لیے تو نے ہوا کو تابعدار کر دیا تھا کسی کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کر دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کیا تجھے میں نے یتیم پا کر جگہ نہیں دی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا راہ گم کردہ پا کر میں نے تجھے ہدایت نہیں کی؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا فقیر پا کر غنی نہیں بنا دیا؟ میں نے کہا بیشک فرمایا کیا میں نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا؟ کیا میں نے تیرا ذکر بلند نہیں کیا؟ میں نے کہا بیشک کیا ہے۔ ابو نعیم دلائل النبوۃ میں لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب میں فارغ ہوا اس چیز سے جس کا حکم مجھے میرے رب عزوجل نے کیا تھا آسمان اور زمین کے کام سے تو میں نے کہا اللہ مجھ سے پہلے جتنے انبیاء ہوئے اب

سب کی تو نے تکریم کی، ابراہیم کو خلیل بنایا، موسیٰ کو کلیم بنایا داؤد کے لیے پہاڑوں کو مسخر کیا، سلیمان کے لیے ہواؤں اور شیاطین کو بھی تابعدار بنایا اور عیسیٰ کے ہاتھ پر مردے زندہ کرائے، پس میرے لیے کیا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تجھے ان سب سے افضل چیز نہیں دی کہ میرے ذکر کے ساتھ ہی تیرا ذکر بھی کیا جاتا ہے اور میں نے تیری امت کے سینوں کو ایسا کر دیا کہ وہ قرآن کو قرأت سے پڑھتے ہیں۔ یہ میں نے کسی اگلی امت کو نہیں دیا اور میں نے تجھے اپنے عرش کے خزانوں میں سے خزانہ دیا جو لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہے ابن عباس اور مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اذان ہے یعنی اذان میں آپ کا ذکر ہے جس طرح حضرت حسان کے شعروں میں ہے۔

**اغر علیه للنبو ة خاتم من اللّٰه من نور یلوح ویشهد وضم الاله اسم النبی اسمه اذا قال فی الخمس المو ذن اشهد وشق له من اسمه لیجله فذو العرش محمود وهذا محمد**

یعنی اللہ تعالیٰ نے مہر نبوت کو اپنے پاس کا ایک نور بنا کر آپ پر ثبت فرمایا جو آپ کی رسالت کی گواہ ہے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا لیا جبکہ پانچویں وقت اشھد کہتا ہے آپ کی عزت وجلال کے اظہار کے لیے اپنے نام میں سے آپ کا نام نکالا دیکھو وہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اور لوگ کہتے ہیں کہ اگلوں پچھلوں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر بلند کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام سے روز میثاق میں عہد لیا گیا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور اپنی اپنی امتوں کو بھی آپ پر ایمان لانے کا حکم کریں پھر آپ کی امت میں آپ کے ذکر کو مشہور کیا کہ اللہ کے ذکر کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے، صرصری نے کتنی اچھی بات بیان فرمائی ہے فرماتے ہیں کہ فرضوں کی اذان صحیح نہیں ہوتی مگر آپ کے پیارے اور میٹھے نام سے جو پسندیدہ اور اچھے منہ سے ادا ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ تم نہیں دیکھتے کہ ہماری اذان اور ہمارا فرض صحیح نہیں ہوتا جب تک کہ آپ کا ذکر بار بار اس میں نہ آئے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ تکرار اور تاکید کے ساتھ دو دو دفعہ فرماتا ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی دشواری کے ساتھ سہولت ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے سامنے ایک پتھر تھا پس لوگوں نے کہا اور سختی آئے اور اس پتھر پر گھس جائے تو آسانی ہی آئے گی اور اسی میں جائے گی۔ اور اسے نکال لائے گی اس پر یہ آیت اتری۔

مسند بزار میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہا گر دشواری اس پتھر میں داخل ہو جائے تو آسانی آ کر اسے نکالے گی، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی، یہ حدیث عائذ بن شریح حضرت انس سے روایت کرتے ہیں اور ان کے بارے میں ابو حاتم رازی کا فیصلہ ہے کہ ان کی حدیث میں ضعف ہے اور ابن مسعود سے یہ موقوف مروی ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں لوگ کہتے تھے کہ ایک سختی دو آسانیوں پر غالب نہیں آ سکتی، حضرت حسن ابن جریر میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن شادان اور فرحاں آئے اور ہنستے ہوئے فرمانے لگے ہرگز ایک دشواری پر دو نرمیوں پر غالب نہیں آ سکتی۔ پھر اس آیت کی آپ نے تلاوت کی، یہ حدیث مرسل ہے۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو خوش خبری سنائی کہ دو آسانیوں پر ایک سختی غالب نہیں آسکتی۔ مطلب یہ ہے کہ عسرہ کے لفظ کو تو دونوں جگہ معرفہ لائے ہیں تو وہ مفرد ہوا اور یسر کے لفظ کو نکرہ لائے ہیں تو وہ متعدد ہو گیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ معونۃ یعنی امداد الٰہی بقدر معونۃ یعنی تکلیف کے آسمان سے نازل ہوتی ہے یعنی صبر مصیبت کی مقدار پر نازل ہوتا ہے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں اچھا صبر آسانیوں سے کیا ہی قریب ہے؟ اپنے کاموں میں اللہ تعالیٰ لحاظ رکھنے والا، نجات یافتہ ہے، اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرنے والے کو کوئی ایذاء نہیں پہنچتی اس سے بھلائی کی امید رکھنے والا اسے اپنی امید کے ساتھ ہی پاتا ہے۔ حضرت ابو حاتم سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں کہ جب مایوسی دل پر قبضہ کر لیتی ہے اور سینہ باوجود کشادگی کے تنگ ہو جاتا ہے تکلیفیں گھیر لیتی ہیں اور مصیبتیں ڈیرہ جما لیتی ہیں کوئی چارہ سجھائی نہیں دیتا اور کوئی تدبیر نجات کارکردگی نہیں ہوتی اس وقت اچانک اللہ کی مدد آ پہنچتی ہے۔ اور وہ دعاؤں کا سننے والا باریک بین اللہ اس سختی کو آسانی سے اور اس تکلیف کو راحت میں بدل دیتا ہے۔ تنگیاں جب کہ بھرپور آ پڑی ہیں پروردگار معاً وسعتیں نازل فرما کر نقصن کو فائدے سے بدل دیتا ہے کسی اور شاعر نے کہا ہے۔ بہت سی ایسی مصیبتیں انسان پر نازل ہوتی ہیں جن سے وہ تنگ دل ہو جاتا ہے حالانکہ اللہ کے پاس ان سے چھٹکارا بھی ہے جب یہ مصیبتیں کامل ہو جاتی ہیں اور اس زنجیر کے حلقے، مضبوط ہو جاتے ہیں اور انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ بھلا یہ کیا ہٹیں گی کہ اچانک اس رحیم و کریم اللہ کی شفقت بھری نظریں پڑتی ہیں اور اس مصیبت کو اس طرح دور کرتا ہے کہ گویا آئی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد ارشاد باری ہوتا ہے کہ جب تو دینوی کاموں سے اور یہاں کے اشغال سے فرصت پائے تو ہماری عبادتوں میں لگ جا اور فارغ البال ہو کر دلی توجہ کے ساتھ ہمارے سامنے عاجزی میں لگ جا، اپنی نیت خالص کر لے اپنی پوری رغبت کے ساتھ ہماری جناب کی طرف متوجہ ہو جا۔ اسی معنی کی وہ حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے جس میں ہے کہ کھانا سامنے موجود ہونے کے وقت نماز نہیں اور اس حالت میں بھی کہ انسان کو پاخانہ پیشاب کی حاجت ہو اور حدیث میں ہے کہ جب نماز کھڑی کی جائے اور شام کا کھانا سامنے موجود ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کر لو۔

حضرت مجاہد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب امر دنیا سے فارغ ہو کر نماز کے لیے کھڑے ہو تو محنت کے ساتھ عبادت کرو اور مشغولیت کے ساتھ رب کی طرف توجہ کر۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو تہجد کی نماز میں کھڑا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھے ہوئے اپنے رب کی طرف توجہ کر، حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں یعنی دعا کر، زید بن اسلم اور ضحاک فرماتے ہیں جہاد سے فارغ ہو کر اللہ کی عبادت میں لگ جا، ثوری فرماتے ہیں اپنی نیت اور اپنی رغبت اللہ ہی کی طرف رکھ۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ نشرح، بیروت)

## اذان و نماز وغیرہ میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بیان

حدیث شریف میں ہے سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے اس آیت کو دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جب میرا ذکر کیا جائے میرے ساتھ آپ کا بھی ذکر کیا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اس سے یہ ہے کہ اذان میں، تکبیر میں، تشہد میں، منبروں پر، خطبوں میں۔ تو اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے ہر بات میں اس کی تصدیق کرے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دے تو یہ سب بیکار وہ کافر ہی رہے گا۔ قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر دنیا وآخرت میں بلند کیا ہر خطیب ہر تشہد پڑھنے والا اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللہُ کے ساتھ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ پکارتا ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ آپ کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے آپ پر ایمان لانے کا عہد لیا۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ نشرح، لاہور)

# سُوْرَةُ التِّيْن

## یہ قرآن مجید کی سورت التین ہے

### سورت التین کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ والتین مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیات، چونتیس کلمات، ایک سو پانچ حروف ہیں۔

### سورت التین کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ التین کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی انجیر ہے جس کی قسم اٹھائی گئی ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت والتین کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ |
| اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ |
| اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۝ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ۝ |
| انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم۔ اور سینا کے (پہاڑ) طور کی قسم۔ اور اس امن والے شہر (مکہ) کی قسم۔ بیشک ہم نے آدمی کو |
| اچھی صورت پر بنایا۔ پھر ہم نے اسے پست سے پست تر حالت میں لوٹا دیا۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انھوں نے |
| نیک اعمال کیے تو ان کے لیے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ پس اس کے بعد کون سی چیز تجھے جزا کے بارے میں جھٹلانے |
| پر آمادہ کرتی ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ |

### انجیر وزیتون کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالتِّين وَالزَّيْتُون " أَيْ الْمَأْكُولَيْنِ أَوْ جَبَلَيْنِ بِالشَّامِ يُنْبِتَانِ الْمَأْكُولَيْنِ" وَطُور سِينِينَ " الْجَبَل الَّذِي كَلَّمَ اللَّه تَعَالَى عَلَيْهِ مُوسَى وَمَعْنَى سِينِينَ الْمُبَارَك أَوْ الْحَسَن بِالْأَشْجَارِ الْمُثْمِرَة" وَهَذَا الْبَلَد الْأَمِين " مَكَّة لِأَمْنِ النَّاس فِيهَا جَاهِلِيَّة وَإِسْلَامًا" " لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَان " الْجِنْس " فِي أَحْسَن تَقْوِيم " تَعْدِيل لِصُورَتِهِ

" ثُمَّ رَدَدْنَاهُ " فِي بَعْض أَفْرَاده " أَسْفَل سَافِلِينَ " كِنَايَة عَنْ الْهَرَم وَالضَّعْف فَيَنْقُص عَمَل الْمُؤْمِن عَنْ زَمَن الشَّبَاب وَيَكُون لَهُ أَجْره

" إِلَّا " لَكِنْ " الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات فَلَهُمْ أَجْر غَيْر مَمْنُون " مَقْطُوع وَفِي الْحَدِيث : " إِذَا بَلَغَ الْمُؤْمِن مِنْ الْكِبَر مَا يُعْجِزهُ عَنْ الْعَمَل كُتِبَ لَهُ مَا كَانَ يَعْمَل "

" فَمَا يُكَذِّبك " أَيُّهَا الْكَافِر " بَعْد " بَعْد مَا ذُكِرَ مِنْ خَلْق الْإِنْسَان فِي أَحْسَن صُورَة ثُمَّ رَدّه إِلَى أَرْذَل الْعُمُر الدَّالّ عَلَى الْقُدْرَة عَلَى الْبَعْث " بِالدِّينِ " بِالْجَزَاءِ الْمَسْبُوق بِالْبَعْثِ وَالْحِسَاب , أَيْ مَا يَجْعَلك مُكَذِّبًا بِذَلِكَ وَلَا جَاعِل لَهُ

" أَلَيْسَ اللَّه بِأَحْكَم الْحَاكِمِينَ " هُوَ أَقْضَى الْقَاضِينَ وَحُكْمه بِالْجَزَاءِ مِنْ ذَلِكَ وَفِي الْحَدِيث : " مَنْ قَرَأَ وَالتِّين إِلَى آخِرهَا فَلْيَقُلْ بَلَى وَأَنَا عَلَى ذَلِكَ مِنْ الشَّاهِدِينَ " .

انجیر کی قسم اور زیتون کی قسم! اس سے مراد یا تو کھائی جانے والی دو چیزیں ہیں یا شام میں موجود دو پہاڑ ہیں جن (میں پیدا ہونے والوں پھلوں کو) کھایا جاتا ہے اور طور سینا کی قسم! اس سے مراد وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا تھا اور سینین کا مطلب مبارک ہے یا اچھا پھلدار درخت ہے اور اس امین شہر کی قسم! اس سے مراد مکہ ہے کیونکہ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں امن کی حالت میں رہتے ہیں۔ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے جنس انسان کو یعنی اچھی شکل میں اور بالکل مناسب بنائی ہے پھر ہم نے اسے لوٹا دیا سب سے پست حالت میں۔ یہ کنایہ ہے اس کے بوڑھے ہونے اور کمزور ہونے کی طرف تو اس وقت مومن کا عمل جوانی کے عالم میں کم ہو جاتا ہے لیکن اس کے لئے اجر ہوگا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے۔

ماسوائے ان لوگوں کے یعنی لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے۔ انہوں نے نیک عمل کیے ان کے لئے ایسا ثواب ہوگا جو ختم نہیں ہوگا یعنی منقطع نہیں ہوگا۔ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ جب مومن بوڑھا ہو جاتا ہے اور عمل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے تو اس کے نامہ اعمال میں وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ تو کیا بات تمہیں جھٹلانے پر مجبور کرتی ہے۔ اے کافر! اس کے بعد یعنی اس کے بعد؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہترین شکل میں تخلیق کیے جانے کا ذکر کیا تو اسے انتہائی عمر تک پہنچانے کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دوبارہ بھی زندہ کر سکتا ہے۔ دین کا (انکار کرنا) یعنی جزا کا جو دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب سے پہلے ہوگی یعنی کس بات نے تمہیں اس بات کو جھٹلانے پر مجبور کیا اور تم ایسا نہیں کر سکتے۔ کیا اللہ تعالیٰ سب سے بہترین فیصلہ کرنے والا نہیں ہے۔ وہ سب سے عظیم فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ وہ اس کا بدلہ دے گا۔ حدیث میں یہ بات موجود ہے۔

''جو شخص سورۃ والتین کو پوری پڑھ لے گا تو پھر یہ کہے: جی ہاں! میں اس بات پر گواہی دینے والوں میں شامل ہوں''۔

## انجیر کے مفہوم میں مفسرین کے اقوال کا بیان

اس کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہوا ہے۔ حسن بصری، عکرمہ، عطاء بن ابی رباح، جابر بن زید، مجاہد اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ انجیر سے مراد یہی انجیر ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور زیتون بھی یہی زیتون ہے جس سے تیل نکالا جاتا ہے۔ ابن ابی حاتم اور حاکم نے ایک قول حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی اس کی تائید میں نقل کیا ہے۔ اور جن مفسرین نے اس تفسیر کو قبول کیا ہے انہوں نے انجیر اور زیتون کے خواص اور فوائد بیان کر کے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہی خوبیوں کی وجہ سے ان دونوں پھلوں کی قسم کھائی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایک عام عربی داں تین اور زیتون کے الفاظ سن کر وہی معنی لے گا جو عربی زبان میں معروف ہیں۔ لیکن دو وجوہ ایسے ہیں جو یہ معنی لینے میں مانع ہیں۔ ایک یہ کہ آگے طور سینا اور شہر مکہ کی قسم کھائی گئی ہے اور دو پھلوں کے ساتھ دو مقامات کی قسم کھانے میں کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔ دوسرے ان چار چیزوں کی قسم کھا کر آگے جو مضمون بیان کیا گیا ہے۔ اس پر طور سینا اور شہر مکہ تو دلالت کرتے ہیں، لیکن یہ دو پھل اس پر دلالت نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں بھی کسی چیز کی قسم کھائی ہے، اس کی عظمت یا اس کے منافع کی بنا پر نہیں کھائی، بلکہ ہر قسم اس مضمون پر دلالت کرتی ہے جو قسم کھانے کے بعد بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے ان دونوں پھلوں کے خواص کو وجہ قسم قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بعض دوسرے مفسرین نے تین اور زیتون سے مراد بعض مقامات لیے ہیں، کعب احبار، قتادہ اور ابن زید کہتے ہیں کہ تین سے مراد دمشق اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔

ابن عباس کا ایک قول ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے یہ نقل کیا ہے کہ تین سے مراد حضرت نوح کی وہ مسجد ہے جو انہوں نے جودی پہاڑ پر بنائی تھی۔ اور زیتون سے مراد بیت المقدس ہے۔ لیکن والتین والزیتون کے الفاظ سن کر یہ معنی ایک عام عرب کے ذہن میں نہیں آ سکتے تھے اور نہ یہ بات قرآن کے مخاطب اہل عرب میں معروف تھی کہ تین اور زیتون ان مقامات کے نام ہیں۔ البتہ یہ طریقہ اہل عرب میں رائج تھا کہ جو پھل کسی علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہو اس علاقے کو وہ بسا اوقات اس پھل کے نام سے موسوم کر دیتے تھے۔ اس محاورے کے لحاظ سے تین زیتون کے الفاظ کا مطلب مناسبت تین و زیتون، یعنی ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ ہو سکتا ہے، اور وہ شام و فلسطین کا علاقہ ہے کیونکہ اس زمانے میں اہل عرب میں یہی علاقہ انجیر اور زیتون کی پیداوار کے مشہور تھا۔ ابن تیمیہ، ابن القیم، زمخشری اور آلوسی رحمہم اللہ نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔

اور ابن جریر نے بھی اگرچہ پہلے قول کو ترجیح دی ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بات تسلیم کی ہے کہ تین و زیتون سے مراد ان پھلوں کی پیداوار کا علاقہ بھی ہو سکتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، کتب تفاسیر، سورہ تین، بیروت)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تم میں سے جو آدمی سورت

والتین والزیتون پڑھے اور (اس آیت) (اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ، التین :8) یعنی کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ پر پہنچے تو یہ الفاظ کہا کرے بلی و انا علی ذلك من الشهدين (یعنی ہاں اور میں اس کی شہادت دینے والوں میں سے ہوں) اور جو آدمی سورت لا اقسم بیوم القیمة پڑھے اور (اس آیت) الیس ذلك بقدر علی ان یحیی الموتی (یعنی کیا اس اللہ کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو جلا اٹھائے) پر پہنچے تو کہے بلی (یعنی ہاں وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے) اور جو آدمی سورت والمرسلات پڑھے اور اس (آیت) فبای حدیث بعده یومنون یعنی اس کے بعد یہ کون سی بات پر ایمان لائیں گے) تو کہے امنا باللہ (یعنی ہم اللہ پر ایمان لائے) ابوداؤد اور ترمذی نے اس روایت کو (والتین کی آیت) وانا علی ذلک من الشاھدین تک نقل کیا ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 822)

# سُورَةُ الْعَلَق

## یہ قرآن مجید کی سورت علق ہے

### سورت علق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ اقراء اس کو سورہ علق بھی کہتے ہیں مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، انیس آیات، بانوے کلمات، دوسواسّی حروف ہیں۔

### سورت علق کی وجہ تسمیہ کا بیان

دوسری آیت کے لفظ علق کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ پس اسی نام سے یہ سورت معروف ہوئی ہے۔

### پہلی وحی کے نزول کا بیان

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب سچے ہونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہوتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تنہائی پسند ہونے لگی، غار حرا میں تنہا تشریف لے جاتے کئی کئی رات گھر میں تشریف نہ لاتے اور عبادت کرتے رہتے (دین ابراہیمی کے مطابق) اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان رکھتے پھر ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس تشریف لاتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پھر اسی طرح کھانے پینے کا سامان پکا دیتیں یہاں تک کہ اچانک غار حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی اتری فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر کہا پڑھئے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ نے مجھے پکڑ کر اتنا دبایا کہ میں تھک گیا پھر مجھے چھوڑ کر فرمایا پڑھیے! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ نے دوبارہ مجھے پکڑ کر اتنا دبایا کہ میں تھک گیا اس کے بعد مجھے چھوڑ دیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے پھر تیسری دفعہ مجھے پکڑ کر اتنا دبایا کہ میں تھک گیا پھر مجھے چھوڑ کر کہا (اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ) پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے، پڑھ! تیرا پروردگار بڑی عزت والا ہے جس نے قلم سے سکھایا اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس گھر تشریف لائے تو وحی کے جلال سے آپ کے شانہ مبارک اور گردن کے درمیان کا گوشت کانپ رہا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لا کر فرمایا کہ مجھے کپڑا اوڑھا دو مجھے کپڑا اوڑھا دو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کپڑا اوڑھا دیا گیا یہاں تک کہ جب گھبراہٹ ختم ہو گئی تو فرمایا کہ

مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرمانے لگیں کہ ہرگز نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش رہیں، اللہ کی قسم اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی رسوا نہیں کرے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، یتیموں مسکینوں اور کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور ناداروں کو دینے کی خاطر کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور پریشان لوگوں کی پریشانی میں لوگوں کے کام آتے ہیں، اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی کے پاس لے گئیں، ورقہ دور جاہلیت میں اسلام سے قبل نصرانی ہو گئے تھے، وہ عربی لکھنا جانتے تھے اور انجیل کو عربی زبان میں جتنا اللہ کو منظور ہوتا لکھتے تھے یہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو گئے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ سے کہا اے چچا! (ان کی بزرگی کی وجہ سے اس طرح خطاب کیا اصل میں وہ چچازاد بھائی تھے) اپنے بھتیجے کی بات سنئے ورقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا اے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا اس سے آگاہ کیا، ورقہ کہنے لگا یہ تو وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا کاش میں اس وقت جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب تیری قوم تجھے نکالے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے ورقہ نے کہا ہاں جو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نبی بن کر دنیا میں آیا لوگ اس کے دشمن ہو گئے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں تمہاری بھرپور مدد کروں گا۔ (صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 403)

| |
|---|
| اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ○ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ○ الَّذِيْ عَلَّمَ |
| بِالْقَلَمِ○ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ○ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى○ |
| (اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو ایک جمے |
| ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ وہ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا۔ اس نے انسان کو وہ سکھایا جو |
| وہ نہیں جانتا تھا۔ ہرگز نہیں، بے شک انسان یقیناً حد سے نکل جاتا ہے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ غنی ہو گیا ہے۔ |

## اللہ کے نام سے پڑھنے کی ابتداء کا بیان

" اِقْرَأْ " أَوْجِدْ الْقِرَاءَة مُبْتَدِئًا " بِاسْمِ رَبّك الَّذِي خَلَقَ " الْخَلَائِق " خَلَقَ الْإِنْسَان " الْجِنْس " مِنْ عَلَق " جَمْع عَلَقَة وَهِيَ الْقِطْعَة الْيَسِيرَة مِنْ الدَّم الْغَلِيظ " اِقْرَأْ " تَأْكِيد لِلْأَوَّلِ " وَرَبّك الْأَكْرَم " الَّذِي لَا يُوَازِيه كَرِيم , حَال مِنْ الضَّمِير فِي اِقْرَأْ

" الَّذِي عَلَّمَ " الْخَطّ " بِالْقَلَمِ " وَأَوَّل مَنْ خَطَّ بِهِ إِدْرِيس عَلَيْهِ السَّلَام

" عَلَّمَ الْإِنْسَان " الْجِنْس " مَا لَمْ يَعْلَم " قَبْل تَعْلِيمه مِنْ الْهُدَى وَالْكِتَابَة وَالصِّنَاعَة وَغَيْرهَا " كَلَّا " حَقًّا " إِنَّ الْإِنْسَان لَيَطْغَى "" أَنْ رَآهُ " أَيْ نَفْسه " اِسْتَغْنَى " بِالْمَالِ , نَزَلَ فِي أَبِي جَهْل

وَرَأَى عِلْمِيَّةٌ وَاسْتَغْنَى مَفْعُول ثَانٍ وَأَنْ رَآهُ مَفْعُول لَهُ

تم پڑھو یعنی قرات وجود میں لاؤ ابتداء کرتے ہوئے اپنے پروردگار کے اسم سے برکت حاصل کرتے ہوئے جس نے پیدا کیا ہے مخلوقات کو۔ 49

اس نے انسان کو یعنی جنس انسان کو پیدا کیا ہے۔ ”علق“ کے ذریعے یہ لفظ علاقہ کی جمع ہے اس سے مراد گاڑھے خون کا جھوٹا سا قطرہ ہے۔ تم قرات کرو یہ پہلے کی تاکید کے لئے ہے۔ وہ تمہارا پروردگار بڑا اکرم کرنے والا ہے۔ وہ یعنی کوئی بھی شخص کریم ہونے کے اعتبار سے اس کے مانند نہیں ہوسکتا۔ یہ لفظ اقراء کی ضمیر کا حال ہے۔

وہ جس نے علم دیا ہے یعنی خط کے ذریعے۔ قلم کے ذریعے اور سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے لکھنا شروع کیا تھا۔ اس نے انسان کو یعنی جنس انسان کو علم دیا اس چیز کے بارے میں جو وہ نہیں جانتا تھا یعنی اس کے اس شخص کو ہدایت ’کتابت‘ کاریگری وغیرہ کی تعلیم دینے سے پہلے۔ درحقیقت بے شک انسان سرکشی کرتا ہے۔

جب وہ دیکھتا ہے اس کو یعنی اپنے آپ کو کہ وہ بے نیاز ہے مال کے اعتبار سے۔ یہ آیت ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی تھی اور لفظ ”رأی“ کا مطلب جاننا ہے اور ”اِسْتَغْنٰی“ یہ دوسرا مفعول ہے اور ”اَنْ رَّاٰہُ“ مفعول الیہ ہے۔

## نزول وحی کی کیفیت کا بیان

عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنی شروع ہوئی وہ اچھے خواب تھے، جو بحالت نیند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھتے تھے، چنانچہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا، پھر تنہائی سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محبت ہونے لگی اور غار حرا میں تنہا رہنے لگے اور قبل اس کے کہ گھر والوں کے پاس آنے کا شوق ہو وہاں تحنث کیا کرتے، تحنث سے مراد کئی راتیں عبادت کرنا ہے اور اس کے لئے توشہ ساتھ لے جاتے پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس واپس آتے اور اسی طرح توشہ لے جاتے، یہاں تک کہ جب وہ غار حرا میں تھے، حق آیا، چنانچہ ان کے پاس فرشتہ آیا اور کہا پڑھ، آپ نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے پکڑ کر زور سے دبایا، یہاں تک کہ مجھے تکلیف محسوس ہوئی، پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر دوسری بار مجھے پکڑا اور زور سے دبایا، یہاں تک کہ میری طاقت جواب دینے لگی پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تیسری بار پکڑ کر مجھے زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور کہا پڑھ! اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا رب سب سے بزرگ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دہرایا اس حال میں کہ آپ کا دل کانپ رہا تھا چنانچہ آپ حضرت خدیجہ بنت خویلد کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو، تو

لوگوں نے کمبل اڑھا دیا، یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سارا واقعہ بیان کر کے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا ہرگز نہیں، اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کبھی بھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صلہ رحمی کرتے ہیں، ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، محتاجوں کے لئے کماتے ہیں، مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی راہ میں مصیبتیں اٹھاتے ہیں، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسید بن عبدالعزی کے پاس گئیں جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچازاد بھائی تھے، زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے اور عبرانی کتاب لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ انجیل کو عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے، جس قدر اللہ چاہتا، نابینا اور بوڑھے ہو گئے تھے، ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے میرے چچازاد بھائی اپنے بھتیجے کی بات سنو آپ سے ورقہ نے کہا اے میرے بھتیجے تم کیا دیکھتے ہو؟ تو جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تھا، بیان کر دیا، ورقہ نے آپ سے کہا کہ یہی وہ ناموس ہے، جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، کاش میں نوجوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب تمہاری قوم تمہیں نکال دے گی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے جواب دیا، ہاں! جو چیز تو لے کر آیا ہے اس طرح کی چیز جو بھی لے کر آیا اس سے دشمنی کی گئی، اگر میں تیرا زمانہ پاؤں تو میں تیری پوری مدد کروں گا، پھر زیادہ زمانہ نہیں گذرا کہ ورقہ کا انتقال ہو گیا اور وحی کا آنا کچھ دنوں کے لئے بند ہو گیا۔

ابن شہاب نے کہا کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ جابر بن عبداللہ انصاری وحی کے رکنے کی حدیث بیان کر رہے تھے، تو اس حدیث میں بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ ایک بار میں جا رہا تھا تو آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا، جو میرے پاس حرا میں آیا تھا، آسمان و زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، مجھ پر رعب طاری ہو گیا اور واپس لوٹ کر میں نے کہا مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، (يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ) اے کمبل اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے کو پاک رکھ اور ناپاکی کو چھوڑ دے، پھر وحی کا سلسلہ گرم ہو گیا اور لگاتار آنے لگی۔ عبداللہ بن یوسف اور ابوصالح نے اس کے متابع حدیث بیان کی ہے اور ہلال بن رواد نے زہری سے متابعت کی ہے، یونس اور معمر نے فوادہ کی جگہ بوادرہ بیان کیا۔

(صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 3)

| |
|---|
| اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰیؕ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰیؕ عَبْدًا اِذَا صَلّٰیؕ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ |
| عَلَی الْهُدٰۤیؕ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰیؕ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰیؕ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰیؕ |
| كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِؕ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍؕ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗؕ |
| سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَؕ كَلَّاؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْؕ |

| |
|---|
| بیشک آپ کے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے۔کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو منع کرتا ہے۔ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا |
| ہے۔بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہوتا۔یا اس نے پرہیز گاری کا حکم دیا ہو۔اب بتایئے! اگر اس نے جھٹلایا ہے اور منہ پھیر لیا |
| ہے۔تو کیا اس نے یہ نہ جانا کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے۔ہرگز نہیں، یقیناً اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اسے پیشانی کے بالوں کے ساتھ |
| گھسیٹیں گے۔پیشانی کے ان بالوں کے ساتھ جو جھوٹے ہیں، خطا کار ہیں۔پس وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لے۔ہم عنقریب جہنم |
| کے فرشتوں کو بلا لیں گے۔ہرگز نہیں! آپ اس کے کہے کی پرواہ نہ کیجئے، اور آپ سر بسجود رہیے اور قریب ہوتے جایئے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کا بیان

" إِنَّ إِلَى رَبِّك " يَا إِنْسَان " الرُّجْعَى " أَيْ الرُّجُوع تَخْوِيف لَهُ فَيُجَازِي الطَّاغِي بِمَا يَسْتَحِقّهُ،

" أَرَأَيْت " فِي الثَّلَاثَة مَوَاضِع لِلتَّعَجُّبِ " الَّذِي يَنْهَى " هُوَ أَبُو جَهْل " عَبْدًا " هُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِذَا صَلَّى "" أَرَأَيْت إِنْ كَانَ " الْمَنْهِيّ " عَلَى الْهُدَى "" أَوْ " لِلتَّقْسِيمِ " أَمَرَ بِالتَّقْوَى "" أَرَأَيْت إِنْ كَذَّبَ " أَيْ النَّاهِي النَّبِيّ " وَتَوَلَّى " عَنْ الْإِيمَان،

" " أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّه يَرَى " مَا صَدَرَ مِنْهُ , أَيْ يَعْلَمهُ فَيُجَازِيه عَلَيْهِ , أَيْ اِعْجَبْ مِنْهُ يَا مُخَاطَب مِنْ حَيْثُ نَهْيه عَنْ الصَّلَاة وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ الْمَنْهِيّ عَلَى الْهُدَى آمِر بِالتَّقْوَى وَمِنْ حَيْثُ أَنَّ النَّاهِي مُكَذِّب مُتَوَلٍّ عَنْ الْإِيمَان،

" كَلَّا " رَدْع لَهُ " لَئِنْ " لَام قَسَم " لَمْ يَنْتَهِ " عَمَّا هُوَ عَلَيْهِ مِنْ الْكُفْر " لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ " لَأَجُرَّنَّ بِنَاصِيَتِهِ إِلَى النَّار " نَاصِيَة " بَدَل نَكِرَة مِنْ مَعْرِفَة " كَاذِبَة خَاطِئَة " وَصَفَهَا بِذَلِكَ مَجَاز وَالْمُرَاد صَاحِبهَا

" فَلْيَدْعُ نَادِيه " أَيْ أَهْل نَادِيه وَهُوَ الْمَجْلِس يُنْتَدَى يَتَحَدَّث فِيهِ الْقَوْم وَكَانَ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اِنْتَهَرَهُ حَيْثُ نَهَاهُ عَنْ الصَّلَاة : لَقَدْ عَلِمْت مَا بِهَا رَجُل أَكْثَر نَادِيًا مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ عَلَيْك هَذَا الْوَادِي إِنْ شِئْت خَيْلًا جُرْدًا وَرِجَالًا مُرْدًا

" سَنَدْعُ الزَّبَانِيَة " الْمَلَائِكَة الْغِلَاظ الشِّدَاد لِإِهْلَاكِهِ كَمَا فِي الْحَدِيث " لَوْ دَعَا نَادِيه لَأَخَذَتْهُ الزَّبَانِيَة عِيَانًا "

" كَلَّا " رَدْع لَهُ " لَا تُطِعْهُ " يَا مُحَمَّد فِي تَرْك الصَّلَاة " وَاسْجُدْ " صَلِّ لِلَّهِ " وَاقْتَرِبْ " مِنْهُ بِطَاعَتِهِ .

بے شک تمہارے پروردگار کی طرف ہی یعنی اے انسان لوٹنا ہے یعنی رجوع کرنا ہے اور یہ خوف دلانے کے لئے ہے کہ پروردگار سرکشی کرنے والے کو اس کے مطابق بدلہ دے گا۔

کیا تم نے دیکھا ہے تینوں جگہ پر تعجب کا اظہار کرنے کے لئے اس شخص کو جو منع کرتا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے۔

اور بندے سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا ہے اگر وہ ہو یعنی جسے منع کیا گیا ہے ہدایت کے اوپر یا یہ تقسیم کے لئے ہے۔ وہ ہدایت کرتا ہو پرہیزگاری کی۔ کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو جھٹلا دے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے والا اور منہ موڑے یعنی ایمان سے۔ کیا وہ یہ بات نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس چیز کو جو اس سے صادر ہو رہی ہے یعنی اے مخاطب اسے اس کا علم ہے اور وہ بدلہ اسے دے گا یعنی اے مخاطب اس کے اوپر حیرانگی کا اظہار کرو کہ وہ نماز سے روکتا ہے اور جس کو وہ روک رہا ہے وہ ہدایت کے اوپر ہے اور وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے اس اعتبار سے کہ منع کرنے والا شخص جھٹلا رہا ہے اور ایمان سے منہ پھیر رہا ہے۔ یہ اس کی ردع کے لئے ہے یہاں پر ل قسم کے لئے ہے۔ اگر وہ باز نہ آیا یعنی جس کفر پر ہے تو ہم اس کی پیشانی کو پکڑ لیں گے یعنی اس کی پیشانی کے ذریعے گھسیٹ کر اسے جہنم میں لے جائیں گے۔

''پیشانی'' یہاں پر معرفہ کے بدل پر نکرہ آیا ہے یہ پیشانی کے لئے ہے جو جھوٹ بولنے والی ہے اور خطا کرنے والی ہے۔ اس کو مجازی طور پر موصوف کیا گیا ہے۔ اس سے مراد پیشانی کا مالک شخص ہے

تو وہ اپنی مجلس کو یعنی اپنی مجلس میں شریک لوگوں کو۔ اس سے مراد وہ مجلس ہے جسے وہ اس لیے اختیار کر رہا ہے تا کہ وہ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کر سکے جیسا کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا جب اس نے آپ کو جھڑکا تھا اور نماز پڑھنے سے روکا تھا۔ کیا تم جانتے ہو یہاں پر مجھ سے زیادہ بڑی مجلس کسی اور شخص کی نہیں ہوتی۔ میں چاہوں تو تمہارے خلاف اس وادی کو گھڑ سواروں کے ساتھ اور جوان مردوں کے ساتھ بھر دوں'

تو ہم اپنے محافظوں کو بلا لیں گے یعنی وہ فرشتے جو سخت ہیں اور شدید ہیں تم کو ہلاک کرنے کے لئے۔ حدیث میں یہ الفاظ ہیں اگر وہ مجلس کے افراد کو بلا لیتا تو فرشتے سب کے سامنے اس کو پکڑ لیتے۔

''کلا'' یہ اس کی ردع کے لئے ہے تم اس کی اطاعت نہ کرو یعنی اے محمد! نماز ترک کرنے کے حوالے سے۔ سجدہ کر و یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے نماز ادا کرو۔ قربت حاصل کرو یعنی فرمانبرداری کے ذریعے اس کا قرب حاصل کرو۔

## ابو جہل کیلئے موکلین دوزخ کو بلانے کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ، ہم بھی موکلین دوزخ کو بلا لیں گے)۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو ان کی گردن روند دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا اگر اس نے ایسا کیا تو فرشتے اسے دیکھتے ہی پکڑ لیں گے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

(جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1299)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آیا اور کہنے لگا کیا میں نے تمہیں اس سے منع نہیں کیا (تین مرتبہ یہی جملہ دھرایا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اسے ڈانٹا۔ وہ کہنے لگا تم جانتے ہو کہ مجھ سے زیادہ کسی کے ہم نشین نہیں ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں (فَلْيَدْعُ نَادِيَه 17 سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ، پس وہ اپنی مجلس والوں کو بلالے ہم بھی موکلین دوزخ کو بلائیں گے )۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اگر وہ اپنے دوستوں کو بلالیتا تو اللہ کے فرشتے اسے پکڑ لیتے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1300)

# سُورَةُ الْقَدْرِ

## یہ قرآن مجید کی سورت قدر ہے

### سورت قدر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ القدر مدنیہ اور ایک قول کے مطابق مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پانچ آیات، تیس کلمات، ایک سو بارہ حروف ہیں اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوحیان نے البحر المحیط میں دعویٰ کیا ہے کہ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مدنی ہے۔ علی بن حمد الواحدی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ پہلی سورت ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی۔ بخلاف اس کے الماوردی کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک یہ مکی ہے، اور یہی بات امام سیوطی نے اتقان میں لکھی ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس، ابن الزبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی تھی۔ سورت کے مضمون پر غور کرنے سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ اس کو مکہ ہی میں نازل ہونا چاہیے تھا۔

### سورت قدر کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی ہی آیت کے لفظ القدر کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس میں شب قدر کا ذکر کیا گیا ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت قدر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت قدر کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت یوسف بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد کہا کہ آپ نے مسلمانوں نے منہ پر کالک مل دی۔ انہوں نے فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے مجھے الزام مت دو۔ پھر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے منبر پر بنوامیہ کے لوگ نظر آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (اِنَّـآ اَعْـطَيْنَـاكَ الْكَوْثَرَ، اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو (جنت کی ایک نہر) کوثر عطا کی ہے) پھر یہ سورت نازل ہوئی (اِنَّـآ اَنْـزَلْنٰـهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ، بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا ہے اور آپ کو کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بنوامیہ بادشاہ ہوں گے۔ قاسم کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی (یعنی بنوامیہ کی) حکومت کے دن گنے تو انہیں پورے کے پورے ایک ہزار ماہ پایا۔ نہ ایک دن کم نہ

زیادہ۔ یہ حدیث غریب ہے۔

ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے قاسم بن فضل کی روایت سے جانتے ہیں بعض اسے قاسم بن فضل سے اور وہ یوسف بن مازن سے نقل کرتے ہیں۔ قاسم بن فضل حدانی کو یحییٰ بن سعید اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اس سند میں یوسف بن سعد مجہول ہیں۔ ہم اسے ان الفاظ سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ (جامع ترمذی: جلددوم: حدیث نمبر 1301)

| |
|---|
| اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ الرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ |
| بیشک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا۔ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ شب قدر کیا ہے۔ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح الامین اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔ |

## قرآن مجید کا نزول شب قدر میں ہونے کا بیان

" إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ " أَيْ الْقُرْآن جُمْلَة وَاحِدَة مِنْ اللَّوْح الْمَحْفُوظ إِلَى السَّمَاء الدُّنْيَا " فِي لَيْلَة الْقَدْر " أَيْ الشَّرَف الْعَظِيم " وَمَا أَدْرَاك " أَعْلَمَك يَا مُحَمَّد " مَا لَيْلَة الْقَدْر " تَعْظِيم لِشَأْنِهَا وَتَعْجِيب مِنْهُ " لَيْلَة الْقَدْر خَيْر مِنْ أَلْف شَهْر " لَيْسَ فِيهَا لَيْلَة الْقَدْر فَالْعَمَل الصَّالِح فِيهَا خَيْر مِنْهُ فِي أَلْف شَهْر لَيْسَتْ فِيهَا

" تَنَزَّل الْمَلَائِكَة " بِحَذْفِ إِحْدَى التَّاءَيْنِ مِنْ الْأَصْل " وَالرُّوح " أَيْ جِبْرِيل " فِيهَا " فِي اللَّيْلَة " بِإِذْنِ رَبّهمْ " بِأَمْرِهِ " مِنْ كُلّ أَمْر " قَضَاهُ اللَّه فِيهَا لِتِلْكَ السَّنَة إِلَى قَابِل وَمِنْ سَبَبِيَّة بِمَعْنَى الْبَاء " سَلَام هِيَ " خَبَر مُقَدَّم وَمُبْتَدَأ " حَتَّى مَطْلَع الْفَجْر " بِفَتْحِ اللَّام وَكَسْرهَا إِلَى وَقْت طُلُوعه ، جُعِلَتْ سَلَامًا لِكَثْرَةِ السَّلَام فِيهَا مِنْ الْمَلَائِكَة تَمُرّ بِمُؤْمِنٍ وَلَا بِمُؤْمِنَةٍ إِلَّا سَلَّمَتْ عَلَيْهِ .

بے شک ہم نے اس کو نازل کیا یعنی قرآن کو ایک ہی مرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف (نازل کیا)۔ شب قدر میں یعنی شرف اور عظمت والی (رات میں) اور تمہیں کیا معلوم یعنی تمہیں کس نے بتایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہ شب قدر کیا ہے؟ یعنی یہ اس (رات) کی عظمت کے اظہار کے لئے اور حیرانگی کے اظہار کے لئے۔ شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی جن میں شب قدر موجود نہ ہو تو اس رات میں کوئی نیک عمل کرنا ان ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے جن میں یہ رات موجود نہ ہو۔

فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اس میں اصل میں دو میں سے ایک ''ت'' کو حذف کر دیا گیا ہے اور روح بھی (نازل ہوتا ہے)

یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام اس میں یعنی اس رات میں۔ اپنے پروردگار کے اذن کے تحت یعنی حکم کے تحت ہر حوالے سے یعنی اللہ تعالیٰ اس رات میں اس سال سے اگلے سال تک کے فیصلے (فرشتوں کو بتا) دیتا ہے۔ یہاں پر ''من' سببیت کے لئے ہے اور ''باء'' کے معنی میں ہے۔ یہ سلامتی والی ہے۔ یہ مقدم خبر ہے اور مبتداء یہ ہے یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہو جائے۔ اس میں ''ل'' پر زبر بھی پڑھی جا سکتی ہے یعنی اس کے طلوع ہونے کے وقت تک میں نے اسے سلامتی والا بنایا ہے کیونکہ اس میں فرشتوں کی طرف سے بکثرت سلام کیا جاتا ہے جو بھی مومن (مرد یا عورت) گزرتے ہیں تو فرشتے انہیں سلام کرتے ہیں۔

## ستائیسویں شب کے لیلۃ القدر ہونے کا بیان

حضرت زر بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تمہارے بھائی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص سال بھر جاگے گا (یعنی رات کو عبادت کرے گا) وہ سب قدر کو پالے گا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابو عبدالرحمٰن (یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مغفرت کرے وہ جانتے تھے کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔

اور یہ کہ یہ ستائیسویں رات ہے لیکن انہوں نے چاہا کہ لوگ اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں پھر انہوں نے قسم کھائی کہ یہ وہی ستائیسویں شب ہے۔ میں نے عرض کیا اے امنذر (یعنی ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم کس طرح کہہ سکتے ہو۔ انہوں نے فرمایا اس نشانی یا فرمایا اس علامت کی وجہ سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتائی کہ اس دن سورج اس طرح نکلتا ہے کہ اس میں شعاع نہیں ہوتی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1302)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے (رمضان میں) سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ روزے رکھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینے کے اکثر ایام میں ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی راتوں میں ہمارے ساتھ فرض نماز کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں پڑھی) یہاں تک کہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں (یعنی تئیسویں آئی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ تہائی رات تک قیام (یعنی ہمیں نماز تراویح پڑھائی) جب پانچ راتیں باقی رہ گئیں (یعنی پچیسویں شب آئی) تو آپ نے ہمارے ساتھ آدھی رات تک قیام کیا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کاش آج کی رات قیام اور زیادہ کرتے (یعنی اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات سے بھی زیادہ تک ہمیں نماز پڑھاتے رہتے تو بہتر ہوتا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب کوئی آدمی (فرض) نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہے تو اس سے فارغ ہو کر واپس جاتا ہے تو اس کے لئے پوری رات کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے (یعنی عشاء اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھنے کی وجہ سے اسے پوری رات کی عبادت کا ثواب ملتا ہے نیز یہ کہ نوافل کا اسی وقت تک پڑھتے رہنا مناسب اور بہتر ہے جب تک دل لگے) جب چار راتیں باقی رہ گئیں (یعنی چھبیسویں شب آئی) تو ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا یہاں تک کہ تہائی رات باقی رہ گئی) ہم اسی انتظار میں لگے رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور ہمیں نماز پڑھائیں) جب تین راتیں باقی رہ گئیں (یعنی ستائیسویں شب آئی) تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں، اپنی عورتوں اور سب لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا (یعنی تمام رات نماز پڑھتے رہے) یہاں تک کہ ہمیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں فلاح فوت نہ ہو جائے" راوی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا "فلاح کیا ہے"؟ حضرت ابوذر نے فرمایا کہ (فلاح سے مراد) سحر کا کھانا (ہے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ مہینہ کے باقی دنوں میں (یعنی اٹھائیسویں اور انتیسویں شب میں) قیام نہیں کیا" سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی) ابن ماجہ نے بھی اس طرح کی روایت نقل کی ہے نیز ترمذی نے اپنی روایت میں ثم لم يقم بنا بقية الشهر (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ مہینے کے باقی دنوں میں قیام نہیں کیا، کے الفاظ ذکر نہیں کیئے۔ (مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 1271)

اس حدیث میں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے دو عشروں میں تراویح کی نماز صحابہ کو نہیں پڑھائی اس کا سبب وہی ہے جو پہلی حدیث میں گذر چکا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مجھے اندیشہ ہے کہ یہ نماز فرض نہ ہو جائے" حدیث کے الفاظ حتی بقی سبع الخ) یعنی یہاں تک کہ جب سات راتیں باقی رہ گئیں) کے بارے میں علامہ طیبی فرماتے ہیں کہ یہ حساب باعتبار یقین کی ہے یعنی انتیس دن کا مہینہ یقینی ہو اسی پر حساب لگایا ہے جیسا کہ ترجمہ کے دوران قوسین میں اس کی وضاحت کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ "سحر کھانے" کو "فلاح" اس لئے کہا ہے کہ اس کے ذریعے روزہ رکھنے کی قوت وطاقت حاصل ہوتی ہے جو درحقیقت فلاح کا سبب ہے۔ آخری راتوں میں قیام کا تفاوت فضیلت کے اعتبار سے تھا یعنی جن راتوں کی فضیلت کم تھی ان راتوں میں قیام کم کیا اور جن راتوں کی فضیلت زیادہ تھی ان میں فضیلت کی اسی زیادتی کے مطابق قیام بھی زیادہ کیا یہاں تک کہ ستائیسویں شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات قیام کیا۔ کیونکہ اکثر علماء کے قول کے مطابق "لیلۃ القدر" ستائیسویں ہی شب ہے یہی وجہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کو اپنے گھر والوں، عورتوں کو جمع کیا اور سب کے ساتھ پوری رات عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔

## شب قدر کی علامت کا بیان

حضرت زر بن حبیش رحمہ اللہ (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے (دینی) بھائی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص تمام سال عبادت کے لئے شب بیداری کرے تو وہ شب قدر کو پالے گا؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم کرے انہوں نے یہ بات اس بنا پر کہی ہے کہ لوگ بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں ورنہ تو جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے تھے کہ شب قدر رمضان میں آتی ہے اور رمضان کے آخری عشرہ کی ایک رات شب قدر ہوتی ہے اور وہ رات ستائیسویں شب ہے پھر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی قسم کھائی جس کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا کہ بلاشبہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے میں نے عرض کیا ابومنذر! (یہ ابی بن کعب کی کنیت ہے) آپ یہ بات کس دلیل کی بنا پر کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس علامت یا نشانی کی بنا پر جو ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہے کہ اس رات کی صبح آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس میں روشنی نہیں

ہوتی چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ ستائیسویں شب کی صبح آفتاب طلوع ہوا تو اس میں روشنی نہیں تھی۔

(مسلم، مشکوۃ شریف۔ جلد دوم۔ حدیث نمبر 598)

تا کہ لوگ بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کا مطلب یہ ہے کہ اگر چہ یہ قول صحیح ہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہے اور ظن غالب کے اعتبار سے اس پر فتویٰ بھی ہے مگر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو متعین اس لئے نہیں کیا کہ کہیں لوگ اس قول پر بھروسہ نہ کر بیٹھیں اور یہ جان کر کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب ہی ہے صرف اسی رات میں عبادت کے لئے شب بیداری کریں اور بقیہ راتوں کی شب بیداری ترک کر دیں چنانچہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ راتوں میں لوگوں کو شب بیداری کی طرف راغب کرنے کے لئے کہا کہ لیلۃ القدر سال کی کسی بھی شب میں آ سکتی ہے۔ ستائیسویں شب کو لیلۃ القدر قرار دینے کے سلسلہ میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قسم کھانا ظن غالب کی بنا پر تھا اسی لئے انہوں نے قسم کھاتے ہوئے انشاء اللہ نہیں کہا، کیونکہ اگر کوئی شخص قسم کھاتے ہوئے انشاء اللہ بھی کہہ دے تو نہ صرف یہ کہ قسم جزماً (یقینی) نہیں ہوتی بلکہ شرعی طور پر وہ منعقد نہیں ہوتی، لہٰذا حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی اور انشاء اللہ نہیں کہا تا کہ قسم جزماً ہو۔ اس حدیث میں شب قدر کی ایک علامت بتائی گئی ہے اور وہ یہ کہ جس رات میں شب قدر ہوتی ہے اس کی صبح سورج جب طلوع ہوتا ہے تو کچھ دیر اس میں شعاعیں نہیں ہوتیں چنانچہ بعض ارباب نظر فرماتے ہیں کہ یہ علامت ایسی ہے جس کے واقع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

# سُوْرَةُ الْبَيِّنَة

## یہ قرآن مجید کی سورت بینہ ہے

### سورت بینہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ لم یکن اس کو سورہ بیّنہ بھی کہتے ہیں، جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت یہ ہے کہ مکّیہ ہے، اس سورت میں ایک رکوع، آٹھ آیات، چورانوے کلمات، تین سو ننانوے حروف ہیں۔ اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک یہ مکی ہے اور بعض دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ جمہور کے نزدیک مدنی ہے۔ ابن الزبیر اور عطاء بن یسار کا قول ہے کہ یہ مدنی ہے۔ ابن عباس اور قتادہ کے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مکی ہے اور دوسرا یہ کہ مدنی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسے مکی قرار دیتی ہیں۔ ابو حیان صاحب بحرالمحیط اور عبدالمنعم ابن الفرس صاحب احکام القرآن اس کے مکی ہونے کو ترجیح دیتے ہیں۔

### سورت البینہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی آیت کے لفظ البینہ کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی دلیل ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت البینہ کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ |
| رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا |
| الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ |
| الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ |
| اہل کتاب میں سے جو لوگ کافر ہو گئے اور مشرکین اس وقت تک الگ ہونے والے نہ تھے جب تک ان کے پاس روشن دلیل |
| (نہ) آجاتی۔ اللہ کی طرف سے ایک رسول، جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے۔ جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہوں۔ |
| اور وہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ گئی۔ حالانکہ انہیں فقط |
| یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، حق کی طرف یک سوئی |

پیدا کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے۔

## دلیل ہونے کے باوجود اہل کتاب ومشرکین کے ایمان نہ لانے کا بیان

" لَمْ يَكُنْ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ " لِلْبَيَانِ " أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ " أَيْ عَبَدَةِ الْأَصْنَامِ عَطْف عَلَى أَهْل " مُنْفَكِّينَ " خَبَر يَكُنْ , أَيْ زَائِلِينَ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ " حَتَّى تَأْتِيهِمْ " أَيْ أَتَتْهُمْ " الْبَيِّنَة " أَيْ الْحُجَّة الْوَاضِحَة وَهِيَ مُحَمَّد صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " رَسُول مِنْ اللَّه " بَدَل مِنْ الْبَيِّنَة وَهُوَ النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَة " مِنْ الْبَاطِل

" فِيهَا كُتُب " أَحْكَام مَكْتُوبَة " قَيِّمَة " مُسْتَقِيمَة , أَيْ يَتْلُو مَضْمُون ذَلِكَ وَهُوَ الْقُرْآن , فَمِنْهُمْ مَنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ

" وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَاب " فِي الْإِيمَان بِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " إِلَّا مِنْ بَعْد مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَة " أَيْ هُوَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ الْقُرْآن الْجَائِي بِهِ مُعْجِزَة لَهُ وَقَبْل مَجِيئِهِ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوا مُجْتَمِعِينَ عَلَى الْإِيمَان بِهِ إِذَا جَاءَهُ فَحَسَدَهُ مَنْ كَفَرَ بِهِ مِنْهُمْ

" وَمَا أُمِرُوا " فِي كِتَابهمْ التَّوْرَاة وَالْإِنْجِيل " إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّه " أَيْ أَنْ يَعْبُدُوهُ فَحُذِفَتْ أَنْ وَزِيدَتْ اللَّام " مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّين " مِنْ الشِّرْك " حُنَفَاء " مُسْتَقِيمِينَ عَلَى دِين إِبْرَاهِيم وَدِين مُحَمَّد إِذَا جَاءَ فَكَيْفَ كَفَرُوا بِهِ " وَيُقِيمُوا الصَّلَاة وَيُؤْتُوا الزَّكَاة وَذَلِكَ دِين " الْمِلَّة " الْقَيِّمَة " الْمُسْتَقِيمَة

نہیں تھے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا یہاں پر ''من'' بیان کے لئے ہے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے یعنی بتوں کی پوجا کرنے والوں میں سے۔ اس کا عطف ہے لفظ اہل پر اور چھوڑنے والے یہ لفظ یکن کی خبر ہے یعنی جس (نظریے) پر وہ ہیں اسے ترک کرنے والے۔ یہاں تک کہ آجائے گی ان کے پاس یعنی ان کے پاس آجائے گی یعنی ان کے پاس آگئی۔

''البینہ'' یعنی واضح حجت جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہیں۔ یہ لفظ البینۃ کا بدل ہے اور اس سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ تلاوت کرتے ہیں پاکیزہ صحیفوں کی یعنی جو باطل سے پاک ہیں۔ اس میں کتابیں ہیں یعنی احکام ہیں جو تحریر کئے گئے ہیں اور وہ تلاوت کرتے ہیں اس مضمون کو یعنی اس سے مراد قرآن ہے تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس پر ایمان لے آئے اور کچھ نے ان کا انکار کیا اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ مختلف گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے حوالے سے مگر یہ کہ اس کے بعد ہوئے جب ان کے پاس البینہ آگئی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آگئے یا قرآن آگیا جسے آپ ساتھ لے کر آئے ہیں اور جو آپ کا معجزہ ہے۔ آپ

کی تشریف آوری سے پہلے یہ لوگ ایمان لانے کے حوالے سے اکٹھے ہوئے تھے لیکن جب آپ تشریف لائے تو جس نے آپ کا انکار کیا اس نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا۔ انہیں صرف یہی حکم دیا گیا یعنی ان کی کتاب تورات میں اور انجیل میں کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں یعنی اس کی بندگی کریں۔ یہاں پر''اَنْ'' کو حذف کر دیا گیا ہے اور''ل'' کو زائد کر دیا گیا ہے۔ دین کے اعتبار سے اس کے لئے خالص رہتے ہوئے یعنی شرک سے (بچتے ہوئے) حنفاء کے طور پر یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر مستقیم رہتے ہوئے جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو کیسے انہوں نے اس کا انکار کیا اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی دین یعنی ملت سیدھی راہ ہے۔

## سورت بینہ کے نزول اور قرأت قرآن کا بیان

جب یہ سورت اتری تو حضرت جبرائیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا اللہ کا آپ کو حکم ہوا ہے کہ یہ سورت حضرت ابی کو سناؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے یہ ذکر کیا تو حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہاں میرا ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا ہاں ہاں، تو حضرت ابی رو پڑے مسند احمد۔ مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابی نے پوچھا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا؟

یہ حدیث بخاری مسلم ترمذی اور نسائی میں بھی ہے مسند کی اور روایت میں ہے کہ جس وقت حضرت ابی نے یہ واقعہ بیان کیا اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بالبزی نے کہا کہ پھر تو تم اے ابومنذر بہت ہی خوش ہوئے ہوگے کہاں ہاں خوش کیوں نہ ہوتا اللہ خود فرماتا ہے قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ھوا خیر مما یجمعون یعنی فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کے ساتھ لوگ خوش ہوا کریں یہ ان کے جمع کیے ہوئے سے بہت ہی بہتر ہے اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورت حضرت ابی کے سامنے پڑھی اس میں یہ آیت بھی تھی۔ لو ان ابن ادام سال وادیا من مال فاعطیہ لسأل ثانیا ولو سأال ثانیا فاعطیہ لسأال ثالثا ولا یملا جوف ابن آدم الا التواب و یتوب اللّٰہ علی من تاب وان ذات الدین عند اللہ الحنیفۃ غیر المشرکتہ ولا الیھودیتہ ولا النصر انیتہ ومن یفعل خیرا فلن یکفرہ، یعنی اگر انسان مجھ سے ایک جنگل بھر کر سونا مانگے اور میں اسے دے دوں تو پھر دوسرا مانگے گا اور دوسرے کو بھی دے دوں تو یقیناً تیسرے کی طلب کریگا انسان کے پیٹ کو سوامٹی کے کوئی چیز نہیں بھر سکتی جو توبہ کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اللہ کے نزدیک دیندار وہ ہے جو یکطرفہ ہو کر صرف اس کی عبادت کرے نہ وہ مشرک ہو نہ یہودی ہو نہ نصرانی ہو جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے اللہ کے ہاں اس کی ناقدری نہ کی جائیگی (مسند احمد) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اور اسے امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

طبرانی میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے سامنے قرآن پڑھوں تو حضرت ابی نے فرمایا کہ حضرت میں اللہ پر ایمان لایا آپ کے ہاتھ پر اسلام لایا آپ ہی سے علم دین حاصل کیا آپ نے پھر یہی فرمایا اس پر حضرت ابی نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میرا وہاں ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا تیرے نام اور نسب کے

ساتھ ملاء الاعلیٰ، میں تیراذکر ہوا حضرت ابی نے فرمایا اچھا پھر پڑھئے یہ روایت اس طریقہ سے غریب ہے اور ثابت وہ ہے جو پہلے بیان ہوا یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سورت کو حضرت ابی کے سامنے پڑھنا یہ ان کی ثابت قدمی اور ان کے ایمان کی زیادتی کے لیے تھا۔

مسند احمد، نسائی ابوداؤد اور مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت سن کر حضرت ابی بگڑ بیٹھے تھے کیونکہ انہوں نے جس طرح اس سورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا تھا حضرت عبداللہ نے اسی طرح نہیں پڑھا تھا تو غصے میں آکر انہیں لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے قرآن سنا اس نے اپنے طریقے سے اس نے اپنے طور پر پڑھا آپ نے فرمایا دونوں نے درست پڑھا حضرت ابی فرماتے ہیں میں تو اس قدر شک وشبہ میں پڑ گیا کہ جاہلیت کے زمانہ کا شک سامنے آگیا آپ نے یہ حالت دیکھ کر میرے سینے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور اس قدر مجھ پر خوف طاری ہوا کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا سن جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ قرآن ایک ہی قرأت پر اپنی امت کو پڑھاؤ میں نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے عفو و درگذر اور بخشش و مغفرت چاہتا ہوں پھر مجھے دو طرح کے قرأتوں کی اجازت ہوئی لیکن میں پھر بھی زیادہ طلب کرتا رہا یہاں تک کہ سات قرأتوں کی اجازت ملی۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بینہ، بیروت)

## پاک وشفاف اوراق کی زینت قرآن کا بیان

اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں اور مشرکین سے مراد بت پوجنے والے عرب اور آتش پرست عجمی ہیں فرماتا ہے کہ یہ لوگ بغیر دلیل حاصل کیے باز رہنے والے نہ تھے پھر بتایا کہ وہ دلیل اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پاک صحیفے یعنی قرآن کریم پڑھ سناتے ہیں جو اعلیٰ فرشتوں نے پاک اوراق میں لکھا ہوا ہے جیسے اور جگہ ہے فی صحف مکرمتہ، الخ کہ وہ نامی گرامی بلند و بالا پاک صاف اوراق میں پاک باز نیکوکار بزرگ فرشتوں کے ہاتھوں لکھے ہوئے ہیں پھر فرمایا کہ ان پاک صحیفوں میں اللہ کی لکھی ہوئی باتیں عدل و استقامت والی موجود ہیں جن کے اللہ کی جانب سے ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں نہ ان میں کوئی خطا اور غلطی ہوئی ہے حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم عمدگی کے ساتھ قرآنی وعظ کہتے ہیں اور اس کی اچھی تعریفیں بیان کرتے ہیں۔ (جامع البیان، سورہ بینہ، بیروت)

| |
|---|
| اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ |
| اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓىٕكَ هُمْ |
| خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ؕ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ |
| خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ ۠ |

| |
|---|
| بے شک وہ لوگ جنھوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، |
| یہی لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر |
| ہیں۔ ان کی جزا ان کے رب کے حضور دائمی رہائش کے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ |
| رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوگیا ہے اور وہ لوگ اس سے راضی ہیں، یہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے خائف رہا۔ |

## کفار و مشرکین کے جہنم کی آگ ہونے کا بیان

**" إِنَّ الَّـذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا " حَال مُقَدَّرَة . أَيْ مُقَـدَّرًا خُلُودهمْ فِيهَا مِنْ اللَّه تَعَالَى " أُولَئِكَ هُمْ شَرّ الْبَرِيَّة " " إِنَّ الَّـذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّـالِحَات أُولَئِكَ هُمْ خَيْر الْبَرِيَّة " الْخَلِيقَة " جَـزَاؤُهُـمْ عِنْد رَبّهمْ جَنَّات عَدْن " إِقَامَة " رَضِـيَ اللَّه عَنْهُمْ " بِطَاعَتِهِ " وَرَضُـوا عَنْهُ " بِثَوَابِهِ " ذَلِكَ لِـمَنْ خَشِيَ رَبّه " خَـافَ عِقَابه فَانْتَهَى عَنْ مَعْصِيَته تَعَالَى .**

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب میں سے کفر کیا اور مشرکین میں سے بھی وہ جہنم کی آگ میں ہونگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ "مقدرہ" کا حال ہے یعنی ان کا اس میں ہمیشہ رہنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے کر دیا گیا ہے اور یہ لوگ مخلوق میں سب سے برے ہیں۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے۔ وہ مخلوق میں سب سے بہتر ہیں یہاں پر لفظ بریہ کا مطلب مخلوق ہے۔ ان کی جگہ ان کے پروردگار کے نزدیک جنت عدن ہے یعنی جہاں رہائش ہوگی۔ جس کے نیچے نہریں جاری ہوتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا ان کی فرمانبرداری کی وجہ سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے۔ اس کے اجر و ثواب کی وجہ سے' یہ اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈر جائے اور اس کی ناراضگی سے خوفزدہ رہے اور اس کی نافرمانی سے باز آ جائے۔

## ساری مخلوق سے بہتر اور بدتر کون ہے؟

اللہ تعالیٰ کافروں کا انجام بیان فرماتا ہے وہ کافر خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین عرب و عجم ہوں جو بھی انبیاء اللہ کے مخالف ہوں اور کتاب اللہ کے جھٹلانے والے ہوں وہ قیامت کے دن جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور اسی میں پڑے رہیں گے نہ وہاں سے نکلیں گے نہ رہا ہوں گے یہ لوگ تمام مخلوق سے بدتر اور کمتر ہیں پھر اپنے نیک بندوں کے انجام کی خبر دیتا ہے جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جو اپنے جسموں سے سنت کی بجا آوری میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں کہ یہ ساری مخلوق سے بہتر اور بزرگ ہیں اس آیت سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علماء کرام کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ایمان والے انسان فرشتوں سے بھی افضل ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا نیک بدلہ ان کے رب کے پاس ان لازوال جنتوں کی صورت میں ہے جن

کے چپے چپے پر پاک صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں جن میں دوام اور ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ رہیں گے نہ وہاں سے نکالے جائیں نہ وہ نعمتیں ان سے جدا ہوں نہ کم ہوں نہ اور کوئی کھٹکا ہے نہ غم پھر ان سب سے بڑھ چڑھ کر نعمت ورحمت یہ ہے کہ رضائے رب مرضی مولا انہیں حاصل ہوگئی ہے اور انہیں اس قدر نعمتیں جناب باری نے عطا فرمائی ہیں کہ یہ بھی دل سے راضی ہو گئے ہیں پھر ارشاد فرماتا ہے کہ یہ بہترین بدلہ یہ بہت بڑی جزاء یہ اجر عظیم دنیا میں اللہ سے ڈرتے رہنے کا عوض ہے ہر وہ شخص جس کے دل میں ڈر ہو جس کی عبادت میں اخلاص ہو جو جانتا ہو کہ اللہ کی اس پر نظریں ہیں بلکہ عبادت کے وقت اس مشغولی اور دلچسپی سے عبادت کر رہا ہو کہ گویا خود وہ اپنی آنکھوں سے اپنے خالق مالک سچے رب اور حقیقی اللہ کو دیکھ رہا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں تمہیں بتاؤں کہ سب سے بہتر شخص کون ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور فرمایا وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی لگا تھامے ہوئے ہے کہ کب جہاد کی آواز بلند ہو اور کب میں کود کر اس کی پیٹھ پر سوار ہو جاؤں اور گرجتا ہوا دشمن کی فوج میں گھسوں اور داد شجاعت دوں لو میں تمہیں ایک اور بہترین مخلوق کی خبر دوں وہ شخص جو اپنی بکریوں کے ریوڑ میں ہے نہ نماز کو چھوڑتا ہے نہ زکوۃ سے جی چراتا ہے آؤ اب میں بدترین مخلوق بتاؤں وہ شخص کہ اللہ کے نام سے سوال کرے اور پھر نہ دیا جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ بینہ، بیروت)

# سُورَۃ اَلزُّلزَال

## یہ قرآن مجید کی سورت زلزالہ ہے

### سورت زلزال کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ اذا زلزلت جس کو سورہ زلزلہ بھی کہتے ہیں مکّیہ اور ایک قول کے مطابق مدنیہ ہے۔اس میں ایک رکوع، آٹھ آیات، پینتیس کلمات اور ایک سو انتالیس، حروف ہیں۔

اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ، عطاء، جابر اور مجاہد کہتے ہیں کہ یہ مکی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول اس کی تائید کرتا ہے۔بخلاف اس کے قتادہ اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ مدنی ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی دوسرا قول اس کے مدنی ہونے کی تائید میں نقل ہوا ہے۔اس کے مدنی ہونے پر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا جاتا ہے جو ابن ابی حاتم نے ان سے نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اپنا عمل دیکھنے والا ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے عرض کیا "یہ بڑے بڑے گناہ؟" آپ نے جواب دیا "ہاں" میں نے عرض کیا "اور یہ چھوٹے چھوٹے گناہ بھی؟" حضور نے فرمایا ہاں۔اس پر میں نے کہا" پھر تو میں مارا گیا؟" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خوش ہو جاؤ اے ابوسعید، کیونکہ ہر نیکی اپنے جیسی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔"اس حدیث سے اس سورت کے مدنی ہونے پر استدلال کی بنا یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری مدینے کے رہنے والے تھے اور غزوۂ احد کے بعد سن بلوغ کو پہنچے۔اس لیے اگر یہ سورت ان کی موجودگی میں نازل ہوئی تھی۔(تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ زلزال، بیروت)

### سورت الزلزال کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ جس میں زلزلہ قیامت کا بیان ہے پس اسی لفظ سے یہ سورت معروف ہوئی ہے۔

### سورت زلزال کے جامع ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے پڑھائیے! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن کریم کی ان سورتوں میں سے کہ جن کے شروع میں الر ہے پڑھو۔اس نے عرض کیا میری عمر زیادہ ہو چکی ہے اور دل میرا سخت ہو گیا ہے (یعنی میرے قلب پر حافظہ کی کمی اور نسیان کا غلبہ ہے) نیز میری زبان موٹی ہے (یعنی کلام اللہ خصوصا! بڑی سورتیں میں یاد نہیں کر سکتا) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم وہ

سورتیں نہیں پڑھ سکتے تو ان سورتوں میں سے تین سورتیں پڑھو جن کے شروع میں حم ہے۔

اس شخص نے پھر وہی کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی جامع سورت پڑھایئے (یعنی کوئی ایسی سورت بتایئے جس میں بہت سی باتیں جمع ہوں) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سورت اذا زلزلت پڑھائی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (پوری سورت پڑھا کر) اس سے فارغ ہوئے اس شخص نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں (اس سورت پر عمل کرنے کے سلسلہ میں) اس پر کبھی بھی زیادتی نہیں کروں گا۔

پھر اس شخص نے پیٹھ پھیری (یعنی جب واپس ہو گیا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے مراد حاصل کر لی یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا۔ (احمد، ابوداؤد، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 693)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورت اذا زلزلت آدھے قرآن کے برابر ہے، سورت قل ہو اللہ تہائی قرآن کے برابر ہے اور سورت قل یا ایہا الکافروں چوتھائی قرآن کے برابر ہے۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 666)

| |
|---|
| اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَاo وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَاo وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَاo |
| يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَاo بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَاo يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا |
| اَعْمَالَهُمْo فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗo وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗo |
| جب زمین تھرتھرا دی جائے، جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے۔ اور انسان کہے گا اسے |
| کیا ہو گیا ہے۔ اس دن وہ اپنے حالات خود ظاہر کر دے گی۔ اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہو گا۔ |
| اس دن لوگ مختلف گروہ بن کر نکلیں گے تا کہ انہیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔ تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی |
| وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ |

## زمین پر زلزلہ طاری ہو جانے کا بیان

" إِذَا زُلْزِلَتْ الْأَرْض " حُرِّكَتْ لِقِيَامِ السَّاعَة " زِلْزَالهَا " تَحْرِيكهَا الشَّدِيد الْمُنَاسِب لِعَظَمَتِهَا " وَأَخْرَجَتْ الْأَرْض أَثْقَالهَا " كُنُوزهَا وَمَوْتَاهَا فَأَلْقَتْهَا عَلَى ظَهْرهَا " وَقَالَ الْإِنْسَان " الْكَافِر بِالْبَعْثِ " مَا لَهَا " إِنْكَارًا لِتِلْكَ الْحَالَة

" يَوْمئِذٍ " بَدَل مِنْ إِذَا وَجَوَابهَا " تُحَدِّث أَخْبَارهَا " تُخْبِر بِمَا عُمِلَ عَلَيْهَا مِنْ خَيْر وَشَرّ " بِأَنَّ " بِسَبَبِ أَنَّ " رَبّك أَوْحَى لَهَا " أَيْ أَمَرَهَا بِذَلِكَ , وَفِي الْحَدِيث " تَشْهَد عَلَى كُلّ عَبْد أَوْ أَمَة بِكُلِّ مَا عَمِلَ عَلَى ظَهْرهَا "

"یَوْمَئِذٍ یَصْدُرُ النَّاس "یَنْصَرِفُونَ مِنْ مَوْقِف الْحِسَاب "أَشْتَاتًا" مُتَفَرِّقِينَ فَآخِذ ذَات الْيَمِين إِلَى الْجَنَّة وَآخِذ ذَات الشِّمَال إِلَى النَّار "لِيُرَوْا أَعْمَالهمْ" أَيْ جَزَاءَهَا مِنْ الْجَنَّة أَوْ النَّار" فَمَنْ يَعْمَل مِثْقَال ذَرَّة" زِنَة نَمْلَة صَغِيرَة "خَيْرًا يَرَهُ" يَرَ ثَوَابه" وَمَنْ يَعْمَل مِثْقَال ذَرَّة شَرًّا يَرَهُ" يَرَ جَزَاءَهُ.

جب زمین میں زلزلہ آئے گا یعنی اسے قیامت قائم ہونے کے وقت حرکت دی جائے گی اس کا زلزلہ یعنی اس کی شدید حرکت جو اس کی عظمت کے مناسب ہے اور زمین اپنے بوجھ کو باہر نکال دے گی یعنی اپنے خزانوں کو اور اپنے مُردوں کو اور انہیں اپنی پشت پر رکھ لے گی۔

اور انسان کہے گا یعنی کافر شخص زندہ ہوتے وقت کہے گا یہ کیا ہے؟ یعنی وہ ایسی حالت کا انکار کرے گا۔ اس دن' یہ بدل ہے اذا کا اور اس کا جواب ہے وہ (زمین) اپنی خبریں بیان کرے گی یعنی وہ بتائے گی کہ اس کے اوپر اچھائی یا برائی میں سے کیا عمل کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے یعنی اس سبب کی وجہ سے کہ تمہارے پروردگار نے اسے وحی کی ہوگی۔ اسے اس بات کا حکم دیا گیا ہوگا۔ ایک حدیث میں یہ ارشاد ہے وہ ہر بندے اور کنیز کے خلاف گواہی دے گی۔ ہر چیز کے بارے میں جو اس نے اس زمین کی پشت پر عمل کیا تھا۔ اس دن لوگ واپس آئیں گے یعنی حساب کے لئے کھڑے ہونیوالے مقام سے واپس آئیں گے"اشتات" کے طور پر یعنی متفرق طور پر کسی نے دائیں ہاتھ کو اختیار کرنا ہے وہ جنت کی طرف جائے گا اور کوئی بائیں ہاتھ کو پکڑے گا اور وہ جہنم کی طرف جائے گا تا کہ وہ لوگ اپنے اعمال کو دیکھ لیں۔ یعنی جنت اور جہنم کی شکل میں اپنی جگہ کو دیکھ لیں تو جس شخص نے ذرے کے وزن جتنا عمل کیا ہوگا یعنی چھوٹی چیونٹی کے وزن جتنا بھلائی کا تو وہ بھی دیکھ لے گا یعنی اس کے ثواب کو دیکھ لے گا اور جس شخص نے ذرے کے وزن جتنی برائی کی ہوگی وہ اس کے بدلے کو دیکھ لے گا۔

## زمین کا لوگوں کے اعمال کی خبر دینے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی (یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ،الزلزلہ:4)۔ (جس روز کہ زمین اپنی خبریں سنائے گی اور فرمایا کہ جانتے ہو (قیامت کے دن) زمین کی خبریں (جو وہ سنائے گی ، کیا ہوں گی؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین کی خبریں یہ ہوں گی کہ وہ (زمین) ہر بندے اور ہر لونڈی یعنی ہر مرد وعورت کے ہر اس عمل کی گواہی دے گی جو اس نے اس کی پشت پر کیا ہوگا (یعنی فلاں شخص نے فلاں وقت فلاں نیک کام کیا ہے اور فلاں وقت فلاں برا کام کیا ہے" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔" بس یہی (گواہی دینا) زمین کی خبریں ہیں" اس روایت کو احمد ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ (مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 117)

# سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ

## یہ قرآن مجید کی سورت عادیات ہے

### سورت عادیات کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ والعٰدیٰت بقولِ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکّیہ ہے، اور بقولِ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مدنیّہ ہے اس میں ایک رکوع، گیارہ آیات، چالیس کلمات، ایک سو ترسٹھ، حروف ہیں۔

اس کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، جابر، حسن بصری، عکرمہ اور عطاء کہتے ہیں کہ یہ مکی ہے۔ حضرت انس بن مالک اور قتادہ کہتے ہیں کہ مدنی ہے اور حضرت ابن عباس سے دو قول منقول ہوئے ہیں ایک یہ کہ سورت مکی ہے اور دوسرا یہ کہ مدنی ہے لیکن سورت کا مضمون اور انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہ نہ صرف مکی ہے بلکہ مکہ کے بھی ابتدائی دور کی نازل ہوئی ہے۔

### سورت عادیات کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ جس میں لفظ عادیات کا استعمال ہوا ہے جس کا معنی وہ گھوڑے جو جہاد کیلئے کام آتے ہیں ان کی قسم اٹھائی گئی ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت عادیات کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا٥ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا٥ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا٥ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا٥ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ٥ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِیْدٌ٥ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ٥ اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ٥ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ٥ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ یَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِیْرٌ٥ |
| قسم ہے ان (گھوڑوں) کی جو پیٹ اور سینے سے آواز نکالتے ہوئے دوڑنے والے ہیں۔ پھر جو سم مار کر چنگاریاں نکالنے والے ہیں۔ پھر جو صبح کے وقت حملہ کرنے والے ہیں۔ پھر وہ اس (حملے والی) جگہ سے گرد و غبار اڑاتے ہیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ بڑی جماعت کے درمیان جا گھستے ہیں۔ بیشک انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔ اور بے شک وہ اس بات پر یقیناً (خود) گواہ ہے۔ اور بیشک وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔ تو کیا اسے معلوم نہیں جب وہ (مردے) اٹھائے جائیں گے جو قبروں میں ہیں اور جو کچھ سینوں میں ہے ظاہر کر دیا جائے گا۔ بیشک ان کا رب اس دن ان (کے اعمال) سے خوب خبردار ہوگا۔ |

## جہادی گھوڑوں کی اہمیت کا بیان

"وَالْعَادِيَات" "الْخَيْل تَعْدُو فِي الْغَزْو وَتَضْبَح" "ضَبْحًا" "هُوَ صَوْت أَجْوَافهَا إِذَا عَدَتْ" "فَالْمُورِيَات" "الْخَيْل تُورِي النَّار" "قَدْحًا" "بِحَوَافِرِهَا إِذَا سَارَتْ فِي الْأَرْض ذَات الْحِجَارَة بِاللَّيْلِ" "فَالْمُغِيرَات صُبْحًا" "الْخَيْل تُغِير عَلَى الْعَدُوّ وَقْت الصُّبْح بِإِغَارَةِ أَصْحَابهَا

"فَأَثَرْنَ" "هَيَّجْنَ" "بِهِ" "بِمَكَانِ عَدْوهنَّ أَوْ بِذَلِكَ الْوَقْت" "نَقْعًا" "غُبَارًا بِشِدَّةِ حَرَكَتهنَّ" "فَوَسَطْنَ بِهِ" "بِالنَّقْعِ" "جَمْعًا" "مِنْ الْعَدُو أَيْ صِرْنَ وَسَطه وَعُطِفَ الْفِعْل عَلَى الِاسْم لِأَنَّهُ فِي تَأْوِيل الْفِعْل أَيْ وَاللَّاتِي عَدَوْنَ فَأَوْرَيْن فَأَغَرْنَ

"إِنَّ الْإِنْسَان" "الْكَافِر" "لِرَبِّهِ لَكَنُود" "لَكَفُور يَجْحَد نِعْمَته تَعَالَى" "وَإِنَّهُ عَلَى ذَلِكَ" "أَيْ كُنُوده" "لَشَهِيد" "يَشْهَد عَلَى نَفْسه بِصُنْعِهِ" "وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْر" "أَيْ الْمَال" "لَشَدِيد" "الْحُبّ لَهُ فَيَبْخَل بِهِ" "أَفَلَا يَعْلَم إِذَا بُعْثِرَ" "أُثِيرَ وَأُخْرِجَ" "مَا فِي الْقُبُور" "مِنْ الْمَوْتَى, أَيْ بُعِثُوا" "وَحُصِّلَ" "بُيِّنَ وَأُفْرِزَ" "مَا فِي الصُّدُور" "الْقُلُوب مِنْ الْكُفْر وَالْإِيمَان

"إِنَّ رَبّهمْ بِهِمْ يَوْمئِذٍ لَخَبِير" "لَعَالِم فَيُجَازِيهِمْ عَلَى كُفْرهمْ, أُعِيدَ الضَّمِير جَمْعًا نَظَرًا لِمَعْنَى الْإِنْسَان وَهَذِهِ الْجُمْلَة دَلَّتْ عَلَى مَفْعُول يَعْلَم, أَيْ إِنَّا نُجَازِيه وَقْت مَا ذُكِرَ وَتَعَلَّقَ خَبِير بِيَوْمَئِذٍ وَهُوَ تَعَالَى خَبِير دَائِمًا لِأَنَّهُ يَوْم الْمُجَازَاة،

قسم ہے دوڑنے والے گھوڑوں کی! یعنی وہ گھوڑے جو جہاد میں دوڑتے ہیں جو سینے سے آواز نکالتے ہیں یعنی یہ سینے کی آواز ہے جب وہ دوڑتے ہیں یہ اس وقت نکلتی ہے۔

پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں یعنی وہ گھوڑے آگ نکالتے ہیں۔ اپنے سُم مار کر جب وہ پتھریلی زمین پر چلتے ہیں یعنی وہ گھوڑے جو صبح کے وقت اپنے سواروں کے ہمراہ دشمن پر حملہ کرتے ہیں تو وہ اڑاتے ہیں تو اس کا مطلب ہیج یعنی اڑانا اس کے ذریعے یعنی اپنے دشمن کی جگہ پر یا اس وقت پر غبار (اڑاتے ہیں) اپنی شدید حرکت کی وجہ سے پھر وہ اس کے ہمراہ یعنی اس غبار کے ہمراہ اس کے درمیان میں جاتے ہیں "جمعا" سے مراد دشمن ہے یعنی وہ ان کے درمیان میں ہو جاتے ہیں یہاں پر فعل کا عطف اسم ہے کہ وہ فعل کی تاویل میں ہے کہ جب دوڑتے ہیں' آواز نکالتے ہیں اور حملہ کرتے ہیں۔

بے شک انسان یعنی کافر شخص اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرہ ہے جو اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر ادا نہیں کرتا۔ اور بے شک وہ اس بات پر یعنی اپنے ناشکرے پن پر گواہ ہے اپنے آپ کے خلاف اپنے کیے کی گواہی دے گا۔

اور بے شک وہ بھلائی کی محبت میں یعنی مال کی محبت میں شدید ہے یعنی اسے شدید محبت ہے اور وہ اس میں بخل سے کام لیتا ہے۔ کیا وہ علم نہیں رکھتا کہ جب اٹھایا جائے گا اور نکالا جائے گا اس چیز کو جو قبروں میں ہے اور حاصل کیا جائیگا یعنی

بیان کر دیا جائیگا وہ جو سینوں کے اندر ہے کفر یا ایمان۔ بے شک ان کا پروردگار ان کے بارے میں اس دن خبر رکھتا ہوگا یعنی وہ انہیں جاننے والا ہے اور ان کے کفر کا بدلہ وہ انہیں دے گا۔ ضمیر کا اعادہ جمع کے طور پر کیا گیا ہے۔

لفظ ''انسان'' کے معنیٰ کی رعایت کرتے ہوئے یہ جملہ دلالت کرتا ہے یَعْلَمُ کے مفعول پر یعنی ہم اس کی جزا دیں گے اس وقت جس کا تذکرہ کیا گیا ہے اور لفظ خبیر متعلق ہے لفظ یَوْمَئِذٍ کے۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ خبیر ہے لیکن اس دن جو کہ بدلہ کا دن ہوگا اس کے لیے بطور خاص اس کا تذکرہ کیا۔

## جہاد کیلئے تیاریوں اور سامان جہاد کی فضیلت کا بیان

مجاہدین کے گھوڑے جبکہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے ہانپتے اور ہنہناتے ہوئے دوڑتے ہیں ان کی اللہ تبارک وتعالیٰ قسم کھاتا ہے پھر اس تیزی میں دوڑتے ہوئے پتھروں کے ساتھ ان کے نعل کا ٹکرانا اور اس رگڑ سے آگ کی چنگاریاں اڑنا پھر صبح کے وقت دشمن پر ان کا چھاپہ مارنا اور دشمنان رب کو تہ وبالا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی عادت مبارک تھی کہ دشمن کی کسی بستی پر آپ جاتے تو وہاں رات کو ٹھہر کر کام لگا کر سنتے اگر اذان کی آواز آ گئی تو آپ رک جاتے نہ آتی تو لشکر کو حکم دیتے کہ بزن بول دیں پھر ان گھوڑوں کا گرد وغبار اڑانا اور ان سب کا دشمنوں کے درمیان گھس جانا ان سب چیزوں کی قسم کھا کر پھر مضمون شروع ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ والعادیات سے مراد اونٹ ہیں حضرت علی بھی یہی فرماتے ہیں حضرت ابن عباس کا قول کہ اس سے مراد گھوڑے ہیں جب حضرت علی کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا گھوڑے ہمارے بدر والے دن تھے ہی کب یہ تو اس چھوٹے لشکر میں تھے جو بھیجا گیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر اس آیت کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا اس سے مراد مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو بوقت جہاد دشمنوں پر دھاوا بولتے ہیں پھر رات کے وقت یہ گھڑ سوار مجاہد اپنے کیمپ میں آ کر کھانے پکانے کے لیے آگ جلاتے ہیں وہ یہ پوچھ کر حضرت علی کے پاس گیا آپ اس وقت زمزم کا پانی لوگوں کو پلا رہے تھے اس نے آپ سے بھی یہی سوال کیا آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے کسی اور سے بھی تم نے پوچھا ہے؟ کہا ہاں حضرت ابن عباس سے پوچھا ہے تو انہوں نے فرمایا مجاہدین کے گھوڑے ہیں جو اللہ کی راہ میں دھاوا بولیں حضرت علی نے فرمایا جانا ذرا انہیں میرے پاس بلانا جب وہ آ گئے تو حضرت علی نے فرمایا تمہیں معلوم نہیں اور تم لوگوں کو فتوے دے رہے ہو اللہ کی قسم پہلا غزوہ اسلام میں بدر کا ہوا اس لڑائی میں ہمارے ساتھ صرف دو گھوڑے تھے ایک شخص حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوسرا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا تو عادیات ضبحا یہ کیسے ہو سکتے ہیں اس سے مراد تو عرفات سے مزدلفہ کی طرف جانے والے اور پھر مزدلفہ سے منیٰ کی طرف جانے والے ہیں۔

حضرت عبدالہل فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنے اگلے قول سے رجوع کر لیا اور حضرت علی نے جو فرمایا تھا وہی کہنے لگا مزدلفہ میں پہنچ کر حاجی بھی اپنی ہنڈیا روٹی کے لیے آگ سلگاتے ہیں، غرض حضرت علی کا فرمان یہ ہوا کہ اس سے مراد اونٹ ہیں اور یہی قول ایک جماعت کا ہے جن میں ابراہیم عبید بن عمیر وغیرہ ہیں اور حضرت ابن عباس سے گھوڑے مروی ہیں مجاہد، عکرمہ، عطاء

قتادہ اور ضحاک بھی یہی کہتے ہیں۔

اور امام ابن جریر بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں بلکہ حضرت ابن عباس اور حضرت عطا سے مروی ہے کہ ضبح یعنی ہانپنا کسی جانور کے لیے نہیں ہوتا سوائے گھوڑے اور کتے کے ابن عباس فرماتے ہیں ان کے منہ سے ہانپتے ہوئے جو آواز اح اح کی نکلتی ہے یہی ضبح ہے اور دوسرے جملے کے ایک تو معنی یہ کیے گئے ہیں کہ ان گھوڑوں کی ٹاپوں کا پتھر سے ٹکرا کر آگ پیدا کرنا اور دوسرے معنی یہ بھی کیے گئے ہیں کہ ان کے سواروں کا لڑائی کی آگ کو بھڑکانا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ لڑائی میں مکر و دھوکہ کرنا اور یہ بھی مروی ہے کہ راتوں کو اپنی قیام گاہ پر پہنچ کر آگ روشن کرنا اور مزدلفہ میں حاجیوں کا بعد از مغرب پہنچ کر آگ جلانا امام ابن جریر فرماتے ہیں میرے نزدیک سب سے زیادہ ٹھیک قول یہی ہے کہ گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں کا پتھر سے رگڑ کھا کر آگ پیدا کرنا پھر صبح کے وقت مجاہدین کا دشمنوں پر اچانک ٹوٹ پڑنا اور جن صاحبان نے اس سے مراد اونٹ لیے ہیں وہ فرماتے ہیں اس سے مراد مزدلفہ سے منیٰ کی طرف صبح کو جانا ہے پھر یہ سب کہتے ہیں کہ پھر ان کا جس مکان میں یہ اترے ہیں خواہ جہاد میں ہوں خواہ حج میں غبار اڑانا پھر ان مجاہدین کا کفار کی فوجوں میں مردانہ گھس جانا اور چیرتے پھاڑتے مارتے پچھاڑتے ان کے بیچ لشکر میں پہنچ جانا اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ سب جمع ہو کر اس جگہ درمیان میں آ جاتے ہیں تو اس صورت میں جمعا حال موکد ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا ابو بکر بزار میں اس جگہ ایک غریب حدیث ہے جس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا تھا ایک مہینہ گذر گیا لیکن اس کی کوئی خبر نہ آئی اس پر یہ آیتیں اتریں۔

اور اس لشکر کی اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ان کے گھوڑے ہانپتے ہوئے تیز چال سے گئے ان کے سموں کی ٹکر سے چنگاڑیاں اڑ رہی تھیں انہوں نے صبح ہی صبح دشمنوں پر پوری یلغار کے ساتھ حملہ کر دیا ان کی ٹاپوں سے گرد اڑ رہی تھی پھر غالب آ کر سب جمع ہو کر بیٹھ گئے ان قسموں کے بعد اب وہ مضمون بیان ہو رہا ہے جس پر قسمیں کھائیں گئی تھیں کہ انسان اپنے رب کی نعمتوں کا قدر دان نہیں اگر کوئی دکھ درد کسی وقت آ گیا ہے تو وہ تو بخوبی یاد رکھتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا نعمتیں جو ہیں سب کو بھلائے ہوئے ہے ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے کہ کنود وہ ہے جو تنہا کھائے غلاموں کو مارے اور آسان سلوک نہ کرے۔ (ابن کثیر، سورہ عادیات)

پھر فرمایا اللہ اس پر شاہد ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خود اس بات پر اپنا گواہ آپ ہے اس کی ناشکری اس کے افعال واقوال سے صاف ظاہر ہے جیسے اور جگہ ہے **شاھدین علی انفسھم بالکفر** یعنی مشرکین سے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی نہیں ہو سکتی جبکہ یہ اپنے فکر کے آپ گواہ ہیں پھر فرمایا یہ مال کی چاہت میں بڑا سخت ہے یعنی اسے مال کی بیحد محبت ہے اور یہ بھی معنی ہیں کہ اس کی محبت میں پھنس کر ہماری راہ میں دینے سے جی چراتا اور بخل کرتا ہے۔

پھر پروردگار عالم اسے دنیا سے بیرغبت کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ کرنے کے لیے فرما رہا ہے کہ کیا انسان کو یہ معلوم نہیں کہ ایک وقت وہ آ رہا ہے کہ جب تمام مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور جو کچھ باتیں چھپی لگی ہوئی تھیں سب ظاہر ہو جائیں گی سن لو ان کا رب ان کے تمام کاموں سے باخبر ہے اور ہر ایک عمل کا بدلہ پورا پورا دینے والا ہے ایک ذرے کے برابر ظلم وہ روا نہیں رکھتا اور نہ رکھے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، سورہ عادیات، بیروت)

# سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ

## یہ قرآن مجید کی سورت قارعہ ھے

### سورت قارعہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ القارعہ مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیات، چھتیس کلمات، ایک سو باون حروف ہیں۔

### سورت قارعہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلے ہی لفظ القارعۃ کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے کیونکہ اس میں سارا ذکر قیامت ہی کا ہے۔

| |
|---|
| اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ |
| وَ تَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ |
| وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاهِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ |
| دل دہلانے والی، وہ (ہر شے کو) کھڑ کھڑا دینے والا شدید جھٹکا اور کڑک کیا ہے۔ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ (ہر شے کو) |
| کھڑ کھڑا دینے والے شدید جھٹکے اور کڑک سے مراد کیا ہے۔ جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہو جائیں |
| گے۔ اور پہاڑ رنگ برنگ دھنکی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔ پس وہ شخص کہ جس (کے اعمال) کے پلڑے |
| بھاری ہوں گے۔ تو وہ خوش گوار عیش ومسرت میں ہوگا۔ اور لیکن وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہو گئے۔ تو اس کا ٹھکانا |
| ہاویہ (جہنم کا گڑھا) ہوگا۔ اور آپ کیا سمجھے ہیں کہ ہاویہ کیا ہے۔ ایک سخت گرم آگ ہے۔ |

### قیامت کو لفظ قارعہ سے ذکر کرنے کا بیان

" الْقَارِعَة " الْقِيَامَة الَّتِي تَقْرَع الْقُلُوب بِأَهْوَالِهَا " مَا الْقَارِعَة " تَهْوِيل لِشَأْنِهَا وَهُمَا مُبْتَدَأ وَخَبَر خَبَر الْقَارِعَة

" وَمَا أَدْرَاك " أَعْلَمَك " مَا الْقَارِعَة " زِيَادَة تَهْوِيل لَهَا وَمَا الْأُولَى مُبْتَدَأ وَمَا بَعْدهَا خَبَره وَمَا

الثَّانِيَة وَخَبَرهَا فِي مَحَلّ الْمَفْعُول الثَّانِي لِأَدْرَى" يَوْم " نَاصِبه دَلَّ عَلَيْهِ الْقَارِعَة , أَيْ تَقْرَع " يَكُون النَّاس كَالْفِرَاشِ الْمَبْثُوث " كَغَوْغَاء الْجَرَاد الْمُنْتَشِر يَمُوج بَعْضهمْ فِي بَعْض لِلْحِيرَةِ إلَى أَنْ يُدْعَوْا لِلْحِسَابِ

" وَتَكُون الْجِبَال كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوش " كَالصُّوفِ الْمَنْدُوف فِي خِفَّة سَيْرهَا حَتَّى تَسْتَوِي مَعَ الْأَرْض " فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينه " بِأَنْ رَجَحَتْ حَسَنَاته عَلَى سَيِّئَاته " فَهُوَ فِي عِيشَة رَاضِيَة " فِي الْجَنَّة , أَيْ ذَات رِضًى بِأَنْ يَرْضَاهَا , أَيْ مَرْضِيَّة لَهُ

" وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينه " بِأَنْ رَجَحَتْ سَيِّئَاته عَلَى حَسَنَاته " فَأُمّه " فَمَسْكَنه " هَاوِيَة " " وَمَا أَدْرَاك مَا هِيَهْ " أَيْ مَا هَاوِيَة " نَار حَامِيَة " هِيَ شَدِيدَة الْحَرَارَة وَهَاء هِيَهْ لِلسَّكْتِ تَثْبُت وَصْلًا وَوَقْفًا وَفِي قِرَاءَة تُحْذَف وَصْلًا .

ہلا دینے والی یعنی وہ قیامت جو ہولناک ہونے کی وجہ سے دلوں کو لرزا دے گی۔ وہ دہلا دینے والی چیز کیا ہے یہ اس کی ہولنا کی کی طرف اشارہ ہے اور نہ دونوں مبتدا اور خبر ہیں اور القارعہ کی خبر ہے

اور تمہیں کیا پتہ یعنی کیا علم کہ دہلا دینے والی چیز کیا ہے یہ اس کی ہولنا کی کا مزید تذکرہ ہے اور اس میں پہلا ''ما'' مبتدا ہے اور اس کے بعد والی ''ما'' خبر ہے۔ دوسرا ''ما'' اور اس کی خبر ادریٰ کے مفعول ثانی کے محل میں ہے۔

اس دن یہ منصوب ہے اس لفظ القارعہ دلالت کرتا ہے یعنی وہ چیز جو دہلائے گی۔ لوگ ہونگے یوں جیسے پھیلے ہوئے پتنگے ہوتے ہیں یعنی پھیلے ہوئے ٹڈی دل کا لشکر، وہ ایک دوسرے کے اوپر گر رہے ہوں گے حیرت کی وجہ سے۔ یہاں تک کہ انہیں حساب کے لئے بلایا جائیگا۔ اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی طرح ہونگے یعنی وہ اون جسے دُھنا گیا ہو اور وہ چلنے میں ہلکی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ زمین کے اوپر آ جاتی ہے۔ پس جس شخص کا نامہ اعمال بھاری ہوگا یعنی جس کی نیکیاں اس کے گناہوں سے وزنی ہوں گی۔ پس وہ شخص راضی رہنے والی زندگی میں ہوگا یعنی جنت میں ہوگا کہ وہ اس سے راضی ہوگا یعنی وہ اس کے لئے پسندیدہ ہوگی۔

اور جن لوگوں کا نامہ اعمال ہلکا ہوگا یعنی ان کے گناہ ان کی نیکیوں سے بھاری ہونگے تو اس کا ٹھکانہ یعنی اس کا مسکن ھاویہ (جہنم) ہوگا اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ کیا ہے یعنی ھاویہ سے مراد کیا ہے یہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے یعنی شدید گرمی والی یہاں پر لفظ حاویہ میں موجود ''ہ'' سکتہ کے لئے ہے۔ وصل اور وقف دونوں صورتوں میں یہ ثابت رہے گی۔ ایک قرات کے مطابق وصل کی صورت میں یہ حذف ہو جائے گی۔

## اعمال کا ترازو اور جہنم کی سختیوں کا بیان

قارعہ بھی قیامت کا ایک نام ہے جیسے حاقہ طآمہ صآخہ غاشیہ وغیرہ اس کی بڑائی اور ہولنا کی کے بیان کے لیے سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا چیز ہے؟ اس کا علم بغیر میرے بتائے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا پھر خود بتاتا ہے کہ اس دن لوگ منتشر اور پراگندہ حیران و

پریشان ادھر ادھر گھوم رہے ہوں گے جس طرح پروانے ہوتے ہیں اور جگہ فرمایا ہے کانھم جراد منتشر گویا وہ ٹڈیاں ہیں پھیلی ہوئیں پھر فرمایا پہاڑوں کا یہ حال ہوگا کہ وہ دھنی ہوئی اون کی طرح ادھر ادھر اڑتے نظر آئیں گے پھر فرماتا ہے اس دن ہر نیک و بد کا انجام ظاہر ہو جائیگا نیکوں پر چھا گئیں بھلائیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ جہنمی ہو جائیگا وہ منہ کے بل اوندھا جہنم میں گرا دیا جائیگا ام سے مراد دماغ ہے یعنی سر کے بل ہاویہ میں جائیگا اور یہ بھی معن ییں کہ فرشتے جہنم میں اسے کے سر پر عذابوں کی بارش برسائیں گے اور یہ بھی مطلب ہے کہ اس کا اصلی ٹھکانا وہ جگہ جہاں اس کے لیے قرار گاہ مقرر کیا گیا ہے وہ جہنم ہے ھاویہ جہنم کا نام ہے۔

اسی لیے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ اب میں بتاتا ہوں کہ وہ شعلے مارتی بھڑکتی ہوئی آگ ہے حضرت اشعث بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ مومن کی موت کے بعد اس کی روح کو ایمانداروں کی روحوں کی طرف لے جاتے ہیں اور فرتے ان سے کہتے ہیں کہ اپنے بھائی کی دلجوئی اور تسکین کرو یہ دنیا کے رنج و غم میں مبتلا تھا اب وہ نیک روحیں اس سے پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے وہ کہتا ہے کہ وہ تو مر چکا تمہارے پاس نہیں آیا تو یہ سمجھ لیتے ہیں اور کہتے ہیں پھونکہ اسے وہ تو اپنی ماں ہاویہ میں پہنچا ابن مردویہ کی ایک مرفوع حدیث میں یہ بیان خوب سبط سے ہے اور ہم نے بھی اسے کتاب صفۃ النار میں وارد کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس آگ جہنم سے نجات دے آمین۔

پھر فرماتا ہے کہ وہ سخت تیز حرارت والی آگ ہے بڑے بڑے شعلے مارنے والی جھلسا دینے والی۔ رسول اللہ صلی اللہ عیلہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تمہاری یہ آگ تو اس کا سترھواں حصہ ہے لوگوں نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہلاکت کو تو یہی کافی ہے آپ نے فرمایا ہاں لیکن آتش دوزخ تو اس سے انہتر حصے تیز ہے صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ہر ایک حصہ اس آگ جیسا ہے مسند احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے مسند کی ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یہ آگ باوجود اس آگ کا ستھواں حصہ ہونے کے بھی دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھیجی گئی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو اس سے بھی نفع نہ اٹھا سکتے اور حدیث میں ہے یہ آگ سوواں حصہ ہے طبرانی میں ہے جانتے ہو کہ تمہاری اس آگ اور جہنم کی آگ کے درمیان کیا نسبت ہے؟ تمہاری اس آگ کے دھوئیں سے بھی ستر حصہ زیادہ سیاہ خود وہ آگ ہے ترمذی اور ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ جہنم کی آگ ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہوئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سیاہ ہوگئی پس اب وہ سخت سیاہ اور بالکل اندھیرے والی ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ سب سے ہلکے عذاب والا جہنمی وہ ہے جس کے پیروں میں آگ کی دو جوتیاں ہونگی جس سے اس کا دماغ کھد بدار ہا ہوگا بخاری و مسلم میں ہے کہ آگ نے اپنے رب سے شکایت کی کہ اے اللہ میرا ایک حصہ دوسرے کو کھائے جا رہا ہے تو پروردگار نے اسے دو سانس لینے کی اجازت دی ایک جاڑے میں ایک گرمی میں پس سخت جاڑا جو تم پاتے ہو یہ اس کا سرد سانس ہے اور سخت گرمی جو پڑتی ہے یہ اس کے گرم سانس کا اثر ہے۔ (تفسیر جامع البیان، ابن کثیر، سورہ قارعہ، بیروت)

# سُوْرَةُ التَّكَاثُر

## یہ قرآن مجید کی سورت تکاثر ہے

### سورت تکاثر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ تکاثر مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، آٹھ آیات، اٹھائیس کلمات، ایک سو بیس حروف ہیں۔

### سورت تکاثر کی وجہ تسمیہ کا بیان

پہلی آیت کے لفظ التکاثر کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا معنی مال کی کثرت وغیرہ ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت تکاثر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت تکاثر کو پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ کون شخص اس بات پر قادر ہو سکتا ہے کہ وہ ہمیشہ روزانہ ایک ہزار آیتیں پڑھتا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا کوئی شخص اس بات پر قادر نہیں ہو سکتا کہ وہ روزانہ الھکم التکاثر پڑھ لیا کرے۔ (بیہقی، مشکوٰۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 694)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روزانہ یہ سورت پڑھ لیا کرے تو اسے ایک ہزار آیتوں کا ثواب ملے گا کیونکہ اس سورت میں دنیا سے بے رغبتی دلائی گئی ہے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔

| |
|---|
| اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ كَلَّا |
| لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ |
| تمہیں کثرت مال کی ہوس اور فخر نے غافل کر دیا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ ہرگز نہیں، تم جلدی جان لو گے۔ پھر |
| ہاں ہاں جلد جان جاؤں گے۔ ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے۔ تم دوزخ کو ضرور دیکھ کر رہو گے۔ |
| پھر تم اسے ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور پوچھا جائے گا۔ |

### کثرت مال کے سبب لوگوں کا اطاعت سے دور ہونے کا بیان

" أَلْهَاكُمْ " شَغَلَكُمْ عَنْ طَاعَة اللّٰه " التَّكَاثُر " التَّفَاخُر بِالْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَاد وَالرِّجَال " حَتّٰى

زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ " بِأَنْ مُتُّمْ فَدُفِنْتُمْ فِيهَا ، أَوْ عَدَدْتُمُ الْمَوْتَى تَكَاثُرًا " كَلَّا " رَدْعٌ " سَوْفَ تَعْلَمُونَ " " ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ " سُوءَ عَاقِبَةِ تَفَاخُرِكُمْ عِنْدَ النَّزْعِ ثُمَّ فِي الْقَبْرِ " كَلَّا " حَقًّا " لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ " عِلْمًا يَقِينًا عَاقِبَةَ التَّفَاخُرِ مَا اشْتَغَلْتُمْ بِهِ " لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ " النَّارَ جَوَابُ قَسَمٍ مَحْذُوفٍ وَحُذِفَ مِنْهُ لَامُ الْفِعْلِ وَعَيْنُهُ وَأُلْقِيَتْ حَرَكَتُهَا عَلَى الرَّاءِ

" ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا " تَأْكِيدٌ " عَيْنَ الْيَقِينِ " مَصْدَرٌ لِأَنَّ رَأَى وَعَايَنَ بِمَعْنًى وَاحِدٍ

" ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ " حُذِفَ مِنْهُ نُونُ الرَّفْعِ لِتَوَالِي النُّونَاتِ وَوَاوُ ضَمِيرِ الْجَمْعِ لِالْتِقَاءِ السَّاكِنَيْنِ " يَوْمَئِذٍ " يَوْمَ رُؤْيَتِهَا " عَنِ النَّعِيمِ " مَا يُلْتَذُّ بِهِ فِي الدُّنْيَا مِنَ الصِّحَّةِ وَالْفَرَاغِ وَالْمَطْعَمِ وَالْمَشْرَبِ وَغَيْرِ ذَلِكَ .

تمہیں غافل کر دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مشغول کر دیا ہے کثرت نے یعنی اموال' اولاد اور مردوں کی حوالے سے ایک دوسرے پر فخر کرنے نے۔ یہاں تک کہ تم قبر کی زیارت کرو یعنی تم مر جاؤ گے اور تمہیں دفن کر دیا جائیگا یا تم اپنے مردوں کو زیادہ شمار کرو گے۔ ہرگز نہیں یہ ردع کے لئے ہے یعنی عنقریب تم جان جاؤ گے۔ پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان جاؤ گے یعنی تمہارے ایک دوسرے پر فخر کرنے کا برا انجام کیا ہے پھر قبر میں۔ درحقیقت تم جان جاؤ گے یقینی علم یعنی ایسا علم جو یقینی ہو جو ایک دوسرے کے مقابلے میں فخر کرنے کا انجام ہوگا اس نے تمہیں مشغول رکھا۔

پھر تم ضرور ''جحیم'' کو دیکھو گے یعنی آگ کو۔ یہ محذوف قسم کا جواب ہے اور اس میں سے ''لام فعل'' کو حذف کر دیا گیا ہے اور ع کو بھی اور اس کی حرکت ''ر'' کو دے دی گئی ہے۔ پھر تم اسے ضرور بالضرور دیکھو گے۔ یہ تاکید کے لئے ہے عین یقین کے ساتھ یہ مصدر ہے کیونکہ لفظ رَاٰی اور لفظ عَایَنَ ان دونوں کا مطلب ایک ہی ہے

پھر تم سے سوال کیا جائے گا یہاں پر نون رفع کو محذوف کر دیا گیا ہے کیونکہ نون ایک دوسرے کے بعد آ رہے ہیں اور ''و'' ضمیر جمع کو بھی کیونکہ یہاں پر دونوں ساکن اکٹھے ہو گئے ہیں۔ اس دن یعنی جس دن اسے دیکھو گے۔ نعمتوں کے بارے میں یعنی دنیا میں انسان' صحت' فراغت' امن' کھانے پینے وغیرہ کے حوالے سے جن چیزوں سے لذت حاصل کرتا تھا۔

تکاثر کثرت سے مشتق ہے معنی ہیں کثرت کیساتھ مال و دولت جمع کرنا۔ حضرت ابن عباس اور حسن بصری نے اس لفظ کی یہی تفسیر کی ہے اور یہ لفظ بمعنے تفاخر بھی استعمال کیا جاتا ہے حضرت قتادہ کی یہی تفسیر ہے اور حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے الہاکم التکاثر پڑھ کر فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا جائے اور مال پر جو فرائض اللہ کے عائد ہوتے ہیں انہیں خرچ نہ کریں (تفسیر قرطبی، سورہ تکاثر، بیروت)

## نعمتوں کے بارے میں پوچھا جانے کا بیان

حضرت عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل (ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ، پھر اس

دن تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا)۔ تو زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کونسی نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ہمارے پاس کھجور اور پانی کے علاوہ ہے کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ نعمتیں عنقریب تمہیں ملیں گی۔ یہ حدیث حسن ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1307)

**یقین کے مدارج:**

یقین کے تین درجے ہیں ۱۔علم الیقین ۲۔عین الیقین ۳۔حق الیقین

**۱۔علم الیقین کی تعریف:**

کسی خبر کو سن کر یا دلائل میں غور وفکر کرنے سے جو یقین حاصل ہو، اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ جیسے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین ہے۔

**۲۔عین الیقین کی تعریف:**

کسی چیز کو دیکھ کر جو یقین حاصل ہو، اسے عین الیقین کہتے ہیں جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین تھا۔

**۳۔حق الیقین کی تعریف:**

وہ یقین جو تجربہ سے حاصل ہو، اسے حق الیقین کہتے ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا یقین تھا۔

(تبیان القرآن، ج ۱۲، ص، مکتبہ فرید بک سٹال لاہور)

# سُوْرَةُ الْعَصْرِ

## یہ قرآن مجید کی سورت عصر ھے

### سورت عصر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ والعصر جمہور کے نزدیک مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیات، چودہ کلمات، اڑسٹھ حروف ہیں۔

### سورت عصر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ میں لفظ عصر کو قسم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس کا معنی زمانہ ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت عصر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ |
| وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ |
| اس زمانہ محبوب کی قسم، بیشک آدمی ضرور نقصان میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال |
| کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ |

### زمانہ عصر کی قسم اٹھانے کا بیان

" وَالْعَصْر " الدَّهْر أَوْ مَا بَعْد الزَّوَال إِلَى الْغُرُوب أَوْ صَلَاة الْعَصْر " إِنَّ الْإِنْسَان " الْجِنْس " لَفِي خُسْر " فِي تِجَارَته " إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَات " فَلَيْسُوا فِي خُسْرَان " وَتَوَاصَوْا " أَوْصَى بَعْضهمْ بَعْضًا " بِالْحَقِّ " الْإِيمَان " وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ " عَلَى الطَّاعَة وَعَنْ الْمَعْصِيَة

عصر یعنی زمانے کی قسم ہے یا زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کے وقت کی یا اس سے مراد نماز عصر ہے۔ بے شک انسان یعنی جنس انسان خسارے میں ہے تجارت کے اعتبار سے سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے یہ لوگ خسارے میں نہیں ہیں جنھوں نے وصیت کی یعنی ان میں سے ایک نے دوسرے کو تلقین کی حق کی یعنی ایمان کی اور انہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی یعنی اطاعت کے اوپر ( گامزن رہنے ) اور نافرمانی ( سے بچنے کی تلقین کی )۔

## زمانہ عصر سے زمانہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بیان

عصر زمانہ کو کہتے ہیں اور زمانہ چونکہ عجائبات پر مشتمل ہے اس میں احوال کا تغیر و تبدل ناظر کے لئے عبرت کا سبب ہوتا ہے اور یہ چیزیں خالق حکیم کی قدرت وحکمت اور اس کی واحدانیت پر دلالت کرتی ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ زمانہ کی قسم مراد ہو، اور عصر اس وقت کو بھی کہتے ہیں جو غروب سے قبل ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ خاسر کے حق میں اس وقت کی قسم یاد فرمائی جائے جیسا کہ رابح کے حق میں ضحٰی یعنی وقت چاشت کی قسم ذکر فرمائی گئی، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ عصر سے نماز عصر مراد ہوسکتی ہے جو دن کی عبادتوں میں سب سے پچھلی عبادت ہے اور سب سے لذیذ۔ وراجح تفسیر وہی ہے جو حضرت مترجم قدس سرّہ نے اختیار فرمائی کہ زمانہ سے مخصوص زمانہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مراد ہے جو بڑی خیر و برکت کا زمانہ اور تمام زمانوں میں سب سے زیادہ فضیلت وشرف والا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک کی قسم یاد فرمائی جیسا کہ (لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ، البلد: 1) میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکن ومکان کی قسم یاد فرمائی ہے اور جیسا کہ لَعَمْرُكَ میں آپ کی عمر شریف کی قسم یاد فرمائی اور اس میں شان محبوبیّت کا اظہار ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ عصر، لاہور)

# سُورَةُ الْهُمَزَةِ

## یہ قرآنِ مجید کی سورت ھمزہ ھے

### سورت ھمزہ کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ ہُمزہ مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، نو آیات، تیس کلمات، ایک سوتیس حروف ہیں۔

### سورت ھمزہ کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ ہمزہ کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ سورت اسی نام کے ساتھ معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ الَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗۚ |
| كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِى الْحُطَمَةِۖ وَمَاۤ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُؕ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُۙ |
| الَّتِىْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِؕ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌۙ فِىْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ |
| بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لیے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ |
| گمان کرتا ہے کہ بے شک اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ (یعنی چورا چورا کردینے والی آگ) میں |
| پھینک دیا جائے گا۔ اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے۔ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو |
| دلوں پر جھانکتی ہے۔ بیشک وہ (آگ) ان لوگوں پر ہر طرف سے بند کردی جائے گی۔ لمبے لمبے ستونوں میں۔ |

### غیبت وعیوب بیان کرنے کی مذمت کا بیان

" وَيْل " كَلِمَة عَذَاب أَوْ وَادٍ فِي جَهَنَّم " لِكُلِّ هُمَزَة لُمَزَة " أَيْ كَثِير الْهَمْز وَاللَّمْز , أَيْ الْغِيبَة نَزَلَتْ فِيمَنْ كَانَ يَغْتَاب النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُؤْمِنِينَ كَأُمَيَّة بْن خَلَف وَالْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة وَغَيْرهمَا " الَّذِي جَمَعَ " بِالتَّخْفِيفِ وَالتَّشْدِيد " مَالًا وَعَدَّدَهُ " أَحْصَاهُ وَجَعَلَهُ عُدَّة لِحَوَادِث الدَّهْر " يَحْسَب " لِجَهْلِهِ " أَنَّ مَاله أَخْلَدَهُ " جَعَلَهُ خَالِدًا لَا يَمُوت " كَلَّا " رَدْع " لَيُنْبَذَنَّ " جَوَاب قَسَم مَحْذُوف , أَيْ لَيُطْرَحَنَّ " فِي الْحُطَمَة " الَّتِي تُحَطِّم كُلّ

**مَا أُلْقِيَ فِيهَا" وَمَا أَدْرَاكَ "أَعْلَمَكَ " مَا الْحُطَمَة "" نَار اللّٰه الْمُوقَدَة " الْمُسَعَّرَة "الَّتِي تَطَّلِع "تُشْرِف " عَلَى الْأَفْئِدَة " الْقُلُوب فَتُحْرِقهَا وَأَلَمهَا أَشَدّ مِنْ أَلَم غَيْرهَا لِلُطْفِهَا " إِنَّهَا عَلَيْهِمْ " جَمَعَ الضَّمِير رِعَايَة لِمَعْنَى كُلّ "مُؤْصَدَة " بِالْهَمْزِ وَبِالْوَاوِ بَدَله , مُطْبَقَة" فِي عَمَد " بِضَمِّ الْحَرْفَيْنِ وَبِفَتْحِهِمَا " مُمَدَّدَة " صِفَة لِمَا قَبْله فَتَكُون النَّار دَاخِل الْعَمَد**

بربادی ہے یہ لفظ عذاب کے لئے استعمال ہوتا ہے یا جہنم کی ایک وادی ہے۔ ہراس شخص کے لئے جو منہ پر عیب بیان کرے اور غیر موجودگی میں عیب بیان کرے یعنی بکثرت سامنے اور غیر موجودگی میں عیب چینی کرتا ہو یعنی غیبت کرتا ہو۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کی غیبت کیا کرتے تھے جیسے امیہ بن خلف، ولید بن مغیرہ وغیرہ۔ وہ شخص جس نے جمع کیا اس کو تخفیف اور شد کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ مال کو یعنی اس کی گنتی کی اور اسے شمار کیا اور اسے زمانے کے حادثات سے بچنے کا ذریعہ سمجھا۔ وہ یہ گمان کرتا تھا اپنی جہالت کی وجہ سے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا یعنی اسے ایسا بنادے گا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا اور اسے موت نہیں آئے گی۔ ہرگز نہیں یہ رفع کے لئے ہے۔ انہیں پھینکا جائے گا یہ محذوف قسم کا جواب ہے یعنی انہیں ضرور ڈالا جائے گا یعنی اس میں جو ہر چیز کو توڑ دیتی ہے جو بھی اس میں ڈالی جاتی ہے اور تمہیں کیا پتہ یعنی کیا علم کہ وہ کیا چیز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو جلائی گئی ہے بھڑکائی گئی ہے۔ جو جھانکے گی یعنی آئے گی دلوں پر یعنی قلوب پر اور انہیں جلا دے گی اور اس کی تکلیف دیگر اعضاء کی تکلیف کے مقابلے میں زیادہ شدید ہوتی ہے کیونکہ یہ لطیف ہوتا ہے۔ بے شک وہ ان لوگوں پر یہاں پر جمع کی ضمیر ہے تاکہ "کل" کے معنی کی رعایت کی جاسکے، بند کردی جائے گی۔ یہاں پر لفظ ہمزہ کے ذریعے ہے لیکن اسے "و" سے بدل دیا گیا ہے یعنی جس چیز کو طبق کے طور پر رکھا گیا ہو۔

ستونوں میں ان دونوں حروف پر پیش بھی پڑھی گئی ہے اور زبر بھی پڑھی گئی ہے۔ لمبے، لمبے یہ اپنے سے پہلے لفظ کی صفت ہے، وہ آگ ان ستونوں کے اندر ہوگی۔

## غیبت کے مفہوم وممانعت کا بیان

"غیبت" کے معنی ہیں پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنا، یعنی کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق ایسی باتیں کرنا کہ جس کو اگر وہ سنے تو ناپسند کرے۔ "شتم" کے معنی ہیں گالی دینا یعنی کسی کو کوئی فحش بات کہنا بدزبانی کرنا برا بھلا کہنا اور کسی کو ایسے الفاظ کے ذریعہ یاد و مخاطب کرنا جو شریعت و اخلاق اور تہذیب و شائستگی کے خلاف ہوں۔ بہر حال اس باب میں وہ احادیث نقل کی جائیں گی جن سے یہ واضح ہوگا کہ زبان کو ایسے الفاظ و کلام سے بچانا چاہیے جن کو زبان پر لانا شرعی، اخلاقی اور معاشرتی طور پر ناروا ہے، خصوصا غیبت، گالم گلوچ اور بدزبانی و بدکلامی، نیز ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ ان چیزوں میں شرعی طور پر کیا برائی ہے اور ان کا ارتکاب کرنے والا شریعت و اخلاق کی نظر میں کس کی نظر میں کس قدر ناپسندیدہ ہے۔

## زبان کی حفاظت کرنے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ جب بندہ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نکالتا ہے جس میں حق تعالیٰ کی خوشنودی ہوتی ہے تو اگرچہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے اس کے درجات بلند کر دیتا ہے یعنی اگرچہ وہ بندہ اپنی اس بات کی قدر و اہمیت سے واقف نہیں ہوتا اور اس کو ایک نہایت سہل اور معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر حق تعالیٰ کے نزدیک وہ بات بہت بلند پایہ اور بڑے مرتبہ کی ہوتی ہے اسی طرح جب بندہ کوئی ایسی بات زبان سے نکالتا ہے جو حق تعالیٰ کی ناخوشی کا ذریعہ بن جاتی ہے تو اگرچہ وہ بندہ اس بات کی اہمیت کو نہیں جانتا یعنی وہ اس بات کو بہت معمولی سمجھتا ہے اور اس کو زبان سے نکالنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا لیکن حقیقت میں وہ بات نتیجے کے اعتبار سے اتنی ہیبت ناک ہوتی ہے کہ وہ بندہ اس کے سبب سے دوزخ میں گر پڑتا ہے۔ (بخاری) اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اس کے سبب سے دوزخ میں اتنی دور سے گرتا ہے جو مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ ہے یعنی وہ جہاں سے دوزخ میں گرے گا وہ دوزخ جس جگہ جا کر گریگا ان دونوں کے درمیان اتنا طویل فاصلہ ہے جتنا مشرق و مغرب کے درمیان بھی نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 750)

اس ارشاد گرامی کا حاصل اس بات پر متنبہ کرتا ہے کہ زبان پر ہر وقت قابو رکھو اور اس کے معاملہ کو کم اہم نہ سمجھو نیز اس حقیقت کو کسی بھی لمحہ نظر انداز نہ کرو اگر زبان پر احتیاط کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور یہ چھوٹی سی چیز تمہارے قابو سے باہر ہو گئی تو پھر تمہاری خیر نہیں چنانچہ اس حقیقت کو فرمایا گیا کہ بسا اوقات بندہ اپنی زبان سے کوئی بات نکالتا ہے اور اس کو اپنے نزدیک بہت معمولی درجہ کی بات سمجھتا ہے مگر درحقیقت و نتیجہ کے اعتبار سے اس بات کی اہمیت ہوتی کیا ہے؟ اس کو یوں سمجھ لو کہ اگر وہ بات حق ہوتی ہے اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنتی ہے تو وہی ذرا سی بات جنت میں اس کی بلندی کا سبب بن جاتی ہے اور اگر وہ بات کہیں ایسی ہوئی جو بری ہونے کی وجہ سے اللہ کی ناراضگی کا سبب بن گئی ہو تو بندے کے نزدیک تو ہی معمولی بات اس کو دوزخ میں گرا دینے کا ذریعہ بن جائے گی۔

# سُورَةُ الفِيل

## یہ قرآن مجید کی سورت الفیل ھے

### سورت فیل کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الفیل مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، پانچ آیات، بیس کلمات، چھیانوے حروف ہیں۔

### سورت فیل کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں اصحاب فیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ سورت فیل کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ○ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ○ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ |
| طَيْرًا اَبَابِيْلَ ○ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ○ |
| کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اس نے ان کے مکروفریب |
| کو باطل و ناکام نہیں کر دیا۔ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیج دیے۔ جو ان پر کنکر یلے پتھر مارتے تھے۔ |
| پس اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح کر دیا۔ |

### اصحاب فیل کے واقعہ کا بیان

" أَلَمْ تَرَ " اِستِفهَام تَعَجُّب , أَيْ اِعْجَبْ " كَيفَ فَعَلَ رَبّك بِأَصْحَابِ الْفِيل " هُوَ مَحْمُود وَأَصْحَابه أَبْرَهَة مَلِك الْيَمَن وَجَيْشه , بَنَى بِصَنْعَاء كَنِيسَة لِيَصْرِف إِلَيْهَا الْحَاجّ عَنْ مَكَّة فَأَحْدَثَ رَجُل مِنْ كِنَانَة فِيهَا وَلَطَّخَ قِبْلَتهَا بِالْعَذِرَةِ اِحْتِقَارًا بِهَا , فَحَلَفَ أَبْرَهَة لَيَهْدِمَنَّ الْكَعْبَة , فَجَاء مَكَّة بِجَيْشِهِ عَلَى أَفْيَال الْيَمَن مُقَدّمهَا مَحْمُود , فَحِين تَوَجَّهُوا لِهَدْمِ الْكَعْبَة أَرْسَلَ اللَّه عَلَيْهِمْ مَا قَصَّهُ فِي قَوْله : " أَلَمْ يَجْعَل " أَيْ جَعَلَ " كَيْدهمْ " فِي هَدْم الْكَعْبَة " فِي تَضْلِيل " خَسَارَة وَهَلَاك

" وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيل " جَمَاعَات جَمَاعَات , قِيلَ لَا وَاحِد لَهُ كَأَسَاطِير , وَقِيلَ وَاحِده : أَبُول أَوْ إِبَال أَوْ إِبِّيل كَعُجُول وَمِفْتَاح وَسِكِّين " تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيل " طِين

مَطْبُوع " فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ " كَوَرَقِ زَرْعٍ أَكَلَتْهُ الدَّوَابُّ وَدَاسَتْهُ وَأَفْنَتْهُ ، أَيْ أَهْلَكَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ وَاحِدٍ بِحَجَرِهِ الْمَكْتُوبِ عَلَيْهِ اِسْمُهُ ، وَهُوَ أَكْبَرُ مِنَ الْعَدَسَةِ وَأَصْغَرُ مِنَ الْحِمِّصَةِ يَخْرِقُ الْبَيْضَةَ وَالرَّجُلَ وَالْفِيلَ وَيَصِلُ إِلَى الْأَرْضِ ، وَكَانَ هٰذَا عَامَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

کیا تم نے نہیں دیکھا یہ سوال تعجب کرنے کے لئے ہے۔یعنی تم اس بات پر حیرانگی کا اظہار کرو۔کہ کیسا سلوک کیا تمہارے پروردگار نے اصحاب فیل کے ساتھ۔فیل سے مراد محمود نامی ہاتھی ہے اور اس کے اصحاب سے مراد یمن کا بادشاہ ابرہہ ہے اور اس کا لشکر ہے۔ابرہہ نے صنعاء میں ایک گرجا بنایا تا کہ حاجی مکہ کو چھوڑ کر اس کی طرف جائیں تو بنی کنانہ سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے اس میں پیشاب اور پاخانہ کر دیا اور اس گندگی کو اس کی دیواروں پر مل دیا تا کہ اسے حقیر قرار دے تو ابرہہ نے یہ قسم اٹھائی کہ وہ خانہ کعبہ کو گرادے گا تو وہ اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف آیا اور اس کے آگے ہاتھی چل رہے تھے جن میں سب سے آگے محمود تھا تو جب وہ خانہ کعبہ کو گرانے کی طرف متوجہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اس چیز کو بھیج دیا جس کا قصہ اس نے اپنے اس فرمان میں بیان کیا ہے۔

"کیا اس نے نہیں بنا دیا۔اس نے بنا دیا ان کے "مکر" کو یعنی خانہ کعبہ کو گرانے کے منصوبے کو "تضلیل" یعنی خسارہ اور ہلاکت اور اس نے بھیجا ان لوگوں کے اوپر ابابیل کو گروہوں کی شکل میں۔ایک قول کے مطابق اس لفظ کی کوئی واحد نہیں ہوتی جیسے لفظ "اساطیر" کی کوئی واحد نہیں ہوتی۔ایک قول کے مطابق اس کی واحد ابول' ابال یا ابیل ہے جیسے لفظ عجول ہوتا ہے اور لفظ مفتاح ہوتا ہے اور جیسے لفظ سکین ہوتا ہے۔اس نے ان لوگوں کے اوپر کنکریوں کی طرح کے پتھر برسائے یعنی جو پکائی گئی مٹی سے بنتے ہیں تو اس نے انہیں یوں کر دیا جیسے کھایا ہوا بھوسہ ہوتا ہے یعنی اس کھیت کا پتہ جسے کسی جانور نے کھالیا ہو اور پھر اسے اپنے پاؤں کے نیچے روند کر خراب کر دیا ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو اس پتھر کے ذریعے ہلاکت کا شکار کر دیا جس پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا اور وہ پتھر مسور کے دانوں سے بڑا اور چنے کے دانوں سے چھوٹا تھا اور یہ لوہے کی ٹوپی' آدمی اور ہاتھی کو پھاڑ کر زمین تک چلا جاتا تھا۔

یہ واقعہ اس سال ہوا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی تھی۔

## ابرہہ اور اس کا حشر کا تفصیلی بیان

اللہ رب العزت نے قریش پر جو اپنی خاص نعمت انعام فرمائی تھی اس کا ذکر کر رہا ہے کہ جس لشکر نے ہاتھیوں کو ساتھ لے کر کعبے کو ڈھانے کے لیے چڑھائی کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے کہ وہ کعبے کے وجود کو مٹائیں ان کا نام ونشان مٹا دیا۔ان کی تمام فریب کاریاں ان کی تمام قوتیں سلب کر لیں برباد و غارت کر دیا یہ لوگ مذہبا نصرانی تھے لیکن دین مسیح کو مسخ کر دیا تھا قریباً بت پرست ہو گئے تھے انہیں اس طرح نامراد کرنا یہ گویا پیش خیمہ تھا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا اور اطلاع تھی آپ کی آمد آمد کی حضور علیہ السلام اسی سال تولد ہوئے اکثر تاریخ داں حضرات کا یہی قول ہے تو گویا رب العالم فرما رہا ہے کہ اے قریشیو! حبشہ کے

اس لشکر پر تمہیں فتح تمہاری بھلائی کی وجہ سے نہیں دی گئی تھی بلکہ اس میں ہمارے گھر کا بچاؤ تھا جسے ہم شرف بزرگی عظمت وعزت میں اپنے آخرالزمان پیغمبر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے بڑھانے والے تھے۔ غرض اصحاب فیل کا مختصر واقعہ تو یہ ہے جو بیان ہوا اور مطول واقعہ اصحاب الاخدود کے بیان میں گذر چکا ہے کہ قبیلہ حمیر کا آخری بادشاہ ذونواس جو مشرک تھا جس نے اپنے زمانے کے مسلمانوں کو کھائیوں میں قتل کیا تھا جو سچے نصرانی تھے اور تعداد میں تقریباً بیس ہزار تھے سارے کے سارے شہید کر دیئے گئے تھے صرف دوس ذوثعلبان ایک بچ گیا تھا جو ملک شام جا پہنچا اور قیصر روم سے فریاد رسی چاہی۔ یہ بادشاہ نصرانی مذہب پر تھا اس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو لکھا کہ اس کے ساتھ اپنی پوری فوج کر دو اس لیے کہ یہاں سے دشمن کا ملک قریب تھا۔ اس بادشاہ نے ارباط اور ابویکسوم ابرہہ بن صباح کو امیر لشکر بنا کر بہت بڑا لشکر دے کر دونوں کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا یہ لشکر یمن پہنچا اور یمن کو اور یمنیوں کو تاخت وتاراج کر دیا۔ ذونواس بھاگ کھڑا ہوا اور دریا میں ڈوب کر مر گیا اور ان لوگوں کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور سارے یمن پر شاہ حبشہ کا قبضہ ہو گیا اور یہ دونوں سردار یہاں رہنے سہنے لگے لیکن کچھ تھوڑی مدت کے بعد ان میں ناچاقی ہو گئی آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں نے آمنے سامنے صفیں باندھ لیں اور لڑنے کے لیے نکل آئے۔

عام حملہ ہونے سے بیشتر ان دونوں سرداروں نے آپس میں کہا کہ فوجوں کو لڑانے اور لوگوں کو قتل کرانے کی کیا ضرورت، آؤ ہم تم دونوں میدان میں نکلیں اور ایک دوسرے سے لڑ کر فیصلہ کر لیں جو زندہ بچ جائے ملک وفوج اس کی۔ چنانچہ یہ بات طے ہو گئی اور دونوں میدان میں نکل آئے ارباط نے ابرہہ پر حملہ کیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے چہرہ خونا خون کر دیا ناک ہونٹ اور منہ کٹ گیا، ابرہہ کے غلام عتودہ نے اس موقعہ پر ارباط پر ایک بے پناہ حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا ابرہہ زخمی ہو کر میدان سے زندہ واپس گیا۔ علاج معالجہ سے زخم اچھے ہو گئے اور یمن کا یہ مستقل بادشاہ بن بیٹھا۔

نجاشی حبشہ کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ سخت غصہ ہوا اور ایک خط ابرہہ کو لکھا اسے بڑی لعنت ملامت کی اور کہا کہ قسم اللہ کی میں تیرے شہروں کو پامال کر دوں گا۔ اور تیری چوٹی کاٹ لاؤں گا، ابرہہ نے اس کا جواب نہایت عاجزی سے لکھا اور قاصد کو بہت سارے ہدیے دیئے اور ایک تھیلی میں یمن کی مٹی بھر دی اور اپنی پیشانی کے بال کاٹ کر اس میں رکھ دیئے۔ اور اپنے خط میں اپنے قصوروں کی معافی طلب کی اور لکھا کہ یہ یمن کی مٹی حاضر ہے اور چوٹی کے بال بھی، آپ اپنی قسم پوری کیجئے اور ناراضی معاف فرمایئے اس سے شاہ حبشہ خوش ہو گیا اور یہاں کی سرداری اسی کے نام کر دی، اب ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں یہاں یمن میں آپ کے لیے ایک ایسا گرجا تعمیر کر رہا ہوں کہ اب تک دنیا میں ایسا نہ بنا ہو اور اس گرجا گھر کا بنانا شروع کیا بڑے اہتمام اور کروفر سے بہت اونچا بہت مضبوط بے حد خوبصورت اور منقش ومزین گرجا بنایا۔ اس قدر بلند تھا کہ چوٹی تک نظر ڈالنے والے کی ٹوپی گر پڑتی تھی اسی لیے عرب اسے قلیس کہتے یعنی ٹوپی پھینک دینے والا۔

اب ابرہہ اشرم کو یہ سوجھی کہ لوگ بجائے کعبۃ اللہ کے حج کے اس کا حج کریں، اپنی ساری مملکت میں اس کی منادی کرا دی عدنانیہ اور قحطانیہ عرب کو یہ بہت برا لگا ادھر سے قریش بھی بھڑک اٹھے تھوڑے دن میں کوئی شخص رات کے وقت اس کے اندر گھس گیا

اور وہاں پاخانہ کر کے چلا آیا چوکیدار نے جب یہ دیکھا تو بادشاہ کو خبر پہنچائی اور کہا کہ یہ کام قریشیوں کا ہے چونکہ آپ نے ان کا کعبہ روک دیا ہے لہٰذا انہوں نے جوش اور غضب میں آ کر یہ حرکت کی ہے ابرہہ نے اسی وقت قسم کھائی کہ میں مکہ پہنچوں گا اور بیت اللہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا اور ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ چند ملے جلے نوجوان قریشیوں نے اس گرجا میں آگ لگادی تھی اور اس وقت ہوا بھی بہت تیز تھی سارا گرجا جل گیا اور منہ کے بل زمین پر گر گیا اس پر ابرہہ نے بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر مکہ پر چڑھائی کی تا کہ کوئی روک نہ سکے اور اپنے ساتھ ایک بڑا اونچا اور موٹا ہاتھی لیا جسے محمود کہا جاتا تھا۔

اس جیسا ہاتھی اور کوئی نہ تھا شاہ حبشہ نے یہ ہاتھی اس کے پاس اسی غرض سے بھیجا تھا آٹھ یا بارہ ہاتھی اور بھی ساتھ تھے یہ کعبے کے ڈھانے کی نیت سے چلا یہ سوچ کر کہ کعبہ کی دیواروں میں مضبوط زنجیریں ڈال دوں گا اور ہاتھیوں کی گردنوں میں ان زنجیروں کو باندھ دوں گا ہاتھی ایک ہی جھٹکے میں چاروں دیواریں بیت اللہ کی جڑ سے گرادیں گے، جب اہل عرب کو یہ خبریں معلوم ہوئیں تو ان پر بڑا بھاری اثر ہوا انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو ہم ضرور اس سے مقابلہ کریں گے اور اسے اس کی اس بدکرداری سے روکیں گے ایک یمنی شریف سردار جو وہاں کے بادشاہوں کی اولاد میں سے تھا جسے 'ذونفر' کہا جاتا تھا یہ کھڑا ہو گیا اپنی قوم کو اور کل آس پاس کے عرب کو جمع کیا اور اس بدنیت بادشاہ سے مقابلہ کیا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا عربوں کو شکست ہوئی اور ذونفر اس خبیث کے ہاتھ میں قید ہو گیا اس نے اسے بھی ساتھ لیا اور مکہ شریف کی طرف بڑھا خثعم قبیلے کی زمین پر جب یہ پہنچا تو یہاں نفیل بن حبیب خثعمی نے اپنے لشکروں سے اس کا مقابلہ کیا۔

لیکن ابرہہ نے انہیں بھی مغلوب کر لیا اور نفیل بھی قید ہو گیا پہلے تو اس ظالم نے اسے قتل کرنا چاہا لیکن پھر قتل نہ کیا اور قید کر کے ساتھ لے لیا تا کہ راستہ بتائے، جب طائف کے قریب پہنچا تو قبیلہ ثقیف نے اس سے صلح کر لی کہ ایسا نہ ہو ان کے بت خانوں کو جس میں لات نامی بت تھا یہ توڑ دے اس نے بھی ان کی بڑی آؤ بھگت کی انہوں نے ابورغال کو اس کے ساتھ کر دیا کہ یہ تمہیں وہاں کا راستہ بتائے گا۔ ابرہہ جب مکے کے بالکل قریب مغمس کے پہنچا تو اس نے یہاں پڑاؤ کیا اس کے لشکر نے آس پاس مکہ والوں کے جو جانور اونٹ وغیرہ چر چگ رہے تھے سب کو اپنے قبضہ میں کیا ان جانوروں میں دو سو اونٹ تو صرف عبدالمطلب کے تھے اسود بن مقصود جو اس کے لشکر کے ہراول کا سردار تھا اس نے ابرہہ کے حکم سے ان جانوروں کو لوٹا تھا، جس پر عرب شاعروں نے اس کی ہجو میں اشعار تصنیف کیے ہوئے ہیں جو سیرۃ ابن اسحاق میں موجود ہیں۔

اب ابرہہ نے اپنا قاصد حناطہ حمیری مکہ والوں کے پاس بھیجا کہ مکہ کے سب سے بڑے سردار کو میرے پاس لاؤ اور یہ بھی اعلان کر دو کہ میں مکہ والوں سے لڑنے نہیں آیا میرا ارادہ صرف بیت اللہ کو گرانے کا ہے ہاں اگر مکہ والے اس کے بچانے کے درپے ہوئے تو لامحالہ مجھے ان سے لڑائی کرنی پڑے گی، حناطہ جب مکہ میں آیا اور لوگوں سے ملا جلا تو معلوم ہوا کہ یہاں کا بڑا سردار عبدالمطلب بن ہاشم ہے، یہ عبدالمطلب سے ملا اور شاہی پیغام پہنچایا جس کے جواب میں عبدالمطلب نے کہا واللہ نہ ہمارا ارادہ اس سے لڑنے کا ہے نہ ہم میں اتنی طاقت ہے یہ اللہ کا حرمت والا گھر ہے اس کے خلیل حضرت ابراہیم کی زندہ یادگار ہے اللہ اگر چاہے گا تو

اپنے گھر کی آپ حفاظت کرے گا، ورنہ ہم میں تو ہمت وقوت نہیں۔ حناطہ نے کہا اچھا تو آپ میرے ساتھ بادشاہ کے پاس چلئے چلئے عبدالمطلب ساتھ ہوئے، بادشاہ نے جب انہیں دیکھا تو ہیبت میں آ گیا عبدالمطلب گورے چٹے سڈول اور مضبوط قوی والے حسین وجمیل انسان تھے، دیکھتے ہی ابرہہ تخت سے نیچے اتر آیا اور فرش پر عبدالمطلب کے ساتھ بیٹھ گیا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ ان سے پوچھ کہ کیا چاہتا ہے؟ عبدالمطلب نے کہا میرے دوسو اونٹ جو بادشاہ نے لے لئے ہیں انہیں واپس کر دیا جائے بادشاہ نے کہا ان سے کہہ دے کہ پہلی نظر میں تیرا رعب مجھ پر پڑا تھا اور میرے دل میں تیری وقعت بیٹھ گئی تھی لیکن پہلے ہی کلام میں تو نے سب کچھ کھو دی اپنے دوسو اونٹ کی تو تجھے فکر ہے اور اپنے اور اپنی قوم کے دین کی تجھے فکر نہیں میں تو تم لوگوں کا عبادت خانہ توڑنے اور اسے خاک میں ملانے کے لیے آیا ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ سن بادشاہ اونٹ تو میرے ہیں اس لیے انہیں بچانے کی کوشش میں میں ہوں اور خانہ کعبہ اللہ کا ہے وہ خود اسے بچالے گا اس پر یہ سرکش کہنے لگا کہ اللہ بھی آج اسے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتا، عبدالمطلب نے کہا بہتر ہے وہ جانے اور تو جان، یہ بھی مروی ہے کہ مکہ نے تمام حجاز کا تہائی مال ابرہہ کو دینا چاہا کہ وہ اپنے اس بدارادہ سے باز آئے لیکن اس نے قبول نہ کیا خیر عبدالمطلب تو اپنے اونٹ لے کر چل دیئے اور آ کر قریش کو حکم دیا کہ مکہ بالکل خالی کر دو پہاڑوں میں چلے جاؤ، اب عبدالمطلب اپنے ساتھ قریش کے چیدہ چیدہ لوگوں کو لے کر بیت اللہ میں آیا اور بیت اللہ کے دروازہ کا کنڈا تھام کر رو رو کر اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعائیں مانگنی شروع کیں کہ باری تعالیٰ ابرہہ اور اس کے خونخوار لشکر سے اپنے پاک اور ذی عزت گھر کو بچالے عبدالمطلب نے اس وقت یہ دعائیہ اشعار پڑھے۔

**لا هم ان المرايم نع رحله فامنع رحالك لا يغلبن صليبهم ومحالهم ابدا محالك**

یعنی ہم بے فکر ہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہر گھر والا اپنے گھر کا بچاؤ آپ کرتا ہے اے اللہ تو بھی اپنے گھر کو اپنے دشمنوں سے بچا یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ان کی صلیب اور ان کی ڈولیں تیری ڈولوں پر غالب آ جائیں۔

اب عبدالمطلب نے بیت اللہ کے دروازے کا کنڈا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گیا یہ بھی مذکور ہے کہ جاتے ہوئے قربانی کے سو اونٹ بیت اللہ کے اردگرد نشان لگا کر چھوڑ دیئے تھے اس نیت سے کہ اگر یہ بد دین آئے اور انہوں نے اللہ کے نام کی قربانی کے ان جانوروں کو چھیڑا تو عذاب الٰہی ان پر اترے گا، دوسری صبح ابرہہ کے لشکر میں مکہ جانے کی تیاریاں ہونے لگیں اپنا خاص ہاتھی جس کا نام محمود تھا اسے تیار کیا لشکر میں کمر بندی ہو چکی تھی اور مکہ شریف کی طرف منہ اٹھا کر چلنے کی تیاری کی اس وقت نفیل بن حبیب جو اس سے راستے میں لڑا تھا اور اب بطور قیدی کے اس کے ساتھ تھا وہ آگے بڑھا اور شاہی ہاتھی کا کان پکڑ لیا اور کہا محمود بیٹھ جا اور جہاں سے آیا ہے وہیں خیریت کے ساتھ چلا جا تو اللہ تعالیٰ کے محترم شہر میں ہے یہ کہہ کر کان چھوڑ دیا اور بھاگ کر قریب کی پہاڑی میں جا چھپا، محمود ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا، اب ہزار جتن فیلبان کر رہے ہیں لشکری بھی کوششیں کرتے کرتے تھک گئے لیکن ہاتھی اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں، سر پر آنکس مار رہے ہیں ادھر ادھر سے

بھالے اور برچھے مار رہے ہیں آنکھوں میں آنکس ڈال رہے ہیں غرض تمام جتن کر لئے لیکن ہاتھی جنبش بھی نہیں کرتا پھر بطور امتحان کے اس کا منہ یمن کی طرف کر کے چلانا چاہا تو جھٹ سے کھڑا ہو کر دوڑتا ہوا چل دیا شام کی طرف چلانا چاہا تو بھی پوری طاقت سے آگے بڑھ گیا، مشرق کی طرف لے جانا چاہا تو بھی بھاگا بھاگا گیا پھر مکہ شریف کی طرف منہ کر کے آگے بڑھانا چاہا وہیں بیٹھ گیا، انہوں نے پھر اسے مارنا شروع کیا دیکھا کہ ایک گھٹاٹوپ پرندوں کا جھرمٹ بادل کی طرح سمندر کے کنارے کی طرف سے امڈا چلا آرہا ہے ابھی پوری طرح دیکھ بھی نہیں پائے تھے کہ وہ جانور سر پر آگئے چاروں طرف سے سارے لشکر کو گھیر لیا اور ان میں ہر ایک کی چونچ میں ایک مسر یا ماش کے دانے برابر کنکری تھی، اور دونوں پنجوں میں دو دو کنکریاں تھیں یہ ان پر پھینکنے لگے جس پر یہ کنکری آن پڑی وہ وہیں ہلاک ہو گیا، اب تو اس لشکر میں بھاگڑ پڑ گئی ہر ایک نفیل نفیل کرنے لگا کیونکہ اسے ان لوگوں نے اپنا راہبر اور راستے بتانے والا سمجھ رکھا تھا نفیل تو ہاتھی کو کہہ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور دیگر اہل مکہ ان لوگوں کی یہ درگت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور نفیل وہیں کھڑا یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

این المفر والا له الطالب والاشرم المغلوب ليس الغالب

اب جائے پناہ کہاں ہے؟ جبکہ اللہ خود تاک میں لگ گیا ہے سنو اشرم بدبخت مغلوب ہو گیا اب یہ پنپنے کا نہیں اور بھی نفیل نے اس واقعہ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں جن میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے اور کہا ہے کاش کہ تو اس وقت موجود ہوتا جبکہ ان ہاتھی والوں کی شامت آئی ہے اور وادی محصب میں ان پر عذاب کے سنگریزے برسے ہیں تو اس وقت تو اس اللہ کے لشکر یعنی پرندوں کو دیکھ کر قطعاً سجدے میں گر پڑتا ہم تو وہاں کھڑے حمد رب کی راگنیاں الاپ رہے تھے گو کلیجے ہمارے بھی اونچے ہو گئے تھے کہ کہیں کوئی کنکری ہمارا کام بھی تمام نہ کر دے نصرانی منہ موڑے بھاگ رہے تھے اور نفیل نفیل پکار رہے تھے۔ گویا کہ نفیل پر ان کے باپ دادوں کا کوئی قرض تھا۔

واقدی فرماتے ہیں یہ پرندے زرد رنگ کے تھے کبوتر سے کچھ چھوٹے تھے ان کے پاؤں سرخ تھے اور روایت میں ہے کہ جب محمود ہاتھی بیٹھ گیا اور پوری کوشش کے باوجود بھی نہ اٹھا تو انہوں نے دوسرے ہاتھی کو آگے کیا اس نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس کی پیشانی پر کنکری پڑی اور بلبلا کر پیچھے ہٹا اور پھرا اور ہاتھی بھی بھاگ کھڑے ہوئے ادھر برابر کنکریاں آنے لگیں اکثر تو وہیں ڈھیر ہو گئے اور بعض جو ادھر ادھر بھاگ نکلے گا ان میں سے کوئی جانبر نہ ہوا بھاگتے بھاگتے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے جاتے تھے اور بالآخر جان سے جاتے تھے ابرہہ بادشاہ بھی بھاگا لیکن ایک ایک عضو بدن جھڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ خثعم کے شہروں میں سے صنعا میں جب وہ پہنچا تو بالکل گوشت کا لوتھڑا بنا ہوا تھا وہیں بلک بلک کر دم توڑا اور کتے کی موت مرا دل تک پھٹ گیا قریشیوں کو بڑا مال ہاتھ لگا، عبدالمطلب نے تو سونے سے ایک کنواں پر کر لیا تھا۔

زمین عرب میں آبلہ اور چیچک اسی سال پیدا ہوتے ہوئے دیکھے گئے اور اسی طرح سپند اور حنظل وغیرہ کے کڑوے درخت بھی اسی سال زمین عرب میں دیکھے گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ بزبان رسول معصوم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی یہ نعمت یاد دلاتا ہے اور گویا فرمایا

جارہا ہے کہ اگر تم میرے گھر کی اسی طرح عزت و حرمت کرتے رہتے اور میرے رسول کو مانتے تو میں بھی اسی طرح تمہاری حفاظت کرتا اور تمہیں دشمنوں سے نجات دیتا ابابیل جمع کا صیغہ ہے اس کا واحد لغت عرب میں پایا نہیں گیا، سجیل کے معنی ہیں بہت ہی سخت اور بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ دو فارسی لفظوں سے مرکب ہے یعنی سنگ اور گل سے یعنی مٹی اور پتھر غرض سجیل وہ ہے جس میں پتھر معہ مٹی کے ہو، عصف جمع ہے عصفۃ کی کھیتی کے ان پتوں کو کہتے ہیں جو پک نہ گئے ہوں۔ ابابیل کے معنی ہیں گروہ گروہ جھنڈ بہت سارے پے در پے جمع شدہ ادھر ادھر سے آنے والے بعض نحوی کہتے ہیں اس کا واحد ابیل ہے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ان پرندوں کی چونچ تھی پرندوں جیسی اور پنجے کتوں جیسے عکرمہ فرماتے ہیں یہ سبز رنگ کے پرند تھے جو سمندر سے نکلے تھے ان کے سر درندوں جیسے تھے اور اقوال بھی ہیں یہ پرند باقاعدہ ان لشکریوں کے سروں پر پرے باندھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر چیخنے لگے پھر پتھر کیا جس کے سر میں لگا اس کے نیچے سے نکل گیا اور دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جس کے جس عضو پر گرا وہ عضو ساقط ہو گیا ساتھ ہی تیز آندھی آئی جس سے اور آس پاس کے کنکر بھی ان کی آنکھوں میں گھس گئے اور سب تہ و بالا ہو گئے عصف کہتے ہیں چارے کو اور کٹی کھیتی کو اور گیہوں کے درخت کے پتوں کو اور ماکول سے مراد ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا ہے حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ عصف کہتے ہیں بھوسی کو جو اناج کے دانوں کے اوپر ہوتی ہے۔

ابن زید فرماتے ہیں مراد کھیتوں کے وہ پتے ہیں جنھیں جانور چر چکے ہوں مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ان کو تہس نہس کر دیا اور عام خاص کو ہلاک کر دیا اس کی ساری تدبیریں الٹ ہو گئیں کوئی بھلائی انہیں نصیب نہ ہوئی ایسا بھی کوئی ان پر صحیح سالم نہ رہا جو کہ ان کی خبر پہنچائے، جو بھی بچا وہ زخمی ہو کر اور اس زخم سے پھر جاں بر نہ ہو سکا، خود بادشاہ بھی گو وہ ایک گوشت کے لوتھڑے کی طرح ہو گیا تھا جوں توں صنعا میں پہنچا لیکن وہاں جاتے ہی اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور واقعہ بیان کر ہی چکا تھا کہ مر گیا، اس کے بعد اسکا لڑکا یکسوم یمن کا بادشاہ بنا پھر اس کے دوسرے بھائی مسروق بن ابرہہ کو سلطنت ملی اب سیف بن ذو یزن حمیری کسریٰ کے دربار میں پہنچا اور اس سے مدد طلب کی تا کہ وہ اہل حبشہ سے لڑے اور یمن ان سے خالی کرالے کسریٰ نے اس کے ساتھ ایک لشکر جرار کر دیا اس لشکر نے اہل حبشہ کو شکست دی اور ابرہہ کے خاندان سے سلطنت نکل گئی اور پھر قبیلہ حمیر یہاں کا بادشاہ بن گیا عربوں نے اس پر بڑی خوشی منائی اور چاروں طرف سے مبارکبادیاں وصول ہوئیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ابرہہ کے لشکر کے فیلبان اور چرکٹے کو میں نے مکہ شریف میں دیکھا دونوں اندھے ہو گئے تھے چل پھر نہیں سکتے تھے اور بھیک مانگا کرتے تھے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اساف اور نائلہ بتوں کے پاس یہ بیٹھے رہتے تھے جہاں مشرکین اپنی قربانیاں کرتے تھے اور لوگوں سے بھیک مانگتے پھرتے تھے اس فیلبان کا نام انیسا تھا، بعض تاریخوں میں یہ بھی ہے کہ ابرہہ خود اس چڑھائی میں نہ تھا بلکہ اس نے اپنے لشکر کو بہ ماتحتی شمس بن مقصود کے بھیجا تھا یہ لشکر بیس ہزار کا تھا اور یہ پرندان کے اوپر رات کے وقت آئے تھے اور صبح تک ان سب کا ستیاناس ہو چکا تھا لیکن یہ روایت بہت غریب ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ خود ابرہہ اشرم حبشی ہی اپنے ساتھ لشکر لے کر آیا تھا یہ ممکن ہے کہ اس کے ہراول کے دستہ پر یہ شخص

سر در ہو، اس واقعہ کو بہت سے عرب شاعروں نے اپنے شعروں میں بھی بسط کے ساتھ بیان کیا ہے، سورہ فتح کی تفسیر میں ہم اس واقعہ کو مفصل بیان کر آئے ہیں جس میں ہے کہ جب حدیبیہ والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس ٹیلے پر چڑھے جہاں سے آپ قریشیوں پر جانیوالے تھے تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی لوگوں نے اسے ڈانٹا ڈپٹا لیکن وہ نہ اٹھی لوگ کہنے لگے قصواء تھک گئی آپ نے فرمایا یہ تھکی نہ اس میں اڑنے کی عادت ہے اسے اس اللہ نے روک لیا ہے جس نے ہاتھیوں کو روک لیا تھا پھر فرمایا اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مکے والے جن شرائط پر مجھ سے صلح چاہیں گے میں سب مان لوں گا بشرطیکہ اللہ کی حرمتوں کی ہتک اس میں نہ ہو پھر آپ نے اسے ڈانٹا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوگی۔ یہ حدیث صحیح بخاری مسلم کی اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر سے ہاتھیوں کو روک لیا اور اپنے نبی کو وہاں کا قبضہ دیا اور اپنے ایماندار بندوں کو، سنو آج اس کی حرمت ویسی ہی لوٹ کر آ گئی ہے جیسے کل تھی، خبردار ہر حاضر کو چاہیے کہ غیر حاضر کو پہنچادے۔ (تفسیر ابن کثیر، سورہ فیل، بیروت)

# سُورَةُ قُرَيْش

## یہ قرآن مجید کی سورت قریش ہے

### سورت قریش کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ القریش بقولِ اصح مکّیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چار آیات، سترہ کلمات، تہتّر حروف ہیں۔

### سورت قریش کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ قریش جس میں ان کے سردی وگرمی کے احوال کا بیان کیا گیا ہے پس اسی مناسبت سے یہ سورت قریش کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۝ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ۝ |
| الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ۝ |
| قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے۔ انہیں سردیوں اور گرمیوں کے (تجارتی) سفر سے مانوس کر دیا۔ تو ان پر لازم ہے کہ |
| اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔ جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا، اور انہیں ایک بڑے خوف سے امان بخشا۔ |

### قریش کا سفر کی جانب مانوس ہونے کا بیان

" إِيلَافِهِمْ " تَأْكِيد وَهُوَ مَصْدَر آلَف بِالْمَدِّ " رِحْلَةَ الشِّتَاء " إِلَى الْيَمَن " و " رِحْلَةَ " الصَّيْف " إِلَى الشَّام فِي كُلّ عَام , يَسْتَعِينُونَ بِالرِّحْلَتَيْنِ لِلتِّجَارَةِ عَلَى الْمُقَام بِمَكَّةَ لِخِدْمَةِ الْبَيْت الَّذِي هُوَ فَخْرهمْ , وَهُمْ وَلَد النَّضْر بْن كِنَانَة " فَلْيَعْبُدُوا " تَعَلَّقَ بِهِ لِإِيلَافِ وَالْفَاء زَائِدَة " رَبّ هَذَا الْبَيْت "" الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوع " أَيْ مِنْ أَجْله " وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْف " أَيْ مِنْ أَجْله وَكَانَ يُصِيبهُمْ الْجُوع لِعَدَمِ الزَّرْع بِمَكَّةَ وَخَافُوا جَيْش الْفِيل .

قریش کی رغبت کی وجہ سے ان کی وہ رغبت یہ تاکید ہے اور لفظ "الف" کا مصدر ہے اور یہ مد کے ساتھ آتا ہے جو سردیوں کے سفر کے لئے ہے جو یمن کی طرف ہوتا ہے اور گرمیوں کے سفر کے لئے ہے جو شام کی طرف ہوتا ہے اور یہ ہر سال ہوتے ہیں اور وہ لوگ ان دونوں سفروں کے ذریعے تجارت میں مدد لیتے ہیں تا کہ وہ مکہ میں رہائش رکھ سکیں اور بیت اللہ کی خدمت کر سکیں اور یہ ان کے لئے فخر کا باعث ہے اور اس سے مراد نضر بن کنانہ کی اولاد ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ عبادت کریں یہ لفظ متعلق ہے "ایلاف" کے

اوراس میں ''ف'' زائد ہے اس گھر کے پروردگار کی۔ وہ جو انہیں کھلاتا ہے بھوک کی حالت میں یعنی اس کی وجہ سے اور وہ انہیں امن میں رکھتا ہے انہیں خوف کے حوالے سے یعنی اس کی وجہ سے ورنہ وہ انہیں بھوک بھی پہنچا سکتا ہے کیونکہ مکہ میں کھیتی باڑی نہیں ہوتی اور انہیں ہاتھیوں کے لشکر کا خوف بھی ہو سکتا ہے۔

## قریش کی فضیلت کا بیان

اس سورت میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تمام قبائل عرب میں قریش اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد اسماعیل علیہ السلام میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب کر لیا ہے (البغوی عن واثلہ بن اسقع) اور ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام آدمی قریش کے تابع ہیں خیر وشر میں (راہ مسلم عن جابر، مظہری) اور پہلی حدیث میں جس خداوندی انتخاب کا ذکر ہے غالباً اس کی وجہ ان قبائل کے خاص ملکات اور استعدادیں ہیں، کفر وشرک اور جہالت کے زمانہ میں بھی ان کے بعض اخلاق اور ملکات نہایت اعلیٰ تھے ان میں قبول حق کی استعداد بہت کامل تھی، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور اولیاء اللہ میں بیشتر لوگ قریش میں سے ہوئے ہیں۔ (تفسیر مظہری، سورہ قریش، لاہور)

# سُورَةُ الْمَاعُوْن

## یہ قرآن مجید کی سورت ماعون ہے

### سورت ماعون کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الماعون مکّیہ ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نصف مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی عاص بن وائل کے بارے میں اور نصف مدینہ طیبہ میں عبداللہ بن اُبَی سلول منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں ایک رکوع، سات آیات، پچیس کلمات، ایک سو پچیس حروف ہیں۔

ابن مردویہ نے ابن عباس اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے اور یہی قول عطاء اور جابر کا بھی ہے۔
لیکن ابوحیان نے البحر المحیط میں ابن عباس اور قتادہ اور ضحاک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ مدینہ میں نازل ہوئی۔

### سورت ماعون کی وجہ تسمیہ کا بیان

آخری آیت کے آخری لفظ الماعون کو اس سورت کا نام قرار دیا گیا۔

| |
|---|
| اَرَءَيْتَ الَّذِیْ یُكَذِّبُ بِالدِّیْنِ○ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ○ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ○ |
| فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ○ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ○ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ○ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ○ |
| کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو دین کو جھٹلاتا ہے۔ تو یہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور مسکین کو کھانا دینے کی |
| ترغیب نہیں دیتا۔ پس ان نمازیوں کے لیے بڑی ہلاکت ہے۔ وہ جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ وہ جو ریا کاری |
| کرتے ہیں۔ اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے۔ |

### قیامت کے دن کو جھٹلانے والوں کیلیے بربادی کا بیان

" أَرَأَيْت الَّذِی یُكَذِّب بِالدِّينِ " بِالْجَزَاءِ وَالْحِسَاب , أَیْ هَلْ عَرَفْته وَإِنْ لَمْ تَعْرِفهُ : " فَذَلِك " بِتَقْدِيرِ هُوَ بَعْد الْفَاء " الَّذِی يَدُعّ الْيَتِيم " أَیْ يَدْفَعهُ بِعُنْفٍ عَنْ حَقّه " وَلَا يَحُضّ " نَفْسه وَلَا غَيْره " عَلَى طَعَام الْمِسْكِين " أَیْ إِطْعَامه , نَزَلَتْ فِی الْعَاصِی بْن وَائِل أَوْ الْوَلِيد بْن الْمُغِيرَة " الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتهمْ سَاهُونَ " غَافِلُونَ يُؤَخِّرُونَهَا عَنْ وَقْتهَا " الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ "

فِي الصَّلَاةِ وَغَيْرِهَا" وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ" كَالْإِبْرَةِ وَالْفَأْسِ وَالْقِدْرِ وَالْقَصْعَةِ.

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جو دین یعنی یوم حساب اور یوم جزاء کو جھٹلاتا ہے یعنی کیا تم اسے جانتے ہو یا تم اسے نہیں جانتے تو یہ وہ شخص ہے یہ "تقدیری" اعتبار سے "ھو" ہے جو "ف" کے بعد ہے جو یتیم کو پرے کرتا ہے اور اسے دور کر دیتا ہے یعنی اس کے حق سے اسے دور کرتا ہے اور وہ ترغیب نہیں دیتا اپنے آپ کو بھی اور دوسرے کو بھی مسکین کو کھانا کھلانے کی (یعنی مسکین کو کھانا کھلانے کی) یہ آیت عاص بن وائل یا شاید ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔

تو بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے۔ وہ لوگ جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں یعنی وہ ان سے غافل ہیں اور ان کے وقت سے زیادہ تاخیر سے ادا کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دکھاوے کے لئے ایسا کرتے ہیں یعنی نماز میں بھی اور دیگر اعمال میں بھی اور یہ لوگ منع کرتے ہیں برتنے کی چیزوں کو جیسے سوئی' کلہاڑا' ہنڈیا' پیالہ (یعنی وہ کسی کو نہیں دیتے)

غفلت برتنے والے نمازیوں کے لیے ویل ہے یعنی ان منافقوں کے لیے جو لوگوں کے سامنے نماز ادا کریں ورنہ ہضم کر جائیں یہی معنی حضرت ابن عباس کے کیے ہیں اور یہ بھی معنی ہیں کہ مقرر کردہ وقت ٹال دیتے ہیں جیسے کہ مسروق اور ابوالضحی کہتے ہیں حضرت عطاء بن دینا فرماتے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ فرمان باری میں عن صلوتھم ہے فی صلوتھم نہیں یعنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں فرمایا نمازوں میں غفلت برتتے ہیں نہیں فرمایا اسی طرح یہ الف ظ شامل ہے ایسے نمازی کو بھی جو ہمیشہ نماز کو آخری وقت ادا کرے یا عموما آخری وقت پڑھے یا ارکان وشروط کی پوری رعایت نہ کرے یا خشوع خضوع اور تدبر وغور وفکر نہ کرے لفظ قرآن ان میں سے ہر ایک کو شامل ہے یہ سب باتیں جس میں ہوں وہ تو پورا پورا بدنصیب ہے اور جس میں جتنی ہوں اتنا ہی وہ ویل ہے اور نفاق عملی کا حقدار ہے بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے یہ نماز منافق کی ہے کہ بیٹھا ہوا سورج کا انتظار کرتا رہے جب وہ غروب ہونے کے قریب پہنچے اور شیطان اپنے سینگ اس میں ملا لے تو کھڑا ہو اور مرغ کی طرح چار ٹھونگیں مار لے جس میں اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرے یہاں مراد عصر کی نماز ہے جو صلوہ وسطی ہے جیسے کہ حدیث کے لفظوں سے ثابت ہے یہ شخص مکروہ وقت میں کھڑا ہوتا اور کوے کی طرح چونچیں مار لیتا ہے۔ جس میں اطمینان ارکان بھی نہیں ہوتا نہ خشوع وخضوع ہوتا ہے بلکہ ذکر اللہ بھی بہت ہی کم ہوتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم رازی، سورہ ماعون، بیروت)

# سُوْرَۃُ الْکَوْثَر

## یہ قرآن مجید کی سورت الکوثر ہے

### سورت کوثر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الکوثر جمہور کے نزدیک مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیات، دس کلمات، بیالیس حروف ہیں۔

### سورت الکوثر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت مبارکہ کا نام الکوثر جس اس کی پہلی آیت مبارکہ میں آیا ہے۔ پس اسی مناسبت سے یہ الکوثر معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ |
| اے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں۔ پس آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھا کریں |
| اور قربانی دیا کریں۔ بیشک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا۔ |

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے عطائے کوثر کا بیان

" إِنَّا أَعْطَيْنَاك " يَا مُحَمَّد " الْكَوْثَر " هُوَ نَهَر فِي الْجَنَّة هُوَ حَوْضه تَرِد عَلَيْهِ أُمَّته , وَالْكَوْثَر : الْخَيْر الْكَثِير مِنْ النُّبُوَّة وَالْقُرْآن وَالشَّفَاعَة وَنَحْوهَا " فَصَلِّ لِرَبِّك " صَلَاة عِيد النَّحْر " وَانْحَرْ " نُسُكك " إِنَّ شَانِئَك " أَيْ مُبْغِضك " هُوَ الْأَبْتَر " الْمُنْقَطِع عَنْ كُلّ خَيْر , أَوْ الْمُنْقَطِع الْعَقِب , نَزَلَتْ فِي الْعَاصِي بْن وَائِل سَمَّى النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْتَر عِنْد مَوْت اِبْنه الْقَاسِم .

بے شک ہم نے تمہیں عطا کیا یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کوثر! اس سے مراد جنت میں موجود ایک نہر ہے یا یہ آپ کا حوض ہے جس پر آپ کی امت آئے گی اور الکوثر خیر کثیر کو کہتے ہیں جیسے نبوت' قرآن پاک اور شفاعت وغیرہ۔

تو تم اپنے پروردگار کے لئے نماز ادا کرو یعنی عید قربان کے موقع پر نماز ادا کرو اور قربانی کرواپنے قربانی کے جانور کی۔
بے شک تمہارا دشمن یعنی تم سے بغض رکھنے والا وہ "ابتر" ہوگا یعنی ہر بھلائی سے منقطع ہو جائے گا یا اس کی اولاد باقی نہیں رہے گی۔ یہ آیت عاص بن وائل کے بارے میں نازل ہوئی جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا تھا۔ اس وقت جب آپ کے صاحبزادے قاسم انتقال کر گئے تھے۔

## سورت الکوثر کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت انس سورت کوثر کی تفسیر میں نبی اکرم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم نے مزید فرمایا میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔

میں نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1310)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں جنت میں چل رہا تھا کہ میں نے ایک نہر دیکھی جس کے دونوں کناروں پر موتیوں کے خیمے تھے۔ میں نے فرشتے سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کی ہے۔ پھر انہوں نے ہاتھ مارا اور اس کی مٹی نکالی، تو وہ مشک تھی۔ پھر میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ آ گئی اور میں نے اس کے قریب عظیم نور دیکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1311)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں (معراج کی رات میں) جنت کی سیر کر رہا تھا کہ اچانک میرا گزر ایک نہر پر ہوا! جس کے دونوں طرف موتیوں کے گنبد تھے میں نے پوچھا کہ جبرائیل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ حوض کوثر ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے پروردگار نے عطا کیا ہے۔ پھر جو میں نے دیکھا تو اس کی مٹی مثل مشک تیز خوشبودار تھی۔ (بخاری، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 140

"مجوف" کے معنی ہیں کھوکھلا! مجوف موتی کے گنبدے سے مراد یہ ہے کہ حوض کوثر کے دونوں کناروں پر جو گنبد اور قبے ہیں وہ اینٹ پتھر اور چونے گارے جیسی چیزوں سے تعمیر شدہ نہیں ہیں بلکہ ہر گنبد دراصل ایک بہت بڑا موتی ہے جو اندر سے کھوکھلا ہے اور جس میں نشست و رہائش کی جملہ آسائشیں موجود ہیں" جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے عطا کیا ہے۔" کے ذریعہ آیت کریم انا اعطینك الکوثر کی طرف اشارہ ہے۔

جس کی تفسیر میں بہت سے مفسروں نے کہا ہے کہ اس آیت کریمہ میں " کوثر" سے مراد "خیر کثیر یعنی بیشمار بھلائیاں اور نعمتوں کی کثرت" ہے جو پروردگار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے، اس میں نبوت ورسالت، قرآن کریم اور علم وحکمت کی نعمتیں بھی شامل ہیں اور امت کی کثرت اور وہ تمام مراتب عالیہ بھی شامل ہیں جن میں ایک بہت بڑی نعمت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخرت میں مقام محمود، لوائے محمود اور مذکورہ حوض کا عطا کیا جانا ہے۔ اس اعتبار سے اس بارہ میں کوئی منافات نہیں ہے کہ " کوثر" سے مراد "حوض کوثر" ہے یا "خیر کثیر" مراد ہونے کی صورت میں بشمول حوض کوثر، تمام ہی نعمتیں اور بھلائیاں اس میں شامل ہو جائیں گی اس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مذکورہ جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو " کوثر" عطا کیا ہے اسی میں کی ایک چیز یہ "حوض کوثر" ہے! بعض مفسرین نے " کوثر" کی مراد "اولاد اور علماء امت" لکھا ہے، لیکن یہ قول بھی "خیر کثیر" کے قول کے منافی نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں (یعنی اولاد اور علماء امت) بھی "خیر کثیر" ہی میں داخل ہیں۔

# سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْن

## یہ قرآن مجید کی سورت الکافرون ھے

### سورت الکافرون کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الکافرون مکیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چھ آیات، چھبیس کلمات، چورانوے حروف ہیں۔

### سورت کافرون کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت میں کافروں سے خطاب اور جن وہ کی عبادت کرتے ہیں ان سے بیزاری کا اظہار ہوا ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت کافرون کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت الکافرون کی تلاوت سے برأت شرک کا بیان

فروہ بن نوفل اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیوں آئے ہو انہوں نے جواب دیا میں اس لئے حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ مجھے ایسی چیز کی تعلیم دیں جس میں سوتے وقت پڑھ لیا کروں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم بستر پر جاؤ تو سورت کافرون پڑھ لیا کرو۔ اور اسے پڑھ کر سو جایا کرو یہ شرک سے بری ہونا ہے۔ (سنن دارمی: جلد دوم: حدیث نمبر 1251)

| |
|---|
| قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۝ وَ لَاۤ اَنَا |
| عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ۝ وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ۝ لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَ لِیَ دِیْنِ۝ |
| آپ فرمادیجئے، اے کافرو! میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو |
| جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم نے کی۔ اور نہ تم اس کی عبادت |
| کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے ہے۔ |

### بتوں کی پوجا سے اظہار برأت کا بیان

"لَا أَعْبُد" "فِي الْحَال" "مَا تَعْبُدُونَ" "مِنْ الْأَصْنَام" "وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ" "فِي الْحَال" "مَا أَعْبُد"
وَهُوَ اللّٰه تَعَالَى وَحْده "وَلَا أَنَا عَابِد" "فِي الِاسْتِقْبَال" "مَا عَبَدْتُمْ" "" "وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ" "فِي

الِاسْتِقْبَال " مَا أَعْبُد " عَلِمَ اللّٰه مِنْهُمْ أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ . وَإِطْلَاق مَا عَلَى اللّٰه عَلَى وَجْه الْمُقَابَلَة ". لَكُمْ دِينكُمْ " الشِّرْك " وَلِيَ دِين " الْإِسْلَام وَهَذَا قَبْل أَنْ يُؤْمَر بِالْحَرْبِ وَحَذَفَ يَاء الْإِضَافَة الْقُرَّاء السَّبْعَة وَقْفًا وَوَصْلًا وَأَثْبَتَهَا يَعْقُوب فِي الْحَالَيْنِ .

تم فرمادواے کافرو! میں عبادت نہیں کروں گا یعنی کسی بھی حال میں اس کی جس کی تم عبادت کرتے ہو یعنی ان بتوں کی اور نہ ہی تم لوگ عبادت کرو گے اس کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو وحدہ لاشریک ہے اور نہ ہی میں عبادت کروں گا مستقبل میں بھی جس کی تم عبادت کرتے ہو اور نہ ہی تم عبادت کرو مستقبل میں بھی جس کی میں عبادت کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کو ان کے بارے میں یہ بات معلوم تھی کہ وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور لفظ ''ما'' اللہ تعالیٰ کے لئے مطلق کے طور پر استعمال ہوا ہے اور یہ مقابلے کے طور پر ہے۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے جو شرک ہے اور میرے لیے میرا دین ہے جو اسلام ہے اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے جب آپ کو جہاد کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہاں پر اضافت میں ''ی'' کو حذف کیا گیا ہے۔ سات قاریوں کے نزدیک وصل اور وقف دونوں صورتوں میں' جبکہ یعقوب نامی قاری نے اس کو دونوں حالتوں میں برقرار رکھا ہے۔

## شان نزول کا بیان

قریش کی ایک جماعت نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ ہمارے دین کا اتباع کیجئے ہم آپ کے دین کا اتباع کریں گے ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں اس کے ساتھ غیر کو شریک کروں کہنے لگے تو آپ ہمارے کسی معبود کو ہاتھ ہی لگا دیجئے ہم آپ کی تصدیق کر دیں گے آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، اس پر یہ سورہ شریفہ نازل ہوئی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لے گئے وہاں قریش کی وہ جماعت موجود تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت انہیں پڑھ کر سنائی تو وہ مایوس ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حضور کے اصحاب کے در پے ایذا ہوئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ کافرون، لاہور)

# سُورَةُ النَّصْر

## یہ قرآن مجید کی سورت نصر ہے

### سورت نصر کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ نصر مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع، تین آیات، سترہ کلمات، ستر حروف ہیں۔

### سورت نصر کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں اللہ تعالی کی نصرت ومدد کا بیان پہلی آیت میں ذکر ہوا ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت نصر کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ۝ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۝ |
| فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ اسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۝ |
| جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے۔ اور آپ لوگوں کو دیکھ لیں کہ وہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔ |
| تو آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح فرمائیں اور اس سے استغفار کریں، بیشک وہ بڑا ہی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔ |

### اللہ تعالی کی مدد آنے کا بیان

" إِذَا جَاءَ نَصْر اللَّه " نَبِيّه صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَعْدَائِهِ " وَالْفَتْح " فَتْح مَكَّة " وَرَأَيْت النَّاس يَدْخُلُونَ فِي دِين اللَّه " أَيْ الْإِسْلَام " أَفْوَاجًا " جَمَاعَات بَعْدَمَا كَانَ يَدْخُل فِيهِ وَاحِد وَاحِد , وَذَلِكَ بَعْد فَتْح مَكَّة جَاءَهُ الْعَرَب مِنْ أَقْطَار الْأَرْض طَائِعِينَ " فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبّك " أَيْ مُتَلَبِّسًا بِحَمْدِهِ " وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا " وَكَانَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْد نُزُول هَذِهِ السُّورَة يُكْثِر مِنْ قَوْل : سُبْحَان اللَّه وَبِحَمْدِهِ , أَسْتَغْفِر اللَّه وَأَتُوب إِلَيْهِ , وَعَلِمَ بِهَا أَنَّهُ قَدْ اِقْتَرَبَ أَجَله وَكَانَ فَتْح مَكَّة فِي رَمَضَان سَنَة ثَمَان وَتُوُفِّيَ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَبِيع الْأَوَّل سَنَة عَشْر .

جب اللہ کی مدد آ گئی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے دشمنوں کیخلاف اور فتح بھی آ گئی یعنی فتح مکہ بھی آ گئی

اورتم نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہورہے ہیں یعنی اسلام میں افواج کی شکل میں یعنی جماعتوں کی شکل میں یعنی وہ ایک ایک کر کے اس میں داخل ہورہے ہیں اور یہ فتح مکہ کے بعد ہوا جب عرب زمین کے مختلف کونوں سے فرمانبردار ہوتے ہوتے آپ کے پاس آگئے۔ اگر تم اپنے پروردگار کی حمد کے ہمراہ تسبیح بیان کرو یعنی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کو شامل رکھو اور اس سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کے نزول کے بعد بکثرت یہ پڑھا کرتے تھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ، استغفر اللہ واتوب الیہ ''اللہ کی ذات پاک ہے حمد اس کے لئے مخصوص ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں''۔

اس سورت سے آپ کو پتہ چل گیا تھا کہ آپ کے وصال کا وقت قریب ہے فتح مکہ رمضان کے مہینے میں ۸ ھ ہجری میں ہوئی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ربیع الاول کے مہینے میں ۱۰ ھ ہجری میں ہوا۔

## سورت نصر کی تفسیر بہ حدیث کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی موجودگی میں مجھ سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ان سے مسائل پوچھتے ہیں۔ جبکہ یہ ہماری اولاد کے برابر ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کیوں اس سے پوچھتا ہوں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ، جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی)۔ کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا اس میں نبی اکرم کو اللہ کی طرف سے وفات کی خبر دی گئی ہے۔ پھر پوری سورت پڑھی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی وہی جانتا ہوں جو تم جانتے ہو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1313)

فتح سے مراد کسی ایک معرکے میں فتح نہیں، بلکہ وہ فیصلہ کن فتح ہے جس کے بعد ملک میں کوئی طاقت اسلام سے ٹکر لینے کے قابل باقی نہ رہے اور یہ امر واضح ہو جائے کہ اب عرب میں اسی دین کو غالب ہو کر رہنا ہے۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد فتح مکہ لی ہے۔ لیکن فتح مکہ 8 ھ میں ہوئی ہے اور اس سورہ کا نزول 10 ھ کے آخر میں ہوا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت سراء بنت نبہان کی ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ بریں حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول بھی اس تفسیر کے خلاف پڑتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی سب سے آخری سورۃ ہے۔ کیونکہ اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہو تو پوری سورہ توبہ اس کے بعد نازل ہوئی تھی، پھر یہ سورۃ آخری سورۃ کیسے ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ فتح مکہ اس لحاظ سے فیصلہ کن تھی کہ اس نے مشرکین عرب کی ہمتیں پست کر دی تھیں، مگر اس کے بعد بھی ان میں کافی دم خم باقی تھا۔ طائف اور حنین کے معرکے اس کے بعد ہی پیش آئے اور عرب پر اسلام کا غلبہ مکمل ہونے میں تقریباً دو سال صرف ہوئے۔

# سُورَةُ اللَّهَب

## یہ قرآن مجید کی سورت لھب ھے

### سورت لہب کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ ابی لہب مکّیہ ہے،اس میں ایک رکوع، پانچ آیات، بیس کلمات، ستّر حروف ہیں۔

### سورت لہب کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والے ابولہب کی خباثت وہلاکت کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی کرنا چاہی تو اللہ تعالی نے اپنے کلام سے اس بد بخت کی بدبختی کو بیان کردیا اسی سبب سے یہ سورت لہب کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

| |
|---|
| تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ○ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ○ سَيَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ○ |
| وَّامْرَاَتُهٗ ؕ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ○ فِیْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ○ |
| ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے۔ نہ اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ جو کچھ اس نے کمایا۔ |
| عنقریب وہ شعلے والی آگ میں داخل ہوگا۔ اور اس کی بیوی (بھی آگ میں داخل ہوگی) جو ایندھن |
| اٹھانے والی ہے۔ اس کی گردن میں مضبوط بٹی ہوئی رسی ہوگی۔ |

### ابولہب کیلئے ہلاکت کا بیان

"تَبَّتْ " لَمَّا دَعَا النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْمه وَقَالَ : إِنِّي نَذِير لَكُمْ بَيْن يَدَيْ عَذَاب شَدِيد , فَقَالَ عَمّه أَبُو لَهَب : تَبًّا لَك أَلِهَذَا دَعَوْتنَا , نَزَلَتْ " تَبَّتْ " خَسِرَتْ " يَدَا أَبِي لَهَب " أَيْ جُمْلَته وَعَبَّرَ عَنْهَا بِالْيَدَيْنِ مَجَازًا لِأَنَّ أَكْثَر الْأَفْعَال تُزَاوَل بِهِمَا , وَهَذِهِ الْجُمْلَة دُعَاء " وَتَبَّ " خَسِرَ هُوَ , وَهَذِهِ خَبَر كَقَوْلِهِمْ : أَهْلَكَهُ اللَّه وَقَدْ هَلَكَ , وَلَمَّا خَوَّفَهُ النَّبِيّ بِالْعَذَابِ , فَقَالَ : إِنْ كَانَ مَا يَقُول اِبْن أَخِي حَقًّا فَإِنِّي أَفْتَدِي مِنْهُ بِمَالِي وَوَلَدِي نَزَلَ " مَا أَغْنَى عَنْهُ مَاله وَمَا كَسَبَ "" مَا أَغْنَى عَنْهُ مَاله وَمَا كَسَبَ " أَيْ وَكَسْبه , أَيْ وَلَده مَا أَغْنَى بِمَعْنَى يُغْنِي "

سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَب " أَيْ تَلَهُّب وَتَوَقُّد فَهِيَ مَآل تَكْنِيَته لِتَلَهُّبِ وَجْهه إِشْرَاقًا وَحُمْرَة " وَامْرَأَته " عَطْف عَلَى ضَمِير يَصْلَى سَوَّغَهُ الْفَصْل بِالْمَفْعُولِ وَصِفَته وَهِيَ أُمّ جَمِيل " حَمَّالَة " بِالرَّفْعِ وَالنَّصْب " الْحَطَب " الشَّوْك وَالسَّعْدَان تُلْقِيه فِي طَرِيق النَّبِيّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " فِي جِيدهَا " عُنُقهَا " حَبْل مِنْ مَسَد " أَيْ لِيف وَهَذِهِ الْجُمْلَة حَال مِنْ حَمَّالَة الْحَطَب الَّذِي هُوَ نَعْت لِامْرَأَتِهِ أَوْ خَبَر مُبْتَدَأ مُقَدَّر .

برباد ہو گئے یعنی خسارے کا شکار ہو گئے ابولہب کے دونوں ہاتھ یعنی اس کا پورا وجود۔ یہاں پر مجازی طور پر دونوں ہاتھوں کے ذریعے تعبیر کی گئی ہے کیونکہ اکثر افعال انہی دونوں ہاتھوں کے ذریعے انجام دیئے جاتے ہیں اور یہ جملہ دعا کے طور پر ہے اور وہ خسارے کا شکار ہو گیا یہ اس کی خبر ہے جیسا کہ لوگ یہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاکت کا شکار کیا اور وہ ہلاک ہو گیا تو جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے عذاب سے خوف دلایا تو وہ بولا میرا بھتیجا جو کہہ رہا ہے اگر وہ صحیح ہے تو میں اس کے بدلے میں اپنا مال اور اپنی اولاد فدیے کے طور پر دے دوں گا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

اس کا مال اور اس نے جو کمایا ہے۔ وہ اسے بے نیاز نہیں کر سکے گا یعنی اس کی اولاد۔ یہاں پر اغنیٰ لفظ یغنی کے معنی میں ہے۔ عنقریب وہ پہنچ جائے گا آگ تک جو انگاروں والی ہے یعنی اسے اس میں جلایا جائیگا تو یہ اس کا انجام ہے جو اس نے کنیت اختیار کی تھی اس کے چہرے کی چمک اور سرخی کی وجہ سے اور اس کا عطف ضمیر کے اوپر ہے جو لفظ یصلیٰ کے اندر ہے۔ مفعول اور اس کی صفت میں فصل کی وجہ سے یوں لایا گیا ہے۔ وہ عورت ام جمیل ہے اور وہ اٹھانے والی ہے اس کو رفع اور نصب دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے لکڑیوں کے گٹھے کو یعنی کانٹوں کو اور سعدان نامی بوٹی کو جسے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں ڈال دیا کرتی تھی اس کی گردن میں ''مسد'' سے بنی ہوئی رسی ہے یعنی کھجور کی چھال سے بنی ہوئی۔ یہ جملہ ''حمالة الحطب'' کا حال بن رہا ہے جو اس عورت کی صفت کے طور پر آیا ہے یا پھر یہ مقدر مبتدا کی خبر ہے۔

## سورت لہب کے نزول کا بیان

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صفا پر چڑھے اور پکارنے لگے یا صباحاہ اس پر قریش آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں سخت عذاب سے ڈراتا ہوں۔ دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ دشمن صبح یا شام کو تم تک پہنچنے والا ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ ابولہب کہنے لگا۔ کیا تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا، تیرے ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے (تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، نازل فرمائی (ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا)۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1315)

## ام جمیل کی بدبختی کا بیان

اُمِ جمیل بنتِ حرب بن اُمیہ ابوسفیان کی بہن جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت عناد وعداوت رکھتی تھی اور باوجود یہ کہ بہت دولتمند اور بڑے گھرانے کی تھی لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت میں انتہا کو پہنچی تھی کہ خود اپنی سر پر کانٹوں کا گٹھا لاکر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ میں ڈالتی تا کہ حضور کو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کو ایذا وتکلیف ہو اور حضور کی ایذا رسانی اس کو اتنی پیاری تھی کہ وہ اس کام میں کسی دوسرے سے مدد لینا بھی گوارا نہ کرتی تھی۔ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں چغل خور داخل نہ ہوگا اور حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تین عمل ایسے ہیں جو انسان کے تمام اعمال صالحہ کو برباد کر دیتے ہیں روزہ دار کا روزہ اور وضو والے کا وضو خراب کر دیتے ہیں یعنی غیبت اور چغل خوری اور جھوٹ۔

عطار بن سائب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شعبی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ذکر کیا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تین قسم کے آدمی جنت میں نہ داخل ہوں گے۔ ناحق خون بہانے والا چغل خوری کرنے والا، اور تاجر جو سود کا کاروبار کرے۔ عطا کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کا ذکر کر کے شعبی سے بطور تعجب کے دریافت کیا کہ حدیث میں چغلخور کو قاتل اور سود خور کی برابر بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں چغلوخوری تو ایسی چیز ہے کہ اس کی وجہ سے قتل ناحق اور غصب اموال کی نوبت آجاتی ہے۔ (تفسیر قرطبی، سورہ لہب، بیروت)

# سُورَةُ الْاِخْلَاص

## یہ قرآن مجید کی سورت اخلاص ھے

### سورت اخلاص کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ اخلاص مکّیہ ہے اور ایک قول کے مطابق مدنیّہ ہے اس میں ایک رکوع، چار یا پانچ آیات، پندرہ کلمات، سینتالیس حروف ہیں۔

### سورت اخلاص کی وجہ تسمیہ کا بیان

الاخلاص اس سورہ کا محض نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں صرف توحید بیان کی گئی ہے۔ قرآن مجید کی دوسری سورتوں میں تو بالعموم کسی ایسے لفظ کو ان کا نام قرار دیا گیا ہے

### سورت اخلاص پڑھنے کی فضیلت کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی شخص ایک رات میں تہائی قرآن پڑھنے سے عاجز ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ تہائی قرآن کیسے پڑھا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آیت (قل ھو اللّٰہ احد) تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (جس شخص نے رات میں یہ سورت پڑھ لی گویا اس نے تہائی قرآن پڑھ لیا) (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 639)

امام بخاری نے اس روایت کو ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ قرآن کریم میں بنیادی طور پر تین قسم کے مضمون مذکور ہیں (۱) قصص۔ (۲) احکام (۳) توحید، چونکہ سورت آیت (قل ھو اللہ احد) میں باری تعالیٰ کی توحید نہایت اونچے اور بلیغ انداز میں بیان ہے یا یوں کہئے کہ پورے قرآن مجید میں توحید کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے سورت آیت (قل ھو اللہ احد) اس کا خلاصہ اور حاصل ہے اس لئے سورت قل ھو اللہ پڑھنا تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس ارشاد گرامی کا حاصل یہ ہے کہ آیت (قل ھو اللہ احد) کا ثواب تہائی قرآن کے اصل ثواب کے بقدر مضاعف کیا جاتا ہے یعنی بڑھایا جاتا ہے اس طرح ان دونوں اقوال میں ایک لطیف فرق پیدا ہو گیا ہے پہلے قول اور پہلی وضاحت کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی شخص سورت قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھے تو یہ لازم نہیں آتا کہ اسے پورے قرآن کا ثواب ملے جب کہ دوسرے قول کے مطابق قل ھو اللہ تین مرتبہ پڑھنے سے ایک پورے قرآن کا اصل ثواب حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا ہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس سورت یعنی قل ہو اللہ کو دوست رکھتا ہوں (یعنی اسے اکثر پڑھتا رہتا ہوں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ اس سورت سے تمہاری دوستی تمہیں جنت میں داخل کرے گی۔ (ترمذی، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 641)

| |
|---|
| قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ |
| آپ فرما دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ |
| اور نہ ہی اس کے کوئی برابر ہے۔ |

## سورت اخلاص میں بیان کردہ توحید کا بیان

" قُلْ هُوَ اللّٰه أَحَد " سُئِلَ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَبّه فَنَزَلَ " قُلْ هُوَ اللّٰه أَحَد " فَاَللّٰه خَبَر هُوَ وَأَحَد بَدَل مِنْهُ أَوْ خَبَر ثَانٍ " اللّٰه الصَّمَد " مُبْتَدَأ وَخَبَر أَيْ الْمَقْصُود فِي الْحَوَائِج عَلَى الدَّوَام " لَمْ يَلِد " لِانْتِفَاءِ مُجَانَسَته " وَلَمْ يُولَد " لِانْتِفَاءِ الْحُدُوث عَنْهُ " وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَد " أَيْ مُكَافِئًا وَمُمَاثِلًا , وَلَهُ مُتَعَلِّق بِكُفُوًا , وَقُدِّمَ عَلَيْهِ لِأَنَّهُ مَحَطّ الْقَصْد بِالنَّفْيِ وَأُخِّرَ أَحَد وَهُوَ اِسْم يَكُنْ عَنْ خَبَرهَا رِعَايَة لِلْفَاصِلَةِ .

تم فرما دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ یہاں پر لفظ ''اللہ'' خبر ہے ھو کی۔ اور احد اس کا بدل بن رہا ہے یا دوسری خبر ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے یہ مبتدا اور خبر ہے یعنی ہمیشہ ہر ضرورت میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے اور اسی سے مدد مانگی جاتی ہے۔ اس نے کسی کو جنم نہیں دیا کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس نہیں ہے اور نہ ہی اسے جنم دیا گیا ہے کیونکہ اسے کوئی حادث لاحق نہیں ہوسکتا اور اس کا کوئی بھی ہمسر نہیں ہے یعنی کوئی اس کے برابر اور اس کی مثل نہیں ہے۔ یہاں پر لفظ ''لَهٗ كُفُوًا '' سے متعلق ہے اور اسے اس سے مقدم کیا گیا ہے تاکہ نفی سے جو مقصود ہے اس کا مرکز صرف وہی ذات ہے اور لفظ احد کو موخر اس لیے کیا گیا ہے کیونکہ وہ ''يَكُنْ '' کا اسم ہے۔ اس کو اس کی خبر سے موخر کیا گیا ہے تاکہ فصل کا خیال رکھا جاسکے۔

## سورت اخلاص کے شان نزول کا بیان

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ مشرکین نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ اپنے رب کا نسب بیان کیجئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ الخ ، نازل فرمائی، فرمادیں وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کے برابر کا کوئی نہیں ہے)۔ صمد وہ ہے جو نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا۔ اس لئے کہ ہر پیدا ہونے والی چیز یقیناً مرے گی۔ اور جو مرے گا اس کا وارث بھی ہوگا۔ کفو کے معنی مشابہ اور برابری کے ہیں یعنی اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔ (جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1316)

# سُورَةُ الْفَلَق

## یہ قرآن مجید کی سورت الفلق ہے

### سورت فلق کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورہ فلق مدنیہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مکیہ ہے۔ جبکہ پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیات، تیس کلمات، چوہتر حروف ہیں۔

### سورت فلق کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کی پہلی آیت مبارکہ میں لفظ فلق آیا ہے۔ جس کی تخلیق کو ایک انداز سے ذکر کیا گیا ہے پس اسی مناسبت کے سبب یہ سور فلق کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### سورت فلق والناس کی فضیلت کا بیان

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آج کی رات ایسی عجیب آیتیں اتاری گئی ہیں کہ (پناہ طلب کرنے کے سلسلہ میں) ان کا کوئی جواب نہیں ہے اور وہ **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 642)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ رات میں جب اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ ملا کر ان پر دم کرتے اور پھر ان پر **قل ھو اللہ، قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** پڑھتے اور پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے جسم پر جہاں تک ہو سکتا پھیرتے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ پھیرنا اپنے سر، منہ اور بدن کے آگے کے حصہ سے شروع کرتے (اس کے بعد بدن کے دوسرے حصوں پر پھیرتے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عمل (یعنی پڑھنا، دم کرنا اور بدن پر دونوں ہاتھوں کا پھیرنا) تین مرتبہ کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 643)

| |
|---|
| قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ○ |
| وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ○ |
| تم فرماؤ میں اس کی پناہ لیتا ہوں جو صبح کا پیدا کرنے والا ہے۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا فرمائی ہے۔ |

| |
|---|
| اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے۔اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں میں پھونکتی ہیں۔ |
| اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔ |

## اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا بیان

" قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ " الصُّبْح " مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ " مِنْ حَيَوَان مُكَلَّف وَغَيْر مُكَلَّف وَجَمَاد كَالسُّمّ وَغَيْر ذَلِكَ " وَمِنْ شَرِّ غَاسِق إِذَا وَقَبَ " أَيْ اللَّيْل إِذَا أَظْلَمَ وَالْقَمَر إِذَا غَابَ " وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَات " السَّوَاحِر تَنْفُث " فِي الْعُقَد " الَّتِي تَعْقِدهَا فِي الْخَيْط تَنْفُخ فِيهَا بِشَيْءٍ تَقُولهُ مِنْ غَيْر رِيق , وَقَالَ الزَّمَخْشَرِيّ مَعَهُ كَبَنَاتِ لَبِيد الْمَذْكُور " وَمِنْ شَرِّ حَاسِد إِذَا حَسَدَ " أَظْهَر حَسَدَهُ وَعَمِلَ بِمُقْتَضَاهُ , كَلَبِيد الْمَذْكُور مِنْ الْيَهُود الْحَاسِدِينَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , وَذِكْر الثَّلَاثَة الشَّامِل لَهَا مَا خَلَقَ بَعْده لِشِدَّةِ شَرّهَا .

تم فرما دو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کو پیدا کرنے والی ذات سے لفظ فلق کا مطلب صبح ہے۔ ہر چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے یعنی وہ مکلف حیوان ہو یا غیر مکلّف ہو یعنی جمادات کو جیسے زہر اور اس کے علاوہ دیگر چیزیں اور اندھیرا ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوب جائے یعنی وہ رات جب تاریک ہو جائے یا جب چاند غروب ہو جائے اور پھونکنے والی عورتوں کے شر سے بھی سحر کرنے والے لوگوں سے جو پھونک مارتے ہیں گرہوں میں یعنی جو انہوں نے دھاگوں میں گرہیں لگائی ہوئی ہیں اور جس میں وہ پھونک مارتے ہیں جو تھوک کے بغیر ہوتی ہے۔

علامہ زمخشری نے یہ بات کہی ہے کہ وہ تھوک کے ساتھ ہوتی ہے جس طرح لبید کی بیٹیاں جن کا ذکر یہاں کیا گیا ہے۔ حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے یعنی اپنے حسد کو ظاہر کرے اور وہ عمل کرے جو اس کا تقاضا ہے یعنی وہ لبید ہے جس کا ذکر کیا گیا ہے جو حسد کرنے والے یہودیوں میں سے ایک تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا ذکر کیا ہے جو اس میں شامل تھے ان کے شر کی شدت کی وجہ سے ان کے بعد ان جیسے پیدا نہیں کئے گئے۔

(ف 1) سورہ فلق مدنیّہ ہے اور ایک قول یہ ہے کہ مکّیہ ہے "وَالْاَوَّلُ اَصَحّ" اس سورت میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، تیئس کلمے، چوہتر ۷۴ حرف ہیں۔

## سورت فلق وناس کے شان نزول کا بیان

یہ سورت اور سورۃ الناس جو اس کے بعد ہے جو اس وقت نازل ہوئی جب کہ لبید بن اعصم یہودی اور اس کی بیٹیوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جادو کیا اور حضور کے جسم مبارک اور اعضاءِ ظاہرہ پر اس کا اثر ہوا قلب وعقل واعتقاد پر کچھ اثر نہ ہوا چند روز کے بعد جبریل آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کا جو کچھ سامان ہے وہ فلاں کوئیں میں ایک پتھر کے نیچے داب دیا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو بھیجا انہوں نے کنوئیں کا

پانی نکالنے کے بعد پتھر اٹھایا اس کے نیچے سے کھجور کے گابھے کی تھیلی برآمد ہوئی اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے شریف جو کنگھی سے برآمد ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنگھی کے چند دندانے اور ایک ڈورا یا کمان کا چلّہ جس میں گیارہ گرہیں لگی تھیں اور ایک موم کا پُتلہ جس میں گیارہ سوئیاں چبھیں تھیں یہ سب سامان پتھر کے نیچے سے نکلا اور حضور کی خدمت میں حاضر کیا گیا اللہ تعالٰی نے یہ دونوں سورتیں نازل فرمائیں ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں پانچ سورہ فلق میں ہر ایک آیت کے پڑھنے کے ساتھ ایک ایک گرہ کھلتی جاتی تھی یہاں تک کہ سب گرہیں کھل گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل تندرست ہو گئے۔ (تفسیر خزائن العرفان، سورہ فلق، لاہور)

# سُوْرَةُ النَّاس

## یہ قرآن مجید کی سورت الناس ہے

### سورت الناس کی آیات وکلمات کی تعداد کا بیان

سورۃ الناس بقولِ اصح مدنیہ ہے، اس میں ایک رکوع، چھ آیات، بیس کلمات، اناسی حروف ہیں۔

### سورت الناس کی وجہ تسمیہ کا بیان

اس سورت کے شروع میں لفظ رب کو الناس کی جانب مضاف کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ پس اسی مناسبت کے سبب یہ سورت الناس کے نام سے معروف ہوئی ہے۔

### معوذتین کے نزول پر اظہار خوشی کا بیان

حضرت عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے چل رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا "عقبہ! کیا میں تمہیں دو بہترین سورتیں جو پڑھی گئی ہیں (یعنی مجھ پر نازل کی گئی ہیں) نہ بتلا دوں؟ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سکھائیں۔ عقبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان دونوں سورتوں سے زیادہ خوش نہیں دیکھا۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے کے لئے اترے تو لوگوں کو نماز میں یہی دونوں سورتیں پڑھائیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "عقبہ! تم نے (ان کی فضیلت کو) دیکھا؟

(مسند احمد بن حنبل، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مشکوۃ شریف: جلد اول: حدیث نمبر 812)

بہترین سورتوں" کا مطلب یہ ہے کہ شیطان مردود کے مکر وفریب اور نفس کی گمراہی سے اللہ کی پناہ مانگنے کے سلسلہ میں معوذتین بہترین سورتیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سورتیں سکھانے کے بعد جب دیکھا کہ وہ ان سورتوں کو دیکھ کر کچھ زیادہ خوش نہیں ہوئے کیونکہ دوسری سورتوں کی طرح ان سورتوں میں اللہ کی وحدانیت اور پاکیزگی کا بیان نہیں ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں انہیں سورتوں کو پڑھ کر فرمایا کہ عقبہ! تم نے اس سورتوں کی فضیلت دیکھی کہ میں نے ان کو فجر کی نماز میں جو تمام نمازوں سے افضل نماز ہے اور جس میں طویل قرات کرنا مستحب ہے پڑھا۔

| |
|---|
| قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ○ |
| الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ○ |

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے۔ جو سب لوگوں کا بادشاہ ہے۔ جو نسلِ انسانی کا معبود ہے۔ اس بڑے وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اگر چہ وہ جنوں اور انسانوں میں سے ہو۔

## شیطانی وسواس سے بچنے کیلئے دعا کا بیان

" قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ " خَالِقهمْ وَمَالِكهمْ خُصُّوا بِالذِّكْرِ تَشْرِيفًا لَهُمْ وَمُنَاسَبَة لِلِاسْتِفَادَةِ مِنْ شَرّ الْمُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ " إِلَه النَّاس " بَدَلَانِ أَوْ صِفَتَانِ أَوْ عَطْفَا بَيَان وَأَظْهَر الْمُضَاف إِلَيْهِ فِيهِمَا زِيَادَة لِلْبَيَانِ " مِنْ شَرّ الْوَسْوَاس " الشَّيْطَان سُمِّيَ بِالْحَدَثِ لِكَثْرَةِ مُلَابَسَته لَهُ " الْخَنَّاس " لِأَنَّهُ يَخْنِس وَيَتَأَخَّر عَنْ الْقَلْب كُلَّمَا ذُكِرَ اللَّه " الَّذِي يُوَسْوِس فِي صُدُور النَّاس " قُلُوبهمْ إِذَا غَفَلُوا عَنْ ذِكْر اللَّه

" مِنْ الْجِنَّة وَالنَّاس " بَيَان لِلشَّيْطَانِ الْمُوَسْوِس أَنَّهُ جِنِّيّ وَإِنْسِيّ ، كَقَوْلِهِ تَعَالَى : " شَيَاطِين الْإِنْس وَالْجِنّ " أَوْ مِنْ الْجِنَّة بَيَان لَهُ وَالنَّاس عَطْف عَلَى الْوَسْوَاس وَعَلَى كُلّ يَشْتَمِل شَرّ لَبِيد وَبَنَاته الْمَذْكُورِينَ , وَاعْتَرَضَ الْأَوَّل بِأَنَّ النَّاس لَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ النَّاس إِنَّمَا يُوَسْوِس فِي صُدُورهمْ الْجِنّ , وَأُجِيبَ بِأَنَّ النَّاس يُوَسْوِسُونَ أَيْضًا بِمَعْنَى يَلِيق بِهِمْ فِي الظَّاهِر ثُمَّ تَصِل وَسْوَسَتهمْ إِلَى الْقَلْب وَتَثْبُت فِيهِ بِالطَّرِيقِ الْمُؤَدِّي إِلَى ذَلِكَ وَاَللَّه تَعَالَى أَعْلَم .

تم فرمادو میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں یعنی ان کے خالق اور مالک کی۔ یہاں پر بطور خاص انسانوں کا ذکر ان کے شرف کی وجہ سے کیا گیا ہے اور مناسبت یہ بھی ہے کہ لوگوں کے شر سے پناہ مانگی جارہی ہے جو ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے معبود کی۔ یہ دونوں بدل ہیں اور یہ دونوں صفت ہیں یا یہ دونوں عطف بیان ہیں اور مضاف کو ظاہر کر دیا گیا ہے ان دونوں کے اندر تا کہ بیان زیادہ ہو۔ وسوسے ڈالنے والوں کے شر سے یعنی وہ شیطان جسے حدث سے موسوم کیا گیا ہے چونکہ وہ بکثرت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ دبکتا ہے یعنی اس لیے کہ سکڑتا ہے اور دل سے پیچھے ہٹ جاتا ہے جب کبھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ جو لوگوں کے دلوں کے اندر وسوسے ڈالتا ہے یعنی اس وقت جب وہ اللہ کے ذکر سے غافل ہوتے ہیں۔ جنوں میں سے اور انسانوں میں سے یہ بیان ہے کہ یہ شیطان ہے جو دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ یہ جن میں ہوسکتا ہے اور انسان بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: شیاطین الانس والجن (انسانوں اور جنوں سے تعلق رکھنے والے شیاطین) یا اس کا تعلق صرف جنوں سے بھی ہوسکتا ہے جو اس کا بیان ہوگا اور لفظ الناس کا عطف وسواس کے اوپر ہوگا یا ہر وہ چیز جو لبید اور اس کی بیٹیوں کے شر پر مشتمل ہو۔ جن کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔

پہلی بات پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ لوگ دوسرے لوگوں کے سینوں میں وسوسے نہیں ڈالتے بلکہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے تو جنات ڈالتے ہیں جس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ لوگ بھی ایک دوسرے کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اس معنی کے

اعتبار سے جو ظاہر کے اندر اس کے لائق ہو تو پھر وہ وسوسہ دل تک پہنچ جاتا ہے اور وہاں پر ثابت رہ جاتا ہے۔ اس طریقے کے اعتبار سے جو اس کی طرف لے کر جا رہا ہو۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے۔

## پناہ طلب کرنے کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کیا کرتے تھے۔ دعا، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، طاعت میں سستی سے، بڑھاپے کے سبب سے مخبوط الحواس اور اعضاء کے ناکارہ ہونے سے تاوان یا قرض سے اور گناہ سے، اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں آگ کے عذاب سے اور عذاب کے فتنہ سے۔ قبر کے فتنہ اور قبر کے عذاب سے، دولت کے فتنہ سے اور برائی سے، فقر کے فتنہ کی برائی سے اور کانے دجال کے فتنہ سے اے اللہ۔ برف اور اولے کے پانی سے میرے گناہ دھودے (یعنی طرح طرح مغفرتوں کے ذریعہ مجھے گناہوں سے پاک کر دے جس طرح برف اور اولے کا پانی میل کچیل کو صاف کرتا ہے اور میرے دل کو برے اخلاق اور برے خیالات سے پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا پانی سے صاف کیا جاتا ہے اور میرے گناہوں کے درمیان اسی طرح بعد پیدا کر دے جس طرح تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان بعد پیدا کیا ہے۔ (بخاری و مسلم، مشکوۃ شریف: جلد دوم: حدیث نمبر 991)

## سورت الناس کی تفسیر مصباحین جلد ہفتم کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين وعلى اله الطيبين واصحابه الطاهرين اجمعين، تمت تفسير الجلالين مع الاعراب والمتن والترجمة والشرح، المرتب بترتيب الآيات، محمد لياقت على الرضوى الحنفى، الفاضل بدار العلوم الجامعة النعيميه بلاهور باكستان،

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کے فضل عمیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عالمین جو کائنات کے ذرے ذرے تک پہنچنے والی ہے۔ انہی کے تصدق سے سورہ الناس کی تفسیر مصباحین اردو ترجمہ وشرح تفسیر جلالین کے ساتھ آج بروز بدھ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ بہ مطابق ۲۸ مئی ۲۰۱۴ء کو ساتویں جلد مکمل ہوگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تفسیر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، امین، بوسیلۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

## تفسیر مصباحین اور اظہار تشکر کا بیان

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس تفسیر میں جن علمائے مفسرین کی تفاسیر میں روایات احادیث اور تفسیری تصریحات کا نقل کیا ہے ان کا بھی شکریہ ادا کیا جائے۔ ان تفسیر میں کتب احادیث وتفاسیر جن فہرست طویل ہے